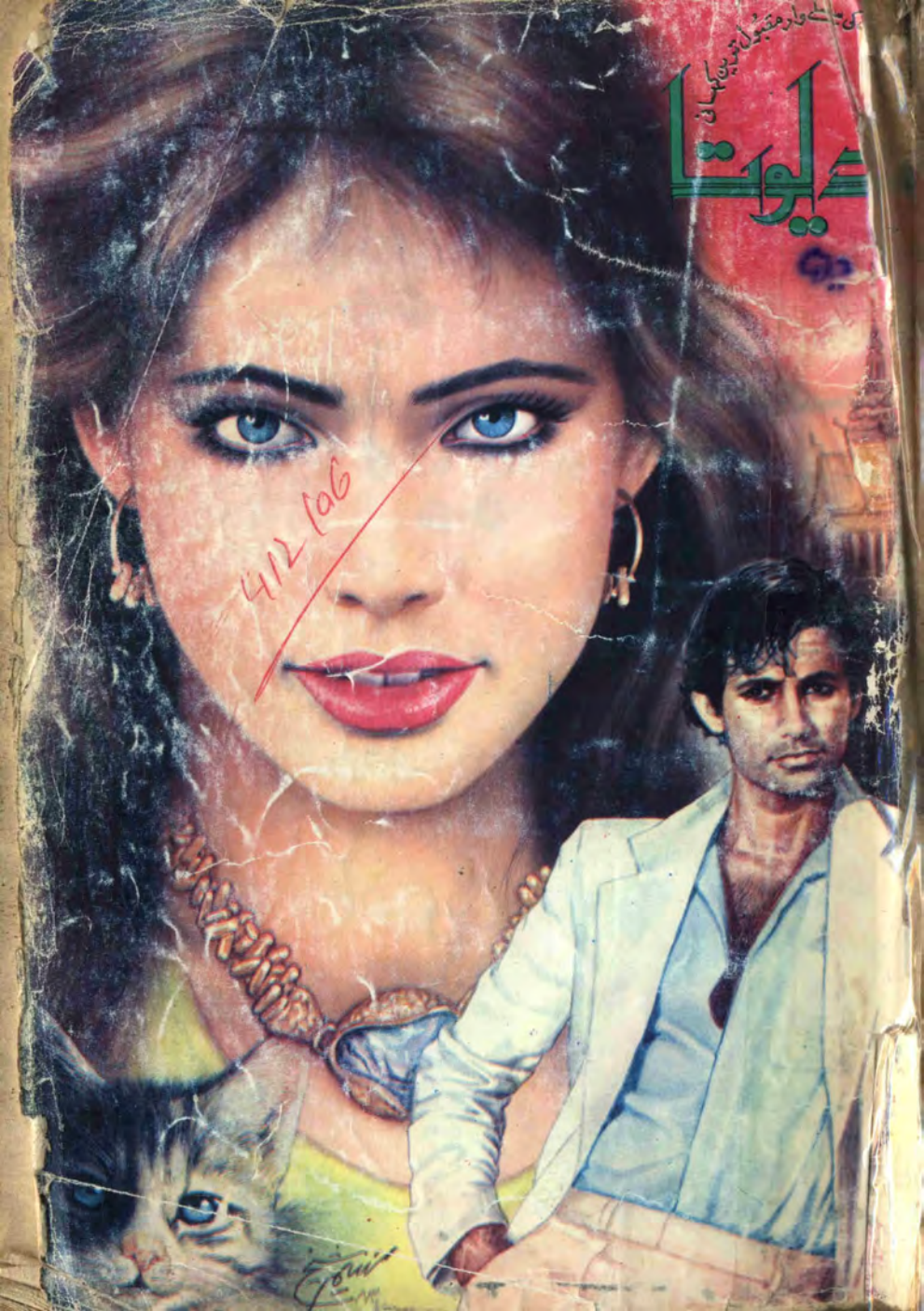
ایلوتا

ابتدائیہ

فسرادملی تیمور کی "دیوتا" کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ڈائجسٹوں کی تاریخ کی یہ طویل ترین کہانی ہے۔

یہ فروری ۷۷ء میں شروع ہوئی اور آج بھی جاری ہے۔ قارئین کی بے انتہا فرمائش تھی کہ "دیوتا" کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ تاکہ لاکھوں قارئین اس کہانی کا شروع سے لطف اٹھا سکیں۔ اس سلسلے میں سسپنس ڈائجسٹ کو ہزاروں خطوط براہ موصول ہوتے ہیں۔

کسی بھی کہانی کو کتابی شکل میں شائع کرنا مشکل ترین کام ہے۔ جس میں سب سے زیادہ دقت طلب مسئلہ قسطیں جمع کرنے کا ہوتا ہے۔ کیونکہ پرانے رسالے جمع کرنا ایک دشوار ترین مرحلہ ہے۔ اور خصوصاً سسپنس ڈائجسٹ تو روزِ اوّل سے جتنا چھپتا تھا۔ اس سے زیادہ ہی اس کی مانگ رہتی تھی۔ نتیجتاً اس کی آفس فائل کی کاپیاں تک غائب ہو گئیں۔

میں اپنے بھائی اور دوست معراج رسول مدیر سسپنس ڈائجسٹ کا مشکور ہوں کہ انہوں نے نہ صرف تمام قسطیں جمع کر کے دیں۔ بلکہ میرے پیچھے دن رات لگ کر اس کو مکمل بھی کرایا۔ قارئین کو بھی اس سلسلے میں ادارہ سسپنس ڈائجسٹ کا مشکور رہنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ کتاب اس بات کا ثبوت ہے کہ سسپنس کو اپنے قارئین کا کتنا خیال ہے۔

چونکہ یہ کہانی انتہائی طویل ہے اور اب تک تقریباً ڈائجسٹ سائز کے ۲۰۰۰ صفحات پر چھپ چکی ہے اور ہنوز جاری ہے۔ اس لیے اس کہانی کو مختلف حصوں میں شائع کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین اس کو آسانی سے حاصل کر سکیں اور ان کی جیب پر ایکدم بوجھ نہ پڑے۔ فی الحال اس کہانی کے پانچ حصے ترتیب دیے جا چکے ہیں۔ جو کہ علیحدہ علیحدہ شائع کیے جائیں گے۔

آپ کا تعاون اگر حاصل رہا تو سسپنس اور جاسوسی کے دیگر مقبول سلسلے بھی اس کے بعد پیش کیے جائیں گے۔ اس سلسلے میں آپ کو جو کہانی بھی مطلوب ہو اس کے لیے ہمیں خط لکھیں تاکہ جب وہ کتاب تیار ہو جائے تو ہم براہِ راست آپ کو مطلع کر سکیں۔

غلام کبریا

میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ میرے والد تیمور علی شاہکوٹ تحصیل و ضلع شیخوپورہ کے بہت بڑے زمیندار تھے۔ ہماری زمینیں پانچ سو ایکڑ رقبے میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اناج کی فراوانی، مال مویشی کی افراط اور زندگی کا ہر عیش و آرام ہمیں میسر تھا۔ اس کے باوجود میں ایسا بدنصیب تھا کہ مجھے اپنی ماں کا دودھ نصیب نہ ہوا۔ میرے پیدا ہوتے ہی وہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ جب میں چھ برس کا ہوا تو میرے والد بھی اس جہانِ فانی سے رخصت ہوگئے اور میں اتنی بڑی دنیا میں تنہا رہ گیا۔ تنہائی سے مراد یہ نہیں ہے کہ میرے دیگر عزیز و اقارب نہیں تھے۔ سب ہی تھے۔ مگر اس کم عمری میں ان کا مطمحِ نظر بن گیا تھا۔

میرے چچا ناصر علی شہری زندگی گزارنے کے عادی تھے۔ زراعت اور زمینداری سے انھیں دلچسپی نہیں تھی۔ وہ میرے والد کو ایک پسماندہ دیہاتی سمجھ کر دور کی صاحب سلامت رکھتے تھے۔ لیکن ان کے فوت ہوتے ہی وہ پانچ سو ایکڑ اراضی پر قابض ہونے کے لیے شاہکوٹ آگئے۔ میں نا سمجھ بچہ تھا۔ اپنے گھر اور پرنٹڈ کے باہر کی دُنیا کو نہیں جانتا تھا۔ جب انھوں نے پیار سے مجھے گود میں اٹھایا اور بیٹا کہہ کر سینے سے لگایا تو میرے ننھے سے دل میں اور میری چھوٹی سی دُنیا میں باپ کی جو کمی تھی وہ پوری ہوگئی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ رشتے دار محبت کے نام پر کس طرح فریب دیتے ہیں۔ انھوں نے زمین جائداد کے تمام کاغذات اپنی تحویل میں لیے اور وہ زمینیں دوسروں کو ٹھیکے پر دے کر مجھے اپنی انگلی پکڑائی اور لاہور لے آئے۔

وہ کسی کی انگلی پکڑ کر زندگی گزارنے کا پہلا موقع تھا۔ میں کسی کا محتاج نہیں تھا لیکن چھوٹی سی عمر میں محتاج بن کر رہنے پر مجبور ہوگیا تھا۔ مال روڈ پر چچا کی ایک چھوٹی سی دکان تھی جسے وہ بڑھا رہے تھے کیونکہ والد مرحوم کی دولت اب انھیں بہت بڑا تاجر بنا رہی تھی۔ پہلے جس مندر کے قریب تین کمروں کا ایک چھوٹا سا مکان تھا مگر اب وہاں دو منزلہ کوٹھی بن رہی تھی۔ اس گھر کا ماحول میرے مزاج کے خلاف تھا۔ چچی مجھ سے نفرت کرتی تھیں۔ بات بات پر جاہل گنوار کہہ کر دھتکارتی رہتی تھیں۔ ان کے بچے بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ کھیل کود کے دوران مجھے بوں دھتکارتے جیسے کوئی نیچ ذات کا لڑکا ان کے قریب آگیا ہو۔

چچا ناصر علی کے صاحبزادے کا نام ظہیر علی تھا۔ وہ مجھ سے دو سال بڑا تھا مگر قد و قامت کے لحاظ سے میرے سامنے مچھر تھا۔ وہ ہمیشہ دھینگا مشتی کرتا رہتا تھا۔ میں نے کئی بار اس کی پٹائی کی تھی لیکن اسے اپنی شکست کا احساس اس لیے نہیں ہوتا تھا کہ چچی انتقاماً میری پٹائی کر دیتی تھیں۔

ان کی بڑی صاحبزادی کا نام غزالہ تھا۔ وہ مجھ سے تین سال بڑی تھی۔ اپنی ماں کی طرح مغرور اور بدمزاج تھی۔ خدا نے حُسن دیا تھا اور چھوٹی سی عمر میں نزاکت بھی وہی تھی۔ کبھی اس کے سر میں درد ہوتا تھا کبھی پیروں میں ــــ اور مجھے اس کے پاؤں دابنے پڑتے تھے۔ اگر انکار کرتا تو مجھے ڈانٹ ڈپٹ کر سمجھایا جاتا کہ میں چھوٹا بھائی ہوں اور بڑی بہن کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔

اسی لحاظ سے ایک چھوٹی بہن تھی۔ اس کا نام شاہینہ تھا۔ وہ ابھی گود کی بچی تھی۔ ماں کی گود سے زیادہ مجھ پر لدی رہتی تھی۔ اس کے لیے یہ سمجھا جاتا تھا کہ میں بڑا بھائی ہوں اور چھوٹی بہن کو تمام دن گود میں اٹھائے پھرنا بھی میرے فرائض میں شامل ہے۔ اگرچہ چچا جان میری دولت اور جائداد پر سانپ بن کر بیٹھے تھے تاہم وہ اکثر میری حمایت کرتے تھے۔ انھوں نے ایک دن اپنی بیگم سے کہا:

"میں نے تمھیں ہزار بار سمجھایا ہے کہ فرہاد کو ملازم نہ سمجھو۔ بیٹے کی طرح لاڈ پیار سے رکھو۔ اگر وہ بدک کر اپنی پھپھی کے ہاں چلا گیا تو زمینوں کی آمدنی بھی اس کے ساتھ چلی جائے گی۔"

میں دروازے کے باہر فرش پر بیٹھا اسکول کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا اور ان کی باتیں بھی سُن رہا تھا۔ چچی نے جواب دیا:

"میں کب چاہتی ہوں کہ لڑکا یہاں سے جائے مگر کیا کروں، اس کی آنکھیں دیکھ کر وحشت سی ہوتی ہے۔ آپ نے شاید غور نہیں کیا۔ کبھی غور سے دیکھئے اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک ہے۔ وہ میری طرف دیکھتا ہے تو میں شش و پنج میں

ہوں۔ میں سچ کہتی ہوں، اس کے اندر کوئی بدروح گھسی ہوئی ہے۔"

چچی کی باتیں سن کر میں اپنی آنکھوں کو پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا اور سوچنے لگا کیا واقعی میرے اندر کوئی بدروح گھسی ہوئی ہے ——— ؟ اس وقت مجھے اپنے والدِ مرحوم کی باتیں یاد آئیں۔ ایک بار انھوں نے کہا تھا:

"میرے بیٹے کی آنکھوں میں قدرتی چمک ہے، فرشتوں کا نور ہے۔ یہ اپنے مخاطب کا دل موہ لیا کرے گا۔"

والدِ مرحوم کے محبت آمیز اور چچی کے نفرت انگیز تاثرات میرے کچے ذہن میں گڈمڈ ہونے لگے۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا اور آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی آنکھوں کو دیکھنے لگا۔ مجھے اپنی آنکھیں بہت اچھی اور بہت ہی پُرکشش نظر آئیں۔ آئینے کے سامنے عورت ہو یا مرد سب ہی خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ میری آنکھوں میں نیکی اور محبت کی چمک ہے یا بدی اور نفرت کی چنگاریاں ——— ؟

حقیقت جو کچھ بھی ہو، ویسے یہ سوچ کر خوشی ہو رہی تھی کہ چچی میری آنکھوں سے ڈرتی ہیں۔ وہ مجھ سے بڑی تھیں۔ مجھے گالیاں دیتیں تو میں جواباً گالیاں نہیں دے سکتا تھا۔ وہ مجھے مارتیں تو میں پلٹ کر اُن پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ مگر فوری طور پر مجھے ایک ایسا ہتھیار مل گیا تھا جس سے میں انھیں ڈرا سکتا تھا۔ میرے دماغ میں جو بات آئی، میں اسی پر عمل کرنے لگا۔ اب اکثر دنوں ہونے لگا کہ جب بھی چچی سے سامنا ہوتا تو میں انھیں تیز تیز گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھنا شروع کر دیتا ——— وہ دہشت زدہ سی ہو کر مجھے گالیاں دینے لگتیں۔ کبھی میری اچھی طرح پٹائی کر دیتیں۔ ایسے وقت میں نے یہی دیکھا کہ وہ میری آنکھوں میں نہیں دیکھتی تھیں۔ مجھے گالیاں دیتے وقت مجھ سے نظریں چُراتی رہتی تھیں۔ کبھی مارنے سے پہلے میرا بازو پکڑ کر ایک جھٹکے سے مجھے دُوسری طرف گھما دیتی تھیں تاکہ میرا منہ دوسری طرف ہو جائے اور میں انھیں اپنی آنکھوں سے دہشت زدہ نہ کر سکوں۔ کئی بار انھوں نے بڑی بڑی قسمیں کھائیں کہ وہ میری آنکھیں پھوڑ ڈالیں گی۔

یوں ہمارے درمیان نفرتیں پروان چڑھ رہی تھیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ میں اس ماحول سے نفرت اور عداوت کا درس لے رہا تھا ——— چچی کی گالیاں۔ چچا جان کی دوغلی محبت، اطہر کی عداوت اور غزالہ کا مگاتا انداز۔ یہ تمام چیزیں جاگتے نفرت انگیز عناصر میرے اندر لاوے کی طرح پکتے رہتے تھے۔ ہاں اس جہنم میں صرف ایک محبت کرنے والی ہستی تھی اور وہ تھی ننھی شاہینہ۔ ان دنوں وہ سات برس کی تھی اور میں بارہ برس کا تھا۔ چچی سے بھی سمجھا تی تھیں کہ وہ میرے ساتھ نہ کھیلا کرے مگر جب وہ بالکل بھر کی تھی جب ہی سے میری گود میں کھیلتی آئی تھی۔ مجھ سے اتنی مانوس ہو گئی تھی کہ اپنی ماں، بہن اور جہان کے روکنے ٹوکنے پر بھی میرے پاس چلی آتی تھی۔ جب وہ ننھی ننھی باہنیں بھر کر میری گردن میں ڈال کر مجھے بھائی جان کہتی تو میں اس بے غرض اور پاکیزہ محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر اسے چومنے لگتا۔ بس وہی میری ایک بہن تھی، میری دُنیا تھی اور میری زندگی تھی۔

ان ہی دنوں کی بات ہے۔ ایک رات چچا جان کاروبار کے سلسلے میں شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ غزالہ اور ظہیر اپنے نہال میں تھے۔ شاہینہ میرے بستر پر آ کر لیٹ گئی تھی۔ چچی نے بھی اس رات بڑی فراخدلی کا ثبوت دیتے ہوئے اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ شاہینہ میرے پاس سوئے گی۔ وہ اجازت دے کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ میں رات گئے تک شاہینہ کو پریوں اور شہزادوں کی کہانیاں سناتا رہا۔ وہ معصوم بچی کہانیاں سنتے سنتے سو گئی۔ نیند کی حالت میں وہ زیادہ معصوم لگ رہی تھی۔ میں نے اس کی پیشانی کو محبت سے چومتے ہوئے سوچا کہ میری شاہینہ آرام دہ ہلنگ پر سونے کی عادی ہے اور میں فرش پر سوتا ہوں۔ وہ محض اس لیے آرام سے سو گئی تھی کہ وہ ایک بھائی کا بستر تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ میری بہن ہمیشہ پھولوں کی سیج پر سوئے۔ میں وہاں سے اُٹھ کر چچی کے کمرے کی طرف جانے لگا تاکہ ان سے کہہ دوں کہ وہ شاہینہ کو اٹھا کر اس کے بستر پر لے جائیں۔

چچی کی خوابگاہ کا دروازہ اور کھڑکیاں بند تھیں۔ میں نے بے دھڑک دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر چچی کی آواز سنائی دی:

"کون ہے؟ فرہاد کیا تم ہو؟"

"جی ہاں، شاہینہ سو گئی ہے۔ اسے اٹھا کر لے جائیے۔"

"اسے سونے دو۔ میں بعد میں آ کر اسے لے جاؤں گی۔ تم میری نیند خراب نہ کرو۔"

"چچی آپ فرش پر سو جائیں گی اور وہ بے چاری فرش پر پڑی رہے گی۔"

"گدھا کہیں کا۔" ان کی غصہ بھری آواز سنائی دی "جب دیکھو بحث کرنے پر تُل جاتا ہے۔ جا ——— بھاگ جا یہاں سے ——— نہیں تو جوتے لگاؤں گی۔"

میں کچھ ضرورت سے زیادہ ہی ضدی ہوں۔ میں وہیں کھڑا رہا اور دروازے کو گھورتا رہا۔ اگر وہ دروازہ کھلا ہوتا تو میں خود ہی شاہینہ کو اٹھا کر لے جاتا اور چچی کے پاس سلا دیتا۔ مگر چچی ایسی بدمزاج تھیں کہ اٹھ کر دروازہ تک نہیں کھول رہی تھیں۔

نہ جانے میں کتنی دیر تک اس دروازے کو گھورتا رہا۔ پھر مجھے دروازے کے پیچھے سے دھیمی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ وہ کسی مرد کی آواز تھی۔ وہ کہہ رہا تھا:

"ڈارلنگ، تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ وہ لڑکا چلا گیا ہے۔"

"نہیں تم نہیں جانتے۔" چچی کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی "مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے اس کی آنکھیں مجھے گھور رہی ہیں۔ کتنی ہی بار میں نے خواب میں اس کی آنکھیں دیکھی ہیں۔ وہ کسی انسان کا بچہ نہیں ہے، شیطان کا بچہ ہے ——"

میں نے اپنی آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھ لیے۔ اس وقت مجھے احساس ہُوا کہ میں بہت دیر سے دروازے کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہوں اور خیالی نظروں سے چچی کے بند کمرے کی تاریکی میں جھانک رہا ہوں۔ اور اپنی نظروں سے پوچھ رہا ہوں کہ آپ دروازہ کیوں نہیں کھولتیں؟

وہ دروازہ ذرا سا کھل گیا۔ ان کے کمرے میں واقعی تاریکی تھی۔ کاریڈور کی روشنی میں مجھے صرف ان کا چہرہ اور شانے نظر آئے۔ پھر انھوں نے یہ کہہ کر ایک جھٹکے سے دروازہ بند کر دیا کہ تم جاؤ، میں آ رہی ہوں۔

میں سر جھکا کر کاریڈور سے چلتا ہُوا اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ اس وقت میرے کچے ذہن میں یہ بات پک رہی تھی کہ چچی کے کمرے میں کون شخص ہے اور کیوں ہے؟ وہ واقعہ میری سمجھ میں نہ آیا۔ کسی حد تک سمجھنے کی کوشش بھی کی، تو دماغ پر دھند سی چھا گئی۔ کچھ سمجھنے اور نہ سمجھنے کے درمیان الجھ گیا۔ ہاں یہ تا ضرور کہوں گا کہ چچی کا گھبرانا، کمرے کی تاریکی اور ایک اجنبی مرد کی آواز ان سب میں ایسی اسراریت تھی کہ ان کے متعلق سوچتے سوچتے میری عمر غیر محسوس طریقے سے جوانی کی طرف کروٹ بدلنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد چچی میرے کمرے میں آئیں۔ انھوں نے مجھے غصے سے دیکھا پھر شاہینہ کو میرے بستر سے اٹھانے کے لیے جھک گئیں۔ اسی وقت میں نے پوچھا،

"کیا آپ سے کوئی ملنے آیا ہے؟"

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگیں۔ ذرا دیر کے لیے ان پر گھبراہٹ طاری ہوئی۔ پھر وہ سنبھل کر میری جانب بڑھتی ہوئی بولیں:

"اتنی رات کو کون ملنے آئے گا؟ کیا تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

"میں نے آپ کے کمرے میں کسی کی آواز سنی تھی۔ اس لیے میں پوچھ رہا ——"

بات پوری ہونے سے پہلے ہی انہوں نے میرے منہ پر تھپڑ جما دیا۔ پھر میرا بازو پکڑ کر مجھے اپنے کمرے کی طرف لے جاتے ہوئے بولیں:

"تو نے کس کی آواز سنی تھی؟ وہ تیرا کوئی باپ ہو گا ——— میرے سامنے کا چھوکرا اور مجھے اتنی بڑی بات کہہ رہا ہے ——— میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ چل بتا کون ہے میرے کمرے میں ——— کون تیری ماں کا یار ہے جس کی آواز تو نے سنی ہے ——"

میں نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا کر کہا:

"خبردار ——— میری ماں کا نام نہ لینا۔ ورنہ میں لحاظ نہیں کروں گا۔"

میں ڈٹ کر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میرا وہ چیلنج ایسا تھا کہ وہ قدرے حیرانی سے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگیں۔ یہ بارہ برس کا تھا مگر قد میں ان کے برابر ہو گیا تھا۔ شاید پہلی بار وہ میرے اونچے قد کو تو جہ سے دیکھ رہی تھیں۔ پھر وہ پیچھے ہٹ کر اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے بولیں:

"تو دیکھ لے ——— یہاں کوئی نہیں ہے ——— تجھے دھوکا ہُوا ہے۔ تم نے کسی کی آواز نہیں سنی ہے۔"

"میں نے سنی ہے۔" میں پاؤں پٹختا ہُوا کمرے کے اندر چلا گیا اور چاروں طرف اس شخص کو تلاش کرنے لگا۔ اتنی دیر میں چچی واپس جا کر شاہینہ کو لے آئی تھیں۔ اسے بستر پر سلاتے ہوئے انھوں نے کہا:

"کیا ابھی تک تسلی نہیں ہوئی ہے؟ جاؤ یہاں سے۔ دفع ہو جاؤ۔ کم بخت اونٹ کی طرح لمبا ہو رہا ہے۔ مارتی ہوں تو میرے ہی ہاتھ رکھنے لگتے ہیں۔ اچھی بات ہے تمہارے چچا کو آنے دو۔ وہی تمہاری خبر لیں گے۔"

میں لاپرواہی سے "اونہہ" کہتا ہُوا اپنے کمرے میں آ کر سو گیا۔ مگر مجھے فوراً ہی نیند نہیں آئی۔ میں دیر تک اس شخص کے متعلق سوچتا رہا جس کی آواز میں نے سنی تھی مگر وہ نظر نہیں آیا تھا۔ شاید چچی نے اسے جگا دیا تھا یا کہیں چھپا دیا تھا۔ میں ان کی مکاری کو نہ سمجھ سکا۔

رات کو دیر سے آنکھ لگی تھی اس لیے صبح دیر تک سوتا رہا۔ پھر چچا جان کی گرجدار آواز سن کر ہی میری آنکھ کھلی۔ میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہہ رہے تھے:

"نمک حرام! جس تھالی میں کھاتا ہے، اسی میں چھید کرتا ہے۔ کیا اسی دن کے لیے میں تیری پرورش کر رہا ہوں؟"

میں کچھ نہ سمجھتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور سوالیہ نظروں سے انہیں تکنے لگا۔ چچی نے ہاتھ نچا کر کہا:

"اسے ہے کیسی معصوم سی صورت بنا کر اپنے چچا جان کو دیکھ رہا ہے۔ جیسے کچھ جانتا ہی نہیں۔ ذلیل کہیں کے۔ اسی دن کے لیے میں شاہینہ کو تیرے پاس آنے سے روکتی رہتی تھی ——"

"تم چپ رہو بیگم ——!" چچا جان نے کہا۔ پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوئے "کیوں بے، کل رات تو نے شاہینہ کو پیار کیا تھا؟"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "جی ہاں۔"

یہ جواب سنتے ہی چچا جان نے ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر رسید کیا۔ میں اپنا توازن نہ سنبھال سکا، بستر پر گر پڑا۔ میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ چھوٹی بہن کو پیار کرنا جرم ہے لیکن اس تھپڑ نے نے بہن بھائی کے مقدس رشتے میں کھوٹ پیدا کر دیا۔

انھوں نے میرا گریبان پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا:

"تو اتنا نڈر ہو گیا ہے کہ غلطی بھی کرتا ہے اور بے حیائی سے اعتراف بھی کرتا ہے۔ بول تو نے کیوں پیار کیا تھا؟"

انھوں نے دوسرا تھپڑ رسید کیا۔ میں نے روتے ہوئے کہا:

"آپ مجھے کیوں مار رہے ہیں؟ میں تو روزی شاہینہ کو پیار کرتا ہوں۔"

چچی نے جلدی سے کہا:

"اور روز ہی اس معصوم بچی کو گندی گندی حرکتیں سکھاتا ہے۔ اگر کل رات میں دیکھ نہ لیتی تو ——" وہ گندی حرکتوں کی تفصیلات بیان کرنے لگیں۔ میں حیرانی سے آنکھیں پھاڑے اور منہ کھولے ان کا منہ تک رہا تھا۔ مجھ پر ایسی باتیں منکشف ہو رہی تھیں جنہیں میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ لیکن وہ گھناؤنی باتیں مجھ سے منسوب کی جا رہی تھیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، مجھ پر اچھے خاصے الزامات عاید کرنے کے بعد چچی جان نے اپنے بچاؤ کے لیے کہا:

"یہ لڑکا وقت سے پہلے سیانا ہو گیا ہے۔ جب میں نے ایسی گندی حرکتیں دیکھنے کے بعد اسے دھمکی دی کہ میں تمہارے چچا جان سے شکایت کروں گی تو جانتے ہیں اس نے کیا کہا؟ اس نے مجھے دھمکی دی۔ کہنے لگا، چچا جان آئیں گے تو میں تو کہوں گا کہ چچی کے کمرے میں کل رات کوئی آدمی آیا تھا۔ ہائے ہائے یہ بات سننے سے پہلے میں مر کیوں نہ گئی۔ آپ نے کبھی میرے متعلق ایسا سوچا بھی نہ ہو گا۔ مگر اس حرامی نے کیسی کیسی باتیں کہہ دیں۔ میں تو اس گھر میں اب ایک منٹ بھی نہیں رہوں گی ——"

یہ باتیں سن کر چچا جان آگ پر رکھے ہوئے لوہے کی طرح تپ گئے تھے۔ انھوں نے ہاتھوں سے، لاتوں سے اور گھونسوں سے اس قدر مجھے مارا تھا کہ میرے جسم کی ہڈی ہڈی دُکھنے لگی تھی۔ وہ مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اپنی چچی کے قدموں پر گر کر معافی مانگو ورنہ وہ مجھے نکالا کے گھر سے نکال دیں گے، اور شاہینہ کو تو اب کبھی میرے قریب پھٹکنے نہیں دیں گے۔

میں بھی ایک ضدی تھا۔ میں مار کھاتے کھاتے مر جانا پسند کر رہا تھا لیکن چچی کے ناپاک قدموں کو چھو کر معافی مانگنا گوارا نہیں کر رہا تھا۔ چچا جان مجھے مارتے مارتے بے حال ہو گئے۔ وہ مجھے گھسیٹتے ہوئے اپنے کمرے کے قریب لائے اور وہاں ایک اسٹور روم میں مجھے بند کر دیا۔ پہلے انھوں نے دھمکی دی تھی کہ چچی سے معافی نہ مانگنے کی صورت میں وہ مجھے گھر سے نکال دیں گے۔ لیکن وہ مجھے اپنی نظروں سے دُور نہیں رکھ سکتے تھے۔ انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ میں اپنی پھوپھی کے پاس چلا جاؤں گا۔ پھر ان کی شہ پاکر زمین جائیداد کے کاغذات کا مطالبہ کیوں کر۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مار پیٹ سے میرے دل میں دہشت بٹھا کر مجھے اپنے زیرِ اثر رکھنا چاہتے تھے۔

انہوں نے مجھے اسٹور میں بند کرنے کے بعد صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رکھا۔ میں نے کئی بار دروازے کو پیٹ پیٹ کر فریاد کی۔ جواب میں صرف ایک بار مجھے شاہینہ کی آواز سُنائی دی۔ وہ دوسری طرف سے دروازے کو پیٹ پیٹ کر مجھے پکار رہی تھی۔ لیکن اسی وقت اس کے ماں باپ کی آواز سُنائی دی۔ چچی لے چھیڑ کی ہوئی وہاں سے لے گئیں۔ تھوڑی دیر بعد چچا جان نے دروازہ کھول دیا۔

صبح سے شام تک بھوکا رہنے کے باعث میری ضدی طبیعت ذرا مضمحل سی ہو گئی تھی۔ اس کے باوجود میں بھوکا پیاسا اس گھر سے چلا جاتا۔ لیکن شاہینہ کی محبت نے میرے پیروں میں زنجیر ڈال دی۔ پھر یہ کہ چچا جان بھی نرم پڑ گئے تھے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" وہ مجھے اپنے ساتھ ڈائننگ روم میں لے گئے۔ وہاں شاہینہ اپنی ممی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دوڑ کر آئی اور بھائی جان کہتی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی۔ میرے جی میں آیا کہ اسے محبت سے چوم لوں مگر مجھے طمانچے یاد آ گئے۔

آہ — ان طمانچوں نے کیسی غیریت پیدا کر دی تھی۔ شاہینہ کچھ پرائی پرائی سی لگ رہی تھی۔ چچا جان ہم دونوں کو گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اسی وقت چچی نے شاہینہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور اسے وہاں سے لے جانے لگیں۔ وہ میرے پاس آنے کے لئے چیخ چلا تی رہی۔ لیکن وہ اسے گھسیٹتی ہوئی لے گئیں۔

میں بے بسی سے سر جھکا کر چچا جان کے ساتھ کھانے کی میز پر آ گیا۔ ملازم میز پر کھانا چُن رہا تھا۔ جب وہ چلا گیا تو چچا جان نے نرم لہجے میں کہا۔

"فرہاد — میں ہمیشہ تجھے بیٹا بنا کر رکھنا چاہتا ہوں۔ کیا شاہینہ تجھے بہت اچھی لگتی ہے؟"

"جی ہاں۔" میں نے خلوصِ دل سے جواب دیا۔

"اچھی بات ہے، میں شاہینہ سے تمہاری شادی کر دوں گا۔"

میں نے چونک کر سر اٹھایا اور انہیں حیرانی سے دیکھنے لگا۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ شاہینہ سے میری شادی بھی ہو سکتی ہے۔ میرے سامنے شاہینہ ہوتی یا کوئی دوسری لڑکی ہوتی۔ اس عمر میں، میں بہن کے سوا کسی دوسرے رشتے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن چچا جان سوچ رہے تھے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ بیٹی کی رشوت دے کر مجھے اپنے قابو میں رکھنا چاہتے تھے۔

"شاہینہ میری بہن ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "میں اس سے شادی نہیں کروں گا۔"

چچا جان نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر ذرا سخت لہجے میں کہا۔

"اسے بہن کہہ کر اپنی گندی ذہنیت کو نہ چھپاؤ۔ بھتیجے اور شاہینہ کے متعلق کیا فیصلہ کرنا چاہیئے، یہ میں بہتر سمجھتا ہوں۔ خاندان میں جتنی لڑکیاں ہوتی ہیں وہ شادی سے پہلے بہن ہوتی ہیں۔ ان میں سے اگر کسی سے شادی ہو جائے تو وہ بیوی بن جاتی ہے — تم مجھ سے بحث نہ کرو، چپ چاپ کھانا کھاؤ۔"

میں نے بھی بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ خاموشی سے کھانا کھانے لگا۔

دوسرے دن شاہینہ کو اس کے نانا نانی کے ہاں بھیج دیا گیا۔ وہ اپنے ماں باپ کے لئے دو دن سے بھی زیادہ بھاری ہو گئی تھی۔ میرے سوا کسی کے پاس رہنا نہیں چاہتی تھی۔ لہٰذا اسے ایک طویل مدت کے لئے مجھ سے دُور کر دیا گیا۔ یہ سب چچی کے مشورے پر ہوا۔ وہ سمجھتی تھیں کہ شاہینہ ابھی بچی ہے۔ جیسے جیسے اس کی عمر گزرتی جائے گی، وہ مجھ سے دُور رہ کر مجھے بھولتی جائے گی۔ پھر میری شریکِ حیات بنانے کے لئے چچی اسے اپنے طور پر ٹریننگ دیں گی کہ شاہینہ بیوی بننے کے بعد کس طرح مجھے یہاں گھر داماد بن کر رہنے پر مجبور کرے گی۔

اس وقت میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ شاہینہ مجھ سے دُور رہ کر مجھے یاد کرتی ہے یا نہیں — لیکن میں اکثر تنہائی میں اسے یاد کرتا تھا اور گھنٹوں ایک جگہ بیٹھ کر ان نعمتوں کے متعلق سوچتا تھا جو مجھے اس گھر سے مل رہی تھیں۔ چچا جان کہتے تھے کہ میں دوسرے بچوں سے مختلف ہوں۔ جہاں بیٹھتا ہوں، وہیں بیٹھا رہ جاتا ہوں۔ جس چیز کو دیکھتا ہوں اسے پوری توجہ سے یوں دیکھتا رہ جاتا ہوں جیسے اس چیز کو نگاہوں کے ذریعے اپنے اندر جذب کر رہا ہوں۔ ان کا خیال تھا کہ میں کند ذہن اور غبی ہوں۔ شاید تعلیم حاصل نہیں کر سکوں گا۔ یہی سوچ کر انہوں نے اپنے بچوں کو ہائی سوسائٹی کے انگلش میڈیم اسکول میں داخل کرایا تھا اور مجھے متوسط طبقے کے ایک ہائی اسکول میں پڑھنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔

اونچی مسند پر بیٹھ کر پڑھا جائے یا فرش پر — مقامات مختلف ہوتے ہیں لیکن مقصد ایک ہوتا ہے کہ تعلیم حاصل کی جائے — تعلیم کے دوران میری ذہانت چمکنے لگی۔ میں جو کسی چیز کو پوری توجہ سے دیکھتے رہنے کا عادی تھا۔ وہ عادت علم کے حصول میں کام آ گئی۔ میں جس سبق کو ایک بار توجہ سے پڑھتا تھا وہ ہمیشہ کے لئے ذہن نشین ہو جاتا تھا۔ مجھ پر نام رکھنے والے چچا جان کی اولاد کُند ذہن اور غبی ثابت ہونے لگی اور میں ہر سال امتحانات میں اوّل آنے لگا۔

شاہینہ اپنے نانا کے ہاں رہنے کے لئے پنڈی گئی تو دو ہی کی ہو کر رہ گئی۔ پانچ سال کے بعد وہ ایک دن کے لئے لاہور آئی تھی لیکن اُس دن میں دوستوں کے ساتھ چھاؤنی گانا گانے چلا گیا تھا۔ چچی کو ایک ہفتہ پہلے معلوم ہو گیا تھا کہ میں ایک دن کے لئے لاہور سے باہر جا رہا ہوں۔ شاید اسی لئے انہوں نے شاہینہ کو صبح سے شام تک کے لئے بُلوا لیا تھا۔ پھر شام ہونے سے پہلے ہی اسے اس کے ماموں کے ساتھ رخصت کر دیا۔ جب مجھے اس کی آمد و رخصت کا علم ہوا تو دل کو ایک ہلکی سی ٹھیس پہنچی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ چچی کی سازش کامیاب ہو گئی ہے۔ وہ مجھے بھول چکی ہے۔ اب وہ آئندہ میری زندگی میں آئے گی تو اس کا ایک نیا رُوپ ہو گا، نیا ڈھنگ ہو گا۔ وہ بچپن کی شاہینہ معدوم ہو گئی۔

تین سال اور گزر گئے۔ میں نے دسویں جماعت کا امتحان دیا۔ اور جب نتیجہ نکلا تو میں صوبے بھر میں اوّل آیا تھا۔ غزالہ اور ظہیر تھرڈ ڈویژن میں آئے تھے۔ انہیں تعلیم سے زیادہ ہائی سوسائٹی میں وقت گزارنے سے دلچسپی تھی۔ میرے والد کی زمینوں سے حاصل ہونے والی آمدنی کی بدولت وہ شاہانہ زندگی گزار رہے تھے۔ ان کے پاس گھومنے پھرنے کے لئے کاریں تھیں اور میں سائیکل چلاتا تھا۔ ان کا معیارِ زندگی جتنا بلند تھا اتنے ہی ان کے اخراجات بھی تھے۔ غزالہ اور ظہیر ہمیشہ دولتمند گھرانوں کے لڑکے لڑکیوں کے ساتھ تفریحی پروگرام بناتے رہتے تھے اور مجھے یوں نظر انداز کر دیتے تھے جیسے میں ان کے گھر کا کوئی ملازم ہوں۔

لیکن بڑھتی ہوئی عمر کی مناسبت سے میرے چہرے کے نقوش اور قد و قامت سے اب ایسا سوداتہ وقار جھلک رہا تھا کہ ظہیر کی رسیلہ شخصیت میرے سامنے پھیکی پڑ گئی تھی۔ میں نے بارہا محسوس کیا تھا کہ اس کے ساتھ گھومنے پھرنے والی لڑکیاں مجھے عجیب لگن سے دیکھتی ہیں۔ کوٹھی کے پائیں باغ میں ایک بیڈمنٹن کورٹ بنایا گیا تھا۔ ایک شام میں ادھر سے گزر رہا تھا۔ ظہیر کی ایک گرل فرینڈ نے مجھے آواز دی۔

"ہیلو فرہاد — آؤ میرے ساتھ ایک گیم کھیلو۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "لڑکیوں کے ساتھ کھیل کر ہارنا اور جیتنا ایک برابر ہے۔"

"وہ کیسے؟" اُس نے حیرانی سے پوچھا۔ اس کے ساتھ دوسری لڑکیاں بھی پوچھنے لگیں۔ "ہاں ہاں بتاؤ، تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہے؟"

"مطلب یہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "کہ لڑکی کو خوش کرنے کے لئے ہار جاؤ تو مردکی توہین ہوتی ہے اور اگر جیت جاؤ تو لڑکی ناراض ہو جاتی ہے۔"

"واہ — یہ تو فضول سی منطق ہے۔" ایک لڑکی نے گردن جھٹک کر کہا۔

"منطق نہیں ہے۔" ظہیر نے طنز کیا۔ "دراصل یہ پنڈو ہے، اسے بیڈمنٹن کھیلنا نہیں آتا۔ یہ صرف گلی ڈنڈا کھیلنا جانتا ہے۔"

اس کے ساتھ کھڑی ہوئی لڑکی اس طنز پر قہقہہ لگانے لگی۔ میں نے قریب آ کر غصے سے کہا۔ "میں تمہارا سر بھی توڑنا جانتا ہوں۔"

وہ اپنی توہین کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریکٹ کھینچ کر مجھے مارا۔ میں نے بایاں ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اب پتہ نہیں ریکٹ کچھ کمزور تھا یا میری کلائی میں فولاد کی سختی تھی کہ کلائی سے ٹکراتے ہی ریکٹ ٹوٹ گیا۔ وہاں کتنی ہی لڑکیوں کے مُنہ سے حیرت بھری "ہائے" نکل گئی۔ نازک اندام لڑکوں کے درمیان رہنے والی ان لڑکیوں کی نظروں میں، میں اس وقت ایک ہرکولیس سے کم نہ تھا۔

میں نے بائیں ہاتھ سے ڈھال کا کام لیکر دائیں ہاتھ سے ایک مُکا ظہیر کی ناک پر ٹھونک دیا۔ اس کے دو ساتھی مجھ پر جھپٹ پڑے۔ ایک کو میں نے بغل میں دبایا اور کُولہے پر رکھ کر دوسری طرف پھینک دیا۔ دوسرے کو میں نے گھونسوں پر رکھ لیا۔ — غزالہ کے بولائے فرینڈ بھی اپنی مردانگی دکھانے آئے۔ اگر وہ ایک ساتھ پل پڑتے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت میری پوزیشن کیا ہوتی مگر وہ یکے دیگرے ذرا سوچ سوچ کر آئے تھے۔ ظہیر ایک گھونسے میں بیکار ہو گیا تھا۔ اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نے اسی میں عافیت سمجھی کہ فوراً ہی چکر لگا کر بے ہوش ہو جائے۔

کچھ لڑکیاں چیختی ہوئی دُور بھاگ گئی تھیں۔ کچھ ایسی تھیں جو ذرا پرے ہو کر بڑی دلچسپی سے میرے لڑنے کا تماشا دیکھ رہی تھیں۔ غزالہ ایک طرف کھڑی ہوئی بڑی خاموشی سے کبھی مجھے اور کبھی اپنے لولے فرینڈ قمیر کو دیکھ رہی تھی۔ ایک وہی تھا جو غزالہ کے سامنے اپنی شکست تسلیم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ بڑی جی داری سے لڑ رہا تھا اور بڑی بے حیائی سے مار کھا رہا تھا۔

لڑکیوں کی چیخ و پکار سُن کر چچی دوڑتی ہوئی کوٹھی سے باہر آ گئیں۔ ان کے ساتھ دو ملازم بھی آئے۔ ملازموں نے سب سے پہلے ظہیر کو سنبھالا کیونکہ وہ ان کے مالک کا لاڈلا بیٹا تھا۔ چچی مجھے کوسنے اور گالیاں دینے لگیں۔

"کمینے — بدذات — میرا کھاتا ہے اور میرے بچے پر ہاتھ اُٹھاتا ہے — آج تیرے چچا سے کہہ کر تجھے دھکے دے کر یہاں سے نہ نکالا تو میرا نام شمشاد بیگم نہیں — غنڈہ — لُچا — لفنگا ....."

اب میں بچہ نہیں تھا۔ مجھے اپنی پھوپھی سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ سب میری دولت پر عیش کر رہے ہیں۔ اس لئے اُس روز میں شیر بن گیا تھا۔ میں نے کہا۔

"یہ کوٹھی میرے ابا جان کے پیسوں سے خریدی گئی ہے، آپ کے اچھے بھی مجھے یہاں سے نہیں نکال سکتے — آنے دیجئے چچا جان کو — میں بھی آج اپنی زمین جائیداد کا فیصلہ کر دوں گا۔"

یہ کہہ کر میں کوئی جواب سُنے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ ملازم ظہیر کو اُٹھا کر پچھلے دروازے سے کوٹھی میں داخل ہو رہے تھے۔ میں کوٹھی کے اگلے حصے کی طرف جانے لگا۔ وہاں پورچ میں ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ کوٹھی کا چوکیدار ٹیکسی کی ڈگی سے سامان نکال کر اندر لے جا رہا تھا اور ایک نوجوان لڑکی اپنا پرس کھول کر ٹیکسی کا کرایہ ادا کر رہی تھی۔

میں ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک گیا۔ وہ بھی مجھے دیکھنے لگی۔ میں پہچان نہیں کر سکتا کہ وہ کس قدر حسین تھی۔ یہاں جتنی لڑکیاں آتی تھیں، ان سب سے حسین لڑکی غزالہ تھی۔ لیکن اس اجنبی لڑکی کے سامنے غزالہ کا حسن بھی ماند

پڑجاتا۔ میں نے دل میں کہا۔ اونہہ، یہ بھی ان بڑے لوگوں کی کوئی رشتے دار ہے۔ میں تاگواری سے آگے بڑھتا ہوا اس کے قریب سے گزرنے لگا۔ اسی وقت اس کی مترنم آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

"بھائی جان!"

میں ایکدم سے اُچھل پڑا۔ ایکدم سے وقت اُچھل کر آٹھ برس پیچھے چلا گیا۔ میری شاہینہ زندہ ہوگئی۔

ٹیکسی پورچ سے رینگتی ہوئی جارہی تھی۔ وہ آگے بڑھتی ہوئی حیرانی سے بولی۔ "بھائی جان! آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں شاہینہ ہوں۔"

میری آنکھیں خوشی سے بھیگنے ہی والی تھیں۔ میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر کہا۔

"میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں مجھ سے محبت کرنے والی ایک ہی ہستی ہے اور وہ تم ہو۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ تم مجھے بھول چکی ہو۔"

اس نے محبت بھرے لہجے میں جواب دیا۔ "مجھے پریوں اور شہزادوں کی وہ تمام کہانیاں یاد ہیں جو آپ سنایا کرتے تھے۔ یہاں سے پنڈی تک آپ کی بُرائیاں ہوتی ہیں۔ مگر میں جانتی ہوں کہ آپ کیا ہیں۔ میرا سارا بچپن آپ کی گود میں گزرا ہے۔ ایک بوڑھی ملازمہ نے بتایا تھا کہ امی مجھے دُودھ نہیں پلاتی تھیں، آپ مجھے فیڈر سے پلایا کرتے تھے۔ آپ ہی میری ماں ہیں، میرے باپ ہیں اور میرے بھائی ہیں۔ میں آپ کو کیسے بھول سکتی ہوں۔"

میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ نفرتوں کے اس ایٹمک جہنم میں ایک ایسی پاکیزہ محبت کی کرن پھوٹ پڑی تھی کہ میں خود کو دنیا کا سب سے خوش نصیب انسان سمجھنے لگا تھا۔ میں نے فرطِ محبت سے جُھک کر اس کی پیشانی کو چُوم لیا۔ اسی وقت چچی کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔

"اے ہے ہے۔ بے حیا۔ بے شرم، یہ کیا کررہا ہے بھتیجے غارت کرے۔ نہ جانے کب تیرا جنازہ یہاں سے نکلے گا۔ جا اپنی کسی بہن کو پیار کر۔ میری بیٹی ایسی ویسی نہیں ہے۔"

"میں اپنی بہن ہی کو پیار کررہا ہوں۔"

میرے پیار کی پاکیزگی کو وہ نہیں سمجھ سکتی تھیں۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی آئیں اور شاہینہ کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں پہلے ہی سمجھا چکی ہوں کہ اس لڑکے کی آنکھوں میں شیطان ہے، یہ تمہارا دل اپنی طرف کھینچ لیتا ہے مگر تم سمجھتی ہی نہیں۔ سامان اندر بھجوا دیا اور یہاں کھڑی اس کے فریب میں آرہی ہو۔ چلو یہاں سے۔"

شاہینہ مجھے بے بسی سے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ تم جاؤ۔ ہماری تقدیر میں اسی طرح ملنا اور بچھڑنا ہے، لہٰذا ہم پھر ملیں گے۔"

وہ طوعاً و کرہاً اپنی ماں کے ساتھ کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ چچا جان کے آنے تک میں باہر وقت گزاروں گا کیونکہ وہاں رہنے سے چچی خواہ مخواہ باتیں سناتیں اور مجھ سے برداشت نہ ہوتا۔ میں بھی انہیں اُلٹی سیدھی سُنا دیتا۔ لیکن اب میں ان کو محض اس لئے طرح دے رہا تھا کہ شاہینہ آگئی تھی۔ وہ میری بہن تھی اور میں اُس کے سامنے اس کی ماں سے لڑنا جھگڑنا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ لہٰذا میں وہاں سے چلا گیا۔

چچا رات کے نو بجے تک گھر آجاتے تھے۔ میں دس بجے کوٹھی میں پہنچا۔ تاکہ چچی پہلے اپنی سُنا دیں پھر میں سناؤں گا۔ میں چچا کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ باہر کے کمرے کے قریب سے گزرتے وقت میں نے ان کی آواز سُنی، وہ چچی سے کہہ رہے تھے۔

"بیگم! تم خواہ مخواہ اپنے بیٹے کی حمایت نہ کرو۔ میں فرہاد کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ ظہیر کو نہیں چھیڑتا بلکہ ظہیر اسے چھیڑتا رہتا ہے۔ میں کئی بار دیکھ چکا ہوں کہ یہ کسی نہ کسی بہانے اس کی انسلٹ کرتا رہتا ہے۔ میں نے ہزار بار سمجھایا ہے کہ اگر تم سب اس سے محبت نہیں کرسکتے، ہو تو نہ کرو، مگر نفرت بھی نہ کرو۔ کیا تم چاہتی ہو کہ وہ یہاں سے چلا جائے؟"

چچی نے جواب دیا۔ "میرے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ آپ کی بہن اسے بہکا رہی ہے۔ وہ اپنی پھپھی کی باتوں میں آرہا ہے۔ ابھی شام کو کہہ گیا ہے کہ یہ کوٹھی اس کے باپ کے پیسوں سے خریدی گئی ہے۔ آپ اسے کلیجے سے لگا کر رکھنا چاہتے ہیں اور وہ گرمی دکھا گیا ہے کہ آج آپ سے زمین جائیداد کا حساب کرے گا۔"

"ہوں ——! "چچا کی "ہوں" بڑی معنی خیز تھی۔ انہوں نے کہا۔ "آپا اُسے بہکا رہی ہیں مگر وہ میرے سامنے کا بچہ ہے۔ ابھی نادان ہے، میں اسے سمجھا لوں گا۔ تم اپنے بیٹے کو سمجھاؤ کہ اس کے مُنہ نہ لگے۔ یہ بھُولی جاؤ کہ اس نے ظہیر پر ہاتھ چھوڑا ہے۔ دودھ دینے والی گائے کی لات کھانی ہی پڑتی ہے۔"

میں باہر کھڑا سوچ رہا تھا کہ مجھے کمرے میں جانا چاہیئے یا نہیں؟ اسی وقت چچا باہر آگئے۔ مجھے دروازے کے سامنے کھڑا دیکھ کر پہلے تو ٹھٹھک گئے۔ پھر انہوں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اپنے کمرے کی طرف جانے لگے۔ میں خاموشی سے ان کے پیچھے چلنے لگا۔ کمرے میں پہنچ کر انہوں نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"میں بہت دنوں سے سوچ رہا ہوں کہ تمہیں دوست اور دشمن کی پہچان کرا دوں —— تمہاری پھوپھی تمہیں بہکا رہی ہیں۔ وہ اپنی بیٹی زرینہ کی شادی تم سے کرنا چاہتی ہیں۔ اس کے لئے وہ جھوٹ بول رہی ہیں کہ شاہ کوٹ کی زمینیں تمہارے ابا مرحوم کی تھیں۔ جب تمہارے ابا مرحوم کا انتقال ہوا تم اُس وقت چھ برس کے تھے۔ زمین جائیداد کے معاملات کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ ورنہ تمہارے ابا تمہیں بتا دیتے کہ وہ زمینیں دراصل میری ہیں اور میں نے انہیں ٹھیکے پر کاشتکاری کے لئے دی تھیں۔"

"چچا جان!" میں نے کہا۔ "صرف پھوپھی ہی نہیں، دوسرے رشتے دار بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ زمینیں میرے ابا جان کی ہیں۔"

انہوں نے اپنی الماری کھول کر چند کاغذات نکالے اور انہیں میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم جاہل نہیں ہو، پڑھنا لکھنا جانتے ہو۔ زمینوں کے جو کاغذات میرے نام پر ہیں یہ اُن ہی کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں ہیں۔ ان میں باقاعدہ عدالت کے فیصلوں کی مُہر لگی ہوئی ہے۔ ان کے علاوہ ٹھیکے داری کا معاہدہ بھی ہے اور تمہارے ابا جان کے دستخط بھی موجود ہیں۔"

میں وہ فوٹو اسٹیٹ کاپیاں لیکر غور سے پڑھنے لگا۔ وہ پاکستان بننے سے قبل برٹش گورنمنٹ کے عدالتی کاغذات تھے اور یہ ثابت کررہے تھے کہ میرے چچا امر علی، شاہ کوٹ کی زمینوں کے مالک ہیں —— لیکن میں ان کاغذات کی صداقت پر یقین نہ کرسکا۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد کتنے ہی جعلسازوں نے ایسے ہتھکنڈے کئے تھے۔ دوسروں کی زمینوں پر اپنی ملکیت ثابت کرنے کے لئے جعلی کاغذات تیار کئے تھے۔ کتنے ہی جعلساز قانونی گرفت میں آگئے تھے اور چچا کی طرح کتنے ہی ایسے تھے جو عیش کررہے تھے۔ اگر ابا مرحوم کے کاغذات میرے پاس ہوتے تو ابھی میں ان کے فریب کا پول کھول دیتا —— میں نے ان فصلوں سے کاغذات کو واپس کرتے ہوئے کہا۔

"صرف آدمیوں کی زبان جھوٹ نہیں بولتی، کاغذات بھی جھوٹ بولتے اور فریب دیتے ہیں۔"

وہ غصّہ دکھاتے ہوئے بولے۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے جھوٹا سمجھ رہے ہو۔ میں نے ایک باپ بن کر تمہیں بچپن سے پالا، تمہیں تعلیم دلائی اور تم میری محبت اور احسانات کا یہ صلہ دے رہے ہو۔ ان کاغذات کو جھٹلا کر مجھے جھوٹا اور فریبی کہہ رہے ہو۔ اور یہ صرف اس لئے کہ تمہاری پھوپھی نے تمہیں زمین جائیداد کے خواب دکھا کر تمہارا دماغ خراب کردیا ہے۔ وہ محترمہ اتنی ہی ہمدرد ہیں تو جاؤ —— ان سے جا کر کہو کہ مجھے عدالت میں چیلنج کریں۔ وہاں سچ اور جھوٹ کا فیصلہ ہوجائے گا —— مگر وہ کیا مقدمہ لڑیں گی۔ تین وقت کا کھانا پوری طرح نصیب نہیں ہوتا ہے، دو چار پیشیاں بھگتنے کے بعد ہی فاقوں کی نوبت آجائے گی —— فراعقل سے کام لو فرہاد! یہ رشتے دار تمہیں بہکا کر اس کوٹھی سے نکلوا سکتے ہیں مگر وہ محبت اور خلوص نہیں دے سکتے جو میں دے رہا ہوں۔"

میں ان کی محبت اور خلوص سے متاثر نہ ہوسکا اور مزید کچھ کہے سُنے بغیر وہاں سے چلا آیا۔ میں نے اسی وقت سوچ لیا تھا کہ دوسرے دن شاہ کوٹ جاؤں گا اور وہاں کے پٹواری سے حقیقت معلوم کروں گا۔ کیونکہ پٹواریوں کے پاس تمام زمینوں اور زمینداروں کی ملکیت کے ریکارڈز موجود ہوتے ہیں دیس سے جھوٹ سچ کا پتہ چل جائے گا۔

میں اپنے کمرے میں آکر ٹہلنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ملازم نے آکر کہا۔

"بی بی جی آپ کو بُلا رہی ہیں۔"

گھر کے ملازم غزالہ کو بی بی جی کہا کرتے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ آج ہیں نے اس کے ہاتھ فرینڈ کا ٹیلیگرام بھیجا ہے۔ اس لیے وہ بھی اپنی ماں کی طرح مجھے باتیں سنانا چاہتی ہے۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ نہ جاؤں، خواہ مخواہ بات بڑھے گی۔ وہ ایک کہے گی تو میں دس سُناؤں گا۔ پھر میرے سوچنے کا انداز بدل گیا۔ دل میں نفرت تھی اور یہ نفرت عداوت میں بدلنے والی تھی۔ میں یہ بھی چاہتا تھا کہ وہاں عزت سے رہوں یا پھر لڑ جھگڑ کر نکل جاؤں۔

میں اس کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ میرا دل کہہ رہا تھا کہ آج کچھ ہونے والا ہے۔ جگر میں بزدل نہیں تھا کہ ایک لڑکی کا سامنا کرنے سے کترا جاتا۔ میں اس کے کمرے میں پہنچا تو وہ پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔ میں اسے دیکھتے ہی ٹھٹھک گیا۔

وہ اپنے چہرے کو ایک بازو میں چھپائے ہوئے لیٹی تھی، دروازہ کھلنے پر اس نے ذرا سا ہاتھ ہٹا کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بلا کا خمار تھا۔ ان دنوں میں بیس برس کا نوجوان تھا۔ عورت کو اس کی آنکھوں سے پہچاننے کا تجربہ نہیں تھا میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں نادان تھا، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس دور میں دس برس کے بچے بھی ذہنی عیاشی کا کورس پڑھنا اور سمجھنا شروع کردیتے ہیں۔ میں بھی نادان نہیں تھا، مگر شیطان بھی نہیں تھا۔ اس حد تک معصوم تھا کہ غزالہ کی خمار آلود آنکھوں کو دیکھ کر میں نے اسے نیند کا خمار سمجھا۔

وہ بڑی سنجیدگی سے بولی۔

"آؤ۔ دروازہ آہستگی سے بند کردو۔ میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔"

میں نے دروازہ بند کیا اور پلنگ کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے بوائے فرینڈ کا نام لے کر کہا۔

"میں نے قیصر کو مارا ہے اور درد تمہارے سر میں ہو رہا ہے۔"

"تم مجھے طعنے نہ دو۔ بزدل ہمیشہ مار کھاتے ہیں۔ مجھے قیصر سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ آج تمہاری دلیری دیکھ کر میرے سوچنے کا انداز بدل گیا ہے۔"

میں سمجھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو میری نظریں بہک گئیں۔ وہ عریان سے کچھ نہیں کہہ رہی تھی اپنے بدن کے نشیب و فراز سے پُکار رہی تھی۔

مجھے خاموش دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا اس کوٹھی میں تم مالک کی حیثیت سے نہیں رہنا چاہتے؟"

میں نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"میں صرف اس کوٹھی کا ہی نہیں، شاہ کوٹ کی زمینوں کا بھی مالک ہوں۔ اس کا فیصلہ بہت جلد ہوجائے گا۔"

وہ ہنسنے لگی اور ہنستے ہنستے کہنے لگی۔

"فیصلہ اتنا ہی آسان ہوتا تو تم اس طرح محتاجی کی زندگی نہ گزارتے تم ایک ایک زینہ چڑھنے کی بجائے چھلانگ لگا کر تمام زمین جائداد کے مالک بن جانا چاہتے ہو۔ اس طرح تم میرے ڈیڈی کے دشمن بن سکتے ہو مگر کچھ حاصل نہیں کرسکتے۔ میں تمہاری دشمن نہیں ہوں فرہاد! میں تمہارے کام آنا چاہتی ہوں

اگر تم میرا ساتھ دو گے تو میں تمھیں ڈیڈی سے بہت کچھ حاصل کرنے کے طریقے سکھا دوں گی۔"

"وہ طریقے کیا ہیں؟" میں نے پوچھا۔

اس نے لیٹے ہی لیٹے اپنا ہاتھ بڑھا کر کہا۔

"پہلے دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ۔"

ایک مغرور اور بد دماغ لڑکی جو سیدھے منہ بات نہیں کرتی تھی، وہ دوستی کا ہاتھ بڑھا رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر دشمنی کی بجائے دوستی سے کام بنتا ہے تو ضرور بنانا چاہیئے۔

میں نے دوستی کے خیال سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے بڑی گرمجوشی سے میرے ہاتھ کو بھینچ لیا۔ اپنی ملائم ہتھیلی اور انگلیوں کی نزاکت میں جکڑ لیا

وہ مصافحہ طویل ہو گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ نہایت آہستگی سے اشارتی انداز میں میرے ہاتھ کو اپنی طرف مائل کر رہی ہے جس طرح ہلکے سے جھٹکے سے پتنگ کو ہوا کی آغوش میں سنبھالا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ مصافحہ کے جھٹکے سے مجھے سنبھال کر اور سنبھل کر بلا رہی تھی۔

میں سمجھتا رہا اور انجان بنا ایک خاموش بت کی طرح کھڑا رہا۔ آخر اسے زبان سے کہنا پڑا۔

"آؤ۔ یہاں بیٹھو۔ آج ہم بہت سی باتیں کریں گے۔ ہم ایک دوسرے کے دوست بن کر اپنے مستقبل کا پروگرام بنائیں گے۔"

وہ مجھے قریب بیٹھنے کی دعوت دے رہی تھی۔ اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ شاید وہ اندر سے بھی کانپ رہی تھی۔ میں پلنگ کے سرے پر بیٹھ گیا میرا ہاتھ اب تک اس کی گرفت میں تھا۔ اس نے کہا

"تم کیسے پہاڑ ہو گئے ہو۔ مجھ سے عمر میں چھوٹے ہو مگر میں تم سے چھوٹی نظر آ رہی ہوں۔ اور میں کون سی بڑی ہوں، تین برس کا فرق کوئی فرق نہیں ہوتا۔ مرد اسی کو کہتے ہیں جس کے ڈیل ڈول کے آگے عورت کی عمر چھپ جائے۔ مجھے چھپاؤ۔۔۔۔"

میں عجیب الجھن میں پڑ گیا۔ اگرچہ وہ جوان اور بے حد حسین تھی مگر مجھ سے عمر میں بڑی تھی۔ میں نے کبھی اس انداز سے نہیں سوچا تھا جیسے وہ سوچ رہی تھی۔ میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"یہ۔۔۔۔ یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟"

"انجان نہ بنو فرہاد! ہائے، تمھارے نام میں کتنی رومانیت ہے۔ کیا مجھے دیکھ کر میرے قریب آ کر تمھارا دل نہیں دھڑک رہا ہے۔"

"یہ۔۔۔۔ یہ بُری بات ہے۔"

مجھے بہکتے دیکھ کر وہ اٹھ گئی۔ پھر مجھے سمجھانے لگی۔

"بُری بات یہ ہے کہ تم مجھ سے کترا رہے ہو۔ کیا میں جوان نہیں ہوں، کیا میں حسین نہیں ہوں؟ مجھ میں کوئی کمی ہے بتاؤ؟"

"مم۔۔۔۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم کس طریقے سے مجھے میراثی دلا دو گی؟"

"تم سے شادی کر کے۔"

"شادی؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے، تم مجھ سے بڑی ہو، چچا جی راضی نہیں ہوں گے۔"

"کیسے راضی نہیں ہوں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ کچھ بھی ہو تمھیں ہمکار ہی ہیں ایک دن ڈیڈی کہہ رہے تھے کہ شاہینہ کی شادی تم سے کر دیں گے اور تمھیں گھر داماد بنا کر رکھیں گے۔ تاکہ کوئی تمھیں زمینوں کے سلسلہ میں ہکانے کے لیے یہاں سے نہ لے جائے۔ مگر میں ڈیڈی کا ارادہ بدل دوں گی۔ میں ان سے کہہ دوں گی کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے جیون ساتھی بننا چاہتے ہیں۔ ڈیڈی ہمارے مزاحم نہیں کریں گے۔ وہ تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ تمھیں گھر داماد بنا کر رکھیں۔"

وہ باتوں کے دوران میرے دائیں سے باتیں چل رہی تھی حد ہو گئی بھی ایسے موقعہ پر تو فرشتے بھی بہک جاتے۔ میں بھی بہک جاتا۔ مگر وہ گھر داماد والی بات میری خودداری پر ایک ہتھوڑے کی طرح لگی۔ جب تک میں نا سمجھ لڑکا تھا، وہ لوگ مجھ سے ملازموں جیسا برتاؤ کرتے رہے۔ اب وہ سمجھ رہے تھے کہ میں تعلیم حاصل کرتے ہی ان کے ہاتھ سے نکل جاؤں گا۔ لہٰذا وہ اپنی بیٹی کے آنچل سے باندھ کر رکھنا چاہتے تھے۔ وہ جہاندیدہ تھے۔ یہ سمجھتے تھے کہ مجھ جیسے جوان کو ان کی جوان بیٹی ہی باندھ کر رکھ سکتی ہے۔

میں ان کی مکاری اور چالبازی پر غصہ سے کھول گیا۔ میں نے غزالہ کی گداز بانہوں کو دونوں ہاتھ سے تھام کر اسے اپنے سے الگ کیا۔ ایک نظر اس کی سُلگتی ہوئی جوانی کو دیکھا اور فیصلہ کیا۔ اگر آج میں اس بدن کی لذت سے آشنا ہو گیا تو ایک بار پھر یہاں غلام بن کر رہ جاؤں گا۔ عورت کا نشہ بار بار مجھے پکارے گا اور میں بار بار بہک جایا جاؤں گا۔ چچا کی مثال میرے سامنے تھی۔ وہ اپنی مستقل مزاجی کے باوجود چچی کے اشاروں پر ناچتے تھے۔ غزالہ نے بھی اپنی ماں سے بہت کچھ سیکھا ہو گا۔ ابھی تو وہ جسم کے مسرتوں پر اپنی جوانی کا ذائقہ پیش کر رہی تھی۔ اس کے بعد نہ جانے کیسی کیسی ادائیں اور کیسے کیسے ہتھکنڈے استعمال کرنے والی تھی۔

میں نے فیصلہ کیا اور اسے پرے دھکیل کر وہاں سے اٹھ گیا پھر اسے حقارت سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں ایسا احمق نہیں ہوں کہ تم سے شادی کروں اور یہاں غلام بن کر رہ جاؤں۔"

غزالہ کو اس کے والدین نے کبھی پھول کی چھڑی سے نہیں مارا تھا۔

اور میں نے بڑی حقارت سے اسے دھکیل دیا تھا۔ وہ بستر پر چاروں شانے چت ہو گئی تھی، پہلے چند ساعت کے لیے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ توہین کے احساس سے تلملائی، مجھے غرا کر دیکھا۔ مگر دیکھتے ہی جیسے چند ثانیہ سے سلگ اٹھی۔ وہ عجیب کیفیات سے دوچار تھی۔ توہین کا احساس بھی تھا، غصہ بھی تھا اور میرے بازوؤں میں مچلنے کی دیوانگی بھی تھی۔ میں آگ لگا کر جا رہا تھا اور میں ہی اس کی آگ بجھا سکتا تھا۔ وہ تڑپ کر اٹھی۔ میں پلٹ کر جانے لگا۔ وہ دوڑتی ہوئی میرے سامنے آئی اور راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔

"تم نہیں جا سکتے تم کیسے پتھر ہو؟ تم سمجھتے کیوں نہیں ہو میں تمھیں غلام نہیں بنانا چاہتی۔ تمھیں اپنا بنانا چاہتی ہوں۔ تم شادی نہیں کرنا چاہتے، کوئی سودے بازی پسند نہیں کرتے، نہ کرو مگر یہ جذبات کو سمجھو میں تمھیں نہیں جانے دوں گی۔"

"چھوڑو مجھے۔ میں تمھارے قریب میں آ کر اپنا مستقبل برباد نہیں کر سکتا۔ دور ہٹو۔۔۔۔"

میں نے پھر اسے دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے گئی، اس بار توہین کا احساس اس پر غالب آ گیا۔ وہ جھلا کر چیخنے لگی۔

"ستور۔ کمینے۔ میں تمھارا منہ نوچ لوں گی۔ تمھیں جان سے مار ڈالوں گی، مگر تمھیں جانے نہیں دوں گی۔"

وہ میرا منہ نوچنے کے لیے اُچھل کر میری طرف آئی۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ لیا۔ وہ لانبے اور نوکیلے ناخن نیل پالش کی سرخی میں نہائے ہوئے تھے اور اب میرے خون کی سُرخی میں ڈوبنا چاہتے تھے۔ شاید لڑکیاں اسی لیے ناخن بڑھا کر رکھتی ہیں کہ بوقت ضرورت ان سے منہ نوچنے کا کام لیا جائے۔

میں اسے روکے ہاتھا اور وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح بار بار مجھ پر جھپٹ رہی تھی، ساتھ ہی چیخنی بھی جا رہی تھی۔

"تم۔۔۔۔ تم ذلیل۔۔۔۔ کمینے۔۔۔۔ ہمارا جھوٹا کھانے والے۔۔۔۔ تم مجھے ٹھکرا رہے ہو۔ بڑے بڑے رئیس زادے میرے تلوے چاٹتے ہیں۔ تم بھی یہی کرو گے۔ ورنہ میں اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔ لیکن یہ توہین برداشت نہیں کروں گی۔ مجھ سے معافی مانگو۔ میں سُلگ رہی ہوں، میں جل رہی ہوں۔ میری آگ بجھاؤ ورنہ میں تمھیں جلا کر خاک کر دوں گی۔ مٹی کے کیڑے تم مٹی میں مل جاؤ گے۔"

وہ چیخ رہی تھی، چلا رہی تھی۔ رات کے سناٹے میں وہ کمرہ اور وہ کوٹھی گونج رہی تھی۔ پھر چچا، چچی اور ظہیر وغیرہ کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ کمرے کا دروازہ پیٹ رہے تھے۔

"دروازہ کھولو، کیا ہو رہا ہے یہ۔ غزالہ تم کیوں چیخ رہی ہو؟ کون ہے کمرے میں، دروازہ کھولو۔۔۔۔"

میری گرفت ڈھیلی پڑ گئی تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا کر دروازے کی طرف بھاگی۔ پھر دروازہ کھلتے ہی اپنی ماں سے لپٹ گئی اور روتے ہوئے کہنے لگی۔

"ممی! مجھے بچایئے۔ یہ بدمعاش میری عزت لوٹنا چاہتا ہے۔ میں اس گھر میں نہیں رہ سکتی۔ جب تک یہ کمینہ رہے گا، میں یہاں سے کہیں دور چلی جاؤں گی۔ مجھے یہاں سے لے چلیئے ممی۔"

میں اس کے جھوٹ اور چالبازی پر حیران رہ گیا۔ میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ چچا نے آگے بڑھ کر میرا گریبان پکڑ لیا اور مجھے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"حرام خور۔ تم اتنی گھٹیا حرکت پر اتر آئے ہو۔ تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ تمھاری بڑی بہن ہے۔ میں تمھاری بوٹی بوٹی کاٹ کر پھینک دوں گا۔"

"اگر یہ بڑی بہن ہے تو میں اس پر تھوکتا ہوں۔ میں زندگی کے کسی موڑ پر ایسی لڑکی کو بہن نہیں کہہ سکتا، جو اپنے کمرے میں بُلا کر گناہ کی دعوت دیتی ہو۔"

"یہ جھوٹ ہے ڈیڈی!" غزالہ نے چیخ کر کہا۔ "میں نے اسے بُلایا تھا، صرف یہ کہنے کے لیے کہ قیصر ایک بہت بڑے آفیسر کا لڑکا ہے۔ تم نے اس پر ہاتھ اٹھا کر اچھا نہیں کیا ہے۔ اس پر یہ کمبخت کہنے لگا کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ قیصر کو اپنا رقیب سمجھتا ہوں۔ پھر یہ کھلی بے شرمی کی باتیں کرنے لگا۔ آج اس بات کا فیصلہ کیجئے۔ یہ گھر میں رہے گا یا میں رہوں گی۔ میں آپ کی بیٹی ہوں کوئی بازاری لڑکی نہیں ہوں کہ اپنی ذلت برداشت کروں گی۔"

میں نے اس کی طرف پلٹ کر حقارت سے کہا۔

"تم بازاری عورت سے بھی بدتر ہو، پتہ نہیں اب تک کتنوں کے ساتھ منہ کالا کیا ہے۔"

چچا جان نے میرے منہ پر طمانچہ رسید کر دیا۔

"تم میرے سامنے میری بیٹی کو بازاری کہہ رہے ہو، تم خود بازاری ہو۔ شریفوں کے ہاں رہنے کے قابل نہیں ہو، نکل جاؤ یہاں سے۔"

انھوں نے دوسری بار طمانچہ مارنا چاہا۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر اس ہاتھ کو پرے جھٹک کر کہا۔

"بس اب مجھ پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ آج سے میں تمام رشتے توڑ رہا ہوں، تم لوگ بچپن سے مجھے بے وقوف بناتے آئے ہو، جوانی میں تمھاری بیٹی مجھے بیوقوف بنا کر اپنے اشاروں پر نچانا چاہتی ہے۔ میں تم لوگوں کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اب یہاں میرا گزارا نہیں ہو گا۔ میں جا رہا ہوں، مگر یاد رکھنا ایک دن اس کوٹھی کا مالک بن کر آؤں گا اور تم سب کو دھکے دے کر یہاں سے نکالوں گا۔"

یہ کہہ کر میں کمرے سے جانے لگا۔ دروازے پر ایک طرف غزالہ اپنی ماں سے لپٹی ہوئی کھڑی تھی، دوسری طرف شاہینہ اپنے بھائی ظہیر کے پیچھے کھڑی اپنی کٹورہ جیسی آنکھیں پھیلا کر مجھے گھور رہی تھی۔ میں اس کے سامنے آ کر ٹھہر گیا۔ چچا اور چچی دونوں ہی چیخ چیخ کر مجھے چیلنج کر رہے تھے کہ میں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔ زمین اور جائداد کے لیے میرے دعوے جھوٹے ہیں،

www.Paksociety.com

عدالت میرے حق میں فیصلہ نہیں سُنائے گی۔

وہ بڑبڑا رہے تھے لیکن میں نے شاہینہ کے سامنے انھیں نظر انداز کر دیا تھا۔

"شاہینہ! یہاں جو کچھ ہو رہا ہے تمھیں اس کے متعلق سوچنا اور سمجھنا نہیں چاہیئے۔ میں نہیں چاہتا کہ ایسی اخلاق سے گری ہوئی باتیں میری بہن کے کانوں تک پہنچیں، تم جاؤ یہاں سے....."

وہ میرا ہاتھ تھام کر التجا آمیز لہجے میں بولی۔

"آپ یہاں سے نہیں جائیں گے نا؟"

"ذرا دیر کے لیے میرا فیصلہ کمزور پڑ گیا۔ میں اس معصوم کو اس گندے ماحول میں چھوڑ کر کیسے جاؤں؟ لیکن یہاں رہ کر میں اس کے لیے کیا کر سکتا تھا؟ ایک بھائی کا فرض پورا کرنے کے لیے لازمی تھا کہ میں وہاں سے چلا جاؤں اور اپنی تمام دولت اور جائداد حاصل کرنے کے لیے جدوجہد شروع کر دوں۔ میں نے دل پر جبر کرتے ہوئے کہا۔

"میں جاؤں گا، اپنی اور تمھاری بھلائی کے لیے جاؤں گا۔ آٹھ سال کی جُدائی ہمیں دُور نہ کر سکی۔ آئندہ بھی اس دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ایک دُوسرے سے دور نہیں کر سکے گی۔ میں بہت جلد تم سے آ کر ملوں گا۔"

ظہیر غصّہ اور بے بسی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اب اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ اکثر کرشا شاہینہ کو مجھ سے باتیں کرنے سے روک دیتا۔ اس لیے وہ بڑی خاموشی سے شاہینہ کا بازو تھام کر دروازے پیچھے ہٹ گیا تاکہ میرے گزرنے کے لیے راستہ بن جائے۔ میں نے اس پر حقارت کی ایک نظر ڈالی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔ وہاں آ کر میں اپنے کپڑے کتابیں اور دوسرا سامان باندھنے لگا۔ کوئی یہ دیکھنے نہیں آیا کہ میں اس گھر سے کیلئے جا رہا ہوں۔ میں نے اپنے لیے جو بھی چیز ضروری سمجھی اُسے اٹھا کر رکھ لیا۔ پھر ایک گھنٹہ کے بعد اپنا بوریا بستر سمیٹ کر میں نے اس گھر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔

میں اپنی پھوپھی کے ہاں چلا آیا۔

پھوپھی شاہدرہ میں رہتی تھیں۔ پھوپھا کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہ ایک اسکول میں بچوں کو پڑھایا کرتی تھیں۔ ان کی لڑکی زرینہ تقریباً میری ہم عمر تھی۔ تین وقت کی روٹیوں کے لیے وہ بھی محلے والوں کے کپڑے سیتی تھی۔

دونوں ماں بیٹی محنت مزدوری کر کے عزت آبرو سے زندگی گزار رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر پھوپھی میری بلائیں لینے لگی۔ میں نے کوٹھی چھوڑنے کی تفصیل سنائی تو وہ چیخ چیخ کر کوسنے اور گالیاں دینے لگیں۔ وہ دو کمروں کے ایک کچے مکان میں رہتی تھیں۔ انھوں نے ایک کمرہ میرے رہنے کے لیے مخصوص کر دیا۔ میں یہ سوچ کر آیا تھا کہ اب کہیں ملازمت کروں گا اور ان پر بوجھ نہیں بنوں گا۔ میں نے اسی وقت ان سے کہہ دیا کہ میں ان کا بیٹا بن کر اس گھر کے اخراجات پورے کروں گا۔ یہ سُن کر وہ ناراض ہو گئیں۔ انھوں نے ذرا سمجھ کر اور ذرا ڈانٹ ڈپٹ کر اپنا فیصلہ سُنا دیا کہ مجھے اپنی تعلیم جاری رکھنی ہو گی۔

ہم رات گئے تک باتیں کرتے رہے۔ پھر میں اپنے کمرے میں سونے چلا آیا۔ بستر پر لیٹنے کے بعد مجھے نیند نہیں آئی۔ بہت سی سوچیں دماغ میں لپک رہی تھیں۔ چچا کی مکاریوں نے مجھے اپنی عمر سے زیادہ سوچنا سکھا دیا تھا۔ میں گہری سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ ان سے اپنا حق چھین لینے کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ کہاں جانا چاہیئے۔ کن لوگوں کا تعاون حاصل کرنا چاہیئے؟ سب ہی سے تعاون کی توقع تھی۔ مگر چچا اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ میری طرف سے مقدمہ بازی کے لیے کوئی عدالت تک نہیں جائے گا کیونکہ میرے عزیز و اقارب میں سب ہی غریب تھے جن کے پاس تھوڑی بہت پونجی تھی وہ میری خاطر وکیلوں پر نہیں لگا سکتے تھے۔

چچا کے متعلق سوچتے سوچتے غزالہ کی بے حیائی یاد آ گئی۔ اس وقت مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ جب وہ لڑکی بے حیائن گئی تھی تو میں نے شرافت کیوں دکھائی؟ شاید اس لیے کہ اس وقت تک میں چچا کے شکنجے کا شکار نہیں ہوا تھا، اور میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ ایک ناکردہ گناہ کا الزام مجھ پر عائد ہو جائے گا۔ اب وہ دشمن کی بیٹی تھی۔ اس وقت وہ میری نظروں میں کسی بازاری عورت سے کم نہیں تھی جسے کوئی بھی حاصل کر سکتا تھا اور جسے میں بھی حاصل کر کے وقتی طور پر انتقامی جذبے کو سکون پہنچا سکتا تھا۔

مگر اب وقت گزر چکا تھا۔ میں بستر پر لیٹا کروٹیں بدل رہا تھا۔

۵۱

میری جوان نظروں کا پہلا نظارہ تھا۔ میں اسے بھول نہیں سکتا تھا۔

کہتے ہیں کہ چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ اسی طرح ایک بدن کے تصوّر سے دوسرا بدن روشن ہو گیا۔ نہ جانے کیسے اس تصوّر میں زرینہ کا سراپا جھلکنے لگا۔ شاید اس لیے کہ وہ بھی لڑکی تھی، جوان تھی۔ غزالہ کی طرح اس کا رنگ بھی اُجلا تھا۔

توبہ توبہ۔ میں اپنے دونوں گال پیٹنے لگا۔ ایک بے حیا کے متعلق سوچتے سوچتے میں اپنی اس عمّہ کا تصوّر کر رہا تھا جس کے گھر میں نہ جانے اپنی زندگی کا کتنا حصّہ گزارنا تھا۔ میں نے جھلا کر زور سے اپنے منہ پر طمانچہ رسید کر دیا تاکہ آئندہ زرینہ کے متعلق کوئی سستا خیال میرے دماغ میں نہ آئے۔ ایک بات میں کہہ دوں کہ ہمارے تصوّر کی آنکھیں ہر جوان لڑکی کے لیے ننگی نہیں ہوتیں۔ شاہینہ بھی جوان ہو چکی تھی لیکن اس کے تصوّر کے ساتھ ایسی پاکیزگی جنم لیتی تھی جو صرف باپ، بیٹی یا بھائی اور بہن کے رشتوں میں ہوتی ہے۔ حقیقتاً میں نے ایک باپ کی طرح اسے گود میں کھلایا تھا اور اسے بھائی کی محبت دے رہا تھا۔ اس کے برعکس زرینہ سے اتنا گہرا لگاؤ نہیں تھا، اسی لیے غزالہ اور زرینہ میرے ذہن میں گڈمڈ ہو گئی تھیں۔

وہ رات سوتے جاگتے اور سوچتے ہوئے گزر گئی۔ صبح کسی نے میرے شانے کو ہولے سے جھنجھوڑ کر جگایا۔ آنکھ کھلی تو زرینہ میرے سامنے کھڑی تھی۔ مجھے ایسا لگا جیسے میں اب تک اس کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ میں نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی مترنم آواز کانوں میں رس گھولنے لگی۔

"اُٹھ جایئے، دس بج رہے ہیں۔ امّی اسکول چلی گئی ہیں، جاتے وقت انھوں نے کہا تھا کہ میں آپ کو نہ جگاؤں مگر ایسا بھی کیا سونا ہے۔ باہر جا کر دیکھئے دھوپ نکل آئی ہے۔ کیا بڑی کوٹھیوں والے اسی طرح دن چڑھے تک سوتے ہیں؟"

آہ۔ اب میں کوٹھی والا کہاں رہا۔ میں تو اسی مقصد کے لیے یہاں سے آیا تھا کہ وہ کوٹھی اور تمام جائداد حاصل کروں گا۔ اگر اسی طرح سوتا رہا تو شاید کبھی اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہو گی۔ میں نے اس وقت دل ہی دل میں عہد کیا کہ آج سے نیند کے نشے اور آرام طلبی سے گریز کروں گا۔ آج سے میرے لیے آرام حرام ہے۔ یہ عہد کر کے میں نے آنکھیں کھول دیں۔

وہ لنگا ہوں کے سامنے مسکرا رہی تھی، جیسے صبح مسکراتی ہے ویسے ہی اس کے چہرے پر تازگی تھی۔ بھوری آنکھیں، کھڑی ناک، رس بھرے ہونٹ، بیضوی چہرہ۔ چہرے سے نیچے نظریں گئیں تو میں نے فوراً ہی آنکھیں جھکا لیں۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اُف! غزالہ نے مجھ سے کتنی زبردست دشمنی کی تھی۔ اب بھی میری تعمیل کے سلسلے میں ریشمی دھڑکنیں بج رہی تھیں۔ ایک سے متعارف ہو کر دوسری کی طرف خیال بہک رہا تھا۔ میں جلدی سے اُٹھ کر نظریں چُراتے ہوئے منہ ہاتھ دھونے چلا گیا۔

مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کس طرح ناشتہ کیا۔ کس طرح زرینہ سے باتیں کیں۔ کتنی دیر کے بعد شاہ کوٹ جانے والی بس میں آ کر بیٹھا تو اس وقت یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے پھوپھی کے ہاں نہیں رہنا چاہیئے۔ میں بہت جلد کہیں ملازمت تلاش کروں گا۔ ملازمت نہ ملی تو بچّوں کو ٹیوشن پڑھاؤں گا اور کسی دوسری جگہ اپنی رہائش کا انتظام کروں گا۔

انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔ مجھے زمینوں کے چکّر سے ہی اتنی فرصت نہیں ملی کہ میں اپنے کھانے پینے اور رہنے کا الگ جھنکا بناتا۔ میں روز صبح شاہ کوٹ جاتا تھا اور شام کو واپس آتا تھا۔ کبھی پٹواری سے ملاقات نہ ہوتی۔ کبھی ملاقات ہوتی تو وہ اپنی مصروفیات کا بہانہ کر کے مجھے ٹال دیتا۔ وہ مجھ سے کہہ چکا تھا کہ زمینوں کا اصل مالک ناصر علی ہے۔ لیکن میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کے ریکارڈ میں زمیندار کی حیثیت سے کس کا نام درج ہے۔ چچا نے اس کے پیچھے اچھے خاصے تصرّفات کی تھی آخر ایک دن اس نے صاف طور سے کہہ دیا کہ وہ اپنا ریکارڈ نہیں دکھائے گا۔ اگر میں دیکھنا چاہوں تو کسی وکیل کے ذریعہ عدالت میں درخواست دے کہ معلومات حاصل کر سکتا ہوں۔

میں مایوس ہو کر چلا آیا۔ اب تو میرے پاس شاہ کوٹ آنے جانے کے لیے بھی پیسے نہیں تھے۔ میں کسی وکیل کی خدمات کیسے حاصل کر سکتا تھا۔ پھوپھی اپنی حیثیت سے زیادہ میرا بوجھ اٹھا رہی تھیں۔ اُن کے مجبور کرنے پر میں نے کالج میں داخلہ لے لیا تھا۔ دو جائداد شتہ داروں نے مجھے سمجھایا تھا کہ میں وکیلوں کو دعوتوں کے چکر میں نہ پڑوں کیونکہ زمین کا جھگڑا کبھی ایک دو پیشیوں میں ختم نہیں ہوتا، سالہا سال تک مقدمہ چلتا رہتا ہے۔ جن کے پاس دولت ہوتی ہے وہی ایسی مقدمہ بازیاں کرتے ہیں۔

میں نے بظاہر ان کے مشوروں کو تسلیم کر لیا لیکن میرا ذہن اُلجھا ہوا تھا۔ کبھی پھوپھی کی غربت کا خیال ستاتا تھا اور کبھی چچا سے انتقام لینے کا بھوت سر پر سوار ہو جاتا تھا۔ کئی بار میں نے سوچا کہ اس مکار چچا کو قتل کر دوں اور ان کے ساتھ ان کی اولاد کا بھی خاتمہ کر دوں تاکہ ان کی آئندہ نسل ہی ختم ہو جائے اور کوئی میری دولت سے فائدہ اٹھانے والا نہ رہے لیکن اس طرح میں مجرم بن جاتا اور میرا حق بھی مجھے نہ ملتا۔

ایسے ہی وقت میں نے کئی بار سوچا کہ مجھے کسی طرح کوئی غیبی طاقت حاصل ہو جائے جس کے ذریعہ میں اپنی زمین اور جائداد ان سے چھین لوں۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ جب اسے کامیابی کا سیدھا اور صحیح راستہ نہیں ملتا ہے تو وہ غلط راستہ اختیار کرتا ہے۔ کبھی مجرموں کی طرح سوچتا ہے اور کبھی خیال ہی خیال میں آرزو کرتا ہے کہ کہیں سے اسے طلسمی چراغ مل جائے یا عاملات کا علم حاصل ہو جائے تاکہ وہ دشمنوں کو زیر کر سکے اور زمین میں چھپے ہوئے خزانے حاصل کر کے اس دنیا کا امیر ترین آدمی بن جائے۔

میں بھی کچھ اس انداز سے سوچنے لگا۔ میرے لاشعور انتقام کا لاوا پک رہا تھا۔ کوئی راستہ نہ پا کر میں کوئی ایسا پُراسرار علم سیکھنا چاہتا تھا جس سے میرے دشمن دہشت زدہ ہو کر میرے قدموں میں جُھک جائیں۔ یہ بچکانہ خیالات تھے لیکن جیسا کہ میری عادت تھی۔ جس چیز کو دیکھتا۔ اس میں اپنی نظریں پیوست کر دیتا تھا اور جو سوچتا۔ اسی خیال پر اپنی توجہ مرکوز کر دیتا تھا۔ اس عادت کے مطابق میری توجہ ایسی خیال پر قائم ہو گئی کہ مجھے کچھ نہ کچھ حاصل کرنا چاہیئے۔ یعنی کوئی پُراسرار علم حاصل کرنا چاہیئے۔ یا کوئی ہلالی وظیفہ پڑھنا چاہیئے۔ یا چلّہ کشی کرنی چاہیئے یا پھر کالا جادو سیکھنا چاہیئے۔

کالے جادو کا خیال میں نے دل سے نکال دیا۔ کیونکہ اسلام میں جادو ٹونے اور سفلی عمل کی ممانعت ہے۔ میں کوئی ایسا عمل سیکھنا چاہتا تھا جس کے ذریعہ مجھے میرے زیر اثر آ جائیں اور بلا چون و چرا تمام زمین اور جائداد میرے حوالے کر دیں۔ ایک علم ہے ہپناٹزم جس کے ذریعہ میں انھیں اپنا مطیع و معمول بنا سکتا تھا۔ ایک علم ہے ٹیلی پیتھی یعنی خیال خوانی کے ذریعہ میں ان کے دماغ میں چھپی ہوئی باتوں کو پڑھ سکتا تھا۔ میرے شناساؤں میں ایسے علوم سکھانے والا کوئی اُستاد یا رہنما نہیں تھا۔ میں بازار سے اس سلسلے کی کتابیں خرید کر ان علوم کو پڑھنے، سمجھنے اور سیکھنے لگا۔

وہ کتابیں مجھے زندگی کے ایک نئے موڑ پر لے آئیں۔ یہ سچ ہے کہ محض کتابوں سے مکمل علم حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے لیے کسی بڑے عالم و عامل کے مشاہدات و تجربات سے راہنمائی حاصل کرنی پڑتی ہے۔ پھر بھی ان کتابوں سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ میں ان علوم کو سمجھنے اور سیکھنے کے ابتدائی مراحل سے گزرتا چلا گیا۔

جو حضرات ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی سے دلچسپی رکھتے ہیں، وہ ارتکاز توجہ کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ارتکاز توجہ کے بغیر اس میدان میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جاسکتا اور میں تو بچپن ہی سے توجہ اور خیال کی قوت کو کسی ایک مقام پر مرکوز کرنے کا عادی تھا لہٰذا شمع بینی کی مشقوں کے دوران مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔

رات کو جب سناٹا چھا جاتا اور کسی کی مداخلت کا خدشہ نہ ہوتا اس وقت میں اپنے کمرے میں موم شمع روشن کرتا اور شمال کی طرف رُخ کرکے بیٹھ جاتا اور شمع کی لو کو ایک ٹک دیکھتا رہتا۔ شمع بینی کے دوران میری توجہ صرف اس خیال پر قائم رہتی کہ میری آنکھوں میں مقناطیسی قوت پیدا ہو رہی ہے میں جسے چاہوں اپنی نگاہوں کے تشنج میں جکڑ سکتا ہوں۔ اگرچہ پہلے مرحلے میں مجھے ایسی جارحانہ طرز کی باتیں نہیں سوچنی چاہئے تھیں مگر میں اپنے حالات سے مجبور تھا۔ اس عمل کے دوران میرے دشمن پیش نظر رہتے تھے۔

پھر رفتہ رفتہ میں نے اپنے جوش اور جذبوں پر قابو پالیا اور نہایت سکون اور سنجیدگی سے شمع کا مشاہدہ کرنے لگا۔ اب میں جلتی ہوئی لو پر نظریں جمائے دل ہی دل میں کہتا تھا۔

"اُس روشن لو میں جو چمک ہے وہ میری آنکھوں میں اُتر رہی ہے۔ اُس میں جو گرمی اور حرارت ہے وہ حرارت میری نگاہوں میں پیدا ہو رہی ہے۔"

کئی ماہ تک بلاناغہ یہ مشق جاری رہی۔ ابتدا میں قدسے مالوی ہوئی کیونکہ چند ماہ کے عرصہ میں ہی میں خود کو ہپناٹزم کا ماہر سمجھنے لگا تھا۔ خود کو ماہر عامل سمجھ کر وقتاً فوقتاً دو مرتبہ کو گھوتی ہوئی نظروں سے دیکھتا تھا اور انھیں اپنے زیر اثر لانے کی ناکام کوششیں کرتا تھا۔ کئی بار ناکام ہونے کے بعد مجھے عقل آ گئی کہ اگر یہ علم سیکھنا اتنا ہی آسان ہوتا تو آج ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہپناٹزم کے ماہر نظر آتے۔ اس عمل کے حصول کے لیے صبر و تحمل خواہ مخواہ کی مشقوں کی ضرورت ہے۔ لہٰذا میں پھر ایک بار سنبھل گیا اور دو مرتبہ کے سامنے اپنی مقناطیسی آنکھوں کی نمائش کرنے کی بجائے صرف اپنی ذات میں ڈوب کر شمع بینی کی مشق کرنے لگا۔

کچھ عرصہ کے بعد میں نے محسوس کیا کہ شمع کی لو پھیلتی ہوئی میری نگاہوں کا احاطہ کر لیتی ہے اور چاروں طرف مجھے اس گرم لو کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ اس طرح مجھے گرمی کا احساس ہونے لگا۔ پہلے پہل میں اپنے جسم میں سنسنی والی حرارت سے گھبرا گیا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ اس کا عادی ہو گیا۔ اب شمع کا وہ ننھا سا شعلہ میرے دماغ کو چھوتا تھا۔ میری آنکھوں میں اُترتا تھا اور نگاہوں سے خارج ہوتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

یہ میرے احساسات تھے۔ عملی طور پر میں کہاں تک کامیاب ہو چکا ہوں یہ میں نہیں جانتا تھا۔ ویسے میرے کالج کے ساتھی اکثر کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں کچھ عجیب سی کشش پیدا ہو گئی ہے۔ میرے لیے یہ کوئی نئی اطلاع نہیں تھی۔ میرے ابّا مرحوم یہ پیش گوئی کر چکے تھے۔ اسی بات کو چچی نے مختلف انداز سے متنفر ہو کر دُہرایا تھا مگر تب اور اب میں ایک زمین آسمان کا فرق پیدا ہو چکا تھا۔ اب کوئی مجھ سے نگاہیں ملا کر باتیں نہیں کرتا تھا۔ باتوں کے دوران میرے مخاطب کی نظریں جھک جایا کرتی تھیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے میں اپنے ماموں سے ملنے گوجرانوالہ گیا تھا۔ ایک رات وہاں گزارنے کے بعد علی الصبح ایک ٹرین سے لاہور کے لیے روانہ ہوا۔ سردی کا موسم تھا۔ میرے جسم پر لنڈے بازار کا ایک بوسیدہ سا سوئٹر تھا لیکن سردی ایسی تھی کہ دانت بج رہے تھے۔ ٹرین میں بھی بھیڑ نہیں تھی۔ ورنہ انسانوں کے جسموں سے خارج ہونے والی حرارت سے کمپارٹمنٹ کی فضا قدرے گرم رہتی۔ میرے سامنے ایک بوڑھا شخص اپنی سیٹ پر بیٹھا مالے پھیر رہا تھا۔ اس کے سر کے بال داڑھی اور بھنویں سب سفید ہو گئی تھیں۔ جسم لاغر تھا مگر چہرے پر عجب تازگی تھی۔ وہ ایک پتلی سی گدڑی اوڑھے بیٹھا ہوا تھا جس میں بے شمار رنگ برنگے پیوند لگے ہوئے تھے۔

ہماری طرف جو کھڑکی تھی وہ کھلی ہوئی تھی۔ میں اسے بند کرنے لگا تو بوڑھے بابا نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔

"رہنے دو بیٹا۔ ذرا ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے۔"

میں حیرانی سے انھیں دیکھنے لگا۔ یہاں سردی سے قلفی جمی جا رہی تھی اور بڑے میاں ٹھنڈی ہوا کھا رہے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ مجھ جیسے بٹے کٹے نوجوان کی توہین ہے کہ میں سردی سے ٹھٹھر رہا ہوں اور یہ بوڑھے بابا سردی سے لُطف اٹھا رہے ہیں۔ کیا یہ آگ سے بنے ہوئے ہیں؟

بوڑھے بابا نے مسکرا کر کہا۔

"میں آگ سے بنا ہوا نہیں ہوں، تمھاری طرح خاک کا پتلا ہوں۔"

شدید حیرانی سے میری آنکھیں پھیل گئیں۔ بوڑھے بابا نے اس بات کا جواب دیا تھا جیسے میں نے دماغ سے سوچا تھا۔ کیا یہ شدید حیرانی کا مقام نہیں تھا کہ جو بات میری زبان پر نہیں آئی تھی اسے انھوں نے سُن لیا تھا۔ اور اس کا معقول جواب دیا تھا۔

میں اُن کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں گہرائی تھی، گیرائی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ آنکھیں مجھے اپنی طرف کھینچ لینا چاہتی ہیں۔ لیکن کھینچ نہیں سکتیں، اپنی طرف مائل نہیں کر سکتیں۔ شاید اس لیے کہ میں شمع بینی کی مشق میں بہت آگے نکل گیا تھا۔

"ہُوں!" انھوں نے ایک لمبی ہُوں کے ساتھ کہا۔ "میرا خیال درست نکلا۔ تم شمع بینی کی مشق کر چکے ہو۔"

میں ایک دم سے سنبھل کر بیٹھ گیا۔ شمع بینی والی بات بھی میں نے خاموشی سے سوچی تھی مگر انھوں نے سُن لیا تھا۔ میں نے جلدی سے اُن کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"آ..... آپ کون ہیں؟ جو باتیں میں سوچتا ہوں انھیں آپ سُن لیتے ہیں۔ اسے تو ٹیلی پیتھی کہتے ہیں۔ آپ یقیناً دو مرتبہ کے خیالات پڑھ لیتے ہیں۔ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ خیال خوانی ایک ایسا علم ہے کہ جسے مکمل طور پر سیکھ لینے کے بعد اس کا عامل دو مرتبہ کے دماغ تک پہنچ جاتا ہے اور جو کچھ وہ

سوچتے رہتے ہیں اسے وہ سُنتا رہتا ہے۔"

انھوں نے میرے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا۔

"تمھاری معلومات درست ہیں۔"

"بابا جی!" میں نے گڑگڑا کر کہا۔ "میں ایسے علم کے لیے بھٹک رہا ہوں۔ خدا کے لیے میری مدد کیجئے۔ مجھے اپنے علم کے خزانے سے ایک چٹکی بھیک دے دیجئے۔ میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔"

انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"جو علم تمھیں حاصل ہو رہا ہے، تم ابھی اس کو اپنے کام میں لانا نہیں جانتے۔ خیال خوانی کا علم تو دو مکی چیز ہے۔ دیکھو تم سردی سے ٹھٹھر رہے ہو کیا اس سردی سے محفوظ رہنے کی کوئی تدبیر نہیں کر سکتے؟"

"کیا تدبیر کروں؟ کیسے تدبیر کروں؟" میں نے پوچھا۔

"ہُوں!" انھوں نے کہا۔ "ذرا سیدھے ہو کر بیٹھ جاؤ۔ میں تمھیں بتاتا ہوں۔"

میں ان کی ہدایت کے مطابق اپنی جگہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور انھیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ انھوں نے کہا۔

"مری کی برف باری یہاں کے موسم پر اثر انداز ہو رہی ہے۔ سردی واقعی ناقابل برداشت ہے اور اس حالت میں میں نے کھڑکی کھلی رکھی ہے۔ تم ذرا اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلا کر انھیں توجہ سے دیکھو۔"

میں اپنی نگاہوں کے سامنے دونوں ہتھیلیاں پھیلا کر انھیں گہرے انہماک سے دیکھنے لگا۔ بوڑھے بابا کہہ رہے تھے۔

"اب اپنے علم کو کام میں لاؤ اور یہ خیال قائم کرو کہ تمھاری ہتھیلیوں پر شمع کی لویں روشن ہیں اور ان کی نادیدہ حرارت سے تمھاری ہتھیلیاں گرم ہو رہی ہیں۔"

میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔ اپنے دماغ سے تمام منتشر خیالات کو جھٹک کر صرف ایک شمع کی لو کو اپنی ہتھیلیوں پر روشن کرنے لگا۔ میں دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔

"میری ہتھیلیاں گرم ہو رہی ہیں۔ میری نگاہوں کی حرارت سرد لہروں کو پگھلا رہی ہے۔ مجھے ایک راحت بخش اور پُرسکون حرارت کی ضرورت ہے اور وہ حرارت ان ہتھیلیوں تک پہنچ رہی ہے۔"

ٹرین تیز رفتاری سے بھاگی جا رہی تھی۔ سرد ہوا کے جھونکے میری ہتھیلیوں تک آ رہے تھے۔ میں وہ فقرے بار بار دُہرا رہا تھا۔ ایک منٹ کے بعد ہی میری ہتھیلیوں پر دھیمی دھیمی سی حرارت رینگنے لگی۔ میری نگاہیں آنچ دے رہی تھیں۔ علم کی بند مٹھی کو کھول رہی تھیں۔ زندگی کی لیبارٹری پر پہلی بار عملی تجربے کا بار پھینک رہی تھیں۔ میری ہتھیلیاں گرم ہونے لگیں۔ پھر وہ حرارت ہوئے ہوئے ٹپکتی ہوئی سرسراتی ہوئی خون کی روانی کی طرح میری رگوں میں دوڑنے لگی اور میرے سارے جسم کو گرمانے لگی۔ وہ ایسی راحت بخش اور پُرسکون حرارت تھی جس کا میں متمنی تھا۔ میں مارے خوشی کے اپنے جسم کو ادھر اُدھر سے جھٹکے دے کر دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا؟" انھوں نے مسکرا کر پوچھا۔

میں نے فوراً ہی جُھک کر اُن کے پاؤں پکڑ لیے۔

"بابا جی..... آپ نے میری زندگی کا رُخ موڑ دیا ہے۔ میں جس راہ کی تلاش میں تھا، آپ نے وہ راہ دکھا دی۔ مجھے کچھ اور سکھاتے بابا۔ میں ہمیشہ آپ کے در کا بھکاری بن کر رہوں گا۔"

"بیٹے..... علم مانگنے سے نہیں ملتا، سیکھنے سے ملتا ہے۔ دیکھو میں نے تمھیں کچھ نہیں سکھایا۔ جس علم سے تم اپنے اندر حرارت محسوس کر رہے ہو اسے تم نے خود دیکھا ہے میں نے تو ایک خاص راہ نمائی کی ہے۔"

"تو پھر کچھ اور راہنمائی کیجئے۔ مجھے بتائیے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ کھڑکی سے سرد ہوا کے جھونکے برستور آ رہے تھے لیکن مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں کسی ایسے کمرے میں بیٹھا ہوں، جہاں آتشدان میں لکڑیاں سلگ رہی ہیں اور اُن کی آنچ سے میں محظوظ ہو رہا ہوں۔

"لوگ یہ علم کیوں سیکھنا چاہتے ہیں؟" وہ کہنے لگے۔ "اس لیے سیکھنا چاہتے ہیں کہ کسی کو بھی اپنے زیر اثر لا سکیں۔ کسی کو بھی اپنا ہمنوا اور مطیع بنا کر اس سے ناجائز فائدے اٹھا سکیں۔ اگر تم بھی کسی غلط ارادے سے سیکھ رہے ہو تو اس ارادے سے باز آ جاؤ۔"

میں نے ان سے اپنے دل کی بات صاف صاف کہہ دی۔

"میں دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن ہوں۔ میں نے بچپن سے اب تک کسی کو اپنا دشمن نہیں بنایا۔ اگر کچھ لوگ دولت اور جائداد کے لالچ میں خود ہی میرے دشمن بن جائیں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں تو صرف اپنے جائز حقوق حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ان کے پاس دولت ہے۔ عدالت کی جھوٹی ڈگریاں اور تمغے ہیں میرے پاس اپنی سچائی کی حمایت کرنے کا کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ آخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ مجھے کسی پُراسرار علم کے ذریعے اپنے حقوق حاصل کرنے چاہئیں۔ آپ ہی بتائیے کیا مجھے اپنے حقوق حاصل کرنے کا حق نہیں ہے؟"

"ہے۔ دنیا کا کوئی بھی علم اسی لیے سکھایا جاتا ہے کہ اس کی روشنی میں انسان دیانتداری سے اپنے جینے کا حق حاصل کرے۔ مجھے یقین ہے کہ تم جو کچھ سیکھو گے اس سے کسی شریف یا غیر متعلق شخص کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے اور دو مرتبہ سے ناجائز فائدے حاصل نہیں کرو گے۔ تمھاری باتوں سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ تم اپنے دشمنوں کو تسخیر کرنا چاہتے ہو، اس کے لیے تمھیں التسخیر کی مشقوں سے گزرنا ہوگا۔"

وہ مجھے سمجھانے لگے کہ التسخیر کی ابتدائی مشقیں کیسی ہوتی ہیں اور ان کی انتہا کیا ہے۔ میں خود سے ان کی ہدایات اور مشقوں کو سنتا اور سمجھتا رہا۔ وہ مختصر سا سفر کس طرح گزر گیا کچھ پتہ ہی نہ چلا۔ ہم دونوں لاہور کے اسٹیشن پر ٹرین سے اُتر گئے۔ میں نے عقیدت سے ان کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"میں آپ کے قدموں میں رہنا چاہتا ہوں۔ آپ سے خیال خوانی کا علم سیکھنا چاہتا ہوں۔"

انھوں نے شفقت سے سمجھایا۔

"ایک وقت میں ایک ہی خیال قائم کرو اور ایک ہی علم سیکھو۔ ٹیلی پیتھی سیکھنے کی منزل ابھی بہت دور ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو میں تم سے خود ہی رابطہ

Waqar Azeem Pakistani Cities

قائم کروں گا، اب تم جاؤ میرے پیچھے نہ آنا۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے، مجھ سے دُور ہوتے چلے گئے۔ میں خاموشی سے انھیں دیکھتا رہا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو میں بھی سر جھکا کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا پلیٹ فارم سے باہر آگیا۔

اس کے بعد میرا شوق اور میری دیوانگی بڑھ گئی۔ میں دُوسری صبح منہ اندھیرے راوی کے کنارے گیا۔ بوڑھے بابا کی ہدایت کے مطابق التسخیر کی منزل کے لیے مجھے کسی پُرسکون جگہ کی تلاش تھی، جہاں مداخلت کرنے والا کوئی نہ ہو۔ میں دریا کے کنارے کنارے چلتا ہوا تقریباً دس میل کا فاصلہ طے کر گیا۔ گھنے درختوں کے جھنڈ میں مجھے وہ جگہ مل گئی، وہاں سے انسانی آبادی دُور تھی۔ کبھی کبھی کسی لانچ کے گزرنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ پھر سناٹا چھا جاتا تھا۔ میں نے ایک درخت کے تنے پر ایک ننھا سا سیاہ دائرہ بنایا اور اس کے سامنے دو فاصلے پر پتھر ہار کر بیٹھ گیا۔

صبح سے شام اور شام سے صبح ہونے لگی۔ میں شام کو گھر جاتا تھا اور صبح سویرے اسی ویرانے میں چلا آتا تھا۔ مجھے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کا ہوش نہیں تھا۔

میری داڑھی بڑھ گئی تھی۔ کئی کئی دنوں تک ایک ہی لباس پہنے رہتا۔ پھوپھی اور زرینہ سے یہ بات چھپی نہ رہ سکی۔ وہ سمجھ گئیں میں کوئی عامل بننے کے چکر میں مستان بابا بن گیا ہوں۔ پھوپھی نے کئی بار ڈانٹ ڈپٹ کر مجھے میرے ارادوں سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن میرے ارادے کمزور نہیں تھے۔

مشقوں کے دوران کئی بار مجھ سے غلطیاں ہوئیں۔ کئی بار ایک انجانا سا خوف طاری ہوا۔ کبھی وقتی طور پر میرا ذہنی توازن ڈگمگا گیا، کبھی تیز بخار میں مبتلا ہو گیا۔ اُن دنوں عجیب دیوانگی کا عالم تھا۔ جہاں خدا طبیعت سنبھلتی میں پھر مشق شروع کر دیتا۔ مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی کے بغیر میں اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

درخت کے تنے پر بناتے ہوئے سیاہ دائرے کو میں بتدریج بڑھاتا جا رہا تھا۔ پہلے وہ دائرہ چنے کے ایک دانے کے برابر تھا۔ جب وہ متواتر میری نگاہوں کی زد میں رہتے رہتے اوجھل ہونے لگا تو میں نے پیسے کے برابر سیاہ دائرہ بنایا۔ پھر رفتہ رفتہ سیاہ دائرہ چاند کے برابر ہو گیا۔ یہ ایک دو دن کی بات نہیں تھی۔ ان مشقوں سے گزرتے ہوئے پورے تین برس بیت گئے تھے۔ اس وقت تک میری آنکھوں میں ایسی قوت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ چاند کے برابر جو دائرہ تھا وہ بھی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا تھا۔ میں جہاں نظر اٹھا کر دیکھتا وہاں بے شمار روشن دائرے جگمگانے لگتے تھے۔ مجھے سیاہ دائرے کی تاریکی میں روشنی کا سراغ مل رہا تھا، یا یوں کہنا چاہیے کہ مجھے انسانی دماغ کے تاریک تہ خانوں میں اُترنے کا راستہ نظر آنے لگا تھا۔

اس کے بعد میں نے اپنی حالت سنبھال لی۔ میں شیو کرنے اور صاف ستھرے کپڑے پہننے لگا۔ تین سال کے بعد میں دیوانگی سے فرزانگی کی طرف آیا تو میری شخصیت میں بھی عجیب نکھار آ گیا۔ میرے چہرے پر ایک نئی تازگی تھی۔ میری آنکھوں میں ایسی مقناطیسی قوت پیدا ہو گئی تھی کہ اس کا اثر سب سے پہلے زرینہ پر ہُوا۔ کیونکہ وہی میرے زیادہ قریب تھی۔ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے ہر وقت ہمارا سامنا ہوتا رہتا تھا بلکہ وہ خود بخود اس طرح کھنچی چلی آتی تھی جیسے لوہا مقناطیس کی طرف کھنچا چلا آتا ہے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ ہماری نظریں ٹکرائیں تو وہ میری طرف دیکھتی ہی رہ گئی بظاہر وہ بہت ہی شرمیلی تھی لیکن سحر زدہ ہو جاتی تھی۔

ایک بار میں نے اس پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"نظریں جھکا لو!"

اس کی نظریں فوراً ہی جھک گئیں۔ دوسری بار میں نے کہا۔

"بیٹھ جاؤ!"

وہ چارپائی پر بیٹھ گئی۔

"میری طرف دیکھو!"

وہ پھر میری جانب دیکھنے لگی۔ میرے ہر حکم کی تعمیل ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا یہ تو کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ میری نگاہوں سے سحر زدہ ہو رہی ہے۔ وہ مجھے متاثر تھی یا مجھ سے مرعوب تھی، اس لیے میرے حکم پر عمل کر رہی تھی۔ اس وقت میرے دماغ میں بات آئی کہ کیوں نہ میں اس پر تنویمی عمل کروں اور اسے اپنی معمول بنا کر اپنے علم کو عملی طور پر آزماؤں؟

دوسری صبح جب پھوپھی اسکول چلی گئیں تو میں نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ زرینہ میری اس حرکت کو چور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اسے اپنے کمرے میں چلنے کے لیے کہا تو وہ شرمانے لگی۔ اچانک ہی اس کے رخسار تمتمانے لگے، وہ میرے پیچھے شرماتی لجاتی ہوئی میرے کمرے میں آگئی۔ میں نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"بستر پر لیٹ جاؤ۔"

اس نے حیا سے بوجھل پلکیں اٹھا کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی یا کچھ اور سوچ رہا تھا۔ میں نے قدرے تحکمانہ انداز میں کہا۔

"جو کہتا ہوں وہ کرو، بستر پر لیٹ جاؤ۔"

ہپناٹزم کے لیے آواز بڑی اہم ہوتی ہے۔ میری آواز میں گونج اور گرج بھی تھی اور شہد کی سی شیرینی اور ملائمیت بھی۔ وہ چپ چاپ سکڑ کر میرے بستر پر لیٹ گئی۔

وہ سمٹ کر اپنے جسم کی سلوٹوں میں خود کو چھپانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔

"اس طرح نہیں۔ چت لیٹ کر اپنے ہاتھ پاؤں سیدھے کر لو اور میری طرف دیکھتی رہو۔"

اس نے نظریں اٹھا کر میری جانب دیکھا تو پھر دیکھتی رہ گئی۔ آہستہ آہستہ اس نے ہاتھ پاؤں سیدھے کر لیے اور چت لیٹ گئی۔

میری نگاہیں اس کی نگاہوں میں اُترنے لگیں۔ اس کی آنکھوں کے راستے اس کے دماغ تک پہنچنے لگیں۔ میں مکمل اعتماد سے سوچ رہا تھا کہ جس طرح سیاہ دائرے سے نور کا چشمہ اُبلتا ہے اسی طرح زرینہ کے دماغ کے سیاہ خانے سے روشنی پھوٹ رہی ہے۔ انسان اپنے دماغ کے سیاہ خانے میں جو راز چھپا کر رکھتا ہے زرینہ

وہ راز میرے سامنے اگلتی رہے گی۔

میں نے بھاری بھرکم لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر کہنا شروع کیا۔

"تم نہایت آرام اور سکون سے لیٹی رہو۔ میری آنکھوں کے سوا اس دنیا کا کوئی نظارہ تمھارے سامنے نہیں ہے۔ تم اپنے آس پاس کے ماحول سے غافل ہوتی جا رہی ہو.....؟"

اس کی آنکھیں یوں کھلی ہوئی تھیں جیسے سوتے سوتے کھلی رہ گئی ہوں۔ اس پر تنویمی نیند طاری ہو گئی تھی۔ میں رُک رُک کر کہتا جا رہا تھا۔

"اب تمھارے کان صرف میری آواز سُن رہے ہیں۔ میرے علاوہ اس دُنیا کی کوئی آواز تمھارے کانوں تک نہیں پہنچ رہی ہے۔ اب میں ایک سے دس تک گنتا ہوں۔ ہر گنتی پر تم اس دنیا کے نظاروں سے اور اس دنیا کی آوازوں سے دُور ہوتی جاؤ گی۔ اتنی دُور کہ جہاں صرف میری آواز سنائی دے گی اور تم میرے ہر سوال کا جواب دیتی رہو گی۔"

وہ بالکل خاموش پڑی ہوئی تھی اور پلکیں جھپکائے بغیر مجھے دیکھتی جا رہی تھی۔ میں دو دو سیکنڈ کے وقفے سے گننے لگا۔ دس تک گننے کے بعد میں نے اسے مخاطب کیا۔

"میں تم سے مخاطب ہوں، تم میری آواز سُن رہی ہو؟"

اس کی آواز دور کسی اندھے کنویں سے آئی۔

"ہاں، سُن رہی ہوں۔"

"تمھارا نام زرینہ ہے؟"

"میرا نام زرینہ ہے۔"

"نہیں۔ تمھارا نام حسینہ ہے۔" میں نے حاکمانہ لہجے میں کہا۔

"میرا نام حسینہ ہے۔" وہ ایک محکوم کی طرح بولی۔

"تم میری مطیع اور فرمانبردار ہو۔ میں جو کچھ پوچھوں گا تم صحیح جواب دو گی۔"

"میں صحیح جواب دُوں گی۔"

"تمھاری عمر کتنی ہے؟"

"چوبیس برس!"

"دوسروں کو اپنی عمر کیا بتاتی ہو؟"

"سولہ برس!"

"تم میرے متعلق کیا سوچتی ہو؟"

"میں ہر وقت تمھارے متعلق سوچتی ہوں۔ تمھارا چہرہ، پہاڑ جیسا قد اور فولاد جیسا جسم ہر وقت میرے حواس پر چھایا رہتا ہے۔ پھر کچھ دنوں سے تمھاری آنکھیں مجھے پکار رہی ہیں۔ تم دیکھتے ہو تو میرا وجود تمھاری طرف پرواز کرنے پر مائل ہو جاتا ہے۔ میں بار بار تمھارے کمرے میں آتی ہوں مگر تم انجان بن جاتے ہو۔ میں سوچتی ہوں۔ ہاں میں یہی سوچتی رہتی ہوں کہ۔

میری تمام حسرتیں پوری ہو جائیں۔"

وہ کہہ رہی تھی اور میں اس شرمیلی لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو ہوش و حواس میں رہ کر کبھی ایسی باتیں زبان پر نہ لاتی۔ لیکن وہ تنویمی نیند میں ڈوب کر اپنے دماغ کی تاریکیوں سے بول رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔

"تمھارے دل میں کیسے یہ تمنائیں جاگ رہی ہیں؟"

وہ ہولے ہولے ٹھہر ٹھہر کر جواب دینے لگی۔

"بہت عرصہ سے۔ جب میں جوان ہو رہی تھی میرے بدن سے ہلکی ہلکی تبدیلیاں اُبھر رہی تھیں۔

وہ خود ایسے کے لیے رُک گئی۔ میں نے حکم دیا۔

"کہتی جاؤ۔ جتنی باتیں تمھارے دل میں ہیں اور دماغ میں ہیں، انھیں کتاب کے ایک ایک صفحہ کی طرح کھولتی جاؤ۔ تم میری فرمانبردار ہو اور میرے ہر حکم پر عمل کر رہی ہو۔"

وہ عمل کرنے لگی۔ اس کے ساکت لبوں میں جنبش ہوئی اور وہ کہنے لگی۔

"میں رفتہ رفتہ بھٹکنے لگی۔ جب اسکول چلی جاتیں تو میں کبھی دروازے سے اور کبھی کھڑکی سے جھانک کر محلّے کی ویران گلی کو دیکھتی تھی۔ کسی کا انتظار کرتی تھی۔ میں نے اس محلّے کے ایک نوجوان قاسم کو دیکھا۔ پھر جمال پر نگاہ گئی۔ اس کے بعد ارشد کی طرف خیال گیا مگر میرے سامنے شرم کا پہرہ تھا اور خوف کی دیوار تھی۔ جذبات کے سیلاب میں بہنے کے باوجود میں دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں پکڑی جاؤں پکڑی گئی تو میرے ساتھ میری امی بھی بدنام ہو جائیں گی۔

ایسے ہی وقت تم یہاں آ گئے۔ تمھیں دیکھ کر یہ چلا کہ مجھے تمھاری ہی تلاش تھی۔ تمھارے مردانہ حسن کے سامنے وہ تمام نوجوان پھیکے پڑ گئے جنھیں میں حسرت اور کھڑکی کی اوٹ سے دیکھا کرتی تھی۔ میں تم میں دلچسپی لینے لگی۔ ابتدا میں میں نے سوچا کہ تم چور نظروں سے مجھے دیکھتے ہو مگر مجھ سے دور ہی دور رہتے ہو۔ میری بے چینی بڑھنے لگی۔ میں تمھارے کمرے میں کسی کام کے بہانے آتی تو جان بوجھ کر اپنے شانے سے دوپٹہ ڈھلکا دیتی تاکہ تم مجھے چھونے اور چھیڑنے پر مجبور ہو جاؤ۔"

وہ تنویمی عمل میرے لیے باعثِ زحمت بن گیا تھا۔ مجھ پر ایک شرمیلی لڑکی کی جذباتی سادگیوں کو آشکار کر رہا تھا۔ ان لڑکیوں کے دماغ میں جھانک کر دیکھو تو پتہ چلتا ہے کہ یہ بظاہر تو بے حس اور معصوم نظر آتی ہیں اور انجان بن کر جانے بوجھے اشاروں سے اپنی طرف مائل کرنے کی خاموش کوششیں کرتی رہتی ہیں۔ بہرحال وہ کہہ رہی تھی۔

"جب میں نے دیکھا کہ تم میری طرف مائل نہیں ہو رہے ہو تو ایک رات میں بہت مجبور ہو کر تمھارے کمرے میں آ گئی۔ میں نے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ دیا۔ میرے اندر جو آگ بھڑکتی رہتی تھی اسے بجھائے بغیر میں سکون سے نہیں سو سکتی تھی۔ لیکن تم میں

جاگتے دیکھ کر میں ٹھٹھک گئی۔

تم جاگ رہے تھے۔ اپنے بستر پر بیٹھی مارے بیٹھے ہوتے تھے اور تمھارے سامنے ایک ہاتھ کے فاصلے پر ایک ہوا سے شمع روشن تھی۔ پہلے تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تم اس طرح کیوں بیٹھے ہو اور شمع کی لو کو اتنے انہماک سے کیوں دیکھ رہے ہو۔ میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی شمع کے قریب تمھارے سامنے آ گئی تاکہ تم مجھے دیکھ سکو۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

تم مجھے کیا دیکھتے ہو میں تمھاری آنکھیں دیکھ کر لرز گئی۔ اُف خدایا تمھاری آنکھوں کی پتلیاں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ اُن کی جگہ دو لوہے سُلگتے ہی تھیں اور اُن کی گرمی مجھ تک پہنچ رہی تھی۔ میں گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ میں دوبارہ تمھاری طرف دیکھتی۔ میں سر جھکائے اُلٹے قدموں دروازے تک آ گئی۔ اس وقت تک یہ سمجھ گئی تھی کہ تم کوئی عمل کر رہے ہو ایسی صورت میں اگر میں مداخلت کروں گی تو اس کا نتیجہ بھیانک خوفناک ہوگا۔

میں اپنے بستر پر آ کر گر پڑی۔ میرا دل گھبرا رہا تھا۔ تم اتنے پُراسرار اور دہشت انگیز بن گئے تھے کہ میں تمھارے ہی متعلق سہمی سہمی سی سوچتی رہی اور اپنے جذبات کو قدرتی طور پر بھول گئی۔

پھر جیسے جیسے دن گزرتے گئے، تمھاری دیوانگی ظاہر ہوتی گئی۔ تمھیں کھانے کی فکر تھی نہ پہننے کا ہوش تھا۔ محلے والے تمھیں مستان بابا کہنے لگے تھے میں تمھاری طرف سے مایوس ہو گئی۔ جیسے اپنا ہوش نہ ہو وہ بھلا مجھ سے کیا دلچسپی لے گا۔ یہ سوچ کر میری نگاہیں پھر دروازے اور کھڑکی سے باہر جھانکنے لگیں۔ میں کراہی کے اس مقام تک پہنچ گئی تھی جہاں اپنے جذبات کے سوا کچھ بھائی نہیں دیتا۔

کچھ ہی دنوں میں جمال سے شناسائی بازی ہونے لگی۔ اس نے ایک خط لکھا کہ میں کسی بہانے اس سے آ کر ملوں یا اسے اپنے گھر میں آنے کا موقع دوں لیکن دونوں ہی باتیں ناقابل عمل تھیں۔ اگرچہ دن کے وقت میں گھر میں تنہا رہتی ہوں مگر محلے والوں سے ڈر لگتا ہے کہ کسی نے جمال کو میرے گھر میں داخل ہوتے یا باہر نکلتے دیکھ لیا تو برسوں کی بنی بنائی عزت خاک میں مل جائے گی۔ رات کو امی گہری نیند سوتی ہیں لیکن تمھارے کمرے کی بتی جلتی رہتی ہے۔ میں جمال سے ملنے باہر جانا چاہتی ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے شمع کی دو لویں مجھے گھور رہی ہیں۔ تم سامنے نہیں ہوتے پھر بھی تمھاری نگاہیں چبھتی رہتی ہیں۔

میں گھنٹوں تمھاری آنکھوں کے متعلق سوچتی رہتی ہوں۔ تم غصّے، یا پریشانی سے دیکھتے ہو تو تمھاری نظریں برچھی کی طرح سینے میں اُتر جاتی ہیں اور جب نرمی سے دیکھتے ہو تو میں ایک عجیب سی میٹھی سی کشش محسوس کرتی ہوں، بے اختیار تمھاری طرف کھنچی چلی جاتی ہوں ویسے اب تو تم سنبھل گئے ہو۔ اب وہ مستان بابا والی بات نہیں ہے۔ میں پھر تمھارے متعلق سنجیدگی سے سوچ رہی ہوں۔ اب میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتی۔ میں تمھیں مجبور کر دوں گی کہ تم مجھے اپنی شریکِ حیات بنا لو۔"

میں اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ ایسی دوشیزہ تھی کہ مجرد زکے، تب بھی میں اسے اپنا سکتا تھا لیکن میرے عزائم بلند تھے۔ میں شادی بیاہ کے چکروں میں پھنس کر ایک عورت اور ایک گھر تک محدود نہیں ہونا چاہتا تھا۔ پھر یہ کہ مجھے ندینہ کی کمزوریاں معلوم ہو گئی تھیں۔ کبھی وہ میری طرف مائل ہوتی تھی، کبھی دوسرے نوجوانوں کی طرف۔ تونہ سہی اور سہی والی بات تھی۔ وہ اپنی پیاس بجھانے کے لیے کسی بھی کنویں میں چھلانگ لگا سکتی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"تم مجھے کس طرح مجبور کر دو گی کہ میں تمھیں شریکِ حیات بنا لوں؟"

"تم پر میرے اور میری امی کے احسانات ہیں، تم ہمارے ہاں رہتے ہو، ہمارے ہاں کھاتے ہو، ہم اپنی ضرورتیں مار کر تمھاری ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ ان احسانات کے بدلے تم مجھ سے شادی کرو گے۔"

"بے شک مجھ پر تم لوگوں کے احسانات ہیں۔ میں ان کا بدلہ چکاؤں گا، مجھے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جانے دو۔ پھر مجھے جو دولت ملے گی اس کا ایک حصّہ تمھیں دے دوں گا۔ تمھارے دن پھر جائیں گے۔ تم عیش و آرام سے زندگی گزارو گی کیا پھر بھی تم مجھے حاصل کرنا چاہو گی؟"

"ہاں۔ میں تمھیں حاصل کرنا چاہتی ہوں اگر احسانات کے بدلے حاصل نہ کر سکی تو دوسری تدبیر کروں گی۔"

وہ بڑی فرمانبرداری سے جواب دینے لگی۔

"میں نے امی کو ڈھکے چھپے انداز میں سمجھا دیا ہے کہ تم مجھے چاہتے ہو۔ اگر تم نے انکار کیا تو میں اپنی ایک رازدار سہیلی سے کہوں گی کہ تم تنہائی میں مجھے پیار کرتے ہو۔ میری سہیلی پیٹ کی ہلکی ہے، کبھی ہی دونوں بدیہ یہ بات سارے محلے میں پھیل جائے گی تم غزالہ کے ساتھ بدنام ہو چکے ہو۔ امی بھی یقین کریں گی کہ ہم کھیل تم نے میرے ساتھ کھیلا ہے۔ پھر امی اور محلے والے تمھیں مجبور کریں گے اور تم مجھے اپنانے سے انکار نہیں کر سکو گے۔ یہ درست ہے کہ اس طرح میں بدنام ہو جاؤں گی لیکن گرداب میں رسوائیوں سے نہیں ڈھتی۔ نیک نامی نہ سہی، میں بدنام ہو کر تمھیں حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

میں حیرانی سے اسے تکنے لگا۔ وہ عام حالت میں ایک سنجیدہ کم سخن اور بے ضرر سی لڑکی تھی لیکن میرا تنویمی عمل جاری تھا کہ وہ مجھے پھانسنے کے لیے کیسے منصوبے بنائے بیٹھی ہے، میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ بدنامی کے مقام تک پہنچ کر مجھے حاصل کرنا چاہتی ہے۔

میں نے اسے نفرت سے دیکھا۔ بظاہر وہ اتنی اچھی تھی کہ اس سے نفرت نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ حسین تھی، جوان تھی۔ اس کے جسم کے نشیب و فراز نگاہوں کو للچاتے تھے۔ وہ قابلِ محبت تھی۔ مجھے صرف اس کی منصوبہ بندی سے نفرت تھی۔

"اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "کسی نے سچ کہا ہے کہ بدنام اچھا نام ہوتا ہے۔ میں بدنام نہیں ہونا چاہتا، اور نہ ہی تمھیں بدنام کرنا چاہتا ہوں۔ تمھارے احسانات کا بدلہ چکانے کے بعد میں تم سے جواب طلب کروں گا اور دیکھوں گا کہ تم کس طرح مجھے بدنام کرتی ہو۔ ابھی تم میرا حکم مانو۔ میں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ بولو تمھارے دل میں اب میری خواہش پیدا نہیں ہوگی؟"

وہ میرے حکم کے مطابق کہنے لگی۔

"میرے دل میں تمھاری خواہش پیدا نہیں ہوگی۔"

"تم مجھے بدنام نہیں کرو گی۔"

"میں تمھیں بدنام نہیں کروں گی۔"

"تم ایک شریف نژادی کی طرح اپنے جذبات کو قابو میں رکھو گی۔"

"میں ایک شریف نژادی کی طرح اپنے جذبات کو قابو میں رکھوں گی۔"

میں بار بار اسے تلقین کرتا رہا۔ وہ بار بار میرے فقروں کو دہراتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔

"اب میں تنویمی عمل ختم کر رہا ہوں تم آرام سے سو جاؤ۔ ایک گھنٹے کے بعد

بیدار ہو جانا۔ بیدار ہونے کے بعد بھی تم میری ہدایات پر عمل کرتی رہو گی۔ چلو اب سو جاؤ۔"

وہ عمل ختم کرنے کے بعد میں تھوڑی دیر تک کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ پھر اپنی میز کے پاس آ کر کرسی پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ مجھے جلد از جلد آمدنی کا کوئی ذریعہ پیدا کر کے اس گھر سے نکل جانا چاہیے۔ مجھے پیش آنے والے خطرات کا علم ہو گیا تھا اب وہاں رہ کر بدنامی کو دعوت دینا سراسر حماقت ہوتی۔ غزالہ نے بھی مجھ پر جھوٹا الزام لگایا تھا۔ ندینہ بھی اس الزام سے فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ان دونوں لڑکیوں کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ وقت آنے پر ان کی چالاکیوں کا حساب کروں گا۔ ابھی میرے حالات سازگار نہیں تھے۔ میں کوئی ایسا قدم اٹھانا نہیں چاہتا تھا جو مجھے تنہائی کے رستے پر لے جاتا۔ بچا سے انتقام لینے کی حسرت دل ہی میں رہ جاتی اور کوئی لڑکی بیوی بن کر تمام عمر کے لیے میرے سر پر مسلط ہو جاتی۔ اسی لیے میں زرینہ سے کترا رہا تھا۔

ایک گھنٹے کے بعد وہ بیدار ہو گئی۔ آنکھ کھلتے ہی وہ میرا نی سے ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ جلدی سے دوپٹے کو اٹھا کر اپنا جسم ڈھانپنے لگی۔ اس وقت وہ ایسی بھولی اور معصوم نظر آ رہی تھی جیسے مکر و فریب کے نام سے واقف نہ ہو۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ تنویمی نیند کے دوران اس نے اپنے دل کے تمام راز اگل دیئے ہیں۔ لہٰذا اپنی عادت کے مطابق اس وقت بھی معصومیت کا اظہار کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"ندینہ! میں نے تمھیں لیٹنے کے لیے کہا تھا۔ تم بستر پر لیٹتے ہی سو گئیں۔"

اس کی آنکھوں سے پہلے جیسا نشہ تھا کہ وہ سوچ رہی اور کچھ سہی ہوئی ہے۔ اتنا تو وہ جانتی تھی کہ میں کچھ عمل وغیرہ سیکھتا رہتا ہوں۔ شاید یہ سوچ رہی تھی کہ میں نے اس پر کوئی عمل تو نہیں کیا ہے وہ لاکھ سوچے۔ مگر یہ نہیں جان سکتی تھی کہ میں تنویمی عمل کے ذریعہ اس کے سوچنے کے انداز کو اور اس کے تمام منصوبوں کو سمجھ چکا ہوں۔

وہ خاموشی سے اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔

یہ حقیقت واضح ہو گئی تھی کہ انسان کا اصلی چہرہ دیکھنے اور اس کے جھوٹ سچ کو سمجھنے کے لیے اس کے دماغ میں چھپی ہوئی باتوں تک پہنچنا ضروری ہے۔ علمِ تنویم کے ذریعہ میں اس قابل ہو گیا تھا کہ کسی کو بھی ہپناٹائز کر کے اس کے دماغ کے چور خانوں تک پہنچ سکتا تھا۔ لیکن نہیں، میں نے غلط کہا۔ ہر شخص کو ہپناٹائز نہیں کیا جا سکتا۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بہت زیادہ مستقل مزاج ہوتے ہیں۔ ان میں اتنی خود اعتمادی ہوتی ہے کہ وہ کسی کے معمول نہیں بنتے اور نہ ہی خود بہ خود تنویمی نیند طاری کرنے کا موقع دیتے ہیں، البتہ مسمریزم یعنی خیال خوانی کے ذریعہ ہر شخص کے چھپے ہوئے خیالات تک پہنچا جا سکتا ہے جیسے بوڑھے بابا نے میرے دماغ میں جھانک کر میرے چھپے ہوئے خیالات کو پڑھ لیا تھا۔

ایسے وقت میں بڑی شدت سے بابا جی کی کمی محسوس کر رہا تھا۔ اس اتفاقیہ ملاقات کے بعد پھر کبھی میں نے ان کی صورت نہیں دیکھی تھی ویسے میں ابتدائی معلومات کے سہارے خیال خوانی کا علم سیکھ سکتا تھا۔ تنویمی عمل بھی میں نے اپنی ہی خود اعتمادی کے سہارے سیکھا تھا لیکن اس عمل کو برتنے کا لانے کے لیے بابا جی کی راہنمائی حاصل ہو گئی تھی۔ بہر حال میں نے اللہ کا نام لے کر اپنے طور پر شعبدہ سمعی کی مشقیں شروع کر دیں۔

کشفِ سمعی سے اس فضا میں بکھری ہوئی گم گشتہ آوازوں کو سننے کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ میں فرزانہ صبح گھر سے دس میل دور چلا جاتا تھا اور گھنی حد تھوں کے جھنڈ تک پہنچ کر مراقبہ کرتا تھا۔ پہلے نگاہوں کی قوت سے دیکھنے اور دل کے ذریعے اُترنے اور انھیں اپنا مطیع و معمول بنانے کی مشقیں تھیں۔ اب قوتِ سماعت سے اعصاب کے دماغ کے خیالات کو سننے کی مشق جاری رہی۔ لیکن سننے کا عمل کانوں سے نہیں تھا، دماغ سے تھا۔ میں اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیا کرتا تاکہ کسی چڑیا کے چہچہانے یا پتے کھڑکنے کی آواز بھی کانوں تک نہ پہنچے۔ پھر آنکھیں بند کر کے اپنی تمام توجہ اس خیال پر قائم کرتا کہ میں اس کائنات میں صدیوں سے بکھری ہوئی آوازوں کو سُن رہا ہوں۔

یہ ایک دو دن کا عمل نہیں تھا، مہینوں اور برسوں کی کاوش درکار تھیں۔ اسے میری دیوانگی کہیے یا مستقل مزاجی، میں دُھن کا پکا تھا۔ جس کام کا قصد کرتا ہوں اسے تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیتا ہوں۔ اس عمل کے دوران میں آوازوں کی ایک نادیدہ اور پُراسرار دنیا میں سفر کرتا رہا۔ کبھی انجانی اداسی کبھی جانی پہچانی آوازیں۔ کبھی عجیب و غریب سحر انگیز آوازیں میرے دماغ کو چھوتی رہیں اور میں راز سمائے سماعت کے پردے اٹھاتا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد آوازوں کی بھیڑ چھٹنے لگی۔ انتشار ختم ہونے لگا۔ میں ایک ہی وقت میں ایک ہی آواز سننے کی کوشش کرتا تھا اور باقی صداؤں کو ذہن سے جھٹک دیتا تھا۔

ایسے ہی وقت جبکہ میں ایک وقت میں ایک ہی آواز تک پہنچنے لگا تھا، مجھے بوڑھے بابا کی آواز سنائی دی۔ پہلے تو میں انھیں پہچان نہ سکا کیونکہ وہ میرے ہی دماغ میں بیٹھے میری ہی سوچ میں بول رہے تھے۔

"میں تمھارا خیال ہوں، پہلے اپنی سوچ کو سمجھ کر یہ ہے کیا؟ ہر انسان کے دماغ میں دو سوچیں ہوتی ہیں، مثبت اور منفی۔ ہاں اور ناں۔ ایک سوچ تمھیں کسی بات کو قبول کرنے پر مائل کرتی ہے۔ دوسری سوچ اس بات سے انکار کرتی ہے یہ اچھا ہے یہ بُرا ہے، یہ کرو، یہ نہ کرو، والی کشمکش ہر انسان کے دماغ میں ہوتی ہے اور ہم عمل پیہم کے ذریعہ کسی بھی شخص کی اس کشمکش کو بڑھتے اور بڑھتے رہتے ہیں۔

میں تمھاری سوچ کو پڑھ رہا ہوں۔ میں وہی بوڑھا ہوں جس سے تم اکبلا ٹرین میں مل چکے ہو۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں تم سے رابطہ قائم کروں گا، وہ وعدہ پورا کر رہا ہوں۔"

اس وقت میری خوشی کا ٹھکانا نہ تھا ایسے وقت جبکہ میں ان کی شدید ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ وہ خود ہی میری سوچ میں آ کر سما گئے تھے اس وقت میں نے سوچا کہ ان سے پوچھوں وہ کہاں ہیں۔ میں ان سے کہاں ملاقات کر سکتا ہوں۔ لیکن میرے پوچھنے سے پہلے ہی انھوں نے میری سوچ کو پڑھ لیا۔

"تم جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو اس کے لیے زبان ہلانے کی ضرورت نہیں ہے تم صرف سوچو، میں اسے سُن لوں گا۔"

میں ان کی ہدایت کے مطابق سوچنے لگا۔ "بابا جی! میں جس دنیا سے

سماعت میں سانسیں لے رہا ہوں، وہاں آوازوں کی بھیڑ چھٹ گئی ہے۔ اب ہر آواز فرداً فرداً سنائی دیتی ہے۔ اب آپ مجھے یہ بتایئے کہ میں اپنے مطلوبہ دوست یا دشمن کی سوچوں کو کس طرح سُن سکتا ہوں؟"

جواب میں بوڑھے بابا کی سوچ سنائی دی "تم صرف اسی کے دماغ تک پہنچ سکتے ہو جسے تم نے اپنی زندگی میں کبھی دیکھا ہو اور اس کے چہرے کو اور اس کی آنکھوں کو یاد رکھا ہو۔ کیونکہ ہر انسان کی آنکھیں اس کے خیالات کی جیتی جاگتی ہیں اور چہرہ ان خیالات کا ردِ عمل پیش کرتا ہے۔ کتنے ہی لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں لیکن چہرے اور آنکھوں کے ذریعہ کسی کے خیالات تک پہنچنے کے علم سے لاعلم ہوتے ہیں۔

تم علم کی اس حد تک پہنچ گئے ہو، یہاں ہر انسان کے جلتے ہوئے چہرے اور ان کی آنکھوں کے راستے سے تم ان کی سوچ تک پہنچ سکتے ہو۔ میں تمہیں راستہ دکھاتا ہوں۔ تم سب سے پہلے یہ فیصلہ کرو کہ کس کا چہرہ اور آنکھیں سُننا چاہتے ہو، جو تمہاری یادداشت میں محفوظ ہیں۔ پھر تم اس کے چہرے کو چشمِ تصور میں لاؤ اور اس کی آنکھوں میں جھانکو، تم فوراً ہی اس کے دماغ تک پہنچ جاؤ گے۔"

میں سوچنے لگا۔ کتنے ہی چہرے ایسے تھے جو میری یادداشت میں محفوظ تھے پھوپھی اور زرینہ کو متواتر کئی سالوں سے دیکھتا آرہا تھا، ان کے چہرے اور آنکھیں میں کبھی بھول نہیں سکتا تھا۔ ان کے علاوہ بچپن سے جوانی تک کی یادیں تھیں۔ چچا جان، چچی، غزالہ اور ظہیر کے چہرے ایسے تھے کہ ہر وقت ان کی تصویریں نگاہوں کے سامنے کھنچ جاتی تھیں۔ اور جو میری زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی وہ میری بہن شاہینہ تھی۔ اس کے سامنے جتنے رشتے تھے جتنی محبتیں تھیں، وہ سب سے بیچ تھیں۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں اپنی بہن شاہینہ سے رابطہ قائم کروں گا۔

بابا جی نے میری سوچ کو پڑھ لیا۔ پھر میرے دماغ میں ان کا مشورہ گونجنے لگا۔

"یہ اچھی بات ہے کہ تم اس علم کی آغاز شی ابتدا اپنی بہن سے کر رہے ہو۔ تم نے بہن کے رشتے کو تمام خود غرض رشتوں پر ترجیح دی ہے۔ میری دعا ہے کہ تمہارا علم ہمیشہ نیک مقاصد کے لیے استعمال ہوتا رہے۔ اب میں تم سے رابطہ توڑ رہا ہوں۔ تم اپنی شاہینہ سے رابطہ قائم کرو۔"

میں نے ان کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے شاہینہ کا تصور کیا، پلک جھپکتے ہی اس کی معصوم صورت میری نگاہوں کے سامنے آگئی۔ میں اس کی مدوّن آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ بابا جی نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ میں اُبھرنے والی سوچوں کو اپنی اندرونی سماعت سے سننے لگا۔

پتہ نہیں شاہینہ کہاں تھی اور کس حال میں تھی لیکن میں اس کی سوچ کو سُن رہا تھا۔ وہ بہت ہی سہمے اور غمگین خیالوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اپنے کسی محبوب کے خیالوں میں گم تھی۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ میری بہن اپنے جیون ساتھی کا انتخاب کر چکی ہے۔ میں نے مزید معلومات کے لیے اس کے دماغ پر دستک دی۔

"شاہینہ!" میں نے اپنی سوچ کی قوت سے اسے پکارا۔

وہ شاید ٹھٹک گئی تھی۔ ایک ساعت کے لیے اس کی سوچ تھم گئی تھی۔ پھر اُس نے سوچا۔ "یہ کیا ہے؟ میں اپنے آپ کو شاہینہ کہہ کر کیوں مخاطب کر رہی ہوں؟"

اسی وقت میری سوچ نے کہا۔ "شاہینہ میں تمہاری سوچ ہوں۔ ہر انسان کے اندر دو مختلف سوچیں ہوتی ہیں۔ ایک مثبت دوسری منفی، ایک سوالیہ دوسری جوابیہ سوچ۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ انسان خود ہی سوالیہ انداز میں سوچتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے۔ لہٰذا میں تمہاری سوالیہ سوچ ہوں، بتاؤ کیا تمہیں اپنے فرہاد بھائی جان کی یاد نہیں آتی؟"

اس کے خیالات سنائی دیئے۔ "ہائے اللہ! میں اپنے بھائی جان کو کیسے بھول سکتی ہوں وہ ہی مجھے بھول گئے ہیں۔ تقریباً پانچ سال گزر گئے، انھوں نے میری خبر نہیں لی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ بھائی جان کو الزام دوں یا اپنی تقدیر کو۔ نہیں، میری تقدیر ہی خراب ہے۔ بھائی جان خود ہی امّی اور ڈیڈی کے ظلم کا شکار ہیں، وہ جلے وہ کس حال میں ہیں؟ شاید وہ یہاں ایک آدھ بار مجھ سے ملنے آئے ہوں مگر میں تو پنڈی میں رہتی ہوں۔ اب یہاں دور و زد کے لیے آئی تھی، سوچا تھا کہ شاید بھائی جان کی صورت نظر آجائے لیکن افسوس، آج شام کو واپس جا رہی ہوں....."

میں نے اس کی سوچ کو ٹوک دیا۔ "تم واپس نہ جاؤ۔ تمہارے بھائی جان کل تم سے آکر ملیں گے۔"

اُس کی آواز آئی۔ "میں مجبور ہوں، یہاں رُک نہیں سکتی۔ پرسوں سے ایم اے فائنل کے امتحان میں بیٹھنا ہے اگر آج نہ گئی تو تمام سال کی محنت ضائع ہو جائے گی۔"

میری سوچ نے کہا۔ "ہاں تعلیم کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ تمہیں ضرور جانا چاہیئے لیکن اس وقت تم سب کچھ بھول کر اس نوجوان کے متعلق سوچو، جسے تم اپنا ہمیوں ساتھی بنانا چاہتی ہو۔ اب فرض کرو کہ کبھی تمہارے بھائی جان نے اس نوجوان کا نام پوچھا تو کیا بتاؤ گی؟"

"جو نام ہے بتا دوں گی۔ کچہریوں کی کہ ان کا نام زبیر ہے، میرے کلاس فیلو ہیں۔ وہ ایک کروڑ پتی باپ کے اکلوتے بیٹے ہیں۔ انھیں اس بات پر ناز ہے کہ ان پر ہزاروں لڑکیاں مرتی ہیں۔ اسی لیے مجھے بھی وہ ان ہزاروں لڑکیوں میں سمجھتے ہیں لیکن میں سستی محبت کی قائل نہیں ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ مجھے اپنی شریکِ حیات بنالیں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے سوچنے کا انداز کیسے بدلوں۔ کاش کہ وہ میرے، صرف میرے ہی ہوتے۔"

میری شاہینہ مایوس ہو رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں مثبت سوچ کا اثر ڈالا۔ "تم فکر نہ کرو، زبیر تمہارا اور صرف تمہارا ہی ہوگا۔ تم دل لگا کر پڑھو اور اچھے نمبروں سے پاس ہو جاؤ۔ ایک کامیابی دوسری کامیابیوں کے راستے ہموار کرتی ہے۔ اس بات کا یقین کر کو کہ زبیر تمہاری کامیابی اور تمہاری ذہانت سے متاثر ہوگا فی الحال تمہیں صرف امتحان کے متعلق سوچنا چاہیئے۔"

"ہاں۔ واقعی مجھے صرف اپنے پرچوں کے متعلق سوچنا چاہیئے میری کامیابی اور ذہانت ضرور زبیر کو متاثر کرے گی۔ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ میں ہی صحیح معنوں میں ان کی شریکِ حیات بن سکتی ہوں۔"

وہ سوچتی رہی۔ میں نے اس سے خیالات کا رابطہ ختم کر دیا۔ میرا خیال تھا

کہ بوڑھے بابا ہم بھائی بہن کے خیالات کو پڑھ رہے ہوں گے لیکن میرے دماغ میں صرف میری ہی سوچیں تھیں، بابا جی نہیں تھے۔ شاید وہ اپنا فرض پورا کر کے پھر کہیں گم ہو گئے تھے مگر میں ان کا پیچھا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ میں ابھی بہت سی معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے فوراً ہی ان کا تصور کیا۔

میری نگاہوں کے سامنے ان کی تصویر اُبھرنے لگی۔ جھریوں بھرا چہرہ، سفید داڑھی، سفید بھنویں اور سر کے بال بھی سفید تھے۔ ان کے چہرے کے اطراف سفید دودھیا روشنی کا ہالہ تھا۔ میں ان کی بوڑھی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

وہ سوچ رہے تھے۔ "آہ! موت کے سرہانے لیٹ کر اس بات کا پختہ یقین ہو جاتا ہے کہ ہم ایک معیّنہ مدت سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ اپنی مختصر سی زندگی میں ہم کیسے کیسے تماشے کرتے ہیں۔ اس دنیا میں سب سے زیادہ دولت، عزت اور سب سے اونچا مقام حاصل کرنے کے لیے سو طرح کے علوم سیکھتے ہیں، اور پھر غلط راستوں پر چل پڑتے ہیں۔ میں نے بھی جوانی کے ایام میں اپنے علم سے ناجائز فائدے اٹھائے ہیں۔ مجھ سے ایسے جرائم سرزد ہوتے ہیں، میں ایسا گنہگار ہوں کہ اپنے ماضی کو یاد کر کے خود ہی شرم سے گردن جھکا لیتا ہوں۔

صرف انسان کا بڑھاپا ہی ایسا ہے جو اسے سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کرتا ہے اور نیکیوں کی طرف مائل کرتا ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ جب جوانی کا تمام جوش سرد پڑ گیا اور جوان عورتوں کے سامنے میرا بڑھاپا گھٹنے ٹیکنے لگا تب مجھے احساس ہوا کہ مرد تمام عمر عورت کو فتح نہیں کر سکتا اور دولت ہمارے ساتھ قبر میں نہیں جاتی۔ ہم جو کچھ اس دنیا سے چھینتے ہیں آخر کار اسی دنیا کی جھولی میں اسے واپس ڈال کر ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔

اس حقیقت کا علم ہونے کے بعد میں نے توبہ کر لی جیسا کہ ہر انسان بڑھاپے میں توبہ کرتا ہے معلوم ہوتا ہے یہ عادت ہمیں ورثے میں ملی ہے۔ ہم تو لوسو جُھے کھانے کے بعد فوراً نماز کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ آہ! ہمیں کس وقت خدا یاد آتا ہے۔ اب تو زندگی مجھ سے دُور ہوتی جا رہی ہے اور موت سرہانے آکر کھڑی ہو گئی ہے۔ میں نے ناجائز دولت کو ٹھکرا دیا ہے۔ عورتوں سے منہ موڑ لیا ہے۔ آج میری آخری سانسوں میں کوئی میرے ساتھ نہیں ہے۔ میں اس دنیا میں اکیلا آیا تھا، اکیلا جا رہا ہوں....."

بوڑھے بابا کی سوچ نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ میں نے فوراً ہی ان کے دماغ پر دستک دی۔

"بابا جی! بابا جی!! آپ تنہا نہیں ہیں، میں آپ کے ساتھ ہوں۔ مجھے پہچانیئے، میں فرہاد ہوں۔ ابھی کچھ دیر پہلے آپ نے مجھ سے خیال کا رابطہ قائم کیا تھا اور میری راہ نمائی کی تھی۔ آپ میرے وقت پر کام آئے ہیں، میں آپ کے وقت پر کام آنا چاہتا ہوں۔ مجھے بتایئے، اس وقت آپ کہاں ہیں؟ میں ابھی آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں۔"

جواب میں وہ اپنی سوچ کی لہریں میرے دماغ تک پہنچانے لگے۔

"بیٹے! میں نے اسی لیے تمہاری راہ نمائی کی ہے کہ تم ہمیشہ دوسروں کے کام آتے رہو۔ اپنے فائدے کے لیے کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ صرف اپنے جائز حقوق حاصل کرو۔ دشمن کو للکارے تو اس کا جواب دو ورنہ اسے مسکرا کر ٹال دو۔ اسی سے تمہیں عظمت اور برتری حاصل ہوگی۔ تم میرے کام آنا چاہتے ہو یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ تم اسی طرح میرے کام آسکتے ہو کہ میری نصیحتوں پر عمل کرتے رہو۔ جہاں تک میرے پاس آنے کا تعلق ہے تو تم نہیں آسکو گے۔ میں تم سے جتنا قریب ہوں اتنا ہی دُور ہوں، اور اپنی زندگی کی آخری چند سانسوں میں ساری دُنیا سے مقدر کر موت کو گلے لگانا چاہتا ہوں، تم کچھ خیال نہ کرو۔ میرے پاس ہی چند سانسیں ہیں، اور میں تنہائی میں اپنے اچھے اور بُرے اعمال کا حساب کر رہا ہوں تم میری سوچ میں دخل نہ دو۔ جو نصیحتیں کر چکا ہوں اس پر عمل کرو۔ تمہاری اچھائی سے میرے اعمال میں ایک اچھے عمل کا اضافہ ہو جائے گا۔ اچھا خدا حافظ۔"

یہ کہہ کر انھوں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اُن کی آخری خواہش کے مطابق میں نے بھی ان کی سوچ میں دخل نہیں دیا۔ مجھے ان سے بچھڑنے کا اس قدر صدمہ ہو رہا تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں بہت دیر تک وہاں گم سُم بیٹھا رہا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر گھر کی طرف چل دیا۔ وہ بوڑھے بابا سے میری آخری ملاقات تھی۔

بہر حال بابا جی نے مجھ میں اتنا حوصلہ اور خود اعتمادی بڑھا دی تھی کہ میں اپنے طور پر خیال خوانی کے علم میں عبور حاصل کرنے لگا۔ میرا دماغ ریڈیو سیٹ کی طرح عمل ہوتا گیا جس میں دنیا جہان کی آوازیں بھری ہوتی ہیں۔ ریڈیو کے کانٹے کو جس اسٹیشن پر لگایا جائے صرف اسی اسٹیشن کی آواز سنائی دیتی ہے میرے دماغ میں بھی ایک کانٹا تھا جسے توجہ کہتے ہیں۔ میں اپنی توجہ کو جس ہستی کے تصور پر مرکوز کر دیتا، اسی ہستی کی سوچ کی لہریں میری قوتِ سماعت تک پہنچنے لگتیں یہی عمل خیال خوانی یا ٹیلی پیتھی کہلاتا ہے۔ میں مسلسل محنتوں اور کاوشوں کے بعد اس مقام تک پہنچ گیا کہ میلوں دُور بیٹھی ہوئی کسی بھی ہستی سے دماغی رابطہ قائم کرنے لگا۔ صرف ایک شاہینہ ایسی تھی جس سے میں رابطہ قائم نہ کر سکا کیونکہ وہ سینکڑوں میل دور پنڈی میں رہتی تھی۔ میں نے ابتدا میں عملی تجربات کے لیے بار بار زرینہ کو اپنی معمول بنایا۔ زرینہ جہاں بھی ہوتی، جس حالت میں ہوتی لیٹی رہتی یا بیٹھی رہتی، میں اس سے دماغی رابطہ قائم کر لیتا۔ مجھے زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ میں سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ سے اس کے دماغ تک پہنچا دیتا تھا اور اس سے کہتا تھا۔

"تم میری تابع فرمان ہو۔ تم نے میری آنکھوں کو خوب غور سے دیکھا ہے اور ہمیشہ دیکھتی رہتی ہو۔ اس وقت اگر تم تنہا ہو تو چشمِ تصور سے میری آنکھوں کو دیکھو۔"

اس کی سوچ کی لہریں میرے دماغ تک پہنچیں۔ "ہاں میں تنہا ہوں۔ تمہاری آنکھوں کو اپنے سامنے دیکھ رہی ہوں۔ شمع کی لو کی طرح تمہاری آنکھیں چمک رہی ہیں۔ اللہ! میں کیا کروں، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کبھی تمہیں نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ تم میری محنہ ہو اور اب تمہارے احسانات کا بدلہ چکانے کا وقت آگیا ہے میں تمہیں اتنی دولت دوں گا کہ تم اتنی دولت کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتیں بس یہ آخری تجربہ ہے اس کے بعد میں تمہیں زحمت نہیں دوں گا۔"

میرا وہ آخری تجربہ بھی کامیاب رہا۔ وہ میری معمول بننے کے بعد میرے ہر حکم کی تعمیل کرتی رہی۔ اس عمل کے دوران اس کی آنکھیں کھلی رہیں۔ وہ چشمِ تصور میں میری آنکھوں کو دیکھتی رہی، اور میری سوچ کے زیرِ اثر چلتے پھرتے میرا کام کرتی رہی۔ ایسے وقت میں کسی کو قتل کرنے کا حکم دیتا تو وہ بے دریغ وہ بلا تامل اسے قتل کر دیتی۔ بہرحال میری ذہنیت مجرمانہ نہیں تھی ورنہ آج سے پانچ سال پہلے ہی میں اپنے چچا کو قتل کر دیتا مگر اب مجھ میں ایسی صلاحیتیں پیدا ہو گئی تھیں کہ میں خون خرابے کے بغیر اپنی زمینوں اور زمینوں سے حاصل کی ہوئی دولت اور جائداد ان سے واپس لے سکتا تھا۔

میں اب تک ایک لڑکی پر تجربات کرتا رہا اور اپنی صلاحیتیں آزماتا رہا۔ پھر یہ سلسلہ میں نے ختم کر دیا۔ ایک مدت کے بعد اپنی محدود دنیا سے باہر آ گیا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ میں پہلی بار اس وسیع دنیا کے میدانِ عمل میں آ گیا جہاں کتنے ہی ہنگامے اور قدم قدم پر لڑکانے والے اور انجانے دشمن میرا انتظار کر رہے تھے۔

میرا پہلا ٹارگٹ میرے چچا جان تھے۔

ایک شام میں لارنس گارڈن میں ذرا وقت گزارنے چلا آیا۔ میں اکثر ذہنی سکون اور دماغی طراوت حاصل کرنے یہاں چلا آتا تھا۔ یہاں کی سرسبز شاداب فضا اور رنگ برنگے پھولوں کے ماحول میں ساری تھکن اور پریشانیاں دور ہو جاتی تھیں۔ مسکراتی ہوئی حسینائوں کے گلرنگ چہرے اڑتے ہوئے آنچل اور مہکتی ہوئی ادائیں میرے دل و دماغ کے دریچے کھول دیتی تھیں اور ان میں جھانک کر کہتی تھیں کہ تمہارے علم و عمل کے آگے جہاں اور بھی ہیں، اور وہ جہانِ رنگ و بو صرف تمہاری زُلفوں میں ہے۔ کبھی اس جہان میں بھی قدم رکھ کر دیکھو۔

ہاں۔ میں نے خود کو بہت سنبھالا تھا، مگر میں ایک نوخیز حسینہ تھی اس کے باوجود اپنے جذبات کو کچلتا رہا تھا۔ میرے اندر کتنے طوفان مچل رہے تھے، یہ میں جانتا تھا، اور یہ بھی جانتا تھا کہ جب بھی یہ جذباتی طوفان میرے ضبط کے بندھن توڑ کر نکلیں گے، میں ایک تنکے کی طرح ان کی زد میں آ جاؤں گا اور اپنے عزائم کی تکمیل کا پھر کوئی راستہ مجھے نہیں ملے گا۔

میں تقریباً ایک گھنٹے تک پھولوں کی انجمن میں خراماں خراماں ٹہلتا رہا پھر گارڈن کے ایک دُور افتادہ گوشے میں آ گیا۔ رات کی سیاہی رفتہ رفتہ پھیلتی جا رہی تھی۔ اس طرف کسی کے آنے کا امکان نہیں تھا۔ میں ایک جھاڑی کے پیچھے آ کر گھاس کے فرش پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیے اور مراقبے میں چلا گیا۔

میرا رُخ شمال کی طرف تھا۔ شمال سے جنوب کو بہنے والی مقناطیسی لہریں میرے دماغ تک پہنچ رہی تھیں اور میں اپنے خیال کی لہریں چچا کے دماغ تک پہنچا رہا تھا۔ ان کی تصویر میری نگاہوں کے سامنے تھی لیکن ان سے خیال کا رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ بہت ساری آوازیں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ چچا جان مجھ سے سینکڑوں میل دور ہیں، اگر اس شہر میں ہوتے تو فوراً ہی رابطہ قائم ہو جاتا۔

میں تھوڑی دیر تک سوچ بچار کا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میں آج ہی سے اپنی زندگی کا ایک نیا باب کھولنا چاہتا تھا۔ میرے جسم پر معمولی سا لباس تھا۔ میری جیب میں گنتی کے پیسے تھے۔ میں لاکھوں کی جائداد کا حقدار ہو کر اب مزید مفلسی اور تنگ دستی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ چچی سے کچھ رقم حاصل کر کے اپنا کام چلانا چاہیئے کیونکہ چچی کے پاس بھی جو کچھ تھا وہ میرا ہی مال تھا۔ مجھے چوری نہیں کرنی تھی۔ جبراً کسی سے کچھ چھیننا نہیں تھا۔ اپنا ہی مال سُود و رسُود وصول کرنا تھا۔ یہ سوچ کر میں نے چچی سے دماغی رابطہ قائم کیا۔

میری نگاہوں کے سامنے پہلے ان کا چہرہ آیا۔ پھر جانی پہچانی نفرت سے بھری ہوئی آنکھیں۔ میں ان آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ان کی سوچ تک پہنچ گیا۔ پہلے مجھے گنگنانے کی آواز سنائی دی۔ یقیناً چچی صاحبہ مُڈھ میں اکر گنگنا رہی تھیں۔ میرے دماغ سے نکل رہے تھے اور مجھ تک پہنچ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد گنگنانا ختم ہو گیا۔ میں ان کے خیالات پڑھنے لگا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اس وقت وہ آئینہ کے سامنے ہیں۔ ان کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ میں ابھی تک جوان نظر آتی ہوں میرے ملنے والے سب ہی لوگ مجھے میرے بچوں کی ماں نہیں کہتے، بڑی بہن سمجھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ابھی تک بڑھاپا مجھ سے دور ہے۔ جہاں دولت ہو، کھانے کے لیے مرغن غذائیں ہوں اور خاوند بوڑھا ہو تو عورت ہمیشہ جوان رہتی ہے۔ آج کی تقریب میں میں نے مُردہ کی انگوٹھی اور میرے کی لاکٹ والا نیکلس پہن کر جاؤں گی۔ کہیں کہیں سے بخیلی کھانے والا بڑھاپا میرے جوابرات کی جگمگاہٹ میں چھپ جاتا ہے....."

وہ اپنی دولت اور اپنے بوڑھے شباب کے متعلق سوچ رہی تھیں، اور کسی تقریب میں جانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ اس سے پہلے ہی مجھے ان کے پاس پہنچنا تھا۔ میرے خیال نے ان کے دماغ پر دستک دی۔

"ہیلو بیگم ناصر!"

میری سوچ جیسے ہی ان کے دماغ تک پہنچی وہ ٹھٹھک گئیں۔ کیوں کہ ایک ساعت کے لیے وہ خالی الذہن ہو گئی تھیں۔ پھر انھوں نے سوچا۔

"یہ کیسی آواز ہے؟ کیا میں نے اپنے آپ کو بیگم ناصر کہا ہے؟"

"ہاں!" میرے خیال نے ان کے دماغ سے سرگوشی کی۔ "میں تمہارا دماغ ہوں۔ تمہاری سوچ ہوں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان خود سوچتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے۔ جواب دو، تم کہاں جا رہی ہو؟"

"غزالہ کی ایک سہیلی کے ہاں شادی کی تقریب میں جا رہی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ مگر جانے سے پہلے تمہیں کچھ بھولی ہوئی باتیں یاد کرنا چاہیئے۔ تم اُن آنکھوں کو یاد کرو جنھیں دیکھتے ہی تم ڈر جایا کرتی تھیں۔ ایکبار تم نے اپنے خاوند سے کہا تھا کہ اس لڑکے کی آنکھوں میں کوئی بدروح گھسی ہوئی ہے۔"

"ہاں!" چچی کی سوچ میں ایک ملمی سی 'ہاں' اُبھری۔ "ہاں یاد آیا۔ وہ بدبخت فرہاد کی آنکھیں تھیں۔"

"کیسی آنکھیں تھیں؟ ذرا ان آنکھوں کو تصور میں بلاؤ۔ دیکھو، دیکھو وہ آنکھیں تمہارے خیالوں میں روشن ہو رہی ہیں۔ انھیں توجہ سے دیکھو!"

"ہاں۔ وہ نظر آ رہی ہیں۔ تو ایسی ڈراؤنی آنکھیں ہیں۔ پہلے تو ایسی نہیں تھیں۔ اُف! مجھے کیا ہو گیا ہے۔ اس تصور سے نظریں ہٹانا چاہتی ہوں، مگر نہیں ہٹا سکتی۔ ایسا لگتا ہے جیسے میرا تمام وجود اُن آنکھوں سے چپک کر رہ گیا ہے یہ بدبخت اچانک ہی مجھے کیسے یاد آ گئیں؟"

میں نے خلا میں گھورتے ہوئے اُن کی سوچ کو اپنی گرفت میں رکھا۔

"ان آنکھوں سے تمہارے خوف و دہشت کا گہرا رشتہ ہے۔ تم ان آنکھوں کو دیکھتی رہو گی۔ دیکھتی رہو گی اور تم دیکھ رہی ہو۔ تمہارا تصور، تمہاری سوچ اور تمہارا دماغ ان آنکھوں میں ڈوبتا جا رہا ہے۔ تم اس دنیا سے غافل ہوتی جا رہی ہو۔ وہ آنکھیں حکم دے رہی ہیں۔ تم حکم کی تعمیل کر رہی ہو۔ بیٹھ جاؤ!"

ایک دراز توقف کے بعد میں نے پوچھا "کہاں بیٹھی ہو؟"

"میں نہیں جانتی کہ کہاں بیٹھی ہوں۔ ان آنکھوں کے سوا مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔"

"دوطرفہ بصیرت سے کام لو۔ اپنی دماغی آنکھوں سے فرہاد کی آنکھوں کو دیکھتی رہو اور ظاہری آنکھوں سے اپنے ماحول پر نظر رکھو۔ بولو تم کہاں بیٹھی ہو؟"

چند لمحوں کے بعد ان کی سوچ کی لہروں نے کہا: "میں سنگھار میز کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھی ہوں۔"

"ٹھیک۔ اب وہ آنکھیں تمہارے دماغ میں پیوست رہیں گی لیکن تم ظاہری آنکھوں سے اس دنیا کو دیکھتی رہو گی اور اپنے ملنے جلنے والوں سے حسبِ معمول باتیں کرتی رہو گی۔ مگر تمہاری سوچ کو وہ سنگدل سوچ اُن آنکھیں کنٹرول کرتی رہیں گی۔ اب وہ آنکھیں تم سے پوچھتی ہیں۔ بتاؤ تمہارا خاوند ناصر علی کہاں ہے؟"

"وہ اس وقت کراچی میں ہے۔"

"تمہارا بیٹا ظہیر کہاں ہے؟"

"ظہیر غزالہ کے ساتھ اُس کی سہیلی کی شادی کی تقریب میں گیا ہے۔"

"تمہاری دوسری بیٹی شاہینہ کہاں ہے؟"

"وہ پنڈی میں اپنے نانا کے ہاں رہتی ہے۔"

"اس وقت کوٹھی میں کتنے ملازم ہیں؟"

"ہمیں کھانے کی دعوت ہے، اس لیے باورچی کو چھٹی دے دی ہے۔ صرف ایک ملازم کوٹھی کی نگرانی کے لیے موجود ہے۔"

"چلو اپنی جگہ سے اٹھو اور اس ملازم سے جا کر کہو کہ ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ کوارٹر میں جا کر آرام کرے۔ جب ضرورت ہو گی تم اسے بلا لو گی۔ اور سنو! تم اپنی ہر حرکت کے متعلق سوچتی جاؤ کہ تم کیا کر رہی ہو اور کہاں جا رہی ہو؟"

وہ سوچنے لگیں۔ "میں کُرسی سے اُٹھ رہی ہوں۔ اپنے بیڈروم سے باہر نکل رہی ہوں۔ میں کاریڈور سے گزر رہی ہوں، اب میں ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی ہوں اور اب مجھے ملازم کو آواز دینا چاہیئے۔ چوکیدار! چوکیدار یہاں آؤ!"

تھوڑی دیر میں وہ چوکیدار کو حکم دے رہی تھیں کہ وہ کوارٹر میں چلا جائے، ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر وہ سوچنے لگیں۔

"چوکیدار واپس جا رہا ہے۔ میں بھی اپنے کمرے میں واپس جا رہی ہوں۔"

میں نے پوچھا "تمہارے کمرے کے آئرن سیف میں کتنے روپے ہیں؟"

"تیس ہزار روپے ہیں۔"

"اور کیا ہے؟"

"زمرد کی انگوٹھی اور زیورات کے سیٹ میں ہیرے کی لاکٹ والا نیکلس ہے۔"

"تمہارے پرس میں کتنے روپے ہیں؟"

"ڈھائی ہزار روپے ہیں۔"

"تم اپنا پرس لے کر باہر پورچ میں آ جاؤ۔ وہاں ایک اجنبی ٹیکسی میں آ رہا ہے۔ تم اسے پہچانتی ہو لیکن اسے نہیں پہچانو گی۔ تمہاری یادداشت سے وقتی طور پر اس کا چہرہ گم ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ تمہارے لیے ایک اجنبی ہو گا۔ تمہیں اس ٹیکسی کا کرایہ ادا کرنا ہے۔ بولو جب تک وہ نہ آئے تم پورچ میں کھڑی اس کا انتظار کرتی رہو گی۔"

"ہاں۔ میں انتظار کرتی رہوں گی۔"

"اچھا۔ وہ آ رہا ہے، پورچ کی طرف جاؤ۔"

چچی صاحبہ

میرے حکم کے مطابق عمل کر رہی تھیں اور اپنی ہر حرکت کے متعلق سوچتی جا رہی تھیں۔

"میں نے سنگھار میز پر سے اپنا پرس اٹھا لیا ہے۔ میں پھر اپنے بیڈروم سے باہر جا رہی ہوں — میں کاریڈور سے گذر رہی ہوں — اب میں ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی ہوں اور یہاں سے گذرتی ہوئی باہر پورچ کی طرف جا رہی ہوں — اور اب میں پورچ کے برآمدے میں آ کر کھڑی ہو گئی ہوں۔"

میری سوچ نے کہا "شاباش! اسی طرح کھڑی رہو۔ وہ اجنبی آ رہا ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے مراقبہ ختم کر دیا اور جھاڑیوں کے پیچھے سے اٹھ کر جانے لگا۔ اس وقت رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ بجلی کے قمقموں سے لارنس گارڈن دُور دُور تک روشن تھا۔ رومانی جوڑے کہیں بیٹھے ہوئے تھے، کہیں ٹہل رہے تھے۔ گارڈن کے ریسٹورنٹ میں دل پھینک قسم کے رئیس زادوں کی بھیڑ نظر آ رہی تھی۔ وہیں ایک میز پر قیصر نظر آ گیا۔

وہی قیصر جو غزالہ کا بوائے فرینڈ تھا اور پانچ سال پہلے جس کی میں نے اچھی طرح پٹائی کی تھی۔ اُس نے بھی مجھے دیکھ لیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ٹھنڈی بوتل پی رہا تھا۔ ہمارے درمیان تقریباً بیس گز کا فاصلہ تھا۔ میں نے فوراً ہی اس سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ مجھے گھور گھور کر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

"اچھا۔ تو یہ فرہاد کا بچہ اسی شہر میں ہے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ یہاں سے جا چکا ہے۔ سؤر۔ کمینہ۔ اس نے غزالہ کے سامنے مجھے مارا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ حسینہ ہاتھ سے نکل گئی۔ مجھے بزدل کہتی ہے۔ میں نے اس الو کے پٹھے سے انتقام نہ لیا تو میرا نام قیصر نہیں....."

اتنا سوچ کر وہ اپنے ساتھی سے مخاطب ہوا "بشیرے! اُس آدمی کو پہچان لے۔ وہ جو اُدھر سامنے والی روش پر کھڑا مجھے گھور کر دیکھ رہا ہے۔"

بشیرے نے پٹ کر میری طرف دیکھا چند لمحوں بعد وہ قیصر سے کچھ کہنے لگا۔ میں ایک وقت میں ایک ہی شخص سے ماضی رابطہ رکھ سکتا تھا اس لیے بشیرے کی باتیں نہ سُن سکا۔ البتہ اس کے بعد قیصر کا جواب سُنائی دیا۔ اس کی باتیں اس لیے سُنائی دے رہی تھیں کہ انسان بولنے سے پہلے سوچتا ہے۔ سوچنے اور بولنے کی قدرتی ترتیب یہ ہے کہ پہلے ذہن سے سوچ کی لہریں نکلتی ہیں۔ پھر وہ لہریں قوتِ گویائی تک پہنچتی ہیں۔ اس وقت میں قیصر کے بولنے سے پہلے ہی اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ وہ بشیرے سے کہہ رہا تھا۔

"اچھا تو تم اسے جانتے ہو۔ یہ شاید رہ میں رہتا ہے — ہاں بالکل ٹھیک — ایک اسکول مسٹریس کے ہاں رہتا ہے۔ مجھے بھی یاد آگیا۔ غزالہ کہتی تھی کہ اس کی پھوپھی ایک اسکول مسٹریس ہے۔ یار! تم پتہ چلاؤ کہ یہ کہاں آتا جاتا ہے۔ میں اسے گھیر کر مارنا چاہتا ہوں۔"

بشیرے نے کچھ کہا۔ قیصر نے اس کا جواب دیا۔

"نہیں۔ ابھی اسے چھیڑنا مناسب نہیں ہے۔ یہاں بیچ بچاؤ کرنے والے بہت سے لوگ آجائیں گے۔ میں اس کم بخت کو ایسی جگہ مارنا چاہتا ہوں جہاں پانی نہ ملے۔"

میں نے ماضی رابطہ توڑتے ہوئے اپنے دل میں کہا۔

"میں بھی اس وقت تم سے اُلجھنا نہیں چاہتا۔ میرے لیے اتنی ہی اطلاع کافی ہے کہ تم مجھ سے انتقام لینا چاہتے ہو۔ اب میں تم سے محتاط رہوں گا۔"

میں دشمنوں سے کترا کر گارڈن سے باہر آگیا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر کوٹھی کی طرف روانہ ہوگیا۔ بہت عرصے کے بعد میں ایک ٹیکسی کی آرام دہ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ میرے دشمن میری دولت سے خریدی ہوئی ایر کنڈیشنڈ کاروں میں کتنے مزے سے سیر و تفریح کرتے رہتے ہیں اور میں سڑکوں پر پیدل چلتا رہا ہوں۔ اب انشاء اللہ وہ پیدل چلیں گے اور میں ایر کنڈیشنڈ کار میں تفریح کے لیے نکلا کروں گا۔

میں زیادہ دیر خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہتا، زیادہ تر کام کیا کرتا ہوں۔ میں نے خوش آیند خیالات کو فوراً ہی ذہن سے جھٹک دیا اور دوبارہ سوچ سے رابطہ قائم کیا۔ میں نے خیالوں کی خاموش زبان سے پوچھا۔

"کیا کر رہی ہو؟"

"پورچ کے برآمدے میں کھڑی ہوں۔"

"تم بالکل تنہا ہو؟"

"ہاں۔ تنہا ہوں۔ چوکیدار جا چکا ہے۔ نہ جانے وہ اجنبی کب آئے گا؟"

"کیا تم تنہائی سے بور ہوگئی ہو؟"

"ہاں۔ انتظار سے کوفت ہو رہی ہے۔"

"واقعی بور ہی ہوگی۔ کچھ دیر پہلے تم آئینے کے سامنے گنگنا رہی تھیں۔ کوفت اور بوریت کو دُور کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کچھ گنگناتی رہو۔ تمھاری آواز بڑی سُریلی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ستر برس کی بڑھیا اپنی گذری ہوئی جوانی کا ماتم کر رہی ہے — وہ سسکتی ہوئی آنکھیں تمھیں حکم دیتی ہیں۔ گنگناؤ.....!"

یہ کہہ کر میں نے رابطہ توڑ دیا۔ پندرہ منٹ کے بعد جب ٹیکسی کوٹھی کے پورچ میں اُتری تو وہ بے سُری آواز میں گنگنا رہی تھیں۔

میں ٹیکسی سے اُتر کر باہر آیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے پہچانتی ہیں یا نہیں — نہیں، وہ میرے زیرِ اثر تھیں۔ میں نے ان کی یادداشت سے پُرانی جان پہچان کو مٹا دیا تھا۔ وہ مجھے خالی خالی نظروں سے دیکھتی ہوئی گنگنا رہی تھیں۔

میں نے ان کے ہاتھ سے پرس لیا اور اس میں سے پانچ روپے کا ایک نوٹ نکال کر ٹیکسی ڈرائیور کو دیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے پرس کے تمام روپے اپنی جیب میں رکھے۔ اسے خالی کر کے انھیں دیتے ہوئے کہا۔

"تم بہت اچھا گاتی ہو، اب بس کرو، میرے ساتھ آؤ!"

وہ میرے ساتھ چلتی ہوئی کوٹھی میں داخل ہوئیں۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ ان کی خوابگاہ میں پہنچ کر میں نے حکم دیا۔

"وہاں سامنے صوفے پر بیٹھ جاؤ!"

وہ بیٹھ گئیں۔ ان کے سامنے والے صوفے پر میں بیٹھ گیا۔ اس وقت بھی میں زبان سے کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا اور وہ اپنی سوچ کے ذریعے جواب دے رہی تھیں۔ میں نے پوچھا۔

"تمھاری سوچ پر میری آنکھوں کا پہرہ ہے۔ میری آنکھیں تم سے پوچھتی ہیں، بتاؤ تمھارے خاوند ناصر علی کے پاس زمینوں کے جو کاغذات ہیں، تم ان کے متعلق کیا جانتی ہو؟"

وہ سوچنے لگیں اور میں سُننے لگا۔

"میرے خاوند کے پاس دو قسم کے کاغذات ہیں۔ ایک اصلی ہیں جو زمینوں پر فریاد کے باپ تیمور عسل کی ملکیت ثابت کرتے ہیں، دوسرے کاغذات جعلی ہیں۔ یہ کاغذات میرے خاوند اور پٹواری کی مشترکہ سازشوں سے تیار کیے گئے ہیں۔ اس کے صلے میں ہم پٹواری کو ہر ماہ ایک ہزار روپے دیتے ہیں۔ فریاد کی پھوپھی اس فریب کو کسی حد تک سمجھتی ہے مگر ان کنگالوں کے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے کہ وہ برسوں تک زمینوں کے لیے مقدمہ لڑتے رہیں۔"

"زمینوں کے اصلی کاغذات کہاں ہیں؟"

"بینک کے لاکرز میں ہیں۔"

"لاکرس کے نام پر ہے؟"

"میرے نام پر۔"

"ناصر علی اتنی اہم دستاویزات تمھارے پاس کیوں رکھتا ہے؟"

"میں خود اسے اتنا موقع نہیں دیتی کہ وہ ایسی چیزیں اپنے پاس رکھے۔ کیا پتہ کل کو بھتیجے کی محبت جوش مارے اور وہ ایماندار بن کر اس کے کاغذات واپس کر دے۔ ایسی صورت میں میرا بیٹا کنگال ہو جائے گا۔ میرا خاوند میرے اشاروں پر ناچتا ہے۔ زمینوں اور دُکانوں کی تمام آمدنی میرے پاس لاتا ہے۔ یس وہ تمام رقم مختلف بینکوں میں رکھتی ہوں۔"

"تمھارے اکاؤنٹ میں کتنے روپے ہیں؟"

"پندرہ لاکھ ستر ہزار روپے ہیں!"

"زیورات کہاں ہیں اور کتنی مالیت کے ہیں؟"

"زیورات لاکرز میں ہیں۔ ان کی مالیت تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے ہے۔"

"اس وقت اس کمرے کے آئرن سیف میں تیس ہزار روپے اور زیورات ہیں؟"

"ہاں۔ تیس ہزار روپے اور زیورات ہیں۔"

"چلو اٹھو۔ اپنی کوئی اچھی نکالو اور سیف کے تمام روپے اور زیورات اس اٹیچی میں رکھ دو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئیں اور الماری کے پاس جا کر اسے کھولنے لگیں۔ بے چاری چچی جان کتنی اچھی تھیں۔ جس دولت کو بے ایمانی سے حاصل کیا تھا، اسے بڑی ایمانداری اور فرمانبرداری سے میرے حوالے کر رہی تھیں۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قریب آگیا۔ الماری میں بہت سے قیمتی ملبوسات نظر آرہے تھے۔ ہینگرز میں کتنی ہی قیمتی ساڑیاں لٹک رہی تھیں۔ مجھے زرینہ اور پھوپھی کا خیال آیا، جن کے پاس پہننے کے لیے برائے نام معمولی سے کپڑے تھے۔ میں نے تمام ساڑیاں اور گرم شالیں نکالتے ہوئے کہا۔

"انھیں بھی اٹیچی میں رکھ دو!"

انھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر وہاں سے اٹیچی اٹھا کر آئرن سیف کے پاس آئیں۔ سیف میں سوا دو لاکھ کے نوٹوں کی کئی گڈیاں اور زیورات کے کئی سیٹ رکھے ہوئے تھے۔ ان میں زمرد کی انگوٹھی اور میرے کی لاکٹ والا نیکلس بھی تھا۔ میں نے تمام چیزیں اٹیچی میں رکھوا دیں۔ مجوری ایسے خالی ہوگئی جیسے جھاڑو پھیر کر گرد صاف کر دی گئی ہو۔ میں نے اٹیچی کو بند کرتے ہوئے کہا۔

"جاؤ۔ واپس اپنی جگہ جا کر بیٹھ جاؤ!"

وہ صوفے پر آکر بیٹھ گئیں۔ میں اٹیچی اٹھا کر ان کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"مرحوم تیمور عسل کی زمینوں کے اصلی اور جعلی کاغذات تم لاکرز سے نکال کر لاؤ گی؟"

"لاؤں گی!"

"کل بینک ہولی ڈے ہے، پرسوں صبح تم میری آنکھوں کی رہنمائی میں بینک جاؤ گی اور وہ کاغذات لاکرز سے نکال کر میرے حوالے کرو گی!"

"کروں گی!"

"اب تم بتاؤ، میرا نام کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ تم میرے لیے اجنبی ہو۔"

"شاباش! میرے یہاں سے جانے کے بعد تم یہ بھی بھول جاؤ گی کہ یہاں کوئی اجنبی آیا تھا۔ بولو! اجنبی کو بھول جاؤ گی!"

"اجنبی کو بھول جاؤں گی۔"

"اچھا اب میں جاتا ہوں۔ ذرا اپنی سُریلی آواز میں گنگناؤ!"

وہ گنگنانے لگیں۔ میں نے اپنے ایک کان میں انگلی ٹھونسی، دوسرے ہاتھ سے اٹیچی اٹھائی اور ان کی گنگناہٹ سے دُور ہوتا چلا گیا۔

کوٹھی کے احاطے سے باہر آکر میں کچھ دُور تک پیدل چلتا رہا۔ پھر ایک ٹیکسی مل گئی۔ میں پچھلی سیٹ پر آرام سے پھیل کر بیٹھ گیا۔ اپنی پہلی کامیابی پر میں کس قدر نازاں و مسرور تھا، یہ بیان نہیں کر سکتا۔ ابھی زمین کے کاغذات حاصل کرنے کا ایک اہم مرحلہ رہ گیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ پرسوں اس مرحلے سے بھی گذر جاؤں گا۔

راولی روڈ سے گذرتے وقت میں نے سوچا کہ راستہ سنسان ہے۔ میرے پاس بھری ہوئی اٹیچی ہے اور عام طور سے ٹیکسی ڈرائیوروں کی ذہنیت مجرمانہ ہوتی ہے۔ مجھے اس ڈرائیور سے ہوشیار رہنا چاہیے اور اس کے دماغ میں چھپے ہوئے خطرناک ارادوں سے باخبر رہنا چاہیے۔

میں نے سیٹ کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں بند کر لیں اور اس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ ڈرائیور کرتا دھاتا لیکن ایک ذہنی کش مکش میں مبتلا تھا۔

"میں کیا کروں؟ مجھ سے چوری اور بے ایمانی کیوں نہیں کی جاتی؟ جی تو چاہتا ہے کہ جو بھی مالدار سواری آئے، اس کا گلا دبوچ کر ساری رقم چھین لوں۔ میں یہ ٹیکسی چلا کر بہن کی ڈولی نہیں اٹھا سکتا! اس کا جہیز پورا نہیں کر سکتا۔ اس زمانے میں ایک بھائی مجرم بن کر ہی بہن کے ہاتھ پیلے کر سکتا ہے۔ میرے دوسرے ساتھی کہتے ہیں کہ میں بزدل ہوں، مجرم نہیں بن سکتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ میری شرافت کو بزدلی کہا جاتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ جو بزدل ہوتے ہوں، وہ شریف بن کر جینے میں ہی بہتری سمجھتے ہوں لیکن سوچنے سمجھنے کے انداز میں بھی تو شرافت ہوتی ہے، خدا کا خوف ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بے ایمانی کے پیسوں سے بہن کو سہاگن بناؤں گا تو وہ سدا سُکھی نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں بداعمال کی سزائیں دے دیتا ہے....."

وہ سوچ رہا تھا اور میں سُن رہا تھا۔ انسان پیدائشی طور پر انسان ہی ہوتا ہے۔ وہ کبھی شیطان بن کر پیدا نہیں ہوتا۔ اس دنیا میں آنے کے بعد اس کے اندر نیکی اور بدی کی کش مکش پیدا ہوتی ہے۔ اس ڈرائیور کے اندر بھی وہی کش مکش جاری تھی۔ نیکی کا جذبہ غالب آتا تو وہ ہزار مصائب و مسائل کا سامنا کرتے ہوئے بھی اپنا ایمان برقرار رکھتا اور اگر بدی غالب آجاتی تو وہ مجھے چاقو یا ریوالور دکھا کر مجھ سے اٹیچی چھین کر لے جاتا۔

میں بڑی خاموشی سے اس کے خیالات پڑھتا رہا اور انتظار کرتا رہا

www.Paksociety.com

کہ آخر وہ کس فیصلے پر پہنچے گا؟ ٹیکسی تیز رفتاری سے بھاگی جارہی تھی۔ میں اپنی منزل کے قریب ہوتا جارہا تھا لیکن وہ کوئی فیصلہ نہ کر پایا۔ آخر کار اس نے جھلا کر سوچا۔ "میں اس سواری کی ایجی پر کیوں ہاتھ ڈالوں۔ کیوں کسی کو لوٹوں۔ ابھی تو ایمانداری کا ایک راستہ باقی ہے۔ جب کچھ نہ بن سکے گا تو میں بہن کو سہاگن بنانے کے لیے اپنی ٹیکسی بیچ دوں گا۔ بلا سے میری روزی روٹی کا یہ واحد ذریعہ فروخت ہوجائے لیکن ایک بہت بڑے فرض سے سبکدوش ہوجاؤں گا۔ ....."

میں نے اپنے محلے کے قریب پہنچ کر اس سے کہا۔ "بس یہاں روک دو۔"

ٹیکسی رُک گئی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"تم کچھ پریشان نظر آرہے ہو۔"

"جی صاحب جی۔ پریشانی تو ہر انسان کے ساتھ ہوتی ہے۔ کسی کے ساتھ کم ہوتی ہے، کسی کے ساتھ زیادہ۔ مشکل تو یہ ہے کہ ہم دن رات محنت کرکے بھی اس پریشانی کو دُور نہیں کرسکتے۔ ....."

"تم کتنے بھائی بہن ہو؟"

"صرف ایک بہن اور بوڑھی ماں ہے۔ باپ شرابی تھا۔ مرتے وقت اتنا قرضہ چھوڑ کر گیا کہ یہ ٹیکسی کے چار پہیے ابھی تک اسے ادا کرتے آرہے ہیں۔ پھر یہ کہ بہن کی شادی کی تاریخ مقرر کی تھی، وہ تاریخ بھی تیزی سے قریب آرہی ہے۔ وہ میری ایسی بہن ہے جسے میں نے گود میں کھلایا ہے۔ میں اس کے تمام ارمان پورے کرنا چاہتا ہوں۔"

اچانک ہی مجھے اپنی شاہینہ یاد آگئی۔ اس لمحے میرے اور ڈرائیور کے سینے میں ایک بھائی کا دل تھا اور اس دل میں بہن کی تمام خوشیاں پوری کرنے کے ارمان تھے۔ میں نے اس سے کہا۔

"ذرا یہاں آکر یہ ایجی اٹھا دو، بہت بھاری ہے۔"

وہ ذرا دیر کے لیے ہچکچایا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ ایجی کو ہاتھ نہیں لگانا چاہتا ہے۔ ایمان ڈگمگا جانے کا اندیشہ ہے۔ پھر وہ اگلا دروازہ کھول کر باہر آیا اور ایجی اٹھانے کے لیے پچھلا دروازہ کھول دیا۔ اسی وقت میں نے بھی ایجی کا منہ کھول دیا۔ اوپری سو اور پچاس روپے کی کتنی ہی گڈیاں نظر آرہی تھیں۔ وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ میں اس کی لی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ اس وقت کس طوفان میں گھرا ہوا ہے۔ میں نے نوٹوں کی ایک گڈی اٹھا کر کہا۔

"بڑی زبردست آزمائشوں کے بعد نیکی کا پھل ملتا ہے۔ میں اس میٹھے پھل کا مزہ تمہیں چکھانا چاہتا ہوں۔ یہاں میرے پاس آکر بیٹھو....."

وہ خاموشی سے پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔

"میری بہن کا نام شاہینہ ہے، تمہاری بہن کا نام کیا ہے؟"

"سکینہ!" اس نے جواب دیا۔

"نام دو میں گہرا رشتہ ایک ہے اس لیے سکینہ بھی میری بہن ہے۔ یہ میری طرف سے اس کی شادی میں خرچ کرنا....."

میں اس کی گود میں نوٹوں کی گڈیاں پھینکنے لگا۔ ایک — دو — تین — چار — وہ تقریباً چھ سات ہزار روپے تھے۔ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ شاید اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ایسے وقت اسے کیا کہنا یا کرنا چاہیے۔ میں نے زیورات کا ایک سیٹ نکال کر اس کی گود میں رکھا اور دو عدد ساڑیاں بھی رکھ دیں۔

یک بیک وہ جھک گیا۔ اس نے میرے گھٹنوں پر سر رکھ دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ بس اس وقت وہ یہی کرسکتا تھا۔ کچھ کہنے کے لیے یا شکریہ ادا کرنے کے لیے اس کے پاس الفاظ نہیں تھے اس لیے آنسوؤں سے کام لے رہا تھا۔

میری بھی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ پہلی بار اپنا جائز حق حاصل کرنے کے بعد میں اس دولت کا ایک حصہ ایک نیک مقصد کے لیے دے رہا تھا۔ میں نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔

"بس اب اٹھ جاؤ۔ آنسو پونچھ لو۔ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ خدا نے مجھے یہ، میں اپنی سکینہ بہن کو دے رہا ہوں۔ تم یہ چیزیں میری بہن تک پہنچا دو۔"

میں نے ایجی بند کرکے اسے اٹھایا اور ٹیکسی سے باہر آگیا۔ اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"لائیے، میں اسے آپ کے گھر تک پہنچا دوں گا۔"

"نہیں۔ تم یہاں سے واپس جاؤ۔ میرا گھر نہ دیکھو۔ مجھے بھول جاؤ۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ یہ احسان نہیں ہے۔ آسمانی امداد ہے۔ تم میرے کسی کام آنے کی بجائے گھر جاکر شکرانے کی نماز ادا کرو....."

یہ کہہ کر میں اس کا جواب سُنے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ دُور اندھیری گلی میں جاکر میں نے پلٹ کر دیکھا، وہ ابھی تک ٹیکسی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ شاید ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اسے ایمانداری کا پھل توقع سے زیادہ کیسے مل گیا؟ کہاں سے مل گیا؟ کیا آسمانی امداد اسی طرح ایک انسان کے ذریعے دوسرے انسان تک پہنچتی ہے؟

میں پھر پلٹ کر اپنے راستے پر جانے لگا۔ اب وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا۔ اس وقت رات کے دس بجے تھے۔ محلے کی گلیاں سنسان ہوگئی تھیں۔ سردی کی وجہ سے لوگ جلد ہی لحافوں میں دبک جاتے تھے۔ تمام گھروں کے دروازے اور کھڑکیاں بند ہوجاتی تھیں۔ میں اب اطمینان سے گھر کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ پھوپھی کا مکان گلی کے موڑ پر تھا جیسے ہی میں موڑ پر پہنچا، مکان کے دروازے پر کسی کا سایہ دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ گلی کی نیم تاریکی میں پہلے وہ سایہ پہچانا نہ گیا۔ پھر میں سمجھ گیا کہ وہ جمال ہے۔ گھر کے دروازے سے لگ کر کھڑے رہنے کا یہی مقصد ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ زرینہ سے عشق کر رہا ہے اور یہ بھی ظاہر ہو رہا تھا کہ زرینہ اب ضبط کے سارے بندھن توڑ کر جذبات کے سیلاب میں بہہ جانے کے لیے آمادہ ہوگئی ہے۔

میں دیوار کے ساتھ ساتھ بے قدموں چلتا ہوا جمال کے پیچھے آیا۔

ذرا سی آہٹ ہوئی تو وہ چوکنا مگر میں نے فوراً ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔ آدھے کھلے دروازے سے زرینہ ایک سائے کی طرح نظر آرہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ پیچھے ہٹ کر کمرے کی تاریکی میں گم ہوگئی۔ جمال میرے پنجے سے اپنی گردن چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اسے جھٹکا دیتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔

"جمال! اگر میں بات بڑھاؤں گا تو یہ لڑکی بدنام ہوجائے گی۔ میں اس بار تجھے چھوڑ دیتا ہوں، آئندہ میں نے اس گھر کے سامنے سے تجھے گذرتے دیکھا تو تیری لاش گرا دوں گا۔ جا بھاگ جا....."

میں نے اسے دھکا دیا۔ وہ گرتے گرتے سنبھل گیا۔ پھر تیزی سے بھاگتا ہوا چلا گیا۔ اس کے نظروں سے اوجھل ہونے تک میں وہیں کھڑا رہا۔ پھر دروازہ کھول کر اندر آگیا۔ زرینہ کمرے کے ایک گوشے میں لالٹین روشن کر رہی تھی۔ اپنا چہرہ چھپانے کے لیے وہ میری جانب پشت کیے کھڑی تھی۔

ایسے وقت اس کے خیالات کو سمجھنا لازمی تھا کہ عشق کی ناکامی کا اس پر کیا ردِعمل ہو رہا ہے، وہ کیا سوچ رہی ہے؟

ہاں وہ سوچ رہی تھی۔ "اللہ میں کیا کروں؟ میری چوری پکڑی گئی ہے — پکڑی گئی ہے تو میری بلا سے — میں کب تک فریاد سے ڈرتی رہوں گی؟ کیا میں عورت نہیں ہوں؟ کیا میرے جذبات نہیں ہیں؟ وہ خود تو پتھر ہے۔ نہ میرے پاس آتا ہے، نہ کسی کو آنے دیتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟ اچھی بات ہے۔ ابھی یہ مجھے میری غلطی پر ڈانٹے گا تو پہلے میں اپنے طور پر صفائی پیش کروں گی۔ اگر یہ نہیں مانے گا تو آج دو ٹوک فیصلہ ہوگا۔ میں ابھی شور مچاؤں گی کہ یہ میری عزت سے کھیلنا چاہتا ہے اور جھوٹ موٹ کسی جمال کا نام لیکر مجھ پر تہمت لگا رہا ہے۔"

میں پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ لڑکی واقعی لڑنے کی طرح اندر سے پک رہی تھی۔ جب تک اس کے اندر کی آگ سرد نہ ہوتی، اس کے سوچنے کا انداز کبھی نہ بدلتا۔ میں نے پھوپھی کی طرف دیکھا۔ وہ بے خبر سو رہی تھیں۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ ان کی معصوم اور شرمیلی بیٹی ان کے اعتماد کو دھوکا دے سکتی ہے اور مجھے خواہ مخواہ بدنام کرسکتی ہے اس لیے وہ بے چاری بڑے اعتماد سے گہری نیند سو رہی تھیں۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا زرینہ کے پاس آیا۔ اس کے بالکل قریب پہنچ کر میں نے محبت بھری سرگوشی میں اس کا نام لیا۔ "زرینہ!"

وہ جلدی سے اپنی صفائی پیش کرنے لگی۔ "میں نے دستک سُن کر دروازہ کھولا تھا۔ میں سمجھی تھی کہ تم آئے ہو۔ میں نہیں جانتی تھی کہ وہ جمال ہے۔"

اگر وہ جانتی کہ میں اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں تو اتنی معصوم بن کر کبھی اپنی پارسائی نہ جتاتی — جو کچھ بھی ہو، میں اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ لڑکی اپنے آپ کو سنبھال کر نہیں رکھ سکتی۔ اسے جب بھی موقعہ ملے گا، یہ کسی نہ کسی کو اپنے جسم کی سوغات پیش کرکے ہی رہے گی۔

میں نے بظاہر اس کی پارسائی کا یقین کرلیا۔ بحث کرنے سے بہتر یہی تھا کہ آج رات میں اس کی جھوٹی پاکبازی کا بھرم کھول دوں۔ میں نے کہا۔

"مجھے یقین ہے تم نے جمال کو نہیں بُلایا تھا۔ تم میرا انتظار کر رہی تھیں اس لیے کہ مجھ سے محبت کرتی ہو۔"

یہ کہہ کر میں اس کی طرف شوخی اور محبت سے دیکھنے لگا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ میں اتنی آسانی سے اس کی بات تسلیم کرلوں گا اور اتنی مدت کے بعد والہانہ انداز سے مسکرا کر دیکھوں گا۔ اچانک ہی اس کے چہرے پر تازگی آگئی۔ وہ شرمیلی اداؤں سے مسکراتی ہوئی بولی۔

"میں تمہارے لیے روٹی لے آؤں....."

"ابھی نہیں۔" میں نے اس کی طرف ایجی بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے میرے کمرے میں لیجاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ ایجی لیکر خاموشی سے سر جھکائے چلی گئی۔ میں پھوپھی کی چارپائی کے پاس آیا اور اُن کے قریب بیٹھ کر ان کے خوابیدہ دماغ کو پڑھنے لگا۔ ان کے دماغ میں عجیب گڈمڈ سے خیالات تھے۔ ایسے خیالات جو نہ تو خواب بن کر نظر آتے ہیں اور نہ جاگتے پر یاد رہتے ہیں۔ میں نے ان کے دماغ میں اپنے خیال کو پہنچایا کہ انھیں سکون سے گہری نیند سونا چاہیے اور صبح چھ بجے سے پہلے بیدار نہیں ہونا چاہیے۔

پھر وہاں سے اٹھ کر میں اپنے کمرے میں آیا۔ ایجی میز پر رکھی ہوئی تھی قریب ہی زرینہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ اس کے شانے پر سے دوپٹہ ڈھلکا ہوا تھا۔ شاید اس نے اپنی عادت کے مطابق جان بوجھ کر اسے ڈھلکا دیا تھا۔

مجھے اس وقت کی باتیں یاد آگئیں، جب میں نے پہلی بار تنویمی عمل سے زرینہ کو اپنی معمولہ بنایا تھا۔ اس نے تنویمی نیند کے دوران اپنے دل کے سارے بھید کھولتے ہوئے کہا تھا۔

"میں تمہارے کمرے میں کسی کام کے بہانے آتی تو جان بوجھ کر اپنے شانے سے دوپٹہ ڈھلکا دیتی تاکہ تم مجھے چھونے اور چھیڑنے پر مجبور ہوجاؤ....."

اس نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ اب میں ایک نئی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا اور یہ حقیقت کھل رہی تھی کہ ایک لڑکی ظاہری شرم و حیا کے لباس میں رہ کر بھی کیسے کیسے زاویوں سے مرد کو اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کردیتی ہے۔

میں نے سوچا کہ اسے جی بھر کر دیکھنے سے پہلے اس کے احسانات کا بدلہ چکا دینا چاہیے۔ میں پانچ سال سے اس گھر میں تھا۔ انھوں نے میری ذات پر جو کچھ خرچ کیا تھا، اب میں اس سے کئی گُنا زیادہ انھیں دے سکتا تھا۔ میں نے اس کی جانب ایجی بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اسے کھول کر دیکھو!"

وہ چند لمحوں تک چپ چاپ کھڑی رہی۔ اسے توقع تھی کہ میں اس کی طرف کھنچا چلا آؤں گا لیکن توقع کے خلاف میں اسے ایجی کھولنے کا فضول سا

حکم دے رہا تھا۔ مجبوراً اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے کھولا۔ پھر اس کے کھلتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔ وہ نوٹوں کو، کبھی زیورات کو اور کبھی ساڑیوں کو اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"اتنے روپے۔ اتنے زیورات۔ اتنی ساڑیاں۔ یہ کہاں سے لائے ہو؟ یہ سب کس کے لیے ہیں؟"

"لقد روپے میرے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "باقی زیورات اور ساڑیاں تمہارے لیے ہیں۔"

وہ حیرت اور بے یقینی سے میرا منہ تکنے لگی۔ میں نے زیورات کے ڈبے سے ہیرے کا جگمگاتا ہوا نیکلس نکالا پھر اس کے بالکل قریب آکر پوچھا۔

"تم نے کبھی اصلی ہیرا دیکھا ہے؟"

اس نے نفی میں سر ہلا دیا اور اس جگمگاتے ہوئے ہیرے کو دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔

"میں اس ہیرے کو تمہارے گلے کا ہار بنا رہا ہوں۔"

میں اپنے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے پیچھے لمبا کر نیکلس کی ہُک لگانے لگا۔ میں نے محسوس کیا، وہ جذبات کی شدت سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اگرچہ وہ برسوں سے ایک مرد کی قربت میں بسنے کے لیے تڑپ رہی تھی، اس کے باوجود اپنے ارمانوں کی پہلی دہلیز پر سہمی سہمی سی لرز رہی تھی۔

پچھلے کئی برسوں سے تنزیمی عمل کے دوران میں عامل رہا اور وہ معمولہ۔ اس وقت بھی وہ معمولہ تھی مگر ایک عامل کی طرح مجھے سحر زدہ کر رہی تھی۔ وہ مجھے ٹرانس میں لا رہی تھی۔ میں اسے ٹرانس میں لا رہا تھا۔ مٹھائی پر چاندی کا ورق چڑھا ہو تو بھلا لگتا ہے۔ عورت پر سونے چاندی کا لباس ہو تو بوجھ لگتا ہے۔ میں اس مٹھاس پر سے ایک ایک ورق اتارنے لگا۔ مٹھاس 'لذت' حرارت 'بے چینیاں' بے باکیاں' ایک نازک بدن میں کتنی سحر انگیزیاں چھپی ہوتی ہیں، انھیں میں سمجھ رہا تھا۔ کچھ سیکھ رہا تھا، کچھ اسے سکھا رہا تھا۔ میری زندگی کا ایک حسین اور رنگین باب کھل رہا تھا۔

طوفان ذرا دیر کے لیے تھم گیا۔

پھر تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ ہم نے مدتوں سے صبر و ضبط کا جو بند باندھ رکھا تھا، وہ اس رات ٹوٹ گیا تھا اور ہم بار بار جذبات کے طوفان میں تنکوں کی طرح اُڑے جا رہے تھے۔

پہلے کی بات اور تھی۔ میں اس لذت سے آشنا نہیں تھا۔ اب تو شیر کے منہ کو خون کا چسکا لگ گیا تھا۔ پیاس بجھنے کی بجائے بڑھتی جا رہی تھی۔ زرینہ نے رات کے دو بجے تک میرا ساتھ دیا۔ پھر میری دیوانگی دیکھ کر گھبرا گئی۔ مجھے بھانے بجھانے لگی اور ہاتھ جوڑ کر منتیں کرنے لگی۔ میں باز نہ آیا تو ایک بار وہ پانی پینے کے بہانے اٹھی اور بھاگ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

میں دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ اس وقت میری کیا حالت تھی، یہ میں ہی جانتا ہوں۔ یہ تو اپنے پیاسے کی بات ہوتی ہے۔ کوئی شراب کے ایک ہی پیگ میں مدہوش ہو جاتا ہے۔ میں کم از کم چھ پیگ ہضم کر سکتا تھا اور اس وقت مجھے صرف چار ہی پیگ ملے تھے۔ جس بوتل میں کچھ نہ رہا ہو، وہ بھلا کیا پلائے گی۔ میں اس کی مجبوری سمجھ گیا۔ وہ ٹوٹنا نہیں چاہتی تھی اور میں ظالم بن کر توڑنا نہیں چاہتا تھا اس لیے صبر کر کے بستر پر لیٹ گیا۔

دوسری صبح وہ اپنی چارپائی سے نہیں اٹھی، لحاف اوڑھے لیٹی رہی۔ اس کی ماں نے وجہ پوچھی تو اس نے بہانہ کر دیا کہ پچھلی رات اسے بخار آیا تھا، اب بھی کمزوری ہے۔ اٹھنے سے سر چکراتا ہے۔ میں اپنے کمرے سے اس کی باتیں سن رہا تھا اور اس خیال سے مسکرا رہا تھا کہ اس کی بے لگام جوانی کی ساری مستیاں ایک ہی رات میں دھل گئی ہیں۔ اب وہ بدنام ہونے کے لیے ورغلانے پر نہیں جائے گی اور نہ کسی جمال یا کمال کی آرزو کرے گی۔

میں اپنے بستر سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا۔ ساتھ ہی اینچی بھی لے گیا اور اسے چھپی کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ اتنے روپے اور زیورات دیکھ کر وہ حیران رہ گئیں۔ میں نے انھیں سب کچھ بتا دیا کہ وہ میرا مال ہے۔ سیدھے راستے سے نہیں ملا اس لیے ٹیڑھے راستے سے لایا ہوں۔ پہلے تو وہ بحث کرتی رہیں کہ میں نے مجرمانہ حرکت کی ہے لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ اسی ٹیڑھے راستے سے مجھے اپنی زمینوں کے کاغذات ملنے والے ہیں تو وہ خاموش ہو گئیں۔ میں نے گھر کے اخراجات کے لیے انھیں دو ہزار روپے دیے اور تمام زیورات ان کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"یہ سب زرینہ کے لیے ہیں۔ کہیں سے رشتے کی بات آئے تو فوراً اس کی شادی کر دیجیے۔ اب اس کے لیے جہیز کی کمی نہیں ہو گی۔"

میں نے ہزاروں روپے کے زیورات دے کر بڑی خوبصورتی سے انھیں یہ بات سمجھا دی کہ میں زرینہ سے شادی نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ زرینہ چارپائی پر لیٹی ہوئی مجھے گھور کر دیکھ رہی تھی اور اشاروں میں نارضگی ظاہر کر رہی تھی میں اسے نظر انداز کر کے پھپھی کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھیں۔

"میں لڑکی کی ماں ہوں۔ فرہاد کے سامنے زبان کیسے کھولوں کہ تم ہی میری بیٹی سے شادی کر لو۔ چلو کوئی بات نہیں۔ اتنے سارے زیورات ہیں اور فرہاد جہیز بھی پورا دے گا۔ میری بیٹی کے لیے ہزار رشتے آجائیں گے۔"

میں مسکرانے لگا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر زرینہ سے بولیں۔

"میں اسکول جا رہی ہوں۔ تمہارے لیے ڈاکٹر سے وہ الیکزنا ہمید کے ہاتھ بھیج دوں؟"

میں نے اینچی میں سے تین ہزار روپے نکال کر ان کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے رہنے دیجیے۔ آج آپ اسکول نہیں جائیں گی۔ آپ گلبرگ جائیے۔ چچا کی کوٹھی کے آس پاس کوئی کوٹھی خالی ہو تو اسے کرائے پر حاصل کیجیے۔ جتنے ماہ کی پیشگی رقم مانگی جائے، اسی وقت ادا کر دیجیے۔ میں چچا کے قریب رہ کر انھیں کنگال بنانا چاہتا ہوں۔"

پھپھی وہ رقم لیکر چلی گئیں۔ ان کے جانے کے بعد زرینہ ناراضگی سے بولی۔

"تم بے ایمان اور فریبی ہو۔ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے، پھر مجھے برباد کیوں کیا۔ کیا میری عزت اتنی سستی تھی کہ مجھ سے کھیل کر فوراً ہی آنکھیں پھیر لیں۔"

میں نے ناگواری سے کہا۔ "میں تم سے نہ کھیلتا تو کوئی دوسرا کھیل جاتا۔ مجھے نادان نہ سمجھو۔ میں نے تمہارے بے حیا جسم کو اس گھر سے باہر بھٹکنے نہیں دیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں نے نیک کام کیا ہے۔ تمہاری طرح میں بھی گناہگار ہوں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تمہاری بے حیائی کا افسانہ اس گھر کی چار دیواری سے باہر نہ جائے۔ اگر تم اپنی کسی رازدار سہیلی سے اپنی رنگین رات کا ذکر کرو گی تو میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔ تم بدنام ہوتی رہو گی اور میں کہیں دُور چلا جاؤں گا۔"

اس کی نظریں جھک گئیں۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی۔ میری بلا سے وہ کچھ بھی سوچے۔ میں نے اس کے خیالات کو پڑھنا ضروری نہیں سمجھا۔ وہاں سے غسل کرنے کے لیے چلا گیا۔ اس سے نظریں پھیر کر جانے کی وجہ یہ بھی تھی کہ اسے دیکھ کر پچھلی رات کی تشنگی بڑھ رہی تھی اور میں اچھی طرح سمجھتا تھا کہ آج وہ میرے کام نہیں آسکے گی۔ ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے بعد دل و دماغ ذرا ٹھنڈا ہوا۔ میں نے لباس پہنا۔ کچھ بڑے نوٹ جیب میں رکھے اور گھر سے نکل گیا۔

اس وقت تفریح کا موڈ ہو رہا تھا۔ خوب کھانے پینے، گھومنے پھرنے اور دونوں ہاتھوں سے دولت لٹانے کو جی چاہتا تھا مگر میں نے دل کو سمجھایا کہ کل تک مجھے صبر کرنا چاہیے۔ بینک کھلنے اور کاغذات لاکر کرنے نکلوانے تک مجھے چچی کی سوچ پر اپنا مکمل کنٹرول رکھنا تھا۔ اپنے اہم مقصد کو بھول کر وقت سے پہلے عیش و آرام کی طرف مائل ہونا دانش مندی نہیں تھی۔ یہ سوچ کر میں نے آرام طلبی کی بجائے دس میل کا فاصلہ طے کیا اور پھر انہی درختوں کے جھنڈ میں آکر بیٹھ گیا۔

اس وقت آدھا دن گذر چکا تھا۔ سورج سر پر چمک رہا تھا مگر درختوں کے سائے میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ میں ٹہلتی مار کر میرا تبے میں چلا گیا اور چچی کا دھیان کرنے لگا۔

چچی کے دماغ میں جھنجھلاہٹ اور پریشانی تھی۔ وہ سوچ رہی تھیں "میں کیا کروں؟ کس سے کہوں کہ تجوری خالی ہو گئی ہے۔ میں نے چابی اپنے بلاؤز کے اندر رکھی تھی۔ پھر کوئی چابی کے بغیر آئرن سیف کیسے کھول سکتا ہے؟ کل رات سے اس کمرے میں کوئی ملنے والا نہیں آیا، کوئی ملازم بھی نہیں آیا۔ عزالہ اور ظہیر شام ہی کو یہاں سے چلے گئے تھے۔ خود میں نے آئرن سیف کو نہیں کھولا، پھر وہ تیس ہزار روپے اور زیورات کہاں چلے گئے؟"

چچی صاحبہ میری ہدایت کے مطابق یہ بھول گئی تھیں کہ پچھلی رات کوئی اجنبی ان کے پاس آیا تھا۔ اب ان کے فرشتے بھی یہ معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ تجوری کیسے خالی ہو گئی۔

وہ سوچتے سوچتے ذرا ٹھٹھک گئیں۔ پھر ان کی سوچ نے کہا۔

"آں۔ کون عزالہ۔ آؤ بیٹی۔ دروازہ بند کر دو....."

میں سمجھ گیا کہ چچی کے کمرے میں عزالہ آئی ہے۔ اچانک ہی پانچ سال پہلے کی عزالہ تصور میں آگئی۔ میں نے چچی سے دماغی رابطہ توڑ کر عزالہ کی سوچ سے رابطہ قائم کیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"کیا بات ہے ممی۔ آپ بہت پریشان نظر آرہی ہیں؟"

جواب میں خاموشی چھا گئی۔ چچی کچھ کہہ رہی تھیں اور عزالہ سن رہی تھی۔ میں ایک ہی وقت میں دونوں سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد عزالہ کی سوچ نے کہا۔

"ممی! یہ کیسے ممکن ہے؟ جب چابیاں آپ کے پاس تھیں، اس کمرے میں کوئی نہیں آیا تو پھر تجوری خالی کیسے ہو گئی؟"

وہ یقین نہیں کر رہی تھی اور چچی شاید اسے یقین دلا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے لیے دونوں ماں بیٹی سے خیال کا رابطہ ٹوٹ گیا کیونکہ میں عزالہ کے تصور میں کھو گیا تھا۔

میں زندگی کے کسی موڑ پر بھی عزالہ کو پیار سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ مجھے اس سے نفرت تھی۔ یوں تو ہوش و حواس کے عالم میں ہر انسان گناہ سے نفرت کرتا ہے لیکن گناہ کرنے کا کوئی نہ کوئی جواز بھی پیدا کر لیتا ہے۔ اس وقت بھی میں یہ سوچ رہا تھا کہ زرینہ نے مجھے بدنام کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ میں نے اس کے منصوبے کو ناکام بنا دیا اور عزالہ تو مجھے خواہ مخواہ بدنام کر چکی ہے۔ میں ایک ناکردہ گناہ کا الزام اٹھائے پھر رہا ہوں پھر کیوں نہ میں اس کے حسن و شباب سے فیض حاصل کروں۔ انتقام تو میں ضرور لوں گا۔

انتقام کس طرح لوں گا، یہ میں نے نہیں سوچا۔ صرف یہ فیصلہ کر لیا کہ عزالہ سے آج رات ملوں گا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد پہلے میں نے چچی کی سوچ سے رابطہ قائم کیا۔ وہ کہہ رہی تھیں۔

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ میں تمہارے ڈیڈی سے کہہ دوں گی کہ سیف کی چابی گم ہو گئی ہے یا میں کہیں رکھ کر بھول گئی ہوں۔ اگر انھیں پانچ دس ہزار روپے کی ضرورت ہو گی تو تم اپنے پاس سے دے دینا۔ کل بینک کھلتے ہی میں تمہارے روپے واپس کر دوں گی۔"

پھر عزالہ کچھ کہتی رہی۔ اس کے جواب میں چچی نے کہا۔

"ہاں بیٹی۔ بس میں یہ چاہتی ہوں کہ تمہارے ڈیڈی کے سامنے سیف کھولنے کی نوبت نہ آئے۔ میں چھ بجے انھیں ریسیو کرنے ایئرپورٹ جاؤں گی۔ ابھی تین گھنٹے باقی ہیں۔ اب تم جاؤ، میں ذرا آرام کروں گی۔"

شاید عزالہ وہاں سے جا رہی تھی۔ میں چچی کو چھوڑ کر اس کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اب اس کے سوچنے کا انداز بدل گیا تھا۔ وہ اپنی ماں کے خلاف سوچ رہی تھی۔

"اونہہ! ممی مجھے نادان سمجھتی ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی یقین کرنے کی بات ہے کہ سیف آپ ہی آپ خالی ہوگیا۔ میں خوب سمجھتی ہوں۔ پچھلے کئی ماہ سے ممی سرفراز پر مہربان ہیں۔ اس کے لیے نئے نئے سوٹ بنواتی ہیں۔ اس نوجوان چھوکرے کے ساتھ کلبوں میں جاتی ہیں اور خود کو دھوکا دیتی ہیں کہ وہ بوڑھی نہیں ہیں۔ سرفراز جیسے قلاش نوجوان اسی طرح بوڑھی دولت مند عورتوں سے عشق کرکے اپنی زندگی عیش و آرام سے گذارتے ہیں۔"

وہ سوچتی ہوئی کوٹھی کے باہر آئی کیونکہ اب وہ چوکیدار کو مخاطب کر رہی تھی۔

"چوکیدار! کیا رات کو تم ڈیوٹی پر نہیں تھے؟"

اس کا جواب سن کر غزالہ نے ایک لمبی "ہوں" کے ساتھ سوچا۔

"ہوں۔ ممی نے رات آٹھ بجے چوکیدار کو چھٹی دے دی تھی اور خود یہاں تنہا تھیں۔ یقیناً انھوں نے اپنے عاشق کو بُلایا تھا۔ چوکیدار نے اپنے کوارٹر سے یہاں کسی گاڑی کے آنے اور جانے کی آواز سُنی تھی۔ سرفراز کسٹی ٹیکسی میں آیا ہوگا۔ میری ممی جان نے گذری ہوئی جوانی کی یاد تازہ کی ہوگی اور جس طرح ایک محبوبہ اپنے عاشق کے لیے جان بھی قربان کر دیتی ہے اسی طرح انھوں نے سرفراز کے لیے تجوری خالی کر دی ہوگی۔

اونہہ۔ بے چاری بوڑھی ممی! اپنی دولت سے جوانی کے خواب خرید رہی ہیں۔ اگر وہ اسی طرح نوجوان عاشقوں کو خریدتی رہیں تو پھر اس دولت میں سے ہمارا حصّہ کیا بچے گا؟ یہ ممی تو ہم سب کو کنگال بنادیں گی۔ مجھے اپنی فکر کرنی چاہیے۔ مال روڈ کی دُکانیں ظہیر کے نام پر ہیں۔ ڈیڈی کے مرنے کے بعد یہ کوٹھی اور شاہ کوٹ کی زمینیں بھی ظہیر کے نام ہوجائیں گی۔ اگر ممی کی عشق بازیوں کے باوجود لاکھ دو لاکھ روپے بچ رہے تو وہ بھی ظہیر کو ملیں گے۔ مجھے کیا ملے گا۔ جہیز کے نام پر تھوڑی سی خیرات ملے گی۔ نہیں! میں شاہینہ کی طرح احمق نہیں ہوں کہ اچھی خاصی دولت اور جائداد چھوڑ کر ناحان کے ٹکڑوں پر پلتی رہوں۔ میں ممی کی عاشقانہ کمزوریوں سے فائدہ اٹھاؤں گی۔ ان کی رازدار بن کر انھیں مجبور کروں گی کہ وہ مجھے بھی کچھ کمیشن دیا کریں۔ میں مال روڈ کی کوئی دُکان اپنے نام کھلواؤں گی۔ یا یہ کوٹھی اپنے نام کراؤں گی یا پھر اپنے طور پر کوئی جائداد بنانے کے لیے ان سے کم از کم ایک لاکھ روپے کا مطالبہ کروں گی۔ ممی نے محض ایک عاشق کے لیے سیف خالی کرنے کی جو حماقت کی ہے، مجھے اس حماقت سے فوراً ہی فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

وہ سوچ رہی تھی، میں سُن رہا تھا اور ان عورتوں کی ذہنی قلابازیوں کے عجیب عجیب تماشے دیکھ رہا تھا۔ میری طرح اس دنیا میں چند ہی لوگ ہوں گے جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے انسانوں کو ان کے اندر سے دیکھتے ہوں گے۔ ٹیلیویژن اور سینما کے اسکرین پر کوئی فلم اتنی دلچسپ، معلوماتی اور حیرت انگیز نہیں ہوسکتی جتنی کہ میں اپنے دماغ کی اسکرین پر دیکھ رہا تھا اور آیندہ بھی ہزاروں لاکھوں انسانوں کے اندر بیٹھ کر ان کے رازوں اور اسرار کی نقاب کشائی کرسکتا تھا۔

میں نے غزالہ سے خیال کا رابطہ ختم کر دیا تھا۔ اب ایک دولت مند باپ کی بیٹی اپنی دولت مند ماں کو کس طرح بلیک میل کرے گی اس سے مجھے دلچسپی نہیں تھی کیونکہ وہ بلیک میلنگ کے ذریعے جو کچھ حاصل کرنے والی تھی، وہ سب کچھ میں اس سے چھین سکتا تھا۔ فی الحال میں ظہیر کی طرف توجہ دینا چاہتا تھا۔ مجھے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ مال روڈ کی دکانیں اس کے نام پر ہیں لیکن مجھے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا تھا جس سے وہ دکانیں میرے نام ہوجائیں کیونکہ قانونی طور سے اصلی دستاویزات کے مطابق ان زمینوں کا مالک بن سکتا تھا لیکن اس کوٹھی پر اور دکانوں پر اپنی ملکیت ثابت نہیں کرسکتا تھا حالانکہ وہ سب کچھ میری ہی دولت سے حاصل کیا گیا تھا۔

میں سوچنے لگا کہ جھگڑے فساد سے وہ جائداد حاصل نہیں ہوگی۔ ایک طرف میں بچی کو معمولہ بنا کر ایک ہی جھٹکے میں دستاویزات حاصل کرنے والا تھا، دوسری طرف ظہیر کو بھی معمول بنا کر اسے مجبور کرتا تو وہ دکانیں میرے نام لکھ دیتا لیکن یہ بات دوسروں کو کھٹکنے لگتی کہ ظہیر نے فرہاد جیسے دشمن کے نام اپنی جائداد کیوں لکھ دی۔ ایسی صورت میں سب ہی یہ شبہ کرتے کہ میں نے کسی عمل یا تعویز گنڈوں سے ظہیر کو اپنی طرف مائل کر لیا ہے۔

کوئی نہایت ہی مناسب اور دانش مندانہ تدبیر سوچنے سے پہلے میں نے ظہیر کا تصور کیا تاکہ اس کے متعلق معلومات حاصل کروں۔ اس کی سوچ کو پڑھتے ہوئے پتہ چلا کہ وہ قدرے بیمار ہے۔ پچھلی رات شادی کی دعوت میں اس نے بہت زیادہ کھالیا تھا جس کی وجہ سے بدہضمی کا شکار ہوگیا تھا۔

اس کی سوچ کچھ یوں تھی۔ "آہ۔ پلاؤ قورمہ کھا کے کس مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ صبح سے دوپہر ہوگئی ہے۔ ابھی تک ٹائلٹ میں جانے آنے سے فرصت نہیں مل رہی۔ دوا سے کچھ افاقہ تو ہوا ہے لیکن شام کو کلب کیسے جاؤں۔ اگر وہاں پیٹ میں مروڑ اٹھنے لگی تو بار بار ٹائلٹ کی طرف بھاگتے دیکھ کر لڑکیاں ہنسی اڑائیں گی۔ نہیں وہاں جانا مناسب نہیں ہے۔ اب بھی درد محسوس ہو رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے پیٹ میں ایک گولا سا ہے جو اِدھر اُدھر گھوم رہا ہے۔ میں بھی کیسی باتیں سوچ رہا ہوں، یہ سب وہم ہے....."

اسی وقت میں نے موقعے سے فائدہ اٹھا کر اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ وہم نہیں ہے۔ میرے پیٹ میں واقعی ایک گولا ہے۔ اِدھر سے اُدھر گھوم رہا ہے۔ درد بڑھتا جا رہا ہے۔ ہاں سچ مچ درد میں اضافہ ہو رہا ہے۔"

اس کی سوچ سے پریشانیاں ظاہر ہونے لگیں۔ شاید وہ اپنے پیٹ پر اِدھر سے اُدھر ہاتھ پھیر کر دیکھ رہا ہوگا۔ میں اس کی حرکتوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا مگر اس کے خیالات سے اندازہ لگا سکتا تھا۔ وہ کمپن ہی سے وہمی اور نازک مزاج تھا اور میں اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کی ہی سوچ بن کر کہہ رہا تھا۔

"واقعی درد بڑھتا جا رہا ہے۔ میرے پیٹ میں جو گیس ہے، اس گیس کی وجہ سے گولے کا حجم بڑھتا جا رہا ہے۔ میں سانس لیتے ہوئے تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔ کیا۔ کیا میری سانسیں رُک رہی ہیں۔ لگ۔ کیا میں اتنی جلدی مرجاؤں گا.....؟"

اس کے خیالات ایک دم سے گڑبڑانے لگے۔ بیماری کے دوران موت کی دھمکی اس کے دماغ میں گھس گئی تھی۔ وہ فوراً ہی اللہ اللہ کرنے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں بیٹھ کر کہا۔

"ایسے وقت کلمہ پڑھنا چاہیے۔ پڑھو کلمہ شہادت....."

اس کی مثبت سوچ نے کہا۔ "کلمہ شہادت ـــ مگر یہ کیسے پڑھا جاتا ہے؟ مجھے یاد ہے، جب میں بچہ تھا اور جب ہم غریب تھے، اس وقت ممی نے کلمہ پڑھنا سکھایا تھا لیکن وہ تو بچپن اور غربت کی باتیں ہیں۔ اب تو ممی بھی کلمہ بھول گئی ہیں۔ یہ تو بہت پرانا دستور ہے۔ دولت مند گھرانوں میں ہیرے جواہرات ہوتے ہیں، شراب کی بوتلیں ہوتی ہیں، یورپ کے مینرز سکھائے ہوتے ہیں، صرف کلمہ نہیں ہوتا۔ وہ صرف دم نکلتے وقت یاد آتا ہے لیکن اس وقت تک ہم بھول چکے ہوتے ہیں ـــ ممی ـــ ممی جلدی آیئے ـــ میری طبیعت گھبرا رہی ہے۔ میری سانسیں رُک رُک کر آ رہی ہیں ـــ مجھے کلمہ پڑھایئے ممی.....!"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ایسی ماں کو آواز دینے کا کیا فائدہ جو اتنی سے ممی بن گئی ہو۔ مجھے خود ہی ذہن پر زور دے کر بھولے ہوئے ایمان کو یاد کرنا چاہیے ـــ ہاں مجھے یاد کرنا چاہیے۔ ایمان وقتی طور پر چھپ سکتا ہے، مرنہیں سکتا ـــ ہاں ٹھیک ہے ـــ مجھے کچھ کچھ یاد آ رہا ہے۔ وہ کلمہ کچھ یوں ہے۔"

میں رُک رُک کر، ٹھہر ٹھہر کر اس کی سوچ میں کلمہ پڑھنے لگا تاکہ وہ یہی سمجھے کہ اسے آہستہ آہستہ بھولا ہوا کلمہ یاد آ رہا ہے۔ جب اس نے دو تین بار اچھی طرح پڑھ لیا تو میں نے کہا۔ "ہاں! اب مجھے کچھ کچھ سکون مل رہا ہے۔ سانسیں درست ہو رہی ہیں ـــ کسی نے درست کہا ہے کہ دولت جسمانی آرام پہنچاتی ہے اور ایمان سے قلبی سکون حاصل ہوتا ہے۔ مجھے بھی ایک عجیب سی طمانیت کا احساس ہو رہا ہے۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ میں ظہیر کو بچپن ہی سے جانتا تھا۔ وہ مستقل مزاج نہیں تھا۔ اس کی سوچ ہمیشہ بدلتی رہتی تھی اس لیے مجھے یقین تھا کہ اب وہ کچھ دیر تک ایمان دھرم کی باتیں نہایت سنجیدگی سے سوچتا رہے گا۔

میں اس ویرانے سے اٹھ کر شہر کی طرف چل دیا۔ ظہیر کے متعلق میں نے سوچ لیا کہ میں کس انداز سے اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کروں گا۔ میرا منصوبہ یہ تھا کہ میں آہستہ آہستہ اس پر ایمان کا نشہ طاری کرکے اسے مولوی بنا دوں گا۔ وہ دولت سے اپنی دنیا سنوارنے کی بجائے ایمان سے اپنی عاقبت سنوارے گا اور ہاتھ میں تسبیح لیکر گوشہ نشینی اختیار کرے گا اور مال روڈ کی دکانیں شاہینہ کے نام لکھ دے گا۔ ظہیر کو نیک راستے پر لگا کر میں دکانیں اپنے نام پر اس لیے نہیں لکھوانا چاہتا تھا کہ پھر وہ نیکی نہ ہوتی۔ میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا کہ دکانیں اپنے نام کرنے کے لیے میں نے مذہب کو ایک حربے کے طور پر استعمال کیا ہے لہٰذا میں نے اپنی کوئی غرض یا لالچ نہیں رکھا۔ وہ دکانیں اسی کی بہن نیک طینت شاہینہ کے نام منتقل کرانے کا منصوبہ بنا لیا۔

شہر پہنچ کر میں نے دو سوٹ کا کپڑا خرید کر درزی کو دیا، چار جوڑے ریڈی میڈ خریدے۔ جوتے، چپلیں، شیونگ کا سامان، زرینہ اور پھپھو کے لیے کپڑے وغیرہ۔ جو بھی ضرورت کی چیزیں تھیں، وہ سب خرید کر گھر واپس آگیا۔ پھپھو میرا انتظار کر رہی تھیں۔ انھوں نے چپکے سامنے والی ایک کوٹھی کرائے پر حاصل کرلی تھی۔ وہ چچا جان سے جل بھن بیٹھی تھیں۔ ایک عرصے کے بعد چچا جان کے غرور کو نیچا دکھانے کا موقعہ مل رہا تھا اس لیے انھوں نے خاص طور سے ان کے سامنے کوٹھی حاصل کی تھی تاکہ دشمنوں کے سامنے رہ کر ان کی چھاتی پر مونگ دلتی رہیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا۔

"فرہاد! تم کہتے ہو کہ کل تمھیں اپنی زمینوں کے کاغذات مل جائیں گے اللہ کرے وہ کاغذات مل جائیں، اس کے بعد میں تمھارے ساتھ ناصر علی کے پاس جاؤں گی اور اصل کاغذات دکھا کر اسے دس جوتے لگاؤں گی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے انھیں سمجھایا۔

"غصّہ دکھانے سے کام بگڑ جائے گا۔ زمینوں کے کاغذات حاصل کرنے کے بعد بھی میں ان پر یہ ظاہر نہیں کروں گا کہ ان کی بہت بڑی کمزوری ہاتھ آگئی ہے۔ حالانکہ جعلسازی کے الزام میں انھیں عدالت تک گھسیٹ کر لے جاسکتا ہوں لیکن جب تک عدالت فیصلہ سُنائے گی، اس وقت تک انھیں دوسری جائداد اور نقد روپے کی حفاظت کا موقعہ مل جائے گا۔ وہ یہ ثابت کردیں گے کہ ان کی موجودہ کوٹھی، مال روڈ کی دکانیں اور بینک بیلنس سب کچھ ان کی کمائی سے حاصل کیے گئے ہیں۔ آپ خاموشی سے تماشہ دیکھتی جایئے۔ پہلے میں لاکھوں روپے کے بینک بیلنس پر ہاتھ صاف کروں گا۔ پھر انھیں کاغذات کی ہوا لگنے دوں گا۔"

"بیٹے! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے کس قسم کا عمل سیکھ لیا ہے۔ آخر تم کرتے کیا ہو؟ ذرا مجھے بھی بتاؤ کہ تمھاری وہ مغرور چچی تمھاری فرمانبردار کیسے بن گئی ہے؟"

"پھوپھی جان۔ کچھ راز ایسے ہوتے ہیں جو اپنے سگوں کو بھی نہیں بتائے جاتے۔ پھر یہ کہ آپ جان کر کریں گی بھی کیا؟ کیا آپ کے لیے اتنی خوشیاں کافی نہیں ہیں کہ ہمیں کامیابی نصیب ہو رہی ہے اور اب زرینہ کی شادی دھوم دھام سے ہوجائے گی۔"

زرینہ اپنی ماں کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔ میری باتیں سُن کر اُس نے "اونہہ" کے انداز میں منہ پھیر لیا۔ پھوپھی سر جھکائے شاید اپنی بیٹی کی شادی کے متعلق سوچ رہی تھیں۔ میں اپنے کپڑے لیکر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

جسم پر عمدہ لباس ہو۔ پاؤں میں نئے جوتے ہوں اور چہرہ کلین شیوڈ ہو تو شخصیت میں پہلے سے زیادہ نکھار آجاتا ہے۔ میں خود اپنے متعلق فیصلہ نہیں کرسکتا تھا کہ نیا اور مہنگا لباس پہننے کے بعد میری شخصیت میں

کیسی نمایاں تبدیلی آگئی ہے لیکن جب میں اپنے کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا تو منہ پھیرنے والی زرینہ مجھے یوں تکنے لگی جیسے اس کی نگاہیں مجھ سے چپک کر رہ گئی ہوں۔ اتنا تو سمجھ میں آگیا تھا کہ پھوپھی موجود نہ ہوتیں تو وہ بے اختیار گلے بھی مل جاتی۔ اس بار میں نے "اونہہ" کے انداز میں اس سے منہ پھیر لیا۔ پھوپھی کے پاس کوٹھی کی چابیوں کے دو سیٹ تھے میں نے ایک سیٹ لے کر کہا۔

"آپ زرینہ کے ساتھ کل شام تک کوٹھی میں آجائیں۔ یہاں یہ جتنی چار پائیاں، بستر، صندوق، پرانے کپڑے اور برتن ہیں، یہ سب غریبوں میں تقسیم کر دیجیے۔ کوٹھی کے لیے نئے سرے سے نیا سامان خرید اجائے گا۔"

میں تمام نوٹوں کی گڈیاں اور کپڑے وغیرہ ایک چھوٹے سوٹ کیس میں رکھنے لگا۔ پھوپھی نے کہا۔

"محلے کے کتنے ہی لوگ پوچھ رہے ہیں کہ ہم یہاں سے کہاں جارہے ہیں؟ میں نے جھوٹ کہہ دیا کہ فرہاد کے چچا نے صلح کر لی ہے، اب ہم ان کے ساتھ رہیں گے۔ میں نے سوچا کہ ہم اتنی بڑی کوٹھی میں رئیسانہ زندگی گذاریں گے، کہیں لوگ یہ نہ سوچیں کہ ہمارے پاس چوری یا اسمگلنگ کا پیسہ آگیا ہے اس لیے مجھے ان کے سامنے باتیں بنانی پڑیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "جب تک زمینوں کے کاغذات ہاتھ نہیں آتے، ہمیں مجبوراً جھوٹ بولنا ہی پڑے گا۔ اچھا میں چلتا ہوں۔ آپ کل شام کو آجائیں۔"

یہ کہہ کر میں نے سوٹ کیس اٹھایا اور زرینہ کی جانب دیکھے بغیر مکان سے باہر آگیا۔ باہر شام رخصت ہو رہی تھی اور دور دور تک شب رنگ آنچل پھیلتا جارہا تھا۔ میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر انارکلی پہنچا۔ وہاں سے میں نے ایک بریف کیس خریدا اور اپنی نئی کوٹھی میں آگیا۔ چچا جان کا مکان بالکل سامنے تھا۔ ہمارے درمیان صرف ایک سڑک گذرتی تھی۔ پھوپھی نے بہت ہی شاندار کوٹھی حاصل کی تھی۔ وہ کوٹھی صرف فرنیچر اور دیگر آرائشی سامان کی محتاج تھی۔ میں نے نوٹوں کی چند گڈیاں بریف کیس میں رکھیں۔ سوٹ کیس کو ایک کمرے میں لاک کیا۔ پھر گلبرگ مارکیٹ کے ایک فرنیچر ہاؤس میں آکر ڈرائنگ روم اور بیڈ روم کے لیے بہترین فرنیچر کا انتخاب کرنے لگا۔

اس دنیا میں جتنے کھیل ہوتے ہیں، سب پیسوں سے کھیلے جاتے ہیں۔ کل میرے پاس اتنے پیسے بھی نہ تھے کہ میں لنڈے بازار سے ایک جوڑا خرید سکتا۔ آج اتنی دولت تھی کہ میں دس ہزار روپے کے فرنیچر خرید کر لے گیا۔ رات کے گیارہ بجے تک کوٹھی کے ڈرائنگ روم اور بیڈ روم قالینوں، صوفوں، کرسیوں، میزوں اور مسہریوں سے آراستہ ہو گئے۔ اس کے بعد میں ڈنر کے لیے ایک چائنیز ریسٹورنٹ میں آگیا۔ وہاں کا ماحول نہایت ہی خوابناک اور رومان پرور تھا۔ آس پاس کی میزوں پر خوش نصیب جوڑے میز پر جھکے ہوئے کھا رہے تھے۔ کھانے سے زیادہ میٹھی سرگوشیاں کر رہے تھے اور زیر لب مسکرا رہے تھے۔ ٹیبل لیمپ کی روشنی کھانوں پر پڑ رہی تھی اور ان کے شیڈز حسین چہروں کو نیم تاریکی اور دھندلی روشنی کے مابین کچھ چھپا رہے تھے اور کچھ اجاگر کر رہے تھے۔ جب حسن صاف چھپتا بھی نہ ہو اور سامنے آتا بھی نہ ہو تو نگاہیں بار بار اسی طرف اٹھنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ شاید اسی مقصد کے لیے شیڈز لگائے گئے تھے۔

اس وقت ایک تنہا میز پر کھاتے وقت مجھے تنہائی کا شدید احساس ہونے لگا۔ آدھی رات گذر رہی تھی اور آدھی رات گذرتی نظر نہیں آرہی تھی۔ اس رومان پرور ماحول میں زرینہ کی رنگین صحبتیں یاد آگئیں۔ وہ پہلی دوشیزہ تھی جس نے مجھے انسانی مسرتوں کے ایک نئے زاویے سے آشنا کیا تھا۔ اب عورت کا جسم، نئی دلچسپیوں اور عشوہ طرازیوں سے مجھے اپنی طرف کھینچتا تھا۔ اس وقت بھی میں چاہتا تو آس پاس کی کسی مست شباب حسینہ کے خیالات کو پڑھ کر اسے اپنی طرف مائل کر سکتا تھا لیکن میں نے بہت پہلے ہی دل میں یہ عہد کر لیا تھا کہ اپنے علم کو گناہ یا کسی بھی غلیظ مقصد کے لیے استعمال نہیں کروں گا۔ جو خود ہی میری طرف مائل ہو جائے اسے قبول کرنے سے انکار نہیں کروں گا۔ یہ سوچتے ہی مجھے پھر عزالہ یاد آگئی۔ اس یاد کے ساتھ ہی اس کا سراپا نگاہوں کے سامنے طلوع ہو گیا۔ چاندنی سے تراشا ہوا بدن سفید نائٹی سے جھلمل جھلمل اشاروں کی طرح جھانکنے لگا۔ ایک مدت سے میں نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ ویسے دیکھے بغیر اتنا ضرور سمجھ گیا تھا کہ پہلے وہ فتنہ تھی اب قیامت بن گئی ہوگی۔

ایک وقت تھا جب اس نے خود کو میرے حوالے کرنا چاہا تھا اور میں نے نادانی میں اسے ٹھکرا دیا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پہلے لذت گناہ ملتی ہے، پھر بدنامی ملتی ہے لیکن عزالہ کے سلسلے میں، میں پہلے بدنام ہو چکا تھا اور ایک عرصے کے بعد اس تک پہنچنے کے لیے سوچ رہا تھا۔ وہاں تک پہنچنا میرے لیے مشکل نہ تھا۔ میں جانتا تھا کہ عزالہ میری موجودہ شخصیت کے سامنے پگھل جائے گی۔ اس کے لیے کسی علم و عمل کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ اگر ضرورت ہوتی تو بھی میں عزالہ جیسی قیامت کے لیے اپنے علم کو کام میں نہ لاتا۔ مضبوط ارادے اور مستحکم منصوبہ بندی میرے کردار کی خصوصیات ہیں۔ میں اپنے جذبات کو علم کی مٹھی میں بند کر سکتا ہوں مگر علم کو جذبات کے دھارے پر نہیں چھوڑ سکتا۔

آدمی کی سوچ صحت مند ہو تو وہ بہت ساری غلطیوں سے بچ جاتا ہے۔ اس وقت بھی میں نے یہی سوچا کہ اگر یہ آدھی رات میں کسی کی زلفوں کے سائے میں جاگتے ہوئے گذاردوں گا تو صبح چچی صاحبہ کی سوچ کو اپنے کنٹرول میں نہیں رکھ سکوں گا۔ دوسری صبح مجھے اپنی زندگی کی سب سے بڑی کامیابی نصیب ہونے والی تھی۔ اس کے لیے مجھے محتاط اور چاق و چوبند رہنا تھا اور اس کے لیے پُرسکون نیند اور مکمل آرام کی ضرورت تھی لہٰذا مجھے بہکنے کی بجائے سنبھلنا تھا اور چپ چاپ اپنے نئے بیڈ روم میں جا کر سو جانا چاہیے تھا۔

میں نے یہی کیا۔ ڈنر سے فارغ ہو کر اپنی کوٹھی میں آیا۔ اپنے بیڈ روم کے ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھ کر میں نے ایک سگریٹ سلگایا اور اس سگریٹ کے سلگنے تک اگلی صبح کے پروگراموں پر غور کرتا رہا۔ پھر سگریٹ بجھا کر بستر پر آیا۔ زندگی میں پہلی بار فوم کا ملائم لچکیلا بچھونا نصیب ہوا تھا۔ ایسے بستر پر

"کیا میں نے خود کو بیگم ناصر کہا ہے؟ ہاں پہلے بھی ایک بار خود کو بیگم ناصر کہہ چکی ہوں۔ ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے۔"

میری سوچ نے کہا۔ "ہاں ایسا پرسوں رات ہو چکا ہے! اس کے ساتھ ہی تمھیں وہ آنکھیں یاد آئی تھیں۔ دیکھو۔ دیکھو۔ وہ آنکھیں تمھارے تصور میں روشن ہو رہی ہیں۔ انھیں پہچانو۔ وہ کم بخت فرہاد کی آنکھیں ہیں۔ ایک بار تم نے کہا تھا کہ ان آنکھوں میں بدروح گھسی ہوئی ہے — بولو اب پہچان رہی ہو نا؟"

"ہاں پہچان رہی ہوں۔ وہ آنکھیں مجھے گھور رہی ہیں۔ میں انھیں نہیں دیکھنا چاہتی مگر دیکھتی جارہی ہوں۔ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے، میں کسی دوسری طرف کیوں نہیں دیکھ سکتی.....؟"

"تم کہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ تم ان آنکھوں کے زیر اثر ہو — یہ آنکھیں جو کچھ کہیں گی، تم اس پر عمل کرو گی۔ بولو عمل کرو گی۔"

"ہاں عمل کروں گی۔"

"پرسوں رات تم ان آنکھوں کے زیر اثر رہ چکی ہو۔ کیا تمھیں یاد آرہا ہے؟"

"ہاں، یاد آرہا ہے۔"

"تمھیں یہ بھی یاد آرہا ہے کہ ایک اجنبی تمھارے پاس آیا تھا۔"

"ہاں۔ ایک اجنبی آیا تھا۔"

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ بینک کے لاکر سے تیمور سل کی زمینوں کے اصلی اور نقلی دونوں دستاویزات اس اجنبی کو لا کر دو گی۔"

"ہاں۔ وعدہ کیا تھا۔"

"اب اپنا وعدہ پورا کرو۔ اپنی الماری سے لاکر کی چابیاں اور تمام بینکوں کے چیک بکس نکالو۔"

"الماری کہاں ہے؟ مجھے صرف دو سگنگتی ہوئی آنکھیں نظر آرہی ہیں۔"

"دو ذرا غیر ضروری آنکھوں سے کام لو۔ اپنی ظاہری آنکھوں سے اپنے آس پاس ماحول کو دیکھو اور باطنی آنکھوں سے ان سگنگتی ہوئی آنکھوں کو دیکھتی رہو۔ بولو تمھارے سامنے کیا ہے؟"

"ہاں نظر آرہا ہے۔ میرے سامنے آئینہ ہے اور مجھے کمرے کی ہر چیز نظر آرہی ہے۔"

"اب تم الماری کے پاس جاؤ۔ جیسا میں نے کہا ہے، ویسا ہی کرو اور اپنی ہر حرکت کے متعلق سوچتی رہو کہ تم کہاں جارہی ہو اور کیا کر رہی ہو؟ میرے حکم کے مطابق وہ اپنی ہر حرکت کے متعلق سوچنے لگیں۔

"میں الماری کے پاس جارہی ہوں — الماری کھول رہی ہوں۔ دراز میں لاکر کی چابیاں رکھی ہوئی ہیں۔ میں چابیاں اٹھا کر پرس میں رکھ رہی ہوں۔ چار مختلف بینکوں کی چیک بکس بھی اٹھا کر پرس میں رکھ رہی ہوں۔ دراز بند کر رہی ہوں — اب الماری بند کر رہی ہوں — اس کے بعد مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

قوا یسی نیند آتی کہ صبح کی خبر نہ ہوتی اور میں دن چڑھے تک سوتا رہ جاتا۔ لہٰذا سونے سے پہلے میں اپنے آپ کو ٹرانس میں لایا۔ اپنی آنکھیں بند کر کے میں نے کہا۔

"میں سکون سے گہری نیند سو رہا ہوں لیکن میرے احساسات مجھے صبح پانچ بجے بیدار کر دیں گے۔"

سونے کے اس انداز کو توقت ارادی کہتے ہیں یعنی ارادہ اس قدر مضبوط ہو کر خوابیدہ ذہن بھی وقت مقررہ پر بیدار کر دے — اور مقررہ وقت پر ٹھیک پانچ بجے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے ماہر کو دیکھا۔ چاروں طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دور مشرقی آسمان کے کناروں پر مدھم سی روشنی نظر آرہی تھی۔ میں ضروریات سے فارغ ہو کر چھت پر آیا۔ چھت پر صرف ایک کمرہ تھا جس کی چھت ٹاٹ کی تھی۔ میں اس کمرے میں بیٹھ کر حبس دم کی مشق کرنے لگا۔ یوں تو پرانایام کی ابتدا میں میں سانس آہستہ آہستہ لینے، اس سانس کو سینے میں روکنے اور پھر اسے آہستہ آہستہ چھوڑنے کی مشق کرتا رہا تھا لیکن اب میں ایک منٹ، دو منٹ، پانچ منٹ، پندرہ منٹ، آدھ گھنٹے اور ایک گھنٹے تک اپنے سینے میں سانس روکے رکھنے کی مشق کرنا چاہتا تھا! اس دنیا میں یوگا کی مشق کرنے والے چند ایسے لوگ ہیں جو چھ گھنٹے تک زمین میں زندہ دفن ہو جاتے ہیں۔ پھر چھ گھنٹے کے بعد زندہ سلامت اپنے مدفن سے نکل آتے ہیں۔

یوں بھی دیکھا جائے تو ہر جاندار کی زندگی کے لیے ہر پل سانس لینا لازمی ہے۔ اگر انسان اپنی سانسوں پر قابو پالے تو پھر اس سے بہت سی بیماریاں دور بھاگتی ہیں اور توقت میں حیرت انگیز اضافہ ہوتا ہے۔ ایک حبس دم کا ماہر طویل دوڑ لگانے یا گھنٹوں دشمنوں کا مقابلہ کرے، اس پر تھکن غالب نہیں آتی اور نہ ہی وہ کسی کمزور انسان کی طرح ہانپتا ہے۔ انھی فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے حبس دم کی مشق شروع کر دی۔

جب اچھی طرح دن نکل آیا تو میں نے مشق ختم کر دی اور ناشتہ کرنے کے لیے بازار کی طرف چلا گیا۔ تقریباً آٹھ بجے واپس آکر میں اپنے بیڈ روم کے قالین پر بیٹھی ہوئی تھی کہ بینک گھنٹے میں ایک گھنٹہ باقی رہ گیا تھا۔ میں نے مراقبے میں جانے کے بعد چچی سے دماغی رابطہ قائم کیا۔

اس وقت چچی صاحبہ ناشتے کے متعلق سوچ رہی تھیں۔ ان کا پروگرام تھا کہ وہ ناشتے کے بعد لباس تبدیل کریں گی۔ پھر اپنی کار میں بیٹھ کر بینک جائیں گی اور وہاں سے پچیس تیس ہزار روپے اور کچھ زیورات لا کر اپنے کمرے کے سیف میں رکھ دیں گی۔ چچا جان ابھی تک سو رہے تھے۔ ان کے بیدار ہونے سے پہلے ہی وہ بینک سے واپس آجانا چاہتی تھیں، تاکہ چچا جان کو سیف خالی ہونے کا علم نہ ہو۔

تھوڑی دیر بعد ان کی سوچ سے پتہ چلا کہ وہ لباس بدل چکی ہیں اور آئینے کے سامنے اپنے ہونٹوں پر لالی چڑھا رہی ہیں۔ اسی وقت میں نے ان کے دماغ پر دستک دی۔

"ہیلو بیگم ناصر!"

وہ ایک دم سے چونک کر سوچنے لگیں۔

Pakistani Literature

میں نے ہدایت کی "وہ دو آنکھیں تمھارے تعاقب میں ہیں وہ ست رہیں گی اور تم ظاہری آنکھوں سے اس دنیا کو دیکھتی اور سمجھتی رہو گی۔ ابھی اپنے کمرے سے نکل کر بینک جاؤ گی۔ تمھارے راستے میں جو بھی ملنے جلنے والا آئے تم حسبِ معمول اس سے باتیں کرو گی۔ ابھی تم کوٹھی سے نکل کر اپنی کار میں نہ جاؤ۔ پیدل چلتی ہوئی کوٹھی کے مین گیٹ سے باہر آ کر کھڑی ہو جاؤ۔"

ان کی سوچ مجھے بتانے لگی۔ وہ اپنے بیڈ روم سے نکل کر کاریڈور سے گذرتی ہوئی ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہی تھیں۔ اسی وقت ان کی سوچ نے کہا "میں چلتے چلتے رُک گئی ہوں۔ مجھے میرا خاوند آوازیں دے رہا ہے میں کیا کروں؟"

چچا جان رُکاوٹ بن رہے تھے۔ چچی کی توقع کے خلاف جلد ہی نیند سے بیدار ہو گئے تھے۔ میں نے کہا "اپنے خاوند سے مسکرا کر باتیں کرو....."

وہ باتیں کرنے لگیں۔ چچا جان نے ان سے کچھ پوچھا تھا۔ وہ جواب دے رہی تھیں "آپ۔ کیا آپ میرے ساتھ بینک جائیں گے لیکن میں تو...."

وہ کہتے کہتے رُک گئیں۔ میں نے فوراً ہی انھیں مشورہ دیا "اپنے خاوند سے کہو ٹھیک ہے ہم بھی جائیں گے۔ آپ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیجیے۔ اس وقت تک میں پاس والی کوٹھی سے ہو کر آتی ہوں۔"

انھوں نے میری ہدایت کے مطابق اپنے خاوند کو جھانسا دیا۔ اس کے بعد ان کی سوچ نے کہا "وہ اپنے کمرے کی طرف لباس تبدیل کرنے جا رہے ہیں۔ میں ڈرائنگ روم سے گذرتی ہوئی باہر جا رہی ہوں۔ باہر پورچ میں کار کھڑی ہوئی ہے لیکن میں ڈرائیور کو نہیں بلاؤں گی۔ میں مین گیٹ کی طرف جا رہی ہوں....."

ذرا دیر بعد انھوں نے کہا کہ وہ مین گیٹ کے باہر آ کر کھڑی ہو گئی ہیں۔ میں نے کہا۔

"اب تم سامنے دیکھو۔ تمھارے سامنے جو کوٹھی ہے اسے ذہن نشین کرو۔ بینک کے لاکر سے کاغذات نکال کر تم اس کوٹھی کے پچھلے راستے سے آؤ گی اور اس کوٹھی میں داخل ہو جاؤ گی۔ وہاں ایک کمرے میں وہ سلگتی ہوئی آنکھیں تمھارا انتظار کر رہی ہیں۔ اب آگے بڑھو اور کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر پہلے اس بینک میں جاؤ جس کے لاکر میں کاغذات رکھے ہوئے ہیں۔"

وہ حکم کی تعمیل کر رہی تھیں اور سوچتی جا رہی تھیں۔ تھوڑی دُور جانے کے بعد انھیں ٹیکسی مل گئی تھی۔ میں ان کے خیالات کو پڑھ رہا تھا اور اپنے بیڈ روم کے قالین پر بیٹھا ہوا ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ میں اس بات کے لیے بالکل تیار بیٹھا تھا کہ ان کے راستے میں کوئی رُکاوٹ آئے گی تو ان کی سوچ میں وہ کرا انھیں اس رُکاوٹ سے نکال کر لے جاؤں گا لیکن انھیں کسی خاص پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ انھوں نے بینک پہنچ کر منیجر سے ملاقات کی اور اس کی موجودگی میں لاکر کھول کر دستاویزات نکال لیں تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر میری کوٹھی کی طرف آ رہی تھیں۔

جب وہ کوٹھی کے پچھلے گیٹ تک پہنچ گئیں تو میں نے حکم دیا — "ٹیکسی ڈرائیور کو انتظار کرنے کے لیے کہو اور کوٹھی کے پچھلے دروازے سے آ جاؤ۔"

انھوں نے ڈرائیور کو انتظار کرنے کے لیے کہا اور میری رہنمائی میں کوٹھی کے اندر داخل ہو گئیں۔ میں انھیں بتا رہا تھا کہ ان کو کس کمرے سے گذرنا ہے، کس طرح کاریڈور کو پار کر کے میرے کمرے کے دروازے پر آنا ہے۔ اس کے بعد میں نے آنکھیں کھول کر دروازے کو گھورتے ہوئے کہا۔

"دروازہ کھولو.....!"

دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔ وہ سامنے سحر زدہ سی کھڑی تھیں اور سیدھی میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھیں۔ میں نے کہا۔

"اندر آ جاؤ اور میرے سامنے بیٹھ جاؤ۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمرے میں آئیں۔ پھر میرے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئیں۔

"وہ کاغذات میرے حوالے کرو۔"

انھوں نے پرس کھول کر تہہ کیے ہوئے کاغذات نکالے اور میری طرف بڑھا دیے۔ میں اصلی دستاویزات کو کھول کر پڑھنے لگا۔ وہ کاغذات بتا رہے تھے کہ میرے دادا مرحوم نے اب سے پچپن برس پہلے شاہ کوٹ کی زمینیں جو کہ پانچ سو ایکڑ کے رقبے میں تھیں، انھیں میرے والد مرحوم کے نام لکھ دیا تھا۔ انھوں نے چچا ناصر علی کو عاق کرنے کے بعد صرف میرے والد کو جائز اور واحد وارث قرار دیا تھا۔

دوسری دستاویزات جعلی تھیں۔ میں نے فی الحال انھیں پڑھنا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ ابھی بہت سارے کام پڑے تھے۔ ابھی چچی کے اکاؤنٹ سے نقد رقمیں حاصل کرنی تھیں۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنی آہنی الماری کھولی اور اس میں کاغذات کو حفاظت سے رکھ دیا۔ پھر خالی بریف کیس چچی کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"اسے اپنے ساتھ لیجاؤ۔ اپنے اکاؤنٹ سے ایک لاکھ روپے نکالو اور اس میں رکھ کر یہاں لے آؤ۔ جس ٹیکسی میں تم جاؤ گی اس کا کرایہ ادا کر کے اسے رخصت کر دینا۔ واپسی میں کسی دوسری ٹیکسی میں آنا — اب جاؤ....."

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئیں اور بریف کیس اٹھا کر میرے کمرے سے باہر چلی گئیں۔ بے چاری بہت ہی سمجھ دار تھیں۔ پچپن سے اب تک مجھ پر کتنے ہی ظلم توڑے تھے لیکن میرے والد مرحوم کی زمینوں سے حاصل کیے ہوئے لاکھوں روپے میرے ہی لیے حفاظت سے بینکوں میں رکھے تھے اور اب بڑی پابندی سے مجھے قسط وار ادا کر رہی تھیں۔

اب میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ وہ کس طرح میرے حکم کی تعمیل کرتی رہیں اور ہر ہفتے لاکھ دو لاکھ روپے بڑی فرمانبرداری سے مجھے لا کر دیتی رہیں۔ اس دوران میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ چچا جان کو کسی طرح بھی واقعہ ہونے کا شبہ نہ ہو۔ اس کے لیے چچی کے سیف میں پچاس ہزار روپے رکھوا دیے تھے تاکہ ضرورت کے وقت وہ کچھ طلب کریں تو چچی ان کی ضرورت پوری کر دیا کریں۔ غزالہ نے اپنے منصوبے کے مطابق اپنی ممی سے ایک لاکھ روپے طلب کیے تھے۔ دوسرے لفظوں میں وہ اپنی ممی کی آزادی بن کر رہنے کی قیمت چاہتی تھی۔ میں نے چچی کو حکم دیا تھا کہ وہ غزالہ کو ایک لاکھ روپے کا چیک دے دیں۔ یہ فیاضی میں نے اس لیے دکھائی کہ مجھے خود پر اعتماد تھا اور میں جانتا تھا کہ کسی دن بھی غزالہ سے وہ ایک لاکھ روپے مع سود وصول کر لوں گا۔ جب تک میں چچی کو کنگال بناتا رہا اس وقت تک غزالہ کو ذہن سے دُور جھٹکتا رہا۔ اسے دُور سے دیکھنے سے بھی کتراتا رہا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ اپنے حُسن و شباب کی نرمی و گرمی سے میرے حواس پر چھا جائے۔ جو خواہش مرد کو کمزور بنا دیتی ہے، میں اس خواہش کو بیدار کیے بغیر ہی واپس کر دیتا ہوں۔

بہرحال تین ماہ کے عرصے میں، میں نے چچی کے تمام اکاؤنٹس سے روپے نکلوا لیے۔ ان کے کسی اکاؤنٹ میں سو روپے اور کسی میں دو چار سو روپے برائے نام چھوڑ دیے۔ چچی کی گھبراہٹ اور پریشانیاں قابلِ دید تھیں۔ جب بھی میں انھیں اپنے عمل سے آزاد کرتا، وہ اپنے بینک اکاؤنٹس کو دیکھ کر اختلاجِ قلب میں مبتلا ہو جاتیں۔ اب وہ کس کے سامنے اپنی تباہی کی داستان سُناتیں؟ کوئی ان کی بات کا یقین نہ کرتا کہ دولت پُراسرار طور سے غائب ہو رہی ہے۔ غزالہ تو صاف کہہ چکی تھی کہ وہ نوجوانوں کے عشق میں مبتلا ہو گئی ہیں اور اس رازداری کا معاوضہ بھی اس نے وصول کر لیا تھا۔ ان کی ہائی سوسائٹی میں بھی یہ بات مشہور تھی کہ نوجوان لڑکے اس بوڑھی بیگم کے اطراف پروانہ وار گھومتے ہیں۔ چچا جان نے اب تک ان پر شبہ نہیں کیا تھا مگر جب دیوالیہ ہونے کا علم ہوتا تو وہ بھی یہ سوال کرتے کہ لاکھوں روپے جب اپنوں میں سے کسی کو نہیں دیے گئے تو پھر وہ کہاں گئے؟

اس کا جواب چچی کے پاس نہیں تھا۔ وہ بڑی ہیرا پھیری سے چچا جان اور گھر کے اخراجات کو سنبھال رہی تھیں اور اپنے بیٹے ظہیر کی دکانوں سے آنے والی آمدنی سے اپنی تباہی پر پردہ ڈال رہی تھیں۔ میں ان کے خیالات پڑھ کر یہ معلومات حاصل کرتا تھا۔ بس ایک بیٹا ہی ان کا سہارا رہ گیا تھا۔

ایسے وقت میں نے ظہیر کو ٹارگیٹ بنا لیا۔

ظہیر جیسا کمزور ارادے کا مالک بڑی آسانی سے میرا معمول بن گیا۔ ایک صبح لبرٹی مارکیٹ میں خلافِ توقع اس سے ملاقات ہو گئی۔ وہ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ایک دکان کی جانب دیکھ رہا تھا، جہاں اس کی گرل فرینڈ کچھ خریدنے کے لیے گئی تھی۔ میں کار کے قریب سے گذر رہا تھا کہ ظہیر کی نظریں مجھ سے ٹکرائیں۔ پہلے تو اس نے میرے قیمتی سوٹ کو حیرانی سے دیکھا۔ میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس وقت اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"اوگاڈ! کیا یہ فراڈیا ہے — نہیں، مجھے تو دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا ہے....."

اُس نے خود کو یقین دلانے کے لیے میرے چہرے کو دیکھا۔ چہرے کو دیکھا تو ہماری نظریں پھر ایک بار ٹکرائیں۔ میں نے فوراً ہی اس کی نظروں کو گرفت میں لے کر سوچ کے ذریعے کہا۔

"تم ان آنکھوں کو دیکھ رہے ہو۔ تم ان آنکھوں کو دیکھتے رہو گے۔ یہ آنکھیں تمھارے تعاقب میں ہیں اور تمھارے ذہن کی دستکوں کا معاوضہ کر رہی ہیں۔ اب تم میرے حکم سے سوچو گے اور میرے حکم سے بولو گے۔ بولو تمھارا نام کیا ہے؟"

"ظہیر ناصر!" اس کی آواز دُور کسی اندھے کنویں سے آئی۔

"میری یہ دو آنکھیں تمھارے تصور میں ہمیشہ روشن رہیں گی۔ تم ان آنکھوں کے زیرِ اثر رہو گے۔"

"میں ان آنکھوں کے زیرِ اثر رہوں گا۔"

"تم پرائی لڑکیوں سے نہیں ملو گے۔"

"میں پرائی لڑکیوں سے نہیں ملوں گا۔"

"یہ زندگی چار دن کی ہے۔ تم اس حیاتِ فانی کو یادِ الٰہی میں گذارو گے۔"

"یہ زندگی چار دن کی ہے۔ میں اس حیاتِ فانی کو یادِ الٰہی میں گذاروں گا۔"

"کیا تم یہاں کسی کا انتظار کر رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں شکیلہ کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ سامنے جنرل اسٹور میں گئی ہے۔"

"شکیلہ پرائی لڑکی ہے۔"

"ہاں۔ وہ پرائی لڑکی ہے۔ میں اس سے نہیں ملوں گا۔"

"تم یہاں سے کتابوں کی کسی دکان میں جاؤ اور وہاں سے ایسی کتابیں خریدو، جو نماز، روزے اور کلمات سیکھنے کے سلسلے میں تمھاری رہنمائی کر سکیں۔ کل صبح چھ بجے تک تم تعمیلی عمل کے زیرِ اثر رہو گے اور میری ہدایات کے مطابق اور دینی کتابوں کے مطابق عمل کرتے رہو گے....."

وہ میری ہدایات کو دُہرانے لگا۔ اتنے میں شکیلہ آ گئی۔ میں نے سوچ کے ذریعے ظہیر سے کہا۔

"شکیلہ کو پہچاننے سے انکار کر دو۔ تم یہاں سے تنہا جاؤ گے۔"

وہ دوسری طرف کا دروازہ کھول کر بیٹھنا چاہتی تھی، ظہیر نے تیور بدل کر پوچھا۔

"کون ہو تم؟ بغیر اجازت کار میں کیوں گھسی آ رہی ہو؟"

شکیلہ نے پہلے تو تعجب سے اسے دیکھا، پھر مسکراتی ہوئی بولی۔

"بہت خوب! تم ایسا بے تکا مذاق بھی کرتے ہو؟"

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ تم میرے لیے پرائی ہو، یعنی کہ نامحرم ہو۔ میں تمھارے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" وہ بولی "کیا تم واقعی سنجیدہ ہو؟"

"ہاں۔ میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ یہ زندگی چار دن کی ہے۔ اسے یادِ الٰہی میں گذارنا چاہیے۔"

اس بار شکیلہ نے تیور بدل کر طنزیہ انداز میں کہا۔

"مولوی صاحب۔ تم اتنے ہی پارسا ہو تو مسجد میں جا کر عبادت کرو۔ میرے شوروم کی کار میں بیٹھ کر میری توہین کر رہے ہو۔ اگر تمھیں اپنی عزت کا خیال ہے تو اپنے الفاظ واپس لو، مجھ سے معافی مانگو ورنہ میں دھکے دے کر اس کار سے باہر کر دوں گی۔"

تب پتہ چلا کہ وہ شکیلہ کے شوروم کی کار تھی اور ظہیر مالک بنا بیٹھا تھا۔ میں نے کار کی کھڑکی پر ہاتھ ٹیک کر ذرا جھکتے ہوئے ظہیر کے پاس بیٹھی ہوئی شکیلہ کو دیکھا۔ اس کی نظریں بھی مجھ پر جم گئیں۔ اتنی دیر بعد ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ اس سے پہلے جب وہ دکان سے نکل کر آ رہی تھی، تب میں نے صرف اس کے لباس کی جھلک دیکھی تھی۔ شکیلہ نے بھی شاید اس وقت مجھے نہیں دیکھا تھا کیونکہ اس کی آنکھیں میرے چہرے اور میرے لباس کو یوں تک رہی تھیں جیسے دکان کے شوکیس میں اپنے پسندیدہ گڈے کو دیکھ رہی ہو۔ گڈا میں نے اس لیے کہا کہ اس لڑکی کی آنکھوں میں ابھی بچپن کی معصومیت باقی تھی۔ اگر وہ جوان نہ ہوتی تو اس کے لیے یہی مشورہ مناسب ہوتا کہ وہ کسی کو برائے فرینڈ بنانے کی بجائے ابھی گڈے گڑیا سے کھیلتی رہے۔ میں نے ظہیر سے کہا۔

"یہ ایک نامحرم کی کار ہے۔ تمھیں یہاں سے پیدل ہی جانا چاہیے۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دروازہ کھولا۔ میں ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ وہ کار سے نکل کر چپ چاپ ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔ شکیلہ بھی کار سے باہر آ گئی تھی۔ وہ حیرانی سے کبھی ظہیر کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور کبھی مجھے سوالیہ نظروں سے تک رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"تعجب ہے۔ اس کے سوچنے کا انداز اچانک ہی بدل گیا ہے۔ کبھی اللہ رسول کا نام نہیں لیتا تھا مگر ابھی مولویوں کی طرح گفتگو کر رہا تھا۔"

میں نے کہا۔ "انسان کے دل میں کسی وقت بھی ایمان آ سکتا ہے۔ وہ بھی انسان ہے۔ ایمان کی تلاش میں جا رہا ہے۔"

"آپ کون ہیں؟" اس نے پوچھا۔ "آپ نے اسے پیدل جانے کے لیے کہا، وہ پیدل چلا گیا۔ کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے؟"

"بظاہر عجیب سی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ میرا مقروض ہے۔ تمھارے یہاں آنے سے پہلے میں اپنی رقم کا تقاضا کر رہا تھا۔"

"مجھے یقین نہیں آتا۔" وہ کہنے لگی۔ "مال روڈ پر اس کی دو دکانیں ہیں۔ سنا ہے کہ ہر ماہ پچیس تیس ہزار روپے کی آمدنی ہے۔ پھر یہ مقروض کیسے ہو سکتا ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "آمدنی لاکھ روپے کی ہو تب بھی ضرورتوں کے لیے ہاتھ پھیلاتا رہتا ہے۔ وہ اس لیے یہاں سے چلا گیا کہ میں تمھارے سامنے پھر تقاضا کروں گا۔"

وہ قائل ہو کر بولی۔ "ہاں۔ یہ میں نے بھی سنا ہے کہ ظہیر جوئے اور ریس کا شوقین ہے۔"

"تم اسے کب سے جانتی ہو؟"

اس نے مجھے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ آپ مجھے تم سے کیوں مخاطب کر رہے ہیں؟ ہمارے درمیان بے تکلفی تو نہیں ہے؟"

اس کے دیکھنے کے انداز میں تیکھا پن تھا مگر آنکھوں میں بچپنا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی بچی مجھ سے بڑی عورت کا کھیل کھیل رہی ہے۔ میں نے جواب دیا۔

"میں بچوں کو تم سے مخاطب کرتا ہوں۔"

وہ کار کے سامنے سے گھومتی ہوئی میرے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اپنی کمر پر ہاتھ رکھ کر اور سینہ تان کر بولی۔

"کیا میں بچی نظر آتی ہوں؟ کیا تمھاری آنکھیں کمزور ہیں؟"

میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ وہ ایسے بھرے بھرے بدن کی لڑکی تھی کہ بدن کی شادابیاں لباس سے بغاوت کرتی نظر آ رہی تھیں۔ اس نے راستے کا خیال کیا تھا نہ آس پاس سے گذرنے والے لوگوں کی پروا۔ وہ بے دھڑک خود کو نمایاں کرنے میرے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس کا یہ انداز بتا رہا تھا کہ وہ شکار کھیلنے والی لڑکی ہے۔ میں فوراً ہی اس کے خیالات کو پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"ہوں۔ یہ مجھے سر سے پاؤں تک دیکھ رہا ہے۔ دلچسپی سے دیکھ رہا ہے۔ اوپر سے کیسا پتھر نظر آتا ہے، گلا نار سے گھلا ہوا ہے اور اسے گھلنا چاہیے۔ ظہیر تو اب یہ کار نہیں خریدے گا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ خریدے۔ میں بھی عجیب ہوں۔ غصہ دکھا کر ظہیر کو ناراض کر دیا۔ ایک گاہک ہاتھ سے نکل گیا، اب دوسرے کو آزمانا چاہیے مگر یہ خاموش کیوں ہے.....؟"

میری خاموشی کا خیال آتے ہی اس نے پوچھا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ کیا میں بچی نظر آتی ہوں؟"

میں اس کی تکنیک کو سمجھ گیا۔ پہلے وہ اپنی نمائش کر کے ثابت کرتی کہ وہ بچی نہیں ہے۔ پھر میری زبان سے اگلوائی کہ وہ جوان ہے۔ میں عام نوجوانوں کی طرح اس کے حسن و شباب کے گن گاتا۔ اس طرح ہماری مختصر سی ملاقات رومانس کی طرف کروٹ بدلتی۔ پھر وہ رومانس کی بھول بھلیوں میں کار کا سودا کرتی۔ ظہیر نے نہیں لی، تم خرید لو۔ صرف کار کی قیمت دینا میں کمیشن کے طور پر مل جاؤں گی۔"

میں نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اس کا تیر نشانے پر بیٹھا ہو۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"ہاں۔ تمھارا سراپا دیکھ کر بہکنے کو جی چاہتا ہے مگر افسوس کہ ہم بے تکلف نہیں ہیں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "مگر تم بے تکلفی سے بہت کچھ کہہ گئے ہو۔ مرد بڑے چالاک ہوتے ہیں۔"

"عورتوں سے زیادہ نہیں ہوتے۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "ویسے ابھی تم شوروم کی بات کر رہی تھیں۔ کیا ظہیر یہ کار خریدنا چاہتا تھا؟"

"ہاں۔ پتہ نہیں کیسے کایا پلٹ گئی۔ وہ ایک دم سے مولوی بن کر

چلا گیا۔"

میں نے کار کی باڈی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"عجیب بات ہے۔ میں بھی آج اسی ارادے سے نکلا تھا کہ اپنے لیے ایک اچھی سی کار پسند کروں۔"

اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ میں نے اس کی سوچ کو پڑھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "مجھے فوراً ہی اپنے مطلب کی بات نہیں کرنی چاہیے ورنہ یہ کار کی قیمت گرائے گا۔ مجھے اس کار کی اہمیت جتانا چاہیے۔"

وہ مخربانہ انداز میں کار سے ٹیک لگا کر بولی۔

"یہ نیا ماڈل ہے۔ پچپن ہزار کے کتنے ہی گاہک ہیں۔ میں ظہیر کو دوستی کی وجہ سے پینتالیس ہزار میں دے رہی تھی۔ اچھا ہوا وہ چھوڑ کر چلا گیا۔ اب اسے شوروم میں لے جاؤں گی تو دس ہزار زیادہ میں لے گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "ہاں۔ اتنا بڑا منافع چھوڑنا نہیں چاہیے۔ تم اسے اپنے شوروم میں لیجاؤ۔"

وہ ذرا گھبرا سی گئی۔ اسے توقع تھی کہ میں بھی ظہیر کی طرح پینتالیس ہزار کی بات کروں گا۔ مجھے کتراتے دیکھ کر وہ فوراً ہی کار کا دروازہ کھولتی ہوئی بولی۔

"میرا ورائٹو کرنے کا موڈ نہیں ہے۔ کیا عم مجھے پلازہ تک لے جاؤ گے۔ پلیز!"

اس نے بڑی عاجزی سے پلیز کہا۔ میں نے اسے مزید پریشان کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ کار کے سامنے سے گھومتی ہوئی میرے پاس والی سیٹ پر آ گئی۔ میں نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"شوروم کہاں ہے؟"

"پلازہ سینما کے پاس ہے۔ ویسے یہ بتاؤ، اس گاڑی کی رننگ کیسی ہے؟"

"بہت عمدہ ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی حسینہ کی ملائم آغوش میں سفر کر رہا ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی۔ "معلوم ہوتا ہے، بہت عرصے کے بعد گاڑی چلا رہے ہو۔ تمھارے پاس کون سی گاڑی تھی؟"

"میرے پاس گاڑی نہیں تھی۔ اب ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ کار نہ ہو تو لڑکیاں متوجہ نہیں ہوتیں۔ کار ہو تو خود ہی ہاتھ ہلا کر راستہ روکتی ہیں۔ باہر کھڑی ہو کر لفٹ مانگتی ہیں۔ اندر بیٹھ کر لفٹ دیتی ہیں۔"

وہ ہنستی ہوئی کھسک کر میرے قریب آ گئی۔

"میرے متعلق کیا خیال ہے؟ میں نے بھی پلازہ تک لفٹ مانگی ہے۔"

"ہاں — مگر کار تمھاری ہے۔"

"یہ تمھاری بھی ہو سکتی ہے۔ یہاں کسی کے شوروم میں اتنی اچھی گاڑی نہیں ہے۔"

"تم اسے کس کے شوروم سے لائی ہو؟"

"میرے انکل کا شوروم ہے۔"

"پھر تو تمھاری وجہ سے تمھارے انکل کا کاروبار خوب چل رہا ہو گا۔ تمھارے ساتھ کسی گاڑی میں بیٹھنے کے بعد مجال ہے کہ کوئی گاہک ہاتھ سے نکل جائے۔"

وہ پھر ہنستی ہوئی بولی۔ "اس کا مطلب ہے کہ تم ہاتھ سے نہیں نکلو گے؟"

"ہاں۔ اگر اس کی صحیح قیمت معلوم ہو جائے۔"

"میں سچ کہتی ہوں۔ پچپن ہزار تک دام لگ چکے ہیں لیکن اصل قیمت پینتالیس ہزار ہے۔"

"عورتوں سے کاروبار کی بات کرنا حماقت ہے۔ وہ اپنی قیمت بھی لگا دیتی ہیں۔"

وہ گھور کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔

"دیکھو، اگر تم چاہتی ہو کہ میں اسے خریدلوں اور تمھیں بھی مناسب کمیشن مل جائے تو بالکل صحیح قیمت بتا دو۔ میں خریدنے کے موڈ میں ہوں۔"

وہ سوچنے لگی۔ "ملک صاحب پینتیس ہزار میں دے سکتے ہیں لیکن چالیس ہزار مانگتے ہیں۔ میرے کمیشن کے پانچ ہزار ملا کر پینتالیس ہزار ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہی کمیشن میں کمی کر سکتی ہوں۔ پانچ ہزار کی بجائے تین ہزار لے سکتی ہوں۔ اتنا تو مجھے ملنا ہی چاہیے۔ میں کتنی بھاگ دوڑ کرتی ہوں، کیسے کیسے ناز و انداز سے گاہکوں کو پھانستی ہوں۔ کچھ لوگ تو ہلکے پھلکے رومانس پر اکتفا کر لیتے ہیں مگر کچھ لوگ مجھ پر بیڈ روم میں لیجاتے ہیں۔ کیا اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد میں تین ہزار روپے کی حقدار نہیں بنتی؟"

میں اپنے گاہکوں کو کیسے سمجھاؤں کہ میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟ میرا چاہنے والا مجھے فریب دے کر چلا گیا۔ اپنے پیار کی نشانی کے طور پر دوپٹے چھوڑ گیا۔ کوئی نہیں جانتا کہ میں دو بچوں کی ماں ہوں۔ میری آنکھوں کی معصومیت اور میرے چہرے کا بھولپن میری عمر کو چھپا لیتا ہے۔ اس دنیا میں بہت کچھ چھپانے سے کچھ کچھ منافع ملتا ہے۔ بعض اوقات کچھ بھی نہیں ملتا۔ گاہک براہ راست ملک صاحب سے سودا کرتے ہیں، پیمنٹ کرتے ہیں، گاڑی لیجاتے ہیں اور میں دیکھتی رہ جاتی ہوں۔

یہ گاہک بھی ضرورت سے زیادہ چالاک ہے۔ اگر میں نے اپنے کمیشن سے دو ہزار کم نہ کیے تو یہ ہاتھ سے نکل جائے گا.....

یہ سوچنے کے بعد اس نے شکست خوردہ لہجے میں مجھ سے کہا۔

"تم نے ٹھیک سوچا ہے۔ میں نے اپنی قیمت دو ہزار لگائی تھی۔ میں یہ دو ہزار کم کر دیتی ہوں۔ یہ گاڑی تمھیں تینتالیس ہزار میں مل جائے گی۔ میں اپنے انکل سے....."

میں نے بات کاٹ کر کہا۔

"وہ تمھارے انکل نہیں ہو سکتے۔ صاف گوئی سے کام لو۔ تم کاروں کی دلالی کرتی ہو، تمھیں صرف کمیشن چاہیے۔ دیکھو میں صاف صاف کہتا ہوں،

میں کار کے مالک سے براہِ راست سودا طے کروں گا۔ سودا جیسے بھی طے ہوگا، تم ہمارے درمیان نہ بولنا۔ میں تمھاری محنت کا معاوضہ ادا کروں گا۔ تمھارا کمیشن تمھیں ضرور ملے گا۔"

"میں اس دھندے میں کئی بار دھوکا کھا چکی ہوں۔ لوگ وعدہ کرتے ہیں مگر کمیشن دینے کا وقت آتا ہے تو مجھے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہتے ہیں۔ ساتھ جاتی ہوں، تب بھی پوری رقم نہیں دیتے ــــ لیکن نہ جانے کیوں میں تمھیں جھوٹا اور فریبی نہیں سمجھتی۔ تمھارا لہجہ بتاتا ہے کہ تم جو کہتے ہو اسے پورا کرتے ہو۔"

میں نے گنگا رام کے قریب کار روک کر کہا۔

"تم یہاں سے اپنی کار لے جاؤ۔ میں پیدل آؤں گا۔ ہم شوروم میں ایک دوسرے کے لیے اجنبی رہیں گے۔ اپنے شوروم کا نام بتاؤ۔"

"پلازہ موٹرس۔ وہ آگے جا کر بائیں طرف ہے۔"

میں کار سے اُتر گیا۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آئی اور ڈرائیو کرتی ہوئی مجھ سے آگے نکل گئی۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا پلازہ موٹرس تک پہنچا۔ وہی کار شوروم میں کھڑی تھی۔ میں اس کے چاروں طرف گھوم کر اسے دیکھنے لگا۔ شوروم کا پورا مالک ملک حیات میرے قریب آگیا۔ پھر ہم دونوں میں لین دین کی باتیں ہونے لگیں۔ میں چھتیس ہزار پر اڑا رہا۔ وہ چالیس ہزار سے نیچے اترتا رہا۔ مختصر یہ کہ ایک گھنٹے کے بعد چھتیس ہزار میں سودا ہوگیا۔ اس کا منیجر میرا چیک لیکر گیا۔ بینک قریب ہی تھا۔ گاڑی کے کاغذات اور رسیدیں تیار ہونے تک وہ رقم لیکر آگیا۔ جب میں اپنی نئی کار میں بیٹھ کر سڑک پر آیا تو شکیلہ مجھے پہلے ہی اشارہ کر کے آگے جا چکی تھی اور گنگا رام کے قریب ایک فٹ پاتھ پر کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے پاس کار روک دی۔ وہ دروازہ کھول کر بیٹھنے لگی۔ میں ڈیش بورڈ سے چیک بک نکال کر اس کے لیے قلم کھولنے لگا۔

میں لکھ رہا تھا، وہ پڑھ رہی تھی اور میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ جب میں نے رقم کی جگہ پانچ ہزار روپے لکھے تو وہ شدید حیرانی سے میرا منہ تکنے لگی۔

وہ سوچ رہی تھی "کیا واقعی یہ پانچ ہزار کا چیک کیش ہو جائے گا؟ ملک صاحب کو چھتیس ہزار دینے کے بعد شاید اس کے اکاؤنٹ میں اب پانچ ہزار نہ ہوں۔ یہ مجھے ٹالنے کے لیے چیک دے رہا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ کا جواب نہیں دیا۔ کار اسٹارٹ کی اور بینک کے سامنے آکر رُک گیا۔ پھر میں اسے ساتھ لیکر بینک کے کاؤنٹر پر گیا۔ بیس منٹ کے بعد وہ چیک کیش ہوگیا۔ وہ پانچ ہزار روپے پرس میں رکھتے وقت خوشی سے کانپ رہی تھی اور اپنی سوچ میں مجھے دُعائیں دے رہی تھی اور یہ فیصلہ کر رہی تھی کہ ایسا فراخدل گاہک مجھے دس راتیں رہنے کے لیے کہے گا، تب بھی انکار نہیں کروں گی۔

جب ہم بینک سے باہر آئے تو اس نے میرے بازو کو تھام رکھا تھا۔ اس کے انداز سے یوں لگ رہا تھا کہ وہ قدم قدم پر مجھ پر قربان ہوتی جا رہی ہے۔ کار کے قریب پہنچ کر میں نے کہا۔

"مجھے ایک ضروری کام ہے۔ اب تم یہاں سے جاؤ۔"

وہ حیرانی سے منہ کھول کر مجھے دیکھنے لگی۔

"کک۔ کیا تم مجھے ساتھ نہیں لیجاؤ گے؟"

"نہیں۔ یہاں سے تمھیں ٹیکسی مل جائے گی۔ میں تمھیں اس لیے ساتھ نہیں لیجاؤں گا کہ میں نے تمھاری قیمت نہیں دی ہے۔ یہ پانچ ہزار روپے تمھارے بچوں کے لیے ہیں۔ یہ بڑے ہی افسوس کا مقام ہے، ہم عورت کا کایا اس اتارتے وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ کسی کی ماں بھی ہے۔ میں تم سے بہت کچھ سیکھ کر جا رہا ہوں۔"

میں نے کار میں بیٹھ کر دروازے کو بند کیا۔ وہ گُم صُم کھڑی ہوئی تھی۔ مجھ سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن میں نے کچھ کہنے کا موقعہ نہیں دیا۔ کار اسٹارٹ کی اور تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اس سے دُور ہوتا چلا گیا۔

تین ماہ کے عرصے میں اب تک چچا جان اور غزالہ سے سامنا نہیں ہوا تھا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ جب تک انھیں ہر اعتبار سے کمزور نہ بنا دوں اس وقت تک ان کا سامنا نہ کروں۔ اتفاق سے چچا جان کے گھر والوں نے بھی ہمیں نہیں دیکھا تھا۔ میں نے پھوپھی اور زرینہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ خواہ مخواہ اپنی امارت کی نمائش نہ کریں۔ جب تک میں نہ کہوں، اس وقت تک آمد و رفت کے لیے کوٹھی کا پچھلا راستہ اختیار کریں لیکن اُس روز نئی کار میں بیٹھ کر میں سامنے والے گیٹ سے اپنی کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوا۔ زرینہ نئی کار دیکھ کر مچل گئی کہ میں اسے سیر کراؤں۔ میں نے اس کی خواہش پوری کی۔ اسے ساتھ لے کر دوپہر تک گھومتا رہا۔ جب ہم کوٹھی میں واپس آئے تو چچا جان سے سامنا ہوگیا۔

وہ اپنی کوٹھی کے مین گیٹ سے باہر آرہے تھے۔ میں نے کار ان کے قریب لیجا کر روک دی۔ پھر کار سے اُتر کر انھیں سلام کیا۔ وہ مجھے اچانک ہی اپنے سامنے دیکھ کر اس قدر حیران تھے کہ سلام کا جواب دینا بھول گئے۔ کبھی وہ کار کو دیکھ رہے تھے، کبھی میرے سوٹ کو اور کبھی میری بدلی ہوئی شخصیت کو۔ میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"چچا جان! کیا آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں فرہاد ہوں۔ آپ نے مجھے اپنی کوٹھی سے نکالا تھا اس لیے اب میں اس سامنے والی کوٹھی میں پتا ہوں۔"

وہ حیرانی سے اور بے یقینی سے سامنے والی کوٹھی کو دیکھنے لگے۔ میں ان کے خیالات پڑھ سکتا تھا مگر پڑھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کے چہرے سے حیرانی، پریشانی اور ندامت ظاہر ہو رہی تھی۔ میں نے پھر مسکرا کر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے میری خوشحالی دیکھ کر آپ کو صدمہ پہنچا ہے۔"

"نن۔ نہیں بیٹے!" انھوں نے جلدی سے کہا۔ "میں بہت خوش ہوں۔ اللہ تمھیں اور ترقی دے۔ آج کل تم کیا کر رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "جب اللہ ترقی دیتا ہے تو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اُدھر کا مال اِدھر آتا رہتا ہے۔"

"پھر بھی، کچھ تو معلوم ہو کہ کیا کرتے ہو؟"

ان کے ذہن میں کھسبلی مچی ہوئی تھی۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ آخر میں اتنا دولت مند کیسے بن گیا؟ میں نے جواب دیا۔

"آپ کی دولت مندی کا راز یہ ہے کہ میرے والدِ مرحوم کی زمین جائداد نے آپ کو فرش سے عرش تک پہنچا دیا ہے لیکن یہ راز دنیا نہیں جانتی ــــ میری دولت مندی کے پیچھے بھی کوئی راز ہے۔ یہ دولت اور شان و شوکت کتنے ہی راز و اسرار سے گذر کر آتی ہے۔ یہ ہم دولت مند جانتے ہیں مگر اپنے راز ایک دوسرے کو نہیں بتاتے۔ مجھے افسوس ہے، میں فی الحال آپ کے سوال کا جواب نہیں دے سکوں گا۔"

"بیٹے، تم اب تک اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ میں نے تمھارے ابا مرحوم کی زمینوں پر قبضہ جما رکھا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میں تمھیں بیٹے کی طرح چاہتا ہوں۔ میں نے تمھارا حق نہیں چھینا ہے۔"

میں نے خوش دلی سے کہا۔

"چلیے میں مان لیتا ہوں۔ اب آپ کو الزام نہیں دوں گا۔"

"ہاں بیٹے! پُرانی رنجشوں کو بھول جاؤ۔ خون کے رشتوں میں جھگڑے ہوتے ہیں مگر وہ رشتے ٹوٹتے نہیں ہیں۔ چلو، میرے ساتھ آؤ۔ اپنی چچی سے ملو۔"

مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ اتنی جلدی صلح کریں گے۔ میں نے بھی سوچا کہ چلو اچھا ہے، دشمنوں کے قریب رہ کر ان کی رہی سہی کمزوریاں معلوم ہوتی رہیں گی۔ چچا کو صحیح صفائی پر آمادہ دیکھ کر زرینہ نے آگے بڑھ کر انھیں سلام کیا۔ میں نے تعارف کرایا۔

"یہ پھوپھی کی لڑکی زرینہ ہے۔"

چچا جان نے اسے رسمی دُعائیں دیں۔ پھر ہم ان کے ساتھ چلتے ہوئے کوٹھی میں داخل ہوگئے۔ انھوں نے ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور اپنی بیگم کو آوازیں دینے لگے۔ میری نظریں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ اس وقت مجھے اپنے ل کے چور کا پتہ چلا۔ میں غزالہ کو تلاش کر رہا تھا۔ چچا جان صلح کرتے وقت بھی میرے ذہن کے کسی چور گوشے میں غزالہ چھپی ہوئی تھی۔ شاید میں اسی کے لیے یہاں تک چلا آیا کیونکہ اسی کی وجہ سے یہاں سے نکالا گیا تھا۔ اس خوبصورت بلا سے خوبصورتی کے ساتھ ہی پچھلا حساب چکا یا جا سکتا تھا۔

چچی ڈرائنگ روم میں آئیں تو مجھے دیکھ کر ٹھٹھک گئیں۔ میری آنکھوں نے انھیں پل بھر کے لیے ٹھہرا دیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھیں "اللہ! یہ تو وہی آنکھیں ہیں۔ یہ آنکھیں پہلی بار ٹیکسی میں آئی تھیں۔ پھر یہ آنکھیں ....."

میں نے فوراً ہی ان کی سوچ کو اپنی گرفت میں لیا۔ "بس آگے کچھ نہ سوچنا۔ جتنا ان آنکھوں کے متعلق سوچ چکی ہو، اسے بھول جاؤ۔ آگے بڑھو۔ مجھے پہچانو اور میری آمد پر خوشی کا اظہار کرو۔"

ان کے چہرے کے تاثرات یکسر بدل گئے۔ وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھیں اور لپک کر بولیں۔

"آہا ــ یہ تو اپنا فرہاد ہے ــ بیٹا! تمھارے یہاں آنے سے مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ آخر اتنے دنوں تک کہاں غائب رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "بس آپ لوگوں کو یاد کرتا رہا اور اپنا مستقبل بنانے کی راہیں تلاش کرتا رہا۔ جو کچھ بھی ہوں، آپ کے سامنے ہوں۔ خدا کے فضل سے لاکھ دو لاکھ روپے تو گھر کے سیف میں ہی پڑے رہتے ہیں۔"

چچا جان نے مسکرا کر کہا۔ "ہاں بھئی تم بڑے آدمی بن گئے ہو مگر اپنی چچی کی طرح کنجوس بن کر نہ رہنا۔ میں ان سے کبھی پیسے مانگتا ہوں تو یہ بہانے کر کے ٹال دیتی ہیں۔ کیوں بیگم ٹھیک ہے نا؟ لیکن کل میں کوئی بہانہ نہیں سنوں گا۔ مجھے ایک لاکھ پچیس ہزار کی ضرورت ہے۔ تم صبح ہی بینک سے نکال کر لے آنا۔"

چچی کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ ان کے کسی اکاؤنٹ میں ایک لاکھ پچیس ہزار تو کیا پچیس سو بھی نہیں تھے۔ وہ میری طرف دیکھ رہی تھیں اور سوچ رہی تھیں "کل یہ فرہاد کنگال تھا، آج ہم کنگال ہو گئے ہیں۔ میں اپنے خاوند سے بھی نہیں کہہ سکتی کہ بے ایمانی سے حاصل کی ہوئی دولت میں نے کہاں ضائع کر دی ہے۔ پھر کل کیا ہوگا؟" انھوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ کوئی بہانہ نہیں سُنیں گے۔ مجھے کسی سے قرض مانگنا ہی ہوگا۔ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے بغیر میں اپنی تباہی کو نہیں چھُپا سکتی۔ اگلے ماہ فصل کی کٹائی کے بعد ہو تو قرآئے گی، اس سے میں قرض ادا کر دوں گی۔ کیا۔ کیا فرہاد سے قرض مل سکتا ہے؟ یہ کم بخت تو بڑی ڈینگیں مار رہا ہے کہ گھر کے سیف میں لاکھ دو لاکھ روپے پڑے رہتے ہیں۔ کیا یہ اپنی چچی کو قرض نہیں دے گا؟ ضرور دے گا۔ ذرا محبت اور چاپلوسی سے کام نکالنا ہوگا۔ محبت اور نفرت کا بھی ایک ٹائم ٹیبل ہوتا ہے۔ محبت کا موقعہ ہو تو محبت کرنی چاہیے ورنہ نفرت سے دھتکارتے رہنا چاہیے۔ میں اب تک اسے گالیاں دیتی اور دھتکارتی رہی ہوں لیکن اب ٹائم ٹیبل کے مطابق اس سے محبت جتا کر بڑے پیار سے قرض حاصل کرنا ہوگا ....."

وہ سوچ رہی تھیں۔ اس دوران چچا جان زرینہ سے باتیں کرتے رہے۔ میں نے چچی کی سوچ میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "بے شک فرہاد تو کا بیٹھا ہے، ذرا بہلانے پھُسلانے سے قرض دے دے گا! ابھی میں غزالہ کو بلاتی ہوں۔ اُسے چائے لانے کے لیے کہوں گی ....."

یہ سوچتے ہی انھوں نے آواز دی۔ "غزالہ۔ یہاں آؤ بیٹی! دیکھو فرہاد آیا ہے۔ ملازم سے کہو اس کے لیے چائے لے آئے۔"

چچا جان نے کہا۔ "بیگم! کیا تمھاری یادداشت کمزور ہوگئی ہے؟ غزالہ تمھارے سامنے باہر گئی ہے اور تم اسے آوازیں دے رہی ہو۔"

میں نے چچی کے ذہن کو اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے پنا سر تھام کر بڑبڑانے لگیں۔

"اوہے ہاں۔ میں تو بھول ہی گئی تھی۔ وہ تو گھر میں نہیں ہے۔ نہ جانے میرے دماغ کو کیا ہو جاتا ہے۔"

وہ اپنی انگلیوں سے پیشانی کو رگڑنے لگیں۔ اتنے میں ظہیر کی آواز سُنائی دی۔ وہ بڑی قرات سے سلام کرتا ہوا زینے سے اُتر رہا تھا۔

"السلام وعلیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ!....."

میں حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے سر پر سفید گول ٹوپی تھی۔

اس نے کھدر کا کرتہ اور ٹخنوں سے اوپر تک شرعی پاجامہ پہنا تھا اور ہاتھ میں تسبیح لیے زیرلب بُدبُدا تا ہوا ہمارے قریب آرہا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے تنزیمی عمل کا اتنا گہرا اثر ہوگا اور وہ شام ہوتے ہوتے سر سے پاؤں تک مولوی بن جائے گا۔

چچا جان اسے گھور کر دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے ڈانٹ کر کہا۔

"تم نے ابھی تک اپنا حُلیہ نہیں بدلا ہے؟ آخر تمھیں ہو کیا گیا ہے؟ صبح سے صرف اللہ رسول کی باتیں کر رہے ہو۔ آج دکانوں کی طرف بھی نہیں گئے۔"

میں نے کہا۔ "چچا جان! آپ تو ایسے ناراض ہو رہے ہیں جیسے اللہ رسول کا نام لینا کوئی جُرم ہے۔ دکانداری تو روزی ہی تو ہے۔ کم از کم ایک دن عبادت کے لیے بھی مقرر ہونا چاہیے۔ کیتی عجیب بات ہے کہ ہم ہفتہ صفائی اور ہفتہ کمائی مناتے ہیں لیکن ہفتہ عبادت کبھی نہیں مناتے....."

"بیٹے! تم درست کہتے ہو۔ مجھے ظہیر کی عبادت گذاری پر اعتراض نہیں ہے لیکن اس عمر میں لڑکا تسبیح لیکر بیٹھ جائے تو پھر دنیاداری کیسے ہوگی؟ صبح سے اس لڑکے کا انداز بتا رہا ہے کہ یہ گوشہ نشینی اختیار کرنے والا ہے۔ یہ دیکھو۔ اب یہ صوفے پر بیٹھنے کی بجائے فرش پر بیٹھ رہا ہے۔"

ظہیر نے فرش پر بیٹھی مار کر بیٹھتے ہوئے درویشانہ انداز میں کہا۔

"ایک دن یہاں اسی فرش کے نیچے جانا ہے۔ یقینی صوفے اسی دنیا میں رہ جائیں گے۔ صرف عبادت ہمارے ساتھ جائے گی۔ یہ زندگی چار دن کی ہے۔ بہتر ہے کہ ہم اس حیات فانی کو یادِ الٰہی میں گذار دیں....."

چچا جان نے جھلا کر کہا۔ "ابے کبھی تیرے باپ نے بھی عبادت کی تھی یہ عبادت کرنا ہے تو وقت پر کرو اور کاروبار بھی سنبھالو۔ چلو اٹھو یہاں سے....."

انھوں نے زبردستی اس کا بازو پکڑ کر اٹھا دیا۔ میں نے ظہیر کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"ظہیر! اتھارے والد درست کہتے ہیں۔ دین داری اور دنیاداری کے اوقات مقرر کرو۔ یہ عبادت کا وقت نہیں ہے۔ تسبیح جیب میں رکھ لو۔"

اس نے تسبیح جیب میں رکھ لی اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ چچا جان یہ سوچ کر مطمئن ہو گئے کہ بیٹے پر ان کی ڈانٹ ڈپٹ کا اثر ہوا ہے۔ زرینہ، ظہیر کو ایک تماشہ سمجھ کر دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ اسی وقت میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ اگر زرینہ کی شادی ظہیر سے ہو جائے تو کیسا ہو؟

دونوں کا جوڑ مناسب تھا۔ اگر زرینہ پارسا نہیں تھی تو ظہیر بھی پارسا نہیں تھا۔ جب گرشتہ طے ہو جاتا تو میں دونوں کو ایک دوسرے کا وفادار رہنے اور شرافت سے زندگی گذارنے کا سلیقہ سکھا دیتا۔ پھر یہ کہ اس شادی سے ہمارے خاندانی جھگڑے ختم ہو جاتے۔ بہرحال میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ گرشتہ طے ہونے کے بعد چچا جان اور چچی وغیرہ راہِ راست پر آسکتے ہیں یا نہیں؟

میں نے پہلے زرینہ کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا۔ "ہائے اللہ! میں بار بار ظہیر کو کیوں دیکھ رہی ہوں۔ اُں۔ ہاں۔ اس میں کوئی بات ہے۔ ہاں اچھا ہے۔ مجھے تو بہت اچھا لگ رہا ہے....."

زرینہ بیٹھے بیٹھے بے چینی سے پہلو بدلنے لگی۔ وہ اچانک ظہیر کے متعلق ایسا سوچ کر پریشان تھی کہ وہ ایسا کیوں سوچ رہی ہے۔ میں نے جواباً سوچا۔ "واہ کیوں نہیں سوچوں گی۔ کسی نہ کسی کے متعلق تو مجھے سوچنا ہی ہوگا۔ ظہیر کیا بُرا ہے۔ خوبصورت ہے۔ دولت مند ہے۔ یہ فرہاد تو کبھی مجھ سے شادی نہیں کرے گا بس یونہی میری جوانی سے کھیلتا رہے گا۔ نہیں اب بہت ہو چکا۔ اگر ظہیر مجھے پسند کرلے تو میں فرہاد کی طرف رُخ بھی نہ کروں۔ ہائے اللہ یہ شرعی پاجامہ میں کتنا اسمارٹ لگ رہا ہے....."

میں تھوڑی دیر تک اس کے سوچنے کا انداز بدستور رہا۔ کبھی چچی یا چچا جان مجھ سے مخاطب ہوتے تو میں ان کی باتوں کا جواب دیتا۔ اس کے بعد پھر زرینہ کی سوچ کو ظہیر کی طرف مائل کر دیتا۔ اس دوران چائے آگئی۔ چائے پیتے وقت میں نے ظہیر کے دماغ پر اثر انداز ہو کر کہا۔

"یہ لڑکی جو فرہاد کے ساتھ آئی ہے، اسے مسکرا کر دیکھو اور اس سے تعارف حاصل کرو۔"

ظہیر نے فوراً ہی مسکرا کر زرینہ کو دیکھا۔ زرینہ بھی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس سے نظریں ٹکراتے ہی وہ ذرا جھجک گئی اور سر جھکا کر زیرلب مسکراتی ہوئی اپنے دوپٹے کے آنچل سے کھیلنے لگی۔ ظہیر نے کہا۔

"معاف کیجیے گا، میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ کیا آپ فرہاد کے ساتھ آئی ہیں؟"

چچی نے جواب دیا۔ "بیٹا! یہ تمھاری پھوپھی کی بیٹی زرینہ ہے۔ تم نے بچپن میں اسے دیکھا تھا۔"

"اچھا!" ظہیر نے کہا۔ "اب تو پہچانی نہیں جاتیں۔"

میں نے پھر اسے حکم دیا۔ "اس کے حُسن کی تعریف کرو اور اپنے ڈیڈی سے کہو کہ تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو۔"

وہ کہنے لگا۔ "زرینہ! بے تکلفی معاف کرنا، میں دل سے یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ تم بے حد حسین ہو۔"

زرینہ شرما کر اپنے سر پر آنچل رکھنے لگی۔ چچا جان نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔

"ظہیر! یہ کیا بکواس ہے۔ تمھیں ایسی بات کہنے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ فرہاد کو اس بے تکلفی سے شکایت پیدا ہوگی کیونکہ آپ نے بہت پہلے سے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ زرینہ کی شادی فرہاد سے کریں گی۔"

میں نے جواب دیا۔ "نہیں چچا جان! پھوپھی جان نے یہ رشتہ طے نہیں کیا ہے۔ ویسے بھی نہ تو زرینہ نے مجھ سے شادی کرنے کے متعلق سوچا ہے اور نہ میں سوچتا ہوں۔ میں نے تو اس کی شادی کے لیے پچاس ہزار کے زیورات اور ایک لاکھ روپے نقد پھوپھی جان کو دے دیے ہیں۔ کہیں سے اچھا رشتہ آئے گا تو پھوپھی جان اس کے ہاتھ پیلے کر دیں گی۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ظہیر نے اپنے باپ سے کہا۔

"ڈیڈی! میں زرینہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ ممی نے بھی ایک دن کہا تھا کہ وہ کسی گھریلو قسم کی لڑکی کو بہو بنانا چاہتی ہیں۔"

چچی تو یہ سُن کر ہی خوش ہو گئی تھیں کہ زرینہ اپنے جہیز میں پچاس ہزار کے زیورات اور ایک لاکھ روپے لیکر آئے گی۔ ان دنوں وہ اسی فکر میں رہتی تھیں کہ کس راستے سے انھیں بڑی سے بڑی رقم مل سکتی ہے۔

انھوں نے چچا جان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اپنے بیٹے کی تائید کی۔

"ہاں بیٹا! تم نے میرے منہ کی بات چھین لی ہے۔ میں کتنی دیر سے یہی سوچ رہی ہوں کہ زرینہ میری بہو بن جائے۔"

چچا جان نے اس رشتے سے انکار تو نہیں کیا لیکن اتنا کہا کہ زرینہ کی والدہ ان کی دشمن بن بیٹھی ہیں اس لیے وہ بیٹی ان کے گھر نہیں دیں گی۔ میں نے انھیں یقین دلایا کہ میں پھوپھی جان کو سمجھاؤں گا۔ اگر یہ رشتہ ہو گیا تو برسوں کی عداوت ختم ہو جائیں گی۔

اس کے بعد چچی ہنس ہنس کر مجھ سے میٹھی میٹھی باتیں کرتی رہیں۔ جب میں زرینہ کے ساتھ ان کی کوٹھی سے نکلا تو اندھیرا ہو چکا تھا۔ چچی اسی فکر میں تھیں کہ کل صبح چچا جان کو ایک لاکھ پچیس ہزار روپے کہاں سے لاکر دیے جائیں گے۔ اس وقت میں ہی ان کی مصیبت میں کام آسکتا تھا۔ لہٰذا وہ میرے ساتھ پیار و محبت کی باتیں کرتی ہوئی مُیری کوٹھی میں آگئیں۔

انھیں دیکھتے ہی پھوپھی جان کے تیور بدل گئے۔ وہ چچی جان کو خوب جلی کٹی سُنانا چاہتی تھیں لیکن میں نے انھیں الگ لیجا کر، جزی سے سمجھایا کہ دشمن خود ہی چل کر ہمارے دروازے پر آئے تو اسے معاف کر دینا چاہیے۔ پھر میں نے یہ بھی سمجھایا کہ ظہیر بہت اچھا لڑکا ہے۔ نمازی پرہیزگار ہے۔ مال روڈ کی دکانیں اس کے نام ہیں۔ زرینہ اس گھر میں بہو بن کر جائے گی تو راج کرے گی۔ چچی اس کا رشتہ مانگنے آئی ہیں لہٰذا انھیں ایک بیٹی کی ماں بن کر مصلحت سے کام لینا چاہیے۔

میری باتیں ان کی سمجھ میں آگئیں۔ انھوں نے چچی کے پاس آکر انھیں گلے سے لگا لیا۔ جوان بیٹی کا طوق گلے سے اتارنے کے لیے وہ پرانی دشمنی بھول گئیں۔

میں اپنے بیڈ روم میں آگیا۔ مجھے معلوم تھا کہ چچی میرے پاس ہاتھ پھیلانے آئیں گی — سچ کہتا ہوں۔ اس وقت ان کی بے بسی اور پریشانیوں کا خیال کر کے میرا دل موم ہونے لگا۔ میں نے سوچا کہ وہ دشمن ہی سہی مگر ایک عورت کو حد سے زیادہ پریشان کرنا مردانگی نہیں ہے۔ بس بہت ہو چکا۔ اس وقت مجھے ان کے کام آنا چاہیے۔

میں نے یہی کیا۔ جب وہ پھوپھی سے باتیں کرنے کے بعد میرے پاس آئیں تو گفتگو کے دوران میں نے خود ہی کہا کہ کسی سلسلے میں انھیں میری مدد کی ضرورت ہو تو وہ مجھے اپنا بیٹا سمجھ کر خدمت کا موقع دیں۔ انھوں نے خوش ہو کر میری بلائیں لیں۔ پھر اپنی محتاجی اور قلاشی پر پردہ ڈالتی ہوئی بولیں۔

"بیٹے! میں دوسروں کو قرض دے کر پچھتا رہی ہوں۔ چھ ماہ پہلے میرا بھائی اپنے کاروبار کے لیے مجھ سے دو لاکھ روپے لے گیا۔ اس نے اب تک واپس نہیں کیے۔ ظہیر مجھ سے تین لاکھ روپے اب تک لے چکا ہے۔ یہ سب باتیں میں تمھارے چچا جان سے چھپاتی ہوں۔ اب ان سے کہہ نہیں سکتی کہ میرے اکاؤنٹ میں زیادہ رقم نہیں ہے۔ تم مجھے ایک لاکھ پچیس ہزار قرض دے دو، میں جلد ہی تمھیں لوٹا دوں گی۔"

میں نے زیرلب مسکراتے ہوئے اپنی آہنی الماری کھولی اور ان کی مطلوبہ رقم نکال کر انھیں دے دی۔ وہ مجھ پر قربان ہوئی جا رہی تھیں۔ میری بلائیں لیکر لفظوں کے پھول نچھاور کر رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مجھے دُعائیں دیتی ہوئی چلی گئیں۔

ان کے بدلے ہوئے رویّے کو دیکھ کر سب ہی یہ کہہ سکتے تھے کہ اب انھیں عقل آگئی ہے اور انھوں نے سچے دل سے ہمیں اپنا سمجھ لیا ہے۔ وہ آیندہ ایک دشمن کی عقل سے نہیں سوچیں گی — لیکن اس دنیا میں لاکھوں کروڑوں انسانوں کی سوچ کچھ اور ہوتی ہے، عمل کچھ اور ہوتا ہے۔ وہ ایک ہی وقت میں زبان سے دُعائیں دیتے ہیں اور دل سے گالیاں نکالتے ہیں۔

چچی کی سوچ بھی یہی کہہ رہی تھی۔ وہ میرے پاس اتنی دولت دیکھ کر کُڑھ رہی تھیں اور یہ منصوبے بنا رہی تھیں کہ وہ کس طرح مجھے بیٹا کہہ کر اور مجھے ایک ماں کا پیار دے کر دفعتاً فوقتاً مجھ سے رقمیں وصول کرتی رہیں گی۔ میں اپنی پیدائش کے بعد ہی ماں کی ممتا سے محروم ہو گیا تھا۔ چچی ماں کے بے لوث مقدس رشتے کی ڈمی بن کر میری محرومی سے فائدہ اٹھانا چاہتی تھیں۔

اگر میں خیال خوانی کے علم سے واقف نہ ہوتا تو یقیناً ان کی جھوٹی ممتا کے فریب میں آجاتا۔ اس وقت جی میں آیا کہ جو رقم میں نے قرض کے طور پر دی ہے، اسے ابھی ان سے چھین لوں۔ میرے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ میری آنکھوں کے زیرِ اثر وہ خود ہی ساری رقم واپس لاکر دے دیتیں لیکن دی ہوئی چیز کو واپس لینا مجھے اچھا نہیں لگا۔ جو مہربانی کر دی سو کر دی۔ آیندہ ان کے کام نہ آنے کا فیصلہ کر لیا۔

دوسری صبح سب سے پہلے میں نے ظہیر کی خبر لی۔ اس کے دماغ تک پہنچنے سے پتہ چلا کہ وہ کلامِ پاک کی کوئی مختصر سی آیت یاد کر رہا ہے۔ مجھے یہ سوچ کر بے حد خوشی ہوئی کہ میرا علم کسی کو صراطِ مستقیم کی طرف لیجا رہا ہے۔ کاش کہ میں ہر انسان کو سیدھا راستہ دکھا سکتا لیکن یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ لوگ مختلف مزاج کے حامل ہوتے ہیں۔ ظہیر ایک ہی بار کی ہدایت پر نیکی کا راستہ اختیار کر رہا تھا۔ اس کے برعکس میں چچی صاحبہ کو بار بار ٹرانس میں لانے کے باوجود ان کے سوچنے کے انداز کو نہیں بدل سکا تھا۔ جو لوگ چچی کی طرح ٹھوکریں کھانے اور تباہ ہو جانے کے باوجود نہیں سنبھلتے پھر انھیں کوئی نہیں سنبھال سکتا۔

اس کے بعد میں نے چچی کی سوچ سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت ان کی سوچ سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ میں توجہ سے ان کے خیالات کو پڑھنے لگا۔ وہ گھبرائی ہوئی سی سوچ رہی تھیں "اب کیا ہوگا؟ میں نے ان ہی کپڑوں کے نیچے وہ روپے چھپا کر رکھے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ فرہاد سے روپے لے کر میں سیدھی اپنے کمرے میں آئی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ صبح ناصر کو روپے دوں گی۔ میں نے یہ الماری کھول کر یہاں کپڑوں کے نیچے نوٹوں کی گڈیاں چھپا دی تھیں۔ اب اپنے روپے سیف میں رکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ اسی ڈر سے میں نے یہاں روپے رکھے تھے مگر یہاں سے بھی غائب ہو گئے۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ یقیناً کوئی دشمن جادو یا کسی عمل سے مجھے تباہ کر رہا ہے اور میرا تو صرف ایک ہی دشمن ہے۔ فرہاد.....

لیکن نہیں۔ فرہاد دشمن ہوتا تو مجھے اتنی بڑی رقم کبھی نہ دیتا۔ کبھی زرینہ کا رشتہ ظہیر سے کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ بہرحال وہ دشمن ہو یا نہ ہو، میری اس بات پر کون یقین کرے گا کہ تمام بینکوں کے اکاؤنٹس سے میرے لاکھوں روپے غائب ہو گئے ہیں۔ صرف بینکوں سے نہیں، اس کمرے کے سیف سے اور الماری سے بھی روپے اور زیورات غائب ہو گئے ہیں....."

وہ سوچ رہی تھیں۔ اب میں بھی حیرانی سے سوچ رہا تھا، جس گھر کی دولت پر میں ہاتھ صاف کر رہا تھا، وہاں کوئی دوسرا ہاتھ کی صفائی دکھانے والا کیسے پہنچ گیا۔ یہ تو میرے لیے ایک چیلنج تھا۔ وہ میری ہی دی ہوئی رقم چرا کر لے گیا تھا۔

کون ہو سکتا ہے وہ؟ گھر کا کوئی فرد ہی ہوگا۔ کیا ظہیر نے یہ حرکت کی ہے؟

میں نے ظہیر کے دماغ کو گرفت میں لیکر پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ مجرم نہیں ہے۔ مجھے بھی یقین تھا کہ وہ راہ راست پر آنے والا ایسی حرکت نہیں کرے گا۔

میں نے عزالہ کے خیال سے رابطہ قائم کیا مگر رابطہ قائم نہ ہوا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس شہر سے کہیں دور چلی گئی ہے۔ چچی صاحبہ کے دماغ میں بیٹھ کر پوچھا تو معلوم ہوا کہ پچھلی رات عزالہ کے ماموں آئے تھے وہ ان کے ساتھ صبح چھ بجے پنڈی چلی گئی ہے۔ چچی کی سوچ نے مجھے بتایا کہ جب وہ مجھ سے روپے لیکر اپنی کوٹھی میں آئیں تو عزالہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی اپنے ماموں سے باتیں کر رہی تھی۔ جب چچی اپنے کمرے میں روپے رکھنے گئیں تو اس پاس یا کمرے کے باہر کوئی ملازم نہ تھا۔ چچا جان اپنے کمرے میں سو رہے تھے۔ یعنی وہاں دو ہی افراد جاگ رہے تھے۔ ایک عزالہ اور دوسرا اس کا ماموں۔ اب مجھے ان دونوں پر شبہ تھا مگر وہ وہاں سے بہت دور جا چکے تھے۔ میں فی الحال ان سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے ان میں سے جو بھی مجرم ہوتا، میں اس سے اپنی رقم مع سود وصول کر لیتا۔ اس وقت میں نے مجرم کو ڈھیل دے دی اور چچی کی پریشانیوں کو سمجھنے لگا۔

وہ سوچ رہی تھیں "اب میں کیا کروں؟ ناصر سے کیسے کہوں کہ میں ایک لاکھ پچیس ہزار انھیں نہیں دے سکتی۔ وہ مجھ سے بینک کے اکاؤنٹس کا حساب طلب کریں گے۔ تمام چیک بکس اٹھا کر دیکھیں گے۔ انھیں معلوم ہو جائے گا کہ پچھلے تین ماہ میں میں نے لاکھوں روپے بینک سے نکالے ہیں۔ وہ روپے کہاں گئے؟ یہ میں خود نہیں جانتی۔ زیادہ سوچنے کی کوشش کرتی ہوں تو میری سوچ میں گرہ پڑ جاتی ہے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ بات ناصر تسلیم نہیں کریں گے۔ کوئی بھی تسلیم نہیں کرے گا۔

پھر کیا ہوگا؟ پھر بدنامی کے راستے کھلیں گے۔ ناصر کا شبہ یقین میں بدل جائے گا کہ میں نوجوان لڑکوں سے دوستی کرتی ہوں اور ان پر اپنی دولت لٹاتی ہوں۔ میں یہ بدنامی کیسے برداشت کر سکتی ہوں۔ میرا ایک جوان بیٹا ہے۔ جوان بیٹیاں ہیں۔ میری بوڑھی جوانی ایک تماشہ بن جائے گی۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ ناصر مجھے طلاق دے دیں گے۔ میں انھیں اتنی بڑی تباہی کی داستان نہیں سنا سکتی۔ ان کا منہ بند کرنے کے لیے دوبارہ فرہاد سے قرض نہیں مانگ سکتی۔ بچاؤ کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ مجھے دنیا والوں کا ڈر نہیں ہے مگر ایک ناصر میرے لیے مصیبت بن گئے ہیں۔ اگر وہ مجھ سے حساب طلب نہ کریں تو پھر تباہی کا راز نہیں کھلے گا۔ ان کے سوا اس کی مجال ہے کہ کوئی مجھ سے ایک پیسے کا بھی حساب پوچھے۔ لیکن اپنے اعمال کا حساب تو دینا ہی پڑتا ہے۔ عاقبت میں خدا حساب مانگتا ہے اور دنیا میں خاوند اگر یہ خاوند نہ ہو تو میں کتنی آزاد ہوتی۔ مجھے کسی کا خوف نہ ہوتا۔ کوئی بھی پر رعب جما کر لاکھوں روپے کا حساب نہ مانگتا.....

ہاں اگر ناصر میرے راستے سے ہٹ جائے تو؟ تو ساری پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔

وہ کچھ دنوں کے لیے اس گھر سے چلا جائے۔ اس شہر سے ہی چلا جائے۔ اللہ کرے کہ اس دنیا سے چلا جائے۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔

اگر ناصر رخصت ہو جائے تو پھر کسی دوسرے رشتے کو حق نہیں کہ وہ مجھے جوان چھوکروں سے عشق کرنے کا طعنہ دے۔ ناصر کی آنکھ بند ہو جائے گی تو میرے اعمال کا کھاتہ کھولنے والا کوئی نہ ہوگا۔ یہ خوف پریشانیاں جو تین ماہ سے زلزلے کے جھٹکوں کی طرح مجھے اندر سے تہس نہس کرتی آ رہی ہیں، یہ سب یک لخت دور ہو جائیں گی اور میں آرام اور سکون سے بقیہ زندگی گذار سکوں گی۔

بس اپنے بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے ـــــ میری زندگی اور آرام ناصر کی موت اور اعمال کا کھاتہ بند ـــــ نہ میرا حاکم ہوگا نہ مجھ پر کسی حکومت ہوگی۔ نہ بانس رہے گا نہ بانسری بجے گی....."

میں حیرانی سے ان کی سوچ کو سن رہا تھا۔ حیرانی اس بات کی کہ بیس برسوں سے ساتھ نباہنے والی بیوی اپنے خاوند کی موت کا فیصلہ

تھی۔ اپنی بقا کے لیے خاوند کی فنا لازمی سمجھ رہی تھی۔

چچا جان نے ان کے لیے کیا نہیں کیا تھا؟ ان کی خاطر میرے ابا مرحوم کی جائداد پر ناجائز قبضہ جمایا تھا۔ مجھے فریب دیتے رہے تھے۔ ان کے لیے انھوں نے یہ عالیشان کوٹھی بنوائی۔ انھیں ریشم کے جوڑے پہنائے۔ انھیں جوانی سے بڑھاپے تک سونے چاندی ہیرے جواہرات سے سجا کر رکھا۔ ان کے لیے اس دنیا کو جنت بنا دیا ـــ بول عورت! اس سے زیادہ کیا چاہتی ہے؟ تیرا دل نہ بھرا۔ تیرا پیٹ نہ بھرا۔ اب پینے کے لیے خاوند کا صرف لہو باقی رہ گیا ہے؟

میرے بے خبر، بے ایمان چچا جان! بے ایمان زندگی کا "ختم شد" اکثر بے ایمان بیویوں کے ہاتھوں سے لکھا جاتا ہے۔ آپ کی جان حیات، آپ کی حسین قلوپطرہ آپ کے لیے زہر کا پیالہ لیکر آ رہی ہے۔

کہاں ہیں چچی صاحبہ؟ کیا کر رہی ہیں؟

ان کا دماغ سوچ رہا تھا۔ وہ سوچ پر عمل کر رہی تھیں۔ دودھ میں زہر گھول رہی تھیں۔

چچا جان کی عادت ہے، وہ صبح ناشتے میں دو دو بُلے ہوئے انڈے کھاتے ہیں اور ایک گلاس دودھ پیتے ہیں۔ اُس روز وہ ان کی زندگی کا آخری ناشتہ تھا۔

میں نے چچی کی سوچ پر دستک دی "بیگم ناصر! کیا کر رہی ہو؟" ایک ساعت کے لیے وہ ٹھٹک گئیں پھر ان کی سوچ نے جواب دیا۔ "ناصر کے لیے ناشتہ لیکر جا رہی ہوں۔"

میں نے حکم دیا "انڈوں کی پلیٹ رکھ دو۔ صرف دودھ کا گلاس لیجاؤ اور اپنی ہر حرکت کے متعلق سوچتی جاؤ۔"

وہ سوچنے لگیں "میں دودھ کا گلاس لیکر کچن سے نکل رہی ہوں۔ ڈائننگ روم سے گذر رہی ہوں۔ اب کاریڈور میں آ گئی ہوں۔ مجھے ناصر کے کمرے کا دروازہ نظر آ رہا ہے....."

"رُک جاؤ!"

"میں رُک گئی ہوں۔"

"ناصر کے کمرے کے مقابل کس کا کمرہ ہے؟"

"میرا کمرہ ہے۔"

"اپنے کمرے میں جاؤ!"

"میں ناصر کے کمرے کی طرف سے پلٹ گئی ہوں اور اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔"

"دودھ کا گلاس سنگھار میز پر رکھ دو۔"

"میں دودھ کا گلاس سنگھار میز پر رکھ رہی ہوں۔"

"اب اپنا لیٹر پیڈ اور قلم لیکر کُشن پر بیٹھ جاؤ۔"

"میں سنگھار میز کے خانے سے لیٹر پیڈ اور قلم اٹھا رہی ہوں اور اب کُشن پر آ کر بیٹھ گئی ہوں۔"

"لیٹر پیڈ کے سادے کاغذ پر لکھو۔ میں اپنے مکمل ہوش و حواس کے ساتھ یہ اعتراف نامہ لکھ رہی ہوں کہ ہر انسان کو اپنی موت آپ مرنا ہے۔ یہ زہریلا دودھ میری زندگی کے لیے ہے اس لیے میں اسے پی رہی ہوں۔ میں اپنی موت کی آپ ذمہ دار ہوں ـــ بقلم خود شمشاد بیگم زوجہ ناصر علی....."

وہ میری سوچ کے مطابق لکھتی رہیں۔ اس کے بعد میں نے حکم دیا۔

"لیٹر پیڈ اور قلم سنگھار میز پر رکھ دو اور دودھ کا گلاس اٹھا لو۔"

"میں لیٹر پیڈ اور قلم میز پر رکھ رہی ہوں ـــ اور اب میں نے گلاس اٹھا لیا ہے۔"

"شاباش ـــ دودھ پی لو۔"

دوسرے لمحے وہ سوچ رہی تھیں "میں دودھ پی رہی ہوں۔ آہ! کتنی تلخی ہے ـــ میرے حلق میں ـــ میرے سینے میں انگارے سلگ رہے ہیں۔ آں ـــ آں ـــ آنکھ ـــ میرے ہاتھ سے گلاس چھوٹ گیا ہے ـــ آہ! میں اندر سے جل رہی ہوں ـــ جیسے میرا کاؤنٹ، میرا سیف خالی ہو گیا، میں بھی خالی ہو رہی ہوں ـــ اب ـــ اب مجھ میں ـــ مجھ میں سوچنے کی بھی سکت نہیں ہے ـــ تاریکی ـــ تاریکی ـــ نہیں ـــ نہیں ـــ نہیں ـــ میں ـــ قبر کی تاریکی ـــ تاری کی....."

گہری خاموشی اور سناٹا ـــ ایک عورت کی سوچ کے تمام دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہو چکے تھے۔

زندگی ناپائیدار ہے۔ انسان اپنی دنیا میں نیکی اور بدی کا کھیل کھیلتے وقت اس حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے۔ بے چاری چچی بھی بھول گئی تھیں۔ اسی لیے اس دنیا کی بھول بھلیوں میں بھٹکتی ہوئی ہمیشہ کے لیے گم ہو گئیں۔

میں چاہتا تو ان کے آخری خط میں ان کے ہاتھ سے بہت کچھ لکھوا سکتا تھا۔ وہ اپنی زندگی کے تمام ڈھکے چھپے راز کھول دیتیں۔ یہ اعتراف کر لیتیں کہ انھوں نے چچا جان کے اعتماد کو کیسے ٹھیس پہنچائی ہے اور کس طرح جوان لڑکوں سے عشق کرتی رہی ہیں لیکن میں نے ایک بدکار عورت کی عزت رکھ لی۔ ایسی عورت جو اپنے فرمانبردار خاوند کو ہلاک کرنا چاہتی تھی، اس کے لیے مناسب موت کا یہی تھا۔ جس کا جہاں پاک.....

اب میں ان کے جنازے کو کاندھا نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ اپنے ساتھ جھوٹی عزت، نفرت اور غرور کا اتنا بوجھ لیکر جا رہی تھیں کہ میں وہ بوجھ اپنے کاندھے پر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے ایک دن کے لیے شہر سے باہر جانے کا ارادہ کر لیا۔ لباس تبدیل کرتے وقت میں نے سوچا کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد چچا جان ناشتے کے لیے اپنی مُردہ بیگم کو آوازیں دیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے کمرے میں آئیں اور ان کی لاش دیکھ لیں۔ پھر ماتم شروع ہو جائے گا۔ پولیس کو اطلاع دی جائے گی۔ اس کے بعد قانونی کارروائی کے لیے ان کی لاش پوسٹ مارٹم کے لیے بھیجی جائے گی۔ ابھی اس لاش کو قبر تک پہنچنے سے پہلے کتنے ہی مرحلوں سے گذرنا تھا۔

لباس تبدیل کرنے کے بعد میں نے زمینوں کے کاغذات کی فوٹو

اسٹیٹ کا پیاں سیف سے نکالیں۔ کچھ نوٹوں کی گڈیاں جیب میں رکھیں پھر پھوپھی کے پاس آکر کہا۔

"میں پنڈی جارہا ہوں، کل شام تک واپس آؤں گا۔"

میری بات سُن کر زرینہ نے کہا: "میں بھی پنڈی جاؤں گی۔ سُنا ہے کہ وہاں اسلام آباد کے نام سے نیا شہر بسایا جارہا ہے۔ مجھے بھی لے چلو۔ میں وہ شہر دیکھوں گی۔"

میں نے جواب دیا: "جب اسلام آباد مکمل طور سے آباد ہوجائے گا تو میں تمھیں لیجاؤں گا۔ بلکہ اس وقت تک ظہیر سے تمھاری شادی ہوجائے گی۔ وہی تمھیں لیجائے گا۔"

ظہیر کی بات پر اس نے سر کو جھٹکا لیا۔ ظہیر کے نام پر نہ تو وہ نفرت کا اظہار کرتی تھی نہ محبت کا۔ اس کی آرزو میں یہ تھیں کہ اس کی اپنی ایک بہت بڑی کوٹھی ہو، گھومنے پھرنے کے لیے کار ہو اور ہزاروں لاکھوں روپے کمانے والا خاوند ہو۔ اسی لیے وہ ظہیر کے نام پر خاموشی سے سر جھکا لیتی تھی۔

میں پھوپھی سے باتیں کرتا ہوا کوٹھی کے باہر آیا اور اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ پھر سر جھکا کر چچا جان کی کوٹھی کی جانب دیکھا۔ وہاں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ابھی تک کسی کو چچی کی خودکشی کا علم نہیں ہوا تھا ورنہ وہاں سے رونے پیٹنے کی آواز سُنائی دیتی۔ کوئی ملازم دوڑتا ہوا ہمارے ہاں بھی اطلاع دینے آتا۔ میں نے پھوپھی سے پوچھا۔

"کیا آپ چچا جان کے ہاں جائیں گی؟"

"ہاں۔ ابھی میں یہی سوچ رہی تھی۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھ کر آجاؤں گی۔"

میں نہیں چاہتا تھا کہ پھوپھی ایسے وقت وہاں جائیں۔ مناسب یہ تھا کہ پہلے چچا جان کو اپنی بیگم کی موت کی اطلاع ہوتی۔ اس کے بعد وہ پھوپھی کو اپنے غم میں شریک ہونے کے لیے بلاتے۔ میں نے کہا۔

"پھوپھی جان! ابھی وہ لوگ ناشتہ کررہے ہوں گے۔ کھانے پینے کے وقت کسی کے ہاں جانا مناسب نہیں ہے۔ آپ کم از کم دو گھنٹے کے بعد جائیں۔"

انھوں نے میری بات مان لی۔ میں کار اسٹارٹ کرنے کے بعد کوٹھی کے احاطے سے باہر آیا۔ پھر چچا جان کی کوٹھی کی جانب دیکھے بغیر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا شاہ کوٹ کی طرف روانہ ہوگیا۔ پہلے مجھے پنڈی جانا چاہیے تھا۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ غزالہ یا اس کے ماموں نے پچھلی رات ایک لاکھ پچیس ہزار روپے چُرائے ہیں اور دونوں ہی ایک ساتھ پنڈی گئے ہیں۔ مجھے وہ رقم ان سے چھین کر لے آنا چاہیے تھی۔ پھر میں نے سوچا کہ چچی جان کی موت کی اطلاع ملتے ہی وہ سب لاہور آئیں گے۔ میں ان سے اسی شہر میں نمٹ لوں گا۔

ابھی مجھے ایک اور دشمن سے نمٹنا تھا اور وہ تھا پٹواری ـــــ جس نے چچا جان سے مل کر مجھے دھوکا دیا تھا۔ میرے دادا مرحوم کی وصیت کو بدل کر حکومتِ برطانیہ کے عدالتی جعلی دستاویزات تیار کیے تھے جن کی رُو سے چچا جان شاہ کوٹ کی زمینوں کے مالک بن بیٹھے تھے۔ شاہ کوٹ سے ۱۲ میل کے فاصلے پر میرے والد مرحوم کی تعمیر کی ہوئی حویلی ہے جس کے اطراف ہماری زمینیں پھیلی ہوئی ہیں۔ جب میں نے حویلی کے سامنے اپنی کار روکی تو وہاں شادیانے بج رہے تھے۔ کھلے میدان میں دیگیں چولہوں پر چڑھی ہوئی تھیں۔ پتہ چلا کہ بوڑھا پٹواری کسی جوان چھوکری سے شادی رچا رہا ہے۔ چونکہ وہ پٹواری تھا اس لیے آس پاس کے بڑے بڑے زمیندار اس کی شادی میں شریک ہونے آئے تھے۔ میں اپنی کار سے باہر آیا تو سب کے سب کبھی مجھے اور کبھی میری قیمتی کار کو دیکھنے لگے۔ ان زمینداروں نے مجھے کبھی بچپن میں دیکھا ہوگا اس لیے مجھے نہیں پہچانا۔ میں نے کہا۔

"میں تیور سل مرحوم کا لڑکا ہوں۔ سُنا ہے کہ میرے چچا جان ناصر علی نے یہ حویلی پٹواری کو رشوت کے طور پر دی ہے۔ وہ رشوت کہاں ہے؟ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

میں پٹواری کی شان میں گستاخی کررہا تھا۔ کچھ زمینداروں کو یہ حرکت ہوئی، کچھ زیرِ لب مسکرائے لیکن دو چار ذرا طیش میں آگئے۔ ایک صاحب نے کہا۔

"ذرا تمیز سے بات کرو صاحبزادے۔ یہ شہر نہیں ہے، پنڈ ہے۔ اکڑ دکھاؤ گے تو تمھاری لاش یہاں سے واپس جائے گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "بے شک پنڈ کے لوگ دلیر ہوتے ہیں اور اسی لیے آگیا ہے مگر ـــ مگر ابھی مجھے اپنی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ یہ جوان ایماندار بھی ہوتے ہیں۔ کسی کی بے ایمانی برداشت نہیں کرتے۔ اگر میں پٹواری کا ساتھ دوں گا اور ان کا ایمان کا یا اور جس حویلی پر قبضہ جمائے ہوئے ہے، وہ میرے والد مرحوم کی ہے۔ میں نہ سوئے کہا۔

"آپ سب یہاں کے پرانے باشندے ہیں۔ اپنے آباؤ اجداد کے زمانے سے ان زمینوں کا رتی رتی حال جانتے ہیں کہ کون کی زمینیں ہیں، کس سے کس کی ملکیت رہی ہیں۔ آپ بھی جانتے ہیں کہ میرے والد برسوں سے زمینوں کے مالک و مختار رہے تھے۔ اُن کے وفات پاتے ہی چچا جان نے پٹواری سے سازباز کی۔ پٹواری نے زمینوں کے جعلی دستاویزات تیار کیے۔ سوچا کہ تمھیں اطلاع دے دوں تاکہ تمھارے دن کا چین اور راتوں کی نیندیں حرام ہوجائیں۔ اب تو یہ شادی بھی خانہ بربادی بن جائے گی۔ تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ میں قلاش نہیں ہوں، برسوں تک مقدمہ لڑ سکتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں واپس جانے کے لیے پلٹ گیا اور کار کا دروازہ کھولنے لگا۔

ایک زمیندار نے نرم لہجے میں کہا۔

"بیٹے فرہاد! ہمارے جاننے یا نہ جاننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ قانون وہی دیکھتا ہے جو اپنی ملکیت ثابت کرتا ہے، وہی زمینوں کا مالک کہلاتا ہے۔"

"ہُمم!" بوڑھے پٹواری کی بوڑھی غراہٹ سُنائی دی۔ وہ تھا دروازے پر کھڑا تھا۔ پھر میری طرف بڑھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم پھر یہاں بکواس کرنے آگئے؟ پہلے جب آئے تھے تو میں چپلیں تھیں، بدن پر معمولی سا کپڑا تھا۔ اب تو سوٹ بوٹ میں ہو، پہچانے ہی نہیں جاتے۔ مزاج بھی بدل گیا ہے۔ اب کہو تو میں مزاج بدل دوں؟"

میں نے جیب سے دستاویزات کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"پہلے اسے ایک نظر دیکھ لو، پھر اس شادی کو بھول جاؤ گے اور بربادی پر رو دو گے۔"

"کیا ہے یہ؟" اس نے ایک جھٹکے سے اُن کاغذات کو لیا اور اسے پڑھنے لگا۔ یوں بھی اسے پڑھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بوڑھا تجربہ کار پٹواری عدالتی کاغذات کو سونگھ کر ہی بتا سکتا تھا کہ وہ اصلی ہیں یا جعلی؟

انھیں سرسری نظروں سے دیکھتے ہی اس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ میں فوراً ہی اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ اپنی بدحواسی کو چھپانے کے لیے جو نہی کاغذات پر نظریں جمائے ہوئے تھا تاکہ دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ وہ پڑھ رہا ہے لیکن وہ سوچ رہا تھا۔

"یہ تو اصلی دستاویزات کی کاپیاں ہیں۔ یہ دستاویزات فرہاد کے ہاتھ کیسے لگیں۔ ناصر علی نے تو کہا تھا کہ انھیں جلا ڈالے گا مگر اب تو یہ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں گی۔ یہ ـــ یہ فرہاد بھی اب مفلس اور قلاش نظر نہیں آرہا ہے۔ یہ قیمتی گاڑی، قیمتی سوٹ، یہ رعب اور دبدبہ اور اس کے کلام کرنے کا انداز بتا رہا ہے کہ مجھے عدالت تک گھسیٹ کر لیجائے گا ـــ اوہ! میں کس مصیبت میں گرفتار ہوگیا۔ آج میری شادی ہے اور یہ برباد ہی کے لیے آگیا ہے مگر ـــ مگر ابھی مجھے اپنی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ یہ جوان ایماندار بھی ہوتے ہیں۔ کسی کی بے ایمانی برداشت نہیں کرتے۔ اگر میں پٹواری کا ساتھ دوں گا تو یہ بے ایمان کا ساتھ دوں گے، بے ایمان کا یا اور کردوں کہ پٹواری بے ایمان ہے تو تم کس کا ساتھ دو گے، بے ایمان کا یا ایماندار کا۔ اوہ! یہ سوچ کر اس نے دستاویزات کو حقارت سے میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اونہہ ـــ ان کاغذ کے ٹکڑوں سے مجھ پر رعب جمانے آئے ہو۔ یہ جعلی کاغذات ہیں۔ اصل وہی ہیں جو ناصر علی کے پاس ہیں۔"

میں نے دستاویزات واپس لیتے ہوئے کہا۔

"کل سے میں قانونی کارروائی شروع کروں گا۔ اس سے پہلے میں سوچا کہ تمھیں اطلاع دے دوں تاکہ تمھارے دن کا چین اور راتوں کی نیندیں حرام ہوجائیں۔ اب تو یہ شادی بھی خانہ بربادی بن جائے گی ـــ تم دیکھ رہے ہو کہ میں قلاش نہیں ہوں، برسوں تک مقدمہ لڑ سکتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں واپس جانے کے لیے پلٹ گیا اور کار کا دروازہ کھولنے لگا۔

"ٹھہرو۔ میری بات سُن لو۔ میں تمھارا دشمن نہیں ہوں اور نہ ہی تمھارا بھلا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے دوستی کرو۔ میرے ساتھ حویلی میں چلو، میں تم سے ضروری باتیں کروں گا۔"

میں نے کار کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ کہنا ہے یہاں ان معزز آدمیوں کے سامنے کہو۔ تمھاری وجہ سے میں بھی دنیا والوں کے سامنے بچپن سے غریبی، مفلسی اور ذلت و رسوائی کی زندگی گذارتا آیا ہوں۔ میرے باپ کی دولت پر عیش کرنے والے مجھے لات جوتے مارتے اور گالیاں دیتے رہے۔ ان لات جوتوں میں تمھیں بھی برابر کا حصہ ملنا چاہیے۔"

ایک زمیندار نے مجھ سے التجا کی۔

"فرہاد! پٹواری صاحب تم سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتے ہیں، آخر سُن لینے میں کیا حرج ہے؟"

"میں جانتا ہوں کہ یہ تنہائی میں کیا کہے گا۔ یہ اپنی پگڑی میرے قدموں میں رکھ دے گا اور مجھ سے عدالت تک نہ جانے کی التجا کرے گا کیونکہ ناصر علی کے نام جعلی دستاویزات اس نے خود تیار کیے ہیں اور میرے دادا جان کی طرف سے جعلی دستخط کیے ہیں۔ ایک بڑی رقم کے لالچ میں اور اپنے اثر و رسوخ کے گھمنڈ میں۔ اس نے سوچا تھا کہ فرہاد جیسا بچہ اسے عدالت میں چیلنج نہیں کرے گا کیونکہ میں بے بس اور بے سہارا تھا۔ مقدمہ بازی کے لیے میرے پاس دولت نہیں تھی لیکن اب میری تقدیر بدلتے دیکھ کر اسے اپنا بُرا انجام نظر آگیا ہے۔ اگر یہ آپ لوگوں کے سامنے اپنا جُرم تسلیم کرلے تو میں حویلی میں جاکر اس کی باتیں ضرور سُنوں گا۔"

تمام لوگ پٹواری کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ سب کے سامنے اپنے جُرم کا اقرار کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ اس نے میرے قریب ہوکر عاجزی سے دھیمی آواز میں کہا۔

"فرہاد! خدا کے لیے میری عزت رکھ لو۔ پہلے حویلی میں چل کر مجھ سے بات کرلو۔ پھر جو تم کہو گے میں وہی کروں گا۔"

میں نے اس کے ندامت سے مُرجھائے ہوئے چہرے کو دیکھا۔ اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ مجھے اُس پر ترس آگیا۔ یوں بھی میں مقدمہ بازی کے لمبے چکر میں پڑنے کی بجائے صلح صفائی سے کام نکالنا چاہتا تھا۔ میں نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا چلو ـــ مگر یہ نہ سمجھنا کہ میں تمھارے کسی فریب میں آکر قانونی کارروائی نہیں کروں گا۔ وہ تو میں ہر حال میں تمھیں عدالت تک گھسیٹ کر لے جاؤں گا۔ چلو۔"

وہ سر جھکا کر میرے ساتھ چلتا ہوا حویلی کی بیٹھک میں آیا۔ پھر دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد میرے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

"فرہاد بیٹے! میں مجرم ہوں۔ میں جانتا ہوں، جعلی دستاویزات مکمل کرتے وقت اس میں ایک ایسی غلطی رہ گئی ہے جسے تم بھی نہیں جانتے لیکن عدالت میں وہ غلطی چھپی نہیں رہے گی۔ مجھے اس بڑھاپے میں جیل جانا ہوگا۔"

"کیا تمھیں احساس ہے کہ تم بوڑھے ہوچکے ہو؟"

"ہاں۔ مجھے احساس ہے۔ میں تمھارے چچا کا ہم عمر ہوں۔"

"اور اتنے بوڑھے ہوکر شادی کررہے ہو؟ کون ہے وہ بدنصیب عورت؟ عورت ہے یا لڑکی؟"

Waqar Azeem Pakistani Pages

اس نے جھینپ کر گردن جھکا لی۔ میں نے پھر پوچھا۔

"کون ہے وہ؟ کسی کھاتے پیتے گھر کی لڑکی تم سے شادی نہیں کرے گی۔ وہ کوئی غریب اور مجبور لڑکی ہوگی۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں؟"

اُس نے اقرار میں سر ہلایا اور سوچنے لگا "یہ میرے سامنے کا بچہ کتنا چالاک ہوگیا ہے۔ فوراً ہی سمجھ گیا کہ وہ کوئی غریب اور مجبور لڑکی ہوگی لیکن اسے یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ شادی کے لیے راضی نہیں ہے۔ میں اس سے شادی کرنے کی شرط پر اس کے باپ کا قرضہ معاف کر رہا ہوں۔ یہ بات اس لڑکے کو معلوم ہوگی تو خواہ مخواہ یہ رخنہ اندازی کرے گا۔ اس سے اپنے معاملے کی بات طے کر کے یہاں سے چلتا کرنا چاہیے۔"

اس کے خیالات پڑھتے ہی میں نے پوچھا۔

"کیا لڑکی بہت خوبصورت ہے؟"

"آں۔ ہاں ــــ مگر میں ــ میں تو دستاویزات کی باتیں کر رہا تھا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جو تمھارا حق ہے وہ میں....."

میں نے بات کاٹ کر کہا۔

"حق بھی دار رسید۔ میرے پاس اصلی دستاویزات موجود ہیں، میں اس سلسلے میں تم سے نمٹ لوں گا۔ ابھی لڑکی کی بات کرو۔ کیا تم اتنا نہیں سمجھتے کہ میں جوان ہوں اور مجھے حسین لڑکیوں کے ذکر سے دلچسپی ہوگی۔"

وہ سوچنے لگا "ہاں۔ میں آج کل کے جوان لڑکوں کی اس کمزوری کو بھول گیا تھا۔ مجھے فرہاد کی حسن پرستی سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

اس نے خوشامدانہ لہجے میں تیسی نکال کر کہا۔

"ہی ہی ہی ــ تم ایک لڑکی کی بات کرتے ہو، میں تمھارے لیے یہاں لڑکیوں کی لائن لگا دوں گا۔ تم جب بھی آؤ گے تمھیں یہاں نئی خوراک ملے گی۔ بس مجھے اپنا غلام سمجھو۔ مجھے ایک بار معاف کر دو۔ وعدہ کرو کہ تم قانونی کارروائی نہیں کرو گے۔"

"پھر میرا نام زمینوں کے مالک کی حیثیت سے تمھارے رجسٹر پر کیسے آئے گا؟"

"یہ کام بڑی آسانی سے ہو جائے گا۔ تمھارے چچا یہ زمینیں تمھارے نام لکھ دیں گے۔ عدالت سے حکم جاری ہوتے ہی تمھارا نام رجسٹر پر آجائے گا۔ اس طرح میری عزت بھی رہ جائے گی اور تمھاری زمینیں بھی تمھیں واپس مل جائیں گی۔"

"ہاں۔ یہ لمبا چکر ہے مگر میں دو شرائط پر اسے منظور کروں گا۔"

"تمھاری ہر شرط منظور ہے۔ کہو کیا چاہتے ہو؟"

"پہلی شرط یہ ہے کہ زمینیں میرے نام ہوتے ہی تم یہ علاقہ چھوڑ کر چلے جاؤ گے ورنہ تمھاری صورت دیکھ دیکھ کر میرے دل میں انتقام کی خواہش بھڑک سکتی ہے گی۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں برسوں کی عزت کو بحال رکھنے کی خاطر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"دوسری شرط یہ ہے کہ تم شادی نہیں کرو گے۔"

"آں!" وہ بوکھلا کر مجھے تکنے لگا۔

"کیا تمھیں یہ شرط منظور نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

اس نے عاجزی سے کہا۔ "بیٹے! کوئی دوسری شرط پیش کرو۔ دیکھو، میری عزت کا خیال کرو۔ آس پاس کے تمام زمیندار میری شادی میں شریک ہونے آئے ہیں۔ میں عین وقت پر انکار کروں گا تو میری بڑی سبکی ہوگی۔ سب ہی پیٹھ پیچھے میری ہنسی اُڑائیں گے۔"

"ہاں۔ اس طرح تمھاری کافی بے عزتی ہوگی لیکن میری شرط مانو گے تو یہاں سے عدالت تک تمھاری عزت خاک میں ملتی جائے گی۔ خود فیصلہ کرو کہ دو میں سے کون سی بے عزتی تمھیں پسند ہے؟"

"بیٹا! مجھ پر ترس کھاؤ۔ کون جان بوجھ کر اپنی بے عزتی پسند کرتا ہے۔ تم اس سے بھی بڑی کوئی شرط پیش کرو، میں اسے مان لوں گا۔"

"نہیں۔ جو کچھ مجھے کہنا تھا، وہ میں نے کہہ دیا۔ فوراً اپنا فیصلہ سناؤ ورنہ میں یہاں سے جاتا ہوں۔"

"نن۔ نہیں بیٹے۔ مجھے کچھ سوچنے کی مہلت دو۔"

"مہلت نہیں دے سکتا، مشورہ دے سکتا ہوں اور مشورہ یہی ہے کہ شادی سے انکار کر دو۔ ذرا عقل سے کام لو۔ باہر جا کر کہہ دو کہ تمھارا نام جاگ اٹھا ہے۔ تم ایک کنواری لڑکی کو بیوی بنانے کی بجائے اسے بیٹی بنا لو گے۔ ہو کیونکہ عمر میں تم اس کے باپ کے برابر ہو ــــ اس طرح لوگ تمھاری ہنسی نہیں اُڑائیں گے بلکہ ان کی نظروں میں تمھاری عزت اور بڑھ جائے گی۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگا "کیا مصیبت ہے۔ شام کو نکاح ہونے والا ہے اور ابھی بیٹی کہہ دوں، کیسی عجیب سی بات ہے۔ یہ لڑکا مجھے دھوکا کرنا چاہتا ہے۔ میں سب سمجھتا ہوں۔ اس لڑکی پر اس کی نیت خراب ہے۔ اسی لیے تو پوچھ رہا تھا کہ وہ خوبصورت ہے یا نہیں؟ کم بخت دانا حسن پرست ہے ــــ ہاں ایک صورت ہے۔ اگر دل بہلانے کے لیے لڑکی اسے مل جائے تو یہ اپنی دوسری شرط بدل دے گا۔"

یہ سوچتے ہی اس نے ذرا ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"وہ ــ وہ بہت حسین ہے۔ ایک دم سولہ برس کی ہے۔ تم دیکھو گے تو بس دیکھتے رہ جاؤ گے۔ تم نے اسے نہیں دیکھا ہے۔ پھر بھی میں جوان ہوں۔ تم جوان ہو۔ تمھارا دل اس پر آ گیا ہے۔ تم میری بات مانو میں تمھاری بات مانتا ہوں۔ دیکھو، میری عزت کا سوال ہے۔ میں اس سے شادی کر لیتا ہوں، تم سہاگ رات منا لو۔ اس طرح تمھاری خوشی پوری ہو گی اور میری عزت رہ جائے گی....."

میرے جی میں آیا کہ ایک اُلٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دوں لیکن میں اپنی دنیا کے کتنے بے غیرتوں کے منہ پر طمانچے مار سکتا تھا۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو اندر سے بالکل ننگے ہوتے ہیں اور اوپر سے عزت کا چوغا اوڑھ رکھتے ہیں۔ باہر کی بے عزتی پسند نہیں کرتے، اندر کی بے غیرتی

کرتے ہیں۔ یہ بہت ہی محترم، معظم اور عزت شناس دلال ہوتے ہیں اور اپنی نوبیاہتا دلہن کی پہلی رات کی دلالی کرتے ہیں۔ ایسے گٹرنما چہرے بہت ہیں اور طمانچے مارنے والے ہاتھ کم ہیں۔ اس لیے میں نے ہاتھ نہیں اٹھایا، زبان سے کام لیا۔

"تم جیسے دلہن بنا کر میرے پاس لاؤ گے وہ کسی غریب کی بیٹی ہے لیکن میں بہت اونچی رشوت لوں گا۔ دوسری شرط ختم کرنا چاہتے ہو تو اپنی بیٹی کو لے آؤ....."

وہ لرز کر ایک قدم پیچھے چلا گیا۔ غصّے سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اپنی دونوں مٹھیاں یوں بھینچنے لگا جیسے خیال ہی خیال میں میرا گلا گھونٹ رہا ہو۔ وہ کرسچ کی بند کوٹھڑی میں مجھے ننگی گالیاں دے رہا تھا لیکن اوپر سے خود کو پُرسکون رکھنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھا۔ میں نے کہا۔

"اس وقت تم پر جو گذر رہی ہے، وہی اس لڑکی کے باپ کے دل پر گذرے گی، جب تم اُسے بیاہ کر میرے کمرے میں چھوڑ جاؤ گے۔ یا تو تم دونوں کی بیٹیاں شرافت اور عزت کی زندگی گذارنے کی حقدار ہیں یا پھر دونوں ہی رشوت کا مال ہیں۔ تم بتاؤ کہ وہ دونوں کیا ہیں؟"

اس نے بظاہر ندامت سے سر کو جھکا لیا۔ خدا کے فضل سے میں ظاہر اور باطن کو آئینے کی طرح دیکھ لیتا ہوں اس لیے میں اس کے نادم ہونے سے متاثر نہ ہو سکا۔ اس نے لجاجت سے کہا۔

"تمھاری باتوں سے میں بہت پریشان ہو گیا ہوں۔ مجھے صرف ایک گھنٹے کی مہلت دو۔ ذرا سوچنے کا موقعہ دو۔ اس کے بعد تم جو کہو گے، میں اسے تسلیم کر لوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمھیں مہلت دیتا ہوں۔ نکاح کا کون سا وقت مقرر کیا ہے؟"

"بعد نماز ظہر۔ ڈھائی بجے۔"

میں نے اپنی رسٹ واچ دیکھی۔ ایک بجا تھا۔ اس نے مجھے آرام کرنے کے لیے کہا اور باہر چلا گیا۔ جاتے وقت وہ بڑی تیزی سے ایسی کوئی تدبیر سوچ رہا تھا جس سے میری دوسری شرط کو بدل سکے لیکن اس وقت تک کوئی تدبیر اس کے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ میں پلنگ پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر جوتے اُتار کر آرام سے لیٹ گیا۔ مجھے اس بات کا اطمینان تھا کہ وہ میرے خلاف کچھ بھی چال چلے گا، میں اس کا توڑ کر لوں گا لہٰذا اس وقت میرا ذہن چچا جان کی طرف بھٹک گیا۔ میں تصور میں دیکھ رہا تھا۔ ان کی کوٹھی ماتم کدہ بنی ہوئی تھی اور پولیس والے چچی جان کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے لیجا رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا تو میں خیالات سے چونک گیا۔ ایک نوجوان نے قریب آ کر مجھے سلام کیا۔ اس کے بدن پر میلے کپڑے تھے اور چہرہ مُرجھایا ہوا تھا۔

"حضور!" اس نے بڑی عقیدت سے کہا۔ "باہر سب لوگ کہہ

رہے ہیں کہ آپ یہاں کے اصل مالک ہیں۔ میں اس حویلی میں بچپن سے ملازم ہوں۔ آپ کے کھیتوں میں بھی کام کرتا ہوں۔ خدا گواہ ہے، آپ کو دیکھ کر مجھے ایسی خوشی ہو رہی ہے جیسے بہت بڑی دولت مل گئی ہو۔"

یہ کہہ کر وہ میرے پاؤں دابنے لگا۔ میں نے اپنا پاؤں کھینچ کر کہا۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔ میں ایسی خدمات کا عادی نہیں ہوں۔"

"لیکن میں تو آپ کا خادم ہوں، مجھے خدمت کا موقعہ دیجیے۔"

"نہیں۔ تم یہاں بیٹھو اور مجھ سے باتیں کرو۔"

وہ میرے قدموں کے پاس بیٹھ گیا اور سوچنے لگا "میں ایک معمولی نوکر ہوں۔ اپنے مالک سے کیا باتیں کروں۔ دل کا حال تو بیان نہیں کر سکتا۔ پتہ نہیں یہ دل کے کیسے ہیں۔ مجھے صرف خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے، وہ چاہے تو جمیلہ کو بربادی سے بچا سکتا ہے۔ اس شادی کو روک سکتا ہے۔ آہ جمیلہ! کبھی میں نے قسم کھائی تھی کہ تیری خوشیوں کے لیے جان دے دوں گا مگر جان دینے کا فائدہ کیا ہے؟ تجھے خوشیاں تو نہیں مل سکیں گی۔ غریب کی محبت ہمیشہ پٹواریوں اور زمینداروں کی سیج پر جاتی ہے۔ میں بھی دوسروں کی طرح یہ تماشہ دیکھتا رہ جاؤں گا۔"

"تم خاموش کیوں ہو؟" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"جی۔ میں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ ایک ادنیٰ ملازم ہوں۔ اپنے مالک سے بھلا کیا باتیں کر سکتا ہوں؟"

"بہت سی باتیں کر سکتے ہو۔ مثلاً یہی بتاؤ۔ پٹواری جس سے شادی کرنا چاہتا ہے، کیا اس کا نام جمیلہ ہے؟"

"جی ہاں!" اس نے سر جھکا کر جواب دیا۔

"بارات کہاں جائے گی؟"

"کہیں نہیں۔ جمیلہ اسی حویلی میں رہتی ہے۔ بچپن سے ہم دونوں....."

وہ کہتے کہتے رُک گیا۔ پھر بات بدل کر بولا "ہم دونوں اس حویلی میں کام کرتے ہیں۔"

"پھر تو تم اسے خوب اچھی طرح جانتے ہو گے۔ اسے چاہتے بھی ہو گے؟"

"جی!" اس نے ایسے چونک کر دیکھا جیسے دل کا بھید کھل گیا ہو۔ پھر اسی وقت باہر سے پٹواری کی آواز آئی۔

"رحیم! اندر کیا کر رہا ہے؟ چل اِدھر آ....."

اس نے اٹھتے ہوئے میری جانب اجازت طلب نظروں سے دیکھا۔ میں نے اجازت دے دی۔ وہ چلا گیا۔ باہر کا دروازہ بند ہوتے ہی کمرے کا دوسرا اندرونی دروازہ کھلا۔ اس کے ساتھ ہی چھم سے پائل کی دھک سے دل دھڑکا اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

وہ کون تھی؟ میرے لیے اجنبی تھی۔ گلابی رنگ کے لباس میں گلاب کی طرح نگاہوں کے سامنے کھل رہی تھی۔ گورے چمچماتے بدن سے چاندنی پھوٹ رہی تھی۔ چہرہ شہابی شہابی تھا، آنکھیں شرابی شرابی تھیں اور وہ شربت کی تڑے اٹھائے میری طرف آ رہی تھی۔

اس نے قریب آکر مجھے سلام کیا اور ٹرے کو میز پر رکھ کر ایک گلاس میں شربت ڈالنے لگی۔ معاً مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ کیا پٹواری کی یہ کوئی سازش ہے؟ ہو سکتا ہے اس نے شربت کی مٹھاس میں میری موت کو چھپا کر حسن و شباب کی ٹوپے میں سجا کر بھیجا ہو — ایسا ہو سکتا تھا۔

وہ اپنی حنائی ہتھیلی پر گلاس سجا کر میرے سامنے آگئی۔ اس کی جھکی جھکی نظریں کہہ رہی تھیں "لیجیے۔ نوش فرمایئے!"

میں نے پوچھا "شربت زیادہ میٹھا تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔"

"پھر تو اس شربت میں حنائی ہاتھوں کی خوشبو رچی ہوگی!"

وہ شرما کر بل کھا گئی۔ نگاہوں کے سامنے پھولوں بھری ڈالی لچک گئی۔

"کون ہو تم؟"

"شادو۔ میں۔ میں دیناں پٹواری کی بب۔ بیٹی ہوں....."

میں اس کے جھجکنے پر غور نہ کر سکا۔ یہ دیکھ کر ہی ذہن کو جھٹکا سا لگا تھا کہ اُس ذلیل نے باہر اپنی عزت کا بھرم رکھنے کے لیے اپنی بیٹی کو چارہ بنا کر میرے پاس بھیجا تھا۔ میں نے شادو کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"تم جانتی ہو کہ تمھارا باپ میرا دشمن ہے اس لیے یہ شربت پہلے تم پیو گی۔"

"میرے ابا کبھی تمھارے دشمن تھے اب نہیں ہیں۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ اس شربت میں کچھ نہیں ہے۔ آپ اتنے اچھے ہیں۔ اتنے اچھے ہیں کہ میں بہت دیر سے چھپ چھپ کر آپ کو دیکھتی رہی ہوں۔ میں آپ کو زہر نہیں دے سکتی۔"

"یہ گلاس پی کر ثبوت دو۔ میں باتوں سے قائل نہیں ہو سکتا۔"

اس نے بڑی سنجیدگی سے مسکرا کر مجھے دیکھا۔ پھر گلاس کو ہونٹوں سے لگا کر شربت پینے لگی۔

میرا شبہ غلط ثابت ہوا۔ اس نے گلاس خالی کر دیا۔ پھر دوسری بار گلاس بھر کر میرے پاس لے آئی۔ میں نے گلاس ہاتھ میں لیتے ہوئے پوچھا۔

"تمھارے باپ نے جو کچھ تمھیں سکھا پڑھا کر بھیجا ہے وہ مجھے بتا دو۔"

یہ کہہ کر میں فوراً ہی اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ اپنے دماغ کے اندر کہہ رہی تھی۔

"ایسے باپ پر ہزار بار لعنت — کیا کوئی غیرت مند باپ اپنی بیٹی کو کسی مرد کی تنہائی میں بھیجنا گوارا کر سکتا ہے — اونہہ کبھی نہیں....."

اس کے سوچنے کا انداز ایسا تھا کہ میں سمجھ نہ سکا۔ میں سمجھنا چاہتا تھا لیکن اس کے آگے وہ سوچنے کی بجائے میری بات کا جواب دینے لگی۔

"میرے ابا بہت پریشان ہیں۔ اگر وہ مجھے کچھ سکھا کر یہاں نہ بھیجتے، تب بھی میں آپ سے درخواست کرتی کہ ان کی عزت رکھ لیجیے۔ اگر انھوں نے جمیلہ سے شادی نہیں کی تو ان کا بڑھاپا مذاق بن جائے گا — آپ سمجھ گئے ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ انھیں کیسی شرمندگی ہوگی۔"

شادو مجھے ابھارہی تھی۔ وہ سوچتے وقت باپ سے نفرت کرتی تھی اور بولتے وقت بڑی ہمدردی سے اس کی حمایت کر رہی تھی۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ میں نے بار بار اس کی سوچ کو پڑھا لیکن کسی کے بعد وہ زیادہ تر میرے متعلق سوچتی رہی اور متاثر ہوتی رہی جیسے مرد کسی جوان عورت کے متعلق گہری دلچسپی سے سوچتا ہے، وہی ازلی رنگ کے خیالوں میں تھی۔

جہاں تک میری سوچ کا تعلق ہے، میں اسے کبھی للچائی ہوئی نظر سے نہ دیکھتا لیکن وہ ایک گھلے ہوئے دعوت نامے کی طرح آئی تھی۔ اس کی خاموش تحریر کہہ رہی تھی۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ تحریر کہہ رہی تھی — ج، س، م، ف (یعنی جواب سے مطلع فرمائیں) میرا باپ انتظار کر رہا ہے۔

ایسی حسین دعوت کون قبول نہ کرتا؟ لیکن اسے قبول کرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ میری وجہ سے جمیلہ پٹواری کی جنسی زندگی سے دوچار ہو جاتی۔ میں اپنی زندگی کے چند عیاش لمحوں کی خاطر ایک غریب لڑکی کی زندگ برباد نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"اب تم جاؤ اور اپنے باپ کو یہاں بھیج دو۔"

"آپ میرے ابا کی مجبوریوں کو سمجھ گئے ہیں نا؟"

اس نے دونوں ہاتھوں سے میرے ہاتھ کو تھام لیا۔ اس کی نقش و نگار سے سجی ہوئی ہتھیلیاں ذرا نرم تھیں، ذرا گرم تھیں اور دور دور بدن کی نرمی و گرمی کا یقین دلا رہی تھیں۔ حسین عورت اپنی خاموش ادا سے مرد کو اپنا معمول بنا لیتی ہے۔ اس کے سحر سے بچنے کے لیے میں نے اپنی آنکھوں سے کام لیا۔ وہ میری جانب پُر امید نظروں سے دیکھ رہی تھی یک بیک میری نگاہوں کے تیور بدل گئے۔ میری آنکھوں سے مقناطیسی لہریں نکلیں اور اس کی آنکھیں مجھ پر جم کر رہ گئیں۔ وہ بالکل ساکن ہو گئی۔

میں نے بھاری بھرکم لہجے میں حکم دیا "میرا ہاتھ چھوڑ دو۔"

اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ میں نے پھر حکم دیا۔

"اب تم اپنے باپ کے پاس جاؤ اور اسے یہاں بھیج دو۔"

اس کی آواز جیسے کسی اندھے کنوئیں سے آئی۔

"میں اپنے باپ کے پاس کیسے جاؤں؟ میں نہیں جانتی قبر کہاں ہے؟"

میں نے اسے عجب سے دیکھا۔

"کیا تمھارا باپ مر چکا ہے؟"

"ہاں۔ مر چکا ہے۔"

"دیناں پٹواری تمھارا کون ہے؟"

"میرا سرپرست ہے۔ میں نے بچپن سے اس کے ہاں پرورش پائی ہے۔ وہ مجھے بیٹی کہتا ہے مگر بیٹی نہیں سمجھتا۔"

"وہ تمھارے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے؟"

"جیسے ایک دلال کرتا ہے۔ یہاں اس کا کوئی بڑا صاحب آتا ہے تو وہ مجھے رشوت کے طور پر پیش کرتا ہے۔"

"کیا تم اُن صاحب لوگوں کو جانتی ہو؟"

"نہیں۔ میں کسی کو نہیں جانتی اور جاننا بھی نہیں چاہتی۔ ہاں اتنا سمجھتی ہوں کہ جب کبھی کسی کے ساتھ میری ایک رات کا لی ہوتی ہے، پٹواری کے والے نیالے ہو جاتے ہیں۔ وہ پیشکار کے ذریعے پیشی کی تاریخوں میں گڑبڑ کر دیتا ہے۔ کبھی کسی متنازعہ زمین کا مقدمہ جیت لیتا ہے، کبھی کسی زمیندار کو مقدمے میں الجھا دیتا ہے۔ کبھی کسی کو مقدمے کی الجھنوں سے نجات دلا دیتا ہے۔ یہ جو اس نے اپنی جائداد بنائی ہے اور زمینیں حاصل کی ہیں تو اس حصول کے دوران میری جوانی لہو لہو ہوتی رہی ہے۔ میرے سرپرست، میرے مہربان میرے بنا سپتی باپ کے گھر میں جتنے چراغ روشن ہوتے ہیں، ان میں میرا لہو جلتا رہتا ہے۔"

میں اسے ہمدردی سے دیکھنے لگا۔ مجھے اُس پر بڑا ترس آرہا تھا! ابھی اس کی عمر ہی کیا تھی؟ ابھی اسے پیار کی لطافتوں کو سمجھنا تھا۔ کسی گبرو جوان کو دل دینا تھا۔ اسے اپنے دل میں بٹھانا تھا اور ایک چھوٹے سے گھر کی جنت کے سپنے دیکھنا تھا لیکن ایک بے رحم تاجر اس کے سپنوں کو اپنے منافع کے بھاؤ پر فروخت کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔

"تم جوان ہو۔ تمھارا دل کسی کو چاہتا ہوگا۔ تمھاری آنکھیں کسی کو پسند کرتی ہوں گی۔ تم کسی کا نام لو، میں اس سے تمھاری شادی کرا دوں گا۔"

"پٹواری بھی یہی دلاسے دیتا ہے کہ بہت جلد کسی لڑکے سے میری شادی کرا دے گا۔"

"میں تمھیں جھوٹے دلاسے نہیں دے رہا ہوں۔ تم بتاؤ کس کو چاہتی ہو؟"

"میں تمھیں چاہتی ہوں۔ میں بہت دیر سے تمھیں چھپ چھپ کر دیکھ رہی تھی۔ مجھے اپنی حیثیت معلوم ہے۔ تم بڑے آدمی ہو۔ شاید میں تمھارے قریب بھی نہیں آسکتی تھی مگر پٹواری نے یہ موقع دے دیا۔"

"لیکن میں نے شادی کے متعلق ابھی نہیں سوچا ہے۔ تم میرا خیال دل سے نکال دو۔ کسی اچھے نوجوان کو پسند کر دو۔ میں تمھاری زندگی سنوار دوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے نظریں پھیر لیں اور خیال کا رابطہ ختم کر دیا۔ یک بیک وہ ہوش میں آگئی۔ میں نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ کچھ حیرانی سے، کچھ پریشانی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

"آں۔ کچھ نہیں!" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ وہ سوچ رہی تھی "ابھی مجھے کیا ہو گیا تھا؟ کیا میں اس نوجوان سے باتیں کر رہی تھی؟ اس کی آنکھیں کتنی عجیب ہیں۔ مجھے ڈر بھی لگتا ہے اور اس کی طرف کھنچے جانے کو جی بھی چاہتا ہے....."

میں نے کہا "شاید تم کچھ پریشان ہو۔ اسی لیے کہتا ہوں، ابھی یہاں سے جاؤ۔ پہلے میں تمھارے باپ سے باتیں کروں گا، پھر تمھارے کسی کام آؤں گا۔ اب جاؤ یہاں سے....."

وہ اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد پٹواری کمرے میں آیا۔ اُس نے آتے ہی خوشامدانہ انداز میں پوچھا۔

"بیٹے! تم نے شربت پی لیا؟"

میں نے اسے نفرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے بیٹا نہ کہو۔ جو بیٹی کو کسی کی تنہائی میں بھیجتا ہو، وہ کسی کا باپ یا بزرگ کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ تم اپنے باراتیوں کو یہاں بلاؤ، میں تمھاری شادی یا بربادی کا فیصلہ سناؤں گا۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا۔

"فریاد! میں تمھارے قدموں پر سر رکھنے کو تیار ہوں۔ مجھے لوگوں کے سامنے ذلیل نہ کرو۔"

"تم میرے قدموں پر سر رکھو گے، میں ٹھوکر سے اُڑا دوں گا۔ تم بیٹی کے رشتے کے دلال ہو۔ میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ سنو! ابھی جمیلہ کی شادی رحیم سے ہو گی اور تم یہ تماشہ دیکھو گے۔ یہ حویلی چاچا جان نے تمھیں رشوت کے طور پر دی ہے، تم ابھی اسے چھوڑ کر جاؤ گے اور اس کے کاغذات لاکر میرے حوالے کرو گے ورنہ عدالت میں میں تم سے وصول کر لوں گا۔ آج سے بدنامی، ذلت اور رسوائی تمھارا مقدر بن چکی ہے۔"

اس کا منہ یوں لٹک گیا جیسے اب تب میں رونے ہی والا ہو اور وہ اندر ہی اندر رو رہا تھا اور اپنی بے بسی پر ہنس رہا تھا۔ میری سنگدلی کا اسے یقین ہو گیا تھا۔ شادو جیسی حسین لڑکی مجھے موم نہ کر سکی تھی۔ وہ آخری حربہ بھی ناکام ہو گیا تھا اس لیے اب وہ اپنے انجام کے متعلق سوچ رہا تھا۔

"یہ مجھ پر کیسی تباہی آگئی ہے۔ جمیلہ سے شادی نہیں ہو گی۔ مجھے بوڑھا سمجھ کر قہقہے لگائے جائیں گے۔ ہاہاہا....."

وہ اپنے اندر پاگلوں کی طرح ہنس رہا تھا۔ میں نے بھی اس کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کی سوچ میں قہقہے لگائے "ہاہاہا۔ میں بوڑھا ہوں۔ ایک جوان چھوکری سے شادی نہیں کر سکتا۔ ہاہاہا....."

وہ سٹپٹا کر رہ گیا۔ جلدی سے اپنے سر کو تھام کر سوچنے لگا "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ مجھے خود پر قابو رکھنا چاہیے....."

میں نے اس کی سوچ پر قابو پاتے ہوئے کہا "حالات قابو سے باہر ہیں۔ اب یہ شادی نہیں ہو سکے گی۔ مجھے اس حویلی سے نکلنا ہو گا۔ ہاہاہا۔ مجھے جعلسازی کے جرم میں جیل کی ہوا کھانی پڑے گی۔ ہاہاہا۔ یہ آلو کا پٹھا فریاد مجھ سے انتقام لیکر ہی رہے گا۔ اس انتقام سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ہاہاہا....."

وہ اچانک ہی اپنی بے بسی پر سچ مچ ہنسنے لگا۔ سوچ کے بہاؤ میں وہ قہقہے حلق تک آگئے تھے اور ہونٹوں کے بند دروازے کھول کر باہر نکل آئے تھے۔

میں نے سوچ کے ذریعے اسے ایک بہترین مشورہ دیا۔ "ہاں! مجھے وقتی طور پر پاگل بن کا ڈھونگ رچانا چاہیے۔ پاگل بن جانے سے بہت سے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہوگا کہ ایک پاگل کی شادی کسی ہوش مند لڑکی سے نہیں ہو سکتی۔ مجھے انکار کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ شادی خود ہی رُک جائے گی۔ فرہاد کی دوسری شرط بھی پوری ہو جائے گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرہاد مجھے پاگل سمجھ کر عدالت تک نہ گھسیٹے۔ واقعی ایسے سنگدل دشمن کے انتقام سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ میں پاگل بن جاؤں۔۔۔۔"

یہ سوچتے ہی اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے اپنا گریبان چاک کر لیا اور ایک شرابی کی طرح اِدھر سے اُدھر لڑکھڑاتے ہوئے دیوانگی کا مظاہرہ کرنے لگا۔

"میں پاگل ہوں۔ ہاہاہا۔ تُو بھی پاگل ہیں بھی پاگل میرا باپ بھی پاگل، یہ ساری دنیا پاگل ہے ہاہاہا ہا۔۔۔۔۔"

میں نے بظاہر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اس کے بازو کو تھام کر کہا۔

"ارے دیناں چاچا! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ اگر تم پاگل ہو گئے تو میں تم پر مقدمہ کیسے کروں گا؟ نن۔ نہیں ہوش میں آؤ۔ ہوش میں آؤ دیناں چاچا۔۔۔۔۔"

اسے یقین ہو گیا کہ اس کی تدبیر کارگر ہو رہی ہے۔ اس نے مجھے پرے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"میں پاگل ہوں۔ گگ کڑکوں کوں۔ میں مُرغے کی اولاد ہوں۔ کوک کوک کُک کڑکوں کوں۔۔۔ اب میں انڈے دوں گا۔۔۔۔۔"

وہ اکڑوں بیٹھ گیا جیسے انڈے دینے کا قطعی فیصلہ کر چکا ہو۔ میں نے پھر اس کا بازو پکڑ کر کہا۔

"ارے یہ کیا کرتے ہو۔ مُرغے انڈے نہیں دیتے۔"

"ہاں!" وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "ہاہا۔ میری مرغی انڈے دے گی۔ کہاں ہے میری مرغی؟"

وہ ایک چھلانگ لگا کر دروازے کی طرف گیا۔ پھر اسے ایک جھٹکے سے کھول کر باہر نکل گیا۔ میں نے دروازے پر آ کر دیکھا۔ باہر تمام لوگ اس کے پھٹے ہوئے گریبان کو دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ وہ اکڑوں بیٹھ کر کہہ رہا تھا۔

"کہاں ہے میری مرغی۔ گگ کڑکوں کوں۔ مرغی مرغی پکاروں میں بن میں۔ میری مرغی گئی کس چمن میں۔۔۔ ہائے مرغی۔۔۔۔"

وہ چاروں ہاتھ پاؤں زمین پر ٹیک کر اس طرح رینگنے لگا جیسے مرغی کو تلاش کر رہا ہو۔ ذرا سی دیر میں اس کے چاروں طرف بھیڑ لگ گئی۔ کتنے ہی موٹر لوگ اسے پکڑ رہے تھے اور جھنجھوڑ کر پوچھ رہے تھے کہ اسے کیا ہو گیا ہے؟ وہ ایسی حرکتیں کیوں کر رہا ہے؟ جواب میں وہ اُلٹی سیدھی ہانک رہا تھا۔

زمیندار میری طرف آئے۔ ایک نے مجھ سے پوچھا تو میں نے جواب دیا۔

"آپ لوگوں نے دیکھا ہے کہ میں نے اپنے زمیندار کے اصل روپ دکھائے تھے۔ اس نے میرے چچا جان کے ساتھ مل کر مجھے اور قانون کو دھوکا دیا ہے۔ اس کا جھوٹ ثابت میرے پاس دیکھ کر اس کے دماغ کا توازن کھو بیٹھا ہے اور یہ اپنا دماغی توازن کھو چکا ہے۔ مجھے تو اس سے ذرا بھی ہمدردی نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں میں سے کسی کو ہمدردی ہے تو اسے کہیں لے جا کر بند کر دیجیے۔ اس کا پاگل پن خطرناک صورت اختیار کر سکتا ہے۔ بہرحال آج نہیں تو کل یہ بھی اس کی دماغی حالت درست ہو گی۔ میں اسے عدالت میں طلب کروں گا۔"

ایک زمیندار نے پٹواری کی طرف سے التجا کی۔

"فرہاد۔ یہ درست ہے کہ اس نے تمہیں دھوکہ دیا ہے لیکن اس کی طرف سے اسے سزا مل رہی ہے بیٹے! اسے معاف کر دو اور صلح صفائی سے اپنا حق حاصل کر لو۔"

میں نے کہا۔ "اگر آپ سب یہ چاہتے ہیں کہ یہ عدالت تک نہ جائے تو میں آپ کی بات تسلیم کروں گا لیکن ابھی چند باتوں کا فیصلہ ہو جانا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے جو فیصلہ عدالت میں ہونا چاہیے۔ وہ یہاں ہو جائے گا اور بھی ہو جائے گا۔" سب لوگ مجھے یقین دلانے لگے کہ میرے حق میں فیصلہ ہو گا۔

ہم سب بیٹھک میں آ گئے۔ رحیم اور ایک ملازم پٹواری کو پکڑ کر لے آئے۔ اب وہ مرغ کی طرح بانگ نہیں دے رہا تھا لیکن کبھی کبھی سر ہلا کر ہاتھ نچا نچا کر زیرلب بڑبڑاتے ہوئے اپنے پاگل پن کا ثبوت دے رہا تھا۔

جب تمام لوگ کرسیوں اور صوفوں پر بیٹھ گئے تو میں نے کہا۔

"یہ حویلی میری ہے کیونکہ یہ میری زمین پر ہے اور اسے میرے والد نے تعمیر کرایا تھا۔ کیا کسی کو اعتراض ہے۔"

میں نے چاروں طرف دیکھا کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ پٹواری نے اعتراض کے طور پر بانگ دی۔ گگ کڑکوں کوں۔ میں نے اس کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"یہ مرغ کی اولاد اب اس حویلی میں نہیں رہے گا۔ جتنی جلدی ہو سکے اسے یہاں سے رخصت کر دیجیے۔ اس حویلی میں جو بچے ہیں وہ ملازم ہیں۔ وہ میرے ہی ملازم رہیں گے۔ ان میں جمیلہ اور رحیم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ لحاظ سے میں اپنی ملازمہ جمیلہ کی شادی ایک پاگل بڈھے سے نہیں ہونے دوں گا۔ جمیلہ کی شادی میری مرضی سے ہو گی۔"

سب چپ رہے۔ جمیلہ کے بڈھے باپ نے اٹھ کر کہا کہ وہ پٹواری کا قرض دار ہے۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ وہ قرضہ میں اتار دوں گا۔ اس کے باپ نے خوش ہو کر کہا۔

"تو پھر جمیلہ کی شادی آپ ہی کی مرضی سے ہو گی؟"

میں نے رحیم سے کہا۔ "رحیم! تم یہاں سے جاؤ اور آدھ گھنٹے کے غسل کر کے صاف ستھرا لباس پہن کر آؤ۔ جمیلہ کا نکاح تم سے پڑھایا جائے گا۔"

رحیم کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ فرطِ مسرت سے کانپ رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ دوڑتا ہوا آیا اور میرے قدموں سے لپٹ کر کہنے لگا۔

"آپ ہمارے لئے فرشتہ بن کر آئے ہیں۔ میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھلوں گا۔"

میں نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔

"میں انسان ہوں۔ مجھے فرشتہ نہ بناؤ۔ جاؤ بھاگو۔ جو کہہ رہا ہوں۔ فوراً اس پر عمل کرو۔"

وہ اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ ذرا سی دیر میں یہ بات پھیل گئی کہ دولہا بدل گیا ہے۔ اب جمیلہ کی شادی رحیم سے ہونے والی ہے۔ پٹواری کے پاگل پن کی خبر پہلے ہی پھیل گئی تھی۔ تمام حویلی میں۔ کیا مردانے میں۔ کیا زنان خانے میں ہر جگہ چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ کسی کو حیرانی تھی کہ جمیلہ کی تقدیر کیسے بدل گئی۔ کسی کو تجسس تھا کہ پٹواری پاگل کیسے ہو گیا۔ یہ دونوں باتیں نہ جانے وہاں کتنے دنوں تک دلچسپی کا باعث بننے والی تھیں جنہیں پٹواری سے ہمدردی تھی اور جنہیں میرے فیصلے پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ اسی وقت حویلی چھوڑ کر چلے گئے۔ کانٹے خود ہی راستہ صاف کر گئے۔

ایک گھنٹے کے بعد جمیلہ اور رحیم کا نکاح پڑھا دیا گیا پھر کھانے پینے اور ہنسنے ہنسانے میں شام ہو گئی۔ جب دعوت میں شریک ہونے والے رخصت ہو گئے تو میں برسوں کی پھٹی پھٹی حویلی کو دیکھنے کے لئے اندرونی حصے میں چلا آیا۔ میں نے مجرس کی طرح اس گھر کو چھوڑا تھا۔ ایک بوڑھی عورت نے مجھے وہ کمرہ بتایا جہاں میں نے جنم لیا تھا۔ وہاں کتنے ہی کمرے اور کتنی ہی چیزیں ایسی تھیں جو ماضی کی یادیں تازہ کر دیتی تھیں۔ وہ بوڑھی مائی میرے والدین کی زندگی کا ایک ایک صفحہ کھولتی جا رہی تھی۔ میں چشمِ تصور میں اپنی والدہ کی محبت اور والد کی عظمت کی کتنی ہی تصویریں دیکھتا جا رہا تھا پھر میں دالان میں آیا۔ وہاں چند عورتیں کھڑی ہوئی تھیں۔ مجھے بتایا گیا کہ ان میں سے کچھ میری دور کی رشتہ دار ہیں کچھ جمیلہ اور رحیم کے عزیز و اقارب ہیں۔ ان کے درمیان شادر سرچھکائے کھڑی تھی۔

اسے دیکھ کر مجھے یہ ندامت ہوئی کہ اس دوران میں اسے بھلا بیٹھا تھا۔ مجھے پٹواری کے سامنے اس لڑکی کے مستقبل کا فیصلہ کرنا چاہیے تھا۔ لیکن فیصلہ کیسے ہوتا؟ وہ تو پاگل پن کا ڈھونگ رچا رہا تھا۔ میری کسی بات کا صحیح جواب دیتا تو اب تو وہ اس حویلی سے جا چکا تھا۔ میں نے سوچا کہ کل اس سے شادی کے متعلق باتیں کروں گا۔ اتنے میں رحیم نے کہا۔

"حضور! یہ شادر نے پٹواری کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا ہے کہتی ہے کہ اسی حویلی میں رہے گی اور آپ کی خدمت کرے گی۔"

"میں یہاں رہنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ کل صبح چلا جاؤں گا۔ مجھے اپنی خدمت کرانے کے لئے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں مگر یہیں رہے گی کہنے سے اس کے رشتے کی بات آئے تو میں اس کی شادی کرا دوں گا۔"

شادر نے سر کو جھکا لیا۔ رحیم مجھے دلہن کے کمرے میں لے آیا۔ جمیلہ سیج پر گھونگھٹ کاڑھے بیٹھی تھی جب اسے بتایا گیا کہ میں آیا ہوں تو اس نے ہاتھ اٹھا کر آداب کہا۔ وہ سیج سے اتر کر میرے قدموں کو چھونا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے روک دیا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بزرگانہ انداز میں اسے دعائیں دیں اور رحیم سے کہا کہ آج سے وہ میرا خاص ملازم ہے۔ حویلی کی آمدنی کا حساب اور حویلی کی نگرانی اس کے ذمہ ہو گی۔ اس کے عوض دونوں میاں بیوی کو کھانے کپڑے کے علاوہ دو سو روپے ماہوار ملا کریں گے۔ میں نے دو مجمت بھرے دلوں کو ملایا تھا۔ ان کی شادی کرائی تھی۔ ان کے لئے رہائش اور روزگار مہیا کر رہا تھا اور اب میں ان کے دلوں کا حال پڑھ رہا تھا۔ وہ خوشی سے بے حال ہو رہے تھے۔ ان کے دلوں میں میرے لئے اتنی محبت تھی اتنی عقیدت تھی کہ اگر خدا کا حکم ہوتا تو وہ مجھے سجدہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے۔

اس وقت وہ سو رہے تھے کہ آج سہاگ کی پہلی رات کو وہ شکرانے کی نماز ادا کریں گے اور اپنے رب العزت کے سامنے ہاتھ پھیلا کر میری درازیٔ عمر کی دعائیں مانگیں گے۔

میں وہاں سے بیٹھک میں آ گیا۔ کمرے میں لالٹین کی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ شہر کے ہنگاموں سے دور وہاں مکمل سناٹا اور سکون تھا۔ ایسی جگہ تنہائی عمل اور خیال خوانی کی مشقوں کے لئے نہایت ہی موزوں ہوتی ہے۔ میں نے اپنے جوتے اور لباس اتارے۔ میرے جسم پر صرف ایک انڈر ویئر رہ گیا۔ اس کے بعد میں یوگا کی مشقیں کرنے لگا۔

آدھ گھنٹے کے بعد میں بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ اب مجھے پٹواری کی خبر لینی تھی اس حقیقت کو تو میں ہی جانتا تھا کہ وہ پاگل نہیں ہے لہٰذا وہ پاگل پن کے پس پردہ میرے خلاف کوئی سازش بھی کر سکتا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے متعلق سوچتا رہا پھر آنکھیں بند کر کے اس کا تصور کیا۔ وہ جہاں بھی تھا تنہا تھا۔ کیونکہ خیال ہی خیال میں اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔

"کیا مصیبت ہے۔ میں کب تک ان زنجیروں سے بندھا رہوں گا۔"

میں نے تو معمولی سے پاگل پن کا مظاہرہ کیا تھا۔ ایک بے ضرر پاگل کو زنجیروں میں جکڑا نہیں جاتا مگر میرا بڑا بیٹا صمد مجھے خطرناک پاگل سمجھ رہا ہے اور دوسروں کو بھی سمجھا چکا ہے میں اس کی چال کو اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ وہ مجھے پاگل خانے بھیج کر تمام زمین اور جائداد پر قبضہ کر جانا چاہتا ہے۔ پاگل وہ اپنے باپ کو واقعی پاگل سمجھ رہا ہے۔

ویسے وقتی طور پر پاگل بن کر میں دوستوں اور دشمنوں کے اصلی چہرے دیکھ رہا ہوں۔ میری گھر والی نے میرے پاگل ہو جانے پر ذرا بھی افسوس نہیں کیا وہ تو پہلے ہی مجھ سے خار کھائے بیٹھی تھی کیونکہ میں جمیلہ کو اس کی سوکن بنا کر لانے والا تھا۔ اب وہ خوش ہے اور میرے سامنے کئی بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ چکی ہے کہ میں ہمیشہ کے لئے پاگل ہو جاؤں۔ عورت کے لئے ایک پاگل خاوند اس ہوشمند خاوند سے ہزار درجہ بہتر ہوتا ہے جو سوکن لاتا ہے۔ میری بربادی اس کی خانہ آبادی ہے۔ اس لئے وہ بہت ہی خوش ہے اور بڑے سکون سے سو رہی ہے۔ دوسرے کمرے سے اس کے خراٹوں کی آوازیں آ رہی ہیں اور

میں آہو کا پٹھا بن کر جاگ رہا ہوں۔

مجھے ندد کی بھوک لگی ہے۔ کسی نے اب تک مجھے ایک لقمے کے لئے بھی نہیں پوچھا۔ یہ لوگ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ پاگلوں کو بھوک نہیں لگتی یا اسے کوئی اور مسئلہ ہے؟ اسے بے غیرت کیسنو میں ساری جمع اپنی کمائی کھلاتا رہا۔ آج تم میں سے کوئی مجھے روٹی کا ایک ٹکڑا کھلانے والا نہیں ہے۔ ہائے کیسی دنیا ہے۔ میں فرہاد جیسے لوگوں سے سب کچھ چھینتا رہا اب میری اولاد وہ مال غنیمت مجھ سے چھین لینا چاہتی ہے مجھے پاگل سمجھ کر روٹی کا ایک ٹکڑا تک چھین لینا چاہتی ہے۔

جب سے یہ دنیا آباد ہوئی ہے۔ چھیننے اور جھپٹنے کا عمل جاری ہے۔ آہ! اگر میں ساری عمر دولت سمیٹنے کی بجائے اپنی عاقبت سنوارتا تو آج مجھے پاگل بننے کی ضرورت پیش نہ آتی ایسے وقت یہ بات کتنی بری اور کھری ثابت ہوتی ہے کہ اس دنیا کے لوگ ہم سے اس دنیا کی تمام چیزیں چھین سکتے ہیں لیکن نیکی سے حاصل کی ہوئی عاقبت کوئی نہیں چھین سکتا۔

خدایا۔ وقتی طور پر پاگل بن کر میں نے تیری دنیا کا اصل چہرہ دیکھ لیا ہے۔ میں صدق دل سے توبہ کرتا ہوں۔ میرے پچھلے گناہ معاف کر دے۔ میں نے اب تک جن لوگوں پر ظلم کیا ہے۔ اب اس کی تلافی کروں گا۔ جن کا نقصان کیا ہے۔ ان کا نقصان پورا کروں گا۔ میرا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ میں شادو کو بیٹی بنا کر رولا تا رہا اور ایک باپ کے رشتے کی عظمت کو مجروح کرتا رہا۔

اب میں واقعی ایک باپ کا فرض ادا کروں گا اور اسے کسی اچھے گھرانے میں عزت آبرو سے بیاہ کر رخصت کر دوں گا۔ کل صبح جمیلہ کے پاس بھی جاؤں گا۔ اس سے معافی مانگوں گا اور ایک باپ بن کر اس کے سر پر ہاتھ رکھوں گا۔ کاش کہ میری طرح دنیا کے تمام لوگ پاگل بن جاتے اور میری طرح نیکی اور سچائی کے راستے کو پا لیتے۔ یہ درست ہے کہ انسان بہت زیادہ عقلمندی کے زعم میں خدا سے دور ہو جاتا ہے۔ خدا تک پہنچنے کے لئے فرزانگی کی نہیں، دیوانگی اور جذبیت کی ضرورت ہے۔۔۔"

وہ سوچتے سوچتے ایک ساعت کے لئے رک گیا پھر کچھ دیکھنے لگا۔ اس کے متعلق اس کا دماغ سوچنے لگا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھل رہا ہے اور اس کا بڑا بیٹا محمود دہلیز پر کھڑا اپنے باپ کو گھور گھور کر دیکھ رہا ہے اور اب وہ دہلیز پار کر کے دروازے کو اندر سے بند کر رہا ہے۔ اس وقت پٹواری نے کہا۔

"دروازہ بند نہ کرو۔ میں پاگل نہیں ہوں۔ میری زنجیریں کھول دو۔ دروازہ کھول دو۔ تم نے کیا سمجھ کر مجھے قید کر رکھا ہے؟"

"پاگل۔!"

محمود کی سوچ بھی میرے دماغ تک پہنچ گئی پہلے پہل جب میں نے خیال خوانی کی ابتدا کی تھی۔ اس وقت میں صرف ایک ہی شخص کی سوچ کو پڑھ سکتا تھا گرد و نواح کی باتیں کرنے سے جوں ہی ایک وقت میں ایک سے زیادہ شخص کی سوچ کی لہریں میرے دماغ تک پہنچنے لگتیں لیکن اب یہ علم رفتہ رفتہ وسعت اختیار کر رہا تھا۔

میری داستان حیات کے اس دلچسپ پہلو کو سمجھنے کے لئے کسی حد تک ٹیلی پیتھی کو سمجھنا ضروری ہے اور ٹیلی پیتھی کو سمجھنے کے لئے انسانی دماغ کی کارکردگیوں کو سمجھنا لازمی ہے۔ ہمارا دماغ صرف ہماری اپنی باتیں نہیں سوچتا ہم جسے چھوتے ہیں۔ اس چھونے کے ردعمل کو بھی سوچتا ہے۔ ہم جس چیز کو چکھتے ہیں۔ اس چکھنے کی لذت کا تجزیہ بھی کرتا ہے کہ وہ کون سی چیز ہے اور اس کا مزہ کیسا ہے۔ ہم جسے سونگھتے ہیں اسے بھی ہمارا دماغ بتاتا ہے کہ وہ خوشگوار کس نوعیت کی ہے۔ اسی طرح اپنے سامنے والے کی باتیں جب ہم کانوں سے سنتے ہیں تو وہ پہلے دماغ تک پہنچتی ہے اگر پہنچیں تو ہم آواز کو لفظوں کی ترکیب کو کہنے والے کی زبان کو اور اس کے کہنے کے مفہوم کو نہ سمجھ سکیں (یہ جو ہمارا دماغ ہے۔ یہ ایک شفاف آئینہ ہے۔ جو بھی سامنے آتا ہے وہ وقتی طور پر دماغ کے آئینے میں منعکس ہو جاتا ہے۔ سوچ کے سمندر کا نام دماغ ہے۔)

اور دماغ ایک ٹیپ ریکارڈر بھی ہے۔ اس ریکارڈر کے سامنے جو بولتا ہے۔ اس کی آواز ٹیپ پر ریکارڈ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح محمود جو کچھ کہہ رہا تھا۔ اسے پٹواری کے دماغ کا ٹیپ ریکارڈر قبول کر رہا تھا اور اس کے دماغی ریکارڈر کو میں سن رہا تھا۔

"پاگل۔!" محمود کی آواز پٹواری کے دماغ سے نشر ہوئی۔ "ابا! تو پاگل ہے اور پاگل کو اس دنیا میں زندہ رہنے کا حق نہیں ہے۔"

"اے میرے پاگل کو اس بات پر کہ میں پاگل نہیں ہوں۔ مجھے کتنی بار سمجھانا پڑے گا۔ میں نے پاگل بن کر اس دنیا کے ہاتھوں سے بچنا چاہا تھا۔ اس دنیا کے لوگ جو اپنے علاوہ ہر شخص کو پاگل سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں نے پاگل بن کر اس دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے پاگل پن کا ڈھونگ رچایا تھا۔"

"ٹھیک ہے ابا۔ دنیا تو یہی سمجھتی ہے کہ تو سچ مچ پاگل ہے۔ ان کی سمجھ کے مطابق تجھے پاگل رہ کر فوراً خودکشی کر لینی چاہیئے۔ سب لوگ افسوس کریں گے اور یہی سمجھیں گے کہ تو نے دیوانگی کے عالم میں خود کو ہلاک کر ڈالا ہے ایک پاگل اپنے پاگل پن سے کسی وقت بھی موت کے منہ میں پہنچ سکتا ہے۔ تجھے عمل طور سے ثابت کرنا چاہیئے۔"

میں خودکشی نہیں کروں گا۔ تیرا دماغ چل گیا ہے۔ میرا دماغ ابھی درست ہے۔ تیرے کہنے سے میں خودکشی نہیں کروں گا۔ ابھی مجھے زندہ رہنا ہے۔ ابھی مجھے اپنی غلطیوں کی تلافی۔۔۔ آں یہ۔۔۔ یہ تو کیا کر رہا ہے۔؟ یہ زنجیر کا حلقہ کیوں بنا رہا ہے۔؟ نہ۔ نہیں۔ مجھ سے دور ہو جا۔ دیکھ میرے قریب نہ آ۔ نہیں یہ حلقہ میری گردن میں نہیں ڈالنا۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ تیرے خطرناک ارادے کو سمجھ گیا ہوں۔ بے ایمان، بدذات! اپنے باپ کو مارڈالنا چاہتا ہے۔ مرکا بچہ ہے تو میرے ہاتھ کھول دے۔ میں تجھ سے نمٹ۔۔۔ آں۔ اونگ۔ اوں۔ اونگ۔۔۔"

پٹواری کی آواز گھٹ کر رہ گئی۔ میں نے چشم تصور میں دیکھا۔ اس کی گردن زنجیر کے حلقے میں پھنسی ہوئی تھی اور محمود کچھ کہہ رہا تھا۔ وہ پٹواری ڈوبتے ہوئے ذہن سے نشر ہو رہا تھا۔

"ابا۔ تیرے دن پورے ہو گئے تو نے پاگل پن کا ناٹک شروع کیا تھا میں اس ناٹک کو اس کے صحیح انجام تک پہنچا رہا ہوں۔ تیرے مرنے کے بعد میں تیرے دونوں ہاتھوں کو کھول کر زنجیر کے حلقے پر رکھ دوں گا۔ دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ تو نے وحشت و جنون کی حالت میں اس حلقے کو اپنی گردن میں پھنسا لیا تھا اور آخر کار اپنی زندگی تمام کر ڈالی۔۔۔"

پٹواری کی دہائی قوت کمزور پڑتی جا رہی تھی۔ اس کے دماغ میں ٹوٹی پھوٹی سوچیں گڈمڈ ہو گئی تھیں۔ ایک تو وہ خود ہی سوچ رہی سوچ میں بیٹے کو گالیاں دے رہا تھا۔ دوسری آواز اس کے بیٹے کی تھی جو اس کے ماؤف ہونے والے دماغ میں دم توڑتی جا رہی تھی۔

پھر یک لخت پٹواری کے دماغ کا ٹیپ ریکارڈر آف ہو گیا آواز بند ہو گئی۔ سناٹا چھا گیا تھا۔ شاید محمود کچھ کہتا ہو گا لیکن میرا رابطہ پٹواری کے دماغ سے تھا چونکہ دماغ ہمیشہ کے لئے چپ ہو گیا تھا۔ اس لئے اب وہ دنیا کی کوئی آواز نشر نہیں کر سکتا تھا۔ اب وہ ایسا ناکارہ ٹیپ ریکارڈر تھا۔ جس کی مرمت اس دنیا کے کسی کارخانے میں نہیں ہو سکتی تھی۔

میں نے آنکھیں کھول دیں۔

میں جس دشمن سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کے ہاتھوں اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔ میں نے چند لمحوں کے لئے اس سے ہمدردی کے طور پر اپنے سر کو جھکا لیا۔ دشمن سے اس لئے ہمدردی ہوئی کہ وہ اپنے گناہوں اور غلطیوں پر صدق دل سے پچھتا رہا تھا۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے۔ انسان اچھی خاصی زندگی گزارنے کے بعد موت کے قریب پہنچ کر پچھتاتا اور توبہ کرتا ہے لیکن انسانوں سے صرف ہمدردی ہی کی جا سکتی ہے۔

میں پلنگ سے اتر کر دروازے کے پاس آیا۔ اسے اچھی طرح بلا جلا کر دیکھا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ حویلی کے اندر جانے والا اندرونی دروازہ کھلا ہوا تھا میں اسے بند کرنے کے لئے آگے بڑھا تو دور آنگن میں شادو نظر آئی۔ وہ بوڑھی مائی کو سہارا دے کر ایک کمرے کی طرف لے جا رہی تھی اور بار بار اس دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں میں کھڑا ہوا تھا۔

اسے دیکھتے ہی دل میں گدگدی ہونے لگی۔ رات تھی تنہائی تھی اور آنگن میں شباب کی چاندنی چھٹکی ہوئی تھی

وہ گل بدن آتش گل کی طرح خیالی آنچ مجھ تک پہنچا رہی تھی نذرینہ کے سوا میں نے اب تک کسی لڑکی کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اور جب سے نذرینہ غیر سے منسوب ہوئی تھی۔ میں نے اسے بھی اپنی تنہائی میں آنے سے منع کر دیا تھا۔ دوسری لڑکیوں کے سلسلے میں میرا اصول یہ تھا کہ میں کسی سے عشق نہ کروں۔ اپنے جذبات کی تسکین کے لئے کسی کو جھوٹی محبت کا فریب دوں اور نہ ہی اپنے عمل کو اس مقصد کے لئے استعمال کروں۔ ہاں اگر کوئی خود ہی کھلے بندوں دعوت نامے کی طرح آ جائے تو اسے قبول کرنے سے انکار نہ کروں۔

اور شادو خود ہی میری طرف مائل تھی۔ اس وقت وہ آنگن سے جا چکی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ وہ بوڑھی مائی کو کمرے میں چھوڑ کر ضرور واپس آئے گی۔

چڑھتی ندی اور چڑھتی جوانی کا بہاؤ ہمیشہ سمندر کی طرف ہوتا ہے اور میں شادو کے لئے ایک سمندر تھا۔

میں شادو کے متعلق رنگین اور سنگین باتیں سوچ رہا تھا۔ اس وقت مجھے یاد آیا کہ شادو ایک مظلوم لڑکی ہے۔ پٹواری اس کی مرضی کے خلاف اس کی جوانی کا سودا کرتا رہا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ میرے پاس اپنی مرضی سے آئے گی لیکن اس رضامندی کے پیچھے یہ خواہش ہو گی کہ میں اسے ہمیشہ کے لئے اپنا لوں۔ اور اب میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں اسے خوش فہمی میں مبتلا نہیں کر سکتا تھا۔ یہ کتنی معیوب سی بات تھی کہ دوسروں کی طرح میں بھی ایک گاہک بن کر اس کے ساتھ رات گزارنا چاہتا تھا۔

میں فوراً ہی دروازے سے پلٹ کر پلنگ کے پاس آ گیا۔ ہیجانی زخم اور ٹیلی پیتھی کی مشقوں کے دوران میں نے جیسی ریاضت کی تھی جس طرح برسوں اپنے نفس کو مارتا رہا تھا اور جس طرح اپنے کسی فیصلے اور خیال کو کسی ایک نقطہ پر مرکوز کرنے کا کمال خود میں پیدا کر لیا تھا۔ یہ تمام خوبیاں ایسے آزمائشی وقت میں کام آ رہی تھیں۔ شادو کیا چیز ہے۔ اس دنیا کی حسین ترین لڑکی بھی میرے فیصلے کو نہیں بدل سکتی تھی۔

میں بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ میری نظریں دروازے پر جمی تھیں تھوڑی دیر بعد رات کے سناٹے میں چوڑیوں کا ترنم سنائی دینے لگا۔ وہ آ رہی تھی مجھے اس کا انتظار نہیں تھا مگر میں انتظار کر رہا تھا۔ جب انسان کے اندر ذرا بہکنے، ذرا سنبھلنے کی کشمکش پیدا ہو جائے تو وہ آنے والی کا انتظار نہ کرتے ہوئے بھی انتظار کرتا ہے ایسے ہی وقت میرا فیصلہ یہ تھا کہ میں اسے اپنی نگاہوں کے زیر اثر لاؤں گا اسے اپنا تابع فرمان بناؤں گا اور اسے اس کمرے سے واپس جانے کا حکم دوں گا۔ اس طرح وہ بلا چوں وچرا واپس چلی جائے گی۔

وہ دروازے پر آ گئی۔ اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ میں چاہتا تھا کہ وہ کمرے میں آتے ہی میری جانب دیکھے تاکہ میں فوراً ہی اسے اپنی نگاہوں کے زیر اثر لے آؤں لیکن وہ میری طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ میں نے کہا۔

"دروازہ بند نہ کرو۔ میری طرف دیکھو۔" میری آواز اور میرے لہجے کا انداز ایسا تحکمانہ تھا کہ وہ سہم کر اپنے آپ میں سمٹ گئی۔

پھر اس نے دروازے کی طرف گھوم کر میری جانب رخ کرتے وقت اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔ اس کے بعد بھی میں سر ہلاتی ہوئی بولی

"میں آپ کی طرف نہیں دیکھ سکتی۔ پہلی بار جب میں یہاں آئی ہوئی تھی اور آپ کی آنکھوں میں دیکھا تھا تو میں بیان نہیں کر سکتی کہ مجھ پر کیا گزری تھی۔ پتہ نہیں آپ کی آنکھوں میں کیا ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ ایک انجانے سے خوف کے باوجود میرا دل میرا دماغ اور میرا سارا وجود آپ کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ آپ کی آغوش میں آ کر مر جاؤں۔"

اس کی باتوں میں کتنی شدید محبت تھی۔ خود کو میرے حوالے کر دینے کی کیسی دیوانگی تھی۔ میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم ایک مظلوم لڑکی ہو، میں تمہیں کھلونا سمجھ کر نہیں کھیل سکتا اور نہ ہی تمہیں ہمیشہ کے لئے اپنا سکتا ہوں۔ اس لئے حکم دیتا ہوں کہ یہاں سے چلی جاؤ۔"

اس نے نیچے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں، میں نہیں جا سکتی۔ آپ کی آواز بھی آپ کی آنکھوں کی طرح میرے دماغ میں چبھتی ہے۔ آپ کتنے عجیب ہیں۔ عام انسانوں سے بالکل الگ ہیں۔ میں اپنے کمرے میں بہت دیر تک سوچتی رہی کہ آپ کی آنکھوں میں اور آپ کی باتوں میں جادو ہے۔ آپ کوئی علم جانتے ہیں۔ آپ میں کوئی ایسی پُراسرار قوت ہے جس کے زیر اثر میں آپ کا حکم مان کر اس وقت یہاں سے چلی گئی تھی۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ مجھ پر کسی طرح کا عمل نہ کریں۔ اپنی پُراسرار قوتوں کو ایک کمزور عورت پر آزمانا مردانگی نہیں ہے۔"

میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ بات مردانگی کی آ گئی تھی مجھے سوچنا پڑا بلکہ تسلیم کرنا پڑا کہ میرے سامنے ایک عورت ہے جو ازل سے کمزور سمجھی جاتی ہے اور مرد شروع سے زور سمجھا جاتا ہے اور عورت سے زیادہ زمین پر بھی سمجھا جاتا ہے پھر میں اپنی ذہانت کو کام میں لانے کی بجائے اپنے فاضل علوم کا سہارا کیوں لے رہا ہوں؟ کیا مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ وہ اپنے حسن و شباب کی جادو سامانیوں سے مجھ پر چھا جائے گی؟

نہیں، میں کچے ارادوں کا مالک نہیں ہوں۔ اگر اپنی پراسرار قوتوں کو ایک عورت پر آزمانا مردانگی نہیں ہے تو میں نہیں آزماؤں گا۔ ایک عام مرد کی طرح اس کا محاسبہ کروں گا اور اس کی قربت سے انکار کروں گا۔

یہ سوچ کر میں نے فیصلہ کیا کہ جب تک وہ سامنے ہے میں اس کے خیالات نہیں پڑھوں گا اور نہ ہی اسے جادو آزمائشوں کا نام لے کر مرعوب کرنا چاہتا تھا کہ مجھ میں پُراسرار قوتیں ہیں۔ میں نے اپنی نگاہوں کے نشتر چھپا لیے اور لہجے میں نرمی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو میں کسی قسم کا جادو یا عمل نہیں جانتا ہوں میری آنکھیں پیدائشی طور پر ایسی ہیں۔ بہرحال میں تمہیں ایسی نظروں سے نہیں دیکھوں گا کہ تم سہم جاؤ اب میری طرف دیکھو اور غور سے میری باتیں سنو۔"

اس نے اپنے چہرے سے دونوں ہاتھوں کو ہٹا لیا پھر جھجکتے ہوئے میری طرف نظریں اٹھا کر دیکھا۔ ہائے کسی دل میں کھب جانے والی نظریں تھیں۔ ہم مرد یہ بھول جاتے ہیں کہ ہمیں ہپناٹزم سیکھنا پڑتا ہے اور یہ غزالی آنکھوں والیاں قدرتی طور سے سحر کی سکھائی آتی ہیں۔

واقعی مجھے اس بات کا خدشہ تھا کہ وہ اپنی ہرنی جیسی آنکھوں سے مجھے اپنا معمول بنا لے گی۔ اس بار میں نے اس سے نظریں چرائیں۔ میری نگاہیں اس کی خمار آلود آنکھوں سے اتر کر اس کے لبوں پر ٹھہر گئیں۔ اس کے لب یوں کلی کی پنکھڑیوں کی طرح کھلے ہوئے تھے اور یوں کھلے ہوئے تھے جیسے پکار رہے ہوں۔ میں پھر گڑبڑا گیا۔

وہ سبک خرامی سے ذرا آگے بڑھی تو میں نے نصیحتیں کرنا بھول گیا۔ اس کی چال میں ایسا بانکپن تھا کہ نگاہیں اس کے سراپے پر جم گئیں وہ سر سے پیر تک دودھیا سی تھا جو قدم قدم پر کبھی ادھر سے اور کبھی ادھر سے پیروں کو کاٹ رہی تھی۔

آدم کی جنت سے اولاد آدم کی زمین تک عورت اسی طرح مرد کے ارادوں کو کاٹتی رہی ہے۔ اس میدان میں وہ حسن و شباب، رنگ و بو اور نگاہوں اور اداؤں کے کتنے ہی جان لیوا اور دل لیوا ہتھیاروں سے لیس ہوتی ہے اور مرد بالکل نہتا ہوتا ہے۔ ایسے وقت باپ دادا کی نصیحتیں بھی ہوا ہو جاتی ہیں، شرم سے بچنے کی جتنی دعائیں ہوتی ہیں۔ وہ ایک ایک کر کے بھول جاتا ہے۔ آنا بھول جاتی ہیں۔ سانپ کو پٹارے میں بند کرنے کا منتر ہم نے ہزار سال پہلے سیکھ لیا، عورت کو اس کی حد میں رکھنے کا منتر شاید ہزار سال بعد بھی نہ سیکھ سکیں۔

تب میں نے سوچا کہ میں ایک نعمت غیر مترقبہ سے انکار کیوں کر رہا ہوں۔ یہ تو کفران نعمت ہے۔

جو خود ہی چل کر آئے اسے خوش آمدید کہنا بداخلاقی بھی ہے اور بہت بڑی حماقت بھی۔ ہماری تہذیب میں اس بات کی خاصی گنجائش ہے کہ دقت اور ہاسل کے مطابق حرام کو حلال اور ناجائز کو جائز قرار دینے کی بھرپور سی ہو ہی جاتی ہیں۔

اب وہ جائز اور حلال نظر آ رہی تھی کیونکہ وہ اپنا بھلا برا سوچ کر آ رہی تھی۔ بیچاری کے دل میں سینکڑوں ارمان تھے اور ہمیں تو بچپن سے سمجھایا گیا ہے کہ کسی کا دل توڑنا گناہ عظیم ہے۔

وہ میرے بالکل قریب آ گئی اتنے قریب کہ اب وہ ہی وہ تھی اور اس کائنات میں کوئی نہ تھا۔

وہ نہیں جانتی تھی اور اگر جانتی بھی تھی تو اس بات کی اہمیت سے واقف نہیں تھی کہ میری آنکھوں کے پیچھے کیسے انگارے چھپے ہوئے ہیں اگر اپنی نگاہوں کے بہکتے ہوئے مضمون کو کام میں لاتا تو وہ ایک پل کے لئے میرے سامنے نہیں ٹھہر سکتی تھی لیکن میں فیصلہ کر چکا تھا کہ ایک مرد کی قوت سے کام لے کر ایک حوا کی بیٹی سے دامن بچاؤں گا۔

میں کوشش کر رہا تھا اور کوشش وہ بھی کر رہی تھی۔ میں پلنگ کے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ فرش پر گھٹنے ٹیک کر میرے گھٹنوں کی طرف جھک گئی

ان حسینوں کے انداز بھی نرالے ہوتے ہیں پہلے جھک جاتی ہیں اور پھر جھکا لیتی ہیں۔

ایسی صورت میں اپنی قوت ارادی سے کام لینے کا مطلب یہ ہے میں پتھر بن جاؤں میں اپنی نگاہوں کو کسی ایک نقطے پر جما دیتا اور اپنی ہستی کو سوچ کو شاد سے ہٹا کر صرف اپنی ذات تک محدود کر دیتا تو اس کے لئے مجھے اپنے عدم کو مام میں لانا پڑتا پھر وہی الزام آتا کہ میں اپنی پُراسرار قوتوں استعمال کر رہا ہوں۔ پھر کیا ضروری ہے کہ ایک عورت کے سامنے مرد آہن بن کر رہا جائے۔ اس کے لئے مرد نباتی ہی کافی ہے۔

بہکنے کی جگہ سنبھلنا چاہئے

اور سنبھلنے کی جگہ سنبھلنا چاہئے۔ میں اتنی دیر سے خواہ مخواہ پرہیزگار بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ رات کی خاموشی اور لالٹین کی مدھم مدھم روشنی میں ایک حسینہ کی قربت جاگ رہی ہو تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایسے وقت پر ہر صاحب دل بہکنے کو سنبھلنے پر ترجیح دیتا ہے۔

وہ
سر اٹھا کر پلنگ کے سرہانے پر بیٹھ گئی

تکلفات کا پلا پردہ اٹھا دیا۔ پردے ایک ایک کر کے اسی طرح سرکتے ہیں اور اپنے بدن کی چادر ننگی میں بھٹکنے پر مجبور کر دیتے ہیں وہ اپنی سُندر ننگی کے سرمور پر جادو جگانے لگی اور میں سحر زدہ ہو کر خود سے بیگانہ ہو گیا۔ اور اس ننگی کے چپے چپے سے آشنا ہوتا چلا گیا۔

دوسرے دن مجھے واپس جانا تھا لیکن شادو نے واپسی کا راستہ بھلا دیا میں دوسرے دن اور دوسری رات بھی اس کی بھول بھلیوں میں بھٹکتا رہا۔

اس روز دور دور کے زمینداروں تک پٹواری کی موت کی خبر پہنچ گئی تھی۔ اس کے جنازے کو کندھا دینے بڑے بڑے لوگ آئے تھے۔ میں بھی تعزیتی دیر کے لئے وہاں گیا تھا۔ وہاں پولیس والے تحقیقات میں مصروف تھے کہ اسے کسی نے ہلاک کیا ہے یا اس نے جنون کی حالت میں خودکشی کی ہے؟ مجھے اس سے دلچسپی نہیں تھی کہ وہ کس نتیجے پر پہنچیں گے۔ میں نے اس کی موت پر افسوس کا اظہار کیا۔ اور وہاں سے واپس چلا آیا۔

تیسرے دن میں حویلی سے روانہ ہوا تو شادو دوڑی ہوئی میں اسے پہلے ہی سمجھا چکا تھا کہ میرے پاؤں میں چکر ہے میں کہیں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرتا۔ وقت کی طرح بہتا چلا جاتا ہوں لہٰذا میں اس حسینہ کی زندگی سے بھی رنگین لمحات کی طرح گزر گیا۔

لاہور پہنچتے ہی بھیجی نے پچھلے دو دنوں کی رپورٹ سنائی کہ کس طرح بچی جان نے زہر لی کر خودکشی کی ہے اور کس طرح پولیس والے ان کی لاش اٹھا کر لے گئے تھے۔ شام کو لاش واپس کی گئی اور رات تک تجہیز و تکفین کی رسمیں ادا ہو گئیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ پنڈی سے غزالہ، شاہینہ اور ان کے ماموں وغیرہ آئے ہوئے ہیں۔

اور مجھے غزالہ اور اس کے ماموں کا ہی انتظار تھا۔ ان دونوں میں سے جو بھی چور تھا۔ وہ میرے ایک لاکھ پچیس ہزار روپے ہضم نہیں کر سکتا تھا اب میں اسے بدہضمی میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔

جب میں بچا جان کے ہاں تعزیت کے لئے پہنچا تو ڈرائنگ روم میں سب سے پہلے شاہینہ نے مجھے دیکھا اور دوڑتی ہوئی آ کر میرے سینے سے لگ گئی۔ وہ اپنی ماں کی موت کے غم سے نڈھال ہو چکی تھی اور تھکے تھکے سے انداز سے رو رہی تھی۔ بچی جان جیسی بھی تھیں۔ شاہینہ ان کے کردار کے تاریک پہلوؤں سے واقف نہیں تھی۔ اس لئے ایک ماں کی جدائی پر آنسو بہا رہی تھی۔

میں اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر تسلیاں دیتے ہوئے صوفوں کی طرف بڑھا تھا جہاں غزالہ اور اس کے ماموں ایک صحت مند نوجوان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ تینوں میری جانب دیکھ رہے تھے۔ ایک طویل مدت کے بعد میرا اور غزالہ کا سامنا ہوا تھا۔ وہ میری شخصیت کو بڑی حیرت سے، بڑی دلچسپی سے بلکہ تعریفی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ بہت عرصہ پہلے جب میں ایک دبلا پتلا سا نوجوان تھا۔ اور معمولی لباس میں ایک ملازم کی طرح اس گھر میں رہتا تھا۔ اس وقت بھی وہ مجھ سے بے حد متاثر تھی اور مجھے اپنی رشیمی باہنوں کا اسیر بنا لینا چاہتی تھی۔ اب بھی اس کے دیکھنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ مجھے کھوج کھوج کر پچھتا رہی ہے۔

پھر وہ زیادہ دیر تک اپنی جگہ بیٹھی نہ رہ سکی پھر میری جانب بے اختیار کھنچی چلی آئی۔ قریب آ کر اس نے بڑی بے تکلفی سے مسکرا کر کہا۔

"ہیلو فرہاد! یہ تم ہو؟ ہائی گاڈ پہچانے نہیں جاتے ہو۔ اتنے عرصہ کے بعد تمہیں دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتی۔"

یہ کہہ کر اس نے مصافحہ کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ شاہینہ مجھ سے الگ ہو گئی تاکہ میں اس سے مصافحہ کروں۔ میں نے اس کے گورے گورے گلابی گلابی ہاتھ کو دیکھا۔ وہ مصافحہ کے بہانے مجھے چھونے کے لئے بیتاب تھی۔ میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

"تمہیں یاد ہو گا غزالہ۔ میں نے پہلے بھی تمہیں کبھی ہاتھ نہیں لگایا لیکن ایک رات تم نے مجھے بدنام کر کے اس گھر سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب میں کس طرح دوستی کا ہاتھ بڑھا سکتا ہوں؟"

میں سمجھتا تھا کہ وہ نادم ہو جائے گی لیکن اس نے ترشرا یا نادم ہونا سیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ بدستور مسکراتی ہوئی بولی۔

"گڑے مردے نہ اکھاڑو فرہاد! پرانی باتوں کو بھول جاؤ۔ آؤ ہم از سر نو ایک پائدار دوستی کی ابتدا کریں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ تمہیں شکایت کا موقعہ نہیں دوں گی۔"

شاہینہ نے میرا بازو تھام کر التجا کی۔ "ہاں بھائی جان! صلح کر لیجئے۔ باجی بہت اچھی ہیں، آپ پچھلی باتوں کو بھول جائیں۔ کیا آپ میری بات نہیں مانیں گے؟"

میں اپنی گڑیا سی بہن کی بات کیسے نہ مانتا۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور مصافحہ کرنے کے لئے غزالہ کا ہاتھ تھام لیا۔

"غزالہ۔! اب مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔۔۔"

وہ مصافحہ ذرا طویل ہو گیا۔ میں اس کے ہاتھ کی نرمی اور گرمی کو محسوس کر رہا تھا۔ وہ ایک کھیل کھیلی ہوئی تجربہ کار عورت کی طرح میرے ہاتھ کی سختی سے میری زنانہ صفات کا دور دور تک اندازہ کر رہی تھی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ میرے لئے بکھرتی جا رہی ہے۔

پھر اس کے ماموں آ گئے ان کے ساتھ وہ نوجوان بھی میرے قریب آیا۔ غزالہ نے اس کا تعارف کرایا۔

"یہ میرے فرینڈ ہیں مسٹر قاسم کرمانی۔ پنڈی میں ان کا کاروبار ہے اور

قاسم یہ میرے کون فرماں دل ہیں۔ ایک طویل عرصے کے بعد ہماری ملاقات ہوئی ہے ویسے دُمّی نے بتایا ہے کہ یہ آج کل دولت سے کھیل رہے ہیں۔ بس مجھے تو بڑی خوشی ہو رہی ہے۔"

میں نے قاسم سے مصافحہ کیا۔ وہ میری طرح قدآور اور صحت مند تھا۔ ہم نے اس انداز میں مصافحہ کیا جیسے دو رقیب عزّالہ کی جوانی کو جیتنے کے لئے پنجہ آزما رہے ہوں۔ ہم تہذیب کے دائرے میں ہاتھ ملا رہے تھے لیکن اپنے اپنے ہاتھ کی گرفت سے اپنی اپنی قوت کا مظاہرہ کر رہے تھے اور ساتھ رسمی طور پر یہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں ایک دوسرے سے مل کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔

ہم سب خوش تھے۔ عزّا بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ وہاں اس المیہ کا پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ دو دن پہلے اس گھر کی ایک اہم رسمی موت کو گلے لگا چکا ہے، وہاں صرف ایک شاہینہ اداس تھی۔ میں نے پوچھا۔

"چچا جان کہاں ہیں؟"

"اپنے کمرے میں ہیں۔" عزّالہ نے منہ بنا کر کہا۔ "ممّی کی موت کا مجھے بھی صدمہ ہے لیکن رونے پیٹنے سے ممّی واپس تو نہیں آجائیں گی۔ ڈیڈی کو نہ جانے کیسا صدمہ ہے کہ وہ رونے کی بجائے چپ پڑے ہو گئے ہیں۔ کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتے۔ غصہ میں چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکتے رہتے ہیں۔ تم ان کے پاس جاؤ گے تو بور ہو جاؤ گے۔ آؤ ہم کمرے میں چل کر باتیں کریں۔ کوئی اچھا سا پروگرام بنائیں۔ کچھ تو بوریت دور ہو گی۔"

وہ ماڈرن زمانے کی زندہ دل لڑکی تھی۔ زندگی کی باتیں کرتی تھی۔ مرنے والوں کو بار بار کر کے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ چچا جان نے بڑی شاذ و نادر اولاد پیدا کی تھی۔

"تم ٹھیک کہتی ہو۔" میں نے کہا۔ "ہم ضرور کوئی اچھا سا پروگرام بنائیں گے لیکن چچا جان سے ملاقات کرنا بھی ضروری ہے ورنہ انہیں شکایت ہو گی تم قاسم صاحب سے باتیں کرو۔ میں ان سے مل کر آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں چچا جان کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ شاہینہ میرے ساتھ تھی۔ اس نے کہا

"باجی ٹھیک کہتی ہیں۔ ڈیڈی نہ جانے کیوں چڑچڑے ہو گئے ہیں۔ بیٹی ممّی کو یاد کر کے روتی ہوں تو وہ مجھے ڈانٹ دیتے ہیں۔ بھائی جان یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ ممّی نے زہر کیوں پیا؟ وہ زندگی سے بیزار کیوں ہو گئی تھیں؟ ڈیڈی اب ان کا نام تک سننا پسند نہیں کرتے ہیں۔ میں یہاں کے حالات پر جتنا غور کرتی ہوں اتنا ہی الجھتی جاتی ہوں۔"

میں نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔

"جن باتوں سے ذہن الجھتا ہو اور ان کا کوئی حل نظر نہ آتا ہو تو ان کے متعلق زیادہ نہ سوچا کرو۔ جاؤ تم آرام کرو۔ میں چچا جان کو سمجھاؤں گا۔"

وہ خاموشی سے سر جھکا کر چلی گئی۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے چچا جان کی آواز سنائی دی۔

"کون ہے۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ مجھے پریشان نہ کرو۔"

"چچا جان۔! میں ہوں فرہاد۔۔۔۔"

کمرے کے اندر ذرا دیر تک خاموشی رہی پھر دروازہ کھل گیا۔ وہ میرے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں اور سر کے سیاہ و سفید بال گچھڑی ہو گئے تھے۔ ان دو دنوں میں وہ اتنے بوڑھے ہو گئے تھے کہ پہچانے نہیں جا رہے تھے۔

میں کمرے میں آگیا۔ انہوں نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"تم اپنی چچی کی موت پر افسوس کا اظہار نہ کرنا۔ مجھے رسمی گفتگو سے نفرت ہے۔ وہ تمہاری سب سے بڑی دشمن تھی۔ تم بلا جھجک خوشی کا اظہار کرو۔"

"بے شک وہ میری دشمن تھیں لیکن بعض اوقات دشمن کی موت پر بھی افسوس ہوتا ہے۔ اس وقت میں آپ کی حالت پر افسوس کرنے آیا ہوں۔ جس بیوی کے اشاروں پر چلتے ہوئے آپ مجھ سے دشمنی کرتے رہے۔ آج اس کی موت پر بھی آپ آنسو بہا سکتے ہیں نہ خوش ہو سکتے ہیں۔ وہ مرنے والی آپ کے آنسو بھی لے گئی۔ آپ کی خوشیاں بھی لے گئی اور آپ ایک کمرے میں بند ہو کر اپنی زندگی کا حساب کر رہے ہیں کہ آپ نے اب تک کیا پایا ہے اور کیا کھویا ہے۔ آپ کی یہ پریشانی اور بدحالی بتاتی ہے کہ آپ نے صرف کھویا ہے اگر کچھ پایا ہے تو مجھے بتائیے؟"

وہ شکست خوردہ انداز میں ایک صوفہ پر گر پڑے اور خالی خالی نظروں سے مجھے تکنے لگے۔ میں نے ان کی سوچ کو پڑھنا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ مجھے ان کی طرف سے اب کسی نقصان کا اندیشہ نہیں تھا بلکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ میں ان کے لئے اب ایک مستقل دردِ سر بن گیا ہوں۔ انہوں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"میں نے پایا ہے۔ ایک مستقل بدنامی پائی ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ میری بیوی نے خودکشی کیوں کی؟ میں جواب نہیں دے سکتا۔ سوچتا رہ جاتا ہوں کہ کیا جواب دوں۔ کچھ لوگ اس مرنے والی کے متعلق شرمناک باتیں کرتے ہیں۔ میں بھی یہی سوچنے پر مجبور ہوں کہ لوگ ٹھیک ہی بدنام کر رہے ہیں۔ اس عورت نے اس خاندان کے اپنے عاشقوں میں ساری دولت لٹا دی ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا حالانکہ میں جانتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے وہی کہا۔

"جو بات میں نے اب تک کسی کو نہیں بتائی ہے۔ وہ تمہیں بتا رہا ہوں لیکن اس سے پہلے یہ اعتراف کرتا ہوں کہ میں ایک مجرم ہوں اور تمہارے بچپن سے تمہیں لوٹتا آرہا ہوں۔ جو کچھ میں نے تم سے لوٹ کر اپنی عورت کو دیا۔ اس عورت نے وہ مالِ غنیمت اپنے عاشقوں میں تقسیم کر دیا۔ آج صبح میں ان بنکوں میں گیا تھا جہاں تمہاری چچی نے لاکھوں روپے جمع کر رکھے تھے۔ اب وہاں چند سو روپے سے زیادہ نہیں ہیں۔ کئی لاکھ روپے اس عورت نے پچھلے چند ماہ کے عرصے میں نکالے ہیں۔ بنکوں کے کھاتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ وہ عورت لاکرز سے بھی لاکھوں کے زیورات اور ضروری دستاویزات نکال کر کسی کے حوالے کر گئی ہے۔

میں واقعی اپنے اعمال کا حساب کر رہا ہوں کہ میں نے تم سے نیکی نہیں کی۔ اس کے صلے میں میری بیوی نے مجھ سے نیکی نہیں کی۔ ہم یہ سوچ کر بے ایمانی

کرتے رہتے ہیں کہ جو ہو گا۔ وہ قیامت کے دن دیکھا جائے گا لیکن قیامت سے پہلے ہی قیامت آجاتی ہے۔ وہ عزت دینے والا، وہ ذلت دینے والا اسی دنیا میں منہ کالا کر دیتا ہے۔ دیکھو بیٹے! میرا کالا منہ دیکھو۔ میں دو دن سے اس کمرے میں بند ہوں۔ تمہارا انتظار کر رہا ہوں کہ سب سے پہلے اپنے چہرے کی کالک تمہیں دکھاؤں گا۔

فرہاد۔ میرے بچے! میں سزا چاہتا ہوں اگر تم سزا نہ دے سکو تو کم از کم ایک بار میرے منہ پر تھوک دو۔ تھوک دو۔۔۔"

وہ اچانک ہی دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو ڈھانپ کر رونے لگے۔ میں نے اس پتھر کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں دیکھے تھے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ وہ اپنی بیوی کی موت پر نہیں۔ اس بے غیرت پر رو رہے تھے جو وہ اپنے پیچھے چھوڑ گئی تھی۔ اس ناانصافی پر آنسو بہا رہے تھے جو اب تک میرے ساتھ کرتے رہے تھے اور اس تباہی و بربادی کا ماتم کر رہے تھے جو لاکھوں روپے نقد اور زیورات کی صورت میں ان کی تجوری سے نکل گئے تھے۔

اب میرے سامنے ان کا خالی اور کھوکھلا وجود تھا جس کے اندر شان و شوکت مر گئی تھی۔ جس کے اندر سے عزور نکل چکا تھا اور وہ بوڑھے درخت کی طرح آسمان کی طرف سر اٹھائے رکھنے کی بجائے بڑے اکھڑ کر زمین کی طرف جھک گئے تھے۔

کچھ بھی ہو وہ میرے بزرگ تھے۔ میں انہیں اس طرح شرمسار ہو کر روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں آگے بڑھا۔ ان کے سامنے آکر ایک سعادت مند بیٹے کی طرح گھٹنے ٹیک دیئے پھر میں نے ان کے ہاتھوں کو تھام کر کہا۔

"چچا جان! آپ میرے ساتھ جیسا بھی سلوک کرتے رہے ہیں۔ میں اس کا گلہ نہیں کروں گا بس یہ سمجھ لیجئے کہ میں نے کھویا تھا اسے کسی حد تک پا لیا ہے دراصل میں اس وقت چچی جان کی طرف سے صفائی پیش کرنے آیا ہوں۔"

وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔

"چچی جان۔ میری دشمن ضرور تھیں لیکن آخری وقت میری بھلائی کر گئی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک بزرگ ہستی مرنے کے بعد بدنام ہوتی رہے لہٰذا میں مکمل جرأت کے ساتھ ان کی طرف سے صفائی پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے آپ سے وصول کئے ہوئے لاکھوں روپے، زیورات کے سیٹ اور زمینوں کے اصلی اور نقلی دستاویزات مجھے دیئے ہیں۔"

وہ حیرانی سے اور بے یقینی سے مجھے تکنے لگے۔ وہ یقین نہیں کر سکتے تھے کہ چچی جان نے اصلی دستاویزات کبھی میرے حوالے کئے ہوں گے۔ میں نے جیب سے ان کاغذات کو نکالتے ہوئے کہا۔

"چچا جان۔! انہوں نے لاکھوں روپے اپنے عاشقوں میں تقسیم نہیں کئے یہ ان پر جھوٹا الزام ہے۔ وہ تمام روپے میرے پاس ہیں اور وہ اس جہان فانی سے کوچ کرنے سے پہلے تمام زیورات بھی لاکرز سے نکال کر مجھے دے گئی ہیں۔"

یہ کہہ کر میں اتنی دیر بعد ان کے دماغ کو پڑھنے لگا۔ وہ مجھے حیرانی سے دیکھتے ہوئے سوچ رہے تھے۔

"کیا یہ ممکن ہے؟ کیا واقعی بیگم نے غریب ہی ہماری ساری دولت اس کے حوالے کر دی تھی۔ ہماری دولت تو نہیں کہنا چاہیئے۔ دولت تو اسی لڑکے کی ہے میں دو دنوں سے کمرے میں بیٹھا سوچ رہا ہوں کہ اس لڑکے کو میں نے کچپن سے جو نقصان پہنچایا ہے۔ اس کی تلافی کیسے کروں؟ لیکن مجھ سے پہلے ہی بیگم نے وہ سب کچھ اسے واپس کر دیا جو ہم اب تک اس سے چھینتے رہے تھے۔ یہ یقین نہیں آتا کہ بیگم نے اپنے کردار کی ایسی بلندی کا ثبوت دیا ہے لیکن یہ کاغذات ثبوت ہیں اور فرہاد خود ہی اعتراف کر رہا ہے کہ لاکھوں روپے اور زیورات اسے مل گئے ہیں۔ اور یہ اس اعتماد سے اعتراف کر رہا ہے کہ میں اس کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کر سکوں گا کیونکہ زمینوں کے اصلی اور نقلی دستاویزات اس کے قبضے میں ہیں اور یہ عدالت میں میری جعلسازی کا ثبوت پیش کر سکتا ہے۔ اچھا ہے۔ بہت اچھا ہے۔ میری یہی سزا ہونی چاہیئے۔"

یہ سوچ کر انہوں نے وہ کاغذات مجھے واپس کرتے ہوئے کہا۔

"یہ کاغذات درست ہیں۔ اب تم مجھ پر مقدمہ چلاؤ اور اپنی زمین اور زمینوں سے حاصل کی ہوئی دولت وصول کر لو۔"

"چچا جان۔! میں ایسی گستاخی نہیں کروں گا۔ آپ میرے بزرگ ہیں۔ آپ کی بدنامی ہمارے خاندان کی بدنامی ہے چچی جان جو کچھ مجھے دے سکتی تھیں وہ انہوں نے دے دیا۔ اب آپ میری تمام زمین میرے نام لکھ دیجئے۔ اس طرح عدالتی انصاف کے بغیر ہمارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ یہ کوٹھی اور دکانیں اور دکانوں سے ہونے والی آمدنی اب بھی آپ کی ہو گی۔"

میری مہربانی اور رحم دلی نے انہیں اتنا متاثر کیا کہ وہ پھر رونے لگے۔ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے میرے چہرے کو تھام کر میری پیشانی کو بوسہ دیا۔ پھر فرطِ عقیدت سے کہنے لگے۔

"بیٹا۔! تمہارے اندر تمہارے باپ کا خون بول رہا ہے۔ وہ بھی ایسے ہی رحم دل اور انسان دوست تھے اور مسکرا کر دشمنوں کو معاف کر دیا کرتے تھے مجھے اس بات کی بھی خوشی ہے کہ تمہاری چچی جان نے مرنے سے پہلے ہی حتی الامکان تمہارا نقصان پورا کر دیا تھا اب میں بھی وہی کروں گا جو تمہاری خوشی ہو گی۔۔۔"

وہ بہت دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے کہ وہ کس طرح تمام زمین اور جائیداد میرے نام منتقل کر دیں گے۔ اب ان کی باتوں میں کوئی کھوٹ نہ تھا اور نہ ہی ان کی سوچ میں کوئی فریب چھپا ہوا تھا مجھے بھی اطمینان ہو گیا کہ سب ٹھیک ہے۔ سیدھی انگلی سے گھی نکل رہا ہے۔

اس دوران عزّالہ دو بار کمرے میں آئی اور مجھے وہاں سے چلنے پر اصرار کرتی رہی۔ دوسری بار میں اس کے ساتھ باہر آگیا۔ ڈائننگ روم میں قاسم کو دیکھ کر وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ عزّالہ سے زیادہ دلچسپی لے رہی تھی مجھ سے نظریں۔ ہی قاسم نے جبراً مسکرا کر کہا۔

"بھئی آپ بہت لیٹ ہیں۔ جب سے آپ یہاں آئے ہیں غزالہ آپ ہی کی تعریفیں کیے جا رہی ہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے قاسم!" وہ اٹھلا کر بولی۔ "تعریفیں تو میں تمہاری بھی کرتی ہوں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ فرہاد سے ایک عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ اتنے سمارٹ ہو گئے ہوں گے۔ میں نے جتنی بھی تعریفیں کی تھیں۔ ان میں بے ساختگی تھی۔ بناوٹ نہیں تھی۔ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ میں خواہ مخواہ کی تکلفات اور بناوٹ کی عادی نہیں ہوں۔"

قاسم نے مسکرا کر کہا۔ "تم میں یہ بڑی خوبی ہے کہ تم بیک وقت کئی دوستوں کی دوستی کا دم بھرتی ہو اور ان دوستوں کو ایک دوسرے کا رقیب بننے پر مجبور کر دیتی ہو۔"

میں نے کہا۔ "قاسم صاحب! میں تو آپ کو اپنا رقیب نہیں سمجھتا۔ آپ چاہیں تو غزالہ کے ساتھ تنہا کہیں تفریح کے لیے جا سکتے ہیں۔"

"فرہاد۔!" غزالہ نے میٹھی ناراضگی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو۔"

"نہیں غزالہ۔ ہمارا ساتھ ہمیشہ رہے گا لیکن قاسم صاحب مہمان ہیں۔ ہمیں ان کی خوشی کا خیال کرنا چاہیے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "ہاں! اس لحاظ سے تم درست کہہ رہے ہو لیکن ہم تینوں تفریح کے لئے نکلیں گے۔ پہلے ہم پلازہ میں انگریزی فلم دیکھیں گے۔ اس کے بعد شاید میں ڈنر کھائیں گے پھر نصیب کی بازی ہوگی۔ منظور ہے؟"

"منظور ہے۔" قاسم نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

میں نے کہا۔ "شاید کلب کے متعلق میں نے سنا ہے کہ وہاں ریسلنگ چاننے پر جوا کھیلا جاتا ہے۔ میرا یہ پہلا موقعہ ہوگا۔ تم مجھے بتا دو کہ مجھے کتنی رقم رکھنی چاہیئے۔"

غزالہ نے جواب دیا۔ "کلب کے ممبر وہاں کمیشن لے کر کھیلنے نہیں دیتے ہیں کھیلنے سے پہلے میجر کو اپنا بینک اکاؤنٹ دکھاتے ہیں۔ اس اکاؤنٹ کی مدد تک انہیں کھیلنے کی اجازت ہوتی ہے۔ ہائے پردہ چیک لکھ کر دیے جاتے ہیں۔ دوسرے دن پیسے والے کر دو۔ تم کلب میں اوا کر دی جاتی ہے۔ میں وہاں کی ممبر ہوں۔ میں میجر کو تمہارے بینک بیلنس کی ضمانت دوں گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "ٹھیک ہے پھر تو میں بڑی سے بڑی رقم لانے کو تیار ہوں۔"

"تم کھیلنے سے پہلے ہی ہارنے کا فیصلہ کر چکے ہو۔"

اس لئے کہ مقابلہ پر تم بھی رہو گی۔ کسی حسین لڑکی کو جیتنے کے لئے تاش کی بازی ہارنی پڑتی ہے۔"

وہ خوش ہو کر قہقہے لگانے لگی۔ قاسم کو میرا جواب پسند نہیں آیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اب ہمیں چلنا چاہیئے۔" اس نے انگڑائی سے کہا۔

"ذرا ٹھہریئے۔" میں نے کہا۔ "میں اپنی چیک بک لے کر آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں ڈریسنگ روم سے باہر آ گیا اور اپنی کوٹھی کی طرف جانے لگا چیک بک۔ میری جیب میں تھی۔ دراصل میں ان سے الگ ہو کر قاسم کے ذہن کو پڑھنا چاہتا تھا۔ اس کے بگڑتے ہوئے تیور مجھے خیال خوانی پر مجبور کر رہے تھے۔

میں آہستہ آہستہ کوٹھی کی طرف بڑھتے ہوئے قاسم کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ ڈریسنگ روم میں غزالہ سے باتیں کر رہا تھا۔ بات کوئی بھی ہو پہلے وہ دماغ میں آتی ہے پھر زبان تک پہنچتی ہے۔ قاسم کی باتیں اس کی زبان تک پہنچنے سے پہلے ہی میں اس کی سوچ کو سمجھ رہا تھا۔

اس نے غزالہ سے پوچھا۔ "تم ناراض کیوں ہو؟ کیا میری کوئی غلطی تو نہیں؟"

غزالہ کے جواب کو قاسم کے ذہن نے ریسیو کیا اور اسے میرے دماغ تک منتقل کیا۔ اس کا جواب تھا۔

"تم غلطی نہیں حماقت کر رہے تھے۔ تمہارے تیور بتاتے ہے تھے کہ تم فرہاد سے خار کھائے ہو۔ اگر وہ کلب جانے سے انکار کر دیتا تو اچھا تھا اس سے مگر مار غلط پوز میں کلب میں تمہیں ذلت۔ پتہ نہیں کمبخت کس طرح اتنا دولت مند بن گیا ہے اگر آج تم نے اس کا بیک اکاؤنٹ خالی نہ کیا تو پھر میں تمہارا منہ بھی نہیں دیکھوں گی۔"

"ڈارلنگ! غصہ تھوک دو۔ میری حماقت کے باوجود وہ کھیلنے پر آمادہ ہے تم دیکھتی جاؤ آج میں اسے کنگال بنا دوں گا۔"

"میں مانتی ہوں کہ تم لمبے ہوئے شاپر ہو۔ پتے بازی میں تمہارا جواب نہیں ہے لیکن فرہاد کو بھی میں بچپن سے جانتی ہوں۔ کیا تم نے اس کی آنکھیں نہیں دیکھیں؟ وہ بہت گہری نظر رکھتا ہے اگر اس نے تمہاری پتے بازی کو سمجھ لیا تو گڑبڑ ہو جائے گی۔"

اس کے جواب میں قاسم نے مجھے ایسی شرمناک گالی دی کہ میں تلملا کر رہ گیا۔ بعض اوقات خیال خوانی عذاب بن جاتی ہے۔ گندی کے دماغ میں چھپی ہوئی گندی سے گندی گالیاں سن کر بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ میں مجبور تھا۔ فوراً ہی گالی کے جواب میں اس کی زبان نہیں کھینچ سکتا تھا۔ ویسے میں نے قسم کھالی کہ اس گالی کا ایسا بدلہ لوں گا کہ وہ ساری زندگی یاد کرے گا۔ اور غزالہ کو تو میں اچھی طرح سمجھ گیا۔ وہ اپنی ماں پر گئی تھی۔ اس کا انجام بھی اس کی ماں کی طرح ہونا چاہیئے تھا لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ خوبصورت ناگن آسانی سے مر جائے۔ اس کی سزا یہ ہونی چاہیئے کہ وہ زندہ رہے اور ہر روز مرنے کی تمنا کرتی رہے۔

بہرحال اس وقت میں نے انتقام لینے کا خیال دماغ سے نکال دیا اور یہ سوچنے لگا کہ ایک شاپر کے جھکڑ بازوں سے مجھے کس طرح بچنا چاہیئے۔ اس وقت کوئی مناسب تدبیر ذہن میں نہیں آئی۔ جیب میں کار کے اور اپنی کوٹھی کے احاطے سے باہر آیا تو غزالہ اور قاسم بھی اپنی کوٹھی سے نکل آئے تھے۔ غزالہ میرے پاس بیٹھ گئی۔ قاسم پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔ میں نے سوچا کہ راستے میں یکے بعد دیگرے دونوں کے خیالات پڑھوں گا لیکن غزالہ میرے کانوں کے قریب ریکارڈ کی طرح بولتی رہی۔ مجھے اتنا موقعہ ہی نہ ملا کہ ان دونوں میں سے کسی کی سوچ کو پڑھ سکتا۔

سینما ہال میں بھی وہ بار بار مجھے متوجہ کرتی رہی۔ ہال میں تاریکی چھا گئی اور فلم کا ٹائٹل شروع ہو گیا تو اسے مجبوراً خاموش ہونا پڑا۔ وہ میرے اور قاسم کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ نیم تاریکی میں اس نے بڑی محبت سے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے سوچا۔

"اس کم بخت کی طرف آپ ہی آپ دل کھنچا جاتا ہے۔ ٹھیک ہے دل اور چیز ہے، دولت اور چیز ہے۔ میں اسے دل دینے سے پہلے اس کی دولت

کر دوں گی۔ اسے کنگال بناؤں گی۔ اسے اپنا محتاج بنا کر رکھوں گی۔ مجھے بہت ہی ضرورت مند نوجوانوں کے آگے ان کی ضرورت کے مطابق پیسے پھینکتی تھیں اور انہیں اپنا عاشق بنا کر رکھتی تھیں۔ بس آخری وقت وہ مٹھیا گئی تھیں۔ نہ جانے کس کے لئے اپنی تجوری خالی کر دی تھی۔ اگر کہیں ایک لاکھ پچیس ہزار روپے ہاتھ صاف نہ کرتی۔ تو وہ رقم بھی وہ کسی کو دے دیتیں۔ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا ہے۔ میں ان کی اطلاعوں اور ان کے روپے سے میرے کام آ رہے ہیں۔"

وہ ایک لاکھ پچیس ہزار کے متعلق سوچ رہی تھی۔ میرے روپے پرانے دال میرے پاس بھی ہوتی تھی۔ میں نے فوراً ہی اس کی اپنی سوچ میں کہا۔

"اب میں اپنے بینک بیلنس کا حساب کروں گی۔"

اس نے چونک کر سوچا۔ "آں۔ یہ کوئی حساب کرنے کی جگہ ہے ابھی مجھے فلم دیکھنی چاہیئے۔"

ہر انسان کے دماغ میں دو طرح کی سوچیں ہوتی ہیں۔ مثبت اور منفی۔ میں غزالہ بن کر اس کی منفی سوچ میں کہہ رہا تھا۔

"دولت کے سامنے فلم کی کیا اہمیت ہے۔ فلم تو پھر بھی دیکھی جا سکتی ہے مجھے یہ سوچنا چاہیئے کہ آج کے گیم میں اگر فرہاد کا پلڑہ بھاری رہا تو مجھے کتنی رقم تک کھیلنا چاہیئے۔ قاسم کے پاس کیا ہے؟ وہ کتنی رقم لگا سکتا ہے؟"

"وہ کیا خاک رقم لگائے گا۔" غزالہ کی سوچ نے کہا۔ "میں بھی کیسی بے تکی باتیں سوچ رہی ہوں۔ اس کے کھیل میں بھی میں ہی رقم لگاتی ہوں۔ اب تک جیت میں رہا ہے۔ جتنے کے بعد میں اس کی ضرورت کے مطابق جیب خرچ کے لئے ہزار دو ہزار دیدیتی ہوں کبھی اپنی جوانی سے بہلا دیتی ہوں۔ بیچاری تمنی مجھے بہت اچھا فارمولا بتا گئی ہیں۔ اپنے کام کے آدمیوں کو اسی طرح احمق بنا کر رکھنا چاہیئے....."

وہ سوچتے سوچتے فلم کی طرف متوجہ ہونا چاہتی تھی۔ میں نے پھر اس کی منفی سوچ میں فلم سے اس کی توجہ ہٹا دی۔ کئی باتیں میں نے اس کے منگیتر کردار کو اس کی سوچ میں دیکھا۔ یہ بھی پتہ چلا کہ قاسم کا پنڈی میں کوئی کاروبار نہیں ہے اس کا زیادہ معاش یہی تاش کا کھیل ہے۔ پہلے بڑی بڑی رقمیں جیت لیا کرتا تھا اور تمام روپے عیاشی میں اڑا دیتا تھا۔ پھر پنڈی کے دولت مند جواری سمجھ گئے کہ وہ زبردست شاپر ہے۔ اس لئے وہاں کے لوگوں نے اس سے کھیلنا چھوڑ دیا۔ اب اس کی آمدنی کا ذریعہ تم ہو گئیں۔ ان ہی دنوں غزالہ سے اس کی ملاقات ہو گئی۔ غزالہ نے جوانی کے قمارخانے میں اداؤں کی ترپ چال چلی اور کوئی رقم لگائے بغیر اسے جیت لیا۔ اب وہ اس کا اسیر تھا۔ اس کی اداؤں سے بہل جاتا تھا اور وہ جو جیب خرچ اسے دیتی تھی۔ اس سے مطمئن ہو جاتا تھا۔

فلم کے اختتام تک میں نے بہت کچھ معلوم کر لیا۔ وہاں سے ہم سیدھے شباب کلب پہنچے۔ کسی شاندار نائٹ کلب میں جانے کا وہ میرا پہلا موقعہ تھا۔ غزالہ نے مجھے بتا کر وہاں صرف کروڑ پتی آتے ہیں۔ لاکھوں روپے جیت جانا یا ہار جانا ان کے لئے ایسا ہی تھا جیسے دس بیس روپے کہیں پھینک آئے ہوں۔ اس کلب کے گراؤنڈ فلور پر بار اور ریسٹورنٹ تھا۔ وہاں ہم نے رات کا کھانا کھایا۔ قاسم اور غزالہ نے کھانے سے پہلے اسکاچ وہسکی کے کئی پیگ پیئے۔ مجھ سے بھی پینے کے لئے کہا گیا۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔ ان سے صاف کہہ دیا کہ میں نے پہلے کبھی شراب نہیں چکھی۔ اگر مجھے نشہ ہو گیا تو میں نیشنل نہیں کھیلوں گا۔

میرا یہ عذر کام آ گیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مجھ جیسا سرگرم غزالہ ہاتھ سے نکل جائے اسلئے انھوں نے میرے لئے کافی منگوا دی۔ کھانے کے بعد ہم منیجر کے کمرے میں آئے۔ وہاں غزالہ نے کلب کے قانون کے مطابق میری اور قاسم کے بینک بیلنس کی ضمانت لی۔ پھر میرے لینے قاسم کے لیے اور اپنے لیے بیس بیس ہزار روپے کے ٹوکن لیے۔ وہ پلاسٹک کے چھوٹے چھوٹے گول ٹوکن تھے ان میں سفید ٹوکن دس روپے کے تھے، زرد ٹوکن پچاس روپے، سبز ٹوکن سو روپے نیلے ٹوکن پانچ سو روپے اور سرخ ٹوکن ایک ہزار روپے کے تھے۔

ایک ملازم نے ٹوکن کی تینوں ٹرے اٹھائی اور کمرے کے پچھلے دروازے سے ہمیں تہہ خانے تک لے گیا۔ وہ زمین کی تہہ میں ایک ایئر کنڈیشنڈ قمارخانہ تھا۔ بڑے سے ہال میں دور دور تک میزیں بچھی ہوئی تھیں کتنی ہی میزوں پر کھیلنے والوں اور ہار کر تماشہ دیکھنے والوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ ہم تینوں ہال کے وسط میں ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ ملازم نے ٹوکن کی ایک ایک ٹرے ہمارے سامنے رکھ دی اور ایک طرف خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔ وہ ملازم ہماری میز کے لیے مخصوص تھا۔ غزالہ نے اپنے ہینڈ بیگ سے تاش کا نیا پیکٹ نکال کر میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"کون بانٹے گا پتے؟"

قاسم نے سوچا۔ "ابھی وہ چار بازیاں فرہاد کو جیتنا چاہیئے اس کے بعد تاش کی گڈی جب بھی میرے ہاتھوں میں آئے گی میں اپنے ہاتھ کا کمال دکھاؤں گا۔"

یہ سوچ کر اس نے میری جانب انگلی اٹھا کر کہا۔

"مسٹر فرہاد! آپ بانٹیئے۔ پہلے دو چال بلائنڈ ہوگی اس کے بعد ہم اپنے پتے اٹھا کر دیکھ سکیں گے۔"

میں نے پیکٹ سے تاش کی گڈی نکال کر اس میں سے جوکر علیحدہ کیے اور پتے پھینٹنے لگا۔ قاسم اور غزالہ نے دس دس روپے کے ٹوکن میز پر پھینکے۔ میں بھی دس روپے بڑھا کر پتے بانٹنے لگا۔

اس وقت غزالہ سوچ رہی تھی۔ "میں تیسری چال میں پتے اٹھا کر دیکھوں گی اگر پتے بوگس ہوئے تو ڈراپ کر دوں گی اور اگر پتے بڑے آئے تو میں قاسم کو مخصوص اشارہ کروں گی۔ وہ اپنے پتے ڈراپ کر دے گا۔"

اس کی سوچ تباہی تھی کہ وہ دونوں مخصوص اشارات کے ذریعہ یہ سمجھ لیا کریں گے کہ کس کے پاس کون سے پتے ہیں۔ جس کے پاس کمزور پتے ہوں گے وہ کھیل چھوڑ دیا کرے گا۔ جس کے پاس بھاری پتے ہوں گے وہ میری حجامت بنا دے گا۔

پہلے قاسم نے پچاس روپے کی اندھی چال چلی۔ میں نے اور غزالہ

نے بھی پچاس پچاس کے ٹوکن دیئے۔ دوسری چال میں بھی وہی پچاس کے ٹوکن آگے بڑھے۔ تیسری چال سے پہلے قاسم نے اپنے پتے اٹھا کر دیکھے۔ جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو آنکھیں اس چیز کی تفصیل دماغ تک پہنچاتی ہیں۔ قاسم کی آنکھیں اپنے پتے پڑھ رہی تھیں اور میں اس کے دماغ سے سُن رہا تھا "یکہ، دکی اور چھکا....."

وہ مایوس ہو گیا لیکن بظاہر مسکراتا رہا۔ یہ جاننے کی کوشش کرتا رہا کہ اس کے پاس اوپنچے پتے ہیں۔ ایک چالاک کھلاڑی صرف ایک بڑا پتا رکھ کر ایسے بلف دیتا ہے کہ اس کے سامنے دوسرے کھیلنے والے اپنے بڑے سے بڑے پتے چھوڑ دیتے ہیں۔ قاسم نے بھی یہی کیا۔ مجھے غریب دینے کے لیے دو سو کی چال چلی۔ میں غزالہ کی طرف متوجہ ہو گیا کیونکہ اب وہ اپنے پتے دیکھ رہی تھی۔

"بادشاہ۔ بیگم اور غلام....." غزالہ کی سوچ نے بتایا کہ اس کے پاس رن کے بڑے پتے ہیں۔ اس نے پتوں کو میز پر رکھ کر تین سو ٹوکن آگے بڑھا دیئے۔ پھر اپنی رسٹ واچ کو دیکھنے لگی۔

کلائی کی گھڑی کو دیکھتے وقت وہ سوچ رہی تھی "قاسم نے یہی بتایا تھا۔ گھڑی دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ میرے پاس ٹرالن ہے۔"

میں نے فوراً ہی قاسم کی سوچ کو پڑھا۔ وہ سوچ رہا تھا "غزالہ اپنی رسٹ واچ دیکھ رہی ہے یعنی اس کے پاس ٹرالن ہے لیکن اس نے صرف تین سو کی چال کیوں چلی؟ بہرحال میں اس کی چال پڑھ لوں گا۔"

یہ سوچ کر اس نے میری جانب دیکھا۔ میں اپنے پتے اٹھا کر دیکھنے لگا۔ میرے پاس دو ستے اور ایک تیگی تھی۔ اب پوزیشن یہ تھی کہ وہ دونوں میرے پتے نہیں جانتے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کے پاس کیا ہے۔ قاسم مجھ سے ہار جاتا۔ لیکن غزالہ مجھ سے جیتنے والی تھی۔ دانشمندی تو یہ تھی کہ میں اپنی چال بند کر دیتا اور ان دونوں کو آپس میں کھیلنے دیتا لیکن میں نے بھی بلف چال چلی اور پانچ سو کا ایک ٹوکن آگے بڑھا دیا۔

قاسم نے اپنے پتے گڈی میں واپس رکھ دیئے اور سامنے رکھا ہوا پتا لاسٹر اٹھا لیا۔ وہ میدان چھوڑ گیا تھا۔ اب غزالہ کی چال تھی، وہ سوچ رہی تھی "وہ قاسم کیسے بتاؤں کہ میرے پاس ایک یکہ ہے کہیں وہ یہ نہ سمجھ لے کہ فریاد کے پاس یکے کا جوڑا ہے میں اسے کیسے بتاؤں؟" قاسم نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ میرے پاس تنہا یکہ ہو تو اس کا مخصوص اشارہ کیا ہوگا لیکن میں ایسا کیوں سوچ رہی ہوں؟ مجھے قاسم پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ وہ بہت بڑا شکار پر ہے۔ اس نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی ہماری طرف یکے پھینکے ہیں اور اپنی طرف سب سے بڑے پتے رکھے ہوں گے۔"

میں نے غزالہ کو ٹوکا "کیا سوچ رہی ہو غزالہ! چال چلو!"

وہ چونک کر مسکرانے لگی۔ پھر اس نے بھی ایک ہزار کی چال دی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ ہار جائے گی اور یہ بھی جانتی تھی کہ وہ جتنی رقم ہارے گی۔ وہ سب قاسم کی جیتی ہوئی رقم سمیت وصول کر لے گی۔

میں نے بھی ایک ہزار کا ٹوکن آگے بڑھا دیا۔ قاسم نے کہا۔

"بھئی، ہم کب تک اس طرح انگوٹھا لگاتے جائیں گے۔ چال کی رقم بڑھنی چاہیئے۔"

میں نے جواب دیا "آپ رقم بڑھائیں۔ میں بھی بڑھاؤں گا۔"

اس نے دو ہزار کی چال دی۔ اس کے جواب میں غزالہ نے تین ہزار کے ٹوکن بڑھائے۔ میں نے پندرہ ہزار کے سُرخ ٹوکن گنتے ہوئے کہا۔

"یہ پندرہ عدد سُرخ ٹوکن میرے لیے نکلی ہیں۔ مجھے گرتے دیکھ کر سنبھال لیتے ہیں۔"

پندرہ ہزار کی چال دیکھ کر قاسم نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"میں غزالہ نہیں ہوں کہ بلف میں آجاؤں۔ یہ لیجیے میری طرف سے

"غزالہ! میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تاش کی بازی ہار کر تمہیں جیتنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا میں تمہاری خاطر بڑی سے بڑی چال چلوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے ایک ہزار کے دو سُرخ ٹوکن آگے بڑھا دیئے اور قاسم کی آمد میں کہا۔

"قاسم صاحب بدرست کہتے ہیں، مرد کو عورت سے کچھ چھپانا نہیں رہنا چاہیئے۔ اب میں تمہارے ساتھ ساتھ چلوں گا۔"

"یہ بات ہے؟" غزالہ نے مسکرا کر پوچھا "کیا تم میرے ساتھ چل سکو گے؟ اچھا میں بھی دیکھوں۔ یہ لو پانچ ہزار کی چال ہے۔ دیکھو مرد کی زبان ایک ہوتی ہے، میدان نہ چھوڑنا۔"

میں نے حساب لگایا۔ اس وقت میرے سامنے قاسم کے تین سو دس روپے اور غزالہ کے سات ہزار ایک سو دس روپے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے یکبارگی ہزار روپے کے پندرہ ٹوکن بڑھا دیئے یعنی ان کی توقع کے خلاف پندرہ ہزار کی چال دی۔

وہ دونوں ہی بوکھلا کر مجھے دیکھنے لگے۔

غزالہ کی سوچ نے کہا "یہ کمبخت اب تک دھوکہ دیتا رہا۔ اس کے پاس یقیناً مجھ سے بڑے پتے ہیں۔"

قاسم سوچ رہا تھا "کیا یہ پندرہ ہزار کی دھونس جما رہا ہے۔ پتہ نہیں یہ بلف ہے یا واقعی بڑے پتے لے کر بیٹھا ہے۔ اگر غزالہ شو کرنے کے لیے کہے گی تو اسے تیس ہزار دینے پڑیں گے۔ پہلی ہی بازی میں تیس ہزار کا رسک لینا دانشمندی نہیں ہے۔ غزالہ کو میدان چھوڑ دینا چاہیئے....."

یہ سوچ کر اس نے دائیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے لاسٹر کو میز پر چھوڑ دیا۔ غزالہ سمجھ گئی کہ اسے یہ بازی میرے حوالے کر دینی چاہیئے۔ اتنے بڑے پتے رکھ کر ہارتے ہوئے اسے دُکھ پہنچ رہا تھا لیکن وہ بھی تیس ہزار سے کم شو نہیں کرانا چاہتی تھی۔ اس نے جبراً مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے میرا ساتھ دینے کے لیے کہا تھا لیکن اتنا آگے نکل گئے کہ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی۔ کوئی بات نہیں، دوسری بازی میں دیکھا جائے گا۔ کُٹ....."

اس نے اپنے پتے گڈی میں رکھ دیئے۔ میں جیتی ہوئی رقم کے تمام ٹوکن سمیٹ کر اپنی ٹرے میں رکھنے لگا۔ غزالہ نے بڑی عجلت سے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے شو نہیں کرایا۔ اب تو تم جیت ہی گئے ہو۔ کیا اپنے پتے نہیں دکھاؤ گے؟"

"پتے دکھانا اصول کے خلاف ہے۔" میں نے کہا "لیکن تم اتنی محبت سے کہہ رہی ہو اس لیے میں انکار نہیں کروں گا۔ یہ دیکھو۔"

میں نے اپنے پتے الٹ دیئے۔ میرے پاس دو ستے دیکھ کر اسے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ میں نے اسے الو بنایا ہے۔ پھر اس نے کھسیانا ہو کر قاسم کو دیکھا کیونکہ اسی کے مشورے پر اس نے میدان چھوڑ دیا تھا۔ اگر وہ شو کراتی تو پہلی ہی بازی میں مجھ سے اٹھارہ ہزار روپے جیت کر لے جاتی۔

قاسم نے اپنی صفائی پیش کی "غزالہ! دراصل ہر شخص کے کھیلنے کا انداز جدا ہوتا ہے۔ ہم میں سے کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فریاد صاحب ستے کے پیئر پر پندرہ ہزار کی چال چل سکتے ہیں۔ بہرحال یہ تو پہلی بازی تھی انشاء اللہ دوسری بازی تم جیت لوگی۔"

میں نے پتے چھینٹ کر چھ تین تین پتے تقسیم کیے۔ اس بار قاسم کا پتہ بھاری تھا۔ میرے پاس پہلے سے بھی کمزور پتے آئے تھے۔ غزالہ نے تین چالوں کے بعد اپنے پتے گڈی میں رکھ دیئے۔ قاسم محتاط ہو کر چال بڑھا رہا تھا۔ وہ میرے پتوں کو نہیں جانتا تھا لہٰذا اس الجھن میں تھا کہ میں بڑے پتے رکھ کر کھیل رہا ہوں یا پہلے کی طرح چھوٹے پتوں سے بڑی رقم کی دھونس جما رہا ہوں۔

جب دوسری بازی تین ہزار کی رقم تک پہنچ گئی تو اس نے شو کرنے کے لیے کہا۔ میرے پاس تھا ہی کیا؟ وہ تین ہزار جیت کر لے گیا۔ اس بار تاش کی گڈی اس کے ہاتھ میں گئی۔ اب اسے پتے بازی کا موقعہ مل رہا تھا اور میں اس کی سوچ کو توجہ سے پڑھ رہا تھا۔

پچھلی دو بازیوں میں انھوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ میں چھوٹے سے چھوٹے پتوں پر بھی بڑی سے بڑی رقم لگا دیتا ہوں۔ قاسم کو یقین تھا کہ وہ میری اس حماقت سے فائدہ اٹھا سکے گا۔ اس وقت وہ میز پر سے پتے سمیٹتے وقت تین یکے گڈی کے نیچے رکھ رہا تھا۔ جو کچھ وہ کر رہا تھا وہ اس کے دماغ سے میں سُن رہا تھا۔ ایک شارپر کے پتے بانٹنے کا کمال یہ ہوتا ہے کہ گڈی کے اوپر والے پتے وہ دوسرے کھلاڑیوں کو دیتا ہے اور گڈی کے نیچے رکھے ہوئے پتے اپنے آگے ڈالتا ہے۔ یہ کام اتنی پھرتی اور صفائی سے ہوتا ہے کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں اس کی مکاریوں کو نہیں دیکھ سکتیں۔ اس وقت بھی وہ پتے پھینٹ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ تین یکے گڈی کے کس حصے میں جا بسے ہیں۔ کبھی اوپر، کبھی نیچے۔ جب پتے بانٹنے کا وقت آیا تو تین یکے گڈی کے نیچے تھے۔

اب پتے بانٹنے کے دوران اس کا دماغ اس کی راہنمائی کرتا۔ غزالہ کی طرف اور میری طرف پتے پھینکتے وقت اس کا ذہن کہتا "اوپر۔ اوپر۔ اوپر" اور نیچے کے پتے ہمارے پاس آتے۔ اپنی طرف پتا تقسیم کرتے وقت اس کا ذہن کہتا "نیچے! نیچے!" اور اس کی انگلیاں گڑبڑا جاتیں۔ نیچے کا پتا میرے پاس گر جاتا۔ بانٹنے کے دوران وہ کئی بار ٹھٹھک گیا۔ میں نے اس کی منفی سوچ میں فوراً ہی سمجھ لیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تو ٹھیک ہی بانٹ رہا ہوں، بس یوں ہی ذرا دھیان بٹ گیا تھا۔" لیکن انگلیاں تو پتے بازی کی عادی ہیں۔ ان انگلیوں سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ پتے ٹھیک ہی گر رہے ہیں۔ ویسے میں دو تین چالوں کے بعد اپنے پتے اٹھا کر دیکھوں گا۔"

اس نے مطمئن ہو کر گڈی ایک طرف رکھ دی۔ ہم تینوں سوروپے تک بلا ٹنڈ چلتے رہے۔ اس کے بعد غزالہ نے اپنے پتے اٹھا کر دیکھے۔ اس کے تاثر نے بتا دیا کہ اس کے پاس یکہ، نہلا اور دہلا ہے۔ وہ جانتی تھی کہ قاسم نے پتے بازی کی ہے یقیناً قاسم ہی یہ بازی جیتے گا۔ لہٰذا مجھے شہ دینے کے لیے اس نے تین سو کی چال دی۔ اس کے بعد میں نے اپنے پتے اٹھا کر دیکھے۔ میرے پاس کلر کے ساتھ یکہ، دکی اور سگی تھی۔ میں نے رنگ فلیش پر چھ سو کی چال دی۔ آخر میں قاسم نے اپنے پتے اٹھا کر دیکھے۔ اس کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"میرے پاس تین یکے آنے چاہئیے تھے مگر یہ تو یکہ، بادشاہ اور بیگم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بانٹنے کے دوران گڑبڑ ہو گئی ہے۔ ایک یکہ میرے پاس ہے لہٰذا دو یکے فریاد کے پاس گئے ہیں۔ ہاں اس کے پاس یکے کا پیئر ہے اسی لیے اس نے چھ سو کی چال دی ہے۔ کوئی بات نہیں، اس وقت بھی میرے پاس سب سے بڑا رن ہے۔ اس اوپر کے چھٹے ستے کے پیئر پر پندرہ ہزار کی چال چلوں گا۔ اب تو اس کے پاس یکے کا جوڑا ہے۔ یہ بڑی سے بڑی چال چلے گا۔"

یہ سوچ کر اس نے ایک قسم سے ایک ہزار کی چال دی۔ اسے یقین تھا کہ مجھ جیسا اناڑی چھوٹے پتے پر بھی اس کی بڑی چال کا جواب بڑی چال سے دے گا لیکن ابھی غزالہ کی باری تھی۔ وہ سوچ رہی تھی "میں قاسم کو کیسے بتاؤں کہ میرے پاس ایک یکہ ہے کہیں وہ یہ نہ سمجھ لے کہ فریاد کے پاس یکے کا جوڑا ہے میں اسے کیسے بتاؤں؟" قاسم نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ میرے پاس تنہا یکہ ہو تو اس کا مخصوص اشارہ کیا ہوگا لیکن میں ایسا کیوں سوچ رہی ہوں؟ مجھے قاسم پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ وہ بہت بڑا شکار پر ہے۔ اس نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی ہماری طرف یکے پھینکے ہیں اور اپنی طرف سب سے بڑے پتے رکھے ہوں گے۔"

میں نے غزالہ کو ٹوکا "کیا سوچ رہی ہو غزالہ! چال چلو!"

وہ چونک کر مسکرانے لگی۔ پھر اس نے بھی ایک ہزار کی چال دی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ ہار جائے گی اور یہ بھی جانتی تھی کہ وہ جتنی رقم ہارے گی۔ وہ سب قاسم کی جیتی ہوئی رقم سمیت وصول کر لے گی۔

میں نے بھی ایک ہزار کا ٹوکن آگے بڑھا دیا۔ قاسم نے کہا۔

"بھئی، ہم کب تک اس طرح انگوٹھا لگاتے جائیں گے۔ چال کی رقم بڑھنی چاہیئے۔"

میں نے جواب دیا "آپ رقم بڑھائیں۔ میں بھی بڑھاؤں گا۔"

اس نے دو ہزار کی چال دی۔ اس کے جواب میں غزالہ نے تین ہزار کے ٹوکن بڑھائے۔ میں نے پندرہ ہزار کے سُرخ ٹوکن گنتے ہوئے کہا۔

"یہ پندرہ عدد سُرخ ٹوکن میرے لیے نکلی ہیں۔ مجھے گرتے دیکھ کر سنبھال لیتے ہیں۔"

پندرہ ہزار کی چال دیکھ کر قاسم نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"میں غزالہ نہیں ہوں کہ بلف میں آجاؤں۔ یہ لیجیے میری طرف سے

لیکن آئندہ چال چلنے کے لیے ہمارے پاس بہت کم ٹوکن رہ گئے ہیں۔"

غزالہ نے میدان چھوڑ دیا۔ وہ اپنے پتے گڈی میں رکھتے ہوئے بولی۔

"تم دونوں ان ہی ٹوکنوں سے کھیل سکتے ہو۔ جتنے سفید ٹوکن یہاں موجود ہیں انھیں ذمے کر لو کہ ان میں سے ہر سفید ٹوکن پانچ ہزار روپے کا ہے۔"

وہ شور سے رونے لگی کہ ہم کس طرح ان ہی ٹوکنوں سے کھیل سکتے بڑھا سکتے ہیں۔ اسی وقت قیصر ہماری میز کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ وہی قیصر تھا جو چند سال پہلے غزالہ کا والد تھا اور فرینڈ تھا عدنان کی میں نے اچھی طرح پٹائی کی تھی۔

وہ مجھے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھنے کے بعد غزالہ سے مسکرا کر بولا۔

"ہیلو غزالہ، بہت دنوں بعد نظر آئی ہو۔"

غزالہ نے جواباً مسکرا کر کہا۔ "آؤ بیٹھو ان سے ملو، یہ قاسم کرمانی ہیں۔"

قیصر نے قاسم سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد غزالہ نے میرا تعارف کرایا۔

"قیصر تم انھیں تو پہچانتے ہوں گے۔ یہ میرے کزن فرہاد علی ہیں۔ یاد ہے ایک دن تم دونوں میں جھگڑا بھی ہو گیا تھا۔"

قیصر نے ناگواری سے کہا۔ "مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ وہ جھگڑا ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ بہت جلد اس کا عبرتناک انجام سامنے آئے گا۔ تم دیکھو گی کہ مجھ سے ٹکرانے والے کا حشر کیا ہوتا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "یہ یاد میرے آڑے آتے ہوتے ہیں۔ ابھی میں ٹکرانے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ ہاں تو قاسم صاحب! اب میری چال ہے یہ لیجیے، یہ پچیس ہزار کی چال....."

غزالہ اور قاسم ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ اس وقت دونوں کی سوچ بدل گئی تھی۔ پچیس ہزار کی چال دیکھ کر وہ کھٹک گئے تھے کہ میرے پاس بڑے پتے ہیں۔ قاسم ذہنی طور پر الجھ گیا تھا کیونکہ اب تک میں دو بار چھوٹے پتوں پر بڑی رقم لگا چکا تھا۔ وہ بھی سوچ رہا تھا کہ میں پہلے کی طرح بلف چال چل رہا ہوں۔ اور کبھی سوچ رہا تھا کہ واقعی میں بڑے پتے لے کر چال بڑھا رہا ہوں۔

قاسم کو سوچتے دیکھ کر میں نے کہا۔ "چال چلیے قاسم صاحب!"

"آں.....!" اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر غزالہ سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ میں شو کروا دوں۔"

غزالہ نے سوچا۔ قاسم اپنے ہاتھ میں پتے بانٹنے کے بعد بھی بڑوں نظر آ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے پتے بازی میں ناکام رہا ہے، اگر ایسا ہے تو شو کروانے کی کیا ضرورت ہے۔ فرہاد پچیس ہزار کی چال چل چکا ہے اب شو کے لیے ہمیں پچاس ہزار دینے پڑیں گے۔"

وہ سوچ رہی تھی۔ قیصر نے کہا۔ "بڑی ہائی اسٹیکنگ ہو رہی ہے۔ شو کروانے کا مطلب یہ ہے کہ پچاس ہزار دینے پڑیں گے۔"

قاسم نے کہا۔ "میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ فرہاد صاحب برابر چھوٹے پتوں پر رسک لیتے چلے آ رہے ہیں۔"

"لیکن تم پچاس ہزار کا رسک نہ لو۔" غزالہ نے کہا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟" قیصر نے قاسم کی حمایت کی۔ "اگر قاسم صاحب مجھے اپنے پتے دکھا دیں تو میں صحیح مشورہ دوں گا۔"

قاسم نے اپنے پتے قیصر کو دکھا دیئے۔ انھیں دیکھ کر قیصر نے کہا۔

"بہت شاندار پتے ہیں۔ آپ کو پچاس ہزار دے کر شو کروانا چاہیے۔ آپ کے پاس اتنی رقم نہ ہو تو پچیس ہزار مجھ سے لیجیے۔ شرط یہ ہے کہ اگر آپ جیت جائیں تو میں دس ہزار منافع لوں گا۔"

غزالہ نے جلدی سے کہا۔ "منظور ہے قیصر! چلو پچیس ہزار کا چیک لکھ دو۔"

وہ جیب سے چیک بک نکال کر لکھنے لگا۔ میں نے سوچا چلو اچھا ہے۔ ایک اور شکار مل گیا جیب سے پچیس ہزار نکل رہے ہیں مفت اور بغیر محنت کے۔ قیصر نے چیک لکھ کر پچیس ہزار کے ٹوکن بڑھا کر کہا۔

"شو۔!"

میں نے اپنے ایک پتے کو سیدھا کیا، پھر دوسرے کو اور پھر تیسرے کو سیدھا کیا۔ قاسم، قیصر اور غزالہ تینوں کے چہروں کا رنگ اڑ گیا۔ اس وقت تینوں کے دماغ سے میرے پتے کا گالیاں نکل رہی تھیں۔ غزالہ اس وقت قاسم کو گھور گھور کر دیکھ رہی تھی جیسے اپنے پتے بازی پر ہار رہا تھا۔ قیصر کے چیک کے پچیس ہزار میری جیب میں آ رہے تھے۔ اس بات پر وہ جھلا رہا تھا اور قسم کھا رہا تھا کہ مجھ سے اپنی رقم وصول کر کے رہے گا۔

میں ان سب سے بے نیاز ہو کر جیتے ہوئے تمام ٹوکنوں کو گن رہا تھا۔ میں نے تین گھنٹے کے کھیل میں تقریباً ۷۸ ہزار روپے جیت لیے تھے۔ غزالہ سوچ رہی تھی کہ یہ تمام رقم اس کے اکاؤنٹ سے جائے گی۔ اس میں سے صرف پچیس ہزار قیصر نے دینے تھے۔ جب ہم میز کے کمرے کی طرف جانے لگے تو وہ اور قیصر پیچھے رہ گئے۔ میں قاسم کے ساتھ میز کے کمرے میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہاں سے میں نے قمار خانے میں بیٹھی ہوئی غزالہ کے خیالات پڑھے۔ وہ قیصر سے کہہ رہی تھی۔

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں نے فرہاد کی خاطر تم سے منہ نہیں موڑا تھا۔ جس دن اس سے تھاڈ اچھگڑا ہوا تھا اسی رات میں نے ڈیڈی سے کہہ کر اسے کوٹھی سے نکلوا دیا تھا۔ پتہ نہیں یہ کمبخت اتنا دولت مند کیسے بن گیا۔ بہرحال فی الحال میں جو کہتی ہوں تم وہ کرو۔"

اتنے میں میں کارڈ ٹیبل کو کراس کرتے ہوئے ان کے قریب پہنچ گیا۔ وہ دونوں چپ ہو گئے۔ غزالہ مسکراتی ہوئی میرے پاس اگلی سیٹ پر آ گئی۔ قاسم پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔ میں نے کار آگے بڑھا دی۔ غزالہ نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"تم نے بہت ہی شاندار کھیل کا مظاہرہ کیا ہے لیکن کھیلنے سے پہلے مجھ سے ایک مدد سے لڑنے جھگڑنے لگتے ہو۔ دیکھو قیصر اگر تم فرہاد کو ناراض کرو گے تو وہ ہمارا کھیل بگاڑ سکتا ہے۔ ہم اس کو دوستی کر کے اس کا دیوالیہ نکال سکتے ہیں۔"

قیصر کا جواب سنائی دیا۔ "اچھی بات ہے اگر تم اسے لوٹنا چاہتی ہو تو میں تمھاری خاطر فی الحال اسے معاف کر دیتا ہوں۔ اگر تم ناکام ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا، میں اسے ایسی جگہ گھیر کر ماروں گا جہاں اسے پانی بھی نہیں ملے گا۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔"

اس کے جاتے ہی غزالہ نے سوچا۔ "میرے بھی کتنے چاہنے والے ہیں یہ قیصر آج بھی میرا دیوانہ ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اس نے اپنی دولت سے متاثر کرنے اور میرا دل جیتنے کے لیے پچیس ہزار دو بار لٹائے تھے۔ مجھے اس سے دوستی قائم رکھنی چاہیے۔ ایسے اچھے عاشق برے وقت پر بڑے کام آتے ہیں۔ ویسے اب مجھے فرہاد کے متعلق سوچنا چاہیے۔ آج وہ مجھ سے بہت بڑی رقم لے جائے گا۔ میں تاش کی بازی نہ جیت سکی لیکن محبت کی بازی جیت کر اس سے اپنی رقم واپس لے لوں گی۔"

سوچنے کے دوران غزالہ کے دماغ نے کہا کہ اب اسے میز کے کمرے میں جا کر فرہاد کی جیتی ہوئی رقم کا چیک لکھ دینا چاہیے۔ وہ سوچتی ہوئی کمرے میں آئی۔ وہاں اس نے بڑی فراخدلی سے چیک لکھ دیا۔ میز نے مجھے یقین دلایا کہ دوسرے دن ایک بجے تک مجھے میری جیتی ہوئی رقم مل جائے گی۔ اس کے بعد ہم ہنستے بولتے کلب کی عمارت سے باہر آ گئے۔ جب میں پارکنگ ایریا سے کار نکالنے کے لیے گیا تو غزالہ قاسم کے ساتھ ایک طرف کھڑی رہی۔ اس دوران وہ آہستہ آہستہ کہتی رہی۔ "قاسم تم راستے میں کہیں کار سے یہ کہہ کر اتر جانا کہ تم نے ایک انکل کے ہاں جانا ہے، وہ ہم سے کل صبح ملاقات کر لیں گے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ پھر میں رات کہاں گزاروں گا؟" قاسم نے پوچھا۔

"کسی ہوٹل میں رات گزار لینا۔ مجھے سے زیادہ بحث نہ کرو۔ فرہاد کار لے کر آ رہا ہے جو رقم وہ مجھ سے جیت کر لے جا رہا ہے اسے میں کسی طرح واپس لوں گی۔ آج تم نے مجھے بہت زبردست نقصان پہنچایا ہے۔"

"آج میں اتفاق سے ہار گیا۔ دوسری بار کھیلوں گا تو اس سے دوگنی رقم جیت کر دکھاؤں گا۔"

"میں تاش کی بازی کے بغیر بھی اس سے دوگنی رقم وصول کر لوں گی۔"

میں نے کار ڈرائیو کر کے پورچ میں روک دی۔ غزالہ نے کہا۔ "تم چلو، میں ذرا میک اپ ٹھیک کر لوں۔"

میں نے کار سے اتر کر اس کی سیٹ کی پشت کو آگے جھکا دیا۔ غزالہ نے اپنا پرس اٹھایا۔ اس میں سے لپ اسٹک نکالی۔ اس کے بعد اس نے پرس کھولا۔ اس میں سے چیک بک نکالی۔ اس کے بعد اس نے پرس بند کر دیا۔ میں نے کہا۔

"میں تو قاسم کو اپنا مہمان بنا کر بھیج رہی ہوں۔ پتہ نہیں پنڈی میں اس کا بینک سلپس کتنا ہے۔ اگر وہ ٹٹ یو بنجا ثابت ہوا اور میری دی ہوئی رقم مجھے واپس نہ ملی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ ہار کر بھی جیتے گا۔ وہ ساری رقم میں تم سے ہار جاؤں گی۔ تم سوچو کہ یہ کیسی بات ہے۔ وہ کھیلتا رہا اور میں ہارتی رہی۔ بہرحال مجھے اس بات کا دکھ نہیں ہے کہ میری اتنی بڑی رقم تمہارے پاس چلی گئی ہے۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ تمھارے لیے ہے۔ میں نے جب سے تمھیں دیکھا ہے یہی سوچ رہی ہوں کہ میں تمھارے لیے بنائی گئی ہوں۔"

اس نے فوراً قریب آ کر میرے شانے پر سر رکھ دیا۔ اس کی قربت سے مجھے پانچ چھ سال پہلے کی وہ رات یاد آ جاتی تھی جب

اس نے مجھ جیسے بے گناہ کو کیسے بدنام کیا تھا۔ ایک پہلو سے وہ قابل نفرت تھی، اس وقت بھی کار کی خمدود فضا میں وہ اپنی قربت کی آنچ سے دے رہی تھی۔ اس کے لباس سے ایونگ ان پیرس کی دھیمی دھیمی خوشبو اٹھ رہی تھی اور وہ مہک بتا رہی تھی کہ وہ مجھ پر شبانی خوشبوؤں کے خزانے لٹانے کے لیے تیار بیٹھی ہے۔

میں بھی اس کی حسب منشا رومانی انداز میں گفتگو کرتا رہا اور اسے یقین دلاتا رہا کہ میں اس پر ہر جان سے عاشق ہو چکا ہوں۔ جب ہم کوٹھی میں آئے تو رات کے دو بج رہے تھے۔ شاہینہ، چچا جان اور غزالہ کے ماموں اپنے اپنے کمروں میں سو رہے تھے۔ غزالہ میرے بازو میں اپنا بازو ڈالے جوانی کے نشے میں لڑکھڑاتی ہوئی اپنی خواب گاہ میں آئی۔ اس نے مجھے ایک ایزی چیئر پر بیٹھنے کے لیے کہا اور لباس بدلنے کے لیے باتھ روم میں چلی گئی۔

میں نے فراڈیر کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ سب سے پہلے میں نے چچا جان کے خوابیدہ ذہن کو پڑھا پھر گہری نیند میں سونے والی شاہینہ کے دماغ میں جھانکا۔ اس کے بعد ماموں جان کے بھی خوابیدہ دماغ کو پڑھا اور ان تینوں کے ذہنوں میں یہ خیال قائم کر دیا کہ وہ صبح پانچ بجے سے پہلے بیدار نہیں ہوں گے۔

کچھ دیر بعد غزالہ باتھ روم سے باہر آ گئی۔ اس نے قاتلانہ انداز میں مسکرا کر مجھے دیکھا۔ سنگار میز کے پاس بل کھاتی ہوئی گئی اور اپنے نسوانی وجود پر شینل کی خوشبو اسپرے کرنے لگی۔ سنگار میز کے سہ طرفہ آئینوں میں وہ تین مختلف زاویوں سے نظر آ رہی تھی۔ ہر زاویے سے بجلی کی چاندنی پھوٹ

رہی تھی اور اس پر رشیم لہرا رہا تھا۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر سوئچ بورڈ کے پاس آیا۔ ایسے وقت تیز روشنی بُری لگتی ہے۔ میں نے قمقمے بجھا دیئے۔ اور زیرو واٹ کا بلب روشن کر دیا۔ خوابگاہ میں نیلی خواب آور روشنی دھیرے دھیرے انگڑائیاں لینے لگی۔ وہ شرمانے کی ادائیں دکھاتی ہوئی آہستہ آہستہ میری طرف آنے لگی۔ شرم وحیا تو اسے چھو کر نہیں گزری تھی۔ لیکن ایسے وقت ایک فاحشہ بھی ذرا شرما کر بہتانے کی کوشش کرتی ہے کہ وہ پہلی بار کسی مرد کی تنہائی میں آئی ہے۔

میں نے آہستگی سے کہا۔

"غزالہ! مجھے برسوں پہلے کی ایک رات یاد آ رہی ہے۔ یہی خوابگاہ تھی ایسی ہی ہلکی نیلی جذبات انگیز روشنی میں تم اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھیں، اور مجھے دعوت گناہ دے رہی تھیں۔ اُس رات میں احمق تھا، تمھاری دعوت کو ٹھکرا کر چلا گیا تھا۔ اب مجھے عقل آگئی ہے۔ آج اُس رات کے افسانے کو میں تکمیل تک پہنچاؤں گا۔ افسانے کی ابتدا اس طرح ہوگی کہ میں ابھی خوابگاہ سے باہر جاتا ہوں، تم اُس رات کی طرح اپنے بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں دستک دے کر تمہیں کالوں اور تم حسب عادت دعوت گناہ دو گی....."

یہ کہہ کر میں اس کا جواب سنے بغیر خوابگاہ سے باہر آگیا اور بند دروازے کے باہر کھڑا ہو گیا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میں اس کی سوچ کے ذریعہ دماغ کی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ فوم کے ملائم بستر پر لیٹ گئی تھی۔ اب میری باتش کا وقت آگیا تھا۔ میں نے چند لمحات میں فیصلہ کیا کہ ایک ناگن کی دوستی مجھے تباہیوں کی پستی میں لے جائے گی اگرچہ میرے پاس خیال خوانی کا علم تھا اس کے باوجود میں زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ ناگن چھر ناگن ہوتی ہے۔ کسی وقت بھی میری لاعلمی میں مجھے ڈس سکتی ہے۔

میں نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے اس کی آواز آئی "آجاؤ"۔

میں دروازہ کھول کر خواب گاہ میں آیا۔ بستر کی نیلی چادر پر گلابی گلابی سا بدن پھولوں کی پنکھڑیوں کی طرح کھل رہا تھا۔ وہ میری جانب خمار آلود نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ خاموشی نگاہوں سے مجھے اپنی طرف بلا رہی تھی۔ میں نے آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔

"بے شک تم اتنی حسین ہو کہ مرد کی نگاہوں کو للچا دیتی ہو۔ تمھارے بدن کے یہ چنچناتے ہوئے نشیب و فراز دیکھ کر اچھے سے اچھے عابد زاہد اپنی توبہ توڑ سکتے ہیں۔ میں بھی توبہ توڑنے آیا ہوں لیکن اس سے پہلے میں وہ جھولا ہوا افسانہ یاد کراؤں کہ مجھے کس طرح بدنام کر کے اس کوٹھی سے نکالا گیا تھا۔ میری خوبصورت ناگن! جو لوگ ذرا بھی سمجھدار ہوتے ہیں وہ آگ میں کود نے کی بجائے اسے بجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں بھی تمھارے حسین بدن کی آگ میں جلنا نہیں چاہتا۔ تمھاری آگ بجھانے کے لیے پانی کی ضرورت ہے۔ پانی نہ ہو تو شاید تھوک دینے سے بھی کام چل جاتا ہے۔ آخ تھو....."

میں نے اس کے بدن پر تھوک دیا اور فوراً ہی پیچھے ہٹ جانے لگا۔ وہ ایک دم سے لرز گئی تھی۔ اپنی ذلت اور توہین کے شدید احساس سے جیسے وہ پاگل ہو گئی۔ میں نے دروازے سے پلٹ کر دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے بالوں کو نوچتی ہوئی پذیرائی انداز میں چیخ رہی تھی۔

میں نے خوابگاہ کے دروازے کو باہر سے بند کیا اور تیزی سے مڑا۔ ہوا اس کوٹھی سے باہر جانے لگا۔ وہ جو خود کو وینس کا شاہکار مجسمہ سمجھتی تھی اب پاگل ہو کر اپنے جسم کی بوٹیاں نوچ رہی تھی۔ ایک حسین اور مغرور عورت کا یہ سب سے خوبصورت انجام تھا۔

میرے قدم اپنی کوٹھی کی طرف اُٹھ رہے تھے اور میں اس کے جھلائے ہوئے دماغ کو پڑھتا جا رہا تھا۔ اس کے دماغ میں بلبل سی مچی ہوئی تھی۔

"میں۔ میں وہ عورت ہوں کہ دل والے میری راہوں میں اپنے دل بچھاتے ہیں۔ شاعر میری تعریف میں لفظوں کے پھول کھلاتے ہیں، اور وہ کم ذات مجھ پر تھوک کر گیا ہے....."

اس سوچ پر اس کے دماغ نے اسے چیخنے پر مجبور کیا۔ چیخنے کے شور نے اس کے دماغ نے مشورہ دیا کہ وہ میرا منہ نوچ لے۔ لیکن میں اس کے سامنے نہیں تھا۔ وہ جھلائی ہوئی سوچ کے مطابق تکیے کو اُٹھا کر نوچنے لگی۔

"سؤر، کمینہ۔ کیا سمجھ کر اس نے تھوکا ہے؟ جس بدن کو لوگ خوبصورتی کا کنول کہتے ہیں، اسے اگالدان سمجھ کر گیا ہے۔ میں یہ توہین برداشت نہیں کر سکتی۔ میں اسے جہان سے مار ڈالوں گی۔ وہ بدذات خود کو سمجھتا کیا ہے، جو بھی اس پر تھوکتی ہوں۔ ہم..... مگر میرے تھوکنے سے اس بے غیرتی کا داغ نہیں مٹ سکتا، جو وہ کر گیا ہے۔ مائی گاڈ! اُس نے نفرت سے مجھ پر تھوکا ہے نہیں مجھے یقین نہیں آتا کہ میرے بدن پر اس کا تھوک ہے۔ مگر یہ میں حقیقت سے انکار نہیں کر سکتی۔ یہ تھوک ایک انگارے کی طرح میرے بدن پر جل گیا ہے۔ اب جب بھی میں لباس اُتاروں گی مجھے اس کے نفرت تھوکنے کا انداز یاد آجائے گا۔"

میں اپنی کوٹھی کے احاطے میں پہنچ کر رُک گیا اور اس کے دماغ سے بیٹھ کر اس کی سوچ میں گزر پڑ کرنے لگا۔ "ہاں، اُس نے ایسی نفرت سے ہے جیسے میں خطوط النفس سے بھی گئی گزری عورت ہوں۔ اس طرح اس نے نظروں سے مجھے گرا دیا ہے۔ اتنی دیر سے میں خود ہی اپنے آپ کو قابل نفرت سمجھ رہی ہوں۔"

وہ گڑبڑا کر سوچنے لگی "نہیں، میں قابل نفرت نہیں ہوں۔ سب سے حسین لڑکی ہوں۔ سب ہی مجھ پر جان دیتے ہیں۔ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔"

میں نے منفی سوچ میں کہا "جو لوگ سامنے محبت کا اظہار کرتے

وہ میری پیٹھ پیچھے مجھ پر تھوکتے ہیں۔ فرہاد پہلا آدمی ہے جو سامنے تھوک کر گیا ہے۔"

اس کی مثبت سوچ نے کہا "میں فرہاد پر تھوک دوں گی۔"

میں نے منفی سوچ سے سمجھایا "صرف فرہاد پر تھوکنے سے انتقام کی آگ نہیں بجھے گی، جو اپنے مطلب کے لیے میرے حسن کی تعریف کرتے ہیں میری عبادت کا دم بھرتے ہیں، ان جھوٹوں پر بھی تھوکنا چاہیئے۔ قاسم بھی مطلب پرست ہے۔ قیصر بھی عیاش ہے۔ سب کے سب میری جوانی سے کھیلنے کے لیے میری خوشامدیں کرتے ہیں۔ میں ان سب پر تھوک دوں گی۔"

اس کا جھلایا ہوا ذہن قائل ہو گیا کہ وہ سب پر تھوکے گی۔ آج اس کی جو توہین ہوئی ہے اس کا انتقام وہ ہر مرد سے لے گی۔ اس وقت اس کی سوچ نے بتایا کہ ڈرائنگ روم میں فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "پتہ نہیں اتنی رات کو کس نے فون کیا ہے۔ گھر کے لوگ سو رہے ہیں۔ مجھے ڈرائنگ روم میں جا کر سننا چاہیئے کہ کس کی کال ہے۔"

اس نے منفی سوچ میں کہا "نہیں، میں نہیں جاؤں گی۔ کسی کی بھی کال ہو، وہ جہنم میں جائے۔"

میری سوچ نے پھر اسے سمجھایا "ہو سکتا ہے کہ فرہاد اپنی کوٹھی سے کال کر رہا ہو۔ مجھے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر اس پر تھوک دینا چاہیئے۔"

یہ بات اس کی کھوپڑی میں آگئی۔ اس کی سوچ تباہی مچی کہ وہ میری کال کی توقع میں غصہ سے طمطناتی ہوئی خواب گاہ سے نکل کر جا رہی تھی۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اُس نے فون کا ریسیور اٹھایا۔ پھر چیختی ہوئی بولی۔

"سؤر کے بچے! اب تم مجھے فون کر رہے ہو۔ میں تم پر تھوکتی ہوں۔ آخ تھو۔"

ریسیور پر دوسری طرف کی آواز غزالہ نے سنی اور اسے غزالہ کے دماغ سے میں نے سُنا۔

"ارے رے۔ یہ تھوکنے کا کیا مطلب ہوا۔ کون ہو تم؟ کیا غزالہ ہو؟"

"ہاں، میں غزالہ ہوں۔ کسی بھی مرد کی آواز میرے دماغ میں کانٹے کی طرح چبھتی ہے۔ میں پھر ایکبار تم پر تھوکتی ہوں....."

"ٹھہرو ٹھہرو۔ بھئی یہ کیا کر رہی ہو۔ میری آواز پہچانو۔ میں تمھارا قیصر ہوں۔"

میں نے قیصر کا نام سنتے ہی غزالہ کی سوچ میں کہا "مجھے قیصر پر بھی تھوکنا چاہیئے، وہ بھی سور ہے میں اس پر بھی تھوکوں گی۔"

غزالہ نے غصے سے پوچھا "قیصر تم بھی ایک سور ہو؟"

"ہاں۔ میں مرد ہوں۔"

"تو میں تم پر بھی تھوکتی ہوں۔ آخ تھو!"

"ایسے کیا ہو گیا ہے تمھیں؟ خواہ مخواہ تھوکتی چلی جا رہی ہو۔ کیا فرہاد کی دھونس نے تمھارا دماغ خراب کر دیا ہے۔"

"فرہاد کا نام نہ لو۔ میں اس پر تھوکتی ہوں۔ تم نے کلب میں کہا تھا کہ اسے جہان سے مار ڈالو گے۔ اب میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ تم اسے کس طرح مارو گے۔ قیصر جب تک تم اسے کتے کی موت نہیں مارو گے میرے کلیجہ میں ٹھنڈک نہیں پہنچے گی۔ جتنی جلدی ممکن ہو تم مجھے اس کی موت کی خوشخبری سناؤ۔ میں اپنا حسن، اپنی جوانی اور اپنی دولت تم پر نچھاور کر دوں گی۔"

"جان من! تم اتنے بڑے انعام کا لالچ دے رہی ہو۔ یہ واقعی انعام ہے یا محض للچانے والی باتیں ہیں۔ دیکھو، بُرا نہ ماننا۔ پہلے بھی تم نے بڑے وعدے کیے اور ٹرخا دیا۔"

"اب ایسا نہیں ہو گا، تم ابھی آؤ۔ میں ابھی وعدہ پورا کر دوں گی۔ تمھارا اعتماد حاصل کر دوں گی۔ تم جو کہو گے وہ کروں گی۔ ہر کسی طرح یہ خوشخبری سُنا دو کہ وہ سؤر کا بچہ مر چکا ہے۔"

"اچھا میں ابھی آتا ہوں۔"

قیصر نے رابطہ ختم کر دیا۔ غزالہ پھر میرے متعلق غصہ سے سوچنے لگی۔ میں نے ذہنی رابطہ ختم کر دیا اور اپنے کمرے میں آکر سونے کے لیے لباس بدلنے لگا۔ اس دوران میں نے قیصر کی سوچ کو پڑھا۔ وہ اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا غزالہ کی طرف آ رہا تھا اور یہ منصوبہ بنا رہا تھا کہ مجھے گھیر کر مارنا آسان سی بات نہیں ہے۔ اس کے لیے وقت کا انتظار کرنا ہو گا۔ پتہ نہیں کتنا وقت لگے گا۔ دو دن یا چار دن یا چار مہینے۔ اس وقت تک غزالہ کو بہلا پھسلا کر اپنا کام نکالنا ہو گا۔ ایسی حسین عورت بغل میں رہے تو سوسائٹی میں کچھ اور اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

اس کی سوچ پڑھ کر اس بات کا یقین ہو گیا کہ ابھی اس کی نظروں میں صرف غزالہ کے حسن و شباب کی اہمیت ہے۔ اس میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ تنہا کہیں بھی مجھے للکار سکے۔ صرف ندامت کی تنہائی میں میری تھوکی ہوئی چیز کو چاٹنے آ رہا تھا۔

میں اپنی خوابگاہ کا دروازہ اندر سے بند کر کے اطمینان سے سو گیا۔

دوسرے دن میں چچا کے ہاں گیا۔ غزالہ میرے سامنے نہیں آئی۔ میں چچا جان سے مین جائداد کی باتیں کرتا رہا۔ پھر شاہینہ کے ساتھ تفریح کے لیے نکل گیا۔ اس کے بعد روزانہ کا یہی معمول ہو گیا۔ میں اپنی لاڈلی بہن کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے لگا۔ کبھی کبھی چچا جان کے ساتھ کچہری کے چکر لگانے پڑتے تھے کیونکہ وہ تمام زمینیں میرے نام لکھ رہے تھے۔ زمانے بھر کی غلاظتوں سے نکل کر ایک بہن کا ساتھ ملا تو مجھے پیار کی پاکیزگی کا شدت سے احساس ہوا۔ عورت محض ایک عاشقہ نہیں ہوتی، وہ ماں بھی ہوتی ہے، بیٹی بھی ہوتی ہے اور شاہینہ جیسی بہن بھی۔ یہ تو میں جانتا ہی تھا کہ شاہینہ کے ناز کے سے دل میں زبیر کی عظمت پروان چڑھ رہی ہے۔ ان دنوں زبیر اپنی والدہ کے علاج کے لیے لاہور آیا ہوا تھا۔ ایک روز شاہینہ مجھے اس کے ہاں لے گئی۔ زبیر واقعی ایک خوبرو نوجوان تھا۔ گفتگو کے دوران میں نے اس کے خیالات پڑھے تو پتہ چلا کہ وہ بھی شاہینہ کو چاہتا

ہے لیکن عزت کا اظہار اس لیے نہیں کرتا کہ خود کو گلفام سمجھتا ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ شاہینہ اس کے پیچھے پھرتی ہے۔ شاہینہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھی اس لیے کسی کی زیادتی سہنے میں اسے بھلی لگتی تھی۔ میں نے اسی وقت فیصلہ کیا کہ زبیر کو کسی طرح مہذب انداز میں مجبور کردوں گا کہ وہ عزت و آبرو کے ساتھ میری بہن کا ہاتھ تھام لے۔

اس روز میں نے منصوبہ بنایا کہ زبیر کے دل میں شاہینہ کیلئے کس طرح تڑپ پیدا کرنی ہوگی۔ اس عمل کے لیے مجھے مکمل خاموشی اور ایسے پُرسکون ماحول کی ضرورت تھی جہاں کوئی مداخلت کرنے والا نہ ہو۔ میں زیادہ سے زیادہ زبیر کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس طرح میں اپنی مرضی کے مطابق سوچنے پر مجبور کرسکتا تھا۔ اس مقصد کیلئے میں پھر راوی کے کنارے انہی درختوں کے جھنڈ میں جانے لگا۔ وہاں میں نے تنویمی عمل کے لیے تسخیر کی مشقیں کی تھیں اور خیال خوانی کے لیے کشف سمعی مشقوں سے گزرتا رہا تھا۔ اب بھی میرا یہ دستور ہوگیا۔ میں اسی درخت کے سائے میں بیٹھ جاتا تھا اور زبیر کے دماغ میں جھانک کر اس کی تمام دن کی مصروفیات کو سمجھ لیا کرتا تھا۔

پہلے دن جب میں نے اس سے دماغی رابطہ قائم کیا تو وہ اس وقت اپنے کمرے میں تھا اور لباس بدلتے ہوئے غزالہ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ غزالہ ابھی اس کی شخصیت سے متاثر ہوئی تھی اور وہ سوچے بغیر کہ زبیر اس کی چھوٹی بہن کی نگاہوں کا مرکز ہے، وہ عادتاً اسے بھی اپنی اداؤں سے لبھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

میں یہ کیسے برداشت کرلیتا کہ وہ میری شاہینہ کے حق پر ڈاکا ڈالے۔ میں نے زبیر کی سوچ میں کہا۔

"میں غزالہ کے متعلق کیوں سوچ رہا ہوں؟ بھلا شاہینہ سے غزالہ کا کیا مقابلہ؟ شاہینہ شرم و حیا کا مجسمہ ہے۔ ایک تعلیم یافتہ مشرقی دوشیزہ کی خوبصورت مثال ہے اور غزالہ بے حیائی کی ایک بدترین مثال ہے۔ وہ بازاری عورتوں کی طرح دیکھتی اور مسکراتی ہے۔ اس کی گفتگو میں دماغ نہیں ہوتا، وہ محض گناہ ہوتی ہے۔"

زبیر نے قائل ہو کر سوچا۔ "ہاں، غزالہ کے ظاہر سے اس کے باطن کا پتہ چلتا ہے۔ پتہ نہیں اس کے کتنے عاشق ہوں گے لیکن میں تو محض وقت گزارنے کے لیے اس سے باتیں کرتا ہوں۔"

میری سوچ نے کہا۔ "مرد پہلے باتوں کی چکنا ہٹ سے ہی پھسلتا ہے یہ بات غزالہ اچھی طرح جانتی ہے۔ کیا عجب ہے کہ غزالہ جیسی عورتوں کو لفٹ دی جائے۔ میں غلط لفٹ کی طرف جاؤں گا تو بدبو کے سوا کیا ملے گا۔ خوشبو کے قریب رہوں گا تو میرا وجود بھی معطر ہوگا۔ اور شاہینہ بلاشبہ سراپا خوشبو ہے۔"

جو بات ٹھوس دلائل کے ساتھ کہی جائے اس کی صداقت سے کوئی انکار نہیں کرتا۔ زبیر بھی تعلیم یافتہ اور ذہین تھا اور اس حقیقت کو تسلیم کرتا تھا کہ شاہینہ صحیح معنوں میں ایک مثالی شریک حیات بن سکتی ہے۔

میں تین دن تک راوی کے کنارے آبادی سے دور اس درخت پر جاتا رہا اور رفتہ رفتہ زبیر کو شاہینہ کی اہمیت کا احساس دلاتا رہا۔ دو روز کے بعد وہ پہلی بار شاہینہ سے ملنے خود ہی اس کے پاس گیا۔ اصل بات یہ تھی کہ میں اس کی سوچ میں جو کچھ کہتا تھا زبیر اسے اپنے ضمیر کی آواز سمجھ کر قائل ہو جاتا تھا۔ تیسرے دن اس نے شاہینہ کے سامنے اپنی محبت کا اعتراف بھی کرلیا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اس کی والدہ کے صحت یاب ہوتے ہی وہ چاچا سے شاہینہ کا رشتہ مانگنے آئے گا۔

میں خاموشی اور تنہائی میں سایہ دار درختوں کے درمیان مراقبے میں بیٹھا تھا اور شاہینہ اور زبیر کی محبت بھری باتیں سن رہا تھا۔ اچانک مراقبے کے دوران میرے دماغ میں روشنی کے جھماکے ہونے لگے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی میری تنہائی میں مخل ہو رہا ہے۔ میں نے فوراً اپنی توجہ کو ہٹا لیا۔

اس وقت شام کے سائے گہرے ہو گئے تھے۔ کسی قدر اندھیرا ہو رہا تھا۔ میں نے اپنی قوتِ سماعت ایک آواز پر مبذول کردی۔ وہ ایک آواز نہیں تھی۔ کئی آوازیں تھیں، ہلکے ہلکے قدموں کی چاپ۔ قدموں کے چرچراتے ہوئے سوکھے پتوں کی صدائیں۔ وہ صدائیں لمحہ بہ لمحہ قریب آ رہی تھیں۔

میں بیٹھے ہی بیٹھے اِدھر اُدھر گردن گھما کر دیکھنے لگا۔

پھر مجھے دُور اپنی طرف قیصر نظر آیا۔ اس کے دائیں بائیں دو سائے کھڑے ہوتے تھے۔ تینوں کے ہاتھوں میں ہاکیاں تھیں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھنے لگا۔ میرے بائیں طرف سے بشیرے کی آواز آئی۔

"قیصر! میری اطلاع غلط نہیں تھی۔ دیکھ لو۔ پتہ نہیں یہ سالا جنگل میں کس لیے آیا کرتا ہے۔"

قیصر نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"اپنی موت کو آواز دینے آیا کرتا ہے۔ آج وہ موت اس کے قریب آگئی بیٹے فرہاد! اپنے پیچھے دیکھو، وہاں تمہارا باپ کھڑا ہوا ہے۔"

میں نے گھوم کر پیچھے دیکھا۔ وہاں چار آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ صورت شکل سے ہی غنڈے نظر آتے تھے۔ ایک اُن میں سب سے زیادہ لحیم شحیم تھا اور بڑی سفاکی سے مسکراتا ہوا اپنا چاقو کھول رہا تھا۔ مجھے قیصر کی آواز سنائی دی۔

"یہ رامے شاہ ہے۔ یہ انسانوں کو جانوروں کی طرح ٹھنڈا کرنے کا شاید ہم تجھے زندہ نہ کرسکیں لیکن یہ تجھے نکلنے کا موقع نہیں دے گا۔"

رامے شاہ۔ اچھے کام کا مشہور بدمعاش اور قاتل۔ میں نے اس کا بارہا سنا تھا اور آج اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ آٹھوں میری چاروں طرف پھیل رہے تھے۔ میرے فرار ہونے کے راستے مسدود کر رہے تھے میں تنہا کیا کرسکتا تھا؟ کیا یہاں میرا علم کام آسکتا تھا؟

نہیں۔ میں صرف خیالات پڑھ سکتا تھا۔ دشمنوں کے ہاتھوں کو، ہاکیوں کو اور چاقوؤں کو اپنی طرف بڑھنے سے نہیں روک سکتا تھا۔

میں ایک وقت میں کسی ایک کو اپنی آنکھوں سے ہپناٹائز کرسکتا تھا۔ اس وقت تک باقی سات مجھ پر پل پڑتے اور میرا قیمہ بنا کر رکھ دیتے۔

میں کسی کو مدد کے لیے نہیں پکار سکتا تھا۔ کیونکہ مراقبے کے لیے میں نے ایسی ویران جگہ کا انتخاب کیا تھا جہاں سے شاذ و نادر ہی کسی انسان کا گزر ہوتا تھا۔ آج وہ جگہ میرا مدفن بن رہی تھی۔

ایسی بے یاری و مددگاری کے وقت کوئی پُراسرار علم اور شعبدے بازی کام نہیں آتی۔ ایک مرد صرف اپنی ذہانت اور بازوؤں کی قوت سے ہی اپنا بچاؤ کرسکتا ہے۔

میں اچانک ایسے درندے کی طرح غرّانے لگا جس کے چاروں طرف شکاریوں نے گھیرا ڈال رکھا ہو۔

وہ لوگ بڑی ہوشیاری سے گھیراؤ کر رہے تھے۔ مجھ پر حملہ کرنے سے پہلے میرے فرار کے تمام راستے مسدود کر رہے تھے۔ ابھی شام کے گہرے سائے تھے۔ رات کی تاریکی ہوتی تو میں اس تاریکی سے کچھ فائدہ اٹھا لیتا۔ پھر میں نے اچانک فیصلہ کیا کہ مجھے رامے شاہ سے فی الحال لڑنا نہیں چاہیے کیونکہ اس کی مٹھی میں منگا چاقو تھا اور اس کے دائیں بائیں دو غنڈے مجھ پر چھلانگ لگانے کے لیے تیار تھے۔ میں یک بیک پلٹ کر قیصر کی جانب لپکا۔ سب نے اپنی ہاکیاں سنبھال لی تھیں لیکن میں نے انھیں ڈاج دیا۔ قیصر کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی اس کے ایک ایسے ساتھی پر چھلانگ لگائی جو نشیب کی طرف کھڑا ہوا اپنے ہاتھوں میں ہاکی تول رہا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اتنی پھرتی سے پینترا بدل کر اس پر چھلانگ لگا دوں گا۔ اس کے ہاتھوں میں ہاکی تھی وہ گھبرا کر میرے اوپر لپٹ [illegible] چکا تھا۔ ہم دونوں لڑھک رہے تھے۔ میں ایک ہاتھ سے ہاکی چھین رہا تھا اور اپنے سر سے اس کی ناک پر ٹکریں مار رہا تھا۔ دوسرا دائیں بائیں پر اس کے ساتھیوں کے بھاگنے اور دوڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ سطحِ زمین پر پہنچ کر ہاکی میرے ہاتھ میں آگئی۔ میں نے اسے ٹانگوں پر رکھ کر سر سے اوپر دوسری طرف اچھال دیا۔ دوڑتے ہوئے قدموں کے دھمکے قریب آتے جا رہے تھے۔ میں نے پھرتی سے اُٹھ کر اپنے مقابل کو اٹھنے کا موقعہ نہیں دیا۔ ہاکی کے ایک ہی وار سے اسے بے کار کر دیا اور دوڑتے ہوئے دوسری طرف جانے لگا۔

میں اسی طرح اپنا بچاؤ کر رہا تھا۔ ان سے دور بھاگنے کے دوران جو پہلے قریب آتا اس سے مقابلہ کرتا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ مجھے چاروں طرف سے گھیر لیں، میں بھاگ کر ان سے دُور نکل جاتا۔ کچھ میں چالاکی سے کام لے رہا تھا کچھ وہ چالاکی سے کام لے رہے تھے۔ مجھے دریا کی طرف آبادی کی سمت جانے کا موقعہ نہیں دے رہے تھے۔ جنگل کے اندر ہی اندر رگیدتے جا رہے تھے۔

بھاگتے ہوئے قدموں سے زمین دہل رہی تھی۔ کبھی ہاکیوں کے ٹکرانے کی کھٹاکھٹ گونج رہی تھی اور کبھی کراہیں اور چیخیں لہراتی ہوئی دُور دُور تک بھٹک رہی تھیں۔ وہ زخمی ہو رہے تھے، میں بھی زخمی ہو رہا تھا۔ میرے جسم کے کئی حصوں پر چوٹیں آئی تھیں۔ سر سے خون بہہ رہا تھا اور چہرے پر پھیل رہا تھا۔ جو چوٹ پر میں زخمی شیر کی طرح پتھر جاتا تھا۔

وہ مان گئے۔ اُن کے مُسلسل حملے بتا رہے تھے کہ وہ زخمی درندے کی تُند مزاجی کو تسلیم کر رہے ہیں۔ میرے لڑنے کا انداز بھی ایسا تھا کہ وہ بیک وقت حملہ نہیں کرسکتے تھے۔ میں نیوٹ کے انداز میں ہاکی گھماتا ہوا دُور تک پینترے بدلتا چلا جاتا تھا۔ جو قریب آتا اس پر حملہ کرتا پھر ایک طرف بھاگتا چلا جاتا۔ رامے شاہ دُور ہی دُور سے میرا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ اس انتظار میں تھا کہ میرے ہاتھوں سے ہاکی گرے تو اپنے چاقو کی دھار مجھ پر آزماتے۔ اسے تو موقعہ نہ ملا، مجھے ہی اس کے قریب پہنچنے کا موقعہ مل گیا۔ جب تک دوسرے میرے قریب پہنچتے، میں ہاکی سے اس کے سر پر ایک شدید ضرب لگاتا ہوا گزر گیا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور میں چھلانگ لگا کر ایک گھنی جھاڑی کے پیچھے چلا گیا۔

ایک طویل جنگ جاری تھی، اس وقت تک رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ ان کے تین ساتھی بے کار ہو گئے تھے۔ چوتھا رامے شاہ زخمی ہو گیا تھا۔ باقی چار دشمن محتاط ہو کر میرا پیچھا کر رہے تھے۔ اب وہ پھیلنے کی بجائے ایک ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ جھاڑی کے دوسری طرف سے آ رہے تھے۔ میں وہاں سے گھوم کر پھر رامے شاہ کی طرف آگیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے برچھا سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں تیزی سے اس کے قریب آیا اور ہاکی سے تابڑ توڑ حملے کرنے لگا۔

اُس کی چیخ و پکار سے جنگل کا سناٹا گونج رہا تھا۔ میں اس بدمعاش کو بالکل ہی بے کار کر دینا چاہتا تھا جسے قیصر میرے قتل کے لیے کرائے پر لایا تھا۔ وہ دو اپنے خون میں نہا رہا تھا۔ اس میں اب چیخنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ کھڑی کھڑی سانسیں لیتا ہوا مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اسی وقت پیچھے سے کئی ہاکیاں مجھ پر برس گئیں۔ میں اپنی ہاکی لہراتا ہوا پلٹا تو وہ دُور چھٹک گئے۔ میں گوشت پوست کا انسان ہوں فولاد کا مجسمہ نہیں ہوں کہ مجھ پر دشمنوں کے حملوں کا اثر نہ ہو۔ میں تو اس بُری طرح زخمی ہو گیا تھا کہ اب میرا سر چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگتا تھا۔ میں آنکھیں بھینچ بھینچ کر دیکھنے اور پیروں پر کھڑے رہنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا مگر ایسا نہ کرتا تو اب تک زندہ سلامت نظر نہ آتا۔

ممکن اب میری قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ میں گرتے گرتے ہاکی زمین پر ٹیک کر سنبھل گیا۔ ذرا سا جھک گیا۔ جھکتے ہی مجھے رامے شاہ کے قریب پڑا ہوا چاقو نظر آیا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ چاروں سمجھے ہوتے تھے اور سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ میں گرنے والا ہوں یا نہیں۔ دھوکہ میں رکھ کر رامے شاہ کی طرح کسی ایک کی مزمت کرنے والا ہوں۔ میں نے اپنی آخری تمام قوتوں کو سمیٹ کر وہ چاقو اٹھا لیا اور ایک شرابی کی طرح

لڑکھڑاتے ہوئے للکارا۔ میرے بائیں ہاتھ میں چاقو تھا اور دائیں ہاتھ میں ہاکی اور میں قیصر کی طرف پلٹ گیا۔ وہ اچانک ہی دوسری طرف گھوم کر بھاگنے لگا۔ اسے بھاگتے دیکھ کر وہ تینوں بھی بھاگ کھڑے ہوتے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ مجھے گرا نہیں سکیں گے۔ میں نے تنہا ایک ہاکی سے چار دشمنوں کو مار گرایا تھا۔ اب تو چاقو بھی ہاتھ آ گیا تھا۔ پھر وہ جان بچا کر کیسے نہ بھاگتے؟

ویسے ان کی بزدلی سے میری جان بچ گئی۔ وہ میرا آخری دم توڑتا ہوا حوصلہ تھا کہ میں ہاکی کا سہارا لیے کھڑا تھا اور آگے پیچھے ڈول رہا تھا۔ چاقو ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا تھا۔ پھر میں بھی گر پڑا۔ مجھ میں اتنی سکت نہیں تھی کہ میں اپنی ٹانگوں پر کھڑا رہ سکتا۔ وہ واپس آ کر اب بڑی آسانی سے مجھے ہلاک کر سکتے تھے۔ میں زمین پر گھسٹنے لگا۔ اس مقام سے دُور ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ میرا سر گھوم رہا تھا۔ تاریکی میں پہلے آس پاس کے درخت نظر آئے تھے۔ اب آنکھوں کے سامنے ایسا اندھیرا چھا گیا تھا کہ کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ بس ایک زندگی سے محبت تھی اور اسی زندگی کا رتی بھر حوصلہ مجھے پناہ کی تلاش میں گھسیٹ رہا تھا۔

میرا جسم دُکھ رہا تھا۔ ہڈیاں چیخ رہی تھیں۔ زخموں سے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں اور میں جہنم کی تاریکیوں میں رینگ رہا تھا۔ کہیں پر روشنی کی ایک ہلکی سی رمق بھی نہ تھی۔ اس وقت مجھ میں صرف دو قوتیں تھیں۔ ایک رینگتے رہنے کی، دوسری سنتے رہنے کی۔ میرے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے کہ کہیں دشمن پلٹ کر نہ آ جائیں۔

نہیں کسی کے قدموں کی آہٹ نہیں تھی۔ جھینگروں کی "چیک چیک چیک" کانوں میں بج رہی تھیں۔ شاخوں کے جھومنے اور پتوں کے سرسرانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میرے ساتھ ساتھ وہ تمام آوازیں بھی رینگ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر تک میں اپنی زندہ لاش کو گھسیٹتا رہا۔ نہ جانے کتنی دُور نکل آیا تھا۔ آبادی سے قریب تھا یا آبادی سے بہت دُور چلا آیا تھا؟ بس پھر ہمت جواب دے گئی اور میں چاروں شانے چت ہو گیا۔

اب کوئی آئے اور مجھے ذبح کر ڈالے، تب بھی نہیں اُٹھوں گا۔ زندگی کے لیے جتنا لڑنا تھا لڑ چکا تھا۔ اب تو مرتے وقت آرام آ رہا تھا۔

میرا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ آنکھیں یوں پھیل گئیں جیسے پتھرا گئی ہوں۔ میں ہوش و حواس کی دنیا سے جا رہا تھا۔ مگر واہ ری موت! اتنے زخم پہنچانے کے بعد بھی قریب نہیں آ رہی تھی۔ میرے آس پاس بھٹک رہی تھی اور مجھے کرب میں مبتلا کر رہی تھی۔

پھر میری آنکھیں بند ہوتے ہوتے رہ گئیں۔ میرے کان کھڑے ہو گئے۔ کسی کے بھاری بھرکم قدموں کی دھمک سنائی دے رہی تھی۔ جنگل کے سناٹے میں زمین کی چھاتی دھڑک رہی تھی۔

آہ! شاید دشمن آ رہے تھے۔

نہیں۔ شاید کوئی ہمدرد آ رہا تھا۔

زندگی آ رہی تھی یا موت آ رہی تھی؟ وہ بھی قریب آ کر رُک گئی پھر کسی مرد کی گرجدار آواز سنائی دی۔

"کون ہے بے تُو۔۔۔؟"

میں نے بڑی نقاہت سے آواز کی سمت گردن گھما دی۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر کوئی کھڑا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی میں صرف اس کا سفید لباس جھلک رہا تھا۔ کوئی لانبا سا جُبہ پہنے ہوئے تھا۔ وہ کوئی بھی تھا اس کی رخصت آواز سے پتہ چل گیا تھا کہ وہ اچھا آدمی نہیں ہے۔

پھر وہ قریب آ گیا۔ ہمارے درمیان ایک ننھا سا شعلہ لپکا۔ ایک لالٹر روشن ہوا۔ اس روشنی میں ایک سیاہی مائل چہرہ نظر آیا۔ سیاہ چہرے پر دو بڑی بڑی سُرخ آنکھیں یوں لگ رہی تھیں جیسے کوئی درندہ ابھی ابھی خون پی کر آیا ہو۔ اس کی بھنویں اتنی گھنی تھیں جتنی اس کی مونچھیں۔ وہ مونچھیں منگولین ٹائپ کی تھیں اور باچھوں سے نیچے لٹک رہی تھیں۔ وہ ایک ہاتھ سے مجھے یوں ٹٹول کر دیکھ رہا تھا جیسے قصائی بکرے کو دیکھتا ہے پھر وہ خوشی سے دانت نکال کر کہنے لگا۔

"اوہو ہو۔ مگوا ہے۔ ایکدم تگڑا ہے۔ کافی خون بہہ چکا ہے پھر بھی ایک ہاٹلی اور نکل آئے گا۔ ابے کون تجھے یہاں مرنے کے لیے چھوڑ گیا ہے۔ ایں؟"

میں نے جواب دینا چاہا مگر صرف ہونٹ کھل کر رہ گئے۔ حلق میں سانسیں اٹک رہی تھیں۔ میری قوتِ گویائی بھی جواب دے گئی تھی۔ اُس نے حقارت سے کہا۔

"سالا بول نہیں سکتا ہے، اپنے پیروں سے کیا خاک چلے گا۔ مجھے ہی گھسیٹ کر لے جانا ہوگا۔ کوئی بات نہیں بڑے آرام سے بچاؤں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے لالٹر کو بجھا دیا۔ چند لمحوں بعد مجھے اپنے سر میں شدید تکلیف کا احساس ہوا۔ اس نے میرے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔ پھر وہ تکلیف انتہائی اذیت ناک اور ناقابلِ برداشت ہو گئی کیونکہ وہ بالوں کو مٹھی میں جکڑے مجھے گھسیٹ کر لے جا رہا تھا۔ اُف! ایسی بے رحمی۔ ایسی سنگدلی۔ ایک قصائی بھی بکرے کو اس طرح گھسیٹ کر قربان گاہ تک نہیں لے جاتا۔ میں پہلے ہی ہوش و حواس کھو رہا تھا۔ اس نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ میرے حلق سے ایک آخری کراہ نکلی۔ پھر مجھے ہوش نہ رہا۔ بے ہوشی کے اندھیروں میں گم ہو گیا۔

میں وقتی طور پر مر چکا تھا۔

یہ ایک طرح کی موت ہی تھی۔ میں اس دنیا کو دیکھ سکتا تھا نہ سُن سکتا تھا۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ میں سانس لے رہا ہوں یا نہیں۔ میں اپنے آپ سے غافل تھا۔ مدہ اپنے لیے مر چکا تھا۔

نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ پھر رفتہ رفتہ مجھے ہوش آنے لگا۔ پہلے قوتِ سماعت جاگی۔ کانوں میں دھیمی دھیمی سی آوازیں آنے لگیں۔ کوئی

بڑبڑا رہا تھا، یا درلب کچھ کہہ رہا تھا۔ میں صاف طور سے نہیں سُن سکتا تھا۔ کیونکہ دماغ پر اب تک دھند چھائی ہوئی تھی۔ میں بند آنکھوں کے پیچھے خود کو محوس کرنے اور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں کون ہوں اور کہاں ہوں؟

پھر دماغ سے دھند چھٹنے لگی۔ مجھے یاد آ گیا کہ میں نے جنگل میں دشمنوں سے مقابلہ کیا تھا۔ مقابلے کے نتیجے میں دشمنوں کا بھی بُرا حشر ہوا اور میں بھی زخموں سے چُور ہو کر گر پڑا تھا۔ اس کے بعد ایک بے رحم قصائی کہیں سے آیا تھا اور میرے سر کے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑ کر مجھے گھسیٹتے ہوئے کہیں لے جا رہا تھا۔ پھر مجھے ہوش نہ رہا۔ اب اب ہوش آتے ہی میں خود کو پیال کے بستر پر محسوس کر رہا تھا۔

"میں کہاں ہوں؟"

یہ سوچتے ہوئے میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میں اوندھا پڑا ہوا تھا۔ میرا چہرہ نرم اور سوکھی گھاس پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے کروٹ بدل کر سیدھی طرح لیٹنے کی کوشش کی تو تمام بدن سے درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ ایک تو خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے میں کمزور ہو گیا تھا۔ دوسرے اس بات کا علم ہوا کہ میں مضبوط رسّیوں سے بندھا ہوا ہوں۔ رسّی کی لمبائی میرے بازوؤں سے جسم کے اطراف سانپ کی طرح لپٹی ہوئی پیروں تک بندھی ہوئی تھی۔ میں نہ تو اٹھ سکتا تھا نہ بیٹھ سکتا تھا۔ زمین پر پڑی ہوئی شہتیر کی طرح صرف ادھر سے اُدھر لڑھک سکتا تھا۔

کڑھائی سے اچھل کر آگ میں گرنے والی بات تھی۔ قیصر اور اسے شاہ سے بچ کر میں ایک انجانے دشمن کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ آخر کسی کو مجھ سے کیا دشمنی تھی؟ میں کیوں اس طرح باندھ کر رکھا گیا تھا؟

میں پھر اس آواز کو سننے لگا۔ کسی مرد کی بھاری بھرکم سی آواز تھی۔ میں سر اُٹھا کر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ وہ مٹی کا ایک کچا سا مکان تھا۔ چھت سے لٹکے ہوئے چھینکے میں تین چھوٹی بڑی ہانڈیاں نظر آ رہی تھیں۔ انہیں دیکھتے ہی مجھے بھوک محسوس ہوئی۔ زخموں نے کب سے بے ہوش پڑا تھا کسے یہ دن کی روشنی سے پتہ چل رہا تھا کہ ایک رات گزر گئی ہے اور اب دوسرا دن گزر رہا ہے۔

میں رسّیوں کو توڑنے کے لیے کسمسانے اور زور آزمائی کرنے لگا۔ بھوک، پیاس، زخموں کی جلن اور ٹیسیں تھکن اور کمزوری، پھر اس پر زور آزمائی کی تو نقاہت سے ہانپتا رہ گیا۔ مگر اس رسّی کا کچھ نہ بگڑا۔ میرا ہی زخم خوردہ جسم بُری طرح دُکھنے لگا۔ میں نے بے بسی سے دروازے کی جانب دیکھا۔ دروازے کے دوسری طرف ایک اور کونظر آ رہا تھا اور وہیں سے کسی کے بڑبڑانے کی آواز آ رہی تھی۔

اس دروازے تک پہنچنے کے لیے مجھے پیال سے ڈھکا ہوا مٹی کے کچے فرش پر آنا گیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہاں کون ہے اور کیا کر رہا ہے؟ اس کی بڑبڑاہٹ میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ شاید وہ کوئی اجنبی زبان تھی یا قدری کی وجہ سے الفاظ واضح نہیں تھے۔ میں کچے فرش پر آہستہ آہستہ گھسٹ کر ایک شہتیر کی طرح لڑھکتا ہوا دروازے تک پہنچ گیا۔

دوسرا کمرہ بہت بڑا تھا مگر سامان سے بالکل خالی تھا۔ کمرے کے عین قلب میں وہ عظیم الجثہ شخص کچے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ سینے پر تسبیح کی طرح بندھے ہوئے تھے۔ اس کی بڑی بڑی سُرخ آنکھیں اس دروازے کی طرف لگی ہوئی تھیں جو باہر کی طرف کھلتا تھا۔

میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ وہی ظالم لعد جارتھا جو جبراً مجھے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ رہا تھا اور شاید اسی طرح گھسیٹتے ہوئے مجھے یہاں تک لایا تھا اس کے چاروں طرف سینہ و شکم کی دیکھ ریکھ کے سامان بنے ہوئے تھے۔ چھوٹے سے دائرے میں بیٹھا ہوا کافی منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کے سامنے فوس نما داؤر رکھا ہوا تھا۔ ایسا داؤ جس سے جلادِ مجرموں کے سر قلم کرتے ہیں۔

اسے دیکھتے ہی میرے دماغ نے کہا کہ میں قربانی کا بکرا لایا گیا ہوں اور وہ میرے ہوئے کالے جادو کی کوئی رسم ادا کرنا چاہتا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی میں پھر رسّیوں کی بندش میں تڑپنے اور مچلنے لگا۔ میں بزدل اور بے بسی کی موت نہیں مرنا چاہتا تھا۔ اس کمبخت نے میری بے ہوشی سے فائدہ اُٹھا کر مجھے بے بس کر دیا تھا۔ اتنی مضبوط رسّی سے باندھ رکھا تھا کہ میں ماہیِ بے آب کی طرح تڑپتا ہی رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد مجھے یقین ہو گیا کہ میں اس شکنجے سے آزاد نہیں ہو سکوں گا۔ مجھے بھاگنے کی اور زور آزمائی کرنے کی بجائے تحمل سے کوئی دوسری تدبیر سوچنا چاہیے۔

میں سکون سے لیٹا رہ گیا۔ چند لمحوں تک بالکل خاموش رہا۔ پھر اس اجنبی کی سُرخ آنکھوں کی طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ کیا میں توہمی عمل کے ذریعہ اسے اپنا معمول بنا سکتا ہوں؟

نہیں۔ اس کے بھاری جبڑے، سیاہی مائل چہرے کی سختی اور خونخوار آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ وہ خونی درندہ ہے اور ٹھوس قوتِ ارادی کا مالک ہے وہ ہپناٹزم کے ذریعہ ٹرانس میں نہیں آئے گا۔ کالا جادو اور سفلی عمل سیکھنے یا جاننے والے اکثر پُراسرار قوتوں سے ٹکراتے رہتے ہیں اور لرزہ خیز حالات سے دوچار ہوتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ کسی کے معمول نہیں بنتے۔ بلکہ دوسروں کو اپنا مطیع و معمول بناتے ہیں یا پھر اپنی مخالف قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ توہمی عمل کے ذریعہ میرے زیرِ اثر نہیں آئے گا۔

اسے سمجھنے کے لیے میرے پاس ایک ہی علم تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعہ اس کے خیالات پڑھ سکتا تھا اور اس کے متعلق کچھ معلومات حاصل کر سکتا تھا لہٰذا اس کی کمزوریاں تلاش کرنے کے لیے میں لیٹے ہی لیٹے مراقبے میں چلا گیا اور اپنی باطنی سماعت سے اس کے خیالات کو سننے لگا۔

وہ اجنبی زبان تھی۔ وہ جو کچھ زبان سے بڑبڑا رہا تھا۔ وہی اس کے دماغ میں بھی تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس زبان میں جاپ کر رہا ہے۔

میں نے اپنی سوچ کی لہروں سے اس کے دماغ پر دستک دی۔

"رُک جاؤ۔ میں حکم دیتا ہوں۔ یہ چاپ اور منتر نہ پڑھو۔"

میری سوچ اس کی سوچ سے ٹکرائی۔ بالکل ایسے ہی جیسے کوئی پتھر سے ٹکراتا ہے۔ اس پتھر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بدستور منتر پڑھتا رہا۔ میں پریشانی سے اسے تکنے لگا۔ اس کی نظریں بیرونی دروازے پر مرکوز تھیں اور دماغ پتھر ہو گیا تھا اس نے کسی علم سے اپنے اطراف ایسا حصار بنا رکھا تھا کہ کوئی اسے توڑ کر اس کے دھیان گیان کو منتر زن میں نہ سکتا تھا۔

اس وقت مجھے اپنی کم علمی کا احساس ہوا۔ اب تک میں نے عورتوں اور کمزور دماغ کے مردوں پر اپنا علم آزمایا تھا۔ ان کے خیالات پڑھ کر انھیں اپنے زیر اثر لا کر میں نے سمجھ لیا تھا کہ میں بہت کچھ حاصل کر چکا ہوں۔ ایک بار چچا کے خیالات بھی پڑھے تھے مگر وہ بھی عورتوں کی طرح کمزور اور متاثر ہو جانے والا دماغ رکھتے تھے۔ صلاحیتیں تو اس وقت آزمائی جاتی ہیں جب کوئی جوڑ توڑ کرنے والا مقابل سامنے آتا ہے۔ اور میں تسلیم کرتا ہوں تھا کہ وہاں اس اجنبی کے سامنے میری صلاحیتیں کام نہیں آ رہی تھیں۔

عجیب بے بسی کا عالم تھا۔ نہ صلاحیتیں کام آ رہی تھیں۔ نہ جسمانی قوتوں سے رسیاں توڑ کر نکل سکتا تھا۔ سر پر گھنے والی چوٹوں نے ذہن کو بھی کسی حد تک مفلوج کر دیا تھا۔ کوئی تدبیر دماغ کو چھو کر نہیں گزر رہی تھی۔

پھر میں نے سوچنے کی بجائے زبان سے کام لیا اور جھلا کر چیخنے لگا۔

"کون ہو تم؟ مجھے رسیوں سے کیوں باندھ رکھا ہے؟ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟ یہ رسیاں کھول دو، ورنہ میری دشمنی مہنگی پڑے گی۔"

میں اس لیے چیخ رہا تھا کہ میری آواز اس مکان کے باہر دُور دُور تک چلی جائے اور کوئی میری مدد کے لیے یہاں آ جائے۔

اس اجنبی پر میری چیخ و پکار کا مطلق اثر نہ ہوا۔ اس کی پلکیں تک نہ جھپکیں۔ وہ جوں کا توں پتھر کے مجسمے کی طرح بیٹھا رہا۔ صرف اس کے ہونٹ ہلتے رہے مگر یہاں باہر سے آواز سنائی دی۔

"چھم چھم۔ چھم چھم..... پائل بج رہی تھی۔"

میں چونک کر اس آواز کو سننے لگا۔ دیوار کے دوسری طرف وہ پائل چھم چھم چھناتی ہوئی بھاگ رہی تھی۔ میں نے آواز کی سمت منہ اٹھا کر کہا۔

"تم کون ہو؟ رُک جاؤ۔ اس مکان کے اندر آؤ۔ میری مدد کرو۔ اگر تم اکیلی ہو تو اپنی بستی کے لوگوں کو بُلا کر لاؤ۔ مجھے یہاں زبردستی باندھ کر رکھا گیا ہے، میری مدد کرو۔"

میری چیخ و پکار کا جواب نہیں ملا۔ وہ پائل دھڑکتی اور قہقہے لگاتی رہی۔ پہلے وہ بیرونی دروازے کی جانب دیوار سے اس پار سنائی دے رہی تھی پھر وہ میرے بائیں طرف کی دیوار کے پار گنگناتی چلی گئی۔ میں دوسرے اُدھر لڑھکتا ہوا آواز کی سمت دیکھتا جا رہا تھا، اور اس اجنبی عورت کو پکارتا جا رہا تھا، جو پائل چھنکاتی ہوئی جا رہی تھی۔

پھر وہ آواز تھم گئی۔ کہیں کوئی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ شاید اس کمرے کے پیچھے بھی کوئی کمرہ تھا جہاں وہ داخل ہوئی تھی اور اب آہستہ آہستہ چھم چھم کرتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ اس کی چال سے اور پائل کی جھنکار سے پتہ چلتا تھا کہ وہ کوئی نوخیز حسینہ ہوگی۔ بوڑھی عورتیں پائل تو نہیں باندھتیں۔

میں نے اس لیے ایسا سوچا کہ نوخیز اور نادان لڑکی ہوگی تو میں اسے آسانی سے ٹرانس میں لا کر رسیاں کھلوا لوں گا۔ بس یہی ایک اُمید کی کرن نظر آئی تھی۔

وہ چھم چھم کی آواز اس کمرے میں آگئی جہاں وہ کالی طبیعت کا اجنبی دھونی دیئے بیٹھا تھا۔ میں جلدی سے لڑھکتا ہوا پھر اس دروازے تک پہنچ گیا اور چوکھٹ کے پار اپنا آدھا دھڑ نکال کر دیکھنے لگا۔

اس اجنبی کے پیچھے بھی ایک دروازہ تھا۔ وہ دروازہ کھلا تھا اور وہاں وہ کھڑی ہوئی تھی۔ سُرخ ریشم کا گھاگھرا۔ سُرخ ریشمی چولی۔ گھاگھرے کی لہر لہر پر دو پہلی گوٹ لہرا رہی تھی۔ چولی پر رنگ برنگی موتیاں چمک رہی تھیں۔ چاندی کی پائل، سونے کے کنگن، کانوں میں جھمکے اور گلے میں بیش قیمت موتیوں کی مالائیں تھیں۔ اس کا بدن چاندی کی طرح اُجلا تھا اور اس چاندی کے بدن پر زیورات کا سنہرا عکس جھلملا رہا تھا۔ گھاگھرے کی سُرخی، جوبن خون کی حدت بتا رہی تھی۔ ہلکے نیلے رنگ کی چولی میں زہر کی نیلاہٹ چھپی ہوئی تھی۔ اس حسینہ کی رنگت بیک وقت اجلی بھی تھی سنہری بھی تھی، سُرخی مائل بھی تھی اور زہریلی بھی۔ وہ انگڑائی نہیں لے رہی تھی مگر اس کے بدن کے تمام نشیب و فراز انگڑائی کی اٹھان پر تھے اس عمر میں عورت کی ہر ادا ایک جذباتی انگڑائی کا سماں پیش کرتی ہے۔

میں ایک لمحے کے لیے بھول گیا کہ میں کہاں ہوں؟ اور کس طرح موت کی کھائی میں گرنے کے لیے آخری کنارے تک آ پہنچا ہوں؟ معصیت کے اندھیروں میں بھی اگر کہیں روشنی کا جھماکا ہو تو نور اور سرور کے لیے نگاہیں وہاں جم جاتی ہیں۔ مجھ پر بھی کچھ ایسی ہی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔

وہ دُور ہی سے مجھے دیکھ کر بڑی نخوت سے مسکرائی اور ایک شانِ بے نیازی سے چلتی ہوئی میری طرف آنے لگی۔ اس نے سیندور سے بنے ہوئے دائرے میں قدم نہیں رکھا۔ اس دائرے سے کتراتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ وہ جتنی نزاکت سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی تھی اتنی ہی شقاوت سے میرے سینے پر چھم سے پاؤں رکھتی ہوئی بولی۔

"کیوں رے! ہوش میں آتے ہی یہاں تک چلا آیا۔ چل اپنی جگہ واپس جا....."

یہ کہہ کر اس نے ایک ٹھوکر ماری۔ میں اور عورت کی ٹھوکر کھا لوں مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ میں نے غرا کر اسے دیکھا۔ میری شعلہ فشاں آنکھوں سے جیسے چنگاریاں چھوٹی ہوں یا بجلیاں کوندی ہوں، اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ لڑکھڑا کر خود اپنے پیچھے چلی گئی۔

پھر دوسرے ہی لمحہ اس کی آنکھوں میں بھی خون اُتر آیا۔ میں فوراً ہی خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"ارے۔ اس کی آنکھوں میں تو بجلی بھری ہے۔ میں سنبھل جاتی

تو ابھی موم کی طرح پگھل جاتی۔ یہ تو کوئی گیانی جان پڑتا ہے۔"

یہ سوچ کر اس نے زبان سے پوچھا

"کون ہے رے تُو؟ سچ سچ بتا تو کالا علم جانتا ہے؟"

میں نے اپنی نگاہوں کی آنچ کو دھیما کر دیا۔ اتنا تو سمجھ ہی گیا تھا کہ وہ میری نگاہوں کی حرارت سے نہیں پگھلے گی۔ لہٰذا میں اپنے علم سے اسے چونکانا اور محظوظ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"کالا علم کیا ہوتا ہے؟"

"ہی ہی ہی ہی۔!" وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر ہنسنے لگی۔ "مجھ سے جھوٹ بولتا ہے، اسے تیری آنکھیں بتا رہی ہیں کہ تو کالے منتروں کا گیانی ہے۔"

"مجھے کالا منتر آتا تو ابھی ان رسیوں سے آزاد ہو جاتا۔"

اس نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا جیسے میری باتوں کا یقین نہ آیا ہو۔

"ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ تو ہماری مختتوں پر پانی پھیرنے اندر سے ارمیٹھا ہو اور اُوپر سے اپنے کو مجبور بتا رہا ہو۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں کہ بچھے پانی میں ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں پاؤں ذرا سا پھیلائے اور دونوں ہاتھوں کو ذرا سا اٹھا کر شکنے لگی۔ کسی اجنبی زبان میں کوئی سُر ملا گیت گانے لگی۔ یہی رسیلی آواز تھی۔ وہ ایک مخصوص تال پر مشک ہی تھی

اگر کسی عیش کدے میں وہ ایسی حرکتیں کرتی تو بھٹے والے جذبات سے بے قابو ہو جاتے مگر اس وقت وہ مجھے زہر لگ رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک ناچنے اور گانے کے بعد وہ اپنا ایک ہاتھ پیندوری دائرے کے اندر لے گئی۔

میں نے حیرت سے دیکھا۔ اس کی ہتھیلی پر ایک ننھا سا شعلہ روشن دکھائی دیا تھا۔ وہ اپنی ہتھیلی دائرے سے باہر لے آئی۔ پھر اسے اپنے منہ کے قریب لا کر ایک پھونک ماری۔

"پھوں.....!" وہ ننھا سا شعلہ فضا میں لہراتا ہوا میرے پاس پہنچا اور میں اچانک جھرجھری لیتے ہوئے شعلوں میں گھر گیا۔ اُف! ایسی جلن اور ایسی اذیت تھی کہ میں ادھر سے اُدھر لڑھکتا ہوا چیخ رہا تھا۔ تڑپ رہا تھا۔ شعلے مجھے جلا رہے تھے۔ میں جہنم کی آگ میں جل رہا تھا۔ وہ قہقہے لگا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

"بچنے کی کوشش کر۔ اگر علم جانتا ہے تو اپنا علم کام میں لا۔ یہ تو معمولی سی شعبدے بازی ہے۔ دو مکے کا جادوگر بھی ان شعلوں کو بجھا سکتا ہے۔ بجھا اپنے جنتر منتر سے۔"

میں ایسا کوئی علم نہیں جانتا تھا اس لیے حلق کے بل چیخ رہا تھا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔ سوگر کی بچی! میں کوئی منتر نہیں جانتا۔ بجھا دے ان شعلوں کو۔ میں جلنا نہیں چاہتا۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔ بجھا دے بجھا دے....."

میری آواز ڈوبنے لگی۔ میری قوتِ برداشت جواب دینے لگی۔ اسی وقت نہ جانے اس نے کون سا عمل کیا کہ شعلے اچانک بجھ گئے۔ میرے تمام جسم میں ٹھنڈک سی محسوس ہونے لگی۔ عجیب بات تھی۔ جلنے کے بعد سوزش باقی رہ جاتی ہے۔ مگر میرے جسم کے کسی حصّہ میں جلن کا احساس تک نہ تھا۔ میں نے سراٹھا کر دیکھا تو بدن کے کپڑے بھی جوں کے توں سلامت تھے۔ ان پر ذرا بھی آنچ نہیں آئی تھی۔

وہ میری حیرانی پر مسکرا کر بولی۔

"میں تجھے جلانا نہیں چاہتی۔ تو تو قربانی کا بکرا ہے۔ آج ایک کالی بلی تیرے لہو سے اشنان کرے گی۔"

میں بوکھلا کر اُس قوس نما داؤ کو دیکھنے لگا جو چھوٹے دائرے کے اندر اجنبی کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اس کی چمکتی ہوئی، دھار میرے لہو کی پیاسی تھی۔

"ہا ہا ہا ہا!" وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر ہنسنے لگی۔ ہنسی کی تال پر اس کے زرخیز جسم کی بوٹی بوٹی تھرک رہی تھی۔ پھر وہ کہنے لگی۔

"جہاں تک ہماری پہنچ ہے وہاں تک قانون کے ہاتھ نہیں پہنچتے۔ یہ مکان ایک فریب نظر ہے۔ باہر سے دیکھو تو صرف جنگل کی جھاڑیاں نظر آتی ہیں۔ نظر بندی اور سماعت بندی کا کالا منتر ایسا ہی ہوتا ہے کہ کسی کی نظر ہم تک نہیں پہنچتی اور ہماری آواز بھی کسی کے کانوں تک نہیں پہنچتی۔ تو لاکھ چلّاتا ہے۔ یہاں تیری مدد کے لیے کوئی نہیں آئے گا۔"

وہ ٹھیک ہی کہہ رہی تھی۔ میں کتنی ہی بار چیخ چکا تھا۔ مگر کوئی میری مدد کے لیے نہیں آیا تھا۔ اور انھوں نے مجھے اس طرح بے بس کر رکھا تھا کہ میں اپنی مدد آپ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میرے ہاتھ پاؤں آزاد ہوتے تو میں ان کے کالے منتروں سے بھی ٹکرا جاتا۔ یا تو وہ اس دنیا میں رہتے یا میں رہ جاتا۔ مگر اب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ صرف خدا یاد آ رہا تھا۔

وہ پیال کی طرف جاتی ہوئی بولی۔

"اپنی جگہ واپس آ جا۔ میں تجھے بھوکا نہیں مارنا چاہتی۔ مرنے سے پہلے تجھے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھا لینا چاہیے۔"

وہ میرے قریب سے گزر کر جا رہی تھی اور اب پُشت کی طرف سے نظر آ رہی تھی۔

اس کی چال ہی ایسی تھی یا وہ ضرورت سے زیادہ اترا کر چل رہی تھی۔ میں نہیں جانتا، اس وقت میرے سر پر وہ قوس نما داؤ ٹنگا ہوا تھا۔ موت کو قریب دیکھ کر بھوک پیاس اُڑ جاتی ہے مگر میں ذہنی اور جسمانی طور پر چاق و چوبند رہنا چاہتا تھا۔ تن درستی اور من درستی کسی وقت بھی کام آ سکتی تھی۔ اس لیے میں کھانے پر آمادہ ہو گیا اور کچھ فرش پر لوٹھکا ہوا پیال پر آ گیا۔

اس نے چھینکے پر سے ہانڈیاں اُتارنے کے لیے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے۔ اس کی ایڑیاں بھی اُٹھ گئیں۔ وہ پنجوں کے بل کھڑی ہوئی تھی۔

میں نے سوچا کہ وہ لاکھ جادو ٹونے جانتی ہو اس کے باوجود جوان اور الھڑ دوشیزہ ہے، اس پر عشق و محبت کے داؤ آزما کر دیکھنا چاہیئے۔ اگر وہ جذبات میں بہہ گئی تو میں آسانی سے رسیاں کھلوا لونگا۔

وہ چھینکے پر سے ہانڈیاں اُتار کر میرے پاس بیٹھ گئی۔ اس کا گھاگھرا پنڈلیوں تک ابھرتا تھا مگر بیٹھتے وقت وہ گھٹنوں کے اوپر تک اٹھ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ بہت بڑی حرافہ ہے۔ جان بوجھ کر میری نگاہوں کو گھٹنوں سے اوپر بھکا رہی ہے۔ میں نے بھی ایک عاشق کی طرح جذباتی لہجے میں کہا۔

"تم بہت حسین ہو۔ تم مجھے ایک بار مارنا چاہتی ہو، میں بار بار تم پر مرنا چاہتا ہوں۔ ایسا لاجواب حسن میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے۔"

وہ ایک برتن میں آبونگن کی بھاجی اور پوریاں نکالتی ہوئی بولی۔

"ہاں۔ یہ جسم سچ مچ لاجواب ہے۔ ایک برس پہلے جب میں نے اس جسم کو دیکھا تو دیکھتے ہی اس پر ہزار جان سے عاشق ہو گئی تھی۔"

اس کی بکواس میری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں نے تعجب سے پوچھا۔

"تم نے اپنے جسم کو ایک برس پہلے دیکھا تھا، کیا اس سے پہلے تم اندھی تھیں؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"میں اندھی نہیں تھی، بوڑھی تھی۔ ستّر برس کی بوڑھی۔ جسم جسے تُو دیکھ رہا ہے میرا نہیں ہے۔ صرف رُوح میری ہے۔ یہ جسم تو میں نے اپنے علم سے حاصل کیا ہے۔"

میں حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

اس کی رُوح ستّر برس پرانی اور جسم نیا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے؟ جادو ٹونے کے متعلق میں نے بہت کچھ سنا تھا اس وقت آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ کسی دوشیزہ کے جسم میں ایک بوڑھی جادوگرنی چھپی ہوئی تھی۔ یہ ایسی ناقابل یقین بات تھی کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم دراصل بوڑھی ہو اور اپنے جادوئی عمل سے کسی نوجوان لڑکی کے جسم میں داخل ہو گئی ہو؟"

اس نے جواب دیا۔

"میں بوڑھی نہیں ہوں، کبھی بوڑھی تھی مگر میری رُوح اس جسم میں آ چکی ہے تو اب میں جوان کہلاؤں گی۔ رُوح کبھی بوڑھی نہیں ہوتی۔ تو تو ستّر برس یا سو برس پرانی کہہ سکتا ہے مگر بوڑھی نہیں کہہ سکتا۔ لے اب پیٹ بھر لے۔"

اس نے پوری بھاجی کا ایک نوالہ بنا کر میری طرف بڑھایا۔ میں نے رسّیوں کی بندش میں کسمساتے ہوئے کہا۔

"میرے ہاتھ کھول دو میں اپنے ہاتھ سے کھاؤں گا۔"

"نہیں!" وہ میرے منہ میں نوالہ ٹھونستی ہوئی بولی۔ "مجھے نادان نہ سمجھ۔ کیدار نے مجھے بتایا ہے کہ تو بہت خطرناک ہے۔"

"کیدار کون؟" میں نے پوچھا۔

"وہ جو دوسرے کمرے میں بیٹھا حساب کر رہا ہے۔"

دوسرے کمرے سے اسی اجنبی شخص کے منتر پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"میں بیہوش ہو گیا تھا۔ وہ مجھے آسانی سے گھسیٹ کر لے آیا، پھر وہ کیسے کہتا ہے کہ میں خطرناک ہوں۔"

"کیدار نے کل رات اس جنگل میں چار آدمیوں کو دیکھا تھا۔ ان سے ایک مرچکا تھا، دو سر اور دم توڑ رہا تھا اور باقی دو بُری طرح زخمی ہو کر پڑتے بھاگ رہے تھے۔ کیا تو نے ان لوگوں سے مقابلہ نہیں کیا تھا؟"

"ہاں۔ وہ چار نہیں بلکہ آٹھ آدمی تھے۔"

اس حسینہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ میں فوراً ہی اگلہ خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"آٹھ آدمی؟ نہیں یہ جھوٹ کہتا ہے۔ کیا ایک تنہا آدمی آٹھ دشمنوں کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ مگر۔ ہاں۔ دیکھنے میں تو یہ ہٹا کٹا اور چٹان کی طرح مضبوط ہے۔ اگر جان پر بن آئے تو آٹھ آدمیوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ کیدار جیسا سُورما بھی مانتا ہے کہ یہ خطرناک ہے....."

وہ سوچ رہی تھی اور بے اختیار میرے چٹان جیسے چوڑے سینے پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ میں نے موقعہ سے فائدہ اٹھا کر کہا۔

"اگر مقابل پر مرد ہوں تو آٹھ کیا اٹھارہ سے بھی مقابلہ کر سکتا ہوں مگر ایک حسین عورت کو دیکھتے ہی مر جاتا ہوں۔"

وہ مجھ پر جھکتی ہوئی بولی۔

"ہاں۔ تو دیکھنے میں ایسا ہی ہے کہ کوئی بھی عورت تیرے آگ میں کُود سکتی ہے۔"

کچھ دیر پہلے میں جادوئی شعلوں میں لپٹا ہوا تھا۔ وہ شعلے مجھے سے جدا ہو گئے تھے مگر یہ شعلہ میرے اندر پہنچ کر بھڑک رہا تھا۔ اگر میرے پاؤں آزاد ہوتے تو میں اس کی ساری شوخیاں اور مستیاں نکال دیتا۔ اتنا تو میں ضرور کہتا ہوں کہ اس وقت اس پر بیخودی اور مستی کا عالم طاری ہو گیا تھا۔

مگر مجھ سے ایک غلطی ہو گئی۔ میں اسے اور زیادہ متاثر کرنے کے اپنے خیالات کی لہریں اس کے دماغ تک پہنچانے لگا۔ اس کے دماغ میں اس کی سوچ میں کہنے لگا۔

"میں بھی جانتا ہوں اور تم بھی جانتی ہو کہ آج مجھے مر جانا ہے یہ آخری وقت مجھ پر بہت بھاری ہے تم باتیں کرتی رہو گی تو یہ وقت آسانی سے گزر جائے گا۔ میں جو کچھ پوچھ رہا ہوں کیا اس کا جواب دینے میں تمہارا کوئی نقصان ہے؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "میں بھی وقت گزارنا چاہتی ہوں آدھی رات کے بعد بھتارے خون کی ضرورت پڑے گی۔ اس سے پہلے وہ نہیں آئے گی۔"

"کون؟"

"سامی۔"

"سامی کون ہے؟"

"وہی لڑکی۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "جس کا جسم تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔"

میں اس پھول بدن کو ایک نئی دلچسپی سے دیکھنے لگا۔ میرے سامنے سامی بیٹھی ہوئی تھی۔ مگر وہ اندر سے سامی نہیں تھی۔ اس کا جسم چھین لیا گیا تھا اور رُوح نہ جانے کہاں بھٹک رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"میرے سامنے آدھی سامی ہے کیونکہ رُوح کے بغیر کوئی مکمل نہیں ہوتا۔ میں اس جسم کو کیا کہوں۔ سامی یا ایک جادوگرنی؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "مکان اسی کے نام سے پہچانا جاتا ہے جس کا اس پر قبضہ ہوتا ہے۔ اس جسم پر میرا قبضہ ہے اس لئے یہ میرے ہی نام سے پکارا جائے گا اور میرا نام چمپا ہے۔"

میں نے بدمزگی سے کہا۔

"جسم میرا، نام کنکر....."

"کنکر کو ہیرے کی چمک دینے کے لیے ہی میں نے اس جسم کا خوبصورت لیبل لگایا ہے۔ لیبل خوبصورت اور جاذب نظر نہ ہو تو مال کوئی نہیں خریدتا۔ اس دنیا کے بازار کا یہ پرانا دستور ہے۔ اب تو بڑے بڑے دولت مند اور اُونچی حیثیت اور مرتبے والے مجھے حاصل کرنے کے لیے اپنی دولت اور عزّت تک کی بولی دیتے ہیں۔ عورت یہی چاہتی ہے کہ لوگ اس کے لیے تڑپتے رہیں اس کی آرزو کرتے رہیں۔ میری یہ خواہش پوری ہو رہی ہے مگر افسوس! میں کسی دولت مند اور گبرو جوان کو اپنا نہ چاہوں تو اسے اپنا نہیں بنا سکتی۔"

"کیوں نہیں بنا سکتیں؟"

وہ ناگواری سے بولی۔

"سامی کی رُوح بھٹک رہی ہے۔ جب بھی میں کسی مرد کے پاس جاتی ہوں وہ مجھے پریشان کرنے کے لیے آ جاتی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ اس کا یہ جسم کسی اور کے سامنے سستا ہو جائے۔"

میں نے سامی کی آنکھوں میں جھانک کر چمپا کی رُوح سے کہا۔

"تعجب ہے۔ تم جادو منتر جانتی ہو پھر بھی سامی کی رُوح تمہیں پریشان کرتی ہے کیا تم اس پر قابو نہیں پا سکتیں؟"

وہ ہاتھ۔

اس قیدی کے اندر کتنے طوفان چھپے ہوتے ہیں۔ اگر میں اس کی رسیاں کھول دوں تو یہ مجھے ایسی مسرتیں دے گا، جو آج تک مجھے نہیں ملیں....."

ہر انسان کے اندر دو سوچیں ہوتی ہیں۔ مثبت اور منفی۔ ہاں اور ناں۔ اقرار اور انکار۔ وہ بھی پیار کرنے کے دوران اپنے دماغ سے لڑ رہی تھی۔

"نہیں۔ میں رسّیاں نہیں کھولوں گی۔"

"کھولوں گی۔ یہ بہت خطرناک ہے۔"

"یہ دشمنوں کے لیے خطرناک ہے، مگر میرے حُسن کا شیدائی ہے۔" میں نے اسے بہکایا۔

"نہیں۔ نہیں۔ نہیں....." وہ تڑپ کر مجھ سے الگ ہو گئی اور متوحش نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔

میں نے فوراً ہی آنکھیں بند کر لیں۔ اس وقت میری آنکھوں میں بلا کی مقناطیسی قوت آ گئی تھی اور میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس قوت سے واقف ہو جائے۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ ٹھوس ارادوں کی مالک ہے۔ اتنی آسانی سے میری مہرہ نہیں بن سکے گی۔

اس وقت وہ سوچ رہی تھی۔

"مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں ہمیشہ ایک اٹل فیصلہ کرتی ہوں۔ ہاں یا ناں۔ مگر ابھی میرا فیصلہ ڈگمگا گیا تھا۔ اس مرد کی وجہ سے میری سوچ بدل گئی تھی۔ غلطی میری ہی تھی کہ میں اسے پیار کرنے کے لیے چل گئی۔ یہی باتیں عورت کو کمزور بنا دیتی ہیں۔ اب میں اسے ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔ یہ سچ مچ بہت ہی خطرناک ہے....."

وہ اٹل فیصلہ کر چکی تھی اس لیے اب اس کے دماغ پر جبر آ حاوی ہونا وہ نشمندی نہیں تھی۔ میں نے مردانہ بھرکر کہا۔

"[illegible] کبھی نہیں بھول سکتا۔"

وہ جھڑک کر بولی۔

"مجھ سے ایسی باتیں نہ کر۔ میں تیری باتوں سے پگھلنے والی عورت نہیں ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک نوالہ میرے منہ میں ٹھونس دیا۔ میں نے لقمہ چباتے ہوئے کہا۔

"تمہیں پسند نہیں ہیں تو میں ایسی باتیں نہیں کروں گا۔ صرف اتنا بتا دو کہ یہ خوبصورت جسم کہاں سے چُرا کر لائی ہو؟"

"کہیں سے بھی لائی ہوں۔ تجھے اس سے کیا لینا ہے؟"

"ہاں۔ اس جسم سے اب مجھے کچھ نہیں ملے گا۔ یہ میرے مقدر میں نہیں ہے، مگر تاج محل کی خوبصورتی دیکھ کر ہر شخص پوچھتا ہے کہ یہ کس نے بنایا اور کیسے بنایا؟ میں بھی یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ پھولوں سے تراشا ہوا جسم کس بدنصیب لڑکی کا ہے جسے تم نے حاصل کیا ہے اور کیسے حاصل کیا ہے؟"

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

"ہاں!" اس نے جواب دیا۔ "آج میں تمھاری بھینٹ دے کر اُسے اپنے قابو میں کروں گی۔"

میں ہونٹوں کو سختی سے بھینچ کر اسے غصّہ سے دیکھنے لگا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ مجھے غصّہ کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔ اسے باتوں میں بہلانا چاہیئے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ باتوں ہی باتوں میں اپنی کوئی کمزوری ظاہر کردے۔ دانشمندی یہی تھی کہ میں اس کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھاؤں اور اپنے ساتھ سامی کی رُوح کو بھی اس کے طلسم سے بچاؤں۔ میں نے فوراً ہی مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کہتی ہو کہ وہ اپنے جسم کو کسی غیر مرد کے ساتھ نہیں جب دیتی ہو تمھیں پریشان کرتی ہے۔ پھر اس وقت وہ تمھیں پریشان کرنے کیوں نہیں آتی؟"

"کیدار منتر پڑھ رہا ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "میں نے ابھی تم سے کہا ہے کہ ایک کالی بلی تمھارے لہو سے اشنان کرے گی۔ سامی کی رُوح اس کالی بلی کے جسم میں چھپی ہوئی ہے۔ جب تک کیدار جاپ کرتا رہے گا وہ بلی کے جسم سے نکل کر یہاں نہیں آسکے گی۔"

میں نے پوچھا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت تم سامی کے جسم کو گنوا نہوں سے آلودہ کرسکتی ہو۔ وہ تمھیں پریشان کرنے نہیں آتے گی؟"

"ہاں۔ اس وقت وہ نہیں آئے گی مگر میں یہ قصّہ ہمیشہ کے لیے ختم کردینا چاہتی ہوں۔ اس کی رُوح کو ہمیشہ کے لیے اس کالی بلی کے جسم میں قید کردینا چاہتی ہوں۔ پھر وہ کبھی مجھے پریشان کرنے نہیں آئے گی۔"

"مجھے اس بے چاری سے ہمدردی ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"اپنی موت و بھلوں کو اس سے ہمدردی کررہے ہو؟"

"افسوس تو اسی بات کا ہے کہ وہ میرے ہی لہو سے بلی کے جسم میں ہمیشہ کے لیے قید ہوجائے گی۔ یقین تو نہیں ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے۔ مگر میں سچ اور جھوٹ کو دیکھنے کے لیے زندہ نہیں رہوں گا۔ میں اس بیچاری کے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔ ویسے اس کے متعلق کچھ نہ کچھ سنتے وقت ایک عجیب سی آسودگی محسوس کرتا ہوں۔ کیا تم جانتی ہو کہ وہ کون ہے؟ اور تم نے کس طرح اس کا یہ جسم حاصل کیا ہے؟"

اس نے ہانڈیوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"اس کا نام سامی پوکر ہے۔ وہ ایک انگریز مکسٹر جان پوکر کی بیٹی ہے۔ باپ انگریز اور ماں ہندوستانی..... یورپ اور ایشیا کے جذباتی تلاطم سے سامی کو جو لاجواب حسن ملا ہے وہ تمھاری نظروں کے سامنے ہے۔ تم اس حسن و شباب کو آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو مگر لفظوں میں اس کی صحیح اور مکمل تعریف نہیں کرسکتے۔ بس ایسی چیز ہے کہ اسے دیکھ کر بے اختیار چھونے کو جی چاہتا ہے اور چھو کر کلیجے میں چھپا لینے کی خواہش ہوتی ہے۔ میں اسے اپنے کلیجے میں چھپا تو نہ سکی، خود اس جسم میں آکر چھپ گئی ہوں۔ یہی میری سب سے بڑی کامیابی ہے۔

میں نے اسے ناگپور میں دیکھا تھا۔ ان دنوں میں رُوح کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کرنے کے منتر سیکھ رہی تھی اور جانوروں پر یہ منتر آزما رہی تھی۔ کیدار میرا چیلا ہے۔ اسے جادو منتر سیکھنے کا شوق ہے اس لیے میرے ساتھ لگا رہتا ہے۔ تو اُسے دیکھ چکا ہے وہ تیس برس کا گبرو جوان ہے۔ تیری طرح شہ زور ہے۔ میں تو اس پر مرمٹی ہوں۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ جسم اپنے بوڑھے جسم کو چھوڑ کر جوان بن جاؤں گی تو اپنی جوانی کی پہلی رات اس کی آغوش میں گزاروں گی۔

جب جانوروں پر میرے تجربے کامیاب ہونے لگے تو میں نے منتروں کو اپنے آپ پر آزمانا چاہا۔ پہلے میں زبان سے منتر پڑھتی تھی تاکہ اس لیے ان منتروں کو زبان کی بجائے رُوح کی گہرائیوں میں اتارنے کی ضرورت تھی۔ کچھ پُراسرار علوم ایسے ہوتے ہیں جو رُوح کی گہرائیوں میں چھپا کر رکھنے ہیں تاکہ جسم اگر مرجائے، کٹ جائے یا برباد ہوجائے تو رُوح منتروں کی پر کچھ دیر تک اس دنیا میں موجود رہے، اور اپنے کسی بھی مطلوبہ جسم میں داخل ہوجائے۔

ان دنوں ہم ناگپور شہر سے تین میل دُور ایک جنگل میں رہتے تھے جیسے یہاں جنگل جھاڑیوں کے بیچ یہ چھوٹا سا مٹی کا مکان بنا ہے ویسے ہی ایک چھوٹی سی کٹیا تھی۔ اس کٹیا کے چاروں طرف میں نے رکھشا کنڈل کھینچ دیا تھا تاکہ ہماری کٹیا کسی کو نظر نہ آئے، اور نہ ہمارے منتر پڑھنے کی آواز کسی کانوں تک پہنچے۔ وہاں میں کیدار کو دو طرح کے منتر سکھانے لگی۔ ایک منتر جسے پڑھ کر کسی کے جسم سے رُوح نکالی جاتی ہے۔ دوسرا وہ منتر جس کے ذریعہ اس رُوح کو کسی مطلوبہ جسم میں داخل کیا جاتا ہے۔ لیکن کیدار بہت کند ذہن ہے۔ اس کا بدن جیسے پتھر کی طرح سخت ہے ویسے ہی دماغ بھی پتھر ہے۔ الٹ پلٹ کر پڑھے جانے والے منتر اس کی کھوپڑی میں نہیں اس نے اب تک صرف چھوٹے موٹے جادو کی تماشے دکھانے والے منتر کو سیکھا ہے اور میں جو کچھ اسے سکھانا چاہتی تھی وہ اس کے لیے بہت کٹھن جب ادھر اُدھر سے الٹ پلٹ کر پڑھنے کا وقت آتا تو وہ تمام منتر گڈمڈ جایا کرتا تھا۔

پھر بھی میں بڑے صبر سے اسے سکھاتی رہی۔ ان ہی دنوں دن شہر کی طرف گئے تو میں سامی نظر آگئی۔ اس کے حُسن و شباب کو دیکھ ہم دونوں لٹو ہوگئے۔ کیدار نے کہا۔

"چھیا! اگر تو اس چھوکری کے جسم میں چلی جائے تو میں سب زندگی تیرا غلام بن کر رہوں گا۔ ماں قسم ایسی نوجوان جوانی میں نے پہلے نہیں دیکھی۔"

وہ اپنی کوٹھی کے لان میں اپنی سہیلیوں اور دوستوں کے ساتھ ٹینٹن کھیل رہی تھی۔ کھیل کے دوران ادھر سے اُدھر تھرک رہی تھی، کُودر رہی تھی، پارے کی طرح مچل رہی تھی اور نگاہوں کے بجلی کی طرح لپک رہی تھی۔ میں بھی ہزار جان سے اس پر فریفتہ ہوگئی

نے اسی وقت فیصلہ کرلیا کہ میں اس جسم کو حاصل کرکے رہوں گی۔

ہم دونوں رات گئے تک اس کوٹھی کے چکر لگاتے رہے۔ کوٹھی کے ملازم سونے کے لیے اپنے کوارٹروں میں چلے گئے تھے۔ صرف ایک چوکیدار پہرہ دے رہا تھا۔ ہم باغیچے سے داخل ہوئے۔ کیدار نے مجھے سے جاگر چوکیدار کو دبوچ لیا۔ میں ان کی طرف سے بے فکر ہوکر کوٹھی میں داخل ہوگئی۔ میں جانتی تھی کہ کیدار جیسے پہلوان کے شکنجہ سے آزاد ہونا چوکیدار کے بس کی بات نہیں ہے۔ ہم نے پہلے سے سوچ رکھا تھا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ کیدار اس چوکیدار کا خاتمہ کرنے کے بعد ایک ٹیکسی لے کر آجاتا اور میں سامی کو اپنے منتروں سے معجزہ کرکے اسے کوٹھی سے باہر لے آتی۔ پھر ہم اسے ٹیکسی میں بٹھا کر لے جاتے۔ ہمارے جو سوچا وہی ہوا۔ سامی کے ماں باپ اپنے کمرے میں سو رہے تھے۔ سامی کا کمرہ اندر سے بند تھا۔ میں نے ہولے سے دستک دی۔ دو تین بار دستک دینے کے بعد اس نے دروازہ کھولا۔ اس کی آنکھوں سے پتہ چلتا تھا کہ وہ گہری نیند سے اٹھ کر آئی ہے۔ دروازہ کھول کر اس نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ میں نے اسے کچھ کہنے کا موقعہ نہیں دیا۔ فوراً ہی منتر پڑھنے لگی۔ اس کی آنکھیں کھُلی کی کھُلی رہ گئیں۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر زبان لڑکھڑا گئی۔ وہ منتر کے زیر اثر آگئی تھی۔ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر زیر لب بدبداتی ہوئی کوٹھی کے باہر لے آئی۔ وہ چپ چاپ میرے ساتھ ایسے چل رہی تھی، جیسے کوئی نیند کی حالت میں اٹھ کر چلتا ہے۔

کوٹھی کے مین گیٹ کے باہر آکر ہم دونوں ایک درخت کے سائے میں کھڑے ہوگئے۔ میں برابر منتر پڑھتی جارہی تھی۔ آدھے گھنٹے کے بعد کیدار ٹیکسی لے کر آگیا۔ ہم دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ کیدار اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ تھا۔ پھر ٹیکسی چل پڑی۔

راستے میں ڈرائیور نے میری طرف پلٹ کر دیکھا اور کیدار سے پوچھا۔

"یہ بڑھی مائی کیا گیتا کے اشلوک پڑھ رہی ہے؟"

کیدار نے جواب دیا۔

"ہاں۔ یہ بہت دھرم کرم والی ہے۔ جب تک جاگتی رہتی ہے کچھ نہ کچھ پڑھتی رہتی ہے۔"

ڈرائیور کی تسلی ہوگئی۔ وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ میں منتر پڑھ رہی ہوں۔ آگے چل کر کیدار نے ڈرائیور سے کہا کہ وہ ہمیں شہر سے باہر لے جائے۔ اس نے اتنی رات کو زیادہ دور جانے سے انکار کیا۔ کیدار نے چاقو نکال کر اس کی لوک ڈرائیور کی پسلی میں چبھو دی۔

"جہاں کہتا ہوں وہاں چلو، ورنہ جینے کی بھی مہلت نہیں ملے گی۔"

وہ ہمارے بتائے ہوئے راستے پر مجبوراً چلنے لگا۔ جنگل کے ایک کچے راستے پر پہنچ کر کیدار نے ٹیکسی کو روکا دی۔ میں سامی کے ساتھ اُتر کر زیر لب بدبداتی ہوئی اس طرف جانے لگی جہاں ہماری کٹیا تھی۔ تھوڑی دُور جاکر میں نے رات کے سناٹے میں ڈرائیور کی چیخ سنی۔ وہ اس کی زندگی کی آخری چیخ تھی۔ کیدار نے اسے ختم کردیا تھا۔

کٹیا میں پہنچ کر میں نے منتروں کا جاپ ختم کردیا۔ سامی ایکدم سے ہوش میں آگئی۔ اور چونک کر اس کٹیا کو دیکھنے لگی۔ پھر اسے اس طرح لائے جانے پر اس نے خوب شور مچایا۔ مجھے سمجھانے کے لیے دھمکی مگر کیدار نے اسے اپنے بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ تو پہلے ہی اس کا دیوانہ تھا۔ اسے دیوانہ وار چومنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر وہ بہت ہی تیز طرار اور ہنرمند تھی۔ اسے اتنا بھی موقعہ نہیں دے رہی تھی کہ وہ اپنے ہونٹوں کی پیاس بجھا سکے۔ میں نے کہا۔

"کیدار! رُک جاؤ۔ یہ لڑکی میں اپنے لیے لائی ہوں۔ جب تک میں اس کا جسم حاصل نہ کروں، اُس وقت تک صبر کرو۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ اپنی جوانی کو پہلا نذرانہ تمھیں دوں گی۔ اسے رسّیوں سے باندھ دو۔"

کیدار حکم کا بندہ ہے۔ وہ اسے رسّیوں سے باندھنے لگا۔ سامی چیخ رہی تھی۔ میں نے اسے سمجھایا کہ چیخنا چلانا فضول ہے ہم نے کٹیا کے چاروں طرف نظر بندی اور سماعت بندی کی رکھیائیں کھینچ دی ہیں۔ نہ اس کی آواز کٹیا کے باہر جائے گی اور نہ کوئی یہاں تک اس کی مدد کیلئے آئے گا۔

آخر خوب چیخنے چلانے کے بعد میری باتیں اس کی سمجھ میں آگئیں۔ میں نے اسے یہ بھی بتادیا کہ میں کس طرح اس کی رُوح اس کے جسم سے نکال کر اپنی رُوح کو اس حسین سراپا میں ڈھالنا چاہتی ہوں۔ میری باتیں سُن کر اس پر سکتہ سا طاری ہوگیا۔ وہ حیران پریشان ہوکر مجھے پھیلائے۔ ہمیں دیکھنے لگی۔

یہ تو مجھے معلوم ہوچکا تھا کہ کیدار برسوں میں بھی وہ منتر یاد نہیں کرسکے گا جو میں اسے سکھانا چاہتی تھی۔ میں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ ایک تختی پر وہ دونوں منتر لکھ دیئے۔ ایک انگیٹھی میں آگ روشن کردی اور انگیٹھی کے پاس ایک مٹی کے برتن میں ماش کی دال رکھ کر کیدار سے کہا کہ وہ تختی سامنے رکھ کر منتر پڑھتا جائے اور ہر منتر کے بعد ماش کا ایک دانہ آگ میں پھینکتا جائے۔

عمل کچھ ایسا تھا کہ وہ جسم سے رُوح نکالنے کا منتر چالیس بار پڑھتا اور ماش کے چالیس دانے آگ میں پھینکتا۔ اس دوران میں آگ کے سامنے دم سادھے بیٹھی رہتی۔ اور اس منتر کو سُن سُن کر اسے اپنی رُوح میں جذب کرتی جاتی۔ اس کے بعد رُوح کو کسی جسم میں داخل کرنے کا منتر اسی طرح چالیس بار پڑھا جاتا۔ اس عمل میں بڑی میرا پھیری ہے۔ میں تمھیں تمام باتیں تو نہیں بتا سکتی۔ بس اتنا سمجھ لو کہ یہ عمل بھی کیدار کے پلّے نہ پڑا۔ تختی پر لکھ کر دینے کے باوجود اس منتر کو الٹ کر پڑھتے وقت اس سے غلطی ہوجاتی تھی۔ اگر کبھی صحیح پڑھ جاتا تو ماش کے دانے کو آگ میں پھینکنا بھول جاتا۔ اس کے دماغ میں گوبر بھرا ہوا تھا۔ لڑنے مرنے کے معاملہ میں اُستاد تھا مگر دماغی کام کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

وہ ہفتے تک یہی ہوتا رہا۔ میں ہر رات آگ روشن کرکے اسے پڑھنے

بٹھا دیتی اور خود دم سادھ کر بیٹھ جاتی۔ سامی ایک کونے میں رسّیوں سے بندھی فرش پر چپ چاپ بیٹھی ہمیں دیکھتی رہتی تھی۔ ایک ماہ گزرنے کے بعد کیدار نے پہلا منتر چالیس بار پڑھ لیا۔ میں نے اپنے اندر محسوس کیا کہ اب میں اپنی آتما کی شکتی سے جب چاہوں اپنے جسم سے باہر نکل سکتی ہوں۔

اب اس منتر کو اپنی آتما تک پہنچانا تھا جس کے ذریعہ میں سامی کے جسم میں داخل ہو سکتی تھی۔ میں نے سامی کو دیکھا تو وہ خاموش بیٹھی انگیٹھی سے اٹھنے والے شعلوں کو گھور رہی تھی۔ اس وقت اس کی آنکھیں ایسی سُرخ انگارہ ہو گئی تھیں جیسے اس کے اندر بھی کوئی آگ بھڑک رہی ہو۔ میں نے اس کی طرف سے منہ پھیر کر کیدار سے کہا کہ اب وہ دو مرا منتر اسی طرح چالیس بار پڑھے۔

وہ پڑھنے لگا اور اپنی عادت کے مطابق غلطی کرنے لگا۔

پھر اسی طرح ہر رات انگیٹھی روشن ہوتی رہی۔ کبھی کبھی وہ صحیح پڑھتا تھا مگر آخر تک پہنچ کر کوئی غلطی کر جاتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ اسے پھر شروع سے پڑھنا پڑتا تھا۔ اس کی بار بار کی غلطی سے میری بھی سانس ٹوٹ جاتی تھی اور مجھے نئے سرے سے سمادھ لگانی پڑتی تھی۔

آخر ایک رات وہ چالیس بار صحیح پڑھ گیا۔ اس وقت مجھے اپنی آتما شکتی کا گیان ہوا۔ میری رُوح جسم سے نکل سکتی تھی اور کسی بھی جسم میں داخل ہو سکتی تھی۔ میں نے سامی کی طرف دیکھا تو وہ سانس رُکے بیٹھی ہوئی تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ میں سمادھ لگائے اب تک بیٹھی رہی تھی۔ بڑی عجیب سی بات تھی۔ وہ اس طرح کیوں بیٹھی ہوئی تھی۔ یوں دکھائی دے رہی تھی جیسے بیٹھے بیٹھے مر گئی ہے۔ میں نے کیدار سے کہا۔

"اس کی رسّیاں کھول دو۔ اب میں اس کے جسم میں جاؤں گی۔"

وہ اٹھ کر اس کے پاس گیا۔ پھر اس نے جیسے ہی اسے ہاتھ لگایا وہ ایک لاش کی طرح فرش پر لڑھک گئی۔ کیدار نے حیرت سے کہا۔

"ارے۔ یہ تو مر چکی ہے۔"

یہ سنتے ہی میں نے آتما کی شکتی سے فوراً ہی اپنے بوڑھے جسم کو چھوڑ دیا۔

میں اسی وقت سامی کے جسم میں داخل ہونا چاہتی تھی۔ مگر پہلی بار اپنے جسم سے آزاد ہوئی تھی۔ پہلی بار اپنی آتما کی شکتی سے اس دنیا کو دیکھ رہی تھی۔ میں کیا جانتی کہ رُوح کی بصارت سے یہ دنیا کتنی حسین اور رنگین نظر آتی ہے جو حسن انسان کی ظاہری آنکھوں میں چھپا رہتا ہے اسے میں باطنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ میرے چاروں طرف رنگا رنگ نُور کا ہالا چھایا ہوا تھا۔ میں کیدار کو دیکھ رہی تھی۔ مگر وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ کیا کوئی انسانی آنکھ مجھے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ کیدار اس وقت سامی کے مُردہ جسم کو رسّیوں سے آزاد کر رہا تھا۔ تب میں نے سامی کی لاش کے سامنے ایک نورانی سراپا دیکھا۔ اس سراپا کی کوئی شکل صورت نہیں تھی۔ وہ مجسم نہیں تھا، مگر سامی کے قد کے برابر جھلمل جھلمل لہرا رہا تھا۔

میں سامی کی طرف بڑھی تو وہ مجھ سے ٹکرا گیا۔ میرا راستہ روکنے کی وہ کرن بھی وہ نہیں چاہتی تھی جو مجھے سامی تک پہنچنے نہیں دے رہی تھی۔ اس سے ٹکرا کر ایک انجانی شکتی نے مجھے سامی تک پہنچنے کا راستہ دیا۔ میں پلٹ کر اپنے بوڑھے جسم میں آ گئی۔

میرے بوڑھے جسم کو زندہ ہوتے دیکھ کر کیدار نے پوچھا۔

"کیا بات ہے جیھیا۔ تو اس کے شریر (جسم) میں کیوں نہیں گئی؟"

میں نے جواب دینے سے پہلے وحشت زدہ لفظوں سے سامی کی لاش کی طرف دیکھا تو وہ اچانک زندہ ہو کر بیٹھ گئی اور قہقہے لگانے لگی۔ میں اور کیدار حیرانی سے اس کا منہ تکنے لگے۔ تب اس نے کہا۔

"بوڑھی حرافہ! تیرا یہ آدمی جتنے دنوں سے منتر پڑھ رہا ہے، ان دنوں میں ایک طوطا بھی اسے سُن سُن کر یاد کر لیتا۔ تو وہاں سمادھ لگائے بیٹھی تھی میں یہاں سمادھ لگایا کرتی تھی۔ تو کوئی آسمان سے اُتر کر نہیں آئی کہ جو تو کر سکے وہ میں نہ کر سکوں۔ تیرے ہر عمل کو میں تیری طرح دیکھتی رہی تھی۔ جو تو نے حاصل کیا ہے وہ میں نے بھی حاصل کر لیا ہے۔ اب آ دیکھتی ہوں کہ تو کس طرح میرے جسم پر قبضہ کرتی ہے۔۔۔"

میں شدید حیرانی سے اسے دیکھتی رہی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اتنی چالاک ہو گی کہ میری طرح سمادھ لگا کر ان منتروں کو اپنی آتما میں جذب کر لے گی۔ اسے کتنے دن کہ مور کھ کی ہزار سال کی ساتھ ایک گھڑی۔ کیدار میمنوں میں جو نہ سیکھ سکا۔ اسے وہ ایک ذہین طالبہ کی طرح سبق کی طرح یاد کر گئی۔ میں نے غصّہ سے تلملاتے ہوئے کہا۔

"کیدار! اس حرام زادی کو پکڑ کر مار۔ خوب اچھی طرح پٹائی کر۔"

کیدار نے آگے بڑھ کر اسے ایک ہاتھ جمایا تو وہ فوراً ہی نمودار ہو کر کیدار سے پھر بھی تڑا تڑ مار رہا تھا۔ میں نے جھلا کر کہا۔

"اتو کے پٹھے! اب کسے مار رہا ہے۔ اسے کیا خاک تکلیف پہنچے گی۔"

وہ خجالت سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے دور ہوتے ہی وہ ہنس کر بیٹھ گئی اور مجھے حقارت سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"تیری آتما میرے جسم تک نہ آ سکے گی تو میں آنے نہیں دوں گی۔ ابھی دیکھ چکی ہے اور میرے قریب تیرا یہ آدمی آئے گا تو میں مُردہ کر دوں گی۔ ہر طرح سے تیری مات ہے۔ اچھی طرح سوچ لے اور مجھے اپنے جسم کے ساتھ یہاں سے جانے دے۔"

میں سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے مجھے اُلجھا دیا تھا۔ کیدار کی آتما بھی آ گیا تھا کہ وہ لڑکی اپنی آتما کی شکتی سے مجھے اپنے جسم میں داخل ہونے کا موقعہ نہیں دے رہی ہے۔ اس نے کہا۔

"جیھیا! تجھ سے بہت بڑی بھول ہو گئی۔ تو نے اس کے سامنے مجھے منتر پڑھنے کے لیے کیوں کہا تھا؟"

میں نے جھلا کر کہا۔

"تیرے ساتھ رہتے رہتے میری مت بھی ماری گئی ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ اتنے تیز دماغ کی لڑکی ہے۔ کیا جان بوجھ کر کوئی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتا ہے؟"

سیدار اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا۔

"کیا اس کی آتما اپنے شریر سے الگ ہو کر مجھے نقصان پہنچا سکتی ہے؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "یہ صرف جسم چھوڑنے اور جسم میں داخل ہونے کے منتر سیکھ گئی ہے۔ اس کی آتما صرف دوسری آتماؤں سے لڑ سکتی ہے مگر زندہ انسانوں کو اپنی لاش تک پہنچنے سے نہیں روک سکتی۔"

کیدار نے کہا۔ "تو پھر تو اس کا خیال چھوڑ دے کیونکہ تو اس کی آتما سے نہیں لڑ سکتی اور میں اس کے جسم سے کھیل کر اپنی بھوک مٹا سکتا ہوں۔"

سامی گھبرا کر اسے دیکھنے لگی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ سیدھی طرح نہیں مانے گی تو تو اس کی پارسائی ختم کر دینا۔ بول سامی! اب کیا کہتی ہے؟ اپنا جسم میرے حوالے کرے گی یا بے آبرو ہونا پسند کرے گی؟"

اس نے جواب دیا۔

"یہ جسم تیرے پاس ہو گا تو نہ جانے کتنوں کے آگے تو اسے کھلونا بنائے گی۔ میں جب سے پیدا ہوئی ہوں تب سے اپنے وجود سے محبت کرتی ہوں۔ یہ دنیا عورت کو اس کی آتما سے اور اس کی وہانت سے نہیں پہچانتی ہے۔ صرف اس کے خوبصورت جسم کو دیکھ کر اس پر مرمٹتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ کتنے ہی لوگ حسرت سے میرے جسم کو دیکھتے ہیں اور مجھے حاصل کرنے کے لیے دیوانہ وار اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ خوش نصیبی سے مجھے ایسا جسم ملا ہے تو میں اسے کیوں چھوڑ دوں۔ اس دنیا کے بازار میں کس لیے اپنی حیثیت گرا دوں؟ کیا جان بوجھ کر کوئی اپنے وقار، اپنی عزت اور اپنی شہرت کو دوسروں کے حوالے کرتا ہے؟ کبھی نہیں۔ اس جسم کی نشوونما کے لیے میں نے دن رات محنت کی ہے۔ ورزش اور کھیل کود کے ذریعہ اس کے ایک ایک حصّہ کو جاذبِ نظر بنایا ہے۔ اسنو، پاؤڈر، کریم، لونڈر اور مہنگی خوشبوؤں سے اس میں رنگینی اور سنگینی پیدا کی ہے اور اس جسم کو بڑی محبت اور بڑے فخر کے ساتھ ایک خوبرو انجانے محبوب کی آغوش میں پیش کرنے کا خواب دیکھا ہے نہ جانے وہ انجانا محبوب کہاں ہے؟ اور کب مجھے ملے گا؟ اور تو مجھ سے اس سے پہلے ہی میرے جسم کو چھین لینا چاہتی ہے۔ تیری یہ آرزو کبھی پوری نہیں ہو گی۔ اگر تو مجھے اس آدمی کے حوالے کرنا چاہے گی تو اس کے قریب آنے سے پہلے ہی میں مُردہ بن جاؤں گی۔ کیا یہ ایک لاش کی بیحرمتی کر سکے گا؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "تو لاش بن جائے گی تب بھی یہ تیرے جسم کو نگلا کرے گا۔ اس سے جیسے بھی ہو سکے گا۔ یہ تیری بے عزتی کرے گا۔ اس کے بعد تیرا سر مونڈے گا، تیری ناک اور کان کاٹے گا اور تجھے بدصورت بنا کر یہاں چھوڑ دے گا۔ جسے میں حاصل نہ کر سکوں گی اسے تیرے پاس بھی سلامت نہیں رہنے دوں گی۔ پھر فخر کرتی رہنا اپنی بدصورتی پر۔۔۔۔۔"

سامی کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ وہ سمجھ گئی کہ مُردہ بن کر اور ہمیں دھمکیاں دے کر بھی وہ اپنے جسم کی حفاظت نہیں کر سکے گی۔ میں نے کہا۔

"تو یہاں سے اپنا جسم لے کر جائے گی تو کیدار اسے برباد کرے گا۔ اگر تو چاہتی ہے کہ یہ سلامت رہے تو پھر اسے چھوڑ کر چلی جا۔۔۔۔"

وہ بے بسی سے اپنے رس بھرے ہونٹوں کو چبا رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"میں ابھی تم دونوں کے آگے بے بس ہوں مگر اس جسم کی حفاظت بھی کرنا چاہتی ہوں۔ اچھی بات ہے، میں اسے چھوڑتی ہوں مگر یاد رکھ۔ تو اس جسم میں آ کر سکون سے نہیں رہ سکے گی۔ جب بھی تو اسے کسی مرد کے حوالے کرنا چاہے گی، میں تیرے ارادوں کے سامنے دیوار بن جاؤں گی۔ تیرا جینا حرام کر دوں گی۔۔۔۔۔"

یہ کہتے ہی وہ مُردہ بن کر فرش پر لڑھک گئی۔ میں انسانی جسم میں رہ کر اس کی رُوح کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اسے دیکھنے کے لیے میں نے بھی اپنا جسم چھوڑ دیا۔

وہ نورانی سراپا نظر آ رہا تھا۔ سامی سے دور جھلملا رہا تھا۔ میں سامی کے قریب گئی تو اس نے مجھے نہیں روکا۔ اس کی آتما دُور ہی رہی۔ میں فوراً ہی اس حسین جسم میں سما گئی۔

جھیا یہ کہہ کر ذرا دیر کے لیے چُپ ہو گئی۔ میں اسے دیکھ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ میں کسے دیکھ رہا ہوں۔ سامی کو یا جھیا کو؟

میری نگاہوں کے سامنے سامی کا حسین سراپا تھا لیکن ان غزالی آنکھوں کے پیچھے سے جھیا دیکھ رہی تھی۔ اور اس کی شیریں زبان سے ایک چٹیل بول رہی تھی۔ اس وقت اس کی توجہ میری طرف نہیں تھی اس کا دھیان کیدار کی طرف تھا۔ وہ غور کر رہی تھی کہ جو کچھ اس نے بتایا گیا ہے وہ صحیح طور سے پڑھ رہا ہے یا نہیں۔ پھر وہ مطمئن ہو کر بولی۔

"ٹھیک پڑھ رہا ہے۔ چھوٹا سا منتر ہے۔ اس لیے گڑبڑ نہیں کرے گا۔ مگر کچھ بھی ہو، ایک نمبر کا گدھا ہے۔ کوئی سی بات ہو، جلدی اس کے دماغ میں نہیں گھستی۔ اس رات بھی جب میں پہلی بار سامی کے جسم میں جوان ہوئی تو اس نے یہی سمجھا کہ بڑھی جھیا مُردہ ہو گئی ہے اور سامی پھر سے زندہ ہو کر اسے دیکھ رہی ہے۔

میں اٹھ کر مسکراتی ہوئی اس کی طرف بڑھنے لگی تو اس نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر کہا۔

"رُک جاؤ! پہلے مجھے بتاؤ کہ جھیا کی آتما کہاں ہے؟"

"میں تمہاری جھیا ہوں۔" میں نے دونوں باہیں پھیلا کر کہا۔ "مجھے اپنے بازوؤں میں لے کر دیکھو۔"

"نہیں۔ تم سامی ہو۔ تم نے جھیا کی آتما کو مار ڈالا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مرد کو آتما کبھی نہیں مرتی اور نہ ہی اُسے کوئی مار سکتا ہے۔ اس جسم میں اگر سامی کی آتما ہوتی تو وہ مجھے کبھی اس طرح پیار سے نہ بُلاتی۔"

اس کی سمجھ میں بات آگئی۔ اس نے پوچھا۔

"سامی کی آتما کہاں ہے؟"

میں نے جواب دیا۔

"کچھ دیر پہلے میں نے اسے کٹیا میں دیکھا تھا، اب وہ یہاں ہے یا نہیں۔ اسے دیکھنے کے لیے مجھے اس جسم سے نکلنا ہوگا اور اب میں کسی قیمت پر یہ جسم نہیں چھوڑوں گی۔ ہائے دیکھو تو میں کیسی حسین اور جوان نظر آرہی ہوں۔"

میں اس جسم کو اوھر اُدھر سے چھُو کر دیکھنے لگی۔ جوانی کا ایک عجیب نشہ تھا جو برسوں کے بعد مجھے نصیب ہوا تھا۔ بس یہی جی چاہتا تھا کہ کیدار میرے حُسن و شباب کی تعریف کرتا رہے۔

اچانک ہی میری سانسیں رُکنے لگیں۔ ایسا لگا جیسے کوئی مجھے سانس لینے سے روک رہا ہے۔ وہ سامی کی رُوح تھی جو میری ناک کے راستے اس جسم میں داخل ہونا چاہتی تھی۔ ایک جسم میں دو رُوحیں نہیں سما سکتیں اس لیے اس کا راستہ رُکا ہوا تھا اور وہ میرے سانس لینے کے راستے میں رکاوٹ پیدا کر رہی تھی۔

میں بدحواسی میں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکی اس لیے لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑی۔ اور گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ اب سانس لینے میں کوئی رکاوٹ محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ میں بوکھلا کر اِدھر اُدھر چھاڑ پھاڑ کر اپنے آس پاس دیکھنے لگی۔ دیدے پھاڑنے سے کیا ہوتا ہے اس کی آتما مجھے نظر نہیں آسکتی تھی۔

"کیا ہوا چھپیا؟"

"وہ.... وہ سامی کی رُوح مجھے ستا رہی ہے۔ ابھی میری سانسیں رُکنے لگی تھیں۔ مجھے یوں لگا جیسے ہوا میرے نتھنوں میں آکر پھنس گئی ہے۔ وہ میرے سانس لینے کے راستے میں رکاوٹ بن رہی تھی۔ میرا دم گھٹنے لگا تھا۔"

کیدار نے کچھ سوچ کر کہا۔

"سانس رُکنے سے بھلا تمھیں کیا تکلیف ہوگی۔ جب وہ ایسی حرکت کرے تو تم فوراً ہی اس کے جسم سے الگ ہو جاؤ۔"

"نہیں۔ میں اس جسم کو نہیں چھوڑ سکتی۔ چھوڑوں گی تو وہ پھر اس پر قبضہ کرلے گی۔ میں نے کئی ماہ کی محنتوں کے بعد اسے حاصل کیا ہے۔ ہائے دیکھو میں کتنی خوبصورت ہوگئی ہوں۔ نہیں میں اسے نہیں چھوڑ سکتی۔"

"تمھاری مرضی۔" کیدار نے جھٹک کر میرا بازو پکڑ لیا اور مجھے زمین سے اٹھاتے ہوئے بولا۔ "تم اپنا دھن پورا کرو۔ تم نے کہا تھا کہ جوان ہوتے ہی سب سے پہلے مجھے خوش کرو گی۔"

میں اپنا بازو چھُڑا کر اس سے الگ ہوگئی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سامی کے جسم کو اس سے دور لے گئی اور پریشان ہو کر بولی۔

"مجھے اپنا وچن یاد ہے مگر وہ نہیں چاہتی کہ میں تمھارے قریب آؤں۔ وہ پہلے ہی کہہ چکی ہے کہ جب بھی یہ جسم کسی مرد کے حوالے کرنا چاہوں گی وہ میرے راستے کی دیوار بن جائے گی۔ کیدار! میں بڑی اُلجھن میں پڑ گئی ہوں۔ انسانی جسم میں رہ کر اس کی آتما سے نہیں لڑ سکتی اور میں یہ جسم چھوڑنا بھی نہیں چاہتی۔ تم ذرا صبر کرو۔ پہلے ہم یہاں سے کہیں دور چلے جائیں گے سامی کی رُوح زیادہ دیر تک منتروں کے بل پر جسم کے بغیر نہیں رہ سکتی اسے جلد سے جلد کسی دوسرے جسم میں داخل ہونا پڑے گا۔"

کیدار نے میری بوڑھی لاش کی طرف اشارہ کیا جو زمین پر پڑی ہوئی تھی۔

"تمھارا یہ جسم خالی پڑا ہے اگر رُوح زیادہ دیر تک منتروں کے بل پر نہیں رہ سکتی تو پھر وہ اس بوڑھے جسم میں کیوں نہیں آجاتی؟"

میں نے آس پاس دیکھتے ہوئے سوچا۔ پتہ نہیں کیا بات ہے کہ وہ میرے بوڑھے جسم میں داخل نہیں ہوئی۔ شاید میرا بڑھاپا اور کالا کلوٹا جسم اسے پسند نہیں تھا لیکن ایسے وقت پسند یا ناپسند کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے خود اپنے بوڑھے جسم سے نکل کر دیکھا تھا۔ میری آتما منتروں کے باوجود ڈگمگا رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے منتروں سے آزاد ہو کر اس دنیا سے دور آتما لوک کی طرف چل جانا چاہتی ہے۔ سامی کسی جسم کے بغیر آخر کب تک اس دنیا میں رہ سکتی ہے؟

بہرحال جو کچھ بھی ہو میں نے اسی وقت منتر پڑھ کر اپنی بوڑھی لاش کو شعلوں کی نذر کر دیا۔ تاکہ سامی کی آتما کچھ دیر کے لیے بھی اسے حاصل نہ کر سکے پھر ہم نے اپنا ضروری سامان سمیٹا اور وہاں سے جانے لگے۔ اس وقت تک میرا بوڑھا جسم جل کر کوئلہ بن چکا تھا۔ اور اب اس بات کا خدشہ نہیں تھا کہ سامی کی آتما بوڑھے جسم میں سما کر ہمارا پیچھا کرے گی۔

اس وقت چاند نکل آیا تھا اور جنگل کی ہریالی دور تک روشن ہو گئی تھی۔ ہم دونوں تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے شہر کی طرف جا رہے تھے آس پاس کے درختوں پر کبھی کبھی بندروں کے کھکھیانے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ کبھی کوئی بندر اور بندریا ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں لگاتی ہوئی دور تک چلی جاتی تھی۔ ہم جنگلوں میں رہنے کے عادی ہیں اس لیے تمام جانوروں کی آہٹوں کو پہچانتے ہیں۔ ہاں مگر سامی کی آہٹ کو نہیں پہچان رہے تھے۔

شہر پہنچ کر ہم ریلوے اسٹیشن کی طرف جانے لگے۔ ایک پتلی سی گلی سے گزرتے وقت ہم نے ایک مکان کے سامنے بندریا کا مُردہ جسم دیکھا۔ شاید وہ کسی کی پالتو بندریا تھی۔ ہمیں کون سا اس کی لاش پر ماتم کرنا تھا۔ انجان لاش پر ایک نظر ڈالتے ہوئے گزر گئے۔

جب ہم اسٹیشن پہنچے، تو پلیٹ فارم پر قدم رکھتے ہی ایک کالی بلی ہمارا راستہ کاٹتی ہوئی گزر گئی۔ یہ بُرا شگون تھا۔ میں اپنی جوانی کے نئے سفر کا آغاز کرنے والی تھی۔ ایسے وقت اس بلی نے میرے دل میں وسوسہ پیدا کر دیا تھا تاہم میں نے کیدار سے اپنی پریشانی کا ذکر نہیں کیا۔ اس وقت ٹکٹ گھر جانے والی میل ٹرین کا وقت ہو گیا تھا۔ کیدار ٹکٹ لینے چلا گیا۔ میں پلیٹ فارم کے بک اسٹال کے پاس کھڑی ہوگئی۔ میرے قریب سے گزرنے والے کتنے ہی مرد مجھے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں سامی کے جسم میں اور اس کے لباس میں بہت ہی اسمارٹ نظر آرہی تھی۔ ایک نوجوان پولیس انسپکٹر اپنی وردی میں اکڑتا ہوا میرے آس پاس گھوم رہا تھا۔ میں اس کی نظروں سے تاڑ گئی کہ وہ مجھ پر عاشق ہو گیا ہے۔ ویسے وہ اس قابل تھا کہ میں مسکرا کر اس کی ہمت افزائی کر سکتی تھی مگر میری جوانی کا بھلا مقدار کیدار تھا اس لیے میں اس سے نظریں چرانے لگی۔

کیدار ٹکٹ گھر سے واپس آیا تو اس کی گود میں ایک کالی بلی تھی۔ میں اسے دیکھتے ہی پریشان ہو کر بولی۔

"اسے کہاں سے اٹھا لائے ہو؟"

وہ بلی کے ملائم بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"میں ٹکٹ گھر کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ یہ میرے قدموں پر آکر لوٹنے لگی۔ بڑی پیاری اور صاف ستھری بلی ہے۔ میں اسے اپنے ساتھ رکھوں گا۔"

میں نے ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے یہ ذرا بھی پسند نہیں ہے، اسے چھوڑ دو۔"

کیدار نے میرے قریب ہو کر آہستگی سے کہا۔

"میں کچھ اور سوچ کر اسے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ ایک دن تم نے کہا تھا کہ جانوروں کو ان دیکھی آتمائیں نظر آجاتی ہیں۔ سامی کی رُوح تمھیں نظر نہیں آتی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بلی اسے دیکھتے ہی اس پر جھپٹ پڑے اس طرح ہمیں اس کی موجودگی کا پتہ چل جائے گا۔"

ہاں۔ یہ سچ ہے۔ رُکتے بتیاں ان دیکھی روحوں اور بلاؤں کو محسوس کر کے غرّانے لگتے ہیں۔ کیدار کی یہ بات میرے دل کو لگ گئی۔ پھر میں نے اعتراض نہیں کیا۔ وہ فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لے کر آیا تھا۔ میرے نئے جسم سے کھیلنے کے لیے اس نے سنگل بڑھ کا ایک چھوٹا سا کمپارٹمنٹ رزرو کرا لیا تھا۔ جب ہم کمپارٹمنٹ میں داخل ہوئے تو گاڑی چلنے ہی والی تھی۔ کیدار نے بلی کو اُوپری برتھ میں بٹھا کر کہا۔

"تم یہاں آرام کرو۔ کوئی خطرہ ہو تو ہمیں آگاہ کر دینا۔ میں اگلے اسٹیشن پر تمھیں دُودھ پلاؤں گا۔"

اس نے کپڑوں کی گٹھڑی بلی کے قریب رکھ دی۔ میں نچلی برتھ پر انگڑائی لیتی ہوئی لیٹ گئی۔ کیدار نے مجھے سر سے پاؤں تک ایسے دیکھا جیسے ابھی جا جائے گا۔ اس نے آگے بڑھ کر کھڑکی بند کر دی۔ پھر دروازے کو بھی بند کرنا چاہتا تھا کہ اچانک لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔ دروازہ ایک جھٹکے سے کھُل گیا تھا اور وہاں وہی پولیس انسپکٹر کھڑا ہوا تھا۔

اس نے ہم دونوں پر ایک نظر ڈالی۔ پھر نیچے کھڑے ہوئے دو سپاہیوں سے کہا۔

"تم لوگ پاس والے کمپارٹمنٹ میں جاؤ۔ اگلے اسٹیشن پر یہاں آجانا....."

یہ کہہ کر اس نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اسی وقت گاڑی چل پڑی۔ کیدار نے جرأت سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"یہ ریزرو کمپارٹمنٹ ہے اور ہمارے پاس ٹکٹ ہے۔ آپ قانوناً اس کمپارٹمنٹ میں سفر نہیں کر سکتے۔"

اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں قانون کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ تمھارے جسم پر کپڑا کم اور میلا کرتا اور پاجامہ ہے۔ اس لڑکی کے جسم پر ایک ایسی ریشمی ساڑھی ہے جس کی قیمت کم سے کم پانچ سو روپے ہوگی اور اس کی انگلی میں جو انگوٹھی ہے اس کا ہیرا اصلی ہے۔ یہ کسی بڑے گھر کی لڑکی ہے اور تم ایک بے صد غریب آدمی ہو۔ کیا بتا سکتے ہو کہ اس میل ٹرین میں تم دونوں کا میل کیسے ہو گیا؟"

کیدار یوں بھی جھلّایا ہوا تھا کہ انسپکٹر رنگ میں بھنگ ڈالنے چلا آیا تھا۔ پھر یہ کہ وہ ہمیں قانونی گرفت میں لے رہا تھا اور اس الزام میں کیدار کو حوالات تک پہنچا سکتا تھا کہ وہ ایک امیر گھرانے کی لڑکی کو بھگا کر لے جا رہا ہے۔ اس طرح اگر بات بڑھتی تو میرے متعلق تحقیقات کے دوران پتہ چل جاتا کہ میں کمشنر جان پور کی بیٹی سامی پوکر ہوں۔ اور میں کیدار کو چھوڑ کر کسی کمشنر کی بیٹی بن کر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اس وقت میں صرف کیدار کی بھوکی تھی۔

میں نے انسپکٹر کو ٹالنے کے لیے کہا۔

"یہ میرے پتی ہیں۔ میں ان کی دھرم پتنی ہوں۔ ہم کلکتے پہنچ کر یہ ثابت کر دیں گے۔"

انسپکٹر نے مجھے بھوکی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کلکتہ بہت دور ہے۔ تم دونوں اگلے اسٹیشن پر میرے ساتھ تھانے چلو گے۔ وہاں میں اپنے طور پر معلوم کروں گا کہ تم کتنا سچ بول رہی ہو۔"

بات بگڑتے دیکھ کر میرے جی میں آیا کہ منتر پڑھ کر اس انسپکٹر کو شعلوں کی نذر کر دوں۔ ٹھیک ہے، وہ جل کر بھسم ہو جاتا مگر اگلے اسٹیشن پر اس کے سپاہی آنے والے تھے، اگر ہم اس کی جلی ہوئی لاش کو چلتی ٹرین سے باہر پھینک دیتے اور کمپارٹمنٹ میں اس کا نام و نشان تک نہ رکھتے تب بھی تحقیقات کے لیے ہمیں اسٹیشن پر اُتار دیتے۔ اس وقت ہم بُری طرح پھنس گئے تھے۔ کیدار میرے حکم کا منتظر تھا۔ میرا اشارہ پاتے ہی انسپکٹر کو باہر پھینک سکتا تھا۔ لیکن میں نے مصلحت سے کام لیا۔ اس کی بھوکی نظروں کے جواب میں اچانک مسکرا کر کہا۔

"اسی ٹرین سے میرا نکلنے پہنچنا ضروری ہے۔ کیا ہم دوست بن کر آپس میں سمجھوتہ نہیں کر سکتے؟"

یہ کہہ کر میں نے اپنی انگلی سے ہیرے کی انگوٹھی نکال کر رشوت کے طور پر اسے پیش کر دی۔ اس نے انگوٹھی لے کر اپنی جیب میں رکھتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"اس انگوٹھی کے بدلے میں تمہارے ساتھی کو معاف کر دوں گا۔ اب رہ گئیں تم میں تمہیں تنہائی میں معاف کرنا چاہتا ہوں۔ اپنے ساتھی سے کہو کہ یہ دروازہ کھول کر باہر چلا جائے اور پائدان پر کھڑا رہے۔ اگلے اسٹیشن تک میری ڈیوٹی ہے۔ اس کے بعد تم اپنے ساتھی کے ساتھ عیش کرتی ہوئی نکلتے چلی جانا۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" کیدار نے غصہ سے چیخ کر کہا۔ "میں بزدل نہیں ہوں کہ اپنی دھرم پتنی کو تمہارے پاس چھوڑ کر باہر پائدان پر چلا جاؤں۔ میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا۔"

"کیدار!" میں نے ڈانٹ کر کہا۔ "کیا تم جیل میں سڑنا چاہتے ہو؟ ذرا عقل سے کام لو۔ صرف اگلے اسٹیشن تک کی بات ہے۔ انسپکٹر شریف آدمی ہیں یہ ہمیں نکلتے جانے کی اجازت دے دیں گے۔ جاؤ، باہر چلے جاؤ۔۔۔۔"

وہ تھوڑی دیر تک کھڑا لمبی لمبی سے مٹھیاں بھینچتا رہا۔ میرے جسم کو ایسے دیکھتا رہا جیسے اس کے آگے کھا نا رکھ کر اس سے چھینا جا رہا ہو۔ مجھے اس پر بڑا ترس آیا۔ مگر میں کیا کرتی؟ مجبوری تھی۔ وہ دروازہ کھول کر باہر جانے لگا۔ باہر کی تیز ہوائیں اندر آ رہی تھیں۔ ٹرین پوری رفتار سے رات کے اندھیرے کو چیرتی ہوئی جا رہی تھی۔

انسپکٹر نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اس گنوار کے ساتھ کیسے چڑھ گئی ہو؟"

"یہ نہ پوچھو انسپکٹر صاحب! تم میری رشوت لے کر ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔ مرد کو اپنی بات کا دھنی ہونا چاہیئے۔"

یہ کہہ کر میں نے ایک توبہ شکن انگڑائی لی۔ وہ سب کچھ بھول گیا۔ سحر زدہ سا ہو کر میرے قریب آیا اور میرے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے چھو کر کہنے لگا۔

"تم بہت سندر ہو۔ ایک سندر۔ تمہارے آگے وہ انگوٹھی کا اصل ہیرا بھی کانچ کا ایک ٹکڑا ہے۔ تمہارا اچھو پھول سے زیادہ کومل ہے اور ہونٹ گلاب کی پنکھڑیاں ہیں۔"

اتنا کہہ کر وہ [illegible] پر جھکنے لگا۔ اسی وقت اوپری برتھ سے غراہٹ سنائی دی۔ پھر دوسرے ہی لمحہ انسپکٹر بوکھلاہٹ میں چیختا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ کالی بلی اس کی گردن پر پنجہ مارتی ہوئی ٹائلٹ کے دروازے کی طرف چلی گئی تھی۔ دوسری بار اس نے پھر چھلانگ لگائی اور اس کے چہرے پر خراشیں ڈالتی ہوئی کھلی برتھ پر جا کر بیٹھ گئی۔

انسپکٹر بوکھلایا۔ پھر جھلایا اور اسے پکڑنے کے لیے دوڑا۔ وہ اچھل کر برتھ کے دوسری طرف چلی گئی۔ انسپکٹر نے گالیاں دیتے ہوئے اس پر چھلانگ لگائی۔ وہ کود کر نیچے آ گئی۔ جب وہ نیچے آیا تو بلی اچھل کر اوپری برتھ پر پہنچ گئی۔ پھر انسپکٹر کے پلٹنے سے پہلے ہی دوبارہ چھلانگ لگا کر اس پر آئی اور اس کے چہرے پر پنجہ کے نشان چھوڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔

کھٹ کھٹا کھٹ۔ کھٹ کھٹا کھٹ۔ بھاگتی ہوئی [illegible] تال دے رہی تھی۔ یا جیسے بے سُرا طبل جنگ بجا رہی تھی۔ اور اس [illegible] سے کمپارٹمنٹ میں ایک عجیب و غریب جنگ جاری تھی۔ میں [illegible] سی ایک کونے میں کھڑی ہوئی ایک انسان اور ایک بلی کی لڑائی دیکھ رہی تھی۔ اتنا تو سمجھ ہی گئی تھی کہ وہ سامی ہے اور بلی کے روپ [illegible] تک چلی آئی ہے۔

پھر انسپکٹر نے اسے پکڑ لیا اور غصہ سے پاگل ہو کر اس [illegible] لگا۔ ذرا سی دیر میں بلی کا جسم بے جان ہو گیا۔ اس نے حقارت [illegible] کر ایک طرف پھینکتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"تم نے کیسی جنگلی بلی پال رکھی تھی۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ اس سے [illegible] کریں تمہارا خیال چھوڑ دیتا۔ میں ابھی تم سے بھی سمجھتا ہوں۔ [illegible] باہر پھینک دوں۔"

یہ کہہ کر وہ دروازہ کھولنے گیا۔ اس کے چہرے پر جا بجا خراشیں پڑ گئی تھیں اور ان سے خون رس رہا تھا۔ اس نے جیسے ہی دروازہ کھولا بلی نے اچانک ہی زندہ ہو کر غراتے ہوئے اس پر چھلانگ لگا دی۔ [illegible] کھلے ہوئے دروازے پر کھڑا تھا۔ اس اچانک حملے سے لڑکھڑا گیا۔ [illegible] پر کھڑے ہوئے کیدار نے اسے سنبھلنے کا موقعہ نہیں دیا۔ اسے [illegible] طرف کھینچ لیا۔ پھر دور تک انسپکٹر کی چیخ سنائی دیتی رہی۔ [illegible] کیدار ایک ہاتھ سے ہینڈل پکڑے لٹکا ہوا تھا، وہ اچھل [illegible]

کھٹ کھٹا کھٹ۔ کھٹ کھٹا کھٹ۔ دروازہ [illegible] برتھ کے نیچے بیٹھی ہوئی مجھے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ میں نے [illegible] سے کہا۔

"یہ سامی ہے، اسے پکڑ کر باہر پھینکو۔"

وہ برتھ کے نیچے سے باہر آ گئی۔ کیدار اسے پکڑنے گیا تو وہ [illegible] اوپری برتھ پر پہنچ گئی۔ میں نے سوچا کہ پھر وہی جنگ شروع [illegible] ٹرین کا اگلا اسٹاپ قریب آ رہا تھا۔ وہاں ہمارے پکڑے جانے کا [illegible] تھا بلکہ یقین تھا۔ جب تک انسپکٹر کی تلاش جاری رہتی، وہ ہمیں [illegible] میں رکھتے۔ میں نے کہا۔

"کیدار! اسے چھوڑو۔ زنجیر کھینچو۔ ہم جنگل کے راستے [illegible] نکل جائیں گے۔ یہ حرامزادی اوّل تو ہاتھ نہیں آئے گی۔ ہاتھ آ [illegible] مُردہ بن جائے گی۔ ہم اس سے بعد میں نمٹ لیں گے۔ پہلے [illegible] سے بچنے کی کوشش کرو۔"

کیدار نے زنجیر کھینچ دی۔ ٹرین رُکتے رُکتے بھی آدھ میل تک گھسٹتی چلی گئی۔ میں نے باہر نکلنے کے لیے دروازہ کھولا تو مجھ سے پہلے ہی سامی چھلانگ لگا کر باہر چلی گئی۔ یہ تو ہم سمجھ ہی گئے تھے کہ وہ آسانی سے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ ہمیں اس وقت قانون سے بچنا تھا۔ اس لیے ہم ٹرین سے اُترتے ہی جنگل کے اندر بھاگتے چلے گئے۔

ہم کہاں جا رہے تھے؟ یہ ہم نہیں جانتے تھے۔ ایک خوف تھا جو ہمیں بھگا رہا تھا۔ ہم جادو منتر کے ذریعہ پولیس اور قانون سے خود کو نہیں بچا سکتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ نظر بندی کی ریکھا کھینچ کر بیٹھ جاتے ایسے میں کوئی ہمیں نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن ہم کب تک اس جنگل میں پولیس کی نظروں سے چھپے رہتے؟ اس وقت اس علاقہ سے جتنی دور نکل جاتے، اتنا ہی بہتر ہوتا۔ اس لیے ہم کبھی بھاگ رہے تھے کبھی تیزی سے چلتے ہوئے سانسیں درست کر رہے تھے۔ بھاگنے رُکنے اور ہانپنے کے دوران جب بھی ہم نے پلٹ کر دیکھا تو اس جنگل کے اندھیرے میں سیاہ بلی کی دو چمکتی ہوئی آنکھیں پیچھا کرتی ہوئی نظر آئیں۔ وہ سائے کی طرح ہمارے ساتھ لگی ہوئی تھی اور ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔

پھر نہ جانے ہم کتنی دور نکل آئے۔ آسمان پر صبح کی سپیدی جھلک رہی تھی۔ کچھ دور جانے کے بعد ایک چھوٹی سی بستی نظر آئی۔ ہم ٹھہر گئے۔ بستی سے دور کھڑے ہانپتے رہے۔ پھر میں نے کیدار سے کہا کہ ہمیں بستی میں نہیں جانا چاہیئے۔ اگر پولیس ہمیں تلاش کرتی ہوئی یہاں تک آ گئی تو بستی والے قانون کا ساتھ دیں گے۔ لہٰذا ہمیں کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہیئے۔ اس آبادی سے کترا کر نکل جانا چاہیئے۔

یہ فیصلہ کر کے ہم ایک لمبا چکر کاٹتے ہوئے اس بستی سے دور نکل گئے کیدار نے کہا۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے، تم بھی تھک گئی ہو۔ ہم کچھ کھا پی کر تھوڑی دیر آرام کریں گے۔"

کیدار ایک لنگڑے آدمی کا بھیس بدل کر بستی کی طرف چلا گیا۔ میں رکھ شا کنڈل بنا کر بیٹھ گئی۔ بیٹھنے کے تھوڑی دیر بعد نیند سے میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ رات بھر کی جاگی ہوئی تھی۔ مجھ سے بیٹھا نہ گیا۔ دیں گھاس پر سو گئی۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد کیدار سوکھی روٹیاں اور آم کا اچار لے کر آیا۔ مجھے سوتے دیکھ کر اس نے دو روٹیاں کھائیں، پانی پیا اور باقی میرے لیے رکھ کر سو گیا۔ دوپہر کو میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا۔ ایک پولیس انسپکٹر اور چار سپاہی بستی کے کچھ لوگوں کے ساتھ ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ میں انہیں دیکھ رہی تھی مگر وہ رکھ شا کنڈل کے اندر مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ انسپکٹر نے ایک آدمی سے کہا۔

"تم تو کہتے تھے کہ وہ لنگڑا بھیک مانگ کر اسی طرف آیا ہے مگر یہاں تو دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔"

"حضور!" آدمی نے جواب دیا۔ "میں نے جو دیکھا تھا وہی آپ سے کہہ دیا۔ پتہ نہیں وہ کہاں چلا گیا ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے دور نکل گئے۔ میں اطمینان سے روٹیاں کھانے لگی۔ جب دوپہر ڈھل گئی اور درخت کے سائے پھیلنے لگے تو میں نے کیدار کو جگایا اور اسے بتایا کہ پولیس ہمیں تلاش کرتی ہوئی اس طرف گئی ہے۔ ہمیں دوسری طرف جانا چاہیئے۔ کیدار نے کھڑے ہو کر دور دور تک دیکھا کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہم رکھ شا کنڈل سے باہر آ گئے۔

اسی وقت سامی "میاؤں" کہتی ہوئی ایک درخت سے کود کر ہم سے ذرا دور آ کر کھڑی ہو گئی۔ اور مجھے یوں غرا کر دیکھنے لگی جیسے کہہ رہی ہو کہ کہاں بچ کر جاؤ گی۔ میں پاتال تک تمہارا پیچھا کروں گی۔ میں نے جھلا کر کہا۔

"کیدار! اسے پکڑو اور یہاں سے دور اسے ایسی جگہ لے جا کر مارو کہ پھر اسے زندہ ہونے کے لیے دوبارہ کسی جانور یا عورت کا جسم نہ ملے۔"

کیدار اسے پکڑنے کے لیے دوڑا تو وہ بھاگنے لگی۔ اس جنگل میں اچھی خاصی دوڑ شروع ہو گئی۔ کیدار اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا اور میں کیدار کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ ایک گھنٹہ کے بعد وہ پریشان ہو کر بولا۔

"فضول ہے۔ میں اسے پکڑوں گا تو یہ مُردہ بن جائے گی۔"

میں نے سامی کو گالیاں دیتے ہوئے کہا۔

"مُردہ بن جائے۔ تو اسے زمین کھود کر گاڑ دینا۔ پھر میں دیکھوں گی کہ وہ دوسرا جسم کہاں سے پاتی ہے۔ اس جنگل میں تو جانور بھی نظر نہیں آتے ہیں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ایک ہرنی نظر آ گئی۔ وہ بہت دور درختوں کے جھنڈ سے چوکڑیاں بھرتی آ رہی تھی۔ اس کے بعد گھوڑوں کے ہنہنانے اور ٹاپیں مارنے کی آوازیں آنے لگیں۔ ہرنی دور نکل گئی تھی اور اس کے پیچھے جانے والے گھوڑ سوار ہمیں دیکھ کر رُک گئے۔

وہ تعداد میں گیارہ تھے۔ ان میں دس سپاہی تھے لیکن ان کے جسموں پر بھارتی سپاہیوں کی وردیاں نہیں تھیں۔ میں انھیں دیکھتے ہی سمجھ گئی کہ وہ کسی اسٹیٹ کے سپاہی ہیں۔ ان کے آگے ایک سفید گھوڑے پر ایک ادھیڑ عمر کا آدمی گردن اکڑائے، سینہ پھُلائے اپنی انفرادی شان و شوکت کا اظہار کر رہا تھا۔ اور مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے اپنی نگاہوں سے میرے جسم کو ٹٹول رہا تھا۔

ایک سپاہی نے ہوائی فائر کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

"تم دونوں امنالہ کے مہاراج ادھیراج راجیت رائے کے چرنوں میں ہو۔ اپنے سروں کو جھکا لو۔"

ہم نے سر جھکا کر پرنام کے لیے ہاتھ جوڑ دیئے۔ میں نے جھکی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ راجیت رائے نے اپنی رائفل ایک سپاہی کی طرف اُچھال دی تھی۔ سپاہی نے اسے ایک ہاتھ سے روک لیا تھا۔ پھر راجیت رائے اپنے گھوڑے کو اڑا لگا کر کیدار کی طرف بڑھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ روندتے ہوئے گزر جائے گا۔ کیدار چھلانگ لگا کر زمین پر لڑھکتا ہوا دوسری طرف

چلا گیا۔ راجپت راستے نے آگے جا کر گھوڑے کو پھر اس کی جانب موڑ لیا۔ گھوڑا سرپٹ دوڑتا ہوا آیا۔ کیدار زمین سے اٹھ کر کھڑا تھا۔ ہوا دھول چلا گیا۔ تمام سپاہیوں نے اپنے گھوڑوں سے ایک دائرہ بنا کر اسے گھیرے میں لے لیا۔ راجہ بہادر کا مقصد یہی تھا کہ کیدار مجھ سے دور ہو جائے۔

میں تنہا کھڑی رہ گئی۔ بلی مجھ سے ذرا دور ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ راجپت رائے گھوڑے کو دوڑتی چلاتا ہوا میرے سامنے آ گیا۔ اس نے اب تک ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا تھا۔ شاید کمتر لوگوں سے بولنا اپنی توہین سمجھتا تھا۔ وہ چند لمحوں تک میرے بدن کے میرے کو ایک جوہری کی نگاہوں سے پرکھتا رہا۔ پھر اس کا گھوڑا میرے چاروں طرف گھومنے لگا۔

میرے پیچھے جا کر راجپت رائے نے میری ساڑھی کے آنچل کو پکڑ لیا اور اسے ہاتھ میں لے کر میرے جسم کا طواف کرنے لگا۔ پہلے نصف چکر پر میرے سینے پر سے ساڑھی ہٹ گئی۔ میں نے سینے کو چھپانے کے لیے اپنے ہاتھوں کی قینچی بنائی تو اس نے اپنا ہاتھ جھٹک کر اشارے سے گھورتے ہوئے کہا کہ میں اپنے ہاتھ ہٹا لوں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ نہ کرتی تو وہ مجھے بھی گھوڑے سے روندتے ہوئے گزر جاتا۔

پھر وہ گھوڑے پر میرے اطراف چکر کاٹنے لگا۔ ہر چکر پر ساڑھی کا ایک گھیر کھلتا جا رہا تھا۔

مہابھارت کی تاریخ دہرائی جا رہی تھی۔ کورو کے ہاتھوں سے دروپدی کی ساڑھی کے بیچ کھل رہے تھے۔ اور یہ سب کچھ مجھے اچھا لگ رہا تھا۔ اگر میں اپنے بوڑھے جسم میں ہوتی تو راجپت راستے مجھ پر تھوک کر گزر جاتا۔ میگر اب وہ ایک پروانے کی طرح میرے جوان جسم کا طواف کر رہا تھا۔ تاہم عورت حکومت کرنے والے مرد کو ہی ترجیح دیتی ہے۔

پھر میرے بدن پر ریشم کا لہنگا اور بلاؤز رہ گیا۔ سامی خاموشی سے تماشہ دیکھ رہی تھی۔ راجپت رائے نے اپنے ہاتھ آئی ہوئی ساڑھی کو ایک طرف پھینکتے ہوئے اپنے سپاہیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"راجپت رائے شکارگاہ سے کبھی خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ اس ہرنی کو ہمارے راج محل میں پہنچا دو۔"

یہ کہہ کر اس نے وہاں سے جانے کے لیے گھوڑے کی باگ موڑ دی۔ میں نے جلدی سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"مہاراج! میری ایک پرارتھنا ہے۔"

اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا۔

"میرے ساتھی کو میرے ساتھ رہنے کی اجازت دیجیے۔"

اس نے گھوڑ کر کیدار کی جانب دیکھا، پھر پوچھا۔

"یہ تیرا کون ہے؟"

میں راجہ بہادر کے سامنے کیدار کو اپنا یار نہیں بنا سکتی تھی۔ اسے اپنے ساتھ رکھنے کے لیے میں نے کہہ دیا کہ وہ میرا بھائی ہے۔ میرا وہ جھوٹ کام آ گیا۔ راجپت رائے نے حکم دیا کہ کیدار کو بھی میرے ساتھ راج محل بھیج دیا جائے۔

پھر وہ گھوڑے کو ایڑ لگا کر دوڑاتا ہوا ہماری نظروں سے دور چلا گیا۔

ہم دونوں سپاہیوں کے درمیان پیدل چلنے لگے۔ سامی بھی ہمارے پیچھے آ رہی تھی۔ کیدار نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ پھر مطمئن ہو کر دھیرے سے بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ راجہ صاحب تمھارے جسم سے نہیں کھیلیں گے۔"

میں سمجھ گئی کہ وہ سامی کے بھروسہ پر یہ بات کہہ رہا ہے۔ مجھے ہمراہ لانے کا اظہار کیا۔ میں نے اپنے غصہ کا اظہار نہیں کیا۔ میں کیدار پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ ایک راجہ کی سیج تک پہنچنے کی کوئی دوسری اگر اس کے جی کو چھین لے۔ رانی جی کی طرح کوئی بھکاری، میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ میں صرف اپنی عزت کو بچانا چاہتی تھی۔ لیکن جیسے اپنی سوچ سے زیادہ سنسناتا دیکھ کر حیران رہ گئی ہوں۔

پھر انھیں خیال آیا کہ وہ میرے سامنے ایک دم بھیگی بلی بن گئی ہیں اور کیا تھا۔ اس جسم کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ آنے والی حاسیاں بھی مجھے ہی دیکھ رہی تھیں۔ وہ گالیاں دیتی ہوئی میرے قریب آئیں اور ہر گالی کے ساتھ ایک ایک سوال کرتی گئیں کہ میں اب تک سامی کو دشمن سمجھ رہا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ ان کے ساتھ آنے والی حاسیاں بھی مجھے ہی دیکھ رہی تھیں۔ وہ گالیاں دیتی ہوں؟ اور راجہ صاحب کے ہتھے کیسے چڑھ گئی تھی تمھارے قریب نہیں آنے دیتی۔ مگر اس وقت وہ میرے ساتھ کیا کر رہی ہے۔ یہاں سے بچ کر نکلنے کے بعد ہم سوچیں گے کہ اس سے کیسے نپٹا جائے گا۔"

"اونہہ!" میں نے کہا۔ "تم ہمیشہ گدھے کے دماغ سے سوچتے ہو۔ وہ کیا عاجزی سے کہا کہ میں مجبور ہوں اور زبردستی یہاں لائی گئی ہوں اگر مجھے تم سمجھتے ہو کہ سامی راجہ صاحب کو میرے قریب آنے سے روکے گی، انھیں یہاں سے صحیح سلامت نکل جانے کا موقعہ دے تو میں ابھی چلی جاؤں گی۔ زخمی کرے گی یا پریشان کرے گی تو وہ ہمیں آسانی سے چھوڑ دیں گے کیا؟"

وہ خود ہی سمجھتی تھیں کہ جوان لڑکیاں محل میں زبردستی لائی جاتی ہیں۔ انھوں نے مجھے حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ آج کی رات گزار لے۔ جب راجہ صاحب آئیں گے تو ہم ان سے کہہ کر تجھے چھڑا لیں گے۔ ایسے موقعہ پر میں تو یہ کہہ کر وہ پلٹ گئیں اور تیزی سے چلتی ہوئی محل سے نکل گئیں۔

اس دنیا میں ستر برس گزارنے کے بعد میں نے پہلی بار ایک تھوڑی دیر تک سوچتی رہی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میرے دل نے کہا کہ اگر کیدار اپنی گھوڑی سہلانے لگا۔ بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ نکل جانے کا موقعہ دوں گی۔ اگر صبح ہونے سے پہلے تو یہاں سے نہ جا سکی تو تب میں نے اپنے مطلب کی بات سمجھائی کہ ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم کسی طرح یہاں سے بچ کر نکل جائیں۔ پھر میں یہاں آ کر تمھیں کیدار کو بھی پٹی پڑھ

پتہ نہیں راجہ صاحب نے کہاں تک میری بات کا یقین کیا ویسے انھوں نے غصّہ میں حکم دے دیا کہ اس محل میں کوئی پالتو جانور بھی نہ رہے در، پہریداروں کی شامت آجائے گی۔

بلّی ان کی گرفت میں آگئی تھی۔ وہ اسے لے کر باہر چلے گئے۔ ایک داسی شراب کی دوسری بوتلیں لے کر آگئی۔ دوسری داسیاں ابھی تک شیشے کے ٹکڑے قالین پر سے چن رہی تھیں۔ راجہ صاحب نے ایک گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے گرج کر کہا۔

"جاؤ۔ نکل جاؤ یہاں سے۔ بھاگ جاؤ۔"

وہ سب اٹھ کر چل گئیں۔ راجہ صاحب نے ایک ہی سانس میں گلاس خالی کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"میرا منہ کیا دیکھ رہی ہے، دروازہ بند کر دے۔"

میں نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

"اب یہاں آکر مجھے اپنے ہاتھوں سے پلا۔"

میں نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"رانی جی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو پلا کر مدہوش کر دوں اگر میں نے ایسا نہ کیا تو وہ مجھے جان سے مار ڈالیں گی۔"

"کیا؟" وہ غرا کر بولے۔ "کیا لکشمی یہاں آئی تھی؟"

"اگر رانی جی کا نام لکشمی ہے تو وہ یہاں آئی تھیں۔"

"میں اُسے شوٹ کر دوں گا۔" دوسرا گلاس اٹھا کر انہوں نے پیا۔ پھر کہا۔ "وہ رانی ہے، میں راجہ ہوں۔ اسے دھکے دے کر یہاں سے نکال دوں گا۔ وہ اتنی نڈر ہو گئی ہے کہ مجھ سے بھی لڑ رہی تھی کہ میں تجھے یہاں سے نکال دوں۔ نہیں تو وہ مجھے بھی قتل کر دے گی۔ کبھی اس کے باپ نے بھی کسی کو قتل کیا ہے۔ ہا ہا ہا.... مجھے قتل کریگی۔ مہاراج ادھیراج راجپیت راتے کو قتل کرے گی۔ الو کی پٹھی....."

انھوں نے دوسرا گلاس بھی خالی کر لیا۔ میں نے کہا۔

"رانی جی کے تیور بہت خراب تھے مہاراج۔ مجھے دو طرف سے خطرہ ہے۔ ایک تو رانی جی سے۔ وہ دوسرا اس کالی بلّی سے....."

وہ گلاس پٹخ کر غصّہ سے بولے۔

"وہ بلّی اب تک مر چکی ہو گی۔ میرے سامنے اس کا نام نہ لے۔"

"شما کیجئے مہاراج! وہ چڑیل مجھے پہلے بھی پریشان کر چکی ہے وہ کسی مرد کو میرے قریب نہیں آنے دیتی۔ کسی نہ کسی بہروپ میں میرے پاس چلی آتی ہے۔ آپ کسی سپاہی کو بُلا کر حکم دیجئے کہ اس کمرے کے آس پاس کسی انسان یا جانور کو نہ آنے دیں۔ یہاں تک کہ آپ کے محل کی کوئی داسی بھی اس دروازے کے قریب نہ آئے۔"

وہ گھور کر مجھے دیکھنے لگے۔ دو گلاس کا نشہ ان کی آنکھوں سے بول رہا تھا۔ انھوں نے جھوم کر کہا۔

"سپاہی کو بُلا تو۔"

میں نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ باہر دو سپاہی پہرہ دے رہے تھے ان کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ حدِ نظر تک محل ویران تھا۔ راجہ صاحب نے کہا کہ کسی جانور کو اور ملازم یا ملازمہ کو اس کمرے کے قریب نہ آنے دیا جائے۔ پھر میں نے دروازے کو بند کر دیا اور ان کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"آج رات آپ رانی جی سے نمٹ لیں گے مگر آپ کے جنسی جذبے کو بعد میں مجھے بدلہ لینا ہو گا۔"

"نہیں لے گی۔ اس کی کیا مجال ہے کہ وہ میری پسند کی کسی چیز کو ہاتھ لگا سکے۔ صرف میں ہاتھ لگا سکتا ہوں۔ اُف! اتنا وقت ضائع ہو گیا اور ابھی تک میں نے تجھے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ ذرا سا تجھے نہیں دیکھا کہ تم کتنی کومل ہو۔"

وہ ٹرالی کے پاس سے لڑکھڑاتے ہوئے آگے بڑھے۔ میں نے آگے بڑھ کر انھیں سہارا دیا۔

"بکواس مت کرو!" رانی جی کی آواز کمرے کے باہر سنائی دی۔ پھر ایک سپاہی کی آواز آئی۔

"ہم آپ کے سیوک ہیں میگر مہاراج کا حکم ہے کہ یہاں کوئی بھی آئے۔"

"یو شٹ اپ۔ آ!" رانی جی گرج رہی تھیں۔ "میں کوئی داسی نہیں رانی ہوں چلے جاؤ یہاں سے ورنہ تم سب کو اسٹیٹ سے باہر کر دوں گی۔"

سپاہیوں کے جوتے فرش پر بجتے ہوئے دور چلے گئے۔ وہ ملازم تھے راجہ اور رانی کے جھگڑوں میں نہیں پڑ سکتے تھے۔ شاید اسی لیے چپ چاپ وہاں سے چلے گئے تھے۔ راجہ صاحب غصّہ سے دروازہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر چیخ کر بولے۔

"لکشمی! یہاں سے چلی جاؤ ورنہ بہت بُرا ہو گا۔"

"اب کون سا بھلا ہو رہا ہے؟" وہ دروازہ پیٹتی ہوئی بولی۔ "کھولیے..... دروازہ کھولیے....."

"تم سیدھی طرح نہیں مانو گی۔" وہ طنطناتے ہوئے آگے بڑھے اور دروازے کو ایک جھٹکے سے کھول دیا۔ پھر ان کے کچھ کہنے سے پہلے رانی جی نے چرکھٹ پار کی۔ کمرے کی تیز روشنی میں میں نے ایک جھلک دیکھی اس کے ساتھ ہی راجپیت راتے کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ ان کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے آتے۔ سیدھے کو علم نہیں تھا۔ اسی لیے ہم بلا روک ٹوک محل کے باہر آگئے۔ باہر ایک بگھی کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی اگلی سیٹ پر کوچوان بیٹھا ہوا تھا۔ میں بھی پچھلی سیٹ کی طرف جانے لگی تو رانی جی نے میرا بازو پکڑ لیا۔ اس کا چمکتا ہوا چہرہ سُرخ لہو میں ڈوبا ہوا تھا۔ اب وہ بڑی آسانی سے مجھ پر الزام لگا سکتی تھی کہ میں نے اپنی عزت بچانے کے لیے راجہ راجپیت راتے کو قتل کر دیا ہے۔

اس وقت میری بھلائی اسی میں تھی کہ میں رانی جی کے حکم پر چلوں۔ میں فوراً ہی کمرے سے باہر آگئی۔ رانی جی نے دروازے کو بند کیا اور مجھے اپنے پیچھے آنے کا حکم دے کر آگے بڑھ گئیں۔ آگے راہداری کے ایک موڑ پر دو سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ رانی جی کو دیکھتے ہی ادب سے جھک گئے۔ وہ تحکمانہ لہجے میں بولیں۔

"مہاراج نے بہت زیادہ پی لی ہے۔ اب ان کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ صبح تک آرام کریں۔ میں نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا ہے۔ تم دونوں کی ڈیوٹی وہاں صبح تک رہے گی۔ نہ تم دروازہ کھولو گے اور نہ ہی کسی کو دروازہ کھول کر اندر جانے کی اجازت دو گے۔ جاؤ!"

وہ دونوں راجہ صاحب کے کمرے کی طرف جانے لگے۔ رانی جی مجھے اپنے کمرے میں لے آئیں اور میرے ریشم کے باریک لباس کو دیکھ کر بولیں۔

"اونہہ! مرد کو دیوانہ بنانے کے لیے اپنے حسن و شباب کی نمائش کرتی ہے حرامزادی! اُتار دے اس لباس کو۔ اس الماری سے کوئی سادہ سی ساڑھی نکال کر پہن لے۔ اب یہاں تیرا چھنال پن کام نہیں آئے گا۔"

میں ان کی گالیاں سنتی رہی اور الماری سے ساڑھی نکال کر پہنتی رہی۔ جی تو یہی چاہتا تھا کہ اسے جلا کر راکھ کر دوں۔ مگر صبر کر رہی تھی کیونکہ اب وہی ایک عورت ایسی تھی جو مجھے اس محل کے قید خانہ سے نکال کر لیجا سکتی تھی۔ میں نے کہا۔

"میرا ایک ساتھی اس محل میں ہے۔ مجھ پر ایک دیا اور کیجئے اسے میرے ساتھ کر دیجئے۔ میں اسے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی۔"

وہ حقارت سے بولیں۔

"میں جانتی ہوں، ایک چھنال اپنے یار کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ وہ باہر تیرا انتظار کر رہا ہے۔ چلی آ میرے ساتھ....."

میں ان کے پیچھے چلنے لگی۔ محل کی داسیاں اور پہریدار جہاں بھی نظر آتے، سب نے ادب سے جھک کر ہمیں جانے کے راستہ دے دیا۔ رانی جی

"پھر کہاں جائیں گی؟"

"تمہارے ساتھ۔"

"مگر ہمارا تو کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔"

وہ یک بیک قہقہہ لگا کر بولیں۔

"ہم تینوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ میں راجہ راجیت رائے کی قاتل ہوں اور تمہیں وہاں سے بھگا کر لائی ہوں۔ اور تم دونوں پولیس انسپکٹر کے قاتل ہو۔"

میں نے چونک کر پوچھا۔

"آپ کیسے جانتی ہیں کہ ہم نے کسی پولیس انسپکٹر کو....."

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ چھیڑتے ہوئے لہجے میں بولیں

"تیرا کچا چٹھا میں نہیں جانوں گی تو اور کون جانے گا۔ اب تو میرا اور تیرا جنم جنم کا ساتھ ہے میری بوڑھی چھیا۔ کیا تو نے اپنی پیاری، اکلوتی اور جیتی جاگتی ماں کو اب تک نہیں پہچانا....."

میں گھبرا کر اس کی صورت دیکھنے لگی۔ پھر ہکلا کر بولی۔

"تت.... تم۔ سامی ہو....."

اس کی ہنسی تیز خنجر کی طرح میرے سینے میں اتر رہی تھی۔

میں حیرانی اور پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

میرے سامنے امنا ڈاکی رانی لکشمی دیوی کی کار چلا رہی تھی اور اس لکشمی کے اندر سے سامی بول رہی تھی۔

"راجہ کے سپاہی مجھے زندہ دفن کرنے لے گئے تھے۔ جیسے ہی انہوں نے مجھے گڑھے کے اندر پھینک کر مجھ پر مٹی ڈالنی شروع کی میں بلی کا جسم چھوڑ کر سیدھی راج محل میں واپس چلی آئی۔ رانی لکشمی دیوی کے کمرے کے پاس سے گذرتے ہوئے میں نے دیکھا۔ وہ ہاتھ میں تیزاب کی بوتل لئے اپنی داسی سے کہہ رہی تھیں کہ وہ ابھی راجہ صاحب کے کمرے میں جائیں گی اور تمہارے چہرے پر تیزاب پھینک دیں گی۔

تمہارا چہرہ۔ یعنی میرا چہرہ ۔۔۔ تم نے اگر میرا جسم چھین لیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میرا جسم اور میرا چہرہ تمہارا ہو گیا ہے۔ آج نہیں تو کل میں اپنا یہ جسم تم سے چھین لوں گی۔ بہرحال رانی میرے چہرے پر تیزاب پھینک کر مجھے بدصورت بنانا چاہتی تھیں۔ تاکہ راجہ صاحب مجھے یعنی تمہیں دھتکار دے کر وہاں سے نکال دیں۔

میں یہ کیسے برداشت کرتی۔ یہ تیزاب پھینکنا تو دور کی بات ہے میں تو کسی مرد یا کسی دشمن عورت کو اپنے جسم کے قریب پھٹکنے بھی نہیں دیتی۔ میں نے اسی وقت تمہارے سکھائے ہوئے منتروں سے رانی کی روح نکال کر انہیں مردہ بنا دیا۔ فرش پر ان کی لاش گر پڑی۔ داسی گھبرا کر ان کے پاس آئی۔ مگر اس سے پہلے ہی میں اس جسم میں داخل ہو گئی تھی میں نے آنکھیں کھول کر کہا۔

"گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ یک بیک میرا سر چکرا گیا تھا۔ اس لئے گر پڑی۔"

پھر میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اس عورت پر تیزاب نہیں پھینکوں گی۔ مجھے کہیں سے ایک خنجر لا کر دے ۔۔۔ اور اس خنجر کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے کمرے سے نکل کر ایک سپاہی سے کہا کہ میری کار محل کے دروازے پر لے آئے اور راجہ صاحب کی داشتہ کے ساتھ جو کیدار ہے وہ بھی آیا ہے اسے کار تک پہنچانے میں ابھی آتی ہوں۔

سپاہی بھی چلا گیا۔ داسی ایک خنجر لے کر آ گئی۔ میں نے اس سے کہا

"کل صبح تمہیں منہ مانگا انعام دوں گی۔ تم اپنی زبان بند رکھو اور یہاں سے چلی جاؤ۔"

اس کے جانے کے بعد میں راجہ صاحب کے کمرے کی طرف چلی۔ جو کچھ بھی ہوا۔ اسے تو نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے چھیا! میں اب تیرا جنم ہوں۔ مجھے دشمنی نہ کر۔ چپ چاپ میرا جسم مجھے واپس کر دے۔ ہم۔ تم ہو جائے گا۔"

میں غصہ سے دانت پیستے ہوئے سامی کو گھور کر دیکھنے لگی۔ میری نہیں آ رہا تھا کہ میں اس کی روح کے ساتھ کیا چھیڑ چھاڑ کروں۔ کیدار نے پیچھے بڑھ کر اس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا۔

"چھیا۔ میں اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالوں گا۔ اس جسم کے ٹکڑے اس جنگل میں جب تک یہ دوسرا جسم تلاش کرے گی۔ اس وقت تک بہت نکل جائیں گے۔"

سامی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بیوقوف۔ بکار کا اسٹیرنگ میرے ہاتھوں میں ہے۔ اس جسم کے سے پہلے ہی میں کار کو کسی گڑھے میں گرا دوں گی۔ اس کے بعد میری اور محفوظ رہے گی۔ اور تو ٹرک میں چلا جائے گا۔"

میں نے کیدار کو ڈانٹ کر کہا۔

"اسے چھوڑ دے ۔۔۔ تو کیا سمجھتا ہے۔ کیا اس جنگل میں سے کسی جانور بھی نہیں ملے گا؟ یہ کیا تو بھول گیا کہ ہم پہلی بار اسے جنگل میں چھوڑ کر آئے تھے۔ بن کر آ گئی تھی۔"

پھر میں نے سامی سے کہا۔

"اگر تو مندی ہے تو میں بھی ضدی ہوں۔ میں دیکھوں گی کہ تو کہاں اور کہاں تک میرا پیچھا کرے گی؟"

"میں اس دنیا کے آخری سرے تک تیرا پیچھا کروں گی۔ میں اپنے بغیر اپنے ماں باپ کے پاس واپس نہیں جا سکتی۔ کسی دوسری لڑکی جاؤں گی تو وہ مجھے پہچاننے سے انکار کر دیں گے۔ اس دنیا میں نہ پہچان نہیں ہوتی۔ ماں باپ بھی اپنی اولاد کو اس کے جسم سے پہچانتے کہتی ہوں کہ میرا جسم مجھے واپس کر دے۔ نہیں کرے گی تو ہمیشہ اسی کا بوجھ ڈھوئے بھٹکتی رہے گی۔ میں کبھی تجھے سکون سے نہیں رہنے دوں گی۔"

"اونہہ۔" میں نے طنزیہ کہا۔ "میرا سکون برباد کرنے والی تو کب ہے۔ دن رات میرے پیچھے بھاگ رہی ہے۔ اور تو اسی طرح پریشان مجھے دربدر پہنچتے دے۔ پھر میں تجھ سے ایسا انتقام لوں گی کہ تو میرا پیچھا کرنا بھی دہ ہنستی ہوئی بولی۔

"دیکھی دور ہے۔ ابھی تو میں تجھے ناگپور لے جا رہی ہوں۔ وہاں

تم دونوں کی تلاش میں ہے۔ تو جانتی ہے کہ میرے ڈیڈی کمشنر ہیں۔ میں ان کے سامنے ثابت کر دوں گی کہ تو نے میرا جسم چھین لیا ہے میں تمہارے عدالت میں یہ تماشہ دکھاؤں گی کہ ہم دونوں کی روحیں کس طرح دوسرے جسموں میں منتقل ہو جاتی ہیں۔"

میں پریشان ہو کر کبھی اسے اور کبھی سامنے راستے کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ مجھے ایک نئی مصیبت میں پھنسانے کے لئے اسی جگہ لے جا رہی تھی جہاں سے ہم بھاگ کر آئے تھے۔ میں نے چیخ کر کہا۔

"گاڑی روک دے میں ناگپور نہیں جاؤں گی۔"

وہ قہقہے لگانے لگی۔ اس کے قہقہے بتا رہے تھے کہ اس تیز رفتار گاڑی میں ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ لگاڑیں گے تو گاڑی الٹ جائے گی اور کیدار کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی میں اور سامی کسی دوسرے جسم میں زندہ رہ جائیں گے لیکن سامی کا یہ حسین جسم جسے میں اتنی مصیبتیں جھیل کر بھی اپنائے ہوئے تھی۔ یہ کار کے حادثہ میں برباد ہو جاتا میں کسی قیمت پر بھی یہ گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ اس بدن میں ذرا سی بھی خراش آئے۔ اور نہ ہی سامی یہ پسند کر سکتی تھی کہ اسے کوئی نقصان پہنچے میں نے چونک کر کہا۔

"تو ہمیں صرف دھمکی دے رہی ہے۔ تو اس گاڑی کو کسی گڑھے میں نہیں گرا سکتی کسی درخت سے نہیں ٹکرا سکتی۔ ایسا کرے گی تو صرف کیدار نہیں مرے گا تیرا یہ جسم بھی زخمی ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں یا سر پھٹ جائے یا چہرہ بگڑ جائے۔ کیا تو پسند کرے گی کہ اس پر ہلکی سی خراش بھی آئے؟"

وہ کاڑی کی رفتار کچھ اور بڑھاتی ہوئی بولی۔

"میرا جسم بھی میرے پاس نہیں ہے۔ تیرے پاس ہے۔ تو اچھی طرح سمجھتی ہے کہ اس جسم میں کتنی تڑپ ہے۔ تو خود ہی اسے برباد کرنا نہیں چاہے گی۔ اگر چاہتی ہے تو کیدار سے بول کر وہ مجھے ہاتھ لگائے۔ میں ابھی اس گاڑی کو کسی درخت سے ٹکراتی ہوں۔"

میں جھنجھلا کر غصہ سے بھینچ کر اسے غصہ سے دیکھنے لگی۔ وہ کم بخت بہت چالاک تھی۔ میرے خیالات کو سمجھتی تھی کہ میں خود ہی اس جسم کی تباہی پسند نہیں کروں گی میں بڑی بے بسی سے سامنے راستے کی طرف دیکھنے لگی۔ کار تیزی سے دوڑ رہی تھی اور ایک نئی مصیبت اتنی ہی تیزی سے ہمارے قریب آ رہی تھی۔

کیدار نے کھڑکی کے باہر جھانک کر راستے کے کنارے سنگ میل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ناگپور میں میل پر ہے۔ چھیا جلدی فیصلہ کر۔ یہ جسم تجھے تھانے کچہری تک لے جائے گا۔ چھوڑ دے اس منحوس بدن کو۔ اس سنسار میں سامی سے بھی زیادہ سندر لڑکیاں ہیں۔ تو اسی کے لئے کیوں پاگل ہو گئی ہے؟ چھوڑ دے اسے۔ میں ابھی اس کی خبر لیتا ہوں۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ میں کار کے حادثہ میں مر جاؤں گا یا زخمی ہو جاؤں گا۔ کچھ بھی ہو میں پولیس کے ہاتھوں میں نہیں جانا چاہتا۔"

یہ کہہ کر اس نے سامی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں نے جلدی سے کہا۔

"ٹھہر جا۔ نادانی نہ کر۔ جب تک مجھے اس سے زیادہ خوبصورت جسم نہیں ملے گا میں اسے نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ مجھے ذرا سوچنے دے کہ میں تیرے بچاؤ کے لئے کیا کر سکتی ہوں۔"

کیدار نے جھنجھلا کر پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تیرے سوچتے سوچتے ہم ناگپور پہنچ جائیں گے۔ سمجھنے کی کوشش کر چھیا! ہم نے کوئی معمولی جرم نہیں کیا ہے۔ ہم قاتل ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کار کی رفتار دھیمی ہونے لگی پھر وہ گاڑی ہلکے ہلکے جھٹکے کھا کر آگے بڑھنے لگی۔ ہمارے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی سامی نے ایک جھٹکے سے گاڑی روکی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ پھر اس نے دور جا کر چیختے ہوئے کہا۔

"چھیا۔ اپنے نصیب اچھے ہیں۔ پٹرول ختم ہو چکا ہے۔ چل باہر آ جا۔"

یہ سنتے ہی کیدار دروازہ کھول کر جلدی سے باہر نکلا۔ وہ چیخنے کے لئے دوڑا۔ وہ پلٹ کر بھاگنے لگی۔ میں بھی کار سے باہر آ کر ان کے پیچھے دوڑنے لگی۔ اب وہ آگے آگے تھی۔ اس کے پیچھے کیدار اور کیدار کے پیچھے میں بھاگ رہی تھی۔ میں نے چیخ کر کہا۔

"کیدار۔ اسے بچ کر نہ جانے دینا۔ یہ کسی ناری کے جسم میں رہے گی تو ہمیں تھانے کچہری تک پہنچا دے گی۔ اسے کسی جانور کے جسم میں ہی رہنا چاہئے۔"

میں اندھیرے میں سنبھل سنبھل کر بھی تیزی سے چل رہی تھی۔ کبھی دوڑ رہی تھی وہ دونوں مجھے نظر نہیں آ رہے تھے۔ مگر مجھ سے زیادہ دور بھی نہیں تھے ان کے بھاگتے ہوئے قدموں سے اور جھاڑیوں کی مسلسل سرسراہٹ سے پتہ چل جاتا تھا کہ وہ کس طرف جا رہے ہیں۔

نہ جانے ہم کتنی دیر تک اور کتنی دور تک بھاگتے رہے۔ نہ وقت کا پتہ چل رہا تھا اور نہ ہی یہ معلوم ہو رہا تھا کہ ہم کتنا فاصلہ طے کر چکے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟ البتہ میں بری طرح ہانپنے لگی تھی۔ سامی رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا رہی تھی کبھی درختوں کی آڑ میں چھپ جاتی تھی۔ کبھی جھاڑیوں میں جا کر گم ہو جاتی تھی کیدار تیزی سے دوڑنے کے باوجود اسے پکڑنے میں ناکام ہو رہا تھا۔

پھر میں نے جنگل کے سناٹے میں کیدار کی چیخ سنی۔ آواز قریب ہی سے آئی تھی میں بھاگتی ہوئی ادھر پہنچی تو سامی اپنے ہاتھوں میں ایک درخت کی ٹوٹی ہوئی شاخ پکڑے ہوئے تھی۔ کیدار زمین سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے اٹھنے سے پہلے ہی سامی نے اس کے سر پر اس ٹہنی سے حملہ کر دیا۔ وہ پھر گرا۔ وہ پھر اس کی طرف لپکی تو وہ ٹہنی پھینک کر بھاگنے لگی میں کیدار کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کراہتے ہوئے کہا۔

"میری فکر نہ کر۔ اسے کسی طرح پکڑ لے۔ میں تیرے پیچھے آ رہا ہوں۔"

میں اسے چھوڑ کر سامی کے پیچھے بھاگی۔ وہ آگے جا کر ذرا سانس درست کرنے کے لئے آہستہ آہستہ چل رہی تھی اور پیچھے پلٹ کر دیکھتی جاتی تھی۔ میرے قدموں کی آواز سن کر اس نے سمجھا کہ کیدار آ رہا ہے۔ اس لئے بدک کر بھاگنے لگی

Waqar Azeem Pakistani Point.com

میں نے چیخ کر کہا۔

"سؤر کی بچی۔ مجھ سے بچ کر کہاں جائے گی میں کیدار نہیں ہوں کہ تُو مجھ پر حملہ کرے گی۔ کرے گی تو اپنے ہی جسم کو نقصان پہنچائے گی۔"

اور یہ سچ بھی تھا۔ میں اس کے جسم میں اس کا پیچھا کر رہی تھی۔ اور وہ پلٹ کر مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ آگے جا کر گنے کے کھیت آ گئے۔ اسی جگہ پہنچ کر میں نے اسے پکڑ لیا۔ اس نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی۔ مگر میں اس سے لپٹ گئی۔ میری کوشش یہی تھی کہ میں اسے نیچے گرا دوں اور جب تک کیدار نہ آئے اسے اپنی گرفت میں دبوچ کر رکھوں۔

پھر وہ جیسے جان بوجھ کر گر پڑی۔ اور ہم ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو کر لڑھکنے لگے۔ کبھی وہ میرے نیچے آ جاتی تھی کبھی میں نیچے چلی آتی تھی۔ ایسے وقت وہ کوشش کرتی تھی کہ میرے جسم کو تکلیف نہ پہنچے۔ اس کے لئے بڑی مصیبت ہو گئی تھی۔ وہ مجبوراً اپنے ہی جسم سے لڑ رہی تھی میں نے کئی بار اس کے چہرے کو نوچا کھسوٹا۔ اپنے ناخنوں سے خراشیں ڈال دیں۔ مگر اس نے ایک بار بھی اپنے ناخنوں سے حملہ نہیں کیا۔ بلکہ یہی کوشش کرتی رہی کہ زمین پر گرنے کے بعد میرے جسم کو کوئی نقصان یا تکلیف نہ پہنچے۔

رات کی خاموشی اور تاریکی میں دو عورتیں لڑ رہی تھیں۔ آکاش کے تارے مٹماتے ہوئے اس عجیب و غریب لڑائی کو دیکھ رہے تھے۔ میں چھمیا تھی اور رانی لکشمی دیوی کے جسم کو نوچ کھسوٹ رہی تھی۔ وہ سامی تھی اور سامی کے ہی جسم سے لڑتے ہوئے اس جسم کی حفاظت کر رہی تھی۔

اتنے میں دور سے کیدار کی آواز سنائی دی۔

"چھمیا۔ تُو کہاں ہے؟"

اس کی آواز سنتے ہی سامی نے مجھے ٹانگوں پر رکھ کر ایک طرف اچھال دیا اتنی دیر کی لڑائی میں وہی ایک زیادتی اس نے مجھ پر کی تھی۔ پھر وہ اٹھ کر گنّے کے کھیتوں میں گھس گئی۔ میں نے کیدار کو آواز دیکر کہا کہ ہم گنّے کے کھیتوں میں ہیں سیدھے چلے آؤ۔ یہ کہہ کر میں نے دور اندھیرے میں اسے دیکھنے کی کوشش کی۔ وہ مجھے نظر نہیں آیا لیکن اس کی کراہیں مجھ تک پہنچ گئیں۔ میں سمجھ گئی کہ اسے سخت چوٹیں آئی ہیں اور وہ اس وقت دوڑ بھاگ کے قابل نہیں ہے۔

میں پلٹ کر کھیتوں میں گھس گئی تھوڑی دور پر مجھے سرسراہٹ سے سانپ کی دی میں اس آواز کی سمت بڑھنے لگی۔ قدآور گنوں کے درمیان سے گذرتے وقت سرسراہٹ کی ایسی آوازیں ابھر رہی تھیں کہ سامی کے بھاگنے کی سمت کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ میں کچھ دور چلنے کے بعد رک جاتی تھی۔ اس کی آواز سنتی تھی پھر جہاں سے سرسراہٹ کی آواز سنائی دیتی۔ اس طرف بڑھ جاتی۔ آخر اس کھیت سے گذر کر جب میں باہر آئی تو دور ایک کچّے مکان کی کھڑکی سے لالٹین کی روشنی دکھائی دی۔ ہم کسی بستی کے قریب پہنچ گئے تھے۔

میں نے بستی کی طرف زیادہ دھیان نہیں دیا۔ اس وقت سامی میرے سامنے کچھ دور زمین پر بیٹھی ہوئی اپنے پاؤں کے ایک ٹخنے کو پکڑے کراہ رہی تھی شاید اسی کے پاؤں میں موچ آ گئی تھی۔ میں نے لپک کر پھر اُسے دبوچ لیا۔ پتہ نہیں

درمیان جدوجہد شروع ہو گئی۔ میں اسے مار رہی تھی اور اپنے ناخنوں سے اُسے نوچ کھسوٹ رہی تھی۔ وہ میرے نیچے دبی ہوئی جوابی حملہ کرنے کی بجائے خود کو بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔

اسی وقت قریب ہی کہیں سے "میاؤں" کی آواز سنائی دی۔

بستی کی کوئی بلّی اُدھر آ نکلی تھی۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ میرے سے دبا ہوا رانی لکشمی دیوی کا جسم بے جان ہو گیا ہے میں اس سے الگ ہو کر اِدھر اُدھر تاریکی میں گھورنے لگی۔

"میاؤں۔ میاؤں۔۔۔۔" آواز دور ہوتی سنائی دی۔

پھر گنّے کے کھیتوں سے سرسراہٹ ابھری۔ میں نے پلٹ کر دیکھا کیدار لڑکھڑاتا ہوا آ رہا تھا میں دوڑ کر اس کے پاس گئی اور اسے بتایا کہ سامی نے رانی جی کا جسم چھوڑ دیا ہے۔ شاید پھر کسی بلّی کے جسم میں چلی گئی ہے۔ کیدار نے یہ سنتے ہی ایک بڑا سا پتھر اُٹھایا اور رانی لکشمی دیوی کے جسم کو کچلنے کے لئے چلا گیا۔

بلّی کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی اور میرا دل گھبرا رہا تھا۔ حالانکہ میں یہی چاہتی تھی کہ وہ کسی جانور کے جسم میں چلی جائے اور پولیس والوں سے ہمارے خلاف شکایتیں نہ کر سکے۔ مگر پھر بلّی بن کر اُس نے کیسے ہنگامے کئے تھے۔ انہیں میں بھول نہیں سکتی تھی۔ اسے بھی بلّی ہی کا جسم اپسند آ گیا تھا۔ شاید اس لئے کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ چھلانگیں لگا سکتی تھی۔ دشمنوں کو پنجے مار سکتی تھی اور اُچھل کر کسی درخت کی بلندی پر یا کسی کمرے کے روشندان تک پہنچ سکتی تھی۔

اس وقت آکاش کے ایک کنارے سے چاند طلوع ہو رہا تھا۔ چاند کا چہرہ مُرجھا تھا۔ تاریکی آہستہ آہستہ چھٹ رہی تھی کیدار واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں سونے کے زیورات تھے۔ رانی لکشمی دیوی کی لاش کو کچلنے سے پہلے اس نے زیورات اُتار لئے تھے تاکہ انہیں بیچ کر کچھ عرصہ تک اطمینان سے زندگی گذار سکیں۔

اس نے پوچھا۔

"وہ بلّی کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں۔ وہ کہیں نظر نہیں آ رہی ہے۔"

"چھوڑو اسے۔ آؤ ہم چلیں۔ وہ خود ہی تیرا پیچھا کرے گی۔"

ہم بستی سے کترا کر جانے لگے بستی میں اس لئے نہیں گئے کہ وہاں ہمیں ایک کچلی ہوئی لاش چھوڑنی تھی۔ وہاں کے لوگ ہم پر ہی شبہ کرتے۔ بہت دور جانے کے بعد میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ ہمارے پیچھے آ رہی تھی۔ اس کا رنگ بھی سیاہ تھا اور چاند کی روشنی میں اس کی دونوں آنکھیں چمک رہی تھیں۔

اب ہم میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ ہم اس کالی بلّی کو پکڑنے کے لئے دوڑ لگاتے۔ کیدار زخمی تھا اور میں بُری طرح تھک گئی تھی۔ اس لئے وہ کم بخت بڑے اطمینان سے ہماری چھاتی پر مونگ دلنے چلی آ رہی تھی۔

آگے جا کر ایک ریل گاڑی نظر آئی۔ آؤٹر سگنل ڈاؤن نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس ویرانے میں کھڑی ہوئی تھی۔ ہم تیزی سے اُسی طرف دوڑنے لگے۔ کمپارٹمنٹ کی کھڑکیوں سے روشنی باہر آ رہی تھی۔ کچھ لوگ جھانک رہے تھے۔ کچھ دروازے پر کھڑے ہوئے سگنل کی طرف دیکھ رہے تھے پھر سگنل ڈاؤن ہو گیا۔ ہم قریب پہنچ گئے تھے اور انجن سیٹی دے کر حرکت میں آ گیا تھا۔ کیدار مجھے کھینچتے ہوئے لے جا رہا تھا۔ آخر دوڑتے دوڑتے ہم آخری ڈبّے کے پائدان پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔

ہم سے پہلے ہی وہ بلی پھسل رہی کھڑکی سے کمپارٹمنٹ کے اندر پہنچ گئی تھی۔

چھمیا ذرا دیر کے لئے خاموش ہو گئی۔

سامی کی داستان سُناتے ہوئے اسے پسینہ آ رہا تھا۔ وہ سامی کا جسم لئے میرے سامنے بیٹھی تھی اور سامی سے سہمی ہوئی تھی۔

میں رسّیوں میں جکڑا ہوا پیال کے بستر پر پڑا ہوا تھا اور سامی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اور اس کے متعلق بڑی محبّت اور عقیدت سے سوچ رہا تھا۔ وہ اپنی جدوجہد سے اپنی چالاکیوں سے اور اپنے عزم و استقلال سے میرے دل و دماغ پر چھا رہی تھی۔ کاش کہ وہ اپنے جسم میں موجود ہوتی اور میں مرنے سے پہلے ایک بار اُس شیرنی کو اس حسین سراپا میں مکمل ہوتے دیکھ لیتا۔ کاش۔۔۔۔۔!

دوسرے کمرے میں خاموشی تھی۔ کیدار منتر نہیں پڑھ رہا تھا۔ چھمیا میرے پاس سے اٹھ کر کیدار کے پاس چلی گئی۔ میں پھر رسّیوں کو توڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ سَو بے سُود کوششیں تھیں۔ میرا جسم زخموں سے چُور تھا اور رسّیاں بہت مضبوط تھیں۔ ہذیانی صرف حوصلوں سے نہیں ٹوٹتیں۔ اس کے لئے جسمانی قوّت کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے میں بہت کمزور ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کیدار کے منتر پڑھنے کی آواز آنے لگی۔ پھر چھمیا چھم چھم پائل بجاتی ہوئی میرے پاس آ گئی میں نے کہا۔

"تم سامی کو کالی بلّی کے جسم میں قید کرنے کے لئے میری بھینٹ دینا چاہتی ہو۔ مگر میں زخمی ہوں۔ زخمی جانور ہو یا زخمی انسان اس کی بھینٹ سوبھ کا نہیں دی جاتی۔"

وہ میرے پاس بیٹھتی ہوئی بولی۔

"جب تمہاری بھینٹ دینے کا وقت آئے گا تو تمہارے جسم پر ایک زخم بھی نہیں رہے گا۔ تم تندرست ہو جاؤ گے۔ جادو دو طرح کے ہوتے ہیں۔ کالا جادو اور سفید جادو۔ کالا جادو دشمنوں سے انتقام لینے اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لئے سیکھا جاتا ہے اور سفید جادو کے ذریعہ دوسروں کو فائدہ پہنچایا جاتا ہے۔ کیدار سفید جادو کا منتر جانتا ہے جس سے ایک انسان کی بیماری کو کسی جانور کے جسم میں منتقل کیا جاتا ہے۔ وہ تمہارے تمام زخموں کو ایک کتّے کے جسم میں منتقل کر دے گا۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"یعنی بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ میری قربانی لازمی ہے۔"

"ہاں۔ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ آج تمہیں اور سامی کو میرے منتروں سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔"

"اُوہ سامی سوا۔" میں نے دل کی گہرائیوں سے اس کا نام لیا اور کہا۔

"تم سامی کے متعلق کبھی نہ کہو۔ وقت اچھا گذر رہا ہے۔ اس کی جرأت اور مستقل مزاجی کے واقعات سن کر میں اپنی موت کو بھول جاتا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ اس ٹرین میں ہوا ہونے کے بعد کیا ہوا۔ پہلے اس کمپارٹمنٹ میں تم دونوں اسے نہیں پکڑ سکتے تھے۔"

"نہیں۔" چھمیا نے جواب دیا۔ "اس میرے درجے میں بہت سے مسافر تھے۔ ہم ان کے سامنے ایک بے زبان بلّی سے دشمنی نہیں کر سکتے تھے۔ پھر یہ کہ کیدار زخمی تھا۔ رانی لکشمی دیوی کے جسم سے لڑنے کے باعث میرے کپڑے بھی مٹی ہو گئے تھے۔ سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ہماری حالت دیکھ کر مسافروں نے پوچھا کہ ہم کہاں سے آ رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔

"ہم امنارا اسٹیٹ سے آ رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے ہمیں گھیر لیا۔ میرے پتی دیو نے بڑی بہادری سے ان کا مقابلہ کیا تھا اور مجھے میرے زیورات سمیت بچا کر یہاں تک لے آئے۔۔۔۔۔"

اس وقت میرے دماغ میں جو آیا۔ وہ کہہ گئی۔ مسافروں نے ہم سے ہمدردی کی کسی نے منہ ہاتھ دھونے کے لئے پانی دیا۔ کسی نے کھانا لا کر آگے رکھ دیا۔ میں نے اور کیدار نے منہ ہاتھ دھو کر اپنا حلیہ درست کیا۔ ہمیں بھوک نہیں تھی پھر بھی تھوڑا بہت کھا لیا۔ بدقسمتی سے وہ ٹرین ناگپور کی طرف جا رہی تھی ہم کاٹھ کے اسٹیشن پر اُتر گئے۔ وہاں سے ہم دوسری ٹرین پر سوار ہوئے۔ وہ ٹرین اجمیر اور اگرہ ہوتی ہوئی امرتسر جا رہی تھی۔ دوسری رات اجمیر پہنچ کر ہم نے پھر ٹرین بدلی اور دہلی پہنچ گئے۔

سامی ہمارے ساتھ لگی رہی۔ میں نے کیدار کو سمجھا دیا تھا کہ وہ اُسے نہ چھیڑے۔ اب میں کچھ نہ کچھ منتر سیکھ کر اسے اپنے قابو میں کرنا چاہتی تھی۔ دہلی میں میرے ایک گرو مہاراج ہیں۔ وہ کالے جادو کے بہت بڑے گُنی اور کرم کاری ہیں میرے دیس کے بڑے بڑے جادوگران کے آگے ڈنڈوت کرتے ہیں۔ میں پندرہ برس کی عمر سے اُن کی رکھیلی تھی۔ وہ رات کو مجھے داسی بناتے تھے اور صبح باسی بنا کر دھتکار دیتے تھے۔ بارہ برس تک میری جوانی کو کیڑے کی طرح چاٹنے کے بعد انہوں نے مجھے تھوڑا سا علم سکھایا تھا۔ ایسا علم کہ جس کے ذریعہ آج میں دوبارہ جوان ہو گئی ہوں۔

میں سامی کے جسم میں گرو مہاراج کے پاس پہنچی تو وہ اچنبھے سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگے جب میں نے ڈنڈوت کیا اور انہوں نے میرے ساتھ کیدار کو دیکھا تو پہچان گئے کہ میں چھمیا ہوں۔ وہ اسّی برس کے بڑھے ہیں۔ اتنے کہ دو برس کو اپنے بستر سے اٹھ نہیں سکتے۔ انہوں نے اپنے پاس بلا کر مجھے بٹھایا اور اپنے لرزتے ہوئے ہاتھ سے مجھے چھو کر کہا۔

"آہ! میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور تو بہ جوانی کے کرائی ہے۔ میرے کسی کام کی نہیں ہے۔ پر مجھے خوشی ہے کہ میرا دیا ہوا علم تیرے کام آ گیا۔ بول! میں تیرے لئے اور کیا کر سکتا ہوں۔"

میں نے کچھ کہنے سے پہلے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں کالی بلّی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے کیدار سے کہا۔

"تُو باہر چلا جا۔ اُس بلّی کا خیال رکھنا یہاں نہ آنے پائے۔ بلکہ باہر سے دروازہ بند کر دے۔"

وہ بلّی کو دھتکارتا ہوا باہر چلا گیا۔ وہ دیکھ چکی تھی کہ میں ایک بوڑھے

کے پاس ہوں۔ اور اس کے دیئے ہوئے جسم پر کسی گناہ کی سیاہی نہیں لگے گی۔ وہ چپ چاپ باہر چلی گئی۔ کیدار نے دروازہ کو باہر سے بند کر دیا۔ پھر میں نے کہا۔

"مہاراج۔ آپ نے اس بلی کو دیکھا ہے۔ وہ بلی نہیں ایک بلا ہے جو میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔۔۔۔"

میں انہیں شروع سے تمام واقعات بتاتی رہی اور وہ سنتے رہے پوری داستان سننے کے بعد انہوں نے کہا۔

"تجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ تو سامی کے سامنے کیدار سے منتر پڑھواتی رہی۔ وہ مورکھ کا مورکھ ہی رہا اور اس چالاک لڑکی نے منتروں کو سیکھ لیا۔"

گرو مہاراج بہت مکدر ہو گئے تھے۔ باتیں کرتے وقت بھی ہانپنے لگتے تھے۔ وہ ذرا دیر تک اپنی سانسیں درست کرتے رہے پھر بولے۔

"تجھے یاد ہو گا میں نے تجھ سے کہا تھا کہ آتما کو ایک شریر (جسم) سے دوسرے شریر میں لے جانے کا منتر مجھے نہیں سیکھنا چاہیئے۔ مرنے کو مارنے کا کام یم راج کا ہے اور جلانے کا کام بھگوان کا۔ ہم اس گیان تک پہنچ کر سکھ چین سے نہیں رہ سکتے۔ میں نے بھی کتنے ہی شریر بدلے ہیں۔ اپنی عمر سے زیادہ زندگی گذار رہا ہوں۔ اب بھی چاہوں تو کسی جوان مرد کے شریر میں جا کر پھر ایک نیا جیون اپنا سکتا ہوں۔ مگر میں زندہ رہتے رہتے تھک گیا ہوں۔ اس سنسار میں ہم سے بھی بڑی شکتیاں ہیں۔ جو ہمیں ڈراتی ہیں۔ ہمارا پیچھا کرتی ہیں۔ جیسے یہ بلی تیرا پیچھا کر رہی ہے۔"

وہ پھر رک کر سانس لینے لگے۔ میں نے پوچھا۔

"مہاراج! کیا کوئی شکتی آپ کا بھی پیچھا کر رہی ہے؟"

"ہاں۔ میری جیون کہانی بہت لمبی ہے۔ اور میں اس قابل نہیں ہوں کہ زیادہ باتیں کر سکوں۔ تو اتنا ہی سمجھ لے کہ بھگوان کی شکتی ہماری سمجھ میں نہیں آتی کیا تو سمجھ سکتی ہے کہ سامی کو وہ چالاکی اور وہ منتروں کا گیان کیسے مل گیا۔ یہ سب بھگوان کی لیلا ہے۔ ایک معمولی چھوکری کو ذرا سی شکتی دے کر تیرے پیچھے لگا دیا۔ اس چھوکری کی طرح میرے بھی کتنے ہی دشمن ہیں۔ میں اُن سے لڑتے لڑتے تھک گیا ہوں۔ اب مجھے مرتے وقت بڑا سکون مل رہا ہے۔ ایک دن تو بھی تھک جائے گی اور موت کی اچھا کرے گی۔"

میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"مہاراج! مجھے مایوس نہ کریں میں کبھی نہیں تھک سکتی۔ میں اس چھوکری کی آتما سے ہار نہیں مان سکتی۔ کہہ پا کر کے کوئی ایسا منتر مجھے بتایئے کہ اس منحوس سے میرا پیچھا چھوٹ جائے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ ہمیشہ کے لئے بلی کے شریر میں قید ہو کر رہ جائے۔"

"ہُم۔" اُس کی آتما قید ہو سکتی ہے۔ ایک چھوٹا سا منتر ہے۔ وہ منتر ہر روز پچاس بار پڑھنا ہو گا۔ جس روز تو نہیں پڑھے گی۔ اُس روز سامی کی آتما کو پھر کسی ایک شریر سے دوسرے شریر میں جانے کی شکتی واپس مل جائے گی۔"

"میں پڑھوں گی۔ روز پچاس بار پڑھوں گی۔ اُسے بلی کے شریر سے نکلنے نہیں دوں گی۔ مجھے وہ منتر سکھایئے مہاراج!"

وہ تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کئے پڑے رہے۔ پھر منتر پڑھنے لگے میں بھی اُن کے ساتھ ساتھ پڑھنے لگی۔ چھوٹا سا منتر تھا۔ سامی کے نام پر پچاس بار پڑھنے ہی مجھے یاد ہو گیا۔

اچھی طرح یاد کرنے کے بعد میں نے پوچھا۔

"مہاراج۔ کیا ایسی کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ منتروں کے بغیر وہ بلی ہی جل کر رہ جائے۔۔۔؟"

"ہم۔۔۔!" وہ سوچنے لگے۔ پھر انہوں نے کہا۔ "وہی کالے جادو کا کالا من یعنی کسی انسان کی بھینٹ دینی ہو گی۔ ابھی جو منتر سکھایا ہے۔ اسے چالیس دن تک روز پچاس بار پڑھنا ہو گا۔ پھر کسی جوان مرد یا جوان عورت کے خون سے اس بلی کو اشنان کرانا ہو گا۔ مگر یہ آسان نہیں ہے۔ بہت مشکل ہے۔ پہلے رکھشا کنڈل کھینچ کر اس کے اندر جاپ کرنا ہو گا۔ جس نوجوان کی بھینٹ دو گی۔ وہ بھی کنڈل کے اندر ہو گا۔ ٹھیک رات کے بارہ بجے تم اس بلی کو کنڈل کے اندر بُلانے کا جاپ کرو گی۔ وہ آئے گی۔ نہ آنا چاہے گی۔ پھر بھی آئے گی۔ تمہارا منتر اُسے کنڈل کی طرف کھینچے گا۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ جب وہ کنڈل کے قریب آ جائے تو تم سے پڑھے میں ذرا سی بھی غلطی نہ ہو۔

بلی اور کنڈل کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ رکاوٹ ہو گی تو وہ کنڈل کے اندر نہیں آئے گی۔"

"رکاوٹ کیسے ہو سکتی ہے مہاراج۔۔۔؟ میں تو ایسے ویرانے میں یہ عمل کروں گی کہ کوئی رکاوٹ بننے نہیں آئے گا۔"

مہاراج کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ آ گئی۔

"تو یہ کیوں نہیں سوچتی کہ سامی ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ وہ اب تک جیسی چالیں چلتی آئی ہے۔ اُن سے یہی پتہ چلتا ہے کہ وہ کم بخت پھر تیرے عمل میں کوئی گڑبڑ کرے گی۔ نہ کر سکے تو اچھا ہی ہے۔ مگر تجھے ہر شیار رہنا چاہیئے۔"

"میں اُس تریا چلتر کو اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ اس سے پوری طرح ہوشیار رہوں گی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا مہاراج کہ وہ رکھشا کنڈل کے قریب آئے تو اس بھینٹ چڑھنے والے جوان کا خون اُس پر پھینک دوں اور کنڈل کے باہر ہی اسے اشنان کرا دوں۔"

"نہیں۔۔۔!" انہوں نے جواب دیا۔ "جب تک بلی کنڈل کے اندر نہیں آئے گی۔ اس وقت تک نوجوان کی گردن نہیں کاٹی جائے گی۔ میں اسی لئے تجھے اچھی طرح سمجھا رہا ہوں۔ اس وقت تک نوجوان کی بھینٹ سوئیکار نہیں کی جائے گی۔ جب تک کہ بلی کنڈل کے اندر نہ آئے۔ تیرا سارا کام اس بلی سے بن سکتا ہے اور اسی بلی سے بگڑ سکتا ہے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے۔۔۔۔"

چھپی اپنے گرو مہاراج کی ضروری ہدایات دہرا رہی تھی ——

اور میں سُن رہا تھا اور میرے دل میں ایک نئی اُمید کی کرن پھوٹ رہی تھی۔

گرو مہاراج نے یہی کہا تھا کہ سارا کام سامی سے بن سکتا ہے اور وہی سامی سارا کام بگاڑ بھی سکتی ہے۔

سامی۔ سامی۔ تم کہاں ہو سامی۔۔۔؟ تم کیسی البیلی، کیسی نٹ کھٹ اور کتنی خطرناک ہو کہ دشمنوں کے دلوں میں دہشت بن کر بیٹھ جاتی ہو۔ مگر میرے میں بھی اُمید کی کرن بن گئی ہو۔

میں

کچھ یوں سوچ رہا تھا کہ یا تو خود کو بچانے کے لئے سامی کا سہارا لوں گا، یا پھر وہ اپنی عادت کے مطابق اپنے آپ کو بچانے کے لئے میرا سہارا لے گی۔ ایسے وقت ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم بن جائیں گے۔

میں آنکھیں بند کئے سوچ رہا تھا کہ میں کس طرح اس کے کام آ سکتا ہوں یا وہ کس طرح میرے کام آ سکتی ہے، اسی وقت چھپی نے میرے بازو کو جھنجھوڑ کر پوچھا:

"کیا سو گئے ہو؟"

میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ مسکرایا پھر کہا

"نہیں۔ میں سامی کے متعلق سوچ رہا ہوں، وہ اب تک تین چکر کے دیتی آئی ہے۔ آج بھی وہ ضرور گڑبڑ کرے گی۔ میں رسیوں سے بندھا ہوا ہوں۔ کیدار میری بے بسی سے فائدہ اٹھا کر مجھے رکھشا کنڈل کے اندر لے جا سکتا ہے، لیکن دیکھ لینا سامی اس کنڈل کے اندر نہیں آئے گی۔"

وہ قہقہے لگانے لگی، میرے سامنے تمغوں کی تال پر سامی کا بدن تھرکنے لگا۔ اندر سے چھپی کی ہنسی زہریلی تھی، اوپر سے سامی کا حسن جگمگاتی ہوئی کٹار کی طرح سینے میں اتر رہا تھا۔ وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"میرے منتر اسے کھینچ کر یہاں لائیں گے۔۔۔ ضرور لائیں گے جب وہ کنڈل کے قریب آ جائے گی تو مجھ سے پڑھنے میں کبھی غلطی نہیں ہو گی۔ میں کیدار نہیں ہوں کہ منتروں کے الٹ پھیر کو نہ سمجھوں۔ سامی لاکھ کوشش کرے، تب بھی مجھے منتر پڑھنے سے نہیں روک سکے گی، کیونکہ میں رکھشا کنڈل کے اندر محفوظ رہوں گی۔ اس کی کوئی تدبیر میرے آڑے نہیں آئے گی۔"

میں نے مایوس ہو کر پوچھا:

"تمہارے گرو مہاراج نے تمہیں چالیس دن تک وہ منتر پڑھنے کے لئے کہا تھا، کیا وہ چالیس دن پورے ہو چکے ہیں؟"

"ہاں۔ وہ دہلی میں ہی پورے ہو گئے تھے، میں اب بھی روز پچاس بارہ منتر پڑھتی ہوں۔ سامی کی روح بلی کے جسم میں قید ہو گئی ہے۔ مگر میں وہاں کسی نوجوان کی بھینٹ نہ دے سکی۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔ "پھر کوئی گڑبڑ ہو گئی تھی؟"

"ہاں۔ وہ ناگوار۔۔۔ ہوا

کیونکہ میں کسی کے خون میں اسے اشنان کرا سکوں۔"

اس بار میں نے ہنستے ہوئے کہا:

"پھر بھی تم کہتی ہو کہ آج وہ گڑبڑ نہیں کرے گی؟"

"اس لئے کہتی ہوں کہ آج میں نے رکھشا کنڈل کھینچ لیا ہے۔ آج سے پہلے اس کا موقعہ نہیں ملا۔ ہوا یوں کہ میں چالیس دن تک جاپ کرنے کے لئے گھنگھانسی رام میں ایک مکان کرائے پر لیکر رہنے لگی تھی۔ سامی اپنی عادت کے مطابق ہمارے ساتھ تھی۔ شاید یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس کی روح بلی کے جسم میں کیسے قید ہو گئی ہے؟

میرا اندازہ ہے کہ وہ میرے ارادے کو سمجھ گئی ہے۔ پتہ نہیں وہ کیسے سمجھ گئی ہے کہ میں کسی کی بھینٹ دے کر اسے ہمیشہ کے لئے بلی بنا دینا چاہتی ہوں، اور پتہ بھی کیسے چلے، وہ کمبخت کبھی چھت پر بیٹھی رہتی ہے کبھی روشندان سے جھانکتی ہے، کبھی چپ چاپ آ کر میری چارپائی کے نیچے سو جاتی ہے، بس اس طرح اس نے کسی دن مجھے اور کیدار کو باتیں کرتے سن لیا ہو گا، تب ہی وہ میرے کام میں رکاوٹیں پیدا کرتی رہی تھی۔

مشکل تو یہ ہے کہ پہلے پہل اس کی حرکتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ بعد میں پتہ چلتا ہے کہ وہ کیسی چال چل گئی ہے۔ ایک بار میں اسے گود میں اٹھا کر ایک پرچون کی دکان سے سودا خریدنے گئی۔ وہاں پہلے ہی دو چار گاہک کھڑے ہوئے تھے، سامی تیز نظروں سے ہر شخص کا جائزہ لے رہی تھی۔ ایک گاہک نے کچھ خریدنے کے بعد دکاندار کو ایک اٹھنی دی۔ دکاندار نے وہ اٹھنی لے کر ایک طرف رکھ دی۔ اچانک سامی نے تڑپ کر میری گود سے چھلانگ لگائی اور دکاندار کی گدی پر جا کر اس اٹھنی پر پنجہ مارنے لگی۔ پہلے تو اس کی وہ حرکت سمجھ میں نہیں آئی۔ مگر جب دکاندار نے اٹھنی کی طرف دھیان دیا تو وہ کھوٹی نکلی۔

تمام لوگ تعجب سے اس بلی کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک گاہک نے کہا "تعجب ہے، یہ بلی کھوٹے اور کھرے کو پہچانتی ہے۔"

دوسرے شخص نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ یہ محض اتفاق ہو۔ اسے پھر ایک بار آزماؤ۔"

دکاندار نے وہ اٹھنی ڈھیر ساری ریزگاری میں ملا دی۔ سامی آگے بڑھ کر اپنے پنجہ سے دوسری اٹھنیوں، چونیوں، دس پیسوں اور پانچ پیسوں کو ہٹا ہٹا کر اس ڈھیر میں کھوٹی اٹھنی تلاش کرنے لگی۔ ذرا سی دیر میں اس نے وہی اٹھنی منہ میں دبا کر ایک طرف رکھ دی۔ تمام لوگ خوشی سے تالیاں بجانے لگے، ایک پنڈت جی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا۔

"آدمی آدمی انتر، کوئی ہیرا کوئی کنکر۔ اگر کوئی جانور بھی کنکر اور ہیرے کی پہچان کرے تو سمجھ لو کہ وہ اتنے پچھلے جنم میں انسان تھا۔ یہ بلی بھی کوئی ناری تھی۔ اپنے پاپوں کو بھوگنے کے لئے اس جنم میں بلی بن گئی ہے۔"

سامی نے غرا کر دیکھا تو پنڈت جی گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئے پھر رام نام جپتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

میں اسے کھیل تماشہ سمجھ کر خاموش تھی، مگر سامی کا وہ تماشہ مجھے بہت مہنگا پڑا۔ ذرا سی دیر میں اسے ایسی شہرت حاصل ہو گئی کہ تمام محلے کے مرد، عورتیں اور بچے اسے دیکھنے کے لئے میرے مکان میں آنے لگے۔ ہمارے دھرم میں اوتاروں کے عجیب و غریب سوانح ہی مانتے ہیں۔ جب لوگوں میں یہ بات پھیلی کہ پچھلے جنم کی کوئی ناری، اس جنم میں بلی بن کر آئی ہے تو سب ہی اسے دیکھنے کے لئے میرے مکان میں آنے لگے۔ محلے کی عورتیں بھی سامی کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنے آتی تھیں کہ عورت کو پاپ نہیں کرنا چاہیئے۔

ورنہ وہ بھی اگلے جنم میں بلیاں بن جائیں گی۔

میں عجیب مصیبت میں پھنس گئی تھی۔ کسی سے سامی کو چھپا کر نہیں رکھ سکتی تھی۔ یہ دھرم کا معاملہ تھا۔ میں انکار کرتی تو لوگ ناراض ہو جاتے، اس لئے میں اسے مکان کے باہر لے آئی تھی۔ مکان کے سامنے ایک چھوٹا سا ہوٹل تھا۔ لوگوں کی آمد و رفت اتنی بڑھ گئی کہ اس ہوٹل کا کاروبار بھی چمک اٹھا۔

اگرچہ سامی زبان سے نہیں بول سکتی تھی اور نہ ہی بلی کے جسم سے نکل سکتی تھی۔ کیونکہ میں روز بلاناغہ پچاس بار منتر پڑھا کرتی تھی، پھر بھی وہ کمبخت لوگوں کی دلچسپیاں بڑھانے کے لئے نت نئے تماشے دکھاتی رہتی تھی۔ ایک دن وہ ہوٹل کی میز پر رکھے ہوئے اخبار پر بیٹھ گئی اور اسے یوں توجہ سے دیکھنے لگی جیسے اسے پڑھ رہی ہو۔ اور وہ بلاشبہ اُسے پڑھ رہی تھی۔

وہ تماشہ اتنا دلچسپ تھا کہ لوگوں کی بیت۔ اور دلچسپی اور بڑھ گئی۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ یونہی تماشے کرتی ہے اور کچھ لوگ یقین سے کہہ رہے تھے کہ وہ پچھلے جنم کی پڑھی لکھی ناری ہے اس لئے ہندی اخبار پڑھ رہی ہے۔

پھر لوگ شرطیں باندھنے لگے۔ دو پارٹیاں ہوگئیں۔ دونوں پارٹیاں سامی کو آزمانا چاہتی تھیں۔ میں گھبرا گئی، مجھے خطرے کا احساس ہو گیا کہ سامی نے اپنی انسانی صلاحیتوں کو ثابت کر دیا تو کوئی دولتمند بڑی سے بڑی قیمت لگا کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا، یا پھر کوئی اسے چرا کر لے جائے گا اور میں اسے کسی کے خون سے منہ لال کر ہمیشہ کے لئے بلی نہیں بنا سکوں گی۔ مجھے جاپ کرتے ہوئے اڑتیس دن ہو گئے تھے، صرف دو دن باقی رہ گئے تھے۔ میں نے کیدار سے کہا کہ آج رات ہم چپکے سے وہ جگہ چھوڑ کر سامی کو کسی ویرانے میں لے جائیں گے اور چالیس دن پورے ہونے کے بعد اس کے لئے کسی نوجوان کی بھینٹ دیں گے۔

مگر رات ابھی دور تھی۔ صبح دس بجے ہوٹل کے سامنے لوگوں کی بھیڑ لگ گئی۔ ایک میلے کا سماں بندھ گیا۔ مرد، عورتیں اور بچے سب ہی موجود تھے، اس وقت ہوٹل کے مالک نے مجمعے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"بھنو اور بھائیو! اس میز پر دس دنوں کے پرانے اخبار رکھے ہوئے ہیں اور میرے ہاتھ کی اس پرچی پر لکھا ہوا ہے سترہ مارچ کا اخبار ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہماری یہ بلی موسی وہ اخبار ڈھونڈھ کر نکالتی ہے یا نہیں۔ اس بازی میں جو پارٹی جیتے گی، اسے شرط کے مطابق پانچ سو روپے دیئے جائیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ کی پرچی سامی کے سامنے رکھ دی۔ وہ میز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے جھک کر پرچی کی تحریر پر ایک نظر ڈالی، اور پھر اخبارات کے ڈھیر کے پاس آکر ان پرشائع ہونے والی تاریخوں کو پڑھتی گئی اور انہیں ایک طرف ہٹاتی گئی۔ پانچ منٹ کے بعد ہی اس نے سترہ مارچ کا اخبار منہ میں دبایا اور ہوٹل کے مالک کے پاس آگئی۔

ایک بلی نے ایسا چونکا دینے والا کام کیا تھا کہ تمام مجمعے میں کھلبلی مچ گئی، وہاں ایک فوٹو گرافر تھا۔ اس نے سامی کی تصویریں اتاریں۔ دو رپورٹر بھی تھے، میری تباہی کے لئے کیا کچھ نہیں تھا۔ اس کے اس کارنامے کی شہرت جنگل کی آگ کی طرح دور دور تک پھیل گئی۔

میں نے اور کیدار نے پکا ارادہ کر لیا کہ ہم اس کمبخت کو لے کر آج رات اس شہر سے دور چلے جائیں گے۔ ہوٹل رات کے گیارہ بجے بند ہو جاتا تھا اس کے بعد ہی محلے میں سناٹا چھا جاتا تھا، ہم رات کا کھانا کھانے کے بعد سامان باندھنے لگے۔ ہم نے سوچا تھا کہ جب رات گہری ہو جائے گی اور محلے والے سو جائیں گے تو کوئی پوچھنے والا نہ رہے گا کہ ہم دوسرا جنم لینے والی ناری کو کہاں لے جا رہے ہیں، مگر اسی وقت مکان کے باہر ہمیں گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر بھاری بوٹوں کی دھمک سے رات کا سناٹا ٹوٹنے لگا۔ کیدار نے باہر نکل کر دیکھا وہ وہاں فوجی نظر آ رہے تھے۔

ایک فوجی افسر ایک جیپ سے اتر کر سیدھا ہمارے مکان میں گھس آیا۔ اس کے پیچھے تین مسلح جوان تھے، اس نے آتے ہی پوچھا:

"وہ بلی کہاں ہے؟"

میرا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ میں کوئی بہانہ کرنا چاہتی تھی کہ سامی نے چارپائی کے نیچے سے میاؤں میاؤں کی آواز نکالی۔ میں ہونٹوں کو سختی سے بھینچ کر اس طرف دیکھنے لگی۔ ایک فوجی جوان نے آگے بڑھ کر اسے چارپائی کے نیچے سے نکال لیا۔ دوسرا جوان باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ہاتھ میں ڈھیر ساری دفتری فائلیں اٹھا کر لے آیا اور انہیں چارپائی پر گرا دیا۔ افسر نے حکم دیا:

"دروازے کھڑکیاں بند کر دو۔"

اس کا حکم سنتے ہی فوجی جوان میرے مکان کی کھڑکیاں اور دروازے کھٹاکھٹ بند کرنے لگے۔ پھر افسر نے جیب سے قلم نکال کر کاغذ کی ایک چھوٹی سی پرچی پر کچھ لکھا اور اسے سامی کے سامنے لا کر بڑی آجاجی سے اور نازداری سے بولا:

"مجھے سیکرٹ سروس کی کونفیڈنشل فائل نکال کر دو۔"

اس کے لئے یہ کونسا مشکل کام تھا، وہ انگریز باپ کی بیٹی تھی انگریزی زبان اس کی گھٹی میں پڑی تھی۔ اس نے فائلوں کے ڈھیر سے انگریزی زبان میں ایس۔ ایس۔ سی لکھا ہوا فائل اپنے منہ سے پکڑ کر کھینچ لیا۔

آفیسر کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں، اس نے سامی کو گود میں اٹھا کر کہا:

"شی از پرفیکٹ اِن ہر پرفارمنس۔ یہ ہمارے ساتھ جائے گی اور دونوں کو حراست میں لے لو۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا، دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ایک نوجوان نے کیدار کے بازو کو پکڑ لیا۔ دوسرے نے مجھے پکڑ کر کہا۔ "چلو!"

حکم حاکم مرگ مفاجات والی بات تھی۔ ہمیں ان کے حکم پر چلنا پڑا اس وقت میں نے سوچا کہ اس دنیا کی سب سے بڑی طاقت جادو نہیں ہے، دماغ ہے۔ سامی اپنی دماغی طاقت سے مجھے مات دے رہی تھی اور اب تو اس نے ایک نئی مصیبت میں گرفتار کرا دیا تھا، نہ جانے وہ فوجی ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنے والے تھے۔ وہ ہمیں ایک ایسی عمارت میں لے گئے، جہاں فوجی جوانوں کا پہرہ تھا۔ ہمیں ایک کمرے میں بٹھا دیا گیا اور وہ سامی کو لے کر عمارت کے کسی دوسرے حصے میں چلے گئے، شاید اسے مختلف طریقوں سے آزمانا چاہتے تھے، پتہ نہیں کیا چکر تھا۔ اس وقت میری سمجھ میں نہیں آیا۔ مجھے اس بات کا اطمینان تھا کہ وہ زبان سے نہیں بول سکے گی اور نہ ہی کسی تدبیر سے ان فوجیوں کو اپنی اصلیت بتا سکے گی۔ میرے نصیب اچھے تھے کہ میں بروقت منتروں کے ذریعہ اُسے بلی کے جسم میں مقید کر سکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہمیں ایک بڑے سے سجے سجائے کمرے میں بلایا گیا ایک ادھیڑ عمر کا آدمی جو اپنے چہرے اور وردی سے کوئی بہت بڑا افسر معلوم ہوتا تھا۔ وہ ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا۔ اس کے آس پاس دو فوجی افسر ادب سے کھڑے ہوئے تھے۔ شراب پینے والے افسر نے مجھے اور کیدار کو گھور کر دیکھا اور پوچھا:

"وہ بلی تم کہاں سے لائے ہو؟"

کیدار نے ہاتھ جوڑ کر وہی کہا جو ہم دوسروں سے کہہ چکے تھے یعنی وہ ہمیں ایک جگہ بھوکی پیاسی مل گئی تھی۔ ہم نے اسے دودھ پلایا تو وہ ہم سے مانوس ہو گئی۔

پھر ہم سے سوالات کئے گئے کہ ہم کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں؟

میں نے جواب دیا کہ ہم خانہ بدوش ہیں، روزی روٹی کے لئے شہر شہر گھومتے ہیں، وہ بلی نئے نئے تماشے دکھاتی ہے، لوگ خوش ہو کر پیسے دیتے ہیں، اسی بلی کی کمائی سے ہم اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔

بڑے آفیسر نے اپنے پاس کھڑے ہوئے ایک افسر سے انگریزی میں کچھ کہا۔ وہ کسی حکم کی تعمیل کے لئے وہاں سے چلا گیا۔ دوسرے آفیسر نے مجھ سے کہا:

• اس بلی کی جتنی عادتیں تمہیں معلوم ہیں، وہ بتاؤ؟

میں نے جواب دیا:

• اس میں تمام انسانی عادتیں ہیں۔ وہ بول نہیں سکتی، مگر پڑھ لیتی ہے، اس کے سامنے جو باتیں کی جائیں، وہ انہیں سنتی اور سمجھ لیتی ہے، اسے کھڑے اور کھرے کی پہچان ہے۔ اسے ایک بار جو چیز یا جو راستہ دکھا دو۔ اسے وہ کبھی نہیں بھولتی۔"

میں کہتی جا رہی تھی اور ایک آفیسر بیٹھا ہوا اس کی تمام عادتوں کو ایک کاغذ کے پیڈ پر لکھتا جا رہا تھا۔ میرا بیان ختم ہونے کے بعد ایک فوٹو گرافر کمرے میں آیا اور مختلف زاویوں سے میری اور کیدار کی تصویریں اتارنے لگا۔ پھر بڑے آفیسر نے ہم سے کہا:

• ایسے سدھائے ہوئے جانور، غیر ملکی جاسوسوں کے پاس ہوتے ہیں ہم تمہیں جاسوس کیوں نہ سمجھیں؟

کیدار نے جلدی سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"حضور مائی باپ، ہم جاہل گنوار ہیں، اس بلی کے ذریعے پیٹ پالتے ہیں، ہم کیا جانیں کہ جاسوسی کیا چیز ہوتی ہے۔ ہم بڑی سے بڑی قسم کھانے کو تیار ہیں، ہم نے کبھی اپنے دیس سے غداری نہیں کی ہے۔"

فوٹو گرافر وہاں سے جا چکا تھا۔ بڑے افسر نے اپنے ماتحت سے کہا:

"کل صبح تک ان دونوں کے متعلق پوری معلومات حاصل ہو جانا چاہئیں اس کے بعد ہی بلی کے بارے میں فیصلہ کروں گا۔"

اسی وقت وہ بلی ایک کھلے ہوئے دروازے سے دوڑتی ہوئی میرے پاس آگئی۔ اس کے پیچھے ایک افسر اور دو فوجی جوان بھی دوڑتے ہوئے اس کمرے میں آگئے، افسر نے اٹینشن ہو کر ہانپتے ہوئے کہا:

• سر! یہ بلی قابو میں نہیں آتی۔ یہ بار بار اس کمرے کی طرف آنے کی کوشش کر رہی تھی، ہم نے ہر طرح سے اسے روکا، مگر یہ آ ہی گئی۔"

بڑے آفیسر نے بلی کو دیکھا۔ جو میرے قدموں کے پاس بیٹھی ہوئی تھی پھر غرا کر بولا۔

"یہ بلی اس لڑکی سے مانوس ہے۔ دو چار روز دور رہے گی تو اسے بھول جائے گی۔"

"حضور" میں نے کہا۔ "یہ ساری دنیا کو بھول سکتی ہے، مگر مجھے نہیں بھول سکتی۔ میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اس سے محبت جتا کر اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔ میں تو اس سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہوں، مگر یہ مجھے نہیں چھوڑتی۔ ابھی یہ مجھ سے دور ہو گئی تو میں نے سوچا تھا کہ اب یہ میرے پاس نہیں آئے گی، مگر دیکھ لیجئے، یہ پھر یہاں آ گئی ہے یہ میرے قریب رہ کر مجھ سے عجیب دشمنی کرتی ہے۔"

"کیسی دشمنی؟"

"یہ میرے قریب کسی مرد کو نہیں آنے دیتی۔" میں نے کیدار کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "یہ میرے پتی ہیں، یہ بھی میرے بدن کو ہاتھ نہیں لگا سکتے جو بھی مجھے ہاتھ لگاتا ہے، یہ اس پر غرا کر حملہ کرتی ہے۔"

"بکواس ہے۔" بڑے آفیسر نے بے یقینی سے کہا۔ "تم اپنے پتی کے قریب جاؤ، میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کتنا سچ بول رہی ہو۔"

میں جھجکتی ہوئی کیدار کے قریب ہو گئی، حالانکہ میرے لئے جھجکنے اور شرمانے کی بات نہیں تھی۔ میں تو کب سے ایسے موقعہ کی تلاش میں تھی مگر اتنے بڑے افسروں کے سامنے یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ میں ایک شریلی اور شریف عورت ہوں۔ غیر مردوں کی موجودگی میں اپنے پتی کے قریب نہیں جاتی۔ آفیسر نے کیدار کو حکم دیا۔

"اے، آگے بڑھو اور اپنی پتنی کو پیار کرو۔"

کیدار سمجھتا تھا کہ سامی اسے کس طرح پریشان کرے گی، اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"چھما کیجیے حضور، یہ بلی ایک بار مجھے بُری طرح زخمی کر چکی ہے، میں اس کے سامنے ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔"

"ہم اس بلی کی ایک ایک حرکت نوٹ کرنا چاہتے ہیں، تم انکار کرو گے تو تمہارے سامنے تمہاری پتنی کو کوئی دوسرا پیار کرے گا۔"

کیدار نے صرحیکا کر کہا۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر، مگر میں یہ جانتا ہوں، میری پتنی کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔"

کیدار کی یہ بات ایک چیلنج بن گئی، بڑے آفیسر نے غصہ سے اٹھ کر اپنے ماتحت کو حکم دیا۔

"بھوانی شنکر!"

"یس سر!"

بھوانی شنکر وہی افسر تھا جو سامی کو ہمارے مکان سے لایا تھا، بڑے آفیسر نے حکم دیا۔

"آگے بڑھو اور اس لڑکی کو پیار کرو۔"

سامی قالین پر بیٹھی سب کچھ سن رہی تھی اور سمجھ رہی تھی۔ بھوانی شنکر جیسے ہی حکم کی تعمیل کے لئے آگے بڑھا، وہ غرا کر اچھلی اور اسے پنجہ مارتی ہوئی دوسری طرف فائر پر جا لپٹ گئی۔ بھوانی شنکر کو یقین نہیں تھا کہ وہ حملہ کرے گی، وہ کیا، کسی نے بھی یقین نہیں کیا تھا۔ لہٰذا وہ غیر متوقع حملہ تھا وہ لڑھک کر پیچھے چلا گیا۔ یہ اس کی توہین تھی کہ ایک بلی اسے پیچھے ہٹا دے، وہ جھلا کر سر پر مرت بڑھا، مگر اس کی نظریں سامی پر تھیں کہ وہ حملہ کرے گی تو وہ اسے دبوچ لے گا، لیکن وہ بھی بلا کی چالاک اور پھرتیلی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی اس کے قدموں کی طرف آئی۔ بھوانی شنکر نے جھک کر اسے پکڑنا چاہا، اسی وقت اس نے چھلانگ لگائی، اور اس کی گدی پر پنجہ مارتی ہوئی ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔

بھوانی شنکر تلملا کر رہ گیا، لیکن بڑے آفیسر نے ہاتھ اٹھا

"بس ختم کرو بھوانی شنکر، ہم مان گئے ہیں کہ دشمنوں سے مقابلہ میں تم کبھی شکست نہیں کھاتے، مگر جانوروں کے ساتھ لڑنے کے لئے جانور بننا پڑتا ہے اور ابھی اس کا وقت نہیں ہے، اس بلی سے دوستی کرنے کی کوشش کرو، یہ تمہاری بہترین ایجنٹ بن سکتی ہے۔"

بھوانی شنکر نے ہمیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ سامی بھی ہمارے ساتھ چلنے لگی۔ ہمارے پیچھے دو فوجی نوجوان تھے، وہ ہمیں ایک کشادہ کمرے میں لے گئے۔ سامی ایک ہی کمرے میں مجھے اور کیدار کو سونے نہیں دیتی تھی، عملہ گھانسی رام کے مکان میں ایک رات کیدار پیچھے سے میرے پاس آیا تھا تو سامی اسے گھنٹوں پریشان کرتی اور ادھر سے ادھر نچاتی رہی تھی

وہ بے چارہ مجبور ہو کر دوسرے کمرے میں چلا گیا تھا، یہ بات میں بھوانی شنکر سے بتائی تو اس نے دوسرے کمرے میں کیدار کے سونے کا انتظام کر دیا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد میں بستر پر لیٹ گئی اور میرے پیر پھر سے دار پلنگ کے نیچے جا کر سو گئے۔

دوسری صبح ہمارے لئے بہترین ناشتہ آیا اور مجھے حیرت میں بلی کو اس کی پسند کی چیزیں کھلاؤں۔ میں ایک ملازمہ کی طرح کا پیٹ بھرتی رہی اور دل ہی دل میں کڑھتی رہی۔ اس کا جسم آہنی میں گرفتار ہو گئی تھی۔ گرو مہاراج نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ ہم تمہیں ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو کر سکڑ جیل سے نہیں رہ سکتے میں ہم سے بڑی طاقتیں بھی ہیں جو ہمیں ڈراتی ہیں، ستاتی ہیں پیچھا کرتی رہتی ہیں۔

سامی بلا شبہ مجھے ستا رہی تھی، ایسے جسم اور جوانی کا کیا فائدہ ہر اس کانٹوں پر بسر ہو رہی تھی۔ اس نے مجھے شعلوں کی طرح دہکتا ہوا دے کر پھیرہ لگا دیا تھا کہ کوئی ان شعلوں کو بجھانے نہ آئے، نہ جانے اس جسم میں رہ کر کیسے جوانی کے تقاضوں کو کچلتی تھی اور صبر کرتی تھی، آیا، اس نے ایک بار کہا تھا کہ وہ اپنے خیالی محبوب کا سپنا دیکھتی ہے اپنے کنوارے پن کو اس کے لئے سنبھال کر رکھتی ہے۔ نہ جانے وہ کیسا کا خیالی محبوب کہاں ہے؟ اگر وہی مجھے مل جاتا تو میں سامی کے سامنے اس کے حوالے کر دیتی۔ ایسی صورت میں سامی کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے اس نے اسی محبوب کے لئے اسے سنبھال کر رکھا ہے۔

چھما کی باتیں سن کر میں اس بدن کے کیش بہا سرمایہ کو دیکھ ٹھیک ہے کہ وہ کسی خیالی محبوب کی امانت تھا، لیکن میں سامی کی زندہ پہلا شخص تھا میں نے مسکرا کر کہا۔

"چھما! میں سامی کا خیالی محبوب ہوں، شاید وہ میرے ہی لئے ہے۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔

"وچر کا ساجن کوئی بھی ہو، یہ جسم مجھے جلا رہا ہے، ٹھنڈک پہنچانا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر یہ رسیاں کھول دے، ہم دونوں ہمیشہ کے لئے جائیں گے۔"

وہ اچانک قہقہہ لگانے لگی۔

"اے تو مجھے ناداں سمجھتا ہے، کیا میں تیری باتوں میں آ کر کھول دوں گی، اے جا، اب تو ایک ہی رات کی بات ہے، یہ جسم ہمیشہ کے لئے بلی بن جائے گی، اگر تو ہی اس کا خیالی محبوب ہے اس سے بہتر انتقام اور کیا ہوگا کہ میں اس کے سامنے ہی اس کے شہزادے کو قتل کر دوں گی اور اسی شہزادے کے خون سے اسے

گی۔ ہا ہا ہا۔"

وہ پھر قہقہے لگانے لگی، قہقہوں کے جھٹکوں سے اس کے بدن کی بوٹی بوٹی تھرک رہی تھی۔ سونے کے زیورات ہنسی کی ہر اٹھان پر لرز رہے تھے اور ان کے جھلملاتے ہوئے سنہری عکس میں بدن کا سونا تپ کر کندن بنتا نظر آ رہا تھا۔ ہائے وہ میرے سامنے تھی مگر سامی نہیں تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا:

"ہاں تم ناداں نہیں ہو، اب میں تمہاری تمنا نہیں کروں گا۔ ان باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ وہ فوج کے آفیسر سامی سے کیا کام لینا چاہتے تھے؟"

"وہ اسے جاسوس بنا کر یہاں لے آئے ہیں۔"

"کیسے؟"

"پہلے میں سمجھ نہ سکی کہ وہ اسے کس قسم کی ٹریننگ دے رہے ہیں، ایک بوڑھا افسر روز وہاں آتا تھا۔ ایک کمرے میں سامی کے علاوہ وہاں موجود رہتی تھی۔ پہلے تو انہوں نے بھی کوشش کی کہ میں وہاں موجود نہ رہوں لیکن سامی مجھے چھوڑ کر انکی کوئی بات نہیں مانتی تھی۔ لہٰذا مجبور ہو کر انہوں نے مجھے بھی راز دار بنا لیا تھا۔

میں رفتہ رفتہ سمجھنے لگی کہ وہ بوڑھا افسر سامی کو اشاروں کی زبان سکھا رہا ہے جس طرح اسکاؤٹ اور جنگی فورس کے جوان ہاتھوں کے مختلف اشاروں اور زاویوں سے خفیہ پیغامات پہنچاتے ہیں۔ وہی پیغامات کے طریقے سامی کو سکھائے جا رہے تھے، وہ اپنے اگلے دونوں پنجوں اور گردن کے مختلف زاویوں سے پیغام رسانی کا فن سیکھ رہی تھی۔

اس دوران فوج کے جاسوسوں نے میرے اور کیدار کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کر لی تھیں۔ ایک دن بڑے آفیسر نے جس کا عہدہ ہمیں معلوم ہو چکا تھا اور جو فوج کا کرنل تھا، اس نے ہمیں طلب کیا اور کہا:

"تم دونوں پتی اور پتنی نہیں ہو، ہماری اطلاعات کے مطابق آج سے ڈیڑھ ماہ پہلے تم نے ایک پولیس افسر کو چلتی ٹرین سے گرا کر ہلاک کیا ہے اس کے تحت جو سپاہی تھے انہوں نے تمہاری تصویر سے پہچان لیا ہے، اور انٹرا اسٹیٹ کے سپاہیوں نے بھی تمہاری تصویر دیکھ کر بیان دیا ہے کہ تم راجپوتانہ کی نواب گاہ میں گئی تھیں، وہاں تم نے ایک خنجر سے اسے ہلاک کیا، رانی لکشمی بیرا (اپنے پتی) کو مار کر اس اسٹیٹ کی حقدار بننا چاہتی تھی اس نے غدار ساتھ دیا اور تم دونوں کو راج محل سے نکال کر لے گئی، مگر تم دونوں نے اسے راج محل واپس جانے کا موقع نہیں دیا۔ پولیس کے قریب اسے بھی مار ڈالا۔ (رانی لکشمی بیرا) کی لاش نہیں مل گئی اور یہ زیور۔۔۔ جو تمہارے جسم پر ہیں، وہ رانی لکشمی بیرا کے ہیں۔"

کرنل اور کیدار گھبرا کر کبھی ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے کبھی اس کرنل کو دیکھ رہے تھے۔ ہمارے سامنے چالیسی (۴۰) سپاہی (۴۰) کھڑے تھے جن سے ہم انکار نہیں کر سکتے تھے۔ اس عمارت کے باہر نارائن پور کے تھانہ دار اور اسٹیٹ میں بہت سے لوگ ہمیں مجرم کی حیثیت سے پہچانتے تھے۔

کرنل نے چبھتی ہوئی نظروں سے ہمیں دیکھ کر پوچھا:

"کیا تم دونوں سزائے موت سے بچ سکتے ہو؟"

مجھے بھلا کون مار سکتا ہے، زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا کہ سامی کا یہ جسم پھانسی پر چڑھ جاتا اور میں یہ گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ ہزار مصیبتوں سے حاصل کیا ہوا یہ جسم ضائع ہو جائے۔ پھر یہ کہ میں اگر بچ جاتی تو کیدار کسی صورت میں نہیں بچ سکتا تھا۔

میں نے کرنل کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے، کیدار گھٹنے ٹیک کر بولا۔

"حضور مائی باپ، دیا کیجئے، ہم نے وہ سب اپنی جان بچانے کے لئے کیا تھا۔"

کرنل نے طنزیہ مسکراہٹ سے کہا:

"تمہارے اس چھیلا نے راجپوتانے سے یہ کہا تھا کہ تم اس کے بھائی ہو، یہاں اگر تم دونوں پتی پتنی بن گئے۔"

"ہم نے جھوٹ کہا تھا حضور، نہ ہم بھائی بہن ہیں نہ پتی پتنی، ہم ایک دوسرے کو چاہتے ہیں، مگر یہ بلی ہمیں ایک ساتھ رہنے نہیں دیتی۔"

"ایک بے زبان بلی تمہارے جھوٹ کی سزا تمہیں دے رہی ہے، لیکن اس دیس کی عدالت تمہیں اس سے بھی بڑی سزا دے گی اور وہ ہے سزائے موت، کیا تم دونوں عدالت تک پہنچنا چاہتے ہو؟"

کیدار گڑگڑانے لگا۔

"نہیں حضور! ہم پر رحم کیجئے، ہمیں بچا لیجئے، ہمیں قید منظور ہے ہم پھانسی کے تختے تک نہیں جانا چاہتے، جنگلوں کے لئے ہمیں بچا لیجئے۔"

کرنل اس کی التجاؤں سے متاثر (اثر گہری) ٹھوٹتی نظروں سے ہمیں دیکھتا رہا، پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"بکواس بند کرو، تم دونوں یہاں آزمائے جا رہے ہو، کل تمہاری آخری آزمائش ہے، اس کے بعد تم دونوں کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا۔ جاؤ یہاں سے۔"

ہم وہاں سے اپنے اپنے کمرے میں بھیج دیئے گئے۔ ہم پر تین قتل کے الزامات تھے۔ حالانکہ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا۔ پولیس انسپکٹر کیدار اور تانے حیلی ٹرین سے گرایا تھا۔ رانی لکشمی بیرا کی بیوی کا جسم حاصل کرنے کے لئے مارنے اسے مارا تھا، پھر اس کے جسم میں آ کر اس نے راجپوتانے کے خنجر سے ہلاک کیا تھا۔ ہر جگہ سامی پیش پیش تھی۔ بیچارے کیدار کا جرم اتنا سا تھا کہ اس نے رانی کے مرد جسم کو بچھر سے کچل دیا تھا۔ جرم سامی کر رہی تھی، انہیں ہم پر ظلم ڈھا رہا تھا۔ ہم کرنل سے یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ سب جادو منتر کی کارفرمائیاں ہیں اور سامی بلی بن کر ہمیں جرائم میں الجھا رہی ہے۔

میں کمرے میں آ کر سوچتی رہی، پھر مجھے کرنل کی بات یاد آئی، اس نے کہا تھا کہ ہم آزمائے جا رہے ہیں، تعجب ہے کہ وہ کیسی آزمائشیں تھیں، ہمیں کا ہمیں علم نہیں تھا اور یہ نامعلوم آزمائشوں سے گذرتے جا رہے تھے، اور کل آخری آزمائش تھی۔ میں الجھتی جا رہی تھی کہ پتہ نہیں وہ کس طرح ہمیں آزمائیں گے۔

اس رات میں سو نہ سکی۔ کبھی بستر پر کروٹیں بدلتی رہی اور کبھی اٹھ کر ٹہلتی رہی۔ میں تصور میں کیدار کو پھانسی کے تختے پر دیکھتی تھی اور اپنے متعلق سوچتی تھی کہ میں پھانسی کے وقت سامی کا جسم چھوڑ دوں گی۔ اس جسم کو چھونے کے خیال سے ہی مجھے ایسا صدمہ پہنچتا تھا جیسے ابھی سے جان نکلی جا رہی ہے وہاں سے جان بچا کر نکلنے کی کوئی تدبیر بھی کام نہیں آسکتی تھی۔ عمارت کے اندر اور باہر فوج کے مسلح نوجوان ہمیشہ مستعد نظر آتے تھے۔ اس ایک ہی آسرا تھا، سامی کا آسرا۔ اسی کی وجہ سے ہم بچ سکتے تھے۔ اگرچہ اسی نے ہمیں یہاں لاکر پھنسایا تھا۔ اس کے باوجود وہ کبھی اس جسم کو پھانسی کے پھندے تک جانے نہ دیتی۔ فوجی افسران جو کام اس سے لینا چاہتے تھے وہ تمام کاموں سے انکار کر دیتی، اور میرے ہی پیچھے بھاگتی پھرتی۔ ہاں اس وقت وہی ایک ترپ چال کی طرح میرے ہاتھوں میں تھی۔

دوسرے دن حسب معمول میں اور سامی ایک مخصوص کمرے میں بیٹھے اب بھوانی شنکر بھی وہاں آگیا تھا۔ سامی اپنی گردن اور پنجوں کے اشاروں سے جو سگنل دیتی، اسے بھوانی شنکر ایک کاغذ پر نوٹ کرتا اور اسے ذہن نشین کرتا رہتا تھا۔

شام کو کرنل نے پھر مجھے طلب کیا۔ میں سامی کے ساتھ اس کمرے میں گئی تو کیدار وہاں موجود تھا، ایک ادھیڑ عمر کا انگریز۔۔۔ کرنل کے قریب صوفے پر بیٹھا تھا، اسے دیکھتے ہی سامی اچھل کر اس کی گود میں چلی گئی۔ لیکن وہ مجھے دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے دونوں بازو پھیلائے میری طرف لپکا۔

میں فوراً ہی پیچھے ہٹ گئی۔ وہ انگریزی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا اور وہ زبان میرے پلے نہیں پڑ رہی تھی۔ کرنل نے اس انگریز سے کہا:

"مسٹر جان پوکر! میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ انگریزی جانتی ہی نہیں پھر آپ جیسے انگریز کی بیٹی کیسے ہو سکتی ہے؟"

میں سمجھ گئی کہ وہ انگریز سامی کا باپ ہے اور مجھے سامی کے روپ میں دیکھ کر دھوکا کھا رہا ہے۔ کرنل کے کہنے کے باوجود اسے یقین تھا کہ میں اس کی بیٹی ہوں۔ اس بار اس نے ہندی زبان میں مجھے مخاطب کیا۔

"بیٹی! مجھے پہچانو، میں تمہارا باپ ہوں، میں کیسے ماں لوں کہ تم صرف اپنی ماں کی زبان ہندی جانتی ہو اور باپ کی زبان انگریزی نہیں جانتیں؟"

"میں آپ کو نہیں پہچانتی، آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میری ماں ایک ہندوستانی عورت تھی، اس نے کسی انگریز سے شادی نہیں کی تھی۔"

"شادی کی تھی۔ کیا تم اپنی ماں کو بھی بھول گئی ہو، وہ تمہاری جدائی میں تڑپ تڑپ کر اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہے، کیا ماں کی موت کی خبر سن کر بھی تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں آئیں گے؟"

وہ کالی بلی سر جھکا کر عجب آوازیں نکالنے لگی، وہ اپنی ماں کے مرنے کی خبر سن کر رو رہی تھی۔ کرنل اور دوسرے فوجی افسر اس کی اس حرکت کو بڑی حیرانی سے دیکھ رہے تھے اور سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ اچانک یہ ایسی غمزدہ ہو کر کیوں رو رہی ہے۔

لیکن کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ ان کے دماغ حقیقت کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

اس کا باپ بھی اسے نہیں پہچان رہا تھا، دنیا کا کوئی شخص بھی صرف جسم سے پہچانا جاتا ہے۔

وہ صرف سامی کے جسم کو پہچان رہا تھا جو میرے قبضے میں تھا۔

وہ بلی کو نہیں دیکھ رہا تھا جس کے اندر اس کی بیٹی چھپی ہوئی تھی۔ ماں کے لئے رو رہی تھی اور باپ کے قریب آکر اس کے جوتوں پر اپنا سر رگڑ رہی تھی۔

اس دنیا کی ہر محبت جسم کے شوکیس میں سجی ہوئی ہے۔ اسی سے جان پوکر بھی میرے شوکیس سے دھوکہ کھا رہا تھا۔ سامی کو باؤں کی ٹھوکر پر ایک طرف ہٹا رہا تھا اور مجھے بار بار کہہ رہا تھا کہ میں تمہارا باپ ہوں۔

میں انکار کر رہی تھی۔ مجھے انکار ہی کرنا چاہیے تھا، جب بھی کسی نوجوان کی بھینٹ دے کر سامی کو ہمیشہ کے لئے بلی نہ بنا دیتی۔ اس وقت کمشنر جان پوکر کی بیٹی بننا قبول نہ کرتی۔ کیونکہ مجھ پر تین قتل کے الزام تھے اور وہ کمشنر مجھے ان الزامات سے نہیں بچا سکتا تھا۔ صرف وہی فوجی جو بلی کو اپنے خفیہ مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتے تھے اور اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ میری اور کیدار کی حفاظت کریں۔

جان پوکر بہت دیر تک اصرار کرتا رہا کہ میں اس کی بیٹی ہوں۔ سامی بھی بار بار میری طرف آتی تھی۔ میری ساڑھی کے دامن کو پکڑ کر باپ کی طرف کھینچتی تھی، یعنی اشارۃً کہتی تھی کہ میں اس کے باپ کے پاس جاؤں اور اس کے سینے سے لگ جاؤں۔ وہ باپ جو اسے بلی سمجھ کر خوف کر رہا تھا، اسے گود میں نہیں اٹھا رہا تھا، اسے سینے سے نہیں لگا رہا تھا، پھر بھی وہ باپ کی آرزو پوری کرنا چاہتی تھی کہ وہ اس کے جسم کو بلی سمجھ کر سینے سے لگا لے۔

جب ایک رشتہ دوسرے رشتے کو گلے لگاتا ہے تو اس وقت وہ تکمیل حاصل ہوتی ہے وہ روح کی گہرائی تک پہنچتی ہے۔ سامی کا مقصد یہ تھا کہ جان پوکر مجھے گلے لگائے اور اس کی مسرتوں کو سامی اپنی روح کی گہرائی میں محسوس کرے۔

میں اتنی نادان نہیں تھی کہ اس کے باپ کے گلے لگ کر اس کی بیٹی ظاہر کر دیتی، میں اپنی ضد پر قائم رہی اور مسلسل انکار کرتی رہی۔ کرنل نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا:

"مسٹر جان پوکر! آپ خواہ مخواہ ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ایک خانہ بدوش لڑکی ہے۔ یہ اور اس کا ساتھی دونوں ہی خطرناک مجرم ہیں۔ یہ اب تک تین قتل کر چکے ہیں۔ کیا آپ کی بیٹی میں ایسے جرم کرنے کی صلاحیت ہے؟"

جان پوکر نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں، میری بیٹی کسی کو قتل نہیں کر سکتی، مگر میں بتاؤں کہ

میرے پاؤں تک ہو بہو سامی ہے۔"

کرنل نے کہا: "ایک ہی شکل کی دو لڑکیاں ہو سکتی ہیں۔ کیا آپ اس حقیقت سے انکار کریں گے؟"

"نہیں میں انکار نہیں کرتا، مگر دو شکل بھی کسی امتیازی نشان سے پہچان لئے جاتے ہیں۔ میری بیوی نے مجھے بتایا تھا کہ سامی کے بائیں کولہے پر ایک سیاہ تل ہے۔ آپ کسی عورت سے کہیں کہ اس لڑکی کو دوسرے کمرے میں لے جا کر چیک کرے، وہ سیاہ تل نہ ہوا تو میں اپنی گمشدہ بیٹی کی تلاش میں بھٹکنے کے لئے کہیں اور چلا جاؤں گا۔"

میں نے پریشان ہو کر فوراً ہی نظریں جھکا لیں، تاکہ میری آنکھوں سے پریشانی ظاہر نہ ہو جائے۔ میرے شوکیس سے دھوکہ کھا رہا تھا۔ سامی کے بائیں کولہے پر واقعی سیاہ تل ہے اور اس وقت میرا جھوٹ نگلنے والا تھا۔ میرا دماغ تیزی سے سوچنے لگا۔ ایک خیال آتا تھا کہ مجھے حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ جان پوکر کو اور ان فوجیوں کو بتا دینا چاہیے کہ میرے پاس سامی کا جسم ہے لیکن اس کا دل اور دماغ نہیں ہے اور نہ ہی انگریزی بولنے والی زبان ہے لیکن میں اتنی جلد شکست تسلیم نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں آخر وقت تک ہمت ہارنے والی عورت نہیں ہوں میں نے سوچ لیا کہ تنہائی میں جو عورت میرا لباس اتارنے آئے گی، میں اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر منت و سماجت کروں گی کہ وہ اس تل کا ذکر نہ کرے۔

تھوڑی دیر بعد ایک ادھیڑ عمر کی عورت آئی۔ وہ بھی فوجی وردی میں تھی۔ وہ نام کی عورت تھی ورنہ چہرہ اور جسامت مردوں جیسی تھی۔ اس کی آنکھوں کی چمک اور جبڑوں کی سختی دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ وہ میری منت و سماجت اور آنسوؤں سے نہیں پگھلے گی۔ وہ کرنل کے سامنے اٹینشن ہو کر اس کی ہدایات سنتی رہی۔ پھر مجھے ساتھ ایک چھوٹے سے کمرے میں لے گئی۔

سامی میرے پیچھے پیچھے آئی تھی جب اس نے دیکھا کہ میں صرف ایک عورت کے ساتھ کمرے میں تھوڑی دیر کے لئے بند ہو رہی ہوں تو وہ طفلن ہو کر اپنے باپ کے پاس چلی گئی۔ اس ادھیڑ عمر کی عورت نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ پھر اس نے پلٹ کر میری جانب دیکھا تو اس کے دیکھنے کا انداز بدل چکا تھا۔ اس کی آنکھیں کسی مرد کی آنکھیں تھیں اور وہ آنکھیں میرے حسن و شباب کو ملتجا نہ دیکھ رہی تھیں۔

کچھ عورتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں عورتوں کی خصوصیات نہیں ہوتیں ایسے رویے میں مردانہ پن ہوتا ہے، جیسے لڑکے نسبت ہا پہنے ہوئے ہوں۔

"میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تم مجھ سے کیا چاہتی ہو، میں انکار نہیں کروں گی کیونکہ وہ بلی یہاں نہیں ہے، تمہیں کھیلنے سے کوئی نہیں روک سکے گا، لیکن میری ایک شرط ہے:"

"تمہاری خاطر مجھے ہر شرط منظور ہے بولو کیا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں کہ تم اس انگریز کے سامنے غلط بیان دو، اسے یہ کہنا کہ بلی میرے کسی کو قتل نہیں کر سکتی، مگر کیوں بتاؤں؟"

"تم اپنے باپ کو ڈبڈی کیوں نہیں کہتیں۔ نفرت سے انگریز کہہ رہی ہو؟"

"ہم ہندوستانی ہیں، ہم نے انگریزوں سے نفرت کر کے ہی انہیں دیس سے نکالا ہے، میں ایک انگریز کی بیٹی کہلانا پسند نہیں کرتی، مجھے اپنی ماں سے بھی نفرت ہے کہ اس نے ایک انگریز سے شادی کی تھی، اس لئے میں نے انگریزی زبان نہیں سیکھی۔"...

میرے منہ میں جو آیا کہتی گئی، اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لئے بھی اچھی طرح جتا دیا کہ انگریزوں سے نفرت کی وجہ سے میں نے ان کی زبان نہیں سیکھی لیکن میں فضول باتیں کر رہی تھی کیونکہ وہ میری باتوں سے زیادہ میری جوانی سے متاثر ہو رہی تھی،

"تم بہت سندر ہو، تمہیں [illegible] دیں گی جو تم چاہتی ہو۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔

ہم بڑے ہال میں واپس آئے تو کرنل نے پوچھا کہ ہم نے اتنی دیر کیوں کر دی۔ اس عورت نے جواب دیا۔

"یہ بہت شرمیلی ہے، لباس اتارنا نہیں چاہتی تھی۔ میں بہت دیر تک اسے سمجھاتی منتاتی رہی، پھر بھی یہ راضی ہوئی تو مجھے زبردستی اس کا لباس اتارنا پڑا۔ میں نے اچھی طرح دیکھا ہے، اس کے [illegible] نہیں ہے۔"

اس کا بیان سن کر جان پوکر نے مایوسی سے مجھے دیکھا اور سر جھکا لیا۔

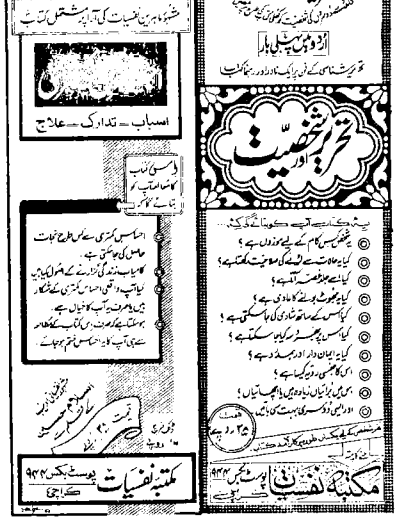

کرنل نے کہا!

"مسٹر جان، مجھے آپ سے ہمدردی ہے، میں آپ کی دلجوئی کے لئے اس لڑکی کو آپ کے حوالے کر دیتا، آپ اسے پاکر بیٹی کا غم بھول جاتے، لیکن افسوس کہ یہ ایک مجرم ہے۔ اسے صرف قانون کے حوالے کیا جا سکتا ہے۔"

جان پوکر نے کرنل سے رخصتی مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں، میں بھی قانون کا احترام کرتا ہوں اور مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں نے آپ کا وقت ضائع کیا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگا، سامی کش مکش میں مبتلا ہو گئی۔ اپنے باپ کے پیچھے چلتے چلتے پلٹ کر مجھے دیکھتی رہی۔ وہ الجھ گئی تھی کہ باپ کے ساتھ جائے یا میرے ساتھ لگی رہے، آخر اسے رکنا پڑا۔ اس کا باپ چلا گیا۔ وہ اپنا جسم میرے پاس چھوڑ کر نہ جا سکی، شاید یہ سوچ کر کہ اس کا باپ آج نہیں تو پھر کبھی مل جائے گا، لیکن اس جسم کو میں نے غیر مردوں کے حوالے کر دیا تو پھر اس کی دوشیزگی باقی نہیں رہے گی۔

میں اس کی مجبوریوں پر مسکرانے لگی۔ اس وقت یہ سوچ کر اطمینان ہوا کہ وہ مجھے ہی صرف پریشان نہیں کر رہی ہے، میں بھی اسے پریشان کر رہی ہوں، اس کے لئے اس سے بڑی سزا اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس کا باپ وہاں آیا، مگر وہ ڈیڈی کہہ کر اس کے گلے نہ لگ سکی۔ اپنی ماں کی موت پر آنسو بہا نہ سکی۔ وہ میرے پیچھے بھاگتے رہنے پر مجبور تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے نڈھال سی بیٹھی رہی۔ پھر اس نے اچانک ہی غرا کر اس عورت کو دیکھا جس نے تل کے متعلق غلط بیان دیا تھا۔ اس کا باپ جس ثبوت کے ذریعے مجھے اپنے ساتھ لے جاتا، اس ثبوت کو اس کے جھوٹ نے میرے کو لیے پر سے غائب کر دیا تھا۔ اس جھوٹ اور فریب پر وہ تلملا گئی، وہ کیلا رگی چھلانگیں لگاتی ہوئی آئی اور اچھل کر اس عورت کے منہ پر پنجہ مارتی ہوئی اس کا گریبان پکڑ کر جھول گئی۔ وہ عورت اس اچانک حملے سے ٹھٹھر گئی۔ پھر فوراً سنبھل کر اسے پرے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔ اتنی دیر میں سامی دوبارا اس کے چہرے پر خراشیں ڈال کر خود اس سے دور ہو گئی ایک صوفہ پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ وہاں سے وہ فرش پر آئی اور غراتی ہوئی اس عورت کے چاروں طرف چکر لگانے لگی، وہ دوسری بار حملے کا موقع ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ عورت بھی محتاط ہو کر پینترے بدل رہی تھی۔ کرنل نے پریشان ہو کر کہا۔

"اسے کیا ہو گیا ہے؟ اس کے تیور خطرناک ہیں، اسے پکڑو۔"

اس کا حکم سنتے ہی وہاں جتنے افسر تھے، سب کے سب اسے گھیرنے لگے، سامی نے گرفت میں آنے سے پہلے پھر ایک زبردست حملہ کیا، وہ عورت محتاط ہونے کے باوجود دھوکہ کھا گئی۔ اس نے بوکھلا کر چیخ ماری۔ اس کے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر گئے اور وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑا کر صوفے کے قریب ہی گر پڑی۔

اس حملے کے بعد سامی خود ہی بھوانی شنکر کی گود میں ایسے اطمینان سے آ گئی جیسے انتقام کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی ہو، واقعی وہ انتقام لے چکی تھی جب اس عورت نے اپنی آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹائے تو اس کی دائیں آنکھ زخمی نظر آ رہی تھی اور اس میں سے خون رس رہا تھا۔ سامی نے اپنے پنجے کے تیز ناخن اس کی آنکھ میں گڑو دیئے تھے، ایک افسر فوراً ہی اسے سہارا دے کر مسٹر اور کے لئے دوسرے کمرے میں لے گیا۔ کرنل نے مجھ سے کہا:

"تم نے کہا تھا کہ یہ تل صرف اس پر حملہ کرتی ہے جو بری نیت سے تیر ہاتھ لگاتا ہے لیکن لیڈی ایکس نے تمہیں اس نیت سے ہاتھ نہیں لگایا تھا، پھر اس نے وحشیانہ انداز میں حملہ کیوں کیا؟"

میں کرنل سے یہ نہ کہہ سکی کہ لیڈی ایکس اپنی غلط بیانی کے باعث اپنا انجام کو پہنچی ہے، میں یہ نہیں بتانا چاہتی تھی کہ میرے بائیں کولہے پر تل ہے اور لیڈی ایکس نے میرے ایما پر جان پوکر سے جھوٹ کہا ہے۔ مجھے خاموش اور دیکھ کر ایک افسر نے پوچھا۔

"تم خاموش کیوں ہو؟ معلوم ہوتا ہے تم اس تل کی کسی خاص عادت کو ہم سے چھپا رہی ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا: "میں خود اس بات پر حیران ہوں کہ اس نے لیڈی ایکس پر حملہ کیوں کیا، جب کہ وہ کسی ایسی ویسی نیت سے میرے قریب نہیں آئی تھی۔ ایسی حرکت اس نے پہلی بار کی ہے۔"

سامی غرا کر مجھے دیکھنے لگی، اس کے غرانے سے کیا ہوتا ہے، وہ تو پر حملہ نہیں کر سکتی تھی، جیسا کہ میں بتا چکی ہوں، وہ مجھ پر حملہ کر کے اپنے ہی شاید جسم کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی، لیکن کرنل نے اس کی غراہٹ سے سمجھ لیا ضرور دال میں کچھ کالا ہے، اس نے بھوانی شنکر سے کہا۔

"تم اس تل سے سگنلنگ کے ذریعے معلوم کرو کہ اس نے لیڈی ایکس پر حملہ کیوں کیا تھا۔"

بھوانی شنکر نے کرنل کے حکم کی تعمیل کی۔ اس نے سامی کو صوفوں کی درمیانی میز پر بٹھا کر دیا۔ پھر کاغذ کا ایک پیڈ اور پنسل لے کر اس کے سامنے ذرا فاصلے پر بیٹھ گیا۔ سامی نے غراتے ہوئے سر کو دو بار ہلانے لگا۔ سامی نے جواباً اپنے اگلے دونوں پنجے اٹھائے اور سگنل کی اشاراتی زبان سے کچھ کہنے لگی، بھوانی وہ تمام باتیں کاغذ پر نوٹ کرتا جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے کرنل سے کہا۔

"یہ تل کہتی ہے کہ لیڈی ایکس نے خالہ پر حملہ کیا تھا، اس عورت کے بائیں کولہے پر سیاہ تل موجود ہے۔"

میں حیرانی سے سامی کی جانب دیکھنے لگی۔ مجھے یہ تو نہیں کہ وہ بائیں اور گرین کے مختلف زاویوں سے ایسی عمل باتیں کرنا سیکھ گئی ہے، اس طرح وہ میرے اور کیدار کے متعلق بھوانی شنکر کو بہت کچھ بتا سکتی تھی، اب مجھے سے بہت زیادہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

کرنل نے سیاہ تل کے بارے میں صحیح رپورٹ سن کر کہا۔

"میں نے خود ہی لیڈی ایکس کو سمجھا دیا تھا کہ اگر اس کے بائیں کولہے پر تل ہو تو وہ جان پوکر کے سامنے اگر غلط رپورٹ پیش کرے، کیا تم جاننا چاہتی ہو کہ تمہارے باپ سے جھوٹ کیوں کہا گیا ہے؟"

میں پہلے نہیں جانتی تھی، اب سمجھ گئی کہ کرنل نے لیڈی ایکس کو جھوٹ بولنے کا حکم دیا تھا۔ میں نے اس پر ظاہر کیا کہ میں پہلے ہی سے اس کے ارادوں کو سمجھتی ہوں۔

میں نے کہا: "میں جانتی ہوں، آپ یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ انگریز مجھے یہاں سے لے جائے، اگر میں جاتی تو بلی بھی میرے ساتھ جانے کے لئے چل جاتی، اگر اسے جبراً روکا جاتا تو وہ آپ لوگوں کے اشاروں پر چلنے سے انکار کر دیتی۔"

گڈ! کرنل نے مسکرا کر کہا: "جھوٹ بولنے اور قتل کرنے والی عورت منصوبے بنانا اور دوسروں کے منصوبوں کو سمجھنا جانتی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ آج تمہاری اور کیدار کی آخری آزمائش ہے، میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم دونوں کس حد تک اپنی اصلیت چھپا کر رکھ سکتے ہو، میں نے سزائے موت کی دھمکی دی مگر تم دونوں نے اپنی اصلیت ظاہر نہیں کی۔ جان پوکر نے تمہیں سیاہ تل سے پہچاننا چاہا، پھر بھی تم خود کو چھپاتی رہیں۔ مجھے ایسے ہی ضدی اور اٹل فیصلہ کرنے والوں کی ضرورت ہے جو موت کے منہ میں پہنچ کر بھی اپنے راز کی حفاظت کرتے رہیں۔ ایسے ہی لوگ سیکرٹ سروس کے ممبر بنتے ہیں۔ اور دوسرے ممالک میں جا کر اگر کبھی پکڑے بھی جائیں اور موت سے بدتر سزائیں بھی ملیں، تب بھی اپنی اصلیت ظاہر نہیں کرتے۔

میں تم دونوں کو قانون کے حوالے نہیں کروں گا، تم اور کیدار اس محکمہ میں رہو گے، بھوانی شنکر کے ماتحت رہ کر ٹریننگ حاصل کرو گے اور چھ ماہ بعد اس ملک سے باہر ایک اہم مشن پر جاؤ گے۔

مگر یاد رکھو! اپنے دیس کی وفاداری تمہیں فائدہ پہنچائے گی، اگر کسی مرحلہ پر تم میں سے کسی نے غداری کی تو وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہو گا۔"

میں نے اور کیدار نے قسم کھائی کہ ہم وفادار بن کر رہیں گے، اور دوسرے ملکوں میں جا کر اپنے دیس کی بھلائی کے لئے کام کریں گے۔

سچ پوچھو تو میرے دل میں نہ دیس کی محبت تھی، نہ پردیس جانے کی خواہش تھی، لیکن پھانسی کے پھندے سے بچنے کے لئے اب اس دیس کو چھوڑ دینا ضروری ہو گیا تھا، اور یہ ہمارے لئے بہترین موقعہ تھا، سیکرٹ سروس والے خود ہی ہمیں دیس سے باہر لے جا رہے تھے۔

میں نے سوچ لیا کہ کسی دوسرے ملک میں جا کر ہی اس بلی کو کسی نوجوان کے خون سے نہلاؤں گی، وہاں اس کا موقعہ نہیں تھا، ہمیں عمارت کے اندر گھومنے پھرنے کی آزادی مل گئی تھی، مگر باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ویسے میں روزانہ پچاس مرتبہ منتر پڑھتی تھی تاکہ سامی کی آتما بلی کے جسم سے آزاد نہ ہو سکے۔

اس وقت سامی نے جب یہ سنا کہ خود کرنل بھی اس کے باپ کو دھوکا دینے میں شریک ہے اور اسی نے لیڈی ایکس کو حکم دیا تھا کہ اس کے باپ کے سامنے سیاہ تل کا ذکر نہ کیا جائے تو اس سازش پر وہ کرنل کو غرا کر دیکھنے لگی۔ اس کے غرانے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے اس پر حملہ کرنے ہی والی ہے، بھوانی شنکر نے خطرے کو بھانپ کر فوراً ہی اسے گود میں اٹھا لیا اور پیار سے اس کی ملائم پشت کو سہلاتے ہوئے اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے لگا۔

"ایزی بے بی ایزی"..... وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

سامی کی غراہٹ دھیمی پڑ گئی، سب نے یہی سمجھا کہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہے، لیکن میں جانتی تھی کہ وہ کیسی ضدی ہے۔ ایک بار کسی کو دشمن سمجھ لے تو آخر وقت تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ میں سمجھ گئی کہ کرنل کی بھی شامت آ گئی ہے:

یہ کہہ کر چھپا ذرا دیر کے لئے خاموش ہو گئی۔

میں رسیوں سے بندھا ہوا پیال کے بستر پر ٹوں پڑا تھا جیسے میرے ہاتھ پاؤں نہیں ہیں۔ ایک تو میں زخموں سے چور تھا دوسرے کیدار نے کچھ ایسی مضبوطی سے مجھے باندھ رکھا تھا کہ اس رسی کا کھلنا تو دور کی بات ہے اس کے پیچ بھی ڈھیلے نہیں ہو رہے تھے، میں ایک اپاہج بن کے رہ گیا تھا۔ یہ سوچ کر ندامت سی سوار ہی تھی کہ سامی ایک لڑکی ہو کر ہزاروں ہنگاموں کو جنم دے رہی تھی، قدم قدم پر دشمنوں کے دانت کھٹے کر رہی تھی اور میں مرد ہو کر اپاہج کی حیثیت پڑا ہوا تھا۔

کیا میں مردگی توہین برداشت کر سکتا ہوں؟ کیا میں خود کو اور سامی کو آنے والے خطرے سے نہیں بچا سکتا۔ یہ سوالات میرے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح برس رہے تھے، اور میں خود کو سمجھا رہا تھا کہ ایسے وقت جسمانی قوت کام نہیں آتی صرف دماغی قوت سے کام نکلتا ہے اور اس کے لئے مجھے صبر و تحمل سے کسی موقعہ کا انتظار کرنا ہو گا۔ سامی کی داستانِ حیات بھی یہی بتاتی تھی۔ میں رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ وہ منتروں سے بلی کے جسم میں قید ہو گئی تھی، نہ میں رسیوں سے آزاد ہو سکتا تھا، نہ وہ بلی کے جسم سے رہائی حاصل کر سکتی تھی۔ اس کے باوجود وہ ذہنی صلاحیتوں سے کام لے کر دشمنوں کو پریشان کر رہی تھی۔

میں نے چھپا سے کہا: سامی اپنے باپ کے قریب آ گئی ہے، پھر بھی اس بات کا اسے گہرا صدمہ تھا، اس کا بس چلتا تو وہ ان تمام لوگوں کو کچا چبا جاتی جنہوں نے اس کے باپ سے جھوٹ کہا، اس کی وجہ سے جدا کر دیا تھا، کیا اس نے کرنل کو معاف کر دیا تھا؟

چھپا یوں دانت پر دانت جمائے بیٹھی تھی جیسے خیاں ہی خیال میں سامی کو دانتوں تلے پیس رہی ہو، پھر وہ نفرت سے بولی۔

"وہ دشمنوں کو معاف کرنا نہیں جانتی۔ اگرچہ میں بھی اس کی دشمن ہوں لیکن مجبوراً میری نیاز مندیوں کو برداشت کر رہی ہے۔ ورنہ اس نے لیڈی ایکس اور کرنل سے انتقام لے لیا تھا۔"

"کیسے؟" میں حیرانی سے پوچھا۔

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"شروع میں پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے اور بڑی خاموشی

سے یکسی چالیس چل رہی ہے، اس وقت جبکہ بھوانی شنکر اسے گود میں لے کر سہلا رہا تھا کہ سامی نے اسے گنگنا دیا۔ بھوانی شنکر نے کزل سے کہا۔

"یہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے، اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے دوسرے کمرے میں لے جاؤں، یہاں اسے چھوڑوں گا تو یہ آپ پر حملہ کرے گی۔"

کزل نے اسے دوسرے کمرے میں جانے کی اجازت دے دی۔ مجھے بھی سامی کے ساتھ جانا پڑا۔ کیونکہ وہ مجھے تنہا کسی کے پاس نہیں چھوڑتی تھی دوسرے کمرے میں آکر بھوانی شنکر نے اسے ایک کرسی پر بٹھا دیا اور کاغذ اور پنسل لے کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ سامی اگلے دونوں پنجے اٹھا کر گنگنانے کے ذیلے اسے کچھ کہنے لگی، وہ تمام باتیں نوٹ کرنے کے بعد مجھے اور سامی کو وہاں تنہا چھوڑ کر باہر چلا گیا۔

اس وقت تک میں اس خوش فہمی میں مبتلا تھی کہ وہ بلی کے جسم میں قید ہے، نہ مجھے چھوڑ کر جا سکتی ہے اور نہ ہی مجھے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ پندرہ منٹ کے بعد بھوانی شنکر و فوجی جوانوں کے ساتھ آیا اور مجھ سے کہنے لگا۔

"یہ بلی کہتی ہے کہ اس کی ایک خواہش پوری کی جائے، اگر پوری نہ کی گئی تو یہ ہمارا حکم ماننے سے انکار کر دے گی اور ہمارے ساتھ کسی بھی مشن پر جانے سے انکار کر دے گی، تم جانتی ہو کہ یہ بلی ہمارے لئے کتنی اہم ہے ہم اس کی ادنیٰ سی خواہش پوری کرنے کے لئے اپنا بڑے سے بڑا نقصان برداشت کر سکتے ہیں، ویسے تمہیں بارہ گھنٹے کے لئے قید کر دینے میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے فوجی جوانوں کو اشارہ کیا، وہ دونوں میرے قریب آئے اور نائلون کی ڈوری سے میرے ہاتھ پاؤں باندھنے لگے۔ میں نے پریشان ہو کر سامی کی طرف دیکھا، پھر بھوانی شنکر سے پوچھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے، میرے ہاتھ پاؤں باندھنے سے اس بلی کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟"

بھوانی شنکر نے جواب دیا: "مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ اس بلی کو کیا فائدہ پہنچے گا، ہم اپنے فائدے پر نظر رکھتے ہیں، اس کی یہ چھوٹی سی خواہش پوری کرنے میں ہمارا نقصان ہی کیا ہے، اگر تم بارہ گھنٹے تک اسی طرح بندھی رہو گی تو کونسی قیامت آ جائے گی؟"

یہ چاہتی ہے کہ تمہیں باندھ کر تمہارے کمرے میں قید کر دیا جائے، اس کمرے میں کوئی نہیں جائے گا، کمرے کے باہر دروازے پر لیڈی ایکس پہرہ دے گی اور تم کسی سے بات نہیں کرو گی، تنہائی میں بھی نہیں بڑبڑاؤ گی۔ اس کے لئے ہم بارہ گھنٹے تک تمہارا منہ بند کر رہے ہیں۔"

وہ کہہ رہا تھا اور اس کے کہنے کے مطابق ایک فوجی جوان میرے منہ میں رومال ٹھونس کر میرے ہونٹوں کو بند رکھنے کے لئے پٹی باندھ رہا تھا۔

آہ — تب سامی کی چال میری سمجھ میں آ گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ میری زبان اور میرے ہونٹ بند رہیں تاکہ میں اس روز پچاس مرتبہ منتر نہ پڑھ سکوں، ایک دن منتر پڑھنے کا ناغہ ہوتے ہی اس کی روح بلی کے جسم سے آزاد ہو جاتی۔ اسی لئے اس نے میرا منہ بند کروا دیا تھا۔ دونوں فوجی جوان مجھے اٹھا کر میرے کہنے میں لے گئے، وہاں مجھے بستر پر ڈال دیا اور سامی کو میرے پاس چھوڑ کر باہر چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد بھوانی شنکر لیڈی ایکس کے ساتھ آیا، سامی کے سامنے اس نے یقین دلایا کہ اس کی خواہش کے مطابق لیڈی ایکس کمرے کے باہر پہرہ دے گی، وہاں میری مدد کرنے اور میرا منہ کھولنے کے لئے کیدار بھی نہیں آ سکے گا۔

یہ کہہ کر بھوانی شنکر چلا گیا۔ لیڈی ایکس نفرت سے سامی کو دیکھ رہی تھی کیونکہ اس نے اس کی ایک آنکھ زخمی کر دی تھی، اس وقت اس کی آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ اپنی دوسری آنکھ سے سامی کو گھور کر رہ گئی۔ اس کا بس چلتا تو وہ اس کا گلا گھونٹ دیتی لیکن انسان اعلیٰ کا حکم تھا کہ سامی کی ہر زیادتی کو برداشت کیا جائے اور اسے کسی طرح کا نقصان نہ پہنچایا جائے۔

وہ زیر لب بڑبڑاتی ہوئی باہر چلی گئی۔ اور میرے کمرے کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ سامی میرے بستر کے قریب ایک میز پر بیٹھی مجھے گھور کر دیکھتی رہی۔ وہ جانتی تھی کہ ہر رات نو بجے جب میں اپنے کمرے میں سونے کے لئے آتی تو سونے سے پہلے وہ منتر پچاس بار پڑھتی تھی۔ دستور کے مطابق میں نے پچھلی رات دس بجے وہ منتر پڑھا تھا۔ اس وقت شام ہو رہی تھی۔ اب چار گھنٹے کے اندر پھر مجھے وہی منتر پڑھ لینا چاہئے تھا اور میں نہیں پڑھ سکتی تھی۔

میں نے انتظار کیا کہ سات بجے ڈنر کے لئے گانگ بجے گا تو لیڈی ایکس میرے لئے کھانا لائے گی۔ کھانے کے لئے تو میرا منہ کھولنا پڑے گا۔ اس وقت میں لقمے چبانے کے دوران وہ منتر پڑھ لوں گی۔

سات بجے گانگ کی آواز سنائی دی، میری نظریں دروازے پر جم گئیں۔ میں بہت دیر تک انتظار کرتی رہی، آٹھ بج گئے، پھر نو بج گئے، دروازہ نہیں کھلا، کوئی مجھے پوچھنے نہیں آیا۔ سامی نے ہر پہلو پر اچھی طرح سوچ لیا تھا شاید اسی نے بھوانی شنکر سے کہا ہو گا کہ مجھے اس رات کھانا نہیں دیا جائے۔ ایک گھونٹ پانی بھی نہیں پلایا جائے، میری کوئی ایسی ضرورت پوری نہ کی جائے جس سے منہ کھولنے کی ضرورت پیش آئے۔

میں سامی کو گھور کر دیکھنے لگی اور دل ہی دل میں اسے گالیاں دینے لگی، کاش کہ میں دل ہی دل میں منتر پڑھ سکتی، پڑھنے کو تو پڑھ سکتی تھی، مگر منتر پڑھنے کے کچھ اصول ہوتے ہیں، کچھ پابندیاں ہوتی ہیں جن پر میں اس وقت عمل نہیں کر سکتی تھی۔

وقت گذرتا جا رہا تھا، چوبیس گھنٹے پورے ہو رہے تھے۔ گرو مہاراج نے کہا تھا کہ چوبیس گھنٹے میں ایک بار ضرور منتر پڑھنا ہو گا۔ انہوں نے پچاس بار پڑھنے کو کہا تھا۔ میں ایک بار بھی نہیں پڑھ سکتی تھی۔ میں بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ مجھے اس طرح باندھا گیا تھا کہ میں آزاد نہیں ہو سکتی تھی، تم میری مجبوریوں کو سمجھ سکتے ہو، کیونکہ تم بھی اس وقت رسیوں سے بندھے ہو۔"

چھپکلی کی بات سن کر میں نے پہلی بار قہقہہ لگایا۔ دراصل میں قہقہہ لگا کر سامی کی ذہانت پر اپنی مسرتوں کا اظہار کر رہا تھا۔ اس کی ذہانت کے آگے چھپکلی کے تمام منتر پانی ہو جاتے تھے، اس نے ہزار پابندیوں اور منتروں کے باوجود چھپکلی کو باندھ کر میری طرح بے بس کر دیا تھا۔

سامی کے حوصلے اور صلاحیتیں یہ سکھا رہی تھیں کہ بڑی سے بڑی مصیبت کے سامنے بھی انسان کو حوصلہ نہیں ہارنا چاہئے بلکہ بڑی دلجمعی اور خود اعتمادی سے اپنی ذہانت کو کام میں لانا چاہئے۔ سچ پوچھو تو وہ ایسی حسینہ مجھے موت کے منہ میں بھی زندہ رہنے کا حوصلہ دے رہی تھی۔

"پھر کیا ہوا؟" میں نے پوچھا: "کیا سامی کی روح بلی کے جسم سے آزاد ہو گئی؟"

"ہاں۔" چھپکلی نے جواب دیا: "چوبیس گھنٹے کے بعد اس منتر کا اثر ختم ہو جاتا ہے، اس رات ٹھیک دس بجے کر پانچ منٹ پر سامی نے بیٹھے بیٹھے آنکھیں بند کر لیں، وہ بڑی آہستگی سے میز پر سے لڑھک گئی۔ میں سمجھ گئی کہ اس کی روح بلی کے جسم کو چھوڑ چکی ہے۔

اب نہ جانے وہ کیسے ہنگامے کرنے والی تھی، کبھی کبھی میں اپنے آپ کو کوستی ہوں کہ میں نے کیوں اس خطرناک لڑکی کا جسم حاصل کیا ہے۔ ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ جانے کس وقت کیا کر گذرے گی۔ جی میں آتا ہے کہ اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو جاؤں اور کہہ دوں کہ لے اپنا جسم واپس لے لے، اور بھگوان کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دے، لیکن جب آئینے میں یہ دول موہ لینے والا حسین سراپا دیکھتی ہوں تو اس بدن کو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ میں بھی ضد میں آ جاتی ہوں اور فیصلہ کر لیتی ہوں کہ اس کا مقابلہ کرتی رہوں گی۔ اگر کبھی ہارنے کی گھڑی آئی تو اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے اس کے اس حسین جسم کو جلا کر راکھ کر دوں گی۔

بہرحال بلی کے جسم کو بے جان ہوتے دیکھ کر میں کمرے میں چاروں طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگی، یہ میری حماقت تھی کہ میں اس کی روح کو دیکھنا چاہتی تھی، یہ جانتے ہوئے بھی کہ روحیں انسانی آنکھوں کو نظر نہیں آتی ہیں بس غیر ارادی طور پر میں اسے گھورنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور لیڈی ایکس اندر آ گئی، اس نے بلی کے مردہ جسم کو دیکھا، شاید وہ سمجھ رہی تھی کہ بلی سو رہی ہے۔

وہ میرے قریب آتی ہوئی بولی۔

"کیا بھوک لگ رہی ہے؟"

میں زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی، اس لئے "ہاں" کے انداز میں سر ہلا دیا۔

"تمہیں کتنی بے دردی سے باندھا گیا ہے، تکلیف تو ہو رہی ہو گی۔"

اچانک میں نے محسوس کیا کہ وہ طنزیہ انداز میں مجھ سے پوچھ رہی ہے لیڈی ایکس اس انداز میں باتیں نہیں کرتی تھی، میں نے اسے حیرانی اور پریشانی سے دیکھا تو وہ قہقہے لگانے لگی، پھر میرے کچھ سمجھنے اور کہنے سے پہلے ہی اس نے کہا۔

"چھپکلی، تو سامی کے جسم میں رہ کر سامی نہیں بن سکتی، اسی طرح اس لیڈی ایکس کے جسم میں سما کر میں لیڈی ایکس نہیں بن سکتی، مجھے اچھی طرح پہچان لے:"

میں نے پہچان لیا، وہ سامی تھی۔ اس نے لیڈی ایکس کو ختم کر دیا تھا اور اس کے جسم میں سما کر میرے پاس آئی تھی، مجھے پریشان ہوتے دیکھ کر اس نے کہا۔

"تو مجھے کسی ایک جسم میں قید کرنے اور مار ڈالنے کے لئے کتنے منتر پڑھے گی؟ اس دنیا کا کوئی منتر ہو، کوئی سائنسی شعبدہ ہو یا کوئی بھی علم ہو، سب دماغ سے پیدا ہوتے ہیں۔ تو اپنے گرو مہاراج کے دماغ سے سیکھے گی، میں اپنے دماغ سے اس کا توڑ کرتی رہوں گی۔

میں بہت دنوں سے سوچ رہی تھی کہ میں اس منتر سے کیسے نجات حاصل کر سکتی ہوں جسے تو روزانہ پڑھتی ہے، میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ میں کسی طرح اپنا ایک ہمدرد اور مددگار پیدا کروں۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ لوگ میری طرف متوجہ ہوں۔ لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے میں نے پہلی بار بلیغنے کی دکان میں گھوڑے اور کھرے سکے کی پہچان کی۔ گھر کے سامنے والے ہوٹل میں آئے دن نت نئے تماشے کرتی رہی۔ دھرم کے مطابق ہر مرد اور عورت کے دماغ میں آواگون کا یہ عقیدہ بٹھا دیا کہ میں پچھلے جنم میں ایک ناری تھی اور اس جنم میں بلی بن کر آئی ہوں۔ میرا خیال تھا کہ اس دوران کسی سے میری دوستی ہو جائے گی۔ اور میں اسے اپنا ہمدرد بنا لوں گی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی کہ ہم بسکٹ سروس کے فلمکے میں چلے آئیں گے اور اس عمارت میں قید ہو جائیں گے۔

یہ بھی اچھا ہی ہوا، یہاں میں نے بھوانی شنکر کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ میرے ہر حکم کی تعمیل کرے، میں اچھی طرح سمجھتی ہوں، یہ سب طلب کے بندے ہیں، اپنے مطلب کی خاطر میری ہر خواہش پوری کرتے ہیں اور یہ خواہش کس طرح پوری ہوتی ہے، یہ تم دیکھ رہی ہو، تم مجھے بلی کے جسم میں قید کرنا چاہتی تھیں، میں نے تمہیں قید کر دیا ہے، تمہیں اس قابل نہیں رکھا کہ ایک بار بھی منتر پڑھ سکو۔

یہ درست ہے کہ میں تمہیں زیادہ دیر تک قیدی بنا کر نہیں رکھ سکتی تم بھوکی پیاسی رہو گی تو میرے ہی جسم کو تکلیف پہنچے گی۔ میں بلی کے جسم سے آزاد ہونے کے باوجود اپنے جسم کو تمہارے پاس چھوڑ کر نہیں جا سکتی، ورنہ میں لیڈی ایکس کے اس روپ میں عمارت سے باہر جانا چاہوں تو مجھے کوئی نہیں روکے گا۔

ایک بار میں نے سوچا کہ میں سگنگنے کے ذریعے بھوانی شنکر کو اپنی اور تمہاری داستان سنا دوں کہ کس طرح دو عورتوں کے درمیان جادو اور ذہانت کا مقابلہ جاری ہے، لیکن یہ باتیں بھوانی شنکر کو بتانے میں مجھے اپنا فائدہ نظر نہیں آیا۔ وہ اور افسران اعلیٰ ہر حال میں یہی چاہتے ہیں کہ میں بلی بن کر ان کے اہم مشن میں کام آتی رہوں۔

اب سے دو دن پہلے بھوانی شنکر نے مجھ سے میری حقیقت پوچھی تھی، ان

میں سے کسی افسوس کو شبہ ہے کہ میرے ساتھ کوئی جادو ٹونا کیا ہے، اور کسی افسر جادو ٹونے کو احتقوں کی دماغی پیداوار کہتے ہیں، لیکن اپنے وہ سے عقیدے پر سب متفق ہیں، میں نے بھی یہی جواب دیا ہے کہ شاید میں پہلے جنم میں کوئی پڑھی لکھی عورت تھی، مجھ پر کسی نے جادو نہیں کیا ہے۔ یہ سب بھگوان کی لیلا ہے، اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی، اور وہ لوگ بھی زیادہ الجھنا نہیں چاہتے، انہیں اطمینان ہے کہ انہوں نے نہیں اور کیدار کو اپنے شکنجے میں کس لیا ہے، تم دونوں نہیں دھوکہ دے کر کہیں جا نہیں سکو گے اور تمہاری درجے میں بھی ان کے ساتھ رہوں گی اور ان کے کام آتی رہوں گی۔

اب میں کیا کہہ سکتی ہوں؟ یہی کہ میرا جسم جو تمہارے پاس ہے اسے تم سے چھین لوں، تمہارے سانس لینے کے راستے میں دیوار بن جاؤں۔ اس طرح ہمارے درمیان سخت مقابلہ ہوگا، اگر میں جیت گئی اور اپنے جسم میں سما گئی تو تمہاری روح یہاں کسی کے جسم میں سما کر عمارت سے باہر نہیں جا سکے گی کیونکہ تم پڑھی لکھی نہیں ہو، فوجی آداب سے ناواقف ہو اور نہ ہی کیدار کو یہاں چھوڑ کر جا سکتی ہو، حتیٰ کہ بلی کے جسم میں سما کر سٹنگ کے خفیہ پیغامات کو نہیں سمجھ سکو گی۔ اسی طرح میں بھی اپنا جسم حاصل کر کے اس عمارت سے باہر نہیں جاسکوں گی ہم دونوں مجبور ہیں، ایک دوسرے کی مدد کے بغیر سیکرٹ سروس کے اس محکمے سے نجات حاصل نہیں کر سکیں گے۔

فی الحال دانشمندی یہ ہے کہ میں تمہیں اپنے ہی جسم میں رہنے دوں، اور خوبی کے شریر میں رہ کر بھوانی شنکر کا اعتماد بحال رکھوں۔ اس وقت سے باہر جاتے وقت میں سوچوں گی کہ مجھے کس طرح تم سے منٹنا چاہئے، اپنی اس حالت کو دیکھ کر سمجھ رہا ہوں کہ میں جب چاہوں بھوانی شنکر سے کہہ کر تمہاری زبان بند کر سکتی ہوں، وہ مجھے اپنا آلۂ کار سمجھتا ہے، میں اسے اپنا آلۂ کار بنا کر جب چاہوں تمہارے منتروں کو روک سکتی ہوں، لہٰذا مجھے مجبوراً پھر ایک بار بلی کے جسم میں رہنا ہوگا تاکہ بھوانی شنکر کا اعتماد قائم رہے اور وہ ہمیں اس ملک سے باہر لے جائے....

سامی کی زبان سے یہ سن کر اطمینان ہوا کہ وہ پھر بلی کے جسم میں سما جائے گی، وہ مجھ سے زیادہ سمجھ دار ہے، یہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ بلی کے روپ میں سیکرٹ سروس والوں کی آلۂ کار بنے بغیر وہ مجھے وہاں سے نکال کر نہیں لیجا سکے گی۔ ہمارے درمیان ایک عجیب سی جنگ جاری ہے، ہماری آپس میں دشمنی ہے، لیکن ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہنے پر مجبور ہیں۔

میں سمجھ رہی تھی کہ سامی یہی باتیں بتانے کے لئے بلی کے جسم سے آزاد ہو کر لیڈی ایکس کے روپ میں آئی ہے، لیکن بات کچھ اور بھی تھی۔ وہ اس فریب کو نہیں بھولی تھی جو اس کے باپ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اس نے مجھے نفرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پتہ نہیں تیرا جنم کیسے ہوا تھا، شاید تو اپنے باپ کا نام بھی نہیں جانتی ہوگی، اسی لئے تو یہ بھی نہیں جانتی کہ بیٹی کی جدائی سے ماں باپ کے دل پر کیا گذرتی ہے، تو نے مجھے میرے ماں باپ سے جدا کر دیا، تیری وجہ سے میری ماں صدمے سہتے سہتے مر گئی، آج میرے ڈیڈی مجھ سے ملنے آئے تھے، لیکن تم سب نے مل کر انہیں دھوکہ دیا، تو نے، بھوانی شنکر نے، کرنل نے اور لیڈی ایکس نے پھر ایک باپ کو اس کی بیٹی سے جدا کر دیا۔ ڈیڈی جس طرح دل برداشتہ ہو کر یہاں سے گئے ہیں وہ صدمہ برداشت نہیں کر سکتی، میں تم سب سے گن گن کر بدلے لوں گی۔ بھوانی شنکر جو میرا سب سے بڑا ہمدرد ہے، میں اس ویس کے باہر جا کر اس سے بھی نمٹ لوں گی۔ لیڈی ایکس کا انجام تو دیکھ رہی ہے، اس کا جسم روح سے خالی ہو چکا ہے وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہے، اب کرنل کی باری ہے۔ اس نے میرے ڈیڈی کو دکھ پہنچایا ہے، میں اسے اس دنیا کے تمام دکھوں سے آزاد کرنے جا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگی، میں اس سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن میرے منہ سے بندھی ہوئی پٹی نے کچھ بولنے دیا، وہ اٹھی اور چلی گئی، دروازہ باہر سے بند ہو گیا تھا۔ میں بار بار دروازے کی طرف دیکھتی ہوئی اس کی واپسی کا انتظار کرتی رہی۔

وہ دوبارہ لیڈی ایکس کے روپ میں واپس نہیں آئی، تقریباً آدھ گھنٹے بعد اس عمارت میں فائرنگ کی آواز سنائی دی پھر خطرے کی گھنٹیاں گونجنے لگیں، کمرے کے باہر ننگے فرش پر فوجی بوٹوں کی دھمک سنائی دینے لگی، میری سمجھ میں یہی آیا کہ سامی نے ریوالور کی گولیوں سے کرنل کو ہلاک کر دیا ہوگا۔ ریوالور لیڈی ایکس کے ہولسٹر میں موجود تھا اور وہ بلا روک ٹوک کرنل کی خواب گاہ میں کسی بھی بہانے سے جا سکتی تھی۔

بہت دیر بعد میرے کمرے کا دروازہ کھلا۔ بھوانی شنکر اپنے دو ماتحت کے ساتھ آیا تھا، سب سے پہلے اس نے مجھے دیکھا۔ میں اسی طرح بندھی ہوئی پڑی تھی جس طرح وہ مجھے چھوڑ کر گئے تھے، پھر اس نے بلی کی جانب دیکھا، میری نظریں بھی میز پر گئیں جہاں وہ مردہ پڑی ہوئی تھی، لیکن اب وہ مردہ نہیں تھی۔ میز پر اطمینان سے بیٹھی ہوئی دُمیں نیچے سے اپنے سر کو کھجا رہی تھی۔ بھوانی شنکر نے اس سے پوچھا۔

"کیا لیڈی ایکس اس کمرے کے اندر آئی تھی؟"

سامی نے اشاروں میں جواب دیا۔ بھوانی شنکر نے پوچھا کہ وہ کیوں آئی تھی اور کیا کہہ رہی تھی؟

وہ پھر اشاروں میں جواب دینے لگی۔ بھوانی شنکر نے اپنے ماتحتوں سے ان اشاروں کی وضاحت کی۔ سامی نے اسے بتایا کہ لیڈی ایکس کمرے میں آ کر میرے ہاتھ پاؤں کھولنا چاہتی تھی، لیکن اس نے پھر پنجے مار کر اسے بھگا دیا۔

اس کا جواب سن کر دونوں ماتحت بھوانی شنکر سے تبادلہ خیال کرنے لگے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ لیڈی ایکس کو کیا ہو گیا تھا، اس نے ایک ایسی عورت کو آزاد کرنا چاہا جسے باندھ کر رکھا گیا تھا۔ ان لوگوں کی گفتگو سے پتہ چلا کہ لیڈی ایکس کرنل کی خواب گاہ میں گئی تھی اور کرنل کے کچھ سمجھنے اور سنبھلنے سے پہلے ہی اس کی دونوں ٹانگوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا تھا۔ وہ گولیاں دائیں ران میں اور دو گولیاں بائیں ران میں پیوست ہو گئی تھیں۔ کرنل کو فوری طبی امداد پہنچائی جا رہی تھی، ان کا خیال تھا کہ وہ بچ تو جائے گا لیکن دونوں پیروں سے اپاہج ہو جائے گا۔

سامی نے اسے اس طرح مارا تھا کہ وہ زندہ [illegible] لیکن ایک اپاہج کی طرح زندگی گذارتا۔ مارنے والی سامی تھی مگر لیڈی ایکس قاتل سمجھی جا رہی تھی۔ طرح دینے کے بعد خود بھی مردہ بن کر کرنل کے قریب گر پڑی تھی، وہ آپ ہی آپ ہنسی تھی، یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، وہ لوگ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ تادیبی کے روپ میں ان کے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔

بھوانی شنکر نے سامی سے اجازت لے کر مجھے آزاد کر دیا، انہیں شبہ تھا کہ میں نے وہاں سے فرار ہونے کے لئے لیڈی ایکس کو اپنی حمایت اور آلۂ کار بنا لیا تھا۔ کرنل کو اسی سازش کے تحت زخمی کیا گیا تھا۔ اس خیال کے پیش نظر وہ مجھے کئی طرح کے سوالات کرتے رہے، ان کے اطمینان میں ہوتا تو وہ مجھے اذیتیں دے کر اس سازش کا اقرار کرنے پر مجبور کر دیتے۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ بے ہاتھ بھی لگا یا گیا تو سامی ان کی دشمن بن جائے گی اور ان کے کسی جی حضوری میں کام نہیں آئے گی۔

وہ میرے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکے لیکن مجھ سے اور کیدار سے بہت زیادہ محتاط رہنے لگے، سامی ان کی نظروں میں پھول تھی اور ہم کانٹے کی طرح کھٹک رہے تھے، اس عرصہ میں مشن پر جانے کی تیاریاں مکمل ہو رہی تھیں، مجھے اور کیدار کو اسلامی تہذیب سکھائی جا رہی تھی۔ ہمیں جہاں بھی جانا تھا مسلمان بن کر جانا تھا لہٰذا ہمیں مسلمانوں کے رہنے سہنے، کھانے پینے اور بولنے کے آداب سکھائے جا رہے تھے۔ کیدار کا نام قادر بخش اور میرا نام سلمیٰ قادر رکھا گیا تھا۔ ہم دونوں کی حیثیت میاں بیوی کی تھی یعنی صرف میاں بیوی کا رشتہ تھا۔ سامی کب موقع دیتی تھی کہ میں ایک رات بھی اپنے میاں قادر بخش کے ساتھ گذار سکتی۔

بہر حال ٹریننگ حاصل کرتے میں چھ ماہ گذر گئے، ایک دن ہم دہلی سے زمینی ٹرین کا طیار روانہ ہو گئے، اس مشن میں بھوانی شنکر ہمارا لیڈر تھا۔ میرے، سامی اور کیدار کے علاوہ اس کے دو اور ساتھی تھے، وہ دونوں میرا اور کیدار کی کڑی نگرانی کرتے تھے۔ سامی بلی کے روپ میں ہمیشہ بھوانی شنکر کے ساتھ رہتی تھی اور مجھے بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتی تھی

ایک رات ہم غیر قانونی طریقہ سے سرحد پار کر کے مشرقی پاکستان کے سرحدی شہر دیناج پور پہنچ گئے، وہاں ہم سب کے ڈوسیمائل سرٹیفکیٹ تیار تھے جن کی رو سے ہم مشرقی پاکستان کے باشندے تھے اور قیام پاکستان کے وقت سے ڈھاکہ شہر میں رہتے آ رہے تھے دوسرے دن ہم ڈھاکہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

جیسا کہ تم نے اخباروں میں پڑھا ہوگا یا ریڈیو کی خبروں میں سنا ہوگا ہال ہی زبردست سیلاب آیا ہوا ہے، کتنے ہی گاؤں اور شہر پانی میں ڈوب گئے ہوئے ہیں، ڈھاکہ شہر کے بھی کتنے ہی علاقے سیلاب کی زد میں آ گئے تھے، ہم بھی ہمارے سے وہاں پہنچے، اس شہر میں بھی ہمارے ویس کے کتنے ہی جاسوس تبدیل رہائشی علاقوں میں رہتے ہیں۔ ہماری رہائش کا انتظام سکھائی بازار کے پرانے علاقے میں کیا گیا تھا، یہ علاقہ بوڑھی گنگا کے قریب ہے اس لئے پانی میں ڈوبا ہوا ہے اس کی گلیوں اور مکانوں میں کہیں گھٹنے تک اور کہیں کمر تک پانی آ گیا تھا بھوانی شنکر نے اس سیلاب زدہ علاقے میں رہنا پسند کیا، کیونکہ وہاں ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہے، مسلمان بہت کم نظر آتے ہیں۔ مجھے اور کیدار کو وہ جگہ اس لئے پسند آئی کہ ہم جس گلی میں تھے اس گلی کے آخری سرے پر کالی ماتا کا مندر تھا۔ ہم کسی وقت بھی موقع پا کر بھوانی شنکر کا ساتھ چھوڑ سکتے تھے اور مندر میں جا کر کسی حصے میں رکھا کنٹرول کی ریکی کھینچ کر اپنی منتروں کا جاپ کر سکتے تھے جو ابھی تک بیدار یہاں کر رہا ہے پھر یہ کہ مندر میں کسی نوجوان کی بھینٹ دی جاتی تو ورگا ماتا پرسن ہو کر اس بھینٹ کو سویکار کر لیتی۔

بھوانی شنکر نہایت ہی [illegible] مصروف رہا کیدار بھی گھومنے پھرنے چلا گیا، میں نے اسے سمجھا دیا تھا کہ مندر تک پہنچنے کے راستے کو ابھی طرح ذہن نشین کر لے، اس کے ساتھ بھوانی شنکر کا ایک آدمی بھی گیا تھا۔ ہماری رہائش دوسری منزل پر تھی، نچلی منزل کی نصف دیواریں پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ گلیوں سے گذرنے کے لئے کشتی میں بیٹھ کر جانا پڑتا تھا۔ مین روڈ پر جہاں پانی رکا ہوا تھا وہاں تک کشتی پہنچائی تھی، پھر بھوانی شنکر کا ایک آدمی اس کشتی کو واپس مکان میں لے آتا تھا۔

میں تفصیل سے یہ باتیں اس لئے بتا رہی ہوں کہ تمہیں اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ وہاں سے فرار ہونا کتنا دشوار تھا۔ ایک تو بھوانی شنکر کے آدمیوں کا پہرہ تھا دوسرے چاروں طرف پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ اگرچہ مندر وہاں سے صرف سو گز کے فاصلے پر تھا لیکن وہاں تک پہنچنے کے لئے کشتی کی ضرورت تھی کیدار تو تیر کر جا سکتا تھا۔ مجھے تیرنا نہیں آتا تھا اور سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ سامی میرے پیچھے ہمیشہ سائے کی طرح لگی رہتی تھی

سامی کتنی چالاک ہے، یہ میں ہی جانتی ہوں۔ وہ اپنے منصوبے کے مطابق مجھے وہاں سے نکال کر لے جا سکتی تھی لیکن ہمارے منصوبے کے مطابق فرار ہونا بھی پسند نہ کرتی۔ میں نے یہی سوچا تھا کہ مندر میں پناہ لینے کے بعد اپنے منتروں کے زور پر سامی کو بلاؤں گی۔

رات ہوتے ہی سناٹا چھا گیا، سیلاب کی وجہ سے کتنے ہی لوگ اپنے مکانوں میں تالے ڈال کر دوسرے علاقوں میں چلے گئے تھے کہیں دو چار مکانوں میں لالٹین اور مٹی کے دیئے روشن نظر آتے تھے۔ بجلی کا نظام درہم برہم ہو گیا تھا۔ ہمارے مکان میں بھی لالٹین کی روشنی تھی۔ رات کے دس بجے ایک کشتی مکان کی نچلی منزل میں آئی، اس میں ایک شخص ہاتھ میں مشعل لئے بیٹھا ہوا تھا اور اس مشعل کی روشنی میں ماجھی اپنی ڈونگا کو دروازے سے باندھ رہا تھا۔

بھوانی شنکر نے بتایا کہ وہ ہمارے ویس کی سیکرٹ سروس کا ایک ایجنٹ ہے اور برسوں سے وہاں تجربی کار روائیاں کر رہا ہے، اس کا نام سبھاش کرجی تھا۔ بھوانی شنکر اسے ایک کمرے میں اہم بات چیت کے لئے لے کر آیا، جو ارتری آمیں تھیں وہ سامی کے سامنے ضرور ہوتی تھیں اور سامی کی وجہ سے بھوانی شنکر

مجھے بھی اپنے راز میں مجبوراً شریک کرلیتا تھا سجاش مکرجی نے میری موجودگی پر اعتراض کیا تو بھوانی شنکر نے اسے بتایا کہ یہ بلی ہماری آلہ کار ہے اور اس عورت کے بغیر نہیں رہتی ہے، حتیٰ کہ اسے ایک کمرے میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں نہیں جاتی ہے۔

مکرجی سامی کو حیرانی اور بے یقینی سے دیکھنے لگا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک بلی اہم معلومات میں آلہ کار بن سکتی ہے، اس نے بھوانی شنکر سے کہا۔

"مسٹر شنکر! یہ درست ہے کہ جانور بھی حیرت انگیز کرتب دکھاتے ہیں اور خفیہ پیغام رسانی کا کام بھی بخوبی انجام دیتے ہیں لیکن کل ہمارے مقصد کے لئے آپ اس بلی کو استعمال نہیں کرسکیں گے، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، کل صبح دس بجے ایک ملک کے وزیر خارجہ گورنر ہاؤس میں آرہے ہیں، دونوں ملکوں کے تعلقات اور زیادہ مستحکم بنانے کے لئے مزید معاہدے کئے جائیں گے اس کے بعد معاہدے کا فائنل یہاں کے وزارتِ خارجہ کے سیکرٹری کی تحویل میں رہے گا۔ اب یہ آپ بتائیں کہ آپ کس طرح سیکرٹری کے دفتر تک پہنچیں گے اور فلم کی کاپی فلم تیار کریں گے؟"

بھوانی شنکر نے مسکرا کر سامی کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

"میں کچھ نہیں کروں گا، کل صبح یہ بلی گورنر ہاؤس جائے گی ظاہر ہے کہ وہاں کوئی نہیں جاسکتا، مگر یہ جاسکتی ہے، پہریداروں کی نظریں بچا کر یہ کسی دروازے سے جاسکتی ہے یا روشندان کے ذریعہ کمرے میں داخل ہوکر وہاں کسی صوفے کے نیچے چھپ سکتی ہے، یہ معاہدے کے متعلق تمام باتیں سنے گی اور یہاں واپس آکر مجھے نوٹ کرائے گی۔"

مکرجی نے حیرانی سے کہا: "آپ کیسی باتیں کررہے ہیں؟ ایک بلی انسانوں کی گفتگو کیسے سمجھ سکتی ہے اور کس طرح وہ پوری گفتگو آپ کو سنا سکتی ہے؟"

بھوانی شنکر نے فخریہ کہا: "یہ سب کچھ کرسکتی ہے۔ لیکن آپ کو یقین نہیں آئے گا، آپ ایسا کریں کہ اسے دوسرے کمرے میں لے جائیں اور اس کے سامنے ہندی یا انگریزی زبان میں کوئی بات کہیں، میں یہاں بیٹھا رہوں گا۔ یہ بلی یہاں آکر وہ بات مجھے بتادے گی۔"

مکرجی نے بے یقینی سے سامی کو دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا تم میرے ساتھ دوسرے کمرے میں چلو گی؟"

سامی بھوانی شنکر کے پاس سے اٹھ کر میز کے پاس آگئی۔ کیونکہ مجھے چھوڑ کر وہ دوسرے کمرے میں نہیں جانا چاہتی تھی۔ میں اسے گود میں لے کر مکرجی کے ساتھ کمرے سے باہر چلی گئی۔

دوسرے کمرے میں مکرجی اس کے سامنے بیٹھ کر آہستہ آہستہ انگریزی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ پھر ہم بھوانی شنکر کے کمرے میں آگئے۔ مکرجی نے جو کچھ کہا تھا، سامی اسے سگنلنگ کے ذریعہ بتانے لگی۔ بھوانی شنکر نے وہ باتیں نوٹ کرنے کے بعد کہا۔

"مسٹر مکرجی! آپ نے اس بلی سے کہا ہے کہ انسان پڑھنے لکھنے میں اپنی

زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ گذار دیتا ہے، تم ایک بے زبان بلی ہو، بھلا تم جاکر انگریزی لٹریچر کیا ہوتا ہے اور سیاسی معاہدے کس طرح کئے جاتے ہیں، اگر تم واقعی سمجھتی ہو اور اتنی ذہین ہو تو پھر میں یہی کھوں گا کہ ہم کو بے قبلیاں بن کر پیدا ہونا چاہئے، یہ بات مضحکہ خیز ہے، میں اس کو یقین نہیں کرسکتا۔"

بھوانی شنکر نوٹ کی ہوئی باتیں سنا رہا تھا اور مکرجی شدید حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامی کو دیکھ رہا تھا۔ بھوانی شنکر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"آپ اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیوں دیکھ رہے ہیں، کیا میں نے جو کچھ کہا ہے، وہی باتیں آپ نے اس بلی سے نہیں کہی تھیں؟"

"ہاں" اس نے اعتراف کیا: "میں نے یہی باتیں اس سے کہی تھیں مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ انسانوں کی طرح باتیں سمجھتی ہے اور اشاروں میں بتادیتی ہے، آپ اسے کہاں سے پکڑ لائے ہیں؟"

"بس یہ سمجھ لیجئے کہ کسی طرح ہمارے ہاتھ لگ گئی ہے۔"

"کیا آپ نے یہ نہیں سوچا کہ ایک بلی میں ایسی صلاحیتیں کیسے پیدا ہوگئی ہیں، کیا آپ کی عقل اسے تسلیم کرتی ہے؟"

"ایسی باتوں کو کوئی بھی عقلمند انسان تسلیم نہیں کرتا، لیکن جو باتیں نظروں کے سامنے پیش آرہی ہیں، ہم انہیں کیسے تسلیم نہ کریں۔ یہ بلی کسی شاید پچھلے جنم میں عورت تھی، اس جنم میں بلی بن کر پیدا ہوئی ہے، پہلے کے انوسار ایسا ہوسکتا ہے۔"

مکرجی نے جواب دیا: "دھرم کی بہت سی باتیں مضحکہ خیز ہیں، میں مانتا، اس سائنسی دور میں ہماری عقل صرف ایک ہی ناقابل فہم علم کو مانتی ہے وہ علم ہے کالا جادو۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ بلی جو کچھ بھی کررہی ہے سب کالے جادو کے زیر اثر کررہی ہے۔"

"مسٹر مکرجی! اگر آپ کی بات درست ہے، تب بھی ہمارے لئے مفید ثابت ہوسکتی ہے، اگر کسی نے اپنے کالے عمل سے یہ بلی بنائی ہے تو ٹھیک ہی کررہی ہے گی اور ہمارے کام آتی رہے گی۔"

"آپ غلط سوچ رہے ہیں، جادو کبھی دیرپا نہیں ہوتا کسی دن اس کا اثر ختم ہوسکتا ہے، فرض کیجئے کہ یہ بلی گورنر ہاؤس جاتی ہے وقت طلسم ٹوٹ جاتا ہے تب کیا ہوگا، آپ کی ساری پلاننگ چوپٹ ہوگی، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جادو کا اثر الٹا ہو اور یہ بلی یہاں کی پولیس کو ٹھکانے تک لے آئے تو پھر ہمارا کیا حشر ہوگا؟"

اس کی باتیں سن کر بھوانی شنکر پریشان ہوگیا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد بولا۔

"اگر اس پہلو سے سوچا جائے کہ یہ بلی جادو کے اثر سے ایسا کرتی ہے تو پھر واقعی جادو کا اثر الٹا بھی ہوسکتا ہے، یہ یہاں کسی کو گرفتار کرا سکتی ہے، لیکن میں کیسے مان لوں کہ یہ سب جادو ہی کی ہے، ہمیں یہ یقین ہونا چاہئے کہ یہ صرف ایک بلی ہے اور کسی کالے عمل

ہیں میں انسانی صلاحیتیں پیدا کی گئی ہیں۔"

مکرجی نے کہا: "ہاں، ہمیں پہلے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اس بلی کے پیچھے کیا بھید ہے، یہاں اس گلی کے آخری سرے میں درگا مندر ہے اس کے پجاری کالے علم کو خوب سمجھتے ہیں، وہ انتر گیانی ہیں، اندر کے بھید بتا دیتے ہیں۔ اس بلی کو دیکھ کر شاید وہ یہ بتادیں گے کہ یہ اوپر سے کیا ہے اور اندر سے کیا ہے؟"

مکرجی کی باتیں سن کر میں گھبرا گئی، سوچنے لگی کہ درگا کے مندر میں اگر کسی انتر گیانی نے تو وہ بلاشبہ اس بلی کی حقیقت کو سمجھ لے گا اور شاید مجھے بھی پہچان لے کہ میں اندر سے کیا ہوں۔

میں نے پریشان ہوکر سامی کی طرف دیکھا تو وہ بھی سر جھکائے خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ شاید وہ بھی سوچ رہی تھی کہ کالے جادو کا بھید کھل جانے سے اس کا کیا فائدہ ہے اور کیا نقصان ہے، میں وہاں سے اٹھ کر کیدار کی طرف جانے لگی تاکہ اسے صورتحال سے آگاہ کردوں، سامی بھی میرے پیچھے چلی آئی۔ بھوانی شنکر اور مکرجی اس بات پر متفق ہورہے تھے کہ درگا مندر کے پجاری کو یہاں بلانا چاہئے یا پھر سامی کو وہاں لے جانا چاہئے۔

میں نے دوسرے کمرے میں آکر کیدار کو ساری باتیں بتادیں۔ کیدار نے پریشان ہوکر کہا۔

"یہ تو بڑی مصیبت ہے، کیا یہ سامی چاہتی ہے کہ یہ بھید کھل جائے؟"

"میں کیا جانوں کہ سامی کیا چاہتی ہے، میں نے چوبیس گھنٹے کے لئے منتر پڑھا تھا، یہ ابھی دس بجے تک بلی کے شریر میں قید رہے گی۔ جب تک یہ آزاد ہوکر کسی دوسرے روپ میں نہیں آئے گی، ہمیں اس کے خیال کا پتہ نہیں چلے گا کہ یہ کیا چاہتی ہے۔"

"چھیا! تجھے بھی سگنل والے اشاروں کو سمجھ لینا چاہئے تھا وہ بھوانی شنکر اس کے اشاروں کو سمجھ لیتا ہے اور ہم نہیں سمجھتے، اب تو ہی دیکھ لے کہ کیسی مشکل آپڑی ہے؟"

"ارے مورکھ! میں سگنل والے اشارے کیسے سمجھ سکتی ہوں وہ اشاروں سے انگریزی کے لفظ بولتی ہے اور مجھے انگریزی نہیں آتی، تو بیکار باتیں کیوں کررہا ہے، ابھی جو مصیبت آئی ہے، اس کی بات کر، کوئی تدبیر سوچ کہ ہمارا بھید کسی طرح نہ کھلے۔"

وہ سوچنے لگا، اس کے دماغ میں تو گوبر بھرا ہوا ہے، اتنی جلدی اس کھوپڑی میں بات نہیں آسکتی تھی۔ دوسرے کمرے سے مکرجی باہر آرہا تھا شاید اسی پجاری کو بلانے جارہا تھا۔ تھوڑی دیر میں ہمارا بھید کھلنے والا تھا۔ پھر نہ جانے بھوانی شنکر اور اس کے آدمی ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے، کیونکہ ایک بلی کے بھروسے پر اپنے دس سے دور ایک اہم مشن پر آئے تھے، اب ہمیں کسی بھی مرحلے پر ناکامی کا اندیشہ ہوسکتا تھا اور وہ اپنی ناکامی ہمیں بھیانک سزا دے سکتے تھے۔

میں سوچ رہی تھی کہ اچانک سامی دوڑتی ہوئی بھوانی شنکر اور مکرجی کے سامنے آئی اور غرا کر مکرجی کو دیکھنے لگی، بھوانی شنکر نے ذرا جھک کر اسے پیار سے اپنی گود میں بلایا، لیکن وہ چھلانگ لگا کر کھڑکی کی چوکھٹ پر چلی گئی۔ وہاں سے اس نے نیچے جھانک کر دیکھا، نیچے گلی میں پانی بھرا ہوا تھا، گلی کے دوسری طرف کے مکان کا چھجا سات فٹ کے فاصلے پر تھا، وہ چھلانگ لگا کر چھجے پر پہنچ گئی۔ بھوانی شنکر نے چیخ کر اپنے آدمیوں کو آواز دی۔

"اسے دیکھو یہ کہاں جارہی ہے، اسے پکڑو۔"

ذرا سی دیر میں بھاگ دوڑ شروع ہوگئی۔ ایک ماتحت دوڑتا ہوا نچلی منزل میں گیا اور پانی میں چھلانگ لگا کر تیرتے ہوئے گلی کی طرف جانے لگا۔ بھوانی شنکر نے کھڑکی کے پاس آکر دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے سامی کو پکارا لیکن وہ پلٹ کر مکان کے اندر چلی گئی۔ وہ مکان آباد نہیں تھا، تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا وہ بھی اندھیرے میں گم ہوگئی۔

میں سامی کی چالاکی سمجھ گئی تھی، وہ اس لئے بھاگ گئی تھی کہ درگا مندر کے پجاری سے اس کا سامنا نہ ہو، سامنا نہ ہوگا تو وہ پجاری نہ اسے دیکھ سکے گا۔ نہ اس کی اصلیت معلوم کرسکے گا، سامی نہیں چاہتی تھی کہ بھوانی شنکر کو کالے علم کا پتہ چلے، اگر پتہ چل جاتا تو وہ بیسیوں جھوٹ اور فریب کی مجھے سزا دیتا۔ اس وقت وہ بلی کو بھی اپنا آلہ کار رکھنے کی بجائے ایک فریب سمجھتا اور اس کی کوئی بات تسلیم نہ کرتا۔ وہ میرے جسم کو تین دیتا تو سامی کو تکلیف پہنچتی، لہٰذا وہ پجاری سے دور رہنے کے لئے چلی گئی تھی۔ بھوانی شنکر سوچ رہا تھا کہ وہ فرار ہوگئی ہے لیکن میں جانتی تھی کہ وہ مجھے چھوڑ کر زیادہ دور نہیں جائے گی۔

رات کے گیارہ بجے تک وہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف چھلانگیں لگاتی رہی، کبھی ان کی نظروں سے اوجھل ہوجاتی اور کبھی نگاہوں کے سامنے آجاتی تھی، دس بجے کے قریب مجھے خیال آیا کہ چھیالیس منتر پڑھے ہوئے چوبیس گھنٹے گذر چکے ہیں، اگر میں نے پھر پچاس بار منتر نہ پڑھا تو سامی کی روح کسی وقت بھی بلی کے جسم سے آزاد ہوسکتی ہے، لیکن میں نے ڈھیل دے دی کہ وہ چاہے تو بلی کے شریر میں رہے یا کسی دوسرے روپ میں آجائے، جس طرح بھی اپنا، میرا اور کیدار کا بچاؤ کرسکتی ہے کرے۔ اتنا مجھے یقین تھا کہ وہ کسی روپ میں رہے، جانور کے جسم میں رہے یا انسان کے جسم میں، میرے لئے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں کسی نوجوان کی بھینٹ دینے کے وقت اسے منتروں کے زور سے رکشا کنڈل میں کھینچ لاؤں گی۔

ساڑھے دس بجے وہ غائب ہوگئی۔ پھر آدھے گھنٹے کے بعد گیارہ بجے سامنے والے مکان کے چھجے پر نظر آئی۔ بھوانی شنکر نے پھر سے پکارا تو وہ چھلانگ لگا کر کھڑکی پر آئی۔ اس کے بعد وہاں سے اس کے قدموں پر پہنچ گئی۔ بھوانی شنکر نے خوش ہوکر اسے گود میں اٹھا لیا اور اسے پچکارتے ہوئے مکرجی سے کہا۔

"یہ مجھ سے مانوس ہے، مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتی، دیکھ لیجئے کیسے واپس آگئی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ محض شرارت کرنے کے لئے ادھر سے ادھر بھاگ رہی تھی، ہم بے خواہ مخواہ پریشان ہورہے تھے۔"

"واقعی" مکرجی نے کہا: "میں بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ ہاتھ سے نکل گئی ہے، ہم بوکھلاہٹ میں یہ بھول گئے کہ اچھلنے کودنے والے جانور عادتاً ادھر

www.Paksociety.com

سے ادھر بھاگتے رہتے ہیں۔"

بھوانی شنکر نے سامی کو ایک کرسی پر بٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"میری جان! تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ تم یہاں سے بھاگ کر اس مکان میں کیوں چلی گئی تھیں؟"

سامی اشاروں میں جواب دینے لگی۔ بھوانی شنکر نے مسکرا کر اس کے جواب کی تشریح کی۔

"مسٹر مکرجی! کھوپا پہاڑ نکلا چوہا۔ یہ کہتی ہے کہ سامنے والے مکان میں اسے چوہا نظر آ گیا تھا، یہ اسے شکار کرنے گئی تھی۔ یعنی یہ چوہے کے پیچھے بھاگتی رہی اور ہمارے آدمی اس کے پیچھے پریشان ہوتے رہے، اچھا آپ یہ بتائیے کہ چوہے شکار کرنے کی عادت سے کیا یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ حقیقتاً بلی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی جادو ٹونا کچھ نہیں ہے۔"

"نہیں مسٹر شنکر! میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ اس بلی کے پیچھے کوئی بھید ہے، آپ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ یہ بلی کی عادت کے مطابق چوہوں کے پیچھے بھاگتی ہے، یہ بھی تو سوچئے کہ اس میں انسانوں کی عادتیں کہاں سے آ گئی ہیں۔ میری بات مانیئے، میں اس پجاری کو یہاں بلا کر لاتا ہوں، یا پھر ہم اسے لے کر مندر میں چلتے ہیں، وہاں پتہ چل جائے گا کہ اصلیت کیا ہے۔"

میں سوچنے لگی کہ پھر اسی پجاری کی باتیں شروع ہو گئی ہیں۔ سامی نے آناً وقتاً ضائع کیا، لیکن وہ لوگ پجاری کا خیال دماغ سے نہیں نکال سکے، اب تو اس انتر گیانی کا سامنا کرنا ہی پڑے گا، تو پھر کیوں نہ ہم مندر چلیں تاکہ میں بھی مندر کو اندر سے دیکھ لوں اور درگا مائی کے درشن کر لوں اور اگر موقعہ ملا اور وہ پجاری میرے علم کے سامنے کمزور نظر آیا تو میں اس کی زبان بھی بند کر دوں گی۔ میں نے بھوانی شنکر سے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ سامی نے بھی اشاروں میں میرے خیال کی تائید کی، وہ سامی کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے ہمارے ساتھ مندر تک جانا پڑا۔

ہم زینے طے کرتے ہوئے پہلی منزل کے کمرے میں آئے۔ اس کمرے میں کمر تک پانی کھڑا ہوا تھا۔ پہلے مکرجی پانی میں اتر گیا، اس کے بعد میں بھوانی شنکر کا ہاتھ تھام کر پانی میں آ گئی۔ سامی بھوانی شنکر کے کاندھے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اتنے گہرے پانی میں چلتے وقت میرے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ ہمیں زیادہ دور تک نہیں جانا تھا۔ دروازے کے باہر کشتی بندھی ہوئی تھی، جس کے ایک سرے پر مشعل روشن تھی، ہم کشتی میں بیٹھ گئے۔ مکرجی اسے کھول کر دھکیلتا ہوا بیچ گلی میں لے آیا پھر اس پر بیٹھ کر چپو چلانے لگا

میں سوچ رہی تھی کہ مجھے پجاری سے کس طرح نمٹنا چاہیئے۔ مشکل یہ تھی کہ میں بھوانی شنکر اور مکرجی کے سامنے کوئی منتر نہیں پڑھ سکتی تھی، میری کسی بھی غیر معمولی حرکت سے انہیں شبہ ہو جاتا کہ میں کالا علم جانتی ہوں۔ میں نے سامی کی طرف دیکھا۔ میں جتنی پریشان تھی وہ اتنی ہی مطمئن نظر آ رہی تھی۔

کشتی آگے بڑھتی گئی، مندر قریب آ گیا۔ ہم نے مشعل کی روشنی میں دیکھا مندر کے آہنی دروازے پر کچھ لوگ نظر آ رہے تھے۔ جب ہماری کشتی دروازے

کے سامنے پہنچی تو اس وقت دو آدمی پجاری کو سہارا دے کر ایک کشتی میں بٹھا رہے تھے، پجاری کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ کشتی میں آتے ہی لیٹ گیا۔ اس کی حالت سے پتہ چلتا تھا کہ وہ سخت بیمار ہے۔ مکرجی کے پوچھنے پر ایک شخص نے جواب دیا کہ ٹھاکر کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے ایک بکوک بھوجن لے کر ٹھاکر کے پاس آیا تھا۔ اس سے ٹھاکر نے کچھ اشارے کئے تھے، پھر پتہ نہیں کیا ہوا کہ بھوجن کرتے کرتے اپنے گلے پر ہاتھ رکھ کر کھانسنے لگا۔ کئی بار کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن نہ بول سکے، ہمارا خیال ہے کہ ان کے بھوجن میں کچھ ملا دیا گیا ہے، ہم اس بچے ہوئے بھوجن کو بھی ساتھ لئے جا رہے ہیں، کسی کے معائنہ سے پتہ چل جائے گا کہ ٹھاکر کی آواز بند ہونے کا کارن کیا ہے۔"

اس کی باتیں سنتے ہی میں چونک کر سامی کو دیکھنے لگی، میں کچھ کہنے ہی والی تھی کہ سامی نے کچھ کہہ دیا ہے، وہ بھی مجھے چپ چاپ اطمینان سے دیکھ رہی تھی۔ ہم سامی کے ساتھ واپس چلے آئے، بھوانی شنکر اور مکرجی بحث کر رہے تھے، مکرجی کہہ رہا تھا۔

"بھلا پجاری سے کون دشمنی کر سکتا ہے، یہاں سب ہی اس کی عزت کرتے ہیں، اس نے آج تک بھی اپنے کالے علم سے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا پھر اچانک ہی اس کی آواز کیسے بند ہو گئی؟ کون اس سے دشمنی کر سکتا ہے؟"

بھوانی شنکر نے جواب دیا۔

"ایسا تو وہی کر سکتا ہے جو کالا علم جانتا ہو، اور اسے پجاری سے بھی کم از کم اسی قسم کا خطرہ ہو۔"

"ہاں۔ میں بھی اسی لائن پر سوچ رہا ہوں، کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے کہ ہم اس بلی کی اصلیت معلوم کرنا چاہتے تھے، ٹھیک اسی وقت پجاری کی زبان بند ہو گئی، وہ کہتے ہیں کہ اس کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی ہے، نے اس کے کھانے میں کچھ ملا دیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ سیندور ملایا گیا ہے، سیندور رکھنے والے نے چھوڑ دیا تاکہ وہ اس عمارت کے ہر گوشے کو اچھی طرح دیکھ لے اور اس کمرے کے متعلق بھی معلومات حاصل کر لے جہاں گورنر اور ایک غیر ملک کے وزیر بیٹھ جاتی ہے:"

"یقیناً اسے سیندور کھلایا گیا ہے؟" مکرجی نے کہا۔ "لیکن کس نے؟ خارجہ کے درمیان اہم گفتگو ہونے والی تھی۔ سامی کے جانے کے بعد بھوانی شنکر ہے؟ اس کا سیکرٹ جو اس کے لئے بھات لے کر آیا ہے وہ بہت ہی جدید ہے، کا آدمی ہے، وہ پجاری سے ایسی دشمنی نہیں کر سکتا۔"

"پھر ایسا کون کر سکتا ہے؟"

"اسی نامعلوم ہستی نے ایسا کیا ہے، جس کے جادوئی اثر سے یہ انسانی حرکتیں کرتی ہے، وہ نامعلوم ہستی یہ نہیں چاہتی تھی کہ ہم مندر اور پجاری اپنے گیان سے اس کی اصلیت بتا دے، میرا خیال ہے کہ کسی کی سے اس کی آواز بند کی گئی ہے۔"

بھوانی شنکر اپنی آنکھیں سیکڑ کر سامی کو دیکھنے لگا۔ وہ تفتیش میں ہو گیا کہ اس بلی کے متعلق کیا رائے قائم کرے، اس نے کہا۔

"پتہ نہیں سیندور کا اثر کب تک رہے گا، پجاری تو کچھ بولنے کیا وہ سرا گیانی نہیں ہے؟"

"ہوئے کو تو بہت سے ہو سکتے ہیں، لیکن میں کسی کو نہیں جا

سامنے اپنے دونوں پنجوں اور سر کے مختلف زاویوں سے کچھ کہتی جا رہی تھی۔ اور وہ کاغذ پر نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ نوٹس مکمل ہونے کے بعد جب مکرجی نے اسے پڑھا تو حیران رہ گیا۔ بھوانی شنکر کی توقع کے مطابق سامی گورنر ہاؤس میں ہونے والی گفتگو کے اہم نکات ذہن نشین کر کے آئی تھی مکرجی نے کہا۔

"اس بلی نے دھوکہ نہیں دیا، لیکن اس بات کا یقین ہونا چاہیئے کہ اس کی رپورٹ درست ہے۔"

"مجھے پورا یقین ہے۔" بھوانی شنکر نے کہا۔ "ہم ٹریننگ کے دوران اسے بارہا آزما چکے ہیں، اس نے کبھی غلط رپورٹ نہیں دی، یہ جو باتیں سنتی ہے، اسے ذہن نشین کر کے سگنلنگ کے ذریعہ مجھے بتا دیتی ہے۔"

مکرجی کو پھر بھی یقین نہیں آیا، وہ یہ کہہ کر چلا گیا کہ اپنے خاص آدمیوں کے ذریعہ صحیح معلومات حاصل کرے گا۔ اس مقصد کے لئے وہ اپنے ایک نہایت ہی شاطر اسسٹنٹ کو سیکرٹری کے دفتر میں بھیجنا چاہتا تھا، اس نے اسے سامی کی پیش کی ہوئی رپورٹ سنا دی تھی۔ دو دن کے بعد مکرجی گھبرایا ہوا آیا۔ اس نے بھوانی شنکر کو بتایا کہ پچھلی رات اس کا اسسٹنٹ اس معاہدے کا فائل حاصل کرنے سیکرٹری کے دفتر میں پہنچا تھا، لیکن ٹھیک اس فائل کو پڑھتے وقت گرفتار ہو گیا پتہ نہیں اس ملک کے جاسوس کب سے اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے، اسے عین وقت پر حراست میں لے لیا گیا۔

ایک شخص کی گرفتاری کے بعد بھوانی شنکر کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہاں کی پولیس اس شخص کے ذریعہ ہمارے ٹھکانے تک پہنچ سکتی ہے، اس نے فوراً ہی وہ شہر چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ ہم اسی دن دوپہر کی فلائٹ سے راولپنڈی کے لئے روانہ ہو گئے۔ روانگی سے قبل بھوانی شنکر نے ہمیں بتایا کہ پنڈی میں ہمارے مسلمان عزیز رہتے ہیں، ہمیں ان عزیزوں کے نام، ان کی عمر اور ان کی تصویریں بتا دی گئیں، اس وقت ہمیں پتہ چلا کہ سیکرٹ سروس والے کتنی عمیق چالیں چلتے چلتے ہیں۔ پنڈی کے وہ نام نہاد عزیز ہم، ہمارے دس کے ایجنٹ تھے اور برسوں سے وہاں مقیم تھے۔

وہاں ہمیں خوش آمدید کہنے والوں میں احمد شیخ نامی ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ وہ سیکرٹریٹ میں کوئی اے کلاس آفیسر ہے وہ تمہاری حکومت کا ملازم ہے، تمہاری طرح مسلمان بھی ہے مگر مسلمان ہونے سے کیا ہوتا ہے؛ ہر ملک اور قوم میں غدار ہوتے ہیں۔ ہماری حکومت اسے غداری کے صلے میں ہر ماہ پچیس ہزار روپے دیتی ہے، پنڈی، لاہور اور کراچی میں اس کی شاندار کوٹھیاں ہیں۔ ہر شہر میں اس کی ذاتی گاڑیاں ہیں اور لاکھوں روپے کا بینک بیلنس ہے، شاید تمہارے ملک میں اس بات کی تفتیش نہیں ہوتی کہ آٹھ نو سو روپے ماہوار پانے والوں کے پاس اتنی دولت کہاں سے آ جاتی ہے؟"

چھپا کی زبان سے یہ سچی اور کڑوی باتیں سن کر میں غصہ سے کھول رہا تھا۔ یہ کتنے شرم کی بات تھی کہ ہمارے ہی ہم مذہب اور ہم وطن دولت کے لالچ میں اپنے وطن سے غداری کر رہے تھے اور اپنی حکومت کی جڑیں کھوکھلی کر رہے تھے۔ چھپا بتا رہی تھی کہ احمد شیخ کے ہمراہ ایک حسین عورت بھی تھی لیکن

Pakistanipoint.com

مجھے اس وقت کسی کی خوبصورتی سے دلچسپی نہیں تھی، میں تو جسے یہ سن رہا تھا کہ پنڈی میں احمد شیخ کی کوٹھی کس علاقہ میں ہے اور اس کی کوٹھی کا نمبر کیا ہے، میں خدا سے دعا مانگ رہا تھا کہ موت سے پہلے مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں غداروں کو ان کے عبرتناک انجام تک پہنچا سکوں۔ اس کے بعد میری تقدیر میں موت لکھی ہوگی تو میں خوشی سے مر جاؤں گا۔

میں اپنی سوچ میں گم تھا، پھر چھپا کی یہ بات سن کر چونک گیا کہ سامی کسی خفیہ فائیل کی نقل لے آئی تھی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"وہ کیسے لے آئی؟"

اس نے جواب دیا۔ "احمد شیخ کے اوپر ایک آفیسر ہے، جس کا مکرم علی نام ہے، وہ بہت ہی سخت مزاج ہے لیکن محب وطن ہے، وہ خفیہ فائل اس کی تحویل میں تھی۔ مکرم علی اس پر کسی کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیتا تھا۔ کبھی گھنٹے دو گھنٹے کے لئے کسی ضروری کام سے باہر جاتا تو جانے سے پہلے اپنے دفتر کے دروازے پر اپنے ہاتھوں سے تالا لگاتا تھا۔ اس معاملہ میں وہ احمد شیخ اور اپنے چپڑاسی پر بھی بھروسہ نہیں کرتا تھا۔

احمد شیخ نے بھوانی شنکر کو بتایا کہ وہ فائیل آج کل مکرم علی کی میز پر رہتا ہے۔ جب تک صدر مملکت اپنے دورے سے واپس نہیں آئیں گے اس وقت تک مکرم علی اس فائیل کو دفتر سے باہر نہیں لے جائے گا اور نہ ہی اپنے ماتحت افسروں کو دفتر میں داخل ہونے کی اجازت دے گا۔

بھوانی شنکر نے احمد شیخ کے سامنے اپنا پلان پیش کیا۔ پلان یہ تھا کہ مکرم علی اپنے کام میں مصروف رہتا ہے۔ اگر وہ کالی بلی دفتر میں چپکے سے داخل ہو کر کسی الماری کے پیچھے چھپ جائے تو بات بن سکتی ہے، مکرم علی پنچ کے لئے باہر جاتے وقت دروازے کو باہر سے بند کر دیتا ہے، بلی اندر ہی رہ جائے گی، کسی کو شبہ نہیں ہوگا کہ اندر کوئی موجود ہے، اس وقت وہ میز پر چڑھ کر وہ مطلوبہ فائیل کھولے گی اور جو ضروری معلومات ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں، انہیں پڑھ کر ذہن نشین کرے گی۔ اس کے بعد وہ دوبارہ الماری کے پیچھے چھپ جائے گی، مکرم علی واپس آکر دروازہ کھولے گا اور اپنے کام میں مصروف ہو جائے گا۔ بلی جس طرح چپکے سے گئی تھی، اسی طرح چپکے سے باہر آجائے گی۔

احمد شیخ نے ایک کاغذ پر مکرم علی کے دفتر کا مکمل نقشہ بنا دیا کہ میز کہاں ہے، الماری کس کونے میں ہے، فائلوں کے ریک کس طرف کی دیوار سے لگی ہوئی ہیں، اس ریک میں سے یا میز پر پڑی ہوئی فائلوں میں سے اسے کون سی فائیل کا مطالعہ کرنا ہوگا۔

سامی نے تمام باتیں سننے اور نقشے کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنے پنجوں کے اشارے سے بتایا کہ تمام باتیں سمجھ گئی ہے۔ دوسرے دن احمد شیخ اسے اپنی کار میں بٹھا کر اپنے دفتر لے گیا۔ شام کو جب واپس آیا تو سامی اپنا کام مکمل کر چکی تھی، وہ بلی کے روپ میں گئی تھی اور ایک ذہین طالبہ کی طرح اہم معلومات ذہن نشین کر کے آگئی تھی۔

احمد شیخ ایک بلی کے کارنامے پر حیران تھا۔ وہ بے چارہ کیا جانتا تھا کہ اس کے اندر ایک چالاک لڑکی چھپی بیٹھی ہے، کیدار نے میرے کمرے میں جھانکا۔

"یہ اچھا موقعہ ہے، یہ لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہیں، ہم یہاں سے نکل کر مری کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور کسی جنگل میں رکھشا کنڈل بنا کر سامی کو منتروں سے بلا لیں گے۔"

اس کے خیال کے مطابق فرار کا موقع مناسب تھا، ہمارے آگے سخت پہرہ نہیں۔ صرف بھوانی شنکر کے دونوں ساتھ ہم پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے۔ کیدار اپنی آزادی کے لئے ان سے ٹکرا سکتا تھا لیکن میں نے اسے سمجھایا کہ نقلی عزیزوں کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، وہ لوگ ہمیں کسی مصیبت میں گرفتار کر سکتے ہیں، دانشمندی یہ ہے کہ بھوانی شنکر سے ٹکرائے بغیر اس کی قائلی میں ہونے کا موقعہ تلاش کیا جائے۔

میری بات اس کی سمجھ میں آگئی، ہم اپنے منصوبے کے مطابق ناشتہ موقعہ کا انتظار کرنے لگے، اس دوران سامی نہانے کے ہال کے بیکٹ سے دفتر میں گئی تھی اور وہاں سے بھی کچھ معلومات حاصل کر کے آئی تھی۔ ایک تمہارے ملک کی ایک جاسوسہ بھوانی شنکر کی نظروں میں آگئی، وہ ایک طوائف حیثیت سے احمد شیخ کے ہاں کچھ دنوں سے آرہی تھی۔ بھوانی شنکر کے گرگے صفائی کرتے وقت وہ اس کے سامان کی تلاشی لے رہی تھی کہ وہ اپنے ساتھ وہاں پہنچ گیا، وہ تنہا تھی اور یہ تعداد میں تین تھے، اس نے باوجود اکیلا مقابلہ کیا وہاں سے بچ کر نکلنے کی کوشش کرتی رہی لیکن ناکام رہی۔ ان تینوں نے اسے بے بس کر دیا۔ اس کے زندہ رہنے میں ہم سب کے لئے خطرہ تھا۔ اس لئے بھوانی شنکر نے اس کا گلا گھونٹ کر اسے مار ڈالا۔ اس وقت سامی میرے پاس تھی۔ وہ اچانک ہی اچھل کر ایک اونچی الماری پر چلی گئی، ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ بھوانی شنکر اور اس کے آدمیوں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی، وہ سمجھے کہ عورت کی نبض تھامنے اور سینے پر ہاتھ رکھنے سے اس بات کا اطمینان کر رہے ہیں کہ وہ واقعی مر چکی ہے۔

وہ واقعی مر چکی تھی، اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ تینوں اس کی لاش کو فرش پر چھوڑ کر کھڑے ہو گئے، ان کے الگ ہوتے ہی وہ ایک جست میں ہوگئی اور اچھل کر کھڑے ہوتے ہی بھوانی شنکر کو ایک ٹک لگا دی۔ وہ دھڑام سے پیچھے گیا۔ اس کے دونوں ساتھی ایک مردہ عورت کو زندہ ہوتے دیکھ کر گھبرا گئے اور اسی بوکھلاہٹ میں اس سے مار کھا گئے، پھر ان کے درمیان گتھم گتھا ہونے لگا۔

میں نے الماری کی جانب دیکھا، بلی نظر نہیں آرہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ دھن کہیں مردہ پڑی ہوئی ہے اور وہ جو مردہ عورت تھی، اس کی روح سما گئی ہے، میں اس کمرے سے نکل کر کیدار کے ساتھ اپنے کمرے میں آگیا۔ وہاں سے ہمیں مار پیٹ اور بھاگ دوڑ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ بعد ازاں بھاگتی ہوئی میرے کمرے میں آئی اور دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ باہر بھوانی شنکر اور اس کے آدمی دروازے کو پیٹ رہے تھے، سامی

ہوئے مجھ سے کہا۔

"تو یہاں اپنے یار کے ساتھ کیا کر رہی ہے؟ چڑیل تو سمجھتی ہے کہ میں دشمنوں سے لڑتے وقت تجھے بھول گئی تھی، یاد رکھ میں سب کچھ بھول سکتی ہوں، مگر اپنے اس جسم کو کبھی نظر نہیں کر سکتی جس پر تو نے قبضہ جما رکھا ہے میں ابھی یہ ہنگامہ اس لئے کر رہی ہوں کہ تجھے یہاں سے فرار ہونے کا موقعہ مل جائے، اب میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اسے غور سے سن لے۔ میں بھوانی شنکر اور اس کے آدمیوں کو یہاں الجھائے رہوں گی، تو یہاں سے چپ چاپ نکل جانا، آدھ گھنٹے بعد یہاں سے ایک ٹرین پشاور جائے گی، تو اسٹیشن پہنچ کر میرا انتظار کرنا، میں پھولی کے روپ میں وہاں آکر تجھ سے ملوں گی۔"

یہ کہنے کے بعد وہ فرش پر لیٹ گئی، اس نے کیدار سے کہا کہ وہ اس کا گلا گھونٹنا شروع کر دے اور مجھ سے کہا کہ میں دروازہ کھول دوں۔ اس کی ہدایت کے مطابق ہم نے عمل کیا۔ میں نے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ بھوانی شنکر اور اس کے آدمی دندناتے ہوئے اندر آگئے۔ اس وقت کیدار فرش پر گری ہوئی عورت کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ وہ پھر مردہ ہو گئی تھی۔ بھوانی شنکر اور اس کے آدمی پھر اسے ٹٹول کر دیکھنے لگے، ایک نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے، یہ عورت جس دم کی ماہر ہے، یہ پھر زندہ ہو جائے گی بہتر ہے کہ اس کے جسم کے ٹکڑے کر دیئے جائیں، پھر ہم اسے ایک بوریئے میں بند کر کے کہیں پھینک آئیں گے۔"

وہ لاش کے ٹکڑے کرنے سے پہلے اس کے ہاتھ پاؤں رسّی سے باندھنے لگے، وہ بار بار زندہ ہو جانے والی ان کے لئے مصیبت بنی ہوئی تھی، اس لئے وہ اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے میں اس قدر مصروف ہو گئے تھے کہ ہماری طرف دھیان نہ دے سکے، میں موقعہ پا کر کیدار کے ساتھ وہاں سے نکل گیا۔

سامی کی ہدایت کے مطابق ہمیں ریلوے اسٹیشن کی طرف جانا چاہئے تھا لیکن اب ہم آزاد ہو گئے تھے، اب ہمیں سامی کی مدد کی ضرورت نہیں تھی اور نہ ہی ہم اس کے منصوبے کے مطابق پشاور کی طرف جانا چاہتے تھے، ہم اپنی مرضی سے کہیں بھی جاتے تو سامی کو اپنے منتروں سے وہاں بلا لیتے۔ یہ سوچ کر ہم لاری اڈے گئے اور وہاں سے بس میں بیٹھ کر تمہارے اس شہر میں آگئے۔

اب اس رکھشا کنڈل کے باہر جو دنیا ہے اس سے ہمارا ناتا ٹوٹ چکا ہے۔ اس دنیا سے بھوانی شنکر تو گیا، تمہارے ملک کی پولیس بھی ہمارا ہاتھ پکڑنے نہیں آئے گی، صرف سامی منتروں کے بل پر آئے گی، نہ آنا چاہے گی تب بھی میرے منتروں سے کھنچی چلی آئے گی، آج اس کی نام چالاکیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی، اس کی ضد! اس کی ذہانت یا دنیا کی کوئی طاقت اسے یہاں آنے سے نہیں روک سکے گی اور اس کے ساتھ ہی تمہاری موت بھی اٹل ہے۔"

یہ کہہ کر چھپا قہقہے لگانے لگی۔

میں بے بسی سے دانت پیستے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں رات کا اندھیرا پھیل گیا تھا، دوسرے کمرے سے آنے والی روشنی میں اس کا چہرہ واضح نہیں تھا، میں اس سے نفرت کرتے ہوئے بھی سامی کے جسم کو نفرت سے نہیں دیکھنا چاہتا تھا، مگر وہ قہقہے لگا کر میری بے بسی اور مجبوری کا مذاق اڑا رہی تھی پھر وہ میرے پاس سے اٹھ گئی اور ایک موم بتی روشن کرنے لگی۔

نہ جانے کتنا وقت گذر گیا تھا اور میری موت کے لئے کتنا وقت باقی رہ گیا تھا، لیکن میرے دل میں موت کا ذرا بھی خوف نہیں تھا۔ مجھے اس بات کا شدید صدمہ پہنچ رہا تھا کہ دشمن میرے ملک کے اہم راز چرا کر لے جا رہے تھے اور میں انہیں روک نہیں سکتا تھا، ایک اپاہج کی طرح رسّیوں سے بندھا پڑا تھا اس وقت میرے اندر جوش اور جذبات کی کیسی آندھی چل رہی تھی، میں بیان نہیں کر سکتا۔

بہت دیر بعد میرے دل میں خیال آیا کہ جوش اور جنون سے کچھ نہیں بنے گا، شیر دھاڑ سکتا ہے ہنکریں مار سکتا ہے، لیکن آہنی سلاخوں کو توڑ کر پنجرے سے نہیں نکل سکتا۔ شیر کی مثال میں نے غلط سوچی، کیونکہ وہ محض جسمانی قوت سے کام لیتا ہے اور خدا نے کریم نے مجھے جسمانی قوت کے علاوہ دماغی قوت بھی دی ہے اور اس وقت میں دماغ سے کام لے سکتا تھا۔

اب میں نے اپنی بے بسی کے پیش نظر اس کا حل سوچنا شروع کیا۔

پہلی مجبوری یہ تھی کہ میں اپنے بازوؤں سے لیکر ٹخنوں تک مضبوط رسّیوں سے بندھا ہوا تھا اور ہزار کوششوں کے باوجود ان رسّیوں کو نہیں توڑ سکتا تھا۔

دوسری مجبوری یہ تھی کہ چھپا نے نظر بندی اور سماعت بندی کا عمل کیا تھا۔ میں کوئی مدد کے لئے پکارتا تو میری آواز اس کمرے مکان کی چار دیواری کے پار نہیں جاتی اور نہ ہی جنگل سے گذرنے والے کسی بھولے بھٹکے مسافر کو یہ رکھا نظر آتا۔ چھپا نے ایسی زبردست منصوبہ بندی کی تھی کہ کوئی اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا تھا۔

ہاں، رکاوٹ کی بات آئی تو مجھے چھپا کے گرو مہاراج کی باتیں یاد آ گئیں۔ انہوں نے سامی کے متعلق کہا تھا۔

"جب تک بلی کنڈل کے اندر نہیں آئے گی۔ اس وقت تک نوجوان کی گردن نہیں کاٹی جائے گی، سارا کام اس بلی سے بن سکتا ہے اور اسی بلی سے بگڑ سکتا ہے۔"

اس خیال سے مجھے تقویت حاصل ہو رہی تھی کہ سامی ہی چھپا کی تمام محنتوں پر پانی پھیر سکتی ہے۔

میری زندگی اور موت کا انحصار سامی کے آنے یا نہ آنے پر تھا۔ اگر وہ سیندور سے بنے ہوئے کنڈل کے اندر آئے گی تو کیدار میری گردن اڑا دے گا۔ اگر وہ کنڈل کے باہر ہی رہے گی تو کیدار اور چھپا میری بھینٹ نہیں دے سکیں گے لیکن چھپا کا دعویٰ تھا کہ سامی ضرور کنڈل کے اندر آئے گی، کیونکہ وہ منتروں کا توڑ نہیں جانتی تھی اور اس کی ذہانت اور چالاکیاں اس طلسم کدے میں کام نہیں آسکتی تھیں۔

نہ جانے میں کتنی دیر تک سوچتا رہا، پھر میرے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ چھپا ایک انگیٹھی لے کر آئی، جس میں انگارے دہک رہے تھے، اس نے وہ

انگیٹھی میرے پاس رکھ دی، اس کے بعد وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی تھوڑی دیر بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھوں میں مٹی کے دو کوزے تھے، ایک کوزے میں لوبان تھا، دوسرے میں ماش کے دانے۔ اس کے پیچھے کیدار تھا۔ اس وقت اس کے جسم پر صرف ایک لنگوٹ تھی۔ اس کا سیاہی مائل سرخی بدن پسینے میں بھیگا ہوا تھا۔ وہ ایک کتے کو کھینچتا ہوا لا رہا تھا۔

پھر وہ میرے قریب دو زانو ہو کر بیٹھ گیا، اس نے اپنے سامنے وہ کوزہ رکھ دیا جس میں ماش کے دانے تھے، چھیا کے سامنے لوبان رکھا ہوا تھا اور ان دونوں کے درمیان وہ کتا کھڑا ہوا تھا۔ چھیا نے اس کے گلے میں بندھی ہوئی رسّی کو پکڑ لیا۔ کیدار نے کوزے سے ماش کا ایک دانہ اٹھایا اور اسے میرے پاؤں کی ایڑی سے سر کی چوٹی تک پھیرتے ہوئے منتر پڑھنے لگا۔ اس دانے کا ایک پھیرا کرنے کے بعد اس نے اسے انگیٹھی میں ڈال دیا۔ اس کے ساتھ ہی چھیا نے تھوڑا سا لوبان انگاروں پر چھڑک دیا، یکبارگی بھک سے لوبان کا دھواں ابھرا اور وہ کتے کے سر کو پکڑ کر انگیٹھی کے قریب اس طرح لے آئی کہ کتا اس دھویں میں سانس لینے پر مجبور ہو گیا۔

پھر یہ عمل جاری رہا۔ کیدار ماش کا ایک ایک دانہ اٹھا کر منتر پڑھتا ہوا اور اسے میرے جسم پر سے گذارتا ہوا انگیٹھی میں پھینک دیتا تھا اور چھیا کتے کو انگیٹھی کے سامنے لا کر اسے لوبان کے دھوئیں میں سانس لینے پر مجبور کر دیتی تھی۔

تقریباً آدھ گھنٹے بعد مجھے اپنے اندر ایک نئی توانائی کا احساس ہوا۔ زخموں کی جلن اور ٹیسیں ختم ہو گئیں، اس کے ساتھ ہی میں نے کتے کی کراہیں سنیں۔ میں نے سر گھما کر اسے دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس کے سر پر اور جسم کے دوسرے حصّوں پر زخم نظر آ رہے تھے، جب وہ اس کمرے میں آیا تھا تو زخم خوردہ نہیں تھا۔

تب مجھے یاد آیا۔ چھیا نے کہا تھا کہ کیدار ایک انسان کے جسم کے زخموں اور بیماریوں کو کسی جانور کے جسم میں منتقل کرنے کا منتر جانتا ہے، میری اجیٹھ دینے سے پہلے وہ میرے تمام زخموں کو ایک کتے کے جسم میں منتقل کر دے گا۔

اور اس نے یہی کر دکھایا۔ میں رسّیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اپنے جسم کو چھو کر نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ میں سر سے پاؤں تک زخموں سے پاک ہو چکا ہوں اور اب میرے جسم کے کسی بھی حصّے میں نہ زخم ہے، نہ جلن ہے اور نہ درد ہے۔

چھیا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کیدار سے کہا۔

"کہیں اس کتے کو باہر بھاگ کر آتی ہوں، تم اس نوجوان کو لے چلو۔"

وہ کتے کی رسّی پکڑ کر اسے کھینچتی ہوئی باہر لے گئی، وہ تو ایک کتا تھا اسے دُم سے پکڑ کر کھینچا جا سکتا تھا لیکن مجھ جیسے انسان کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ کیدار نے انگیٹھی اور مٹی کے کوزے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیئے۔ اس کے بعد میرے سر کے بالوں کو اپنی مٹھیوں میں جکڑ کر مجھے گھسیٹ کر ایک طرف لے جانے لگا۔

اُف ــــ میں تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ اپنی پوری قوت سے رسّیوں کو توڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ کیدار کو یقین تھا کہ وہ رسّیاں نہیں توڑ سکیں گی۔ وہ بڑی بے حسی اور بے رحمی سے ایک قصائی کی طرح مجھے کھینچتا ہوا قربان گاہ کی طرف لے جا رہا تھا۔

دوسرے کمرے میں پہنچ کر وہ مجھے سیندوری دائرے کے اندر لے آیا۔ دائرے کے بیچ لکڑی کا ایک چھوٹا سا کندا رکھا ہوا تھا، اس پر وہ بڑا سا داؤ رکھا ہوا تھا جس سے میری گردن اڑائی جانے والی تھی۔ سیندوری کنکریاں باہر دو انگیٹھیاں دہکتے ہوئے انگاروں سے بھری تھیں، ان میں سے اوپر دھواں نکل رہا تھا۔ کمرے کی محدود فضا دھوئیں سے اس طرح بھر گئی تھی چیز دھندلی نظر آ رہی تھی۔

کیدار نے داؤ اٹھا کر ایک طرف زمین پر رکھ دیا۔ پھر وہ دونوں ہاتھ سے زور لگا کر مجھے اوندھا کرنے لگا۔ میں تڑپ رہا تھا، مچل رہا تھا اور ناکام سی جدوجہد کر رہا تھا۔ وہ جدوجہد اس لئے ناکام تھی کہ دونوں کا مقابلہ نہیں تھا۔ میں بندھا ہوا تھا اور وہ آزاد تھا۔ آخرکار میں خود ہی اوندھا ہو گیا، اپنے آپ کو حالات کے حوالے پر چھوڑ دیا۔ وہ مجھے گھسیٹ کر لکڑی کے کندے تک لایا اور اس پر میری گردن رکھ دی۔

لکڑی کے کنارے پر میری ٹھوڑی آ کر لگی تو چہرہ ذرا اوپر اٹھ گیا۔ میری نگاہوں کے سامنے وہ دروازہ نظر آیا جہاں سے سامی داخل ہوئے تھی۔ دروازے کے دونوں پٹ کھلے ہوئے تھے، کمرے میں جلنے والی لالٹین کی روشنی باہر کچے برآمدے تک پھیل رہی تھی۔ برآمدے کے اس پار رات کی گہری سیاہی تھی کہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

باہر کی اس تاریکی کو دیکھ کر مجھے اپنے اندر ایک روشنی کا احساس ہوا۔ میرے دماغ نے کہا کہ اگر سامی اسی دروازے سے آئے گی تو میں خود کو اس کے منہ سے بچانے کی تدبیر کر سکتا ہوں، صرف اپنے آپ کو نہیں، سامی کو بھی اس کے منتروں سے نجات دلا سکتا ہوں۔

چھیا سیندوری کنڈل میں آ کر میرے بائیں طرف ذرا دور بیٹھ گئی تھی اور منتروں کا جاپ کر رہی تھی، سامی کو اپنی طرف کھینچ لانے والا منتر پڑھ رہی تھی۔

اس کے گرو مہاراج نے کہا تھا کہ بلی سیدھی کنڈل کے اندر چلی گئی، اس کے اور کنڈل کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ہو، ورنہ وہ سیندوری دائرے کے اندر نہیں آئے گی۔ میرے دائیں طرف کیدار دونوں ہاتھوں سے داؤ پکڑے کھڑا تھا۔ اس کا داؤ بھی اس وقت چلتا جب سامی دائرے کے اندر آ جاتی۔

"سامی آ جا۔" چھیا کے منتر اسے بلا رہے تھے۔

سامی آ جا: داؤ کی تیز دھار میرے لہو کی پیاسی تھی۔

اور میں دعا مانگ رہا تھا کہ سامی نہ آئے، اگرچہ میں اس کی دائمی کراہے دیکھنے کو جی چاہتا تھا، خواہ وہ بلی کے روپ میں آئے، میرے سامنے کی آہٹ اور اس کی ذہانت ہی آتی، مگر میں نے اسے دیکھنے کی خواہش کو کچل دیا۔

سامی نہ آنا: میری سلامتی اور اس کی روح کی آزادی اسی میں تھی کہ وہ نہ آئے۔

بہت دیر ہو گئی وہ نہیں آئی۔

چھیا چیخ چیخ کر ہاتھ اٹھا اٹھا کر منتر پڑھ رہی تھی۔ وہ سامی کا جسم تھا اور اس کے اندر سے چھیا کالی بلی کو پکار رہی تھی۔

میں نے کن انکھیوں سے کیدار کی جانب دیکھا۔ وہ ہاتھوں میں داؤ پکڑے چیتے کی سی سے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا، میرے دماغ میں سناٹا سا ہو رہا تھا۔ خون رگ و پے میں لاوے کی طرح دوڑ رہا تھا۔ زندگی کی تمنا نہیں تھی، موت کا خوف نہیں تھا۔ میری نگاہیں کھلے دروازے پر ہی جمی ہوئی تھیں، اور میں کوہ آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑنے کے لئے بالکل تیار تھا۔

"میاؤں ــــ"

کہیں سے سامی کی آواز آئی، کیدار نے داؤ کو سر سے بلند کر لیا۔ میری زندگی اور موت کے درمیان ایک ذرا سا فاصلہ رہ گیا۔

"میاؤں۔ میاؤں۔" جیسے کہہ رہی ہو، نہیں آؤں گی، نہیں آؤں گی۔

"آئے گی، آئے گی" چھیا کے منتروں کی آواز اور بلند ہو گئی۔

کھلے ہوئے دروازے کے باہر برآمدے میں دھپ کی آواز آئی۔ اور سامی آ گئی۔

"میاؤں میاؤں" برآمدے کی نیم تاریکی میں سامی کا سیاہ خاکہ ابھرا اور میرا دل پیش آنے والے واقعات سے دھڑکنے لگا۔

اسے دیکھتے ہی چھیا جوشیلے انداز میں چیخ چیخ کر منتر پڑھنے لگی۔ میں نیم وا آنکھوں سے برآمدے کی طرف دیکھ رہا تھا، جہاں سامی بلی کے روپ میں فرش پر پروٹ رہی تھی۔ وہ وہاں سے کمرے کے اندر نہیں آنا چاہتی تھی منتر اسے جبراً کھینچ رہے تھے اور وہ ادھر سے اُدھر تڑپ رہی تھی۔ منتر کی گرفت سے نکلنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

اس کی کوشش ناکام ہی تھی لیکن اس جدوجہد سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ کتنی ضدی ہے۔ اتنی ضدی کہ ناکامی کا یقین ہونے کے باوجود ہمت نہیں ہارتی۔ پیش آنے والے طوفانوں سے ٹکرتی ہی چلی جاتی ہے۔

اب میرے لڑنے کی باری تھی۔ اب میری صلاحیتوں کو آزمانے کا وقت آیا تھا۔ وہ بے چاری اپنے بل پر کنڈل کے اندر نہ آنے کی کوششیں کر چکی تھی۔ اس وقت منتر کے بل پر فرش سے اٹھ کر اپنے پیروں پر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس کے پاؤں دروازے کی طرف کھنچے آ رہے تھے۔

دہلیز پر پہنچ کر اس نے سر اٹھا کر کنڈل کی جانب دیکھا تو مجھ سے نظریں ٹکرا گئیں۔ اسی وقت میری آنکھوں سے جیسے شعلہ لپکا۔ ایک بجلی سی تڑپی ہلکی سامی کی نگاہوں سے ٹکرائی۔ پھر وہ میری نگاہوں کی گرفت میں آ گئی، اور آگے بڑھتے بڑھتے ٹھٹھک کر رک گئی۔

اس کے آگے دو پاؤں دہلیز کے اندر تھے اور پچھلے دو پاؤں باہر تھے میں اس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ مجھے ایک ٹک دیکھتی ہوئی سوچ رہی تھی۔

"یہ کون ہے؟ اس کی آنکھیں کیسی غضب ناک ہیں، کاش کہ یہ مجھے اسی طرح دیکھتا رہے۔ اوگاڈ! مجھے کتنا سکون مل رہا ہے۔ میں کسی جدوجہد کے بغیر ایک جگہ رک گئی ہوں۔"

میں نے فوراً ہی اس کی سوچ کو اپنی گرفت میں لے کر اپنی سوچ کے ذریعے کہا۔

"میں تمہیں اسی طرح دیکھتا رہوں گا۔ تم بھی میری نگاہوں کی گرفت میں رہو گی۔ اپنے خیالات کو صرف میری ان دو چمکتی ہوئی آنکھوں تک محدود کر دو۔ میرے زیر اثر آ جاؤ۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس دنیا کی کوئی آواز نہ سنو۔"

اور تمہارے کان کسی منتر کو نہیں سن سکیں گے۔ بتھارتی قوت سماعت مفلوج ہوتی جا رہی ہے۔ یہ لو کہ تم بعد نزدیک کی آوازوں سے محروم ہوتی جا رہی ہو....."

اس کی سوچ کی لہریں مجھ تک پہنچنے لگیں "ہاں میری قوت سماعت کمزور پڑتی جا رہی ہے۔ میں تمہارے حکم پر عمل کر رہی ہوں۔ اس کے باوجود چھیا کی دھیمی دھیمی آواز مجھ تک پہنچ رہی ہے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ چھیا کے منتر کمزور نہیں تھے۔ ایک بلی کو جھنجھوڑتے ہوئے اس کی روح تک پہنچ رہے تھے۔ دوسرے لفظوں میں میرے تنویمی عمل سے ٹکراتے ہوئے بلی کو کنڈل کی جانب کھینچ رہے تھے۔

وہ بے اختیار کھنچتی ہوئی کمرے کے اندر آ گئی۔ کنڈل کے اندر داخل ہونے کے لیے صرف ایک یا دو بالشت کا فاصلہ رہ گیا۔ چھیا دونوں ہاتھ اٹھا کر ناچتے انداز میں منتر پڑھ رہی تھی۔ اس کی جیت ہونے والی تھی۔

اس کے منتر نے اسے کچھ اور قریب کھینچ لیا۔ کنڈل کے اندر آنے کے لیے سیندور کی ریکھا سے صرف دو انچ کا فاصلہ رہ گیا۔ کیدار نے داؤ کے دستے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے سر سے بلند کر رکھا تھا۔ صرف چند لمحوں کی دیر تھی جیسے ہی سامی سیندوری ریکھا کے اندر پاؤں رکھتی۔ وہ ایک ہی وار میں میری گردن تن سے جدا کر دیتا۔

میں نے بیک وقت خیال خوانی اور تنویمی عمل سے کام لیا۔ تنویمی عمل کے ذریعہ سامی کو روکنے کی بھرپور کوششیں کرنے لگا اور خیال خوانی کے ذریعہ چھیا کی سوچ میں گڑبڑ شروع کر دی۔ جو منتر وہ پڑھ رہی تھی وہ اس کے دماغ سے نکل رہا تھا۔ میں اسی کے دماغ تک پہنچ کر اس کی منفی سوچ میں کہہ رہا تھا۔

"میں غلط پڑھ رہی ہوں۔ ہاں منتر کا وہ شبد کیا ہے؟ شاید وہ شبد بدل گیا ہے۔ میں خود سوچ لوں کہ وہ شبد کون سا ہے؟"

وہ پڑھتے پڑھتے اچانک رُک گئی۔ اس کی سوچ بن کر میں نے کہا تھا کہ وہ غلط پڑھ رہی ہے۔ اس لیے وہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ کون سا لفظ ادا کر رہی ہے۔ اس کے اس طرح سوچنے ہی منتر کا تسلسل ٹوٹ گیا یعنی ایک

فدا سی دیر کے لیے اس کا طلسم ٹوٹ گیا۔

وہ چند لمحات غنیمت تھے۔ میں نے فوراً ہی اپنی سورج کی لہریں سامی تک پہنچا دیں۔ "سامی بھاگو۔ واپس جاؤ۔ اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ منتر پڑھنے تم یہاں سے دور چلے جاؤ۔"

وہ یکبارگی پلٹ گئی اور چھلانگ لگا کر گھر سے باہر نکل گئی۔ چھپیا پھر اپنا منتر تشریح کرنے والی تھی۔ اسے بھاگتے دیکھ کر اس نے چیخنے چلّانے کہا۔

"کیدارا اسے پکڑلے۔ اگر وہ دور نکل گئی تو اسے کنڈل تک ملانے کے لیے پھر نہ جانے کتنی دیر تک منتر پڑھنا ہوگا۔ بڑھتے پڑھتے میرا گلا سوکھنے لگا ہے۔"

کیدارا داؤ کو زمین پر رکھ کر سامی کے پیچھے بھاگا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی چھپیا منتر پڑھنے لگی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں خاموش پڑا ہوا سامی کو اس کے منتر سے بچا رہا ہوں۔ میں نے لیٹے لیٹے ہی گردن گھما کر اس کی جانب دیکھا تو وہ بھی پڑھنے کے دوران مجھے سر گھما کر دیکھ رہی تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں کوئی عمل جانتا ہوں، کیونکہ وہ ایک بار طلسمی آگ میں مجھے جلا کر آزما چکی تھی۔ میں نے اپنا بچاؤ نہیں کیا تھا اس نے خود ہی آگ بجھا دی تھی اور یہ یقین کر لیا تھا کہ میں کالا جادو یا سفید جادو نہیں جانتا ہوں۔ اس لیے وہ میری طرف سے مطمئن ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور دروازے کی طرف منہ کر کے لمحہ بہ لمحہ منتر پڑھنے لگی۔

میں نے دوسری طرف سر گھما کر دیکھا۔ قریب ہی وہ داؤ زمین پر پڑا ہوا تھا، جس سے میری گردن کاٹی جانے والی تھی۔ میرا سر لکڑی کے کندے پر رکھا ہوا تھا۔ میں وہاں سے کروٹ بدل کر زمین پر چت ہو گیا۔ پھر ایک اور کروٹ بدل کر داؤ پر آ گیا اور اس کی تیز دھار پر اپنے بازو کی ایک رسّی دکھ کر رگڑنے لگا۔

فدا سی دیر میں رسّی کٹ گئی۔ پھر میں دوسری طرف کی رسّی کاٹنے لگا۔ چھپیا کی پشت میری جانب تھی۔ وہ دروازے کی طرف منہ کیے اپنے منتر سے سامی کو بلا رہی تھی۔ وہ میری حرکتوں سے بے خبر تھی۔ اسے بڑی مدت کے بعد یہ موقع ملا تھا کہ وہ بلّی کو میرے لہو میں ڈبو کر سامی کو ہمیشہ کے لیے اس کے جسم میں قید کر دے۔ اس لیے اس کی تمام توجہ اپنے منتر پر تھی اور وہ دروازے کے باہر تاریکی میں گھورتی ہوئی سامی کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔

میں رسّیوں کی بندشوں سے آزاد ہو گیا۔ جسم کھل گیا تو یوں محسوس ہوا جیسے صدیوں سے زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اب اکڑی ہوئی تو دل کھول کر قہقہہ لگانا چاہتا تھا۔ اب کسی کی مجال تھی کہ مجھے موت کی طرف لے جاتا۔ قدرتی طور پر یہ ثابت ہو گیا تھا کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ میں اس کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر میں نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھا کر ایک بازو میں اس کی گردن بائیں یک بیک اس کے دورے حیرانی سے پھیل گئے۔

"آنک۔۔۔!" اس کے منتر کی آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ وہ سر گھما کر اپنے دشمن کو دیکھنا چاہتی تھی لیکن میری مضبوط گرفت میں وہ میری مرضی کے بغیر ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ میں جب سے

سوال نکال کر اس کے منہ میں ٹھونسنے لگا۔ اس کے بعد میں نے ایک جھٹکے سے اسے اپنی طرف گھما کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ وہ حیرانی اور پریشانی کے عالم مجھے اور کبھی زمین پر پڑی ہوئی رسّیوں کو دیکھ رہی تھی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی کہ میں نے داؤ سے رسّیاں کاٹی ہیں۔ میں نے رسّیاں اٹھا کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھتے ہوئے کہا۔

"اب میں دیکھوں گا کہ تم کیسے منتر پڑھتی ہو؟ ایک بار سامی بھاگ نکلے تو کیا ہوا، اگر تھارا منہ بند کرا دیا تھا۔ اگر تھارے پاس سامی کا بال یا کوئی اور جزو بدن نہ ہوتا تو میں تھارا منہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیتا۔ فی الحال ایک کونے میں بیٹھی رہو۔ پہلے میں تھارے یار سے نمٹنا چاہتا ہوں۔"

اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ وہ کمرے کے ایک کونے تک نہیں جا سکتی تھی۔ اس لیے میں نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ وہ سالی کا پُرشباب بدن تھا۔ میرے بازوؤں میں پھول کی طرح ہلکا تھا اور خوشبو کی طرح لپٹ گیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اسی طرح مجھ سے لپٹی رہے۔ پھر مجھے خیال آیا کہ جسے میں سینے سے لگانے کا رکھنا چاہتا ہوں اس کی صرف اوپری ڈھانچہ میرے بازوؤں میں ہے۔ اس کی اصل روح بلّی کے جسم میں پناہ گزیں ہے۔

میں نے بے دلی سے اسے ایک کونے میں بٹھا دیا۔ اس کی اوڑھنی لے کر اس کے منہ پر باندھ دی۔ پھر اس کی طرف سے مطمئن ہو کر سامی کی طرف سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

میں نے اس کی سوچ کو پڑھتے ہوئے خیال کی اسکرین پر اسے دیکھا وہ ایک حد درجہ پر چڑھی ہوئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ جب کیدارا اسے پھینک کر مارے گا تو وہ اُچھل کر دوسری شاخ پر چلی جائے گی۔ میں نے اس کی سوچ پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"سامی! اُس شخص کو یاد کرو، جس نے پہلا نرم اور میٹھی ہنسی تمھیں کنڈل کے اندھیرے سے روک لیا تھا۔"

"ہاں۔" وہ سوچنے لگی۔ جب میری مستقل مزاجی و ثابت قدمی کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں اور چھپیا مجھے ہمیشہ کے لیے بلّی بنا دینے والی تھی۔ ایسی ناامیدی اور مایوسی کے وقت اس آدمی نے میری مدد کی جو آدمی نہیں دیوتا ہے۔ اس نے میری سوچ کو بھی کنٹرول کر لیا تھا۔"

"سامی! تم ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ وہ آدمی تمھاری سوچ کو کنٹرول لیتا ہے۔ اس وقت بھی وہ تمھاری سوچ میں بول رہا ہے۔ وہ تمھارے تمام حالات سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ چھپیا نے تمھارے ساتھ کیا کیا کرم کھا ہے اور تم اس سے اپنا جسم چھین لینے کے لیے ایک طویل عمل میں مصروف ہو۔

میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اپنے خوبصورت جسم کو اپنے خیالی طور کی امانت سمجھتی ہو۔ تم ہر قدم قدم پر اس امانت کی حفاظت کی ہے۔ چھپیا کو کبھی اس کا موقع نہیں دیا کہ وہ تمھارے جسم کو کسی غیر مرد کے سامنے

"میں سوچ رہی ہوں کہ واقعی مجھے بہت تاثر کیا جا رہا ہے۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں کسی حد تک ان آنکھوں کے زیر اثر آ رہی ہوں لیکن وہ شخص اگر میرے حالاتِ زندگی سے واقف ہے تو یہ بھی اچھی طرح جانتا ہوگا کہ میں کتنی ضدی اور مستقل مزاج ہوں۔ میں اپنی مرضی کے خلاف کسی کے زیر اثر نہیں آ سکتی۔ میں اب تک چھپیا کے منتروں سے لڑتی رہی۔ اب اس شخص کے تنویمی عمل سے لڑتی رہوں گی۔ اگر وہ میرا ہمدرد ہے اور دوست بن کر رہنا چاہتا ہے تو یہاں آئے اور کیدارا سے میرا پیچھا چھڑائے۔ میں اس سے التجا کرتی ہوں کہ وہ میرے اس رویے کا برا نہ منائے۔ میں محتاط رہنے کی عادی ہوں۔"

واقعی میں یہ بھول گیا تھا کہ وہ کتنی ضدی اور مستقل مزاج ہے اس کی مرضی کے بغیر کوئی اسے بہتا تاثر نہیں کر سکے گا۔ لیکن میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اگر اس کی سوچ کو گڑبڑا دیتا تو اس کی مستقل مزاجی قائم نہ رہتی کیونکہ انسان کی خود اعتمادی اور ضد اس کی اٹل سوچ سے قائم رہتی ہے اور مجھے کسی کی بھی سوچ میں بیٹھ کر تھکا دینا آتا تھا۔ سامی کی سوچ بھی ڈگمگائی جاتی تو وہ بڑی آسانی سے معمول بن کر میرے پاس چلی آتی لیکن میں نے سوچا کہ مجھے اس کی خود اعتمادی اور مستقل مزاجی کی قدر کرنی چاہیے۔ اگر کبھی اس نے مجھے پریشان کرنے کے لیے بے جا ضد کی تو میں اس کی ساری خوش فہمی ختم کر دوں گا۔ میں جب چاہوں گا وہ کھنچے دھاگے سے بندھی چلی آئے گی۔

میں نے اس کی تعریف کی۔ "واقعی تم دلیر بھی ہو اور ضدی بھی۔ تم اب تک اپنی ذہانت اور مستقل مزاجی سے چھپیا سے سبقت حاصل کرتی رہی ہو۔ وہ شخص تمھاری قدر کرتا ہے اور اب تمھارے پاس آ رہا ہے۔ بتاؤ تم اس وقت کہاں ہو؟"

"میں کٹیا سے زیادہ دور نہیں ہوں۔ اس کے قریب ہی ایک آم کے درخت پر بیٹھی ہوئی ہوں۔ نیچے کیدارا کھڑا ہوا ہے لیکن اتنے قریب ہونے کے باوجود وہ کٹیا نظر نہیں آ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چھپیا نے نظر بندی کا عمل کر رکھا ہے۔"

"وہ شخص سب کچھ جانتا ہے تم فکر نہ کرو۔ وہ آ رہا ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے سامی سے رابطہ ختم کر دیا۔ چھپیا ایک کرسی میں بیٹھی چپ چاپ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی اور یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ میں اتنی دیر سے خاموش کیوں کھڑا ہوا ہوں۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کسی عمل میں مصروف تھا۔

میں نے اسے دیکھتے ہوئے سوچا کہ اس چڑیل نے نظر بندی کا عمل کر رکھا ہے اگر میں اس کٹیا سے باہر جاؤں گا تو پھر باہر سے یہ کٹیا نظر نہیں آئے گی۔ میں راستہ تلاش کر تا رہ جاؤں گا اور وہ چڑیل وہاں آرام سے بندھی بڑی رہے گی۔ پھر ہو سکتا ہے کہ کسی تدبیر سے آزاد ہو کر وہاں سے فرار ہو جائے یہ سوچ کر میں چھپیا کے پاس آیا اور اسے اٹھا کر کاندھے پر رکھ لیا اس کے بعد میں نے زمین پر پڑے ہوئے داؤ کو ایک ہاتھ میں تھام لیا۔ دو میرے کاندھے پر جمنے لگی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ جس داؤ سے وہ میری گردن اڑانا چاہتی

تھی، اسی داؤ سے میں اس کا قیمہ بنانا چاہتا ہوں۔ میں نے اسے ڈانٹ کر کہا۔

"چپ چاپ پڑی رہو۔ تمہارے پاس سامی کا جسم ہے اور میں اس جسم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ ابھی تم چلو۔ سامی تمہارا فیصلہ کرے گی۔"

وہ ٹھنڈی پڑ گئی۔ میں اسے اٹھائے ہوئے کٹیا سے باہر آ گیا۔ باہر چاند نکل آیا تھا۔ چاندنی میں درختوں کے سائے پھیلے ہوئے تھے اس لیے دور تک کا منظر نہیں آتا تھا۔ میں نے ذرا دور جا کر چھپکلی کو کاندھے سے اتار کر گھاس پر ڈال دیا اور وہاں سے پلٹ کر میں نے کٹیا کی طرف دیکھا تو وہاں صرف اونچی جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ مجھے کٹیا نظر نہیں آئی لیکن چھپکلی کو نظر آ سکتی تھی اور وہ میری عدم موجودگی میں لڑھکتی ہوئی وہاں جا کر پوش ہو سکتی تھی۔ میں نے اس کی رسیاں کھول کر اسے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر اس کی طرف سے مطمئن ہو کر سامی اور کیدار کی تلاش میں آگے بڑھ گیا۔

تھوڑی دور جاتے ہی وہ مجھے نظر آ گیا۔ درختوں سے چھن چھن کر آنے والی چاندنی میں دور سے اس کا ہلکا سا خاکہ نظر آ رہا تھا۔ میں دبے قدموں اس کے قریب ہوتا گیا۔ وہ سر اٹھائے درخت کی شاخوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سامی کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کے جسم پر صرف ایک لنگوٹ تھی باقی جسم سرسوں کے تیل چپڑنے کے باعث چاندنی میں چمک رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں نے اسے للکارا کہ مقابلہ کیا تو میری حماقت ہوگی کیونکہ اس کے بدن پر اتنا تیل تھا کہ وہ کبھی میری گرفت میں نہ آتا۔ بار بار پھسل جاتا اس لیے میں نے پہلے ہی وار میں آخری فیصلہ کرنے کی ٹھان لی۔ وہ مجھ سے دس قدم کے فاصلے پر تھا۔ رات کے سناٹے میں میرے قدموں کی آہٹ اس کے کانوں تک پہنچ سکتی تھی لیکن سامی نے شاید مجھے دیکھ لیا تھا۔ وہ جس شاخ پر بیٹھی ہوئی تھی، اس پر اچھل رہی تھی۔ اس طرح درختوں کی پتیاں شور مچا رہی تھیں۔ رات کا سناٹا مجروح ہو رہا تھا اور کیدار سامی کو دیکھنے کے لیے اسی شاخ کی طرف متوجہ تھا۔ لیکن میرے قریب پہنچتے ہی اس کی چھٹی حس نے اسے چونکا دیا۔ وہ تیزی سے میری طرف پلٹ گیا۔ اسی وقت میرا داؤ بھی چل گیا۔ میں نے بڑی پھرتی سے بیٹھک مار کر اس کی ایک ٹانگ پر داؤ کی ضرب لگائی۔ داؤ کی دھار اتنی تیز تھی کہ وہ گردن اڑا دیتی پھر ٹانگ کیسے سلامت رہتی۔ اس کا بایاں پاؤں گھٹنے کے نیچے سے کٹ کر دور جا پڑا اور وہ کٹے ہوئے شہتیر کی مانند دھب سے زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ وہ چیختے ہوئے دور لڑھکتا جا رہا تھا تاکہ میرے دوسرے حملے سے خود کو بچا سکے لیکن وہ کتنی دور لڑھک سکتا تھا۔ میں نے اس کی دوسری ٹانگ بھی اس کے جسم سے الگ کر دی۔

ایسے وقت کوئی خند کو یا اپنے بھگوان کو آواز دیتا ہے۔ وہ چیخ چیخ کر چھپکلی کو پکار رہا تھا کیونکہ وہی اسے محفوظ سے بچاتی رہی تھی۔ وہ اوندھا پڑا ہوا تڑپ تڑپ کر دونوں ہاتھ زمین پر مار رہا تھا۔ میں نے اس کے دائیں ہاتھ پر داؤ کی ضرب لگائی۔ وہ ہاتھ شانے سے الگ ہو گیا۔ اب اس کی حلق سے صرف کراہیں نکل رہی تھیں۔ اس کی زبان چھپکلی کو پکارنا بھول گئی تھی۔ وہ اپنے لہو میں ادھر سے ادھر لوٹ رہا تھا۔ میں نے داؤ کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم بہت سخت جان ہو۔ اپنے جسم کے اعضاء سے محروم ہونے کے بعد بھی زندہ رہو گے۔ میں نے معدوں باؤں اس لیے کاٹے ہیں کہ آئندہ تم سامی کا پیچھا نہ کر سکو۔ بایاں ہاتھ اس لیے کاٹا ہے کہ پھر کبھی کسی بے گناہ انسان کو کالے جادو کی بھینٹ نہ چڑھا سکو۔ میں نے دایاں ہاتھ کو صرف اس لیے معاف کر رہا ہوں کہ زندہ رہ کر اس ہاتھ سے روٹیاں کھا سکو۔ اب تم یہیں تڑپتے رہو۔ اگر تمہاری زندگی باقی ہوگی تو کوئی نہ کوئی تمہاری مدد کے لیے پہنچ جائے گا۔"

اتنے میں سامی درخت سے اتر کر آ گئی۔ پہلے اس نے کیدار کو دیکھا، اس کے جسم سے اتنا خون بہہ چکا تھا کہ اب اس میں تڑپنے کی طاقت نہیں رہی تھی۔ سامی اسے دیکھ کر میری طرف آنے لگی۔ میں نے کہا۔

"تم نے مجھے یہاں اپنی مدد کے لیے بلایا تھا لیکن صرف اپنی ہی ذریعہ یہاں آنے کے لیے کہا تھا اور میں آ گیا۔ اب تو یقین کرتی ہو کہ میں ایسا دوست ہوں جو تمہارے خیالات کو پڑھ کر تمہاری مدد کے لیے جاتا ہے۔"

وہ میرے قریب آ کر میرے قدموں پر لوٹنے لگی۔ اپنی عقیدت ظاہر کرنے اور میرا شکریہ ادا کرنے کے لیے اس کے پاس الفاظ نہیں تھی اس لیے وہ اپنا منہ میرے پیروں پر رگڑتی ہوئی سورج کے خدا کا شکر ادا کر رہی تھی۔

"تم سچ مچ دیوتا ہو۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تمہاری مدد سے میں اپنا جسم حاصل کر لوں گی۔ تم ابھی چھپکلی کے پاس چلو اور اسے مجبور کر دو کہ وہ میرا جسم چھوڑ دے۔"

میں نے دونوں بازو پھیلا کر کہا۔ "میرے پاس آؤ۔ ہم ابھی اس کے پاس چلتے ہیں۔"

وہ اچھل کر میرے بازوؤں میں آ گئی۔ میں اسے سینے سے لگائے ظالم بانہوں پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگا۔ اس وقت سامی میری گرفت میں تھی مگر اس کا جسم بہت معمولی ایک درخت سے بندھا ہوا تھا جبکہ کٹیا میں رسیوں سے بندھی ہوئی چھپکلی کو بازوؤں میں اٹھایا ہوا تھا تو سامی کا جسم میری آغوش میں تھا لیکن اس جسم میں سامی کی روح نہیں تھی۔ وہ اب مکمل ہو کر میرے بازوؤں میں نہیں آئی تھی۔

میں نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم بلی کے جسم سے آزاد ہو گئی ہو؟"

"ابھی نہیں۔" اس کی سورج نے کہا۔ "چھپکلی منتر پڑھ چکی ہے۔ صبح تک لگ بھگ اس نے دوبارہ منتر نہ پڑھا تو میں بلی کے جسم سے آزاد ہو جاؤں گی۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم چھپکلی کو کسی طرح مجبور کر سکتی ہو کہ وہ تمہارا جسم چھوڑ دے؟"

"ہاں۔ یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ میں اسے اپنے جسم سے نکالنے کا منتر پڑھوں گی اور وہ اسی جسم میں سمائے رہنے کا منتر پڑھے گی۔ منتروں کی لڑائی میں جو جیت جائے گی وہ جسم اسی کا ہو جائے گا۔"

"تو پھر اطمینان رکھو۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "کل صبح کے بعد تم دونوں کے درمیان مقابلہ ہو گا اور تمہاری جیت مسلمہ ہو گی۔ ابھی تو میں نے اسے باندھ رکھا ہے۔ وہ منتر بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ اب یہ بتاؤ کہ کل صبح کے بعد اگر اسے اسی طرح باندھ کر رکھا جائے تو کیا وہ منتر پڑھ سکے گی؟"

"ہاں، وہ منتر ایسے میں جو میری اور چھپکلی کی روح کی گہرائیوں میں اتر گئے ہیں۔ ایک منتر سے کسی کے جسم سے اس کی روح نکالی جاتی ہے، دوسرے منتر سے ہم کسی کے بھی جسم میں داخل ہو سکتے ہیں۔ چھپکلی ہزار بندشوں کے باوجود یہ دو منتر پڑھ سکتی ہے۔"

ہم اپنی اپنی سورج کے ذریعہ باتیں کرتے ہوئے چھپکلی کے قریب پہنچ گئے۔ وہ درخت سے بندھی ہوئی بڑی بے بسی سے مجھے اور سامی کو دیکھ رہی تھی۔ اگر وہ آزاد ہوتی تو کوئی نہ کوئی منتر پڑھ کر ہمیں بے بس کرنے کی کوشش کرتی۔ ویسے اب اسے رسیوں سے آزاد کرنا ضروری تھا کیونکہ میں اسے اور سامی کو اپنی کوٹھی میں لے جانا چاہتا تھا۔ ہم اس جنگل میں رہ کر اس وقت کا انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ جب سامی اپنا جسم حاصل کر لیتی اور چھپکلی کی روح کہیں بھٹکنے چلی جاتی۔ یہ اہم مرحلہ میری کوٹھی میں طے ہو سکتا تھا۔

میں نے سامی کو زمین پر چھوڑ دیا اور چھپکلی کی رسیاں کھولنے لگا۔ سامی کی سورج نے کہا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟ کیا اس کا منہ بھی کھول دو گے؟"

"ہاں۔ میں یہ بھی تمہیں اور اس چڑیل کو اپنی کوٹھی میں لے جاؤں گا۔ اگر اس کا منہ بندھا رہے گا تو لوگ یہی سمجھیں گے کہ میں ایک دوشیزہ کو جبراً اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن یہ آزاد ہوتے ہی منتر پڑھنا شروع کر دے گی۔"

"تم فکر کرو۔ میری موجودگی میں یہ کبھی صبح منتر نہیں پڑھ سکے گی۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر اسی کے منتروں کو الٹ پلٹ کر تار ہوں گا۔"

"اوہ، تم کتنے اچھے ہو۔ میں تو بھول ہی گئی تھی کہ تم کسی بھی دماغ تک پہنچ کر اس کی سوچ میں ہلچل مچا سکتے ہو۔ تم واقعی حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ میرے دیوتا، تمہارا نام کیا ہے؟"

"فرہاد علی تیمور۔ تم صرف فرہاد کہہ کر مجھے مخاطب کر سکتی ہو۔"

چھپکلی کی رسیاں کھل گئیں۔ منتر پڑھنے کے لیے اس کی زبان اور اس کے ہونٹ بھی آزاد ہو گئے۔ وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ میں سامی سے سوچ کے ذریعہ گفتگو کرتا ہوں۔ اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ میں کسی بھی انسان کے خیالات پڑھ لیتا ہوں۔ اس وقت میں چھپکلی کے خیال کو پڑھ رہا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی کہ مجھے ابھی منتر نہیں پڑھنا چاہیے۔ اگر پڑھوں گی، تو یہ آدمی پھر میرے منہ میں کپڑا ٹھونس دے گا۔ میں کسی بھی وقت اس کی غفلت سے فائدہ اٹھاؤں گی۔ آہ! میں نے کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا۔ گرو مہاراج نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ کنڈل کے اندر بلانے کے لیے سامی کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ میں نے تو یہی کوشش کی تھی کہ کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ راستہ بالکل صاف تھا۔ وہ سیدھی کنڈل کے اندر چلی آتی لیکن وہ خود نہیں آئی۔ نہ جانے اس کے اندر کیسی شکتی ہے۔ میرے منتر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ ہاں، یا تو اب وہ کنڈل کے اندر آ رہی تھی اس وقت میں منتر پڑھتے پڑھتے ایک خدا رکھ گئی تھی۔ شاید کچھ غلطی ہو گئی تھی۔ بس اسی وقت اسے بھاگنے کا موقع مل گیا۔ کچھ بھی ہو، اس جرائم پیشہ کے نصیب اچھے ہیں۔ اب الٹا مجھے مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ میں اس نوجوان کی بھینٹ دینے والی تھی۔ نہ جانے اب یہ میرے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔ کیدار بھی پتہ نہیں کہاں جا کے مر گیا ہے۔ وہ سامی کے پیچھے گیا تھا۔"

اس نے مجھ سے پوچھا۔ "کیدار کہاں ہے؟"

"کیا اپنے یار سے ملنا چاہتی ہو؟"

اس نے ناگواری سے مجھے دیکھ کر کہا۔ "ہاں۔ وہ میرا یار ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

"وہ زندگی اور موت کے درمیان ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔"

"نہیں!" وہ بڑے اعتماد سے بولی۔ "تم جھوٹ بولتے ہو۔ کیدار جیسا بلوان آتما بے بس سے موت کی طرف نہیں جائے گا۔ مجھے اس کے پاس لے چلو۔ وہ کہاں ہے؟"

ہم باتیں کرتے ہوئے اس جگہ آ گئے جہاں کیدار اپنے لہو میں ڈوبا ہوا ایک لاش کی طرح خاموش پڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی چھپکلی پاگل اور بے کل سکتہ طاری ہو گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جو کچھ وہ آنکھوں سے دیکھ رہی ہے، وہ ایک حقیقت ہے لیکن وہ حقیقت سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ کیدار کو ایسی حالت میں دیکھ کر وہ چیخیں مارتی اور دوڑتی ہوئی اس کے پاس گئی، اور اس کے چہرے پر جھک کر دیکھنے لگی کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے۔

وہ کچھ اس انداز میں اس پر جھکی ہوئی تھی کہ اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ جب وہ اپنی مانگ سے سیندور نکال کر اپنی ہتھیلی پر لگانے لگی تو اچانک سامی میرے بازوؤں میں تڑپ گئی۔ میں نے سورج کے ذریعہ پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

اس کی سورج نے کہا۔ "چھپکلی اپنے یار کا ماتم نہیں کر رہی ہے بلکہ ہتھیلی پر سیندور لگا کر اپنا منہ چھپائے ہوئے ایک منتر پڑھ رہی ہے۔"

میں نے چونک کر چھپکلی کی جانب دیکھا۔ چاندنی کے باوجود اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا کیونکہ اس پر درخت کا سایہ پڑ رہا تھا۔ مجھے اس کے ہلتے ہوئے لب دکھائی نہیں دیئے لیکن سامی نے بلی کی تیز نظروں سے نیم تاریکی

میں اسے دیکھ لیا تھا۔

میں نے فوراً ہی اس کے دماغ تک پہنچ کر اس کے منتر کو سنا۔ وہ کچھ ایسے اگوم بگوم قسم کے الفاظ ادا کر رہی تھی جو میری سمجھ سے باہر تھے۔ میں نے بھی اسی طرح کے بے معنی الفاظ اس کی سوچ میں بولنے شروع کر دیئے۔

"اگوم بگوم بگلوم۔ تریا چلتر چھیما چھم چھم۔ بہت تیری کی اپسم تیسم....."

چھیما نے بوکھلا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ اس کے دماغ میں ہلچل مچتے ہی اس کی یادداشت گڈمڈ ہو گئی۔ جب دماغ ہی کنٹرول میں نہ رہے تو یادداشت کیسے قائم رہ سکتی ہے۔ وہ ذہنی دباؤ کے لیے منتر بھول گئی۔ پھر میں اس کی سوچ میں خاموش ہوا تو اسے منتر یاد آ گیا۔ وہ دوبارہ پڑھنے لگی۔ میں نے پھر ایک بار گڑبڑ کی۔ اس بار وہ پریشان ہو کر میری طرف دیکھنے لگی۔ اسے شبہ ہوا تھا کہ میں کوئی عمل کر رہا ہوں۔ میں نے اس کی طرف پڑھتے ہوئے کہا۔

"تم منتر نہیں پڑھ سکو گی۔ جب بھی پڑھنا چاہو گی، تمہارا دماغ تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔ یقین نہ ہو تو پھر پڑھ کر دیکھ لو۔"

اسے یقین نہیں آیا۔ وہ تیسری بار پڑھنے لگی۔ میں نے سوچ کے ذریعے پھر مداخلت کی تو وہ پہلے کی طرح گڑبڑا گئی۔ اپنا منتر بھول کر مجھے حیرانی سے تکنے لگی۔ اسے اس بات کی حیرانی تھی کہ میں نے اس کی طرح کوئی منتر نہیں پڑھا تھا۔ میرے ہونٹ بند تھے پھر بھی اس پر اثر انداز ہوا تھا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر حیرانی سے بولی۔

"کیا تم انتر گیانی ہو؟"

"ہاں میں انتر گیانی ہوں۔ دلوں کے بھید جان لیتا ہوں۔ تم جب بھی منتر پڑھو گی میں اس منتر کو تمہارے دماغ سے مٹا دیا کروں گا۔ اب تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ میرے ساتھ خاموشی سے چلو اور کوئی منتر پڑھنے کی زحمت نہ اٹھاؤ۔ کل صبح جب سامی اس قابل ہو جائے گی کہ وہ بلی کا جسم چھوڑ سکے تو تم اس کا جسم اسے واپس دے دینا۔ اگر تم انکار کرو گی اور اس سے مقابلہ کرنے کے لیے منتر پڑھو گی تو میں اپنے گیان سے تمہیں پڑھنے کا موقعہ نہیں دوں گا۔ تم اپنے بچاؤ کے لیے جو کچھ کر سکتی ہو کر دیکھ لو لیکن تمہارے نصیب میں ناکامی ہو گی۔ تمہیں سامی کا جسم چھوڑ کر ہی جانا ہو گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک چپ چاپ کھڑی سوچتی رہی۔ "ابھی اس آدمی سے ٹکرانا نادانی ہے۔ سامی کل صبح سے پہلے بلی کے جسم سے آزاد نہیں ہو سکے گی۔ اس وقت تک میں اپنے بچاؤ کی تدبیر سوچ لوں گی۔ اگر موقعہ ملا تو اسے بلی کے جسم میں ہی قید کر دینے کے لیے پچاس بار منتر پڑھ لوں گی لیکن ابھی مجھے ہار مان کر اس آدمی کے ساتھ جانا چاہیئے۔"

یہ سوچ کر چھیما نے شکست خوردہ انداز میں سر کو جھکا لیا اور میرے ساتھ چلنے لگی۔ سامی میرے دونوں بازوؤں میں سینے سے لگی ہوئی تھی۔ ہم تقریباً ایک گھنٹے تک اس جنگل میں بھٹکتے رہے۔ پھر ہمیں راڈی کا کنارہ نظر آ گیا۔ ہم کنارے کنارے آگے بڑھنے لگے۔ اس وقت میں نے سامی سے پوچھا۔

"تمہارے ملک کا وہ جاسوس بھوانی شنکر کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی کہ اب وہ کہاں ہو گا۔ جس سنسد چھیما اور کیول سنگھ ہوتے تھے، اسی دن میں نے بھی پنڈی میں اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔"

"کیا یہ درست ہے کہ تم نے میرے ملک کے اہم راز بھوانی شنکر تک پہنچائے ہیں؟"

"ہاں یہ درست ہے۔ میں بھوانی شنکر کا اعتماد حاصل کر کے اسے اپنے قابو میں رکھتی تھی۔ میں جب چاہتی اس کا منہ بند کرا دیتی تھی۔ وہ منتر پڑھ سکے۔ مجھے مرد ملتا تو میں بھوانی شنکر کو بھی زندہ نہ چھوڑتی۔ مجھے میرے باپ سے جدا کرنے میں اس کا بھی ہاتھ ہے۔ لیکن چھیما کے ہونے کے بعد مجھے اس کا پیچھا کرنا پڑتا۔ میں مجبوراً بھوانی شنکر جیسے دشمن کو یونہی چھوڑ کر چلی آئی۔"

"تم نے اسے چھوڑ دیا لیکن میں اس کا پیچھا کروں گا۔ اپنے ملک کے کوئی راز اسے لے جانے نہیں دوں گا۔ تم مجھے احمد شیخ کا پتہ بتاؤ۔ وہ کہاں ہے؟ تمہارے ملک کا ایجنٹ ہے۔ میں اس کے ذریعہ بھوانی شنکر تک پہنچوں گا۔ میرے ملک کے جتنے غدار میری نظروں میں آئیں گے، میں انہیں کتوں کی موت ماروں گا۔"

"میرے دیوتا، تم نے مجھ پر اتنا بڑا احسان کیا ہے کہ اب میں تمہارے ملک کے اہم راز چرا کر بھیجنا ہی ہوں۔ میں اپنی سرمستی کا اظہار نہیں کر سکتی ہاں، میں اپنی غلطی کی تلافی کروں گی۔ میں تمہیں احمد شیخ کے پاس لے جاؤں گی۔ میری نظروں میں جتنے اس ملک کے غدار ہیں میں ان کی نشاندہی کر دوں گی۔ فی الحال میری مجبوری یہ ہے کہ میں چھیما کے پاس اپنا جسم چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ تم مجھ پر اتنا احسان اور کرو کہ وہ جسم مجھے حاصل کر لینے دو۔ اس کے بعد تم مجھے جہنم کی آگ میں کودنے کے لیے کہو گے تو میں بلا جھجک کود جاؤں گی۔"

اس کے جواب میں میں نے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم نے اپنے جسم کو اہمیت خاطر زمانے بھر کی پریشانیاں اٹھائی ہیں۔ تم ہر حال میں اپنے جسم کو واپس لینا چاہو گی لیکن مجھے جلد از جلد احمد شیخ تک پہنچنا چاہیئے۔ وہ نہ بھوانی شنکر اس ملک سے نکل جائے گا۔"

سامی کی سوچ نے کہا۔ "میرا خیال ہے بھوانی شنکر اس ملک سے جا چکا ہے کیونکہ وہ صرف میری صلاحیتوں کے بھروسے پر یہاں آیا تھا۔ احمد شیخ کے گھر میں تمہارے ہاں کی ایک جاسوسہ ملازمہ مگر تھی۔ مطلب یہ ہے کہ احمد شیخ وغیرہ یہاں کی انٹیلیجنس کی نظروں میں آ گئے ایسے خطرات کے پیش نظر بھوانی شنکر میں اتنی جرأت نہیں ہو گی کہ وہ اس سرزمین پر سانس لے سکے۔"

میں نے کہا۔ "اگر وہ جا چکا ہے تو میں مرحلے کے بعد بھی اس کا پیچھا کروں گا اور اپنے ملک کے رازوں سمیت اسے دفن کر دوں گا۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ تم میرے دیس تک اس کا پیچھا

اس طرح میرا تمہارا ساتھ رہے گا۔ میں اپنے ڈیڈی سے مل سکوں گی اور وہاں تم جب چاہو گے، تمہارے کام آتی رہوں گی۔"

ہم باتوں ہی باتوں میں آئندہ کا پروگرام مرتب کر رہے تھے۔ چھیما چپ چاپ سر جھکائے ہمارے ساتھ چل رہی تھی۔ میں کبھی کبھی اس کی طرف دیکھ لیتا تھا کہ کہیں وہ منتر تو نہیں پڑھ رہی ہے۔ سامی بھی محتاط نظروں سے اسے دیکھتی رہتی تھی۔ آدھ گھنٹے بعد ہم شاہدرہ پہنچ گئے۔ اس وقت رات کے نو بج رہے تھے۔ راستے اور گلیاں ویران تھیں۔ کوٹھی تک پہنچنے کیلئے رکشہ یا ٹیکسی ملنے کی توقع نہیں تھی۔ لیکن تقدیر مہربان تھی۔ ایک گلی سے گزرتے وقت ایک مکان کے سامنے ٹیکسی نظر آ گئی۔ ہم نے قریب پہنچ کر دیکھا، ٹیکسی چلانے والا پچھلی سیٹ پر خراٹے لے رہا تھا۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ وہ سویا پڑا تھا اگر جاگتا رہتا تو دنیا جہان کے سوالات کرتا کہ ہم کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں اور اتنی رات کو کہاں جائیں گے۔ اس سے یہ امید کہ چلی اور گھاگھرا پہنی ہوئی لڑکی کہاں سے پکڑ لائے ہو؟

اتنے سارے سوالات سے بچنے کے لیے میں نے اس کے خوابیدہ دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سوچ کی سکرین پر خواب دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں بیٹھ کر بار بار ہدایت کی کہ وہ اسی طرح سہانے خواب دیکھتا رہے اور جب تک ہم جہنم سے پہلے بیدار نہیں ہو گا۔

جب اس کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو میں نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ ایک جیب سے ٹیکسی کی چابی نکل آئی۔ سامی یہ ہی معروفیت کے دوران چھیما کی نگرانی کر رہی تھی۔ وہ بالکل خاموش تھی۔ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ سامی کی موجودگی میں منتر نہیں پڑھ سکے گی۔ میں نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر چھیما کو بٹھایا۔ پھر وہ سری نگر سے گیئر ٹوٹنگ سیٹ پر آ گیا۔

جب میں نے گاڑی اسٹارٹ کی تو رات کے سناٹے میں اس کے انجن کی آواز گونجنے لگی۔ اس وقت مکان کے اندر سے کوئی عورت بڑبڑانے لگی۔

"ارے اتنی رات کو کہاں سے سواری مل گئی۔ گاڑی صبح لے جانا۔ تجھے دن رات کمانے کی پڑی رہتی ہے۔ دو گھڑی آرام بھی نہیں کرتا ہے کمبخت....."

بڑبڑانے والی نہیں جانتی تھی کہ کمبخت پچھلی سیٹ پر آرام کر رہا ہے گاڑی کے کچھ جاننے اور سمجھنے سے پہلے ہی میں تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اس گلی سے نکل گیا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ راستے میں اگر ٹریفک پولیس نے روکا تو مجھے کسی طرح نمٹنا ہو گا۔ لیکن ایسی کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ میں بخیریت ڈرائیو کرتا ہوا اپنی گلی کے علاقے میں پہنچ گیا۔

کچھ بھی جاگ رہی تھیں، گاڑی کی آواز سن کر باہر آ گئیں۔ انھوں نے مجھے دیکھ کر کہا۔

"فرہاد! تم کہاں چلے گئے تھے؟ پورے چالیس گھنٹے سے غائب ہو گئے کر تو جانا چاہیئے تھا۔ یہ گھاگھرا پہننے والی لڑکی کہاں سے پکڑ لائے ہو؟"

"پھوپھی جان! یہ گھاگھرے والی بہت بڑی مصیبت ہے۔ اسی مصیبت سے بچانے کے لیے میں آپ کو اطمینان سے بتاتا ہوں۔"

میں باتیں کرتے ہوئے اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔ ہماری آوازیں سن کر لبنیٰ بھی جاگ گئی تھی۔ میں مختصر طور سے انھیں بتانے لگا کہ چھیما ایک جادوگرنی ہے اور میں اسے قیدی بنا کر لایا ہوں۔ پھوپھی اور لبنیٰ یہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ میں پراسرار علوم جانتا ہوں۔ انھوں نے آج تک کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا تھا کہ میں نے تو کہی عمل و خیال خوانی کے ذریعہ اپنی کھوئی ہوئی دولت حاصل کی ہے۔ اس بات کو راز در رکھنے میں ان کی ہی بھلائی تھی۔

انھیں اچھی طرح سمجھانے کے دوران میں نے چھیما کو دوبارہ رسیوں سے باندھ کر فالین پر ڈال دیا۔ اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے پٹی باندھ دی تاکہ وہ میری عدم موجودگی میں منتر نہ پڑھ سکے۔ اس کے بعد میں پھوپھی اور لبنیٰ کے ساتھ باہر آ گیا۔ سامی کو چھیما کے پاس چھوڑ دیا۔ زرینہ سے کہا کہ وہ ہمارے لیے ہلکا سا ناشتہ اور چائے تیار کرے۔ میں ابھی آتا ہوں۔

ان سے رخصت ہو کر میں دوبارہ ٹیکسی کی ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔ پھر وہاں سے فراٹے بھرتے ہوئے دوسری گلی میں ٹیکسی روک دی جہاں ٹیکسی ڈرائیور کو پریشان کرنے کے لیے کوئی سایہ ہی نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر ڈرائیور کی جیب میں ٹیکسی کی چابی اور پچاس روپے کا ایک نوٹ رکھ دیا۔ تاکہ اس غریب کی حق تلفی نہ ہو۔ پھر گاڑی کے تمام دروازے لاک کر کے وہاں سے کوٹھی کی طرف واپس ہو گیا۔ میں نے ٹیکسی فراہم کرانے سے کہیں زیادہ رقم اسے دے دی تھی لیکن صبح آ کر اس کی الجھن دور نہیں کر سکتا تھا۔ وہ صبح چھ بجے اٹھ کر یہ سوچتا ہی رہ جاتا کہ اس کے ساتھ کیا جادو ٹونے کا تماشا ہوا ہے۔ وہ شاہدرہ کی ایک گلی میں سویا تھا اور مغل برگ کی ایک گلی میں بیدار ہوا ہے۔ اگر وہ کسی سے پوچھے گا یا تھانے میں جا کر شکایت کرے گا تو سب ہی اسے پاگل سمجھیں گے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ایسی حماقت نہیں کرے گا۔ اگر پاس کا نوٹ مفت میں ملتا ہے تو ہر شخص یہی چاہے گا کہ رات کو ایک جگہ سوئے اور صبح دوسری جگہ پچاس کے کھرے نوٹ کے ساتھ بیدار ہو تا ہے۔

راستے میں تنہا چلتے وقت میں نے سوچا کہ اس وقت چھیما میری خیالوں میں بے زبان سامی کے ساتھ ہو گی اور میرے متعلق کچھ نہ کچھ سوچ رہی ہو گی۔ میں نے فوراً ہی اس سے دماغی رابطہ قائم کر لیا۔ اس وقت وہ سوچ رہی تھی۔

"یہ سامی کی بچی میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟ اب تو اس نے ایک بلا بھی ڈھونڈ لیا ہے۔ وہ کمبخت زندگانی ہے۔ مجھے منتر پڑھنے کا موقعہ ہی نہیں دیتا ہے اور میں منتر بھی کیا پڑھوں گی مجھے جو کچھ بھی آتا ہے وہ شعبدے بازی ہے۔ میں انھیں وقتی طور پر آگ میں جلا سکتی ہوں۔ وہ آگ کی جلن محسوس کریں گے، چیخیں گے چلائیں گے۔ پھر چند لمحوں بعد وہ آگ خود ہی سرد پڑ جائے گی اور جلنے والے پہلے کی طرح صحیح سلامت نظر آئیں گے۔ مجھے ایسی کتنی ہی شعبدے بازیاں آتی ہیں۔ انھیں ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا جو کالا علم جانتی ہوں، وہ کسی مددگار کے بغیر کام نہیں آ سکتا۔ کیونکہ جیسا کام آنے والا ساتھی، پھر مگر گیا ہے۔ اب وہ مل بھی جائے تو میرے لیے بے کار ہے۔ کیونکہ اب وہ ایک ہاتھ اور دو پاؤں سے محروم

ہوگیا ہے۔ میرے کسی کام نہیں آئے گا۔ کاش کہ میں اپنے دیس میں ہوتی تو کسی بھروسے کے آدمی کو اپنا چیلا بنا کر اس سے کام نکالتی۔ پردیس میں رہ کر میں کچھ نہیں کر سکتی۔ اب تو یہی ہو سکتا ہے کہ میں کل تک صبر کروں۔ کسی اچھے موقع کا انتظار کروں۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے کامیابی نصیب ہو جائے۔ اگر ناکامی ہوئی تو میں اس کا جسم چھوڑ کر کسی دوسری نوجوان اور حسین لڑکی کے جسم کو اپنا لوں گی۔ سامی کی جوانی کو اپنا کر مجھے پریشانیوں اور مصیبتوں کے سوا کچھ نہیں ملا۔ ایک بار بھی کسی سرد کی آغوش میں نہ جا سکی۔ میں ایسے جسم پر تھوک کر چلی جاؤں گی.....“

چھیا کی سوچ پڑھ کر مجھے ایک خطرے کا احساس ہوا۔ اب وہ کسی دوسری نوجوان لڑکی کے جسم میں جانے کے متعلق سوچ رہی تھی اور میری کوٹھی میں سب سے قریبی نوجوان اور حسین لڑکی زرینہ تھی۔ وہ چڑیل کسی وقت بھی اسے ہلاک کر کے میرے سامنے زرینہ کے روپ میں آ سکتی تھی۔

میں نے کوٹھی میں آ کر دیکھا تو زرینہ ناشتہ تیار کر چکی تھی۔ دونوں ماں بیٹی میرا انتظار کر رہی تھیں۔ مجھے فوراً ہی پورا یقین ہو گیا کہ وہ زرینہ کے روپ میں آ گئی ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کے خیالات پڑھ لیے۔ وہ مجھے کنی انکھیوں سے دیکھتی ہوئی سوچ رہی تھی۔

”خود غرض کہیں کا۔ مجھ سے دل بھر گیا ہے تو اب باہر سے چلی نوٹ گھاگھرے والی کو پکڑ کے لے آیا ہے۔ کہتا ہے کہ وہ کالا جادو جانتی ہے۔ سب جھوٹ ہے۔ اتنی حسین لڑکی بھلا جادو ٹونے کو کیا سمجھے گی۔ یہی جناب عیاشی کے لیے اسے یہاں لے آئے ہیں۔ اونہہ!“

اس کی سوچ سے معلوم ہو گیا کہ وہ زرینہ ہے۔ میں نے پھوپھی سے کہا۔

”پھوپھی جان! میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ چھیا کتنی خطرناک ہے۔ اگر وہ میری لاعلمی میں کوئی کالا منتر پڑھے گی تو آپ کو یا زرینہ کو نقصان پہنچے گا۔ لہٰذا آپ لوگوں کا بھی یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ آپ ایک دن کے لیے زرینہ کو لے کر شاہ کوٹ چلی جائیں۔ کل واپس آ جائیے گا۔ میں آپ کو لاری اڈے تک چھوڑ آتا ہوں۔“

زرینہ گھور کر مجھے دیکھنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی ”اونہہ! کوٹھی خالی کرانے کا کیا خوب بہانہ نکالا ہے۔ ہم ماں بیٹی یہاں نہیں رہیں گی تو یہ جناب کھل کر اس کی جوانی سے کھیلیں گے۔ میں تو نہیں جاؤں گی۔“

میں نے پھوپھی جان کو الگ لے جا کر سمجھایا کہ چھیا کا جادو زیادہ تر نوجوان لڑکیوں پر چلتا ہے۔ لہٰذا آج زرینہ کا اس کوٹھی میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ پھوپھی جان اپنی بیٹی کی سلامتی کے لیے اسی وقت کوٹھی چھوڑنے کے لیے تیار ہو گئیں۔ زرینہ نے جانے کے لیے کتنے ہی بہانے کیے لیکن ماں نے اسے ڈانٹ ڈپٹ کر ساتھ لے لیا۔ میں انھیں اپنی کار میں بٹھا کر لاری اڈے تک لے جانے لگا۔ راستے میں میں نے سامی سے سوچ کے ذریعہ رابطہ قائم کر کے اسے سمجھا دیا کہ میں ابھی تھوڑی دیر میں واپس آ رہا ہوں۔ اس نے بھی مجھے بتایا کہ چھیا چپ چاپ فرش پر پڑی ہوئی چھت کی طرف دیکھ رہی ہے۔ شاید کچھ سوچ رہی ہے۔

میں احتیاطاً چھیا کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس کے خیالات میں ذکر نہیں تھے۔ وہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچ رہی تھی۔ ہر بار اس کے میں یہی بات آتی تھی کہ وہ ناکامی کی صورت میں سامی کا جسم چھوڑ دے اور کسی دوسری لڑکی کے جسم میں چلی جائے گی۔

میں نے دونوں ماں بیٹی کو لاری اڈے تک پہنچا دیا۔ واپسی بھی احتیاطاً چھیا کی سوچ کو سمجھتا رہا۔ جب میں کوٹھی کے احاطے میں تو دن کا اجالا پھیل گیا تھا۔ میری نظریں چھیا جان کی کوٹھی کی جانب گئیں۔ وہاں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ لوگ دیر تک سونے کے عادی اس عرصے میں اتنی مصیبتوں اور ہنگاموں سے گزر چکا تھا کہ اپنے دکھ اور غزالہ کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا تھا۔ لے سو جا کر اب اپنی خواب گاہ میں ناشتہ کرنے کے دوران ان کے بارے معلومات حاصل کروں گا۔ اس وقت میں نے کمرے میں ایک ٹرے پر اور چائے کی کیتلی اور سامی کے لیے دودھ کا پیالہ رکھتے ہوئے اپنی بہن کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ اس کے خیالات سے پتہ چلا کہ وہ وہاں موجود پنڈی چلی گئی ہے۔ مجھے اطمینان ہو گیا۔ وہ ہمیں پیش آنے والے خطرے سے بہت دور جا چکی تھی۔

میں ناشتے کی ٹرے لے کر اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔ چھیا اسی طرح پر لیٹی ہوئی تھی اور سامی ایک پہرے دار کی طرح اس کے قریب بیٹھا تھا۔ میں نے سامی کے سامنے دودھ کا پیالہ رکھتے ہوئے اسے بتایا کہ میں جان اور زرینہ کو لاری اڈے پہنچا کر آ گیا ہوں تاکہ انہیں اس لیے دھوکا دے کر چھیا کہیں زرینہ کے جسم میں پناہ لینے کے لیے اسے مار نہ ڈالے۔ سامی اس اقدام کو سراہنے لگی۔ اس نے بھی یہی کہا کہ میں بھی جب ایک جسم چھوڑ رہا ہوں تو سب سے قریب نظر آنے والے کسی دوسرے جسم میں سما جاتا ہوں۔ چھیا کے لیے بھی سب سے قریبی جسم زرینہ کا ہوتا۔ اچھا ہوا کہ اسے دھوکا دیا گیا۔

میں نے چھیا کو فرش پر بٹھا دیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں نہیں صرف اس کا منہ کھول دیا تاکہ اسے کچھ کھلا سکوں۔ وہ کھانے سے انکار کرنے لگی۔ میں نے زبردستی اس کے منہ میں ایک لقمہ ٹھونستے ہوئے کہا۔

”مجھے تمہارے جسم کے رہنے کی پرواہ نہیں ہے۔ یہ سامی کا جسم ہے میں اسے بھوکا نہیں رکھنا چاہتا۔“

میں اسے جبراً کھلانے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں بھی کھانے لگا۔ سامی دودھ پی چکی تھی۔ کھانے کے بعد میں دو پیالیوں میں چائے بنانے لگا۔ اتنے میں سامی قابلیں برابر کرانے باتھ روم میں گھس گئی۔ میں نے سوچ کر اس سے پوچھا۔ ”کیا بات ہے سامی؟“

اس نے جواب دیا۔ ”میں خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چھیا کے منتر کا اثر ختم ہو چکا ہے۔ میں جب چاہوں اپنی جسم سے آزاد ہو سکتی ہوں۔ تم اس کی رسیاں کھول دو۔ میں اس سے نمٹ لوں گی۔“

میں نے اس کی رسیاں کھول کر ایک طرف پھینک دیا۔ اس سے ذرا دور بیٹھ کر اپنی پیالی اٹھائی اور خاموشی سے چائے پینے لگا۔ چھیا رسیوں سے آزاد ہو کر ذرا دیر تک اپنے ہاتھ پاؤں سہلاتی رہی۔ پھر وہ بھی خوش ہو کر دوسری پیالی سے چائے پینے لگی۔ وہ بظاہر مسکرا رہی تھی اور دل میں سوچ رہی تھی کہ میں نے اچانک ہی اسے آزاد کیوں کر دیا ہے۔

میں نے سامی سے پوچھا۔ ”تم خاموش کیوں بیٹھی ہو؟“

اس نے جواب دیا۔ ”اسے اطمینان سے چائے پی لینے دو۔ جب میں اس جسم میں آؤں گی تو چائے کا اثر مجھ پر ہو گا اور میں فرصت اور تسلی سے محسوس کروں گی۔“

میں سامی کے اس خیال سے مسکرانے لگا۔ واقعی یہی بات تھی۔ ابھی ناشتے اور چائے سے چھیا کی بھوک مٹ رہی تھی لیکن جب سامی اس جسم میں آئے گی تو ناشتے اور چائے سے اس کا پیٹ بھرا ہوا ہو گا۔

میں چائے پیتے وقت سوچنے لگا کہ ایسے وقت کسی باہر والے کی مداخلت نہیں ہونی چاہیے۔ اگرچہ میں نے کوٹھی کے بیرونی دروازے کو اعلم سے بند کر دیا تھا لیکن چچا جان میری خیریت پوچھنے آ سکتے تھے کیونکہ میں نے پچھلے دو دن سے ان سے ملاقات نہیں کی تھی۔

میں نے فوراً ہی چچا جان سے دماغی رابطہ قائم کیا تو پتہ چلا کہ وہ ابھی تک سو رہے ہیں۔ اب اس کوٹھی میں ایک غزالہ رہ گئی تھی۔ میں نے فوراً ہی اس کے لیے اس کے دماغ میں بھانک کر دیکھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اپنی خواب گاہ سے نکل کر کوٹھی کے باہر آ رہی ہے۔ صبح سویرے وہ قبر کے متعلق سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن یہ بات اسے پریشان کر رہی تھی کہ وہ مجھ سے مقابلہ کرنے کے بعد بری طرح زخمی ہو کر آیا تھا اور غزالہ کی سوچ کے مطابق کسی ہسپتال میں زیر علاج تھا۔

میں خیال کی اسکرین پر غزالہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچتی ہوئی کوٹھی کے باہر آ گئی تھی اور اب میری کوٹھی کی جانب دیکھ رہی تھی۔ وہ جیسے جیسے کچھ سوچتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی ویسے ہی ویسے میری صورت اس کے تصور میں آ رہی تھی اور اس کے دل میں شدید نفرت پیدا ہوتی جا رہی تھی۔

پھر اس نے اپنی کوٹھی کے احاطے سے باہر نکل کر اگر سوچا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مقابلے میں وہ زخمی ہو کر بچ بھی گیا ہے۔ اگر زندہ ہوتا تو اپنی کوٹھی میں ضرور نظر آتا۔ وہ ڈیڈی سے ملنے بھی نہیں آیا۔ خدا کرے کہ وہ مر گیا ہو۔ مجھے اس کے ہاں ابھی جا کر چھوپی جان سے پوچھنا چاہیے۔“

وہ میری کوٹھی میں آنا چاہتی تھی اور ابھی میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس کی سوچ بٹکرا سے کوٹھی میں نہ آنے کا مشورہ دینا چاہا لیکن اسی وقت میری توجہ ہٹ گئی۔ میرے سامنے بیٹھی ہوئی چھیا اچانک ہی فرش پر گر کر تڑپ رہی تھی۔ میں نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تو وہ مردہ نظر آ رہی تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ سامی اس کے جسم سے نکل کر چھیا کی سانسوں میں رکاوٹ پیدا کر رہی تھی۔

ایسے وقت سامی کو میری مدد کی ضرورت تھی۔ میں فوراً ہی چھیا کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ اپنی حفاظت کے لیے منتر پڑھ رہی تھی۔ میں نے اسے مزید پڑھنے کا موقعہ نہیں دیا۔ پہلے کی طرح اس کے دماغ میں ہلچل مچانے لگا۔ اپنی سوچ کا توازن بگڑتے ہی وہ منتر بھول گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منتر کا تسلسل ٹوٹ گیا اور سامی کا پڑھا جاری ہو گیا۔ شاید چھیا سمجھ گئی تھی کہ میری موجودگی میں وہ منتروں کے ذریعہ سامی سے مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ میں اسی طرح اس کے دماغ میں ہلچل مچاتا رہوں گا۔ اس لیے میرے سامنے پڑا ہوا جسم جلد ہی پُرسکون ہو گیا۔ اب اس میں تڑپ اور اضطراب نہیں تھا۔ اسی وقت میرے سامنے جو بھی تھی وہ چپ چاپ آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی۔

یہ معلوم کرنے کے لیے کہ وہ کون ہے؟ چھیا ہے یا سامی ہے؟ میں نے اس کی سوچ کو پڑھا۔ چونکہ اس جسم میں اب تک چھیا سمائی ہوئی تھی اس لیے میں نے اس سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ تب مجھے پتہ چلا کہ وہ میری خواب گاہ میں نہیں ہے۔ کوٹھی کے باہر لان میں کھڑی اپنے ہاتھوں کو اور اپنے جسم کے دوسرے حصوں کو جھک کر دیکھ رہی تھی۔ اس وقت وہ سوچ رہی تھی۔

”ہائے! یہ جسم بھی بہت خوبصورت ہے۔ خوبصورتی میں سامی کے جسم سے انیس بیس کا فرق ہے۔ سامی اب تب میں گھسنے والی تھی اور یہ بھول ہے۔ لیکن یہ کون تھی، جس کا جسم میں نے حاصل کیا ہے؟ یہ اس کوٹھی میں آ رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرہاد کی کوئی دوست ہے یا عزیزہ ہے.....“

اس کا خیال پڑھ کر میں تعجب سے سوچنے لگا کہ وہ کون لڑکی تھی جو میری کوٹھی میں آ رہی تھی اور چھیا نے اس کے جسم پر قبضہ جما لیا تھا؟ پھر جلد ہی مجھے یاد آ گیا کہ غزالہ میری کوٹھی کی طرف آ رہی تھی۔ اس وقت دعا مانگ رہی تھی کہ خدا کرے فرہاد مر جائے مگر وہ خوبی موت سے ٹکرائی۔ چھیا کی سوچ سے ہی معلوم ہو رہا تھا۔ اگر اس نے غزالہ کا جسم حاصل کیا ہے تو پہلے اس نے منتر کے بل پر اس کی رُوح نکالی ہو گی۔ پھر اس کے خالی جسم میں سما گئی ہو گی۔

بلاشبہ غزالہ میری جان کی دشمن تھی۔ وہ مر چکی تھی لیکن اس کی موت سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑا تھا کیونکہ چھیا نے اس کے مُردہ جسم کو پھر سے زندہ کر دیا تھا۔ اب غزالہ اور چھیا دو دشمن عورتیں ایک حسین جسم کے سنگم بنا لی تھیں۔

اس وقت چھیا سوچ رہی تھی۔ ”اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کم از کم فرہاد کا سامنا نہیں کرنا چاہیے۔ وہ انتر گیانی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے اس جسم کے اندر سے بھی ڈھونڈ نکالے۔ مجھے یہاں سے واپس جانا چاہیے۔“

یہ سوچتے ہی وہ پلٹ کر جا رہی تھی۔ سڑک پر پہنچ کر وہ سوچنے لگی۔ ”میں کہاں جاؤں۔ میرا جو جسم کام کا ہے وہ تو یہ جسم کہاں سے آیا تھا؟ یہاں سے ہٹتا تھا؟ میری اپنی بھی کوئی منزل نہیں ہے۔ اس ولیں سے باہر نکلنے کے

لیے کہیں اطمینان سے بیٹھ کر منصوبہ بنانا ہوگا۔"

وہ سوچتے سوچتے تھک گئی۔ اس کی ذہنی سماعت سے چچا جان کی آواز ٹکرائی تھی۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ جب کوئی ہمیں مخاطب کرتا ہے تو اس کی آواز ہمارے کانوں سے ٹکراتی ہے۔ اس آواز کو سب سے پہلے ہمارا ذہن قبول کرتا ہے اور ہمیں سمجھاتا ہے کہ ہمارا مخاطب کیا کہہ رہا ہے۔ اسی طرح چھمیا کا موجودہ دماغ چچا جان کی آواز کو قبول کر رہا تھا اور میں اس کی سوچ کے ذریعہ ان کی بھی باتیں سن رہا تھا۔ وہ غزالہ کو آوازے کر کے پوچھ رہے تھے۔

"غزالہ! تم سڑک پر کھڑی کیا سوچ رہی ہو؟ کیا فرہاد کے پاس گئی تھیں؟" چھمیا سوچنے لگی۔ "یہ بڈھا کون ہے؟ مجھے غزالہ کہہ رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس جسم پر میں نے قبضہ جمایا ہے اس کا نام غزالہ تھا۔ اس لحاظ سے یہ بوڑھا رشتے میں میرا کیا لگتا ہے؟ پتہ نہیں یہاں آس پاس میرے اور کتنے رشتے دار ہیں؟ مجھے ان لوگوں سے پیچھا چھڑا کر یہاں سے دور چلا جانا چاہیئے۔"

اتنے میں چچا جان نے پھر پوچھا۔ "خاموش کیوں ہو؟ جواب کیوں نہیں دیتی؟ کیا فرہاد ابھی تک واپس نہیں آیا؟"

اس نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔ "جی نہیں، وہ اپنے گھر میں نہیں ہے اس کی بیوی بھی یہاں نہیں ہیں۔"

"بیٹی! تم اس کی بیوی جیسی کیوں کہہ رہی ہو؟ وہ تو تمہاری بھی بھابھی ہیں کیا اپنی بھابھی کہتے ہوئے شرم آتی ہے؟"

"جی نہیں۔ شرم کیوں آئے گی۔ آپ بھی کیسی باتیں کرتے ہیں، ابا جان!"

چھمیا کو معلوم نہیں تھا کہ غزالہ اپنے باپ کو ڈیڈی کہتی ہے وہ بھوپالی شکر کے ماحول میں رہ کر اسلامی تہذیب سیکھ کر آئی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ تمام مسلمان لڑکیاں اپنے والدین کو امی اور ابا جان کہتی ہوں گی۔

چچا جان نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا بات ہے آج تم ڈیڈی کے بجائے ابا جان کہہ رہی ہو؟"

وہ پریشان ہو کر جلدی سے بولی۔ "اوہ ڈیڈی! پتہ نہیں صبح سے میرے دماغ کو کیا ہو گیا ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں اپنی پچھلی زندگی بھول گئی ہوں ابھی آپ نے مخاطب کیا تو میں سوچ رہی تھی کہ آپ میرے کون ہیں۔ جب آپ نے بیٹی کہا تو یاد آ گیا کہ آپ میرے ابا..... نن نہیں ڈیڈی ہیں....."

میں اس کی بوکھلاہٹ پر مسکرانے لگا۔ لیکن میں اس کے بعد اس کے خیالات نہ پڑھ سکا۔ میرے سامنے قالین پر پڑا ہوا سامی کا جسم جاگ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ آنکھیں کھول رہی تھی۔ چند لمحوں تک وہ خاموشی سے گہری گہری سانسیں لیتی رہی۔ پھر جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی اور اپنے بدن کو دھر ٹوہر سے چھونے اور خود کو مکمل سامی کے روپ میں دیکھنے اور محسوس کرنے لگی۔ لیکن وہ بیٹھے ہی بیٹھے اپنا سراپا نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس لیے وہاں سے فوراً ہی اٹھ کر قدِ آدم آئینے کے سامنے چلی گئی۔

وہ تھوڑی دیر کے لیے مجھے بھول گئی تھی۔ اس نے آس پاس کے تمام ماحول کو فراموش کر دیا تھا۔ اس کے سامنے صرف ایک قدِ آدم آئینہ تھا۔ اور اس آئینے میں وہ تھی۔ عورت جب اپنے حسن و شباب پر خود ہی فریفتہ ہونے لگتی ہے تو اسے صرف اپنا ہی وجود سب سے حسین نظر آتا ہے۔ ویسے سامی کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھی۔ وہ حقیقتاً اتنی حسین تھی کہ اس دنیا کا کوئی شاہجہاں اس کے لیے پھر ایک تاج محل تعمیر کر سکتا تھا۔

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قیامت خیز سراپا کو دیکھا۔ وہ آئینے کی صاف اور چکنی سطح پر ایک خوش رنگ کلی کی طرح کھل رہی تھی اور شراب کی بھری بوتل کی طرح کھل رہی تھی۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی اس کی انگڑائی ٹوٹ گئی۔ اسے یاد آ گیا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ اس نے جھینپ کر سر کو جھکا لیا۔ پھر زیرِ لب مسکراتی ہوئی بولی۔

"میرے دیوتا! میں خوشی سے پاگل ہو گئی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کہ میرے دیوتا میرے پاس ہیں اور مجھے سب سے پہلے اپنے دیوتا کے چرنوں میں سر کو جھکانا چاہیئے۔"

وہ آگے بڑھی اور میرے قریب آ کر قدموں پر جھکنے لگی۔ میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اسے جھکنے سے روک دیا اور کہا۔

"نیکی کرنے اور کسی کے کام آنے والا انسان فرشتہ یا دیوتا نہ سہی لیکن وہ کہلاتا ہے لیکن میرے مذہب میں کسی فرشتے یا دیوتا کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ تمہارے کہنے کے مطابق اگر میں دیوتا ہوں تو پھر تم دیوی ہو۔ تم نے عزمِ ہمت کی ایک عمدہ مثال قائم کی ہے۔ اگر تم ہمت ہار جاتیں اور کسی مرحلے پر چھمیا سے شکست تسلیم کر لیتیں تو زندگی کے ایک حادثاتی موڑ پر ہماری ملاقات نہ ہو سکتی اور نہ ہی میں تمہارے کام آ سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے اپنے عزائم سے اپنے حسن و شباب کی کھوئی ہوئی دولت حاصل کی ہے۔ یہ جسم تمہاری جدوجہد کا انعام ہے۔"

"اور یہ انعام تم نے دیا ہے میرے دیوتا!"

"مجھے دیوتا نہ کہو۔ میرا نام فرہاد ہے۔"

"فرہاد!" اس نے بڑی محبت اور عقیدت سے میرا نام لیا۔ پھر میرے ایک ہاتھ کو اپنے فالک سے ہاتھوں میں لے کر میری ہتھیلی کی پشت کو بوسہ دینے لگی۔ وہ آتشیں لب جو بوسہ ہی دے رہے تھے، وہ میری ہتھیلی کی پشت پر آگ بھڑکا رہے تھے۔ میرے جسم کے رگ و پے میں آگ سیال مادے کی طرح بہہ رہی تھی۔ میرے جی میں آیا کہ بوسے کے جواب میں ایک بوسہ بھیج دوں۔ پھر یہ سوچ کر ضبط کر لیا کہ جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔ ابھی وہ مجھ سے متاثر ہو رہی تھی۔ آہستہ آہستہ میری شخصیت کا رعب جم رہا تھا۔ ایک دیوتا اور محبوب میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ آج وہ دیوتا سمجھ کر عقیدت سے چوم رہی تھی۔ کل محبوب سمجھ کر محبت سے گلے لگ سکتی تھی۔ لہٰذا اس وقت میں نے بڑے صبر و تحمل سے کام لیا۔

میرے صبر کا مجھے اچھا صلہ ملا۔ وہ میرے ہاتھ کو چومتے ہوئے سوچ

رہی تھی۔ "ہائے! اس کے ہاتھ کتنے سخت اور مضبوط ہیں۔ اگر کوئی اس ہتھیلی کے شکنجے میں آ جائے تو تڑپ تڑپ کر رہ جائے گی۔ اس میں ہر وہ خوبی ہے جس کے خواب عورت دیکھتی ہے۔ ماشاءاللہ چٹانی سینہ، آہنی بازو، یہ دلیر بھی ہے اور ذہین بھی ہے۔ صحیح معنوں میں یہ ایک مکمل مرد ہے۔ میں تو ایسے ہی ایک خوبرو آئیڈیل کی تلاش میں تھی لیکن میں اپنے اس خیال کا اظہار نہیں کروں گی۔ اپنے منہ سے کچھ کہتے اچھا نہیں لگتا ہے۔ نہیں، اچھا نہ لگتا ہے مگر شرم آتی ہے۔ کاش کہ یہ میرے دل کی حالت جان سکتے۔ آں ہاں، میں تو بھول ہی گئی تھی کہ یہ دل کے بھید جان لیتے ہیں۔ جب میں بتی کے روپ میں تھی اور بول نہیں سکتی تھی۔ اس وقت یہ میری سوچ کو پڑھ لیتے تھے۔ میرے گنگے دماغ کو پوری طرح سمجھ لیتے تھے۔ کیا اس وقت بھی یہ میرے خیالات کو سمجھ رہے ہیں؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھنے کے لیے میری ہتھیلی پر سے سر اٹھایا۔ میں مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ پھر جھینپ گئی۔ میں نے آہستگی سے کہا۔

"میں خوش نصیب ہوں کہ تمہارے خیالوں میں بس رہا ہوں۔ اگر ہماری دوستی میں محبت کی مٹھاس اسی طرح گھستی رہے تو ہماری دوستی پائیدار ہو جائے گی۔"

اس نے فوراً ہی گفتگو کا موضوع بدل دیا۔ "دیکھیے میں بھی کتنی نادان ہوں۔ اپنا جسم حاصل کرتے ہی چھمیا کی دشمنی کو بھول گئی ہوں۔ کیا آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے؟"

"معلوم کر سکتا ہوں لیکن تم مجھے ایک بیک آپ سے کیوں مخاطب کرنے لگی ہو؟ کیا "تم" والی بے تکلفی تمہیں پسند نہیں ہے؟"

وہ زیرِ لب مسکرا کر بولی۔ "تم جیسا کہو گے ویسے ہی کہوں گی پلیز! ابھی چھمیا کا پتہ چلاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اس کی خبر لیتا ہوں لیکن جتنی دیر میں مراقبے میں رہوں اس دوران تم زندہ نہ کمرے سے جاؤ۔ اس کی الماری سے اپنی پسند کا لباس نکالو۔ اب تم ایک تعلیم یافتہ اور ذہین لڑکی ہو۔ تمہیں اسمارٹ بن کر رہنا چاہیئے۔" یہ پہلی اور گھاگھ اچھمیا جیسی حاہل عورت ہر ہی سمجھتا تھا۔

میرے مشورے کے مطابق وہ لباس بدلنے چلی گئی۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے تصور میں کھویا رہا اور یقین کرتا رہا کہ کل جس حسینہ کی لیری اور ذہانت کی داستان سن رہا تھا، آج وہ میرے گھر میں ہے اور میں اس کے دل میں گھر کر رہا ہوں۔

میں سمجھ رہا تھا کہ سامی اس وقت بھی میرے ہی متعلق سوچ رہی ہوگی۔ ایسے حادثاتی گھڑیوں میں بھلا کس کا دل چاہے گا کہ وہ شوہر کے متعلق سوچے؟ یہ میرا دل بھی نہیں چاہتا تھا کہ میں چھمیا کے متعلق سوچوں مجھے خود پر اعتماد تھا کہ میں جب چاہوں گا، اس دشمن عورت کے منتروں کو باطل کر دوں گا۔ اسے اتنا موقعہ ہی نہیں دوں گا کہ وہ ہمیں نقصان پہنچا سکے۔

لہٰذا میں سامی کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس وقت اس کے دماغ کے اندر ایک کشمکش جاری تھی۔ اس کا دماغ میرے ہی متعلق سوچنا چاہتا تھا لیکن وہ سوچنے سے کترا رہی تھی۔ اپنے آپ سے لڑ رہی تھی کہ وہ دل کے بھیدی ہیں۔ شاید اس وقت بھی میرے خیالات کو پڑھ رہے ہیں، نہیں میں کچھ نہیں سوچوں گی۔ اگاڈ! کیسے آدمی سے پالا پڑا ہے۔ میں اپنے دل کی کوئی بات ان سے چھپا نہیں سکوں گی۔"

میں نے اس کی مثبت سوچ سے کہا۔ "اُن سے کچھ چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ میرے من مندر کے دیوتا ہیں۔ میں ان سے محبت کرتی ہوں اور محبت کرنے والوں کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔"

اس کی منفی سوچ نے کہا۔ "کبھی کبھی پردہ ضروری ہوتا ہے۔ ہر محبت کرنے والی عورت اپنے محبوب کو جس قدر چاہتی ہے، اس میں سے تھوڑی سی محبت اپنے دل میں چھپا کر رکھتی ہے جس طرح ٹافیوں کے پیکٹ کو المادی میں چھپا کر بچوں کو دیتا فوتتا ایک ایک ٹافی دے کر بہلایا جاتا ہے اسی طرح عورت محل کے پیکٹ سے محبت کی ایک ایک ٹافی نکال کر دیتی ہے۔ باقی دوسرے وقت کے لیے بچا کر رکھتی ہے لیکن فرہاد تو یک نمبر کے تجربہ ہیں۔ دل میں چھپی ہوئی تمام مٹھاس کو چوری چھپے چکھتے رہتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنے خیالات ان سے کیسے چھپاؤں؟ نہ چھپا سکتی ہوں نہ ان کے بارے میں سوچنا چھوڑ سکتی ہوں۔ ایسا نٹ کھٹ کہیں نہ دیکھا جو دماغ کے لاکر توڑ کر سوچ کا سرمایہ چرا لیتا ہو۔ چور کہیں کے....."

میں نے مثبت انداز میں کہا۔ "لیکن ابھی تو وہ چور نہیں ہیں۔ ابھی تو وہ مراقبے میں ہوں گے اور چھمیا کے متعلق معلومات حاصل کر رہے ہوں گے لہٰذا وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔ یہ اچھا موقعہ ہے۔ مجھے ان کے متعلق سنجیدگی سے سوچنا چاہیئے۔"

وہ سوچنے لگی۔ "میں کیا سوچوں؟ میری زندگی بھی عجیب ہے۔ میری ماں ایک ہندو ناری تھی۔ باپ ایک انگریز ہے اور اب میرا دل ایک مسلمان کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔ میرے اندر کتنے ہی دھرم سما گئے ہیں۔ ایسے میں دھرم کا مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ مذہب صرف محبت سے قائم رہتا ہے مجھے ہندو دھرم سے اس لیے محبت ہے کہ میں نے ایک ہندو ناری کا دودھ پیا ہے۔ مجھے عیسائیت سے اس لیے پیار ہے کہ میری رگوں میں ایک انگریز کا خون دوڑ رہا ہے اور مجھے مذہبِ اسلام سے اس لیے عقیدت ہوتی جا رہی ہے کہ جسے میں اپنے جسم و جان کا مقدر بنانا چاہتی ہوں، وہ مسلمان ہے۔ میں زندگی کے آخری سانس تک اسی کے ساتھ رہوں گی۔"

یہ سوچتے ہوئے وہ غسل خانے میں جا رہی تھی اور سوچنے کے دوران بولے ہوئے لگتا رہی تھی۔ میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا جو کچھ مجھے معلوم کرنا تھا میں اس سے بہت زیادہ معلوم کر چکا تھا۔ وہ میرے مخلص میں اس کے دل کے اندر چھپی ہوئی محبت کی ساری مٹھاس کو میں نے چوری چھپے چکھ لیا تھا اور وہ بچاری اس چوری سے بے خبر تھی۔

اس وقت دل یہی چاہتا تھا کہ اس کے معصوبانہ خیالات کو پڑھتا ہی رہوں اور یہ سلسلہ کبھی نہ ٹوٹے لیکن اُس چڑیل چھپیا سے محاطب ہونا بھی ضروری تھا لہٰذا میں اس کے ذہن میں جھانکنے لگا۔

میری پوزیشن کچھ یوں تھی کہ میں قالین پر بیٹھا تھا۔ میری آنکھیں بند تھیں۔ میں چشمِ تصور میں غزالہ کو دیکھ رہا تھا اور چھپیا کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ جو کچھ بھی سوچ رہی تھی اور اپنے آس پاس کے لوگوں کی جو آوازیں سُن رہی تھی، وہ سب آوازیں اپنے دماغ کے ٹیپ ریکارڈر سے میرے دماغ تک منتشر کر رہی تھی اور میں اپنے خیال کی اسکرین پر ان تمام واقعات کی مکمل فلم دیکھ رہا تھا جو اس پر گزر رہے تھے۔

وہ بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ بستر کے آس پاس چچا جان اور گھر کے ملازم کھڑے ہوئے تھے۔ قاسم بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ وہ خاموشی سے لیکی ہوئی ان کی باتیں سُن رہی تھی۔ چچا جان اور قاسم کی گفتگو کا موضوع یہ تھا کہ غزالہ کی یادداشت گم ہوگئی تھی۔ اس نے قاسم جیسے قریبی دوست کو بھی نہیں پہچانا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اس نے انگریزی زبان میں پوچھا تھا کہ اس کی یہ حالت کب سے ہے؟ لیکن وہ انگریزی کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکی تھی جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کی یادداشت اس حد تک ناقص ہو چکی ہے کہ انگریزی زبان بھی بھول گئی ہے۔ اسے طرح طرح سے یاد دلانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ اس سے ایک کاغذ پر اپنا نام لکھنے کے لیے کہا گیا لیکن وہ نہ تو انگریزی میں لکھ سکی اور نہ ہی اردو زبان میں حتیٰ کہ اپنے دستخط بھی نہ کر سکی۔

وہ بے چارے کیا جانتے تھے کہ انگریزی بولنے اور اسمارٹ بنکر رہنے والی غزالہ کی روح اپنے جسم کے مکان سے پرواز کر چکی ہے اور اس مکان میں ایک جاہل گنوار چھپیا نے ڈیرا جما لیا ہے اور وہ یادداشت گم ہونے کا ناٹک کھیل رہی ہے۔

اس کا ناٹک حقیقت سے بالکل قریب تھا کیونکہ وہ واقعی غزالہ کی گزری ہوئی زندگی کے حالات سے واقف نہیں تھی۔ چچا جان وغیرہ کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور نہ ہی کبھی یہ یقین کر سکتے تھے کہ بیٹی کا جسم وہی ہے اور روح بدل گئی ہے۔ انھوں نے پریشان ہو کر قاسم سے کہا۔

"تم یہاں بیٹھو، میں ڈاکٹر شیلا ری سے ملاقات کا وقت مقرر کرتا ہوں۔ وہ ماہر نفسیات ہیں۔ وہ ہی صحیح طور پر سمجھ سکیں گے کہ غزالہ کے ذہن سے پچھلی زندگی کیسے مٹ گئی ہے؟"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی چھپیا نے ملازموں کو بھی وہاں سے جانے کے لیے کہا۔ اس نے قاسم کو تاڑ لیا تھا کہ وہ کام کا آدمی ہے۔ ملازموں کے جانے کے بعد اس نے قاسم سے کہا۔

"میں بہت پریشان ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ کیا سچ مچ تم میرے دوست ہو؟"

"ہاں، یہ تمھارے ڈیڈی بھی کہہ چکے ہیں کہ میں تمھارا دوست ہوں۔ پنڈی کا رہنے والا ہوں۔ میرا نام قاسم ہے۔ ہم دونوں تنہائی میں کتنی ہی رنگین گھڑیاں گزار چکے ہیں۔ میں تمھارے بدن کی خوشبو پہچانتا ہوں یہ کہتے افسوس کی بات ہے کہ تم مجھے بھی بھول گئی ہو۔ بتاؤ غزالہ! میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"کیا واقعی تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟ کیا میں جو کہوں گی وہ کرو گے؟"

"ہاں، تم پہلے بھی مجھے آزما چکی ہو، اب بھی آزما کر دیکھ لو۔ جو کہو گی میں وہی کروں گا۔ بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ جواب دیتا اس ماحول میں میرا دم گھٹ رہا ہے۔ میں یہاں سے کہیں دور جانا چاہتی ہوں۔ ایسی حالت میں ڈیڈی مجھے کہیں جانے کی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ میں یہاں کے راستے بھی بھول چکی ہوں۔ یوں لگتا ہے جیسے میں ایک انجانی دنیا اور ایک انجانے گھر میں سانس لے رہی ہوں۔ کیا تم مجھے اس قید خانے سے دور کہیں لے جا سکتے ہو؟"

"میں تمھاری ہر خواہش پوری کر سکتا ہوں۔ تمھارے پاس جتنی رقم اور زیورات ہیں اسے ساتھ لے لو۔ تم مجھے اس شہر سے دور لے جانے کو کہتی ہو، میں تو تمھیں دنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک لیے جانے کو تیار ہوں۔"

چھپیا نے پوچھا۔ "کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اپنی رقم اور زیورات کہاں رکھے ہیں؟"

قاسم نے لیلیٰ المادی کی جانب انگلی اٹھا کر کہا۔

"ہاں تم اس آہنی المادی سے کئی بار میرے سامنے قیمتی نکالتی رہی ہو۔ اس المادی کی چابی ڈریسنگ ٹیبل کے نچلے دراز میں ہے۔ اسے کھول کر دیکھو شاید نگوٹھی رکھا تھا جاتے۔"

"اچھی بات ہے۔ ڈیڈی کو باہر جانے دو۔ میں یہاں سے اپنی تمام پونجی سمیٹ کر تمھارے ساتھ چلوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئی اور دل ہی دل میں منصوبے بنانے لگی کہ اس گھر سے نکلنے کے بعد وہ قاسم کو اپنی جوانی سے بہلائے گی اور اسے سرحد پار اپنے ساتھ چلنے پر راضی کرے گی اگر وہ راضی نہ ہوا تو اپنے منتروں سے اسے ایسا ناچ نچائے گی کہ وہ اس کے اشاروں پر چلنے کے لیے مجبور ہو جائے گا۔

یہاں تک اس کے خیالات پڑھنے کے بعد میں نے اس سے رابطہ توڑ دیا۔ اس وقت سامنے دروازہ کھول کر اندر آ رہی تھی۔ وہ آئی تو بلا بھاری آئی۔ میں چند لمحوں تک ساکت و جامد ہو کر اسے دیکھتا رہ گیا۔ غسل کرنے کے بعد وہ برسات کی چاندنی کی طرح نکھر گئی تھی۔ خواب گاہ کی کھڑکیاں اور دروازے بند تھے اور ان پر دبیز مخملی پردے پڑے ہوئے تھے اس لیے غسل کے بعد دو جوڑے رات کا سماں تھا۔ کچھ اندھیرا تھا، کچھ اجالا تھا اور وہ اُجالا بھی سامنے کے دم قدم سے تھا۔

اس کے قدم دہلیز پار کرنے کے بعد یوں تھم گئے جیسے دو دھڑکتے ہوئے دلوں کے درمیان وقت تھم جاتا ہے۔ میری شوخ نظروں کی تاب نہ لا کر اس کی نظریں جھک گئی تھیں۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔ میرے

خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی تاہم ایسے وقت ہر نوجوان لڑکی اپنے چاہنے والے کی ایک ایک سوچ کو اچھی طرح سمجھتی ہوتی ہے۔ وہ بھی سمجھ ہی گئی کہ میری نگاہیں اس کے وجود کے چپے چپے پر بہک رہی ہیں۔ کہیں ٹھہر رہی ہیں کہیں پھسل رہی ہیں۔ ریشمی بدن پر ململ کی ساڑھی یوں لپٹی ہوئی تھی جیسے جذبے جذبوں سے لپٹ جاتے ہیں۔ میں ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک قدم اس کی طرف بڑھنے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ میرے بازوؤں میں سمٹ جائے گی کیونکہ میں اس کے چہرے جذبوں کو پڑھ چکا تھا۔ وہ دل ہی دل میں فیصلہ کر چکی تھی کہ مجھے اپنے جسم و جان کا مالک بنائے گی۔ پھر بھی ہمارے درمیان جب دو قدم کا فاصلہ رہ گیا تو میں نے اس کے جذبات کو سمجھنے کے لیے پھر ایک بار اس کے خیال کو پڑھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"میں کیا کروں؟ یہ مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہے ہیں جیسے بھوکا درندہ اپنے شکار کو دیکھتا ہے۔ میں کوئی شکار کی ہوئی چیز تو نہیں ہوں۔ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ یہ رفتہ رفتہ بڑھے پیار سے مجھے اپنائیں گے۔ یہ دوست ہے کہ موالہ عورت کی دوستی جس انداز میں بھی شروع ہو، اس کا آخری حربہ ہوتا ہے کہ بھوک مٹائی جاتی ہے لیکن بھوک کوئی سی ہو، اسے مٹانے کے لیے کچھ اصول ہوتے ہیں جن پر عمل کر کے پچھتانا نہیں ہوتا بلکہ مرد اور عورت ایک دوسرے پر ناز کرتے ہیں۔

میں فریاد کو کیسے سمجھاؤں؟ یہ تو مجھ سے زیادہ ذہین ہیں۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔ ابھی تو ہماری ملاقات کو چند گھنٹے ہی گزرے ہیں۔ ابھی ہمیں کورٹ شپ کے لیے پیار و محبت سے ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھنا چاہیئے۔ تاکہ جب ہم سہاگ کی سیج پر آئیں تو ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہ رہیں اور کبھی یہ شکایت کا موقع نہ ملے کہ ہم نے ایک دوسرے کو اچھی طرح نہیں سمجھا تھا۔ انسان اسی طرح تدریج کے تقاضے پورے کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہم میں اور جانوروں میں کیا فرق رہے گا؟"

دوسری عورت کی عورت نہیں ہوں کہ کوئی مرد مجھے میری مرضی کے خلاف اپنے بازوؤں میں پگھلا لے۔ اگر کوئی اور ہوتا تو اس سے لگنی کا ناغ بجا دیتی لیکن فرہاد سے میں خود کو برتر نہیں سمجھنا چاہتی۔ یہ میرے آئیڈیل بھی ہیں اور میرے دیوتا بھی۔ میں ان کے قدموں میں جھکنا چاہتی ہوں مگر مجھے یہ احساس نہ دلایا جائے کہ مجھے جبراً جھکایا گیا ہے....."

ساحی کے خیالات پڑھ کر میرے قدم رُک گئے تھے۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ میں ہر انسان کی سوچ تک پہنچ جاتا ہوں۔ اسی لیے وہ سوچ رہی تھی کہ میں اس کے خیالات کو اچھی طرح سمجھ لوں۔ جو باتیں وہ زبان سے نہیں کر سکتی تھی اُسے بڑی خاموشی سے سمجھا رہی تھی۔

اگر کوئی جائز بات ہو تو اسے سمجھا لینا دانشمندی ہے۔ میں اسے تحریص نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ ایسی لڑکی نہیں تھی جو مختصر سی ملاقات میں خود کو سپرد کے حوالے کر دیتی ہے۔ اسے زندگی گزارنے اور اپنی حفاظت آپ کرنے کا سلیقہ آتا تھا۔ میں نے اس کی جانب ہاتھ بڑھا کر کہا۔

"ساحی! ہم اچھے دوست ہیں اور اچھے دوست کبھی ایک دوسرے کو شکایت کا موقع نہیں دیتے۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ میں شرافت کے دائرے میں رہ کر دوستی نبھاتا رہوں گا۔"

وہ خوش ہو گئی۔ اس نے احسان مندی سے مجھے مسکرا کر دیکھا۔ پھر میرے پھیلے ہوئے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر بولی۔

"مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میرا انتخاب غلط نہیں ہے۔ میں آپ کی ہوں اور آپ کی ہی رہوں گی مگر ابھی آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں ناں؟"

"میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہو سکتا۔ آؤ یہاں بیٹھو۔ میں تمھیں چھپیا کے متعلق بتاتا ہوں۔"

ہم ایک صوفہ پر آ کر بیٹھ گئے۔ اس کا ہاتھ میرے ہاتھوں میں تھا۔ اس نے مکمل طور پر خود کو میرے حوالے نہیں کیا تھا لیکن اپنے وجود کا ایک حصہ، ایک نازک سا ہاتھ میرے حوالے کر کے یقین دلا رہی تھی کہ وہ میری ہے۔ وہ ملائم ہاتھ محبت کا پیش لفظ تھا۔ اس پیش لفظ کے بعد وہ صدیوں کھلے گی اور اپنے حسن و شباب کی رنگ بھری داستان سناتی رہے گی۔

فی الحال میں اسے چھپیا کی داستان سنا رہا تھا کہ کس طرح وہ غزالہ کے روپ میں آ کر یادداشت گم ہونے کا ناٹک کھیل رہی ہے اور اب قاسم کے ساتھ فرار ہونے کا منصوبہ بنا چکی ہے۔

ساحی نے کہا۔ "وہ جتنی جلدی یہاں سے دور چلی جائے، اس کے لیے اچھا ہے۔ وہ کمبخت قریب رہے گی تو ہم سے انتقام لینے کا موقع ڈھونڈتی رہے گی۔"

"وہ ایسا نہیں کرے گی۔" میں نے ساحی کو یقین دلایا۔ "وہ مجھ سے خوفزدہ ہے۔ غزالہ کے روپ میں اسے اس بات کا اندیشہ ہے کہ میں کسی وقت چچا جان سے ملنے آؤں گا تو اپنے گیان سے اسے پہچان لوں گا۔ جب تک اسے کیدار جیسا چیلا نہیں ملے گا، وہ میرا سامنا نہیں کرے گی اور میری موجودگی میں تمھیں بھی کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔"

"ہاں یہ تو میں بھی سمجھتی ہوں کہ تمھارے سامنے میں رہ کر مجھے کبھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اچھا اب ذرا یہ دیکھ تو لو وہ ابھی تمھارے چچا جان کے ہاں ہے یا وہاں سے جا چکی ہے۔"

میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ جب تک وہ قریب ہے، اس سے بے خبر نہیں رہنا چاہیئے۔ لہٰذا میں نے آنکھیں بند کر لیں اور چھپیا کی سوچ کی لہروں پر اپنی توجہ مرکوز کرنے لگا۔ وہ جو سوچ رہی تھی، اس پر عمل کرتی جا رہی تھی۔ المادی کی تلاشی لینے کے بعد اسے صرف تین ہزار روپے نقد اور زیورات کے دو سیٹ ملے۔ قاسم کہہ رہا تھا۔

"کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔ یہ تین ہزار سے کیا بنے گا؟ یہ دو سیٹ فروخت کرنے سے چار ہزار تک مل جائیں گے۔ ٹھیک ہے سب ملا کر سات ہزار ہو جائیں گے۔ میں کسی مرنی آسامی کے ساتھ فلیش کھیلوں گا تو

سات کے ستر تہہ لپٹ بناؤں گا۔ ابھی یہاں سے فوراً نکل چلو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے ڈیڈی ڈاکٹر کو لے کر یہاں آجائیں۔"

اس کے بعد چھپکی کی سوچ نے بتایا کہ وہ نقدی اور زیورات ایک ہینڈ بیگ میں سمیٹ کر تاسم کے ساتھ کوٹھی سے باہر آرہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں سڑک پر تھے۔ چھپکی محتاط نظروں سے میری کوٹھی کی جانب دیکھتی ہوئی دور ہوتی چلی جارہی تھی۔

میں نے آنکھیں کھول دیں اور سامی کو مسکرا کر دیکھنے لگا۔ اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"کیا ہوا؟ چھپکی کہاں ہے؟"

"وہ یہاں سے دور ہوتی جارہی ہے۔" میں نے اسے پوری تفصیل بتائی کہ کس طرح وہ غزالہ کی نقدی اور زیورات لے کر وہاں سے جاچکی ہے سامی نے اطمینان کی سانس لی۔ میں نے کہا۔

"اب دشمن کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اسے بھول جاؤ، اور یہ بتاؤ کہ احمد شیخ اور بھوانی شنکر کی خبر لینے کب چلو گی؟"

وہ جماہی لینے لگی۔ اس کی لانبی پلکیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں اس نے کہا۔

"کل سے سونا نصیب نہیں ہوا۔ اگر ہم تھوڑی سی نیند پوری کرکے منصوبہ بنائیں تو کیا حرج ہے؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ دماغ کو سکون پہنچانے کے لیے سونا بھی ضروری ہے۔ تم ریسٹ کے بیڈ روم میں جاکر سو جاؤ۔ اب شام کو ملاقات ہوگی۔"

سامی وہاں سے اٹھ کر جانا چاہتی تھی۔ اس کا ہاتھ اب تک میرے ہاتھوں میں تھا۔ میں نے کہا۔

"تم نے اپنا جسم حاصل کرنے کے بعد وہاں آئینے کے سامنے کھڑے ہوکر میرے ہاتھ کو عقیدت سے چوم لیا تھا۔ کیا میں محبت سے نہیں چوم سکتا؟"

اس نے شرما کر گردن جھکالی۔ میں نے جھک کر اس کی ہتھیلی کے گلاب پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے اور ایک طویل بوسہ لیتے ہوئے اس کی جذباتی سوچ کو پڑھنے کا ارادہ کیا۔ وہ حقیقتاً بہت ہی چالاک تھی۔ اس نے فوراً ہی ہاتھ کھینچ کر کہا۔

"میں سب سمجھتی ہوں۔ تم شرارت سے باز نہیں آؤ گے۔ میرے خیالات ضرور پڑھو گے۔ میں تو نہیں پڑھنے دوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ میرے پاس سے اٹھی اور تیزی سے چلتی ہوئی خوابگاہ سے باہر چلی گئی۔ میں مسکرا کر اندازے کو دیکھتا رہا جو اس نے لمحہ اپنا ہاتھ چھڑا کر اور میرے پاس سے اٹھ کر اپنائی ہوئی اور بدلی کھاتی ہوئی گئی تھی وہ اتنی دیر تک میرے چشم تصور میں جاگتی رہیں۔ پھر میں نے اٹھ کر دروازہ بند کردیا اور اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا۔

نرم کے ملائم بیڈ پر ہاتھ پاؤں سیدھے کرتے ہی تھکن غالب آگئی۔ یوں محسوس ہوا جیسے میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑتا ہوا آیا ہوں اور تھک کر بستر پر گر پڑا ہوں۔ اب سب سے اہم کام یہ تھا کہ میں سو جاؤں۔ اس لیے سو گیا۔

بڑی گہری نیند تھی کوئی خواب نہیں تھا کوئی سوچ نہیں تھی پوری لمبی تان کر سوتا رہا۔ پھر میرے حواس بیدار ہونے لگے۔ میں نے محسوس کیا کہ مخروطی انگلیاں ہولے ہولے میرے بالوں میں کنگھی کر رہی ہیں۔ ہنسہ آنکھوں کے پیچھے سامی کا سراپا ابھرنے لگا۔ اس کی گنگناتی ہوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"اب اٹھ بھی جاؤ۔ شام ہو رہی ہے۔"

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ مجھ پر جھکی ہوئی میرے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی اور اتنے پیار سے دیکھ رہی تھی جیسے ابھی مجھ پر قربان ہو جائے گی۔ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ سیدھی ہوکر بیٹھ گئی اور چائے کی پیالی بڑھاتی ہوئی بولی۔

"یہ بیڈ ٹی بھی ہے اور مارننگ ٹی بھی۔ اسے پی کر باتھ روم میں جاؤ، غسل کرو، لباس تبدیل کرو۔ جب تک میں کھانا تیار کرتی ہوں۔"

میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور چائے کی پیالی ہاتھ میں لے کر بولا۔

"کھانا پکانے میں وقت ضائع نہ کرو۔ ابھی ہم باہر جائیں گے۔ کسی اچھے ریسٹورانٹ میں ڈٹ کر کھائیں گے۔ پھر تم اپنے لیے شاپنگ کرو گی۔ تمھارے پاس اپنا لباس اور اپنی ضرورت کی چیزیں ہونی چاہئیں۔ کل جیسے ہم بذریعہ کار پنڈی جائیں گے اور سب سے پہلے احمد شیخ کی گردن پکڑیں گے۔"

سامی نے کہا۔ "ابھی میں یہ سوچ رہی تھی کہ تم ہر ایک کے خیالات پڑھ لیتے ہو۔ پھر احمد شیخ اور بھوانی شنکر کے خیالات پڑھ کر کیوں نہیں معلوم کرتے کہ وہ اس وقت کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟"

میں نے چائے کی پیالی سے دو گھونٹ پینے کے بعد کہا۔

"ٹیلی پیتھی ایک وسیع علم ہے اور ابھی مجھے اس پر عبور حاصل نہیں ہوا ہے۔ کشف سمعی کے ذریعہ جب ہم اس دنیا میں بکھری ہوئی آوازوں کو سنتے ہیں تو وہ ایک دو آوازیں نہیں ہوتیں بلکہ اس دنیا میں جتنے انسان، جانور اور دوسرے جاندار ہیں، سب کی آوازیں فضا میں بکھرتی اور تحلیل ہوتی رہتی ہیں اور وہ تمام آوازیں گڈمڈ ہوکر ہماری دماغی سماعت سے ٹکراتی رہتی ہیں ان آوازوں کو سننے اور فوراً فوراً سمجھنے کا نام ٹیلی پیتھی ہے۔

آواز پر ریسرچ کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اس دنیا میں جتنی آوازیں پیدا ہوتی ہیں وہ پیدا ہونے کے بعد کبھی نہیں مرتیں بلکہ فضاؤں میں تحلیل ہوکر ہواؤں میں جاری و ساری رہتی ہیں۔ اس سلسلے میں سائنسدانوں نے ایسے آلات تیار کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے جو گزرے ہوئے زمانے کے لوگوں کی آوازیں ریکارڈ کرسکیں۔

لیکن ٹیلی پیتھی ان آلات سے زیادہ گہرا علم ہے۔ ہم اس علم کے ذریعہ آوازوں کا تجزیہ کرتے ہوئے انسانوں کی سوچ تک پہنچ جاتے ہیں۔ بنیادی سطحی معلومات کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ہر انسان کی سوچ شمال سے جنوب کی طرف بہنے والی مقناطیسی لہروں کی گرفت میں ہوتی ہیں ہم ارتکاز توجہ سے انہی مقناطیسی لہروں کے ذریعہ انسانوں کی سوچ تک پہنچ جاتے ہیں۔

اب میں تمھارے سوال کا جواب دیتا ہوں کہ میں احمد شیخ اور بھوانی شنکر کی سوچ تک کیوں نہیں پہنچتا۔ سب سے پہلے یہ سمجھ لو کہ جیسے ہر انسان کی گفتگو کا لہجہ الگ الگ ہوتا ہے ویسے ہی سوچنے کا انداز بھی الگ ہوتا ہے۔ میں تمھارے لہجے کو سمجھتا ہوں۔ چھپکی کے لہجے کو سمجھتا ہوں اور اپنے آس پاس دیکھے بھالے ہوئے لوگوں کے بھی لہجے کو پہچانتا ہوں اس لیے خیال خوانی کے وقت ان کے سوچنے کے انداز کو پہچان کر سمجھ لیتا ہوں کہ وہ سامی ہے یا چھپکی ہے، غزالہ ہے یا چاچا جان ہیں۔ احمد شیخ اور بھوانی شنکر سے کبھی میرا سامنا نہیں ہوا۔ میں نہیں جانتا کہ ان کی گفتگو کا انداز کیا ہے۔ پھر ان کے سوچنے کے انداز کو کیسے سمجھ سکتا ہوں؟"

میں اپنی معلومات کی حد تک یہ باتیں کہہ رہا ہوں۔ ویسے اس دنیا میں بھرے پڑے عالم موجود ہیں۔ وہ کسی ایسے اجنبی کے خیالات بھی پڑھ لیتے ہیں جسے کبھی دیکھا نہ ہو۔ وہ اس طرح کہ پہلے اس اجنبی کے متعلق معلوم کرتے ہیں کہ وہ کس جگہ ہے؟ کس علاقہ میں ہے؟ اور کس مکان کے کس کمرے میں موجود ہے؟ وہ خیال خوانی کے ذریعہ زمان و مکاں کا سفر کرتے ہوئے اس کمرے تک پہنچتے ہیں۔ اس اجنبی کی سوچ کی لہروں کو گرفت میں لے کر اس کا نام پوچھتے ہیں اور اس طرح معلوم کرتے ہیں کہ وہی ان کا مطلوبہ شخص ہے۔

اب میں ایک ہی دن میں تین ٹیلی پیتھیوں کے متعلق نہیں سمجھا سکتا بس اتنا سمجھ لو کہ میرا علم محدود ہے اور میں احمد شیخ اور بھوانی شنکر کے خیالات اس وقت تک نہیں پڑھ سکتا جب تک کہ ان سے ایک بار آمنا سامنا نہ ہو جائے۔"

سامی نے چائے کی خالی پیالی میرے ہاتھوں سے لیتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ گئی۔ تم چوری چھپے میرے ہی خیالات پڑھتے رہتے ہو۔ میں تو اب کچھ سوچنے سے پہلے محتاط ہو جاتی ہوں۔ ہر وقت یہ خیال پریشان کرتا ہے کہ تم میرے ایسے جذبوں کو بھی پڑھ لیتے ہو جن کا اظہار کرتے ہوئے ہر لڑکی شرماتی ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی شرافت ہے؟"

میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں تو اپنی دانست میں شریف ہوں۔ اگر تمھیں ناگوار گزرتا ہو کہ میں ہر وقت تمھارے خیالات پڑھتا رہتا ہوں تو کہہ دیں ناں کہ چور کی داڑھی میں تنکا۔ بس وہی بات ہے۔ تم چوری چھپے میرے متعلق سوچتی رہتی ہو اور سمجھتی رہتی ہو کہ کہیں میں تمھاری چوری تو نہیں پکڑ رہا ہوں۔"

"اونہہ" چوری اوپر سے سینہ زوری۔ میں کبھی یقین نہیں کرسکتی کہ تم میرے خیالات نہیں پڑھتے ہو۔"

"اس بے یقینی کا ایک ہی علاج ہے کہ تم مجھ سے چھپ کر سوچا نہ کرو۔ جو سوچنا ہو، اسے میرے سامنے اپنی زبان سے کہہ دیا کرو۔ اس طرح یہ فائدہ ہوگا کہ ہمارے درمیان سے تکلفات کے پردے اٹھ جائیں گے۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "پردے اٹھا دو، بولو کیا سوچ رہی ہو بے تکلفی سے میرے سامنے کہہ دو۔"

اس کے کچھ کہنے سے پہلے میں نے اس کی سوچ کو پڑھ لیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کے شانے پر میرا ہاتھ پہنچتے ہی اسے ایک عجیب سا سرور محسوس ہوا تھا۔ وہ جلدی سے پیچھے ہٹ کر بولی۔

بس رہنے دو۔ میں کچھ نہیں بولوں گی۔ تم اپنی عادت سے باز نہیں آؤ گے۔ چور کہیں کے....."

وہ پیالی لے کر کمرے سے چلی گئی۔ میں بستر سے اٹھ کر مسکراتا اور گنگناتا ہوا باتھ روم میں چلا گیا۔

ایک گھنٹے کے بعد جب ہم کوٹھی سے باہر آئے تو میرے جسم پر سرج کا سوٹ تھا اور سامی کی گوری رنگت مہندی رنگ کی ساڑھی میں کھل رہی تھی۔ سیاہ بالوں میں زرد رنگ کا پھول یوں لگ رہا تھا جیسے رات کو سورج طلوع ہو رہا ہو۔ کار میں اس کے ساتھ بیٹھتے وقت میں بیحد مسرور تھا۔ میرے برابر ایک ایسی دوشیزہ بیٹھی ہوئی تھی جو حسن میں کیتا، ذہانت میں بے مثال اور دلیری میں لاجواب تھی۔ میرے متعلق بھی اس کے خیالات کچھ ایسے ہی تھے۔ وہ مجھے اپنا جیون ساتھی مان کر فخر محسوس کر رہی تھی۔

میں ڈنر کے لیے فسانہ شبانہ کلب میں پہنچ گیا۔ میرا خیال تھا کہ قاسم چھپکی کے اڑائے ہوئے زیورات کو فروخت کرکے وہاں جوا کھیلنے جائے گا۔ اس کے ساتھ چھپکی بھی غزالہ کے روپ میں موجود ہوگی۔ مجھے دیکھتے ہی وہاں سے بھی بھاگے گی اور گھبرا کر وہ شہر ہی چھوڑ دینے کا فیصلہ کرے گی۔

ہم ڈائننگ ہال میں پہنچے تو کئی ہی نگاہیں ہماری طرف اٹھ گئیں۔ مجھے تو صرف چند عورتوں نے دیکھا لیکن سامی کو ہال میں بیٹھے ہوئے تمام مرد اور عورتیں دیکھنے لگے جیسے مدتوں بعد بنارس کے آسمان پر طلوع آفتاب کا منظر دیکھ رہے ہوں۔ ہم دونوں ایک دیوار سے لگی ہوئی میز کی طرف آکر بیٹھ گئے۔ بیرے نے ہمارے سامنے مینو لاکر رکھا۔ میں نے سامی سے کہا کہ وہ اپنی پسند کا کھانا منگوائے۔ وہ مینو دیکھ کر آرڈر نوٹ کرانے لگی۔ اتنی دیر میں میں نے چھپکی سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ قاسم کے ساتھ قمار خانے میں موجود ہوگی لیکن اس کے ذہن سے ریل گاڑی کی کھٹا کھٹ نشر ہو رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس شہر میں نہیں تھی، کہیں ٹرین میں سفر کر رہی تھی۔

میں نے چھپکی کی سوچ میں کہا۔ "میں اس دیس میں اجنبی ہوں۔ یہاں کے راستے نہیں جانتی۔ پتہ نہیں یہ ٹرین کہاں لے جائے گی؟"

وہ چونک کر سوچنے لگی۔ "واہ پتہ کیوں نہیں ہے۔ قاسم میرے

ساتھ ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ یہ ٹرین کراچی جاتی ہے۔"

میں نے پھر سوالیہ سوچ بن کر پوچھا۔ "کیا واقعی قاسم صدیقی کہے میرا ساتھ دے گا یا مجھے کوئی دوسرا ساتھی تلاش کرنا ہوگا؟"

اس کی جوابی سوچ نے کہا۔ "قاسم نے وعدہ کیا ہے کہ ہر مرحلے پر میرا ساتھ دے گا۔ اگر وہ وعدہ نبھاتا ہے تو اچھی بات ہے ورنہ میں اپنے منتروں سے اسے مجبور کردوں گی کہ وہ میرا ساتھ دیتا رہے۔"

میں نے چھپکلی سے رابطہ توڑ دیا۔ میرا حکم کی تعمیل کے لیے جا چکا تھا میں نے سامی سے کہا۔

"چھپکلی اس شہر میں نہیں ہے۔ وہ یہاں سے آٹھ سو میل دور کراچی کی طرف جا رہی ہے۔"

"کیا وہ تنہا ہے؟"

"نہیں۔ اس نے راہنمائی کے لیے قاسم کو ساتھ رکھا ہے۔ میرا خیال ہے وہ ایک دو دن میں سرحد پار چلی جائے گی۔"

"اچھا ہے جلد سے جلد چلی جائے۔ اب تو اس کا نام سننے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ اس کمبخت نے مجھے بہت پریشان کیا ہے۔"

"اس سے زیادہ تم نے اسے ہلکان کیا ہے۔ وہ جہاں بھی گئی تم نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ آخر اس نے تنگ آکر تمہارے جسم کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ جب تک تمہارے جسم میں بسے گی۔ تم اسے کسی مرد کی آغوش میں جانے نہیں دو گی۔ اب وہ آزاد ہے۔ تم سے پیچھا چھوٹ گیا ہے اور اب وہ بڑی فراغدلی سے قاسم کے سامنے غوالا کی جوانی کا چارا ڈال رہی ہے۔"

"اونہہ! اب اس کا ذکر چھوڑو۔ یہ بتاؤ کیا غوالا بہت خوبصورت تھی؟"

"ہاں۔ اس لحاظ سے بے حد حسین تھی کہ اسے تمہارے مقابل دیکھا نہیں گیا تھا۔ وہ شمع شب تھی تم طلوع آفتاب ہو۔"

"تم مجھے خوش کہنے کے لیے تعریفیں نہ کرو۔ میں تو تم سے یہ کہہ رہی تھی کہ غوالا اتنی حسین تھی۔ تمہاری کزن بھی تھی۔ کیا تم نے اس خوبصورتی کو حاصل نہیں کیا ہوگا؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کورٹ شپ کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ شادی سے پہلے ایک دوسرے کی اگلی پچھلی زندگی کے راز معلوم کیے جائیں۔ تم بھی اس فارمولے پر عمل کر رہی ہو۔"

"کیوں نہیں کروں گی۔ تمہاری اچھائی اور برائی کو سمجھنے کا مجھے پورا حق ہے۔ سچ سچ بتاؤ۔ کتنی چڑیلیں تمہاری زندگی میں آئی ہیں؟"

اس نے جل کر پوچھا تھا۔ میں سننے لگا۔ وہ چاہے جتنی ذہین ہو۔ بالآخر ایک عورت تھی۔ میرے نام کے ساتھ کسی دوسری لڑکی کا نام برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ میں اسے جواب دینا چاہتا تھا مگر دیر کھانے کے لیے

پرسلیقے سے کھانا چننے کے بعد جب وہ چلا گیا تو میں نے کہا۔

"اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ میری زندگی میں کون کون آئی گئی انھیں مار ڈالو گی؟"

"نہیں۔ انھیں تو معاف کر دوں گی کیونکہ وہ اگر جا چکی ہیں آئندہ اگر کوئی تمہارے قریب آئے گی تو وہ اپنی موت کو آواز دے جسم تمہاری تنہائی میں آئے گا تو وہ زخم سے خالی ہو جائے گا۔ تم تو ہی ہو کر چھپکلی کی طرح میں ایک جسم سے دوسرے نکلنے اور خود اس کے اندر داخل ہونے کے منتر جانتی ہوں۔"

میں اسے شوخ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اتنی حسین حد شریر ہو سکتی ہے تو کوئی بدذوق ہی کسی دوسری حسینہ کی تمنا کرے گا۔ آئندہ میری زندگی میں کوئی دوسری لڑکی آئے گی یا نہیں؟ یہ میں نہیں جانتا تھا لیکن اس وقت میں نے دعوے سے کہا۔

"تمہیں پانے کے بعد اب اور کچھ پانے کی تمنا نہیں ہے۔ ایک خوشگوار زندگی گزارنے کا پہلا اصول یہ ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کا اعتماد حاصل کرنا چاہیے۔ مجھے تم پر اس لیے اعتماد ہے کہ مجھ سے تمہارا کچھ چھپا نہیں رہ سکتا۔ تمہارے بتائے بغیر میں تمہارے رازوں کو جان سکتا ہوں لیکن تمہیں اس وقت تک کچھ نہیں معلوم ہو سکے گا جب تک کہ میں نہ بتاؤں۔ اب تم ہی کہو کہ جو کچھ میں بتایا کروں گا کیا تم اس پر یقین کر لو گی؟"

وہ لقمہ چباتی ہوئی بولی۔ "یقین کرنا ہی ہوگا۔ اگر کبھی مجھے شبہ ہوا تم مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو تو میں اپنے طور پر معلومات حاصل کروں گی۔"

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم مجھ پر اعتماد نہیں کرو گی۔"

"یہ اعتمادی سہی۔ یہ بھی ایک طرح کا ایڈجسٹمنٹ ہوگا کہ تم میرے متعلق معلومات حاصل کرتی پھرو گی۔"

وہ جواباً مسکرا کر کھانے میں مصروف ہو گئی۔ اس نے میری زندگی میں آنے والی لڑکیوں کے متعلق دو بار نہیں پوچھا کیونکہ وہ لڑکیاں گزرے ہوئے وقت کی طرح میری زندگی سے جا چکی تھیں۔ سامی صرف نام تھی کہ آئندہ کوئی لڑکی اس کی جگہ نہ لے۔

میں نے کھانے کے بعد کافی کا آرڈر دیا اور سامی سے کہا۔

"تم کافی کا انتظار کرو۔ میں ذرا ٹائلٹ سے ہو کر آتا ہوں۔ باہر لوگ تمہیں بڑی حسرت سے دیکھ رہے ہیں اور مجھے کباب میں ہڈی سمجھ رہے ہیں۔ میں تمہیں چھوڑ کر جاؤں گا تو انہیں ذرا دیر کے لیے خوشی حاصل ہو گی۔ انسان بڑا خود غرض ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ جو چیز اسے حاصل نہ ہو سکے دوسرا بھی محروم ہو جائے۔"

میری بات پر وہ خاموشی سے مسکرانے لگی۔ میں ٹائلٹ کی طرف چلا گیا۔ کاؤنٹر کے قریب سے گزرتے وقت وہاں کھڑے ہوئے ایک لڑکے نے ہاتھ اٹھا کر میرا راستہ روکتے ہوئے کہا۔

"مسٹر! ذرا ٹھہریئے۔ میں آپ سے ضروری گفتگو کرنا چاہتا ہوں میرا نقطہ یہاں کی انٹیلیجنس سے ہے۔ غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں آپ سے کیا پوچھنا چاہتا ہوں۔"

میں چند لمحوں تک خاموش رہا۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے یہ ظاہر کرتا رہا کہ میں اسے سی آئی ڈی افسر کی حیثیت سے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ پھر میں نے کہا۔

"جناب! میں کیسے جان سکتا ہوں کہ آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ آپ تکلف سے کام نہ لیں۔ جو پوچھنا چاہتے ہیں پوچھ لیں۔ میں فوراً جواب دوں گا۔"

میرے جواب دینے کا انداز ایسا تھا جیسے میں اسے کوئی اہمیت نہیں دے رہا ہوں۔ اس نے ناگواری سے پوچھا۔

"وہ لڑکی جو آپ کے ساتھ ہے، وہ کون ہے؟ کہاں کی رہنے والی ہے؟ اور اس کا نام کیا ہے؟"

اس کے سوالات نے سمجھا دیا کہ سامی کی پوزیشن خطرے میں ہے۔ وہ ایک غیر ملکی کی حیثیت سے پہچانی جا رہی تھی۔ اب مجھے فوراً ہی سامی سے رابطہ قائم کرنا تھا اور سی آئی ڈی افسر کو جواب دینے سے پہلے فولاد کے لیے خاموش رہنا تھا۔ میں نے اپنی خاموشی کا جواز پیش کرنے کے لیے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا۔ اس میں سے ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبایا اور اسے سلگانے لگا۔ اتنی دیر میں میں نے سامی سے دماغی رابطہ قائم کیا۔

"ہیلو سامی! ہیلو۔ میں فرہاد ہوں اور تم سے خیالی رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ تم اسے اپنی سوچ نہ سمجھو۔ یہ فرہاد کی سوچ ہے تم سمجھ رہی ہو نا؟"

یہ سوچتے ہوئے میں نے کن انکھیوں سے اس میز کی جانب دیکھا جہاں سامی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ میری دماغی کال پر چونک گئی تھی، اور گھوم کر کاؤنٹر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"ہاں، تمہارے خیالات مجھ تک پہنچ رہے ہیں لیکن تم نظروں کے سامنے ہو کر بھی سوچ کے ذریعہ باتیں کیوں کر رہے ہو؟ تمہارے پاس وہ کون شخص ہے؟ کیا وہ ہمارے درمیان دیوار بنا ہوا ہے؟"

"ہاں۔ یہ ایک سی آئی ڈی افسر ہے۔ یہ تمہارے متعلق سوالات کر رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے درمیان جو گفتگو ہو اسے تم بھی سنتی رہو۔ گفتگو کے دوران میری سوچ کی لہریں تمہارے دماغ تک پہنچتی رہیں گی۔ اب تم مجھ سے سوال کرو۔ میں اپنے مخاطب سے کیا کہہ رہا ہوں۔"

اتنی دیر میں میں نے سگریٹ سلگا لیا تھا۔ میں نے ایک کش لے کر دھواں چھوڑنے کے بعد کہا۔

"وہ لڑکی جو میرے ساتھ ہے اس وقت میری طرف پلٹ کر دیکھ رہی ہے۔ وہ میری منگیتر ہے۔ اس کا نام سمیعہ ناز ہے۔ چونکہ وہ میری شریک حیات بننے والی ہے۔ اس لیے میں اسے سمیعہ کی بجائے سامی کہہ کر مخاطب کرتا ہوں۔"

"آپ مس سمیعہ ناز کا پتہ بتایئے؟"

میں نے اپنی کوٹھی کا پتہ بتا کر کہا۔ "وہ میرے ساتھ رہتی ہیں۔ ان کا کوئی نہیں ہے۔ مشرقی پاکستان میں ان کا چھوٹا سا خاندان تھا۔ ماں باپ اور ایک چھوٹی بہن۔ حالیہ سیلاب میں وہ لاپتہ ہو گئے ہیں۔ سامی اپنے ماموں کے ہاں پناہ لینے یہاں لاہور آگئیں۔ جس کوٹھی کا پتہ ابھی میں نے بتایا ہے وہاں ان کے ماموں کرایہ دار کی حیثیت سے رہتے تھے۔ جب سامی یہاں پہنچیں تو ان کے ماموں وہ کوٹھی چھوڑ کر جا چکے تھے اور میں وہاں اب کرایہ دار کی حیثیت سے رہتا ہوں۔ سامی وہاں آئیں تو میں انہیں بتا نہ سکا کہ ان کے ماموں وہ کوٹھی چھوڑ کر یہ شہر چھوڑ کر کہاں چلے گئے ہیں۔ یہ تنہا اور بے یار و مددگار تھیں۔ اس لیے میں نے اپنے ہاں پناہ دے دی۔ ہم بہت جلد ایک دوسرے سے گھل مل گئے ہیں۔ ہم نے ایک دوسرے کے مزاج کو اتنی اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ اب کچھ دنوں میں ہماری شادی ہو جائے گی۔ جناب! اتنی باتیں میں نے بتا دیں۔ اب آپ بتا دیجئے کہ آپ خصوصاً سامی کے متعلق کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ جسے آپ سمیعہ ناز کہہ رہے ہیں وہ دراصل سلمیٰ قادر ہے۔ آج سے چھ دن پہلے یہ پنڈی میں تھی۔ اسے احمد شیخ نامی ایک شخص کی کوٹھی میں دیکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور بھی ملک کے دشمن تھے وہ سب فرار ہو گئے ہیں۔ ہم انہیں تلاش کر رہے ہیں آج اتفاق سے یہ محترمہ نظر آگئی ہیں۔ آپ میرے ساتھ منیجر کے کمرہ تک چلیں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ دونوں دور سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہیں اور مخصوص اشاروں سے ایک دوسرے کو کچھ سمجھاتے رہیں۔ آیئے۔"

میں اس کے ساتھ جانے پر مجبور ہو گیا۔ منیجر کے کمرے میں پہنچنے تک ہم خاموش رہے۔ اس خاموشی کے دوران میں نے سامی کو بتا دیا کہ میں منیجر کے کمرے میں جا رہا ہوں وہ اپنی جگہ اطمینان سے بیٹھی رہے۔ کوئی خاص بات ہوگی تو میں سوچ کے ذریعہ اس سے رابطہ قائم کروں گا۔

منیجر کے کمرے میں ایک ادھیڑ عمر کا شخص ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی منیجر کو کمرے سے باہر جانے کے لیے کہا۔ اس کے جانے کے بعد میرے "آنے والے شخص نے ادھیڑ عمر کے آدمی کو "سر" کہہ کر مخاطب کیا اور اسے بتانے لگا کہ میں نے سامی کے متعلق کیا بیان دیا ہے۔

وہ ادھیڑ عمر کا آدمی انسپکٹر تھا اور میرے ساتھ آنے والا اس کا اسسٹنٹ تھا۔ انسپکٹر نے اس کی تمام باتیں سننے کے بعد مجھ سے کہا۔

"تم آٹھ بجے اس کلب میں سلمیٰ قادر کے ساتھ آئے ہو۔ اس وقت نو بج رہے ہیں۔ اس ایک گھنٹے میں ہم نے تمہاری کار کے نمبر کے ذریعہ تمہارے

متعلق جو معلومات حاصل کی ہیں وہ یہ ہیں کہ تمھارا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ کوٹھی کا پتہ وہی ہے جو تم نے میرے اسسٹنٹ کو بتایا ہے۔ ہمارے آدمیوں نے آس پاس کی کوٹھیوں میں تمھارے متعلق مزید معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ سامنے والی کوٹھی میں تمھارے چچا رہتے ہیں۔ تمھارے چچا نامعلوم نے بتایا ہے کہ تم تین دن سے لاپتہ ہو۔ تمھارے ساتھ تمھاری پھوپھی اور ان کی جوان لڑکی رہتی ہے۔ آج تمام دن وہ بھی نظر نہیں آئیں۔ سچ سچ بتاؤ کہ وہ دونوں کہاں ہیں اور تم تین دن سے کہاں غائب تھے ہو؟"

"میں اپنی کوٹھی میں تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ سامی سے نئی نئی ملاقات ہے۔ میں اس کے ساتھ کوٹھی میں وقت گزار رہا تھا۔ میں نے اپنی پھوپھی سے کہہ دیا تھا کہ کوئی بھی رشتے دار مجھے پوچھنے آئے تو کہہ دیں کہ میں موجود نہیں ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ چچا جان نے مجھے تین دن سے نہیں دیکھا ہے اور نہ ہی وہ سامی کے متعلق کچھ جانتے ہیں۔ میری پھوپھی اور ان کی صاحبزادی آج صبح شاہ کوٹ گئی ہیں۔ کل تک واپس آجائیں گی۔ ویسے آپ سامی پر خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ سلمیٰ قادر کسی حد تک اس کی محفل ہو لیکن یہ سلمیٰ قادر نہیں ہے۔"

"ویری شٹ اپ!" انسپکٹر نے زور سے میز پر ہاتھ مارا۔ اسی وقت تمام بتیاں بجھ گئیں۔ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ میں نے کہا۔

"آپ نے تو ہاتھ مار کر تمام بتیاں بجھا دیں۔ اب مجھے جانے دیجئے سامی تنہا ہے۔"

"خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔" اسسٹنٹ انسپکٹر نے گرج کر کہا۔ پھر اس کے بائیں ہاتھ میں ایک لالٹین روشن ہو گیا۔ اس کی روشنی میں ریوالور نظر آ رہا تھا۔

اتنے میں ڈرائنگ ہال کی طرف سے سامی کی چیخ سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا اور جھلا کر کہنے لگا۔

"یہ آپ لوگوں کی زیادتی ہے۔ آپ یہاں آرام سے بیٹھے ہیں اور وہاں میری منگیتر پر مصیبت آئی ہوئی ہے۔"

انسپکٹر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "تم بھی آرام سے بیٹھو۔ ہمارے آدمی سلمیٰ قادر کی نگرانی کر رہے ہیں۔ نہ تو وہ فرار ہو سکے گی اور نہ ہی کوئی زبردستی اسے بھگا کر لے جا سکے گا۔"

میں اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور سر جھکا کر سامی کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"کیا بات ہے، فرہاد خاموش کیوں ہیں۔ میں نے اسی لیے چیخ ماری ہے کہ وہ آواز سن کر مجھ سے رابطہ قائم کریں، مگر وہ ابھی تک خاموش ہیں....."

"میں خاموش ہوں مگر تمھیں سن رہا ہوں۔ تم بتاؤ کہ فائرنگ تم سے کتنی دور ہو رہی ہے؟ اس وقت تم کہاں ہو؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "اس وقت میں تین آدمیوں کے نرغے میں ہوں۔ ان میں سے ایک آدمی کو میں نے پہچان لیا ہے، وہ بھوانی شنکر کا ماتحت ہے۔ وہ ریوالور کی زد پر جبراً مجھے کلب سے باہر لے آیا ہے۔ اس کے دو ساتھی میرے آگے ہیں اور فائرنگ کرتے ہوئے میرے لیے راستہ صاف کرتے جا رہے ہیں۔

اب وہ دوڑتے ہوئے اور مجھے کھینچتے ہوئے کلب کے کمپاؤنڈ میں آ گئے ہیں۔ دوسری طرف سے بھی محتاط انداز میں فائرنگ ہو رہی ہے۔ شاید وہ انٹیلیجنس کے آدمی ہیں اور ہمیں زندہ گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ ایک کار کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر مجھے جبراً بٹھایا جا رہا ہے۔ تم جانتے ہو کہ کوئی مجھ پر جبر نہیں کر سکتا۔ اگر کسی نے مجھے موت کا ڈر دکھایا تو میں شوٹ کر دیں گے تو میں کسی دوسرے لڑکی کے جسم میں پناہ لے لوں گی اور پھر ایک نئی زندگی شروع کر لوں گی۔ لیکن تم میری یہ مجبوری بھی جانتے ہو کہ میں اپنے موجودہ جسم کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتی۔ مجھے اپنے ظاہری وجود سے کتنی محبت ہے یہ تو تم جانتے ہو۔ ان کے ساتھ جانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ میں ان کے گروپ کے شنکر تک پہنچ جاؤں گی۔ میرے وہاں تک پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ بھی مجھ سے دماغی رابطہ قائم کر کے بھوانی شنکر کی گردن پکڑنے آ جانا۔ ہمارا پروگرام بھی یہی تھا۔ اب اس کے آدمی خود ہی ہماری رہنمائی کر رہے ہیں۔ تم بتاؤ کیا میرے سوچنے کا انداز درست ہے؟"

"تم واقعی ذہین ہو سامی! دشمنوں کو رہنمائی کرنے دو۔ میرا ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے گا۔ میں تمھارے پیچھے آنے کی کوشش کرتا ہوں۔ راستوں کو پہچانتی جاؤ۔ تاکہ بعد میں میری رہنمائی کر سکو۔ میں تھوڑی بعد پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے اس سے رابطہ توڑ لیا۔ اسی وقت تاریکی چھا گئی۔ کمرہ روشن ہو گیا۔ انسپکٹر مستور ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسسٹنٹ میری طرف ریوالور تانے کھڑا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک دفعہ تاہوا آیا اور انسپکٹر کے سامنے اٹینشن ہو کر کہنے لگا۔

"سر! وہ لوگ اسے لے گئے۔ انھوں نے مین سوئچ آف کر دیا۔ پھر وہ فائرنگ کرنے لگے۔ ہم ان کی طرح تاریکی میں اندھا دھند فائرنگ کر سکے کیونکہ دوسرے بے گناہ لوگ جو گھبرا کر ادھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے گولیوں کا نشانہ بن جاتے۔ پھر بھی ہمارے دو آدمی جیب لے کر گئے ان کی کار کا پیچھا کر رہے ہیں۔"

"بہت کمال کر رہے ہیں۔" انسپکٹر نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "آدمی ان کی کار کا راستہ نہ روک سکے۔ اتنی تلاش کے بعد وہ لڑکی نظر آئی تھی، اسے بھی وہ لے گئے۔ تم سب ناکارہ ہو۔ اگر وہ ہاتھ آئی تو سب کو ڈسمس کر دوں گا۔"

پھر وہ اپنے اسسٹنٹ کو برا تیں دینے لگا کہ وہ ڈرائیور

ان سے رابطہ قائم کرے جو سلمیٰ قادر اور اس کے ساتھیوں کا پیچھا کر رہے ہیں۔ میں تدبیریں سوچنے لگا کہ کس طرح ان لوگوں سے نجات حاصل کر کے سامی تک پہنچنا چاہیے۔ مشکل یہ تھی کہ میں انٹیلیجنس والوں کو کوئی نقصان پہنچا کر وہاں سے فرار نہیں ہونا چاہتا تھا کیونکہ وہ میرے ہی ملک کی سلامتی کے لیے پریشانیاں اٹھا رہے تھے۔ میں ان پر یہ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میں شیطانی طاقتوں کے ذریعہ دشمنوں تک پہنچ سکتا ہوں۔ ایسے علوم کو جہاں تک ممکن ہو، ایک راز کی طرح سینے میں چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ اسے عام طور سے تماشہ نہیں بنایا جاتا۔

اس وقت کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آئی تو میں نے سامی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "ہیلو سامی! اس وقت تم کہاں سے گزر رہی ہو؟"

"اوہ فرہاد! تم اتنی دیر کے لیے غائب نہ ہو جایا کرو۔ میں یہاں کے راستوں کو نہیں پہچانتی ہوں۔ اس وقت ہم ایک راؤنڈ اباؤٹ کو کراس کر رہے ہیں۔ اس گول چکر کے وسط میں ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ کا ہورڈنگ نصب ہے۔ ایک جیپ کار بہت دیر سے اس گاڑی کا پیچھا کر رہی ہے اور یہ اسے ڈاج دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

وہ سوچ رہی تھی۔ میں سن رہا تھا۔ اس دوران اس کے پاس بیٹھے شخص کی آواز سامی کے دماغ سے ٹکرائی اور میں نے اسے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دو۔ یہ اس طرح باہر دیکھ رہی ہے جیسے راستہ پہچان رہی ہو۔ اگر کسی طرح یہ پھر بچ کر نکل گئی تو اپنے کسی یار کو ہمارے اڈے تک لے آئے گی۔"

دوسرے نے کہا۔ "اس کا باپ بھی بچ کر نہیں جائے گا، مگر آنکھوں پر پٹی ضرور باندھنا چاہیے۔"

سامی کی سوچ نے کہا۔ "فرہاد! یہ لوگ میری آنکھوں پر پٹی باندھنا چاہتے ہیں۔ اب کیا ہوگا؟ میں ان راستوں کی نشاندہی کیسے کروں گی؟"

کئی تھوڑی دیر کے لیے گڑبڑا گیا۔ سامی کی آنکھیں بند ہونے کا مطلب یہ تھا کہ وہ وقتی طور پر اندھی ہو جاتی اور مجھے اس منزل کا پتہ نہ بتا سکتی، جہاں اسے لایا جا رہا تھا۔ میں نے اسے تسلی دی کہ وہ فکر نہ کرے میں کوئی نہ کوئی تدبیر سوچ رہا ہوں۔

میں نے اسے تسلی تو دی مگر خود پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ میرے آس پاس انٹیلیجنس کے آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ اسسٹنٹ انسپکٹر ڈائریکٹر سے کہہ رہا تھا کہ وہ باتیں کر رہا تھا اور انسپکٹر کو بتا رہا تھا کہ ان کے آدمی کن راستوں سے گزرتے ہوئے دشمنوں کا پیچھا کر رہے ہیں۔ لیکن دس منٹ کے بعد اس نے ڈائریکٹر کو اطلاع دی کہ جیپ میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے اور وہ سڑک کے کنارے رک گئے ہیں۔

انسپکٹر غصہ سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور میز پر ہاتھ مار کر اپنے ماتحت کو برا بھلا کہنے لگا۔ پہلے چند منٹ تک بھی مایوس ہو گیا تھا۔ سامی سے سوچ کا رابطہ تھا مگر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔ اس لیے وہ میری رہنمائی نہیں کر سکتی تھی۔ چند منٹ کے بعد میں نے ذہن سے ساری پریشانیاں نکال دیں۔ سامی کی طرف سے بے فکر ہو گیا اور اپنے دماغ کو پُرسکون بنا لیا کیونکہ اس کے بغیر تو جو کی کیسوئی ممکن نہیں تھی۔ پھر میں پوری توجہ سے اپنی صلاحیتوں کے متعلق سوچنے لگا۔ میری خیال خوانی کی صلاحیتیں یہ تھیں کہ میں کسی کا چہرہ دیکھ کر اس کی آنکھوں کے ذریعہ اس کی سوچ تک پہنچ سکتا تھا کیونکہ ہر انسان کی آنکھیں اس کی سوچ کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ دوسرے نمبر پر آنکھیں انسان کی ذہنی حالات کی چغلی کھاتی ہیں لیکن میں نے ان تین افراد کے چہرے اور آنکھیں نہیں دیکھی تھیں جو سامی کو لیا رہے تھے۔ وہ سب میرے لیے مکمل اجنبی تھے۔ میں ان اجنبیوں سے آنکھوں کے ذریعہ رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ ان کی سوچ تک پہنچ کر انھیں کنٹرول کرنے کا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ میں ان کی گفتگو کسی طرح سنتا۔ ان کی گفتگو کے انداز سے ان کے سوچنے کا انداز معلوم ہو جاتا۔ اس طرح میرے دماغ کی لہریں ان کی سوچ کو اپنی گرفت میں لے لیتیں۔

ایسا سوچتے وقت میرے ذہن میں یہ تدبیر آئی کہ جس کار میں سامی بیٹھی ہے۔ اس کے کار ڈرائیور سے ذہنی رشتہ جوڑنا چاہیے۔ میں نے فوراً ہی سامی کو مخاطب کیا۔

"ہیلو سامی! جو شخص کار ڈرائیو کر رہا ہے تم اس سے باتیں کرو خواہ کیسی بے تکی باتیں ہوں۔ تم فوراً اسے گفتگو پر مجبور کر دو۔"

سامی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ وہ کہنے لگی۔ "سنو! جو شخص یہ کار ڈرائیو کر رہا ہے۔ میں اس سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"کہو، کیا بات ہے؟" کسی نے سامی سے کہا۔ اس کی آواز سامی کے ذہن سے ٹکرائی اور میں اسے سننے لگا۔

سامی نے کہا۔ "میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"جہنم میں۔"

"جہنم کتنی دور ہے؟"

"جتنی بھی دور ہو۔ اب کوئی ہمارا راستہ نہیں روکے گا۔ تم اطمینان سے بیٹھی رہو۔"

"اطمینان سے کیسے بیٹھوں۔ میری آنکھوں پر پٹی باندھی گئی ہے۔ مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ چپ چاپ بیٹھی رہو۔"

سامی اسے چھیڑ چھیڑ کر باتیں کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اس دوران میں نے ڈرائیو کرنے والے کی سوچ کو اپنی گرفت میں لے لیا اور سامی سے کہا کہ وہ خاموش ہو جائے۔ اس کے خاموش ہوتے ہی کار ڈرائیو کرنے والا سوچنے لگا۔

"ہائے! یہ کمبخت کتنی حسین ہے۔ اسے دیکھتے ہی دل ٹپکنے لگتی

ہے۔ جگو باس کا حکم ہے کہ اسے چھیڑا نہ جائے اور نہ ہی اسے یہ بتایا جائے کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔"

میں نے اس کی مثبت سوچ میں کہا۔ "ہاں، مجھے اس حسینہ کے متعلق سوچنے کی بجائے اپنے آگے پیچھے کا خیال رکھنا چاہیے کہ آگے میں کہاں تک جانا ہے اور پیچھے بھی دیکھتے رہنا چاہیے کہ کوئی ہمارا تعاقب تو نہیں کر رہا ہے۔"

اس کے دماغ نے حکم دیا کہ وہ عقب نما آئینے میں دیکھے۔ اس نے آئینے کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔

"نہیں کوئی پیچھا نہیں کر رہا ہے۔ پیچھا کرنے والی جیپ ملتان روڈ پر ہی رک گئی تھی۔ میں راستہ بدل کر قصور والی سڑک پر آ گیا ہوں تو اصل میں اسی سڑک پر چلنا ہے۔ انھیں محض دھوکہ دینے کے لیے میں ملتان روڈ پر گاڑی دوڑا رہا تھا اب ان کے فرشتے بھی یہ سوچ نہیں سکتے کہ ہم قصور کے بارڈر کی طرف جا رہے ہوں۔"

میں نے اس سے رابطہ توڑ دیا اور میری پریشانیاں پھر بڑھ گئیں۔ وہ بارڈر کی طرف جا رہے تھے یعنی سامی کو سرحد پار لے جا رہے تھے۔ میں اس کی روانگی کے خیال سے تلملا گیا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو انسپکٹر ہاتھ میں ٹرانسمیٹر لیے کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ ملتان روڈ اور دوسری برانچ روڈ پر ناکہ بندی کا حکم دے رہا تھا۔

میں نے کہا۔ "جناب! میں آپ کی راہنمائی کر سکتا ہوں کہ وہ میری سامی کو کہاں لے جا رہے ہیں۔"

"ہوں۔" انسپکٹر نے ٹرانسمیٹر آف کرتے ہوئے غرا کر کہا۔ "اتنی دیر سے تم خاموش بیٹھے تھے۔ اب سچ بتاؤ گے۔ کیا پہلے ہی ان کے منصوبوں کے متعلق جانتے تھے؟"

"اگر مجھے ان کے منصوبوں کا علم ہوتا تو میں ضرور بتا دیتا۔ میں اپنے ملک کا وفادار ہوں۔ دوسرے یہ کہ سامی میری زندگی ہے۔ میں کبھی یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی مجھ سے میری زندگی چھین کر لے جائے۔ بہرحال میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں آپ لوگوں کی راہنمائی کس طرح کر سکتا ہوں۔ جناب! میرے سونگھنے کی حس بہت تیز ہے۔ ایک بار جس سے سامنا ہو جائے میں اس کے جسم کی مخصوص مہک سے آشنا ہو جاتا ہوں۔ اس وقت بھی تقریباً تیس سیل دور سے سامی کی خوشبو میرے نتھنوں تک آ رہی ہے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ ابھی قصور والی سڑک پر ہے اور وہ لوگ اسے بارڈر کی طرف لے جا رہے ہیں۔"

"کیا تم ہمیں احمق سمجھتے ہو؟" انسپکٹر نے کہا۔ "کیا کسی انسان کے سونگھنے کی حس اتنی تیز ہو سکتی ہے کہ وہ سونگھ کر اس کے جانے کی سمت کا تعین کر لے اور یہ بھی بتا دے کہ وہ کس مقام پر ہے۔ صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم بھی ان کے آدمی ہو۔ تم ان کے پروگرام سے پہلے ہی واقف تھے۔ اگر تم اس بات کا اقرار کر لو گے تو مجرم بن جاؤ گے۔ اس لئے محض سامی کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں ان کے پروگرام کے متعلق احمقانہ اندازیں بتا رہے ہو۔"

میں نے کہا۔ "آپ یقین کریں میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں یہ نہیں کر سکتا ہوں کہ میرے سونگھنے کی حس کتنی تیز ہے۔ آپ اپنے کسی آدمی کو کار سے باہر بھیج دیجئے۔ وہ باہر کہیں بھی جائے گا۔ میں آپ کو حالہ بہ حالہ بتاتا رہوں گا کہ وہ کہاں کہاں سے گزر رہا ہے۔"

ان کی دانست میں میں نے عجیب و غریب دھوکے کا اظہار کیا تھا۔ انہوں نے اپنے ایک آدمی سے کہا کہ وہ باہر چلا جائے اور پانچ منٹ تک کیے وقت گزار کر چلا آئے۔ وہ آدمی جانے لگا تو میں نے اس سے کہا۔

"ذرا ٹھہر جاؤ۔ میں ایک بار تمہیں قریب سے سونگھنا چاہتا ہوں۔"

وہ رک گیا۔ میں نے اس کے سامنے آ کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ دراصل میں اس کی آنکھوں کے ذریعہ اس کی سوچ تک پہنچ رہا تھا۔ میں اس کے چاروں طرف یوں گھوم رہا تھا جیسے اس کے جسم کی مہک کو پہچان رہا ہوں۔ پھر میں نے اسے جانے کے لئے کہا۔ میں نے اس کی سوچ کو پڑھ لیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں مجھے کہہ رہا تھا کہ تمہارے اپنے بھی نہیں بتا سکیں گے کہ میں پانچ منٹ کہاں گزار کر آؤں گا۔

میں اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ وہ باہر جا چکا تھا۔ انسان کہیں بھی جانے کے لئے قدم اٹھاتا ہے تو وہ صرف آنکھوں سے دیکھ کر نہیں چلتا۔ اندر کا نظام یہ ہے کہ دماغ راہنمائی کرتا ہے کہ دائیں مڑ جاؤ، بائیں گھوم جاؤ۔ فلاں جگہ سے گزرتے جاؤ۔ اس کا دماغ بھی اسے کہہ رہا تھا اور میں اسے سمجھ رہا تھا۔

میں نے انسپکٹر سے کہا۔ "اب میں آپ کے آدمی کے متعلق جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ اسے غور سے سنیئے۔ وہ اس وقت ڈائننگ ہال سے گزر رہا ہے اور ٹائلٹ کی طرف جا رہا ہے۔ ٹائلٹ کے دروازے پر پہنچ کر اس کے جسم کی مہک رک گئی ہے۔ نہ ادھر جا رہی ہے نہ ادھر جا رہی ہے۔ اسے جلد ہی وہاں سے ہٹ جانا چاہیے کیونکہ ٹائلٹ کی بدبو اس کے جسم کی بو سے گڈمڈ ہو رہی ہے۔ ہاں اب وہ آگے بڑھ گیا ہے اور ہال روم کے دروازے پر آ گیا ہے۔ پاؤڈر روم میں شاید کچھ عورتیں اپنا میک اپ درست کر رہی ہیں۔ اسنو کریم، پیوڈر اور مختلف سینٹ کی خوشبو اس آدمی کے جسم کی مہک سے لپٹ رہی ہیں۔ اب وہ وہاں سے واپس آ رہا ہے۔ وہ پھر ڈائننگ ہال میں آ گیا ہے۔ اس کی خوشبو مشرقی کونے میں جا رہی ہے۔ ڈائننگ ہال کے مشرقی حصے میں بار کاؤنٹر ہے۔ اس کے بدن کی مہک کاؤنٹر کے پاس رک گئی ہے۔"

میں ذرا دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔ وہ آدمی کاؤنٹر کے پاس کھڑے ہو کر میرے متعلق سوچ رہا تھا کہ میں زیادہ سے زیادہ اس کے جسم کی مہک کو پہچان سکتا ہوں لیکن یہ نہیں جان سکتا کہ وہ کاؤنٹر کے پاس کیا کر رہا ہے۔ اگر وہ اس ڈھائی منٹ میں ایک پیگ نوش کر لے تو مجھے اس کا علم نہیں ہو گا اور اس کے افسر کو بھی معلوم نہیں ہو گا کہ اس نے ڈیوٹی کے دوران شراب پی ہے۔ یہ سوچ کر اس نے کاؤنٹر سے ایک وہسکی کا پیگ لیا تھا اور اسے ایک ہی سانس میں ختم کر رہا تھا۔

میں نے انسپکٹر سے کہا۔ "اس وقت اس آدمی کے جسم کی مہک کے ساتھ وہسکی کی مہک آ رہی ہے۔ اب وہ دونوں مہک آپس میں گڈمڈ ہو رہی ہیں۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کا آدمی وہسکی پی رہا ہے شاید وہ بقیہ ڈھائی منٹ وہیں گزارنا چاہتا ہے۔"

میرے کہنے کے مطابق وہ ڈھائی منٹ ختم ہونے سے چند سیکنڈ پہلے واپس آنے لگا۔ میں نے انسپکٹر سے کہہ دیا کہ اب اس کے جسم کی مہک واپس آ رہی ہے۔ میری رپورٹ ختم ہونے کے چند لمحے بعد وہ کمرے میں آ گیا اور انسپکٹر کے سامنے الیگزیکٹ ہو گیا۔ انسپکٹر نے اس سے کہا کہ وہ پانچ منٹ کہاں اور کس طرح گزار کر آیا ہے۔ اس کی پوری رپورٹ پیش کرے۔

اس نے وہی رپورٹ پیش کی جو میں پہلے ہی کر چکا تھا۔ اس کی باتیں سن کر انسپکٹر اور اس کے تمام ماتحت مجھے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے سب کچھ بتایا تھا۔ صرف وہسکی پینے والی بات چھپا لی تھی لیکن جب انسپکٹر نے اس کا منہ سونگھنے کے لئے کہا تو میری بات کی تصدیق ہو گئی۔ وہ سب میری اس صلاحیت سے بے حد متاثر نظر آ رہے تھے۔ میں نے انسپکٹر سے پوچھا۔

"کیا اب بھی آپ یقین نہیں کریں گے کہ میں سامی کی خوشبو سونگھ کر دشمنوں تک آپ کی راہنمائی کر سکتا ہوں؟"

انسپکٹر نے سر ہلا کر کہا۔ "ہاں، اب مجھے یقین آ گیا ہے لیکن میں تم پر مکمل اعتماد نہیں کر سکتا۔ میں تمہارے ساتھ وہاں تک چلوں گا۔ جہاں وہ سلمیٰ قادر کو لے گئے ہیں مگر ہمارے آس پاس مسلح افراد کا حفاظتی دستہ ہو گا اگر تمہاری طرف سے دھوکہ ہوا تو اسی وقت تمہیں شوٹ کر دیا جائے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے کمرے سے باہر جاتے ہوئے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ مجھے اپنی نگرانی میں باہر لے کر آئیں۔ ان کے ساتھ چلتے وقت میں نے سامی سے رابطہ قائم کیا۔

"ہیلو سامی! میں آ رہا ہوں۔ تم اپنی پوزیشن بتاؤ۔"

وہ بتانے لگی۔ "میری آنکھوں سے پٹی ہٹا دی گئی ہے۔ اس وقت میں ایک کمرے میں ہوں۔ وہ لوگ کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر کے اسی مکان کے کسی کمرے میں موجود ہیں۔ کبھی کبھی ان کی آواز سنائی دیتی ہے۔ کمرے کی دیواروں کا پلستر اکھڑا ہوا ہے۔ باہر کی طرف کھلنے والی کھڑکی ٹوٹی ہوئی ہے لیکن یہ دوسری منزل پر ہے۔ یہاں سے بھاگنا دشوار ہونا ممکن نہیں ہے۔ کھڑکی کے باہر چاندنی رات میں چاروں طرف جنگل نظر آ رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تمہاری رہنمائی کیسے کروں۔ میں خود نہیں جانتی کہ میں کہاں ہوں۔"

میں نے کہا۔ "تم بے فکر رہو۔ میں اس شخص کے ذریعہ وہاں پہنچوں گا جو کار ڈرائیو کرتا ہوا تمہیں وہاں تک لے گیا ہے۔ اچھا اطمینان رکھو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

اس دوران میں شباہ کلب سے باہر آ کر ان لوگوں کے ساتھ کار میں بیٹھ رہا تھا۔ انسپکٹر وائرلیس پہلے سے موجود تھا اور ٹرانسمیٹر کے ذریعہ کسی کو ہدایتیں دے رہا تھا۔ جب کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے لگی تو میں نے اطمینان سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر اس ڈرائیور سے رابطہ قائم کیا جو سامی کو لے گیا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ جنگل کی ایک پگڈنڈی سے گزر رہا ہے۔ وہ جنگل سے گزرنے والے اس راستے کی طرف جا رہے تھے جہاں ان کی کار کھڑی ہوئی تھی۔

میں نے ان کی سوچ میں کہا۔ "جنگل سے گزرتے وقت سمتوں کا تعین کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ کیا اس وقت میں سمجھ سکتا ہوں کہ پورب کدھر ہے اور پچھم کدھر ہے؟"

وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ اس کے ساتھی نے پوچھا۔ "تم کیا دیکھ رہے ہو؟"

اس نے جواباً پوچھا۔ "کیا تم بتا سکتے ہو کہ پورب پچھم اور اتر دکھن کہاں ہیں؟"

اس کے ساتھی نے جواب دیا۔ "جس مکان سے ہم آئے ہیں وہ پورب کی طرف ہے اور جس سڑک پر کار کھڑی ہوئی ہے۔ اس طرف پچھم ہے۔ تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟ کیا پھر کبھی آنے کی ضرورت پڑی تو تم راستہ بھول جاؤ گے؟"

"ہاں سمت معلوم کرنا اچھی بات ہے۔"

وہ مختصر سا جواب دے کر خاموش ہو گیا تھا۔ مجھے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ راستے کے کس طرف وہ مکان ہے جہاں سامی کو قید کیا گیا تھا۔ میں نے کار سے باہر دیکھا۔ کار قصور جانے والی سڑک پر تیزی سے بھاگی جا رہی تھی۔ ہمارے آگے ایک وین تھی اور پیچھے ایک جیپ آ رہی تھی۔

ان دونوں گاڑیوں میں مسلح سپاہی تھے۔ انسپکٹر نے میں نے کہہ دیا تھا کہ وہ سیدھے اسی راستے پر تیزی سے چلتے رہیں اگر راستہ بدلنا ہو گا تو میں خود ان سے کہہ دوں گا۔ اس وقت تک مجھے خاموش رہنے کا موقعہ دیا جائے تاکہ میں سامی کی بو کو مسلسل پہچانتے ہوئے ان کی صحیح راہنمائی کر سکوں۔ اسی لئے انسپکٹر میری خاموشی کے دوران میری سوچ میں مداخلت نہیں کرتا تھا۔

میں نے خیال خوانی کے علم کو ان سے چھپایا تھا۔ چھپانے کی وجہ یہ تھی کہ انٹیلیجنس کا کوئی بھی افسر یہ پسند نہ کرتا کہ میں خیال خوانی کے ذریعہ اس ڈیپارٹمنٹ کے بہت سے رازوں تک پہنچ جاؤں۔ حالانکہ میں نے ایسا سوچا بھی نہیں تھا۔ میرے ملک کا چھوٹے سے چھوٹا راز بھی مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ میں نے اپنی حکومت

کے کسی شعبہ میں بہ کبھی جھانکنے کی کوشش کی تھی اور نہ آئندہ اس کا ارادہ تھا لیکن میں ایسیلینس والوں کو اپنی دیانتداری کا یقین نہیں دلا سکتا تھا۔ اس لئے میں نے خیال خوانی کی صلاحیتوں کو چھپا لیا اور ان کے سامنے یہی ظاہر کیا کہ میں کسی انسان کے جسم کی بو سونگھ کر اس کا پیچھا کر سکتا ہوں۔

اور اب میں انہیں اس طرح سمجھاتا ہوا سامی تک لے جا رہا تھا۔ میں نے پھر اس ڈرائیور سے رابطہ قائم کیا۔ وہ سڑک پر آ گیا تھا۔ اور اپنے ساتھی کے ساتھ کار میں بیٹھ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ وہ کار اسی جگہ رہنی چاہیئے تاکہ اسے دیکھ کر میں اپنی منزل کو پہچان سکوں۔ جب وہ کار اسٹارٹ کر کے واپسی کے لئے موڑنے لگا تو میں نے اس کی سوچ میں بار بار چیخ کر کہا "یو مس گیئر۔ یو مس گیئر۔۔۔"

کار ڈرائیو کرنے والے اپنی سوچ کے خلاف گاڑی نہیں چلا سکتے۔ جو دماغی سوچ کہتی ہے۔ اس کے مطابق ہاتھ پاؤں عمل کرتے ہیں لہٰذا وہ یو مس گیئر میں بے اختیاریوں ڈرائیو کرتا گیا کہ پیچھے ایک درخت سے گاڑی ٹکرا گئی۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" اس کے ساتھی نے بگڑ کر کہا۔

"آں۔! وہ سر پکڑ کر سوچنے لگا کہ اسے کیا ہو گیا تھا۔ میں نے اسے سوچنے کا موقعہ نہیں دیا۔ اس کی سوچ میں جوشیلے انداز میں کہا۔ "مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ یہ اسپورٹ مین اسپرٹ ہے اگر میں ایکسیلیٹر پر پورا دباؤ ڈال کر ایک جھٹکے سے کار کو دوبارہ سڑک پر لے آؤں تو ایسے وقت اسٹیرنگ کو قابو میں رکھنے کے لئے بڑی حاضر دماغی کی ضرورت ہو گی۔ الٰہی میں ثابت کر سکتا ہوں کہ میں حاضر دماغ ہوں۔ یہ میں نے ایکسیلیٹر پر دباؤ۔۔۔"

سوچتے سوچتے اس نے ایک جھٹکے سے کار کی رفتار بڑھائی اس کی نگاہوں کے سامنے جو کچھ ہو رہا تھا۔ میں اسے اس کے ذہن سے دیکھ رہا تھا۔ کار جھٹکے کھا کر سڑک پر آئی تھی۔ اس کی حاضر دماغی میرے کنٹرول میں تھی۔ اس لئے وہ ایسا رد عمل کو قابو میں نہ رکھ سکا پھر دوسرے ہی لمحے ایک دھماکہ ہوا۔ کار آگے جا کر دوسرے درخت سے ٹکرا گئی تھی مجھے اس کے ساتھی کی چیخ سنائی دی پھر خاموشی چھا گئی۔ صرف کار ڈرائیو کرنے والے کی دھیمی دھیمی کراہیں سنائی دے رہی تھیں۔

ذرا دیر بعد اس کے کراہتے ہوئے ذہن سے دوسرے لوگوں کی آوازیں ٹکرانے لگیں۔ وہ آوازیں اس کے قریب آ رہی تھیں۔ دیران جنگل میں یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ ان کی مدد کے لئے وہاں دوسرے لوگ پہنچ جائیں گے۔ وہ شاید ان کے ہی آدمی تھے۔ کار کے درخت سے ٹکرانے کی آواز دور تک گونجی ہو گی جس مکان میں سامی قید تھی۔ اس مکان سے لوگ ان کی مدد کے لئے آئے ہوں گے۔

میں کار کی پچھلی سیٹ پر خاموش بیٹھا خیال کی اسکرین پر یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ کار تیز رفتاری سے اس منزل کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے انسپکٹر نے مجھ سے پوچھا۔

"تم آنکھیں بند کیوں نہیں کر لیتے۔ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟"

"نہیں۔ میں صحیح منزل کی طرف رہنمائی کر رہا ہوں۔"

"ہوں۔" اس نے عادت کے مطابق غرا کر کہا۔ "اگر جو تم ثابت کر چکے ہو کہ کسی انسان کی بو سونگھ کر اس کا پیچھا کر سکتے ہو پھر بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔ ایسی صلاحیت میں نے آج تک کسی انسان میں نہیں دیکھی۔ بہرحال میں پھر ایک بار وارننگ دے رہا ہوں کہ ہم سے فریب کرو گے تو تمہارا انجام تمہاری توقع سے زیادہ بھیانک ہو گا۔"

"آپ خواہ مخواہ دھمکیاں دے رہے ہیں۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مجھے اپنی منگیتر سامی تک ہر حال میں پہنچنا ہے۔ میں اسے دشمنوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑوں گا۔ ابھی تھوڑی دیر میں آپ کو یقین آ جائے گا کہ میں کسی دشمن ملک کا ایجنٹ نہیں ہوں بلکہ اس ملک کا وفادار ہوں۔ اب آپ پھر مجھے خاموش رہنے کا موقعہ دیں۔"

انسپکٹر خاموش ہو کر باہر دیکھنے لگا۔ میں نے پھر اس ڈرائیور سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ کار کے درخت سے ٹکرانے کے باعث اس کا دماغ بھی تاریکی میں ڈوب جاتا۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ ہوش میں تھا اور اپنے دماغ سے دوسروں کی آوازیں مجھ تک نشر کر رہا تھا۔ ان کی باتیں سن کر اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ وہ سب اس کے ساتھی تھے اور اسی مکان سے دوڑتے ہوئے آئے تھے جہاں سامی قید کی گئی تھی۔

کچھ دیر بعد آگے جانے والی گاڑی ہماری کار کے برابر آ گئی۔ ڈرائیور کے کھڑکی سے اسسٹنٹ انسپکٹر نے جھانک کر کہا۔

"سر۔! آگے بہت دور ایک کار نظر آ رہی ہے۔ اس کے آس پاس بہت لوگ تھے۔ ہماری گاڑیوں کی ہیڈ لائیٹس دیکھ کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں سوچ سمجھ کر آگے بڑھنا چاہیئے۔"

میں سمجھ گیا کہ وہی گاڑی ہے اور اس گاڑی کے قریب آنے والے مجرم امتیاز اور درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے چھپ گئے ہیں۔ ان سے محتاط رہنا چاہیئے۔ شاید وہ ہمیں گھیرنے کی کوشش کریں گے۔

انسپکٹر نے مسلح جوانوں کو حکم دیا کہ وہ چاروں طرف پھیل جائیں۔ پھر فائرنگ کرتے ہوئے اس کار کے گرد گھیرا تنگ کر دیں جو درخت سے ٹکرائے کھڑی ہے۔ اس کے حکم سنتے ہی مسلح جوان گاڑیوں سے نکل کر درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے مورچے بنانے لگے۔ اسی وقت دوسری طرف سے فائرنگ شروع ہو گئی۔

میں بھی کار کا دروازہ کھول کر زمین پر رینگتے ہوئے اس مکان تک پہنچنا چاہتا تھا لیکن انسپکٹر نے ریوالور نکال کر کہا۔

"خبردار۔! جہاں کہیں نہیں جاؤ گے۔ میرے ساتھ رہو گے۔ چلو جلدی سے دروازہ کھولو اور جھک کر دوڑتے ہوئے اس جھاڑی تک پہنچو جلدی جاؤ۔ میں تمہارے پیچھے رہوں گا اگر تم بھاگنے کی کوشش کرو گے تو میں شوٹ کر دوں گا۔"

میں نے بے بسی سے ریوالور کی جانب دیکھا پھر اس کے حکم کے مطابق دروازہ کھول کر دوڑتا ہوا ایک جھاڑی کے پیچھے آ گیا۔ انسپکٹر بھی ہاتھ میں ریوالور لئے میرا پیچھا کرتا رہا۔ میں بڑی کشمکش میں گرفتار ہو گیا تھا۔ مجھے سامی تک پہنچنے کی جلدی تھی اور انسپکٹر کے ارادوں کا بھی خیال تھا کہ وہ جو سلوک میرے ساتھ کر رہا ہے۔ وہ عین قانون کے مطابق ہے ورنہ کوئی دوسرا ہوتا تو میں سامی تک پہنچنے کے لئے اس سے لپٹ پڑتا۔ اس کا ریوالور چھین لیتا اگر ایسا پانی میں کامیابی نہ ہوتی تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس کے دماغ میں کھلبلی مچا دیتا مگر افسوس جو شخص میری سامی تک مجھے جانے سے روک رہا تھا۔ وہ محب وطن تھا۔ قانون کا محافظ تھا اور ملک کی بھلائی کے لئے میرے راستے کی رکاوٹ بنا ہوا تھا۔

میں نے صبر کیا۔ زیادہ خاموش رہ کر سامی سے رابطہ قائم کیا۔

اس وقت ہمارے آس پاس دور دور تک فائرنگ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ میں نے سامی کے دماغ پر دستک دے کر کہا کہ وہ فکر نہ کرے۔ میں بالکل قریب پہنچ گیا ہوں اور اس مکان سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر ہوں۔

سامی کی سوچ نے جواباً کہا۔ "فرہاد! جلدی آؤ۔ ایک شخص میرے کمرے میں آیا ہے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کمرے سے باہر لے جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ مجھے جلدی بتاؤ کہ میں کیا کروں؟"

میری سوچ نے کہا۔ "وہ لوگ فائرنگ کی آواز سن کر خطرے کو سمجھ گئے ہیں۔ اس لئے تمہیں اس مکان سے دور کسی دوسرے اڈے کی طرف لے جا رہے ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہارے آس پاس کتنے آدمی ہیں؟"

"صرف ایک شخص ہے جو میرا ہاتھ پکڑے مجھے کھینچے لئے جا رہا ہے۔ میں اسے مخاطب کر رہی ہوں لیکن یہ کچھ بولتا ہی نہیں ہے دیکھو۔ سنو کہیں یہ گونگا تو نہیں ہے؟"

اس شخص کی آواز سامی کے ذہن سے ٹکرا کر مجھ تک پہنچ رہی تھی۔ وہ ہانپنے کے انداز میں "ہوں ہوں ہاں ہاں" کی آوازیں نکال رہا تھا۔ میرے لئے ایک نئی الجھن پیدا ہو گئی۔ میں کسی گونگے کے خیال تک نہیں پہنچ سکتا تھا کیونکہ تم میں نے اسے دیکھا تھا اور نہ ہی اس کے سوچنے کے انداز کو سمجھتا تھا۔ اب تک میں اسی خیال میں تھا کہ جو سامی سے مخاطب ہو کر باتیں کرے گا۔ میں اس انجانے شخص کے

دماغ تک پہنچ جایا کروں گا جیسا کہ اس ڈرائیور تک پہنچ گیا تھا اور اس کی کار کو ایک درخت سے ٹکرا دیا تھا۔

لیکن وہ گونگا میرے لئے ایک چیلنج بن گیا۔ میں اس کے دماغ تک پہنچ کر اسے ذہنی طور پر مفلوج نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے پھر بے بسی سے انسپکٹر کی جانب دیکھا۔ وہ ریوالور دکھا کر مجھے آگے بڑھنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ میں زمین پر اوندھے منہ لیٹ کر رینگنے لگا۔ ذرا دور جا کر میں نے مکان کی طرف اپنا رخ کیا۔ انسپکٹر نے ڈانٹ کر کہا۔

"رک جاؤ۔ دائیں طرف آگے بڑھو۔"

میں نے جھلا کر رکھاتے ہوئے انسپکٹر کو دیکھا۔ وہ میرے اور سامی کے درمیان دیوار بن گیا تھا۔ اس وقت وہ بھی مجھ سے ذرا فاصلے پر اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا اور ریوالور والا ہاتھ اٹھائے مجھے گولی مار دینے کی دھمکی دے رہا تھا۔ اتنے میں اچانک ہی قریب سے گولی چلنے کی آواز آئی۔ انسپکٹر کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ اس کے اٹھے ہوئے ہاتھ میں گولی لگی تھی۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر زمین پر گر پڑا تھا۔ میں فوراً ہی پلٹ گیا اور زمین پر لوٹتا ہوا ریوالور تک پہنچ گیا۔ اس وقت پھر ایک فائر ہوا لیکن اتنی دیر میں میں ریوالور اٹھا کر دوسری طرف لوٹتا چلا گیا تھا۔ ایک جگہ رک کر میں نے اس سمت دو فائر جھونک دیئے جہاں سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ میری بے تکی نشانے بازی کام آ گئی۔ میں نے ایک دشمن کو چیخ کر گرتے اور زمین پر تڑپتے دیکھا۔ دوسری طرف انسپکٹر اپنا زخمی ہاتھ پکڑے کراہ رہا تھا۔

"انسپکٹر صاحب!" میں نے کہا۔ "زخمی ہاتھ کی مرہم پٹی کے لئے آپ اپنے کسی ماتحت کو آواز دیجئے۔ میرے پاس وقت نہیں ہے سامی کی مہک مجھ سے دور ہو رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے مجھ سے دور لے جا رہے ہیں۔ میں انہیں یہ موقعہ نہیں دوں گا کہ وہ میری سامی کو مجھ سے چھین کر لے جائیں۔ اچھا میں جا رہا ہوں بہت جلد واپس آ کر یہ ثابت کر دوں گا کہ میں اپنے ملک کا وفادار ہوں۔"

یہ کہہ کر میں اس مکان کی طرف بڑھنے لگا۔ ساتھ ہی سامی سے بھی رابطہ قائم کیا اور سوچ رہی تھی۔

"نہ جانے فرہاد اب کتنی دیر میں رابطہ قائم کریں گے۔ بہرحال مجھے سوچتے رہنا چاہیئے۔ اس وقت یہ گونگا مجھے مکان کے پچھلے دروازے سے باہر لے آیا ہے اور مجھے اپنے کاندھے پر لاد کر ایک سمت بھاگا جا رہا ہے۔"

میں کبھی رینگ رہا تھا کبھی گھٹنوں کے بل تیزی سے چل رہا تھا اور کبھی جھک کر دوڑتے ہوئے مکان کی طرف بھاگ رہا تھا۔ فائرنگ کی آواز سن کر میں پھر زمین پر گر پڑتا تھا۔ اس وقت مجھ پر دیوانگی طاری تھی۔ میری روح حیات مجھ سے چھینی جا رہی تھی۔ اس لئے میں

فائرنگ کے باوجود بار بار اٹھ کر بھاگ رہا تھا۔

میں نے سامی کو بتایا کہ اب میں مکان کے بالکل قریب پہنچ گیا ہوں۔ وہ مجھے بتائے کہ گولگنڈا سے کس سمت لئے جا رہا ہے۔

اس کی سوچ نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کہاں لئے جا رہا ہے۔ چاروں طرف درخت ہی درخت نظر آ رہے ہیں۔ کسی عام سمت کا تعین کرنا مشکل ہے۔ میں تمہیں کیسے بتاؤں۔ بس اتنا یاد ہے کہ مکان کے پچھلے دروازے سے یہ گولگنڈا بھاگتا ہوا جا رہا ہے۔ اب تک دائیں بائیں نہیں مڑا ہے تم بھی سیدھے چلے آؤ۔"

میں اس کی ہدایت کے مطابق سیدھا دوڑتا چلا گیا۔ فائرنگ کرنے والوں سے میں اتنی دور نکل آیا تھا کہ اب مجھے ان کی طرف سے خطرہ نہیں تھا۔ ریوالور یا رائفل کی گولیاں مجھ تک نہیں پہنچ سکتی تھیں بہت دور نکل آنے کے بعد میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ مکان نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ آگے پیچھے درخت ہی درخت نظر آ رہے تھے ان درختوں کے سائے میں چاندنی دم توڑ چکی تھی اور سائے اندھیرا پھیلا رہے تھے۔ دور تک سامی اور گولگنڈا کا نام و نشان نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہ سامی کو چیخنے کا مشورہ دینا چاہیئے تاکہ اس کی آواز سے سمت کا تعین کیا جا سکے پھر خیال آیا کہ رات کے سناٹے میں اس کی آواز چاروں طرف گونجے گی جنگل خاموش ہے۔ اس کی آواز کو جنگل بازگشت کی طرح چاروں طرف سے اچھالتا رہے گا بہتر یہ ہے کہ میں کچھ دور تک اور دوڑتا چلا جاؤں۔ اگر سامی نظر نہیں آئے گی تو میں کوئی دوسری تدبیر سوچوں گا۔

تھوڑی دور تک دوڑتے رہنے کے بعد میں اچانک ہی ٹھٹک کر رک گیا۔ جنگل کی خاموشی میں ٹشنی گرگڑ اہٹ سنائی دے رہی تھی۔ وہ آواز بتدریج تیز ہوتی جا رہی تھی۔ فوراً ہی سمجھ میں آ گیا کہ وہ ہیلی کوپٹر کی آواز ہے کیونکہ اس کے پنکھے کی گردش کے باعث جو تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ اس کے ہلکے ہلکے جھونکے مجھ تک آ رہے تھے اور آس پاس درختوں کی پتیاں جھوم رہی تھیں۔

میں نے ہوا کے رخ سے اندازہ لگایا کہ ہیلی کوپٹر کس سمت ہے۔ میں اسی سمت تیزی سے دوڑنے لگا۔ کتنے ہی درختوں کو پیچھے چھوڑنے کے بعد میں پھر ایک بار ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا۔ میری نگاہوں کے سامنے ایک وسیع میدان تھا۔ دور بہت دور اس میدان میں وہ اپنے کاندھے پر سامی کو اٹھائے ہیلی کوپٹر کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ رہا تھا۔

میں آواز نہ دوں پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے میں نے ہوائی فائر کیا تاکہ وہ ذرا دیر کے لئے ٹھٹک جائیں۔ میں نے دوڑ لگاتے ہوئے دیکھا۔ میری فائرنگ کا ان پر اثر نہیں ہوا تھا۔ ونڈ اسکرین کے پٹ نے انہیں ڈھانپ لیا تھا اور ہیلی کوپٹر قدرے ڈگمگاتا ہوا زمین سے بلند ہو رہا تھا۔

"سامی۔۔۔!" میں دوڑتے ہوئے چیخنے لگا لیکن میں جتنی تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ وہ اتنی ہی تیزی سے بلند ہوتا جا رہا تھا۔ سامی خوف سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ میں لڑکھڑا کر گر پڑا۔ "ہائے ری میری بے بسی۔ آہ میری سامی!" میں نے گھاس پر لیٹے لیٹے ہانپتے ہوئے حسرت سے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ میرے اور میری سامی کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ قائم ہوتا جا رہا تھا۔

میں

شبنم آلود گھاس پر چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا میں زمین کی پستی میں تھا اور سامی آسمان کی بلندی پر اور بلند ہوتی جا رہی تھی۔ چاندنی روشنی میں ہیلی کوپٹر صاف نظر آ رہا تھا۔ میں نے ریوالور والا ہاتھ اٹھا دیا۔ وہ اب بھی شوٹنگ رینج میں تھا۔ میں فائرنگ کر کے اسے گرا سکتا تھا۔

"سامی!" میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "میں تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ میں فائر کرتا ہوں۔ ابھی ہیلی کوپٹر نیچے گر لوں گا۔"

"نہیں فرہاد! ایسا نہ کرنا۔" اس کی سہمی ہوئی سوچ نے کہا۔ "ہیلی کوپٹر اتنی بلندی سے گرے گا تو اس کے ساتھ میرا جسم بھی برباد ہو جائے گا۔"

"تم اپنے جسم کو چھوڑ دو۔ فی الحال اپنی روح کو کسی دوسرے جسم میں منتقل کر دو۔ اس طرح تم پھر میرے پاس آ جاؤ گی۔ مجھے تمہارے جسم سے نہیں تمہاری روح سے محبت ہے میں تم سے جدا ہو کر سکون سے نہیں رہ سکوں گا۔"

"نہیں فرہاد! تمہیں میری قسم ہے گولی نہ چلانا میں اس ہیلی کوپٹر کے ساتھ اپنے جسم کو برباد نہیں ہونے دوں گی۔ تم کچھ عرصے کی جدائی برداشت کر لو۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے اپنے جسم کو حاصل کرنے کے لیے کتنی مصیبتوں کا سامنا کیا ہے۔ میں اس جسم کی حفاظت کے لیے اب بھی بڑے بڑے صدمے سہہ سکتی ہوں، تمہاری جدائی برداشت کر سکتی ہوں، لیکن اس جسم سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔۔۔۔"

اس کی باتیں سن کر میرے دل پر ایک گھونسہ سا لگا میں اسے اتنی شدت سے چاہتا تھا کہ اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا تھا اور وہ ایسے برداشت کر رہی تھی جیسے اس کے جسم کے سامنے میری کوئی اہمیت نہ ہو حقیقت بھی یہی تھی۔ وہ میری خاطر اپنے جسم کی قربانی نہیں دے سکتی تھی۔

میں نے ریوالور والا ہاتھ نیچے گرا دیا۔ وہ مجھے چاہتی ہے کر جا رہی تھی کہ انسان سب سے زیادہ اپنی ذات سے محبت کرتا ہے۔ اس کے بعد کسی دوسرے کی چاہت دل میں رکھتا ہے۔ میں خواہ مخواہ اس جاہلانہ سے زیادہ سامی کو اہمیت دے رہا تھا۔

میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ جس طرح سامی کو اپنا جسم عزیز ہے اسی طرح مجھے بھی اپنے مقاصد عزیز ہوں گے۔ میرا پہلا مقصد یہی تھا کہ میں

جدائی شکنجے سے انتقام لوں۔ میں اسے ایسا سبق سکھانا چاہتا تھا کہ اس کا انجام دیکھ کر پھر اس کے ملک کا کوئی سیکرٹ ایجنٹ ادھر کا رخ نہ کرتا۔

میں نے آخری بار حسرت سے ہیلی کوپٹر کی جانب دیکھا۔ چاندنی رات میں وہ نگاہوں سے اوجھل ہو رہا تھا۔ اس کی دھیمی دھیمی آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی۔ اگرچہ مجھے سامی کے مستقبل سے خطرہ آ رہا تھا۔ اس کے باوجود میں اس سے اس قدر ناراض نہیں ہو سکتا تھا کہ اسے بالکل ہی فراموش کر دیتا۔ وہ دماغ سے مٹنے والی ہستی نہیں تھی۔

میں نے چپکے سے اس کی سوچ کو پڑھنا چاہا لیکن نہ پڑھ سکا۔

اسی وقت رات کے سناٹے میں بہت سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ میں نے دور درختوں کی جانب دیکھا تھوڑی دیر بعد چند مسلح جوان نظر آئے۔ وہ بہت دور تھے پھر بھی میں نے انھیں پہچان لیا۔ وہ انٹیلی جنس کے جوان تھے انھوں نے بھی دور سے مجھے دیکھ لیا تھا لیکن وہ مجھے پہچان نہیں سکے تھے اس لیے رائفلیں اٹھائے مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے میری طرف بڑھتے آ رہے تھے میں نے چیخ کر کہا۔

"میرا نام فرہاد ہے۔ میں وہی ہوں جس نے یہاں تک تمہاری رہنمائی کی ہے۔"

اسسٹنٹ انسپکٹر کی آواز سنائی دی۔ "تمہارے پاس انسپکٹر صاحب کا ریوالور ہے اسے ہماری طرف پھینک دو۔"

میں نے حکم کی تعمیل کی۔ ریوالور کو پوری قوت سے ان کی طرف پھینک دیا۔ اسسٹنٹ انسپکٹر نے اسے اٹھا لیا۔ پھر وہ سب میرے قریب آ گئے۔ اس نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"کہاں ہے تمہاری سامی؟"

میں نے جواب دیا۔ "مجھے افسوس ہے وہ لوگ اسے لے گئے۔"

انسپکٹر صاحب میرا راستہ نہ روکتے تو میں سامی کو بھی روک لیتا اور دشمنوں کو بھی فرار ہونے کا موقعہ نہ دیتا۔"

اس نے کہا۔ "بہرحال جو کچھ بھی ہوا اس پر بعد میں بحث ہو گی۔ تم خود کو زیر حراست سمجھو۔ اب چلو یہاں سے۔۔۔۔"

میں ان کے درمیان سر جھکا کر چلنے لگا۔ راستے میں وہ مکان نظر آیا جہاں سامی کو قید کیا گیا تھا۔ اب وہ مکان سامی کے وجود سے خالی تھا۔ مجھے پھر اس کی یاد ستانے لگی۔ ہم سب خاموش سے چل رہے تھے۔ اس خاموشی کو فائدہ اٹھا کر میں سامی کے خیالات پڑھنے لگا۔

وہ سوچ رہی تھی۔ "میں اتنی دیر سے فرہاد کو اپنے خیالوں میں پکار رہی ہوں لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے، وہ اس جگہ سے چلے گئے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں انھیں کیسے مناؤں۔ جب تک ان سے رابطہ قائم نہیں کریں گے اس وقت تک میں انھیں سمجھا بھی نہیں سکوں گی کہ میں کس طرح مجبور ہو کر ان کی جدائی برداشت کی ہے۔"

"سامی!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "تم اپنی مجبوریاں کیا سمجھا دو گی، میں خوب سمجھتا ہوں کہ تم اپنے شاہکار جسم کی پوجا کرتی ہو۔ اس جسم کی خاطر تم اپنے ڈیڈی کے ساتھ نہیں گئیں، پھر یہ کیا بچپنا کرتی رہیں۔ اس جسم کی خاطر تم نے میرے پیار کو بھی اہمیت نہیں دی اور مجھے چھوڑ کر جا رہی ہو۔"

"نہیں فرہاد! مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ تمہارا پیار میری زندگی ہے میں دھرتی کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک جاؤں، تب بھی مجھے تمہارے جیسا جیون ساتھی نہیں ملے گا۔ تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ میں صرف تمہارے لیے اپنے جسم کی حفاظت کر رہی ہوں جس حسن و شباب کو لوگ للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں، اسے میں تمہارے لیے سنبھال کر رکھا ہے۔ میرا جسم تمہاری امانت ہے۔"

اس کے اس اعتراف سے میں پگھل گیا لیکن دوسرے لمحے میں نے خود سے سوال کیا۔ کیا میں سامی کے محض جسم سے محبت کرتا ہوں؟ اگر وہ موجودہ جسم نہ ہو کوئی دوسرا جسم ہو تو کیا محبت ختم ہو جائے گی؟

میں نے سامی سے یہی سوال دوسرے انداز میں کیا۔ "سامی! اگر میں اپنے موجودہ جسم میں نہ رہوں اور کسی دوسرے جسم میں تمہارے پاس آؤں تو کیا اس دوسرے جسم سے تم محبت کرو گی؟"

"کیوں نہیں؟ ضرور محبت کروں گی۔ میرے دیوتا کسی روپ میں آئیں میں ان سے اسی طرح دل و جان سے محبت کروں گی۔"

"یہی تو میں تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے موجودہ جسم کا طالب نہ رہو تم کسی بھی روپ میں آؤ گی تو میں دل و جان سے تمہیں قبول کروں گا۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو فرہاد! میں بچپن سے اپنے اس جسم میں پروان چڑھتی آئی ہوں۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، تب سے ورزش کے ذریعے اور اچھی خوراک کے ذریعے اس جسم کو بنایا ہے اور سنوارا ہے۔ میری روح اور میرے جسم کی رفاقت میں برس کی ہے۔ میں اتنی پرانی رفاقت کو کیسے بھول سکتی ہوں؟"

میں نے جواب دیا۔ "لڑکیاں جوان ہو کر اپنے میکے کے ہر فرد کی رفاقت کو بھول جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ جن ماں باپ اور کہنے والے والدین کو بھی چھوڑ کر سسرال چلی جاتی ہیں اور یہ سب کچھ وہ ایک مرد کی خاطر کرتی ہیں لیکن تم نے میری خاطر اپنے جسم کو چھوڑنا گوارا نہیں کیا۔ سنو سامی! تم بچپن سے اپنے جسم میں پروان چڑھتی آئی ہو اور میں بچپن سے اپنے وطن کی آغوش میں پروان چڑھ رہا ہوں۔ جس طرح تمہیں اپنے جسم سے محبت ہے اسی طرح مجھے اپنے وطن سے پیار ہے۔ اگر مجھے اپنے وطن کی خاطر تمہارے دیس کی طرف جانا پڑا تو وہاں ہماری ملاقات ہو جائے گی ورنہ میں اپنی پاک زمین کو چھوڑ کر ایسی محبت کے لیے بھٹکنا گوارا نہیں کروں گا، جو صرف جسم کے لیے ہوتی ہے، روح سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔"

"ایسی دل توڑنے والی باتیں نہ کرو فرہاد!"

"یہ کھوکھلی باتیں نہیں ہیں! ایک اٹل فیصلہ ہے۔ تمھیں تمھارا جسم مبارک ہو مجھے اپنا وطن عزیز ہے۔ خدا حافظ!"

"ٹھہرو فرہاد! مجھ سے یوں ناتا نہ توڑو۔ ہم ایک اچھے دوست کی طرح جُدا ہو رہے ہیں اور بہت جلد ایک اچھے دوست کی طرح ملیں گے۔"

"ہاں۔ اگر تقدیر نے ملایا تو ضرور ملیں گے۔ اس وقت تک کے لیے خدا حافظ!"

یہ کہہ کر میں نے ایک نامعلوم مدت کے لیے اس سے رابطہ ختم کر دیا میں سمجھ رہا تھا کہ وہ اب بھی مجھے خیالوں میں پکار رہی ہوگی لیکن میں نے دل پر جبر کیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ مجھے اپنی بھرپور محبت کا یقین دلانے کی کوشش کرے گی۔ میں اس لگاوٹ کی باتیں نہیں سننا چاہتا تھا۔ یہ ان سے تو سب ہی لڑکیاں محبت کا دھوکے کرتی ہیں۔ اگر سامی کو واقعی محبت ہوگی تو وہ اپنے چہیتے جسم کو بھی داؤ پر لگا کر میرے پاس آئے گی بس اب میں اسی طرح اس کی محبت کا یقین کر سکتا تھا۔

ہم جنگل کی پگڈنڈیوں سے گذرتے ہوئے پختہ سڑک پر آئے۔ انٹیلی جنس والوں کی تین گاڑیاں واپس کے لیے تیار کھڑی تھیں۔ کار کی اگلی سیٹ پر انسپکٹر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے زخمی ہاتھ کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ مجھے دیکھ میں مسلح جوانوں کے رسیان بٹھایا گیا۔ انھیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں میں فرار نہ ہو جاؤں۔ ان کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ مجھ پر اعتماد نہیں کر رہے ہیں۔

میں چپ چاپ ان کے رسیان بیٹھا رہا۔ میں انسپکٹر وغیرہ کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کر سکتا تھا کہ وہ میرے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں لیکن میرا دل خیال خوانی کی طرف مائل نہ ہوا۔ میں بہت تھکن محسوس کر رہا تھا۔ سامی کی جدائی نے اور اس کی بے رحمی نے دل برداشتہ کر دیا تھا۔ میں نے اس کے خیال کو بھی دماغ سے جھٹک کر آنکھیں بند کر لیں۔

ایک گھنٹے کے بعد ہم آئی بی کی عمارت میں پہنچے۔ مجھے توقع تھی کہ وہاں مجھ سے طرح طرح کے سوالات ڈانٹ ڈپٹ کر کیے جائیں گے لیکن کسی نے مجھ سے ایک لفظ تک نہ کہا۔ تین مسلح جوان میرے دائیں بائیں اور پیچھے چلتے رہے اور مجھے ایک کمرے میں لیجا کر بند کر دیا۔ میں نے بھی فریاد نہیں کی۔ بڑے آرام سے ایک ایزی چیئر پر نیم دراز ہو گیا۔ جو مجرم ہوتے ہیں وہ سزا کے خوف سے سہمے رہتے ہیں۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا اس لیے ٹھاٹ سے تمام رات سوتا رہا۔

دوسری صبح آٹھ بجے کمرے کا دروازہ کھلا۔ مسلح جوان مجھے لیکر ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں آئے۔ وہاں صوفہ پر چند آفیسر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ انسپکٹر بھی تھا جس کا ہاتھ زخمی ہوا تھا۔ اس نے کہا۔

"فرہاد! کل رات تم نے صحیح رہنمائی کی تھی۔ ہم دشمن کے ٹھکانے تک پہنچ گئے تھے لیکن ہم یہ کیوں نہ سوچیں کہ تم نے ڈبل کراس کھیلا ہے۔ تم ہماری رہنمائی کرتے رہے اور دوسری طرف اپنی محبوبہ کو سرحد پار کرا دیا۔"

میں نے جواب دیا۔ "آپ اپنے طور پر بہت کچھ سوچ سکتے ہیں۔ میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اپنے ملک سے زیادہ اپنی محبوبہ سے بھی منہ موڑ سکتا ہوں۔ ان کا ساتھی ہوتا تو اس وقت بلا روک ٹوک سیٹی کوٹ پر کے ذریعے ساتھ چلا جاتا۔"

انسپکٹر نے کہا۔ "میرے آدمیوں کی رپورٹ کے مطابق تم سے پہلے ہی سیٹی کوٹ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ اگر تم ان کے ساتھی نہیں تھے تو ان کے ساتھ تم نے جانا گوارا نہیں کیا تھا تو پھر سامی کو کیسے پیچھے چھوڑ دیا۔"

"میں نے چھوڑا نہیں دی۔ میرے پہنچنے سے پہلے ہی وہ سرحد پار پہنچ سے بلند ہو گیا تھا۔ میں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

ایک آفیسر نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "حالانکہ تم ان کا کچھ بگاڑ سکتے تھے۔ تمھارے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ تم فائرنگ کر سکتے تھے۔ تم نے ایسا بھی نہیں کیا۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ تم نے انھیں نہایت آسانی سے فرار ہونے کا موقع دیا ہے؟"

"میں نے انھیں فرار ہونے کا موقع نہیں دیا تھا۔ بات صرف یہ ہے کہ میں سامی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ اگر میری فائرنگ سے سامی گر جاتا تو سامی مجھے زندہ سلامت نہ ملتی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے سامی کی خاطر اپنی فرائض سے بھی منہ موڑ لیا۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ اپنے ملک کی خاطر اپنی محبوبہ سے بھی منہ موڑ سکتے ہو۔ محبِ وطن ہو، ایک محبوبہ کو زندہ سلامت رکھنے کے لیے تم دشمنوں کو یہاں سے نکل جانے کا موقع دیا۔ کیا اس طرح تم خود اپنے اعتراف نہیں کر رہے ہو؟"

میرا سر ندامت سے جُھک گیا۔ انٹیلی جنس کے آفیسر نے انھوں نے گھما پھرا کر مجھ سے میرے جُرم کا اعتراف کرا لیا تھا۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ میں سامی کو زندہ رکھنے کی خاطر ملک کے دشمنوں کو بھاگنے کا موقع دے رہا ہوں۔

اب مجھے احساس ہوا کہ ایک لڑکی کے عشق میں میں نے کی ہے۔ میں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اس بیل کو منڈھے چڑھانا ہے اور اس کے ساتھ میرے ملک کے چند اہم راز بھی ہو سکتے ہیں۔ مجھ سے کتنی بڑی حماقت ہوئی تھی۔ میں نے ندامت سے کہا۔

"واقعی مجھ سے نادانستگی میں بہت بڑا جُرم سرزد ہوا ہے۔ سامی کو بچانے کی خاطر اس پہلو پر توجہ نہیں دی تھی کہ دشمنوں کو فرار ہونے کا موقع مل جائے گا۔ جُرم دانستہ کیا گیا ہو یا نادانستگی میں ہوا ہو، میں مجرم کہلاؤں گا۔ آپ جو چاہیں سزا دیں مگر خدا کے لیے یہ بھی

www.Paksociety.com

سوچیں۔ یہ میرے لیے ایک گالی ہے۔ میں سزا برداشت کر سکتا ہوں یہ گالی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"جُرم کیا ہے تو سب کچھ برداشت کرنا ہوگا۔" ایک آفیسر نے سخت لہجے میں کہا۔ "اگر تم خود کو ایسے مقام تک لے آؤ جہاں صرف گالیاں سُننی پڑتی ہیں تو یہ تمھاری اپنی ہی غلطی ہوگی۔"

میں نے کہا۔ "لیکن غلطی کی تلافی بھی ہو سکتی ہے۔ اگر آپ مجھے اتنا موقعہ دیں کہ میں دشمنوں کا پیچھا کر سکوں تو میں یقین دلاتا ہوں کہ انھیں پکڑ کر واپس لے آؤں گا یا پھر انھیں ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گا لیکن میں جانتا ہوں کہ مجھے موقعہ نہیں دیا جائے گا، اس لیے کہ میں آپ لوگوں کی نظروں میں قابلِ اعتماد نہیں ہوں۔"

"ہاں۔ یہ درست ہے، تم قابلِ اعتماد نہیں ہو لیکن ہم تمھاری اُس سونگھنے والی صلاحیت کا تماشہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ انسپکٹر راشد نے بتایا ہے کہ تم نے سامی کی بُو کو سونگھتے ہوئے دشمنوں کے اڈے تک رہنمائی کی تھی۔ اگر میں یہاں سے باہر جاؤں تو کیا تم بتا سکو گے کہ میں باہر جا کر کہاں وقت گذار رہا ہوں؟"

جی ہاں۔ میں بتا سکتا ہوں لیکن اس سے پہلے میں آپ کے جوتے اگر آپ کو سونگھنا چاہتا ہوں۔"

وہ آفیسر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں اس کے قریب پہنچ کر اس کے چاروں طرف یوں گھومنے لگا جیسے اس کی بُو سونگھ رہا ہوں۔ حالانکہ بُو سونگھ رہے فشتے بھی یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ وہ آفیسر باہر جا کر کہاں وقت لگائے گا۔ یہ سب کچھ میں آفیسر کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا تھا۔ لیکن میں ان پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی کے علم سے بخوبی واقف ہوں۔

وہ آفیسر ایک اور آفیسر کے ساتھ باہر چلا گیا۔ کسی نے مجھے بیٹھنے کے لیے نہیں کہا۔ میں نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور بلند سانس کھینچنے لگا۔

"آفیسر اس کمرے سے نکل کر ایک جگہ ٹھہر گئے ہیں۔ وہ دروازے سے باہر چند قدم کے فاصلے پر ہیں۔ جب وہ آگے بڑھیں گے تو میں بتا دوں گا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا اور باہر کھڑے ہوئے آفیسر کے خیالات پڑھنا رہا۔ اس کے خیال سے مجھے پتہ چلا تھا کہ وہ کہیں نہیں جائے گا۔ کار ریڈی کھڑی ہے گا۔ وہ اپنے ساتھی افسر سے کہہ رہا تھا۔

"فرہاد کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟"

دوسرے افسر کا جواب سنائی دیا۔ "بظاہر تو وہ شریف آدمی دکھائی دیتا ہے لیکن موجودہ حالات کے پیشِ نظر اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ پھر سونگھ کر کسی کا پیچھا کرنے والی صلاحیت ایسی ہے کہ شخص بہت بہت کام آ سکتا ہے۔"

"میں اسی پوائنٹ پر سوچ رہا ہوں۔ کیا ہم کسی طرح اس کی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے؟"

"ہاں۔ اس طرح کہ وہ ہمارے آدمیوں کی کڑی نگرانی میں رہے اور ہمارے کام آتا رہے۔"

"بالکل ٹھیک۔ وہ ہماری کڑی نگرانی میں رہے گا۔ اگر آئندہ اس نے وفاداری کا ثبوت دیا تو ہم اسے باقاعدہ ٹریننگ دیں گے۔ ہمیں اسے آزمانا چاہیے۔"

"ہوں۔ ہم پہلے ہی یہ طے کر چکے ہیں کہ محمود حسن کو جیل سے فرار ہونے کا موقعہ دیا جائے گا۔ اگر فرہاد اس کی مہک سے آشنا ہو جائے تو پھر ہم اس کی رہنمائی میں بڑی آسانی سے محمود حسن کا پیچھا کر سکیں گے۔"

"آپ اب بھی اسے محمود حسن کہہ رہے ہیں؟ حالانکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں، وہ یقیناً کسی ملک کا سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ جب تک ہم اسے فرار ہونے کا موقعہ نہیں دیں گے اس کی اصلیت کا علم نہیں ہوگا۔"

"اچھی بات ہے۔ آیئے، ہم اس طرح فرہاد کو بھی آزمائیں گے کہ وہ دیانتداری سے ہمارے کام آ سکتا ہے یا نہیں۔ ....."

وہ دونوں واپس آنے لگے۔ میں نے آنکھیں کھول کر کہا۔

"وہ دونوں آفیسر واپس آ رہے ہیں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی دروازہ کھلا اور وہ دونوں اندر آ گئے۔ دوسرے تمام آفیسر مجھے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ ان دونوں نے میری اس بات کی تصدیق کر دی کہ وہ اس کمرے سے نکل کر کہیں دُور نہیں گئے تھے۔ دروازے سے چند قدموں کے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے۔

ایک آفیسر نے مجھ سے کہا۔ "فرہاد! ہم اس تذبذب میں ہیں کہ تم پر اعتماد کریں یا نہ کریں۔ اس تذبذب سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم تمھیں اپنی وفاداری ثابت کرنے کا ایک موقعہ دیں۔"

"میں نے خوشی کا اظہار کیا۔ "یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ مجھے ایک موقعہ دے رہے ہیں۔"

"آفیسر نے کہا۔ "ابھی تمھیں ایک قیدی سے ملایا جائے گا۔ تم اپنی عادت کے مطابق اس کے جسم کی بُو سے آشنا ہو جاؤ۔ آج رات ہم اسے فرار ہونے کا موقعہ دیں گے اور تمھاری رہنمائی میں اس کا پیچھا کریں گے۔ اگر اس بار تم نے صحیح رہنمائی کی تو ہم تمھاری پچھلی غلطی معاف کر دیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی صحیح رہنمائی کروں گا۔ اس سلسلے میں میری ایک درخواست ہے کہ مجھے اس قیدی سے اکیلے میں باتیں کرنے کا موقعہ دیا جائے۔"

"وہ باتیں نہیں کرے گا۔ اس نے خاموشی اختیار کر لی ہے۔ تم جتنی دیر چاہو خاموشی سے اس کا مشاہدہ کر سکتے ہو۔"

یہ کہہ کر آفیسر نے دو مسلح جوانوں کو حکم دیا کہ وہ مجھے قیدی کے پاس لے جائیں۔ وہ میرے دائیں بائیں آکر کھڑے ہو گئے اور مجھے چلنے کا اشارہ کیا۔ میں ان کے ساتھ کمرے سے باہر آگیا۔ عمارت کے پچھلے حصے میں چند کوٹھڑیاں تھیں جنھیں حوالات کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ دیں ایک کوٹھڑی میں وہ قیدی سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔

کوٹھڑی کے سامنے کھڑے ہوئے ایک سپاہی نے آہنی دروازے کا تالا کھول دیا۔ میرے اندر جانے کے بعد دروازے کو دوبارہ بند کر دیا گیا۔ سپاہی اور دو مسلح جوان وہاں سے چلے گئے۔

اس دوران قیدی نے سر اٹھا کر ایک بار مجھے دیکھا تھا۔ پھر سر جھکا کر یوں بیٹھ گیا تھا جیسے وہاں کسی کے آنے کی اسے پروا نہ ہو۔ میں اس کے سامنے آہنی دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑا رہا اور اس کے خیال کو پڑھنے لگا۔

وہ سوچ رہا تھا، اونہہ! نہ جانے کتنے لوگ یہ پوچھ گچھ کے لیے آتے رہیں گے مگر میری زبان نہیں کھلے گی۔ میں جانتا ہوں کہ ابھی یہ لوگ نرمی سے کام لے رہے ہیں، اس کے بعد یہ مجھے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں گے، لیکن میرا نام بھی بھوانی شنکر ہے۔ میں انھیں اپنی اصلیت تک نہیں پہنچنے دوں گا.....

بھوانی شنکر کا نام سنتے ہی میں چونک گیا اور حیرانی سے اس قیدی کو دیکھنے لگا۔ حیرانی اس بات کی تھی کہ جس بھوانی شنکر سے میں اپنے ملک کے راز چھین کر لانا چاہتا تھا وہ میرے سامنے قیدی کی حیثیت سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اچانک آپ ہی آپ میرے سامنے آجائے گا۔

اب یہ اس کی بدنصیبی تھی کہ اس کے تمام ساتھی فرار ہو گئے تھے اور وہ مجھ سے ٹکرانے کے لیے اس کوٹھڑی میں رہ گیا تھا۔ میرے جی میں آیا کہ میں اسی وقت اس کی اصلیت ظاہر کر دوں اور اس کا اصلی نام لے کر اسے مخاطب کروں۔ وہ حیرت سے اچھل پڑے گا۔ دیدے پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھے گا کہ میں کس طرح اس کے اندر چھپے ہوئے بھوانی شنکر تک پہنچ گیا ہوں۔

لیکن میں اچانک ہی اس کی اصلیت ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ اس طرح میں خود انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں مشکوک ہو جاتا۔ وہ مجھ سے سوال کرتے کہ میں بھوانی شنکر کو کیسے جانتا ہوں اور اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہ ہوتا، کیونکہ اب سے چند دن پہلے میں خود بھوانی شنکر کو اس کے چہرے سے نہیں پہچانتا تھا۔ یہ خیال خوانی کا کمال تھا کہ میں نے اسے پہچان لیا تھا لیکن میں کسی پر اپنی خیال خوانی کی صلاحیتیں ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس وقت میں نے یہی فیصلہ کیا کہ مجھے صبر و ضبط سے کام لینا چاہیے اور یہ معلوم کرنا چاہیے کہ میرے ملک کے اہم راز تک بھوانی شنکر کے پاس ہیں یا اس کے ساتھی سرحد پار لے گئے ہیں۔ چھپیا اور سامی

نے بتایا تھا کہ بھوانی شنکر ان کا لیڈر تھا۔ اس لحاظ سے وہ اہم راز ایک لیڈر تک محدود رہنے چاہئیں تھے۔ میں چپ چاپ اس کمرے کو پڑھنے لگا۔

وہ اپنے ساتھیوں کے متعلق سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں وہ اس وقت کہاں ہیں؟ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"وہ لوگ جہاں بھی ہوں گے، اپنی حفاظت آپ کریں گے۔ تمھیں صرف ان تمام رازوں کے متعلق سوچنا چاہیے جو میں ایک بار تم سے حاصل کر چکا ہوں۔"

"بلی۔ آہ! نہ جانے وہ سامی کہاں چلی گئی ہے....."

میں چاہتا تھا کہ وہ میرے مطلب کے مطابق سوچے لیکن بلی کی گمشدگی پر افسوس کرتا رہا تھا۔ میں نے پھر اس کے خیال کو اپنی طرف موڑ دیا۔

"بلی تو بھاگ گئی ہے۔ اس کے متعلق سوچ سوچ کر ہنسنے سے وہ واپس نہیں آجائے گی۔ مجھے صرف اپنے مقصد پر نظر رکھنی چاہیے۔ وہ تمام راز جو میں یہ راز والی باتیں کیوں کھلا رہی ہیں۔ وہ تمام راز تو ایک مائیکرو فلم ایک انچ کے ایک پلاسٹک کے صورت میں محفوظ ہیں۔ یہ مائیکرو فلم ایک انچ کے ایک پلاسٹک کے میں ہے۔ انٹیلی جنس کے خرانٹ جاسوس بھی یہ نہیں جان سکتے کہ زبان کے نیچے جبڑے کے پاس ایک مصنوعی جھلی ہے۔ اس جھلی کے کیپسول رکھا ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے باتوں کے دوران ہلکی سی لکنت ہے۔ سننے والے یہی سمجھتے ہیں کہ میں اسی طرح بولنے کا عادی ہوں۔"

میں حیرانی سے اس کی ٹھوڑی کی طرف جبڑے کے نیچے دیکھنے لگا۔ بھوانی شنکر صحت مند تھا۔ اس کے بدن میں گوشت اور چربی تھی اس لیے کوئی یہ نہیں جان سکتا تھا کہ وہاں ایک مصنوعی جھلی ہو گی اور اس جھلی میں ایک کیپسول رکھا گیا ہو گا۔

میں چاہتا تھا کہ وہ کچھ بولے تاکہ میں یہ دیکھ سکوں کہ وہ موجودگی میں کس طرح بولتا ہے۔ میں نے بات چھیڑی۔

"تم بہت دیر سے خاموش ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کم گو کرنا گوارا نہیں کرتے ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟"

وہ اپنی خاموشی سے یہ ثابت کرنے لگا کہ یہ سچ ہے۔ وہ بھی باتیں نہیں کرے گا میں اس کے بالکل قریب جا کر یوں سانسیں کھینچنے لگا جیسے اسے سونگھ رہا ہوں۔ اس نے مضطرب انداز میں مجھے دیکھا، پھر اپنے سر کو جھکا لیا۔

اتنے میں سپاہی اور دو مسلح جوان آگئے۔ میں ان جوانوں کے پھر اس ہال نما بڑے سے کمرے میں آگیا جہاں وہ تمام افسران تھے۔ مجھے دیکھتے ہی ایک نے پوچھا۔

"کیا تم نے اسے اچھی طرح دیکھ لیا ہے؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "جی ہاں!"

"کیا تم اس کی بُو سونگھ کر اس کا پیچھا کر سکو گے؟"

"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "میں اس سلسلے میں ایک اہم بات بتا چکا ہوں۔ اس کے جسم کی بُو کے ساتھ ایک اور مستقل بُو گڈمڈ ہو گئی ہے۔"

"وہ کیسی بُو ہے؟" ایک افسر نے پوچھا۔

"میں نے اس بُو کا تجزیہ کیا ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ فلم نیگیٹو یا پازیٹو کی بُو ہے اور برابر اس کے جسم سے خارج ہو رہی ہے۔"

تمام افسران چونک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ایک افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مضطربانہ انداز میں کہا۔

"تم۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ کیا۔ کیا وہ قیدی۔ کوئی فلم۔۔۔ فلم نگل کر بیٹھا ہوا ہے؟"

میں نے کہا۔ "اگر وہ کوئی فلم نگل جاتا تو وہ پیٹ میں پہنچ جاتی لیکن اس کے جبڑے کے قریب سے فلم کی مہک خارج ہو رہی ہے۔"

دو گھنٹے بعد مجھے پھر طلب کیا گیا۔ اس بار افسروں کا رویہ بدل گیا تھا انھوں نے مجھے اپنے برابر صوفہ پر بٹھایا۔ ایک ملازم نے ناشتے کی ٹرالی لا کر میرے سامنے کھڑی کر دی۔ اس وقت مجھے یاد آیا کہ میں صبح کیپسول رکھا ہوا ہے اس کی وجہ سے باتوں کے دوران ہلکی سی لکنت ہے۔ یعنی مجھے دشمن سمجھ کر بھوکا رکھا گیا تھا اور اب دوست سمجھ کر ناشتہ کرایا جا رہا ہے۔ سننے والے یہی سمجھتے ہیں کہ میں اسی طرح بولنے کا عادی ہوں۔

ناشتے کے دوران انھوں نے مجھے بتایا کہ بھوانی شنکر کا ایکسرے فوٹو لیا گیا تھا جس سے پتہ چلا کہ اس نے اپنے جبڑے کے پاس ایک انچ لانبی کوئی چیز چھپا رکھی ہے۔ پہلے تو اسے سمجھایا گیا کہ وہ چیز نکال کر ان کے حوالے کرے مگر وہ انکار کرتا رہا۔ آخر اسے انجکشن کے ذریعے بے ہوش کر کے آپریشن تھیٹر پہنچا دیا گیا۔ پھر آپریشن کے ذریعے وہ مائیکرو فلم والا کیپسول برآمد کر لیا گیا۔ یہ سب کچھ بتانے کے بعد ایک افسر نے کہا۔

"تم حیرت انگیز صلاحیت کے مالک ہو۔ انسانوں کی مختلف قسموں کو پہچانتے ہو اور جسم کے اندر چھپی ہوئی کسی چیز کی مہک کو بھی پہچان لیتے ہو۔ کیا تم بُو کا تجزیہ کرنے کی مشق کرتے رہتے ہو؟"

"جی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "یہ میری پیدائشی عادت ہے خواہ مخواہ کی قسم کی خوشبو اور بدبو اپس میں گڈمڈ ہو جائے، میں انھیں الگ الگ پہچان لیتا ہوں۔"

پھر وہ مجھ سے میری پچھلی زندگی اور موجودہ مصروفیات کے متعلق سوال کرتے رہے اور میں انھیں اطمینان بخش جواب دیتا رہا۔ اس دوران ہمارے درمیان کافی حد تک بے تکلفی ہو گئی۔ ایک افسر تو دوست کی حد تک بے تکلف ہو گیا۔ وہ میرے ساتھ شہباز ہوٹل میں آیا۔ ہوٹل کے احاطے میں پہلی رات سے میری کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کار میں میں سامی کے ساتھ ڈنر کے لیے آیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سامی کی یاد بُری طرح ستانے لگی۔ اس افسر نے جس کا نام شہباز خان تھا، مجھے اداس دیکھ کر پوچھا۔

"تھا رامنہ کیوں لٹک گیا ہے؟"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "سامی یاد آرہی ہے۔"

"کیا وہی لڑکی جو پچھلی رات ہیلی کوپٹر کے ذریعے فرار ہو گئی ہے؟"

"وہ فرار نہیں ہوئی، دشمن اسے جبراً لے گئے ہیں۔"

بات ایک ہی ہے۔ یعنی وہ جا چکی ہے۔ جو چھوکری ہاتھ سے نکل گئی ہے اس کا افسوس نہ کرو۔ سامی سے آگے چھوکریاں اور بھی ہیں۔ بولو کتنی چھوکریوں کی ضرورت ہے۔ میری جان آج تم نے وہ کارنامہ لکھا ہے کہ اگر ہم برانچ کے کسی ریکارڈ میں ایسے کارنامے کی مثال نہیں ملتی۔ کمال ہے تم سونگھنے کی عادت سے ایکسرے مشین کی طرح انسان کے جسم کے اندر پہنچ جاتے ہو۔ اب میں تمھیں آوارہ بھٹکنے نہیں دوں گا۔ تمھیں کام کا آدمی بناؤں گا۔ تمھیں بتاؤں گا کہ تم اس صلاحیت سے خود کو اور اپنے ملک کو کس طرح فائدہ پہنچا سکتے ہو۔ کیا تم ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنا پسند کرو گے؟"

میں نے جواب دیا۔ "کام کرنے کے دو مقاصد ہوتے ہیں۔ ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ کام کا اچھا خاصا معاوضہ حاصل کیا جائے لیکن خدا کے فضل و کرم سے میرے پاس اتنی دولت ہے کہ میں معاوضے کے لالچ میں کسی کام نہیں کروں گا۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ ملک کی تعمیر و ترقی اور تحفظ کے لیے کام کیا جائے۔ اس سلسلے میں بھی میں مستقل ملازمت نہیں کروں گا۔ جب بھی آپ کو میری ضرورت ہو گی، میں آپ کے کام آتا رہوں گا۔"

"یہ تم مجھے آپ کیوں کہتے ہو۔ بھئی یہ تکلف ختم کرو۔ ہم آپس میں دوست ہیں۔"

میں نے بے تکلفی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اچھی بات ہے آج سے ہم بے تکلف دوست ہیں۔ اب بتاؤ کہ پھر کب ملاقات ہو گی؟"

"آج رات کو اسی ہوٹل میں ٹھیک آٹھ بجے۔ ڈنر میری طرف سے....."

"اوکے!" میں نے اس سے مصافحہ کیا اور کار کا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہاں بیٹھتے ہی عقب نما آئینے میں ایک حسینہ نظر آئی۔ وہ ہوٹل کے برآمدے میں کھڑی ہوئی کسی کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے شہباز خان سے کہا۔

"شہباز! ذرا اس آئینے میں دیکھو۔ تمھاری آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔"

شہباز نے یوں دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھا جیسے واقعی آنکھیں روشن ہو رہی ہوں۔ اس نے مجھے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"غضب کی چھوکری ہے۔ اسے میں کئی بار اس ہوٹل میں دیکھ چکا ہوں۔ یہ جتنی حسین ہے اتنی مغرور بھی ہے۔ اسے دیکھنا فضول ہے دوست! یہ تمہارے آگے گھاس نہیں ڈالے گی۔"

"اچھا!" میں نے مسکرا کر پوچھا "کیا تم مجھے چیلنج کر رہے ہو؟"

"ہاں۔ اس لیے چیلنج کر رہا ہوں کہ یہاں تمہارے سونگھنے کی صلاحیت کام نہیں آئے گی۔"

"یہ درست ہے کہ میری صلاحیت کام نہیں آئے گی لیکن اپنی شخصیت بھی تو کوئی چیز ہے۔"

"کیا تم خود کو گلفام سمجھتے ہو؟"

"میں گلفام تو نہیں ہوں لیکن ایسا گیا گذرا بھی نہیں ہوں۔ تم شام تک موقعہ دو۔ آج رات یہ ڈنر ٹیبل پر ہمارے ساتھ ہوگی۔"

میں کار کو بیک کر کے پارکنگ ایریئے سے نکالنے لگا۔ اسی وقت وہ تیزی سے چلتی ہوئی میری طرف آنے لگی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ لفٹ لینا چاہتی ہے۔ مجھے اتنی جلدی کامیابی کی توقع نہیں تھی۔ میں نے کار روک دی اور مسکرا کر شہباز کو دیکھنے لگا۔ شہباز نے فوراً ہی قریب آ کر پوچھا۔

"فرہاد! معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پرانی جان پہچان ہے۔ مجھے بے وقوف بنا رہے تھے۔"

مجھے جواب دینے کا موقعہ نہیں ملا۔ وہ حسینہ بالکل قریب آ کر کہہ رہی تھی۔

"میری گاڑی اچانک خراب ہو گئی ہے۔ کیا آپ مجھے لفٹ دے سکتے ہیں؟"

"ضرور۔" میں نے کہا "آپ کہاں جائیں گی؟"

"سمن آباد!" یہ کہہ کر وہ کار کی پچھلی طرف سے گھومتی ہوئی اگلی سیٹ کے دروازے پر آ گئی۔ میں نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔ شہباز کو یقین ہو گیا کہ وہ حسینہ میرے لیے قطعی اجنبی تھی، صرف مجبوری کے تحت لفٹ مانگنے آئی تھی۔ اس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"اچھا فرہاد! دیش یو گڈ لک۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کار کو پارکنگ ایریئے سے نکالا اور ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر آ گیا۔ اس حسینہ نے مجھ سے لفٹ لی تھی اب اس سے لفٹ لینے کے لیے ضروری تھا کہ میں اس کی سوچ کے ذریعے اس کے مزاج کو اور اس کے کردار کو سمجھتا۔ یہ سمجھنے کے بعد ہی مجھے یہ پتہ چلتا کہ وہ آج شام کی دعوت قبول کرے گی یا نہیں؟

وہ حسینہ خاموش بیٹھی ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "مردوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ لڑکی کو تنہا پا کر عشق کرنے لگتے ہیں اس لیے مجھے ذرا انتظار کرنا چاہیے۔ یہ شخص خود ہی کوئی بات چھیڑ کر مجھ سے لفٹ لینے کی کوشش کرے گا۔"

میں نے کن انکھیوں سے اس پر ایک نظر ڈالی۔ ایسا خوبصورت اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اتنی حسین لڑکی مجھ سے کیا چاہتی ہے۔ دیکھنے سے نیت خراب ہو جاتی تھی۔ اس کا مکھن سے تراشا ہوا چہرہ غرور کی طرح اٹھی ہوئی ستواں ناک لپ اسٹک لگے ہوئے نیچے لب، ٹھوڑی میں خفیف سا گڑھا جیسے وہ نیز و تند مزاج لڑکی کی پلکیں جھکی ہوئی تھیں اس لیے میں ان آنکھوں کو نہیں دیکھ سکا۔

مجھے کچھ دال میں کالا نظر آیا۔ وجہ یہی تھی کہ ایک مغرور لڑکی لفٹ دینے کے لیے تیار بیٹھی تھی اور کسی مقصد کے بغیر ایسا ہونا نہیں ہو سکتی تھی۔ میں اس کے خیال کو پڑھنے لگا۔

وہ سوچ رہی تھی "اوہ بہت دیر ہو گئی، یہ شخص میری طرف مائل نہیں ہو رہا ہے۔ مجھے اپنی کوٹھی تک پہنچنے سے پہلے اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہیے۔"

یہ سوچ کر وہ اپنی سیٹ پر ذرا سیدھی ہو کر بیٹھ گئی پھر اس نے پوچھا۔

"کیا یہ آپ کی کار ہے؟"

"جی ہاں!" میں نے جواب دیا۔

وہ مسکرا کر بولی "آپ کے حلیے سے پتہ نہیں چلتا ہے کہ آپ کار کے مالک ہیں۔ آپ برا نہ مانیے گا، جو بات میرے دل میں تھی میں نے کہہ دی۔"

"برا ماننے کی کیا بات ہے۔ واقعی میرا حلیہ ایسے شخص سے میں ایک پریشانی میں مبتلا تھا، اس لیے نہ شیو کرنے کی فرصت ہی لباس تبدیل کر سکا۔"

"ہوں۔۔۔" وہ سوچنے لگی "معلوم ہوتا ہے کہ انٹیلی جنس والوں نے پچھلی رات اس کی ایسی تجامت کی ہے کہ حلیہ بگاڑ دیا ہے۔"

میں اس کی سوچ کو پڑھ کر چونک گیا۔ وہ حسینہ جانتی تھی کہ پچھلی رات سے انٹیلی جنس والوں کے رحم و کرم پر تھا۔ اب سوچنے کی بات یہ تھی کہ اسے یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ کیا بھوانی شنکر کا اس کا کوئی تعلق ہے؟

میں اس حسینہ سے یوں محتاط ہو گیا جیسے میرے پہلو میں ناگن کنڈلی مارے بیٹھی ہو اور اب تب میں مجھے ڈسنے ہی والی ہو۔

وہ کہنے لگی "مجھے افسوس ہے کہ آپ پچھلی رات سے پریشان ہیں۔ آپ بلا تکلف بتائیں کہ میں آپ کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟ میں کہہ رہی ہوں کہ سمن آباد تک لفٹ مانگ کر میں نے آپ کو مزید پریشان تو نہیں کیا؟"

"جی نہیں۔" میں نے بے تکلفی سے کہا "آپ جیسی حسین

کی موجودگی میں پریشانی نہیں ہوتی، بلکہ راحت ملتی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "اگر میرے ساتھ رہنے سے آپ کو راحت ملتی ہے تو پھر آپ میری کوٹھی میں چلیں۔ میں تنہا رہتی ہوں۔ وہاں آپ شیو کریں، غسل کریں۔ پھر میں آپ کو گرما گرم کافی پلاؤں گی۔ آپ کی تھکن اور پریشانی دور ہو جائے گی۔"

میں نے شوخی سے کہا "میری تھکن اور پریشانی کافی سے نہیں، وہسکی سے دور ہوتی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ وہسکی بھی آ جائے گی۔"

میں اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ وہ مجھے اپنی کوٹھی میں لیجانے کے لیے میری کسی بات سے انکار نہیں کرے گی اس لیے میں نے بیباک سے کہا "یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ وہسکی کا انتظام کر دیں گی لیکن میں پینے کے بعد بہکتا ہوں۔ ایسی حالت میں مجھے صرف رسٹی باتیں سنبھال سکتی ہیں۔"

وہ شرمانے کی ایکٹنگ کرنے لگی اور خاموشی سے سوچنے لگی۔ "میں تو تمہیں ایسا سنبھالوں گی کہ تم تمام عمر یاد کرو گے۔ کم بخت مجھے کوئی سستی لڑکی سمجھ رہا ہے۔ ویسے مجھے اب محتاط رہنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ کوٹھی کے اندر پہنچتے ہی دست درازی شروع کر دے۔ میں وہاں پہنچتے ہی اس سے کہوں گی کہ وہ باتھ روم میں جا کر شیو بنا لے۔ جب وہ باتھ روم میں جائے گا تو میں ڈرائنگ روم میں آ کر ٹونی اور ادریس کو فون پر کال کروں گی کہ ایک کام کا آدمی ہاتھ آیا ہے۔ وہ دونوں یہاں آ کر اسے سنبھالیں۔ میرا خیال ہے کہ میری کال سنتے ہی وہ آدھ گھنٹے میں پہنچ جائیں گے۔ اتنی دیر تک میں اسے باتوں سے بہلاتی رہوں گی۔"

اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم ہو گیا کہ واقعی وہ اپنی کوٹھی میں تنہا رہتی ہے۔ اس کے ساتھ ابھی کوٹھی کے اندر جانے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں خطرے سے پہلے ہی اس سے نمٹ لوں گا۔

سمن آباد پہنچ کر وہ مجھے بتانے لگی کہ کن راستوں سے گذرنا ہے۔ پھر ایک چھوٹی سی خوبصورت سی کوٹھی کے سامنے اس نے کار رکوا دی۔ میں کار سے اتر کر کوٹھی کے نمبر کو ذہن نشین کرتا ہوا اس کے ساتھ اندر آیا۔ وہاں چاروں طرف دیکھتے ہوئے میں نے کہا۔

"ہمارے ملک کی لڑکیاں ایسی شاندار کوٹھیوں میں تنہا نہیں رہتی ہیں۔ ان کا کوئی سرپرست یا نگراں ضرور ہوتا ہے۔"

"جی ہاں۔ میرے بڑے بھائی میرے سرپرست ہیں۔ وہ پنڈی میں رہتے ہیں۔ میں یہاں کالج میں پڑھتی ہوں۔۔۔"

وہ خاموش ہو کر اپنے بھائی کے متعلق سوچنے لگی "آہ! بھائی جان نے ہمارے لیے ملک سے غداری کی اتنی دولت بھی جمع کی اور اب جانے

کتنی مجبوری اور بے بسی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ جب تک وہ کم بخت بھائی شنکر زندہ نہیں ہو گا اس وقت تک اس کے آدمی بھائی جان کو قیدی بنا کر رکھیں گے۔"

اس کی سوچ پڑھ کر یہ بات سمجھ گیا کہ اس وقت وہ اور اس کے بھائی ظلو فاتھ سے تھے۔ بھائی بھوانی شنکر کے آدمیوں کی قید میں تھا۔ اس کی بہن سے تعاون حاصل کرنے کے لیے اس نے اپنی بہن کو بھی قیدی بنا رکھا تھا۔ اس کی بہن نے اپنے بھائی کو بچانے کے لیے مجھے قربانی کا بکرا بنانے کی خاطر فون کیا تھا۔

مجھے زیادہ سوچنے کا موقعہ نہیں ملا۔ ایک بیڈ روم میں پہنچ کر اس حسینہ نے اپنے منصوبے کے مطابق کہا۔

"یہ باتھ روم ہے۔ یہاں شیو کرنے اور غسل کرنے کا تمام سامان موجود ہے۔ آپ اندر جائیں میں اتنی دیر میں آپ کے لیے وہسکی تیار کرتی ہوں۔"

حوصلہ قوم میں سے وہ وہسکی میں نہیں ہو سکتا۔ اب ماہر کہاں جھاڑ گئی (یہ) باتھ روم سے دروازے کو بند کر دیتا ہوں۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں اتنی سستی لڑکی نہیں ہوں۔ شاید آپ مجھ سے ہیں۔"

"سستی ہو یا مہنگی، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں مہنگی خواہش ضرور رکھتا ہوں لیکن میں کسی لڑکی کی مجبوریوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اس وقت تم ایک مجبور لڑکی ہو۔ اپنے بھائی کو بھوانی شنکر کے آدمیوں سے چھڑانے کے لیے تمہیں ایک بہت بڑی مصیبت میں گرفتار کرانے یہاں لائی ہو۔"

وہ شدید حیرانی سے میرا منہ تکنے لگی اور میں سوچ کر کھولنے لگا کہ میں اس کی اصلیت سے واقف ہو گیا ہوں۔ وہ ہکلا کر کہنے لگی۔

"آپ۔۔۔ آپ میرے بھائی کو جانتے ہیں؟ بھوانی شنکر کو جانتے ہیں؟"

"ہاں کل رات تم انٹیلی جنس والوں کی قید میں تھے۔ بھوانی شنکر بھی وہاں قید ہے۔ تم اس سے ضرور ملے ہو گے۔ بتاؤ خدا کے لیے بتاؤ۔ اسے کہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے؟ وہاں کتنے پہرے دار ہیں؟ ان کی ڈیوٹی کے اوقات کیا ہیں؟ کیا فراست وہاں سے نکال کر لا سکتے ہو؟"

"ہاں۔ لا سکتا ہوں اور تمہارے بھائی جان کو بھی بھوانی شنکر کے آدمیوں سے نجات دلا سکتا ہوں۔"

"وہ کیسے؟" اس نے خوش ہو کر اپنے دونوں ہاتھ میرے شانوں پر رکھ دیے۔ اس طرح وہ میرے بہت قریب آ گئی۔ میں نے بھی مزید قریب ہو کر اس سے جھوٹ کہا۔

"میں نے بھوانی شنکر کی زبان سے سنا تھا کہ ایک شخص کو اس کے آدمیوں نے برغمال کے طور پر قید کیا ہے اور اس کی بہن کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ بھوانی شنکر کو آزاد کرانے کے سلسلے میں ایک جاسوسہ کے فرائض انجام دے۔"

وہ جلدی سے بولی "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں وہی ہوں۔ مجھ سے

مخبری کے کام لیے جائے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے بھائی جان کی غلطی کے باعث بھوانی شنکر گرفتار ہوا ہے۔"

"تمھارے بھائی جان کا نام کیا ہے؟"

"احمد شیخ! وہ پنڈی میں رہتے تھے اور سیکریٹریٹ میں ایک بہت بڑے عہدے پر کام کرتے تھے۔"

احمد شیخ کا نام سنتے ہی میرے تیور بدل گئے۔ وہ تو میرے ملک کا سب سے بڑا غدار تھا۔ اسی نے بھوانی شنکر وغیرہ کو پناہ دی تھی میں نے اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے ذرا خوش ہو کر کہا۔

"اچھا تو تم احمد شیخ کی بہن ہو۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ احمد شیخ اپنا کوئی راز مجھ سے نہیں چھپاتا ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ دشمن ملک کے ایجنٹوں کو اپنے ہاں پناہ دیتا ہے اور انھیں تخریبی کارروائیوں کے لیے ہر طرح کی سہولتیں پہنچاتا ہے۔ اکثر معاملات میں میں بھی احمد شیخ کا ساتھ دیتا ہوں۔ ادھر پچھلے پندرہ دنوں سے اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اب تم سے پتہ چل رہا ہے کہ وہ تمھارا بھائی ہے اور اس وقت ان ہی لوگوں کی قید میں ہے جنھیں پناہ دیا کرتا تھا۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟"

"بھائی شنکر غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرے بھائی نے جان بوجھ کر ایسی غلطی کی ہے جس کی وجہ سے وہ گرفتار ہو گیا ہے۔ اس غلطی کی تلافی اسی طرح ہو سکتی ہے کہ میں ان کی آلۂ کار بن جاؤں۔ اسی سلسلے میں میں تمھیں یہاں پھانس کر لائی ہوں۔"

"تم نے کیسے سمجھ لیا تھا کہ میں تمھارے کام کا آدمی ہوں؟"

"پچھلی رات تم سلمیٰ قادر (سامی) کے ساتھ شبانہ ہوٹل میں آئے تھے۔ میں بھوانی شنکر کے آدمیوں کے ساتھ وہاں موجود تھی۔ میں نے تمھیں دیکھا تھا۔ تمھیں انٹیلی جنس کا ایک آدمی منیجر کے کمرے میں لے گیا تھا۔ ادھر بھوانی شنکر کے دو آدمی مین سوئچ آف کر کے سلمیٰ قادر کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے شبانہ ہوٹل کے پارکنگ ایریے میں تمھیں دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا۔ وہاں میرے ساتھ ٹونی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ تم پچھلی رات انٹیلی جنس والوں کی حراست میں تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے بھوانی شنکر کی اصلیت جاننے کے لیے تمھیں اس سے ملایا ہو۔ یہی معلومات حاصل کرنے میں تمھیں یہاں لائی ہوں۔ ٹونی نے کہا تھا کہ یہاں پہنچ کر میں فون پر اسے اطلاع دوں۔ وہ اور لیس کے ساتھ یہاں آئے گا اور تم سے پچھلی رات کی تمام باتیں اگلوائے گا لیکن تم نے تو خود ہی تمام باتیں اگل دی ہیں۔ اب تم بتاؤ کہ بھوانی شنکر کی غلط فہمی کیسے دور کرو گے؟ اس کی غلط فہمی دور ہو گی تب ہی بھائی جان کو رہائی نصیب ہو گی۔"

"تمھارے بھائی جان وہاں سے رہا ہو کر بھی آزادی کی سانس نہیں لے سکیں گے کیونکہ انٹیلی جنس والے انھیں بھی تلاش کر رہے ہوں گے۔"

"میں جانتی ہوں۔ بھائی جان اب اس ملک میں نہیں رہیں گے بھوانی شنکر کو جب بھی فرار ہونے کا موقع ملے گا وہ بھائی جان کو ساتھ لے جائے گا۔"

"اور تم یہاں تنہا رہو گی؟"

"نہیں۔ میں تمام جائداد فروخت کرنے کے بعد دبئی کے لیے جاؤں گی۔"

میں نے کہا۔ "غداروں کے لیے ہر جگہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ تم لوگ جہاں بھی جاؤ گے! اس ملک کے جاسوس تم لوگوں کا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔ بھوانی شنکر اور احمد شیخ تو اسی ملک میں کتے کی موت مرے اب تم بتاؤ کہ تم کہاں مرنا پسند کرو گی؟"

وہ تعجب سے بولی۔ "یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ مجھے آپ سے بدلے ہوئے تیور سے ڈر لگ رہا ہے۔"

تم میری طرف دیکھو.....

آخری فقرہ میں نے ایسے تحکمانہ انداز میں ادا کیا کہ اس کا سر جھٹکے سے اٹھ گیا۔ اس نے مجھے دیکھا۔ اس وقت میری آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں اور اس کی نگاہوں کو اپنی گرفت میں لے رہی تھیں۔

وہ بالکل ساکت ہو گئی۔ سحر زدہ سی ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اب وہ صرف میری شخصیت کے سوچ رہی تھی۔

اس کی نظریں کتنی ظالم ہیں تیز خنجر کی طرح دل میں اتر رہی ہیں۔ ہائے اس کی نظریں کتنی مہربان ہیں۔ میرے سوچنے کا انداز ہے اب میں اس کے متعلق نہ سوچوں تو اور کس کے متعلق سوچوں اب تو ہر طرف صرف یہی نظر آ رہا ہے۔"

یہ درست ہے، میری آنکھوں کی گرفت میں آنے کے بعد میں ہی اسے نظر آ رہا تھا۔ میں نے بھاری بھرکم سی آواز میں کہا۔

"تمھارے سامنے اس دنیا کا کوئی نظارہ نہیں ہے صرف تمھاری نگاہوں میں ہوں۔"

"ہاں۔ صرف تم میری نگاہوں میں ہو۔"

"تمھارے دماغ سے تمام سوچیں مٹتی جا رہی ہیں۔ صرف سوچ ہے۔"

"ہاں۔ صرف تمھاری سوچ ہے۔"

"تمھارے کان اس دنیا کی کوئی آواز نہیں سن رہے ہیں، صرف میری آواز سن رہے ہیں۔"

"ہاں۔ صرف تمھاری آواز سن رہے ہیں۔"

"اب تم میری محکوم ہو۔ میرے حکم کی تعمیل کرتی رہو گی۔"

"میں تمھارے حکم کی تعمیل کرتی رہوں گی۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تمھارا غدار بھائی ان دشمنوں کے ہاتھوں مارا جائے جنھیں وہ پناہ دیتا رہا ہے۔ تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں وہی چاہتی ہوں جو تم چاہتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ بھوانی شنکر کی ٹیم میں ٹونی کیا رول ادا کر رہا ہے؟"

"وہ درمیان کا آدمی ہے۔ میرا پیغام بھائی جان تک پہنچاتا ہے اور بھائی جان کا پیغام میرے پاس لاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھوانی شنکر کو آزاد کرانے کی کوششیں کرتا رہتا ہے۔"

اچھا۔ اب ٹیلیفون کے پاس چلو اور ٹونی کو کال کرو۔"

وہ سحر زدہ سی ہو کر ڈرائنگ روم کی طرف جانے لگی۔ میں اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ وہ پلکیں نہیں جھپک رہی تھی۔ ایک ٹک سامنے دیکھتی ہوئی چل رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"ٹونی سے رابطہ قائم ہونے کے بعد جو باتیں تمھارے دماغ میں آتی رہیں وہی کہتی جانا۔ کیا تمھیں ٹونی کا فون نمبر یاد ہے؟"

"نہیں۔ ابھی میرے دماغ سے سب کچھ مٹ گیا ہے۔"

"میں حکم دیتا ہوں کہ صوفہ پر بیٹھ جاؤ اور ٹونی کا فون نمبر یاد کرو۔ اب سے تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے اس نے تمھیں کس نمبر پر کال کرنے کے لیے کہا تھا؟"

وہ ٹیلیفون کے قریب صوفہ پر بیٹھ گئی۔ چند لمحوں تک سوچتی رہی پھر سر اٹھا کر ٹونی سے رابطہ قائم کرنے لگی۔

اب میں اس کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ میں چاہتا تھا کہ اس کی سوچ میں بولتا رہوں اور وہی باتیں وہ ٹونی سے فون پر بولتی رہے۔ اسی لیے میں نے اس سے کہا تھا کہ جو باتیں تمھارے دماغ میں آتی رہیں، وہی بولتی چلی جاؤ۔

رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے ٹونی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو!"

جواب میں وہ بولی۔ "ہیلو۔ میں روزینہ بول رہی ہوں۔ تم ٹونی ہو ناں؟"

"ہاں۔ میں ٹونی ہوں۔ کیا اس آدمی کو کوٹھی میں لے آئی ہو؟"

میں نے روزینہ کی سوچ میں کہا۔ "ہاں۔ وہ شخص میرے بیڈ روم میں ہے لیکن تم اور لیس کے ساتھ یہاں مت آنا۔ میں اپنے طور پر ایک گیم کھیل رہی ہوں۔"

"کیسا گیم؟" ٹونی نے پوچھا۔

روزینہ پھر میری سوچ کے مطابق کہنے لگی۔ "یہ شخص جو میرے بیڈ روم میں ہے، میرے بہت کام کا آدمی ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ بھوانی شنکر اس وقت کہاں ہے۔"

"کہاں ہے؟" ٹونی کی جوشیلی اور جذباتی آواز سنائی دی۔ "روزینہ بتاؤ ہمارا ایڈریس کہاں ہے۔ زیادہ تفصیل میں نہ جاؤ۔ وقت برباد نہ کرو۔ فوراً بتاؤ۔"

"سوری۔ میں فوراً ہی نہیں بتا سکتی۔ پہلے میری ایک شرط سن لو۔ میں اپنے بھائی احمد شیخ کو تڑپ تڑپ کر مرتے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ ہوش میں تو ہو؟ اب تک اپنے بھائی جان کی خاطر جان دینے کے لیے تیار تھیں۔ ان کے لیے تم ہمارے ہر حکم پر عمل کر رہی تھیں۔ اب اچانک ہی تم بھائی کے خلاف کیسے ہو گئیں؟ ایسی کیا بات ہے کہ تم اس کی دشمن بن گئی ہو؟"

"پہلے میں نادان تھی۔ میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ بھائی جان مر جائیں گے تو ان کی تمام جائداد میرے حصے میں آ جائے گی۔ اب مجھے عقل آ گئی ہے۔"

"میں عقل نہیں آئی ہے، بلکہ تمھاری کھوپڑی الٹ گئی ہے۔ ہم نے مصلحتاً احمد شیخ کو قیدی بنا کر رکھا ہے لیکن ہم اس کی جان کے دشمن نہیں ہیں۔ وہ ہمارے بہت کام کا آدمی ہے۔ تم یہ خیال دل سے نکال دو کہ ہم کسی مجبوری کے تحت اس کی جان لے سکتے ہیں۔ یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ تم اپنے بھائی سے غداری کر رہی ہو۔"

"جب بھائی جان کو اپنے ملک سے غداری کرتے شرم نہیں آئی تو مجھے ان سے غداری کرتے ہوئے کیوں شرم آئے گی۔ تم فضول باتوں میں خود بھی وقت ضائع کر رہے ہو، کام کی بات کرو۔ بھوانی شنکر تک پہنچنا چاہتے ہو تو بھائی جان کو میری کوٹھی میں لے آؤ اور یہاں میری نگاہوں کے سامنے انھیں ذبح کر ڈالو۔ تم بھی طرح سوچ لو کہ تم لوگوں کی نظروں میں بھوانی شنکر کی زندگی زیادہ اہم ہے یا احمد شیخ کی؟"

ٹونی نے جواب دیا۔ "اپنے فرائض کے پیش نظر ہمارے لیڈر کی زندگی اہم ہے۔ تم جانتی ہو کہ اس ملک کے کتنے اہم راز لیڈر کے پاس محفوظ ہیں۔ ہم ہر حال میں یہی چاہیں گے کہ لیڈر ان رازوں کے ساتھ صحیح سلامت یہاں سے نکل جائے۔"

ٹونی وغیرہ کو پتہ نہیں تھا کہ ان کے لیڈر کا آپریشن کر کے وہ تمام راز نکال لیے گئے ہیں۔ میں نے مسکرا کر روزینہ کی سوچ میں کہا۔

"تو پھر تمھیں یہی فیصلہ کرنا چاہیے کہ بھائی جان مر جائیں اور بھوانی شنکر صحیح سلامت یہاں سے چلا جائے۔"

"ہوں۔" ٹونی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہم کیسے یقین کریں کہ احمد شیخ کے مرنے کے بعد تم بھوانی شنکر تک ہماری صحیح رہنمائی

www.Azeem Pasand.com

کرو گی؟"

"یہ تو میں ابھی تمہیں بتائے دیتی ہوں۔ بھوانی شنکر اس وقت پولیس ہسپتال کے اسپیشل وارڈ کے کمرہ نمبر دس میں ہے۔ تم میری اس اطلاع کی تصدیق کر لو۔ ویسے وہاں سخت پہرہ ہے۔ وہاں سنبھل کر جانا۔"

"تم میری فکر نہ کرو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے مجھ پر کیسے بھروسہ کر لیا؟ اگر میں بھوانی شنکر تک پہنچنے کے بعد تمہارے بھائی کو ہمیشہ کے لیے ختم نہ کر دوں تو تم میرا کیا بگاڑ لو گی؟"

"ٹونی! میں نے بھوانی شنکر کے متعلق صرف اتنا بتایا ہے کہ وہ ہسپتال میں ہے لیکن میں نے وہاں پہرہ دینے والوں کی بلیک زبردست کمزوری نہیں بتائی ہے۔ اگر وہ کمزوری میں تمہیں بتا دوں تو تم بڑی آسانی سے اپنے لیڈر کو وہاں سے نکال لاؤ گے۔"

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہسپتال جاؤ، میری سچائی کا ثبوت مل جائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ ابھی میں دوبارہ تمہیں فون کروں گا۔"

دوسری طرف اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے روزینہ سے کہا کہ جب تک میں اسے مخاطب نہ کروں، وہ خاموش بیٹھی رہے۔ وہ چپ چاپ بیٹھی سامنے دیوار کی طرف دیکھتی رہی۔ میں ایک صوفہ پر آرام سے بیٹھ کر ٹونی کے خیالات پڑھنے لگا۔

وہ سوچ رہا تھا۔ "روزینہ کے بیڈ روم میں جو شخص ہے اسی نے روزینہ کو بھوانی شنکر کے متعلق بتایا ہے لیکن اسے کیسے معلوم ہوا کہ بھارا ایسیڈر ہسپتال میں ہے۔ ہاں اسے معلوم ہو سکتا ہے کیونکہ وہ بھی انٹیلی جنس والوں کی قید میں تھا۔ شاید بھارا ایسیڈر بیمار ہے۔ اس نے اس بیمار کو دیکھا ہوگا۔ شاید اس کے سامنے اسے ہسپتال لے گئے ہوں گے اور اس شخص نے پہرہ دینے والوں کی کسی خاص کمزوری کو خاص طور سے نوٹ کیا ہوگا۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو، روزینہ اور اس اجنبی پر بھروسہ کرنا ہوگا اور ان پر کڑی نظر رکھنا ہوگی۔ اگر انھوں نے دھوکا دیا تو میں روزینہ کے بیڈ روم کو ٹائم بم سے اڑا دوں گا۔ وہ اپنے عاشق کے ساتھ اس خوابگاہ میں ہمیشہ کی نیند سو جائے گی۔"

یہ سوچ کر اس نے آواز دی۔ "یوسف! یہاں آؤ۔"

چند لمحے بعد یوسف کی آواز سنائی دی۔ ٹونی اسے ہدایات دینے لگا کہ وہ ایک ٹائم بم لیکر روزینہ کی کوٹھی میں جائے اور اس ٹائم بم کو کوٹھی میں کام کرنے والی ملازمہ کے حوالے کر دے۔ ملازمہ کسی کام کے بہانے جائے گی اور روزینہ کے پلنگ کے نیچے چھپا دے گی لیکن یہ اسی وقت ہوگا جب اس کوٹھی میں یا کوٹھی کے آس پاس روزینہ اور اس اجنبی کے علاوہ کوئی تیسرا شخص یا کوئی پولیس کا آدمی پایا جائے گا یعنی ٹونی کا منصوبہ یہ تھا کہ اگر میں اس کوٹھی میں روزینہ کے ساتھ تنہا رہوں گا تو ان کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ وہ اور اور رسیس مجھے سے نمٹ لیں گے۔ اگر کوئی پولیس کا آدمی ہو اور ان کے لیے کوئی لمبا جال پھیلایا گیا ہو تو وہ ٹائم بم کے ذریعے مجھے اور روزینہ کو ختم کر دیں گے اور اگر میری طرف سے کوئی دھوکا نہ ہوا تو روزینہ کی شرط کے مطابق احمد شیخ کو مار ڈالیں گے اور آئندہ مجھ سے دوستی قائم رکھیں گے۔

میں ٹونی کی تمام پلاننگ کو اچھی طرح پڑھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ مجھے کس طرح اپنا بچاؤ کرنا چاہیے۔ آدھ گھنٹے بعد ٹونی کا ٹیلیفون آیا۔ وہ ہسپتال سے واپس ٹونی کے پاس پہنچا اور اس اطلاع کی تصدیق کر دی۔ انٹیلی جنس والوں کا ایک قیدی کمرہ نمبر دس میں ہے اور اس کا نام محمود حسن ہے۔

ٹونی کو یقین ہو گیا کیونکہ بھوانی شنکر نے اس ملک میں آنے کے بعد محمود حسن رکھ لیا تھا۔ یہ نام سنتے ہی وہ سمجھ گیا کہ اس کا لیڈر ہسپتال کے کمرہ نمبر دس میں ہے۔ اب وہ بے چینی سے سوچ رہا تھا کہ وہ کس طرح جلد سے جلد اپنے لیڈر کو ہسپتال سے نکال کر لا سکتا ہے۔ یوسف نامی کے جس آدمی کو اس نے ٹائم بم دے کر اس کوٹھی میں بھیجا تھا، اس نے وہ ٹائم بم سپرنٹنڈنٹ کوارٹر میں جا کر ملازمہ کو دیا تھا اور ٹونی کو جا کر رپورٹ دی تھی کہ کوٹھی کے آس پاس کوئی پولیس کا آدمی نہیں ہے۔ ملازمہ بھی ایک کوٹھی کے اندر آ کر یہ دیکھ چکی تھی کہ وہاں صرف اس کی مالکن ایک اجنبی کے ساتھ صوفے پر بیٹھی ہوئی ہے اور کوئی تیسرا شخص وہاں موجود نہیں ہے۔

اب ٹونی ہر طرح سے مطمئن ہو کر ہماری طرف آ رہا تھا۔ میں نے روزینہ سے کہا۔

"تم پلکیں نہیں جھپک رہی ہو، تمہیں پلکیں جھپکنا چاہیے۔"

وہ مسلسل پلکیں جھپکنے لگی۔ میں نے کہا۔

"اس طرح نہیں، ٹھہر ٹھہر کر۔ عام حالات میں جس طرح وقفے وقفے سے پلکیں جھپکائی جاتی ہیں، اسی طرح وقفے کا خیال رکھو تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ سکے کہ تم سحر زدہ ہو یا تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔"

وہ نہایت اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر پلکیں جھپکانے لگی۔ میں نے کہا۔

"میں جو کچھ پوچھوں گا، تم صحیح جواب دو گی۔"

"میں صحیح جواب دوں گی۔"

"اب سے پہلے تمہاری زندگی میں کتنے مرد آ چکے ہیں؟"

"ایک بھی نہیں۔ میں کسی مرد سے شکست نہیں کھانا چاہتی۔ سوچ کر میرے غرور کو ٹھیس پہنچتی ہے کہ کوئی مجھے زیر کرے گا۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ مسعود بن کو چھوڑ کر مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتی تھی محض اپنے غرور کی خاطر وہ اب تک بال بال کنواری تھی۔

میں نے ایک انگلی سے ٹھوڑی کو چھو کر اس کے سر کو اٹھایا۔ میری مکروہ تھی۔ میری شخصیت کے سامنے اپنے غرور کو بھول گئی تھی۔ میں نے کہا۔

"اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دو اور آزادی سے سوچو کہ تم کیا محسوس کر رہی ہو؟"

وہ میرے حکم کے مطابق عمل کرتی ہوئی سوچ رہی تھی۔

"آہ! میں نہیں چاہتی کہ یہ آہنی باز مجھے اپنی گرفت میں لے کر پیس کر دیں مگر پتہ نہیں کیوں میرا دل نہیں چاہتا کہ میں ان بازوؤں کی گرفت سے نکلنے کی جدوجہد کروں۔ اُف! میں کیا کروں میں تسلیم کرتی ہوں کہ ایک مرد اس طرح مجھ پر حاوی ہو جائے جیسے میرا غرور کر کیا ہوا؟ نہیں۔ اس بات سے تو کسی بات کا تجربہ نہ ہو، اس کے لیے خواہ مخواہ غرور نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے میں نہیں جانتی تھی کہ یوں سانسوں کی آندھیاں چلتی ہیں اور بدن کی عمارت انگڑائیاں لیتی ہے۔ نگاہوں کے سامنے سے دنیا مٹ جاتی ہے، تو میری آنکھوں میں ہوتا ہے، میں بند آنکھوں میں ہوتی ہوں اور رشتی رروازے کھلتی چلی جاتی ہوں۔"

وہ سوچ رہی تھی۔ اگرچہ اپنے لباس میں ایک بند کلی کی طرح تھی لیکن خیالوں کے طلسم کدے میں اپنے وجود کے کتنے ہی دروازے کھول رہی تھی۔ میں اس سے آگے نہ بڑھ سکا کیونکہ اسی وقت کوٹھی کے باہر ایک کار کے رکنے کی آواز سنائی دی تھی۔ میں نے کہا۔

"شاید ٹونی آ گیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ تم خیالوں کے طلسم کدے میں زیادہ دیر نہ رہ سکیں۔ کوئی بات نہیں۔ ان لوگوں سے نمٹ کر میں تمہیں پھر اسی جہان کی سیر کراؤں گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی دو شخص ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ میں نے سوچ کے ذریعے روزینہ کو حکم دیا۔ "آنے والوں سے میرا تعارف کراؤ۔"

روزینہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور میری طرف اشارہ کرتی ہوئی ٹونی سے بولی۔

"ٹونی! یہ میرے فرینڈ ہیں۔ ان کا نام....."

میں نے سوچ کے ذریعے بتایا کہ میرا نام فرہاد ہے۔ وہ کہنے لگی۔

"ان کا نام فرہاد ہے اور فرہاد یہ ٹونی ہیں اور یہ ادریس ہیں۔"

ان دونوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ ٹونی نے کہا۔

"مسٹر فرہاد! تم پر اعتماد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ہم اس اڑی کی تلاشی لیں۔"

"بے شک، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

میرا جواب سن کر وہ دونوں مختلف کمروں میں یہ دیکھنے چلے گئے شاید وہاں کوئی میرا مددگار چھپا ہوا ہو۔ واپس آ کر ٹونی نے حیرت سے کہا۔

"تعجب ہے، تم یہاں بالکل تنہا ہو۔ کیا تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ ہم تمہیں تنہا پا کر اپنی طاقت سے یا ریوالور وغیرہ کے ذریعے بے بس کر سکتے ہیں؟"

میں نے جواب دیا۔ "میرے پاس اتنی بڑی طاقت ہے کہ اس کے آگے تم سب بے بس ہو اور وہ طاقت ہے میری معلومات۔ میں اپنی معلومات کے ذریعے تمہارے لیڈر کو ہسپتال سے نکال کر لا سکتا ہوں۔"

"تم اسے کب تک وہاں سے لا سکتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "ابھی وہ سخت بیمار اور زخمی ہے۔ اگر تم لوگ کسی آرام دہ گاڑی کا انتظام کرو گے تو آج رات ہی ہم اسے لے آئیں گے۔"

"ہم انتظام کر لیں گے مگر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم ہمیں دھوکا نہیں دو گے؟"

"میں اپنی سچائی کا یقین نہیں دلا سکتا، اس لیے میں یہی کہوں گا کہ فی الحال مجھ پر اعتماد نہ کرو، دور ہی دور سے تماشہ دیکھو کہ میں کس طرح تمہارے لیڈر کو ہسپتال سے لیکر آؤں گا۔ میرے ساتھ تمہارا ڈرائیور ہوگا۔ تم جہاں کہو گے، میں تمہارے لیڈر کو پہنچا دوں گا مگر میری ایک شرط ہے۔ میں بھی تمہارے لیڈر کے ساتھ سرحد پار کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم سرحد پار کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"اس ملک کو چھوڑنے کی کچھ ایسی وجوہات ہیں۔ میں ابھی نہیں بتا سکتا اور بہتر یہ ہے کہ کچھ پوچھ کر کیا کرو گے۔ تم صرف اپنے مقصد پر نظر رکھو۔"

"اچھی بات ہے۔ تمہاری شرط پوری کر دی جائے گی۔"

"تم محض وعدہ کرتے ہو۔ ابھی تم نے روزینہ سے وعدہ کیا تھا کہ احمد شیخ کو یہاں لاؤ گے اور اسے تڑپا تڑپا کر مارو گے۔"

"ہم ابھی اپنا وعدہ پورا کر سکتے ہیں لیکن احمد شیخ کو یہاں دفنا دیا جائے گی تو وہ چیخے گا، چلائے گا۔ اس کی چیخ و پکار سن کر محلے والے جمع ہو جائیں گے اور اس طرح ہم قانونی گرفت میں آ جائیں گے۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ میں سوچنے لگا۔ اس نے کہا۔

"ہم نے احمد شیخ کو جہاں قید کیا ہے، وہیں اسے ہلاک کر سکتے ہیں۔"

"ہم ایسے یقین کریں کہ تم سچ سچ اسے ہلاک کر دو گے۔ پھر یہ کہ روزینہ اپنے بھائی کو اذیتیں برداشت کرتے اور تڑپتے دیکھنا چاہتی ہے یا سننا چاہتی ہے۔ ہاں ایک تدبیر ہے۔ تم جہاں اسے ہلاک کرنا چاہتے ہو، کیا وہاں ٹیلیفون ہے؟"

"ہاں ٹیلیفون ہے مگر اس سے کیا ہوگا؟"

میں نے جواب دیا۔ "اس ٹیلیفون کے ذریعے روزینہ اپنے بھائی کی چیخیں سن سکتی ہے۔ تم وہاں پہنچ کر اس فون نمبر پر رنگ کرو۔ یہاں روزینہ ریسیور اٹھائے گی۔ اسی وقت تم احمد شیخ کی حجامت شروع کر دینا۔"

ٹونی نے کچھ حیرانی اور کچھ بے زاری سے پوچھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ روزینہ ایسا کیوں چاہتی ہے؟ کیوں روزینہ تم خاموش کیوں ہو؟"

میں فوراً ہی روزینہ کے دماغ میں بولنے لگا۔ وہ زبان سے وہ باتیں کہنے لگی۔

"بھائی جان کو تڑپ تڑپ کر مرتے دیکھ کر مجھے سکون ملے گا۔ اگر

یہ نظارہ نہ دیکھ سکی تو کوئی بات نہیں۔ کم از کم ان کی آخری چیخیں تو سن سکوں گی۔ ویسے تم اس سلسلے میں بحث کیوں کرتے ہو، فرہاد کے مشورے کے مطابق تمہیں صرف اپنے مقصد پر نظر رکھنی چاہیے۔"

"اچھی بات ہے۔" ٹونی نے آفیسر کے ساتھ باہر جاتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی تمہارے بھائی کے پاس پہنچ کر تمہیں کال کروں گا۔"

وہ دونوں باہر چلے گئے۔ میں نے کہا۔ "اُوہ، اب ہم خواب گاہ میں چلیں۔"

میں نے ایک ہاتھ میں ٹیلیفون اٹھالیا۔ پھر ہم جوانی کے نشے میں ڈگمگاتے ہوئے خواب گاہ میں آگئے۔

وہ بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ میں ٹیلیفون کو سرہانے کی میز پر رکھ کر لیٹ گیا۔ اس کے بعد ٹونی کے خیالات پڑھنے لگا۔ روزینہ سے پہلے ضروری تھا کہ میں دشمنوں کی بھی خبر رکھتا اور ان کی حرکتوں کو سمجھتا رہتا۔ پھر یہی ضروری تھا کہ میں اس اڈے سے واقف ہو جاتا، جہاں احمد شیخ کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔

اس وقت ٹونی، آفیسر سے کہہ رہا تھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے یہ ہم فرہاد پر بھروسہ کر سکتے ہیں؟"

آفیسر نے جواب دیا۔ "فرہاد نے ہسپتال تک صحیح رہنمائی کی ہے اس لیے میں سوچتا ہوں کہ کسی حد تک اس پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ لیڈر کو ہسپتال سے لاتے وقت ہم فرہاد کے ساتھ نہیں رہیں گے۔ اس سے کہا جائے گا کہ وہ فلاں جگہ لیڈر کو پہنچا دے۔ اس وقت تک ہم اس کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ جب یقین ہو جائے گا کہ وہ بالکل تنہا ہے، پولیس والے اس کے ساتھ نہیں ہیں اور وہ ہمیں دھوکا نہیں دے رہا ہے تو پھر ہم اسے سرحد پار کرنے کے صحیح مقام تک لے جائیں گے۔"

"ہوں۔ یہی میں بھی سوچ رہا ہوں۔ اب احمد شیخ کا مسئلہ رہ گیا ہے۔ ہم لیڈر کی اجازت کے بغیر احمد شیخ کو ہلاک نہیں کر سکیں گے۔ میں جانتا ہوں، احمد شیخ اتنے کام کا آدمی ہے کہ لیڈر اس سے ناراض ہونے کے باوجود اسے ہلاک کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔"

"پھر کیا ہوگا؟ روزینہ کی شرط کیسے پوری ہوگی؟"

"نہایت آسانی سے۔ ہم احمد شیخ کو تمام حالات سے باخبر کر دیں گے اور اس سے کہیں گے کہ وہ فون کے ریسیور کے سامنے بیٹھ کر اتنے درد و کرب سے چیخے، جیسے سچ مچ اس کی جان نکل رہی ہو۔ آج شام تک روزینہ اور فرہاد کو کسی طرح بہلا کر رکھنا ہوگا اور یہ یقین لانا ہوگا کہ احمد شیخ مارا جا چکا ہے۔ ہم کسی شخص کو ہلاک کر کے اس کا چہرہ بگاڑ دیں گے۔ اسے احمد شیخ کے کپڑے پہنا دیں گے اور اس لاش کو روزینہ تک پہنچا دیں گے۔"

میں خاموشی سے بستر پر لیٹا ہوا ان کے منصوبوں کو پڑھ رہا تھا۔ میرے بستر پر ایک نوخیز کلی کھلنے کے لیے بے تاب بیٹھی تھی مگر اسے چھوئے ہوئے مرتعہ نہیں مل رہا تھا۔ روزینہ تفریح کا سامان بن کر آئی تھی، ساتھ میں ہنگامہ لائی تھی، لہٰذا پہلے ہنگاموں سے نمٹنا ضروری تھا۔

ان کی دھاندلی اور دھونس بازی کا علم ہوتے ہی میں اور زیادہ توجہ سے ان کی باتیں سننے لگا، کیونکہ اس وقت وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا ٹونی کو اسی اڈے کی طرف لیجا رہا تھا، جہاں احمد شیخ کو چھپایا گیا تھا۔ اب میں اس جگہ کا پتہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔

میری خیال خوانی کے علم کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ذہن کے اُن حصوں کو سمجھا جائے جنہیں شعور، لاشعور اور تحت الشعور کہتے ہیں۔ جب ہم پیدل چلتے ہیں یا کار ڈرائیو کرتے ہیں تو اس وقت کبھی شعور، لاشعوری طور پر ہماری رفتار یا ڈرائیونگ دماغ کے کنٹرول میں ہوتی ہے۔ ہم اپنے ہم سفر سے باتیں کرتے رہتے ہیں، لیکن دماغ چپکے چپکے کتنا مسلسل کراس روڈ سے گذر رہے ہیں۔ اب ملتان روڈ پر مڑ رہے ہیں۔ آگے جا کر جناح باغ کی طرف گھوم جانا ہے۔ مختصر یہ کہ دماغ رہنمائی کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح فرہاد کا دماغ کہہ رہا تھا کہ وہ کون راستوں سے گذرتا ہوا شاہدرہ کی طرف جا رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک ویران سے مکان کے سامنے کار روک دی۔ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے اس مکان کا مکمل پتہ معلوم کر لیا۔ بعد میں نے شہباز خان سے سوچ کا رابطہ قائم کیا۔ اس وقت وہ ریڈیو پر بیٹھا ہوا میرے ہی متعلق ایک افسر سے گفتگو کر رہا تھا اور میری تعریف زمین و آسمان کے قلابے ملا رہا تھا۔

میں نے فون کا ریسیور اٹھا کر اس کے فون کے نمبر ڈائل کیے قائم ہوتے ہی میں نے کہا۔

"ہیلو شہباز! میری آواز پہچانو۔"

اس نے خوش ہو کر چہکتے ہوئے کہا۔ "ارے فرہاد! میں تو تمہاری آواز پہچان سکتا ہوں۔ تم اس وقت کہاں ہو؟"

"میں سمن آباد میں ہوں۔ میرے پہلو میں وہی حسینہ ہے جس کے لیے تم نے مجھے چیلنج کیا تھا۔"

"کیا واقعی؟" اُس نے حیرانی سے پوچھا۔ "یار! تم اتنی جلدی کامیاب کیسے ہو گئے؟ کوئی طلسمی جڑی بوٹی سونگھا دی ہے کیا؟"

"ہاں۔ کچھ ایسی ہی بات ہے مگر اب تم کام کی بات سنو۔ تمہارے پاس وطن دشمنوں کی جو فہرست ہے، کیا اس میں احمد شیخ کا نام بھی ہے؟"

"ہاں۔ وہ تو سرفہرست ہے۔ وہ پنڈی کا رہنے والا ہے۔ دونوں پہلے سیکریٹریٹ میں ایک اعلیٰ عہدے پر تھا مگر اب قانون سے بھاگا پھر رہا ہے۔ کیا تم اس کے متعلق کچھ جانتے ہو؟"

"ہاں۔ میں جانتا ہوں کہ اس وقت وہ کہاں چھپا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ دشمن ملک کے چند جاسوس بھی ہیں۔"

شہباز کی بے چینی بڑھ گئی۔ وہ فرض شناس افسر تمام روداد

سنے کو ایک دم بھول گیا۔ اس نے کہا۔ "فرہاد! وقت ضائع نہ کرو۔ جلدی بتاؤ، وہ تمام دشمن کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

میں اسے اُس مکان کا مکمل پتہ بتانے لگا۔ اسے یہ بھی بتا دیا کہ بہت محتاط ہو کر اس مکان کا محاصرہ کیا جائے کیونکہ وہ لوگ بھی مسلح ہوں گے ہو سکتا ہے کہ وہ مقابلے پر اتر آئیں۔

میری باتیں سننے کے بعد شہباز نے اس فون کا نمبر مجھ سے لیا، جو اس وقت روزینہ کے بیڈ روم میں رکھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اس مکان پر ریڈ کرنے کے بعد وہ مجھ سے دوبارہ رابطہ قائم کرے گا۔

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ اب مجھے یہ معلوم کرنا تھا کہ شہباز سے باتیں کرنے کے دوران ٹونی نے مجھے فون پر کال کیا تھا یا نہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے میں ٹونی کے دماغ میں جھانکنے لگا۔

اس وقت وہ احمد شیخ سے کہہ رہا تھا۔ "شیخ! اچھی طرح سمجھ لو۔ تمہیں اس طرح چیخنا چلانا ہوگا جیسے تمہیں ذبح کیا جا رہا ہو۔ فرہاد اور روزینہ یہ سمجھیں کہ تم واقعی تکلیف میں مبتلا ہو۔ کیا تم یہ بات سمجھ گئے ہو؟"

احمد شیخ کا جواب ٹونی کے دماغ سے نشر ہونے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تم فکر نہ کرو ٹونی۔ میری ایکٹنگ پر تمہیں شبہ نہیں ہوگا۔ ویسے مجھے اب یقین نہیں آ رہا ہے کہ میری بہن میری جان کی دشمن بن گئی ہے۔"

ٹونی نے کہا۔ "دولت اور جائداد کے لیے بیٹا باپ کا گلا کاٹتا ہے اور بھائی بھائی کا خون کرتا ہے۔ تمہاری لاڈلی بہن بھی یہی کر رہی ہے۔ یقین کرنا چاہتے ہو تو ریسیور اٹھا کر اسے کال کرو۔ ابھی پتہ چل جائے گا۔ یوں بھی میں اسے کال کرنے والا ہوں۔ تم اس سے باتیں کرو۔ جب وہ کہے گی کہ واقعی تمہیں پٹتے اور مرتے دیکھنا چاہتی ہے تو اسی وقت ہم ڈرامہ شروع کر دیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔" وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

میں نے اپنے قریب رکھے ہوئے فون کی جانب دیکھا چند لمحے بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے روزینہ سے کہا۔

"تمہارے بھائی کا فون ہے، ریسیور اٹھا کر ہیلو کہو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر "ہیلو" کہا۔ دوسری طرف سے احمد شیخ کی آواز آئی۔ وہ روزینہ کو لاڈلی بہن کہہ کر مخاطب کر رہا تھا۔ میں نے روزینہ کی سوچ میں کہا۔

"خبردار! مجھے بہن نہ کہنا۔ میرے وطن کا دشمن میرا بھائی نہیں ہو سکتا۔ میں تم پر تھوکتی ہوں۔ آخ تھو۔۔۔۔!"

روزینہ میری سوچ کے مطابق کتنی جارحانہ تھی۔ میری سوچ کے مطابق ہی اس نے تھوک دیا تھا! اس پر احمد شیخ جھلا کر گالیاں دینے لگا۔ میں نے خیال کی اسکرین پر دیکھا۔ ٹونی نے احمد شیخ سے ریسیور چھین لیا تھا وہ کہہ رہا تھا۔

"روزینہ! میں تمہارے بھائی کو ان گالیوں کا مزہ چکھاتا ہوں۔ اب تم اپنے ریسیور سے اس کی چیخ و پکار سنتی رہو۔"

یہ کہتے ہی ایک چیخ نکلی، آواز سنائی دی جیسے ٹونی نے طمانچہ مارا ہو۔ احمد شیخ چیخنے لگا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ طمانچہ نہیں تھا۔ وہ ہاتھ سے اس طرح تالی بجائی گئی تھی کہ فون پر طمانچے کی آواز معلوم ہو۔

میں نے روزینہ کے ہاتھ سے ریسیور لے کر میز پر رکھ دیا۔ ریسیور سے احمد شیخ چیخ رہا تھا۔ "ہائے! میں مر گیا۔۔۔۔"

اُس کی غیرت مر رہی تھی۔ پہلی بار اس کی غیرت اُس وقت مر گئی تھی جب وہ غدار بن کر اپنے ملک کے اہم راز بیچ رہا تھا۔ دوسری بار اس کی غیرت یوں مر رہی تھی کہ اس کی بہن اپنے جسم کو سستا کر رہی تھی۔ میں نے بہن کا لفظ غلط استعمال کیا کیونکہ ماں، بہن، بیٹی سب ہی کی عزت ہوتی ہے۔ امیر ہو یا غریب، دوست ہو یا دشمن، سب ہی کی عزت ہوتی ہے لیکن روزینہ کسی کی بہن نہیں ہو سکتی تھی۔ کوئی محب وطن ایسی عورت کو بہن نہیں کہے گا جو اپنے بھائی کے شانہ بشانہ اپنے وطن سے دشمنی کر رہی ہو اس لیے میں اس سے دشمنی کر رہا تھا۔

اسی وقت میز پر رکھے ہوئے ریسیور سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ میں سمجھ گیا کہ شہباز خان نے ریڈ کیا ہے۔ شاید کسی کو گولی لگی تھی۔ ریسیور کے قریب ہی کسی کی چیخ سنائی دی۔ روزینہ کے حلق سے بھی ایک چیخ نکلی پے در پے فائرنگ سے ہماری خوابگاہ یوں گونج رہی تھی جیسے اسی خوابگاہ میں فائرنگ ہو رہی ہو۔ روزینہ پر کسی فائرنگ نہیں کی تھی۔ کسی نے اسے ذبح نہیں کیا تھا مگر اس نے نظریں جھکا لیں۔

ایک مغرور لڑکی نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

میں نے کہا۔ "تم آنکھیں بند کرلو آدھ گھنٹے کے بعد بیدار ہوجانا!"

اس نے حکم کے مطابق آنکھیں بند کرلیں۔ اس وقت ریسیور سے بھی فائرنگ کی آوازیں نہیں آرہی تھیں۔ میں نے ریسیور کو کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر اپنے کپڑے اٹھا کر باتھ روم میں چلا گیا۔

آدھ گھنٹے بعد میں شیو کرکے اور غسل کرکے تازہ دم ہوگیا۔ باتھ روم سے نکل کر بیڈ روم میں آیا۔ روزینہ بیدار ہوگئی تھی اور ملازمہ کو بلا کر پوچھ رہی تھی کہ میں کہاں چلا گیا ہوں۔ میں نے کمرے میں آکر کہا۔ "میں یہاں ہوں!"

میری آواز سنتے ہی اس نے جلدی سے چادر کو اٹھا کر اپنے جسم کو ڈھانپ لیا۔ اس وقت وہ دوسرے مزاج کی لڑکی تھی۔ تنزیلی عمل کے دوران اس پر جو کھلی گندی تھی، وہ اسے یاد تھا اور ان رنگین یادوں سے محظوظ ہو رہی تھی مگر تنزیلی عمل سے آزاد ہو کر پھر اس کا غرور مجروح کر رہا تھا کہ اسے کسی مرد سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔

وہ کش مکش میں مبتلا تھی۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا اور ملازمہ کو گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔ اسے دیکھتے ہی مجھے یاد آگیا تھا کہ اس کے پاس ایک عدد ٹائم بم ہے۔ ہوسکتا تھا کہ اس وقت وہ بستر کے نیچے وہی ٹائم بم رکھنے آئی ہو۔ اس نے بھی بھی نظروں سے محسوس کرلیا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ وہ گھوم کر خوابگاہ سے باہر جانے لگی۔

میں نے روزینہ کو حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا غرور ٹوٹ چکا ہے۔ اب تم لباس پہنو یا نہ پہنو، چادر میں خود کو چھپاؤ یا نہ چھپاؤ، تم ننگی ہو اور ننگی رہو گی۔ میں تم پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتا۔"

وہ اپنی توہین کے احساس سے سُرخ ہوگئی۔ میں نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ اس سے منہ پھیر کر بیڈ روم کے باہر آگیا۔ ملازمہ کوٹھی کے باہر جا رہی تھی۔ میں اس کے پیچھے جاتے ہوئے اس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔

وہ یوسف کے متعلق سوچ رہی تھی۔ وہی یوسف جو ٹوٹی کی آواز کار تھا اور ملازمہ کے پاس ٹائم بم لے کر آیا تھا۔ ملازمہ کی سوچ کے مطابق یوسف کوٹھی کے باہر اس کا انتظار کر رہا تھا اور وہ بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔

میں نے باہر آکر دیکھا۔ یوسف میری کار کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ ملازمہ اس کے قریب پہنچ رہی تھی۔ یوسف مجھے دیکھتے ہی پلٹ کر جانے لگا۔ میں نے اسے آواز دی۔

"یوسف! اگر بھاگو، بھاگنے کی کوشش نہ کرو۔"

میرے للکارتے ہی وہ بھاگنے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"بہت تیری کی۔ میرے پاؤں کانپ رہے ہیں۔ دائیں سے بائیں لڑکھڑا رہے ہیں۔"

وہ دوڑتے وقت اپنے دماغ کے تابع تھا اس لیے جب دماغ نے کہا کہ وہ لڑکھڑا رہا ہے تو وہ فوراً ہی لڑکھڑا کر گر پڑا۔ میں نے دوڑ کر اس کی گردن پکڑ لی اور کہا۔

"اٹھو۔ کوٹھی میں واپس چلو۔"

وہ گھبرا کر بولا۔ "نن۔ نہیں۔ میں کوٹھی کے اندر نہیں جاؤں گا۔ میں نے کہا نا، کیسے نہیں جاؤ گے تمہارا باپ بھی جائے گا۔ میں اسے کھینچ کر لے جانے لگا۔ ملازمہ نے میرے راستے میں آکر کہا۔

"چھوڑ دے بابو۔ یہ میرا مرد ہے۔ اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ بم میں ابھی بستر کے نیچے رکھ کر آئی ہوں۔ تو مجھے پکڑ لے۔"

میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس وقت مجھ سے کتنی بڑی بھول ہوئی تھی۔ اگر میں بیڈ روم میں ملازمہ کے خیال کو پڑھ لیتا تو میں یہ سوچ کر روزینہ اس وقت موت کے بستر پر بیٹھی ہے میرے سوچنے ہی سوچنے کے اندر دیکھ لیتا۔ پتہ نہیں روزینہ کو جیسے کا بھی ملا تھا یا نہیں۔ دھماکے کی آواز سے میرے ذہن کو بھی جھٹکا لگا تھا۔ پاس کی کوٹھیوں سے بھی عورتوں کے چیخنے کی آوازیں آئی تھیں۔ اور ہر چیختی ہوئی کوٹھیوں سے باہر آرہی تھیں۔ ان کے ساتھ دھماکے نے یوسف کو کھینچتے ہوئے کہا۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ لوگوں سے جوتے نہ کھاؤ تو چپ چاپ یہاں سے چلو۔ میرے ساتھ کار میں بیٹھو۔ چلو جلدی کرو۔"

میرا دوستانہ رویہ دیکھ کر وہ ملازمہ کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے لگا۔ میں نے اسے کھینچ کر اگلی سیٹ پر بٹھایا۔ پھر جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ پر آکر کار اسٹارٹ کی اور تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے دور ہوتا چلا گیا۔

لوگ دھماکے سے اس قدر خوفزدہ ہوئے تھے کہ کوئی اس کی طرف قریب نہیں آیا تھا۔ شاید انھیں اس بات کا بھی خدشہ تھا کہ دھماکہ ہو سکتا ہے۔ اُن کے قریب نہ آنے سے مجھے اتنا موقع مل گیا کہ میں نے وہاں والوں کے سوالوں، ان کے لاتوں اور جوتوں سے خود کو بچا لیا۔

اُس علاقے سے دُور ہونے کے بعد جب ذرا اطمینان ہوا تو سب سے پہلے یہ خیال آیا کہ میں ننگے پاؤں بھاگ کر چلا آیا تھا۔ جوتے پلنگ کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ وہ بھی بستر کے ساتھ اُڑ گئے ہوں گے اور اس بستر پر بھی بیٹھی ہوئی تھی۔

آہ! زندگی کتنی ناپائیدار ہے۔ ابھی آدھ گھنٹہ پہلے وہ پارے کی طرح مچل رہی تھی۔ اس کی ہر ادا بتا رہی تھی کہ اس کے اندر کی حرارت ہے۔ وہ آئندہ بھی زندہ رہنا چاہتی ہے اور اپنی جوانی کا مجھ سے مجھ حسیوں کو بھی زندہ اور تازہ دم دیکھنا چاہتی ہے۔

انسان اپنی آئندہ زندگی کے متعلق بہت دُور تک سوچتا ہے مگر اگلے پل کی خبر نہیں ہوتی۔ ایک ٹھوکر لگتی ہے یا دھماکہ ہوتا ہے اور زندگی شیشہ محل ایک چھناکے سے ٹوٹ جاتا ہے اور جوانی کی سیج پر پھول کی پتیاں بکھر جاتی ہیں۔

مجھے یہ سوچ کر عجیب سا لگ رہا تھا کہ جو حسینہ ثابت و سالم ابھی میرے ہاتھوں میں کھیل رہی تھی، اب اس کے بدن کے چیتھڑے اُڑ گئے ہیں۔ میں چاہوں تو آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا میں اسی پرسنل سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ یوسف نے پوچھا۔

"آپ ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں؟"

اسے جواب دینے سے پہلے ہی منزل آگئی۔ آئی بی ڈیپارٹمنٹ والوں کی عمارت کو دیکھتے ہی اس نے سہم کر کہا۔

"آ۔ آپ ہمیں کس جہنم میں لے آئے ہیں؟"

میں نے جواب دیا۔ "تم نے جنت میں جانے کا کوئی کام نہیں کیا تھا اس لیے تمہیں جہنم میں لے آیا ہوں۔"

کار عمارت کے سامنے رُک گئی۔ وہ میرے سامنے ہاتھ جوڑنے اور گڑگڑانے لگا۔ ملازمہ بھی منتیں کرنے لگی کہ انھیں قانون کے حوالے نہ کیا جائے۔ میں نے یوسف کے سر پر ایک چپت جما کر کہا۔

"چپ، چاپ میرے ساتھ چلو۔ نہ تمہیں معافی ملے گی، نہ بھاگنے کا موقع ملے گا۔"

میں کار سے اُتر کر اسے کھینچتا ہوا سب انسپکٹر کے کمرے میں لے آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یوسف اور ملازمہ کو حراست میں رکھے اور مجھے اپنے کسی آفیسر سے ملائے۔ میں جانتا تھا کہ شہباز خان اپنے مشن سے ابھی واپس نہیں آیا ہوگا۔ اگر وہ موجود ہوتا تو میرا نام سنتے ہی بھاگا چلا آتا۔ ویسے بھی میری دلچسپی زیادہ وہاں میرا نام تمام افسران کی زبان پر تھا، کیونکہ میری آمد کی اطلاع ملتے ہی ایک افسر فوراً ہی چلا آیا۔ اس نے گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر فرہاد! آپ کی اطلاع بالکل دُرست تھی۔ احمد شیخ اور دوسرے مجرم گرفتار ہوگئے ہیں۔ شہباز خان نے بڑی کامیابی سے محاصرہ کرکے انھیں ہیلی کاپٹر پر مجبور کیا۔ اب انھیں لے کر یہاں پہنچنے ہی والا ہے۔"

میں نے کہا۔ "چلو اچھا ہے، شہباز سے یہیں ملاقات ہو جائے گی۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے اس ہال نما کمرے میں پہنچے، جہاں پہلے میں کو بہ حیثیت ملزم لایا گیا تھا۔ وہاں دوسرے افسران جمع ہو رہے تھے۔ ڈائریکٹر مجرموں کو لیکر وہاں آنے ہی والا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی ڈائریکٹر جنرل نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ پھر اپنے قریب ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"فرہاد! تمہیں احمد شیخ اور اس کے ساتھیوں کے خفیہ اڈے کا پتہ کیسے ہوگیا؟"

میں نے قریب جھک کر آہستگی سے کہا۔ "میرے پاس معلومات کا ذریعہ ہے، اس کے متعلق میں صرف آپ کو اور شہباز کو تنہائی میں بتاؤں گا۔"

میں نے یہ بات اس لیے آہستگی سے کہی کہ دوسرے افسروں کو بُرا نہ لگے۔ تھوڑی دیر بعد شہباز مجرموں کو لیکر وہاں پہنچ گیا۔ ٹرین اور اوریس مجھے افسروں کے درمیان بیٹھے دیکھ کر یہ خیال قائم کرنے لگے کہ میں بھی انٹیلی جنس کا ایک افسر ہوں جو ایک مہم جال پھیلا کر انھیں یہاں تک لے آیا ہے۔ وہ مجھے گھور گھور کر کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے احمد شیخ کو پہلی بار دیکھا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر کا خبیث تھا۔ اسے دیکھ کر اس کی بہن یاد آگئی۔ اگرچہ وہ بھی دشمن تھی مگر مجھے اس کی موت کا افسوس ہوا۔ بے چاری نے جاتے جاتے تھوڑی دیر کے لیے اپنی جوانی کا قیمتی سرمایہ میرے حوالے کیا تھا۔ خدا اسے کروٹ کروٹ دوزخ نصیب کرے۔ آمین!

ڈائریکٹر جنرل نے حکم دیا کہ مجرموں کو فی الحال حوالات میں رکھا جائے۔ فرہاد سے ضروری گفتگو کرنے کے بعد ان مجرموں کو دوبارہ طلب کیا جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ مجھے اور شہباز کو اپنے ساتھ اپنے ایک پرائیویٹ ساؤنڈ پروف کمرے میں لے گیا۔

ڈائریکٹر جنرل نے ایک بڑی سی میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"فرہاد! پہلے ہمیں تم پر اعتماد نہیں تھا لیکن جس طرح تم نے محمود حسن کے جبڑوں کے قریب فلم کی بوسونگھ لی تھی اور وہاں تک ہماری رہنمائی کی تھی، اس سے تم پر اعتماد قائم ہوگیا۔ تم نہیں جانتے کہ تم نے کتنے اہم رازوں کو دشمنوں تک جانے سے بچا لیا ہے۔ پھر احمد شیخ اور دوسرے مجرم بھی تم نے ہی گرفتار کرائے ہیں۔ ہم تمہارے ان کارناموں کو بھلا نہیں سکتے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ آئندہ کسی مرحلے پر ہمارے دل میں تمہاری طرف سے کوئی بدگمانی پیدا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے کے سامنے پوری سچائی سے آئیں اور کوئی جھوٹ ایسا نہ بولیں جو لمحہ میں تلخیاں پیدا کرے۔"

میں نے ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اب ہمارے درمیان کوئی پردہ نہ رہے۔ پہلے میں نے یہ ظاہر کیا تھا کہ مجھ میں سونگھنے کی صلاحیت ہے اس صلاحیت کی بدولت میں نے سامی کو لے جانے والے دشمنوں کا پیچھا کیا اور محمود حسن قیدی کے جبڑے کے پاس پھینکی ہوئی ٹارکر و فلم کا پتہ چلا لیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس سونگھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔"

"تو پھر؟" ڈائریکٹر جنرل اور شہباز دونوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔

ڈائریکٹر جنرل نثیر حسن صاحب میرے منہ کو تکتے ہوئے سوچنے لگے۔

"یہ کیسے ممکن ہے۔ اگر اس کے پاس سونگھنے کی صلاحیت نہیں ہے تو پھر یہ جبڑے کے پاس چھپی ہوئی ٹارکر و فلم تک کیسے پہنچ گیا؟"

میں نے نثیر حسن صاحب سے مسکرا کر کہا۔

"جناب! اس وقت آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے اگر میرے پاس سونگھنے کی صلاحیت نہیں ہے تو میں جبڑے کے پاس

پھنسی ہوئی ہائیکر و فلم تک کیسے پہنچ گیا ہے؟"

شبیر حسن نے پھر ایک بار چونک کر کہا۔

"ارے واقعی میں ابھی یہی سوچ رہا تھا۔"

شہباز سوچنے لگا۔ "کمال ہے میرا یار تو عجیب عجیب صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہا ہے۔"

میں نے شہباز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اور تم اس وقت یہ سوچ رہے ہو کہ تمہارا یار تو عجیب عجیب صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہا ہے۔"

شہباز اپنی کرسی سے اچھل پڑا اور حیرانی سے بولا۔ "خدا کی قسم میں یہی سوچ رہا تھا۔ ارے تم کیا جادو جانتے ہو؟ جادو نہیں سوری ——— یہ تو ٹیلی پیتھی ہے۔"

ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ خیالات کو پڑھ لیتے ہو؟"

"جی ہاں۔" میں نے کہا۔ "آپ کی اس میز پر چند کونفیڈینشل فائلیں رکھی ہوئی ہیں۔ ان فائلوں میں کیا ہے؟ یہ شاید آپ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن میں بتا سکتا ہوں۔"

شبیر حسن اور شہباز دونوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ واقعی میں خیال خوانی جانتا ہوں۔ حالانکہ ابھی میں خیال خوانی کا مظاہرہ کر چکا تھا۔

شبیر حسن نے ایک فائل اٹھا کر کہا۔ "اچھا بتاؤ، اس کے پہلے صفحے پر کیا لکھا ہوا ہے؟"

میں نے کہا۔ "میں اس طرح نہیں بتا سکوں گا۔ ٹیلی پیتھی کا علم جاننے والے صرف خیال پڑھ سکتے ہیں۔ آپ اس فائل کو کھول کر دل ہی دل میں اس کا پہلا صفحہ پڑھیں، پھر دیکھیے کہ میں کس طرح آپ کے خیال کے ذریعے اس فائل کا راز چرا لیتا ہوں۔"

شبیر حسن نے پھر ایک بار بے یقینی سے مجھے دیکھتے ہوئے سوچا۔ "کیا واقعی یہ ہمارے فائلوں میں چھپے ہوئے رازوں تک پہنچ جائے گا؟ اس کی صلاحیتیں تو یہی بتا رہی ہیں۔"

میں نے ان سے کہا۔ "جناب! جو کچھ آپ سوچ رہے ہیں، میں اسے پڑھ رہا ہوں۔ میں یقیناً فائلوں میں چھپی ہوئی تحریروں تک پہنچ سکتا ہوں۔ آپ پڑھیے تو سہی۔۔۔۔"

وہ فائل کھول کر پڑھنے لگے۔ وہ خاموش تھے، صرف ان کا دماغ فائل کے پہلے صفحے کی تحریر پڑھ رہا تھا۔ تحریر کے پہلے حصے میں ایسی کوئی بات نہ تھی جس سے رازفاش ہونے کا خدشہ ہوتا اس لیے وہ اطمینان سے پڑھ رہے تھے۔ جب ان کا دماغ ایک سطر پڑھ لیتا تو میں اسی وقت اس سطر کو زبان سے دُہرا دیتا۔ دو چار سطروں کے بعد ہی انھوں نے فائل بند کر کے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"خدا کی قسم فرہاد! تم بہت خطرناک ہو۔ یعنی دشمنی کے دوران خطرناک ہو اور دوستی کے دوران رحمت کے فرشتے ہو۔"

شہباز نے پوچھا۔ "تم نے اس صلاحیت کو کہاں سے سیکھا؟"

میں نے جواب دیا۔ "پہلے مجھے مجرم سمجھا جا رہا تھا۔ اگر آپ یہ معلوم ہو جاتا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں تو پھر آپ لوگ کبھی جبر استعمال نہ کرتے۔ میری طرف سے ہمیشہ یہ ڈر لگا رہتا کہ میں آپ لوگوں کے راز دشمنوں تک پہنچ رہا ہوں اس لیے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ آپ کو اپنی صلاحیت پیش کروں۔ یہ قدرتی صلاحیتیں ہیں اور پھر یہ کہ ان کے ذریعے دوسرے تمام رازوں تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ میں دوسرے جلد ہی میری طرف سے مطمئن ہو گئے۔ اس دوران میں نے کئی دشمنوں کو پڑھے۔ جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ شہباز مجھ پر اعتماد کرنے لگا ہے اور دل سے اپنا دوست سمجھ رہا ہے تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں کام آؤں گا اور اسے بتا دوں گا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے ہر اس سوچ کو پڑھ لیا کرتا ہوں۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔ "فرہاد! تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ یہ صلاحیتیں بعض غلط راستوں پر بھی لے جا سکتی ہیں، اور صحیح راستوں پر بھی۔ تم نے صحیح سمت سے اب تک جتنے کام کیے ہیں، ان سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم محبِ وطن ہو اور ان دونوں صحیح راستوں پر چل رہے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ بھی تم اسی راستے پر چلتے رہو۔ کیا تم میرے محکمے میں کام کرنا پسند کرو گے؟"

میں نے جواب دیا۔ "ایک بار شہباز نے بھی یہی سوال کیا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ میں وطن کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار ہوں لیکن میں کسی تنظیم کا ممبر نہیں بنوں گا۔ شہباز کو جب بھی میری ضرورت ہوگی، میں اس کے کام آیا کروں گا۔"

"تمھیں باقاعدہ ملازمت کرنے میں اعتراض کیوں ہے؟"

سمجھنے کی کوشش کرو۔ جن محکموں میں بہت زیادہ رازداری برتی جاتی ہے، وہاں محکمے کے تمام افراد پر بھی مکمل اعتماد نہیں کیا جاتا، کہ یہ تم سے کوئی تعلق ہی نہیں رکھنا چاہتے ہو۔ صرف قانون اور وفاقی امور کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔ لہٰذا میں تمھیں بہترین مشورہ دیتا ہوں یہاں باقاعدہ ملازمت کرو اور ٹریننگ حاصل کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں تم پر زیادہ پابندیاں نہیں ہوں گی۔ تم یہاں اپنی مرضی سے آیا کرو گے۔ معاملات میں تمھیں صرف مشورے دیا کروں گا۔"

شہباز نے کہا۔ "ٹھیک ہے فرہاد! تم ہاں کہہ دو۔ اگر تم دفتر نہیں گئے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم تم سے رابطہ قائم کر لیا کریں گے یہاں صرف تمھارا نام ملازم کی حیثیت سے درج ہونا چاہیے۔ باقی کام ہو گا اسے تم اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کے ذریعے کرتے رہو گے اور میں تمھارے ساتھ رہا کروں گا۔"

میں نے ڈائریکٹر جنرل سے کہا۔ "مجھے آپ کی پیشکش منظور ہے

آپ ایک بات کی وضاحت کر دیں۔ کیا مجھے کچھ عرصے کے لیے اس ملک سے باہر جانے کی اجازت ملے گی؟"

"تم کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"وہاں، جہاں وہ لوگ میری سامی کرنے گئے ہیں۔ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ میں اس کے بُرے وقت میں کام آیا کروں گا اور اس وقت وہ دشمنوں میں گھری ہوئی ہے۔"

"کسی عورت کے عشق میں گرفتار ہو کر اپنے ملک کو چھوڑنا دانشمندی نہیں ہے۔ اس طرح تمھاری صلاحیتوں کو زنگ لگ جائے گا۔"

"اگر عشق سے نقصان پہنچے، فائدہ پہنچے، مثلاً کوئی عاشق اپنی محبوبہ کو حاصل کرنے کی خاطر گدال چلا کر دودھ کی نہر نکالتا ہے۔ محبوبہ ملے یا نہ ملے مگر بستی والوں کو پینے کے لیے دودھ مل جاتا ہے۔ تو ایسا عشق فائدہ مند ہوتا ہے۔ اگر میں سامی کے عشق میں وہاں جاؤں اور وہاں وہی رول ادا کروں جو اس ملک کے سیکرٹ ایجنٹ یہاں کر رہے ہیں تو کیا اس سے اپنے ملک کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ کم از کم اتنا فائدہ تو پہنچے گا کہ وہاں دشمن اپنے ملک کے خلاف جو منصوبے بنائیں گے، میں ان سے واقف ہو جایا کروں گا اور وہیں بیٹھے بیٹھے ان منصوبوں کا خاتمہ کر دوں گا۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "اچھا میں تمھاری تجویز پر غور کروں گا۔ اب ہمیں چلنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم احمد شیخ سے کچھ اہم باتیں اگلوا سکیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جناب! مجرموں سے جبراً کوئی بات اگلوانے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا آپ اتنی جلدی میری صلاحیتوں کو بھول گئے ہیں۔ میں تو یہاں بیٹھے بیٹھے احمد شیخ کے خیال سے اہم باتیں چرا کر آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہوں۔"

"او۔ ہاں۔ میں تو بھول ہی گیا تھا۔ کیا تم ابھی اس کے خیالات پڑھ سکتے ہو؟"

"جی ہاں۔" میں نے خاموش ہو کر احمد شیخ سے ذہنی رابطہ قائم کیا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے ڈائریکٹر جنرل سے کہا۔ "احمد شیخ اور ٹونی آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ احمد شیخ کہہ رہا ہے کہ ٹونی نے فرہاد پر بھروسہ کر کے انھیں مصیبت میں گرفتار کرایا ہے اور ٹونی کہہ رہا ہے کہ احمد شیخ کی بہن نے فرہاد سے یاری کر کے انھیں اس انجام تک پہنچایا ہے۔ ایسی صورت میں وہ خاموش نہیں رہیں گے اور احمد شیخ کو اپنے مقصد کی طرف موڑنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ تنہا اور خاموش رہے۔ آپ ان دونوں کو الگ الگ کمروں میں قید کرا دیں۔ اس کے بعد میں احمد شیخ سے تمام دبی چھپی باتیں اگلوا لوں گا۔"

ڈائریکٹر جنرل نے اسی وقت انٹر کام کے ذریعے حکم دیا کہ احمد شیخ اور ٹونی کو علیحدہ علیحدہ کمروں میں بند کیا جائے۔ اس کے بعد انھوں نے پوچھا

"یہ احمد شیخ کی بہن کا کیا قصہ ہے؟ کس ٹونی نے دوست کی بہن سے تمہارے بارے میں کیا کہا ہے؟"

کسی سے نہیں کہی تھی۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔۔۔۔"

میں مختصر طور سے بتانے لگا کہ کس طرح میں اس کے ذریعے ٹونی اور احمد شیخ تک پہنچ گیا تھا۔ میں نے ان رنگین ملاقات کا ذکر نہیں کیا جو روزینہ کے ساتھ گزارے تھے مگر شہباز زیرِ لب مسکراتے ہوئے مجھے دیکھنے لگا۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ میں فون پر کیسی کیسی جذباتی آوازیں اسے سنا رہا تھا اور اپنے پیار کو جتا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اطلاع ملی کہ احمد شیخ اور ٹونی کو علیحدہ کمروں میں بند کر دیا گیا ہے۔ میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں اور احمد شیخ کے دماغ میں جھانکنے لگا۔

اس وقت وہ جھلایا ہوا تھا اور یہ سب ٹونی کو گالیاں دے رہا تھا۔ میں نے اس کی ثابت سوچ میں سمجھایا

اب جھنجلانے سے کیا فائدہ۔ غیر آخر غیر ہوتے ہیں ——— میں غیروں سے بے اپنے صد سے دشمنی کرتا رہا۔ اس کا نتیجہ کیا ملا؟ بھوکا شکر کھانے کے لیے مرے جا رہے ہو۔ وہ میری غلطیوں کے باعث گرفتار ہوا ہے۔ اب ٹونی بھی نہ مرے گا، ہو سکتا ہے کہ میری ہی روزینہ سے فرہاد سے آشنائی کی وجہ سے گرفتار کرا دیا۔ میں ہر سو سے ان کے کام آ رہا ہوں اس کا صلہ مجھے یہ مل رہا ہے۔ میں اپنوں میں ہوں نہ بیگانوں میں۔ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ اب تو میں بری طرح پھنس گیا ہوں مگر اب ٹونی وغیرہ کو بھی نکلنے نہیں دوں گا، بلکہ ان دشمنوں کو بھی گرفتار کراؤں گا جو میرے ملک کے خلاف تخریبی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ مجھے ایک ایک کر کے ان کے نام اور ٹھکانوں کے متعلق سوچنا چاہیے۔۔۔۔"

اس کے دماغ میں اتنا سوچنے کے بعد میں خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد وہ اپنے طور پر سوچنے لگا

"نہیں۔ اب کون ایسا تخریب کار رہ گیا ہے جسے میں گرفتار نہ کرا سکوں۔ میرے علم میں کوئی ایسا نہیں ہے۔ جو لوگ تھے ان میں سے کچھ فرار ہو گئے ہیں۔ ٹونی بتا رہا تھا کہ وہ سلمیٰ قادر (سامی) کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ باقی جو بچے تھے وہ گرفتار ہو کر یہاں آ گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ٹونی کچھ تخریب کاروں کو جانتا ہو۔ وہ بھوائی شنکر کا دست راست ہے۔ اسے ضرور علم ہونا چاہیے۔"

میں نے احمد شیخ سے خیال کا رابطہ ختم کر دیا۔ پھر ڈائریکٹر جنرل سے وہ تمام باتیں بتائیں جو احمد شیخ کے دماغ سے نکلتی رہی تھیں۔ اس کے بعد میں نے ٹونی سے رابطہ قائم کیا۔ وہاں بھی وہ جھنجلایا ہوا تھا اور احمد شیخ کو گالیاں دے رہا تھا۔ میں نے اس کی ثابت سوچ میں کہا۔

"خواہ مخواہ جھنجلانے سے کیا فائدہ؟ ابھی مجھے احمد شیخ کی بہن روزینہ کے متعلق سوچنا چاہیے۔ پتہ نہیں وہ ٹائم بم کا شکار ہو چکی ہے یا

نہیں۔ یوسف سے بھی رابطہ قائم نہ ہوسکا۔ اگر وہ زندہ ہوتی تو پھر فرہاد سے یاری کرے گی۔ اگر اس دوران شیشل ہمارے لیڈر کو آزاد کرانے کے لیے میری طرح غلطی نہ کرے، یعنی روزینہ سے رابطہ قائم نہ کرے تو وہ بچ سے گا ورنہ وہ بھی فرہاد کی نظروں میں آجائے گا۔

"شیشل" ٹونی کی سوچ کے ذریعے ایک اور مجرم کا نام معلوم ہوا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

"یہ شیشل نہ جانے اس وقت کہاں ہوگا؟"

ٹونی کی سوچ نے کہا "اس کے متعلق کون جان سکتا ہے کہ وہ کہاں ہے۔ وہ تو اندھیرے کا بیٹا ہے۔ نہ جانے کدھر سے آتا ہے اور پھر کس اندھیرے میں جا کر چھپ جاتا ہے۔ اسے سب ہی بلیک گائیڈ کہتے ہیں۔ بھوانی شنکر بھی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے کس طرح ان نے حالات سے باخبر رہتا ہے اور کس طرح اچانک سی آڑے وقت پر ان کی مدد کے لیے پہنچ جاتا ہے؟ بہرحال اب وہی ہماری آخری امید ہے۔ اس مشن میں بھوانی شنکر اور احمد شیخ بہت اہم ہیں۔ میرے اہم تصیت میری ہے بلیک گائیڈ شیشل خاموشی سے تماشا نہیں دیکھ سکے گا۔ وہ ہم تینوں کو آزاد کرانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائے گا۔

میں بہت دیر تک ٹونی کے خیالات پڑھتا رہا۔ اس کے خیالات صرف یہ بتا رہے تھے کہ شیشل بہت ہی خطرناک اور اتنا پُراسرار ہے کہ اس مشن کا لیڈر بھوانی شنکر بھی اس کی رہائش اور مصروفیات کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا ہے۔

میں نے ڈائریکٹر جنرل کو ٹونی کی سوچ کے متعلق بتایا۔ شیشل کے بارے میں ادھوری معلومات تھیں۔ خود اس کے آدمی یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ بلیک گائیڈ کہاں پایا جاتا ہے اس لیے میں کسی سوچ کے ذریعے شیشل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن نے کہا "پھر تو مجبوری ہے۔ ہمیں اس وقت تک انتظار کرنا پڑے گا جب تک کہ بلیک گائیڈ اپنے اہم آدمیوں کی آزادی کے لیے ادھر کا رُخ نہیں کرے گا۔"

شہباز نے کہا "یہ بلیک گائیڈ کتنا ہی چالاک اور خطرناک کیوں نہ ہو وہ اس عمارت کے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔"

"ہمیں خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے۔" میں نے کہا "جس طرح دشمن یہ نہیں جانتے کہ ان سے نمٹنے کے لیے میرے پاس خیال خوانی کی صلاحیتیں ہیں اسی طرح ہم یہ نہیں جانتے کہ شیشل اپنے آدمیوں کو یہاں سے نکال لیجانے کے لیے کون سا حیرت انگیز حربہ استعمال کرے گا۔"

شبیر حسن نے سر ہلا کر تائید کی۔ "درست ہے۔ ہمیں دشمن کو مرد یا احمق نہیں سمجھنا چاہیے۔ فی الحال ہم اس کے متعلق کوئی بات یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ بہتر ہے کہ دو چار روز اس بلیک گائیڈ کا انتظار کریں۔

شہباز! اس وقت تک جو مجرم حراست میں ہیں، ان کے خلاف رسمی کارروائیاں کرو۔ ان سے پوچھ گچھ کرنے کے لیے ایک افسر مقرر کردو۔ اس طرح دوسروں کو یہ علم نہیں ہوگا کہ ہم فرہاد کی خیال خوانی کے ذریعے پہلے ہی تمام معلومات حاصل کر چکے ہیں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آئے۔ انھوں نے میرے شانے کو تھپک کر کہا۔

"تمھیں پاکر مجھے اپنے اندر ایک ناقابل بیان قوت کا احساس ہو رہا ہے۔ تم میری ہدایات پر عمل کرتے رہو گے تو کوئی دشمن ہماری پاک زمین پر قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ کسی بھی ملک کا جاسوس ہو، وہ ہماری انٹیلی جنس کا نام سُن کر تھرائے گا۔ میں تمھاری صلاحیتوں کے صلے میں کوئی تحفہ تو نہیں دے سکتا۔ ہاں ایک بزرگ کی حیثیت سے تمھیں دُعائیں دیتا ہوں کہ خدا تمھاری عمر دراز کرے اور تمھیں ہر آزمائش مرحلے پر کامیابی عطا کرتا رہے۔"

"آپ کی دُعائیں میرے لیے بہت بڑا انعام ہیں۔ انشاء اللہ میری طرف سے آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔"

ہم ایک دوسرے سے مصافحہ کر کے رخصت ہوگئے۔ میں نے شہباز سے دوسرے دن ملنے کا وعدہ کیا اور اپنے گھر واپس چلا آیا۔ پھوپھی اور زرینہ شاہ کوٹ سے واپس آگئی تھیں۔ وہ میری غیر حاضری سے پریشان تھیں اور میرے ہی متعلق گفتگو کر رہی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی انھوں نے ناراضگی سے کہا۔

"تم کہاں غائب ہو جاتے ہو؟ اپنی خیر خیریت کی اطلاع تو دیتے رہا کرو۔"

"پھوپھی جان! آپ نہیں جانتیں، باہر اتنے سارے ہنگامے میرا انتظار کرتے رہتے ہیں کہ آپ تک اپنی خیریت کی اطلاع پہنچانے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ میں پہلے بھی آپ کو سمجھا چکا ہوں کہ میری عدم موجودگی سے آپ پریشان نہ ہوا کریں۔ کچھ دنوں بعد میں ایک طویل عرصے کے لیے اس ملک سے باہر جانے والا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میں اچانک ہی چلا جاؤں اور آپ سے ملاقات نہ ہو سکے۔ لہٰذا آپ میری غیر حاضری کی فکر نہ کیا کریں۔"

"پتہ نہیں بیٹا، تم کیا کرتے رہتے ہو۔ یہ کتنا اچھا ہوتا کہ تم کہیں جانے سے پہلے زرینہ کے ہاتھ پیلے کر دیتے۔ تمھارا مشورہ مان کر میں نے اپنی بیٹی کو ظہیر سے منسوب کر دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ زرینہ جلد ہی دلہن بن کر چلی جائے گی مگر تمھارے چچا کے ہاں تو آئے دن کوئی نہ کوئی ماتم والی بات ہو جاتی ہے۔ پہلے تو تمھاری چچی زہر کھا کر مر گئیں۔ اب نئی بات سننے میں آئی ہے کہ کل سے عزالہ غائب ہے۔ غائب کیا ہونا ہے، اپنے کسی عاشق کے ساتھ بھاگ ہوگی۔"

"اسے بھاگنے دیجیے۔ زرینہ کی شادی تو ظہیر سے ہوگی چچی کے مرنے یا عزالہ کے بھاگنے سے کیا اثر پڑے گا؟"

"بہت زیادہ اثر پڑ رہا ہے۔ تم دیکھتے نہیں شادی کا مسئلہ کھٹائی میں پڑتا جا رہا ہے۔ ان کے ہاں ماتم ہوتا رہتا ہے۔ ان حالات میں میں تمھارے چچا سے یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ وہ میری بیٹی کو بہو بنا کر لیجائیں، تم ہی بتاؤ میں کب تک جوان بیٹی کو گھر میں بٹھائے رکھوں گی؟"

"پھوپھی جان! ان کے ساتھ بھی مجبوری ہے۔ پھوپھی مرتعہ دیکھ کر چچا جان کو قائل کرلوں گا کہ ان کا گھر ویران ہوتا جا رہا ہے، وہ زرینہ کو اپنے گھر کی رونق بنا کر لے جائیں۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

"بیٹا! اطمینان ہی تو نہیں ہے۔ مجھے یہ بات کھٹکتی ہے کہ تمھارے چچا بالکل کنگال ہو گئے ہیں۔ صرف ظہیر کے نام سے کچھ جائداد رہ گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ جائداد بھی کسی نئے کاروبار میں لگا کر کنگال ہو جائیں۔ بیٹا اب تو ہماری حیثیت بن گئی ہے۔ زرینہ کے لیے بڑے بڑے گھرانوں سے رشتے آ رہے ہیں۔ ایک لڑکا تو مجھے بہت ہی پسند ہے۔ مجھے کیا زرینہ کو بھی بے حد پسند ہے۔ وہ کہتی ہے ظہیر جیسے مولوی سے شادی نہیں کرے گی۔"

میں سمجھ گیا کہ کوئی بہت ہی دولت مند لڑکا دیکھ کر زرینہ کی نیت بدل گئی ہے اور پھوپھی بھی یہی چاہتی ہیں کہ ظہیر سے رشتہ توڑ دیا جائے۔ مجھے اتنی فرصت کہاں تھی کہ میں رشتے توڑنے اور جوڑنے میں اپنا وقت ضائع کرتا۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ جوان کے جی میں آئے وہ کریں۔ میں اگر یہاں رہا تو زرینہ کی شادی میں شریک ہو جاؤں گا۔

یہ کہہ کر میں غسل کرنے چلا گیا۔ غسل سے فارغ ہو کر میں نے روٹیاں کھائیں، پھر اپنی خوابگاہ میں آ کر آرام سے لیٹ گیا۔

میں تھکن سے چُور تھا۔ لیٹتے ہی مجھے سو جانا چاہیے تھا مگر سامی یاد آ گئی۔ اسی خوابگاہ میں میں نے اس کے ہاتھ کا بوسہ لیا تھا۔ اب وہ نرم و نازک سا ہاتھ مجھ سے سینکڑوں میل دُور ہو گیا تھا۔

میں کروٹ بدل کر اس کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ رات کا وقت تھا۔ خاموشی تھی، تنہائی تھی۔ سامی کے اطراف بھی خاموشی اور تنہائی تھی۔ میری سوچ کی لہروں نے اسے پکارا۔

"سامی! میں ہوں فرہاد!"

اس کے دماغ نے بتایا کہ وہ یکبارگی اچھل کر بیٹھ گئی ہے۔ پھر وہ بے اختیار مجھے پکارنے لگی۔

"فرہاد۔ فرہاد! تم کتنے کٹھور ہو۔ کتنے سنگدل ہو۔ میں اب تک تمھیں ہزاروں بار سوچ کی نگری میں پکار چکی ہوں مگر تم نے پانچ منٹ کے لیے بھی مجھ سے رابطہ قائم کرنا گوارا نہیں کیا۔"

"میں مجبور تھا۔ تمھارے جانے کے بعد یہاں انٹیلی جنس والوں نے مجھے اس الزام میں گرفتار کر لیا تھا کہ میں نے تمھیں سرحد پار بھگا دیا ہے۔ اب تک میں ذہنی طور پر اس طرح اُلجھا رہا کہ تم سے رابطہ قائم نہ کر سکا۔ اب میں الزامات سے بری ہو گیا ہوں۔ تم بتاؤ، کس حال میں ہو؟"

اس کا جواب سنائی دیا۔ "ابھی تک خیریت ہے۔ مجھے اس کمرے میں قید کیا گیا ہے جہاں پہلے چھپا کر رکھا گیا تھا۔ یہ لوگ بھی مجھے چھپا کر سلیمی قادر سمجھ رہے ہیں اور اس بلی کے متعلق پوچھ رہے ہیں جو سکنگ جانتی تھی۔ میں اب تک ایک ہی جواب پر اڑی ہوئی ہوں کہ بلی بھوانی شنکر کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ پہلی میں بھوانی شنکر کا ساتھ چھوڑتے وقت میں نے بلی کا بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اب یہ لوگ بھوانی شنکر کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ یہاں آئے تو شاید انھیں حقیقت کا علم ہو گا۔ پتہ نہیں وہ کم بخت کہاں مر گیا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ یہاں نہ آئے۔"

"اس کے نہ آنے سے تمھیں کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"فائدہ یہ ہو گا کہ اپنی جو کہانی میں نے یہاں سنائی ہے اسے جھٹلانے والا کوئی نہ ہو گا۔ میں نے ان لوگوں سے کہا ہے کہ ہم سب تمھارے ملک کی انٹیلی جنس کی نظروں میں آ گئے تھے۔ ایک بار ان سے زبردست ٹکراؤ ہوا جس کے نتیجے میں ہم سب منتشر ہو گئے۔ جسے جو راستہ بھاگنے کو ملا وہ اسی راستے پر نکل گیا۔ میں بھی وہاں سے بھاگ کر تنہا لاہور چلی گئی تھی اور وہاں ایک نوجوان سے دوستی کر لی تھی۔

میری اس داستان پر ابھی تک کسی آفیسر نے تنقید نہیں کی ہے۔ مجھے یہاں تک لانے والا ایک پائلٹ ہے اور ایک گونگا ہے۔ یہ دونوں نہیں جانتے ہیں کہ پٹڑی میں ہم پر کیا گذری تھی۔ اس لیے اب بھوانی شنکر کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ احمد شیخ اور دوسرے سیکرٹ سروس کے ایجنٹ آج رات تک بھوانی شنکر کے ساتھ یہاں پہنچ جائیں گے۔ الٰہی آمد تک مجھے اس کمرے میں قید کر دیا گیا ہے۔"

میں نے کہا "تم بے فکر رہو۔ بھوانی شنکر، احمد شیخ اور دوسرے مجرم آج رات وہاں نہیں پہنچ سکیں گے۔ وہ سب یہاں کی انٹیلی جنس والوں کی حراست میں ہیں۔ وہ یہاں سے آزاد ہو کر سرحد پار نہیں کر سکیں گے۔ تم بتاؤ کہ کتنے لوگ تمھاری داستان کی نفی کر سکتے ہیں۔ میں یہیں ان کا قصہ تمام کر دوں گا۔"

اس نے جواب دیا۔ "بھوانی شنکر، احمد شیخ، ٹونی اور ادریس میری اس داستان کو جھٹلا سکتے ہیں۔ کیا تم انھیں وہاں روک سکتے ہو؟"

"وہ سب حراست میں ہیں اور میرے حکموں میں ہیں۔ تم ان کی طرف سے مطمئن رہو اور بتاؤ، تمھیں کوئی اور خطرہ تو نہیں ہے؟"

"ہاں۔ میرا جسم خطرے میں ہے۔ یہاں کا ایک آفیسر مجھے..."

یہ سوچتے سوچتے وہ اچانک سہم کر رُک گئی۔ میں نے پوچھا۔

"کیا بات ہے سامی! تم خائف کیوں ہو گئی ہو؟ کیا کوئی خطرہ پیش آ رہا ہے؟"

"ہاں!" اس کی سوچ نے کہا۔ "یہاں فوج کا ایک کرنل دروازہ کھول کر میرے کمرے میں آ گیا ہے۔ پہلے بھی یہ کئی بار مجھے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ چکا ہے۔ یوں تو سب ہی یہاں ہوس بھری نظروں سے دیکھتے ہیں

مگر کرنل کو دلچسپی لیتے دیکھ کر کوئی دوسرا آفیسر مجھے چھیڑنے کی ہمت نہیں کرتا ہے۔ اب یہ میری تنہائی سے فائدہ اٹھانے آیا ہے۔ فرہاد! تیرے ہم تھاری امانت ہے۔ بتاؤ میں اس امانت کو کیسے اس درندے سے بچاؤں؟"

"تم فکر نہ کرو۔ اس سے باتیں کرو۔ میں اس کے لہجے اور گفتگو کے انداز کو سمجھنا چاہتا ہوں۔"

وہ سمجھ ہوئے انداز میں کرنل سے کہنے لگی۔ "آپ۔ آپ اتنی رات کو میرے کمرے میں کیوں آئے ہیں؟"

کرنل کے سننے کی آواز سنائی دی۔ "تم اتنی بھولی نہیں ہو کہ میرے آنے کا مقصد نہ سمجھ سکو۔"

"ہوں۔ میں سمجھ گئی۔ تمھارے من میں پاپ ہے۔ تم میری عزت کے دشمن بن کر آئے ہو۔ یہ کتنے شرم کی بات ہے۔ تم نے ملٹے پر تلک لگا رکھا ہے۔ ہاں یاد آیا۔ آج گنیش پوجا ہے۔ تم ابھی پوجا کر کے سیدھے پاپ کرنے چلے آئے ہو۔ چھی چھی....."

"بکواس مت کرو۔" کرنل نے جھینپ کر کہا۔ میں اسی وقت اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔ واقعی وہ اس بات پر جھینپ گیا تھا کہ پوجا سے فارغ ہوتے ہی پاپ کے خیال سے سامی کے کمرے میں آگیا تھا۔

انسان کے دماغ میں پاپ کا پلڑا بھاری ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ سامی جیسی حسین اور جوان لڑکی نگاہوں کو للچا رہی ہو ایسے وقت انسان کے اندر کش مکش پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ کبھی ضمیر کی آواز سنتا ہے اور کبھی شیطان کی ـــــ اور اس وقت اس کے اندر شیطان کہہ رہا تھا۔

"پوجا اپنی جگہ ہے اور پاپ اپنی جگہ۔ جس جگہ گنیش کے آگے سر جھکانا تھا، وہاں سر جھکا لیا۔ یہ جگہ پاپ کے لیے ہے اس لیے یہاں پاپ ہی کرنا چاہیے۔"

یہ کہہ کر وہ سامی کی طرف بڑھنے لگا۔ سامی نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا، نہیں تو میں اپنی جان دے دوں گی....."

میں جانتا تھا کہ سامی کا آخری حربہ یہی ہے۔ کرنل اپنے ارادے سے باز نہیں آئے گا تو وہ بھی اپنے جسم کو بے آبرو نہیں ہونے دے گی، فوراً ہی اپنا جسم چھوڑ کر اسے مُردہ بنا دے گی۔ پھر وہ شیطان اس کی لاش کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔

"رُک جا!" میں نے اس کے ضمیر کی آواز میں کہا۔ "ارے مُورکھ! اگر تو نے پاپ کیا تو تیری پوجا پھل نہیں ہوگی۔"

"سب کہنے کی باتیں ہیں۔ بند کمرے میں بھگوان بھی دیکھنے نہیں آتے کہ کون کس چھوکری کے ساتھ اپنا منہ کالا کر رہا ہے۔"

اس کے دماغ میں گناہ کی خواہش حاوی ہو رہی تھی۔ اب اس نے سامی کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ وہ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کم بخت پر میرے حربے بھی ناکام ہو رہے تھے۔

میں نے پھر ایک بار کوشش کی اور ذرا بھاری بھرکم سوچ میں کہا۔

"ہے شیو شنکر۔ ہے بھولے ناتھ۔ ہے پاروتی تیرے لاڈلے گنیش کا ایک سبھ کام کے پاتال میں گرتا جا رہا ہے۔ اس کو روک کر بچا لے....."

کرنل ٹھٹک کر رُک گیا۔ سامی کا ہاتھ چھوڑ کر اس نے اپنے سر کو تھام لیا اور سوچنے لگا۔ "یہ کیسی آواز تھی؟ کیا میرے من کے اندر کوئی بول رہا تھا؟"

"ہاں!" میں نے کہا۔ "تیرے اندر تیرے اچھے کرم بول رہے ہیں۔ اگر تو اب بھی باز نہ آیا تو یہ چھوکری ابھی مر جائے گی۔ تو اس کے شریر سے اپنی پیاس نہیں بجھا سکے گا۔"

وہ کسی حد تک قائل ہو گیا مگر سامی کی طرار جوانی کی طرف دیکھ کر پھر بہک گیا اور اسے اپنے بازوؤں میں لینے کے لیے آگے بڑھنے لگا۔

میں نے سامی کی سوچ میں کہا۔ "اب یہ ہاتھ پکڑے تو تم تھوڑی دیر کے لیے مُردہ بن جانا۔ تم یہ بتاؤ کہ تمھاری رُوح تمھارے جسم سے کتنی دیر تک الگ رہ سکتی ہے؟"

"یہ میری قوتِ برداشت پر ہے۔ میں زیادہ سے زیادہ ایک منٹ تک اپنے جسم سے علیحدہ رہ سکوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "تمھارے مُردہ بن جانے کے بعد جب وہ رام نام جپنے لگے تو اس کے چند سیکنڈ بعد تم اپنے جسم میں واپس آ کر آنکھیں کھول دینا۔"

اس دوران کرنل نے سامی کو پکڑ لیا تھا۔ وہ میرے مشورے کے مطابق وقتی طور پر مر گئی۔ اس کے بازوؤں کی گرفت سے پھسلتی ہوئی زمین پر گرنے لگی۔ کرنل نے اسے سنبھال کر فرش پر لٹاتے ہوئے سوچا۔ "ارے! کیا یہ سچ مچ مر گئی ہے؟"

میں نے اسی بھاری بھرکم آواز میں کہا۔

"ہاں۔ ابھی میں نے تجھے سمجھایا تھا کہ تو باز نہ آیا تو یہ مر جائے گی۔ دیکھ اچھی طرح آنکھوں سے دیکھ۔ اب تو اس کے شریر سے پیاس نہیں بجھا سکے گا۔"

وہ سامی کی نبض اور سانسیں دیکھنے لگا۔ وقت گذرتا جا رہا تھا۔ میں نے اپنی رسٹ واچ میں دیکھا، تیس سیکنڈ گذر گئے تھے۔ اب اس شیطان کو ایمان دھرم کی طرف موڑنا تھا۔ میں نے کہا۔

"اگر تو ایمان دھرم کی سچائی کو آزمانا چاہتا ہے تو رام نام جپنا شروع کر دے، یہ ابھی زندہ ہو جائے گی۔ چل دیر نہ کر۔ جلدی سے رام کا نام لے....."

وہ سامی کے مُردہ جسم کے سامنے بیٹھ کر بلند آواز سے کہنے لگا۔

"ہرے رام! ہرے کرشنا۔ کرشنا کرشنا ہرے ہرے۔ ہرے رام....."

چند سیکنڈ کے بعد ہی سامی نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے آنکھ

کھولتے دیکھ کر کرنل کا دھرم ایک دم سے زندہ ہو گیا۔ اس نے سمجھا کہ یہ سب رام نام کی لیلا ہے۔ نام جپتے ہی وہ زندہ ہو گئی ہے۔ یہ سمجھتے ہی وہ ایک لمک کر ہرے رام اور ہرے کرشنا کا وِرد کرنے لگا۔

سامی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ کرنل اسے دیکھ رہا تھا اور رام نام جپ رہا تھا اور ساتھ ہی سامی کے حسین چہرے اور بھرپور جوانی کے متعلق سوچتا جا رہا تھا۔ ہر مذہب کے اور ہر دھرم کے اکثر لوگوں کی یہ فطرت ہوتی ہے زبان پر اللہ کا نام ہوتا ہے یا رام کا نام ہوتا ہے اور ٹھیک اسی وقت داغ کی اسکرین پر بلیو فلم چلتی رہتی ہے۔ سچائی بہت کڑوی ہوتی ہے مگر میں کیا کروں۔ میں سوچ مگر کا شہزادہ ہوں۔ ہر انسان کو اس کے اندر سے دیکھتا ہوں اور ان کی اچھی اور بُری سوچوں کا تماشہ دیکھتا ہوں۔

میں اس کی دو غلی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔ رام نام جپتے وقت اس کے اندر کے شیطان نے کہا۔ "مجھے کیا ہو گیا ہے! اتنی سندر چھوکری جوانی کا بازار سجائے بیٹھی ہے اور میں پنڈت بن کر سمے برباد کر رہا ہوں۔ مجھے ذرا عقل سے کام لینا چاہیے۔ یہ ابھی مری نہیں تھی۔ شاید گھبراہٹ کے گرگئی تھی دیسے نبض تو نہیں چل رہی تھی۔ مُردہ ہی نظر آتی تھی۔ پھر بھی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چھوکری پٹ سے مرے اور پٹ سے زندہ ہو جائے۔ نہیں! جو کچھ بھی ہوا، وہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میں اسے پھر پیار کرنے کی کوشش کروں گا۔ اب یہ کوئی کھیل تماشہ تو نہیں ہے کہ میں اسے بار بار ہاتھ لگاؤں گا تو یہ بار بار مرتی رہے گی۔ مجھے پھر ایک بار کوشش کرنا چاہیے۔"

یہ سوچتے ہی وہ رام نام بھول کر سامی کی طرف لپکنے لگا۔ میں نے سامی سے کہا۔ "تم ایک بار پھر مُردہ بن جاؤ۔ اب کی بار اس کا ایمان پختہ ہو جائے گا۔"

سامی نے میرے مشورے پر عمل کیا۔ وہ بیٹھے بیٹھے مُردہ ہو گئی۔ کرنل نے پھر بوکھلا کر اسے دیکھا۔ اسے فرش پر لٹایا۔ ایک بار پھر اس کی نبض اور دل کی دھڑکنوں کو دیکھا۔ سامی کے جسم کا ہر حصہ بے حس و حرکت تھا۔ دل چپ تھا۔ نبض ٹھہر گئی تھی اور دیدے پھیل گئے تھے۔

اس بار کرنل کو نصیحت کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ وہ پھر اپنی جگہ بیٹھ کر زور زور سے رام نام جپنے لگا۔ سامی نے دوبارہ آنکھ کھولی تو وہ اور لمک لمک کر پڑھنے لگا۔

میں نے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔

"مورکھ! تیرا دھرم کمزور ہے۔ تو نے رام نام پر بھروسہ نہیں کیا۔ تو نے اس کنواری کنیا کو ہاتھ لگایا ہے۔ تجھے اس پاپ کا پراشچت کرنا ہوگا۔ نہیں تو اب کی بار تو مر جائے گا۔"

"نن۔ نہیں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔ "میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں اس پاپ کا پراشچت کروں گا۔"

میں نے کہا۔ "اچھا تو پھر اٹھ جا اور کمرے کے باہر جا کر دروازے کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھ جا۔ تجھے صبح تک رام نام جپتے رہنا ہوگا اور اس بات کو دھیان میں رکھنا کہ اب تو یا تیرا کوئی ماتحت اس کنیا کو ہاتھ نہ لگائے۔ جا پراشچت کر....."

ذرا دیر بعد کمرے کے باہر جا کر وہ پراشچت کرنے لگا۔ میں نے سامی کو بتایا کہ میں نے اس کرنل کی کھوپڑی کس طرح الٹ دی ہے۔ اب وہ یا اس کا کوئی ماتحت اس کے جسم کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔

سامی نے خوش ہو کر کہا۔ "تم کتنے اچھے اور کتنے ذہین ہو فرہاد! اگر میں تنہا ہوتی اور یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آتا تو میں کسی لیڈی انسپکٹر کے روپ میں آ کر اسے ہلاک کر دیتی مگر تم نے ایسا کام کیا کہ سانپ بھی نہیں مرا اور مجھے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ یہ کرنل کے لیے بھی بہتر ہوا۔ وہ صبح تک رام نام جپتے جپتے اپنے لیے سورگ میں جگہ بنا لے گا۔"

میں نے کہا۔ "سامی! اب بہت رات ہو چکی ہے سو جاؤ۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟"

"یہ بات نہیں ہے سامی! میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ صبح اٹھتے ہی تم سے رابطہ قائم....."

میں سامی سے کہتے کہتے رُک گیا۔ اسی وقت مجھے کا ریڈور سے پھر کسی جان کی چیخ سنائی دی تھی۔ پھر کچھ چیزیں گرنے کی آوازیں آنے لگیں۔ یہ آوازیں میری سوچ کی لہروں کے ذریعے سامی تک پہنچ گئیں۔ اس نے پوچھا۔

"فرہاد! یہ کیسی آوازیں ہیں؟"

"سامی! کوئی خطرہ ہے۔ صبح ملاقات ہوگی۔ خدا حافظ!"

سامی سے رابطہ ختم ہوتے ہی میں نے دروازے کی جانب دیکھا۔ باہر سے کوئی دھکے مار مار کر اسے توڑ رہا تھا۔ دروازہ اندر سے لاکڈ تھا اور ساگوان کی مضبوط لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ اسے توڑنا آسان نہ تھا لیکن دوسرے ہی لمحے پتہ چلا کہ توڑنے والا صرف طاقتور ہی نہیں بلکہ چالاک بھی ہے کیونکہ وہ دروازے کے اس حصے پر دھکے مار رہا تھا جہاں قبضے لگے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھی آہنی دو دروازے کو توڑ سکے یا نہ توڑ سکے لیکن اس کے قبضوں کو ان کی جگہ سے اکھاڑ سکتا ہے۔

"کون ہے؟" میں نے چیخ کر للکارا۔

جواب میں دروازہ اچانک ہی قبضوں کی طرف سے کھل گیا اور ایک دیو ہیکل آدمی اچھل کر کمرے میں آ گیا۔ وہ سر سے پاؤں تک سیاہ لباس میں تھا۔ تمام چہرہ بھی نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ میں بوکھلا کر اسے تکنے لگا کیونکہ میں فوراً ہی اس کے خیالات پڑھ کر اس کی شخصیت اور اس کے ارادے کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ یہ ارادہ تو صاف ظاہر تھا کہ وہ دشمن بن کر آیا ہے اور مجھے نقصان پہنچانا چاہتا ہے لیکن میں یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ مجھے کیوں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔

میں اس کی سوچ اس لیے نہیں پڑھ سکتا تھا کہ وہ خاموش تھا۔ اس کا چہرہ اور اس کی آنکھیں نقاب میں چھپی ہوئی تھیں۔ لہٰذا اس کی سوچ کی نکاسی نہیں کر سکتی تھیں۔ اس وقت میری خیال خوانی کی صلاحیتیں بیکار ہو گئی تھیں۔

وہ جو کوئی بھی تھا، بہت چالاک تھا، بہت ذہین تھا۔ بڑا زبردست منصوبہ باز تھا۔ میرے سامنے آنے سے پہلے اس نے میری صلاحیتوں کو بیکار کر دیا تھا اور اب دونوں ہاتھ کمر پر رکھے اپنے پہاڑ جیسے قد سے للکار رہا تھا کہ آؤ اور دو دو ہاتھ کر لو۔

وہ کتنا طاقتور ہے، یہ ٹوٹا ہوا دروازہ بتا رہا تھا۔ وہ کون ہو سکتا ہے؟ اس کے سیاہ لباس کو دیکھ کر میرے ذہن میں فوراً ہی ایک ولیئر چالاک اور پُراسرار مجرم کا نام آیا۔

"رشیتل ـــــ دی بلیک گائیڈ.....!"

اُس کا سراپا بلیک گائیڈ کی تفسیر پیش کر رہا تھا میں نے محض اندازہ کیا تھا کہ وہ شیتل یعنی بلیک گائیڈ ہی ہو سکتا ہے، میرا اندازہ بعد میں درست ثابت ہوا۔

کاش کہ میں اس کے خیالات پڑھ سکتا۔ نقاب میں آنکھوں کی جگہ دو مدّ گول سوراخ تھے۔ باقی چہرہ اس نقاب میں چھپا ہوا تھا میں کسی صورت سے اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اب ایک ہی صورت رہ گئی تھی کہ میں اسے بولنے پر مجبور کرتا اور اس کے لہجے اور گفتگو کے انداز سے اس کے سوچنے کے انداز تک پہنچ سکتا۔

میں نے اسے للکار کر پوچھا: "کون ہو تم؟ کیا چاہتے ہو؟"

اس نے زبان سے کچھ کہنے کی بجائے ہاتھ سے جواب دیا۔ اچانک ہی ایک گھونسہ میری ٹھوڑی پر پڑا۔ میں دور تک لڑکھڑاتا چلا گیا پھر ایک صوفہ سے ٹکرا کر گر پڑا۔ وہ ایسا زبردست گھونسہ تھا کہ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ میری ٹھوڑی اور جبڑے دُکھنے لگے، میں فوراً ہی نہ اٹھ سکا۔ اس کے بھاری بھرکم ہاتھوں نے مجھے پیچھے سے پکڑ کر اٹھا لیا میں کوئی ہلکا پھلکا سا کھلونا نہیں تھا۔ ایک اچھا صحت مند نوجوان تھا۔ میرا وزن دو من پندرہ سیر تھا۔ اس نے مجھ جیسے وزنی آدمی کو اٹھا کر آہنی الماری کی طرف پھینک دیا۔ الماری میں قدآدم آئینہ لگا ہوا تھا۔ میں جا کر ٹکرایا تو آئینہ چھناکے سے ٹوٹتا چلا گیا۔ شیشے کے ٹکڑوں نے میری پیٹھ اور سر پر زخم لگا دیئے۔ پہلے گھونسے کے نتیجے میں میری باچھوں سے خون رس رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

وہ دو زبردست حملے کر چکا تھا اور خود اتنا پھرتیلا تھا کہ مجھے حملہ کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔

میں ٹوٹے ہوئے شیشوں کے درمیان فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس بار وہ جیسے ہی میری طرف آیا۔ میں نے اس کے سینے پر زور کی لات ماری۔ مجھے یوں لگا جیسے میں نے کسی ٹھوس مضبوط دیوار پر لات چلائی ہو۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے میری ٹانگ پکڑ کر مجھے ایک طرف اچھال دیا۔ میں جیسے ہوا میں اڑتا ہوا پلنگ کے طاقچہ سے آ ٹکرایا، وہاں سے اچھلتا ہوا فرش پر گر پڑا۔

مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ گوشت پوست کا انسان نہیں ہے بلکہ کوئی مشین ہے جو مجھے ادھر سے ادھر اچھال کر پھینک رہی ہے، اس بار میں جو اٹھ کر کھڑا ہوا لیکن کھڑے ہوتے ہی ڈگمگانے لگا۔ کیونکہ مجھے سخت چکر آ رہی تھیں اور سر چکرا رہا تھا۔ میں نے اپنی قوتِ ارادی سے کام لے کر اپنے دماغ کو بوکھلاہٹ اور سراسیمگی سے پاک کیا اور شعلہ بار نظروں سے اپنے مدِمقابل کے اُن دو سوراخوں کو دیکھنے لگا، جہاں اس کی آنکھیں تھیں۔

وہ حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا لیکن میری نگاہوں کی آتشِ فشانی سے بوکھلا کر ٹھٹھک گیا۔ میں نے گونجتی گرجتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کون ہو تم، فوراً جواب دو!"

میری حیرت کی انتہا رہی، جب وہ جواب دینے کی بجائے اچھل کر میرے قریب آ گیا۔ اتنا تو سمجھ میں آ گیا کہ وہ زبردست قوتِ ارادی کا مالک ہے میری آنکھیں اسے ہپناٹائز نہ کر سکیں، حیرانی اس بات کی تھی کہ میرے بار بار للکارنے کے باوجود وہ خاموشی اختیار کیے ہوئے تھا۔

کیا وہ جانتا تھا کہ میں خیال خوانی جانتا ہوں اور اسے میرے سامنے خاموش رہنا چاہیے اور اپنا چہرہ اور اپنی آنکھیں چھپا کر مقابلے پر آنا چاہیے کیا وہ میری صلاحیتوں سے واقف ہے؟

مجھے مزید سوچنے کا موقع نہیں ملا، کیونکہ اس نے پھر حملہ کر دیا تھا میرے سر پر کھڑے ہاتھ کی ضرب لگانی چاہی تھی، میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کے ایک ہاتھ کے حملے کو روک لیا مگر وہ ہاتھ آسانی سے وزنی تھا کہ میں اس کے وزنی جھٹکے سے پیچھے چلا گیا۔ پیچھے جاتے ہی میں یکبارگی جھک کر آگے کو آیا تاکہ اس کے پیٹ میں اپنے سر سے زور کی ٹکر ماروں، لیکن اس کے پھرتیلے پن کی داد دینی چاہیے، وہ بجلی کی سی پھرتی سے اچھل کر ایک طرف ہو گیا میں سر مارنے کے زور میں آگے بڑھتا ہوا ٹوٹے ہوئے دروازے کے ٹکڑے ہوا میں لہرا کر آگرا، میرا آدھا دھڑ کمرے کے اندر تھا اور آدھا دھڑ دہلیز سے باہر تھا۔ میں کراہتے ہوئے اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ پیچھے سے اس کے ایک آہنی پنجے نے میری گردن دبوچ لی، میں ایک جھٹکے سے گردن چھڑا لیا تھا لیکن اس نے چوکھٹ اور دروازے کے درمیان میری گردن پھنسا کر میں تڑپنے لگا، اس نے ایک ہاتھ سے اپنے سارے جسم کا بوجھ ڈال رکھا تھا۔ اس کے وزن سے ہی جیسے میرا کچومر نکل رہا تھا۔ دوسرے وہ دروازے اور چوکھٹ کے درمیان میری گردن کو دبا رہا تھا۔

میں پوری قوت سے تڑپنے اور مچلنے کے باوجود اس شکنجے سے نہ ہو سکا، یہ تو میں ہی جانتا تھا کہ اس وقت میرے مقابلے پر کوئی دیو فولاد تھا وہ انسان سے زیادہ جناتی قوتوں کا مالک تھا۔ میں نے تسلیم کر لیا کہ

صرف جسمانی قوت کے بھروسے پر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، اسے شکست دینے کے لئے دماغی صلاحیتوں کی ضرورت تھی اور وہ مجھے ذہنی طور پر بھی مفلوج کر رہا تھا۔

میں اندھے ٹوٹنے لگا، اب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی بہت سامنے کھڑی تھی۔ میں نے دوڑنا..... اور دھندلائی ہوئی نظروں سے دیکھا وہ سامنے نظر آ رہی تھی، اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

میں نے آنکھیں بھینچ کر دیکھا تو دھندلاہٹ ختم ہو گئی، سامنے زرینہ دونوں ہاتھوں سے ریوالور تھامے کھڑی تھی۔ پریشانی، خوف اور دہشت کے باعث اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ ایسی حالت میں وہ صحیح نشانہ نہیں لے سکتی تھی، اس کی فائرنگ سے گولی میری طرف بھی آ سکتی تھی۔

میں دو عظیم مصیبتوں میں گرفتار ہو گیا۔ پیچھے اس سیاہ نقاب پوش نے مجھے جکڑ رکھا تھا، میری جان نکلی جا رہی تھی۔ آگے وہ تھرتھراتے ہوئے ہاتھوں سے ریوالور لئے کھڑی تھی، صاف پتہ چل رہا تھا کہ دشمن کی بجائے میں ہی گولی کی زد میں آ سکتا ہوں۔

میں نے چیخ کر اسے سمجھانا چاہا، مگر آواز نہیں نکل سکی۔ میری گردن چکی ہوئی تھی، پھر مجھے اپنی بوکھلاہٹ پر غصہ آیا۔ میں وقتی طور پر یہ بھول گیا تھا کہ زرینہ کے ہاتھوں کو سوچ کی لہروں کے ذریعہ لرزوں کر سکتا ہوں۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ زرینہ میرے دشمن پر فائر کرے، کیونکہ میں دشمن کے قریب ہی تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ کبھی صحیح نشانہ نہیں باندھ سکے گی۔

میں نے سوچ کے ذریعہ اسے حکم دیا: "چھت کی طرف فائر کرو..."

میرا حکم سنتے ہی اس نے ہوائی فائر کیا۔ نقاب پوش بوکھلا کر مجھ سے الگ ہو گیا۔ شاید وہ ہوائی فائر کو خاطر میں نہ لاتا، لیکن بھلا ہو زرینہ کا۔ وہ ریوالور کو پوری طرح چھت کی جانب نہ اٹھا سکی۔ گھبراہٹ میں ذرا سا ریوالور کو اٹھا کر فائر کر دیا۔ گولی نقاب پوش کے قریب دروازے پر لگی اور دروازے میں سوراخ کرتی ہوئی گذر گئی۔ دشمن کی سمجھ میں یہی آیا کہ وہ صحیح نشانہ لگانا جانتی ہے، بس ذرا چوک گئی، لیکن اس کا دوسرا نشانہ صحیح بیٹھے گا۔

دروازے کے مکینے سے اچانک ہی نجات ملی تو میں سنبھل نہ سکا دہلیز پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر جب سنبھلنے کی کوشش کی تو اس سے پہلے ہی نقاب پوش نے اپنی مشینی عادت کے مطابق مجھے اٹھا کر زمین پر پھینک دیا۔ میں سیدھا جا کر اس سے ٹکرایا۔ وہ چیختی ہوئی گر پڑی۔ وہ نیچے تھی اور میں اوپر، ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زیادہ دور نہیں گیا تھا۔ میں نے زرینہ کے اوپر سے کروٹ بدل کر فوراً ہی ریوالور کو اٹھا لیا۔ نقاب پوش دوڑتا ہوا میری طرف آ رہا تھا۔ میرے ہاتھ میں ریوالور آتے ہی وہ چند ساعت کیلئے ٹھٹھک گیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے ایک غیظ خوری کی طرح فضا میں بلند ہوا۔ اور میرے پیچھے کھڑکی کے آر پار غیظ لگاتا ہوا باہر کی طرف چلا گیا۔

میں نے عین وقت پر فائر کیا تھا، لیکن نقاب پوش کی قسمت اچھی تھی کیونکہ مجھے نہ درست چوٹیں آئی تھیں، اس وجہ سے فائر کرتے وقت میرا ہاتھ بھی کانپ گیا تھا۔

اب جتنی پھرتی سے اٹھ کر اس کا پیچھا کرنا چاہیئے تھا، اتنی پھرتی سے میں اٹھ نہ سکا، کیونکہ اس مشینی انسان کے حملوں نے مجھے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ اٹھ کر کھڑے ہوتے ہی میرا سر چکرا گیا، میں نے لڑکھڑا کر کھڑکی کا سہارا لیا اور باہر کی طرف جھانک کر دیکھا۔ دور دور تک اس کا پتہ نہ تھا وہ آندھی کی طرح آیا تھا اور طوفان کی طرح گذر گیا تھا۔

مجھے تو یوں لگا جیسے یہ قہرِ الٰہی تھا، میرے کسی گناہ کی سزا تھی، نہ اب سے پہلے میں کسی دشمن کے سامنے اتنا بے بس اور مجبور نہیں ہوا تھا۔ اس ناگہانی مصیبت کے دور ہوتے ہی میں نڈھال ہو کر کھڑکی کے قریب ہی گر پڑا۔ زرینہ فرش پر سے اٹھ کر دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی میں نے اسے شہباز خان کا فون نمبر بتاتے ہوئے کہا کہ وہ فوراً شہباز کو صورتحال سے آگاہ کرے۔

وہ دوڑتی ہوئی وہاں سے باہر کسی کوٹھی میں چلی گئی تاکہ شہباز کو فون کر سکے۔ فائرنگ کی آواز سن کر آس پاس کی کوٹھیوں سے شور بلند ہونے لگا۔ اس شور اور ہنگامے سے مجھے یہ تقویت پہنچی کہ دشمن اب یہاں حملے کی جرأت نہیں کرے گا، وہ یہاں سے جا چکا ہے، اس اطمینان کے بعد میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اب نڈھال ہو کر گر جاؤں۔ آنکھیں بند کر کے اعصاب سے سو جاؤں یا بیہوش ہو جاؤں۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں، خیال تھا کہ میں تھکن دور کرنے کے لئے سو جاؤں گا، لیکن میں بے ہوش ہو گیا تھا، کیونکہ جب مجھے ہوش آیا تو میں ہسپتال کے ایک کمرے میں پڑا ہوا تھا۔ اس مشینی انسان نے مجھے اس طرح مارا اٹھا پھینکا تھا کہ میری ہڈیوں میں چوٹیں آئی تھیں۔ ڈاکٹر میرے جسم کے مختلف حصوں کے ایکسرے فوٹو لینے کی باتیں کر رہا تھا۔ میرے بستر کے آس پاس ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن، شہباز خان اور دوسرے آفیسر کھڑے ہوئے تھے۔

مجھے آنکھ کھولتے دیکھ کر ڈائریکٹر جنرل نے میرے شانے پر شفقت سے ہاتھ رکھا اور تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"اب گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، تم پولیس ہسپتال میں ہو یہاں اس کمرے کے آس پاس اتنا سخت پہرہ ہے کہ تمہاری اجازت کے بغیر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا، کیا تم خود کو بیان دینے کے قابل سمجھتے ہو؟"

میں نے نقاہت سے کہا: "میں بالکل ٹھیک ہوں، ابھی آپ کو تمام واقعہ سنا سکتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "ابھی نہیں۔ آپ انہیں کچھ دیر اور آرام

کرنے دیں، شام کو آپ اطمینان سے باتیں کریں۔"

ڈاکٹر نے شام تک کے لئے بات ٹال دی۔ مجھے آرام کرنے کے لئے کہا گیا تو میں نے اسی وقت آنکھیں بند کرلیں۔ مجھ پر اس طرح تھکن غالب آگئی تھی کہ میں آنکھ بند کرتے ہی سوگیا۔

رات کے آٹھ بجے اچانک ہی آنکھ کھل گئی۔ پتہ نہیں یہ حسن تقدیر ہے یا حسن اتفاق کہ جہاں حسین اور خطرناک عورتیں ہوتی ہیں، وہاں میری چھٹی حس مجھے چوکنا کردیتی ہے۔ میری کھلی آنکھوں کے سامنے دودھیا لباس میں ملبوس ایک نوجوان نرس کھڑی ہوئی تھی۔ معلوم نہیں وہ واقعی اتنی حسین تھی، یا مجھے دکھ بیماری کی حالت میں ضرورت سے زیادہ حسین لگ رہی تھی کیونکہ تپتی ہوئی دھوپ میں، چلتے ہوئے صحرا سے گذر کر کہیں کھجور کا سایہ مل جائے تو وہ سایہ خیالی جنت سے زیادہ دلکش اور آرام دہ ہوتا ہے، بالکل اسی طرح بیماری اور سہارے کی محتاجی کے دوران سفید لباس میں گوری چٹی نرس بہت ہی زیادہ حسین اور مہربان نظر آتی تھی۔

میرے آنکھ کھولتے ہی وہ دیکھ کر مسکرانے لگی، نرس کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ مریضوں کے سامنے ہمیشہ مسکراتی رہے، مگر میں نے محسوس کیا کہ مسکراہٹ کے پیچھے وہ خود بیمار ہے، پریشان ہے اور کچھ سہمی ہوئی ہے۔

ہم چند لمحوں تک ایک دوسرے کی آنکھوں میں اترتے رہے پھر اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ آپ ہوش میں آگئے، میں ڈاکٹر کو اطلاع دارم کرتی ہوں۔۔۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگی، میں نے اسے جانے سے نہیں روکا، روکنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جو باتیں میں اس کے روبرو کرسکتا تھا۔ وہ باتیں اس کی عدم موجودگی میں اس کی سوچ کے دریچے بھی ہوسکتی تھیں لہٰذا میں خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

وہ سوچ رہی تھی: یا اللہ! میں کیا کروں، میرے بچے کی سلامتی تیرے رحم و کرم پر ہے۔ تو چاہے تو اسے سلامت رکھ سکتا ہے اور تو چاہے تو اسے مار۔۔۔ وہ سوچتے سوچتے اندر ہی اندر لرز گئی۔

میں حیرانی سے سوچنے لگا، کیا وہ ایک بچے کی ماں ہے؟ بظاہر تو وہ بالکل کنواری نظر آتی تھی۔ اگر کنواری نہ ہو، تب بھی یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ شادی شدہ ہے، کجا یہ کہ وہ ایک بچے کی ماں تھی بعض عورتیں ایسی ٹھوس اور گدرائے ہوئے جسم کی مالک ہوتی ہیں کہ ان پر ایک شادی، یا ایک حاملہ اور دو چار بچے اثر انداز نہیں ہوتے، ان کے حصے میں سدا بہار جوانی آتی ہے، وہ نرس بھی سدا بہار تھی۔

وہ اپنے بچے کی موت کے تصور سے لرز رہی تھی اور اس کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگ رہی تھی، شاید اس کا بچہ بیمار تھا۔ لیکن نہیں۔ اس کی اگلی سوچ سے پتہ چلا کہ وہ بیمار نہیں ہے بلکہ اس سے بچھڑ گیا ہے۔

• میرا بچہ کہاں ہوگا؟ کس حال میں ہوگا؟ وہ سوچ رہی تھی۔ "میرے والوں کی جدائی سے صبر آجاتا ہے، مگر جیتے جی بچھڑ جانے والوں کے دن رات دل تڑپتا رہتا ہے، صبر نام کی کوئی چیز کام نہیں آتی ہے"

وہ سوچتے سوچتے رک گئی۔ ڈاکٹر کو مخاطب کرکے اطلاع دینے کا کہہ کر وہ نمبر دس کا مریض ہوش میں آگیا ہے، اس کے جواب میں جو کچھ ڈاکٹر نے کہا، اسے نرس کے دماغ نے میرے دماغ تک نشر کیا۔ اس نے کہا۔

دس نمبر کا مریض بے ہوش نہیں تھا۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ بات تمہیں بتائی جاچکی ہے، مگر تمہاری یاد داشت کچھ کمزور ہوگئی ہے سو مجھے یوں لگتا ہے جیسے تم کچھ پریشان سی رہتی ہو۔"

جی۔ جی نہیں۔ مجھے بھلا کیا پریشانی ہوسکتی ہے۔ میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔"

اچھا تو پھر وہاں سے کام کرو، دس نمبر میں جاؤ۔ میں ابھی آرہا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے ڈائریکٹر جنرل شہریار حسن کو اطلاع دینے کے متعلق سوچا اور ان کا رابطہ فون نمبر ڈائل کرنے لگا۔

میں نے نرس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا، مجھے امید تھی کہ میں اس کے بچے کے متعلق مزید معلومات فراہم کرسکوں گا لیکن وہ اس کی سلامتی کے کچھ نہیں سوچ رہی تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا: اس وقت میرا بچہ کہاں ہوگا؟

اس کی اپنی سوچ نے کہا: "پتہ نہیں کہاں ہوگا۔ کاش مجھے معلوم ہوتا۔"

میں فوراً ہی وہاں پہنچ جاتی۔"

اس کے جواب سے کچھ پتہ نہ چلا۔ میں نے دوبارہ پوچھا: "اس وقت میرا بچہ کس کی سرپرستی میں ہے؟ وہ سرپرست اپنے بھی یا بیگانے؟"

• کہا۔ دشمن کبھی اپنے نہیں ہوتے، اگر وہ اپنوں میں ہوتا تو پریشان نہ ہوتی بلکہ اسے خارت کرتے، میری گود اجاڑ کر گیا ہے، اللہ نے چاہا تو وہ کبھی سکون سے نہیں رہے گا۔"

وہ سوچتی ہوئی میرے کمرے میں آگئی۔ اس کے دل کا بھید معلوم کرنے کے بعد مجھے اس سے ہمدردی ہوگئی تھی۔

میں نے بڑی نرمی سے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟"

• سسٹر؟ اس نے جواب دیا

• یہ نام تو نہیں ہے، پیشے کے اعتبار سے تمہیں سسٹر کہا جاتا ہے۔

• اگر میں نام بتا دوں تب بھی آپ کا فرض ہوگا کہ آپ مجھے سسٹر کہہ کر مخاطب کریں، بہتر یہی ہے کہ میں بے نام رہوں۔"

• ہاں۔ تم کچھ ایسی ہی ویران و ویران سی نظر آتی ہو جیسے بے نام لوگ ہوتے ہیں۔ ایسی ویرانی ہے جیسے ہرا بھرا گھر اجڑ گیا ہو یا گھر ویران ہوگیا ہو۔"

میرا آخری فقرہ سن کر وہ چونک گئی، میں نے اس کی دکھتی رگ پر انگلی رکھی تھی، وہ مجھے حیرانی سے دیکھ رہی تھی اور یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی

میں اس صدمے کو کچھ چھپا ہوں جسے اس نے دل میں چھپا رکھا ہے۔

وہ ہچکچاتی ہوئی بولی: "آ۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں، میں سمجھی نہیں۔ کیا اپنی پریشانیوں کو نہیں سمجھتی ہو؟"

کیسی پریشانیاں؟

یہ تو میں تمہارا ہاتھ دیکھ کر ہی بتا سکتا ہوں۔ ہاتھ کی لکیریں ماضی، حال اور مستقبل کی باتیں بتاتی ہیں، میں ان لکیروں کو دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ تم نے زندگی میں کیا پایا ہے اور کیا کھویا ہے۔ میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ اگر تم نے کچھ کھویا ہے تو اسے دوبارہ کیسے پا سکتی ہو؟"

ایسا کہتے ہی وہ مجھے بڑی دلچسپی اور عقیدت سے دیکھنے لگی۔ ہر کھونے والا پانے کے لئے تلاش کرتا رہتا ہے، کبھی عمل سے تلاش کرتا ہے، کبھی خیال ہی خیال میں ڈھونڈتا رہتا ہے اور جب وہ چیز نہیں ملتی تو تھک ہار کر اسے ہاتھ کی لکیروں میں پانے کی کوشش کرتا ہے۔

اب اس نرس کے سامنے بھی یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ کوئی نجومی یا غیب کی باتیں بتانے والا اس کے بچے کا پتہ بتا دے، اس نے کچھ یقین کرنے کچھ نہ کرنے کی کشمکش میں پوچھا

کیا واقعی آپ ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر سب کچھ بتا سکتے ہیں؟"

میں نے اس کی جانب ہاتھ بڑھا کر کہا: "آزمائش شرط ہے، لاؤ اپنا ہاتھ۔۔۔"

وہ میرے قریب آنے لگی لیکن قریب آکر اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں دینے سے جھجک گئی کیونکہ ڈاکٹر کمرے میں آچکا تھا۔ اس نے بتایا کہ ڈائریکٹر جنرل کو اطلاع دی جاچکی ہے، وہ آنے ہی والے ہیں ڈاکٹر نے باتیں کرنے کے دوران اپنی نگرانی میں نرس کے ہاتھوں سے مجھے دوا کھلائی۔ انجکشن لگوایا اس کے بعد واپس چلا گیا

اس کے جاتے ہی نرس نے کہا: "اگر آپ سکون محسوس کر رہے ہیں تو یہ میرا ہاتھ دیکھ لیں" اس نے دونوں ہاتھ میری جانب بڑھا کر کہا: "آپ کونسا ہاتھ دیکھنا پسند کریں گے؟"

وہ گورے گورے، گلابی گلابی ہاتھ عین نگاہوں کے سامنے تھے۔ وہ پوچھ رہی تھی کہ میں کونسا ہاتھ پسند کروں گا، مجھے تو دونوں ہی ہاتھ پسند تھے۔ ان ہاتھوں سے بہت دور تک مجھے پسند تھی۔ جی چاہتا تھا دونوں ہاتھ تھام لوں، ایک ہاتھ کی لکیریں دیکھوں اور دوسرے ہاتھ کو دھڑکتے ہوئے سینے پر رکھ لوں۔

میں جانتا ہوں کہ مجھے ایک غیر عورت کے متعلق ایسا نہیں سوچنا چاہئے مگر یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ غیر عورت کے متعلق زیادہ سوچتا ہے اپنی بیوی کو گھر کی مرغی دال برابر نظر آتی ہے، جس چیز کو حاصل کرنے میں زیادہ دماغ لڑانا پڑتا ہے اور پھر دوڑ دھوپ سے گذرنا پڑتا ہے اس میں بے حد کشش پیدا ہوجاتی ہے۔

بھلا درست ہے کہ ایسی عورت کے متعلق لپھائے ہوئے انداز میں سوچنا ضلالت ہے جو اپنے بچے کے لئے پریشان ہے مگر سچائی ڈاکٹر دی ہوتی ہے، ازل سے اس دنیا میں یہی ہوتا آیا ہے۔ کسی کی بہن کی مجبوری سے اور کسی کی ماں کی ممتا سے لوگ فوری طور پر فائدے حاصل کرتے رہے ہیں۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے لوگوں کے دماغ میں بیٹھ کر ایسے ایسے ترسناک خیالات پڑھے ہیں کہ اگر انہیں آشکارا کیا جائے تو انسان کا سر شرم سے جھک جائے گا۔ میں نے ایسے کالے چہرے بھی دیکھے ہیں جو اپنے دوست کی بیوی کو صدق دل سے بہن کہتے ہیں لیکن ذہن کے چور دریچے سے جھانک کر اس بہن کی جوانی کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں۔

میں نے ہر انسان کی سوچ میں جھانک کر دیکھا اور اب تک یہی سمجھا ہے کہ ہر انسان اپنے ایک چہرے کے پیچھے دوسرا چہرہ چھپا کر رکھتا ہے۔ میرے چہرے کے پیچھے بھی ایک چہرہ چھپا ہوا ہے جسے میں زیادہ نہیں چھپاتا۔ کسی جوان اور حسین عورت کو دیکھتے ہی اپنے چہرے کو بے نقاب کردیتا ہوں۔ اس وقت بھی نرس کے سفید لباس میں گھلتی ہوئی جوانی کو دیکھ کر میں نے عام انسانوں کی طرح دو چہرے کے خیالات قائم کئے، پہلا خیال تو یہ تھا کہ وہ ایک مجبور عورت ہے، اپنے بچے کے لئے پریشان ہے، میں اس کی ہر ممکن مدد کروں گا۔ دوسرا خیال یہ تھا کہ وہ حسین ہے نوجوان ہے کسی طرح سے وہ ماں بہن یا بیٹی نظر نہیں آتی صرف ایک عورت نظر آتی ہے اور عورت کو صرف عورت ہی نظر آنا چاہئے، کسی سے سنجیدگی کے ساتھ رشتہ قائم کیا جاتا ہے، باقی دوسرے تعلقات آنی جانی ہوتے ہیں

میں نے اس کے بائیں ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر دیکھا۔ اس کی گلابی ہتھیلی شفاف کنول کی طرح کھلی ہوئی تھی۔ چند آڑی ترچھی لکیریں اس کی قسمت کا حال بتا رہی تھیں۔ میں لکیروں کی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ میں نے اس کی ہتھیلی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا

تم کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

• آپ یہ بتائیں کہ ایسی کونسی چیز ہے جو مجھ سے چھین لی گئی ہے؟"

میرے ہاتھ دیکھنے کا طریقہ دوسرے جوتشیوں سے مختلف ہے، تم جو کچھ پوچھنا چاہتی ہو، اس کا جواب اپنے دل میں سوچتی جاؤ، مثلاً تم نے پوچھا ہے تم سے کونسی چیز چھین لی گئی ہے تو اس کے جواب میں تم اس چیز کا نام سوچ لو، تمہاری ہتھیلی کی یہ دو میانی لکیر مجھے اس چیز کا نام بتا دے گی۔"

اس نے بے یقینی سے پوچھا: "یہ کیسے ممکن ہے میری سوچ سے ان لکیروں کا کیا تعلق ہوسکتا ہے؟"

بہت گہرا تعلق ہے، انسان سوچ کر ارادہ کرتا ہے اور ارادے کی قوت سے اپنی تقدیر بدلتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ سوچ کا تعلق تقدیر سے ہے اور تقدیر ہاتھ کی لکیروں میں یا انسان کی مٹھی میں ہوتی ہے۔"

وہ میری باتوں سے قائل ہوگئی، اس نے میرے مشورے کے مطابق اپنے بیٹے پرتو کا نام سوچا، میں نے اس کی ہتھیلی کی درمیانی لکیر پر انگلی پھیرتے ہوئے کہا:

"تمہاری یہ لکیریں بتا رہی ہے کہ تمہارا بیٹا پتو تم سے چھین لیا گیا ہے۔"

وہ شدید حیرانی سے میرا منہ تکنے لگی پھر وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے ہاتھ تھام کر بولی: "تمہارا علم سچا ہے، اب مجھے بھی یقین آگیا ہے کہ ہاتھ کی لکیریں سچ بولتی ہیں، خدا کے لئے ان لکیروں کو دیکھ کر بتائیے کہ میرا بیٹا مجھے کب ملے گا اور کیسے ملے گا؟"

میں نے وہ بار اس کا ہاتھ تھام کر کہا: "کوئی سی بھی بات ہو اپنی ایک خاص ترتیب سے اچھی لگتی ہے، میں تمہیں بتاؤں گا کہ تمہارا بیٹا کب اور کیسے ملے گا لیکن اس سے پہلے تمہیں اپنے بیٹے کے بارے میں بتانا ہوگا تم اپنے بیٹے کے متعلق اُس وقت سے اب تک کی تمام باتیں ترتیب وار سوچو جس وقت کہ تمہارا بیٹا تم سے بچھڑ گیا تھا، کیونکہ اسی ترتیب سے یہ لکیریں تمہارے پتو تک لے جائے گی۔"

میری ہدایت کے مطابق وہ ترتیب وار سوچنے لگی۔ "میرا بیٹا چار برس کا ہے میں نے اس کی محبت میں ساری دنیا کو جھلا دیا تھا اس کے باپ کے مرنے کے بعد میں نے دوسری شادی نہیں کی کیونکہ میری جوانی کے طبگار بہت تھے لیکن اسے باپ کی محبت دینے والا کوئی نہ تھا، اس کی خاطر میں یہ ملازمت کر رہی ہوں، میری اس ممتا کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں سمجھتا۔ پھر اسے ایک دشمن کی نظر لگ گئی۔ پرسوں رات وہ چور دروازے کی طرح میرے گھر میں داخل ہوا پتو سو رہا تھا، میں اسے دیکھ کر چیخنا چاہتی تھی لیکن اس نے چیخنے کی مہلت نہیں دی، پتو کے سینے پر پستول رکھ کر کہا۔

"اگر تم اپنے بیٹے کی سلامتی چاہتی ہو تو میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

آتا سوچنے کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا: "میں جو کچھ سوچ رہی ہوں، کیا اب بھی لکیریں وہی بتا رہی ہیں؟"

میں نے جواب دیا: "ہاں۔ تمہارے گھر میں ایک بدمعاش گھس آیا تھا، تم اس کا حلیہ بتاؤ۔"

وہ سانولے رنگ کا ایک دبلا پتلا سا آدمی تھا، اس کی ناک لانبی اور آنکھیں چھوٹی سی تھیں اور آنکھوں میں ذہانت کی چمک تھی۔ پیشانی آگے کو اس طرح ابھری ہوئی تھی جیسے چوٹ کھا کر ورم آگیا ہو، وہ اپنی ابھری ہوئی پیشانی کے باعث ہزاروں میں پہچانا جا سکتا ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا: "کمرہ نمبر دو میں جو مریض ہے، اس کے متعلق بتاؤ کہ اسے کیا بیماری ہے؟"

کمرہ نمبر دو میں جو مریض تھا اس کا نام بھوانی شنکر تھا۔ نرس کو اس کی اصلیت نہیں معلوم تھی، وہ اسے محمود حسن کے نام سے جانتی تھی اور اس بدمعاش نے جو معلومات حاصل کی تھیں، اس سے صاف ظاہر تھا کہ اس کا بھوانی شنکر سے کوئی تعلق ہے۔

نرس نے کہا: "میں جانتی ہوں کہ اس ہسپتال میں اکثر مجرم علاج کے لئے لائے جاتے ہیں۔ دو نمبر کا مریض بھی کوئی زبردست مجرم ہے، اسی لئے اس کے کمرے کے اطراف سخت پہرہ ہے۔ ہسپتال کے ملازموں کو اور خصوصاً ہم نرسوں کو تاکید کی گئی ہے کہ ہم ہسپتال سے باہر جا کر کسی مریض کا ذکر نہ کریں، مگر وہ بدمعاش دو نمبر کے مریض کے متعلق پوچھ رہا تھا میں نہ بتاتی تو وہ میرے بچے کو مار ڈالتا۔ مجھے مجبوراً بتانا پڑا کہ اس مریض کو ہسپتال لایا گیا تھا۔ اس کے ماتھے کے پاس ٹھوکر لگنے سے گہرا زخم ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر جنرل نے اسے آپریشن تھیٹر میں لے جانے کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد ہم انٹیلیجنس والوں کی نگرانی میں اسے آپریشن کے ذریعہ پلاسٹک کا ایک کیپسول اس جگہ سے گئے اور آپریشن کے ذریعہ پلاسٹک کا ایک کیپسول اس جگہ سے نہ بتا سکی کہ اس کیپسول میں کیا تھا۔ ڈاکٹر جنرل نے اسے اپنی لے لیا تھا۔

پھر اس بدمعاش نے سوال کیا کہ اس مریض کی ٹھوڑی کا جو زخم ہے، وہ زخم کب تک بھرے گا۔ میں نے جواب دیا کہ اس تھا، معمولی زخم آیا ہے، دو چار روز میں زخم بھر جائے گا۔

تب اس بدمعاش نے کہا کہ جب تک دو نمبر کا مریض صحت مند نہیں ہو گا، اس وقت تک وہ میرے پتو کو اپنے پاس رکھے گا اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرائے گا۔ مثلاً دو نمبر کے مریض کے پاس تحریر وہ تحریر کو ڈورڈز میں ہوتی ہے، میری سمجھ میں نہیں آتی۔ لے گئی ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ اس مریض کی خدمت کروں تاکہ وہ جلد صحت یاب ہو جائے، اس طرح جلد ہی پتو بھی مجھے واپس جائے گا۔ میں اپنے بیٹے کی خاطر مجبوراً اس کا ہر کام کرتی ہوں، سب قانون کے خلاف ہے، پتہ نہیں یہ لوگ کس قسم کے مجرم ہیں، سے ٹکرانے کا کوئی راستہ نہیں بتاتا تو یہ میری ممتا سے فائدہ اٹھا کر اپنا ہے۔ میں جانتی ہوں آپ انٹیلیجنس کے کوئی افسر ہیں۔ ڈاکٹر کا خاص خیال رکھتے ہیں، آپ مجھے مجرموں کی آلہ کار بننے سے بچا سکتے ہیں۔ اس کے باوجود میں نے اپنی ہتھیلی کھول کر آپ کے سامنے چلے سزا کا خوف نہیں ہے، میں صرف آپ کے علم سے متاثر ہوئی ہوں چلا ہے کہ آپ اس علم سے میرے بچے کو واپس لے آئیں گے یا کم حفاظت کر سکیں گے، میں صرف اپنے بچے کا تحفظ چاہتی ہوں، کہ میرا بچہ کب ملے گا؟ کیسے ملے گا؟ کیا آپ اپنے علم سے اس کی رہنمائی کر سکیں گے؟"

میں نے جواب دیا: "ہاں، کیا تمہارے پاس پتو کی کوئی چیز ہے؟"

"جی ہاں۔ پچھلے ہفتہ میں نے اس کی ایک تصویر آرڈر کی تھی میرے گھر میں لگی ہوئی ہے۔"

"کیا پتو اچھی طرح باتیں کر لیتا ہے؟"

میں یہ سوالات اس لئے کر رہا تھا کہ پتو کی تصویر کے ذریعہ خیال تک پہنچ جاتا، اور اس معصوم بچے کی معصوم سی سوچ کے کی بھی سوچ تک پہنچ جاتا جو اس بچے کے آس پاس موجود ہوتے کر نرس نے پوچھا۔

"کیا آپ اخبارات میں میرے بیٹے کی تصویر شائع کرائیں گے؟"

اس طرح تو وہ میرے بچے کو مار ڈالیں گے۔"

میں نے اسے تسلی دی: "تمہارے بچے کی تصویر شائع نہیں کی جائے گی۔ میں ایک نظر دیکھ کر تمہیں واپس کر دوں گا، پھر میں اپنے علم سے معلوم کروں گا کہ تمہارا بچہ صحیح سلامت ہے اور معصوم آنکھوں والا بچہ کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

میری باتوں سے قائل ہو کر وہ بولی: "ابھی دس بجے ہیں میری ڈیوٹی ختم ہونے میں دس گیارہ گھنٹے باقی ہیں، میں ہسپتال کے پیچھے ایک کوارٹر میں رہتی ہوں، میں فوراً ہی پتو کی تصویر لے آؤں گی مگر وہ بدمعاش میری ڈیوٹی کے اوقات جانتا ہے، وہ آدھی رات کے بعد دو بجے کوارٹر میں آتا ہے، دو نمبر کا مریض جو پیغام دینا چاہے وہ پیغام اس کے حوالے کر دیتی ہوں۔ آج بھی وہ ضرور آئے گا۔"

اس کی باتوں سے پتہ چل رہا تھا کہ ابھی ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہ بدمعاش کوارٹر میں آئے گا تو بڑی آسانی سے گرفتار کر لیا جائے گا لیکن اس طرح پتو کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔ ایک ماں سے اس کا بیٹا ہمیشہ کے لئے بچھڑ جاتا، یہ درست ہے کہ میں نے اس نرس کے حسن و شباب کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا، لیکن اس نرس کی زندگی کا ایک دوسرا مقدس پہلو تھا، ایک بیٹے کی ماں کا رشتہ تھا، اور میری نظروں میں ہر رشتہ سب سے زیادہ اہم تھا۔ اس رشتے کی خاطر میں اس مجرم کو فوراً ہی گرفتار نہیں کرانا چاہتا تھا۔ دانشمندی بھی یہی تھی کہ ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا جائے، کیونکہ ہمیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس ایک بدمعاش کے پیچھے اور کتنے جرم کام کر رہے ہیں۔

میں نے اس سے کہا: "اچھی بات ہے، جب وہ بدمعاش تمہارے کوارٹر سے واپس جائے تو تم پتو کی تصویر لے آنا۔"

وہ ہاتھوں کی لکیریں دکھانے اور باتیں کرنے کے دوران میرے قریب بستر کے سرے پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کا گلابی ہاتھ میرے ہاتھوں میں تھا۔ دوسرے ہاتھوں کے لئے ہمارا انداز محویانہ تھا۔

ڈاکٹر جنرل شمیر حسن اور شہباز خاں نے کمرے میں داخل ہوتے ہی دیکھا کہ میں نے اس حسین نرس کو پھانس لیا ہے، نرس انہیں دیکھتے ہی الٹے پاؤں کھڑی ہو گئی۔ اس وقت اسے احساس ہوا کہ وہ ہاتھ کی لکیروں کا علم معلوم کرنے کے دوران میرے قریب اگر بیٹھ گئی تھی اور ایک لمبی مدت سے اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں دے رکھا تھا۔ یہ احساس ہوتے ہی وہ جیسے سرخ ہو گئی۔ پھر نظریں جھکا کر شرماتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔

ڈاکٹر جنرل نے میرے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا: "میں دیکھ رہا تھا کہ تم اپنی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں اور پسلیوں کا ماتم کر رہے ہو گے مگر تم انتشر ہی کچھ اور ہے، تم نے تو باقاعدہ عشق شروع کر دیا ہے۔"

شہباز نے بھی مسکرا کر کہا: "اپنا یار اس میدان کا پکا کھلاڑی ہے۔ بڑے خوبصورت شکار کھیلتا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے، میں لڑائی بن کر نہیں بلکہ ایک مجبوری بن کر اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھنے کے بعد میں نے ایک اور مجرم کا سراغ لگایا ہے۔"

کیا واقعی؟" وہ دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے، میں نے انہیں بتایا کہ میں کس طرح نرس کا ہاتھ دیکھنے کے بہانے اس کی سوچ کو پڑھتا رہا اور اس کی زبان سے بھی ضروری باتیں اگلواتا رہا۔ آخر میں میں نے نرس کی حمایت کی۔ وہ مجبور تھی، قانون کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن ممتا اس کی کمزوری بن گئی۔ ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔

"قانون کے خلاف کام کرنے کے باوجود وہ مجرم کی نشاندہی کر رہی ہے، لہٰذا وہ قابل معافی ہے، ابھی تو ہمیں اس بدمعاش کو اپنی نگاہوں میں رکھنا ہوگا جو نرس کے کوارٹر میں آنے والا ہے، پتہ نہیں دو نمبر کے مریض سے کیسے کیسے پیغامات کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے، ہم ان کے کوڈ ورڈز بھی نہیں جانتے ہیں۔"

میں نے کہا: "میں جانتا ہوں۔"

"تم ان کے کوڈ ورڈز کیسے جانتے ہو؟" انہوں نے حیرانی سے پوچھا

میں نے جواب دیا: "ابھی تو میں نہیں جانتا ہوں، لیکن پیغام پڑھنے والے کسی بھی مجرم کی سوچ بتا دے گی کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے اور اس پیغام میں کس مقصد کے لئے کونسا کوڈ ورڈ استعمال کیا گیا ہے۔"

شمیر حسن خوشی سے اچھل پڑے: "کمال ہے فرہاد، تم نے تو کمال کا علم حاصل کیا ہے، واقعی ہم بھی جب کوڈ ورڈز میں باتیں کرتے ہیں تو ان کا سیدھا سا مفہوم ہمارے ذہن میں واضح ہوتا رہتا ہے، تم یہاں بیٹھے ہی بیٹھے بڑی آسانی سے ان کے خفیہ پیغامات پڑھ سکتے ہو۔ بھئی یہ تو اتنا حیرت انگیز علم ہے کہ تم اس وقت ہمیں سپر مین نظر آ رہے ہو۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "کاش میں سپر مین ہوتا۔ سپر مین تو وہ سیاہ نقاب پوش تھا جس نے مجھے ہسپتال پہنچا دیا ہے۔"

شمیر حسن نے کہا: "ہاں، تمہاری خواہگاہ کا دروازہ جس انداز میں ٹوٹا ہوا پایا گیا ہے، اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خاتی قوتوں کا مالک ہے۔"

شہباز خان نے کہا: "جسمانی لحاظ سے خواہ وہ کتنا ہی طاقتور ہو، اگر ہم لڑنے کے فن سے واقف ہیں تو اس کے مقابلے میں دیر تک ٹھہر سکتے ہیں، اسے کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں یا نہ پہنچا سکیں لیکن خود کو اس کے حملوں سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ فرہاد میں اسی ایک بات کی کمی ہے، اس نے لڑنے کی باقاعدہ ٹریننگ حاصل نہیں کی ہے۔"

شمیر حسن نے کہا: "ہاں فرہاد تمہارے اندر یہ کمی نہیں ہونی چاہیئے ہمارے محکمے میں ایک شعبہ ایسا ہے جہاں لڑنے کے جدید داؤ پیچ سکھائے جاتے ہیں اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ مدمقابل اگر بہت زیادہ طاقتور ہو اور ہر طرح کے داؤ پیچ جانتا ہو تو اسے کس طرح نفسیاتی حربوں سے شکست دینا چاہیئے۔ تمہیں یہ سب کچھ ضرور سیکھنا چاہیئے۔"

"اچھی بات ہے، میں ضرور سیکھوں گا اور جلد ہی سیکھوں گا۔ فی الحال

میرے متعلق ڈاکٹروں کی کیا رپورٹ ہے؟"

"ان کی رپورٹ کے مطابق تم ٹھیک ہو، تمہاری ہڈی پسلیاں سلامت ہیں۔ دو چار روز تک جسم کے تمہاری ماش کی جائے گی تو تم دوڑنے بھاگنے کے قابل ہو جاؤ گے، لیکن اب میں تمہیں اس وقت تک میدان عمل میں نہیں آنے دوں گا جب تک کہ تم ایک اچھے فائٹر نہیں بن جاؤ گے۔"

"ہاں فرہاد، تمہیں کسی بزم کے پیچھے جاگنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ تم اطمینان سے ایزی چیئر شفٹ کرے میں بیٹھ کر نجومیوں کی سوچ کا پیچھا کرو اور سوچ کے ذریعہ میری راہنمائی کرتے رہو اور دیکھتے رہو کہ میں ان بدمعاشوں کو کس طرح چٹنی کا دودھ یاد دلاتا ہوں۔"

میں نے کہا: "اچھا اب کچھ عرصہ تک ایسا ہی ہوگا۔ میں بیٹھا رہوں گا اور تم دوڑتے رہو گے، مگر میری ایک بات یاد رکھو، اگر تم اس نقاب پوش سے ٹکراؤ گے تو تمہیں بھی چٹنی کا دودھ یاد آجائے گا۔"

"مجھے ڈرنہ دلاؤ۔" شہباز خاں نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "دیکھی اس سے سامنا ہونے دو، میں اس کا سر توڑ دوں گا۔ ہاں، میں تو یہ پوچھنا ہی بھول گیا تھا کہ تم نے سوچ کے ذریعہ اس نقاب پوش کو مات کیوں نہیں دی؟"

میں اس کی سوچ تک نہ پہنچ سکا کیونکہ اس کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا پھر یہ کہ وہ زبان سے کچھ نہیں بول رہا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ گونگا ہے۔

"کیا تم کسی گونگے کے خیال کو نہیں پڑھ سکتے؟ آخر گونگے آدمیوں کا دماغ بھی تو سوچتا ہے۔"

"میں کسی گونگے کے خیالات بھی پڑھ سکتا ہوں، بشرطیکہ اس کا چہرہ نظر آئے۔ انسان کی آنکھیں اس کے خیالوں کی چغلی کھاتی ہیں، میں آنکھوں کے ذریعہ گونگے کے خیال تک پہنچ سکتا ہوں۔"

ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"فرہاد! ابھی پورے دس بجے ہیں، اب وہ نرس ڈیوٹی ختم کر کے اپنے کوارٹر میں جا رہی ہوگی، تم اس سے دماغی رابطہ قائم کرو۔"

ان کی ہدایت کے مطابق ہم سب خاموش ہو گئے، میں نرس کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ ہسپتال کی عمارت سے باہر نکل کر اپنے کوارٹر کی طرف جا رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اگر وہ بدمعاش نہ آیا تو وہ فوراً ہی اپنے بچو کی تصویر لے کر دس نمبر کے مریض کے پاس (یعنی میرے پاس) چلی آئے گی۔

لیکن کوارٹر کے دروازے پر پہنچتے ہی وہ ٹھٹک گئی، دروازے پر تالا نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ بدمعاش اپنی عادت کے مطابق کسی کھڑکی یا کیل سے تالا کھول کر اندر آگیا ہے، اس کی آمد سے نرس کا دل گھبرا تا تھا، اس کے باوجود وہ اس بدمعاش کا انتظار اس لئے کرتی تھی کہ اس کے ذریعہ اسے اپنے بچے کی خیریت معلوم ہوتی رہتی تھی۔

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی پھر اس نے اس بدمعاش کو دیکھتے ہی پوچھا: "میرا بچو کیسا ہے، میں تمام دن اسی انتظار میں گذار دیتی ہوں کہ آئے گی تو مجھے میرے بیٹے کی خیریت معلوم ہوگی، جلد بتاؤ میرا بیٹا کیسا ہے؟"

آہستہ بولو۔" اس بدمعاش کی دبی ہوئی سرگوشی سنائی دی۔ تم مجھے دیکھتے ہی پہلے اپنے بیٹے کے متعلق پوچھتی ہو، میں تمہیں سمجھا چکا ہوں کہ پہلے میرے کام کی بات کیا کرو، لاؤ نکالو، وہ منبر والے کا کیا پیغام لائی ہو؟"

نرس نے اپنے گریبان کے اندر ہاتھ ڈال کر چولی کے اندر سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا اور اس کے حوالے کر دیا، وہ اسے کھول کر پڑھنے لگا۔

وہ جو کچھ پڑھ رہا تھا۔ وہ کوڈ ورڈ میں تھا لیکن پڑھنے کے دوران اس کی سوچ کے ذریعہ کوڈ ورڈ کی وضاحت ہوتی جا رہی تھی۔ بھوانی شنکر نے اسے لکھا تھا کہ آپریشن کا زخم بھرنے میں کئی دن لگ جائیں گے، بلیک گائیڈ کو کم از کم ایک ہفتہ انتظار کرنا ہوگا۔

وہ پیغام پڑھنے والا قدرے پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ ایک ہفتہ تک انتظار نہیں ہو سکے گا، ہیڈ کوارٹر سے برابر کالیں آ رہی ہیں کہ انہیں فوراً واپس آجانا چاہیئے۔

خدا دیر سوچنے کے بعد اس نے بھوانی شنکر کے نام کوڈ ورڈ میں ایک پیغام تحریر کیا۔ پیغام یہ تھا: "تمہاری صحت یابی کا انتظار نہیں کیا جا سکتا، یہاں سے فرار ہوتے وقت تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی شیتل تمہیں آرام سے اٹھا کر لے جائے گا۔ میں کسی وقت بھی موقعہ پا کر شیتل کے ساتھ آؤں گا اور تمہیں لے جاؤں گا۔"

اس نے یہ پیغام نرس کے حوالے کرتے ہوئے کہا: "اسے ابھی پہنچا دو، کیا تم کسی بہانے دو نمبر کے کمرے میں جا سکتی ہو؟"

نرس نے کہا: "میری ڈیوٹی کا وقت ختم ہو چکا ہے، دو نمبر اور دس نمبر کے کمروں کے اطراف سخت پہرہ ہے، میں کوئی معقول وجہ بنائے بغیر دو نمبر کے کمرے میں نہیں جا سکتی، انٹیلی جنس والے میری تلاشی لیں گے، یہ کاغذ کا ٹکڑا ان کے ہاتھ لگ جائے گا۔"

نرس نے معقول بات کہی تھی، لہٰذا اس نے تسلیم کرتے ہوئے کہا: "ہاں بات ہے، کل ڈیوٹی کے وقت اسے پہنچا دینا، اب میں جاتا ہوں، کل رات کے ایک بجے تمہارا بیٹا تمہیں واپس مل جائے گا۔"

"سچ؟" وہ خوش ہو کر بولی: "کیا تم سچ کہہ رہے ہو، کل تم میرے بچے کو یہاں لے آؤ گے؟ ہاں ضرور لے آنا، میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

وہ کوئی جواب دیئے بغیر کوارٹر سے باہر آگیا اور ہسپتال کے کمپاؤنڈ سے باہر جانے لگا، اب میں نے نرس کو نظر انداز کر دیا تھا اور اس شخص کے ذہن میں جھانک رہا تھا جو ہم سب کے لئے اجنبی تھا میں یہ معلوم کر رہا تھا کہ آخر وہ کون ہے اور ان مجرموں کے گروپ میں اس کی کیا حیثیت ہے، اس نے بھوانی شنکر کو جو پیغام دیا تھا۔ اس میں شیتل کا ذکر کچھ یوں تھا کہ شیتل بھوانی شنکر کو آرام سے اٹھا کر ہسپتال سے باہر لے آئے گا۔

میں نے اس اجنبی کی سوچ میں ہڑبڑا کر کہا: "اوے باپ ہے، میں ڈاکٹر ارہا ہوں۔" اس کے لڑکھڑا کر گرتے ہی میں نے اس کی سوچ میں سوالات کی بوچھار کر دی: "یہ کیا ہو گیا؟ میں اچانک کیسے گر پڑا، میرے پاؤں کیسے لڑکھڑا گئے؟ کیا میرا دماغ چل گیا ہے؟ مجھے فوراً ہی اپنے آپ کو پہچاننا چاہیئے، میں کون ہوں، میرا نام کیا ہے؟"

وہ بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا پھر جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اس کے بعد دل ہی دل میں کہنے لگا: "یہ اچانک مجھے کیا ہو گیا تھا، میری ذہنی حالت بالکل درست ہے، میں مضبوط اعصاب اور مستحکم قوت ارادی کا مالک ہوں، اسی لئے بلیک گائیڈ کے اہم فرائض انجام دے رہا ہوں، پتہ نہیں دماغ کے اندر یہ اچانک گڑبڑ کیسے ہو گئی تھی۔ اب سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔"

وہ سوچتے سوچتے اپنی کار کے قریب پہنچ گیا اور دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ وہ تعجب سے سوچ رہا تھا۔ کیا نرس کے پاس آنے والا اجنبی بلیک گائیڈ تھا۔ میری خواب گاہ میں جو نقاب پوش آیا تھا۔ وہ دیو قامت اور آہنی جسم کی طرح ناقابل شکست تھا اور نرس سے ملاقات کر کے جو شخص اسوقت کار میں بیٹھ کر جا رہا تھا۔ وہ نرس کے بیان کے مطابق دبلا پتلا سا آدمی تھا اور وہ خود کو بلیک گائیڈ کہہ رہا تھا۔ یعنی وہ دبلا پتلا سا آدمی آتما پرماتما فاکر احمد شیخ، قوی اور بھوانی شنکر بھی اس کی اصل شخصیت کو اور اس کی مصروفیات اور منصوبوں کو نہیں جانتے تھے۔

بلیک گائیڈ اس وقت کار ڈرائیو کرتے ہوئے اپنے منصوبوں پر غور کر رہا تھا۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ شیتل وہی سیاہ نقاب پوش ہے جو میری خواب گاہ میں آیا تھا اور جس نے مجھے مار ڈالنے کی پوری کوشش کی تھی۔ وہ مجھے اس لئے مار ڈالنا چاہتا تھا کہ احمد شیخ اور قوی وغیرہ میری وجہ سے گرفتار ہوئے تھے۔

میں نے بلیک گائیڈ کی سوچ میں مختلف سوالات کئے، اس نے برجوابات دیئے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

سیکرٹ سروس کے صرف چند بڑے افسر بلیک گائیڈ کو جانتے ہیں۔ ان کے علاوہ آج تک کسی نے اس کا اصل چہرہ نہیں دیکھا ہے۔ بھوانی شنکر اور قوی وغیرہ دوسرے ملکوں میں جا کر جب تخریبی کارروائیاں کرتے ہیں تو ان کے دلوں میں یہ اعتماد اور حوصلہ ہوتا ہے کہ ان کی پشت پر ہمیشہ بلیک گائیڈ موجود رہتا ہے اور انہیں تمام خطرات سے نکال لے جاتا ہے۔

بلیک گائیڈ کی سوچ سے یہ بھی پتہ چلا کہ وہ جسمانی لحاظ سے کمزور ہے لیکن آتما ذہین، چالاک اور زبردست منصوبے باز ہے کہ اس کا کوئی منصوبہ اور کوئی چال ناکام نہیں ہوتی، اس کے صرف دو گونگے ماتحت ہیں جو اس کے منصوبوں پر عمل کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام شیتل ہے اور دوسرے کا نام چیتل۔ (چیتل وہی گونگا تھا جو سامی کو اٹھا کر جیپ میں لے گیا تھا) شیتل اور چیتل جڑواں بھائی تھے۔ دونوں ہٹے کٹے شیشن کی طرح لڑتے تھے اور ایک دیو کی طرح اپنے مقابل کو اٹھا کر پھینک دیتے تھے، انہیں باقاعدہ لڑنے اور اپنا بچاؤ کرنے کی ٹریننگ دی گئی تھی۔ ٹریننگ کے ذریعہ وہ اتنے تیز اور پھرتیلے ہو گئے تھے اور نہ عام حالات میں کند ذہن تھے۔ نہ بولتے تھے، نہ سنتے تھے اور نہ ہی بلیک گائیڈ کے کسی منصوبے کو سمجھتے تھے، بلیک گائیڈ انہیں جو حکم دیتا تھا۔ وہ دونوں سوچے سمجھے بغیر اس پر عمل کرتے تھے یعنی بلیک گائیڈ ان کا حاکم تھا، آقا تھا اور وہ دونوں اس کے بندہ بے دام تھے، یا وہ ایسے بندر تھے جو ایک مداری کے اشارے پر ناچتے رہتے تھے۔

بندر تو کسی کے بھی اشارے پر ناچ سکتے ہیں بشرطیکہ وہ نچانا جانتا ہو، اب میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کس طرح گونگے شیتل کو اپنے کنٹرول میں رکھتا ہے اور اس سے اپنا کام نکالتا ہے، یہ معلومات اس لئے ضروری تھیں کہ آئندہ شیتل سے مقابلہ کرتے سے پہلے بلیک گائیڈ کے حلقہ کار کو سمجھنا لازمی تھا۔ اب تو یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ کند ذہن شیتل تنہا میری کوٹھی میں نہیں آیا تھا، وہاں بلیک گائیڈ نے اس کی رہنمائی کی تھی۔ اس حقیقت کے پیش نظر اگر میں بلیک گائیڈ کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھوں تو وہ شیتل کو ہمارے مقابلے پر نہیں لائے گا۔ یہی باتیں سوچ کر میں زیادہ سے زیادہ اس سے خیال کا رابطہ قائم رکھنا چاہتا تھا۔

اس وقت وہ سوچ رہا تھا: "میں نے جو پیغام نرس کو دیا ہے وہ اسے کل سے پہلے بھوانی شنکر تک نہیں پہنچا سکے گی لہٰذا کل رات کو ہی کوشش کی جائے گی کہ اسے ہسپتال سے نکال کر لے جائیں، میں ابھی گھر پہنچ کر کل کے لئے ایک مکمل منصوبہ بناؤں گا۔"

میں نے اس سے خیال کا رابطہ تھوڑی دیر کے لئے ختم کر دیا۔ ڈائریکٹر جنرل اور شہباز خان خاموش بیٹھے تھے اور مجھے دیکھ رہے تھے، وہ اس انتظار میں تھے کہ میں انہیں نرس اور بلیک گائیڈ کے متعلق تفصیل سے بہت کچھ بتاؤں گا۔

جب میں نے انہیں بتایا کہ نرس کے کوارٹر میں آنے والا شخص بلیک گائیڈ ہے تو ڈائریکٹر جنرل نے فوراً ہی کہا۔

"آتما ہم شخص ہماری نظروں میں ہے، ہمیں فوراً ہی اسے حراست میں لے لینا چاہیئے۔"

میں نے کہا: "اب جبکہ وہ ہماری نظروں میں آگیا ہے تو آئندہ ہم سے چھپ نہیں سکے گا، وہ جہاں بھی جائے گا، میں سوچ کے ذریعہ اس کی جائے پناہ معلوم کروں گا، میں چاہتا ہوں کہ آپ اسے ذرا ڈھیل دیں۔"

ڈھیل دینے کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

جناب! میں پہلے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ بچو کو کہاں رکھا گیا ہے اگر میں سے پہلے بلیک گائیڈ کو گھیرا گیا تو وہ بچہ زندہ سلامت واپس نہیں ملے گا۔

ڈائریکٹر جنرل نے بظاہر میری بات پر اعتراض نہیں کیا لیکن دل ہی دل میں کہنے لگے

یہ فرہاد ابھی نوجوان ہے۔ جذباتی ہے، اسے بچے سے زیادہ بچے کی ماں سے ہمدردی ہے۔ ویسے یہ حقیقت ہے کہ جوان عورت کے آنسو دیکھے نہیں جاتے۔ اسی لئے یہ جواں مرد آگے بڑھ کر آنسو پونچھنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اب میں اس نوجوان کو کیسے سمجھاؤں کہ محض ایک بچے کی زندگی بچانے کے لئے ڈسٹرکٹ جیل کے اتنے اہم شخص کو ڈھیل نہیں دی جا سکتی۔۔۔

یہ سوچتے وقت ڈائریکٹر جنرل کے ذہن سے یہ بات نکل گئی تھی کہ میں ہپناٹسٹ کے دماغ سے اس کے چھپے ہوئے خیالات چرا لیتا ہوں۔ میں نے انہیں مسکرا کر دیکھا تو انہیں فوراً ہی یاد آ گیا۔ وہ جھینپ کر کہنے لگے۔

تم بہت بڑے چور ہو۔ میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تم خیالات چرا لیتے ہو۔ بہرحال تمہیں پتہ چل گیا ہے کہ میں ایک بچے کی خاطر بلیک گائیڈ کو ڈھیل نہیں دینا چاہتا۔ تم خود سوچو کہ ہمارا وقت کتنا قیمتی ہے، ہمیں چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

میں نے جواباً کہا: آپ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے اور میں آپ کے کسی قیمتی جاسوس کو ضائع نہیں کرنا چاہتا، آپ شاید بھول گئے ہیں کہ وہ سیاہ نقاب پوش جس کا نام شیتل ہے، آپ کے آدمیوں کو بلیک گائیڈ تک نہیں پہنچنے دے گا، اگر وہ مقابلہ میں ناکام رہا تب بھی مرتے مرتے آپ کے دو چار آدمیوں کا صفایا کر جائے گا، کیا آپ چاہتے ہیں کہ خواہ مخواہ مقابلہ ہو اور ہمارے اچھے اور قابل لوگ مارے جائیں؟

انہوں نے کہا: کسی بھی مجرم کو گھیرتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مقابلہ ضرور ہوتا ہے، صرف تم اتنا بتاؤ کہ بلیک گائیڈ کہاں جا رہا ہے اور کہاں پہنچ کر قیام کرتا ہے، اس کے بعد تم یہاں بیٹھے ہی بیٹھے دیکھو کہ شہباز خان اس پر کس طرح جال پھینک کر اس آخری اور اہم شخص کو گرفتار کر لے گا۔

شہباز خان بھی جوش میں آ گیا، اس نے ڈائریکٹر جنرل کی تائید کی: ہاں فرہاد، تم تو دیکھ ہی چکے ہو کہ کل میں نے کتنی کامیابی سے محمد شریف اور ٹونی وغیرہ کی پناہ گاہ پر چھاپہ مارا تھا۔ وہ بلیک گائیڈ بھی مجھ سے بچ کر نہیں جائے گا۔ وہ گیا وہ شیتل — تو میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں پھر یہ کہ میرے پاس ریوالور ہو گا، تمہارے ساتھ جو مقابلہ ہوا تھا، اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ ریوالور دیکھتے ہی بھاگ جاتا ہے۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی ڈائریکٹر جنرل نے کہا: ہمارے پاس کسی ہتھیار کی کمی نہیں ہے اور ہمارے سب سے بڑے ہتھیار تم ہو، تم یہاں سے بیٹھے ہی بیٹھے شہباز کی مدد کر سکتے ہو، اسے ہر خطرہ سے آگاہ بھی کر سکتے ہو۔

وہ دونوں یکے بعد دیگرے بولتے جا رہے تھے، مجھے ہر طرح سے قائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ فوراً ہی بلیک گائیڈ کو گرفتار کر لینا انتہائی ضروری ہے، میں نے مجبور ہو کر کہا۔

جناب! میں آپ کے حکم سے انکار نہیں کر سکتا، آپ جو مناسب سمجھتے ہیں، وہ کریں، میں ابھی بلیک گائیڈ کی سوچ پڑھ کر بتا دیتا ہوں کہ اس وقت وہ کہاں ہے؟

یہ کہہ کر میں خاموشی سے بلیک گائیڈ کی سوچ پڑھنے لگا، وہ ابھی تک کار ڈرائیو کرتا ہوا شہر کے باہر جا رہا تھا، اس کا دماغ اسے گائیڈ کر رہا تھا کہ اسے کن راستوں پر چلنا چاہیئے اور اسی دماغ سے میں اس کی منزل کا پتہ معلوم کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے ڈائریکٹر جنرل کو بتا دیا کہ بلیک گائیڈ شہری آبادی کے آخری سرے پر ایک مکان میں داخل ہوا ہے اور وہی مکان اس کی رہائش گاہ ہے۔

یہ سنتے ہی ڈائریکٹر جنرل نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

میں شہباز کو چند مسلح جوانوں کے ساتھ ابھی وہاں روانہ کرتا ہوں۔ اس دوران اگر کوئی اہم اطلاع ہو تو تم فوراً ہی شہباز سے دماغی رابطہ قائم کر لینا۔ اچھا خدا حافظ۔

وہ پلٹ کر چلے گئے، شہباز خان نے بھی جاتے وقت مجھ سے مصافحہ کیا، میں نے کہا۔

تمہارے جانے کے بعد میں تنہا رہ جاؤں گا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم اس نرس کو یہاں بھیج دیتے، وہ یہاں رہے گی تو میں جاگتا رہوں گا اور سوچ کے ذریعہ تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔

اس نے معنی خیز انداز میں کہا: ایسا نہ ہو کہ یہاں بند کمرے میں تم دونوں ایک دوسرے کو گائیڈ کرتے رہو اور میں وہاں سڑک پر تمہاری مدد کا محتاج بنا رہوں۔

ایسا نہیں ہو گا شہباز، وہاں تمہارا مکمل ٹریفک سے ہو سکتا ہے میں تم سے غافل نہیں رہوں گا، تم خدا پر بھروسہ کر کے جاؤ۔

وہ چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میں پھر بلیک گائیڈ کے دماغ میں جھانکنے لگا، اس بار وہ زبان سے گونگا بن گیا تھا: ہوں ہوں، ہاں ہاں، کہتا ہوا ہاتھ کے اشاروں سے باتیں کر رہا تھا لیکن اس کی سوچ گونگی نہیں ہو سکتی تھی۔ جو کچھ وہ اپنے سامنے گونگے شیتل کو اشاروں سے سمجھا رہا تھا، اس کی وضاحت اس کی سوچ کے ذریعہ ہو رہی تھی۔

وہ گونگے سے کہہ رہا تھا: اس بچے کو لے کر کوٹھی میں واپس چلے جاؤ کوٹھی کا نمبر یاد ہے نا؟ ایکس تھری ٹی — یہ دیکھو میں لکھ کر بتا رہا ہوں۔ اسے ذہن نشین کر لو، ایکس تھری ٹی — وہاں ایک ادھیڑ عمر کی عورت ہے، یہ بچہ اسے دے دینا۔ یہ کسی وقت یہاں روتا ہے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ کوئی راہگیر یا گشتی پولیس کی جماعت اس کی آواز سن کر یہاں آ جائے گی، یہاں صرف ہم دو مرد ہیں، کوئی عورت نہیں ہے اور عورت کے ضمیر پر بچہ پولیس والوں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرے گا، وہاں کوٹھی نمبر ایکس تھری ٹی میں اس عورت کے ساتھ

رہے گا تو کسی کو شبہ نہیں ہو گا، یہ ابھی سو رہا ہے، راستے میں شور نہیں مچائے گا، اسے پچھلی سیٹ پر سلا کر لے جاؤ، اگر یہ جاگ جائے اور تمہارے لئے مصیبت بن جائے تو فوراً ہی اس کا گلا دبا دینا، اب جاؤ یہاں سے اور اسے پہنچا کر فوراً واپس آؤ۔

یہ کہہ کر وہ گونگے کی باتیں سننے لگا اور اس کے اشاروں کو اپنے دماغ سے سمجھنے لگا۔ وہ بلیک گائیڈ سے پوچھ رہا تھا کہ اسے سیاہ نقاب پہن کر جانا چاہیئے یا نہیں؟

بلیک گائیڈ نے بیزار ہو کر: تمہارے دماغ میں بھوسہ بھرا ہوا ہے، بھلا اس وقت نقاب کی کیا ضرورت ہے، تم کسی مشن پر تو نہیں جا رہے ہو۔ میں بھی کس احمق کو سمجھا رہا ہوں، یہ تو مشن کے معنی بھی نہیں جانتا ہے، یہ تو سدھا ہوا جانور ہے، جتنا سمجھایا تھا اتنا ہی سمجھتا ہے اور جتنا سمجھتا ہے اتنا ہی کام کرتا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ اے بابا نقاب کی ضرورت نہیں ہے، تم ایک معزز شہری بن کر جاؤ، دیر نہ کرو۔

اس کی سوچ کے ذریعہ کار اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی، پھر وہ آواز دور ہوتی چلی گئی، بلیک گائیڈ مکان کے اندر جانے لگا۔ میں اسے پھر پیچھے کر اس کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت ذہن پر ٹیتو کی تصویر نے کروٹ لے لی۔

اس نے آتے ہی کہا: میں فوراً ہی یہ تصویر لے کر نہ آ سکی وہ بدمعاش میرے کوارٹر میں آ کر بیٹھا ہوا تھا، اس کے جانے کے بعد یہاں آئی تو کمرے کے باہر پہرے داروں نے مجھے روک لیا۔ میں مایوس ہو کر واپس چلی گئی تھی۔ پھر ابھی مجھے یہ کہہ کر بلایا گیا ہے کہ آپ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں، میں نے اس کے ہاتھ سے تصویر لے کر کہا: ہاں۔ میں تمہارے بیٹے کی تصویر دیکھنا چاہتا تھا۔

میں ٹیتو کی تصویر دیکھنے لگا، تصویر بتا رہی تھی کہ وہ بلاشبہ خوبصورت اور پیارا پیارا بچہ ہے۔ اپنی ماں کی تمام خوبصورتی لے کر اس دنیا میں آیا ہے، میں ماں کے سامنے اس کے بیٹے کی تعریف کرنے لگا، وہ فخر سے مسکرا رہی تھی اور مجھے بتا رہی تھی کہ وہ بدمعاش کل رات کے ایک بجے میرے بچے کو واپس لے آئے گا۔

میں تصویر پر اس طرح نظریں جمائے ہوئے تھا جیسے کسی عمل میں ڈوب رہا ہوں، وہ باتیں کرتے کرتے رک گئی، مجھے غور سے دیکھنے لگی، میں دراصل ڈائریکٹر جنرل سے خیال کا رابطہ قائم کر رہا تھا۔ اس وقت وہ ایک وائرلیس کے خاص کمرے میں تنہا بیٹھے ٹرانسمیٹر کے ذریعہ شہباز سے گفتگو کر رہے تھے اور شہباز چند مسلح جوانوں کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھا بلیک گائیڈ کی قیام گاہ کی طرف جا رہا تھا۔

میں نے ڈائریکٹر جنرل کی سوچ میں کہا: جناب! میں فرہاد ہوں اور سوچ کے ذریعہ آپ سے مخاطب ہوں۔

وہ حیرانی سے سوچنے لگے: کیا واقعی میرے ذہن میں فرہاد بول رہا ہے، فرہاد! کیا سچ مچ تم ہو۔۔۔ مخاطب ہو؟

جی ہاں، پہلی بار آپ کی سوچ میں بول رہا ہوں، شاید آپ کو یقین نہیں آ رہا ہے؟

انہوں نے کہا: اچھا ٹھہرو، میں تمہارے کہنے سے کیا اس بات کی تصدیق کرتا ہوں۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میری طرف آنے لگے، میں بدستور ٹیتو کی تصویر پر نظریں جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ ٹوٹتے ہی میں نے سر اٹھا کر سوچ میں ڈوبی ہوئی نظروں سے نرس کو دیکھا، وہ میری نظروں کا مفہوم نہ سمجھ سکی، اس نے بے تابی سے پوچھا۔

کیا بات ہے، آپ کا علم کیا کہتا ہے؟ میرا بچہ خیریت سے تو ہے نا کل رات تک مجھے مل جائے گا نا؟

نہیں: میں نے جواب دیا: کل رات بہت دور ہے، تمہارا بیٹا ابھی تمہیں مل جائے گا۔

مارے خوشی کے میرے بستر پر بیٹھ گئی، میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بے اختیار اپنے سینے سے لگا لیا، پھر مسرت سے کانپتی ہوئی آواز میں بولی:

ابھی مل جائے گا؟ کیا میرا علم مجھے ابھی مل جائے گا: کہاں ہے وہ؟ کیسے ملے گا؟

یہ کہتے ہی وہ، اچانک رک کر بے یقینی سے سوچنے لگی: یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس وقت اتنی رات کو مل جائے۔ یہ مریض مجھے بہلا رہا ہے، ضرور جھوٹ بول رہا ہے۔

میں نے فوراً ہی اپنی سچائی کا یقین دلانا مناسب نہیں سمجھا۔ اسی وقت ڈائریکٹر جنرل میرے کمرے میں آ گئے، وہ تصدیق کرنا چاہتے تھے کہ میں نے سوچ کے ذریعہ ان سے رابطہ قائم کیا تھا یا نہیں؟ لیکن وہ نرس کے سامنے ٹیلی پیتھی کے متعلق کوئی سوال نہیں کر سکتے تھے، میں نے مسکرا کر کہا۔

آپ جس بات کی تصدیق کرنے آئے ہیں وہ درست ہے، ابھی میں نے آپ سے رابطہ قائم کیا تھا، آپ شہباز کو بتا دیں کہ بلیک گائیڈ اس مکان میں بالکل تنہا ہے، شیتل کم از کم ایک گھنٹے کے بعد وہاں پہنچے گا۔

اچھی بات ہے، میں ابھی اسے اغوام کرتا ہوں۔

میرا ایک کام ہے جناب! وہ یہ کہ آپ اپنے وہ چار مسلح جوانوں کو نرس کے ہمراہ کوٹھی نمبر ایکس تھری ٹی میں بھیج دیں۔ وہاں وہ لڑکا ٹیتو ایک عورت کی نگرانی میں ہے، ان جوانوں سے کہہ دیں کہ ٹیتو کو ان کے حوالے کر دیں اور اس عورت کو عمارت میں لے لیں۔

میں نے انہیں اس کوٹھی کا مکمل پتہ بتا دیا۔ نرس حیرانی سے آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی، میں نے مسکرا کر کہا۔

میں نے تمہارے بیٹے کی تصویر دیکھ کر اپنے علم سے معلوم کیا ہے کہ یہ تصویر میں مسکرانے والا بچہ کوٹھی نمبر ایکس تھری ٹی میں ہے، تم ان کے ساتھ جاؤ۔

تمہارا بیٹا ابھی تمہیں مل جائے گا۔"

وہ مجھے احسانمندی سے دیکھتی ہوئی ڈائریکٹر جنرل کے پیچھے پیچھے چلی گئی۔

اس کے جاتے ہی کمرہ ویران ہوگیا اور میں تنہا رہ گیا، اکثر میرے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ میں زندگی کے ہنگاموں سے گھنٹے گذرتے اچانک ہی تنہا رہ جاتا ہوں۔ ایسے وقت سوچتا ہوں کہ اتنی بڑی دنیا میں کوئی میرا اپنا نہیں ہے نہ ماں باپ ہیں، نہ بھائی بہن ہیں۔ جو بھی ہیں وہ دور کے رشتہ دار ہیں، کوئی ایسا نہیں ہے جسے گہرے رشتے کی بنا پر تنہائی میں یاد کروں سامی سے دل کا کا رشتہ تھا لیکن وہ اپنے جسم کی حفاظت اور سلامتی کے لئے دل کے رشتے کو ترجیح نہیں دیتی تھی، اسے اپنا شاہکار جسم اتنا عزیز تھا کہ وہ جان بوجھ کر مجھ سے دور سرحد پار چلی گئی تھی۔ لہٰذا میں مکمل یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ زندگی کی آخری سانس تک میرا ساتھ دے سکے گی یا نہیں؟

میں اب بھی اس سے محبت کرتا تھا لیکن اس پر فخر نہیں کرتا تھا۔ اپنا فرض سمجھ کر اس کی خیریت معلوم کرتا رہتا تھا اور اس کے کام آتا تھا۔ میں نے اس وقت بھی چپکے سے اس کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔

وہ سو رہی تھی اور ایک سمندر سپنا دیکھ رہی تھی، میں اس کے سپنے کا شہزادہ تھا۔ لیکن سپنے میں بھی کسی ایرے غیرے کی گنجائش نہیں تھی۔ وہاں بھی اس کی بند آنکھوں کے پیچھے میں نظر آرہا تھا۔

میں نے اس کے خواب میں مداخلت نہیں کی، اس کے ذہن پر دستک نہیں دی، اسے چپ چاپ سوتا چھوڑ کر خواب کی دنیا سے ہسپتال کے ماحول میں واپس آگیا، اگر میں اسے فیڈ سے بیدار کرتا اور پیار و محبت کی پوٹلیاں مجھے بہا کر لے جاتیں تو میں شہباز، نرس اور ٹیچر کے متعلق تازہ ترین اطلاعات سے محروم رہ جاتا۔

لہٰذا میں نے سب سے پہلے شہباز کی طرف توجہ دی۔ وہ بلیک گائیڈ کے بیان کا مطالعہ کر چکا تھا اور اسے بلا کر باہر آنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ لیکن وہ باہر نہیں آرہا تھا اور نہ ہی اس کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا۔

شہباز سوچنے لگا۔ کہیں میں نے کسی غلط مکان کا مطالعہ تو نہیں کیا ہے، اندر سے کسی کی آواز نہیں آرہی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان بالکل خالی ہے۔

شہباز کی سوچ پڑھ رہے تھے بھی شبہ ہوا کہ کہیں وہ کوئی اور مکان نہ ہو، اس خیال سے میں بلیک گائیڈ کے خیالات پڑھنے لگا۔

وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا۔ پتہ نہیں، یہ پولیس والے میرے پیچھے کیسے پڑ گئے ہیں۔ وہ کیا جانتے ہیں کہ میں کون ہوں، جبکہ میرے اپنے آدمی مجھے نہیں پہچانتے ہیں، میں حیران ہوں کہ اس ملک کی پولیس اتنی برق رفتار کیسے ہوگئی ہے، ان لوگوں نے چار دن پہلے بھوانی شنکر کو گرفتار کیا۔ پھر دن اور رات ٹیچر اور ٹونی وغیرہ تک پہنچ گئے۔ اب میرے مکان کا بھی محاصرہ کر لیا ہے۔

اچھی بات ہے، یہ لوگ مجھے باہر سے للکارتے رہیں، میں اس چھوٹے سے مکان کو ٹائم بم سے اڑا دوں گا۔ یہ لوگ مجھے بھوانی شنکر اور ٹونی کو بہت آسانی سے گرفتار کرنے آگئے ہیں، ابھی انہیں پتہ چل جائے گا کہ ٹیچر سے ٹکرانا کتنا خطرناک ہے، یہ اتنی قوت کا بم ہے کہ مکان کی دیواریں بھی دھجیوں کی طرح اڑ کر محاصرہ کرنے والوں کو اپنے ملبے میں دفن کر دیں گی۔

یہ سوچ کر وہ بم کی ٹائمنگ کے لئے دس منٹ کا وقفہ نوٹ کرنے لگا میں حیرانی سے سوچ رہا تھا، کیا اس مکان کے ساتھ وہ خود بھی مرنے کے لئے تیار ہے؟ اس خیال سے میرے دل کو صدمہ پہنچا، وہ میرا ایک اچھا دوست تھا، حالانکہ اسے سب سے پہلے اپنی حفاظت کے لئے سوچنا چاہئے۔

لیکن اس کے اطمینان سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ حفاظت سے وہ کچھ ڈرنے اور حوصلہ ہارنے کی بجائے پرسکون رہنے کا عادی تھا۔ میں نے فوراً ہی شہباز کے دماغ پر دستک دی۔

شہباز: محاصرہ توڑ نہ کرو، اپنے آدمیوں کے ساتھ مکان سے دور ہو جاؤ، ابھی وہ مکان بارود کے دھماکے سے برباد ہو جائے گا۔ میں فریاد بول رہا ہوں، تم فوراً ہی ہدایت پر عمل کرو۔"

شہباز اپنا سر تھام کر سوچنے لگا، کیا واقعی فرہاد مجھ سے سوچ کے ذریعہ رابطہ قائم کر رہا ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا تھا، اسے یقین دلانے میں کافی وقت صرف ہو جاتا، بلیک گائیڈ نے صرف دس منٹ کا وقت ٹائم بم میں سیٹ کیا تھا اور اب تک چار منٹ گذر گئے تھے، وہ ٹائم بم کو کمرے میں رکھنے کے بعد بڑی تیزی سے آتش دان کی طرف جا رہا تھا، تب اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ آتش دان کے اندر سے ایک چور زمین تہہ خانے میں گیا ہے اور تہہ خانے سے ایک سرنگ بہت دور جا کر ایک جنگل میں جھاڑیوں کے درمیان نکلتی ہے۔

اس کے خیالات پڑھ کر معلومات حاصل کرنے میں کئی منٹ ضائع ہو گئے۔ میں نے گھڑی میں وقت دیکھا، دو منٹ رہ گئے تھے۔

ادھر شہباز کو یقین نہیں آرہا تھا کہ میں اس کی سوچ میں آکر سے ایک زبردست خطرے سے آگاہ کر رہا ہوں۔

میں نے سوچ کے ذریعہ ڈائریکٹر جنرل کو مخاطب کیا اور ان سے کہا کہ وہ فوراً شہباز اور اپنے دوسرے آدمیوں کو مکان سے دور جانے کا حکم دیں، ایک منٹ کے بعد اس مکان کے اندر زبردست دھماکہ ہونے والا ہے، اور بلیک گائیڈ چور راستے سے فرار ہو گیا ہے۔

انہوں نے فوراً میسیج کے ذریعہ شہباز کو حکم دیا کہ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ فوراً ہی مکان سے بہت دور چلا جائے، ابھی آدھے منٹ میں دھماکہ ہونے والا ہے، یہ اطلاع فرہاد کی ملی ہے۔

جناب میں شہباز نے کہا: جناب! فرہاد کی اطلاع غلط ہے، اس مکان کے اندر سے دو آدمیوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی ہیں، جب لوگ اندر موجود ہیں تو بم دھماکہ کیسے ہو سکتا ہے، میں ابھی فائرنگ..."

وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا، اچانک ہی ایک زبردست دھماکہ ہوا۔

شہباز نے مجھ پر یقین نہیں کیا تھا اور باتوں میں وقت ضائع کیا تھا۔ یہ تو میں جانتا تھا کہ مکان کے اندر سے دو آدمیوں کی گفتگو کیسے سنائی دے رہی تھی، جبکہ وہاں کوئی نہ تھا، بعد میں یہی سمجھ میں آیا کہ بلیک گائیڈ نے فرار ہونے سے پہلے ٹیپ ریکارڈر آن کر دیا تھا، اس ٹیپ میں دو آدمیوں کی گفتگو ریکارڈ کی ہوئی تھی، اور اس گفتگو سے شہباز دھوکہ کھا گیا تھا۔

میں نے شہباز سے دماغی رابطہ قائم کرنا چاہا، لیکن اس کی سوچوں کو پڑھنے میں نے صدمہ کا، کیونکہ اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوب گیا تھا، کیا وہ مر گیا ہے؟ اس خیال سے میرے دل کو صدمہ پہنچا، وہ میرا ایک اچھا دوست تھا، میں نے خود کو تسلی دی کہ شاید وہ بیہوش ہو گیا ہے۔

میں نے اسی وقت ڈائریکٹر جنرل کو اطلاع دی کہ دھماکہ ہو چکا ہے۔ شہباز سے دماغی رابطہ قائم نہیں ہو رہا ہے، اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ بیہوش ہو گیا ہے۔ ڈائریکٹر جنرل شہر حسن فوراً ہی ایک امدادی پارٹی روانہ کرنے کے انتظامات میں مصروف ہو گئے۔

ادھر سے فراغت پا کر میں نے نرس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا، اس وقت وہ ایک جیپ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھی اپنے بچے کو سینے سے لگا کر پیار کر رہی تھی، اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ کامیاب ہو کر واپس آرہی ہے۔

لیکن اس بات کا اندیشہ تھا کہ شیتل ان کی راہ میں دیوار بن جائے گا۔ لیکن ایسی کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ میں نے مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے نرس کے ذہن کو کریدنا شروع کیا۔ اب وہ بار بار میرے متعلق سوچ رہی تھی۔

وہ مرد نہیں ہے، کوئی فرشتہ ہے، غیب کی باتیں جانتا ہے۔ ان کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: صرف احسان یاد رکھوں گی یا اس انسان کو بھی یاد رکھوں گی؟

میں انہیں بھی یاد رکھوں گی، یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں انہیں بھول جاؤں۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا: یہ تو درست ہے کہ میں بھول نہیں سکتی لیکن انہیں کس انداز میں یاد رکھوں گی؟

کسی انداز میں یاد رکھنے سے پہلے وہ چشم تصور میں مجھے دیکھنے لگی۔ اس وقت میرے دونوں ہاتھوں کے چوڑے پنجے اور مضبوط انگلیاں اس کی آنکھوں میں تھیں، سب سے پہلے میرے ان ہاتھوں کا خیال اس کے ذہن میں آیا کہ اس نے انہیں کی لکیریں دیکھنے کے لئے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا تھا جب کی بات اور تھی، وہ تمنا کے جوش میں تھی، یہ نہ سوچ سکی تھی کہ اپنا اور ایک جوان مرد کے ہاتھوں میں دے رہی تھی، اب کی بات کچھ اور ہو گئی۔ میرے مضبوط ہاتھوں کا تصور کرتے ہی شرما گئی، اور شرماتی ہوئی وہ سوچنے لگی۔

مجھے کیا ہو گیا تھا؟ مجھے یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ ہاتھ دکھاتے وقت میں ان کے بالکل قریب بیٹھ گئی تھی، وہ تو اس وقت ہوش آیا جب پولیس کے دو افسر کمرے میں آگئے تھے، نہ جانے ان لوگوں نے کیا سوچا ہوگا؟ یہی سوچا ہوگا کہ میں نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں محبت سے دیا ہے، وہ محبت کا ہی انداز تھا۔

محبت کا انداز یاد آیا تو وہ تصور میں میرے چہرے اور شخصیت کا جائزہ لینے لگی۔ وہ میری شخصیت کے متعلق جتنا سوچ رہی تھی، اتنا ہی مجھ سے متاثر ہوتی جا رہی تھی اور یہ سوچ رہی تھی: میں اتنی بار ان کے قریب گئی لیکن اب سے پہلے ان سے متاثر کیوں نہ ہوئی؟ شاید اس لئے کہ اب تک میرے دل و دماغ پر پیو کی جدائی کا گہرا اثر تھا، مجھے اس کے سوا دنیا میں کوئی دوسرا نظر نہیں آتا تھا، میں دنیا کے تمام رشتوں اور محبتوں کو بھول گئی تھی۔

اب میرا ٹیچر میرے سینے سے لگا ہوا ہے، اب خیال آرہا ہے کہ یہاں زندہ رہنے کے لئے بہت سے رشتوں اور جذبوں کا احترام کرنا پڑتا ہے اور کچھ جذبات ایسے ہوتے ہیں جن سے پیچھا نہیں چھڑایا جا سکتا۔ دل بار بار کہتا ہے، کوئی تو ہو جو مجھے اپنے مضبوط بازوؤں میں چھپا لے۔

اور اُن کے تو بازو بھی مضبوط ہیں اور ان کی ذہنی صلاحیتیں بھی حیرت انگیز ہیں، غیب کی باتیں بتا دیتے ہیں۔ ان سے ملاقات نہ ہوتی تو میں کچھ اتنی آسانی سے نہ ملتا۔ جی چاہتا ہے کہ ان کے قدموں پر سر رکھ کر ان کے اس عظیم احسان کا اعتراف کروں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: کیا میں قدموں میں سر رکھنے کی بجائے ان کے گلے لگ کر شکریہ ادا نہیں کر سکتی؟

"اس: وہ چونک کر سوچنے لگی: یہ میں کیسی باتیں سوچ رہی ہوں؟ کسی نے میرے خیال کو سمجھ لیا تو بے شرم کہلاؤں گی۔ نگرخیالوں میں کون جھانکتا ہے؟ نہ جانے میں کتنی دیر سے ان کے متعلق سوچ رہی ہوں۔ میں زبان سے کچھ نہ کہوں، یہ اور بات ہے، مگر دل ہی دل میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ میں بے اختیار ان کی طرف کھنچتی جا رہی ہوں، میں کئی بار کوشش کر چکی ہوں کہ ان کے متعلق زیادہ نہ سوچوں، مگر تب سے کہ سوچنا ہی چلی جا رہی ہوں کیا اسے دل لگنا کہتے ہیں؟

وہ جیپ کار میں بیٹھی ہوئی تھی اور اب ہسپتال کے کمپاؤنڈ تک پہنچ گئی تھی، اس نے سوچا: پتہ چل گیا ہے، میں اسے کوارٹر میں سلاکر دس نمبر کے کمرے میں جاؤں گی لیکن نہیں، میں اپنے بیٹے کو تنہا نہیں چھوڑوں گی، ایسا نہ ہو کہ وہ بدحواس ہو کر اسے اٹھا کر لے جائے، ٹھیک ہے، اب میں ان کے پاس ہو کر لے کر جاؤں گی، وہی بتائیں گے کہ اس ننھی سی جان کو دشمنوں سے کس طرح محفوظ رکھا جا سکتا ہے؟

یہ سوچ کر وہ پولیس کے مسلح جوانوں کے ساتھ ہسپتال کی عمارت میں داخل ہو گئی، تھوڑی دیر بعد ایک آفیسر ڈائریکٹر جنرل کو رپورٹ دے رہا تھا اور میں ڈائریکٹر جنرل کی سوچ کے ذریعہ اس رپورٹ کو سن رہا تھا۔

رپورٹ یہ تھی کہ جس کوٹھی سے ٹیچر کو حاصل کیا گیا تھا وہاں ایک ادھیڑ عمر کی عورت کے سوا کوئی نہ تھا، اس عورت کو حراست میں لے لیا گیا تھا

اور اس کوٹھی میں ایک سپاہی کو پہرہ پر رکھ دیا گیا تھا۔

میرا خیال تھا کہ اس کوٹھی میں شیتل انٹیلی جنس والوں سے ٹکرائے گا لیکن ان کی پوسٹ اس کراچی ہی سوچا جا سکتا تھا کہ انٹیلی جنس والوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی شیتل واپس چلا گیا تھا، وہ یقیناً اس مکان کی طرف گیا ہوگا جو اب کھنڈر بن چکا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ میں اس گورکھے شیتل کی سوچ کو نہیں پکڑ سکتا تھا، کیونکہ میں اس کے چہرے سے واقف نہیں تھا، اس کی آنکھوں کے ذریعہ اس کی سوچ تک نہیں پہنچ سکتا تھا، اس وقت شیتل جہاں بھی تھا، نقاب میں نہیں تھا، کاش کہ مجھ سے سامنا ہو جاتا اور میں اس کا چہرہ ایک بار دیکھ لیتا، ایک ہی بار تھا جو میرے کنٹرول میں نہیں تھا

ایسے وقت ایسی سمجھ میں آیا کہ میں بلیک گائیڈ سے رابطہ رکھوں اور یہ معلوم کرتا رہوں کہ وہ شیتل سے کہاں ملے گا؟ کیسے ملے گا؟ اور اس سے کس طرح رابطہ قائم کرے گا؟

اسی وقت نرس اسٹاف کیئر جنرل کمرے میں آئے، انہوں نے مجھے وہی رپورٹ سنائی جو میں پہلے سن چکا تھا، میں نے ان سے کہا۔

"میں ابھی شیتل کو تلاش کر رہا ہوں، اس کے لئے ضروری ہے کہ میں بلیک گائیڈ سے رابطہ رکھوں، آپ یہ بتائیں شہباز کی کوئی خبر آئی؟"

انھوں نے کہا۔ "میں نے جوابادی جماعت روانہ کی تھی، ان کی کار ٹریفک راستے میں خراب ہو گئی ہے۔ میں نے دوسری گاڑی بھیجی ہے۔ ابھی پندرہ بیس منٹ کے بعد وہاں کی رپورٹ بھی مل جائے گی۔"

یہ کہہ کر انھوں نے کن انکھیوں سے نرس کی جانب دیکھا۔ پھر مجھے معنی خیز انداز میں دیکھ کر مسکرائے اور وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی نرس نے سر جھکا کر کہا۔

"میرا بچہ مجھے مل گیا ہے۔ میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔ آپ نے اتنا بڑا احسان کیا ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا میں کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں؟"

میں نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھا کر کہا۔ "اگر تمہارا دل کہتا ہے کہ آگے بڑھ کر شکریہ ادا کرو تو آگے بڑھو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو۔"

وہ جھجکنے لگی، سوچنے لگی۔ "یہ ہاتھ میری جانب اٹھا ہوا ہے میں اسے ٹھکرا نہیں سکتی۔ اگر میں ان کا ہاتھ تھام لوں اور ذرا قریب ہو جاؤں تو یہ کوئی غلط حرکت نہیں کریں گے کیونکہ یہ بیمار ہیں۔"

یہ سوچتے ہی وہ مطمئن ہو کر آگے بڑھ گئی۔ ہولے ہولے جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے اس کے نرم و نازک ہاتھ کو تھام کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ شکریہ ادا کرنے کا سب سے خوبصورت انداز ہے۔"

وہ شرمانے لگی۔ میں نے اس کے ہاتھ کو ہلکا سا تھپکا دیا یعنی قریب آنے کا اشارہ کیا۔ وہ بے اختیار کھنچی چلی آئی حالانکہ ابھی اس کے اندر قریب آنے اور دور رہنے کی کشمکش جاری تھی۔ میں نے اس کا دھیان بٹانے کے لیے پتو کی بات چھیڑ دی۔

"تمہارا بیٹا کہاں ہے؟"

بیٹے کے ذکر پر وہ خوشی سے کھل گئی۔ اس کے اندر کی کشمکش یکلخت ختم ہو گئی۔ اسے یوں لگا جیسے میں اس کا اپنا ہوں۔ ہمارے کوئی غریبت ہی نہیں ہے اور میں اس کے اور پتو کے دکھ سکھ میں شریک رہا ہوں۔

اس نے جواب دیا۔ "میں نے اسے ایک نرس کے گھر پر چھوڑا ہے۔ اب میں اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ پھر نہ آ جائے۔"

"ہاں۔ ابھی تک وہ گرفتار نہیں ہو سکا۔ وہ کسی وقت بھی دوبارہ آ سکتا ہے۔ تمہیں محتاط رہنا چاہیئے۔"

وہ سہم کر بولی۔ "مجھے جانا چاہیئے۔ میرا بچہ اکیلا ہے۔ پتہ نہیں نرس وہاں موجود ہے یا نہیں؟"

وہ میرے پاس سے اٹھنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔ "تم یہیں موجود ہو، تمہارے بیٹے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

اس کی آنکھوں سے اطمینان جھلکنے لگا۔ وہ مسکرا کر بولی۔ "دیر کے لیے بھول گئی تھی کہ آپ یہاں موجود ہیں۔ واقعی اب مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیئے لیکن ایسا کب تک ہوگا؟ آپ یہاں نہیں رہیں گے۔ آپ کی عدم موجودگی میں اگر وہ بدمعاش آ گیا تو اپنے بچے کی حفاظت کیسے کروں گی؟"

"تم فکر نہ کرو۔ وہ بدمعاش جلد ہی گرفتار ہو جائے گا اور تب تک وہ گرفتار نہیں ہوگا، اس وقت تک میں اسے تمہارے قریب نہیں آنے دوں گا۔"

"آپ کتنے اچھے ہیں۔ میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔"

"میں نے کہا نا، پہلی بار تم نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں دے کر شکریہ ادا کیا۔ دوسری بار اپنے آپ کو میرے ہاتھوں میں دے کر شکریہ ادا کر سکتی ہو۔"

یکبارگی اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میرے ہاتھوں کے تصور سے وہ مارے شرم کے لال لال ہو گئی۔ وہ حیات ایسی تھی جیسے اب تب میں گر پڑے گی۔ وہ جذبات کی مہل سے کانپنے لگی۔ فطری شرم و حیا کے تحت اس نے مجھ سے پرے ہٹنا چاہا لیکن ایک ناکام سی جدوجہد کی۔ پھر ایسے شانت ہو گئی جیسے کسی تناور درخت کے سائے میں آ کر زندگی کی دھوپ سے محفوظ ہو گئی ہو۔

ہم تھوڑی دیر تک اسی طرح خاموش رہے۔ اس کا سر میرے دل سے لگا دھڑک رہا تھا اور میں چپ چاپ اس کے بالوں کو پڑھ رہا تھا

وہ سوچ رہی تھی۔ "آج پورے چار سال کے بعد مجھے

پتو کا سوتیلا باپ نہیں بنا سکتی.....؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے اپنے دل کی بات کہہ گئی۔ میں نے اس کی تائید میں کہا۔

"یہ تمہارا دانشمندانہ فیصلہ ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے تمہارا کوئی بولے فرینڈ شادی سے پہلے تمہارے پتو سے جتنی محبت کرے گا، اتنی ہی نفرت وہ سوتیلا باپ بن کر کرے گا۔ میں پتو کا صرف ہمدرد اور مددگار بن کر رہوں گا اور تمہارا صرف دوست!"

یہ کہہ کر میں نے اس کے چھپتے ہوئے چہرے کو اپنی طرف کیا اور

دوستی کی ابتدا کر دی۔ بس وہ ابتدا ہی تھی۔

میں اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا کیونکہ دن میں دو وقت میرے بدن کی مالش کی جاتی تھی اور ناکید کی جاتی تھی کہ میں چپ چاپ پڑا رہوں۔ کمرے میں چلنے پھرنے کی خواہش نہ کروں۔ جب اتنے سے کمرے میں چلنے پھرنے کی ممانعت تھی تو پھر جزیرہ کے طویل سفر کی اجازت کیسے مل سکتی تھی۔

اس نے ایک نرس کی حیثیت سے اپنا فرض انجام دیا اور مجھے آگے بڑھنے سے روک دیا

دروازے پر دستک سنتے ہی وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی

ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن نے دروازے پر دستک دے کر عقلمندی کا ثبوت دیا تھا۔ وہ سر جھکائے کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟ خیریت تو ہے؟"

انھوں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "بہت بری خبر ہے۔ شہباز خان اس مکان کی دیوار کے نیچے دب کر مر گیا۔ اس کے ساتھیوں کا بھی برا حال ہے۔ ان میں سے دو ایسے ہیں جو ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی مر گئے ہیں۔ باقی چار کی حالت بہت نازک ہے۔"

شہباز کی موت کی خبر سن کر میرا سر جھک گیا۔ مجھے اس قدر صدمہ پہنچا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے سوچا، میں کیا کر سکتا تھا؟ میری صلاحیتیں بھی کام نہیں آ سکتی تھیں۔ میں نے ڈائریکٹر جنرل کو پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ وہ جلد بازی سے کام نہ لیں، مجرم ہاتھ سے نکل جائے گا۔

اور وہ ہاتھ سے نکل گیا تھا اور ایک دلیر اور باصلاحیت افسر مارا گیا تھا اور یہ سب عجلت کا نتیجہ تھا۔ میں اس لیے اس مشن کے خلاف تھا کہ ہم بلیک گائیڈ کے طریقۂ کار سے واقف نہیں تھے۔ وشن کو اچھی طرح سمجھے بغیر اس پر حملہ کرنا دانش مندی نہیں ہوتی، پھر بھی میں نے شہباز سے کبھی سوچ کے ذریعے گفتگو نہیں کی تھی۔ ہمارے درمیان یہ طے نہیں پایا تھا کہ میں سوچ کے ذریعے اسے کس طرح گائیڈ کروں گا۔ شہباز اسی وجہ سے مارا

گیا تھا کہ اس نے مجھ پر یقین نہیں کیا تھا۔ میدانِ عمل میں وہ صرف خود کو مرد میدان سمجھتا رہا تھا۔

اس مشن کی ناکامی میں ڈائریکٹر جنرل کے اندھے فیصلے کا بھی دخل تھا۔ انھوں نے سمجھا تھا کہ جس طرح احمد شیخ اور ٹونی وغیرہ آسانی سے ایک مکان میں گھیر لیے گئے تھے اسی طرح بلیک گائیڈ بھی آسانی سے ہاتھ آجائے گا۔

دراصل انھیں میری صلاحیتوں پر بھروسہ نہیں تھا۔ انھیں سمجھنا چاہیے تھا کہ بلیک گائیڈ کہیں بھی بھاگ کر جائے گا تو میری سوچ کی لہروں سے گرفت میں لے لیں گی۔ اب ناکام ہونے کے بعد انھوں نے کہا۔

"میں اس بلیک گائیڈ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم فوراً پتہ چلاؤ کہ اس وقت وہ کہاں ہے؟ میرے آدمی ابھی اس کا پیچھا کریں گے۔"

"جناب ابھی پچھلا کر کے پھر وہی غلطی کریں گے۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ ابھی بلیک گائیڈ کو گرفتار کرنے کے لیے کوئی قدم نہ اٹھایا جائے — لیکن آپ نے میرے مشورے کو تسلیم نہیں کیا۔"

شبیر حسن نے پہلی بار مجھے ناگواری سے دیکھا۔ وہ بہت بڑے افسر تھے۔ آج تک کسی نے ان پر تنقید نہیں کی تھی اور میں انھیں اس مشن کی ناکامی کا ذمہ دار ٹھہرا رہا تھا۔ وہ ناگواری سے سوچ رہے تھے۔

"کل کا چھوکرا مجھے اپنے مشورے پر چلانا چاہتا ہے۔ یہ کیا جانتا ہے۔ ہم نے مجرموں سے دو دو ہاتھ کرتے ہوئے ایک عمر گزاری ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کس وقت کون سا قدم اٹھانا چاہیے۔ یہ ٹیلی پیتھی کیا جانتا ہے کہ اپنے آپ کو۔۔۔"

وہ سوچتے سوچتے رک گئے۔ اچانک ہی انھیں عقل آگئی کہ میں ان کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ انھوں نے پریشان ہو کر مجھے دیکھا تو میں نے مسکرا کر کہا۔

"واقعی آپ نے مجرموں سے دو دو ہاتھ کرتے ہوئے ایک عمر گزاری ہے۔ میں آپ کے سامنے بچہ ہوں۔ آپ جو حکم دیں گے میں اس پر عمل کروں گا۔ ابھی پندرہ منٹ کے بعد آپ تشریف لائیں میں بتا دوں گا کہ بلیک گائیڈ کہاں ہے؟"

میں نے انھیں سوچتے ہوئے سن لیا تھا اور وہ میرے خلاف سوچ رہے تھے اس لیے اب انھیں غصہ آرہا تھا کہ میں نے ان کے خیالات کیوں پڑھ لیے۔ وہ بھلا کر وہاں سے چلے گئے۔ کمرے سے باہر جا کر بھی انھوں نے میرے متعلق سوچا۔

"یہ بڑی مشکل ہے۔ فرہاد میرے خیالات بھی پڑھ لیتا ہے۔ شاید اب بھی پڑھ رہا ہوگا۔ نہیں — وہ — وہ تو ان نرس اس کے پاس موجود ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ میرے باہر آتے ہی جذبات میں بہہ گیا ہو اور میرے خیالات نہ پڑھ رہا ہو۔ پھر بھی مجھے محتاط رہنا چاہیے۔ اس کے خلاف نہیں سوچنا چاہیے۔ مگر کچھ باتیں ایسی ہیں جنھیں میں اس کی لاعلمی میں سوچنا چاہتا ہوں۔ اسے علم نہیں ہونا چاہیے کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔

ہاں ایک ترکیب ہے۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب جائے گا تب ہی میں آزادی سے سوچ سکوں گا۔۔۔"

یہ سوچتے سوچتے وہ ڈاکٹر کے پاس پہنچ گئے۔ انھوں نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ "اتنی رات گذر گئی ہے فرہاد کو نیند کیوں نہیں آرہی ہے۔ کیا آپ نے نیند کا انجکشن نہیں دے سکتے؟"

"جی ہاں! میں ابھی نرس کو بھیجتا ہوں' وہ انجکشن لگا دے گی۔"

"ابھی نہیں۔ آدھ گھنٹے کے بعد اسے نیند کا انجکشن دیجیے۔"

وہ سوچنے لگے۔ "اگر فرہاد میری سوچ پڑھ رہا ہوگا تو نیند کا انجکشن نہیں لگوائے گا۔ اگر اس نے انجکشن لگوا لیا تو پھر مجھے آزادی سے سوچنے کا موقع مل جائے گا۔"

میں شبیر حسن کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ فرزانہ نے مجھے تیرانی سے دیکھ کر پوچھا۔

"آپ کس سوچ میں ڈوب گئے ہیں؟"

"میں اپنے علم سے ایک ایسی مصیبت کو دیکھ رہا ہوں جو ابھی کچھ دیر بعد آنے والی ہے۔ اس مصیبت سے تم ہی مجھے بچا سکتی ہو۔"

"کیا واقعی میں آپ کو کسی مصیبت سے بچا سکتی ہوں؟" فرزانہ کی سوچ کر حیران بھی ہوئی اور سرشار بھی کہ وہ میرے کام آسکتی ہے۔ وہ پھر قریب آکر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "آپ کے لیے تو میری جان بھی حاضر ہے۔ میں آپ کو کس طرح کسی مصیبت سے بچا سکتی ہوں؟"

میں نے کہا۔ "ابھی جو نرس ڈیوٹی پر ہے' وہ آدھ گھنٹے بعد مجھے کا انجکشن لگانے آئے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ انجکشن مجھے نہ لگایا جائے میں ابھی سونا نہیں چاہتا۔"

"کیوں نہیں سونا چاہتے؟ نیند آپ کے لیے بہتر ہے۔ آپ کو ضرور سونا چاہیے۔"

"ابھی تم سے بحث نہیں کر سکتا۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم وہ انجکشن بدل دو۔ نرس جو ٹرے لے کر آئے گی' اس میں کوئی ایسا انجکشن رکھ دو' جس سے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

فرزانہ نے کہا۔ "انجکشن بدل دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ نرس یہاں آکر جب دوا کو سرنج میں منتقل کرے گی تو اسے پتہ چل جائے گا کہ ٹرے میں غلط انجکشن آگیا ہے۔ وہ واپس جا کر دوبارہ نیند کا انجکشن لے آئے گی۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہیں سے دوا سرنج میں بھر کر لائی جائے؟"

"ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ سسٹر سے باتوں میں لگا کر میں خود ہی سرنج میں دوا بھر کر بھیج دوں۔ اگر ایسا نہ ہو سکا تو پھر کیا ہوگا؟"

"تم یہ نہ سوچو کہ کیا ہوگا۔ بس تم اپنے طور پر پوری کوشش کرو۔ ناکامی ہو تو کوئی پرواہ نہ کرو۔ میں حالات سے نمٹنا جانتا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولی۔ "آپ نے پہلی بار مجھے ایک ذمہ داری سونپی ہے۔ میں اس ذمہ داری کو ہر حال میں نبھاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگی۔ وہ جا ہی رہی تھی اور ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن تشریف لا رہے تھے۔ انھوں نے آتے ہی پوچھا۔

"کیا تم نے بلیک گائیڈ کا پتا اور ٹھکانہ معلوم کر لیا ہے؟"

"جی نہیں۔ میں ابھی ان سے رابطہ قائم کروں گا۔"

وہ اتنی دیر سے کیا کر رہے تھے؟ کیا تمھیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہے۔ شہباز کے ساتھ تین نوجوان مرچکے ہیں۔ چار بری طرح زخمی ہو گئے ہیں۔ بلیک گائیڈ اور شیتل نہ جانے ہماری پہنچ سے کتنی دور جا چکے ہیں اور تم فرزانہ نرس کے ساتھ عشق کرنے میں اپنا اور ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو۔ میں حکم دیتا ہوں کہ فوراً بلیک گائیڈ کی پناہ گاہ کا پتہ معلوم کرو۔"

انھوں نے اس طرح تحکمانہ انداز میں کہا جیسے میں ان کا کوئی ادنیٰ ملازم ہوں۔ میں انھیں غور سے دیکھنے لگا۔ وہ اپنی ناکامی پر جھلائے ہوئے تھے۔ وہ بلیک گائیڈ کو جلد از جلد حراست میں لے کر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ انھوں نے شہباز جیسے قابل قدر افسر کی قربانی دے کر بلیک گائیڈ اور شیتل جیسے خطرناک مجرموں کو گرفتار کیا ہے۔

وہ پہلے کی طرح بزرگانہ انداز میں میری پیٹھ سہلا کر بڑی سہولت سے کام نکال سکتے تھے لیکن وہ مصلحت اندیشی بھول گئے تھے کیونکہ میں نے ان کی ان کے مفہوموں کی مخالفت کر کے انھیں احساس کمتری میں مبتلا کیا تھا اور وہ میری برتری تسلیم نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے خود برتر بن کر بول رہے تھے اور یہ بھول گئے تھے کہ نہ تو میں ان کا ملازم ہوں اور نہ ان کے محکمے سے باقاعدہ میرا تعلق ہے۔

اس وقت میرے جی میں آیا کہ میں بھی ضد میں آجاؤں اور ان کے کام سے انکار کر دوں۔ پھر میں نے سوچا کہ دریا میں رہ کر مگر مچھ سے بیر نہیں کرنا چاہیے۔ دانشمندی یہ ہوگی کہ اس محکمے کو میری صلاحیتوں سے جو فائدہ پہنچتا ہے وہ پہنچا دوں۔ مجرموں کو قانون کے حوالے کر دوں۔ اس کے بعد خود اس محکمے سے الگ ہو جاؤں گا۔ یہ سوچ کر میں نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی بلیک گائیڈ کو تلاش کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر میری سوچ کی لہریں بلیک گائیڈ کی سوچ کی لہروں کو ڈھونڈنے لگیں۔ چند ساعت کے بعد ہی میں اس کی سوچ تک پہنچ گیا۔

اس وقت وہ کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ رات کے ڈھائی بجے تھے۔ اسٹریٹ لائٹ میں گھڑی کی ٹک ٹک اس کے کانوں تک پہنچ رہی تھی اور وہاں سے گزرتی ہوئی میری ذہنی سماعت تک آرہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"اتنی رات ہو گئی' شیتل ابھی تک نہیں آیا۔ وہ بچے کو کوٹھی نمبر ایکیس پہنچا کر واپس آیا ہوگا تو اس نے مکان کی تباہی سے سمجھ لیا ہوگا کہ پولیس والوں کی نظروں میں آگیا ہے اور بلیک گائیڈ نے پناہ گاہ بدل لی ہے۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انٹیلی جنس والوں کو میری پناہ گاہوں کا علم کیسے ہو جاتا ہے۔ میں اس مکان کو ٹائم بم سے اڑانے کے بعد کوٹھی نمبر ایکیس قریشی کی طرف گیا تھا مگر وہاں دور سے ہی میں نے خطرے کو بھانپ لیا۔ انٹیلی جنس والے وہاں بھی پہنچ گئے تھے۔

شیتل بھی دوبارہ اس کوٹھی کی طرف جائے گا اور وہاں سے ناکام ہو کر دوسری پناہ گاہوں کی طرف مجھے تلاش کرنے آئے گا۔ اب تو دو ہی پناہ گاہیں رہ گئی ہیں۔ ایک یہ ہے اور دوسری فوجرگ میں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ پناہ گاہ جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں' اس کا عملہ وقوع کیا ہے۔ کیا اتنی رات کو وہ گونگا یہاں تک پہنچ سکے گا؟"

بلیک گائیڈ نے اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ میرے دماغ میں کیسے فضول سے خیالات آنے لگے ہیں۔ شیتل تمام پناہ گاہوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ وہ یہاں آسانی سے پہنچ جائے گا۔"

بلیک گائیڈ مستحکم ارادوں اور ٹھوس خیالات کا حامل تھا۔ غیر ضروری باتیں سوچنے کا عادی نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی پناہ گاہ کے متعلق اس لیے نہیں سوچا تھا کہ وہ خود جانتا تھا کہ کہاں بیٹھا ہوا ہے۔ پھر اس جگہ کے متعلق سوچنا بالکل ہی غیر ضروری تھا۔

میں زور دے کے لیے اُلجھ گیا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کی پناہ گاہ کا پتہ کیسے معلوم کروں۔ اس وقت وہ سگار سلگا کر اس کا کش لگا رہا تھا اور شیتل کے متعلق سوچ رہا تھا۔ مجھے ایک ترکیب سوجھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"بیٹھے بٹھائے سگار پینے سے کام نہیں چلے گا' مجھے ذرا ٹہلنا چاہیے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ وہ انتظار کی طوالت سے پریشان ہو رہا تھا۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں مشورہ دیا۔

"مجھے کھڑکی یا دروازے سے باہر جھانک کر دیکھنا چاہیے۔ شاید وہ آرہا ہو۔"

مشورہ معقول تھا۔ وہ کھڑکی سے باہر نیچے کی جانب دیکھنے لگا۔ آنکھیں جو دیکھتی ہیں' وہ دماغ کو بتاتی ہیں۔ ایک ہی چیز کو ہزار بار دیکھتی ہیں اور ہزار بار لاشعور میں کہتی ہیں کہ سامنے کیا ہے؟ "سامنے پولیس ہسپتال ہے۔"

میں چونک کر سوچنے لگا۔ کیا وہ اسی ہسپتال کے قریب' اس عمارت کے سامنے والی کسی عمارت میں ہے؟

اس وقت بلیک گائیڈ نے کھڑکی کے نیچے دور تک پھیلے ہوئے راستے کو دیکھا تھا۔ چونکہ اسے شیتل نظر نہیں آیا تھا اس لیے اب وہ اس ہسپتال کو دیکھ کر طنزیہ انداز میں سوچ رہا تھا۔

"قانون کی آنکھوں میں دھول جھونکنا نہایت آسان ہے' اگر مجرم ذہین ہو۔ اب یہ انٹیلی جنس والے کبھی خواب میں بھی یہ نہیں دیکھ سکتے اور سمجھ سکتے کہ جسے وہ تلاش کر رہے ہیں' وہ اسی ہسپتال کے سامنے ایک شاندار ہوٹل کی تیسری منزل کے تیسرے کمرے میں موجود ہے۔ دور تک دماغ دوڑانے والے پولیس افسر یہ سوچ ہی نہیں سکتے کہ مجرم ان کی بغل میں ہے۔

ہوٹل کا یہ کمرہ ہمیشہ میرے ایک فرضی نام سے ریزرو رہتا ہے ٹھیک ہے اب میں شیتل کے ساتھ کل تک یہیں رہوں گا۔ کل تک کسی طرح بھلوان شنکر کو یہاں سے نکال کرے جانا ہی ہوگا۔ اس کے بعد احمد شیخ اور ٹونی کی فکر کرنی ہوگی۔ . . . . ."

یہاں تک میں نے بلیک گائیڈ کی سوچ پڑھ کر اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ میرے سامنے کھڑے ہوئے انتظار کر رہے تھے کہ میں کب آنکھیں کھولوں گا اور انھیں بلیک گائیڈ کا پتہ بتاؤں گا۔ وہ انتظار کے دوران جھنجلا رہے تھے جھنجلاہٹ کی وجہ یہ تھی کہ میں آرام سے آنکھیں بند کیے آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا اور وہ رات کے تیسرے پہر میرے سامنے ایک مصروفی آدمی کی طرح کھڑے ہوئے تھے۔

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ ناگواری سے بولے "کیسا تم سو گئے تھے؟"

"جی ہاں" میں نے جواب دیا "میں سوتے سوتے اس دنیا کے آخری سرے میں بسنے والے انسان کی سوچ تک پہنچ جاتا ہوں لیکن آپ کا مجرم اتنی دُور نہیں ہے۔ آپ کے قریب ہی ہے۔ اس ہسپتال کے سامنے والے ہوٹل کی تیسری منزل کے تیسرے کمرے میں . . . . ."

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ حیرت سے اچھل کر بولے۔ "سامنے والے ہوٹل میں؟ تعجب ہے وہ ہمارے بالکل سامنے ہے یعنی کہ اتنا دلیر ہے کہ ہمارے قریب بیٹھا ہوا ہے۔"

"دلیر نہیں، چالاک ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آپ لوگ اسے دُور تک تلاش کریں گے اور کبھی یہ نہیں سوچیں گے کہ وہ آپ کے قریب ہی ایک شاندار ہوٹل میں آرام کر رہا ہے۔"

"میں ابھی اس کی چالاکی بھلا دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر جانے لگے۔

اس بار انھوں نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ وہ کس طرح بلیک گائیڈ کو گھیریں گے اور اس مقصد کے لیے کتنے مسلح جوان وہاں جائیں گے اور کس کی رہنمائی میں یہ کام انجام پائے گا۔

انھوں نے مجھے اس قابل نہیں سمجھا کہ اس سلسلے میں مجھ سے مشورہ لیتے اور کوئی لائن آف ایکشن بنا کر آگے بڑھتے۔ وہ تو ایسے چلے گئے تھے جیسے سامنے ہی پکا پکایا کھانا رکھا ہوا ہے اور وہ وہاں پہنچتے ہی اسے ایک لقمے میں چبا کر ہضم کر لیں گے۔ میں نے بھی اس سلسلے میں زیادہ دلچسپی نہیں لی۔ وہ میرا کوئی اچھا مشورہ تسلیم کرنے میں اپنی توہین سمجھتے تھے لہٰذا میں ان کی توہین نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ان کے جاتے ہی میں نے فرزانہ کے ذہن میں جھانک کر اس کے خیالات سُنے۔ اس وقت وہ خاموش تھی اور نرس کی باتیں سُن رہی تھی۔ وہ باتیں میری دماغی سماعت تک بھی پہنچ رہی تھیں۔

نرس کہہ رہی تھی "فرزانہ! کیا بات ہے تم جب سے آئی ہو دس نمبر کے مریض کے متعلق ہی گفتگو کیے جا رہی ہو۔ کیا بہت پسند آ گیا ہے؟"

جواب میں ذرا دیر کے لیے خاموشی رہی۔ پھر اسی نرس نے کہا "بولتے

جائے تم تو شرم سے گھٹنا جا رہی ہو۔ کیا ہونٹوں کو دبا لینے سے مسکراہٹ چھپ جائے گی؟ بولے فرزانہ! تم اس حالت میں کتنی حسین نظر آ رہی ہو۔ دیکھو اتنے عرصے کے بعد کسی سے دل لگا بھی لیا ہے تو اب پیچھے نہ ہٹنا۔ وہ ایک قدم تمھاری طرف بڑھے تو تم چار قدم اس کی جانب بھی چلی جانا۔ وہ تو بڑا ہینڈسم سا ہے اور بڑی لکی ہو بس یہ موقعہ ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ تم میری بات سمجھ رہی ہو نا، اتنی دیر سے میں ہی بولے جا رہی ہوں تم بھی کچھ بولو نا؟"

فرزانہ شرماتی ہوئی بولی "مجھے شرم آتی ہے۔ میں کیا بولوں؟ اچھا وہ مجھے اپنے پاس بیٹھنے کے لیے کہہ رہے تھے۔"

"تو پھر جاؤ۔ یہاں کیوں بیٹھی ہو؟"

"میں جا کر کیا کروں گی؟ ابھی تمھیں نیند کا انجکشن لگانے جاؤں گی۔"

"ہاں۔ میں تو بھول ہی گئی تھی۔" ڈاکٹر نے انجکشن لگانے کے لیے کہا ہے۔"

فرزانہ نے ہچکچاتے ہوئے نرس کو مخاطب کیا "روبی! ایک بات کہوں اگر تم مان لو گی تو مجھے کافی دیر تک ان سے باتیں کرنے کا موقعہ مل جائے گا۔ ابھی تم نے ہی کہا ہے کہ موقعہ ہاتھ سے جانے نہ پائے۔"

"ہاں۔ میں نے دُرست کہا ہے ویسے تم مجھ سے کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"میں کیا کہوں؟ تم خود سمجھدار ہو۔ اگر تم انھیں نیند کا انجکشن لگا دو گی تو وہ سو جائیں گے، پھر میں کس سے باتیں کروں گی؟"

"ہوں۔ تو تم یہ چاہتی ہو کہ میں انھیں نہ سُلاؤں۔ یہ کوئی مشکل کام تو نہیں ہے۔ ڈائریکٹر جنرل حکم دے گئے ہیں کہ ابھی دس نمبر کے مریض کو زیادہ انجکشن لگنا چاہیے۔ میں ان کے حکم کے مطابق انجکشن سے کروس نمبر کے کمرے میں جاؤں گی مگر انجکشن نہیں لگاؤں گی۔ تم اپنے بیمار کو سمجھا دینا کہ وہ تمھارے جانے کے بعد انجکشن کے بغیر ہی گہری نیند سو جائے ورنہ میری شامت آ جائے گی۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں انھیں سُلا دوں گی۔"

"ہاں۔ تم جیسا سُلا دو گی وہ تو میں جانتی ہوں۔ ہائے کتنی بے تُکی سے سونے کی بات کہہ رہی ہو۔"

وہ جھینپ کر بولی "مارو دوں گی ہاں۔ مجھے ایسی باتیں اچھی نہیں لگتیں میں جا رہی ہوں۔ تم تو بس ایسے ہی چھیڑتی رہو گی۔"

"ٹھہرو۔ میں بھی انجکشن لے کر چلتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ ٹرے میں انجکشن اور سرنج وغیرہ رکھنے لگی۔ پھر وہ دونوں آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے میرے کمرے کی طرف آنے لگیں لیکن دروازہ پر دو سپاہیوں نے فرزانہ کو اندر آنے سے روک دیا۔ فرزانہ نے اندر آنے کی درخواست کی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے افسر آ چکی تھی۔ روبی نے بھی اس کی حمایت کی لیکن سپاہیوں نے یہ کہہ کر اندر جانے کی اجازت نہیں دی کہ ڈائریکٹر جنرل صاحب نے حکم دیا ہے کہ مریض کو انجکشن لگانے کے بعد کسی کو کمرے میں جانے کی اجازت نہ دی جائے ورنہ مریض کی نیند میں خلل پڑے گا۔

فرزانہ بڑے ارمانوں سے میرے پاس آ رہی تھی مگر اس کے تمام ارمانوں پر اوس پڑ گئی۔ اگر وہ ڈیوٹی پر ہوتی تو روبی کی بجائے خود میرے پاس چلی آتی لیکن اس کی ڈیوٹی صبح دس بجے سے تھی۔ وہ مایوس ہو کر واپس جانے لگی

روبی نے کمرے میں آ کر تمام باتیں مجھے بتائیں۔ میں بھی مجبور تھا۔ اس وقت میں ڈائریکٹر جنرل کا حکم تھا۔ ان کے حکم کے خلاف فرزانہ کو نہیں بلا سکتا تھا۔ میں نے روبی سے کہا۔

"میں ابھی سونا نہیں چاہتا۔ اپنی فرزانہ کو بلا کر لانا چاہتا ہوں۔ تم مجھ پر مہربانی کرو اور مجھے انجکشن نہ لگاؤ۔"

روبی نے کہا "فرزانہ بھی یہی کہہ رہی تھی مگر اب تو تم دونوں ایک دوسرے سے دُور ہو۔ ایسی صورت میں تمھارا سو جانا ہی بہتر ہے۔"

"نہیں سسٹر! میں جاگنا چاہتا ہوں اور جاگتی آنکھوں سے اپنی فرزانہ کے خواب دیکھنا چاہتا ہوں۔ پلیز مجھے جاگنے دو۔ اگر ڈاکٹر وغیرہ پوچھیں گے تو میں کہہ دوں گا کہ تم نے انجکشن لگایا تھا۔"

اس نے میری بات مان لی۔ انجکشن کی شیشی ٹرے سے اٹھا کر اپنے بلاؤز کے اندر چھپا لی۔ پھر مسکراتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

اس کے جاتے ہی میں نے ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن کی سوچ کو پڑھنا شروع کیا۔ اس وقت وہ بڑی احتیاط اور رازداری سے اس ہوٹل کا معاصرہ کر رہے تھے۔ ان کے مسلح جوان عام شہری لباس میں تھے اس لیے کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ کسی مجرم کی ناکہ بندی کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔

یہ سب کچھ ڈائریکٹر جنرل کی رہنمائی میں ہو رہا تھا! اس بار وہ عجلت سے کام نہیں لے رہے تھے پچھلی غلطی نے انھیں محتاط کر دیا تھا اس لیے وہ بڑی سہولت سے ہوٹل کے باہر ناکہ بندی کرنے کے بعد اب تیسری منزل کے تمام راستوں کو بند کر رہے تھے۔

میں نے تیسری منزل کے تیسرے کمرے کے اندر بلیک گائیڈ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ گونگا شیتل آ گیا ہے اور وہ ہاتھ کے اشاروں سے باتیں کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دونوں چہیتے ان میں پھنس گئے تھے۔ ڈائریکٹر جنرل کسی وقت بھی وہاں اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ پہنچنے والے تھے۔

اتنے میں بلیک گائیڈ چونک کر بڑبڑانے لگا "ارے یہ سُرخ بلب اسپارک کر رہا ہے۔ شیتل یہاں آؤ . . . . ."

وہ تیزی سے شیتل کے ساتھ باتھ روم میں آیا۔ وہاں واش بیسن کے پائپ سے ٹرانسمیٹر منسلک تھا۔ اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہوٹل کے منیجر نے اسے اطلاع دی کہ وہ چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل ہوٹل کے رجسٹر میں اس کا نام اور پتہ پڑھ کر متاثر ہو رہا تھا، کیونکہ وہاں بلیک گائیڈ کا نام ڈاکٹر سعید شیرازی تھا۔ وہ دو دن پہلے ایران سے آیا تھا اور دو دن بعد برما کی طرف جانے والا تھا۔

دروازے پر دستک سُن کر بلیک گائیڈ باتھ روم سے باہر آ گیا۔ اس وقت اس کا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا اور لمحے لمحے اعتماد سے سوچ رہا تھا کہ ڈائریکٹر جنرل نے خود یہاں آ کر اس کی مشکل آسان کر دی ہے۔ اب وہ صرف اپنا پاکٹ نہیں کرے گا بلکہ ابھی صبح ہونے سے پہلے بھوانی شنکر کو بھی ہسپتال سے نکال کر لے جائے گا۔

اس نے کمرے میں آ کر باہر کا دروازہ کھول دیا۔ باہر دو نوجوان ریوالور لیے کھڑے تھے۔ ریوالوروں کا رُخ بلیک گائیڈ کی جانب تھا۔ ان کے پیچھے ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن کھڑے ہوئے تھے۔ پھر ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر بلیک گائیڈ کی تلاشی لی۔ اس کے پاس سے کوئی ہتھیار برآمد نہ ہوا۔ شبیر حسن نے کمرے میں آ کر اس سے پاسپورٹ وغیرہ طلب کیا۔ بلیک گائیڈ کے پاس تمام ایسے کاغذات موجود تھے جو اس بات کی تصدیق کرتے تھے کہ وہ ڈاکٹر سعید شیرازی ہے اور گلے کی بیماریوں کا مشہور معالج ہے۔

شبیر حسن الجھن میں پڑ گئے۔ وہ ایک معزز اور معروف ڈاکٹر تھا کسی کل سے بھی مجرم نظر نہیں آتا تھا۔ ڈاکٹر سعید شیرازی کی شخصیت ایسی تھی کہ اس کے خلاف کوئی ثبوت حاصل کیے بغیر اسے حراست میں نہیں لیا جا سکتا تھا۔

اب میرا فرض تھا کہ میں ان کی رہنمائی کرتا۔ میں انھیں بتانا چاہتا تھا کہ ڈاکٹر شیرازی کا پاسپورٹ اور دوسرے تمام کاغذات جعلی ہیں لیکن اسی وقت بلیک گائیڈ نے شبیر حسن کو مخاطب کیا۔ میں نے سوچا کہ پہلے ان دونوں کی باتیں ہو جائیں، پھر میں انھیں گائیڈ کروں گا۔ ان سے سوچ کے ذریعے کہوں گا کہ گونگا شیتل باتھ روم میں چھپا ہوا ہے اور وہاں واش بیسن کے ایک نلکے سے ٹرانسمیٹر منسلک ہے۔

لیکن بلیک گائیڈ نے کچھ ایسی چال چلی کہ مجھے شبیر حسن کی سوچ تک پہنچنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ اس نے شبیر حسن سے پوچھا۔

"جناب! آپ اس حد تک چھان بین کر چکے ہیں۔ اب مجھے بھی حق پہنچتا ہے کہ میں آپ کی تعریف معلوم کروں؟"

شبیر حسن نے فخر سے کہا "میں یہاں کی انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل ہوں . . . . ."

"اوہ!" بلیک گائیڈ نے یوں حیرانی اور خوشی کا اظہار کیا جیسے ایک عظیم ہستی سے ملاقات ہو گئی ہو۔ اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ "آپ سے مل کر میں فخر محسوس کر رہا ہوں۔"

شبیر حسن نے مسکرا کر مصافحہ کیا۔ دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے سے مل گئے۔ میں اس وقت شبیر حسن کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ ان کی سوچ نے بتایا کہ ہاتھ ملاتے وقت بلیک گائیڈ کی انگوٹھی ہونے سے شبیر حسن کی ایک انگلی میں چبھ گئی ہے۔ اس کے بعد ہی ان کی سوچ میں گڑبڑ سی ہونے لگی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان کے دماغ کے سارے دروازے آہستہ آہستہ بند ہو رہے ہیں۔ میں نے فوراً ہی انھیں مخاطب کیا۔

"جناب! میں فرہاد آپ سے مخاطب ہوں۔ مجھے فوراً جواب دیجیے کہ آپ کی سوچ سُست کیوں پڑتی جا رہی ہے؟"

"آں!" انھوں نے اونچی آواز میں بلیک گائیڈ سے پوچھا "یہ میرے دماغ کے اندر کون بول رہا ہے؟"

"بھلا آپ کے اندر اور کون بولے گا۔ ابھی تو آپ ہی بول رہے ہیں۔

شاید آپ کی طبیعت کچھ خراب ہے۔"

بلیک گائیڈ جو کچھ کہہ رہا تھا' وہ شبیر حسن کے دماغ سے بھٹک کر پہنچ رہا تھا مگر مشکل یہ تھی کہ وہ مجھے نہیں پہچان رہے تھے۔ میں نے پھر انھیں مخاطب کیا۔

"جناب شبیر حسن صاحب! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ مجھے پہچانیے۔ آپ تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں سوچ کے ذریعے گفتگو کرتا ہوں۔"

"آں!" انھوں نے پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر کہا۔ "سنو۔ سنو وہ پھر میرے اندر بول رہا ہے۔ کہتا ہے میں فرہاد بول رہا ہوں۔ میں سوچ کے ذریعے گفتگو کرتا ہوں۔"

ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن کی باتیں سن کر میں بوکھلا گیا۔ وہ مجھے نہیں پہچان رہے تھے اور نہ ہی میری سوچ کے رابطے کو سمجھ رہے تھے۔ وہ بلیک گائیڈ سے یہ رازدارانہ باتیں کہہ رہے تھے کہ ان کے اندر کوئی فرہاد بول رہا ہے! اسی کو کہتے ہیں' گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ ویسے یہ بات سمجھ میں آگئی کہ بلیک گائیڈ نے مصافحہ کرتے وقت اپنی انگوٹھی کے ذریعے شبیر حسن کے جسم میں کوئی ایسی دوا انجکٹ کردی ہے' جو ان کے دماغ پر اثر انداز ہو رہی ہے۔

اب دانش مندی یہی تھی کہ میں ان کی سوچ کو ٹٹولنے میں وقت نہ ضائع کروں' بلکہ بلیک گائیڈ کی سوچ کے ذریعے ان کی پلاننگ کو سمجھتا رہوں۔ میں نے جلدی سے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اس وقت ان دو مسلح نوجوانوں کی باتیں سن رہا تھا جو شبیر حسن کے ساتھ کمرے میں آئے تھے۔ ان میں سے ایک نوجوان شبیر حسن سے پوچھ رہا تھا کہ ان کی طبیعت کیسی ہے؟ دوسرا نوجوان بلیک گائیڈ کی جانب ریوالور کا رخ کیے کہہ رہا تھا۔

"ڈاکٹر شیرازی! آپ نے مصافحہ کرتے وقت کچھ گڑبڑ کی ہے۔ بتائیے اس انگوٹھی میں کیا ہے؟ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

بلیک گائیڈ عرف ڈاکٹر شیرازی انگوٹھی اتارنے میں جان بوجھ کر دیر کر رہا تھا اور شیتل کو دیکھ رہا تھا جو باتھ روم سے نکل کر بے قدموں چلتا ہوا ریوالور والے جوان کی طرف بڑھتا آرہا تھا۔ میں نے اس نوجوان کو خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے اس کی سوچ میں کہا۔

"مجھے پیچھے بھی دیکھتے رہنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ڈاکٹر شیرازی کا کوئی آدمی اچانک ہی پیچھے سے حملہ کردے۔"

میرے اس مشورے پر اس نے فوراً ہی پلٹ کر پیچھے دیکھا لیکن شیتل بلا کا پھرتیلا تھا۔ اس نے اچانک ہی اس پر چھلانگ لگائی اور اس نوجوان کے ساتھ دوسرے نوجوان کو بھی رگیدتا ہوا اس طرح فرش پر آیا کہ دونوں نیچے دب گئے اور وہ ان پر چھا گیا۔

یہ سب تماشے بلیک گائیڈ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور میں اس کے دماغ سے کنٹرول سن رہا تھا کہ وہاں کس انداز میں جنگ ہو رہی ہے۔ وہ دونوں نوجوان اچھے فائٹر تھے اور اچھے صحت مند تھے لیکن شیتل کے سامنے چیونٹی کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ ایک پہاڑ کی طرح ان پر چھا گیا تھا۔ وہ دونوں اس کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ان کی گردنیں اس کے فولادی بازوؤں میں پھنسی ہوئی تھیں اور اس طرح ان کی سانسیں رکتی جا رہی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مشینی انسان انھیں مار ڈالے گا۔ انھیں اس لیے زندہ نہیں چھوڑے گا کہ ان کے سامنے ہی ڈائریکٹر جنرل کو دماغی طور پر بے کار بنا دیا تھا۔ میں نے پھر ایک بار ان سے دماغی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔

"جناب شبیر حسن صاحب! اپنے دماغ کو کنٹرول میں رکھیے۔ مجھے پہچانیے۔ میں فرہاد آپ سے مخاطب ہوں۔"

ان کی بہکی ہوئی سوچ نے کہا۔ "میں کیسے پہچانوں؟ مجھے کوئی فرہاد نظر نہیں آرہا ہے۔ مجھے تو صرف یہ ڈاکٹر شیرازی نظر آرہا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ یہ کتنی پُرکشش شخصیت کا مالک ہے۔ میں اس کی جانب کتنی چاہت سے دیکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا۔ "ہوش کی دوا کریں۔ آپ کے دو ماتحت نوجوان منہ میں جھاگ بھر رہے ہیں۔ شیتل انھیں زندہ نہیں چھوڑے گا مگر آپ میں ڈاکٹر شیرازی کی شخصیت سے متاثر ہو رہے ہیں۔ وہ ڈاکٹر شیرازی نہیں بلکہ بلیک گائیڈ ہے۔ ہمارے ملک کا دشمن ہے۔"

اس بار ڈائریکٹر جنرل نے بلیک گائیڈ کی جانب دیکھ کر کہا۔

"نہیں! یہ بلیک گائیڈ نہیں ہے' ڈاکٹر شیرازی ہے۔"

بلیک گائیڈ چونک کر انھیں دیکھنے لگا۔ میں نے فوراً ہی اس سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا۔ "یہ شخص کیسے جانتا ہے' میرا خفیہ نام بلیک گائیڈ ہے؟"

اس نے شبیر حسن سے پوچھا۔ "کیا آپ مجھے بلیک گائیڈ سمجھ کر گفتگو کرنے آئے ہیں؟"

"جی نہیں۔ میں آپ جیسے معزز انسان کو بلیک کیسے کہہ سکتا ہوں۔ میں نے ابھی بتایا نا کہ میرے دماغ میں کوئی فرہاد بول رہا ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں اس فرہاد کو جانتا ہوں مگر مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے کہ میں نے اسے کبھی دیکھا بھی ہے یا نہیں۔ ابھی اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ سوچ کے ذریعے گفتگو کرتا ہے۔"

شبیر حسن میرا بھید کھول رہے تھے۔ بلیک گائیڈ گہری سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ "یہ انٹیلی جنس کا افسر پہلے بھی یہ کہہ چکا ہے کہ کوئی فرہاد اس کے ذریعے گفتگو کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ واقعی یہی بات ہے۔ اسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس افسر کو میرا خفیہ نام بلیک گائیڈ بتایا ہے ورنہ یہ انٹیلی جنس والے سات جنم میں بھی میرا نام معلوم نہیں کرسکتے تھے۔

ہاں۔ اب پتہ چل گیا کہ یہ انٹیلی جنس والے میری خفیہ پناہ گاہ تک کیسے پہنچ گئے تھے۔ میں اس مکان کو تباہ کرکے اس ہوٹل میں آیا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے نے انٹیلی جنس کے آدمیوں کو یہاں بھیج دیا۔ اف! میں نادانستگی میں کتنا نقصان اٹھا رہا تھا۔ اب مجھے سب سے پہلے اس دشمن سے نمٹنا چاہیے۔ یہ افسر کیا نام بتا رہا تھا اس کا؟ ہاں۔ فرہاد۔ دماغ کی تجوری سے خفیہ منصوبوں کو چرانے والا چور فرہاد۔ میں دیکھوں تو اب وہ مجھے کس طرح نقصان پہنچاتا ہے۔

وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے' میں ہپناٹائز کرنا جانتا ہوں۔ انٹیلی جنس کا افسر دماغی طور سے کمزور ہو گیا ہے۔ میں بڑی آسانی سے اسے ہپناٹائز کرکے فرہاد کے متعلق معلومات حاصل کرسکتا ہوں۔"

یہ سوچ کر وہ شیتل کی جانب دیکھنے لگا۔ اس وقت شیتل ان دو جوانوں کو اپنی دونوں بغلوں میں دبا کر باتھ روم کی طرف لے جا رہا تھا۔ وہ وہاں اس کے بازوؤں میں لاشوں کی طرح جھول رہے تھے۔ وہ شاید ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے تھے یا وقتی طور پر بے ہوش ہو گئے تھے۔

بلیک گائیڈ نے ان کی طرف سے مطمئن ہو کر ڈائریکٹر جنرل کو تحکمانہ انداز میں مخاطب کیا۔ "میری آنکھوں میں دیکھو۔"

انھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگے۔ میں اس ہپناٹائز کرنے والے بلیک گائیڈ کے خیالات کے ذریعے معلوم کر رہا تھا کہ وہ کس طرح شبیر حسن کو ٹرانس میں لا رہا ہے۔ وہ دماغی طور پر کمزور ہو گئے تھے اس لیے جلد ہی ٹرانس میں آگئے۔

بلیک گائیڈ نے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔

"میں عامل ہوں اور تم میرے معمول ہو۔ تم میری ہر بات کا جواب دو گے۔"

شبیر حسن کی خوابیدہ آواز سنائی دی۔ "میں ہر بات کا جواب دوں گا۔"

ان کے معمول بنتے ہی میرے سر پر خطرہ منڈلانے لگا کیونکہ اب میں جان ان کی سوچ کو پڑھ سکتا تھا لیکن اپنی سوچ کو ان پر حاوی نہیں کرسکتا تھا۔ وہ بلیک گائیڈ کے زیر عمل آگئے تھے۔ صرف بلیک گائیڈ کی باتیں ان کے دماغ تک پہنچ سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ دنیا کی کوئی آواز یا کسی بھی انسان کی سوچ کی لہریں ان کے دماغ کو چھو بھی نہیں سکتی تھیں۔

میں نے آزمائش کے طور پر اپنی سوچ کی لہریں ان کے دماغ تک پہنچانی چاہیں۔ "جناب! آپ اپنے عامل کی کسی بات کا جواب نہ دیں۔"

اسی وقت بلیک گائیڈ نے بھی شبیر حسن سے سوال کیا۔ "فرہاد کون ہے؟"

میری سوچ ان کے دماغ تک نہیں پہنچی تھی مگر بلیک گائیڈ کا سوال انھوں نے ایک معمول کی حیثیت سے قبول کرلیا اور اس کا جواب دیا۔

"فرہاد ایک نوجوان ہے۔ اس ملک کا شہری ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس کی دریافت میں ہم نے احمد شیخ اور ٹونی کو گرفتار کیا ہے۔ اسی نے ہارون الرشید کے ذریعے ہمیں بتایا ہے کہ ہسپتال کے دو نمبر کے کمرے میں جو ہمارے اس کا نام عمر حسن نہیں' بلکہ بھوانی شنکر ہے اور اس نے ایک اپنے جبڑے کے قریب زبان کے نیچے چھپا رکھی ہے۔ ہم نے بھوانی شنکر کا منہ کھول کر وہ مائکرو فلم برآمد کرلی ہے۔"

بلیک گائیڈ نے سوال کیا۔ "وہ مائکرو فلم کہاں ہے؟"

"وہ وزارت خارجہ کے سیکریٹری کے پاس بھیج دی گئی ہے۔"

"فرہاد کہاں ہے؟"

"وہ اس وقت ہسپتال کے دس نمبر کے کمرے میں ہے۔"

"کیا وہ بیمار ہے؟"

"ہاں۔ ایک فولادی انسان دروازہ توڑ کر اس کے بیڈ روم میں آیا تھا۔ وہ فرہاد کو مار ڈالنا چاہتا تھا مگر اس کی ایک کزن نے گولی چلا دی۔ وہ فولادی انسان اسے ادھ موا چھوڑ کر چلا گیا....."

"اوہ!" بلیک گائیڈ کے بڑبڑانے کی آواز آئی۔ "اچھا تو یہ وہی شخص ہے جس پر شیتل نے حملہ کیا تھا۔ واقعی اس کی تقدیر اچھی تھی ورنہ شیتل کے شکنجے سے چھٹنے والا آج تک زندہ بچ کر نہ جا سکا مگر اب اس کا آخری وقت آگیا ہے۔"

پھر اس نے ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن کو مخاطب کیا۔

"تم میرے معمول ہو' میرے ہر حکم پر عمل کرو گے۔"

"میں تمھارے ہر حکم پر عمل کروں گا۔"

"ہم تمھارے ساتھ ابھی ہسپتال جائیں گے۔ تمھارے دو ماتحت جو اس کمرے میں آکر ہمیشہ کی نیند سو چکے ہیں' ان کی لاشیں باتھ روم میں پڑی رہیں گی۔ اس کمرے کے باہر جو ماتحت ہیں' تم انھیں ساتھ لے کر ہسپتال چلو گے۔ وہاں تم حکم دو گے کہ دو نمبر اور دس نمبر کے مریضوں کو ایک ایمبولنس میں پہنچایا جائے۔ اس ایمبولنس کو تمھارا ایک ماتحت ڈرائیو کرے گا' دوسرا ماتحت اور شیتل ایمبولنس کے پچھلے حصے میں مریضوں کے پاس رہیں گے اور تم میرے ساتھ ایک جیپ کار میں رہو گے۔ ہماری منزل کہاں ہے' یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔ ابھی جو کچھ کہہ رہا ہوں' اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔ چلو اب اٹھو!"

شبیر حسن حکم کے مطابق اٹھ کر چلنے لگے۔ بلیک گائیڈ اس وقت سوچ رہا تھا۔ "فرہاد کی وجہ سے مائکرو فلم چھین لی گئی۔ بھوانی شنکر کا مشن ناکام ہو گیا۔ اس کی رپورٹ پر بھوانی شنکر کی زبان کے نیچے جبڑے کے پاس آپریشن کیا گیا۔ میں فرہاد کے دماغ کا آپریشن کرکے اس کی کھوپڑی سے ٹیلی پیتھی کے علم کو ہمیشہ کے لیے دھو ڈالوں گا....."

بلیک گائیڈ

جیسے جانی دشمن کو یہ راز معلوم ہو گیا تھا کہ میں خیال خوانی جانتا ہوں اور یہ میرے حق میں بہت برا ہوا تھا۔ اس وقت میں دو خطرناک دشمنوں کے شکنجے میں جانے والا تھا۔ ایک تو وہ گونگا شیتل تھا جو انسان سے زیادہ ایک آہنی مشین تھا۔ اس سے ایک بار ٹکرانے کے بعد میں ہسپتال پہنچ گیا تھا۔

دوسرا بلیک گائیڈ تھا جو جسمانی لحاظ سے کمزور تھا لیکن ذہانت میں بے مثل تھا اور وہ نتیجہ کر چکا تھا کہ مجھے ہسپتال سے نکال کر کہیں لے جانے

کے بعد میں بے دماغ کا آپریشن کرے گا اور میری کھوپڑی سے تیلی پتھی کی تمام صلاحیتوں کو دھو ڈالے گا۔

میں ہسپتال کے ایک کمرے میں ایک مریض کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اگر چہ میرا علاج خاصی توجہ سے کیا جا رہا تھا اور اب میں بستر پر اٹھ کر بیٹھنے لگا تھا تاہم بھاگ دوڑ کے قابل نہیں تھا اور وہ جو دشمن میری طرف آنے والے ہی تھے، میں ان سے بچنے کے لیے اس کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ انٹیلی جنس کے آدمی جو کمرے کے باہر پہرہ دے رہے تھے، ان سے میں یہ کہتا کہ تھا ری انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل مجرموں کے اشاروں پر ناچ رہا ہے اور وہ مجھے اور جوانی شنکر کو مجرموں کے حوالے کرنے آ رہا ہے تو کوئی میری بات کا یقین نہیں کرتا۔ سب یہی کہتے کہ ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن محب وطن ہے، وہ اپنے ملک کے مفاد کو پیش نظر رکھ کر ہی ہم دو مریضوں کو ہسپتال سے لیجائے گا۔ ویسے بھی وہ کسی مقصد کے لیے ہمیں کہیں لیجائے، اس کی مجال تھی کہ ڈائریکٹر جنرل کے اقدامات پر نکتہ چینی کرتا۔ اس ہسپتال میں سب اس کے حکم کے بندے تھے۔

ہسپتال کے سامنے ایک شاندار ہوٹل کی تیسری منزل کے تیسرے کمرے میں مجرموں کی وہی پوزیشن تھی۔ بلیک گائیڈ ڈاکٹر شیرازی کے روپ میں تھا اور اس نے ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن کو عمل تنویم کے ذریعے اپنا معمول بنایا ہوا تھا۔ گونگا شیشن ان کے قریب موجود تھا۔ ہوٹل کے اس کمرے کو چھوڑنے سے پہلے بلیک گائیڈ عرف ڈاکٹر شیرازی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو۔ میں ہسپتال کی بانڈیج میں داخل ہونے سے پہلے ہر طرف سے اپنا اطمینان کر لینا چاہتا ہوں۔ تم ایک بار پھر بولو کہ تم مجھے معمول ہو۔"

شبیر حسن نے کہا۔ "میں تمھارا معمول ہوں۔"

بلیک گائیڈ نے کہا۔ "اگر فرہاد سے سامنا ہو تو تم اس کی کوئی بات تسلیم نہیں کرو گے۔ اس کے ہر مشورے کو ٹھکرا دو گے۔"

اس نے ایک معمول کی حیثیت سے کہا۔ "میں فرہاد کی کوئی بات تسلیم نہیں کروں گا۔ اس کے ہر مشورے کو ٹھکرا دوں گا۔"

"ابھی تم نے کہا تھا کہ فرہاد تمھاری سوچ میں بول رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم یہاں جو باتیں کر رہے ہیں، فرہاد انھیں سن رہا ہے۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ سن رہا ہے یا نہیں۔ میں نے ڈاکٹر سے کہہ دیا تھا کہ اسے نیند کا انجکشن لگا دیں تاکہ وہ جاگتا نہ رہے اور نہ ہی میری سوچ کو پڑھ سکے۔"

"مگر وہ پڑھ رہا ہے۔ یقیناً ڈاکٹر نے اسے انجکشن نہیں لگایا ہے۔ وہ پولیس ہسپتال میں ہے۔ وہاں تمھارے جیسے اتنے بڑے افسر کے حکم کی فوراً تعمیل ہونی چاہیے تھی۔ اب بتاؤ کیا کیا جا سکتا ہے۔ وہ شیطان ہماری گفت گو سن رہا ہوگا۔"

"ہاں۔ سن رہا ہوگا۔"

"میں جو کہتا ہوں وہی تم کہتے ہو۔ معمول بننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اپنے طور سے سوچ کر جواب نہ دو۔ اپنے ذہن کو کھلا چھوڑ دو اور اچھی طرح سوچ کر بتاؤ، جب تم فرہاد اور بھوانی شنکر کو ہسپتال سے لیجانا چاہو گے تو فرہاد کس طرح رکاوٹیں پیدا کرے گا؟"

شبیر حسن نے کچھ دیر تک سوچنے کے بعد کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ صرف ہسپتال سے باہر جانے سے انکار کرے گا۔ زیادہ سے زیادہ ہم اگر کہتا ہے گا کہ میں اسے تھارے حوالے کر رہا ہوں، اس لیے کہ میں تھارا معمول بن گیا ہوں۔"

"ہوں۔" بلیک گائیڈ نے کہا۔ "اگر وہ تھارے معمول بننے کی بات کہے گا تو دوسرے ڈاکٹر وغیرہ کسی حد تک شبہ کرنے لگیں گے۔ اگر چہ ان کا شبہ یقین میں نہیں بدل سکتا کیونکہ تم بالکل نارمل حالت میں ہو۔ اس کے باوجود محتاط رہنا ضروری ہے۔ نہ جانے وہ دشمن وہاں کس قسم کا ہنگامہ کھڑا کر دے گا۔ میرے ساتھ تیتلی بھی اس کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس جائے گی۔

اس میں شبہ نہیں کہ وہ عجیب و غریب اور خطرناک دشمن ہے۔ ہمارا دماغ اِدھر پلانگ کرتا ہے، اُدھر وہ سُن لیتا ہے۔ ایسے دشمن سے ٹکرانا اپنی موت کو دعوت دینا ہے لیکن مجھے بھی اپنی ذہانت پر بھروسہ ہے۔ اب میں کسی پلاننگ کے متعلق گفتگو نہیں کروں گا۔ اچانک ہی بغیر سوچے سمجھے اس پر حملہ کروں گا۔ ٹھہرو، میرے دماغ کو فوراً پُرسکون ہونے دو، اس کم بخت نے مجھے الجھا کر رکھ دیا ہے۔"

وہ اپنے دماغ کو ہر طرح کی سوچ بچار سے خالی کرنے لگا۔ میں نے سوچا کہ اب مجھے عملی طور سے قدم اٹھانا ہوگا۔ اگر میں مریض بن کر یہاں پڑا رہا تو اس کی کسی غیر متوقع سازش کا شکار ہو جاؤں گا۔

یہ سوچ کر میں بستر پر بیٹھ گیا۔ مجھے کسی طرح کی تکلیف کا احساس نہیں ہوا۔ روزانہ دو وقت میرے بدن کی مالش کی جاتی تھی، جس کے باعث ہڈیوں تک پہنچنے والا درد اور سُستی زائل ہو گئی تھیں۔ میں بستر سے اتر کر کھڑا ہو گیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے تک پہنچ گیا۔ اس وقت مجھے جسم کے کسی حصے میں تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہو گی ہے کہ میں خطرے میں گھرا ہوا تھا اور جب جان پر بنی ہو تو انسان تمام دُکھ درد بھول جاتا ہے۔ صرف جان بچانے کا عزم رہ جاتا ہے۔

ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہسپتال کے ماحول میں بیماروں کے درمیان رہ کر اور زیادہ بیماری کا احساس ہوتا ہے۔ اب جو میں نے اٹھ کر چلنے کا حوصلہ کیا تو پتہ چلا کہ میں اتنا بیمار اور کمزور نہیں تھا، جتنا کہ اپنے آپ کو سمجھ رکھا تھا۔

میں نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ باہر دو مسلح جوان اپنی ڈیوٹی پر تھے۔ اس وقت شاید درد کے دو یا تین بج رہے ہوں گے۔ ایک نوجوان کو آرام کے لیے ہسپتال کے بیچ پر سونا چاہیے تھا۔ دوسرا ایک اسٹول پر بیٹھا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ میں کتنی عجیب اور پُرکشش ہیں۔ میں ان آنکھوں کی جانب کھنچا جا رہا ہوں۔ میں اس کی آنکھوں سے اپنی نگاہیں ہٹانا چاہوں تب بھی نہیں ہٹا سکتا۔ اس کی آنکھوں نے مجھے جکڑ لیا ہے۔"

واقعی وہ ایک جگہ ساکت کھڑا ہوا، میری آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جو دماغی طور سے صحت مند اور مضبوط ہوتے ہیں، انھیں کوئی بھی عامل ہپناٹائز نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنا معمول بنانا چاہتے ہیں پہلے اس کے ذہن کو کمزور بنا دیں۔ بلیک گائیڈ نے ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن کو دماغی طور پر کمزور کرنے کے لیے اس سے مصافحہ کرتے وقت اپنی انگوٹھی کے ذریعے کوئی ایسی دوا انجکٹ کر دی تھی جو فوراً ہی دماغ پر اثر انداز ہوتی تھی۔ شبیر حسن ذہنی طور پر مفلوج ہو گیا۔ تب بلیک گائیڈ نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ اس طرح میں نے بھی اس مسلح جوان کو پہلے تیلی پتھی کے ذریعے دماغی طور پر کمزور بنا دیا اور اب اسے تنویمی عمل سے اپنا تابع فرمان بنا رہا تھا۔

"یہ آنکھیں تمھیں حکم دیتی ہیں کہ اپنی جگہ اسٹول پر جا کر بیٹھ جاؤ۔"

وہ چپ چاپ اس اسٹول پر بیٹھ گیا، جہاں پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔

"دروازے کی طرف دیکھتے رہو۔ یہ دروازہ بند ہے اور تم یہ سوچتے سمجھتے رہو گے کہ مسٹر فرہاد اس کمرے کے اندر اپنے بیڈ پر سو رہے ہیں۔ باہر سے کوئی آکر پوچھے تو تم کیا جواب دو گے؟"

اس نے جیسے نیند کی حالت میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"میں جواب دوں گا کہ مسٹر فرہاد کمرے کے اندر اپنے بیڈ پر سو رہے ہیں۔"

"شاباش! اس دروازے کی جانب دیکھتے رہو اور وہاں سے نظر نہ ہٹاؤ۔"

وہ میرے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ میں آگے بڑھ کر کارپیٹ دور سے گندے ہوئے لفٹ کے پاس آ گیا۔ دوسرے وارڈ کے مریض سو رہے تھے یا ان کا مرض انھیں جگا رہا تھا۔ وارڈ کے وسط میں نرس روبی ایک کرسی پر بیٹھی، میز پر جھکی کچھ لکھ رہی تھی۔ اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ میں لفٹ کے ذریعے نیچے آ گیا اور نرسوں کے کوارٹرز کی طرف جانے لگا۔

میں فرزانہ کی طرف جا رہا تھا۔ اس وقت وہ حسین نرس ایسی تھی جو میری حفاظت کے لیے اپنی جان بھی دے سکتی تھی۔ کوارٹرز کے قریب پہنچ کر میں الجھ گیا کہ پتہ نہیں وہ کس نمبر کے کوارٹر میں رہتی ہے۔ وہاں گھری رات کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جو نرسیں ڈیوٹی پر نہیں تھیں، وہ اپنے کوارٹروں کی بتیاں بجھا کر آرام سے سو رہی تھیں۔ تمام کھڑکیاں اور دروازے اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ مناسب نہیں تھا کہ میں کسی دروازے پر دستک دے کر کسی کی نیند خراب کرتا اور اس سے فرزانہ کے کوارٹر کا نمبر پوچھتا۔ ہسپتال سے نکلتے وقت میں یہ بھول گیا تھا کہ مجھے یہ مسئلہ پیش آئے گا۔

میں تھک کر گھاس کے فرش پر بیٹھ گیا۔ یہ تھکن بیداری تھی کہ ابھی میرے اندر کمزوری باقی ہے اور مجھے کچھ دیر آرام کرنے کی ضرورت ہے۔ شبنم آلود گھاس پر بیٹھ کر کچھ سکون نصیب ہوا تو پہلے دشمنوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا خیال آیا۔ بلیک گائیڈ نے شبیر حسن کے دماغ پر تنویمی عمل کا پردہ ڈال رکھا تھا۔ میں اس سے سوچ کا رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں بلیک گائیڈ کے ذہن میں جھانکنے لگا۔

اُس وقت بلیک گائیڈ خوش ہو کر چٹکی بجاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"یہ ہوئی کام کی بات۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ یہ فرہاد کی

کمزوری ہے۔ اب میں دیکھوں گا کہ وہ مجھ سے بچ کر کہاں جائے گا، یا کس طرح اپنے بچاؤ کی پلاننگ کرے گا۔"

میں بوکھلا کر سوچنے لگا کہ بلیک گائیڈ کو میری کون سی کمزوری معلوم ہوگئی ہے مگر افسوس! انسان کو سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ صرف اپنی کمزوری معلوم نہیں ہوتی۔ حالانکہ وہ اپنی اس کمزوری سے گذر چکا ہوتا ہے پھر بھی اسے یاد نہیں رکھتا۔ یہی حال میرا تھا۔ میں تیزی سے اپنی اچھی اور بُری عادتوں کو ٹٹولنے لگا لیکن کوئی ایسی کمزوری یاد نہ آئی جو دشمن کے کام آنے والی تھی۔

بلیک [illegible] بھی بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب میری کمزو[illegible] سوچے گا ورنہ میں بیل بھیجنے کے ذریعے معلوم کر لوں گا۔ وہ سوچنے کے بجائے ایک دم سے عمل قدم اٹھانے کے لیے ہسپتال کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ شبیر حسن اور شیتل تھے۔ ان کے علاوہ انٹیلی جنس کے دو نوجوان شبیر حسن کے باڈی گارڈ کے طور پر ساتھ آ رہے تھے۔ دوسرے لفظوں میں ہر لمحہ میری موت قریب آتی جا رہی تھی۔ میں ہسپتال سے نکل تو آیا تھا لیکن ہسپتال سے زیادہ دُور نہیں تھا۔ بلیک گائیڈ مجھے وہاں نہ پا کر فرزانہ کے پاس آ سکتا تھا کیونکہ میں نے ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ فرزانہ کے تحت جگر پتو کو کلبرگ کی کس کوٹھی میں چھپایا گیا ہے۔ ٹیلی جنس کے آدمی میری معلومات سے فائدہ اٹھا کر پتو کو وہاں سے لے آئے تھے۔ لہٰذا فرزانہ کے پاس ٹھہرنا بھی میرے لیے مناسب نہیں تھا اور فرزانہ اور پتو کو میں بلیک گائیڈ کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میں نے اس کے اہم آرگانوں کو یا تو مار ڈالا تھا یا انھیں لاک اپ میں بھجوا دیا تھا۔ ان کے مشن کا سب سے اہم شخص بھوانی شنکر کا آپریشن میری ہی رپورٹ پر کیا گیا تھا۔ ان باتوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بلیک گائیڈ مجھ پر کس قدر جھنجلایا ہوا تھا۔ وہ مجھے نہ پا کر فرزانہ اور پتو کو قتل کر سکتا تھا۔

لیکن فرزانہ کا کوارٹر کون سا ہے۔ میں نے اپنے سامنے تمام کوارٹروں پر نظر دوڑائی۔ پھر آنکھیں بند کر کے فرزانہ کا تصور کیا اور اس کے ذہن میں جھانکنے لگا۔

میرا خیال تھا کہ وہ گہری نیند سو رہی ہوگی۔ رات کا تیسرا پہر تھا۔ ایسے وقت سب ہی نیند میں مست ہوتے ہیں لیکن وہ بستر پر پتو کو سینے سے لگائے لیٹی ہوئی تھی اور میرے احساسات کے متعلق اور میری صلاحیتوں کے متعلق سوچ رہی تھی کہ کس طرح میں نے اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر گذشتہ پتو کو چند گھنٹوں میں حاصل کر لیا تھا۔ کچھ میری صلاحیتیں تھیں اور کچھ میری شخصیت کا اثر تھا کہ میرے بارے میں سوچتے وقت اس کا دل پیار سے دھڑک رہا تھا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ میں ڈیوٹی کے اوقات کے بعد فرہاد سے نہیں مل سکتی۔ اگر پہریدار اجازت دیتے تو میں ابھی ان کے کمرے میں پہنچ جاتی اور تمام رات ان کی خدمت میں رہتی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ میرے پاس آ جائیں؟"

اس کی سوچ نے کہا: "میں کیسی نادانی کی بات سوچ رہی ہوں وہ بیمار ہیں۔ بھلا میرے کوارٹر میں کیسے آ سکتے ہیں؟"

میری سوچ نے جواباً کہا: "جذبۂ عشق سلامت ہے تو [illegible] کچے دھاگے سے بندھے آئیں گے سرکار میرے۔ کیا اس شور[illegible] صداقت نہ ہوگی؟ فرہاد کے دل میں محبت جوش مارے گی تو کیا وہ [illegible] نہیں آ سکے گا؟"

"نہیں، یہ سب شاعرانہ باتیں ہیں حقیقت سے اس کا [illegible] تعلق نہیں ہے۔"

"یہ شاعری ہو یا حقیقت، اسے آزمانے میں کیا حرج ہے۔ ذرا دروازہ کھول کر دیکھوں گی کہ وہ محبت کے کچے دھاگے سے بندھے آئے ہیں یا نہیں؟"

اس کی سوچ نے کہا: "یا اللہ! میرے دماغ میں آپ ہی آپ یہ خیال کیوں پیدا ہو رہا ہے کہ وہ میرے دروازے پر آ سکتے ہیں۔ اگر وہ جذبۂ عشق کتنے ہیں تو مجھے بستر سے اٹھ کر چند قدم چل کر دیکھ لینے میں کیا حرج ہے؟"

خود اس کا دل مجھ سے ملنے اور مجھے دیکھنے کے لیے بہت بے چین سے مچل رہا تھا اس لیے وہ فوراً بستر سے اٹھ گئی۔ ادھر میں بھی گھاس کے فرش سے اٹھ کھڑا ہو گیا اور تاریکی میں گھور گھور کر دیکھنے لگا کہ کوارٹر کا دروازہ کھلے گا۔

وہ دروازے تک سوچتی آ رہی تھی کہ اگر واقعی میں اسے اتنی بے کوارٹر کے سامنے نظر آؤں گا تو وہ محبت کے جذبات اور اس کی [illegible] پر ایمان لے آئے گی اور یہ تسلیم کرے گی کہ محبت کے معاملے میں دل [illegible] ہے، وہ سچ نکلتا ہے۔

دروازہ کھولتے ہی وہ حیرانی سے مجھے دیکھنے لگی۔ دل کی بات نکل گئی۔ یکبارگی اس کے دل میں محبت کی آندھی سی چلنے لگی۔ وہ آندھی میں دوڑتی ہوئی، ایک تنکے کی طرح اُڑتی ہوئی میرے پاس آئی مجھ سے لپٹ گئی۔

"میں مان گئی کہ پیار کرنے والے کیسے ایک دوسرے کی [illegible] کھنچے چلے آتے ہیں۔ ابھی میرا دل کہہ رہا تھا کہ آپ آئے ہیں۔ آپ [illegible] آج مجھے پتہ چلا کہ محبت سچی ہو تو دروازے پر دستک دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ دل پر خود بخود دستک سنائی دیتی ہے۔"

وہ میری گردن میں اپنی گداز بانہیں ڈال کر جوشِ محبت میں [illegible] تھی۔ میں نے اس کے اطراف اپنے بازوؤں کا حلقہ باندھ دیا تھا اور اس حلقے سے باہر موت میری تلاش میں بھٹک رہی تھی۔

وہ گردن اٹھا کر بول رہی تھی اور بے اختیار اپنی محبت کا اظہار کر رہی تھی۔ اس طرح اُس کی گرم مہکتی ہوئی سانسوں کے بھیگے بھیگے پیرے چہرے پر آ رہے تھے۔

میں نے مشکل اپنے آپ کو سنبھالا اور اس سے کہا۔

"فرزانہ! اس وقت ہم خطرے میں ہیں۔ جو دشمن پتو کو یہاں سے لے گیا تھا وہ ایک بار پھر پوری تیاریوں کے ساتھ ادھر آ رہا ہے۔"

وہ ایک دم سے ٹھہر کر الگ ہو گئی۔ ایک جوان عورت کے سارے جذبات سرد پڑ گئے اور متاعِ جاں گُم۔ اس کا بچہ خطرے میں تھا۔ وہ تیزی سے مڑ کر بھاگتی ہوئی اپنے کوارٹر کے اندر چلی گئی۔ میں بھی تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا اس کے دروازے پر پہنچا۔ اندر زیرو پاور کا ایک سبز بلب روشن تھا۔ وہ بستر پر پہنچ کر اور اپنے دونوں بازو پھیلا کر پتو پر جھک گئی تھی۔ اس معصوم کی پیش آنے والے خطرے سے چھپا رہی تھی۔

میں نے کہا: "جب چیل سر پر منڈلاتی ہے تو مرغی اسی طرح اپنے پر پھیلا کر اپنے چوزوں کو اسی طرح چھپا لیتی ہے لیکن پتو کے سر پر ایک [illegible] کھانے والا گدھ منڈلا رہا ہے۔ وہ تمھاری لاش پر سے گذر کر تمھارے [illegible] پہنچ جائے گا۔ حفاظت کا یہ طریقہ نہیں ہے اپنے دل و دماغ [illegible] کو میں رکھو گی تو ہم سب اس خطرے سے دُور نکل جائیں گے۔"

وہ سر اٹھا کر میری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"پتو پر کوئی آفت آتی ہے تو میرا دماغ بالکل کام نہیں کرتا۔ مجھے آپ کے بعد صرف آپ پر بھروسہ ہے۔ آپ جلدی بتائیں میں کیا کروں؟"

میں نے کہا: "ہم اس کوارٹر میں پناہ نہیں لے سکتے۔ وہ لوگ مجھے بیہوش کیا ہوا سمجھے یہاں آئیں گے۔ کیا آس پاس کے کوارٹروں میں کوئی ایسی نہیں ہے جو خطرہ ٹلنے تک ہمیں چھپا لے؟"

وہ جلدی سے پتو کو اٹھاتی ہوئی بولی: "ہاں مجھے یاد آ گیا۔ روبی کے کوارٹر کی چابی میرے پاس ہے۔ آیئے میرے ساتھ۔۔۔ میں اس کے [illegible] گا وہ منتی جا رہی تھی۔" میں بھی جب ڈیوٹی پر جاتی ہوں تو اپنے کوارٹر کی چابی اسے دے دیتی ہوں۔ گھبراہٹ میں مجھے یہ بات یاد نہیں آ رہی تھی۔ آپ نے ٹھیک ہی کہا کہ دل و دماغ کو قابو میں رکھنے سے خطرات ٹل جاتے ہیں۔"

روبی کے کوارٹر کے سامنے پہنچ کر اس نے چابی مجھے دی میں نے [illegible] پر پڑا ہوا تالا کھول دیا اور اس سے کہا کہ وہ اندر جا کر کھڑکی کھول دے۔ اس نے میری ہدایت کے مطابق کھڑکی کھول دی۔ میں نے دروازے کو باہر سے بند کر کے دوبارہ اس پر تالا ڈال دیا۔ پھر کھڑکی کے راستے اندر آ کر اسے اندر سے بند کر دیا۔ فرزانہ نے کہا۔

"واقعی آپ مشکلات کے وقت بھی حاضر دماغ رہتے ہیں۔ اوّل تو دشمن روبی کے اس کوارٹر تک نہیں آئیں گے اور اگر آئیں گے بھی تو دروازے پر تالا دیکھ کر واپس چلے جائیں گے۔"

کمرے میں اندھیرا تھا۔ لائٹ آن کرنا دانش مندی نہیں تھی۔ فرزانہ اچھی طرح جانتی تھی کہ روبی کے کمرے میں کون سی چیز کہاں رکھی ہوئی ہے۔ وہ اندھیرے میں جھپتی ہوئی پلنگ کے پاس گئی اور وہاں پتو کو لٹا دیا۔ کھڑکی پر پردہ پڑا ہوا تھا اور میں پردے کو ذرا سا ہٹا کر باہر شیشوں کے پار دیکھ رہا تھا۔ اس وقت میں بلیک گائیڈ کے دماغ میں جھانک کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ مجھ تک پہنچنے کے لیے میری کون سی کمزوری سے کھیل رہا ہے لیکن فوراً ہی مجھے اس کا موقعہ نہیں ملا۔ فرزانہ پتو کو سُلا کر میرے پاس آ گئی تھی۔ اس نے دبی زبان سے پوچھا۔

"کیا وہ لوگ نظر آ رہے ہیں؟"

"نہیں۔" میں نے مختصر سا جواب دیا۔

"فرہاد صاحب! میں آپ سے شرمندہ ہوں پتو کو بچانے کی وجہ سے وہ لوگ آپ کی جان کے بھی دشمن بن گئے ہیں۔"

میں نے کہا: "ان سے دشمنی کی وجہ پتو نہیں ہے۔ یہ لوگ ہمارے ملک کے دشمن ہیں۔ ان سے تو ایک دن ٹکرانا ہی تھا لیکن بدقسمتی سے ایسے وقت ٹکراؤ ہو رہا ہے جبکہ میں پوری طرح صحت یاب نہیں ہوں۔ اگر کچھ روز کی مہلت مل جاتی تو میں چھپنے کی بجائے ان کے مقابل آ کر ان سے دو دو ہاتھ کرتا۔ اگر یہ خطرہ ابھی ٹل جائے تو ہم کسی ایسی جگہ پناہ لیں گے جہاں ان کا خیال بھی ہم تک نہیں پہنچے گا۔"

وہ دعائیہ انداز میں بولی: "اللہ کرے کہ خطرہ ٹل جائے میں ایسے وقت آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔ آپ کی ایسی خدمت کروں گی کہ آپ جلد ہی مکمل طور سے صحت یاب ہو جائیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ لیا۔ تاریکی۔ تنہائی اور ایک جوان عورت۔ بہکنے کے تمام لوازمات موجود تھے لیکن موت کا سامان بھی ہو رہا تھا۔ دانش مندی یہ تھی کہ پہلے میں دشمنوں کے متعلق معلومات حاصل کرتا۔ میں نے کہا۔

"فرزانہ! جی چاہتا ہے تمھیں اسی طرح سینے سے لگائے زندگی گذار دوں مگر میں ان رنگین لمحات کے دوسری طرف بھی دیکھتا ہوں۔ فرض کرو کہ اس وقت دشمن اچانک ہی اس طرف سے گذرنے لگیں اور ایسے وقت پتو نیند سے بیدار ہو کر تمھیں آواز دے تو وہ گذرنے والے ٹھٹک کر سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ بند کوارٹر کے اندر سے بچے کی آواز کیسے آ رہی ہے۔"

فرزانہ تڑپ کر مجھ سے الگ ہو گئی: "آپ درست کہتے ہیں۔ پتو کی یہ عادت ہے کہ رات کو آنکھ کھلتی ہے تو مجھے اپنے پاس دیکھ کر خاموشی سے

پھر سو جاتا ہے۔ اگر میں پاس نہ رہوں تو مجھے آواز دیتا ہے۔ واقعی آپ ذہین ہیں۔ ایسی الجھن کے وقت بچوں کی عادات کو بھی خوب یاد رکھتے ہیں۔ مجھے اس کے پاس جا کر لیٹنا چاہیے۔"

یہ کہہ کر وہ چل گئی۔ میں نے اطمینان کی سانس لی۔ میں اتنی حسین عورت سے پیچھا نہیں چھڑانا چاہتا تھا لیکن اس وقت تنہائی بے حد ضروری تھی۔ لہٰذا تنہائی نصیب ہوتے ہی میں نے بلیک گائیڈ سے ذہنی رابطہ قائم کیا۔

وہ ایک کار سے ٹیک لگائے کہیں تنہا کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے سوچا "پندرہ منٹ ہو چکے ہیں۔ شیتل شبیر حسن کے ساتھ فرہاد کے کمرے میں پہنچ گیا ہوگا اور اس کا گلا گھونٹ رہا ہوگا۔ شبیر حسن نے بہت دیر سے مجھے بتایا کہ فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے گونگے شیتل کے ذہن تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اس کی یہ کمزوری پہلے ہی معلوم ہو جاتی تو اتنا وقت ضائع نہ ہوتا۔ بہرحال اب بھی اس کی یہ کمزوری میرے کام آ رہی ہے۔ اسی لیے میں نے شیتل کو شبیر حسن کے ساتھ بھیجا ہے۔ شبیر حسن کے دماغ پر میرے تنویمی عمل کا اثر ہے۔ لہٰذا فرہاد شبیر حسن کے دماغ تک بھی نہیں پہنچ سکا ہوگا۔ اسے پتہ نہیں چلا ہوگا کہ وہ دو ایسے دشمن اس کے پاس آ رہے ہیں جو اس کی خیال خوانی سے متاثر نہیں ہو سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ وہ ہسپتال کے بیڈ پر پڑا ہوا ہے۔ شیتل اس کمزور اور بیمار دشمن کو چند ہی منٹوں میں گلا گھونٹ کر مار دے گا۔ پھر وہ دروازے کو پہلے کی طرح بند کر کے بھوانی شنکر کے کمرے میں جائے گا اور شبیر حسن کی مدد سے اسے کمرے سے اٹھا کر ایمبولنس تک پہنچا دے گا۔ یہ کام اب تک ہو جانا چاہیے۔ میرا خیال ہے اب وہ ایمبولنس لے کر ہسپتال کے کمپاؤنڈ سے باہر نکلنے ہی والے ہوں گے....."

وہ سوچ رہا تھا اور اس ایمبولنس کا انتظار کر رہا تھا جس میں شیتل، شبیر حسن اور بھوانی شنکر پہنچنے والے تھے۔ اتنی دیر کے بعد اس کی سوچ نے بتایا تھا کہ میری کون سی کمزوری اس کے ہاتھ آ گئی ہے جس سے معلوم ہو گیا تھا کہ میں کسی کی آنکھوں کے ذریعے اس کے دماغ تک پہنچ سکتا ہوں یا کسی گونگے کے لہجے سے اس کی سوچ کے لہجے کو اپنی گرفت میں لے سکتا ہوں۔ شیتل گونگا تھا لہٰذا اس کے گفتگو کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ اب تک ایک ہی بار مجھ سے ٹکرایا تھا۔ اس وقت وہ نقاب میں تھا۔ رات کی نیم تاریکی تھی۔ اس لیے اس کی آنکھیں واضح طور سے نظر نہیں آئیں۔ پھر وہ تو کوئی شیشی والا انسان تھا۔ اتنا پھرتیلا اور طاقتور تھا، جتنا کہ ایک آہنی بلڈوزر ہو سکتا ہے۔ اپنے سامنے والی ہر چیز کو کچل دیتا تھا یا توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا تھا۔ اگر اس وقت میں ہسپتال کے کمرے میں ہوتا تو بلیک گائیڈ کے خاموش منصوبے کے مطابق وہ آہنی انسان مجھے پیس کر رکھ دیتا۔

میں نے سوچ لیا کہ اب کہیں مجھے آرام کرنے کی اجازت سب سے پہلے میں شیتل جیسی فولادی دیوار کو توڑنے کی تدبیر کروں گا۔ اسی کم بخت نے مجھے توڑ پھوڑ کر ہسپتال نہیں پہنچایا تھا۔ اب اس کو جلد از جلد میں اسے توڑ پھوڑ کر جہنم میں پہنچا دوں۔ اس کے بعد بلیک گائیڈ خود بخود ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائے گا۔

میں دوسروں کی سوچ پڑھتے پڑھتے خود اپنی ہی سوچ سے بھٹک جاتا ہوں۔ ایسے وقت پتہ نہیں چلتا کہ کتنا وقت گذر گیا۔ میں نے دوبارہ بلیک گائیڈ سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ اس وقت شبیر حسن اور شیتل ایک ایمبولنس میں وہاں پہنچ گئے تھے۔ وہ اس کے پچھلے حصے میں بھوانی شنکر لیٹا ہوا تھا۔ بلیک گائیڈ نے پچھلے دروازہ کھول کر دیکھنے کے بعد شبیر حسن سے پوچھا۔

"فرہاد کا کیا بنا؟"

"وہ ہسپتال کے بیڈ پر نہیں تھا۔"

"پھر کہاں تھا؟"

"پتہ نہیں کہاں غائب ہو گیا۔ تم نے کہا تھا کہ ہم ہسپتال وقت برباد نہ کریں۔ فرہاد کا کام تمام کریں اور بھوانی شنکر کو جب فرہاد نہیں ملا تو میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنی فرصت کو نکال کر لے آؤں۔"

بلیک گائیڈ نے کہا۔ "یہ تم نے اچھا کیا لیکن فرہاد کہاں وہ میرے لیے ایک مستقل خطرہ بن گیا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ میں اس چھڑانے کے لیے ابھی بارڈر کراس نہیں کر سکتا۔ اس وقت چار پانچ سرحد تک پہنچنے سے پہلے ہی صبح ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ ہم فوجیوں کی نظر میں آ جائیں۔"

شبیر حسن کے ساتھ انٹیلی جنس کے دو مسلح جوان تھے۔ بلیک کی باتیں سن کر ایک جوان نے چونک کر پوچھا۔

"کیا آپ لوگ غیر قانونی طریقے سے سرحد پار کرنا چاہتے ہیں؟"

بلیک گائیڈ نے جواب دیا۔ "ہاں۔ سرحد پار کرنے کے لوگوں کا وجود ضروری نہیں ہے۔" اس نے گونگے شیتل کو اشارہ کہا کہ ان مسلح جوانوں کا کام تمام کر دے۔ اس کا حکم پاتے ہی شیتل پر پھیلانگ لگا دی۔ وہ دو صحت مند اور تربیت یافتہ فائٹر کے حملوں کے آگے ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ ان کے تمام جوابی فولادی انسان پر اثر نہیں ہوتا تھا اور وہ ایک ایک ہاتھ میں زمین دکھا دیتا تھا۔ اس کا بھاری بھرکم ہاتھ کس طرح بڑی دیتا تھا، اس کا مجھے ذاتی تجربہ ہو چکا تھا۔ اب بھی اس کے متعلق سوچتا ہوں، تو دل ہی دل میں اسے داد دیتا ہوں۔ ایسا ہو کہ مقابلہ کرتے وقت پسینہ چھوٹ جائے اور اپنا حوصلہ

ہو کہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک ایسے ناقابل شکست شکست دینے کا عزم تازہ رہے۔

شیتل نے دراسی دیر میں دو جوانوں کی گردنوں کو اپنی دونوں بغلوں میں دبا لیا۔ یہ سب کچھ بلیک گائیڈ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ آنکھیں کے تعاون سے دیکھتی ہیں اور دماغ آنکھوں کے تعاون سے سوچتا ہے۔ لہٰذا میں اس کی سوچ کی کنٹری سے تصور کی اسکرین پر انھیں لڑتے

شیتل نے دونوں کی گردنیں دبوچ کر انھیں مار ڈالا تھا۔ اس شبیر حسن التجا کر تا رہا کہ اس کے ماتحتوں کو نہ مارا جائے لیکن وہ ختم کر دیے گئے۔ ان کے مرنے کے بعد بلیک گائیڈ نے کہا۔ "شبیر حسن ابوں تو اب تمھیں بھی مر جانا چاہیے لیکن فرہاد کہیں میں بیٹھا ہے۔ نہ جانے کب انٹیلی جنس والوں کو میرے پیچھے اس کے پاس ٹیلی پیتھی کا علم ایسا ہے کہ میں جہاں بھی پناہ لوں گا، کے ذریعے اس جگہ کا پتہ معلوم کر لے گا اور پولیس والوں کے پہنچ جائے گا۔ فی الحال اپنی اور شیتل کی سلامتی کے لیے خیال کے طور پر رکھنا ضروری ہے جب تک تم ہماری قید میں پولیس والے ہمیں نقصان پہنچانے سے پرہیز کرتے رہیں گے۔"

اس نے اپنی ہتھکڑی کھول کر شیتل کو دیتے ہوئے اشارے سے سمجھایا انسانی سے شبیر حسن کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دے اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ بلیک گائیڈ بڑی تیزی سے سوچ کس طرح کسی ایسے مقام تک پہنچ سکتا ہے، جہاں تک میرا علم نہ حالانکہ میرے علم کو محدود کرنا بظاہر ناممکن تھا لیکن انسان کے کام تو جو بات ناممکن ہے، وہ ممکن ہو جاتی ہے۔

پھر بھی بلیک گائیڈ کی ذہانت کا قائل ہو گیا۔ اس نے مجھے رکھنے کے لیے ایک بہت ہی عمدہ تدبیر سوچ لی۔ اس نے اشاروں میں سمجھایا۔ وہ اشاروں کو سمجھتا رہا۔ پھر ان کے مطابق

اس نے بلیک گائیڈ اور شبیر حسن کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور پچھلی سیٹ پر بیٹھنے میں مدد دی۔ وہاں بیمار بھوانی شنکر کو پہلے لیٹا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ گونگا شیتل کار ڈرائیو کر کے انھیں جس جائے گا، اس کا راستہ شبیر حسن اور بلیک گائیڈ اپنی آنکھوں نہیں دیکھ سکیں گے۔ اگر دیکھیں گے تو ان کا دماغ ان راستوں کے پہنچ سکے گا اور میں ان کے دماغ سے ان کی منزل کا پتہ معلوم کر سکوں گا۔

بلیک گائیڈ نے واقعی ذہانت کا ثبوت دیا تھا اور شیتل کو سمجھا دیا زمینی سے کسی ایک پناہ گاہ کی طرف انھیں لیجائے اور جہاں اس کے متعلق اپنے باس (بلیک گائیڈ) کو بھی نہ بتائے۔ یہ صورت حال تھی کہ وہ دونوں آنکھیں بند کیے پچھلی سیٹ پر اندھوں کی طرح بیٹھے ہوئے تھے اور ایک گونگا کار ڈرائیو کرتا ہوا انجانی منزل کی طرف انھیں لیجا رہا تھا۔ میں گونگے کے ذہن کو نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس وقت بلیک گائیڈ اور شبیر حسن کی طرح میری آنکھوں پر بھی لاعلمی کی پٹی بندھ گئی تھی۔

میں کچھ دیر تک کوشش کرتا رہا کہ کسی طرح بلیک گائیڈ کی سوچ سے یہ اگلوا لوں کہ اس کی کتنی خفیہ پناہ گاہیں ہیں لیکن وہ بہت ہی مستقل مزاج تھا۔ وہ برابر اپنی پناہ گاہوں کے متعلق سوچنے سے سختی سے انکار کرتا رہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ میں اس کے دماغ میں جھانک رہا ہوں۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بیٹے فرہاد! میں تمھاری چالاکیوں کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ انسان کا چھوٹا سا دماغ ایسا ہے جس میں سارے جہان کی وسعتیں سما جاتی ہیں۔ میں نے ذہن کی گیرائی اور گہرائی کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہے۔ یہ ایک عام سا مطالعہ ہے کہ ہمارے دماغ میں دو طرح کی سوچیں ہوتی ہیں۔ ایک مثبت دوسری منفی یعنی ایک سوچ کہتی ہے کہ یہ کام کرو اور دوسری سوچ کہتی ہے کہ اس کام کو نہ کرو۔ بعض اوقات انسان کسی فیصلے کی اہم گھڑیوں میں انہی دو سوچوں کے درمیان الجھ جاتا ہے۔

تم بھی مجھے اسی طرح الجھانے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں اپنی منفی سوچ میں اپنی خفیہ پناہ گاہوں کے متعلق سوچنے سے انکار کر رہا ہوں اور تم میری مثبت سوچ بن کر مجھے ان جگہوں کے متعلق سوچنے پر مجبور کر رہے ہو لیکن میں نے آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے اور اپنی قوتِ ارادی سے اپنی سوچ کو دوسری طرف بھٹکا رہا ہوں تاکہ تمھارے بہلاوے میں نہ آ سکوں۔"

میں نے اس کی مثبت سوچ میں کہا۔ "ہاں یہی مناسب ہے۔ مجھے اپنی سوچ کو دوسری طرف بھٹکانا چاہیے۔ یہ تو میں خود نہیں جانتا کہ شیتل مجھے کس پناہ گاہ کی طرف لیجائے گا۔ لہٰذا مجھے یہ سوچنا چاہیے کہ کس مقام سے سرحد پار کرنا مناسب ہوگا۔ میں موقعہ پا کر شیتل کو اشاروں میں سمجھا دوں گا کہ ہمیں رن کچھ کے میدان سے سرحد کو عبور کرنا ہے۔"

"نہیں۔" اس کی منفی سوچ نے کہا۔ "اتنی دور رن کچھ کی طرف جانا مناسب نہیں ہے۔ یہاں کا سب سے قریبی بارڈر واہگہ ہے لیکن نہیں ابھی مجھے کسی ایسے مقام کے متعلق نہیں سوچنا چاہیے۔ جہاں سے مجھے گذرنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ فرہاد میرے خیالات کو پڑھ رہا ہو۔ اوہ مائی گاڈ! سوچنے کی دھن میں یہ بھول گیا تھا کہ وہ کمبخت میرے دماغ میں جھانک رہا ہوگا۔ کیا مصیبت ہے؟ میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے خطرناک دشمنوں کو زیر کیا ہے لیکن یہ تو عجیب و غریب قسم کا دشمن ہے۔ ہر لمحہ میرے دماغ میں آسن جما کر بیٹھ جاتا ہے میں گہری نیند سو تا رہوں گا، تب بھی یہ میرے خوابوں کو پڑھتا رہے گا کیونکہ خوابوں

کا تعلق بھی دماغ سے ہوتا ہے۔ اُف! پتہ نہیں آسیب کی طرح دل و دماغ پر چھا جانے والے اس دشمن سے کب اور کیسے نجات ملے گی؟"

وہ خائف تھا اور سر بلو میری خیال خوانی کی صلاحیتوں سے سہما ہوا تھا۔ کوئی اور دشمن ہوتا تو گھبرا کر اب تک میرے سامنے گھٹنے ٹیک چکا ہوتا مگر وہ عفریتی تھا۔ شکست کے آخری لمحے تک پہنچنے سے پہلے مجھے شکست دینے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف تھا۔

میں نے اُس وقت اس کا پیچھا چھوڑ دیا اور اپنے ماحول میں واپس آگیا۔ میری زندگی بھی عجیب ہے۔ میں خیالی راستوں کا مسافر ہوں۔ میلوں میں صدیوں کا فاصلہ طے کر جاتا ہوں۔ ابھی میں بہت دور بلیک گائیڈ کی بھاگتی ہوئی کار میں اس کے دماغ سے چپکا ہوا تھا اور ابھی روبی کے کمرے میں واپس آگیا۔ کمرے میں بدستور اندھیرا تھا۔ روبی کے بیڈ پر فرزانہ پتو کے پاس لیٹی ہوئی مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جب میں نے کھڑکی کی طرف سے پلٹ کر اسے دیکھا تو اس نے پوچھا۔

"کیا ہوا؟ کیا دشمن چلے گئے؟"

"ہاں۔" میں جواب دیتا ہوا اس کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ "تمہارے بیٹے پر سے خطرہ ٹل گیا ہے۔ وہ دشمن اب ادھر نہیں آئے گا۔"

"خدا کا شکر ہے۔" وہ اطمینان کا سانس لے کر بولی۔ "چلیے اب ہم اپنے کوارٹر میں چلیں۔"

میں نے کہا۔ "تم جا کر آرام کرو۔ ابھی میری قسمت میں آرام نہیں لکھا ہے۔ مجرم ہسپتال سے بھوائی شنکر اور شبیر حسن کو ساتھ لے گیا ہے۔ میں بھی ہسپتال سے چلا آیا ہوں۔ ایسی صورت میں پولیس والے میرے پیچھے پڑ جائیں گے اور گم ہونے والوں کے متعلق مجھ سے طرح طرح کے سوالات کریں گے۔ اگر میں نے انھیں اطمینان دلا دیا، تب بھی انٹیلی جنس والے مجھے مجبور کریں گے کہ میں اپنی صلاحیتوں سے شبیر حسن کو تلاش کروں۔ دوسری طرف بلیک گائیڈ کو اگر یہ پتہ چل گیا کہ میں دوبارہ انٹیلی جنس والوں سے منسلک ہو گیا ہوں تو وہ میرا پتہ ٹھکانہ معلوم کرنے کی اور کسی وقت بھی شیتل کو اچانک ہی مجھ پر حملہ کرنے کے لیے بھیج دے گا۔ فرزانہ! میں تمھیں ساری تفصیل نہیں بتا سکتا کہ میں کس طرح دشمنوں میں گھرا ہوا ہوں۔ مجھے یہاں سے جلد از جلد چلے جانا چاہیے۔"

"میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گی۔"

"نہیں میرے ساتھ ساتھ ہمیشہ موت چلتی ہے۔ تم ساتھ رہو گی تو میری وجہ سے پتو کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"آپ پتو کی محبت کا واسطہ دے کر مجھے خوفزدہ نہ کریں۔ اتنا تو مجھے یقین ہو گیا ہے کہ پتو آپ کے سائے میں رہے گا تو اس پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ کیا آپ مجھے اتنی بے حس اور بے مروت سمجھتے ہیں کہ میں آپ کی بیماری اور مصیبت کے وقت آپ کا ساتھ چھوڑ دوں گی؟"

"میں جانتا ہوں کہ تم مجھے دل و جان سے چاہتی ہو۔ تم میرے راستے نہیں چھوڑو گی مگر میں کس دن، کس لمحے تمھارا ساتھ چھوڑ جاؤں گا، یہ میں خود نہیں جانتا کیونکہ دشمن سرحد پار کرنے والے میں۔ میں ان کے لیڈر تک اُن کا پیچھا کروں گا اور اُن کے گھروں میں گھس کر عبرتناک سزا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے، آپ جہاں جائیں گے، میں آپ کے راستے میں نہیں بنوں گی لیکن میرے کہنے سے آپ کو دو چار روز تک دشمن کا خیال چھوڑنا ہو گا۔ آپ کی حالت ایسی نہیں ہے کہ آپ خطرناک کے پیچھے ایک طویل سفر کر سکیں۔ میں آپ کی ضرورت کی دوائیں لے کر آتی ہوں۔ صبح و شام آپ کے بدن کی مالش کروں گی۔ جب آپ پوری طرح صحت یاب ہو جائیں گے تو پھر میں آپ کے راستے سے ہٹ جاؤں گی۔"

میں اس کی محبت اور خدمت کے جذبوں سے متاثر ہوا۔ بھلا ایسی وفادار حسین عورت کا دل کون توڑ سکتا ہے؟ میں نے اس کے مشورے کو تسلیم کر لیا۔

وہ پتو کو گود میں لے کر باہر آگئی۔ میں نے پہلے کی طرح دروازے کو لاک کر لیا اور فرزانہ کے ساتھ اس کے کوارٹر میں آگیا۔ اس دوران میں واپس جا رہا تھا کہ مجھے کہاں پناہ لینا چاہیے؟ میں اپنی کوٹھی میں واپس نہیں جا سکتا تھا۔ وہاں انٹیلی جنس والے پہنچ جاتے۔ اب میں ان لوگوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے یہ سوچ لیا تھا کہ شبیر حسن، شیتل اور بلیک گائیڈ کی منزل کا پتہ چلے گا تو میں ٹیلیفون کے ذریعے انٹیلی جنس کے کسی افسر کو اطلاع دے دوں گا۔ میں ان سے دُور رہ کر بھی اپنا فرض پورا کر سکتا تھا۔

فرزانہ نے ایک سوٹ کیس میں اپنے کپڑے رکھتے ہوئے کہا۔ "ہم اپنے ساتھ سوٹ کیس اور ضرورت کا دوسرا سامان لے چلیں گے اور کسی محفوظ جگہ میں کرائے کا مکان لے کر رہیں گے۔"

میں نے کہا۔ "یہ اچھا مشورہ ہے لیکن کرائے کا مکان تلاش کرنا مشکل ہو گا۔ پتہ نہیں کتنے دنوں کی تلاش کے بعد مکان ملے۔ ابھی تو ہمیں کسی ہوٹل میں سر چھپانے کی جگہ چاہیے۔ بہتر ہے کہ ہم کسی اچھے سے ہوٹل میں چل کر رہیں۔ وہاں میں تمام دن کمرے میں رہوں گا۔ کوئی مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ تمھارے لیے یہ مناسب ہو گا کہ اپنا سامان اسی کوارٹر میں رہنے دو۔ صرف پہننے کے لیے چند جوڑے رکھ لو۔ میرے لیے یہ مشکل ہے کہ میرے کپڑے میرے بدن پر ہیں۔ اگر ایک جوڑا انہیں سے مجھے پہننے کو مل جاتا تو....."

فرزانہ نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس پتو کے چند جوڑے رکھے ہوئے ہیں۔ اُن کی بھی جسامت آپ ہی کی طرح ہے۔ آپ ان لباسوں کو پہن کر دیکھیں، شاید آپ کے کام آجائیں۔"

وہ الماری کے پاس گئی، اسے کھول کر کپڑے نکالے پھر میرے سامنے بستر پر رکھتی ہوئی بولی۔ "اگر آپ کو پسند آجائیں تو یہ آپ کے لیے ہیں۔"

میں ایک پتلون اور شرٹ اٹھا کر غسل خانے میں لباس بدلنے چلا گیا۔ وہ باتھ روم کے بند دروازے کو دیکھ رہی تھی اور میرے ہی متعلق سوچ رہی تھی۔ جب میں لباس بدل کر باہر آیا تو وہ مجھے ایسے دیکھنے لگی جیسے اس کا بچھڑا ہوا خاوند دوبارہ زندہ ہو کر چلا آیا ہو۔

وہ لباس میرے بدن پر پورا اترا تھا اور میں فرزانہ کے حسنِ معیار پر پورا اتر رہا تھا۔ وہ بے اختیار میری جانب کھنچی چلی آئی۔ پہلے تو وہ میرے جسم پر سجے ہوئے اپنے خاوند کے لباس کو تبدیلیوں سے سہلا کر دیکھتی رہی، ان مسرور کن لمحات کو یاد کرتی رہی جو اس کے گذر جانے والے کے ساتھ گذر چکے تھے، پھر اس نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔ اس کے دونوں ہاتھ میرے شانوں پر گر گئے۔ اس کے بعد وہ دھڑکتے دل سے سوچنے لگی۔

"یہ جو میرے سامنے ہے اور جس کے چٹانی سینے پر میرا سر رکھا ہوا ہے یہی میرے سپنوں کا شہزادہ ہے۔ میں کیا کروں؟ اس کے قریب آتی ہوں تو سنبھل نہیں پاتی، اس کے بازوؤں میں آکر ایک دم سے ٹوٹ جانے کو دل چاہتا ہے۔"

وہ سوچ رہی تھی میں سُن رہا تھا اور اپنے سینے پر اس کے دل کی دھڑکنوں کو محسوس کر رہا تھا۔ ایسے وقت سچ مچ سنبھلنے کو جی نہیں چاہتا، بکھرنے میں جو لطف آتا ہے اسے صرف بکھرنے والے ہی جانتے ہیں۔

لیکن میری بیماری اور کمزوری آڑے آگئی۔ میں نے سوچا اگر میں ان رنگین لمحات میں گم ہو گیا تو دشمن مجھے تلاش کر لیں گے۔ دانش مندی یہی تھی کہ میں جلد سے جلد ہسپتال کے احاطے سے نکل کر کہیں دُور چلا جاؤں۔

اسی وقت اذان کی آواز سُنائی دی۔ عورت خواہ کتنی ہی جذبات میں بہک جائے لیکن اس میں اتنی مشرقیت ہوتی ہے کہ فوراً ہی سنبھل کر آنچل سر پر رکھ لیتی ہے۔ فرزانہ بھی چونک کر مجھ سے یوں الگ ہو گئی جیسے اک دم سے اندھیرے سے اُجالے میں آگئی ہو۔ اس نے سر پر آنچل رکھا تو میں بھی سنبھل گیا۔

"میں نے کہا صبح ہو رہی ہے، ہمیں وقت برباد نہیں کرنا چاہیے، فوراً میرے ساتھ یہاں سے نکل چلو۔ ہمیں یہاں سے جاتے ہوئے کوئی دیکھ نہیں سکے گا۔"

میری بات سُن کر اس نے پتو کو گود میں اٹھا لیا۔ میں نے سوٹ کیس اٹھا لیا۔ پھر ہم دونوں کوارٹر کو لاک کر کے تیز قدموں سے چلتے ہوئے ہسپتال کی عمارت سے باہر آگئے۔ خوش قسمتی سے ہمیں فوراً ہی ایک ٹیکسی مل گئی۔ ہم اس میں بیٹھ کر ہوٹل انٹرنیشنل تک پہنچ گئے۔ میرے پاس کیش نہیں تھا لیکن فرزانہ اپنے تمام نقدی اور زیورات لے آئی تھی، اس نے ٹیکسی کا بل ادا کیا اور اسی نے ہوٹل کا کمرہ کرائے پر لیا۔ یہ بات میرے مزاج کے خلاف تھی کہ کوئی عورت میرے اخراجات برداشت کرے۔ بحالتِ مجبوری وقتی طور پر میں نے اسے برداشت کر لیا لیکن یہ سوچ لیا کہ فوراً ہی اپنے پیسوں کا انتظام کرنا چاہیے۔ اس کے لیے مجھے تنہائی کی ضرورت تھی تاکہ میں اپنے علم کے ذریعے اپنی ضرورت کے مطابق ایک معقول رقم طلب کر سکوں۔

مگر مجھے فوراً ہی تنہائی نصیب نہ ہوئی کیونکہ پتو نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ پھر یہ کہ میں فرزانہ پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میں خیال خوانی کے علم سے واقف ہوں۔ میں تھوڑی دیر تک پتو سے باتیں کرتا رہا پھر میں نے فرزانہ سے کہا۔

"ہم دونوں تمام رات جاگتے رہے ہیں، ہمیں کچھ دیر کے لیے سونا چاہیے لیکن اگر ہم سو جائیں گے تو پتو تنہا اس کمرے میں کیسے وقت گذارے گا؟"

فرزانہ نے جواب دیا۔

"جب میں صبح ڈیوٹی پر جاتی ہوں تو ہسپتال کی دوسری نرسیں پتو کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔ آج میں ڈیوٹی پر نہیں جاؤں گی، ایک ہفتے کی چھٹی کی درخواست دے کر آجاؤں گی اور پتو کو ساتھ لیجا کر روبی کے پاس چھوڑ آؤں گی کیونکہ میں بھی تھوڑی دیر کے لیے سونا چاہتی ہوں۔"

میں نے دل میں سوچا یہ اچھی بات ہے فرزانہ تھوڑی دیر کے لیے پتو کو لیکر یہاں سے چلی جائے گی تو مجھے تنہائی مل جائے گی، میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم پتو کو ساتھ لیجاؤ اور دروازے کو باہر سے لاک کرتی جاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ تمھاری واپسی تک مجھے نیند آجائے۔"

وہ پتو کو لیکر جلد ہی واپس آنے کا وعدہ کرتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ باہر سے دروازہ لاک ہونے کی آواز آئی تو میں نے اطمینان کی سانس لی پھر فوم کے ملائم بستر پر شمال کی جانب رُخ کر کے پیٹھ مار کر بیٹھ گیا اور مراقبے میں چلا گیا۔

میں نے مراقبے میں سب سے پہلے بلیک گائیڈ کی سوچ سے الطہ قائم کیا۔ وہ شبیر حسن کے ساتھ کسی کمرے کے آرام دہ صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت شبیر حسن، بلیک گائیڈ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی باتیں بلیک گائیڈ کا ذہن قبول کر رہا تھا اور میں بلیک گائیڈ کے ذہن سے ان باتوں کو سُن رہا تھا۔

شبیر حسن کہہ رہا تھا۔ "میں کب تک آنکھوں پر پٹی باندھے بیٹھا رہوں گا اب تو خدا کے لیے یہ پٹی کھول دو۔"

بلیک گائیڈ نے جواب دیا۔ "پٹی میری آنکھوں پر بھی بندھی ہوئی ہے۔ اگر ہم دونوں کی آنکھوں سے یہ پٹی کھل جائے تو پھر ہم کھلی ہوئی آنکھوں سے اس کمرے کے ماحول کو دیکھیں گے۔ ہم جو کچھ دیکھتے ہیں تو ہماری آنکھوں کے ذریعے ہمارا ذہن ہمیں سمجھاتا ہے کہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔ ہم ذہن کو اس سوچ سے نہیں روک سکیں گے کہ یہ بلو رنگ کے صوفے ہیں، کھڑکیوں پر آسمانی رنگ کے پردے ہیں اور کھڑکی کے سامنے سے فلاں شاہراہ گذرتی ہوئی فلاں جگہ جاتی ہے۔ جب ہم یہ سوچیں گے تو دُور انجانی جگہ پر بیٹھا ہوا ہمارا دشمن فرہاد ہماری سوچ کو پڑھ لے گا اور فلاں شاہراہ تک پہنچ جائے گا۔ ان کھڑکیوں کو تلاش کرے گا جن پر آسمانی

رنگ کے پرزے پرزے ہیں۔ اس طرح وہ اس کیبے میں آکر ہماری شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔ بائی گاڈ! میں نے اتنا خطرناک دشمن نہ دیکھا نہ سُنا جو ہمارے دماغ کے اندر گھس کر ہمیں تلاش کر لیتا ہے لہٰذا دانش مندی یہی ہے کہ ہماری آنکھوں پر پٹی بندھی رہے۔ یہ درست ہے کہ میں وقتی طور پر اندھا ہو چکا ہوں مگر یہ اندھا پن مجھے اس خطرناک دشمن سے محفوظ رکھے گا۔"

بلیک گائیڈ کی باتیں سُن کر یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ اب بہت زیادہ محتاط ہو گیا ہے اور شیتل جب تک اسے سرحد پار نہیں لے جائے وہ اپنی آنکھوں سے پٹی نہیں ہٹائے گا۔

مجھے اس کی آنکھوں سے پٹی ہٹانے کے لیے اس کے دماغ میں ہلچل مچانے کی ضرورت تھی لیکن اس سلسلے میں، میں نے جلد بازی نہیں کی کیونکہ شام تک کا وقت تھا جب تک کہ اندھیرا نہ پھیلتا وہ اپنی خفیہ پناہ گاہ سے باہر نہ نکلتے۔ فی الحال میں نے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور اپنی پھوپھی کے ذہن میں جھانکنے لگا۔

اس وقت پھوپھی کچن میں ناشتہ تیار کر رہی تھیں اور میرے ہی متعلق سوچ رہی تھیں کیونکہ میں کئی دن سے غیر حاضر تھا۔ انھوں نے ہسپتال آکر مجھ سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن انھیں انٹیلی جینس والوں سے اجازت نہیں ملی تھی۔ اب تو میں ہسپتال سے بھی نکل آیا تھا۔ میں نے ان کے ذہن پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"پھوپھی جان! میں ہوں فرہاد.....!"

وہ چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگیں۔ میری سوچ نے کہا۔

"کیا آپ بھول گئیں کہ میں خیال خوانی جانتا ہوں۔ ایک بار میں نے سوچ کے ذریعے آپ سے رابطہ قائم کیا تھا، اس وقت بھی میں آپ سے مخاطب ہوں۔"

پھوپھی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ ہاں بیٹے میں سب جانتی ہوں۔ پتہ نہیں تم کیسی اَن دیکھی مخلوق سے رابطے کرتے رہتے ہو مگر خدا کا شکر ہے کہ اس علم کے ذریعے تم سے رابطہ تو قائم ہوا۔ میں تمھارے لیے بہت پریشان ہوں، بتاؤ میں تم سے کیسے مل سکتی ہوں؟"

میں نے جواب دیا۔ "میں بھی اس اُلجھن میں مبتلا ہوں کہ آپ سے کیسے ملاقات کروں کیونکہ پولیس والوں سے اور دوسرے دشمنوں سے بچنے کے لیے ایک ہوٹل کے کمرے میں چھپا ہوا ہوں۔ اس کمرے تک آپ کا آنا مناسب نہیں ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ پولیس کا کوئی آدمی آپ کی نگرانی کر رہا ہو اس طرح وہ آپ کے ذریعے مجھ تک پہنچ جائے گا۔"

"بیٹے! یہ تم کیا کرتے رہتے ہو خواہ مخواہ لوگوں کو اپنا دشمن کیوں بنا رہے ہو؟ کیا دوسروں کی طرح ایک پُرسکون گھریلو زندگی نہیں گذار سکتے؟"

"پھوپھی جان! میرے پاؤں میں چکر ہے۔ میں ایک جگہ ٹھہر نہیں سکتا۔ خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ وقت کی طرح بہتا چلا جاؤں۔ اس طرح نت نئی مصیبتوں کا سامنا ضرور ہوتا ہے لیکن یہی مہماتی زندگی مجھے پسند ہے۔ آپ نہیں جانتیں کہ اس طرح میں اپنے ملک اور قوم کی خدمت کر رہا ہوں اور کتنے ہی مجبوروں اور بیکسوں کے کام آتا رہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میری زندگی اسی جدوجہد میں گذر جائے۔ اس وقت میں نے آپ سے اس لیے رابطہ قائم کیا ہے کہ مجھے دس ہزار روپوں کی ضرورت ہے۔ آپ ابھی دس ہزار لے کر فوراً ہی ہسپتال پہنچ جائیں، وہاں فرزانہ نام کی ایک نرس سے ملاقات ہو گی، اسے وہ روپے دے کر صرف اتنا کہہ دیں کہ یہ فرہاد علی کی امانت ہیں، پھر وہ روپے مجھے مل جائیں گے۔ آپ اس سلسلے میں دیر نہ کریں ورنہ فرزانہ ہسپتال سے نکل جائے گی۔"

پھوپھی نے مجھے یقین دلایا کہ ابھی وہ میری مطلوبہ رقم لے کر ہسپتال جا رہی ہیں۔ میں نے مطمئن ہو کر مراقبہ توڑ دیا پھر آرام سے بستر پر لیٹ کر ہاتھ پاؤں سیدھے کیے، اس کے بعد آنکھیں بند کر کے اپنے لاشعور کو تاکید کی کہ ٹھیک بارہ بجے میری آنکھ کھل جائے۔

اس کے بعد میں گہری نیند سو گیا۔ مجھے پتہ نہیں کہ فرزانہ کب واپس آئی، مجھے گہری نیند سوتے دیکھ کر وہ بھی بستر پر آکر سو گئی۔

میرے دماغ نے ٹھیک بارہ بجے مجھے بیدار کر دیا۔ میں نے کروٹ بدل کر دیکھا، وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ اس کا دوپٹہ سرہانے رکھا ہوا تھا۔ وہ سیدھی لیٹی ہوئی سو رہی تھی اور اس کے بدن کے نشیب و فراز جاگ رہے تھے۔ اس کے جسم کو اب تک میں نے جاگتی ہوئی حالت میں دیکھا تھا لیکن خوابیدہ حُسن نے اسے اور پُرکشش بنا دیا تھا۔ دل بے اختیار اس کی طرف کھنچا چلا جا رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک سر سے پاؤں تک نگاہوں کی اُنگلیوں سے اسے ٹٹولتا رہا۔

اس نے درست کہا تھا کہ اس نے اپنے خاوند کے ساتھ سہاگ کی صرف چند گھڑیاں گذاری تھیں، اس کے بعد وہ ان رنگین لمحات سے ایک طویل عرصے تک محروم رہی تھی۔

وہ پھول کی طرح کھلی ضرور تھی مگر ادھ کھلی تھی۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ اگر تشنگی باقی رہے اور اپنے من کے مطابق اور اپنی آرزوؤں کے مطابق جذبات کی تکمیل نہ ہو تو عورت کی عمر ایک جگہ ٹھہر جاتی ہے۔

میں نے اس ٹھہرے ہوئے پانی کی سطح پر ہلچل مچا دی، میری سانسوں کی تپش نے اسے بیدار کر دیا، چونکہ وہ نیند سے بیدار ہوئی تھی اس لیے فوراً ہی سمجھ نہ سکی کہ کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟ اس کی کٹورا سی آنکھیں کچھ سمجھنے اور نہ سمجھنے کے دوران پھیلی ہوئی تھیں۔ ان آنکھوں میں اتنی کشش تھی کہ میں بے اختیار ہو گیا — تب اسے ہوش آ گیا

ذرا دیر کے لیے وہ بھول گئی تھی کہ ابھی میں ہسپتال سے آیا ہوں اور مجھے پوری طرح صحت یاب ہونے کی ضرورت ہے۔ وہ بے خودی میں بہکتی رہی اور مجھے بہکاتی رہی۔ جب میں نے مزید آگے بڑھنا چاہا تو اچانک ہی اس کے اندر کی نرس بیدار ہو گئی۔

اس نے جلدی سے کروٹ بدل کر اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں فرہاد! بس آگے نہ بڑھو میں تمھاری ہوں کہیں بھاگی تو نہیں جا رہی ہوں۔ پہلے میں تمھارے لیے صرف ایک نرس بن کر رہوں گی، اس کے بعد تمھاری محبوبہ بنوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ بستر سے اٹھی پھر تیزی سے باتھ روم میں جا کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد شاور سے پانی گرنے کی آواز سُنائی دی وہ آگ کو پانی سے بجھا رہی تھی۔

ایک گھنٹے کے بعد میں بھی غسل سے فارغ ہو کر اس کے ساتھ ناشتہ کر رہا تھا۔ وہ مجھے بتا رہی تھی کہ میری پھوپھی سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ وہ دس ہزار روپے لیکر آئی ہے اور میری ضرورت کی تمام دوائیں بھی خرید کر لائی ہے۔ ہلکا سا ناشتہ کرنے کے بعد میں قمیض اتار کر پھر بستر پر لیٹ گیا۔ اور وہ دوا نکال کر میرے بدن پر مالش کرنے لگی۔ اس طرح اس نے صبح و شام میرے بدن کی مالش کی۔ ایسے وقت ہم دونوں ہی سخت آزمائشوں سے گذرتے رہے لیکن وہ بہت سمجھدار تھی، اس نے صرف میری صحت یابی کو اپنا مقصد بنا رکھا تھا اس لیے وہ بہکتے بہکتے بھی سنبھل جاتی تھی اور مجھے بھی سنبھلنے پر مجبور کر دیتی تھی۔

شام ہونے لگی تو میں نے اپنی ضرورت کا کچھ سامان لانے کے لیے اسے باہر بھیج دیا جب وہ شاپنگ کے لیے چلی گئی تو تنہائی ملتے ہی میں نے پھر مراقبہ کیا۔

میرا رابطہ بلیک گائیڈ سے تھا۔ اس وقت بلیک گائیڈ شیتل کا انتظار کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

"پتہ نہیں کم بخت کہاں چلا گیا؟ اتنا تو مجھے یقین ہے کہ وہ یہاں سے نکلنے کے انتظامات میں مصروف ہے۔ اب وہ آئے گا تو میرے ہاتھ کی انگلیوں پر اپنے ہاتھوں کی انگلیاں رکھ کر انگلیوں کی اشاراتی زبان میں بتائے گا کہ ہمیں کب اور کس طرح سرحد پار کرنا ہے۔ اس کی اشاراتی زبان کو میرا ذہن سمجھتا ہے کاش اس طرح وہ کم بخت فرہاد میرے فراہم کردہ نام نہاد منصوبوں تک پہنچ جائے گا۔ نہیں مجھے اس سلسلے میں بھی بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔ جب شیتل آئے گا تو میں انگلیوں کے اشارے سے اسے سمجھا دوں گا کہ وہ فرار ہونے کا کوئی بھی منصوبہ میرے علم میں نہ لائے۔ مجھے جہاں لیجانا چاہتا ہے جس راستے سے لیجانا چاہتا ہے، چُپ چاپ لیجائے۔ کیا مصیبت ہے میری زندگی کا ایک لمحہ بھی سکون سے نہیں گذر رہا ہے۔ میں کوئی خاص بات سوچنا چاہوں تو نہیں سوچ سکتا مگر ایسا ممکن تو نہیں ہے کہ فرہاد چوبیس گھنٹے میرے ذہن میں جھانکتا رہتا ہو۔ کبھی تو وہ سوتا ہو گا کبھی کھانے پینے کے دوران یا دوسروں سے گفتگو کرتے وقت میری طرف سے اس کی سوچ کا رابطہ ٹوٹ جاتا ہو گا۔ کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ کس وقت وہ اپنی سوچ سے میرا رابطہ ختم کر دیتا ہے لیکن میں کیسے معلوم کر سکتا ہوں؟"

وہ میرے متعلق معلومات حاصل کرنے کے سلسلے میں سوچنے لگا۔ اس نے شبیر حسن سے پوچھا۔

"کیا آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ فرہاد ہسپتال سے فرار ہونے کے بعد کہاں جا سکتا ہے؟"

شبیر حسن نے جواب دیا۔

"گبرگ کی جس کوٹھی میں وہ رہتا تھا وہاں تمھارے شیتل نے ایک بار اس پر حملہ کیا تھا وہ اتنا چالاک ہے کہ دوبارہ اس کوٹھی کی طرف نہیں جائیگا۔" بلیک گائیڈ نے کہا۔

"تم کہتے ہو کہ وہ اچھی طرح چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھا، اسے مزید تیمارداری کی ضرورت تھی، کیا وہ کسی کی مدد کے بغیر اس کمرے سے نکل سکتا ہے؟ اگر نہیں تو سوچ کر بتاؤ کہ ہسپتال میں کون ایسا ہے جو اس کا ساتھ دے سکتا ہے؟"

"ہاں مجھے یاد آیا ہسپتال میں ایک نرس ہے جس کے بچے کو تم اٹھا کر لے آئے تھے، فرہاد کی احسان مند ہے کیونکہ اسی نے اس بچے کو تم سے چھین کر اس کی گود تک پہنچایا، وہی اس کی مدد کر سکتی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی بلیک گائیڈ کے خیال سے پتہ چلا کہ شیتل وہاں آگیا ہے۔ بلیک گائیڈ انگلیوں کے اشاروں سے اسے سمجھانے لگا۔

"دیکھو شیتل تم نے فرار کا جو بھی منصوبہ بنایا ہے، اسے میرے علم میں نہ لاؤ۔ میں تمھیں سمجھا چکا ہوں کہ ہمارا دشمن بہت ہی خطرناک ہے۔ وہ ہمارے تمام منصوبوں تک پہنچ جاتا ہے۔ صرف تم ہی ایسے ہو کہ وہ تمھارے خیال تک نہیں پہنچ سکتا۔ تم مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ آج کی رات ہم فرار ہونے میں کامیاب ہو سکتے ہیں یا نہیں؟"

اس کے جواب میں شیتل نے اشاروں سے بتایا کہ آج رات سرحد پار کرنا ناممکن ہے۔ اس کی وجہ میں نہیں بتا سکتا۔ بتاؤں گا تو تمھارے کہنے کے مطابق فرہاد میری لائن آف ایکشن کو سمجھ جائے گا۔

بلیک گائیڈ نے خوش ہو کر کہا۔

"شاباش تم بہت سمجھدار ہو، اسی طرح محتاط ہو کر کام کرو۔ اب میں تمھیں فرہاد تک پہنچنے کا طریقہ بتاتا ہوں، اسے پوری توجہ سے ذہن نشین کر لو۔ تمھیں وہ بچہ یاد ہو گا جسے میں ہسپتال کے ایک کوارٹر سے اٹھا کر لایا تھا۔ تم نے اس بچے کو بھی دیکھا ہے اور اس نرس کو بھی پہچانتے ہو۔ تم بھی اپنے دو خاص آدمیوں کو لیکر جاؤ۔ تم نہیں بول سکتے مگر تمھارے آدمی بول لیں گے اور ہسپتال پہنچ کر اس نرس کے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔ وہ یا اس کا بچہ جہاں بھی ملے ان سے فرہاد کا پتہ معلوم کرو۔ اگر وہ نرس بتانے سے انکار کرے تو اسے یرغمال کے طور پر ساتھ لے آؤ۔ جاؤ ابھی جاؤ، میں دیکھوں گا کہ فرہاد کتنے پانی میں چھپا ہوا ہے۔"

اتنا سمجھا کر وہ خاموش ہو گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ شیتل وہاں سے جا چکا ہے۔ میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اب ایک ایسا شخص میری تلاش میں نکلا تھا جس کے خیالات کو میں نہیں پڑھ سکتا تھا میں بالکل اندھیرے میں تھا۔ یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ اپنے کن ساتھیوں کو لے کر فرزانہ اور پتو کو تلاش کرے گا۔ وہ گونگا اپنے ساتھیوں سے گونگے اشاروں میں بات کرے گا۔ چونکہ اس کے ساتھی زبان سے گفتگو نہیں کریں گے اس لیے میں ان کی گفتگو کے لہجے تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ اس وقت وہ تینوں میرے لیے اندھیرے کے تیر تھے۔ کہیں سے بھی سنسناتے ہوئے آ سکتے تھے۔

مجھ پر ایک اضطراری سی کیفیت طاری ہو گئی۔ اگر یقین ہو جائے کہ موت آ رہی ہے لیکن یہ پتہ نہ چلے کہ کس سمت سے آ رہی ہے تو ایسی صورت میں بوکھلاہٹ میں مبتلا ہو جانا لازمی ہے میں بستر سے اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ غلطی یہ تھی کہ میں پریشانی میں الجھ کر ذہنی یکسوئی سے کام لینا بھول گیا تھا۔ میں فوراً ہی بستر پر آ کر پالتی مار کر بیٹھ گیا، پھر میں نے ایک گہری سانس کھینچ کر ان سانسوں کو اپنے سینے میں جمع کر لیا اور آنکھیں بند کر کے مراقبے میں چلا گیا۔ اب میرے آس پاس خیالات کا انتشار نہیں تھا۔ میری پوری توجہ صرف ایک خیال پر مرکوز ہو گئی کہ دشمن کسے چارہ بنا کر مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے؟

وہ فرزانہ ہی تھی جسے وہ مہرے کے طور پر استعمال کرنا چاہتے تھے لہٰذا میں نے فرزانہ سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اب وہ کہاں ہے؟ اور کیا کر رہی ہے؟

وہ ہسپتال کی طرف جا رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اس نے میرے سائز کے مطابق ایک سوٹ اور جوتے خرید لیے ہیں۔ اب وہ ہسپتال پتو کو لینے جا رہی ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ اب ہسپتال کی طرف جائے اور شیتل کی نظروں میں آئے۔ لہٰذا میں نے اس کی منفی سوچ میں کہا۔

"میں ہسپتال نہیں جاؤں گی۔"

اس کی مثبت سوچ نے کہا۔ "واہ کیوں نہیں جاؤں گی۔ صبح سے پتو وہاں ہے شام ہو تو اسے لے آنا چاہیے۔"

میں نے اس کی منفی سوچ میں کہا۔ "اگر پتو آج رات بھی کسی نرس کے پاس رہ جائے تو کیا حرج ہے۔ ہوٹل کے کمرے میں صرف میں رہوں گی اور وہ رہیں گے۔ ایسی رات میری زندگی میں مدتوں سے نہیں آئی کیا مجھے اس موقعے سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے؟ ایک رات کی تو بات ہے، پتو مجھے چھوڑ کر اپنی کسی بھی نرس آنٹی کے پاس رہنے کا عادی ہے اس کی مجھے فکر نہیں کرنی چاہیے۔"

میں نے منفی سوچ کے ذریعے اسے بہکا دیا۔ وہ جوان تھی، اپنے سینے میں جذبات کا سمندر چھپائے اوپر سے شانت رہتی تھی۔ میں نے اس سمندر میں طوفان اٹھا دیا لیکن بہکنے کے باوجود اس کی سوچ نے کہا۔

"اچھی بات ہے میں پتو کو آج رات کسی نرس کے پاس چھوڑ دوں گی لیکن اس کے لیے بھی مجھے ہسپتال جانا ہو گا۔ جس نرس کی ڈیوٹی نہیں ہو گی اس سے کہنا ہو گا کہ وہ آج رات پتو کو اپنے پاس رکھ لے۔"

یہ سوچتے ہی وہ ہسپتال کی طرف بڑھتی گئی۔ میں پھر اُلجھ کر رہ گیا۔ اس نے معقول بات کہی تھی کہ پتو یہاں نہ آئے تب بھی اس کے رات گذارنے کا انتظام کرنے کے لیے ہسپتال جانا ضروری ہے۔ میرے جی میں آیا کہ میں براہِ راست سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کروں لیکن مشکل یہ تھی کہ میں نے اب تک اس کے سامنے اپنی خیال خوانی کی صلاحیتوں کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اگر میں اسے مخاطب کرتا تو وہ بوکھلا کر رہ جاتی۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا کہ بھلا سوچ کے ذریعے میں اسے کیسے مخاطب کر سکتا ہوں؟

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر مجھے یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ فرزانہ کو اگر میں کسی طرح ہسپتال جانے سے روک بھی دوں تو پتو کو بھی وہاں نہیں رہنا چاہیے کیونکہ شیتل پتو کو بھی اچھی طرح پہچانتا ہے۔

اب مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ مجھے فرزانہ کو نہیں بہکانا چاہیے تھا کہ وہ پتو کو وہاں چھوڑ کر میرے پاس رات گذارنے چلی آئے۔ میں نے پھر اس کے خیالات کو بدلنے کی کوشش کی۔ اب میں نے اس کی مثبت سوچ میں کہا۔

"پتو کو ہسپتال میں چھوڑنا مناسب نہیں ہو گا۔ میں تو یہ بھول ہی گئی تھی کہ فرہاد کے دشمن اسے ہسپتال کے آس پاس تلاش کر رہے ہوں گے۔ وہ دشمن پتو کو بھی پہچانتے ہیں۔ نہیں میں پتو کو وہاں نہیں چھوڑوں گی اپنے ساتھ لے آؤں گی۔"

وہ میرے مثبت خیال سے قائل ہو گئی۔ میں جو اسے ہسپتال کی طرف جانے سے روک رہا تھا اب نہیں روک سکتا تھا۔ پتو کو وہاں سے لانا بہت ضروری تھا۔ اس وقت میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں؟ دشمنوں سے اس کا سامنا ہونے والا تھا اور وہ ایسے دشمن تھے جن کے دماغ کی تہہ تک میں نہیں پہنچ سکتا تھا! اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میں کس طرح لاعلمی کے اندھیرے میں بند ہو گیا ہوں؟

اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا اور وقت کا انتظار کرنے لگا کہ دیکھیں دشمن فرزانہ سے کس طرح رابطہ قائم کرتے ہیں۔ جب وہ فرزانہ کے سامنے آئیں گے تو میں فرزانہ کی سوچ کے ذریعے ان کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔

میں خاموشی سے وقت کا انتظار کرنے لگا۔ اس وقت میری یہ حالت تھی کہ میں اپنے ماحول کا جائزہ بھی لیتا تھا اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد فرزانہ کے دماغ میں بھی جھانک کر دیکھتا تھا میں ہوٹل کے اس کمرے کے دروازے اور کھڑکیوں کو دیکھ رہا تھا۔ کھڑکیوں میں جالیاں لگی تھیں۔ ایک عام آدمی انھیں توڑ کر اندر نہیں آ سکتا تھا لیکن شیتل کے جسم میں تو شیطانی قوتیں بھری ہوئی تھیں۔ بظاہر گوشت پوست کا انسان تھا لیکن اس کے حملوں سے بچنا ممکن تھا کہ وہ فولاد کا بنا ہوا ہے۔ ایک بار وہ میری خوابگاہ کے مقفل دروازے کو توڑ کر اندر چلا آیا تھا۔ وہ اس کمرے کے دروازے کو بھی توڑ سکتا تھا اور جالیوں کو کھڑکیوں سے نوچ کر پھینک سکتا تھا۔ میں نے سوچا کیا میں اس غیر انسانی طاقت سے مقابلہ کرنے کے قابل ہو گیا ہوں؟

میں تنہائی میں آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی قوتوں کو آزمانے لگا۔ میں نے یوگا کی ایک مشق کے مطابق سانسیں کھینچ کھینچ کر اپنے سینے میں جمع کر لیں اور پھر سانسیں لینا بند کر دیں۔ پھر اپنی مٹھیوں کو سختی سے بھینچنے اور کھولنے لگا۔ اپنے جسم کو کتنے ہی زاویوں سے توڑنے اور موڑنے لگا۔ اپنے ہاتھوں کو شانے کی بلندی کی سیدھ میں لا کر اور ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر دوسرے پاؤں کو شانے کی بلندی تک کِک مارنے کے انداز میں اُچھالنے لگا۔

میں مکمل ایک منٹ تک سانس روکے مختلف مشقوں سے گذرتا رہا۔ پھر میری قوتِ برداشت جواب دے گئی اس لیے میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اپنی بیماری کے بعد میں پہلی بار ان مشقوں سے گذرا تھا اس لیے بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ تھکن بھی محسوس ہو رہی تھی جی چاہتا تھا بستر پر گر پڑوں۔ لیکن وہ گرنے کا وقت نہیں تھا۔ میں اپنے پاؤں پر کھڑا رہا۔ ادھر سے اُدھر ٹہلتا رہا پھر میری سانسیں اعتدال پر آ گئیں۔

جب میں تازہ دم ہو گیا تو پھر دوبارہ سانسیں روک کر مختلف مشقوں سے گذرنے لگا۔ اس بار میں نے بستر سے تکیہ اٹھا کر اپنے سامنے سے پشت کی طرف اچھالا۔ تکیہ چھت کی طرف گیا اور واپس میری پشت کی طرف آنے لگا۔ میں نے بائیں ٹانگ اٹھا کر پشت کی جانب تکیے کو ایک لمبک ماری۔ تکیہ پھر اچھل کر اوپر گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ نیچے آتا میں نے پھرتی سے گھوم کر دائیں لات چلائی۔ یہ فٹ بال کی طرح نیچی ٹھوکر نہیں تھی بلکہ کنگ فو کے اصولوں کے مطابق اپنی ٹانگوں کو اپنے شانوں کی بلندی تک اٹھانا لازمی ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد پھر میری سانس ٹوٹ گئی اور میں تھک کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ ان مشقوں سے اندازہ ہو گیا کہ میں اندر سے کمزور نہیں ہوں۔ چونکہ بستر سے اٹھا ہوں اس لیے ہانپ جاتا ہوں اور ایک منٹ سے زیادہ سانسیں نہیں روک سکتا۔

مجھے ہی بات کا دُکھ تھا کہ اب میری سانسیں رُکنے کی مدت کم ہو گئی تھی۔ اب سے پہلے میں تین یا چار منٹ تک سانسیں روک کر مشق کرنے کا عادی ہو چکا تھا۔ میں نے عہد کر لیا کہ ایک دو روز میں ہی صبح شام مشقیں کر کے اپنے سابقہ ریکارڈ سے آگے نکل جاؤں گا۔

جب میری سانسیں اعتدال پر آ گئیں تو پھر میں پلنگ پر آ کر پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ آنکھیں بند کیں اور مراقبے میں چلا گیا۔ میں نے دیکھا اس وقت فرزانہ ہسپتال کے کوارٹر میں بیٹھی اس سے باتیں کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ پتو بھی تھا۔ اسی وقت اس کی سہیلی روبی کمرے میں آئی اور فرزانہ کو دیکھ کر کہا۔

"تم یہاں بیٹھی ہو۔ وہاں ہسپتال کے باہر برآمدے میں کوئی شخص تمھارے فرہاد کو پوچھ رہا ہے۔ جب میں نے بتایا کہ ہمارا وہ مریض پچھلی رات سے لاپتہ ہے تو وہ تمھیں پوچھنے لگا! اسی لیے میں تمھیں تلاش کرتی یہاں تک آئی ہوں۔ تم جا کر اس سے ملاقات کرو، ہو سکتا ہے کہ وہ فرہاد کا کوئی بہت ہی قریبی عزیز ہو۔"

فرزانہ سوچنے لگی۔ وہ کون ہو سکتا ہے؟ اسے میرے کسی عزیز سے ملنا چاہیے یا نہیں؟" میں نے اس کی منفی سوچ میں کہا۔

"مجھے اس سے نہیں ملنا چاہیے۔"

اس کی مثبت سوچ نے کہا۔ "کیوں نہیں ملنا چاہیے آخر نقصان ہی کیا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی فائدہ پہنچ جائے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی فرہاد کی پھوپھی کی طرح کوئی بڑی رقم لایا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو وہ رقم فرہاد کے ہی کام آئے گی۔ مجھے ضرور جانا چاہیے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور روبی کے ساتھ ہسپتال کے برآمدے کی طرف جانے لگی۔ اس دوران میں نے اس کی منفی سوچ کے ذریعے کئی بار اسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ یہ نہ سوچ سکی کہ واقعی میرے کسی دشمن کی طرف جا رہی ہے۔

وہ ہسپتال کے برآمدے تک پہنچ گئی۔ روبی کسی اجنبی سے کہہ رہی تھی۔ "یہی فرزانہ ہے آپ فرہاد کو جو پیغام دینا چاہتے ہیں وہ پیغام اسے دے دیں۔" یہ کہہ کر روبی چلی گئی۔ تب میں نے اس اجنبی کی آواز سنی۔ وہ فرزانہ سے مخاطب تھا۔ جب بھی ہم سے کوئی مخاطب ہوتا ہے تو اس کی آواز ہمارے دماغ کو چھوتی ہے اور ہمیں سمجھاتی ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ جب اس کی آواز فرزانہ کے دماغ تک پہنچی تو وہ آواز فرزانہ کے دماغ سے نشر ہو کر مجھ تک پہنچنے لگی۔

وہ اجنبی کہہ رہا تھا۔

"فرہاد کی پھوپھی نے مجھے یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا ہے کہ وہ ہسپتال واپس آ گیا ہے یا نہیں۔ اس کی پھوپھی اچانک ہی بیمار پڑ گئی ہیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ اگر فرہاد سے ملاقات نہ ہو تو فرزانہ نام کی ایک نرس کو میرے پاس لے آنا۔ وہ فرہاد کے متعلق کوئی بہت ہی ضروری بات تم سے کہنا چاہتی ہیں۔"

فرزانہ سوچنے لگی کہ اسے اس اجنبی کے ساتھ جانا چاہیے یا نہیں؟ اب میں اسے اس اجنبی کے ساتھ جانے سے نہیں روکنا چاہتا تھا کیونکہ میں اس اجنبی کی آواز اور اس کے لہجے کے ذریعے اس کے دماغ میں بھی جھانکنے کے قابل ہو گیا تھا۔ میں نے فرزانہ کی سوچ میں کہا۔

"مجھے فرہاد کی پھوپھی کے پاس جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ فرہاد کے فائدے کی کوئی بات معلوم ہو جائے۔"

وہ اجنبی کے ساتھ ہسپتال کے کمپاؤنڈ سے باہر جانے لگی۔ اب میں نے فرزانہ کو چھوڑ دیا اور اس اجنبی کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ فرزانہ کو کنکھیوں سے دیکھتا جا رہا تھا اور سوچتا جا رہا تھا۔

"یہ تو ماشاء اللہ حسین ہے۔ جوانی کیسی پھٹی پڑ رہی ہے۔ اس بار اچھا مال

ہاتھ آیا ہے۔ اگر اس نے ہمارے سوالوں کا جواب دینے سے انکار کیا تو میں اسے اذیتیں دینے سے پہلے اس کی جوانی سے خوب فائدہ اٹھاؤں گا۔"

انسان کی سوچ اس کی کمزوری کو ظاہر کر دیتی ہے۔ اس کی کمزوری مجھے معلوم ہو گئی کہ وہ فرزانہ جیسی حسین اور جوان عورتوں کا رسیا ہے۔ وہ دونوں ایک کار کے پاس آئے۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دونوں کار کا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ جب گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے لگی تو فرزانہ نے پوچھا۔

"ہمیں کتنی دور جانا ہے؟"

اجنبی نے جواب دیا۔ "زیادہ دور نہیں۔ گلبرگ کے آخری سرے میں فرہاد کی ایک کوٹھی ہے فرہاد کی بیوی بھی وہاں رہتی ہے۔"

اس کے بعد کار میں خاموشی چھا گئی۔ اجنبی سوچ رہا تھا۔

"اگر اس لڑکی نے اس گونگے کے سوالوں کا معقول جواب نہ دیا تو وہ گونگا اسے اٹھا کر میں دوسری جگہ لیجائے گا۔ ایسی صورت میں میں اس خوبصورت بلا سے محروم ہو جاؤں گا۔ مجھے کوئی ایسی چال چلنی چاہیے جس سے یہ حسینہ کم از کم ایک دن میرے پاس تنہا رہ جائے اور وہ گونگا بھی اعتراض نہ کرے۔ اس گونگے کو الٹی سیدھی طرح کچھ سمجھا کر فی الحال ٹالنا مناسب ہوگا۔"

میں اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق سوچ رہا تھا۔ میں بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ گونگا تھوڑی دیر کے لیے ٹل جائے اور میں اس اجنبی تک پہنچ جاؤں۔ ابھی وہ گلبرگ کے آخری سرے تک جا رہے تھے۔ اس دوران میں جلدی سے لباس تبدیل کر کے باہر نکلنے کے لیے تیار ہو گیا۔

ہوٹل کا کمرہ لاک کرنے کے بعد میں باہر آ گیا۔ لان میں پہنچ کر وہاں ایک کرسی پر بیٹھتے ہی میں نے اس اجنبی سے پھر ذہنی رابطہ قائم کیا۔ اس وقت فرزانہ کار سے اتر کر کسی کوٹھی کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"مجھے اس کوٹھی کا نمبر معلوم کرنا چاہیے۔"

یہ سوچتے ہی وہ کوٹھی کے گیٹ پر لگا ہوا نمبر پڑھنے لگی۔ میں نے اس نمبر کو ذہن نشین کر لیا۔ اسی وقت ایک ٹیکسی ہوٹل کے احاطے میں آ کر رکی۔ اس میں سے ایک شخص باہر آ کر بل ادا کرنے لگا۔ میں نے ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مجھے گلبرگ لے چلو۔"

میں نے اسے کوٹھی کا نمبر بھی بتا دیا اس کے بعد خاموش بیٹھ کر کبھی فرزانہ کی سوچ کو اور کبھی اس اجنبی کی سوچ کو پڑھنے لگا۔

فرزانہ کوٹھی کے اندر داخل ہو کر چاروں طرف دیکھتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"فرہاد کی بیوی کہاں ہیں؟ یہاں تو کوئی نظر نہیں آ رہا ہے؟"

اجنبی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہاں ہم ہیں۔ کیا ہم تمہیں نظر نہیں آ رہے ہیں؟ تمہاری جیسی جوان عورت کو کسی بوڑھی چھوکری کی نہیں، ہماری ضرورت ہے۔"

فرزانہ نے بگڑ کر کہا۔

"بکو اس مت کرو۔ کیا تم مجھے یہاں دھوکے سے لائے ہو؟"

اجنبی نے جیب سے چاقو نکال کر کھولتے ہوئے کہا۔

"تم بہت دیر سے سمجھتی ہو لیکن یہ بات میں فوراً ہی سمجھ گیا ہوں کہ اگر تم نے چیخنے چلانے کی کوشش کی تو اس سے پہلے ہی میں تمہارے گردن پر چاقو پھیر دوں گا۔"

وہ سہم کر چاقو کی طرف دیکھنے لگی۔ اجنبی نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں بیٹھ جاؤ اور جو کچھ ہم تم سے پوچھیں اس کا صحیح جواب دو۔" وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ اجنبی نے اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"فرہاد کہاں ہے؟"

اس نے جواب دیا۔

"میں کسی فرہاد کو نہیں جانتی۔"

اس اجنبی نے کہا۔

"تم سمجھتی ہو کہ تم مجھے قتل کرنے کے بعد خاموش بیٹھ جاؤ گی۔ نہیں میری جان! تمہارے بعد تمہارے پتی کی باری آئے گی۔"

پتی کے نام پر اس کی ممتا بیدار ہو گئی۔ وہ سوچنے لگی کہ کیا وہ اپنے بیٹے کو بچانے کی خاطر اپنے محبوب کو دشمنوں کے حوالے کر سکتی ہوں۔ نہیں تو نے مجھے کس آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ تجھے ذرا حوصلے سے کام لینا چاہیے۔ یہ شخص مجھے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ مجھے اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ فی الحال میں اسے جواب دینے کے لیے اس سے کچھ مہلت مانگوں گی۔ اگر یہ راضی ہو گیا تو مجھے اس کی باتیں سوچنے کا موقع مل جائے گا۔"

یہ سوچ کر وہ ایسی نظروں سے اجنبی کو دیکھنے لگی جیسے اپنی ممتا کے ہاتھوں سے قتل کر رہی ہو۔ اجنبی نے چاقو کے تیز پھل کو چومتے ہوئے کہا۔

"جان من! میں تو چاقو سے ہلال کرتا ہوں مگر تم تو ایک ہی وار سے قتل کر دیتی ہو۔"

فرزانہ نے شرمانے کی ادائیں دکھائیں پھر ذرا بل کھا کر بولی۔

"آپ اپنے ساتھی کے سامنے ایسی باتیں کر رہے ہیں کچھ تو خیال کیجیے۔"

اجنبی نے کہا۔

"واقعی میں احمق ہوں۔ میں نے یہ نہیں سوچا کہ عورت دوسرے کی موجودگی میں شرما جاتی ہے۔"

اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ وہ کمرے سے باہر چلا جائے۔ وہ باہر چلا گیا تو اس اجنبی نے پوچھا۔

"کیا فرہاد تمہارا یار ہے؟ تمہارے انکار سے تو پتہ چلتا ہے کہ اپنے یار کو بچانے کی خاطر موت سے بھی نہیں ڈرتی ہو۔"

فرزانہ نے جواب دیا۔

"اس سے میری یاری نہیں ہے۔ وہ صرف میرا محسن ہے۔

اس نے میرے بیٹے کی جان بچائی تھی۔ کیا کسی کا احسان ماننا اچھی بات نہیں ہے؟"

اجنبی نے سر ہلا کر کہا۔

"اچھی بات ہے۔ میں بھی تم پر کوئی احسان کر کے تمہارا دل جیت لیتا۔ ہر عورت راضی خوشی آغوش میں آئے تو جوانی کا کھیل کچھ زیادہ ہی مزیدار ہو جاتا ہے۔"

فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"اگر تم مجھ پر ایک احسان کرو گے تو میں ہزار بار راضی خوشی تمہاری بانہوں میں آتی رہوں گی۔ کیا تم میری ایک بات مانو گے؟"

"ہاں بتاؤ کیا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں کہ تم کوئی ایسا قدم نہ اٹھاؤ جس سے میرے محسن کو نقصان پہنچے۔"

"یعنی تم فرہاد کو بچانا چاہتی ہو؟ یہ ذرا مشکل ہے اس لیے کہ میں ایک ایسا معاوضہ پر فرہاد کے دشمنوں کے لیے کام کر رہا ہوں۔"

فرزانہ نے پوچھا۔

"تمہیں کتنا معاوضہ ملے گا؟"

اس نے جواب دیا۔

"فرہاد تک پہنچنے کا معاوضہ دس ہزار روپے ہے۔"

فرزانہ نے کہا۔

"فرہاد اپنے دشمن تک پہنچنے کے لیے تمہیں پندرہ ہزار دے گا۔"

اجنبی نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ پندرہ ہزار روپے کا یا نہ کرے۔ وہ سوچنے کے دوران فرزانہ کو بھی دیکھے جا رہا تھا۔ فرزانہ سمجھی کہ وہ بدمعاش پندرہ ہزار سے زیادہ اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اس نے پوچھا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟ کیا تم فرہاد کے دشمنوں سے ڈرتے ہو؟"

اس نے جواب دیا۔

"مجھے ڈرانے اور دھمکانے والا ابھی اس دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ سوچ رہا ہوں کہ پندرہ ہزار کوئی معمولی رقم نہیں ہے۔ کیا تمہارا فرہاد اتنی رقم ادا کر سکتا ہے؟"

"میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ وہ بہت دولت مند ہے۔ وہ اگر شرط تمہیں پندرہ ہزار روپے ادا کرے گا۔"

"صرف یقین دلانے سے کام نہیں چلے گا۔ جب تک مجھے رقم نہیں مل جاتی تم ضمانت کے طور پر میرے پاس رہو گی اور میرا دل خوش رکھو گی۔ فرہاد کو بچانے کے لیے مجھے اس دیوہیکل گونگے سے ٹکرانا ہوگا۔ اس سے نمٹ کر کسی ویران علاقے میں لیجانا ہوگا۔ وہاں ہم دونوں کی قسمت کا فیصلہ ہوگا۔ اگر میں جیت گیا تو انعام میں تمہاری جوانی ملے گی اور پندرہ ہزار کی رقم ہاتھ آئے گی۔ اس وقت تک تم میرے ایک آدمی کی نگرانی میں یہاں قید رہو گی۔"

فرزانہ نے کہا۔

"مجھے منظور ہے۔ اگر اس کوٹھی میں ٹیلیفون ہے تو مجھے فرہاد سے باتیں کرنے کی اجازت دو۔ میں اس سے کہوں گی کہ وہ پندرہ ہزار کی رقم تنہا سے لے محفوظ رکھے۔"

اجنبی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہاں ٹیلیفون نہیں ہے۔ اگر ہوتا تب بھی میں تمہیں اس سے بات کرنے کی اجازت نہ دیتا میں اس گونگے کو ختم کرنے کے بعد خود ہی فرہاد سے سودا کر دں گا کہ وہ ایک ہاتھ سے رقم دے اور دوسرے ہاتھ سے تمہیں لے جائے۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کوٹھی کے دوسرے کمرے میں شکیل بیٹھا ہوا تھا۔ اس اجنبی بدمعاش کی سوچ سے یہ سوچ کر شکیل جس کمرے میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے دروازے اور کھڑکیاں بند ہیں کمرے میں نیم تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ جس کے باعث وہ واضح طور سے نظر نہیں آ رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک لگا رکھی ہے۔

میں یہ بھول گیا کہ یہ احتیاط کیوں برتی گئی ہے۔ اگر کمرے میں روشنی ہوتی اور شکیل کی آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک نہ ہوتی تو میں اس اجنبی بدمعاش کی سوچ کے ذریعے شکیل کی آنکھوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا اور ان آنکھوں سے مجھے اس کے سوچنے کے انداز کا پتہ چل جاتا تو میں اس گونگے کے دماغ میں بھی جھانکنے لگتا لیکن وہ بہت چالاک تھا یا پھر لیک گاڈ نے اسے سمجھا دیا تھا۔ اس نے اس نے وہ تمام راستے سدود کر دیئے تھے جہاں سے ہو کر میں اس کی گونگی سوچ کو پڑھ سکتا تھا۔

اس اجنبی بدمعاش نے شکیل کے کمرے میں پہنچ کر اشاروں کی زبان میں کہا۔

"وہ لڑکی فرہاد کا پتہ بتانے پر راضی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ فرہاد یہاں سے بہت دور چھانگا مانگا کے جنگل میں چھپا ہوا ہے۔ اگر اس کے بچے کو نقصان نہ پہنچایا جائے تو وہ ہمیں اس مقام تک لے جائے گی۔"

شکیل نے جواباً اشاروں سے کہا۔

"ٹھیک ہے تم اس لڑکی کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر آگے بڑھو میں تمہارے پیچھے پیچھے آؤں گا۔"

اس بدمعاش نے کہا۔

"یہاں سے ہم پندرہ بیس منٹ کے بعد نکلیں گے۔ کیوں کہ وہ لڑکی باتھ روم میں گئی ہوئی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ شکیل کے کمرے سے باہر آ گیا۔ باہر اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"اس گونگے کو ٹھکانے لگانا ہے۔ لیکن اس کا قد اور جسامت دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک دو کے بس کا آدمی نہیں ہے۔ تم ابھی یہاں سے اڈے کی طرف جاؤ اور وہاں سے راشد، بالم، گوگا، جابر اور قاسم کو۔ اپنے ساتھ لے آؤ۔ یہ سب اچھے فائٹر ہیں اس گونگے کا کچومر نکال کر رکھ دیں گے۔ تمہیں پندرہ منٹ سے زیادہ دیر ہو جائے تو تم انہیں وہیں سے لے کر چلے آنا۔ میں راستے میں تمہیں مل جاؤں گا۔ میری اور شیتل کی گاڑی نہیں نظر آ جائے گی۔ تم خاموشی سے ہمارا تعاقب کرتے رہنا جہاں پہنچ کر ہم رک جائیں وہاں پہنچ کر تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس گونگے کو گھیر لینا۔"

اس کا ساتھی یہ تمام ہدایات سن کر وہاں سے چلا گیا۔ اور وہ بدمعاش دوبارہ اس کمرے میں چلا آیا جہاں فرزانہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔ "ابھی ہم بیس منٹ کے بعد چانگا مانگا کی طرف جائیں گے۔ وہ گونگا ہو فرہاد کا دشمن ہے۔ اسے میں بھالا دے کر اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ فرہاد اسی جنگل کے کسی حصے میں چھپا ہوا ہے تم ہمیں اس مقام تک پہنچانے کے لئے ہمارے ساتھ جاؤ گی۔ جب وہ وہاں پہنچ جائے گا تو میرے آدمی اسے گھیر کر مار ڈالیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ فرزانہ کے قریب صوفے پر بیٹھ گیا پھر اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

"اب تو تمہیں یقین آ گیا کہ میں تمہارے فرہاد کو بچانے کے لئے اس گونگے شیطان سے ٹکرانے جا رہا ہوں؟"

فرزانہ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں! مجھے یقین آ گیا تم ـــــ مگر ابھی یہ سب کچھ اچھا نہیں لگ رہا میں ذہنی طور پر پریشان ہوں۔ تمہیں کوئی خوشی نہ دے سکوں گی۔"

میں ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ فرزانہ کی عزت خطرے میں تھی۔ اس وقت اس کا چہرہ میری آنکھوں میں گھوم رہا تھا۔

وہاں تک ایک بدمعاش پہنچنا چاہتا تھا اور یہ میں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس بدمعاش کی سوچ میں پہنچتے ہوئے کہا۔ "تائے میں مرگیا۔"

یہ سوچ اس بدمعاش کے دماغ میں اچانک ہی ابھری وہ ایک دم سے بوکھلا گیا اور فرزانہ سے الگ ہو کر اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر سوچنے لگا۔

"ابھی مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میرے دماغ کے اندر یہ کیسی آواز گونج رہی تھی ـــــ؟"

میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا اس کی سوچ میں کہنے لگا۔

"میں پاگل ہوں خوامخواہ سوچ رہا تھا کہ بائے میں مرگیا۔ ہاں شاید میں ہوں میرے دماغ کے اندر کچھ عجیب قسم کی سنسناہٹ سی ہونے لگی ہے۔"

اتنا کہہ کر میں اس کی سوچ میں سنسنانے لگا۔ پھر وہ آواز اس طرح بڑھنے لگی جیسے تیز ہوا کے جھونکے چل رہے ہوں۔ اس کی کیفیت کو سمجھنے کے لئے اس طوفانی ہوا کو مثال کے طور پر سوچا جا سکتا ہے۔ جو عجیب سی آواز پیدا کرتی ہوئی کانوں کے قریب سے گزرتی ہے۔ وہی آواز اس کے دماغ میں گونج رہی تھی۔ میں سوچ کے ذریعے مسلسل وہ آواز میں پیدا کرتا جا رہا تھا۔ اس کی حالت یہ تھی کہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کھڑا ہو گیا تھا اور آگے پیچھے ایسے جھوم رہا تھا جیسے اب گرا تب گرا۔

پھر وہ صوفے پر گر پڑا میں نے آوازوں کا سلسلہ بند کر دیا۔ وہ دیر تک چپ چاپ صوفے پر پڑا رہا۔ پھر آنکھیں کھول کر چاروں طرف وحشت زدہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے دماغ میں کیسی ہلچل سی مچ گئی تھی۔ پھر وہ خالی خالی نظروں سے فرزانہ کو تکنے لگا۔

فرزانہ دور کھڑی سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ بھی یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اچانک اس بدمعاش کو کیا ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ شاید اس کی عزت کی سلامتی منظور تھی۔ ٹھیک ایسے وقت پر جب کہ اسے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ اسے غیب سے یہ مدد پہنچی تھی۔ وہ خوش ہو کر اسی وقت سجدے میں گر پڑی۔ سجدے میں وہ خوشی سے روتی جا رہی تھی اور خدا کا شکر ادا کرتی جا رہی تھی۔

وہ بدمعاش صوفے پر بیٹھا ہوا، وہ باتیں سن رہا تھا جو وہ خدا سے کر رہی تھی اگرچہ وہ بدمعاش تھا لیکن بدمعاشوں کے دل میں بھی خدا کا خوف ہوتا ہے کبھی کوئی معجزہ رونما ہو جاتے تو ایسے وقت اچھے اچھے بدمعاش بھی سجدے کرتے ہیں۔ اور اپنی بدمعاشیوں اور شیطانی عادتوں کو بھول جاتے ہیں وہ بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ وقتی طور پر اس کا سر دماغ خراب ہو گیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہوا تھا۔ وہ ایک پاکباز عورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی پاکبازی کو سلامت رکھنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ سوچتے ہی اس کا سر عقیدت سے جھک گیا جب فرزانہ سجدے سے اٹھی تو اس نے ندامت سے کہا۔

"میں غلطی پر تھا ہر عورت کو ایک کھلونا سمجھتا تھا آج مجھے پتہ چلا کہ ایسی ایمان والیاں بھی ہیں کہ جن کو بری نیت سے ہاتھ لگانے سے پہلے ہی [illegible] ہاتھ نازل ہوتا ہے۔ میں اتنے مضبوط اعصاب کا مالک ہوں [illegible] ذہنی طور پر پریشان نہیں ہوا۔ میرے دماغ میں کبھی ایسی ہلچل نہیں [illegible] تجربہ ابھی ابھی مجھے ہوا ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں [illegible] ہی کے بغیر تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ چوں کہ تم بہت [illegible]

[illegible] عورت ہو اور تمہارے اندر سچائی ہے۔ اس لئے تمہیں اپنے [illegible] کا بھی پاس رکھنا چاہیئے۔

تم اتنی حسین عورت میں تمہارا احساں نہیں چھوڑ سکتا میں [illegible] ولایت کے دائرے میں رہ کر تمہارا انتظار کروں گا۔ بروز کیا تم اپنا وعدہ [illegible] ی؟"

میں نے فوراً ہی فرزانہ کی سوچ میں کہا کہ تجھے فی الحال اس سے [illegible] پڑا ہے۔ اگر ابھی میں وعدے سے مکر گئی تو ہو سکتا ہے یہ پھر [illegible] جائے اس طرح یہ فرہاد کی حمایت میں اس کے دشمنوں سے [illegible] ہو جائے گا۔"

فرزانہ نے مسکراتے ہوئے وعدہ کر لیا کہ وہ اپنا وعدہ ضرور نبھائے گی [illegible] میری ٹیکسی اس کوٹھی کے نزدیک پہنچ گئی تھی میں نے اس کوٹھی [illegible] اور ٹیکسی والے کو رکنے کے لئے کہا اور اسے بل ادا کر کے باہر آ گیا۔ جب ٹیکسی چلی گئی تو میں ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو کر اس کوٹھی کی جانب دیکھنے اور سوچنے لگا۔ کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے [illegible] کے پروگرام سے واقف ہو چکا تھا اور جانتا تھا کہ سب چانگا [illegible] طرف جانے والے ہیں۔ فرزانہ کی طرف سے بھی اب کوئی پریشانی نہیں [illegible] بدمعاش نے اس وقت تک کے لئے توبہ کر لی تھی۔ جب [illegible] کر فرزانہ خود [illegible] نہ آتی۔ موجودہ حالات کے پیش نظر [illegible] چانگا مانگا کی طرف جانا چاہیئے تھا۔ لیکن میں نے ٹیکسی والے [illegible] کر دیا تھا۔ بعض اوقات وقت گزر جانے کے بعد اپنی حماقت [illegible] ہوتا ہے۔

میں درخت کی آڑ سے نکل کر پھر کسی ٹیکسی کی تلاش میں چل پڑا۔ [illegible] تھا کہ وہ لوگ کوٹھی سے کس وقت روانہ ہوں گے۔ دس منٹ [illegible] مجھے ایک ٹیکسی مل گئی۔ میں اس میں بیٹھ کر اپنی کوٹھی تک پہنچ گیا۔ [illegible] بات کا اندیشہ تھا کہ انٹیلیجنس والے میری تلاش میں وہاں [illegible] میں پھر بھی میں نے خطرہ مول لیا۔ اس لئے کہ چانگا مانگا تک جانے [illegible] مجھے ذاتی کار کی ضرورت تھی۔

پھوپھی جان مجھے دیکھ کر خوش ہو گئیں۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ میں [illegible] کے لئے نہیں آیا ہوں۔ دشمن میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ [illegible] یہاں سے دور جانے کے لئے اپنی کار کی ضرورت ہے پھر بھی جان [illegible] ضائع نہیں کیا۔ انہوں نے فوراً ہی کار کی چابی دے دی۔ [illegible] کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوا تو کافی وقت گزر چکا تھا میرے [illegible] ضروری نہیں تھا کہ میں باقاعدہ دشمنوں کا تعاقب کرتا میں اس [illegible] بدمعاش کے ذہن کو پڑھ رہا تھا اور اس کے ذریعہ سمجھ رہا تھا کہ [illegible] حالات سے گزر رہا ہے۔

اس وقت وہ کار ڈرائیو کر رہا تھا اس کے ساتھ والی سیٹ پر فرزانہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بار بار عقب نما آئینے میں دیکھتا تھا۔ اس آئینے میں پیچھے آنے والی شیتل کی گاڑی نظر آ رہی تھی وہ جس مقام سے گزرتا تھا اور مجھے معلوم ہوتا رہتا تھا کہ وہ فلاں وقت فلاں مقام سے گزر رہے ہیں میں نے احتیاطاً ان سے ایک میل کا فاصلہ قائم رکھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک جیپ کار مجھے کراس کرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ اس جیپ میں پانچ چھ ہٹے کٹے نوجوان بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اپنے حلیے سے بدمعاش نظر آ رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ سب اس اجنبی بدمعاش کے ساتھی ہیں۔

میں نے اپنی کار کی رفتار اور بھی کم کر لی۔ تاکہ وہ لوگ اور آگے نکل جائیں اس طرح ہم گھنٹوں آگے پیچھے دوڑتے رہے۔

چانگا مانگا کے علاقے میں پہنچ کر اس بدمعاش نے اپنی کار کو مین روڈ سے اتار دیا۔ اور جنگل کے اونچے نیچے راستوں سے ڈرائیو کرتے ہوئے گزرنے لگا۔ بہت دور گھنے درختوں کے درمیان جہاں کسی آدم زاد کے گزرنے کی توقع نہ تھی۔ وہاں اس نے اپنی کار روک دی۔ شیتل کی کار بھی رک گئی۔ وہ سب اپنی اپنی کاروں سے باہر آ گئے۔

اس بدمعاش نے شیتل سے اشاروں میں کہا۔

"ہمیں کچھ دیر یہاں انتظار کرنا ہو گا میرے کچھ آدمی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ اس کے بعد ہم یہاں سے پیدل آگے بڑھیں گے اور جہاں فرہاد چھپا ہوا ہے وہاں اسے چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔"

شیتل نے اشاروں سے کہا

"میں فرہاد جیسے دس آدمیوں کے لئے اکیلا کافی ہوں۔ مجھے تمہارے ساتھیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس لڑکی کو لے کر فوراً آگے بڑھو۔"

اس بدمعاش نے کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے میرے ساتھی یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔ وہ مجھے یہاں نہ آ کر تلاش کریں گے۔ میں انہیں ٹھکانے کے لئے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

شیتل نے غراتے ہوئے اشارے سے کہا۔

"میں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ یا پھر اپنے ساتھیوں کا انتظار کرو۔ میں اس لڑکی کو لے کر تنہا فرہاد کے پاس جاؤں گا۔"

شیتل فرزانہ کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ بدمعاش اس کے راستے میں ڈٹ کر کھڑا ہو گیا اور شیتل کو للکارتے ہوئے بولا۔

"تم اس لڑکی کو ہاتھ نہیں لگا سکتے ـــــ"

اس کی بات پوری ہوتے ہی شیتل کا ایک گھونسہ اس کے منہ پر پڑا۔ وہ الٹ کر زمین پر گر پڑا۔ اسے ایسے زبردست گھونسے کی توقع نہیں تھی۔ ایک ہی ہاتھ نے اسے سمجھا دیا تھا کہ شیتل کسی جناتی قوت

کا مالک ہے۔ وہ سنبھل کر زمین پر سے اُٹھا۔ پھر یک بیک اس پر چھلانگ لگائی۔ شیتل ایک طرف ہٹ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چھلانگ لگانے کی جھونک میں وہ دور جا گرا پھر زمین پر گر پڑا۔ پھر وہاں سے اٹھنے سے پہلے ہی اس کے منہ پر ایک زوردار ٹھوکر پڑی۔ وہ الٹ کر تکلیف کی شدت سے چیختے ہوئے زمین پر تڑپنے لگا۔ اس کے کئی دانت ٹوٹ گئے تھے اور باچھوں سے خون بہنے لگا تھا۔ ایسے ہی وقت اس کے تمام ساتھی اس کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔ انہوں نے چاروں طرف سے شیتل کو گھیر لیا کسی کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا۔ کسی کے ہاتھ میں ہاکی اور کوئی چاقو کھولے کھڑا تھا۔ وہ بدمعاش زخمی پڑا ہوا شیتل کو دیکھ رہا تھا۔ اور اس کی سوچ سے پتہ چل رہا تھا کہ شیتل چاروں طرف پنجرے بدلتے ہوئے اپنے دشمنوں کو کڑی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر ایک نے آگے بڑھ کر ہاکی سے حملہ کیا۔ شیتل آگے دیکھ رہا تھا اور حملہ پیچھے سے ہوا تھا لیکن ہاکی اس کے سر پر پڑتے ہی ٹوٹ گئی۔ وہ عزائم پلٹا اور حملہ کرنے والے کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا گرفت میں آنے والے نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن شیتل نے اُسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے سر سے بلند کیا اور اس کے ساتھیوں پر اُچھال دیا۔ چند ساتھی اسے لئے گر پڑے۔ لیکن پیچھے سے ایک چاقو والے نے شیتل کی پشت میں چاقو کا پھل گھونپنے کی کوشش کی۔

اُسی وقت شیتل تیزی سے پلٹ گیا۔ اس لئے چاقو اس کی پشت کے ایک حصے کو کاٹتا ہوا گزر گیا۔ اس کی کٹی ہوئی قمیض کا حصہ خون سے بھیگنے لگا۔ اس نے چاقو والے کی گردن دبوچ لی۔ وہ اس قدر غصے میں بھرا ہوا تھا کہ اس کی گرفت سے چھوٹنا محال تھا۔ اس دوران دوسرے ساتھیوں نے اس پر کئی حملے کئے۔ لیکن وہ سب خوفزدہ تھے اس لئے دور سے حملہ کرتے ہوئے گزر جاتے تھے۔ شیتل چاقو کے کئی زخم کھا چکا تھا۔ لیکن اُس نے ایک دشمن کی گردن اُسی وقت چھوڑی جب اس کی سانس اکھڑ گئی۔ پھر وہ دوسرے چاقو والے کی طرف لپکا چاقو والے نے بچ کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن شیتل اپنے شکار پر جھپٹنے کا طریقہ جانتا تھا۔ اُس نے چھلانگ لگا کر چاقو والے کو دبوچ لیا۔ وہ دونوں زمین پر گرے۔ اُسی وقت اس کا چاقو شیتل کے ایک بازو کے آر پار ہو گیا۔ اس کے باوجود شیتل نے اُسے نہیں چھوڑا۔ دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔ اوپر سے اس کے سر پر ایک ڈنڈے سے ضربیں پڑتی رہیں لیکن وہ دوسرے کو بھی ہمیشہ کے لئے ختم کر کے ہی اُٹھا۔ اب اس کی حالت بھی غیر ہو رہی تھی۔ پہلے اُس نے اپنے بازو میں گھسے ہوئے چاقو کو نکالا۔ پھر ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے دوسرے دشمنوں کی طرف بڑھا۔ وہ سب اس سے بچ کر حملہ کرنے کی کوشش میں تھے اور وہ زخموں سے چور ایک مست ہاتھی کی طرح جھوم رہا تھا۔

اُسی وقت میں ان کے قریب پہنچ گیا ایک لمحے کے لئے وہ سب ششدر گئے۔ انہوں نے مجھے کار سے اترتے ہوئے دیکھا شیتل نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ میں اس کا شکار تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی غراتے ہوئے میری طرف لپکا۔ لیکن ایک بدمعاش نے ایک ٹانگ اس کی ٹانگوں میں پھنسا دی۔ وہ ایک بھاری شہتیر کی طرح زمین پر آ گرا۔

میں فوراً ہی کار میں بیٹھ گیا۔ دروازہ بند کر کے میں نے کار اسٹارٹ کی پھر اس سے پہلے کہ شیتل زمین پر سے اٹھتا۔ میں نے کار تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے اس پر سے گزار دیا۔ شیتل کی ہیبت ناک چیخ بھگدڑ ویرانے میں گونجنے لگی۔ میری کار کے رُخ پر تھوڑی دور کے فاصلے پر وہ بدمعاش اور کھڑے ہوئے تھے۔ شاید انہوں نے سوچا تھا کہ میں صرف شیتل کو کچل رہا ہوں۔ لیکن میں انہیں بھی کار کی زد میں لے آیا۔ اس لئے ہم سب ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ میری اصلیت معلوم ہونے پر وہ بدمعاش مجھ سے ہمدردی نہ کرتے۔ وہ مجھ سے پندرہ ہزار بھی مانگتے فرزانہ کا بھی مطالبہ کرتے۔ اس لئے مجھے ایک ہی وقت میں سب سے نمٹنا تھا۔

اس وقت تک یہ پوزیشن تھی کہ شیتل نے دو بدمعاشوں کا گھونٹ کر مار ڈالا تھا۔ دو کو میں نے کار تلے کچل دیا تھا۔ وہ اپنی بدمعاش جو فرزانہ کو لے کر آیا تھا۔ وہ بھی زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا صرف ایک بدمعاش صحیح اور سالم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تھا۔

میں نے شیتل کی جانب دیکھا اس کے جسم پر چاقو کے کئی زخم آئے تھے۔ سر پر کئی بار ڈنڈے کی ضربیں پڑی تھیں۔ وہ لہو میں لتھڑا ہوا تھا۔ میں نے اُسے کار تلے بھی کچل دیا تھا۔ اس کے باوجود اب بھی اس میں جان باقی تھی۔ ایسا سخت جان اور فولادی انسان میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ویسے اب مجھے اس کی طرف سے اطمینان تھا۔ وہ اس قدر ٹوٹ چکا تھا کہ اب مجھ پر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس لئے میں کار سے اُتر کر اس بدمعاش کی طرف بڑھا جسے اب تک کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔

اُس نے پنجرا بدلتے ہوئے اور ڈنڈے کو اپنے ہاتھ میں لہراتے ہوئے مجھ سے کہا

"تم کون ہو۔۔۔؟ اس گونگے کے بھی دشمن ہو اور ہم سے بھی دشمنی کر رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا۔

"میں صرف اس لڑکی کا محافظ ہوں اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو اپنے زخمی ساتھیوں کو جیپ میں لاد کر یہاں سے چلے جاؤ۔"

وہ پنجرے بدلتے بدلتے ایک جگہ رک کر سوچنے لگا۔ پھر اس نے اس جنبی بدمعاش کی جانب دیکھا جو ان کا لیڈر تھا۔ اور زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ میں نے ان کے زخمی لیڈر سے کہا۔ "میں وہی فرار ہوں جس کو

تم ہزار دھول کرنا چاہتے ہو اور اس لڑکی کو بھی طلب کر رہے ہو۔ اب تمہیں رحم و کرم پر ہے۔ تمہارا یہی ایک ساتھی سلامت رہ گیا ہے۔ اگر کہو تو اسے بھی تمہارے برابر سلا دوں۔ لیکن اس کے بعد پھر کوئی نہیں اُٹھا سکے گا۔ جانے والا نہ رہے گا۔ بولو کیا یہاں تڑپ تڑپ کر مرنا چاہتے ہو؟"

اس نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"نہیں! میں اور جھگڑا بڑھانا نہیں چاہتا۔ مجھے فوری طور پر جتنی امداد کی ضرورت ہے۔ ہم یہاں سے چپ چاپ چلے جائیں گے۔"

میں بھی یہی چاہتا تھا کہ دنگے فساد کے بغیر کام نکل جائے اور یہ سارے یہاں سے ٹل جائیں۔ میرے حسب منشا وہ سب یہاں سے ٹل گئے وہ بدمعاش جو صحیح و سالم تھا۔ اس نے اپنے زخمی ساتھیوں کو سہارا دے کر جیپ میں بٹھا دیا۔ دو ساتھی جو مُردہ تھے انہیں وہیں چھوڑ دیا۔ پھر جیپ اسٹارٹ کر کے وہاں سے چلا گیا۔

جب وہ لوگ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو میں شیتل کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ وہ زمین پر سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ اُس نے فوراً ہی آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے دماغ تک پہنچنے کے دروازے بند کر دیئے۔ میں نے اس کی ناک پر ایک زوردار گھونسہ رسید کیا۔ وہ اس قدر بھرپور گھونسہ ہو چکا تھا کہ اب میرا گھونسہ اس کے لئے ہتھوڑے کے برابر تھا اس نے تکلیف سے بلبلا کر آنکھیں کھول دیں میں اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ وہ چند لمحوں تک کراہتا رہا۔ پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے پھر ایک گھونسہ اس کی ناک پر رسید کیا۔ وہ زمین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ میں نے اس کے سینے پر سوار ہو کر اس کے سر کے بالوں کو اپنی مٹھیوں میں پکڑ لیا۔ اس کا سر پہلے ہی ڈنڈے کی ضربوں سے کچے پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا میرے بال پکڑ کر کھینچتے ہی تکلیف کی شدت سے اس کی آنکھیں اُبل گئیں۔ وہ جسمانی لحاظ سے بالکل ہی ٹوٹ چکا تھا۔ قوت مدافعت ختم ہو چکی تھی۔ زندگی اور موت کے درمیان اس کا ذہن بھی مفلوج ہو رہا تھا۔ جب ذہن اس قدر کمزور ہو جاتے تو ایسے شخص پر تنویمی عمل کا اثر ہوتا ہے۔

میں اس کی آنکھوں میں بھانک کر اسے ٹرانس میں لانے لگا میری آنکھوں کی مقناطیسی قوت اس کے دل و دماغ کو میری طرف کھینچ رہی تھی میں نے اپنی سوچ کے ذریعے کہا "تم میرے معمول ہو۔ جو کچھ میں کہتا ہوں اُسے دہراتے جاؤ۔"

ذرا سی دیر میں وہ ذہنی طور پر میرا محکوم بن گیا اور میری باتوں کو اپنی سوچ میں دہرانے لگا۔

"میں تمہارا معمول ہوں۔ میں تمہارا محکوم ہوں۔"

میں نے اس سے سوال کیا۔

"بلیک گائیڈ کہاں ہے۔۔۔؟"

اس کی سوچ نے بتایا کہ بلیک گائیڈ راوی روڈ کی ایک سبز کوٹھی میں ہے۔

پھر میں نے اپنی سوچ کے ذریعہ پوچھا۔

"قریبوں سے فرار ہونے کے لئے کیسے انتظامات کر رہے ہو؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "قصور کی سرحد پر ہمارے لئے ایک ہیلی کاپٹر آنے والا ہے۔ کل میں اُدھر گیا تو مجھے سرحد پار سے مکمل حفاظت دی جائے گی۔ وہ ان تک مسلسل کوشش کرتا رہے گا۔ آج دوسرا دن ہے کل رات تو یہاں سے نکل جانے کی توقع کر رہے تھے۔"

پھر میں نے سوال کیا۔

"اس ملک میں بلیک گائیڈ نے کہاں کہاں خفیہ پناہ گاہیں بنا رکھی ہیں؟"

وہ جواباً مجھے بتلانے لگا میں اس کی بتائی ہوئی پناہ گاہوں کے پتے ذہن نشین کرتا رہا۔ اس کے بعد میں نے پوچھا۔

"کیا بلیک گائیڈ کے پاس ایسے اہم کاغذات ہیں جو اس بات کا ٹھوس ثبوت پیش کر سکیں کہ تم اور بلیک گائیڈ اس ملک میں تخریبی کارروائیاں کرتے رہے ہو؟"

اُس نے اشاراتی زبان میں بتایا۔ "بہت سے کاغذات سبز کوٹھی میں ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کتنی اہمیت کے حامل ہیں۔"

میں اس سے سوالات کرتا رہا تھا اور میرے حسب منشا جواب دیتا جا رہا تھا اس دوران فرزانہ ہمارے قریب آ گئی تھی اور چپ چاپ کھڑی ہوئی ہمیں ہاتھ کے اشاروں سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ جب میں مطمئن ہو گیا شیتل کے سینے سے اُتر آیا تو فرزانہ میری آنکھوں کو غور سے دیکھنے لگی پھر اُس نے حیرانی سے کہا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے تم اس گونگے کی آنکھوں میں جھانک رہے تھے تو تمہاری آنکھیں کتنی خوفناک ہو گئی تھیں۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا۔ سچ بتاؤ کیا تم کوئی عمل جانتے ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں کوئی عامل یا جادوگر نہیں ہوں۔ ذرا سا نفسیات کے علم سے شوق ہے۔ اس لئے کبھی کبھی اس کی عملی مشقیں کرتا رہتا ہوں۔ یہ قوی ہیکل گونگا ذہنی طور سے بالکل ہی مفلوج ہو گیا ہے۔ اسی لئے میں اسے ٹرانس میں لا کر اہم معلومات حاصل کر رہا تھا۔"

وہ مطمئن ہو کر بولی۔

"تم بہت ہی باصلاحیت اور عجیب و غریب قسم کے انسان ہو۔ ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر بھی غیب کی باتیں معلوم کر لیتے ہو۔"

میں نے اُسے کوئی جواب نہیں دیا اور گونگے پر دوبارہ جھک کر ہاتھ کے اشارے سے کہا۔ "تم بدستور میرے معمول ہو۔ تمہارے جسم پر جو زخم آئے ہیں تم ان کی تکلیف کو شدت سے محسوس نہیں کر رہے ہو۔ اس کے برعکس تم اپنے اندر کسی حد تک توانائی محسوس کر رہے ہو۔"

اُس نے اشارے سے کہا۔

"ہاں اس وقت مجھے یاد نہیں آرہا ہے کہ میرے جسم پر کہیں زخم آئے ہیں۔ میں اپنے اندر ایک نئی توانائی محسوس کر رہا ہوں۔ میں مرنا نہیں چاہتا قدرت اچھے آدمی ہو مجھے کسی طرح موت کے مُنہ سے بچالو میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

میں نے پوچھا۔

"کیا تم میرے وفادار بن کر رہو گے؟"

اُس نے اقرار میں سر ہلا دیا۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ میں مکمل توجہ سے اس کا علاج کراؤں گا۔ اسے قانون کے حوالے نہیں کروں گا۔ اگر وہ وفادار ثابت ہوا تو میں اس کے لئے وہ تمام آرام اور آسائشیں مہیا کروں گا۔ جو اب بلیک گائیڈ کر رہا ہے۔

اس کے بعد میں اسے سہارا دیکر اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر لے گیا وہاں وہ آرام سے لیٹ گیا۔ فرزانہ میرے پاس اگلی سیٹ پر آگئی۔ پھر ہم وہاں سے شہر کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں میں نے فرزانہ سے پوچھا۔

"کیا تم اس زخمی گرنگے کا علاج کر سکتی ہو ــــ؟ میں اسے کسی ہسپتال میں لے جاؤں گا تو یہ قانون کی گرفت میں آجائے گا۔"

فرزانہ نے جواب دیا۔

"ہاں اپنے تجربات کی بنا پر کسی حد تک اس کا علاج کر سکتی ہوں لیکن مکمل علاج کا وعدہ نہیں کر سکتی۔"

"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس کے زخم بھر جائیں۔ باقی علاج میں تخریبی عمل کے ذریعے کر دوں گا۔"

"ہاں میں نے سُنا ہے کہ تم ہپناٹزم کے ذریعے بھی مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ میں دیکھوں گی کہ تم کس طرح علاج کرتے ہو۔ یہ میرے لئے ایک نیا تجربہ ہوگا۔"

یہ کہہ کر وہ میرے قریب آگئی اور اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا وہ بڑی عقیدت سے اور بڑی محبت سے سوچ رہی تھی کہ اُسے دنیا سے نرالا محبوب ملا ہے۔ جو اپنی نت نئی مصلاحیتوں سے اسے متاثر کرتا رہتا ہے۔

پھر وہ چونک کر مجھ سے علیحدہ ہوگئی اور حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ یہ پوچھنا تو میں بھول ہی گئی کہ تم اس جنگل میں کیسے چلے آئے۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ بدمعاش مجھے یہاں لے آیا ہے؟"

اس سوال نے مجھے چکرا دیا میں اس سے اپنی غیر ارادی خوانی کی صلاحیتوں کو چھپانا چاہتا تھا۔ یہ بات مناسب نہیں تھی کہ جو بھی عورت میرے قریب آتی میں اسے اپنا راز بتاتا جاتا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے سنبھل کر کہا۔

"تمہیں یاد ہے میں نے ہسپتال میں تم سے پنسل کی تصویر مانگی تھی تاکہ تمہارے ہاتھ کی لکیریں اور پنسل کا چہرہ دیکھ کر یہ معلوم کر سکوں کہ تم کہاں چھپا گیا ہے۔ جس کا تعلق بھی تمہاری ہاتھ کی لکیروں سے ہوگا میں ان لکیروں سے اُسے ڈھونڈ نکالوں گا۔ آج اس گرنگے اور بھی تمہاری ہاتھ کی لکیروں سے پیدا ہوگیا تھا۔ تم نہیں جانتیں کہ کی لکیریں کیسے کیسے گل کھلاتی ہیں۔ یہی دیکھ لو کہ تمہارے اس ہاتھ کے ذریعے میں اس گرنگے تک پہنچ گیا۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کے بائیں ہاتھ کو ایک ہاتھ سے تھام کر اپنے پر رکھ لیا اور اس ہاتھ کی تعریف میں جو کچھ کہہ سکتا تھا، کہتا گیا۔ اکثر عورتوں کی یہی ہے کہ اپنی تعریفیں سُن کر اصل موضوع سے ہٹ جاتی ہیں۔ ایک تو وہ دست شناسی کے علم سے واقف نہیں تھی۔ دوسرے یہ کہ میرے یہ دو ہوتے سینے پر ہاتھ رکھتے ہی وہ ساری دنیا کو بھول گئی تھی۔ بہادر اور پیار بھری باتوں میں گزرتا رہا۔ میں شنیتل کو لے کر اپنی کوٹھی میں آیا۔ اسے سہارا دے بیڈ روم میں لاکر بستر پر لٹا دیا۔ پھر اسے اشاروں میں سمجھایا۔

"تم آرام سے یہاں لیٹے رہو۔ یہاں تمہارا باقاعدہ علاج ہوگا۔ اگر تم بغیر اجازت کے باہر نکلو گے تو قانون کی گرفت میں آجاؤ گے۔ کیوں کہ اس بلیک گائیڈ کو قانون کے حوالے کرنے جا رہا ہوں۔ اس کی گرفتاری کے پولیس والے تمہیں بھی تلاش کریں گے۔ لہٰذا تمہارا یہاں چھپ کر رہنا ٹھیک ہے۔"

میری باتیں اس کی سمجھ میں آگئیں۔ اُس نے وعدہ کیا کہ وہ میرے بغیر اس بستر پر کروٹ بھی نہیں بدلے گا۔ اس بات کا مجھے یقین ہوگیا کہ مجھ سے متاثر اور مرعوب بھی ہے اور میرے کو جو وہ احسانات کے آگے بھی جھک رہا ہے۔

میں اسے خوابگاہ میں چھوڑ کر پھر پچھلی جان کے پاس آیا اور انہیں ساری روئیداد سُنائی اور انہیں بھجایا کہ وہ اس گرنگے کا خاص خیال رکھیں۔ اس کے بعد میں فرزانہ کے ساتھ پھر کار میں آکر بیٹھ گیا۔ مال روڈ کی طرف جاتے ہوئے میں نے فرزانہ سے کہا۔

"تم پہلے ہسپتال جاؤ وہاں سے پٹی کرا لے کر اور شنیتل کے لئے ضروری دوائیں خرید کر کوٹھی میں چلی جاؤ۔ میری واپسی کا کوئی ٹھیک نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں صبح تک واپس آؤں۔ میں نے اسے ہسپتال کے قریب اتار دیا اور ساوی روڈ کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس راستے پر وہ سنیئر کوٹھی نہ آباد تھی اس لئے وہاں تک پہنچنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ میں نے کوٹھی کے سامنے کار روک دی۔ کوٹھی کی چابیاں میں شنیتل سے لے آیا تھا۔ جب دروازے کے لاک میں چابی گھومنے کی آواز اُبھری تو اس کے ساتھ ہی بلیک گائیڈ کی آواز سُنائی دی۔ وہ شنیتل سے کہہ رہا تھا۔

"خاموش رہو۔ شنیتل آرہا ہے۔ پتہ نہیں کیا خبر لایا ہے۔"

میں نے دروازے کو اندر سے لاک کر دیا پھر ایک کمرے سے گزر کر دوسرے کمرے میں پہنچا تو بلیک گائیڈ اور شنیتل صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں پر بدستور پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ وہ اندھوں کی طرح بیٹھے ہوئے شنیتل کی آہٹ سننے کے منتظر تھے میں نے شنیتل کے انداز میں اپنے مُنہ سے سانس کے جھٹکے چھوڑتے ہوئے ہوں۔ ہاں" کی آواز نکالی بلیک گائیڈ نے سر اُٹھا کر کہا۔

"شنیتل تم آگئے ــــ؟"

یہ کہہ کر اُس نے دونوں ہاتھ کے اشاروں سے کہا کہ میں اس کے قریب آؤں اور انگلیوں کے اشارے سے اپنی رپورٹ پیش کروں میں اس کے قریب پہنچا۔ لیکن انگلیوں سے اشارہ کرنے کی بجائے میں نے اس کے سر پر ایک چپت رسید کی۔ اُس نے بوکھلا کر کہا۔

"ارے یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"پتہ نہیں شنیتل کو کیا ہوگیا ہے ــــ؟ اس نے ایسی گستاخی پہلے کبھی نہیں کی۔ اب اگر میں آنکھوں سے پٹی ہٹا کر اسے دیکھوں گا تو پھر یہ ماحول بھی مجھے نظر آئے گا۔ اور کچھ نظر آئے گا۔ اُسے فریاد میری سوچ کے ذریعہ پڑھ لے گا۔ نہیں مجھے اپنی آنکھوں سے پٹی نہیں ہٹانی چاہیئے۔"

یہ فیصلہ کرنے کے بعد اُس نے پھر اشاروں سے کہا۔

"شنیتل میرے قریب آؤ اور جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔"

میں پھر اس کے قریب گیا۔ اس بار میں نے اپنی دو انگلیوں سے اس کی ناک کو پکڑ کر مروڑ دیا۔ وہ تکلیف سے بلبلا اُٹھا۔ اس کی آواز سُن کر شبیر حسن نے پوچھا۔

"کیا بات ہے تم کر کیوں کر رہے ہو؟"

اس بار بلیک گائیڈ نے جھلا کر اپنی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی۔ پھر مجھے دیکھتے ہی وہ چند لمحوں تک سکتے میں رہا۔ وہ مجھے چہرے سے نہیں پہچانتا تھا۔ اُس نے حیرانی سے پوچھا۔

"کون ہو تم ــــ؟"

"میں ہوں تمہاری کھوپڑی میں گھس کر بسنے والا فرہاد۔۔۔۔"

یہ کہہ کر میں نے زور کا اُلٹا ہاتھ اس کے مُنہ پر رسید کیا۔ میرا ہاتھ چلتے ہی شبیر حسن نے اپنی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی۔ پھر مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"اوہ یہ فرہاد ہے۔"

میں نے کہا۔

"ڈائریکٹر جنرل صاحب آپ کیسے محب وطن ہیں۔ کل سے آپ ایک دشمن کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوتے ہیں۔ کیا اس وقت بھی آپ پر تخریبی عمل کا اثر ہے؟"

شبیر حسن نے بلیک گائیڈ کی جانب دیکھا۔ بلیک گائیڈ نے انہیں گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم میرے حکم کے بغیر اس کے کسی سوال کا جواب نہیں دو گے۔"

میں نے بلیک گائیڈ کے مُنہ پر ایک گھونسہ رسید کیا وہ چیختا ہوا صوفہ سمیت پیچھے الٹ گیا۔ وہ جسمانی اعتبار سے ایک دُبلا پتلا سا آدمی تھا۔

میرا ایک گھونسہ کھاتے ہی خون تھوکنے لگا۔ میں نے ایک رسی سے کرسی کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔ اس کے بعد دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں بھوانی شنکر ایک بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں پر بھی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔

"بھوانی شنکر تم لوگوں کا آخری وقت آگیا ہے۔ اپنی آنکھوں سے پٹی ہٹا دو۔"

بھوانی شنکر نے ہڑبڑا کر اپنی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی۔ اب سے پہلے انٹیلیجنس والوں کی حوالات میں ہم دونوں کا سامنا ہو چکا تھا۔ اُس نے مجھے دیکھتے ہی پریشان ہوکر کہا۔

"تم وہی ہو جس نے میرے جبڑے میں چھپی ہوئی فلم کی گولی نکال لیا تھا تمہاری وجہ سے میں اس حال کو پہنچا ہوں کاش کہ اس وقت میں بیمار نہ ہوتا۔"

"تمہاری بیماری سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تم لوگوں کو اس گرنگے شنیتل پر ناز تھا کہ وہ ناقابل تسخیر ہے۔ کہاں ہے وہ؟ کیا تم اپنی جان بچانے کے لئے اُسے بُلا سکتے ہو؟"

میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے اس کے سر کے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا۔ پھر اسے ایک جھٹکے سے اُٹھا کر بٹھا دیا۔ اُس نے نقاہت کے باوجود مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ لیا۔ اُسی وقت دروازے پر شبیر حسن کی آواز سُنائی دی۔

"خبردار! ایک طرف ہٹ جاؤ۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ہاتھ میں ریوالور لئے کھڑے تھے۔ میں نے جھلا کر کہا۔

"یہ کیا حماقت ہے۔ آپ دشمنوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اور مجھے گولی کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔"

پھر میری سمجھ میں آگیا کہ وہ ٹرانس میں ہیں میری باتیں ان کی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ اور وہ بلیک گائیڈ کے حکم کی تعمیل کرتے رہیں گے۔ یہ بات سمجھ میں آتے ہی میں نے بڑی پھرتی سے بھوانی شنکر کو اپنی طرف کھینچ کر ان کی جانب دھکیل دیا۔ اُسی وقت انہوں نے فائر کیا۔ مگر میری تیزی کام آگئی تھی۔ ریوالور کی گولی بھوانی شنکر کے آر پار ہوگئی۔ وہ لڑکھڑا کر ان پر گرا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ان پر چھلانگ لگا دی۔ انہیں دوسری بار فائر کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ ان کے ریوالور والے ہاتھ کو پکڑ کر ایک طرف کر دیا پھر پے در پے ان کے مُنہ پر گھونسے برسانے لگا۔ حتیٰ کہ ریوالور ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ میں ریوالور اٹھا کر ان سے الگ ہوگیا۔ بلیک گائیڈ رسی کی بندشوں سے آزاد ہونے کی جدوجہد کر رہا تھا میں نے اُسے ایک زوردار ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

"تم شبیر حسن کو معمول بنا کر نجات حاصل نہیں کر سکو گے۔ تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ چپ چاپ پڑے رہو۔"

یہ کہہ کر میں ٹیلیفون کے پاس آیا اور ریسیور اُٹھا کر انٹیلیجنس کے دفتر کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ بلیک گائیڈ میری جانب دیکھ رہا تھا۔ اُس نے یک بیک دوستانہ لہجے میں کہا۔

"زیادہ میں جانتا ہوں تم انٹیلیجنس کے آدمی نہیں ہو۔ اگر تم چاہو تو ہم سے دوستی کا معاہدہ ہو سکتا ہے۔ میری دوستی تمہارے مستقبل کو اتنا شاندار بنا دے گی کہ تم نے ایسی شاندار زندگی کے متعلق کبھی سوچا بھی نہ ہوگا۔ یورپی ممالک کے بینکوں میں تمہارے نام سے لاکھوں کی رقم جمع ہو گی۔ تمہارے پسند کے ممالک میں تمہارے لئے ایک کوٹھی اور ایک کار مخصوص رہا کرے گی۔ دنیا کی بہترین شراب اور حسین ترین عورتیں تمہارے لئے مہیا کی جائیں گی۔ یہ ملک تمہاری صلاحیتوں کی قدر نہیں کرے گا۔ میں انہیں زمین کی پستیوں سے اُٹھا کر آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دوں گا۔"

میں نے جواب دیا۔

"میں سمجھتا تھا کہ تم بہت ذہین ہو۔ مگر تم اوّل درجے کے احمق ہو۔ کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی کہ میں یہاں جاؤں گا، ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا کی ہر خوشی خرید لوں گا۔ خیال خوانی ایک ایسا سکہ رائج الوقت ہے جو ہر ملک میں بغیر کسی عذر کے کیش ہو جاتا ہے۔ تم مجھے کیا خریدو گے۔ میں تمہارے جیسے ہزاروں بلیک گائیڈ کو اپنے علم کے بار دو سے اڑا سکتا ہوں۔"

اسی وقت فون پر انٹیلیجنس والوں سے رابطہ قائم ہو گیا۔ میں نے ایک آفیسر سے کہا کہ وہ فوراً ہی مسلح نوجوانوں کو لے کر رادی روڈ کے کنارے سبز کوٹھی میں آجائیں۔ یہاں ان کے ڈائرکٹر جنرل شیر حسن دوسرے مجرموں کے ساتھ موجود ہیں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"تم کون ہو ــــ؟ اگر ڈائریکٹر جنرل وہاں موجود ہیں تو انہیں فون پر بات کرنے کے لئے کہو۔"

میں نے جواباً کہا۔

"ڈائریکٹر جنرل اس وقت مجرموں کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ میں نے ان مجرموں کو قابو میں کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود ڈائریکٹر جنرل میرے اقدامات کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس وقت میری پوزیشن بہت ہی نازک ہے۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔

"تم عجیب قسم کی باتیں کر رہے۔ ہم ڈائریکٹر جنرل شیر حسن کو تم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ وہ محب وطن ہیں، مجرموں کا ساتھ کبھی نہیں دے سکتے۔ اگر وہ واقعی وہاں موجود ہیں تو ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ انہیں فون پر بھیجو۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا۔

"آپ میری بات کا یقین کیوں نہیں کرتے۔ ایک مجرم نے ہپناٹزم کے ذریعے انہیں اپنا معمول بنا لیا ہے۔ وہ فون پر جو کچھ بھی کہیں گے۔ مجرموں کی حمایت میں اور میری مخالفت میں کہیں گے۔"

دوسری طرف سے جواب ملا۔

"تم کس حد تک سچ کہہ رہے ہو۔ اس کو سمجھنا ہمارا کام ہے۔ فی الحال تم اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے ریسیور ڈائریکٹر جنرل کو دیدو۔"

میں نے مجبور ہو کر شیر حسن کی جانب دیکھا۔ وہ دیوار سے لگے کھڑے تھے اور مجھے طنزیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے خاموشی سے ریسیور ان کی طرف بڑھا دیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے قریب آئے اور ریسیور ہاتھ میں لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ہیلو ــــ میں شیر حسن بول رہا ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ پرسوں رات فراد اچانک ہی ہسپتال سے غائب ہو گیا تھا۔ میں فون پر تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ فراد میرے لئے مصیبت بنا ہوا ہے۔ تم فوراً مسلح جوانوں کو لے کر رادی روڈ کے کنارے سبز کوٹھی میں پہنچو۔ یہاں تمہیں ساری باتیں معلوم ہو جائیں گی۔"

یہ کہہ کر انہوں نے دوسری طرف سے کچھ باتیں سنیں۔ پھر ریسیور کو کریڈل پر رکھ دیا۔ بلیک گائیڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"فراد تمہاری حب الوطنی تمہیں لے ڈوبے گی۔ جب تک شیر حسن ہمارا حامی ہے۔ تم ہمیں مجرم ثابت نہیں کر سکو گے۔ عدالت میں تمہارے خلاف بیان دیا جائے گا کہ تم اپنے نامعلوم ساتھیوں کی مدد سے مجھے، شیر حسن اور ان کے بھائی شنکر کو یہاں لے آئے تھے۔ یہاں ابھی تم نے بھائی شنکر کو ریوالور سے ہلاک کر دیا، بھوائی شنکر بینک مجرم تھا لیکن میں مجرم نہیں ہوں بلکہ انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل کا قابل اعتماد دوست ہوں۔ فراد عقل کے ناخن لو ذرا شیر حسن کو دیکھ کیا انہیں دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ ان پر ٹیلی پیتھی عمل کار فرما ہے؟"

میں نے شیر حسن کی جانب دیکھا واقعی وہ بالکل نارمل تھے۔ انٹیلیجنس کے آفیسر اس بات کا بھی یقین نہ کرتے کہ بلیک گائیڈ نے ہپناٹزم کے ذریعہ انہیں اپنا تابع فرمان بنا رکھا ہے۔

میں اچھی طرح سمجھ گیا کہ اس وقت میری پوزیشن کتنی خراب ہے۔ ڈائریکٹر جنرل میرے خلاف ہیں۔ وہ میرے خلاف اپنے ماتحتوں سے جو کچھ بھی کہتے اس پر سبھی یقین کر لیتے۔ بلیک گائیڈ ان کا محب وطن رہنما بن کر خود کو قانون کی گرفت سے بچا لیتا۔ لیکن نہیں مجھے اچانک ہی خیال آیا کہ اس عمارت میں ایسے کاغذات ہیں جو بلیک گائیڈ کی تخریبی کارروائیوں کو بے نقاب کر سکتے ہیں۔

اب مجھے معلوم کرنا تھا کہ وہ کاغذات کہاں چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ بلیک گائیڈ سے پوچھنے پر وہ کبھی نہ بتاتا۔ اس لئے میں نے بظاہر پریشانی کا اظہار کیا اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام کر یوں بیٹھ گیا۔ جیسے میں اس کے جال میں پھنس چکا ہوں۔

میں اس وقت خاموشی سے بلیک گائیڈ کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ وہ میرے متعلق سوچ رہا تھا۔

اب اسے عقل آئی ہے۔ اب یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہے کہ میرے خلاف شہادت فراہم نہیں کر سکے گا۔ اس پر تر پ چال یہ کہ انٹیلیجنس کا ڈائریکٹر جنرل میرا حامی ہے۔ اس کی سوچ میں کہا۔

"یہاں تک سب کچھ ٹھیک ہے۔ سب کچھ میری مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔ لیکن اپنی محرومیوں کو بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ انٹیلیجنس کا نمائندہ آکر اس مکان کی تلاشی لے۔ اور وہ کاغذات اس کے ہاتھ لگ جائیں۔"

بلیک گائیڈ کی سوچ نے کہا۔

"ان کے فرشتے بھی ان کاغذات تک نہیں پہنچ سکتے۔ میں نے ان کاغذات کو ــــ"

یہ سوچتے سوچتے وہ ایک دم چونک گیا۔ اور میری جانب حیرانی سے دیکھنے لگا۔ یک بیک اُسے یاد آگیا کہ میں اس کی سوچ کو پڑھ لیتا ہوں وہ بھلا کر بولا۔

"تم بہت بڑے شیطان ہو۔ کیا تم میری سوچ کو نہیں پڑھ رہے ہو؟"

میں ایک گہری سانس لے کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اب اس کی سوچ کو پڑھنا فضول تھا۔ اب وہ میری ہزار کوششوں کے باوجود کاغذات کے متعلق کبھی نہ سوچتا۔ اور نہ ہی مجھے وہاں تک پہنچنے کا راستہ بتاتا۔

میں صوفے سے اُٹھا تو بلیک گائیڈ کے پاس آیا۔ اس کی جیبوں کی تلاشی لے کر چابیوں کا ایک گچھا نکالا اور مختلف کمروں میں جا کر مختلف الماریوں اور میز کی درازوں کو کھول کر دیکھنے لگا۔ الماریوں میں صرف کپڑے تھے اور وہاں ایک ہی میز تھی۔ جس کی درازوں میں اسٹیشنری کا سامان رکھا ہوا تھا۔ میرے کام کا ایک بھی کاغذ ہاتھ نہ آیا۔ تلاشی کے دوران میں نے یہ نہیں سوچا کہ وقت ضائع کر رہا ہوں کیوں کہ بلیک گائیڈ کی سوچ نے کہا تھا کہ فرشتے بھی ان کاغذات تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ کاغذات اسی عمارت میں کچھ ایسے انداز میں چھپا کر رکھے گئے ہیں کہ وہاں تک پہنچنے کا کوئی سائنٹیفک طریقہ دریافت بلیک گائیڈ ہی جانتا تھا۔

اتنے میں باہر ایک گاڑی رُکنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ انٹیلیجنس کا ایک آفیسر تین مسلح نوجوانوں کے ساتھ ایک جیپ کار سے اُتر رہا تھا۔ اپنے ڈائریکٹر جنرل سے فون پر بات کرنے کے بعد اس آفیسر نے یہی سوچا ہوگا کہ مجرم صرف ایک ہی ہے اور وہ فراد ہے۔ اس اکیلے کو گرفتار میں لینے کے لئے دو مسلح نوجوان کافی ہیں۔ تیسرے نوجوان کو وہ گاڑی کے پاس چھوڑ کر عمارت کے اندر آگیا۔ جب وہ اس کمرے میں پہنچا جہاں بلیک گائیڈ بندھا پڑا تھا۔ تو میں بھی آفیسر کے سامنے حاضر ہو گیا۔ میرے ہاتھ میں شیر حسن سے چھینا ہوا ریوالور تھا۔ اسے دیکھتے ہی آفیسر نے کہا۔ "فراد وہ ریوالور میرے حوالے کر دو۔ جب تک تمہاری بے گناہی کا ثبوت نہیں ملے گا۔ اس وقت تک تم حراست میں رہو گے۔"

اس کے دونوں ماتحت میری طرف ریوالور تانے کھڑے تھے یوں بھی میں قانون سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے پنا ریوالور آفیسر کے قریب صوفے پر پھینک دیا۔

شیر حسن نے اپنے ریوالور کو اُٹھا کر ایک رومال میں لپیٹتے ہوئے کہا۔

"اس پر فراد کی انگلیوں کے نشانات ہیں۔ اس نے اسی ریوالور سے اس مجرم کو ہلاک کیا ہے جو ہسپتال میں زیر علاج تھا۔ اور یہ اسی نجومی کی لاش ہے۔"

میں نے آفیسر سے کہا۔

"میں نے اسے قتل نہیں کیا ہے۔ ڈائریکٹر جنرل اپنے ہوش میں نہیں ہیں میری درخواست ہے کہ سب سے پہلے ان کا طبی معائنہ کرایا جائے۔ طبی معائنے سے شاید اس بات کا ثبوت مل جائے کہ یہ تنویمی عمل کے زیر اثر ہیں۔"

آفیسر نے غصہ سے اپنے ڈائریکٹر جنرل کو دیکھا پھر بے یقینی سے بولا "یہ تو بالکل نارمل ہیں۔ میں یہ کیسے یقین کر لوں کہ انہیں ہپناٹائز کیا گیا ہے؟"

شیر حسن نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ بکواس کرتا ہے۔ قانون سے بچنے کے لئے میرے متعلق اُلٹی سیدھی باتیں کر رہا ہے۔ اسے ہتھکڑی پہنا دو میں عدالت میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

آفیسر نے ایک نوجوان کو اشارہ کیا کہ وہ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دے۔ میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"ٹھہریئے، پہلے یہاں کی کارروائی پوری کر لیجئے۔ یہ شخص جو بندھا ہوا پڑا ہے یہ غیر ملکی انگلینڈ کا سرغنہ ہے۔ آفیسر آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے اس مقتول کے جبڑے سے ایک مائیکرو فلم برآمد کرائی تھی۔ اس سے ثابت ہو گیا تھا کہ یہ مقتول ایک غیر ملکی ایجنٹ ہے۔ اگر آپ مجھے موقع دیں۔ تو میں یہ بھی ثابت کر دوں گا کہ یہ بندھا ہوا شخص جو اپنے لوگوں میں بلیک گائیڈ کہلاتا ہے۔ یہاں اب تک تخریبی کارروائیاں کرتا رہا ہے۔ یہاں کچھ ایسے اہم کاغذات چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ جو اس کی عمر بھر کی کارروائیوں کو بے نقاب کر سکتے ہیں۔ میں ابھی انھی کاغذات کو تلاش کر رہا تھا۔ لیکن اپنی ناکامی کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس نے ان کاغذات کو اسی عمارت میں کسی سائنٹفک طریقے سے چھپا رکھا ہے۔"

میری باتیں سُن کر آفیسر نے شیر حسن سے کہا۔

"سر! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فراد پچھلے دنوں ہمارے کام آتا رہا ہے۔ ہم نے اسی کی مدد سے مائیکرو فلم برآمد کی تھی۔ اس کی صلاحیتوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ چھپی ہوئی چیزوں کا سُراغ لگا لیتا ہے۔"

آفیسر نے میری حمایت میں یہ بات کہی تو میرا حوصلہ بڑھ گیا۔ میں نے صحیح راہ ہر ممکن طریقے سے اس آفیسر کو پوری طرح اپنے اعتماد میں لینا چاہیئے ورنہ میں مجرم بنا ہوتے ہوئے بھی ایک قتل کے جرم میں ملوث ہو جاؤں گا۔ شہادت کے طور پر میری انگلیوں کے نشانات ریوالور پر موجود ہیں اور انگلی جنبی

ڈائریکٹر جنرل میں کے خلاف ایک چشم دید گواہ تھا۔ میں نے آفیسر سے اپیل میں تنہائی میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

ڈائریکٹر جنرل نے فوراً ہی اعتراض کیا۔

"نہیں مسٹر ۔۔۔۔ تحت کو تنہائی میں نہ ۔۔۔ کہ کہیں یہ ۔۔۔ آفیسر کو ۔۔۔"

سر! کہاوت ہے گر فرہاد کے کہنے کے مطابق اس عمارت کی تلاشی لی جائے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ کتنا ہی بڑا فراڈ ہو۔ مجھے نہیں بہکا سکے گا۔"

بلیک گائیڈ نے کہا۔

"شیئر حسن اگر تمہارا آفیسر تنہائی میں فرہاد سے باتیں کرنا چاہتا ہے تو اسے اجازت دیدو۔ اگر یہ بلیک گیا تو تمہارے دوسرے ماتحت یہاں موجود ہیں۔ اس وقت بکنے والا آفیسر بھی مجرم سمجھا جائے گا۔ اپنے آفیسر کو کہو کہ یہ اپنا ریوالور تمہارے حوالے کر دے۔ اس کے بعد فرہاد سے تنہائی میں باتیں کرنے جائے۔"

آفیسر کو یہ بات ناگوار گزری کہ اسے اعتماد نہیں کیا جا رہا ہے۔ اس نے ڈائریکٹر جنرل کی طرف دیکھا تو اسے مایوسی ہوئی۔ کیوں کہ ڈائریکٹر جنرل بلیک گائیڈ کے مشورے پر عمل درآمد کر رہا تھا۔ اور بڑی خاموشی سے ہاتھ بڑھا کر اس سے ریوالور طلب کر رہا تھا۔ وہ ڈائریکٹر جنرل کے حکم سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے جو سنسر سے ریوالور نکال کر ان کے حوالے کیا۔ پھر میرے ساتھ دوسرے کمرے میں آ گیا۔ میں نے اس سے کہا۔

"آفیسر آپ نے دیکھ لیا ہے کہ ڈائریکٹر جنرل کس طرح بلیک گائیڈ کے اشاروں پر چل رہے ہیں۔ انہیں کم از کم آپ پر اعتماد کرنا چاہئے تھا۔ بہرحال آپ سمجھدار ہیں۔ اس چھوٹے سے تجربے سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ بلیک گائیڈ تنویمی عمل کے ذریعے ڈائریکٹر انہیں اپنے اشاروں پر نچا رہا ہے۔"

میری باتیں سنکر وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر کہا۔ میں آپ سے بہت ہی ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ تھوڑی دیر کے لئے مجھ پر اعتماد کریں اور دروازے کو اندر سے بند کر دیں۔"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اور وہاں سے پلٹ کر بولا۔

"جواب کیا کہنا چاہتے ہو ـــــ؟"

میں نے کہا۔

پچھلے دنوں آپ کے علم میں یہ بات آئی تھی کہ مجھ میں سوچنے کی صلاحیت ہیں۔ میں ایک بار کسی انسان کی پوری سوچ کو پڑھ سکتا ہوں کہ وہ کس وقت کیا سوچ رہا ہے پر پروگرام کر رہا ہوگا۔ یہ تجربہ آپ کے سامنے ہو چکا ہے۔"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں! تم نے اس مجرم کے جبڑے میں چھپی ہوئی اس مائیکرو فلم کی نوعیت سمجھ لیا تھا۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں! یہ درست ہے۔ لیکن آپ کو یہ بتانا کر حیرانی ہوگی کہ یہ سب کچھ سوچنے کی صلاحیتوں سے نہیں معلوم ہوا تھا۔ دراصل میں ٹیلی پیتھی کے علم سے واقف ہوں اور ہر انسان کی سوچ کو پڑھ سکتا ہوں۔"

وہ حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔

کیا میں اس کی بات کا یقین کر لوں۔ کبھی یہ کہتا ہے کہ ڈائریکٹر جنرل کو ہپناٹائز کیا گیا ہے۔ کبھی یہ کہتا ہے کہ یہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ ان علوم کے بارے میں اب تک میں نے قصے کہانیوں میں پڑھا ہے یا معلوماتی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن آج تک عملی تجربے کی صورت میں اسے نہیں دیکھا۔"

میں مسکراتے ہوئے اس کی سوچ کو دہرانے لگا۔

"آفیسر آپ اس وقت سوچ رہے ہیں کہ ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی قصے کہانیوں کی باتیں ہیں۔"

میں نے حرف بہ حرف اس کی سوچ کو دہرا دیا۔ وہ چونک پڑا اور شدید حیرانی سے میرا منہ تکنے لگا۔ میں نے پھر اس کی سوچ کو پڑھنے کے بعد کہا۔

"اس وقت آپ سوچ رہے ہیں کمال ہے یہ شخص تو واقعی میری سوچ کو پڑھ رہا ہے۔"

وہ ایک دم سے متاثر ہو گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے دونوں بازوؤں کو تھام کر جوشیلے انداز میں کہا۔

"خدا کی قسم تم لاجواب ہو۔ اب میں سمجھ گیا کہ تم نے اس مجرم کی سوچ کو پڑھ کر اس مائیکرو فلم کا پتہ چلایا تھا۔ اس فلم کی بوبنیں سر لکھی تھی۔"

میں نے پوچھا۔

"کیا اب آپ میری باتوں کا یقین کریں گے؟"

اس نے کہا۔

"ہاں اس ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے تم ایک خطرناک مجرم بن سکتے ہو۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ پہلے دونوں بھی تم نے ہمارا ساتھ دیا تھا اور اب بھی قانون کا ساتھ دے رہے ہو۔ کیا تم اس علم کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ اہم کاغذات کہاں چھپا کر رکھے گئے ہیں؟"

میں نے جواب دیا۔

"بلیک گائیڈ میرے اس راز سے واقف ہے کہ میں خیال خوانی کا علم جانتا ہوں۔ اسے یہ بات آپ کے ڈائریکٹر جنرل نے بتائی ہے اسی لئے بلیک گائیڈ بہت زیادہ محتاط ہے۔ میں نے کئی بار کوشش کی کہ اسے اہم کاغذات کے متعلق سوچنے پر مجبور کر دوں۔ لیکن وہ ہر بار میری مرضی کے مطابق سوچنے سے انکار کر دیتا ہے۔ اتنا پتہ چلتا ہے کہ میں ان اہم کاغذات کو اس کے ذہن سے اگلوا لوں گا۔ لیکن اس میں کچھ وقت لگے گا۔ پہلے میں سوچ کے ذریعے اس کے دماغ میں ہلچل مچاؤں گا۔ اسے ذہنی طور پر مفلوج بنا دوں گا۔ پھر وہ کاغذات کے متعلق سوچنے پر مجبور ہو جائے گا۔ یہ کام میں بہت پہلے کر چکا ہوتا۔ لیکن آپ کے ڈائریکٹر جنرل مجھے اس کا موقع نہیں دے رہے ہیں۔"

آفیسر نے میرے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں اس کا موقع دوں گا میرے ساتھ آؤ۔"

وہ میرا بازو پکڑ کر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے رکتے ہوئے کہا۔

"پہلے اچھی طرح سوچ لیجئے۔ کیا آپ اپنے ڈائریکٹر جنرل کی مرضی کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکیں گے؟"

اس نے جواب دیا۔

"وہ اسی وقت تک ڈائریکٹر جنرل ہیں۔ جب تک کہ قانون کا احترام کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے مجھے قانونی کارروائیوں سے روکا تو میں ان کی ذرا بھی پرواہ نہیں کروں گا۔"

مطمئن ہو کر اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا۔ پھر ہم دونوں آگے بڑھ کر ہم دونوں مسلح نوجوان ہماری طرف ریوالور تانے کھڑے تھے۔ ڈائریکٹر جنرل نے تمسخرانہ انداز میں آفیسر سے پوچھا۔

"بتاؤ تمہارے متعلق کیا فیصلہ کیا جائے۔ تم فراڈ کی باتوں میں آ گئے ہو۔ اب اپنے حکم پر عمل کرو گے؟"

آفیسر نے جواب دیا۔

"میں وہی کروں گا جو قانون کا تقاضہ ہے۔ میں فراڈ کو موقع دوں گا وہ اس بندھے ہوئے آدمی کو مجرم ثابت کرے۔"

بلیک گائیڈ نے چیخ کر کہا۔

"میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ یہ آفیسر اس کی باتوں میں آ جائے گا۔ شیئر حسن اسے گولی مار دو۔ فائر کرو۔"

اس کے حکم کی تعمیل شیئر حسن نے فائر کیا۔ اس کے ساتھ ہی آفیسر کی بھری ہوئی گولی اس کے سینے سے آ پار ہو گئی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ زمین پر گرتا۔ میں چھلانگ لگا کر واپس کمرے میں گیا اور فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھا لیا۔ بری طرح حالات کے شکنجے میں آ گیا تھا۔ بلیک گائیڈ جیسا مجرم اور شیئر حسن جیسا قانون کا محافظ دونوں ہی پوری حرص و ہوس کے ساتھ میری جان کے لئے آمادہ تھے۔

میں بال بال بچا تھا۔ اگر میرے کاندھے کو بند کرتے ہی میں زمین پر گر نہ پڑتا تو شیئر حسن کے فائر کی گولیوں کا نشانہ بن چکا ہوتا۔ میرے زمین پر گرتے ہی کیے بعد دیگرے دو فائر ہوئے۔ گولیاں دروازے میں سے دو سوراخ پیدا کرتی ہوئی کہیں سے کہیں گئیں۔ میں چند لمحے کمرے میں ساکت پڑا رہا۔

میرے ذہن کے تانے بانے سلجھ چکے تھے۔ مشن یعنی کہ بلیک گائیڈ ایجنٹ آپریٹر شیئر حسن تھا۔ اس کے ساتھ اپنے ملک کے انٹیلیجنس کا ڈائریکٹر جنرل بھی شریک کار تھا۔ ایسی صورت میں میں اپنے ملک کے قانون کی پناہ نہیں لے سکتا تھا۔ حتیٰ کہ فراڈ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کمرے سے نکلنے کے لئے ایک دروازہ تھا۔ اور ایک کھڑکی تھی۔ دروازہ پر ڈائریکٹر جنرل ڈٹا کھڑا تھا۔ میں کھڑکی کے پاس گیا۔ وہاں سے جھانک کر دیکھا تو باہر انٹیلیجنس ۔۔۔ کھڑا ہوا تھا۔ ایک مسلح نوجوان فائرنگ کی آواز سنتے ہی اس طرف دوڑا تھا۔ شیئر حسن کی جانب سے اسی جاں لگی ہوئی تھیں۔ میں بری طرح اس کمرے میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ اسی وقت بلیک گائیڈ نے چیخ کر مجھے مخاطب کیا۔

"فراڈ اب تمہاری جان نہیں بچ گی۔ تم اپنے سامنے ہتھکنڈے آزما لو تب بھی تمہیں خود کو قانون کے حوالے کرنا ہوگا۔ بہتر ہے کہ دروازہ کھول کر چپ چاپ باہر آ جاؤ۔"

میں دیوار سے لگا دروازے کے قریب آیا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ رہی تھی کہ فی الحال خود کو دشمنوں کے حوالے کرنا ہی ہوگا۔ اس کے سوا کوئی دوسری صورت نظر نہیں آ رہی تھی لیکن میں آخر وقت تک یہی کوشش کرنا چاہتا تھا کہ کسی طرح ان کے گھیرے سے نکل جاؤں۔

لیکن مزید کچھ کوشش کرنے سے پہلے ہی چابک کی بازی پلٹ گئی۔ کمرے کے باہر ڈائریکٹر جنرل شیئر حسن کے ساتھ جو دو مسلح نوجوان کھڑے ہوئے تھے ان میں سے ایک نوجوان کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنے ڈائریکٹر جنرل سے کہہ رہا تھا۔

"سر گستاخی معاف کیجئے گا۔ میرے ریوالور کی نال آپ کی گردن پر ہے۔ اگر آپ نے ذرا بھی حرکت کی تو میں آپ کو شوٹ کر دوں گا۔ آپ چپ چاپ اپنا ریوالور میرے حوالے کر دیں۔"

ڈائریکٹر جنرل نے بھنا کر کہا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے میں تمہارا ڈائریکٹر جنرل ہوں۔ کیا تم میرا ساتھ چھوڑ کر فراڈ جیسے مجرم کا ساتھ دینا چاہتے ہو؟"

"فراڈ مجرم ہے یا نہیں اس کا فیصلہ عدالت میں ہوگا لیکن فی الحال ہماری نظروں میں آپ مجرم ہیں۔ آپ کو جواب دینا ہوگا کہ آپ نے اپنے ایک انسپکٹر کو کس جرم کی بنا پر گولی ماری ہے؟"

اس فرض شناس نوجوان کی باتیں سن کر میرا حوصلہ بلند ہو گیا۔ وہ بڑے موقع سے اپنے ڈائریکٹر جنرل کو مجرم ثابت کر رہا تھا۔ ڈائریکٹر جنرل اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا۔

"ہمارا یہ انسپکٹر زیادتی کا ساتھ دے کر قانون شکنی کر رہا تھا۔"

"ایسی قانون شکنی کی سزا موت نہیں ہوتی۔ پھر یہ کہ آپ قانون سے زیادہ اس بلیک گائیڈ کے فرمانبردار ہیں۔ ابھی اس نے آپ کو حکم دیا تھا کہ شیئر حسن فائر کرو۔ اور آپ نے ایک قابل اور فرض شناس انسپکٹر پر گولی چلا دی۔"

دوسرے نوجوان کی آواز سنائی دی۔ "ہاں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اسی مجرم بلیک گائیڈ نامی کو بچانا چاہتے ہیں کہ آپ اس کے ہر حکم پر عمل کرتے ہیں اور اس وقت بھی آپ نے اس کے حکم پر گولی چلائی ہے۔ آپ خود کو زیر حراست سمجھیں میں ابھی فون کر کے دوسرے انسپکٹر کو طلب کرتا ہوں وہ یہاں آ کر آپ کی سرمینڈل کریں گے۔"

اس کے بعد چند لمحوں کے لئے خاموشی چھا گئی۔ شاید وہ نوجوان

ٹیلی فون کی طرف گیا تھا تھوڑی دیر بعد دوسرے نوجوان نے بلند آواز سے مجھے مخاطب کیا۔

"مسٹر فرہاد! ہم نے ڈائرکٹر جنرل سے ریوالونگ لے لیا ہے آپ باہر آکر خود کو قانون کے حوالے کر دیں ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔"

میں نے باہر آنے سے پہلے اس نوجوان کی سوچ کو پڑھنا شروع کیا۔ میں یقین کرنا چاہتا تھا کہ واقعی ڈائرکٹر جنرل کے ہاتھ سے ریوالور چھین لیا گیا ہے یا مجھے کمرے سے باہر نکالنے کے لئے محض ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔ میں نے اس نوجوان کی سوچ میں کہا۔

"میں قانون کا محافظ ہوں کیا مجھے قانونی طور سے فرہاد کی حمایت کرنی چاہیئے؟"

اس نوجوان کی مثبت سوچ نے کہا۔

"ہاں ابھی تک تو وہ بے تصور ہی نظر آ رہا ہے۔ ہمارا یہ افسر بھی اس کی حمایت کر رہا تھا لیکن یہ حمایت اسے بڑی مہنگی پڑی کچھ بھی ہو ڈائرکٹر جنرل کو اس جرم کی سزا ضرور ملے گی۔"

اس نوجوان کی سوچ سے میں نے سمجھ لیا کہ واقعی وہ دونوں ڈائرکٹر جنرل کے خلاف ہیں اور اسے حراست میں لے چکے ہیں میں ملتجی ہو کر دروازہ کھولتے ہوئے باہر آ گیا۔ دوسرے کمرے میں ڈائرکٹر جنرل ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک نوجوان اپنے ریوالور کا رخ اس کی طرف کئے کھڑا ہوا تھا۔ اس نوجوان نے مجھ سے کہا۔

"مسٹر فرہاد آپ بھی ڈائرکٹر جنرل کے پاس آ کر بیٹھ جائیں اور ہماری اجازت کے بغیر کوئی حرکت نہ کریں ہمارے ایک افسر یہاں پہنچنے ہی والے ہیں اس وقت تک ہم کوئی ہنگامہ پسند نہیں کریں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دوسرا نوجوان ہماری طرف مخاطب ہوا اور اس نے ایک ہتھکڑی میرے اور شبیر حسن کے ایک ایک ہاتھ میں پہنا دی۔ میں ان الجھنوں سے بچنا چاہتا تھا اور یہ بھی اچھی طرح سمجھتا تھا کہ قانونی فیصلا ہونے تک میرا کتنا قیمتی وقت برباد ہو گا۔ یہ کوئی معمولی کیس نہیں تھا۔ اسکا فیصلا ہونے تک نہ جانے کتنے ماہ اور کتنے سال گذر جاتے؟

اب قانون کی گرفت میں آنے کے بعد میں یہ سوچ رہا تھا کہ کتنی جلدی ان قانونی کارروائیوں سے نجات حاصل ہو سکے گی؟ ایک گھنٹے کے بعد اٹھیلیجنس کی عدالت میں مجھے شبیر حسن کے اور بلیک کائیڈ کو الگ الگ الزام لگا کر پیش کیا جائے گا۔ ڈائرکٹر جنرل کے ساتھ رعایت نہیں برتی گئی تھی کیونکہ اس نے اپنے ہی انٹیلیجنس کے ایک افسر کو قتل کیا تھا۔ جس ریوالور سے اس نے قتل کیا تھا وہ ریوالور انگلیوں کے نشانات کی تشخیص کے لئے بھیج دیا گیا تھا۔

بلیک کائیڈ کے جبڑے کو اگلوایا گیا کہ اس نے شبیر حسن کو ہپناٹائز کیا ہے پہلے تو انکار کرتا رہا۔ آخر ایک افسر نے دو چار ہاتھ جما کر کہا۔

"دیکھو ہمارے ڈائرکٹر جنرل شبیر حسن ایک مجرم کی طرح کٹہرے میں مجرم کو صوفے پر اس پر بیٹھنے کی مجال نہیں ہوتی اس لئے ہم کو بھی بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتے ہیں لیکن تم ایک عامل کی طرح انہیں مجرم یہ صوفے پر بیٹھ جائیں۔"

بلیک کائیڈ نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "میں۔ سہلاسین کو اغوا کرنے والا اسی ایک مجرم کی حیثیت سے یہاں لایا گیا ہوں میں انہیں مجرم نہیں سمجھ سکتا۔"

اس کی بات سن کر افسر نے اچھی طرح اس کی پٹائی شروع کر دی اور ہی لات جوتے کھانے کے بعد اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

مجھے نہ مارو آپ جو کہیں گے میں وہ کروں گا۔"

افسر نے کہا۔

"تو پھر شبیر حسن سے تحکمانہ انداز میں کہو کہ وہ صوفے پر بیٹھ جائیں سے پہلے ہم شبیر حسن کو حکم دیتے ہیں کہ وہ کسی کے حکم پر صوفے پر نہ بیٹھیں۔"

اس کے بعد بلیک کائیڈ نے جھجکتے ہوئے حکم دیا۔

"شبیر حسن میں حکم دیتا ہوں صوفے پر بیٹھ جاؤ۔"

اس کا حکم سنتے ہی شبیر حسن فوراً ہی صوفے پر بیٹھ گئے ان کی اس بے اختیار مجھے ہنسی آ گئی۔ اس وقت میں لاک اپ میں تنہا بیٹھا ہوا اور وہاں سے دور عمارت کے ایک کمرے میں شبیر حسن اور بلیک کائیڈ جو کارروائیاں کی جا رہی تھیں انہیں میں ان کی سوچ کے ذریعہ سن رہا تھا اور چشم تصور میں انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان دونوں مسلح نوجوانوں میں سے ایک نوجوان نے اپنے افسر سے کہا۔

"سر اس مجرم بلیک کائیڈ نے سبز کوٹھی میں بھی اسی طرح ڈائرکٹر جنرل کو حکم دیا تھا کہ یہ فائر کرے اور اس کمبخت کے حکم پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے اپنی ہی افسر کو گولی مار دی۔"

اس کی باتیں سن کر دو افسر پھر بلیک کائیڈ کی پٹائی کرنے لگے وہ ہاتھ جوڑنے اور پاؤں پڑنے لگا تو ایک افسر نے کہا۔

"اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو شبیر حسن کو فوراً اپنے تنویمی عمل سے آزاد کرو۔"

بلیک کائیڈ نے اس کے حکم کے مطابق شبیر حسن کو حکم دیا کہ وہ فوراً پریڈ جائیں۔ شبیر حسن اس کے حکم کے مطابق صوفے سے اٹھ کر فرش پر لیٹ گیا۔ بلیک کائیڈ ... ان کے قریب بیٹھتے ہوئے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہنے لگا۔

"شبیر حسن میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ آدھ گھنٹے کے لئے گہری نیند سو جاؤ اس نیند کے بعد تم میرے معمول اور محکوم نہیں ہو گے۔"

شبیر حسن نے اسکی بات دہرائی "میں گہری نیند سو جاؤں گا آدھ گھنٹے کی نیند کے بعد میرا تمہارا معمول اور محکوم نہیں رہوں گا۔"

بلیک کائیڈ نے بدستور ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہاری آنکھیں بند ہو رہی ہیں تمہیں نیند آ رہی ہے اور تم گہری نیند میں جا رہے ہو۔" اس کے کہتے کہتے شبیر حسن کی آنکھیں بند ہو گئیں اور وہ گہری نیند سو گیا۔ بلیک کائیڈ سر جھکائے فرش پر بیٹھا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنے کے بعد ہر طرف سے مایوس ہو کر وہ بار بار شبیل کے متعلق سوچ رہا تھا کہ وہ کمبخت کہاں مر گیا ہے؟ اسے اس کی مدد کے لئے سبز کوٹھی پہنچنا چاہیئے تھا لیکن وہ سبز کوٹھی میں پلٹ کر نہیں آیا تھا اس کی طرف سے کوئی خبر نہیں مل رہی تھی بلیک کائیڈ بھی سوچ رہا تھا کہ وہ بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے یا پھر موقع کی تاک میں ہے اس کا راز چلنے ہی وہ اس عمارت سے نکل کر لے جائے گا۔ میں اس کی خوش نہیں پہ سکانے لگا۔ اس کے فرشتوں کے علم میں نہیں تھا کہ شیل جیسا خطرناک انسان میرا غلام بنا ہوا ہے جس نے شبیر حسن کو ہپناٹائز کر کے اپنا آلہ کار بنایا تھا اسی طرح اسکا شیل کا آلہ کار بنا ہوا تھا۔

اس دوران مجھے بھی اس کمرے میں طلب کیا گیا۔ وہاں مجھ سے کئی طرح کے سوالات کئے گئے۔ میں اپنے طور پر مناسب اور معقول جواب تیار کر رہا تھا۔ انٹیلیجنس کا ایک افسر میری بے گناہی کو سمجھتے تھا لیکن عدالتی فیصلے سے پہلے مجھے آزاد نہیں کرنا چاہتے تھے۔ مجھے رسمی طور پر رہا کرنے کے لئے بھی کسی بہت بڑی سفارش یا ضمانت کی ضرورت تھی۔

تقدیر میرا ساتھ دے رہی تھی آدھ گھنٹے بعد ہی ضمانت کا انتظام ہونے لگا شبیر حسن کی آنکھ کھلنے لگی۔ وہ چند لمحوں تک کمرے کے فرش پر پڑے ہوئے بے چارگی کا رروائیاں کی جا رہی تھیں انہیں میں ان کی سوچ کے ذریعہ سن رہا تھا اور چشم تصور میں انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان دونوں مسلح نوجوانوں میں سے ایک نوجوان نے اپنے افسر سے کہا۔

"سر اس مجرم بلیک کائیڈ نے سبز کوٹھی میں بھی اسی طرح ڈائرکٹر جنرل کو حکم دیا تھا کہ یہ فائر کرے اور اس کمبخت کے حکم پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے اپنی ہی افسر کو گولی مار دی۔"

اس کی باتیں سن کر دو افسر پھر بلیک کائیڈ کی پٹائی کرنے لگے وہ ہاتھ جوڑنے اور پاؤں پڑنے لگا تو ایک افسر نے کہا۔

"اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو شبیر حسن کو فوراً اپنے تنویمی عمل سے آزاد کرو۔"

بلیک کائیڈ نے اس کے حکم کے مطابق شبیر حسن کو حکم دیا کہ وہ فوراً پریڈ جائیں۔ شبیر حسن اس کے حکم کے مطابق صوفے سے اٹھ کر فرش پر لیٹ گیا۔ بلیک کائیڈ ... ان کے قریب بیٹھتے ہوئے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہنے لگا۔

"شبیر حسن میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ آدھ گھنٹے کے لئے گہری نیند سو جاؤ اس نیند کے بعد تم میرے معمول اور محکوم نہیں ہو گے۔"

شبیر حسن نے اسکی بات دہرائی "میں گہری نیند سو جاؤں گا آدھ گھنٹے کی نیند کے بعد میرا تمہارا معمول اور محکوم نہیں رہوں گا۔"

بلیک کائیڈ نے بدستور ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"سر آنکھوں پر آپ ہمارے ڈائریکٹر جنرل ہیں اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بلیک گائیڈ نے تنویمی عمل کے ذریعہ آپ کو اپنا معمول بنایا تھا ایسی حالت میں ہر شخص مجبور و محکوم بن کر رہ جاتا ہے ہم عدالت میں آپ کی بے گناہی ثابت کریں گے حالات کے فیصلے تک اگرچہ آپ ہمارے ڈائریکٹر جنرل نہیں ہیں گے اس کے باوجود آپ کا احترام لازمی ہے آپ جہاں بیٹھ سکتے ہیں۔ عدالت کے فیصلے تک آپ کے ساتھ اسپیشل ٹریٹمنٹ ہوگا۔"

میں نے سینیئر افسر سے کہا۔

"جناب میری التجا ہے کہ میرے ساتھ بھی کچھ رعایت برتی جائے۔ میں نے قانون کا ساتھ دینے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔"

سینیئر افسر نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں جناب شبیر حسن صاحب کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ تم نے مجرموں کے خلاف اب تک قانون کا ساتھ دیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں اب بھی آپ کے کام آسکتا ہوں اور اس بلیک گائیڈ کے متعلق بہت سی اہم معلومات فراہم کر سکتا ہوں۔"

بلیک گائیڈ نے چونک کر مجھے دیکھا اور سوچنے لگا۔ یہ کمبخت مرنے پر بھی نہیں چھوڑے گا۔ خیال کو بالفعل قائم کر کے ہمیشہ مجھے پریشان کرتا رہے گا۔ لیکن میں پوری قوتِ ارادی سے کام لوں گا کبھی ایسی باتیں نہیں سوچوں گا جو اس کے لئے معلومات کا ذریعہ بن جائیں۔

میں اسے مسکرا کر دیکھنے لگا تو وہ سٹپٹا سا گیا۔ اس بات کو سمجھ گیا کہ اس وقت بھی میں اس کی سوچ کو پڑھ رہا ہوں۔ سینیئر افسر نے مجھ سے پوچھا۔

"فرار اگر تم اس کے متعلق اہم معلومات فراہم کر سکتے ہو تو ہمیں فوراً بتاؤ ہم ابھی اس کے جرائم کی فہرست مرتب کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "آپ پہلے اسے لاک اپ میں بھیجنے کا انتظام کریں اس کی عدم موجودگی میں، میں آپ سے ضروری باتیں کروں گا۔"

میری درخواست کے مطابق اسے لاک اپ میں بھیج دیا گیا اس کے جانے کے بعد میں نے سینیئر افسر سے کہا۔

"اب میں تنہائی میں آپ سے کچھ باتیں کروں گا اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری یہ خواہش بھی پوری کر دیں۔"

سینیئر افسر نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا میں اس کے پیچھے چلتا ہوا اس کمرے میں آگیا جو کبھی ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن کے لئے مخصوص تھا۔ اس کمرے میں میں پہلے بھی آچکا تھا۔ وہاں بیٹھ کر میں نے پہلی بار شبیر حسن کو بتایا تھا کہ میں خیالی طاقتوں کے علم سے واقف ہوں۔ اس وقت بھی مجھے اس سینیئر افسر کے سامنے اپنے اس راز کو اگلنا پڑا۔ میں مجبور تھا۔ اگر اسے یہ نہ بتلاتا کہ میں لوگوں کے خیالات پڑھ لیتا ہوں اور پھر وہ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کر کر کے میرے بلیک گائیڈ کے متعلق کہی ہوئی معلومات فراہم کر دیتا اور اس کی خفیہ پناہ گاہ کا پتہ لگا لیتا تو میں ان سوالات کا میرے پاس کوئی معقول جواب نہ ہوتا، اس سینیئر افسر کو بتانا ہی پڑا کہ میں نے اپنے علم کے ذریعہ یہ معلومات حاصل کی ہیں۔

جب اس سینیئر افسر کو میری خیال خوانی کا علم ہوا تو وہ میرا لحاظ کرنے لگا میں اس کی حیرانی دور کرنے کے لئے اس کے خیالات کو پڑھتا گیا اور اسے بتلاتا گیا کہ اس وقت وہ میرے متعلق کیا سوچ رہا ہے۔ تب اسے یقین آگیا کہ میں کیا کچھ کر سکتا ہوں۔ اس کی سمجھ میں آگیا کہ میرا یہ علم انٹیلیجنس والوں کو کس قدر فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اس نے خوش ہو کر مجھ سے کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا میں کرسی پر اور وہ اس کے بیٹھے ہوئے کہا۔

"شبیر حسن صاحب جانتے ہیں کہ میں ٹیلی پیتھی کے علم سے واقف ہوں انہوں نے معمول بننے کے دوران میرا یہ راز بلیک گائیڈ کو بھی بتا دیا تھا اس وقت سے وہ بہت زیادہ محتاط ہو گیا ہے کوئی ایسی بات نہیں سوچتا جو اس کے خلاف میری معلومات کا ذریعہ بن جائیں۔ میں نے کئی بار اسے سوچنے پر مجبور کیا لیکن وہ بہت ہی مضبوط قوتِ ارادی کا مالک ہے اسے ہپناٹائز کرنا اور ذہنی اذیتیں دی جائیں جب بھی وہ اپنے راز نہیں اگلے گا۔"

سینیئر افسر نے مایوسی سے پوچھا۔

"کیا اس سلسلے میں تمہارا علم بھی کام نہیں آئے گا؟"

"آئے گا۔ اس کے دماغ سے کچھ اگلوانے کے لئے دوسری حال میں ہو گی۔ اسے کھانے پینے کی چیزوں میں کچھ ایسی دوائیں ملا کر دی جاتی ہیں جن کے استعمال سے رفتہ رفتہ اس کے اعصاب کمزور پڑتے جائیں۔ اعصاب کمزور ہونے سے قوتِ ارادی کمزور پڑ جاتی ہے۔ ایسی حالت میں انسان ذہنی صحت نہیں کھو سکتا ہے اور نہ ہی اپنے کسی ایک خیال پر قائم رہ سکتا ہے۔ اس وقت جب اس کا ذہن کمزور پڑ جائے گا تو میں اسے اپنی مرضی کے مطابق سوچنے پر مجبور کر دوں گا۔"

سینیئر افسر نے کہا۔ "ہاں یہ بھی ترکیب ہے میں بھی ڈاکٹر سے مشورہ کرتا ہوں کہ اس کے اعصاب کو کمزور بنانے کے لئے کون سا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے؟"

میں نے پوچھا۔ "فی الحال میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"تم قانون کا ساتھ دے رہے ہو اس لئے تم زیرِ حراست نہیں ہو میں تمہیں جانے کی اجازت دیتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ تم روزانہ صبح آٹھ بجے آفس آؤ گے اور مجھ سے ملاقات کرو گے۔ بلیک گائیڈ کے متعلق اگر کوئی اہم بات ہوئی تو میں تمہیں بلوا لیا کروں گا۔"

میں نے خوش ہو کر اس کا شکریہ ادا کیا۔ وہ مجھ سے اتنا ناراض تھا کہ عدالت سے باہر تک چھوڑنے آیا اور اپنے ڈرائیور کو حکم دیا کہ وہ مجھے پہنچا دے میں نے اس سے خصوصی معافی کیا اور کار کی پچھلی سیٹ پر آرام سے تمام راستے میں خدا کا شکر ادا کرتا رہا۔ بڑی آسانی سے جان چھوٹ گئی تھی۔ اگر میں سینیئر افسر کو ٹیلی پیتھی کے متعلق نہ بتلاتا اور اسے اپنے معمول نہ بناتا تو وہ مجھ پر اندھا اعتماد نہ کرتا ایک تو میرا ریکارڈ اچھا تھا دوسرے کئی بار ان کے کام آچکا تھا پھر یہ کہ میری صلاحیتوں نے انہیں بھی

اتنا کچھ ہونے کے باوجود میں ایک طرح سے قانون کو دھوکہ دے رہا تھا۔ پولیس والوں کے ساتھ برابر سے تعاون کرنے کے باوجود میں نے یہ بات چھپا لی تھی کہ شیل میری پناہ میں ہے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن میں شیل کو مزاروں سے بچانا چاہتا تھا کیونکہ وہ بلیک گائیڈ کا محض کارکار تھا۔ اب وہ میرا ذکا بن کر شبہ انداز میں قانون کا ساتھ دینے کو تیار تھا وہ ایک بے لگام گھوڑے کی طرح تھا جو اسے اپنے لگام کے سامنے میں لے آتا وہ اسی کے اشارے پر چلتا اور اب وہ میرے اشاروں پر دوڑنے والا تھا۔

جب میں اپنی کوٹھی میں پہنچا تو فرزانہ بے چینی سے میرا انتظار کر رہی تھی، مجھے دیکھتے ہی اس کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ اس نے تڑپ کر میرا بازو تھامتے ہوئے کہا۔

"میں تمام رات سو نہ سکی میرے دل میں طرح طرح کے اندیشے جاگ رہے تھے خدا کا شکر ہے کہ تم بخیریت واپس آگئے۔"

میں اس کا ہاتھ تھام کر اپنے بیڈ روم میں آیا شیل میرے بستر پر چادر تانے چت پڑا ہوا تھا۔ وہ ایسا لمبا تڑنگا اور لحیم شحیم تھا کہ میرے پورے بستر پر چھا گیا تھا۔ اس کے جسم پر جگہ جگہ پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ فرزانہ نے اچھی طرح اس کی تیمارداری کی تھی۔ وہ زخموں سے چور تھکا ہارا گہری نیند سو رہا تھا۔

میں فرزانہ کے ساتھ چھوٹی جان کے کمرے میں آیا وہ ابھی سو کر اٹھی تھی اور کچن کی طرف جا رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ آج تم صبح صبح گھر میں نظر آرہے ہو۔ بیٹا یہ تم کن لوگوں میں پڑ گئے ہو، زرینہ کہہ رہی تھی کہ تمہارے بیڈ روم میں سونے والا وہ سانپ دشمن ہو سکتا ہے جس نے ایک بار اسی کمرے میں تم پر حملہ کیا تھا۔ اگر فرزانہ نہ کرتی تو وہ تمہیں جان سے مار کر ہی دم لیتا۔"

میں نے کہا۔ "زرینہ کا خیال درست ہے۔ یہ وہی دشمن ہے لیکن اب دوست بن گیا ہے۔"

"بیٹا ایسی واہیات بات نہ کرو تم اس کی مرہم پٹی کروا رہے ہو، اسے اچھے سے بھلا چنگا ہونے دو۔ سانپ کو دودھ پلانا عقلمندی نہیں ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "پھوپھی جان میں اتنا ناداں نہیں ہوں۔ سانپ کو دودھ پلانے سے پہلے اس کا زہر نکال لیتا ہے اب یہ مجھے نہیں ڈسے گا۔"

"بیٹے میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں تمہیں اپنی باتوں سے قائل کروں۔"

اتنے میں زرینہ وہاں آگئی اس نے فرزانہ کو میرے ساتھ دیکھ کر زبردستی گلے لگا لیا۔ ایک عرصے سے شکایت تھی کہ اب میں اس کی طرف پلٹ کر بھی نہیں جھانکتا اور دوسری عورتوں کو اس پر ترجیح دے رہا ہوں۔ میں نے پھوپھی جان سے اچانک آپنے زرینہ کی شادی کے لئے پھر جان سے دوبارہ بات چھیڑی تھی۔

پھوپھی جان کے جواب دینے سے پہلے ہی زرینہ نے ترنت جواب دیا۔

"آپ میری شادی کی فکر نہ کریں میں نے تو کہہ دیا ہے کہ میں ظہیر سے شادی نہیں کروں گی۔"

میں نے پوچھا۔ "پہلے تو تمہیں اس رشتے سے انکار نہیں تھا؟"

پھوپھی جان نے فوراً ہی اپنی بیٹی کی حمایت میں کہا۔

"بیٹے پہلے کی بات اور تھی اب تو ان کا سارا کاروبار چوپٹ ہو گیا۔ وہ کمپنیوں کے قرضدار بن گئے ہیں، ایک وقت تھا کہ میں پیسے پیسے کی محتاج تھی۔ ان لوگوں نے کبھی جھوٹے منہ بھی خیریت نہیں پوچھی تھی وہ مجھ جیسی غریب بیوہ کی بیٹی کو اپنی بہو نہیں بنا سکتے تھے۔ اب میں ان کے غریب بیٹے کو گرا مار کیوں بناؤں؟"

پھوپھی جان نہیں تو میں نے ہی کنگال بنایا ہے۔ میرا جو کچھ ان کے پاس تھا وہ میں نے ان سے چھین لیا اب اگر ظہیر کے پاس دولت نہیں ہے تو کیا ہوا زرینہ تو دولتمند ہے آپ چاہیں تو اسے گھر داماد بنا کر رکھ سکتی ہیں۔ ساتھ تو جلد سے جلد بیٹیوں کو سہاگن بنانے کی کوشش کرتی ہیں تعجب ہے کہ آپ لگے لگائے رشتے کو توڑنا چاہتی ہیں۔"

رشتہ ٹوٹنے کی کئی غریب ماؤں کو ہوتی ہے۔ یہاں سٹھاس زیادہ ہو وہاں چھینے جھپٹے خود بخود تقاضا بنا کر چلے آتے ہیں۔ اب ہمارے پاس دولت دیکھ کر کتنے ہی گھرانوں سے رشتے آرہے ہیں میں نے شاید پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ زرینہ نے ایک لڑکے کو پسند کیا ہے اور یہ اسی سے شادی کرنا چاہتی ہے۔

"میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی والی بات ہے اگر زرینہ کی پسند ہے تو بھلا میں اعتراض کرنے والا کون ہوتا ہوں بہر حال کہیں بھی ہو اس کی شادی جلدی کر دیجئے۔"

وہ مجھے ہنستے سے گھورتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ میں نے فرزانہ کے ساتھ اس کے کمرے میں پہنچ کر کہا۔

"زرینہ میرے بیڈ روم میں وہ زخمی گزنگا سو رہا ہے میں رات بھر کا جاگا ہوا ہوں اس لئے تم اپنا بیڈ روم خالی کر دو جب تک وہ گزنگا یہاں ہے تم اپنی امی کے کمرے میں آرام کرو گی۔"

یہ کہہ کر میں بستر پر بیٹھ گیا۔ اس وقت اسے فرزانہ پر غصہ آرہا تھا کیونکہ وہ میرے ساتھ بیڈ روم میں آئی تھی۔ وہ اسے ناگواری سے دیکھتی ہوئی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے فرزانہ سے کہا۔

"دروازہ بند کر دو میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ اپنی نازک انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کر دو مجھے جلدی نیند آجائے گی۔"

میں بستر پر لیٹ گیا۔ وہ دروازہ بند کرنے کے بعد میرے پاس بستر پر آکر بیٹھ گئی پھر مجھ پر جھک کر بڑی محبت سے میرے بالوں کو سہلانے لگی، اور آہستہ آہستہ ان میں انگلیاں پھیرنے لگی۔

Pakistanipoint.com

بہت دیر کے بعد میری آنکھوں میں پھر نیند بھرنے لگی۔ اس نے میرا سر سہلاتے ہوئے مجھے سُلا دیا۔ وہ بھی پھر رات کی جاگی ہوئی تھی۔ تمام دن سوتی رہی۔ شام کو میں نے شنیل کی خبر لی۔ فرزانہ میرے سامنے چھ اس کی مرہم پٹی کرنے لگی۔ اس دوران میں اشاروں ہی اشاروں میں اس سے باتیں کرتا رہا اور اس کی خیریت پوچھتا رہا۔ اس نے میرا احسان مانتے ہوئے کہا کہ وہ آرام سے ہے اگر اسی طرح توجہ سے اس کا علاج کیا گیا تو وہ جلد ہی صحتیاب ہو جائے گا۔ میں نے اسے بلیک گائیڈ کے متعلق تمام باتیں بتائیں کہ وہ کس طرح قانون کی گرفت میں آگیا ہے اور اب وہ یہاں سے بچ کر اپنے ملک واپس نہیں جا سکے گا۔ شنیل نے گونگے اشاروں میں پوچھا: اب میرا کیا ہوگا؟

میں نے جواب دیا: تمہارے ملک کے جتنے لوگ یہاں تجارتی کاروبار کر رہے ہیں اگر تم انہیں گرفتار کرانے میں میری مدد کرو گے اور جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ میں نے دشمن ملک کے جاسوسوں کو اس پاک زمین سے ہمیشہ کے لئے اکھاڑ پھینکا ہے تو پھر میں تمہاری مرضی کے مطابق تمہیں آزاد کر دوں گا تم چاہو گے تو اپنے ملک واپس جا سکو گے ورنہ چاہو تو میرے ساتھ رہ کر عیش و عشرت کی زندگی گزار دو گے۔

اس کی اشاراتی زبان نے کہا۔

میں نے جس دلیس میں جنم لیا ہے اس دیس سے غداری کر چکا ہوں، اب میں وہاں واپس نہیں جاؤں گا اور نہ ہی اس ملک میں رہوں گا میں پوری طرح تمہارے کام آنے کے بعد صرف اتنا چاہوں گا کہ تم مجھے اس ملک کی سرحد پار کرا دو میں غیر ملکی ملاک کی طرف چلا جاؤں گا۔

میں نے اس سے وعدہ کیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ وہ تمام دن اور تمام رات میں نے اپنی کوٹھی میں ہی گذاری۔ بہت عرصے کے بعد مجھے گھر میں سکون مل سا گیا تھا۔ ایک تو مسلسل جاگ دوڑ سے تھک گیا تھا۔ دوسرے یہ کہ فرزانہ کی قربت میں ایسی دلچسپیاں تھیں کہ مجھے پہلی بار گھریلو زندگی کا لطف حاصل ہو رہا تھا۔

دوسری صبح میں انٹیلی جنس والوں کے رفتہ میں گیا اور سیشیئر افسر سے ملاقات کی۔ اب اس نے ڈائریکٹر جنرل کا عہدہ سنبھال لیا تھا۔ سابقہ ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن خان کی کوٹھی میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ موجودہ ڈائریکٹر جنرل کا نام سعید احمد تھا انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا میں نے ڈاکٹر سے مشورہ کیا ہے ڈاکٹر نے کہا ہے کہ بلیک گائیڈ نے جس طرح شبیر حسن کے دماغ کو مفلوج کر دیا تھا اسی طرح ایک انجکشن کے ذریعہ بلیک گائیڈ کے ذہن کو بھی کمزور بنایا جا سکتا ہے میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں یہ کام ابھی ہو جانا چاہیئے۔

ڈائریکٹر جنرل سعید احمد سیدھا اٹھ کر کسی ڈاکٹر کے نمبر ڈائل کرنے لگے۔ میں خاموش بیٹھا فون پر ان کی باتیں سننے لگا۔ انہوں نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر مرتضیٰ آ رہے ہیں میں نے انہیں یہ نہیں بتایا ہے کہ کس مقصد کے لئے بلیک گائیڈ کے دماغ کو کمزور بنایا جا رہا ہے ڈاکٹر نے خود اپنے طور پر سوچا ہے کہ یہاں کی کمزور دماغی سے فائدہ اٹھا کر اس سے اسی کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے کہا: یہ بھی بات ہے آپ ڈاکٹر مرتضیٰ کو چند مسلح نوجوانوں کے ساتھ فلاک اپ میں بھیج دیں۔ وہ نوجوان بلیک گائیڈ کو لے کر یہاں آ جائیں گے اور ڈاکٹر جیز اسے انجکشن لگائے گا۔ ہمارا وہاں جانا ضروری نہیں ہے یہاں بیٹھے ہی بیٹھے بلیک گائیڈ کی سوچ سے رابطہ قائم کر لوں گا پھر جو کچھ معلوم ہوگا وہ میں آپ کو بتا جاؤں گا۔

سعید احمد نے میرے مشورے کو مان لیا۔ اس نے اپنے ایک افسر کو بلا کر کہا کہ ڈاکٹر مرتضیٰ آئیں تو وہ انہیں فلاک اپ میں بلیک گائیڈ کے پاس لے جائے اسے جیز انجکشن دینے کے لئے چند نوجوانوں کا ساتھ ہونا لازمی ہے۔

اس کے جانے کے بعد ڈائریکٹر جنرل سعید احمد مجھ سے ملکی سیاسی گفتگو کرتے رہے۔ میں اس علم کے سلسلے میں اپنے دلچسپ تجربات سناتا رہا۔ وہ میری زندگی کا ایک ایک واقعہ سن کر مجھ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ آدھ گھنٹے کے بعد اطلاع ملی کہ بلیک گائیڈ کو انجکشن لگا دیا گیا ہے اور اب وہ فلاک اپ میں ایک جگہ گم صم بیٹھا ہے۔

جب اطلاع دینے والا واپس چلا گیا تو میں نے ڈائریکٹر جنرل سعید احمد سے کہا۔

اب میں بلیک گائیڈ سے خیال رابطہ قائم کروں گا جب تک میں خاموش رہوں اس وقت تک آپ اس بات کا خیال رکھیں کہ کوئی اس کمرے میں داخلہ نہ کرے۔

تم اطمینان رکھو کوئی تمہیں ڈسٹرب نہیں کرے گا۔

سعید احمد یہ کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھے پھر انہوں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ میں نے کرسی پر بیٹھے ہی بیٹھے آنکھیں بند کیں اور وہاں سے بلیک گائیڈ کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اس کے دماغ کی دنیا میں عجیب سی ویرانی تھی۔ آنکھیں پھاڑے فلاک اپ کے آہنی دروازے کے باہر دیکھ رہا تھا اور اپنے ذہن کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے سوچ رہا تھا۔

میں تو بالکل ٹھیک ہوں جو دیکھ رہا ہوں اسے سوچ رہا ہوں یہ جو سامنے دروازہ ہے یہ لوہے کی سلاخوں سے بنا ہوا ہے اس کے باہر ایک سنتری (نظر) کھڑا ہے کیا یہ سنتری ہے؟ ہاں ہمارے دیس میں پہرہ دینے والے کو سنتری (نظر) کہتے ہیں یہ سب کچھ تو میری سمجھ میں آ رہا ہے مگر میرا سر اتنا بھاری کیوں لگ رہا ہے کیا گردن تک میں ہوں گردن سے اوپر کچھ نہیں ہے؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا: میں تو بالکل نارمل پوزیشن میں ہوں اگر میں غور کر کے سمجھ لیتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ذہنی اعتبار سے بالکل نارمل ہوں سب سے پہلے اپنے متعلق مجھے یہ سوچنا چاہیئے کہ میرا نام کیا ہے؟

وہ سوچنے لگا: ہاں! میرا نام کیا ہے؟ میرا نام — ہاں میرا نام (دھرا دھرا) —

میں اس کی سوچ میں کہا: میں اپنے آپ کو اچھی طرح سمجھ رہا ہوں مجھے یاد آ گیا ہے کہ میرا نام دھرا دھرا ہے تو اب مجھے یہ سوچنا چاہیئے کہ میں کیا ہوں؟ کار رابر کا تاجر ہوں یا ملازمت کرتا ہوں؟

ہاں مجھے یہی سوچنا چاہیئے کہ میں کیا کرتا ہوں مجھے یوں لگتا ہے کہ میں بہت بڑا آدمی ہوں میری شخصیت بہت اہم ہے لیکن کس طرح اہم ہے؟ کس وجہ سے اہم ہے۔ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے میری یادداشت میرا ساتھ کیوں نہیں دے رہی ہے؟ اُف کیا میرا حافظہ اتنا کمزور ہے؟

میں دل ہی دل میں کہا یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی اس انجکشن کے ذریعہ اس کا حافظہ ہی بگڑ گیا جب یہ اپنے آپ کو ہی صحیح طرح نہیں سمجھ رہا ہے تو میری سمجھائی کیا خاک کرے گا اس طرح تو میں اس کے خفیہ اہم کاغذات تک بھی نہیں پہنچ سکوں گا۔

میں نے آنکھیں کھول کر ڈائریکٹر جنرل سعید احمد کو دیکھا میرے آنکھ کھلنے پر انہوں نے بڑی بے چینی سے پوچھا۔

کچھ معلوم ہوا؟

میں نے نفی میں سر ہلا کر کہا: گڑبڑ ہو گئی ہے۔ وہ انجکشن بری طرح اس کے دماغ پر اثر انداز ہوا ہے۔ اس کا حافظہ اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ وہ خود کو بھی صحیح طرح نہیں پہچان رہا ہے، پلیز آپ ڈاکٹر مرتضیٰ سے پوچھیں کہ انجکشن کا اثر کب تک زائل ہوگا۔

سعید احمد نے کہا۔

جب اس کا اثر زائل ہو گا تو اس کمبخت کی قوتِ ارادی بحال ہو جائے گی پھر وہ ہمیں کچھ نہیں بتائے گا۔

میں دوسرا طریقہ اختیار کروں گا۔ آپ فی الحال ڈاکٹر سے معلوم کریں کہ وہ کب تک نارمل پوزیشن میں آئے گا۔

انہوں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

تم میرے ساتھ آؤ، ہم ابھی ڈاکٹر سے پوچھتے ہیں۔

میں ڈائریکٹر جنرل کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔ دوسرے کمرے میں ڈاکٹر مرتضیٰ دوسرے ماتحت افسروں کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے ڈائریکٹر جنرل نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

جو انجکشن آپ نے اسے لگایا ہے کیا وہ انسانی حافظے کو بالکل ختم کر دیتا ہے؟

ہاں انجکشن کا فوری اثر یہی ہوتا ہے ابھی اس قیدی کا حافظہ بالکل ختم ہو گا پھر رفتہ رفتہ اسے بہت کچھ یاد آ جائے گا۔

میں نے پوچھا: اس کی یادداشت کب تک اعتدال پر آئے گی؟

کم از کم چار گھنٹے بعد۔ اگر آپ اس سے کچھ پوچھنا چاہیں تو دو گھنٹے بعد پوچھیں اس وقت وہ دماغی کمزوری اور توانائی کے درمیان کشمکش میں مبتلا ہو گا ایسے وقت وہ اپنی قوتِ ارادی کو کام میں نہیں لا سکے گا۔

ہم دو گھنٹے گذارنے کے لئے وہیں ڈاکٹر کے پاس بیٹھے رہے اور دماغی قوتِ ارادی کے موضوع پر باتیں کرتے رہے۔ دو گھنٹے بعد ڈائریکٹر جنرل نے میرے کہنے کے مطابق اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ بلیک گائیڈ کو آپریشن روم میں لے چلیں۔ آپریشن روم سے مراد وہ کمرہ ہے جہاں قیدیوں مجرموں کو اذیتیں دے کر ان سے حقیقت اگلوائی جاتی ہے۔

میں نے ڈائریکٹر جنرل کے ساتھ آپریشن روم میں آ کر کہا۔

آپ کو زحمت تو ہوگی لیکن ماتحتوں کے جانے کے بعد آپ سکنڈ قلم قلیہ بیٹھ جائیں۔ بلیک گائیڈ جو کچھ اگلتا جائے گا آپ اسے نوٹ کرتے جائیں۔ اس کام کے لئے اگر آپ اپنے کسی ماتحت کو بلائیں گے تو وہ میری ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی صلاحیتوں سے واقف ہو جائے گا اور میں اپنا یہ راز دوسروں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔

ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔

میں خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ دوسروں پر تمہاری صلاحیتیں ظاہر نہ ہوں لکھنے کا کام میں خود کروں گا۔

تھوڑی دیر بعد چند نوجوان بلیک گائیڈ کو لے کر اس کمرے میں آ گئے اور اسے ایک بیڈ پر بٹھا دیا۔ ان کے واپس جانے کے بعد صرف میں، سعید احمد اور بلیک گائیڈ کمرے میں رہ گئے تو میں نے بلیک گائیڈ کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اسے بیڈ پر ٹھاڈیا وہ چپ چاپ لیٹ کر چھت تکنے لگا۔ میں بھی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگا۔ شمع میز کی شمعوں کے درمیان شمع کی جو لویں میری آنکھوں میں جلتی تھیں ان کی تیزی اور تپش میری آنکھوں سے خارج ہو کر بلیک گائیڈ کی آنکھوں کو اپنی گرفت میں لینے لگیں وہ ذہنی طور پر کمزور ہو گیا تھا اس لئے میری نگاہوں کے زیر اثر آنے لگا۔ میں نے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔

تم میری طرف دیکھ رہے ہو اور میری طرف دیکھتے ہوئے تمہارا دل اور تمہارا دماغ میری مٹھی میں ہے بولو کہ تم میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے؟

اس کی آواز جیسے کسی اندھے کنوئیں سے آنے لگی۔

میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔

میں نے حکمانہ لہجے میں کہا: یاد کرو دو گھنٹے پہلے ایک ڈاکٹر نے تمہارے بازو پر انجکشن لگایا تھا کیا تمہیں یاد ہے؟

ہاں مجھے یاد ہے۔

تم نے انجکشن کا ردعمل کیا ہوا تھا؟

میں نے محسوس کیا کہ میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوب رہا ہے، میری یادداشت گم ہوتی جا رہی ہے۔

اب تمہاری یادداشت کا کیا عالم ہے؟

میں کسی حد تک بھولی ہوئی باتوں کو یاد کر رہا ہوں۔

میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تاریکی نے مکمل آؤ، اپنی قوتِ ارادی سے کام لو۔ دیکھو محسوس کرو، انجکشن کا باقی ماندہ اثر زائل ہو رہا ہے ---

میں محسوس کر رہا ہوں — میں محسوس کر رہا ہوں، تاریکیاں چھٹ رہی ہیں میرے سامنے دو گھورتی ہوئی آنکھیں ہیں ان سے روشنیاں پھوٹ رہی ہیں اور وہ روشنیاں میرے دماغ تک پہنچ رہی ہیں، یہ آنکھیں جو کچھ کہتی ہیں اسے میرا دماغ سمجھتا ہے۔

"تم صرف ان آنکھوں کی باتیں سمجھو گے تمہارے کان صرف ان آنکھوں کی خاموش آواز سنیں گے۔ یہ آنکھیں تم سے پوچھ رہی ہیں تم کس کوٹھی میں گرفتار کیے گئے تھے؟"

"میں راوی روڈ کے کنارے سبز کوٹھی میں گرفتار کیا گیا تھا۔"

"تم نے اپنے تمام اہم کاغذات سبز کوٹھی میں کہاں چھپا کر رکھے ہیں؟"

"سبز کوٹھی کے بیڈ روم میں ایک آہنی الماری ہے اس الماری کا ایک دراز مخصوص نمبروں سے کھولا جاتا ہے اس دراز میں وہ اہم کاغذات نہیں ہیں ٹھیک اس الماری کے اوپر چھت میں ایک خفیہ خانہ ہے دراز کے مخصوص نمبر دائیں طرف گھمائے جائیں تو چھت کا وہ مخصوص خانہ کھل جاتا ہے کیونکہ چھت کا وہ خفیہ خانہ دراز کے نمبروں سے منسلک ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "وہاں کس قسم کے کاغذات رکھے ہیں؟"

"اس ملک کی سیکرٹ سروس کے جو راز ہم تک پہنچے ہیں ان کی نقلیں وہاں ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "یہ کاغذات تم نے اتنی حفاظت سے چھپا کر کیوں رکھے ہیں تم چاہتے تو بہت پہلے ہی ان کاغذات کو اپنے دیس کی سیکرٹ سروس تک پہنچا سکتے تھے۔"

"ہاں مجھے پہلی ہی فرصت میں ان کاغذات کو سرحد پار بھیج دینا چاہیے تھا لیکن اسی دوران ایک سفری ملک کے ایجنٹ سے میرا رابطہ قائم ہو گیا۔ وہ ان کاغذات کی بڑی ہی بولی دے رہا تھا میں اس سے سودا کر لینا چاہتا تھا لیکن مراد نے مجھے الجھا کر رکھ دیا پرسوں رات جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو میں نے اس ایجنٹ سے گفت و شنید بند کر دی۔ ان اہم کاغذات کی سودے بازی کے متعلق سوچنا ہی چھوڑ دیا۔ کیونکہ وہ کمبخت ہر انسان کی سوچ تک پہنچ جاتا ہے۔"

میں نے پھر سوال کیا۔ "وہ ایجنٹ کس ملک سے تعلق رکھتا ہے؟"

جواب میں وہ اس غیر ملکی ایجنٹ کا نام پتہ اور اس کے ملک کا نام بتانے لگا۔ مجھے یہ معلوم تھا کہ بلیک کیٹ نے بلیک کیٹ کہاں کہاں اپنی خفیہ پناہ گاہیں بنا رکھی ہیں یہ سب کچھ مجھے شتیل سے معلوم ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود میں نے ڈائریکٹر جنرل سعید احمد کے سامنے ان خفیہ پناہ گاہوں کے متعلق پوچھا بلیک کیٹ ان خفیہ پناہ گاہوں کے متعلق بتا تا۔ مراد اس کے دماغ سے تمام رازوں کو کریدنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"اب تمہیں سو جانا چاہیے۔ تمہاری آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی ہیں تمہیں نیند آ رہی ہے اب تم ایک پرسکون نیند کے بعد خود بخود بیدار ہو جاؤ گے اور اس وقت بھی تم میرے سوال اور حکم پر ہو گے۔"

اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی گئیں وہ پرسکون ہو گیا اور گہری نیند میں ڈوب گیا۔ میں نے اپنی صلاحیتوں سے ایسی معلومات فراہم کی تھیں کہ شاید فرشتے بھی ان معلومات تک نہ پہنچ سکے۔ ڈائریکٹر جنرل سعید احمد خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے انہوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مجھے گلے لگاتے ہوئے کہا

"فرہاد، تمہارا جواب نہیں ہے تم ایسی صلاحیتوں کے مالک ہو جو انسانی کی سوچ سے اور ان کی کوششوں سے اور ان کی توقعات سے بہت بلند ہیں اب تمہیں ہمیشہ اس ادارے سے منسلک رہنا ہو گا میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گا چلو آؤ سب سے پہلے سبز کوٹھی چلیں اور ان کاغذات کو حاصل کریں۔"

وہ سب باہر جانے والے آفیسرز روم سے باہر آئے ان کے تمام ماتحت میرے ساتھ ان کی یہ بے تکلفی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ سعید احمد نے اپنے ماتحت افسر سے کہا۔

"وہ مجرم آفیسرز روم میں گہری نیند سو رہا ہے اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے ہم ابھی واپس آتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ عمارت سے باہر آئے انہوں نے اپنی کار میں مجھے اپنے برابر بٹھایا پھر سبز کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئے۔ سعید احمد سابقہ ڈائریکٹر جنرل کی طرح بوڑھے نہیں تھے ان کی ابھی خاصی عمر ہو گی لیکن وہ جوان نظر آتے تھے اور اب میری صلاحیتوں پر ایمان لا کر مجھے دوستانہ گفتگو کر رہے تھے۔ تمام راستے وہ میری ایسی تعریفیں کرتے رہے جیسے میں انسان نہیں فرشتہ ہوں۔ ان کی یہ باتیں سن کر مجھے ساحی یاد آ گئی اس کے دھڑا دھڑ فرشتے کو دیوتا کہا جاتا ہے وہ بھی میری صلاحیتوں سے متاثر ہو کر مجھے دیوتا کہا کرتی تھی۔ میں نے دیوتا کی اس حسین پجارن کو کرا بھلا ہی جلا دیا تھا۔ نہ جانے اب وہ کہاں ہو گی۔ بہرحال اتنا یقین تھا کہ وہ جہاں بھی ہو گی بخیریت ہو گی کیونکہ اسے اپنی حفاظت آپ کرنے کے گر آتے تھے ہم نے سبز کوٹھی پہنچ کر بلیک کیٹ کے بتائے ہوئے نمبروں کے مطابق آہنی الماری کے دراز کے نمبروں میں سات نمبر کا اضافہ کیا۔ نمبر مکمل طور سے سیٹ ہوتے ہی چھت کا ایک مختصر سا چوکور حصہ روشندان کی طرح کھل گیا میں نے آہنی الماری پر چڑھ کر اس روشندان میں ہاتھ ڈالا تو بہت سے کاغذات ایک فائل کی صورت میں ہاتھ آئے۔ میں نے انہیں سعید احمد کے حوالے کر دیا۔ وہ وہیں بیڈ پر بیٹھ کر ان کاغذات کا مطالعہ کرنے لگے۔ مطالعہ کے دوران ان کا چہرہ خوشی سے کھلا جا رہا تھا، پھر انہوں نے فائل کو بند کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"فرہاد تم نے اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے کہ اس کے لئے تمہیں جو بھی معاوضہ دیا جائے جو بھی انعام دیا جائے وہ کم ہے۔ تمہاری تعریف کرنے کے لئے بھی میرے پاس الفاظ نہیں ہیں حالانکہ تم یہ کارنامے انجام دے رہے ہو لیکن ان کا کریڈٹ مجھے ملے گا۔ کیونکہ تم اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے، میں اعلیٰ حکام کے سامنے صرف تمہاری ذہانت کی تعریف کر سکتا ہوں، لیکن میرے ڈائریکٹر جنرل بنتے ہی اتنا بڑی سازش کر کے نقاب کرنے کا سہرا میرے سر بندھے گا۔"

میں نے کہا۔ "آپ کو کریڈٹ ملے گا اور آپ کی ترقی ہو گی تو مجھے زیادہ خوشی ہو گی مجھے کسی قسم کی ترقی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میں ایک بہترین دوست بن کر آپ کے کام آتا رہوں گا۔"

سعید احمد نے بڑی گرمجوشی سے میرے بازوؤں کو تھام کر کہا۔

"تمہارے جیسا لوث دوستی نجانے دلاور کہاں ملے گا؟ آؤ ہم دونوں بے تکلف دوست بن کر رہیں گے۔ اگر میں تمہارے کسی کام آ سکتا ہوں تو مجھے پوری بے تکلفی سے کہہ دیا کرو مجھے ایک بہت بڑا نسر سمجھ کر مجھ سے رعایت نہ چاہا کرو۔ میں صدق دل سے تمہارے کام آنا چاہتا ہوں۔"

سعید احمد کی باتیں سن کر میں نے شتیل کے متعلق سوچا۔ پوری طرح تالوں کا ساتھ دینے کے باوجود میں شتیل کو پناہ دے کر ایک جرم کر رہا تھا۔ جب سعید احمد نے اپنے خلوص کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو میں نے کہا۔

"مسٹر سعید تالوں کا ساتھ دینے کے باوجود میں ایک چھوٹا سا جرم کر رہا ہوں۔"

سعید احمد نے اچھل اٹھ کر کہا۔ "دیکھو مجھے مسٹر نہ کہو یہ تکلف والی باتیں ہیں سیدھی طرح سعید کہہ کر مخاطب کرو اور اب بتاؤ کہ وہ چھوٹا سا جرم کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "بلیک کیٹ کے ساتھ شتیل نامی اسکا ایک باڈی گارڈ بھی خالبلک ہے وہ اس وقت میری پناہ میں ہے۔ وہ جسمانی قوت کے لحاظ سے ایک غیر معمولی انسان ہے میرا اس کا ایک بار مقابلہ ہو چکا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ دلاور کا بھائی ہے۔ اسی مقابلے کے نتیجہ میں میں زخمی حالت میں اسپتال لایا گیا تھا۔"

سعید احمد نے سر ہلا کر کہا۔ "ہاں اس کیس کی پوری رپورٹ میں نے پڑھی ہے لیکن تم نے اپنے دشمن کو پناہ کیوں دی ہے؟"

"وہ کام کا آدمی ہے اگرچہ وہ ان اہم کاغذات کے متعلق نہیں جانتا خالبلک یہ کہاں چھپا کر رکھے گئے تھے اس کے باوجود وہ بلیک کیٹ کے متعلق بہت کچھ جانتا ہے۔ بلیک کیٹ نے تنویمی عمل کے ذریعہ جتنی خفیہ پناہ گاہوں کے پتے بتائے ہیں، شتیل ان کے متعلق جانتا ہے اور ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو اب بلیک کیٹ سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔"

"پھر تو واقعی شتیل کام کا آدمی ہے لیکن وہ تو تمہارا جانی دشمن تھا، تم نے اسے دوست کیسے بنا لیا۔؟"

"اپنی صلاحیتوں سے۔"

"واقعی تم اپنی صلاحیتوں سے بڑی بڑی حکومتوں کو جھکا سکتے ہو۔ بتاؤ تم نے شتیل کیا چیز ہے؟"

میں سعید احمد کو بتانے لگا کہ کس طرح شتیل چھاتہ کا نا کام گیا میں غنڈوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ اس نے روکو جان سے مار ڈالا تھا لیکن اس کے ہاتھوں موت کے منہ میں جانے والے تھے لیکن میں نے شتیل کو اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کی دہشت سے اپنے قابو میں کر لیا تھا۔ اس کے جسم پر کئی گہرے گھاؤ تھے جو اب بھی آئے ہیں وہ بہت بری حالت میں میرے یہاں زیر علاج ہے۔ سعید احمد نے کہا کہ وہ کسی طرح سے تالوں کی گرفت سے بچا کر اسے اپنی طرف سے باقاعدہ اس کا علاج کرائے۔ سعید احمد نے کہا۔

"اچھا ہو کہ شتیل کے متعلق تم نے مجھے بتا دیا ہم اسے سلطانی گواہ بنا کر پیش کریں گے میں ابھی دفتر پہنچ کر شتیل کے لئے ایمبولنس بھیجتا ہوں پرسوں تک وہ ہمارے ہسپتال میں اس کا باقاعدہ علاج شروع ہو جائے گا۔"

میرے دل سے ایک بوجھ اتر گیا کہ اب میں شتیل کو چھپا کر کوئی جرم نہیں کر رہا ہوں۔ اب وہ تالوں کے سائے میں پہنچے گا اور میرے سامنے آ جائے گا۔ وہ تمام دن بڑی مصروفیت میں گذر گیا۔ دفتری کارروائیاں بھی ہوئیں شتیل کو اسپتال بھی پہنچا دیا گیا۔ نرس نے پھر انجکشن لگا کر واپس بھیج دیا۔ شام کو میں نے اسپتال جا کر اس سے ملاقات کی پھر سعید احمد کے ساتھ اسپیشل وارڈ میں آیا جہاں شتیل زیر علاج تھا۔ وہاں میں نے شتیل سے اشاروں کی زبان میں ہم چھ ماہ اس غیر ملکی ایجنٹ کے متعلق تباہ بس سے بلیک کیٹ اہم کاغذات کا سودا کرنا چاہتا ہے؟"

شتیل نے بتایا کہ وہ ایک انگریز ہے اور ان دنوں کراچی میں ہے۔ میں ایک بار بلیک کیٹ کے ساتھ وہاں گیا تھا میں اس جگہ کا نام اور پتہ نہیں بتا سکتا اس لئے کہ مجھے یاد نہیں ہے اگر مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ گے تو میں تمہیں وہاں تک پہنچا دوں گا۔ وہ وہی ہے اس کی کوٹھی دکھا دوں گا لیکن میں کوٹھی میں نہیں جاؤں گا۔"

"تم کوٹھی میں کیوں نہیں جاؤ گے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

اس نے جواب دیا۔ "اس کوٹھی میں ایک انگریز کی ایک نوجوان لڑکی ہے مجھے اس سے ڈر لگتا ہے۔"

میں نے حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کیا کہہ رہے ہو تم اپنے جیسے ڈیل ڈول والے دس آدمیوں پر بھاری ہو، اور ایک نوجوان لڑکی سے ڈرتے ہو؟"

"میں دراصل اس سے نہیں آگ سے ڈرتا ہوں۔"

"آگ سے اس لڑکی کا کیا تعلق ہے؟"

"وہ آگ سے کھیلتی ہے۔ آگ کے شعلوں پر رقص کرتی ہے اور کھیلتے ہی کھیلتے اپنے دشمنوں کو اس آگ میں جھونک دیتی ہے۔"

اس کی باتیں میرے پلے نہیں پڑ رہی تھیں۔ ایک لڑکی جو آگ کے شعلوں میں رقص کرتی ہو، کیا وہ خود نہیں جلتی ہو گی۔ میں نے شتیل سے یہی سوال کیا۔ اس نے جواب دیا۔

"ہاں آگ اس پر اثر نہیں کرتی، اسی لئے میں اس سے ڈرتا ہوں میرا ایک جڑواں بھائی چیتل ہے وہ بھی میری طرح گونگا ہے، میری طرح بہترین فائٹر ہے ہم دونوں بھائی ناقابل شکست ہیں ہم دنیا کی کسی چیز سے نہیں ڈرتے۔ صرف آگ سے ڈرتے ہیں۔ بلیک کیٹ نے مجھے بہت سمجھایا کہ اس لڑکی سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ لیکن سمجھانے سے کیا ہوتا ہے میں آگ سے کیسے کھیل سکتا ہوں۔؟ بلیک کیٹ عجوبہ ہو کر مجھے کراچی سے یہاں لے آیا۔ یہاں تک ہی میرا پیلا شکار تھے لیکن تقدیر سے بچ گئے۔ اور اب تم نے بڑی چالاکی سے مجھے زیر کیا ہے اور اصل ہم دونوں بھائیوں کے پاس صرف جسمانی قوت ہے، دماغ نہیں ہے بلیک کیٹ ہمیں اپنی دماغی قوت سے ہمیشہ اپنا محکوم بنائے ہوئے تھا۔ اب میں تمہاری دماغی قوتوں کے زیر اثر ہوں۔"

سعید احمد نے مجھ سے پوچھا کہ گونگا کیا کہہ رہا ہے؟ شتیل نے مجھے جو کچھ بتایا تھا وہ سعید احمد کو بتانے لگا۔ تمام باتیں سننے کے بعد سعید احمد نے کہا

- مجھے تو یہ بات کہو اس لگتی ہے کہ ایک لڑکی بے خوف و خطر آگ سے کھیلتی ہو اور آگ سے اپنے دشمنوں کو زیر کرتی ہو۔ اس سائنسی دور میں میں یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ وہ کسی جادوئی عمل کے ذریعہ ایسا کرتی ہے۔ میڈیکل سائنس میں ایسی جڑی بوٹیاں بھی دریافت کی گئی ہیں جن کے عرق سے ایک مخصوص قسم کا روغن تیار کیا جاتا ہے۔ اگر اسے ہاتھوں پر مل کر شعلے پر آگ رکھی جائے تو شعلے اس آگ سے متاثر نہیں ہوتی۔"

میں نے کہا: "بہرحال میڈیکل سائنس کے ذریعہ اگر وہ لڑکی فائر پروف بن گئی ہے تو اس کے خطرناک ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ یہ غیر ملکی جاسوس یا خطرناک قسم کے مجرم ہمیشہ اپنے ساتھ شیتل جیسے ناقابل شکست باڈی گارڈ رکھتے ہیں یا اس لڑکی جیسے عجیب و غریب انسانوں کو اپنے بہترین حربوں کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔"

- اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں سب سے پہلے اس لڑکی کو حراست میں لینا ہوگا۔"

میں نے کہا: "ہاں بشرطیکہ وہ ہمارے قابو میں آجائے۔ مجرم اپنی حفاظت کے لئے عجیب و غریب حربے استعمال کرتے ہیں وہ تیر توپ کی طرح حملہ نہیں اتر جاتے۔ ہمیں دشمنوں کو کمزور سمجھ کر ان کی طرف پیش قدمی نہیں کرنی چاہیئے۔"

سعید احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

- معلوم ہوتا ہے کہ شیتل کی طرح تم بھی اس لڑکی سے خوفزدہ ہو گئے ہو۔ بھئی سیدھی سی بات ہے شیتل ہمیں دور سے وہ کوٹھی دکھائے گا جہاں اپنے طور پر یہ معلوم کریں گے کہ اس کوٹھی میں وہ انگریز اور اس کی بیٹی موجود ہیں یا نہیں؟ اگر موجود ہوئے تو ہمارے مسلح نوجوان اس کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے اور فرار کے تمام راستے مسدود کر دیں گے۔"

میں نے سعید احمد کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "دوست! سابقہ ڈائریکٹر جنرل شبیر حسن خاں نے بھی یہی کیا تھا۔ میں نے دو بار انہیں ٹوکنے کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے مشیروں کے خلاف دو بار مجرموں کے گروہ سے گھیر لڑا لا اور دونوں دفعہ انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، بلکہ دوسری بار وہ خود ایک مجرم کے ہاتھ کا کلہ بن گئے۔ ہم اور آپ مجرموں کو گرفت میں لینے کی جو پلاننگ کرتے ہیں بعض اوقات مجرم ہماری طوطوں پلاننگ کے باوجود حیرت انگیز طور پر بچ کر نکل جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس اپنے داؤ سچ بھی ہوتے ہیں۔"

سعید احمد نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "میں تمہاری ان باتوں کو تسلیم کرتا ہوں شبیر حسن صاحب کی ناکامیاں میرے سامنے ہیں۔ میں اپنے تجربے پر فخر نہیں کروں گا، تمہارے تجربات سے فائدہ اٹھاؤں گا۔"

- مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ دانستہ آپ ایک انسر کی بجائے ایک دوست بن کر میرے مشوروں کی قدر کر رہے ہیں۔"

"تم ہمیشہ مجھے اپنا دوست ہی پاؤ گے۔ اب یہ بتاؤ کہ ہمیں پہلے کس طرح قدم اٹھانا چاہیئے؟"

میں نے کہا: "فی الحال ہم کارروائی نہیں چاہتے اس لئے کہ شیتل کسی طرح کے قابل نہیں ہے، اس کے صحیح سلامت ہونے تک آپ لاہور اور ہیڈ کوارٹر کو پناہ گاہوں پر چھاپے مارنے میں ہمارے ساتھ تعاون کرنے کا حکم دیں۔ اس سلسلے میں میری کوئی خاص ضرورت نہیں ہوگی۔ میں کچھ روز اپنے سکون سے رہنا چاہتا ہوں۔"

سعید احمد نے مجھے بخوشی اجازت دیدی کہ میں کچھ عرصے کے لئے سکون گذاروں۔ ایک طویل عرصے کے بعد مجھے سکون اور اطمینان حاصل ہوگیا۔ چند روز میں نے فرزانہ کے ساتھ آنے والے دن گذارے کہ ان دنوں کی یاد تک میرے حافظے میں موجود ہیں۔

اس دوران مجھے اطلاع ملتی رہی کہ خفیہ پناہ گاہوں پر کس طرح چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ اور بلیک گائیڈ کے آلہ کار مجرموں کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔ سعید احمد نے یہ عقلمندی کی تھی کہ تمام پناہ گاہوں پر بیک وقت ریڈ نہیں کیا تھا۔ اگر وہ باری باری ایسا کرتے تو دوسرے محتاط ہو کر فرار ہو جاتے۔ لیکن سعید احمد کے فرار ہونے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔ اس نے ڈائریکٹر جنرل کا چارج سنبھالتے ہی ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے تھے کہ اعلیٰ حکام کی طرف سے اس کی سابقہ کارکردگی کے پیش نظر اسے سراہا گیا تھا۔

ایک ہفتے کے بعد شیتل چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ اب وہ روزانہ باقاعدگی کے ساتھ ورزش کیا کرتا تھا اور اپنی جسمانی پھرتی اور قوت کو بحال کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں اس کی صحتیابی کا منتظر تھا۔ جب وہ چلنے کے قابل ہو گیا تو میں نے اس سے کہا کہ وہ مجھے اپنے لڑنے کے داؤ پیچ سکھائے۔ وہ میرا استاد بن چکا تھا۔ دن میں کئی کئی گھنٹے وہ مجھے لڑنے کی ٹریننگ دیتا تھا۔ کچھ دن میں نے اس سے اتنی سادگی کھائی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ بہرحال میں نے اس کی ہڈی پسلی توڑ کر اس سے اتنا کچھ سیکھ لیا کہ اب اس کے مقابلے پر ٹوٹ جاتا تھا وہ جتنی پھرتی سے مجھ پر حملے کرتا تھا میں اپنے بچاؤ کے لئے اس سے زیادہ پھرتی کا مظاہرہ کرتا تھا۔ گھنٹوں دنگے فنتے سے لڑنے کے بعد وہ یہ تسلیم کر لیتا تھا کہ اب مجھے زیر نہیں کر سکتا۔ ایسے وقت میں نے اس کی سوچ کو پڑھ لیا تھا کہ کب کون سا داؤ کھیلے گا۔ کیونکہ استاد داؤ پیچ سکھا کر یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنی برتری کے لئے اپنے شاگردوں سے ایک آدھ داؤ پیچ چھپا کر رکھتا ہے لیکن اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس نے بڑی فراخدلی سے مجھے سب کچھ سکھا دیا تھا۔ اس دوران سعید احمد اصرار کرتے رہے کہ میں جلد کراچی چلنا چاہیئے ان کے اصرار پر ہم ایک فلائٹ سے کراچی روانہ ہوئے اور پہنچ کر ہم نے انٹرکان میں قیام کیا۔ وہاں کے آفیشلز والوں کی طرف سے لئے دے کار میں بہلا دی گئی تھیں۔ کچھ لوگ سادہ لباس میں سعید احمد کا گارڈ اور اس کے حکم کی تعمیل کے لئے ہر وقت ہر جگہ تھوڑے فاصلے پر موجود رہتے میں ایسی احتیاطی تدابیر کو پسند نہیں کرتا تھا اس طرح دشمن فاصلہ ہو جاتی میں خاموش رہا کہ کبھی ان کی وجہ سے کوئی کام بگڑ گیا تو میں اس بگڑی کو کیسے

حالات اول تھا لیکن اس طرح سعید احمد کو عملی طور پر تنہا تجربہ ہو جائے گا۔ پھر وہ میرے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کریں گے۔

دوسرے دن ہم کاروں میں بیٹھ کر شیتل کی رہنمائی میں پل پارک کی طرف روانہ ہوئے۔ کار سعید احمد کے لئے اور دوسری کار میرے لئے مخصوص تھی۔ شیتل میرے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پل پارک کے ایک نشیبی علاقے میں کار کو لے جا کر دور انگلی اٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ جہاں ہم کھڑے ہیں وہاں سے تیسری کوٹھی میں وہ انگریز اپنی بیٹی کے ساتھ رہتا ہے۔" شیتل نے کہا۔

- اب میں آگے نہیں جاؤں گا دونوں باپ بیٹی مجھے پہچانتے ہیں۔"

میں نے اشاروں کی زبان میں اس سے کہا: "ٹھیک ہے تمہارا جانا مناسب نہیں ہے تم یہ گاڑی لے کر واپس چلے جاؤ۔"

میں نے اپنی گاڑی روکی دیدی۔ سعید احمد اپنی کار سے اتر رہے تھے۔ میں نے ہاں ہاں کر کہا کہ مجرم کس کوٹھی میں رہتے ہیں۔ ان سے باتیں کرتے ہوئے میں نے نظریں دوڑائیں۔ ہمارے پیچھے بہت دور ایک جیپ میں چار آدمی بیٹھے ہوئے میں نے سعید احمد سے پوچھا۔ "شاید یہ آپ کے آدمی ہیں؟"

"ہاں اپنے ہی لوگ ہیں یہ ہم سے اسی طرح دور رہیں گے کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔"

"ہاں عام آدمیوں کو شبہ نہیں ہو سکتا لیکن جو مجرم ہوتے ہیں اور عقابی نظریں رکھتے ہیں وہ ضرور تاڑ لیں گے کہ ہم پوری فوج کے ساتھ محاصرہ کرنے آئے ہیں۔"

سعید احمد نے کہا: "میں انہیں سمجھا دوں گا کہ وہ اپنی جیپ وہیں کھڑی رہے اور ایک دوسرے سے دور دور رہیں جب تک میرا اشارہ نہ ہو اس وقت تک وہ ایک جگہ جمع نہیں ہوں گے اور نہ ہی ہمارے قریب آئیں گے۔"

"اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو ایسا کریں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی انکی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ابھی ہم دونوں اس کوٹھی سے ذرا فاصلے پر رہ کر کسی طرح ان باپ بیٹی کو ایک نظر دیکھ لیں ان میں سے کسی ایک کو دیکھنے کے بعد ہی میں ان کی سوچ تک پہنچ سکتا ہوں۔"

سعید احمد نے کہا: "اچھی بات ہے میں اپنے آدمیوں کو واپس بھیجتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ جیپ کی طرف چلے گئے۔ میں انہیں خاموشی سے دیکھتا رہا۔ جیپ کے قریب پہنچ کر انہوں نے اپنے آدمیوں سے تھوڑی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ پھر وہ کار کی طرف لوٹ آئے۔ ان کی سوچ کے ذریعہ ان کی باتیں سن سکتا تھا۔ لیکن ہر وقت ایسا خوفناک مجھے بھی نہیں لگتی۔ پھر جبکہ میں جانتا تھا کہ جو باتیں بھی ہوں گی وہ کچھ دیر کار ہی بتا دیگی۔ انکار میں کسی پر شبہ ہوتا تو خیال خوانی کی ضرورت نہ تھی۔

تھوڑی دیر بعد سعید احمد اپنے ایک آدمی کے ساتھ واپس آگئے۔ انہوں نے اپنے آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ان باپ بیٹی کے متعلق بہت کچھ جانتا ہے، اس سے تمہیں کافی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔"

وہ شخص کہنے لگا: "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ لوگ اس کوٹھی کی طرف آنا چاہتے ہیں تو میں ہوٹل میں ہی ان باپ بیٹی کے متعلق بہت کچھ بتلا دیتا۔ وہاں جو انگریز رہتا ہے اس کا نام اسٹوفر گرے ہے اور اس کی بیٹی کا نام انجلا ہے۔ وہ خود کو استقبال کا منتظم کہتے ہیں اور ترکی کے پاسپورٹ پر آئے ہیں۔ اسٹوفر ماہر نجوم اور ستارہ شناس ہے اور بڑے بڑے کی لکیریں اور کروڑ پتی عورتیں مستقبل کا حال معلوم کرنے اس کے پاس جاتی ہیں۔ نچلے نوجوان اور دل پھینک قسم کے بڈھے انجلا کو دیکھنے جاتے ہیں۔ اسٹوفر اپنی بیٹی انجلا کو اپنی معمول بناتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اسے بہلا تا رہتا ہے لیکن پڑھے لکھے دولتمند گاہکوں کے سامنے الٹے سیدھے منتر پڑھتا ہے۔ ان کے سامنے ایک اسٹیج پر آگ دہکتی رہتی ہے اور شعلے بھڑکتے رہتے ہیں۔ انجلا اس کے حکم پر بے لباس ہو کر ان شعلوں کے درمیان چلی جاتی ہے۔ پھر آگ میں جلنے کے دوران وہ لوگوں کو ماضی حال اور مستقبل کی باتیں بتاتی ہے۔ میرا خیال ہے وہ باتیں کم سنتے ہیں اور اسے دیکھتے زیادہ ہیں کیونکہ وہ بیحد حسین ہے اور ننگا ہو کر لپکنے والا بیحد خطرناک جسم رکھتی ہے۔ اس پر غضب یہ کہ اس کے بدن پر لباس نہیں ہوتا۔ بھڑکتے ہوئے شعلے لباس کے چیتھڑوں کی طرح اسے ادھر ادھر سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جلتی آگ میں جلتے اور تپتے ہوئے بدن کا منظر بڑا ہی ہیجان انگیز ہوتا ہے۔"

اس کوٹھی میں داخلے کی فیس فی کس پانچ سو روپیہ ہے۔ اس کے علاوہ وہ مسائل حل کرنے کا معاوضہ ہزار، پانچ ہزار اور دس ہزار تک لیتا ہے۔ اس علاقے میں لوگوں کے پاس بے حساب دولت ہے وہ اسے منہ مانگا معاوضہ دیتے ہیں۔ بظاہر تو وہ ایک ماہر نجوم ہے لیکن جس انداز میں وہ ماضی حال اور مستقبل کی باتیں بتاتا ہے اور لوگوں کے مسائل حل کرتا ہے۔ باطن میں اس کا یہ انداز کیمرے ٹرانس کا ہے۔ بلکہ وہاں کا ماحول کیمرے سے زیادہ ہیجان انگیز ہوتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ہم اس کی ان حرکات کو غیر قانونی نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمارے ملک کے بیشتر شہروں میں ایسے طلسم کدے ہیں جہاں عامل حضرات اپنے علم کے ذریعہ روحوں کو طلب کرتے ہیں۔ یہاں صرف فرق اتنا ہے کہ اسٹوفر کے بنائے ہوئے ہیجنج پر کوئی روح نہیں آتی، انجلا کا جیتا جاگتا قیامت خیز بدن آتا ہے اور وہ بدن آگ کے شعلوں سے کھیل کر یہ ثابت کرتا ہے کہ انجلا ایک مٹھوس جسم رکھنے کے باوجود ایک ایسی روح ہے یا ایسا آتشی پیکر ہے جس پر آگ اثر نہیں کرتی۔ وہاں جانے والے اس منظر سے بہت متاثر ہوتے ہیں اور دونوں باپ بیٹی کے عقیدت مند بن کر آتے ہیں۔"

میں نے پوچھا: "کیا وہاں جانے کا کوئی وقت مقرر ہے؟"

اس نے جواب دیا: "جی ہاں ضرور تمند صبح نو بجے سے بارہ بجے تک وہاں جا کر اسٹوفر سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ اور اسے اپنی پریشانیاں بتاتے ہیں۔ اس وقت انجلا کسی کے سامنے نہیں آتی۔ اسٹوفر صرف آنے والوں کو شام کا وقت دیتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ اس کی بیٹی انجلا ٹھیک سات بجے آگ کے شعلوں میں نہائے گی، اور انہیں ان کی پریشانیوں کا سبب بتائے گی، اور ان کا حل پیش کرے گی۔ یہ تماشہ صرف آدھ گھنٹے کے لئے ہوتا ہے اس کے بعد ضرور تمند تماشائی رخصت ہو جاتے ہیں۔ آٹھ بجے کے بعد اس کوٹھی میں سناٹا چھا جاتا ہے۔"

بنتے کی ملاقات اپنے آپ میں مکمل اہرام کرتے ہیں۔ اور کسی کو ملاقات کا وقت نہیں دیتے۔ بس میری معلومات یہیں تک ہے۔"

میں نے پوچھا: "کیا واقعی وہ لوگوں کے مسائل حل کر دیتا ہے اور انہیں ان کی پریشانیوں کا سبب بتا دیتا ہے؟"

"جی ہاں، میں نے ایک دولتمند بوڑھے سے ملاقات کی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ اسٹونر صحیح معنوں میں ایک عالم ہے۔ اس نے اس بوڑھے کے ماضی اور حال کی باتیں بڑی تفصیل سے بتا دیں۔ جو کچھ بھی اس نے بتایا اس میں ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں تھا۔ پھر اس نے بڑھے کو مستقبل کے لئے بہترین مشورہ دیا تھا۔"

میں نے پوچھا۔ "وہ مشورہ کیا تھا؟" اس شخص نے جواب دیا۔

"اسٹونر نے اس بوڑھے سے کہا تھا کہ وہ کسی جوان لڑکی سے شادی کرلے۔ بڈھا بہت خوش ہوا، کیونکہ اس نے اس کی خواہش کے مطابق مشورہ دیا تھا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ اسٹونر ماہر نفسیات بھی ہے۔" میں کچھ دیر تک خاموش کھڑا سوچتا رہا۔ سعید احمد نے پوچھا: "کیا سوچ رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا: "ہمارے کسی طرح بھی تعاون گرانت میں نہیں رہے سکتے۔ اس کے خلاف ہمارے پاس کرنے کو ثبوت نہیں ہے۔ اس بات کا علم صرف ہمیں ہے کہ اسٹونر بلیک گائیڈ ہے۔ ہم کاغذات کا سودا کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمارے کسی دشمن ملک کا ایجنٹ ہے لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ ہم اس کوٹھی پر چھاپہ ماریں تو کوئی ثبوت ہمارے ہاتھ لگ جائے وہ اتنا احمق تو نہیں ہوگا کہ جہاں رہتا ہے وہاں اپنے سکے میں پھانسی کا پھندا ڈالنے کے لئے کچھ ثبوت بھی رکھتا ہو۔ ہمیں ثبوت حاصل کرنے کے لئے نئی اور اچھی چوٹی کی چال چلنی ہوگی۔ ہم اس کی دن رات کی مصروفیات پر کڑی نظر رکھیں گے۔"

"تو کیا ہم اس وقت یہ بھی واپس چلے جائیں؟" سعید احمد نے پوچھا

میں نے جواب دیا۔ "نہیں کام آج ہی سے شروع ہوگا۔ ہم میں سے کسی ایک کو وہاں ضرورت مند بن کر جانا چاہیے اور خود مشاہدہ کرنا چاہیے کہ وہاں کیا ہوتا ہے؟"

سعید احمد نے کہا: "اس کے لئے تو تمہیں جانا چاہیے۔"

میں نے انکار میں سر ہلایا۔ "وہاں کا لڑکا رتھا کہ اس کے ماتحت سے [illegible]

آپ جانتے ہیں کہ میں ہزاروں میل دور رہ کر بھی ہر جرائم کی حالات [illegible] نے مجھے صرف ایک آلہ کار کی ضرورت ہے آپ اپنے ماتحت کو وہاں بھیجیں وہ وہاں جا کر اسٹونر سے ملاقات کرے گا اور اس سے باتیں کرے گا۔ میں آپ کے ماتحت کی سوچ کے ذریعے یہاں بیٹھے ہوئے اسٹونر کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا۔"

سعید احمد حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ جب انہیں میری صلاحیتوں پر یقین آتا تھا تو وہ اسی سے عقیدتمند بن جاتے تھے۔ وہ کچھ سوچنے لگے اور پھر اپنے ماتحت سے کہا۔

"واجد تم ایک ضرورتمند بن کر ابھی اس کوٹھی میں جاؤ اور اسٹونر سے ملاقات کرو۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم ذاتی مشاہدہ کرو اور وہاں کی مکمل رپورٹ پیش کرو۔ یہ بتتے وقت سعید احمد پھر یہ بھول گئے تھے کہ ان کے ماتحت واجد کو [illegible] یا اس آکر رپورٹ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں اس کے دماغ سے [illegible] پہلے ہی سب کچھ معلوم کر لوں گا۔ میں نے کہا۔

واجد کو اس کوٹھی سے واپس آکر ہم سے ملاقات نہیں کرنی چاہیے [illegible] کہ اسٹونر اس پر شک کرے اور اپنے آدمی اس کے پیچھے لگا دے۔ [illegible] سے حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ ہم اس کے اطراف جال بچھا رہے ہیں۔ واجد کو چاہیے کہ اسٹونر کی کوٹھی سے مکمل کر سید عاصر نتر چلا جائے، جب ہم ضرورت سمجھیں گے [illegible] سے ملاقات کر لیں گے۔"

میری بات سعید احمد کی سمجھ میں آگئی، انہوں نے واجد کو [illegible] سے کہنے کا طریقہ سمجھا کر کہا۔ واجد حکم کی تعمیل کے لئے وہاں سے چلا گیا۔ اس کے [illegible] ساتھی بھی، مال سے رخصت کر دیئے گئے۔ میں اور سعید احمد کار کی اگلی سیٹ [illegible] جاتے ہوئے واجد کو دیکھتے رہے۔ جب وہ تیسری کوٹھی کے احاطے [illegible] داخل ہو گیا تو میں نے سعید احمد سے کہا۔

"اب ہمیں وہاں سے چلنا چاہیئے ہم ہل پارک کے کسی گوشے میں جا کر [illegible] بیٹھیں گے۔ آپ ٹارگٹ ڈسکس کریں۔ اس دوران میں واجد سے دماغی رابطہ قائم کر کے [illegible] رہوں گا۔"

وہ میرے مشورے کے مطابق کار کی ڈرائیو کرتے ہوئے ہل پارک کی [illegible] جانے لگے۔ میں نے سیٹ کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں بند کر لیں [illegible] دماغ کی آنکھوں سے واجد کو دیکھنے لگا۔ اس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ واجد اس [illegible] ہال میں گیٹ کو دیکھنے بعد برآمدے کو دیکھتا ہوا کسی ملازم کو ڈھونڈ رہا تھا۔ [illegible] کھولا اور اسے اندر آنے کے لئے کہا۔ اندر ریسپشن روم میں دو اور عورتیں [illegible] بیٹھے ہوئے تھے۔ [illegible] اپنی اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ واجد ہمیں ان کے قریب [illegible] گیا۔ ایک لڑکی نے کاغذ پر کچھ لکھا اور واجد [illegible] ہال میں لے جانے کے لئے [illegible] کا نام پتہ اور ملاقات کی نوعیت [illegible] کاغذ پر لکھنے لگا۔ اس نے نام، پتہ، [illegible] اسٹونر سے ملاقات [illegible] کے دفتر میں ملازم ہے۔ اس نے [illegible] ایک صفحہ پر لکھا۔ ملاقات کے سلسلے میں اس نے لکھا کہ [illegible] پہلے سے قبل نہیں ہے اور وہ اپنی آئندہ زندگی کے متعلق اہم مشورے لینا چاہتا ہے جب اس نے لکھ کر قلم رکھ دیا تو لڑکی سیکرٹری نے اس کاغذ کے پیلے [illegible] اٹھایا پھر اس کے بعد کوٹھی کے کسی درجے حصے میں چلی گئی۔ واجد [illegible] سگریٹ سلگا کر اس کے کش لگاتے ہوئے سوچنے لگا۔ بہت دنوں سے [illegible] قریب سے دیکھنے کی خواہش تھی آج ڈائرکٹر جنرل صاحب کی مہربانی سے [illegible] پوری ہو رہی ہے۔ سنا ہے کہ بڑی غضب کی جوانی ہے۔ شعلہ جوالہ [illegible] ایسی لگتی ہے جیسے سونا تپ کر کندن بن رہا ہے۔

واجد سوچ رہا تھا اور میں اس کے خیالات کو [illegible] کر رہا تھا۔ [illegible] کر رہی تھیں کیونکہ ہر جوان مرد انجلا جیسی حیات کے متعلق [illegible]

دوسری سوچ: "پتہ نہیں کیوں میں بے تکی باتیں سوچے جا رہا ہوں۔ ہوں گے کہاں؟ ابھی تو وہ یہاں سے ذرا دور تیسری کوٹھی کے سامنے اپنی کار کے پاس کھڑے ہوئے ہیں۔ تعجب ہے کہ میں بے وجہ بے مقصد ایسی باتیں سوچ رہا ہوں۔" میں نے ہتھیلیوں سے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ سعید احمد نے چونک کر پوچھا۔

"کیا بات ہے تمہاری آنکھوں سے پریشانی ظاہر ہو رہی ہے۔؟"

میں نے جواب دیا۔ "کچھ نہیں کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ واجد اپنے اور ہمارے متعلق اسٹونر کو سب کچھ بتا رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟ کیا نہیں واجد ایسا آدمی نہیں ہے۔ وہ خواہ مخواہ ایک مجرم کو ہمارے متعلق کچھ نہیں بتائے گا۔"

"میں آپ کی بات تسلیم کرتا ہوں لیکن وہ اداسنگ میں بھید کھول رہا ہے آپ کو یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ مجرم بھی ٹیلی پیتھی کا ماہر ہے۔ ابھی میں واجد کے ذہن میں جھانک رہا تھا۔ وہاں میں نے مثبت اور منفی سوچوں کے سوال و جواب سنے منفی سوچ بہت ہی توانا اور تحکمانہ تھی اور واجد کی سوچ کے ذریعہ اسکی اصلیت اگلوا رہی تھی۔"

سعید احمد حیرانی سے آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میری باتیں سن کر انہوں نے کہا۔

"اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ واقعی خیال خوانی کا ماہر ہے۔ تمہارا کہنا درست ہے جیسے ایک آدمی ہے۔"

"جی ہاں بیٹی آگ سے کھیلتی ہے اور باپ میری طرح دوسروں کے خیالات پڑھ لیتا ہے۔ اب آپ خود ہی سوچیں کہ وہ ہم سب کے ذہنوں میں جھانک کر کس طرح آسانی سے اپنے بچاؤ کی تدبیر کر سکتا ہے اور کتنی ہی دماغی چالوں سے ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"فرار تو ہمارا بھی پیش بندی کا کام آگئی۔ اگر میں نے تر توڑ اسے گرفتار کرنے کی کوشش کرتا تو وہ بڑی آسانی سے بچ کر نکل جاتا اب تو اس کی آگ دن ناپنے کے لئے بڑی زبردست پلاننگ کی ضرورت ہے۔"

"جی ہاں سب سے پہلے تو ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ ہمارا اور اس کا سامنا نہ ہو۔ وہ ہماری آنکھوں کے ذریعہ یا ہماری آنکھ سے کہ ذہن ہمارے دماغوں میں جھانکنا شروع کر دے گا۔ میں نے کبھی ایسے مجرم کے متعلق سوچا تک نہ تھا جو میری ہی صلاحیتیں اور حربے لیکر کبھی ہمارے سامنے آئے گا۔"

سعید احمد نے پوچھا: "اگر ہم اس کا سامنا نہیں کریں گے تو پھر وہ کیسے گرفت میں آئے گا؟"

"سامنا تو کرنا ہی ہوگا لیکن اس طرح کہ وہ ہم پر شبہ نہ کر سکے۔ ہمیں اپنی سوچ پر کنٹرول کرنا ہوگا۔ اس کے سامنے جب بھی ہمارے دماغ میں متضاد سوچ پیدا ہو۔ کھیل اور کھیلنے والے خیالات جنم لیں تو ہمیں اس وقت محتاط ہونا پڑے گا۔ آپ انٹیلیجنس کے ڈائرکٹر جنرل ہیں لیکن آئندہ اپنی اصلیت چھپانے کے لئے آپ کو تنہائی میں بھی یہ سوچنا ہوگا کہ آپ ایک بزنس مین ہیں اور کاروبار کے سلسلے میں لاہور سے کراچی آئے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہم اپنا نام بھی بدل

دوسری سوچ: "ہاں مجھے اسٹونر کے کس قسم کی باتیں [illegible] سوچ لینا چاہیئے فی الحال تو میں اس سے یہی کہوں گا کہ میں آپ [illegible] ہوں اور کاروبار بڑھانے کے لئے کسی [illegible] کوشش میں ہوں کیا ایسا کوئی نمائندہ مجھے مل سکے گا؟ پھر اسٹونر [illegible] کے لئے شام کا وقت دے گا پھر شاید اسٹونر کی حسین بیٹی شام [illegible] آگ کے شعلوں میں کھڑی ہو کر مجھے مشورے کی دعوت دے۔ [illegible] اس آگ والی کے لباس بدن سے آنکھیں سینکتا رہوں گا۔"

پہلی سوچ نے مداخلت کی: "اس طرح جاسوسی کیا ہو سکے گی، میں [illegible] کر لپسٹ کیا دوں گا؟"

دوسری سوچ نے کہا: "رپورٹ کیا دینی ہے میں جو تماشا یہاں دیکھوں [illegible] ڈائرکٹر کے سامنے پیش کر دوں گا۔ انہوں نے میرے ذمہ اتنا [illegible] ہے کیا اس سے زیادہ اور کیا کروں گا۔"

پہلی سوچ: "ہاں! ڈائرکٹر جنرل۔ ویسے ڈائرکٹر جنرل اس وقت کہاں [illegible]

دیں گے کیونکہ واجد کے ذریعہ اسے ہمارے نام اور آپ کے عہدے کا پتہ چل چکا ہے یہ آپ نے اچھا کیا کہ واجد کو اسٹوفر کی کوٹھی سے سیدھا دفتر جانے کے لئے کہا اگر وہ وہاں سے ہمارے پاس آتا اور ہم سے گفتگو کرتا تو ممکن تھا کسی طرح وہ بھی میری چال چلتا لیکن واجد کی سوچ کے ذریعہ ہماری گفتگو اور لہجے کی ڈور کو تھام کر ہمارے دماغ تک پہنچ جاتا۔"

"واقعی ہم نے دانشمندی کی ہے کہ واجد کو اپنے سے دور رکھا لیکن جب بھی میں رفعت چاؤں گا واجد سے سامنا ہوگا اور اسٹوفر اس تاک میں بیٹھا ہوگا کہ وہ اس کے ذریعہ ہماری اصلیت تک پہنچے۔"

"سعید صاحب بڑی احتیاط کی ضرورت ہے میرا مشورہ ہے کہ اب آپ دفتر ہی نہ جائیں ایسا پریوں کریں کہ واجد سے پہلے آپ دفتر پہنچیں اور یہاں کے سینیئر افسر کو مشورہ دیں کہ وہ واجد کو ایک ماہ کے لئے عارضی طور پر ملازمت سے برخاست کرے اس کے لئے واجد کی کوئی غلطی تلاش کی جائے تاکہ خیال پڑھنے والے اسٹوفر کو اس کا یقین ہو جائے کہ اسے کسی احتیاطی تدبیر کے باعث ملازمت سے الگ نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسے کسی غلطی کی سزا دی جا رہی ہے اس طرح اسے اس بات کا علم نہیں ہوگا کہ ہم اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے واقف ہو گئے ہیں۔"

سعید احمد نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی دفتر جاتا ہوں اور وہاں کے سینیئر افسر سے ملاقات کر کے واجد کو عارضی طور پر اس طرح ملازمت سے برخاست کراؤں گا اور یہ بھی کہوں گا کہ ایک ماہ تک اسے ایشیا بینس کی عمارت میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے۔"

"اس کے علاوہ اور بھی احتیاطی قدم اٹھانا ہے مثلاً یہ کہ واجد کو ہماری سائنٹفک کالم سے ہمیں فوراً ہی وہ ہوٹل چھوڑ کر کہیں اور دوسری جگہ منتقل ہونا پڑیگا جو سرکاری گاڑیاں ہمارے استعمال میں ان کے نمبروں سے بھی واجد واقف ہے وہ بیچارہ ہمارا دشمن نہیں ہے لیکن نادانستگی میں اسٹوفر کو آسانی بنا دے گا اور اسکے لئے سہولت فراہم کر رہا ہے گا۔ لہٰذا ہمیں گاڑیاں بھی بدل دینی چاہئیں۔ اب آپ یہ بتلائیں کہ ہم ہوٹل چھوڑ کر فوراً ہی کہاں منتقل ہو سکیں گے۔"

سعید احمد نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"یہاں ڈنس بے کے ساحل پر میرے ایک دوست کا فارم ہے، ہم فی الحال وہاں چلے جائیں گے میں ان کا سامنا سے تقریباً دو تین گھنٹے میں روانہ ہو جاؤں گا لیکن ایک بیگ میں ضروری کپڑے ساتھ لے جائیں۔"

میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے آپ یہ گاڑی لے جائیں۔"

تھامپسن وگرام سے الگ ہونے کے بعد وہ گاڑی لے کر چلے گئے ان کے جانے کے بعد میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہال پار کر کے اس سرے پر آ گیا جہاں سے دور نشیمی حصے میں اسٹوفر کی کوٹھی نظر آ رہی تھی میں ایک درخت سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا چند لمحوں تک اس کوٹھی کو دیکھنے کے بعد میں نے آنکھیں بند کر لیں اور پھر سے واجد کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ لیسپشن روم میں اس کے سوا جو عورت منہ بیٹھے ہوئے تھے وہ اسٹوفر سے ملاقات کرنے کے بعد رخصت ہو گئے تھے۔ اب واجد کی باری تھی۔

لیڈی سیکرٹری اسٹوفر کے کمرے تک اس کی رہنمائی کر رہی تھی۔

اسٹوفر نے اپنے کمرے کو خالص شرقی انداز میں سجا رکھا تھا ہال کی دیواریں اور قالین وغیرہ نہیں تھے۔ کمرے کے ایک حصے میں چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ بڑے گاؤ تکیے رکھے ہوئے تھے۔ جن کے غلافوں پر ریشمی سنہری دھاگوں سے بوٹے بنا ہوا تھا۔ ایک اونچے سے لاؤنج سوز میں انگارے دہک رہے تھے اور ان پر خوشبودار دھواں اٹھ رہا تھا کمرے کی محدود فضا میں پھیل رہا تھا۔ واجد کمرے میں داخل ہو کر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اور میں اس سے بہت دور رہ کر روانت کے سائے میں کھڑا ہو کر اس کے دماغ میں جھانک کر وہاں کا نظارہ کر رہا تھا ٹیلی پیتھی کا علم ایسا ہی ہے میں ہزاروں میل دور بیٹھ کر بھی سات پردوں کے پیچھے جھانک کر منٹ منٹ کے تماشے دیکھتا رہتا ہوں۔ میرے سامنے ذہن کی سکرین پر فلم سی چلتی رہتی ہے اور آہنی دیواروں کے پیچھے چھپی ہوئی باتیں اور چہرے کردار میرے سامنے متحرک ہو جاتے ہیں۔

اسٹوفر ایک سنہری لبادے میں ملبوس، گاؤ تکیوں کے درمیان براجمان بیٹھا تھا۔ اس کے سر پر ایک بڑی سی پگڑی تھی۔ اس کے سفید درمیانی سرخی مائل داڑھی بہت سجی ہوئی تھی۔ جب اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا واجد ایک قدم سے لڑکھڑا گیا۔ واجد کی سوچ مجھے بتا رہی تھی کہ اسٹوفر کی آنکھیں جگہ جگہ دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح ہیں وہ انگارہ آنکھیں واجد کے دماغ پر چھا گئیں اور وہ بے اختیار ان آنکھوں کے سامنے جھکتا جا رہا تھا۔ اس کا سر کانپ رہا تھا اور اب وہ پھسلنے فرش پر دوزانو ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

تب ایک بھاری بھرکم گونجتی ہوئی سی آواز واجد کے دماغ میں آئی۔ اسٹوفر حاکمانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"واجد جھوٹ انسان کو اندر سے کھوکھلا کر دیتا ہے ہمارے ملک کا قانون رکھا ہوا ہے اس میں تم نے لکھا ہے کہ تم ایک بزنس مین ہو۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے؟"

واجد کی سوچ نے مجھے اس کی آنکھوں کے متعلق جو کچھ بتایا اور واجد کی بھاری بھرکم آواز سن کر اس سے پتہ چل گیا کہ اسٹوفر صحیح معنوں میں ہپناٹزم جانتا ہے اس نے اپنی آنکھوں کو اس حد تک پرکشش بنا لیا تھا کہ واجد صحرا کا ضدی اور کھلنڈرا سی طبیعت کا نوجوان اس کی آنکھوں کے سامنے جھک گیا تھا۔ ہپناٹزم کے عمل میں آواز کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ اور اسٹوفر کی بھاری بھرکم آواز اور حاکمانہ لہجے پر پوری قدرت حاصل تھی۔ واجد کا دماغ بتا رہا تھا کہ اس کی ایک آواز کتنے ہی زہریلے نشتروں کی طرح اس کے دماغ میں چبھ رہی تھی اور وہ اس کی کسی بات سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

واجد نے لرزتی ہوئی آواز میں اپنے جھوٹ کا اعتراف کیا۔

"جی ہاں میں بزنس مین نہیں ہوں ایک ملازم ہوں۔"

کمرے کی محدود فضا میں پھر اسٹوفر کی آواز گونجنے لگی۔

"ہاں تم ملازم ہو۔ پرائے گھروں کے بھیدی ہو۔ ایسے ہی جاسوس کہا جاتا ہے۔"

واجد نے عقیدت سے سر جھکا کر کہا۔

"آپ واقعی عالم ہیں آپ سے کوئی بات چھپی نہیں ہے۔ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے آئندہ کوئی بات آپ سے نہیں چھپاؤں گا۔"

"تم یہاں صرف جاسوسی کے لئے نہیں آئے تم اپنے دل میں ایک آرزو مچلتی ہوئی لے کر آئے ہو۔ چھپاؤ صاف صاف بیان کرو۔"

واجد بوکھلا گیا۔ اس کے دل میں اس عالم کی بیٹی کی آرزو مچل رہی تھی اب کیا وہ انجلا کے لباس بدن کا نظارہ کرنے آیا ہے؟

اتنی دیر میں اسٹوفر کی آواز کو اور اس کی گفتگو کے لہجے کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا اور اب اس کے دماغ میں جھانکنے کے قابل ہو گیا تھا مجھے چپ چاپ سوچ کر پڑھنا تھا اور اس بات کا خاص خیال رکھنا تھا کہ میری کوئی سوچ اس کے دماغ تک نہ پہنچے یہ اسی وقت ہوتا جب میں اس کے دماغ پر دستک دیتا اور اس کے سوچ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا۔ میں چپ چاپ اس کی سوچ کا سلسلہ ٹوٹتا رہا۔ اس وقت بھی میں واجد کو اسٹوفر کے دماغ کو پڑھنے لگا۔

اس وقت واجد اس کشمکش میں مبتلا تھا کہ وہ کس طرح اسٹوفر کو بتائے کہ وہ اس کی بیٹی کے لئے آیا ہے۔ واجد سوچ رہا تھا اور اسٹوفر اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔

اسٹوفر واجد کو گہری نظروں سے دیکھتا ہوا سوچ رہا تھا۔

"انسان کتنا کمینہ اور بزدل ہوتا ہے کسی کی بیٹی کو بے لباس دیکھنے کے لئے لیکن بیٹی کے باپ کو دیکھ کر سارا عشق دھرا کا دھرا رہ جاتا ہے۔ انسان ایسا کیوں کرتا ہے جس کا اظہار وہ پوری دلیری سے دوسروں کے سامنے کرے یہ بیوقوف جو میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے یہ میرا بہترین آلہ کار بن سکتا ہے اسٹیلینس کے بہت سے راز ہم تک پہنچائے گا اور یہ کام انجلا اس طرح نہیں کر سکتی۔ یہ سوچ کر اس نے پھر اونچی گونجتی ہوئی آواز میں کہا۔

"واجد تم کس کشمکش میں مبتلا ہو تم لاکھ چھپانا چاہو پھر بھی تمہارے دل کی بات بتا دے گا۔ ہم تمہارے چہرے پر ایک حسین و شیزہ کی جھلکیاں دیکھ رہے ہیں وہ دوشیزہ کون ہے یہ ہم نہیں جانتے ہے لیکن اس کے بارے میں تم جو کچھ سوچو گے ہم جان جائیں گے۔ اگر تم اس دوشیزہ کو ہمارے سامنے سرخرو کر دو گے تو ہم تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے۔"

اسٹوفر کہہ رہا تھا اور واجد خیالوں کے اڑن کھٹولے میں اڑا جا رہا تھا اس کے ساتھ حسین انجلا بھی تھی۔ اس نے فوراً ہی آگے بڑھ کر اسٹوفر کے گھٹنوں کو چھوتے ہوئے کہا۔

"آپ واقعی پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ آپ دلوں کا حال معلوم کر لیتے ہیں۔ سب کچھ جانتے ہیں تو مجھے یہ بتا دیں کہ وہ دوشیزہ کون ہے؟ وہ مجھے کب ملے گی؟ اور کہاں ملے گی؟"

"وہ تمہیں ابھی ملے گی اور یہاں ملے گی۔"

واجد مارے خوشی کے اپنی جسامت سے زیادہ پھیل گیا اسٹوفر خاموش ہو گیا تھا لیکن اس کی آواز چاروں طرف گونجتی ہوئی لگ رہی تھی۔ ابھی ملے گی اور یہاں ملے گی۔ لبان سوز کا دھواں انجلا کے نچلے جسم کی طرح بل کھا رہا تھا اور اپنی زبان اور بے زبانی سے کہہ رہا تھا۔ میں ابھی ملوں گی اور یہاں ملوں گی ہر لمحہ انجلا کی چاہت میں اور اس کی طلب میں اضافہ کر رہا تھا۔

اسٹوفر اس کے چہرے کی بدلتی ہوئی کیفیت کو پڑھتا جا رہا تھا اس نے پھر تحکمانہ انداز میں کہا۔

"اس دوشیزہ تک پہنچنے کے لئے لازمی ہے کہ پہلے تم جھوٹ سے توبہ کرو اور یہ یقین دلاؤ کہ ہمیشہ سچ بولو گے؟"

واجد نے اپنے گالوں پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا۔ "میں جھوٹ سے توبہ کرتا ہوں اگر ایک دوشیزہ کو حاصل کرنے اور ایک خوشحال مستقبل کے لئے سچ بولنا پڑے تو اس سے اچھی کیا بات ہوگی؟"

"تو پھر سچ بتاؤ تم خود یہاں آئے ہو یا بھیجے گئے ہو؟"

"میں خود یہاں آنا چاہتا تھا لیکن میری آمد ابھی اتنی نہیں ہے کہ میں آپ کی نفیس اور ارکسٹا آج اتفاق سے دفتری کام نکل آیا اور جس سلسلے میں میرے افسر نے مجھے یہاں بھیجا ہے وہ باتیں آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔"

"ہاں ہم سب کچھ جانتے ہیں لیکن تمہاری سچائی کو آزمانا چاہتے ہیں بولو تم کس حد تک سچ بول سکتے ہو ہم سننا چاہتے ہیں۔"

واجد سوچنے لگا کہ کیا میں تاروں کی میں یہاں ڈائرکٹر جنرل کے ساتھ آیا ہوں۔

اسٹوفر نے کہا۔ تم پھر اس کشمکش میں مبتلا ہو کہ تمہیں سچ بولنا چاہیے یا نہیں۔ کیا اس طرح تم اس دوشیزہ تک پہنچ سکو گے؟ یا ہم بتا دیں کہ تم اس کوٹھی کے باہر اپنے ڈائرکٹر جنرل کے ساتھ آئے تھے؟"

واجد چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ ہر لمحہ یہ سوچ کر متاثر ہو رہا تھا کہ اسکے سامنے جو عالم بیٹھا ہوا ہے وہ غیب کی باتیں جانتا ہے اور اس سے کچھ چھپایا نہیں جا سکتا۔

اسٹوفر نے کہا۔ میں پھر تمہاری سچائی کو آزماتا ہوں اب بتاؤ کہ ڈائرکٹر جنرل کے ساتھ وہ دوسرا آدمی کون تھا؟"

واجد نے سوچا فرہاد صاحب کا تعلق ہمارے محکمے سے نہیں ہے وہ صرف ڈائرکٹر جنرل کے دوست ہیں ان کے متعلق کہنے میں حرج نہیں ہے یہ سوچ کر وہ کہنے لگا۔

"وہ دوسرا شخص ہمارے ڈائرکٹر جنرل کا دوست ہے اس کا نام فرہاد ہے ان کے درمیان اتنی گہری دوستی ہے کہ ڈائرکٹر جنرل اہم معاملات میں اس سے مشورہ لیتے ہیں۔"

اسٹوفر نے کہا۔ تو تم یہاں بھیجنے کا مشورہ بھی اسی فرہاد نے

دیا تھا؟"

"جی ہاں فرہاد نے ڈائریکٹر جنرل کو الگ لے جا کر کچھ کہا تھا۔ ڈائریکٹر جنرل نے اس کی باتیں سننے کے بعد مجھ سے کہا کہ میں یہاں آ کر آپ کے متعلق معلومات حاصل کروں۔"

"وہ میرے متعلق کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"وہ آپ کے خلاف ٹھوس ثبوت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"کس بات کا ثبوت؟"

"اس بات کا ثبوت کہ آپ دشمن ملک کے ایجنٹ ہیں۔"

"انہیں اس بات کا شبہ کیسے ہوا کہ میں کسی ملک کیلئے کام کرتا ہوں؟" واجد نے جواب دیا۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ آپ کس سے اہم کاغذات کا سودا کر رہے ہیں۔"

اسٹوفر ایک سے سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اب تک وہ بڑے اطمینان سے بیٹھا تھا لیکن اہم کاغذات کی بات آتے ہی وہ یوں محسوس کرنے لگا جیسے سکے جا رہے ہوں۔ طرح خطرات منڈلا رہے ہوں۔ اس نے واجد سے پوچھا۔

"کیا تم نے خود ان کی باتیں سنی تھیں؟"

"جی ہاں آپ کی کوٹھی کے باہر وہ یہی باتیں کر رہے تھے۔"

انہوں نے اتوں کے دوران یہ بھی کہا ہو کہ وہ کیا اس شخص سے اہم کاغذات کا سودا کر رہا ہوں؟"

میں اسٹوفر اور واجد سے دور درخت سے ٹیک لگائے ہوئے ان کی باتیں سن رہا تھا مجھے یاد آیا کہ میں نے تھوڑی دیر پہلے واجد کے ساتھ جو گفتگو کرتے وقت ان اہم کاغذات کا ذکر کیا تھا اور اسوقت یاد کرنے سے میں بلیک گائیڈ کا نام بھی لیا تھا یہ نام واجد کے ذہن سے نکل گیا تھا لیکن جب اسٹوفر نے یہ پوچھا کہ کس شخص سے کاغذات کا سودا کر رہا ہے تو اسے بلیک گائیڈ کا نام یاد نہیں آیا۔ وہ اسٹوفر کے سامنے غلط بات نہ کرنا چاہتا تھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ کوشش کے باوجود اس شخص کا نام مجھے یاد نہیں آ رہا ہے۔"

اس دوران اسٹوفر واجد کی سوچ کو پڑھتا رہا اور اس کی سوچ کے ذریعہ اس نے سمجھ لیا تھا کہ واقعی وہ بہت دیر سے نام یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہے مگر اسے یاد نہیں آ رہا ہے۔ اس نے کہا۔

"تمہیں نادم ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہارے سچ اور جھوٹ کو اچھی طرح سمجھتا ہوں تم نے اس شخص کا نام یاد کرنے کی کوشش کی ہے مگر وہ نام تمہارے ذہن سے مٹ گیا ہے۔ کوئی بات نہیں ویسے کیا تم یہ بھی نہیں جانتے کہ جس شخص سے کاغذات کا سودا ہو رہا ہے وہ کس ملک سے تعلق رکھتا ہے؟ دوران ریڈیو اس ملک کے کس شہر میں اس کا ٹھکانا ہے؟"

"میں اس سلسلے میں بھی کچھ نہیں جانتا۔"

"اچھی بات ہے میں خود اپنے علم سے معلوم کر لوں گا تم ڈائریکٹر جنرل اور فرہاد کی قیام گاہ کا پتہ بتاؤ۔"

وہ دونوں نائٹ کلب کے کمرہ نمبر سات میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

اسٹوفر نے چونک کر پوچھا۔

"وہ ہوٹل میں کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں کیا وہ دونوں کہیں باہر گئے ہیں؟"

"جی ہاں وہ دونوں لاہور سے آئے ہیں۔"

لاہور سے۔؟" اسٹوفر سوچنے لگا۔ لاہور میں دشمن ملک کا ایجنٹ رہتا ہے میں اسی سے اہم کاغذات کا سودا کرنا چاہتا تھا۔ پھر فرہاد اس سے کہا تھا وہ ایک ہفتے بعد کراچی آئے گا اور یہاں آ کر سودا پکا کرے گا۔ وہ یہاں اس کے انتظار میں بیٹھا ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ انٹیلیجنس والوں کی گرفت میں آ گیا ہے۔ ڈائریکٹر جنرل اور فرہاد کو ان اہم کاغذات کا پتہ چل گیا ہے اسی لئے وہ میرے سر پر آ پہنچے ہیں۔ اونہہ مجھے ان کی پروا نہیں ہے۔ پولیس افسروں اور فرہاد جیسے مچھروں کو اپنی انگلیوں پر نچاتا ہوں۔ میرے ان کے دماغ تمہارے جیسے گاہکوں کو الو بنا کر الٹ کر رکھ دوں گا۔ میرے ذرا سے تعاون سے کام بنا ہوگا۔ ابھی میں فضل کو پولیس والوں سے نپٹنے کیلئے ایک دوسرے ملک کے ایجنٹ سے بھی ایک اہم مائیکرو فلم کا سودا کرنا ہے۔ فی الحال دھرم ویر بلیک گائیڈ کی طرف سے مجھے ملنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے اہم کاغذات پولیس والوں کے ہاتھ لگ گئے ہوں۔ یہ معلوم کرنا کوئی بڑی بات تو نہیں ہے۔ ابھی میں واجد کو انجلا کے پاس بھیجتا ہوں وہاں انجلا اس سے لگاوٹ کی باتیں کر کے اسے بوتل میں اتار لے گی اور میں یہاں تنہائی میں بیٹھ کر دھرم ویر کے دماغ میں جاسوسی کے اس طرح مجھے تمام حالات کا علم ہو جائے گا کہ وہ کس طرح قانون کی گرفت میں آیا ہے اور وہ اہم کاغذات کہاں ہیں؟"

اسٹوفر کی سوچ کو پڑھتے ہی میں نے فوراً ویر کے لئے آنکھیں بند کر دیں۔ اس وقت بڑی ہی مشکل سچوایشن تھی۔ اسٹوفر اگر بلیک گائیڈ کے ذہن تک پہنچ جاتا تو اس کی سوچ کے ذریعہ اس کی گرفتاری کے تمام حالات سے واقف ہو جاتا۔ بلیک گائیڈ اس کے اشارے پر ناراضگی میں سوچ بیٹھتا یعنی یہ بھی سوچ بیٹھتا کہ اسے گرفتار کرانے والا فرہاد ہے اور وہ کہ فرہاد ٹیلی پیتھی کا ماہر ہے اس طرح اسٹوفر کے علم میں یہ بات آ جاتی کہ دشمن کی طرف سے فرہاد ہی جو شخص اس سے ٹکرانے آیا ہے وہ بھی ہپناٹزم کا ماسٹر ہے۔ یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد اسٹوفر بہت زیادہ محتاط ہو جاتا جس طرح میں چھپ چھپا کر اس تک پہنچنا چاہتا ہوں آسانی سے مختلف تدابیر سے مجھے اندھیرے میں رکھ کر میری موت کا سامان کرنے کی کوشش کرتا رہتا۔

اس وقت اسٹوفر اپنی لیڈی سیکرٹری کو بلا کر اس سے کہتا کہ واجد کو انجلا کے پاس لے جائے۔ کوئی اور وقت ہوتا تو میں بھی واجد کے ساتھ سفر کرتا ہوا انجلا تک پہنچ جاتا اور واجد کی نگاہوں سے اس جگہ کا پتہ لگا لیتا لیکن اس وقت جان پر بنی ہوئی تھی۔ اور میں دنیا کا کوئی کام

آ رہا تھا۔ لہٰذا واجد کو میں نے اس کے حال پر چھوڑ دیا اور اسٹوفر سے بہتر طور پر رابطہ قائم رکھا۔

واجد کے جانے کے بعد جب اسٹوفر تنہا رہ گیا تو پہلے اس نے اطمینان سے اپنی پگڑی اتار کر ایک طرف رکھ دی پھر پالتی مار کر یوگا کی مشق کرتے ہوئے اس نے اپنی تمام سانسیں سینے پر روک لیں اور مراقبے میں چلا گیا۔ ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص چلتے پھرتے بھی کسی کے ذہن میں جھانک سکتا ہے لیکن سانس روک کر اور مراقبے میں جا کر اس علم کی قوت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ خیال پڑھنے والا پوری قوت اور توجہ کی مکمل مرکزیت کے ساتھ کسی کے ذہن تک پہنچتا ہے اور ایسے استحکام سے اس کی سوچ کو اپنی گرفت میں لیتا ہے کہ پھر اس بیچارے کی سوچ ادھر ادھر بھٹک نہیں پاتی اور نہ ہی کوئی دوسرا اس کی سوچ کو ہٹا سکتا ہے۔ لیکن اب وہ دوسرا شخص میں تھا جو بلیک گائیڈ کی سوچ کو اسٹوفر کے علم کی گرفت سے بچانا چاہتا تھا۔

میں نے اپنے آس پاس دیکھا اس وقت چاروں طرف سناٹا تھا۔ کوئی مداخلت کرنے والا نظر نہیں آیا۔ میں بھی درخت کے سائے میں پالتی مار کر بیٹھ گیا اور مراقبے میں چلا گیا۔

اس کے بعد میں سینکڑوں میل دور لاک اپ میں بیٹھے ہوئے بلیک گائیڈ کی سوچ کو پڑھنے لگا اس وقت وہ اپنے سب سے قابل اعتماد باڈی گارڈ شیتل کے متعلق سوچ رہا تھا اسے اس بات کی پریشانی تھی کہ آخر وہ گرفتار کہاں غائب ہو گیا ہے، بلیک گائیڈ کے ذہن میں جھانکتے وقت میں یہ سمجھ رہا تھا کہ اس کے دماغ کے دریچے سے دیکھنے والا میں تنہا نہیں ہوں، اسٹوفر بھی یقیناً اس کی سوچ کو اسی وقت پڑھ رہا ہوگا۔

تھوڑی دیر بعد میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ بلیک گائیڈ کے دماغ میں ایک سوالیہ سوچ ابھری۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ اسٹوفر بلیک گائیڈ کی سوچ میں پوچھ رہا تھا۔ "اس وقت میں کہاں بیٹھا ہوا ہوں؟" بلیک گائیڈ نے سمجھا کہ یہ اس کی اپنی سوچ ہے اس نے جواباً کہا۔

"آہ! اور کہاں بیٹھوں گا۔ میں پنجرے میں اس طرح بند ہوں کہ پرندے کی طرح پر بھی نہیں مار سکتا۔ میرے پر کاٹ دیئے گئے ہیں، میری پرواز کی قوت کا میں شکار ہے اور وہی بوجھ بن کر رہ گیا ہے ان حالات میں اس کی مدد کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

اسٹوفر کی سوچ نے کہا۔ "میرا باڈی گارڈ شیتل میری مدد کے لئے ضرور آئے گا۔ مجھے اس پر بھروسہ کرنا چاہیئے اور ابھی اس اہم کاغذات کے متعلق سوچنا چاہیئے جنہیں میں نے بڑی حفاظت سے چھپا رکھا ہے۔"

"میں ان کاغذات کے متعلق کیا سوچوں؟ چوبیس سیکرٹ قبضے سے نکل چکے ہے اس کے متعلق سوچ کر وقت کیوں ضائع کروں؟"

اسٹوفر کی سوچ نے کہا۔ "ہوں یہ تو ٹھیک ہے لیکن یہ تو مجھے سوچنا چاہیئے کہ میری گرفتاری سے میرے اپنے لوگوں کو نقصان پہنچا ہے؟"

"بہت نقصان پہنچا ہے۔ میری جان چلی جاتی تب بھی میں اپنے آقا کا پتہ نہ بتاتا لیکن وہ کمبخت فرہاد....."

میں نے فوراً مداخلت کی۔ کیونکہ بلیک گائیڈ یہ کہنے جا رہا تھا کہ فرہاد ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس سے سب کچھ اگلوا چکا ہے اسی لئے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"رام رام گڑبڑ ہو گئی۔ گڑبڑ یم۔ فرہادم گڑبڑم۔ ہرے رام۔ ہرے رام۔ ہرے کرشنا تراشیم، پرستیم، شکستم، فرہادم گڑبڑم.....؟"

اس کے بعد اس کے ساتھ ہی میں اسٹوفر کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی یہ تو کچھ الٹی سیدھی سی باتیں کر رہا ہے۔ اس کے بعد اس میں جو فارسی الفاظ ہیں انہیں تو میں سمجھتا ہوں اس لئے کہ میں فارسی زبان جانتا ہوں۔ لیکن یہ گڑبڑم اور فرہادم شاید سنسکرت زبان ہے۔"

یہ سوچنے کے بعد اسٹوفر نے پھر بلیک گائیڈ کی سوچ میں کہا۔

"میں کیسی بکواس کر رہا ہوں میں شاید فرہاد کے متعلق کچھ کہتے کہتے بکواس کرنے لگا تھا جبھی مجھے فرہاد کے متعلق سوچنا چاہیئے۔"

بلیک گائیڈ نے پریشان ہو کر ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی کو رگڑتے ہوئے کہا

"واقعی ابھی مجھے کیا ہو گیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرہاد کہیں بیٹھا ہوا میرے ذہن میں....."

میں نے پھر بلیک گائیڈ کے دماغ میں ہلچل مچائی۔

"گڑبڑم فرہادم نے میرے ذہن میں کانٹے بھر دیئے ہیں۔ اس نے مجھے ایسی ذہنی اذیتیں پہنچائی ہیں کہ میں اکثر سوچتے سوچتے گڑبڑا جاتا ہوں۔ گڑبڑم فرہادم، میرا دماغ گڑبڑا گیا ہے میں گڑبڑا گیا ہوں۔ جانے میرا کیا ہونے والا ہے؟"

اس کی سوچ پڑھ کر اسٹوفر سوچ میں پڑ گیا کہ آخر بلیک گائیڈ جیسے ذہین آدمی کو کیا ہو گیا ہے وہ بلیک گائیڈ سے مل چکا تھا اور اس کی ذہانت سے بھی متاثر ہوا تھا اب اس کی الٹی سیدھی سوچیں پڑھ کر یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا کہ اس ملک کے انٹیلیجنس والے بہت چالاک ہیں۔ انہوں نے بلیک گائیڈ جیسے ذہین مجرم کو جسمانی اذیتیں دینے کے بجائے اسے ذہنی اذیتیں پہنچائی ہیں اور شدید اذیتیں پہنچانے والا وہی فرہاد ہے۔ جب بھی فرہاد کا نام آتا ہے اس کی سوچ میں کھلبلی سی مچ جاتی ہے اور وہ سہمے ہوئے انداز میں کبھی فارسی اور کبھی سنسکرت میں بکواس کرتا ہے۔ اس بکواس کے دوران بھی وہ فرہادم کہتا ہے۔ یعنی وہ اذیتیں دینے والا فرہاد اتنا خطرناک اور ظالم ہے کہ اس کے نام سے مجرم کانپ جاتے ہیں۔

یہ سوچنے کے بعد اس نے آزمائشی طور پر پھر دو تین بار بلیک گائیڈ کو سوچ کے ذریعہ اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ میں محتاط بیٹھا ہوا تھا جب بھی بلیک گائیڈ کی سوچ میں میرا نام آتا، میں فوراً ہی اس کی سوچ میں انتشار پیدا کر دیتا آخر اسٹوفر تھک ہار کر یہ سمجھ گیا کہ وہ بلیک گائیڈ کے پراگندہ ذہن سے اہم معلومات حاصل نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا اس نے بلیک گائیڈ سے دماغی رابطہ توڑ دیا میں نے بھی اطمینان کی سانس لی بلیک گائیڈ کو چھوڑ کر پھر اسٹوفر کے ذہن میں جھانکنے لگا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint

اسٹوفر گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اس وقت اس کی سوچ کا محور میرے میں تھا۔ کچھ تو واجد نے یہ کہہ کر میری اہمیت جتائی تھی کہ ڈائریکٹر جنرل فرہاد کے مشورے پر چلتے ہیں، اس کے بعد بلیک کائیڈ کے ذہنی کھنڈر میں جھانکنے کے بعد اس حیثیت سے میری اہمیت بڑھ گئی تھی کہ میں ظالم بھی ہوں اور خطرناک بھی اور بلیک کائیڈ جیسے ذہین مجرموں کو ذہنی اذیتیں دینے کے طریقے جانتا ہوں۔

اب وہ میرے ہی متعلق سوچ رہا تھا تو اسے معلوم ہو چکا تھا کہ میں اسی شہر میں آگیا ہوں بلکہ اس کی کوٹھی کے قریب آگیا ہوں۔ اس نے میری اس حرکت سے بھی یہ نتیجہ نکالا کہ میں اس کی کوٹھی کے قریب آ کر بھی اس کے سامنے نہیں آیا۔ اور واجد کو آلۂ کار بنا کر بھیج دیا۔ پھر اس نے سوچا کہ فرہاد آخر کب تک محتاط رہے گا۔ ایک بار میں اسے دیکھ لوں تو ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس کے ذہن کو اپنے کنٹرول میں کر لوں گا۔ اب مجھے سب سے پہلے یہی کوشش کرنی چاہیئے کہ میں کس طرح فرہاد کو ایک نظر دیکھ سکتا ہوں۔

تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد اسے شیتل کی یاد آئی۔ اس نے سوچا کہ بلیک کائیڈ کا باڈی گارڈ شیتل یقیناً فرہاد کو جانتا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے ذریعہ کچھ معلومات حاصل ہو جائیں۔ یہ سوچتے ہی وہ پھر رقابت میں گیا اور شیتل سے ذہنی رابطہ قائم کرنے لگا۔

میں اس سے پیچھے کیسے رہ سکتا تھا اس کے ساتھ ہی میں بھی شیتل کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ وہاں بھی تھوڑی دیر تک اسٹوفر اس گورنگے کی سوچ کو کھنگالتا رہا لیکن میں نے شیتل کی اپنی سوچ کو یہ موقع نہیں دیا کہ وہ اسٹوفر کے لئے معلومات فراہم کر سکے میں نے شیتل کی سوچ میں سرسراہٹ سے یہی جواب پایا کہ وہ فرہاد کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔

اسٹوفر شیتل سے بھی مایوس ہو کر اب واجد کے متعلق سوچنے لگا کیونکہ واجد ہی ایسا تھا جس کے ذریعہ وہ مجھ تک پہنچ سکتا تھا اس بار اسٹوفر نے اپنی بیٹی انجلا سے دماغی رابطہ قائم کیا انجلا اس وقت اپنے بیڈ روم میں ممی واجد کے ساتھ بڑے ہی معصومانہ انداز میں باتیں کر رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"واجد تم ایک معمولی صورت شکل کے آدمی ہو۔ تمہاری کوئی خاص پرسنلٹی بھی نہیں ہے، اس کے باوجود نہ جانے کیوں میرا دل تمہاری طرف کھنچا جا رہا ہے۔ پتہ نہیں تمہارے اندر کیا بات ہے تم ہی بتاؤ کہ میری یہ آنکھیں تمہیں بار بار کیوں دیکھنا چاہتی ہیں؟"

واجد کی آواز سنائی دی: "محبت اسی کو کہتے ہیں۔ عشق ہو جائے تو صورت شکل نہیں دیکھی جاتی۔ صرف دل کی دھڑکنیں گنی جاتی ہیں اب تم سے جدا ہو کر میں تمہیں گنا کروں گا۔"

وہ یہ کہہ کر جا رہا تھا اس دوران اسٹوفر نے اپنی بیٹی کے دماغ پر دستک دی۔ بیٹی فوراً ہی سمجھ گئی کہ باپ سوچ کے ذریعہ اس سے مخاطب ہے۔ وہ اپنی سوچ میں بولی۔

"یس ڈیڈی۔!"

اس کے ڈیڈی کی سوچ نے کہا۔

"انجلا ایک بہت ہی ضروری ہدایت ہے۔ واجد کو بڑی محبت سے مجبور کر دو کہ ابھی وہ تمہارے پاس سے اٹھ کر جائے اور اپنے ڈائریکٹر جنرل کے دوست فرہاد سے ملاقات کرے۔ اگر وہ یہ کہے کہ وہ اپنے افسر سے یا افسر کے کسی دوست سے ان کی اجازت کے بغیر نہیں مل سکتا تو تم اسے شہ دو۔ اسے سمجھا کر وہ بڑے آدمیوں سے بلا جھجک نہیں ملے گا تو خود بڑا آدمی کیسے بنے گا؟ تم اسے سہارا دو کہ اگر فرہاد سے ملنے کی کوشش میں اس کی ملازمت چلی گئی تو وہ کوئی غم نہ کرے تم اس کے ساتھ مستقبل کی محبت بھرے منصوبے بناؤ گی اور اسے ایک بہت بڑے کاروبار کے لئے ایک بہت بڑی رقم دو گی۔"

بیٹی کی سوچ نے کہا: "ڈیڈی آپ فکر نہ کریں یہ الو کا پٹھا عشق پر مرا پڑا ہے میں جیسے چاہوں گی اسے ناچ نچاؤں گی میں ابھی اسے فرہاد کے پاس بھیجے دیتی ہوں۔"

اس وقت انجلا آنکھیں بند کئے ہوئے اور ایک ہاتھ سے سر کو تھامے ہوئے اپنے گنگنا رہی تھی۔ واجد نے اس سے پوچھا۔

"تم اس طرح کیوں بیٹھ گئی ہو کیا سر میں درد ہو رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "ہاں کبھی کبھی اچانک ہی سر دکھنے لگتا ہے۔ میں چاہتی تھی کہ ابھی تمہارے ساتھ مستقبل کے منصوبے بناؤں لیکن اس سے پہلے میں یہ دیکھنا چاہتی ہوں کہ تم کتنے حوصلے کے آدمی ہو کیا تم بڑے لوگوں سے بلا جھجک گفتگو کر سکتے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں یہ کونسی بڑی بات ہے!"

"اچھا تو میں تمہیں آزماتی ہوں تم ابھی یہاں سے جاؤ اور اپنے ڈائریکٹر جنرل اور اس کے دوست سے ملاقات کرو۔"

واجد نے جھجکتے ہوئے کہا: "ڈائریکٹر جنرل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کوٹھی سے سیدھا دفتر چلا جاؤں، وہ لوگ تو شاید ہوٹل کے کمرے میں آرام کرنے چلے گئے ہوں گے ان کی اجازت کے بغیر میں وہاں جا کر ان سے ملاقات نہیں کر سکتا۔"

انجلا نے کہا: "اسی کو چھڈا پن کہتے ہیں۔ تم اس لئے احساس کمتری میں مبتلا ہو کہ تم ان کے ملازم ہو۔ لیکن میری محبت کی ایک شرط یہ ہے کہ تم خود کو کسی کا ملازم نہ سمجھو۔ آج سے تم کہیں ملازمت نہیں کرو گے، میں تمہیں اتنی بڑی رقم دوں گی کہ تم اپنی تمام مجبوریوں اور محتاجیوں کو بھول جاؤ گے۔ لیکن اس کے لئے میری ایک شرط ہے کہ پہلے تم بڑے لوگوں کے سامنے سر اٹھا کر بات کرنا سیکھو۔ اسی لئے میں تمہیں آزمائش کے طور پر کہہ رہی ہوں کہ اب تک تم جن لوگوں کو بڑا سمجھتے رہے ہو پہلے انہی کے پاس جا کر خاص طور پر ڈائریکٹر جنرل اور فرہاد کے سامنے پہنچ کر ان کے منہ پر کہو کہ تم یہ جھوٹی ملازمت نہیں کرو گے۔"

واجد سوچنے لگا: "انجلا پہلی ہی ملاقات میں میری ہو گئی ہے اور مجھے اپنے ساتھ ایک شاندار زندگی گذارنے کے سنہرے خواب دکھا رہی ہے۔ آج سے میری زندگی کا رخ بدل جائے گا۔ اور جب مجھے ملازمت چھوڑنی ہی ہے تو پھر ڈائریکٹر جنرل اور فرہاد کے سامنے جھجکنا کیسا؟ میں ابھی ان کے سامنے جاؤں گا۔"

سر اٹھا کر ان سے باتیں کروں گا۔"

وہ وہاں سے جانے کے لئے اٹھ گیا، انجلا نے انگلی اٹھا کر کہا۔

"دیکھو میں سچائی کو پسند کرتی ہوں اور اپنے ڈیڈی کی طرح جھوٹ سے نفرت کرتی ہوں۔ اگر تم نے ڈائریکٹر جنرل اور فرہاد سے ملاقات نہیں کی اور یہاں آ کر جھوٹ بات بنائی تو تم دیکھ چکے ہو کہ ڈیڈی جھوٹ کے پیچھے چھپی ہوئی سچائی تک پہنچ جاتے ہیں۔ کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے تو جو میں نے کہا ہے اس پر اسی طرح عمل کرو۔"

واجد نے سینے پر ہاتھ رکھ کر محبت کی قسم کھائی اور پیار کا وعدہ نبھانے کے لئے وہاں سے رخصت ہو گیا۔ میں نے بھی اسٹوفر سے ذہنی رابطہ ختم کر دیا۔ اس بات کا اندیشہ تھا کہ واجد کوٹھی سے نکل کر پہلے پارک کے اس پاس نہیں تلاش کرے گا صرف یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ہم ابھی تک وہاں موجود ہیں یا ہوٹل پہنچ گئے ہیں۔ میں وہاں سے اٹھ کر پارکنگ ایریئے میں آیا پھر وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل سٹیرلپول کی طرف روانہ ہو گیا میری رسٹ واچ بتا رہی تھی کہ سعید احمد کو گئے ہوئے دو گھنٹے سے زیادہ گذر چکے ہیں۔ اس دوران انہوں نے اسٹرکان کا کمرہ خالی کر دیا ہوگا اور شیتل اپنے ساتھ لے گئے ہوں گے۔

میٹرلپول پہنچنے کے بعد میرا خیال درست نکلا۔ سعید احمد ٹھیک وقت پر اپنے تمام کاموں سے فارغ ہو کر وہاں شیتل کے ساتھ پہنچ گئے تھے میٹرلپول کے باہر ہمارے لئے دو کاریں کھڑی ہوئی تھیں، پھپھل دو کاریں ایمبیسی والوں کو واپس کر دی گئی تھیں۔ ہم نئی گاڑیوں میں بیٹھ کر ہاکس بے کی طرف روانہ ہو گئے۔

تمام راستے میں انہیں بتاتا رہا کہ اسٹوفر نے بلیک کائیڈ اور شیتل سے کس طرح دماغی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی اور کس طرح میں اس کی معلومات میں رکاوٹ بنتا رہا اور اب اس کی بیٹی انجلا نے واجد کو ہوٹل کی طرف بھیجا ہے تاکہ ایک بار واجد میرے سامنے آ کر مجھ سے مخاطب ہو۔ اگر میں اس سے ایک بار بھی گفتگو کر لوں گا تو اسٹوفر اس گفتگو کے ذریعہ میرے دماغ تک پہنچ جائے گا۔ بہرحال ہم نے وہ ہوٹل تو چھوڑ دیا ہے واجد ہماری تلاش میں بھٹکتا رہے گا اب اسٹوفر جب تک گرفت میں نہیں آئے گا اس وقت تک میری یہی کوشش ہوگی کہ میرا واجد سے سامنا نہ ہو۔

سعید احمد نے بتایا کہ انہوں نے بھی دفتری کارروائی کر دی ہے واجد کو ایک ماہ کے لئے عارضی طور پر برخاست کر دیا گیا ہے اسے اس بات کی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ انٹیلیجنس کی عمارت میں داخل ہو یا ہمارے کسی آدمی سے ملاقات کرے۔ فی الحال ہم واجد سے بہت دور چلے آئے ہیں۔

ہاکس بے کا ساحل ویران تھا دور دور تک جو کاٹج نظر آ رہے تھے وہ سب خالی پڑے ہوئے تھے۔ سعید احمد نے بتایا کہ یہاں صرف چھٹی کے دن چہل پہل ہوتی ہے۔ تمام کاٹج آباد ہو جاتے ہیں۔ ساحل کے اس سرے سے اس سرے تک نوجوان عورتوں اور ہر عمر کے مردوں کا میلہ سا لگ جاتا ہے۔ پرسوں

ہے یہاں ایسی بھیڑ ہو گی جیسے سالانہ شہر امنڈ آیا ہو۔

ہاکس بے پر یہاں سے وہاں تک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں ننگے پاؤں ریت پر بہت دیر تک ٹہلتا رہا اور سمندر کی لہروں سے کھیلتا رہا شیتل کاٹج میں تمام سامان درست کر رہا تھا سعید احمد کاٹج کے برآمدے میں ایک ایزی چیئر پر نیم دراز تھے۔ میں لامتناہی سمندر کے آگے ریت پر پالتی مار کر بیٹھ گیا اور اسٹوفر کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ اسٹوفر اس وقت اپنی بیٹی انجلا سے باتیں کر رہا تھا۔ آج صبح جتنے ضرورت مند اس کوٹھی میں آئے تھے ان میں سے ایک واجد ایسا تھا جسے اس کے شاندار مستقبل کی خوشخبری سنا دی گئی تھی۔ اسٹوفر نے جس طرح واجد کی سوچ کو پڑھا تھا اسی طرح وہ دوسرے ضرورت مندوں کی سوچیں بھی پڑھ لیا کرتا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعہ ان کے ماضی اور حال کو بے نقاب کرتا تھا اور یہ باتیں وہ انجلا کو بتا دیتا تھا۔ شاید کے سات بجے جب انجلا آگ کے شعلوں میں آگ کھڑی ہو جاتی اور جب اس آگ میں سلگتے ہوئے، وہی ماضی اور حال کی باتیں انہیں بتانے لگتی تو لڑکی اسے روحانی یا طلسمی عمل سمجھ کر متاثر ہو جاتی تھی ان کے ڈھکے چھپے ماضی تک جہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا، وہاں اسٹوفر پہنچ جاتا تھا۔ اور انجلا آگ کے کھیلتی ہوئی ان کے حالاتِ زندگی بے نقاب کرتی تھی اسی لئے سب ہی اسے روحانی عمل سمجھتے تھے اور معالجے کے طور پر بڑی سے بڑی رقم اس کے آگے رکھ کر چلے آتے تھے۔

اس وقت بھی اسٹوفر نے جتنے ضرورت مندوں کی سوچیں پڑھی تھیں انہیں وہ انجلا کے سامنے بیان کر رہا تھا۔ انجلا ان ضرورت مندوں کے نام اور ان کے ماضی و حال کے اہم واقعات کو ذہن نشین کر رہی تھی۔ میں ان باپ بیٹی کی مکاریوں کو سمجھ رہا تھا اور چپ چاپ ان کی باتیں سن رہا تھا کاروباری باتیں کرنے کے بعد ان کے درمیان دوسری اہم باتیں شروع ہو گئیں۔ وہ اہم باتیں یہ تھیں کہ انجلا کے ماشقوں کی فہرست میں کتنے خاص آدمیوں کے نام شامل ہیں لیے خاص آدمی جو بے انتہا دولتمند ہوں اور انجلا کی مسکراہٹ پر سب کچھ جائیداد پیش کر دیں یا ایسے اہم آدمی جو وزارتِ خارجہ کے بہت بڑے عہدیدار ہوں اور انجلا کی آغوش میں اس ملک کے اہم راز فاش کر دیں۔

ماشقوں کی اس فہرست میں انہوں نے صمد بخاری کو ترجیح دی تھی۔ صمد بخاری سکریٹریٹ میں ہیڈ کلرک تھا۔ تمام اہم فائلیں اس کی نظروں سے گذرتی رہتی تھیں۔ انجلا اس پر دل و جان سے عاشق ہو گئی تھی اور آج رات دس بجے ہوٹل سوئٹ ڈریم میں اس نے صمد بخاری کو ڈنر کے لئے بلایا تھا۔ وہاں ڈنر پارٹی بھی تھی اور کیبرے ڈانس بھی تھا، شراب کی نوٹلیں بھی کھلنے والی تھیں اور انجلا شباب کی مستی بھی چھلکانے والی تھی، اس نگارخانگی میں صمد بخاری سے بہت سی اہم باتیں اگلوانی تھیں۔

اس پروگرام کے متعلق گفتگو کرنے کے بعد اسٹوفر واجد سے دماغی رابطہ قائم کرنے لگا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ واجد مجھ تک پہنچنے میں کامیاب ہوا ہے یا نہیں؟ اس سے دماغی رابطہ قائم کرنے کے بعد اسٹوفر کو پتہ چلا کہ وہ میری کوشش میں فضول بھٹک رہا ہے، واجد کی سوچ نے بتایا کہ وہ ڈائریکٹر جنرل اور فرہاد

ہوٹل انٹرکان چھوڑ کر چلے گئے ہیں، وہ معلومات حاصل کرنے کے لئے ایٹیلیجنس کے دفتر گیا تھا لیکن وہاں معلوم ہوا کہ ایک چھوٹی غلطی کی بنا پر ایک ماہ کے لئے ملازمت سے برخاست کر دیا گیا ہے۔ جب تک اس کی ملازمت بحال نہیں ہو گی اس وقت تک اسے دفتر میں قدم رکھنے کی بھی اجازت نہ ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دفتر جا کر بھی ڈائرکٹر جنرل اور فرہاد کے متعلق معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کہاں گئے ہیں؟ اسی شہر میں ہیں یا لاہور واپس چلے گئے؟

اسٹوفر نے اس کی طرف سے مایوس ہو کر انجلا سے کہا۔

"فرہاد کا اچانک غائب ہو جانا کیا عجیب سی بات نہیں ہے؟ صبح وہ ہماری کوٹھی تک آیا تھا اور ہمارے اطراف حال بھجا رہا تھا لیکن واجد کے یہاں سے واپس جانے تک اس نے اچانک ہی میرے خلاف سلسلہ سرگرمیاں ختم کر دیں۔ میں یہ یقین نہیں کر دں گا کہ وہ میرا خیال چھوڑ کر یہاں سے واپس چلا گیا ہے۔ وہ بہت زیادہ محتاط اور چالاک معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات بھی عجیب سی لگتی ہے کہ آج ہی واجد کو اس کی کسی چھوٹی غلطی کی سزا دینے کے لئے ملازمت سے برخاست کر دیا گیا ہے۔"

انجلا نے کہا: "ڈیڈی فرہاد جیسی طرح احتیاطی تدبیر کر رہا ہے، اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ فرہاد بھی طرح ہمارے منصوبوں سے واقف ہو گیا ہے اچانک ہوٹل چھوڑ دیا، واجد سے قطع تعلق کر لینا اس بات کی دلیل ہے کہ اسے واجد پر شبہ ہو گیا ہے کہ واجد ہمارا ایجنٹ کار بن چکا ہے۔"

"یہ میں بھی سوچ رہا تھا۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کس طرح معلوم ہو گیا کہ ہم واجد کو اپنا ایجنٹ کار بنا رہے ہیں؟"

"ڈیڈی مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے وہ بھی خیالوں کو پڑھ جاتا ہے۔"

کسی احمقانہ باتیں کرتی ہو۔ ایسے پسماندہ ملک میں جہاں تعلیم اور سوجھ بوجھ کی کمی ہو وہاں یہ سوچا ہی نہیں جا سکتا کہ کرنل ٹیلی پیتھی کے علم میں میرا ہم پلہ ہو گا۔ یہاں کے بک اسٹالوں میں ٹیلی پیتھی کے متعلق ابتدائی کتابیں نظر آتی ہیں، ان کتابوں سے علم کی گہرائی تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ پھر یہ کہ اس علم کو سیکھنے کے دوران نناوے فیصد لوگ مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس علم کو حاصل کرنے کی کوششیں احمقانہ نظر آتی ہیں یا پھر وہ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اتنی بڑی دنیا میں اس علم کو جاننے والے صرف دو چار ہی ہو سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے، آئی کان روچاز میں فرہاد کا نام بھی ہو سکتا ہے۔ اسی کے ذریعہ میری سوچ کو پڑھ سکتا تھا۔ انجلا کی نظر ابھی مجھ پر نہیں پڑی تھی۔ براہ راست ہمارا سامنا ہوتا تب ہی اسٹوفر میرے ذہن تک پہنچ سکتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں محتاط ہو گیا کہ اب انجلا اور صمد بخاری کو ان کے ناموں سے نہیں پہچانوں گا، میں ان کے لئے جنبی ہوں میرزا نام شہزاد الور ہے اور میں اسی حیثیت سے ہر حال میں سوچتا رہوں گا۔"

تب میں نے عام نوجوانوں کی طرح اس حسینہ میں دلچسپی لی۔ اسے دیکھتے ہوئے اپنی سوچ میں اس کی تمنا کرنے لگا۔ وہ مغرور حسینہ کسی پر ایک نظر ڈالے بغیر اپنے ساتھی مرد کے ساتھ مسکراتی ہوئی اور باتیں کرتی ہوئی بالکونی کی ایک منڈیر پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں سوچتا رہا کہ اس سے کیسے لفٹ حاصل کرنی چاہیئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہال کی تیز روشنیاں بجھنے لگیں۔ صرف مدھم مدھم سی خوابناک روشنی رہ گئی۔ اناؤنسر نے اعلان کیا کہ آج مصری قاصد اسٹیج پر اپنے فن کا مظاہرہ کرنے آ رہی ہے۔ اس اعلان کے ساتھ ہی آرکسٹرا کی آواز گونجنے لگی۔ ہال کے دل دھڑکنے لگے۔ نوجوان ویٹرس آس پاس گھوم رہی تھیں۔

کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ دس بجے کے بعد تم صمد بخاری سے مشتبہ کر دگی۔"

وہ بہت دیر تک اپنے مطلب کی باتیں کرتے رہے۔ میں ریت پر سے اٹھ کر کاٹیج کے برآمدے میں آیا۔ سعید احمد سمجھ رہے تھے کہ میں خیال خوانی میں مصروف تھا۔ میرے قریب آتے ہی انہوں نے پوچھا۔

"کہو کیا خبر ہے؟"

میں نے ان کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہاں کی سکریٹریٹ میں ایک ہیڈ کلرک ہے اس کا نام صمد بخاری ہے وہ انجلا کے مشن میں گرفتار ہو گیا ہے اور وہ تیز طرار حسینہ اسے بیوقوف بنا رہی ہے۔ آج رات ہوٹل سوئٹ ڈریم میں اس نے صمد بخاری کو ڈنر کے لئے مدعو کیا ہے۔ صمد بخاری کی نظروں سے سکریٹریٹ کی اہم فائلیں گذرتی رہتی ہیں۔ انجلا ان فائلوں کے متعلق معلومات حاصل کرے گی۔"

سعید احمد نے کہا: "اچھا ہوا کہ ہمیں یہ بات پہلے ہی معلوم ہو گئی۔ ہم صمد بخاری کو وہاں جانے سے روک دیں گے۔"

میں نے کہا: "اس سے کیا فائدہ حاصل ہو گا۔ ہمارے ہوٹل چھوڑنے اور واجد سے قطع تعلق کرنے کے باعث اسٹوفر حیران ہے کہ ہم ایسی احتیاط کیسے برت رہے ہیں؟ اور یہ کہ ہمیں ان کے منصوبے کا علم کیسے ہو جاتا ہے؟ انجلا شہ ظاہر کر چکی ہے کہ شاید میں بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہوں لیکن اسٹوفر اس بات کا یقین نہیں ہے اب اگر صمد بخاری کو وہاں جانے سے روک دیا گیا تو ان کا شبہ یقین میں بدل جائے گا۔ وہ باپ بیٹی جو کرنا چاہتے ہیں انہیں کھلا کر اپنے منصوبے کے متعلق کام کرنے دیجئے۔ ہم بھی آج رات دس بجے وہاں جائیں گے لیکن آج کے بعد ہمارا نام فرہاد اور سعید احمد نہیں ہو گا۔ میں اپنے آپ کو شہزاد الور کہوں گا آپ اپنا نام بتائیں؟"

سعید احمد نے سوچتے ہوئے کہا: "میرا نام۔ میرا نام مراد علی ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب ہم ایک دوسرے کو اسی نام سے مخاطب کیا کریں گے حتیٰ کہ ہم اپنی تنہائی میں بھی جب اپنے متعلق سوچیں گے تو میں خود کو شہزاد الور اور آپ کو مراد علی کے نام سے یاد کریں گے۔ اگر آپ سوچنے کے دوران سہواً سے بھی خود کو سعید احمد یا ڈائرکٹر جنرل کہا تو اسٹوفر ہماری اصلیت تک پہنچ جائے گا۔ کیونکہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ وہ کس وقت اچانک ہی ہمارے دماغ میں جھانکنے لگے گا۔ ہوٹل سوئٹ ڈریم میں واجد سے سامنا ہونے کا اندیشہ نہیں ہے اس لئے انجلا کو اسٹوفر سے ہمارا سامنا ہو گا تو اسٹوفر اس وقت تک ہماری اصلیت کو نہیں پہنچ سکے گا جب تک کہ ہم اپنے دماغ میں چپ چاپ اپنی اصلیت کے متعلق نہ سوچیں۔"

سعید احمد نے کہا: "فرہاد سوچ پر کنٹرول کرنا بہت مشکل ہے انسان اکثر خیالات کی دھن میں بے اختیار نہ جانے کیا کیا سوچتا چلا جاتا ہے۔ سوچنا بند کر دینے کا خیالات سے چونکتے ہے تو وہ خود یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ چند منٹ پہلے کیا سوچ رہا تھا۔ انسان آنکھیں بند کر لے، انگلیوں پر گن سکتا ہے لیکن اپنی سوچ کے پوائنٹ کو یاد نہیں کر سکتا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے اپنے آپ پر یہ نہیں ہے پتہ نہیں اسٹوفر کیسے کیسے ہتھکنڈوں سے میری مشت یا چاہتا ہے کہ میرے ذہن کو کھنگالنے کی کوشش کرے گا، تم سوچ نگر کے ذہنی تلابازیوں کو اچھی طرح سمجھتے ہو، اس کا علم تم پر اثر انداز کے گا لیکن کسی نہ کسی طرح مجھے متاثر کرے گا اس لئے میں اکا سامنا نا چاہتا۔ تم تنہا وہاں جاؤ۔ میں تمہاری حفاظت کے لئے تم سے دور ہوں گا۔"

میں نے کہا: "حفاظت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ وہاں نہ تو کوئی جھگڑا ہو گا اور نہ ہی میں انہیں اپنی اصلیت تک پہنچنے کا موقع دوں گا۔ وہاں ایک اجنبی کی حیثیت سے جاؤں گا اور انجلا سے دلچسپی لیکر ایک ماشقی کا مدل ادا کروں گا۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ میں خود انہیں ہے ہوں کہ وہ مجھے شکار کریں۔ میں ایک چور اور لاک بریکر کے جاؤں گا جو بڑی بڑی آہنی تجوریوں کے ناقابل فہم تالے کھول دیتا ہے ہوٹل سوئٹ میں ایک رئیس اعظم بن کر رہتا ہے۔ اسٹوفر جیسے ہر کو مجھ جیسے ں یقیناً ضرورت ہو گی۔ وہ ہپناٹزم یا ٹیلی پیتھی کے ذریعہ مجھے ضرور ول اور آلہ کار بنانے کی کوشش کرے گا۔ آپ نے صحیح فیصلہ کیا ہے کہ یں جانا چاہیئے۔ آپ یہاں آرام کریں۔ میں تنہا ان سے نمٹ لوں ری بات یہ کہ شیتل کی موجودگی یہاں غیر ضروری ہے۔ اگر کبھی اتفاق سے کا اور اس کا سامنا ہو گیا تو وہ شیتل کے ذریعہ بھی ہماری اصلیت تک نچ جائے گا؟"

سعید احمد نے سر ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے میں آج رات کی فلائٹ سے شیتل کو واپس بھیج دوں گا۔"

میں چاہتا تھا کہ شیتل لاہور جا کر میرے یہاں قیام کرے۔ اس لئے ہاتھ میں جان کا ایک خط لکھا کہ شیتل وہاں پہنچے تو وہ بیٹے کی طرح اسکا ں۔ دوسرا خط میں نے فرزانہ کو لکھا میں نے اسے بھی مجبور کیا تھا کہ وہ یاں، اکے کی وہاں اس کے اور پپو کے تمام اخراجات برداشت کرے گی۔ جان ہمراہ لے ایک ہزار روپے الگ سے دیا کریں گی اور میں زرینہ کے لئے آیا تھا کہ اگر اس نے کبھی فرزانہ سے ٹیڑھے منہ بات کی یا اس سے ظاہر کیا تو میں اسے کوٹھی سے نکال دوں گا۔ فرزانہ کو میں نے بہت ہی پیار الفاظ لکھے تھے۔ شوہر دیگر کی طرح میرے انتظار میں نہ بیٹھی رہے ہو سکے اجنبی شخص سے شادی کر کے ازدواجی زندگی گذارے۔ میں اس کی شادی کے کا مستقبل کو بہتر بنانے کے لئے بڑی سے بڑی رقم خرچ کرنے کے لئے ل۔

لہ شیتل دہاں سے روانہ ہوا تو میں نے دونوں خط اسے دیدیئے۔ کے لئے چھوڑنے کے لئے ابر پھاٹک چلے گئے اور میں ٹھیک ساڑھے ہال میں بیٹھ کر ہوٹل سوئٹ ڈریم کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہوٹل سوئٹ ڈریم کے بڑے ہال میں دور تک میزیں بھی ہوئی تھیں۔ نوجوان لڑکیاں ویٹرس کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ وہاں نوجوانوں سے زیادہ بوڑھے دولتمند نظر آ رہے تھے۔ وہ بڑے بڑے پیمانے پر شراب سے بار بار اسٹیج کی جانب دیکھ رہے تھے جہاں ایک مصری قاصد رقص کرنے والی تھی اور رقص کے دوران آہستہ آہستہ اپنا لباس اتارنے والی تھی۔ وہاں بوڑھوں کی تعداد اس لئے زیادہ تھی کہ ان کی جوانی مر چکی تھی صرف ہوس باقی رہ گئی تھی ایسے وقت جبکہ بوڑھے ہوس کی تکمیل کے قابل نہیں ہوتے تو وہ صرف نگاہوں سے اپنی پیاس بجھانے کی کوشش کرتے ہیں

اسی لئے وہ بار بار للچائی ہوئی نظروں سے اسٹیج کی جانب دیکھ رہے تھے۔

ٹھیک دس بجے ایک نہایت ہی حسین عورت اس ہال میں داخل ہوئی اس کا حسن اور اس کا لباس ایسا تھا کہ تمام لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف اٹھی رہ گئیں۔ اس ماڈرن سوسائٹی میں جہاں عورتیں کم سے کم لباس پہن کر اپنے جسم کی نمائش کرتی ہیں وہاں وہ حسینہ چوڑی دار پائجامہ اور گھیر دار پشواز پہن کر آئی تھی کلائیوں میں چوڑیاں کھنک رہی تھیں اور بدن پر جھانری کے زیورات چمک رہے تھے۔ اس کا حسن اور چہرے کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ ایک انگریز عورت ہے اس مغربی حسن پر مشرقی لباس ایسا جچ رہا تھا کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں اس کے سر سے پاؤں تک بھٹک ہی تھیں۔ میں بھی اسے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا میرا خیال تھا کہ وہ انجلا ہے کیونکہ اس کے ساتھ جو دیسی آدمی تھا وہ اپنے حلیئے سے ہی ہیڈ کلرک نظر آتا تھا۔ ٹنڈے بازار کا سوٹ پہن کر اس حسینہ کے ساتھ فخریہ انداز میں چلنے کی کوشش کر رہا تھا اس کے متعلق میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ صمد بخاری ہے پھر اچانک ہی مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا مجھے اپنی سوچ کی دنیا میں بھی انجلا اور صمد بخاری کو نہیں پہچاننا چاہیئے تھا کیونکہ میں وہاں اجنبی بن کر آیا تھا، اس وقت نہ جانے اسٹوفر کہاں بیٹھا ہوا تھا وہ جہاں کہیں بھی ہو وہ انجلا کے ذہن سے جھانک کر اس ہوٹل کے تمام لوگوں کو دیکھ سکتا تھا اگر مجھ پر شبہ ہوتا تو وہ انجلا کے ذریعہ میری سوچ کو پڑھ سکتا تھا انجلا کی نظر ابھی مجھ پر نہیں پڑی تھی براہ راست ہمارا سامنا ہوتا تب ہی اسٹوفر میرے ذہن تک پہنچ سکتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں محتاط ہو گیا کہ اب انجلا اور صمد بخاری کو ان کے ناموں سے نہیں پہچانوں گا، میں ان کے لئے اجنبی ہوں میرزا نام شہزاد الور ہے اور میں اسی حیثیت سے ہر حال میں سوچتا رہوں گا۔

تب میں نے عام نوجوانوں کی طرح اس حسینہ میں دلچسپی لی۔ اسے دیکھتے ہوئے اپنی سوچ میں اس کی تمنا کرنے لگا۔ وہ مغرور حسینہ کسی پر ایک نظر ڈالے بغیر اپنے ساتھی مرد کے ساتھ مسکراتی ہوئی اور باتیں کرتی ہوئی بالکونی کی ایک منڈیر پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں سوچتا رہا کہ اس سے کیسے لفٹ حاصل کرنی چاہیئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہال کی تیز روشنیاں بجھنے لگیں۔ صرف مدھم مدھم سی خوابناک روشنی رہ گئی۔ اناؤنسر نے اعلان کیا کہ آج مصری قاصد اسٹیج پر اپنے فن کا مظاہرہ کرنے آ رہی ہے۔ اس اعلان کے ساتھ ہی آرکسٹرا کی آواز گونجنے لگی۔ ہال کے دل دھڑکنے لگے۔ نوجوان ویٹرس آس پاس گھوم رہی تھیں

اس کے باوجود سب کی نگاہیں مصری قامہ کو دیکھنے کے لئے اسٹیج پر جمی ہوئی تھیں۔ اچانک ہی پورے ہال میں تاریکی چھا گئی۔ پھر آرکسٹرا کی ایک بینگ کے ساتھ اسٹیج کی ایک سپاٹ لائٹ میں وہ مصری قامہ نظر آئی۔ میری نظریں اس حسینہ پر جمی ہوئی تھیں جو مغربی اور مشرقی تہذیب کا کاک ٹیل نظر آرہی تھی یعنی وہ انجلا تھی لیکن اسے میں انجلا کے نام سے نہیں سوچ رہا تھا اسے ایک اجنبی دوشیزہ سمجھ کر اس سے لفٹ حاصل کرنے کا کوئی بہانہ تلاش کر رہا تھا۔ وہ میز پر بیٹھی ہوئی اپنے ساتھی رصد بخاری کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ بہت سے لوگ جو دور کی نشستوں پر تھے وہ گردن اٹھائے اسٹیج کی جانب دیکھ رہے تھے انہیں مصری قامہ پوری طرح نظر نہیں آرہی تھی۔ کچھ لوگ موزوں جگہ کی تلاش میں اپنی جگہ چھوڑ کر ادھر ادھر بھٹک رہے تھے۔ میں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی اور اس حسینہ کی میز کے آس پاس جھانکنے لگا۔ دوسرے جھانکنے والے تو قریب سے گزر جاتے تھے لیکن میں ایک پروانے کی طرح اس کا طواف کر رہا تھا۔ بار بار اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ بار بار اسے دیکھنے کے بعد جیسے پہلی بار کسی حسین عورت کو دیکھ رہا ہوں اس کے ساتھی مڑنے کے ایک بار میری جانب ناگواری سے دیکھا اس کے ساتھ اس حسینہ کی نگاہیں میری جانب اٹھ گئیں۔ نگاہیں ٹکراتے ہی میں نے سوچا۔

ہائے کیسی قاتل نگاہیں ہیں۔ آج پتہ چلا کہ ایسی نگاہوں کو قاتل کیوں کہتے ہیں۔ اف یہ نگاہیں تو مجھے سامنے ڈالتی ہیں کاش کہ میں کسی طرح اس کی قربت حاصل کر سکتا۔

میں جان بوجھ کر عاشقانہ انداز میں ایسی باتیں سوچ رہا تھا مجھے یقین تھا کہ اس وقت اسٹوفر اپنی بیٹی کی سوچ کو پڑھ رہا ہے اور وہ باتیں سن رہا ہے جو صمد بخاری اس سے کہہ رہا تھا۔ اب چونکہ انجلا کی نگاہیں مجھ سے ٹکرا رہی تھیں اور وہ ایک ٹک میری آنکھوں میں دیکھے جا رہی تھی تو میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اب اسٹوفر میری سوچ کو پڑھ رہا ہے میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اگر میں اسٹوفر کی جگہ ہوتا تو میں یہی کرتا اسی لئے اسٹوفر کی چال کو سمجھنا میرے لئے بہت آسان ہو گیا تھا اور میں اسی کے مطابق عمل کر رہا تھا۔

میرا خیال غلط نہیں تھا کیونکہ انجلا کی نگاہوں سے نگاہیں ملاتے ہی میں بھی اس کی سوچ کو پڑھنے لگا تھا اور مجھے اس کی سوچ میں اسٹوفر کا سوال سنائی دے رہا تھا۔ وہ پوچھ رہا تھا۔

یہ کون ہے انجلا؟ تم نے جیسے ہی اس کی جانب دیکھا میں اسکی سوچ کو پڑھنے لگا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ تمہارے حسن سے متاثر ہو کر تمہاری قربت حاصل کرنے کی تمنا کر رہا ہے.....؟

تب میں صمد بخاری نے اپنے غصے پر تاثر پاتے ہوئے مجھ سے کہا۔

مسٹر اب یہاں آرکیسٹرا کھڑے ہو گئے ہیں کہیں بیٹھ جایئے۔

میں بڑی بے شرمی سے شکریہ ادا کرتے ہوئے انجلا کے قریب ہی ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ صمد بخاری نے جھلا کر کہا۔

یہ کیا بدتمیزی ہے؟

میں نے کہا۔ اس میں بدتمیزی کی کیا بات ہے۔ آپ نے فرانسیسی کہا تھا کہیں بیٹھ جایئے۔ لہٰذا یہاں جگہ خالی دیکھ کر بیٹھ گیا ہوں۔

میں کہتا ہوں آپ یہاں سے چلے جائیں ورنہ بہت برا ہوگا۔

یہ کہہ کر اس نے انجلا کی جانب دیکھا تاکہ وہ بھی میرے بیٹھنے پر ایسے ہی اعتراض دھٹائی پر سلگتے ہوئے کہا۔

مسٹر کسی سے لفٹ لینے کا یہ طریقہ مناسب نہیں ہے۔

میں نے کہا۔ میرا نام مسٹر نہیں ہے شہزاد انور ہے۔ میں بہت برا ہوں یہ تمہیں دیکھ کر معلوم ہو جانا چاہئے۔ میری عادت ہے کہ جو چیز مجھے پسند آجاتی ہے میں اس کی قربت ضرور حاصل کرتا ہوں پہلے تو اسے محبت سے اپنانے کی کوشش کرتا ہوں، محبت سے نہ ملے تو خریدنا چاہتا ہوں اگر خریدنے میں بھی ناکام رہوں تو زبردستی چھین لیتا ہوں میں تم سے مرتبہ یہی کہنے آیا تھا۔ یا در کھنا جلد ہی ملاقات ہوگی۔ اچھا بائے.....

میں وہاں سے اٹھ کر پھر اپنی میز کی طرف جانے لگا۔ اپنی جگہ بیٹھے وقت میں سوچ رہا تھا۔

وہ حسینہ بھی کیا یاد کرے گی۔ میں نے بھی دھونس جمائی ہے پہلے بھی شہزاد انور رہے ہیں تو زبردست تجربوں کے آہنی تالے کھول کر دوسروں کی چھپائی ہوئی دولت حاصل کر لیتا ہوں اور یہ دوشیزہ تو ایک کھلی ہوئی تجوری کی طرح میرے سامنے کھلی ہے۔ میں چپ چاپ اسے حاصل کر سکتا ہوں لیکن ابھی یہی کوشش کرنی چاہئے کہ یہ محبت سے حاصل ہو جائے۔ عورت رومینٹک موڈ میں اپنے آپ کو ہمارے حوالے کرے تو اس کا لطف اور اسکی لذت ہی کچھ اور ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ وہ بیوقوف سا آدمی کون سا نہ صورت شامل ہے۔ کوئی پرسنلٹی ہے پھر بھی یہ دوشیزہ اس سے سلگتی باتیں کئے جا رہی ہے مجھے تو کچھ دال میں کالا نظر آرہا ہے۔ میں خود بہروپیا ہوں زندگی گزارتا ہوں اس لئے بہروپیوں کو پہچاننے والوں کو اچھی طرح پہچانتا ہوں شاید وہ بیوقوف سا آدمی کسی خاص اہمیت کا حامل ہے یا تو وہ بہت زیادہ دولت مند ہے یا پھر کسی دوسرے لحاظ سے اہم ہے اور یہ دوشیزہ اس کے ساتھ بھرپور زندگی گزار رہی ہوگی۔ اور اس اہم شخص سے کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتی ہوگی۔ اگر واقعی ایسی بات ہے تو یہ خوامخواہ ایسا ڈرامہ کھیل رہا ہے ایک بار میری آغوش میں آکر یہ اپنی آرزو بیان کرے تو میں اس شخص کو اس کی ساری اہمیتوں کے ساتھ اٹھا کر اس کے گھر پہنچا دوں گا۔

اس وقت ایک چور اور ایک فلاک بریکر شہزاد انور بن کر سوچ رہا تھا اور فرار علی تیمور کی شخصیت کو بالکل ہی بھلا دیا تھا۔ ایسے وقت شہزاد انور بنا سوچ رہا تھا تو اچانک ہی میں نے اپنے دماغ میں ایک کشمکش محسوس کیا میرے اندر ایک سوچ مجھ سے پوچھ رہی تھی

اگر اس دوشیزہ کی کوئی خطرناک آرزو ہو تو کیا میں اسے پورا کر سکتا ہوں؟

میں سمجھ گیا کہ اسٹوفر میری سوچ میں مجھ سے پوچھ رہا ہے اور میرے معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے کہ واقعی میں اس کا آلۂ کار بن سکتا ہوں یا نہیں؟

میں

آلۂ کار بننے کے لئے ہوٹل سویٹ ڈریم کے سوئٹ ماحول میں آیا تھا میں جانتا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے پھانسنے کے لئے وہی حربے استعمال کرے گا جو میں دوسروں پر استعمال کرتا ہوں اور اب میرے خیال کے مطابق وہ میری ہی سوچ میں جھانک رہا تھا کہ اس دوشیزہ کی کوئی خطرناک آرزو ہو تو کیا میں اسے پورا کر سکتا ہوں؟

میں نے اپنی دوسری سوچ میں جواب دینے سے پہلے حسین انجلا کو دیکھا۔ میں اس کے نام سے واقف ہوتے ہوئے بھی اس کے بارے میں انجان بنا ہوا تھا۔ کیونکہ میں نے ٹیلی پیتھی جاننے والے فرار علی تیمور کی شخصیت کو جان بوجھ کر فراموش کر دیا تھا اور شہزاد انور کے روپ میں انجلا کو ایک اجنبی دوشیزہ کی حیثیت سے دیکھ رہا تھا۔

میں نے جواب دیا۔ میں اپنے سے زیادہ خطرناک کسی کو نہیں سمجھتا پھر ایک حسینہ کی آرزو کیا خطرناک ہوگی؟

میرے اس جواب پر خاموشی چھا گئی۔ میں بڑی خاموشی سے اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ میری داستانِ حیات پڑھنے والوں کو یہ بھلا جانا چاہئے کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کسی کی سوچ کو پڑھنے میں اور کسی کی سوچ میں مداخلت کرنے میں بڑا فرق ہے۔ اس کے لئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ ایک شخص کمرے میں بیٹھا بلند آواز سے باتیں کر رہا ہے۔ کمرے میں اتنی گہری تاریکی ہے کہ اسے دوسرا شخص نظر نہیں آرہا۔ دوسرا شخص بھی اندھیرے میں باتوں کرنے والے کو اندھیرے کے باوجود سے نہیں پہچانتا ہے لیکن اس کی باتوں کے ذریعے اسے پہچان رہا ہے اور خود کو اس پر ظاہر نہیں کر رہا ہے۔

ٹھیک اسی طرح میں دماغ کے اندھیرے میں اسٹوفر کی سوچ پڑھ رہا تھا اور خود کو اس پر ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ اسٹوفر خود بھی میری سوچ کے ذریعے مجھے احمق بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس لئے میں نے اس کی چال کو سمجھ لیا تھا اور وہ نہ سمجھ سکا کہ بہروپیا فرہاد شہزاد انور بنا ہوا ہے اور اس کی سوچ کو پڑھ رہا ہے۔

اس وقت اسٹوفر کی سوچ کے ذریعے مجھے معلوم ہوا کہ وہ اپنے بیڈ روم میں بیٹھا ہوا ہے اور وہاں سے بیٹھے ہی بیٹھے میری سوچ کو پڑھ رہا تھا اور کبھی اپنی بیٹی انجلا کو سوچ کے ذریعے مخاطب کر رہا تھا۔ اور اس فکر میں تھا کہ کسی طرح میری صلاحیتوں کو جانچ لے تاکہ اس کے لئے کام کا آدمی ثابت نہ ہوتا اس سے پہلے کہ وہ مجھے اپنی بیٹی کے قریب جانے کا موقع نہ دیتا۔

ویسے میں اپنے طور پر بڑی بڑی ڈینگیں مار چکا تھا اور شہزاد انور کے روپ میں خود کو ایک تجربے کار لاک بریکر ظاہر کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی حسین بیٹی سے کہہ چکا تھا کہ جو چیز مجھے پسند آجاتی ہے میں اس کی قربت ضرور حاصل کرتا ہوں۔ انجلا کو بھی اگر میں محبت یا دولت سے حاصل نہ کر سکا تو اسے جبراً اپنے قریب لے آؤں گا۔

میں نے ایک ایسی لڑکی کے لئے چیلنج کیا تھا جو آگ کے شعلوں میں غسل کرتی ہے۔ میں جان بوجھ کر اس حقیقت کو فراموش کر رہا تھا کہ انجلا چاہے تو کبھی نہ کبھی مجھے آگ کے شعلوں میں گھسیٹ سکتی ہے۔ میرا یہ چیلنج اسٹوفر کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن اس بات کی اہمیت تھی کہ میں بڑے سے بڑے ناقابلِ فہم تالے کھول لیتا ہوں۔

اسٹوفر میری اسی صلاحیت کو آزمانا چاہتا تھا لیکن آزمانے کے لئے ضروری تھا کہ وہ مجھ سے ملاقات کرتا۔ ملاقات کرنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ میرے سامنے اپنی بیٹی کی جوانی کا چارہ ڈالتا۔ کیونکہ میں خود کو انجلا کا عاشق ظاہر کر رہا تھا اور اسے حاصل کرنے کی تدبیر سوچ رہا تھا۔

یہ ظاہر تھا کہ وہ میری سوچ کو پڑھ رہا ہوگا۔ لہٰذا میں پلاننگ کر رہا تھا۔ پہلے تو مجھے اس حسینہ کی رہائش گاہ کا پتہ معلوم کرنا ہوگا۔ لیکن وہ دولتمند ہے یہاں سے اپنی کار میں واپس جائے گی اور میرے پاس اپنی کار نہیں ہے میں ابھی اس شہر میں آیا ہوں۔ کل تک کسی کی تجوری کھولوں گا تو اپنے لئے ایک گاڑی خریدوں گا۔ گاڑی ہو تو لڑکیاں آسانی سے پھنس جاتی ہیں۔ مگر یہ تو آئندہ کی باتیں ہیں، ابھی تو مجھے اس کا پیچھا کرنے کے لئے فوراً ہی کوئی ٹیکسی اینگیج کرنی چاہئے۔ ہاں یہی مناسب ہے، اب مجھے یہاں سے اٹھنا چاہئے اور باہر جا کر کسی ٹیکسی والے سے رات بھر کے لئے معاملہ طے کرنا چاہئے۔

یہ سوچتے ہی میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اسٹیج پر مصری قامہ اپنے ہنر یا فن کے انتہائی کمالیکس تک پہنچ گئی تھی۔ لیکن میرے لئے اس میں کوئی کشش نہیں تھی۔ میں انجلا پر ایک نظر ڈالتے ہوئے باہر آگیا۔

باہر آنے کے دوران میں پھر چپکے سے اسٹوفر کے خیالات کو پڑھنے لگا تھا۔ وہ شاید اس بات سے مطمئن ہو گیا تھا کہ میں اس کی بیٹی کے حسن و شباب سے اتنا متاثر ہو گیا ہوں کہ اب اس کا پیچھا کرنے کے لئے ایک ٹیکسی اینگیج کرنے جا رہا ہوں۔ اس لئے اب وہ میری سوچ میں مداخلت نہیں کر رہا تھا اور اپنی بیٹی سے سوچ کا رابطہ قائم کر چکا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا۔

جب تم پروگرام کے اختتام پر یہاں سے اٹھ کر جاؤ گی تو شہزاد تمہارا پیچھا کرے گا۔ اس مقصد کے لئے وہ باہر ٹیکسی اینگیج کرنے گیا ہے۔ تم صمد بخاری کو اس کے مکان کے پاس ڈراپ کر کے آگے بڑھ جانا۔ کچھ دور جانے کے بعد اپنی کار روک کر تھیکا لگا بونٹ

اُٹھا کر اس طرح معائنہ کرنا جیسے کوئی خرابی ہوگئی ہو۔ شہزاد ٹیکسی سے اُتر کر یقیناً تمہاری مدد کے لئے آئے گا۔ اس کے بعد اسے پچھلا سنسنے کا کام تمہارا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے کوٹھی میں لے آؤ۔ تمہارے لئے یہ کام مشکل نہیں ہوگا۔"

"یس ڈیڈی! ایسے نوجوانوں کو بیوقوف بنانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ وہ مجھے دیکھتے ہی حماقت میں یعنی محبت میں مبتلا ہو گئے ہوں۔"

اسٹوفر نے پوچھا۔ "اب یہ بتاؤ صمد بخاری کیا کہتا ہے؟"

"صمد بخاری مایوس کر رہا ہے۔ یہ کہہ رہا ہے کہ جس فائل کی میں نقل چاہتی ہوں، وہ یہاں سے اسلام آباد جا چکی ہے۔"

"مائی سینس! اگر فائل اسلام آباد جا چکی ہے تو یہ صمد بخاری اب راستے کا پتھر ہے۔ اسے ٹھوکر مار دو۔ اب اس کے ساتھ اپنا وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چلو، اب اس کے ساتھ اُٹھ جاؤ اور اسے گھر تک پہنچا کر اسے بھول جاؤ۔ تمہارا دوسرا عاشق تمہارے پیچھے آ رہا ہے۔"

میں ہوٹل کے باہر برآمدے میں کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ ٹیکسی کو رات بھر کے لئے ریزرو کروں گا لیکن مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ مجھے راستے ہی میں انجلا سے علیحدہ ہو جانا پڑے گا۔ لہٰذا ایک ٹیکسی ڈرائیور کے پاس آ کر میں نے پوچھا۔

"ٹیکسی خالی ہے؟"

"جی ہاں صاحب! کہاں جانا ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "یہ تو میں بھی نہیں جانتا کہ مجھے کہاں جانا ہے۔ تمہاری ٹیکسی میں ایسے لوگ بھی بیٹھتے ہوں گے جو کسی حسین لڑکی کا پیچھا کرتے ہوں گے اور انہیں اپنی منزل کا پتہ نہیں ہوتا ہوگا۔"

ٹیکسی ڈرائیور نے مسکرا کر کہا۔ "اچھا صاحب! سمجھ گیا۔ آپ بھی سمجھتے ہوں گے کہ ایسے سفر کا کرایہ دوگنا ہوتا ہے۔"

"منظور ہے۔" یہ کہہ کر میں ٹیکسی میں اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

ڈرائیور نے پوچھا۔ "چھوکری کہاں ہے؟"

"بس اب باہر آتی ہی ہوگی۔"

ڈرائیور نے ایک آنکھ دبا کر پوچھا۔ "پٹ گئی ہے یا پٹنے والی ہے؟"

"اگر پٹنے والی نہ ہوتی تو میں پٹنے والا نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ اس کا پیچھا کرتا۔"

"اوہو جیو بادشاہو! پرانے کھلاڑی معلوم ہوتے ہو۔"

میں نے مسکرا کر برآمدے کی طرف دیکھا۔ انجلا، صمد بخاری کے ساتھ پارکنگ ایریا کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے ڈرائیور کو اشارے سے بتایا۔ "وہ جو انگریز لڑکی مشرقی لباس میں ہے اور ایک چغد کے ساتھ جا رہی ہے، اسے دیکھو، وہ کس کار میں بیٹھے گی، بس اسی کار کا پیچھا کرنا۔"

ڈرائیور نے اس پر نظریں جما دیں۔ جب انجلا اپنی کار پارکنگ ایریا سے نکلی تو ہماری ٹیکسی اس کا پیچھا کرنے لگی۔ وہ گزر چکی تھی، ٹریفک زیادہ نہیں تھی، دونوں گاڑیاں آگے پیچھے چلنے لگیں۔ ڈرائیور نے کہا۔

"یہ انگریز عورتیں بڑی چالاک ہوتی ہیں۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ ٹیکسی اس کا پیچھا کر رہی ہے۔"

"پروا نہ کرو، وہ مجھے جانتی ہے، اپنے ساتھی کی وجہ سے ہم سے بنی ہوئی ہے۔ جب اس ساتھی سے پیچھا چھوٹ جائے گا تو وہ میری طرف پھسل جائے گی۔"

"یہ عورتیں ایک رات میں کتنے مردوں کی طرف پھسلتی ہیں؟"

"جتنے مردان کی طرف پھسلتے ہیں، یعنی دین کا سودا نہیں ہوتا ہے۔"

پندرہ منٹ بعد انجلا نے صمد بخاری کو ایک مکان کے آگے اتار دیا اور اسے گڈ بائی کہہ کر گاڑی آگے بڑھا لے گئی۔ وہ پہلے کے مطابق عمل کر رہی تھی۔ کچھ دُور جا کر اس نے گاڑی روک دی۔ پروگرام کے مطابق اس کی گاڑی میں خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور گاڑی کو روکتے ہوئے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے آپ دونوں نے اسی طرح ملنے کا پروگرام بنایا تھا۔"

"نہیں، یہ محض اتفاق ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس کی کار میں خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ کار کا بونٹ اُٹھا رہی ہے۔ تم آگے قریب لے جا کر روک دو۔"

ڈرائیور نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کی کار سے ذرا آگے لا کر روک دی۔ میں ٹیکسی سے اُتر کر اس کے قریب آیا۔

"کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں؟"

اُس نے کار کا بونٹ گراتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "نہیں، تمہاری مدد کرنے کے لئے رُک گئی ہوں۔ تم نے سوٹ ڈریس کیا کہا کہ اگر میں محبت سے یا دولت سے حاصل نہ ہوتی تو تم حاصل کر لو گے۔ تمہاری اس دلیری نے مجھے بہت متاثر کیا۔ ملک کے لوگ بڑے بزدل ہوتے ہیں۔ عورتوں سے باتیں کرنے یا تو شرماتے ہیں یا پھر دنیا والوں سے ڈرتے ہیں۔ دراصل تمہاری تہذیب عورتوں کے معاملے میں ہم لوگوں کو بزدل بنا دیتی ہے۔ میں دوستی کی بھوکی نہیں ہوں، محبت کی جستجو میں ہوں اور یہ محبت مجھے ملے گی۔ میری گاڑی میں آ جاؤ۔"

"خدا کا شکر ہے کہ مغربی تہذیب نے تمہاری جیسی عورت کو بنا دیا ہے ورنہ میں مشرقی شرافت کو گلے لگائے جاتا۔"

دیر تک تمہارا پیچھا کرتا رہتا۔ تم لوگ منٹوں میں چانڈتک ہی نہیں مرد آہنوں تک بھی پہنچ جاتی ہو۔ میں ابھی ٹیکسی والے کو رخصت کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں ٹیکسی کے پاس آیا اور جیب سے دس دس کے تین نوٹ نکال کر ڈرائیور کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ دوگنے سے بھی دوگنا کرایہ ہے، اب جاؤ یہاں سے۔"

میں ڈرائیور کا جواب سنے بغیر انجلا کی طرف آیا اور اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ انجلا کار اسٹارٹ کر کے سوسائٹی کی طرف چلانے لگی۔

میں نے اس سے کہا۔ "میں تمہیں بھگا کر لے جانا چاہتا تھا مگر آہ! یہ قسمت تم مجھے بھگا کر لے جا رہی ہو۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو؟"

"جہاں میں رہتی ہوں۔ تم فکر نہ کرو میرے ڈیڈی دقیانوسی خیال کے آدمی نہیں ہیں۔ تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر بُرا نہیں مانیں گے۔"

"اللہ ہر نوجوان لڑکی کو تمہارے جیسا ڈیڈی عطا کرے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "تم بہت زندہ دل ہو۔ ڈیڈی تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔"

"یہ ڈیڈی کب تک ہمارے درمیان رہیں گے؟"

"جب تک کہ وہ تم سے مطمئن نہ ہو جائیں۔"

"کیا مطلب؟ کیا وہ میرا طبی معائنہ کریں گے؟"

"شریر کہیں کے۔" وہ جھینپ کر بولی۔ "یہ بات نہیں ہے میرے ڈیڈی بہت بڑے عالم ہیں۔ وہ انسان کا چہرہ دیکھ کر اس کے دل کا حال معلوم کر لیتے ہیں۔ اگر انہیں اطمینان ہو گیا کہ تم سچے دل سے مجھے چاہتے ہو تو پھر ہماری دوستی پکی ہو جائے گی۔"

"پھر تو مجھے ابھی سے اپنے چہرے پر شرافت طاری کر لینی چاہئے اور دل ہی دل میں دُعا مانگتے رہنا چاہئے کہ بیٹی سے پہلے بیٹی کا باپ مجھے پسند کر لے۔"

میری اس بات پر وہ دل کھول کر قہقہے لگانے لگی۔ اس دوران مجھے اس بات کا علم تھا کہ اس کا عالم باپ اپنے بیڈ روم میں بیٹھا ہماری گفتگو پڑھ رہا ہوگا اور میں گفتگو کے دوران انجلا کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ وہ بُری باتوں کی وجہ سے واقعی مجھ میں گہری دلچسپی لے رہی تھی۔

پھر میں انجلا کے ساتھ اسی کوٹھی میں پہنچ گیا جو میری شکار گاہ تھی اور بات تھی کہ میں خود شکار ہو کر آیا تھا۔ بعض اوقات اپنا داؤ آزمانے کے لئے دوسروں کے داؤ میں آنا پڑتا ہے اور میں کوٹھی کے اندر آ گیا۔ اس کوٹھی کے ریسپشن روم و غیرہ کو میں داجدہ کی سوچ کے ذریعے دیکھ چکا تھا۔ وہ ماحول میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ جب ہم ایک کوریڈور سے گزرتے ہوئے تو بیڈ روم سے اسٹوفر کی آواز آئی۔

"انجلا! تم نے واپسی میں بڑی دیر کر دی۔"

انجلا نے کہا۔ "جی ہاں ڈیڈی! سویٹ ڈریم کا پروگرام بہت دلچسپ تھا اور اس سے زیادہ دلچسپ مسٹر شہزاد ہیں۔ یہ میرے ساتھ آئے ہیں۔ کیا آپ ان سے ملنا پسند کریں گے؟"

"تمہاری پسند میری پسند ہے۔ میں ضرور ملوں گا۔"

ہم دونوں کوریڈور میں ایک دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ انجلا نے دروازہ کھولتے ہوئے مجھے اندر آنے کے لئے کہا جیسا کہ میں داجدہ کی سوچ کے ذریعے دیکھ چکا تھا، ٹھیک اسی طرح کمرے میں چاندنی بچھی ہوئی تھی اور ان پر گاؤ تکیے رکھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان اسٹوفر ایک لمبا سا جُبّہ پہنے پھتی مارے بیٹھا تھا۔ اس کے سر پر ایک بڑی سی پگڑی تھی۔ اس نے اپنی مقفر سی داڑھی پر انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

"کم اِن مسٹر شہزاد! مجھے آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

اس نے رسمی طور پر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا پھر اس کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ کے حلیے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بہت بڑے عالم ہیں۔ اتنی بڑی پگڑی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ اسے پگڑ کہنے کو دل چاہتا ہے۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم واقعی زندہ دل اور دلچسپ ہو۔ انجلا نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ لیکن وہ دل کے بھید نہیں جانتی۔ میں تمہارا چہرہ دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ تم اوپر سے جتنے زندہ دل ہو، اندر سے اتنے ہی خطرناک ہو۔"

"جی۔۔۔ یہ آپ۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" میں یوں گھبرانے کی ایکٹنگ کرنے لگا جیسے واقعی اس نے میری اصلیت کو جان لیا ہو۔

اسٹوفر نے میری گھبراہٹ سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔ "تم کیا کرتے ہو؟"

میں نے جواب دینے سے پہلے سوچا کہ مجھے اپنی اصلیت نہیں بتانا چاہئے کہ میں ایک بہت بڑا لاک بریکر ہوں۔ مجھے یہ کہنا چاہئے کہ میں ایک خاندانی رئیس ہوں۔ یہ سب کچھ سوچتے وقت میں سمجھ رہا تھا کہ اسٹوفر میری سوچ کو پڑھ رہا ہے لہٰذا میں نے جو سوچا تھا وہی کہہ دیا۔

"میرا نام شہزاد ہے اور میں شہزادے کی طرح رہتا ہوں۔ کوئی کام کرنا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ میں خاندانی رئیس ہوں۔"

میری بات سنتے ہی اسٹوفر نے ایک گہری سانس کھینچ کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ مجھ پر ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ مراقبے میں ہے اور اپنے علم کے ذریعے کچھ معلومات حاصل کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "مجھے جھوٹ سے نفرت ہے۔ کسی جھوٹے کو میں اپنی بیٹی کے پاس پھٹکنے بھی نہیں دیتا۔ تم خاندانی رئیس نہیں ہو، جھوٹ نہ بولو۔ جو تمہاری اصلیت ہے، وہ ظاہر کر دو۔"

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں کھول دیں اور مجھے گھور کر دیکھنے لگا۔ میں نے فوراً ہی یوں نظریں جھکا لیں جیسے اس کی سُرخ مقناطیسی آنکھیں مجھے

متاثر کر رہی ہوں۔ اُس نے مجھے خاموش دیکھ کر کہا۔ "ایسے چور جو سوسائٹی میں شریفوں کی طرح زندگی گزارتے ہیں، وہ کبھی دوسروں کے سامنے اعتراف نہیں کرتے کہ چوری ان کا پیشہ ہے۔ تم میں جو بُرائی ہے اگر اُس بُرائی کو سچائی سے ظاہر کر دو گے تو میں تمہاری بُرائی سے نفرت نہیں کروں گا بلکہ تمہاری سچائی کی قدر کروں گا۔"

میں نے عقیدت سے سر جھکا کر کہا۔ "انجلا نے درست کہا تھا کہ آپ بہت بڑے عالم ہیں۔ لیکن سچ کہنے سے پہلے میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں انجلا کو چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے میرے پیشے سے نفرت کی اور انجلا کو مجھ سے دُور کرنا چاہا تو میں بہت ضدی ہوں۔ اپنی ناکامی کبھی برداشت نہیں کرتا۔ اپنی پسند کی چیز چھین کر لے جاتا ہوں۔ آپ کا علم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ بڑے بڑے خطرناک جرم میرا نام سُن کر سہم جاتے ہیں۔"

اسٹوفر نے ہاتھ اُٹھا کر مجھے رُکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم بہت زیادہ بولتے ہو۔ کچھ کرنے والے کرتے زیادہ ہیں، بولتے کم ہیں۔ کیا میں یہ سمجھوں کہ تم صرف ڈینگیں مار جانتے ہو؟"

میں نے جوشیلے انداز میں اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "نہیں۔ میں جو کہتا ہوں، وہ کر دکھاتا ہوں۔ آپ نے مجھ سے میرا پیشہ پوچھا ہے تو سُنیے! میں ایک لاک بریکر ہوں۔ اس دنیا کا کوئی ناقابلِ فہم تالا ہو، میں اسے کھول کر دکھا دوں گا۔ اس دنیا کی ہر تجوری میری اُنگلی کے ایک اشارے سے کھُل جاتی ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو میں ابھی یہ تماشا دکھا سکتا ہوں۔ کیا آپ کے یہاں کوئی آئرن سیف ہے؟"

اسٹوفر نے سر ہلا کر کہا۔ "انجلا کی خواب گاہ میں ایک آئرن سیف ہے۔ وہ سیف خاص نمبروں کی ترتیب سے کھُلتا ہے۔ میں ابھی جا کر ان نمبروں کی ترتیب بدلتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ نمبر تمہیں کسی طرح معلوم ہو گئے ہوں۔ اس لئے میں نئی ترکیب سے اسے لاک کروں گا۔ تم یہاں بیٹھو میں وہاں جاتا ہوں۔ جب میں تمہیں بلاؤں تو وہاں آنا اور اپنی صلاحیت کا مظاہرہ کرنا۔"

یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا اور انجلا کو لے کر اس کی خواب گاہ میں چلا گیا۔ میں نے اسی وقت سے اُس کی سوچ کو پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ کمرے سے باہر جا کر انجلا کی خواب گاہ کی طرف بڑھتے ہوئے اس سے کہہ رہا تھا۔

"تالے توڑنا اور بات ہے لیکن نمبروں کے سسٹم کو سمجھنا کمال ہے۔ جو نمبر میں ترتیب دوں گا بھلا اسی ترکیب سے وہ کس طرح سیف کھولے گا۔ یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا لیکن چور بد معاش اپنے فن میں حیرت انگیز مہارت رکھتے ہیں اور جو مہارت وہ حاصل کرتے ہیں وہاں تک ہمارا دماغ نہیں پہنچتا۔ بہرحال ابھی پتہ چل جائے گا کہ یہ کہاں تک سچ بول رہا ہے۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا اپنی بیٹی کے ساتھ اس کی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔

بیٹی نے اپنے نمبروں کی ترتیب سے اس سیف کو کھولا، پھر ایک طرف ہٹ گئی۔ اس کے بعد اسٹوفر اسے بند کر کے نئے نمبروں کی ترتیب سے اسے لاک کرنے لگا۔ جو نمبر وہ ترتیب دے رہا تھا وہ دماغ سے گویا کہ ہی ترتیب دے رہا تھا اور میں اس کی سوچ کے ذریعے ان نمبروں کو پڑھ رہا تھا۔

"ٹو۔ ون۔ نائن۔ تھری۔ تھری۔" وہ سوچ سوچ کر نمبر ترتیب دے رہا تھا اور میں اس کی سوچ کے ساتھ ان نمبروں کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر رہا تھا۔

ترتیب مکمل کرنے کے بعد اُس نے انجلا سے کہا۔ "یہ نا ممکن ہے اس ترتیب کے بغیر وہ سیف نہیں کھول سکے گا۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ وہ ہمیں بے وقوف بنا رہا ہے۔ وہ قوی ہیکل ہے، شاید اچھا خاصا مزدور بھی ہو سکتا ہے کہ ناکام ہونے کے بعد وہ بد معاشی پر اُتر آئے۔"

انجلا نے کہا۔ "ڈیڈی! آپ کے ٹیلی پیتھی کے علم کے سامنے کسی کی جسمانی طاقت کیا اہمیت رکھتی ہے۔ آپ تو پلک جھپکتے ہی اس کے دماغ میں ہل چل مچا دیں گے۔"

"ہاں۔ اگر میں سوچ کے ذریعے دماغی توازن کو توڑ لگا دوں گا تو وہ اپنی جسمانی طاقت استعمال نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ جسم دماغ کا تابع فرمان ہوتا ہے۔ جادو اُس کو بُلا لاؤ۔ اگر اُس نے بد معاشی کی تو پھر میں اس کی کھوپڑی اُلٹا دوں گا۔"

انجلا میری طرف آنے لگی۔ اسٹوفر وہاں تنہا رہ گیا تھا اس لئے میں سمجھ رہا تھا کہ تنہائی کے بیکار لمحات میں وہ میری سوچ کو پڑھے گا لہٰذا میں خالص جذباتی انداز میں انجلا کی جوانی کے متعلق سوچنے لگا۔ انجلا کے بلانے کے لئے کمرے میں آئی تو اسے دیکھتے ہی میں نے کہا۔

"میں تمہارے ہی متعلق سوچ رہا تھا، تم اسی طرح اپنے ڈیڈی کے پیچھے جایا کرو گی تو اس دیوانے کا کیا ہو گا؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں ایک حسین انعام ہوں۔ ڈیڈی کی آزمائش میں کامیاب ہو جاؤ تو یہ انعام تمہیں مل جائے گا۔"

میں نے سرد آہ بھرتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا۔ "اس انعام کو تم نے اتنی گھیر دار پشواز میں چھپا رکھا ہے کہ اس کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ ایسا ہی پردہ کرنا تھا تو برقع اوڑھ لیتیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "ہاں میں نے اس ملک کی بہت سی عورتوں کو دیکھا ہے۔ وہ سر سے پاؤں تک اس طرح برقع میں چھپی ہوتی ہیں کہ انہیں ڈھونڈنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ پردہ اچھی چیز ہے مرد کے دماغ میں تجسس پیدا کر دیتا ہے کہ کس معیار کا حسن چھپا کر رکھا گیا ہے۔ مجھ نے میں نے اپنے حسن کو معیاری بنانے کے لئے یہ پشواز پہن رکھی ہے اب تم صبر کرو اور یہاں سے چلو، ڈیڈی ہمیں بُلا رہے ہیں۔"

میں اس کے ساتھ اس کی خواب گاہ میں جانے لگا۔ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بھی میں اس کے بدن کے نشیب و فراز کو کن انکھیوں سے دیکھتا جا رہا تھا کہ میرے دیکھنے اور سوچنے سے اسٹوفر کو یقین ہوتا ہے کہ میں واقعی نوجوانوں کی طرح ایک مچلتا عاشق ہوں۔

ہم خواب گاہ میں پہنچے تو اسٹوفر نے سیف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "آؤ اور اپنی حیرت انگیز صلاحیت کا مظاہرہ کرو۔"

میں آگے بڑھ کر ٹھیک سیف کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اسٹوفر سے کہا۔ "آپ ایک کاغذ اور پنسل لے کر کھڑے ہو جائیں اور جو کچھ میں کہوں اسے لکھتے جائیں۔"

انجلا نے اپنے باپ کے لئے کاغذ اور پنسل مہیا کر دی۔ میرے دائیں ہاتھ کی ایک انگلی میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ میں اس انگوٹھی پر نظریں جمائے اُلٹے سیدھے منتر پڑھنے لگا۔ دونوں باپ بیٹی گہری توجہ سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ وہ انگوٹھی بھی ان کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ پھر میں نے ذرا اُونچی آواز میں کہا۔

"اے بابا لمبل شاہ! تیری دی ہوئی اس طلسمی انگوٹھی سے میں نے کتنی ہی تجوریاں کھولی ہیں، اب تُو اپنی کرامات سے اس تجوری کے نمبر بھی بتا دے۔" یہ کہہ کر میں نے انگوٹھی کو سیف کے ہینڈل پر جما دیا پھر بلند خاموش ہو کر اپنی دماغی سماعت سے غیبی آوازوں کو سُننے لگا۔

بھلا غیبی آوازیں کہاں سے آتیں؟ چونکہ اسٹوفر میری سوچ کو پڑھ رہا تھا اس لئے میں طلسم کا ڈھونگ رچا رہا تھا اور اپنے دماغ میں اس طرح آوازیں پیدا کر رہا تھا۔

"غوں غوں غوں نمبر دو..... دو....."

میری سوچ میں نمبر ۲ آتے ہی میں نے اسٹوفر سے کہا۔ "آپ نمبر ٹو لکھیے۔" اس نے فوراً ہی کاغذ پر لکھا۔ میں اسی طرح باری باری نئی غوں غوں کی آوازیں پیدا کرتا ہوا ایک ایک نمبر اپنی زبان کی گنتی میں بولتا تھا اور اسے انگریزی گنتی میں بتاتا تھا۔ ہر نمبر پر اسٹوفر کا مُنہ حیرت سے کھُل جاتا تھا۔ آخری نمبر تک میری انگوٹھی سیف کے ہینڈل سے چپکی رہی۔ جب ترتیب مکمل ہو گئی تو میں نے انگوٹھی والا ہاتھ ہٹا لیا پھر اسٹوفر کے ہاتھ سے کاغذ لے کر انجلا کو دیتے ہوئے کہا۔

"یہ لو نمبر کی اس ترتیب سے تمہارا سیف کھُل جائے گا۔"

انجلا نے سوالیہ نظروں سے باپ کی طرف دیکھا تو باپ نے بُرائی سے سر ہلا کر کہا۔ "ہاں۔ میں نے نمبروں کی یہی ترتیب رکھی تھی۔ یہ کھُل جائے گا مگر یہ تو جادُو کی چکر ہے۔ میں جادُو پر اتنا یقین نہیں رکھتا لیکن یہ مانتا ہوں کہ جادُو بھی ایک کالا علم ہے۔ شہزادہ! کیا تم اپنی انگوٹھی مجھے دکھا سکتے ہو؟"

میں نے بڑے مہذب انداز میں انکار کرتے ہوئے کہا۔ "ڈیری انگلی! یہ انگوٹھی میرے مرنے کے بعد ہی میری انگلی سے اُترے گی۔ بابا لمبل شاہ نے تاکید کی ہے کہ اپنے سائے پر بھی بھروسہ نہ کرنا۔ اگر تمہارا سایہ بھی ہاتھ پھیلائے تو اس کے ہاتھ پر بھی یہ انگوٹھی اتار کر نہ رکھنا۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو اسی طرح چھو کر دیکھ لیجئے۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کی طرف اپنا انگوٹھی والا ہاتھ بڑھا دیا۔ وہ قریب ہو کر اپنی انگلیوں سے انگوٹھی کو چھو کر دیکھنے لگا۔ وہ دراصل دیکھ نہیں رہا تھا بلکہ میرے دماغ کو ٹٹول رہا تھا کہ میں نے کہاں تک صحیح کہا ہے اور میں اس کی تسلی کے لئے سوچ رہا تھا۔

"طلسم کیا ہے، یہ تو میں بھی نہیں جانتا۔ جب تک یہ انگوٹھی نہیں ملی تھی اس وقت تک میں بھی جادُو کو قصہ کہانیوں کی باتیں سمجھتا تھا لیکن اس انگوٹھی نے میرے نظریات بدل دیئے ہیں۔ اس نے میرے لئے اتنی تجوریوں کے مُنہ کھولے ہیں کہ میں ایک مفلس سے شہزادہ بن گیا ہوں۔ میں بابا کے اس احسان کو زندگی بھر نہیں بھُولوں گا۔"

میں سوچتا جا رہا تھا، وہ اپنی دماغی سماعت سے سُنتا جا رہا تھا۔ چونکہ میں بڑی معصومیت سے اس طلسمی انگوٹھی کے متعلق سوچ رہا تھا اس لئے اسے یقین ہو گیا کہ میں فراڈ نہیں ہوں اور نہ ہی اس سے فراڈ کر رہا ہوں۔ اس نے میرا انگوٹھی والا ہاتھ چھوڑ کر کہا۔

"میں نے بڑی دنیا دیکھی ہے لیکن جادُوئی کرشمہ پہلی بار دیکھا ہے۔ سچ پوچھو تو آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔ میں پھر ایک بار تمہیں آزمانا چاہتا ہوں۔ مگر یہ آزمائش ذرا لمبی ہو گی۔ آج رات تم ہمارے مہمان ہو میں صبح تمہیں بتاؤں گا کہ تمہیں کون سا سیف کھولنا ہے۔ یہ ساتھ والا بیڈ روم تمہارے لئے ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

میں اس کے ساتھ انجلا کی خواب گاہ سے باہر آیا۔ اس کے ساتھ والے کمرے میں داخل ہو کر میں نے دیکھا کہ میرے اور انجلا کے کمرے کے درمیان جو دیوار تھی اس میں ایک بڑے اسکرین کی طرح کھڑکی بنی ہوئی تھی جس کے پٹ نہیں تھے۔ کھڑکی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک شیشہ لگا ہوا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیئے کہ وہ شیشے کی ایک چھوٹی سی دیوار تھی جس کے دوسری طرف انجلا کی خواب گاہ کا پورا منظر دکھائی دیتا تھا۔ اسٹوفر نے مجھ سے کہا۔

"تم یہاں آرام کرو۔ صبح ہماری ملاقات ہو گی۔"

"میں نے کہا۔ "جس سیف کو کھولنے کے لئے آپ مجھے دوبارہ آزمانا چاہتے ہیں، اس کے متعلق آپ مجھے ابھی کیوں نہیں بتا دیتے ہیں؟ صبح کیوں بتانا چاہتے ہیں؟"

اس نے جواب دیا۔ "صبح تک میں یہ فیصلہ کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے تم پر بھروسہ کرنا چاہیئے یا نہیں؟"

"بے یقینی کی وجہ کیا ہے؟"

"تمہاری اس طلسمی انگوٹھی نے مجھے اُلجھن میں ڈال دیا ہے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ تم سائنٹفک طریقوں سے تجوریاں کھولتے ہو۔ لیکن تمہارا طریقہ تو ایسا ہے کہ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آتا۔"

"آپ کو یقین کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ آیئے! ہم آپس میں سودا کرلیں۔ آپ کی بتائی ہوئی جس تجوری کو میں کھولوں گا اس کا آدھا مال میرا ہوگا اور آدھا آپ کا ہوگا۔ آپ کو مال کھانے سے مطلب رہنا چاہئے میں تجوریاں کیسے کھولتا ہوں' یہ سوچ کر آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں؟"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ مجھے صرف اپنے مقصد کو دیکھنا چاہیے۔ یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ میرا وہ مقصد تم کس طرح پورا کرو گے لیکن بات کچھ اور ہے جس تجوری تک میں تمہیں پہنچنے کے لئے کہوں گا اس میں سے تمہیں دولت نہیں ملے گی۔"

"پھر اس میں سے کیا ملے گا یہ تجوری کے اندر تو خزانہ ہی ہوا کرتا ہے؟"

"ہاں۔ اس میں بھی ایک ننھا سا خزانہ ہے۔ لیکن اس سے تمہیں نہیں' مجھے فائدہ پہنچے گا۔"

"میں ایسی تجوری نہیں کھولتا جس سے مجھے فائدہ حاصل نہ ہو لیکن انجلا کی خاطر میں آپ کا یہ کام کر دوں گا۔ مجھے بتایئے وہ سیف کہاں ہے؟"

"ابھی نہیں' میں نے کہا نا کہ صبح تک مجھے یہ فیصلہ کرنے دو۔ دراصل میں تمہیں اپنا رازدار بنانا چاہتا ہوں اس لئے مجھے سوچنے کا موقع دو۔ اچھا گڈ نائٹ!"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے جانے لگا۔ میں سمجھتا تھا کہ میری طرف سے پیٹھ ہی وہ میری سوچ کو پڑھنا شروع کرے گا کیونکہ یہی ہتھکنڈے میں دوسروں پر آزماتا رہا ہوں۔ اس لئے خیال پڑھنے والوں کی تکنیک سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ جو صبح تک فیصلہ کرنا چاہتا تھا وہ دراصل میری سوچ کو پڑھ کر مطمئن ہونا چاہتا تھا۔ میں بھی اس کے اطمینان کے لئے صرف انجلا کے متعلق سوچ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میرے دماغ میں ایک مبہم سی سوچ اُبھری۔ مجھے پتہ چل گیا کہ وہ مجھے کرید رہا ہے۔ وہ میری ہی سوچ میں مجھ سے پوچھ رہا تھا۔ "کیا مجھے بھی انجلا کے ڈیڈی پر بھروسہ کرنا چاہیئے؟" کہیں وہ مجھے کسی ایسے سیف کا پتہ تو نہیں بتائے گا جہاں میں پہنچتے ہی کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں گا۔

میں نے مثبت سوچ میں کہا۔ "نہیں انجلا کا باپ ایسا تو نظر نہیں آتا۔ وہ جیسی پیاری پیاری سی ہے' اس کا باپ بھی کچھ کم پیارا نہیں ہے میں نے اس کے چہرے کو دیکھ کر اندازہ لگایا ہے کہ صحیح نمبر کی ترتیب بتانے کے بعد وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا ہے اور مجھ سے کوئی اہم کام لینا چاہتا ہے۔ کام کتنا اہم ہے مجھے اس کی پروا نہیں ہے بس یہ آرزو ہے کہ اس کام کے صلے میں انجلا مل جائے۔"

یہ سوچ کر میں خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد میرے دماغ میں کوئی منفی سوچ نہیں اُبھری۔ میں نے سمجھ لیا کہ اب وہ خاموشی سے میرے متعلق سوچ رہا ہے۔ لہٰذا میں فوراً ہی اس کے خیالات کو پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"یہ کمبخت تو گھوم پھر کر انجلا پر آجاتا ہے۔ فی الحال یہ انجلا ہر دنیا کی کسی دولت کو ترجیح نہیں دے رہا ہے۔ ایسے میں مناسب ہے کہ انجلا سے دور ہی دور سے تڑپاتی رہے اور اس کی طلب میں شدت پیدا کرتی رہے۔ اس پر جنونی دیوانگی طاری ہو گی وہ اتنی ہی توجہ سے جلد میری دوسری آزمائش سے گزر جائے گا۔ اب مجھے اس سلسلے میں انجلا کو ضروری ہدایات دینی چاہئیں۔ وہی تمام بات اسے اپنی اداؤں سے بتاتی رہے گی۔"

یہ سوچ کر اس نے انجلا کو آواز دی۔ جب انجلا اُس کے پاس آئی تو اُس نے کہا۔ "یہاں میرے پاس آکر بیٹھو۔ وہ نوجوان ہمارے بہت کام کا آدمی ہے۔ میں نے اسی لئے اُسے یہ کمرہ دیا ہے تاکہ شیشے کی دیوار کے دوسری طرف اپنی خوابگاہ میں رہ کر اُسے پاگل بناتی رہو۔"

وہ مجھے پاگل بنانے کے طریقوں پر بحث کرتے رہے۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ اس بحث کے دوران اسٹوفر میرے خیالات نہیں پڑھے گا تو میں نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر ڈائریکٹر جنرل سعید احمد سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ ہاکس بے کے ایک کاٹیج میں میرا انتظار کرتے کرتے بیزار ہو گئے تھے اور یہ سوچ کر کہ شاید میں آج رات واپس نہیں آسکوں گا وہ خود سونے کے لئے بستر پر لیٹ گئے تھے۔ میں نے اسی وقت ان کے ذہن پر دستک دی۔

وہ چونک کر بستر پر اُٹھ بیٹھے' پھر چاروں طرف حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! یہ کیا ہے تم ہو؟ ابھی میرے دماغ میں ایک سوچ اُبھری ہے تم نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر ہماری طاقات نہ ہو سکی تو تم دماغی رابطہ قائم کرو گے۔ کیا واقعی تم مجھ سے مخاطب ہو؟"

"جی ہاں۔ میں آپ سے مخاطب ہوں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ اسٹوفر کسی وقت بھی میرے ذہن میں جھانک سکتا ہے لہٰذا فوراً طور پر سن لیجئے کہ اسٹوفر اور اس کی بیٹی انجلا سے میری دوستی کی وجہ کیا ہے؟ میں آج مہمان کے طور پر ان کے ساتھ رہوں گا۔ کل صبح اسٹوفر مجھے کسی ایسے سیف کا پتہ بتائے گا جس میں کوئی اہم چیز رکھی ہوئی ہے۔ صبح وہ مجھے اپنا رازدار بنانے والا ہے۔ اب میں آپ سے روبرو ملاقات نہیں کروں گا۔ جب بھی مجھے موقع ملے گا میں سوچ کے ذریعے آپ کو ساری باتیں بتا دیا کروں گا۔"

"فرہاد! نہ جانے کتنے دنوں میں تمہیں کامیابی حاصل ہو میں تب تک اس کاٹیج میں تمہارا انتظار کرتا رہوں گا؟"

"آپ وہاں میرا انتظار نہ کریں۔ آپ اگر مناسب سمجھیں تو لاہور واپس چلے جائیں۔ بظاہر ہمارے درمیان سینکڑوں میل کا فاصلہ ہو گا لیکن میں خیال خوانی کے ذریعے ہزاروں میل کے فاصلوں کو سمیٹ کر آپ کے پاس آتا ہوں۔ آپ ہمیشہ مجھے اپنے دماغ کے اندر پائیں گے۔ اچھا خدا

مجھے افسوس ہے کہ میں آپ سے زیادہ باتیں نہیں کر سکتا۔"

یہ کہہ کر میں نے سعید احمد سے دماغی رابطہ توڑ دیا اور فوراً ہی اسٹوفر کے ذہن میں جھانکنے لگا کہ کہیں اُس نے میری چوری تو نہیں پکڑ لی۔ عین وقت پر میں نے اسٹوفر کی سوچ کو پڑھا تھا کیونکہ ٹھیک اسی وقت اُس نے انجلا سے گفتگو ختم کی تھی۔ انجلا اس سے رخصت ہو کر اپنی خواب گاہ کی طرف آرہی تھی۔

میں نے اپنے کمرے کی تمام لائٹیں آف کر دیں اور اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا۔ انجلا نے اپنی خواب گاہ میں داخل ہو کر شیشے کی دیوار کی جانب دیکھا۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ میں اپنے کمرے میں کیا کر رہا ہوں۔ اس کی خوابگاہ کی روشنی شیشے کے آر پار میرے بستر تک پہنچ رہی تھی۔ میں سگریٹ کے کش لگاتا ہوا اسے نظر آیا۔ وہ مطمئن ہو کر سوئچ بورڈ کے پاس آئی۔ اس نے لائٹ آف کر کے ایک نیلا بلب روشن کیا۔ وہ زیرو پاور کا بلب نہیں تھا۔ تیز نیلی روشنی تھی۔ انجلا کے سُرخ چہرے پر نیلی روشنی کا امتزاج ایسا تھا جیسے نیلی پیلاہٹ لئے کوئی ناگن کھڑی ہو۔ اُس نے دوپٹے کو ایک طرف پھینک دیا اور پستوں کے بٹن کھولنے لگی۔

میں نے چند ساعت کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ میں اسٹوفر پر یہ ثابت کر رہا تھا کہ وہ نظارہ مجھ پر جذباتی کیفیت پیدا کر رہا ہے۔ حقیقتاً بھی ایسا ہی تھا لیکن آنکھیں بند کرنے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔

جب میں نے آنکھیں کھولیں تو

زلیخا جھینپنا بھول گیا تھا کیونکہ اس نے لوگا کی مشق شروع کر دی تھی۔

توجہ کیجئے

ان کے لئے جو دست شناسی کے فن کی تہہ میں اترنا چاہتے ہیں

فرسودہ اور پرانی کتابوں سے بالکل مختلف

ماضی حال اور مستقبل کی اسرار کشا

دنیا کے عظیم پامسٹوں کی تازہ ریسرچ کا نچوڑ

جس کے ذریعے کوئی بھی اپنے ہاتھ کو فوراً پڑھ سکتا ہے

قیمت ۳۰ روپے ڈاک خرچ علیحدہ

مکتبہ نفسیات۔ پوسٹ بکس ۹۴۴۰ کراچی

لوگا جاننے والے سمجھتے ہیں کہ ان مشقوں سے گزرنے والی عورت بے شمار زاویوں سے اپنے بدن کو توڑتی ہے' موڑتی ہے' کبھی بدن کو توس قزح بناتی ہے' کبھی کہکشاں کی طرح سیج پر بچھتی چلی جاتی ہے۔ انجلا بھی ایسے ایسے زاویے پیش کر رہی تھی کہ اس وقت اس کے سے ۔۔۔ نہیں ہو گا لیکن میرے لئے آزمائش تھی۔ ہوٹل سویٹ ڈریم کے اسٹیج پر سُرخی آمیز لباس اُتار کر وہ کمالات نہیں دکھلائے تھے جو انجلا دکھا رہی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں کیبرے ڈانس دیکھ رہا ہوں۔ مسلسل مشقوں کے باعث اس کے گلابی بدن پر پسینے کی بوندیں موتیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ کھلا ہوا گلاب سٹیم کی بوندوں سے نہا رہا تھا۔ پھر وہ تولیہ لے کر پسینہ خشک کرنے لگی۔ میں نے فوراً ہی آنکھیں بند کر لیں۔ کیونکہ بدن خشک کرتے وقت تولیہ جہاں جہاں پھسل رہا تھا میں وہاں تک پھسلنا نہیں چاہتا تھا۔

میرا دل واقعی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ آخر میں جوان تھا ایک ایسا بھوکا تھا جس کے سامنے دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ بدن کے اس دسترخوان سے مختلف لذتوں کی خوشبوئیں اُٹھ رہی تھیں۔ میں دیکھ سکتا تھا' سونگھ سکتا تھا مگر شیشے کے آر پار سے چکھ نہیں سکتا تھا اسی لئے میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور آنکھیں بند کئے دل ہی دل میں عہد کر رہا تھا اور اسٹوفر کو سنانے کے لئے قسمیں کھا رہا تھا کہ اس پارسے کی طرح مچلتے ہوئے بدن کو ہر قیمت پر حاصل کروں گا اس کے لئے اس کا باپ مجھے آگ میں جلنے یا کھائی میں کودنے کے لئے کہے گا تب بھی انکار نہیں کروں گا۔ اسٹوفر جو چاہتا تھا میں اسی انداز میں سوچ رہا تھا اور اضطراب کی حالت میں کباب سیخ کی مانند کروٹیں بدل رہا تھا۔

کچھ تو سیج کا اضطراب تھا اور کچھ دکھاوا بھی تھا تھوڑی دیر بعد میں نے اسٹوفر کو سنانے کے لئے سوچا۔

"رات زیادہ ہو گئی ہے۔ اگر میں اسی طرح تڑپتا رہا اور جاگتا رہا تو صبح دیر تک سوتا رہوں گا۔ صبح انجلا کا باپ مجھے اپنا رازدار بنانا چاہتا ہے۔ نہ جانے کتنی اہم تجوری کا پتہ مجھے بتائے گا۔ مجھے اب سونے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ صبح تازہ دم رہوں۔ اب میں آنکھیں کھول کر انجلا کی خواب گاہ کی طرف نہیں دیکھوں گا بلکہ اسی طرح آنکھیں بند کئے لاحول پڑھتا رہوں گا۔ ہمارے عقیدے کے مطابق لاحول پڑھنے سے شیطان اور چڑیلیں بھاگتی ہیں' دماغ کو سکون حاصل ہوتا ہے اور اس طرح نیند آجاتی ہے۔"

یہ سوچ کر میں بار بار لاحول پڑھنے لگا۔ اتنی دیر تک پڑھتا رہا کہ اسٹوفر بیزار ہو جائے اور اُلٹا کر میرے ذہن میں جھانکنا چھوڑ دے۔

بہت دیر بعد میں خاموش ہو گیا۔ خاموشی میں بھی انسان کچھ نہ کچھ سوچتا ضرور ہے۔ لہٰذا میں بابا کمبل شاہ کے بارے میں سوچنے لگا۔ میرے سوچنے کا انداز ایسا تھا کہ اسٹوفر کو اس سے دلچسپی نہ ہوتی۔ اس لئے بعد میں نے چپکے سے اس کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت وہ سوچ کے

ذریعے انجلا سے گفتگو کر رہا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا۔

"میں بہت دیر تک اس کے ذہن میں جھانکتا رہا۔ لومڑی کو انگور ملے تو وہ اسے کھٹے کہتی ہے چونکہ تم ابھی اسے نہیں مل سکتی ہو اس لئے وہ تمہیں چٹرپل کہہ کر عربی زبان میں کچھ پڑھ رہا ہے۔ کہنت رُکے کا نام ہی نہیں لیتا۔ نہ جانے کیا پڑھے جا رہا ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد پھر اس کے ذہن میں جھانک کر دیکھوں گا فی الحال ہمیں کل کا پروگرام مرتب کرنا چاہیئے۔"

وہ انجلا سے محو گفتگو تھا۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر میں بستر پر سیدھا لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں اور اپنے دماغ کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

"میں ہر طرح کی سوچ سے خالی ہو رہا ہوں اور مسلسل دو گھنٹے تک سکون سے سوتا رہوں گا۔ ٹھیک دو گھنٹے بعد میری آنکھ کھل جائے گی۔"

میں ہمیشہ سوتے وقت یہی عمل کرتا تھا اور سونے سے پہلے اپنے جاگنے کا جو وقت مقرر کرتا تھا، اسی مقررہ وقت پر بیدار ہو جاتا تھا۔ اس عمل کے مطابق میں ٹھیک دو گھنٹے بعد بیدار ہو گیا۔

آنکھ کھلتے ہی میں چند لمحوں تک چُپ چاپ پڑا رہا پھر میں نے اپنی رسٹ واچ دیکھی، اس وقت تین بجنے والے تھے پھر میں نے پہلے سے اسٹوفر کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ اس کا دماغ پُرسکون تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ سو رہا ہے۔ اس کے بعد میں نے انجلا کے دماغ کو ٹٹولا۔ وہ شیشے کے اُس پار بستر پر آنکھیں بند کئے لیٹی ہوئی تھی۔ اتنی دُور سے دیکھ کر یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ سو رہی ہے یا جاگ رہی ہے۔ اسی لئے میں نے اس کی سوچ کو پڑھا، وہ کوئی اُلٹے سیدھے خواب دیکھ رہی تھی۔ بہرحال جب مجھے یقین ہو گیا کہ دونوں باپ بیٹی گہری نیند سو رہے ہیں، تب میں نے عملی قدم اُٹھایا۔

میں بستر پر بیٹھی مار کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر اپنی تمام سانسوں کو سینے میں سمیٹ لیا، اس کے بعد آنکھیں بند کیں اور مراقبے میں چلا گیا۔ اس وقت میری توجہ صرف اسٹوفر پر تھی۔ سوتے وقت دماغ اس حد تک کمزور اور بے قابو ہوتا ہے کہ سونے والا کسی قوت ارادی سے کام نہیں لے سکتا۔ اسٹوفر مضبوط قوتِ ارادی کا مالک تھا لیکن اس وقت خوابوں کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے والا دماغ بے قابو تھا اور میرے شکنجے میں آسکتا تھا۔

میں نے ہولے سے اس کے ذہن پر دستک دی۔

"اسٹوفر، تم خواب دیکھ رہے ہو اور تم خواب دیکھتے رہو گے۔ تمہاری آنکھیں بند ہیں اور اسی طرح بند رہیں گی۔ دیکھو، ذرا سوچو، تم کیا دیکھ رہے ہو؟"

تحکمانہ انداز میں ایسا سوچتے وقت میں نے اسے ذہنی طور پر کسمساتے ہوئے محسوس کیا۔ شاید وہ نیند سے چونکنے والا تھا میں نے پھر تحکمانہ انداز میں کہا۔ "خاموش پڑے رہو، کسمسانے کی ضرورت نہیں ہے۔ خواب دیکھو، کوئی اندیشہ نہ کرو۔ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو اور ٹیلی پیتھی جاننے والا انسانی نفسیات سے واقف ہوتا ہے۔ تم اپنی اس نفسیات کو سمجھو، اس وقت خواب کی حالت میں تم جو آوازیں سُن رہے ہو، وہ تمہارے عمل کا ردِعمل ہے۔ تم جس انداز میں دوسروں کو ٹرانس میں لاتے ہو، یہ ویسا ہی تحکمانہ انداز ہے جو خواب کی صورت میں تمہارے سامنے ہے۔ لہٰذا کوئی اندیشہ نہ کرو اور پُرسکون ہو کر سوتے رہو۔ تم سو رہے ہو، تمہارے اس پاس جو خواب کی دُنیا ہے، وہ دُھندلا رہی ہے۔ اس دھندلکے میں ایک اجنبی شخص تمہیں نظر آ رہا ہے، وہ بھی دُھندلایا ہوا ہے مگر غور سے دیکھو! تمہیں صرف اس کی آنکھیں نظر آئیں گی۔ ان آنکھوں کو دیکھو! تم ان آنکھوں کو پہلے بھی دیکھ چکے ہو۔ سکندر میر کی ہے کہ تم ان آنکھوں کو نہیں پہچانو گے صرف ان کی نگاہ سے برسائی ہوئی تیز کو یاد رکھو گے۔ اپنی سوچ کے ذریعے جواب دو، کیا تم ان آنکھوں کو دیکھ رہے ہو؟"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں کھول دیں اور گھور کر خلا میں دیکھنے لگا۔ اس وقت اسٹوفر کے دماغ سے اس کی سوچ اُبھری۔

"ہاں۔ میں ان آنکھوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اُف، یہ کس طرح انگارے برسا رہی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ میری ہی آنکھیں بہت خطرناک ہیں، دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ لیکن میں ان آنکھوں کی طرف کھنچا جا رہا ہوں، جانے کیا ہو رہا ہے، میری قوتِ ارادی کمزور کیوں پڑ گئی ہے؟ میں ان آنکھوں کو نہیں دیکھنا چاہتا۔ میں ان آنکھوں کو نہیں دیکھوں گا۔ نہیں دیکھوں گا۔۔۔۔"

اسے ٹرانس میں لانا اور محکوم بنانا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ وہ میری ٹکر کا آدمی تھا۔ میری طرح پیناٹزم اور ٹیلی پیتھی دونوں ہی علوم سے واقف تھا بلکہ اپنی عمر کے لحاظ سے زیادہ ہی تجربے کار تھا۔ لیکن یہ تو موقع کی بات ہوتی ہے، جسے موقع مل جاتا ہے اس کا داؤ چل جاتا ہے۔ کچھ دیر پہلے اس کے لئے بھی موقع تھا جب میں سو رہا تھا۔ اس وقت وہ مجھے ٹرانس میں لا کر میری اصلیت معلوم کر سکتا تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ سونے سے پہلے میں اپنے دماغ کو کنٹرول میں رکھتا ہوں۔ اپنے مقرر کردہ وقت کے علاوہ سوتا اور جاگتا ہوں۔ اس دوران بڑے سے بڑا عامل میرے دماغ پر دستک دے تو اُسے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اگر اسٹوفر نے بھی دستک دی ہوتی تو وہ میرے دماغ کے اطراف آہنی حصار سے ٹکرا کر واپس چلا گیا ہو گا۔

بہرحال میں نے بڑی کوششوں کے بعد اسے خوابیدہ حالت میں اپنا محکوم بنا لیا۔ میں نے اس سے کہا۔ "اپنی سوچ کے ذریعے جواب دو، تم کون ہو؟ اور کس مقصد کے لئے اس ملک میں آئے ہو؟"

وہ اپنی سوچ میں جواب دینے لگا۔ "میرا نام اسٹوفر گرین ہے، میں برطانیہ کا باشندہ ہوں۔ مجھے بچپن سے حیرت انگیز علوم سیکھنے کا شوق تھا۔ جوان ہو کر جب میں پیناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے علوم میں ماہر ہو گیا تو دولت سمیٹنے کے لئے اور عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے لئے جرائم کے راستوں پر چل پڑا۔ میرے پاس ایسے علوم ہیں کہ جن کے ذریعے میں بڑے بڑے مجرموں کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا لیتا ہوں۔ لیکن اس دنیا میں ہر پر سوا سیر بھی ہوتے ہیں۔ جب میں مختلف ممالک کی سیر کرتا ہوا اسٹول

وہاں ماسٹر لیوشے سے میرا سامنا ہوا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے اتنی گہرائی میں ڈوبا ہوا تھا کہ اس گہرائی تک پہنچنے کے لئے برسوں تک ریاضت کرنی پڑتی ہے۔ اتنی ہی صبر آزما مشقوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ماسٹر لیوشے کی آنکھوں میں اتنی قوت ہے کہ وہ کئی منٹ تک چلتے ہوئے سُوئے کی آنکھیں ملا سکتا ہے۔ میں اس کے سامنے طفلِ مکتب تھا۔ اُس نے مجھے اپنا محکوم بنا لیا اور مجھے ایسے گروہ میں لے گیا جس کا ہر فرد کسی نہ کسی علم اور فن کا استاد تھا۔ اسی گروہ انجلا سے میری ملاقات ہوئی تھی۔

میں نے پوچھا۔ کیا انجلا تمہاری بیٹی نہیں ہے؟"

"نہیں۔ اُس سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"انجلا کے متعلق بتاؤ۔"

"انجلا کا باپ آگ کا دیوتا کہلاتا ہے۔ وہ آگ کے شعلوں میں ایسے ایسے تماشے دکھاتا ہے کہ اس کے سامنے آگ پانی ہو جاتی ہے۔ اس نے ایک قسم کا انٹی فائر لوشن تیار کیا ہے۔ اپنے تمام جسم پر وہ اس لوشن کی مالش کرتا ہے اس کے بعد آگ اس پر اثر نہیں کرتی۔ اس لوشن کا فارمولا صرف اس کی بیٹی انجلا جانتی ہے لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے میں نے اور ماسٹر لیوشے نے انجلا سے وہ فارمولا معلوم کر لیا ہے۔"

میں نے اس سے سوال کیا۔ "کیا وہ لوشن انجلا کے پاس موجود ہے؟"

"ہاں۔ وہ اس کے سیف میں موجود ہے۔"

میں نے پھر سوال کیا۔ "اس گروہ کے بارے میں بتاؤ جس کے لئے تم کام کرتے ہو؟"

"اس گروہ کے چار بڑے ماسٹر ہیں۔ اُن میں سے میں، ماسٹر لیوشے اور انجلا کے باپ ماسٹر ڈانیال کو پہچانتا ہوں جو آگ کا دیوتا کہلاتا ہے۔ باقی دو ماسٹر کبھی میرے سامنے نہیں آئے۔ یہ تمام لوگ سیاسی مجرم ہیں۔ تمام ملکوں کے اہم رازوں تک پہنچتے ہیں۔ کوئی ملک نہ ان کا دوست ہے نہ دشمن ہے۔ یہ ایک ملک کے راز دوسرے ملک کے ہاتھوں فروخت کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے راز کے لاکھوں ڈالر وصول کرتے ہیں۔ اس گروہ کا نام انٹرنیشنل ماسٹرز گروپ ہے۔ اس کا مختصف نام آئی۔ ایم۔ جی ہے۔"

"آئی۔ ایم۔ جی کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟"

"زنجبار میں ہے۔"

میں نے ایک اہم سوال کیا۔ "جب تم پر کوئی مشکل آن پڑتی ہے، کسی مشکل جسے تم اپنے علوم سے آسان نہیں کر سکتے تو ایسی صورت میں کس سے مدد حاصل کرتے ہو؟"

"ماسٹر لیوشے میری مدد کرتے ہیں۔"

"اس وقت خواب کی حالت میں جس طرح تم محکوم بنائے گئے ہو، اس غائبانہ سوچ کے لہجے کو سمجھ رہے ہو کیا وہاں تک ماسٹر لیوشے کا سلسلہ ہے؟"

"ہاں۔ پہنچ سکتا ہے۔"

"کس طرح؟ وضاحت کرو۔"

اسٹوفر کی سوچ کہنے لگی۔ "جب میں صبح اُٹھوں گا تو مجھے یہ خواب یاد آئے گا۔ پھر میں سوچوں گا کہ کس اجنبی شخص نے خواب میں مجھے اپنا محکوم بنایا تھا؟ جب میری سمجھ میں نہیں آئے گا تو میں ماسٹر لیوشے سے دماغی رابطہ قائم کروں گا۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ صبح آنکھ کھُلنے کے بعد تم اس خواب کو بھول جاؤ گے۔"

"میں اس خواب کو بھول جاؤں گا۔"

"اب تم شہزاد کے متعلق بتاؤ۔"

"شہزاد میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن اس کی طلسمی انگوٹھی نے مجھے اُلجھن میں ڈال دیا ہے۔ میں اب تک فیصلہ نہیں کر سکا کہ اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ پھر اس کے سونے کا انداز مجھے کھٹک رہا ہے۔ میں اس کی نیند سے فائدہ اُٹھا کر اُسے ٹرانس میں لانا چاہتا تھا اور اس طلسمی انگوٹھی کا راز معلوم کرنا چاہتا تھا کیونکہ بیداری کی حالت میں وہ بہت ہی مستقل مزاج اور ایک مضبوط قوتِ ارادی کا مالک ہوتا ہے میں نیند کی حالت میں ہی اس سے سب کچھ اُگلوا سکتا تھا لیکن مجھے حیرانی ہوئی کہ میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا۔ کئی بار میں نے اپنی سوچ کے ذریعے اُسے پکارا مگر میری سوچ کا کوئی جواب نہ ملا۔ میں کیسے یقین کر دوں کہ وہ اس قدر گہری نیند سوتا ہے۔ یعنی دماغی طور پر بھی وہ اتنی گہری نیند میں ڈوب جاتا ہے کہ میری سوچ کی لہریں بھی وہاں تک نہیں پہنچتیں۔"

"شہزاد کی گہری نیند سے تم نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "میں نے جادو ٹونے کے بارے میں بہت کچھ سُنا ہے اور آج یہ تماشا بھی دیکھ لیا ہے کہ وہ کس طرح طلسمی انگوٹھی کے ذریعے خفیہ نمبروں کی ترتیب تک پہنچ جاتا ہے۔ یقیناً اس کی گہری نیند میں بھی وہی طلسمی انگوٹھی کام کر رہی ہے۔"

"تم صبح تک شہزاد کے متعلق کیا فیصلہ کرو گے؟"

"میں نے اسے صبح کا وقت اس لئے دیا ہے کہ میں ہر صبح آنکھ کھُلتے ہی بستر پر بیٹھ جاتا ہوں اور سب سے پہلے ماسٹر لیوشے سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ یہ میری روزمرہ کی ڈیوٹی ہے۔ میں کل صبح اُٹھتے ہی ماسٹر لیوشے سے درخواست کروں گا کہ وہ مجھے شہزاد کی طلسمی انگوٹھی کا راز بتائیں۔"

"ماسٹر لیوشے کے لئے شہزاد بالکل اجنبی ہے، وہ شہزاد کے دماغ تک کس طرح پہنچے گا؟"

"ماسٹر لیوشے میری سوچ کو پڑھیں گے اور میں شہزاد کے خیالات کو پڑھوں گا۔ اس طرح وہ شہزاد تک پہنچ جائیں گے۔"

یہ سنتے ہی مجھے احساس ہوا کہ میں بہت بڑے خطرے سے

دو چار ہو رہا ہوں۔ اب تک اسٹوفر ہی میرے لئے کچھ کم خطرناک نہ تھا اب تو چار ایسے ماسٹر تھے جو اپنے فن میں یکتائے زمانہ تھے اور مجھے کٹھ پتلی کی طرح اپنے اشاروں پر نچا سکتے تھے۔ کیا اس وقت میں اس قابل تھا کہ ایسے خطرناک اُستادوں سے سامنا کر سکوں؟"

یہ فیصلہ کرنے کے لئے بڑے سوچ و بچار کی ضرورت تھی۔ میں کسی ضدی بچے کی طرح یا ایک معذور انسان کی طرح اپنے علم اور اپنے تجربات پر فخر کرتے ہوئے بغیر سوچے سمجھے پہاڑوں سے نہیں ٹکرا سکتا تھا۔ فی الحال مجھے چار ماسٹروں کے متعلق سوچنے سے پہلے اُن کے شاگرد اسٹوفر سے نمٹنا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ صبح اُٹھ کر ماسٹر یوشے سے مجھے متعارف کرائے۔

ماسٹر یوشے ——!

ماسٹر یوشے کس طرح مجھ تک پہنچ سکتا ہے؟ فی الحال مجھ تک پہنچنے کے دو ذرائع تھے، ایک اسٹوفر اور دوسری انجلا، وہ دونوں آئی۔ ایم۔ جی کی خفیہ تنظیم کے ممبر تھے۔ ان دونوں کی زندگی میرے لئے خطرناک تھی۔ میں نے پہلی فرصت میں یہ فیصلہ کیا کہ آج رات ان دونوں کو ختم ہو جانا چاہئے۔ ان کے لئے آج رات کی صبح نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن اسٹوفر کو ختم کرنے سے پہلے کچھ اور اہم معلومات درکار تھیں۔ میں نے پوچھا۔

"تم نے یہاں آکر اپنی تنظیم کے لئے اب تک کیا کام کیا ہے؟"

"یہاں آکر میں نے دو خفیہ گئی جاسوسوں سے اہم سودے کئے ہیں ایک دھرم ویر (بلیک گائیڈ) ہے۔ اس سے میں اہم کاغذات حاصل نہیں کر سکا۔ اس سے پہلے ہی وہ قانون کی گرفت میں آگیا ہے۔ دوسرا ایک فری لانسر ایجنٹ ہے۔ اس کا نام بیل منڈو ہے۔ بیل منڈو کا طریقہ کار بھی یہی ہے کہ کوئی اہم راز اس کے ہاتھ لگ جاتا ہے تو وہ کسی بھی ملک کے ہاتھوں اچھی خاصی رقم لے کر فروخت کر دیتا ہے۔ ابھی میں اس سے سودا کر رہا ہوں۔ اس کے پاس ایک ملک کے فوجی اڈوں کی مائیکرو فلم ہے۔ وہ اس فلم کے پچیس لاکھ ڈالر مانگتا ہے جو بہت زیادہ ہیں۔ اس کے لئے میں صرف دس لاکھ تک دے سکتا ہوں۔ جب اُس نے اس سودے سے انکار کیا تو میں نے اس کی سوچ کے ذریعے اس مائیکرو فلم تک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔

بیل منڈو کی سوچ پڑھنے کے بعد مجھے پتہ چلا کہ اس کے چہرے پر پلاسٹک کی ناک ہے۔ کسی حادثے میں اس کی ناک کٹ گئی تھی اس لئے اُس نے پلاسٹک کی ناک لگا رکھی ہے۔ اسی ناک کے ایک نتھنے میں وہ فلم کو چھپا کر رکھتا ہے۔

اس فلم کو حاصل کرنے کے لئے میں نے یہاں کے نامور غنڈوں کی خدمات حاصل کیں لیکن وہ لڑنے مرنے والے پانچ دس غنڈوں کے بس کا نہیں ہے جتنے خطرناک لڑنے والے گئے، وہ یا تو بُری طرح زخمی ہو کر واپس آئے یا پھر موت کے مُنہ میں چلے گئے۔ بیل منڈو ایک بلیک بیلٹ وِنر ہے۔ یعنی اتنا خطرناک فائٹر ہے کہ اس نے کنگ فو کے آرٹ میں کالا بیلٹ حاصل کیا ہے۔"

میں نے اسٹوفر سے سوال کیا۔ "تم نے یہ کیسے سمجھ لیا تھا کہ شہزاد اتنے خطرناک فائٹر کی ناک سے وہ فلم نکال کر لے آئے گا؟ وہ تو محض تجوریاں کھول سکتا ہے، کسی درندے کی ناک میں انگلیاں نہیں ڈال سکتا۔"

"ہاں۔ میں سمجھتا ہوں کہ شہزاد تنہا اس درندے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں اس سے تجوری ہی کھولنے کا کام لینا چاہتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ جب بیل منڈو اپنی کوٹھی میں موجود ہوتا ہے، یا رات کو اپنی خوابگاہ میں سوتا ہے تو وہ مائیکرو فلم اپنے نتھنے سے نکال کر سیف میں رکھ دیتا ہے۔ وہ سیف اس کی خوابگاہ میں ہے۔ لیکن اس کی خوابگاہ تک پہنچنا بھی دل گُردے کا کام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک بار شہزاد کسی طرح وہاں پہنچ جائے تو وہ آسانی سے سیف کھول کر اسے نکال لائے گا۔"

میں نے پوچھا۔ "بیل منڈو کہاں رہتا ہے؟"

اُس نے جواب دیا۔ "شہر سے دُور، سمندر کے کنارے ایک اُونچے سے ٹیلے پر ایک سبز رنگ کی کوٹھی ہے۔ کوٹھی کے اس پار ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اس بستی میں جو لوگ مچھیروں کی زندگی گزار رہے ہیں، وہ سب بیل منڈو کے خاص آدمی ہیں۔ وہ راتوں کو مچھلیاں پکڑنے کے بہانے سمندر میں جاتے ہیں تو اپنے ساتھ سونے اور چرس کا ذخیرہ لے جاتے ہیں۔ یہ سب بیل منڈو کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کوئی بھی اجنبی شخص جاتا ہے تو فوراً ہی پہچان لیا جاتا ہے۔ بیل منڈو تک پہنچنے سے پہلے ہی اس بستی کا کوئی نہ کوئی آدمی اس اجنبی کو ختم کر دیتا ہے۔"

اسٹوفر اپنی سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا اور میں سُن رہا تھا جب بیل منڈو کے متعلق تمام معلومات فراہم ہو گئیں تو میں نے اس سے پوچھا۔

"زندگی ہر انسان کو عزیز ہوتی ہے۔ تمہیں بھی اپنی زندگی سے پیار ہو گا۔ ایسی صورت میں کیا تم مرنا پسند کرو گے؟"

"نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا۔"

"آج تک تم نے جتنوں کو مارا ہے، وہ بھی مرنا نہیں چاہتے ہوں گے۔ کیا تم نے ان کی زندہ رہنے کی خواہش پوری کی تھی؟"

"نہیں۔ اپنی حفاظت اور اپنی بقا کے لئے مجبوراً دوسروں کو مارنا ہی پڑتا ہے۔"

"تم درست کہتے ہو، میں بھی اپنی حفاظت اور سلامتی کے لئے تمہیں اس دنیا کی پریشانیوں سے آزاد کرنا چاہتا ہوں۔ بولو! کہ تم مرنا پسند کرتے ہو؟"

"میں مرنا پسند کرتا ہوں۔"

"تم میرے معمول اور محکوم ہو، تم میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے۔"

"میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔"

"تمہارے پاس ایک ریوالور تو ضرور ہو گا! اپنے بستر سے اُٹھو اور ریوالور کو نکالو۔"

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا کہ وہ بستر سے اُٹھ رہا ہے اور الماری کی طرف جا رہا ہے۔ ایک منٹ کے اندر اُس نے الماری کھول کر ایک دراز سے ریوالور نکال لیا۔ میں نے اُسے حکم دیا۔

"ریوالور میں سائیلنسر لگاؤ۔"

"میرے پاس سائیلنسر نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔ "ریوالور واپس رکھ دو۔ کیا تمہارے پاس چاقو ہے؟"

"ہاں۔ میرے پاس چاقو ہے۔"

"چاقو نکالو اور اسے کھول کر بستر پر آجاؤ۔"

اُس نے میرے حکم کے مطابق چاقو نکالا اور اسے کھولتے ہوئے بستر پر آکر بیٹھ گیا۔ میں نے پھر حکم دیا۔ "بستر سے آرام سے چاروں شانے چت لیٹ جاؤ۔"

اُس نے حکم کی تعمیل کی اور چت لیٹ گیا۔ میں نے کہا۔

"چاقو کے دستے کو دونوں مُٹھیوں میں مضبوطی سے جکڑو پھر اسے اپنے سینے کے اوپر بلند کرو، اس کے بعد پوری قوت سے چاقو کے پورے پھل کو اپنے سینے میں اُتار لو۔"

وہ میرا معمول تھا، محکوم تھا۔ میرے حکم سے وہ زہر کا پیالہ اُٹھا کر پی سکتا تھا۔ میرے ہی حکم سے اُس نے چاقو کو فضا میں بلند کیا اور اس زہر چکتے ہوئے پھل کو اپنے سینے میں گھونپ لیا۔

حسن کم جہاں پاک۔ وہ تھوڑی دیر تک تڑپتا رہا۔ خنجر ٹھیک دل پر لگا تھا اس لئے وہ چیخ نہ سکا، ذرا دیر تک کراہتا رہا اور تڑپتا رہا پھر ٹھنڈا پڑ گیا۔

میں اعتراف کرتا ہوں کہ اپنی زندگی کے کتنے ہی موڑ پر میں نے [illegible] لیکن بہت مجبور ہو کر ایسا کیا ہے۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو دوسری [illegible] ماسٹر یوشے کا شکار ہو جاتا۔ اتنا تجھے یقین ہے کہ ماسٹر یوشے [illegible] جان کا دشمن نہیں بنے گا لیکن میری صلاحیتوں سے کام لینے [illegible] جس طرح اسٹوفر کو اپنا آلہ کار بنایا تھا اسی طرح مجھے بھی اپنے [illegible] پر نچائے گا۔ تسلی بیتھی کی انتہا کو پہنچنے والا ماسٹر یوشے کتنے [illegible] سے میرے دماغی توازن کو بگاڑ سکتا ہے، یہ مجھ جیسا ٹیلی پیتھ جانتا [illegible] کچھ سکتا ہے۔ میں ماسٹر یوشے کا آلہ کار نہیں بننا چاہتا تھا۔ اس [illegible] ضروری تھا کہ وہ مجھ تک نہ پہنچے اور اس کے لئے یہ بھی [illegible] تھا کہ اسٹوفر اپنے سینے میں خنجر اُتار لے۔

اس کے بعد میں نے انجلا کی طرف دیکھا۔ وہ باریک سا ریشمی لباس [illegible] بستر پر سو رہی تھی۔ میں نے اس کی خوابیدہ حالت میں اس پر [illegible] کیا جب وہ ٹرانس میں آگئی تو میں نے اس سے پوچھا۔

"شہزاد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

اُس نے جواب دیا۔ "وہ ہینڈسم ہے، اسمارٹ ہے، میرا دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن میں اپنی خفیہ تنظیم کے اصولوں کے مطابق اپنے دل کی باتوں پر عمل نہیں کر سکتی۔ جیسے اپنا آلہ کار بنانا ہوتا ہے اسے دُور ہی دُور سے تڑپا کر اپنا کام نکالنا پڑتا ہے۔ یہ ہمارے چار بڑے ماسٹروں کا حکم ہے اور ان کے حکم سے کوئی بھی انکار کرنے کی جُرأت نہیں کر سکتا۔"

میں نے پوچھا۔ "اگر شہزاد کسی کام نہ آسکے اور تمہارا آلہ کار نہ بن سکے، وہ صرف تمہیں حاصل کرنے کے تمہارے پاس آجانے تو کیا تم اپنی حفاظت کے لئے اپنے ماسٹروں سے مدد طلب کرو گی؟"

"نہیں۔" اُس نے جواب دیا۔ "شہزاد جیسے نوجوانوں کے لئے میں تنہا کافی ہوں۔ اگر وہ جبراً میرے قریب آئے گا تو میں اسے جلا کر راکھ کر دوں گی۔"

میں نے مُسکرا کر شیشے کے پار اُس سوئی ہوئی قیامت کو دیکھا پھر اسے حکم دیا کہ وہ بستر سے اُٹھ جائے اور اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھول دے۔ وہ چُپ چاپ بستر سے اُٹھی، آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے تک گئی اور اسے کھول دیا۔ پھر میں نے اسے حکم دیا کہ وہ واپس آکر بستر پر لیٹ جائے۔

جب وہ بستر پر آکر لیٹ گئی تو میں نے اسے حکم دیا کہ وہ سو جائے۔ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد جب اس کی آنکھ کھلے گی تو وہ میرے تنویمی عمل سے آزاد ہو گی۔ وہ میرے حکم کے مطابق سو گئی۔ میں اپنے کمرے سے نکل کر اس کی خوابگاہ میں آگیا۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے میں نے اس کے سیف کو کھولا، پھر اس میں سے انٹی فائر پوشن نکالا۔ اسے حاصل کرنے کے بعد میں نے اپنے تمام کپڑے اُتارے اور اپنے بدن پر اس لوشن کی مالش کرنے لگا۔ سر کے بالوں سے پاؤں کے تلوؤں تک ایک ایک حصے پر لوشن ملنے کے بعد میں تھوڑی دیر تک ہاتھ پاؤں پھیلائے کھڑا رہا۔ پہلے پہل اس لوشن سے ایک عجیب سی مہک اُٹھ رہی تھی پھر جیسے جیسے وہ میرے بدن پر سوکھتا گیا اس کی مہک ختم ہوتی گئی۔ اس کے بعد میں نے اپنے کپڑے پہن لئے۔

اس عمل میں بارہ منٹ گزر گئے۔ مجھے مزید تین منٹ تک انتظار کرنا پڑا۔ ٹھیک تین منٹ گزرنے کے بعد انجلا کی آنکھ کھل گئی میں کھلے ہوئے دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی ہڑبڑا کر اُٹھی پھر اس نے پوچھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ ڈیڈی نے اگر دیکھ لیا تو وہ ناراض ہو جائیں گے۔"

"میں تمہیں یہ منحوس خبر سُنانے آیا ہوں کہ تمہارے ڈیڈی ناراض

ہونے کے لئے اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ڈیڈی زندہ نہیں ہیں؟"

"ہاں۔ میں یہی کہہ رہا ہوں۔ وہ اپنے بستر پر ایک خنجر کو سینے سے لگائے ابدی نیند سو رہے ہیں۔ تم چل کر دیکھ لو۔"

وہ میرے کہنے کے دوران ہی تیز تیز قدم بڑھاتی ہوئی اسٹوفر کی خوابگاہ کی طرف جانے لگی میں اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ خوابگاہ میں پہنچ کر وہ اسٹوفر کو دیکھتے ہی ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔ اسٹوفر اپنے بستر پر مُردہ پڑا ہوا تھا انجلا نے قریب جا کر خون آلود چاقو اُٹھاتے ہوئے کہا۔

"اسے تم نے قتل کیا ہے؟"

"نہیں انجلا! میں کیسے قتل کر سکتا ہوں؟ تمہارا یہ بنا پسپتی باپ کیسی بیتی جانتا تھا۔ اگر میں اسے قتل کرنے آتا تو اس سے پہلے ہی وہ میرے خیالات کو پڑھ کر محتاط ہو جاتا۔ اس نے اپنی مرضی سے خودکشی کی ہے۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ اس نے خودکشی کی ہے؟"

"میرے سامنے کی بات ہے، میں یہاں موجود تھا۔ تمہارے باپ نے اپنے ہاتھ میں خنجر لیکر مجھ سے کہا کہ وہ اس زندگی سے بیزار ہو گیا ہے۔ شہزاد! میں اس دنیا سے جا رہا ہوں۔ میرے بعد تم میری بیٹی کی خوابگاہ میں جاؤ اور عیش کرو۔ آؤ میری جان! اب ہم مرنے والے کی وصیت کے مطابق عیش کریں گے۔"

اتنا سُنتے ہی اس نے بپھری ہوئی شیرنی کی طرح مجھ پر حملہ کیا اگر میں ذرا بھی چوک جاتا تو وہ چاقو میرے سینے میں بھی اُتر جاتا۔ میرے مسترا بدلتے ہی وہ حملہ کرنے کی جھونک میں سامنے والی دیوار سے جا ٹکرا گئی۔ میں نے اس کی کلائی کو پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا اور اسے اپنے کندھے پر لاد کر اس کی خوابگاہ کی طرف جانے لگا۔ وہ میرے کندھے پر تڑپتی رہی مچلتی رہی، خود کو میری گرفت سے چھڑانے کی بے سُود کوشش کرتی رہی۔ لیکن میں نے اسے اس کی خوابگاہ میں لے جا کر بستر پر پھینک دیا۔ وہ بستر پر گرتے ہی اک دم سے ساکت ہو گئی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگی۔

وہ مجھے دیکھ رہی تھی اور میں اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"یہ اچانک بازی کیسے پلٹ گئی؟ اسٹوفر تو ناقابلِ شکست تھا پھر یہ کیسے شہزاد کے ہاتھوں مارا گیا؟ میں کیا کروں؟ اس قاتل کے ہاتھوں سے کس طرح بچ کر نکلوں۔ مجھے اپنے ماسٹروں تک اس واقعے کی رپورٹ پہنچانی ہے۔ کل صبح معمول کے مطابق جب ماسٹر لوشے کو اسٹوفر کی طرف سے کوئی رپورٹ نہیں ملے گی تو پھر ماسٹر لوشے خود ہی ہزاروں میل دُور بیٹھ کر سوچ کا سفر طے کرے گا اور سوچ کے ذریعے اسٹوفر کو تلاش کرے گا۔ لیکن جب اس کے مُردہ دماغ سے کوئی جواب نہیں ملے گا تو ماسٹر لوشے مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرے گا۔ تب میں بتاؤں گی کہ یہ شہزاد کتنا خطرناک ہے۔ اس نے ہماری تنظیم کے ایک ایسے قابل شخص کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے جس کی جگہ کوئی پُر نہیں کر سکتا۔

لیکن یہ صبح کی بات ہے۔ یہ شہزاد صبح تک مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اپنی ہوس پوری کرے گا اور مجھے مار ڈالے گا۔ اب صرف ایک ہی راستہ ہے کہ میں اپنی ٹیکنیک کے مطابق اسے جلا کر راکھ کر دوں۔"

وہ سوچنے لگی کہ کس انداز میں مجھے جلائے گی۔ اس کے ذہن نے اسے سجھایا کہ وہ غصہ تھوک دے اور شہزاد کو بڑی لگن سے دیکھے۔ اس کی خواہش پوری کرنے کے لئے اس کی آغوش میں چلی جائے لیکن اس سے پہلے وہ سیف کے پاس جائے گی اسے کھول کر انٹی فائر لوشن نکالے گی اور اسے چھڑک کر باتھ روم میں چلی جائے گی۔ وہاں جا کر وہ اپنے بدن پر اس لوشن کی مالش کرے گی۔ پھر باتھ روم سے باہر نکل آئے گی۔ شہزاد اسے بے لباس دیکھتے ہی دیوانہ ہو جائے گا اور اسے آغوش میں لے کر لپٹنے لگے گا۔ اسی وقت وہ اپنی سگریٹ جلائے گی۔ پھر ایک سگریٹ ہونٹوں میں دبا کر اسے سلگانے کے لئے لائٹر جلائے گی جیسے ہی وہ سگریٹ سُلگانے کے لئے میرے قریب ماچس کی تیلی لائے گا میرے بدن کا لوشن فوراً ہی آگ پکڑ لے گا۔ اچانک ہی شعلے بھڑک جائیں گے میں اس سے اس طرح لپٹ جاؤں گی کہ وہ خود کو چھڑا نے کی کوشش کرے گا، تب بھی چھڑا نہ سکے گا۔

میں اس کی سوچ کے ذریعے اس کی مکاریوں کو سمجھ رہا تھا۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ میں ایک اہم بات بھول رہا ہوں اور وہ یہ کہ میں نے اب تک انٹی فائر لوشن کا فارمولا اس سے نہیں پوچھا ہے۔ جو لوگ دانشمند ہوتے ہیں وہ اسی لئے عورت کی خواہش کو ٹال دیتے ہیں اور اس تمنا اس لئے نہیں کرتے کہ ایک خوبصورت بدن حاصل کرنے کی دھن میں کام کی باتیں رہ جاتی ہیں۔ جسمانی خواہش تو پوری ہو جاتی ہے لیکن بعد میں پچھتانا پڑتا ہے۔ میں اپنے آپ پر لعنت بھیجنے لگا۔ ایسی بھی کیا دیوانگی تھی کہ انجلا کے گورے اور چکنے بدن کو دیکھتے ہی وہ باتیں بھول گیا تھا جو آئندہ فائدہ پہنچا سکتی تھیں۔

اس وقت انجلا کا مزاج بدل گیا تھا۔ وہ مجھے اتنے پیار سے دیکھ رہی تھی جیسے نگاہوں سے قتل کرنے کی کوشش کر رہی ہو میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"بس تم اسی طرح میری آنکھوں میں دیکھتی رہو۔"

وہ اک دم سے گڑبڑا گئی۔ میری سُلگتی ہوئی آنکھوں پر نظریں جمانے کی کوشش کی لیکن میری مقناطیسی آنکھوں نے اس کی نظروں کو جکڑ لیا تھا۔ اس کا بدن کسمسایا۔ یکلخت نظریں ذرا بھی اِدھر سے اُدھر نہ ہو سکیں۔ میں نے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔

"تم ان آنکھوں میں دیکھ رہی ہو اور اسی طرح ان آنکھوں

پندرہ منٹ بعد وہ بیدار ہو گئی۔ چند لمحوں تک وہ چپ چاپ پڑی سوچتی رہی پھر مجھ پر نظر پڑتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے وحشت زدہ نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم ۔۔۔ تم نے مجھے ہپناٹائز کیا تھا ۔۔۔؟"

"ہاں۔ اب تم اس عمل سے آزاد ہو۔ دراصل میں تمہارے سیف کی تلاشی لینا چاہتا تھا۔ لیکن یہاں ایک میرے کی انگوٹھی کے سوا کچھ نہیں ملا۔ میں لاک بریکر ہوں۔ مجھے سیف کھولنے کا کچھ تو معاوضہ ملنا چاہئے۔ لہٰذا میں نے وہ انگوٹھی رکھ لی ہے۔ اور ہاں تمہارے سیف میں یہ ایک شیشی بھی رکھی تھی۔ پتہ نہیں اس شیشی میں کس طرح کا سیال ہے؟"

وہ انٹی فائر لوشن تھا میں نے انجان بن کر پوچھا تھا۔ اس نے شیشی کو دیکھتے ہی میرے ہاتھوں سے جھپٹ لیا پھر جلدی سے بولی۔

"یہ ۔۔۔ یہ تمہارے کام کی چیز نہیں ہے۔ اسے صرف عورتیں استعمال کرتی ہیں۔ اسے میں بدن پر لگاؤں گی تو میرے بدن سے جذبات انگیز خوشبو اُٹھے گی۔ اس سے تمہاری مسرتوں میں اضافہ ہو گا۔ اگر کہو تو ابھی میں باتھ روم میں جاتی ہوں۔ جب واپس آؤں گی تو تمہیں ایسی لذتوں سے آشنا کروں گی، جن سے تم اب تک محروم رہے ہو گے۔"

میں نے بڑی خوشی سے اسے باتھ روم میں جانے کی اجازت دے دی۔ جب وہ چلی گئی تو میں آرام سے بستر پر لیٹ گیا

باتھ روم کے بند دروازے کے پیچھے وہ بھی سوچتی جا رہی تھی کہ وہ بستر پر آ کر مجھ سے محبت نہیں کرے گی۔ کمرے کے ننگے فرش پر ہو گی۔ تاکہ جب اس کے جسم سے شعلے اٹھیں تو بستر تک یا کمرے کی کسی ایسی چیز تک نہ پہنچیں جس سے آگ لگنے کا اندیشہ ہو۔

وہ پوری طرح مطمئن ہو کر باتھ روم سے باہر آئی۔ وہ ایسی لگ رہی تھی جیسے اس نے ابھی ابھی جنم لیا ہو۔ کیونکہ جنم لیتے وقت انسان کے بدن پر کپڑے نہیں ہوتے۔

وہ ننگے فرش پر کھڑی بڑی سعادت سے مجھے اپنی طرف بلا رہی تھی۔

میں بستر سے اُٹھ کر اُس کی طرف بڑھتا چلا گیا جیسے یہ سب کچھ خواب ہو اور میں خواب میں چل رہا ہوں۔ اس کے بدن پر لوشن کی ہلکی ہلکی مہک رہ گئی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"واقعی تم نے کچھ عجیب سا لوشن لگایا ہے۔ کچھ عجیب سی مہک اُٹھ رہی ہے اور مجھ پر بھی کچھ عجیب سی دیوانگی طاری ہو رہی ہے۔"

میری قربت سے وہ ہزار ضبط کے باوجود تڑپ گئی اور فوراً ہی مجھ سے دُور ہو گئی۔ وہ بہکنا نہیں چاہتی تھی۔ دُنیا جہاں کا تجربہ اس کے

Pakistanipoint
www.pakistanipoint.com

ذہن میں تھا۔ وہ بولی۔

اُس نے زبان سے کچھ نہیں کہا مگر اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"ہاں۔ میں ان آنکھوں کی گہرائی میں ڈوب رہی ہوں۔ اُف، یہ کیسی پہلے تو ایسی نہیں تھیں، یک بیک ان آنکھوں کا مزاج کیسے بدل گیا ہے؟ مائی گاڈ! کیا یہ بھی ہپناٹزم جانتے ہے؟ ہاں ایسی ہی بات ہے۔ میرا دل آپ ہی آپ ڈوبتا جا رہا ہے۔ یہ آنکھیں میرے دماغ کو جیسے ہلا رہی ہیں ۔۔۔ آہ میں اپنی قوتِ ارادی سے کام لینا چاہتی ہوں مگر نہیں ہو سکتی ۔۔۔"

میں نے حکم دیا۔ "اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دو۔ تم اپنے طور پر کچھ نہیں کرو گی۔ کچھ نہیں سوچو گی اور خود کو بھول جاؤ گی۔ تم خود کو بھول رہی ہو۔ اپنے آس پاس کی دنیا کو تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہے تمہیں ان نگاہوں کے سوا اس دنیا کی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی ہے۔"

میں کہتا رہا۔ رفتہ رفتہ وہ ٹرانس میں آ گئی۔ جب وہ مکمل طور پر میری ہپناٹزم میں آ گئی تو میں نے اسے حکم دیا۔

"چلو اٹھو اور میز کے پاس جا کر کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئی اور آہستہ آہستہ یوں چلنے لگی جیسے پانی پر بہتا ہوا پرنالہ ڈول رہا ہو۔ وہ میرے حکم کے مطابق میز کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔ میں نے اس سے کاغذ اور قلم نکالنے کے لئے کہا۔ جب وہ کاغذ ایک پیڈ سامنے رکھ کر اور قلم کھول کر بیٹھ گئی تو میں نے اس سے کہا۔

"اب پوری تفصیل سے انٹی فائر لوشن کا فارمولا لکھو۔"

وہ حکم کی بندی بلا چون وچرا کاغذ پر لکھنے لگی۔ میں کبھی اسے دیکھتا کبھی کاغذ پر اس کی صاف ستھری تحریر کو پڑھتا رہا۔ فارمولے کی پوری تفصیل لکھنے کے بعد اس کا قلم رُک گیا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا فارمولا مکمل ہو گیا ہے؟"

"ہاں۔ مکمل ہو گیا ہے۔"

میں نے اس کاغذ کو پیڈ میں سے نکال کر تہہ کیا اور اسے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اس کے بعد اسے حکم دیا کہ وہ دوبارہ بستر پر جا کر لیٹ جائے۔ پھر اس کی سطح پر پڑی ہوئی نادیدہ کی طرح اپنے بستر تک گئی اور اس پر لیٹ گئی۔ میں نے اس سے کہا۔

"آنکھیں بند کر لو اور سو جاؤ۔ پندرہ منٹ کے بعد پھر بیدار ہو جانا۔ اس وقت تم تنویمی عمل سے آزاد ہو گی۔"

وہ آنکھیں بند کر کے سو گئی۔ میں اس کے سیف کے پاس گیا اور اس میں سے کام کی چیزیں نکال کر دیکھنے لگا کہ شاید کوئی کام کی چیز ہاتھ لگ جائے لیکن کوئی کام کی چیز نظر نہیں آئی۔ مشرقی عورت کا بہروپ بھرنے کے لئے اس میں کچھ سونے اور چاندی کے زیورات رکھے ہوئے تھے۔ ایک بیش قیمت ہیرے کی انگوٹھی بھی تھی۔ مالِ غنیمت کے طور پر میں نے وہ انگوٹھی رکھ لی۔

پاس تھا۔ وہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ اس کھیل کے بعد میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا میں اسٹوفر کا قاتل تھا اور کوئی قاتل اپنے پیچھے چشم دید گواہ چھوڑ کر نہیں جاتا خواہ وہ گواہ حسین عورت کے رُوپ میں کیوں نہ ہو۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "تم مجھ سے دُور کیوں چلی گئی ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "میری عادت ہے ایسے وقت میں سگریٹ کے کش لگاتی ہوں۔ پلیز مجھے ایک سگریٹ دو۔"

میں بستر کے پاس گیا۔ وہاں اپنی پتلون کی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا۔ پھر ایک سگریٹ اور ماچس لے کر اس کے پاس آگیا۔ اُس نے سگریٹ اپنے ہونٹوں میں دبالیا پھر اپنی دونوں بانہیں میری کمر کے گرد حمائل کر کے مجھے مضبوطی سے پکڑ لیا تاکہ میں بھاگ نہ سکوں۔ پھر اس نے کہا۔

"سگریٹ سُلگاؤ۔ میں تمہارے لئے جذبات کے شعلے بھڑکاؤں گی۔"

"ہاں! میں تمہارے بدن کی آگ میں جلنے ہی آیا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے ماچس کی تیلی جلائی جیسے ہی تیلی نے آگ پکڑی ہمارے بدن سے بھی اچانک ہی شعلے بھڑک گئے۔ شعلے بھڑکتے ہی انجلا نے غٹ شگاف قہقہہ لگاتے ہوئے مجھے اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔ میرے اطراف اپنی بانہوں کا پھندا بنا کر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں انگلیاں پھنسالی تھیں۔ میں نے گھبرا کر کہا۔

"یہ ــــ یہ آگ کیسی ہے؟ مجھے چھوڑ دو ــــ مجھے چھوڑ دو ــــ نہیں تو میں جل جاؤں گا۔"

وہ پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتی ہوئی بولی۔ "جب میں انگلیوں کی قینچیاں بنا کر پھنسا ڈالتی ہوں تو بڑے سے بڑے شہ زور اس پھندے میں جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ ہا ہا ہا۔۔۔ میں آگ کے دیوتا ماسٹر دانیال کی بیٹی ہوں۔ میں آگ کے شعلوں پر سوتی ہوں میں خود نہیں جلتی، دوسروں کو جلاتی ہوں۔ تمہاری طرح ایک اور عاشق میرے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اس احمق نوجوان کی ماں نے مجھے گالیاں دی تھیں کہ میں حرافہ ہوں۔ میں نے گالی کے جواب میں اس کے سامنے اس کے بیٹے کو اسی طرح جلایا تھا۔ وہ بہت طاقتور تھا لیکن ایک تو میرے بازوؤں کا پھندا مضبوط ہوتا ہے، دوسرے مرد کی طاقت اس لئے کام نہیں آتی کہ اچانک بھڑکنے والے شعلے اسے حواس باختہ کر دیتے ہیں اور اس کی مدافعت کو کمزور بنا دیتے ہیں۔ ہا ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ تم بھی کمزور پڑتے جا رہے ہو۔۔۔۔"

"بس کرو میری جان! کب تک قہقہے لگاتی رہو گی۔"

اس کے قہقہے گھٹ گئے۔ تب اسے ہوش آیا کہ شعلے مجھے نہیں جلا رہے ہیں چونکہ ہمارے بدن کے چاروں طرف بھڑک رہے تھے اس لئے وہ فوراً ہی سمجھ نہ سکی تھی کہ اس کے بدن کی طرح میرا جسم بھی شعلوں کو بخوشی قبول کر رہا ہے۔

اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور بازوؤں کا پھندا کمزور پڑ گیا۔ اس نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔ "لگ ــــ کیا تم نے بھی الاؤ کو استعمال کیا ہے؟"

"تم کس لوشن کی بات کر رہی ہو، میں نہیں جانتا۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ میں ایک مرد ہوں اور عورت کا زرخیز بدن ہر مرد کو جلاتا ہے۔ اور میرا یہ آگ ہے، وہ آج تک مردوں کو جلاتی آئی ہے۔ یہ دوسری بار ہے کہ وہ آگ نظر نہیں آتی اور یہ شعلے نظر آ رہے ہیں۔ آؤ، ہم اس دنیا کے پہلے آدم اور حوا ہیں، جو شعلوں کی سیج پر جوانی کا سفر طے کریں گے۔ جہاں جہاں سے ہمارے جسم گزریں گے، وہاں وہاں شعلے دب جاتے تھے۔

جسم کا جو حصہ شرارے سے آزاد ہو جاتا، وہاں پھر آگ پکڑ لیتی اور شعلے بھڑکنے لگتے۔ آگ کہیں سے جل رہی تھی کہیں سے بجھ رہی تھی۔ ہم کہیں سے اُبھر رہے تھے اور کہیں سے ڈوب رہے تھے۔ اس کی مدافعت کی قوت ختم ہو چکی تھی۔

بہت دیر بعد جب آگ بجھ گئی تو میں نے اس سے کہا کہ وہ غسل کر لے۔ کیونکہ غسل کرنے کے بعد مکمل طور پر روشن کا تاثیر ختم ہو جاتی ہے۔ وہ میرے کہنے کے مطابق باتھ روم میں چلی گئی جب میں باتھ روم میں داخل ہوا تو وہ باتھ ٹب میں پانی بھر چکی تھی اور اس میں بیٹھنے جا رہی تھی میں نے اسے سہارا دے کر جب وہ باتھ ٹب میں سینے تک ڈوب گئی تو میں نے اس کی گردن ایک ہاتھ کے شکنجے میں لے کر کہا۔

"تم اتنی رحم دل ہو کہ تم نے ایک ماں کے سامنے اس کے جوان بیٹے کو جلا ڈالا تھا۔ تمہیں نہ تو اس کی جوانی پر ترس آیا تھا اور نہ ہی تم نے ایک عورت ہو کر ماں کی مامتا کو سمجھا تھا۔ اگر میں نے بھی تمہیں چھوڑ دیا تو تم اپنے چار ماسٹروں کو شکاری کتوں کی طرح میرے پیچھے دوڑا دو گی۔ اس لئے اے آگ سے کھیلنے والی! آگ کے دیوتا کی بیٹی! میں تجھے ہمیشہ کے لئے پانی میں بجھا رہا ہوں۔۔۔۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کی گردن کو دبوچتے ہوئے پانی میں ڈبو دیا۔ وہ گھبرا کر پھڑپھڑانے لگی۔ وہ ہاتھ پاؤں پھینک رہی تھی اور پانی چھینٹے مجھ پر اُڑ رہے تھے۔ لیکن میں نے اسے پانی سے اُبھرنے نہیں دیا۔ اسے بجھا دینے کے لئے چند سیکنڈ کافی تھے مگر میں نے احتیاطاً ایک منٹ تک ڈبوئے رکھا۔ وہ ہمیشہ کے لئے زندگی کی آگ سے خالی ہو گئی۔

میں نے اسے چھوڑ کر باتھ روم کا جائزہ لیا۔ واش بیسن پر اس کی لوشن کی شیشی رکھی ہوئی تھی۔ میں اُسے جیب میں ڈال کر خوابگاہ میں آیا۔ کور یڈور سے گزرتے ہوئے میں نے ایک نظر اسٹوفر کی خوابگاہ پر ڈالی۔ دونوں نقلی باپ بیٹی اس دنیا میں ٹہلتی اور آگ کا تماشا دیکھتے دیکھتے

شاہین گئے تھے اور دنیا والوں کے لئے اس آخری تماشے کا انجام چھوڑ گئے تھے۔ میں وہاں سے انجلا کی کار میں بیٹھ کر اس جگہ روانہ ہو گیا۔

جب میں ہاکس بے پہنچا تو صبح ہونے والی تھی۔ میں نے کار روک دی صبح کاذب کے وقت سمندر کے ساحل پر بڑا سکون تھا۔ جوتے اُتار دیئے اور ننگے پاؤں ریت پر چلنے لگا۔ میں بھی ٹائر کر ریسٹ ہاؤس کو خیرباد کہنے سے بیدار کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں بھی ہنگاموں سے نکل کر آیا تھا پُرسکون ماحول میں کسی کی مداخلت نہیں چاہتا تھا۔ اس وقت اتنی دنیا میں، میں تنہا تھا۔ میرے سامنے بیکراں سمندر تھا اور سر پر بے کنار آسمان پھیلا ہوا تھا اور پاؤں کے نیچے ٹھنڈی ٹھنڈی ریت تھی۔ میں پاؤں کو ریت کی گود میں بیٹھ گیا۔ ایسا سکون نصیب والوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ بہت سے بعد میرے یہ نصیب جاگے تھے۔ میں بالکل خالی الذہن ہو جانا چاہتا تھا اس لئے میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ اپنی دانست میں میں بالکل خالی ہو گیا۔

سمندر ــــ اے عظیم سمندر! تُو بہت گہرا ہے مگر تجھ میں انسانی ذہن سے زیادہ گہرائی نہیں ہے۔

آسمان ــــ اے بلند و بالا آسمان! تُو انسانی ذہن کی پرواز سے بلند نہیں ہے۔ یہ جو ہمارا دماغ ہے، یہ ایسے ایسے حیرت انگیز کمالات ہے اور ایسی ایسی ناقابلِ یقین جہات سے گزر جاتا ہے کہ ایسا دماغ رکھنے والا انسان خود اپنی عظمتوں پر حیران رہ جاتا ہے۔

دماغ کی وسعت اور بلندی کا خیال آیا تو مجھے یہ بات بھی یاد آئی کہ اوپر کی دنیا میں ماسٹر ایشے کی پرواز کتنی بلند ہے۔ میں نے سوچا، اس کی طرح انسان ہوں۔ کیا میں اس سے زیادہ بلندی پر پرواز نہیں کر سکتا ہوں۔ انسان کچھ کرنے پر آجائے تو اس کی زندگی سے ناممکن کا لفظ ہٹ جاتا ہے۔ میں منصوبے بنانے لگا کہ علم کی گہرائی میں اور ڈوبنا ہو گا۔ اتنا ڈوبنا ہو گا کہ سمندر اپنی تہہ سے اور آسمان اپنی بلندی سے شرما جائے۔

میں سمجھتا تھا کہ آج نہیں تو کل ماسٹر ایشے جیسی ہستیوں سے مزید علم حاصل کر لوں گا۔ میں سمندر کے ساحل پر مطمئن بیٹھا ہوا تھا۔ ایسا اطمینان جو کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ جو یہ سوچ لیتے ہیں کہ دشمن کے ذرائع محدود ہیں، وہ اس تک کبھی نہ کبھی پہنچ سکے گا۔ لیکن میں اس وقت سنبھل رہا تھا اور اس بات کا پتا چلا رہا تھا کہ ماسٹروں کے متعلق سوچ رہا تھا کہ نہ جانے وہ کیسے حیرت انگیز علوم سے واقف ہیں اور کس طرح مجھ تک پہنچ کر نقصان پہنچا سکتے ہیں بلکہ مجھے تباہ و برباد کر سکتے ہیں۔

سب کچھ سوچنے کے بعد میں پیٹھ کے بل ریت پر بیٹھ گیا۔ میرے سامنے بہت دور آسمان کا کنارہ سمندر میں ڈوب رہا تھا جہاں وہ ڈوب رہا تھا وہاں سے آفتاب بلند ہو رہا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس کھینچی، پھر تمام سانسوں کو سینے میں روک کر اُبھرتے ہوئے آفتاب کی پہلی ٹھنڈی کرنوں سے آنکھیں ملانے لگا۔

ایک منٹ تک سانسیں روکے رہنے کے بعد میں آہستہ آہستہ سانس چھوڑنے لگا۔ تھوڑی دیر تک گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔ اس کے بعد میں نے پھر وہی عمل کیا یعنی دوبارہ سانس روک کر آسمان کے اُس کنارے پر نظریں جمالیں جو دم بدم روشن ہوتا جا رہا تھا اور روشنی کی حرارت بڑھتی جا رہی تھی۔ جب آفتاب کی روشنی اتنی تیز ہو گئی کہ میں اس سے آنکھیں نہ ملا سکا تو میں نے یہ عمل ختم کر دیا۔ مجھے روزانہ اسی طرح مشق جاری رکھنی تھی۔ اسی طرح آفتاب کی حرارت کو میری آنکھیں اور میرا دماغ قبول کر سکتا تھا لیکن اس کے لئے ایک دو دن کی نہیں بلکہ برسوں کی ریاضت درکار تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے اس عمل میں کامیاب ہونے کے لئے کتنے ماہ یا کتنے سال لگ جائیں گے لیکن مجھ میں مستقل مزاجی ہے۔ جس کام کے لئے بیڑہ اٹھاتا ہوں، اسے ختم کر کے ہی دم لیتا ہوں اور اس دن سے میں ٹیلی پیتھی کے ایک نئے دور میں داخل ہو رہا تھا۔

میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر کاٹیج کی طرف جانے کے لئے پلٹا تو دُور انجلا کی کار کے پاس سعید احمد کھڑے نظر آئے۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی دُور سے کہا۔

"زاد! میں بہت دیر سے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن یہ سوچ کر خاموش رہا کہ شاید تم مراقبے میں ہو۔"

میں نے قریب آتے ہوئے کہا۔ "آپ نے ٹھیک ہی سوچا تھا میں جب یہاں آیا تو آپ سو رہے تھے اس لئے میں بھولی ہوئی مشقوں کو دُہرانے میں مشغول ہو گیا تھا۔"

"مگر زاد! تم نے تو کہا تھا کہ اب رُوبرو ہماری ملاقات نہیں ہو سکتی۔ تمہیں موقع ملے گا تو تم سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کرو گے پھر یہ اچانک پروگرام کیسے بدل گیا؟"

حالات بدل گئے، اس لئے پروگرام بدل گیا۔ وہ دونوں باپ بیٹی جن کا نام اسٹوفر اور انجلا تھا "اب وہ فرشتوں کو ہیپناٹائز کرنے گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" سعید احمد نے حیرانی سے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ وہ دونوں ہم دونوں کے لئے بہت زیادہ خطرناک بن گئے تھے۔ اس لئے میں نے انہیں ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔"

وہ تھوڑی دیر تک مجھے حیرانی اور پریشانی سے دیکھتے رہے پھر انہوں نے آہستگی سے کہا۔ "مجرموں کی زندگی سے کھیلنے کے بجائے انہیں ہر ممکن طریقے سے قانون کے حوالے کرنا چاہیے۔ میں یہ سمجھا ہوں کہ تم نے بہت مجبور ہو کر انہیں ختم کیا ہو گا۔ لیکن مجھے بتاؤ کہ تم نے کن حالات میں ایسا کیا ہے تاکہ میں تمہیں قانون کی زد سے بچا سکوں۔"

میں انہیں تمام واقعات تفصیل سے سنانے لگا۔ وہ توجہ سے سنتے رہے اور کبھی کبھی مجھے ٹوک کر اپنے طور پر مجھ سے سوالات کرتے رہے۔ جب میرے تمام حالات ان کے سامنے آگئے تو انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہاں۔ ایسی صورت میں انہیں مرجانا چاہیئے تھا۔ اگر وہ اپنی خفیہ تنظیم کے ماسٹروں سے رابطہ قائم کرلیتے تو ہم دونوں کی شامت آجاتی۔ مجھے تو وہ مار ہی ڈالتے کیونکہ میں تمہاری طرح حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک نہیں ہوں مگر وہ تمہیں اپنا آلۂ کار بنالیتے۔ میں تو سمجھتا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے کمالات بس یہی ہیں۔ جن کا مظاہرہ تم کرتے رہتے ہو۔ میں یہ بھول گیا تھا کہ علم کوئی سا بھی ہو اس کی گہرائی کو ناپنا محال ہے۔ پتہ نہیں وہ چاروں ماسٹر اپنے مختلف علوم کے ذریعے کیسے کیسے خطرناک روپ میں تمہارے سامنے آتے۔ تم نے اچھا ہی کیا کہ ان کے یہاں تک پہنچنے کے ذرائع ختم کردیئے۔"

"میں بھی یہی سمجھ رہا ہوں لیکن سعید صاحب! دشمن کے ذرائع محدود نہیں ہوتے۔ میں مطمئن نہیں ہوں، یہ سوچ رہا ہوں کہ وہ اسٹوفر اور انجلا کے قاتل تک پہنچنے کے لئے نہ جانے اپنے علوم سے کس طرح فائدہ اٹھائیں گے لہٰذا آئندہ میں بہت محتاط ہو کر قدم اٹھانا چاہتا ہوں۔"

"بے شک محتاط رہنا ضروری ہے۔ یہ تو تم ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہو کہ ہم ایسے خطرناک دشمنوں سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں۔ فی الحال ہمیں بیل منڈو کے متعلق گفتگو کرنا چاہیئے۔ دیکھو! ہم لاہور سے اس مقصد کے لئے آئے ہیں کہ غیر ملکی جاسوسوں کو بے نقاب کریں اور ان کے پاس جو اہم راز اور خفیہ معلومات ہیں، وہ ہم ان سے حاصل کرسکیں۔ تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہ معلوم کرلیا ہے کہ اسٹوفر کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں تھی بلکہ وہ دوسروں سے ایسی چیزوں کا سودا کررہا تھا۔ ان سودا گروں میں سے بلیک گائیڈ ہماری گرفت میں آگیا ہے۔ دوسرا بیل منڈو رہ گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی گرفتاری میں مشکلات پیش نہیں آئیں گی۔ میں پولیس کی ایک بھاری جمعیت لے کر اس کی کوٹھی پر چھاپہ ماروں گا۔ اس سلسلے میں تمہیں تنہا کچھ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"سعید صاحب! اس بستی پر ریڈ کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح سوچ لینا چاہیئے کہ وہاں کا ہر فرد بیل منڈو کا خاص آدمی ہے۔ وہ بظاہر بھی گیر ہیں لیکن کہیں نہ کہیں آتشیں اسلحہ چھپا کر رکھتے ہوں گے۔ بیل منڈو تک پہنچنے سے پہلے ان سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ اتنی دیر میں بیل منڈو کو فرار ہونے کا موقع مل جائے گا۔"

"وہ کس راستے سے فرار ہوگا؟ ہم سمندری راستوں کی بھی ناکہ بندی کردیں گے۔"

"چلئے میں مان لیتا ہوں کہ آپ اچھی طرح جال بچھا کر اسے گرفتار کرلیں گے۔ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہے گا کہ ہم ہزار تلاشی کے باوجود اس کی نقلی ناک کے نتھنے میں چھپی ہوئی مائیکرو فلم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ ہم جانتے ہیں کہ اسے گرفتار کرنے کے بعد ہم اس کی خوش فہمی سے فائدہ اٹھا کر مائیکرو فلم حاصل کرلیں گے۔"

"ہاں۔ تو پھر تم میری اس پلاننگ سے متفق ہو؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

میرا جواب سن کر انہوں نے حیرانی سے پوچھا۔ "اب اس کی کون سی بات رہ گئی ہے؟"

"سعید صاحب! آپ نے دوسرے پہلو پر غور نہیں کیا ہے۔ میں آپ کو یہ بتا چکا ہوں کہ ماسٹر لوشے اور اسٹوفر کے درمیان رابطہ قائم رہتا تھا۔ اس رابطے کے ذریعے ماسٹر لوشے نے کبھی بیل منڈو کے دماغ میں بھی جھانک کر دیکھا ہوگا تاکہ اگر مائیکرو فلم کا سودا نہ ہونے کی صورت میں وہ دماغی توازن بگاڑ دیا جائے۔

اب آپ یہ سوچیں کہ جب ماسٹر لوشے کو اسٹوفر اور انجلا کے قاتل نہیں ملے گی تو وہ بیل منڈو کو اپنا آلۂ کار بنائے گا اور اس کے دماغ کنٹرول میں لیکر اس سے یہ معلومات فراہم کرے گا کہ اسٹوفر اور انجلا کے قاتل کون ہیں اور کس حال میں ہیں۔ اگر اسے پتہ چل گیا کہ وہ دونوں قتل کردیئے گئے ہیں تو پھر وہ قاتل کی تلاش میں لگ جائے گا۔ جب آپ بیل منڈو کو گرفتار کرنے کے بعد اس کی ناک سے مائیکرو فلم برآمد کریں گے تو ماسٹر لوشے کو پتہ چل جائے گا کہ آپ بیل منڈو کے اس گہرے راز تک کیسے پہنچ گئے کہ اس نے اپنے نتھنے میں مائیکرو فلم چھپا رکھی ہے۔ تب وہ آپ کے دماغ کو بھی اپنے کنٹرول میں لے لے گا۔ آپ ہزار مستقل مزاجی سے کام لیں گے لیکن آپ کے دماغ کی تہہ میں پہنچ کر فرہاد علی تیمور کی اصلیت کو دھندلا کرنے کی طرح وہ مجھ تک پہنچ جائے گا۔"

سعید احمد میری باتوں کو سنتے رہے اور حیرانی سے میرا منہ دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ "میں آپ کی بات سمجھ میں نہیں آتیں۔ دماغ کے اندر کتنی وسیع دنیا ہے اور اس میں قدم قدم پر کیسی بھول بھلیاں ہیں، یہ تمہارے جیسے دماغی جگہ معروف رہنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ میں تمہارے لئے کوئی خطرہ پیدا کرنا چاہتا۔ لیکن بیل منڈو کو آزاد چھوڑا بھی نہیں جاسکتا۔ وہ اتنی اہم چھپائے بیٹھا ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ وہ فلم کیسے حاصل کی جاسکتی ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ آپ جمعیت لیکر اس کی طرف نہ جائیں۔ میں تنہا وہ فلم حاصل کرلوں گا۔"

"مگر کیسے؟ تم وہاں جاؤ گے تو کیا ماسٹر لوشے بیل منڈو تمہارے دماغ تک نہیں پہنچے گا؟"

"نہیں۔ اوّل تو میں بدستور شہزاد انور کے روپ میں رہوں گا۔ اپنے دماغ سے فرہاد علی تیمور کی شخصیت کو وقتی طور پر بھلا دوں گا۔ اپنے دماغ کو ایسا کنٹرول کرنے کی مشق جانتا ہوں۔ اسٹوفر کے کیس میں آپ کو اس ثبوت مل چکا ہے۔ اتنی مصلحتوں کے باوجود میں دوسری چال چلوں گا۔"

"وہ کیا؟" انہوں نے بڑی دلچسپی سے پوچھا۔

میں نے جواب دیا۔ "اگر میں خود ہی بیل منڈو کی طرف بڑھوں گا تو شے اس تاک میں بیٹھا ہوگا کہ کون اس مائیکرو فلم تک پہنچتا ہے؟ ک پہنچنے والا ہی اسٹوفر اور انجلا کا قاتل ہوسکتا ہے۔ بس لئے ی طرف نہیں بڑھوں گا۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کروں گا کہ بیل منڈو خود ہی پہنچ لے۔ اس کے بعد بھی اگر مجھے اس کے نتھنے سے وہ فلم کا موقع ملا تب بھی میں اسے نہیں نکالوں گا۔ جب وہ رات کو اسے ین میں رکھ کر سوئے گا تو میں شہزاد انور کا روپ بر کر کی حیثیت سے ین کو کھولوں گا۔ میرا مقصد محض ڈاکہ ڈالنا ہوگا۔ سیف کے اندر دولت سمیت وقت مائیکرو فلم بھی دولت کے ساتھ میرے ہیگ آئے گی۔ آپ اس کانچ کو میرے لئے مخصوص کردیں۔ میں چوری یہاں لے آؤں گا اور بیگ کو الٹ کر اپنے مطلب کی چیزیں نکال مائیکرو فلم کو ایک بیکار سی چیز سمجھ کر کونے میں پھینک دوں گا۔ رے اس پروگرام سے واقف رہیں گے کہ میں کس دن چوری کا ے کر آرہا ہوں۔ آپ اسی کے مطابق پولیس کی ایک جماعت لیکر چھاپہ کرتے ہوئے یہاں تک آئیں گے اور میں اپنی جان بچانے کے ری کا بہت سامال یہاں چھوڑ کر فرار ہوجاؤں گا۔ پھر آپ بغیر زحمت کے اس کانچ سے مائیکرو فلم حاصل کرلیں گے۔"

میرا اتنا لمبا پروگرام سن کر انہوں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ پھر تعریفی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! تمہارے غیر معمولی دماغ میں رکھنا چاہیئے۔ خدا کی قسم! اگر تمہاری یہ پلاننگ کامیاب ہوگئی تو ماسٹر لوشے کے فرشتے بھی فرہاد علی تیمور کی اصلیت کو نہیں پہنچ سکیں گے۔"

بہت دیر تک میری تجویز پر بحث کرتے رہے۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "پچھلی رات میں نے پلک تک نہیں جھپکائی ہے۔ آپ مجھے کسی کی اجازت دیں اور برائے مہربانی انجلا کی کار کو کہیں دور چھوڑ کر آئیں دونوں کے قتل سے ہمارا کوئی تعلق ظاہر نہ ہو۔"

"تم فکر نہ کرو! ان کے قتل کا تعلق تم سے ہے لیکن میں ایسی پورٹ تمہارا تسلّی کرنا قانون کے لئے مفید ثابت ہوگا۔"

"یہ تو میں جانتا ہوں کہ آپ مجھ پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ لیکن ہر بھول جاتے ہیں کہ تفتیش کے دوران ماسٹر لوشے ہزاروں میل ہوا بیل منڈو کی سوچ کے ذریعے ایک ایک تفتیش کرنے والے ہوگا۔ پھر اسے بہت سی باتوں کے ساتھ یہ بات بھی معلوم ہوگی کار کہاں پائی گئی تھی۔ اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ یہ کار کسی ویرانے میں پائی جائے اور اس گاڑی کا ہم سے کوئی تعلق ظاہر نہ ہو۔"

سعید احمد نے سر ہلا کر کہا۔ "بیشک سے تمہاری آنکھوں کے نیچے بوجھل ہو رہے ہیں۔ اس کے باوجود تمہارا دماغ کتنی دور تک سوچ رہا ہے۔ جاؤ اب سو جاؤ۔ تم نے جو کچھ کہا ہے میں اس پر عمل کروں گا۔"

میں کانچ کے ایک کمرے میں آکر آرام سے ایک بستر پر لیٹ گیا۔ پھر اپنی عادت کے مطابق تنویمی مشق کے ذریعے اپنے دماغ کو کنٹرول کیا اور اسے ہدایت کی کہ ٹھیک ایک بجے میری آنکھ کھل جائے۔ اس کے بعد میں سو گیا۔

خوب اچھی طرح گہری نیند سونے کے بعد جب ایک بجے میری آنکھ کھلی تو دماغ بہت ہی ہلکا پھلکا سا تھا۔ میں بہت سکون محسوس کر رہا تھا تھوڑی دیر تک میں بستر پر لیٹا سمندر کی لہروں کا مترنم شور سنتا رہا۔ شور میں ترنم نہیں ہوتا لیکن دل میں سکون ہو اور دماغ میں کسی طرح کی فکر نہ ہو تو شور و غل میں بھی ایک طرح کا ترنم اور توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نے بستر سے اٹھ کر کپڑے آتارے۔ اور ایک انڈر ویئر پہن کر سمندر کی لہروں سے کھیلنے چلا گیا۔

بہت دیر تک غسل کرنے کے بعد جب کانچ کی طرف آیا تو سعید احمد آچکے تھے۔ وہ میرے لئے کھانا اور بہت سا پھل فروٹ لے کر آئے تھے۔ میں تازہ دم ہو کر کھانے بیٹھ گیا۔ وہ اپنی کارکردگی کی رپورٹ سنانے لگے۔ انہوں نے وہاں سے کئی میل دور انجلا کی کار ایک ویران سڑک کے کنارے چھوڑ دی تھی۔ صبح دس بجے سوسائٹی کے تھانے میں کسی نے فون کیا تھا کہ مشہور عالم اور پامسٹ اسٹوفر گریس اور اس کی بیٹی کو ان کی کوٹھی میں کسی نے قتل کردیا ہے۔ سعید احمد نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

معلوم ہوتا ہے اسٹوفر کے کسی خاص گاہک نے فون کے ذریعے اطلاع دی ہے۔ صبح دس بجے اس کے کتنے ہی معتقد اس سے ملنے کے لئے کوٹھی میں جایا کرتے ہیں۔ ان میں سے کسی نے یہ اطلاع پہنچائی ہوگی۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ماسٹر لوشے نے وہاں تک اطلاع پہنچائی ہو۔"

سعید احمد نے کہا۔ "تم چونکانے والی باتیں کرتے ہو۔ لیکن اب میں حیرانی ظاہر نہیں کروں گا کیونکہ میں سمجھ گیا ہوں کہ تم بہت دور تک سوچنے کے بعد ہی کوئی بات منہ سے نکالتے ہو۔ ٹھہرو! میں تمہاری باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جیسا کہ تمام حالات میرے بھی پیش نظر ہیں۔ انہیں سامنے رکھ کر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اسٹوفر نے معمول کے مطابق آج صبح ماسٹر لوشے سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔ ماسٹر لوشے کو اس کی اور انجلا کی فکر ہوگئی ہوگی۔ تمہارے خیال کے مطابق اس نے بیل منڈو سے سوچ کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کی ہوگی کیونکہ وہ دس لاکھ میں مائیکرو فلم بیچنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس کے اور اسٹوفر

کے درمیان اٹھ گئی تھی۔ پہلے تو ماسٹر یوشے نے یہ سوچا ہوگا کہ بیل منڈو نے ہی اسٹوفر کو قتل کیا ہے۔ لیکن اس کی سوچ پڑھنے کے بعد اُسے اطمینان ہوگیا ہوگا۔

چونکہ اس ملک میں صرف ایک بیل منڈو ہی ایسا آدمی ہے جس کی سوچ کے ذریعے ماسٹر یوشے اصل قاتل تک پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے اُس نے بیل منڈو کے دماغ میں ہلچل مچا کر اسے اپنا آلۂ کار بننے پر مجبور کیا ہوگا۔ میں یہ تو نہیں جانتا کہ بیل منڈو جیسا خطرناک فائٹر اور ضدی انسان کس طرح اس کے قابو میں آیا ہوگا۔ یہ تم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ میری سوچ بس یہاں تک ہے کہ وہ کسی بھی طرح بیل منڈو سے اپنا کام نکالے گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے تائید کی۔ "جی ہاں۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ ماسٹر یوشے اور اس تنظیم کے دوسرے ماسٹر بہت زیادہ پریشان ہوں گے کیونکہ ان کے دو اہم ممبر بیک وقت قتل کر دیئے گئے ہیں اور وہ یہ بھی سمجھتے ہوں گے کہ اُن کے قتل میں کسی معمولی قاتل کا ہاتھ نہیں ہے۔ کوئی ایسا شخص وہاں تک پہنچا ہے جو اسٹوفر کی طرح جوڈو کراٹے کا ماہر ہوگا۔ بہرحال اب ہمیں اس پہلو پر گفتگو کرنا چاہیئے کہ میں بیل منڈو تک کیسے پہنچ سکتا ہوں یا وہ میری طرف کیسے آسکتا ہے؟"

سعید احمد دلچسپی لینے کے لئے اپنی کرسی پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ میں نے اُن سے پوچھا۔ "سب سے پہلے آپ یہ بتائیں کہ اس بستی کا نام کیا ہے جہاں بیل منڈو اور اس کے آدمی رہتے ہیں؟"

"اس بستی کا نام مونگری ہے۔ وہ بہت ہی مختصر سی ایک ساحلی آبادی ہے۔ ہم قانون کے محافظ اب تک یہی دھوکا کھاتے رہے کہ وہاں صرف غریب مچھیرے آباد ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا وہاں تحقیقات کے لئے پولیس کے آدمی نہیں جاتے ہیں۔ کیا یہ کبھی نہیں سوچا گیا کہ ان مچھیروں کے درمیان بیل منڈو نامی ایک دو تعفن ایک شاندار کوٹھی بنا کر کیوں رہتا ہے؟"

سعید احمد نے افسوس ناک لہجے میں کہا۔ "ہمارے ملک میں ہر جگہ رشوت کی لعنت پھیلی ہوئی ہے۔ پولیس کا محکمہ بھی اس لعنت سے پاک نہیں ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سبھی ایسے ہیں۔ اگر سبھی ایسے ہوتے تو میں بھی رشوت خور ہوتا۔ کیونکہ میں بھی پولیس کا آدمی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ پولیس کے جو دیانت افسر وہاں گشت کے لئے جاتے ہیں، بیل منڈو سے اچھی خاصی رقم لے کر چپ چاپ چلے آتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ الٰہی کی بدشگونی خود ہی ختم ہو جائے گی۔ اب آپ ایسا کریں کہ اس پولیس افسر کا پتہ بتائیں جو آجکل وہاں ڈیوٹی پر جاتا ہے۔ آپ مجھے اُس کا نام اور پتہ اور ہو سکے تو اُس کی مصروفیات کے متعلق بتائیں۔ یہ معلوم کرنے کے بعد میں اُس افسر کا سامنا کروں گا۔ اُس سے گفتگو نہیں کروں گا۔ صرف اس کے دماغ تک پہنچوں گا۔ میں ابھی طرح گہری نیند سونے کے بعد تازہ دم ہو چکا ہوں۔ ابھی میرے ساتھ چل کر معلومات حاصل کر سکتے ہیں؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ یہ تو میرا فرض بھی ہے اور تمہاری اعانت کی وجہ سے اس فرض میں دلچسپی بھی پیدا ہو گئی ہے۔ میں تمہارے ساتھ وقت مصروف رہنا چاہتا ہوں۔ چلو اٹھو۔"

ہم دونوں کاٹیج سے باہر آگئے۔ باہر محکمے کی دو کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ہم دونوں نے ایک ایک کار سنبھال لی اور وہاں سے مختلف سمت روانہ ہو گئے۔ سعید احمد کی کار آگے تھی اور میں ان کے پیچھے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس وقت ہم دونوں زبان سے گفتگو نہیں کر رہے تھے لہٰذا میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔

"سعید صاحب! میں آپ سے مخاطب ہوں۔"

انہوں نے خوش ہو کر کہا۔ "ہاں کہو فرہاد! یہ کتنا عجیب سا لگتا ہے کہ ہم دُور ہوتے ہوئے بھی اس طرح گفتگو کرتے ہیں جیسے ایک دوسرے کے قریب بیٹھے ہوں۔ کاش! کہ میں بھی یہ علم حاصل کر سکتا۔ لیکن اب میری عمر اس کے لئے موزوں نہیں ہے کہ میں اتنی کڑی ریاضتوں سے گزر سکوں۔ ہاں تو تم کیا کہہ رہے تھے۔"

"سعید صاحب! میں یہ سوچ رہا ہوں کہ محکمے کی یہ گاڑی میرے پاس نہیں ہونی چاہیئے۔ آپ بھی محکمے کے بہت بڑے افسر ہیں۔ آپ کو بھی میرے ساتھ نہیں رہنا چاہیئے۔ کیا آپ میرے اس خیال سے متفق ہوں گے؟"

"ہاں میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔ یہاں محکمے کی جانب سے میری رہائش کا بندوبست ہو جائے گا۔ تم بے فکر ہو کے اس کار کو لے جاؤ۔ وہاں تمہیں کوئی روکنے ٹوکنے نہیں آئے گا۔ اب میں تمہارے آف ایکشن کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اسٹوفر اور انجلا کے قتل کے سلسلے جو تفتیش ہوگی میں اس میں حصہ نہیں لوں گا۔ اس طرح میں بھی ماسٹر یوشے کی خیال خوانی سے محفوظ رہوں گا۔ تمہاری جب مرضی ہوگی مجھ سے رابطہ قائم کر لینا۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"بالکل ٹھیک۔ میں بے فکر ہو کے آنے جانے کے لئے کسی پر کسی گاڑی کا انتظام کر لوں گا۔ جب تک وہ مائیکرو فلم آپ کے پاس نہیں آئے گی، اُس وقت تک ہم ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھیں گے۔"

سعید احمد نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "آہ فرہاد! تم جیسے میں تم سے عشق کرنے لگا ہوں۔ ہائے جدائی کی یہ گھڑیاں کیسے گزاروں گا۔ ہجر کی تڑپ کیسے برداشت کروں گا؟"

میں ان کی زندہ دلی پر قہقہے لگانے لگا۔ محکمے کی عمارت سامنے پہنچ کر ہم نے گاڑیاں روک دیں۔ پھر گاڑی سے اتر کر میں ان سے الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"اب میں جا رہا ہوں۔ مونگری بستی میں جس پولیس افسر کو بھیجنا ہے اس سے آپ بہت مختصر گفتگو کریں۔ بیل منڈو اور مونگری بستی کی گفتگو کا موضوع نہ بنائیں۔ بس اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہیں۔ میں اس کی سوچ کے ذریعے اُس پولیس افسر کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا اور جو بھی تمام معلومات حاصل کرلوں گا۔"

انہوں نے مجھے بڑی محبت اور عقیدت سے دیکھا۔ محبت کی وجہ سے اُن کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ پھر وہ پلٹ کر عمارت کی طرف چلے گئے۔ میں وہاں سے پیدل چلتا ہوا کوئی ایسی جگہ تلاش کرتا رہا جہاں اطمینان سے بیٹھ کر ڈائریکٹر جنرل سعید احمد کے ذہن میں جھانکتا رہوں۔ کچھ دُور جا کر مجھے ایک پارک نظر آیا۔ میں وہاں جا کر سیمنٹ کی ایک بنچ پر بیٹھ گیا۔ پارک کبھی بہت خوبصورت رہا ہوگا لیکن اب وہ اُجڑ سا گیا تھا۔ پارک کے اکثر گوشوں اور درختوں کے سائے میں کتنے ہی لوگ بیٹھے نہاری کھا رہے تھے اور چرس کا دم لگا رہے تھے۔ یعنی وہ پارک چرسیوں کا اڈا بن چکا تھا۔ یہ اچھا ہی ہوا، سب اپنے نشے میں مست تھے۔ کوئی میری طرف دھیان دینے والا نہ تھا۔

میں سر جھکا کر سعید احمد کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اس وقت وہ اپنے چیف انجینئر افسر سے گفتگو کر رہے تھے اور اس سے کہہ رہے تھے۔

"میں لاہور سے یہاں دھرم ویر (بلیک گائیڈ) کے کیس کے سلسلے میں آیا تھا۔ چونکہ اب اسٹوفر قتل ہو چکا ہے اور مجھے مزید معلومات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے لہٰذا اس سلسلے میں آپ لوگ اپنے طور پر تفتیش کریں۔ میں ایک ہفتے چھٹی لے کر اسی شہر میں قیام کرنا چاہتا ہوں۔ آپ میری رہائش کا بندوبست کر دیں۔ اگر میری رہائش کا بندوبست کسی ساحلی علاقے میں ہو تو بہتر ہوگا۔"

چیف انجینئر افسر نے انہیں یقین دلایا کہ وہ کسی ساحلی علاقے میں ان کی رہائش کا انتظام کر دے گا۔ اسی سلسلے میں ساحلی علاقوں کا تذکرہ چھڑ گیا۔ تذکرہ مونگری کی بستی تک پہنچ گیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ سعید احمد کتنی دلجمعی سے ضروری مطلوبہ معلومات تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آدھ گھنٹے تک گفتگو میں انہوں نے معلوم کر لیا کہ ان دنوں مونگری کی بستی میں جس پولیس افسر کی ڈیوٹی ہے اُس کا نام نعیم مرزا ہے۔ وہ ہالے جی تھانے کا انچارج ہے۔ چھوٹے سے تھانے کا انچارج ہونے کے باوجود بہت زیادہ رشوت خور ہے۔ ہمارے یہاں اس بات کی تفتیش نہیں کی جاتی کہ ایک معمولی افسر کے پاس کاروں کوٹھیاں کہاں سے آجاتی ہیں۔ وہ اپنی ایک شاندار کوٹھی میں رہتا ہے۔ اپنی قیمتی کاریں بیچ کر کے واپس چلا آتا ہے۔ اکثر شام کو شہر کے بڑے بڑے ہوٹلوں اور کلبوں میں نظر آتا ہے۔

سعید احمد جب اپنے چیف انجینئر افسر سے گفتگو کرنے کے بعد وہاں سے اُٹھ کر جانے لگے تو میں نے انہیں سوچ کے ذریعے مخاطب کیا۔

"سعید صاحب! تمام معلومات مجھ تک پہنچ گئی ہیں۔ اب آپ اطمینان رکھیں اور ایک ماہ کی چھٹی لے کر آرام کریں۔ میں ضرورت کے وقت آپ سے رابطہ قائم کرلوں گا۔"

اس کے بعد تھوڑی دیر تک ان سے رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر میں نے سوچ کا رابطہ ختم کر دیا۔ جب میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو میرے سامنے وہی اُجڑا ہوا پارک تھا اور وہ لوگ تھے جو اس پارک کی طرح اپنی زندگیوں کو اُجاڑ رہے تھے۔ جب میں یہ سوچتا ہوں کہ میرے ملک میں نشے کا زہر کس تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے تو لاکھ ذہانت کے باوجود یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس زہر کا توڑ کیسے کیا جائے۔ یہ حکومت کے جتنے ذمے دار محکمے ہیں، ساری بادی ان محکموں کے افسروں کی اصلاح کی جائے۔ تبھی شاید یہ لعنت ختم ہوگی کیونکہ کوئی زہریلا نشہ ہو یا زہریلی تہذیب ہو، وہ سب اونچے طبقے سے آتی ہیں۔ غریب طبقہ تو صرف اپنی عزت سے مجبور ہو کر معاوضے کے لالچ میں اس زہر کو پھیلانے کے لئے ان کا آلۂ کار بنتا ہے۔ انہیں ایک وقت کی روٹی اور ایک وقت کا نشہ مل جائے تو وہ نشے کی دھن میں ایک وقت کھا کر دو وقت فاقوں میں گزار لیتے ہیں اور اندر سے کھوکھلے ہوتے رہتے ہیں۔

میں یہ سوچ رہا تھا کہ اسی وقت ایک نوجوان میلے کپڑے پہنے میرے قریب بنچ پر آکر بیٹھ گیا۔ وہ کبھی کبھی کن انکھیوں سے میری طرف دیکھتا تھا جیسے کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہا ہو۔ مجھ سے کسی کے دماغ کی بات کیسے چھپی رہ سکتی ہے۔ میں نے معلوم کیا کہ وہ ایک بہت اچھا موٹر مکینک ہے مگر نشہ کرتے کرتے سُوکھ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گیا ہے۔ اب وہ موٹر کے کل پُرزوں کو ہاتھ لگاتا ہے تو نقاہت سے اس کے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں اور دماغ اس لئے کام نہیں کرتا کہ ہمیشہ نشے کی طلب رہتی ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ ذرا نشہ مل جائے تو کام کرنے کے قابل ہو جائے گا اور نشہ مل جاتا ہے تو ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ پھر کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

میں نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا تاکہ وہ دل کی بات کہنے کے لئے کچھ حوصلہ پیدا کرے۔ واقعی میری مسکراہٹ نے اس کے اندر حوصلہ پیدا کیا۔ وہ جھجکتے ہوئے بولا۔

"میں کام کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہوں۔ فاقے کرتے کرتے میری یہ حالت ہوگئی ہے۔ گھر میں ایک بوڑھی ماں ہے اور جوان بہن ہے۔ میں نے پرسوں گاری کے ہاتھوں تنگ آکر اپنے متعلق سوچنا چھوڑ دیا ہے مگر جوان بہن کے بارے میں کیسے نہ سوچوں؟ اگر میں نے عزت و آبرو سے اُسے دُلہن بنا کے رخصت نہ کیا تو نہ جانے کیا ہوگا۔ میں غریب ہوں اور بہت سے غریبوں کے گھروں میں جھانک کر دیکھ چکا ہوں۔ جوان لڑکیاں بڑی عمر تک بیاہی نہیں جاتیں جس پہلے اُن کی آنکھوں سے حیا مرتی ہے پھر خاندان کی عزت کا خیال ذہن سے نکل جاتا ہے۔ وہ خود کو بے مصرف سمجھتی ہیں اور کوڑے کرکٹ کی طرح گھر کے دروازے سے باہر آجاتی ہیں۔ پھر راستے پر ہوس کی چھاؤنی لگانے والے انہیں بٹور کر لے جاتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں

کہ کہیں میرے گھر کا دیا کچرا بھی سڑک پر نہ آجائے۔"

میں نے اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "نشے کی ایک خوبی یہ ہے کہ انسان ترنگ میں آکر کچھے دار باتیں کرتا ہے۔ جیسا کہ تم کر رہے ہو۔ تم نوجوان ہو اگر واقعی غیرت مند ہوتے تو اپنے ہیرو کو چھڑانے کی کوشش کرتے۔ میں نے بہت عرصہ پہلے تمہیں اسی شہر میں ایک موٹر مکینک کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ کیا یہ غلط ہے کہ تم اپنی ضرورت سے زیادہ کما لیا کرتے تھے؟"

یہ بات سنتے ہی اس نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ میں نے اس سے جھوٹ کہا تھا کہ میں نے اسے ایک موٹر مکینک کی حیثیت سے بہت پہلے دیکھ چکا ہوں، یہ سب تو میں نے اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا تھا۔ اس نے شکست خوردہ انداز میں کہا۔

"آپ مجھے بے غیرت نہ سمجھیں، میری بیماری نے مجھے اس قابل نہیں چھوڑا ہے کہ اب میں کوئی کام کر سکوں۔"

"تمہاری بیماری نے نہیں، تمہارے نشے نے تمہیں تباہ کیا ہے۔ تم شاید مجھ سے کسی قسم کی مدد طلب کرنے آئے ہو مگر دو ٹکے بن کر آئے ہو۔ اس وقت تمہارے دماغ میں نشے کی طلب ہے اور زبان سے اپنی بے بسی کی جو انی کا المیہ پیش کر کے مجھے متاثر کرنا چاہتے ہو۔ کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ ایک بہن جو اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہے بھائی وقت کے تھپڑوں کے باوجود گھر کی چار دیواری میں بیٹھی ہے، تم سراپا اس کا تذکرہ ایسے کرتے ہو جیسے اُسے چارہ بنا کر اپنے نشے کی طلب پوری کرنا چاہتے ہو۔"

میری بات سنتے ہی وہ شرمندگی سے پہلو بدلنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "میں کیا کروں؟ میں بے غیرت نہیں ہوں، لیکن یہ آدمی احساس دلا رہا ہے کہ میں نشے کی طلب میں بے غیرت بن رہا ہوں۔ مگر کیا کروں؟ صبح سے ایک کش لگانے کے لئے اپنے اندر کئی بار مر چکا ہوں۔ اگر جلد ہی مجھے ایک پڑیا نہ ملی یا چرس کا ایک سگریٹ نہ ملا تو میں سچ مچ مر جاؤں گا۔ کیا میں مر جاؤں؟ لیکن مرنے کے بعد یہ زندگی نہیں ملے گی، پھر یہ نشے کی جنت آباد نہیں ہوگی۔ ہائے کیسا سرور دیتا ہے، ایک کش لگاتے ہی مُردہ جسم میں جان آجاتی ہے۔ میں اس جسم کو مار دوں یا غیرت کو مار دوں؟ میرا پڑوسی دیوتا اپنی غیرت کو مار چکا ہے۔ وہ اپنی جوان بیٹی کو کہیں لے جاتا ہے اور بڑی بے فکری سے تین وقت کی روٹیاں کھاتا ہے۔ اس کی جیب میں ہر وقت چرس کے سگریٹ ہوتے ہیں۔ مرتو مجھے بھی یہی مشورہ دیتا ہے۔ جب میری جیب میں پیسے ہوتے ہیں یا چرس کا ایک سگریٹ کہیں سے مل جاتا ہے تو مجھے دیوتا کے اس مشورے پر بڑا غصہ آتا ہے۔ کمینہ میری بہن کے بارے میں ایسی باتیں کرتا ہے۔ لیکن جب صبح سے شام تک نشے کے لئے میرا بدن ٹوٹنے لگتا ہے اور میں مرنے لگتا ہوں تو دیوتا مجھے فرشتہ نظر آتا ہے اور بہن گھر میں پڑا ہوا کباڑ نظر آتی ہے جسے کسی کباڑی کے ہاتھ فروخت کر جائے تو چرس کے کتنے ہی سگریٹ اور کتنے وقت کی روٹیاں میسر ہو جائیں گی۔ اس طرح ماں بھی بڑھاپے میں فاقے تو نہیں کرے گی۔ ماں پہلے مجھے گالیاں دے گی پھر پیٹ بھرے گا تو دعائیں دے گی۔ ہوئے حالات کے تحت انسان کی دعلی زبان سے اسی طرح گالیاں اور دعائیں نکلتی ہیں۔"

وہ سوچ رہا تھا اور میں سُن رہا تھا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا۔ "فرہاد علی تیمور، تم جو انسانی دماغ کی دنیا کو کھنگالنے کی ہوس کی دنیا میں بھی قدم رکھو جہاں عزت اور بھوک ایک بھائی کو اپنی بہن بنا دیتی ہے۔ یہ ایسا علم ہے کہ اس کے ذریعے زنگ آلود دماغوں کو ماجھ کر چمکایا جا سکتا ہے۔ کیا تم اس علم کاموں کے لئے قدم نہیں اٹھا سکتے؟"

یہ خیالات میرے دماغ میں آئے تو میں سوچنے لگا کہ کس طرح اس نوجوان کو نشے کی لت سے بچایا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ میں اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھوں کہ نشے کی طلب اسے کس طرح پریشان کرتی ہے اور میں رہ رہ کر اس کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس کے جسم کو جو تکلیف پہنچتی ہے، اسے اس کا دماغ محسوس کرتا ہے۔ اسے یہ سمجھانا ہے کہ اگر چرس مل جائے تو اس کا کش لگاتے ہی یہ تکلیف دُور ہو جائے گی۔ یعنی اس مریض کا معالج خود اس کا دماغ ہے جو اس کے لئے دوا تجویز کرتا ہے۔ اگر یہ معالج کوئی دوسری دوا تجویز کرے تو اسے اطمینان دلائے کہ وہ شفا پا رہا ہے اور اس کے جسم میں جو درد اور اینٹھن ہے، وہ رفتہ رفتہ دوسری دوا کے استعمال سے ختم ہوتی جا رہی ہے تو شاید یہ نوجوان اس طرح راہِ راست پر آجائے گا۔ اگر نشے کی طلب میں ذرا بھی کمی ہوئی تو اس کی غیرت مُردہ نہیں ہو پائے گی۔ یہ سوچ میں نے اس سے کہا۔

"اس دنیا میں ہر مرض کا علاج ہو جاتا ہے۔ تم بھی نشے کے مریض ہو۔ کیا تم نے کبھی اس مرض کو دُور کرنے کی کوشش کی ہے؟"

"ہاں، کبھی کبھی سوچتا ہوں۔ لیکن نشے کی طلب اتنی شدید ہوتی ہے کہ علاج کرنا حماقت نظر آتا ہے۔"

"یہ بُری بات ہے۔ انسان کو مثبت پہلو پر بھی غور کرنا چاہیے۔ اگر تم میرے ساتھ تعاون کرو تو میں تمہاری ضرورتیں بھی پوری کروں گا اور تمہاری نشے کی لعنت کو بھی ختم کر دوں گا۔"

اس نے احسان مندی سے کہا۔ "اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ میری ضرورتیں بھی پوری ہو جائیں گی اور نشے کی طلب بھی نجات مل جائے گی۔ آپ کا احسان میں زندگی بھر نہیں بھلوں گا۔"

میں نے اپنی جیب سے سو سو کے پانچ نوٹ نکالے۔ پانچ سو روپے دیکھ کر اس کا مُنہ اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

نوٹوں سے ان نوٹوں کو دیکھنے لگا اور سوچنے لگا۔

"یا خدا! یا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے، پیسے ملتے ہی میں چرس کے پانچ پیکٹ خریدوں گا، پھر اپنی بہن کے جوڑے کے لئے نیا ریدوں گا۔ ماں جی کتنے دنوں سے بیمار ہیں، کسی اچھے ڈاکٹر سے علاج کراؤں گا۔ گھر والے تین وقت کی روٹیاں کھائیں گے اور میں نوں تک بے فکری سے سگریٹ کے کش لگاتا رہوں گا۔"

میں نے مُسکرا کر بڑے بڑے نوٹ اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ "میں شرط پر تمہیں یہ روپے دوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھوں کو اس طرح ملنے لگا جیسے نوٹوں کو چھیننے ے بے چین ہو۔ اس نے جلدی سے کہا۔ "مجھے آپ کی ہر شرط منظور ں آپ کا خادم ہوں۔ آپ جو کہیں گے وہ کروں گا۔"

"تم میرے خادم نہیں، میرے بھائی ہو اور تمہاری بہن میری اپنی ہے۔ اگر تم میری ایک بات مان جاؤ گے تو بڑی دھوم دھام سے بہن کی شادی کر سکو گے۔ تمہاری جسمانی قوت بھی بحال ہو جائے گی اور دوبارہ موٹر مکینک کی حیثیت سے ایک خوشگوار زندگی گزار سکو گے۔"

"مجھے منظور ہے، بتائیے آپ کی شرط کیا ہے؟"

"شرط یہ ہے کہ کل صبح تک تم چرس کو ہاتھ نہ لگانا۔ میں صرف ہاتھ تمہیں روک رہا ہوں۔ کیا یہ پانچ سو روپے لے کر تم صرف سولہ گھنٹے نشے کی کمی برداشت نہیں کر سکتے؟"

"اگر [illegible] شرط نہیں ہے [illegible] کبھی کبھی مجبوری ہوتی ہے، میں نے تمام دن نشے کے بغیر گزار دیا ہے۔ میں آپ سے وعدہ نباؤں گا اور سولہ گھنٹے تک صبر کروں گا۔"

میں نے پانچ سو روپے اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ اس نے روپے ہی میرے گھٹنوں کو چھو لیا اور بولا۔ "میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ خدا کی قسم! میں صبح تک چرس کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"محمد اسلم۔"

"اچھا محمد اسلم! اب تم یہاں سے جاؤ۔ سب سے پہلے اپنے لئے اور اپنی بہن کے لئے کپڑے خرید و گھر کے لئے راشن لو اور کل صبح تک میرے دماغ میں نشے کے خلاف لڑتے رہو۔ خدا تم پر رحم کرنے والا ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر بڑے ادب سے مجھے سلام کرتے ہوئے رخصت ہو گیا۔ میں پارک سے نکل کر سڑک پر آیا اور وہاں سے ایک رکشہ میں بیٹھ کر اس کو ٹھی کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہاں ملیشیا نے کا طرح اسلم چرسی کے دماغ کو پڑھنے لگا۔ وہ شہر کے کسی فٹ پاتھ پر بیٹھا تھا۔ چلتے وقت اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے کیونکہ اس کا دماغ ڈگمگا رہا تھا۔ کبھی نشے کی طرف اور کبھی راشن کپڑے کی طرف۔ اس کی ایک سوچ کہہ رہی تھی کہ اپنے محسن کے ساتھ کیا ہوا وعدہ نبھانا چاہیئے۔ سب سے پہلے کپڑا اور راشن خرید کر گھر پہنچنا چاہیئے اور اس کی منفی سوچ کہہ رہی تھی۔

"وہ پانچ سو روپے دینے والا کوئی احمق تھا۔ اس نے اتنی بڑی رقم دے کر میرا پتہ بھی نہیں پوچھا۔ اب اگر میں چرس خریدنوں تو کیا وہ مجھے دیکھنے یا پکڑنے آئے گا؟"

یہ سوچتے ہی اس کے قدم رُک گئے۔ اس کے دائیں طرف جو ایک گلی جاتی تھی، اس کے آخری سرے پر بسم اللہ پان شاپ تھی۔ نام اللہ کا تھا اور ماس عظیم نام کے سائن بورڈ کے پیچھے چرس در دانے سے کے سگریٹ ملتے تھے۔ وہ گلی کی طرف مُڑ گیا۔ جب وہ گلی میں داخل ہوا تب میں نے اس کی مثبت سوچ میں کہا۔

"میں کہاں جا رہا ہوں۔ مجھے یہ سوچنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے تو وسیلے کے طور پر کسی انسان کو فرشتہ بنا کر بھیجتا ہے۔ شاید اسی لئے اس فرشتے نے میرا پتہ بھی نہیں پوچھا۔ چپ چاپ اللہ کے دیئے ہوئے پانچ سو روپے مجھے دے کر چلا گیا۔ اگر میں صرف سولہ گھنٹے صبر کروں تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑے گی۔"

یہ سوچتے ہی اس کے قدم رُک گئے۔ اسی وقت اس کی منفی سوچ نے کہا۔ "بیوقوف! مے خانے کے دَر پر آ کر توبہ توڑتا ہے۔ جب آ ہی گیا ہے تو سگریٹ خرید لے، ٹھیک ہے سولہ گھنٹے تک کش نہ لگانا۔ لوگ بینکوں میں آئندہ ضرورت کے لئے پیسے جمع کرتے ہیں تو جیب کے اندر میں صبح کے لئے سگریٹ محفوظ کر لے۔ تیرا وعدہ بھی رہے گا اور سگریٹ بھی تیری تسلی کے لئے موجود رہیں گے۔"

وہ پھر بسم اللہ پان شاپ کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے اس کی مثبت سوچ میں کہا۔ "اگر اللہ تعالیٰ میری مدد کرنا ہی چاہتا ہے تو وہی مجھے بسم اللہ پان شاپ تک جانے سے روکے گا۔"

میں نے اس کی مثبت سوچ میں یہ کہتے ہی اچانک ایک جھٹکے سے پھر کہا۔ "اے باپ رے، میرے گھٹنے کانپ رہے ہیں، میں گر رہا ہوں....."

میری سوچ نے اتنی قوت سے کہا کہ اچانک ہی اس کے قدم لڑکھڑا گئے۔ سوچ کی قوت یا دماغ کی قوت [illegible] چل سکتا۔ پھر وہ سوچ کے خلاف کیسے چل سکتا تھا۔ اسی لئے بدحواس ہو کر گر پڑا۔ اس وقت اس کی حالت عجیب سی تھی۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا کیونکہ گرنے سے پہلے اسے دارننگ مل چکی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اسے راہِ راست پر لانا مقصود ہے تو وہ چرس کے اڈے تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اور وہ نہ پہنچ سکا۔ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ ایسی صورت میں اس

کے دل پر دہشت کیسے طاری نہ ہوتی؟ اس کے دل میں ایمان کیسے روشن نہ ہوتا؟ وہ توبہ توبہ کرتے ہوئے اُٹھ گیا۔ پھر تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اس گلی سے باہر آگیا۔ اب وہ مستقل مزاجی سے سوچ رہا تھا کہ ان پانچ سو روپوں سے صرف وہی چیزیں خریدے گا جو زندگی کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ جو کہ زندگی کے لئے نہیں' موت کے لئے ضروری ہے۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"اس اجنبی فرشتے نے مجھے صرف صبح تک صبر کرنے کے لئے کہا ہے۔ لیکن اس غائبانہ ٹھوکر سے مجھے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ میں کوشش کروں گا کہ نشے کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال ہے اسی لئے میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

وہ بڑی مستقل مزاجی سے سوچ رہا تھا۔ لہٰذا میں کچھ دیر کے لئے اس کی طرف سے مطمئن ہو گیا کہ وہ میرے پانچ سو روپے ضائع نہیں کرے گا۔ تیسی تیز رفتاری سے چلتی ہوئی منزلِ مقصود تک پہنچ گئی۔ میں ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھول کر باہر آیا' بل ادا کیا پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کوٹھی کی طرف جانے لگا جہاں انسپکٹر نعیم مرزا رہتا تھا۔ میں کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ نعیم مرزا موجود ہے یا نہیں۔ چونکہ وہ میرے لئے مکمل اجنبی تھا اس لئے یہ ضروری تھا کہ اس سے دماغی رابطہ قائم کرنے کے لئے اس سے براہِ راست ملاقات کرتا یا کسی دوسرے شخص کو واسطہ بنا کر اس کے دماغ تک پہنچتا۔ اس کے لئے مجھے بہت دیر تک کوٹھی کے سامنے وقت ضائع کرنا پڑا۔ قریب ہی ایک پھٹان کا ہوٹل تھا۔ میں وہاں بیٹھ کر چائے پیتا رہا اور سگریٹ کے کش لگاتا رہا۔

شام ہو رہی تھی۔ رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ پاؤں پھیلا رہا تھا۔ اسی وقت میں نے دیکھا' کوٹھی سے ایک موٹی سی اور بھدی سی عورت باہر آرہی تھی۔ میں ہوٹل سے نکل کر فٹ پاتھ پر آگیا۔ اس موٹی عورت کا رُخ مارکیٹ کی طرف تھا۔ میں بھی آہستہ آہستہ اسی طرف جانے لگا۔

وہ چھوٹی سی مارکیٹ تھی۔ لیکن وہاں بڑے لوگوں کے لئے بڑی مہنگی چیزیں فروخت ہوتی تھیں۔ وہ موٹی سی عورت ایک دکان پر پہنچ کر میک اپ کا سامان خریدنے لگی۔ وہ اتنی موٹی اور بھدی تھی کہ اس پر میک اپ کی تہہ چڑھنے کے بعد کچھ اور موٹی ہو جاتی۔ وہ اپنی جوانی میں خوبصورت رہی ہوگی۔ لیکن دولت کی افراط نے اسے عجیب ٹیڑھے میڑھے انداز میں پھیلا دیا تھا۔ وہ سامان خریدتے وقت بار بار آئینے میں دیکھتی تھی اور اپنے حسنِ جہاں سوز کو دیکھ کر مسکرانے لگتی تھی۔ پھر اسی آئینے میں اُس نے مجھے دیکھا۔ ہم دونوں کی نظریں ٹکرائیں تو اس کی نظریں مجھ پر جم کر رہ گئیں۔ کچھ نکریں فوراً ہی اس کی سوچ میں کہہ رہا تھا۔

"ہائے کتنا خوبرو نوجوان ہے۔ مجھے میں اب بھی اتنی کشش ہے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ کاش میں پچاس برس کی نہ ہوتی۔"

اس کے دماغ میں یہ سوچ پیدا ہوتے ہی وہ جھلا کر اپنے [illegible] سوچنے لگی۔ "میں پچاس برس کی تو نہیں ہوں۔ میں اپنی عمر کا [illegible] کیسے لگا رہی ہوں۔ ابھی تو میں پینتالیس برس کی ہوں اور پچھلے [illegible] نے اپنی بیسویں سالگرہ منائی ہے۔ مجھ سے ملنے والے خود [illegible] کہ بے فکری اور خوشحالی نے مجھے ایسا صحتمند بنا دیا ہے [illegible] سے بھی کم لگتی ہوں۔ لوگوں کو اس لئے بھی میری کم عمری کا [illegible] ہے کہ میرا شوہر نعیم مرزا مجھ سے دس برس چھوٹا ہے۔ کیونکہ [illegible] پہلے میں نے اسے اپنی عمر چودہ برس بتائی تھی۔ جب شوہر کم عمر ہو تو [illegible] خود ہی حساب لگا لیتے ہیں کہ بیوی کی عمر کتنی کم ہوگی۔"

وہ کبھی لپ اسٹک کے شیڈز پسند کرتی رہی اور کبھی آئینے میں [illegible] دیکھ کر اپنی عمر کے متعلق سوچتی رہی۔ مجھے بھلا اس کی عمر سے کیا [illegible] دکان سے باہر آگیا۔ ایسی عورت سے تعلق کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جو مشرق مغرب شمال جنوب کی طرف یکساں پھیلی ہو۔ میرا مقصد [illegible] ہو چکا تھا۔ نعیم مرزا سے دماغی رابطہ قائم کرنے کے لئے میں نے [illegible] ٹرک خانہ بدوش کو واسطہ بنا لیا تھا۔ وہاں سے میں پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر [illegible] دلشاد میں آیا اور وہاں ایک کمرہ کرائے پر اپنے لئے حاصل کر لیا۔

میں ہاکس بے کی طرف واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس نے کمرے میں آکر میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر پرسکون آرام سے لیٹ کر اس موٹی عورت کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ شاپنگ کے بعد اپنے کوٹھی میں آگئی تھی اور اپنے کمرے میں پہنچ کر اپنے جسم کی چربی پگھلانے کے لئے ورزش کر رہی تھی۔ نعیم مرزا موجود نہیں تھا اس نے میرے اس کی سوچ سے رابطہ ختم کر دیا اور دماغ کی اسکرین پر اسلم کو دیکھنے لگا۔ وہ بہت سارے کپڑے خرید کر اپنے گھر پہنچ گیا تھا اور اپنی ماں کو [illegible] کہ کس طرح ایک فرشتے سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس کی ماں [illegible] جانتی تھی لیکن مجھے دعائیں دے رہی تھی۔ اس کی بہن نے [illegible] دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی اور اسلم بار بار عہد کر رہا تھا کہ اب وہ کوا ہاتھ نہیں لگائے گا۔ آج سے پہلے ان کے گھر میں ایسی عید کبھی نہیں آئی تھی۔

میں سوچنے لگا کہ اس دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے [illegible] اگر مستقل مزاجی سے کوشش کرے تو اپنے ذہن اور اپنی سوچ کو [illegible] بدل سکتا ہے۔ وہ میرے لئے بھی عید کا موقع تھا کیونکہ میں نے [illegible] کے ذریعے ایک خاندان کو تباہ ہونے سے بچا لیا تھا۔

ایک گھنٹے بعد جب میں نے اس موٹی عورت کے ذہن [illegible] کر دیکھا تو وہ نعیم مرزا سے گفتگو کر رہی تھی بلکہ اس سے جھگڑا کر رہی تھی۔ اس بات کی شکایت بھی کہ نعیم مرزا پولیس انسپکٹر ہونے کے باوجود [illegible] لمبے ہاتھ کیوں نہیں مارتا۔ آمدنی نہیں بڑھے گی تو نئے ماڈل کی کار کہاں سے آئے گی۔ نعیم مرزا نے اسے جواب دیا۔

"نوشابہ! تم ہمیشہ یہی جھگڑا لے کر بیٹھ جاتی ہو۔ ہمیں مونگری کی بستی سے اتنی رقم ملتی ہے کہ کہیں اور ہاتھ مارنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ دانشمندی یہی ہے کہ ایک جگہ سے بڑا ہاتھ مار لیا جائے اور باقی دیگر جگہوں پر ایمانداری سے کام کیا جائے۔ مجھے اپنے سروس ریکارڈ کا بھی تو خیال رکھنا پڑتا ہے۔"

"تم قانون کے محافظ ہو۔ مگر کبھی قانون کی گرفت میں آؤ گے تو یہ پولیس کی ملازمت تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔ یہ جو تمہاری اوپری آمدنی ہے یہی ہمارے کام آئے گی۔ ریٹائر ہونے کے بعد حکومت تمہیں لوئی ہزار تو نہیں دے دے گی۔ بیل منڈو کا احسان مانو کہ اس نے ہماری کایا پلٹ دی ہے۔"

"نوشابہ! تم نہیں سمجھتی ہو کہ حالات کس طرح بدل جاتے ہیں۔ ہماری کایا پلٹنے والا بیل منڈو آج خود ہی اُلٹ پلٹ کر رہ گیا ہے۔ آج صبح آٹھ بجے اس کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے۔"

"کیا واقعی؟" نوشابہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں۔ آج صبح اچانک ہی وہ پاگلوں جیسی حرکتیں کرنے لگا۔ اس کے باڈی گارڈ نے مجھے بتایا کہ وہ پہلے بڑی خاموشی سے اپنے سر کو جھٹکتا رہا۔ باڈی گارڈ نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو وہ پریشان ہو کر کہنے لگا۔ "پتہ نہیں میرے دماغ میں کیسی کیسی باتیں آرہی ہیں۔ میں ان باتوں کو دماغ سے جھٹکنا چاہتا ہوں۔ لیکن میرے مزاج اور میری مرضی کے خلاف عجیب سی سوچیں اُبھر رہی ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ بہت دیر تک اِدھر اُدھر ٹہلتا رہا اور اپنے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کھینچتا رہا کہ اس کے دماغ میں یہ کیسی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی حالت بگڑنے لگی۔ وہ کمرے کی چیزیں اُٹھا کر اِدھر سے اُدھر پھینکنے لگا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا۔

"میں کبھی یہ یقین نہیں کر سکتا کہ مجھ پر جنات کا سایہ پڑ گیا ہے۔ میں اپنی دماغ کا مالک ہوں مگر نہ جانے کیسے اس دماغ کی چولیں ہل رہی ہیں۔"

وہ برابر جھنجلا کر کمرے کی چیزوں کو توڑتا پھوڑتا رہا۔ اس کے باڈی گارڈ نے اسے روکنے کی کوشش کی تو بیل منڈو نے اسے اُٹھا کر کمرے سے باہر پھینک دیا۔ اس کے بعد اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ دو گھنٹے بعد جب میں وہاں پہنچا تو اس کے کمرے میں خاموشی تھی۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو اس نے غرا کر کہا۔

"چلے جاؤ یہاں سے۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔"

میں نے دوبارہ دستک دیتے ہوئے کہا۔ "دروازہ کھولو۔ میں انسپکٹر نعیم مرزا ہوں۔"

میرا نام سنتے ہی اُس نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے کمرے میں پہنچ کر دیکھا' اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور کپڑے پھٹے ہوئے تھے' آنکھیں وحشت زدہ تھیں۔ اُس نے دروازہ بند کر کے ایک ایزی چیئر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر نعیم! میں بہت پریشان ہوں۔"

"یہ میں سن چکا ہوں اور اسی لئے خیریت دریافت کرنے آیا ہوں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "مجھے خود پر بڑا ناز ہے۔ میں اپنے مقابل آنے والی بڑی سے بڑی قوت کو کچل کر رکھ سکتا ہوں۔ لیکن اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ کوئی اَن دیکھی قوت میری صلاحیتوں کا مذاق اُڑا رہی ہے اور مجھے اپنا محکوم بنانا چاہتی ہے۔ بیل منڈو حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ مجھے ہمیشہ یہ فخر حاصل رہا ہے کہ میں نے کبھی کسی کی برتری تسلیم نہیں کی۔ لیکن آج زندگی میں پہلی بار میں کسی کے سامنے جھک گیا ہوں۔ جھکنے کے باوجود میں اس کی برتری تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ بزدل ہے۔ مرد کی طرح سامنے آکر مقابلہ نہیں کرتا' دماغ کے بے شمار پردوں میں چھپ کر عورتوں کی طرح مجھے پریشان کر رہا ہے۔ یہ کوئی مردانگی تو نہیں ہے۔ جو لوگ چھپ کر حملہ کرتے ہیں' ان کے سامنے دفاعی طور پر مجبور ہونا پڑتا ہے لہٰذا میں نے اس اَن دیکھی قوت سے کہہ دیا ہے کہ ابھی مجھے ذہنی سکون کی ضرورت ہے' اس لئے میں اس کی بات مان لیتا ہوں۔"

"کیا وہ اپنی کوئی بات منوا رہا ہے؟"

"ہاں۔ اسٹوفر نامی ایک شخص سے ایک اہم سودا ہو رہا تھا۔ وہ اور اس کی بیوی سوسائٹی کے علاقے میں رہتے ہیں۔ آج صبح آٹھ بجے سے کوئی میرے دماغ میں بیٹھا کہہ رہا ہے کہ میں ان کی خیریت معلوم کروں۔ میں نے اس کے حکم سے انکار کیا تو وہ میرے دماغ میں ہلچل پیدا کرنے لگا۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ میری کیا حالت ہو گئی تھی۔ کاش کہ وہ ہلچل مچانے والا اُلو کا پٹھا میرے سامنے ہوتا۔ لیکن میرا غصہ اور میری جھنجلاہٹ کام نہ آئی۔ تب میں نے مجبور ہو کر سوچا کہ فی الحال مجھے اس کی بات مان لینی چاہیئے۔ جب میرا دماغ پُرسکون ہو گا تب پھر میں اس اَن دیکھے شیطان سے چھٹکارے کا راستہ تلاش کروں گا۔ میں مر سکتا ہوں لیکن کسی کے سامنے ہمیشہ کے لئے جھک نہیں سکتا۔"

"تو پھر آپ نے ان دونوں کی خیریت معلوم کی ہے؟"

"ہاں ــــ سوسائٹی میں جو میرے آدمی ہیں' ان میں سے ایک نے اس کوٹھی میں جا کر معلوم کیا ہے۔ وہ دونوں باپ بیٹی مُردہ پڑے ہیں۔ مسٹر نعیم! میں جس اَن دیکھے شیطان کا ذکر کر رہا ہوں' وہ ٹیلی پیتھی کا ماہر ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ دماغوں پر حکومت کرتا ہے۔ اس نے میری سوچ کے ذریعے معلوم کر لیا ہے کہ اسٹوفر اور اس کی بیوی کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔"

میں نے دبی دبی لیتے ہوئے پوچھا۔ "کیا قاتل کا پتہ چل گیا ہے؟"

"نہیں۔ وہ نادیدہ شیطان اب مجھے حکم دے رہا ہے کہ میں قاتل کا پتہ چلاؤں۔ میں نے دوسری بار اس کے حکم سے انکار کیا تو وہ پھر میرے

دماغ میں کھلبلی پیدا کرنے لگا۔ میں کیا کروں؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ چھپ کر حملہ کرنے والا مجھے اعصابی طور پر کمزور بنا دے گا۔ فی الحال مجھے اس کی بات ماننی ہی پڑے گی۔ اس سلسلے میں آپ ہی میرے کام آسکتے ہیں۔۔۔۔۔"

"جی ہاں۔ میں سمجھ گیا۔ اس قتل کے سلسلے میں جو تفتیش ہوتی رہے گی میں اس کی رپورٹ پڑھتا رہوں گا۔ قاتل کا سُراغ ملتے ہی میں آپ کو اطلاع دوں گا۔"

بیل منڈو نے اُٹھ کر اپنا سیف کھولا اور اس میں سے پانچ ہزار روپے نکال کر مجھے دیتے ہوئے کہا۔ "یہ اس کام کا معاوضہ ہے کہ آپ جلد از جلد اس قاتل تک پہنچنے کی کوشش کریں اور مجھے اس نادیدہ شیطان سے نجات دلائیں۔"

انسپکٹر نعیم مرزا یہ تمام باتیں اپنی بیگم نوشابہ کو سُنا رہا تھا۔ نوشابہ نے خوش ہو کر کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ آج ہمیں پھر پانچ ہزار کی آمدنی ہوئی ہے۔ نکالئے پانچ ہزار، میں انہیں صبح ہی بینک میں جمع کروں گی۔"

نعیم مرزا نے اپنے بریف کیس سے رقم نکال کر دیتے ہوئے کہا۔

"تمہیں تو صرف بینک سلپس پڑھانے کی ہُنر ہوتی ہے۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ ہمارے گھر کی عورتیں اگر رشوت کی رقم قبول نہ کریں تو مرد کبھی اس لعنت میں گرفتار نہ ہوں۔ ہم ڈیوٹی پر جا کر یہی سوچتے ہیں کہ ہم اپنی عورت کو خوش نہ کریں اور اس کی تمام جائز ضرورتوں کو پورا نہ کریں تو ہمارے لئے وہ ہمارے گھر کو جنت نہیں بنائے گی۔ وہ ۔۔۔ اپنی نگدستی اور مفلسی کا رونا روتے ہوئے ہمیشہ لڑتی جھگڑتی رہے گی اور گھر کی جنت کو جہنم بنا کر رکھ دے گی، جیسا کہ تم کرتی ہو۔"

نوشابہ کے ہاتھوں میں پانچ ہزار روپے تھے جب ہاتھوں میں اچھی خاصی رقم ہو تو عورت اپنے شوہر کے طعنے اور گالیاں برداشت کر لیتی ہے۔ وہ مسکرا کر بولی۔

"آپ فضول باتیں نہ کریں۔ میں آپ کے ہی بچوں کے مستقبل کے لئے ایسا کرتی ہوں۔"

"لیکن نوشابہ میرے مستقبل تباہ ہو رہا ہے۔ میں ایک دیانت دار پولیس افسر نہیں رہا۔ اگر کسی روز قانون کے ہتھے چڑھ گیا تو بیل منڈو مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دے گا۔ اب یہی دیکھو کہ خواہ مخواہ ایک ماں بیٹی کے قتل کے سلسلے میں مجھے دلچسپی لینی ہوگی جبکہ یہ میرے علاقے کا کیس نہیں ہے۔ اس طرح دوسرے آفیسر ہم کرنے لگتے ہیں کہ کسی دوسرے علاقے کا انچارج ان معاملات میں کیوں دلچسپی لے رہا ہے۔ بہرحال رقم تو لے ہی چکا ہوں۔ مجھے کسی نہ کسی طرح اس قتل تک پہنچنا ہی ہوگا۔"

یہ کہہ کر وہ لباس بدلنے کے لئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ میں اس سے بہت دُور ہوٹل دشاد کے ایک کمرے میں آرام سے لیٹا ہوا تھا۔

اور یہ سوچ رہا تھا کہ قاتل میں ہوں۔ وہ مجھ تک پہنچنے کے لئے اپنی ہی راہیں جگا رہا ہے گا اور پریشانیوں میں مبتلا ہے گا۔ رشوت کے وہ پانچ ہزار روپے پانچ ہزار کانٹوں کی طرح اُسے چبھتے رہیں گے۔

میں تھوڑی دیر تک اپنے بستر پر خاموشی سے لیٹا رہا اور اپنے حالاتِ زندگی پر غور کرتا رہا۔ کیسی ہنگاموں سے بھرپور زندگی ہے میری۔ موت کا خواہشمند تھا اور یہ خواہش پوری ہو رہی تھی۔ میں ایسی زندگی سے مطمئن تھا لیکن کوئی نہ کوئی خطرہ میرے آس پاس منڈلاتا رہتا تھا۔ ان دنوں ماسٹر پلان ایک آسیب کی طرح میرے ذہن پر چھایا ہوا تھا۔ آپ یقین کریں کہ اب ٹی وی اور سینما کے اسکرین پر اتنی دلچسپ فلمیں نہیں دیکھتے ہوں گے جتنی میں زندگی کی سچی اور جھوٹی، کھوٹی اور کھری تصویریں دیکھا ہوں۔ ان دلچسپیوں کے باوجود موت ہمیشہ میرا پیچھا کرتی رہتی ہے۔

میں سوچ رہا تھا کہ ماسٹر پلان تک پہنچنے کے لئے اور کیسے کیسے ذرائع استعمال کر سکتا ہے۔ یہ بات تو میرے علم میں آگئی تھی کہ منظم تنظیم کے چار ماسٹروں میں سے ایک ماسٹر میری تلاش میں نکل پڑا ہے اور کسی بھی لمحے میں اس سے ٹکرا سکتا ہوں اور نئی مصیبتوں کو دعوت دے سکتا ہوں۔

میرے سمجھ میں یہی آیا کہ اسٹوفر کو پامسٹ سمجھ کر جتنے لوگ اس کے پاس آئے تھے ماسٹر پلان نے ان کے دماغوں کو بھی کھنگالے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اسٹوفر کے تمام گاہکوں کے ذہنوں کو پڑھ چکا ہو گا یا کم از کم ان لوگوں کی اپنی فائلوں میں یہ لکھا ہو گا جو کسی نہ کسی حیثیت سے اسٹوفر کے لئے اہمیت رکھتے ہوں گے لیکن میری مجبوری یہ تھی کہ میں صرف صمد بخاری کو جانتا تھا جو اسٹوفر کے لئے اہمیت رکھتا تھا۔

رات کے دس بج چکے تھے۔ میں نے سونے سے پہلے اسلم کے ذہن میں جھانک کر دیکھا، بہت دیر ہو چکی تھی۔ اس لئے میں نے سوچا اسلم شاید نشے کی طلب سے مجبور ہو کر پھر پہلے کی طرح گالیاں دینے لگے گا لیکن ایسی بات نہیں تھی۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھا کسی شخص سے باتیں کر رہا تھا۔ وہاں اس کی بوڑھی ماں بھی موجود تھی۔ میرے اطمینان کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ اسلم شریف آدمیوں کی طرح رات کے وقت گھر میں موجود ہے۔ میں مطمئن ہو کر اس سے دماغی رابطہ منقطع کرنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک ہی مجھے اس شخص کی گفتگو سے دلچسپی پیدا ہو گئی جو اسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بڑی ندامت سے کہہ رہا تھا۔

"ماں جی۔ میں بہت شرمندہ ہوں کہ میں نے آپ کی بیٹی کے رشتے کو ٹھکرا دیا تھا۔ شبنم کو میں بچپن سے چاہتا ہوں لیکن جوان ہو کر مجھ پر دولت بننے کی دُھن سوار ہو گئی۔ اس کے لئے میں نے انٹیلیجنس کی ملازمت کی۔ میرا خیال تھا کہ کوئی بہت بڑا مجرم ہاتھ آئے گا تو میں اس سے بہت بڑی رقم ہتھیا لوں گا۔ پھر شبنم کو بیاہنے کے لئے دھوم دھام سے بارات لے کر یہاں آؤں گا لیکن دولتمند بننے کے چکر میں، میں ایک انگریز عورت کے عشق میں گرفتار ہو گیا۔ اس عورت نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آخر میں اس سے شادی کر لے گی۔ اس کے عشق میں گرفتار ہوتے وقت میں یہ بھول گیا تھا کہ معصوم شبنم کو دھوکا دے رہا ہوں اور مجھے اس فریب کی بہت بڑی سزا ملے گی۔ سزا یہ ملی کہ میں ایک ماہ کے لئے ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ میری سزا یہ ملی کہ وہ انگریز عورت آج صبح اپنے باپ کے ساتھ اپنی کوٹھی سے مُردہ پائی گئی۔ کسی نے دونوں باپ بیٹی کو قتل کر دیا ہے۔ میری ملازمت بھی گئی اور اس انگریز عورت سے ملنے والی دولت بھی گئی۔ میں پہلے جہاں تھا، پھر اسی مقام پر لوٹ آیا ہوں۔ ماں جی میری غلطیوں کو معاف کر دیجئے اور آئندہ کبھی شبنم کا دل نہیں دکھاؤں گا۔"

ماں جی نے کہا۔ "صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو وہ بھولا نہیں کہلاتا۔ آج بہلے سے واقعی عید کا دن ہے۔ اسلم نے نشے سے توبہ کر لی ہے اور تم گمراہی سے نکل آئے ہو۔ فکر نہ کرو بیٹا، اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔ ایک ماہ بعد جب تمہاری ملازمت بحال ہو جائے تو تم کسی دن بھی چار شریف آدمیوں کو ساتھ لے آنا۔ میں شبنم سے تمہارا نکاح پڑھا دوں گی۔"

"ماں جی۔ شاید ایک ماہ بعد بھی مجھے یہ ملازمت نہ مل سکے۔ میں آپ کو کیا بتلاؤں۔ شاید آپ یقین نہ کریں۔ میں کسی آسیب کی گرفت میں گرفتار ہوں۔"

ماں جی نے پریشان ہو کر کہا۔

"اللہ رحم کرے۔ تمہیں ہر بلا سے بچائے۔ کس قسم کا آسیب ہے مجھے بتاؤ۔ میں کسی عامل سے مل کر بات کروں گی۔"

آسیبی چکر کی بات سنتے ہی میں سنبھل کر بیٹھ گیا اور یہ سمجھ گیا تھا کہ جو شخص وہاں بیٹھا ہوا ہے وہ واجد ہے۔ وہی عامل جو مجھے میں نے سب سے پہلے اسٹوفر کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ اسٹوفر اور انجلا کے متعلق معلومات حاصل کرے۔ وہاں پہنچتے ہی وہ انجلا کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا اور اس کے ذریعے دولتمند بننے کی خاطر انٹیلیجنس کی ملازمت چھوڑنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ دونوں باپ بیٹی نے اس سے کہا تھا کہ وہ کسی طرح فرہاد سے ملاقات کرے اور پرسوں سے وہ میری تلاش میں بھٹک رہا تھا۔

میں پوری توجہ سے واجد کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ وہ ماں جی سے کہہ رہا تھا۔

"ماں جی، جس عورت کا میں ذکر کر رہا ہوں، وہ اور اس کا باپ کسی ماورائی عمل کرتے تھے اور وہ عورت آگ کے شعلوں میں کھڑی ہو کر لوگوں کو ان کے دلوں کا حال بتاتی تھی اور مستقبل کی پیش گوئیاں کرتی تھی۔ لاش مل ہونے کے بعد اس کی روح بھٹک رہی ہے۔ اب وہ اب ہمارے دماغ کر پریشان کر رہی ہے۔ پہلے تو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہاری انجلا ہوں۔ میں جسمانی طور پر مرتے ہی اپنے آپ کو بھول گئی ہوں۔ بہت سی باتیں مجھے یاد نہیں رہیں۔ تم اس لئے یاد ہو کہ میں تم سے سچی محبت کرتی ہوں۔ اگر تمہارے دل میں اب بھی میری محبت ہے تو مجھے بتاؤ کہ میری موت کی میں کس شخص کو مجھ سے دشمنی تھی۔"

ماں جی یہ آوازیں بار بار میرے ذہن میں آنے لگیں تو مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی انجلا کی رُوح مجھ سے مخاطب ہے لیکن اب مجھے انجلا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ یہ میں جانتا ہوں کہ ڈائریکٹر جنرل سعید احمد اور ان کے ایک گہرے دوست فرہاد علی دونوں باپ بیٹی کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اور انھیں مجرم ثابت کرنا چاہتے تھے۔ فرہاد کے متعلق میں زیادہ نہیں جانتا۔ لیکن ایک بار میں نے فرہاد اور سعید احمد کی گفتگو سُنی ہے۔ سعید احمد کی باتوں سے اتنا معلوم ہوا کہ فرہاد بہت خطرناک آدمی ہے۔ کسی مجرم کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو اسے جہنم میں پہنچا کر چھوڑتا ہے۔ شاید اسی نے دونوں باپ بیٹی کو جہنم میں پہنچایا ہے۔ اس کی وجوہات سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ مجھے اسٹوفر کے پاس بھیجنے کے بعد وہ سعید احمد کے ساتھ غائب ہو گیا تھا۔ میں انجلا کی خواہش کے مطابق اُسے تلاش نہ کر سکا۔ شاید وہ اسی وقت سے دونوں باپ بیٹی کے پیچھے پڑ گیا تھا۔

میں یہ تمام باتیں انجلا کی رُوح کو نہیں بتانا چاہتا تھا۔ میں صرف سوچ رہا تھا۔ اتنے میں انجلا کی رُوحانی آواز نے مجھ سے کہا۔

"رزحیں دماغ کو پڑھ لیتی ہیں۔ تمہاری سوچ کے ذریعے مجھے پتہ چل گیا ہے کہ فرہاد ہی میرا قاتل ہو سکتا ہے۔ اب میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اُسے فوراً تلاش کرو۔"

میں نے اس کے حکم سے انکار کیا تو اچانک ۔۔۔۔ میری کھوپڑی کے اندر جیسے زلزلہ آگیا۔ کبھی گرجتا تھا کبھی سنسناتا تھا۔ کبھی ہتھوڑے مار مار کر مجھے دیوار سے ٹکرانے کے لئے کہتا تھا اور میں بے اختیار دیوار سے ٹکرا جاتا تھا۔ ذرا سی دیر میں مجھ پر ایسی دہشت سوار ہوئی کہ میں چیخ چیخ کر اس کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہو گیا اور سوچنے لگا کہ میں کس طرح فرہاد کو تلاش کر سکتا ہوں۔ صرف ایک ہی راستہ تھا کہ میں انٹیلیجنس کے دفتر میں جا کر کس طرح ڈائریکٹر جنرل سعید احمد سے ملنے کی کوشش کروں۔ لیکن دفتر میں میرا داخلہ بند تھا۔

میری سوچ کو پڑھتے ہی انجلا کی روح نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو۔ صبح دفتر کے باہر جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ دفتر کا کوئی نہ کوئی افسر باہر آتا جاتا ہو گا جب کوئی افسر باہر آنے تو تم اسے مخاطب کر کے صرف سلام کرنا جیسے ہی وہ تمہیں دیکھ کر سلام کا جواب دے گا میری روح اُس افسر کے دماغ میں گھس جائے گی پھر میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گی اور اس افسر کے ذریعے ڈائریکٹر جنرل سعید احمد تک پہنچ جاؤں گی۔"

مجھے یقین ہے ماں جی کل صبح جب میں اس روح کے حکم کے مطابق انٹیلیجنس کے کسی افسر کو سلام کروں گا تو انجلا کی روح ہمیشہ کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دے گی۔"

جیسے ہی یہ سوچ پڑھتے ہی میں الجھن میں گرفتار ہو گیا۔ اس وقت میں

ہوٹل کے کمرے میں تنہا تھا اور میں بند کمرے میں اپنے اور پر محفوظ تھا لیکن یہی دیکھ رہا تھا کہ ماسٹر بوشے کیسے کیسے روپ بدل کر مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے پہلے وہ بیل منڈو کے لئے نادیدہ شیطان بنا پھر واجد کے دماغ میں انجلا کی روح کا ڈرامہ کھیلنے لگا۔ دوسری صبح اس ڈرامے کا ڈراپ سین ہونے والا تھا۔ سعید احمد تک پہنچنے کے بعد وہ میری منزل تک بھی پہنچ جاتا۔ میں نے فوراً ہی سعید احمد سے دماغی رابطہ قائم کیا اور ان سے کہا۔

"سعید صاحب۔ ماسٹر بوشے بڑی تیزی سے میری طرف بڑھ رہا ہے وہ کل صبح واجد کے ذہن تک پہنچ جائے گا۔ اس کے باوجود میں موم کا بنا ہوا نہیں ہوں جب تک آپ تک پہنچے گا تو میں ہمیشہ کے لئے آپ سے دماغی رابطہ ختم کر دوں گا کہ کبھی آپ سے ملاقات کروں گا اور نہ کبھی آپ کو سوچ کے ذریعے مخاطب کروں گا۔ اس طرح وہ نادیدہ شیطان آپ کے دماغ سے چھلانگ لگا کر میرے پاس نہیں آسکے گا۔ لیکن آپ مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ وہ شیطان آپ کے دماغی توازن کو بگاڑ رہے گا۔ لہٰذا آپ میرے مشورے پر فوراً عمل کریں۔ آپ ایک ماہ کی چھٹی لے ہی چکے ہیں۔ اس لئے آپ کسی کو بتائے بغیر کہیں روپوش ہو جائیں آپ اس وقت تک وہاں سے فوراً نکل جائیں تاکہ آپ کا کوئی رشتے دار یا دفتر کا کوئی شخص آپ تک نہ پہنچ جائے۔ میں جب دیکھوں گا کہ آپ پوری طرح محفوظ ہیں تو پھر آپ جہاں بھی ہوں گے میں وہاں چلا آؤں گا میرے مشورے پر عمل کریں گے۔ میرے پاس تفصیل گفتگو کے لئے وقت نہیں ہے۔ خدا حافظ"

ان سے رابطہ ختم کرنے کے بعد میں نے ایک سگریٹ سلگایا اور اس کے کش لگانا ہی چین سے ٹہلنے لگا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے بند کمرے کے چاروں طرف ماسٹر بوشے ہزاروں وجودوں میں تقسیم ہو کر میری تاک میں کھڑا ہے جونہی دروازہ کھلے گا وہ میرے دماغ پر حکومت کرنے کے لئے آ بیٹھے گا میں ان تمام لوگوں کو فراڈ قرار دے رہا تھا جنہیں ماسٹر بوشے اپنا آلۂ کار بنا چکا تھا میں ایسے تمام لوگوں کو یاد کرنے لگا تو میرا خیال صمد بخاری کی طرف گیا وہ بھی اسٹوفر کے لئے اہم تھا لہٰذا ماسٹر بوشے نے اسے بھی نہیں چھوڑا ہوگا۔

یہ سوچتے ہی میں نے صمد بخاری کا دھیان کیا اور اس کے دماغ تک جا پہنچا میرا خیال درست نکلا۔ اس وقت صمد بخاری ذہنی قوتوں میں مبتلا تھا۔ انجلا کی زندگی میں اس نے چھپ کر اس سے ملاقاتیں کی تھیں وہ کسی سے ان ملاقاتوں کا ذکر نہیں کر سکتا تھا۔ جب میں اس کے دماغ تک پہنچا تو اس وقت ایک پولیس آفیسر اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا۔

"مسٹر صمد بخاری آپ بلاکھ انکار کریں۔ لیکن مقتولہ کی ڈائری میں آپ سے ملاقات کا وقت لکھا ہوا ہے۔ دو دن پہلے اس نے یہ وقت نوٹ کیا تھا۔ اس کے مطابق کل رات آپ نے ہوٹل سوئیٹ ڈریم میں اس سے ملاقات کی ہے۔"

صمد بخاری نے جواب دیا۔

"بے شک دو دن پہلے انجلا مجھے مجبور کر رہی تھی کہ میں ہوٹل ڈریم میں اس سے ملاقات کروں میں بار بار انکار کرتا رہا۔ کیونکہ میں ایک اہم عہدے پر ہوں جہاں رہ کر مجھے غیر ملکی جاسوسوں سے محتاط رہنا پڑتا ہے اس لئے اس کے اصرار کرنے پر میں نے اس سے ملاقات کرنے کا وعدہ کر لیا۔ لیکن وعدے کے مطابق سوئیٹ ڈریم میں اس سے ملاقات نہیں کی۔ انجلا کی ڈائری میں جو کچھ لکھا ہے وہ درست ہے اور میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ بھی غلط نہیں ہے۔"

صمد بخاری نے اپنی باتوں سے پولیس آفیسر کو کسی حد تک قائل کر لیا کہ انجلا اس سے لطف لینا چاہتی تھی۔ لیکن اس نے خوبصورتی سے اسے ٹال دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پولیس آفیسر اس سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔ اس کے جاتے ہی صمد بخاری ذہنی قوتوں میں مبتلا ہو گیا۔ ماسٹر بوشے اس کے دماغ میں کہہ رہا تھا۔

"مسٹر صمد بخاری یہ پولیس آفیسر تفتیش کے سلسلے میں جہاں جہاں جا رہا ہے میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا۔ تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے۔ مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے کیونکہ میں اسٹوفر ہوں قتل ہونے کے بعد بھی میری روح تم سے پوچھ رہی ہے بتاؤ تم انجلا کے عشق میں گرفتار نہیں ہوئے تھے؟"

جواب میں اس نے انکار کیا تو اس کی بھی وہی حالت ہوئی جو بیل منڈو اور واجد کی ہو چکی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ بکواس سنتا رہا پھر اس نے اعتراف کر لیا کہ وہ انجلا سے محبت کرنے لگا تھا۔ رات وہ اس کے ساتھ سوئیٹ ڈریم میں گیا تھا لیکن وہاں ایک اجنبی نوجوان اس کا رقیب بن کر آ گیا۔ اس نے اس کے سامنے انجلا کو چیلنج کیا کہ اگر وہ جب یا دولت سے حاصل نہ ہوئی تو وہ اسے جبراً حاصل کرے گا۔ میں نے محسوس کیا کہ انجلا اس اجنبی سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی ہے وہ پروگرام سے پہلے ہی مجھے لے کر سوئیٹ ڈریم سے باہر آ گئی میں سمجھ گیا کہ اس اجنبی سے کچھ شاہ بازی ہوئی اور اب وہ مجھے چھوڑ کر اس کی آغوش میں جانا چاہتی ہے۔"

مجھے میرے گھر کے پاس چھوڑ کر آگے بڑھ گئی میں دیکھ چکا تھا کہ ایک ٹیکسی ہماری کار کے پیچھے آ رہی تھی وہ ٹیکسی میرے قریب سے گزری تو میں نے اس اجنبی نوجوان کو اس میں بیٹھے دیکھا۔ غصے سے میرا خون کھولنے لگا۔ یہ اگر حقیر تو بے وفا اور بے حیا ہوتی ہی ہیں۔ مجھے انجلا سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ لیکن اس اجنبی نوجوان پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ جو ایک حسین عورت کو دیکھ کے پھیل کر لے جانا چاہتا تھا میں نے دل ہی دل میں کہا کبھی تو اس اجنبی سے ملاقات ہو گی۔ میں اپنے لاشعور سوچ کے ذریعے حملات میں بند کر لوں گا۔ آج شام کو وہ اچانک ہی مجھے ہوٹل دلشاد کے پاس نظر آیا میں نے اس کا پیچھا کیا۔ وہ اس ہوٹل میں ایک کمرے پر حاصل کر رہا تھا میں سمجھ گیا کہ وہ آج رات اسی ہوٹل میں رہے گا۔ ایک

پولیس پاسکٹر میرا دوست ہے میں نے سوچا کہ اپنے گھر آ کے ہوئے مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد اپنے دوست انسپکٹر کے پاس چلوں گا۔ اس سے کہوں گا کہ وہ ہوٹل دلشاد کے کمرہ نمبر آٹھ میں رہنے والے اجنبی پر کوئی الزام لگا کر کچھ دنوں کے لئے اسے حوالات میں بند کرا دے۔ پھر میں انجلا کو جگا تا ہوں گا تو جسے اس نے لفٹ دی ہے وہ ایک معمول چور آ چکا ہے لیکن مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد یہ پولیس آفیسر پہنچ گیا۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ انجلا قتل کر دی گئی ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ انجلا کو اس اجنبی نوجوان نے قتل کیا ہے۔ میں نے پولیس آفیسر سے اس اجنبی نوجوان کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ گواہ کے طور پر مجھے بار بار تھانے کچہری کا چکر لگانا ہوگا۔"

"مسٹر صمد بخاری بس اتنی ہی معلومات کافی ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اسٹوفر کی روح تمہارا پیچھا چھوڑ دے تو چلو اٹھو ہوٹل دلشاد کی طرف بڑھو۔ کمرہ نمبر آٹھ کے دروازے پر دستک دو جب وہ اجنبی نوجوان باہر آئے تو اس سے دوستانہ انداز میں مصافحہ کر کے مختصر سی گفتگو کرو۔ اس کے بعد اسٹوفر کی روح تمہیں کبھی پریشان نہیں کرے گی۔"

ہوٹل دلشاد کے بند کمرے میں میرے لئے جیسے ایک دھماکہ ہوا۔ سگریٹ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ میرا سارا اطمینان اور ساری پیش بندیاں دھری کی دھری رہ گئیں میں نے فوراً ایک کرسی بیٹھ کر اپنے جوتے پہنے اور وہ کمرہ جو تھوڑی دیر میں میرا مقبرہ بننے والا تھا، وہاں سے باہر آ گیا۔ اب زندگی کی دوڑ شروع ہو چکی تھی۔ جو موت کے آگے آگے...

بھاگ رہی ہے میں تیزی سے بھاگنے لگا میں نہیں جانتا تھا کہ میرے فرار کے راستے کے کس موڑ پر پیل منڈو سے، واجد سے، اور صمد بخاری سے سامنا ہو جائے گا ان کے علاوہ اور جانے کتنے تھے جن کے دماغوں کی لگام تھامے وہ نادیدہ شیطان شاہانہ انداز میں سوچ کے رتھ پر سوار میری طرف چلا آ رہا تھا۔

میں

تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل دلشاد سے باہر آیا۔ ماسٹر بوشے بڑی کامیابی سے صمد بخاری کے دماغی رتھ پر سوار ہو کر میری طرف چلا آ رہا تھا میں نے سامنے سے گزرتی ہوئی ٹیکسی کو روک کر سوار ہونے اور وہاں سے واپس آنے کا کرایہ طے کیا۔ پھر اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

ٹیکسی چل پڑی۔ اس کے ساتھ ہی میرے خیالات دوڑنے لگے۔ یہ دل شروع ہی سے سمجھتا تھا کہ دشمن کے رائج حدود نہیں ہوتے اور پھر ماسٹر بوشے جیسا دشمن جس کے سامنے مجھ جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا محض ایک طفل مکتب تھا۔ اس کے باوجود میں اپنی پوری ذہانت سے کام لے رہا تھا میں اس وقت یہ بھی سوچ رہا تھا کہ باس بے کی طرف جانا بھی مناسب نہیں ہے۔ کیا پتہ وہ کسی ذریعے سے اپنے کسی آلۂ کار کو باس بے تک پہنچا دے لیکن میں بہت مجبوری کی حالت میں ادھر جا رہا تھا۔ وہاں میرا سوٹ کیس رکھا ہوا تھا اور اس سوٹ کیس میں اٹلی فائر لوشن کا فارمولا محفوظ تھا۔ مجھے اتنا موقع نہیں ملا تھا کہ اس فارمولے کو زبانی یاد کر لیتا۔ بہرحال میں خطرے کے باوجود باس بے پہنچ گیا۔

کاؤنٹر سے کچھ دور میں نے ٹیکسی رکوا دی اور ڈرائیور سے کہا کہ وہ میرا انتظار کرے میں ریت پر بے آواز قدموں سے چلتا ہوا اندھیرے کاؤنٹر کی طرف محتاط نظروں سے دیکھتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ بظاہر تو ایسے ہی آثار تھے جیسے کاؤنٹر ویران ہو۔ پہلے میں نے ایک کھڑکی کی طرف آ کر دیکھا۔ کھڑکی کے پٹ لگے ہوئے تھے لیکن اندر سے بند نہیں تھے۔ میں نے سوچا کہ یہاں سے دروازہ ہوتے وقت شاید سعید احمد کھڑکی بند کرنا بھول گئے تھے کیونکہ انہوں نے ہی کھڑکیاں، دروازے بند کئے تھے۔ میں نے دروازے پر آ کر دیکھا۔ وہاں بدستور تالا لگا ہوا تھا۔ مجھے ذرا اطمینان ہو گیا۔ میں نے جیب سے چابی نکال کر تالا کھولا تو اچانک ہی میری چھٹی حس نے مجھے چونکا دیا۔ مجھے یوں لگا جیسے کمرہ خالی نہیں ہے۔ سمندر کے شور کے باوجود میں نے ہلکی سی آہٹ سنی تھی۔ کاؤنٹر کا فرش لکڑی کے تختوں کا بنایا گیا تھا، چلتے وقت لکڑی کے تختوں سے آواز پیدا ہوتی تھی۔ تالا کھولتے وقت اندر کسی نے بہت سنبھل کر پوزیشن بدلی تھی۔ اسی وقت مجھے آہٹ سنائی دی تھی۔ میں چند لمحوں تک دروازے پر سانس روکے ساکت کھڑا رہا۔ پھر اچانک ہی دروازے کو ایک جھٹکے کے ساتھ اس طرح کھولا کہ دروازے کے پیچھے چھپا ہوا اجنبی دیوار اور دروازے کے درمیان پھنس کر رہ گیا۔ اس کی ہلکی سی کراہ سنائی دی۔ اسی وقت کھلے ہوئے دروازے کے سامنے کاؤنٹر کے۔ کسم نے لائٹر آن کیا میں فوراً ہی پلٹ کر ایک ڈنکی لگ ماری۔ لائٹر اس کے ہاتھوں سے نکل کر دور جا گرا۔ کمرے میں پھر اندھیرا چھا گیا۔ ذرا دیر کی روشنی میں بھی میں نے ان لوگوں کو اپنا چہرہ دیکھنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ لائٹر کو بجھانے کے لئے فوراً ہی پلٹ کر ایک مار دی تھی۔ اس وقت میرے ذہن پر صرف ماسٹر بوشے چھایا ہوا تھا۔ اب جو بھی میرے مقابل آتا میں یہی سوچتا کہ وہ اس کا آلۂ کار ہے۔ ان سے مقابلہ کرنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ میرا چہرہ نہ دیکھیں، میری آنکھوں میں نہ جھانکیں اور میری آواز نہ سنیں۔ ورنہ ماسٹر بوشے ان کے ذریعے میرے دماغ تک پہنچ جاتا۔ اسی لئے میں نے لائٹر کو بجھا دیا تھا۔

اب وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے میں گونگا بن گیا تھا وہ میری آواز نہیں سن سکتے تھے۔ وہ دو تھے اور میں تنہا تھا پھر اندھیرے میں اچھی خاصی جنگ شروع ہو گئی۔ اس وقت گونگے شیشل سے حاصل کی ہوئی ٹریننگ کام آ رہی تھی۔ وہ تنہا دو آدمیوں کا بھرتہ بنا دیتا تھا۔ لڑنے کا وہی انداز میں نے بھی سیکھا تھا پھر وہ دو اجنبی بدمعاش میرے سامنے تھے تک ٹھہر سکتے تھے۔ وہ میرے ہاتھوں بری طرح پٹ رہے تھے۔

اس دوران میں نے محسوس کیا کہ وہ بھاگنا چاہتے ہیں لیکن بھاگتے بھاگتے رُک جاتے ہیں۔ کوئی اندیکھی طاقت انہیں روکتی ہے اور وہ پلٹ کر مجھ سے اُلجھنے کے بجائے اندھیرے میں لائٹر تلاش کرتے ہیں۔

جب بھی وہ لائٹر تلاش کرنے کے لئے فرش کی طرف جُھکتے تھے۔ میں انہیں ٹھوکروں میں اُڑا دیتا۔ آخر ایک نے مجبور ہو کر جھلاتے ہوئے کہا۔

"ہمیں نہ مارو، ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ ہمیں اپنا لائٹر تلاش کر لینے دو۔"

دوسرے نے کہا۔ "تمہارے پاس ماچس ہو تو اسے جلاؤ، ہم اپنا لائٹر اُٹھا کر چلے جائیں گے۔"

اب میں ایسا نادان تو نہیں تھا کہ ان کے کہنے پر ماچس کی تیلی روشن کر دیتا۔ مجھے خاموش دیکھ کر پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ "تم خاموش کیوں ہو، خدا کے لئے تھوڑی سی بات کرو، ہمیں بہت بڑی مصیبت سے نجات مل جائے گی، خدا کی قسم ہم اپنی مرضی سے یہاں نہیں آئے۔ کوئی شیطان ہمارے دماغ میں گھس گیا ہے، وہ ہمیں پریشان کر رہا ہے کہ ہم روشنی میں تمہارا چہرہ دیکھیں یا تمہیں باتیں کرنے پر مجبور کریں۔ مگر تم بھی کسی شیطان سے کم نہیں ہو۔ مار مار کر ہماری ہڈی پسلی ایک کر دی ہے۔ خدا کے لئے ہم پر رحم کرو۔"

کاٹج کے اندر اندھیرے میں ہم ایک دوسرے کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ میں دروازے کے پاس تن کر کھڑا ہوا تھا تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ بھاگنا بھی چاہتے تو ماسٹر لوشے ان کی کھوپڑی اُلٹ دیتا۔ اندھیرے میں کئی بار وہ مجھ پر حملہ کر چکے تھے۔ لیکن میرے جوابی حملوں نے انہیں سمجھا دیا تھا کہ میں تاریکی میں بھی انہیں دیکھ لیتا ہوں۔ حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ ان کے آگے بڑھنے سے لکڑی کے تختوں کا فرش جب آواز پیدا کرتا یا ان کے ہانپنے کی آواز آتی تو میں یہ معلوم کر لیتا تھا کہ دشمن کس سمت سے آ رہے ہیں۔ اس لئے اب وہ تھک ہار کر بیٹھ گئے تھے اور مجھ سے التجائیں کر رہے تھے کہ میں اپنا حلیہ دکھا دوں۔

میں چُپ چاپ کھڑا ہوا ان کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ ان کے دماغ میں مجھے ماسٹر لوشے کی تحکمانہ آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ ان سے کہہ رہا تھا۔

"بس اسی طرح فرش پر بیٹھے رہو اور چُپ چاپ اِدھر اُدھر کھسکتے ہوئے لائٹر تلاش کرتے رہو۔ یاد رکھو اگر تم نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا یا اسے بولنے پر مجبور نہ کیا تو میں تمہیں پاگل بنا کر چھوڑوں گا اور اگر تم کامیاب ہو گئے تو تمہیں ایسے خزانے کا پتہ بتاؤں گا کہ ساری زندگی عیش کرو گے۔ دیکھو وہ تمہارے سامنے جو گونگا کھڑا ہوا ہے، وہ بڑی مشکلوں سے ہاتھ آیا ہے۔ اگر یہ ہاتھ سے نکل گیا تو پھر گرفت میں نہیں آئے گا۔ اگر یہ دشمنی سے قابو میں نہیں آ رہا ہے تو اس سے دوستی کرو۔"

ماسٹر لوشے انہیں سمجھا رہا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ دماغ کے اندھیرے میں میں بھی اس کے قریب کھڑا ہوا اس کی سوچ کو پڑھ رہا ہوں۔ اگر اس اندھیرے میں میری سوچ مداخلت کرتی تو وہ فوراً ہی مجھ تک پہنچ جاتا۔ اس وقت میں بتا نہیں سکتا کہ میں کتنے خطرناک شیطان کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ میری ذرا سی بھول مجھے اُس کے ہاتھوں میں کھلونا بنا سکتی تھی۔

اس کا حکم سُنتے ہی ایک اجنبی بدمعاش نے مجھ سے کہا۔ "اے بھائی! تم کون ہو، یہ کچھ تو مُنہ سے پھوٹو۔ ہم لڑنے مرنے کے معاملے میں آج تک اُستاد سمجھے جاتے رہے ہیں، مگر تم تو ہمارے بھی اُستاد نکلے۔ ہم تمہارے دوست بننا چاہتے ہیں۔ جو کچھ ہوا، اسے بھول جاؤ۔ آؤ ہم دوستوں کی طرح گلے لگ جائیں۔"

وہ دونوں اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اندھیرے میں ان کا سیاہ ہیولا نظر آ رہا تھا۔ میں نے بھی دوست بن کر گلے لگنے کے لئے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے۔ اس کے ساتھ ہی میں ان کے ذہن کو پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہے تھے۔

"یہ گونگا اجنبی ناقابلِ شکست ہے۔ ہم دونوں اس سے بیک وقت پلٹ کر بھی اُسے بے بس نہیں کر سکتے، یہی بہتر ہے کہ ہم سچ مچ اس سے دوستی کریں، پھر اس کے ساتھ دوستانہ ماحول میں بیٹھ کر باتیں کریں۔ مگر نہیں، یہ تو واقعی گونگا معلوم ہوتا ہے، کیا خاک باتیں کرے گا۔ ہم دوستی کرتے ہی اسے سگریٹ آفر کریں گے۔ ایسی صورت میں وہ ماچس کی تیلی ضرور روشن کرے گا، پھر ہمارا کام بن جائے گا۔ ہم اس کا چہرہ دیکھ لیں گے۔ اس کے بعد اس شیطان سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی جو ہمارے دماغ میں گھُسا ہوا ہے....."

یہ سوچتے ہوئے وہ میرے قریب آئے۔ ایک دائیں طرف سے آیا، دوسرا بائیں طرف سے۔ میں نے بڑے پیار سے ان دونوں کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ اس طرح سمیٹا کہ دونوں کی گردنیں میرے دونوں بازوؤں میں پھنس گئیں۔ پہلے تو انہوں نے سمجھا کہ میں گرم جوشی کا مظاہرہ کر رہا ہوں۔ لیکن جب ان کی سانسیں رُکنے لگیں تو وہ پوری قوت سے تڑپ کر میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگے۔

لیکن میں نے انہیں نکلنے کا موقع نہیں دیا، اپنی گرفت کو مضبوط کرتا گیا۔ ان میں سے ایک قدرے کمزور تھا۔ وہ چند ہی سیکنڈ بعد ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر فرش پر گر پڑا۔ دوسرے کے دماغ میں ماسٹر لوشے جم کر بیٹھا ہوا تھا اور بار بار اسے للکار کر اس کی قوتِ ارادی کو مضبوط کر رہا تھا جس طرح کسی کو ٹرانس میں لایا جاتا ہے، اسی انداز میں ماسٹر لوشے کہہ رہا تھا۔

"میری گردن فولادی بازو کے شکنجے میں پھنسی ہوئی ہے لیکن میں مرکر نہیں ہوں۔ اس کے شکنجے کو توڑ سکتا ہوں میرا دم نہیں گھٹ رہا ہے، میرے سینے میں ابھی سانسوں کا ذخیرہ ہے، مجھے پورے ہوش و حواس سے کام لینا چاہیئے۔ میرا دایاں ہاتھ آزاد ہے، اس ہاتھ کے گھونسے سے مجھے اس کے پیٹ میں پنچ کرنا چاہیئے۔"

ماسٹر لوشے کی طرف سے یہ ہدایت ملتے ہی اُس نے دائیں ہاتھ سے پنچ کیا۔ میں تو اس کے عمل سے واقف تھا، اس لئے وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں نے اپنے بائیں ہاتھ سے اس کے دائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لیا۔

اگر قوتِ ارادی مضبوط ہو تو دم توڑنے والا انسان بھی صرف اپنی دماغی قوت سے کچھ عرصے کے لئے زندہ رہ سکتا ہے۔ اس بدمعاش کو بھی ماسٹر لوشے کی دماغی قوت نے سنبھال رکھا تھا۔ لیکن اس کا جوابی حملہ اس لئے کامیاب نہیں ہو سکا تھا کہ میں چوری چھپے ماسٹر لوشے کی ہدایت کو پڑھتا جا رہا تھا۔ آخر اس بدمعاش کی قوتِ مدافعت جواب دے گئی۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ میں نے اُسے فرش پر پھوڑ دیا۔ وہ دونوں بیہوش ہو گئے تھے پھر بھی میں تھوڑی دیر تک کھڑا اُن کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ ان کے دماغ تاریکی میں ڈوب گئے تھے۔ اس تاریکی میں صرف ماسٹر لوشے کی دستک سُنائی دے رہی تھی۔

"ہیلو ہیلو۔ تمہارا دماغ سوچنے سے معذور کیوں ہو گیا ہے؟ اوہ، میں سمجھ گیا یہ کمبخت بھی بے ہوش ہو گیا ہے۔ افسوس! ہاتھ آیا شکار ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ وہ بہت ہی چالاک، پھرتیلا اور بہت خطرناک ہے۔ لیکن میں بھی شکار کو پکڑ کر چھوڑتا ہوں، پھر چنگے مار کر پکڑ لیتا ہوں۔ یہ مجھ سے بچ کر کہاں جائے گا۔ ابھی اس کی گردن تک پہنچنے کے لئے میرے پاس بہت سے ذرائع ہیں....."

میں اس کی بڑبڑاتی ہوئی سوچ کو سُنتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد خاموشی چھا گئی۔ جب مجھے پوری طرح یقین ہو گیا کہ فی الحال میرے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے تو میں نے ماچس کی تیلی روشن کی اور اپنے سوٹ کیس کے پاس آ کر اور اسے کھول کر دیکھنے لگا کہ کہیں کوئی چیز غائب تو نہیں ہو گئی ہے۔ سوٹ کیس میں میرا تمام سامان موجود تھا، صرف اینٹی فائر لوشن کا فارمولا غائب ہو گیا تھا۔ چوری کرنے والے ابھی فرش پر بے ہوش پڑے تھے۔ میں نے فوراً ہی دونوں کی تلاشی لی۔ وہ فارمولا پھر میرے ہاتھ آ گیا۔ میں نے اسے سوٹ کیس میں رکھنے کی بجائے اپنی جیب میں رکھ لیا تاکہ مجھے جب بھی موقع ملے، میں اسے اپنی یادداشت میں محفوظ کر سکوں۔

اسی وقت دُور سے ٹیکسی کا ہارن سنائی دیا۔ مجھے احساس ہوا کہ بہت دیر ہو گئی ہے، ڈرائیور میرا انتظار کر رہا ہے۔ میں نے سوٹ کیس کو بند کیا اور اسے لے کر کاٹج سے باہر آ گیا۔ ٹیکسی کی طرف بڑھتے وقت میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کہاں جانا چاہیئے؟ اس شہر میں رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا، یہاں ماسٹر لوشے کے بہت سے ذرائع تھے۔ جب ان ذرائع سے وہ ہار کر میرے علاقے میں پہنچ سکتا تھا تو شہر کی شاہراہوں پر بھی مجھے آسانی سے گھیر سکتا تھا۔ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھنے تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ مجھے پناہ کے لئے کہاں جانا چاہیئے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا۔

"اب کہاں جانا ہے صاحب؟"

میرے دماغ نے فوراً ہی مجھے سمجھایا کہ لاری اڈے کی طرف چلنا چاہیئے۔ میں نے ڈرائیور کو اسی طرف چلنے کے لئے کہا۔ جب ٹیکسی چل پڑی تو میں اپنے اس فیصلے پر غور کرنے لگا۔ میرا دماغ اکثر میری صحیح رہنمائی کرتا ہے میں اس شہر سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اس کے لئے میں ریلوے اسٹیشن یا ایئر پورٹ کا رُخ کرتا۔ اس دوران ماسٹر لوشے میری حیثیت کو بھی سمجھ چکا ہو گا کہ میں معمولی حیثیت کا آدمی نہیں ہوں۔ اگر شہر چھوڑنا چاہوں گا تو ایئر پورٹ کا رُخ کروں گا یا ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں سفر کرنے کے لئے ریلوے اسٹیشن جاؤں گا۔ وہ دونوں اڈوں پر اپنے آدمی کاروں کو پھیلا دیتا اور اس کے آدمی کار ہر مسافر کو سُونگھتے پھیرتے۔ لہٰذا یہی مناسب تھا کہ میں ایک معمولی آدمی کی طرح بس میں سفر کرتا۔

لاری اڈے پہنچ کر میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو پچاس روپے دے کر اُسے خوش کر دیا۔ پھر وہاں سے ایک بس میں بیٹھ کر حیدر آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس دوران میں نے صرف ایک بار ٹیکسی ڈرائیور سے بات کی تھی یعنی اُسے لاری اڈے کی طرف چلنے کے لئے کہا تھا۔ اس کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے گونگا بن کر رہنا چاہیئے۔ نہ جانے کہاں اور کس وقت ماسٹر لوشے کے کسی آدمی سے سامنا ہو جائے۔ کچھ عرصے تک گونگا بنے رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ سُنا ہے کہ خاموشی بہت سے جھگڑوں کا تصفیہ کر دیتی ہے۔ میں اس کہاوت کو عملی طور پر آزمانے لگا۔ اس طرح یہ فائدہ ہوا کہ مجھے گونگا سمجھ کر کسی نے مجھ سے بات کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی اور میں آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر اُس کے بعد اپنی جیب سے اینٹی فائر لوشن کا فارمولا نکال کر اُسے سبق کی طرح یاد کرنے لگا۔

میں فارمولا یاد کر رہا تھا اور میری نگاہیں کے سامنے کاغذ کی چکنی سطح پر انجلا کی چکنی تحریر پھیلی ہوئی تھی۔ میں یاد کرتے کرتے اس کے وجود کی چکاہٹ کی طرف پھسلتا جاتا تھا۔ اب تک جتنی لڑکیوں کے ساتھ میں نے وقت گزارا، وہ سب کسی نہ کسی طرح میری دوست بن کر رہیں۔ لیکن انجلا دوست بھی تھی اور دشمن بھی، اور آخری وقت تو بالکل دشمن ہی بن کر رہی۔ اُس نے خود کو میرے حوالے بھی کیا تو انگاروں کی سیج پر۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ انگاروں کی سیج پر جوانی کا ایسا خوبصورت سفر کسی نے طے نہیں کیا ہو گا۔

میں بہت دیر تک اس کی لذتوں کو یاد کرتا رہا۔ ساتھ ہی فارمولا بھی یاد ہوتا رہا۔ حیدر آباد پہنچنے تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جس کا میں ذکر کر سکوں۔ وہاں ریلوے اسٹیشن پہنچ کر میں نے پنڈی کے لئے ایک ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں اپنے لئے برتھ ریزرو کرالی اور شام تک ٹرین کا انتظار کرنے کے لئے ویٹنگ روم میں ٹھہر گیا۔ میں اپنے گونگے پن پر خوش تھا کیونکہ زیادہ موقع قبل رہا تھا زبان خاموشی کے باعث مجھے فارمولا یاد کرنے کا ویٹنگ روم میں میرے قریب آ کر مجھ سے دُور ہو جاتے تھے لیکن ایک بدقسمتی سے ایک گونگے سے سابقہ پڑ گیا جس طرح بائی جی ہاتھ سے انگلیوں سے اور ابروؤں سے گفت کے بول کی وضاحت کرتی ہے اور

بھاؤ بتاتی ہے اسی طرح وہ گونگا اشاروں سے بھاؤ بتانے لگا۔ مجھے گونگے رشیتل کے ساتھ رہ کر یہ معلوم ہوگیا تھا کہ گونگوں کے مخصوص اشارات کیا ہوتے ہیں اور وہ کس طرح اپنا مطلب بیان کرتے ہیں۔ اس لئے میں ایک کامیاب گونگے کی طرح اس سے باتیں کرتا رہا مگر بور ہوتا رہا۔ شام تک اس باتونی گونگے کی صحبت میں رہ کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں سچ مچ توتلا گونگا پن سے محروم ہوگیا ہوں۔ میں نے بارہا اس سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی۔ مگر اس خدا کے بندے کو اتنی بڑی دنیا میں اپنے جیسا ایک بندہ مل گیا تھا اس لئے وہ میرا ساتھ چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں تھا۔ آخر میں نے جھلا کر زبان کھولی۔

"خدا کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں تمہاری طرح گونگا نہیں ہوں' زبان رکھتا ہوں۔ اب جاؤ یہاں سے۔۔۔۔۔"

وہ مجھے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ پھر وہ ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر غصے سے کوسنے لگا۔ میں گونگا بن کر اس کا مذاق اُڑا رہا تھا بہرحال اُس نے میرا پیچھا چھوڑ دیا۔ اس کے جانے کے بعد مجھے افسوس ہوا کیونکہ اُس کے ساتھ میرا اچھا وقت گزر گیا تھا۔

شام کو ٹرین میں سوار ہوا تو اس وقت مجھے تنہائی کا افسوس نہیں تھا کیونکہ اتنے ہنگاموں سے گزرنے کے بعد میں خود ہی تنہا رہ کر یہ سوچ رہا تھا کہ پچھلے ہنگاموں میں میں نے کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے؟ اپنے کوچ کی ایک برتھ پر آرام سے لیٹ کر جب میں نے پچھلی جدوجہد کا حساب کیا تو بہت سی کامیابیاں اور ناکامیاں سامنے آئیں۔ کامیابی میں یہ بات شامل نہیں تھی کہ میں نے انجلا جیسی حسینہ کو حاصل کیا تھا کیونکہ ایسی عورتیں تو مجھے حاصل ہوتی ہی رہتی تھیں۔ میری سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ میں نے اب تک ماسٹر لوشے جیسے خطرناک دشمن سے خود کو بچا رکھا تھا اور اس کی گرفت میں آتے آتے نکل گیا تھا۔ دوسری بڑی کامیابی یہ تھی کہ میں نے اینٹی فائر لوشن کا فارمولا حاصل کر لیا تھا اور اسے اپنی یادداشت میں محفوظ بھی کر لیا تھا۔ میری یادداشت بہت مضبوط ہے' ایک بار جسے دیکھ لیتا ہوں یا پڑھ لیتا ہوں' اسے کبھی نہیں بھولتا۔ اینٹی فائر لوشن کی نسخہ بھی میرے پاس محفوظ تھی۔ اس لئے میں نے اس کاغذی فارمولے کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ اس کے بعد ایک ناکامی یاد آئی اور وہ یہ کہ بیل منڈو سے مائیکرو فلم حاصل نہیں کر سکا تھا۔

میں ناکامی کو اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ لیکن ایسا صاف دلی اور احمق بھی نہیں ہوں کہ جان بوجھ کر کسی گہری کھائی میں چھلانگ لگا دوں۔ ماسٹر لوشے کا دماغ ایک گہری کھائی کی طرح تھا جس میں گرنے کے بعد میں دوبارہ وہاں سے نہیں نکل سکتا تھا۔ لہٰذا اس خطرناک کھائی سے دُور رہا جانے کے لئے ضروری تھا کہ میں بیل منڈو کے قریب نہ جاتا۔ اس سے دُور رہا جانے کے باوجود اس کی مصنوعی ناک اور ناک کے نتھنے میں چھپی ہوئی مائیکرو فلم یاد آتی رہتی تھی لیکن اب میں اسے حاصل کرنے کی کوئی تدبیر نہیں کر سکتا تھا۔

ڈنر کے وقت بوفے کار میں جانے کے لئے میں نے لباس تبدیل کیا۔ نیوی بلو سوٹ اور نکٹائی پہننے کے بعد میں نے تاریک شیشوں کی عینک آنکھوں پر لگائی تاکہ اچانک کسی دشمن کا سامنا ہو تو وہ فوراً ہی میری آنکھوں تک نہ پہنچ سکے پوری طرح تیار ہونے کے بعد جب میں آئینے کے سامنے آیا تو سب سے پہلے اپنی خوبروئی پر عاشق ہوگیا۔ اس کے بعد مکمل سکون سے میں نے احتیاطی تدابیر پر غور کیا۔ میں گونگا تھا' ماسٹر لوشے میرے بارے اور سوچ کے انداز کو نہیں پکڑ سکتا تھا۔ میری آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا' اس کی کوئی آلہ کار میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ماسٹر لوشے کے لئے میرے دماغ تک پہنچنے کا راستہ نہیں بنا سکتا تھا۔ میں نے اپنے دماغ کے چاروں طرف مکمل تدابیر کی آہنی فصیل کھڑی کر دی تھی۔ اس فصیل کو توڑنے کے لئے دشمن کو پسینہ آجاتا۔ مجھے یقین تھا کہ ماسٹر لوشے میرے دماغ کے بند دروازے سے ٹکرا ٹکرا کر واپس چلا جائے گا۔

میں مطمئن ہو کر اپنے کیبن سے باہر آگیا۔ باہر آتے ہی کوچ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک حسینوں کا میلا نظر آیا۔ لڑکیاں رنگ برنگے ملبوسات میں رنگین تتلیوں کی طرح اِدھر سے اُدھر جا رہی تھیں۔ ان میں کچھ بوڑھیاں بھی تھیں۔ جوان مرد اور بوڑھے بھی تھے۔ شاید وہ سب ایک ہی خاندان کے افراد تھے۔ اتنے بڑے خاندان کے لئے انہوں نے تین باورچی کیبن ریزرو کرائے تھے۔ میرے کیبن کے قریب دو لڑکیاں ہنستے ہنستے ٹھٹک کر مجھے دیکھنے لگیں۔ ان کے ساتھ دو نوجوان بھی تھے۔ انہوں نے مجھے ناگواری سے دیکھا۔ کیونکہ میں ان کے ہنسنے بولنے کے دوران کباب میں ہڈی بن گیا تھا اور لڑکیاں چند لمحوں کے لئے میری طرف متوجہ ہوگئی تھیں۔ پھر فوراً ہی انہیں احساس ہوگیا کہ وہ بے اختیار مجھے دیکھے جا رہی ہیں۔ وہ فوراً ہی منہ پھیر کر اپنے کزن یا بوائے فرینڈز سے بہت دھیمی آواز میں گفتگو کرنے لگیں۔ ان کی آواز مجھ تک نہیں پہنچ سکتی تھی لیکن خیالات تو پہنچ سکتے تھے اور خیالات پہنچ رہے تھے۔ ایک لڑکی نے مجھے دیکھتے ہی سوچا تھا۔

"مائی گڈنس کتنا اسمارٹ ہے۔۔۔۔۔!"

لیکن اسی لڑکی نے منہ پھیر کر اپنے نوجوان ساتھی سے دھیمی آواز میں کہا۔ "اُونہہ۔۔۔ پتہ نہیں' کون ہے۔ رات کے وقت سیاہ چشمہ لگا کر خود کو ہیرو سمجھ رہا ہے۔ ڈیر تمہارے سامنے تو وہ بند نظر آتا ہے۔"

نوجوان نے خوش ہو کر ہنستے ہوئے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے' اس کی آنکھوں میں کوئی عیب ہے۔ اپنا عیب چھپانے کے لئے سیاہ چشمہ پہن رکھا ہے۔"

دوسری لڑکی نے کہا۔ "شاید کانا ہوگا۔"

اس بات پر سبھی قہقہے لگانے لگے۔ میں مسکراتا ہوا ان سے دُور دروازے کی طرف چلا گیا۔ گاڑی ایک اسٹیشن پر رُکنے والی تھی۔ دروازے کے پاس ایک اور نوجوان لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اُس کے سامنے پہنچتے ہی آنکھوں سے چشمہ اُتار کر ایک آنکھ دبا دی۔ وہ اِک دم سُرخ ہوگئی اور نظریں پھینک کر بولی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

"آں۔۔۔" میں نے گونگے اشارے میں اُسے سمجھایا کہ میں کانا ہوں۔

اُس نے حیرانی سے مجھے دیکھا۔ اب اُس کا غصہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ ہمدردی سے سوچ رہی تھی کہ میرے جیسا خوبرو نوجوان گونگا بھی ہے اور کانا بھی ہے۔ جب ٹرین رُک گئی اور میں دروازہ کھول کر باہر جانے لگا تو وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی اپنے ساتھیوں کی طرف جانے لگی میں بوفے کار کی طرف جاتے ہوئے اُس کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر اُسی لڑکی سے مخاطب ہوئی جس نے مجھے کانا کہا تھا۔

"شبانہ! تم نے اس نوجوان کو دیکھا جو ابھی یہاں سے گیا ہے' وہ بے چارہ کانا ہے۔"

"اچھا!" شبانہ نے خوش ہو کر کہا۔ "میرا اندازہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔ میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ وہ کانا ہے۔ شبانہ! اس نے تو چشمہ لگا رکھا ہے تم نے کیسے دیکھ لیا؟"

شبانہ نے جواب دیا۔ "اُس نے میرے قریب آکر چشمہ اُتارا تھا' پہلے تو میں نے یہ سمجھا کہ مجھے آنکھ مار رہا ہے۔ میرے غصہ کرنے پر اُس نے اشاروں میں سمجھایا کہ اس کی ایک دُکان بند ہے۔۔۔ افسوس! بے چارہ گونگا بھی ہے۔"

ایک نوجوان نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ایک نہ شُد دو شُد۔ کانا اور گونگا ہو کر اپنے عیبوں کو چھپائے ہیرو بن رہا ہے۔"

شبانہ نے کہا۔ "مرد ہزار عیبوں کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ لڑکیاں ان پر عاشق ہو جائیں گی۔ نرگس! اتہارا کیا خیال ہے؟"

وہ تیسری لڑکی جو سب سے پہلے مجھ سے متاثر ہوئی تھی۔ لیکن اپنے نوجوان ساتھی کے مقابلے میں مجھے بند کہہ رہی تھی' اُس کا نام نرگس تھا' اُس نے کہا۔ "خیال نیک ہے' ہمارا سفر لمبا ہے' اس گونگے اور کانے کو اپنی تفریح کا مرکز بنا لیا جائے تو یہ ایک یادگار سفر بن جائے گا۔ فیروز! اتہارا کیا خیال ہے؟"

اس کے جوان ساتھی فیروز نے جواب دیا۔ "ہاں' واقعی اس احمق کو اُلو بنانے میں بڑا مزہ آئے گا۔ لیکن جمشید اس سلسلے میں چُپ کیوں۔۔۔"

دوسرے نوجوان جمشید نے کہا۔ "میں چُپ نہیں ہوں بلکہ شبانہ کے چہرے کو پڑھ رہا ہوں۔ یہ تو کسی تفریح میں حصہ نہیں لیتی معلوم ہوتا ہے دُنیا سے اس کا دل اُکتا گیا ہے۔"

شبانہ نے کہا۔ "یہ دُنیا جینے کے قابل نہ ہو تو دل اُکتا ہی جاتا ہے۔ کسی کا مذاق اُڑا کر کیا فائدہ؟ یہ قدرت اسے گونگا اور کانا بنا کر پہلے ہی مذاق کر چکی ہے۔ خدانہ کرے کہ ہم میں سے کوئی اندھا' لنگڑا' لولا یا کانا ہو جائے اور کوئی ہمارا مذاق اُڑائے تو ہمارے دل پر کیا گزرے گی؟"

یہ کہہ کر وہ دوسرے کیبن کی طرف جانے لگی۔ اس وقت تک میں بوفے کار میں آگیا تھا اور ایک میز کے سامنے کرسی پر بیٹھ کر شبانہ کے دماغ میں بدستور جھانکنا چاہتا تھا کیونکہ اس کی باتوں نے مجھے متاثر کیا تھا۔ انسان کی ذہانت اور اس کے سوچنے سمجھنے کا سلیقہ اس کی باتوں سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ مختصر سی گفتگو میں یہ ثابت ہوگیا تھا کہ شبانہ اپنی ساتھی لڑکیوں کی طرح مغرور نہیں ہے۔ لیکن مجھے اس کے ذہن میں جھانکنے کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ نرگس' شبانہ' فیروز اور جمشید بوفے کار کی طرف چلے آرہے تھے اور ایک بیرا میرے پاس آرڈر لینے کے لئے آگیا تھا۔ میں نے اشارے سے کھانا طلب کیا۔ بیرے نے مسکرا کر دل ہی دل میں کہا۔

"مکبجت گونگا ہے' اسے کل کا باسی سالن دیا جائے تو شکایت نہیں کر سکے گا۔"

وہ کھانا لانے کے لئے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی نرگس اپنی ٹیم کے ساتھ میرے قریب چلی آئی۔ دوسری میزیں خالی پڑی ہوئی تھیں لیکن وہ سب کرسیاں کھینچ کر میرے اطراف بیٹھ گئے۔ سب سے پہلے فیروز نے میری طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"سُنا ہے آپ کی ایک دُکان بند ہے؟"

میں نے دانت نکال کر احمقوں کی طرح سر ہلاتے ہوئے اور اس سے مصافحہ کرتے ہوئے اشاروں میں سمجھایا کہ مجھے اس سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ میرے اس جواب پر وہ سب کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔

جمشید نے کہا۔ "شبانہ نے درست کہا تھا یہ واقعی گونگا اور بہرہ ہے۔"

شبانہ نے کہا۔ "اور یقیناً کانا بھی ہوگا۔ کسی طرح اس کا چشمہ اُتروانا چاہیئے۔"

یہ کہہ کر وہ مجھ سے مخاطب ہوئی اور اشاروں کی زبان میں میرا چشمہ مجھ سے مانگنے لگی۔ اُس نے چشمے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو میں گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا اور چشمہ اُتارنے سے انکار کرنے لگا۔ میری اس حرکت سے وہ پھر قہقہے لگانے لگی۔ شبانہ شرارت پر تُلی ہوئی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھی تاکہ میرے قریب آکر زبردستی چشمہ اُتار لے۔ اسی وقت میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔

"یہ فیروز کیسا گدھے کی طرح ہنس رہا ہے۔ جی چاہتا ہے ایک ہاتھ اس کے مُنہ پر رسید کر دوں اور مجھے ایسا کرنا چاہیئے۔ یہ۔۔۔ یہ میرا ہاتھ گھوم رہا ہے۔۔۔۔۔"

جسم کا ہر عضو دماغ کا تابع فرمان ہوتا ہے۔ اس کے دماغ نے جیسے ہی حکم دیا' اس کا بایاں ہاتھ تیزی سے گھوم گیا۔ تڑاخ کی آواز کے ساتھ فیروز کے مُنہ پر ایک زور کا طمانچہ پڑا۔ وہ بوکھلا کر کھڑا ہوگیا۔ تمام لوگوں کے قہقہے ایک ساتھ گھٹ کر رہ گئے۔ بوفے کار میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ بھی شبانہ اور فیروز کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ چند لمحوں تک کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ ہوا کیا ہے؟ پھر نرگس غصے سے اُچھل کر کھڑی ہوگئی کیونکہ فیروز اس کا بوائے فرینڈ تھا اور وہ اپنے بوائے فرینڈ کی توہین کیسے برداشت کر سکتی تھی۔

"شہانہ! تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی؟ کیا سوچ کر تم نے فیروز پر ہاتھ اٹھایا ہے؟"

میں نے فوراً شہانہ کے دماغ میں کہا اور شہانہ نے اسے زبان سے دُہرایا۔ "یہ گدھے کی طرح ہنس رہا تھا۔"

یہ کہتے ہی شہانہ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا اور کُرسی پر بیٹھ گئی۔ کیونکہ میں نے اس کے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اب وہ سوچ رہی تھی۔

"یہ اچانک مجھے کیا ہو گیا تھا' میں نے فیروز کو طمانچہ کیوں مار دیا؟ یہ درُست ہے کہ مجھے اس سے نفرت ہے۔ یہ ہمیشہ میرے جمشید کی بُرائی کرتا رہتا ہے۔ لیکن اس وقت طمانچہ مارنے کی کوئی معقول وجہ نہیں تھی پھر میرا ہاتھ کیسے چل گیا؟"

وہ بہت پریشان تھی اور نرگس غصّے سے کہہ رہی تھی۔ "تم فیروز کو گدھا کہہ رہی ہو۔ تم خود گدھی ہو' تمہارا جمشید گدھا ہے۔"

جمشید نے کہا۔ "نرگس! اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ تم خواہ مخواہ مجھے گالی دے رہی ہو۔"

فیروز نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر جمشید سے کہا۔ "تم کیا اندھے بہرے ہو؟ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ شہانہ نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟"

"ٹھیک کیا ہے۔" جمشید نے کہا۔ "میں سب جانتا ہوں تم میرے پیٹھ پیچھے شہانہ کے سامنے میری بُرائیاں کرتے ہو۔ میں نے ہی اسے سمجھا بُجھا کر روک رکھا تھا۔ ورنہ یہ تو تمہیں جُوتے سے مارنا چاہتی تھی۔"

"یہ کیا مارے گی' ذرا تم ہی دیکھ لو کہ میرا ہاتھ کیسا زخمی ہے؟"

یہ کہہ کر اُس نے جمشید کے مُنہ پر ایک گھونسا جڑ دیا پھر تو بوفے کار میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ میزیں اور کُرسیاں اُلٹنے لگیں۔ عورتیں سہم کر چیختی ہوئی ایک طرف بھاگنے لگیں۔ فیروز اور جمشید دونوں ہی پاگل ہاتھی کی طرح ٹکرا رہے تھے۔ جو بیچ بچاؤ کے لئے آگے بڑھتا تھا' وہ مار کھا کر پلٹ جاتا تھا۔ میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اُس گوشے میں آ گیا جہاں نرگس کھڑی ہوئی وحشت زدہ نظروں سے انہیں لڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔

"یہ کیا ہو گیا ہے ہم تو اس گونگے کو تماشہ بنا کر تفریح کرنے آئے تھے' اب یہاں خود تماشہ بن رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اس حرام زادی شہانہ کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ میں بھی اس کے مُنہ پر طمانچہ رسید کر دوں۔"

میں نے نرگس کی سوچ میں کہا۔ "میں شہانہ سے کمزور تو نہیں ہوں۔ یہ دُبلی پتلی ہڈی سی ہے۔ اگر میں نے اپنی توہین کا بدلہ نہ لیا تو ہمیشہ دل ہی دل میں کڑھتی رہوں گی ــــ حرام زادی ــــ کمینی ــــ میں تجھے نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ غراتی ہوئی اور گالیاں دیتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھی اور شہانہ کو تڑاتڑ مارنے لگی۔ جواب میں شہانہ بھی اس سے لپٹ گئی۔ ہنگامہ سرد ہونے کے بجائے اور گرم ہو گیا۔ میں اطمینان سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور تماشہ بنانے والوں کو تماشہ بنتے ہوئے دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی ایک اسٹیشن پر رُکی تو میں وہاں سے نکل کر ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں واپس آ گیا۔ وہاں شبانہ وردانے کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اندر آ کر اپنی آنکھوں سے چشمہ اتارا اور کانا بننے کے لئے جو آنکھ دبائی تھی اُسے رُومال سے صاف کرنے کے بعد کھول دیا۔ شبانہ نے میری دونوں آنکھوں کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم کانے نہیں ہو؟"

میں نے اشارے سے کہا کہ میں اس کی بات نہیں سمجھتا ہوں تب اسے یاد آیا کہ میں گونگا ہوں۔ اس نے اشارے سے اپنی آنکھ دبا کر وہی سوال کیا۔ لیکن آنکھ دباتے وقت اُسے فوراً احساس ہو گیا کہ اس عمل کو صرف آنکھ دبانا ہی نہیں بلکہ آنکھ مارنا بھی کہتے ہیں۔ وہ اِک دم سے جھینپ کر نظریں چرانے لگی۔

میں نے گونگے پن سے اس کے شانے کو تھپک کر اپنی طرف مخاطب کیا اور اسے سمجھایا کہ میری آنکھ میں تنکا پڑ گیا تھا' اس لئے میں نے ایک آنکھ بند کی ہوئی تھی۔ بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اب وہ مجھ جیسے اجنبی کے سامنے ٹھہرنا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ بے چارہ گونگا اور بے ضرر انسان ہے۔ فیروز اور جمشید کی طرح یہ گندی نیّت کا نہیں معلوم ہوتا۔ مجھے اس کے قریب رہتے ہوئے نہیں بھگچانا چاہیئے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھتی ہوئی سوچنے لگی۔ "ہاں' ٹھیک ہی تو ہے' بیچارے گونگے لوگ ہمدردی اور توجہ کے محتاج رہتے ہیں۔ زبان رکھنے والوں نے کبھی میرے دُکھ درد کو نہیں سمجھا۔ یہ زبان والا نہیں ہے اس لئے میری حقیقت کو سمجھ کر بھی نفرت کا اظہار نہیں کر سکے گا۔"

وہ سوچ رہی تھی اور میرے دل میں اس کے لئے بے پناہ ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو رہا تھا۔ اس ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں اتنے دولتمند لوگوں کے درمیان رہنے والی وہ لڑکی اندر سے اتنی دُکھی ہو گی' یہ حقیقت باہر سے سمجھ نہیں آ سکتی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"میں تو بظاہر خوشحال نظر آتی ہوں پھر وہ کون سا دُکھ ہے جو اندر ہی اندر مجھے کھائے جا رہا ہے۔ اگرچہ میں اپنے دُکھوں کو اچھی طرح چھپاتی ہوں پھر بھی تنہائی میں ان کی یاد تازہ کرتے وقت ایک دُکھ بھرا سکون محسوس ہوتا ہے۔ پرانی یادوں کی البم نہ ہو تو ماضی سے رشتہ کٹ جاتا ہے' اور ماضی سے کٹ کر زندہ رہنا بہت مشکل ہے۔"

میں اس کی سوچ کے ذریعے اُسے اُکسا رہا تھا کہ وہ اپنی زندگی کی کتاب میرے سامنے کھول دے۔ لیکن بعض لڑکیاں اپنی زندگی کے کسی اہم رازکو دل کے تہہ خانے میں اس طرح چھُپا دیتی ہیں کہ دماغ کے اندر خیالوں کی سُرنگ بچھانے والا فرہاد علی بھی اس تہہ خانے تک نہیں پہنچ سکتا۔

میں نے بہت کوشش کی کہ وہ میری مرضی کے مطابق سوچے۔ لیکن اس کے ذہن کے اندر اچھی خاصی خیالی جنگ ہوتی رہی اور وہ اپنے ماضی کے متعلق سوچنے سے انکار کرتی رہی جب اسے احساس ہوا کہ میں اس کے چہرے کو مسلسل تک رہا ہوں اور ذہنی کرب میں مبتلا ہونے کے باعث اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی ہے تو وہ جلدی سے سر جھکا کر وہاں سے چلی گئی۔

میں اس کے خیالات پڑھتا ہوا اپنے کیبن میں آ گیا۔ کپڑے تبدیل کرنے کے دوران بھی میں اس کے ذہن میں جھانکتا رہا۔ وہ اپنے کیبن میں پہنچنے کے بعد اپنی ماں سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گئی تھی اور چھوٹے بھائی کو گود میں لے کر اُسے کھلا رہی تھی۔ باتوں کے دوران اُس نے ماں کو سمجھایا۔

"امّی! آپ اس قدر اُداس کیوں رہتی ہیں۔ ہمیں جو نقصان اُٹھانا تھا اُٹھا چکے ہیں۔ خدا کا شکر ہے آپ کے نام جو جائیداد رہ گئی ہے' اس کے سہارے ہم عزت و آبرو سے زندگی گزار لیں گے۔"

شبانہ کی سوچ کے ذریعے اس کی ماں کی باتیں سُنائی دیں' وہ کہہ رہی تھی۔ "بیٹی ــــ اللہ تعالیٰ کھانے کے لئے سُوکھی روٹیاں بھی دے ہم اس کا شکر ادا کریں گے۔ لیکن جب کوئی قیمتی چیز گم ہو جاتی ہے یا چھین لی جاتی ہے تو اس کا افسوس ضرور ہوتا ہے۔ ہم کروڑوں روپے کی جائیداد کی مالک تھیں لیکن تمہارے چچا رفاقت علی نے بڑی چالبازی سے سب کچھ چھین لیا۔ ہم یہ کہ وہ ہمیں اب اپنی بہو بھی نہیں بنانا چاہتے۔ کیا کُلثوم پر ماں کا دل نہیں کُڑھے گا۔ میں بتا نہیں سکتی کہ یہ سب کچھ سوچتے وقت میرا کلیجہ کس طرح پھٹنے لگتا ہے۔"

اس بات پر شبانہ اپنی ماں کو تسلیاں دینے لگی۔ اس کی تسلیاں اور اس کی باتیں میری رہنمائی نہ کر سکیں کہ اس کا چچا رفاقت علی کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔ یہ کروڑوں کی جائیداد نکل جانے کا افسوس شبانہ کو اتنا نہیں تھا جتنا کہ اس کی ماں کو تھا۔ پھر بھی اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ دُکھوں کا بوجھ اُٹھائے زندگی گزار رہی ہے اور اپنے چہرے پر مسکراہٹ لا کر ماں کو تسلیاں دے رہی ہے کہ وہ غم نہ کرے۔

میں نے شبانہ کو سوچ کے ذریعے مجبور نہیں کیا کہ وہ میرے لئے رفاقت علی کے متعلق معلومات فراہم کرے۔ میں نے سوچا کہ سفر بہت لمبا ہے۔ اپنی منزل پر پہنچنے تک میں رفتہ رفتہ معلومات حاصل کر لوں گا۔ اگر شبانہ کا سفر مختصر ہوا تو میں بھی اپنا پروگرام تبدیل کر دوں گا۔ میں تو محض کچھ عرصے کے لئے ماسٹر پلان سے پیچھا چھُڑانا چاہتا تھا۔ اس کے لئے میں کہیں بھی وقت گزار سکتا تھا۔ اگر شبانہ' اس کی ماں اور اس کے چھوٹے بھائی کے کام آ کر وقت گزر جاتا تو اس سے اچھی اور کیا بات ہوتی؟

میں برتھ پر آ کر لیٹ گیا۔ میں نے اندر سے دروازہ بند نہیں کیا تھا مجھے بیرے کا انتظار تھا کہ وہ آئے گا تو میں اپنے لئے کھانا منگواؤں گا۔ دو گھنٹے بعد ٹرین ایک اسٹیشن پر رُکی تو وہی بیرا دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ جسے میں نے بوفے کار میں کھانے کا آرڈر دیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی ہاتھ نچا کر کہا۔

"واہ گونگے میاں! لڑائی جھگڑے سے ڈر کر یہاں آ کر چھُپ گئے ہو۔ یہ کھانا کیا تمہارا باپ کھائے گا؟"

مجھے یہ بات سُن کر بہت غصّہ آیا لیکن اپنے گونگے پن سے مجبور تھا۔ اگر زبان کھولتا تو تمام ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں یہ خبر پھیل جاتی۔ بوفے کار میں بھی بیرا اپنی حیرانی کا اظہار کرتا کہ ایک شخص نہ جانے کیوں خواہ مخواہ گونگا بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی یہ بات کسی دشمن کے کانوں تک پہنچتی تو میرا یہ سکون برباد ہو جاتا۔ اس لئے میں نے اپنے غصّے کو برداشت کر لیا۔ بیرا برتھ کی سائیڈ مینو پر کھانے کی ٹرے رکھ رہا تھا۔ میں نے سالن کی پلیٹ اُٹھا کر اسے سُونگھتے ہوئے اشاروں میں کہا کہ یہ سالن ٹھیک نہیں ہے۔

بیرے نے کہا۔ "واہ گونگوں کے سُونگھنے کی حس بڑی تیز ہوتی ہے۔ برخوردار! یہ فسٹ کلاس سالن ہے۔ جو مسافر اپنی پلیٹوں میں ایک آدھ بوٹی چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم انہیں کچن میں واپس لے جا کر ایک ہانڈی میں جمع کرتے ہیں۔ اس طرح ہم چھوٹے سالن کی ایک ہانڈی تیار کر لیتے ہیں۔ اس ہانڈی سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ میرے اور باورچی کی جیب میں جاتی ہے۔"

یہ باتیں وہ اس انداز سے ہاتھ نچا کر کہہ رہا تھا۔ جیسے سالن کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہا ہو۔ میں نے جھنجلا کر گونگے اشارے میں کہا۔

"اسے واپس لے جاؤ۔ میں نہیں کھاؤں گا۔"

میرا اشارہ سمجھ کر وہ اُلٹی سیدھی باتیں کرنے لگا۔ وہ زبردستی مجھے کھانے پر مجبور نہیں کر سکتا تھا' اس لئے کھانے کی ٹرے اُٹھانے لگا۔ اسی وقت میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"مجھے کھانے کی یہ ٹرے اس گونگے پر اُلٹ دینی چاہیئے۔ بعد میں میں اس سے معافی مانگ لوں گا۔"

یہ سوچتے ہی اُس نے ٹرے کو اپنے سر سے بلند کیا۔ اسی وقت میں نے اس کی سوچ میں گھبرا کر کہا۔ "ارے ارے' ٹرے مجھ پر اُلٹ رہی ہے' میرے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔"

یہ سوچ اس کے دماغ کے کمپیوٹر میں نہیں تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ کانپے اور ٹرے میں رکھی ہوئی دال اور سالن اس پر اُلٹ گیا۔ اس کا سر' چہرہ اور کپڑے سب کے سب دال اور شوربے سے بھیگ رہے تھے۔ اور مُرغی کی ایک ٹانگ اس کے گریبان میں یوں پھنس گئی تھی جیسے اس نے نکٹائی لگا رکھی ہو۔ اسی وقت میں نے جیب سے ایک روپیہ نکال کر ٹپ کے

طور پر پیش کیا۔ اُس نے جھلا کر ایک روپے کو گالی دی۔ کانچ کی پلیٹیں ٹوٹ گئی تھیں۔ وہ خالی ٹرے لیکر گالیاں بکتا ہوا کیبن سے باہر جانے لگا۔ اس کا جھلایا ہوا ذہن اس سے کہہ رہا تھا کہ دروازے کو زور سے بند کرنا چاہیئے۔

باہر جا کر جب اُس نے دروازے کو بند کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے دروازہ بند کرتے وقت اس گونگے کو گھونسہ دکھانا چاہیئے۔"

وہ دروازہ بند کر ہی رہا تھا کہ میری سوچ کے مطابق اس نے بایاں ہاتھ بڑھا کر گھونسہ دکھایا۔ اسی وقت دروازہ ایک جھٹکے سے بند ہو گیا۔ اس کے چیخنے کی آواز ایز ائرکنڈیشنڈ کوچ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گونجتی چلی گئی۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا۔ دروازے اور چوکھٹ کے بیچ اس کی کلائی بُری طرح پھنس گئی تھی جب وہ کلائی آزاد ہوئی تو اس کی آستین خون سے بھیگ رہی تھی۔ بہت سے لوگ دوڑتے آرہے تھے۔ میں نے فوراً ہی چشمہ پہن لیا تھا۔ وہ میرا سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور اب مثبت انداز میں سوچ رہا تھا۔

"میں نے اس گونگے کو گالیاں دی تھیں۔ گونگوں کی مصومیت رنگ لاتی ہے۔ خدا نے مجھے یہ سزا دی ہے۔ یہ کتنی عجیب سی بات ہے کہ میں نے خود اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے کو زخمی کیا ہے۔ ایسے وقت میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ مجھ پر سچ مچ خدا کا قہر نازل ہوا ہے۔۔۔۔۔۔"

دوسرے کیبنوں سے نکل کر آنے والے اس سے چیخنے کی وجہ پوچھ رہے تھے اور کبھی مجھے اور کبھی اس کی خون آلود آستین کو دیکھ رہے تھے میرے نے کہا۔

"یہ سب کچھ میری غلطی سے ہوا ہے۔ دروازہ بند کرتے وقت میرا ہاتھ دب گیا تھا۔"

ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے میرے کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارے کپڑوں پر سامان گرا ہوا ہے اور تم نے اپنا ہاتھ خود دروازے میں پھنسا لیا۔ کیا ان باتوں سے ظاہر نہیں ہوتا کہ تم نشہ کرتے ہو۔ میاں! شرم کرو اور اس واقعے سے عبرت حاصل کرو۔ اگر نشے کی حالت میں چلتی ٹرین سے گر گئے تو جان سے جاؤ گے۔ چلو جاؤ یہاں سے ۔۔۔ خبردار! یہاں نشے کی حالت میں نہ آنا۔"

وہ سر جھکا کر وہاں سے جانے لگا۔ اس ادھیڑ عمر کے آدمی کے ساتھ کھڑے ہوئے ایک بوڑھے شخص نے اپنے کیبن کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"چلو رفاقت علی! اس کمبخت نے شطرنج کا مزا خراب کر دیا۔"

رفاقت علی کا نام سُن کر میں چونک گیا۔ شاید یہ وہی رفاقت علی ہو جس نے شبانہ سے اس کی کروڑوں کی جائیداد چھین لی تھی۔ رفاقت علی نے میرے کیبن کے اندر دیکھتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"تم تنہا سفر کر رہے ہو؟"

میں نے اشارے سے بتایا کہ میں گونگا ہوں اور اس کی باتیں سمجھنے کے قابل نہیں ہوں۔ رفاقت علی نے اشاروں میں اپنا سوال دُہرایا۔ میں نے اسے بتایا کہ ہاں میں تنہا سفر کر رہا ہوں۔ اس کے بوڑھے ساتھی نے کہا۔ "کیا بات ہے رفاقت! تمہیں اس کی تنہائی سے کیا دلچسپی ہے؟"

رفاقت علی نے جواب دیا۔ "میں اس گونگے کے متعلق بہت کچھ سوچ رہا ہوں۔ پہلی بات تو یہ کہ اس نے ڈبل کرایہ دے کر پورا کیبن اپنے لئے ریزرو کرایا ہے۔ دوسری بات یہ کہ ہمارے ساتھ جوان لڑکیاں ہیں۔ یہ گونگے اندر سے بڑے گہرے ہوتے ہیں۔ ہمیں اس پر کڑی نظر رکھنی چاہیئے تیسری بات یہ کہ اس کے کیبن میں تنہائی ہے۔ اگر ہم اس کے ساتھ دوستی کریں تو ہم یہاں بڑے سکون سے شطرنج کھیل سکتے ہیں۔ وہاں کیبن میں ہماری بیگمات بکواس کرتی رہتی ہیں اور اپنی بکواس کے ذریعے ہماری چالیں بھی روکتی رہتی ہیں۔ یہاں کھیلنے میں لُطف آئے گا۔"

بوڑھے نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "تم واقعی ذہین ہو۔ وقت اور حالات کے مطابق مکمل منصوبہ بنا لیتے ہو۔ یہاں ہمارا کھیل بھی ہو گا اور ہم اس نوجوان پر نظر بھی رکھیں گے۔"

جب وہ دونوں اپنے اس فیصلے پر متفق ہو گئے تو رفاقت علی نے دوستانہ انداز میں مصافحے کے لئے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور مجھے اشاروں میں سمجھایا کہ وہ اس کیبن میں آ کر تھوڑا وقت گزارنا چاہتے ہیں۔ میں نے خوشی سے اجازت دے دی۔ وہ دونوں شطرنج کی بساط لانے کے لئے اپنے کیبن کی طرف چلے گئے۔ میں اپنے کیبن میں آیا اور بستر پر بیٹھ کر رفاقت علی کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ وہ اپنے کیبن میں پہنچ کر کہہ رہا تھا۔

"بیگم! میں یہاں شیخ صاحب کے ساتھ کھیلتا رہوں گا تو تم لائٹ بجھا کر سو نہیں سکو گی۔ یہاں ایک کیبن میں ایک گونگا سفر کر رہا ہے اجازت ہو تو میں وہاں جا کر شطرنج کی بازی جماؤں۔"

اس کی بیگم پٹاخے کی طرح بولنے لگیں۔ "آپ کس گونگے سے دوستی کر آئے ہیں؟ میں آپ کی چالبازیوں کو خوب سمجھتی ہوں۔ صاف کیوں نہیں کہتے کہ شبانہ کی ماں پر نیت خراب ہے۔ کان کھول کر سُن لیجئے میں آپ کو رات بھر کے لئے شطرنج کھیلنے کی اجازت نہیں دوں گی۔ چُپ چاپ بتی بجھائیے اور یہاں سو جائیے ۔۔۔ اور شیخ صاحب! آپ تو شطرنج کے دیوانے ہیں۔ اس عمر میں بھی راتوں کو جاگتے ہیں۔ خدا کے لئے میرے میاں کا پیچھا چھوڑیئے صبح ہو گی تو شطرنج کی بساط جما لیجئے گا۔"

رفاقت علی اپنی بیوی کے آگے بھیگی بلی بن گیا تھا۔ وہ دوبارہ اپنے کیبن سے باہر نہیں آ سکا۔ بیگم نے شیخ صاحب کو رخصت کر کے کیبن کو اندر سے بند کر دیا تھا اور بتی بجھا دی تھی۔

میں تھوڑی دیر کے لئے مایوس ہو گیا۔ رفاقت علی یہاں شطرنج کھیلنے کے لئے آتا تو میں یقیناً اس کے ذہن سے بہت سی باتیں اگلوا لیتا۔ مگر رات بھر کے لئے بیگم پہریدار بن گئی تھیں۔ جو عورت اپنے شوہر پر اس قدر حاوی ہو، وہ یقیناً اس کی سازشوں میں شریک رہتی ہو گی۔ عورت دماغی طور پر ہوتی ہے۔ مرد جو بات دیر سے اگلتا ہے اُسے عورت فوراً ہی اگل دیتی ہے۔ یہ سوچ کر میں بیگم کے ذہن میں جھانکنے لگا۔

بیگم ہتی بجھانے کے بعد رفاقت علی کے بستر پر آ کر بیٹھ گئی تھیں اور آواز میں کہہ رہی تھیں۔ "آپ میرے سر کی قسم کھائیے۔ کیا آپ ابھی مجھ سے جھوٹ بول کر زلیخا کے پاس جانا نہیں چاہتے تھے؟"

رفاقت علی نے کہا۔ "بیگم! شبانہ کی ماں کو اس طرح بدنام نہ کرو۔ اس کے پاس تھا وہ سب کچھ ہم نے چھین لیا۔ اب اُسے عزت سے جینے دو۔ اسے بدنام کر کے ہمیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔"

بیگم نے کہا۔ "آپ جھوٹی پارسائی جتا رہے ہیں۔ میں نے آپ کو نیند کی حالت میں کئی بار زلیخا کا نام بڑبڑاتے سُنا ہے۔"

"مجھے تو یقین نہیں ہے کہ میں نیند میں بڑبڑاتا ہوں۔ بفرضِ محال میں نیند میں اس کا نام لیا بھی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دوسرے سے میرے ذہن پر حاوی رہتی ہے۔"

"وہ دوسرا پہلو کیا ہے؟ ذرا میں بھی تو سنوں۔"

"میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اسلام آباد کے راستے میں جو زلیخا کے نام شاندار کوٹھی ہے۔ اسے میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ مگر تمہارے پیٹی فیروز نے میرے اس منصوبے کو خاک میں ملا دیا ہے۔ پہلے وہ شبانہ سے عشق کرتا تھا جب شادی کی بات آئی تو وہ نرگس سے محبت کرنے لگا۔ تم ماں ہو کر اپنے بیٹے کو نہیں سمجھا سکتیں کہ وہ شبانہ سے شادی کرے تو اس شاندار کوٹھی کے ساتھ زلیخا کی تمام جائیداد شبانہ کے جہیز میں آ جائے گی۔"

"ہمارے پاس دولت کی کیا کمی ہے کہ میرا بیٹا ایک کوٹھی اور تھوڑی سی جائیداد کے لئے شبانہ جیسی بدکار لڑکی کو اپنی شریکِ حیات بنائے۔"

"بیگم! یہ تو سوچو کہ شبانہ کو بدکار بنانے والا تمہارا ہی بیٹا ہے۔"

وہ غصے سے بولی۔ "بس اپنی زبان بند رکھیں۔ باپ ہو کر بیٹے کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ آپ یہ نہیں سوچتے کہ زلیخا اپنی جائیداد شبانہ کے نام نہیں کرے گی۔ وہ اپنی جائیداد اپنے چھوٹے بیٹے عامر کے لئے ذخیرہ کر رکھے گی۔"

"دولت اور جائیداد کے لئے بیٹا باپ کو اور بھائی بھائی کو قتل کرتا ہے اور عامر تو میرا بھتیجا ہے۔ اسے راستے سے ہٹا دینا کون سا مشکل کام ہے۔ میرا بیٹا اگر چاہے تو میرے منصوبے کو کامیاب بنا سکتا ہے۔"

"کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ شبانہ سے شادی کر لے؟"

"ہاں۔ میں یہی چاہتا ہوں۔"

"آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ جو لڑکی شادی سے پہلے ایک بچے کو جنم دے چکی ہے۔ کیا میں اسے اپنی بہو بناؤں گی؟"

"وہ مُردہ بچہ تمہارے بیٹے کا ہی تھا۔ اس حقیقت سے انکار کیوں کرتی ہو؟"

"خاندان میں ناک اونچی رکھنے کے لئے بہت سی حقیقتوں سے انکار کرنا پڑتا ہے۔ اب میں سمجھ گئی کہ آپ شبانہ کو کیوں ساتھ لئے پھرتے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ وہ پھر اپنی اداؤں سے میرے بیٹے کو دیوانہ بنا لے۔ مگر آپ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ نرگس میری بھانجی ہے میں اسے اپنی بہو بناؤں گی۔"

رفاقت علی نے بیزار ہو کر کہا۔ "تمہارے جو جی میں آتا ہے کرو۔ ہمارے جیسے مرد ہر میدان میں جیت جاتے ہیں لیکن بستر پر آ کر ہار جاتے ہیں۔ چلو آؤ اب سو جاؤ۔"

میں نے بیگم سے دماغی رابطہ ختم کر دیا اور اپنے طور پر سوچنے لگا۔ شبانہ کے تمام حالات میرے سامنے چلے آئے تھے۔ اسے اندر ہی اندر کون سا دُکھ کھائے جا رہا تھا۔ یہ مجھے معلوم تھا وہ سچ مچ ستم رسیدہ تھی۔ رفاقت علی نے اس کی جائیداد ہتھیالی تھی اور اس کے بیٹے فیروز نے اس کی عزت لُوٹ لی تھی۔ اب اس لڑکی کی زندگی میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جس پر وہ فخر کر سکتی۔ اب میرا فرض تھا کہ میں اس کے کام آتا۔ ایسے ہی وقت میری صلاحیتیں نیک اور تعمیری مقاصد کے لئے کام آتی ہیں۔ میں شبانہ کے خیالات معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اپنی تباہیوں پر کس انداز سے سوچ رہی ہے اور اب فیروز کے لئے اُس کے کیا جذبات ہیں؟

یہ معلومات حاصل کرنے کے لئے میں شبانہ کے ذہن میں جھانکنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت کیبن کے باہر بہت سے قدموں کی آواز سُنائی دی۔ پھر میرے کیبن کا دروازہ کھُل گیا۔ دروازے پر فیروز اور جمشید کھڑے تھے۔ ان کے پیچھے شبانہ اور نرگس تھیں۔ وہ سب مجھے گھور کر دیکھ رہے تھے۔ فیروز نے کہا۔

"یہ کمبخت ہمیں آپس میں لڑا کر یہاں آرام سے لیٹا ہوا ہے۔ جی چاہتا ہے اسے اُٹھا کر گاڑی سے باہر پھینک دوں۔"

شبانہ نے کہا۔ "جانے دو فیروز! غصہ تھوک دو۔ اس بیچارے گونگے نے ہمیں لڑنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ نہ جانے مجھے کیا ہو گیا تھا کہ میں نے تم پر ہاتھ اُٹھا دیا۔ میں تم سے معافی مانگ چکی ہوں۔ اس قصے کو ختم کرو۔"

جمشید نے کہا۔ "ہمیں تو اس بات پر غصہ آ رہا ہے کہ اسے تماشہ بنانے کے بجائے ہم تماشہ بن گئے۔ بونے کار میں چوٹوں اور نرگسیوں کا جو نقصان ہوا ہمیں اس کی قیمت ادا کرنا پڑی۔"

ان کی باتوں کے دوران نرگس نے حیرانی سے چیخ کر کہا۔ "یہ تو گونگا نہیں ہے۔ شبانہ نے جھوٹ کہا تھا۔"

نرگس کی بات پر وہ بھی چونک کر میری آنکھوں کی طرف دیکھنے لگے۔ اس وقت میں نے چشمہ اُتار دیا تھا۔ فیروز نے آگے بڑھ کر ایک آنکھ دبائے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"تم گونگے نہیں تھے۔ پھر کیا اُس لڑکی کو آنکھ مار رہے تھے؟"

میں نے اشاروں میں انہیں سمجھایا کہ میری آنکھ میں تنکا پڑ گیا تھا اس لئے میں نے اپنی ایک آنکھ بند رکھی تھی۔ میرے جواب پر وہ بیحد مایوس ہوئے کیونکہ ان کی توقعات کے مطابق مجھ میں کوئی عیب نہیں تھا۔ جمشید نے حقارت سے کہا۔

"اونہہ! اگر کانا نہیں ہے تو کیا ہوا، گونگا تو ہے۔ کون اس کے ساتھ اپنا دماغ خراب کرے گا۔ چلو یہاں سے ....."

وہ سب وہاں سے جانے لگے۔ میرے کیبن میں فیروز سب سے آگے تھا۔ جانے کے لئے پیچھے مڑتے وقت وہ سب سے پیچھے ہو گیا۔ نرگس اس کے ساتھ چلنے کے لئے دروازے سے لگی کھڑی تھی اور بے اختیار مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ اس وقت اگر میں اس کے خیالات کو پڑھتا تو اس کے بہت سے چور جذبے مجھ پر عیاں ہو جاتے۔ لیکن میں اس کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ کیونکہ میں شبانہ کی خاطر سب سے پہلے فیروز سے نمٹنا چاہتا تھا اس لئے میں اس کے ذہن میں جھانک رہا تھا۔

وہ واپس مڑتے وقت میرے کیبن سے باہر جانے کے دوران کن انکھیوں سے نرگس کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

"یہ بظاہر میرے ساتھ چلنے کے لئے دروازے پر کھڑی رہ گئی ہے مگر بے اختیار اس گونگے کو دیکھے جا رہی ہے۔ میں نے بولنے کا رس بھی کئی بار یہ بات نوٹ کی ہے۔ بلاشبہ اس گونگے کی شخصیت میں ایسا مردانہ حسن اور کشش ہے کہ ہر عورت اسے دیکھنے پر مجبور ہو جائے گی اور ہر مرد اسے دیکھ کر ایک رقیب کی طرح کڑھتا رہے گا۔"

اس نے دروازے پر پہنچ کر بظاہر مسکراتے ہوئے نرگس کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر اس کے ساتھ چلتے ہوئے سوچنے لگا۔

"لیکن مجھے نرگس سے ایسی توقع نہیں تھی۔ میں نے اس کے لئے شبانہ جیسی وفادار لڑکی کو چھوڑ دیا اور یہ ہے کہ گونگے کی طرف اندر ہی اندر کروٹ بدلتی جا رہی ہے۔ لوگ سچ کہتے ہیں کہ عورت ذات پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔"

میں نے اسی وقت اس کی مثبت سوچ میں کہا۔ "یہی بات شبانہ میرے متعلق سوچ رہی ہو گی کہ مرد ذات پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ جب کسی کی بے وفائی چرکہ لگاتی ہے تو دوسرے کی وفا یاد آتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ شبانہ آج بھی میری آس لگائے جی رہی ہے۔ مجھے اسے اس طرح نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔"

اس کی منفی سوچ نے کہا۔ "یہ میں اچانک ہی شبانہ کے متعلق کیوں سوچ رہا ہوں؟"

میں نے اس کی مثبت سوچ میں کہا۔ "شاید اس لئے کہ وہ سوچنے سمجھنے کی چیز ہے۔ ایسے وقت جبکہ میں نرگس کی بہکتی ہوئی نظروں کو سمجھ رہا ہوں تو شبانہ ضرور یاد آئے گی کہ اس کی آنکھوں میں کتنی حیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر اپنی پیشانی کو سہلانے لگا۔ نرگس نے ایک جگہ رک کر پوچھا۔ "کیا بات ہے تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو؟"

"آں ..... ہاں جمشید سے خواہ مخواہ بھگڑا ہو گیا۔ شاید میرا اسرار بلا دکھ رہا ہے۔ اب میں جا کر ذرا آرام کروں گا۔"

نرگس سوچنے لگی۔ "اسے چلا جانا چاہیئے۔ لیکن رسمی طور پر اس کا آرام ضروری ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ سچ مچ رک جائے۔ پتہ نہیں کیوں صرف اس گونگے کے متعلق سوچنے کو دل چاہتا ہے مگر رسماً تو کچھ کہنا ہی ہو گا۔" وہ کہنے لگی۔

"تم اتنی جلدی چلے جاؤ گے تو میں بستر پر کروٹیں بدلتے ہوئے تمہارے ہی بارے میں سوچتی رہوں گی۔ مگر اس وقت تمہارا بدن دکھ رہا ہے تمہیں واقعی آرام کرنے کی ضرورت ہے۔ تم جاؤ آرام کرو۔ اب ملیں ملاقات ہو گی۔"

وہ گڈ نائٹ کہہ کر اپنے کیبن کی طرف چلا گیا۔ نرگس اپنے کیبن کے دروازے پر کھڑی اسے دور تک جاتے دیکھتی رہی۔ جیسے اس جانے والے کے لئے اس کی نگاہیں ترس رہی ہوں۔ لیکن جیسے ہی وہ الوداعی انداز میں ہاتھ ہلا کر اپنے کیبن کے اندر گیا، وہ فوراً ہی پلٹ کر میرے کیبن کی طرف دیکھنے لگی۔

ٹیلی پیتھی کا علم میرے لئے باعث زحمت بن گیا ہے۔ اس کے ذریعے میں لوگوں کی دوہری شخصیتوں کو کھلی کتاب کی طرح پڑھ لیتا ہوں۔ ہر تجربے کار انسان اس حقیقت کو سمجھتا ہے کہ انسان کے اندر دو متضاد خیالات اور دو متضاد شخصیتیں ہوتی ہیں۔ وہ اوپر سے جو کچھ نظر آتا ہے اور اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ اس کے ہونٹ بظاہر جس کے لئے مسکراتے ہیں، اس کا دل باطن میں نہیں مسکراتا بلکہ گالیاں دیتا ہے۔

یہی حال نرگس کا تھا۔ اس کی نرگسی آنکھیں فیروز کے کیبن کی طرف تھیں کہ کہیں وہ آ نہ جائے۔ اس کا نرگسی دل میرے کیبن کے دروازے پر لگا ہوا تھا اور دھڑکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ہم لڑکیاں جس طرح کا آئیڈیل اپنے دماغ میں تراشتی ہیں، دنیا میں نہیں ملتا۔ ملتا بھی ہے تو گونگا ہوتا ہے یا کسی طرح کا عیب دار ہوتا ہے۔ مجبور ہو کر دولت کی خاطر فیروز جیسے نوجوانوں کو گلے لگانا پڑتا ہے۔ فیروز میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ چونکہ وہ گونگا مجسم میرے آئیڈیل کے روپ میں آ گیا ہے، اس لئے فیروز پچھڑ گیا ہے ..... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟ دانش مندی تو یہی ہے کہ اپنے آئیڈیل کو نظر انداز کر دوں۔ پنڈی پہنچتے ہی میں فیروز سے منسوب ہونے والی ہوں۔"

وہ اپنے کیبن میں داخل ہوتے ہوئے سوچتی رہی۔ "ہاں ٹھیک ہے، ہے۔ صرف اس ٹرین میں اس گونگے کا ساتھ ہے پھر وہ کہاں ہو گا اور میں کہاں رہوں گی۔ چوبیس گھنٹے کے لئے مجھے ایسے آئیڈیل پر لعنت بھیج کر صبر کرنا چاہیئے۔ اونہہ، بندر کہیں کا ....."

ایک بار پہلے بھی اس نے مجھے بندر کہا تھا۔ وہ بھی صرف فیروز کو

سنانے کے لئے۔ لیکن میں خیالات کی تہہ میں پہنچنے والا یہ سمجھ رہا تھا کہ اس کی زبان جو کہتی ہے وہ دل نہیں کہتا اور دل جو کہتا ہے اسے زبان کہتے ہوئے ڈرتی ہے۔

وہ بہت حسین تھی اور اس کے بدن کے خطوط اتنے دلنشیں تھے مجھے پہلی فرصت میں ہی اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن میں تعمیری مقصد کے سامنے تخریب کی باتیں نہیں سوچتا۔ اس وقت میرا مقصد شبانہ کا گھر بسانا تھا جبکہ خداوند کریم نے مجھے اتنی صلاحیتیں دی تھیں اور وہ اتنا بے نیاز۔ مجھے وسیلہ بنا کر ایک ستم رسیدہ لڑکی کی تقدیر سنوارنا چاہتا تھا پھر میں اس نیک کام میں کوتاہی کیسے کر سکتا تھا۔ میں نے نرگس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور شبانہ کی دلی کیفیات کا جائزہ لینے لگا۔

شبانہ اپنے بستر پر کروٹیں بدل رہی تھی۔ کبھی وہ کروٹ بدل کر دوسری طرف لیٹی ہوئی اپنی والدہ کو دیکھتی تھی۔ اس کی والدہ کی بند آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ بڑی دیر تک آنسوؤں سے بھیگنے کے بعد گہری نیند سو رہی ہیں۔ کبھی وہ کروٹ بدل کر اپنے پہلو میں اسے تین برس کا عامر نظر آتا جو اس دنیا کی سازشوں سے بے خبر اپنے معصوم سپنوں میں کھویا ہوا تھا پھر وہ چت لیٹ جاتی۔ اس وقت فیروز کا چہرہ اس کے سامنے آ جاتا۔ وہ سرد آہ بھر کر سوچتی۔

"خدا روٹھ جائے تو اس کی خدائی سے انکار نہیں کیا جاتا۔ محبوب روٹھ جائے تو اس کی محبت سے انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ محبوب کے بدلنے کا یہ قطعی نہیں کہ عورت کی محبت بھی بدل جاتی ہے۔ وہ سامنے نہیں ہوتا تو کیا وہ ستاتے اور رلانے کے لئے اس کی یادیں تو ہوتی ہیں۔ محبت کسی نہ کسی روپ میں قائم رہتی ہے۔ مسکراہٹ کی صورت میں نہ سہی آنسوؤں کی صورت میں۔ میرے آنسوؤں کا کوئی نہ کوئی قطرہ کبھی نہ کبھی اس کے دل پر ٹپکے گا۔ محبوب اپنی بے وفائیوں کا حساب کرے گا۔ ہر انسان کی زندگی میں یوم حساب آتا ہے۔ وہ دن اس کی زندگی میں ضرور آئے گا۔ یہی میرا ایمان ہے اور انتظار ہے ....."

اس کی سوچ میں کتنا کرب تھا۔ یہ میں دل کی گہرائیوں سے سمجھ رہا تھا۔ فیروز زیر عتاب آ رہا تھا۔ میں اس کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی اس لئے نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اس جسم جلی کا محبوب تھا۔

میں نے فیروز کی طرف توجہ دی۔ وہ کمبخت اپنے بستر پر لیٹا نرگس کی فرحتوں پر کڑھ رہا تھا۔ مرد کی فطرت بھی عجیب ہوتی ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ایک عورت اسے محبت کا فریب دے کر چوری چھپے دوسرے کو بھی چوری چھپے دے رہی ہے پھر بھی اس بے وفا کے لئے کڑھتا ہے اور با وفا کے لئے نہیں سوچتا۔ دراصل اس کی مردانگی کو ٹھیس پہنچتی ہے کہ اس کے علاوہ دوسرے کو ترجیح کیوں دی گئی۔ پھر انتقامی عملی طور پر یہ ثابت کرتا ہے کہ جسے وہ ترجیح دے رہی ہے، اسے وہ چکھیوں میں مسل سکتا ہے۔ وہ اس کو مجھے مسلنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے اس کی مثبت سوچ میں کہا۔

"غصے میں جل بھن کر سوچنا دانشمندی نہیں ہے۔ وہ گونگا بھی میں پڑ ہے اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا۔ اگر وہ کمزور ہوتا تب بھی اسے راستے سے ہٹا کر کوئی فائدہ حاصل نہ ہوتا کیونکہ نرگس اپنی چور عادتوں کے مطابق ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے کی طرف پھسلتی جائے گی۔ میں کب تک ایک بے حیا لڑکی کے لئے دوسروں کو اپنا دشمن بناتا پھروں گا۔ میں اس کے متعلق کیوں نہیں سوچتا جو باحیا اور باوفا ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا۔ "کیا بات ہے؟ آج شبانہ بار بار میرے ذہن میں چلی آ رہی ہے۔ کسی عاقل نے سچ کہا ہے کہ ایک چیز کو سمجھنے کے لئے اس کی ضد کو سمجھنا ضروری ہے۔ پھولوں کو سمجھنے کے لئے کانٹوں کو، خوبصورتی کو سمجھنے کے لئے بدصورتی کو اور وفا شعار عورت کو سمجھنے کے لئے بے وفا عورت کا مشاہدہ کرنا لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نرگس کی بیوفائی مجھے بار بار شبانہ کے حسن وفا کو یاد دلا رہی ہے ..... یہ ٹھیک ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ شبانہ ہر لحاظ سے ایک مکمل شریک حیات بن سکتی ہے لیکن تھوک کر چاٹنا مرد کی شان نہیں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مرد کی شان یہ بھی نہیں ہے کہ وہ ایک معصوم کلی کو پھول بنائے۔ اسے اپنے مردہ بچے کی ماں بنا کر سارے جہاں میں بدنام کرے۔ کیا میں اسے مردانگی کہہ سکتا ہوں؟ یہ مرد تو اسے کہتے ہیں جو اپنی غلطی کا دل سے اعتراف کرے اور مردانہ وار اس کی تلافی کرے۔ میرے ڈیڈی آج بھی یہی چاہتے ہیں کہ میں شبانہ سے شادی کر لوں صرف امی مخالفت کر رہی ہیں۔ امی عورت ہیں، ڈیڈی مرد ہیں اور مجھے ڈیڈی کے انداز میں ایک مرد کی طرح سوچنا چاہیئے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔"

وہ گھبرا کر بستر پر اٹھ بیٹھا۔ جو بات بھی اس کے دماغ میں آ رہی تھی وہ شبانہ کی حمایت میں تھی اور ٹھوس دلائل کے ساتھ اسے متاثر کر رہی تھی۔ اس حالت سے نتیجہ نکالا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے شبانہ کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات کا تجزیہ کرنے لگا۔ کیپٹن کی باتیں، جوانی کی باتیں، چوری چوری کی ملاقاتیں، کی دلچسپیاں، اس کی دل لبھانے والی ادائیں جو بازاری نہیں تھیں جو صرف اپنے ایک محبوب کے لئے وقف ہوتی ہیں اور نرگس کی نرگسی آنکھوں کی طرح اس کیبن سے اس کیبن تک نہیں بھٹکتیں۔

وہ جیسے جیسے شبانہ کے متعلق پچھلی یادوں کو تازہ کر رہا تھا، اس کے دل کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا مگر اب بھی دماغ میں دوہری سوچ کا سایہ تھا۔ وہ اس بات سے ہچکچا رہا تھا کہ مرد ہو کر اب شبانہ کی طرف بڑھے گا تو اس کے عزور کو ٹھیس پہنچے گی۔

اگرچہ وہ ہچکچا رہا تھا۔ لیکن یہ میری کامیابی تھی کہ اب وہ سنجیدگی سے شبانہ کے متعلق اچھے انداز میں سوچ رہا تھا۔ نرگس کی بے وفائی نے اس کے دل میں شبانہ کی قدر بڑھا دی تھی۔ اب ایسی صورت میں اگر شبانہ

...پی چلی آئی تو وہ یقیناً اس کی طرف مائل ہو جاتا۔

...سری طرف شبانہ کروٹیں بدلتے بدلتے بے خوابی سے گھبرا کر ...ئی۔ اس نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اس کیبن میں دم گھٹ رہا ہے۔ مجھے تازہ ہوا کے لئے ذرا ...جانا چاہیئے۔"

وہ اپنے حالات سے اور اس گھٹے ہوئے ماحول سے پریشان تھی اس لئے آہستگی سے اپنے کیبن کا دروازہ کھول کر باہر آگئی۔ باہر آتے ہی اس کی نگاہیں بے اختیار اس کیبن کی طرف اٹھ گئیں جہاں اس کا بے وفا محبوب تھا۔ اس لڑکی میں بھی خودداری تھی۔ وہ فیروز کے سامنے جھک کر خود کو اور زیادہ گرانا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن اس کی سوچ کے خلاف اس کی نگاہیں فیروز کے کیبن کی طرف یا اس کی کسی بھی چیز کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"محبت میں کسی کو جھکانے کے لئے پہلے خود جھکنا پڑتا ہے محبوب سے ایسی بے اعتنائی اور ایسی بے نیازی اچھی نہیں۔ یہ درست ہے کہ میں اس کے آگے گڑگڑانا نہیں چاہتی۔ لیکن محبت کے بھی کچھ فرائض ہوتے ہیں۔ مجھے محبت کے ناطے سے یہ تو دیکھنا چاہیئے کہ وہ آرام سے سو رہا ہے یا بے چینی سے کروٹیں بدل رہا ہے۔ تنہائی میں میرے ساتھ گزرا ہوا کوئی لمحہ تو اُسے یاد آتا ہوگا۔ اگر یاد نہیں آتا تو یہ میرے وجود کی اور محبت کی توہین ہے۔ مجھے کبھی تو اپنی محبت کو آزمانا چاہیئے۔"

یہ سوچتے ہی اس کے قدم فیروز کے کیبن کی طرف اٹھ گئے۔

کیبن کے اندر فیروز اسی طرح مضطرب اور پریشان بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"کیا شبانہ میری طرف کھنچی چلی آئے گی؟ کیا جذبۂ عشق ابھی تک اسی طرح سلامت ہے کہ آج بھی وہ میری بے وفائی کا خیال رکھتی ہوگی اور میرے لئے پریشان رہتی ہوگی؟ ہاں اس کا بجھا بجھا سا چہرہ اور تھکی تھکی سی نظریں یہ بتاتی ہیں کہ آج بھی وہ میرے لئے ا... جاگتی ہے۔ آج اس کو بھی وہ پرانی تمام باتیں شدت سے یاد آتی ہوں گی۔ اس کے دماغ پر چھائی ہوئی ہے۔ تو مجھے بھی آزمانا چاہیئے کہ اس کے دل میں بھی میری اہمیت باقی ہے یا نہیں۔"

یہ سوچتے ہی وہ اپنے بستر سے اٹھ گیا۔ اس نے ایک نظر سامنے سوئے ہوئے جشیہ پر ڈالی پھر باہر جانے کے لئے بڑی آہستگی سے کیبن کا دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی ایک بیک دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں کیونکہ وہ ٹھیک دروازے کے سامنے راہداری کی کھڑکی سے لگی کھڑی تھی۔ اس کے دل نے کہا کہ فیروز اب بھی اس کے لئے راتوں کو جاگتا ہے۔ فیروز کے دل نے کہا کہ وہ آج بھی ایک بے چین رُوح کی طرح رات کی خاموشی میں اس کے لئے بھٹکتی ہے۔

دونوں ایک دوسرے کے سامنے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کو آزما چکے تھے۔ ان کی خاموشی کے درمیان ٹرین کی آواز کھٹ کھٹا کھٹ کی تال کے ساتھ دل کی دھک دھک سے ہم آہنگ ہو رہی تھی۔ ویران راہداری میں بلب روشن تھے۔ ان سے زیادہ شبانہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کے چراغ روشن تھے۔

فیروز ان آنسوؤں کو نہ دیکھ سکا۔ اس کی نظریں جھک گئیں۔ شبانہ زبان سے کچھ نہ کہہ سکی۔ کیونکہ آنسو جتنی دُوتک کہہ جاتے ہیں، اتنی دُور تک زبان تھک جاتی ہے۔ آنسوؤں سے زیادہ پُراثر فریاد اور کوئی نہیں ہوتی۔

فیروز سوچ رہا تھا کہ کیا کہے؟ کچھ کہے گا تو وہ بات ندامت سے خالی نہیں ہوگی اور وہ سر جھکا کر ندامت ہونے کے باوجود زبان سے ندامت کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ آخر انانیت بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔

میں نے ان دونوں کے دماغوں کو آزاد چھوڑ دیا تھا اور انہیں اپنے طور پر سوچنے سمجھنے کا موقع دے رہا تھا۔ ایک دوسرے کے رُوبرو آنے کے بعد بات یقیناً کچھ آگے بڑھتی۔ لیکن اسی وقت جشید نیند میں بڑبڑانے لگا۔ فیروز نے یوں گھبرا کر دروازے کو بند کر دیا جیسے اس کی چوری پکڑی جانے والی ہو۔ وہ شبانہ کی طرف بڑھنے کے باوجود یہ نہیں چاہتا تھا کہ دُنیا والوں کے سامنے وہ اپنی غلطی کی تلافی کرتا ہوا پایا جائے۔ دوسری طرف دروازہ بند ہوتے ہی شبانہ کو مایوس ہو جانا چاہیئے تھا کیونکہ اس کا محبوب اس کی طرف بڑھتے بڑھتے پھر واپس چلا گیا تھا۔ لیکن وہ آنسو بھری آنکھوں سے مسکرا رہی تھی۔ خوشی سے اس کا انگ انگ جھوم رہا تھا۔ ایک عرصے کے بعد اُس نے اپنے سنگدل محبوب کو ندامت سے سر جھکاتے دیکھا تھا۔ عورت کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے، وہ اتنا ہی چاہتی ہے کہ ظالم ہزار برس تک ظلم کرنے کے بعد صرف ایک لمحے کے لئے پچھتائے۔ وہ لمحہ اس کی زندگی کا حاصل ہوتا ہے اور مستقبل کی اُمید.....

میں نے اُن دونوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیا۔ مجھے فیروز کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا اگر وہ صبح تک پھر بہکے گا تو میں اُسے پھر راستے پر لے آؤں گا۔ میں نے اپنی رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔ رات کے بارہ بجنے والے تھے۔ آدھی رات کو یا تو اُٹھ جاگتے ہیں یا تو بدمعاش یا پھر ان کی طرف سے غافل رہنے والا فرہاد علی تیمور۔ اس مناسبت سے اب میں ماسٹر لوشے کی خبر لینا چاہتا تھا۔ میں اپنے دماغ کے ساتھ وقت کی طرح چلتا اور دریا کی طرح بہتا رہتا ہوں۔ مجھے ایک پل سکون نہیں ہے۔ سکون کی تلاش میں نکلتا ہوں اور جس موں کو پیچھے چھوڑتا ہوں تو اگلے ہر قدم پر کہتے ہی شبانہ "مرگس" فیروز اور جمشید اپنے حالات کا بوجھ اُٹھائے ہوئے اپنی طرف پکارتے رہتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ بس تھوڑی دیر تک میٹرولوشے کی سرگرمیات کو سمجھنے کی کوشش کروں گا اس کے بعد آرام سے سو جاؤں گا۔ (اگر نصیب میں آرام لکھا ہوگا)۔

ماسٹر لوشے کی مصروفیات سمجھنے کے لئے اس کے آئیڈیاز کے ذہنوں میں جھانکنا ضروری تھا۔ بیل منڈو، واجد اور صمد بخاری اس کے آئیڈیاز کے طور پر میری نظروں میں تھے۔ بیل منڈو سے کبھی براہِ راست میرا خیالی رابطہ قائم نہیں ہوا تھا اور ابھی میں اس سے دُور ہی رہنا چاہتا تھا۔ اس لئے پہلے میں بستر پر بیٹھی مار کر بیٹھ گیا پھر مراقبے میں چار محمد بخاری کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں بیٹھا سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ اور اپنے حالات پر غور کر رہا تھا کہ ایک انجلا سے عشق کرنے کی اسے کتنی بڑی سزا مل رہی ہے۔ پچھلے ہی دن اُس کے باپ اسٹوفرنکی رُوح اس کے دماغ میں گھس آئی تھی اور شہزاد کو تلاش کرنے کے لئے مجبور کر رہی تھی۔ وہ شہزاد سے ملنے دلشاد ہوٹل کی طرف گیا تھا لیکن شہزاد بھی اس کے لئے کوئی بدھ مت تھا۔ اس کے ہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ چلا گیا تھا۔ وہ پریشان تھا کہ کس طرح اسے تلاش کرے۔ اگر تلاش نہیں کرے گا تو اسٹوفرنکی رُوح اس کے دماغ میں گھسی رہے گی اور پریشان کرتی رہے گی۔ تب اس کے دماغ میں اسی شیطان نے کہا۔

"شہزاد اب تمہارے بس میں نہیں ہے، اب میں اسے تلاش کر لوں گا۔ جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا۔"

اس کے بعد سے اسٹوفرنکی رُوح نے اسے پریشان نہیں کیا۔ اس وقت بھی وہ سگریٹ کے کش لگاتا ہوا یہ سوچ کر گھبرا رہا تھا کہیں پھر وہ شیطان اس کے دماغ میں نہ گھس آئے۔

میں نے صمد بخاری سے رابطہ توڑ دیا کیونکہ اب وہ ماسٹر لوشے کا آلۂ کار نہیں رہا تھا۔ اس کے بعد میں واجد کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ اتنی رات کو وہ سگرٹ کے کش لگاتا ہوا یہ سوچ رہا تھا۔ اسے پُرسکون پاکر مجھے خیال آیا کہ ماسٹر لوشے نے اسے اس شرط پر آزاد کرنے کا وعدہ کیا تھا کہ وہ ملازمت سے برخاست ہونے کے باوجود انٹیلیجنس کے کسی آفیسر کے سامنے جائے اور اسے سلام کرے۔ آفیسر اس کے سلام کا جواب دے گا تو واجد کو بھی شیطانی رُوح سے آزادی مل جائے گی۔

میرا خیال تھا کہ واجد اپنا کام کر چکا ہے اور انٹیلی جنس کے کسی آفیسر سے اپنے سلام کا جواب لے چکا ہے۔ ماسٹر لوشے نے اس سلام کے جواب کو وسیلہ بنا کر ڈوگر کو جنرل سعید احمد تک پہنچنے کی کوشش کی ہوگی۔ مجھے یقین تھا کہ سعید احمد میرے مشورے کے مطابق وہ شہر چھوڑ چکے ہوں گے پھر بھی میں نے اپنے اطمینان کے لئے سعید احمد کو تلاش کیا۔ میری سوچ کی لہروں اُن کے خوابیدہ دماغ تک پہنچیں۔ وہ گہری نیند سو رہے تھے۔ میں نے انہیں جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ ابھی ان سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

میں نے باقی کے تھانیدار نعیم مرزا کے ذہن میں جھانکنا شروع کیا۔ یہ وہی نعیم مرزا تھا جو بیل منڈو سے بڑی بڑی رقمیں لے کر اس کے جرائم پر پردہ ڈالتا تھا۔ میں نے اسی کے ذریعے بیل منڈو کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اتفاق سے وہ بیل منڈو کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اتنی رات کو اس لئے اس کے پاس موجود تھا کہ بیل منڈو ابھی تک دماغی طور پر نارمل نہیں ہوا تھا۔ وہ اب بھی جھنجلا کر یہ کہہ رہا تھا۔

"میں جن بھوت اور کسی طرح کے آسیب کا قائل نہیں ہوں۔ اس زمین پر مجھ سے بڑا شیطان، کوئی نہیں ہے میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں پہنچ جاتا رہتا ہے۔"

نعیم مرزا نے حیرانی کا اظہار کیا۔ "تعجب ہے، کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو آپ سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟"

بیل منڈو نے کہا۔ "انسپکٹر! میں شاید تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اسٹوفر جو قتل ہو چکا ہے اس سے میرا ایک اہم سودا ہو رہا تھا جس چیز کا سودا ہو رہا تھا، وہ چیز میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ اس لئے کہ یہ میرا کاروباری راز ہے۔ لیکن اُس شیطان سے پیچھا چھڑانے کے لئے میں وہ چیز اُسے مفت دے سکتا ہوں۔ اُس نے میرا کھانا پینا اور سونا حرام کر دیا ہے۔ بہرحال وقت یہی کہتا ہے کہ اسٹوفر اور انجلا کے قاتل کو تلاش کرو۔"

نعیم مرزا نے پوچھا۔ "کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس وقت بھی تمہارے ذہن میں ہے؟"

"پتہ نہیں ہے یا نہیں۔ میرا خیال ہے وہ اس وقت بھی چپ چاپ میرے خیالات کو پڑھ رہا ہوگا اور اس وقت تک میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا جب تک میں قاتل کو تلاش نہ کر لوں۔ مگر میں کہاں تلاش کروں؟ ابے او قاتل کے بچے! تُو کہاں ہے؟ ایک بار تو میرے سامنے آجا، میں تجھے چھٹی کا دودھ یاد دلا دوں گا۔"

بیل منڈو کی جھنجھلاہٹ پر مجھے ہنسی آگئی میں نے دل ہی دل میں کہا۔ "بیٹے! گھبراؤ نہیں۔ ایک نہ ایک دن تم سے سامنا ہو گا۔ لوگ کان پکڑ کر سزا دیتے ہیں میں تمہاری ناک مروڑ کر مائیکرو فلم نکال لوں گا۔ ابھی تم ماسٹر لوشے کے عذاب میں مبتلا رہو۔"

میں نے ان سے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر ایک طویل انگڑائی لے کر بستر پر بیٹھے ہی بیٹھے اپنے بدن کو توڑنے موڑنے لگا۔ اب میں صبح تک آرام و سکون سے سونا چاہ رہا تھا۔ میں دشمنوں سے بہت دُور جا رہا تھا۔ اب تعاقب کی دُنیا سے دُور خود کو خوابوں کی دُنیا میں لے جانا چاہتا تھا مگر اسی وقت دروازہ بڑی آہستگی سے اور بڑی رازداری سے کھلا۔ اس کے ساتھ ہی شنیل فائبر کی خوشبو کا خوشگوار جھونکا میرے کیبن میں چلا آیا۔ میں نے بستر پر لیٹے ہی لیٹے نیم وا آنکھوں سے دیکھا۔ وہ دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔

میری آنکھیں آدھی کھلی تھیں، آدھی بند تھیں۔ بعض لوگ اسی حالت میں سوتے ہیں۔ گہری نیند کے وقت بھی ان کی آنکھیں اُدھ کھلی رہتی ہیں۔ وہ دروازے پر کھڑی یہی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ میں سو رہا ہوں، یا جاگ رہا ہوں۔ میں بے حس و حرکت پڑا ہوا اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔

"میں بہت ساری بدنامیوں کا خطرہ مول لے کر یہاں تک آئی ہوں۔ ڈر لگتا ہے کہ کہیں فیروز دیکھ نہ لے۔ مگر یہ کمبخت گونگا بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ اس وقت چپ چاپ پڑا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے سو رہا ہے۔ اگر جاگ رہا

ہوتا تو مجھے اتنی رات گئے یہاں دیکھ کر حیرانی کا اظہار ضرور کرتا۔ بستر سے اُٹھ کر یہ ضرور پوچھتا کہ میں یہاں کیوں آئی ہوں مگر یہ لاش کی طرح پڑا ہوا ہے۔ اس کا سانس لیتا ہوا چٹانی سینہ صرف اس بات کا غماز ہے کہ آج اس کی تہہ میں جو دل ہے وہ صرف میرے لئے اپنے دھڑکے گا۔ میرے آئیڈیل ـــ میرے محبوب! میں تیرے لئے اپنے ہونے والے دولتمند منگیتر کو فریب دے کر آئی ہوں۔"

یہ کہہ کر اُس نے دروازے کو بند کر دیا اور میری آنکھوں پر نظریں جمائے بہت آہستہ آہستہ میرے قریب آنے لگی۔

چونکہ وہ بڑھتی آ رہی تھی اس لئے مجھے پیش قدمی کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اپنی جگہ خاموشی سے جم گیا تھا۔ انسان کے ہر عمل اور ردِ عمل میں اس کے پانچوں حواس حسبِ اپنے اپنے طور پر کام کرتے رہتے ہیں۔ دیکھنا، سُننا، سُونگھنا، چکھنا اور چھونا ـــ ابھی میں اسے چھو نہیں سکتا تھا۔ ابھی دیکھنے کی صرف ایک حس کام کر رہی تھی۔ جب گلاب ہاتھوں کی پہنچ سے دور ہوتا ہے تو اس کو دیکھ کر بھی اس کے حُسن سے لطف اندوز ہوا جاتا ہے میں اس گلابی بدن کی کھلتی ہوئی پنکھڑیوں کو دیکھ رہا تھا۔ پتہ نہیں اس کا شبابی بدن کتنوں کو ترساتا اور للچاتا ہوگا۔ جب یہ شاہراہوں سے گزرتی ہوگی اور محفلوں میں جاتی ہوگی، اس وقت بے شمار لوگ اسے حاصل کرنے کی تمنا کرتے ہوں گے اور مایوسی کی حالت میں صرف دیکھنے کی حس سے دل کو بہلا لیتے ہوں گے۔ دراصل نگاہوں کی انگلیاں بھی حسنِ بے نیاز کو بڑی خاموشی سے ایسی ایسی جگہ ٹٹولتی رہتی ہیں کہ کسی دوسرے کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ نرگس کو بھی اس بات کی خبر نہیں تھی کہ میری نیم وا آنکھیں کہاں کہاں بھٹک رہی ہیں۔

وہ قریب آئی تو میرے سونگھنے کی حس کو ذرا تسکین ہونے لگی کیونکہ شنیل فائیو کی خوشبو کے علاوہ اس کی انقلابی عمر کی بھی خوشبو تھی اور اس کے انقلاب جگانے والے بدن کی بھی ایک خوشبو تھی اور وہ جو چربی جذبے ہوتے ہیں، وہ بھی ہم سم کر اور پسینہ پسینہ ہو کر مہکتے ہیں۔ کتنی ہی خوشبوئیں گڈمڈ ہو گئی تھیں۔ اور وہ خوشبوؤں کا کاک ٹیل بن کر بتا رہی تھی کہ میرے سامنے شباب کی بھری ہوئی بوتل میں کتنا نشہ ہے؟

پھر وہ ہولے ہولے بولنے لگی۔

"گونگے ـــ کیا تم سو رہے ہو یہ دیکھو، میں ساری دنیا کو سُلا کر تمہارے پاس آئی ہوں۔ حالانکہ مجھے یہاں نہیں آنا چاہیئے تھا۔ میرے حصے میں فیروز جیسا نوجوان اور اس کی دولت آ رہی ہے۔ مگر عورت بعض حالات میں صرف دولت اور مرد کی جوانی نہیں چاہتی۔ وہ جو شروع جوانی سے اپنے ایک محبوب کا خاکہ بُنتی آتی ہے اور اپنی آرزوؤں سے اپنے جذبوں سے اور اپنی چاہتوں سے اپنے مزاج کے مطابق اس کی ایک خیالی تصویر مکمل کرتی ہے۔ وہی اس کے مَن مندر کا دیوتا ہوتا ہے، جسے وہ دُنیا والوں سے چھُپ کر پُوجتی ہے۔ تمہیں پہلی بار دیکھا تو میں مسرّتوں کے ہجوم میں گھبرا گئی کہ تم میرے دل کے مندر سے باہر کیسے آ گئے؟"

وہ بول رہی تھی اور اس کی مترنم آواز میرے سُننے کی حس کو تسکین پہنچا رہی تھی۔ پہلے دیکھا، پھر سُونگھا اور اب سُن رہا تھا۔ وہ جو میرے سامنے تھی وہ سُریلی آوازوں کا سرچشمہ تھی۔ اس کے شبابی وجود کے اندر سے کتنی ہی سُریلی آوازوں کے سوتے پھُوٹ رہے تھے۔ جب عورت کو صرف کانوں سے سنو تو وہ سات سُروں کے سنگم سے دل کی دھڑکنوں کو اور زیادہ تیز کرتی ہے اور ہماری طلب میں مزید اضافہ کرتی جاتی ہے۔

"میرے گونگے محبوب! پہلے میں نے سوچا تھا کہ میں تمہارے قریب نہیں آؤں گی۔ تمہیں اپنی زبان سے بند کر کہہ کر دل کو سمجھاؤں گی کہ تم میرے قابل نہیں ہو۔ لیکن میں رات کی اس خاموشی میں تڑپ تڑپ کر یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ اگر میں تمہارے پاس نہ آئی تو یہ خیال ہمیشہ ستاتا رہے گا کہ میں نے جو آئیڈیل بنایا تھا میں خود اس آئیڈیل کے قابل نہیں تھی جیسے میں برسوں اپنے دل کی دھڑکنوں سے نوازتی رہی، اسے ایک لمحے میں بند کر کہہ کر اپنے آئیڈیل کی صورت نہیں بگاڑ سکتی۔ عورت اپنی تخلیق کو کبھی نہیں مٹاتی۔ وہ تخلیق اس کا بچہ ہو یا اس بچے کا ہونے والا باپ ہو۔ اسی لئے میں بے انتہا دولت کو اور ایک شاندار مستقبل کو خطرے میں ڈال کر آئی ہوں۔ مجھے اپنے دل کی دھڑکنوں سے لگا لو۔ وقت بہت کم ہے۔ مِلن کی رات ایک لمحے سے زیادہ مختصر ہوتی ہے۔ اسے بڑی خاموشی سے گزار کر میں پھر فیروز کی دُنیا میں چلی جاؤں گی۔ یہ خلش تو نہیں رہے گی کہ میں نے اپنے آئیڈیل کو نہیں پایا۔

یہ کہہ کر وہ مجھ پر جُھک گئی۔ پہلے اُس نے اپنی مخروطی انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کی۔ پھر اُس کی ہتھیلی کے کنول میرے چہرے پر آ گئے۔ وہ میرے چہرے کو چھُو رہی تھی۔ دوسرے لفظوں میں میرا چہرہ اس کے ہاتھوں کو چھُو رہا تھا۔ ان حالات میں تمام حواس کے مقابلے میں چھُونے کی حس اتنی تیز اور شدید ہوتی ہے کہ اس کے بعد آگے اور آگے چھُونے کے لئے دل مچلتا رہتا ہے۔ میں کچل کر اسے چھُونے پر مجبور ہو گیا۔ میری بے حسی ختم ہو گئی۔

مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ رات کیسے گزر رہی ہے۔ جب میں نے اپنی واچ کو دیکھا تو اس وقت چار بجنے والے تھے۔ اس دوران بار بار جذباتی لمحات سے گزرنے کے باوجود میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی اپنے منصوبے کے مطابق گونگا بنا رہا۔

اسے رخصت کرنے کے لئے میں دروازے تک آیا تو اس نے کہا "میرے گونگے محبوب! تمہیں چھوڑ کر جانے کو جی نہیں چاہتا۔ تم نے مجھے ایسی مسرتوں سے آشنا کیا ہے جس کے متعلق میں نے صرف پڑھا تھا یا سُنا تھا۔ تم نے مجھے ایسے پڑھایا ہے کہ میں اس پہلے سبق کو کبھی نہ بھُول سکوں گی ـــ کاش کہ ایک خوشگوار مستقبل کے لئے دولت لازمی

نہ ہوتی۔ صرف تیرے فولادی بازوؤں میں یہ زندگی ہنستے کھیلتے بسر ہو جاتی۔ ایسی صورت میں میں فیروز کو ٹھکرا دیتی اور اس کمین سے کبھی باہر نہ جاتی۔ لیکن افسوس یہ ہماری پہلی اور آخری ملاقات ہے۔ اب میں جا رہی ہوں۔"

دروازہ کھولتے ہی اس کے حلق سے ایک سہمی ہوئی چیخ نکلی۔ جانے ٹھیک سامنے، فیروز راہداری کی کھڑکی سے ٹیک لگائے ایک سگریٹ سُلگا رہا تھا۔ لائٹر کے ننھے شعلے کے پیچھے اس کی گھُورتی ہوئی اور مسکراتی ہوئی طنزیہ نگاہیں نرگس پر جمی ہوئی تھیں۔

نرگس پہلے چند لمحوں تک سنبھل نہ سکی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ فیروز پہرے دار کی طرح دروازے پر کھڑا ہوگا۔ اس وقت اس کا شاندار مستقبل تاریک ہو رہا تھا اور وہ اپنی زندگی کی اتنی بڑی بازی ہارنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ جلد ہی سنبھل کر مُسکراتی ہوئی بولی۔

"ڈیئر ـــ خیریت تو ہے، تم مجھے اس طرح گھُور کر کیوں دیکھ رہے ہو؟ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ یہ گونگا بالکل بند ہے۔ میں یہاں سے گزر رہی تھی تو یہ دروازہ کھُلا ہوا تھا اور یہ کمین کے اندر کسی بندر کی طرح عجیب عجیب سے تماشے کر رہا تھا۔ میری دلچسپی بڑھی تو کمین کے اندر چلی گئی۔ پھر اس کے تماشے میں ایسی محو ہو گئی کہ مجھے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ رہا۔"

فیروز نے غُرا کر کہا "کیا تم مجھے احمق سمجھتی ہو؟ میں اس دروازے کے سامنے ساڑھے بارہ بجے سے کھڑا ہوا ہوں۔ اس وقت چار بجے ہیں۔ اس بندر نے بند دروازے کے پیچھے کیسے کیسے کرتب دکھائے ہوں گے یہ تمہارے حلیے سے ظاہر ہے۔"

نرگس نے ناراضی سے کہا "فیروز! یہ بڑے شرم کی بات ہے کہ تم اپنی نرگس کے کیرکٹر پر شبہ کر رہے ہو۔ کیا تم مجھے ایسی گری پڑی سمجھتے ہو کہ میں اس بندر سے ـــــ"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی فیروز نے اس کے مُنہ پر ایک زوردار طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا "یہ گونگا بندر نہیں ہے بلکہ تم مداری ہو۔ تم دولت کے لالچ میں مجھے محبت کے نام پر نچا رہی ہو۔ ایک چالاک اور مکار عورت کی نظروں میں اس کی ضرورت کے تمام مرد سندر ہوتے ہیں جنہیں وہ حسبِ موقع اسی طرح باری باری نچاتی رہتی ہے۔"

نرگس تمانچہ کھا کر اپنی توہین برداشت نہ کر سکی۔ وہ اپنے خاندان کی سب سے حسین اور مغرور لڑکی تھی۔ پھر یہ کہ اسے فیروز کی والدہ کی حمایت حاصل تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اتنے بڑے خاندان میں اُن ہی بیگم صاحبہ کا سکہ چلتا ہے۔ اس بات پر وہ مغرور لڑکی توہین کے احساس سے تلملا کر چیخنے لگی۔

"تم نے کیا سمجھ کر مجھ پر ہاتھ اُٹھایا ہے۔ کیا تم نے مجھے شبانہ جیسی بدچلن لڑکی سمجھا ہے؟ تم نے میری کون سی بُرائی دیکھی ـــ بتاؤ؟ میں ابھی خالہ جان سے جا کر تمہاری شکایت کروں گی ـــــ"

وہ غصے سے طمطماتی ہوئی اور پاؤں پٹختی ہوئی بیگم رفاقت علی کے کیبن کی طرف جانے لگی۔ اس کی چیخ و پکار سے دوسرے تمام کیبنوں کے دروازے یکے بعد دیگرے کھُلتے جا رہے تھے اور خاندان کے تمام افراد مُرغے مُرغیوں کی طرح کُڑکُڑاتے ہوئے اپنے اپنے ڈربوں سے نکلتے آ رہے تھے۔ پھر وہ ایئر کنڈیشنڈ کوچ شور اور ہنگامے کے باعث اچھا خاصا مچھلی بازار بن گیا۔ سب لوگ اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔ نرگس کے ماں باپ چیخ چیخ کر احتجاج کر رہے تھے کہ فیروز نے اُن کی جوان بیٹی پر ہاتھ کیوں اُٹھایا ہے؟ رفاقت علی کی بیگم بھی اپنی بھائی نرگس کی حمایت میں فیروز کو ڈانٹ رہی تھیں۔ رفاقت علی شبانہ کو اپنی بہو بنانا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اور اپنے بیٹے کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

"اس طرح شور مچانے سے کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئے گی۔ میرا بیٹا جاہل گنوار نہیں ہے۔ پہلے اُسے صفائی پیش کرنے کا موقع دو کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟"

فیروز نے ہاتھ اُٹھا کر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "نرگس ساڑھے بارہ بجے اس گونگے کے کیبن میں گئی تھی۔ تب سے اب تک یہ اپنے کیبن سے باہر نکلا۔ میں نے اسے دیکھ لیا۔ اس وقت سے چار بجے تک کیبن کے دروازے پر کھڑا رہا۔ اب آپ لوگ اس سے پوچھیں کہ یہ اب تک اس بند کیبن میں کیا کر رہی تھی؟"

تمام لوگوں کی سوالیہ نگاہیں نرگس کی طرف اُٹھ گئیں۔ نرگس نے یک نادان بچی کی سی معصومیت سے کہا۔

"ممی ـــ مجھے کیا معلوم تھا کہ میں اس گونگے کے پاس نیکسٹی سے جاؤں گی تو بدنیت کہلاؤں گی۔ وہ گونگا مسخرہ ہے، بندروں کی طرح تماشے کرتا ہے۔ اس کے مسخرے پن سے میری دلچسپی اتنی بڑھ گئی کہ مجھے وقت کا احساس ہی نہ رہا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ فیروز مجھے اس طرح بدنام کریں گے۔ میں یہ توہین برداشت نہیں کر سکتی۔ فیروز کو مجھ سے معافی مانگنی ہوگی۔"

یہ کہہ کر وہ روتی ہوئی کیبن کے اندر چلی گئی۔ نرگس کا باپ فیروز کو سمجھانے لگا کہ اُسے بغیر سوچے سمجھے اس کی جوان بیٹی پر اتنا بڑا الزام نہیں لگانا چاہیئے۔ بیگم رفاقت علی نے میری طرف گھُور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"سارا قصور اس گونگے کا ہے۔ اس نے اپنے مسخرے پن سے میری معصوم بھانجی کو بہلا پھسلا کر اپنے کیبن میں روک لیا تھا۔ ہم سب بچپن سے نرگس کو جانتے ہیں کہ وہ کتنی معصوم اور نادان ہے۔ یہاں اتنے نوجوان مرد ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ اس گونگے کو پکڑ کر ماریں تاکہ یہ آئندہ کسی شریف زادی کو اس طرح بیوقوف نہ بنائے۔"

رفاقت علی نے کہا "بیگم! ہوش کی باتیں کرو۔ یہ گونگا نرگس کے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

پاس نہیں آیا تھا، نرگس اس کے کیبن میں گئی تھی۔ ہم اسے ڈانٹ ڈپٹ کر سمجھا سکتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ کس جرم پر اسے ڈانٹا جائے، اسے کچھ کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نرگس کے جرم کو تسلیم کر رہے ہیں۔ اپنی عزت اپنے ہاتھ ہوتی ہے۔ دوسرے کا گریبان پکڑ کر بدنامی کو ہوا دینا دانشمندی نہیں ہے۔"

فیروز غصے سے چلتا ہوا اپنے کیبن کے دروازے کی طرف گیا۔ اس شبانہ خاموشی سے کھڑی ہوئی یہ تماشہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے شبانہ پر ایک نظر ڈالی۔ پھر اپنے بزرگوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ لوگ نرگس کی بے حیائی کو تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن آج میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ یہ بات میری سمجھ میں آگئی ہے کہ شبانہ جیسی خاموشی سے ظلم سہنے والی اور وفاداری کی لاج رکھنے والی لڑکیاں صرف نصیب والوں کے حصے میں آتی ہیں۔ اب اگر میں شادی کروں گا تو شبانہ سے ورنہ نہیں....."

یہ کہہ کر اس نے شبانہ کا ہاتھ تھام لیا۔ شبانہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ وہ مارے خوشی کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

فیروز نے اسے سنبھالا دیا اور اسے اس کے کیبن تک لے گیا۔ پھر اس کے کیبن میں سے چھوٹ کر واپس اپنے کیبن کے دروازے پر آیا۔ اس نے دُور اپنے کیبن کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مٹھی باندھ کر انگوٹھا دکھاتے ہوئے کہا۔

"بریوو..... مسٹر گونگے! میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے کیبن کے اندر چلا گیا۔ فیروز کا یہ فیصلہ سن کر بزرگوں کے درمیان ہیں سی پڑ گئی تھی۔ سب کے سب رفاقت علی کے پیچھے پڑ گئے تھے کہ وہ اپنے بیٹے کو یہ فیصلہ بدلنے پر مجبور کر دیں۔ ورنہ نرگس بدنام ہو جائے گی۔

رفاقت علی نے کہا۔ "بیگم! تمہیں اپنی بھانجی کی بدنامی کا بڑا خیال ہے۔ لیکن جب میری بھتیجی بدنام ہوتی رہی تو تم نے مجھے یہ طعنہ دے کر خاموش کر دیا کہ میرے بھائی کی بیٹی بدچلن ہے۔ میرے خاندان کی لڑکیاں قابل اعتماد نہیں ہیں۔ اب تم اپنے خاندان کی لڑکیوں کی بدچلنی پر ماتم کرو۔ میرے بیٹے کا فیصلہ میرا فیصلہ ہے۔"

یہ کہہ کر وہ جواب سنے بغیر اپنے کیبن میں چلا گیا۔ میں نے بھی اپنے کیبن کا دروازہ بند کر لیا اور آرام سے آکر بستر پر لیٹ گیا۔ میں شبانہ کی تقدیر بدلنا چاہتا تھا لیکن اس سلسلے میں نرگس کو بدنام نہیں کرنا چاہتا تھا۔

خود اس کی چالاکی

نے اُسے بدنام کر دیا تھا اور حالات نے اس کے نصیب جگا کر شبانہ کے نصیب سنوار دیئے تھے۔

بس بہت ہو چکا۔ اب میں اپنی زندگی میں اتنے ہنگاموں کا بھی

خواہشمند نہیں تھا کہ مجھے سونے کا بھی موقع نہ ملے۔ صبح کی دھندلی دھندلی روشنی کھڑکی کے باہر نظر آرہی تھی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کو ہدایت کی کہ دن کے گیارہ بجے میری آنکھ کھل جائے۔ اس کے بعد میں نیند کے اندھیروں میں گم ہو گیا۔

حسب ہدایت ٹھیک گیارہ بجے میری آنکھ کھل گئی۔ بستر سے اٹھ کر ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد میں نے یوگا کی مشقیں شروع کیں۔ ان کے بعد میں لباس پہن کر باہر نکلنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ باہر نکلنے سے پہلے دوستوں اور دشمنوں کے دماغ میں جھانکنا ضروری تھا تاکہ اُن کی مصروفیات کا علم ہوتا رہے۔ میں نے آرام سے برتھ پر بیٹھ کر سب سے پہلے بیل منڈو کی طرف توجہ دی۔ کیونکہ ماسٹر یوشے میرے مسئلے میں سب سے زیادہ اُلجھے پریشان کر رہا تھا۔

اس وقت بیل منڈو سمندر کے ساحل پر تنہا کھڑا ہوا تھا اور اپنے آئندہ پروگرام کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس کے آئندہ پروگرام کا تعلق بھی مجھ سے ہی تھا۔ اس وقت وہ سوچ رہا تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ آخر قاتل کا نام اور پتہ معلوم ہو ہی گیا۔ میں دوپہر کی فلائیٹ سے لاہور جاؤں گا اور شام تک اس قاتل کے رشتے داروں تک پہنچ جاؤں گا۔ واقعی یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطان سے کم نہیں ہوتے۔ پاتال میں چھپنے والے قبروں تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں ہے۔ اسی شہر میں ہے یا مجھ سے ہزاروں میل دور ہے۔ لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ سوچ کا سفر طے کرتے ہوئے لاہور اس کے رشتے داروں تک پہنچ گیا ہے۔"

بیل منڈو کی سوچ پڑھتے ہی میرا سارا سکون درہم برہم ہو گیا۔ میری نگاہوں کے سامنے نیری پھوپھی اور زرینہ کا چہرہ گھوم گیا۔ ان کے ساتھ فرزانہ اور پتوبھی تھے اور گونگا شیتل بھی تھا۔ آج شام تک ان سب پر بیل منڈو کا عتاب نازل ہونے والا تھا۔ وہ ان لوگوں سے میرا پتہ معلوم کرنے کے لئے اور میرے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے ان پر ظلم کر سکتا تھا اور ناکامی کی صورت میں انہیں اذیتیں پہنچا کر مار بھی سکتا تھا۔ اسے ناکامی اس لئے ہوتی کہ پھوپھی اور فرزانہ میرے متعلق کچھ نہیں جانتی تھیں اور نہ ہی اُسے ستاسکتی تھیں کہ میں کہاں پایا جا سکتا ہوں۔

مجھے یہ معلوم کرنا تھا کہ ماسٹر یوشے میرے لاہور کے پتے سے کس طرح واقف ہو گیا؟ اس مقصد کے لئے مجھے بیل منڈو کے دماغ سے چپکے رہنے کی ضرورت تھی۔ مگر اس سے پہلے مجھے اپنے عزیزوں کی حفاظت بھی کرنا تھی۔ یہ سوچ کر میں نے پھوپھی سے ذہنی رابطہ قائم کیا۔ اس وقت پھوپھی لاہور چھوڑ کر شاہ کوٹ جانے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ میں نے ان کے دماغ پر دستک دی تو وہ خوشی سے کھل گئیں۔ انہوں نے متفکر انہ انداز میں سوچا۔

"بیٹے! آج اتنے دنوں کے بعد پھوپھی کی یاد آئی ہے؟"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "پھوپھی جان! آپ جانتی ہیں کہ میں مصروف زندگی گزارتا ہوں۔ جب تک آپ لوگوں کی طرف سے اطمینان ہوتا ہے اس وقت تک میں بے فکری سے اپنی جدوجہد میں مصروف رہتا ہوں۔ ابھی اس لئے یاد کیا ہے کہ میرا ایک خطرناک دشمن شام تک وہاں پہنچنے والا ہے۔ وہ مجھے تلاش کر رہا ہے۔ فی الحال میں اس کے سامنے آنا نہیں چاہتا۔ اس لئے وہ آپ لوگوں کو پریشان کر کے مجھے سامنے آنے پر مجبور کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اسی وقت وہ شہر چھوڑ کر کہیں دُور چلے جائیں۔ شاہ کوٹ جانا مناسب نہیں ہے چونکہ دشمن آپ لوگوں تک پہنچ سکتا ہے وہ یہ بھی معلوم کر سکتا ہے کہ شاہ کوٹ میں میری زمینیں ہیں۔ وہ وہاں بھی پہنچ جائے گا۔"

پھوپھی نے گھبرا کر کہا۔ "بیٹا! تم خواہ مخواہ کیوں لوگوں کو دشمن بناتے پھرتے ہو۔ اب تک یہ دشمنی تمہاری ذات تک محدود تھی، اب یہ بڑھتے بڑھتے ہم تک پہنچ رہی ہے۔ مجھے اپنی جان کا ڈر نہیں ہے۔ تم خود سوچو، میرے ساتھ میری جوان بیٹی ہے اور تم نے مجھے فرزانہ جیسی جوان عورت کی پرورش بھی بنایا ہے۔ اُس کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ بھی ہے۔ میں تنہا سب کو کیسے سنبھالوں گی؟ شیتل گونگا ہے، اس سے تو بات کرتے ہوئے دہشت سی ہوتی ہے۔ ہم بڑی دیر میں ایک دوسرے کی باتیں سمجھتے ہیں۔ تمہاری کیا مدد کرے گا؟"

"پھوپھی جان! وہ بڑے کام کا آدمی ہے۔ پھر آپ خود کو تنہا کیوں سمجھتی ہیں۔ آپ یہ تو سوچئے کہ بُرے وقت میں فوراً ہی سوچ کے ذریعے مدد کے لئے قریب آجاتا ہوں۔ آپ کسی بات کی فکر نہ کریں۔ ان سب کو ساتھ لے کر اسی وقت بذریعہ کار مری چلی جائیں۔ میں بھی اسی طرف جا رہا ہوں۔ جلد ہماری ملاقات ہو گی۔ ملاقات ہونے پر تفصیلی گفتگو ہو گی۔ اس وقت مجھے اجازت دیں اور میرے مشورے پر فوراً عمل کریں۔ خدا حافظ۔"

میں نے سوچ کے ذریعے گفتگو ختم کر دی مگر چپ چاپ اُن کی باتیں سنتا رہا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ فوری طور پر میرے مشورے پر عمل کرتی ہیں یا نہیں؟ وہ عمل کر رہی تھیں کیونکہ انہیں اپنی جوان بیٹی کی بڑی فکر تھی۔ ان کی طرف سے مطمئن ہو کر میں نے اُن سے دماغی رابطہ بالکل ختم کر دیا۔ تھوڑی دیر تک میں پُرسکون بیٹھا رہا۔ پھر میں نے دوبارہ بیل منڈو کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ سمندر کے ساحل پر اس کا کوئی ماتحت اس کے قریب آتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"جناب! آپ کے سفر کا سامان باندھ دیا ہے۔ فلائیٹ کا وقت دو بجکر پچپن منٹ ہے۔"

بیل منڈو نے اس سے کہا کہ اس کے لئے کھانا لگایا جائے۔ وہ کھانے کے بعد وہاں سے روانہ ہو جائے گا۔ وہ یہ کہتا ہوا اپنی کوٹھی کی طرف جانے لگا۔ کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوا تو ایک سُریلی سی آواز اس کے دماغ سے ٹکرائی۔ اس کی سوچ کے ذریعے وہ سُریلی باتیں مجھ تک بھی پہنچنے لگیں۔

"انکل! میں بھی آپ کے ساتھ چل رہی ہوں نا؟ آپ مجھے بہلا تو نہیں رہے ہیں؟"

"نہیں بیٹے!" بیل منڈو نے جواب دیا۔ "ہم ابھی لاہور جا رہے ہیں۔ میں تمہیں اس تاریخی شہر کی سیر کراؤں گا۔ وہاں میرا ایک بہت پرانا دوست فرہاد علی تیمور رہتا ہے۔ وہ بہت عرصے سے لاپتہ ہے۔ میں تمہارے ذریعے اُسے تلاش کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ انکل! میں اُسے کیسے تلاش کر سکتی ہوں جبکہ اُسے کبھی دیکھا نہیں ہے۔"

"رُوما ڈارلنگ! تم جانتی ہو کہ اس ملک کی عورتیں پردہ نشین ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ فرہاد کے گھر کی عورتیں مجھ سے پردہ کریں۔ تم اس گھر میں جاؤ گی تو کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔ میں وہاں پہنچ کر تمہیں بتاؤں گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"نہیں انکل! ابھی بتایئے۔ آپ میری عادت جانتے ہیں کہ کوئی بات ادھوری رہ جائے تو تجسس کے مارے نہ مجھ سے کھایا جاتا ہے نہ مجھے نیند آتی ہے۔ آپ ابھی بتایئے نا۔"

بیل منڈو کے ہنسنے کی آواز آئی۔ وہ اپنی بھتیجی کو چھیڑ رہا تھا۔ "میں اپنی بیٹی کو ابھی نہیں بتاؤں گا۔ اگر تجسس پیدا ہو رہا ہے تو تم خود ہی سوچو۔ وہاں پہنچ کر اس گھر کی عورتوں سے میرے دوست فرہاد کے متعلق کیا بات کرو گی؟"

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل کے اطراف اکٹھے بیٹھ گئے۔ رُوما نے کہا۔

"اگر میں سوچنے بیٹھ گئی تو کھانے میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکوں گی۔"

"نہیں بے بی! کھانا بھی جاؤ اور سوچتی بھی جاؤ۔ ایک وقت میں جب دو کام کر سکتی ہو تو بیک وقت دو کام کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔"

وہ بیک وقت کھانے اور سوچنے لگی پھر کہنے لگی۔ "انکل! اس ملک کی عورتیں بڑی بیک ورڈ ہیں میں تو بہت ہی کم باتیں کروں گی۔ میں اُن سے کہوں گی کہ فرہاد صاحب میرے انکل کے بہت اچھے دوست ہیں۔ مجھے بتایا جائے کہ ان دونوں وہ کہاں ہیں؟ میرے انکل سے وہ کیوں نہیں ملتے؟"

بیل منڈو نے پوچھا۔ "اگر فرہاد اُسی گھر میں کہیں چھپا ہو اور وہ تمہیں نہ بتائیں تو؟"

رُوما نے حیرانی سے پوچھا۔ "انکل! جب وہ آپ کا دوست ہے تو وہ آپ سے اور مجھ سے کیوں چھپے گا؟"

"رُوما! تمہیں میرے کاروبار کے متعلق کسی حد تک علم ہے۔ تم یہ بھی جانتی ہو کہ دوستوں سے میرا تحفظ لین دین ہوتا رہتا ہے۔ اسی لین دین کے سلسلے میں فرہاد نے میرے پچاس ہزار روپے رکھ لئے ہیں اور مجھ سے چھپتا پھر رہا ہے۔"

"اوہ انکل! تب تو آپ ضرور کوئی ہنگامہ کریں گے۔ آپ کاروبار میں بے ایمانی کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کرتے ہیں۔ اگر وہاں بہت زیادہ گڑبڑ ہو گی تو میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"بے بی! بیل منڈو ایک آہنی قلعہ ہے۔ جب تک تم اس قلعے میں پناہ لے رہی ہو کوئی تمہیں آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ سیکڑوں مرد اور عورتیں میرے ماتحت کام کرتے ہیں۔ میں ان میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔ تمہیں اس لئے لے جا رہا ہوں کہ تم ایک عرصے سے لاہور، پنڈی، اسلام آباد اور مری کی سیر کرنے کی ضد کر رہی ہو۔ تمہاری یہ ضد بھی پوری ہو جائے گی۔ میرا کام بھی بن جائے گا۔ کام بہت معمولی سا ہے۔ تمہیں فرہاد کے گھر میں پہنچ کر فرہاد کے متعلق گفتگو کرتے وقت یہ خواہش ظاہر کرنی ہے کہ تم ان کی کوٹھی کو اندر سے دیکھنا چاہتی ہو۔ جب تمہیں دیکھنے کا موقع ملے تو تم وہاں کے ایک ایک کمرے اور کوریڈور کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا کہ کون سا راستہ کس کمرے کی طرف جاتا ہے اور کھڑکی دروازے کس طرف کھلتے ہیں۔ تمہاری یادداشت بہت اچھی ہے۔ جب تم مجھے تمام تفصیلات بتا دو گی تو پھر میں اپنی تدبیر سے فرہاد تک پہنچ جاؤں گا۔ دوسرے دن میرے ماتحت بھی وہاں پہنچ جائیں گے۔ میرا ایک باڈی گارڈ تمہیں وہاں کی سیر کرائے گا اور میں اپنا کام کرتا رہوں گا۔"

وہ دونوں کھانے کے دوران گفتگو کرتے رہے۔ مجھے اس کی کسی بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کیونکہ میں نے اپنے گھر والوں کو پہلے ہی ہلاک ہٹا دیا تھا۔ میں مسلسل اس کے ذہن میں جھانک کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ماسٹر یوشے کو میرا نام اور لاہور کا پتہ کیسے معلوم ہوا۔ بیل منڈو سے میرا رابطہ قائم رکھنے کی خاطر میں اپنے کیبن سے باہر نہیں نکل سکا۔ دو گھنٹے پچپن منٹ کے بعد جب وہ لاہور جانے والے طیارے میں پہنچ کر آرام سے بیٹھ گئے تو ماسٹر یوشے نے اس کے دماغ پر دستک دی۔

"ہیلو بیل منڈو! اس وقت تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو؟"

بیل منڈو کی سوچ نے کہا۔ "اس وقت میں طیارے میں بیٹھا ہوں اور تمہارے شیطانی حکم کی تعمیل کے لئے لاہور جا رہا ہوں۔ میں رُوما اور مامیرے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے۔ میں ایک بار پھر تم سے کہتا ہوں کہ تم سے سخت نفرت ہے۔ اگر زندگی کے کسی موڑ پر تم میرے ہتھے چڑھ گئے تو میں تمہیں ایسی اذیتیں دے کر ماروں گا کہ دیکھنے والے لرز جائیں۔"

ماسٹر یوشے کے ہنسنے کی آواز سُنائی دی۔ "بیل منڈو! میں تجھے اپنا غلام بناتا ہوں، وہ پہلے اسی طرح جھنجھلا کر چیلنج کرتے ہیں۔ فرہاد کی ذہانت اور چالاکیاں بتا رہی ہیں کہ وہ بھی تمہاری طرح ایک انوکھا ہے۔ ایک دن وہ بھی تمہاری طرح میرا آلۂ کار بن جائے گا۔"

اس کی باتیں سُن کر میں نے سوچا کہ بیل منڈو کی سوچ کے ذریعے میں یہ معلوم کروں کہ ماسٹر یوشے کو میرا نام و پتہ کیسے معلوم ہو گیا۔ یہ کوئی جلد بازی میرے لئے مصیبتیں کھڑی کر سکتی تھی۔ مجھے بیل منڈو کی سوچ کے ذریعے بھی کچھ نہیں کہنا چاہیئے تھا۔ ورنہ وہ نادیدہ شیطان اپنی کسی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھ تک پہنچ جاتا۔

میں بڑے صبر سے اُن کی باتیں سُنتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اتفاق سے بیل منڈو نے وہی سوال کیا جو میرے ذہن میں تھا۔ کیونکہ اس کے ذہن میں بھی تجسس تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کن ذرائع سے خبروں تک پہنچتے ہیں؟

ماسٹر یوشے نے اس سے کہا۔ "تم یہ پوچھ کر کیا کرو گے؟ معلومات کے ذرائع انوکھے ہوتے ہیں۔"

بیل منڈو نے جواب دیا۔ "میں اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا تو سنو! واجد نامی ایک شخص انٹیلی جنس میں ملازمت کرتا تھا۔ ملازمت سے برخاست کر دیئے جانے کے بعد اُس نے میرے مقبوضہ کے مطابق انٹیلی جنس کے ایک آفیسر کے سامنے جا کر اپنے سلام کیا۔ ہی اُس آفیسر نے سلام کا جواب دیا۔ میں اس کے بھیجے کے ذریعے اس سوچ کے لہجے تک پہنچ گیا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح دوسروں دماغ تک پہنچتے ہیں، میں تم جیسے اناڑیوں کو نہیں بتا سکتا۔ بس اتنا کہ میں نے اس آفیسر کو اپنا آلۂ کار بنا لیا۔ میں نے تمہاری طرح اسے

وہ ہکا بکا چپ چاپ اس کی سوچ کے ذریعے معلومات حاصل کرتا رہا۔ اس نے مجھے بتایا کہ لاہور کے انٹیلی جنس کا ایک ڈائریکٹر جنرل سعید احمد اس کا دوست فرہاد علی کے ساتھ کراچی آیا ہوا ہے۔ وہاں انٹیلی جنس کے ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس کی کوٹھی پر ایک غیر ملکی ایجنٹ دھرم ویر (ہندو گائیڈ) ٹھہرا ہوا ہے۔ وہ اسٹوڈنٹ ویزا پر آیا ہوا ہے۔ وہ ایک خطرناک شخص ہے چند اہم کاغذات کا سودا کر رہا تھا۔ ڈائریکٹر جنرل نے فرہاد علی کی مدد سے وہ اہم کاغذات حاصل کر لئے ہیں۔ گرفتار ہونے کے بعد جو بیان دے چکا تھا اس کے مطابق اسٹوفر اپنے ملکی جاسوس سمجھا گیا۔ ڈائریکٹر جنرل اور فرہاد علی اسٹوفر کے پھندے کے لئے کراچی پہنچ گئے ہیں۔ میں نے اس آفیسر کی سوچ کے ذریعے اُسے اس بات پر راضی کیا کہ وہ ڈائریکٹر جنرل سعید احمد سے ملاقات کرے۔ وہ ملاقات کے لئے گیا تو پتہ چلا کہ سعید احمد کسی کو کچھ بتائے بغیر اچانک ہی لاپتہ ہو گیا ہے۔ اس کی گمشدگی سے انٹیلی جنس کے سبھی افسر پریشان ہو گئے۔ اسے تلاش کرنے کے لئے انہوں نے لاہور کے ہوائی اڈوں سے رابطہ قائم کیا۔ میں بھی اس رابطے سے منسلک تھا۔ اس کے ذریعے میں لاہور کے انٹیلی جنس کے ایک آفیسر کے ذہن تک پہنچ گیا۔ اس آفیسر کے ذریعے بڑی آسانی سے یہ معلوم ہو گیا کہ وہاں سعید احمد اور فرہاد علی کی رہائش کہاں ہے۔ سعید احمد کو تو انٹیلی جنس والے تلاش کر ہی لیں گے جب بھی وہ ملے گا میں اس کے دوسرے آفیسروں کے ذہن تک پہنچ جاؤں گا۔ لیکن اس تمام ہنگامے میں فرہاد علی کی شخصیت بہت اہم اور خطرناک ہے۔ سمندر کے کنارے ایک کاٹیج میں رہتا ہے۔ میرے بھیجے ہوئے دو آدمیوں کا جو حشر کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ غیر معمولی طور پر چالاک اور خطرناک ہے۔ اس کے متعلق اور بات اور معلوم ہوئی کہ وہ گونگا ہے۔"

بیل منڈو کی سوچ نے کہا۔ "یہ مجھے آج معلوم ہوا کہ گونگے اتنے ہوتے ہیں اور تمہارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطان کو اپنی بات سمجھا دیتے ہیں۔"

ماسٹر یوشے کی ہنستی ہوئی سوچ نے کہا۔ "غصے میں تمہاری گالیاں بھی بڑی لگتی ہیں ـــ بیٹے! جلنا کڑھنا چھوڑ دو اور نہایت شرافت سے غلام کی طرح میرے کام آتے رہو۔ ورنہ اسی طیارے میں واپس بھیج کر اُلٹا کر رکھ دوں گا۔"

بیل منڈو کی سوچ نے کہا۔ "سؤر کے بچے! تم مجھے پریشان کرنے کے لئے زور میں تمہارے مشن پر جا رہا ہوں۔ اگر تم نے ذرا بھی گڑبڑ کی تو تمہارے ہی کام میں رکاوٹیں پیدا ہوں گی۔"

بیل منڈو کی سوچ کے ذریعے ماسٹر یوشے کا ایک طویل قہقہہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں اپنے غلاموں سے کام نکالنے کے طریقے خوب جانتا ہوں۔ بیوقوف! تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اپنی بھتیجی رُوما کو ساتھ لے جا کر فرہاد کو ختم کرنے کے لئے اپنی مرضی سے ساتھ لے جا رہے ہو۔ نہیں ـــ اصل بات یہ ہے کہ میں تمہاری سوچ کے ذریعے کل سے تمہیں قائل کر رہا ہوں کہ اس مشن میں رُوما کو بھی ساتھ لے جانا چاہیئے۔ تم اس کی سیر و تفریح کے لئے اور اس مشن میں اس سے معمولی سا کام لینے کے لئے جو کچھ بھی سوچ رہے تھے۔ وہ دراصل میری سوچ تھی۔ میں چاہتا تھا کہ تمہارے جیسے ضدی اور پاگل کے ساتھ تمہاری ایک مکڑی بھی ہونی چاہیئے۔ تم رُوما کو اپنی بیٹی کی طرح عزیز رکھتے ہو۔ اب اس مشن کے دوران تم نے ذرا بھی اکڑنے کی کوشش کی تو میں تمہارے سامنے تمہاری حسین بھتیجی کو ننگی کر کے اپنی بوٹیاں نوچنے پر مجبور کر دوں گا۔"

یہ سُنتے ہی بیل منڈو شدید غصے میں آپے سے باہر ہو گیا اور چیخ چیخ کر ماسٹر یوشے کو گالیاں دینے لگا۔ طیارے کے تمام مسافر چونک کر حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔ رُوما پریشان ہو کر اسے جھنجوڑنے لگی۔

"انکل ـــ انکل! کیا ہو گیا ہے آپ کو۔ ہوش میں آیئے ـــ"

اس کے سمجھانے کے دوران ایئر ہوسٹس اور اسٹیوارڈ اس کے قریب آ گئے۔ اس وقت تک بیل منڈو ہوش میں آ گیا تھا کہ وہ ماسٹر یوشے کے سامنے نہیں، طیارے میں بیٹھا ہوا ہے۔ اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ رُوما معذرت چاہتے ہوئے ایئر ہوسٹس سے کہہ رہی تھی کہ اس کے انکل کو کبھی کبھی ایسا دورہ پڑتا ہے لیکن پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ اب یہ بالکل ٹھیک ہیں۔ ایئر ہوسٹس وغیرہ بیل منڈو سے پوچھنے لگیں کہ اسے پُرسکون رہنے کے لئے کسی چیز کی ضرورت ہے تو وہ طلب کرے۔

میں نے اُس سے ذہنی رابطہ ختم کر دیا۔ تمام معلومات مجھے حاصل ہو چکی تھیں۔ میں نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ ماسٹر یوشے کس طرح بیل منڈو جیسے ضدی اور خطرناک انسان کو کٹھ پتلی کی طرح نچا رہا ہے۔ اس کا حشر دیکھ کر میں سوچ رہا تھا کہ اگر کبھی میں ماسٹر یوشے کے ہتھے چڑھ گیا تو میری کیسا حالت ہو گی۔ میں اس قدر باصلاحیت ہونے کے باوجود اسی طرح اس کا آلۂ کار بن جاؤں گا۔ اب میرے لئے دانشمندی یہی تھی کہ اس سے ہر ممکن طریقے سے دُور رہوں۔ اس کے جتنے آلۂ کار اس ملک میں ہیں اُن کے سامنے بھی نہ جاؤں۔ اگر کبھی سامنا ہو جائے تو انہیں ہمیشہ کے لئے ختم کر دوں۔

ماسٹر یوشے اور بیل منڈو کا طریقۂ کار معلوم ہونے کے بعد میں کیبن سے باہر آ گیا۔ مجھے زور کی بھوک لگ رہی تھی۔ باہر آنے کے بعد ایئر کنڈیشنڈ کوچ کی راہداری کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دبیز چہل پہل نظر آئی۔ بیشمار سانپ لہرا رہے تھے۔ شہانہ، جمشید اور فیروز کے قہقہے کبھی کبھی سنائی دے رہے تھے۔ شبانہ اُن کے ساتھ تھی۔ گو خوش ہونے کے باوجود زیادہ ہنس بول نہیں رہی تھی کیونکہ فیروز کی امی نرگس اور اُس کے والدین آتے جاتے اُسے گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ جب میں کیبن سے باہر آیا تو فیروز نے مجھے مسکرا کر دیکھا۔ لیکن دوستانہ انداز میں مخاطب

نہیں کیا۔ میں نے اُس پر احسان کیا تھا لیکن اس کے خاندان کی ایک لڑکی کے ساتھ رات بھی گزاری تھی میں اُس کے بزرگوں کے سامنے گنہگار تھا۔ اس لئے وہ مجھ سے بات نہیں کرسکتا تھا۔ ٹرین رُکنے کے بعد میں بوفے کار میں چلا گیا۔ وہاں میں اطمینان سے کھانا کھاتا رہا اور سوچتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد نرگس کا باپ وہاں پہنچ گیا۔ اُس نے میرے قریب ایک کُرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"تم کہاں جارہے ہو؟"

میں خالی خالی نظروں سے اسے تکنے لگا۔ تب اسے یاد آگیا کہ میں گونگا ہوں۔ اُس نے اشارے سے اپنا سوال دُہرایا۔ میں نے ریل کا ٹکٹ نکال کر اُسے دکھا دیا۔ وہ ٹکٹ پڑھنے کے بعد غصّے سے اُسے میری طرف پھینکتے ہوئے سوچنے لگا۔

"یہ کمبخت تو ہمارے ساتھ پنڈی تک جائے گا۔ میں تو اسے بھگانے آیا تھا کہ ہمارا پیچھا چھوڑ دے۔ اس کی موجودگی میری بیٹی کی بدنامی کے داغ کو اور گہرا کررہی ہے۔ کسی طرح یہ نظروں سے دُور ہوجاتا تو میں فیروز کو تنہائی میں اچھی طرح سمجھا دیتا کہ یہ گونگا ایک بے زبان انسان تھا میری بیٹی اس کے پاس جانے کے باوجود پاکباز اور معصوم ہے۔ مگر یہ کمبخت سر پر مسلط ہوگیا ہے۔ دراصل میں اس بات سے ڈر رہا ہوں کہ اس کی موجودگی میں نرگس پھر نہ بہک جائے۔ وہ نادان لڑکی ہے۔ جب وہ دیکھے گی کہ وہ واقعی فیروز کو ہار چکی ہے تو وہ اپنے اس من پسند گونگے کو اپنانے کی ضد کرے گی۔ وہ اتنی لاڈلی اور ضدی ہے کہ اس کی ہر ضد پر آخرکار ہمیں جُھکنا ہی پڑتا ہے۔ خدا کرے کہ یہ گونگا چلتی ٹرین سے گر کر مر جائے۔۔۔۔"

وہ میرے خلاف سوچتا رہا اور میں اطمینان سے لقمے چباتا رہا۔ وہ گونگے اشاروں میں بات نہیں کرسکتا تھا اور اپنے دل کی بات مجھے سمجھا نہیں سکتا تھا اس لئے جھنجلا کر وہاں سے چلا گیا۔ میں کھانے کے بعد سگریٹ سُلگا کر اس کے کش لگانے لگا۔ میرے دماغ میں اچانک ہی یہ بات آئی کہ مجھے رفاقت علی کے ذہن میں جھانک کر شبانہ کے مستقبل کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہیئے۔ کھانے کے بعد میرے نے چائے لاکر رکھ دی۔ میں گرما گرم چائے کے گھونٹ لیکر رفاقت علی کی سوچ کو پڑھنے لگا۔

وہ اپنے کیبن کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔۔۔ اور اُس کی بیگم عادت کے مطابق اُس سے اُلجھ رہی تھی اور اُسے قائل کرنے کی کوشش کررہی تھی کہ نرگس پاکباز ہے اور اس سے اچھی بہو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی۔ رفاقت علی بے بیزار ہوکر کہہ رہا۔

"بیگم! اگر تم نرگس کو بہو بنانا ہی چاہتی ہو تو اُس کے ماں باپ سے کہو کہ ابھی وہ سال دو سال تک انتظار کریں۔ ابھی میں شبانہ کو اپنی بہو بناؤں گا۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ مجھے پنڈی والی کوٹھی اور زلیخا کی جائیداد حاصل کرنی ہے۔ جب یہ سب کچھ ہمیں مل جائے گا اور فیروز دوسری شادی کرنے کے لئے راضی ہوجائے گا تو تم اُس کی اپنی بہو بنا لینا۔"

بیگم نے چڑ کر کہا۔ "میری بھانجی کسی سوکن پر نہیں جائے گی۔ میں نہیں آنا کہ آپ کتنی دولت جمع کرنا چاہتے ہیں۔ زلیخا بہت بیمار ہے۔ وہ اپنی جائیداد اپنے بیٹے عامر کے نام کرے گی۔"

"اگر عامر اس دُنیا میں نہیں رہے گا تو کیا وہ جائیداد شبانہ کو نہیں ملے گی؟"

بیگم نے حیرانی سے پوچھا۔ "آخر آپ کرنا کیا چاہتے ہیں؟"

"ابھی خود میری سمجھ میں نہیں آیا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میں یہ سوچ رکھا ہے کہ اس دُنیا میں عامر صرف تھوڑے دنوں کے لئے رہے گا۔"

رفاقت علی کی باتیں سُن کر مجھے یاد آیا کہ وہ پہلے بھی عامر کے خلاف ایسی بات کہہ چکا ہے۔ وہ اس بچّے کو کسی نہ کسی طرح اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔ میں فوراً ہی اُس کے ذہن کو گُریدنے لگا۔ آخر وہ کس طریقے سے عامر کو ختم کرنا چاہتا ہے؟ بہت دیر تک اس کے ذہن میں جھانکنے کے باوجود مجھے معلوم نہ ہوسکا کیونکہ خود اُس نے کوئی تدبیر ابھی تک نہیں سوچی تھی۔

پچھلی رات میں حالات کو شبانہ کے موافق دیکھ کر مطمئن ہوگیا تھا کہ اب اس کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں آئیں گے کیونکہ اُس نے پھر سے محبوب کو پالیا تھا۔ لیکن اب پھر مجھے شبانہ کی آنکھیں روتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ ایک مُردہ بچّے کو جنم دینے کے بعد جب عورت کی گود خالی ہوجاتی ہے تو وہ کسی دوسرے بچّے کو گود لے کر اس کی کمی کو پورا کرلیتی ہے پھر عامر تو اس کا سگا بھائی تھا۔ وہ اُسے بیک وقت بہن اور ماں کی طرح پیار دینا چاہتی تھی۔ میں سمجھا تھا کہ یہاں میرا کام ختم ہوچکا ہے۔ میں پنڈی پہنچنے ہی مری کی طرف چلا جاؤں گا۔ لیکن اب مجھے عامر کو خطرے میں چھوڑ کر نہیں جاسکتا تھا۔

میں نے فیروز کے ذہن کو کُرید کر دیکھا کہ وہ پوری صداقت سے شبانہ کو پیار کرتا ہے یا نہیں؟ وہ اپنے کیبن میں تنہا بیٹھا ہوا شبانہ کے متعلق ہی سوچ رہا تھا اور بڑے محبت بھرے انداز میں اُسے یاد کررہا تھا۔ میں نے اُس کی سوچ میں پوچھا۔

"کیا واقعی میں دِل وجان سے دوبارہ شبانہ کو چاہنے لگا ہوں؟"

اُس کی مثبت سوچ نے کہا۔ "ہاں میں اُسے دل وجان سے چاہتا ہوں۔ پچھلے دنوں جو ظلم میں نے اُس پر کئے ہیں ان کی تلافی کرتے ہوئے محبت اور شدید ہوتی جارہی ہے۔"

میں نے اس کی منفی سوچ میں کہا۔ "مگر وہ تو پرائی ہوچکی ہے۔ اُس کی جوانی سے بار بار کھیل چکا ہوں۔ اب اس میں کیا جاذبیت رہ گئی ہے؟ مجھے شبانہ سے اچھی کنواری اور اچھوتی لڑکیاں مل جائیں گی۔"

"میں کنواری اور اچھوتی لڑکیوں کو دُور سے سلام کرتا ہوں۔ اگر کل رات کی چوری نہ پکڑ لیتا تو ہمیشہ اسے کنواری اور اچھوتی سمجھ کر فریب کھاتا رہتا۔ اس نادان زمانے میں یہ یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ جو نگینہ ہمارے ہاتھ آیا ہے وہ پہلے کسی دوسرے کی انگوٹھی میں نہیں سجا تھا۔ یا تو ہمیں اپنی عورتوں کے کنوارے پن کا حساب نہیں کرنا چاہیئے۔ صرف اس کے حال اور مستقبل کی وفاداری دیکھنا چاہیئے یا پھر ایسی عورت کا انتخاب کرنا چاہیئے جس کی معصومیت پر پارسائی کو اس کے بچپن سے اور اس کی شروع جوانی سے دیکھتے اور سمجھتے رہے ہوں ــــ ایسی شبانہ ہے جس کے متعلق میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ نگینہ صرف میری انگوٹھی میں سجا ہے اور آئندہ بھی وہ میرے سوا کسی دوسرے کا مُنہ نہیں دیکھے گی۔ اب میں کبھی شبانہ کے متعلق غلط اندیشے نہیں سوچوں گا۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "مگر میرے ڈیڈی پورے خلوص سے شبانہ کو اپنی بہو نہیں بنانا چاہتے۔ اُن کی نظر صرف اپنی بیوہ بھابھی کی جائداد پر ہے۔"

"ہاں۔ میں جانتا ہوں کہ ڈیڈی کتنے لالچی ہیں مگر میں تو نہیں ہوں۔ لالچ نے مجھے شبانہ کو دوبارہ حاصل کرنے کا موقع دیا ہے۔"

"مگر۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اپنی بیوہ بھابھی کی جائیداد حاصل کرنے کے لئے تجھے عامر کو ہمیشہ کے لئے اپنے راستے سے ہٹا دیں۔"

وہ پریشان ہوکر بولا۔ "نان سنس۔ یہ کیسی باتیں میرے دماغ میں آرہی ہیں۔ میں اپنے ڈیڈی کے متعلق کیسی گری ہوئی باتیں سوچ رہا ہوں۔ وہ اتنے لالچی نہیں ہیں کہ دولت کی خاطر ایک بچّے کی جان کے دشمن بن جائیں۔ مجھے ایسی بات سوچنا بھی نہیں چاہیئے۔"

فیروز کے خیالات پڑھ کر مجھے دو باتوں کا علم ہوا۔ ایک تو یہ کہ شبانہ کو صدق دل سے چاہنے لگا ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ اپنے باپ کو کسی قدر لالچی سمجھتا ہے لیکن اُس کے متعلق اتنی دُور تک نہیں سوچتا کہ وہ دولت کے لالچ میں ایک بچّے کا قاتل بھی بن سکتا ہے۔"

میں فیروز پر اس کے باپ کی اصلیت اس وقت تک ثابت نہیں کرسکتا تھا جب تک کہ اس کے خلاف کوئی عملی ثبوت نہ پیش کردوں۔ اس مقصد کے لئے میں نے دوبارہ رفاقت علی سے سوچ کا رابطہ قائم کیا۔ اس وقت بیگم صاحبہ موجود نہیں تھیں۔ وہ تنہا بیٹھا منصوبے بنا رہا تھا۔ مگر کوئی منصوبہ اُسے قابل عمل نظر نہیں آرہا تھا۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔

"میں تنہا کچھ نہیں کرسکوں گا۔ اس سلسلے میں مجھے اپنے بیٹے کو اپنا رازدار بنانا چاہیئے۔"

اس کی منفی سوچ نے کہا۔ "نہیں نہیں ــــ یہ تو اور بھی احمقانہ خیال ہے۔ اوّل تو مجھے بیگم کو بھی اپنا رازدار نہیں بنانا چاہیئے تھا۔ میں نے غلطی سے سامنے دو تین بار عامر کو راستے سے ہٹانے کی بات کرچکا ہوں۔ عورت ہے پیٹ کی ہلکی ہے۔ اگر میں نے نرگس کو اپنی بہو نہیں بنایا تو ہوسکتا ہے وہ کب اور کہاں اُلٹی سیدھی بکواس شروع کردے گی۔ اسی لئے میں اُسے جھوٹی تسلیاں دے رہا ہوں کہ شبانہ کو اپنی بہو بنا کر اُس کی ماں کی تمام جائیداد حاصل کرنے کے بعد ہم نرگس کو اپنی بہو بنائیں گے۔ بیگم کو اپنے کنٹرول میں رکھنے کے لئے معلوم نہیں اور کتنے اُلٹے سیدھے وعدے کرنے ہوں گے۔ اب میں فیروز کو اپنا رازدار بنا کر مزید حماقت نہیں کرنا چاہتا۔ وہ ایک جذباتی نوجوان ہے۔ نرگس کی بے حیائی نے اس کے ذہن میں شبانہ کی محبت کا سکّہ دوبارہ جما دیا ہے۔ ابھی شبانہ کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ وہ عامر کے خلاف نہ تو کوئی قدم اُٹھائے گا اور نہ ہی مجھے اُٹھانے دے گا۔ یہ آجکل کے لڑکے کسی لڑکی کے پیار میں بن کر اس پر ذرا غور نہیں کرتے کہ عورت سے زیادہ دولت اہم ہوتی ہے۔ کیونکہ دولت ہو تو کتنی ہی عورتوں کو خریدا جاسکتا ہے لیکن ایک عورت ہو تو کتنی ہی دولت کو خرچ کرکے بیٹھا جاتی ہے ــــ نہیں میں اس جذباتی لڑکے کو اپنا رازدار نہیں بناؤں گا۔"

رفاقت علی کے خیالات پڑھ کر مجھے مایوسی ہوئی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو رازدار بنائے۔ اس طرح فیروز کو اپنے باپ کی اصلیت معلوم ہوجاتی۔ لیکن وہ بوڑھا بہت چالاک تھا۔ اپنے بیٹے پر بھروسہ نہیں کررہا تھا۔ اب میرے پاس یہی ایک راستہ رہ گیا کہ میں وقتاً فوقتاً اس بوڑھے مکّار کے خیالات کو پڑھتا رہوں۔ جب بھی وہ کوئی مکمل منصوبہ بنائے گا تو میں اُس کے منصوبے پر پانی پھیر دوں گا۔ اس وقت میں خاموش ہوکر بیٹھ گیا۔

رات کو پنڈی پہنچنے کے بعد ان لوگوں کا ساتھ مجھ سے چھوٹ گیا۔ مجھے کسی اچھے ہوٹل کا کمرہ کرائے پر حاصل کرنا تھا۔ میں ان سے الگ ہوکر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک ہوٹل کی طرف جارہا تھا اور خیالی رابطے کے ذریعے یہ معلوم کررہا تھا کہ رفاقت علی اپنے قافلے کے ساتھ کہاں جارہا ہے؟

وہ پورا خاندان زلیخا کی کوٹھی میں پہنچا تھا۔ مجھے اس کوٹھی کا پتہ معلوم ہوگیا تھا۔ میں اطمینان سے ایک ہوٹل میں پہنچا اور وہاں رات گزارنے لگا۔ میرے دن اور رات سکون سے نہیں گزرتے۔ مجھے توقع تھی کہ اس رات بھی میں کسی ناگہانی ہنگامے میں اُلجھ جاؤں گا۔ مگر تقدیر نے مجھے آرام سے سونے کا موقع دے رہی تھی اس لئے میں دروازے کو اندر سے بند کرکے اطمینان سے سوگیا۔

دوسرے دن میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر زلیخا کی کوٹھی کے سامنے سے گزرتا ہوا مری کی طرف روانہ ہوگیا۔ رفاقت علی کے خیالات پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ اس کوٹھی میں صرف خاندانی جھگڑے ہیں جو ٹرین میں میری وجہ سے شروع ہوئے تھے۔ باقی عامر اور شبانہ ابھی خیریت سے تھے۔ رفاقت علی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ نخلے عامر کے خلاف ایسا کون سا تدبیر اُٹھائے کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یعنی ان پر کوئی الزام

نہ آئے۔ چونکہ رفاقت علی کے ذہن میں کوئی منصوبہ مکمل نہیں ہوا تھا اس لئے میں چند گھنٹوں کے لئے عامر کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔ میں نے سوچا تھا کہ مری پہنچ کر فرزانہ سے ملاقات کروں گا اور جلد ہی واپس چلا آؤں گا تاکہ عامر کی حفاظت کے لئے اس کے قریب رہ سکوں۔

میں نے خیالی رابطے سے معلوم کر لیا تھا کہ پھوپھی پورے خاندان کے ساتھ مال روڈ کے قریب ایک کاٹیج میں ٹھہری ہوئی ہیں۔ ان کا پتہ معلوم کرنے کے بعد میں فرزانہ کے متعلق سوچنے لگا۔ اس کے ساتھ گزارے ہوئے دن رات مجھے شدت سے یاد آ رہے تھے۔ میں اُس کے ذہن میں جھانک کر یہ معلوم کرنے لگا کہ وہ مجھے کس طرح یاد کرتی ہے۔

اس کی یادوں اور سوچوں کا مرکز اس کا بیٹا پیتو تھا۔ وہی اس کی دُنیا اور وہی اس کی زندگی تھا۔ میں نے اُس کے بیٹے کو خطرناک دشمنوں سے بچایا تھا اسی لئے وہ متاثر ہو کر میری تنہائیوں کی شریک بن گئی تھی۔ پھر کراچی پہنچ کر میں نے خط کے ذریعے اُسے مشورہ دیا تھا کہ وہ اتنی لمبی عمر تنہا نہ گزارے۔ کم از کم پیتو کی خاطر کسی شریف آدمی سے شادی کر لے۔ اُس وقت وہ اسی بنیاد پر سوچ رہی تھی۔

"میں جذبات میں اندھی ہو گئی تھی۔ مجھ سے بڑی بھول ہوئی کہ میں نے فراد کو اپنی تمام عمر کا ساتھی سمجھ لیا۔ اُس کی پھوپھی اور زرینہ سے بھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ وقت کی طرح کہیں نہیں ٹھہرتا۔ میں ٹھہرا ہوا تالاب ہوں اور وہ بہتا ہوا دریا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اتنی لمبی عمر میں تنہا نہیں گزار سکوں گی۔ اگر پیتو نہ ہوتا تو شاید گزار بھی لیتی۔ بار بار یہی خیال آتا ہے کہ مجھے اپنے بیٹے کی خاطر کسی معقول آدمی سے شادی کر لینی چاہیئے۔ مگر وہ آدمی فرہاد کی طرح بے باک اور دلیر ہو" اور اتنا فراخدل ہو کہ میرے بیٹے کو سوتیلا نہ سمجھے۔ مگر ایسا آدمی کہاں ملے گا؟"

اُس نے خود ہی سوال کیا اور خود ہی جواب دینے لگی۔

"ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے۔ اب تک کتنے ہی لوگ مجھے پسندیدگی کی نظروں سے دیکھ چکے ہیں۔ دراصل میں نے ہی توجہ نہیں دی اور ایک معقول انسان کو پرکھنے کی کوشش نہیں کی۔ پرکھنے اور سمجھنے سے کوئی نہ کوئی میرے اور میرے بیٹے کا محافظ مل ہی جائے گا۔"

میں کاٹیج کے قریب پہنچنے ہی والا تھا۔ اس کے خیالات پڑھتے ہی میں نے فوراً ٹیکسی رُکوا دی اور ڈرائیور سے کہا کہ پنڈی واپس چلو۔ ڈرائیور بلیٹ کر حیرانی سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے بہانہ کیا کہ میں اپنا ایک چھوٹا سا بیگ ہوٹل میں بھول آیا ہوں۔ ڈرائیور کو جلد ہی واپسی کی سواری مل گئی تھی اس لئے وہ پنڈی کی طرف مڑ گیا۔

میں نے فرزانہ سے ملاقات کئے بغیر واپس جانے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ حالات کے عین مطابق تھا۔ کیونکہ وہ از سرِ نو کسی معقول شخص کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے متعلق سنجیدگی سے سوچ رہی تھی۔ اگر میں اچانک اس کے سامنے پہنچ جاتا تو اُس کی یہ سنجیدگی برقرار نہ رہتی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ مجھے پانے کی تمنا کرتی۔ اُس کی اور پیتو کی بہتری کے لئے فی الحال اس سے دُور رہنا ہی مناسب تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اُس کے دماغ میں ایک نئی زندگی گزارنے کا خیال پکتا رہے اور وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو جائے۔ اُس کی بھلائی کی خاطر میں نے پھوپھی اور زرینہ سے بھی ملاقات نہیں کی تھی۔

واپسی میں میں پھر زلیخا کی کوٹھی کے سامنے سے گزرا اور وہاں سے رفاقت علی کے خیال کو پڑھتا چلا گیا۔ وہ شیخ صاحب کے ساتھ شطرنج کھیل رہا تھا اور شیخ صاحب کے ایک مُہرے کو پیٹنے کے متعلق یُوں سوچ رہا تھا جیسے اس مُہرے کی جگہ خنجا عامر کھڑا ہو۔ مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ صاحب کی چال نے اس کے منصوبے کو بدل دیا۔ میں نے اسی ہوٹل میں پہنچ کر ٹیکسی ڈرائیور کو رخصت کر دیا اور وہاں پھر ایک کمرہ کرائے پر لیکر شام کی تفریح کا پروگرام بنانے لگا۔

دوپہر کو کھانے کا وقت ہوا تو ڈائننگ ہال میں جانے سے پہلے میں نے پھر ایک بار رفاقت علی کی سوچ کو پڑھا۔ اور پڑھتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دماغ میں منصوبہ مکمل ہو گیا تھا اور وہ اس پر عمل کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت کوٹھی کے بیشتر افراد شاپنگ کے لئے گئے ہوئے تھے۔ فیروز، شبانہ کو اپنے ساتھ کہیں لے گیا تھا۔ وہاں صرف زلیخا اپنے بیٹے کے ساتھ رہ گئی تھی۔ رفاقت علی سب کی موجودگی میں باہر گیا تھا۔ لیکن واپسی میں تنہا پٹرول سے بھرا ٹین خرید کر لا رہا تھا تاکہ کوٹھی میں آگ لگا دے۔ اور اس طرح آگ لگائے گئے زلیخا کو عامر کے ساتھ وہاں سے نکلنے کا موقع دے۔

میں تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل سے باہر جانے لگا تاکہ فوراً ہی کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں پہنچ سکوں۔ لیکن باہر پہنچا تو ایک بھی ٹیکسی یا ٹیکسی نظر نہیں آئی اور رفاقت علی کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ پٹرول کا ٹین لئے کوٹھی کے نزدیک پہنچ چکا ہے۔ وہ کوٹھی وہاں سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر تھی۔ میں پاگلوں کی طرح دوڑ لگاتا تب بھی وقت پر پہنچ کر عامر اور زلیخا کو نہیں بچا سکتا تھا۔

اچانک ہی مجھے ہوش آیا کہ میں بدحواسی میں ایک اہم چیز کو بھول رہا ہوں۔ میں فوراً ہی دوڑتا ہوا واپس ہوٹل کے کمرے میں گیا۔ کمرے میں پہنچ کر میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا اور تمام کپڑے اُتار دیئے۔ پھر سوٹ کیس کھول کر ایمنی فائر لوشن کی شیشی نکالی اور اپنے بدن پر اس لوشن کی مالش کرنے لگا۔ بڑی تیزی سے یہ کام کرنے کے بعد میں نے دوبارہ کپڑے پہنے۔ شیشی کو جیب میں رکھا اور کمرے سے نکل کر دوڑتا ہوا ہوٹل سے باہر آ گیا۔ ارادے نیک ہوں تو خدا مدد گار بن جاتا ہے۔ اتفاق سے اسی وقت ایک ٹیکسی ہوٹل کے سامنے آ کر رُکی۔ میں ٹیکسی کا اگلا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے کہا۔

"نہیں صاحب! ابھی ہم کہیں نہیں جائے گا۔"

میں نے فوراً ہی جیب سے پچاس کا نوٹ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔

"ہاں صاحب! اِدھر ہی جائے گا۔"

اُس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ میں نے اُسے کوٹھی کا پتہ نہیں بتایا۔ صرف اسلام آباد چلنے کے لئے کہا۔ وہ کوٹھی راستے میں ہی پڑتی تھی۔ جب میں کوٹھی کے قریب پہنچا تو اُس کے چاروں طرف آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ لوگ اُس کوٹھی کی طرف بھاگتے ہوئے جا رہے تھے اور آگ بجھانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ اُس وقت تک مزمکس شبانہ اور فیروز وغیرہ وہاں پہنچ گئے تھے۔ یہ سب کچھ مجھے رفاقت علی کے دماغی رابطے سے معلوم ہو رہا تھا۔ وہ خود کو الزام سے بچانے کے لئے زلیخا کو اُس وقت زبردستی کھینچ کر باہر لے آیا تھا جب آگ پوری طرح نہیں پھیلی تھی۔ زلیخا عامر سے دُور کچن میں تھی۔ وہ اپنے بیٹے کے لئے چیختی ہی رہ گئی۔ رفاقت علی نے اُسے کھینچ کر باہر لاتے وقت تسلی دی تھی کہ وہ عامر کو بھی آگ کے شعلوں سے بچا کر لے آئے گا۔ لیکن جب وہ باہر آئی تو آگ بہت بڑھ چکی تھی۔ رفاقت علی نے دکھاوے کے لئے اندر جانا چاہا مگر لوگوں نے اُسے پکڑ لیا۔ اب شبانہ اور زلیخا اپنی چھاتیاں پیٹ پیٹ کر عامر کے لئے رو رہی تھیں۔ لیکن کسی میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ وہ آگ کے شعلوں میں سے گزرتا چلا جاتا۔

اسی وقت میں ٹیکسی سے اُتر کر دوڑتا ہوا اور لوگوں کو دھکے دے کر اپنے لئے راستہ بناتا ہوا کوٹھی کے دروازے کی طرف آیا۔ آگے والوں نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔ لیکن میں خود کو اُن سے چھڑاتا ہوا آگ کے شعلوں میں کُود گیا۔

چاروں طرف سے حیرت کی کتنی ہی چیخیں سی بلند ہوئیں۔ کسی نے کہا "کوئی پاگل ہے۔ جان بُوجھ کر موت کے مُنہ میں گیا ہے۔" مجھے پہچاننے لائے پہچان کر چیخنے لگے۔

"ارے! یہ تو وہی گونگا ہے۔ یہ کہاں سے آ گیا؟"

میں نے ترکس کے باپ کی آواز بھی سُنی۔ "اچھا ہوا مر نے کے لئے آ گیا۔ اب اس کمبخت سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی۔"

ان کی آوازیں ڈوبتی چلی گئیں اور میں کوٹھی کے دُور اُفتادہ حصے میں دوڑتا چلا گیا۔ کوٹھی کے اس حصے میں جہاں عامر تھا وہاں ابھی آگ نہیں پہنچی تھی۔ مگر جلد ہی پہنچنے والی تھی۔ وہ بچہ بڑھتے ہوئے دھوئیں سے گھبرا رہا تھا اور چیخ چیخ کر رو رہا تھا۔ دُور کھڑکی کے باہر اُسے شعلے نظر آ رہے تھے۔

میں نے کمرے میں پہنچتے ہی اُسے گود میں اُٹھایا۔ اُسے پیار کرتے ہوئے تسلیاں دیں۔ پھر اُس کے کپڑے اُتار کر ایمنی فائر لوشن کی شیشی نکالی۔ میں نے اس کے جسم کے ایک ایک حصے پر اس لوشن کی مالش کی۔ اُس کے بالوں میں بھی اس لوشن کو لگایا۔ پھر اُسے گود میں اُٹھا کر اس شیشی کو دیکھا۔ اس میں لوشن کی تھوڑی سی مقدار رہ گئی تھی۔ میں نے اُسے زمین پر گرا کر اُسے ضائع کر دیا تاکہ اس لوشن کے راز کو کوئی نہ سمجھ کے پھینکی گئی شیشی کو ایک طرف پھینک کر کمرے سے نکل گیا۔

آگ کے شعلے کوٹھی کے اندر پہنچ گئے تھے اور اب بچے کے بدن سے بھی لپٹ رہے تھے۔ میں نے عامر کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا تھا تاکہ وہ اپنے جسم سے اُٹھتے ہوئے شعلوں کو دیکھ کر بھیانک شروع کر دے۔ میں آگ کے شعلوں پر آرام سے چہل قدمی کرتا ہوا بیرونی دروازے تک آیا۔ دروازہ جل کر اس طرح گر پڑا تھا کہ باہر نکلنے کا راستہ بند ہو گیا تھا۔ باہر قیامت کا شور بلند تھا۔ فائر بریگیڈ والے آ گئے تھے اور اب دور والے کھڑکیوں کی طرف پانی پھینک رہے تھے۔ میں کھڑکی کی طرف آیا تو باہر کھڑے ہوئے لوگوں نے مجھے دیکھ لیا۔ میرے اور عامر کے جسم سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ اس کے باوجود میں انہیں زندہ اور متحرک نظر آ رہا تھا۔ مارے حیرت کے سب لوگ سکتے میں آ گئے۔ میں کھڑکی کی آہنی جالی کو لات مار کر توڑ رہا تھا۔ کھڑکی کی چوکھٹ آگ سے جل کر کمزور ہو چکی تھی۔ چند ٹھوکروں میں جالی دوسری طرف جا گری۔ میں عامر کو گود میں لئے اُچھل کر کھڑکی پر آیا۔ پھر چھلانگ لگا کر بہتے ہوئے شعلوں سے باہر نکل گیا۔

میرے باہر آتے ہی لوگ گھبرا کر دُور بھاگنے لگے کیونکہ میں اور عامر ابھی تک شعلوں میں گھرے ہوئے تھے۔ فائر بریگیڈ والوں نے فوراً ہی پانی کا رُخ ہماری طرف کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے بدن کے شعلے بجھ گئے۔ لیکن کتنی ہی عورتوں نے چیخ کر آنکھیں بند کر لیں۔ کیونکہ آگ کے شعلوں میں میرا لباس جل کر راکھ ہو گیا تھا اور میں لباس آدم میں کھڑا تھا۔

ایک بنجارن بوڑھے نے سر سے چادر اُتار کر مجھ پر ڈال دی اور عامر کو میری گود سے لے لیا۔ جب میں نے پگڑی کو کھول کر تہمد کی طرح باندھ لیا تو سب سے پہلے زلیخا اور شبانہ دوڑتی ہوئی میری طرف آئیں۔ زلیخا بچے کو لے کر اور اُسے سینے سے بھینچ بھینچ کر مجھے دعائیں دینے لگی۔ شبانہ میرے سامنے کھڑی سر اُٹھائے بڑی عقیدت سے مجھے دیکھ رہی تھی پہلے تو اُس نے بے اختیار کہا۔

"میں کس مُنہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں ــــ کس طرح آپ کے احسان کا بدلہ چکاؤں؟"

پھر اُسے خیال آ گیا کہ میں گونگا ہوں۔ یہ خیال آتے ہی اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیسی مجبوری تھی کہ وہ زبان سے شکریہ بھی نہیں ادا کر سکتی تھی۔ اُس کے خیال میں میں اُس کی زبان نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس لئے وہ احسانمندی کا اظہار بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ میں اُس کے دل کی زبان سُن رہا ہوں۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"میرے گونگے فرشتے! تم نے مجھ پر بڑے احسانات کئے ہیں۔ پہلے تو تم نے ترکس کی جھوٹی محبت کے طلسم کو توڑ دیا۔ تمہاری وجہ سے میرا محبوب مجھے واپس مل گیا۔ دوسرا احسان یہ ہے کہ تم نے میرے بھائی کو

آگ کے شعلوں میں کُود کر بچا لیا۔ کیا تم واقعی فرشتہ ہو؟ آگ تم سے لپٹ گئی مگر تم چلنے سے محفوظ رہے۔ تمہاری گود میں ننھا عامر بھی محفوظ رہا۔ تم کون ہو میرے خاموش فرشتے؟"

وہ دل ہی دل میں کہہ رہی تھی۔ میں ابھی شبانہ کے ساتھ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایسے موقع پر مجرم کو بے نقاب کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو یوں تھام لیا جیسے آگ اور دھوئیں میں اتنی دیر رہنے کے باعث میرا سر چکرا رہا ہو۔ فیروز اور جمشید نے لوگوں کو ہٹا کر مجھے لان کی گھاس پر بٹھا دیا۔ کوئی میرے لئے پانی لانے چلا گیا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔ میں سر جھکا کر گھاس پر بیٹھتے ہی رفاقت علی کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ وہ حیران پریشان تھا۔ دُور لوگوں کی بھیڑ میں کھڑا ہوا بار بار مجھے دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں مجھے گالیاں دیتا ہوا سوچ رہا تھا۔

"پتہ نہیں یہ کمبخت کہاں سے مرنے آگیا۔ میں نے کتنی مکمل پلاننگ کی تھی۔ آگ بھی لگائی تھی اور خود کو الزام سے بچانے کے لئے زلیخا کو آگ سے بھی نکال لایا تھا۔ اس طرح مجھ پر کوئی آنچ نہ آتی اور عامر جل کر مر جاتا۔ مگر تعجب ہے کہ یہ گونگا ہے کون ــــ یہ آگ نے اس پر اثر کیوں نہیں کیا ــــ؟"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "اس لئے کہ سچائی نمرود کی آگ میں بھی نہ جل سکی۔ خدا جب سچائی کا محافظ بن جاتا ہے تو ننھے عامر کے لئے بھی آگ کو گلزار بنا دیتا ہے۔"

اُس کی سوچ نے جھنجلا کر کہا۔ "نہیں نہیں ــــ اس سائنسی دور میں معجزے نہیں ہوتے ....."

"تو پھر یہ کیا ہے جو آنکھوں کے سامنے نظر آیا ہے؟ پتہ نہیں آجکل کا پٹرول کیسا ہے۔ پٹرول آگ بھڑکاتا ہے مگر جلاتا نہیں ہے۔ میں دو پٹرول کی ٹین کہاں سے خرید کر لایا تھا؟"

"زیرو پوائنٹ کے پٹرول پمپ سے۔" اس نے بے اختیار سوچ کے ذریعے کہا۔ پھر سنبھل کر سوچنے لگا۔ "مگر میں کہیں سے بھی خرید کر لاتا۔ میں یہ سب کچھ کیوں سوچ رہا ہوں؟"

"اس لئے سوچ رہا ہوں کہ اب مجھے اپنے جرم کا اعتراف کرنا چاہیئے ....."

"نہیں۔ میں پاگل نہیں ہوں کہ اعتراف کروں۔"

"ہاں میں پاگل ہوں۔ مجھے اعتراف کرنا پڑے گا ــــ میں پاگل ہوں ہاہاہا ــــ ہاہاہا ....."

میں نے اس کی سوچ میں قہقہہ لگا کر اُسے ہنسنے پر مجبور کیا۔ وہ بے اختیار ہنسنا چاہتا تھا پھر جلد ہی سنبھل گیا۔ مگر کب تک سنبھل سکتا تھا میں اس کی سوچ میں مسلسل قہقہے لگانے لگا۔ میرے قہقہے اُس کی کھوپڑی کے اندر گونج رہے تھے اور اُس کے دماغ سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب کر رہے تھے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کے بالوں کو نوچنا چاہتا اس مجمع سے دُور جانا چاہتا تھا میں نے فوراً ہی اُس کی سوچ میں کہا۔

"اُف میرے دماغ کی طرح میرے پاؤں بھی لڑکھڑا رہے ہیں۔ لگتا ہے باپ رے میرے پاؤں تلے سے زمین سرک گئی ہے۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اُس کے دماغ میں اب تک میرے خیالی قہقہے گونج رہے تھے۔ زمین پر گرتے ہی وہ آؤٹ آف کنٹرول ہو گیا اور پاگلوں کی طرح قہقہے لگانے لگا۔ سب لوگ اُس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ فیروز دوڑتا ہوا اپنے باپ کے پاس پہنچ گیا اور اُسے جھنجھوڑ کر پوچھنے لگا۔

"ڈیڈی! یہ اچانک آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ اس طرح قہقہے کیوں لگا رہے ہیں؟"

لیکن وہ جواب دینے کے قابل نہیں تھا میرے مسلسل قہقہے اُسے جواب دینے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اسی طرح ہنستے ہنستے ذہنی طور پر بالکل کمزور ہو جائے۔ کیونکہ اب بھی وہ قہقہوں کے دوران سنبھلنے کی ناکام سی کوشش کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ بالکل ہی نڈھال ہو گیا اور پوری طرح میری سوچ کی گرفت میں آگیا تب میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔

"میں مجرم ہوں ــــ میں مجرم ہوں ــــ میں نے عامر کو جلا کر مارڈالنے کی کوشش کی تھی۔"

خاندان کے تمام افراد اس کے اطراف جمع ہو گئے تھے۔ اُن کے علاوہ سارا مجمع اُس کی زبان سے وہ باتیں سُن رہا تھا جو میں اس کی سوچ میں کہہ رہا تھا۔ اُس کی بیگم جانتی تھیں کہ اس کا لالچی شوہر عامر کو ختم کروانا چاہتا ہے لیکن اُس کی زبان سے جرم کا اعتراف سُن کر وہ بوکھلا گئی تھیں اور اسے جھنجھوڑ کر کہہ رہی تھیں۔

"یہ آپ کیسی پاگلوں جیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ تو عامر کو بیٹے کی طرح چاہتے ہیں۔ شبانہ کو بہو بنانا چاہتے ہیں۔ زلیخا کو آپ نے آگ سے بچایا ہے۔ آپ ایک ننھی سی جان کے دشمن نہیں بن سکتے۔ ہوش میں آئیے۔"

میں نے رفاقت علی کی سوچ میں کہا کہ میرے سامنے جو عورت بکواس کر رہی ہے اسے ایک ہاتھ مار کر دُور کر دینا چاہیئے۔ اس کے رہے سہے رفاقت علی کا ہاتھ کھوم گیا۔ بیگم کے مُنہ پر ایک اُلٹا ہاتھ پڑا تھا اور وہ دوسری طرف گھوم گئیں۔ پھر وہ میری سوچ کے مطابق چیخنے لگا۔

"ہاں۔ میں اس ننھی سی جان کا دشمن ہوں۔ تم مجھے میرے جرم کا اعتراف کرنے سے روک رہی ہو۔ میں نے تمہارے سامنے کئی بار اس بچے کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ میں اس طرح اسے مارنا چاہتا تھا کہ ہم پر کوئی الزام نہ آئے۔ آج مجھے موقع مل گیا تھا کہ اسے اس کوٹھی میں زندہ جلا کر مار ڈالوں۔ جب تم سب لوگ شاپنگ وغیرہ کے لئے چلے گئے تو میں بھی اسلام آباد جانے کا بہانہ کر کے نکلا تھا۔ مگر جلد ہی واپس آ

میں نے کوٹھی کے چاروں طرف پٹرول چھڑک دیا۔ ہاہاہا ..... میرا منصوبہ بالکل مکمل تھا۔ میں آگ لگاتے ہی کوٹھی کے اندر گیا اور زلیخا کو نکال کر لے آیا تاکہ لوگ میری اس دلیری کے پیشِ نظر یہ سوچ بھی نہ سکیں کہ آگ لگانے والا میں ہی ہوں ــــ مگر نہ جانے وہ گونگا فرشتہ کہاں سے آپہنچا۔ میں جس بچے کو مار کر اس کی جائیداد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے اس بچے کو بچا لیا ــــ ہاہاہا میں مجرم ہوں۔ مجھ پر قدرت کا یہ راز کھل گیا ہے کہ جسے اللہ رکھے اُسے کوئی نہ چکھے۔ میں مجرم ہوں۔ مجھے مارو۔ مجھے پھانسی پر چڑھا دو ....."

فیروز حیرانی اور پریشانی سے اپنے باپ کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے شبانہ کے سامنے ناوم ہو کر کہا۔

"ڈیڈی! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ دولت کی خاطر ایک معصوم بچے کے قاتل بھی بن سکتے ہیں۔"

بیگم نے چیخ کر کہا۔ "نہیں۔ تمہارے ڈیڈی قاتل نہیں ہیں۔"

رفاقت علی نے جواباً چیخ کر کہا۔ "ہاں میں قاتل نہیں ہوں مگر ایک بچے کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ یقین نہ ہو تو زیرو پوائنٹ کے پٹرول پمپ پر جا کر دریافت کر لو۔ میں نے آگ لگانے کے لئے وہاں سے پٹرول کا تین خریدا تھا۔"

وہ خود ہی اپنے مجرم ہونے کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔ فائر بریگیڈ کے ایک افسر نے کہا۔ "اسے پکڑ کر پولیس اسٹیشن لے چلو۔ وہاں اس سے تحریری بیان لیا جائے گا۔"

بیگم چیخ چیخ کر اعتراض کرنے لگیں کہ اس کے شوہر کو جرم نہ سمجھا جائے۔ انہوں نے فیروز سے کہا کہ وہ اپنے باپ کو اس مصیبت سے بچائے مگر وہ دُور ہٹ کر لولا۔

"باپ ہو یا خون کا کوئی اور رشتہ، انصاف سب پر ایک کے جرم کا حساب ہونا چاہیئے۔ یہ بڑے شرم کی بات ہے کہ پہلے ہم سب نے مل کر شبانہ پر ظلم کیا اور اب ڈیڈی ایک معصوم بچے کے دشمن بن گئے ہیں۔ امی ــــ میں شبانہ کی طرف سے ڈیڈی کے خلاف مقدمہ لڑوں گا۔"

وہ شبانہ کا ہاتھ پکڑ کر زلیخا کے پاس آگیا۔ لوگ رفاقت علی کو پکڑ کر لے جانے لگے۔ اس دوران بہت سے لوگ میرے پاس آکر پوچھ رہے تھے کہ آگ کے شعلوں نے مجھ پر اثر کیوں نہیں کیا؟ انہیں سمجھانے کے لئے میرے پاس ایک ہی بات رہ گئی تھی۔ میں نے اپنی انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی انہیں دکھاتے ہوئے اشاروں میں سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ بہت کرامات والی انگوٹھی ہے۔ یہ مجھے بڑی بڑی مصیبتوں سے بچاتی ہے۔ اس وقت تک آگ مکمل طور سے بجھ چکی تھی۔ کوٹھی کے افراد اندر جا کر اپنے نقصانات کا اندازہ لگا رہے تھے۔ کچھ زیادہ نقصان نہیں ہوا تھا۔ کوٹھی کا اندرونی حصہ اور وہاں کا تمام سامان محفوظ تھا۔ فیروز بڑی عزت سے مجھے اندر لے گیا۔ زلیخا کئی بار میری بلائیں لے چکی تھی اور میری طویل عمر کی دُعائیں مانگتی جا رہی تھی۔ میں شام تک ان کے ساتھ رہا پھر دوسرے دن ملاقات کا وعدہ کر کے اپنے ہوٹل میں واپس آگیا۔

فیروز، شبانہ اور زلیخا وغیرہ کی دانست میں مَیں نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا۔ میں بھی ایسی مشکل پوزیشن میں ہیرو بن کر خوش ہو گیا تھا۔ مگر میں نہیں جانتا تھا کہ یہ ہیرو بننا بہت مہنگا پڑے گا۔ ہوا یہ کہ میرے اس کارنامے کی خبر دوسرے دن اخبار میں چھپ گئی۔ اس واقعے کی تفصیلی رپورٹ کے لئے کتنے ہی اخباری رپورٹر اور فوٹو گرافر پہلے زلیخا کی کوٹھی میں پہنچے۔ وہاں فیروز نے انہیں میرے ہوٹل کا پتہ بتایا تو وہ ہوٹل میں آدھمکے۔ مجھے جیسے ہی اُن کے آنے کی خبر ملی میں نے اپنا سوٹ کیس سنبھالا اور کیمروں کی زد میں آئے بغیر ہوٹل کے پچھلے دروازے سے باہر نکل گیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اخبار میں میری تصویر شائع ہو کر کسی وقت میرے دشمنوں کے کام آئے۔ میں وہاں سے نکل کر سیدھا زلیخا کی کوٹھی کی طرف گیا تاکہ فیروز کو سمجھا دوں کہ میں کبھی اپنی تصویر نہیں اتروایا ہوں۔ وہ رپورٹروں اور فوٹو گرافروں کو آئندہ میرے پیچھے نہ لگائے۔ کوٹھی کے قریب پہنچ کر میں رُک گیا۔ دُور اس کوٹھی کے احاطے میں ایک کار آکر رُکی تھی اور اُس میں سے ایک قوی ہیکل شخص عمدہ سُوٹ پہنے باہر آرہا تھا۔ اس کا سر مُنڈا ہوا تھا۔ اس مُنڈے ہوئے سر کو دیکھتے ہی نہ جانے کیسے میرے دماغ میں بیل مُنڈو کا نام لہرایا۔ بغیر سوچے سمجھے اس کوٹھی میں جانا اور کسی اجنبی سے سامنا کرنا مناسب نہیں تھا۔

میں نے بیل مُنڈو کے دماغ میں احتیاطاً تھانک کر دیکھا میں اُس کی سوچ کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ اور میرے لئے کیا کر رہا ہے؟ پھر میری احتیاط کام آگئی۔ بیل مُنڈو کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنی کار سے اُتر کر اس کوٹھی کے دروازے کی طرف جا رہا ہے۔ جہاں پچھلے دن آگ لگی تھی ــــ یعنی دُور لگا ہوں کے سامنے وہ جو مُنڈے ہوئے سر کا آدمی نظر آرہا تھا، وہی بیل مُنڈو تھا۔

یک بیک میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا۔ ایک خطرناک دشمن میرے سر پر آپہنچا تھا۔ وہ کیسے یہاں تک پہنچ گیا؟

وہ پہنچ گیا تھا یا وہ نادیدہ شیطان ماسٹر لوشے شہ میری طرح سوچ کا سفر طے کرتے ہوئے میرے سامنے آگیا تھا ــــ چشمِ زدن میں یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ ماسٹر لوشے اینٹی فائر لوشن کے متعلق جانتا تھا۔ میرے آگ سے گزرنے والا کارنامہ اور اخباروں میں شائع ہونے والی خبروں نے اُسے بتا دیا کہ میں کہاں پایا جا سکتا ہوں؟

اور میں جہاں پایا جا سکتا تھا، وہاں اُس شیطان نے بیل مُنڈو کو پہنچا دیا تھا۔

بیل اپنی ٹہنی اٹھا کر زلینا کی کوٹھی سے دور ہوتا چلا گیا۔ اس کوٹھی کے احاطے میں بیل منڈو کی کا رکھڑی ہوئی تھی۔

بیل چلتے چلتے بیل منڈو کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ اس وقت وہ فیروز سے باتیں کر رہا تھا۔ اور اس سے کہہ رہا تھا۔

"میں اٹلی کا باشندہ ہوں۔ یہاں آپ کے ملک کی سیر کرنے آیا ہوں۔ میں نے اخبار میں ایک حیرت انگیز خبر پڑھی ہے۔ اس خبر میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کوٹھی میں آگ لگ گئی تھی۔ کسی گونگے آدمی نے آگ کے شعلوں میں کود کر ایک بچے کی جان بچائی ہے۔ میں یہ پڑھ کر بہت حیران ہوا کہ ایک انسان فائر پروف کیسے ہو سکتا ہے۔ یہاں آکر میں نے دوسرے لوگوں سے بھی بات چیت کی۔ لوگ یہی کہتے ہیں کہ اس گونگے کے بدن سے شعلے اٹھ رہے تھے لیکن وہ آگ کی جلن سے محفوظ تھا۔ میں ایسے عجیب انسان سے ملنے آیا ہوں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ اس سے میری ملاقات کرا دیں۔"

فیروز نے جواب دیا۔ "وہ گونگا واقعی ایک عجیب انسان ہے مگر افسوس کہ ابھی یہاں موجود نہیں ہے۔ اس کی رہائش دلکشا ہوٹل کے کمرہ نمبر ۱۳ میں ہے اگر آپ وہاں جائیں تو اس سے ملاقات ہو جائے گی۔"

بیل منڈو نے شکریہ ادا کرتے ہوئے فیروز سے مصافحہ کیا اور وہاں سے جانے لگا۔ میں اتنی دور نکل آیا تھا کہ اب وہ کوٹھی اور بیل منڈو کی کار نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں ایک جگہ رک کر سوچنے لگا کہ اب مجھے کہاں جانا چاہئے اور کیا کرنا چاہئے۔ ایک بچے کو آگ سے بچانے کے بعد میرے سامنے بہت سی مصیبتیں کھڑی ہو گئی تھیں۔ ماسٹر یوشے سمجھ گیا تھا کہ میں نے آگ کے شعلوں میں جو کمال دکھایا ہے، وہ دراصل اینٹی فائر لوشن کا کمال ہے جس کا فارمولا صرف انجلا کے پاس تھا۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد ماسٹر یوشے نے زلینجا کی کوٹھی تک بیل منڈو کی رہنمائی کی تھی۔ اب وہ بیل منڈو شکاری کتے کی طرح پورے شہر میں مجھے سونگھتا پھر رہا تھا۔ میں اس تنہا دشمن کی نظروں سے بچ سکتا تھا لیکن مصیبت یہ تھی کہ اس علاقے کے بے شمار لوگوں نے آگ سے مجھے کھیلتے دیکھا تھا۔ ان میں سے کوئی مجھے کہیں بھی دیکھتا تو پہچان لیتا۔ ہمدرد یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا بیل منڈو کسی بھی شخص کے سہارے وہاں پہنچ سکتا تھا۔ اب مجھے اپنی حماقت کا احساس ہو رہا تھا۔ مجھے فیروز کے باپ کو اتنی مہلت ہی نہیں دینا چاہئے تھی کہ وہ کوٹھی میں آگ لگا سکتا۔ میں دلکشا ہوٹل کے کمرے میں بیٹھ کر ہی اس آگ لگانے والے کے دماغ کو کنٹرول کر سکتا تھا۔ مگر یہ جو اسی میں انسان اپنی ان صلاحیتوں کو بھی بھول جاتا ہے جن پر اسے بڑا ناز ہوتا ہے۔ مجھے بھی اس وقت خیال خوانی کے بجائے صرف اینٹی فائر لوشن ہی یاد آیا تھا۔ اب میں اپنی پناہ گاہ سے باہر آ کر سوچ رہا تھا کہ کہاں جاؤں۔؟ آخر میں اپنے دشمنوں سے کب تک بھاگتا پھروں گا۔؟ مجھ پر کسی قدر جھلاہٹ طاری ہو گئی۔ جھلاہٹ کے دوران عقل کام نہیں کرتی۔ اس وقت میں نے سوچا فی الحال مجھے ایسی جگہ پناہ لینی چاہئے جہاں میں سکون سے بیٹھ کر موجودہ صورتحال سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیریں کروں۔

میں سوچنے کے دوران کسی ٹیکسی کا انتظار کر رہا تھا۔ کہیں نہ کہیں تو مجھے جانا تھا۔ پندرہ منٹ بعد مجھے ایک ٹیکسی ملی تو میں نے ڈرائیور کو سمری کی طرف چلنے کے لئے کہا۔ یہ تو میں بہت پہلے ہی فیصلہ کر چکا تھا کہ فرزانہ سے ملاقات نہیں کروں گا۔ کیونکہ اس کے خیالات میں تبدیلی آ رہی تھی۔ وہ اپنے بیٹے پرنس کی خاطر اور کی شادی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ ایسی صورت میں میں اس کے سامنے جاتا تو وہ پھر بہک سکتی تھی۔ اسی لئے میں اس کی وجہ سے پھوپھی سے بھی ملاقات نہیں کر رہا تھا۔

ٹیکسی پہاڑی راستے سے گزر رہی تھی اور میں کھڑکیوں کے پار دیکھتا جا رہا تھا۔ آدھ گھنٹے بعد میں نے ایک جگہ ٹیکسی رکوا دی۔ ڈرائیور کو کرایہ دے کے رخصت کر دیا۔ میں جس جگہ کھڑا ہوا تھا وہاں سے دو سو سیکڑوں فٹ کی گہرائی میں ایک چھوٹی سی بستی نظر آ رہی تھی۔ میں راستہ چھوڑ کر نشیب میں اترنے لگا۔ میں ایسی ہی پرسکون جگہ کی تلاش میں تھا جو اسی دنیا میں ہو مگر اس دنیا سے الگ تھلگ ہو۔ جہاں غیر ملکی کے رہنے والے مہذب بدمعاش نہ پہنچ سکیں اور میرا خیال تھا کہ ان کا خیال اس چھوٹی سی بستی تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

میں نشیب میں، اترتے وقت کئی بار گرتے گرتے بچا۔ ایسی جگہ شہر کی سپاٹ اور چکنی سڑکوں پر چلنے والوں کے لئے اچھی خاصی ورزش ہو جاتی ہے۔ انسان کو ایسے علاقوں میں بھی رہنا چاہئے جہاں چلتے پھرتے انہیں اپنے جسم کا وزن محلوم ہوتا رہے اور اپنا توازن قائم رکھنے کی مشق ہوتی رہے۔ پہاڑوں کے نشیب و فراز میں زندگی گزارنے والے چھوٹے بچے مجھ سے زیادہ چاق و چوبند اور پھرتیلے نظر آ رہے تھے۔ وہ خطرناک ڈھلان پر اس طرح دوڑتے پھر رہے تھے جیسے سطح میدان میں کھیل رہے ہوں۔ ایک لڑکی بھیڑ اور بکریوں کو ہانکتی ہوئی بستی کی طرف جا رہی تھی۔ پہاڑیوں میں اترنے والے بادل اچ ہنس کی طرح اپنے سفید پنکھ پھیلائے اس لڑکی کے وجود کو چھوتے ہوئے گزر رہے تھے۔ وہ مجھ سے بہت دور تھی۔ واضح طور پر نظر نہیں آ رہی تھی لیکن وہ حسین منظر اس لڑکی کی موجودگی سے مکمل ہو گیا تھا۔ میں اس کی سمت بڑھتا چلا گیا۔ بستی کے قریب پہنچ کر ہمارا درمیانی فاصلہ کم ہو گیا۔ میں نے اسے آواز دی۔ "اے لڑکی سنو!"

وہ ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا تو میں ٹھٹک کر چند لمحوں کے لئے اپنی جگہ پر ساکت ہو گیا۔ اس کی کورہ جیسی سیاہ آنکھوں کو دیکھتے ہی مجھے یوں لگا جیسے وہ ہپناٹائز کرنا جانتی ہو۔ اس کے دیکھنے کے انداز میں اتنی کشش تھی کہ میں کشاں کشاں اس کے قریب پہنچ گیا۔

وہ پہاڑی آنکھیں تھیں۔ شہری زندگی کی غلاظت اور مکاریوں سے پاک تھیں۔ وہ آنکھیں شبنم سے دھلی تھیں۔ منافر فطرت سے معصومیت کا درس لیتی تھیں اور سبک رو بادلوں کی طرح دل کو چھوتی ہوئی نکل جاتی تھیں۔ پہناٹرم کا سلطب اگر سحر زدہ کرتا ہے تو وہ آنکھیں علم نجوم سے ناآشنا ہونے کے باوجود سحر زدہ کر دیتی تھیں۔ اس کے بدن کی اجلی رنگت میں پلکے ملکے گلابی رنگ کی آمیزش تھی جو بھی جبھی کو قریب دیکھتے ہی رخساروں کے گلاب قدرے سرخ ہو گئے۔ وہ خنگل کی ہرنی کی طرح بے زبان ہو گئی اور سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔

"میں ایک مسافر ہوں۔ کیا اس بستی میں کہیں ڈاک بنگلہ ہے؟"

اس نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلایا اور پلٹ کر بستی کی طرف بھاگنے لگی۔ اس کے بھاگنے پر بھیڑ بکریاں ادھر ادھر منتشر ہونے لگیں۔ بھاگتے وقت اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ میں جو خیالات کی ڈور تھام کر دل کی دھڑکنوں تک پہنچ جاتا ہوں اس وقت اس کے دل کی دھڑکنوں کا مطلب وضاحت سے سمجھ سکا۔ ایک شکاری کو دیکھ کر ہرنی بھڑکتی ہے۔ کسی ایسے شخص کو جو اس کے ماحول سے مختلف تھا دیکھ کر وہ بھڑک گئی۔ نشیب میں اترنے کے دوران میں دو ڈھلانوں سے گزرنے کے بعد تیسرے مکان کے پچھواڑے رک گیا۔ ایک بوڑھا آدمی اس لڑکی کے ساتھ اس مکان سے باہر آ رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی سلام کیا۔ میں نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر یہاں ڈاک بنگلہ ہے تو مجھے وہاں لے چلو۔"

بوڑھے نے کہا۔ "میں ڈاک بنگلے کا چوکیدار ہوں۔ اگر آپ کچھ خیال کریں تو مجھے اپنے دفتر کا کارڈ دکھا دیں۔ وہ ڈاک بنگلہ صرف فارسٹ آفیسرز کیلئے ہے۔"

"میں فارسٹ آفیسر نہیں ہوں۔ صرف ایک مسافر ہوں۔ شہری ہنگاموں سے گھبرا کر یہاں آیا ہوں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ میری رہائش کا یہاں انتظام کر دیں۔"

اس نے معذرت چاہتے ہوئے کہا۔ "صاحب! میں مجبور ہوں۔ مجھے سختی سے یہ ہدایت کی گئی ہے کہ میں عام مسافروں کو وہاں رہنے کی جگہ نہ دوں۔"

میں پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ دراصل میں بڑی خاموشی سے اس پراسرار لڑکی کو ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ میرے چہرے کو پڑھتا رہے اور اس دوران میں اسے پڑھتا رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"افسروں کے حکم پر کون عمل کرتا ہے۔ دور دور کی پہاڑیوں میں جتنے ڈاک بنگلے ہیں۔ ان سب کے چوکیدار دوسرے مسافروں کو ٹھہرا کر ان سے کرایہ وصول کرتے ہیں۔ ایسا نہ کریں تو پچاس روپے ماہوار پر گزارہ کیسے ہوتا ہے؟"

پیری آدمی کے لئے رشوت لینے اور اپنے افسروں کو فریب دینے کے طریقے معصوم دیہاتیوں کو بھی آ گئے ہیں۔ میں سمجھ رہا تھا کہ فریب اور مکاریاں صرف شہر تک ہیں مگر یہ زہر بہت دور جنگلوں تک پہنچ چکا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جہاں انسان کے قدم پہنچتے ہیں وہاں بے شمار فریبیں بھی پہنچ جاتی ہیں اور لعنتیں انہیں سکھا دیتی ہیں کہ پیٹ کے لئے روٹی، تن کے لئے کپڑا اور جوان بیٹی کے جہیز کے لئے اوپری آمدنی نہایت ضروری ہوتی ہے۔ میں نے اوپری جیب سے سو روپے کا ایک نوٹ نکال کر کہا۔

"میں صرف دو دن یہاں رہنا چاہتا ہوں۔ اگر زیادہ دنوں تک یہاں رہا تو اور زیادہ پیسے دوں گا۔"

سو روپے کا نوٹ دیکھتے ہی اس کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ اتنی رقم کو ٹھکرا نہیں سکتا تھا۔ اس نوٹ کو دیکھتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا۔

یہاں مہینوں گزر جاتے ہیں کوئی افسر نہیں آتا اور اب تو سردیاں شروع ہو رہی ہیں۔ یہاں کسی افسر کے پہنچنے کا اندیشہ بھی نہیں ہے اور یہ تو صرف دو دن رہے گا۔ پھر یہاں سے چلا جائے گا۔ اتنی بڑی رقم تو آج تک کسی مسافر نے نہیں دی۔

یہ سوچنے کے باوجود اس نے رسمی طور پر انکار کیا۔ "نہیں صاحب — پیسے کی ضرورت تو ہر انسان کو ہوتی ہے مگر میں ڈرتا ہوں کوئی آفیسر یہاں آ پہنچا تو میری نوکری چلی جائے گی۔"

"تمہاری نوکری نہیں جائے گی۔ اگر کوئی افسر آئے گا تو میں اسے سمجھا لوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔"

یہ کہہ کر میں نے نوٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے اور دعائیں دیتے ہوئے اس نوٹ کو قبول کر لیا۔ پھر میرے ساتھ ڈاک بنگلے کی طرف چلنے لگا۔ میں نے ذرا دور رہ کر ٹیکسی کو رخصت کر دیا تو وہ لڑکی ہماری طرف دیکھ رہی تھی۔ میرے دیکھتے ہی وہ پھر ہرنی کی طرح بدک کر بھاگتی ہوئی اپنی جھونپڑی کے اندر چلی گئی۔ اب بھی اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ مگر اس کے دل میں بہکنے والے جذبات نہیں تھے۔ وہ جوان تھی مگر ایک ننھی سی بچی کی طرح سوچ رہی تھی کہ بابا کو اتنا بڑا نوٹ ملا ہے۔ آج تو میں بابا سے ضرور ضد کروں گی کہ میرے لئے ریشم کا سرخ جوڑا بنا دے۔ آخر میں کب تک پرانے کپڑے پہنتی رہوں گی؟ تو یہ توبہ! یہ کپڑے کتنے میلے ہو گئے ہیں۔ اس شہر والے بابو نے مجھے دیکھ کر سوچا ہوگا کہ میں کتنی گندی لڑکی ہوں۔

میں نے اس لڑکی کی سوچ پڑھ کر اسے اپنے دماغ سے نکال دیا۔ وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی مگر میں اس اچھائی کو میلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں سوچتے سوچتے ڈاک بنگلے کے سامنے پہنچ کر ٹھہر گیا۔ وہاں مجھ سے پہلے ہی ایک جوڑا آ کر آباد ہو گیا تھا۔ میں تو یہ سوچ کر آیا تھا کہ اس چھوٹی سی بستی کا ڈاک بنگلہ ویران پڑا ہوگا اور میں یہاں تنہائی میں بیٹھ کر دشمنوں سے نمٹنے کا منصوبہ بناؤں گا۔ میں نے بوڑھے بابا سے پوچھا۔

"کیا یہاں تمہارا کوئی آفیسر آیا ہوا ہے؟"

"نہیں صاحب۔ ظلم والے آئے ہوئے ہیں۔"

"تم آفیسروں سے ڈرتے ہو اور دو سردن کو رہنے کی جگہ بھی دیتے ہو؟"

"مجبوری ہے صاحب۔ آپ نے میری جوان لڑکی کو دیکھا ہے۔ مجھے اس کی شادی کی فکر ہے۔ اگر میں اس طرح چار پیسے نہیں جوڑوں گا تو اسے کیسے دلہن بنا کر رخصت کروں گا۔"

مجھے اس ڈاک بنگلے میں نہیں جانا چاہئے تھا کیونکہ میں نے دنیا والوں کے سامنے خود کو گونگا بنا کر رکھا تھا۔ اس بستی میں پہنچ کر اس نے زبان کھولی تھی کہ وہاں شہر والوں سے سامنا ہونے کی توقع نہیں تھی۔ اب جو لوگ ڈاک بنگلے میں تھے میں ان کے سامنے گونگا بن کر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ برآمدے میں ایک ایزی چیئر پر ایک نوجوان عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی خوبصورتی اور اس کے لباس سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ فلم کی ہیروئن ہے۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی وہ بڑی لاپروائی سے سگریٹ کا کش لیتی ہوئی دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اسے اس بات پر ناز تھا کہ اسے ساری دنیا دیکھتی ہے۔ لیکن میں نے پھر اس کی طرف نہیں دیکھا۔ اس کے قریب ایک شخص ریلنگ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ وہ مجھے دیکھنے کے بعد بوڑھے چوکیدار کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

اسے اس بات پر اعتراض تھا کہ بوڑھا ایک اجنبی کو وہاں کیوں لے آیا ہے۔

بوڑھے بابا نے میرے لئے ڈاک بنگلے کا ایک کمرہ کھول دیا۔ میں کمرے کے اندر چلا گیا۔ اپنی ایک جگہ رکھنے کے بعد آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ کر میں باہر ہونے والی باتیں سننے لگا۔ اتنی دور سے باتیں سنائی نہیں دے سکتی تھیں مگر میں دماغی سماعت سے سن رہا تھا۔ بیرون کے پاس کھڑے ہونے والا شخص چوکیدار سے کہہ رہا تھا۔

"میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ آج رات ہماری پوری یونٹ یہاں پہنچنے والی ہے۔ ہمیں پورے ڈاک بنگلے کی ضرورت ہے۔ پھر تم اس مسافر کو یہاں کیوں لائے ہو؟"

بوڑھے چوکیدار نے جواب دیا۔ "ڈاک بنگلے میں چار کمرے ہیں۔ تین کمرے آپ لوگوں کے لئے ہیں۔ ایک کمرہ میں نے احتیاطاً اپنے کسی آفیسر کے لئے خالی رکھا تھا۔ یہ شخص جو ابھی یہاں آیا ہے میرے آفیسر کا رشتے دار ہے۔ اگر آپ لوگ اس پر اعتراض کریں گے تو یہ آپ لوگوں کو بھی یہاں سے نکلوا دے گا اور میری ملازمت بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

اس کا جواب سن کر اس شخص نے بیرون کی جانب دیکھا۔ بیرون نے حقارت سے کہا۔

"اونہہ۔ رہنے دو اسے۔ پتہ نہیں کم بخت کہاں سے آ مرا ہے۔ ہمارے لئے ہماری شہرت بھی مصیبت بن جاتی ہے۔ کہیں آزادی سے گھومنے پھرنے کا موقع نہیں ملتا ہے۔ تم جاؤ یہاں سے۔۔۔۔"

اس نے چوکیدار کے جانے کے لئے کہا تو وہ چلا گیا۔ اس شخص نے کہا "میری جان ایک اجنبی کی موجودگی سے تمہاری آزادی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ تم اتنی حسین ہو کہ اس کی نگاہوں سے میلی نہ ہو سکو گی۔"

وہ اپنے حسن کی تعریف سن کر دل ہی دل میں خوش ہوئی تھی مگر بظاہر ناگواری سے کہنے لگی۔ "تم نے مجھے میری جان کیوں کہا! ہزار بار میں نے تمہیں سمجھایا ہے کہ تنہائی میں بھی مجھے اس انداز میں مخاطب نہ کیا کرو۔"

اس شخص نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ "مگر جانی! ایک شوہر ہونے کے ناطے مجھے تنہائی میں یہ حق حاصل ہونا چاہئے۔"

وہ دبی ہوئی تیز سرگوشی میں غصے سے بولی۔ "احمق نہ بنو، پاس دیوار کے میں کوئی اجنبی آیا ہوا ہے۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں تمہاری بیوی ہوں تو یہ بات فلمی اخباروں تک پہنچے گی۔ اس طرح میری شہرت کو دھکا پہنچے گا۔ دنیا والوں کی نظروں میں تم میرے بھائی ہو۔ بھائی کی طرح گفتگو کرو۔"

میں ان کی باتیں سن کر سگریٹ سلگاتے ہوئے سگریٹ سلگانے لگا۔ فلمی شہرت کے لئے ضروری ہے کہ ہیروئن کم عمر ہو اور کم عمری ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ غیر شادی شدہ ہو۔ اگر شادی شدہ ہو تب بھی رشتے بدل کر اپنی شہرت کو قائم رکھنے کے لئے دنیا والوں سے جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ میں نے ان لوگوں پر لعنت بھیجی۔ دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ میں تھوڑی دیر تک خاموشی سے لیٹا رہا۔ اس کے بعد جیکٹ سے سیل منڈو کے دماغ میں جھانکنے لگا

وہ اب تک مجھے تلاش کر رہا تھا۔ فیروز کے بتائے ہوئے پتے پر وہ ہوٹل بھی گیا تھا۔ وہاں جا کر اسے پتہ چلا کہ اخباروں کے رپورٹر اور فوٹو گرافر مجھے ڈھونڈنے کو تلاش کر رہے ہیں۔ ہوٹل کے میرے نے انہیں بتایا کہ وہ گونگا ہے۔ سیل منڈو اپنے کمرے میں موجود تھا لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ بہت سے لوگ اس سے ملنا چاہتے تو پتہ نہیں کیوں وہ گھبرا سا گیا اور کسی وقت ہوٹل کے پچھلے دروازے سے نکل کر چلا گیا۔ سیل منڈو وہاں سے بائیوس ہو کر پھر زنجی کی کوٹھی کی طرف گیا تھا۔ وہاں بھی اسے مایوسی ہوئی۔ اب وہ ایسے آدمی کو لے کر کار میں گھوم رہا تھا جس نے مجھے ملتی ہوئی کوٹھی میں جاتے دیکھا تھا۔ ابھی اس کی تلاش جاری تھی۔ شاید ماسٹر ویشے بھی اسکے دماغ میں جھانکتے ہوئے اس کی مصروفیات کو سمجھ رہا تھا اس لئے وہ بھی اسے مخاطب نہیں کر رہا تھا۔ میں نے تھوڑی دیر کے لئے سیل منڈو کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور پھر یہی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ مری کی سڑکوں پر زرینہ اور زرینہ کے ساتھ سیر کر رہی تھیں۔ میں تھوڑی دیر تک ان کی باتیں سنتا رہا۔ ان کی باتوں سے پتہ چلا کہ وہ سب ملٹین ہیں اور کسی قسم کا خطرہ ان کے قریب نہیں منڈلا رہا ہے۔

ان کی طرف سے اطمینان ہوا تو میں نے سعدیہ احمد کی خبر لی۔ اتفاق کی وہ بھی چھینے کے نئے مری پہنچے ہوئے تھے۔ میں نے ان کے دماغ پر دستک دی تو وہ چونک گئے پھر فوراً ہی شکایت کرنے لگے۔ "فرہاد تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔ مجھے کچھ معلوم تو ہونا چاہئے کہ تم کیا کر رہے ہو؟"

میں ان کے اطمینان کے لئے تمام واقعات سنانے لگا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ میں کس قدر مصروف اور دشمن کس طرح میرے پیچھے سائے کی طرح لگے ہوئے ہیں تو وہ پریشان ہو کر بولے۔ "یہ ماسٹر ویشے واقعی شیطان ہے آخر اس سے کب پیچھا چھوٹے گا؟"

میں نے جواب دیا۔ "پہلے میں نے سوچا تھا کہ اس شیطان سے دور بھاگ کر پیچھا چھڑا سکتا ہوں مگر وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے میرے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے سب سے خطرناک آلہ کار بیل منڈو سے ٹکر جاؤں۔ جب تک میں اسے ختم نہیں کروں گا اس وقت تک وہ شیطان میرا پیچھا کرتا رہے گا۔ اس کے دوسرے آلہ کار آپ کے انٹیلیجنس کے چند افسر ہیں۔ وہ لوگ آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ چند روز تک ان سے دور رہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جلد ہی وہ مائیکرو فلم آپ تک پہنچا دوں گا۔ اس کے بعد میں ہمیشہ کے لئے آپ سے وہ عملی رابطہ ختم کر دوں گا۔"

"ایسا نہ کہو فرہاد! مجھے تمہاری دوستی عزیز ہے۔"

"مجھے مجبوراً ایسا کرنا پڑے گا جب آپ مائیکرو فلم حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن میں جائیں گے تو اسٹار ویشے وہاں کے آلہ کار انٹیلیجنس کے ذریعے آپ تک پہنچ جائے گا۔ اور آپ سے بڑا پیمانہ ہونے کی بنا پر ممکن ہے کہ وہ آپ سے رابطہ نہیں رکھوں گا تو آپ میرے متعلق بھی سوچتے رہیں گے کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔ آپ کی یہ سوچ ماسٹر ویشے تک پہنچ جائے گی۔ اس طرح اس شیطان کو یقین ہو جائے گا کہ میں نے اپنے کام کو ختم کر دیا ہے۔"

"آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ آپ ایک۔ نامعلوم مدت کے لئے مجھ سے رابطہ ختم کر دیں۔ خدا کو منظور ہوا تو پھر ملیں گے۔"

سعدیہ احمد نے بے بسی سے کہا۔ "میں اپنی اور تمہاری مجبوریوں کو سمجھ رہا ہوں۔ مگر جب تک مائیکرو فلم حاصل نہیں ہوتی اس وقت تک مجھ سے رابطہ برقرار رکھو۔"

میں نے آئندہ بھی ان سے گفتگو کرنے کا وعدہ کیا اور رابطہ ختم کر دیا۔

کچھ دیر بعد مجھے محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے کمرے سے نکل کر دروازے کو بند کیا اور چوکیدار کے گھر کی طرف جانے لگا۔ وہ ہیروئن اور اس کا نام نہاد بھائی یا شوہر اس وقت برآمدے میں نہیں تھے۔ ان کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا لیکن میں وہ دونوں شاید رشتے کا تجزیہ کر رہے تھے۔ میں نے جھونپڑی کے دروازے پر پہنچ کر بوڑھے بابا کو آواز دی تو وہ لڑکی باہر آئی۔ میں نے اس سے مذاقاً کہا۔

"میں نے بابا کو آواز دی تھی۔ تمہارا نام بابا تو نہیں ہے؟"

اس نے جواب دیا۔

"بابا گھر میں نہیں ہے۔ اس لئے تمہاری آواز سن کر میں چلی آئی۔"

میں نے معصومیت سے پوچھا۔

"اچھا تو بابا جس وقت گھر پر نہیں ہوتا اس وقت تمہارا نام بابا ہوتا ہے؟"

"نہیں تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ لڑکی کا نام بابا نہیں ہوتا۔ میرا نام تو شاداں ہے شاداں۔ بابا کہتا ہے میرا نام بہت خوبصورت ہے۔ ہے نا؟"

"تم بھی خوب صورت ہو، تمہارا نام بھی خوب صورت ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ اپنی کمر پر رکھ کر بولی۔

"مجھے خوبصورت نہ کہو ورنہ میں عفت کرنے لگوں گی۔ بابا کہتا ہے شہر کا آنے والے لوگ لڑکیوں کو پھسلانے پھسلانے کے لئے انہیں خوبصورت کہتے ہیں۔ ان خوب تعریفیں کرتے ہیں پھر انہیں برباد کر کے چلے جاتے ہیں۔ اے بابو تجھے معلوم ہے کہ برباد کیسے کرتے ہیں؟"

مجھے اس کی معصومیت پر پیار آیا۔ میں نے کہا۔

"تمہارے بابا ٹھیک کہتے ہیں۔ شہر سے آنے والے لوگ اچھے نہیں ہوتے۔ اچھے بھی ہوتے ہیں۔ ویسے تم اپنی تعریف سن کر غصہ کیوں ہوتی ہو؟ تم تو واقعی نہایت حسین ہو کر شہر کی لڑکیاں میک اپ کرنے کے بعد بھی تمہارے سامنے ماند پڑ جائیں گی۔"

وہ بابا کہتا ہے کہ تعریف سن کر خوش نہیں ہونا چاہئے۔ میں غصہ کھاؤں گی تو تعریف کرنے والا اپنا سامنہ لے کر چلا جائے گا۔ اب تم جاتے ہو یا دکھاؤں غصہ؟"

"نہیں تم ایسی ہی ٹھیک ہو۔ غصے میں اور زیادہ حسین نظر آؤ گی۔ میں تو صرف تمہارے بابا سے یہ پوچھنے آیا تھا کہ یہاں میرے کھانے پینے کا انتظام ہو سکتا ہے یا نہیں؟"

اس نے جواب دیا۔

"وہ جو فلمیں آتے ہیں وہ لوگ مری کے بڑے بڑے ہوٹلوں سے کھانا منگواتے ہیں۔ تیرے پاس بھی بڑے بڑے نوٹ ہیں۔۔۔۔ کھانا منگوانے سے پہلے پیسے۔۔۔۔"

میں نے جیب سے پرس کا ایک نوٹ نکالا۔ اس نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔

"کیا تیرے پاس اس سے چھوٹا روپیہ نہیں ہے؟"

"نہیں۔ میرے پاس بڑے بڑے نوٹ ہیں۔"

شاداں نے محتاط نظروں سے ادھر ادھر دیکھا، پھر ذرا قریب آ کر بڑی رازداری سے بولی۔

"بابو ایک بات بتائے گا؟"

ایک نوجوان لڑکی ذرا قریب آ کر رازدارانہ انداز میں کچھ پوچھے تو اچانک ہی دل دھڑکنے لگتا ہے۔ میرے سینے میں بھی دھڑکنوں کی دھمک ہونے لگی۔ میں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"ہاں، ہاں۔ پوچھو۔ کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

اس نے جھجک کے ڈرے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "تو اتنے بڑے بڑے نوٹ کہاں سے چرا کر لاتا ہے۔ مانگنے سے تو کوئی نہیں دیتا۔"

میرے دل کی دھڑکنیں اعتدال پر آ گئیں۔ دل کا کوئی معاملہ ہی نہیں تھا اب میں اسے کیا سمجھاتا کہ دولت کہاں سے حاصل ہوتی ہے۔ میں نے بھی بڑے رازدارانہ انداز میں کہا۔ "یہ بہت راز کی بات ہے۔ اگر میں تجھے بتاؤں گا تو پھر یہ راز نہیں رہے گا۔ تو دوسروں کو بھی بتا دے گی۔"

"نہیں اللہ قسم نہیں بتاؤں گی۔ تو مجھے بتا دے۔ دیکھ بابو! میں دن رات یہی سوچتی رہتی ہوں کہ ہم پیسے پیسے کے لئے ترستے ہیں اور تم لوگ پیسے کو کچھ سمجھتے ہی نہیں ہو۔ بڑے بڑے نوٹ ایسے نکال کر دے دیتے ہو جیسے کاغذ کا ٹکڑا دے رہے ہو۔ مجھے یہ بتا دے بابو کہ یہ بڑے بڑے نوٹ کہاں سے آتے ہیں۔ میں بیلا کی قسم کھا کے کہتی ہوں کہ کسی کو نہیں بتاؤں گی۔"

"میرا نام بیلا کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بیلا میری پیاری پیاری سی بھیڑ ہے۔ ساری بستی والے جانتے ہیں کہ میں اس سے کتنا پیار کرتی ہوں۔ کبھی اس کی جھوٹی قسم نہیں کھاتی۔"

"پھر تجھے یقین آ گیا کہ تو بھی قسم کھا رہی ہے۔ اب میں تجھے بتاؤں کہ بہت سے لوگ بڑے بڑے کارخانے چلاتے ہیں۔ بہت سے لوگ مشینیں اور موٹر کاریں بناتے ہیں۔ دنیا میں دولت کمانے کے بہت سے ذرائع ہیں مگر میرے پاس بہت پُراسرار طریقے سے بڑے بڑے نوٹ آتے ہیں۔"

"اچھا۔۔۔؟"

اس کی ہرنی جیسی آنکھیں میرے اسرار کو سمجھنے کے لئے اک دم سے پھیل گئیں۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ ان خوفزدہ آنکھوں میں سارے جہاں کا حسن کس طرح سمٹ آیا تھا۔ میں جو پہلے سے [illegible] کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیتا ہوں اس کی [illegible] کا سحر ٹوٹ گیا۔ اس کا معصوم بچپن [illegible] میں بہت دلکش

بات بتا رہا ہوں۔ کسی کو بتائے گی تو نہیں؟"

"نہیں بتاؤں گی۔ تو جلدی بول نا۔"

"اپنے بابا کو بھی نہیں بتائے گی؟"

"اپنے بابا کو کبھی نہیں بتاؤں گی۔ اللہ! میرا دل الٹ پلٹ ہو رہا ہے۔ جلدی بولتا کیوں نہیں؟"

میں نے ذرا قریب آ کر بڑی رازداری سے کہا: "روز صبح میں سو کر اٹھتا ہوں تو میرے تکیے کے نیچے سے سو روپے کا ایک نوٹ نکل آتا ہے۔"

شاداں نے بڑی حسرت بھری سانس لے کر اپنے ہاتھ کو اپنے سینے کی بلندیوں پر رکھ لیا۔ میں اس کے نازک ہاتھوں کی لرزش سے سمجھ رہا تھا کہ اسکے کنوارے سینے کی دھڑکنیں کتنی تیز ہو گئی ہوں گی۔ پھر وہ بڑے یقین کے ساتھ بولی: "پہچان میں میری ماں نے مجھے ایک کہانی سنائی تھی اور مجھے سے کہا تھا کہ تمہارا ایک پرندہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی اسے پکڑ کر اسے ذبح کر کے اس کی کلیجی بھون کر کھالے تو کھانے والے کے سرہانے سے روز صبح روپے نکلتے ہیں۔"

میں نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کی۔ ایسی کہانیاں عام میں بچے اپنی ماؤں، نانیوں اور دادیوں سے ایسی کہانیاں اکثر سنا کرتے ہیں۔ میں نے کہا۔ "تمہاری ماں نے ٹھیک کہا تھا۔ میں نے بھی تمہاری کلیجی ڈالڈا میں تل کر کھائی ہے۔ لیکن تمہاری نے اپنی کلیجی کھلانے سے پہلے تاکید کر دی تھی کہ میں یہ راز کسی کو نہ بتاؤں اگر بتاؤں گا تو پھر میرے سرہانے سے روپے نہیں نکلیں گے۔ تم اپنی بیلا کی قسم کھا چکی ہو۔ اس لئے میں نے تمہیں اپنا راز دار بنایا ہے۔ اب اگر تم بابا سے بھی یہ بات کہو گی تو پھر میرے تکیہ کے نیچے سے روپے نہیں نکلیں گے۔ کیا تم مجھے کنگال بنانا پسند کرو گی؟"

"نہیں، نہیں۔ تم بہت اچھے ہو۔ تم نے مجھ پر بھروسہ کیا ہے۔ میں یہ بات کسی سے نہیں کہوں گی مگر ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا——؟" میں نے پوچھا۔

"دیکھو بابو! میں تمہاری رازدار ہوں۔ اس لئے یہاں جب تک تیرے سرہانے سے روپے نکلتے رہیں گے تو روز صبح کو مجھے ایک روپیہ دے دیا کرنا۔ میں بابا سے نئے کپڑے بنانے کے لئے کہتی ہوں تو وہ ٹال دیتا ہے۔ اب میں خود اپنے پیسوں سے کپڑے بنواؤں گی۔"

"اگر بابا نے پوچھا کہ تجھے کپڑے بنانے کے لئے پیسے کہاں سے مل گئے تو کیا جواب دے گی؟"

وہ اپنی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر سوچتی ہوئی بولی "ہاں، میں تو یہ بھول ہی گئی تھی جواب کیا دوں گی۔ بابا کو تیرا راز تو بتایا نہیں سکتی۔ مجھے آتی چالاکی بھی نہیں آتی کہ جھوٹ بول سکوں۔ بابا بڑا چالاک ہے۔ بیلا کی قسم کھلا کر سچ اگلوا لیتا ہے۔"

میں نے کہا: "پھر تو بڑی مشکل ہے۔ مجھے پیسے دینے میں انکار نہیں مگر تو اپنا بُرا بھلا سوچ لے۔ بابا کے تو میرے لئے کھانا بھیج دینا۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں نے اُسے سوچتا چھوڑ کر ڈاک بنگلے کا رُخ کیا۔ اس وقت شام ہو رہی تھی۔ سورج کی کرنیں شفق رنگ ہو کر پہاڑ کی چوٹیوں پر اتر رہی تھیں۔ بادل اور کہر آپس میں گڈمڈ ہو کر وادیوں میں تیر رہے تھے۔ میں ڈاک بنگلے میں جانے کی بجائے دوسری طرف نکل گیا۔ قدرت کا ایسا حسن بار بار دیکھنے میں نہیں آتا۔ اس منظر کو حسین نظاروں سے لطف اٹھاتا ہوا ڈاک بنگلے سے دور نکل گیا۔ بہت دور تک چھوٹے سے ٹیلے پر بیٹھ کر میں نشیب کی طرف دیکھنے لگا۔ دور بستیوں میں بنے بڑے مکانات چھوٹے چھوٹے کھلونوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔ جیسے کسی پیر اس دھواں نکلتا ہوا کہر میں جذب ہو رہا تھا۔ کچھ دیر پرسکون رہنے کے بعد میں نے ہلکی سنڈو کے دماغ میں جھانکا۔ میں نے مناسب وقت پر اس کے دماغ کو ٹٹولنا کیا تھا کیوں کہ اس وقت وہ سوچ کے ذریعہ ماسٹر بوٹیے سے مخاطب کر رہا تھا۔ وہ رہا تھا کہ اس کے کچھ آدمی لاہور میں ہیں اور فرہاد کی کوٹھی کی نگرانی کر رہے ہیں جیسے ہی اس کی کوٹھی کا کوئی فرد نظر آئے گا ویسے ہی اس سے فرہاد کے متعلق معلومات حاصل کی جائیں گی اور وہ اپنے کچھ آدمیوں کے ساتھ اس وقت پنڈی میں ہے۔ اس کا ایک آدمی زیخا کی کوٹھی کی نگرانی کر رہا ہے لیکن ترقم کو ہے کہ ہوٹل سے فرار ہونے والا فرہاد اب زیخا کی کوٹھی کا رُخ کرے گا۔

اس کے جواب میں ماسٹر بوٹیے کی سوچ سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا: "فرہاد ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ کیا ایک عام شخص آتنا چالاک ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بھی بچ کر نکل جائے۔ یہ بات ابھی معلوم ہو چکی ہے کہ وہ گونگا نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے خود کو گونگا کیوں بنائے رکھا ہے؟ اس سوال کا بھی جواب سمجھ میں آتا ہے کہ وہ کسی طرح میری شخصیت سے واقف ہو گیا ہے۔ شاید اسٹوڈیا انچارج سے اُسے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ماتحت رہ کر کام کر رہے تھے۔ ہاں یہی بات ہے۔ سمندر کے ایک ساحلی کاٹج میں میرے دو آدمیوں سے اس کا سامنا ہوا تھا۔ وہاں اس نے میرے آدمیوں کو لائیٹر جلانے کی بھی مہلت نہیں دی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ میرا کوئی آلہ کار اس کی آنکھوں میں جھانکے یا اس کی آواز سنے۔ کیونکہ میں اس کی دو ذرائع سے اس کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا۔ اس طرح وہ محتاط ہو کر میرے لئے بہت پُراسرار بن گیا ہے۔ ہر لمحہ میری دلچسپی اس سے بڑھتی جا رہی ہے۔ بیل منڈو ہم خود کو ناقابل شکست کہتے ہو۔ تمہیں اپنے مارشل آرٹ اور جسمانی قوت پر بڑا ناز ہے۔ مگر فرہاد کی ذہانت کے آگے یہ سب ہیچ ہیں۔

بیل منڈو کے دماغ سے پتہ چلا کہ وہ اس بات پر غرا رہا ہے۔ اس کی جھلائی ہوئی سوچ نے کہا: "تم اور فرہاد دونوں ہی بزدل ہو۔ اگر میری صلاحیتوں کو آزمانا چاہتے ہو تو ایک بار میرے سامنے آ کر دیکھو۔"

ماسٹر بوٹیے کی سوچ نے کہا: "اپنی صلاحیتوں کے بل پر دوسروں کو زیر سمجھنا نادانی ہے۔ تم اب تک جنہیں شکست دیتے آئے ہو وہ تمہارے مقابلے میں کم صلاحیتیں رکھتے تھے۔ کوئی جسمانی طور پر ناقابل شکست ہوتا ہے کوئی ذہنی طور پر برتری حاصل کرتا ہے۔ جنگل کے خیر سے کوئی لڑنے نہیں جاتا۔ اسے اپنی ذہانت سے گھیر کر شکار کیا جاتا ہے۔ اس خطرناک کھیل کے دوران ہم میں سے کوئی بزدل نہیں ہے۔ ہم سب اپنی اپنی صلاحیتوں کو آزما رہے ہیں جو کامیاب ہو گا اسے ہی برتری حاصل ہو گی۔ میرا مشورہ ہے کہ فرہاد تک پہنچنے کے لئے شیر کی قوت سے نہیں انسان

سے کام لو۔ فرہاد جس شہر سے غائب ہوا ہے تم اس شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں کو اپنے ذہن میں رکھو۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ دائیں بائیں تین میل سے زیادہ دور نہیں جائے گا۔ تم بہت دور تک سوچو گے اور وہ تمہارے ذہن کو چکر دیتا رہے گا۔ تم ابھی جہاں ہو وہاں جم کر بیٹھ جاؤ اور صرف اپنی حسیات سے کام لیتے رہو۔ میرا خیال ہے کہ اس نے تمہیں دیکھ لیا ہے تمہیں بہت قریب سے اچھی طرح پہچان لیا ہے۔ اس لئے تمہیں جہاں بھی دیکھے گا وہاں سے فرار ہو جائے گا۔ بہتر یہی ہے کہ تم ایک جگہ خاموشی سے بیٹھ کر کام کرو۔"

ماسٹر بوٹیے نے اسے شورے دے رہا تھا اور میں ان شوروں کو سنتا جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ماسٹر بوٹیے نے اس سے سوچ کا رابطہ ختم کیا تو میں بھی پہاڑوں کی پُرکیف خاموشی میں واپس آ گیا۔ مجھے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ بیل منڈو اب کچھ دنوں تک پنڈی میں ہی رہے گا۔ لیکن میں تالاب کے بکھیڑے ہوئے پانی کی طرح کبھی ساکن نہیں رہ سکتا تھا۔ میں نے اس کے خلاف کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لیکن کس تدبیر سے اس کا سامنا کرنا ہو گا وہ تدبیر ابھی میرے دماغ میں نہیں آئی تھی۔ مجھے بہت سوچ کر ماسٹر بوٹیے کے اس اہم آلہ کار کو بے کار بنانا تھا۔ کیونکہ جب بھی میں بیل منڈو کے سامنے جاتا۔ اس سے آنکھیں ملاتا یا اس سے باتیں کرتا تو ماسٹر بوٹیے اس کے ذریعے میرے دماغ تک پہنچ جاتا۔ اب میں بیل منڈو کے سامنے گونگا بن کر بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ میں گونگا نہیں ہوں پتہ نہیں اس نے کتنے لوگوں کی بلی دی ہو گی تاکہ ان کی زبان کھلوا کر ان کے پیچھے چھپے ہوئے فرہاد کو تلاش کر سکے۔ بہرحال وہ تو اب میں اس کے سامنے گونگا بن سکتا تھا نہ ہی تاریک شیشوں والی عینک لگا کر اپنی آنکھیں چھپا سکتا تھا۔ ایسی صورت میں اس کا سامنا کرنا گویا موت کو ہاتھ کر خطرے کو دعوت دینا تھا۔ مگر اب میں دشمن کے آگے بھاگتے بھاگتے تھک گیا تھا۔ وہ مجھے بزدل سمجھ رہا تھا اور میں اسے بزدلی اور دلیری کا فرق سمجھانا چاہتا تھا۔

میں ٹیلے پر سے اٹھ کر ڈاک بنگلے کی طرف جانے لگا۔ شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ فضا گھنی سے بوجھل ہو چکی تھی۔ دور مکانات سے ہلکی ہلکی روشنیاں جھلک رہی تھیں۔ چند قدم آگے جا کر میں رُک گیا۔ مجھے شاداں کی آواز سنائی دی اندھیرے کے باعث وہ دور سے نظر نہیں آئی تھی۔ قریب آنے پر میں نے اُسے پہچان لیا۔ اس نے بھی مجھے پہچانتے ہی کہا: "اے بابو تو یہاں ہے۔ میں تیرے لئے کھانے کو ڈاک بنگلے گئی تھی۔"

میں نے پوچھا "کیا تیرا بابا آیا ہے؟"

"نہیں، وہ تو ابھی تک نہیں آیا۔ میں نے تیرے لئے کھانا بھی نہیں منگوایا۔ میرے پاس ایک تدبیر آئی ہے۔ میں اپنے ہاتھ کی پکائی ہوئی روٹیاں تجھے کھلاؤں گی۔ تو اپنے ہوٹل کے کھانے میں جو پیسے خرچ ہوتے ہیں وہ میں رکھ لوں گی۔ اس طرح میں بھی کچھ نہ کچھ کما سکوں گی۔ میں نے نئے کپڑوں کے لئے کس طرح پیسے جمع کئے ہیں۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں یہ اچھی تدبیر ہے۔ اگر ہوٹل سے کھانا آتا تو چند پیسے روپے خرچ ہو جاتے۔ تو دن میں تین بار اپنے ہاتھوں کی روٹی کھلا کر اور میں روپے کے حساب سے ان کی قیمت لے لیا کرنا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "بابو اس طرح تو مجھے دن میں تین بار روپے مل جائیں گے۔ کیا تو چار بار نہیں کھا سکتا؟"

اس کی بات سن کر میں بے اختیار ہنسنے لگا۔ اپنا بچپن گزرے ایک زمانہ بیت گیا۔ ایک زمانے کے بعد ایسی بچوں کی سی معصوم باتیں سن کر ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے شاداں کے سامنے میں خود بچہ بن گیا ہوں۔ ایسی ہی معصومیت اور ایسی ہی باتیں ہوتی ہیں جن سے زندگی کی سچی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ بے انتہا دولت سے ایسی مسرتیں نہیں خریدی جا سکتیں۔ بلکہ ہم مسرتوں کے فریب میں مصیبتیں خریدتے رہتے ہیں۔

میں اس کے ساتھ چلتے ہوئے نشیب میں اترنے لگا۔ ہمارے چاروں طرف ہریالی تھی، پہاڑوں کی بلندیاں تھیں۔ کوئی فریب نہیں تھا، کوئی کھوٹ نہیں تھا۔ فضا ہر آلودگی سے پاک تھی۔ اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے ہم اس دنیا کے پہلے آدم و حوا کی طرح ایک خاموش اور پرسکون دنیا کی دھرتی پر اتر رہے ہیں۔

اندھیرے میں اونچا نیچا راستہ صاف طور سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک جگہ میں لڑکھڑایا تو وہ بے اختیار سہارے کے لئے میری طرف گھوم گئی۔ میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کا ہاتھ پھول کی پتی کی طرح ملائم بھی تھا اور اس میں پہاڑ کے پتھریلے تیوروں کی طرح سختی بھی تھی۔ وہ ایک محنت کش پہاڑی دوشیزہ کے ہاتھ تھے۔ جو پھول اور کانٹوں کے مزاج کو سہنے وقت سمجھتے تھے۔ جب وہ ہاتھ میرے سخت پنجے کی گرفت میں آیا تو ہوسے سے پولس کانپ گیا جیسے کوئی ننھی سی چڑیا پہلی بار صیاد کے ہاتھوں میں آ کر لرز رہی ہو۔ اس ہاتھ کو کبھی اس کے بوڑھے باپ نے بھی تھاما ہو گا۔ کبھی وہ سکھیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ان پہاڑوں میں دور تک پھری ہو گی مگر وہ ہاتھ جو بالکل اجنبی ہوتا ہے اور اپنے پنجوں کے پرائے پن سے آتا ہے وہ اگر پہلی بار آگے بڑھ کر چھونے تو کنواری دھڑکنوں کا مزاج بدل جاتا ہے۔ اچانک ہی سوچنے کا انداز بھی بدل جاتا ہے اور جس راستے سے وہ گذر چکی ہے وہ راستہ بھی بدل جاتا ہے۔ جرمتی موں کے سہارے گذرتی ہے وہ قدم بھی ذرا ذرا ڈگمگانے لگتے ہیں۔ وہ یک بیک اپنا ہاتھ چھڑا کر بولی "بابو تیرے ہاتھ کیسے ہیں؟ میرے تو پاؤں کانپ رہے ہیں۔ پتہ نہیں دل کیوں آپ ہی آپ دھڑک رہا ہے۔ نہیں، میں تیرے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ مجھ سے آگے بھاگتی چلی گئی۔ میں نے اسے آواز دی۔ میرے ساتھ پہاڑیوں کی بازگشت پکارنے لگی۔

"شاداں —— شاداں —— داں —— داں —— داں ....."

وہ ایسی ہیبل دوشیزہ تھی جسے میرے ساتھ ساتھ قدرت کے تقاضے بھی آواز دے رہے تھے مگر وہ اندھیروں میں گم ہو گئی۔ میں اندھیرے میں گرتا، سنبھلتا اور لڑکھڑاتا ہوا اس کی جھونپڑی کی طرف جانے لگا تاکہ اس کی پکائی ہوئی روٹیاں کھانے کے لئے ڈاک بنگلے سے جا سکوں۔ اس لمحے لڑکھڑاتے ہوئے مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں نے پہلی بار شراب پی ہے۔ ایسا حسن بھی ہو تا ہے جو ہونٹوں تک نہیں پہنچتا صرف اپنی اداؤں کی شراب پلا کر مدہوش کر دیتا ہے۔ میری زندگی میں ایک سے ایک حسین مجسمے آئے تھے جن کے بدن میں جذبات کے پرے مچلتے تھے جنہیں میں نے چھوا، چکھ لیا، پی لیا پھر بھی تشنگی سے خالی رہا۔ شاداں مجھے سکھا گئی کہ تشنہ

صرف حزن نفرت میں ہوتا ہے۔

جب میں جھونپڑے کے قریب پہنچا تو وہ اپنے مکان کے پھولے ڈے دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس کا ہاتھ اپنے سینے پر چلا گیا۔ وہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو سمجھنے اور سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا: شاداں تو مجھے راستے میں کیوں چھوڑ کر آ گئی؟"

وہ خاموش رہی۔ مکان کی پچھلی کھڑکی سے لالٹین کی۔ روشنی جھانک رہی تھی اس دھیمی دھیمی سی روشنی میں وہ دہشت زدہ ہرنی کی طرح مجھے خاموشی سے دیکھے جا رہی تھی۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی مگر تو میں اس کی سمجھ میں آ رہا تھا اور نہ ہی اس کے دل کی دھڑکنیں اس کی سمجھ میں آ رہی تھیں۔ یہ کیسا پُراسرار لمحہ ہوتا ہے اور نازک سی ہوا کا کیسا نازک سا جھونکا ہوتا ہے کہ کچی کلی جیسی لڑکیوں کو اپنے ہی سوچ اور اپنے ہی جذبے سمجھ میں نہیں آتے۔ جب اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو اس نے اپنے نازک سے کانپتے ہوئے ہاتھ کو آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا:

"بابو تو نے اسے کیسے پکڑا تھا؟"

میں نے اس کے سوالی ہاتھوں کو تھام لیا۔ میرے ہاتھوں کی گرفت جوابی تھی۔ اس جواب کو وہ اپنے ہاتھوں کی نوازش سے کچھ سمجھ رہی تھی یا کچھ سمجھ رہی تھی۔ پھر وہ ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر بولی:

"ارے یہ ہاتھ تو میرے ہیں۔ میرے کہے کیوں ہو جاتے ہیں؟ دل کہتا ہے ایسے تجھے دے دوں۔ مگر کیوں دوں گی نہیں دوں گی۔ خبردار اب میرا ہاتھ نہ پکڑنا....؟"

یہ کہہ کر وہ بھاگتی ہوئی جھونپڑی کے اگلے سرے تک گئی۔ وہاں وہ ایک سائے کی طرح نظر آ رہی تھی۔ سایہ رک گیا تھا چند لمحوں کے لئے تھم گیا تھا۔ نئے جذبوں کی آگہی نے قدم روک لئے تھے۔ وہ چند لمحوں کی بات تھی پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

میں چاہتا تھا کہ آگے بڑھوں۔ اس کے دروازے پر جاؤں اور اس کے ہاتھوں کی پکائی ہوئی روٹیاں طلب کروں۔ مگر دور پہاڑی کی بلندی پر جس راستے سے میں ٹیکسی میں آیا تھا، وہاں چار گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں ان کی روشنی میں کچھ لوگ سامان اٹھائے پہاڑی سے اترتے ہوئے اسی بستی کی طرف آ رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ فلم یونٹ کے لوگ ہیں۔ ان سے مجھے کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا لیکن میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان میں سے کوئی میرے لئے خطرے کا باعث بنے گا۔

شاداں جیسی الٹرا ماڈرن سوسائٹی کے جذبوں کو سمجھنے میں کتنا لطف محسوس ہو رہا تھا میں ایک ایسی دنیا میں پہنچ گیا تھا جہاں صرف محبت ہوتی ہے اور جہاں ایک منتھری تھری اور ان چھوئی دوشیزہ کو منہ زور جذبوں کی ہلچل میں گرفتار دیکھ کر ایک عجیب سی خوشی کا احساس ہوتا ہے۔ کوئی ہمارے لئے گرفتار ہو اور کوئی ہمارے لئے انجانی آرزوؤں سے آشنا ہو تی رہی ہو تو یقیناً خوشی ہوتی ہے۔ لیکن خیالی خوشیوں کے جنگل میں دوڑتے دوڑتے اچانک ہی دشمنی کانٹوں کی طرح چبھنے لگتے ہیں۔ اس وقت بھی شاداں کے تعلق سوچتے سوچتے یہ بھی سوچنا پڑا۔ کہ شہر سے ان آنے والے لوگوں میں کوئی میرا دشمن نہ ہو۔ مجھے سب سے پہلے ڈاک بنگلے پہنچ کر آنے والوں کو دیکھنا اور سمجھنا ضروری تھا میں تیزی سے چلتا ہوا جھونپڑی کے دروازے پر آیا۔ پھر دستک دیتے ہوئے شاداں کو مخاطب کیا۔

"شاداں۔ تم کہتی ہو تو اب میں تمہارا ہاتھ نہیں پکڑوں گا۔ مجھے روٹی تو کھلا دو۔"

اسے میری بھوک کا احساس تھا وہ پہلے ہی ایک چھابے میں روٹیاں اور ایک تام چینی کی پلیٹ میں بیگن کا بھرتہ لئے دروازے کے پیچھے کھڑی تھی میری آواز پر اس نے دروازے کو ذرا سا کھول کر اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ دروازے کے پیچھے چھپی ہوئی تھی۔ صرف اس کا گلابی گلابی سا ہاتھ نظر آ رہا تھا۔ میں نے روٹی کے چھابے کو پکڑتے ہوئے کہا۔

"تو خود کو چھپا رہی ہے مگر جس ہاتھ کے پرائے ہونے کا ڈر تھا اسے بڑھا رہی ہے۔ کیا اسے پکڑ لوں؟"

اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ وہ باستور دروازے کے پیچھے چھپی ہوئی تھی۔ مگر میں سوچ کے ذریعہ اس کے چہرے پر ہوئے ہر ایک تاثر کو پڑھ سکتا تھا۔ اس کا دل اب بھی بڑی طرح دھڑک رہا تھا۔ اور وہ اس ڈر سے کانپ رہی تھی کہ وہ خود اپنے لئے پرائی ہوتی جا رہی ہے۔

"ہائے میں اب تک کسی سے نہیں جھجکی تھی۔ اس بابو سے کیوں جھجک رہی ہوں میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ تو دل اس کی طرف کھنچا جا رہا ہے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ پہلے تو دل کی دھڑکنیں اس طرح بے قابو نہیں ہوئیں میں یہاں چھپی کھڑی ہوں، مگر یوں لگتا ہے جیسے اس کی طرف بہتی جا رہی ہوں۔ میرے ہاتھ میں میٹھا میٹھا سا درد ہو رہا ہے۔ اس درد کا علاج یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے پھر سے پکڑ لے، مگر میں اسے پکڑنے نہیں دوں گی۔"

وہ اپنے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے دبانے اور مسلنے لگی۔ اس میٹھے سے درد کو دور کرنے کی ناکام سی کوشش کرنے لگی میں اس کی نادانی پر مسکراتا ہوا ڈاک بنگلے کی طرف جانے لگا۔ ڈاک بنگلے میں فلم یونٹ کے کچھ لوگ آ گئے تھے اور کچھ لوگ آ رہے تھے۔ میں اپنے کمرے میں بیٹھ کر کھانا کھانے کے دوران ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔ فلم کی ہیروئن اور اس کے نام نہاد بھائی کی سوچ تک میں پہنچ چکا تھا۔ اب ان سے جو لوگ باتیں کر رہے تھے ان کے ذہن کو میں پڑھتا جا رہا تھا۔ اس وقت ڈائریکٹر اور پروڈیوسر ہیروئن کے ساتھ بند کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پروڈیوسر اس سے کہہ رہا تھا۔

یہاں سے پانچ میل دور ایک جنگل میں ہم نے شوٹنگ کے لئے لوکیشن کا انتخاب کیا ہے۔ تین دن وہاں جانے کے لئے ہمیں صبح چار بجے ہی یہاں سے روانہ ہونا پڑے گا۔ اگر تم صبح چار بجے اٹھ سکتی ہو تو بہتر ہے ورنہ ہم ابھی کھانے کے بعد یہاں سے لوکیشن کی طرف روانہ ہو جائیں

گے۔۔۔"

ہیروئن نے کہا: "کیا آپ چاہتے ہیں کہ اتنی رات کو میں پانچ میل تک پیدل چلتی رہوں گی؟ یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔"

پروڈیوسر نے اسے سمجھایا۔

"یہاں سے صرف آدھ میل تک ایسا راستہ ہے کہ گاڑیاں نہیں جا سکتیں۔ اس کے بعد فاریسٹ آفیسر کی جیپ تمہیں لوکیشن تک لے جائے گی۔ وہاں فاریسٹ آفیسر کا ایک چھوٹا سا کاٹیج ہے۔ تم وہاں صبح آٹھ بجے تک سو بھی رہو گی۔ تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس وقت تک تم شوٹنگ کی تیاریاں کرتے رہیں گے۔ اگر تم اس طرح تعاون نہیں کرو گی تو ہمارا شیڈول لیٹ ہو جائے گا۔"

ہیروئن نے موقع سے فائدہ اٹھا کر کہا۔

"آپ لوگوں کو بھی مجھ سے تعاون کرنا چاہئے۔ ابھی مجھے بیس منٹ آرام کی ضرورت ہے۔ آپ ابھی رقم دے دیجئے میں کھانے کے بعد لوکیشن کی طرف جاؤں گی۔"

پروڈیوسر بے چینی سے اپنی کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے سوچنے لگا۔۔۔۔

"سالی بچی حرافہ ہے۔ وہ دن بھول گئی جب چھوٹا چھوٹا سا رول حاصل کرنے کے لئے پروڈیوسروں کی آغوش گرم کیا کرتی تھی۔ اب تو اس کے نام سے بچے اور بچے دام میں بکتی ہے۔ اگر میں نے اسے بیس ہزار روپے نہیں دیئے تو کل تک یہ بیماری کا بہانہ کر کے شوٹنگ کینسل کرا دے گی۔"

اس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے میں ابھی بیس ہزار کا چیک دیتا ہوں تم اپنے بھائی کو شہر بھیج کر کیش کرا لینا۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ ڈائریکٹر نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔

"پروڈیوسروں کو آپ خوب نچاتی ہیں میں کئی دن سے ایک ہزار روپے مانگ رہا ہوں مگر یہ نہیں دیتا۔ یہ جانتا ہے کہ میری پہلی پکچر ہے میں اپنا نام پیدا کرنے کے لئے اس کے آگے آگے کتے کی طرح دم ہلاتا رہوں گا اور یہ اپنی پکچر مکمل کرنے کے لئے آپ کے سامنے دم ہلاتا پھر رہا ہے میں پوچھ تا ہوں۔ وہ بڑا کتا ہے۔ یہ نہیں انسان زندہ رہنے کے لئے اور دولت کمانے کے لئے کب تک کتوں کے نقش قدم پر چلتا رہے گا۔ بہرحال ان باتوں کو چھوڑیئے میں آپ کو کل کا سین سمجھانے آیا ہوں۔"

وہ اس کے سامنے کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ ہیروئن نے سگریٹ سلگاتے ہوئے پوچھا۔

"وہی سین ہے نا، میں دشمنوں سے جان بچانے کے لئے بھاگتی ہوئی جنگل میں پہنچ جاتی ہوں فلم کا ہیرو اس جنگل کا فارسٹ آفیسر ہے۔ وہ مجھے پناہ دیتا ہے۔"

"ڈائریکٹر نے کہا۔

"نہیں کل کی شوٹنگ میں ہیرو سے ملاقات نہیں ہو گی۔ کل کی شوٹنگ یوں ہو گی کہ آپ جنگل میں پہنچ کر بھٹک رہی ہیں۔ جھاڑیوں کے درمیان سے گزرنے کے دوران آپ کا لباس تار تار ہونے لگتا ہے۔ مختلف شاٹس میں آپ کا لباس ایسی ایسی جگہ سے پھاڑا جائے گا کہ آپ بہت زیادہ سیکسی نظر آنے لگیں گی۔"

ہیروئن نے کہا: "میرے بازو بہت سڈول ہیں۔ بازو اور پشت پر سے لباس پھاڑ دینا کافی ہو گا۔"

ڈائریکٹر نے کہا: "ہاں ابتداء میں یہی ہو گا مگر تماشائی آگے بھی کچھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ سامنے سینے پر بھی لباس میں خراشیں آنی چاہئیں کہ سینہ چھپنے کے باوجود ادھر سے اُدھر جھلکتا رہے۔ آپ سوچئے، رکمنی فلم میں یہ سین کتنا ہیجان خیز ہو گا۔ آپ جانتی ہیں کہ فلمی اخبار والے آپ کے سیکس کا ایٹم کہتے ہیں۔ تماشائی بھی آپ کو اسی انداز میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہاں نوید کہہ رہا تھا کہ جب آپ طویل جھاڑیوں سے نکل کر باہر آئیں گی تو لباس بالکل تار تار ہو چکا ہو گا یعنی لباس ہوتے ہوئے بھی آپ بے لباس ہوں گی۔ میں نے اس قدر سوچ سمجھ کر یہ سین لکھوایا ہے کہ سنسر والے اعتراض نہیں کر سکیں گے کیونکہ لباس تار تار ہونے کی خصوصی وجوہات پیش کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ جنگل میں ہیں، جنگل میں آپ کو دوسرا کپڑا نہیں مل سکتا۔ اس لئے۔۔۔"

"اس لئے میں ننگی ہو جاؤں۔۔۔ آپ یہی کہنا چاہتے ہیں نا؟" وہ بے حیائی سے بولی۔

"آں۔ ہاں" اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "میرے کہنے کا مطلب۔ یہ ہے کہ آپ کے بدن پر لباس تو نہیں ہو گا مگر میں درختوں اور بڑے بڑے پتوں کی آڑ سے ایسے شاٹس لوں گا کہ بدن کا قابل اعتراض حصہ چھپ جائے گا۔ ہم سنسر والوں کے اعتراض کا جواب دے سکتے ہیں کہ جنگل میں دوسرا لباس نہیں مل سکا تھا اس لئے آپ کو پتوں سے چھپایا گیا ہے۔ آخر آدم اور حوا نے بھی اپنا بدن پتوں سے چھپایا تھا یہ تو ایک تاریخی حقیقت ہے۔ اس حقیقت پر سنسر کی قینچی نہیں چل سکے گی۔"

ہیروئن نے کہا: "مگر شوٹنگ کے دوران تم لوگوں کی نگاہوں کی کتنی ہی قینچیاں مجھ پر چلتی رہیں گی دیکھو میں صاف صاف بات کہتی ہوں اپنے پروڈیوسر سے جا کر کہہ دو کہ پردے اتارنے کے میں بیس ہزار الگ سے لوں گی۔"

ڈائریکٹر نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"دیکھئے اگر آپ نے بیس ہزار کا مطالبہ کیا تو شوٹنگ رک جائے گی۔"

"شوٹنگ کیوں رکے گی۔ سین بدل دیں۔ بدن پر لباس رہنے۔"

مجھے اچھی طرح یاد ہے جب میں پہلی بار انڈسٹری میں آئی تھی تو ایک میرے دیرینہ عزیز جھوٹا وعدہ کر کے میرا لباس اتار دیا جاتا تھا۔ آج بھی میں ان کی مرضی سے لباس اتار دوں گی مگر صرف ایک بے لباس سین کے میں بیس ہزار لوں گی۔ جاؤ اگر پروڈیوسر منظور

کرتے تو سین بدل دینا میرے پاس فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے۔"

میں روٹی کھا رہا تھا اور فلم انڈسٹری کے عجوبوں کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس رنگا رنگ زندگی، پانچ ہزار کی دولت اور لذیذ کھانوں سے زیادہ سوکھی روٹی اور بینگن کے بھرتے میں مزہ آ رہا تھا۔ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد میں آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ سردی بڑھتی جا رہی تھی۔ بستر پر دو کمبل رکھے ہوئے تھے لیکن کمبل اوڑھ کر لیٹنے کے لئے جوتے اتارنے ضروری تھے۔ لیکن میں اس وقت تک ہر طرح سے مستعد رہنا چاہتا تھا۔ جب تک کہ وہ فلم والے وہاں سے نہ ٹل جائیں۔ پوری طرح سے تنہائی نصیب ہونے کے بعد ہی سونا مناسب تھا۔

دو گھنٹے بعد باہر سے ایسی آواز آنے لگی جیسے وہ سب وہاں سے جا رہے ہوں۔ میں انہیں نظر انداز کر کے میل منڈو کے ذہین میں جھانکنے لگا۔ اس وقت وہ ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل کے ایک کمرے میں بیٹھ کر وہسکی سے شغل کر رہا تھا... اس کی بھتیجی ریڈ اس کے پاس آ گئی تھی۔ میل منڈو اپنی بھتیجی کو بیٹی کی طرح دل وجان سے چاہتا تھا اور اسے بہت عزیز رکھتا تھا۔ ماسٹر اسٹروک شے اس کی اس کمزوری کو جانتا تھا۔ اس لئے وہ میل منڈو کو بھگی دے سکے یہ سوچا تھا کہ اگر اس نے کسی طرح ریڈ اس کی توجہ اس کی حسین بھتیجی کی طرف بھگی کر دی تو گل بنا دے گا میل منڈو اسی لئے ریڈ اکو اپنے ساتھ رکھتا تھا کہ وہ شیطان اس سے کوئی شیطانی حرکتیں نہ کرے۔ اس وقت ریڈ اکو اور میل منڈو کے درمیان لمبی لمبی باتیں ہو رہی تھیں جن کا تعلق مجھ سے نہیں تھا۔ اس لئے میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔

ڈاک بنگلے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ شاید وہ سب جا چکے تھے میں بستر سے اٹھ کر کمرے سے باہر آیا۔ برآمدے میں پہنچ کر میں چلایا۔ ابھی یونٹ کے کچھ لوگ باقی ہیں۔ وہ صبح چار بجے جائیں گے۔ ہیروئن اور پروڈیوسر اپنا اپنا کمرہ لاک کر کے لوکیشن کی طرف جا چکے تھے۔ صرف ایک کمرہ رہ گیا تھا جس میں ساؤنڈ اور لائیٹ کے شعبوں سے تعلق رکھنے والے مزدور سونے کے لئے اپنے اپنے بستر بچھا رہے تھے۔ وہ کمروں کے لئے کافی نہیں تھا۔ اس لئے وہ آپس میں جھگڑا طے کر رہے تھے۔ ایک بوڑھا آدمی کمبل لپیٹے باہر آمدے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"بیٹا کیا تم اس کمرے میں اکیلے ہو؟"

میں نے کہا "ہاں بابا۔ کیا بات ہے۔؟"

"بیٹے میں سردی سے ٹھٹھر رہا ہوں۔ اگر تم اپنے کمرے میں سونے کی جگہ دے دو تو بڑی مہربانی ہو گی۔"

مجھے اس کے بڑھاپے اور اس کی حالت پر ترس آیا۔ میں نے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بابا۔ اپنا سامان لے آؤ۔"

وہ مجھے دعائیں دیتا ہوا اپنی اٹیچی اور اپنا بستر اٹھانے لگا میں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے بستر لیا تو اس کے دل سے اور دعائیں نکلنے لگیں میں نے اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"بابا تم کیا کام کرتے ہو؟"

"میں میک اپ مین ہوں۔"

"پھر تو بڑی آمدنی ہو گی؟"

"بیٹا۔ ہمی سو چار کریلی تیس برس پہلے انڈسٹری میں آیا تھا مگر یہاں آ کر معلوم ہوا کہ میک اپ مین اور لائٹ مین سب چراغ کے تیل کی طرح جلتے ہیں۔ انڈسٹری کو روشن کرتے ہیں اور خود گمنامی میں چل چل کر ختم ہو جاتے ہیں میں بہت تجربے کار میک اپ مین ہوں۔ مجھے ایک فلم کے پانچ ہزار ملتے ہیں لیکن سیدھے کہنی پشت نہیں ملتے۔ مہینوں اور سالوں تک پروڈیوسر کے پیچھے ہاتھ پھیلاتے پھیلاتے ہم کبھی سوا در کبھی پچاس لے کر اپنی رقم وصول کرتے ہیں۔ فلم فلاپ ہو جاتی ہے تو ہمارے پیسے بھی ڈوب جاتے ہیں۔ اس ہنر کے سوا کوئی دوسرا ہنر نہیں آتا۔ اس لئے کسی نہ کسی طرح یہ زندگی گذار رہا ہوں۔"

وہ فرش پر اپنا بستر بچھانے لگا میں نے کہا۔

"بابا تم پلنگ پر آ جاؤ میں جوان آدمی ہوں میں نیچے سو جاؤں گا۔ مجھے سردی نہیں لگے گی۔"

"نہیں بیٹا مجھے تو صرف تین بجے تک رات گزارنی ہے.....

.....

"تین بجے تک میں ابھی بہت دور ہے۔ آپ یہاں میرے بستر پر آرام کریں۔"

میں نے جبراً بوڑھے میک اپ مین کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور اسے اپنے بستر پر پہنچا دیا۔ جہاں تک کرنے اور کسی کے کام آنے کا موقع ملے تو ضرور ایسا کرنا چاہئے کیونکہ حاصل وقت میں کسی سے نیکی کرنے میں ہمارا ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہوتا۔ بابا بستر پر بیٹھے کچھ دیر اپنی اٹیچی کھولنے لگا۔ اس کی اٹیچی میں میک اپ کا بہت سا سامان تھا۔ فیس واش، ڈرائی اسکن، کاجل، مسکارا، ٹوتھ آئی شیڈو، مصنوعی پلکیں اور داڑھی مونچھوں کے بال۔ کتنی ہی ایسی چیزیں تھیں جنھیں وہ اٹیچی سے نکال کر دیکھ رہا تھا۔ اور بالوں کو برش کے ذریعہ سنوار کر انہیں دوبارہ اٹیچی میں رکھ رہا تھا۔ اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا کہ میں میک اپ کے ذریعہ اپنا حلیہ بدل سکتا ہوں۔ اس بوڑھے کو تیس برس کا تجربہ ہے۔ یہ چاہے تو مجھے میک اپ کا بہترین طریقہ سکھا سکتا ہے۔

میں اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ اور بڑی دلچسپی سے میک اپ کا ایک ایک سامان اٹھا کر ان کے متعلق اس سے پوچھنے لگا۔ وہ میرے لئے بڑی تفصیل سے معلومات فراہم کر رہا تھا میں نے اس سے پوچھا۔

"بابا کیا تم مجھے میک اپ کرنا سکھا سکتے ہو؟ میں اس کام کا منہ مانگا معاوضہ دوں گا میں پروڈیوسروں کی طرح پیسوں کے لئے تمہیں نہیں دوڑاؤں گا بلکہ اسی وقت تمہارا معاوضہ ادا کر دوں گا۔"

اس نے کہا "بیٹا تم اتنے اچھے ہو کر میں تمہیں مفت میں میک اپ کرنا سکھا سکتا ہوں۔ مگر ضرورت انسان کو کسی قدر خود غرض بنا دیتی ہے میری گھر والی بہت بیمار ہے میں اسے بیماری کی حالت میں چھوڑ کر نہیں آیا تھا۔ پروڈیوسر نے مجھے سو روپے دے کر وعدہ کیا تھا کہ شوٹنگ کے دوران ..... دے گا۔ مگر ابھی تک ایک پیسہ نہیں دیا۔ میں دو سو کی امید میں کام کئے جا رہا ہوں۔ بیٹا میں لالچی نہیں ہوں مگر تم سے کم از کم سو روپے مانگنے پر مجبور ہوں۔"

مجھے اس کی باتیں سن کر فلم کی ہیروئن یاد آ گئی۔ یہ کیسے لوگ ہیں کہ بوڑھی بیمار عورت کو دوا کے لئے ..... دو سو نہیں دے سکتے۔ دو روپے بھی نہیں دے سکتے۔ لیکن جوان عورت کے بدن سے لباس اتارنے کے لئے بیس ہزار دے دیتے ہیں۔ میں نے جیب سے سو سو کے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر کہا۔

"تم نے میری توقع سے بہت کم اندازہ لگایا ہے میں نہیں جانتا کہ اس گڈی میں کتنے روپے ہیں۔ یہ جتنے بھی ہیں۔ تمہارے ہیں۔ اسے رکھ لو۔"

بوڑھے کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ کبھی مجھے اور کبھی نوٹوں کی گڈی کو بے یقینی سے دیکھنے لگتا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر نوٹوں کی گڈی اس کی ہتھیلی پر رکھ دی۔ اس کے بوڑھے ہاتھ کانپنے لگے۔ ایسی بات نہیں تھی کہ اس نے اتنے روپے کبھی نہ دیکھے ہوں۔ لیکن وہ روپے اس کے دکھوں کا علاج بن کر اس کی ہتھیلی پر آئے تھے۔ اس لئے وہ خوشی سے کانپ رہا تھا۔ اس نے احسانمندی سے میرے ہاتھ کو تھام کر چوم لیا اور اس پر اپنی بوڑھی بھیگی ہوئی آنکھیں رکھ دیں۔ پھر اس نے کہا۔

"میں تمہیں میک اپ کے ذریعہ چہرے بدلنے کا ایسا ہنر سکھاؤں گا کہ تم خود اپنے بدلے ہوئے چہروں کو دیکھ کر حیران رہ جاؤ گے میرے پاس چہرہ بدلنے کا ایک ماسک ہے۔ ایسے ماسک باہر کے ملکوں سے آتے ہیں۔ ہمارے ہاں بڑی مشکل سے دستیاب ہوتے ہیں۔ تم دولتمند ہو ایسے کتنے ہی مختلف قسم کے ماسک باہر سے منگوا سکتے ہیں۔"

وہ اٹیچی سے ایک ماسک نکال کر مجھے دکھانے لگا۔ پھر اس نے بتایا کہ یہ ماسک کس طرح چہرے پر چڑھایا جا سکتا ہے اور اپنی جلد کی رنگت کے مطابق اس ماسک پر میک اپ کیا جا سکتا ہے۔ وہ اس ماسک کو میرے چہرے پر چڑھا کر عملی طور پر وہ ہنر سکھا رہا تھا میں ایک ہاتھ سے آئینے کو تھام کر اس میں اپنے آپ کو دیکھتا جا رہا تھا میرا چہرہ بدل رہا تھا۔ اس چہرے کے پیچھے فرہاد علی کا چہرہ چھپ گیا تھا میں صرف اپنی آنکھوں سے خود کو پہچان رہا تھا میں نے پوچھا۔

"بابا کیا ایسا میک اپ نہیں ہوتا کہ آنکھیں بھی بدل جائیں؟"

میری بات سن کر اس نے ایک چھوٹا سا گتے کا ڈبہ نکالا۔ جس پر مخمل کا کپڑا منڈھا ہوا تھا۔ اس ڈبے میں آئی لینز رکھے ہوئے تھے۔ بوڑھے نے ایک آئی لینز اٹھا کر کہا۔

"اپنی ایک آنکھ کو کھلا رکھنے کی کوشش کرو۔ تمہیں تکلیف تو ہو گی۔ مگر کچھ دیر میں تمہاری آنکھیں بدل جائیں گی۔"

میں نے اس کی ہدایت کے مطابق آنکھیں کھلی رکھنے کی کوشش کی۔ وہ غلیظ لگائے میری بائیں آنکھ میں اس لینس کو جمانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے واقعی تکلیف ہو رہی تھی۔ آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا مگر کچھ سیکھنے کے لئے اور کسی قابل بننے کے لئے تکلیفیں برداشت کرنا

جب میری دونوں آنکھوں میں دو آئی لینز اچھی طرح بٹھا دیئے گئے تو میں نے آئینے میں اپنی صورت دیکھی۔ میں نے آئینے میں ایک اجنبی کو دیکھا۔ آئینے کے ادھر میں تھا۔ میں خود کو نہیں پہچان رہا تھا۔ میں نے بابا کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"بابا۔ واقعی تم نے کمال کر دیا۔ یہ آئی لینز مجھے دے دو۔ بولو اس کی کیا قیمت ہے؟"

بوڑھے نے کہا۔ "تم نے تو مجھے اتنے روپے دیئے ہیں جو اس آئی لینز کی قیمت سے بھی زیادہ ہیں۔ اگر میں اسے دے کر تمہارے احسان کا کچھ بدلہ چکا سکتا ہوں تو اسے رکھ لو۔"

میں اس کی باتیں سنتا ہوا بار بار خود کو آئینے میں دیکھ رہا تھا اور اپنے آپ کو پہچاننے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ بوڑھے نے اسے سلیقے سے میک اپ کیا تھا کہ چہرے کے کسی حصے سے بناوٹ کا شبہ نہیں ہوتا تھا۔ بوڑھا اس وقت آئی لینز کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ وہ تمام آئی لینز اس کی ملکیت نہیں ہیں۔ وہ فلم کے پروڈیوسر نے باہر سے منگوائے تھے اور شوٹنگ کے دوران میک اپ مین کو امانت کے طور پر رکھنے کو دیئے تھے۔ وہ آئی لینز کا ایک جوڑا مجھے دے کر امانت میں خیانت کر رہا تھا اور یہ سوچ کر اپنے دل کو تسلی دے رہا تھا کہ شخص میرے آڑے وقت میں کام آ رہا ہے۔ اس نے ان مانگے مجھے اتنی بڑی رقم دی ہے کہ پروڈیوسر کبھی نشے کی حالت میں بھی نہیں دے سکتا تھا۔ اس آئی لینز کی قیمت تقریباً ڈھائی ہزار روپے ہو گی۔ یا پھر پروڈیوسر نے بڑھا پے کی وجہ سے اس کی قیمت بتائی ہو گی تاکہ میں بڑی احتیاط سے ان کی حفاظت کر تا رہوں۔ بہر حال جتنی بھی قیمت ہو میں کہہ دوں گا کہ آئی لینز کا ایک جوڑا مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ وہ میرے معاوضے کی رقم میں سے پیسے کاٹ لے۔

وہ بوڑھا میک اپ مین میرے لئے امانت میں خیانت کر رہا تھا اور خیانت کی سزا بھگتنے کے لئے اپنے ڈھائی ہزار روپے کا نقصان کرنے کے لئے تیار تھا۔ میری دی ہوئی رقم اتنی نہیں تھی کہ وہ اپنا نقصان پورا کر سکتا اور میں اسے نقصان پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔

میں وہاں سے اٹھ کر میز کی طرف گیا۔ وہاں میری اٹیچی رکھی ہوئی تھی۔ میں نے اسے کھول کر کپڑوں کے نیچے سے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں۔ اور حساب کرنے لگا کہ میں نے بوڑھے بیک اپ مین کو کتنے روپے دیئے ہیں۔ میری اٹیچی میں ساڑھے سات ہزار روپے تھے اور میں نے ..... بیس ڈیڑھ ہزار روپے تھے۔ اس میں سے میں نے تین سو خرچ کئے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں نے بوڑھے میک اپ مین کو صرف بارہ سو روپے ..... ہیں۔ میں نے اس سے کہا۔

"بابا۔ میں نے سنا ہے کہ آئی لینز بہت قیمتی ہوتے ہیں۔ اتنی قیمتی

چیزیں تمہاری اپنی نہیں ہو سکتیں۔ مجھے سچ سچ بتا دو کہ یہ آئی لینسز کس کے ہیں اور ان کی کیا قیمت ہو سکتی ہے؟"

بوڑھا پہلے تو سچ بولنے سے ہچکچاتا رہا۔ پھر اس نے سب کچھ اگل دیا۔ میں نے اسے مزید دو ہزار روپے دیتے ہوئے کہا۔

"یہ روپے رکھ لو۔ یہ ڈیوائس کو تمہارے معالجے سے لینس کی قیمت کاٹ لینے دو۔ یہ سمجھ لو کہ معالجے کی رقم تمہیں اسی وقت میرے ہاتھوں سے مل گئی ہے۔"

بوڑھا وہ روپے لے کر ایسی عقیدت اور احسان مندی سے مجھے دیکھنے لگا جیسے اس کے نقصانات کو سمجھنے اور ان کی تلافی کرنے والا کوئی فرشتہ اس کے سامنے کھڑا ہو۔ میں فرشتہ نہیں تھا۔ اسی دنیا کا انسان تھا اور انسان اپنے بڑے فائدے کے لئے چھوٹی چھوٹی بے ایمانیاں ضرور کرتا ہے۔ مجھے نمبس مانک اور آئی لینس سے بہت بڑا فائدہ تھا۔ لہٰذا یہ چیزیں حاصل کرنے کے لئے اس بوڑھے کو امانت میں خیانت کرنے کا انعام دے رہا تھا کیا کیا جائے، بیل منڈوے ٹکرانے کے لئے میں ایسا کرنے پر مجبور تھا۔

میں نے پھر آئینے میں اپنی بدلی ہوئی صورت کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ وہ جن آدمیوں کو میری شناخت کے لئے ساتھ لئے گھوم رہا تھا وہ مجھے نہیں پہچان سکتے تھے۔ میری آنکھوں پر آئی لینس کا پردہ پڑا گیا تھا۔ بیل منڈوہ ہزار بار میری آنکھوں میں دیکھتا۔ اس کے باوجود ماسٹر پلوشے اس کے ذہ لیے میری آنکھوں تک اور پھر میرے ذہن تک پہنچنے میں ناکام رہتا۔ اب وہ صرف میری گفتگو کے سہارے مجھ تک پہنچ سکتا تھا۔ لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ میں پھر گونگا بن جاؤں گا۔ بیل منڈوے سامنا ہونے کے بعد وہ میری زبان کھلوانے کے لئے ... انتہائی کوششیں کرے گا۔ اس وقت میں اس سے نمٹ لوں گا۔

میں یہ تمام باتیں سوچ رہا تھا اور دل ہی دل میں آئندہ کے پروگرام مرتب کر رہا تھا۔ اس دوران بوڑھا میک اپ میں مجھے آئی لینس کو استعمال کرنے کے عملی طریقے سکھا رہا تھا۔ یہ طریقے سیکھنے کے لئے کئی بار وہ آئی لینس میری آنکھوں سے نکالے گئے اور پھر اسی طرح آنکھوں میں جمائے گئے۔ یہ عمل گھنٹے آدھ گھنٹے کے وقفے سے ہوتا رہا تاکہ اس وقفے سے میری آنکھوں کو بھی آرام پہنچتا رہے۔

ہم دونوں میں رات تک سو نہیں سکے۔ وہ مجھے سکھاتا رہا اور میں بہت کچھ سیکھتا رہا۔ جب تین بجنے لگے تو اس نے میک اپ کا تھوڑا سا سامان مجھے دیا اور ان کی فہرست تیار کروائی تاکہ میں انہیں خرید لوں۔ اس کے بعد وہ جانے کے لئے تیار ہونے لگا۔ میں بستر پر لیٹنے لگا۔ میں نے اپنا [illegible] کہا۔ "کل صبح سات بجے ناشتہ کر کے آج تم [illegible]

اس نے کہا۔ "میرا بس چلے تو میں اپنے بڑھاپے کی تمام راتیں جاگ جاگ کر تمہارے کام آتا رہوں۔ اگر مجھے دن کے وقت سونے کا موقع مل گیا تو کل رات میں تمہیں اور بہت کچھ سکھاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ جب بھی وہ یہاں آئے گا، اسے بڑھئے چوکیدار سے اس کمرے کی چابی مل جائے گی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر جوتے اتارے۔ لباس تبدیل کیا اور بستر پر آ کر کمبل میں دبک گیا۔ تھوڑی دیر تک میرے کمرے کے باہر لوگوں کی آمد و رفت رہی۔ پھر وہ تلاش کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔ رات بڑی خاموش اور پُراسرار تھی۔ نہ جانے رات کی تاریکی میں کتنے اسرار چھپے ہوتے ہیں۔ رات کے اس جذبات پرور اندھیرے میں کتنے ہی جوان دلوں کی دھڑکنیں بھی چھپی ہوتی ہیں۔ ایسی ہی باتیں سوچتے ہوئے مجھے شاداں یاد آ گئی۔ بہت دیر تک چشم تصور میں اس کی اداؤں کے پھول کھلتے رہے۔ میں نے اس کی جاگتی ہوئی اداؤں کو دیکھا تھا۔ میرے دل نے پوچھا، سوتے میں اس کی سوئی کی ادائیں کیا ہوں گی۔ کیا میں اس کے سپنوں کی راہگذر کا ... مسافر ہوں؟

ہیں اس راہ گزر تک پہنچنے کے لئے اس کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ آنکھیں بند کئے ایسے سپنوں کی محفل سجا رہی ہو گی۔ میں وہاں تک پہنچا تو معلوم ہوا وہ جاگ رہی ہے اور بے چینی سے کروٹیں بدل رہی ہے۔ وہ اپنی ہر کروٹ پر کبھی اس ہاتھ کو دیکھ رہی تھی، جسے میں نے پکڑا تھا، کبھی اس درد کو سمجھ رہی تھی جو میں نے نہیں دیا تھا مگر اسے مل گیا تھا۔ وہ ایک کروٹ کے بعد دوسری کروٹ ایسے بدل رہی تھی جیسے مجھ سے بچنے کے لئے منہ پھیر رہی ہو۔ مگر میری سوچ بھی اس کے ساتھ کروٹ بدلتی تھی اور انداز بدل بدل کر اس کے دماغ کو ڈاک بنگلے کی طرف لے جاتی تھی۔ اس نے جھنجلا کر تکیے کو اپنے سرہانے سے کھینچ لیا۔ پھر اسے اپنی دونوں باہنوں میں لے کر اپنے سینے سے بھینچ لیا۔ اب وہ دل کی باغی دھڑکنوں کو دبانا چاہتی تھی۔ اس وقت اپنے تکیے کو دیکھ کر اسے خیال آیا کہ اس بابو کے تکیے کے نیچے سے روپے نکلتے ہیں۔ وہ سوچنے لگی:

"ہائے اللہ! تکیے کے نیچے آپ ہی آپ کس طرح روپے آ جاتے ہوں گے؟ ڈاک بنگلے کے اس تکیے پر تو کتنے ہی مسافر سر رکھ کر سوتے ہوں گے مگر اس بابو کی کھوپڑی سے الگ [illegible] یہ بات کیسے سوچ سکتی کہ اس کی کھوپڑی کے نیچے جو تکیہ ہوتا ہے اس کے نیچے سے کیسے روپے نکلتے ہیں؟

لیکن میں کیسے سوچ سکتی ہوں۔ [illegible] کے لئے [illegible] اس کے [illegible] میں [illegible] کے قریب [illegible] مجھے

[illegible] ہوئی بات سمجھ میں ہی نہیں آتی۔ جانے میں کیوں اتنی کمزور ہو گئی ہوں، خواہ مخواہ اچھے آدمی سے ڈرنے لگی ہوں۔ یہ لو میں پھر اس کے بارے میں سوچنے لگی۔ میں تو تکیے کے نیچے سے نکلنے والے روپے کے متعلق سوچ رہی تھی۔ میں کوئی سی بھی بات سوچتی ہوں، گھوم پھر کر پھر اسی بابو تک پہنچ جاتی ہوں۔ ہاں، شاید اسی لئے ڈر لگتا ہے کہ میں سوچتے سوچتے اپنے سے بیگانی نہ ہو جاتی ہوں۔ میری تو سوچیں بھی پرائی ہو گئیں۔ نہیں، اب میں اس کے متعلق نہیں سوچوں گی، صرف اپنی بلا کے متعلق سوچوں گی۔

میری بلا بہت اچھی ہے۔ میں اس سے اتنی محبت کرتی ہوں۔ کہ [illegible] قسم کھاتی ہوں۔ [illegible] یقین ہو گیا ہے کہ میں بلا کی جھوٹی قسم [illegible] سچ مچ ہی [illegible] اپنی بلا کے بارے میں سوچ تب بھی [illegible] تھے سے بلا کی آواز آ رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے [illegible] میں بلا اسی وقت مجھے آواز دے رہی تھی۔

[illegible] وقت میرا سر اس کی گود میں گرا۔ اس تکیے نے پھر [illegible] کے [illegible] نہیں بلکہ میں اس کی گود [illegible] اس وقت [illegible] آج [illegible]

[illegible] گئی۔ کھلے ہوئے دروازے کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔

وہ سوچنے لگی: کیا بابو ابھی تک جاگ [illegible] ہے؟ اندر [illegible] کی آنکھیں بند نظر آ رہی ہیں۔ شاید سونے سے پہلے دروازہ بند کرنا [illegible] بھلے وہ نہیں چاہتے میں چوری کرنے تو نہیں آئی ہوں۔ میں [illegible] ٹھاکر دیکھوں گی۔ اگر وہاں سے روپیہ نکلے گا تو اسے ہاتھ [illegible] کسی کے پیسے کو ہاتھ لگانا بھی چوری کے برابر ہوتا ہے۔"

وہ سوچتی ہوئی دبے قدموں سے کمرے کے اندر آ گئی۔ میری [illegible] نہیں لگ رہی تھیں اس کے دماغ کے ذریعہ اس کی ایک ایک حرکت [illegible] قریب آ کر میرے چہرے پر جھک گئی تھی اور یہ یقین کرنے کی کوشش [illegible] میں سو رہا ہوں۔ میری طرف سے مطمئن ہونے کے بعد وہ سر [illegible] فرش پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئی۔ اپنا [illegible] تکیے کی طرف بڑھاتے [illegible] بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ پھر وہ بڑی سنجیدگی سے ایک [illegible] سرے کو پکڑ کر اسے اوپر اٹھانے لگی۔ لالٹین کی روشنی دیوار [illegible] تھی اور نیم تاریکی میں روپیہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ٹٹول کر دیکھنے کے لئے اس کا [illegible] ہاتھ تکیہ کے نیچے رینگنے لگا۔ میں نے [illegible] بند کر لیں۔ [illegible] ہوتے ہی یہ اندھیرے پر چھا گیا اور اس کا [illegible] نیچے دب گیا۔ ایک ساعت کے لئے اس کی سانس رکی۔ [illegible] اس کی چوری پکڑی گئی ہو۔ لیکن میں نے آنکھیں بند رکھیں۔ اسے اطمینان ہو گیا کہ میں سو رہا ہوں۔ وہ [illegible] تکیے کے نیچے سے اپنا ہاتھ نکالنے لگی۔ [illegible] شاداں نے میں نے ایک گہری سانس چھوڑتے ہوئے اس نام کو [illegible] وہ ایک آہ کے ساتھ میرے دل سے نکل رہا ہو۔ اس کا ہاتھ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اس کے [illegible] خیانت کی جیسے مچل اٹھی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی [illegible]

[illegible] اچھا ہے۔ [illegible] اچھا ہے کہ موقع وقت بھی بابو کی زبان پر وہ نام آتا ہے۔ کسی کی یاد میں [illegible] خوش رہنے اور فکر کرنے کی کوئی محدود عمر نہیں ہوتی۔ کسی [illegible] کی یاد بھی ہمیشہ باقی رہتی ہے کہ انہیں دیکھنے والے انہیں یاد کریں۔ دنیا والوں سے [illegible] بہت سی خوشیاں مانگی جا سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ خوشی بھی ہوتی ہے [illegible] کے نام کی آہ سننے کی ہو۔

میں نے [illegible] کہ سامنے کی [illegible] کی پھر اپنا ہاتھ [illegible] بڑھا کر [illegible] تکیہ کے [illegible] والا ہی تھا۔ میرے ہاتھ کے سامنے میں آ [illegible] کے [illegible] سیاہ سا درد ابھرنے لگا۔ درد کی لہر میں اس کی [illegible]

میں پھر بڑبڑانے لگا۔ "شاداں — تم نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا تھا [illegible] میں [illegible] خوب صورت سے انداز کے ساتھ کو تھام لیا ہے۔"

[illegible] بات کہی تھی۔ بابو یہ سچا نہیں ہے۔ میرا ہاتھ [illegible] تو [illegible] آ جاتا ہے۔ [illegible] چاہتا ہے کہ درد بڑھتا رہے تاکہ [illegible] [illegible] اور [illegible] کبھی [illegible]

[illegible] رہی تھی [illegible] نہیں کھول رہی تھی۔ [illegible] آنکھیں طوفانی

کے بعد بھی دن کے بعید زبان پر نہیں لاتیں۔ وہ یہی سمجھتی ہیں کہ ان سے پیار کرنے والا مرد کیا سمجھتی جاتا ہے اور سمجھائے بغیر ان کے جذبوں کو سمجھ جاتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ دوسرے کیسے سمجھتے ہوں گے لیکن میں تو اس کے دل کی دھڑکنوں میں بیٹھ کر اس کی ایک ایک سوچ اور ایک ایک جذبے کو سمجھ رہا تھا۔ میرے سامنے عورت کا یہ غرور ٹوٹ جاتا تھا کہ اسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

اس کی کلائی میرے ہاتھ میں تھی۔ میں اسے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا مگر ہاتھ کی زبان سے اسے بہت کچھ سمجھانا بھی چاہتا تھا۔ میں نے صرف انگوٹھا بڑھا کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔ پھر اس انگوٹھے سے ہتھیلی کے گنبدوں کو ہولے ہولے سہلانے لگا۔ اس نے ایک ایسی ہلکی سی گدگدی محسوس کی جو رگوں تک پہنچ کر سنسنی اور مچلتی ہے اور سارے بدن میں سرسراہٹ سی پیدا کرتی ہے۔

میں پھر بڑبڑانے لگا۔ "شاداں ـــ میں دولت نہیں چاہتا۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس تکیہ کے نیچے سے تیرا ہاتھ نکلتا رہے اور دل تک پہنچتا رہے۔ تیرے ہاتھ سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔"

پچھلی شام سے وہ اپنے اس ہاتھ کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے آہستہ آہستہ سمجھا دیا کہ ایک مرد کے لئے وہ ہاتھ کتنا اہم اور خوب صورت ہے۔ وہ اپنے بستر پر سوتی ہے مگر وہ ہاتھ دوسرے کے بستر پر اور دوسرے کے تکیوں میں آجاتا ہے۔

اس نے ہاں سا کر اپنے ہاتھ کو ڈھیلا چھوڑ دیا پھر بڑی دیر کے بعد بولی "بابو اس ہاتھ نے مجھے ساری رات جگائے رکھا ہے۔ اب میری سمجھ میں آگیا کہ میں اسے تجھ سے چھڑاؤں گی تو کل رات بھی سو نہیں سکوں گی۔ تو یہ ہاتھ لے لے اور میری نیند مجھے واپس کر دے۔"

اس کی باتیں سن کر میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کے ہاتھ کو تھام لیا اور آنکھیں کھول کر کہا۔ "ایسی بات ہے۔ اب یہ ہاتھ میرا ہے۔"

میری آنکھ کھلتے ہی وہ چونک گئی۔ پھر اپنا ہاتھ چھڑانے کے لئے کسمسانے لگی۔ میں نے بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اگر اب ہاتھ چھڑا کر بھاگے گی تو پھر کبھی تجھے نیند نہیں آئے گی۔ تیری بھوک پیاس بھی اڑ جائے گی۔"

وہ حیرانی سے پلکیں جھپکاتی ہوئی بولی "میں تو بالکل ہی بھول گئی تھی پچھلی شام سے میں نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ مجھے کیا ہو گیا ہے بابو؟ روٹی کے بغیر انسان زندہ نہیں رہتا۔ اور میں روٹی کو بھی بھول گئی ہوں؟"

"میں تجھے بتاتا ہوں کہ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ یہاں آ کر بیٹھ ـــ" میں نے اسے بستر پر بیٹھنے کے لئے کہا۔

وہ انکار میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔ "نہیں۔ بابا کہتا ہے مجھے دوسروں کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیئے۔"

"مگر تجھے تو وہاں بیٹھنا ہو گا جہاں تیرا ہاتھ ہو گا۔ تیرا ہاتھ میرے پاس ہے۔ اس ہاتھ کو چھوڑ کر تو دور کیسے جا سکتی ہے۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔

میں نے کہا۔ "جب آدمی بیمار ہو جاتا ہے تو اپنا علاج کراتا ہے۔ تجھے اپنے درد کا علاج معلوم نہیں ہو گا۔ تجھے بھوک نہیں لگے گی۔ تجھے نیند نہیں آئے گی۔ تو کیسے زندہ رہے گی؟ ایسے تو تو مر جائے گی۔"

"بابو مرنے کی بات نہ کر۔ مجھے موت سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ مجھے بتا دے کہ مجھے بھوک کیسے لگے گی، نیند کیسے آئے گی؟"

"یہاں آ کر نہیں بیٹھے گی، میری بات نہیں سنے گی تو تیری سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کے ہاتھ کو یوں ہوئے سے کھینچا جیسے پتنگ کی ڈور کو ٹھمکا دیا جاتا ہے۔ اس ٹھمکے سے پتنگ اوپر کو اٹھی پھر ڈولنی اور ڈگمگاتی ہوئی میرے بستر پر آ گئی۔

میں نے پوچھا۔ "جب میں تیرا ہاتھ پکڑتا ہوں تو کیا تیرا دل زور زور سے نہیں دھڑکتا؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تو نہیں چاہتی کہ ہر طرح ہاتھ پکڑنے سے درد کم ہو جاتا ہے اسی طرح کوئی دل کو پکڑ کر مٹھی کو پورا سکون بنا دے؟"

اس نے حیرانی سے آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔ "کیا تو ہاتھ کی طرح دل بھی پکڑ سکتا ہے؟"

"ہاں!"

وہ بڑی خاموشی سے سمجھ رہی تھی کہ وہ اب تک کیا چاہتی تھی۔ میں نے اس کے کان کے بالکل قریب سرگوشی کی۔

"شاداں! ـــ میری شاداں ـــ!"

"آں ـــ" وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کی سانسوں میں طوفان سما رہا تھا اس کی آں اتنی ہلکی اور اتنی نازک سی تھی جیسے کلی چٹک رہی ہو، جیسے شبنم پھول کی پتی پر گر کر آں کی بجائے آہ کر رہی ہو۔ اس کے اندر سے ہر جذبہ ایک آہ کی طرح اٹھ رہا تھا۔

پہاڑوں کی مغرور وادیاں ہمیشہ ڈرائی ہیں کہ نیچے گر پڑنے والے بھی کبھی بچوں کی طرح سرسبز ڈھلانوں میں لڑھکتے ہوئے مزہ آتا ہے۔ مجھے گرنے ہی میں عافیت نظر آئی۔

کسی دم صبح ہونے والی تھی۔ کہاسے میں لپٹے ہوئے بادل وادی کے نشیب و فراز میں بھٹک رہے تھے۔ کنواری شب کی آنوش سے صبح کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ اجالا پھیلتے ہی وہ میرے پاس سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں گہری نیند سو گیا۔ دن کے ایک بجے بوڑھے چوکیدار نے دروازے پر دستک دی تو میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ اس کے ہاتھ میں روٹیوں کا چھابہ تھا۔ وہ کمرے میں آتے ہوئے بولا۔

"شاداں کہہ رہی تھی کہ تمہیں ہمارے یہاں کی سوکھی روٹیاں پسند ہیں وہ بھی لگی ہے۔ تم سے سوکھی روٹیوں کے بدلے میں روپے لینا چاہتی ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہ قیمت سوکھی روٹیوں کی نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس کے بدلے مجھے کتنی خوشیاں مل رہی ہیں۔ اگر ہم ایک دوسرے کی ضرورت کو سمجھ کر قربت اور آسائش کریں تو پھر ضرورتیں ہمیں کبھی پریشان نہیں کیا کریں گی۔ شاداں کہہ رہی تھی کہ آدھ

سے ایک وقت کے کھانے کے بیس روپے سے کرا اپنے لئے نئے کپڑے لے گی۔ اگر اس طرح اس کی ضرورت پوری ہو جائے تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔"

وہ میری مخاوت دیکھ کر مجھے دعائیں دینے لگا۔ میں نے مسلسل دعوتیں سے عاجز ہو کر کھانا کھانے کے بعد اپنی آپی سنبھالی۔ پھر اس کمرے کو لاک کرنے کے روانہ ہوتے ہوئے چوکیدار کو اس کی چابی دیتے ہوئے کہا۔

"میں رات کو کسی وقت آؤں گا۔ فلم پوائنٹ کا ایک بوڑھا میک اپ مین تم سے یہ چابی مانگے تو اسے دے دینا اور کسی کو اس کمرے میں بیٹھنے کی اجازت نہ دینا۔"

پھر میں نے جیب سے ساٹھ روپے نکال کر شاداں کے لئے دیئے۔ تین وقت کے کھانے کی قیمت تھی۔ مگر میں سمجھتا تھا کہ جو کچھ اس نے مجھے کھلایا ہے اس لحاظ سے معاوضہ کم ہے۔ اس کے بعد میں چوکیدار سے رخصت ہو کر دور پہاڑیوں کی طرف نکل گیا۔

بہت دور چلتے رہنے کے بعد میں ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں بالکل تنہائی تھی۔ دور دور تک کوئی انسان یا جاندار نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک طرف پہاڑ کی بلندی تھی اور دوسری طرف گھنے درختوں کے جھنڈ تھے۔ میں درختوں کے سائے میں پہنچ کر بیٹھ گیا۔ وہاں اپنی ٹپچی کھول کر میک اپ کا سامان نکالا۔ پھر آئینے کو سامنے رکھ کر اپنے چہرے پر ماسک چڑھانے لگا۔ میری یادداشت اتنی اچھی ہے کہ ایک بار کوئی سبق سیکھنے کے بعد اسے کبھی نہیں بھولتا اور بوڑھے میک اپ مین نے تورات کے تین بجے تک بار بار ماسک اور آئی لینس کو استعمال کرنے کا طریقہ سکھایا تھا۔ ایک گھنٹے کی مسلسل محنت کے بعد میں نے بڑی کامیابی سے اپنی آنکھوں اور اپنے چہرے کو بدل لیا پھر میں نے ٹپچی سے ایک بہترین سوٹ نکال کر پہنا۔ اپنے جوتوں کو اچھی طرح صاف کیا اور ٹپچی اٹھا کر چل پڑا۔

یہ تو میں سمجھتا ہی تھا کہ بیل منڈو اور اس کے آدمی میری تلاش میں ہتھے مارے پھر رہے ہوں گے۔ اب میں اپنی بدلی ہوئی شخصیت کے ساتھ ان کی تلاش کا سلسلہ ختم کرنے جا رہا تھا۔ ماسٹر پوشے کسی مقام پر مجھ سے ٹکرا سکتا تھا۔ مگر میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی زبان نہیں کھولوں گا۔ گونگا بن کر رہوں گا اور وہ میرے منہ کی گونگی دیوار سے ٹکرا ٹکرا کر ناکام ہونے تھک جائے گا۔ میں یہ بھی سمجھتا تھا کہ بیل منڈو جسمانی طور پر کتنا خطرناک ہے۔ اگر میں اس کے ہتھے چڑھ گیا تو وہ میری زبان کھلوانے کے لئے مجھے ناقابل برداشت اذیتیں پہنچائے گا۔

بہت دیر تک پہاڑیاں چڑھتے رہنے کے بعد میں مری سے پنڈی جانے والی سڑک پر پہنچ گیا اور کسی ٹیکسی کے انتظار میں آگے بڑھنے لگا۔ کوئی ٹیکسی تو نہیں ہاں ایک بس گزر رہی تھی۔ اس پر بیٹھ کر میں اسلام آباد پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر میں ایک ہوٹل میں چائے پینے کے لئے چلا گیا۔ چائے کا آرڈر دینے کے بعد میں سوچنے لگا کہ اب دشمنوں کو کس طرح چھیڑنا چاہیئے۔ اس مقصد کے لئے میں بیل منڈو کے دماغ میں جھانکنے لگا تاکہ کوئی تدبیر سمجھ میں آئے۔ اس وقت شام کے چار بجے تھے۔ بیل منڈو اپنی بھتیجی روما کا انتظار کر رہا تھا جو مری کی سیر کے لئے گئی تھی۔ تب مجھے یاد آیا کہ وہ خطرناک انسان اپنی بھتیجی کو کتنا چاہتا ہے۔ اسے ماسٹر پوشے جیسے شیطان سے بچا کر رکھنے کے لئے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا ہے لہٰذا اسے چھیڑنے کے لئے کیوں نہ اس کی بھتیجی کو چھیڑا جائے۔

چائے کی پیالی میرے سامنے رکھی ہوئی تھی میں گرما گرم چائے کی چسکی لیتے ہوئے روما کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ اس وقت وہ ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی مری سے پنڈی کی طرف آ رہی تھی۔ کار کی اگلی سیٹ پر اس کے دو باڈی گارڈز بیٹھے ہوئے تھے۔ روما ان سب سے بے خبر تھی۔ اس کا ایک باڈی گارڈ کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں روما کی سوچ کے ذریعے باڈی گارڈ کی سوچ تک پہنچنا چاہ رہا تھا۔ پہلے میں نے یہ اطمینان کر لیا کہ ماسٹر پوشے روما کے ذہن میں نہیں جھانک رہا ہے اس کے بعد میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"پتہ نہیں میں پنڈی کب پہنچوں گی۔ انکل انتظار کر رہے ہوں گے۔"

روما نے یہی بات ڈرائیور سے کہی۔ اس کے باڈی گارڈ نے جواب دیا کہ وہ پانچ بجے تک پہنچ جائے گی۔ باڈی گارڈ کی زبان جھٹتے ہی میں اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔ اس وقت وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا سامنے سے گزرنے والے مناظر کو دیکھ رہا تھا اور ان مناظر کے حسن سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"کتنی خوبصورت جگہ ہے۔" وہ سوچ رہا تھا۔ "یہ پہاڑیاں روئی کے گالوں کی طرح اڑتے ہوئے بادل ہیں جو سرسبز وادیوں میں اتر رہے ہیں۔ خوشبو بکھیرتے پھول ہیں۔ یہاں کے ہرے بھرے ماحول کو دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے جنت زمین پر اتر آئی ہو۔ ایسی جگہ بیٹھ کر وہسکی پینے میں بڑا لطف آئے گا۔" میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"صرف وہسکی سے کیا ہوتا ہے صرف شراب ہو شباب نہ ہو تو زمین کی جنت مکمل نہیں ہوتی۔"

"اوہ، شباب تو دور کی چیز ہے۔ ہم تو اس وقت تک شراب کو بھی ہاتھ نہیں لگا سکتے جب تک روما کے باڈی گارڈ بنے رہتے ہیں۔ باس کو اگر پتہ چل جائے کہ ہم نشے کی حالت میں اس کی بھتیجی کی حفاظت کر رہے تھے تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اب ایسی بھی کیا بزدلی کہ باس کی عدم موجودگی میں بھی ہم اس کے خوف سے کانپتے رہیں۔ کیا تمہیں دلیری اور مردانگی نہیں سجتی ہے؟"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ "اے اے یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ میں اور باس کے مقابلے میں دلیری دکھاؤں۔ ہم میں سے کوئی ہزاروں میل دور جا کر بھی اتنے خطرناک آدمی کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ اس کا کام ہیں منڈو سے۔ اس کے کرائے کا ایک ہاتھ پڑتا ہے تو مضبوط دیواریں بھی تڑخ

جاتی ہیں۔"

میں بہت دیر تک اس باڈی گارڈ کے ذہن کو کُریدتا رہا مگر پتہ چلا کہ وہ سب بیل منڈو سے بہت زیادہ خوفزدہ رہتے ہیں۔ میں کسی طرح بھی اس کار ڈرائیو کرنے والے باڈی گارڈ کو اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکتا تھا میں اس سے مایوس ہو کر پھر رُوما کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ اس وقت رُوما کار کے سامنے لگے ننھے عقب نما آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ آئینے میں اُسے دوسرا باڈی گارڈ نظر آ رہا تھا۔ وہ باڈی گارڈ بھی آئینے میں رُوما کو دیکھ رہا تھا جب برابر اُن کی نگاہیں ٹکراتی ہیں تو یہ بات میری سمجھ میں آگئی کہ رُوما اس نوجوان باڈی گارڈ سے متاثر ہے۔ وہ بھی بھی کار ڈرائیو کرنے والے باڈی گارڈ کو یوں دیکھتی تھی جیسے وہ ان کے درمیان دیوار بنا بیٹھا ہو میں نے رُوما کی سوچ میں کہا۔

"کیا میں اس دیوار کو تھوڑی دیر کے لیے ہٹا نہیں سکتی؟"

اُس کی سوچ نے کہا۔ "ہاں میں دیکھ رہی ہوں دُور سے دیکھتی ہوں۔ اس سے بات کرنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ مگر اگر نکل گئے ہیں کہ ملازموں سے غیر ضروری باتیں نہیں کرنی چاہئیں پھر میں بات کس سے کروں گی؟ اکنل کی نظروں میں تو سب ہی حقیر ہوتے ہیں۔ میں ایسی پابندی میں رہ کر بیزار ہو گئی ہوں۔ میرا بہت جی چاہتا ہے کہ کسی سے کھل کر باتیں کروں اور کسی کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر دُور سبزہ زاروں میں دوڑتی پھروں۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "یہاں آس پاس کتنے خوبصورت مناظر ہیں۔ پہاڑیوں میں ایسے ہی مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ ایسی ہی جگہ کوئی شہزادہ آتا ہے اور بڑی محبت سے میرے اس ہاتھ کو تھام لیتا ہے جسے تھامنے کا تصور کوئی نوجوان نہیں کر سکتا۔ اس سے پہلے ہی وہ انکل کے خوف سے تھر تھر کانپنے لگتا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے وسیم میرے خوابوں کا شہزادہ ہے۔ مجھے ڈرائیور سے کہنا چاہیئے کہ گاڑی یہاں روک دے میں وسیم کے ساتھ ذرا دُور تک سبزہ زار میں پیدل چلوں گی۔ آخر یہ میرا ڈرائیور ہے میرا باڈی گارڈ ہے میرا ملازم ہے۔ میری بات کیوں نہیں مانے گا؟"

میرے اشتعال دلانے ہی رُوما نے اُسے گاڑی روکنے کے لئے کہا۔ اُس نے سڑک کے کنارے گاڑی روکتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بات ہے بے بی؟"

رُوما نے جواب دیا۔ "مجھے یہ منظر بہت اچھا لگ رہا ہے۔ میں نیچے ذرا ڈھلان میں اُتر کر جاؤں گی ــــ وسیم! میرے ساتھ آؤ۔"

یہ کہتے ہی وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر آگئی۔ ڈرائیور نے بھی کار سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"بے بی! ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ باس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں پانچ بجے سے پہلے تمہیں واپس لے آؤں۔"

"میں انکل سے خود بات کر لوں گی کہ تم میری وجہ سے وقت پر نہ پہنچ سکے۔ وسیم! میرے ساتھ آؤ۔ مجھے نیچے اترتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔"

رُوما نے اپنا ہاتھ وسیم کی طرف بڑھا دیا۔ وسیم نے جھجکتے ہوئے دوسرے باڈی گارڈ کی جانب دیکھا۔ باڈی گارڈ اسے گھور کر دیکھ رہا تھا خاموش نگاہوں سے اسے سمجھا رہا تھا کہ اسے باس کی لاڈلی بھتیجی کے اتنے قریب نہیں جانا چاہیئے۔ دوسری طرف رُوما کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو قبول نہ کرنے سے بھی اس پر مصیبت آجاتی۔ وہ اپنی توہین برداشت نہ کر سکتی تھی اگر وہ یہاں سے اُداس ہو کر جاتی تو بیل منڈو اس کی مرمت کر دیتا۔ اس کے لئے دونوں ہی طرف سے مصیبت تھی لیکن رُوما کی طرف سے جو مصیبت تھی اس میں جذباتی دلچسپیاں تھیں۔ اس نے وہ رُوما کا ہاتھ تھام کر آہستہ آہستہ نشیب کی طرف جانے لگا۔

میں نے چائے کی پیالی خالی کی۔ اس کے پیسے ادا کئے پھر تیز تیز سے چلتا ہوا ہوٹل سے باہر آیا۔ وہ تینوں جس مقام پر تھے میں وہاں جلد سے جلد پہنچنا چاہتا تھا۔ قریب ہی پٹرول پمپ پر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ کار کا مالک پٹرول کے پیسے ادا کر رہا تھا۔ میں نے اس کے خیالات سے پتہ چلایا کہ وہ مری کی طرف جا رہا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے بعد میں نے اس سے لفٹ مانگی۔ پہلے تو اُس نے لفٹ دینے سے انکار کیا لیکن وہ میری صلاحیتوں کے سامنے اپنے انکار پر قائم نہ رہ سکا میں نے سوچ کے ذریعے اُسے قائل کر دیا کہ مجھے لفٹ ملنی چاہیئے۔

میں اس کی کار میں بیٹھ کر مری کی اسی سڑک پر واپس جانے لگا۔ جہاں ان تینوں سے ملاقات ہو سکتی تھی۔ راستے میں میں پھر دماغ کی اسکرین پر انہیں دیکھ رہا تھا۔ رُوما وسیم کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیئے بہت دُور نشیب میں اُتر رہی تھی۔ باڈی گارڈ ڈرائیور ان سے کچھ پیچھے فاصلے سے چلا آ رہا تھا۔ رُوما نے پلٹ کر کہا۔

"تم ہمارے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟ جاؤ وہاں کار کے پاس ہمارا انتظار کرو۔ ہم تھوڑی دیر میں واپس آجائیں گے۔"

"سوری بے بی! میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

وہ جھلا کر بولی۔ "میں تنہا نہیں ہوں۔ وسیم میرے ساتھ ہے کیا یہ میرا باڈی گارڈ نہیں ہے؟"

"یہ باڈی گارڈ ہے۔ مگر باس کی نظروں میں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہوں۔"

وسیم نے کہا۔ "ٹونی! کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں قابل اعتماد نہیں ہوں۔ کیا میں بے بی کو یہاں سے بھگا کر لے جاؤں گا؟"

ٹونی نے حقارت سے کہا۔ "بے بی کو بھگا کر لے جانے کے لئے بڑے دل گردے کی ضرورت ہے۔ اگر آئندہ تمہارے مُنہ سے ایسی بات نکلی تو میں تمہارا مُنہ توڑ دوں گا۔"

میں نے وسیم کی سوچ میں کہا۔ "میں اس ملک کا باشندہ ہوں اور ٹونی باس کا ہموطن ہے۔ یہ متعصب لوگ مجھے صرف ایک معمولی ملازم اور ایک کمزور انسان سمجھتے ہیں۔ یہ میرا مُنہ توڑنا چاہتا ہے میں چاہوں تو اس سر توڑ سکتا ہوں۔ مگر اس طرح کام بگڑ جائے گا۔ بیل منڈو میرا دشمن بن جائے گا اور رُوما بھی مجھ سے دُور ہو جائے گی۔"

رُوما نے بگڑ کر ٹونی سے کہا۔ "ٹونی! میں وسیم پر پھر برہم کر رہی ہوں اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہو؟"

ٹونی نے کہا۔ "میں اپنا فرض پورا کر رہا ہوں۔ تم نہیں جانتیں بے بی! اس ملک کے بدمعاشوں کو ملازم تو رکھ لیتے ہیں مگر ان پر اندھا اعتماد نہیں کرتے ہم انہیں صرف دُم ہلانے والے کُتے سمجھتے ہیں۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی وسیم نے ایک گھونسہ اس کے مُنہ پر جڑ دیا۔

"اس ملک کے بدمعاش کُتے ہیں یا شیر یہ میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اُس نے ٹونی پر چھلانگ لگا دی۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ ٹونی کا ایک ہاتھ پڑتے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے تھے۔ اسی وقت ہماری کار اُس مقام سے گزرنے لگی جہاں سڑک کے کنارے رُوما کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ذرا آگے بڑھ کر میں نے لفٹ دینے والے کا شکریہ ادا کیا اور اس کار سے اُتر گیا۔ رُوما کی کار کے قریب آکر میں نے دُور نشیب کی طرف دیکھا گھنے درختوں کی وجہ سے وہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ مگر مجھے معلوم تھا کہ وہ اسی طرف گئے ہیں میں بھی اسی طرف چل پڑا۔

وہ مجھ سے بہت دُور تھے نظر بھی نہیں آ رہے تھے میں نشیب میں اُترتے وقت کبھی کبھی دماغ کی اسکرین پر انہیں لڑتے دیکھ لیتا تھا۔ ٹونی بیل منڈو کا دوست راست تھا اور لڑنے کے فن سے خوب اچھی طرح واقف تھا۔ مجھے افسوس تھا کہ میں وقت پر وسیم کی مدد کو نہ پہنچ سکا۔ اس سے پہلے ہی ٹونی نے لڑنے کے دوران اس کی گردن توڑ دی۔ رُوما کی زیب حالت تھی۔ اُسے وسیم کی موت کا افسوس بھی ہو رہا تھا اور وہ مطمئن بھی نظر آ رہی تھی۔ اس لڑکی کی پرورش خطرناک اور ناقابل شکست فائیٹروں کے درمیان ہوئی تھی۔ وہ شکست کھا کر مرنے والے مجبوب کا ماتم نہیں کر سکتی تھی۔

ٹونی نے وسیم کو زندگی سے ناک آؤٹ کرنے کے بعد رُوما سے کہا۔

"بے بی! میں تمہارا ادنیٰ خادم ہوں۔ تمہارے پاؤں بہت نازک ہیں۔ راستے سے کانٹوں کو صاف کرنا میرا فرض ہے میں نے یہ فرض ادا کر دیا ہے۔ کیا آپ ایک بزدل کی موت پر افسوس کریں گی؟"

وہ جواب دینے کے بجائے خاموشی سے مُڑ کر چلنے لگی لیکن چند قدم چلنے کے بعد ہی ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔ اُس کی سوچ تبا رہی تھی کہ اُس کے سامنے ایک قد آور لحیم شحیم آدمی کھڑا ہے اور وہ شعلہ بار نگاہوں سے اُسے گھور رہا ہے۔ میں فوراً ہی ٹونی کے ذہن میں جھانکنے لگا تاکہ اس کے ذریعے اس ویرانے اجنبی کو سمجھ سکوں۔ اس وقت وہ اجنبی اشاروں کی زبان میں ٹونی سے پوچھ رہا تھا کہ تم نے اس آدمی کی گردن کیوں توڑ دی ہے؟

اسے اشاروں سے بات کرتے دیکھ کر ٹونی چونک گیا اس کے دماغ نے کہا۔

"یہ تو گونگا معلوم ہوتا ہے۔ کہیں یہ فرہاد تو نہیں ہے؟ جیسے باس تلاش کر رہا ہے۔ مجھے اس سے باتیں کر کے اصلیت معلوم کرنی چاہیئے۔"

ٹونی نے یہ سوچ کر اس دیو ہیکل اجنبی سے پوچھا۔ "تم کون ہو اور ہمارے معاملات میں دخل کیوں دے رہے ہو؟"

وہ دیو ہیکل اجنبی اسے سوالیہ نظروں سے یوں دیکھنے لگا جیسے اُس کی بات سمجھ میں نہ آئی ہو۔ پھر اُس نے اشارے سے بتایا کہ وہ گونگا اور بہرہ ہے۔

اس کا اشارہ سمجھتے ہی ٹونی کے لبوں پر شیطانی مسکراہٹ آگئی۔

اُس نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "بیٹے فرہاد! تم گونگے نہیں ہو۔ مگر گونگے بن رہے ہو۔ باس کو تمہاری تلاش ہے۔ تم سیدھی طرح میرے ساتھ چلو ورنہ میں ٹھوکریں مارتا ہوا تمہیں وہاں تک لے جاؤں گا۔ میں اپنے باس کا ملازم بھی ہوں اور مارشل آرٹ میں اس کا شاگرد بھی ــــ یہ دیکھو!"

اُس نے اپنی جیکٹ اُٹھا کر اپنی کمر سے بندھا ہوا بیلٹ دکھایا۔ اس کی کمر سے بلو بیلٹ بندھا ہوا تھا میں درختوں کے جُھنڈ کی طرف بڑھتا ہوا اس اجنبی کے متعلق سوچ رہا تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آ ٹپکا ہے۔ ٹونی اس کی آنکھوں میں کئی بار دیکھ چکا تھا اور میں اس کے ذریعے اس گونگے کی گونگی سوچ تک پہنچ چکا تھا۔ لیکن مجھے اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ بلو بیلٹ دیکھنے کے بعد اس گونگے کی سوچ نے کہا تھا کہ یہ شخص مارشل آرٹ میں حاصل کیا ہوا بیلٹ دکھا کر مجھے چیلنج کر رہا ہے۔ مجھے اس چیلنج کا جواب دینا چاہیئے۔

یہ سوچتے ہی اس نے غصّہ ور ٹونی کو ایک ڈنکی لگ گئی۔ ٹونی کے جبڑے ہل کر رہ گئے۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ پھر سنبھل کر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ وہ پینترے بدل کر لڑنے کے ہاتھ جمانا چاہتا تھا۔ گونگا اطمینان سے کھڑا ہوا صرف آنکھیں گھما کر اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے کوئی بچہ اسے مارنے کی دھمکی دے رہا ہو۔ ٹونی نے آگے بڑھ کر لڑنے کے دو چار زبردست ہاتھ جمائے۔ گونگا جوں کا توں کھڑا رہا اسے یوں اطمینان سے مار کھاتے دیکھ کر مجھے شیتل یاد آگیا۔ وہ بھی ایسا ہی ناقابل شکست پہاڑ تھا۔ جب پہلی بار وہ مجھ سے دشمن کی طرح ٹکرایا تھا تو میں نے اپنی پوری قوت سے اس پر کئی بار حملے کئے تھے لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ میرے دماغ میں بات آئی کہ کہیں یہ شیتل تو نہیں ہے۔ مگر نہیں شیتل کی سوچ کا لہجہ کچھ اور تھا۔ وہ گونگا کوئی دوسرا ہی شخص تھا۔

یہ سوچنے کے دوران میں درختوں کے جُھنڈ میں پہنچ گیا۔ وہ لوگ مجھے نظر آ رہے تھے میں نے ایک درخت کے پیچھے سے دیکھا تو وہاں ٹونی کے مقابلے پر واقعی شیتل نظر آ رہا تھا۔ میں حیرانی سے سوچنے لگا کہ میں سوچ کے ذریعے آخر شیتل کو سمجھ کیوں نہیں سکا۔ اب سے پہلے

کئی بار میں سوچ کے ذریعے اس سے گفتگو کر چکا تھا۔ اس وقت وہ بڑے اطمینان سے ایک جگہ کھڑا ہوا ٹوٹی کو حملے کرنے کا موقع دے رہا تھا۔ اگر میں اُس کی سوچ پر دستک دیتا تو لڑنے کے دوران اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ لہٰذا میں نے سوچ کے ذریعے مخصوص لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ سوچ کا رابطہ قائم ہوتے ہی وہ گونگا چونک گیا۔ مگر شیتل کی طرح اس مخصوص لہجے کو سمجھ نہ سکا۔ میرے سوچ کے ذریعے مداخلت کرنے کے باعث وہ گڑبڑا گیا۔ جب ٹوٹی اس پر حملہ کرنے کے لئے پھر آگے بڑھا تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر انگلیوں میں انگلیاں پھنسائیں اور ایک جھٹکے سے اس کی چاروں انگلیاں توڑ دیں۔ ٹوٹی کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ اپنا ہاتھ تھام کر زمین پر گر پڑا۔ اس کے گرتے ہی گونگے نے اس کے مُنہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ ٹھوکر ایسی تھی کہ ٹوٹی کو تڑپنے کی مُہلت بھی نہ ملی۔ وہ ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔

رُوما اپنے دونوں باڈی گارڈز سے محروم ہو کر گھبرا رہی تھی اور سہمی ہوئی نظروں سے گونگے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے حسین چہرے سے پریشانی مترشح تھی۔ وہ گونگا رُوما کو اشاروں سے سمجھا رہا تھا۔

"میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تم یہاں سے چلی جاؤ۔ اب تمہارا یہ آدمی بھی زمین پر سے اُٹھ نہیں سکے گا۔"

رُوما پہلے تو ذرا جھجکتی رہی۔ وہ اب بھی یہی سمجھ رہی تھی کہ اس گونگے کے پیچھے فرہاد چھپا ہوا ہے۔ وہ اپنے دشمن کی بھتیجی کو اتنی آسانی سے نہیں چھوڑے گا۔ گونگے نے پھر ہاتھ کے اشارے سے کہا۔

"جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔"

وہ تیزی سے پلٹ کر جانے لگی۔ اسی وقت میں درخت کے پیچھے سے نکل آیا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ ٹھٹک گئی۔ گونگا میری طرف بڑھنے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ اجنبی جس کا چہرہ بدلا ہوا ہے، یہ میرا باس فرہاد علی ہے۔"

گونگا آگے بڑھتے بڑھتے رُک گیا اور حیرانی سے سوچنے لگا۔

"کون فرہاد علی؟ میں نے تو آج تک یہ نام نہیں سُنا۔ میرا باس تو بلیک گائیڈ ہے۔ میں بلیک گائیڈ اور اپنے بھائی شیتل کو تلاش کرنے اس ملک میں آیا ہوں۔"

اس کی سوچ پڑھتے ہی مجھے یاد آگیا کہ میرے سامنے جو گونگا کھڑا ہے وہ شیتل کا جڑواں بھائی چیتل ہے جو ساتھی کو بیلی کاپٹر میں بٹھا کر لے گیا تھا۔ چیتل نے آگے بڑھ کر تکلمانہ اشارے میں کہا۔

"اس لڑکی کا راستہ نہ روکو۔ اسے جانے دو۔"

میں نے بھی اشارے میں جواب دیا کہ مجھے اس لڑکی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ یہاں سے جا سکتی ہے۔ مگر رُوما آگے بڑھنے کے بجائے مجھے دیکھتی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"کیا اس ملک میں گونگوں کی آبادی زیادہ ہے؟ یہ آنے والا اجنبی بھی گونگے اشاروں میں بات کر رہا ہے۔ یہی فرہاد تو نہیں ہے؟ یہ سوچ کر اُس نے مجھ سے سوال کیا۔ "تم کون ہو؟"

میں نے چیتل کو مخاطب کرتے ہوئے اشارہ کیا۔ "اس لڑکی کہو یہ مجھ سے باتیں نہ کرے۔ چُپ چاپ یہاں سے چلی جائے۔"

چیتل نے اشارے سے مجھے سمجھایا۔ "یہ عورت ہے۔ ہر عورت عزت کرنا ہمارا فرض ہے۔ اگر یہ کچھ پوچھتی ہے تو تمہیں جواب دینا چاہئے۔"

رُوما اس کے اشارے کو سمجھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی

"اگر یہ آنے والا دوسرا گونگا فرہاد ہے تو مجھے پہلے گونگے کی طرف مائل کرنا چاہئے۔ میں اس کے ذریعے فرہاد کو پکڑ کر انکل کے پاس لے جاؤں گی۔ انکل کی ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔"

میں چیتل سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی رُوما نے اشاروں میں سمجھایا۔

"یہ جو اونچی پگڑی والے یہاں آیا ہے، یہ گونگا نہیں ہے، زبان رکھتا ہے۔ یہ میرا پیچھا کرتا ہوا یہاں تک آیا ہے۔ اگر تم اسے پکڑ کر میرے ساتھ لے چلو گے تو تمہاری بڑی مہربانی ہوگی۔"

چیتل نے اشارے سے جواب دیا۔ "میں اسے پکڑ کر تمہارے ساتھ کہیں نہیں جا سکتا۔ البتہ میں اسے یہاں روک لوں گا۔ یہ تمہارا پیچھا نہیں کرے گا۔ تم یہاں سے چلی جاؤ۔"

رُوما مایوس ہو کر جانے لگی۔ میں چیتل کو اشاروں میں سمجھانے لگا کہ وہ لڑکی جھوٹ بول رہی تھی۔ میں اس کا دشمن نہیں ہوں۔ چیتل نے مجھ سے سوال کیا۔

"اگر تم اس کے دشمن نہیں ہو تو اس جنگل میں کیا کرنے آئے ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "تمہیں یہ سُن کر حیرانی ہوگی کہ میں تمہارے ہی ایک ہمشکل سے ملنے جا رہا ہوں۔ وہ لڑکی ان دو نوجوانوں کے ساتھ اس جنگل میں آ رہی تھی تو مجھے ان پر شُبہ ہوا۔ میں یہ دیکھنے یہاں چلا آیا کہ یہ لوگ یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔"

چیتل یہ سُن کر چونک گیا کہ میں اس کے ایک ہمشکل سے ملنے جا رہا ہوں۔ اس نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"کیا واقعی وہ بالکل میری طرح ہے؟"

میں نے اس کے قد و قامت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تمہارے ہی جیسا قد ہے، ڈیل ڈول ہے، صورت و شکل میں تم سے ذرا بھی مختلف نہیں ہے اور وہ تمہاری طرح گونگا بھی ہے۔"

وہ میرے بازو کو پکڑ کر خوشی سے جھنجوڑتے ہوئے بولا۔ "مجھے اس کے پاس لے چلو۔ اگر وہ مجھے مل گیا تو انعام کے طور پر میں تمہیں بہت بڑی رقم دوں گا۔"

میں نے اپنی اُنگلی اُٹھا کر کہا۔ "میرے ساتھ چلو۔ ابھی اس سے ملاقات ہو جائے گی۔"

ہم دونوں اُدھر جانے لگے جدھر رُوما گئی تھی۔ اس وقت چیتل سوچ رہا تھا۔

"معلوم ہوتا ہے میرا بھائی انٹیلیجنس والوں کی گرفت میں نہیں آیا ہے۔ میں یہ سوچ کر جنگلوں میں چھپا پھر رہا ہوں کہ میں اپنے بھائی کا بمشکل کہیں پولیس والے مجھے بھی پکڑ کر لے جائیں۔ مگر یہ شخص کون ہے؟ یہ میرے بھائی کو کیسے جانتا ہے؟"

اس نے مجھ سے سوال کیا۔ "تم کون ہو اور میرے بھائی کو کیسے جانتے ہو؟"

میں اسے سمجھانے لگا۔ "میں ایک مجرم ہوں اور قانون کی نظروں سے چھپتا پھر رہا ہوں۔ میں نے تمہارے ہمشکل کو اپنے یہاں پناہ دی ہے۔ میرے اس جواب سے وہ مطمئن ہو گیا کہ میں بھی اس کی طرح ایک بدنصیب زندگی گزار رہا ہوں اور ایک مجرم ہونے کے ناطے اُسے قانون کے حوالے نہیں کروں گا۔ بلندی پر چڑھتے وقت میں نے دیکھا، رُوما باجی کار میں بیٹھ کر پنڈی کی طرف جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہم سڑک پر پہنچ گئے اور اُدھر کی طرف جانے لگے۔ راستے میں میں نے شیتل سے ذہنی رابطہ قائم کیا۔ اس وقت وہ پھوپھی وغیرہ کے ساتھ بیٹھا ہوا شام کی چائے پی رہا تھا۔ میں نے اُس کی سوچ کے مخصوص لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ وہ سوچنے لگا۔

"میں اس وقت اپنے دماغ میں اپنے باس کو محسوس کر رہا ہوں۔ یقیناً یہ میرا باس ہے — باس! اگر تم مجھ سے مخاطب ہو تو یہ میری خوش قسمتی ہے کہ اتنے دنوں بعد بھی تم نے مجھے یاد رکھا۔"

"ہاں شیتل!" میں نے کہا۔ "اس وقت مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تم کار میں بیٹھ کر فوراً پنڈی جانے والے راستے پر چل پڑو اور اپنے بائیں طرف دیکھتے چلو۔ راستے میں تمہارا بھائی چیتل تمہیں نظر آئے گا۔ اس وقت وہ ایک اجنبی کے ساتھ ہے۔"

اپنے بھائی کا ذکر سُنتے ہی وہ خوش ہو گیا۔ اس نے پھوپھی سے اجازت لی کہ وہ کار لے کر جا رہا ہے، ابھی تھوڑی دیر میں واپس آ جائے گا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کار میں بیٹھ کر ہماری طرف آ رہا تھا۔ راستے میں اُس نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔

"باس! میرے بھائی چیتل کے ساتھ وہ اجنبی کون ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "وہ اجنبی میں ہوں۔ میں نے میک اپ کے ذریعے اپنا چہرہ اور آنکھیں بدل لی ہیں۔ اس میک اپ میں تم مجھے پہچان نہیں سکو گے۔ تم یہاں آ جاؤ۔ اس کے بعد ہمیں تنہائی میں جا کر اپنا میک اپ اُتار دوں گا۔"

میں چیتل کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ شیتل تیزی سے کار میں آ رہا تھا۔ دس منٹ کے بعد ہی وہ کار ہمارے قریب آ کر رُک گئی۔ چیتل کو دیکھتے ہی خوشی سے شیتل کی باچھیں کھل گئیں۔ چیتل کے چہرے سے بھی خوشی کا بے پناہ اظہار ہو رہا تھا۔ دو بچھڑے ہوئے بھائی ایک مدت کے بعد مل کر بیحد خوش تھے اور میں سوچ رہا تھا، خون کا رشتہ دُنیا کا سب سے طاقتور رشتہ ہے جسے کبھی موت نہیں آتی۔

میں نے اشاروں میں شیتل سے کہا۔ "تم دونوں پیچھے بیٹھ جاؤ۔ گاڑی میں چلاؤں گا۔ تم دونوں ایک عرصے سے ایک دوسرے سے بچھڑے ہوئے ہو۔ یقیناً ایک دوسرے سے باتیں کرنے اور ایک دوسرے کے حالات جاننے کے لئے بے چین ہو گے۔ گاڑی چلاتے ہوئے تم اشاروں میں آسانی سے چیتل کے ساتھ باتیں نہ کر سکو گے۔ میری بات سمجھ کر شیتل کے چہرے پر تشکر اور ممنونیت کا احساس چھا گیا اور وہ چیتل کا ہاتھ تھام کر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ رہا۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ ڈال کر گاڑی مری جانے والے راستے پر ڈال دی۔

گاڑی ڈرائیو کرنے کے ساتھ ساتھ میں چیتل اور شیتل کے ذہنوں میں بھی جھانک رہا تھا۔ دونوں اشاروں میں ایک دوسرے کی خیر و عافیت دریافت کر رہے تھے۔ چیتل سوچ رہا تھا، خدا کا شکر ہے میرا بھائی انٹیلیجنس والوں کے ہتھے نہیں چڑھا ورنہ زندگی میں اس سے ملاقات ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھی۔ چند رسمی باتیں کرنے اور ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے کے بعد چیتل نے اشارے کی زبان میں شیتل سے پوچھا۔

"یہ اجنبی کون ہے اور آجکل تمہارا قیام کہاں ہے؟"

شیتل نے اشارے کی زبان میں اس سے کہا۔ "یہ میرا باس ہے اور اس کے خاندان کے ساتھ ہی میں رہتا ہوں۔"

شیتل کے مُنہ سے باس کا نام سُن کر چیتل چونکا اور شکایتی نظروں سے شیتل کو دیکھتے ہوئے اشاروں میں کہنے لگا۔ "یہ تم نے کسے اپنا باس بنا لیا ہے۔ ہمارا باس تو بلیک گائیڈ ہے۔"

"نہیں۔ اب میرا باس بلیک گائیڈ نہیں بلکہ یہ شخص ہے جو کار چلا رہا ہے اور جس کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں۔"

چیتل کی سوچ سے پتہ چل رہا تھا کہ اسے شیتل کی یہ بات قطعی پسند نہیں آئی ہے۔ وہ ایک عرصے تک بلیک گائیڈ کے لئے کام کرتا رہا تھا جو انہیں خرچ کے لئے بہت معقول رقم دیتا تھا اور اسی کی وجہ سے وہ اب تک عیش و عشرت کی زندگی گزارتے آئے تھے۔ اُس کے کرخت چہرے پر خفگی اور ناگواری کے احساسات اُبھر آئے۔ اُس نے جھنجلا کر اشاروں میں شیتل سے پوچھا۔

"آخر ایسی کون سی وجوہات تھیں جن کی بنا پر تم نے بلیک گائیڈ کو چھوڑ کر اس شخص کو اپنا باس بنا لیا؟ یہ تو بلیک گائیڈ سے سراسر بوفائی ہے۔ تم پر اس شخص کے کیا احسانات ہیں؟"

"میں ایک مُہم میں بہت زخمی ہو گیا تھا۔ اتنا کہ موت کے بھیانک پنجوں میں جانے والا تھا۔ ایسے میں اس شخص نے میری جان بچائی۔ میرا علاج کیا اور اپنے یہاں خفیہ طور پر پناہ دے کر مجھے انٹیلیجنس والوں کی گرفت سے بھی بچایا ہے۔ جس شخص نے میری جان بچائی ہے

اس کے احسانوں کا بدلہ میں اسی طرح چُکا سکتا ہوں کہ اس کے ساتھ رہ کر اس کے لئے کام کروں۔"

چیتل کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات تھے۔ میں عقب نما آئینے میں ان دونوں کے چہرے دیکھ رہا تھا اور ساتھ ہی ان کے ذہنوں میں بھی جھانک رہا تھا۔ چیتل اس بات پر بہت برہم تھا کہ شیتل نے بلیک گائیڈ کا ساتھ کیوں چھوڑا۔ اس نے جنجلا کر اشاروں میں پوچھا۔

"یہ شخص آخر ہے کون ہے؟"

"یہ بھی ہماری طرح ایک مجرم ہے اور ہم جیسے مجرموں کو پناہ بھی دیتا ہے۔ جن سے قوم وملک کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ میں اس کے یہاں بڑے عیش وآرام سے رہتا ہوں۔"

"کیا بلیک گائیڈ ہمیں عیش وآرام سے نہیں رکھتا تھا جو تم اُسے چھوڑ کر اس شخص کے لئے کام کرنے لگے۔ بلیک گائیڈ ہمیں تھوڑے سے کام کے عوض بھی کتنا بھاری معاوضہ دیتا ہے؟"

"یہ شخص بلیک گائیڈ سے بھی زیادہ بھاری معاوضہ دیتا ہے اور مجھے دوستوں کی طرح رکھتا ہے۔ اس کا رویہ میرے ساتھ حاکمانہ نہیں بلکہ دوستانہ ہے۔ بلیک گائیڈ بیشک ہمیں دولت دیتا تھا، عیش کے ساتھ زندگی گزارنے کی سہولتیں فراہم کرتا تھا اور ہمیں اسی چیز سے غرض ہے۔ یہ نیا باس بھی مجھے وہی کچھ دیتا ہے جس سے میں بڑے عیش وآرام کی زندگی گزار رہا ہوں اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہاں مجھے ذہنی سکون میسر ہے۔ جبکہ بلیک گائیڈ کے ساتھ کام کرتے ہوئے ہر دم پکڑے جانے کا خوف طاری رہتا تھا۔ ساتھ ہی جان کا خطرہ بھی رہتا تھا۔ میری مانو تو تم بھی بلیک گائیڈ کو چھوڑ کر اس نئے باس کے پاس آجاؤ۔"

"اس شخص کی ماتحتی میں مجھے کیا فائدہ مل جائے گا؟" چیتل کے چہرے پر اب تک خفگی کے آثار تھے۔ اُسے اپنے بھائی کا یہ اقدام قطعی پسند نہیں آیا تھا۔

"وہی فائدہ جو ہمیں بلیک گائیڈ کے ماتحت رہ کر کام کرنے میں ملتا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ — یہ اپنا باس بڑا من موجی آدمی ہے۔ اس کے ساتھ رہ کر ہمیں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ بلیک گائیڈ ہمیں پیسہ ہی تو دیتا تھا، وہ ہمیں اس سے بھی مل جائیں گے۔ دولت کے سوا تحفظ بھی۔ یہ بلیک گائیڈ کی طرح اتنا کمینہ نہیں ہے کہ اپنے فائدے کے لئے ہماری جانیں بھی داؤ پر لگا دے۔ مجھے اس کا بہت تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔ اگر میرا باس میری جان نہ بچاتا تو آج تم اپنے بھائی کو زندہ نہ پاتے۔ جب تمہیں سب کچھ اس باس کے ساتھ کام کرکے مل سکتا ہے تو پھر تمہیں اس کے پاس آنے میں کیا اعتراض ہے؟"

شیتل کی بات سُن کر چیتل سوچ میں پڑ گیا۔ میں گاڑی چلاتے ہوئے چیتل کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ وہ بھائی کی باتوں سے قائل ہو گیا تھا اور اس پیشکش میں اُسے زیادہ فائدے نظر آرہے تھے۔ اُس نے اچھی طرح اس پیشکش پر غور کرنے کے بعد اشاروں میں شیتل کو اپنی رضامندی دے دی۔ دونوں کے سیاہ چہروں پر آسودہ سی مسکراہٹ پھیل گئی اور میں گنگنانے لگا۔

"دُنیا مطلب دی او یار۔"

کار تیزی سے پنڈی کی طرف بھاگی جارہی تھی اور میں سوچ رہا تھا۔ ان دو مضبوط پہاڑوں کے تعاون سے میں بیل منڈو سے ٹکرا سکتا ہوں۔ لیکن چیتل اور شیتل کو ساتھ لے کر بیل منڈو سے ٹکرانے میں یہ خطرہ تھا کہ ماسٹر یوشے بیل منڈو کی سوچ کے ذریعے چیتل اور شیتل کے ذہنوں تک بھی پہنچ جاتا۔ اس لئے کہ کسی کے ذہن تک پہنچنے کے لئے زبان اور آنکھیں ہی سب سے بہتر واسطہ ہوتی ہیں۔ اس کے لئے میرے ذہن میں فوراً ہی یہ خیال آیا کہ میں اپنی طرح چیتل اور شیتل کی آنکھوں میں بیس لگا دوں گا، آواز کے ذریعے ان تک پہنچنا ناممکن تھا، اس لئے کہ دونوں ہی گونگے تھے۔

میری گاڑی جس وقت مقررہ مقام پر پہنچی تو شام کے سُرمئی اندھیرے دھیرے دھیرے پہاڑ کی چوٹیوں سے نیچے اُتر رہے تھے اور شفق کی سُرخی آسمان پر پھیلی پڑی تھی۔ اب کار کو کسی محفوظ جگہ پر کھڑی کرنے کا مسئلہ تھا۔ ڈاک بنگلہ بہت نشیب میں تھا۔ کسی گاڑی کا وہاں جانا ناممکن تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ اسی لمحے میں نے دیکھا ایک مقامی دیہاتی پیٹھ پر لکڑیاں لادے اسی طرف آرہا تھا۔ وہ قریب آیا تو میں نے آواز دے کر اُسے اپنے پاس بُلایا۔ وہ میری آواز سُن کر تیز تیز قدم اُٹھاتا کار کے پاس آگیا۔ اُس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے میں نے پوچھا

"بابا! کوئی ایسی محفوظ جگہ ہے جہاں میں اپنی کار کھڑی کرسکوں؟"

"ہاں صاحب! ہے۔ ذرا آگے جا کر اُلٹے ہاتھ کو مُڑ جائے گا۔ تھوڑی دُور پر آپ کو ایک گیراج نظر آئے گا۔ یہ گیراج آپ ہی جیسے سیر کو آنے والے لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ اُدھر فلم کے لوگ بھی آئے ہوئے ہیں، اُن کی گاڑیاں بھی وہیں کھڑی ہیں۔ گیراج کا چوکیدار سب گاڑیوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔"

میں نے جیب سے دس کا ایک نوٹ نکال کر دیہاتی کو دیا اور اُس کے بتائے ہوئے راستے پر گاڑی چلانے لگا۔ چند ہی منٹ بعد گیراج نظر آگیا۔ وہاں اور بھی کئی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ان میں فلم یونٹ والوں کی گاڑی بھی کھڑی تھی۔ جسے دیکھ کر میں جان گیا کہ وہ لوگ شوٹنگ سے واپس آگئے ہیں۔ میں نے سوچا موقع ملتے ہی میں میک اپ مین سے آئی لینس کی بات کروں گا۔ چیتل اور شیتل کی آنکھوں کے لئے دو جوڑے آئی لینس درکار تھے جس کے لئے مجھے یقین تھا کہ میک اپ مین کو بھاری رقم اَدا کرکے مل جائیں گے۔ مگر گاڑی گیراج میں کھڑی کرکے میں چیتل اور شیتل کو ہمراہ لئے نشیب میں جانے لگا تو بہت دُور ڈاک بنگلے کے قریب میں نے دیکھا کہ پروڈیوسر، میک اپ مین کو کسی بات پر ڈانٹ رہا ہے۔ میں ٹھٹک کر اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔ اِک دم مجھے آئی لینس کا خیال آیا۔ میں حقیقت معلوم کرنے کے لئے پروڈیوسر کے ذہن میں جھانکنے

لگا۔ میرا خیال درست ثابت ہوا۔ پروڈیوسر میک اپ مین کو ڈانٹتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تمہاری لاپرواہی کی وجہ سے اتنا قیمتی آئی لینس غائب ہو گیا۔ میں اس کی قیمت تمہاری تنخواہ سے کاٹوں گا۔ یہی تمہاری سزا ہے۔"

میک اپ مین نے سر جھکا کر کہا۔ "آئندہ احتیاط رکھوں گا صاحب۔"

"نہیں۔ اب میں تم پر بھروسہ نہیں کرسکتا۔ اگر بقیہ آئی لینس بھی غائب ہو گئے تو ہم شوٹنگ کس طرح کرسکیں گے؟ لاؤ آئی لینس کا ڈبہ نکال کر مجھے دو۔ تم جیسے غیر ذمے دار شخص کے پاس اتنی قیمتی اور اہم چیز چھوڑنا سراسر بے وقوفی ہے۔ گدھے کہیں کے....."

میک اپ مین نے آئی لینس کا ڈبہ اٹیچی سے نکال کر پروڈیوسر کے حوالے کر دیا۔ وہ بکتا جھکتا گالیاں دیتا ڈاک بنگلے کے اندر جانے لگا۔ میں نشیب کی طرف جاتے ہوئے فکرمندی سے سوچنے لگا کہ آئی لینس میرے لئے بہت اہم چیز ہے۔ اس کے بغیر میں چیتل اور شیتل کو بیل منڈو کے مقابل نہیں جا سکتا۔ اتنا بڑا خطرہ میں کسی صورت میں بھی مول لینے کو تیار نہ تھا۔ چلتے چلتے ساتھ ساتھ میں اس پہلو پر بھی غور کرتا جا رہا تھا کہ ایسی کیا صورت ہو سکتی ہے جس سے مجھے دو جوڑے آئی لینس مل جائیں۔ ان کے بغیر گویا میرے ہاتھ پیر کٹ گئے تھے۔ اسی مسئلے میں اُلجھا میں اُس درخت کے پاس پہنچ گیا جہاں میں نے دوپہر کو اطمینان سے بیٹھ کر میک اَپ کیا تھا۔ چیتل اور شیتل وہیں قریبی پتھروں پر بیٹھ گئے اور میں میک اَپ اُتارنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی سوچتا رہا کہ آئی لینس حاصل کرنے کے لئے کیا ترکیب کرنی چاہیئے۔ پروڈیوسر سے انہیں خریدنے کی بات کرنا فضول سی چیز تھی۔ اُس کی فلم کی شوٹنگ ہو رہی تھی جس کے لئے آئی لینس ضروری آئٹم میں شامل تھا۔ میں کتنے ہی بھاری معاوضے کی پیشکش کرتا، وہ راضی نہ ہوتا۔ کیونکہ فلمبندی کے دوران آئی لینس استعمال ہونے تھے بغیر اس کے شوٹنگ نہیں ہو سکتی تھی اور نہ ہی وہ بروقت دوسرے آئی لینس کا انتظام کرسکتا تھا۔ اس پہلو پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد میں نے سوچا چیتل اور شیتل کی مدد سے انہیں چوری کروا لوں۔

گو کہ یہ ایک غیر اخلاقی فعل ہے۔ مگر حالات کبھی کبھی انسان کو ایسے کام بھی کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں جن کے لئے خود اس کا ضمیر بھی گوارا نہیں کرتا۔ مگر مجبوری تھی اس کے سوا چارہ بھی تو نہ تھا۔ چوری کا منصوبہ بنانے کے بعد میں اطمینان سے بیٹھ کر میک اَپ اُتارنے لگا۔ پھر اچانک ہی مجھے خیال آیا کہ شیتل بھوپی جان سے کہہ کر آیا تھا کہ وہ تھوڑی دیر میں واپس آجائے گا اور آئی لینس چوری کروانے کے لئے اسے رات بھر روکنا ضروری تھا۔ ایسی صورت میں بھوپی جان بہت پریشان ہو جاتیں۔ چنانچہ یہ بتانے کے لئے کہ شیتل میرے پاس ہے، میں نے بھوپی جان کے دماغ پر دستک دی۔ اس وقت وہ باورچی خانے میں رات کا کھانا تیار کروا رہی تھیں۔ میری مخصوص دستک پر وہ چونک گئیں۔ پھر خوش ہو کر کہنے لگیں۔

"فرہاد! میرے بیٹے تم ہو؟"

"ہاں بھوپی جان! آپ کا نالائق بیٹا آپ سے مخاطب ہے۔ آپ لوگ خیریت سے تو ہیں نا؟"

"اللہ کا شکر ہے بیٹے! تم تو ٹھیک ہو؟"

"آپ کی دُعا ہے بھوپی جان! میں نے یہ بتانے کے لئے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے کہ شیتل میرے پاس ہے، رات کو میرے ساتھ ہی رہے گا۔ میں نے سوچا آپ کو بتا دوں ورنہ اس کی غیر حاضری سے آپ پریشان ہوں گی۔"

"یہ تو اچھا کیا کہ بتا دیا مگر تم ہو کہاں اور شیتل کو کیوں بُلایا ہے؟"

"میں آپ لوگوں سے زیادہ دُور نہیں ہوں اور شیتل کو میں نے ایک ضروری کام سے روک لیا ہے۔"

"تمہارے یہ ضروری کام تو ایک دن تمہیں لے ڈوبیں گے۔ کن بکھیڑوں میں پڑ گئے ہو۔ بیٹا — میں تو کہتی ہوں سارے اُوٹ پٹانگ دھندے چھوڑ کر گھر بسانے کی فکر کرو۔"

"اتنی جلدی کیا ہے بھوپی جان!" میں نے اُنہیں چھیڑا اور وہ بھڑک اُٹھیں۔

"اے بیٹا! اسے تم جلدی کہتے ہو۔ تمہاری عمر کے لڑکے تو اب تین تین چار چار بچوں کے باپ ہیں۔ تم بھی اگر میرے کہنے سے شادی کر لیتے تو خیر سے آج کو دو بچوں کے باپ تو ضرور....."

وہ غصّے سے بڑبڑاتی رہیں اور میں نے ہنستے ہوئے ان سے الوداع ختم کر دیا۔ میں میک اَپ اُتار چکا تھا۔ تمام سامان میں نے اٹیچی میں رکھا اور اشارے سے شیتل اور چیتل کو قریب بُلایا۔ شیتل مجھے اصلی رُوپ میں دیکھ کر مسکرا دیا۔ اس کی مسکراہٹ کا جواب میں نے بھی مسکراہٹ سے دیا۔ پھر انہیں اشاروں کی زبان میں سمجھانے لگا کہ ایک آدمی کے پاس سے آئی لینسز چوری کرنے ہیں۔ وہ آئی لینسز اُس آدمی کے پاس ہیں جو میری طرح ڈاک بنگلے میں ٹھہرا ہوا ہے۔ چوری ڈھائی بجے رات کو کرنا تاکہ اس وقت تک سب گہری نیند سو رہے ہوں اور اپنے چہروں پر رُومال کا نقاب ڈال لینا۔

انہیں سارا منصوبہ اچھی طرح سمجھانے کے بعد میں اٹیچی اُٹھا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ چیتل اور شیتل دوبارہ اپنی جگہ پر چلے گئے اور اپنی مادری زبان یعنی اشاروں میں باتیں کرنے لگے۔ یہ دُنیا کی سب سے نرالی مادری زبان ہے، یہ سوچ کر میں مسکرا دیا اور اٹیچی تھامے وہاں سے چل پڑا۔ سلونی شام کا نکھرا ہوا حسن چاروں طرف پھیل رہا تھا۔ میں قدم روک کر اپنے اردگرد کے خوبصورت مناظر کو دیکھنے لگا۔ ہر طرف رعنائی تھی، حسن تھا، خاموشی تھی، نکھار تھا اور ایسے سمے دُنیا بیحد حسین نظر آرہی تھی۔ اُونچے اُونچے بلند بالا پہاڑ، بڑے بڑے سبز پتوں والے تناور درخت،

رنگ برنگے جنگلی پھول اپنے اپنے سیسروں کی جانب پرواز کرتے تتلی کو پھیرو یہ سب بیحد سحر انگیز چیزیں تھیں جو دل میں طمانیت پیدا کر رہی تھیں۔ ایک مقدس اور الوہی خوشبو میرے چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور میں جو ہر وقت ہنگاموں میں گھرا رہتا تھا دیر تک ایک جگہ کھڑا فطرت کی رعنائی سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اچانک ہی میری نظر شاداں پر پڑی وہ اپنی پہیتی بھیڑ کو پتلی سی چھڑی سے ہانکتی اپنی جھونپڑی کی طرف جا رہی تھی۔ نہ جانے کس جذبے کے تحت بے اختیار ہو کر میں نے اسے آواز دی۔

"شاداں.....!"

وہ میری آواز سن کر چونک کر پگڈنڈی اور اونچے نیچے پتھروں پر بھاگتی آئی اور بے اختیار میرے شانوں سینے سے لگ گئی میرے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب سی ہو گئیں۔ رگوں میں دوڑتا خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔

"شاداں..... میں نے جھک کر بدقت تمام سرگوشی کی۔ اس نے میرے سینے سے سر اٹھا کر میرے چہرے کی طرف دیکھا۔ خوشی کا پرتو اس کے گلابی چہرے سے جھلک رہا تھا اور مدھم سے اندھیرے میں وہ پلکیں جھپکاتی ہوئی مجھے بیحد پیاری لگی۔ وہ میرے گالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شکوہ کرنے لگی۔

"تم کہاں چلے گئے تھے بابو ہم نے تمام دن تمہیں ڈھونڈتی رہی۔"

"پر کیوں ڈھونڈ رہی تھیں؟"

"پتہ نہیں" وہ شرمگیں لہجے میں بولی اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ دیر تک اس کی ہنسی کا جلترنگ پہاڑوں میں گونجتا رہا۔ کلی سے پھول بن کر وہ [illegible] تھی۔

"شاداں تو بڑی اچھی ہے" میں نے خمار آلود لہجے میں سرگوشی کی۔ میری آواز فرطِ جذبات سے لرزاں اور سرشار تھی۔ اس کی آنکھوں سے شرم کا گلابی پن جھلکنے لگا۔

وہ کچھ بھی [illegible] کے درمیان کانپتی آواز میں دھیرے سے بولی۔

"ایسا نہ کر بابو! مجھے پتہ نہیں کیا ہونے لگتا ہے۔"

"کیا ہونے لگتا ہے؟" میں شرارت سے مسکرایا۔

"پتہ نہیں....."

"یہ سب کیا تجھے اچھا نہیں لگتا؟"

"ناں" وہ ہنستی ہوئی خود کو چھڑا کر دور جا کھڑی ہوئی۔ اس کا یہ انداز کتنا دلکش تھا۔ اس انکار میں اقرار کے کتنے پہلو روشن تھے۔ میرے دل میں شمعیں سی جل اٹھیں۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

"کل صبح تکیے کے نیچے روپے دیکھنے آئے گی نا؟"

میری بات کی تہہ تک پہنچ کر شرم سے اس نے گابی ہنسا تھا۔ وہ منہ سے کچھ نہ بولی۔ اثبات میں سر ہلا کر ہنستی ہوئی شرما کر بھاگ گئی اس کی ہنسی کا ترنم دیر تک فضاؤں میں گونجتا رہا اور میں خوشی کے سرمدی جذبے سے سرشار دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا ڈاک بنگلے کی طرف جانے لگا۔

میں ڈاک بنگلے میں پہنچا تو میرے بستر پر روڑھا میک اپ میں پھیلی رات کی نیند پوری کر رہا تھا میں نے اٹیچی میز پر رکھ دی اور ایزی چیئر پر بیٹھ کر سگریٹ سلگانے لگا۔ سگریٹ سلگانے کے بعد میں رُوما کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ وہ ہوٹل انٹرکانٹ کے اس کمرے میں پہنچ گئی تھی جہاں بیل منڈو کا قیام تھا۔ اس وقت اس کا انکل کمرے میں نہیں تھا اور وہ بے چینی سے اس کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے دو ایک ایسے فون نمبر پر اُسے کال کیا جہاں اس کے ملنے کا امکان تھا لیکن وہ ان نمبروں پر بھی نہیں ملا۔ وہ جھنجھلا کر ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگی۔ وہ اپنے انکل کو یہ بتانے کے لئے بے چین تھی کہ اس کا سامنا ایک کے بجائے دو گونگوں سے ہوا تھا اور ان میں سے ایک یقینی طور پر فرہاد تھا۔

وہ ٹہلنے کے دوران سگریٹ کے کش لگاتی جا رہی تھی۔ اسی وقت مجھے اس کے ذہن میں ماسٹر یوشے کی سوچ کا لہجہ سنائی دیا۔ اس نے رُوما کے ذہن پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"ہیلو بے بی! میں نے تمہاری پریشانیوں کو سمجھ لیا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ ان دو گونگوں سے کہاں ملاقات ہوئی تھی؟"

رُوما چند ثانیوں تک ساکت کھڑی رہی اپنے ذہن میں ابھرنے والی سوچ کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہی پھر اس نے پوچھا۔

"کیا تم وہی شیطان ہو جو میرے انکل کو پریشان کرتا رہتا ہے۔"

"ہاں میں وہی ہوں مگر شیطان نہیں ہوں مجھے ماسٹر کہو تم جانتی ہو ماسٹر آقا کو کہتے ہیں۔ میں آقا ہوں اور تم سب میرے غلام اور کنیزیں ہو میرے حکم سے انکار کرنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے یہ تم دیکھ چکی ہو۔ میں تمہارے انکل کی طرح تمہیں بھی ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر سکتا ہوں۔ تم حسین ہو کمسن ہو تمہاری طرح میری بھی ایک بیٹی ہے۔ اس لئے میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ تم ایک اچھی بچی کی طرح میری باتوں کا جواب دیتی رہو۔"

رُوما بار بار اپنے انکل کو پاگل ہوتے دیکھ چکی تھی اور خود پاگل نہیں بنا چاہتی تھی۔ وہ خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور سوچ کے ذریعے اُسے بتانے لگی کہ کس طرح مری سے واپسی پر اس کے دونوں باڈی گارڈ آپس میں لڑ پڑے تھے۔ ایک باڈی گارڈ نے دوسرے کو ختم کر دیا پھر ایک گونگے نے وہاں پہنچ کر دوسرے باڈی گارڈ کو ختم کر دیا اس کے بعد پھر ایک گونگا نہیں سے آ پہنچا۔ رُوما نے خیال ظاہر کیا کہ بعد میں آنے والا گونگا فرہاد ہو گا یہ پوری رپورٹ سننے کے بعد ماسٹر یوشے نے کہا۔

"بے بی تم بہت اچھی ہو۔ اس واقعہ سے میرے اس خیال کی تصدیق ہو گئی ہے کہ فرہاد علی تم لوگوں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ وہیں اس پاس کے قریبی علاقے میں کہیں چھپا ہوا ہے اب تم آرام کرو میں تمہارے انکل سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

ماسٹر یوشے نے اس سے رابطہ ختم کر دیا لیکن میں اس شیطان کی سوچ سے چپکا ہوا تھا۔ اگر میں اس کی سوچ میں مداخلت کرتا تو پکڑا جاتا لیکن میں اس کے دماغ کے اندھیرے میں چپ چاپ کھڑا ہوا تھا اس اندھیرے میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پکڑ نہیں سکتا یہی وجہ ہے کہ وہ اب تک میری اصلیت کو نہیں سمجھ سکا تھا

ماسٹر یوشے اس وقت تک بیل منڈو کے ذہن تک پہنچ چکا تھا اور اسے تمام واقعات بتا رہا تھا کہ کس طرح دو گونگے رُوما کے سامنے آ چکے ہیں اور اس کے دو باڈی گارڈ کسی پرانے میں مرے پڑے ہیں یہ سنتے ہی بیل منڈو بُری طرح جھنجھلا گیا اور ماسٹر یوشے کو بُرا بھلا کہنے لگا کہ اس کی وجہ سے اس کے آدمی بھی مارے جا رہے ہیں اور اس کے اسمگلنگ کے کاروبار کو نقصان پہنچ رہا ہے ماسٹر یوشے نے کہا۔

"یہ سب میری وجہ سے نہیں ہو رہا ہے یہ تمہاری نالائقی ہے فرہاد تمہارے بالکل قریب ہے اور تم اسے پکڑنے میں ناکام ہوتے جا رہے ہو اب تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ رُوما کو جہاں دو گونگے نظر آئے تھے وہاں صرف ایک ہی پہاڑی راستہ ہے اس راستے کے اطراف جتنی چھوٹی بڑی بستیاں ہیں وہاں اپنے تمام آدمی پھیلا دو۔ بلتی ہوئی آبادی میں بے زبان گونگے جلدی نظر آ جائیں گے تم خوامخواہ جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہو کر وقت ضائع نہ کرو اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ تم جلد ہی اس کے گریبان تک پہنچ جاؤ گے۔"

بیل منڈو اس کی ہدایت کے مطابق اپنے ماتحتوں کو کال کرنے لگا۔ ان کے ساتھ خود بھی نیر تلاش میں روانہ ہو جائے میں بدستور ماسٹر یوشے کے ذہن سے چپکا ہوا تھا یہ دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ وہ میری وجہ سے بہت زیادہ پریشان ہے وہ میرے ہی متعلق سوچ رہا تھا کہ آخر میں کس قسم کا انسان ہوں اور انسان ہوں یا اس کی طرح شیطان ہوں۔ یقیناً وہ مجھے شیطان ہی سمجھ رہا تھا جو کئی دن سے اس نادیدہ شیطان کو چیر میں ڈالے ہوئے تھا تھوڑی دیر بعد مجھے اس کے ذہن میں دوسری آواز سنائی دی۔ کوئی شخص کے سامنے آ کر اسے مخاطب کر رہا تھا۔

"ماسٹر یوشے۔ فرہاد کا کچھ پتہ چلا میں آخر کب تک انتظار کرتا رہوں گا۔"

ماسٹر یوشے کا جواب سنائی دیا۔

"ماسٹر دانیال۔ آپ آج رات تک اور صبر کر لیں مجھے یقین ہے صبح ہونے سے پہلے فرہاد کی کھوپڑی میری گرفت میں آ جائے گی۔"

"تم روز یہی تسلی دیتے ہو۔ میرے دن رات کا سکون برباد ہو چکا ہے میری جوان بیٹی کا قاتل آسانی سے گھوم رہا ہے۔ تم اس حقیقت کا اعتراف کیوں نہیں کرتے کہ ایک معمولی قاتل کے سامنے تمہاری بیل بیتھی کی صلاحیتیں زنگ آلود ہو چکی ہیں۔"

"ماسٹر دانیال اس [illegible] ہیں جو سب سے بلند چیز ہے۔ وہ انسانی دماغ ہے اور میں ایسا آدمی ہوں کہ دنیا کے تمام دماغوں سے کھلونوں کی طرح کھیلتا ہوں اور جو دماغ مجھے اتنے دنوں سے چکر دے رہا ہے اسے معمولی قاتل کہتے ہو۔ تم نہیں سمجھ سکتے کہ اس ہر قدم پر فرہاد سے الجھتے ہوئے مجھے کتنا مزہ آ رہا ہے۔ یہ درست ہے کہ ابھی اس کا پلہ بھاری ہے۔ مگر کب تک؟ آج میں بیل منڈو کو آخری موقع دے رہا ہوں۔ اگر وہ ناکام ہو گیا تو میں خود میدانِ عمل میں آؤں گا۔ مجھے ہنڈکوارٹر چھوڑ کر کچھ دنوں کے لئے اس کے ملک میں جانا ہو گا یہ بات میری سمجھ میں آ رہی ہے کہ وہ میرے کسی آلۂ کار کے ذریعے قابو نہیں آئے گا۔"

اس نے انجانے کے باپ ماسٹر دانیال کو مطمئن کر دیا کہ وہ اس کی بیٹی کے قاتل کو ضرور گرفتار کرے گا۔ میرے لئے ایک مصیبت کی پیشگوئی ہو چکی تھی کہ بیل منڈو کی ناکامی کے بعد وہ خود میدان عمل میں آئے گا۔ یعنی میری یہ خوش فہمی ختم ہو چکی تھی کہ اس کے سر سے خطرناک آلۂ کار بیل منڈو کو ختم کرنے کے بعد کچھ عرصہ کے لئے پُرسکون زندگی نصیب ہو گی فی الحال مجھے بیل منڈو اور اس کے آدمیوں سے نمٹنا تھا وہ مری اور پنڈی کے درمیان تمام علاقوں میں شکاری کتوں کی طرح مجھے سونگھتے پھر رہے تھے اور آج رات یا کل صبح تک کسی وقت بھی وہ یہاں پہنچ سکتے تھے۔ مجھے جلد از جلد شیشل اور چیتل کو ان کے مقابلے کے لئے تیار کرنا تھا۔ اس وقت ڈاک بنگلے میں خاصی چہل پہل تھی۔ فلم یونٹ کے لوگ رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ ڈائریکٹر اور پروڈیوسر ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے ان کے ساتھ ہیروئن کا نام نہاد بھائی بھی بیٹھے میں مصروف تھا۔

میں ان کی سوچ کے ذریعے یہ کوشش کرنے لگا کہ وہ زیادہ سے زیادہ پیتے رہیں اور نشے میں بالکل مدہوش ہو جائیں اس وقت بوڑھا چوکیدار میرے لئے کھانا لے آیا تھا۔ میں کھانا کھانے کے دوران سوچنے لگا کہ اب شاداں سے ملاقات نہیں ہو سکے گی۔ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ اسے چھوڑ کر چلا جاؤں ابھی جب وہ مجھ سے رخصت ہو کر گئی تھی تو اس کی آنکھوں سے پیاسی آرزوؤں کے کتنے زنگ جھلک رہے تھے اس کی آنکھیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔

"تم کہاں چلے گئے تھے میں پیاسی چڑیا کی طرح اپنے آشیانے سے تمہارے ڈاک بنگلے تک بھٹکتی پھر رہی تھی صدیوں سے گہرا دل بادل ان پہاڑوں کے اندر سننے والی آگ کو نہ بجھا سکے تم ایک رات میں کیسے بجھا سکتے ہو۔ رک جاؤ میرے مسافر۔ نہ جاؤ، نہ جاؤ.....!"

میں اس کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا اسے چھوڑ کر جانے کو جی نہیں چاہتا تھا میں نے دل کو سمجھایا۔ میرے کام پھر آرام بیل منڈو سے نمٹنے کے بعد میں پھر شاداں سے ملوں گا۔ میں نے کھانا کھانے کے بعد بوڑھے چوکیدار سے کہا۔

"بابا۔ میرا کوئی ٹھیک نہیں ہے کہ میں کس وقت یہاں سے چلا جاؤں

میں پھر واپس آسکتا ہوں لیکن یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ واپسی کب تک ہوگی۔ اگر جانے سے پہلے میں تمہارے کچھ کام آسکا چاہوں تو کیا تم انکار کروگے۔؟"

"بابو! آپ نے یہاں رہنے اور کھانے کے اتنے پیسے دیئے ہیں کہ آج تک کسی نے نہیں دیئے۔ آپ اس سے زیادہ اور کیا کام کہہ سکتے ہیں میں شرمندہ ہوں کہ میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کرسکا۔"

میں نے کہا "تمہاری ایک جوان بیٹی ہے تمہیں یقیناً اس کی شادی کی فکر ہوگی۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں کتنا دولت مند ہوں۔ اگر میں دو چار ہزار تمہاری بیٹی کی شادی کے لئے دے دوں تب بھی میرے خزانے میں ایک پیسے کی کمی نہیں آئے گی۔"

یہ کہہ کر میں نے اٹیچی کھولی اور اس میں سے تین ہزار روپے نکال کر اس کی طرف بڑھا دیئے اتنے روپے دیکھ کر وہ خوشی سے کانپنے لگا۔

"بابو میں نے آج تک ایسا ایک آدمی بھی نہیں دیکھا جو بغیر کسی غرض یا مطلب کے اتنی بڑی رقم دے دے۔ آپ انسان نہیں فرشتہ ہیں۔"

اس کی زبان سے یہ باتیں سن کر مجھے ندامت سی محسوس ہوئی میں اس بوڑھے کو کیسے سمجھاتا کہ بغیر مطلب کے اس دنیا میں کوئی کسی کے کام نہیں آتا اس دنیا میں طرح طرح کے انسان اور رنگا رنگ جذبوں کا میلہ لگا ہوا ہے۔ اس میلے میں ایک جوانی دوسری جوانی سے کیسے ٹکرا جاتی ہے تہذیب کے خلاف منہ زور جذبے کس طرح بہا کرلے جاتے ہیں۔ میں ان باتوں کی تشریح نہیں کرسکتا۔ انسان زندگی کے راستوں پر قدم پا پا کر یوں کو توڑتا ہوا اس دنیا سے گذر جاتا ہے میں بھی اپنی زندگی کے ایک ایک موڑ سے اسی طرح گذرتا جارہا تھا۔

بوڑھا چوکیدار روپے لے کر بہت دیر تک مجھے دعائیں دیتا رہا۔ اس کے بعد چلا گیا میں پھر ایک سگریٹ سلگا کر ایزی چیئر پر بیٹھ گیا اور اس وقت کا انتظار کرنے لگا جب فلم یونٹ کے تمام لوگ سو جاتے اور آئی لینز حاصل کرنے کے لئے میں اپنا کام دکھا سکتا۔ میں آدھی رات تک فسٹیل اور جیل کا انتظار نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ کمرے کے باہر ابھرنے والی قدموں کی چاپ سے میں نے اندازہ لگایا۔ ابھی کچھ لوگ جاگ رہے تھے مجھے ان کے سو جانے کا انتظار تھا۔ میں نے وقت گذاری کے لئے سگریٹ سلگایا اور ایزی چیئر سے ٹیک کر آنکھیں موندلیں اور ان فتنہ خیز لمحات کے تصور میں ہی لطف اندوز ہونے لگا جو میں نے شاداں کے سنگ گذارے تھے۔ پرتوں کی اس بیٹی نے مجھے نئی لذتوں سے آشنا کیا تھا میری زندگی میں کتنی ہی لڑکیاں آئی تھیں مگر شاداں ان سب سے بالکل مختلف تھی بہت معصوم سادہ اور پرخلوص اس غرض کی ماری دنیا میں اس نے مجھے ہر غرض سے ماورا ہو کر چاہا تھا۔ اس کے ساتھ گذارے ہوئے چند لمحات صدیوں کی رفاقت کا احساس لانے پر تل گئے مگر میری زندگی ہنگاموں سے بھرپور تھی میں اپنی جان ہتھیلی پر لئے پھرتا تھا۔ ایسے ہنگاموں سے پُر زندگی میں بھلا میں کس طرح شاداں کو شامل کرلیتا۔ اسے چھوڑ کر جانے کے خیال سے مجھے بے حد دکھ ہو رہا تھا۔ مگر میں کتنا مجبور تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور شاداں کے ذہن میں جھانکنے لگا۔

وہ میرے ہی متعلق سوچ رہی تھی اس کا بابا خوشی سے لرزتی آواز میں اس سے کہہ رہا تھا۔

"شاداں بابو بڑا اچھا آدمی ہے اس نے مجھے ڈھیر سارے روپے دیئے ہیں۔ کہہ رہا تھا کہ میں خوب دھوم دھام سے تیری شادی کرسکوں۔ وہ رات کو کسی وقت پھر آئے گا۔"

یہ سن کر شاداں کے دل پر بجلی سی گر پڑی اس کا معصوم چہرہ یاسیت کی تاریکی میں ڈوب گیا اس کا بابا جانے کیا کچھ کہتا رہا۔ مگر اس نے کچھ نہ سنا اس کے ذہن میں خیالوں کے جھکڑ سے چل رہے تھے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور بستر پر جا گری اس کا بابا میرے دیئے ہوئے روپوں کو ایک میلی سی تھیلی میں رکھ کر اسے چوری کے خطرے سے بچانے کے لئے پھونس کی نئی چھت میں چھپا کر رکھ رہا تھا اور شاداں اپنے بستر پر لیٹی بازوؤں میں منہ چھپائے سسک رہی تھی۔ بابا روپے چھپا کر اس کی طرف مڑا اسے بستر پر لیٹا دیکھ کر کہنے لگا۔

"شاداں کیوں لیٹ گئی روٹی نہیں کھائے گی کیا۔؟"

شاداں کی آنسوؤں میں بھیگی آواز سنائی دی۔

"بابا میرا جی اچھا نہیں۔۔۔۔"

"شادی کا سن کر شرما گئی بابو نے اتنے ڈھیر سارے پیسے دیئے ہیں میں تیری شادی اتنی دھوم سے کروں گا کہ بستی میں آج تک کسی لڑکی کی شادی اتنی دھوم سے نہ ہوئی ہوگی۔ میں تیری شادی میں باجے والوں کو بھی بلواؤں گا۔"

"چپ کر جا بابا میں شادی نہیں کروں گی۔"

یہ سن کر اس کا بابا ہنس پڑا اور اٹھ کر اس کے بستر پر آگیا۔

"یہ سب لڑکیاں شرما کر یہی کہتی ہیں۔ پر بیٹیاں تو پرایا دھن ہوتی ہیں۔ ایک نہ ایک دن انہیں بابل کا دوار چھوڑنا ہی پڑتا ہے۔ بیٹی کسی غریب کی ہو یا اس راجہ کی سب ہی ایک دن بیاہ کر پرائے دیس چلی جاتی ہیں۔"

شاداں کی سسکیوں کی آواز سن کر وہ پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"پگلی رو رہی ہے ارے ابھی سے ہی کاہے کا رونا دھونا تیرا بیاہ کوئی آج تھوڑا ہی ہو رہا ہے کیوں رو رو کر اپنی جان ہلکان کرتی ہے چل سو جا۔"

اس نے بستر کے کنارے پر رکھا کمبل اٹھا کر اس پر ڈال دیا اور چولہے کے پاس بیٹھ کر روٹی کھانے لگا۔ شاداں چپکے چپکے سسک رہی تھی اس کا روٹی کھا کر اپنے بستر پر لیٹ گیا شاداں اپنی سوچ میں مجھ سے گلہ

رہی تھی۔

"بابو تو بھی مرے شہری بابوؤں کی طرح ہرجائی نکلا۔ بس تیرے اندر اتنا ہی حوصلہ تھا تم شہری لوگ جب پیار نبھا نہیں سکتے تو پیار کرتے کیوں ہو؟ بابو شاداں تو تیرے پیار میں ڈوب کر اتنا فاصلہ طے کرکے واپس لوٹنا اس کے بس میں نہیں رہ گیا ہے۔ مجھے بیچ راہ میں چھوڑ کر نا جا بابو میرے پیار کی لاج رکھ لے۔ میں نے تو اپنا تن من سب کچھ تجھ پر لٹا دیا ہے سب کچھ لٹا کر اب میں کیسے جیوں بابو۔؟"

وہ رو رہی تھی اور میرا دل سلگا جارہا تھا میرے سینے پر دکھ کی بڑی سل آگری۔ شاداں سے جدائی کا تصور میرے لئے بھی بڑا روح فرسا تھا۔ کاش ہینگامے مجھے اتنی مہلت دے دیتے کہ میں شاداں کو اپنی زندگی میں شامل کرسکتا۔ لیکن اگر انسان کی ساری خواہشیں پوری ہونے لگیں تو وہ انسان کہاں کہلائے۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر گھڑی دیکھی بارہ بجکر ۲۰ منٹ ہو چکے تھے۔ خیالات میں کھو کر مجھے احساس ہی نہ ہوا کہ اتنا وقت بیت گیا۔

اب میرے کام کا وقت آگیا تھا۔ میں نے احتیاط کے طور پر بوڑھے چوکیدار اور پروڈیوسر کے ذہن میں جھانکا وہ شراب کے نشے میں مست گہری نیند سو رہا تھا میں نے اطمینان کا سانس لیا اور آہستہ سے دروازہ کھول کر دبے پاؤں پروڈیوسر کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ دروازے کے پٹ بند تھے مگر دروازہ لاک نہیں تھا۔ میں بہت آہستگی سے اندر چلا گیا۔ کمرے میں مدھم روشنی تھی۔ اس کی مدھم سی روشنی میں میں نے کمرے کا جائزہ لیا شراب کی کئی بوتلیں میز پر خالی پڑی تھیں مختلف پلیٹوں میں بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے اور تلی ہوئی مچھلی کے کچھ کھچے ٹکڑے پڑے تھے اور پروڈیوسر کے خراٹے کمرے کی خاموش فضا میں مدھم سا ارتعاش پیدا کر رہے تھے خراٹوں کی آواز نے مجھے مزید مطمئن کردیا میں نے پروڈیوسر کے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر چابی کا گچھا نکال لیا اور کونے میں رکھی ہوئی اٹیچی کیس کا تالا کھولنے لگا ذرا ہی دیر بعد تالا کھل گیا۔ میں نے اٹیچی کا ڈھکنا اٹھایا اور اس کے سامان میں سے آئی لینز کا ڈبہ ڈھونڈنے لگا تھوڑی سی تلاش کے بعد مجھے ڈبہ مل گیا میں نے اس میں سے آئی لینز کے دو جوڑے نکال کر اپنی جیب میں رکھے اور ڈبے کو دوبارہ اٹیچی میں رکھ کر اسے لاک کردیا چابی کا گچھا واپس بوڑھے پروڈیوسر کی جیب میں رکھا اور آہستہ سے جیب تھپتھپا کر خاموش قدموں سے اپنے کمرے میں آگیا۔

کمرے میں آکر میں نے آئی لینز احتیاط سے اٹیچی میں رکھے میز پر پڑا سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر اٹھایا اور اٹیچی لے کر کمرے سے باہر آگیا باہر کا ماحول اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ وادی کا ہر باسی نیند کے خمار میں ڈوبا ہوا تھا اور ہر طرف سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ میں نے ڈاک بنگلے کے اپنے حصے میں رکھی ہوئی لالٹین اٹھائی۔۔۔۔ اور تشویش میں آنے لگا کہ اس وقت شاداں مجھے شدت سے یاد آرہی تھی اور میری خواہش تھی کہ جاتے جاتے اس سے ملتا جاؤں چنانچہ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آیا وہ سو رہی ہے یا جاگ رہی ہے میں اس کے ذہن میں جھانکنے لگا اور یہ جان کر مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ وہ خود بھی مجھ سے ملنا چاہتی تھی اور باہر آنے کے لئے اپنے بابا سے بہانہ کر رہی تھی کہ اسے نیند نہیں آرہی ہے وہ اپنی سکھی لیشماں کے پاس باتیں کرنے جارہی ہے جلدی لوٹ آنے کی تاکید کرکے اس کے بابا نے اسے جانے کی اجازت دے دی وہ جھونپڑی سے نکل کر ڈاک بنگلے کی طرف آنے لگی میرے قدموں میں تیزی آگئی وہ ادھر ہی آرہی تھی میرے ہاتھ میں لالٹین تھی جس کی روشنی دیکھ کر وہ ٹھٹک کر اپنی جگہ کھڑی ہوگئی میں نے لالٹین اونچی کی اور اپنے چہرے کے قریب کرلی روشنی میں میرا چہرہ اجاگر ہوا تو وہ مجھے پہچان کر دلوار وار بھاگتی ہوئی آئی اور مجھ سے لپٹ گئی سسکیاں لیتے ہوئے شکوہ کرنے لگی۔

"بابو تو اپنی شاداں کو چھوڑ کر کیوں جارہا ہے؟ وہ تیرے بنا مر جائے گی بابو مجھے چھوڑ کر نہ جا۔۔۔"

اس کی آواز میں ہچکیوں آنسوؤں کی نمی تھی اور اس کا گداز بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا میں اسے کسی عزیز متاع کی طرح اپنے بازوؤں میں سنبھالے ایک بڑے سے ہرے بھرے ٹیلے کی اوٹ میں آگیا میں سبزے کے فرش پر بیٹھ رہا اور اس کا سر پیار سے اپنے زانو پر رکھ لیا چاند کی سنہری کرنوں میں میں نے اس کے چہرے کو دیکھا جس پر کنکھ کی پرچھائیاں رقص کر رہی تھی اور آنسوؤں کی ایک جھالر سی دراز پلکوں پر لرز رہی تھی۔ اس ایٹمی دور میں انسان کے دل سے محبت، خلوص اور سچائی کی قدریں مٹ گئی ہیں مگر یہ معصوم سی دیہاتی لڑکی کا پیار کتنا بے غرض اور پوتر ہے یہ سوچ کر مجھے اس پر ٹوٹ کر پیار آیا آنسوؤں کی لڑیاں اس کے رخساروں پر بہہ رہی تھیں۔ میں نے ان آنسوؤں کو اپنے ہونٹوں میں جذب کرتے ہوئے مدھم سی سرگوشی کی۔

"شاداں نہ رو تیرا بابو تیرے آنسو نہیں دیکھ سکتا۔"

اس نے چھلکتی آنکھیں اٹھا کر کانپتی آواز میں کہا۔

"تو بڑا جالم ہے بابو اپنی شاداں کو چھوڑ کر جارہا ہے۔"

"کیا کروں شاداں میرا دل تو نہیں چاہتا کہ تجھے چھوڑ کر جاؤں مگر یہاں میری جان کو خطرہ ہے اگر میں یہاں رہا تو شاید دشمن مجھے مار ڈالیں کیا تو یہ چاہے گی کہ کوئی تیرے بابو کو جان سے مار۔۔۔۔"

اس نے تڑپ کر میرے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"شاداں میرا انتظار کرنا میں ایک نہ ایک دن ضرور لوٹ آؤں گا اور شاداں اگر میرے آنے میں بہت دیر ہو جائے اور تیرا کوئی اچھا رشتہ آئے تو تو شادی کرلینا۔"

"میں جنم بھر تیرا انتظار کروں گی بابو۔"

"نہیں شاداں زندگی اتنی سستی نہیں ہوتی کہ اسے انتظار کی بھینٹ

چڑھا دیا جائے میں نہ جانے کب لوٹ کر آؤں کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری جوانی انتظار کی نذر ہو جائے صرف تو ہی مجھے نہیں چاہتی شاداں میں بھی تجھ سے محبت کرنے لگا ہوں محبت جزائر کی اور ابدی جذبہ ہے جو پہلی اور آخری سچائی ہے میں اسی جذبے کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ زندگی رہی تو کبھی نہ کبھی ضرور لوٹ کر تیرے پاس آؤں گا۔"

اسے تسلی دیتے ہوئے مجھے اپنے لہجے کے کھوکھلے پن کا شدید احساس ہوا ایک طرف زندگی اور اس کے فطری تقاضوں سے بھرپور حساس دل تھا اور دوسری طرف ہنگامے اور خطرات تھے جو اجازت نہ دیتے تھے کہ میں ان فطری تقاضوں کو پورا کر سکوں اس وقت مجھے اپنی بے بسی کا شدت سے احساس ہوا میرا دل چاہا سارے ہنگامے سارے خطرات دور بھاگ جائیں اور میں شاداں کی ریشمی زلفوں کی چھاؤں میں زندگی بتا دوں مگر حقیقتیں منہ پھاڑے مجھے نگلنے کو تیار بیٹھی تھیں۔

"بابو میں تجھے بہت یاد کروں گی۔"

اس کی آواز بہت مدھم تھی اور اس آواز میں عجیب سی اداسی دکھ اور اضطراب چھپا تھا

"میں بھی جہاں رہوں گا تجھے یاد کرتا رہوں گا شاداں وقت بہت تھوڑا ہے ان لمحات کو امر بنا لیں۔"

کچھ دیر بعد میں اٹیچی اور لالٹین اٹھا کر اٹھ کھڑا ہوا اور اسی درخت کی طرف چل پڑا جہاں کل میں نے اپنا میک اپ کیا تھا اور پھر اتارا تھا وہاں پہنچ کر میں نے شیتل اور جیتل کو کال کیا۔ چند لمحے بعد وہ میرے سامنے تھے میں نے انہیں اشاروں میں سمجھایا کہ میں آئی لینز لے آیا ہوں اور اسے تم دونوں کی آنکھوں میں لگانا ہے میرا مطلب سمجھ کر دونوں میرے سامنے بیٹھ گئے میں نے اٹیچی کھولی اس میں سے آئی لینز نکالا اور ذرا سی کوشش کے بعد ان دونوں کی آنکھوں میں بڑی مہارت سے آئی لینز فٹ کر دیئے۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے لالٹین کی روشنی میں اپنا میک اپ کرنا شروع کیا پہلے چہرے پر ماسک چڑھایا پھر بوڑھے میک اپ مین کی دی ہوئی میک اپ کی چیزیں لگائیں اور اپنی آنکھوں پر بھی آئی لینز لگا لئے اب میرا باپ بھی مجھے دیکھتا تو پہچان نہ پاتا شیتل اور جیتل یہ ساری کارگذاریاں دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ میں نے ایک بار پھر تنقیدی نظروں سے آئینے میں اپنا جائزہ لیا اور مطمئن ہو کر تمام چیزیں دوبارہ اٹیچی میں رکھ کر تالا لگایا اور اٹیچی شیتل کو پکڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

لالٹین کی مدھم سی روشنی میں ہم تینوں بہت سنبھل سنبھل کر قدم اٹھا رہے تھے ہماری ذرا سی غلطی ہمیں ہزاروں فٹ گہری کھائی میں دھکیل سکتی تھی۔ میں چلتا ہوا اس جگہ پر آیا جہاں چند منٹ پہلے شاداں کے ساتھ تھا تو اس خالی جگہ کو دیکھ کر مسکراہٹ خود بخود میرے لبوں پر آ گئی۔ شاداں کے تاثرات معلوم کرنے کے لئے اس کے ذہن میں جھانکا وہ بستر پر چت لیٹی سوچ رہی تھی۔

"بابو نے مجھے کس انوکھی لذت سے آشنا کیا ہے۔ میرے انتظار کو ختم کرنے آیا اور اب چھوڑ کر جا رہا ہے یہ بیگانے بھی اپنا بن کر کتنا دکھ دیتے ہیں۔"

اور پھر اس کی آنکھوں سے گنگا جمنا بہہ نکلی۔ ایک آہ نے میرے لبوں کو چھو لیا اور میں نے قدم تیز کر دیئے میں میک اپ میں تھا اس لئے میں نے لالٹین چوکیدار کے ہاتھ میں دینے کی بجائے ڈاک بنگلے کے آہنی گیٹ کے پاس رکھ دینا زیادہ مناسب سمجھا چنانچہ میں نے لالٹین برآمدے میں رکھی اور اس طرف جانے لگا جہاں کار کھڑی تھی کچھ دور جا کر جھاڑیوں کے پیچھے سے مجھے کچھ دبی دبی سی آوازیں سنائی دیں۔ مگر الفاظ سمجھ میں نہ آئے گھنی جھاڑیاں خاصے فاصلے پر تھیں مجھے خطرے کا احساس ہوا اور معلوم کرنے کے لئے کہ یہ کون لوگ ہیں میں نے شبہ کے طور پر دشمن کے ذہن میں جھانکا میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ وہاں بیل منڈو اور کچھ اس کے ماتحت تھے بیل منڈو کی سوچ سے یہ پتہ چلا کہ اسے میرے یہاں ہونے کا کوئی حد تک پتہ چل گیا ہے اور وہ اپنے ماتحتوں کو لے کر میری تلاش میں یہاں آ پہنچا ہے۔ ایک ٹیلے کی دیر کے بعد میں جیتل اور شیتل کے ساتھ ایک ٹیلے کے پیچھے آ گیا۔ وہاں چاندنی میں ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے میں ہاتھ کے اشاروں سے ان دونوں کو سمجھانے لگا کہ ہمیں وہاں سے منتشر ہو کر کس طرح فرداً فرداً دشمنوں سے نمٹنا ہے۔ اس کے بعد ایک ایسے شخص کو گھیرنا ہے جس کا سر مونڈا ہوا ہے۔ اس سر منڈے نے ان کی طرح مارشل آرٹ میں بلیک بیلٹ حاصل کیا ہے لہٰذا اس سے محتاط ہو کر مقابلہ کرنا ہوگا۔ تمام باتیں سمجھا کر میں ان سے الگ ہو گیا اور ٹیلے کے پیچھے سے گھٹنوں کے بل چلتا ہوا ادھر جانے لگا۔ جدھر بیل منڈو کی سوچ میری راہنمائی کر رہی تھی رات کی اندھی آغوش میں بڑی دیر تک پراسرار خاموشی چھائی رہی پھر اچانک ہی فائر کی آواز گونجی یہ سوچ کر میرا دل دھک سے رہ گیا کہ کہیں شیتل یا جیتل فائرنگ کی زد میں نہ آ گئے ہوں۔ میں نے فوراً ہی ان کے ذہن میں باری باری جھانک کر دیکھا۔ دونوں بخیریت تھے اور اپنی اپنی جگہ ثابت قدمی سے دشمنوں کا کیا دھرا کر رہے تھے۔ پھر دوسری بار فائرنگ کی آواز آئی۔ اس کے ساتھ ہی کوئی بلندی سے چیختا ہوا اور نشیب کی طرف لڑھکتا ہوا میرے قریب سے گذر کر دریا کی سمت میں چلا گیا۔ بہت دیر تک میرے دل میں یہ حسرت ہی رہ گئی کہ کوئی مجھ سے بھی آ کر مسکراتا مگر دونوں گونگے بھائیوں نے کسی کو میرے قریب آنے کا موقعہ نہیں دیا۔ وہ ناگہانی مصیبتوں کی طرح ان کے سروں پر پہنچتے تھے۔ جوڈو اور کراٹے کا ہاتھ دکھاتے تھے۔ پھر دوسرے شکار کی تلاش میں دوسری طرف پلٹ جاتے تھے۔

تقریباً دو گھنٹے بعد ہر طرف خاموشی اور سناٹا چھا گیا میں بیل منڈو کو اس کے ذہن سے سمجھ رہا تھا کہ اس وقت وہ کہاں ہے؟ وہ نشیب میں

بیل مُنڈو

زدہ ہوا اور اپنے ماتحتوں کو تلاش کرتا ہوا درختوں کے جھنڈ کی طرف جا رہا تھا۔ شیتل اور جیتل شکاری کتوں کی طرح اپنے شکار کو سونگھ لیتے تھے یا پھر جس نے چاندنی میں بیل منڈو کی مونڈی ہوئی چکنی کھوپڑی دیکھ لی تھی اسے دیکھتے ہی وہ دھماکے سنوں سے چھپتے چھپاتے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ میں بھی ادھر ہی جانے لگا۔

بیل منڈو ایک مقام پر پہنچ کر ٹھٹک گیا۔ اس کے سامنے چند قدم کے فاصلہ پر اچانک ہی جیتل آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے زاویے کے مختلف زاویے پیش کرتے ہوئے منہ سے کرخت آواز نکالی۔

"اُوں۔ آں۔ آں۔ اُوں اُواں۔۔۔۔"

بیل منڈو نے فوراً ہی پینترا بدلتے ہوئے سوچا۔ "اچھا تو یہی آفت ہے میرے سامنے گونگا بن کر آیا ہے۔۔۔"

ماسٹر لوشے کی سوچ نے اسے حکم دیا۔ "فوراً ٹارچ روشن کرو اور اس کی آنکھوں میں دیکھو۔ میں ابھی اس کے ذہن کو اپنی گرفت میں لے لوں گا۔"

بیل منڈو ٹارچ نکالنے کے لئے اپنا ہاتھ جیب کی طرف لے گیا۔ اسی وقت پیچھے سے جیتل کی گونگی للکار سنائی دی۔ وہ بھی ہاتھوں سے زاویے بناتے ہوئے منہ سے آواز نکال رہا تھا۔ "اِیں۔ آں آں اِیں۔ اَیاں۔۔۔۔"

بیل منڈو نے تیزی سے پلٹ کر سوچا۔ "ارے یہ دوسرا گونگا ہے ان دونوں میں سے فرہاد کون ہو سکتا ہے؟"

ماسٹر لوشے کی سوچ نے کہا۔ "تم سوچنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً ٹارچ روشن کرو۔ میں فرہاد تک پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے جیب سے ٹارچ نکال لی۔ اتنے میں میں ایک ٹیلے پر سے کود کر دھپ سے اس کے سامنے پہنچ گیا۔ پھر میں نے بھی اپنے ہاتھوں سے زاویے بناتے ہوئے گونگی آواز میں کہا۔ "آں اُوں۔ اُوں اُوں آں۔۔۔"

"تیسرا گونگا۔" ماسٹر لوشے چند ساعت کے لئے چکرا گیا۔ "یہ اتنے سارے گونگے کہاں سے پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔"

بیل منڈو بھی چکرانے کے انداز میں چاروں طرف گھوم رہا تھا اور اس کی تینوں گونگوں کی آنکھوں پر ٹارچ کی روشنی پھینک رہا تھا تینوں کی آنکھیں سپاٹ تھیں۔ آئی لینز کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ ان آنکھوں سے صرف روشنی منعکس ہو رہی تھی۔ اور ماسٹر لوشے کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے گونگے کی طرف بھٹک رہی تھیں۔ اس نے دل ہی دل میں کہا۔

"ماسٹر لوشے۔ نادیدہ شیطان! سنبھال اپنے سب سے خطرناک ہتھیار کو۔ اب فرہاد کی باری ہے۔۔۔۔"

بوکھلا کر باری باری تینوں کی آنکھوں پر ٹارچ کی روشنی پھینکنے لگا۔ ٹارچ کی روشنی کی زد میں آ کر تینوں کی آنکھیں جنگلی بلّوں کی آنکھوں کی طرح چمکتی تھیں۔ ماسٹر لوشے بیل منڈو کی آنکھوں کے ذریعے ہم تینوں گونگوں کی آنکھوں اور مزاج کو سمجھنا چاہتا تھا مگر ہماری آنکھیں پالش کئے ہوئے پلاسٹک کے لینز کی تھیں۔ ہم اس پردے کے پیچھے سے ساری دنیا کو دیکھ سکتے تھے مگر کوئی دوسرا ہماری آنکھوں کے اس پار نہیں جھانک سکتا تھا اور نہ ہی ہماری آنکھوں کے بدلتے ہوئے مزاج کو سمجھ سکتا تھا کیونکہ وہ آئی لینز سرجنری سے خالی اور سپاٹ تھے۔

کچھ دیر تک ٹارچ کی روشنی ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے گونگے تک چکراتی رہی۔ ساتھ ہی ماسٹر لوشے کی سوچ بھی چکراتی رہی۔ اس جہاندیدہ شیطان کو زمانے بھر کا تجربہ تھا اس نے فوراً ہی سمجھ لیا کہ ہم تینوں گونگے آئی لینز کے پردوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ احتیاطی تدابیر کے لئے اور ماسٹر آف ٹیلی پیتھی کی شیطانی چالوں سے بچنے کے لئے میرا ذہن اتنی دور تک سوچے گا اور میں اس کی سوچ کی لہروں کو ہمارے دماغ تک پہنچنے سے پہلے ہی آئی لینز کی دیواروں سے روک دوں گا میری ذہانت سے متاثر ہو کر بے اختیار اس کی سوچ نے کہا۔

"بریو و فرہاد! میں تمہارے جیسے چالاک شیطان کی قدر کرتا ہوں۔ کاش کہ ایک بار تم سے رابطہ قائم ہو جاتا تو میں پوری دیانت داری سے تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا۔ دیکھو بیل منڈو۔۔۔ ذہانت اسے کہتے ہیں۔ تم اپنے فائٹر نوجوانوں کی فوج لے کر آئے تھے اور تنہا رہ گئے ہو اور جس انداز سے تم یہاں ٹھہر گیا ہے، اس منصوبے کے پیچھے کس کا ذہن کام کر رہا ہے؟ یہ سوچو اور قائل ہو جاؤ کہ ذہانت کے آگے جسمانی قوت کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اس وقت میں اگر کسی ایک گونگے کے ذہن میں بھی جھانک سکتا تو اس کے ذریعے باقی دونوں گونگوں کو کنٹرول کر لیتا۔ مگر فرہاد نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔ اب تم مجھ سے کسی قسم کی توقع رکھے بغیر ان سے نمٹ سکتے ہو یا پھر اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگ سکتے ہو۔"

بیل منڈو نے جھلا کر کہا۔ "میں بزدل نہیں ہوں میں ان تینوں گونگوں کی ہڈیوں کا سرمہ بنا کر رکھ دوں گا۔"

یہ کہتے ہی وہ اچانک اچھل کر فضا میں بلند ہوا پھر فلائنگ کک کے لئے اس کی لات شیتل کے سینے کی طرف آئی۔ شیتل بھی لڑنے کے لئے آیا تھا سونے کے لئے نہیں کہ غفلت میں مارا جاتا۔ وہ فوراً ہی اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ بیل منڈو فضا میں اڑتا ہوا دور جا کر گرا پھر تیزی سے زمین پر گرنے کے بعد یقیناً اسے چوٹیں آئی ہوں گی۔ مگر وہ فولادی انسان فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پلٹ کر سیدھا شیتل کی طرف آیا۔ پھر اس نے

کرانے کے لئے پینترا بدلتے ہوئے اس پر حملہ کیا۔ بڑا زبردست حملہ تھا۔ شیتل دونوں ہاتھوں سے اسے روک رہا تھا۔ مگر ایک کرارا ہاتھ اس کے مُنہ پر پڑ ہی گیا۔ شیتل لڑکھڑا کر یوں جھکا جیسے گرنے ہی والا ہو۔ مگر اُس نے جُھکتے ہی بیل مُنڈو کے سینے پر ایک زبردست تھپکی جمائی۔ وہ غراتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی شیتل نے گھوم گھوم کر اُسے دو لاتیں جمائیں۔ وہ ایک دم سے پلٹ کر میری طرف آیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا میری طرف آیا تھا' میں نے سمجھا کہ وہ مار کھا کر ڈگمگا رہا ہے مگر اچانک ہی اس کے کرارے کا زبردست ہاتھ میرے شانے پر پڑا۔ اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا اس کا دوسرا ہاتھ میرے مُنہ پر پڑا۔ اس سے یہ تجربہ ہوا کہ آمنے سامنے کے پیچھے بھی رنگ برنگے ستارے ناچنے لگتے ہیں اور یہ سبق بھی حاصل ہوا کہ بیل مُنڈو شیتل سے جتنی مار کھا چکا تھا' ایسی مار اور ایسی چوٹیں مارشل آرٹ کے کھلاڑیوں کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ وہ زبردست چوٹیں کھانے کے باوجود پھر دونوں پاؤں پر کھڑے ہو کر مقابلے کے لئے ڈٹ گیا تھا۔

اپنے باس پر حملہ ہوتے دیکھ کر شیتل اور چیتل نے ایک ساتھ بیل مُنڈو پر چھلانگ لگائی۔ پھر اُسے لاتوں اور آڑھی ترچھی ہتھیلیوں پر رکھتے ہوئے مجمعے سے دُور لے گئے۔ اسے دُور لے جا کر چیتل الگ ہو گیا۔ کیونکہ وہ تینوں بلیک بیلٹ تھے اور ایک اکیلے پر وہ دونوں مل کر حملہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یہ اصول کے خلاف تھا' لہٰذا اصول کے مطابق شیتل اس سے تنہا لڑنے لگا۔ شیتل کے متعلق میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں کہ وہ کیسا فولادی انسان تھا۔ مگر پہلی بار اس فولاد سے فولاد ٹکرایا تھا۔ دو نہتوں کی رسمی دل ہلا دینے والی لڑائی میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو مار رہے تھے اور مار کھا رہے تھے۔ زخمی ہو رہے تھے مگر پھر بھی ثابت قدمی سے میدان میں ڈٹے ہوئے تھے۔ میرے دل میں اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر لڑائی تھوڑی دیر اور جاری رہی تو شیتل گر پڑے گا۔

میں نے فوراً ہی شیتل کے ذہن میں جھانک کر دیکھا کہ اس کی قوتِ ارادی کا کیا حال ہے؟ اس کے دماغ میں ضد اور جھلاہٹ کی آندھی سی چل رہی تھی۔ وہ اس وقت تک زمین پر گرنا اپنی توہین سمجھتا تھا' جب تک کہ وہ مر نہ جائے۔ اس کے بعد میں نے بیل مُنڈو کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ اُس کا بھی یہی حال تھا۔ اس نے بھی مُنڈ کر لی تھی کہ اپنے مقابل آنے والے گونگے کو مار ڈالے گا یا خود مر جائے گا۔ مگر میدان نہیں چھوڑے گا۔ اس کی ضد کے باوجود میں اس کی سوچ میں برابر کہہ رہا تھا۔

"بیل مُنڈو! میری بات مانو۔ لڑائی ختم کرو۔ عقل سے کام لو۔ تم اپنی ضد اور غصّے میں یہ بات بھول رہے ہو کہ ابھی ایک ہی گونگے سے لڑنے کے دوران تم اندھے ہو' لنگڑا رہے ہو' نظر آ رہا ہے کہ تم ثابت قدمی سے جمے ہوئے ہو۔ تمہاری سوچ بتا رہی ہے کہ وہ تینوں دیانت داری سے لڑنے کے اصُولوں پر عمل کر رہے ہیں اور یہ وقت تم پر حملہ نہیں کر رہے ہیں۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ وہ تینوں بلیک بیلٹ ہیں ــــ نہیں تینوں نہیں' ان میں سے ایک گونگا جو تم سے مار کھا گیا تھا۔ وہ تمہاری سوچ کے مطابق مار کھا کر چکرا گیا تھا تم پر پلٹ کر حملہ نہیں کر سکا تھا' مارشل آرٹ سے واقف بھلے مانسے سر دھنتے ہوتے کہ پلٹ کر حملہ نہ کرنا میرا خیال ہے کہ وہی فریاد ہے اور اُس نے تمہارے مقابلے کے لئے وہ مارشل آرٹ جاننے والوں کو کرائے پر حاصل کیا ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم صرف اسی گونگے پر حملہ کرو جس کے گونگے وجود کے پیچھے فریاد چھپا ہوا ہے۔ وہ تمہارے دو چار زبردست حملوں کی تاب نہ لا کر گرا ہے گا' چیخے گا' اس طرح اس کی زبان کھلے گی اور میں اُس کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا ــــ مصلحت سے کام لو' لڑائی کے اصُولوں کو بالائے طاق رکھو اور گونگے فریاد پر حملہ کرو۔"

بیل مُنڈو لڑتے لڑتے شیتل سے ذرا دُور ہو کر چیخنے لگا۔

"شیطان کی دلالہ! میں بزدل اور بے ایمان نہیں ہوں۔ میں بھی اصُولوں کے مطابق لڑوں گا۔ یہ تینوں میرے دشمن ہیں۔ مَر میں ان کی قدر کرتا ہوں کہ یہ اصُولوں پر چل رہے ہیں۔ میں بھی آخری دم تک قاعدے اور قوانین کے مطابق ان سے لڑوں گا۔"

ماسٹر ویشے جھنجلا کر بیل مُنڈو کو گالیاں دینے لگا۔ سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کے باعث ذرا دیر کے لئے لڑائی رُک گئی تھی۔ اسے خاموش کھڑے دیکھ کر شیتل نے اس پر حملہ کرنا چاہا لیکن میں نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا کیونکہ میں بھی بیل مُنڈو کی دیانت داری کی قدر کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اُسے ماسٹر ویشے سے باتیں کرنے اور پھر اپنے طور پر فیصلہ کرنے کی مُہلت دے رہا تھا۔

اب ماسٹر ویشے بیل مُنڈو کو دھمکیاں دے رہا تھا۔

"دیکھو بیل مُنڈو! میں حکم عدولی پسند نہیں کرتا۔ اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو میں تمہارے دماغ میں چل مچاؤں گا اور ابھی تمہیں پاگل بنا دوں گا۔"

بیل مُنڈو نے کہا۔ "اگر تم نے مجھے پاگل بنا دیا تو تجھے یہ اطمینان رہے گا کہ میں نے ایک بزدل کی طرح میدان نہیں چھوڑا ہے۔ تیری شیطانی صلاحیتوں نے مجھے مجبور کیا ہے۔ مگر یاد رکھ میرے پاگل بن جانے سے تیرا بھلا نہیں ہو گا۔ ان تینوں گونگوں میں سے جو بھی فریاد ہے' وہ ہاتھ آ کر نکل جائے گا۔ اگر تُو مجھ سے کام لینا چاہتا ہے تو مجھے اپنے طور پر کام کرنے دے۔ مجھے لڑنے کا موقع دے۔ میں ان تینوں کو باری باری مار گراؤں گا۔"

اس کی ضد نے ماسٹر ویشے کو اُلجھا کر رکھ دیا۔ وہ حقیقتاً یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ بیل مُنڈو کو پاگل بنا دے اور اس طرح مجھے نکل جانے کا موقع دے۔ اس نے یہی فیصلہ کیا کہ بیل مُنڈو کی بات مان لے۔ لیکن اس طرح کہ ایک گونگے کو شکست دینے کے بعد کہیں وہ دوسرے گونگے سے شکست نہ کھا جائے۔ اس بات کے پیشِ نظر اُس نے بیل مُنڈو کو مشورہ دیا۔

"اچھی بات ہے' میں تمہیں لڑنے کا موقع دیتا ہوں لیکن اس سے پہلے تم ان تینوں گونگوں سے لڑنے کے ایسے اوقات مقرر کرو کہ تمہیں بھی طرح ستانے اور آرام کرنے کا موقع مل جائے۔ ایک ہی رات میں تینوں سے یکے بعد دیگرے لڑنا دانشمندی نہیں ہے' تمہارے بدن کی توڑ پھوڑ ہو گی' اس کا علاج بھی لازمی ہے۔ لہٰذا عقل سے کام لو اور ان سے باری باری مقابلے کے لئے ایک پروگرام مرتب کرو۔ اس طرح وہ دیانتداری سے لڑنے والے اس پروگرام کے مطابق تم سے لڑتے رہیں گے۔ دوسرے لفظوں میں ان گونگوں کے پیچھے چھپا ہوا فریاد تمہارے نظروں کے سامنے آتا رہے گا۔ اپنی طاقت کو استعمال کرنے کے لئے میری عقل کو بھی استعمال کرو اور فوراً ان کے سامنے اپنا پروگرام پیش کرو۔"

اس کی ہدایت کے مطابق بیل مُنڈو نے دونوں ہاتھ اٹھا کر ہم تینوں گونگوں کو مخاطب کیا اور اشاروں کی زبان سے کہنے لگا۔ وہ ہم تینوں سے لڑنے کے لئے کئی دن کا وقفہ رکھنا چاہتا ہے۔

اس کی اشاراتی زبان کو سمجھ کر شیتل اور چیتل مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں نے ہاتھ کے اشاروں سے انہیں سمجھایا کہ وہ اس کی بات منظور کر لیں۔ پھر میں نے بیل مُنڈو سے گونگے اشاروں میں کہا۔ "آج گروہ شیتل سے لڑنے کے بعد زندہ بچا تو ایک ہفتے بعد دوسرا گونگا اس سے مقابلہ کرے گا۔ اگر اس کی تقدیر مہربان رہی اور وہ زندہ بچ گیا تو پھر ایک ہفتے بعد اسی طرح تیسرے گونگے سے مقابلہ ہو گا۔"

یہ فیصلہ سُنتے ہی شیتل اور چیتل آپس میں بحث کرنے لگے۔ چیتل سمجھ رہا تھا کہ پہلے وہ مقابلہ کرے گا اور شیتل اُسے سمجھا رہا تھا کہ مقابلہ شروع ہو چکا ہے۔ وہ بہت دیر تک اس مُنڈے ہوئے سر والے آدمی سے لڑتا رہا ہے' لہٰذا اب اسے ہی لڑنا چاہیئے۔ اس نے گونگے اشاروں میں چیتل سے کہا۔

"اگر میں اس مقابلے میں مارا گیا تو تم میرے باس سے وفاداری نبھانا اور کبھی اپنے سے پہلے باس کو لڑنے کا موقع نہ دینا۔ یہ مُنڈا بہت ہی خطرناک ہے اور ہمارا باس مارشل آرٹ سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔"

چیتل نے انکار میں سر ہلا کر شیتل کو سمجھایا۔

"میں نے آج ہی تمہارے باس کا وفادار رہنے کا ارادہ کیا ہے' صرف ارادہ کیا ہے' قسم نہیں کھائی ہے۔ تم میرے بھائی ہو' تمہاری سلامتی کے لئے میں جس جذبے سے اس دشمن کا مقابلہ کروں گا۔ جذبے کی وہ شدت تمہارے باس کے لئے نہیں ہو گی۔ بہتر ہے کہ اپنی خاطر پہلے مجھے لڑنے کا موقع دو۔"

شیتل بزدل نہیں تھا کہ اپنی خاطر پہلے اپنے بھائی کو لڑنے مرنے کا موقع دیتا۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں آ گئی تھی کہ شیتل کو میرے لئے

وقت تک ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ رکھ کر مستعد رہنا چاہیئے۔ یہ چھتا بھوسہ نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے فیصلہ سُنایا کہ پہلے چیتل لڑے گا۔ چونکہ اب تک بیل مُنڈو کافی حد تک زخمی ہو چکا ہے' اس لئے آج یہ لڑائی ملتوی کی جاتی ہے۔

بیل مُنڈو نے میرے اس فیصلے کو تسلیم کر لیا۔ اس نے اشاروں میں اپنا پروگرام بتایا کہ پرسوں رات وہ اسی جگہ آ کر چیتل سے مقابلہ کرے گا۔ اس سلسلے میں کوئی بے ایمانی نہیں ہونی چاہیئے۔ مقابلے کے وقت اس جگہ چیتل کا کوئی آدمی آئے گا اور نہ ہی بیل مُنڈو اپنے ساتھ کسی کو لائے گا۔

ہم نے اس کی بات مان لی۔ ایک فیصلے پر متفق ہونے کے بعد بیل مُنڈو وہاں سے جانے لگا۔ میں چپ چاپ کھڑا اس کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ اس وقت ماسٹر ویشے اس سے کہہ رہا تھا۔

"دیکھو بیل مُنڈو! عقل سے کام لینے سے کیسے بگڑی ہوئی بات بن جاتی ہے۔ ابھی تم کافی زخمی ہو چکے ہو۔ اب دو دنوں تک تمہیں تازہ دم ہونے کا موقع مل جائے گا۔ پھر ان تینوں نے جو فیصلہ کیا ہے' اس فیصلے کے دوران یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ان میں سے دو گونگے تیسرے گونگے کے ماتحت ہیں اور اس کے ہر فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہی تیسرا گونگا فریاد ہے؟"

بیل مُنڈو کی سوچ نے کہا۔

"ہاں میں بھی یہی سمجھ رہا ہوں۔ وہ گونگا جو باتیں کہتا ہے دوسرے انہیں بے چون و چرا تسلیم کر لیتے ہیں۔ میں نے اس گونگے کو اس کے چہرے سے اچھی طرح پہچان لیا ہے اور اب پہچاننا یا نہ پہچاننا کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا ہے کیونکہ پروگرام کے مطابق وہ بہت جلد میرے مقابلے پر آئے گا اور بے موت مارا جائے گا۔"

ماسٹر ویشے نے کہا۔ "تم پھر احمقانہ باتیں کر رہے ہو میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں فریاد کا جانی دشمن نہیں ہوں۔ فریاد جیسے ناشدنی میرے ممّی کے بُلانے کے قابل نہیں ہوتے میں اسے اپنا ایک بہترین آلۂ کار بنانا چاہتا ہوں۔ میری بات اچھی طرح یاد رکھو جب اس سے مقابلے کا وقت آئے تو اسے زیادہ نقصان نہ پہنچانا' اپنے داؤ پیچ سے صرف یہ کوشش کرنا کہ وہ بے نقاب ہو جائے۔ اس کی آنکھوں سے لینز کا پردہ ہٹ جائے یا کسی طرح اس کی زبان کھل جائے۔"

بیل مُنڈو نے ناگواری سے کہا۔ "تم اور فریاد دونوں جہنم میں جاؤ۔ میں اسے زبان کھولنے پر مجبور کروں گا۔ زبان کھلتے ہی وہ تمہاری گرفت میں آ جائے گا' اس کے بعد تو تم میرا پیچھا چھوڑ دو گے نا؟ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔"

"ہاں' مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ تمہارے جیسا ضدی اور بدمزاج شخص میرے کام نہیں آ سکتا۔ مجھے فریاد چاہیئے۔ اسے حاصل کرتے

ہی میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ اگرچہ شیطان مجسم فریب ہوتا ہے' اس کے وعدے کا یقین کرنا نادانی ہے۔ مگر میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ میں تمہارے وعدے پر یقین کروں۔"

"بیل مُنڈو! تم ہمیشہ اپنی جیت کا یقین کرتے ہو۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ فرہاد بہت چالاک ہے۔ کسی موقع پر وہ تمہیں اپنی چالاکیوں سے زیر کر سکتا ہے۔ ایسے وقت بھی تم اپنے اصُولوں کے مطابق دیانت داری سے لڑتے رہے اور میرے بے ایمان مشوروں کو تسلیم نہ کیا تو میں اپنے وعدے سے پھر جاؤں گا۔"

"اگر ایسی بات ہے تو ابھی اس گونگے سے لڑائی کے دوران تم نے میری دیانت داری کو کیوں تسلیم کیا تھا؟ تمہارے کہنے کے مطابق میں نے ان سے باری باری لڑنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں اپنی زبان پر قائم نہ رہوں؟"

"یہ میں اس وقت چاہوں گا جب تمہاری شکست ہوتی رہے گی۔"

"ہار جیت کسی کی بھی ہو سکتی ہے۔ میں لڑتے لڑتے مرجاؤں گا مگر مقابلہ کرنے والوں کو تمہاری طرح شیطان بن کر دھوکا نہیں دوں گا۔"

"دھوکا تو تمہارا باپ بھی دے گا۔ اس وقت میں مصلحتاً خاموش رہا کیونکہ تم تین گونگوں کے درمیان گھرے ہوئے تھے۔ اگر تم ان میں سے کسی کے ہاتھوں مرجاتے تو پھر فرہاد میرے ہاتھ نہ آتا میں تمہیں اطمینان سے سمجھانا چاہتا تھا کہ میرے کسی حکم سے انکار کرتے وقت کہیں سکون سے بیٹھ کر ٹھنڈے دماغ سے سوچو کہ میں کس طرح تمہیں ذہنی عذاب میں مبتلا کر سکتا ہوں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ تم میرے ہاتھوں پاگل ہو جانا پسند کرو گے لیکن لڑنے کے اصُولوں کو بدل کر بُزدلی نہیں دکھاؤ گے۔"

"ہاں' یہی بات ہے۔ میں اصُولوں کے مطابق لڑتے لڑتے مرجاؤں گا یا ان تینوں کو مار ڈالوں گا یا پھر تمہارے جیسے شیطان کے ہاتھوں پاگل بن جاؤں گا۔ اس طرح میری دلیری اور مردانگی پر حرف نہیں آئے گا۔"

ماسٹر لیوشے کا قہقہہ سُنائی دیا۔

"بیوقوف! تم اپنی مردانگی دکھانے کے لئے مرنا پسند کرو گے' تمہیں اپنے کسی نقصان کی پرواہ نہیں ہے مگر تم اپنی پیاری پیاری سی بھتیجی رُدما کو بھول جاتے ہو۔ نہیں بیٹے! میں تمہیں پاگل نہیں بناؤں گا' تمہیں مرنے کا موقع بھی نہیں دوں گا' صرف تمہارے سامنے تمہاری بھتیجی کو ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرتا رہوں گا۔"

بیل مُنڈو ایک دم جھلا گیا اور غصّے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے اسے گندی گندی گالیاں دینے لگا۔ اس کی ہر گالی پر ماسٹر لیوشے قہقہے لگا رہا تھا۔ پھر اس شیطان نے قہقہوں کے وقفے میں کہا۔

"الو کے پٹھے! میرے سامنے ایمان داری دکھا رہے ہو؟ وہ شیطان فرہاد ہاتھوں میں آکر نکلتا جا رہا ہے اور تم ایسے گدھے ہو کہ اپنے اصُولوں پر چلنے کے لئے اسے پھر نکل جانے کا موقع دینا چاہتے ہو۔ میں تمہاری طرح احمق نہیں ہوں۔ جہاں مجھے جسمانی قوت کو آزمانا ہوتا ہے وہاں میں تم جیسے گُتوں کو آگے بڑھاتا ہوں۔ جہاں ذہانت یا مکاری کا موقع آتا ہے' وہاں میں جھوٹ اور فریب سے کام لیتا ہوں۔ ابھی مجھے تمہاری جسمانی قوت کی ضرورت نہیں ہے۔ تم مارشل آرٹ کے زعم میں اس حقیقت کو نظر انداز کر رہے ہو کہ تمہارے مقابلے پر دو گونگے بلیک بیلٹر ہیں اور تیسرا سب سے بڑا مکار فرہاد ہے۔ ایسی صورت میں مَیں بہتر سمجھتا ہوں کہ فرہاد کو کسی طرح قابو میں لاؤں۔ لہٰذا میں جو کہتا ہوں' اس پر عمل کر دیا پھر ہوٹل پہنچ کر رُدما کے پاگل ہونے کا تماشہ دیکھو۔"

بیل مُنڈو پہاڑی راستے پر لڑکھڑا کر بیٹھ گیا۔ وہ پستول کے ہاتھوں اس حد تک زخمی ہو چکا تھا کہ کوئی دوسرا ہوتا تو اپنے پاؤں پر کھڑا نہ رہ سکتا۔ اس وقت بھی وہ زخموں سے چُور ہو کر نہیں بیٹھا تھا بلکہ ماسٹر لیوشے دماغی طور پر اُسے گہرے زخم پہنچا رہا تھا۔ آدمی بدن کی چوٹ تو سہہ لیتا ہے' دماغ میں ہونے والی ہلکی سی چھُبن کو برداشت نہیں کر سکتا۔ ساری قوتِ ارادی خاک میں مل کر رہ جاتی ہے۔ وہ فولادی انسان تھا لیکن اس کے سینے میں ایک ایسا دل تھا جو اپنی بیٹی جیسی بھتیجی کے لئے محبت سے دھڑکتا رہتا تھا۔ وہ اپنی بوٹیاں نوچ کر پھینک سکتا تھا لیکن رُدما پر کسی شیطان کا سایہ بھی پڑتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ محبت کے ان جذبات سے مجبور ہو کر وہ سوچنے لگا۔

"میں کیا کروں؟ کیسے اس شیطان سے اپنا پیچھا چھُڑاؤں؟ میں کبھی ایسا بے بس نہیں ہوا تھا۔ مگر اپنی رُدما کے لئے سوچنا پڑتا ہے کہ ہر انسان کو زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر محبت کے کسی رشتے سے کمزور ہو جانا پڑتا ہے اور یہ کمزوری سوچنے کا انداز بدل دیتی ہے۔ اب میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں کہ وہ نادیدہ شیطان میری سرکشی کے باعث کیسے کیسے مظالم ڈھائے گا اور میں اُس کے تشدد کا تماشہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ کیا میں ایمانداری سے لڑنے والے دشمنوں سے بے ایمانی کروں؟ میں خود کو ناقابلِ شکست سمجھتا رہا۔ کیا اب میں بُزدلی کا مظاہرہ کروں؟ میں کیا کروں' مجھے تو یہ سب کرنا ہی ہوگا۔"

ماسٹر لیوشے کی سوچ سُنائی دی۔ "ہاں' تمہیں وہی کرنا ہوگا جو میں کہوں گا۔ اچھی طرح سوچ کر دیکھ لو' تمہارے لئے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

اس نے غصّے سے پوچھا۔ "شیطان کے بچے! بولو' تم کیا چاہتے ہو؟ میں خود کو اور اپنی رُدما کو تمہارے شیطانی پنجے سے آزاد

کرانے کے لئے تمہاری بات مان لوں گا۔ بتاؤ' مجھے کیا کرنا چاہیئے؟"

ماسٹر لیوشے کی سوچ نے کہا۔

"پرسوں رات ایک گونگے سے تمہارا مقابلہ ہونے والا ہے۔ اُس وقت تک تم اُن کے دشمن ہو۔ مگر اس وقت تک رُدما کو فرہاد کی دوست بن جانا چاہیئے۔"

بیل مُنڈو نے جھنجلا کر کہا۔ "کیا بکتے ہو۔ میری رُدما اُس مکار کی دوست کیسے بنے گی؟"

"بڑی آسانی سے۔ تم ابھی ان تینوں گونگوں سے زیادہ دُور نہیں گئے ہو۔ اب جبکہ تم میرے حکم پر عمل کر رہے ہو تو تمہیں ان گونگوں سے دوستانہ ماحول میں ملاقات کرنی چاہیئے۔ دو پہلوان صرف اکھاڑے میں ایک دُوسرے کے دشمن ہوتے ہیں۔ اکھاڑے کے باہر دوستوں کے انداز میں ملاقات کرتے ہیں۔ تم واپس ان کی طرف جاؤ اور جس گونگے پر فرہاد کا شُبہ ہے اس سے دوبارہ دوستانہ انداز میں ملو اور معلوم کرو کہ وہ ان دونوں کہاں رہتا ہے؟ اُس کی رہائش گاہ کا علم ہونے کے بعد رُدما اُس کی طرف بڑھے گی اور اپنے حُسن و شباب کا جال بچھائے گی۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔"

وہ پاگلوں کی طرح چیخنے لگا۔ ماسٹر لیوشے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو میں نے پاگل نہیں بنایا ہے اور تم پاگلوں کی طرح چیختے جا رہے ہو۔"

بیل مُنڈو نے اُسے گندی گندی گالیاں دیتے ہوئے کہا۔ "شیطان کے نطفے۔۔۔ تُو نے کہا تھا کہ تیری بھی ایک بیٹی ہے۔ کیا تُو ایسے مقاصد کے لئے اپنی بیٹی کو استعمال کر سکتا ہے؟"

"ہاں۔۔۔ میں شیطان ٹھہرا۔ اپنے مقاصد کے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں۔ پھر یہ کہ جوانی کے کھیل میں مرد کا کچھ نہیں بگڑتا تو عورت کا کیا بگڑ جاتا ہے؟ تمہاری رُدما فرہاد سے ملنے کے بعد بھی رُدما ہی رہے گی۔ ایک شگفتہ پھُول کو ایک آدھ بار سُونگھنے سے اس کی خوشبو میں کمی نہیں آجاتی۔ وہ جیسی ہے ویسی ہی رہے گی اور تم چچا بھتیجی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ تم دونوں کو مجھ سے جلد ہی نجات مل جائے گی۔"

بیل مُنڈو نے بڑی بے بسی سے شکست خوردہ انداز میں کہا۔

"اے نادیدہ شیطان! آج میں تجھ سے ہار گیا۔ میں تیرے آگے سر جھکاتا ہوں اور تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ میری رُدما کو آلۂ کار نہ بنا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری حسین بھتیجی پر کسی ایشیائی باشندے کا سایہ بھی پڑے' جنہیں میں حقیر سمجھتا ہوں' ان کے آگے میں اپنی رُدما کو چارہ بنا کر نہیں بھیج سکتا۔"

بیل مُنڈو کی سوچ پڑھ کر مجھے غصّہ آنے لگا۔ اس کمبخت کو میں اب تک مظلوم سمجھ رہا تھا اور اس سے ہمدردی کرنے کا ارادہ کر رہا تھا کیونکہ وہ ناحق ماسٹر لیوشے کی شیطانی چالوں میں آگیا تھا اور ناقابلِ شکست ہونے کے باوجود دام میں آئے ہوئے پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا مگر اس کے خیالات نے مجھے اُس سے بدظن کر دیا۔ پتہ نہیں یہ گوری چمڑی والے کس فن میں یدِطولیٰ رکھتے ہیں؟ خود کو ہم سے برتر سمجھتے ہیں؟ صرف محدود تعلیم اور محدود ذرائع نے ہمیں کسی حد تک بعض معاملات میں ان کا محتاج بنا دیا ہے۔ ورنہ ہمارے پاس بھی وہی دل اور دماغ ہے اور ہمارے اندر ایسی چھُپی ہوئی صلاحیتیں ہیں کہ انہیں اُجاگر کرنے کا موقع مل جائے تو جھُولی بُرتری پر ناز کرنے والی قومیں حیران رہ جائیں۔

ایسے وقت بیل مُنڈو یہ نہیں سوچ رہا تھا کہ اسی کی طرح کوئی گوری چمڑی والا اسے کس طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا غلام بنائے ہوئے ہے لیکن اپنوں کے ہاتھوں جو زخم ملتے ہیں' انہیں یہ لوگ بڑی خاموشی سے چھُپا لیتے ہیں' بے بسی سے اندر ہی اندر تڑپتے رہتے ہیں۔ اور پُر سے غرور سے تنے ہوئے سر کو جھکنے نہیں دیتے میں بھی ایشیائی باشندہ ہوں' میں نے سوچ لیا کہ اس کا غرور میرے ہی ہاتھوں ٹوٹے گا۔

اس وقت ماسٹر لیوشے اور بیل مُنڈو کے درمیان خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ میں ماسٹر لیوشے کے ذہن میں جھانک رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا' بیل مُنڈو ایک پاگل ہاتھی ہے جو اپنے سامنے والی ہر چیز سے بے خبر سوچے سمجھے ٹکرا جاتا ہے۔ اس پاگل کو بہلا پھُسلا کر کام نکالنا چاہیئے ورنہ فرہاد ہاتھ سے نکل جائے گا۔ یہ سب کچھ سوچ کر اُس نے بیل مُنڈو کو مخاطب کیا۔

"سُنو۔۔۔ تم میرے سامنے ضِدی اور سرکش بننے کی کوشش کرتے ہو اس لئے میں بھی تمہیں پریشان کرتا ہوں۔ ورنہ میں تمہاری رُدما کو اپنی بیٹی کی طرح چاہتا ہوں۔ تم میری بات مانو اور رُدما کو فرہاد کی طرف بڑھنے کا موقع دو۔ جس طرح میں اپنی بیٹی کی حفاظت کرتا ہوں' اسی طرح میں فرہاد سے رُدما کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ تم اس حقیقت کو بھی طرح سمجھتے ہو کہ عورت کی مرضی کے بغیر بڑے سے بڑا شہ زور بھی اس پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ تمہیں صرف اسی بات کا اندیشہ ہوگا کہ فرہاد کہیں اپنی چالاکیوں سے رُدما کو اپنی طرف مائل نہ کر لے۔ لیکن تم یہ بھُول گئے کہ رُدما کا دماغ ہمیشہ میرے کنٹرول میں رہے گا۔ میں اُسے جہاں موڑوں گا وہ اسی طرف مُڑے گی اور اس بہروپئے کی طرف کبھی مائل نہ ہوگی۔"

"میں تمہاری شیطانی صلاحیتوں کو تسلیم کرتا ہوں۔ تم چاہو تو یقیناً رُدما کو ہماری مرضی کے مطابق کنٹرول کر سکتے ہو۔ میں تمہاری یہ بات بھی مان لیتا ہوں۔ ابھی ہوٹل پہنچ کر میں رُدما کو سمجھاؤں گا کہ اسے کس طرح اپنی معصومیت کو برقرار رکھتے ہوئے فرہاد سے دوستی کرنی ہے۔ لیکن تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ فرہاد جیسا چالاک آدمی حسین لڑکیوں کو دیکھ کر پھسل جاتا ہوگا؟"

ماسٹر لیوشے نے جواب دیا۔ "میں انجلا کی موت سے لیکر اب تک فرہاد کے کیریکٹر کی اسٹڈی کرتا آرہا ہوں۔ میں نے انجلا کے قتل کی تفتیش کرنے والے افسروں کے بیانوں کو بھی پڑھا ہے۔ جب وہ انجلا

کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ پڑھ رہے تھے تو اس رپورٹ میں ایک جگہ یہ بھی [illegible] اس سے تعلقات قائم کرنے کے بعد اسے قتل کیا گیا ہے۔ پھر جس کوٹھی میں آگ لگی تھی اور فرہاد نے ایک بچے کی جان بچائی تھی، وہاں جا کر تم نے فیروز نامی ایک نوجوان سے ملاقات کی تھی جب تم فرہاد کے ہوٹل کا پتہ معلوم کر کے رخصت ہو گئے تو میں نے فیروز کی سوچ کے ذریعے فرہاد کے متعلق مزید معلومات حاصل کیں۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ فرہاد حیدر آباد کے سٹیشن سے ٹرین میں سوار ہوا تھا اور وہ اتنا ہینڈسم اور اسمارٹ ہے کہ فیروز کی ایک معشوقہ ٹرس اس کے مردانہ حسن سے سحر زدہ ہو کر اس کے کیبن میں رات گزارنے چلی گئی تھی۔ کیا اس سے پتہ نہیں چلتا کہ وہ لیڈی کلر ہے اور حسین لڑکیوں کو دیکھ کر خود بھی پھسل جاتا ہے۔ بیل مُنڈو۔۔۔ میں نے کہا نا کہ تم صرف جسمانی قوت پر ناز کرتے ہو۔ مگر ہم دماغ سے انسانوں کے اندر گھس کر اس کی کمزوریوں کا پتہ چلاتے ہیں۔ تم میری عقل کے مطابق عمل کرو۔ میں بہت جلد فرہاد تک پہنچ جاؤں گا۔ پھر تمہیں آزاد کر دوں گا۔"

"میں عمل کروں گا۔ تم یہ بتاؤ کہ رُوما فرہاد کی زبان کیسے کھلوا سکتی ہے؟"

ماسٹر یوشے نے جواب دیا۔ "اب جبکہ تم اور رُوما میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے تو میں تم لوگوں سے زیادہ پیچیدہ کام نہیں لوں گا۔ میں فرہاد سے ملنے کے لئے خود وہاں پہنچ رہا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ میرے پہنچنے تک رُوما اسے اپنی دوستی کے بندھن میں باندھے رکھے۔ وہ بھی مطمئن رہے کہ اس کے گونگے بیک میلر مقررہ اوقات میں تم سے مقابلہ کرتے رہیں گے اور ایک دن تمہارا خاتمہ کر دیں گے۔ اسے اس خوش فہمی میں مبتلا رہنے دو۔ میں بہت جلد آ رہا ہوں۔"

اس کی باتیں سُن کر بیل مُنڈو اسی جگہ واپس آنے لگا جہاں کچھ دیر پہلے مقابلہ ہوا تھا۔ میں نے شیشل اور جیسل کو اشاروں میں سمجھایا کہ وہ اب جا کر آرام کریں۔ میں ضرورت کے وقت ان سے رابطہ قائم کر لوں گا۔ میری ہدایت کے مطابق وہ دونوں رخصت ہو گئے۔ بیل مُنڈو میری طرف آ رہا تھا۔ میں اپنی اُٹھائے اس کی طرف بڑھنے لگا۔ خاموشی سے چلنے کے دوران میں ماسٹر یوشے کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ کب تک یہاں پہنچ رہا ہے؟

میں چاہتا تو ایک بار پھر اس سے دُور بھاگ سکتا تھا مگر اب تک فراریت حاصل کرنے کا کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔ نہ تو ماسٹر یوشے سے پیچھا چھُوٹا تھا اور نہ ہی بیل مُنڈو سے مائکرو فلم حاصل کر سکا تھا۔ اگر شیشل سے مقابلے کا کوئی نتیجہ نکلتا اور بیل مُنڈو مارا جاتا تو میں اُس کی مصنوعی ناک اُٹھا کر مائیکرو فلم حاصل کر لیتا لیکن میں نے یہ سوچ کر صبر کر لیا تھا کہ آئندہ بھی دیانتداری سے مقابلہ ہونے والا ہے اور بیل مُنڈو ہمیشہ میری نظروں کے سامنے رہے گا۔ میں جب چاہوں گا، اس فلم کو حاصل کر لوں گا۔

مگر اب دیانتداری کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں مُنڈو پر جھپٹنے کے لئے آمادہ ہو گیا تھا۔ پھر میں کہاں پیچھے رہتا۔ اب میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جتنی جلد ممکن ہو گا، ماسٹر یوشے کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی میں وہ مائیکرو فلم حاصل کر لوں گا۔ اس کے بعد ماسٹر یوشے وہ جائے گا۔ اس سے تو کسی صورت سے نمٹنا ہی ہو گا۔ آخر وہ کب تک میرے پیچھے پیچھے آئے گا اور میں آگے آگے بھاگتا رہوں گا۔ یہی سوچ کر میں اس شیطان کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔

لیکن وہ شیطان، بیل مُنڈو سے سوچ کا رابطہ ختم کرنے کے بعد کسی شخص کو وہاں کی مقامی زبان میں مخاطب کر رہا تھا میں وہ زبان نہیں جانتا تھا اس لئے اُس کے ارادے کو نہ سمجھ سکا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ وہ ایئر پورٹ انکوائری کے نمبر ڈائیل کر رہا ہے۔ دریہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ پاکستان جانے والی فلائیٹ میں اُسے کوئی سیٹ مل سکتی ہے یا نہیں؟

انکوائری سے پتہ چلا کہ پرسوں کی فلائیٹ میں دو سیٹیں ہیں۔ اس نے دونوں سیٹیں ریزرو کرا لیں۔ ریسیور رکھنے کے بعد جب وہ سوچنے لگا تو معلوم ہوا کہ کسی شخص سے مقامی زبان میں وہ کیا کہہ رہا تھا۔ کیونکہ اب وہ اپنی مادری زبان انگریزی میں سوچ رہا تھا۔ اسے دوسری صبح ایک اہم میٹنگ اٹینڈ کرنی تھی۔ چار ماسٹروں کی تنظیم کے اصولوں کے مطابق اس میٹنگ میں باقی تین ماسٹروں کو یہ بتانا لازمی تھا کہ وہ ہیڈ کوارٹر چھوڑ کر کہاں جا رہا ہے؟ اور کب جا رہا ہے؟ میٹنگ کل صبح ہونے والی تھی لہٰذا میں نے ماسٹر یوشے سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔

تھوڑی دُور چلنے کے بعد بیل مُنڈو نظر آیا۔ وہ مجھے اپنی طرف آتا دیکھ کر رُک گیا۔ جب میں قریب پہنچا تو اُس نے دوستانہ انداز میں مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے بھی بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ مصافحے کے وقت میں نے محسوس کیا، اس کی ہتھیلی اور انگلیاں فولاد کی طرح سخت ہیں۔ اُس نے پوچھا۔

"تمہارے دونوں گونگے ساتھی کہاں ہیں؟"

میں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا جیسے اُس کی بات سمجھ میں نہ آئی ہو۔ دراصل وہ اچانک سوال کر کے سمجھنا چاہتا تھا کہ اگر میں گونگا نہ ہوا تو بے اختیار اس کی بات سمجھ کر اس کا جواب دوں گا۔ لیکن وہ میری اس حرکت سے آگاہ ہو گیا کہ پتہ نہیں میں واقعی فرہاد ہوں یا نہیں۔ آخر اُس نے وہی سوال اشاروں میں کیا۔ میں نے بھی اشاروں میں جواب دیا کہ وہ دونوں جا چکے ہیں۔ میں جب انہیں بُلاؤں گا، وہ حاضر ہو جائیں گے۔ پھر اُس نے اشارے سے پوچھا۔

"تم کہاں جاؤ گے؟ میرے پاس کار ہے۔ میں تمہیں تمہاری رہائش گاہ پر پہنچا دوں گا۔"

میں نے جواباً کہا۔ "میری رہائش کی کوئی جگہ مقرر نہیں ہے۔ میں آج یہاں کل وہاں رہنے کی جگہ بدلتا رہتا ہوں۔"

اُس نے کہا۔ "اب ہمارے درمیان مقابلے کے لئے مختلف اوقات مقرر ہو چکے ہیں۔ ہم صرف مقابلے کے میدان میں ایک دوسرے کے دشمن رہیں گے۔ تم اس میدان سے باہر ایک دوسرے کے دوست بن کر رہ سکتے ہیں۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میرے ساتھ چلو میرا قیام ایک ہوٹل میں ہے۔"

میں نے بڑی خوشی سے اس کی بات مان لی۔ وہ بھی خوش ہو گیا کہ میں کسی حیل وحجت کے بغیر اس کے دام میں آ رہا ہوں بلکہ اس کی بھتیجی کی زُلفوں میں اُلجھنے جا رہا ہوں۔ پھر ہم ایک دوسرے کے شانہ بشانہ پہاڑی راستے پر چلتے ہوئے اس سمت جانے لگے جہاں بیل مُنڈو کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ راستے میں وہ میرے متعلق سوچ رہا تھا۔

"میں اس گونگے سے کیا باتیں کروں؟ پتہ نہیں یہ گونگا ہے بھی یا نہیں؟ اگر ہے بھی تو اس کے ساتھ باتیں کرنے کے لئے دونوں ہاتھوں کو نچانا پڑتا ہے۔ لعنت ہے میں کن گونگوں کے درمیان آ کر پھنس گیا ہوں۔ اس وقت یہ بالکل تنہا ہے۔ میں بڑی آسانی سے اسے مار مار کر اس کا گونگا پن دُور کر سکتا ہوں اور ابھی اس کی زبان کھلوا سکتا ہوں۔"

میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا۔ میں بہت ہی محتاط انداز میں اس کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ وہ ہندی اور بدھ مت اپنے دماغ سے کام لئے بغیر کسی بھی لمحے مجھ پر حملہ کر سکتا ہے۔ ایسے وقت میں نے فوراً ہی ماسٹر یوشے کے ذہن میں جھانک کر دیکھا تاکہ یہ معلوم کروں کہ وہ شیطان اس وقت بیل مُنڈو کے دماغ میں جھانک رہا ہے یا نہیں؟ اگر وہ اس بد دماغ کے دماغ میں موجود ہوتا تو میں اپنے اس شانہ بشانہ چلنے والے دشمن کو سوچ کے ذریعے کنٹرول نہیں کر سکتا تھا۔ میرے نصیب اچھے تھے کہ اس وقت ماسٹر یوشے ایک دیسی کی بوتل کھولے بیٹھا تھا اور پہلا جام بناتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ ایک پیگ کے بعد وہ رُوما سے دماغی رابطہ قائم کرے گا اور اس کی سوچ میں یہ جذباتی خیال جھانکنے کی کوشش کرے گا کہ پچھلی شام جنگل میں جو پتلی والا گونگا ملا تھا، وہ بہت ہینڈسم اور اسمارٹ ہے۔ خوف کے جذبے کو کسی طرف بھی آہستہ آہستہ موڑ دو تو سو چنے والی نوعمر لڑکیاں رفتہ رفتہ اسی سمت مڑ جاتی ہیں۔ میں اسے ذہنی طور پر فرہاد کی طرف موڑ دوں گا۔

ماسٹر یوشے کی سوچ پڑھ کر جیسے ہی مجھے اطمینان ہوا کہ ابھی وہ کچھ دیر تک بیل مُنڈو کی طرف متوجہ نہیں ہو گا تو میں نے فوراً ہی اس بد دماغ کی سوچ میں کہا۔

"مجھے اس گونگے پر حملہ کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لینا چاہیئے۔ وہ نادیدہ شیطان ٹھیک ہی کہتا ہے کہ بعض اوقات میں دماغ سے کام نہیں لیتا ہوں اور کام بگاڑ دیتا ہوں۔ مجھے ذرا صبر کر کے اُس شیطان کا انتظار کر لینا چاہیئے۔ جب وہ میرے دماغ میں آ کر بولے گا تو میں اُس سے کہوں گا کہ جس گونگے پر فرہاد ہونے کا شُبہ ہے وہ میرے ساتھ ہوٹل انٹرکان کی طرف جا رہا ہے۔ اگر رُوما میں اس سے دوستی کرنے میں کامیاب ہو گئی تو تمہارے یہاں پہنچنے تک یہ ہماری نظروں کے سامنے رہے گا۔ مگر میں تمہارے یہاں پہنچنے تک اس تنہا اور نہتے آدمی کو اپنے قابو میں کر سکتا ہوں۔ میں ہوٹل پہنچ کر ایک بند کمرے میں اس کی ایسی پٹائی کروں گا اور اسے ایسی اذیتیں پہنچاؤں گا کہ یہ زبان کھولنے پر مجبور ہو جائے گا۔ ہاں، میں ایسا کر سکتا ہوں۔ مگر یہ نہیں وہ شیطان کہاں چلا گیا۔ اگر وہ اس وقت میرے دماغ میں ہوتا تو میں اس گونگے پر حملہ کرنے کی اجازت مانگتا۔"

میں بیل مُنڈو کو اُس کی سوچ میں سمجھ رہا تھا۔ اُس کی سوچ نے کہا۔

"ہاں، مجھے اس شیطان کی اجازت کے بغیر اتنا بڑا قدم نہیں اُٹھانا چاہیئے۔ اگر میرے ساتھ چلنے والا یہ گونگا واقعی فرہاد ہے تو یہ اپنی چالاکیوں سے کسی طرح بچ بھی سکتا ہے اور میرے ہاتھوں سے نکل کر پھر کہیں جا سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ شیطان مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ میرے اور میری رُوما کے دماغ پر ہمیشہ مسلط رہے گا اور ہمیں ناقابلِ برداشت اذیتیں پہنچاتا رہے گا۔۔۔ نہیں، میں اتنا بڑا رسک نہیں لے سکتا۔ وہ شیطان جو کہتا ہے مجھے اسی پر عمل کرنا چاہیئے۔ وہ خود یہاں پہنچ کر اس سے نمٹ لے گا۔"

بیل مُنڈو کے سوچنے کا انداز بدل کر مجھے اطمینان ہو گیا۔ ہم دونوں پہاڑی راستہ طے کرنے کے بعد اُس کی کار تک پہنچ گئے۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور میں اُس کی برابر والی سیٹ پر آ گیا۔ پھر کار اسٹارٹ ہوئی اور پنڈی کی طرف جانے لگی۔ ڈرائیونگ کے دوران وہ ہاتھ کے اشاروں سے باتیں کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ یوں بھی وہ مجھ سے بیزار تھا کیونکہ میری ہی وجہ سے وہ اور اس کی بھتیجی ذہنی عذاب میں مبتلا تھے۔ بظاہر دوستی کرنے کے باوجود وہ میرا جانی دشمن تھا۔ اسی لئے باتیں کرنے سے کترا رہا تھا۔ میں بھی مطمئن ہو کر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر ماسٹر یوشے کو پڑھنے لگا۔ پھر اسے چھوڑ کر رُوما کے دماغ میں جھانکنے لگا کیونکہ ماسٹر یوشے کی سوچ بھی وہیں موجود تھی۔

رُوما اس وقت گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی اور اپنے طور پر ایک دلگداز سپنا دیکھ رہی تھی۔ وہ نوعمر حسینہ اپنی زندگی میں جس پہلے نوجوان سے متاثر ہوئی تھی، وہ اس کا باڈی گارڈ وسیم تھا جو اس کے

دوسرے باڈی گارڈ کے ہاتھوں پچھلے دن مار لگا تھا۔ اسی واقعہ کی مناسبت سے وہ اپنے خواب میں ایک خوبصورت گدڑے کو دیکھ رہی تھی جسے ایک سانپ نے اکڑ دبوچ لیا تھا۔ بچپن اور جوانی کے درمیان جو عمر ہوتی ہے اس میں لڑکیاں اپنے نہ سمجھ میں آنے والے جذبوں کو گڑیا اور گدڑے کے روپ میں دیکھتی ہیں۔ ہم نیلی بیتھی جاننے والے جاگتی ہوئی سوچ سے لیکر خوابیدہ سوچ تک انسانی نفسیات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اسی نفسیات کے پیشِ نظر ماسٹر یوشے، رُوما کو اس کے خواب میں ہولے ہولے سمجھا رہا تھا۔

"یہ گدڑا نہیں ہے۔ بے بی ۔۔۔ اور تم بھی اب بے بی نہیں ہو۔ جوانی کی آنکھ سے دیکھو، یہ وہی ہے جسے تم چاہتی تھیں اور یہ سانپ وہ دوسرا باڈی گارڈ ہے جس نے تمہاری محبت کو ڈس لیا تھا۔"

ماسٹر یوشے کے سمجھانے کے مطابق رُوما کے خواب میں آنے والے چہرے بدلنے لگے، وہ گدڑے کی جگہ وسیم کو اور سانپ کی جگہ ڈرائیور باڈی گارڈ کو دیکھنے لگی۔ ماسٹر یوشے کی سوچ نے کہا۔

"کھلونے ٹوٹتے ہی رہتے ہیں، ان کی جگہ دوسرے بہتر کھلونے خرید لئے جاتے ہیں۔ جو محبت کا ایک لفظ ادا کئے بغیر مر جائے اور اتنا کمزور ہو کہ تمہارا تحفظ نہ کر سکے، اس کے لئے افسوس کرنے اور اس کے سپنے دیکھنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ تم اُس کے متعلق سوچو اور اُسے اپنے سپنے میں دیکھو جو گونگا تھا اور بہت ہی ہینڈسم اور اسمارٹ تھا۔"

سپنے کی اسکرین پر گونگا جیتی نظر آیا جو ولیر تھا اور جس نے ڈرائیور باڈی گارڈ کو مار ڈالا تھا۔ ماسٹر یوشے کی سوچ نے کہا۔

"وہ گونگا ولیر ضرور ہے۔ مگر ایسا اسمارٹ نہیں ہے کہ تمہارے شانہ بشانہ کھڑا ہو سکے۔ اس گونگے کے متعلق سوچو جو اس کے بعد ایک اچھی اُٹھائے تمہارے سامنے آیا تھا۔"

ماسٹر یوشے کی سوچ اس کے سپنے میں آہستہ آہستہ رینگ رہی تھی اور سپنا دیکھنے کے انداز کو بدل رہی تھی۔ خواب کا تعلق لاشعور سے ہوتا ہے اور لاشعور دماغ کا ایک تاریک حصہ ہے، چونکہ اس کا تعلق دماغ سے ہے اور سوچنے کی قوت سے ہے، اسی لئے نیلی بیتھی جاننے والے سپنوں کی رہگذر تک پہنچ جاتے ہیں۔ ماسٹر یوشے نے میرے متعلق تحریک پیدا کی تو وہ سپنے میں مجھے بھی اسی جگہ دیکھنے لگی پچھلے دن وہ اُس جگہ میرے سامنے زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکی تھی۔ لیکن سپنا ایک جگہ ٹھہر گیا تھا اور اُس کی سوچ بھی مجھ پر آکر ٹھہر گئی تھی۔ ماسٹر یوشے اس کی سوچ میں کہہ رہا تھا۔

"ہاں۔ یہ گونگا واقعی ہینڈسم ہے۔ یہ مجھے اس طرح پہلے کیوں نظر نہیں آیا جس طرح کہ اب نظر آرہا ہے۔ دراصل مجھے وہاں ٹھہرنے کا موقع نہیں ملا تھا اس لئے میں اسے دل بھر کر نہیں دیکھ سکی تھی۔ ہاں یہی تو وہ ہے جس کی ہلکی سی تصویر میں نے وسیم میں دیکھی تھی لیکن وسیم نے سمجھا دیا تھا کہ وہ خواب نہیں دیکھ رہی ہے۔ بلکہ وہ گونگا سچ مچ اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا ہے۔

بیل مُنڈو نے رُوما کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بات ہے بے بی؟ تم اپنے بازو میں چیونٹی کیوں بھر رہی ہو؟"

"انکل! ابھی میں نے جو خواب دیکھا ہے، وہ اتنی جلد حقیقت بن گیا ہے کہ مجھے حیرانی ہو رہی ہے۔ اسی لئے میں چٹکی لے کر یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں کہ کہیں میں ابھی تک خواب تو نہیں دیکھ رہی ہوں۔"

بیل مُنڈو نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "پُورسٹی بے بی۔ تم نے خواب میں کیا دیکھا اور اب کیا دیکھ رہی ہو؟ ویسے مجھے یقین ہے کہ میری بے بی نے مجھے ہی دیکھا ہے۔"

"نہیں انکل! آپ کو نہیں۔ میں نے اس گونگے کو دیکھا ہے۔ کتنی عجیب سی بات ہے کہ آنکھ کھلتے ہی آپ اُسے میرے پاس لے آئے ہیں۔"

بیل مُنڈو نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے رُوما سے کہا۔ "اچھا تو تم میرے اس دوست کو دیکھ رہی تھیں؟"

"دوست؟" رُوما نے حیرانی سے پوچھا۔ "مگر آپ تو تمام گونگوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں پھر یہ ۔۔۔؟"

"وہ میری بھُول تھی۔ یہ میرا دشمن نہیں ہے۔ کیا تم ساری باتیں دروازے پر ہی کرو گی۔ میرے دوست کی خاطر مدارات نہیں کرو گی؟"

رُوما نے جلدی سے کہا۔ "ہاں، کیوں نہیں۔ اندر آجایئے۔"

میں، بیل مُنڈو اور اس کے باڈی گارڈ کے ساتھ رُوما کے کمرے میں آگیا۔ رُوما نے مجھے بیٹھنے کے لئے ایک کُرسی کی جانب اشارہ کیا۔ کُرسی پر بیٹھتے ہوئے میں نے دیکھا، بیل مُنڈو کا باڈی گارڈ اپنی جیب سے نسوار کی ڈبیا نکال کر اور اس میں سے ایک چٹکی نسوار لے کر اپنی ناک کے نتھنوں میں رکھ رہا تھا۔ بعض لوگوں کو نسوار ناک میں لیکر چھینکنے کی عادت ہوتی ہے چھینک نہ آئے تو خواہ مخواہ نسوار کے ذریعے چھینک پھینک کر پتہ نہیں دماغ سے کیسا غبار نکالتے رہتے ہیں۔ اس وقت میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میری توجہ اُس کی نسوار کی ڈبیا پر کیوں مرکوز ہو گئی تھی۔ پھر بیل مُنڈو نے ہی اشاروں سے مجھے متوجہ کیا۔ وہ گونگے اشاروں سے مجھے سمجھا رہا تھا۔

"تم یہاں بیٹھو۔ میرا باڈی گارڈ کافی کا آرڈر دینے جا رہا ہے۔ ہم ابھی آتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ رُوما کے ساتھ کمرے سے باہر چلا گیا۔ باڈی گارڈ رُوما کے بیڈ کے پاس جا کر فون کے ذریعے کافی کا آرڈر دینے لگا۔ میں خاموش بیٹھا ہوا رُوما اور بیل مُنڈو کے درمیان ہونے والی باتیں سُننے لگا۔ وہ دونوں اس کمرے سے ذرا دُور کوریڈور میں کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ بیل مُنڈو اُسے سمجھا رہا تھا۔

"بے بی! اس کمبخت گونگے سے میں نے مصلحتاً دوستی کی ہے۔ وہ نادیدہ شیطان جو ہمارے دماغوں میں ہلچل مچاتا رہتا ہے، اُس کا خیال ہے کہ یہی گونگا فرہاد ہے۔ میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ یہ بڑی مشکلوں سے ہاتھ آیا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اپنی جسمانی قوت کو آزماؤں گا تو پھر یہ اپنی چالاکیوں سے نکل بھاگے گا۔ اس طرح ہماری پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔"

رُوما نے اپنے انکل کو تکتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔ "انکل! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں، کیا آپ کو اپنے آپ پر اعتماد نہیں رہا؟ اگر وہ فرہاد ہے تو کیسے نکل کر بھاگ سکتا ہے؟ وہ میرے کمرے میں ہے، آپ کمرے کو اندر سے بند کر کے اس کا حلیہ بگاڑ سکتے ہیں۔"

"میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ اسے ایک چٹکی میں مسل سکتا ہوں۔ لیکن بے بی ۔۔۔ یہ ہوٹل ہے، یہاں ذرا سی بھی ہنگامے کی آواز ہو گی تو فوراً ہی قانون کے محافظ پہنچ جائیں گے۔ میں اس نادیدہ شیطان کے پنجے سے نکلنے کی خاطر قانون کے پنجے میں پھنس جاؤں گا پھر اس نادیدہ شیطان نے ارینگ دی ہے کہ فرہاد کو اس طرح نقصان نہ پہنچایا جائے کہ وہ کسی کام کا نہ رہے۔ وہ شیطان اسے اپنا آلۂ کار بنانے کے لئے ایک طرح سے اس کا محافظ بھی بن رہا ہے۔"

"واہ، یہ کوئی بات ہوئی۔" رُوما نے غصّے سے کہا۔ "وہ ہمیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچاتا رہا ہے اور آپ اس کی پٹائی بھی نہیں کرتے۔"

"مجبوری ہے۔ وہ جیسا کہے گا ویسا ہی کرنا ہوگا۔ اسی میں ہماری نجات ہے۔"

"مگر نجات کب ہوگی؟"

"بس دو چار روز کی بات ہے۔ وہ شیطان خود ہی فرہاد سے نکلنے یہاں آرہا ہے۔"

"کیا واقعی؟ وہ کب آرہا ہے؟ اگر وہ میرے سامنے آجائے تو میں اُس کا خون پی لوں گی، بُزدل کہیں کا ۔۔۔ چھُپ چھُپ کر ہمیں پریشان کر رہا ہے۔"

"بے بی! وہ اتنا نادان نہیں ہے کہ یہاں پہنچتے ہی تمہاری نگاہوں کے سامنے آجائے گا۔ یہاں بھی وہ ہم سے چھُپ کر رہے گا۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کس دن اور کس وقت یہاں پہنچے گا۔"

رُوما مایوس ہو گئی۔ بیل مُنڈو نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "ڈونٹ وَری ۔۔۔ اس شیطان کا شکار فرہاد ہے۔ اُس نے عہد کیا ہے کہ یہاں پہنچتے ہی ہمیں آزاد کر دے گا اور پھر کبھی ہمیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے پریشان نہیں کرے گا۔"

"اگر ایسا ہو جائے انکل ۔۔۔ تو میں خدا کا شکر بھی ادا کروں گی اور اس شیطان کا احسان بھی مانوں گی۔ لیکن پھر یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ یہاں کب پہنچے گا؟ کیا آپ اُس وقت تک فرہاد کو یہاں روک سکیں گے؟"

"مجھے سے زیادہ تم اسے روکنے میں کامیاب ہو سکتی ہو۔"

"میں ــــ وہ کیسے؟"

"ایسے کہ تم اس سے دوستی کرو، اس سے لگاوٹ کی باتیں کرو۔ وہ شیطان فرہاد کی بہت سی کمزوریوں سے واقف ہے۔ اس نے کہا ہے کہ صرف رُوما اُسے یہاں روک کر رکھ سکتی ہے۔"

"لیکن میں کیسے روک سکتی ہوں؟"

اس سوال کے ساتھ ہی اس کے دماغ میں ماسٹر ویشے کی سوچ اُبھری ــــ "بے بی! میں تمہاری رہنمائی کروں گا۔ اب تم اپنے کمرے میں جاؤ۔"

رُوما نے اپنے انکل سے کہا۔ "انکل! وہ پھر میرے دماغ میں بول رہا ہے۔ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ وہ میری رہنمائی کرے گا۔ اب مجھے اپنے کمرے میں جانا چاہیئے ــــ کیا میں جاؤں؟"

"ہاں بیٹی جاؤ۔ فی الحال تمہیں اسی کا حکم ماننا چاہیئے۔ ہم دیکھیں گے کہ وہ کہاں تک اپنا وعدہ پورا کرے گا۔"

ماسٹر ویشے کی سوچ نے کہا۔ "میں اپنا وعدہ اسی وقت پورا کروں گا جب رُوما اسے روکنے کے سلسلے میں میرے ہر حکم کی تعمیل کرے گی۔ اب سے ٹھیک پچاس گھنٹے بعد تم دونوں آزاد کر دیئے جاؤ گے۔"

رُوما نے بیل مُنڈو کو بتایا کہ ماسٹر ویشے اس سے کیا کہہ رہا ہے۔ وہ آزادی کی خاطر اس کے احکام کی تعمیل کے لئے جا رہی ہے۔ یہ کہہ کر وہ میری طرف آنے لگی۔ اسی وقت ایک بیرا کافی کی ٹرے لے آیا تھا۔ رُوما نے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر ماسٹر ویشے نے اسے روک کر ہدایت دی۔

"سنو۔ فرہاد کے سامنے ہمیشہ مُسکراتی رہو۔ ایسے مُسکراتی رہو جیسے وہ تمہارا آئیڈیل ہو، جیسے وہ تمہارے برسوں کا خواب ہو اور ان خوابوں کی تعبیر بن کر سامنے آ گیا ہو۔"

ماسٹر ویشے کی اس ہدایت کے ساتھ ہی اسے اپنا خواب یاد آ گیا۔ میں سچ مچ اس کے خواب میں ایک آئیڈیل کی طرح نظر آیا تھا۔ وہ چند لمحوں کے لئے اُلجھ گئی۔ میں دشمن بھی تھا اور اس کے سپنوں کا شہزادہ بھی تھا۔ بہرحال میں جو کچھ بھی تھا، اسے ہر حال میں مُسکرانا پڑتا۔ لہٰذا وہ مُسکراتی ہوئی کمرے میں داخل ہو گئی۔ وہ سامنے آئی تو میں بھی اسے دیکھ کر مُسکرانے لگا۔ وہ میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ کر میرے لئے کافی بنانے لگی۔ ماسٹر ویشے نے پوچھا۔

"فرہاد کے علاوہ کمرے میں اور کون ہے؟"

رُوما نے سوچ کے ذریعے جواب دیا کہ اس کے انکل کا ایک باڈی گارڈ ہے۔ سوچ کی دُنیا میں باڈی گارڈ کا ذکر ہوا تو پھر مجھے وہ نسوار کی ڈبیا یاد آ گئی۔ اچانک میرے ذہن میں ایک روشنی سی اُبھری۔ ایک بہت ہی عمدہ سی تدبیر کا ہلکا سا خاکہ ذہن میں آیا۔ میرے دماغ نے مجھے سمجھا دیا کہ وہ نسوار کی ڈبیا میرے کسی کام آ سکتی ہے۔ اس وقت ماسٹر ویشے رُوما سے کہہ رہا تھا۔

"اس باڈی گارڈ کو باہر جانے کے لئے کہو اور اپنے کمرے کو اندر سے بند کر لو۔"

رُوما نے باڈی گارڈ کی طرف مُنہ پھیر کر کہا۔ "تم اب جا کر آرام کرو۔ مجھے ضرورت ہو گی تو تمہیں بلا لوں گی۔"

وہ اس کا حکم سُن کر جانے لگا تو میں نے ہاتھ بڑھا کر رُوما کو اپنی طرف مخاطب کیا اور اشارے سے اُسے سمجھایا کہ مجھے نسوار چاہیئے۔ رُوما نے باڈی گارڈ کو روک کر اس سے نسوار کی ڈبیا طلب کی۔ پھر اُس سے وہ ڈبیا لے کر میری طرف بڑھا دی۔ میں نے وہ ڈبیا لے کر اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ پھر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ رُوما نے پوچھا۔

"کیا اسے استعمال نہیں کرو گے؟"

میں نے اشاروں میں جواب دیا۔ "میں سونے سے پہلے اسے تھوڑا سا استعمال کروں گا۔ پھر صبح اُٹھنے کے بعد بھی یہ میرے کام آئے گی۔ اس ڈبیا کو میری جیب میں رہنے دو۔"

میں نے اپنی جیب کو تھپتھپا کر بتایا کہ ڈبیا وہاں رہے گی۔ رُوما نے باڈی گارڈ کو جانے کا اشارہ کیا تو وہ چُپ چاپ چلا گیا۔ نسوار کی ڈبیا کے لین دین کے سلسلے میں وہاں جو کچھ بھی ہو رہا تھا، اسے رُوما کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں اور اس کا دماغ ماسٹر ویشے کو تمام سچویشن سے آگاہ کر رہا تھا۔ اُس نے رُوما سے کہا۔

"ٹھیک ہے، فرہاد کی ہر خواہش پوری کرو۔ آج یہ معلوم ہو گیا کہ وہ نسوار پسند کرتا ہے۔ میں اس کی تمام عادات سے واقف ہونا چاہتا ہوں۔ بے بی ــــ تمہاری سوچ بتا رہی ہے کہ تم ابھی تک اپنی جگہ بیٹھی ہوئی ہو۔ وہاں سے اُٹھ کر دروازے کو اندر سے بند نہیں کیا ہے کیری آن مائی آرڈر۔"

وہ فوراً ہی اُٹھ گئی اور آگے بڑھ کر دروازے کو بند کر دیا جب وہ دروازے کے پاس سے پلٹنے لگی تو ماسٹر ویشے نے اس سے پوچھا۔

"بے بی! اپنے لباس کے متعلق بتاؤ۔ اس وقت تم نے کیا پہن رکھا ہے؟"

اس نے سوچ کے ذریعے بتایا۔ "میں نے ریشم کی نائٹی پہنی ہوئی ہے۔"

"صرف نائٹی؟"

رُوما نے جھنجلا کر کہا۔ "یہ پوچھنے والے تم کون ہوتے ہو؟ تم صرف اپنے کام سے مطلب رکھو۔"

"میں اپنے مطلب کی ہی بات کر رہا ہوں۔ یہ میرا حکم ہے کہ تم باتھ روم میں جاؤ اور جب وہاں سے نکلو تو تمہارے بدن پر صرف نائٹی رہے۔ اس دیوانے کو بتاؤ کہ حریری پردوں سے بدن کی چاندنی کیسے چھلکتی ہے؟"

"میں ایسا نہیں کروں گی۔ تم بہت ہی کمینے شیطان ہو۔"

"شیطان کمینہ ہی ہوتا ہے بے بی! وہ جو بھی کر گزرے کم ہے۔ میں تین تک گن رہا ہوں۔ تین کے بعد تم اپنے انکل کے کمرے میں جا کر اسے دیکھنا۔ وہ پاگلوں کی طرح چیخ چلا رہے گا۔ فرہاد ابھی ہماری مٹھی میں ہے۔ میں تم لوگوں کی ذرا سی بھی حکم عدولی پسند نہیں کروں گا۔ ایک ــــ دو ــــ ....."

"میں باتھ روم میں جا رہی ہوں۔"

وہ گھبرا کر جلدی سے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ جب باتھ روم کا دروازہ بند ہو گیا تو میں مُسکرا کر کافی کی چسکیاں لینے لگا۔ ماسٹر ویشے سوچ کے ذریعے اُسے سمجھا رہا تھا کہ اسے کس طرح آہستہ آہستہ اپنے چھوتے بدن کی نمائش کرنی ہے اور کس طرح اپنی جوانی کا چارہ ڈال کر ایک جانور کو اسی جگہ کھونٹی سے باندھ کر رکھنا ہے۔

رُوما اس سے التجائیں کر رہی تھی کہ وہ مجھے پھانسنے کے لئے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرے اور ماسٹر ویشے اسے سمجھا رہا تھا۔

"بے بی! میں فرہاد کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ تم لوگ مجھے شیطان کہتے ہو اور میں کہتا ہوں، وہ مجھ سے بڑا شیطان ہے۔ اس وقت میں اُسے وہاں روکنے کے لئے وہ تمام حربے استعمال کروں گا جو اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال سکتے ہیں۔ اور میرا تجربہ کہتا ہے کہ تم سے خوبصورت زنجیر ہو۔"

رُوما نے عاجزی سے کہا۔ "میں اپنی مرضی کے خلاف خود کو اس کے سامنے کیسے پیش کروں گی؟ یہ درست ہے کہ وہ بڑے ہی عجیب انداز میں پہلے خواب میں آیا، پھر میرے کمرے میں آیا ہے۔ یہ سوچ کر اس کی ذات سے ایک عجیب سی دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ میں ذہنی طور پر اس کی طرف جھک رہی ہوں۔ مگر معیار بھی تو کوئی چیز ہے۔ میں نے بچپن سے یہی دیکھا ہے کہ یہ ایشیائی لوگ ہم سے کمتر ہوتے ہیں۔ انکل بھی ایسے لوگوں کو صرف ملازم بنا کر خوش ہوتے ہیں۔ پھر میں اپنی سطح سے گر کر خود کو اس کے سامنے کیسے گرا دوں؟"

"یہ درست ہے کہ تمہارا وہ سر پھرا انکل ایسے لوگوں کو غلام بنا کر خوش ہوتا ہے۔ مگر یہ نہ بھولو کہ تم دونوں میرے غلام ہو۔ اس غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے کبھی اپنی جان کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ کبھی اپنی سطح سے گر کر اپنے بدن کے سرمائے کو بھی لٹانا پڑتا ہے۔ تمہارا فوراً فیصلہ کرو کہ آزادی چاہتی ہو یا دائمی غلامی؟ میں بار بار نہیں سمجھاؤں گا۔ وقت کم ہے اور وہ کمرے میں تنہا بیٹھا بور ہو رہا ہو گا۔ جاؤ اس کی تفریح اور اس کی دلچسپیوں کا خاص خیال رکھو۔ یہی نجات کا راستہ ہے۔"

میں رُوما جیسی نوخیز کلی کو دیکھ کر بڑے موڈ میں تھا لیکن اُس کی باتیں سُن کر میرے دل میں اس کے لئے نفرت پیدا ہو رہی تھی۔ اسے خواہ مخواہ یہ غرور تھا کہ وہ اور اس کی قوم ہم سے برتر ہے۔ میں اس وقت اس کی مجبوریوں سے فائدہ اُٹھا کر اس کے سارے غرور کو خاک میں ملا سکتا تھا۔ میرے سامنے ایک لفافے کی طرح کھُل جانے کے بعد وہ ایک عام بازاری عورت کی سطح پر آ جاتی۔ اپنی رضامندی سے آتا اور بات ہے۔ بازار میں آنے والیاں مال و دولت کے حصول کے لئے آتی ہیں یا کسی مجبوری سے آتی ہیں یا پھر اپنے کسی خاص مقصد کے تحت آتی ہیں۔ رُوما بھی اپنے ایک خاص مقصد کے تحت میرے پاس آنے والی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ وہ ایک شیطان سے نجات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ یعنی میرے پاس آنے میں اُس کی ایک غرض تھی، محبت اور خوشی نہیں تھی۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو وہ ایک عام بازاری عورت کی سطح پر میری طرف آ رہی تھی۔

دروازہ کھُل گیا۔ وہ ریشم کی نائٹی پہنے باتھ روم کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

احساسات کے ہجوم میں سمجھا جائے تو ایک کچے پھل کی دھیمی دھیمی سی خوشبو محسوس ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک کچے پھل کی طرح تھی جو پکنے پر آ رہی تھی۔ پھل پکنے کے بعد شاخ سے ٹوٹ کر گر پڑتا ہے اور وہ پکنے سے پہلے ہی اپنی بلندی سے ٹوٹ کر آ رہی تھی۔

وہ جبراً مُسکرا رہی تھی۔ اپنی خوشی ہو یا جبری کوشش ہو، ان سب کا تعلق دماغ سے ہوتا ہے۔ ماسٹر ویشے نے اس کے دماغ کو پڑھتے ہوئے کہا۔

"تم جبراً کیوں مُسکرا رہی ہو؟ کیا تم یہ بھول جاتی ہو کہ میں تمہارے دماغ میں بیٹھا ہوا ہوں اور تمہارے دل و دماغ کی ایک ایک بات کو پڑھ سکتا ہوں۔ اچھی طرح سُن لو، اگر فرہاد کو بھُلانے اور اسے روکنے کے سلسلے میں ذرا بھی کوتاہی ہوئی تو میں تمہیں اور تمہارے انکل کو زندہ رہنے پر مجبور کروں گا اور ہر لمحہ مارتا جاؤں گا۔"

رُوما نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "نہیں۔ اب مجھ سے کوتاہی نہیں ہو گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہارے یہاں آنے تک میں اس شیطان کو اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گی۔ اگر میری قربانی میرے انکل کے کام آ سکتی ہے تو میں اپنا سب کچھ قربان کر دوں گی۔"

میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ ایسی مجبوری کے تحت دی جانے والی قربانی میں قبول نہیں کروں گا۔ وہ جب تک اپنے سامنے والے کو برتر نہیں سمجھے گی، ایک مرد بھی اپنی فطرت کے خلاف اس کے سامنے کمتر بن کر نہیں جھکے گا۔ دونوں ہاتھوں سے تالی بجے تو وہ قدرے سُریلی ہوتی ہے ورنہ بے سُری ہو جاتی ہے۔

اب وہ سنبھل گئی تھی اور بڑے ہی قاتلانہ انداز میں مُسکراتی ہوئی پھولوں بھری شاخ کی طرح لچکتی ہوئی میرے قریب آ رہی تھی۔ میں کُرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور کافی کی خالی پیالی کو میز پر رکھ رہا تھا۔ وہ میرے سامنے

فرش پر دوزانو بیٹھ کر اشاروں سے پوچھنے لگی۔

"اوپر چلو گے؟"

کرسی کے ہتھے پر میرا ہاتھ تھا۔ اُس نے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ وہ میری طرف اس طرح جھکی ہوئی تھی کہ کھلے ہوئے گریبان کے پیچھے میری نظریں دُور تک پہنچ گئیں۔ میں نے ایک احمق کی طرح اس کے گریبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گونگی زبان میں کہا۔

"اسے درست کرو۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

وہ حیرانی سے میرا مُنہ تکنے لگی۔ جو کچھ میں نے اس سے کہا تھا اس کا ردِعمل اس کی آنکھوں اور اس کے ماتھے تک ہوا تھا۔ ماسٹر یوشے نے بھی حیرانی سے کہا۔

"تعجب ہے، یہ تو بہت ہی پارسا بن رہا ہے۔"

رُوما کی سوچ نے کہا۔ "مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ یہ میری طرف مائل نہیں ہو رہا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔" ماسٹر یوشے کی جھلاہٹ سُنائی دی۔ "کیا تمہیں اپنی توہین کا احساس نہیں ہو رہا ہے کہ تمہارے اپنے وجود کی کوئی اہمیت نہیں ہے کوئی کشش اور جاذبیت نہیں ہے۔ تم کہیں سے ٹوٹی پھوٹی ہو کہیں سے بگڑی ہوئی ہو۔ کچھ اس طرح کہ سامنے والا تم پر ایک نظر ڈالے اور حقارت سے تمہیں پیچھے ہٹنے کے لئے کہے....."

"میں ایسی نہیں ہوں۔" وہ بھی جھنجلا کر سوچ کے ذریعے گفتگو کرنے کے بجائے بڑبڑانے لگی۔ "میں اتنی حسین اور اسمارٹ ہوں کہ دیکھنے والے مجھے دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ یہ گونگا کیا جانے کہ حُسن کا معیار کیا ہوتا ہے اور کس طرح صنفِ نازک کی قدر کی جاتی ہے۔"

ماسٹر یوشے نے سخت لہجے میں کہا۔ "زیادہ باتیں نہ کرو، وقت کی اہمیت کو سمجھو۔ اگر تم ایک چمکتا ہوا سکہ ہو تو فوراً جھک کر تمہیں فرش پر سے اُٹھا لے گا۔ اپنی چمک کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرو۔"

شیطان کی ایک کنیز کو شیطان کے حکم پر عمل کرنا پڑا۔ وہ انکار نہیں کر سکتی تھی۔ وہ پھر میری جانب دیکھ کر مُسکرانے لگی۔ اُس نے اپنے گریبان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟"

میں نے اسے اشاروں میں سمجھایا۔ "میں عورتوں سے نہیں ڈرتا۔ مگر میں تمہیں عورت نہیں سمجھتا۔ میں نے اپنی زندگی میں تم سے بھی زیادہ حسین لڑکیاں دیکھی ہیں اور ان کے ساتھ بہت سا وقت گزارا ہے۔"

اس کے اُجلے شفاف چہرے پر ایک سایہ سا رینگنے لگا۔ وہ اس توہین کے احساس سے ذرا مرجھا گئی کہ وہ مقابلتاً دوسری عورتوں سے کمتر ہے۔ میرا یہ انداز اس کے دل میں نشتر کی طرح اُتر گیا۔ اس کی عجیب حالت تھی۔ ایک ہی وقت میں غصہ بھی آ رہا تھا۔ اسی وقت یہ بھی لازمی ہو گیا تھا کہ وہ اپنی اہمیت کا مجھے احساس دلائے۔ وہ سوچ

ہی سوچ میں مجھے گالیاں دے رہی تھی اور یہ طریقہ بھی سوچ رہی تھی کہ کس طرح وہ مجھے اپنی طرف جھکا سکتی ہے اور جب میں مجبور ہو جاؤں گا اور جب میرے جھکنے کا وقت آئے گا تو وہ حقارت کا اظہار کرتے ہوئے مجھ سے کترا جائے گی۔

ماسٹر یوشے اس کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔

"ہاں شاباش! تمہیں اسی انداز میں سوچنا چاہیئے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ آج ہی تنہائی کا یہ ڈراما اپنے اختتام تک نہ پہنچے۔ اسے دوسرے اور تیسرے دن تک لٹکاتے رہنے کے لئے یا اسے گھائل کرتے رہنے کے لئے ہمیں اپنے اندر شبابی بارُود کا ذخیرہ جمع کر کے رکھنا چاہیئے۔"

رُوما حالات کے تحت کچھ اور بے باک ہو گئی۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر کسی کام کے بہانے کبھی بیڈ کی طرف، کبھی شیشے کی گیلری کی طرف جانے لگی۔ اس دوران چلنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ مقابلہ حُسن میں کامیاب ہونے کے لئے خود کو سرِ زاویے سے پوز کر رہی ہو۔ میں اُس کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا صرف اس کی سوچ کے ذریعے اس کی اداؤں کو پڑھ رہا تھا۔ پھر میں نے لاپرواہی کا اظہار کرنے کے لئے ایک سگریٹ نکال کر سُلگا لیا اور کرسی کی پُشت سے ٹیک لگا کر اس کے گہرے کش لینے لگا۔

وہ غصے سے پیچ و تاب کھانے لگی کیونکہ مجھے اس سے زیادہ سگریٹ کے دھوئیں سے دلچسپی تھی جو فضا میں چمک رہا تھا اور بل کھا رہا تھا اور نگاہوں کے سامنے نازک بدن کی طرح لہرا لہرا کر منتشر ہو رہا تھا اور فضا کی آغوش میں گم ہو رہا تھا۔ رُوما کی جھنجلاہٹ کو ماسٹر یوشے سمجھ رہا تھا اور خود بھی پریشان تھا کہ میں اتنی حسین لڑکی میں دلچسپی کیوں نہیں لے رہا ہوں۔ ساتھ ہی وہ اس بات کا اعتراف کر رہا تھا کہ میں بہت زیادہ محتاط رہنے کا عادی ہوں۔ دشمنوں کے درمیان رہ کر اس دنیا کی تمام دلچسپیوں سے خالی ہو جاتا ہوں۔

رُوما اور ماسٹر یوشے کی جھنجلاہٹ اور ناکامی سے محظوظ ہوتے رہنے کے بعد میں نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گونگی زبان میں پوچھا۔

"وہ مُنڈے ہوئے سر والا آدمی کہاں ہے؟ میں کب تک یہاں بیٹھا رہوں گا۔ تم بہت واہیات لڑکی ہو، تم جاؤ اور اسے یہاں بھیج دو۔"

وہ غصے کی شدت سے مُٹھیاں بھینچ کر میری طرف یوں جھکی جیسے اپنے نازک گھونسوں سے مجھے مار ڈالے گی۔

"گو ٹو ہیل!" ماسٹر یوشے نے اسے حکم دیا۔ مگر اس وقت اسے اپنی توہین کا احساس اس شدت سے ہو رہا تھا کہ وہ ماسٹر یوشے کی شناخت کو بھی بھول گئی تھی۔ وہ گئی کی بجائے سیدھی میرے پاس آئی۔ مجھے اٹھانے کے لئے مجھ پر جھکی۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ وہ غصے سے چیختی اور چلاتی ہوئی اپنے ہاتھوں کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے دونوں بازو دونوں ہاتھوں سے جکڑ لیا تاکہ وہ

نہ چلا سکے۔ وہ غصے سے پاگل ہو رہی تھی اور خود کو چھڑانے کے لئے اِدھر سے اُدھر مچلنا چاہتی تھی۔ لیکن حلقہ بہت تنگ تھا۔

میں حیران تھا کہ ماسٹر یوشے اسے کنٹرول کیوں نہیں کر رہا ہے۔ اس کا دماغ اس شیطان سے ملا ہوا تھا اور وہ شدید غصے کی حالت میں سوچ رہی تھی کہ مجھے اس گونگے کے مُنہ پر تھوک دینا چاہیئے۔ وہ اپنی سوچ پر عمل نہ کر سکی۔

وہ ذرا تململائی۔ پھر اُس کی جدوجہد سُست پڑنے لگی۔ ماسٹر یوشے کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ خیالوں کی دُنیا میں بار بار اپنے شیطانی آئیڈیل کو دیکھ چکی تھی جو اُس پر اس انداز سے حاوی ہوتا تھا۔ وہ خواب و خیال سے نکل کر حقیقت میں یہ سب دیکھ رہی تھی۔ حقیقتاً اس پر یہ سب کچھ بیت رہا تھا۔ لہٰذا بدلی ہوئی سچویشن کو سمجھنے کے لئے اس نے جتنی دیر خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اتنی دیر میں جذبات اس پر حاوی ہونے لگے۔

ماسٹر یوشے واقعی شیطان تھا۔ وہ ایسے ہی موقع کے انتظار میں خاموشی سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب رُوما کی ذہنی رو ذرا سا بہکنے پر آمادہ ہوئی تو وہ سوچ کے ذریعے اسے اُکسانے اور شہ دینے لگا۔ وہ اس کی سوچ میں کہہ رہا تھا۔

"میں خواہ مخواہ ضد کیوں کر رہی ہوں جبکہ اسے خیالوں میں ڈھنڈتی رہتی تھی۔ جبکہ اسے خواب میں دیکھا اور آنکھ کھلتے ہی نگاہوں کے سامنے نہیں تو فوم کے ملائم بستر پر سوتی رہی۔ کبھی اُودھے مُنہ لیٹی رہی۔ گرسنے کو جی چاہتا ہے۔ آج مجھے پتہ چلا کہ میں کیا چاہتی تھی میں ضدی اور خُود سر لڑکی ہوں۔ کسی کی محکوم بن کر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ مگر اب معلوم ہوا ہے کہ محکوم بننے اور مظلوم بن کر کسی اپنے کا ظلم سہنے سے ایسی لذتوں سے آگاہی ہوتی ہے جن کے متعلق پہلے صرف سُنا تھا۔ مگر ان لذتوں کی حقیقت اور اہمیت سننے سے سمجھ میں نہیں آتی۔ ذاتی طور پر حاصل کئے ہوئے تجربات سے گزرنے کے بعد وہ خوشیاں ملتی ہیں جنہیں اب سمجھ رہی ہوں۔"

ماسٹر یوشے اسے سمجھا رہا تھا۔ سمجھنے کے دوران رُوما کے ذہن میں ایک سرور چھا رہا تھا جو اس کے لئے انجانا تھا۔ مگر جسے اب وہ جان رہی تھی۔ اسی وقت دروازے پر زور زور سے دستک ہونے لگی۔ اس نے رُوما کو مدہوش کُن خیالات سے چونکا دیا۔ وہ جانی انجانی مسرتوں کی دنیا سے پلٹ کر میرا مُنہ تکنے لگی۔ وہ چند لمحوں تک سوچتی رہی کہ وہ ہے کہاں تھی اور کس حال میں تھی۔ پھر اُس نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

"چھوڑ دو مجھے....."

وہ اپنے چہرے سے بیزاری ظاہر کر رہی تھی۔ مگر لہجے میں التجا تھی۔ میں یہ بات اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ اسی طرح میری گرفت میں رہی تو ذرا سی دیر میں پگھل جائے گی۔ کیونکہ ماسٹر یوشے بھی اس کے ذہن کو میری طرف مائل کر رہا تھا۔ لیکن میں اسے اس طرح پگھلانا نہیں چاہتا تھا۔ عورت اور مرد کے جذبات ایک سنگم پر آ کر کون سا رُخ اختیار کرتے ہیں۔ ان تمام جذبوں کو میں اسے قسطوں میں سمجھانا چاہتا تھا۔

لہٰذا میں نے اسے سوچنے کے لئے چھوڑ دیا۔

وہ مجھ سے الگ ہو گئی مگر چند لمحوں تک سر جُھکائے اُدھورے جذبوں سے ہولے ہولے لرزتی رہی۔ ایسے وقت وہ کسی آخری نتیجے پر نہیں پہنچ سکی تھی۔ تھوڑی دیر کے لئے آس پاس کی دُنیا کو بھول گئی تھی۔ اسی وقت ایک بار پھر دستک ہوئی اور وہ اس حقیقی دُنیا میں واپس آ گئی۔ پھر بیل مُنڈو کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ دستک دیتے ہوئے اسے مخاطب کر رہا تھا۔

"بے بی! کیا ہو گیا ہے؟ میں نے تمہارے چیخنے اور چلانے کی آواز سُنی ہے ـــــ دروازہ کھولو۔"

ایسے وقت میں نے ماسٹر یوشے کی سوچ پڑھی۔ وہ جھنجلا کر بیل مُنڈو کے متعلق سوچ رہا تھا۔

"یہ کمبخت رنگ میں بھنگ ڈالنے کیوں آ گیا۔ اسے فوراً ہی حکم دینا چاہیئے کہ یہ واپس چلا جائے۔"

اس شیطان کی سوچ رُوما کے دماغ سے نکل کر بیل مُنڈو کی طرف ہوئی تاکہ وہ اسے واپس جانے کا حکم دے۔ اتنی دیر میں رُوما اپنے انکل کی آواز سُن کر ہوش میں آ گئی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ اب تک میں اسے بہکا رہا تھا۔ میں نے اسے طیش دلا کر اپنی آغوش میں آنے پر مجبور کر دیا تھا ورنہ وہ میرے قریب کبھی نہ آتی۔ وہ مجھ سے دُور ہٹنے کے لئے دروازے کی طرف گئی۔ تاکہ بیل مُنڈو کے لئے دروازہ کھول دے۔

اُدھر ماسٹر یوشے بیل مُنڈو کو سمجھا رہا تھا کہ اس کی بھتیجی کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ اپنی نادانی سے چیخ رہی تھی۔ اسے واپس چلا جانا چاہیئے۔ بیل مُنڈو اس کے حکم سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے سوچا کہ رُوما اب نہیں چیخ رہی ہے۔ اس لئے وہ بخیریت ہو گی۔ وہ واپس جانے کے لئے پلٹ رہا تھا کہ اتنے میں رُوما نے دروازہ کھول دیا۔ وہ گھبرائی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے سے پریشانی عیاں تھی۔ اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بیل مُنڈو سمجھ گیا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے اور وہ شیطان اسے جھوٹی تسلیاں دے رہا تھا۔ ماسٹر یوشے اس وقت خاصا اُلجھ گیا تھا بیل مُنڈو کو سمجھانے کے لئے اس کے دماغ تک پہنچا تو رُوما بدک جاتی تھی۔ اگر رُوما کو کنٹرول کرنا چاہتا تو بیل مُنڈو بے لگام ہو جاتا تھا۔ وہ دونوں کے دماغ میں بیک وقت اسی وقت جھانک سکتا تھا بشرطیکہ وہ دونوں اس کے سامنے ہوں۔

میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔ ایک کے دماغ میں جھانکتا ہوں اور اس کی سوچ کے ذریعے دوسرے کی حرکتوں کو بھی سمجھتا رہتا ہوں اور دوسروں کو کنٹرول کرنے کے لئے باری باری ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک چھلانگیں لگاتا رہتا ہوں۔ ماسٹر لیوشے نے بھی دونوں کو بیک وقت کنٹرول کرنے کے لئے بیل منڈو سے کہا۔

"یہ ہوٹل ہے، شور نہ مچاؤ۔ کمرے میں جاؤ۔"

بیل منڈو کمرے کے اندر آگیا۔ رُوما نے اُس سے کہا۔

"انکل! میں اس گونگے کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اس نے میری توہین کی ہے۔ کہتا ہے کہ میں واہیات لڑکی ہوں۔ آپ کے ہوتے ہوئے آج تک کسی نے ایسا کہنے کی جرأت نہیں کی۔"

یہ سُنتے ہی بیل منڈو غصّے سے مجھے دیکھنے لگا۔ ماسٹر لیوشے نے اسے سمجھایا۔

"اپنا رویّہ فوراً بدلو۔ تم اسے دوست بنا کر لائے ہو۔ اگر وہ تم سے بدظن ہو کر ہاتھ سے نکل گیا تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔"

بیل منڈو نے مُٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "تمہاری ایسی کی تیسی۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ رُوما کے دل کو کسی طرح کا صدمہ نہیں پہنچے گا۔ اب یہ رو رہی ہے۔ میں ناقابلِ برداشت اذیتیں برداشت کر سکتا ہوں لیکن بے بی کے آنسو نہیں دیکھ سکتا۔"

ماسٹر لیوشے نے پوچھا۔ "کیا تم مجھ سے نجات حاصل کرنا نہیں چاہتے؟ اگر چاہتے ہو تو رُوما کو سمجھاؤ کہ وہ مصلحتاً ذرا سی توہین برداشت کر لے۔ دیکھو میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہاں پہنچتے ہی تم دونوں کو آزاد کر دوں گا۔"

بیل منڈو نے گھوم کر اپنی حسین بھتیجی کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو نظر آئے تو وہ پھر بھڑک گیا۔ اُس نے سوچ کے ذریعے کہا۔

"سُنو شیطان کے بچّے! اس وقت رات کا سناٹا ہے۔ آس پاس کے کمروں میں تمام لوگ سو رہے ہیں۔ میں اس کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے فریاد و چیخ پکار مچاتا ہوں۔ میں لگانے لگا سکتا ہوں میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ منٹوں میں اس کی زبان کھلوا دوں گا۔ تمہارے کہنے کے مطابق اس کی آنکھوں پر آئی لینز کا پردہ ہے۔ میں اس پردے کو بھی اُٹھا دوں گا اس کے بعد تم بڑی آسانی سے اس کمبخت کو کنٹرول کر لو گے۔ ہمیں بھی آئے دن کی پریشانیوں سے نجات مل جائے گی۔"

ماسٹر لیوشے نے پوچھا۔

"اگر وہ کسی طرح ہاتھ سے نکل جانے کا تو پھر کیا ہو گا کیا تم اس بات کا اندازہ کر سکتے ہو کہ میں تمہاری ناکامی کی کتنی عبرتناک سزا دے سکتا ہوں؟"

"مجھے اندازہ ہے میں نے تمام حالات پر غور کر لیا ہے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہاں زیادہ ہنگامہ نہیں ہو گا۔ میں پہلے ہی حملے میں اسے بے بس کر دوں گا۔"

"اگر تم بضد ہو تو میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دو اور اُسے فوراً بے نقاب کر دو۔"

ان کے منصوبے کو سمجھتے ہی میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا میں ایک دم سے پتھر کی طرح سخت ہو گیا۔ بیل منڈو جیسے ہی دروازہ بند کرنے کے لیے دوسری طرف گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر ایک دم سے رُوما کو گرفت میں لیا۔ پھر جیب سے ایک چاقو نکال کر اُسے ایک جھٹکے سے کھولتے ہوئے اس کی چمکیلی دھار کو اس نازک سی لڑکی کی گردن پر رکھ دیا۔

بیل منڈو دروازہ بند کر کے پلٹا تو ٹھٹک کر رہ گیا۔ ماسٹر لیوشے اس کی سوچ سے سمجھ رہا تھا کہ اچانک ہی سچوئیشن کیسے بدل گئی ہے۔ اس نے جھنجلا کر کہا۔

"کیوں بیل منڈو! اب عقل آئی؟ کیا اب اپنی رُوما کو چاقو کی دھار سے بچا سکتے ہو؟ تم اپنی کامیابی کے نشے میں یہ بھول گئے تھے کہ مجھے سوچ کے ذریعے گفتگو کرتے وقت وہ تمہارے چہرے کے تاثرات بڑھ کر اس کے ساتھ دروازے کی طرف آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اور اسے گونگی زبان میں سمجھانے لگا۔

"بچہ۔ اگر تم نے چیخنا چلّانا ہی ہو تو اپنے منہ سے ایک آواز نہ نکالنا۔"

وہ سہمے ہوئے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"میں شور نہیں مچاؤں گی۔ مجھے انکل کے پاس لے چلو۔"

میں نے اپنی جیکٹ اتار کر اپنے دائیں ہاتھ پر ڈال لی۔ اس طرح چاقو چھپ گیا۔ میں نے اُسے سمجھایا۔

"کمرے سے باہر نکلتے ہی تم میرے شانہ بہ شانہ چلو۔ میرا دایاں ہاتھ تمہاری کمر پر ہو گا۔ ہم اس طرح چلیں گے۔ جیسے دو محبت کے متوالے چلتے کے دوران بھی ایک دوسرے سے جدا ہونا گوارہ نہیں کرتے ہیں۔"

میں عملی طور پر اسے اپنے دائیں بازو میں لے کر اور چاقو کی نوک اس کے پہلو میں رکھ کر سمجھا رہا تھا۔ جب وہ اچھی طرح سمجھ گئی تو پانچ منٹ کے بعد میں نے دروازے کو کھولا۔ کمرے کے باہر آ کر میں نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ کاریڈور سنسان پڑا ہوا تھا۔ صرف میں تھا اور وہ میرے پہلو میں تھی۔ پھر وہ بھی طرح مجھے سے لگی لگی چلنے لگی۔ ماسٹر لیوشے رُوما کے ذریعے میری حرکتوں کو سمجھ رہا تھا اور ہوٹل کے باہر کھڑے ہوئے بیل منڈو کو سمجھا رہا تھا کہ میں کتنی تدابیر پر عمل کرتے ہوئے ہوٹل کے باہر آ رہا ہوں۔ لہٰذا اسے میری ہدایت کے مطابق کار کے اندر جا کر بیٹھ جانا چاہیئے۔

میں رُوما کو ساتھ لے کر ایک لفٹ میں آ گیا۔ اور گراؤنڈ فلور کی طرف جانے لگا۔ لفٹ کے اندر تنہائی تھی۔ اس تنہائی میں وہ سر اُٹھا کر میرے چہرے کو تک رہی تھی۔ پھر میں نے ایک ہاتھ کے اشارے سے اسے سمجھایا۔

"میرے پاس دماغ ہے۔ میں تمہاری چالوں کو سمجھتا ہوں۔ میں تمہاری باتوں میں نہیں آؤں گا۔ اگر اس لڑکی کی سلامتی چاہتے ہو تو اس سے کہیں دور چلو۔"

وہ خوش ہو کر تیزی سے سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"راہاں میں تمہاری ہر بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔ ہم اچھے اس ہوٹل سے باہر جائیں گے۔"

میں نے رُوما پر انگلی رکھتے ہوئے بتایا۔

"یہ لڑکی بھی ہمارے ساتھ جائے گی۔ پہلے تم یہاں سے باہر جاؤ گے۔ اور اپنی کار میں بیٹھو گے۔ پانچ منٹ کے بعد میں اس لڑکی کے ساتھ وہاں آؤں گا۔"

وہ راضی ہو گیا۔ میں نے اس کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"اگر تمہارے علاوہ کوئی دوسرا ہمارے آس پاس ہوا تو تم اسے زندہ نہیں پاؤ گے۔"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کوئی نہیں ہو گا۔ ہم تینوں کے علاوہ کوئی نہیں ہو گا۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ میں چند سیکنڈ تک رُوما کے ساتھ اسی حالت میں کھڑا رہا۔ پھر اسے چاقو کی نوک پر رکھ کر اس کے ساتھ دروازے تک آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اور اسے گونگی زبان میں سمجھانے لگا۔

"بچہ۔ اگر تم نے چیخنا چلّانا ہی ہو تو اپنے منہ سے ایک آواز نہ نکالنا۔"

وہ سہمے ہوئے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"میں شور نہیں مچاؤں گی۔ مجھے انکل کے پاس لے چلو۔"

میں نے اپنی جیکٹ اتار کر اپنے دائیں ہاتھ پر ڈال لی۔ اس طرح چاقو چھپ گیا۔ میں نے اُسے سمجھایا۔

"کمرے سے باہر نکلتے ہی تم میرے شانہ بہ شانہ چلو۔ میرا دایاں ہاتھ تمہاری کمر پر ہو گا۔ ہم اس طرح چلیں گے۔ جیسے دو محبت کے متوالے چلتے کے دوران بھی ایک دوسرے سے جدا ہونا گوارہ نہیں کرتے ہیں۔"

میں عملی طور پر اسے اپنے دائیں بازو میں لے کر اور چاقو کی نوک اس کے پہلو میں رکھ کر سمجھا رہا تھا۔ جب وہ اچھی طرح سمجھ گئی تو پانچ منٹ کے بعد میں نے دروازے کو کھولا۔ کمرے کے باہر آ کر میں نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ کاریڈور سنسان پڑا ہوا تھا صرف میں تھا اور وہ میرے پہلو میں تھی۔ پھر وہ بھی طرح مجھ سے لگی لگی چلنے لگی۔ ماسٹر لیوشے رُوما کے ذریعے میری حرکتوں کو سمجھ رہا تھا اور ہوٹل کے باہر کھڑے ہوئے بیل منڈو کو سمجھا رہا تھا کہ میں کتنی تدابیر پر عمل کرتے ہوئے ہوٹل کے باہر آ رہا ہوں۔ لہٰذا اسے میری ہدایت کے مطابق کار کے اندر جا کر بیٹھ جانا چاہیئے۔

میں رُوما کو ساتھ لے کر ایک لفٹ میں آ گیا۔ اور گراؤنڈ فلور کی طرف جانے لگا۔ لفٹ کے اندر تنہائی تھی۔ اس تنہائی میں وہ سر اُٹھا کر میرے چہرے کو تک رہی تھی۔ اس کا سپنا ٹوٹنے کے بعد جب سے میں اس کے سامنے آیا تھا۔ اس وقت سے وہ مجھے دشمن ہی سمجھ رہی تھی اور بار بار حالات سے مجبور ہو کر میری قربت سے بچنے کی بھی محسوس کر رہی تھی۔ کبھی یہ خیال بھی ستاتا تھا کہ میں نے اس کی توہین کی ہے۔

پہلا تاثر کبھی بھلایا نہیں جا سکتا ہزار اختلافات کے باوجود یاد رہتا ہے۔ میں جذبات کی پہلی قسط پیش کرنے کے بعد اس سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ تاکہ وہ اپنے طور پر سوچتی رہے اور جذبوں کے ہجوم میں اُلجھتی رہے۔

لفٹ سے نکلنے کے بعد ہم لابی میں آ گئے۔ پھر وہاں سے گزرتے ہوئے پارکنگ ایریئے میں پہنچ گئے۔ میں مڈو اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں اس کی سب سے عزیز ترین ہستی میرے قبضے میں تھی اور وہ اس کی سلامتی کے لیے کتنی ہی الٹی سیدھی تدبیریں سوچ رہا تھا۔ ماسٹر لیوشے اس کے دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے سمجھا رہا تھا۔

"صبر کرو اور موقع کی تاک میں رہو۔ فرہاد نے صرف اپنی حفاظت کی خاطر رُوما پر قبضہ جما رکھا ہے۔ اس کی چالاکیوں کو سمجھنے کی کوشش کرو شاید وہ ہوٹل میں کوئی ہنگامہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی لیے وہ تمہیں ہوٹل سے دور لے جا رہا ہے۔ وہ کسی ویران علاقے میں پہنچ کر یقیناً تم سے مقابلہ کرے گا۔ یا پھر تمہیں کسی طرح اپنا پابند بنا کر تم سے دور نکل جانے کی کوشش کرے گا۔"

ماسٹر لیوشے اس سے کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت میں رُوما کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر اسٹیئرنگ سیٹ سے اُترنا چاہتا تھا۔ میں نے فوراً ہی اپنے ہاتھ سے جیکٹ اٹھا کر چاقو کی طرف اشارہ کیا جس کی نوک رُوما کی پسلی سے لگی ہوئی تھی۔ رُوما کو اس حال میں دیکھ کر وہ اپنی جگہ بیٹھا رہ گیا۔ اسے دھمکی دینے کے بعد میں رُوما کو لے کر پچھلی سیٹ پر آ گیا۔ پھر اسے اشارے سے کار آگے بڑھانے کے لئے کہا۔

کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے لگی ہوٹل کے احاطے سے نکل کر سنسان سڑک پر دوڑنے لگی۔ وہ چوہے کے سامنے بیٹھا ڈرائیو کر رہا تھا اب تک یہی ثابت کرتا آ رہا تھا کہ وہ ایک ناقابلِ شکست انسان ہے۔ انسانوں کے جنگل میں ایک خونخوار چیتا ہے جس کا ہم سے بھی بڑے بڑے شہ زور تھر تھر اجاتے ہیں۔ وہ ایک معمولی زر خرید غلام کی طرح میرے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ وہ اس وقت اتنا مجبور تھا کہ اس نے اپنی بھتیجی کو میرے پہلو میں جھوڑ دیا تھا۔ ایسا نہ کرتا تو اس کی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔

وہ اندر ہی اندر غصّے سے کھول رہا تھا۔ ڈرائیونگ کے دوران عقب نما آئینے میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ اسے اور زیادہ بھڑکانے کے لیے میں رُوما پر جھک گیا۔

اسٹیئرنگ پر اس کے ہاتھ بہک گئے۔ اس نے فوراً ہی بریک لگا کر گاڑی روک دی۔ پھر جھلا کر میری طرف پلٹنا چاہا۔ مگر ماسٹر لیوشے کی عزاتی ہوئی سوچ نے اسے ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچا تھا

تھا۔ بڑی بے بسی سے سوچ رہا تھا۔

"یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے ایک شیطان جب چاہتا ہے دماغ میں گھس کر پریشان کرتا رہتا ہے۔ دوسرا شیطان اس وقت حاکم بنا ہوا میرے سر پر سوار ہے۔ میں ان دونوں سے کیسے نجات حاصل کروں۔ ؟"

ماسٹر لیوشے نے کہا۔

"تم اپنی حماقتوں سے نئی نئی مصیبتوں کو دعوت دیتے ہو۔ میں ایک نہیں ہزار بار تمہیں سمجھا چکا ہوں کہ اپنی جسمانی طاقت پر غرور نہ کرو ایک بہت ہی چالاک دشمن سے تمہارا سابقہ پڑا ہے۔ لیکن میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ ابھی رُوما کے کمرے میں وہ تنہا تھا تمہیں پورا یقین تھا کہ تم اسے زیر کر لو گے۔ مگر کہاں گیا تمہارا یقین۔ ؟ بیوقوف گدھے۔ اتو کے پٹھے تمہاری حماقتوں سے اب وہ نکلا جا رہا ہے۔ تم دوبارہ اسے کس طرح ڈھونڈ کر نکال سکو گے ؟"

بیل منڈو نے سوچ کے ذریعے کہا۔

"میں فرہاد کے بچے کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا۔ تم میرے لیے کچھ کرو۔ صرف ایک بار رُوما کسی طرح اس کی گرفت سے نکل کر میرے پاس آجائے تو میں اسے بچ کر جانے نہیں دوں گا۔"

ماسٹر لیوشے کی سوچ نے کہا۔

"جب تک فرہاد بے نقاب نہیں ہو گا۔ اس وقت تک میں تمہاری رُوما کے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا۔ ویسے میں بھی موقع کی تاک میں ہوں اگر کچھ کر سکا تو اسے تم سے دور بھاگنے کا موقعہ نہیں دوں گا۔ گاڑی آگے بڑھاؤ دیکھو کہ وہ تمہیں کہاں لے جانا چاہتا ہے۔"

بیل منڈو نے پلٹ کر مجھ سے پوچھا۔

"اور کتنی دور جانا ہے۔ ؟ کہاں جانا ہے۔ ؟ کچھ تو بتاؤ تم کب تک گونگے بنے رہو گے فرہاد ؟ جب ہماری وحشی ایک دوسرے کے سامنے کھل چکی ہے تو پھر چھپانا کیسا۔ ؟"

میں مسکرا کر اُسے دیکھنے لگا۔ میری خاموش مسکراہٹ اسے بتا رہی تھی کہ میں زبان نہیں کھولوں گا۔ اس نے جھلا کر پھر پوچھا۔

"کچھ تو منہ سے پھوٹو۔ یہ کیوں نہیں بتاتے کہ کہاں جانا ہے۔ ؟"

میں نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ وہ آگے بڑھتا رہے۔ پیچھے پلٹ کر نہ دیکھے۔

وہ دل ہی دل میں مجھے گالیاں دینے لگا۔ ماسٹر لیوشے نے اسے حکم دیا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔ وہ آگے بڑھنے کے لیے کہہ رہا ہے آگے بڑھتے رہو کسی ویران علاقے کی طرف جاؤ۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے پھر تیزی سے ڈرائیو کرتا چلا گیا۔ اس نے سوچ کے ذریعہ ماسٹر لیوشے سے کہا۔

"میں اسی علاقے کی طرف جا رہا ہوں۔ جہاں اِس کے علاوہ دو گونگوں سے میرا سامنا ہوا تھا۔"

ماسٹر لیوشے نے کہا۔

"تقریباً تین گھنٹے پہلے وہاں ان گونگوں سے زبردست مقابلہ ہو چکا ہے۔ تمہارے تمام آدمی مارے گئے ہیں اور کچھ وہاں سے فرار ہو گئے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہاں کسی نے مرنے والوں کی لاشیں دریافت کر لی ہوں۔ اور پولیس والوں تک اس کی خبر پہنچ گئی ہو۔ اس طرف جاؤ گے تو پھر کسی نئی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ ذرا عقل سے کام لو اور راستہ بدل دو۔"

تھوڑی دیر بعد وہ راستہ بدل کر لیٹھاور جانے والی سڑک پر چلنے لگا۔ کار کی محدود فضا میں مکمل خاموشی تھی۔ ماسٹر لیوشے نے پوچھا۔

"کہاں تم چند کی طرح صرف سامنے دیکھتے ہوئے ڈرائیو کر رہے ہو؟ پیچھے کی بھی خبر لو۔ کہ وہ کیا کر رہا ہے ؟"

"میں پیچھے نہیں دیکھوں گا یہ شیطان میری غیرت کو للکار رہا ہے۔"

"تنہائی میں بے غیرتی ہو تو غیرت مجروح نہیں ہوتی۔ کیا تم نہیں جانتے کہ غیرت صرف دوسروں کے سامنے بنا سنوار کر پیش کی جاتی ہے۔ اس خوب صورت لفظ کے پیچھے صرف تمہارے جیسے چور بدمعاش اور اسمگلر چھپے رہتے ہیں۔"

"میں اس حقیقت کو خوب سمجھتا ہوں۔ لیکن رُوما کو ایک شیطان کے پہلو میں نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے مجبور نہ کرو۔"

"تم سچ مچ عقل سے کورے ہو۔ یہ نہیں سمجھتے کہ پیچھے دیکھتے رہنے سے اس کی کوئی مزوری ہاتھ آ سکتی ہے۔"

اس نے غصے سے تلملا کر کہا

"میرا تو جی چاہتا ہے کہ گاڑی کسی درخت سے ٹکرا دوں۔ اگر رُوما کو نہ بچا سکا تو اس کے ساتھ خود بھی مر جاؤں گا۔ میں ایسی ذلت کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ میں ڈرائیو کرتا جا رہا ہوں۔ ہم کتنے ہی میل کا سفر طے کر چکے ہیں۔ مگر یہ سمجھنے رکنے کے لیے نہیں کہہ رہا ہے۔"

"کہیں تو اُسے رکنا پڑے گا۔ وہ نہیں رکے گا تو پٹرول ختم ہو گا۔ گاڑی کہیں نہ کہیں ضرور رُکے گی۔ تم چلتے رہو اب میں رُوما کی خبر لے رہا ہوں۔ اسے بچانے کی شاید کوئی صورت نکل آئے۔"

اس کے بعد اس کی سوچ رُوما کے دماغ میں منتقل ہو گئی۔

"ہیلو بے بی۔ تم گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مجھے بتاؤ اس وقت کیا پوزیشن ہے۔ ؟"

وہ بتانے لگی۔ "تم نے مجھے کس مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ میں اپنی پوزیشن کیا بتاؤں ؟ اس کا چاقو ابھی تک میری پسلیوں سے لگا ہوا ہے۔ میں سانس بھی سنبھل سنبھل کر لے رہی ہوں۔"

"بے بی۔ کیا ایسی بے بسی کی موت مرنا دانشمندی ہے ؟"

"نہیں۔ موت کیسی بھی ہو مجھے ڈر لگتا ہے۔ ایسے وقت ایمان

والے خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ وہ انہیں اپنی امان میں رکھے۔ میں تمہارے جیسے شیطان سے پناہ مانگتی ہوں۔ کسی طرح مجھے بچا لو۔ تم شیطان ہو تم سے کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔"

"میں تمہیں بڑی بڑی مصیبتوں سے بچا سکتا ہوں۔ مگر افسوس کہ تم میرے حکم سے انکار کرتی ہو۔ ہوٹل کے کمرے میں تم نے میرے مشورے کے خلاف قدم اٹھایا۔ ایک ذرا سی توہین مصلحتاً برداشت نہیں کی اور غصہ دکھا کر اس مصیبت میں پھنس گئیں۔ موت تمہاری پسلیوں کے راستے تمہارے اندر سرایت کرنے آ رہی ہے۔ اگر وہ فرہاد تمہارے وجود میں سرایت کر جاتا تو کیا فرق پڑتا ؟"

"ہاں اس طرح میری جان خطرے میں نہ پڑتی۔ مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب تمہاری کسی بات سے انکار نہیں کروں گی۔ جو مشورہ دو گے بلا چون وچرا عمل کروں گی۔"

"تو سب سے پہلے اپنا رویہ بدل دو۔ فرہاد کے گلے کا ہار بن جاؤ۔ اُسے اپنی اداؤں سے یقین دلاؤ کہ تم صرف اس کے لیے پیدا ہوئی ہو اور اسی کے لیے مرو گی۔ وہ چاہے تو خنجر سے ہلاک کر دے یا اپنے دل میں بسا لے۔"

"وہ مجھے خنجر سے ہلاک کر دے گا۔ مجھ سے محبت نہیں کرے گا۔ وہ مجھے واہیات لڑکی سمجھتا ہے۔"

ماسٹر لیوشے نے اُسے سمجھایا۔

"تم نادان ہو۔ میں فرہاد کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ وہ بہت چالاک ہے۔ دشمنوں کے درمیان رہ کر عورتوں سے دور بھاگتا ہے۔ ورنہ تمہاری جیسی حسین لڑکیاں اس کی کمزوری ہیں۔ بے بی تم نے جوانی میں قدم رکھا ہے تمہیں ایک سمجھ دار لڑکی کی طرح اپنے سامنے آنے والے ہر مرد کی گہری اسٹڈی کرنی چاہیئے۔ اگر تم اس کی حرکتوں پر غور کرتیں تو تمہیں یقین ہو جاتا کہ وہ تمہیں اُوپری دل سے واہیات کہہ رہا ہے۔

تم مردوں کی فطرت کو نہیں جانتیں لفظاً سرنفرت کرنے کے باوجود کسی نہ کسی بہانے کوئی نہ کوئی چیز عورت سے چھین لیتے ہیں وہ تمہیں بہت زیادہ پسند کرتا ہے۔ مگر فی الحال حالات سے مجبور ہے میری بات کا یقین کرو۔"

"اب میں تمہاری ہر بات کا یقین کروں گی۔ اب تمہاری ہر بات میری سمجھ میں آ رہی ہے۔ بولو میں کیا کروں۔ ؟"

"پہلے اُسے اپنی محبت کا یقین دلاؤ جب وہ تمہاری طرف مائل ہو گا تو اس سے کہنا کہ وہ گاڑی کو اگر تمہارے اسکل کو اس ویرانے میں [illegible] اپنے ساتھ جہاں لے جانا چاہتا ہے لے جائے۔ اب [illegible] وہ سلوگی۔"

[illegible] چھوڑ دوں۔ ؟"

"تو پھر مر جاؤ۔" ماسٹر لیوشے نے غصے سے کہا۔

"نہیں نہیں میں مرنا نہیں چاہتی۔ تمہاری بات ذرا دیر سے سمجھ میں آئی ہے نکل اس ویرانے میں تنہا وہ کمرہ بھی پنڈی واپس پہنچ جائینگے پھر تم نہیں اطلاع دیتے رہو گے کہ میں فرہاد کے ساتھ کہاں بھٹک رہی ہوں۔ یعنی تم میرے ذریعے فرہاد کو بھی نظر میں رکھو گے اور میرے انکل کے لیے بھی اطلاعات فراہم کرتے رہو گے۔"

"گڈ۔ اب تم سمجھ دار ہو گئی ہو۔ میرے مشورے پر غور اعمل کرو۔"

وہ عمل کرنے لگی۔ اس نے سر اٹھا کر میری جانب دیکھا تو اس کا چہرہ میرے چہرے کے قریب آ گیا۔ کار کے اندر مدھم مدھم سی روشنی میں اس کے گلابی رخسار ہوئے ہوئے آنچ دینے لگے۔ گہری نیلی آنکھیں مجھے یوں دیکھ رہی تھیں جیسے دیکھتے ہی دیکھتے قربان ہو رہی ہوں۔ پھر اس نے اپنے دائیں ہاتھ کی مٹھی فضا میں یوں بلند کی جیسے خنجر تھام رکھا ہو۔ پھر اس خیالی خنجر کو اس نے اپنے سینے میں گھونپتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس طرح مار ڈالو۔ مجھے تمہارے ہاتھوں سے مر کر بڑی خوشی ہو گی۔"

میں نے اس کا ہاتھ تھام کر اس خیالی خنجر کو اس کے سینے سے نکال لیا اور گونگی زبان میں سمجھایا۔

"میں تمہیں نہیں ماروں گا۔ تم بہت حسین ہو۔ وہ ایک رومانی ڈرامے کا کردار ادا کرنے کے لیے میری طرف بڑھی تھی۔ بیچ بیچ میں اس کردار میں ڈوب گئی۔ اس کے تڑپنے اور مچلنے میں اداکاری نہیں تھی۔ خود سپردگی کی شدید خواہش تھی۔ میرا چاقو اس کی پسلیوں سے دور ہو گیا۔ جب میں اس کے لیے خنجر بن گیا تھا تو اس کے سینے میں اترنے کے لیے وہ فولادی ہتھیار بیکار ہو چکا تھا۔ ان حالات میں دنیا کی کوئی چیز مرد سے زیادہ فولاد نہیں ہوتی۔"

بہت دیر تک وہ جذبوں کی دھند میں اِدھر سے اُدھر بھٹکتی رہی اپنے آپ کو بھولتی رہی۔ کسی حد تک مجھے بھی خود کو بھولنے پر مجبور کرتی رہی۔ کار تیز رفتاری سے بھاگتی جا رہی تھی بیل منڈو نے مجبور ہو کر عقب نما آئینے کا رخ پھیر دیا تھا۔ وہ رومانی ڈرامہ میرے لیے بہت سستا اور اس کے لیے بہت مہنگا پڑ رہا تھا۔ وہ اگلی سیٹ پر ڈرائیو کرتا ہوا اور بار بار پہلو بدلتا ہوا تھوڑی دیر تک برداشت کرتا رہا پھر اس نے رُوما کو ڈانٹ کر کہا۔

"بے بی ہوش میں آؤ۔ میں یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتا۔"

رُوما نے مجھ سے ذرا الگ ہو کر ناگواری سے کہا۔

"تم اگر برداشت نہیں کر سکتے تو میں کیا کروں۔ ؟ کیا میں بے موت مر جاؤں۔ ؟"

پلٹ کر بولا۔

"تم مجھ سے ایسے لہجے میں گفتگو کر رہی ہو کیا تم بھول گئیں کہ میں غصّے کی حالت میں اپنوں کو بھی معاف نہیں کرتا۔"

"میں تو تمہاری بھتیجی ہوں۔ انکل ابھی تو تم فرہاد جیسے دشمن کو بھی معاف کرنے پر مجبور ہو۔ ہر عورت اپنا تحفظ چاہتی ہے۔ اور تم اتنے بزدل اور کمزور ہو گئے ہو کہ اپنی بھتیجی کی بھی حفاظت نہیں کر سکتے۔"

یہ بات سنتے ہی وہ غصّے سے پاگل ہو گیا جس لڑکی کو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا وہی اُسے بزدلی کا طعنہ دے رہی تھی۔ وہ غصّے سے تلملاتا ہوا اور بڑبڑاتا ہوا اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔

"میں اس گونگے کے ساتھ تمہیں بھی جہنم میں پہنچا دوں گا۔ میں تو صرف تمہاری جان بچانے کی خاطر اب تک اس گونگے کی بات مانتا آ رہا تھا۔"

یہ کہتے ہی اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھولا۔ میں اس صورتِ حال سے چند لمحوں کے لیے پریشان ہو گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس طرح اچانک ہی اس پاگل ہاتھی سے ٹکرانا ہو گا۔ مگر بھلا ہو اس شیطان کا جو دوست اور دشمن سب کے معاملات میں اپنی ٹانگ اڑا دیتا ہے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھلتے ہی ایک بیل منڈو کے ذہن کو جھٹکا پہنچا۔ اس کے دماغ میں اچانک ہی الٹی سیدھی سی بے معنی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔ اس کا دماغ ہر طرح کی سوچ سے خالی ہو گیا تھا کھوپڑی کے گنبد میں ایسی آوازیں چکرا رہی تھیں، گونج رہی تھیں اور اس کے وجود کو جھنجھوڑ رہی تھیں کہ وہ ڈگمگاتے ہوئے پیچھے کی طرف گیا۔ اور ایک درخت سے ٹکرا کر گر پڑا۔ ماسٹر یوشے کی آواز اس کے دماغ میں گونج رہی تھی۔

"نجات ہے۔ اس درخت سے ٹکرانے میں میری نجات ہے۔ اس درخت سے اپنا سر ٹکراؤں گا تو مجھے فوراً نجات مل جائے گی۔ میں ٹکرا رہا ہوں میں اپنا سر ٹکرا رہا ہوں یہی نجات کا راستہ ہے۔"

پھر اس نے جھڑم سے اپنا سر درخت سے ٹکرا دیا۔ وہ پاگل نہیں تھا مگر دماغ جو کہتا ہے۔ انسان وہی کرتا ہے۔ دماغ سے باہر انسان کی اپنی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ہماری مرضی ہے۔ تو دراصل وہ دماغ کی مرضی ہوتی ہے۔ ہم اپنے دماغ کے اندھے غلام ہیں۔ اور آنکھیں رکھتے ہوئے بھی اس کے ہر جائز اور ناجائز حکم کی تعمیل کرتے ہیں بیل منڈو نے تعمیل کی۔ پھر تکلیف کی شدت سے چیختے ہوئے دوبارہ گر پڑا۔

اس کے تڑپنے کے دوران ماسٹر یوشے نے رُوما سے کہا۔

"بے بی ہری اپ۔ فرہاد سے کہو کہ وہ فوراً اسٹیئرنگ سیٹ پر پہنچ کر ہمیں وہاں سے دور لے جائے۔ تم اپنے انکل کی فکر نہ کرو۔ میں اس کا علاج کر دُں گا۔ اور بہت جلد اسے تم سے ملا دُوں گا۔"

رُوما نے وہی بات مجھے گونگی زبان میں سمجھائی۔ ہم دونوں پچھلی سیٹ سے نکل کر باہر آئے۔ اس وقت تک بیل منڈو پھر سنبھل گیا تھا۔ کیونکہ ماسٹر یوشے رُوما کی طرف متوجہ تھا۔ رُوما کی سوچ سے اُسے پتہ چلا کہ اس کا انکل پھر سنبھل کر آ رہا ہے۔ ماسٹر یوشے پھر اس پر دماغی حملہ کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی دیر بعد اس نے اپنا سر درخت سے ٹکرا دیا۔ اس وقت تک میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ رُوما میرے پہلو میں آ گئی تھی۔ میں نے کار اسٹارٹ کی۔ گیئر بدلے پھر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا بیل منڈو سے دور ہوتا چلا گیا۔ رُوما بار بار پلٹ کر پیچھے دیکھ رہی تھی۔ اُسے اپنے انکل کی فکر تھی۔ مگر وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ کسی دم صبح ہونے والی تھی مگر ابھی رات کا اندھیرا مسلط تھا۔ میں ہیڈ لائیٹس کی روشنی سے تاریکی کو چیرتا ہوا آندھی طوفان کی طرح بڑھتا جا رہا تھا۔ رُوما کی عجیب حالت تھی۔ میری قربت سے آشنا ہونے کے بعد وہ مجھے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ نئی نویلی آرزو نے اسے بہت کچھ سمجھا دیا تھا کہ مرد کی قربت صرف اتنی نہیں ہوتی۔ اس کے آگے بھی قربت کا بہت سارا سفر طے ہوتا ہے۔ یہ تجسس اس کے ذہن میں تھا کہ کیسے ہوتا ہے؟

اس کے باوجود اسے اپنے انکل کی فکر تھی۔ وہ ایسے مقام پر تھی۔ جہاں لڑکیاں شہوتوں اور جذبوں کے درمیان اُلجھ جاتی ہیں۔ مجھ میں نہیں آ سکا کہ پھر جائیں۔ وہ اُدھر نہ جا سکی۔ اس نے دل کو سمجھا لیا کہ ماسٹر یوشے اس کے انکل کو بحفاظت ہوٹل تک پہنچا دے گا۔ یا پھر ہوا لواقعات کرنے کیلئے اس کی نمائندگی کرتا رہے گا۔

سچ بات تو یہ ہے کہ رُوما کی خوشبو سے آشنا ہو کر میں بھی اپنی کھوپڑی سے باہر ہو گیا تھا۔ حسین عورت کی قربت مرد کی سنجیدگی کو لے ڈوبتی ہے۔ اور اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو اپس پشت ڈال دیتی ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا جس وقت بیل منڈو ماسٹر یوشے کے ہاتھوں پاگل پن کا شکار ہو رہا تھا۔ اس وقت مجھے موقع سے فائدہ اٹھا کر اس کی ناک سے مائیکرو فلم نکال لینا چاہیئے تھا۔ لیکن میں اس فلم کو بالکل ہی بھول گیا تھا۔ آخر میں انسان ہوں۔ مجھ سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ یہ باتیں میں اب کہہ رہا ہوں۔ اگر اس وقت رُوما کرے کر فرار ہوتے وقت مجھے مائیکرو فلم یاد آ جاتی تو میں میلوں کا سفر طے کرنے کے بعد بھی بیل منڈو کی طرف واپس لوٹ جاتا۔ مگر رُوما جو پہلو میں تھی سمجھ رہی تھی کہ میری منزل آگے کسی ہوٹل کا کمرہ ہے۔ جہاں میں اس کے ساتھ تنہائی کے رنگین یادگار لمحات گذار سکتا ہوں۔

صبح ہوتے ہی ہم پشاور پہنچ گئے۔ رُوما پچھلی رات اپنی نیند پوری کر چکی تھی۔ میرے ہوٹل پہنچنے پر بیدار ہوئی تھی۔ اسی لیے وہ تازہ دم تھی۔ اور نیند سے زیادہ اسے میری ضرورت محسوس کر رہی تھی۔ لیکن میں کچھ تھکن سی محسوس کر رہا تھا۔ اگر رُوما میرے پہلو میں نہ ہوتی تو میں فوراً ہی ہوٹل کا کمرہ کرائے پر لے کر آرام سے سونے کی کوشش کرتا۔ مگر میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ ایک طرف رُوما اور دوسری طرف بیل منڈو اور ماسٹر یوشے مجھے جاگتے رہنے پر مجبور کر رہے تھے۔

ماسٹر یوشے کی حالت بھی بُری تھی۔ وہ وقت پر سونے اور جاگنے کا عادی تھا۔ دشوار مرحلوں سے گذرنے کے دوران بھی وہ اپنے اصولوں کے مطابق کھاتا پیتا اور سوتا جاگتا تھا۔ لیکن پچھلی رات سے میں اُسے جاگنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اور وہ اس بات پر چراغ پا تھا وہ سونے کا پروگرام بناتا تھا۔ مگر پھر کوئی ایسی سچویشن سامنے آ جاتی تھی جس کے پیشِ نظر وہ اندازہ کر لیتا تھا کہ اب میں اس کی گرفت میں آنے والا ہوں اور پھر میں ہاتھ آتے آتے نکل جاتا تھا۔ اب وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔

"بڑی مشکل سے بڑی جنگوں کے دوران بھی سستانے اور آرام کرنے کا وقت مقرر کر لیا جاتا ہے۔ مگر ہم اصولوں کے خلاف ایک دوسرے سے اُلجھے جا رہے ہیں۔ اگر نہانے اور سونے کا وقت مقرر نہیں ہو گا تو بے آرامی اور بے چینی کے باعث ذہنی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اب اس فراد کے بچے کو کسی مقام پر ٹھہر جانا چاہیئے۔ میں دیکھوں گا کہ یہ کہاں جا کر رکتا ہے اس کے بعد میں کوئی تدبیر کروں گا۔"

میں نے ہوٹل انٹرکان کے سامنے پہنچ کر کار روک دی۔ میں بھی چاہتا تھا کہ آرام کا موقع ملے۔ لیکن یہ اندیشہ بھی تھا کہ ماسٹر یوشے نے رُوما کے ذریعے اگر مجھے غافل یا پاتا تو آرام کے وقفے کو بھول کر مجھ پر چڑھ دوڑے گا۔ ہوٹل کا ایک کمرہ حاصل کرنے کے بعد جب ہم لفٹ کے ذریعے اوپر جانے لگے تو اس وقت میں دماغ کی اسکرین پر ماسٹر یوشے اور بیل منڈو کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بیل منڈو سے کہہ رہا تھا۔

"تم وہاں کسی گاڑی والے سے لفٹ حاصل کر واور آگے کسی شہر میں ہوٹل انٹرکان ہے۔ وہاں پہنچو۔ وہاں کمرہ نمبر ۶۰۷ میں تمہاری رُوما موجود ہے مگر کبھی تم اس کے آگے نہ جانا....."

بیل منڈو نے جھلا کر کہا۔

"یہ تم الٹی سیدھی حرکتیں کیوں کر رہے ہو۔ جب مجھے رُوما سے ملنا ہی تھا تو اس سے الگ کیوں کیا۔؟ اب اسکا پتا بتا کر کہہ رہے ہو میں اس کے سامنے نہ جاؤں معلوم ہوتا ہے فراد تمہیں بھی پاگل بنا رہا ہے۔ تمہارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم کرتا جا رہا ہے۔"

ماسٹر یوشے نے کہا

"تم اپنے اوپر کچھ بھی سوچ لو فی الحال میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ تمہیں بھی آرام کرنے کا مشورہ دے رہا ہوں۔ ہوٹل کا ایک کمرہ حاصل کرو اور اطمینان سے سو جاؤ۔ جب تم تازہ دم ہو کر اُٹھو گے تو پھر میں تم سے راطہ قائم کروں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے راطہ ختم کر دیا اب میں سمجھ رہا تھا کہ وہ رُوما کے دماغ میں موجود ہو گا اور اسے مشورہ دے گا کہ وہ مجھے ہوٹل کے کمرے میں تمام دن بہلاتی رہے لیکن ہوٹل کے کمرے میں پہنچتے ہی ماسٹر یوشے نے اس سے کہا۔

"بے بی بہت زیادہ بھاگ دوڑ ہو چکی ہے۔ اب تمہیں بھی چند گھنٹوں کے لیے آرام سے سو جانا چاہیئے۔"

اس کی بات سُن کر رُوما نے مجھے دیکھا۔ میں اس کی سانسوں کے قریب تھا کمرے میں تنہائی تھی اور جذبوں کا ایک ہجوم تھا۔ وہ بولی۔

"میں ابھی سونا نہیں چاہتی۔ پہلے تو تم کہہ رہے تھے کہ مجھے اپنی اداؤں سے اسے لبھانا چاہیئے۔ اب سونے کے لیے کیوں کہہ رہے ہو؟"

"جس حد تک اسے لبھانا تھا۔ اس حد تک تم نے اُسے اپنا دیوانا بنا لیا ہے۔ تم نے اپنے انکل کو چھوڑ کر اور اس کی تنہائی کی ساتھی بن کر اسے بڑی حد تک متاثر کیا ہے۔ اب وہ ایک پروانے کی طرح تمہارے آس پاس منڈلا رہے گا۔ اس لیے ابھی اتنا ہی ساتھ کافی ہے اسے اپنے لیے تڑپنے دو اور یہ کہہ کر سو جاؤ کہ تمہیں زور کی نیند آ رہی ہے۔"

"مگر مجھے نیند نہیں آ رہی ہے اور میں فرہاد کو چھوڑ کر سونا بھی نہیں چاہتی۔"

"تم سو جاؤ گی بے بی۔ کیونکہ چند گھنٹوں کے لیے میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں۔ اگر اس دوران فرہاد تمہارے ساتھ رہا تو میری عدم موجودگی میں نہ جانے ہمارے لیے اور کتنی پریشانیوں کا سامان کرے گا۔ میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا۔ ابھی وہ تمہارے جال میں ہے۔ اسے جال میں تڑپتے رہنے دو۔ سو جاؤ۔ سو جاؤ۔ دیکھو تمہارے اندر جو ایک نامعلوم غبار ہے۔ وہ جمائی کی صورت میں باہر نکل رہا ہے۔ کیسی تھکن سی محسوس ہو رہی ہے۔ ایسے وقت میں جی چاہتا ہے کہ فوم کے ملائم بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں....."

ماسٹر یوشے اس کے جاگتے ہوئے ذہن کو نیند کی طرف مائل کر رہا تھا۔ میں رُوما کی گداز باہوں کو تھام کر اسے جھنجھوڑنے لگا اور گونگی زبان میں پوچھنے لگا۔

"کیا تم سونا چاہتی ہو۔؟"

اس نے نیند سے بوجھل پلکیں اٹھا کر مجھے بڑی بے بسی سے دیکھا۔ وہ بہت مجبور تھی۔ اس حقیقت کو سمجھتی تھی کہ اگر سونے سے انکار کرے گی تو وہ شیطان اسے بھی ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر دے گا۔ وہ ملائم بستر کے سرے پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"ہاں میں تھوڑی دیر کے لیے سونا چاہتی ہوں تم کچھ خیال نہ کرو میں تو تمہاری ہوں۔ ہمیشہ تمہارے پاس رہوں گی۔ ابھی ذرا سو لینے دو۔"

اس نے بڑی عاجزی سے میرے ہاتھوں کو تھام لیا۔ ماسٹر یوشے واقعی شیطان تھا۔ میرے سامنے شراب کی ایک بھری ہوئی بوتل کھول کر اُسے پھر مجھ سے دور لے جا رہا تھا۔ تاکہ میں اس سے ۔ ۔ ذوں اور اس کے بیدار ہونے اور اسے دوبارہ حاصل کرنے کے

انتظار میں اچھا خاصہ وقت گذار دوں۔

وہ رُوما کو سُرانس میں لاکر سُلا رہا تھا۔ رُوما میرے سامنے بستر پر لیٹی آہستہ آہستہ آنکھیں بند کررہی تھی۔ بچھونے کی ملائم سطح پر اس کا زخم زدہ بدن کہیں دھنس رہا تھا اور کہیں اُبھر رہا تھا اور میرے صبر کو آزما رہا تھا۔ اسے نیند کی دنیا سے واپس لانا میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ لیکن وہ شیطان ایک عامل کی حیثیت سے اس پر مسلط ہو رہا تھا۔ میں مداخلت نہیں کرسکتا تھا۔ مداخلت کرنے کا انجام یہ ہوتا کہ وہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے واقف ہوجاتا لہٰذا میں نے صبر کرلیا۔

جب وہ سوگئی تو میں ایک چیئر پر آکر بیٹھ گیا۔ اور ایک سگریٹ سلگاتے ہوئے۔ ماسٹر لیوشے کے اقدامات کو سمجھنے لگا۔ وہ رُوما کے سونے کے بعد بھی تھوڑی دیر تک اس کے دماغ میں موجود رہا۔ یہ انتظار کرتا رہا۔ کہ شاید میں اسے جھنجھوڑ کر جگا دُوں گا۔ لیکن میری طرف سے خاموشی دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ میں صبر کررہا ہوں اور اس حسینہ کے جاگنے کا انتظار کررہا ہوں۔ وہ شیطان میرے سونے کا انتظار نہیں کرسکتا تھا۔ وہ خود اپنی عادت کے مطابق اپنی نیند پوری کرنے کے لیے اپنے آلہ کاروں کو سلا رہا تھا اسے اطمینان تھا کہ بیل منڈو اس کے حکم کے خلاف اس کمرے کی طرف نہیں آئے گا۔ اور نہ ہی میں رُوما سے پوری طرح فیضیاب ہونے سے پہلے وہ جگہ چھوڑ کر جاؤں گا۔ لہٰذا وہ سونے کے لیے اپنے بیڈ روم میں آگیا۔ اپنے بستر پر لیٹ کر اس نے گہری نیند سونے کے لیے وہی عمل کیا جو میں کرتا ہوں۔ وہ اپنے دماغ کے چاروں طرف ایک نادیدہ آہنی فصیل کھڑی کررہا تھا۔ اور اپنے ذہن کو ہدایت دے رہا تھا کہ ٹھیک تین گھنٹے کے بعد اس کی آنکھ کھل جائے۔

چند سیکنڈ کے بعد ہی میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے خیال کی پہنچ سے دُور نکل گیا ہے۔ میری سوچ کی لہروں نے بڑی خاموشی سے اسے تلاش کیا مگر وہ نہیں ملا وہ کہاں گیا۔؟ ہم صرف مرنے والوں کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتے۔ میں یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ بھی مرچکا ہے۔ وہ زندہ تھا اسی دنیا میں تھا لیکن میری سوچ کی گرفت سے باہر ہوگیا تھا۔

میں فوراً ہی اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ یہ اچھا موقع تھا۔ میں اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر کسی نہ کسی طرح اس کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا۔ یہ سوچ کر میں کمرے سے باہر آگیا۔ رُوما کو تنہا سوتا چھوڑ کر میں بار کنگ ایریئے میں آیا۔ پھر وہاں سے کار ڈرائیو کرتا ہوا کسی ویرانے کی تلاش میں نکل گیا۔

ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ایک دوسرے کے دماغ میں بچل مچا سکتے ہیں اور اپنے علم کی قوت سے اُسے بھی تابع فرمان بنا سکتے ہیں۔ ایک بار میں ایسا کرچکا ہوں۔ انجانے میں ماہ جبیں صنوبر میری طرح ٹیلی پیتھی جانتا تھا جب وہ اپنے ماسٹر

ٹیبل کے مطابق سوگیا تھا اور جب مجھے یقین ہوگیا تھا کہ اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھی سو رہی ہیں تو میں اسے اپنا معمول بنانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ پھر اسے اپنا معمول بنانے کے بعد اسے ہمیشہ کے لیے سُلا دیتا۔ اب ایک عرصے کے بعد مجھے ماسٹر لیوشے کی غفلت کا علم بھی ہوگیا تھا مجھے اپنی صلاحیتوں کو آزمانے کا موقع مل رہا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ میں اس کے شیطانی دماغ پر حکومت کرسکتا ہوں یا نہیں۔؟

وہاں سے چالیس میل دور پہنچ کر میں نے سوات جانے والی سڑک کو چھوڑ دیا اور ایک کچے راستے پر ڈرائیو کرتا ہوا ایک پہاڑ کے دامن میں آگیا۔ میرے آس پاس اونچے نیچے ٹیلے تھے۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا میں کار سے اتر کر پیدل ان ٹیلوں کے درمیان سے گذرنے لگا۔ ایک جگہ ایک بڑا سا پتھر نظر آیا۔ میں شمال کی جانب رُخ کرکے اس پر بیٹھ گیا پھر آنکھیں بند کرکے مراقبے میں ڈوب گیا۔

میں چند لمحوں تک اپنی مختلف سوچوں کو کنٹرول کرتا رہا۔ اپنے ذہن کو ایک مرکز پر لاتا رہا۔ وہ مرکز ماسٹر لیوشے کا دماغ تھا۔ میری سوچ کی لہریں وہاں تک پہنچنے کی کوشش کررہی تھیں۔ مگر پہنچ نہیں پا رہی تھیں۔ پہلے تو میں نے یہ سمجھا کہ میری سوچ ابھی میرے قابو میں نہیں ہے۔ ذرا سی بے لگام ہوکر اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہے۔ لیکن جب میں نے بہت زیادہ کوشش کی اور سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچانا چاہا تو اچانک ہی میرے دماغ میں روشنی کے جھماکے سے ہونے لگے مجھے یوں لگا جیسے میری سوچ کی جلتی ہوئی تیز شعاؤں سے ٹکرا رہا ہوں۔ اس کی ناقابل برداشت روشنی میری دماغی بصارت کو نقصان پہنچا رہی تھی۔ میں نے اک دم سے مراقبہ توڑ کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ میں اپنی صلاحیتوں کے زعم میں یہ بھول گیا تھا کہ وہ شیطان ٹیلی پیتھی کی بہت بڑا عالم ہے۔ جلتے ہوئے سورج سے آنکھیں ملانا ہے۔ اس کا دماغ بھی اسی طرح جلتے ہوئے آگ کا گولہ ہوگا۔ جس پر سورج کبھی نہیں ڈوبتا۔ ایک جگہ ڈوبنے کے بعد دوسری جگہ اُبھرتا ہے۔ اسی طرح اسکا دماغ بیداری کی دنیا سے ڈوب کر نیند کی وادی میں اُبھرا ہوا تھا۔ کسی کی بھی خیال خوانی کی صلاحیتیں اس آگ کے گولے تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ میری سوچ کی لہریں بھی وہاں تک پہنچ کر جھلس رہی تھیں۔ اس لیے میں واپس آگیا۔

میں اپنا سر تھامے بہت دیر تک خاموش بیٹھا۔ ہار دینے کی کوشش کرتا رہا کہ اس شیطان سے کیسے نجات حاصل ہوگی۔ اگر وہ دو بھی تک مجھے محکوم نہیں بنا سکتا تھا۔ لیکن اس کی حیرت انگیز صلاحیتوں کو دیکھ کر یہ جھٹکا لگ گیا تھا کہ کسی نہ کسی دن میں اس کے شکنجے میں آجاؤں گا۔

ایسے وقت مجھے اپنی وہی غلطی نظر آئی کہ میں عورت کی قربت سے بالکل ہی ناکارہ بن جاتا ہوں۔ رُوما کو اپنے ساتھ لگا لانے کی کیا ضرورت تھی جب میں بیل منڈو کو پیچھے چھوڑ آیا تھا اسی طرح اس کی بھتیجی کو بھی اسی طرح تنہا تک کرسکتا تھا۔ لیکن دل پھینک کی عادت ہوگئی تھی اسی لیے

وہ سعید احمد کی بات کا یقین کرلیگا۔ پھر انہیں ذہنی اذیتیں نہیں پہنچائے گا۔ البتہ شبہ کے طور پر یہ کبھی کبھی چپ چاپ ان کے ذہن میں جھانکتا رہے گا۔ صرف یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کہیں وہ چوری چھپے مجھ سے ملاقاتیں تو نہیں کرتے ہیں؟ بہرحال اب وہ مائیکرو فلم میں سعید احمد کے حوالے کرکے اپنے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا۔

اس مقصد کے لیے میں نے بیل منڈو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اسے کئی گھنٹوں کے بعد لفٹ ملی تھی۔ وہ ایک ٹرک کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اس کے دائیں طرف ڈرائیور تھا۔ اور بائیں طرف ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ اور اس کی ریوالور کی نال بیل منڈو کی پسلی سے لگی ہوئی تھی۔ وہ لفٹ حاصل کرتے ہی ایک نئی مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے۔ میں نے سوچا کہ اس وقت ماسٹر لیوشے گہری نیند سو رہا ہے۔ اگر میں بیل منڈو سے سوچ کے ذریعے گفتگو کروں گا تو ماسٹر لیوشے کو اس کی خبر نہیں ہوگی۔ میں نے احتیاطاً اپنی رسٹ واچ کو دیکھا۔ گھڑی تبا رہی تھی کہ ماسٹر لیوشے ابھی پونے دو گھنٹے تک گہری نیند سوتا رہے گا۔ اس کی طرف سے مطمئن ہوکر میں بیل منڈو کے لیے وہی نادیدہ شیطان بن گیا۔ اور اس کے دماغ پر دستک دینے لگا۔

"ہیلو بیل منڈو۔ تمہاری سوچ سے پتہ چل رہا ہے کہ تم ایک ٹرک کی سیٹ پر دو آدمیوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ہو۔ تمہارے بائیں جانب جو شخص ہے اس نے تمہاری پسلیوں سے ریوالور لگا رکھا ہے۔

ایک کرا سے سینے سے لگا لیا۔ دوسرے لفظوں میں اپنی موجودہ کو اور آگے بڑھا دیا۔ ماسٹر لیوشے اس لڑکی کے ذریعے مجھے اپنی رکھے ہوئے تھا اگر میں رُوما کو چھوڑ دیتا تو اس شیطان سے چھوٹ جاتا۔ وہ رُوما اور بیل منڈو کے ذریعہ مجھے تلاش کرتا ہی اور میں اس کی نظروں سے روپوش ہوجاتا۔

اب بھی موقع تھا رُوما اور ماسٹر لیوشے سو رہے تھے۔ اور بیل منڈو جاگ رہا تھا کہ اس وقت میں کہاں ہوں؟ اور کیا کررہا ہوں؟ ماسٹر گھنٹے کے لیے نیند کی دنیا میں کھویا ہوا تھا۔ ایک گھنٹہ گذر اپنی حفاظت کے لیے ابھی دو گھنٹے باقی تھے۔ میں ان سے ملتا تھا مگر اس سے پہلے مجھے ایک اہم فرض ادا کرنا تھا۔ منڈو سے مائیکرو فلم حاصل کرنا لازمی تھا۔

ڈائریکٹر جنرل سعید احمد صاحب اس فلم کے انتظار میں اپنے کئے ہوئے تھے۔ انہوں نے میری خاطر روپوشی اختیار کی ہوئی تھی۔ بانہ کرتے تو ماسٹر لیوشے انٹیلی جنس کے دوسرے آفیسرز کی طرح ں کو بھی اپنے کنٹرول میں کرلیتا اور ان کے ذریعے مجھ تک پہنچتے تھا۔ اب میں چاہتا تھا کہ جلد از جلد اس مائیکرو فلم کا قصہ ختم کردوں۔ احمد کے حوالے کرکے ان سے بھی اپنا نامعلوم مدت کے لیے کروں کیونکہ جب مائیکرو فلم انٹیلی جنس والوں کے ہاتھ لگے ہے معلومات حاصل کرے گا کہ اس فلم کو تکنیک تک پہنچانے ہیں۔ ظاہر ہے سعید احمد اپنے کسی آفیسر سے لگے اور ماسٹر لیوشے مخاطب ہونے والے آفیسر کے دماغ سے دماغ تک پہنچ جائے گا۔ پھر معلومات حاصل کرنے کے لیے میں مبتلا کردے گا۔

سعید احمد سے یہی پوچھے گا کہ انہوں نے وہ مائیکرو فلم کہاں سے

ہدایت کے مطابق سعید احمد جواب دیں گے کہ فرہاد نے فون کیا تھا کہ فلاں جگہ پہنچ جائیں وہاں انہیں ایک بہت فلم ملے گی۔

ماسٹر لیوشے یہ معلوم کرنے کی کوشش کریگا کہ میں کن ذرائع رابطہ قائم کیا کرتا ہوں اس سلسلے میں سعید احمد کا جواب نے ان سے آخری بار رابطہ قائم کیا تھا اور فیصلہ کن لہجے روپوش ہوگیا ہے کہ اب نہ کبھی ان کا سامنا کرے گا اور نہ ہی سے رابطہ قائم کریگا۔

لیوشے میری چالاکیوں سے اچھی طرح واقف تھا۔ اب تک ماضی سے بچا آیا تھا اس طرح ناچتے ناچتے وہ سمجھ گیا تھا کہ میں سے اپنے خون کے رشتوں سے بھی ناطہ توڑ لیتا ہوں۔ سے تعلقات کیوں نہیں توڑ سکتا۔

یہ سب کیسے ہوا مجھے فوراً بتاؤ۔"

بیل منڈو اپنی رپورٹ پیش کرنے لگا۔ اس نے شیطان کو غصہ دکھاتے ہوئے کہا "وہ شیطان کے بچے میں تمہاری وجہ سے نئی نئی پریشانیوں کا شکار ہو رہا ہوں۔ اگر اس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں ہوتا تو بہت پہلے ہی میں اس کا کچومر نکال کر رکھ دیتا۔"

میں نے اسے تسلی دی۔

"پریشان نہ کرو۔ جو لوگ میری وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ میں ہر حال میں ان کی حفاظت کرتا ہوں۔ کیا تم نے دیکھا نہیں تمہاری رُوما فرہاد کے چاقو کی زد میں تھی۔ اس وقت تمہاری کوئی تدبیر اور جسمانی قوت کام نہیں آسکی تھی۔ تمہاری بھتیجی کو بچانے کے لیے میں نے چال چلی۔ میں نے تمہیں تھوڑا سا نقصان پہنچایا اور فرہاد کو موقع دیا کہ وہ رُوما کو لے کر نکل جائے۔"

بیل منڈو کی جھنجھلاہٹ ہوئی سوزج نے کہا۔

"میں اس نمک حرام لڑکی کا نام تک نہیں سننا چاہتا۔ میں نے بیٹی بنا کر بچپن سے اس کی پرورش کی۔ میں اس خوشی فہمی میں مبتلا تھا کہ چور اُچکے بدمعاشوں کی اس دنیا میں ایک معصوم لڑکی بے غرض ہو کر مجھے دل و جان سے چاہتی ہے۔ لیکن وہ جان بچانے کے لیے فرہاد پر مرمٹی اور مجھے بزدلی کے طعنے دینے لگی۔"

میں نے ماسٹر یوشے کے انداز میں کہا۔

"تم اوّل درجے کے گدھے ہو۔ بیوقوف تم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ رُوما نے مصلحتاً تم سے گستاخی کی ہے۔ میں نے اسے سکھایا تھا کہ اگر وہ دشمن بن کر تمہیں بزدلی کے طعنے نہیں دے گی تو فرہاد کو اس کی دوستی کا یقین نہیں ہوگا۔ رُوما تمہیں بچپن سے چاہتی ہے اور اب بھی تمہارے لیے پریشان ہے۔"

"کیا واقعی۔؟" بیل منڈو سوچنے لگا۔ "ہاں میری رُوما میرے لیے جان بھی دے سکتی ہے اب میری سمجھ میں آیا کہ وہ تمہاری شیطانی تدبیر پر عمل کر رہی تھی۔ میں اس سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس وقت غصے میں آگیا تھا۔"

"تمہیں غصہ دکھانے کے سوا اور کچھ نہیں آتا۔ بہرحال اب اپنے بچاؤ کی فکر کرو۔ مجھے بتاؤ کہ وہ ٹرک کس راستے پر چل رہا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ میں اس علاقے میں پہلی بار آیا ہوں۔"

"کسی انجانے علاقے میں پہنچ کر تم لوگوں کو اپنا دشمن کیوں بنا لیتے ہو؟"

"میں نے جان بوجھ کر دشمن نہیں بنایا ہے۔"

"تو پھر اس نے تمہیں ریوالور کی زد پر کیوں رکھا ہوا ہے۔؟"

بیل منڈو ایک گہری سانس لے کر سوزج کے ذریعہ کہنے لگا۔

"ٹرک کے کنارے جہاں تم نے مجھے پاگل بننے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہاں فرہاد اور رُوما کے جانے کے بعد میں تنہا رہ گیا تھا۔ اور لفٹ حاصل کرنے کے لیے لمبی گاڑی کا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک انتظار کرتا رہا گاڑیاں آتی تھیں میں ہاتھ اٹھا کر انہیں رکنے کا سگنل دیتا تھا لیکن وہ قریب آکر تیزی سے گذر جاتی تھیں۔ میری جگہ کوئی حسین لڑکی ہوتی تو اسے لفٹ دینے کے لیے گاڑیاں ایک قطار میں کھڑی ہو جاتیں۔ اپنی ناکامی پر مجھے غصہ آنے لگا۔ آخر کب تک گزارہ کرسکتا تھا۔ مجبور ہو کر میں نے ایک ٹوٹے ہوئے درخت کی طرف دیکھا درخت چھوٹا سا تھا اسے بڑی محنت سے کھینچتے ہوئے ٹرک پر لے آیا اور راستے میں رکاوٹ کھڑی کر دی اس وقت ایک ٹرک دور سے ہارن بجاتا ہوا آنے لگا میں بیچ ٹرک پر آگیا اور دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر چیلنج کے انداز میں کھڑا ہو گیا کہ اب یہاں سے گذر کر دکھاؤ۔ میرا یہ چیلنج مجھے بڑا مہنگا پڑا۔ ٹرک والوں نے سمجھا کہ میں پولیس کا آدمی ہوں ٹرک کی تلاشی لینے کے لیے میں نے راستے میں رکاوٹ کھڑی کر دی ہے پہلے تو وہ اس خیال سے ٹرک سے اتر آئے کہ شاید میرے ساتھ پولیس کے مسلح جوان ہوں گے جو اِدھر اُدھر چھپے ہوئے ہوں گے۔ پھر مجھے تنہا دیکھ کر ایک شخص نے ریوالور نکال لیا اور مجھ سے کہا کہ میں درخت کو راستے سے ہٹا دوں ریوالور کو دیکھ کر مجھے مجبوراً اس کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ ڈرائیور نے اس شخص سے کہا۔

"یہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے کوئی تنہا شخص اس طرح رکاوٹیں کھڑی نہیں کرتا کیا یہ پولیس کا آدمی نہیں ہوسکتا۔؟"

اس شخص نے تائید میں سر ہلا کر کہا

"ہاں اس آدمی پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہم اسے یہاں چھوڑ کر آگے بڑھیں گے تو یہ اگلے تھانوں میں کسی طرح اطلاع پہنچا دے گا کہ فلاں نمبر کا ٹرک روک لیا جائے اس کے بعد ہمارے اور بھی ٹرک آنے والے ہیں اس ایک ٹرک کی وجہ سے وہ سب بھی پولیس کی نظروں میں آجائیں گے۔" ڈرائیور نے مشورہ دیا "اسے یہیں ختم کر دینا چاہیئے۔"

"اسے ختم کر دینا تو آسان ہے لیکن ہم اس کی لاش کہاں چھپائیں گے بہتر ہے کہ ہم اسے اپنے ساتھ سرحد پار لے جائیں وہاں اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ کیا جائے گا۔"

انہوں نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد مجھے ٹرک میں بیٹھنے کے لیے کہا اور اب میں ان کے درمیان یہاں بیٹھا ہوں۔ انہوں نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے ذرا بھی شور مچایا تو وہ خود کو خطرے میں ڈالنے سے پہلے مجھے ہلاک کر دیں گے۔ صبح ہوتے ہی ہم پولیس سے گذر چکے ہیں اس وقت میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کس راستے پر چل رہے ہیں۔"

میں نے بیل منڈو کو مشورہ دیا کہ وہ ڈرائیور سے بات کرے بیل منڈو نے ڈرائیور کو مخاطب کرتے ہوئے ایک سگریٹ کی خواہش ظاہر کی مجھے ڈرائیور کی آواز سنائی دی وہ ڈانٹ کر کہہ رہا تھا۔

"چپ چاپ بیٹھے رہو۔ ابھی تمہاری کوئی خواہش پوری نہیں ہوگی۔ ہاں ذبح کرنے سے پہلے تمہیں اچھی طرح کھلا پلا دیا جائے گا۔"

ڈرائیور کے باتیں کرنے کے دوران میں اس کے دماغ تک پہنچ گیا وہ ڈرائیونگ کے دوران ونڈ اسکرین کے باہر دیکھ رہا تھا جو کچھ اس کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں وہی اس کا دماغ سوزج رہا تھا کہ وہ جس راستے سے گذر رہا ہے وہ راستہ کیسا ہے اور آس پاس جو بستیاں ہیں درخت ہیں اور چھوٹی چھوٹی آبادیاں گذرتی جا رہی ہیں وہ کیسی چھوٹی آبادیوں میں ٹرک کے کنارے قہوہ خانے ہیں اور جو کچھ بھی ہے اس کی سوزج کو پہچانتے ہی پتہ چل گیا کہ وہ اسی راستے سے گذر رہے ہیں جہاں سے گذر کر میں یہاں تک آیا ہوں۔ میں پتھر سے اتر کر ٹرک کا رُخ طرف چلنے لگا۔ اور بیل منڈو کو سمجھانے لگا۔

"تم ٹھیک راستے پر جا رہے ہو۔ آگے جا کر ایک مقام پر فرہاد سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ میں ٹرک کے اسی حصے میں ڈرائیور کو مجبور کروں گا کہ وہ گاڑی روک دے اس دوران ریوالور والے کی توجہ بھٹکتے ہی تم اس سے نمٹ لینا۔"

بیل منڈو محتاط ہو کر بیٹھ گیا پُرکار کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور اس کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ایک ٹیلے پر چڑھ کر ٹرک کی جانب دیکھا۔ مجھے اس ٹرک پر ایک ٹرک گذرتا ہوا دکھائی دیا۔ اب مجھے معلوم کرنا تھا کہ یہ وہی ٹرک ہے یا نہیں۔ کیونکہ ٹرک میں جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ اتنی دور سے نظر نہیں آسکتے تھے اپنے مطلوبہ ٹرک کو صرف دماغی بصارت سے پہچان سکتا تھا۔

میں نے پہچاننے کی خاطر ڈرائیور کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ فوراً اس کی سوزج میں کہا۔

"اوں ہونہہ۔ میرے پاؤں کانپ رہے ہیں۔ ارے ارے میرا پیر بریکر سے ہٹ رہا ہے۔ میرے ہاتھوں میں اسٹیرنگ بہک رہا ہے۔۔۔"

اس کے ساتھ ہی میں نے دور سڑک پر دیکھا وہ ٹرک ڈگمگا رہا تھا پھر وہ اچانک ہی رُک گیا۔ وہ ایک جھٹکے سے اس طرح رکا تھا کہ اگلے بیٹھنے والے ڈیش بورڈ سے ٹکرا گئے تھے۔ بیل منڈو پہلے ہی ہوشیار بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے فوراً ہی اس شخص کا ریوالور والا ہاتھ پکڑ کر اوپر کو اٹھا دیا۔ پھر پہلو بدل کر اس کے منہ پر ایک کھڑی ہتھیلی جما دی پہلے وہ شخص ڈیش بورڈ سے ٹکرایا تھا۔ وہاں سے زخمی ہو کر سنبھلنے کی کوشش کی تو بیل منڈو کے ایک ہی ہاتھ نے اس کے ذہن کو جھٹکوں میں گم کر دیا۔ ڈرائیور نے اس پر جھپٹنا چاہا تو اس کا بھی یہی حشر ہوا۔ صرف دس منٹ میں اس نے دونوں کو بے ہوش کر دیا پھر اس نے اسے حکم دیا کہ وہ دونوں کو ٹرک کے پیچھے لے جا کر ڈال دے۔

ٹرک کے پیچھے سامان بھرا ہوا تھا۔ اس نے بڑی مشکل سے جگہ بنا کر ان دونوں کے لیے دروازہ کھول دیا۔ اس نے مجھ پر ایک نظر ڈالی وہ رُوما کے متعلق بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ لیکن مصلحتاً خاموشی سے بیٹھ گیا۔ میں کار کو تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اسی جگہ واپس جانے لگا۔ جہاں بیٹھ کر میں نے افطار کیا تھا۔ اور ماسٹر یوشے کے ذہن تک پہنچنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ وہ جگہ اس قدر ویران اور سنسان تھی کہ وہاں دونوں کے درمیان کوئی مداخلت کرنے والا نہ ہوتا۔ جب میں پکے راستے پر گاڑی کو موڑنے لگا تو اس نے اشارے سے پوچھا۔

"تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔؟ رُوما کہاں ہے۔؟"

میں خاموشی سے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا رہا۔ لیکن سوزج کے ذریعہ ماسٹر یوشے بن کر میں نے اس سے کہا۔

"چپ چاپ بیٹھے رہو۔ وہ تمہیں جہاں بھی لے جا رہا ہے۔ وہاں وہ تنہا رہے گا۔ تم اس کی اچھی طرح پٹائی کر کے اپنی حسرت پوری کر لینا۔"

وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کے درمیان کار لے جا کر روک دی۔ بیل منڈو کار سے باہر نکل کر اپنے اطراف کا جائزہ لینے لگا۔ میں بڑی خاموشی سے ایک پتھر کی طرف بڑھتے ہوئے سوزج کے ذریعے اس سے کہنے لگا۔

"تم چپ چاپ کھڑے رہ کر فرہاد کو دیکھتے رہو کہ وہ کیا کر رہا ہے۔؟"

میں پہلے جس پتھر پر بیٹھا ہوا تھا وہیں پہنچ کر بیٹھ گیا۔ پھر اپنے چہرے سے ماسک اتارنے لگا۔ بیل منڈو بڑی خاموشی اور دلچسپی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ ماسک اتارنے کے بعد میں نے اپنی آنکھوں سے آئی لنس بھی نکال لئے پھر انہیں بڑی احتیاط سے پتھر پر رکھنے کے بعد اسے دیکھ کر مسکرانے لگا بیل منڈو نے میری طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو یہ تمہارا اصلی چہرہ ہے۔"

میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ہاں! تمہارے سامنے فرہاد کا اصلی چہرہ ہے۔ اپنے اس نادیدہ شیطان سے کہو کہ وہ تمہارے ذریعے میری آنکھوں میں جھانکے اور تمہاری طرح مجھے بھی ذہنی طور پر غلام بنا لے۔"

وہ مجھ سے چار قدم کے فاصلے پر آکر رُک گیا۔ پھر میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوزج کے ذریعے ماسٹر یوشے کو پکارنے لگا۔

"شیطان۔ تم کہاں ہو۔؟ تم نے کہا تھا کہ اگر میں فرہاد کی آنکھوں میں جھانکوں گا اور اسے باتیں کرنے پر مجبور کروں گا تو تم اس کے دماغ کو کنٹرول کر لو گے۔"

سوزج کے ذریعے اتنا کہنے کے بعد وہ ماسٹر یوشے کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ مگر وہ شیطان تو سو رہا تھا۔ اسے جواب کہاں سے ملتا؟

میں نے پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا ہوا بیل منڈو۔ کیا میرے سامنے آتے ہی تمہارا وہ شیطان

بھاگ گیا ہے؟"

بیل منڈو نے سر ہلا کر کہا

"ہاں میں نے بہت پہلے اپنے بزرگوں سے سُنا تھا کہ ایک شیطان کے سامنے دو سر اشیطان نہیں ٹھہرتا۔ میں حیران ہوں کہ وہ میرے دماغ سے کہاں غائب ہوگیا۔ وہ تو تمہیں اپنا غلام بنانے کے لیے دن رات بے چین رہتا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بیل منڈو اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ تمہارے دماغ میں گھس کر پریشان کرنے والا شیطان میں ہی ہوں تو کیا تمہیں یقین آئے گا؟"

"اگر تم وہی شیطان ہو تو اس وقت میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ خوش نصیب سمجھوں گا۔ ویسے بھی مجھے اس سے غرض نہیں ہے کہ تم ہی میرے اور رُومال کے دماغ میں گھس کر شیطانی حرکتیں کرتے رہتے تھے یا پھر فریاد کی حیثیت سے تمہاری الگ شخصیت ہے۔ تم جو کوئی بھی ہو میرے لیے مصیبتوں کا باعث بنتے رہے ہو اب میں تمہیں دکھاؤں گا کہ بیل منڈو کتنا بڑا شیطان ہے میرے سامنے آکر للکارنے والا کبھی اپنے پیروں سے چل کر واپس نہیں گیا۔ آج یہاں سے تمہاری لاش چار کاندھوں پر جائے گی۔"

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے پینترا بدل کر میرے سر پر آپہنچا۔ میرا ایک ہاتھ پتلون کی جیب میں تھا۔ جیب کے اندر ہی میں نے لسوار کی دُم پکڑ لی تھی۔ میں نے ایک ہاتھ سے اس کے کرائے کے وار کو روکا۔ دوسرے ہاتھ سے اس کے منھ کے قریب ڈبیا سے لسوار اُچھال دی۔

"آں چھی۔ آں چھی۔۔۔۔۔"

وہ پھینکتا ہوا دو قدم پیچھے چلا گیا۔ پھر ذرا سنبھل کر آگے بڑھنے کی کوشش کی تو چھینکوں نے اس پر حملہ شروع کر دیا۔ وہ چھینکنے کے دوران ذرا سا جھکا تو میں نے ایک زبردست گھونسہ اس کی ناک پر جڑ دیا۔ اس کی مصنوعی ناک ایک طرف سے اُکھڑ کر دوسری طرف چہرے پر لٹک گئی۔ اور مائیکرو فلم وہاں سے گر کر زمین پر لڑھکتی ہوئی میرے قدموں کے پاس آکر رُک گئی۔

بیل منڈو کا چہرہ بڑا ہی بھیانک ہوگیا تھا غصے کی حالت میں مُرغ دیدے پھیلے ہوئے تھے۔ ناک کی جگہ ایک تاریک گڑھا نظر آرہا تھا۔ اس کی مصنوعی ناک ایک طرف چہرے پر لٹک رہی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ٹوٹی ہوئی کھڑکی پر چپکایا ہوا کاغذ ایک طرف سے کھل گیا ہے اور ہوا کی زد میں ادھر اُدھر پھڑپھڑا رہا ہے۔ کمرہ دردل والوں کے لیے وہ چہرہ بڑا بھیانک ہوگیا تھا مگر مجھ جیسے تماش بین کو وہ بڑا مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔

مائیکرو فلم اس کی ناک سے ایک لچکے ہوئے پھل کی طرح ٹوٹ کر گر پڑی تھی اور زمین پر لڑھکتی ہوئی میرے قدموں کے پاس آگئی تھی۔ اسے اپنی ناک کے لٹکنے کا فوراً ہی احساس نہیں ہوا تھا لیکن مائیکرو فلم کو میری طرف لڑھکتے دیکھ کر فوراً ہی اسے احساس ہوا کہ اس کے چہرے پر کوئی چیز لٹک رہی ہے۔ اس نے لٹکی ہوئی ناک کو چھو کر دیکھا پھر تو غصے کی شدت سے اس کی کھوپڑی پلٹ گئی۔ اس نے بم برد ست حملہ کرنے کے لیے پھر ایک بار پینترا بدل کر آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن اسی وقت اسے پھر چھینکیں آنے لگیں۔

"آں چھی" چھینکنے کے دوران پینترا اگڑ بگڑ ہوگیا۔ وہ جھکے جھکے ہی جھکنے لگا۔ اسی وقت میں نے اس کے منہ پر ایک زوردار لات رسید کی وہ بھینس کی طرح ڈکراتا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔ اس کے گرتے ہی میں اس سے تقریباً دس گز کے فاصلے پر جا کر کھڑا ہوگیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ رفتہ رفتہ چھینکوں کا زور کم ہوتا جائے گا۔ ابھی وہ مجھ سے نہیں بلکہ چھینکوں سے شکست کھا رہا تھا۔ ان سے نجات ملتے ہی وہ میرے لیے موت کا فرشتہ بن جاتا۔ اسی لیے میں نے اس سے ایک طویل فاصلہ قائم کر لیا تھا۔

جب وہ دوبارہ اٹھنے لگا تو میں نے جیب سے چاقو نکال کر کھول لیا۔ اس طرح وہ اندھا دھند حملہ مجھ پر نہیں کر سکتا تھا چاقو دیکھ کر وہ اتنی اسے ذرا عقل آگئی۔ وہ محتاط ہو کر چاقو پر نظر رکھتے ہوئے ذرا ٹھہر ٹھہر کر میری طرف بڑھنے لگا اور کہنے لگا۔

"یہ چاقو تمہارے ہی سینے میں اترے گا تم یہ نہ سوچو کہ اس کھلونے سے مجھے مار ڈالو گے یا اس کے سہارے بچ کر نکل جاؤ گے۔"

میں نے اس سے کہا:

"مجھے بزدلوں کی طرح بھاگنا نہیں آتا۔ میں جانتا ہوں کہ تم ناقابل شکست ہو مگر آج تمہیں اپنی زندگی کی پہلی اور آخری عبرتناک شکست حاصل ہوگی۔"

اس نے کٹی ناک سے غراتے ہوئے کہا:

"تم مجھے شکست دو گے اور اس چاقو سے۔ او نہہ؟"

میں نے چاقو لہراتے ہوئے کہا:

"یہ ہتھیار میں نے اپنے لیے نہیں تمہارے استعمال کے لیے نکالا ہے۔ یہ لو اسے سنبھالو۔"

یہ کہہ کر میں نے چاقو اچھال کر اس کے قدموں کے پاس پھینک دیا۔ وہ حیرانی سے میرا منہ دیکھنے لگا۔ میں نے کہا

"دیکھتے کیا ہو چاقو اٹھا لو۔"

اُس نے حقارت سے چاقو کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا:

"چیونٹی کو مارنے کے لیے ہتھیار کی ضرورت نہیں پڑتی میں تمہیں چٹکیوں میں مسل دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے میری طرف بڑھا۔ اس سے پہلے کہ وہ میرے بالکل قریب پہنچتا میں نے سوچ کے ذریعے اسے حکم دیا:

"رک جاؤ ورنہ گر پڑو گے۔۔۔"

دماغ کے بغیر آنکھوں کی بصارت کام نہیں آتی۔ انسان کی عملی قوتیں بھی ڈگمگا جاتی ہیں۔ وہ ڈگمگا کر گرتے گرتے سنبھل گیا۔ جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ میں نے ماسٹر یوشی بن کر پھر سوچ کے ذریعے اسے حکم دیا۔

"احمق نہ بنو جہاں چاقو پڑا ہوا ہے۔ وہاں واپس جاؤ اور اسے اٹھاؤ۔"

میں نہیں اٹھاؤں گا۔ وہ بُری طرح جھنجلا کر کہنے لگا۔ میں اس سے چاقو چھین کے ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ وہ مجھے چٹکیوں میں مسل دے گا۔ اسے اپنے ناقابل شکست ہونے پر فخر تھا ہر شخص اپنی صلاحیتوں پر ناز کرتا ہے اور ضرورت کے وقت ان صلاحیتوں کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ مجھے بھی اپنی صلاحیتوں پر ناز تھا۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ وہ اپنی جسمانی قوتوں کو آزمانا چاہتا تھا اور میں دماغی قوتوں کو آزما رہا تھا۔

وہ بدستور جھنجلا کر کہہ رہا تھا۔

"شیطان کے بچے! میرا دشمن ابھی میری مٹھی میں ہے۔ تجھے تیری سیطانیت کا واسطہ اپنی میری گردن چھوڑ دے۔ میں اس کی گردن توڑ کر اپنی حسرت پوری کرنا چاہتا ہوں۔"

میں اس کے سامنے مہر بہ لب خاموش کھڑا ہوا تھا اور سوچ کے ذریعے اسے حکم دے رہا تھا:

"میں تم سے بہت پہلے کہہ چکا ہوں کہ ہر شخص کے پاس اپنی دفاعی صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ عداوت کے دوران کسی کی جان لینے یا اپنی جان بچانے کے لیے ہر شخص اپنی صلاحیتوں کو کام میں لاتا ہے۔ اس وقت بحث نہ کرو واپس جاؤ اور چاقو اٹھا لاؤ۔ جاؤ۔"

جاؤ کہہ کر میں نے اس کے ذہن کو زبردست جھٹکا پہنچایا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر پیچھے کی طرف لڑھک گیا۔ پھر میں ماسٹر یوشی کے انداز میں اسے ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرنے لگا۔ دماغ کے بغیر وہ ایک خالی برتن کی طرح اِدھر اُدھر زمین پر لڑھک رہا تھا جب وہ چاقو کے پاس پہنچا تو میں نے تھوڑی دیر کے لیے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ یعنی نگاہوں کے سامنے چاقو کو دیکھ کر اس نے سوچا کہ شیطان کی بلا مان کر فوراً ہی فریاد کا نام تمام کر دینا چاہیے۔

یہ سوچتے ہی وہ چاقو کے دستے کو مضبوطی سے تھام کر کھڑا ہوگیا اسی وقت میں اس کے ذہن میں ہلچل مچانے لگا۔ اس کی سوچ میں گنگنا رہا تھا:

"چاقو میری مٹھی میں ہے میں دائیں طرف ڈگمگا رہا ہوں۔ نہیں بائیں طرف ڈگمگا رہا ہوں۔ نہیں نہیں پیچھے کی طرف جھکے جا رہا ہوں۔ نہیں نہیں آگے کی طرف گرنے والا ہوں میری طرح دنیا کی ہر چیز ڈگمگا رہی ہے اور چکرا رہی ہے۔۔۔"

میں اس کے دماغ میں مسلسل چیخ رہا تھا۔ آندھی کی طرح اس کے چیخنے اور بھٹکنے کی قوتوں کو اڑائے لیے جا رہا تھا۔ طوفان کی زد میں تنکے کی طرح اٹکتی ہوئی سوچ کے مطابق وہ کبھی دائیں بائیں اور کبھی آگے پیچھے جھوم رہا تھا۔ گرتے گرتے سنبھل رہا تھا اور بُری طرح بوکھلا رہا تھا کہ کس طرح اسے ہلاک کر سکتا ہے۔ کس طرح وہ ایک جگہ جم کر کھڑا رہ سکتا ہے؟

میں نے سوچ کے ذریعے کہا:

"ایک کھونٹی اس وقت تک جم کر نہیں رہ سکتی جب تک کہ زمین کی چھاتی میں تار کر نہ رہ جائے۔ میرے سینے میں بھی یہ چاقو اترے گا تو میں جم کر رہ جاؤں گا۔ چاقو فضا میں بلند ہو چکا ہے۔ میرے ہاتھ نہیں کانپ رہے ہیں یہ چاقو میرے سینے میں اتر کر مجھے ایک جگہ کھڑا کر دے گا۔ میں پورے یقین کے ساتھ اس چاقو کو اپنے سینے میں اُتار رہا ہوں۔ اسے اپنے سینے میں چبھا رہا ہوں۔ چبھا رہا ہوں۔۔۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے پوری قوت سے چاقو کے پھل کو دستے تک اپنے سینے میں چبھا لیا۔ اس کے تڑپنے کے دوران میں نے ایک بار پھر وہی عمل کیا۔ پھر ایک بدروح چاقو اس کے سینے سے نکلا اور خود اس کے ہاتھوں نے اسے دوسری بار دل کی جگہ اُتار لیا۔ اب میں اس کے کرب کو محسوس کر رہا تھا۔ وہ ویران ماحول اس کے سامنے گھوم رہا تھا۔ اس کا مرموت کے نشے سے چکرا رہا تھا۔ اس کا بھاری جسم کٹی ہوئی پیڑ کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔ اور نگاہوں کے سامنے اس دنیا کی رونقیں اور رنگینیاں دُور ہوتی جا رہی تھیں تھوڑی دیر بعد وہ بالکل ساکت ہوگیا۔

اس دنیا میں کون یہ بات سینہ تان کر کہہ سکتا ہے کہ وہ ناقابل شکست ہے؟ تاریخ کے ذرّوں کی طرح وہ بھی خاک میں ملنے کے لیے خاک پر پڑا ہوا تھا۔ جو لوگ ہنڈی سرکش اور شہ زور ہیں اور کبھی کسی سے شکست کھاتا گوارا نہیں کرتے وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ موت ایک دن انہیں پچھاڑ دیتی ہے بیل منڈو کی بھی قوی برتری الدا اس کا حامی نہ مزاج سب کچھ مٹی میں رُل رہا تھا۔ میں نے وہ مائیکرو فلم اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لی۔ اس کے بعد آئی لینس اور ماسک کو ایک رومال میں اچھی طرح لپیٹ کر اسے بھی جیب میں رکھ لیا۔ پھر میں نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھا۔ ماسٹر یوشی کے بیدار ہونے میں صرف بیس منٹ رہ گئے تھے۔ میں تیزی سے بڑھتا ہوا کار تک آیا۔ وہاں سے میں نے بیل منڈو پر ایک بدوماغی نظر ڈالی۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ کار اسٹارٹ کرتے وقت میرے دل میں آیا کہ بیچاری رومانیہ ہوگئی ہے۔ یتیم تو وہ پہلے بھی تھی۔ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس کا باپ مر چکا ہے یا کہیں زندگی گزار رہا تھا۔ بہرحال بیل منڈو باپ بن کر اس کی پرورش کر رہا تھا۔ آج وہ اتنے بڑے سہارے سے محروم ہوگئی تھی۔ میں کار ڈرائیو کرتا ہوا اور اس کے متعلق سوچتا ہوا پھر شاہراہ کی طرف جانے لگا۔

پٹرول پمپ پر میں نے دو پیالی کافی پینے میں اپنا وقت ضائع کیا کیونکہ نیند سے اور تھکن سے بُرا حال تھا۔ آگے بڑھنے کے لیے کافی کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اس دوران ماسٹر یوشی بیدار ہو چکا تھا۔ بیدار ہوتے ہی اس

نے سب سے پہلے روما کی خبر لی تھی۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں اس وقت اس حسینہ کے پاس ہوں یا نہیں؛

روما کے دماغ پر دستک ہوتے ہی وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اور حیران نگاہوں سے اس اجنبی ماحول کو دیکھنے لگی۔ پھر اُسے یاد آگیا کہ وہ آج ہی صبح میرے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں آئی تھی اور وہاں پہنچتے ہی ماسٹر یوشے کے حکم کے مطابق سو گئی تھی۔ ماسٹر یوشے اس دوران کبھی ٹائیلٹ کو جارہا تھا کبھی شیو بنا رہا تھا، کبھی غسل کر رہا تھا اور روما کے دماغ میں جھانکتا بھی جارہا تھا۔

روما کی آنکھ کھلتے ہی جب میں یاد آیا تو وہ فوراً ہی بستر سے اٹھ کر پہلے ٹائیلٹ کے دروازے تک گئی۔ دروازے پر اس نے دستک دی۔ اس کا خیال تھا کہ شاید میں ٹائیلٹ میں موجود ہوں۔ جواب نہ پاکر اس نے دروازے کو دھکا دے کر کھولا۔ ٹائیلٹ خالی تھا۔ پھر وہ کمرے کا دروازہ کھول کر کوریڈور میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک نظریں دوڑانے لگی۔ لیکن میں نظر نہیں آیا۔ اس نے کمرے میں واپس آکر دروازے کو بند کیا پھر جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر آئینے کے سامنے آگئی اور باہر جانے کے لیے اپنے چہرے کی نوک پلک درست کرنے لگی۔ ماسٹر یوشے نے اس سے پوچھا:

"تمہارے سونے کے بعد کیا فرہاد نے تمہیں جگایا نہیں تھا؟"

روما نے آئینے کے سامنے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا:

"نہیں جب تم نے مجھے سونے کے لیے کہا تو اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔ اب میں بیدار ہو کر دیکھ رہی ہوں تو وہ کمرے میں اور کمرے کے ماہر نظر نہیں آرہا ہے اگر وہ کہیں چلا گیا تو مجھے بہت افسوس ہوگا۔"

ماسٹر یوشے کی سوچ نے کہا:

تم سے زیادہ افسوس مجھے ہوگا۔ کیا یہ افسوس کرنے کا طریقہ ہے کہ اسے تلاش کرنے کی بجائے آئینے کے سامنے میک اَپ کر رہی ہو۔ تم کسی مقابلۂ حسن میں حصہ لینے کے لیے نہیں جارہی ہو۔ چلو فوراً کمرے سے نکلو اور سیشن روم میں جاکر معلوم کرو کہ تمہارا ساتھی کہاں گیا ہے؟"

وہ کمرے سے نکل کر سیشن روم کی طرف جانے لگی۔ وہاں کاؤنٹر کے پیچھے وہ لڑکی نظر نہیں آئی جو گونگے فرہاد کو روما کے ساتھی کی حیثیت سے دیکھ چکی تھی۔ اس لڑکی کی ڈیوٹی بدل گئی تھی۔ اسی لیے روما نے دوسری لڑکی سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ سیدھی پارکنگ ایریا کی طرف گئی۔ وہاں جاکر دیکھا تو اس کے انکل کی کار غائب تھی۔ فی الحال وہ یہی سوچ سکتی تھی کہ فرہاد کسی کام سے کار لے کر گیا ہے۔ شاید واپس آجائے گا۔

لیکن ماسٹر یوشے ایسا نہیں سوچ سکتا تھا۔ وہ میری عدمِ موجودگی سے بھانپ گیا تھا کہ مرزوال میں کچھ کالا ہے۔ اس نے فوراً ہی بیل منڈو سے دماغی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔

لیکن بیل منڈو اس دنیا میں کہاں تھا! کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی سوچ کی لہریں اس کے مردہ دماغ تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ تھوڑی دیر میں ماسٹر یوشے پریشان ہوگیا کیونکہ اس کی سوچ کی لہریں ناکام واپس آرہی تھیں اور اسے سمجھا رہی تھیں کہ بیل منڈو اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ بیل منڈو سے رابطہ قائم نہ ہونے کی صورت میں فرضہ سی سوچا جاسکتا تھا کہ وہ مر چکا تھا۔ ورنہ اس کا ذہن جب تک جاگتا رہتا، اس وقت تک ماسٹر یوشے کی سوچ کی لہروں سے آزاد نہ رہتا۔

ماسٹر یوشے کا تمام سکون واطمینان غارت ہوگیا۔ اب وہ یہ معلوم کرنے کے لیے بیتاب ہوگیا کہ بیل منڈو کس انجام کو پہنچا ہے۔ وہ سب سے زیادہ میری وجہ سے پریشان ہوگیا تھا کہ میں پھر ایک بار اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہوں۔ وہ فوراً ہی روما کو ہلا ہلا کر یہ دیکھنے لگا کہ اسے کس طرح کسی قریبی پولیس اسٹیشن میں پہنچ کر اپنے انکل کی گمشدگی کی اطلاع دینی چاہیئے۔

میں کافی کی دوسری پیالی ختم کر چکا تھا۔ دو پیالیوں کا بل ادا کرنے کے بعد میں فوراً ہی ہوٹل گرین سے باہر آیا۔ اور بیل منڈو کی کار میں بیٹھ کر بینڈی کی طرف واپس جانے لگا۔ ماسٹر یوشے کی بے چینی دیکھنے کے قابل تھی۔ اگرچہ میں اسے نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن سوچ کے ذریعہ چشمِ تصوّر میں اسے اِدھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے کبھی اٹھتے ہوئے کبھی بیٹھتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ بار بار یہ سوچ کر اس کے دل کو صدمہ پہنچتا تھا کہ میں اس کے ہاتھ آکر پھر ایک بار نکل گیا۔ وہ ایک پر کٹے پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔ اگر اس کے پر ہوتے تو وہ اسی وقت اڑ کر یہاں چلا آتا اور روما کو ساتھ لے کر مجھے تلاش کرتا پھرتا لیکن اس وقت وہ مجبور تھا۔ یہاں پہنچنے کے لیے اس نے جس فلائٹ سے سیٹیں ریزرو کرائی تھیں وہ فلائٹ کل وہاں سے روانہ ہونے والی تھی اور کل تک کسی وقت وہ یہاں پہنچنے والا تھا مگر کل بہت دور تھی اس لیے وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں میں اس علاقے سے بہت دور نہ چلا جاؤں۔ اتنی دور کہ اس کا کوئی آلہ کار اس کی رہنمائی نہ کر سکے۔

تھوڑی دیر تک میں اس کے مضطرب کو پڑھتا رہا اور اس کی پریشانیوں سے محظوظ ہوتا رہا۔ جب مجھے یقین ہوگیا کہ وہ فی الحال صرف منصوبے بنا سکتا ہے مجھ تک ابھی کسی ذریعے سے پہنچ نہیں سکتا تو میں نے اس کے ذہن میں جھانکنا چھوڑ دیا اور آئندہ کا پروگرام اپنے ذہن میں مرتب کرنے لگا۔ وہ پیالی کافی پینے کے بعد جو تھکن سے میرا بُرا حال تھا۔ جی چاہتا تھا کہ ابھی کہیں سے آرام دہ بستر مل جائے تو میں اس پر گر پڑوں اور کچھ دیر کے لیے بیہوشی کی نیند سو جاؤں مگر ابھی آرام میرے نصیب میں نہیں تھا میں نے بینڈی کی طرف بڑھتے ہوئے سعید احمد کے دماغ پر دستک دی۔

سعید احمد صحیح معنوں میں چھٹیوں کا لطف اٹھا رہے تھے۔ اپنی ایک ماہ کی چھٹی کو رنگین بنانے کے لیے کسی حسینہ نے عشق فرما رکھے تھے۔ اتنے سنجیدہ انسان کو میں پہلی بار ایک عاشق کے روپ میں دیکھ رہا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی کہ محبت کی آگ سے پتھر بھی پگھل جاتے ہیں اس وقت وہ لڑکی کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے:

"ثمر! یہاں کے مناظر کتنے خوبصورت ہیں۔ یہ دور دور تک پھیلی ہریالی، یہ اونچے اونچے پہاڑ اور پہاڑوں کو چھو کر گذرنے والے سفید سفید بادل کیسے عجیب سے لگتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہم خود بادلوں کے قریب پہنچ گئے ہیں مگر تم تو کچھ چپ چپ سی رہتی ہو۔ کیا تمہیں یہ سب کچھ اچھا نہیں لگتا؟"

مجھے لڑکی کی آواز سنائی دی۔ شاید وہ کسی خیال میں گم تھی۔ یک بیک چونک کر بولی:

"آں ہاں۔ اچھا لگتا ہے جب میں چھوٹی سی بچی تھی تو ان سفید بادلوں کو دیکھ کر سوچتی تھی۔ کاش میرے پنکھ ہوتے تو میں ان اڑتے ہوئے بادلوں کو چھو لیتی۔ مگر اب یہاں پہاڑی مقام پر آکر یہ کوئی بڑی بات نظر نہیں آتی۔ بادل ہمیں چھوتے ہوئے گذر جاتے ہیں۔ یہاں تو ایسا لگتا ہے جیسے جنت زمین پر اتر آئی ہو۔"

سعید احمد نے اس کی قربت سے بیحد متاثر ہوتے ہوئے کہا:

"اگر تم میرے پاس نہ ہوتیں تو زمین کی یہ جنت مکمل نہ ہوتی۔ تمہیں پاکر مجھے یوں لگتا ہے جیسے اب میری زندگی میں کسی چیز کی کمی نہیں رہی مگر میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم میرے قریب ہوتے ہوئے بھی بہت دور خیالوں کی دنیا میں بھٹک جاتی ہو۔ کیا بات ہے ثمر! کیا میں تمہارا دل نہیں بہلا سکتا؟ کیا پھر تمہیں اپنے ڈیڈی یاد آرہے ہیں؟"

ثمر نے نظریں اٹھا کر سعید احمد کو دیکھا۔ پھر ایک سرد آہ بھر کر بولی

"جی ہاں۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ڈیڈی میرے لیے زندہ ہوتے ہوئے بھی زندہ نہیں ہیں یا یوں سمجھ لیں کہ میں ان کے لیے زندہ نہیں ہوں۔"

سعید احمد نے ایک طویل سانس چھوڑتے ہوئے کہا:

"ہاں ثمر! یہ تمہارے ساتھ بڑی زیادتی ہے کہ تم اپنے باپ کو پہچانتی ہو لیکن تمہارے ڈیڈی تمہیں نہیں پہچانتے۔ یہ قسمت کی ستم ظریفی ہے کہ باپ اور بیٹی ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن گئے ہیں۔ کاش کہ میں تمہارے لیے کچھ کر سکتا۔"

"آپ کے اختیار میں جو کچھ تھا وہ آپ نے کیا۔ آپ کا یہ احسان کم نہیں ہے کہ آپ مجھے پاگل خانے تک سے گئے اور ڈیڈی سے میری ملاقات کرادی۔"

سعید احمد نے پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا:

"ہاں میں نے ملاقات کرادی لیکن کیا حاصل ہوا تمہیں، کیا ملا؟ کچھ نہیں، تمہیں یہ دیکھ کر افسوس ہوا ہوگا کہ وہ باپ ہو کر اپنی بیٹی کو نہیں پہچان سکتے ہیں۔"

یہ بات سعید احمد نے کچھ اس انداز سے کہی کہ ثمر کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ دوسری طرف منہ پھیر کر بولی:

"محبت کرنے والا باپ زندہ ہے اس کے باوجود میں خود کو ایک یتیم لڑکی سمجھ رہی ہوں۔ ایسی بدنصیب کون ہوگی؟"

سعید احمد نے فوراً ہی جیب سے رومال نکال لیا اور سامنے آکر اس کے آنسو پونچھنے لگے۔ میں خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ لیکن ان کے رومانس میں ایک عجیب سا درد تھا۔ میں نے مڑ کر دوا بھی تک نہیں دیکھا تھا مگر مجھے اس سے ہمدردی ہوگئی تھی۔ فی الحال ہمدردی کا وقت نہیں تھا۔ میں نے ان کے روما نس کو نظر انداز کرتے ہوئے سعید احمد کے دماغ پر دستک دی۔

"سعید صاحب! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

جیسے ہی میں نے رابطہ قائم کیا وہ ایک دم سے چونک گئے اور بدلہ کھا کر یوں چاروں طرف دیکھنے لگے جیسے وہ اپنے آس پاس مجھے محسوس کر رہے ہوں اور دیکھ رہے ہوں کہ میں کہیں چھپ کر انہیں حیرت کرتے دیکھ رہا ہوں پھر جلد ہی انہیں اپنی بوکھلاہٹ پر ہنسی آگئی۔ انہیں یاد آگیا کہ اس دنیا میں ان کا ایک دوست بھی ہے جس کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ اور جو سینکڑوں میل دور بیٹھ کر بھی دماغی رابطہ قائم کر لیتا ہے۔ لیکن ایک لڑکی کے عشق نے تھوڑی دیر کے لیے سب کچھ ان کے ذہن سے بھلا دیا تھا۔ انہوں نے جلد ہی سنبھل کر کہا

"ہاں فرہاد تمہاری سوچ مجھ تک پہنچ رہی ہے۔ خدا کی قسم تم بہت انتظار کراتے ہو، اب مجھ سے انتظار نہیں ہوتا۔"

میں نے جواب دیا "سعید صاحب! انتظار کی گھڑیاں ختم ہو چکی ہیں میں وہ مائیکرو فلم حاصل کر چکا ہوں۔"

انہوں نے خوش ہو کر پوچھا:

"کیا واقعی؟ فرہاد کیا واقعی تم نے وہ مائیکرو فلم حاصل کر لی ہے مجھے یقین نہیں آتا کہ اتنے بڑے شیطان کا مقابلہ تم نے کس طرح کیا۔ میں تو جب بھی اس کے متعلق سوچتا ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ شیطان کا کارستاں ہے کہ وہ نادیدہ شیطان تمہیں غافل پاکر تمہارے ذہن پر اپنا تسلط جمائے گا۔"

"ہاں یہ خطرہ کا تو مجھے بھی گمان رہتا ہے۔ میں ابھی تک اس نادیدہ شیطان کا پکڑ نہیں بھانپ سکا۔ مگر ہاں بیل منڈو اپنے انجام کو پہنچا اور آپ تو جانتے ہی ہیں کہ کسی بھی انسان کا انجام کیا ہوتا ہے۔ موت...."

"اچھا تو کیا تم نے اسے مار ڈالا ہے؟"

"ہاں سعید صاحب! مجبوری تھی۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو ماسٹر یوشے بہت جلد میرے دماغ تک پہنچ جاتا۔ مجھے افسوس ہے۔"

"افسوس مکرو میرے دوست! تم نے وہ مائیکرو فلم حاصل کر کے اپنے ملک کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ اس ایک کام کے دوران اگر بیل منڈو جیسے مجرم مر جاتے ہیں یا مار دیئے جاتے ہیں تو ان کا افسوس نہیں کرنا چاہیئے تم یہ بتاؤ کہ کہاں مل رہے ہو؟"

"میں اس وقت پشاور سے پنڈی کی طرف جارہا ہوں۔ پشاور کا فاصلہ طے کر چکا ہوں۔ ایک گھنٹے میں پنڈی پہنچ جاؤں گا۔ اگر آپ کے پاس اپنی کوئی کار ہے تو اسے لے کر فوراً پنڈی پوائنٹ پر آکر ملیں میں وہیں آپ کا انتظار کروں گا۔ اگر آپ مجھ سے پہلے پہنچ جائیں تو آپ میرا انتظار کریں۔"

"اچھی بات ہے میں ابھی پنڈی کی طرف جارہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ ثمر کو دیکھنے لگے۔ ثمر بھی انہیں خاموشی سے دیکھ رہی تھی

پھر وہ بولی:

"آپ اچانک خاموش کیوں ہو گئے تھے کیا سوچ رہے تھے؟"

"اُں؟ کچھ نہیں۔ مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔ اسی وقت میرا پنڈی جانا بہت ضروری ہے آؤ چلو ہم اپنے کالج کی طرف چلیں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے مڑ کر ہاتھ تھام لیا۔ پھر کالج کی طرف جاتے ہوئے سوچ کے ذریعے انہوں نے مجھ سے پوچھا:

"فرہاد! کیا تم ابھی تک میرے ذہن میں جھانک رہے ہو؟"

میں نے مسکرا کر جواب دیا:

"جی ہاں میں آپ کے ذہن میں موجود ہوں اور اس نازک سے ملائم ہاتھ کو محسوس کر رہا ہوں جسے آپ کا ہاتھ محسوس کر رہا ہے۔"

وہ ذرا جھینپ کر بولے:

"تم بھی کسی شیطان سے کم نہیں ہو۔ اُف خدایا۔ اس طرح تو تم میری تنہائیوں میں پہنچ جایا کرو گے!"

میں نے انہیں یقین دلایا:

"نہیں سعید صاحب! میں اتنا گستاخ نہیں ہوں آپ اطمینان رکھیں۔ بس اتفاقاً ایسے وقت میں نے آپ سے رابطہ قائم کر لیا ہے جب آپ دل کے معاملات میں مصروف تھے۔"

انہوں نے مسکرا کر کہا:

"اچھا چھوڑو یہ باتیں۔ یہ بتاؤ میں تمہارے لیے اور کیا کر سکتا ہوں؟"

"آپ سے رو برو ملاقات ہو گی تو میں بتاؤں گا۔ اس وقت مائے تھکن کے نڈھال ہے۔ میری سب سے پہلی خواہش یہی ہے کہ مائیکرو فلم آپ کے حوالے کرتے ہی چند گھنٹوں کے لیے سو جاؤں۔ مجھے آرام کی سخت ضرورت ہے۔"

سعید احمد نے کہا:

"اگر ایسی بات ہے تو تمہیں سیدھے مری آنا چاہیے میں یہاں فوراً ہی تمہارے آرام سے سونے کا انتظام کروں گا یہاں تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہو گی۔"

میں نے ان سے کہا:

"میں سمجھا آپ کے پاس نہیں آ سکتا کیونکہ بیل منڈو کی کار میرے پاس ہے۔ میں اسی کار میں سفر کر رہا ہوں۔ آپ سے ملاقات ہونے کے بعد میں اسے کسی ایسے مقام پر لے جا کر چھوڑ دینا چاہتا ہوں جہاں اس کار کو دیکھ کر ماسٹر یوشے یا اس کے آلۂ کار میرے فرار ہونے کی سمت کا تعین نہ کر سکیں۔"

سعید احمد نے میرے خیال سے متفق ہو کر مجھے یقین دلایا کہ وہ جلد از جلد پنڈی پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد جب میں نے سڑک کی اسکریں پر انہیں ایک کار میں سوار ہوتے دیکھ لیا تو مطمئن ہو کر ان سے رابطہ ختم کر دیا کیونکہ اب میں پھر ماسٹر یوشے کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ماسٹر یوشے کی پریشانیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ روحانی اس کی ہدایت کے مطابق ایک پولیس اسٹیشن میں اپنے اغوا کی گمشدگی کی اطلاع دے دی تھی اب پولیس والے بیل منڈو کا حلیہ ذہن نشین کرنے کے بعد اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے اور روما ماسٹر یوشے کے پیچھے پڑ گئی تھی کہ وہ کسی طرح بھی اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو کام میں لا کر اسے اغوا کاروں کا پتہ چلائے۔

مگر ماسٹر یوشے مجبور تھا۔ اس کی صلاحیتیں کام نہیں آ رہی تھیں اس کی بے چینی بتا رہی تھی جیسے وہ کانٹوں کے بستر پر لوٹ رہا ہے اور جلد از جلد یہاں پہنچنے کی دوسری تدبیریں سوچ رہا ہے مگر کوئی تدبیر سجھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ بار بار بڑبڑاتے ہوئے اعتراف کر رہا تھا کہ فرہاد علی اس صدی کا بہت بڑا شاطر انسان ہے جو اس جیسے دماغ کی بساط پر چال چلنے والے شاطر کو بھی قدم قدم پر مات دیتا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اب اس کے ذہن میں ایک شبہہ بار بار سر اٹھا رہا تھا۔ ایک سوال اس کے دماغ میں بار بار ابھر رہا تھا۔

"کیا فرہاد علی بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے کئی بار اس سوال کو اس کے ذہن میں اچھالتے ہوئے دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میں نے بیل منڈو جیسے ناقابلِ شکست انسان کو کس طرح شکست دی اور ایسے وقت شکست دی ہے جبکہ اس کی حفاظت کرنے والا تھوڑی دیر کے لیے سو گیا تھا۔ کیا فرہاد علی کو اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ وہ نادیدہ حفاظت کرنے والا کس وقت جاگتا ہے کس وقت اپنے آلۂ کار اس کو شطرنج کے مہروں کی طرح چلاتا ہے اور کس وقت تھوڑی دیر سستانے کے لیے اپنی خواب گاہ میں جا کر سو جاتا ہے کیا فرہاد علی اس کے نام نہاد سیل سے واقف ہے؟ ایسی بہت سی باتیں اس کے دماغ میں چکرا رہی تھیں اور بڑی سنجیدگی سے اسی نکتے پر غور کر رہا تھا۔

"کیا فرہاد علی بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

ماسٹر یوشے کے دماغ میں جیسے جیسے یہ سوال مستحکم ہو رہا تھا ویسے ویسے مجھے پسینہ آ رہا تھا۔ میں نے اب تک ہر ممکن کوشش کی تھی کہ ماسٹر یوشے کو میری خیال خوانی کی صلاحیتوں کا علم نہ ہو۔ اب بھی اسے یقین نہیں تھا۔ صرف وہ شبہہ میں مبتلا تھا مگر اس کے شبہہ نے ہی میری آنکھوں سے نیند اڑا دی تھی۔ ساری تھکن کافور ہو گئی تھی اور میں پھر ایک بار مستعد ہو کر ڈرائیو کرتا ہوا اس کے دماغ میں مسلسل جھانکتا جا رہا تھا۔

ماسٹر یوشے اب تک میرے متعلق جتنی بھی معلومات حاصل کر چکا تھا اور مجھے جس انداز میں اپنے دشمنوں سے نمٹتے دیکھ چکا تھا ان سب کو پھر ایک بار اپنے ذہن میں تازہ کر رہا تھا اور یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اب اور کس مقام پر میں نے خیال خوانی کی صلاحیتیں استعمال کی ہیں (اگر میں خیال خوانی جانتا ہوں)

میری کوئی کمزوری اس کے ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔ ہر بے کے کالج میں

جہاں اس کے آدمیوں نے مجھے گھیرنے کی کوشش کی تھی اور مجھ سے مار کھا گئے تھے وہاں بھی میں نے اپنی جسمانی طاقت کو استعمال کیا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے آدمیوں کو شکست نہیں دی تھی۔ بیل منڈو کے ساتھ بھی میں نے یہی کیا تھا۔ صرف چند باتیں ایسی تھیں جو اسے سوچنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ وہ یہ کہ کس طرح عین وقت پر میں ہاتھ آتے آتے نکل جاتا ہوں یا تو کوئی غیبی طاقت مجھے خطرے سے آگاہ کر دیتی ہے یا پھر میں بلا کا ذہین ہوں بے حد چالاک ہوں، شاطر اور مکار ہوں کہ عین وقت پر اسے دھوکہ دے کر نکل جاتا ہوں۔

وہ بہت دیر تک میرے متعلق غور کرتا رہا۔ ٹیلی پیتھی کا علم عام نہیں ہے اسے سیکھنے کے لیے اتنے دشوار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے کہ اگر ہر انسان سیکھنا چاہے تو شاید ایک لاکھ آدمیوں میں ایک آدمی اسے کسی حد تک سیکھ سکے گا۔ ماسٹر یوشے یہی سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ فرہاد علی بھی ایک لاکھ میں سے ایک آدمی ہے؟

اس کا دل تسلیم نہیں کرنا چاہتا تھا وہ سوچ رہا تھا کہ پاکستان جیسے ملک میں جہاں ضروری تعلیم عام نہیں ہے وہاں فرہاد علی ایسا کوئی علم کیسے سیکھ سکتا ہے جو ابھی تجرباتی مراحل سے گزر رہا ہے۔ اس علم کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ ساری دنیا میں صرف دو چار خوش نصیب ہی اس کے جاننے والے ہیں اور ماسٹر یوشے خود کو سب سے بڑا خوش نصیب سمجھتا تھا۔ اسے اس بات پر فخر تھا کہ اس علم کی انتہا کو گرائیوں تک صرف وہی پہنچ سکا ہے۔ کوئی دوسرا اس کا مدِ مقابل نہیں ہے۔ یوں بھی ہر پہلوان اکھاڑے میں پہنچ کر صرف اپنے آپ کو ہی شہ زور سمجھتا ہے اور دوسروں کی طاقت کو اس وقت تک تسلیم نہیں کرتا جب تک کہ منہ کی نہیں کھا لیتا۔ ماسٹر یوشے بھی خود کو اتنا بڑا استاد سمجھ رہا تھا کہ اپنے سامنے مجھے ایک حقیر کیڑے سے زیادہ اہمیت نہیں دے رہا تھا۔ حقیر اس معنی میں کہ یہ میں اس کے خیال میں ٹیلی پیتھی کی ابجد تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ورنہ دو سپر ہپناٹسوں سے وہ مجھے حقیر سمجھنے کی بجائے میری ذہانت یا میری صلاحیتوں کا اعتراف کرتا جا رہا تھا۔

وہ میرے متعلق اس قدر الجھتا رہا کہ کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ میں اس کی سوچ پڑھتے پڑھتے بیزار ہو گیا۔ آخر میں نے اس پر لعنت بھیج دی اور اس سے تھوڑی دیر کے لیے رابطہ ختم کر دیا۔ کیونکہ میں پنڈی پوائنٹ پر پہنچ چکا تھا۔ وہاں گاڑی روکنے کے بعد میں دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ قریب کھڑی ہوئی ایک گاڑی سے سعید صاحب بھی نکل آئے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ اور فوراً ہی میرے پاس آ کر مجھے گلے سے لگایا اور خوشی سے کہنے لگے۔

"فرہاد علی مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں صدیوں کے بعد ایک بچھڑے ہوئے عزیز سے مل رہا ہوں۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ میرے دل میں تمہارے لیے بعض اوقات کتنی شدید محبت پیدا ہو جاتی ہے۔"

میں نے جواب دیا:

"آپ بیان نہ کریں تب بھی میں آپ کی محبت کو سمجھ لوں گا کیونکہ دنیا والے دل میں پیٹھ کر محبت کرتے ہیں اور میں دماغ میں گھس کر محبت کرتا ہوں۔"

میری اس بات پر وہ قہقہہ لگانے لگے۔ میں نے ان سے کہا کہ ہم دونوں اپنی اپنی کار میں بیٹھ کر لاہور جانے والی سڑک پر چلیں گے۔ پھر کہیں جا کر بیل منڈو کی کار کو چھوڑیں گے۔ اس کے بعد میں ان کی کار میں بیٹھ کر واپس مری کی طرف جاؤں گا۔ یہ طے کر کے ہم دونوں اپنی اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئے اور ڈرائیو کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔

راستے میں سعید احمد کی سوچ کو پڑھتا رہا۔ پتہ چلا کہ وہ مجھ سے باتیں کرنے کے لیے بے چین ہیں۔ میں نے انہیں مخاطب کیا تو وہ شکایت بھرے لہجے میں کہنے لگے۔

"تم اس طرح خاموش چل رہے ہو جیسے ہمارا درمیانی فاصلہ تمہارے لیے کوئی اہمیت رکھتا ہے۔"

"دو عاشق قوتوں کے سامنے تمام فاصلے مٹ جاتے ہیں۔"

"تو فاصلہ مٹا دو۔ آؤ میں کروں کس سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو؟"

"بہت سی سوچیں پیچھا کرتی رہتی ہیں۔ ابھی میں ماسٹر یوشے کی خبر لینا چاہتا ہوں۔ آپ سے تھوڑی دیر بعد گفتگو کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں پھر ماسٹر یوشے کی طرف پلٹ گیا۔ اس کا وہی حال تھا کبھی وہ روما کے ذہن میں جھانک کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا تھا کہ بیل منڈو کا سراغ لگایا نہیں کبھی وہ میرے متعلق سوچتے سوچتے الجھ جاتا تھا۔ جب میں نے اسے بدستور الجھائی ہوئی حالت میں دیکھا تو اس کی طرف سے مطمئن ہو کر پھر سعید احمد کی طرف واپس آ گیا اور انہیں مخاطب کیا۔

"سعید صاحب! ماسٹر یوشے خیریت سے نہیں ہے۔"

انہوں نے مسکرا کر پوچھا:

"کیا بات ہے۔ بہت زیادہ بیمار ہو گیا ہے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا:

"ہاں! میرے عشق میں بیمار ہو گیا ہے۔ مجھ سے ملنے کے لیے وہ اس طرح تڑپ رہا ہے کہ آپ کی محبوبہ بھی آپ کے لیے اتنا نہیں تڑپتی ہو گی۔"

وہ جھینپ کر ہنسنے لگے پھر انہوں نے کہا:

"ہاں بھئی چوٹ کر لو۔ اب تو میں کسی کی زلفوں کا اسیر ہو گیا ہوں شاید کہ محبت کی بیماری بھی تماشہ بنا دیتی ہے اور دنیا والے اس پر ہنسنے لگتے ہیں۔ اس ہنسی کی ابتدا تم سے ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا "سمجھ میں آپ کا مذاق نہیں اڑا رہا ہوں۔ مجھے تو خوشی ہے کہ کسی لڑکی کے دل میں آپ کے لیے چاہت پیدا ہو گئی ہے۔ آپ اس کے متعلق بتائیں اگر اعتراض نہ ہو تو....."

"کیسی بات کرتے ہو فرہاد۔ بھلا تمہیں بتانے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ پھر تم تو اچھے خاصے شیطان ہو۔ نہیں بتاؤں گا تب بھی میرے راز تمہیں

پہنچ جاؤ گے۔ میری محبوبہ تو کیا اس کے سارے خاندان کو کنگال ڈالو گے۔ ہاں ویسے میں بہت پہلے ہی یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ ملاقات ہوتے ہی تم کو ثمر کا ذکر کروں گا۔ اس کے ساتھ جو زیادتی ہو رہی ہے اور جس پریشانیوں میں وہ مبتلا ہے ہو سکتا ہے کہ تم اس کی وہ پریشانیاں دور کر دو۔"

"آپ کی محبوبہ میری ہونے والی بھابی ہے۔ میں غیروں کے کام آتا ہوں تو کیا اپنی بھابی کے کام نہیں آؤں گا۔ آپ مجھے بتائیں کہ پریشانی کیا ہیں؟"

سعید احمد بتانے لگے۔

"ثمر میری ایک دور کے رشتے کی عزیزہ ہے۔ تقریباً دس برس بعد اچانک ہی اس سے ملاقات ہو گئی ہے۔ میں پہلی ملاقات میں اسے پہچان نہ سکا۔ کیونکہ جب میں نے اسے دیکھا تو وہ ایک بچی تھی اور میں بھی نوجوان نہیں تھا۔ اب عمر بدل گئی ہے۔ اور نگاہیں بھی بدل گئی ہیں اسے دیکھتے ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں نگاہوں کی دوری کے باوجود دلوں کی قربت سے اسے پہچانتا ہوں۔ اس کی سوتیلی ماں نے مجھے پہچان لیا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کی سوتیلی ماں نے کہا:

"تم شاید وکیل احمد کے بیٹے ہو، جو لاہور میں رہا کرتے تھے۔"

یہ کہ کر وہ میرے والد اور والدہ کے متعلق بہت سی باتیں بتانے لگی۔ میں نے تصدیق کرتے ہوئے کہا:

"جی ہاں، آپ درست فرما رہی ہیں۔ میں ان کا ہی بیٹا ہوں اور میرا نام سعید احمد ہے۔"

پھر باتوں ہی باتوں میں مجھے پتہ چلا کہ ثمر کے والد شیخ برکت علی جو ایک کروڑ پتی تاجر ہیں پچھلے ایک سال سے پاگل خانے میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ سنتے ہی ثمر میرے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کی سوتیلی ماں نے اسے نا گواری سے دیکھا اور کہا۔

"ایک تمہیں ہی اپنے باپ سے محبت نہیں ہے۔ وہ میرے بھی کچھ لگتے ہیں۔ میرا دل بھی دکھتا ہے مگر میں اپنے آنسو کسے دکھاؤں؟ اب ان کا علاج ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی تو وہ ذہنی طور سے صحیح اب ہو کر واپس آجائیں گے۔ تمہارے آنسو انہیں واپس نہیں لا سکتے۔ بس چپ کر جاؤ۔"

ان کی ڈانٹ ڈپٹ سن کر ثمر دوسرے کمرے میں چلی گئی میں نے اتنی سی بات سے اندازہ لگا لیا کہ ثمر کے ساتھ اس کی سوتیلی ماں کا سلوک اچھا نہیں ہے۔ پھر چھٹیوں کے دوران میری ثمر سے بے تکلفی رفتہ رفتہ بڑھنے لگی۔ تب ثمر نے مجھے بتایا کہ اس پر کیسی کیسی مصیبتیں نازل ہوتی ہیں جب سے اس کی سوتیلی ماں آئی ہے ہمیشہ اسی کوشش میں رہتی ہے کہ شیخ برکت علی کی ساری جائداد اس کے نام ہو جائے۔ جب برکت علی نے بیاہ کر لائے تھے تو اس وقت وہ ایک نوجوان بیوہ تھی اور اپنے ساتھ ایک سات برس کا لڑکا لے کر آئی تھی۔ اب وہ لڑکا جوان ہو گیا ہے۔ اور وہ چاہتی ہے کہ کسی طرح ساری جائداد اس کے نام ہو جائے جو قانونی طور سے ناممکن ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ بار بار شیخ برکت علی سے کہتی رہتی ہے کہ فرخ کی شادی ان کی لڑکی سے کر دی جائے لیکن یہ پیشکش نہ تو ثمر کو پسند ہے اور نہ ہی اس کے والد اس رشتے کو پسند کرتے تھے۔ وہ ہر طرف سے ناکام ہو کر خاموش بیٹھ گئیں۔ ثمر نے شبہ ظاہر کیا کہ وہ بظاہر خاموش تھیں۔ مگر اپنی سوتیلی بیٹی کو برباد کرنے کا انہوں نے بہت ہی خطرناک منصوبہ بنایا تھا۔ جب ثمر نہ پندرہ برس کی تھی تو چند بدمعاشوں نے اسے اغوا کر لیا تھا اور ایک ویران سے مکان میں لے جا کر قید کر دیا تھا۔ اس کی قسمت اچھی تھی کہ کسی نے اس کی عزت کو لوٹنا نہیں بتایا۔ چند ہی گھنٹے بعد پولیس کی ایک جماعت نے اس مکان پر چھاپہ مارا تھا۔ اور اسے وہاں سے برآمد کر لیا تھا۔ بدمعاش وہاں سے بھاگ گئے تھے۔ پھر پتہ نہ چل سکا کہ وہ کون تھے اور کس مقصد کے لیے اسے اغوا کیا گیا تھا۔ ثمر کہتی ہے کہ اس کے پیچھے اس کی سوتیلی ماں کا ہاتھ تھا لیکن اس کا جرم ثابت کرنے کے لیے ثمر کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے ایک سال پہلے اچانک ہی شیخ برکت علی کا دماغ چل گیا۔ وہ اپنے بھلے تھے۔ رات کو سونے سے پہلے اپنی عادت کے مطابق ایک گلاس دودھ پیا پھر بستر پر لیٹنے کے لیے گئے تو اچانک ہی بے چینی سے ادھر سے اُدھر بستر پر لوٹنے لگے پھر انہیں کپکپی کر دجہ پوچھی گئی تو وہ الٹی سیدھی باتیں کرنے لگے جو ان کے قریب جاتا تھا۔ وہ اسے مارنے کے لیے دوڑتے تھے۔ ثمر کی امی نے ملازموں سے کہا کہ وہ انہیں پکڑ کر رسیوں وغیرہ سے باندھ کر رکھیں۔ پھر ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ دوسرے دن ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق انہیں پاگل خانے بھیج دیا گیا اور اب تک وہ پاگل خانے میں موجود ہیں۔"

میں نے سعید احمد سے پوچھا:

"ان کے پاگل پن کے سلسلے میں ثمر کیا کہتی ہے؟"

"ثمر اس سلسلے میں بھی اپنی سوتیلی ماں پر شبہ کر رہی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ رات کو سونے سے پہلے انہوں نے جو دودھ پیا تھا اس میں کوئی ایسی دوا ملائی گئی ہے جس نے ان کے دماغ کو الٹ دیا ہے۔ وہ دودھ پینے کے بعد ہی پاگل ہو گئے تھے۔"

میں نے پوچھا:

"ثمر کی سوتیلی ماں اپنے شوہر سے کیوں دشمنی کرے گی؟"

سعید احمد نے جواب دیا:

"وہی جائداد کا جھگڑا ہو سکتا ہے۔ دولت حاصل کرنے کے لیے مرد ہو یا عورت سب ہی پستی میں گر جاتے ہیں۔ وہ ثمر کے والد کو پاگل بنا کر شاید کسی اور ٹھکانے سے ان کی ساری دولت ہتھیانا چاہتی ہے میرا اندازہ یہ ہے کہ وہ کسی وقت بھی ثمر کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔ اگر ثمر نہیں رہے گی یعنی مر جائے گی۔ دوسری طرف اس کا باپ پاگل خانے میں ہے گا تو تم سوچو وہ ساری جائداد کس کے حصے میں آئے گی؟"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا:

"ہاں اس طرح بات کچھ سمجھ میں آتی ہے۔ بہرحال ثمر کی سوتیلی ماں

بھانپ جاتی ہے۔ یہ میں معلوم کر لوں گا۔ آپ اطمینان رکھیں جب تک میں آپ کے ساتھ ہوں کوئی مجرم اپنا چہرہ نہیں چھپا سکے گا۔"

سعید احمد نے احسان مندی سے کہا:

"میں جانتا تھا فرہاد تم اس سلسلے میں غریب ثمر کے کام آؤ گے۔ میں خوشخبری ثمر کو سناؤں گا۔"

میں نے ان سے پوچھا:

"کیا آپ ثمر سے میرا ذکر کر چکے ہیں؟"

انہوں نے مسکرا کر کہا:

"میں تمہارا ذکر کہاں نہیں کرتا ہوں۔ تنہائی میں ہوتا ہوں تو تمہارا ذکر کرتا رہتا ہوں محفل میں بیٹھتا ہوں تو تمہارا ذکر کرتا ہوں۔ تمہاری تعریف کرتے وقت مجھے یوں لگتا ہے جیسے میرا اپنا مقام بلند ہو رہا ہے۔ میں نے ثمر کے سامنے تمہاری بڑی تعریفیں کی ہیں۔"

میں نے کسی قدر پریشان ہو کر کہا:

"اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ثمر کے سامنے میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا ذکر بھی کیا ہے؟"

وہ ذرا گڑبڑا کر بولے:

"آں، انیس تو، میں نے ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں ثمر کو کچھ نہیں بتایا۔"

"کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں فرہاد میں تم سے جھوٹ کیسے بول سکتا ہوں کیا میں نہیں جانتا کہ اگر میں جھوٹ بولوں گا تو تم سوچ کے ذریعے کسی وقت بھی سچ تک پہنچ جاؤ گے۔ یقین کرو میں تمہاری تعریف اس انداز میں کرتا ہوں جیسے تم ایک پُراسرار من ہو۔ حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ مگر وہ صلاحیتیں کیا ہیں اس کا ذکر کبھی میں نے کسی کے سامنے نہیں کیا۔ یوں سمجھو کہ میں تمہاری امانت اور دیری کی تعریف کیا کرتا ہوں۔"

باتوں کے دوران بہت زیادہ وقت گزر گیا ہم جہلم پہنچ کر بہت ہی اسٹینڈرڈ کے ہوٹل کے سامنے رک گئے۔ میں نے بیل سٹینڈرڈ کار سے باہر آتے وقت کار کی چابی اگنیشن میں چھوڑ دی تھی۔ کھڑکیوں کے شیشے بھی نہیں چڑھائے البتہ سعید احمد نے اپنی کار کو لاک کر دیا تھا ہم دونوں ہلکا سا ناشتہ کرنے کے لیے اس ہوٹل میں داخل ہو گئے ہوٹل میں زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔ چار پانچ میزوں کے اطراف کچھ لوگ بیٹھے ہوئے نظر آ رہے تھے ہم دونوں ایک میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے سعید احمد بیرے کو بلا کر ناشتے کا آرڈر دینے لگے۔

اتنے میں ایک شخص ہوٹل کے دروازے پر نظر آیا وہ معمولی حیثیت کا آدمی تھا۔ میری توجہ کا مرکز نہیں بن سکتا تھا لیکن تھوڑی دیر پہلے اس نے کار سے اترتے وقت عقب نما آئینے میں اسے دیکھا۔ وہ ہوٹل کے باہر کھڑا ہوا سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ اور بڑی خاموشی سے اور اٹھتی ہوئی نظروں سے بیل سٹینڈرڈ کی کار کو دیکھ رہا تھا۔ جب میں نے کار کو لاک کیے بغیر ہوٹل میں داخل ہونے لگا تو اس کے قریب سے گزرتے وقت میں نے اس کی آنکھوں میں حیرانی اور خوشی کے ملے جلے تاثرات دیکھے۔ اس وقت میں نے پھر بھی کوئی خاص توجہ نہ دی۔ اب وہ ہوٹل کے دروازے پر آتے ہی ٹھٹک گیا تھا۔ سب سے پہلے اس نے مجھ پر نظر ڈالی تھی پھر مجھ سے نظریں ملتے ہی وہ تیزی سے پلٹ کر دوسری میز کی جانب چلا گیا۔ اس میز کے اطراف دو خوش پوش ادھیڑ عمر کے آدمی بیٹھے ہوئے کھانے کے دوران گفتگو کر رہے تھے۔ وہ اس شخص کو آتے دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ آتا ہی دوسرے کوئی بھی ان کی باتیں نہیں سن سکتا تھا لیکن میرے لیے ان کی باتیں سن لینا ناممکن نہیں تھا۔ اس شخص نے آنے والے کو مخاطب کیا:

"کیا بات ہے جعفر کیا کوئی خاص خبر ہے؟"

جعفر ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ بیٹھنے سے پہلے اس نے دور میری جانب نظر دوڑائی۔ مگر اب میں اس کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا۔ سر جھکائے ان کی سوچ کے ذریعے ان کی ایک ایک حرکت کو اور ایک ایک بات کو سن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا جب جعفر نے مجھے اپنی طرف سے غافل پایا تو وہ اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

"کنور صاحب یہیں ابھی اور اسی وقت کام مل سکتا ہے۔"

"کیسے؟" کنور نام کے آدمی نے حیرانی سے پوچھا۔

جعفر اسے بتانے لگا اور ہماری طرف اشارہ کرنے لگا کہ اس میز پر جو دو آدمی بیٹھے ہیں وہ دونوں اپنی اپنی کار میں آئے ہیں لیکن ان میں سے ایک شخص نے کار کو لاک نہیں کیا ہے اور کار کی چابی اگنیشن میں چھوڑ دی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کنور سے پوچھا۔

"کیا یہ ہمارے لیے بہترین موقع نہیں ہے؟ ہم کسی ٹیکسی میں جانے کی بجائے اس کار کو لے کر یہاں سے فرار ہو سکتے ہیں۔ وہ دونوں ابھی یہاں کچھ دیر بیٹھ کر ناشتہ کریں گے اور چائے پئیں گے۔"

کنور نے اپنے دوسرے ساتھی کو دیکھ کر مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"کیوں اسد تمہارا کیا خیال ہے؟"

اسد نے جواب دینے سے پہلے ہماری جانب دیکھا اور کہا۔

"خیال نیک ہے۔ وہ دونوں ابھی ہوٹل میں داخل ہوئے ہیں ابھی بیرے نے ان کے لیے ناشتہ بھی نہیں لگایا ہے۔ وہ یہاں کافی دیر بیٹھیں گے۔ ہمیں اسی وقت یہاں سے اٹھ جانا چاہیئے۔"

کنور نے اسی وقت بیرے کو بلایا تاکہ وہ بل لے آئے اور وہ لوگ بل ادا کر کے فوراً ہی وہاں سے جا سکیں۔ میں نے سعید احمد کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا:

"سعید صاحب کار چھوڑنے کا مسئلہ خود بخود حل ہو رہا ہے۔"

انہوں نے پوچھا:

"وہ کیسے؟"

میں پہنچتے ہوئے انہیں ساری باتیں بتانے لگا اور انہیں تاکید کردی کہ وہ اس میز کی جانب پلٹ کر نہ دیکھیں ورنہ کام بگڑ جائے گا سعید گروپ نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا:

"یہ تو ٹھیک ہے فرہاد۔ ہم کار کو کہیں نہ کہیں چھوڑنا چاہتے تھے اب اسے چرانے والے پیدا ہوگئے ہیں لیکن ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ کس مقصد کے لیے کسی دوسرے کی کار یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں؟"

میں نے سر ہلا کر اُن سے کہا:

"اچھی بات ہے۔ آپ تھوڑی دیر خاموش بیٹھے رہیں میں ان کے متعلق معلومات حاصل کرتا ہوں۔"

اتنے میں میرا ہمارے لیے نکسٹرے کر آگیا۔ میں نے ناشتے کی پلیٹ پر جھکتے ہوئے کنور نامی آدمی سے سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ وہ شخص بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کر رہا تھا کہ یہاں سے اس کار کو لے جانا کہاں تک مناسب ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا:

"ہاں مجھے یہ قدم اٹھانے سے پہلے اپنی پلاننگ پر ابھی طرح شروع سے آخر تک غور کر لینا چاہیئے۔ ورنہ جلد بازی سے کام بگڑ جائے گا۔"

کنور کی سوچ نے کہا:

"کام اسی وقت بگڑے گا جب ہم یہاں سے کار لے جاتے وقت کار والے کی نظروں میں آجائیں گے۔ اس کار والے کے علاوہ کسی دوسرے کو اس بات کا علم نہیں ہوگا کہ ہم کس کی کار لے جا رہے ہیں۔ دوسرے لوگ یہی سمجھیں گے کہ ہم اپنی کار میں بیٹھ کر جا رہے ہیں۔ نیس زیادہ سوچنے کا وقت نہیں ہے۔ تہمت سے یہ کار ہاتھ آگئی ہے تو اسے مفرور حاصل کرنا چاہیئے پہلے تو ہم نے سوچا تھا کہ یہاں سے ایک ٹیکسی حاصل کریں گے اور اس مل اونر احمد علی کا پیچھا کریں گے۔ وہ ٹھیک دس بجے بنک سے پچاس ہزار روپے نکالنے کے بعد اپنے فلیٹ میں تنخواہ دینے مل کی طرف جائے گا۔ یہ ان راستے میں ہم اس کی کار کے سامنے رکاوٹ بن جائیں گے۔ پھر ٹیکسی ڈرائیور کو اسلحہ دکھا کر پستول سے۔ اس کے بعد ٹیکسی میں بیٹھ کر آگے نکل جائیں گے۔ آگے ہماری اپنی کار موجود ہوگی۔ وہاں ہم ٹیکسی کو چھوڑ دیں گے اور اپنی کار میں بیٹھ کر واپس پنڈی چلے جائیں گے۔ مگر اب ٹیکسی کا خیال چھوڑ دینا چاہیئے اس طرح ایک بیچارے ٹیکسی ڈرائیور کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ صرف احمد علی ہمارے ہاتھوں ہلاک ہوگا۔ ہاں یہی مناسب ہے ہمیں فوراً ہی یہاں سے اس کار کو لے کر نکل جانا چاہیئے۔"

اس کی سوچ پڑھنے کے بعد میں نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھا۔ دس بجنے میں پندرہ منٹ باقی تھے۔ انہیں ٹھیک وقت پر ایک کار ملنے حاصل ہو رہی تھی اور وہ اسے اپنی خوش نصیبی سمجھ رہے تھے۔ ان کے خیال کے مطابق قسمت ان کا ساتھ دے رہی تھی۔ میں سعید احمد کو وہ تمام باتیں بتانے لگا جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ہماری کار لے جا کر وہ صرف ڈکرنیں ڈالیں گے بلکہ ایک بے گناہ انسان کو قتل بھی کریں گے تو سعید احمد نے کہا

"فرہاد! یہ مناسب نہیں ہے۔ انیس احمد علی کا پیچھا کرنے سے باز رکھنا چاہیئے۔ اور کسی طرح ان مجرموں کو قانون کے حوالے کرنا چاہیئے۔"

میں نے کہا "ابھی تو انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے صرف مشکوک بنایا ہے۔ جب تک یہ جرم کے لیے کوئی قدم نہ اٹھائیں اور میں انہیں رنگے ہاتھوں نہ پکڑ لوں اس وقت تک یہ قانون کی گرفت میں نہیں آسکتے۔"

سعید احمد نے بحث شروع کر دی۔

تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ انہیں ڈاکہ ڈالنے اور احمد علی کو قتل کرنے کا موقع دینا چاہیئے پھر ہم انہیں گرفتار کر سکیں گے۔"

میں نے نفی میں سر ہلا کر کہا:

"میں یہ نہیں چاہتا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں انیس یا احمد علی تک پہنچنے نہیں دوں گا۔ مگر آپ بھی انہیں قانونی گرفت میں نہیں لا سکیں گے۔ ویسے انیس ان کے کیے کی سزا ضرور ملے گی۔"

انہوں نے پوچھا:

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

میں نے جواب دیا:

"آپ اطمینان سے بیٹھ کر ناشتہ کریں اور انہیں ہماری غفلت سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیں میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

انہوں نے ایک گہری سانس لے کر کہا:

"ہاں بھئی تم سے کوئی بات بعید نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ تم انہیں سزا دو گے مگر ذرا محتاط رہنا فرہاد ایک انسانی زندگی کا سوال ہے ایسا نہ ہو کہ تمہاری ذرا سی غفلت سے فائدہ اٹھا کر وہ احمد علی کو قتل کر دیں اور تمہیں گرفتار ہونا پڑ جائے۔"

میں نے انہیں اطمینان دلایا۔ پھر ہم خاموشی سے سر جھکا کر ناشتہ کرنے لگے۔ آدھی دیر میں وہ تینوں اپنی میز سے اٹھ کر ہوٹل سے باہر چلے گئے۔ اور میں کنور کی سوچ کے ذریعے دماغی اسکرین پر دیکھتا رہا کہ وہ ہوٹل کے دروازے پر کھڑے رہنے کے لیے کہا تھا تاکہ وہ ہم پر نظر رکھے۔ جب کنور بیل منڈوکی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور کار کے پاس والی سیٹ پر اس کا ساتھی اسد آگیا تو پھر جعفر بھی دروازے سے پلٹ کر ان کے پاس آگیا اور کار کا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی کنور نے کار اسٹارٹ کی اور تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا دور نکلتا چلا گیا۔ جعفر پچھلی سیٹ پر بیٹھا بار بار پلٹ کر ہوٹل کی جانب دیکھ رہا تھا۔ جب وہ ہوٹل نظروں سے اوجھل ہوگیا تو اس نے اطمینان کا سانس لے کر کہا:

"کنور صاحب! سب خیریت ہے۔ ان دونوں کو اس بات کا علم نہیں ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ایک کی کار غائب ہوگئی ہے۔"

وہ تینوں خوش فہمی میں مبتلا ہو کر ایک بینک کے سامنے پہنچے جہاں سے اتر کر وہ بینک کے اندر گیا۔ وہاں اس نے سعید احمد علی کو دیکھا جو نوٹوں کی گڈیاں گن رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر وہ فوراً واپس آگیا پھر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے انہیں بتایا کہ احمد علی منیجر کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اور کیش گن رہے ہیں۔ اس طرح انہیں اندازہ ہوگیا کہ اب وہ تھوڑی دیر بعد وہاں سے چلنے ہی والا ہوگا۔

یہ اندازہ کرنے کے بعد کنور نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا ایک ویران علاقے پر جانے لگا۔ میں اس علاقے کے متعلق زیادہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کس راستے پر جا رہے ہیں۔ بہرحال کچھ آگے جانے کے بعد وہ ایک کچا سڑک کے کنارے کھڑی کر دی اور وہاں بیٹھے ہوئے احمد علی کی کار کا انتظار کرنے لگے۔ میں سعید احمد کو تھوڑی دیر بعد رپورٹ سناتا جا رہا تھا کہ تھوڑی دیر بعد انیس احمد علی کی کار آتی ہوئی نظر آئی۔ پھر وہ کار تیزی سے گزرتی ہوئی ان کے قریب سے نکل گئی۔ کنور نے بھی کار اسٹارٹ کی اور آگے جانے والی کار کا پیچھا کرنے لگا۔ کچھ آگے جا کر شاید احمد علی کو کسی خطرے کا احساس ہوا تھا یا پتہ نہیں کیا بات تھی کہ انہوں نے کار کی رفتار تیز کر دی تھی۔ کنور نے بھی رفتار بڑھا دی۔ میں اس کی سوچ کے ذریعے سمجھ رہا تھا کہ جس راستے سے وہ گزر رہا ہے اس کے اطراف بڑے بڑے درخت ہیں۔ میں نے اچانک ہی اس کی توجہ اس طرف مبذول کرتے ہوئے کہا:

"اسٹیئرنگ دائیں طرف موڑ دو....."

ایک ذہنی جھٹکا پہنچتے ہی کنور کا ہاتھ بہک گیا۔ کار دائیں طرف کچی اور سڑک سے نیچے جاتے ہوئے ایک درخت سے ٹکرا گئی۔ میں نے چیخیں مارنے کی آواز نہیں سنیں۔ اس کے بعد کنور کا ذہن تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ اس وقت میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ بیہوش ہوگیا ہے یا فوت ہو کر ہلاک ہوگیا ہے۔ بہرحال بیل منڈو کی کار صحیح سلامت تباہی سے بچ گئی تھی۔

ناشتہ کرنے کے بعد میں سعید احمد کے ساتھ ہوٹل سے باہر آیا اور ان کی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"آپ مجھے تھوڑی دیر پچھلی سیٹ پر سونے کا موقع دیں میرا نیند کا غلبہ ہے۔ اتنا طویل راستہ آپ خاموش رہ کر طے کریں گے اور جاگتے رہیں گے۔ میں بہت تھک گیا ہوں ورنہ آپ کو تنہا نہ چھوڑتا۔"

سعید احمد نے ڈرائیونگ سیٹ کو سنبھالتے ہوئے کہا:

مجھے تمہاری تھکن کا احساس ہے۔ پیٹ بھرنے کے بعد نیند اور غلبہ آنے لگتی ہے۔ ٹھیک ہے تم پچھلی سیٹ پر آرام کرو میں تمہیں منزل سے بیدار کر دوں گا۔"

یہ کہہ کر انہوں نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر اسے پنڈی کے راستے پر موڑ کر بڑھنے لگے۔ میں نے ایک سگریٹ سلگا کر آرام سے لیٹنے کے بعد فوراً سونے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ مسٹر یوشے نے ایک انداز سے میرے متعلق کہا تھا۔ اور یہ شبہ کر رہا تھا کہ کہیں میں بھی ٹیلی پیتھی کا علم تو نہیں جانتا ہوں؛ وہ اپنے شبہ پر کس حد تک قائم ہے، میں یہ معلوم کرنے کے لیے اس کے ذہن میں جھانکنے لگا۔

اس وقت مسٹر یوشے دوسرے تین ماسٹروں کے ساتھ کسی کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور ان سے میرے ہی متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ وہ ماسٹروں کو تو میں پہلے ہی سے جانتا تھا۔ ایک مسٹر یوشے دوسرا مسٹر دانیال، جو اخلا کا باپ تھا اور آگ کے شعلوں میں نہانے کا حیرت انگیز تماشا دکھاتا تھا۔ وہ اپنے ماسٹروں کے گروپ میں آگ کا دیوتا کہلاتا تھا اس لیے کہ آگ اس پر اثر نہیں کرتی تھی۔ ان کی گفتگو کے دوران باقی دو ماسٹروں سے بھی غائبانہ تعارف ہوگیا کیونکہ وہ گفتگو کرتے وقت ایک دوسرے کو نام لے کر مخاطب کر رہے تھے۔ ان میں سے تیسرے ماسٹر کا نام سامن تھا۔ اس وقت ماسٹر سامن کہہ رہا تھا:

"ماسٹر یوشے تمہاری رپورٹ سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ فرہاد علی بہت خطرناک انسان ہے۔ تمہارے جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اب تک اسے اپنے قابو میں نہیں کر سکا۔ مجھے تمہارا شبہ درست نظر آتا ہے کہ فرہاد علی ٹیلی پیتھی سے واقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تم وہاں اپنے آدمیوں کو لکھ دیتے ہو اور وہ تمہارے آدمیوں کے ذریعے اس علم کو سن لیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں تمہاری سوچ کو پڑھ لیتا ہے اور تمہیں اتنا موقع نہیں دے رہا ہے کہ تم کسی ذریعے سے اس کی سوچ تک پہنچ سکو۔ یہیں کسی نہ کسی طرح تمہارے اس شبے کی تصدیق کرنی چاہیئے۔"

ماسٹر یوشے نے کہا

"مگر ہم تصدیق کس طرح کریں گے۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس وقت بھی میرے ذہن سے ہم سب کی گفتگو سن رہا ہے اور ہماری منصوبہ بندیوں سے واقف ہو تا جا رہا ہے۔ اس شیطان تک پہنچنے کے لیے یہ نہایت مزیدی ہے کہ اسے ہمارے کسی بھی پروگرام کا علم نہ ہو۔"

ماسٹر سامن نے اس کی تائید کی:

"ہاں اس کے متعلق گفتگو کرتے وقت میرے ذہن میں یہ بات نہیں ہی تھی مگر اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو ہماری گفتگو سن رہا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری سوچ کے ذریعے وہ ماسٹر دانیال کی اور میری سوچ تک پہنچ چکا ہے کیونکہ تمہارے ساتھ ہم دونوں ایسا تک گفتگو کرتے رہے ہیں۔ اب ہمیں ایک راستہ رہ گیا ہے کہ جو تھا ماسٹر ہماری اس گفتگو میں بالکل حصہ نہ لے جس طرح فرہاد گونگا بنا ہوا ہے اسی طرح چوتھا ماسٹر بھی گونگا بنا رہے اور اپنے آپ کو صرف فرہاد سے نہیں، ہم سے بھی دور رکھے اور ایک گمنام انسان کی طرح فرہاد تک پہنچنے کی کوشش کرے۔"

ماسٹر سامن کی رائے سے سب ہی نے اتفاق کیا۔ اس کی بات سنتے ہی سب کی نگاہیں چوتھے ماسٹر کی طرف اٹھ گئیں۔ چوتھا ماسٹر اپنی کرسی پر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس کی سوچ کے ذریعے اس کی نگاہوں تک پہنچ سکتا تھا لیکن اس نے کالے شیشوں والی عینک پہن رکھی تھی۔ اس کا آدھا

چہرہ دار بھی اور سر کھلوں سے چھپا ہوا تھا اور وہ ان کے مشورے کے مطابق بکم سے گونگا بن گیا تھا۔ میں اس چوتھے ماسٹر تک نہیں پہنچ سکتا تھا ماسٹر نیال نے خوش ہو کر کہا:

"ماسٹر سائمن تم نے بروقت ایک بہت ہی عمدہ مشورہ دیا ہے۔ اب ہمیں اس طرح پروگرام بنانا چاہیئے کہ فرہاد خیال خوانی کے ذریعے بھی ہمارے کسی پروگرام کو نہ سمجھ سکے۔ ایسی صورت میں میں ماسٹر یوشے سے یہ پوچھوں گا کہ کیا وہ کل کی فلیٹ سے فرہاد کے ملک میں جا رہے ہیں یا اپنا پروگرام منسوخ کر رہے ہیں کیونکہ اس پروگرام کا علم فرہاد کو ہو چکا ہوگا۔"

ماسٹر یوشے نے مستکم لہجے میں کہا۔

"اگر اسے پروگرام کا علم ہو گیا ہے تو ہونے دو میں مزید جاؤں گا مگر وہ ٹیلی پیتی جانتا ہے تو میں دیکھوں گا کہ وہ اس علم کے سمندر میں کتنا غوطہ لگاتا ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے نہیں ٹکرائے گا۔ اگر ٹکرانا چاہا تو وہ اب تک کھل کر سامنے آ جاتا۔ وہ مجھ سے چھپتا پھر رہا ہے اس سے اس کی خیال خوانی کی کمزوری ظاہر ہو رہی ہے۔ آپ سب اطمینان رکھیں۔ وہاں پہنچتے ہی جب بھی اس کا پتہ چلا تو میں اسے اپنے علم کی گہرائیوں میں لے جاؤں گا پھر وہ ملامتا رہ جائے گا لیکن میری تیاطی صلاحیتوں سے نجات نہیں حاصل کر سکے گا۔"

ماسٹر سائمن نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

"اچھی بات ہے آپ جو کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے طور پر کریں ہم اس سلسلے میں مزید بحث نہیں کریں گے۔ ہمارے چوتھے ماسٹر کو اپنے طور پر جو کچھ کرنا ہوگا وہ کرے گا۔ اور وہ جو کرے گا اس کا ہم تین ماسٹروں کو بھی علم نہیں ہوگا کیونکہ ہم تینوں فرہاد کی خیال خوانی کی زد میں آ چکے ہیں۔ اسی لیے ہم سب چوتھے ماسٹر کے پروگراموں سے باخبر نہ رہ سکیں گے۔ بس آج کی میٹنگ برخاست ہوتی ہے۔"

ان کی باتیں سن کر میری نیند بھی اڑ گئی اور ہوش بھی اڑ گئے۔ اب وہ ایسی پلاننگ کر چکے تھے کہ میں سوچ کے ذریعے بھی ان کی منصوبہ بندیوں کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ صرف ماسٹر یوشے کے متعلق اتنا علم تھا کہ وہ کل کی فلائیٹ سے کسی وقت بھی یہاں پہنچ رہا ہے۔ وہ چوتھا نادیدہ ماسٹر کیا سوچ رہا ہے اور کیا کرنا چاہ رہا ہے، یہ میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ مجھے مکمل طور سے اندھیرے میں رکھنے کے لیے انہوں نے بہت اچھی تدبیر سوچ لی تھی۔

میں بہت دیر تک اپنے طور پر یہ سمجھنے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ چوتھا ماسٹر میرے خلاف کس قسم کے اقدامات کرے گا۔ وہ کون ہے؟ کیسی صلاحیتوں کا مالک ہے کہ وہ چوتھا ماسٹر بنا ہوا ہے اس نے اپنی شخصیت کو بالکل ہی چھپایا تھا اور کسی وقت بھی اندھیرے کے تیر کی طرح کہیں سے بھی سنسناتا ہوا آ سکتا تھا۔ میں بہت دیر تک سوچتا رہا۔ پھر مجھے یاد آیا کہ ماسٹر یوشے نے یہاں پہنچنے کے لیے دو سیٹیں ریزرو کرائی تھیں۔ وہ دوسری سیٹ کس کے لیے ہے؟ کیا اسی چوتھے ماسٹر کے لیے؟ یہ بات میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا مگر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ دوسری سیٹ چوتھے ماسٹر ہی کے لیے ہو۔ بہرحال مجھے کل تک ایک خطرناک شیطان کا انتظار کرنا تھا۔ دوسرا خطرناک شیطان جو ماسٹر یوشے سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو رہا تھا، وہ چوتھا ماسٹر تھا۔ مجھے اس کا بھی انتظار کرنا تھا اس طرح کرنا تھا جس طرح بے وسیلہ انسان موت کا انتظار کرتا ہے۔

فاتیہ رفتاری سے بھاگی جا رہی تھی۔ سعید احمد کی نظریں مونڈاسکرین کے برقی ہوئی تھیں۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ میں سو رہا ہوں مگر میں جاگ رہا تھا ایسے وقت مجھے غالب کا ایک شعر یاد آ گیا تھا:

موت کا ایک دن معین ہے — نیند کیوں رات بھر نہیں آتی؟

واقعی موت کے لیے ایک دن مقرر ہوتا ہے پھر اس فکر سے جاگنے رہنے سے کیا فائدہ کیا ہے؟ میں نے تمام خیالات کو ذہن سے جھٹک کر سونے کا ارادہ کر لیا اور انہیں بند کر کے اپنے دماغ کو ہدایت دینے لگا کہ اس وقت تک میں گہری نیند سوتا رہوں جب تک کوئی مجھے آواز دے کر نہ اٹھائے۔ یہ ہدایت دینے کے بعد میں آہستہ آہستہ نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

آدھی نیند بھی کیا چیز ہے۔ سکون سے گہری نیند آئے تو آدھی موت واقع ہو جاتی ہے۔ ساری دنیا کی فکر سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ نیند کے وقفے تک کوئی ہمارا دشمن نہیں ہوتا۔ اتنی سی دیر کے لیے ساری دنیا دوست بن جاتی ہے۔ ہمیں بلینان سے سونے کا موقع دیتی ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اپنے ہی دوست نیند کے دشمن بن جاتے ہیں۔ میرے دوست سعید احمد نے مجھے جھنجھوڑ کر اٹھایا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو کچھ دیر تک کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کہاں ہوں کس دنیا میں ہوں پھر ذہن سے دھند صاف ہونے لگی۔ نیند کا خمار اترا تب میں نے محسوس کیا کہ میں اسی طرح کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا ہوں۔ میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سعید احمد نے کہا:

"تم گھوڑے بیچ کر سونے کا محاورہ ثابت کر رہے ہو۔ یہاں مری پہنچ کر میں نے تمہیں نیند سے بیدار کرنا چاہا مگر نیند کی حالت میں دیکھ کر مجھے تم پر رحم آ گیا۔ میں نے سوچا پتہ نہیں کتنی راتوں سے تم جاگتے پھر رہے ہو کبھی بھوروں سے کبھی کے بھی ان کے پیچھے۔ پتہ نہیں کبھی تمہیں اتنے اطمینان اور سکون سے سونے کا موقع بھی ملا ہے یا نہیں۔ میں نے سوچا جس حالت میں تم پڑے ہوئے ہو اگرچہ یہ آرام دہ نہیں ہے پھر بھی تم سکون سے ہو۔ تمہاری نیند میں مداخلت نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی لیے میں کار کو لاک کر کے اپنے کمرے میں چلا گیا کئی بار میں یہاں آ کر کار کی کھڑکی سے جھانک کر تمہیں دیکھتا رہا کہ شاید تم بیدار ہو گئے ہو مگر تم نے تو جیسے نہ اٹھنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ یہ دیکھو شام کے چار بج رہے ہیں مجبور ہو کر مجھے اٹھانا پڑا۔"

میں نے انگڑائی لے کر بدن کو توڑتے مروڑتے ہوئے کہا:

"یہ آپ نے اچھا کیا کہ مجھے اتنی دیر تک سونے کا موقع دیا۔ یہاں کافی سردی ہے اگر مجھے غسل کرنے کے لیے گرم پانی مل جائے تو ساری تھکن بھی دور ہو جائے گی۔"

"آؤ کمرے میں چلو تمہارے لیے ہر چیز کا انتظام ہے غسل بھی کر لو گے، گرما گرم کھانا بھی کھا لو گے اور کافی بھی پی لو گے۔ تمہاری ساری تھکن دور ہو جائے گی۔ کم آن۔"

میں ان کے ساتھ کار سے اتر کر باہر آ گیا۔ ان کی کار ایک چھوٹے سے کاٹیج کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ سعید احمد نے بتایا کہ یہ کاٹیج ثمر کے والد برکت علی صاحب کی ملکیت ہے۔ میں ان کے ساتھ کاٹیج کے اندر گیا تو سب سے پہلے ایک ادھیڑ عمر کی عورت سے سامنا ہوا۔ سعید احمد نے اس سے تعارف کرایا:

"فرہاد! یہ ثمر کی والدہ صاحبہ ہیں۔ میں پہلے ہی تمہارے سامنے ان کی کافی تعریفیں کر چکا ہوں۔"

یہ سن کر سعید احمد ان محترمہ کی پہلے بھی تعریف کر چکے ہیں وہ خوشی سے کھل گئیں۔ انہوں نے کہا:

"فرہاد سعید احمد نے تمہارا غائبانہ تعارف کرایا ہے پھر میں نے کار کی کھڑکی سے جھانک کر تمہیں دیکھا ہے۔ چلو اچھا ہوا تم یہاں آ گئے۔ اچھی کمپنی رہے گی۔ تمہارے ساتھ اچھا وقت گزرے گا۔"

اس کی عمر پینتالیس برس سے کسی طرح کم نہ ہوگی مگر وہ ہم عمر سہیلیوں کی طرح بڑی بے تکلفی سے اور بڑی لگاوٹ سے مجھے کمپنی دینے کی بات کر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر چیچک کا ہلکا سا نشان تھا جیسے شکستہ دیوار پر ہلکا رنگ روغن چڑھا کر اسے خوبصورت بنانے کی کوشش کی گئی ہو۔ میں نے بھی اس کی نفسیاتی کمزوری کو دیکھتے ہوئے کہا:

"یہ سعید صاحب آپ کے شوہر کو انکل کہتے ہیں اس رشتے سے میں آپ کو آنٹی کیسے کہوں؟ آپ تو اتنی کم عمر لگتی ہیں کہ کسی طرف سے آنٹی جیسی مہ خاتون نظر ہی نہیں آتیں۔ میرے لیے تو بڑی پرابلم ہو گئی ہے۔"

وہ میری بات سن کر خوشی سے کھلکھلا کر ہنسنے لگیں۔ اور کہنے لگیں۔

"مجھے بھی یہ آنٹی وانٹی کا رشتہ بالکل پسند نہیں ہے ہمیں تو دوستوں کی طرح وقت گزارنا چاہیئے۔ یہ رانم فیروزہ ہے تم مجھے بے تکلفی سے فیروزہ کہہ کر مخاطب کر سکتے ہو سچ کہتی ہوں۔ مجھے تکلف بالکل پسند نہیں۔"

سعید احمد فیروزہ کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے کہا:

"آنٹی میں تو پوچھوں گا ہی آپ کو آنٹی کہتا ہوں اس لیے مجھے نوٹس ہے میں آپ کو فیروزہ نہیں کہوں گا۔ بہرحال یہ بعد کی باتیں ہیں۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ فرہاد بہت تھکا ہوا ہے۔ آپ ذرا اجازت دیں تو یہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو جائے پھر ہم باتیں کریں گے۔"

"ہاں، ہاں کیوں نہیں؟" فیروزہ نے چہکتے ہوئے کہا "فرہاد میں بھی تمہارا انتظار کرتی رہوں گی۔ جلدی آ جانا پھر ہم تفریح کا پروگرام بنائیں گے۔"

میں نے بڑی لگاوٹ سے کہا:

"آپ کی شخصیت بڑی پرکشش ہے۔ پہلی ہی ملاقات میں جی چاہتا ہے کہ آپ کو چھوڑ کر نہ جاؤں مگر غسل کرنا ضروری ہے بس، یہ گیا اور یہ آیا۔" میں سعید احمد کے ساتھ ان کے کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ سعید احمد نے اس کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا:

"فرہاد! کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ تم تو آنٹی سے ایسی باتیں کر رہے تھے جیسے وہ تمہاری گرل فرینڈ ہوں خیریت تو ہے؟ ارادہ کیا ہے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا:

"ارادہ نیک ہے۔ میں ان سے دوستی نہیں کروں گا تو پھر کس طرح ثمر کے کام آؤں گا۔ تمہاری خوبی کی خاطر مجھے ایک بوڑھی عورت سے عشق کرنا ہوگا۔"

"میری بات سے پردہ بے اختیار قہقہہ لگانے لگے۔ میں نے ان سے کہا:

"آپ ہنستے ہی رہیں گے یا اپنی "ان" سے بھی ملاقات کرائیں گے وہ محترمہ کہاں ہیں جو آپ کا دل اپنے سینے میں لیے بیٹھی ہیں؟"

"کون ثمر؟"

"ہاں وہی۔ آپ انجان کیوں بنتے ہیں میں ثمر کو ہی پوچھ رہا ہوں۔"

انہوں نے ذرا قریب آ کر رازداری سے کہا:

"میں اس گھر میں یعنی آنٹی کی موجودگی میں ثمر سے ذرا دور رہتا ہوں۔ آنٹی جانتی ہیں کہ میں انٹیلی جینس کا ایک آفیسر ہوں اگر وہ مجھے ثمر سے بے تکلفی سے باتیں کرتے دیکھ لیں گی اور انہیں کچھ سازش کرنی بھی ہوئی تو ایک انٹیلی جینس والے کے سامنے نہیں کہہ سکیں گی اس لیے میں بھی آنٹی کا اعتماد حاصل کرتا ہوں تاکہ ان کی چالبازیوں سے باخبر رہوں۔ یہ سب کچھ تمہارے آنے سے پہلے تھا۔ میں احتیاط کے طور پر ثمر سے دور رہتا تھا۔ اب تم آ گئے ہو آنٹی سے تمہارا تعارف جلد ہی رنگ لائے گا۔"

یہ کہہ کر وہ خود ہی ہنسنے لگے پھر غسلخانے کی طرف اشارہ کیا اور بولے "غسلخانے میں چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں تولیہ، صابن گرم پانی سب کچھ مل جائے گا۔ پندرہ منٹ کے بعد میں آ جاؤں گا۔ اوکے؟"

"اوکے۔" میں ان کی طرف سے پلٹ کر غسل خانے میں داخل ہو گیا اندر پہنچ کر میں نے ایک دم ٹھٹک گیا۔ ایک بہت ہی حسین لڑکی غسل خانے میں ہو۔ جو بھی تھی۔ وہ گرم پانی اور ٹھنڈے پانی کو ملا کر اس قابل بنا رہی تھی کہ میں غسل کر سکوں۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے جلدی سے اپنے سر پر دوپٹے کا آنچل رکھ لیا۔ اور ہاتھ اٹھا کر کہا:

"بھائی جان۔ آداب عرض۔۔۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا:

"آپ کون ہیں؟ اور کس رشتے سے مجھے بھائی جان کہہ رہی ہیں؟"

وہ نظریں جھکا کر زیر لب مسکراتی ہوئی بولی۔

"میرا نام ثمر ہے۔"

میں نے اسے دیکھ کر خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا:

"اچھا تو تم ثمر ہو۔ اگر ایک مرد ثمر تم مجھے بھائی جان کہہ سکتی ہو؟"

اس نے سر اٹھا کر پوچھا:

"کیسی شرط؟"

"یہی کہ اگر تم مجھے بھائی جان کہو گی۔ تو میں تمہیں بھابی جان کہوں گا"

یک بیک وہ فوراً ہی پلٹ کر باتھ روم کے دوسرے دروازے سے باہر چلی گئی۔ وہ دو کمروں کا مشترکہ باتھ روم تھا۔ باتھ روم کا دوسرا دروازہ اس کے کمرے میں کھلتا تھا۔ اس نے اپنے کمرے میں پہنچ کر دروازے کو بند کر لیا یعنی وہ مجھ سے چھپ گئی۔ بیچاری یہ نہیں جانتی تھی کہ باہری پردوں میں رہ کر بھی کوئی مجھ سے نہیں چھپ سکتا۔ میں دماغ کی اسکرین پر اسے خراماں خراماں اور بل کھاتے دیکھ رہا تھا۔ بھابی جان کا لفظ اسے بہت دور تک لے گیا۔ وہ خود کو سعید احمد کی دلہن کے روپ میں دیکھ رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک اس کی شرم و حیا سے لطف اٹھاتا رہا۔ پھر گنگناتے ہوئے اپنا لباس آمار کر غسل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً تیس منٹ کے بعد غسل سے فارغ ہو کر اور سعید احمد کا ایک کرتہ اور پاجامہ پہن کر جب میں باتھ روم سے باہر آیا تو کمرے میں سعید احمد میرا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے سامنے ٹیبل پر کھانے کی پلیٹیں سجی ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا:

"چلو آؤ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ پہلے پیٹ پوجا کرو۔ پھر کام کی باتیں ہوتی رہیں گی"

میں نے فیروزہ آنٹی کے کمرے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا:

"کیا کھانے میں فیروزہ کو شریک نہیں کرو گے؟"

سعید احمد نے بیزار ہو کر کہا:

"یار کیوں بور کرتے ہو۔ وہ محترمہ یہاں آئیں گی تو ہم کھانے کے دوران بھی کوئی کام کی بات نہ کر سکیں گے"

میں نے ہنستے ہوئے کہا:

"آپ بہت جلد بھول جاتے ہیں کہ مجھ سے باتیں کرنے کے لیے زبان ہلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ محترمہ موجود ہوں گی تب بھی ہم باتیں کر لیا کریں گے"

سعید احمد اچھل کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے:

"خدا کی قسم تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو میں بھول جاتا ہوں کہ تم دو جسموں کے درمیان رہ کر بھی مجھ سے باتیں کر سکتے ہو۔ میں ابھی آنٹی کو بلاتا ہوں"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلے گئے۔ اتنے میں ثمر اپنے کمرے سے نکل کر سالن کی ایک ڈش لے کر وہاں پہنچ گئی۔ جب وہ میز پر سالن کی ڈش رکھنے لگی تو میں نے شرارت سے پوچھا:

"کیوں بھابی جان آپ میرے ساتھ کھانا نہیں کھائیں گی؟"

وہ ایک دم سے شرما کر سر پر آنچل رکھتے ہوئے اور کسی حد تک اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے جیسے لرزتی ہوئی آواز میں بولی:

"بھائی جان! خدا کے لیے آپ ابھی ایسا مذاق نہ کریں۔ امی نے سن لیا تو غضب ہو جائے گا"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس کی سوتیلی امی یعنی فیروزہ لہراتی بل کھاتی ہوئی کمرے میں آ گئی۔ وہ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہونے کے لیے بڑے چھلے موڈ میں آئی تھی۔ مگر ثمر کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر ذرا سی ناگواری کے تاثرات ظاہر ہوئے پھر وہ میری موجودگی کا احساس کرتے ہوئے جلد ہی سنبھل گئی اور کہنے لگی۔

"ہیپو فریاد: تم نے بڑا انتظار کرایا۔ حالانکہ ابھی ڈنر کا وقت نہیں ہوا ہے پھر بھی مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں صبح سے بھوکی تمہارے ہی انتظار میں بیٹھی ہوں"

میں نے مسکرا کر کہا سہولت کو دل سے راہ ہوتی ہے چونکہ مجھے بھوک لگ رہی تھی، اس لیے آپ بھی بھوک محسوس کر رہی ہیں۔ آئیے کھانا شروع کیجیے۔ آؤ ثمر تم الگ کیوں کھڑی ہو۔ ہم سب مل کر کھائیں گے باتیں کریں گے تو کھانے کا لطف دوبالا ہو جائے گا"

میرے اصرار کرنے پر فیروزہ کو بھی رکنا پڑا۔

"ہاں ثمر جب فریاد کہہ رہے ہیں تو تمہیں انکار نہیں کرنا چاہیے۔ چلو بیٹھ جاؤ"

ہم سب سنٹر ٹیبل کے اطراف بیٹھ کر کھانے لگے۔ فیروزہ میرے ہی صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ اتنے قریب آ گئی تھی کہ قربت بھی اسے دوری محسوس ہو رہی تھی۔ اگر اس بوڑھی محبوبہ کا بس چلتا تو وہ میری گود میں آ کر بیٹھ جاتی۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ دوسروں کی موجودگی کا احساس کر رہی تھی سعید احمد نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ اس کی موجودگی میں ہم باتیں نہیں کر سکیں گے۔ کھانے کے دوران میں نے کئی بار کوشش کی کہ میں سعید احمد سے سوتیلی ماں کے ذریعے گفتگو کروں۔ مگر فیروزہ کی زبان تھی کہ پھسلتی ہی جا رہی تھی۔ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وہ لقمے بھی چبا رہی تھی اور بولتی بھی جا رہی تھی ایسی باتیں کرتی جا رہی تھی، جس سے اس کی اپنی شخصیت پر روشنی پڑتی تھی روشنی کیا پڑتی تھی وہ خود ہی جوانی کی رنگ برنگی روشنیاں اپنے اوپر ڈال رہی تھی اور اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ نوجوان اور پرکشش بنانے کے لیے بالکل کم عمر لڑکیوں کی طرح باتیں کیے جا رہی تھی۔ ثمر کے ہاتھوں کا پکایا ہوا کھانا بیحد لذیذ تھا۔ مگر اس لذت میں فیروزہ نے نمکینیاں پیدا کر دی تھیں غلطی میری ہی تھی کہ پہلی ہی ملاقات میں اس سے ہنس کر بیٹھا تھا مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ مجبوری تھی۔ عشق بڑے ہی کڑے مرحلوں سے گزر رہا تھا اور مجھے ان مراحل سے گزرنا ہی تھا۔

اللہ اللہ کر کے کھانا ختم ہوا۔ کافی کا دور چلا۔ پھر کافی پینے کے بعد میں نے خراٹوں کا جماہی لیتے ہوئے کہا:

"سعید صاحب آپ نے مجھے اچھی طرح سونے نہیں دیا۔ اتنی جلدی نیند سے بیدار کر دیا میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤں"

فیروزہ نے حیرت سے چیخ کر کہا:

"کمال کرتے ہو فریاد! اس وقت ساڑھے پانچ بجے ہیں شام کا سہانا وقت ہے باہر اتنا خوشگوار ماحول ہے۔ ایسی ڈوبتی ہوئی شام میں کمرے کی چار دیواری میں قید رہنا بہت بڑی حماقت ہے۔ میں تمہیں سونے نہیں دوں گی۔ چلو ابھی ہم باہر چلتے ہیں"

وہ تو سچ مچ گلے پڑ گئی تھی۔ میں نے کہا:

"آپ میرا لباس دیکھ رہی ہیں۔ میں نے سعید صاحب کا کرتہ اور پاجامہ پہنا ہوا ہے۔ میرے پاس جو لباس تھا وہ باتھ روم میں پڑا ہوا ہے گھر سے باہر آپ کے ساتھ گھومنے کے لیے ایک اچھے لباس کی ضرورت ہے اور وہ میرے پاس نہیں"

میری بات سنتے ہی فیروزہ نے فوراً ہی اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا "تم تو غیروں کی طرح باتیں کرتے ہو۔ میرے ہوتے ہوئے بھی کیا تمہیں لباس کی کمی ہو گی؟"

"کیا تم اپنا لباس مجھے پہننے کے لیے دو گی؟"

یہ بات میں نے اتنی معصومیت سے پوچھی کہ سب ہی کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔ وہ بھی ہنستے ہوئے بولی۔

"نہیں، تم ابھی ایک شاپنگ پلیٹ کر میرے ساتھ کسی دکان پر چلو۔ میں تمہارے آگے جو سوٹ کے ڈھیر لگا دوں گی، چلو اب آؤ۔ کوئی بہانہ نہیں چلے گا"

یہ کہتے ہی وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھ گئی مجھے بھی اٹھنا پڑا۔ میں نے سعید احمد سے کہا:

"سعید صاحب میں فیروزہ کے ساتھ جا رہا ہوں کیا آپ لوگ بھی ساتھ چلیں گے؟"

فیروزہ نے جلدی سے کہا:

"انہیں کیوں تکلیف دیتے ہو ابھی تھوڑی دیر میں واپس آ جائیں گے۔ پھر تفریح کا پروگرام بنائیں گے"

میں سمجھ گیا کہ وہ میرے ساتھ تنہا جانا چاہتی ہے۔ اس لیے میں نے فیروزہ سے چھپ کر سعید صاحب کو آنکھ ماری پھر پلیٹ کر فیروزہ کے ساتھ چلتے ہوئے کاریڈور سے باہر آ گیا۔ کار میں بیٹھتے وقت اس نے مجھے شال اوڑھنے کے لیے کہا کیونکہ سردی بہت زیادہ تھی میں نے کار کے شیشے چڑھاتے ہوئے کہا

"بس یونہی ٹھیک ہے۔ شیشے چڑھا دیے ہیں۔ اب آنی سردی نہیں رہے گی۔ ہم کسی قریبی دوکان سے ہی کپڑا خرید لائیں گے"

یہ کہہ کر میں نے کار اسٹاٹ کی اتصال روڈ کی طرف جانے لگا۔ اس وقت میری جیب میں پھوٹی کوڑی نہیں تھی لیکن میری پاس والی سیٹ پر کوئی اسامی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں دولت حاصل کرنے کے سلسلہ میں ایسی کوئی مرغیوں کو فروخ حلال کرتا ہوں۔ میں نے بظاہر شرمندگی سے کہا:

"فیروزہ میرا یہاں اچانک ہی آنا ہوا۔ بینک سے پیسے لانے کا وقت نہ ملا"

اس نے مجھے اپنی بات پوری نہیں کرنے دی۔ فوراً ہی بولی:

"تمہارے پاس پیسوں کی کیا کمی ہے۔ کیا میرے پاس پیسے نہیں ہیں؟"

میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا:

"ہاں، میں نے سنا ہے شیخ برکت علی صاحب کروڑ پتی ہیں۔ ان کی بیگم ہو سکتا ہے کہ تمہارے پاس پیسوں کی کیا کمی ہو گی لیکن مجھے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگتا۔ پھر بھی ہو چونکہ یہ ہماری پہلی ملاقات ہے"

وہ خاص عاشقانہ لہجے میں بولی:

"ہاں پہلی ملاقات ہے لیکن مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں صدیوں سے تمہیں جانتی ہوں اور صدیوں سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ اب یہ انتظار ختم ہو گیا ہے فریاد۔ وعدہ کرو کہ مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے"

یہ کہتے ہی اس نے اسٹیئرنگ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور بڑی محبت سے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس کا پرانا اور بوسیدہ ہاتھ ایسا پلپلا سا تھا جیسے میرے ہاتھ پر ایک مینڈک آ کر بیٹھ گیا ہو مگر مجبوراً میں نے اس مینڈکی کو برداشت کیا جسے عشق کا زکام ہو رہا تھا۔ اس وقت میری جیب بھی خالی تھی اور مجھے آئندہ کے لیے کہیں سے دولت حاصل کرنی تھی۔ اسی لیے میں نے اسے بڑی سعادت مندی سے برداشت کیا بلکہ اس کی تعریف کرنے کے لیے اور اسے نوجوان لڑکیوں سے بھی نوجوان ثابت کرنے کے لیے کہنے لگا

"یہ ثمر کیا شادی شدہ ہے؟ چہرے سے تو بڑی غمزدہ لگتی ہے"

میری بات سن کر وہ خوش ہو گئی۔ پھر ذرا سا منہ بناتی ہوئی بولی:

"اونہہ بہت ہی بے حیا لڑکی ہے۔ پتہ نہیں کیسے کیسے لڑکوں سے دوستی کرتی رہتی ہے۔ اس لیے منہ پر پھٹکار برستی ہے۔ تم نے خود ہی دیکھ لیا وہ وقت سے پہلے ہی بوڑھی نظر آ رہی ہے"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا:

"ہاں تم دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے سگی بہنیں ہیں آپ چھوٹی بہن ہیں وہ بڑی بہن ہے۔ تم ماں بیٹی نہیں لگتیں لیکن میں دنیا داری کی بات کر رہا ہوں جب تک وہ تمہارے قریب یا آس پاس ہے گی لوگ تو یہی کہیں گے نا کہ وہ بیٹی ہے اور تم ماں ہو اور جب ماں کا لفظ آتا ہے تو تصور میں ایک بوڑھی عورت آ جاتی ہے۔ دیکھو بُرا نہ ماننا تمہارے حسن اور جوانی سے متاثر ہو کر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ تمہیں ثمر کے قریب نہیں رہنا چاہیے۔ کوئی تم جیسی طرح ثمر کو اپنے سے دور کر دو۔ تاکہ خواہ مخواہ یہ ماں بیٹی کا رشتہ نہ رہے۔ مجھے تو وہ بری طرح کھٹکتی ہے۔ دیکھو میں پہلی ملاقات میں تمہاری بیٹی سے متعلق ایسی بات کہہ رہا ہوں۔ تم بُرا تو نہیں مان رہی ہو؟"

وہ جلدی سے بولی:

"نہیں نہیں تم تو بڑی سچی اور کھری باتیں کرتے ہو۔ تم وہی کہہ رہے ہو جو میں محسوس کرتی ہوں۔ باقی گاڈ تمہیں دیکھتے ہی میں نے محسوس کیا تھا کہ بڑی مدت کے بعد مجھے کوئی میرا ہم مزاج مل رہا ہے۔ اب میں تمہیں کیا بتاؤں کہ وہ مجھے کس طرح کھٹکتی رہتی ہے۔ تم نے بڑے پتے کی بات کہی ہے

کہ میری عمر کتنی ہی کم کیوں نہ ہو لوگ تو مجھے اس کی ماں کہیں گے تو یہ کیسی غلط سی بات ہے۔ وہ کم بخت مرتی بھی نہیں۔۔۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا:

"تمہارے کوسنے سے تو وہ مرے گی نہیں۔ مارنے کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے لیکن۔۔۔ لیکن میں ایسی باتیں کیوں کر رہا ہوں۔ نہیں نہیں مجھے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ پتہ نہیں تم کیسی ہو تم نے مجھ پر کیا جادو کر دیا ہے کہ میں اپنے بدترین دشمن کو برداشت نہیں کر سکتا۔"

اس نے خوش ہو کر میرے بازو کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا فضا اور کھسک کر قریب آ گئی اور بڑے ہی رازدارانہ لہجے میں کہنے لگی۔

"محبت کا جادو اسی طرح سر چڑھ کر بولتا ہے۔ بس میں نے سمجھ لیا ــــ کہ واقعی تم مجھے کچے دل سے چاہتے ہو۔ پہلی ملاقات میں اتنی سچی اور کھری باتیں کوئی نہیں کرتا جیسی کہ تم کر رہے ہو۔ میں کیا بتاؤں فرہاد میں اس کم بخت ثمر کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ اب میں اس کے باپ سے ناطہ تو نہیں توڑ سکتی۔ اس سے ناطہ توڑنے کا مطلب یہ ہو گا کہ کروڑوں کی جائداد ہاتھ سے نکل جائے گی کیا یہ دانشمندی ہو گی؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا:

"نہیں بالکل نہیں۔ کروڑوں کی جائداد محض ایک لڑکی کی وجہ سے چھوڑ دینا بہت بڑی حماقت ہو گی۔ تم کسی طرح اسے اپنی زندگی سے دور کیوں نہیں کر دیتیں؟"

اس نے گہرے رازدارانہ لہجے میں پوچھا:

"کیسے دور کروں؟"

"جیسے بھی ہو سکے۔ راستے میں اگر کوئی کانٹا ہو تو اسے اٹھا کر ایک طرف پھینک دینا چاہئے۔ اس طرح پھینکنا چاہئے کہ وہ پھر راستے میں نہ آ سکے اور نہ اپنا ہی پاؤں زخمی ہو تا ہے۔"

وہ فرہاد تم کتنی اچھی باتیں کرتے ہو۔ اور کتنی گہری باتیں کہتے ہو۔ تم مجھے بتاؤ کہ میں کس طرح اسے اپنی زندگی سے دور کر سکتی ہوں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا:

"مائی سویٹ فیروزہ۔ یہ ہماری پہلی ملاقات ہے۔ مگر یہ نہیں کہ میں تم سے اپنی کوئی بات نہیں چھپا سکتا۔ شاید یہ تمہیں نہیں معلوم کہ میں ماضی میں کچھ مدت زندگی گذار چکا ہوں۔ میرے ہاتھوں دو قتل ہو چکے ہیں تم کہو گی تو میں تمہاری خاطر اسے بھی ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گا۔"

وہ حیرانی اور خوشی سے میرا منہ تکنے لگی۔ پھر وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی: "میں جانتی ہوں کہ تم میرے لیے بہت کچھ کر سکتے ہو۔ میرا یہ خیال غلط نہیں ہو سکتا۔ میں نے سوچ سمجھ کر تمہارا انتخاب کیا ہے۔ مگر فرہاد میں تمہیں ایسا کوئی کام نہیں کرنے دوں گی جس سے تم قانون کی گرفت میں آ جاؤ۔ تم میرے لیے ایک انمول ہیرا ہو۔ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے گنوانا نہیں چاہتی میں خود ہی اسے راستے سے ہٹا دوں گی۔"

میں نے خاص ایک عاشقانہ انداز میں کہا:

"میری فیروزہ۔ میں نہیں چاہتا کہ تم کوئی ایسی حرکت کرو جس سے قانون کی گرفت میں آ جاؤ۔ تم بھی میرے لیے ایک نایاب ہیرا ہو میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے نہیں گنوانا چاہتا۔"

میں آہنی نکلا۔ میں نہیں ہوں فرہاد کہ قانون کی گرفت میں آ جاؤں۔ اب ہم دونوں ایک دوسرے کے رازدار ہیں۔ میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ میں نے ہی ثمر کے باپ کو پاگل بنا کر پاگل خانے بھیج دیا ہے۔ اب میں ثمر کو بھی پاگل بنا دینا چاہتی ہوں۔ اس کے باپ کو پاگل خانے گئے ہوئے ایک سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اس کی بیٹی بھی پاگل ہو جائے گی تو کچھ لوگ مجھ پر شک ضرور کریں گے لیکن یہ بات بھی کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتی ہے کہ اس کا باپ پاگل تھا۔ یہ پاگل پن بیٹی کو ورثے میں ملا ہے۔ وہ بھی ایک خاص عمر کو پہنچ کر پاگل ہو گئی ہے اگر دنیا نہ سمجھے تب بھی یہ خون ثابت کر سکتا ہے کہ میں نے اسے پاگل بنایا ہے۔"

ہاں کوئی یہ ثابت نہیں کر سکے گا تم واقعی پاگل بنانا جانتی ہو۔ دیکھو نا میں کس طرح تمہارے لیے پاگل بن رہا ہوں۔"

میری بات سنتے ہی وہ ہنسنے لگی پھر ہنستے ہوئے بولی:

"یہ پاگل پن تو بہت ہی خوبصورت ہے مگر میں دشمنوں کو اس طرح پاگل بناتی ہوں کہ انہیں دیکھ کر دوسرے دشمن عبرت حاصل کرتے ہیں۔"

"مگر تم کس طرح پاگل بناتی ہو؟"

"میرے پاس ایک دوا ہے میں نے ایک ڈاکٹر سے بڑی خوشامدیں کرنے کے بعد بڑی مشکل سے اسے حاصل کیا ہے۔ اس دوا کا نام لوٹرانیل ہے اس کی دو گولیاں پیس کر اور دودھ میں ملا کر پلا دی جائیں تو پینے والے کا دماغ فوراً گڑبڑ ہو جاتا ہے اس کی یادداشت ختم ہو جاتی ہے۔"

میں نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"پھر تو یہ بڑے کام کی دوا ہے۔ تمہاری دریافت کا جواب نہیں ہے۔ اس طرح تو دشمنوں کو ہلاک کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہو گی صرف انہیں پاگل بنا کر ہی کام نکالا جا سکتا ہے۔"

"ہاں اچانک ایک ڈاکٹر سے میرے تعلقات ہو گئے تھے میں نے۔" وہ کہتے کہتے اک دم محتاط ہو گئی۔ وہ باتوں کی دھن میں کسی ڈاکٹر سے اپنے تعلقات کا ذکر کرنے والی تھی۔ پھر جلد ہی سنبھل کر بولی:

"تعلقات کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے درمیان منہ بولی رشتے داری تھی۔ وہ بھی یہی کہتے تھے کہ میں بہت کم سن ہوں اور بوڑھے برکت علی سے شادی کر کے اپنی زندگی برباد کر رہی ہوں۔ وہ ڈاکٹر بھی بوڑھے تھے میں انہیں انکل کہا کرتی تھی۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئی تو اس کا دماغ سوچنے لگا۔ وہ دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہی تھی کہ اس کی زبان پھسلتے پھسلتے رہ گئی۔ اگر ڈاکٹر سے اس کے تعلقات کی نوعیت واضح ہو جاتی تو پتہ نہیں میں اس کے بولنے

فرینڈ کی حیثیت سے اس کے متعلق کیا سوچتا۔ وہ مجھے چھپ کر سوچ رہی تھی اور میں اس سے چھپ کر سن رہا تھا میں نے اس سے پوچھا

"کیا وہ دوا اب بھی تمہارے پاس ہے؟"

"ہاں میں اس کی حفاظت جان سے بھی زیادہ کرتی ہوں۔ میں نے اسے اپنی الماری میں لاک کر کے رکھا ہے۔ یہاں مری آتے وقت اپنے ساتھ لے آئی ہوں۔ میرا خیال تھا کہ میں اس دوا کو دودھ میں یا کسی کھانے کی چیز میں ملا کر ثمر کو کھلا سکوں گی۔ مگر یہاں پہنچ کر جس دن میں نے یہ پروگرام بنایا اس دن اتفاق سے سعید احمد یہاں آ گیا۔ تم تو جانتے ہی ہو کہ وہ ایک انٹیلی جینس آفیسر ہے اس کی موجودگی میں اگر میں کوئی ایسی حرکت کروں گی تو پکڑی جاؤں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا:

"تم میرے یار سے ڈر رہی ہو۔ وہ تو یاروں کا یار ہے میں نے تو اسی کی دوستی کے سائے میں دو قتل کیے ہیں اس نے مجھے قانون کی گرفت سے صاف بچا لیا تھا۔"

فیروزہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی:

"میں نے کئی بار سوچا کہ سعید کو اپنے اعتماد میں لے لوں مگر ہمت نہ ہوئی۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ ثمر میں دلچسپی لے رہا ہے حالانکہ وہ مجھ سے چھپ چھپ کر اشارے بازیاں کرتا ہے مگر ہم عورتوں سے ایسی باتیں چھپی نہیں رہتیں۔ ایسی صورت میں تم ہی بتاؤ کہ میں اس کی موجودگی میں ثمر کے خلاف کوئی سازش کیسے کر سکتی ہوں؟"

"تم مرد کی کمزوریوں کو نہیں سمجھتی ہو۔ اگر وہ ثمر میں دلچسپی لے رہا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس سے شادی کرے گا۔ میں سعید احمد کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ وہ عاشق مزاج مرد ہے لیکن بیوی کے نام پر ایک لنگ نہیں پالنا چاہتا۔ تم اسے ذرا ڈھیل دو تاکہ وہ ثمر کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گذارے۔ وہ چار راتیں گذارنے کے بعد ہی اس کا دل بھر جائے گا اور وہ خود ہی اس سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرے گا ایسے وقت میں اسے وہ زہر خود ہی ثمر کو پاگل بنا کر اس سے پیچھا چھڑا دے۔"

وہ مارے خوشی کے لرزتے ہوئے بولی:

"کیا وہ تمہارا مشورہ مان لے گا؟"

"اس کا تو باپ بھی مانے گا۔ تم نہیں جانتیں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے کتنے گہرے رازدار ہیں۔ تم وہ دوا مجھے دو اور یہ نیک کام مجھ پر چھوڑ دو۔ دوسری بات یہ کہ اسے ثمر کے ساتھ آزادی سے ملنے کا موقع دو۔ اس طرح ہم دونوں کا بھی فائدہ ہے۔ اگر وہ دونوں اپنے آپ میں مگن رہیں گے تو ہماری تنہائی میں مداخلت کرنے نہیں آئیں گے۔"

وہ شرماتی ہوئی بوڑھی اداؤں سے بولی:

"تم بڑے وہ ہو۔ اپنے مطلب کی بات پہلے سوچتے ہو مگر اس میں تمہیں نہیں کہ تم زبردست پلاننگ کرتے ہو۔ ٹھیک ہے میں کالج میں پہنچ کر دوا ہی وہ شیشی تمہیں دے دوں گی۔"

مال روڈ کی ایک دکان پر پہنچ کر میں نے گاڑی روک دی۔ وہاں سے وہ میرے لیے ڈھیر سارے کپڑے خریدنا چاہتی تھی مگر میں نے صرف دو ریڈی میڈ سوٹ پسند کیے۔ وہ مجھے نقد رقم بھی دینا چاہتی تھی لیکن میں نے انکار کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ میں اس کی دولت سے نہیں بلکہ حسن و شباب سے متاثر ہو کر اس کے قریب آ رہا ہوں۔ میں اس کے ایک پیسے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ میں خود اتنا دولتمند ہوں کہ پیسوں کو اہمیت نہیں دیتا ہوں۔ وہ سچ مچ مجھ سے متاثر ہوتی رہی۔ ایک گھنٹے بعد جب ہم کالج واپس جانے لگے تو اس وقت میں نے اس کی سوچ کو پرکھنا چاہا تھا وہ کار کی تنہائی سے فائدہ اٹھا کر میرے بازوؤں میں آنا چاہتی تھی۔ میں چند لمحوں کے لیے بڑی الجھن میں پڑ گیا کہ اسفندیار باسی کھانے کو کس طرح منہ لگاؤں؟ پھر میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ میں نے سوچ کے ذریعے سعید احمد سے کہا:

"سعید صاحب مجھے بوڑھی مجبور سے بچائیے۔"

انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مصیبت میں پھنس گئے ہو؟"

"ہاں پھنسنے والا ہوں۔ اس وقت ڈرائیو کر رہا ہوں۔ اس لیے فیروزہ بڑے صبر سے میرا بازو تھامے بیٹھی ہوئی ہے مگر سوچ رہی ہے کہ کالج کے سلسلے میں جیسے ہی کار روکوں گا وہ گلے کا ہار بن جائے گی۔ اب کالج قریب آ رہا ہے لہٰذا آپ فوراً ہی کالج سے باہر آ جائیں تاکہ وہ آپ کی موجودگی میں اپنی سوچ پر عمل نہ کر سکے۔"

سعید احمد نے ہنستے ہوئے یقین دلایا کہ وہ باہر آ رہے ہیں جب میں نے کالج کے سامنے پہنچ کر کار روکی تو وہاں سعید احمد کو دیکھتے ہی فیروزہ پھیکی پڑ گئی اور بڑی ناگواری سے منہ بنا کر بولی:

"یہ کم بخت باہر سردی میں کیوں کھڑا ہوا ہے؟"

میں نے اس کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی میں کہا:

"سعید صاحب شاید میرا انتظار کر رہے ہیں۔ تم ابھی کار سے اترنے کے بعد کالج میں جا کر ان سے نگاہوں کی باتیں کر لو اور انہیں ثمر سے ملنے کی کھلی آزادی دو جب وہ دونوں ایک کمرے میں جائیں گے تو میں تمہارے مشورے کے مطابق سعید احمد کے پاس جا کر بولی:

"سعید میرے ساتھ آؤ۔ میں تم سے ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا:

"فیروزہ کے ساتھ چلے جایئے وہ تمہارے ہی ثمر سے ملنے کے راستے ہموار

جس طرح وہ مجھ پر مرمٹتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عورتوں کے معاملے میں اناڑی ہے مگر میں اپنے اندر کی ٹوٹ پھوٹ کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ بس یہی سوچ کر ڈر لگتا ہے کہ ایک رات گذارنے کے بعد کہیں وہ مجھ سے دامن نہ چھڑا جائے آہ میں عبرتہ کو کیسے آواز دوں؟ بیس برس پہلے کیسی قیامت کی جوانی تھی۔ کاش کہ وہ جوانی ایک رات کے لیے واپس آجاتی اور میں فرہاد کے پاؤں میں گر کر ڈال دیتی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا:

"مجھے بالوں نہیں ہونا چاہیے۔ اس حقیقت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ شراب جتنی پرانی ہوتی ہے اتنا ہی اس کا نشہ تیز ہوتا ہے میں اپنے پرانے تجربوں اور آزمودہ اداؤں سے اسے مدہوش کر دوں گی۔ اس کے علاوہ مجھے سارا دن سے لیے میرے پاس وقت ہے اگرچہ وہ خود کو دولتمند کہتا ہے مگر یہ روشنی بگھارنے کیلئے بھی جھوٹی شان دکھاتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس کا کچھ بینک بیلنس ہو مگر وہ میری طرح کردڑپتی نہیں ہوگا۔ کیا میں اسے اپنی دولت کی ہلکی سی جھلک نہیں دکھا سکتی؟"

"ہاں دکھا سکتی ہوں۔ اسے متاثر کرنے کے لیے یہ ہیرہ بھی استعمال کر کے دیکھنا چاہیئے۔ یہاں مری کے بنک میں میں نے ہنگامی ضرورت کے لیے پانچ لاکھ روپے رکھ چھوڑے ہیں کل میں دو لاکھ روپے نکال کر لاؤں گی انہیں اپنے سوٹ کیس میں رکھوں گی پھر اس کے سامنے اپنی کسی ضرورت کے بہانے وہ سوٹ کیس کھولوں گی۔ نوٹوں کی آتشی ساری گڈیاں دیکھ کر اس کی آنکھیں کھل جائیں گی اور میں بڑی فراخدلی سے کہوں گی کہ یہ روپے رکھ لو مجھے تو بوجھ لگتے ہیں۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا:

"شاباش ایسی بوجھ اٹھانے کے لیے تو میں بوڑھی محبوبہ کا بوجھ اٹھاتا رہا ہوں۔"

جب میں نے سوچ کے ذریعے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ کل صبح اسے بینک جا کر دو لاکھ روپے لے آنا چاہیئں تو اس کے بعد میں نے اس کی سوچ میں کہا

"اب مجھے وہ دوا نکال کر اپنے سرہانے رکھ لینی چاہیئے ورنہ آدھے گھنٹو میں دوا کی شیشی اس کے حوالے کر دوں گی۔"

وہ اپنے سوٹ کیس سے وہ دوا نکال کر بستر پر آگئی پھر اسے سرہانے رکھ کر آرام سے لیٹ گئی۔ آرام سے لیٹتے وقت اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ لیٹنے کا انداز ایسا ہو جیسے ایک شگفتہ کلی نوم کے صاف ستھرے بستر پر کھلنے کے انتظار میں پڑی ہو۔ لیٹنے کا انداز ایسا ہو کہ مختلف زاویے سے بدن کے خطوط ابھر آئیں اور دیکھنے والے کی تو یہ ٹوٹ جائے۔

اس خیال سے وہ بیٹھے بیٹھے ہی ادھر سے ادھر پہلو بدلنے لگی جیسے فوٹو اُتروا تے وقت خود کو بہت زیادہ ہر کشش بنانے کے لیے لوگ ادھر سے ادھر پوز بدلتے ہیں اسی طرح وہ اپنے بدن کے زاویے بدل رہی تھی مگر تمام زاویے بتا رہے تھے کہ وہ ہر طرف سے بے چین ہوئی ہے۔

مرد ہو یا عورت دونوں ہی خود فریبی میں مبتلا رہتے ہیں۔ جوانی کی عمر گذارنے کے بعد بھی یہ تسلیم نہیں کرتے کہ وہ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ ہمیشہ نت نئے انداز میں خود کو جوان بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں یہی حال اس کا تھا۔ مجھے اس پر ہنسی آرہی تھی۔

میں تھوڑی دیر تک اس کی بوڑھی اداؤں سے محظوظ ہوتا رہا پھر میں نے اس کی سوچ کے ذریعے کہا:

"ابھی مجھے آنکھ بند کر کے لیٹے رہنا چاہیئے تاکہ میں اس سے انجان بنی رہوں۔ یہ دیکھتی رہوں کہ وہ کمرے میں آکر کس انداز میں محبت کا آغاز کرتا ہے"

اس سوچ کے مطابق اس نے آنکھیں بند کر لیں اور میرا انتظار کرنے لگی۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا:

"اف کتنی تھکن محسوس ہو رہی ہے جی چاہتا ہے کہ اب آنکھ نہ کھلے اسی طرح لیٹی رہوں اور آہستہ آہستہ سو جاؤں۔ ہاں سونے کو بڑا جی چاہ رہا ہے۔ مجھے تھوڑی دیر کے لیے سو جانا چاہیئے اور میں سو رہی ہوں میرے ہاتھ پاؤں سُست پڑ رہے ہیں میرے دماغ پر دھند چھا رہی ہے۔ چاروں طرف دھواں ہی دھواں محسوس ہو رہا ہے۔ میں ذہنی طور سے کسی اَن دیکھی گہرائی میں ڈوبتی جا رہی ہوں۔ میں سو رہی ہوں۔ میں سو رہی ہوں میں موت کی تہہ

کے ذریعے ان کا علاج کر سکتا ہوں یا نہیں؟"

سعید احمد یہ سن کر خوش ہو گئے۔ وہ اسی وقت ثمر کے پاس گئے اور فوراً ہی اسے تیار ہونے کے لیے کہا۔ آدھ گھنٹے کے بعد وہ دونوں وہاں سے رخصت ہو گئے۔ میں نے بھی پچھلی شام کا خریدا ہوا سوٹ پہن لیا اور آئینے کے سامنے اچھی طرح تیار ہو کر اپنا جائزہ لینے کے بعد کاج سے باہر چلا گیا کاج کی ایک چابی مجھے دے دی گئی تھی۔ دوسری چابی فیروزہ کے پاس تھی۔ اس لیے مجھے فکر نہیں تھی کہ میری غیر موجودگی میں وہ کاج کے باہر ہی میرا انتظار کرتی رہے گی۔

میں وہاں سے اس لیے چلا آیا تھا کہ تنہائی میں فیروزہ سے ڈرٹ گفت تھا یوں بھی صبح اٹھتے ہی میں نے شکایت کی تھی کہ وہ نیند کی بڑی کچی ہے میں اس کے کمرے میں گیا تھا۔ اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ کروٹ بدل بدل کر سو گئی۔ میں نے ثبوت کے طور پر دو دا کی وہ شیشی دکھائی تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ میں اس کے کمرے میں گیا تھا۔ اسے یقین آ گیا تھا اور اب وہ دوسری بار تنہائی کا موقع تلاش کر رہی تھی۔ اسی لیے میں کاج سے نکل کر ادھر اُدھر بھٹکنے لگا۔

مری کے اونچے نیچے راستوں پر آوارگی کرتے وقت مجھے بھوپی جان کا خیال آیا کہ کہیں ان کی زرینہ اور فرزانہ سے ملاقات نہ ہو جائے۔ میرا دل بہت چاہتا تھا کہ ان سے ملوں لیکن ان سے ملنے کا مطلب یہی ہوتا کہ فرزانہ مجھے دیکھتے ہی پھر بہک جاتی۔ اس نے دوسری شادی کرنے کا جو ارادہ کیا تھا اس ارادے میں کمزوری آ جاتی۔ اس وقت اس طرح آزادی سے گھومنا میرے لیے مناسب نہ تھا۔

آدھ گھنٹے بعد میں نے یہی فیصلہ کیا کہ مجھے فیروزہ کے کاج میں واپس جانا چاہیے۔ اس وقت فیروزہ وہاں پہنچ گئی تھی اور دروازے کھولنے کے بعد میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے دو لاکھ روپے کی مختلف گڈیوں کو اپنے سوٹ کیس میں پھیلا کر رکھ دیا تھا اور بستر پر پھیل کر میرے متعلق جوان لڑکیوں کے سے انداز میں سوچ رہی تھی۔ میں نے کاج کی طرف بڑھتے ہوئے اس کی سوچ میں کہا:

"میری عمر کیا ہو گی؟"

اس کی سوچ نے کہا:

"پینتالیس برس۔ مگر میں پینتالیس کی نہیں لگتی۔ میں اپنے جوان بیٹے کو اپنے سے دور رکھتی ہوں تاکہ لوگ اسے دیکھ کر میری عمر کا صحیح اندازہ نہ کر سکیں اسی لیے فراڈ بھی دھوکہ کھا گیا ہے۔ اگر میری صحیح عمر کا راز کھلا تو یہ دو لاکھ روپے سارا دریں گے۔" میں نے اس کی سوچ میں کہا:

"دولت کے باوجود مجھے اپنے آپ کو بھی ہر طرف سے حتی الامکان جاذب نظر بنا کر رکھنا چاہیے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے کہیں گیا ہے۔ اب آتا ہی ہو گا مجھے اپنے چہرے کی ٹوٹ پھوٹ کو درست کر لینا چاہیے۔"

وہ فوراً ہی بستر سے اٹھ کر آئینے کے سامنے آ گئی اور برزادیے سے اپنا جائزہ لینے لگی۔ آئینہ کبھی کسی سے یہ نہیں کہتا کہ تم بوڑھی ہو چکی ہو۔ وہ اتنی سچائی سے جھوٹ بولتا ہے کہ دنیا جہان کا تجربہ رکھنے والی عورتیں بھی اس کے فریب میں آ جاتی ہیں۔ آئینے کے ساتھ ساتھ میں بھی اسے فریب دے رہا تھا۔ "میں سولہ برس کی ہوں۔" وہ آئینے کے سامنے جھکتی ہوئی بولی:

"نن۔ نہیں۔ یہ تو سفید جھوٹ ہو جائے گا۔ فرہاد یقین نہیں کرے گا۔ کل میں ایک جگہ شاپنگ کر رہی تھی ایک نوجوان میرے قریب سے یہ کہتا ہوا گذر گیا تھا "بوڑھی گھوڑی لال لگام" میرا بس چلتا تو اس کا منہ نوچ لیتی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا:

"میں اب بھی اس کا منہ نوچ سکتی ہوں۔ یہاں سے باہر نکلنے کے بعد کتنے ہی ایسے نوجوان مل سکتے ہیں جو طنزیہ انداز میں میرے پہنچتے ہوئے یہ کہتا کو دیکھتے ہیں میں ان کا گریبان پکڑ کر انہیں یقین دلاؤں گی کہ میں سولہ برس کی ہوں۔ میں سولہ برس کی ہوں۔۔۔۔"

میں مسلسل اس کی سوچ میں چیخنے لگا۔ اس نے گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ بالوں کو اپنی مٹھیوں میں جکڑنے لگی اور بدحواسی میں چیخنے لگی:

"میں سولہ برس کی نہیں ہوں۔"

"تو پھر میں بوڑھی ہوں۔"

"نہیں میں بوڑھی نہیں ہوں۔"

"کیسے نہیں ہوں؟ عورت کبھی سولہ برس سے آگے نہیں بڑھتی اگر بڑھ جائے تو بڑھاپے کا خیال آسیب کی طرح پیچھا کرتا ہے۔ دو میں سے کوئی ایک بات ہے۔ یا تو میں بوڑھی ہوں یا پھر جوان ہوں۔ اور جوان ہونے کے لیے سولہ برس کی عمر بیحد لازمی ہوتی ہے۔"

اس کی سوچ نے تھک ہار کر کہا:

"ہاں میں سولہ برس کی ہوں۔"

میں نے پھر اسے پاگل پن کے لیے اکسایا۔

"میں باہر جا کر دنیا والوں کو یقین دلاؤں گی کہ میں جوان ہوں۔"

"نہیں نہیں میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

"میں ایسا ضرور کروں گی۔ اگر نہ کروں تو بوڑھی کہلاؤں گی۔ میں باہر جاؤں گی۔ میں باہر جا رہی ہوں۔"

وہ بے اختیار باہر جانے کے لیے گھوم گئی۔ میری خاموشی کے وقفے میں اس نے اپنے قدموں کو باہر جانے سے روکنا چاہا۔ مگر میں سوچ رہا تھا اس کے دماغ کو جھنجھوڑ رہا تھا۔ اس کی سوچ کو الٹ پلٹ رہا تھا۔ وہ کبھی رکتی تھی اور پاگلوں کی طرح جنون کی حالت میں آگے بڑھ جاتی تھی۔ کاج سے باہر آ کر وہ کار میں بیٹھ گئی اور اسے اسٹارٹ کر کے نوجوانوں کی تلاش میں نکل گئی۔ اب اس کا دماغ اس کے بس میں نہیں تھا۔ وہ وہی کر رہی تھی جو میں چاہتا تھا۔ پاگل پن کی حالت میں وہ کاج کو کھلا چھوڑ گئی تھی۔ میں کاج میں داخل ہو کر اس کے کمرے میں آیا۔ اس کے سوٹ کیس کو کھولا اور ایک چھوٹی

سی اٹیچی خالی کر کے اس میں نوٹوں کی گڈیاں رکھنے لگا۔ نوٹوں کی گڈیاں تہہ در تہہ سجانے کے بعد میں نے اس پر اپنا ایک سوٹ رکھ دیا۔ پھر اس اٹیچی کو لے کر کاج سے باہر آ گیا۔ اس دوران میں فیروزہ کے دماغ میں ہلچل مچا رہا تھا۔ وہ کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ میری سوچ اسے محتاط ہو کر ڈرائیو کرنے کی ہدایت بھی دیتی تھی۔ ایک جگہ چند نوجوان ہنستے کھلکھلاتے سڑک کے کنارے چلے جا رہے تھے۔ میری سوچ نے ان کے قریب پہنچ کر فیروزہ کی کار روکوا دی۔ نوجوانوں نے اس کی جانب دیکھا تو فیروزہ میری ہدایت کے مطابق نہیں آنکھ مار کر مسکراتی ہوئی بولی:

"آئی ایم انڈر سویٹ سکسٹین۔"

کہتے ہی نوجوان حیرت اور مسرت سے سیٹیاں بجانے لگے۔ انہوں نے چاروں طرف سے اس کی کار کو گھیر لیا۔ ایک نوجوان نے شوخی سے کہا:

"جان من اگر تم سولہ برس کی ہو تو ابھی ہم بچے نہیں ہوئے ہیں۔"

دوسرے نوجوان نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا:

"میں تو پیدا ہو چکا ہوں۔ مجھے بہت عرصے سے تاریخی کھنڈرات دیکھنے کا شوق تھا۔ آؤ ہم کسی ویرانے میں چلیں۔ میں سولہ برس کے کھنڈر کی سیر کروں گا۔"

وہ فیروزہ کو دوسری سیٹ کی طرف ہٹا کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے تمام ساتھی پچھلی سیٹ پر آ گئے کیونکہ کھنڈرات کی سیر باجماعت کی جاتی ہے۔

انہوں نے کار کو دوسرے راستے پر موڑ دیا۔ وہ راستہ انہیں کسی ویرانے کی طرف لے جاتا ہو گا۔ مجھے اس سے غرض نہیں تھی کہ وہ اسے کہاں لیجائیں گے۔ میں اس سے بہت دور نکل جانے تک اسے پاگل بنائے رکھنا چاہتا تھا۔ میں ایک بار پھر پنڈی کی طرف جا رہا تھا۔ دو لاکھ حاصل کرنے کے بعد میں ماسٹر بوتھے کی پہنچ سے بہت دور جا سکتا تھا۔ کیونکہ آج وہ کسی وقت بھی وہاں پہنچنے والا تھا۔ مگر ہم دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے فاصلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ ماسٹر بوتھے جب یہاں پہنچے تو میں اس کے قریب ہی رہوں اور اسے اتنا موقع نہ دوں کہ وہ مجھے پہچان سکے۔ میں نے چہرے پر سے ماسک اور آنکھوں سے لینس نکال لیا تھا اس لیے روما بھی اب مجھے نہیں پہچان سکتی تھی۔

پنڈی پہنچنے تک میں نے فیروزہ سے ذہنی رابطہ قائم رکھا۔ اس دوران وہ تمام نوجوان اسے ایک ویرانے میں لے گئے تھے۔ وہاں انہوں نے اس کی کیا درگت بنائی تھی۔ میں قلم کی نوک سے اس کی تفصیل بیان نہیں کرنا چاہتا بس اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ انہوں نے اس کھنڈر کو اور زیادہ کھنڈر بنا دیا تھا۔ اسے اس طرح نوچا کھسوٹا تھا کہ وہ سچ مچ پاگل ہو گئی تھی۔ وہ چیخ رہی تھی کبھی قہقہے لگا رہی تھی۔ نوجوانوں نے اس کے بدن سے زیورات اتار کر اور اس کی انگلی سے میرے کی انگوٹھی نکال کر اسے ایک طرف دھکا دے دیا تھا۔ وہ اتنی ذلتیں اٹھا چکی تھی کہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی۔ اب وہ خود کو نہیں سمجھ رہی تھی کہ وہ کون ہے اور کتنے دولت مند تاجر کی بیوی ہے؟ وہ معصوم ثمر کو دوا کے ذریعے پاگل بنانا چاہتی تھی۔ مگر حالات نے اسے دوا کے بغیر ہی سچ مچ پاگل بنا دیا تھا۔ مجھے اس پر ذرا بھی ترس نہیں آ رہا تھا۔ میں نے بڑی حقارت سے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔

میں نے پنڈی پہنچ کر انٹرکان میں ہی ایک کمرہ حاصل کیا۔ مجھے معلوم تھا کہ ماسٹر بوتھے بھی اسی ہوٹل میں آ کر قیام کرے گا اور روما کا کمرہ تو پہلے ہی وہاں ریزرو تھا۔ میں نے اس کے باڈی گارڈ کو دیکھا جس سے پرسوں رات میں نے روما کے کمرے میں شوار کی ڈبیہ لی تھی۔ وہ میرے سامنے سے گذرنے کے بعد بھی مجھے پہچان نہ سکا تھا۔

میں کمرے میں داخل رکھنے کے بعد ڈائننگ ہال میں آ گیا۔ پھر کھانے کا آرڈر دینے کے بعد سعید احمد کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ سعید احمد کو میری ہدایت کے مطابق ثمر کے ساتھ پاگل خانے جانا چاہیے تھا مگر اسے مری آباد سے گزرتے وقت انہوں نے سوچا کہ اپنا ایک فرض ادا کرتے جائیں یعنی وہ انٹیلی جنس کے دفتر جا کر مس مائیکرو فلم کو ایک سینئر آفیسر کے حوالے کرنا چاہتے تھے۔ اسی لیے وہ اس وقت انٹیلی جنس کے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک سینئر افسر سے کہہ رہے تھے۔

"میں ایک ماہ کی چھٹی پر ہوں۔ کل ایک مائیکرو فلم میرے ہاتھ لگی ہے میں ابھی ڈیوٹی پر جانا نہیں چاہتا۔ اس لیے یہ مائیکرو فلم آپ کے حوالے کر رہا ہوں۔ آپ مجھے اس کی رسید دے دیں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے جیب سے وہ مائیکرو فلم نکالی اور سینئر آفیسر کے سامنے میز پر رکھ دی۔ آفیسر نے اسے اٹھا کر اُلٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے پوچھا

"اس میں کیا ہو سکتا ہے؟ کہیں اس میں ہمارے ملک کا کوئی راز تو نہیں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ آپ اسے یسبارٹری میں بھیج کر ڈیولپ کرائیں تو پتہ چل جائے گا۔"

سینئر آفیسر نے اس فلم کو سیف میں رکھنے کے بعد وصولی کی ایک رسید لکھ دی۔ اتنے میں وہاں ایک ماتحت نے آ کر سعید احمد سے کہا:

"سر! بیاں کے تھانے کا انچارج آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

سعید احمد نے کہا کہ اسے یہاں بھیج دیا جائے۔ ماتحت باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک تھانے دار وہاں آیا۔ اس نے سلام کرنے کے بعد کہا۔

"یہاں کے تمام تھانوں میں پشاور پولیس ہیڈ کوارٹرز سے اطلاع بھیجی گئی ہے کہ چار ہزار بیالیس نمبر کی ایک کار چوری ہو گئی ہے اور اس کا مالک بھی لاپتہ ہو گیا ہے۔ کار کے مالک کا نام بیل منڈو ہے۔ وہ ٹاملی کا باشندہ ہے۔ پہلے وہ کراچی سے پنڈی آیا پھر اپنی بھتیجی رُوما کے ساتھ پشاور گیا۔ روما نے یہ رپورٹ لکھوائی ہے اور پولیس والوں کے پیچھے چیختی پھر رہی ہے کہ اس کے انکل اور اس کی کار کا پتہ چلایا جائے۔"

یہ بات میں سن کر سعید احمد اندر ہی اندر گھبرانے لگے تھے میں بھی پریشان

ہوگیا کہ بیل منڈو اور اس کی کار کی گمشدگی کے سلسلے میں وہ تھانیدار صحیح آدمی تک کیسے پہنچ گیا؟ سعید احمد نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے تھانیدار سے پوچھا۔

"آپ اس سلسلے میں مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔ آپ یہاں تشریف رکھیں۔"

تھانیدار نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا:

"یہیں بیل منڈو کی وہ کار جہلم کے ایک نواحی علاقے میں ملی ہے وہ کار سڑک کے کنارے ایک درخت سے ٹکرا گئی تھی۔ اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے دو آدمی حادثے کے وقت ہی مر گئے۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی زخمی ہو کر اسپتال پہنچ گیا ہے اس کا نام جعفر ہے۔ جعفر سے حقیقت اگلوائی گئی ہے کہ وہ کاران لوگوں نے کہاں سے حاصل کی تھی؟"

تھانیدار نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے اپنی گفتگو جاری رکھی۔

"جعفر نے بیان دیا ہے کہ ان لوگوں نے ڈکیتی کے مقصد کے لیے وہ کار جہلم کے ایک ہوٹل کے سامنے سے حاصل کی تھی۔ اس ہوٹل میں دو شخص اپنی اپنی کار میں آئے تھے۔ ایک شخص بیل منڈو کی کار نمبر چار ہزار بیالیس میں تھا اور دوسرا شخص کار نمبر سات ہزار تین سو بتیس میں تھا۔ ابھی میں نے اس دفتر کے باہر وہی سات ہزار تین سو بتیس نمبر کی کار کھڑی ہوئی دیکھی ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس کار کے مالک آپ ہیں۔ اب آپ ہی ہمیں بتا سکتے ہیں کہ بیل منڈو کی کار نمبر چار ہزار بیالیس کو جہلم تک ڈرائیو کر کے لانے والا آپ کا وہ ساتھی کون ہے؟"

سعید احمد ذرا دیر کے لیے چکرا گئے کہ کیا جواب دیں چکر تو مجھے بھی آ رہے تھے۔ ہم کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ بیل منڈو کی کار کے حادثے کے بعد جعفر پولیس والوں کے ہتھے چڑھ جائے گا اور اس کم بخت کو سعید صاحب کی کار کا نمبر یاد ہوگا۔ اور اس طرح پولیس والے ہم تک پہنچ جائیں گے۔ مجھے پولیس والوں کا اتنا ڈر نہیں تھا کیونکہ سعید احمد ان سے منٹ لیتے مجھے تو ماسٹر لوئے کی طرف سے خطرہ تھا۔ میں نے فوراً ہی اس شیطان کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔

ان میں بھی بعض اوقات کیسی حماقتیں کرتا ہوں۔ میں دو لاکھ روپے حاصل کرنے اور فیروزہ کو پاگل بنانے کے سلسلے میں اس قدر مصروف ہو گیا تھا کہ مزید سات گھنٹے تک ماسٹر لوئے سے غافل ہو گیا تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ آج رات کو کسی وقت پہنچے گا مگر اس وقت اس کا جہاز پنڈی ایئرپورٹ پر لینڈ کر رہا تھا۔ اور وہ پشاور کے پولیس افسروں سے لے کر اسلام آباد کے پولیس افسروں تک سب کے ذہن سے چھلانگ لگاتا ہوا اس تھانیدار کے دماغ میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ اور اب اس کے ذہن سے نکل کر سعید احمد کے ذہن میں جھانک رہا تھا۔

میں سوچنا ہی رہ گیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آنی دیر میں ماسٹر لوئے بازی لے گیا۔ اس نے فوراً ہی سعید احمد کی سوچ کو پڑھا تو وہ

رہے تھے۔

"میں تھانیدار کو یہ نہیں بتاؤں گا کہ میرا وہ ساتھی فرہاد ان دنوں میرے ساتھ مری میں ہے۔ کاش کہ اس وقت فرہاد سے ذہنی رابطہ قائم ہو جاتا۔ فرہاد کیا تم میرے ذہن میں جھانک رہے ہو؟"

سعید احمد کی سوچ نے کباڑا کر دیا۔ ماسٹر لوئے کے سامنے اس بات کی مکمل تصدیق ہو گئی کہ میں انسانوں کے ذہنوں کو پڑھنا جانتا ہوں اب سعید احمد کا دماغ ایسا ٹارگٹ بن گیا تھا جس پر نشانہ بازی کرنے کے لیے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بالکل تیار تھے۔

نہیں میں اپنے دماغ سے سوچ کی لہریں نشر کر کے سعید احمد کے دماغ تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اگر ایسا کرتا تو ماسٹر لوئے سوچ کی لہروں کو اپنی گرفت میں لے لیتا۔ میں پہلے ہی اعتراف کر چکا ہوں کہ ٹیلی پیتھی کے علم میں میں اس شیطان کے سامنے طفل مکتب ہوں۔ اسی لئے میں خاموش تماشائی کی طرح سعید احمد کے دماغ میں جھانکتا رہا۔

ماسٹر لوئے سعید احمد کو کنٹرول کرنے کے لئے وہی طریقہ اختیار کر رہا تھا جو کہ بیل منڈو کے لئے میں نے کیا تھا۔ یعنی جب ماسٹر لوئے شیشے گہری نیند سو رہا تھا تو اس وقت میں نے ماسٹر لوئے سے بن کر اسے ایک ڈبے میں بلایا تھا اور وہاں اس کا خاتمہ کیا تھا۔ ٹھیک اس طرح اب ماسٹر لوئے میری سوچ بن کر سعید احمد سے کہہ رہا تھا۔

"مسٹر سعید میں فرہاد بول رہا ہوں۔ تم نے اس مائیکرو فلم کو کسی دوسرے افسر کے حوالے کیوں کیا ہے؟ اسے فوراً واپس لے لو؟"

سعید احمد نے ذرا حیرانی سے کہا۔

"کیا بات ہے فرہاد تم مجھے مسٹر سعید کہہ رہے ہو حالانکہ مجھے سعید صاحب کہا کرتے تھے۔"

ماسٹر لوئے کی سوچ نے ذرا موڈ میں آ کر کہا۔

"بھئی سعید صاحب میں اس وقت موڈ میں ہوں اور اس لئے موڈ میں ہوں کہ میرا دشمن اس ملک میں آ پہنچا ہے۔ ایسے خطرے کے وقت ہر دلیر انسان کو موڈ میں رہنا چاہیئے آپ فوراً میرے مشورے پر عمل کریں اور وہ مائیکرو فلم ان سے واپس لے لیں۔"

سعید احمد نے اس شیطان کے مشورے کو میرا مشورہ سمجھ کر فوراً ہی عمل کیا اور اپنے سامنے بیٹھے ہوئے سپیرئر افسر سے کہا۔

"دیکھیے حالات بدل گئے ہیں۔ یہ انسپکٹر صاحب ابھی کسی کار والے کی گمشدگی کے سلسلے میں مجھے ملوث کر رہے ہیں۔ بینک میرا ایک ساتھی اس نمبر کی کار میں موجود تھا لیکن اس ساتھی سے بہتر میری ملاقات ہوئی تھی۔ میں اس سے پوچھ نہ سکا کہ وہ کہاں سے آ رہا ہے میں نے سوچا کہ اطمینان سے بیٹھ کر اس سے اس کے حالات معلوم کروں گا۔ لیکن جہلم کے ایک ہوٹل میں کھانا کھانے کے بعد وہ فوراً ہی مجھے [illegible] ہو کر لاہور کی طرف چلا گیا۔ اب میں سوچ رہا ہوں کہ لاہور کی طرف جاؤں اور ڈیوٹی پر بھی حاضر ہو جاؤں اور اپنے اس ساتھی کو بھی تلاش کروں۔ کیونکہ اسے تلاش کرنا اور قانونی طور پر پوچھ گچھ کرنا میرا ہی ذمہ ہے اب جب کہ میں لاہور جانے کا فیصلہ کر چکا ہوں تو آپ یہ سپیشل کر وہ مائیکرو فلم واپس کر دیں میں اسے لاہور کے دفتر میں ڈپازٹ کر دوں گا۔"

اس کی باتیں سن کر سپیرئر افسر نے کوئی اعتراض نہیں کیا وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور سیف کھول کر وہ فلم نکال لایا۔ سعید احمد سے اپنی ڈیوٹی رسید واپس لی اور مائیکرو فلم ان کے حوالے کر دی۔ میں بڑی دیر سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ جس مائیکرو فلم کو میں نے دن رات کی جدوجہد کے بعد حاصل کیا تھا اور بیل منڈو جیسے خطرناک آدمی کو اپنے پیچھے دوڑتے رہنے پر مجبور کرتا رہا تھا۔ اب وہ فلم پھر ہاتھ سے نکل جا رہی تھی اور میں مجبور تھا۔ اگر ذرا بھی مداخلت کرتا۔ سعید احمد کو ذرا سا بھی اشارہ دیتا کہ وہ ایسا نہ کریں تو وہ ذرا سا اشارہ میری تباہی کا باعث بن جاتا۔ کیونکہ میں سمجھ رہا تھا کہ ماسٹر لوئے سعید احمد کو اسی لئے گھیر رہا ہے اور اسی لئے اپنی آرکا بنا رہا ہے کہ میں پریشان ہو کر کسی نہ کسی وقت ضرور مداخلت کروں گا اور پھر اس کے ہتھے چڑھ جاؤں گا۔ میں بہت خوش تھا اور اپنی اس حاصل کی ہوئی اس مائیکرو فلم کو بڑی آسانی سے ماسٹر لوئے کی طرف جاتے دیکھ رہا تھا۔ ماسٹر لوئے نے سعید احمد کو ہدایت کی تھی کہ وہ ائرپورٹ کی طرف جائیں وہاں فرہاد سے ملاقات ہو جائیگی۔ اب سعید احمد دفتر سے اٹھ کر ثمر کو ساتھ لے کر ائرپورٹ کی طرف جا رہے تھے۔ میں سوچنا ہی رہ گیا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

میں حالات کی زنجیروں میں بری طرح جکڑ گیا تھا۔ وہ سعید احمد جو میرے عزیز ترین دوست تھے اب وہ ماسٹر لوئے کا آرکا بن کر میرے دشمن بننے والے تھے۔

میں ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل کے ڈائننگ ہال میں پریشان حال بیٹھا ہوا تھا۔ اس ہوٹل سے ذرا دور میرے چاروں طرف دشمن پھیلے ہوئے تھے۔ ماسٹر لوئے خود ائرپورٹ پہنچ چکا تھا اور سعید احمد ثمر کے ساتھ ائرپورٹ کی طرف جا رہے تھے۔ ماسٹر لوئے کی سوچ نے بتایا تھا کہ رومانا بھی پشاور سے اسی طرف آ رہی ہے۔ مجھے رومانے کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ میں نے ماسک اور آئی لنس اتار لئے تھے۔ اس وقت میرا اصلی رنگ روپ میں تھا۔ اس لئے رومانا مجھے پہچان نہیں سکتی تھی اگر سعید احمد ماسٹر لوئے کے ساتھ اسی طرف چلے آتے تو وہ اس کے لیے بری شناخت کا ذریعہ بن جاتے۔

میرے لئے بڑی مشکل پیدا ہو گئی تھی۔ اگر میں ماسک لگا کر سعید احمد سے ملتا چاہتا تو رومانا مجھے پہچان لیتی اور اگر ماسک ہٹا کر سعید احمد کے سامنے آتا تو وہ ماسٹر لوئے کے لئے بڑی فرمانبرداری سے ایک آرکا کا فرض انجام دیتے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو وہ شیطان انہیں ہمیشہ ذہنی عذاب میں مبتلا کرتا رہتا۔

میں نے فوراً ہی فیصلہ کیا کہ مجھے وہ ہوٹل چھوڑ دینا چاہیئے۔ ابھی وہاں آئے ہوئے صرف آدھا گھنٹہ گزرا تھا۔ میں نے بیرے سے جلدی سے بل لانے کے لئے کہا۔ جیسے ہی وہ بل لایا میں نے کھانا ادھورا چھوڑ دیا اور پیسے ادا کرنے کے بعد اپنے کمرے میں آ گیا۔ کمرہ میں نے اندر سے بند کر لیا۔ ماسک اور کنٹیکٹ لینس نکالے اسکے بعد آئینہ کے سامنے آ کر میک اپ کرنے لگا۔ بڑھے ہوئے میک اپ میں کاٹ دیا ہوا کچھ سامان میرے پاس موجود تھا اس کی مدد سے میں جلد ہی اپنے چہرے کو بدلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب اس روپ میں روما تو مجھے پہچان سکتی تھی مگر سعید احمد نہیں پہچان سکتے تھے۔

میں نے روما کے ذہن میں جھانک کر دیکھا کہ اس وقت وہ کہاں ہے پتہ چلا کہ وہ ہنڈی سے آگے پچاس میل دور ہے۔ مجھے اطمینان ہو گیا۔ میں نے اس کے باڈی گارڈ کے ذہن میں جھانک کر دیکھا جس سے سنوار کی ڈبیہ لی تھی اور جو مجھے پہچانتا تھا۔ وہ بھی روما کے کمرے میں بیٹھا سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ میں مطمئن ہو کر کمرے سے باہر آ گیا۔ فی الحال مجھے اس میک اپ میں پہچاننے والا کوئی نہ تھا۔ میں باہر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا اور اس سے ہوٹل دشنا د کی طرف چلنے کے لئے کہا۔ جب ٹیکسی آگے بڑھ گئی تو میں نے ماسٹر لوئے کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ لیچ روم سے اپنا سامان حاصل کر رہا تھا۔ ساتھ ہی سعید احمد سے دائیں الطلب قائم کیے ہوئے تھا۔ اور ان سے کہہ رہا تھا۔

"سعید احمد صاحب یہاں لیچ روم سے ایک ادھیڑ عمر کا شخص باہر آئے گا وہ نیلے سوٹ میں ملبوس ہے اور نیلے رنگ کی ٹائی لگائے ہوئے ہے اس کے ساتھ ایک حسین عورت ہے آپ اس کا پیچھا کریں۔"

سعید احمد نے سوچ کے ذریعہ پوچھا۔

"فرہاد تم کہاں ہو۔ میرے سامنے کیوں نہیں آتے؟"

ماسٹر لوئے کی سوچ نے کہا۔

"میں ابھی مجبور ہوں۔ میرا سب سے خطرناک دشمن سر پر آ پہنچا ہے۔ وہ جو نیلے رنگ کے سوٹ میں ہے وہ ماسٹر لوئے ہے۔"

سعید احمد نے چونک کر کہا۔

"ماسٹر لوئے شے۔! فرہاد یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ اتنے خطرناک دشمن سے میرا سامنا کرا رہے ہو۔ تم نے تو کہا تھا کہ تم خیال خوانی میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ اگر اس نے مجھے ذہنی عذاب میں مبتلا کر کے اپنا آرکا کار بننے پر مجبور کیا تو پھر کیا ہوگا۔"

ماسٹر لوئے نے فرہاد بن کر اسے سمجھایا

"آپ فکر نہ کریں میں خیال خوانی میں اس شیطان کا مقابلہ نہیں کروں گا، بلکہ چپ چاپ آپ کے خیال میں جھانکتا رہوں گا۔ اور اس کی سرگرمیوں سے واقف ہوتا رہوں گا۔ جب بھی مجھے موقع ملے گا میں اسے ہپناٹائز کے لئے ختم کر دوں گا آپ اطمینان رکھیں میں آپ کو نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔

جیسا میں کہہ رہا ہوں آپ ویسا ہی کرتے جائیں۔ جس جگہ وہ قیام کرے گا۔ آپ بھی اسی جگہ ٹھہر جائیں۔ اگر اس سے سامنا ہو جائے تو اس سے کترنے کی کوشش نہ کریں۔"

مارٹر یوشے فرہاد بن کر بڑی خوبصورتی سے سعید احمد کو بیوقوف بنا رہا تھا۔ اور میں بڑی مجبوری سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی طرح، اشارتاً ہی سعید احمد کو یہ سمجھا دیتا کہ وہ شیطان میرے نام سے فائدہ اٹھا کر انہیں اپنا آلۂ کار بنا چکا ہے۔

ہوٹل دلشاد میں پہنچ کر میں نے وہاں ایک کمرہ کرائے پر حاصل کیا اور خود کو اس کمرے میں قیدی بنا کر بیٹھ گیا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک حالات سازگار نہیں ہوں گے میں اس کمرے سے نہیں نکلوں گا اور نہ ہی کسی اجنبی سے ملاقات کروں گا۔ اب میرا کام ہی رہ گیا تھا کہ میں چپ چاپ ایک جگہ بیٹھ کر اس شیطان کی منصوبہ بندی کو پڑھتا رہوں۔

اس وقت چونکہ مارٹر یوشے مسلسل سعید احمد کے ذہن میں جھانک رہا تھا۔ اس لئے میں اپنی جگہ خاموش بیٹھا ہوا صرف اس کی سوچ کو پڑھ سکتا تھا۔ اس وقت سعید احمد کے ساتھ کھڑی ہوئی ثمر نے ان سے کہا۔

"آپ میرے ساتھ پاگل خانے کیسے نکلے تھے۔ راستہ میں ارادہ بدل کر امیلی جینس کے دفتر چلے گئے۔ وہاں سے پھر پروگرام بدل کر ایئرپورٹ کی طرف لوٹ گئے۔ اب یہاں لگیج روم کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا چکر ہے۔ آپ نے تو کہا تھا کہ فرہاد بھائی ڈیڈی کے پاگل پن کو دور کر دیں گے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ ہم جلد از جلد پاگل خانے پہنچیں اور میرے ڈیڈی ذہنی طور پر صحت یاب ہو جائیں؟"

سعید احمد نے بڑی محبت سے ثمر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"گھبراؤ نہیں ثمر تمہارے ڈیڈی جلد ہی اچھے ہو جائیں گے۔ میں اس وقت اپنے فرائض سے مجبور ہوں۔ یہاں ایک مجرم کی تلاش میں آیا ہوں۔ اگر وہ مل گیا تو میں اس کا پیچھا کروں گا۔ ہم دیکھیں گے کہ وہ کہاں جاتا ہے جب اس کی قیام گاہ کا علم ہو جائے گا، تو پھر میں تمہیں لے کر پاگل خانے جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر سعید احمد بڑی توجہ سے لگیج روم کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک ادھیڑ عمر کا انگریز نیلے سوٹ میں ملبوس وہاں سے باہر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک جوان عورت تھی۔ اس عورت کا حلیہ ذرا عجیب کیا تھا، یہ میں معلوم نہ کر سکا۔ کیونکہ سعید احمد کی توجہ مارٹر یوشے پر تھی۔ مارٹر یوشے بھی اپنی ساتھی عورت کو نظر انداز کئے ہوئے تھا۔ اور اس کے ساتھ جو عورت تھی وہ بھی مارٹر یوشے کو مخاطب نہیں کر رہی تھی۔ شاید وہ سمجھتی تھی کہ اس کا ادھیڑ عمر ساتھی اہم کاموں میں مصروف رہتا ہے اس لئے اسے اس کی اجازت کے بغیر مخاطب نہیں کرنا چاہیئے۔

مارٹر یوشے نے ایک ٹیکسی والے سے انگریز کی طرف جانے کے لئے کہا۔ اور اپنی ساتھی عورت کے ساتھ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تمام سامان ڈگی میں رکھوا دیا گیا۔ پھر ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ اس وقت اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔

"بیٹے فرہاد! میں آسانی سے ناکام نہیں ہوں۔ اس بات کو سمجھ رہا ہوں کہ تم بیل منڈو کے ذریعے میری سوچ تک پہنچ چکے ہو۔ اور ہمیشہ میرے خلاف کوشش کرتے رہتے ہو۔ اب یہ بات مجھ میں آ گئی ہے کہ تم بیل منڈو کے حلوں سے کس طرح بچ جایا کرتے تھے۔ یعنی میری ہی سوچ کے ذریعے اس کے تمام منصوبوں سے بچ نکلتے تھے۔ اب بھی مجھے یقین ہے کہ تم میری سوچ کو مسلسل پڑھے جا رہے ہو۔ اور یہ دیکھے جا رہے ہو کہ میں تمہارے جیسے عزیز دوست سعید احمد کو کس طرح کنٹرول کر رہا ہوں۔ تم بہت خوب ہو۔ اسے نہیں سمجھا سکتے کہ وہ میرا آلۂ کار بن چکا ہے۔ مگر کب تک تم خاموش تماشائی کی طرح پیچھے رہو گے۔ میں تمہارے دوست سعید احمد کو اور اس کی محبوبہ ثمر کو ایسے مقام پر لے آؤں گا جہاں تم مجھ سے ٹکرانے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ نہیں ٹکراؤ گے تو سعید احمد اور ثمر کو سسک سسک کر مرتے دیکھو گے۔ میں تمہاری اطلاع کے لئے یہ بھی کہہ دوں کہ تم میرے کسی بھی منصوبے کو اب نہیں پڑھ سکو گے۔ کیونکہ اب میں اپنی ملاوی زبان انگریزی میں بھی نہیں سوچوں گا۔ جب مجھے منصوبہ بنانا ہوگا تو میں اجنبی زبان میں سوچوں گا۔ اور اپنی ساتھی سے اسی زبان میں گفتگو کروں گا۔ لو سنو! میں اپنی ساتھی عورت کو ہدایات دے رہا ہوں۔ سمجھ سکتے ہو تو سمجھ لو۔"

یہ کہہ کر وہ اپنی ساتھی عورت سے مخاطب ہوا۔ واقعی وہ ایسی زبان بول رہا تھا جس سے میں واقف نہیں تھا۔ میرے پلے کچھ نہ پڑا کہ وہ کیا بول رہا ہے۔ لیکن اس سے باتیں کرنے کے دوران یہ تیتے چلا کہ وہ اسے مادام کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔

مادام تو ایسی عورت کو کہا جاتا ہے جو سوسائٹی میں بہت باعزت ہو یا پھر کوئی ایسی قسم کی عورت ہو یا کوئی زبردست صلاحیت کی مالک ہو۔ اس عورت کی کوئی خاص اہمیت تھی۔ تبھی مارٹر یوشے اسے مادام کہہ کر مخاطب کر رہا تھا۔ میری سمجھ میں یہی آیا کہ چار مارٹروں کے درمیان کچھ ایسی عورتیں بھی ہیں جو خاص صلاحیتوں کی مالک ہیں۔ ان میں سے ایک بدلام ہے جو اس وقت بظاہر ایک ساتھی بن کر مارٹر یوشے کے ساتھ یہاں آئی ہے لیکن وہ بھی کسی نہ کسی طرح مجھے گھیرنے کی کوشش کرے گی۔ لہٰذا مجھے اس کی طرف سے بھی محتاط رہنا پڑے گا۔

کچھ دیر تک مادام سے گفتگو کرتے رہنے کے بعد مارٹر یوشے نے انگریزی زبان میں سوچ کر کہا۔

"کہو فرہاد! کچھ سمجھ میں آیا کہ میں نے کیا باتیں کی ہیں۔ نہیں سمجھے یقین ہے کہ تم یہ باتیں نہیں سمجھ سکتے۔ تم برابر میرے ذہن میں جھانکتے رہو پھر بھی میری سوچ کے ذریعے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکو گے۔"

اس دنیا میں ایک سے ایک بڑھ کر دماغ کے کھلاڑی موجود ہیں جو ہر وقت اپنی ذہانت کو استعمال کرنے کا طریقہ جانتے ہیں۔ ایک وقت تھا جب بیل منڈو سے میرا سامنا ہوا تھا اور مارٹر یوشے اس کے دماغ کے ذریعے میرے دماغ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ لیکن اس وقت میں نے چہرے پر ماسک چڑھا رکھے تھے اور آنکھوں پر گلاسز کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے مارٹر یوشے کے لئے تمام راستے مسدود کر دیئے تھے۔ وہ کسی طرح بھی میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس وقت مارٹر یوشے نے بھی میرے سامنے ایک اجنبی زبان کی دیوار کھڑی کر دی تھی۔ دوسرے لفظوں میں وہ میرے لئے گونگا بن گیا تھا۔ میں اس کی گونگی زبان کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اور نہ ہی اس کے منصوبوں کو آئندہ پڑھ سکتا تھا۔

اب میرا کام ہی رہ گیا تھا کہ چپ چاپ دماغ کی اسکرین پر ان کے تماشے دیکھتا رہوں۔ آدھ گھنٹے بعد وہ انٹرکانٹی میں اپنے اور مادام کے لئے دو کمرے حاصل کر چکا تھا۔ اور اپنے کمرے میں بیٹھا سعید احمد کو گائڈ کر رہا تھا۔ سعید احمد بھی اس کا پیچھا کرتے ہوئے اس ہوٹل تک پہنچ گئے۔ اب اس انتظار میں بیٹھے کہ مارٹر یوشے کے سلسلے میں کچھ مشورہ دے سکوں۔ میں کیا مشورہ دیتا وہ تو اب تک مارٹر یوشے کے ہاتھوں میں ناچتے رہے تھے۔ مارٹر یوشے نے سوچ کے ذریعہ ان سے کہا۔

"سعید صاحب! اب آپ کاؤنٹر پر جا کر مارٹر یوشے کے کمرے کا نمبر معلوم کریں اور پھر کمرے میں جا کر اس کا پاسپورٹ وغیرہ طلب کریں اور یہ دیکھیں کہ وہ کس طرح یہاں آیا ہے یعنی کس نام سے آیا ہے اور کس مقصد کے لئے یہاں آیا ہے؟"

سعید احمد نے ذرا پریشان ہو کر کہا۔

"فرہاد! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اتنے خطرناک شیطان سے اس طرح کیوں ٹکرانا چاہتے ہو۔ میں اس کے سامنے جاؤں گا۔ اس سے پاسپورٹ وغیرہ طلب کروں گا تو کیا وہ میرے ذریعے تم تک نہیں پہنچے گا۔"

مارٹر یوشے نے سوچ کر کہا۔

"سعید صاحب آپ پریشان نہ ہوں۔ میں نے سب کچھ سوچ لیا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ اب میں زیادہ دنوں تک اس شیطان سے دور نہیں رہ سکتا۔ ایک نہ ایک دن تو مجھے اس سے ٹکرانا ہی تھا۔ لہٰذا آج یا کل ٹکراؤ ہو جائے آپ بے فکر رہیں آپ کو میری صلاحیتوں پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ اس لئے میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ آپ بلا جھجک اس کے کمرے میں گھس جائیں۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں اس شیطان سے نمٹنے کے لئے پوری طرح تیار ہوں۔"

"مگر فرہاد! یہ تو سوچو اس وقت میرے ساتھ ثمر ہے۔ میں اس کی موجودگی میں کسی خطرے کا سامنا کیسے کر سکتا ہوں۔"

"آپ ثمر کی فکر نہ کریں اسے لگیج میں بیٹھنے کے لئے کہیں۔ وہ کوئی ٹھنڈا مشروب پیتی رہے گی۔ دیکھئے آپ دیر نہ کریں جلدی مارٹر یوشے تک پہنچنے کی کوشش کریں۔"

سعید صاحب نے اس کے مشورے پر عمل کیا۔ انہوں نے ثمر سے جا کر کہا کہ وہ لگیج میں جا کر ان کا انتظار کرے۔ وہ تھوڑی دیر بعد وہاں آ جائیں گے۔ ثمر لگیج کی طرف چل گئی اور سعید صاحب کاؤنٹر پر جا کر اس انگریز کا نام اور کمرہ معلوم کرنے لگے جو نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا اور ایک عورت کے ساتھ ریسپشن روم سے ہو کر گزرا تھا۔ اسکا کمرہ نمبر معلوم کرنے کے بعد وہ لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر پہنچ گئے۔ اور وہاں جا کر اس کے دروازے پر دستک دی۔

مارٹر یوشے ان کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ دستک سنتے ہی دروازہ کھول دیا۔ پہلے تو انجان بن کر اس کے چہرے کو دیکھتا رہا پھر اس نے مسکرا کر انہیں کمرے میں آنے کے لئے کہا۔ سعید احمد کمرے میں داخل ہو گئے وہ امیلی جینس کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے اپنا تعارف کرانا چاہتے تھے مگر اس تعارف سے پہلے ہی مارٹر یوشے نے دروازے کو اندر سے بند کر کے مسکرا کر کہا۔

"سعید صاحب! تعارف کی کیا ضرورت ہے۔ تعارف تو دو اجنبیوں کے درمیان ہوتا ہے اور ہم ایک دوسرے کے لئے اجنبی نہیں ہیں۔ کیا آپ مجھے نہیں جانتے؟"

سعید احمد چونک کر حیرانی اور پریشانی سے اسے دیکھنے لگے پھر انہوں نے پوچھا۔

"تم مجھے کیسے جانتے ہو؟"

مارٹر یوشے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"سعید صاحب ذرا آرام سے بیٹھئے تاکہ اطمینان سے گفتگو ہو سکے میں آپ کو سب کچھ بتلائے دیتا ہوں۔"

سعید احمد نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں تم سے جو کچھ پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔ تم مجھے کس طرح جانتے ہو؟"

مارٹر یوشے نے بدستور اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ خواہ مخواہ غصہ دکھا رہے ہیں۔ میں آپ کے ملک میں مہمان ہوں۔ کیا مہمانوں سے اسی طرح گفتگو کرتے ہیں؟"

انہوں نے غصے سے کہا۔

"تم مہمان نہیں شیطان ہو۔ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم یہ بتاؤ تم مجھے کس طرح جانتے ہو؟"

مارٹر یوشے نے پھر ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جب تک آپ اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو نہ کریں گے، مجھ سے اپنے سوال کا جواب نہیں پائیں گے۔ اگر آپ اپنے افسرانہ رعب اور دبدبے سے کام لینا چاہتے ہیں تو اپنے تمام اثر و رسوخ اور اپنی تمام طاقت کو استعمال کر کے دیکھ لیں

کوئی فائدہ نہ ہوگا۔"

سعید احمد نے غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے اسے دیکھا پھر آگے بڑھ کر اس کا گریبان پکڑ لینا چاہتے تھے مگر اس سے پہلے ہی مارٹر لوشے ان کی سوچ سے ان کے ارادے کو سمجھ چکا تھا۔ جیسے ہی وہ گریبان پکڑنے کے لیے آگے بڑھے' ویسے ہی اچانک اس نے انکے دماغ میں گھونسہ سا مار دیا۔ وہ لڑکھڑا کر ایک دم سے پیچھے گئے۔ اس وقت مارٹر لوشے نے ان کی سوچ میں کہا

"میں پیچھے کی طرف لڑھکڑا رہا ہوں۔ میرے پیچھے گہری کھڈے ہیں گر رہا ہوں۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی وہ پیچھے کی طرف گر پڑے۔ مارٹر لوشے برابر کہتا جا رہا تھا۔

"میں دائیں طرف لڑھکتا جا رہا ہوں۔ لڑھکتا جا رہا ہوں۔۔۔"

وہ دائیں طرف لڑھکتے گئے۔ اسی طرح وہ مارٹر لوشے کی سوچ کے مطابق بائیں طرف الٹے پلٹ ہوتے گئے۔ تھوڑی دیر تک وہ انہیں اسی طرح پریشان کرتا رہا اور ان کے دماغ میں طرح طرح سے ہلچل مچاتا رہا۔ پھر وہ خاموش ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی سعید صاحب بھی فرش پر لیٹے لیٹے بے حس و حرکت ہو کر ہانپنے لگے اور بوکھلا کر چھت گھور گھور کر دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر تک ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ان کے ساتھ کیا ہو گیا اور وہ اس وقت کہاں ہیں۔ پھر وہ جلد ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے اور اپنے سامنے کھڑے مارٹر لوشے کو وحشت زدہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ مارٹر لوشے نے مسکرا کر کہا۔

"مسٹر سعید! یہ میرے کمالات کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ فرار سے تمہاری دوستی ہے۔ لہٰذا اس نے تمہیں بتایا ہوگا کہ میں کس طرح اپنے علم کے ذریعے تمہیں پاگل بنا سکتا ہوں۔ تم قانون کا سہارا لینا چاہو گے۔ میرے خلاف رپورٹ درج کرانا چاہو گے تو میں تمہیں اتنی مہلت نہیں دوں گا۔ اگر تم نے میری غفلت سے فائدہ اٹھا کر میرے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی کوشش کی تو میں تمہیں ذہنی عذاب میں مبتلا کر دوں گا۔ اگر تم ابھی اطمینان سے باتیں کر سکتے ہو تو اٹھو اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو کہ تمہاری محبوبہ اس وقت گیلری میں موجود ہے۔ سنا ہے کہ مشرق کی لڑکیاں بڑی باحیا ہوتی ہیں۔ اپنے سر سے دوپٹہ نہیں ہٹاتیں۔ میں یہاں سے بیٹھے بیٹھے اسے مجبور کروں گا کہ وہ اپنے جسم سے تمام کپڑے نوچ کر پھینک دے اور ننگی ہو کر تمام ہوٹل میں ناچتی پھرے۔ کیا تم اپنی محبوبہ کی بے حیائی پسند کرو گے؟"

سعید احمد دیدے پھاڑ پھاڑ کر اسے بڑی بے بسی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ اور کر بھی کیا سکتے تھے؟ اس شیطان کی تیطانیت کو وہ ابھی دیکھ چکے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کے بعد بھی وہ کیسی کیسی اذیتوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ ناقابل برداشت تھا کہ تمراس کی شیطانیت کا نشانہ بنتی۔ ایک معصوم لڑکی جو پہلے ہی باپ کے پاگل پن کی وجہ سے دکھ اور مصیبتیں اٹھا رہی تھی۔ اب وہ اسے پاگل ہوتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

وہ چپ چاپ فرش پر سے اٹھ گئے اور ایک کرسی پر جا کر بیٹھ گئے۔ مارٹر لوشے نے اپنا ایک ہاتھ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے بڑے اطمینان سے کہا۔

"لائیے۔ وہ مائیکرو فلم مجھے دے دیجئے۔"

اس وقت سعید صاحب کو پہلی بار بھرپور غصہ آیا۔ وہ سوچنے لگے کہ فرہاد نے مجھے کیوں یہ مشورہ دیا کہ میں مائیکرو فلم واپس لے کر ایئر پورٹ کی طرف جاؤں اور مارٹر لوشے کا سامنا کروں۔ اب میں سعید صاحب کو کیسے سمجھا سکتا تھا کہ وہ مشورہ میں نے نہیں دیا تھا۔ مارٹر لوشے فرہاد بن کر ان کو بیوقوف بنا رہا تھا۔ میں مجبور تھا۔ بڑی بے بسی سے ان کی بے بسی کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن میں بالوس نہیں تھا۔ اپنے وقت کا انتظار کر رہا تھا۔

دوسری طرف مارٹر لوشے' سعید احمد کو سوچتے ہوئے سن رہا تھا۔ اس نے پھر میرے خلاف چال چلی۔ وہ سعید احمد سے کہنے لگا۔

"مسٹر سعید! تم فرہاد کو اپنا بہت ہی عزیز دوست سمجھتے ہو۔ لیکن وہ بڑا مطلب پرست ہے۔ اپنے مفاد کے سامنے وہ دوستی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اپنے دوستوں کو بھی جہنم میں جھونک دیتا ہے اس کی زندہ مثال تمہارے سامنے ہے۔ تم خود ایک خطرے کو دعوت دینے کے لئے میرے پاس چلے آئے ہو میں بہت دیر سے تمہارے ذہن کو پڑھ رہا ہوں اور خاموشی سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ فرہاد کس طرح تمہاری غلط رہنمائی کر رہا تھا۔ تم نے وہ مائیکرو فلم یہاں کے ایک سینئر افسر کے حوالے کی تھی۔ لیکن وہ بیوقوف فرہاد تمہیں یہ مشورہ دے رہا تھا کہ تم اس فلم کو لے کر ایئر پورٹ کی طرف جاؤ اور میرا سامنا کرو۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ جو کچھ تم سے کہتا آ رہا تھا اور جس طرح اس نے تمہیں میرا سامنا کرنے کے لئے کہا تھا' وہ تمام باتیں میں سن رہا تھا۔ اور تم سے انجان بنا ہوا تھا۔ جب تم اس کمرے میں آئے تو میں نے تم پر یہ ظاہر کر دیا کہ نہ میں تمہارے لئے اجنبی ہوں اور نہ ہی تم میرے لئے اجنبی ہو۔ اب تم ٹھنڈے دماغ سے غور کرو کہ فرہاد نے تمہیں اور تمہاری محبوبہ کو کس مصیبت میں پھنسایا ہے؟"

سعید احمد کا ذہن اس کی باتوں میں الجھ کر رہ گیا۔ ان کے سوچنے سمجھنے کی اپنی تمام صلاحیتیں بالکل ہی بیکار ہو کر رہ گئیں۔ وہ اتنا بھی نہ سمجھ سکے کہ اگر میں ان سے ذہنی رابطہ قائم کرنا اور ان سے مائیکرو فلم واپس لے کر ایئر پورٹ کی طرف جانے کا مشورہ دیتا اور اس دوران مارٹر لوشے میرے مشورے کو ان کے دماغ کے ذریعے منتشر رہتا تو پھر وہ فوراً ہی میرے دماغ تک پہنچ جاتا۔ یہ بات تو بار بار ایک آدھ بار میں نے سعید احمد کو سمجھائی تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس طرح ایک کے دماغ سے دوسرے کے دماغ تک پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن اس وقت مارٹر لوشے نے ان کے دماغ کو اس طرح الجھا دیا تھا کہ وہ میری اس بات کو بھول گئے اور اس کی بات کا یقین کرنے لگے کہ واقعی میں نے اپنا مطلب نکالنے کے لئے اور کسی طرح مارٹر لوشے کو اپنی گرفت میں لینے کے لئے انہیں آلہ کار بنایا ہے اور اس طرح صرف ان

کو ہی نہیں' ان کی محبوبہ ثمر کو بھی مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ وہ اس پہلو پر ذہن سوچتے جا رہے تھے۔ تنہا ہی ان کو مجھ پر غصہ آ رہا تھا اور ان کے دل سے میری محبت کم ہوتی جا رہی تھی اور نفرت بڑھتی جا رہی تھی۔

انسان کی عادت ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے سامنے کی چیز کو دیکھتا ہے اور جو کچھ پیچھے ہو اسے بھول جاتا ہے۔ ابھی سعید احمد کے سامنے ان کی محبوبہ ثمر کی زندگی کا سوال تھا اور اس کی شرم دیجا برقرار رکھنے کی نکر تھی اس لئے وہ ثمر کی خاطر مارٹر لوشے کی باتوں پر غور کر رہے تھے۔ اور میری باتوں کو بھول گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مارٹر لوشے کی باتوں سے قائل ہو گئے۔ انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر مائیکرو فلم نکالی اور اس کی طرف اسے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں آ گئی ہیں۔ واقعی میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فرہاد مجھے اس طرح مصیبت میں پھنسائے گا۔ بہرحال میں نے زبردست دھوکا کھایا ہے۔ یہ مائیکرو فلم وہی حاصل کر کے لایا تھا اور اسی مائیکرو فلم کے ذریعہ وہ مجھے یہاں پہنچا کر خود خاموش بیٹھا ہوا ہے۔ بہرحال اب میں ایک فرض شناس آفیسر کی حیثیت سے تم سے یہ کہوں گا کہ یہ مائیکرو فلم تم پھر مجھے واپس کر دو۔ اس لئے کہ یہ میرے ملک کی چیز ہے اور میں یہ کبھی گوارا نہیں کروں گا کہ یہ غلط ہاتھوں میں جائے۔"

مارٹر لوشے نے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں یہ جاننا چاہوں گا کہ تم کس حد تک فرض شناس ہو۔ تم کس حد تک محب وطن ہو۔ اس مائیکرو فلم کو حاصل کرنے کے لئے کتنی بڑی قربانی دے سکتے ہو؟"

"میں اس فلم کے لئے اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔"

مارٹر لوشے نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے تمہاری جان کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف فرہاد کو چاہتا ہوں۔ تم مجھے فرہاد کا پتہ بتا دو اور یہ مائیکرو فلم واپس لے لو۔"

یہ کہہ کر اس نے مائیکرو فلم کو درمیانی میز پر رکھ دیا۔ سعید احمد اس فلم کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگے۔

"مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میں نہیں جانتا کہ اس فلم میں اپنے ہی ملک کا کوئی راز ہے یا کسی دوسرے ملک کی اہم دستاویزات ہیں۔ مجھے بہرحال میں اس فلم کو حاصل کرنا ہے۔ میں مارٹر لوشے سے زبردستی نہیں کر سکتا۔ اس سے دشمنی کر کے اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ کیا میں فرہاد کا پتہ بتا دوں؟"

یہ سوچتے ہی وہ کرسی پر پہلو بدلنے لگے۔ وہ بڑی الجھن میں گرفتار ہو گئے تھے۔ اگرچہ ان کو مجھ پر زیادہ غصہ آ رہا تھا اور میرے خلاف نفرت پیدا ہوتی جا رہی تھی پھر بھی انہیں میرے بہت سے احسانات یاد آ رہے تھے۔ میرے خلوص اور میری دوستی کی بہت سی باتیں یاد آ رہی تھیں۔

انہوں نے بڑی بے بسی سے مارٹر لوشے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے کچھ سوچنے کا موقع دو۔ اس کے بعد میں تمہاری بات کا جواب دوں گا۔"

مارٹر لوشے نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تم کیا سوچو گے؟ جو سوچنا ہے اسے میں پڑھا جاؤں گا۔ بہتر ہے کہ سوچنے کی بجائے زبان سے کہتے جاؤ۔ تمہارے سامنے ایک بہت بڑا فرض ہے۔ یہ مائیکرو فلم ابھی تمہارے ہاتھ آ سکتی ہے اور ابھی تمہارے ہاتھ سے نکل بھی سکتی ہے۔ اگر تم ایک فرض شناس آفیسر ہو۔ تمہیں اپنے ملک سے محبت ہے' تو ایک فراڈ کو نہ دیکھو۔ اگر دیکھو تو یہ سمجھو کہ وہ کتنا بڑا فراڈ ہے۔ وہ وقت آنے پر تمہارے ساتھ بھی فریب کر سکتا ہے اور اس نے تمہارے ساتھ فریب کیا ہے۔ عقل سے کام لو اور مجھے اس کا پتہ بتا دو۔ جیسے ہی وہ میرے قابو میں آئے گا۔ میں یہ مائیکرو فلم تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

اس وقت سعید احمد نے ایک اہم سوال کیا۔

"میں جانتا ہوں کہ فرہاد تمہاری سوچ کو پڑھتا رہتا ہے۔ کیا وہ اس وقت ہماری باتیں نہیں سن رہا ہوگا۔ اگر میں اس کا پتہ بتاؤں گا تو کیا وہ ہوشیار نہیں ہو جائے گا؟"

مارٹر لوشے نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں سب سمجھتا ہوں۔ اتنا نادان نہیں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم اس کا پتہ بتا دو گے تو وہ ابھی سے ہوشیار ہو جائے گا۔ اور وہاں سے کسی دوسری طرف نکل جائے گا۔ لیکن میرے ہاتھ میں ترپ چال کے لئے ایک پتہ ہے۔ میں اس پتے سے کام لوں گا۔ تم اس بات کی پروا نہ کرو کہ وہ تمہیں کتنی دور دوڑائے گا۔ تم مجھے اس کا پتہ بتاؤ اور ہر اس جگہ رہنمائی کرو جہاں وہ جا سکتا ہے یا کچھ وقت گزار سکتا ہے۔ میں ایسا کیوں چاہتا ہوں' یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔"

سعید احمد پھر تھوڑی دیر تک سوچتے رہے۔ وہ یہی سوچ رہے تھے کہ مائیکرو فلم حاصل کرنے کے لئے انہیں میرا پتہ دینا چاہیئے یا نہیں۔ آخر یہی بات سمجھ میں آئی کہ اگر وہ مارٹر لوشے کی بات نہیں مانیں گے تو مائیکرو فلم بھی ہاتھ نہیں آئے گی اور وہ ثمر کے ساتھ بھی برا سلوک کرے گا۔ آخر مجبور ہو کر انہوں نے بتا دیا کہ جب وہ مری سے روانہ ہوئے تھے تو میرا فیروزے کے کاٹیج میں تھا۔

ان کی باتیں سن کر مارٹر لوشے نے کہا۔

"اچھی بات ہے ہم تھوڑی دیر بعد اس کاٹیج کی طرف چلے جائیں گے ابھی میں دوستانہ انداز میں آپ کو ایک تکلیف دینا چاہتا ہوں۔ کیا آپ میرا ایک کام کریں گے؟"

سعید احمد نے کہا۔

"ہاں! ضرور کروں گا۔ بتاؤ کیا کام ہے؟"

مارٹر لوشے نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"مجھے ایک سیر کچے گوشت کی ضرورت ہے۔ گوشت میں چربی زیادہ ہو تو بہتر ہے۔ میں یہاں اجنبی ہوں یہاں کے رستے جانتا نہیں ہوں

ورنہ بازار جا کر خود ہی خرید کر لے آتا۔ کیا آپ یہ چیزیں میرے لئے خرید کر لا سکتے ہیں؟"

سعید احمد نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں تمہارا یہ کام کر دوں گا لیکن مجھے مائیکرو فلم جلد از جلد ملنی چاہیئے۔"

ماسٹر یوشے نے انہیں یقین دلایا کہ وہ اپنے وعدے پر قائم رہے گا اور مجرد فرہاد پاتے ہی مائیکرو فلم ان کے حوالے کر دے گا۔ اس پر سعید احمد نے کہا۔

میرے سامنے ایک اور مسئلہ ہے۔ میں ابھی پاگل خانے کی طرف جا رہا تھا۔ فرہاد نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ثمر کے ڈیڈی کا پاگل پن دور کر دے گا۔ اب یہ مسئلہ عطائی میں پڑ رہا ہے۔"

ماسٹر یوشے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"فرہاد اس پاگل کا پاگل پن کیا دور کرے گا۔ یہ کام میں چٹکی بجاتے کر سکتا ہوں۔ تم ثمر سے کہو وہ تنہا پاگل خانے جائے اور اپنے ڈیڈی سے ملاقات کرے۔ جب وہ اپنے ڈیڈی کا سامنا کرے گی تو میں اس کے ذہن سے چھلانگ لگا کر اس کے ڈیڈی کے پاگل دماغ تک پہنچ جاؤں گا اور اس کے بعد تم دیکھو گے میں اسے کس طرح ذہنی طور پر صحت یاب کر دیتا ہوں۔"

سعید احمد مطمئن ہو کر کمرے سے باہر نکل گئے اور اس گیلری کی طرف جانے لگے جہاں ثمر بیٹھی ہوئی ان کا انتظار کر رہی تھی۔ میں ماسٹر یوشے کی اس بات پر غور کر رہا تھا کہ اس نے میرا پتہ معلوم کرنے کے بعد ایک سیر کچا گوشت کیوں منگوایا ہے۔ یعنی ایسا کچا گوشت جس میں ہڈیاں زیادہ ہوں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد سعید احمد بازار سے اس کی فرمائش کے مطابق ہڈیوں والا کچا گوشت لے آئے۔ انہوں نے مڑ کر پاگل خانے بھیج دیا تھا۔ اب وہ ماسٹر یوشے کے ساتھ اس مقصد سے لگے ہوئے تھے کہ انہیں مائیکرو فلم مل جائے گی۔ ماسٹر یوشے نے انہیں کمرے میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ ہوٹل کے بیرے سے اس نے ایک سیر دودھ منگوایا۔ جب دودھ آ گیا تو وہ ایک پیکٹ میں کچا گوشت اور دودھ کا برتن لے کر باہر چلا گیا۔ سعید احمد نہیں جانتے تھے کہ وہ کہاں گیا ہے۔ وہ اپنے بازو والے کمرے میں گیا تھا، جہاں مادام بیٹھی ہوئی تھی۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے اجنبی زبان میں گفتگو شروع کر دی جو میرے پلے نہیں پڑ رہی تھی۔ لیکن ماسٹر یوشے جو کچھ آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، اسے اپنی عادت سے مجبور ہو کر کبھی کبھی انگریزی میں موسیو کہہ رہا تھا جس کے باعث مجھے یہ پتہ چل رہا تھا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ ماسٹر یوشے نے گوشت کا پیکٹ جا کر ایک میز پر رکھا تھا اور اسے کھول دیا تھا۔ مادام جو کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی وہ گوشت کو دیکھتے ہی اس پر جھک گئی۔ اور اسے چبا چبا کر کھانے لگی۔ اور ہڈیوں کو بھنبھوڑنے لگی۔ میں بڑی حیرانی سے دماغ کی سکرین پر وہ تماشہ دیکھ رہا تھا ایک میر گوشت کھانے کے بعد اور ہڈیوں کو اچھی طرح بھنبھوڑنے کے بعد وہ

دودھ کے پیالے میں منہ ڈال کر اس طرح پینے لگی جیسے کتے یا بلی زبان سے دودھ کو چاٹتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کوئی عورت ہے یا بلی ہے یا کتیا ہے؟ جو کچھ بھی ہے عجیب و غریب ہے۔ لیکن عجیب الخلقت نہیں ہے۔ وہ سر سے پاؤں تک عورت ہی ہو گی۔ اگر وہ عجیب الخلقت ہوتی تو جہاں سے وہ آئی تھی وہاں سے اس ہوٹل تک لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتی۔

میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ ماسٹر یوشے میرے خلاف کوئی زبردست حربہ استعمال کر رہا تھا اور جو کچھ وہ کرنے والا تھا اس کا مجھے علم نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس مادام کتیا سے وہ اجنبی زبان میں باتیں کرتا تھا اور اسی زبان میں منصوبے بناتا تھا۔ ایسی صورت میں میں یہ کیسے معلوم کر سکتا تھا کہ وہ مجھ تک پہنچنے کے لئے کون سا طریقہ اختیار کرنے والا ہے۔

ماسٹر یوشے تھوڑی دیر تک مادام سے باتیں کرتا رہا اس وقت میرے دماغ میں آئی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کیلئے دنیا کی معروف زبانیں سیکھنا کتنا ضروری ہے۔ اگر میں نے مختلف زبانیں سیکھنے پر توجہ نہیں دی تو آئندہ بھی اسی طرح اپنے دشمنوں کے سامنے احمق بنتا رہوں گا۔

تھوڑی دیر بعد ماسٹر یوشے اس کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ وہاں سعید احمد اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اسے دیکھتے ہی انہوں نے کہا۔

"میں یہاں کب تک بیٹھا رہوں گا۔ میں نے ثمر کو پاگل خانے کی طرف بھیج دیا ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے؟"

"تم فکر نہ کرو میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ماسٹر یوشے ثمر کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ میں بھی ماسٹر یوشے کی معرفت دماغ کی سکرین پر ثمر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی پاگل خانے کی طرف جا رہی تھی تھوڑی دیر بعد ماسٹر یوشے نے کہا۔

"تمہاری ثمر اس وقت ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تمہارے ہی بارے میں سوچ رہی ہے۔ شاید ابھی اس کا سفر ختم نہیں ہوا ہے جب وہ پاگل خانے پہنچے گی تو میں اس کے ڈیڈی سے متعارف ہو جاؤں گا۔ فی الحال تم میری بات کا جواب دو۔ کیا تمہارے پاس فرہاد کی کوئی چیز ہے؟"

سعید احمد نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی چیز سے کیا مراد ہے؟"

"یہی کہ فرہاد کا کوئی رومال یا قلم یا گھڑی یا ایسی کوئی چیز جو وہ تمہارے پاس بھول گیا ہو۔"

سعید احمد نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔"

"تعجب ہے کہ آپ دونوں ایک دوسرے کے گہرے دوست ہیں کیا دو دوست ایک دوسرے کی نشانی یا یادگار کے طور پر کوئی چیز اپنے پاس نہیں رکھتے؟"

سعید احمد نے جواب دیا۔

"دوستوں کی نشانی اس لئے رکھی جاتی ہے کہ وہ بچھڑ جائیں تو ان کی جدائی میں ان کی نشانی ان کے پاس رہے اور ان کی یاد دلاتی رہے۔ لیکن فرہاد جیسے شخص کے ساتھ دوستی کرنے کے لئے کوئی ضروری نہیں کہ اس کی کوئی چیز نشانی کے طور پر محفوظ رہے۔ کیونکہ وہ بچھڑ کر بھی اور ہزاروں میل دور جا کر بھی ہمارے اندر موجود رہتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کی کوئی چیز میرے پاس کیسے رہ سکتی ہے؟"

ماسٹر یوشے نے تائید میں سر ہلا دیا۔

"ہاں تم نے بڑی اچھی بات کہی۔ ہم جیسے لوگوں سے دوستی کرنے کے بعد دوری کا احساس نہیں ہوتا۔ خواہ ہم کتنی ہی دور کیوں نہ چلے جائیں۔ بہرحال جس کانٹیج میں تم فرہاد کو چھوڑ کے ہو وہاں تو وہ اب موجود نہیں ہو گا۔ جیسا کہ میں سمجھتا ہوں وہ چپ چاپ بیٹھا ہوا میری سوچ کو پڑھ رہا ہو گا۔ اور اب تک وہاں سے نکل گیا ہو گا۔ اب میں کیا چاہتا ہوں تم سے یہ نہیں کہوں گا۔ اس لئے کہ میرا دشمن میری باتیں سن کر ہوشیار ہو جائے گا۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ ابھی اور اسی وقت اس کانٹیج کی طرف چلیں گے۔"

سعید احمد اس کے ساتھ جانے کے لئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اس وقت وہ سوچ رہے تھے کہ مجھے کانٹیج میں سامنا ہو گا تو وہ میرے سامنے شرمندہ ہونے کی بجائے مجھ سے شکایت کریں گے کہ میں نے ہی انہیں مائیکرو فلم واپس لینے اور ایئرپورٹ جانے کا مشورہ دیا تھا۔ اور اس مشورے کو ماسٹر یوشے سوچ کے ذریعے سن رہا تھا۔ لہٰذا وہ میرے خلاف قدم اٹھانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

ایسا سوچتے ہوئے وہ ماسٹر یوشے کے پیچھے چلتے ہوئے کمرے سے باہر جانے والے تھے۔ اچانک ہی ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے۔ یک بیک ان کے دماغ میں یہ بات آ گئی کہ اگر ماسٹر یوشے ان کے دماغ میں جھانک کر میرے دیئے ہوئے مشوروں کو سن رہا تھا تو پھر اس طرح تو وہ میرے ہیلپ تک بھی پہنچ سکتا تھا۔ انہیں بہت دیر بعد اس بات کا خیال آیا۔

ماسٹر یوشے دروازے کے پاس پہنچ کر رک گیا اور ان کی طرف پلٹ کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"مسٹر سعید! میں تمہاری سوچ کو پڑھ رہا ہوں۔ بہت دیر بعد یہ بات تمہاری سمجھ میں آئی ہے کہ فرہاد سوچ کے ذریعے تمہیں مشورہ دیتا رہا ہے۔ تمہارے دماغ میں جھانکتا رہتا تو فوراً تمہارے دماغ کے ذریعے اس کے دماغ تک پہنچ جاتا۔ اب جبکہ یہ بات تمہاری سمجھ میں آ گئی ہے —

تو پھر یہ سمجھ لو کہ میں نے غلط کہا تھا۔ فرہاد بالکل خاموش ہے۔ دراصل میں ہی تمہارے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ اور میں نے ہی تمہیں مائیکرو فلم لے کر ایئرپورٹ کی طرف جانے کا مشورہ دیا تھا، تاکہ میں تمہیں اپنا آلۂ کار بنا سکوں۔"

سعید احمد نے غصے سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو تم ابھی تک مجھے بیوقوف بنا رہے تھے اور میں فرہاد جیسے دوست کو ایک دشمن سمجھ رہا تھا۔ اچھا ہوا کہ مجھے عقل آ گئی۔"

ماسٹر یوشے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری عقل اب تمہاری نہیں ہے کیونکہ اب وہ میرے کنٹرول میں ہے۔ اب تمہاری عقل کے جائے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جو کچھ میں کہوں گا وہی کچھ تمہارا دماغ سوچے گا۔ اگر تم سوچنا نہیں چاہو گے تو پاگل بن جاؤ گے۔"

سعید احمد نے بڑی تلخی سے کہا۔

"میں وہی کروں گا جو تم کہو گے۔ میں اپنی حماقتوں سے تمہارا آلۂ کار بن گیا ہوں۔ تمہارے حکم سے انکار کر کے میں ثمر کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ اور میری اس مجبوری کو فرہاد بھی سن رہا ہو گا۔ اس لئے مجھے اس کے سامنے شرمندگی نہیں ہو گی۔ میرے اطمینان کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اب تک سوچ کے ذریعے تمہاری گرفت میں نہیں آیا ہے۔ اور میں یہ پیشگوئی کر دوں ماسٹر یوشے کہ تمہاری موت تمہیں یہاں کھینچ کر لائی ہے۔ فرہاد کتنا چالاک اور خطرناک ہے، بس تم اسی بات سے اندازہ کر لو کہ تم دوسروں کو اپنا آلۂ کار بناتے جا رہے ہو مگر فرہاد تک نہیں پہنچ رہے ہو۔ وہ اب بھی تمہیں گمنامی کا ناچ نچا رہا ہے۔ اب میں تمہارے ساتھ اطمینان سے چلوں گا۔ یہاں جہاں فرہاد کے ملنے کے امکانات ہیں میں ہر وہ جگہ بتا دوں گا۔ اور اس اعتماد کے ساتھ بتا دوں گا کہ وہ تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔ تمہیں جھک مار کے پیچھے دوڑنا پڑے گا۔"

"مسٹر سعید! اب وہ مجھے اپنے پیچھے دوڑاتا ہے یا میں اسے اپنے پیچھے دوڑنے پر مجبور کروں گا۔" یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ فی الحال تم میرے حکم کے پابند ہو، لہٰذا میرے ساتھ چلو۔"

یہ کہہ کر اس نے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ سعید احمد اس کے ساتھ باہر آ گئے۔ وہ اپنے کمرے کے دروازے کو لاک کرنے کے بعد اپنے ساتھ والے کمرے کی طرف گیا۔ اور اس کمرے پر دستک دے کر اجنبی زبان میں مادام سے کچھ کہنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد مادام کمرے سے باہر آ گئی۔ اس نے بھی اپنے کمرے کو لاک کر دیا۔ پھر وہ تینوں کوریڈور سے گزرتے ہوئے ہوٹل سے باہر جانے لگے۔

ماسٹر یوشے نے محض میرے دماغ کو اپنی گرفت میں لینے کے لئے اپنے ملک سے یہاں تک ایک طویل سفر کیا تھا۔ وہ میرے لئے اپنا بہت سا قیمتی وقت ضائع کر رہا تھا۔ ایسے ہپناٹزم کے ماہر لوگ اپنے وقت کو بہت قیمتی سمجھتے ہیں۔ اور وہ اپنے دن اور رات صرف میری ہی فکر میں گزار رہا تھا۔ وہ اب جو بھی قدم اٹھا رہا تھا اس کے پیچھے کوئی گہرا مقصد پوشیدہ تھا۔ مگر افسوس کہ میں اس کی پلاننگ کو سمجھ نہیں سکا تھا۔ ہمارے درمیان اجنبی زبان کا پردہ حائل تھا۔ اس وقت بھی جب وہ میری کیفیت جاننے کے لئے فرزانہ کے کانٹیج پہنچ کر مجھے تلاش کرے یا میرے متعلق مزید معلومات فراہم کرے تو اس وقت بھی مادام اس کے ساتھ تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا

کہ وہ کسی خاص اہمیت کی مالک تھی۔ اور میرے سلسلے میں وہ بہت زیادہ اس سے کام آسکتی تھی۔

وہ دونوں سعید احمد کی کار میں پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور سعید احمد کار ڈرائیو کرتے ہوئے مری کی طرف جانے کے لئے ہوٹل دلشاد کے قریب سے گزر رہے تھے۔ اگر ماسٹر لوتھے کے پاس ٹیلی پیتھی کے علاوہ کوئی ایسا علم ہوتا جس سے وہ میری دوری اور نزدیکی کو سمجھ لیتا تو اس بیچارے کو اتنی دور مری جانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ بہرحال وہ میری تلاش میں میرے قریب سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ جب وہ اسلام آباد سے آگے بڑھ گئے۔ تب ماسٹر لوتھے نے ثمر کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ وہ پاگل خانے پہنچ گئی تھی اور ایک ڈاکٹر کے ساتھ اس کمرے کی طرف جا رہی تھی جہاں اس کے باپ کو رکھا گیا تھا۔ ماسٹر لوتھے نے پچھلی سیٹ سے کہا۔

"مسٹر سعید۔ تمہاری ثمر پاگل خانے پہنچ گئی ہے۔ تم خاموشی سے کار ڈرائیو کرتے رہو۔ میں اس کے باپ کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا ہوں کہ وہاں کیا گڑبڑ ہے۔"

سعید احمد نے عقب نما آئینے میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ میں آپ کو ڈسٹرب نہیں کروں گا۔ جب منزل آ جائے گی تب آپ کو مخاطب کروں گا۔"

"ایک بات بتائیں مسٹر سعید۔ ثمر کا باپ کن حالات میں پاگل ہوا تھا؟" سعید احمد بتانے لگے کہ کس طرح ثمر کے باپ نے دوسری شادی کی اور دوسری بیوی فیروزہ نے ایک دوا کے ذریعہ انہیں پاگل بنا دیا۔ ان کی باتیں سننے کے بعد ماسٹر لوتھے پچھلی سیٹ کی پشت پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور ثمر کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ ثمر اس وقت اس کمرے کے سامنے پہنچ گئی تھی جس میں اس کے باپ کو قید کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر نے دروازہ کھول کر اسے اندر جانے کے لئے کہا۔ چونکہ ثمر کا باپ خطرناک قسم کا پاگل نہیں تھا اس لئے ملاقات کرنے والوں کو آسانی سے اجازت دے دی جاتی تھی۔

ثمر کا باپ کمرے میں اپنے بیڈ پر لیٹا ہوا خاموشی سے چھت کو گھور رہا تھا کسی کے اندر آنے سے اس کے دیکھنے کے انداز میں ذرا بھی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ ثمر جو اس کی بیٹی تھی قریب جاتے ہوئے ذرا گھبرا رہی تھی۔ اس نے سہارے کے لئے پوسٹ کر دیکھا۔ ڈاکٹر بھی اس کے پیچھے ہی کمرے میں آ گیا تھا۔ ڈاکٹر کو دیکھ کر ذرا ہمت بندھی تو اس نے باپ کو مخاطب کیا۔

"ڈیڈی۔ مجھے دیکھئے ڈیڈی۔ میں آپ کی بیٹی ہوں آپ کی ثمر ہوں۔"

اس کے باپ نے پلکیں جھپکائیں۔ پھر ذرا گردن گھما کر بیٹی کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے عاری تھا۔ ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"مسٹر ثمر نے وعدہ کیا تھا کہ تم اپنے سامنے آنے والی ہر چیز کو اور ہر شخص کو سمجھنے کی کوشش کرو گے۔ تم بہت اچھے آدمی ہو۔ اپنے وعدے کے مطابق بہت سی باتیں سمجھنے لگے ہو گے کہ یہ بستر ہے۔ یہ دیواریں ہیں۔ میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ میں تمہارا ڈاکٹر ہوں۔ اسی طرح اس بچی کو سمجھو یہ کون ہے؟ اور سمجھنے کے لئے اتنا اشارہ کافی ہے کہ یہ تمہیں ڈیڈی کہہ رہی ہے۔"

اس نے اپنی بیٹی کو ایک ٹک دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈاکٹر تم نے مجھے سمجھایا تھا کہ پچھلے دنوں مجھ سے ایک لڑکی ملنے کے لئے آئی تھی۔ وہ میری بیٹی تھی۔ شاید یہ وہی لڑکی ہے اور میری بیٹی ہے۔ مگر مجھے کچھ یاد کیوں نہیں آتا۔ مجھے بتاؤ میں کب اس کا باپ بن کر پیدا ہوا تھا؟"

ڈاکٹر نے کہا "اوہو۔ تم پھر بہک رہے ہو۔ تم باپ بن کر پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ یہ تمہاری بیٹی بن کر پیدا ہوئی تھی۔ یعنی اس دنیا میں پہلے باپ پیدا ہوتے ہیں پھر بیٹیاں پیدا ہوتی ہیں۔"

"اچھا سمجھ گیا۔ پہلے میں پیدا ہوا پھر میری بیٹی پیدا ہوئی۔ پہلے میں اس پاگل خانے میں آیا ہوں۔ اب میری بیٹی یہاں آ کر رہے گی۔"

"تمہاری بیٹی یہاں نہیں رہے گی۔ یہ تمہیں دیکھنے آئی ہے تمہاری بیٹی یہ امید لے کر آئی ہے کہ تم اسے پہچان لو گے۔"

انسان کا لاشعور اس قدر کمزور ہو جائے کہ اس میں دبی ہوئی تمام باتیں، تمام یادیں ابھر کر شعور کی حد تک نہ پہنچ سکیں تو انسان پھل پانی پھول جاتا ہے۔ ایسے وقت میں کہتے ہیں کہ اس کی یادداشت گم ہو چکی ہے۔ فیروزہ نے ایسی دوا اس کو دودھ میں ملا کر پلائی تھی کہ اس کے سوچنے کی تمام صلاحیتیں ختم ہو گئی تھیں۔ ابتدا میں بہت سی سوچیں گڈمڈ ہو کر آندھیوں کی طرح اس کے دماغ میں گونجتی رہتی تھیں۔ پھر وہ رفتہ رفتہ نارمل ہوتا گیا اور اس طرح خاموش رہ کر اپنے سامنے کی چیزوں کو تکنے لگا، جیسے وہ بالکل خالی الذہن ہو گیا ہو۔ پھر ڈاکٹر اس کا علاج کرتا رہا۔ اسے سامنے کی چیزوں کو تبلاتا رہا سمجھاتا رہا کہ یہ سب کیا ہیں؟ لیکن اس کے لاشعور کو نہ کریدہ سکا۔ اب اس بات کی ضرورت تھی کہ اس کا ماضی اس کو یاد دلایا جائے۔ لیکن کسی کے یاد دلانے سے دماغ ان یادداشتوں کو قبول نہیں کر سکتا، جب تک کہ پچھلی تمام باتیں اور پچھلی تمام یادداشتیں خود ہی اس کے ذہن میں نہ ابھریں۔ خود بخود اس کے ذہن میں گمشدہ یادوں کو ابھارنے کے لئے ماسٹر لوتھے اس کے ذہن میں جھانکتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ جو لڑکی سامنے کھڑی ہوئی ہے یہ میری بیٹی ہے۔ ہاں مجھے کچھ کچھ یاد آ رہا ہے۔ میرا نام برکت علی ہے۔ میں ایک بہت بڑا تاجر ہوں۔ کروڑوں کی جائیداد کا مالک ہوں۔ پہلی بیوی کے مرنے کے بعد میں نے فیروزہ نام کی ایک عورت سے شادی کی تھی۔ وہ عورت میری بیٹی اور میری جائیداد کی دشمن بن گئی۔ اب مجھے یاد آ گیا ہے۔ ایک رات میں نے سونے سے پہلے دودھ پیا تھا اس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہ رہا تھا کہ میں ہوں۔ کون ہوں۔ شاید اسی دودھ میں اس دشمن عورت نے دوا ملا کر دی تھی۔ ہاں مجھے اب یاد آ جا رہا ہے۔ یہ لڑکی جو سامنے کھڑی ہے میری بیٹی ہے اور اس کا نام ثمر ہے۔۔۔۔"

ماسٹر لوتھے بڑے اطمینان سے ثمر کے باپ سیٹھ برکت علی کے دماغ کی تاریکیاں دور کر رہا تھا۔ اس کے لاشعور سے پچھلی یادوں کو ابھارتا ہوا اس کے شعور تک پہنچا رہا تھا۔ سیٹھ برکت علی اس دوران اس سوچ کو بھگتا جا رہا تھا اور اپنے سامنے کھڑی ہوئی ثمر کو دیکھتا جا رہا تھا۔ ماسٹر لوتھے نے ثمر کو نہیں دیکھا تھا کہ اس کا ناک نقشہ کیسا ہے۔ لیکن برکت علی کی نگاہوں کے ذریعے اور اس کی سوچ کے ذریعے وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ کیسی ہے۔ اس کے کیرکٹر و روپ کو سمجھ کر وہ برکت علی کے دماغ میں کہہ رہا تھا۔

"ہاں! اب میں اپنی بیٹی کو پہچان رہا ہوں۔ یہ اونچی سی ناک۔ یہ گلابی سے ہونٹ جو مجھے ڈیڈی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ یہ بڑی بڑی معصوم آنکھیں جو صدقہ کرتی تھیں اور صدقہ پوری نہ ہونے کی صورت میں آنسو بہانے لگتی تھیں۔ اب میں یہ پہچان رہا ہوں۔ ہاں یہ صورت اب میرے ذہن میں پوری طرح واضح ہو گئی ہے۔"

واقعی ماسٹر لوتھے بڑی کامیابی کے ساتھ اس کی یادداشت کو بحال کر رہا تھا اور اس کے حافظے کو تقویت پہنچا رہا تھا۔ سیٹھ برکت علی کے ذہن میں ثمر کی کتنی ہی تصویریں واضح ہوتی جا رہی تھیں۔ اب وہ ماضی کے کتنے ہی واقعات کو تصور میں دیکھ رہے تھے۔ کبھی ثمر ایک ننھی سی بچی کی طرح ان کی گود میں کھیل رہی تھی۔ کبھی گھٹنوں کے بل رینگ رہی تھی۔ کبھی کھلونوں کی کتابیں اٹھائے کاریں بیٹھ کر جا رہی تھی۔ اور کبھی بچپن سے جوانی کی طرف قدم رکھتی نظر آ رہی تھی۔ اور اب تصور میں ثمر بالکل ہی واضح ہو گئی تھی۔ وہ یاد آئی اور اس کا چہرہ بھی روشن ہوا تو ساتھ ہی سارے رشتہ داروں کے چہرے روشن ہوتے چلے گئے۔ فیروزہ کی تصویر بھی سامنے آ گئی۔ وہ کون ہے اور کیسی ہے؟ اور اس نے جائیداد کے لالچ میں ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے؟ تمام باتیں جب انہیں یاد آئیں تو انہوں نے دونوں بازو پھیلا کر کہا۔

"میری بچی۔ میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ مجھے سب کچھ یاد آ گیا ہے میرے سینے سے لگ جا۔۔۔۔"

ثمر بے اختیار دوڑتی ہوئی ان کے پاس آئی اور ان کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔ دونوں باپ بیٹی کے آنکھوں میں آنسو رواں تھے اور انہیں مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ اور ان کی باتیں سن رہا تھا سیٹھ برکت علی سے رہے تھے۔

"ثمر۔ جب میں رات کو سونے کے لئے اپنی خوابگاہ میں جا رہا تھا تو تم کہہ رہا تھا کہ تمہیں ماڈل کی کار خریدنا چاہتی ہو اس کے لئے تمہیں ڈیڑھ لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔ میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ میں دوسرے دن تمہیں یہ رقم دے دوں گا۔ تم وہ نئے ماڈل کی کار خرید لینا۔"

ثمر نے اپنے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی۔ اب وہ کار نئے ماڈل کی نہیں رہی۔ کیونکہ اس بات کو ایک سال گزر چکا ہے۔"

سیٹھ برکت علی نے حیرانی سے اسے اور ڈاکٹر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا واقعی؟ کیا اس بات کو ایک سال گزر چکا ہے؟ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے میں نے پچھلی رات تم سے یہ بات کہی تھی۔ اور اب صبح میری آنکھ کھلی ہے۔ صبح میں تمہارے کہنے کی مرضی کی کار دلانا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ اس بات کو ایک سال گزر گیا ہے۔"

ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر سیٹھ برکت علی کے شانے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"ہاں آپ ایسا ہی محسوس کریں گے کیونکہ آپ ذہنی طور پر سوئے ہوئے تھے۔ جب ذہن سو جاتا ہے تو وقت گزرنے کا احساس نہیں رہتا۔ ذہن بیدار ہونے کے بعد ایسا ہی لگتا ہے، جیسے یہ تھوڑی دیر پہلے کی بات ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ پوری طرح ہوش میں آ گئے ہیں۔ اپنے ماضی کو اچھی طرح یاد کر رہے ہیں۔ اب یہاں آپ کے دوسرے رشتہ داروں کو بلایا جائے گا اگر آپ نے انہیں بھی پہچان لیا تو آپ کو چھٹی مل جائے گی۔"

ماسٹر لوتھے نے سیٹھ برکت علی سے سوچ کار الطہ ختم کر دیا۔ سعید احمد خاموشی سے کار ڈرائیو کر رہے تھے۔ اس وقت ان کی کار مری شہر میں داخل ہو چکی تھی۔ ماسٹر لوتھے نے پوچھا۔

"مسٹر سعید یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ سڑی ہے۔ ہم اپنی منزل پر پہنچ رہے ہیں۔ کیا آپ نے برکت علی کے ذہن میں جھانک کر دیکھا تھا؟"

ماسٹر لیوشے نے پچھلی سیٹ پر ذرا سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہوں۔ ہمارا کام نارمل ہو گیا ہے۔ اور اسے ماضی کی تمام باتیں یاد آ رہی ہیں۔ پاگل خانے کا ڈاکٹر اس کے دوسرے رشتہ دار، کو بلائے گا۔ اگر برکت علی نے ان رشتہ داروں کو بھی پہچان لیا اور ان کے متعلق کچھ باتیں اپنی یادداشت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بتا دیں تو پھر اسے پاگل خانے سے چھٹی مل جائے گی۔ تو میں نے تمہارا یہ کام تو کر دیا اب تو خوش ہونا چاہیئے اور مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیئے کہ میں آئندہ بھی تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

سعید احمد نے ناگواری سے جواب دیا۔

"میں اس سلسلہ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے ثمر کے والد کا پاگل پن دور کر دیا ہے۔ لیکن میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ اگر تمہاری جگہ فرہاد ہوتا تو وہ بھی یہ کام آسانی سے کر لیتا۔ میں فرہاد کے احسانات کو اور اس کی محبت کو کبھی نہیں بھلا سکتا۔ میں مجبوراً تمہارے کام آ رہا ہوں۔ مجھے اپنی اور ثمر کی زندگی عزیز ہے۔ اس لئے جب تک تم مجھے اپنی انگلیوں پر نچاتے پھرو گے میں خاموشی سے ناچتا رہوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس ملک کی زمین پر زیادہ عرصے سانس نہیں لے سکو گے۔ یا تو تمہیں منہ کی کھا کر یہاں سے بھاگنا ہوگا یا اسی مٹی میں دفن ہو جانا ہوگا۔"

ماسٹر لیوشے ان کی بات سن کر ہنسنے لگا۔

"مسٹر سعید۔ ہر شخص اپنے اپنے طور پر خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے تمہاری طرح میں بھی خوش فہمی میں مبتلا ہوں کہ فرہاد میرے ہاتھوں یہاں کی مٹی میں دفن ہوگا۔ اب یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ کون بازی لے جاتا ہے۔"

سعید احمد نے فیروزہ کے کاٹیج کے سامنے پہنچ کر گاڑی روک دی اور اس سے کہا۔

"یہی وہ کاٹیج ہے۔ جہاں میں فرہاد کو چھوڑ کر گیا تھا۔"

ماسٹر لیوشے نے کار کی کھڑکی سے جھانک کر کاٹیج کی جانب یوں دیکھا جیسے معلوم کرنا چاہتا ہو کہ میں وہاں موجود ہوں یا نہیں۔ وہ کاٹیج میں میری موجودگی معلوم کرنا چاہتا تھا اور میں اس سے بہت دور ہوں۔ فضا کے ایک کرے میں بیٹھا اس کی موجودگی کو سمجھ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔

اس نے پلٹ کر سارا سے اجنبی زبان میں کچھ کہا۔ کیا کہا میں نہ سمجھ سکا۔ لیکن مادام کی حرکتیں سمجھ رہا تھا۔ جو ماسٹر لیوشے کے ذہن کے ذریعے مجھ تک نشر ہو رہی تھیں۔ ماسٹر لیوشے کی باتیں سنتے ہی مادام ایک دم سے جوش میں آ گئی تھی۔ مٹھیاں بھینچ رہی تھی اور غراتی ہوئی کاٹیج کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ماسٹر لیوشے نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کچھ کہا جس کے بعد وہ نرم پڑ گئی۔ میری سمجھ میں یہی آیا کہ وہ مادام کو ذرا صبر کرنے کی نصیحت کر رہا ہے۔ پھر وہ اس کے ساتھ کار سے باہر آ گیا۔ اس نے سعید احمد سے کہا کہ وہ آگے بڑھ کر کاٹیج میں داخل ہوں تاکہ اسے معلوم ہو سکے کہ کاٹیج کے اندر کون کون موجود ہے۔ سعید احمد اس کے کہنے کے مطابق کاٹیج کے دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔

میں یہ بات جانتا تھا کہ ماسٹر لیوشے بالکل نہتا ہے۔ وہ اپنے پاس ریوالور وغیرہ نہیں رکھتا ہے۔ اس کا خوف تعجب خیز تھی کہ مجھ جیسے دشمن کا سامنا کرنے کے لئے خالی ہاتھ کیسے آیا ہے مگر یہ بات سمجھ میں آتی تھی کہ مادام اس کے لئے بہت ہی بڑا اور خطرناک ہتھیار ہے جو ایسے موقعوں پر کام آتا ہے۔ کیا ایک عورت اس حد تک خطرناک ہو سکتی ہے کہ ماسٹر لیوشے اسے اپنا اگلا کارنامے بہ جب کہ ریل منڈو جیسا خطرناک آدمی بھی اس کے مقابلے پر نہیں ٹھہر سکا تھا۔ تو وہ عورت کیسے میرے سامنے کھڑی رہ سکتی تھی اگر وہ محض عورت تھی تو ایک پھونک میں اڑ جاتی۔ لیکن اب میں ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ ماسٹر لیوشے نادان نہیں تھا۔ وہ بہت سوچنے سمجھنے کے بعد مادام کو اپنے ساتھ لایا تھا۔

وہ ہر مادام کے ساتھ کھڑا ہوا سعید احمد کی سوچ کو پڑھ رہا تھا ان کے ذریعہ یہ معلوم کر رہا تھا کہ اندر کتنے لوگ موجود ہیں۔ لیکن وہاں فیروزہ اپنے بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ یہ باتیں سعید احمد کو بتانے کی ضرورت نہ تھی۔ ماسٹر لیوشے ان کی سوچ کو پڑھ کر کاٹیج کے اندر آ گیا۔

وہ سیدھا فیروزہ کے بیڈ روم میں آیا تھا۔ فیروزہ کی حالت بہت ہی خراب تھی۔ اس کا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا اور جسم پر کئی جگہ زخم آئے تھے۔ کچھ ادباش قسم کے نوجوانوں نے ایک ویرانے میں لے جا کر اس کی بے حرمتی کی تھی۔ پتہ نہیں وہ کس طرح کاٹیج میں واپس آئی تھی۔ اور اب سعید احمد کو دیکھتے ہی وہ کہہ رہی تھی۔

"میں سولہ سال کی ہوں۔ ہاں ہاں تم یقین کرو میں سولہ برس کی ہوں۔ سب لوگ مجھے بوڑھی کہتے ہیں۔ کیا میں بوڑھی نظر آتی ہوں۔ نہیں میں بوڑھی نہیں ہوں۔ میں سولہ برس کی ہوں۔"

وہ اسے چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی جیسے اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہو۔ ماسٹر لیوشے کمرے میں داخل ہونے کے بعد اسے توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس کی باتیں سمجھ نہیں رہا تھا کیونکہ فیروزہ اردو زبان میں بڑبڑا رہی تھی۔ اور وہ زبان ماسٹر لیوشے کے پلے نہیں پڑ رہی تھی۔ وہ اب تک سعید احمد سے انگریزی میں گفتگو کرتا آیا تھا۔ پاگل خانے میں بھی بارہا اس نے انگریزی میں بات کی تھی اتنی بار وہ اسے بھگتا گیا تھا۔ برکت علی بھی اسی زبان میں بولتے رہے تھے۔ ماسٹر لیوشے نے بھی اسی زبان میں ان کی یادداشت کو ابھارا تھا اور پاگل خانے کا ڈاکٹر بھی اسی زبان میں گفتگو کرتا رہا تھا۔ لیکن فیروزہ یہ زبان نہیں جانتی تھی۔ شیشن کے طور پر دو چار جملے یاد کر لئے تھے۔ ورنہ عام حالات میں وہ اپنی مادری زبان میں گفتگو کرتی تھی۔ اسی لئے ماسٹر لیوشے ان کی باتیں نہ سمجھ سکا۔ اس نے سعید احمد سے کہا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہے؟ مجھے سمجھاؤ۔"

سعید احمد خود ہی نہ سمجھ سکے کہ ان کی فیروزہ آنٹی کو کیا ہو گیا ہے وہ کس طرح پاگل ہو گئی ہے۔ انہوں نے تعجب کا اظہار کیا اور اس سے کہا کہ یہ عورت الٹی سیدھی باتیں کر رہی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ماسٹر لیوشے نے کہا۔

"اس عورت سے معلوم کرو کہ فرہاد کہاں ہے؟"

سعید احمد نے فیروزہ کو مخاطب کر کے اس سے میرے متعلق سوالات کئے۔ لیکن وہ جواب میں صرف اپنی کم عمری کا یقین دلاتی رہی۔ پھر سعید احمد نے بیزار ہو کر کہا۔

"ماسٹر لیوشے، یہ کوئی بات نہیں سمجھتی ہے۔ خود اپنی ہی باتیں دہراتی رہتی ہے۔ اس سے کچھ پوچھنا فضول ہے۔"

ماسٹر لیوشے نے جھاڑیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"فرہاد کس کمرے میں رہتا تھا؟ مجھے وہاں لے چلو۔"

سعید احمد آگے بڑھ گئے۔ اور فیروزہ کے کمرے سے نکل کر اس کمرے کی طرف جانے لگے جہاں میں رہتا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی ماسٹر لیوشے نے سوال کیا۔

"مسٹر سعید آپ دیکھیں۔ کیا فرہاد کی کوئی چیز یہاں رہ گئی ہے؟"

سعید احمد نے ان کے سامنے الماری کھولی۔ پھر بستر کے قریب جا کر تکیہ سونگھا کہ شاید کوئی چیز مل جائے۔ لیکن وہاں کچھ نہیں تھا۔ ماسٹر لیوشے نے انہیں باتھ روم میں جا کر دیکھنے کے لیے کہا اور خود بھی ان کے پیچھے باتھ روم میں داخل ہوا۔ وہاں میرا وہ لباس پڑا ہوا تھا جسے غسل کرنے سے پہلے میں نے اتارا تھا اور سعید احمد کا کرتا اور پاجامہ پہنا تھا۔ سعید احمد میرے اس لباس کو دیکھتے ہی ٹھٹھک گئے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ماسٹر لیوشے کو میرا وہ لباس دکھائیں۔ وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ جو لباس پڑا ہوا ہے وہ خود ان کا ہے۔ لیکن اس ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطان سے یہ بات کہاں چھپ سکتی تھی۔ وہ سعید احمد کی سوچ پڑھ چکا تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"مسٹر سعید آپ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش نہ کریں مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ لباس فرہاد کا ہے۔ آپ ایک طرف کھڑے ہو جائیں۔"

یہ کہہ کر اس نے مادام کو اجنبی زبان میں مخاطب کیا۔ پھر اس کو نے ہوئے میرے لباس کی طرف اشارہ کیا۔ اشارہ ہوتے ہی مادام غراتی ہوئی میرے لباس تک آئی اور فرش پر جھک گئی۔ پھر اسے اٹھا ادھر ادھر سے سونگھنے لگی۔ ذرا دیر اسے سونگھنے کے بعد اس نے اس کو فرش پر پھینک دیا۔ میں شدید حیرانی سے وہ منظر دیکھ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آخر وہ مادام کرنا کیا چاہتی ہے؟ پھر اچانک میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اور میں ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

مادام میرے لباس کو اچھی طرح سونگھنے کے بعد اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اور سر اٹھا کر فضا میں چاروں طرف بُو سونگھ رہی تھی۔ میں فوراً ہی سمجھ گیا کہ اس عورت میں سونگھنے کی حس شکاری کتوں جیسی ہے۔ وہ میرے لباس کے ذریعے میرے جسم کی بُو کو سونگھ رہی ہے۔ پھر اس نے اچانک ہی ہاتھ کے اشارے سے ماسٹر لیوشے کو بتایا وہ اس سے اجنبی زبان میں گفتگو کر رہی تھی۔ مگر میں ماسٹر لیوشے کی سوچ کے ذریعے سمجھ گیا کہ وہ میرا ٹھکانہ بتا رہی ہے۔

اتنی دور وہ صحیح مقام کا تعین نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن فضا میں میری بُو سونگھتے ہوئے اس نے بتایا کہ میں جنوب کی طرف پایا جا سکتا ہوں اس کی بات سنتے ہی ماسٹر لیوشے نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چھوٹا سا قطب نما نکال لیا۔ اور اس کے ذریعے معلوم کرنے لگا کہ جنوب کس طرف ہے۔ پھر اس نے سعید احمد کو کاٹیج سے باہر چلنے کے لیے کہا۔

وہ تینوں جب کاٹیج سے باہر آ گئے۔ تو ماسٹر لیوشے نے قطب نما پر نظر ڈالتے ہوئے سعید احمد سے پوچھا۔

"ابھی ہم کس سمت سے یہاں کاٹیج میں آئے ہیں؟"

"ہم جنوب کی طرف سے آئے ہیں۔ یہ شمالی علاقہ ہے۔"

ماسٹر لیوشے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ اس کا مطلب ہے، ہم جس شہر سے آئے ہیں فرہاد اسی شہر میں ہے یا اسی کے آس پاس کسی علاقے میں ہے۔ ہمیں پھر اسی طرف واپس جانا ہے۔ مسٹر سعید آپ کار ڈرائیو کریں۔ میں آپ کے ساتھ بیٹھتا ہوں اور مادام پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی فرہاد کی بو سونگھتی رہے گی۔"

میرا اطمینان غارت ہو گیا۔ میں سمجھ گیا کہ اب وہ سیدھی میری ہی طرف آئے گی۔ ماسٹر لیوشے ایک بڑی آلہ کار کو اپنے ساتھ لگا کر لے آیا تھا۔ پولیس والے شکاری کتوں کے ذریعے بُو سونگھتے ہوئے مجرموں تک پہنچتے ہیں اور ماسٹر لیوشے مادام گیتا کو اپنے ساتھ لگا کر میری طرف آ رہا تھا۔ میری احتیاطی تدابیر کے باعث اس کی ٹیلی پیتھی کا علم بیکار ہو گیا تھا۔ وہ سوچ کی لکیریں ملا کر مجھ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ لہٰذا سونگھ سونگھ کر میری طرف چلا آ رہا تھا۔

اب میں اس ہوٹل میں چھپ کر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس کی ایک آلہ کار نے میری تمام پناہ گاہوں کے راستے مسدود کر دیئے تھے۔ میں نے اپنا بریف کیس اٹھا لیا جس میں فیروزہ کے۔ ولاکھ روپے رکھے ہوئے تھے۔ میں اس بریف کیس کو لے کر ہوٹل کے باہر آ گیا۔ اور سوچنے لگا کہ اب کس طرف جانا چاہیئے۔ میں جدھر بھی جاتا ہوں، مادام ماسٹر لیوشے کو اُدھر ہی لے جاتی ہے۔ زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اب وہ میرا پیچھا چھوڑنے والی نہیں تھی۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں مایوس ہو کر خود ہی ماسٹر لیوشے کے سامنے پہنچ کر گھٹنے ٹیک

دیتا۔

میں مایوس ہونا نہیں جانتا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک دم میں دم ہے بھاگتا رہوں گا۔ اور انہیں اپنے پیچھے بھگاتا رہوں گا۔ میں ماسٹر یوشے کو اتنا تھکا دینا چاہتا تھا کہ وہ خود ہی تھک ہار کر گر پڑے اور اس میں مزید تعاقب کرنے کی سکت نہ رہے۔ اب یہی دیکھنا تھا کہ اس بھاگ دوڑ کا انجام کیا ہوتا ہے۔

میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر سب سے پہلے پی۔ آئی۔ اے کے دفتر میں گیا۔ وہاں میں نے معلومات حاصل کیں کہ فوری طور پر کون سی فلائٹ مل سکتی ہے۔ اتفاق سے ایک فلائٹ ایک گھنٹے بعد کراچی کی طرف جانے والی تھی۔ یہ میری خوش نصیبی تھی کہ مجھے ایک سیٹ مل گئی فلائٹ کا ٹکٹ لینے کے بعد میں ٹیکسی میں آکر ڈرائیور کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر سو سو کے دو نوٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے پینتالیس منٹ تک اس شہر میں گھماتے رہو۔ یہ دو سو روپے تمہارے پینتالیس منٹ کا معاوضہ ہے۔"

ڈرائیور نے پہلے تو مجھے تعجب سے دیکھا۔ پھر خوش ہو کر ان نوٹوں کو جیب میں رکھتے ہوئے بولا۔

"فرمائیے! کدھر لے چلوں؟"

"ابھی تمہاری جہاں مرضی ہو چلتے رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا کہ کس طرح اس شہر کا چکر لگانا ہے۔"

ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کر کے ایک طرف چلنے لگا۔ میں نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر ماسٹر یوشے کے ذہن میں جھانکنا شروع کر دیا۔ اس وقت وہ سعید احمد کے ذہن کو پڑھ رہا تھا۔ اس طرح دفعتاً سے میرا رابطہ قائم ہو گیا۔ سعید احمد ماداں کے متعلق سوچ رہا تھا۔ وہ ماسٹر یوشے سے پوچھنا چاہتے تھے کہ یہ کس قسم کی عورت ہے؟ سونگھنے کی حس تو جانوروں میں ہوتی ہے۔ انسانوں میں اتنی نہیں ہوتی کہ منہ اٹھا کر فضا میں اپنے جیسے کسی انسان کی بُو سونگھ لیں۔ واقعی وہ سچ مچ حیران اور پریشان کر دینے والی عورت ہے۔

لیکن سعید احمد نے ماسٹر یوشے سے ماداں کے متعلق کچھ نہیں پوچھا۔ انہوں نے سوچا کہ وہ جیسی بھی ہے سامنے نظر آ رہی ہے۔ اب یہ بات خود ہی سامنے آ جائے گی کہ یہ کیتا اپنے ماسٹر کو فرہاد ڈنک پہنچاتی ہے یا نہیں؟

ماسٹر یوشے، سعید احمد کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ان کی سوچ پڑھنے کے بعد اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ مجھے فرہاد ڈنک ضرور پہنچائے گی۔ تم اسے کیتا کہو۔ ہم انسانوں نے اپنی ابتدائی زندگی میں جانوروں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ ان سے شکار کرنے اور پنجے مارنے کے طریقے سیکھے ہیں۔ ان سے فضاؤں میں اڑنا سیکھا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ان کی طرح آپس میں لڑنا سیکھا ہے۔ تعجب ہے کہ ہم تمام ہنر جانوروں سے سیکھتے ہیں اور ڈنگیں مارنے کے لیے خود کو ان سے برتر سمجھتے ہیں۔ ماداں کا باپ جانوروں کا ایک بہت بڑا ڈاکٹر تھا۔ اس نے جانوروں کی سونگھنے کی حس پر ساری زندگی حیرت انگیز تجربات کیے۔ اور پھر ان تجربات کو اپنی اس بیٹی پر آزمایا۔ آج یہ تمہارے سامنے ہے۔ یہ انسان ہے مگر اس نے سینکڑوں میل سے جانوروں کی سونگھنے والی حس کو اپنا لیا ہے۔ تم اسے جانور نہ کہو۔ ورنہ میں یہ ثابت کر دوں گا کہ ہم تمام انسان سیکھنے کے معاملے میں جانوروں کے شاگرد ہیں۔"

سعید احمد نے بڑی بے بسی سے کہا۔

"اگر میں کچھ پوچھنا نہ چاہوں۔ تب بھی تم سونح کے ذریعے میرے سوال کو سمجھ لو گے۔ لہٰذا اب میں تم سے پوچھوں گا کہ ماداں کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ہتھیلی کی طرف کیوں مڑی ہیں۔ بالکل جانوروں کے پنجے معلوم ہوتے ہیں۔"

ماسٹر یوشے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں بالکل جانوروں کی طرح پنجے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے باپ نے اس پر کیسے تجربات کیے ہیں۔ لیکن اس جانور نما عورت کے کمالات میں دیکھ چکا ہوں۔ جب فرہاد سے سامنا ہو گا تو تم بھی دیکھ لینا کہ یہ کیسے خطرناک انداز میں پنجے مارتی ہے۔"

وہ باتیں کر رہے تھے۔ اور میں سن رہا تھا۔ ماداں کے متعلق نئی معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ اگرچہ میں اس سے دور بھاگ رہا تھا لیکن حقیقتاً اس سے نہیں ماسٹر یوشے سے دور بھاگ رہا تھا۔ ورنہ میری دلی خواہش تھی کہ میں اس عجیب و غریب عورت کو ایک بار قریب سے دیکھوں۔ یہ بات ہی مضحکہ خیز تھی کہ مجھ جیسا مرد ایک عورت سے دور بھاگ سکتا ہے جب کہ میں انواع و اقسام کی عورتوں کو ہینڈل کر چکا ہوں جن میں سب سے زیادہ خطرناک عورت بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ملنے والی انجلینا تھی۔

بہر حال ابھی تو میں اس سے دور بھاگ رہا تھا۔ بیس منٹ گزر چکے تھے۔ ماداں کو ماسٹر یوشے کے ساتھ اسلام آباد پہنچ جانا چاہیے تھا۔ وہ کھڑکی کے باہر سر نکالے ہتھیلی پھیلا پھیلا کر سونگھ رہی تھی۔ پھر ماسٹر یوشے کو اجنبی زبان میں مخاطب کرتی تھی۔ اسلام آباد پہنچ کر ماسٹر یوشے نے سعید احمد سے کہا۔

"ماداں بتا رہی ہے کہ فرہاد یہاں سے بہت قریب ہے۔ وہ ہاتھوں سے جہاں جہاں اشارہ کرے، تم گاڑی کو اسی طرف موڑتے جاؤ۔"

دوسری طرف میں ٹیکسی ڈرائیور کو بتانے لگا کہ اسے کن راستوں پر ٹیکسی دوڑانی ہے۔ تاکہ میں ان سے زیادہ سے زیادہ فاصلہ قائم رکھ سکوں۔ وہ میری ہدایت کے مطابق پنڈی کی سڑکوں پر راستے بدل بدل کر

گاڑی دوڑانے لگا۔

پھر ہمارے درمیان چوہے بلی کا کھیل شروع ہو گیا۔ یہ بات واقعی حیرت انگیز تھی کہ میں جس راستے سے گذر جاتا، ماداں میرے پیچھے اسی راستے سے ماسٹر یوشے کو لے کر گذرتی تھی۔ اور سعید احمد کو ہاتھ کے اشارے سے بتاتی تھی کہ انہیں کس طرح سمتیں بدل بدل کر میرا پیچھا کرنا ہے۔ اب پینتالیس منٹ پورے ہونے والے تھے۔ مجھے فوراً ہی ائیر پورٹ پہنچنا تھا۔ اس وقت ماسٹر یوشے ماداں سے اجنبی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ بس ذرا دیر کے لیے اس کی توجہ سعید احمد سے ہٹ گئی تھی۔ میں نے فوراً ہی سعید احمد کے زبان پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"سعید صاحب! اگر آپ اپنے فرہاد کو بچانا چاہتے ہیں تو فوراً ہی گاڑی میں کوئی خرابی پیدا کر دیں۔"

میں نے صرف گاڑی میں خرابی پیدا کرنے کے لیے کہا تھا مگر سعید احمد نے میری توقع سے کہیں زیادہ دوستی کا ثبوت دیا۔ انہوں نے فوراً ہی ایک جھٹکے سے اسٹیرنگ کو موڑتے ہوئے گاڑی کو فٹ پاتھ پر چڑھا دیا۔ گاڑی بیریئر سے گھسٹتی اور ایک کوٹھی کے مین گیٹ کو توڑتی ہوئی احاطے میں گھس گئی۔

ٹیکسی ڈرائیور ٹھیک وقت کا حساب رکھتے ہوئے مجھے ائیر پورٹ کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس حادثے کے وقت میں نے ماسٹر یوشے کے ذہن میں جھانکا تو اس کی حاضر دماغی غائب ہو چکی تھی۔ اس کا سر ونڈ شیلڈ سے ٹکرایا تھا۔ اس کے دماغ میں بیک وقت حادثے کا خوف تھا۔ اپنی جان بچانے کی فکر تھی۔ اسے جو چوٹیں آئی تھیں۔ ان سے اٹھنے والی ٹیسیں سے میری طرف سے غافل نہ رہنے دیتی تھیں۔ جب اپنی ہی جان کے لالے پڑے ہوں تو فرہاد کہاں یاد آتا ہے۔ میرے لیے اتنی مہلت کافی تھی۔ البتہ مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ سعید احمد اس سے زیادہ زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ میں ان کی اس دوستی اور محبت کے جذبے کو کبھی نہیں بھلوں گا۔

پندرہ منٹ کے بعد میں جہاز میں آ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس وقت میں نے ماسٹر یوشے کی بے بسی دیکھی۔ وہ زخمی ہونے کے باوجود ہوش میں تھا۔ ماداں کو بھی معمولی سی چوٹیں آئی تھیں۔ لیکن وہ دونوں میرا پیچھا نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس حادثے کے باعث پولیس والوں نے انہیں گھیر لیا تھا۔ ابھی انہیں سعید احمد کے ساتھ ہسپتال پہنچانا اور ان کا بیان لینا بہت ضروری تھا۔ وہ اجنبی دیس میں آ کر ان قانونی اقدامات سے کترانے کی کوشش نہیں کر سکتے تھے۔ اگر اپنی صلاحیتوں کو آزماتے تو خطرناک مجرموں کی حیثیت سے منظر عام پر آ جاتے۔ لہٰذا ماسٹر یوشے کو سر کرنا پڑا۔

ویسے ماداں نے جہاز کے پرواز کرنے سے پہلے ہی ماسٹر یوشے کو اجنبی زبان میں بتا دیا تھا کہ میں اسی ائیر پورٹ پر ہوں۔ جہاں صبح ان کے جہاز نے لینڈ کیا تھا۔ ماداں کی وہ اجنبی زبان میری سمجھ میں نہ آتی۔ لیکن ماسٹر یوشے نے پولیس والوں کے ساتھ ہسپتال کی طرف جاتے ہوئے سونح کے ذریعے مجھ سے کہا۔

"فرہاد! میں سمجھ رہا ہوں کہ تم میری سونح کی لہروں کو اپنی گرفت میں لے رہے ہو۔ اسی لیے فرار ہونے میں کامیاب ہو رہے ہو۔ میں مانتا ہوں کہ تم قسمت کے دھنی ہو۔ لیکن میں نے اس وقت ٹائم نوٹ کر لیا ہے پولیس والوں سے نجات حاصل کرتے ہی میں معلوم کروں گا کہ اس وقت کونسی فلائٹ کہاں گئی ہے۔ بیٹے تم کہیں اپنی قبر بنا لو اور وہاں دفن ہو جاؤ، ماداں مجھے لے کر وہاں بھی پہنچ جائے گی۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ کیوں خاموش ہو گیا؟ اس کی سونح بتا رہی تھی کہ اس نے مجھے چیلنج کیا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس کے چیلنج سے بھڑک کر بے اختیار کچھ کہنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ لیکن میں ایک خوبصورت سی ائیر ہوسٹس کے نازک ہاتھ سے لیمن جوس کا گلاس لینے کے بعد چسکیاں لے رہا تھا۔

سفر کے اختتام تک مجھے یہ معلومات حاصل ہو گئیں کہ سعید احمد بُری طرح زخمی ہوئے ہیں۔ انہیں کم از کم ایک ہفتہ تک ہسپتال میں رکھا جائے گا۔ ماسٹر یوشے سعید احمد کی طرف سے بہت زیادہ محتاط تھا کہ کہیں وہ پولیس والوں کے سامنے اس کی اصلیت ظاہر نہ کر دیں۔ ایک گھنٹے کے بعد انہیں ہوش آیا تو ماسٹر یوشے نے فوراً ہی سونح کے ذریعے انہیں وارننگ دی۔

"مسٹر سعید! پولیس کو میرے خلاف بیان نہ دینا۔ ورنہ تم پاگل بنا دیے جاؤ گے۔ اور تم بھی بیان دینے کے قابل نہ رہو گے۔"

سعید احمد نے بڑی نقاہت سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور اس کے جواب میں سوچا۔

"میں تمہارے خلاف کچھ نہیں بولوں گا۔ کیونکہ جو کچھ میں تمہارے خلاف کر سکتا ہوں، اس سے زیادہ فریاد کر رہا ہے۔ اس حادثہ نے مجھے سمجھا دیا ہے کہ وہ اسی طرح کسی دن تمہیں کسی حادثہ کا شکار بنا دے گا۔ میرے ہاتھوں سے اسٹیرنگ یونہی نہیں بہک گیا تھا۔ پھر فریاد نے تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھا کر میرے دماغ میں ہیجل مچا دی تھی۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ ایسی حالت میں مجھے کس طرح مجبور کیا گیا تھا۔"

سعید احمد نے اپنے بچاؤ کی خاطر جھوٹ کہہ دیا تھا کہ میں نے ان کے دماغ میں ہیجل مچائی تھی۔ اس جھوٹ کی وجہ سے ماسٹر یوشے ان پر شبہ نہ کر سکا کہ وہ خود کو خطرے میں ڈال کر اس حادثے کے مرتکب ہوئے تھے اس وقت ماسٹر یوشے دل ہی دل میں مجھے گالیاں دے رہا تھا۔ میرے پہنچ کر نکل جانے پر اندر ہی اندر تلملا رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"مسٹر سعید! فرہاد واقعی شیطان ہے۔ میں نے اس بات پر یقین نہیں کیا تھا کہ میری چند غلطیوں کی غفلت سے وہ اتنا بڑا فائدہ اٹھا لے

کا خیر وہ بخیر اب تک خیر منائے گا۔"

سعید احمد نے جواب دیا۔

"بجا وہ ہے جو چھپڑی تلے آجائے۔ اب تک تم ہی اس کی ذہانت کی قدر کرتا ہوں۔ ایسے شخص کو اپنے سامنے جھکا کر اور اسے اپنا آلہ کار بنا کر مجھے کتنی خوشی ہوگی، یہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ویسے فرہاد کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ دنیا کے جس حصے میں پناہ لینے جائے گا، مادام وہاں پہنچ جائے گی۔ وہ خواہ مخواہ میرا اور اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔ اور تم بری طرح زخمی ہو کر اور زیادہ میرا وقت برباد کر رہے ہو۔ تم پولیس انسپکٹر کو میری حمایت میں ایسا بیان دو کہ مجھے یہاں سے جلد ہی نکلنے کا موقعہ مل جائے۔"

سعید احمد ہوش میں آنے کے بعد مادام کو تھوڑی دیر کے لیے بھول گئے تھے۔ اس کا ذکر آیا تو انہوں نے پریشان ہو کر کہا۔

"یہاں سے نکلنے کے بعد مادام تمہیں کہاں لے جائے گی؟ فرہاد اس وقت کہاں ہے؟"

"ایک گھنٹہ پہلے وہ یہاں کی ایک فلائٹ سے کہیں گیا ہے۔ تم بتا سکتے ہو کہ وہ فلائٹ کہاں جاتی ہے؟"

سعید احمد بتانا نہیں چاہتے تھے۔ ماسٹر لوشے نے پھر دھمکی دی کہ وہ انہیں کس طرح ذہنی اذیتیں پہنچا سکتا ہے۔ وہ مجبور ہو کر بتانے لگے۔

"وہ فلائٹ کراچی کے لیے تھی۔ مگر میرا مشورہ ہے کہ ابھی تم وہاں نہ جاؤ۔ پہلے اس ملک کے تاریخی مقامات اور خوبصورت علاقوں کی سیر کر لو۔ نہیں تو فرہاد سے ملاقات ہونے کے بعد سیر و تفریح کی حسرتیں لے کر دنیا سے اٹھ جاؤ گے۔"

ماسٹر لوشے ان کی بات کا جواب نہ دے سکا۔ کیونکہ اسی وقت پولیس انسپکٹر بیان لینے آگیا تھا۔ ماسٹر لوشے نے کمرے سے باہر جاتے وقت سوزخ کے ذریعے کہا۔

"سوزخ سمجھ کر جواب دینا۔ یہ نہ بھولنا کہ میں دور جانے کے بعد بھی تمہارے دماغ میں موجود رہوں گا۔"

سعید احمد اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے ایسا کوئی بیان نہیں دیا۔ جو ماسٹر لوشے سے اخلاف کا باعث بنتا۔ جب پولیس انسپکٹر وہاں سے چلا گیا تو ماسٹر لوشے نے سوزخ کے ذریعے ان سے کہا۔

"تم نے اپنے بیان میں مجھے اپنا غیر رسمی دوست اور مہمان بنا کر انتظام کا ثبوت دیا ہے۔ بس اسی طرح میرے وفادار رہو۔ میں بھی تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

"اگر کام آنے کا دعویٰ کرتے ہو تو وہ مائیکرو فلم واپس کر دو۔"

"ضرور واپس کروں گا۔ پہلے فرہاد کو میری قید میں آنے دو۔"

میں نے اس کی بکواس سن کر اس سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ پھر آنکھیں کھول کر جہاز کی محدود فضا میں نظریں دوڑانے لگا۔ وہاں کی فضا میں رنگوں اور خوشبوؤں کی بہار آئی ہوئی تھی۔ رنگین آنچل، مہکتی زلفیں خوبرو جوانوں اور حسین عورتوں کی دھیمی دھیمی سرگوشیاں۔ لبوں پر دھڑکتے ہوئے دل کی باتیں اور بات بات پر مسکراہٹیں۔ عجیب سا پُراسرار سا رومان انگیز ماحول تھا۔ میرا جسم انگڑائی کے لیے مچلنے لگا۔

میں جس سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی گذرنے کا تنگ راستہ تھا۔ راستے کی دوسری طرف والی سیٹ پر ایک حسین مہ جبین دوشیزہ بیٹھی ہوئی تھی۔ تقریباً مجھ سے تین فٹ کے فاصلے پر تھی۔ میں ذرا جھک کر ہاتھ بڑھا کر چھو سکتا تھا۔ مگر چھونے سے وہ میلی ہو جاتی۔ اس کی ایسی اُجلی رنگت تھی اور چہرے پر ایسی چکناہٹ تھی جیسے مکھن کے ڈبے میں رکھ کر اس کی پرورش کی گئی ہو۔ چہرے کی چکناہٹ پر میری نظریں دیر تک پھسلتی رہیں۔

اسکے ساتھ والی سیٹ پر ایک اچھی شکل و صورت کا نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ لڑکی سے باتیں کرتا تو یوں لگتا جیسے خوشامد کر رہا ہو۔ ایک مرد کی خوشامدوں نے شاید اسے مغرور بنا دیا تھا۔ وہ اسکی باتوں کا بہت کم جواب دیتی تھی اور کبھی کبھی چہرے سے بیزاری ظاہر کرتی تھی۔ اسے نظر انداز کرنے کے لیے کبھی کبھی ادھر اُدھر دیکھ لیتی۔ ایسے ہی وقت اس نے میری طرف بھی دیکھ لیا۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے مغرورانہ انداز میں ہونٹ بچکائے۔ اس کا غرور مجھے پسند نہ آیا۔ لیکن اس کے پتلے نم کھاتے ہوئے لب بچکانے وقت کچھ اور بھی خوبصورت لگے تھے۔ وہ دل ہی دل میں "اونہہ" کہہ کر نظریں پھیر لینا چاہتی تھی۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکی۔ میری مقناطیسی نگاہوں کی گرفت میں آگئی۔

میں نے چند ساعت کے لیے اسکی نگاہوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ اس کی آنکھوں سے اس کے دماغ تک پہنچا۔ پھر اسے ڈھیل دے دی۔ اس کے بعد اس کی سوزخ کے ذریعے یہ سمجھنے لگا کہ اس کا دل کس بری طرح دھڑک رہا ہے۔

اس کا دل میری محبت سے نہیں دھڑک رہا تھا۔ بلکہ ایک انجانا سا خوف تھا۔ وہ میری آنکھوں کی مقناطیسی قوت سے گھبرا رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔

"یہ کیسی آنکھیں ہیں۔ نظریں ملتے ہی میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا ہے۔ میرا دل بری طرح دھڑک رہا ہے۔ یہ شخص خطرناک معلوم ہوتا ہے۔"

میں نے اسکی سوزخ میں کہا۔

"خطرناک نہیں ہے۔ میں سمجھنے میں غلطی کر رہی ہوں۔ دراصل اس کی آنکھیں اتنی پرکشش ہیں کہ میں اپنی مرضی کے خلاف اس کی طرف کھنچتی گئی تھی۔"

"اونہہ" وہ حقارت سے سوچنے لگی۔ "جیسے دیکھو وہی اپنی نگاہوں کے پھندے میری طرف پھینکتا ہے۔ حسین ہونا بھی مصیبت ہے ——— تمہاں زیادہ ہو تو ساری مکھیاں ایک ہی طرف بھنبھنی چلی آتی ہیں۔ اونہہ مکھی کہیں کا۔"

میرا خیال درست نکلا۔ وہ بہت مغرور تھی۔ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی تھی۔ اس کے نوجوان ساتھی نے اسے بھنبھناتے ہوئے مخاطب کیا۔

"فریال۔ تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

میں نے فریال کے ذہن میں کہا۔

"چپ مکھی کہیں کا۔۔۔۔"

اپنی ہی سوزخ کے مطابق وہی بات اس کی زبان سے نکل گئی۔ اس کا ساتھی جوان اپنی توہین پر کچھ بوکھلایا۔ کچھ غصے سے تمتمایا۔ پھر غصے کو ضبط کرتے ہوئے دبی ہوئی زبان میں سرگوشی میں کہا۔

"تمہارا دماغ تو صحیح ہے۔؟ اگر میں تمہارے نازنخرے اٹھاتا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم میری انسلٹ کرو۔"

فریال پریشان ہو کر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے پھر پہلے کی طرح آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اب اسے دیکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں تو دماغ کی اسکرین پر اسکی سوزخ کے ذریعے اس کی تمام حرکتیں دیکھ سکتا تھا۔ پہلے تو وہ فخریہ انداز میں یہ سمجھ رہی تھی کہ دوسروں کی طرح میں بھی گرما گرم نگاہوں سے اسے دیکھ رہا ہوں۔ اس کے تجربات نے اسے یہی سمجھایا تھا کہ اسے دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔ مگر مجھے بڑی بے نیازی سے آنکھیں بند کیے دیکھ کر وہ جل گئی۔ پھر اس نے پلٹ کر اپنے ساتھی کے سامنے صفائی پیش کی۔

"حشمت۔ میں دراصل اس آدمی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ جو دوسری طرف آنکھیں بند کیے اپنی سیٹ پر بیٹھا ہے ——— میں نے تمہیں نہیں اُسے مکھی کہا تھا۔"

حشمت کی تسلی ہوگئی اس نے مسکرا کر کہا۔

"تم ایسی بیٹھی ہو کہ تمام نگاہیں بے اختیار تمہاری طرف اُڑنے لگتی ہیں۔ اس طرح اُڑنے والوں کو تم مکھی کہتی ہو۔ میرے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

"میں نے بے اختیار تمہیں مکھی کہا تو تم ناراض ہو گئے تم میری طرف اُڑنا چھوڑ دو، پھر میں اپنی رائے دوں گی۔"

"میں دل سے مجبور ہوں۔ کیا تم مجھے پروانہ نہیں کہہ سکتیں۔ اسکی پرواز میں سچی لگن ہوتی ہے۔"

فریال نے کھڑکی سے باہر پرواز کرتے ہوئے بادلوں کو دیکھا اور پوچھا۔

"یہ جہاز کتنی بلندی پر پرواز کر رہا ہے؟"

"تم ہمیشہ کی طرح پھر مجھے ٹال رہی ہو۔ میری پرواز میں سچی لگن۔۔۔

اس لیے تم مجھے پروانہ کہنے سے کترا رہی ہو۔"

"پی آئی اے کے اس طیارے کی پرواز میں بھی سچی لگن ہے۔ یہ ہمیں بخیریت ہماری منزل تک پہنچاتا ہے۔ اگر بات سچی لگن تک ہے تو میں تمہیں ہوائی جہاز کیوں نہ کہوں۔"

حشمت نے جھینپ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم پھر مذاق میں ٹال رہی ہو۔"

"دیکھو حشمت! بور نہ کر دیں کچھ دیر خاموش رہنا چاہتی ہوں۔"

فریال نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھیں بند کرتے ہی ہنس کر اسکی سوزخ میں کہا۔

"اس کی آنکھیں کتنی عجیب ہیں۔ میں آنکھیں بند کرتی ہوں تو دماغ کی آنکھوں سے اسے ہی دیکھنے لگتی ہوں۔"

اس سوزخ کے ساتھ ہی میری آنکھیں اس کے دماغ میں روشن ہو گئیں۔ اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ پھر ذرا گردن گھما کر کنکھیوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔ اب میری آنکھیں بند نہیں تھیں۔ اس کے باوجود میں اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ بڑی بے نیازی سے چھت کو تک رہا تھا۔ میرے اس رویے سے وہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ میں مکھی نہیں ہوں۔ وہ جتنی بھی میٹھی ہوں میں اس کی طرف پرواز نہیں کروں گا۔ تھوڑی دیر پہلے جو ہماری نظریں ٹکرائی تھیں، وہ محض اتفاق تھا، کسی لڑکی کو خاطر میں لانے والا نہیں ہوں۔

عورت کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جاتے تو وہ ذرا کمزور پڑ جاتی ہے۔ اسے پھپھولے سی توہین کا احساس ہوتا ہے کہ کسی کی نظروں میں اس کے حسن کا بھاؤ گر گیا ہے۔ تعریفی نگاہوں کے بازار میں ہر حسین عورت اپنے حسن کی قیمت زیادہ سے زیادہ دیکھنا چاہتی ہے۔ کوئی نگاہ اسے گرا لے تو بڑی جلدی غصے میں آجاتی ہے۔ اس نے غصے اور حقارت سے سوچا۔

"نان سنس۔ بہت سے لوگ بدذوق اور بے حس ہوتے ہیں۔ پھول اور عورت کی خوبصورتی کو نہیں سمجھتے۔ یہ شخص چھت کو دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ باذوق ہوتا تو کھڑکی کے باہر اڑتے ہوئے سفید بادلوں کے حسن کو دیکھتا۔ وہ انسان ہی کیا جو قدرت کے حسن کو نہ دیکھے، نہ سمجھے۔ بلکہ ایک ٹھوس چھت کو یونہی گھورتا رہے۔ ایسے گھور رہا ہے، جیسے اس چھت کو اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے جائے گا۔ بہت سے لوگ اپنے گھر کی چھت کو اور دیواروں کو محبت سے دیکھتے ہیں اور انہیں رنگ و روغن سے نکھارتے ہیں۔ مگر اپنی گھر والی کے جذبات کو نہیں سمجھتے۔ کیسے بے حس ہوتے ہیں یہ مرد۔۔۔۔۔"

میں نے فوراً ہی اس کی سوزخ میں کہا۔

"اگر میں اس کی گھر والی بن جاؤں تو؟"

"آں۔ یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں

بہت دیر سے خواہ مخواہ اس کے بارے میں سوچے جا رہی ہوں۔ ممی ٹھیک کہتی ہیں مجھے ایسا ہی نوجوان پسند آئے گا جو مجھ سے بے نیاز رہے گا۔ لیکن میں نے اسے پسند تو نہیں کیا ہے۔ کیا اس کے متعلق سوچنے کا مطلب ہے کہ میں اسے پسند کر رہی ہوں۔ نہیں مجھے کچھ اور سوچنا چاہیئے۔"

وہ سوچنے لگی کہ کراچی پہنچ کر اپنی ممی سے کس طرح ملوں گی؟ اور کس طرح انہیں سفر کی داستان سناؤں گی۔ اس نے سفر کے دوران بڑا اچھا وقت گذارا ہے اور بہت سی چیزیں دیکھی ہیں۔ ایک ایسے شخص کو بھی دیکھا ہے جسکی آنکھیں مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ واقعی عجیب سی آنکھیں ہیں اس مغرور سے نوجوان کی۔

وہ گھوم پھر کر پھر میرے متعلق سوچنے لگی۔ میں بے اختیار مسکرانے لگا۔ اسی وقت اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا میں اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ مگر اس کی سوچ کے زیر لیے کہہ رہا تھا۔

"یہ شخص ایسے مسکرا رہا ہے جیسے سمجھ رہا ہو کہ میں اسی کے متعلق سوچے جا رہی ہوں۔"

وہ اس خیال سے گڑبڑا گئی کہ وہ کیوں میرے متعلق سوچ رہی ہے میں اسکی پریشانیوں سے محظوظ ہو رہا تھا۔ اس خیال سے خوشی ہو رہی تھی کہ میں ایک بدمزاج حسینہ کے غرور کو توڑ رہا ہوں۔ بہرحال کافی تفریح ہو چکی تھی۔ میں پھر اسٹریٹ شے کی طرف لوٹ گیا۔

وہ ہسپتال سے مرہم پٹی کرانے کے بعد سعید احمد سے رخصت ہو کر ہوٹل کے کمرے میں واپس آگیا تھا۔ مادام اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ وہ تنہا بیٹھا سوچ رہا تھا۔

"اب فرہاد کا چھچھا کرنے کے لیے کسی اچھے گائیڈ کی ضرورت ہے سعید احمد اب تک گائیڈ کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ مگر ہسپتال کا ڈاکٹر ایک ہفتے سے پہلے اسے ڈسچارج نہیں کرے گا۔ اس مقصد کے لیے ڈیپارٹمنٹ آف ٹورزم سے رابطہ قائم کرنا ہوگا۔ وہ میرے لیے ایک گائیڈ مہیا کر دیں گے۔ مگر اب تو دفاتر بند ہو چکے ہیں۔ یہ کام کل ہی ہو سکتا ہے۔"

اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ کل تک کے لیے خطرہ ٹل گیا ہے۔ مگر کل زیادہ دور نہیں تھا۔ مادام میری ٹوسو نگھتی ہوئی ماسٹر لوشے کو پھر میرے پیچھے لگا دے گی۔ کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ میں مادام کی سوچ تک پہنچ کر اسکے ذہن کو اپنے کنٹرول میں کر لوں؟

مگر نہیں — یہ احمقانہ خیال تھا۔ اس عورت کا ذہن یقیناً ماسٹر لوشے کے کنٹرول میں ہوگا۔ لہذا اس کے دماغ تک پہنچنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ماسٹر لوشے سے ٹکراؤ ہو جائے گا۔ اس خطرناک عورت کو قابو میں لانے کے لیے کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔

آدھ گھنٹے بعد میں نے کراچی کی زمین پر قدم رکھا۔ ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر نکل کر پتہ چلا کہ ٹیکسیوں کی ہڑتال ہے۔ جن مسافروں کے پاس اپنی کاریں تھیں، وہ بڑے آرام سے اپنے گھروں کی طرف جا رہے تھے۔ فریال کی ممی اسے اپنی کار میں لینے آئی تھیں۔ لیکچ ہال کے باہر دونوں ماں بیٹی ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھیں۔ باتوں کے دوران دو بار فریال نے دور سے میری جانب دیکھا۔ سفر کے دوران بھی وہ کئی بار میری طرف دیکھنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ وہ اپنی ممی سے باتیں کر رہی تھی مگر میرے متعلق سوچ رہی تھی۔ اور سمجھ رہی تھی کہ میں ٹیکسی کے انتظار میں ساری رات وہاں کھڑا رہ جاؤں گا۔ اسکی گردن فخر سے تن گئی کہ اس کے پاس کار ہے اور میں بے کار ہوں۔ میں نے اس کے ذہن میں کہا۔

"اس شخص سے صرف ایک بار اتفاقیہ نظریں ٹکرائی تھیں۔ اس کے بعد یہ اب تک مجھے نظرانداز کر رہا ہے۔ شاید اس نے مجھے نظر بھر کر نہیں دیکھا۔ اگر دیکھ لیتا تو بار بار دیکھنے پر مجبور ہو جاتا۔ اگر میں اسے اپنی کار میں لفٹ دوں تو یہ قریب آکر مجھے دیکھنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

اس کی سوچ نے جھنجھلا کر کہا۔

"لعنت ہے مجھے کیا پڑی ہے کہ میں اسے لفٹ دوں۔"

وہ اپنی ممی اور حشمت کے ساتھ کار کی طرف بڑھنے لگی۔ میں نے بھی کار کی طرف بڑھتے ہوئے ان کے قریب پہنچ کر اسکی ممی کو نہایت مہذب انداز میں مخاطب کیا۔

"میڈم۔ میں اس شہر میں اجنبی ہوں کیا مجھے شہر تک لفٹ مل سکتی ہے؟"

فریال نے اپنی ممی کے جواب دینے سے پہلے ہی تنک کر کہا۔

"جن کے پاس کاریں نہیں ہوتیں، وہ خواہ مخواہ ہمیں پریشان کرتے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔

"ابھی میرے پاس کار نہیں ہے۔ مگر میں یہاں کار خریدنے آیا ہوں۔ میرے اس بریف کیس میں دو لاکھ روپے ہیں۔"

دو لاکھ کی بات سنتے ہی ممی نے ایک زور کی سانس کھینچی حیرانی سے ایک بار مجھے اور دوسری بار بریف کیس کو دیکھنے لگیں پھر مجھ سے کہنے لگیں۔

"تم اتنی بڑی رقم ساتھ لیے پھرتے ہو اور دوسروں کو بتا بھی دیتے ہو۔ کیا تمہیں سمجھانے والا کوئی نہیں ہے؟"

حشمت مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا۔ کہ میں فریال پر اپنی امارت کا رعب جما رہا ہوں۔ میں نے تو سچ بات کہی تھی۔ مگر فریال اور اس کی ممی کی آنکھیں بریف کیس سے چپک گئی تھیں۔ اس کی ممی کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"اگر یہ رقم مجھے مل جاتی تو کتنے ہی قرضے ادا ہو جاتے۔ میں اس کار کو بیچ کر نئے ماڈل کی کار خرید لیتی۔ اس طرح دکھاوے کی شان و شوکت کا بھرم رہ جاتا۔ فریال کے ڈیڈی کے مرنے کے بعد میں نے دو لاکھ روپے اب تک ایک ساتھ نہیں دیکھے۔ پتہ نہیں یہ ناداں لڑکا سچ کہہ رہا ہے یا ڈینگیں مار رہا ہے۔"

حشمت نے ناگواری سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم اتنے احمق نظر نہیں آتے کہ اتنی بڑی رقم ساتھ لئے پھرو۔ تم خواہ مخواہ اپنی امارت کا رعب کیوں جما رہے ہو؟"

میں نے بریف کیس کو ڈگی کے اوپر رکھتے ہوئے کہا۔

"میں خواہ مخواہ رعب نہیں جماتا۔ جو سچ ہے وہی کہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے بریف کیس کھول دیا۔ بریف کیس کھلتے ہی فریال اور ممی کی سانسیں اوپر کی اوپر رہ گئیں۔ ممی نے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"بند کرو۔ اسے جلدی بند کرو۔ لڑکے تم احمق ہو کسی نے دیکھ لیا تو....."

ممی نے خود ہی بریف کیس کو جلدی سے بند کر دیا۔ پھر گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولیں۔

"چلو گاڑی میں بیٹھو! اگر میں نے تمہیں چھوڑ دیا تو اپنی حماقتوں سے اس شہر میں مارے جاؤ گے۔"

میں نے بریف کیس کو لاک کر کے اسے ممی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ممی اسے آپ ہی رکھیں جب میری ممی زندہ تھیں تو مجھے آپ ہی کی طرح دولت سے نفرت تھی۔ اور مجھ سے پیسے چھین کر رکھ لیتی تھیں۔ آپ بھی تو میری ممی جیسی ہیں۔"

وہ بریف کیس کو ہاتھوں میں لے کر یوں کھل گئیں جیسے سارے جہان کی دولت ہاتھ آگئی ہو۔ انہیں وقتی طور پر دولت مل گئی مگر وہ زبان سے کہہ رہی تھیں۔

"مجھے تمہاری صورت میں بیٹا مل گیا ہے۔ مگر ناداں بیٹا۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت دولت دیکھی ہے مگر دولت تو آنی جانی چیز ہے۔ تمہارے جیسا بیٹا اتفاق سے ہی ملتا ہے۔"

وہ اتنی محبت سے مجھے بیٹا کہہ رہی تھیں کہ میں یقیناً ان کی محبت کے فریب میں آجاتا۔ مگر اے نیلی پتلی کے علم تیرا شکریہ، تو مجھے انسانوں کے اصلی چہرے ہوتے بدنما چہرے دکھا دیتا ہے۔ انسان اسی لیے دوغلی حرکتوں کا حامل ہوتا ہے کہ اس کی میٹھی زبان کے پیچھے چھپی ہوئی مکاریوں کو دوسرے لوگ نہیں سمجھتے۔ اسی لیے وہ اپنے وجود کے اندر چھپ کر دوسروں سے فریب کرتا ہے۔

اس وقت ممی کا ذہن بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا کہ مجھے کس طرح وہ اپنی میٹھی چھری تلے رکھ سکتی ہیں۔ وہاں سب سے میٹھی فریال تھی۔

جب حشمت ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھا تو ممی بریف کیس لے کر فوراً ہی اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئیں تاکہ فریال میرے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ سکے۔ دوسرے لفظوں میں میٹھی چھری تلے آسکوں۔ میں نے کنکھیوں سے فریال کو دیکھا۔ وہ قدرے نرم پڑ گئی تھی۔ جو تیوریاں چڑھی رہتی تھیں، وہ اتر گئی تھیں، وہ اپنے غرور کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتی تھی۔ اسی لیے مجھ سے بات نہیں کر رہی تھی۔ چپ چاپ سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ عورت کا غرور بالکل ہی ختم ہو جاتے۔ خدا نے جب حسن اور نزاکت دی ہے تو اسے اپنے آپ پر ناز کرنے کا حق بھی حاصل ہونا چاہیئے۔ لیکن اتنا زیادہ بھی نہیں کہ وہ دوسروں کو حقارت سے دیکھنے لگے۔

میں فریال سے بعد میں بھی نمٹ سکتا تھا۔ لہذا اسے چھیڑ کر اس کی ممی کے ذہن کو پڑھنے لگا۔ وہ بوڑھی عورت حشمت کی موجودگی سے ناگواری محسوس کر رہی تھی۔ کیونکہ حشمت عقب نما آئینے کو فریال کی طرف سیٹ کرنے کے بعد یہ دیکھ رہا تھا کہ میں اسکی جیب سے کتنا قریب ہو چکا ہوں۔ یہ بات ممی کو ناگوار گذر رہی تھی، وہ سوچ رہی تھیں۔

"حشمت اسی طرح سر پر سوار رہا تو یہ ناداں لڑکا ہاتھ سے نکل جائے گا۔ میں اسے کہیں جانے نہیں دوں گی۔ یہ مجھے ممی کہتا ہے۔ میں اسے ماں کا پیار دے کر روک لوں گی۔ یہ درست ہے کہ حشمت بھی خاندانی رئیس ہے۔ مگر کنجوس ہے۔ نوٹ گن گن کر نکالتا ہے اور بینکوں میں چھپا چھپا کر رکھتا ہے۔ اس کے مقابلے میں یہ لڑکا بہت فراخ دل ہے۔ بریف کیس کھول کر دو لاکھ روپے یوں دکھا دیتے جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے یہ بھی خاندانی رئیس ہے۔ میں نے تو اس کے بارے میں کچھ پوچھا ہی نہیں....."

یہ سوچتے ہوئے وہ پلٹ کر مجھ سے پوچھنے لگیں۔

"بیٹے تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام فرہاد ہے۔ مگر میں نے اب تک کسی شیریں کے لیے تیشہ نہیں کھودا۔"

میری بات پر وہ اس طرح کھل کر قہقہے لگانے لگیں، جیسے پیٹ پکڑ کر ہنسنے والا لطیفہ سنایا ہو۔ میں نے دیکھا فریال کے لبوں پر بھی دھیمی سی مسکراہٹ آگئی تھی۔ ممی نے قہقہوں کی تال پر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے اب تک تمہیں کوئی شیریں نہیں ملی۔"

میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"شیریں تو بہت ملتی ہیں۔ مگر کوہکن نہیں ملتی۔ ملتی تو لقب لگا کر کسی شیریں کے گھر میں پہنچ جاتا۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے کہنے لگیں۔

"تم بہت زندہ دل ہو۔ میری فریال کو زندہ دلی بہت پسند ہے۔ سنجیدہ لوگوں سے تو یہ دور بھاگتی ہے۔"

حشمت نے تلخ لہجے میں کہا۔

"ممی پہلے آپ میری سنجیدگی کو دیکھ کر کہتی تھیں کہ فرہاد کو سنجیدگی پسند ہے آپ بڑی جلدی اپنی بیٹی کے مزاج کو بدل دیتی ہیں۔"

فرہاد نے بڑی دیر کے بعد تنک کر کہا۔

"حشمت تم میری ممی کی انسلٹ کر رہے ہو۔ یہ میرے مزاج کو کیوں بدلیں گی۔ زندہ دلی کسے پسند نہیں ہوتی؟ مجھے بھی پسند ہے۔"

حشمت نے غصے سے کہا۔

"یہ تم نہیں کہہ رہی ہو۔ تمہاری زبان سے اس اجنبی کے دو لاکھ روپے کہہ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس اجنبی کے پاس دو لاکھ سے زیادہ نہ ہوں۔ کیا تم اس کے بعد میری طرف واپس آؤ گی؟"

فرہاد نے چیخ کر کہا۔

"یو شٹ اپ۔ تم فرہاد صاحب کو یہ تاثر دینا چاہتے ہو کہ ہم دولت کے لالچی ہیں اور اس لالچ میں تمہارے جیسے بدزبان سے تعلقات بڑھاتے ہیں۔ فوراً گاڑی روکو اور میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ میں تم جیسوں کو برداشت نہیں کر سکتی۔"

حشمت نے لاپروائی سے کہا۔

"یہ گاڑی تو تمہاری کوٹھی پر پہنچ کر ہی رُکے گی۔ تمہارے چیخنے چلانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ میں کوٹھی پر پہنچ کر تم ماں بیٹی سے نمٹ لوں گا۔"

میں نے فرہاد سے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے یہ شخص تم سے بدزبانی کر رہا ہے۔ میں سمجھ رہا ہوں کہ ایئرپورٹ سے یہ مجھے دشمن کی طرح دیکھتا آ رہا ہے۔ تم لوگوں کے متعلق اس لیے غلط باتیں کر رہا ہے کہ میں بدک کر اپنے دو لاکھ روپے لے کر یہاں سے بھاگ جاؤں۔ مگر میں اتنا نادان نہیں ہوں۔ میں نے ممی کے چہرے پر متانا کا نور دیکھا ہے، ایسی الٹرا ماڈرن مائیں تو نصیب والوں کو ہی ملتی ہیں۔"

ممی نے خوش ہو کر میری بلائیں لینی چاہیں۔ مگر نہ لے سکیں کیونکہ بائیں لینے والے ہاتھوں میں دو لاکھ روپے کا بریف کیس دبا ہوا تھا۔ وہ مجھے زبان سے دعائیں دینے لگیں۔ ان کے پاس بیٹھا ہوا حشمت مجھے بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔ اور چیلنج کر رہا تھا کہ کوٹھی میں پہنچ کر وہ مجھ سے بھی نمٹ لے گا۔ فرہاد بھی اپنی ممی کی طرف سے اُسے باتیں سُنا رہا تھا۔ کار کے اندر اچھا خاصا شور مچ گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے میں کسی اکھاڑے میں پہنچ گیا ہوں۔

حشمت سوچ رہا تھا کہ کوٹھی میں پہنچتے ہی وہ کار سے اُترے گا۔ اور میرا گریبان پکڑ کر مجھے باہر کھینچے گا۔ پھر مجھے فرہاد کے سامنے اتنا پیٹے گا۔ اتنا پیٹے گا کہ فرہاد کو مرد کی صحیح پہچان ہو جائے گی۔ اس کے بعد فرہاد اس کے بازوؤں میں سسک سسک کر روئے گی اور اپنی غلطی کا اعتراف کرے گی۔ وہ شیخ چلی کی طرح خیالی پلاؤ پکا رہا تھا۔

کوٹھی کے احاطے میں پہنچ کر اس نے کار روک دی۔ وہ دروازہ کھول کر باہر آنا چاہتا تھا۔ اس نے مجھے ایسا ہی مٹی کا پتلا سمجھ لیا تھا کہ وہ باہر نکل کر مجھے مارتا اور میں خاموشی سے مار کھا لیتا۔ میں نے اسے اتنا موقعہ ہی نہیں دیا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر اترنے کے لیے دروازے کے ہینڈل کی طرف اپنا ہاتھ لے جا رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"دروازہ اس طرح نہیں کھلے گا۔ مجھے ریوائنڈر کی طرف ہاتھ لے جانا چاہیئے۔"

اس کا ہاتھ بے اختیار ریوائنڈر کی طرف گیا اور اسے گھمانے لگا۔ دروازہ کھلنے کی بجائے اس کی کھڑکی کا شیشہ اوپر چڑھنے لگا۔ پھر جلد ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا وہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ میں نے پھر اس کے دماغ کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا کہ اسے سیدھا برآمدے کی طرف جانا ہے۔ وہ نہیں جانا چاہتا تھا۔ میری سوچ نے چیخ کر کہا۔

"جاؤں گا۔ میں جا رہا ہوں۔ میں برآمدے کی طرف جا رہا ہوں۔۔۔۔"

وہ بے اختیار برآمدے کی طرف چلا گیا۔ اس دوران ہم سب کار سے باہر نکل آئے تھے۔ فرہاد اور اسکی ممی حیرانی سے دیکھ رہی تھیں کہ وہ برآمدے کے آخری سرے تک کیوں جا رہا ہے۔ برآمدے کے آخری سرے پر مٹی کے بڑے بڑے گملے رکھے ہوئے تھے۔ جس میں مختلف پودے اُگ رہے تھے۔ اس کے دماغ میں اس کی اپنی سوچ نہیں تھی۔ وہاں صرف میں ہی میں تھا۔ اس کی سوچ اُبھر نا بھی چاہتی تو میری سوچ کی قوتیں اسے دبا دیتیں۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ گملے پودوں کے لیے نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارے بیٹھنے کے لیے ہیں۔ مجھے بیٹھ جانا چاہیئے۔ اف میں بہت تھک گیا ہوں۔"

یہ سوچتے ہی وہ گملے کی گیلی مٹی پر بیٹھ گیا۔ ممی نے چیخ کر کہا۔

"ارے حشمت تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم کہاں بیٹھ گئے ہو؟"

ممی کی باتیں سن کر وہ چونک گیا۔ وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ میری سوچ نے اسے پھر بٹھا دیا۔ فرہاد کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔ میں نے ممی سے پوچھا۔

"کیا اس آدمی کو غصہ آتا ہے تو یہ پاگل ہو جاتا ہے؟"

حشمت نے دور سے چیخ کر کہا۔

"تم پاگل ہو۔ پاگل کے بچے۔۔۔۔۔۔۔"

وہ گملے سے اٹھ کر میری طرف آنا چاہتا تھا۔ لیکن گیلی مٹی کے باعث اس حد تک گملے میں دھنس گیا تھا کہ وہاں سے نکلنے کے لیے اُسے سہارے کی ضرورت تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر چپت لگائی۔ وہ غصے سے تلملا گیا۔ اٹھنے کی کوشش کی تو گملے کے ساتھ گر پڑا۔ گملا ٹوٹنے کی وجہ سے وہ آزاد ہو گیا تھا۔ وہ مجھ پر حملہ کرنے کے لیے

فوراً ہی زمین پر سے اُٹھنے لگا۔ میں نے اس کے منہ پر زور کی ٹھوکر ماری۔ میرے جوتے کی نوک اس کی ناک پر پڑی تھی۔ وہ برآمدے کے فرش پر زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔ اس کی ناک اور منہ سے خون بہہ کر فرش پر ٹپک رہا تھا۔

فرہاد اور ممی خاموشی سے اس کے پٹنے کا تماشہ دیکھ رہی تھیں۔ اس نے دونوں ماں بیٹیوں کو دھمکی دی تھی کہ وہ کوٹھی میں پہنچ کر ان سے نمٹ لے گا۔ نمٹنے کا مطلب یہی تھا کہ ممی نے اس سے اچھی خاصی رقم قرضے کے طور پر لی تھی۔ وہ اس رقم کا سختی سے مطالبہ کرنے والا تھا۔ ممی خوش تھیں کہ ایک ہی بار مار کھا۔ نیز کے بعد وہ رقم کا مطالبہ کرنا بھول جائے گا۔

میں نے اسے مطالبہ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ ایک ہی ٹھوکر میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ میرے کہنے پر فرہاد دوڑ کر چھوٹی سی بالٹی میں پانی لے آئی۔ میں نے وہ تمام پانی اس کے چہرے پر ڈال کر اسے ہوش میں لانا چاہا۔ اس نے کراہتے ہوئے اِدھر سے اُدھر کروٹ لی۔ پھر رفتہ رفتہ ہوش میں آ کر اُٹھ بیٹھا۔ تھوڑی دیر تک وہ آنکھیں پھاڑے خالی خالی نظروں سے ہم تینوں کو تکتا رہا۔ پھر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کار کی ڈگی تک گیا۔ وہاں سے اس نے اپنا سوٹ کیس نکالا۔ ڈرائیور کار کی چابی ممی کے قدموں کے پاس پھینکتا ہوا کوٹھی کے احاطے سے باہر چلا گیا۔ ممی نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"خس کم جہاں پاک۔ بیٹے تمہاری وجہ سے پیچھا چھوٹ گیا۔ ورنہ یہ تو ہم سے کیمل کی طرح لپٹ کر رہ گیا تھا۔"

وہ باتیں کرتی ہوئی مجھے ڈرائنگ روم میں لے آئیں۔ پھر مجھے وہاں بٹھا کر اپنی بیٹی کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔ میرا بریف کیس بدستور ان کے ہاتھ میں تھا۔ دوسرے کمرے میں پہنچتے ہی فرہاد نے اپنی ممی سے کہا۔

"ممی حشمت کو کیا ہو گیا تھا۔ کیسی پاگلوں جیسی حرکتیں کر رہا تھا۔ اچانک ہی اس کا پاگل ہو جانا کیا عجیب سی بات نہیں ہے؟"

"بیٹی وہ رقابت اور غصے سے پاگل ہو گیا تھا۔"

"پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔"

"پہلے کبھی فرہاد جیسا دولتمند رقیب اس کے سامنے نہیں آیا تھا۔ ہمارے جو بھی طلب گار آتے تھے وہ اس کے سامنے کمزور پڑ جاتے تھے۔ دولتمند بھی ہے اور دلیر بھی۔ تم نے دیکھا نہیں، اس نے ایک ہی ٹھوکر میں اس کے ہوش اڑا دیئے۔"

اپنی ممی کی باتیں سن کر فرہاد جنم تصور میں مجھے دیکھنے لگی۔ میرا دراز چوڑا سینہ، فولادی بازو بھی اس کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ پھر میری آنکھیں اسے یاد آنے لگیں۔ تصور میں ان آنکھوں کو دیکھتے ہی وہ اندر اندر پگھلے ہوئے کانپنے لگی۔ جس مرد سے خوف آتا ہے۔ وہی دل کو اچھا لگتا ہے۔ اس کی فطرت کے خیال سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ مگر ظلم سہنے کی فطرت پاس جانے پر مجبور کرتی ہے۔

ممی کی تجربہ کار نگاہیں بڑی خاموشی سے اپنی بیٹی کے چہرے کے اتار چڑھاؤ تول رہی تھیں۔ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"فرہاد! فرہاد بہت اچھا لڑکا ہے۔ سب سے بڑی اچھائی یہ ہے کہ وہ دولتمند ہے۔ دوسری اچھائی یہ ہے کہ ذرا احمق ہے۔ اس نے بغیر سوچے سمجھے اتنی بڑی رقم مجھے رکھنے کے لیے دے دی جس سردیوں یہ سب خوبیاں ہوں، وہ آگے چل کر ایک فرمانبردار شوہر ثابت ہوتا ہے۔ میں نے کھانا تیار کر دیا ہے، تم جا کر کھانا لگاؤ۔ اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔ تنہائی میں زیادہ سے زیادہ وقت گذارو۔ تم نے اب تک حشمت جیسے لوگوں کو اگلی پچھڑنے کا موقع دیا ہے۔ مگر پہنچنے تک پہنچنے کا موقع نہیں دیا۔ فرہاد کو بھی شادی سے پہلے یہ موقعہ نہ دینا۔ تم خود سمجھدار ہو۔ میں تمہیں کیا سمجھاؤں۔"

فرہاد کھانا لگانے کے لیے چلی گئی اور ممی میرے پاس آ کر مجھے بور کرنے لگیں۔ بوریت اس لیے ہو رہی تھی کہ وہ ایک ہونے والی ساس کی طرح میرا خاندانی شجرہ پوچھ رہی تھیں۔ اور میں فرہاد علی تیمور کے نام کی مناسبت سے اپنا شجرہ نادر شجرہ تیمور لنگ سے ملا رہا تھا۔ اور انہیں بتا رہا تھا کہ میرے لاہور کے ایک مکان میں تیمور لنگ کا تاریخی خزانہ دفن ہے۔ وہ مارے خوشی کے پہلو بدلتے وقت صوفے پر سے پھسل پھسل جا رہی تھیں۔ جب فرہاد نے مجھے ڈائننگ روم میں چلنے کے لیے کہا تو ممی یہ کہہ کر اپنے بیڈ روم میں چلی گئیں کہ وہ پہلے ہی کھا چکی ہیں۔ میں فرہاد کے ساتھ ڈائننگ روم آ گیا۔

زندگی کہاں کہاں دوڑاتی ہے۔ کبھی تپتی دھوپ میں جلاتی ہے کبھی زلفوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں بٹھاتی ہے۔ میں کبھی سوچ بھی سکتا تھا کہ دوڑتے دوڑتے فرہاد جیسی حسین دوشیزہ کے قریب آ کر بیٹھ جاؤں گا۔ رات تھی، تنہائی تھی، کھڑکی کے باہر چاند مسکرا رہا تھا۔ اس وقت میں اپنے تمام دشمنوں کو بھول کر صرف مسکرانا چاہتا تھا۔ صرف فرہاد کی گداز باہوں کے متعلق سوچنا چاہتا تھا۔ جو میرے گلے کا ہار بننے والی تھیں۔

پہلے پہل وہ چپ چپ سی رہی۔ پھر میں نے اسے بولنے پر مجبور کیا تو وہ عام عورتوں کی مانند ریکارڈ کی طرح بولنے لگی۔ وہ بتا رہی تھی کہ تین برس پہلے اس کے ڈیڈی کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے باپ نے جتنی دولت چھوڑی تھی، وہ ساری دولت اس کی ممی تین سال کے اندر جوئے میں ہار گئی ہیں۔ اس کی ممی کو نیلیش اور ری کھیلنے کا مرض لگ گیا ہے۔ اب صرف یہ کوٹھی اور وہ پرانی سی کار رہ گئی ہے تاش کھیلنے کے سلسلے میں وہ حشمت [illegible] پہلے سے جانتی ہیں۔ وہ اپنی ممی کی [illegible] سے بیزار تھی، چونکہ اپنی ماں سے بہت زیادہ محبت کرتی تھی۔ اسی لیے ان کی یہ عادت برداشت کر لیتی تھی۔ لیکن اسے یہ بات بہت بُری

گئی تھی کہ ممی جس سے بھی روپے قرض لیتی ہیں اسے یہ لالچ دیتی ہیں کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کردیں گی حشمت بھی یہی امید لے کر اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ وہ بڑی اداسی سے کہنے لگی۔

"میں کب تک اپنی ممی کے ہاتھوں میں تماش کا تماشا بنی رہوں گی۔ جب بھی انہیں دولت حاصل کرنے کے لیے ترپ چال چلنی پڑتی ہے وہ مجھے آگے بڑھا دیتی ہیں۔ میں کوئی بے جان تو نہیں ہوں۔ آخر انسان ہوں۔ ایک اچھے جیون ساتھی کے ساتھ اپنے گھر کی ایک جنت بنانا چاہتی ہوں۔ مگر یوں لگتا ہے جیسے میں یہ سپنا دیکھتے دیکھتے مرجاؤں گی۔"

یہ کہتے کہتے اچانک ہی اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

میں فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آیا اور اپنی جیب سے رومال نکال کر ان بہتے آنسوؤں کو رومال میں جذب کرنے لگا جو اس کے دل سے نکل رہے تھے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے سمجھ رہا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے اس میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں ہے۔ جب اس کی سچائی سامنے آئی۔ تب میں نے تسلیم کیا کہ ایسی لڑکی کو حالات کے تحت یقیناً مفرور ہونا چاہیئے۔ زندگی نے اسے یہی سکھایا تھا کہ وہ مفرور بن کر ہی اپنے پاس آنے والے مردوں سے داسن بچا سکتی ہے۔ اس کی ممی بڑے بڑے قرضے لینے کے لیے نوجوانوں سے اس کی دوستی کرائی تھیں — اور فریال اپنی ذہانت سے ان نوجوانوں کو ٹھکراتی رہتی تھی کہ وہ ابھی ان سے شادی کرنے کے متعلق سنجیدگی سے سوچ رہی ہے۔ اور جب تک شادی نہیں کرے گی۔ اس وقت تک انہیں اپنی انگلی سے پہنچے تک نہیں پہنچنے دے گی۔

میں عورت کے آنسوؤں سے کبھی متاثر نہیں ہوا۔ کیونکہ اکثر وہ مگرمچھ کے آنسو ہوتے ہیں۔ لیکن میری خیال خوانی نے مجھے یقین دلایا کہ فریال کے آنسو دل کی گہرائیوں سے نکل رہے ہیں۔ وہ واقعی مظلوم ہے مجھے اس پر ترس آرہا تھا۔ اتنی حسین لڑکی اپنی عمر کی بہاریں یونہی ضائع کردے اور اپنے خواب پورے نہ کرسکے، یہ مجھے گوارا نہ تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"فریال جس طرح میں نے تمہارے آنسو پونچھے ہیں۔ اسی طرح میں تمہارے خواب بھی پورے کروں گا۔ تم کسی ایسے نوجوان کا انتخاب کرو جو تمہارے ساتھ پوری سچائی اور محبت سے ایک خوشگوار زندگی گزار سکے۔ میں تمہاری ممی کے تمام قرضے ادا کرکے انہیں مجبور کردوں گا کہ آئندہ وہ تمہیں تماش کے پتے کی طرح استعمال نہ کریں۔"

میرا آنسو پونچھنے والا ہاتھ اس کے سامنے میز پر رکھا ہوا تھا۔ وہ میری بات کا جواب دینے کی بجائے آگے کو جھکی اور میرے ہاتھ پر اپنے رخسار کی طمانیت کو رکھ دیا۔ اس کی اس ادا سے یہ سمجھنا مشکل تھا کہ اس نے جیون ساتھی کے طور پر مجھے پسند کیا ہے یا محض میری ہمدردی سے متاثر ہوکر میری ہتھیلی پر جھک گئی ہے۔ اس کے رخسار کی تپش میری ہتھیلی سے میرے دل تک پہنچ گئی۔ عورت کی ادائیں الجھا دیتی ہیں۔ لیکن میں اداؤں سے الجھنے والا بندہ نہیں ہوں۔ میں تو اس کے ذہن کو پڑھ رہا تھا۔ وہ میرے ہاتھ کا سہارا لیے سوچ رہی تھی۔

"مجھے اس سے اچھا سہارا اور کہاں ملے گا؟ دوسری حسین لڑکیوں کی طرح مجھے بھی اپنے حسن پر ناز تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں تلاش کرتے کرتے اپنے سپنوں کے شہزادے تک پہنچ جاؤں گی۔ اور میں پہنچ گئی ہوں مگر زبان سے کیسے کہوں؟"

میں اس سوچ کو پڑھ کر اُلجھ گیا۔ کیونکہ میں سپنوں کا شہزادہ بن سکتا تھا جیون ساتھی نہیں بن سکتا تھا۔ اور ایسی لڑکی کو دھوکا نہیں دینا چاہتا تھا جس نے اب تک بڑے عجز سے اپنی وحشیانہ کی کو برقرار رکھا تھا یہ درست ہے کہ اب سے پہلے کتنی ہی دوشیزائیں میری زندگی میں آئی تھیں اور اپنی خوشی سے اپنا سب کچھ ہار گئی تھیں ——— ایسے وقت میں نے اخلاقیات کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں ساری عمر جذبات کے اندھیرے میں ایک اندھے کی طرح بھٹکتا رہتا۔ کبھی نہ کبھی تو دل میں انسانیت کا ایسا جذبہ جاگتا ہے، جو عورت کی وفا اور پاکیزگی کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔

فریال کے سامنے میرے اندر کا انسان جاگ رہا تھا جو غلطیاں میں نے ماضی میں کیں، وہی غلطی میں فریال کے ساتھ نہیں دہرانا چاہتا تھا۔ میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"فریال میں اچھی طرح سمجھ نہیں سکا کہ تم نے میرے ہاتھ کا سہارا کیوں لیا ہے اگر تم محض ہمدردی سے متاثر ہو تو میں ایک دوست کی طرح تمہارے کام آؤں گا۔ مگر کسی کا جیون ساتھی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ میں ایک آوارہ بنجارے کی طرح حالات کے جھونکوں پر اُڑتا پھرتا ہوں۔ تمہاری جیسی حسین لڑکی کو دیکھ کر جی چاہتا ہے کہ اپنے پاؤں میں زنجیریں ڈال لوں۔ تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنا کر ایک گھر کی جنت میں گم ہوجاؤں۔ تم ایسی ہو سکو میں تمہارے لیے ساری دنیا کو چھوڑ سکتا ہوں۔ لیکن بہت سی مجبوریاں ایسی ہیں کہ میں اپنی اس خواہش کو پورا نہیں کرسکتا۔"

فریال نے سر اٹھا کر سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا پھر نظریں جھکا کر آہستگی سے بولی۔

"مجبوری ہے یا آپ بڑی خوبصورتی سے ٹال رہے ہیں۔ یہ سوچ کر ہی میں مرجاؤں گی کہ آپ نے مجھے اپنے قابل نہیں سمجھا۔ میرا دل بہت نازک ہے میں اپنی یہ توہین برداشت نہیں کرسکوں گی۔"

"تم یقین کرو فریال۔ میں بہت مجبور ہوں۔ سفر کے دوران جب میں نے پہلی بار تمہیں دیکھا تو تمہیں حاصل کرنے کے لیے میرا دل مچل گیا۔ میں ایک عیاش مرد کی طرح تمہاری آرزو کر رہا تھا۔ مگر تمہارے حالات سننے کے بعد میرے ضمیر نے مجھے سمجھایا ہے کہ میں تمہاری معصومیت سے نہ کھیلوں اور میں ساری زندگی تمہارے ساتھ اس لیے نہیں رہ سکتا

کہ میں بہت سے خطرناک دشمنوں میں گھرا ہوا ہوں۔ کبھی دشمنوں پر میرا پلہ بھاری ہوتا ہے کبھی وہ بھاری پڑتے ہیں۔ تو میں ان سے چھپتا پھرتا ہوں۔ اسی طرح چھپا ہوا میں یہاں تک پہنچ گیا ہوں۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ دشمن کب یہاں پہنچ جائیں گے۔ مجھے یہاں سے بھی بھاگنا پڑ جائیگا۔ تم میرے ساتھ کہاں کہاں تک بھاگتی پھرو گی؟"

اس نے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کے ساتھ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھاگتی پھروں گی۔ آپ مجھے آزما کر دیکھ لیں۔"

"میں ابھی تنہا ہوں۔ دشمنوں سے لڑتا ہوں تو اپنی جان کی پروا نہیں کرتا۔ آگ اور خون کے دریا سے گذرتا چلا جاتا ہوں۔ تم ساتھ ہوگی تو تمہارے لیے فکر میں مبتلا ہوجاؤں گا۔"

"یہی تو عورت چاہتی ہے کہ کوئی اس کی فکر کرے۔ کوئی فکر کرتا ہے تو اس کی محبت کا ثبوت ملتا رہتا ہے۔ صرف اپنے لیے لڑنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میرے لیے خطرات میں کودو گے تو یہی مردانگی ہوگی۔"

وہ کتنے سلیقے سے اپنی محبت اور اہمیت کا احساس دلا رہی تھی دشمنوں کے بھیانک چہرے دیکھتے دیکھتے اچانک ہی محبت کا دمکتا مسکراتا چہرہ سامنے آجائے تو زندگی کے حسن کا مفہوم واضح ہوجاتا ہے جی چاہتا ہے تھک کر اپنی محبت کی باہوں میں گر پڑیں۔ مگر باہوں میں گرنے سے پہلے میں نے اس سے کہا۔

"تم میرے متعلق کچھ نہیں جانتی ہو کہ میں کون ہوں۔ میں نے تمہاری ممی سے جھوٹ کہا تھا کہ میں خاندانی رئیس ہوں۔ آج میرے پاس دولت ہے، ہوسکتا ہے کل بھی کوئی نہ ہو۔"

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی اور میرے بالکل قریب آکر بولی ——

"آپ میرے سامنے روپے پیسے کی باتیں نہ کریں۔ روپے ممی کی ضرورت ہیں۔ میری ضرورت آپ ہیں۔ میں اتنا جانتی ہوں کہ آپ کے پاس پھوٹی کوڑی نہیں ہوگی تب بھی آپ میرے لیے روئی پھرے فکر کریں گے۔ مرد کی اسی فکر کا دوسرا نام ازدواجی محبت ہے۔"

وہ میرے اتنے قریب آگئی تھی کہ میں اس سے دور نہ ہوسکا۔ اس نے بانہوں میں صداقت تھی۔ اس کی اداؤں میں محبت تھی۔ اور وہ اپنے آپ کو صرف میرے لیے مخصوص کررہی تھی تو میں انکار کیسے کرسکتا تھا؟ میں نے اسی لمحے فیصلہ کرلیا کہ مجھے آگ اور خون کے دریا سے گذرتے وقت اب ایسی ہستی کی ضرورت ہے جو اپنے پیار سے زندگی کے دوسرے رخ روشن کرتی رہے وہ میرے ساتھ خطرات میں کود جایا کرے۔ جب دشمن پہنچائے تو وہ محبت کا مرہم لگاتی رہے۔ میری زخمی زندگی کو ایک نرس کی ضرورت ہے۔ میں نے اسے گلے لگالیا کہ اب وہ میری تیمارداری کرتی رہے گی۔

جب صبح ہوئی تو مجھے ذرا عقل آئی اسے لیے کر بڑی دیر تک میں نے

ماسٹر لوشے کو کو بھلا دیا تھا۔ وہ تو میرے نصیب اچھے ہیں کہ وقت پر عقل آجاتی ہے۔ میں نے ماسٹر لوشے کے دشمن میں جھانک کر دیکھا تو اک دم سے چونک گیا۔ وہ کسی طیارے میں سفر کر رہا تھا اور مادام کے ساتھ اسی شہر کی طرف چلا آرہا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسے اتنی جلدی کوئی گائڈ مل جائے گا۔ بعد میں اس کی سوچ کے ذریعہ پتہ چلا کہ وہ کسی گائڈ کا سہارا لیے بغیر ہی چلا آرہا ہے جس کے ساتھ مادام جیسی گنتا ہوا اور جو غونگھ سونگھ کر اس کی منزل کا پتہ اسے بتا دیتی ہو ایسا شخص بھلا گائیڈ کا کیا محتاج ہوگا؟

ابھی وہ طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ کوئی غیر ملکی طیارہ تھا جو کراچی سے ہوتا ہوا مغربی ممالک کی طرف جا رہا تھا۔ ماسٹر لوشے وقت ضائع کیے بغیر مجھ تک پہنچنے والا تھا۔ میں اس کے ذریعے ایئر ہوسٹس کی آواز سن رہا تھا۔ وہ مسافروں سے اعلاناً کہہ رہی تھی کہ ان کا جہاز ایک گھنٹے بعد کراچی پہنچ جائے گا۔

یہ اطلاع مجھے بھی مل گئی تھی کہ دشمن ابھی مجھ سے ایک گھنٹے کے فاصلے پر ہے۔ یہاں ٹیکسیوں کی ٹیڑنال تھی۔ یہ بات ماسٹر لوشے نہیں جانتا تھا۔ لیکن وہ بہت محتاط تھا۔ کرائے کی ٹیکسی میں بیٹھ کر میرا پیچھا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی لیے اس نے پنڈی انٹرکانٹی سے ٹرنک کال کے ذریعے کراچی انٹرکانٹی میں یہ خبر پہنچائی تھی کہ اس کے لیے فلاں وقت ایئرپورٹ پر کرائے کی کار مہیا کی جائے۔ اس نے مجھ تک پہنچنے کے لیے پورے انتظامات کرلیے تھے۔

یہ ایک گھنٹہ میرے لیے بہت تھا۔ اب مجھے وہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ بنانا تھا۔ ماسٹر لوشے مجھ پر قابو پانے کے لیے کس حد تک بے چین ہوگیا تھا۔ اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا تھا کہ وہ اپنے اصول کے خلاف تمام رات جاگتا رہا تھا۔ اس کی زندگی میں کوئی ایسا دشمن نہیں آیا تھا۔ جو اسے ایک رات بھی جاگنے پر مجبور کرسکے۔ وہ ایک رات آرام سے سو کر بیل منڈو جیسے آدمی کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ میرے اتنے قریب پہنچنے کے بعد رات کو سونا اور مجھے کھونا نہیں چاہتا تھا۔

میں بیٹھا سوچ رہا تھا اور میرے چہرے سے پریشانی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ فریال نے اپنی ہتھیلیوں کے کٹول میں میرے چہرے کو سجا کر پوچھا۔ "کیا بات ہے آپ کچھ پریشان نظر آرہے ہیں؟"

میں اسے کیا بتاتا کہ میں کس طرح اپنے دشمنوں کو قریب آتا دیکھ رہا ہوں۔ وہ قابل اعتماد تھی۔ اس کے باوجود میں یہی ملاقات میں یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ مجھ میں کیسی حیرت انگیز صلاحیتیں پوشیدہ ہیں۔ رفتہ رفتہ اس پر اپنی صلاحیت ظاہر کرنا مناسب تھا۔ میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میرے پاؤں میں چکر ہے۔ میں

زیادہ دیر تک ایک جگہ نہیں ٹھہر سکتا۔ اور اب تمہیں اپنے دھیمے چھوڑ کر تنہا آگے بھی نہیں بڑھ سکتا۔ میں ابھی یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ چلو گی؟"

اس نے میرے گلے میں باہیں ڈال کر کہا۔

"میرے انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں آپ کے ساتھ سائے کی طرح رہوں گی۔ مگر آپ کو یہاں کیا تکلیف ہے۔ آپ اتنی جلدی مجھے کہاں لے جائیں گے۔ دیکھئے آپ کچھ خیال نہ کریں۔ اب مجھے پوچھنے کا حق حاصل ہو گیا ہے۔ اس لیے میں پوچھ رہی ہوں۔"

"میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ لیکن ابھی وقت نہیں ہے جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل چلو۔ یہاں سے نکل کر میں راستے میں تمہیں تمام باتیں بتا دوں گا۔ اپنی ممی سے جا کر کہو کہ وہ اپنی کار ہمیں دے دیں۔ دو لاکھ روپے اپنے پاس رکھیں۔ اپنے قرضے ادا کریں اور آرام سے زندگی گذاریں۔ تم ان کے اخراجات کے لیے پیسے بھیجتی رہو گی۔"

فریال نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا آپ ممی کو اتنی بڑی رقم یونہی دے دیں گے؟"

"اس کے بغیر وہ تمہیں آزاد نہیں کریں گی۔ تم دو لاکھ کو اہمیت نہ دو۔ میرے ساتھ آگے بڑھو گی تو تمہارے قدموں میں دنیا جہان کی دولت بکھری ہو گی۔ جلدی جاؤ۔ وقت برباد نہ کرو۔"

وہ ممی کے کمرے کی طرف جانے لگی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے رسٹ واچ کو دیکھا، تاکہ معلوم کر سکوں کہ کتنا وقت گذر چکا ہے۔ مگر کلائی کی گھڑی بند ہو چکی تھی۔ گھڑی دیکھ کر یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ خطرے کی آمد میں کتنے منٹ رہ گئے ہیں۔ اسی وقت مجھے ممی کے کمرے کی طرف سے فریال کی چیخ سنائی دی۔

وہ ایسی دل ہلا دینے والی چیخ تھی کہ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں بوکھلاہٹ میں یہ نہ سمجھ سکا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک گھنٹہ کیسے گذر گیا؟ اور کیسے آندھی کی طرح مادام اپنے ماسٹر پوشے کو لے کر سر پر پہنچ گئی ہے؟

میں نے ایک جست میں سوئچ بورڈ کے پاس پہنچ کر کمرے کی لائٹ آف کر دی۔ دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ تاکہ مادام بوسونگھتی ہوئی کمرے کے اندر نہ آ سکے۔ اور کمرے کے اندھیرے میں ماسٹر پوشے میرے نقلی چہرے کی نقاب کشائی نہ کر سکے۔ فوری طور پر مجھے بچاؤ کا یہی راستہ نظر آیا تھا۔ مگر میں نے بوکھلا کر خود کو ایک کمرے میں قید کر لیا تھا۔ فرار ہونے کے لیے اس بند دروازے کے سوا دوسرا راستہ نہ تھا۔

اسی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ کالی آندھی میری طرف چلی آ رہی تھی۔

باب

صبح ہوئی تھی لیکن کمرے کے اندر لائٹ آف کرنے کے بعد اندھیرا پھیل گیا تھا کھڑکی کے پردوں نے باہر کی روشنی کو روک لیا تھا۔ میں تاریکی میں دروازے کے قریب دیوار سے چپک کر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سن رہا تھا جو لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی۔

نہ جانے فریال پر کیسی قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ میں اپنی بوکھلاہٹ میں اس کی سوچ تک پہنچنا بھول گیا تھا۔ اب اس کے دماغ تک پہنچنا چاہا تو اچانک ہی اس کی آواز قریب سے سنائی دی۔

"فرہاد آپ کہاں ہیں؟ جلدی آئیے۔۔۔"

یہ کہتے ہی وہ بند دروازے کو زور زور سے پیٹنے لگی اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ محفوظ تھی کسی دشمن نے اسے نقصان نہیں پہنچایا تھا وہ دشمن کون ہے؟ یہ سمجھنے کے لئے میں نے اپنے سب سے خطرناک دشمن کے ذہن میں جھانک کر دیکھا تو مجھے اپنی بوکھلاہٹ پر بڑی ندامت ہوئی۔ ماسٹر پوشے مادام کے ساتھ ابھی تک طیارے میں سفر کر رہا تھا! ابھی ایک گھنٹہ پورا نہیں ہوا تھا میری گھڑی بند ہونے کی وجہ سے مجھے وقت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ جس طرح میں ماسٹر پوشے کے ذہن میں ایک آسیب بن کر چھا گیا تھا۔ اسی طرح ماسٹر پوشے کی کینہ پرور نے ایسی چٹیل بن گئی تھی۔ کیونکہ اس کے سونگھنے کی حس کے سامنے میری صلاحیتیں کام نہیں آ رہی تھیں اسی لئے فریال کی چیخ سن کر میرے دماغ میں سب سے پہلے اسی دہشت نے سر اٹھایا کہ مادام پہنچ گئی ہے لعنت ہے اس پر۔۔۔

فریال کی دستک سن کر میں نے فوراً ہی لائٹ آن کی اور دروازہ کھول دیا۔ اب کیسا ہی خطرناک دشمن فریال کے پیچھے پڑا ہو میں اسے ٹھکانے لگا سکتا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی فریال بدحواسی میں آگے بڑھی پھر گر پڑنے کے انداز میں میرے بازوؤں میں جھول گئی۔ اور ہانپتی کانپتی کہنے لگی۔

"ممی۔ میری ممی کو۔ کسی نے ہلاک کر دیا ہے۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی میں اسے تھپک تھپک کر تسلیاں دینے لگا۔ پھر اسے سہارا دیکر اس کی ممی کے کمرے میں آیا۔ ممی پلنگ پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھیں۔ ان کے سینے پر ایک تکیہ پڑا ہوا تھا اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ قاتل نے اس تکیئے کو ان کے منہ پر رکھ کر ان کی سانس روک دی تھی اب وہ دوبارہ کبھی سانس نہیں لے سکیں گی۔ زندگی سے ان کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا۔

فریال ان کی طرف دوبارہ نہ دیکھ سکی۔ منہ پھیر کر رونے لگی میں اس کے قریب آ کر اسے تسلی دیتے ہوئے کہنے لگا۔

"صبر کرو فریال تمہاری ممی اب کبھی واپس نہیں آئیں گی۔ ہمیں سب سے پہلے یہ سوچنا چاہئے کہ کس نے ان سے دشمنی کی ہے۔"

ایسا کہتے وقت میں دیوار گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ماسٹر پوشے کے یہاں پہنچنے کے لئے صرف ۲۰ منٹ رہ گئے تھے۔ میری پریشانی بڑھ گئی۔ ایک نئی افتاد آن پڑی تھی۔ میں ممی کی لاش کو یونہی چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ فریال بھی ان کی لاش کو بے گور و کفن چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی۔ میں اس قاتل پر جھنجھلانے لگا جس نے میرے راستے میں رکاوٹ پیدا کر دی تھی۔ اسی جھنجھلاہٹ میں حشمت یاد آیا۔

فریال میرے سینے سے لگی رو رہی تھی۔ میں اسے تھپکتے ہوئے حشمت کے ذہن میں جھانکنے لگا وہ اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا اپنی کوٹھی کی طرف جا رہا تھا۔ اور اس قتل کے متعلق سوچ رہا تھا جو اس کے ہاتھوں سے ہوا تھا وہ اپنی کامیابی پر مسکرا رہا تھا کہ اس نے ممی جیسی بیٹی کی دلالہ سے اچھی طرح انتقام لیا ہے۔ اس نے ممی کو بارہ ہزار روپے قرض کے طور پر دیئے تھے۔ اب وہ سود در سود دو لاکھ روپے لے کر جا رہا تھا میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"بیٹے حشمت کہاں جا رہے ہو؟"

اس نے اک دم سے چونک کر کار روک دی اور بوکھلا کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھنے لگا اور سوچنے لگا۔

"یہ۔ یہ کون بول رہا تھا؟ مجھے یوں لگا جیسے پچھلی سیٹ پر کوئی بیٹھا ہو۔ نہیں میرے دماغ میں کسی کی آواز گونج رہی تھی۔"

میں نے پھر اس کے دماغ پر دستک دی۔

"بیٹے اپنے دل کے دروازے کھولو۔ میں تمہارا ضمیر بول رہا ہوں۔ اگر تم اپنے ضمیر کی باتیں سنو گے تو ابھی کسی حادثے کا شکار ہو جاؤ گے۔"

اس نے بیزاری سے کہا۔

"نان سنس۔ کبھی ضمیر بھی اس طرح بولتا ہے۔ میں نے تو کبھی نہیں سنا۔ یہ سب بکواس ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے دوبارہ کار اسٹارٹ کی اور ایکسیلریٹر پر پوری قوت سے دباؤ ڈالا یہ میں نے اس کی سوچ میں ہدایت کی تھی کہ وہ ایکسیلریٹر پر اسی طرح دباؤ ڈالے۔ الٹے سیدھے گیئر بدلتا رہے۔ اور اس کے ہاتھ جھٹکے سے اسٹیئرنگ کو ادھر ادھر گھماتے رہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کار ادھر سے ادھر ڈگمگانے لگی۔ کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف جانے لگی۔ اسی وقت ایک ٹریفک پولیس انسپکٹر اپنی بھاری بھر کم موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا اس کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے اسکی کار روکوا کر اندر جھانک کر دیکھا تو پچھلی سیٹ پر نوٹوں کی گڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ حشمت نے میرے دو لاکھ روپے پچھلی سیٹ پر ڈال کر بریف کیس کہیں پھینک دیا تھا۔ انسپکٹر نے غرا کر پوچھا۔

"تم کس طرح ڈرائیونگ کر رہے ہو کیا تم نے شراب پی رکھی ہے؟"

حشمت کے جواب دینے سے پہلے ہی میں نے اس کے دماغ کو کنٹرول میں لیتے ہوئے کہا۔

"انسپکٹر۔ میں نے ایک عورت کو قتل کر دیا ہے۔ اس سے دو لاکھ چھین کر لے آیا ہوں۔ اب میرا دل بری طرح گھبرا رہا ہے خدا کے لئے تم میری مدد کرو۔ مجھے حفاظت سے گھر پہنچا دو میں تمہیں اس میں سے آدھی رقم دے دوں گا۔"

میری سوچ کے مطابق یہ باتیں اس کی زبان سے نکلتی گئیں پھر وہ اپنے سر کو تھام کر سوچنے لگا۔

"یہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔؟ میں واقعی گھبرا رہا ہوں کسی انسانی زندگی کو چھین لینا آسان کام نہیں ہے۔ شاید اسی لئے اناڑی قاتلوں پر گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے۔"

اس وقت تک پولیس انسپکٹر نے اپنی گاڑی ایک طرف کھڑی کر دی تھی۔ پھر اس کے پاس آ کر اسے دوسری سیٹ کی طرف دھکیل کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ابھی تم تھانے چلو وہاں سے پولیس والوں کے ساتھ جا کر تمہیں اس عورت کی لاش اور وہ جگہ دکھانی ہو گی۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ ہر پولیس والا بے ایمان اور رشوت خور ہوتا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ میں نے فریال سے کہا۔

"دیکھو فریال اگر ہم یہاں رہے تو ہمیں مصیبت میں پڑ جاؤ گی تم ممی کی لاش کو یہیں چھوڑ کر میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ابھی تھوڑی دیر میں قاتل گرفتار ہو کر یہاں آئے گا اور تمہاری غیر موجودگی میں بھی تمہاری ممی کے کفن دفن کا انتظام ہو جائے گا۔"

وہ رونے روتے کہنے لگی۔

"میں نے آپ کے ساتھ چلنے سے انکار نہیں کیا ہے مگر آپ یہ سوچئے کہ اس حالت میں ایک بیٹی اپنی ماں کو چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہے؟"

"تم درست کہتی ہو تمہاری یہاں موجودگی ضروری ہے ایسی صورت میں مجھ پر بھروسہ کرو اور مجھے تنہا جانے دو۔"

وہ یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ میں اسے چھوڑ کر چلا جاؤں۔ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا پھر ماسٹر پوشے کے ذہن کے ذریعہ ایئر ہوسٹس کی آواز سنی وہ کہہ رہی تھی

"لیڈیز اینڈ جنٹلمین ہمارا طیارہ پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی کی فضا میں پرواز کر رہا ہے۔ دس منٹ کے بعد آپ اس شہر کی زمین پر قدم رکھ سکیں گے۔۔۔۔"

یہ سنتے ہی میں فریال کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے کوٹھی سے باہر جاتے ہوئے کہنے لگا۔

"اب اگر میں نے تمہیں اپنی اصلیت نہیں بتائی تو میں ادھر کا

رہوں گا نہ اُدھر کا۔ سنو میں غیب کی باتیں جان لیتا ہوں۔ دوسرے انسان جو سوچتے ہیں۔ اسے میں سُن لیتا ہوں تم اس وقت کچھ بھی سوچو میں اسے سن کر بتا دوں گا۔"

وہ مجھے حیرانی سے دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔

"میں کیا سوچوں۔ آپ عجیب سے پُراسرار آدمی ہیں میں سوچتی ہوں کہ آپ مجھ سے دور بھاگنے کے لئے خیالی دشمنوں کی باتیں کرتے ہیں۔ پھر آپ کی محبت کا اندازہ دیکھتی ہوں تو آپ کے بازوؤں میں مرجانے کو جی چاہتا ہے۔"

میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"بس کرو اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا سوچ رہی ہو۔"

جب میں نے اسے بتایا تو شدید حیرانی سے اس کا منہ کھل گیا میں نے کہا۔

"تم تعلیم یافتہ ہو تم نے ٹیلی پیتھی کے علم کے متعلق بہت کچھ سنا بھی ہوگا اور پڑھا بھی ہوگا۔ اسی علم کے ذریعے میں نے حشمت کو پاگل بنا کر گلے میں بٹھایا تھا۔ اسی علم کے ذریعے میں نے تمہارے دل کی سچائی کو سمجھا ہے جو تمہارے دل میں تھا وہی تم نے زبان سے کہا اسی لئے میں نے بھی تمہیں ایک عیّاش مرد کی طرح دھوکہ نہیں دیا تمہیں ہمیشہ کے لئے اپنانے کا عہد کر لیا ہے۔ اسی علم کی بدولت میں نے ابھی معلوم کیا ہے کہ ممّی کا قاتل حشمت ہے۔ میں نے ابھی اسے پولیس کے ہتھے چڑھا دیا ہے بہت جلد پولیس والے اسے لے کر یہاں آئیں گے۔"

فریال میری باتیں حیرانی سے سنتی جا رہی تھی اور یقین کرتی جا رہی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر مجھ سے لپٹ گئی اور کہنے لگی۔

"میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ مجھے زندگی گذارنے کیلئے اتنی حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ملے گا۔ آپکو پا کر میرے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے ہیں۔"

میں نے پیار سے اس کے سر کو سہلاتے ہوئے کہا۔

"اب میرے پاس یہاں ٹھہرنے کا وقت نہیں ہے میں نے یہ بات تمہیں اس لئے بتائی ہے کہ تمہیں اطمینان رہے کہ میں دور جانے کے باوجود تمہارے دل اور دماغ میں موجود رہوں گا اور سوچ کے ذریعے تم سے گفتگو کرتا رہوں گا۔ اب میں جا رہا ہوں تمہیں جو کچھ کہنا ہے سوچ کے ذریعے کہو تمہیں میری طرف سے جواب مل جائے گا۔"

یہ کہہ کر میں کار کی طرف بڑھنے لگا۔ فریال نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔

"میری جان میرے ایمان پھر کب ملیں گے؟"

میں نے بھی سوچ کے ذریعے جواب دیا پھر کار کا دروازہ کھولتے ہوئے اس سے پوچھا

"کیا تمہارے دماغ نے میرا جواب سن لیا ہے؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔

"ہاں آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ جلد واپس آئیں گے اور سوچ کے ذریعے اپنے حالات سے آگاہ کرتے رہیں گے۔ اللہ آپ کتنے عجیب و غریب آدمی ہیں ذرا ایک منٹ ٹھہریئے میں ابھی آتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ دوڑتی ہوئی کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ میں کار کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا وہ جلد ہی واپس آئی اس کے ہاتھ میں ایک سینٹ کی شیشی تھی اس نے اسے میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اس خوشبو کو رکھ لیجئے میری یاد آتی رہے گی۔"

اپنی محبوبہ کی یاد ایک خوشبو ہی ہوتی ہے۔ اس نے محبت کا بہت اچھا تحفہ دیا تھا۔

دوسری طرف طیارہ کسی دیو کی طرح سانس لیتا ہوا لینڈ کر رہا تھا۔ میں نے کار اسٹارٹ کی اسے خدا حافظ کہا اسکے بعد شیشی ہائی وے کی طرف چل پڑا۔ دس منٹ بعد میں اس راستے پر چلتا ہوا ائیر پورٹ کے قریب سے گذر رہا تھا۔ مادام طیارے سے اترتی ہوئی اجنبی زبان میں ماسٹر یوشے سے کچھ کہہ رہی تھی۔ میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ میری بُو کو اپنے بہت قریب محسوس کر رہی ہے۔

ماسٹر یوشے اس کے ساتھ تیزی سے گیٹ ہال کی طرف بڑھ رہا تھا تاکہ جلد از جلد اپنا سامان حاصل کر کے میرے پیچھے آسکے۔ وہ جتنی جلدی کر رہا تھا۔ اتنی ہی دیر ہو رہی تھی۔ سامان ابھی طیارے سے اتار کر گیٹ ہال میں پہنچایا جا رہا تھا۔ ابھی اسے حاصل کرنے میں کافی وقت لگ سکتا تھا۔ اتنی دیر میں میں دس میل آگے جا چکا تھا۔ مادام اسے بتا رہی تھی کہ میری بُو کس طرف دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ماسٹر یوشے کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ سامان بھی ضروری تھا۔ وہ اسے چھوڑ کر میری طرف نہیں بڑھ سکتا تھا۔

میرا نصیب اچھے تھے کہ اسے دیر ہوتی جا رہی تھی اور مجھے بہت دور نکل جانے کی مہلت ملتی جا رہی تھی۔ جب وہ سامان لے کر کرائے کی کار کی طرف آیا تو ڈرائیور سے باتیں کرنے میں پندرہ منٹ گذر گئے۔ اس نے پنڈی سے ٹرنک کال کے ذریعے یہ خبر بھیجی تھی کہ ڈرائیور صرف ائیر پورٹ تک کار لے کر آئے۔ اس کے بعد وہ خود کار کو ہینڈل کرے گا۔ ڈرائیور نے اسے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں سمجھایا۔

"صاحب آپ ہوٹل چل کر بات کریں۔ ضروری کاغذات کی خانہ پُری کریں پھر یہ کار آپکو مل جائے گی۔"

ماسٹر یوشے کی جھنجھلاہٹ دیکھنے اور سمجھنے کے قابل تھی۔ وہ چاہتا تو خیال خوانی کے ذریعے ڈرائیور کو اپنا تابع فرمان بنا سکتا تھا۔ مگر اس طرح وہ کار کو غیر قانونی طور پر حاصل کرتا۔ کار اپنی مقررہ مدت پر ہوٹل نہ پہنچتی تو ماسٹر یوشے کے خلاف ایکشن لیا جاتا۔ وہ مجبور تھا

اسے ہوٹل تک جانا ہی پڑا۔

میں نے اطمینان کی سانس لی کچھ دیر کے لئے پھر اس شیطان سے پیچھا چھوٹ گیا۔ اب وہ واقعی صبر سے کام لے رہا تھا۔ جلد بازی چھوڑ دی تھی۔ وہ سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔

"مجھے جلد از جلد ایسی گاڑی حاصل کرنی چاہیئے جسے استعمال کرتے وقت قانون آڑے نہ آئے اس مقصد کے لئے ہوٹل پہنچ کر کسی احمق گاڑی والے کو پھانسنا ہوگا۔"

میں نے اس کے ہوٹل پہنچنے تک اس سے ذہنی رابطہ ختم کر دیا اور فریال کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ پولیس والے حشمت کو لے کر وہاں پہنچ گئے ہیں اور ممّی کی لاش کے پاس۔۔۔۔ ضروری کارروائیوں میں مصروف ہیں حشمت پولیس انسپکٹر سے کہہ رہا تھا

"جناب۔ اُس وقت میرا ذہن قابو میں نہیں تھا۔ پریشانی میں نہ جانے کیا کہہ گیا۔ دراصل میں صرف دو لاکھ روپے کے بھاگ رہا تھا۔ اس بوڑھی عورت کو فرہاد نامی ایک شخص نے قتل کیا ہے۔ وہ شخص فریال کا عاشق ہے۔"

فریال نے غصّے سے کہا۔

"یہ جھوٹا ہے خود کو بچانے کے لئے دوسروں پر الزام لگا رہا ہے۔ فرہاد صاحب میرے منگیتر ہیں۔ ممّی میری شادی اُن سے کرنا چاہتی تھیں۔ وہ کل رات کو پنڈی سے میرے ساتھ یہاں آئے ہیں۔ یہ حشمت بھی میرے ساتھ تھا۔ یہاں پہنچ کر فرہاد صاحب نے ہمارے ساتھ رات کا کھانا کھایا پھر ممّی کی کار لے کر میرے اور ممّی کے سامنے ہی رخصت ہو کر حیدر آباد چلے گئے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آج (شاید) کو واپس آجاتیں۔ وہ بیچارے جانتے بھی نہیں ہیں کہ میری ممّی کے ساتھ کیا ہو چکا ہے اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ میں اس دنیا میں تنہا رہ گئی ہوں تو وہ اپنی ساری مصروفیات چھوڑ کر یہاں چلے آئیں گے میں انہیں اطلاع بھی نہیں دے سکتی پتہ نہیں وہ حیدر آباد پہنچ کر کہاں رہیں گے۔"

حشمت نے ہاتھ نچا کر کہا۔

"یہ اپنے عاشق کو بچانے کے لئے غلط بیان دے رہی ہے۔ جب میں یہاں صبح پانچ بجے پہنچا تو ممّی یہاں گہری نیند سو رہی تھیں اور یہ اپنے عاشق کے ساتھ اپنے کمرے میں تھی۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔"

انسپکٹر نے سوال کیا۔

"دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس لئے تم فرہاد کو نہیں دیکھ سکے"

میں نے حشمت کے ذہن میں کہا۔

"جی ہاں۔"

انسپکٹر نے دوسرا سوال کیا۔

"بلہٰذا تم یہ یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ فرہاد فریال کے کمرے میں یا کوٹھی میں موجود تھا۔"

میں نے پھر حشمت کے ذہن میں کہا۔

"جی ہاں۔"

انسپکٹر نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بلہٰذا تم موقع غنیمت جان کر اس کمرے میں آئے اس بوڑھی عورت کو ہلاک کیا اور دو لاکھ روپے لے کر نکل گئے۔"

"جی ہاں۔"

حشمت میری سوچ کے مطابق جی ہاں۔ کہتا جا رہا تھا۔ انسپکٹر نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ حشمت کے دونوں ہاتھ ہتھکڑی میں جکڑے ہوئے تھے وہ سنبھل نہ سکا طمانچہ کھاتے ہی پیچھے کی طرف لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا۔ اب وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف خود بخود کس طرح اقبال جرم کر رہا ہے۔ میں نے اس کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"بیٹے یاد کرو تمہیں پہلے ہی بتایا گیا ہے کہ تمہارے اندر اب تمہارا ضمیر بول رہا ہے۔ اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو پوری طرح ہوش و حواس میں آکر اپنے قاتل ہونے کا اقرار کر لو۔ اب کسی طرح تمہاری جان نہیں بچے گی۔"

پولیس انسپکٹر اس کے سامنے کھڑا ہوا حقارت سے کہہ رہا تھا

"بیوقوف کے بچے۔ ایک تو تم نے قتل کیا دوسرے یہ کہ پاگل بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ تھوڑی دیر میں اپنا بیان بدلتے ہو۔ جب حوالات میں ڈنڈے پڑیں گے تو تمہارا سارا پاگل پن دور ہو جائے گا۔"

مجھے اطمینان ہو گیا کہ حشمت اب کسی طرح بچ نہیں سکے گا۔ میرے دو لاکھ روپے جو پولیس کی کسٹڈی میں جا چکے تھے۔ مجھے ان روپوں کی فکر نہیں تھی میں جانتا تھا کہ مقدمے کا فیصلہ ہونے کے بعد یہ روپے فریال کو مل جائیں گے۔ کیونکہ فریال یہ بیان دے رہی تھی کہ وہ روپے اس کی ممّی کے تھے وہ اس دولت کو بینکوں میں رکھنے کی بجائے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتی تھیں بیٹی نے ماں کو کئی بار سمجھایا کہ وہ روپے بینک میں محفوظ رہیں گے مگر وہ کسی کی نہیں سنتی تھیں انجام کار اس دولت کی خاطر اپنی جان گنوا بیٹھیں۔

فریال اتنی ذہانت سے بیان دے رہی تھی کہ وہ روپے بھی اسے مل جاتے اور مجھ پر بھی کوئی آنچ نہ آتی۔ ایک تعلیم یافتہ ذہین عورت کی رفاقت سے مرد کو بڑا حوصلہ ملتا ہے میں نے فریال جیسی حسین لڑکی کے ساتھ زندگی گذارنے کا فیصلہ کر کے غلطی نہیں کی تھی۔ وہ شریک سفر بنتے ہی یہ ثابت کر رہی تھی کہ وہ قدم قدم پر میرے لئے ڈھال بھی بن سکتی ہے اور میری امان میں بھی وہ سکتی ہے۔ میں نے خوش

ہو کر اس کے ذہن پر دستک دی۔

"ہیلو فریال۔ میں تمہارا فرہاد ہوں اور سوچ کے ذریعے تم سے مخاطب ہوں۔"

وہ گھبرا کر آس پاس کھڑے ہوئے پولیس کے آدمیوں کو دیکھنے لگی کہ کہیں کوئی میری آواز تو نہیں سن رہا ہے؟ پھر جلد ہی اسے اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ بھلا دماغ کے اندر ہونے والی باتیں کون سن سکتا ہے؟ وہ اتنے لوگوں کے درمیان خاموش رہ کر سوچ کے ذریعے گفتگو کرتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ اس نے اپنا سر تھام کر انسپکٹر سے کہا۔

"یہاں میری طبیعت گھبرا رہی ہے۔ کیا آپ مجھے میرے کمرے میں جا کر آرام کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟"

انسپکٹر نے اسے اجازت دے دی وہ تیزی سے پلٹ کر اس کمرے سے نکل گئی اور اپنے بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ میں نے کہا۔

"میری جان یہ تم نے اچھا کیا کہ تنہائی کا بہانہ ڈھونڈ لیا۔"

فریال نے اپنے کمرے میں پہنچ کر کہا۔

"فرہاد۔ آپ کو اپنے دماغ میں موجود پا کر عجیب سا لگ رہا ہے آپ نے مجھے کیسی عجیب سی سوچ کی نگری میں پہنچا دیا ہے۔ آپ سے دور رہ کر بھی دوری کا احساس نہیں ہوتا عورت یہی تو چاہتی ہے کہ اس کا چاہنے والا اس کے اندر موجود رہے۔"

"ہاں میں ہمیشہ تمہارے دماغ کی رگوں میں لہو کی طرح دوڑتا رہوں گا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تھوڑی دیر بعد پولیس والے قاتل کو گرفتار کر کے وہاں پہنچنے والے ہیں۔ اب میں تمہیں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ حشمت پولیس والوں کے سامنے کس طرح بیانات بدلتا رہا ہے اور کس طرح انسپکٹر کا طمانچہ کھا کر زمین پر گر پڑا تھا۔"

وہ بستر سے تکیے کو اٹھا کر اسے اپنے سینے سے لگا کر بھینچتے ہوئے بولی۔

"جان فریال۔ آپ جادوگر ہیں۔ آپ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہتی۔ آپ نے میرا بیان بھی سن لیا ہوگا۔ اگر کوئی غلطی کی ہو تو بتا دیتے؟"

"اگر تم کوئی غلطی کرتیں تو بیان دینے کے دوران ہی میں تمہیں ٹوک دیتا اور تمہاری رہنمائی کرتا۔ مگر تم واقعی ذہین ہو۔ میں تم پر فخر کرتا ہوں۔"

میری بات سن کر وہ خوش ہو رہی تھی۔ اور تکیے کو بدستور سینے سے لگا کر بھینچے جا رہی تھی۔ میں نے شرارت سے کہا۔

"وہ تکیہ ہے۔ میں نہیں ہوں....."

وہ اک دم سے جھینپ گئی۔ بوکھلا کر خلا میں یوں تکنے لگی جیسے مجھے دیکھتے ہوئے مخاطب کر رہی ہو۔

"کمال ہے میں تو یہ سمجھ رہی تھی کہ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے صرف انسان کی سوچ پڑھتے ہیں۔ مگر آپ تو ان کی حرکتیں بھی دیکھ لیتے ہیں۔"

"ہاں دماغ کی اسکرین پر اس وقت تم صاف طور سے نظر آ رہی ہو تم ذہن ہو اس نکتے پر غور کرو کہ انسان اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ دماغ حکم نہ دے تمہارا اٹھنا بیٹھنا ہاتھ پاؤں ہلانا۔ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ تمہاری سوچ ان کاموں کی تحریک پیدا نہ کرے۔ بہت ہی غیر محسوس طریقے سے دماغ بولتا جاتا ہے اور انسان اس کے مطابق حرکتیں کرتا جاتا ہے۔"

فریال نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں بھول گئی تھی کہ انسان کے دماغ میں پہلے کچھ کرنے کا خیال آتا ہے پھر وہ اسی خیال کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اب میں اچھی طرح سمجھ گئی کہ آپ نے حشمت کو بھی کس طرح انسپکٹر کا طمانچہ کھا کر گرتے دیکھا ہے۔ اس طرح تو آپ جب چاہتے ہوں گے۔ دوسرے انسانوں کی عجیب و غریب حرکتیں دیکھتے رہتے ہوں گے۔ کوئی آپ سے اپنے اندر کی بات چھپا کر نہیں رکھ سکتا۔ اللہ میں تو بڑی الجھن میں پڑ گئی ہوں۔"

"الجھن کیسی؟" میں نے پوچھا۔

"ہر عورت اپنے چاہنے والے سے بھی اپنے بہت سے نازک جذبوں کو چھپا کر رکھتی ہے۔ وہ ان کھٹے میٹھے جذبوں کو اپنی اداؤں سے ظاہر کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ مرد اس کی اداؤں کی زبان سن لے۔ مگر آپ تو خطرناک قسم کے چور ہیں۔ ادھر میں کچھ سوچوں گی اُدھر آپ سمجھ لیں گے۔ میں تو بڑی الجھن میں پڑ گئی ہوں۔"

میں اس کی باتیں سن کر ہنسنے لگا۔

"آپ کی سوچ کی لہریں بتا رہی ہیں کہ آپ میری باتوں پر ہنس رہے ہیں۔ اچھا بتائیے اس وقت میں کیا سوچ رہی ہوں؟"

"تم سوچ رہی ہو کہ اس وقت تکیہ کی جگہ میں آ جاؤں۔"

اس کی شرماتی لجاتی سوچ نے کہا۔

"آ جائیے نا....."

"دشمنوں سے نجات نہیں ملی ہے ورنہ تمہارے بولنے سے پہلے چلا آتا۔"

"آخر وہ دشمن کون ہیں مجھے بھی تو بتائیے۔"

میں اسے بتانے لگا۔ "میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے خطرناک دشمنوں کو نیچا دکھایا ہے لیکن اس بار جو دشمن ٹکرا رہا ہے وہ مجھ سے زیادہ ٹیلی پیتھی کے عالم ہے میں اس سے بچتا پھر رہا ہوں اس کی سوچ کی لہریں اتنی طاقتور اور شیطانی ہیں کہ اگر میرا دماغ اسکی گرفت میں آ گیا تو وہ مجھے بڑی آسانی سے اپنا غلام بنا لے گا اور مجھے محو مانہ زندگی گذارنے پر مجبور کرے گا اسی لئے میں نے اب تک یہی

کوشش کی ہے کہ وہ میرے دماغ تک نہ پہنچنے پائے۔ میں تمہیں یہ بات سمجھا دوں کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی کے دماغی سوچ تک کیسے پہنچتا ہے؟ دوسرے کی سوچ تک پہنچنے کے دو اہم ذرائع ہیں۔ پہلا ذریعہ انسان کی آنکھیں ہیں کیونکہ آنکھیں اکثر اندرونی جذبات کی چغلی کھاتی ہیں۔ دوسرا ذریعہ انسان کی گفتگو ہے۔ ایک شخص کی گفتگو کا جو لہجہ ہوتا ہے وہی اس کی سوچ کا بھی لہجہ ہوتا ہے وہ جس انداز میں سوچتا ہے اسی انداز میں بولتا ہے۔ میرا ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن انہی دو ذرائع سے میرے دماغ تک پہنچ سکتا ہے۔ اسی لئے میں اس کے آلہ کاروں کے سامنے اب تک گونگا بنتا رہا ہوں کیونکہ وہ اپنے آلہ کاروں کی سوچ کے ذریعے میری گفتگو اور میری سوچ کے لہجے تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔"

فریال نے تعجبی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"دشمن کی یہ حرکتیں آپ کے لئے جتنی خطرناک ہیں دوسرے سننے والوں کے لئے اتنی ہی دلچسپ ہیں۔ مجھے دلچسپی بھی ہوتی جا رہی ہے اور یہ سوچ سوچ کر اکتاہٹ بھی جا رہی ہوں کہ آپ کتنی پریشانیوں کا سامنا کر رہے ہیں۔ آپ کے دن رات کا سکون برباد ہو گیا ہے۔"

"یہ درست ہے کہ دشمن پریشانیوں میں مبتلا کر رہا ہے مگر مجھے تم سے کچھ سکون بھی مل رہا ہے۔ مصیبتوں کی دھوپ بھی ہے اور تمہاری زلفوں کی چھاؤں بھی اسی کا نام زندگی ہے۔ تم میری فکر نہ کرو۔ میں نے اس کے تمام آلہ کاروں کو ٹھکانے لگا دیا ہے اب ماسٹر یوشے خود ہی پریشان ہو کر مجھے اپنے قابو میں کرنے لئے اس ملک میں آ گیا ہے۔ میں اس کے ذہن میں جھانک کر دیکھ لیتا ہوں مجھے اس کے منصوبوں کا علم ہو جاتا ہے۔ اس بار وہ ایک بہت ہی خطرناک آلہ کار کو اپنے ساتھ لے کر آیا ہے اور وہ آلہ کار ایک عورت ہے۔"

فریال نے تعجب سے پوچھا۔

"عورت اور خطرناک؟"

"ہاں عورت معصوم اور بے حد کمزور ہوتی ہے۔ مرد کے تابع فرمان ہوتی ہے۔ مگر جب خطرناک بن جاتی ہے تو پیچھا نہیں چھوڑتی۔ ماسٹر یوشے اس عورت کو مادام کہتا ہے۔ مادام میں سونگھنے کی حیرت انگیز صلاحیت ہے۔ میں پچھلے دنوں مری کے ایک کالج میں لباس بدلتے وقت اپنا پرانا لباس چھوڑ گیا تھا۔ مادام نے اس لباس میں میری بو سونگھ لی ہے اس کے ذریعے وہ فضا میں میری بو سونگھتی ہوئی ماسٹر یوشے کو بتا دیتی ہے کہ میں کس سمت میں پایا جا سکتا ہوں۔ ماسٹر یوشے مجھے چہرے سے نہیں پہچانتا۔ لیکن مجھ تک پہنچنے کے لئے مادام ایک بہترین آلہ کار بن گئی ہے۔"

فریال میری باتیں بڑی حیرانی اور بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

"آپ جتنے عجیب و غریب ہیں اتنے ہی عجیب و غریب دشمنوں سے آپ کا سابقہ پڑ رہا ہے میری جان میں آپ کے لئے کیا کر سکتی ہوں؟"

"تمہاری محبت مجھے زندگی کی کتنی ہی لطافتوں کا احساس دلا رہی ہے۔ تم میرے تھکے ہوئے ذہن کی ایک زود اثر دوا ہو اس سے زیادہ تم اور کیا کر سکتی ہو؟"

"نہیں فرہاد میں ان عورتوں میں سے نہیں ہوں جو گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر صرف اپنے مرد کی پریشانیوں کا رونا روتی ہیں۔ مگر ان پریشانیوں کا حل تلاش نہیں کر سکتیں۔ میں اگر اپنی ذہانت کو استعمال کروں تو کیا آپ کے کام نہیں آ سکتی؟ دیکھئے میں ابھی سے کوشش کرتی ہوں۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ اس دشمن سے نمٹنے کے سلسلہ میں کس کمزوری کا شکار ہو گئے ہیں؟"

میں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"مادام کی صلاحیتوں نے مجھے وقتی طور پر کمزور بنا دیا ہے پہلے میں ماسٹر یوشے کے دوسرے آلہ کاروں کی آنکھوں میں جھانک کر یا ان کی باتیں سن کر ان کے دماغ کو چپکے چپکے اپنے کنٹرول میں لے لیتا تھا۔ پھر ماسٹر یوشے کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر انہیں ٹھکانے لگا دیتا تھا لیکن میں مادام کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا۔ میں نے کئی بار ماسٹر یوشے کی سوچ کے ذریعے مادام کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی تاکہ اس کی آنکھوں کے تاثرات مجھے اس عورت کی سوچ تک پہنچا سکیں۔ مگر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس کی آنکھوں پر آئی لینس چڑھا ہوا ہے۔"

"وہ عورت ماسٹر یوشے سے باتیں تو کرتی ہوگی؟"

فریال نے پوچھا۔

"ہاں! کسی اجنبی زبان میں باتیں کرتی ہے۔ اور اسی اجنبی زبان میں سوچتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سوا اسے کوئی دوسری زبان نہیں آتی۔"

میری بات سنتے ہی فریال سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اس نے جوشیلے انداز میں کہا۔

"اگر زبان کی بات ہے تو مجھے پہلے ہی بتانا چاہیے تھا۔ میں نے دس برس تک مشرق بعید کی معروف زبانوں کو پڑھا ہے۔ میں نے چودہ برس کی عمر میں میٹرک پاس کیا تھا۔ اب پچیس برس کی عمر تک میں نے چینی، جاپانی، ملائی اور تھائی زبانوں کو لکھنا پڑھنا اور بولنا سیکھا ہے۔ میرے ڈیڈی چاہتے تھے کہ میں بہت سی زبانیں سیکھ جاؤں۔ ڈیڈی نے جو لگن مجھ میں پیدا کی وہ اب بھی قائم ہے آپ مجھے بتائیں کہ مادام کون سی زبان بولتی ہے؟ اگر اس سے ایک

بار میرا سامنا ہو جائے تو میں اس کی زبان اور اس کی گفتگو کا ہجہ آپ تک پہنچا دوں گی۔"

اب میں حیرانی سے اپنی جانِ حیات کی باتیں سن رہا تھا میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی باصلاحیت محبوبہ میرے حصّے میں آئے گی۔ ایسے ہی وقت خدا کے سامنے بے اختیار سر جھک جاتا ہے کہ وہ ربّ کریم جد و جہد کرنے والوں کو کیسی کیسی سہولتیں فراہم کرتا رہتا ہے۔ وہی ہم انسانوں کو زندگی کی آگ میں جھونکتا ہے اور وہی پھولوں کی انجمن میں فریال جیسی رفیقہ تک پہنچا دیتا ہے۔ میں نے کہا۔

"فریال مجھے تمہاری صلاحیتوں کے متعلق جان کر اتنی خوشی حاصل ہو رہی ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ واقعی تم ایسی ہو کہ تم جیسی عقل نصیب والوں کو ہی ملتی ہے۔ میں جو تم پر فخر کرتا ہوں تو یہ بے جا نہیں ہے۔ مگر میں تمہیں یہ نہیں بتا سکتا کہ مادام کون سی زبان بولتی ہے۔ اتنا بتا سکتا ہوں کہ وہ ایک مغربی ملک سے آئی ہے اس کا ساتھی ماسٹر یوشے انگریز ہے۔ مادام کی قومیت اور اس کی زبان کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کوئی افریقی زبان بولتی ہے۔ میں مختلف زبانوں کی شناخت نہیں کر سکتا۔ اس معاملے میں کچا ہوں۔"

فریال نے مجھے حوصلہ دیا۔

"آپ مایوس نہ ہوں۔ اگر آپ کسی طرح ایک بار مادام سے میرا سامنا کرا دیں تو میں اس کی کمزوریوں کو سمجھنے کی کوشش کروں گی۔"

"میں یہ نہیں کر سکتا۔ مادام سے سامنا کرانے کا مطلب یہ ہو گا کہ ماسٹر یوشے سے بھی تمہارا سامنا ہو گا۔ وہ شیطان تمہاری سوچ کے ذریعے سمجھ لے گا کہ تم سے میرا گہرا رشتہ ہے بلکہ تم میری بہت بڑی کمزوری بن چکی ہو۔ وہ مجھے ذہنی پریشانیوں میں مبتلا کرنے کیلئے تمہیں دماغی مریضہ بنا دے گا۔ اور میں یہ کسی طرح برداشت نہیں کر سکوں گا۔ تمہیں بچانے کے سلسلہ میں کوئی غلطی کر بیٹھوں گا نہیں فریال تم اس معاملہ میں بالکل الگ رہو۔"

وہ میری بات کا جواب نہ دے سکی اسی وقت ایک سپاہی نے آ کر کہا کہ ایسکوٹ صاحب اسے بلا رہے ہیں کیونکہ اس کی ممّی کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے لے جایا جا رہا ہے۔ وہ سپاہی کے ساتھ جاتے وقت سوچ کے ذریعے کہنے لگی۔

"میں تھوڑی دیر کے لئے جا رہی ہوں یہ پوچھنا تو بھول ہی گئی کہ اس وقت آپ کہاں ہیں اور دشمنوں سے کتنی دور ہیں اب واپس آ کر پوچھوں گی۔ اس وقت تک آپ کیا کریں گے؟"

"ابھی میں تمہارے دیئے ہوئے تحفے کو جیب سے نکال رہا ہوں سینٹ کی یہ شیشی کھول کر تمہارے وجود کی خوشبو کو یاد کرتا رہوں گا" یہ کہہ کر میں نے فریال کا دیا ہوا تحفہ جیب سے نکال لیا۔ وہ بہت ہی خوبصورت سے ڈیزائن کی شیشی تھی۔ ایسی نازک سی خم کھائی ہوئی جیسے عورت کا جسم ہوتا ہے۔

کار کی محدود فضا میں شیشی کھلتے ہی ایک نہایت لطیف سی خوشبو پھیلنے لگی۔ خوشبو میں فریال کے چیختے ہوئے بدن جیسی شدت بھی تھی اور نزاکت بھی تھی۔

میں شیشی پکڑے ہوئے تھا میرے اطراف پیار کی خوشبو بکھر رہی تھی۔ اس اَن دیکھی خوشبو کے ساتھ میرا ذہن اس کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کرنا چاہا۔ مگر وہ پولیس انسپکٹر سے باتوں میں مصروف تھی۔ میں نے ان کے درمیان مداخلت نہیں کی۔ چُپ چاپ اس شیشی کو دیکھنے لگا جہاں سے فریال کی یادیں بکھر رہی تھیں۔

اچانک ہی مجھے پھر اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ میں بڑی دیر سے دشمنوں کی طرف سے غافل ہو گیا تھا۔ وہ دونوں انٹرکان کے ڈیوی ٹاس کے ایک حصّے میں بیٹھے ہوئے کسی ایسے شکار کو تلاش کر رہے تھے جو ان کے لئے مفت میں ایک کار مہیا کر سکے۔ ماسٹر یوشے سومنگ پول میں غوطہ لگانے اور تیرنے والی نیم عریاں عورتوں کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ پچھلی رات کا جاگا ہوا ہے اور نیند کو بھگانے کے لئے نیند حرام کر دینے والی جوان حسینائوں کو دیکھ رہا ہے۔

اس نے سومنگ پول کی طرف سے نظریں ہٹا کر مادام سے کچھ کہا۔ اس کے جواب میں مادام ذرا سر اُٹھا کر فضا میں بُو سونگھنے لگی۔ میں ماسٹر یوشے کی سوچ کے ذریعے اس عورت کی حرکتیں دیکھ رہا تھا بُو سونگھنے کے دوران وہ کچھ پریشان ہو گئی تھی۔ دو چار بار ہر سمت سر گھما کر سونگھنے کے بعد اس نے پریشان ہو کر ماسٹر یوشے سے کچھ کہا۔ ماسٹر یوشے اپنی عادت کے مطابق اپنی زبان میں سوچ رہا تھا۔

"یہ کیا جادو ہے؟ فرہاد کہاں غائب ہو سکتا ہے؟ مادام ایک بار کسی کی بُو سونگھنے کے بعد اسے کبھی نہیں بھولتی۔ ہر انسان کے بدن کی ایک مخصوص بُو ہوتی ہے۔ کوئی بھی انسان اپنی بُو سے جُدا نہیں ہو سکتا پھر فرہاد اپنی بُو سے کیسے جُدا ہو گیا؟ اپنی اس بُو کو اس نے کہاں دفن کر دیا ہے؟"

وہ مادام سے اجنبی زبان میں پھر کچھ کہنے لگا۔ شاید اصرار کر رہا تھا کہ مادام میری بُو کو ڈھونڈنے کی کوشش کرے اور میں حیرانی سے اس سینٹ کی شیشی کو دیکھ رہا تھا جو فریال کی محبت بن کر میرے ہاتھوں میں آ گئی تھی۔ دوسرے لفظوں میں ایک ڈھال بن کر دشمنوں کا راستہ روک رہی تھی۔

چشمِ زدن میں یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ یہ فریال کی پیش کی ہوئی سینٹ کی شیشی کا کمال ہے۔ اس کمال کو سمجھنے کے لئے بُو کی خاصیتوں کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ یہ سبھی جانتے ہیں کہ ہر انسان کی اپنی ایک مخصوص بُو ہوتی ہے۔ مگر وہ اس قدر معمولی دھیمی اور دبی دبی سی ہوتی ہے

کہ حساس جانور ہی اسے سُونگھ سکتے ہیں یا ایک انسان بہت قریب سے دوسرے انسان کی بُو کو محسوس کرتا ہے۔ خصوصاً عورتیں اپنے مرد کی بُو کو بڑی جلدی پالیتی ہیں اور اس بُو کی انفرادیت کو نہیں بھولتیں۔ لیکن میں نے مادام جیسی پہلی عورت دیکھی تھی جو میلوں دُور سے اپنے شکار کی بُو سونگھ لیتی تھی۔

لیکن اب وہ بھی ناکام ہو گئی تھی۔ کیونکہ میرے بدن کی جو دھیمی دھیمی سی بُو تھی اس پر ایک تیز خوشبو حاوی ہو گئی تھی۔ جس طرح ہر بڑی طاقت خفی سی طاقت کو کچل دیتی ہے یا وقتی طور پر دبا دیتی ہے اسی طرح وقتی طور پر اس خوشبو نے میری بُو کی انفرادیت کو دبا کر چاروں طرف سے چھپا دیا تھا۔ قدرت کے ایسے اٹل اصولوں کو سمجھنے کے باوجود پہلے میرے دماغ نے کام نہیں کیا۔ مادام نے اچانک ہی اپنی حیرت انگیز صلاحیت کا مظاہرہ کر کے مجھے بدحواس کر دیا۔ اس وقت سے مجھے صرف یہی فکر تھی کہ میں دشمنوں سے کس طرح زیادہ سے زیادہ دُور رہ سکتا ہوں۔ اسی فکر نے مجھے خود حفاظتی کے دوسرے پہلوؤں پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ اب مجھے فریال کی محبت اور اس کی لاثانی خوشبو کا سہارا مل گیا تھا۔

میں اس وقت غصّے سے آگے جا کر رُک گیا تھا۔ اب اور آگے جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ کار کی محدود فضا میں بکھر جانے والی خوشبو مجھے فریال کی طرف جانے کے لئے کہہ رہی تھی۔ اب کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا میں مادام سے قریب رہ کر بھی ماسٹر یوشے سے نمٹ سکتا تھا۔ یہ سوچ کر میں نے کار کو واپس گھما لیا اور پیار کی منزل کی طرف بڑھتے ہوئے فریال کے ذہن میں جھانکنے لگا۔

وہ بار بار اپنی سوچ کے ذریعے مجھے پکار رہی تھی اور میری طرف سے جواب نہ پا کر پریشان ہو رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"سوری فریال! میں دشمنوں کی طرف متوجہ تھا اس لئے تم سے دماغی رابطہ قائم نہ کر سکا۔"

فریال نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "آپ خیریت سے تو ہیں؟ آپ کی طرف سے جواب نہ پا کر میرا دل گھبرا رہا تھا۔ کاش کہ میں بھی ٹیلی پیتھی جانتی اور آپ کے ذہن میں جھانک کر آپ کی خیریت معلوم کر لیتی۔"

"میری جان! میں خیریت سے ہوں اور بخیریت تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

"کیا سچ؟" وہ ایک دم سے مسرتوں کے ہجوم میں گھر گئی۔

"ہاں۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ وہاں پولیس والوں کا کام مکمل ہو لیا یا نہیں؟"

"ہاں۔ وہ لوگ ممّی کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے لے گئے ہیں۔ شام سے پہلے ان کی لاش واپس نہیں ملے گی۔ میں یہاں تنہا ہوں۔ میری عجیب حالت ہے۔ آپ کو پانے کی خوشی بھی ہے اور ماں کے بچھڑ جانے کا غم بھی۔ مگر آپ ہر لمحے اپنی [illegible] حیرت انگیز صلاحیتوں سے اس طرح چونکا دیتے ہیں اور اپنی ذات سے اس طرح چپکے رہنے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ ممّی کے بچھڑ جانے کا غم ہکا پڑ جاتا ہے۔"

"تم چونکانے والی بات کر رہی ہو۔ لیکن میں تمہیں یہ بتا دوں کہ اس بار تم نے مجھے چونکا دیا ہے۔"

"اچھا۔ وہ کیسے؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ مادام میری بُو سونگھ لیتی ہے مگر جس طرح دو بالو ہے کو کاٹتا ہے اسی طرح تم نے ایک عورت ہو کر دوسری عورت کی صلاحیت کو کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ تم نے جو خوشبو تحفے کے طور پر دی تھی، اس خوشبو کے ہجوم میں میرے بدن کی بُو چھپ گئی ہے۔ اب مادام پریشان ہو کر چاروں طرف سونگھ رہی ہے اور مجھے نہیں پا رہی ہے۔"

"کیا واقعی؟" وہ حیرانی سے کہنے لگی۔ "یہ کیسی عجیب سی بات ہے۔ میں نے یہ سوچ کر وہ تحفہ نہیں دیا تھا کہ وہ آپ کے لئے ڈھال بن جائے گا۔ قدرت کے تماشے بھی عجیب ہیں۔ اب میری سمجھ میں بھی آ گیا ہے، ہم خوشبو اسی لئے لگاتے ہیں تاکہ پسینے کی بُو چھپ جائے۔ اور ہماری شخصیت میں ایک نئی خوشبو پیدا ہو جائے۔ مگر میرے دماغ میں ایک بات کھٹک رہی ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"جس جگہ آپ کی بُو چھپ گئی تھی کیا اسی جگہ مادام نے میری وہی ہوئی خوشبو سے پتہ نہیں لگایا ہو گا کہ ٹھیک اسی سمت آپ دوسری خوشبوؤں میں نہا گئے ہیں؟"

"تم نے بہت اچھا سوال کیا ہے۔ مادام سُونگھنا چاہے تو ہر طرح کی بُو کو سونگھ سکتی ہے۔ لیکن چوبیس گھنٹے میں دُنیا کی کتنی ہی عورتیں اور کتنے ہی مرد طرح طرح کی خوشبو لگاتے رہتے ہیں۔ جو خوشبو میرے بدن پر ہے، وہی خوشبو نجانے دُنیا کے کتنے لوگوں کو معطر کر رہی ہو گی۔ لہٰذا صحیح تک پہنچنے کے لئے میری ہی مخصوص بُو کو پانا بہت ضروری ہے اور وہ بُو وقتی طور پر گُم ہو چکی ہے۔"

فریال خوشی سے نہال ہو رہی تھی۔ دشمنوں سے چھپنے کے لئے مجھے غیر متوقع طور پر ایسا سہارا مل گیا تھا کہ ہم دونوں بار بار خدا کا شکر ادا کر رہے تھے۔ فریال نے کہا۔

"اب میں سمجھ گئی آپ اسی لئے بڑے اطمینان سے میرے پاس چلے آ رہے ہیں۔ مگر یہ خوشبو کب تک آپ اپنے بدن پر چھڑکتے رہیں گے؟"

میں نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "یہی میں بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں جتنی مقدار میں ابھی خوشبو لگا رکھی ہے وہ میری بُو پر کتنی دیر تک اثر انداز رہے گی یہ میں گھڑی دیکھ کر معلوم کروں گا۔ ساتھ ہی ماسٹر یوشے کے ذہن میں بھی جھانکتا رہوں گا تاکہ اس کے ذریعے پتہ چل جائے کہ مادام میری بُو کو کتنی دیر بعد پا [illegible]

"پھر تو آپ کو اُن ہی کی طرف دھیان دینا چاہیئے۔"

"ہاں۔ مگر میرا دھیان تو تمہاری ہی طرف چلا جاتا ہے۔ اب بتاؤ میں اپنے دل و دماغ کو کیسے سمجھاؤں؟"

پہلے تو وہ مُسکرائی۔ پھر اچانک ہی سنجیدہ ہو کر بولی۔ "یہ سوچ کر مجھے عجیب سی خوشی کا احساس ہوتا ہے کہ آپ صرف میرے لئے سوچتے ہیں اتنی مصروفیتوں اور اتنے خطرناک دشمنوں میں گھر کر رہنے کے باوجود آپ کا دھیان میری طرف لگا رہتا ہے لیکن فی الحال یہ ہم دونوں کے لئے مناسب نہیں ہے۔ آپ فوراً ہی دشمنوں کی طرف توجہ دیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تم سے تھوڑی دیر کے لئے رابطہ ختم کرتا ہوں۔"

لیکن رابطہ توڑنے سے پہلے میں ذرا دیر تک اس کی سوچ کو پڑھتا رہا۔ اس نے مجھے منع کیا تھا کہ میں اس کے متعلق نہ سوچوں لیکن یہ سوچ کردہ خوشی سے جھوم رہی تھی کہ میں ہر لمحے اسی کے متعلق سوچتا رہتا ہوں۔ میں مُسکراتے ہوئے ماسٹر لوشے کے دماغ میں جھانکنے لگا۔

وہ دونوں ابھی تک ڈیمی ٹاس کے ایک حصّے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ماسٹر لوشے مادام کی زبان میں اس سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ زبان تو میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اتنا اندازہ ضرور ہو گیا کہ وہ دونوں کسی خاص موضوع پر بحث کر رہے ہیں۔ جب کسی کی زبان سمجھ میں نہ آتی ہو تو اس کی حرکتوں سے معلوم کرنا چاہیئے کہ وہ کس قسم کی باتیں کر رہا ہے؟ اس سلسلے میں وقت اور ماحول کو بھی مدِنظر رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ انسان وقت کے مطابق کوئی سی بھی بات سوچتا ہے۔ اس وقت میری بُو نے انہیں پریشان کیا ہوا تھا۔ لہٰذا میں نے اندازہ لگایا کہ وہ بُو کی خاصیتوں پر بحث کر رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد مادام ــــ پھر ذرا سر اُٹھا کر چاروں طرف سُونگھنے لگی۔ اس کے بعد ماسٹر لوشے کے سامنے نفی میں سر ہلا دیا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ خوشبو نے ابھی تک مجھے چھپا رکھا تھا۔ یہ کب تک میری بُو پر حاوی رہے گی؟ اسے بڑی توجہ سے سمجھنا ضروری تھا۔ میں پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ کار کے تمام شیشے چڑھا دیئے تھے۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گزرنے والے ہوا کے جھونکے اس خوشبو کو کب کا اُڑا کر لے جاتے۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ مجھے خوشبو لگا کر زیادہ دیر کھلی فضا میں نہیں رہنا چاہیئے۔ اگر میں بند کار یا بند کمرے میں رہوں تو خوشبو دیرپا ہو گی۔

ایک گھنٹے کے بعد میں نے فریال کی سوچ میں کہا کہ میں اس کی کوٹھی کے قریب پہنچ رہا ہوں۔ ذرا سی دیر میں وہ کار کا ہارن سُنے گی۔ وہ خوشی سے اُچھل پڑی اور اپنے کمرے سے نکل کر دوڑتی ہوئی باہر آ گئی۔ میں ہارن دیتا ہوا کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوا۔ نے دُور ہی سے دیکھا۔ اسے خوشی کے اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ میں کار سے اُتر کر اس کی طرف بڑھا۔ وہ بھی دوڑتی ہوئی میری طرف آئی۔ میں نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے اور اسے اپنی گرفت میں سمیٹ لیا۔

"ان بازوؤں میں آ کر کتنا سکون ملتا ہے۔" وہ سوچ رہی تھی۔ "سکون اس لئے ملتا ہے کہ عورت کے لئے اس سے زیادہ اہم اور اس سے زیادہ مستحکم کوئی پناہ گاہ نہیں ہوتی۔ طویل انتظار کے بعد تو یہاں اور بھی آرام ملتا ہے۔ تشنگی مٹ سی جاتی ہے اور دل طمانیت کے احساس سے بھر جاتا ہے۔"

عورت جب اپنے مرد کے متعلق سوچتی ہے تو سوچتے وقت صرف اس کے اپنے خود غرض جذبات نہیں ہوتے۔ اگر ہوتے تو فریال صرف اپنے ہی جذبات اور احساسات میں ڈوبی رہتی مگر اس نے میری فکر میں فوراً ہی سر اُٹھا کر پوچھا۔

"دشمن کیا کر رہے ہیں؟"

میں نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ "تم انہیں یاد کر رہی ہو۔ میں تو سب کچھ بھول گیا ہوں۔"

"آپ تو دیوانے ہیں مگر میں اتنے ہوش میں ہوں کہ وقت کی نزاکت کو سمجھ سکتی ہوں۔ اب آپ پہلے دشمنوں کی خبر لیں۔ اس کے بعد میرے قریب آئیں۔"

"اچھی بات ہے میں دشمنوں کی خبر لینے جا رہا ہوں۔"

میں شرارت سے واپس جانے کے لئے مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ جلدی سے دوڑتی ہوئی پھر میرے قریب آ گئی۔

"میں نے کب کہا تھا کہ آپ بے نفس بن جائیں۔ آپ محض مجھے پریشان کر رہے ہیں۔"

میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو اپنی گرفت میں لیکر قریب لاتے ہوئے کہا۔

"تم نے مجھے قریب آنے کے لئے منع کیا تھا لہٰذا تمہیں اس طرح قریب لانا پڑا۔"

اس نے ہنستے ہوئے میرے سینے میں مُنہ چھپا لیا۔ اس کا چہرہ چھپا ہوا تھا مگر اس کی ریشمی زُلفیں میرے نتھنوں کے قریب تھیں۔ میں ذرا جھک کر ان معطر زلفوں کو چُومنے اور سُونگھنے لگا۔ سُونگھتے وقت مجھے فریال کی نصیحت یاد آئی کہ مجھے اس دوسری سُونگھنے والی کی خبر لینی چاہیئے۔

فریال بھی اپنی مثال آپ تھی۔ میں غافل ہوتا تو وہ خطرے کی بُو سُونگھ لیتی تھی۔ اس نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ مجھے دشمنوں کی خبر لینا چاہیئے۔ اس وقت مادام میری بُو سونگھ رہی تھی اور شاید ماسٹر لوشے کو بتا رہی تھی کہ میری بُو بہت قریب ہے اور اسی شہر میں ہے میں ... کا بازو پکڑ کر کوٹھی کی طرف بھاگتے ہوئے کہا۔

"اندر چلو۔ وہ کُتیا میری بُو سونگھ رہی ہے۔"

فریال میرے ساتھ اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "وہ کتے کی اولاد مرتی بھی نہیں ــــ ایسا کب تک ہو گا؟"

"فکر نہ کرو۔ وقتی طور پر محفوظ رہنے کا ایک سہارا مل گیا ہے۔ اب میں اطمینان سے بیٹھ کر اس سونگھنے والی کی ناک کاٹنے کا منصوبہ بناؤں گا۔"

بیڈ روم کے دروازے پر پہنچ کر میں نے سینٹ کی شیشی نکالی۔ اور اپنے لباس پر اس کی خوشبو اچھی طرح چھڑک لی۔ پھر بیڈ روم میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ اس وقت ماسٹر لوشے کی سوچ بتا رہی تھی کہ مادام پھر پریشان ہو گئی ہے اور چاروں طرف سُونگھ رہی ہے۔ ماسٹر لوشے اس سے کچھ کہتا ہوا وہاں سے اُٹھ گیا اور ڈیمی ٹاس سے باہر جانے لگا۔ یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ وہ میری تلاش میں نکل رہا ہے۔ کیونکہ اسے دو اہم باتیں معلوم ہو چکی تھیں۔ ایک تو یہ کہ میں اسی شہر میں ہوں۔ دوسری بات یہ کہ میں کس سمت پایا جا سکتا ہوں۔

اس وقت اُس کے اُٹھنے کا مقصد یہ تھا کہ جلد از جلد کسی گاڑی کا انتظام کرے تاکہ دوبارہ میری بُو پاتے ہی وہ فوراً ہی بُو کی سمت چل پڑے۔ یہی سوچ کر وہ سوئمنگ پول کے پاس آ گیا تھا۔ وہاں وہ ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت کے چہرے کو باری باری تک رہا تھا اور ان کی سوچ کے ذریعے یہ معلوم کر رہا تھا کہ کس کے پاس بہترین گاڑی ہے اور وہ بہترین گاڑی والا اس کا بہترین آلۂ کار بن سکتا ہے یا نہیں؟

میں بیڈ روم میں آ کر فوم کے ملائم بیڈ پر لیٹ گیا۔ فریال نے مادام کے متعلق پوچھا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ اپنا توازن نہ سنبھال سکی

"توبہ ہے۔ ذرا صبر نہیں کرتے۔ پہلے میری بات کا جواب دیجئے۔ مادام کیا کہہ رہی ہے؟"

"میں گم ہو چکا ہوں تمہاری ریشمی بانہوں میں۔ مگر اسے علم نہیں ہے کہ یہ ریشمی بانہیں کہاں پائی جا سکتی ہیں۔ اب تم یہ بتاؤ یہاں تمہارے پاس کتنی خوشبوئیں ہیں؟"

"شنیل کی ایک شیشی اور ہے۔"

"... شیشیاں زیادہ سے زیادہ چوبیس گھنٹے کام دے سکیں گی۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ خوشبوئیں خرید کر اسٹاک کر لینی چاہئیں۔"

وہ خود کو میری گرفت سے چھڑا کر پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اُٹھتی ہوئی بولی۔ "ابھی چلئے۔ اس کام میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔"

"میرا باہر جانا مناسب نہیں ہے۔ کھلی فضا میں خوشبو جلد اُڑ جاتی ہے۔"

وہ اپنی الماری کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ "ٹھیک ہے آپ کو اسی کمرے میں بند رہنا چاہیئے۔ میں جا کر لے آتی ہوں۔"

اس نے الماری کھول کر اپنا پرس نکالا اور اس میں سے کرنسی نوٹ نکال کر گننے لگی۔ اس کے پرس میں صرف پانچ سو روپے تھے۔ میں نے کہا۔

"میرے پاس وہی دو لاکھ روپے تھے جو آپ پولیس والوں کی تحویل میں ہیں۔ میری جیب میں صرف سو روپے کا ایک نوٹ رہ گیا ہے۔"

اس نے کہا۔ "فی الحال پانچ سو روپے میں جتنا سینٹ ملے گا میں خرید کر لے آؤں گی۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔"

میں جانتا تھا کہ ممّی کیسی کنگال تھیں۔ فریال کے باپ نے جو بنک بیلنس چھوڑا تھا وہ اسے جوئے میں ہار گئی تھیں اور اپنے سر پر قرض کا بوجھ لاد کر اس دُنیا سے رخصت ہو گئی تھیں۔ فریال کے پاس وہی آخری پانچ سو روپے تھے اور وہ میری حفاظت کے لئے اپنی آخری پُونجی بھی خرچ کر رہی تھی۔ اگر ضرورت پڑتی تو وہ میرے لئے اس کوٹھی کو بھی فروخت کر سکتی تھی۔

میں اسے بڑے پیار سے دیکھتا رہا۔ وہ الماری بند کرنے کے بعد سنگھار میز کے پاس گئی۔ وہاں سے شنیل کی شیشی اُٹھا کر میرے پاس لے آئی۔ پھر اسے سرہانے کی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"اسے بھی احتیاطاً اپنے پاس رکھیں۔ پتہ نہیں کس وقت ضرورت پڑ جائے۔ میں ابھی دوسری خوشبو خرید کر لے آتی ہوں۔"

میں نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "جانے سے پہلے مجھے بھی اپنی خوشبو میں گم کر دو۔ تاکہ میں اپنے آپ کو بھول جاؤں۔"

"جی نہیں۔ آپ خود کو گم کر دیں گے تو دشمنوں کی خبر کون لے گا؟"

"میں نے آتی خوشبو چھڑک لی ہے کہ تمہاری واپسی تک مادام مجھے نہیں پا سکے گی۔"

وہ مُسکراتی ہوئی

کمرے سے باہر چلی گئی۔ جاتے وقت اس نے احتیاطاً دروازے کو بند کر دیا تھا۔ میں چند لمحوں تک خاموش پڑا اس کے پیار کی لذت کو محسوس کرتا رہا۔ ایسے احساس کے وقت آس پاس کی دُنیا بالکل یاد نہیں رہتی۔ اگر کوئی مداخلت کرے تو اُسے کچا چبا جانے کو جی چاہتا ہے۔ فی الحال میں ماسٹر لوشے کو چبا نہیں سکتا تھا۔ اس کی طرف متوجہ ہونا ضروری تھا۔

اس نے کسی گاڑی والے کو پھانسنے کے لئے مادام کو سوئمنگ پول کے دوسری طرف بھیج دیا تھا۔ اس وقت وہ ایک نوجوان کو مخاطب کر رہی تھی۔ ماسٹر لوشے کے ذریعے مجھے پتہ چل رہا تھا کہ وہ نوجوان مادام کی زبان نہیں

سمجھ رہا ہے۔ ماسٹر لیوشے مادام کے ذریعے اس نوجوان کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ نوجوان، مادام کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

"اس کی رنگت سانولی ہے۔ مگر بڑا زرخیز بدن ہے۔ آنکھ والے اسے دیکھے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بہت کم حسینائیں ایسی ہوتی ہیں جن کا بدن خامیوں سے دیکھنے والوں کو پکارتا ہے۔ مگر پتہ نہیں یہ کس ملک سے آئی ہے۔ اس کی زبان سمجھ میں نہیں آ رہی اور یہ انگریزی بھی نہیں سمجھتی ہے۔"

ماسٹر لیوشے نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اگر یہ سانولی حسینہ مجھے مل جائے تو سب سے پہلے اسے کہاں لے جانا چاہیئے؟"

اس نوجوان کی سوچ نے کہا۔

"اور کہاں لے جاؤں گا۔ ایسی حسیناؤں کے لئے تو میں نے ایک فلیٹ لے رکھا ہے۔ میرے پاس اپنی کار بھی ہے۔ میں اسے پورے کراچی کی سیر کراؤں گا۔ مگر اس کی تو زبان ہی سمجھ میں نہیں آتی۔ اتنا پتہ چل گیا ہے کہ یہ میری شخصیت سے متاثر ہو کر میرے پاس آئی ہے۔"

اس کی سوچ کے دوران ماسٹر لیوشے آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ اس کے قریب آتے ہی مادام نے اس سے کچھ کہا۔ اس کے جواب میں ماسٹر لیوشے مسکراتے ہوئے اس نوجوان سے کہنے لگا۔

"مسٹر۔۔۔ یہ ملائشیا کی رہنے والی ہے۔ سیاحت کی غرض سے یہاں آئی ہے۔ مگر اپنی زبان کے سوا کوئی دوسری زبان نہیں جانتی۔ یہ آپ سے پوچھ رہی ہے کہ آپ اس کے دوست بننا پسند کریں گے؟"

نوجوان نے خوشی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ضرور ضرور۔ میرا نام کمال احمد ہے۔ مجھے تم سے دوستی کر کے خوشی ہوگی۔"

ماسٹر لیوشے کمال کی باتیں مادام کو سمجھا رہا تھا۔ کمال نے مادام سے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو مادام کی مڑی ہوئی انگلیاں دیکھ کر چونک گیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ہتھیلیوں کی طرف اس طرح مڑی ہوئی تھیں کہ وہ جانور کے پنجے نظر آتے تھے۔ کمال نے حیرانی کا اظہار کیا تو ماسٹر لیوشے مادام کی زبان میں اس کی حیرانی کا ترجمہ کرنے لگا پھر اس نے مادام کا جواب سنایا۔

"یہ کہتی ہے کہ بچپن میں اسے کوئی بیماری ہو گئی تھی۔ اس بیماری کے دوران یہ انگلیاں آپ ہی آپ مڑ گئی تھیں۔ اس کے بعد سیدھی نہ ہو سکیں۔"

پھر ماسٹر لیوشے نے نوجوان کی طرف گھوم کر اور معنی خیز انداز میں ایک آنکھ دبا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر کمال! ان انگلیوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو پھر اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ یہ سر سے پاؤں تک پٹاخہ ہے۔ مجھے مشرق کا سانولا حسن پسند ہے۔ میں صاف گوئی کا عادی ہوں۔ اگر تم بھی میری طرح یہ ذوق رکھتے ہو تو اسے تعارف کے بہانے کہیں لے چلو۔ ہم دونوں کا بھلا ہوگا۔"

نوجوان نے خوش ہو کر کہا۔ "ہاں۔ اس نیک کام میں مجھے تمہاری ضرورت ہوگی۔ کیونکہ تم اس حسینہ کی زبان سمجھتے ہو۔ مگر اس سے پوچھو کہ یہ کیا چاہتی ہے؟"

ماسٹر لیوشے مادام سے پوچھنے لگا۔ اور مادام اسے بتانے لگی کہ کیا چاہتی ہے۔ دونوں بہت ہی عمدہ ڈرامہ پلے کر رہے تھے۔ ماسٹر لیوشے نے کہا۔

"اس حسینہ کا نام سونیا ہے۔ یہ اپنی بے زبانی سے گھبرا گئی ہے۔ مجھے پا کر خوشی کا اظہار کر رہی ہے کہ میں اس کی زبان سمجھتا ہوں۔ یہ تمہاری طرح مجھے بھی اپنا دوست بنانا چاہتی ہے۔ تاکہ ہم تینوں دوستوں کی طرح کہیں تفریح کے لئے جا سکیں۔"

نوجوان نے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ میں اپنی کار میں تمام تفریح گاہوں کی سیر کراؤں گا۔"

ماسٹر لیوشے نے مادام کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے اس نوجوان سے کہا۔

"مسٹر کمال! دانشمندی یہ ہے کہ ہم پہلے سونیا کو ایسی جگہ لے جائیں جہاں بالکل تنہائی ہو، شراب ہو اور سونیا کا شباب ہو۔ اس کے بعد دوستی اور مستحکم ہو جائے گی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے کار کے پاس آ گئے۔ ماسٹر لیوشے کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ مادام سونیا کمال کو بہلانے کے لئے اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پھر کمال نے کار اسٹارٹ کی اور اپنے فلیٹ کی طرف جانے لگا۔

میں سمجھ گیا کہ فلیٹ کی چار دیواری میں ماسٹر لیوشے کو تنہائی نصیب ہوگی تو وہ کمال کے ساتھ کس طرح پیش آئے گا اور کس طرح اسے ذہنی طور پر اپنا غلام بنا لے گا۔ میں یہ تماشے بارہا دیکھ چکا تھا اور اس کے اداکاروں کے ساتھ خود بھی یہ تماشے کر چکا تھا۔ لہٰذا میں نے یہ سوچ کر ان سے رابطہ ختم کر دیا کہ ماسٹر لیوشے جب کمال کی گاڑی حاصل کر لے گا تو پھر میں ان کی طرف توجہ دوں گا۔

اُن سے رابطہ ختم کرنے کے بعد میں فریال کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ وہ ایک دُکان پر پہنچ گئی تھی۔ دُکان کا مالک اس سے باتیں کر رہا تھا اور اسے سینٹ کی مختلف شیشیاں دکھا رہا تھا۔ وہ ہر سینٹ کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہا تھا۔ میں اس باتونی دُکان کے مالک کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ اس کے دماغ میں کچھ تھا اور زبان سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اس نے فریال کے سامنے تمام غیر ملکی شیشیاں رکھی تھیں لیکن

ان میں دیسی خوشبو بھری ہوئی تھی اور اتنی خوبصورتی سے ان کی پیکنگ کی گئی تھی کہ عام خریدار غیر ملکی خوشبو سمجھ کر دھوکہ کھا جاتے۔ دُکان میں اور بھی بہت سے گاہک تھے۔ وہ دُکاندار سبھی سے جھوٹ بول رہا تھا اور ان سے کئی گنا دام وصول کر رہا تھا۔

میں نے بھی سوچ لیا کہ اس بے ایمان سے بے ایمانی کروں گا اور اسے خوشبو کا ایک پیسہ نہیں دوں گا۔ میں نے فریال کے دماغ پر دستک دی۔

"ہیلو فریال۔۔۔۔!"

وہ ایک دم سے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ میں نے اسے سمجھایا۔ "میری جان! اس طرح چونکا نہ کرو۔ دیکھنے والے کیا سوچیں گے؟"

"اوہ سوری۔ میں کسی خوشبو کا انتخاب کرنے میں اس قدر گم ہو گئی تھی کہ آپ کے اس طرح مخاطب کرنے کے انداز کو بھول گئی تھی۔ اب نہیں بھولوں گی۔"

"میں نے تمہیں یہ بتانے کے لئے مخاطب کیا ہے کہ دُکاندار بے ایمان ہے۔ تمہارے سامنے جتنی بدیسی شیشیاں رکھی ہوئی ہیں، ان سب میں دیسی سینٹ ہے۔"

"کیا آپ اتنی دُور سے خوشبو بھی سُونگھ لیتے ہیں؟"

"نہیں جان! تم دماغی غور پر حاضر نہیں ہو، ورنہ یہ سمجھ لیتیں کہ میں نے تمہارے ذریعے اس دُکاندار کی سوچ کو پڑھ لیا ہے۔ بہرحال دیسی خوشبوئیں ہی سہی، کام چلانے کے لئے وہی لے آؤ۔ مگر اس کا ایک پیسہ نہ دینا۔"

"قیمت ادا کئے بغیر میں کیسے لا سکتی ہوں؟"

"تم چپ چاپ کھڑی رہو۔ وہ شیشیاں پیک کرنے کے بعد تم سے ایک پیسہ نہیں مانگے گا۔"

فریال کو یہ ہدایت دے کر میں دُکاندار کی سوچ کو گرفت میں لانے لگا۔ وہ کاؤنٹر کے پیچھے بوکھلا کر سوچنے لگا۔

"میں نے کس گاہک سے پیسے لئے ہیں اور کس سے نہیں لئے ہیں؟ کسے مال دیا ہے اور کسے نہیں دیا ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"وہ جو خوبصورت سی لڑکی کھڑی ہے، میں نے اس سے تین ہزار لئے ہیں۔ یہ سیلز مین کتنی دیر سے کھانے کے لئے گیا ہے۔ اگر وہ ہوتا تو اتنے گاہکوں کے درمیان میں اس طرح اُلجھ کر نہ گڑبڑاتا۔"

دکاندار میز کی دراز کھول کر دیکھنے لگا تاکہ اسے پیسوں کا حساب مل جائے۔ مگر وہاں دراز میں صبح سے کتنے ہی سو اور پچاس کے نوٹ پڑے ہوئے تھے۔ اگر وہ حساب کرنے بیٹھتا تو دوسرے تمام گاہک پریشان کرنے لگتے۔ اس نے سوچا۔

"اتنی جلدی آمد و خرچ کا حساب کرنا مشکل ہے۔ بہتر ہے کہ میں اس لڑکی سے ہی پوچھ لوں کہ اس نے مجھے کتنے روپے دیئے ہیں۔"

میں نے فوراً ہی فریال کو سمجھایا۔

"دیکھو فریال! میں تم سے جو کہوں، تم دُکاندار کو وہی جواب دینا۔ چہرے سے کبھی گھبراہٹ ظاہر نہ کرنا۔"

میں نے اتنا ہی سمجھایا تھا کہ دکاندار فریال کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اس نے پوچھا۔

"آپ نے مجھے کتنے روپے دیئے ہیں؟"

"تین ہزار۔" میں نے فریال کی سوچ میں کہا۔ فریال کی زبان نے بھی وہی رقم بتائی۔ اس کی سوچ مجھ سے کہہ رہی تھی۔

"غضب خدا کا۔ آپ مجھے اتنا بڑا جھوٹ بولنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ کیا یہ دُکاندار یقین کر لے گا؟"

میرے جواب دینے سے پہلے ہی دُکاندار نے سر ہلا کر یقین کر لیا۔ کیونکہ اس کی سوچ میں پہلے ہی یہ بات آ گئی تھی کہ لڑکی نے تین ہزار دیئے ہیں۔ پوچھنے پر لڑکی نے بھی یہی رقم بتائی تھی۔ اس طرح اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ فریال اسے تین ہزار روپے ادا کر چکی ہے۔

دُکاندار سینٹ کی دو شیشیاں پیک کرتے ہوئے سوچنے لگا۔

"لڑکی بہت بھولی بھالی ہے۔ ان دو شیشیوں کی قیمت پانچ سو روپے سے زیادہ نہیں ہے۔ ان خوشبوؤں پر میں نے بدیسی لیبل لگا کر اس سے ڈھائی ہزار روپے زیادہ لئے ہیں۔"

میں نے دکاندار کی سوچ میں کہا۔ "بے چاری کتنی معصوم ہے اتنی حسین اور معصوم لڑکی کو دھوکہ دینے کا جی نہیں چاہتا۔"

اس کی سوچ نے چونک کر کہا۔

"ہائیں! یہ کیا سوچ رہا ہوں میں؟ دھوکا نہیں دوں گا تو منافع کیسے حاصل کروں گا؟"

میں نے اس کی سوچ میں سمجھایا۔

"میں ہر شیشی پر دس گنا منافع حاصل کرتا ہوں۔ اگر ایک لڑکی سے دھوکہ نہیں کروں گا اور ایمانداری سے پیسے لوں گا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مجھے اپنے پانچ سو رکھ کر اسے ڈھائی ہزار روپے واپس کر دینے چاہئیں۔"

"نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ میں آئے ہوئے ڈھائی ہزار واپس کر دوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔"

"اگر میں نے اس معصوم لڑکی کو صحیح قیمت پر مال نہیں لیا اور اس کے ڈھائی ہزار روپے واپس نہیں کئے تو میرا بہت بڑا نقصان ہو گا۔ یہ اچانک ہی میرے ہاتھ کیوں کانپ رہے ہیں؟ ارے میرے ہاتھ سے شیشیاں چھوٹ رہی ہیں؟"

اچانک اس کے ہاتھ سے شیشیاں چھوٹ کر گر پڑیں۔ وہ ان خوبصورت شیشیوں کو دو بہت ہی خوبصورت مخملی کیسز میں رکھنے جا رہا تھا مگر رکھنے سے پہلے ہی وہ فرش پر گر کر ٹوٹ گئیں۔ وہ پریشان ہو کر فریال کی طرف دیکھنے لگا۔ ابھی اسے دماغ نے سمجھایا تھا کہ وہ نقصان اُٹھائے گا اور نقصان کی ابتدا ہو چکی تھی۔

دُکاندار نے بے یقینی سے سر جھٹک کر دل ہی دل میں کہا۔

"واہ! یہ بھی کوئی یقین کرنے کی بات ہے۔ یہ شیشیاں تو اتفاقاً

ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی ہیں۔ یہ لڑکی آسمان سے اُتر کر تو نہیں آئی ہے کہ اسے دھوکا دینے سے میرا نقصان ہو جائے گا۔"

اس نے فریال کے لئے دوسری دو شیشیاں اٹھائیں تو ان نے اس کے دماغ میں ہلچل مچا کر وہ شیشیاں بھی گرا دیں۔ وہاں کھڑے ہوئے سارے گاہک اُسے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا۔

"بڑھاپے سے ہاتھ کانپ رہے ہیں، نازک سی شیشیاں اٹھائی نہیں جاتیں۔ بڑے میاں! اتنی بڑی دُکان ہے، اس کام کے لئے کوئی ملازم رکھ لو۔"

بڑے میاں اس بار واقعی گھبرا گئے تھے اور یقین کر لیا تھا کہ اس لڑکی کے ساتھ ایمانداری کا سودا نہ کیا تو اور زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اس نے آگے بڑھ کر فریال سے کہا۔

"بی بی! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تم ذرا ادھر چلو۔ وہاں اپنی پسند کی شیشیاں خود ہی اُٹھا کر رکھ لینا۔"

میں نے فریال سے کہا کہ وہ بلا جھجک اس کے ساتھ چلی جائے وہ دُکان کے دوسرے حصّے میں چلی گئی۔ وہاں سے دوسرے گاہک نظر نہیں آ رہے تھے۔ دُکاندار نے اپنی جیب سے تین ہزار روپے نکالتے ہوئے کہا۔

"بی بی! تم اپنے یہ پورے تین ہزار روپے رکھو اور اپنی پسند کی خوشبو بھی لے جاؤ۔ مگر خدا کے لئے یہاں سے جلدی چلی جاؤ۔ جب سے تم آئی ہو میں نقصان اُٹھا رہا ہوں۔"

میں نے فریال سے کہا کہ وہ تین ہزار لے کر رکھ لے اور سینٹ کی شیشیاں بھی لے آئے۔ وہ میری ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگی۔ اس کے بعد میں نے رسٹ واچ کو دیکھا۔ ماسٹر لوشے اور رادام کو کمال احمد کے ساتھ گئے ہوئے آدھ گھنٹہ گزر چکا تھا۔ میں نے ماسٹر لوشے کے ذہن میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ کمال احمد کے فلیٹ میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں کمال نے ان کے لئے وہسکی مہیا کی تھی اور ماسٹر لوشے اس کی دی ہوئی وہسکی کا مزہ چکھتا ہوا اُسے دوستی کا مزہ چکھا رہا تھا۔ یعنی کمال احمد کے ذہن میں ہلچل مچانی شروع کر دی تھی۔

کمال احمد کا بُرا حال تھا۔ اسے ذرا سی سوچنے کی مُہلت ملتی کہ آخر وہ ایسی اُلٹی سیدھی حرکتیں کیوں کر رہا ہے؟ مگر اس کے سمجھنے سے پہلے ہی ماسٹر لوشے اسے پھر پاگل پن پر مجبور کر دیتا تھا۔ کبھی وہ فرش پر لیٹ جاتا تھا کبھی اکڑوں بیٹھ کر مُرغے کی طرح بانگ دیتا تھا۔ کبھی رادام کے پاس بیٹھ کر اس کے پیروں کو چومنے لگتا تھا۔

کمال اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیوں ایسا کر رہا ہے؟ اس کا مزاج ایسا تھا کہ وہ کسی عورت کے قدموں میں بیٹھنے کو اپنی توہین سمجھتا تھا۔ لجایہ کہ اُن قدموں کو چوم رہا تھا۔

وہ بے چارہ مجبور تھا۔ وہ جسمانی طور پر زندہ تھا مگر اس کا دماغ مُردہ ہو چکا تھا اور اس کی جگہ ماسٹر لوشے کا دماغ آ گیا تھا جو ماسٹر کا دماغ کہہ رہا تھا، اسی کے مطابق کمال احمد کا جسم حرکتیں کر رہا تھا پھر ماسٹر لوشے نے اسے ذرا ڈھیل دے دی۔ وہ فرش پر بیٹھ کر اپنا سر سہلاتے ہوئے سوچنے لگا۔

"اب تک میں کیا کر رہا تھا؟ کیا میں پاگل ہو گیا تھا؟ یہ کیسا پاگل پن تھا کہ جس عورت کو اپنے قدموں میں جھکانا چاہتا تھا اسی کے قدموں کو چوم رہا تھا۔ لعنت ہے مجھ پر۔"

وہ غصّے سے مادام سونیا کو دیکھنے لگا۔ ماسٹر لوشے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر کمال! میں انسان کے دماغ پر بیٹھ کر حکومت کرتا ہوں۔ اب تک میں ہی تمہیں اس طرح ناچ نچا رہا تھا۔ بولو پھر نچاؤں؟"

کمال احمد نے گھبرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم کون ہو؟ کیا بلا ہو؟ شاید تم کالا جادو جانتے ہو؟"

"نہیں۔ سفید جادو جانتا ہوں جسے ٹیلی پیتھی کہتے ہیں۔"

"اوہ۔" کمال کا مُنہ حیرت سے کھل گیا اور وہ سہمی ہوئی نظروں سے ماسٹر لوشے کو دیکھنے لگا۔ ماسٹر لوشے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دیکھو۔ اب تم میرے قدموں میں آؤ گے اور اپنا رومال نکال کر میرے جُوتے صاف کرو گے۔"

"نہیں۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

اس نے چیخ کر کہا تو اچانک ہی اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا اور وہ پیچھے کی طرف گر پڑا۔ ماسٹر لوشے نے اس کی سوچ کی باگ ڈور سنبھال لی تھی۔ اب پھر ماسٹر لوشے کی سوچ کمال کی اپنی سوچ بن گئی تھی۔ اس سوچ کے مطابق وہ ماسٹر لوشے کے قدموں میں آ گیا تھا اور جیب سے رومال نکال کر اس کے جُوتے صاف کر رہا تھا۔ جُوتے صاف کرنے کے دوران ماسٹر لوشے نے پھر ڈھیل دے دی تھی۔

وہ ہوش میں آتے ہی ایک دم سے اُچھل کر ماسٹر لوشے کے قدموں سے دُور ہو گیا اور بڑی حیرانی اور پریشانی سے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے رومال کو دیکھنے لگا۔ جس سے وہ اپنا مُنہ صاف کرتا تھا۔ اس سے ایک شیطان کے جُوتے صاف کر رہا تھا۔ اس نے غصّے سے چیخ کر کہا۔

"شیطان کے بچے! یہ تم میرے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ یہ میں تمہیں دوست بنا کر یہاں لایا ہوں اور تم دشمنی کر رہے ہو۔ آخر میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

ماسٹر لوشے نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں تم سے دشمنی نہیں کر رہا ہوں۔ بلکہ اپنے کمالات دکھا کر تمہیں یہ سمجھا رہا ہوں کہ تم دماغی طور پر میرے غلام بن چکے ہو۔ اب تم میرا ہر حکم مانو گے۔ بولو کیا کہتے ہو؟ یہ غلام بن کر رہو گے یا حکم عدولی کرو گے؟"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم مجھے غلام کیوں بنانا چاہتے ہو؟ کیا ارادہ ہے تمہارا؟"

"ارادہ نیک ہے۔ مجھے اس اجنبی ملک میں تمہارے جیسے ایک آزمکار کی ضرورت ہے۔ تم اپنی گاڑی مجھے استعمال کے لئے دو گے اور میرے لئے اس ملک کی کرنسی مہیا کرو گے۔"

"یہ کام تو میں دوست بن کر بھی کر سکتا ہوں۔"

"نہیں۔ جسے میں غلام بنا سکتا ہوں اُسے دوست نہیں بناتا۔ ویسے بھی تم دوست بن کر اپنے ملک کے خلاف یا اپنے ملک والوں کے خلاف میرا کوئی حکم نہیں مانو گے۔ اس سے پہلے کہ تم انکار کرو، میں نے تمہارے سامنے چند نمونے پیش کر دیئے ہیں۔ حکم عدولی کی صورت میں، میں تمہیں اس سے بھی زیادہ ذلیل کروں گا۔ ابھی تم نے سونیا کے قدموں کو چُوما ہے۔ اگر غلام بننے سے انکار کرو گے تو میں تمہیں اس کے تلوے چاٹنے پر مجبور کر دوں گا۔"

اس نے گھبرا کر انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں۔ میرے دماغ سے اس طرح کھیلو۔ ایک عورت کے سامنے مجھے اس قدر ذلیل نہ کرو۔ میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔"

"شاباش۔ اب اُٹھو اور میرے سامنے کرسی پر بیٹھ کر وہسکی پیو۔ ہم بظاہر دوستوں کی طرح رہیں گے تاکہ دوسروں کو یہ شُبہ نہ ہو کہ یہ تمہیں ناجائز کام کے لئے مجبور کرتا ہوں۔"

کمال احمد اپنی جگہ سے اُٹھ کر کرسی پر بیٹھے ہوئے سوچنے لگا۔

"سُور کے بچے۔ ابھی تو مجھے غلام بنا لے۔ مجھے موقع ملا تو میں تجھے کُتے کی موت ماروں گا۔"

بیچارہ یہ سوچتے وقت غصّے کی حالت میں یہ بھول گیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان اس کی سوچ کو پڑھ رہا ہے۔ اچانک ہی اس کے ذہن کو پھر ایک جھٹکا لگا۔ وہ کرسی سمیت پیچھے کی طرف اُلٹ گیا۔ اب وہ دماغ سے خالی ہو گیا تھا۔ اس نے ماسٹر لوشے کو کُتے کی موت مارنے کے لئے سوچا تھا لہٰذا اس کی سوچ کُتے کی طرح بھونکنے لگی۔ اسی کے مطابق وہ فرش پر ہاتھ پاؤں ٹیک کر کُتے کی طرح بھونک رہا تھا۔ بھوں، بھوں، بھوں.....

ماسٹر لوشے نے پھر اس کے ذہن کو آزاد کر دیا۔ وہ بھونکتے بھونکتے ایک دم سے خاموش ہو گیا اور اپنے آپ کو دیکھنے لگا کہ وہ فرش پر ہاتھ پاؤں ٹیک کر کیا کر رہا ہے؟ ماسٹر لوشے نے حقارت سے کہا۔

"دیکھو۔ اس وقت تم ایک کُتے ہو۔ مجھے مارنے کی بجائے تم خود ایک کُتے کی موت مرو گے۔ بیوقوف تمہیں اتنی عقل نہیں ہے کہ تمہارے دماغ کو کنٹرول کرنے والا تمہاری ایک ایک سوچ کو پڑھ سکتا ہے؟"

کمال اب پوری طرح دہشت زدہ ہو گیا تھا اور ماسٹر لوشے کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے شیطان انسان کے روپ میں اس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا ہو۔ وہ فوراً ہی ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگا۔

"مجھے معاف کر دو۔ اب میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ اپنے دماغ کے اندر چھپ کر بھی تمہارے خلاف کوئی سازش نہیں کر سکوں گا۔"

"تم معافی نہ مانگو، تب بھی میں تمہیں معاف کر دوں گا کیونکہ تم پاؤں میں میری سوچ کی زنجیر ہے جسے تم کبھی نہیں توڑ سکو گے۔"

ماسٹر لوشے نے اسے سمجھا رہا تھا کہ کمال اس کے خلاف سوچ کر کس طرح نقصان اُٹھا سکتا ہے۔ مجھے اچانک ہی سعید احمد کا خیال آیا۔ ماسٹر لوشے اُن کی طرف سے غافل تھا یعنی اُسے اطمینان تھا کہ سعید احمد نے اس کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی کی تو وہ بہت زیادہ نقصان اٹھائیں گے۔ میں نے موقع پا کر ان کے ذہن پر دستک دی۔

"ہیلو سعید صاحب! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ہسپتال کے ایک بستر پر پڑے ہوئے تھے۔ میں نے سوچ کے ذریعے انہیں مخاطب کیا۔ پہلے تو وہ چونکے پھر خوش ہوئے کہ ایک طویل غیر حاضری کے بعد میں انہیں مخاطب کر رہا ہوں لیکن اچانک ہی ان کی خوشی معدوم ہو گئی۔ انہوں نے نفرت سے کہا۔

"ماسٹر لوشے! تم فرہاد بن کر مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے۔ میں تو مجبوراً تمہارا آلہ کار بن چکا ہوں۔ میں تمہارے خلاف کچھ سوچ بھی نہیں سکتا اور تم فرہاد بن کر یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ میں تمہارے خلاف کوئی سازش کر سکتا ہوں یا نہیں۔"

میں نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی۔

"سعید صاحب! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں واقعی فرہاد بول رہا ہوں۔ یقین نہ ہو تو میں آپ کے اور ثمر کے درمیان ہونے والی پرائیویٹ گفتگو کا کچھ حصّہ ثبوت کے طور پر سُنا سکتا ہوں۔"

سعید احمد نے بے بسی سے ہنستے ہوئے کہا۔ "ماسٹر شیطان! میں یہاں زخمی حالت میں بستر پر پڑا ہوا زیادہ تر ثمر کے متعلق سوچتا ہوں اور اس کی تمام باتیں یاد کرتا رہتا ہوں۔ تم میری سوچ کو پڑھتے رہتے ہو، اس لئے ہماری پرائیویٹ باتیں بھی بتا سکتے ہو۔ میں بیوقوف نہیں بن سکتا۔ تم ماسٹر لوشے ہو لہٰذا فرہاد بن کر گفتگو نہ کرو۔"

ان کی باتیں سُن کر مجھے بڑا دُکھ ہوا کہ اب میں ایک بہترین مخلص دوست سے سوچ کے ذریعے بھی گفتگو نہیں کر سکتا۔ وہ بیماری کی حالت میں بستر پر پڑے ہوئے نجانے کیا کچھ سوچ چکے تھے۔ کوئی بھی شخص صحیح صورتِ حال یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ صبح سے شام تک اِدھر اُدھر کی کتنی فضول باتیں سوچتا رہا ہے۔ سعید احمد بھی نہیں بتا سکتے تھے۔ میں نے کیا کچھ سوچا ہو گا اور ماسٹر لوشے نے کیا کچھ پڑھ لیا ہو گا۔ اگر میں ان سے ثبوت کے طور پر ان کی کوئی خاص بات بیان کرتا تو وہ یہی سمجھتے کہ ماسٹر شیطان نے وہ بات ان کی سوچ کے ذریعے پڑھ لی ہے۔

میں مجبور تھا۔ سعید احمد کو یقین نہیں دلا سکتا تھا کہ اس وقت میں ہی ان کے دماغ میں موجود ہوں۔ مجبور ہو کر میں نے سوچا چلو اچھا ہے سعید احمد کو اسی طرح محتاط رہنا چاہیئے۔ میں نہیں ہی سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ ماسٹر لوشے کو غافل سمجھ کر اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں ورنہ وہ شیطان انہیں عبرتناک سزا دینے کے لئے ثمر کو اس حد تک پاگل بنا دے گا کہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ کر شارعِ عام پر آ جائے گی۔

مجھے یہ سمجھانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ خود ہی سمجھ دار تھے، چپ چاپ پڑے ہوئے بڑے صبر سے ماسٹر لویشے کے بھیانک انجام کا انتظار کر رہے تھے۔ انہیں پورا یقین تھا کہ میں [illegible] کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اور میں بھی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ [illegible] شیطان کو کس طرح ختم کر سکتا ہوں۔

ایک بار ماسٹر لویشے کی گہری نیند سے فائدہ اٹھا کر میں نے اس کی سوچ کو اپنے کنٹرول میں کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ پتہ نہیں سونے کے دوران اس کے دماغ کے چاروں طرف کیسی آہنی دیواریں کھڑی ہو جاتی تھیں۔ میں نے جتنی بار کوشش کی اتنی ہی بار میری سوچ کی لہریں ان نادیدہ رکاوٹوں سے ٹکرا کر واپس آ گئیں۔ مگر ٹینک مایوس نہیں تھا۔ سوچ رہا تھا کہ اس کی نیند سے کبھی نہ کبھی فائدہ ضرور اٹھاؤں گا۔ کیونکہ انسان کتنا ہی شیطانی دماغ کیوں نہ رکھتا ہو اور اپنی حفاظت کے لئے کتنی ہی احتیاطی تدابیر کرتا ہو، وہ نیند کے وقت چاروں طرف پہرے بٹھانے کے باوجود ذاتی طور پر دشمنوں سے غافل ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ پچھلی رات سے جاگ رہا تھا۔ اس وقت کمال اور مادام کے سامنے بیٹھ کر وہسکی پیتے وقت بھی اسے نیند آ رہی تھی۔ مگر وہ قوتِ ارادی سے جاگ رہا تھا۔ یوں کہنا چاہئے کہ میرا خوف اسے جگا رہا تھا۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اس کے سوتے ہی میں اس کے خلاف حرکت میں آ جاؤں گا۔

میں نے بھی دل ہی دل میں کہا کہ بیٹے جاگتے رہو۔ میں بھی دیکھتا ہوں کہ تم کب تک نیند سے لڑتے رہو گے۔ اگرچہ میں بھی پچھلی رات سے جاگ رہا تھا لیکن میں ماسٹر لویشے کی طرح آرام طلب نہیں تھا۔ ماسٹر لویشے کو اب تک کسی نے اتنا پریشان نہیں کیا تھا اس لئے وہ شروع ہی سے وقت کے مطابق کھانے پینے، آرام کرنے اور سونے کا عادی تھا۔ مجھے تو میری زندگی کا نٹوں پر گھسیٹ رہی تھی اسی لئے اس سے زیادہ سخت جان تھا۔ ابھی ایک رات اور جاگ سکتا تھا۔

[illegible] جاگتے [illegible] اسے دیکھ رہا تھا کہ وہ کس طرح تباہی کا سامان کر رہا ہے۔ نیند کو بھگانے کے لئے شراب پی رہا تھا۔ مگر وہ شراب اسے مدہوش بھی کر سکتی تھی۔ وہ پینے کے دوران کئی بار مادام سے کہہ چکا تھا کہ وہ میری بُو کو تلاش کرتی رہے۔ مگر وہ بار بار سونگھ کر میری عدم موجودگی کی خبر سناتی تھی۔ ماسٹر لویشے بار بار جھنجلا کر مجھے گالیاں دیتا تھا کہ میں کہاں مر گیا ہوں؟

کسی کی عدم موجودگی میں اسے گالیاں دینا، اس پر جھنجلانا اور اور اسے کچا چبا جانے کے خیال سے دانت پیس پیس کر اپنے دانتوں کو تکلیف دینا بھی ایک طرح کا پاگل پن ہوتا ہے۔ یہ بھی میری کامیابی تھی کہ میں اتنے بڑے شیطان کو پاگل بنا رہا تھا۔ مزید واپس آئی تو میں نے تھوڑی دیر [illegible] اس سے رابطہ ختم کر دیا۔

وہ اپنے ساتھ کھانے [illegible] چیزیں بھی لے کر آئی تھی۔ اس وقت

مجھے خیال آیا کہ پچھلی رات سے ہم دونوں نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ اس نے کھانے کی چیزیں میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کچھ کھائیں، مجھے تو بھوک نہیں ہے۔"

"پچھلی رات سے ہم دونوں نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ اگر تمہیں بھوک نہیں لگ رہی ہے تو منطق و دلائل کے مطابق مجھے بھی بھوک [illegible]"

وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گئی پھر میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"میری محبی ہمیشہ کے لئے مجھ سے رخصت ہو گئی ہیں۔ اس لئے مجھ میں آپ میرے لئے زندگی کی خوشیاں لے کر آئے ہیں۔ لیکن ایک عزیز ہستی کی موت کا بھی غم ہے۔ میں آپ کے ساتھ خوشیوں میں شریک ہوں گی۔ مگر اپنے غموں سے نمٹ بھی لوں۔ جب تک یہ غموں کا غبار نہیں ڈھل جاتا۔ آپ مجھے کھانے پینے کے لئے مجبور نہ کریں۔"

"جب تم میری خوشیوں میں شریک ہو تو کیا میں تمہارے غم میں شریک نہیں ہو سکتا؟ یہ کھانا اٹھا کر رکھ دو۔"

وہ میٹھی نار اضگی سے بولی۔

"آپ توضد کر رہے ہیں۔"

"ضد نہیں کر رہا ہوں۔ تم خود سوچو یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ دکھ مصیبت میں انسان کھانا پینا چھوڑ دے۔ دکھوں کے وقت بھوکے رہنے کا دکھ اٹھانا کیا ضروری ہے؟"

"میرا دل نہیں چاہتا میں کیسے کھاؤں؟"

"بالکل اسی طرح تمہیں بھوکا رہتے دیکھ کر میرا بھی کھانے کو دل نہیں چاہتا۔ تم اپنے دل کی بات پر چلو میں اپنے دل کی بات پر چلتا ہوں۔"

"آپ بڑے ضدی ہیں۔"

وہ مجبوراً میرے ساتھ کھانے بیٹھ گئی۔ کھانے کے دوران اس نے کہا۔

"خوشبو آہستہ آہستہ زائل ہو رہی ہے۔ آپ نے دوبارہ نہیں لگائی؟"

"میں چاہتا ہوں کہ مادام ایک بار پھر میری بُو کو پا لے جب وہ ماسٹر لویشے کو لے کر میری طرف بڑھے گی تو میں خوشبو کو گلے لگا لوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے بایاں ہاتھ فرہاد کی گردن میں ڈال دیا اور جلدی سے پیچھے ہٹ کر بولی۔

"اچھا تو یہ آپ خوشبو کو گلے لگا رہے ہیں۔ آپ شرارت سے باز نہیں آئیں گے؟"

"اور تم مجھ سے اسی طرح کتراتی رہو گی۔"

"یہ بات نہیں ہے میں تو آپ کے پاس آ کر سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ مگر آج میں اپنی محبی سے بچھڑ گئی ہوں۔ پلیز آج آپ اس [illegible] چھیڑیں۔"

مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ واقعی محبی جیسی جوار بھاٹا عورت کے مرنے کا مجھے ذرا بھی افسوس نہ تھا۔ فرہاد کے دل میں بھی بہت زیادہ گہرا حسد و بغض نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فرہاد کو بیسیوں جو دولت ملی تھی، وہ محبی نے جوئے میں جھونک دی تھی۔ اس کے بعد وہ بڑے بڑے قرضے حاصل کرنے کے لئے بیٹی کو تاش کے پتے کی طرح استعمال کرتی تھی۔ وہ ایک ماں کا تقدس اور بے لوث ممتا کا نقش چھوڑ کر نہیں مری تھی۔ یہ تو بیٹی کی دلی محبت تھی کہ وہ اتنا بھی غم کر رہی تھی۔ فرہاد نے مجھے سوچتے دیکھ کر پوچھا۔

"آپ شاید میری بات سے ناراض ہو گئے ہیں؟"

"نہیں — تم نے ایک معقول بات کہی ہے۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ ابھی میں تمہاری محبی کے متعلق سوچ رہا تھا بہرحال مادام کے متعلق یہ معلومات حاصل ہوئی ہیں کہ وہ ملائیشیا کی رہنے والی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ملائی زبان بولتی ہے یا پھر مشرقِ بعید کی کوئی دوسری زبان ہو گی۔ ایک بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ وہ صرف ایک ہی زبان جانتی ہے۔"

مادام کے متعلق یہ باتیں سن کر فرہاد کی دلچسپی بڑھ گئی۔ اس نے بڑے یقین سے کہا۔

"وہ کوئی بھی زبان بولتی ہو۔ میں اس کی بولی سمجھ لوں گی۔ اگر میں اس کے قریب ہوتی تو آپ میری سوچ کے ذریعہ اس کی باتیں سمجھ لیتے۔"

"میں کبھی تمہیں اس کے قریب نہیں جانے دوں گا۔ ابھی پنڈی میں میرے ایک بہت ہی مخلص دوست سعید احمد ہیں۔ ماسٹر لویشے نے انہیں اپنا آلہ کار بنا لیا ہے اب میں ان سے سوچ کے ذریعہ رابطہ قائم کرتا ہوں تو وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ماسٹر لویشے فرہاد بن کر انہیں موقوف بنا رہا ہے۔ وہ ایسا سمجھنے پر مجبور رہیں۔ اگر تم بھی اس شیطان کی آلہ کار بن گئیں تو پھر اس شیطان کے مرنے تک نہ تو میں سوچ کے ذریعہ تم سے بات کر سکوں گا اور نہ ہی تمہاری صورت دیکھ سکوں گا۔ یاد رکھو اگر کبھی میری عدم موجودگی میں مادام سے سامنا ہوا تو تم فوراً ہی اس سے کترا جانا۔ اگر ایسا نہیں کرو گی تو مجھ سے ایک نامعلوم مدت تک کے لئے بچھڑ جاؤ گی۔"

"توبہ توبہ میرا کیا دماغ خراب ہوا ہے کہ میں آپ سے بچھڑ جانے کے لئے اس چڑیل کا سامنا کروں گی۔ لعنت ہے اس پر۔ پتہ نہیں کمبخت کب مرے گی؟"

وہ اسے کوسنے لگی۔ میں مسکراتے ہوئے ماسٹر لویشے کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر یہ تہہ چلا کہ اس کی نگاہوں کے سامنے فلیٹ کے در و دیوار گھوم رہے ہیں۔ نشہ اس کے دماغ پر مسلط ہو رہا تھا۔ شاید اس نے بہت زیادہ پی لی تھی۔ اس کے باوجود وہ خود کو کنٹرول میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی

"میں پوری طرح ہوش و حواس میں ہوں۔ میں تو بہت زیادہ پینے کا عادی ہوں لیکن [illegible] کے بعد بھی نہیں بہکتا۔ پھر آج کیسے بہک سکتا ہوں؟ د [illegible] سوس ہو رہی ہے اس الو کے پٹھے فرہاد نے مجھے بہت دور پار یا ہے۔ بیٹے فرہاد کہاں ہو؟ آ جاؤ میری جان، آج تک میں نے کسی مسئلہ کا بھی اتنا انتظار نہیں کیا۔ سالے کمینے کیوں میری نیند اڑا رہے ہو؟"

وہ نشے کی حالت میں بڑبڑا رہا تھا۔ اس کے سامنے بیٹھا ہوا کمال احمد اس کی باتیں غور سے سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

"یہ فرہاد کون ہے؟ اس کی بڑبڑاہٹ سے پتہ چل رہا ہے کہ فرہاد بھی کوئی زبردست شیطان ہے جس نے میرے سامنے بیٹھے ہوئے شیطان کو پریشان کر رکھا ہے۔"

میں نے سوچ کے ذریعہ کمال سے کہا۔

"فرہاد شیطان نہیں ہے۔ وہ تمہارے لئے ایک فرشتہ بن کر تمہیں [illegible] شیطان سے نجات دلا سکتا ہے۔"

وہ [illegible] دماغ میں میری سوچ کو سن کر ذرا گھبرا سا گیا۔ اسے اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں ماسٹر لویشے اس کی سوچ میں نہ بول رہا ہو میں نے اسے سمجھایا۔

"تم غلط سوچ رہے ہو۔ تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ماسٹر لویشے ابھی تم سے غافل ہے یقین نہ ہو تو ابھی اسے سوچ کے ذریعہ چیلنج کرو۔ اس کی طرف سے تمہیں کوئی جواب نہیں ملے گا۔"

کمال احمد سہمی ہوئی نظروں سے ماسٹر لویشے کو دیکھ رہا تھا۔ اسے چیلنج کرنے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ پہلے اس نے دوستانہ انداز میں سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔

"ماسٹر لویشے میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں اگر تم میری سوچ کو پڑھ رہے ہو تو مجھے جواب دو۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ ماسٹر لویشے اب اپنی جگہ سے اٹھ کر ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا کیونکہ بیٹھے بیٹھے لیٹنے کی طبیعت چاہ رہی تھی اور لیٹنے سے اس بات کا ڈر تھا کہ نیند آ جائے گی۔ اسی لئے وہ ٹہلتے ہوئے بدستور نشے کی حالت میں بڑبڑا رہا تھا۔ جب کمال احمد کو اس کی طرف سے جواب نہ ملا تو اس نے ذرا دلیری سے کہا۔

"ابے او شیطان کے بچے — تو میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہا ہے۔ کمینے — بدمعاش"

کمال کا حوصلہ بڑھتا گیا۔ اس کے ساتھ ہی گالیاں بھی بڑھتی گئیں۔ اب وہ بڑی موٹی موٹی گالیاں دے رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اب بس بھی کرو۔ تم نے تو لڑاکا عورتوں کی طرح گالیاں دینا شروع کر دیں۔ ذرا عقل سے کام لو اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے میرے مشوروں پر عمل کرو۔"

"فرہاد صاحب آپکے نام سے پتہ چلتا ہے کہ آپ میرے ملکی بھائی ہیں پھر آپ قومی زبان میں گفتگو کیوں نہیں کر رہے ہیں۔"

میں نے جواب دیا "ایک غیر ملکی دشمن کی سوچ پڑھتے پڑھتے میں دوسروں کے ساتھ بھی بے اختیار وہی زبان بولنے لگتا ہوں بہرحال اب تو تم قومی زبان میں میری باتیں سن رہے ہو۔"

"ہاں سن رہا ہوں۔ میں تمہارا احسانمند ہوں کہ تم میری مدد کرنا چاہتے ہو۔ میں تمہاری ہر بات مانوں گا۔ بتاؤ مجھے کیا کرنا ہے۔؟"

میں نے جواب دیا "ماسٹر یوشے پچھلی رات سے جاگ رہا ہے اور اپنی نیند سے لڑ رہا ہے۔ اسے کبھی نہ کبھی سونا ہی پڑیگا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ جلد از جلد سو جائے۔ کیا تمہارے فلیٹ میں ریڈیو یا ریکارڈ پلیئر نہیں ہے؟"

"دونوں ہی چیزیں ہیں۔ کیا تمہیں ان کی ضرورت ہے۔؟"

"ہاں ان میں سے ایک چیز کر دیں استعمال کرو۔ کوئی ایسا ریکارڈ لگاؤ جس میں دھیمے سُروں والا آرکسٹرا ہو۔ جسے سن کر لوری کا مزہ آ جائے۔"

"میں سمجھ گیا۔ آپ اس شیطان کو موسیقی کے ذریعے سُلانا چاہتے ہیں۔ میں ابھی ریکارڈ لگاتا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر ریکارڈ پلیئر کی طرف جانے لگا میں نے اس سے رابطہ ختم کر کے فریال کی طرف دیکھا۔ وہ کھانے کی تمام چیزیں سمیٹ کر ایک طرف رکھنے کے بعد مجھے خاموشی سے تک رہی تھی۔ نگاہیں ملتے ہی اس نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہیں؟"

"دشمن اور کچھ سوچنے کی مہلت ہی نہیں دیتے ہیں۔ ماسٹر یوشے جھنجھلاہٹ کا شکار ہو گیا ہے۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ شراب کا نشہ اسے نیم پاگل بنا رہا ہے۔ مگر وہ کمبخت بڑی زبردست قوت ارادی کا مالک ہے۔ اب بھی نیند سے لڑ رہا ہے اور مجھے گالیاں دے دے کر محبت سے بلا رہا ہے۔"

فریال نے ہنستے ہوئے کہا۔

"گالیاں بھی دے رہا ہے اور محبت سے بلا رہا ہے یہ کیا بات ہوئی؟"

"یہ بات خود اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ وہ کس طرح مجھے اپنے پاس بلائے۔ جب تک میں اس کے پاس نہیں جاؤں گا وہ سکون سے سو نہیں سکے گا۔ ذرا ٹھیرو میں دیکھ لوں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔"

میں دماغی اسکرین پر دیکھنے لگا۔ وہاں دھیمے سُروں میں آرکسٹرا کی آواز سنائی دے رہی تھی کمال احمد کچھ زیادہ ہی سمجھدار تھا۔ اس نے ریکارڈ پلیئر آن کرنے کے بعد ماسٹر یوشے کے لئے اب نیا جام تیار کر دیا تھا اور بڑے ادب سے شراب کا اس جام کو ماسٹر یوشے کے سامنے پیش کر رہا تھا۔

ماسٹر یوشے نے ارادہ کیا تھا کہ اور زیادہ نہیں پیئے گا۔ مگر نگاہوں کے سامنے بھرا ہوا جام دیکھ کر ذرا تذبذب میں پڑ گیا کہ پینا چاہیئے یا نہیں؟ اسی وقت مادام سونیا نے آگے بڑھ کر بھرے ہوئے جام پر ایک ہاتھ مارا وہ فرش پر گر کر چکنا چور ہو گیا۔ مادام غصے میں بڑبڑا رہی تھی اس کی حرکتوں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ ماسٹر یوشے کو اور زیادہ پینے کی اجازت نہیں دے گی۔ اس نے ریکارڈ پلیئر کو بھی آف کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ ماسٹر یوشے سے کچھ کہہ رہی تھی کاش کہ فریال اس کی باتیں سن کر مجھے کچھ بتا سکتی۔

میں چپ چاپ ذہن کی اسکرین پر انھیں دیکھتا رہا۔ مادام بھی مجھ سے بیزار ہو گئی تھی کیونکہ وہ بھی رہ رہ کر جھنجھلا رہی تھی۔ اس وقت وہ ماسٹر یوشے کو بستر کے قریب لے جا کر ہاتھ کے اشارے سے اسے وہاں لیٹنے کے لئے کہہ رہی تھی۔ میں نے کمال احمد کے ذہن پر دستک دیتے ہوئے پوچھا۔

"کمال۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ مادام سونیا اپنے ماسٹر سے کیا کہہ رہی ہے؟"

اس نے ناگواری سے کہا۔

"پتہ نہیں کون سی بولی بول رہی ہے۔ مگر ہاتھ کے اشاروں سے بہت کچھ سمجھ میں آ جاتا ہے شاید یہ اپنے ماسٹر سے کہہ رہی ہے کہ سو جاؤ۔ وہ جاگ کر پہرہ دیتی رہے گی۔ سالی یہ کیا پہرہ دے گی۔ ماسٹر کے سوتے ہی میں اس کا گلا دبا دوں گا۔"

اس کی باتیں سُن کر میں سوچنے لگا۔

"کیا ماسٹر یوشے مادام پر اعتماد کر کے سو جائے گا۔"

اسی وقت فریال نے پوچھا۔

"مجھے بھی تو بتائیے وہاں کیا ہو رہا ہے۔"

میں اُسے بتانے لگا فریال نے گھبرا کر پوچھا۔

"آپ وہاں کمال سے سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہے تھے اگر اسی وقت ماسٹر یوشے بھی اس کے ذہن میں جھانک کر آپ کی سوچ کو اپنی گرفت میں لے لیتا تو؟"

"ہاں اس بات کا خطرہ ہے۔ مگر یوشے نشے میں چُور ہے نشے کی حالت میں اسے صرف دو باتیں یاد رہ گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ مجھے گالیاں دیتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ نیند سے لڑتا ہے۔ اب مادام اسے زبردستی سلانے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ ایسی سچوئشن ہے کہ میں نے کمال سے سوچ کے ذریعہ گفتگو کرنے کا خطرہ مول لیا ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپکے لئے کیا کروں؟ میرا دل بُری طرح گھبرا رہا ہے آپ [illegible] دعوت دیتے رہے تو میرا کیا بنے گا؟" پھر جلدی سے بولی۔

"سینٹ کی بُو تو بالکل ہی ختم ہو چلی ہے۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ سچ مچ خطرے کو دعوت دیتے جا رہے ہیں۔"

وہ فوراً ہی مجھ سے الگ ہو گئی پھر سرہانے کی میز پر سے سینٹ کی شیشی اٹھا کر اسے سونگھنے لگی۔ میں نے کہا۔

"اب میں یہی سوچ رہا ہوں جب تک میں خطرات سے بھاگتا رہوں گا اس وقت تک یہ میرا پیچھا کرتے رہیں گے۔ میں آج دو ٹوک فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" اس نے خوشبو چھڑکنے کے بعد حیرانی سے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ میں اس فلیٹ میں جاؤں گا۔ جہاں وہ دونوں موجود ہیں۔"

فریال کی سانس اوپر کی اوپر رہ گئی پہلے تو اس نے دم بخود ہو کر مجھے دیکھا پھر میرے بازوؤں کو پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی بولی۔

"میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ آپ بہت غلط فیصلہ کر رہے ہیں۔"

"بالکل صحیح فیصلہ ہے۔ دیکھو فریال تم مجھے دل و جان سے چاہتی ہو۔ میری سلامتی کے لئے مجھے روک رہی ہو۔ لیکن میں بھاگتے بھاگتے تنگ آ گیا ہوں اور اب پلٹ کر انھیں بھگانا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میں وہاں پہنچ کر کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"میں نہیں جانے دوں گی۔"

وہ ننھی سی بچی کی طرح پاؤں پٹخ کر ضد کرنے لگی۔ میں نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔

"میں اپنے فیصلے کے سامنے کسی کی رکاوٹ پسند نہیں کرتا۔ تم اپنی محبت کو میرے لئے راستہ بناؤ دیوار نہ بناؤ۔"

میرے سخت لہجے سے اس کے دل کو ٹھیس پہنچی وہ ناراض ہو کر مجھ سے ذرا دور ہو گئی اور ایک کرسی پر منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ میں نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"جاہل عورتوں کی طرح منہ نہ پھلاؤ۔ میری پلاننگ کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ کیا ایسے ہی وقت کے لئے تم نے عہد کیا تھا کہ میرے ساتھ سائے کی طرح رہو گی؟ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ذرا سی بات پر میرا سایہ مجھ سے الگ ہو گیا۔"

وہ اک دم سے اٹھی۔ سائے کی طرح بڑھی اور میرے سینے سے لگ گئی۔ میں نے اسے پیار سے تھپکتے ہوئے کہا۔

"میری باتیں سمجھنے کی کوشش کرو۔ ماسٹر یوشے بستر پر لیٹ گیا ہے اسے جلد ہی نیند آ جائیگی۔ وہاں صرف مادام سونیا تنہا پہرہ دیتی رہے گی۔ میں چٹکی بجا کر اسے قابو میں کر لوں گا۔ گہری نیند کی حالت میں ماسٹر یوشے سے بھی سمجھ لوں گا۔ اس سے پہلے تمہیں میرا ایک کام کرنا ہو گا۔"

"آپ حکم دیں میں ابھی کرنے کو تیار ہوں۔"

"ٹھہرو۔۔۔ میں ذرا کمال احمد سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کمال احمد سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت وہ اپنے لئے وہسکی کا ایک جام بنا رہا تھا اور ماسٹر یوشے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بستر پر لیٹا ہوا بڑبڑانے کے انداز میں مادام سے باتیں کر رہا تھا میں نے کمال سے پوچھا۔

"تم ان دونوں کے ساتھ انٹرکان سے آئے ہو۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کس نمبر کے کمرے میں ٹھہرے ہوتے ہیں۔"

"جس کمرے میں وہ ٹھہرے ہوتے تھے۔ اسے انھوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اپنا تمام سامان لے کر یہاں فلیٹ میں آ گئے ہیں۔ وہ سامان ابھی تک میری کار کی ڈگی میں رکھا ہوا ہے۔ یہ شیطان میری گاڑی کو دن رات استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اسی لئے سامان کو ڈگی میں چھوڑ دیا ہے۔"

"کار اور ڈگی کی چابی کس کے پاس ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرے پاس ہے۔" کمال نے جواب دیا۔

"میں وہاں پہنچ رہا ہوں۔ تمہارے فلیٹ کی جو کھڑکی باہر گلی کی طرف کھلتی ہے۔ اس کھڑکی سے کار اور ڈگی کی چابی نیچے پھینک دو۔ یہ کام ہوشیاری سے کرنا۔ انھیں شبہ نہ ہونے پائے اور مجھے اپنے فلیٹ کا پتہ بتاؤ۔"

وہ پتہ بتانے لگا اس جگہ کو اچھی طرح ذہن میں نقش کرنے کے بعد میں نے فریال سے کہا۔

"چلو اٹھو ہم ابھی اسی فلیٹ کی طرف جائیں گے۔"

اس نے مجھ سے بحث نہیں کی۔ چپ چاپ سینٹ کی شیشیاں اٹھا کر میرے ساتھ چلنے لگی۔ وہ ہر حال میں میری حفاظت کر رہی تھی۔ جب ہم دونوں کار میں بیٹھ کر فلیٹ کی طرف روانہ ہوئے تو میں نے اس سے کہا۔

"تم میری سلامتی کے لئے فکرمند ہو۔ اتنا یقین رکھو کہ خدا کی مرضی کے بغیر مجھ پر آنچ نہیں آئے گی مگر تم ذرا بھی نادانی کرو گی تو میرے پریشانیوں میں مبتلا ہو جاؤں گا۔"

"میں تو آپ کی بات مان رہی ہوں۔ اب تو آپکے فیصلے کی مخالفت نہیں کر رہی ہوں۔"

"صرف اتنا ہی نہیں۔ آئندہ بھی تم میری ایک اہم نصیحت کو یاد رکھنا اور وہ یہ کہ مجھ پر خواہ کتنی مصیبتیں ٹوٹ پڑیں خواہ میری جان پر بن آئے۔ مگر تم ماسٹر یوشے اور مادام کے سامنے نہ جانا۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ [illegible] چاہتے ہیں کہ اپنے وقت بھی میں خاموشی سے تماشہ دیکھتی رہوں!"

"ہاں اس اعتماد سے تماشا دیکھنا کہ تمہارا فرہاد آگ اور خون کے دریا سے گزر کر تمہارے پاس واپس آئے گا۔ اگر تم اپنی نادانی سے ماسٹر یوشے کے شکنجے چڑھ جاؤ گی تو تمہیں ذہنی عذاب میں مبتلا دیکھ

کر میں کمزور پڑ جاؤں گا۔ میں جتنی دور تک سوچتا ہوں، تمہاری سوچ اتنی دور تک نہیں جا سکتی۔ اس لئے تم چپ چاپ میرے مشوروں پر عمل کرتی رہنا۔"

"میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں آپ کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھاؤں گی۔"

فلیٹ کے قریب پہنچ کر میں نے گاڑی روک دی فریال کو انتظار کرنے کے لئے کہہ کر میں اس گلی میں داخل ہوا جہاں اکسس فلیٹ کی کھڑکی کھلتی تھی۔ کمال احمد میرے لئے بڑا کارآمد ثابت ہوا۔ اس کی پھینکی ہوئی چابیاں کھڑکی کے نیچے ایک دوکان کے سامنے پڑی تھیں۔ وہ دوکان بند تھی اور گلی بالکل ویران تھی۔ میں چابیاں اٹھانے کے بعد پہلے احتیاطاً ماسٹر یوشے کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ بدستور بڑبڑا رہا تھا۔ مادام اپنی زبان میں اس سے کچھ کہہ رہی تھی اور اسے تھپک تھپک کر سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

میں نے مطمئن ہو کر کمال احمد کی کار کی ڈگی کھولی وہاں سے ایک سوٹ کیس اور ایک بریف کیس اٹھایا پھر ڈگی کو بند کرنے کے بعد فریال کے پاس واپس آگیا۔ میں نے اس کی کار کی ڈگی میں اس سوٹ کیس اور بریف کیس کو رکھا پھر وہاں سے کار دوڑاتا ہوا چابیاں بنانے والی ایک دوکان کے سامنے پہنچ گیا۔ آدھ گھنٹے کے اندر میں نے اس کے سوٹ کیس اور بریف کیس کی چابیاں بنوالیں پھر وہاں سے آگے بڑھ کر میں نے ایک پارک کے سامنے جا کر گاڑی روک دی۔ ڈگی سے اس کا سامان نکال کر کار کے اندر لے آیا۔ پہلے میں نے اس کے سوٹ کیس کو کھول کر دیکھا۔ سوٹ کیس میں اس کے کپڑے اور کچھ ہم کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ وہ کاغذات میرے بہت کام آسکتے تھے لیکن میں نے انھیں ویسے ہی چھوڑ دیا۔ اس میں رکھی ہوئی ایک وہسکی کی بوتل اٹھائی۔ شراب کے متعلق میری معلومات محدود ہیں۔ مگر میرا اندازہ ہے کہ وہ کوئی بہت ہی اونچی کوالٹی کی وہسکی تھی۔ اسی لئے اس نے اپنے سوٹ کیس میں ایک بوتل رکھ چھوڑی تھی۔ اس میں سے کچھ پی بھی تھی اس لئے وہ بوتل مہر بلب نہیں تھی۔

میں نے اس بوتل کو کھولا۔ پھر اپنی جیب سے ٹفرانیل کی ایک شیشی نکالی۔ یہ وہی شیشی تھی۔ جو فیروزہ کے پاس تھی۔ فیروزہ نے اسی دوا کو دودھ میں ملا کر ثمر کے باپ کو پلایا تھا اور اس کے باپ کے دماغ سے پچھلی تمام باتیں بھلا دیں تھیں اور اسے پاگل بنا دیا تھا اب میں ماسٹر یوشے کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دینا چاہتا تھا۔

وہسکی میں ٹفرانیل کی اچھی خاصی مقدار کو حل کرنے کے بعد میں نے بوتل کو اچھی طرح بند کر دیا۔ پھر جیسے وہ رکھی ہوئی تھی۔ ویسے ہی اُسے رکھ کر سوٹ کیس کو لاک کر دیا۔ اس کے بعد میں نے بریف کیس کو کھول کر دیکھا۔ اس میں بھی بہت اہم چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ جو میرے کام آسکتی تھیں۔ لیکن میں نے انھیں بھی نہیں چھیڑا۔ وہاں رکھی ہوئی صرف ایک ٹائپ کی چھوٹی سی اٹھائی اس شیشی کے لیبل کو پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ ماسٹر یوشے کسی عورت کی صحبت میں کمزور پڑتا ہے۔ اسی لئے وہ مردانہ قوت کو بحال رکھنے کے لئے وہ ٹانک استعمال کرتا ہے۔ میں نے اس میں بھی ٹوفزیل کی تھوڑی سی مقدار ملا دی۔ میرا خیال تھا کہ اس کے استعمال کے بعد مردانہ قوت نہ سہی زنانہ قوت بحال ہو جائے گی۔

جب میں دوبارہ اسی گلی میں ماسٹر یوشے کا سامان لے کر واپس آیا تو ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔ میں نے اس کا سامان پہلے کی طرح کمال احمد کی کار کی ڈگی میں رکھ دیا۔ اس دوران میں نے ماسٹر یوشے کی سوچ کو پڑھنے کی کوشش کی تو نہ پڑھ سکا۔ میری سوچ کی لہریں پھر نادیدہ رکاوٹوں سے ٹکرا کر واپس آگئیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ سوچ چکا ہے اور سونے سے پہلے اپنے ذہن کو ایک مضبوط نادیدہ قلعہ میں بند کر چکا تھا۔

میں فریال کے پاس واپس آگیا وہ کار میں بیٹھی ہوئی تھی میں نے کار کی کھڑکی پر جھک کر کہا۔

"فریال ـــ میں جا رہا ہوں۔ تم کار کو آگے بڑھاؤ اور دور لے جا کر روک دو۔ میں جلد ہی واپس آنے کی کوشش کروں گا۔ تم ایک گھنٹے تک میرا انتظار کرنا۔ اگر میں نہ آسکا تو تم اس طرف واپس نہ آنا۔"

فریال نے پریشان ہو کر میرے ہاتھ کو تھام لیا۔

"آپ مجھے کیسی آزمائش میں ڈال رہے ہیں۔ آپ نہیں آئیں گے تو میں ساری زندگی نہیں آپ کا انتظار کروں گی۔"

"میری جان جذباتی نہ بنو۔ اسے اچھی طرح یاد رکھو کہ میری عدم موجودگی میں وہی کرو گی جو تم سے کہہ چکا ہوں۔ وعدہ کرو فریال تم کوئی نافرمانی نہیں کرو گی۔"

"نہیں کروں گی۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

اس کے آنسو دیکھ کر مجھے دکھ بھی ہو رہا تھا اور اس پر پیار بھی آرہا تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں کوئی تو میرے لئے رونے والی ایک ہستی ہے۔ میں نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے تسلی دی۔

"تمہارے آنسو مجھے کمزور بنا دیں گے فریال ـــ کیا تم چاہتی ہو کہ میں دشمنوں کے سامنے کمزور پڑ جاؤں؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا اور میں اسے روتا چھوڑ کر واپس گلی میں آگیا۔

جب تک میں بوجھل قدموں سے گلی میں پیدل چلتا رہا میری سوچ اس کے آنسوؤں میں بھیگتی رہی۔ فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھتے وقت بھی میں اسے روتا دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے کیا ہونے والا تھا۔ پہلی بار میرا دل ڈوب رہا تھا۔ اس وقت پتہ چلا کہ دل و جان سے چاہنے والی ایک عورت کی محبت مرد کو کمزور کتنا بنا دیتی ہے۔ بلکہ ذہنی طور پر بھی بیکار کر دیتی ہے۔ فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر ہوش آیا کہ دشمن کے دروازے پر پہنچتے وقت میں اپنی دلنواز معصوم کے متعلق سوچ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت کہتے ہیں کہ محبت اچھے خاصے مرد کو اُلو بنا دیتی ہے۔

میں نے بند دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر سوچ کے ذریعہ کمال احمد سے کہا۔

"میں فلیٹ کے دروازے پر پہنچ گیا ہوں اور اب دستک دینے والا ہوں۔ اگر مادام دروازہ کھولنے سے انکار کرے تو تم کسی بہانے سے دروازہ ضرور کھولنا۔ دروازہ کھلتے ہی میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

اُسے ہدایت دینے کے بعد میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے دروازے پر دستک دی۔ دل اس لئے دھڑک رہا تھا کہ میں خطرے کے منہ پر دستک دے رہا تھا۔ فلیٹ کے اندر تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر مادام نے دروازے کے پاس آکر کمال کا راستہ روک لیا تھا اور اسے دروازہ کھولنے سے منع کر رہی تھی۔ کمال اسے اشاروں میں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ آنے والا فلیٹ کا چوکیدار ہوگا۔ وہ دروازہ کھول کر چوکیدار کو دوسرے وقت آنے کے لئے کہے گا۔

مادام راضی ہو گئی۔ لیکن اس نے پیچھے سے کمال احمد کے سر کے بال اپنی مٹھی میں جکڑ لئے تاکہ کوئی خطرے کی بات ہو تو وہ فوراً کمال کو پیچھے کر دروازہ بند کر لے۔ لیکن جب کمال نے دروازے کی چٹخنی گرائی تو میں نے کمال کو کچھ پوچھنے اور مادام کو ذرا سنبھلنے کا بھی موقع نہیں دیا۔ میں نے دروازے پر ایک زوردار لات ماری۔ وہ دونوں لڑکھڑاتے ہوئے دور چلے گئے۔ میں نے اندر آکر فوراً ہی دروازے کو بند کر دیا۔ میں سمجھتا تھا کہ اس ہنگامے سے ماسٹر یوشے بیدار بھی ہو جائے گا تو مجھ سے مقابلہ نہیں کر سکے گا کیونکہ وہ جسمانی طور سے کمزور تھا۔ میری سوچ کی لہروں کو گرفت میں نہیں لے سکے گا کیونکہ میری آنکھوں پر آئی لینس کا پردہ پڑا ہوا تھا اور ماسٹنگ نے میرے چہرے کو بدل دیا تھا۔

میں نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہی سب سے پہلے ماسٹر یوشے کی طرف دوڑ لگائی۔ تاکہ میں اسے سوتے میں دبوچ لوں۔ مگر اس کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی میرے منہ پر ایک لات پڑی۔ میں اپنا توازن نہ سنبھال سکا اک دم سے الٹ کر صوفے پر گر پڑا لات مارنے والا کون تھا یا کون تھی۔؟

وہ میرے سامنے کراٹے فائٹ کے لئے پینترا بدل کر کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے ماسٹر یوشے کی طرف دیکھا تو اک دم سے گھبرا گیا کیونکہ وہ بستر پر بیٹھا مسکرا رہا تھا اور طنزیہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"بیٹے ـــ تم نے ماسٹر یوشے کو ایسا ہی چوہا سمجھا تھا کہ اتنی آسانی سے ہاتھ آجاتا۔ میں اس اجنبی زبان والی کو اسی لئے ساتھ لایا تھا کہ اس کے ساتھ جو پلاننگ کروں، وہ تمہاری سمجھ میں نہ آئے۔ میں پچھلی رات سے اپنی سوچ کے ذریعہ تمہیں یہ تاثر دے رہا تھا کہ میں نیند کا کچا ہوں۔ میں کچا ہوں نہ بچہ ہوں، اپنے شیطانی ارادے کا سچا ہوں۔ میں پوری ایک بوتل پی کر بھی ہوش میں رہ سکتا ہوں پھر تمہیں سمجھانے کے لئے یہ مدہوشی کا تماشا کر رہا تھا۔ ابھی سونے کا بہانہ کر کے اپنے ذہن کے چاروں طرف حفاظتی شعاعوں کی دیوار کھڑی کر دی تھی تاکہ تم میرے ذہن میں جھانکنا چاہو تو میری سوچ تک نہ پہنچ کر مطمئن ہو جاؤ کہ میں سو چکا ہوں اور تمہیں اطمینان ہو گیا تھا۔ اسی لئے بڑے اطمینان سے اس چوہے دان میں چلے آئے۔ اب آہی گئے ہو تو تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ اپنے چہرے سے نقاب اتار دو۔ آئی لینس کو الگ کر دو اور اپنی زبان کھولو تاکہ میں ایک آقا کی طرح تمہیں اپنا غلام بنالوں۔"

میں تو مرتے دم تک اس کا غلام نہیں بننا چاہتا تھا۔ اس کی بات ختم ہوتے ہی میں صوفے سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ذرا محتاط ہو کر پیچھے ہٹنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر مادی۔ اسی وقت مادام کا ایک ہاتھ میری گردن پر پڑا۔ اس کی ایک ٹھوکر میرے گھٹنے پر پڑی۔ میں فرش پر گر کر لڑھکتا ہوا دور تک گیا پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ماسٹر یوشے نے غصے سے کہا۔

"فرہاد تم اپنی زبان نہیں کھولنا چاہتے اب دیکھو کہ سونیا تمہاری زبان کیسے کھلواتی ہے۔"

اس نے سونیا کی زبان میں اس سے کچھ کہا۔ اس کی بات سنتے ہی سونیا یوگا کے اصولوں کے مطابق سانس کھینچتے ہوئے کراٹے کے ہاتھ تولنے لگی۔ یوگا کے اصولوں پر میں نے بھی سانسوں کی مشقیں کی تھیں۔ اس کے جواب میں جب میں سانسوں کو کھینچ کر کراٹے کے لئے پینترے بدلنے لگا تو وہ محتاط ہو گئی۔ پھر اچانک ہی اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے کراٹے کے دو چار ہاتھ دکھائے۔ میں نے صرف اس کے ہاتھوں کو نہیں روکا بلکہ جوابی کراٹے کے بجائے ہاتھ جمائے وہ مار کھا کر ذرا پیچھے ہٹی تو میں نے گھوم گھوم کر دو عدد رولنگ کک جمائی۔ وہ پیچھے جا کر دیوار سے ٹکرا گئی۔ میری رولنگ کک ایسے نشانے پر بیٹھی تھی کہ اس کی ناک سے خون بہنے لگا تھا۔

تب میں نے اس شیرنی کو غراتے دیکھا۔ غصے کی شدت سے اس کی سانولی رنگت تانبے کی طرح سُرخ ہو رہی تھی۔ بڑی بڑی آنکھیں وحشت اور جنون سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ اس نے "کی۔ ہا" کے انداز پر للکارنے والی چیخ ماری کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ پھر اس کا ایک ہاتھ آگے بڑھا اس ہاتھ کی مڑی ہوئی انگلیاں ایک ایک کر کے سیدھی

ہونے لگیں۔ ایک انگلی سیدھی ہوتی تھی اور شپ کی آواز کے ساتھ ایک چمکتا ہوا فولادی نوکیلا ناخن نکل آتا تھا۔ دوسری انگلی کھلتی تھی دوسرا نوکیلا ناخن نکل آتا تھا۔ میں حیرت زدہ اور دہشت زدہ ہو کر دیکھ رہا تھا وہ جنگلی درندے کی خاصیت رکھنے والی عورت اپنے چھپے ہوئے پنجے کھول رہی تھی۔

اب مجھے پتہ چلا کہ اس سانولی حسینہ کی انگلیاں کیوں مڑی رہتی تھیں۔ اور فولادی ناخن کہاں چھپے رہتے تھے۔ ان انگلیوں میں کسی کیمنزم کے تحت وہ ناخن چھپاتے جاتے تھے۔ اس لیلیٰ حسینہ کو دیکھ کر اور اس کے ملائم ہاتھوں کو تھام کر کوئی یہ سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ گوشت پوست کی انگلیوں سے ایسے ناخن نکل سکتے ہیں۔ وہ دن کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ شپ شپ، جیسے بجلی کوندتی ہو ویسے ہی ناخن نکل نکل کر چمک رہے تھے۔ شپ شپ، جیسے تلواریں میان سے نکل رہی ہوں۔ مجھے پسینہ آنے لگا۔

اگر ایک خنجر نما یا دو ہوتے تو میں کسی نہ کسی طرح اپنا بچاؤ کر لیتا۔ مشکل یہ تھی کہ وہ دس ناخن تھے۔ میں نہتا ہو کر اس کے حملوں کو روکتا تو اس کے ناخن کہیں نہ کہیں ضرور گھب جاتے آخر میں نے اپنی صلاحیتوں کو آخری بار آزمانے کے لئے اس کو شعلہ بار نگاہوں سے دیکھا۔ میری آنکھوں کی یہ ایسی شش مضبوط قوت ارادی دیکھنے والوں کو کسی حد تک کھینچ لیتی تھی۔ مگر میری آنکھوں پر آئی لینس کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے باوجود میری آنکھوں نے فریال کو پہلی ملاقات میں متاثر کیا تھا مگر یہی آنکھیں پوری قوت سے مادام سونیا پر اثر انداز نہ ہو سکیں وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک گئی یعنی ذرا سا متاثر ہوئی تھی پھر اچانک ہی اس نے ہم پر حملہ کر دیا میں اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ وہ حملہ کرنے کی جھونک میں آگے بڑھتی چلی گئی۔ اسکے دونوں ہاتھوں کے دس ناخن صوفے میں جا کر پیوست ہو گئے۔ جب وہ باہر نکلے تو صوفے کے ایک حصے کی دھجیاں اڑ چکی تھیں۔

اس کے پلٹنے سے پہلے ہی میں نے اس کی کمر پر ایک لات ماری وہ چیخ مار کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ میں نے دوسری طرف گھوم کر اس کی ران پر ایک زبردست لات ماری۔ وہ مار کھا کر غراتی ہوئی پلٹ گئی۔ پلٹتے ہی دایاں پنجہ مارا میں اچھل کر پیچھے گیا اور دیوار سے ٹکرا گیا پھر بھی سے پیچھے ہٹنے کے باوجود اس کے فولادی ناخن میرے شانے تک پہنچ گئے تھے اور کچھ گوشت کچھ خون اور قمیض کا کچھ حصہ نوچ کر لے گئے تھے۔ میرے شانے میں ایسی جلن ہو رہی تھی جیسے انگارے بھر دیئے گئے ہوں وہ مجھے سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے فولادی ناخن میرے چہرے پر آئے۔ پتہ نہیں وہ میرے چہرے سے کتنا گوشت نوچ کر لے جاتی۔ پتہ نہیں میں کس طرح بچ گیا میرے دماغ نے مجھے بیٹھنے کے لئے کہا تھا۔ میں نے فوراً ہی فرش پر گھٹنے ٹیک دیئے۔ اس کے پانچ فولادی ناخن سیدھے اس دیوار پر آئے جہاں میرا چہرہ تھا۔ اب وہاں چہرہ نہیں تھا اس لئے وہ دیوار کا پلاسٹر اکھاڑ کر لے گئے۔

اسی وقت میں نے اپنے سر سے اس کے پیٹ میں ٹکر ماری وہ پیٹ پکڑ کر کراہتی ہوئی پیچھے ہٹنے لگی۔ میں نے ایک گھونسہ اس کی ناک پر رسید کیا۔ وہ اک دم سے چکراتی ہوئی صوفے کے قریب فرش پر اوندھے منہ گر پڑی۔ میں نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اوپر آ کر اس کی پشت پر اپنے گھٹنے سے دباؤ ڈالا۔ پھر اس کی دونوں کلائیاں اپنی گرفت میں لے لیں۔ اب اس کے تمام فولادی ناخن میری گرفت میں تھے۔ یہ چال تھی۔ وہ جدوجہد کرے گی لیکن وہ فرش پر پڑی تڑپ رہی تھی۔ میرا وہ گھونسہ اتنا زبردست تھا کہ اس کی ناک سے اور منہ سے خون اُبلنے لگا تھا اور اس کا چہرہ اس کے ہی لہو میں بھیگ رہا تھا۔

بس یہی موقع تھا میں اس پنجے والی کی کلائیاں توڑ کر اس کے فولادی ناخنوں کو ہمیشہ کے لئے بیکار کر سکتا تھا۔ مگر نہ کر سکا۔ اسی وقت میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ ان فولادی ناخنوں نے مجھے اس طرح اُلجھا دیا تھا کہ میں اپنی حفاظت کرنے کے دوران ماسٹر پوشے کو بھول گیا تھا۔ اس نے پیچھے سے آ کر پیتل کے گلدان سے میرے سر پر ضرب لگائی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے اک دم سے اندھیرا چھا گیا۔ سونیا کی کلائیاں میری گرفت سے نکل گئیں۔ میں چکرانے کے باوجود ماسٹر پوشے کی طرف غرا کر پلٹا گر۔ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر بھی اس پر ایک اندھی چھلانگ لگائی مگر منہ کے بل فرش پر گر پڑا۔ دوبارہ اٹھنے سے پہلے ہی پھر میرے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی یہاں میری قوت مدافعت جواب دے گئی۔ میں بے دم ہو کر فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا ڈوبتے ہوئے ذہن سے میں نے اتنا ہی محسوس کیا کہ میرے چہرے سے ماسک نوچا جا رہا ہے۔ اس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ اور قسط
دوسرے حصے میں
ضرور پڑھیں جو کہ اس حصے کے ساتھ ہی شائع ہو رہی ہے

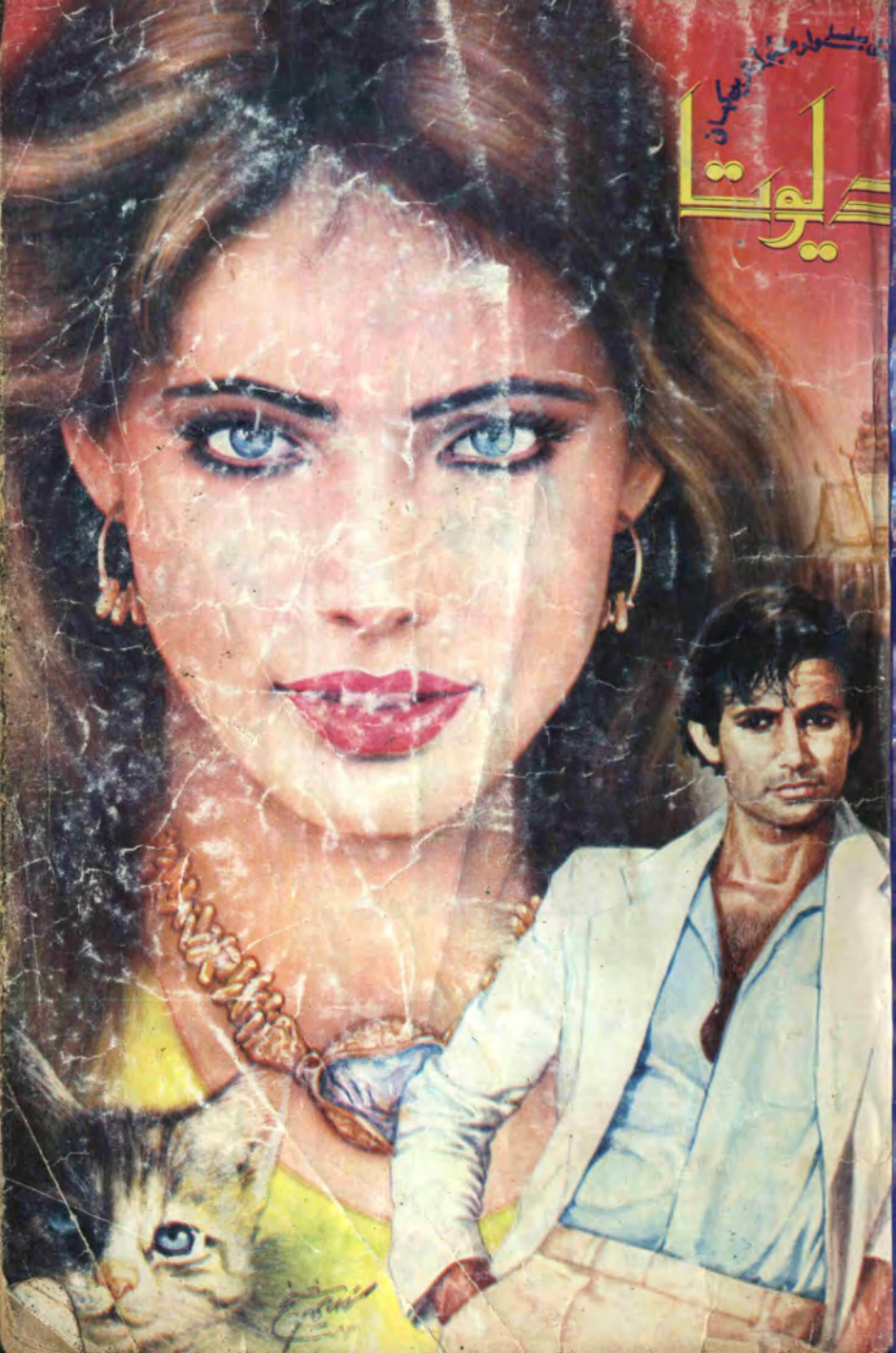
ایوتا

انسان

اپنی زندگی میں کتنی ہی بار مرتا ہے۔ کتنی ہی بار جیتا ہے۔ میں بھی اس دنیا میں رہ کر وقتی طور پر دنیا والوں کے لئے مر چکا تھا۔ اس وقت نہ کوئی میرا دوست تھا نہ کوئی دشمن تھا۔ نہ ہی اس بات کا افسوس تھا کہ میں ماسٹر لیوشے کے شکنجے میں آگیا ہوں۔

افسوس تو اس وقت ہوتا جب میں زندہ ہوتا۔ میرا جسم لاش کی طرح ساکت تھا۔ دماغ کو بے ہوشی کے نام پر موت اپنی لپیٹ میں خود نہیں کر سکتا تھا کہ میری روح اس وقت کس جہاں میں پرواز کر رہی تھی۔ کبھی کبھی موت اس طرح بھی واقع ہو جاتی ہے تو تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی اس دنیا کے ہنگاموں سے نجات مل جاتی ہے۔

پھر بہت دھیرے دھیرے میرا جسم جاگنے لگا۔ اس وقت میں نے پہلے کی آنکھ سے دیکھا کہ میری دنیا اجڑ رہی ہے۔

"میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ تم جاؤ گے تو میری جان چلی جائے گی۔"

وہ مجھے روک رہی تھی۔ میرے پاؤں میں اپنے پیار کی زنجیریں ڈال رہی تھی۔ اسی وقت ایک بہت بڑا عقاب آسمان کی بلندیوں سے اڑتا ہوا آیا۔ میرے سامنے آکر اس نے پنجے کھول دیے اور اپنے فولادی ناخنوں سے فریال کی محبت کو نوچنے لگا۔ پھر اس نے مجھے اپنے پنجوں میں اٹھا لیا اور مجھے اڑا کر فریال سے دور لے جانے لگا۔ وہ رو رہی تھی۔ چیخ رہی تھی۔ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر فریاد کر رہی تھی۔

"واپس آجاؤ۔ فرہاد واپس آجاؤ۔"

مگر وہ عقاب مجھے اس سے دور بلندی پر اڑا لے گیا۔ پھر بہت دور لے جانے کے بعد اس نے مجھے ایک بہت ہی گہری کھائی میں گرا دیا۔ اتنی گہری پستی میں گرتے ہی اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ پہلے مجھے فلیت کی چھت نظر آئی۔ یہوں کہ میں فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ پھر مجھے ماسٹر لیوشے کا شیطانی چہرہ نظر آیا۔ وہ خاصا نہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"بیٹے فرہاد میں نے تمہارا آفتاب آمد دیا ہے۔ اب تمہاری آنکھوں پر پانی لینس بھی نہیں ہے۔"

میں نے کھلا کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو ٹٹولنے لگا۔ میری سوچ نے کہا۔

"مجھے اٹھ کر بیٹھ جانا چاہیے۔"

میں اٹھنے لگا۔ ابھی ٹھیک طرح بیٹھا بھی نہیں تھا کہ میری سوچ نے کہا۔

"بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے؟ ابھی ذرا لیٹے رہ کر حالات کا جائزہ لینا چاہیے۔"

میں فوراً ہی لیٹ گیا۔ پھر میری سوچ نے کہا۔

"دشمن سامنے ہے۔ لیٹے رہنا حماقت ہے۔ مجھے اٹھ جانا چاہیے۔"

میں جھنجھلا گیا کہ یہ اٹھنے بیٹھنے کی حماقت کیا ہے؟ اسی وقت ماسٹر لیوشے نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"بیٹے۔ اتنی دیر سے تم نہیں سوچ رہے تھے۔ میں تمہیں بیٹھنے اور لیٹنے پر مجبور کر رہا تھا۔ تمہیں اس بات کا یقین ہو جانا چاہیے کہ اب تمہارا ذہن میری گرفت میں آگیا ہے اور تم ذہنی طور پر میرے غلام بن چکے ہو۔"

اتنا کہنے کے بعد اس نے سوچ کے ذریعہ میرے دماغ کو حکم دیا۔

"چلو اٹھو۔"

میرے دماغ میں ایسی ہماکہ سوچ ابھری تھی کہ میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ جاتا۔ لیکن مجھے ضد ہو گئی تھی۔ میری سوچ کی قوت نے اسی طرح جارحانہ انداز میں کہا

"میں نہیں اٹھوں گا۔"

میں سمجھتا تھا کہ میری حکم عدولی پر وہ کسی طرح میرے دماغ میں ہیجان مچائے

گا۔ اس سے پہلے ہی میں اس کے دماغ کو گرفت میں لانے لگا وہ کرسی پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا اک دم سے سنبھل کر سیدھا ہو گیا۔ میری سوچ کی لہروں نے کسی حد تک اس کے دماغ پر اثر کیا تھا۔ مگر اس کے بعد ہی میری وہ سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک پہنچنے میں ناکام ہونے لگیں۔ اس نے پھر اپنے دماغ کے اطراف حفاظتی شعاعوں کے پہرے بٹھا دیئے تھے اور میری ناکامی پر قہقہے لگا رہا تھا۔

اس کے بعد اس کی سوچ کی لہروں نے مجھ پر حملہ کیا۔ بڑا زبردست حملہ تھا۔ میں اپنی سوچ کی لہروں کو منتشر ہونے کی کوششیں کرتا رہا۔ لیکن نہ بچا سکا وہ کیسی شیطانی قوتوں کا مالک تھا کہ میرا دماغ اس کی سوچوں کی حرارت سے تپنے لگتا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے علم میں کتنی گہرائی تک ڈوبا ہوا ہے۔ میں نے اس علم کے ابتدائی مرحلے سے گزرنے کے بعد خود کو دنیا دی ہنگاموں میں الجھا دیا تھا۔ لیکن اس نے اس علم کی انتہا تک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ جیسا کہ مجھے معلوم ہوا تھا وہ طلوع ہوتے ہوئے سورج پر اپنی نظریں جما کر سورج کی لہروں کو حرارت بخشتا تھا۔ جب کہ میں شمع کی لو پر اور پورے بدن پر نظریں جمانے کھنے کی مشق کرنے کے بعد اس علم کے میدان میں آگے نہیں بڑھا تھا پھر یہ سورج سے نظریں ملانے والا مجھ پر حاوی کیسے نہ آجاتا۔

اس کی سوچ کے جھٹکوں نے میری قوت ارادی کو خاک میں ملا دیا۔ میں اس کے حکم کے مطابق اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ہاتھ کو کھڑکی سے باہر نکالنے لگا۔ اس کی طرف سے ذرا سی بھی ڈھیل ملتی تو میں بچاؤ کی ترکیب کر لیتا لیکن وہ پھر میرے دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیتا تھا۔

میں سورج کے فیصلے اس سے لڑتے لڑتے تھک گیا تھا یوں لگ رہا تھا کہ میری کھوپڑی کے اندر دماغ بری طرح دکھ رہا ہے۔ میں اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر ادھر سے ادھر گھمانے لگا۔ اس نے سورج کے فیصلے کو حکم دیا۔

"تمہارے قریب صوفہ ہے بیٹھ جاؤ۔"

میں فوراً ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے مجھے "تحمیل" دے دی تھی۔ مجھے سنبھلنے کا موقع دے رہا تھا تاکہ میں اپنے طور پر کچھ سوچ سمجھ سکوں۔ میں خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ شیطان مسلسل میرے ذہن میں جھانک رہا ہے گا اور اس وقت بھی میں جو کچھ سوچ رہا ہوں وہ سن رہا ہوگا اور واقعی وہ سن رہا تھا اور میری طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

میں صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر ذرا آرام سے بیٹھ گیا اتنی دیر میں پہلی بار سونیا پر نظر پڑی۔ وہ بستر پر آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے سر پر برف کی تھیلی رکھی ہوئی تھی۔ تاکہ اس کی ناک سے خون بہنا بند ہو جائے۔ مجھے ماسٹر یوشے کی گرفت میں لینے کے لیے اس حسین عورت نے میرے ساتھوں سے بہت مار کھائی تھی۔ ماسٹر یوشے نے سونیا کی طرف دیکھنے کے بعد مجھ سے کہا۔

"تم نے علاوہ سونیا کے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ خون تو بند ہو گیا ہے مگر اس کا سر ابھی تک چکرا رہا ہے۔ میں بار بار یہ تسلیم کر چکا ہوں کہ تم حیرت انگیز طور پر دلیر بھی ہو اور ذہین بھی۔ ہم چار ماسٹر تمہارے جیسے تراشیدہ ہیروں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ میں ایک بار پھر تمہیں یہ یقین دلاتا ہوں کہ تم ہمیشہ میرے غلام بنے رہو گے تمہارا دماغ میرے کنٹرول میں رہے گا۔ کوئی تمہیں زندہ رکھنا چاہے اور اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ ویسے میں تمہیں اچھا اس جگہ بھیجنے کے لیے ختم کر دیتا۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تم کتنے حوصلہ مند ہو کس وقت کون سا پینترا بدلو گے یہ پہلے سے سمجھ میں نہیں آتا۔ البتہ میں دوستانہ انداز میں تم سے کہتا ہوں کہ ہمارے گروہ میں شامل ہو جاؤ۔ جب تک تم ہمارے ساتھ مل کر کوئی کارنامہ انجام نہیں دو گے اس وقت تک ہم تم پر اعتماد نہیں کریں گے۔ جب تم پر اعتماد ہو جائے گا تو میں تمہیں کبھی ذہنی اذیتوں میں مبتلا نہیں کروں گا۔ ورنہ دوسری حالت میں تم ہمیشہ میرے غلام بنے رہو گے تمہارا دماغ میرے کنٹرول میں رہے گا۔"

میں نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"بات تو ایک ہی ہوئی خواہ تم دوستانہ انداز میں کہتے ہو دشمن کی طرح اپنے لیے استعمال کرو۔ بات تو صرف ایک ہی ہے کہ تم میرا دماغ اپنے کنٹرول میں رکھو گے مجھے آزاد نہیں کرو گے۔"

"ہاں جب تک تم پر پوری طرح اعتماد نہیں ہوگا اس وقت تک میں یہی کروں گا۔ تم میری اس کمزوری کو سمجھتے ہو کہ میں چند منٹ سے تم پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیتا کہ کبھی مجھے سونے کے لیے یا کبھی دوسرے معاملات میں الجھنے کے لیے تم سے غافل ہونا پڑے گا۔ ایسے وقت تم بہت کچھ کر سکتے ہو۔ میں نے اور دوسرے ماسٹروں نے جب سوچ سمجھ کر پلاننگ کی ہے کہ جب تم ہمارا ساتھ دو گے تو تمہیں کس طرح قابو میں رکھا جائے گا۔ میری عدم موجودگی میں باقی تینوں ماسٹر نہیں کر سکیں گے۔ گروہ کے ماسٹروں کے ذہن کو تم پڑھ چکے ہو۔ ممکن ہے تم ان چوتھے ماسٹر کو نہ ڈھونڈ سکو۔ ماسٹر کو نہ تو تم نے دیکھا ہے اور نہ ہی اس کے دماغ کو پڑھ سکتے ہو۔ وہی دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کرتا رہے گا۔ اس بات پر تحقیق نہ کرنا کہ وہ کیسے ہے اور کہاں ہے۔ اور کیا کرتا ہے۔ اس میں تمہاری بہتری ہے۔ یہی سوچو کہ تمہارے ساتھ کس وقت کیا ہو سکتا ہے۔ یہی توجہ رہے کہ ہم تو تم سے دوستی رکھ سکتے ہیں نہ ہی دشمنی رکھ سکتے ہیں۔ صرف اس حد تک رکھ سکتے ہیں کہ تمہارا دماغ ہمارے کنٹرول میں رہے۔ خواہ وہ کنٹرول دور کے لیے رہے۔ اگر تم ہمارا ساتھ دینا چاہتے ہو تو ہم سے تعاون کرنا چاہیے۔ اگر تمہاری کچھ شرطیں ہوں تو ہم تمہاری دوستی کے لیے ان شرطوں کو بھی ماننے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔"

میں نے فوراً ہی کہا۔

"میری سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ تم میرے ذہن کو تھوڑی دیر کے لیے آزاد چھوڑ دو یعنی میرے دماغ میں جھانک کر میری سوچ کو نہ پڑھو کیونکہ میں یہ شرطیں سوچنا چاہتا ہوں تاکہ اس دوستی کے لیے اپنی طرف سے تم پر یہ ظاہر کر سکوں۔"

ماسٹر یوشے نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بیشک تمہیں سوچنے کی مہلت ملنی چاہیے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہارے ذہن میں جھانک کر تمہاری سوچ کو نہیں پڑھوں گا مگر پڑھوں گا تو تم خود محسوس کر لو گے۔"

یہ کہنے کے بعد وہ ماسٹر سونیا کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس سے اجنبی زبان میں گفتگو کرنے لگا۔ میں تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ یہ ٹیلی پیتھی کی گرفت کو توڑ کر ماسٹر یوشے سے سونیا سے باتیں کرنے کے بہانے میری طرف متوجہ تو نہیں ہو رہا۔ میں نے ذہن کو بھٹکنے نہیں دیا۔ سونیا غلط نہیں کہہ رہی ہے کہ تم اپنی صورت مشکل، قید و قلت کے حوالے سے بڑی حکمت سے بچتے ہو۔ تمہاری یہ حکمت بھی ہمارے بہت کام آئے گی۔ مجبوراً تک تم نے مجھے بہت پریشان کیا ہے۔ میرا بہت سا قیمتی وقت ضائع کیا ہے۔ اس عرصے میں میں کروڑوں ڈالر کا بزنس کر چکا ہوتا۔ بلیس صحبت میں تم خود ہی سوچو اگر تمہاری جگہ کوئی دوسرا یہاں ہوتا تو کیا میں اسے زندہ چھوڑتا؟"

"نہیں۔ میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو تم اسے کچا چبا جاتے۔ میں جانتا ہوں تم میرے قدر دان ہو۔ میری صلاحیتوں کو تسلیم کرتے ہو اور میری صلاحیتوں سے کئی بہت سی اہم کام نکالنا چاہتے ہو۔"

ماسٹر یوشے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"صرف ایک کام نہیں ہزاروں کام تم سے نکالا کریں گا تمہاری صلاحیتوں اور بہتری اسی میں ہے کہ تم راضی خوشی میرے کام آتے رہو۔ بالکار کرو گے تو بیل منڈھے چڑھی حالت ہوگی۔ وہ بھی بہت تھکنی تھا لیکن میرا حکم بجالانے پر مجبور ہوتا تھا۔ تم انکار کرو گے تو تمہارا بھی وہی انجام ہوگا۔"

میں نے ماسٹر یوشے کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ماسٹر یوشے۔ تم نے بیل منڈھے جیسے تھکنی لوگوں کو دیکھا ہے جو تمہارے حکم سے انکار کرتے تھے پھر تمہاری طرف سے ذہنی اذیتوں میں مبتلا ہو کر تمہارے آگے گھٹنے ٹیک دیتے تھے۔ اس وقت بھی تم نے مجھے کافی حد تک ذہنی اذیت میں مبتلا رکھا تھا۔ میرا سر اب تک دکھ رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ دماغ کو کھینچنے والی تکلیف کیا ہوتی ہے۔ اس کے باوجود تم یہ یاد رکھو کہ اگر تم نے جبراً مجھے اپنے لیے استعمال کرنا چاہا تو کسی وقت بھی بہت بڑا نقصان اٹھا سکتے ہو۔ میں ابھی نکالنا نہیں کروں گا تمہارے حکم کی تعمیل کروں گا لیکن کوئی ایسا ضرور کروں گا جب میں تم پر چالاکی چل سکوں گا۔"

ماسٹر یوشے میری باتوں کو بڑی توجہ سے سن رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سکڑی تھیں اور گہری سوچ میں ڈوبی تھیں۔ میں سوچ کے ذریعے سمجھ گیا کہ وہ میری باتوں کی صداقت کو تسلیم کر رہا تھا اور اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ میں ایسا آدمی ہوں جس سے جبراً کوئی حکم منوایا نہیں جا سکتا۔ اگر وہ مجھ سے کوئی کام نکالنے لگا تو دوستانہ انداز میں ہی نکال سکتا ہے۔ ورنہ وہ اب تک میری صلاحیتوں کو آزما تا آیا ہے بلکہ میری صلاحیتوں سے دہشت زدہ ہوتا آیا ہے اس لیے وہ سمجھ رہا تھا کہ میں بیل منڈھے جیسے لوگوں سے مختلف ہوں۔ میں نے اپنی باتوں پر مزید زور دیتے ہوئے کہا۔

"ماسٹر یوشے۔ اسے اچھی طرح یاد رکھو کہ میرا دماغ ہمیشہ باغی تیور ہے۔ میں تمہارے کام آئے آئے یا تو تمہیں خود بھی گہرا ڈوب جاؤں گا۔ مجھے اپنی جان کی پروا نہیں ہے۔ جب میں دیکھوں گا کہ زندگی ناقابل برداشت ہو گئی ہے اور حوصلہ شکن ہے تو وہ میرے مزاج کے خلاف ہے اور میں اسے نہیں مان سکتا تو میں فوراً ہی اپنی جان پر کھیل جاؤں گا اور کب ایسا کروں گا یہ تمہارے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہوگا۔"

ماسٹر یوشے نے ایک گہری سانس لی پھر تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"فرہاد۔ تم بہت عرصے سے مجھے پریشان کر رہے ہو میرا کتنا نقصان کر چکے ہو یہ میں ہی جانتا ہوں۔ میں مزید نقصان برداشت نہیں کر سکتا۔ باقی ماسٹروں کا حکم ہے بار بیل منڈھ کی سوچ کے ذریعے تمہیں بہت بڑا آفر دے چکا ہوں کہ تم میرے تابع فرمان بن جاؤ۔ میرے لیے کام کرتے رہو میں تمہارے قدموں میں دنیا کی تمام خوشیاں نچھاور کر دوں گا تم ایسی عیش و عشرت کی زندگی گزارو گے کہ ایسی زندگی کسی کو خوابوں میں بھی نصیب نہیں ہوتی۔ میں اب بھی تمہارا قدر دان ہوں اور یہ آفر اب بھی تمہارے سامنے ہے۔"

میں اسے جواب دینا چاہتا تھا مگر میرا حلق خشک ہو رہا تھا اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو تمہارا حلق خشک ہو رہا ہے۔ پانی پیو گے یا وہسکی؟"

"میں شراب کو کبھی ہاتھ نہیں لگاتا۔"

اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر میز پر سے ایک گلاس اٹھایا اور پانی لانے کے لیے کچن کی طرف چلا گیا۔ میں کمرے میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگا کہ کمالات احمد کہاں غائب ہو گیا ہے؟ ماسٹر یوشے کی سوچ نے اس کا جواب دیا۔

"کمالات اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ دوسرے کمرے میں آخری نیند سو رہا ہے۔"

مجھے یہ سن کر بہت دکھ ہوا بے چارہ ایک بے گناہ انسان مارا گیا تھا ماسٹر یوشے نے کچن سے باہر آتے ہوئے کہا۔

"ہاں بے گناہ مارا گیا ہے۔ زندہ رہتا تو گناہ گار بن جاتا کیوں کہ گناہ کے خیال سے ہی سونیا کو یہاں لایا تھا تم ایسے لوگوں سے ہمدردی کرتے ہو جو نوجوان لڑکیوں کو پھانستے ہیں اور اپنے لیے عیاشی کا ایک اڈہ بنا کر رکھتے ہیں۔"

اس نے میری طرف پانی کا گلاس بڑھا دیا میں نے گلاس لیتے ہوئے پوچھا۔

"مگر تم نے اسے خواہ مخواہ کیوں مار ڈالا؟"

"میں خواہ مخواہ کوئی کام نہیں کرتا۔ تمہارے ہونٹ آنے کے بعد میں اس ملک کو جلد سے جلد چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ کمال احمد میرے پیچھے قانون کا بدلہ لینے کے لیے زندہ رہے۔"

میں نے پانی پی کر گلاس میز پر رکھ دیا گلاس رکھتے وقت سونیا کی طرف نظریں کیں تو وہ اپنی بڑی بڑی کٹورا جیسی آنکھوں سے میرے چہرے کو تک رہی تھی۔ پھر وہ ماسٹر یوشے سے آنکھوں ہی آنکھوں زبان میں کچھ کہنے لگی۔ ماسٹر یوشے نے اس کی بات کا جواب دینے کے لیے مجھ سے کہا۔

"یہ پوچھ رہی ہے۔ کیا تم وہی آدمی ہو جس نے اس سے مقابلہ کیا تھا اور اسے کمزور بنا کر بستر پر گرا دیا ہے؟"

میں نے پوچھا۔ "کیا سونیا نے میرے چہرے سے ماسک اترتے نہیں دیکھا تھا؟"

"نہیں۔ یہ ایک گھنٹے سے آنکھیں بند کیے پڑی ہوئی تھی۔ ابھی آنکھیں کھول کر تمہیں دیکھ رہے ہے جانتے ہو یہ کیا کہہ رہی ہے؟"

"کیا کہہ رہی ہے؟"

"تم بہت خوبصورت ہو۔ تمہیں لیڈی کلر کہہ رہی ہے۔"

میں اپنی تعریف سن کر خوش نہیں ہوا۔ اس لیے کہ میں خود اپنے بارے میں سمجھتا تھا کہ میں کیا ہوں۔ بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا رہنے والے ہمیشہ فریب کھاتے ہیں۔

ہے لیکن نہیں اس نے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر رہا تھا اس نے اس اعتماد کے ساتھ مجھے چھوڑا تھا کہ میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر اچانک ہی اس پر حملہ کر کے اس کا گلا دبوچنا چاہتا تو ایک ہی پل میں وہ اپنے دماغ کے ذریعے میرے دماغ میں زلزلے کے جھٹکے پہنچا دیتا۔

میں اس کے اعتماد کو سمجھ رہا تھا اور میں نے جو تھوڑی سی دیر کی مہلت مائر لیوشے سے حاصل کی تھی تو محض اس لیے کہ مجھے فریال کی فکر تھی۔ بار بار میرا دماغ فریال کی طرف مائل ہوتا تھا۔ اس کے متعلق کچھ سوچنا چاہتا تھا لیکن اب تک میں نے بڑے ضبط سے کام لیا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ میں نے سوچا فریال کو ایک گھنٹے تک منتظر کرنے کے لیے کہا تھا اب وہ وہاں نہیں تھی میرے حکم کے مطابق وہ وہاں سے جا چکی تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ یہاں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ کاریڈور کراس کرتی ہوئی اپنے گھر کی طرف سدھار رہی تھی۔ میں نے جملے سے اس کے دماغ پر دستک دی تو وہ یک دم سے چونک گئی فوراً ہی کار کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ میں نے اس سے کہا۔

"فریال مجھے افسوس ہے کہ تمہیں اتنی دیر تک انتظار کرنا پڑا" اور اس بات کی خوشی ہے کہ تم میرے حکم کی تعمیل کر رہی ہو۔ یہ تو تم نے اچھا کیا کہ تم اپنے گھر کی طرف واپس جا رہی ہو میں تمہیں ایک بری خبر سنانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ارماغ مائر لیوشے کے چنگل میں آ گیا ہے۔ میں فی الحال اس سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر اسے دھوکہ دینے کی کوشش کروں گا تو اس سے جھوٹ بولوں گا یا جس طرح بھی اس کے چنگل سے نکلنے کی کوشش کروں گا وہ میرے دماغ کے ذریعے میرے منصوبوں کو پڑھ لیا کرے گا۔ میں نے اب تک تمہارا ذکر یہاں نہیں کیا ہے اور نہ کروں گا۔ میں تمہیں پھر سمجھاتا ہوں کہ مجھ سے دور رہنا۔ ان شیطانوں کے قریب نہ آنا۔ میں بہت جلد تمہارے پاس واپس آؤں گا میری باتیں سن کر فریال رونے لگی وہ پرس سے رومال نکال کر آنسو پونچھ رہی تھی اور سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی۔

"میرا دل پہلے سے گھبرا رہا تھا میرا دماغ بار بار مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں آپ کو روک دوں۔ جانے نہ دوں اس لیے کہ دشمن بہت طاقتور ہے۔ لیکن آپ نے میری ایک نہ سنی۔ آپ کو طوفانوں سے کھیلتے ہوئے بہت اچھا لگتا ہے۔ مگر جن طوفانوں کے بیچ آپ مجھے چھوڑ گئے ہیں۔ میں تنہا کیسے ان طوفانی حالات سے نبرد آزما رہ سکوں گی میرا دنیا میں کون ہے؟"

میں نے اسے تسلی دی۔

"حوصلہ رکھو فریال۔ تم ہمت ہار جاؤ گی تو میری ہمت بھی پست ہو جائے گی۔ میں جو دشمن سے نجات حاصل کر کے ایک نئی زندگی کی طرف اونٹوں کا قافلہ محض تمہاری خاطر۔ تم صبر و تحمل سے میرا انتظار نہیں کرو گی تو میں یہاں قدم قدم پر پسپا ہوتا جاؤں گا۔ وعدہ کرو فریال اب تم آنسو نہیں بہاؤ گی۔ تمہارے آنسو میرے دل میں کانٹے بن کر چبھتے ہیں۔"

وہ آنسو پونچھ چکی تھی اور اب اپنے دانتوں سے چھید کرتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"آپ جو کہیں گے وہی کروں گی اور وہی کرتی آ رہی ہوں۔ میں نے کبھی آپ کی کسی بات سے انکار نہیں کیا۔ اب آپ مجھ سے دور ہو گئے ہیں۔"

اب مجھے آپ ہی کا انتظار کرنا ہے۔ خدا کرے آپ کے انتظار میں ساری زندگیوں نہ گزر جائے۔ مگر میں صبر و تحمل سے آپ کا انتظار کرتی رہوں گی۔ آپ سے وعدہ کرتی ہوں آپ ملیں نہ ملیں۔ تحمل سے کام لیتے رہیں کیوں کہ تحمل ہی آپ کو جلد سے جلد مجھ تک پہنچائے گا۔"

"فریال میں نے بہت تھوڑی سی مہلت مائر لیوشے سے حاصل کی ہے۔ ناکام سے بچ سکوں۔ اب وقت ختم ہو رہا ہے۔ میں تم سے پھر ملوں گا لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں جب بھی مجھے موقع ملا میں سوچ کے ذریعے تم سے ملاقات کروں گا۔ خدا حافظ فریال۔"

فریال سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے فوراً ہی مائر لیوشے کے ذہن میں جھانک کر دیکھا تو اس کے دماغ میں ماہ مہ سونیا کی جنگی لباس میں گاڑی موٹی نظر آ رہی تھی۔ کیوں کہ وہ زبان میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اسی لیے میں اسے گاڑی چلاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مائر لیوشے کی سوچ اس کی طرف متوجہ تھی۔ وہ اپنے وعدے کے مطابق میرے حملے کا انتظار نہیں جھانک رہا تھا۔ میں نے مطمئن ہو کر اسے مخاطب کیا۔

"تم نے واقعی دیانت داری سے میری سوچ کو نہیں پڑھا ہے۔ چوں کہ یہ ہماری دوستی کا پہلا مرحلہ ہے۔ اس لیے میں تم پر مکمل اعتماد کر رہا ہوں۔ اگر تم نے دھوکہ دینے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ میرے منصوبوں کو پڑھ لیا کرے گا۔ میں نے اب تک تمہارا ذکر یہاں نہیں کیا ہے اور نہ کروں گا۔ میں تمہیں پھر سمجھاتا ہوں کہ مجھ سے دور رہنا۔ ان شیطانوں کے قریب نہ آنا۔ میں بہت جلد تمہارے پاس واپس آؤں گا میری باتیں سن کر فریال رونے لگی وہ پرس سے رومال نکال کر آنسو پونچھ رہی تھی اور سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی۔

"میرا دل پہلے سے گھبرا رہا تھا میرا دماغ بار بار مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں آپ کو روک دوں۔ جانے نہ دوں اس لیے کہ دشمن بہت طاقتور ہے۔ لیکن آپ نے میری ایک نہ سنی۔ آپ کو طوفانوں سے کھیلتے ہوئے بہت اچھا لگتا ہے۔ مگر جن طوفانوں کے بیچ آپ مجھے چھوڑ گئے ہیں۔ میں تنہا کیسے ان طوفانی حالات سے نبرد آزما رہ سکوں گی میرا دنیا میں کون ہے؟"

میں نے اسے تسلی دی۔

"حوصلہ رکھو فریال۔ تم ہمت ہار جاؤ گی تو میری ہمت بھی پست ہو جائے گی۔ میں جو دشمن سے نجات حاصل کر کے ایک نئی زندگی کی طرف اونٹوں کا قافلہ محض تمہاری خاطر۔ تم صبر و تحمل سے میرا انتظار نہیں کرو گی تو میں یہاں قدم قدم پر پسپا ہوتا جاؤں گا۔ وعدہ کرو فریال اب تم آنسو نہیں بہاؤ گی۔ تمہارے آنسو میرے دل میں کانٹے بن کر چبھتے ہیں۔"

وہ آنسو پونچھ چکی تھی اور اب اپنے دانتوں سے چھید کرتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"آپ جو کہیں گے وہی کروں گی اور وہی کرتی آ رہی ہوں۔ میں نے کبھی آپ کی کسی بات سے انکار نہیں کیا۔ اب آپ مجھ سے دور ہو گئے ہیں۔"

"فریال۔ بہت الوطنی مجبور تو دو ہم ہر ملک کی کمزوریاں اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے ہیں۔ یہ مائیکرو فلم بہت کام کی ہے اس ملک کی بھی ایک کمزوری ہمارے ہاتھ آ گئی ہے۔

لہٰذا اسے واپس کرنے کی شرط پیش نہ کرو۔"

میں نے کرسی کے ہتھے پر جوشیلے انداز میں ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"یہی سب سے پہلی اور سب سے اہم شرط ہے۔ اس سے انکار کرو گے تو مجھے پانے کے بعد پھر کھو دو گے یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لو۔"

مائر لیوشے تشویش بھری نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میری اتنی بڑی شرط کو کیسے تسلیم کر سکتا ہے۔ کیوں کہ اس مائیکرو فلم سے انہیں صرف کروڑوں روپے کا فائدہ ہی نہیں تھا بلکہ ان ماسٹروں کو ہمارے ملک پر جو کامرقوت حاصل ہو جاتی اور وہ آئندہ اس نقصان نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"دیکھو فرہاد ضد نہ کرو تم اپنی ضد سے ہمیں جیت نہیں سکو گے۔"

"یہی بات میں تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے مزاج کے خلاف مجھے نہیں جیت سکو گے۔ تم میری باتیں زبان سے سمجھ رہے ہو اور میں اپنی اس ضد کو عملی طور پر ثابت کر سکتا ہوں۔ اکھوا اور مجھے ذہنی عذاب میں مبتلا کرو۔ میں مر جاؤں گا مگر ملک کے کسی بھید سے متعلق راز کا کبھی سودا نہیں کروں گا۔"

وہ مجھے کیا آزماتا وہ تو ایک عرصے سے میرے ضدی مزاج کو سمجھتا آ رہا تھا اس نے مجبور ہو کر کہا۔

"اچھی بات ہے میں اس شرط کو اپنی مرضی سے قبول نہیں کر سکتا اسے تینوں ماسٹروں کے سامنے پیش کروں گا اور تھوڑی دیر بعد ان کا فیصلہ سنا دوں گا تم اپنی دوسری شرط بیان کرو۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"پہلے میری پہلی شرط کا فیصلہ ہونا چاہیے۔ جب تک ایک شرط منظور نہ ہو دوسری شرط میں کس امید پر پیش کروں؟ تم اپنے ساتھی ماسٹروں سے پہلے مشورہ کر لو۔"

مائر لیوشے نے مجبور ہو کر کہا۔ "کہ اچھا میں اپنے ساتھیوں سے اس مسئلے میں باتیں کروں گا اور تھوڑی دیر بعد مجھے جواب دے گا یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا اور اپنے ساتھی ماسٹروں سے ابلاغ قائم کرنے لگا۔ میں بہت پہلے مائر لیوشے کے ذریعے دو ماسٹروں کی سوچ کو پڑھ چکا تھا یعنی ان کے دماغ تک پہنچ سکا تھا۔ میں جب بھی چاہتا ان کے منصوبوں سے باخبر ہو سکتا تھا۔ صرف چوتھا ماسٹر ایسا تھا جس کے دماغ تک میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ بڑے ہی پراسرار طریقے سے غائب ہو گیا تھا شاید اسے میرے پیچھے لگا دیا گیا تھا۔ میں نے اس وقت بھی مائر لیوشے کی سوچ کے ذریعے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ اس کے اس مشورے میں چوتھا ماسٹر شریک ہوتا ہے یا نہیں۔

میرا خیال درست نکلا چوتھا ماسٹر بالکل ہی غائب ہو چکا تھا۔ مائر لیوشے اس وقت صرف دو ماسٹروں سے مشورے کر رہا تھا۔ ان میں سے ایک ماسٹر دانیال تھا جو اگ کا رہنے والا تھا۔ جس کی بیٹی انجلا کو میں نے ملتان الاسد میں اپنے دوست سے خلاصی دلائی تھی۔ اس نے میری شرط سننے کے بعد مائر لیوشے سے کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم فرہاد کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہو ایک بار مجھے اس کا سامنا کرنے دو میں اسے اپنی آتشی قوتوں سے جلا کر راکھ کر دوں گا۔"

میں مائر لیوشے کے ذریعے اس کی باتیں سن رہا تھا تیسرا ماسٹر خاموش کر رہا تھا۔

ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ لاؤ وہ ماسٹر پیس فلم مجھے دے دو۔"

ماسٹر پوشے نے ماسٹر سائمن سے پوچھا۔

"کیا یہ فلم فرہاد کے حوالے کر دوں؟"

"ہاں"۔ سائمن کا جواب ہنمائی دیا۔ "فرہاد سے کہہ دو کہ وہ فلم ہم اس کے پاس امانت کے طور پر رکھیں گے۔ اگر وہ دوستانہ انداز میں ہمارے لیے کوئی کارنامہ انجام دے گا تو وہ فلم اسے انعام کے طور پر دے دی جائے گی۔ ورنہ اس سے چھین لی جائے گی۔"

ماسٹر پوشے نے مجھ سے پوچھا۔

"کیوں فرہاد تم ماسٹر سائمن کی باتیں سن رہے ہو؟"

"ہاں سن رہا ہوں۔ مجھے یہ فیصلہ منظور ہے۔ لاؤ وہ فلم مجھے دے دو۔"

ماسٹر پوشے نے وہ فلم مجھے دے دی۔ میں نے اسے جیب میں رکھتے ہوئے کہا

"میری دوسری شرط یہ ہے کہ میرے ذاتی معاملات میں مداخلت نہ کی جائے اور میرے دوستوں اور رشتے داروں کو اپنا آلۂ کار نہ بنایا جائے۔"

ماسٹر پوشے نے کہا۔ "تم ایسی شرطیں پیش کرتے ہو جو ہرگز قابلِ قبول نہیں ہوتیں یا ہمیں الجھا کر رکھ دیتی ہیں۔ صاف بات تو یہ ہے کہ تمہارے جیسے ضدی آدمی کو ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر کے ہم اپنا کام نہ نکال سکیں گے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تمہارے کسی دوست کو، کسی عزیز رشتے دار کو یا تمہاری کسی محبوبہ کو اپنی مٹھی میں رکھیں۔ جس طرح تم ٹارگٹ بنا کر میں سعید احمد سے اپنا کام نکالتا رہا ہوں۔ اسی طرح مجھے یقین ہے کہ تمہاری بھی کوئی محبوبہ ہوگی جسے میں مینیپل کر سکوں گا۔"

میں غصے اور نفرت سے اسے دیکھنے لگا۔ لیکن ایسے وقت بھی میں اس قدر محتاط تھا کہ فریال کا نام اپنی سوچ تک نہیں لا رہا تھا۔ مبادا یہ فریال کو میری محبوبہ کی حیثیت سے جان جائے۔

"دیکھو فرہاد تمہیں غصہ کرنے کے بجائے ٹھنڈے دماغ سے سوچنا چاہیے۔ ہم محض مجبور ہو کر ایسا کریں گے۔ آخر ہماری دوستی کو آزمانے میں مضائقہ کیا ہے۔ تم ہمیشہ دوست بن کر رہو اور دیکھو کہ ہم تمہاری کس مجبوری کو آلۂ کار بنانے کے بجائے اس کی کتنی عزت کرتے ہیں۔ ہم تمہاری یہ دوسری شرط اس طرح تسلیم کرتے ہیں کہ جب تک تم دوست بن کر رہو گے ہم تمہارے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔"

میں نے بے زار ہو کر سر جھکا کر اپنی شرطیں پیش کر دیں۔ یہ شرطیں جانتے تو ہیں لیکن ان شرائط پر اپنی شرائط بھی عائد کر دیتے ہیں۔ حقیقتاً دیکھا جائے تو اس وقت میں ان کا قیدی تھا۔ اس کے باوجود میں انہیں مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے کچھ جھکنا تھا اور کچھ انہیں جھکانا تھا۔ اس لیے میں نے کہا۔

"اب مجھے اپنی کوئی شرط پیش نہیں کرنی ہے۔ تم مجھے بتاؤ کہ ابھی مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو؟"

ماسٹر پوشے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب آیا۔ وہاں میز کی دراز میں ایک پیگ کی مقدار رکھی ہوئی تھی۔ وہ اسے ایک گلاس میں انڈیلنے لگا۔ میں خاموشی سے دسکی کی اس بوتل کو دیکھ رہا تھا جو اب خالی ہو چکی تھی۔ اگر اس کے بعد ماسٹر پوشے کو مزید پینے کی خواہش ہوگی تو وہ دوسری بوتل کہاں سے لائے گا؟

دوسری بوتل اس فلیٹ میں نہیں تھی۔ فلیٹ کے باہر کمال احمد کی کار کی ڈگی میں ماسٹر پوشے کا ایک سوٹ کیس رکھا ہوا تھا اور اس سوٹ کیس میں شراب کی وہ بوتل تھی جس میں بھی کھوپڑی کو الٹ دینے والی ایک دوا ملا چکا تھا۔ یہ سوچ کر مجھے اطمینان حاصل ہو رہا تھا کہ ماسٹر پوشے کی شامت قریب آتی جا رہی ہے۔ جب بھی وہ اپنے سوٹ کیس سے شراب کی وہ بوتل نکال کر کھولے گا اور اس میں سے ایک گھونٹ بھی پیے گا تو اس کے دماغ سے اس کی تمام باتیں غلیظ بلور پر لکھی ہوئی چاک کی تحریر کی طرح مٹ جائیں گی۔ دماغ سے باتیں مٹنے کا مطلب یہ ہے کہ دماغ کی سوچیں بھی مٹیں گی اور سیل میچنی کی تمام صلاحیتیں نابود ہو جائیں گی۔

ماسٹر پوشے میری اس خطرناک چال سے بے خبر تھا۔ اس نے میز کے قریب کھڑے ہو کر شراب کا ایک گھونٹ لیا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ ایک ہی گھونٹ میں پورا ایک پیگ حلق سے اتارے۔ تاکہ وہ دوسری بوتل کی خواہش کرے۔ مگر وہ ایک ہی گھونٹ پی کر اپنی جگہ واپس آگیا اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"یہاں تمہارے لیے کوئی کام نہیں ہے۔ فی الحال ہمارے ساتھ عیش کرو۔ ابھی تمہارا پاسپورٹ بن رہا ہے۔ بلکہ پاسپورٹ اور ویزا دونوں ہی بن چکے ہوں گے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"اتنی جلدی میرا پاسپورٹ اور ویزا کیسے بن سکتا ہے؟"

اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا

"ہمارے پاس ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔ ہم منٹوں میں بھی پاسپورٹ اور ویزا بنا لیتے ہیں۔ صرف تمہاری تصویر کی کمی ہے اگر کوئی ہو تو دے دو۔"

میں نے اسے بتایا کہ اس وقت میرے پاس اپنی کوئی تصویر نہیں ہے۔

ماسٹر پوشے نے کہا۔

"کوئی بات نہیں تم ذرا خاموش رہو۔ میں کچھ معلومات حاصل کر لوں تم میری سوچ سے رابطہ قائم نہ کرنا۔ اگر کرو گے تو مجھے پتہ چل جائے گا۔"

یہ کہنے کے بعد شاید وہ کسی کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ میں تجسس میں گرفتار تھا۔ لیکن اس کی مرضی کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پندرہ منٹ بعد اس نے کہا

"تمام انتظامات ہو چکے ہیں صرف تمہاری تصویر کی کمی ہے۔ وہ تھوڑی دیر بعد حاصل ہو جائے گی۔ اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کمال احمد کا کوئی واقف کار یہاں پہنچ جائے۔"

"ہم کہاں جائیں گے؟"

"فی الحال تو انٹرکانٹی نینٹل میں جائیں گے۔ وہاں میرے اور مدام کے لیے کمرے مخصوص ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ اس وقت تم کہاں رہتے تھے؟"

"میرا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ساماں میرا واقف کار ہے۔"

"تو پھر تم نے ہم سے دور بھاگنے کے لیے کس کی گاڑی استعمال کی تھی؟"

"جس طرح تم نے گاڑی کے لیے کمال احمد کو شکار کیا ہے۔ اسی طرح میں بھی بوقتِ ضرورت کسی کو پکڑ لیتا ہوں۔"

اس نے میری بات سے قائل ہو کر کہا۔

"اچھی بات ہے تمہارے لیے بھی انٹرکانٹی نینٹل میں ایک کمرہ حاصل کیا جائے گا۔ اب یہاں سے نکلو۔"

اس نے ملاسم سونیا سے بھی اٹھنے کے لیے کہا۔ وہ بستر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور ہمارے پیچھے چلتی ہوئی فلیٹ سے باہر آگئی۔ ہم نے کمال احمد کی کار کی ڈگی کھول کر اس میں سے سامان نکالا۔ پھر ڈگی بند کرنے کے بعد ہم اگلی کار میں ہی پھر ڈگی اور سامان اٹھا کر گئی۔ سے سڑک پر آگئے۔ وہاں سڑک کے کنارے ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ اس ٹیکسی کی پچھلی سیٹ سے ایک شخص باہر آیا اس کے ہاتھوں میں ایک کیمرہ تھا۔ وہ مختلف زاویوں سے میری کئی تصویریں لینے لگا۔ اس دوران ماسٹر پوشے ملاسم سونیا کے ساتھ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ اس نے سوچ کے ذریعے اپنے کسی آلۂ کار کیمرہ مین کو ٹیکسی سمیت وہاں بلایا تھا۔ تصویریں اتروانے کے بعد میں اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر آدھے گھنٹے بعد ہم ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل میں پہنچ گئے۔

میرے ساتھ ماسٹر پوشے کا رویہ بڑا ہی دوستانہ تھا۔ میں بھی دوستوں کے انداز میں ہی اس سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے میرے لیے انٹرکانٹی نینٹل میں ایک کمرہ حاصل کر لیا تھا۔ میں اس انتظار میں تھا کہ وہ اپنے کمرے میں پہنچے گا تو پھر وہسکی کی طلب کرے گا اور اپنے سوٹ کیس سے وہسکی کی وہ بوتل نکالے گا۔ لیکن مجھے پالینے کے بعد اسے اطمینان ہو گیا تھا اب وہ اپنی نیند پوری کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔

"فرہاد تمہیں جن چیزوں کی ضرورت ہے مجھے بتاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ سفر شروع کرنے سے پہلے تمہارے پاس اپنی ضرورت کا ہر سامان موجود ہو۔ میں یہ سامان فوراً ہی منگوا دوں گا۔"

میں اسے بتانے لگا کہ مجھے کن چیزوں کی ضرورت ہے۔ میں نے اپنے کپڑوں کے ناپ بھی بتائے اور شیونگ کے سامان سے لے کر جوتوں تک کی فہرست بنائی۔ ماسٹر پوشے نے سر ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے اب تم اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔ میں بھی سونا چاہتا ہوں۔ جب ہم سو کر اٹھیں گے تو تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں پہنچ چکی ہوں گی۔"

میں مایوس ہو کر اپنے کمرے میں آگیا۔ مجھے یہ تو پتہ چل گیا تھا کہ وہ اب سونے جا رہا ہے اس لیے شراب پینے کی خواہش نہیں کرے گا۔ میں نے اپنے کمرے میں پہنچ کر سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔

"ماسٹر پوشے ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"پوچھو کیا بات ہے؟"

میں نے پوچھا۔ "جب تمہارے پاس اتنے ذرائع ہیں کہ میری تصویر اتارنے کے لیے فوراً ہی ایک کیمرہ مین بھی طلب کر لیتے ہو اور ضرورت کی دوسری چیزیں حاصل کرنے کے لیے اپنے خدمت گاروں سے کام لیتے ہو تو پھر میرا پیچھا کرنے کے لیے تم پچھلے دنوں ایک گاڑی کے محتاج کیوں ہو گئے تھے؟ کیا تم یہاں پہنچنے سے پہلے اپنے لیے ایک گاڑی کا انتظام نہیں کر سکتے تھے؟"

ماسٹر پوشے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔ میں جس ملک کی سرزمین پر قدم رکھوں وہاں میرے لیے کسی چیز کی کمی نہ ہو۔ ایسے انتظامات ہم پہلے ہی کر لیتے ہیں لیکن بعض باتیں پالینے سے پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ تم میری سوچ کو پڑھتے رہتے ہو۔ اگر میں اپنے آلۂ کاروں سے کام لوں گا اور اپنی ضرورت کی چیزیں ان سے طلب کروں گا تو تمہاری سوچ کے ذریعے میرے آلۂ کار تک پہنچ جائے گے اور انھیں نقصان پہنچاؤ گے۔ اسی لیے میں نے ایک گاڑی حاصل کرنے کے لیے انٹرکانٹی نینٹل والوں سے درخواست کی تھی۔ کہو اور بھی کچھ پوچھنا ہے؟"

"ہاں۔ ایک سوال اور پوچھنا ہے۔ ہم اس ملک کو چھوڑنے کے بعد کہاں جائیں گے؟"

"یہاں سے کچھ دور مشرقِ بعید کا ایک جزیرہ ہماری منزل ہے۔ اس جزیرے کا نام "کوائی" ہے۔"

"جزیرہ کوائی کہاں واقع ہے؟"

"جزیرہ ہوائی سے سو میل کے فاصلے پر ایک جزیرہ "نی ہاؤ" ہے۔ جزیرہ نی ہاؤ کے قریب ہی وہ جزیرہ کوائی ہے۔ یوں سمجھ لو کہ وہ چھوٹا سا جزیرہ ہم ماسٹروں کی ملکیت ہے۔ باقی تفصیلات تمہیں بعد میں معلوم ہوتی رہیں گی۔ اب مجھے سونے دو۔"

مجھے بھی سونا چاہیے تھا کیونکہ میں بھی پچھلی رات سے جاگ رہا تھا لیکن اب میرے حالات ایسے تھے کہ مجھے آئندہ کی فکر ہو گئی تھی اور اپنے سے زیادہ فریال کا خیال ستا رہا تھا کہ وہ میرے بعد تنہا کیسے رہے گی۔ اچانک ہی اس پر بہت سی مصیبتیں ٹوٹ پڑی تھیں۔ اس کی ممی قتل کر دی گئی تھیں۔ میں جو اس کی زندگی کو ایک نئے موڑ پر لے کر آرہا تھا تو میں بھی اس سے بچھڑ گیا تھا۔ کبھی فریال کا خیال آرہا تھا کبھی اس نامعلوم سے جزیرے کی طرف میرا ذہن بھٹک جاتا تھا کہ پتہ نہیں مجھے کیسی جگہ لے جایا جا رہا ہے۔ میں بہت دیر تک مختلف خیالات میں الجھتا رہا۔ پھر یہی سمجھ میں آیا کہ سوچنے سے بات نہیں بنے گی۔ فی الحال آرام سے سو جانا چاہیے۔ نیند پوری ہونے پر جب میں تازہ دم ہو کر اٹھوں گا تو شاید کوئی بات سمجھ آئے۔

میں نے سونے سے پہلے ماسٹر لوشے کے ذہن پر دستک دی مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔ میری دستک اس کی حفاظتی شعاعوں سے ٹکرا کر واپس آگئی تھی یعنی وہ سو چکا تھا۔ میں نے بھی اپنے ذہن کو ہدایت دی کہ اب سے پانچ گھنٹے بعد میری آنکھ کھل جائے۔ یہ ہدایت دینے کے بعد میں نے آنکھیں بند کر لیں پھر آہستہ آہستہ نیند کی گود میں ڈوبتا چلا گیا۔

اپنے ذہن کو ہدایات دینے کے بعد اکثر میں گہری نیند سو جایا کرتا تھا اور ایسے وقت کوئی خواب میرے ذہن سے ہو کر نہیں گزرتا تھا لیکن اس روز میں بڑے الجھے الجھے سے خواب دیکھتا رہا۔ میں فریال کو یاد کرنے کے بعد سو رہا تھا اس لیے بار بار فریال مجھے دکھائی دے رہی تھی۔ میں اس سے باتیں کر رہا تھا۔ نیند کی حالت میں بھی ایک خوف سا تھا کہ کہیں ماسٹر لوشے میری جان حیات تک نہ پہنچ جائے۔ اس لیے میں اسے دیکھنے سے اور اس کے متعلق سوچنے سے کترا رہا تھا لیکن نہ جانے کیوں بار بار میرا ذہن اسی طرف مائل ہو رہا تھا۔ جب میں سو کر اٹھا تو دل میں کچھ عجیب سی بے چینی تھی اور میں خواہ مخواہ پریشان ہو رہا تھا۔ بس یوں لگ رہا تھا جیسے میری فوراً ماسٹر لوشے کے علم میں آچکی ہے۔

بیدار ہونے کے بعد میں بڑی دیر تک بستر پر پڑا رہا اور انجانے سے خوف کو دل سے نکالنے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر میں نے سوچا کہ فریال سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تاکہ اس کی خیریت معلوم کروں۔ اس سے پہلے میں نے ماسٹر لوشے کے ذہن میں جھانک کر دیکھا اس وقت وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ مجھے اس کی اس طویل نیند پر حیرانی ہوئی کہ وہ آج سونے کے لیے پانچ گھنٹے سے بھی زیادہ وقت صرف کر رہا تھا۔ میں اس طرف سے مطمئن ہو گیا اور فریال کے ذہن میں جھانکنے لگا۔

اس وقت فریال کو اس کی ممی کی لاش واپس مل گئی تھی اور وہ کفن دفن کے سلسلے میں مصروف ہو گئی تھی۔ اس کے بہت سے رشتے دار اس کی کوٹھی میں جمع ہو گئے تھے جب وہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے کمرے میں گئی تو میں نے اس کے ذہن پر دستک دی۔ میری دستک سنتے ہی اس نے کہا۔

"فرہاد! آپ کہاں ہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ ابھی ممی کے کفن دفن کی تیاریاں ہو رہی ہیں رشتے دار چلے جائیں گے۔ گھر بالکل ویران ہو جائے گا۔ میں تنہا یہاں کیسے رہوں گی۔"

میں اسے تسلیاں دینے لگا کہ انشاء اللہ میں بہت جلد اس کے پاس آجاؤں گا۔ لیکن ابھی حالات سازگار نہیں ہیں اور اس وقت میں اپنے دشمن کے کنٹرول میں ہوں، فریال نے کہا۔

"بس آپ اسی طرح موقع نکال کر مجھ سے باتیں کرتے رہیں۔ اتنی تسلی تو ہو جاتی ہے کہ آپ مجھ سے قریب ہیں تھوڑی دیر پہلے بھی آپ نے مجھ سے میرے پاسپورٹ کے متعلق پوچھا تھا لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ میرے پاسپورٹ سے کیا کام لینا چاہتے ہیں؟"

میں نے بڑی حیرانی سے فریال کی باتیں سنیں کیونکہ میں نے اس سے پاسپورٹ کے متعلق کوئی بات نہیں کی تھی۔ میں تو گہری نیند سو رہا تھا میں نے اس سے کہا۔

"فریال یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ میں نے تو تھوڑی دیر پہلے تم سے گفتگو نہیں کی۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ نے تقریباً دو گھنٹے پہلے پوچھا تھا اور میں نے جواباً کہا تھا کہ میرے پاس انٹرنیشنل پاسپورٹ ہے اور اس میں مشرقِ بعید کے تمام ممالک کا اندراج ہے میں جب چاہوں یہاں سے ان ممالک کی طرف جا سکتی ہوں۔ یہ سن کر آپ نے کہا تھا کہ باقی باتیں آپ بعد میں کریں گے اور یہ کہہ کر آپ نے رابطہ ختم کر دیا تھا۔"

میں فریال کی باتیں بڑی حیرانی سے سن رہا تھا اور حیرانی کے ساتھ پریشانی بھی تھی۔ میرا ذہن فوراً ہی ماسٹر لوشے کی طرف گیا کہ شاید وہی مجھ سے دو دفعہ باتیں چل رہا ہے۔ جب میں نے سونے سے پہلے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا تو اس کے دماغ کے چاروں طرف حفاظتی شعاعوں کا پہرہ تھا۔ میں نے یہی سمجھا تھا کہ وہ سو چکا ہے۔ اس سے پہلے بھی میں دھوکا کھا چکا تھا۔ وہ سونے کا بہانہ کر رہا تھا اور میں اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر فلیٹ میں داخل ہو گیا تھا وہاں پہنچ کر پتہ چلا تھا کہ دراصل اس نے مجھے دھوکہ دینے کے لیے یہ چال چلی تھی اور محض سونے کا بہانہ کیا تھا۔

یہ باتیں یاد آئیں تو میری سمجھ میں آیا کہ اس وقت بھی وہ گہری نیند نہیں سو رہا تھا بلکہ مجھے دھوکہ دے رہا تھا۔ جب میں سو گیا تھا تو اس نے اپنے علم و کرام میں لاکر میرے خوابیدہ ذہن کو اپنے تابع فرمان بنا لیا تھا اور مجھے جبراً وہ باتیں سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔ جن سے میں اب تک اس کے سامنے سوچنے سے پرہیز کرتا رہا تھا۔ اب میری سمجھ میں یہ اچھی طرح آگیا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا اور فریال سے جو باتیں کیں وہ محض ماسٹر لوشے کی شعبدہ بازیاں تھیں۔ وہ میرے خوابیدہ ذہن کو مجبور کرتا رہا تھا کہ میں فریال کے متعلق زیادہ سے زیادہ سوچتا رہوں اور اسے معلومات فراہم کرتا رہوں اور اب وہ کمبخت فریال کے متعلق بہت کچھ جان چکا تھا۔

میں بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر پہلے جو آرام کی نیند نصیب ہوئی تھی اب اس سے زیادہ پریشانیاں میرے گھیرے میں آگئی تھیں۔ مجھے پہلے ہی اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں فریال اس شیطان کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ماسٹر لوشے میری غفلت سے فائدہ اٹھا کر میری مجبور بہ کے دماغ تک پہنچ جائے گا۔ اب اپنی جان کی اتنی فکر نہیں تھی جتنی کہ فریال کے متعلق فکریں لاحق ہو گئی تھیں۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اب وہ کس طرح مجھے ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر سکتا ہے۔ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا مگر فریال کو طرح طرح سے نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دیتا رہے گا اور میں اسے برداشت نہیں کر سکوں گا۔

اس وقت میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں دوڑتا ہوا جاؤں اور جا کر ماسٹر لوشے کا گلا دبوچ لوں۔ لیکن میں جانتا تھا کہ اس نے سونے سے پہلے اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ پھر یہ کہ نہ جانے اس کے کتنے آلۂ کار باڈی گارڈ کے طور پر اس کی حفاظت کر رہے تھے۔ میں سونیا کے سوا کسی اور سے واقف نہیں تھا۔ اب میں سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے کس طرح فریال کی حفاظت کرنی چاہیے؟

بہت دیر تک سوچتے رہنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آئی کہ میں اس سلسلے میں ماسٹر لوشے سے جھگڑا نہیں کر سکتا تھا۔ اگر میں فریال کو سوچ کے ذریعے یہ سمجھا دیتا کہ اس کے ساتھ دھوکہ کیا جا رہا ہے اور میرا دشمن فرہاد بن کر اس سے سوچ کے ذریعہ رابطہ قائم کر رہا ہے تو وہ محتاط ہو جاتی۔ ماسٹر لوشے کی کوئی بات نہ مانتی لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوتا؟

اس کے نتائج پر غور کرتے ہی میں کانپ سا گیا۔ اس نے ایک بار سعید احمد سے کہا تھا کہ اگر وہ اس کے حکم کی تعمیل نہیں کریں گے تو وہ ثمر کو پاگل بنا دے گا۔ اس طرح پاگل بنا دے گا کہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ کر شارع عام پر نکل آئے گی۔ وہ شیطان یہی تماشا فریال کے ساتھ بھی کر سکتا تھا اور میں کسی طرح بھی فریال کی یہ بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں اس وقت کتنا بے بس ہو گیا تھا یہ میں ہی سمجھ رہا تھا۔ میری تمام صلاحیتیں، میری نہاتت اعلیٰ میری دلیری سب کی سب اس قدر کمزور پڑ گئی تھیں کہ میں خود کو ایک حقیر کیڑے سے بھی زیادہ کمزور اور بے بس سمجھ رہا تھا۔

میں نے ایک بار پھر ماسٹر لوشے کے ذہن میں جھانک کر دیکھا وہ اب بھی گہری نیند سو رہا تھا۔ اس کے اتنے دیر تک سونے کی وجہ معلوم ہو گئی کیونکہ وہ میرے سونے کے بعد بھی جاگتا رہا تھا، اور فریال کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا تھا۔ اب وہ آرام سے سو رہا تھا۔ میں غصے سے تلملانے لگا لیکن غصہ دکھانے سے کیا ہوتا تھا۔ اب صرف ایک ہی صورت رہ گئی تھی کہ وہ کمبخت اپنا سوٹ کیس کھولے اور اس میں سے وہسکی کی بوتل نکال کر ایک آدھ گھونٹ اپنے حلق سے اتار لے۔ یہ موقع ابھی تک نہیں آیا تھا اور اب مجھے اسی موقع کا انتظار کرنا تھا۔ اس سے پہلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

یہ سوچتے وقت میں بھی محتاط ہو گیا۔ میرے دماغ نے مجھے سمجھایا کہ اب وہسکی کی بوتل یا اس دوا کے متعلق ہرگز نہیں سوچنا چاہیے جو میں اس کے خلاف آزمانا چاہ رہا ہوں۔ اگر بھولے سے بھی میں نے اس کے متعلق سوچ لیا اور ماسٹر لوشے نے میری سوچ کو پڑھ لیا تو میری ساری پلاننگ دھری کی دھری رہ جائے گی اور میں کبھی اس کے چنگل سے آزاد نہیں ہو سکوں گا۔ میں نے تہیہ کر لیا کہ اب آئندہ اس وہسکی کی بوتل کے متعلق نہیں سوچوں گا۔ اس کے بریف کیس میں بھی ایک ٹانک کی شیشی رکھی ہوئی تھی۔ اس شیشی میں بھی میں نے وہ دوا ملا دی تھی اب ماسٹر لوشے سے نمٹنے کے لیے ضروری تھا کہ میں وہسکی اور اس ٹانک کی شیشی کو بالکل ہی بھول جاؤں اور نیند کی حالت میں بھی اس کے متعلق کبھی نہ سوچوں اس کے لیے میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ سونے سے پہلے اپنے دماغ کو کنٹرول میں رکھوں گا، اور ماسٹر لوشے کو اتنا موقع نہیں دوں گا کہ وہ میرے خوابیدہ ذہن کو اپنے طور پر سوچنے پر مائل کر سکے۔

وہ شیطان کا بچہ تو جیسے گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔ اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ میں نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھا تو اس وقت آدھی رات گزر چکی تھی۔ میں نے سوچا پتہ نہیں وہ کب تک اسی طرح سوتا رہے گا۔ اس وقت تک مجھے فریال سے باتیں کر لینی چاہئیں۔ میں نے یہ سوچ کر فریال سے رابطہ قائم کیا، اور اس سے کہنے لگا۔

"سنو فریال! تم دشمن سے دھوکہ کھا گئی ہو۔ جس وقت میں نے تم سے پاسپورٹ کے متعلق گفتگو کی تھی دراصل وہ میں نہیں تھا، میرا دشمن ماسٹر لوشے تھا۔"

فریال نے گھبرا کر پوچھا۔

"کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ لیکن وہ میرے دماغ تک کیسے پہنچ گیا؟ میں تو آپ کے حکم کی تعمیل کر رہی ہوں۔ جب سے میں یہاں آئی ہوں اس کے بعد اس کوٹھی سے باہر نہیں نکلی آپ نے اس کے قریب جانے سے منع کیا تھا۔ میں تو اس سے دور ہی بھاگتی ہوں۔ پھر یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟"

"تم واقعی میرے حکم کی تعمیل کر رہی ہو لیکن یہ سب کچھ میری غلطی سے ہوا۔ میں سونے سے پہلے اپنے ذہن کو پوری طرح

کنٹرول میں نہیں رکھ سکا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ماسٹر یوشے میرے خوابیدہ ذہن کو اپنی گرفت میں لے کر یہ معلوم کرتا رہا کہ اس دنیا میں میری سب سے عزیز ترین ہستی کون ہے اور اس طرح وہ تم تک پہنچ گیا۔ اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس نے تم سے پاسپورٹ کے متعلق کیوں پوچھا تھا۔ مجھے میری سوچ کا جو جواب مل رہا ہے وہ یہ ہے کہ وہ تمہیں بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے تاکہ میں جب کبھی اس کے حکم سے انکار کروں تو وہ تمہیں ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرے اور میں اس کا حکم ماننے پر مجبور ہو جاؤں۔"

"فرہاد! یہ کیا ہو گیا آپ میری وجہ سے بہت کمزور پڑ جائیں گے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ میں ذہنی اذیتوں سے گزر جاؤں گی لیکن یہ برداشت نہیں کروں گی کہ میری محبت آپ کو کمزور بنا دے۔"

"نہیں فریال ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ کم از کم میں تمہیں کسی الجھن میں دیکھوں یا تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھوں، یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ اب میں تمہیں یہی سمجھانا چاہتا ہوں کہ وہ شیطان تم سے جو کچھ کہے اس پر عمل کرتی جانا اگر وہ تم سے یہ کہے کہ یہ ملک چھوڑ کر فلاں جگہ جانا ہے تو تم انکار نہ کرنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ تمہیں اسی جگہ لے جائے گا جہاں مجھے لے جانے کا ارادہ کر چکا ہے۔"

"لیکن فرہاد! جب تک ممی کے قتل کا مقدمہ علیحدہ ہے گا میں یہ ملک چھوڑ کر جا نہیں سکوں گی۔ جب تک پولیس والوں کی طرف سے کلیرنس سرٹیفکیٹ نہیں ملے گا اس وقت تک میں اپنا پاسپورٹ استعمال نہیں کر سکوں گی۔ پھر وہ شیطان پاسپورٹ کے بغیر مجھے کس طرح یہاں سے جانے پر مجبور کر سکے گا۔"

یہ بات تو میں بھول ہی چکا تھا کہ فریال اپنی ممی کے قتل کے مقدمے میں.... ابھی رہے گی اور اپنا پاسپورٹ استعمال نہیں کر سکے گی۔ یہ بات ماسٹر یوشے کو بھی سمجھائی جا سکتی ہے میں نے فریال سے کہا۔

"اچھی بات ہے ہم دیکھیں گے ماسٹر یوشے اس سلسلے میں کیا کرتا ہے۔ اگر وہ تمہیں قانون کے خلاف جبراً یہاں سے لے جانا چاہے گا تو میں اعتراض کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری مرضی کے خلاف تمہیں یہاں سے جانے پر مجبور نہیں کرے گا۔"

ہماری باتوں کے دوران پتہ نہیں ماسٹر یوشے کب بیدار ہو گیا تھا چونکہ میں اس کی نظروں میں بہت ہی خطرناک تھا، اس لیے اس نے بیدار ہوتے ہی سب سے پہلے میرے ذہن میں جھانک کر دیکھا تھا اور اس کے بعد بڑی خاموشی سے ہماری گفتگو سنتا رہا تھا۔ آخر کار اس نے مداخلت کی۔

"ہیلو فرہاد! میں بیدار ہو چکا ہوں اور تم دونوں کی باتیں بھی سن چکا ہوں۔ مجھے بھی اس بات کا خیال نہیں رہا تھا کہ تمہاری فریال اپنی ممی کے قتل کے مقدمے میں ابھی پھنسی ہے گی۔ جب تم چاہتے ہو کہ میں اسے غیر قانونی طور سے باہر لے جاؤں تو تمہاری ہی بات رہے گی۔ فریال اسی ملک میں رہے گی اور پھر وہ جتنی دور بھی رہے تم جانتے ہی ہو کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے فاصلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ جب بھی تم میرے خلاف کوئی قدم اٹھانا چاہو گے میں اس کے جواب میں فریال کے ذہن تک پہنچ جاؤں گا۔ اس کے بعد کیا ہو گا یہ تم اچھی طرح سمجھتے ہو۔"

میں نے غصے سے تلملاتے ہوئے کہا۔

"تم اول درجے کے کمینے ہو۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم میرے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کرو گے لیکن تم میری دوسری شرط کے خلاف یہ حرکت کر چکے ہو۔"

"فرہاد میں نے تمہارے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کی ہے۔ صرف احتیاطاً آئندہ تمہیں قابو میں رکھنے کے لیے تمہاری دلچسپی کی مجبوبہ کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ میرا فرض تھا۔ اسے میں نے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی اور نہ ہی آئندہ اسے کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ ہے۔ بس تم نہایت شرافت سے ہمارے حکم کی تعمیل کرتے رہو۔"

میں غصہ دکھانے اور جھنجھلانے کے سوا اور کر ہی کیا سکتا تھا۔ میں نے فریال کو بتا دیا کہ ماسٹر یوشے سے میری بات ہو چکی ہے، وہ جبراً اسے باہر جانے پر مجبور نہیں کرے گا۔ میری باتیں سننے کے بعد فریال نے کہا۔

"آپ وعدہ کریں کہ ممی کے مقدمے سے فارغ ہو جاؤ گی تو آپ مجھے فوراً ہی اپنے پاس بلا لیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں فریال کہ تمہیں ضرور اپنے پاس بلا لوں گا۔ میں خود بھی تم سے دور نہیں رہنا چاہتا۔ مگر افسوس کہ حالات سے مجبور ہوں۔ اچھا خدا حافظ۔ پھر ہماری ملاقات ہو گی۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ ماسٹر یوشے نے مجھ سے کہا۔

"ہم بہت دیر تک سوتے رہے ہیں۔ رات کا کھانا بھی نہیں کھایا ہے۔ اس وقت رات کے دو بجنے والے ہیں۔ میں نے کھانے کا آرڈر دیا ہے تم میرے کمرے میں چلے آؤ۔"

میں اپنے کمرے سے نکل کر اس کے کمرے میں آ گیا وہاں ہمارا سونیا ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی اپنی عادت کے مطابق کچا گوشت کھا رہی تھی۔ اس کے سامنے ایک بڑے سے برتن میں دودھ بھرا ہوا تھا۔ اسے کچا گوشت کھاتے دیکھ کر مجھے کراہت محسوس ہوئی۔ کمبخت جان تھی، جاذب نظر تھی۔ مگر اس کی خوراک بتا رہی تھی کہ اس کے منہ سے بساند آتی ہو گی۔ میں نے سوچا کہ اگر مجھ سے بے تکلفی ہو گی اور وہ میری زبان سمجھے گی تو میں اسے سولف یا اچھی کھانے کا مشورہ دوں گا تاکہ وقت ضرورت ناگواری محسوس نہ ہو۔

سونیا مجھے اچانک ہی کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر کھاتے کھاتے ٹھٹھک گئی اور اب میرے سامنے کھاتے ہوئے جھینپ رہی تھی۔ ماسٹر یوشے نے شاید اس کی زبان میں اسے کھانے کیلئے کہا۔ لیکن وہ وہاں سے باقی ماندہ گوشت اور ہڈیاں سمیٹ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد ماسٹر یوشے نے کہا۔

"یہ ہماری طرح دوسرے کھانے بھی کھاتی ہے لیکن کچا گوشت اور دودھ اس کی مرغوب غذا ہے۔ بعض اوقات اس کی یہ غذا ہمارے لیے پریشانی کا سبب بن جاتی ہے۔ اگر میرے خدائع وسیع نہ ہوتے تو میں اس کی خوراک کا انتظام نہ کر سکتا تو یہ میرے لیے مصیبت بن جاتی۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پہلے آدمی ہو جس کے سامنے اس نے اپنا پسندیدہ کھانا چھوڑ دیا۔"

میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"سونیا کے ساتھ تمہارے تعلقات کیسے ہیں؟ وہ جوان ہے تمہارے ساتھ سوتی ہے۔ اس لیے میں پوچھ رہا ہوں۔"

ماسٹر یوشے نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ہاں جوان ہے۔ کئی بار اس پر طبیعت آئی مگر اس کے منہ سے ایسی بساند آتی ہے کہ قریب جاتے ہی سارے جذبات سرد پڑ جاتے ہیں۔ یہ خود بھی سرد مزاج کی ہے۔ میں نے اسے کبھی کسی مرد سے دلچسپی لیتے نہیں دیکھا اور پھر کس مرد کا دماغ خراب ہوا ہے کہ وہ اس کے فولادی ناخنوں کو دیکھنے کے بعد اس میں دلچسپی لے۔ اب اگر میں یہ کہوں کہ اس نے زندگی میں پہلی بار فلیٹ میں تمہاری خوبروئی کی تعریف کی تھی تو تمہیں یقین کر لینا چاہیے۔ یوآر لکی۔"

"لکی تو اس وقت کہلاؤں گا جب مجھے بھی کچا گوشت کھانے کی عادت پڑ جائے گی۔ ویسے جہاں تک جذبات کا تعلق ہے عورت ہمارے لیے کچا گوشت ہی ہوتی ہے۔"

ماسٹر یوشے میری بات سن کر ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"تمہاری ضرورت کا سامان آ چکا ہے۔ تم کھانے کے بعد اپنے کمرے میں جا کر اپنا نیا لباس پہن کر دیکھ لینا اور تمام سامان چیک کر لینا۔ اگر کوئی کمی ہو گی تو صبح پوری کر دی جائے گی۔ کل دوپہر کی فلائٹ سے ہم جزیرہ ہوائی کی طرف جائیں گے۔ جزیرہ کوائی میں ہوائی اڈہ نہیں ہے۔ ہم ہونولو لو کے ایئرپورٹ پر اتریں گے۔ ایک رات اور ایک دن وہاں قیام کریں گے اس کے بعد لانچ کے ذریعے کوائی کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد کھانا آ گیا۔ ہم کھانے کے لیے ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ اب مجھے یقین تھا کہ وہ کھانے کے بعد ایک آدھ پیگ پیتے گا اور اس مقصد کے لیے اپنے سوٹ کیس سے وہسکی کی بوتل نکالے گا۔ مگر کھانے کے بعد مجھے یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ میرا ہوٹل کے بار سے اس کے لیے ایک بوتل لے آیا تھا۔ میں مایوس ہو کر وہاں سے اٹھ گیا۔ اس وقت تک سونیا باتھ روم سے واپس آ گئی تھی۔ چہرے سے پتہ چل رہا تھا کہ اس نے صرف اپنا چہرہ ہی نہیں بلکہ منہ بھی اچھی طرح صاف کیا ہے۔ ابھی طرح دانت مانجھ کر خوب گلگلیاں کی ہیں۔ کیونکہ مسکراتے وقت اس کے دانت موتی کی طرح چمک رہے تھے۔ میں نے اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دینے کی بجائے بڑی بے نیازی سے منہ پھیر لیا۔ پھر اس کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

میرے کمرے میں بہت سا سامان بکھرا پڑا تھا۔ نیا سوٹ کیس نئے جوتوں کے دو ڈبے، ایک بریف کیس۔ سوٹ کیس کھول کر دیکھا تو اس میں کئی جوڑے کپڑے، دو عدد سوٹ، ٹکٹیاں اور شونگ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ میں نے سوٹ اور دوسرے کپڑے پہن کر دیکھے۔ میرے بدن پر ٹھیک آ رہے تھے۔ میں نے تمام سامان ایک طرف رکھ دیا۔ اس وقت ساڑھے تین بجے تھے۔ میں بستر پر لیٹ گیا۔ سوچا کہ صبح شیو کرنے کے بعد لباس تبدیل کروں گا۔ اس وقت مجھے نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ فریال سے باتیں کرنا چاہئیں۔

لیکن اس کا ذہن نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ تھکی ہاری سوئی تھی۔ میں نے اسے آرام سے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے سوچا کون ہو سکتا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے میں نے ماسٹر یوشے کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنے کمرے میں آرام سے بیٹھا وہسکی سے دل بہلا رہا تھا۔ میں مادام سونیا کے ذہن میں نہیں جھانک سکا کیونکہ وہ اپنی زبان میں سوچتی تھی اور میں اس کی سوچ پڑھ کر یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا سوچ رہی ہے۔ اسی وقت دوبارہ دستک ہوئی۔

"کم ان" میں نے اونچی آواز میں کہا۔

دروازہ کھل گیا اور سونیا جھجکتی ہوئی اندر آ گئی۔ اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"آئی۔ لائک۔ ٹو سٹ۔ ہیئر۔"

وہ انگریزی زبان میں اٹک اٹک کر یہ کہہ رہی تھی کہ وہ یہاں بیٹھنا چاہتی ہے۔ میں نے اس سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ وہ ایک صوفے پر سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ میں تھوڑی دیر تک خاموشی سے اس کا طواف کرتا رہا کہ شاید وہ کچھ کہے گی اور شاید وہ بہت کچھ کہنا بھی چاہتی تھی کیونکہ وہ تھوڑی دیر میں کئی بار پہلو بدل چکی تھی۔ اس کی حالت

سے پتہ چل رہا تھا کہ جیسے اس کے اندر بہت سا مواد جمع ہو، اور ابکائی آ رہی ہو لیکن سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ کہاں اجنبی زبان کی قے کی جائے۔ میں نے اس کی مشکل آسان کرتے ہوئے پوچھا۔

"یو اسپیک انگلش؟ کیا تم انگریزی بول لیتی ہو؟"

وہ اٹک اٹک کر بولنے لگی۔

"آئی۔ اسپیک۔ اے۔ لٹل لٹل۔"

وہ انگریزی زبان کا پوسٹ مارٹم کرنے لگی۔ میں نے اپنی مسکراہٹ کو ضبط کرتے ہوئے اس سے کہا۔

"میں تمہیں سکھاؤں گا۔"

"ڈا۔ کی نے۔" وہ خوش ہو کر مسکراتی ہوئی بولی۔

"ڈا۔ کی نے کا مطلب کیا ہوا؟"

"آئی۔ سیڈ۔ تھینک یو۔ اٹ۔ از ہوائین لینگویج۔"

(ڈا۔ کی نے کا مطلب شکریہ) یہ جزیرہ ہوائی کی زبان ہے۔

میں نے مسکرا کر اس سے انگریزی زبان میں پوچھا۔

"کیا تم مجھے اپنی زبان سکھاؤ گی؟"

وہ خوش ہو کر اقرار میں سر ہلانے لگی۔ "ضرور۔ ضرور۔"

میں نے جواباً مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"ڈا۔ کی نے۔"

وہ ننھی سی بچی کی طرح خوش ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس وقت وہ دور دور تک کوئی جانور نما عورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ یوں بھی اسے عورت کہنا زیادتی تھی جیسا ماسٹر یوشے جیسا آدمی ہاتھ نہ لگا سکا ہو، اور جس کی طرف دوسرے لوگ بڑھنے کی جرأت نہ کرتے ہوں۔ اسے پھول کی بجائے ایک زہریلی کلی ہی کہا جائے گا اور اس وقت وہ میرے قریب بیٹھ کر ایسے خوش ہو رہی تھی جیسے ایک معصوم بچی کو اس کی پسند کی کوئی چیز مل گئی ہو۔

اس وقت میں اس کی درندگی کو بھول گیا تھا۔ یہ گیان حاصل ہوا کہ درندوں میں بھی معصومیت چھپی ہوتی ہے۔ اگرچہ اس سے باتیں کرتے وقت بڑی الجھن سی ہوتی تھی۔ وہ اٹک اٹک کر بڑی مشکل سے اپنا مفہوم ادا کرتی تھی۔ اس کے باوجود وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ ایمان کی بات یہ ہے کہ میں ایک عیاش مرد کی طرح اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ صرف اس کی معصومیت نے میرا دل موہ لیا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ فریال کے سامنے اب کوئی حسین عورت میری نگاہوں میں نہیں جچتی تھی۔ اس نے بچوں کی طرح سر ہلا کر پوچھا۔

"وی۔ فرینڈ؟"

میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ہاں سونیا ہم دوست ہیں۔" اس نے اپنا ایک ہاتھ میری طرف بڑھا کر اپنی انگلیاں سیدھی کیں شپ شپ کی آواز کیساتھ فولادی ناخن باہر آ گئے۔ پھر اس نے اپنے ناخنوں کو دکھاتے ہوئے کہا۔

"وی۔ ول۔ ناٹ۔ فائیٹ۔ اگین۔" (ہم آئندہ کبھی نہیں کریں گے)

میں نے دوستانہ انداز میں اس کا وہ ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کے ہاتھ کو سہلاتے ہوئے اس کے فولادی ناخنوں کو دیکھنے لگا۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ اس کی انگلیاں پلاسٹک کی ہیں۔ یعنی اس لڑکی کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اپنی نہیں تھیں۔ بڑی خوبصورتی سے وہ فولادی ناخن اس کی انگلیوں میں ایڈجسٹ کیے گئے تھے۔ ایک خاص میکنزم کے تحت وہ انگلیاں طرح تھیں اور کھلتی تھیں پھر اس میں سے فولادی ناخن باہر نکل آتے تھے۔

میں اس کے ہاتھ کو سہلاتے ہوئے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس دوران وہ کچھ پریشان سی ہو گئی تھی۔ کاش کہ میں اس کی سوچ کو پڑھ سکتا۔ وہ روانی سے نہ تو انگریزی بول سکتی تھی، نہ ہی اس زبان میں سوچ سکتی تھی۔ بچپن ہی سے وہ عادتاً اپنی زبان میں سوچ چلی آئی تھی۔ میں نے اشارے سے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

وہ دل برداشتہ ہو کر بولی۔

"ڈو۔ ناٹ۔ بیٹ می۔ آئی۔ ایم۔ ہیومن۔ بینگ۔" (مجھ سے نفرت نہ کرو میں ایک انسان ہوں)

میں اس کے ذہنی کرب کو سمجھ گیا جو بڑے دکھ سے سہہ رہی تھی کہ میں نے اسے کچا گوشت کھاتے دیکھ لیا ہے۔ ...اور جانوروں کی طرح مڑے ہوئے پنجے دیکھے ہیں۔ کہیں میں اسے بھی سمجھ کر اس سے نفرت نہ کروں۔ اسی لیے وہ بڑے کرب سے اپنے انسان ہونے کا یقین دلا رہی تھی۔ میں نے بڑی محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آسان سی انگریزی زبان میں سمجھایا۔

"میں تم سے نفرت نہیں کرتا۔ تم بہت اچھی ہو، بہت پیاری لڑکی ہو۔ تم میری دوست ہو، اور کوئی دوست سے نفرت نہیں کرتا۔ میں ہمیشہ تمہاری عزت کروں گا۔ جاؤ اب آرام سے سو جاؤ۔"

وہ مجھے احسان مندی سے دیکھتی ہوئی اٹھ کر کھڑی ہو گئی میں اسے دروازے تک چھوڑنے کے لیے گیا۔ دروازے سے باہر جاتے وقت اس نے مسکرا کر کہا۔

"آلو ہانوئی لوا۔"

میں نے اس سے اس کا مطلب پوچھا۔ اس نے انگریزی میں ترجمہ کر کے بتایا کہ وہ شب بخیر کہہ رہی ہے۔ میں نے بھی سر جھکا کر کہا۔ "آلو ہانوئی لوا۔"

وہ مسکراتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ اپنے کمرے کے دروازے تک پہنچتے پہنچتے اس نے کئی بار پلٹ کر میری جانب دیکھا۔ پھر وہ مسکراتی ہوئی اپنے کمرے کے اندر چلی گئی۔ جب میں نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کیا تو ماسٹر یوشے مجھے مخاطب کر رہا تھا۔

"فرہاد! اس میں اب کوئی شبہ نہیں رہا کہ تم بے حد خطرناک ہو۔ جس لڑکی کو میں تمہارے خلاف ایک زبردست حربہ بنا کر لایا تھا۔ تم نے اسے دوست بنا لیا۔"

"ماسٹر یوشے تم ہماری باتیں سن رہے تھے۔ تم نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ پہلے اسی نے دوستی کا ہاتھ میری طرف بڑھایا ہے۔"

"ہاں، وہ دوست اس لیے بن گئی کہ پہلے تم نے اس کا دل جیت لیا تھا۔"

"میں نے دانستہ ایسا نہیں کیا۔ میں کیا جانوں کہ کتنے لوگ مجھ سے متاثر ہوتے ہیں۔ پھر دوستی کوئی بری چیز تو نہیں ہے۔ تم بھی تو دوستی کا دعویٰ کرتے ہو۔"

"میری بات اور ہے۔ ویسے فی الحال مجھے تمہاری اور سونیا کی دوستی پر اعتراض نہیں ہے کیونکہ میں صرف تمہاری بوسونگھنے کے لیے یعنی تمہیں تلاش کرنے کے لیے اسے اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ اس مقصد میں، میں کامیاب ہو چکا ہوں اور یہ تماشا بھی دیکھ چکا ہوں کہ وہ اپنے فولادی ناخنوں سے تم.... جیسے آدمی کو زیر نہیں کر سکی تھی۔ لہٰذا وہ تمہاری دوست بھی بن جائے تو ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مگر تمہارے کردار کی خصوصیات بتا رہی ہیں کہ تم ہمارے کام کے آدمیوں کو دوست بنانے کی صلاحیت رکھتے ہو۔"

"ظاہر ہے کہ تمہارا جوکر کھوٹا ہو گا اسے میں اپنے لیے کھرا بناؤں گا۔ تم اپنی پونجی کی حفاظت خود کرو، مجھ سے شکایت کیوں کرتے ہو؟"

"میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں کس طرح تمہاری اسٹڈی کر رہا ہوں تم یہ نہ سمجھنا کہ میں کسی بھی لمحے تم سے غافل ہو سکتا ہوں۔"

میں نے اپنی تلخ سوچ کے ذریعے کہا۔

"تمہاری اس اطلاع کا شکریہ۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے گروہ میں سونیا کی کیا حیثیت ہے؟"

"ہمارے گروہ میں باکمال عورتوں کی ایک الگ ٹیم ہے جو اپنے اپنے طور پر حیرت انگیز صلاحیتیں رکھتی ہے۔ ...ہائی گھنٹے کے بعد کی ہر عورت احترام کے طور پر مادام کہلاتی ہے۔ ...اسی طرح ایک کم عمر و خیزہ بھی کیوں نہ ہو۔ یہ تمام عورتیں ہمارے ماتحت رہتی ہیں کیونکہ عورت ذات پر کسی طرح بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک زندہ مثال تمہارے سامنے ہے۔ لوام سونیا پہلی ہی ملاقات میں تمہاری طرف جھک گئی ہے۔ بہرحال ہم جزیرے میں پہنچ کر اس کا علاج کر لیں گے۔"

میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"کیا تم سونیا کو میرے ساتھ دوستی کرنے کی سزا دو گے؟"

"یہ نہ پوچھو۔ یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں۔"

میں نے غصے سے کہا۔

"تم ذلیل کتے ہو۔ میرے ذاتی معاملات میں فوراً ہی ٹانگ اڑاتے ہو۔ یاد رکھو ماسٹر یوشے! وہ خطرناک ہونے کے باوجود ایک معصوم سی لڑکی ہے۔ اگر میری دوستی سے اس کے دل میں انسانوں کے لیے خوشگوار احساسات پیدا ہوتے ہیں تو تمہیں اس کی قدر کرنی چاہیے۔ اسے انسان بننے دو ماسٹر یوشے۔"

"ہمیں جانور نما عورت کی ضرورت ہے۔ ہم اس کے اندر انسانوں کے سے احساسات پیدا کر کے اپنا نقصان نہیں کریں گے تم فضول بحث نہ کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں بولوں گا۔ مگر یاد رکھو اس طرح تم مجھے اپنا دوست نہیں دشمن بناتے چلے جاؤ گے۔" ماسٹر یوشے نے بڑی لاپرواہی سے کہا۔

"اچھا دیکھا جائے گا۔ ابھی میرا نشہ خراب نہ کرو۔ مجھے ذرا سُر میں رہنے دو۔"

"تم جہنم میں جاؤ۔"

اس نے مجھ سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ میں پھر اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ مجھے اپنی ہی بے بسی پر غصہ آ رہا تھا۔ ایک تو میں فریال کو اس شیطان کی گرفت میں جانے سے نہیں بچا سکا۔ دوسری سونیا تھی جس کے ساتھ وہ شیطان نہ جانے کیا سلوک کرنے والا تھا۔ جب تک سونیا کے اندر صنفِ نازک کی طرح مجھے سونگھتی پھر رہی تھی اس وقت تک میں نے اس سے ہمدردی نہیں کی تھی لیکن اس کا دوسرا روپ سامنے آتے ہی میرے دل میں انسانی ہمدردی پیدا ہو گئی۔ میں نے اس لڑکی کے ذہن میں جھانک کر دیکھا تاکہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں اس سے رابطہ قائم کر سکوں۔ لیکن اس کے دماغ میں ماسٹر یوشے کی سوچ سنائی دے رہی تھی۔

ماسٹر یوشے سونیا کی زبان میں اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔

سے پتہ چل رہا تھا کہ بھینسی تھی جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ سونیا ابکائی آ رہی ہے لیکن وہ پہلے ہی غصے میں بھرا بیٹھا تھا کہ سونیا نے مجھ سے دوستی کیوں کی ہے۔ اسی لیے وہ سختی سے اس کا محاسبہ کر رہا تھا۔ اگرچہ میں اس زبان کو نہیں سمجھ رہا تھا تاہم ان دونوں کے لہجے سے اور آواز کے اتار چڑھاؤ سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ سونیا کس انداز میں جواب دے رہی ہے۔

سونیا پہلے بہت آہستہ آہستہ باتیں کرتی رہی پھر اس کے لہجے میں تیزی آنے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ماسٹر یوشے کی مخالفت میں بول رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد میرا خیال درست نکلا۔ میں نے دیکھا سونیا کے دماغ میں بجلی سی چمک گئی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں کھڑی ہوئی تھی۔ اچانک ہی لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑی۔ ماسٹر یوشے اسے ذہنی اذیتیں پہنچا رہا تھا۔ میں تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا اپنے کمرے سے باہر آیا۔ پھر سونیا کے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ جب دروازہ کھلا تو میں نے وہاں ماسٹر یوشے کو دیکھا۔ اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے غرا کر پوچھا۔ "یہاں کیوں آئے ہو؟"

میں نے سونیا کی جانب دیکھا وہ فرش پر پڑی، دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھامے ہوئے تھی اور اب فرش سے اٹھنا چاہتی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا اور اسے ایک صوفے پر بٹھا دیا۔

"تم ہمارے درمیان نہ آؤ۔ چلے جاؤ یہاں سے۔" ماسٹر یوشے مجھے گھور کر دیکھ رہا تھا۔

"ماسٹر یوشے۔" میں نے نفرت سے کہا۔ "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ تم اس معصوم لڑکی کو کیوں پریشان کر رہے ہو؟"

ماسٹر یوشے نے غصے سے کہا۔

"یہ معصوم نہیں ہو سکتی ہے۔ ہم سے غداری کر رہی ہے۔ میرے حکم سے انکار کر رہی ہے۔"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہارا حکم یہی ہو گا کہ سونیا مجھ سے دوستی نہ کرے۔"

"ہاں ہم جو چاہتے ہیں وہی ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ میرا حکم ماننے سے انکار کر رہی ہے۔ اب تم اپنی آنکھوں سے دیکھو کہ میں اسے کیسی سزا دیتا ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے غصے سے اٹھ کر کہا۔ "تم ایسا نہیں کرو گے ہاں اگر تمہاری شامت آئی ہے تو پھر اسے سزا دو۔"

ماسٹر یوشے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"تم میرے غلام بن کر مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ آؤ ایک قدم بھی آگے بڑھو میں تمہیں جہنم کے عذاب میں مبتلا کر دوں گا۔"

میں نے اچانک ہی اس پر چھلانگ لگائی۔ فضا میں اڑ کر اس کے سینے پر ایک لات جمانی چاہی اسی وقت میری سوچ نے کہا۔

"لات ذرا بائیں طرف....."

سوچ کے مطابق میری لات بائیں طرف گئی اور میں دیوار سے جا ٹکرا گیا۔ صاف ظاہر تھا کہ اس شیطان نے فوراً ہی میرے ذہن کو کنٹرول کر لیا تھا۔ میں فرش پر گرتے ہی اس کی آواز سن رہا تھا۔ اجنبی زبان میں سونیا سے کچھ کہہ رہا تھا۔ انداز بالکل حاکمانہ تھا۔ اس نے فرش سے اٹھ کر دیکھا تو سونیا کے ہاتھوں کی انگلیاں سیدھی ہو گئی تھیں اور فولادی ناخن نکل آئے تھے۔ وہ کبھی بھی نہیں۔ انداز میں سر کو جھٹکتی تھی۔ مگر پھر اس کا دماغ اس شیطان کی مٹھی میں آ جاتا تھا۔ میں ماسٹر یوشے کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اس پر دوبارہ حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت سونیا اس کے سامنے ڈھال بن کر کھڑی ہو گئی۔ دوسرے لفظوں میں اس شیطان نے اس بیچاری کو ڈھال بننے پر مجبور کر دیا تھا۔

میں سونیا کے چہرے پر کبھی کرب کے آثار دیکھتا تھا۔ وہ دشمن بن کر میرے مقابلے پر نہیں آنا چاہتی تھی۔ مگر ماسٹر یوشے کی شیطانی چالوں سے مجبور ہو جاتی تھی۔ اس نے سونیا کو سختی سے حکم دیا۔

"گو اینڈ اٹیک۔"

اس کا ذہن پوری طرح شیطان کی مٹھی میں تھا۔ اس نے حکم پاتے ہی مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں اچھل کر ایک طرف ہو گیا پھر بہت مجبور ہو کر اس کی کمر پر ایک لات جما دی۔ وہ کراہتی ہوئی بستر پر جا گری۔ اس لات کے ساتھ ہی میں نے فوراً گھوم کر ماسٹر یوشے کے منہ پر ایک زبردست مکا مارا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے کی طرف گیا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ اسی وقت سونیا نے چیختے ہوئے اور روتے ہوئے کہا۔

"نو مسٹر فرہاد۔ ڈونٹ۔ ہٹ۔ ہم۔"

تھوڑی دیر کے لئے سونیا کا ذہن آزاد ہو گیا تھا۔ اسی لئے یوشے اسے بھی وقت بے وقت ذہنی اذیتیں پہنچاتا رہے گا۔ فی الحال وہ اٹک اٹک کر مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میں ماسٹر یوشے پر حملہ نہ کروں اس کا دور رہی رہنا بہتر ہے۔ میں اس سے بہت دیر تک پیار و محبت کی باتیں کرتا رہا۔ جب میں نے اس سے رابطہ ختم کیا تو میرا دماغ کافی حد تک پرسکون ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیسے بڑے سے بڑا صدمہ زود رمو بھی جب کسی موقع پر ہمت ہارتا ہے تو ایک نازک سی ذہن کو سکون نصیب ہوا تو نیند آنے لگی۔ اس بار سونے سے پہلے میں نے قوت ارادی سے یہ سوچا کہ سونے کے دوران میری سوچ میں آ گیا ہے کہ یہ دوستی کرے گی تو میں اسے دشمن کی طرح نکال کر تمہارے سامنے آنے پر مجبور کر دوں گا۔ اگر تمہیں بھی عقل ہے تو یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔"

میں نے مایوسی سے سونیا کی جانب دیکھا وہ روتی ہوئی بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ میں سر جھکا کر اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ اور میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ سونیا کے ساتھ دوستی کا حق ادا نہیں کر سکتا تھا اور فی الحال ماسٹر یوشے کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا وہ تو ذرا بے حیا قسم کا آدمی تھا۔ ایک لات کھا کر اس اطمینان سے بیٹھ گیا تھا کہ میں دوسری بار حملہ نہیں کر سکوں گا۔

میں ایک کرسی پر بیٹھ کر سگریٹ سلگانے کے بعد گہرے گہرے کش لگانے لگا جیسے کوئی قیدی نہ ہو گا۔ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی نہیں تھی، پاؤں میں زنجیر نہیں تھی۔ میں ایک ذلیل ترین دشمن کے سامنے آزاد تھا مگر یہ آزادی میرا مذاق اڑا رہی تھی۔ نہ میں اس کے خلاف ہاتھ پاؤں استعمال کر سکتا تھا نہ ہی دماغ سے کام لے سکتا تھا۔ یہ سوچ سوچ کر میں بری طرح جھنجھلا تا تھا۔ پھر آپ ہی آپ میری جھنجھلاہٹ ختم ہو جاتی تھی۔ دماغ سمجھاتا تھا کہ صبر کرو تمہاری باری بھی آئے گی۔

صبح ہو چکی تھی۔ رات بڑے کرب اور بے چینی سے گزری تھی۔ سونے کو بھی دل نہیں چاہتا تھا۔ اپنی دماغی پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے میں فریال سے باتیں کرنے لگا۔ اس وقت میں نے پریشانی کی حالت میں اس سے کیا باتیں کیں۔ یہ میں خود نہیں سمجھ سکا۔ مگر فریال نے سمجھ لیا کہ میں بہت ہی پریشان ہوں۔ وہ مجھے بہت دیر تک تسلیاں دیتی رہی۔ اس نے یہاں تک اپنی رفاقت کا یقین دلایا کہ وہ میرے قریب رہ کر میری پریشانیوں کو کم کرنے کے لئے غیر قانونی طریقے سے یہ ملک چھوڑ سکتی ہے۔ لیکن میں نے اسے منع کر دیا۔ اسے سونیا کے متعلق ساری باتیں بتائیں کہ پہلے وہ میری خطرناک قسم کی دشمن تھی۔ مگر سر نہ ہونے پر پتہ چلا کہ وہ کتنی معصوم اور مظلوم ہے اور ابھی تھوڑی دیر پہلے ماسٹر یوشے نے اس پر کس طرح ظلم کیا ہے۔

میں نے فریال سے کہا کہ اگر وہ میرے ساتھ رہے گی تو ماسٹر یوشے اسے بھی وقت بے وقت ذہنی اذیتیں پہنچاتا رہے گا۔ فی الحال بہتر ہے کہ میں وہاں سے چلا جاؤں۔ میں نے ماسٹر یوشے کی جانب دیکھا وہ لات کھانے کے بعد اسی طرح صوفے پر بیٹھا ہوا تھا اور بڑے آرام سے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"دیکھ لو فرہاد اب یہ کیا کس طرح میرا حکم مان رہی ہے۔ اسے پہلے میں نے قوت ارادی سے یہ سوچا کہ سونے کے دوران سمجھ

اٹھو ہماری روانگی کا وقت قریب آرہا ہے۔ تمہیں لباس وغیرہ بدل کر تیار رہنا چاہیئے۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر باتھ روم میں جاکر شیو کرنے لگا۔ ایک گھنٹے بعد میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر نیا سوٹ پہن چکا تھا۔ جب ہم ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہوئے تو سونیا بار بار ماسٹر لوشے سے نظریں بچا کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھا فریال سے باتیں کر رہا تھا اور اسے بتا رہا تھا۔

"میں جا رہا ہوں مری جان میرے دل پر ایک بوجھ ہے۔ تمہاری قربت ہی اس بوجھ کو ہلکا کر سکتی ہے۔"

وہ بڑی بے بسی سے بولی

"میں کیا کروں فرہاد۔ میں کیسے آپ کے قریب آؤں؟ کیسے دکھ بٹاؤں۔ خدایا یہ کیسی مجبوری ہے۔"

اس کی سوچ ایسے لرز رہی تھی جیسے وہ لرزتے ہوئے آنسوؤں کی زبان سے بول رہی ہو۔ میں ہمیشہ سے ہنسنے بولنے کا عادی تھا۔ زندگی میں پیش آنے والے رنج و غم کو بڑی بے نیازی سے جھٹک کر آگے بڑھ جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے محبت کا روگ نہیں پالا تھا۔ کسی سے اتنا گہرا لگاؤ نہیں تھا جتنا کہ فریال سے ہو چکا تھا۔ اس جان آفرین نے پیار کے رشتے کی بہت سی خوشیاں دی تھیں مگر اب اس کی جدائی کا دکھ مل رہا تھا۔

بی۔او۔اے سی کے طیارے میں بیٹھتے وقت میں نے اُسے تسلی دی کہ جدائی کے دن بہت تھوڑے ہیں۔ میں بہت جلد اس شیطان سے نجات حاصل کر کے اس کے پاس چلا آؤں گا۔ اب جزیرہ ہوائی میں پہنچنے کے بعد اپنی خیریت سے آگاہ کروں گا۔ اس وقت تک کے لئے میں نے اجازت چاہی اور اسرورگی دل کے ساتھ اس سے رابطہ ختم کر دیا۔

طیارہ فضا میں بلند ہو چکا تھا۔ ہم نے سیفٹی بیلٹ کھول دیئے تھے۔ دو عدد سرخ سفید رنگت کی تیز طرار حسینائیں ایئر ہوسٹس کے لباس میں تھرکتی پھر رہی تھیں اور مسافروں تک ان کی مطلوبہ چیزیں پہنچا رہی تھیں۔ ماسٹر لوشے نے اپنے لئے وہسکی منگوائی تھی۔ وہ میرے پیچھے والی سیٹ پر سونیا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ٹھہر ٹھہر کر شراب کا ایک ایک گھونٹ پی رہا تھا۔ اسے اس طرح پیتے دیکھ کر میں ذرا مایوس ہو جاتا تھا۔ وہ کم بخت اپنے سوٹ کیس میں شراب کی بوتل رکھ کر جیسے بالکل ہی بھول گیا تھا۔ نہ تو سوٹ کیس سے شراب کی وہ بوتل نکال رہا تھا اور نہ ہی بریف کیس سے وہ ٹانک نکال کر استعمال کر رہا تھا۔ میں انتظار کرنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

ہم رات کو تین بجے ہوائی پہنچ گئے۔ سامان اور پاسپورٹ چیک کروانے میں دو گھنٹے گزر گئے۔ ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے تو صبح ہو چکی تھی۔ ہمارے لئے ایک کار پہلے سے موجود تھی۔ میں بھی ماسٹر لوشے سونیا کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ اب وہ اس لڑکی کو میرے قریب بیٹھنے کا موقع بھی نہیں دے رہا تھا۔ میرا دل میں بھی اس کے قریب بیٹھنے کی چاہت نہیں تھی صرف اس خاطر سے ہمدردی تھی۔ میں نے سوچ رکھا تھا اگر مجھے اسکے کام آنے کا موقع ملا تو ضرور کام آؤں گا۔ اس سے زیادہ میں اس کے بارے میں نہیں سوچ سکتا تھا میرے خیالوں میں صرف فریال کا ہی گزر ہو سکتا تھا۔

ماسٹر لوشے کا ایک خاص آدمی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور کھڑکی کے باہر دیکھتے ہوئے فریال سے گفتگو کر رہا تھا۔

"میری جان میں اس خوبصورت جزیرے میں پہنچ گیا ہوں۔ یہ جزیرہ یورپ والوں کے لئے جنت کہلاتا ہے۔ یہاں شراب پانی کی طرح بہتی ہے اور سانولی سلونی ہوائی دوشیزائیں تمام ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں اس جنت کو رنگین بنانے کے لئے حاصل ہو جاتی ہیں لیکن اس جنت میں یہ آدم اکیلا ہے اس لئے کہ تم نہیں ہو۔

"مجھے اس جنت میں بلا لیجئے۔" فریال کی سوچ نے کہا۔

"ضرور بلاؤنگا۔ ہم مایوسی کو بھول کر خوش آئند باتیں کریں تو دماغی تھکن دور ہو جائے گی۔ دیکھو ہم ایک دوسرے سے ہزاروں میل دور ہیں اس کے باوجود ایک دوسرے سے ہمکلام ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے پھر بھی تمہارے ماحول میں میں اور میرے اس ماحول میں تم میری ہمنشیں ہو۔"

"ہاں جان فریال۔ میں بڑی خوش نصیب ہوں کہ آپ سے جدا ہو کر بھی آپ سے دور نہیں ہوں۔ آپ مجھے بتائیں کہ وہ جگہ کیسی ہے۔"

"یہاں چاروں طرف ہریالی ہے دور دور تک اونچے اونچے ناریل کے درخت نظر آرہے ہیں۔ یہاں کے مقامی باشندے زیادہ تر ننگ دھڑنگ اور بنیان میں نظر آرہے ہیں۔ جوان لڑکیاں گھاس کے گھاگھرے پہنے ہوئے ہیں۔ جو صرف گھٹنوں تک ہوتے ہیں۔ شاید یہ اتنے غریب ہوتے ہیں کہ انہیں کپڑا نصیب نہیں ہوتا کیونکہ وہ یہ لباس بھی گھاس کی اور پتوں کی بنا کر پہنتی ہیں۔ غریبی کا یہ حسن دوشیزاؤں کے لئے رنگین نظارہ بن جاتا ہے۔"

"آپ بھی نظارہ کر رہے ہیں۔"

فریال نے ہولے سے ہنستے ہوئے یہ بات کہی تھی۔ یعنی یہ جتانا چاہتی تھی کہ وہ مذاقاً ایسا کہہ رہی ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں آخر وہ بھی ایک عورت ہے۔ میں کسی دوسری عورت کا ذکر کروں گا تو وہ ضرور رقابت محسوس کرے گی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے فریال میری آنکھوں کے سامنے سے مناظر گزر رہے ہیں۔ اس لئے میری آنکھیں دیکھنے پر مجبور ہیں۔ ایسا تو نہیں ہے کہ میں یہاں قیام کے دوران اپنی آنکھیں بند کئے رکھوں یہ تو اب نظارے گزر گئے اور ہم ایک بہت ہی شاندار ہوٹل تک پہنچ گئے۔" ماسٹر لوشے ہمارے لئے کمرے کرائے پر حاصل کر رہا ہے لیا تم جانتی ہو یہاں ہوٹل کے کمروں کو کیا کہا جاتا ہے؟"

"نے ناتی کہا جاتا ہے۔" فریال نے جواب دیا۔

میں نے خوش ہو کر کہا۔

"واقعی فریال تمہیں مشرقی بعید کی زبانوں پر دسترس حاصل ہے"

"اگر آپ کو وہاں کی باتیں سمجھنے میں دشواری پیش آئے تو آپ فوراً ہی مجھ سے رابطہ قائم کر لیا کریں۔ میں آپکو گائیڈ کروں گی۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "ڈارلنگ نے۔"

میری زبان سے یہاں کی بولی سن کر وہ حیرانی سے بولی۔

"ارے آپ تو وہاں پہنچتے ہی وہاں کی زبان بولنے لگے تعجب ہے"

"تعجب کی کیا بات ہے۔ سونیا نے مجھے چند الفاظ سکھا دیئے ہیں باقی تم سے سیکھوں گا۔ اچھا جان من پھر تھوڑی دیر بعد ملاقات ہوگی۔ سی یو اگین۔"

اس وقت تک میں اپنے ہوٹل والے کمرے میں پہنچ چکا تھا۔ جو یہاں کی زبان میں "نے ناتی" کہلاتا تھا۔ نے ناتی کا دوسرا دروازہ سوئمنگ پول کی طرف کھلتا تھا۔ سوئمنگ پول کے اطراف رنگ برنگے قمقمے روشن تھے۔ دور دور تک میزوں کے اطراف خوش پوش مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے قریب عورتیں ٹہل رہی تھیں مقامی لڑکیاں اپنے مخصوص گھاس کے گھاگھروں میں اِدھر سے اُدھر پھر رہی تھی ویٹرس کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ ایک تو نوعمری نے ان کے سانولے بدن کو ہیروں کی طرح تراشا تھا۔ دوسرے گھاس کا گھاگھرا ایسا تھا جو چلتے وقت اِدھر سے اُدھر بکھرتا تھا۔ اس طرح بدن کا بہت سا حصہ دیکھنے والی نگاہوں سے آنکھ مچولی کھیلتا رہتا تھا۔ "صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں" والی بات ہو تو نگاہیں بار بار پلٹ کر وہیں کی ہو کر رہ جاتی ہیں۔

ماسٹر لوشے کی نیت بھی ڈول رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ کو پڑھا تو پتہ چلا کہ وہ یہاں کے حسن کو بہت پرانا طلب گار ہے۔ جب بھی یہاں آتا ہے اس کے لئے یہاں کی سب سے حسین دوشیزہ کا پہلے سے ہی انتظام کر لیا جاتا ہے۔ اس وقت وہ اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا کسی ہوائی دوشیزہ کا انتظار کر رہا تھا۔ پتہ نہیں کس وقت جزیرہ کی سیر کو جانے کا پروگرام تھا۔ وہاں پہنچ کر اسے بہت سی ذمہ داریاں سنبھالنی تھیں اور میں جو اس کے لئے دردِ سر بنا ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر بھی اس دردِ سر سے اُسے نجات مل سکتی تھی۔ اسی لئے فی الحال وہ تفریح کے موڈ میں تھا۔

میرے لئے یہ موقع غنیمت تھا۔ میں نے سوچا کہ اب اس شیطان کو چھیڑنا چاہیئے اور اس کی ایک خاص کمزوری کو اس کے سامنے لا کر اسے اشتعال دلانا چاہیئے۔ یہ سوچ کر میں نے کہا۔

"ہیلو ماسٹر شیطان۔ میں تمہاری سوچ کو پڑھ رہا ہوں۔ اس وقت تم بڑے موڈ میں ہو اور کسی پھلجھڑی کا انتظار کر رہے ہو۔"

وہ بڑے موڈ میں ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"کیا تم للچا رہے ہو؟ افسوس اگر سونیا تمہاری دوست بننے کی حماقت نہ کرتی تو شاید میں ایک رات کے لئے اسے تمہارے پاس بھیج دیتا۔"

"مجھے سونیا سے رات والی دلچسپی نہیں ہے۔ پھر یہ کہ عورتوں کے سلسلے میں میں کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ تم محتاج بھی ہو اور اس معاملے میں کمزور بھی ہو۔"

"کیا بک رہے ہو؟" اس نے ناگواری سے پوچھا۔

"میں وہی کہہ رہا ہوں جو تمہارے متعلق جانتا ہوں۔ میں نے بھی چوری چھپے تمہاری سوچ کو پڑھ کر یہ معلوم کر لیا ہے کہ ایک تو تم بوڑھے ہو دوسرے یہ کہ جوانی میں اتنی عیاشیاں کی ہیں کہ اب صرف تمہارے اندر عیاشی کی ہوس رہ گئی ہے۔ میری بات کو تم ہی سمجھ سکتے ہو کہ تم صرف ہاتھی کے دانت ہو۔ یہ دانت دکھا سکتے ہو استعمال نہیں کر سکتے۔"

"بکواس مت کرو۔" وہ اچانک ہی اپنی توہین سے تلملا گیا۔

"سور، کھینچے تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ میں تم سے زیادہ جوان ہوں تم سے زیادہ مجھ پر لڑکیاں مرتی ہیں۔"

"دیکھو ماسٹر لوشے ہم دونوں ٹیلی پیتھی کے ذریعے انسانوں کے اندر تک پہنچ جاتے ہیں۔ میں نے بھی تمہارے اندر چھپی ہوئی ایک کمزوری کو سمجھ لیا ہے۔ تم حقیقت سے انکار نہ کرو۔ اس سے پہلے کہ وہ لڑکی تمہارا مذاق اڑائے تم اسے میرے پاس بھیج دو میں ایک دوست کی حیثیت سے تمہاری یہ کمی پوری کروں گا۔"

وہ وہسکی سے شغل کر رہا تھا۔ اس نے غصے میں آکر شیشے کے جام کو فرش پر پٹخ دیا۔

"فرہاد۔ تم فوراً میرے کمرے میں آؤ۔ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔"

"میں تمہارے کمرے میں جانا ضروری نہیں سمجھتا۔ یہیں بیٹھ کر تمہاری بے بسی کا تماشا دیکھ سکتا ہوں۔ کیا ایک لڑکی کے سامنے تمہیں ندامت نہیں ہوگی؟"

اس کا غصہ آسمان پر پہنچ گیا۔ اس نے پہلے تو مجھے گالیاں دیں۔ پھر انتقاماً میرے دماغ میں ہلچل مچانے لگا۔ میں خود کو کنٹرول میں رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر دماغ کی بساط پر اس شیطان سے مقابلہ نہ کر سکا۔ وہ مجھے پاگل بنا کر پورے کمرے میں نچاتا رہا۔ جب

بالکل نڈھال ہو گیا تو اس کے بعد میرے کمرے میں دو آدمی آئے۔ ان میں سے ایک انگریز تھا دوسرا مقامی باشندہ تھا۔ میں اپنا سر تھامے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں میرے قریب آئے اور میری بغل میں ہاتھ ڈال کر مجھے گھسیٹتے ہوئے اپنے ماسٹر کے کمرے میں لے گئے۔ وہ ایک کوچ پر بیٹھا ہوا پی رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی اپنے آدمیوں سے کہا۔

"دروازہ اندر سے بند کر دو اور اسے پیٹنا شروع کر دو۔"

اتنی دیر میں پھر میرا ذہن اعتدال پر آ گیا تھا۔ میں حالات سے نمٹنے کے لئے تیار ہو گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ جیسے ہی وہ مجھے مارنا شروع کریں گے میں ان دونوں پر جوابی حملے کروں گا۔ مگر وہ شیطان میری سوچ کو پڑھ رہا تھا جیسے ہی میں نے اسکے آدمیوں پر حملہ کرنا چاہا۔ اس نے میرے ذہن کو بہکا دیا۔ جب ذہن بہکے گا تو ہاتھ پاؤں کا نشانہ بھی بہکے گا۔ میں اس کے آدمیوں کو مارنا چاہتا تھا مگر میرے ہاتھ دوسری طرف گھوم جاتے تھے اور میں پریشانی کی حالت میں خاصا کمزور پڑ جاتا تھا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مجھے بڑی آسانی سے پیٹنے لگے۔ میں زیادہ دیر تک اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا۔ ایسی ایسی چوٹیں آئی تھیں کہ زمین پر گرنے کے بعد ہی ذرا آرام ملا۔ اس وقت میرا سر چکرا رہا تھا آنکھوں کے سامنے کا منظر دھندلانے لگا تھا۔ وہ دونوں بدمعاش فساد میرے ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ دیتے۔ مگر اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ ماسٹر یوشے کے ایک ماتحت نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا کھلے ہوئے دروازے سے ایک سانولی سلونی ہوائی دوشیزہ نظر آ رہی تھی۔

وہ گھٹنوں تک گھاس کا گھاگھرا پہنے ہوئے تھی۔ اگر اس گھاگھرے کو لباس میں شمار کیا جائے تو اس کے بدن پر وہی ایک مختصر سا لباس تھا گلے میں سرخ پھولوں کا ہار تھا۔ جو اس کی عریانیت کو چھپا رہا تھا۔ اس کے سیاہ گھنیرے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور بالوں کی سیاہ رات میں بھی ایک سرخ پھول مسکرا رہا تھا۔ سرخ پھول ہوائی باشندوں کا قومی پھول کہلاتا ہے۔ وہاں کی ہر عورت جوانی میں ان پھولوں کو سنگھار کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ اسے دیکھتے ہی ماسٹر یوشے نے دونوں بدمعاشوں کو باہر جانے کے لئے کہا۔ جب وہ چلے گئے تو سرخ پھول والی نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ تب ماسٹر یوشے نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے بوڑھا اور کمزور کہہ رہے ہو۔ مگر اس وقت تم مجھ سے زیادہ بوڑھے اور بے بس ہو۔ تم میں اتنی مردانگی نہیں ہے کہ فرش پر سے اٹھ کر اس لڑکی کا ہاتھ بھی پکڑ سکو۔"

وہ سچ کہہ رہا تھا۔ واقعی مجھ میں اتنی سکت نہیں تھی کہ میں اٹھ کر کسی سہارے کے بغیر کھڑا رہ سکتا۔ پھر بھی میں کرسی کا سہارا لے کر بیٹھنے لگا۔ ظالموں نے ایسے ایسے ہاتھ جمائے تھے کہ ہڈیاں تک دکھ رہی تھیں۔ ماسٹر یوشے میری حالت پر قہقہہ لگاتے ہوئے اپنے بریف کیس کے پاس گیا۔ پھر اسے کھولنے کے بعد ٹانک کی وہ بوتل نکال کر مجھے دکھاتے ہوئے کہنے لگا۔

"آج کے دور میں جوانی کو واپس لانے کے لئے تیز ہدف نسخے اور دوائیں موجود ہیں۔ یہ ایسا ٹانک ہے کہ اس کی ایک ہی خوراک سے میری روٹھی ہوئی جوانی واپس آ جاتی ہے۔"

وہ ٹانک کی شیشی کھولنے لگا۔ میں نے فوراً ہی آنکھیں بند کر لیں اور اپنی سوچ کو ادھر سے اُدھر بھٹکانے لگا۔ اگر میں یہ سوچتا کہ میں اس ٹانک میں انسانی ذہن کو مفلوج کر دینے والی دوا ملا چکا ہوں اور اب اس کا نتیجہ سامنے آنے والا ہے تو ایسے وقت میں میری سوچ کو پڑھ سکتا تھا۔ اسی لئے میں اپنے بدن کی چوٹوں کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے تکلیف سے کراہ رہا تھا۔

"فرہاد۔ تمہاری موجودہ حالت کو دیکھ کر تم پر بڑا رحم آ رہا ہے۔ مگر تم ٹوٹی ہوئی شاخ کی طرح وہاں بیٹھے رہو گے۔

اور بڑی بے بسی سے ایک جیتی جاگتی بلیو فلم دیکھتے رہو گے اور اس دوا کے کرشمے کا اعتراف کرو گے۔"

اس کے بائیں ہاتھ میں ٹانک کی شیشی کھلی ہوئی تھی۔ کسی بھی لمحے وہ اپنا کرشمہ دکھا سکتی تھی۔ مگر وہ جان بوجھ کر دیر کر رہا تھا میری بے بسی کا مذاق اڑا رہا تھا اور مجھے چھیڑ چھیڑ کر مزے لے رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنا دایاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس دوشیزہ کو بلا لیا۔ پھر شیشی کو فضا میں بلند کرتے ہوئے میری طرف دیکھ کر "چیئر" کہا اور اسے منہ سے لگا لیا۔

ایک ساعت کے لئے میں نے سانس روک لی۔ دوا اس کے حلق میں اتر چکی تھی۔ وہ ایسی زود اثر تھی کہ خون کی روانی میں شامل ہوتے ہی اس کے دماغ تک پہنچ گئی۔ اچانک ہی شیشی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر قالین پر آ گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر فرش کی طرف جھکنے لگا۔ اس کی ڈوبتی ہوئی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنی قوت ارادی سے کام لینے کی ناکام کوشش کر رہا ہے میں تکلیف کے باوجود ہانپتے کانپتے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ شکست کھا کر زمین پر پڑے رہنے کا وقت نہیں تھا۔ وہ شیطان غرور کی بلندی سے گر کر فرش پر آ گیا تھا۔ میں ڈگمگاتا ہوا اس کے قریب آیا۔ وہ فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ دوا کی شیشی اس کے قریب قالین پر پڑی ہوئی تھی۔ میں اس کے سینے پر سوار ہو گیا

پھر شیشی اٹھا کر دوبارہ اس کے کھلے ہوئے منہ سے لگا دی۔ اس کی ناک میں نے ایک چٹکی میں پکڑ لی تاکہ منہ سے سانس لیتے وقت دوا اس کے حلق سے اتر جائے۔

جب ٹانک کی شیشی خالی ہو گئی تو میں اٹھ کر اس سے الگ ہو گیا۔ وہ فرش پر پڑا ہوا پاگلوں کی طرح ہاتھ پاؤں پٹخ رہا تھا اور دماغ کے اندھیرے میں بھٹک رہا تھا۔ اس کے دماغ میں کسی قسم کی سوچ نہیں تھی۔ صرف تیز ہواؤں کی سی سنسناہٹ تھی۔ دماغ کے خلا میں صرف آندھیاں چل رہی تھیں۔ رفتہ رفتہ وہ ساکت ہونے لگا تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک لاش کی طرح پڑا ہوا تھا۔ وہ دوشیزہ سہمے ہوئے انداز میں دور جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا مگر کچھ کہہ نہ سکا۔ اتنی جدوجہد کے بعد میرے بدن کی چوٹیں احتجاج کرنے لگی تھی۔ میں تھک ہار کر قریب ہی بستر پر گر پڑا۔ وہ دھیرے دھیرے کھسکتی ہوئی دروازے کی طرف جا رہی تھی میں نے ڈانٹ کر کہا۔

"رک جاؤ۔ کیا تم انگریزی زبان سمجھتی ہو؟"

اس نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بتایا کہ وہ غیر ملکیوں کو خوش کرنے کی حد تک یہ زبان سمجھ لیتی ہے۔ میں نے اس سے کہا۔

"دروازے کی چٹخنی گرا دو اور واپس آ کر کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ جب تک میں اجازت نہ دوں تم یہاں سے نہیں جاؤ گی۔"

وہ بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ دروازے کی چٹخنی گرانے کے بعد کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے مادام سونیا سے دماغی رابطہ قائم کیا وہ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی صبح ناشتے کے طور پر دودھ پی رہی تھی میں نے اسے کسی حد تک انسان ہونے کا احساس دلایا تھا اسی لئے وہ کچے گوشت سے پرہیز کر رہی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے اُسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولی۔

"فرہاد کیا یہ تم ہو؟ تم مجھے کیسے مخاطب کر رہے ہو؟ کیا ماسٹر یوشے اس رابطے کو نہیں سمجھے گا؟"

"نہیں اب اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکی تمام صلاحیتیں مفلوج ہو چکی ہیں۔ تم فوراً اس کے کمرے میں آؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

ایک منٹ کے اندر ہی وہ دروازہ کھول کر کمرے میں آ گئی پھر ماسٹر یوشے کو فرش پر بے حس و حرکت پڑا دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔ میں نے اسے تسلی دی۔

"گھبراؤ نہیں اب یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ اس کے قریب جا کر دیکھو کہ یہ زندہ بھی ہے یا نہیں؟"

سونیا نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر اس کے قریب آ کر اس پر جھک گئی۔ اس کی کلائی کو تھام کر اور اس کے سینے سے کان لگا کر اس کی مردہ دھڑکنوں کو تلاش کرنے لگی۔ اس کی سوچ نے مجھے بتا دیا کہ ماسٹر یوشے جتنا اونچا شیطان تھا اتنی ہی آسانی سے ایک حقیر چوہے کی طرح مارا گیا۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ کیونکہ میں نے مقدار سے بہت زیادہ دوا اس کے حلق میں انڈیل دی تھی۔ شاید اس کے دماغ کی رگیں پھٹ گئی تھیں۔ چونکہ وہ ہر طرح کی سوچ سے خالی ہو چکا تھا۔ اس لئے میں اس کے دماغ کی اندرونی تباہی کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ بس یہ اطمینان ہو چکا تھا کہ میں نے اس دنیا کو ایک شیطان سے خالی کر دیا ہے۔

سونیا اس کے پاس سے اٹھ کر کبھی اسے اور کبھی مجھے وحشت زدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے سے پریشانی عیاں تھی۔ وہ خوف سے لرزتی ہوئی اور تیزی سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی۔

"کیا تم نے اسے مار دیا ہے؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ میرے بازو کو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔

"یہ تم نے کیا کیا؟ وہ چاروں شیطان تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"چار نہیں تین۔" میں نے اسے یاد دلایا۔ "ایک شیطان مر چکا ہے۔"

وہ پھر سہمی ہوئی نظروں سے ماسٹر یوشے کی لاش کی طرف دیکھنے لگی وہ بری طرح خوفزدہ تھی۔ چونکہ وہ ماسٹروں کے گروہ میں رہ کر ان کے لئے کام کرتی آئی تھی۔ اس لئے وہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ باقی تینوں ماسٹر بھی کتنے خطرناک ہیں۔

"وہ تمہیں قبر میں بھی سکون سے لیٹنے نہیں دیں گے۔ یہاں سے کہیں بھاگ چلو۔ اس جزیرے سے لے کر دوسرے جزیرہ کو ائی تک ان کے آدمی پھیلے ہیں۔"

میں نے بستر پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میرا سب سے بڑا دشمن یہی یوشے تھا۔ جو آئندہ بھی مجھے ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر سکتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اس سے نجات حاصل کر چکا ہوں مجھے دوسرے دشمنوں کی پرواہ نہیں ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ مجھے جسمانی اذیتیں پہنچائیں گے یا مجھے مار ڈالیں گے مگر ذہنی اذیتیں موت سے زیادہ عذاب میں مبتلا کرتی ہیں۔ اب اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ کوئی دشمن میری سوچ کو پڑھ سکے گا۔ اب میں آزادی سے باقی دشمنوں سے نمٹ سکوں گا۔ تم اس لڑکی سے پوچھو کہ یہ کہاں سے آئی ہے اور اسے یہاں کون لایا تھا؟"

سونیا اپنی زبان میں اس سے باتیں کرنے لگی۔ اس کے بعد اس نے مجھے بتایا۔

"یہ ہمارے گروہ سے تعلق نہیں رکھتی ہے۔ ہمارے ماتحت کام کرنے والے اس لڑکی کے باپ کو اچھی خاصی رقم دے کر یہاں لے آئے ہیں۔"

میں نے اسے بتایا کہ یہاں لاکر مجھے دو آدمیوں نے بُری طرح پیٹا تھا۔ اب وہ باہر جاچکے اور انہیں بلا کر یہاں لے آئے تاکہ ان کی بھی مرمت ہوجائے۔ وہ میری ہدایت کے مطابق باہر چلا گیا۔ میں اسکی سوچ کے ذریعے معلوم کرنے لگا کہ وہ کہاں جارہی ہے اور کیا کرنے ہی ہے۔ وہ دونوں ہوٹل کے بار میں بیٹھے وہسکی پی رہے تھے۔ وہ گھبرائی ہوئی ان کے پاس پہنچی اور اس مقامی باشندے کو اپنی زبان میں بتایا کہ فرہاد ماسٹر یوشے سے جھگڑا کررہا ہے۔ اس مقامی باشندے نے اپنے انگریز ساتھی کو اس کی زبان میں بتایا۔ وہ دونوں فوراً ہی بار سے نکلے اور تیزی سے چلتے ہوئے کمرے کے اندر آگئے۔ سونیا ان کے پیچھے تھی جیسے ہی وہ اندر آئے اس نے دروازے کو بند کردیا۔ میں نے کہا۔

"سونیا مجھے سخت چوٹیں آئی ہیں۔ میں لڑنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ ذرا تم انہیں بتاؤ کہ ان کے ہاتھ پاؤں کس طرح ٹوٹ سکتے ہیں۔"

یہ بات میں اس سے سہل انگریزی میں کہہ رہا تھا۔ وہ دونوں میری بات سنتے ہی تیزی سے پلٹ کر سونیا کو دیکھنے لگے۔ اسی وقت سونیا کے دونوں ہاتھ آگے بڑھے۔ انگلیاں ایک ایک کرکے سیدھی ہونے لگیں۔ شپ۔ شپ۔ آہنی ناخن چھپے ہوتے پنجوں سے باہر آنے لگے۔ وہ خونخوار جنگلی بلی کی طرح غرا رہی تھی اور انگارے جیسی آنکھوں سے اپنے دونوں شکار کو تک رہی تھی۔

میں ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا۔ اپنے دونوں پاؤں اٹھا کر سینٹر ٹیبل پر رکھ دیئے تاکہ آرام دہ باکس میں بیٹھ کر مار دھاڑ والی فلم کا مزہ آئے۔ مقامی باشندے نے ذرا سہم کر پیچھے ہٹتے ہوئے سونیا سے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ شاید وہ اسے سمجھا رہا تھا کہ وہ اپنے ہی گروہ کے آدمیوں پر دشمن بن کر حملہ نہ کرے اور فرہاد جیسے دشمن کا ساتھ نہ دے۔

مگر سونیا نے اس کے جواب میں حملہ کردیا۔ اچانک ہی اچھل کر اس کے منہ پر ایک فلائنگ کک ماری۔ وہ انگریز تیزی سے دروازے کی طرف بڑھنے لگا پھر اس کا ہاتھ چٹخنی پر پہنچا مگر اسی وقت آہنی ناخنوں نے اس کے ہاتھ کو گرفت میں لے کر اپنی طرف کھینچا پھر جوڈو کا داؤ آزماتے ہوئے اسے دوسری طرف اٹھا کر پھینک دیا مقامی باشندہ تو ایک لات کھانے کے بعد ہی فرش پر ایسے لیٹ گیا تھا کہ دوسری بار اٹھنے کی زحمت نہیں کررہا تھا۔ شاید وہ سونیا کی درندگی کا تماشا پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اسی لئے اٹھنے کی جرأت نہیں کررہا تھا۔ مگر وہ انگریز دوبارہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے سونیا پر کراٹے کا ہاتھ استعمال کیا۔ مگر اس کی کھڑی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے آہنی ناخنوں میں اُلجھ گئی۔ دائیں ہاتھ کے ناخن اس کے چہرے پر آئے اور اس کے چہرے کا تھوڑا سا گوشت نوچ کر لے گئے۔ اس کو چہرہ ہو

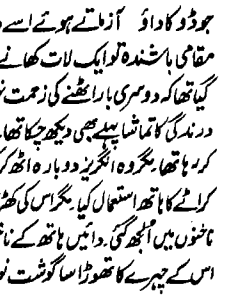

ابھی ابھی ہوگیا ہے میں اس انگریز کے ذہن میں جھانک رہا تھا۔ اس نے شدید تکلیف کے باعث چیخنا چاہا تو میں نے اسے ذہنی جھٹکے پہنچائے۔ اسکی چیخ حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔ اس کا خون میں ڈوبا ہوا چہرہ بڑا بھیانک لگ رہا تھا۔

میں یہی چاہتا تھا کہ وہ شور نہ مچائے کمرے میں جو کچھ ہو رہا ہے باہر والوں کو اس کی خبر نہ ہو۔ اسی لئے وہ بیچارہ بڑی خاموشی سے مار کھا رہا تھا۔ میں سونیا کی صرف اسی حد تک مدد کررہا تھا کہ اس کے شکار کو چیخنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ باقی کام وہ خود کررہی تھی۔ وہ بدمعاش فرش پر جھکا ہوا تھا اور سونیا اُسے ٹھوکروں میں اڑا رہی تھی۔ وہ فرش پر اوندھے منہ ڈھیر ہوگیا تھا۔ اس وقت میں اس کے ذہن میں جھانکنے کی بجائے سونیا کے لڑنے کے انداز کو دیکھ رہا تھا۔ واقعی وہ ایک تربیت یافتہ فائٹر تھی مگر یہ مار دھاڑ والا سین دیکھتے وقت مجھے سے یہ حماقت ہوئی کہ میں اس انگریز کی طرف سے غافل ہو گیا۔ وہ فرش پر اوندھے منہ گرنے کے بعد ریوالور نکال کر اس پر سائلنسر لگا رہا تھا۔ مجھے ریوالور اس وقت نظر آیا جب وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں اس کے ذہن کو کنٹرول کرتا اس نے سونیا پر فائر جھونک دیا۔ سونیا اچھل کر ایک طرف ہوگئی۔ اس کے پیچھے کھڑی ہوئی ہوائی دوشیزہ گولی کی زد میں آگئی۔ اس وقت تک میں نے اس انگریز کو ذہنی جھٹکے پہنچانے شروع کردیئے تھے۔ سونیا نے آگے بڑھ کر اس کی گردن آہنی پنجے میں دبوچ لی۔ اس کی گردن سے خون کی دھار بہہ نکلی۔ آہنی ناخن اس کی گردن میں پیوست ہو گئے تھے۔

اس کمرے میں بہت ہی لرزہ خیز خونی ڈرامہ دیکھنے میں آیا تھا تھوڑی دیر بعد ہی وہاں تین لاشیں پڑی تھیں۔ ہوائی دوشیزہ اپنے ہونٹ ڈوب کر ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔ دوسری لاش اس انگریز کی تھی۔ اس کے دیدے آنکھوں کے حلقوں سے باہر نکل آئے تھے تیسرا ماسٹر یوشے تھا جو اپنی جوانی واپس لانے دوسری دنیا کی طرف چلا گیا تھا۔ وہ مقامی باشندہ فرش پر بیٹھا تھ تھ کانپ رہا تھا۔ اب اسے اپنی موت نظر آرہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"تم دوست بن کر رہنا چاہتے ہو یا دشمن بن کر ابھی مرنا پسند کروگے؟"

"میں۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔" وہ گھگھیانے لگا۔ "میں ہمیشہ مادام سونیا کی عزت کرتا ہوں۔ اسی لئے مادام کے مقابلے پر نہیں آیا تھا۔ یہ میری ہم وطن ہے۔ میں آپ لوگوں سے کبھی دشمنی نہیں کرونگا۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے جما کوٹ کہتے ہیں۔ میں پوری سچائی سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اس لئے میں آپ کو خطرے سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں ماسٹروں کی جماعت میں ماسٹر یوشے کی شخصیت سب سے اہم تھی۔ اب دوسرے ماسٹر آپ کو اس جزیرے سے زندہ بچ کر جانے کا موقع نہیں دیں گے۔"

"تمہارے ماسٹروں کی نظروں میں میری بھی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اگر انہیں اس بات کا یقین دلا دیا جائے کہ ماسٹر یوشے میرے ہاتھوں نہیں مارا گیا ہے تو وہ مجھے دشمن کی نظروں سے نہیں دیکھیں گے اس کی موت کا الزام اس انگریز پر آنا چاہیئے جس کی لاش تمہارے سامنے پڑی ہے۔ اس انگریز کا نام کیا تھا؟"

"جان ڈیگر۔ مگر یہ ڈنکی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔"

میں نے حقارت سے ڈنکی کی لاش کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ڈنکی معنی گدھا۔ لیکن گدھے بھی اس سے اچھی موت مرتے ہیں۔ تم دوسرے ماسٹروں کو یہ رپورٹ دوگے کہ ڈنکی تمہارے سامنے اکڑا۔ ماسٹر یوشے کی شکایتیں کرتا تھا بلکہ اسے گالیاں دیتا تھا۔"

جما کو نے حیرانی سے پوچھا۔

"آپ کیسے جانتے ہیں۔ یہ تو واقعی ماسٹر یوشے کا دشمن تھا اسکی ایک بہت خوبصورت بہن تھی۔ ایک بار ماسٹر نے اس کی عزت کو کھلونا بنایا تھا۔ ڈنکی نے طیش میں آکر اس پر حملہ کیا تھا۔ مگر ماسٹر نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے کچھ دنوں کے لئے پاگل بنا دیا تھا۔ یہ بات سب ہی ماسٹر جانتے ہیں۔ پھر ڈنکی نے معافی مانگی تو ماسٹر یوشے نے اس کے ذہن کو آزاد کردیا۔ تب سے وہ ایک وفادار ماتحت کی طرح کام کرتا رہا۔ مگر مجھے اپنا رازدار سمجھ کر اکثر کہتا تھا کہ کبھی موقع ملے گا تو وہ اس شیطان سے ضرور انتقام لے گا۔"

میں نے مطمئن ہو کر کہا۔

"بس ٹھیک ہے۔ تم ماسٹروں کے سامنے یہی بیان دینا۔ اپنے اس بیان میں یہ اضافہ کردینا کہ جب اس نے ماسٹر یوشے کے لئے ایک خوبصورت ہوائی دوشیزہ کا انتظام کیا تو اس کے لئے وہ ٹانک کی شیشی بھی لے کر آیا جو فرش پر پڑی ہوئی ہے۔ جب ماسٹر یوشے ٹانک کی یہ شیشی کھول رہا تھا تو اس وقت ہم سب اس کمرے میں موجود تھے۔ اس شیشی سے چند گھونٹ پیتے ہی وہ پاگل سا ہوگیا۔ ڈنکی نے اسے فرش پر گرا کر شیشی کی باقی دوا بھی اس کے حلق میں انڈیل دی۔ فرہاد ماسٹر کو نہ بچا سکا۔ کیونکہ وہ تمہارے اور ڈنکی کے ہاتھوں سے مار کھا کر بے بسی سے ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ تم نے اسے روکنے کی کوشش کی تو اس نے تمہیں مار کر ایک طرف لٹا دیا۔ اسی وقت سونیا کمرے میں آگئی۔ اس نے ڈنکی کو اپنے قابو میں کرنا چاہا۔ اسی لڑائی جھگڑے میں یہ ہوائی دوشیزہ ڈنکی کے ریوالور کا نشانہ بن گئی اور ڈنکی سونیا کے ہاتھوں ہلاک ہوگیا۔"

میں اسے اچھی طرح سمجھاتا رہا کہ ماسٹروں کے سامنے کس طرح بیان دینا ہوگا۔ سونیا بھی میری باتیں غور سے سن رہی تھی۔ جو بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی جما کو اسے اپنی زبان میں سمجھا دیتا تھا۔ ساری باتیں طے ہوجانے کے بعد میں نے سونیا سے کہا۔

"اب تم اپنے ماسٹروں سے رابطہ قائم کرو اور انہیں موجودہ صورتحال سے آگاہ کرو۔"

سونیا نے جواب دیا۔

"تینوں ماسٹر جزیرہ کوائی میں ہیں۔ وہ جزیرہ ان کی ذاتی ملکیت ہے۔ جب تک ماسٹر یوشے زندہ تھا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُن سے رابطہ قائم کرلیتا تھا۔ چونکہ میں اس کے ساتھ تھی۔ اس لئے مجھے رابطہ قائم کرنے کے لئے ٹرانسمیٹر نہیں دیا گیا تھا۔ اب میں یہاں کی برانچ آفس سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کرتی ہوں۔ وہ لوگ ٹرانسمیٹر کے ذریعے ماسٹروں کو اطلاع دیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ ٹیلی فون کے پاس گئی اور ریسیور اٹھا کر ہوٹل کے ایکس چینج کو نمبر بتانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی میں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔ جما کو نے لاشوں کے طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہوٹل کے بیرے کو کمرے میں نہیں آنا چاہیئے ورنہ یہاں کے پولیس والے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

میں تائید میں سر ہلاتے ہوئے دروازے کے قریب گیا پھر دروازہ کھولنے سے پہلے میں نے پوچھا۔

"کون ہے؟"

"پولیس۔ دروازہ کھولو۔"

میں نے گھبرا کر سونیا اور جما کو کی طرف دیکھا۔ ان دونوں کے چہرے زرد پڑ گئے تھے۔ پریشانی کی بات ہی تھی۔ ہم اپنی صلاحیتوں سے دشمنوں کا مقابلہ کرسکتے تھے۔ میں تینوں ماسٹروں کو دھوکہ دے سکتا تھا۔ مگر قانون کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرسکتا اور قانون کے محافظ میرا محاسبہ کرنے کے لئے بند دروازے کے دوسری طرف آکر کھڑے ہوگئے تھے۔

ہمارے سامنے اس وقت قانون ایسی کاغذ تھی جسے توڑ کر ہم فرار نہیں ہو سکتے تھے

بہرحال میں قانون کا احترام لازمی تھا مگر قانون کی بڑھتی ہوئی گرفت سے بچنا بھی ضروری تھا۔ میں بند دروازے سے لگا بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا کہ دروازے کے اس طرف قانون کے جو محافظ کھڑے ہوتے ہیں انہیں اندر آنے سے کس طرح روکا جا سکتا ہے؟

ایسے وقت نہ تو جوڈو کراٹے کام آتے ہیں اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کا علم سہارا دیتا ہے۔ ان حالات میں حاضر دماغی ہی کام آتی ہے۔ پھر مجھ سے پہلے ہی سونیا کے دماغ نے کام دکھایا۔

وہ فوراً ہی بستر کے پاس پہنچ کر اپنا لباس اتارنے لگی ہیں حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ میں نے سوچ کے ذریعہ پوچھا۔

"تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

اس نے خاموشی سے میری شرٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اسے اتار دوں۔ پھر اس نے لباس سے آزاد ہوتے ہی بستر کی چادر کھینچ کر اپنے اطراف لپیٹ لی۔ کچھ اس طرح کہ نیم عریانی قائم رہے۔ اس وقت تک میں نے شرٹ اتار لی تھی۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے قریب آئی۔ پھر اس کی چٹخنی گرا کر اور اسے ذرا سا کھول کر باہر کی طرف جھانکتی ہوئی بولی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔ بے وقت ڈسٹرب کیا جاتا ہے۔"

میں اس کی زبان کو نہ سمجھ سکا مگر سچویشن کو سمجھ گیا۔ میں نے شرٹ کو ایک طرف پھینک کر سونیا کے پیچھے آ کر کہا۔

"ہیلو انسپکٹر۔ مجھے ہوٹل والوں نے یقین دلایا تھا کہ یہاں ان حالات میں ڈسٹرب نہیں کیا جاتا ہے۔ اگر آپ ضروری کام سے آئے ہیں تو ریسپشن روم میں انتظار کریں۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

سونیا کے بدن سے لپٹی ہوئی چادر دیکھ کر ہی انسپکٹر ادھ موا ہو گیا تھا۔ پہلے میں یہ بھول گیا تھا کہ میں اپنے مشرقی ملک میں نہیں ہوں بلکہ مشرقِ بعید میں ہوں، جہاں شراب اور عورت قانون کی زد میں نہیں آتی ہیں۔ انسپکٹر نے معذرت چاہتے ہوئے کہا۔

"سوسوری — میں آپ لوگوں کے پاسپورٹ چیک کرنے آیا ہوں۔ کوئی بات نہیں آپ ایک گھنٹے بعد اپنے پاسپورٹ لے کر میرے دفتر میں آئیں۔"

وہ دفتر کا پتہ بتا کر چلا گیا۔ ہم نے فوراً ہی دروازہ بند کر کے اطمینان کی سانس لی۔ پھر جما کو اور سونیا تینوں لاشوں کو چھپانے لگے۔ ہوائی دوشیزہ کی لاش پلنگ کے نیچے ڈال دی گئی۔ ماسٹر یوشے کی لاش کو باتھ ٹب میں چھپا دیا گیا اور ڈنکی کو بڑی سی الماری میں کھڑا کر کے اس کے پٹ بند کر دیئے گئے۔ پھر جما کو ایک کپڑا بھگو کر لایا اور قالین پر سے خون کے دھبے صاف کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں کمرہ بالکل صاف ہو گیا۔ اب ہوٹل کے بیرے بھی وہاں آ کر یہ نہیں معلوم کر سکتے تھے کہ ہم تین زندہ انسانوں کے علاوہ وہاں تین مردے بھی موجود ہیں۔

تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ماسٹروں کا ایک خاص ماتحت ہمارے کمرے میں آیا۔ سونیا نے اس سے میرا تعارف کرایا۔

"فرہاد ان سے ملو۔ یہ مسٹر میکی ہیں۔ اس جزیرے میں ہمارے گروہ کے تقریباً تیس آدمی ان کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ بظاہر ان کے پاس اقتدار کی کرسی نہیں ہے لیکن حقیقتاً پورے جزیرے پر ان کی حکومت ہے۔ یہاں کا بڑے سے بڑا بدمعاش ان کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتا اور قانون کو تو یہ جیب میں رکھ کر گھومتے ہیں۔"

اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے مصافحہ کیا تو پتہ چلا کہ وہ فولادی انسان ہے۔ اس نے جان بوجھ کر میرے ہاتھ کو پوری قوت سے دبایا تھا تاکہ پہلی ہی ملاقات میں، میں اس کا لوہا مان لوں۔ سونیا نے کہا۔

"مسٹر میکی یہ مسٹر فرہاد ہیں۔ یہ ہمارے ساتھ....."

میکی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"مسٹر فرہاد تعریف کے محتاج نہیں ہیں۔ اس دنیا کے جتنے ممالک میں ہمارے گروہ کے جتنے آدمی کام کر رہے ہیں ان سب کے پاس مسٹر فرہاد کی تصویر اور ان کے کارناموں کی تفصیلات پہنچا دی گئی ہیں۔ مجھے ان سے ملنے کی خواہش تھی مگر ابھی مل کر میں خوشی کا اظہار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ماسٹر یوشے کی موت ہم سب کے لیے ایک ناقابلِ برداشت سانحہ ہے۔ مجھے بتاؤ کہ ماسٹر کی لاش کہاں ہے؟"

سونیا اسے ٹائلٹ کی طرف لے گئی۔ میں صوفے پر آرام سے بیٹھ کر اپنے بدن کو ادھر سے ادھر دبانے لگا۔ بدن کی چوٹیں اب تک تازہ تھیں۔ جما کو لے میرے قریب آ کر بڑی شرمندگی سے کہا۔

"مسٹر فرہاد! مجھے افسوس ہے کہ میں نے دشمن بن کر آپ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ آپ آرام سے پلنگ پر لیٹ جائیں۔ میرے گھر میں جڑی بوٹیوں سے بنی ہوئی ایک بہت ہی زود اثر دوا ہے اس کی مالش کی جائے تو ہڈیوں کا درد بھی دور ہو جاتا ہے۔ میں ابھی جا کر لے آتا ہوں۔"

میں نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ اس کے جانے کے بعد میکی ٹائلٹ سے باہر آیا۔ وہ سونیا سے مقامی

زبان میں ماسٹر کی موت کے سلسلے میں سوالات کر رہا تھا۔ وہ جو کچھ بتا رہی تھی اس کی تصدیق کے لیے میکی مجھ سے انگریزی میں سوالات کر رہا تھا۔ ہم نے آپس میں جو طے کیا تھا اس کے مطابق میں نے بھی جوابات دیئے۔ میکی نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اس ہوائی دوشیزہ اور ڈنکی کی لاش کو دیکھا پھر جیبی ٹرانسمیٹر نکال کر ماسٹروں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

میں بستر پر آ کر آرام سے لیٹ گیا۔ سونیا میکی کے پاس صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم دونوں خاموشی سے ٹرانسمیٹر پر ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ اس کمرے میں جو واقعات پیش آئے تھے میکی انہیں تفصیل کے ساتھ ماسٹروں کو بتا رہا تھا اور ان سے ہدایات حاصل کر رہا تھا۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر بند کرنے کے بعد اسے اپنی جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر فرہاد آپ اپنے کمرے میں چلے جائیں۔ ان تینوں لاشوں کو قانون کی نظر سے بچا کر لے جانے کا مسئلہ ہے۔ اس ہوٹل کے مالک کی کچھ کمزوریاں ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ میں ان سے فائدہ اٹھا کر ان لاشوں کو یہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دوں گا۔"

میں اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ اس نے سونیا سے کہا۔

"تم سب اپنے پاسپورٹ لا کر مجھے دو۔ تم لوگوں کو پولیس ہیڈ کوارٹر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سارے کام نمٹا لوں گا۔"

میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ سونیا بھی میرے ساتھ آئی تھی پھر میرا پاسپورٹ لے کر جاتی ہوئی بولی۔

"تمہیں سخت چوٹیں آئی ہیں۔ میں اس حال میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آ جاؤں گی۔"

اس کے جانے کے بعد میں بستر پر گر پڑا۔ ایک تو بدن کا جوڑ جوڑ درد کر رہا تھا۔ دوسری بات یہ کہ پچھلی رات سے سونے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ بستر پر آتے ہی ذرا سی دیر کے بعد مجھے نیند آ گئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ سونے سے پہلے میں نے اپنے دماغ کو کسی طرح کی ہدایت نہیں دی تھی۔ حالانکہ میں دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ لیکن ماسٹر یوشے کی موت سے میں اس قدر مطمئن ہو گیا تھا کہ باقی ماسٹروں کو خاطر میں نہیں لا رہا تھا۔ اسی لیے سی قسم کی احتیاطی تدبیر کے بغیر سو گیا۔

نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی ایسے مقام پر

پہنچ گیا
جنت

ت کے سے مناظر ہیں۔ جزیرہ ہوائی بھی نہیں تھا۔ ہر سو سرسبز و شاداب نظارے تھے۔ حوریں حریری لباس میں یہاں سے وہاں تک ہنستی کھلکھلاتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ میں ایک جانب گھاس کے تر دیں فرش پر پڑا ہوا تھا۔ ایک فرشتے نے میرے قریب آ کر میری جانب دوا کی شیشی بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم نے بہت لات جوتے کھائے ہیں۔ اس دوا کی مالش کرو۔ بدن کا سارا درد نکل جائے گا۔"

ایک بہت ہی حسین اور دلنشیں حور نے قریب آ کر دوا کی وہ شیشی لے لی۔ جزیرے کی مناسبت سے وہ حور سانولے رنگ کی تھی۔ جنت میں آ کر بھی اس کا رنگ نہیں بدلا تھا۔ وہ مالش کرنے کے لیے میرا لباس اتارنے لگی۔ نازک سے ہاتھوں میں بڑا زور تھا۔ جب وہ جم کر مالش کرنے لگی تو مجھے کچھ تکلیف ہوئی۔ کچھ آرام ملا۔ میں نے کراہتے ہوئے آنکھ کھول دی —

سونیا میرے بدن کی مالش کر رہی تھی۔ سر ہانے کی میز پر دس عدد پلاسٹک کی انگلیوں سے لگے آہنی ناخن رکھے ہوئے تھے۔ کیا وہ انگلیاں اس سے الگ بھی ہو سکتی ہیں؟ میں نے اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا

سب سے پہلے میں نے اس کے ہاتھوں کو دیکھا اس کے دونوں ہاتھوں میں آدھی آدھی انگلیاں تھیں۔ وہ پلاسٹک کی انگلیوں سے مکمل ہوتی تھیں جو اس وقت میز پر رکھی تھیں۔ انگلیاں آدھی تھیں۔ مگر وہ سر سے پاؤں تک عمر کی شادابیوں سے مکمل تھی۔ میں پھر اس خواب کی جنت میں پہنچ گیا۔ جہاں بدن کا درد نکالنے والی حوریں دستیاب ہو جاتی تھیں۔

وہ گہری نیند سوتی رہی۔ میں اپنی نیند پوری کر چکا تھا اس لیے جاگ رہا تھا۔ اس وقت فریال کے متعلق سوچ کر مجھے ندامت سی ہوئی۔ اتنی وفادار اور حسین محبوبہ کے ہوتے ہوتے میں سونیا کی طرف بہک گیا تھا۔ اگر یہ بات فریال کو معلوم ہو جائے تو اسے کتنا صدمہ پہنچے گا۔ جب جذبات کا نشہ اترتا ہے تب ہی اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ میں اپنی بھنورے جیسی فطرت کو بدلنا چاہتا تھا۔ مگر وقت بے وقت جذبات کی جو آندھیاں چلتی ہیں وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر بہا کر لے جاتی ہیں۔ میں نے فریال سے سونیا کا موازنہ کیا تو وہ فریال کے پاؤں کی دھول بھی نظر نہ آئی۔ میں سونیا جیسی مختلف عورت کی توہین نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر فریال میری زندگی میں نہ آتی تو سونیا بھی ایسی تھی کہ اس سے محبت کی جا سکتی تھی مگر اب

میں فریال کے جھٹکے کی محبت کسی اور کو نہیں دینا چاہتا تھا۔ اب میرا جی چاہ رہا تھا کہ کسی طرح جلد از جلد فریال کے پاس پہنچ جاؤں وہ سامنے رہے گی تو اس دنیا کی کوئی بھی حسین عورت مجھے نہیں بہکا سکے گی۔ اس کی یاد شدت سے آئی تو میں نے اس سے رابطہ قائم کیا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی وہ شکایت کرنے لگی۔

"فرہاد۔ جانِ فریال میرا دل گھبرا رہا تھا کہ اس جنت میں پہنچ کر آپ مجھے بھول تو نہیں گئے۔ میں صبح تک آپ کا انتظار کرتی رہی کہ آپ سوہنج کی راکھ لے کر میرے قریب آئیں گے پھر مجھے نیند آگئی۔ ابھی سو کر اٹھی ہوں۔ آپ بتائیں میں یہاں کب تک تنہا رہوں گی؟"

"جدائی کی گھڑیاں ختم ہونے والی ہیں۔ میں تمہیں یہ خوشخبری سنا دوں کہ میں نے اپنے سب سے بڑے دشمن ماسٹر یوشے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے مگر تین ماسٹروں کے آدمیوں نے ابھی مجھے گھیر رکھا ہے۔ میں جلد ہی واپسی کی صورت نکال لوں گا۔ پھر ہم دونوں کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔"

وہ ماسٹر یوشے کی موت کی خبر سن کر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ میں نے سونیا کی جانب دیکھا ہو سکتا تھا کہ آئندہ میرے راستے میں کوئی دشمن نہ ہوتا۔ مگر میری فریال کے راستے میں سونیا جیسی عورتیں آسکتی تھیں اور یہ محض میری کمزوریوں کی وجہ سے ہوگا۔ میں زندگی کے عملی میدان میں اتنی مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی سے کام لیتا ہوں تو کیا اپنی محبت کی خاطر مستقل مزاجی سے یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ آئندہ فریال کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچے۔

میں تھوڑی دیر تک فریال سے گفتگو کرتا رہا اور اپنے خیال میں استحکام پیدا کرتا رہا۔ پھر آئندہ ملاقات کا وعدہ کر کے اس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد میں سوچنے لگا کہ ماسٹر یوشے کے مرنے کے بعد میں بڑی لاپروائی سے وقت گزار رہا ہوں اور احمقوں کی طرح اپنے دوسرے دشمنوں کو نادان اور کمزور سمجھ رہا ہوں۔ اپنی نادانی کا احساس ہوا تو میں میکی کے ذہن میں جھانک کر دیکھنے لگا۔

وہ ٹرانسمیٹر پر ایک ماسٹر سے گفتگو کر رہا تھا۔ پہلے تو وہ اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کرتا رہا کہ اس نے کس طرح تینوں لاشیں ہوٹل کے کمرے سے اٹھالی ہیں اور ہمارے پاسپورٹ دکھا کر قانون کے محافظوں کو مطمئن کر دیا ہے۔ پھر اس نے کہا۔

"ماسٹر سائمن میں یہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ ماسٹر یوشے ڈنکی جیسے گدھے کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ ہمارا عظیم ماسٹر ہمیشہ محتاط رہنے کا عادی تھا۔ جب ڈنکی اس کے کمرے میں ہوائی دوشیزہ کو لے کر آیا تو ماسٹر نے ڈنکی کی سوچ کو ضرور پڑھا ہوگا کہ کہیں وہ کسی قسم کی سازش تو نہیں کر رہا ہے کیونکہ ہماری طرح ماسٹر یوشے بھی ڈنکی پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ اور۔"

اس کے بعد ماسٹر سائمن کی آواز سنائی دی

"میں تمہاری باتوں کو سمجھ رہا ہوں۔ مگر تم فرہاد کے متعلق ایسی باتیں کر کے حماقت نہ کرو۔ کیا فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس وقت ہماری گفتگو نہیں سن رہا ہوگا؟"

"نہیں ماسٹر میں تھوڑی دیر پہلے فرہاد کے کمرے میں گیا تھا۔ اس کمرے کی دوسری چابی میں نے ہوٹل والوں سے حاصل کر لی تھی۔ پہلے تو میں نے دروازے پر ہولے سے دستک دی جب جواب نہ ملا تو میں دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ وہ سونیا کے ساتھ گہری نیند سو رہا تھا۔ میں اس کی طرف سے اطمینان کرنے کے بعد ہی آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔"

اُلو کا پٹھا — میں نے دل ہی دل میں کہا۔ جس وقت وہ کمرے میں چپکے سے آیا ہوگا۔ اس وقت میں سو نہیں رہا تھا۔ فریال کی دنیا میں پہنچا ہوا تھا۔ اس نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ ایسے وقت ساری دنیا بھلا دی جاتی ہے۔ میں آنکھیں بند کیے فریال سے سوچ کے ذریعہ گفتگو کرنے میں اتنا محو تھا کہ مجھے کمرے میں میکی کی آمد کا پتہ ہی نہ چلا۔ میری یہ محویت بھی کام آگئی۔ وہ مجھے غافل سمجھ کر اپنے دل کی بات زبان پر لا رہے تھے۔ ماسٹر سائمن کہہ رہا تھا۔

"شاباش تم بہت اچھے جا رہے ہو۔ فرہاد کے خلاف کوئی بات زبان پر لانے سے پہلے ہمیشہ اس کی طرف سے اطمینان کر لیا کرو۔ تمہاری طرح ہم بھی یہی سوچ رہے ہیں بلکہ بہت پہلے ہی یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ فرہاد یا تو ماسٹر یوشے کے ہاتھوں مارا جائے گا یا ماسٹر یوشے خود ہی اس کا شکار ہو جائے گا۔ ماسٹر یوشے کی موت ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ فرہاد کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں۔ ہم اسے اس کی سزا ضرور دیں گے لیکن موت کی سزا نہیں دیں گے کیونکہ وہ بہت کام کا آدمی ہے۔ اسے سزائیں دے کر یہ سمجھایا جائے گا کہ ہمارے سامنے بعض اوقات اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھی کام نہیں آئیں گی۔ اس کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ ہمارا مطیع و فرمانبردار بن کر رہے۔ آج رات کو لاہنج اسی جگہ پہنچ جائے گی۔ تم فرہاد اور سونیا کو لے کر اس لاہنج کے ذریعہ اس جزیرے میں آجانا۔ ماسٹر یوشے کی لاش اور اس کا تمام سامان بھی لے آنا۔ اوور اینڈ آل"

میکی ٹرانسمیٹر بند کرنے کے بعد میرے متعلق سوچنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ میری صلاحیتوں سے خائف ہے۔ ماسٹر سائمن نے اسے یقین دلایا تھا کہ مجھے سزائیں دی جائیں گی لیکن میکی کو یقین نہیں آرہا تھا۔ ماسٹروں کے گروہ میں ماسٹر یوشے کی شخصیت اتنی عظیم تھی کہ وہ صرف اس کے قاتل کو ہی نہیں بلکہ قاتل کے پورے خاندان کو نیست و نابود کر دیتے لیکن مجھے چھوٹ دی جا رہی تھی۔ میکی جھنجھلا کر سوچ رہا تھا۔

"میں سب سمجھتا ہوں۔ ماسٹر یوشے ٹیلی پیتھی کا ماسٹر تھا۔ اب ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد سے ہی اس کی جگہ پُر کی جا سکتی ہے میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں وہ تینوں ماسٹر فرہاد کو سزا دینے کی بجائے کوئی بہت بڑا عہدہ دیں گے۔ کیا سپر ماسٹر اس بات کو تسلیم کر لے گا۔؟"

میں میکی کی سوچ پڑھ کر سوچنے لگا کہ یہ سپر ماسٹر کون ہے۔ اب تک چار ماسٹر میرے علم میں آتے تھے۔ اب کسی پانچویں کا نام سنائی دے رہا تھا اور وہ شاید چاروں ماسٹروں کا باس تھا اور شاید اسی لیے سپر ماسٹر کہلاتا تھا۔ میں اپنے طور پر سوچتا رہا تو بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اس لیے میں میکی کی سوچ میں اسے کریدنے لگا۔

"یہ سپر ماسٹر باقی تین ماسٹروں کے فیصلے سے انکار کیوں کرے گا۔ اسے اکثریت کا فیصلہ منظور کرنا ہی ہوگا۔"

میکی کے دماغ میں یہ سوچ پیدا ہوئی تو وہ جواباً سوچنے لگا

"وہ اکثریت کو کب خاطر میں لاتا ہے۔ تینوں ماسٹر اس کے اشارے پر چلتے ہیں۔ ماسٹر یوشے جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اس کا مطیع و فرمانبردار تھا۔ مگر تان یہیں پر ٹوٹتی ہے کہ سپر ماسٹر بھی شاید فرہاد کو معاف کر دے گا کیونکہ ماسٹر یوشے کی جگہ کبھی نہ کبھی پُر کرنا ہوگی اور انہیں فرہاد سے زیادہ قابل آدمی فی الحال کہیں نہیں ملے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میں بھی فرہاد کی اہمیت کو تسلیم کر رہا ہوں۔"

وہ جھلا کر سوچنے لگا۔

"فرہاد کی ایسی کی تیسی — میں تین سال سے ماسٹروں کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہا ہوں۔ میں نے بڑی بڑی خطرناک مہمات سر کی ہیں مگر اب تک مجھے کسی ماسٹر کا عہدہ نہیں ملا۔ فرہاد کیا چیز ہے۔ میں ماسٹروں پر ثابت کر دوں گا کہ جس فرہاد سے وہ اندر ہی اندر خائف ہیں میں اسے ٹھکانے کا نام پہنچا سکتا ہوں۔ مگر اس مقصد کے لیے بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہوگا۔"

وہ تدبیریں سوچنے لگا۔ میں بہت دیر اس کے ذہن میں جھانکتا رہا۔ مگر اسے کوئی عمدہ سی تدبیر نہیں سوجھ رہی تھی۔ وہ ایسی چال چلنا چاہتا تھا کہ جس سے دوسرے ماسٹر اعتراض نہ کر سکیں اور وہ یہ ثابت بھی کر سکے کہ وہ فرہاد کو اپنے کنٹرول میں رکھ سکتا ہے۔ جب کوئی تدبیر سمجھائی نہ دی تو اس کے دماغ نے اسے سمجھایا کہ سوچنا فضول ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی وقت فرہاد چپکے سے اس کے خیالات پڑھ لے۔ دانشمندی یہی ہے کہ اچانک ہی کوئی تدبیر سجھائی دے تو وہ اس پر عمل کرے۔

اس نے سوچنا چھوڑ دیا۔ میں بھی ذہنی طور پر اس کا پیچھا نہ کر سکا کیونکہ سونیا بیدار ہو گئی تھی۔ وہ نہانے اور لباس بدلنے کے لیے باتھ روم میں چلی گئی۔ وہاں سے واپس آکر اس نے پوچھا۔

"اب کیا ارادہ ہے۔؟ کیا تم جزیرہ کوانی جا کر ماسٹروں کے سامنے اپنی صفائی پیش کرو گے؟"

"اس کے سوا میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔ یہاں سے فرار کا کوئی راستہ ہو تو بتاؤ۔"

"میں کیا بتاؤں۔؟ میکی نے ہمارے پاسپورٹ اپنے پاس رکھ لیے ہیں۔ اس کے بغیر تم اپنے ملک واپس نہیں جا سکو گے۔"

میں نے لاپروائی سے شانے اچکاتے ہوئے کہا

"جب فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے تو اپنی مجبوریوں کا ماتم کرنا فضول ہے۔ کیوں نہ ہم ہنستے کھیلتے آنے والی مصیبتوں کا استقبال کریں۔ چلو ہم باہر چلتے ہیں۔ میں تمہاری رہنمائی میں دیکھوں گا کہ یہ جزیرہ کتنا خوبصورت ہے۔"

میں بھی نہا نے اور لباس تبدیل کرنے باتھ روم میں چلا گیا۔ زندگی کی دھوپ میں دوڑتے دوڑتے حالات نے سکھا دیا کہ پریشان ہونے سے کبھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ ہمکی موقع کی تاک میں تھا اور میں بھی موقع پر حاضر دماغی سے کام لینا جانتا ہوں۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ تفریح کے جو لمحات میسر ہو سکے ہیں انہیں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ میں ایک بہترین سوٹ پہن کر تیار ہو گیا۔ سونیا بھی غضب ڈھا رہی تھی۔ اس نے ہوائی دوشیزاؤں کے انداز میں گھٹنے تک ریشمی چھینٹ کی پیٹی کوٹ پہنی ہوئی تھی

اسی ریشم کا ایک بلاؤز پہنا ہوا تھا جو آستینوں سے بے نیاز تھا۔ اس کی سڈول باہیں تانبے کی طرح سرخی مائل تھیں۔ ہار گلے کے طور پر گلے میں پھولوں کا ہار تھا۔ کانوں میں پھولوں کے آویزے

تھے اور پیروں میں پھولوں کی پائل بندھی ہوئی تھی۔ جب وہ چلتی تو پھولوں کی پائل سے خوشبوؤں کی بے آواز چھم چھم اٹھتی تھی۔

ہم کمرے سے باہر آئے تو کوریڈور میں میکی سے ملاقات ہوگئی۔ وہ ہماری ہی طرف آرہا تھا۔ جب اسے پتہ چلا کہ ہم تفریح کی غرض سے باہر جارہے ہیں تو اس نے اعتراض کیا۔

"ماسٹر سائمن کا حکم ہے کہ آپ لوگ باہر نہ جائیں۔ آدھی رات کے بعد میں تم دونوں کو جزیرہ کلائی پہنچا دوں گا۔"

میں نے اس کے شانے کو بڑے پیار سے تھپکتے ہوئے کہا۔

"مسٹر میکی آدھی رات کے لیے ابھی دس گھنٹے باقی ہیں۔ اپنے ماسٹر سے کہہ دینا کہ میں قیدی بن کر رہنے کا عادی نہیں ہوں۔"

میرا جواب سن کر اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ فرہاد کو اپنا ایک فولادی ہاتھ جھاڑ دے تاکہ یہ ساری اکڑ بھول جائے۔

میں نے اس کی سوچ میں اسے سمجھایا۔

"نہیں مجھے اپنا غصہ ضبط کرنا چاہیے۔ اگر میں نے یہاں فرہاد کی پٹائی کی تو یہ بات ماسٹروں کی مرضی کے خلاف ہوگی۔ ابھی اسے ڈھیل دینا چاہیے۔"

اس نے ہمارے راستے سے ہٹتے ہوئے کہا۔

"اگر تم خود کو سپر میں سمجھتے ہو تو بھر جاؤ۔ ماسٹروں سے حکم عدولی کا نتیجہ تمہارے سامنے آجائے گا۔"

میں نے سونیا کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور سیٹی پر ایک انگریزی دھن بجاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ہم ہوٹل کی ایک کار کرائے پر حاصل کرکے اس ہرے بھرے جزیرے کی سیر کرنے نکل گئے۔ سونیا مجھے تمام جگہوں کے نام بتا رہی تھی اور مختلف تفریح گاہوں اور ہوٹلوں میں لیے گھوم رہی تھی۔ دو گھنٹے بعد جب میں ساحل سڑک پر کار ڈرائیو کررہا تھا تو مجھے ایک تعاقب کرنے والی کار کا علم ہوا۔ میں عقب نما آئینے میں اس زرد رنگ کی کار کو کئی بار دیکھ چکا تھا اور یہ سوچ کر اسے نظرانداز کردیا تھا کہ اس کا دو چار بار نظر آنا محض اتفاق ہے۔ مگر ساحلی سڑک ویران تھی۔ اس ویران سڑک پر کسی کار کے مسلسل پیچھے آتے رہنے سے خطرے کا احساس ہوگیا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"ایک کار برابر ہمارے پیچھے آرہی ہے۔ مجھے میکی پر شبہ ہے۔ وہ مجھے اس طرح نقصان پہنچانے کی فکر میں ہے کہ ماسٹروں کو کوئی شکایت نہ ہو۔"

سونیا نے پلٹ کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ پھر مجھ سے کہا۔

"یہ میکی کی کار نہیں ہے۔ لیکن میں صبح سے میکی کے تیور کو سمجھ رہی ہوں۔ وہ تمہیں پسند نہیں کرتا ہے۔ تعجب ہے کہ وہ ماسٹروں کی مرضی کے خلاف تمہیں کیسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"یہ تو آگے چل کر معلوم ہوگا۔ تم اتنا یاد رکھو کہ کسی موقع پر میں اچانک ہی گاڑی روکوں تو تم فوراً ہی کار سے اتر کر ان جھاڑیوں کے پیچھے چلی جانا۔ کیا یہ جھاڑیاں آگے دور تک گئی ہیں؟"

"ہاں! مگر میں یہاں خطرے میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"نادانی کی باتیں نہ کرو۔ میں تمہارا رہ کر اپنی حفاظت کرلوں گا۔ تم ساتھ رہو گی تو پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔"

کار روکنے کا موقع جلد ہی آگیا۔ ایک موڑ کاٹتے ہی اچانک ایک بڑی سی اسٹیشن ویگن نے راستہ روک لیا۔ وہ سڑک پر ترچھی کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے ایک جھٹکے سے بریک لگا کر اپنی گاڑی روک دی۔ سونیا نے فوراً ہی دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگائی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے جھاڑیوں کے پیچھے چلی گئی۔ سامنے ویگن کا دروازہ کھول کر تقریباً چھ ہٹے کٹے نوجوان باہر آئے۔ پیچھے وہ زرد رنگ کی کار آکر رک گئی تھی۔ اس میں سے بھی چار پہلوان نما بدمعاش نکلتے ہوئے نظر آئے۔ وہ سب خالی ہاتھ تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور اور چاقو اس لیے نہیں تھے کہ میکی مجھے قتل نہیں کرسکتا تھا۔ وہ صرف مجھے زیر کرنا چاہتا تھا اور ماسٹروں کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کس طرح اپنے کنٹرول میں رکھ سکتا ہے۔

واقعی میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ کتنے بدمعاشوں کو اپنے قریب آنے سے روک سکتا تھا۔ ایک طرف سے کسی کو خیال خوانی کے ذریعہ روکتا تو دوسری طرف سے دس بدمعاش مجھ پر حملہ کر دیتے۔ لہٰذا مجھے اپنی جسمانی قوت سے ہی کام لینا پڑا۔ ایک طرف سے حملہ ہوا تو میں دوسری طرف سے کترا کر نکل گیا۔ میں کوئی ہیرو تو نہیں تھا کہ انہیں مار مار کر ان سے کتراتا رہتا اور وہ بزدلوں کی طرح مار کھاتے رہتے۔ ان میں ایک سے ایک فائٹر موجود تھا۔ انہوں نے مجھے ایسے ایسے ہاتھ جھاڑے کہ دوپہر شام سے پہلے ہی تارے نظر آنے لگے۔ ایسی حالت میں دو بدمعاشوں نے مجھے پیچھے سے پکڑ لیا۔ دو اور آگے اور میری ٹانگوں سے لپٹ گئے پھر مجھ پر تابڑ توڑ لاتیں اور گھونسے پڑنے لگے۔ اس وقت تک سونیا کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ سب ہٹے ہیں اور کوئی مجھے جان سے نہیں مارنا چاہتا۔ وہ دوڑتی ہوئی میری مدد کے لیے ان بدمعاشوں کے قریب آئی اور اپنے آہنی پنجے کھول دیتے۔ اسی وقت ایک بدمعاش نے ایک لمبا سا چاقو نکال کر اس کی نوک میری گردن پر رکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھو سونیا میکی کے مقابلے پر نہ آؤ۔ ہمارے باس نے کہا ہے کہ اس آدمی کو زندہ و سلامت اس کے پاس پہنچایا جائے

اگر تم ہمارے کسی آدمی کو نقصان پہنچاؤ گی تو اس آدمی کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جائے گی۔"

سونیا بے بسی سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اس سے کہا۔

"سونیا اس کی بات مان جاؤ اور آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا۔"

سونیا نے خاموشی سے اپنے پنجے سمیٹ لیے۔ وہ مجھے پکڑ کر کھینچتے ہوئے ویگن کی طرف لے گئے۔ اس کی پچھلی سیٹ پر مجھے سونیا کے ساتھ بٹھایا گیا۔ پھر دوسرے بدمعاش ہماری نگرانی کے لیے بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ویگن واپس مڑ کر ایک نامعلوم منزل کی طرف جانے لگی۔

کمبختوں نے مجھے مار مار کر پلپلا کر کے رکھ دیا تھا۔ صبح ماسٹر یوشے نے مجھے ذہنی اذیتیں پہنچائی تھیں۔ اس کے بعد اپنے دو آدمیوں کو میری اچھی طرح مرمت کرنے کے لیے کہا تھا۔ دوپہر کو سونیا نے ایسے جسم کو مالش کی تھی کہ ہڈیوں کا درد کسی حد تک زائل ہوگیا تھا۔ مگر اب ان بدمعاشوں نے مجھے پھر توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ میں پچھلی سیٹ پر نیم دراز ہو کر کراہ رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔

"بیٹے فرہاد ایک ٹیلی پیتھی کا علم جان کر خود کو ہیرو سمجھنے لگے ہو۔ دیکھ لو ہیرو بننے کے لیے کیسی مار کھانا پڑتی ہے۔ تم پاکستانی کہانیوں کے ہیرو تو نہیں ہو جو مافوق الفطرت ہوتا ہے۔ جو اپنے فلک کے باہر نگری نگری گھومتا ہے اور ہر جگہ نامور بدمعاشوں کی فوج کو نہتا ہو کر مار تا پیٹتا اور نیست و نابود کرتا گزرتا جاتا ہے۔ اب یہ مار دھاڑ والی حقیقتیں سامنے آرہی تھیں تو میں اپنی صلاحیتوں کے باوجود مار کھاتا جارہا تھا۔ اب میرے پڑھنے والے مجھے بزدل سمجھیں یا مجبور سمجھیں یا حالات کا تقاضہ سمجھیں۔ بہرحال مجھ پر جو بیتی ہے میں اسے اپنی آپ بیتی میں ضرور پیش کروں گا۔"

سونیا میرے پاس بیٹھی ہوئی میرا سر سہلا رہی تھی۔ اُسے اس پاس بیٹھے ہوئے بدمعاشوں پر غصہ آرہا تھا مگر وہ بھی حالات سے مجبور تھی۔ میری مدد نہیں کرسکتی تھی۔ صرف میرا سر سہلا کر خاموشی سے مجھے تسلیاں دے سکتی تھی۔ میں بدمعاشوں کی موجودگی میں اس سے کھل کر باتیں نہیں کرسکتا تھا۔ لہٰذا سوچ کے ذریعے بولنے لگا۔

"سونیا تم یہاں کے تمام علاقوں سے واقف ہو۔ ذرا سڑکوں سے باہر دیکھتی رہو کہ یہ کن راستوں سے گزر رہے ہیں۔"

سونیا نے بھی سوچ کے ذریعہ کہا۔

"میں دیکھ رہی ہوں اور سمجھ بھی رہی ہوں۔ یہ میکی کے خفیہ اڈے کی طرف جارہے ہیں۔"

"جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف بھاگتا ہے۔ میکی بھی شاید زندگی سے بیزار ہوگیا ہے۔ اسی لیے وہ میری طرف بڑھ رہا ہے۔ آہ ....."

یہ کہتے ہی میں تکلیف سے کراہنے لگا۔ مار کھا کھا کر ادھ موا ہونے کے باوجود میں اسی خوش فہمی میں تھا کہ میرے بجائے میکی کی موت آئے گی۔ پتہ نہیں وہ کمبخت میرے ساتھ کس طرح پیش آنے والا تھا۔ بیس منٹ کے بعد وہ گاڑی ایک بہت بڑی کوٹھی کے احاطے میں پہنچ کر رک گئی۔ وہ میکی کی رہائش گاہ تھی۔ وہ مجھے کوٹھی کے اندر ایک ڈرائنگ روم میں لے کر آئے۔ اس کمرے کی بناوٹ دیکھ کر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ جدید طرز کے قیمتی سامان سے ایسا آراستہ تھا کہ آرائش کے ہر سامان پر نظریں جم کر رہ جاتی تھیں۔ کسی شہزادے کا محل بھی ایسا نہ ہوگا۔ اس کی کوٹھی کو دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ تمام ماسٹر ایک شہزادے کی طرح ٹھاٹھ باٹھ سے اسے رکھتے ہیں۔

وہاں سے ہمیں ایک دوسرے بڑے ہال میں پہنچایا گیا۔ وہ ہال سامان سے بالکل خالی تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ فری اسٹائل لڑنے کے لیے اس ہال کو خالی رکھا گیا ہے۔ ایک طرف اونچے سے اسٹیج پر ایک نیم دائرے میں گھومی ہوئی بڑی سی میز تھی اس کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر میکی شاہانہ انداز سے بیٹھا ہوا تھا سامنے میز پر ایک بڑا سا ٹرانسمٹر رکھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"فرہاد میں تم سے کہہ چکا تھا کہ آج رات تمہیں ماسٹروں کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ مگر ابھی تم سونیا کے ساتھ فرار ہونے کی کوشش کررہے تھے۔"

میں سونیا کے ساتھ تفریح کے لیے نکلا تھا مگر وہ مجھ پر فرار ہونے کا جھوٹا الزام لگا رہا تھا۔ میں جواباً کچھ کہنا چاہتا تھا مگر مجھ سے پہلے ہی سونیا جھلکی بلی کی طرح غرا کر کہنے لگی۔ وہ اپنی زبان میں کہہ رہی تھی اس لیے میں اس کی باتیں نہیں سمجھ سکا۔ میکی نے اس کے جواب میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"سونیا ہم سب تمہاری بڑی عزت کرتے تھے اور بڑے احترام سے تمہیں مادام کہتے تھے۔ مگر تم نے فرار ہونے میں فرہاد کا ساتھ دے کر ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

ایک بدمعاش نے آگے بڑھ کر کہا۔

"باس ـــ یہ فرہاد کو ہماری گرفت سے آزاد کرانے کے لیے اپنے آہنی پنجے کھول کر کھڑی ہوگئی تھی۔ اگر میں فرہاد کی گردن پر چاقو رکھ کر اسے مار ڈالنے کی دھمکی نہ دیتا تو یہ ہمیں بہت زیادہ نقصان پہنچاتی۔ کیونکہ ہم سب جانتے تھے۔ آپ نے حکم دیا

تھا کہ فرہاد کو جانی نقصان نہ پہنچایا جاتے۔ پھر بھی احتیاطاً میں نے ایک چاقو رکھ لیا تھا جو وقت پر کام آ گیا۔"

میکی نے ٹرانسمٹر کی طرف گھوم کر کہا۔

"ماسٹر سائن ــــ میں نے اسی لیے ٹرانسمٹر کو آن رکھا ہے کہ آپ ساری باتیں خود ہی سن لیں۔ میں نے اپنے آدمیوں کو سمجھا دیا تھا کہ فرہاد کو جانی نقصان نہ پہنچائیں کیونکہ آپ اسے جان سے نہیں مارنا چاہتے اور یہ ہے کہ سر چڑھتا جا رہا ہے۔ اس نے مادام سونیا کو بھی اپنی طرف کر لیا ہے۔ اگر اسے اسی طرح ڈھیل دی گئی تو یہ رفتہ رفتہ ہمارے کام کے آدمیوں کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا شروع کر دے گا۔ میں آپ سے پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ آپ فرہاد کو پوری طرح میرے کنٹرول میں دے دیں۔ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ مجھے پاگل بنا دیگا۔ مگر میں نے ایسے انتظامات کر لیے ہیں کہ میرے پاگل بننے کے بعد بھی میرا اسسٹنٹ اسے ایسی ذہنی اذیتیں پہنچائے گا کہ یہ ایک حقیر کیڑے کی طرح زمین پر گھسٹتا ہوا آپ کے قدموں تک پہنچے گا۔ پھر کبھی آپ کی مرضی کے بغیر اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو کام میں نہیں لائے گا۔ اب آپ بتائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے ــــ اوور۔"

میکی کے کانوں میں ہیڈ فون نہیں لگا تھا۔ ٹرانسمٹر کا اسپیکر علیحدہ میز پر رکھا ہوا تھا۔ وہاں سے ابھرنے والی آواز کو ہم سب سن رہے تھے۔ ماسٹر سائن کہہ رہا تھا۔

"میکی ــــ ہم سب ماسٹر تمہاری ذہانت اور تمہاری صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ فرہاد کو ایک کتے کی طرح اپنا وفادار بنانے کے لیے ہم نے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ وہ ہمیشہ ہمارے قدموں میں لوٹتا رہے گا۔ ہم اس جزیرے میں اس کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ شرافت سے یہاں چلا آئے گا مگر وہ تمہیں پریشان کر رہا ہے۔ تمہیں پوری آزادی دی جاتی ہے کہ اس عفیت کو جس طرح کنٹرول کرتے ہو کرتے رہو اور جس طرح ممکن ہو آج رات اسے اس جزیرے میں پہنچا دو۔ صرف اس بات کا خیال رکھو کہ وہ زندہ ہمارے پاس آئے خواہ وہ زندہ ہوتے ہوتے بھی مُردوں سے بدتر کیوں نہ ہو۔ سونیا کو بھی تمہارے حوالے کیا جاتا ہے ــــ اوور اینڈ آل۔"

میں سوچ رہا تھا کہ اپنی صفائی میں کچھ کہوں گا مگر ماسٹر سائن نے اوور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ میں ماسٹر سائن سے دماغی رابطہ بھی قائم کر سکتا تھا۔ پھر سے میرے دماغ نے سمجھایا کہ فائدہ کیا ہوگا۔ کیونکہ ان کی باتوں سے پتہ چل چکا تھا کہ وہ مجھے ایک کتے کی طرح وفادار بنانے کے لیے مجھے ذہنی اذیتیں پہنچانے کے انتظامات بہت پہلے سے کر چکے ہیں اور یہ تو مجھ سے کبھی ہو نہیں

سکتا تھا کہ میں زندگی کے کسی موڑ پر ان کے لیے کتا بن جاؤں۔ اور وہ بھی اپنی حفاظت آپ کرتے دیکھ کر پورے فارم میں آگئی اور ادھر سے ادھر اچھل اچھل کر حملے کرنے لگی۔ بدمعاشوں کی پوری فوج تتر بتر ہو رہی تھی۔

حالات میں میں عزت کی موت مر سکتا تھا۔ ذلت سے جھکنا میں نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

ماسٹر سائن سے اجازت ملنے کے بعد میکی مجھے فخریہ انداز میں مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ یہ اس کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا کہ بہت بڑے ماسٹر نے اسے قاتل کو اس کے حوالے کیا گیا تھا۔ اسے ماسٹروں کے سامنے ثابت کرنے کا موقع مل گیا تھا کہ فرہاد اور اس کی ٹیلی پیتھی کا علم میں میکی اپنے چار آدمیوں کو لے کر راہداری میں پہنچ گیا۔ ان کے ہاتھوں سے زیادہ خطرناک نہیں ہے۔ اس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ میں سٹین گنیں تھیں۔ اس نے چیخ کر کہا۔

"ہالٹ ــــ سونیا ڈارک جاؤ۔ ماسٹروں نے فرہاد کو یہاں لے جانے کی اجازت نہیں دی ہے مگر یہ اسٹین گنیں تمہیں بھون کر رکھ دیں گی۔"

وہ کس چیمبر کا ذکر کر رہا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا لیکن سونیا خوف سے زرد پڑ گئی تھی۔ وہ ہمیں دھکے دے کر اس ہال سے باہر لے جا رہے تھے۔ سونیا بار بار مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"فرہاد نکل بھاگنے کی کوشش کرو۔ اس چیمبر میں جانے کے بعد کوئی زندہ باہر نہیں آتا۔"

میں کس طرح بھاگ نکلنے کی کوشش کرتا۔ میرے بدن کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے جگہ جگہ سے ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں۔ میں کسی سے لڑنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ کیونکہ ڈارک بھی دس عدد بدمعاش آگے پیچھے چل رہے تھے۔ میرے ٹوٹے پھوٹنے کے باوجود وہ سب مجھ سے محتاط تھے۔ شاید میکی نے میرے متعلق انہیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ میں نے بے بسی سے سونیا کی جانب دیکھا تو وہ بالکل ہی مایوس ہو گئی۔ ہم ایک طویل راہداری سے گزر رہے تھے جہاں ملگجا ملگجا سا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ کوٹھی کے آخری سرے پر ایک کمرہ تھا جب وہ اس کمرے میں پہنچے تو سونیا خود ہی بچ نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ اچانک ہی اپنے آس پاس والوں کی گرفت سے نکل کر مقابلے کے لیے دو اڑدو رجا کر کھڑی ہو گئی۔ چشم زدن میں اس کے آہنی ناخن باہر نکل آئے۔ ان ناخنوں کو دیکھتے ہی بدمعاش اس سے کترانے لگے۔ وہ صرف اس کے ناخنوں سے ہی خوفزدہ نہیں تھے بلکہ بار بار اس کے لڑنے کا تماشا بھی دیکھ چکے تھے۔

میں لڑنے میں اس کا ساتھ تو نہیں دے سکتا تھا مگر اپنے علم کو کام میں لا سکتا تھا۔ وہ بدمعاش پھر چاقو کھول کر کھڑا ہو گیا تھا۔ مجھے چاقو کی نوک پر رکھ کر سونیا کو لڑنے سے باز رکھنا چاہتا تھا۔ میں نے فوراً ہی اسے ذہنی جھٹکا پہنچایا۔ وہ ایک دم سے لڑکھڑایا ہوا پیچھے چلا گیا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے گر پڑا کیونکہ اب وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام رہا تھا۔ میں نے چاقو اٹھا لیا۔ میرا بھی یہی حال تھا۔ ہونٹ سختی سے

بند کرنے کے باوجود دانت اندر ہی اندر بج رہے تھے۔ پھر میں نے بڑی مشکل سے کہا۔

"اس طرح کھڑے رہنے سے ہم پر بھی برف جمنے لگے گی۔ ہمیں کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہیے۔"

پھر ہم دونوں اپنی ٹانگوں پر اچھلنے لگے۔ چیمبر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑنے لگے۔ ہمارے اندر برائے نام حرارت سی پیدا ہوئی مگر ہمارے بدن کے چاروں طرف جیسے برف کا طوفان تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ہمیں منوں برف کے تلے دفن کیا جا رہا ہے۔ بدن میں حرارت پیدا ہو سکی مگر ہم تھک کر ہانپنے لگے۔ آخر ہم کتنی دیر تک دوڑ سکتے تھے اور اچھل سکتے تھے۔

وہ نڈھال سی ہو کر میرے پاس آئی اور مجھ سے کمبل کی طرح لپٹ گئی۔ مخصوص حالت میں ایک دوسرے کی قربت سے حرارت ملتی ہے لیکن اس وقت ہم دو برفانی مجسموں کی طرح لپٹے ہوئے تھے۔ ہم جتنا زیادہ ایک دوسرے میں جذب ہونا چاہتے اتنی ہی زیادہ سردی سے کپکپانے لگتے۔ ذرا ہانپنے سے فرصت ملی تو وہ مجھ سے الگ ہو گئی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کے آہنی ناخن اتار کر فرش پر پھینک دیئے۔ پھر اپنے پیروں پر اچھلتے ہوئے اس نے میرے منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ میں بھی ٹانگوں پر اچھلتے ہوئے اور پینترے بدلتے ہوئے جوابی حملے کرنے لگا۔ ہم دونوں دوست تھے۔ مگر زندگی میں ایسے موڑ بھی آتے ہیں جہاں دوست بن کر دشمنوں کی طرح ایک دوسرے کو اذیتیں پہنچانا پڑتی ہیں۔ وہ جم کر حملے کر رہی تھی اور مجھ پر کراٹے کے کرارے ہاتھ جما رہی تھی۔ اگرچہ میں صبح سے مار کھاتے کھاتے بہت کمزور ہو گیا تھا۔ تاہم میں نے بھی بھرپور ہاتھ جمائے۔ ہم کافی دیر تک لڑتے رہے۔ پھر تھک ہار کر گر پڑے۔

لڑنے کا بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ ہمارے بدن میں چند سیکنڈ کے لیے حرارت پیدا ہوئی۔ اس کے بعد پھر قلفی جمنے لگی وہ میرے سامنے زمین پر پڑی ہوئی ہانپ رہی تھی اور رو رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"تمہاری جیسی دلیر عورت کو رونا نہیں چاہیے۔"

"مجھے اپنی دلیری کو آزمانے کا موقع نہیں ملا اس لیے رونا آ رہا ہے۔"

وہ مجھ سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔ میں اسے تسلیاں دینے لگا لیکن ایسی تسلیوں سے کیا حاصل ہو سکتا تھا جبکہ ہمارے سامنے نجات کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ میکی مجھے جان سے

وہ آگے ــــ بول سکی۔ کیونکہ شدید سردی کے باعث اس کے دانت کٹکٹا رہے تھے۔ میرا بھی یہی حال تھا۔ ہونٹ سختی سے

نہیں مارے گا۔ ایک خاص درجۂ انجماد تک مجھے ذہنی اور جسمانی اذیتوں میں مبتلا کر کے میری ہمت کو پست کر دے گا میری قوتِ ارادی کو کمزور بنا دے گا۔ ہاں مجھے یقین تھا کہ میں اس چیمبر سے زندہ نکالا جاؤں گا مگر مُردوں سے بدتر ہو جاؤں گا۔ ایک حقیر دشمن بھی مجھے ٹھوکر مارے گا تو میں اس کے جواب میں ہاتھ پاؤں تک نہیں ہلا سکوں گا اور سونیا تو شاید اس سرد جہنم کے عذاب کو برداشت ہی نہ کر سکے۔ اس کی حالت سے ظاہر تھا کہ وہ کانپتے کانپتے ہمیشہ کے لیے سرد پڑ جائے گی۔

میں اسے گھور کر دیکھنے لگا۔ ہماری نظریں ٹکرائیں تو وہ میری شعلہ بار نگاہوں کو دیکھتی ہی رہ گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے بدن کی کپکپاہٹ میں کمی آتی جا رہی ہے۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"تت۔ تم مجھے اسی طرح دیکھتے رہو۔ مجھے اپنے اندر ایک عجیب سی حرارت محسوس ہو رہی ہے۔"

اس کی باتوں نے مجھے چونکا دیا۔ کیا مصیبت ہے ایسے جان لیوا حالات میں، میں اپنی صلاحیتوں کو بھول گیا تھا۔ دراصل صبح سے میکی نے مجھے اپنی صلاحیتوں کو آزمانے کا موقع نہیں دیا تھا۔ اسی لیے ایسی اذیتیں اٹھاتے وقت ٹیلی پیتھی کے ابتدائی مراحل کو وقتی طور پر بھول گیا تھا۔ ابتدائی مرحلہ یہ تھا کہ میں یہ علم سیکھنے کے لیے اپنے سامنے رکھی شمع کی لو کو گھورتا رہتا تھا۔ کئی ماہ کی مشقوں کے بعد اس جلتی ہوئی لو کی حرارت میرے دماغ میں اور میرے جسم میں سرایت کرنے لگی تھی۔

میرے پڑھنے والوں کو یاد ہو گا کہ جب پہلی بار ٹرین کا سفر کرتے وقت میں سردی محسوس کر رہا تھا تو میں نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر نظریں گاڑ دی تھیں۔ ذرا سی دیر کے بعد سوچ کی حرارت کے ذریعے میری ہتھیلیوں تک حرارت پہنچ گئی پھر وہ گرمی میرے سارے بدن کے رگ و پے میں دوڑنے لگی۔ اس وقت وہی عمل میں نے سونیا پر کیا۔ اس کے سامنے بیٹھی مار کر بیٹھنے کے بعد اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوچ کے ذریعہ حرارت پہنچانے لگا اور بھاری بھرکم آواز میں کہنے لگا۔

"سونیا۔ تم میری آنکھوں میں دیکھتی رہو گی اور میری نگاہوں کی حرارت محسوس کرتی رہو گی۔ اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دو اور اپنے آپ کو میری جلتی ہوئی نگاہوں کے حوالے کر دو۔"

اس نے میری ہدایت کے مطابق اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ میں تنویمی عمل کے دوران خود کو بھی پرسکون محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ جو حرارت میں اسے پہنچا رہا تھا۔ پہلے وہ میرے دماغ میں پیدا ہوتی تھی۔ پھر نگاہوں کے ذریعہ سونیا کی طرف خارج ہوتی تھی

اور سوچ کے ذریعہ اسے متاثر کرتی تھی۔

وہ ماسٹر دانیال جو آگ کے شعلوں میں کھیلتا ہے۔ دشمن کو آگ کے جہنم میں جلا کر راکھ کر دیتا ہے اور اپنی ان صلاحیتوں کو بار بار آگ کا دریا کہلاتا ہے۔ اگر اس وقت وہ مجھے دیکھ لیتا تو اس کی حقیقت کو سمجھ لیتا کیونکہ وہ صرف اس آگ کو جانتا تھا جو دوسروں کو جلاتی ہے۔ اس آگ سے ناواقف تھا جو زندگی کے نام پر انسان کے اندر روشن رہتی ہے۔

ہم انسانوں نے زمین پر حکومت کی، سمندروں کو تسخیر کیا آسمان کی بلندیوں پر پرچمِ ستاروں پر کمند پھینکی۔ بڑے بڑے طوفانوں کے رُخ موڑ دیئے اور اپنی عبادت اور ریاضت سے آگ کو گلزار بنا دیا۔ خدا ہر انسان کو موقع دیتا ہے کہ وہ جد و جہد کے ذریعے اس مقام تک پہنچ جائے جہاں نمرود اور ماسٹر دانیال کی آگ سرد پڑ جاتی ہے اور اس کے اندر زندگی کے حرارت بخش شعلے پیدا ہو جاتے ہیں۔

اس وقت وہی آگ میرے اور سونیا کے اندر روشن ہو گئی تھی۔ برف خانے کی سردی کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ ہم فرش پر جہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں آس پاس کی برف پگھل کر ہم سے دور بہہ گئی تھی۔ دور جا کر وہ پانی پھر جم رہا تھا جب ہمارے اندر کافی حرارت پہنچ گئی تو میں نے میکی کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ وہ کسی کمرے میں اس مشین کو آپریٹ کر رہا تھا جس کے ذریعہ اس کمرے میں برف جم گئی تھی۔ میں چاہتا تو بہت پہلے ہی اس کے ذہن میں ہلچل مچا کر اس کے بارہ بجا سکتا تھا مگر پھر بھی میں یہاں سے آزادی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ایسے لوگوں کو مشین آپریٹ کرنے کے لیے بھیج دیتا جنہیں میں نے کبھی دیکھا نہیں تھا اور جن کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اسی لیے میں بڑے تحمل سے سرد جہنم کو برداشت کرنے کے لیے یہاں چلا آیا تھا مگر اس جہنم کو بھی اپنے اور سونیا کے لیے جنت بنا چکا تھا۔

اس وقت اس نے مشین بند کر دی تھی اور اب چیمبر کی طرف کا دروازہ کھول کر ہماری خیریت معلوم کرنے آ رہا تھا میں نے سونیا سے کہا۔

"اب بے ہوش ہونے اور پژمردہ ہو جانے کی اداکاری کرو۔ وہ لوگ ہماری طرف آ رہے ہیں۔"

ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس جگہ آ گئے جہاں زیادہ برف جمی ہوئی تھی۔ وہاں پہنچ کر ہم لیٹ گئے اور ہاتھوں سے برف اٹھا کر اپنے اوپر ڈالنے لگے۔ اب پھر ناقابلِ برداشت سردی لگ رہی تھی۔ جس حرارت سے ہم لطف اندوز ہو چکے تھے وہ اب زائل ہو گئی تھی مگر تھوڑی دیر کے لیے یہ عذاب تو برداشت کرنا ہی تھا۔ سونیا نے آہنی ناخنوں کو دوبارہ انگلیوں پر چڑھاتے ہوئے کہا۔

"میں بیہوش ہونے کی اداکاری نہیں کر سکتی جسم کو ساکت کرنے کے باوجود چوکسی طاری رہتی ہے۔"

میں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ کھڑی ہو کر اچھلتی کودتی رہے۔ چونکہ بدمعاشوں نے پہلے ہی مجھے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ لہٰذا میں بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ وہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ مجھ میں اچھلنے کودنے کی سکت نہیں تھی لہٰذا میں سردی برداشت نہ کر سکا اور بیہوش ہو گیا۔

میں نے جو سوچا تھا، وہی ہوا۔ جب میکی اپنے آدمیوں کے ساتھ دروازہ کھول کر اندر آیا تو سونیا کو ٹانگوں پر اچھلتے کودتے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے میکی کی سوچ میں اسے یہی بات سمجھائی کہ سونیا ایک اچھی فائٹر ہے۔ گھنٹوں لڑتے رہنے اور دوڑتے رہنے کے باوجود تھکن محسوس نہیں کرتی۔ فرہاد کو چونکہ پہلے سے ادھ موا کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ اس لیے وہ سونیا کی طرح چاق و چوبند نہ رہ سکا اور ایک مخصوص نقطۂ انجماد تک پہنچنے کے بعد بیہوش ہو گیا۔

اس کے آدمی مجھے وہاں سے اٹھا کر ایک آرام دہ کمرے میں لے گئے اور مجھے ایک بستر پر ڈال دیا۔ وہاں پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد میں نے تکلیف سے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں پھر بوکھلانے کی اداکاری دکھاتے ہوئے چاروں طرف وحشت سے گھورنے لگا۔ میکی فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ رہا تھا

"کہو فرہاد کیا حال ہے۔؟"

میں جواب دینے کے بجائے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کراہنے لگا اور ایک یتیم پاگل کی طرح بڑبڑانے لگا۔

"میں۔ میں مر جاؤں گا۔ مجھے یہاں سے۔ یہاں سے نکالو۔ میرے اندر برف جم رہی ہے۔"

میکی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"پاگل کے بچے۔۔۔ اس وقت تم سردموت کے چیمبر میں نہیں ہو۔ ہوش میں آؤ۔ اب تم ایک آرام دہ کمرے میں ہو۔"

"آں۔ آں۔ ہاں۔۔۔" میں بدحواسی سے ادھر ادھر سر گھما کر دیکھنے لگا۔ میکی نے بڑی سفاکی سے کہا۔

"تم ذرا اچھی طرح ہوش و حواس میں آ جاؤ۔ اس کے بعد تمہیں پھر اسی چیمبر میں پھینک دیا جائے گا۔"

میں دہشت سے تھر تھر کانپنے لگا۔

"نہیں نہیں۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے چیمبر میں نہ بھیجو۔ تم۔ تم ماسٹر یوشے سے زیادہ خطرناک ہو۔ میں تم پر ٹیلی پیتھی کا علم نہیں آزما سکتا میں سمجھ گیا ہوں کہ تم میری طرف سے دی ہوئی ذہنی اذیتوں میں مبتلا ہو جاؤ گے مگر تمہارے ایسے ماتحت میری بوٹیاں نوچتے رہیں گے جن کے دماغ تک میں نہیں پہنچ سکتا۔"

وہ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگا۔

"فرہاد، تم واقعی سمجھ دار ہو۔ جب سے تمہیں چیمبر میں بھیجا گیا ہے میں اسی انتظار میں تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے پاگل بناؤ گے۔ میں ذہنی طور پر مفلوج ہونے کے لئے بالکل تیار بیٹھا ہوا تھا۔ میں ایسا ضدی آدمی ہوں کہ جس بات کا تہیہ کر لیتا ہوں اسے انجام تک پہنچانے کے لئے جان بوجھ کر موت کو بھی دعوت دیتا ہوں۔ مگر تم واقعی سمجھ دار ہو۔ تم نے مجھے ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرنے کی فضول سی کوشش نہیں کی۔ اب جبکہ تم ایک کمزور چوہے کی طرح سرد چیمبر کے چوہے دان میں آ گئے ہو تو میں تمہارے ساتھ ذرا نرمی سے پیش آؤں گا۔ مگر اتنی نرمی سے نہیں کہ تم پھر فرار ہونے کی کوشش کرو۔"

میں نے سہمے ہوئے انداز میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ اب میں فرار ہونے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔ تمہارے آدمیوں نے مجھے اس قابل نہیں چھوڑا ہے کہ میں بغیر سہارے کے چل سکوں۔ میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ تم جو کہو گے میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔"

"مجھے یہ سُن کر خوشی ہوئی۔ ایک دوست کی طرح ہاتھ ملاؤ۔"

میں نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اُس نے مصافحے کے دوران میرے ہاتھ کو پوری قوت سے دبا ڈالا۔ میں چیخ کر اُٹھ بیٹھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ میں جسمانی طور پر بالکل ہی کمزور ہو گیا ہوں۔ اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مسوری۔ میں بھول گیا تھا کہ اب میں ایک ایسے کمزور کُتے سے مصافحہ کر رہا ہوں جو ہمیشہ ہمارے قدموں میں لوٹتا رہے گا۔"

مجھے اس کی یہ گالی بھی برداشت کرنی پڑی۔ میں خواہ مخواہ غیر تحمند بن کر کام نہیں بگاڑنا چاہتا تھا۔ اس کے سامنے جھک کر میں اس کا ہاتھ کو سہلانے لگا جسے اُس نے اپنی دانست میں پیس کر رکھ دیا تھا میں چاہتا تھا کہ وہ اسی طرح غلط فہمی میں مبتلا رہے۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ خوشی کی بات ہی تھی۔ اس گروہ کا سب سے عظیم ماسٹر یوشے میرے ہاتھوں پریشان رہتا تھا اور میرے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ دوسرے تمام ماسٹر مجھے ناقابلِ شکست سمجھ رہے تھے۔ ایسے وقت میں میکی مجھے شکست دے کر بہت بڑا اعزاز حاصل کرنے والا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اسے ماسٹر یوشے کی خالی جگہ مل جاتی۔ اسی لئے اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔

آدھی رات تک میرا بہت خیال رکھا گیا۔ مجھے اچھے سے اچھا کھانا دیا گیا، پینے کے لئے عمدہ برانڈی کی بوتل پیش کی گئی مگر میں نے انکار کر دیا۔ اعلیٰ کوالٹی کے سگرٹ بھی پیش کئے گئے۔ اس نے سب کچھ کیا لیکن میری ٹوٹ پھوٹ مکمل ہوتے ہی میکی نے میری ہدایت کے مطابق دوا بھیج دی تھی۔ اگر وہ دوا بروقت نہ پہنچتی تو میں واقعی ذہنی طور پر بالکل ہی مفلوج ہو جاتا۔ دوا پہنچتے ہی میں نے اسے کھا لیا تھا

"انسان طاقت کے سامنے جھکتا ہے۔ تمہارے لئے باس سب سے زیادہ طاقتور تھا اس لئے تم سب اس کے سامنے جھکتے رہے۔ مگر اب فرہاد اس سے زیادہ خود کو طاقتور ثابت کر رہا ہے۔ تم سب کی بہتری اسی میں ہے کہ اب فرہاد کے سامنے جھکو یا پھر اپنے باس سے مار کھاتے رہو۔"

ان میں سے تین آدمی دُور جا کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ وہ میکی سے وفاداری کے نام پر خواہ مخواہ اپنی جان نہیں دینا چاہتے تھے۔ میں نے میکی کے ذہن کو ذرا دیر کے لئے آزاد چھوڑ کر عرشے پر گرے ہوئے ریوالور کو اُٹھا لیا۔ میکی ریلنگ سے ٹیک لگائے ہانپ رہا تھا اور بڑی بے بسی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پہلے میں اس کے دماغ کو کنٹرول کر رہا تھا اب میرا ریوالور اسے روکے ہوئے تھا۔

"تم مجھے توڑ پھوڑ کر ماسٹروں کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے۔ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ جس فرہاد سے تمام ماسٹر خائف ہیں تم نے اس کی خطرناک صلاحیتوں کے باوجود اسے پیس کر رکھ دیا ہے۔ اب بتاؤ کہ تمہاری یہ خوش فہمی تمہیں کس مقام پر لے آئی ہے۔ یہاں بھی تمہاری جسمانی طاقت بحال ہے۔ تمہارے یہ جان پر کھیلنے والے ماتحت تمہارے پاس ہیں۔ اب صرف تمہاری مجبوری یہ ہے کہ تم میرے اس ریوالور کے سامنے کچھ نہیں کر سکتے۔ مگر میں تمہیں بالکل ہی کمزور بنا کر نہیں مارنا چاہتا۔ یہ لو ریوالور ـــــ"

میں نے ریوالور اس کی طرف اُچھال دیا۔ وہ اس کے قدموں کے پاس جا گرا۔ اسے فوراً ہی ریوالور اُٹھا لینا چاہیئے تھا لیکن وہ دیکھ جاتے ہوئے بھی مجھے اور کبھی ریوالور کو دیکھنے لگا۔ میں نے حقارت سے کہا۔

"دیکھتے کیا ہو؟ ریوالور اُٹھاؤ۔ تمام ماسٹر تمہیں ناقابلِ شکست سمجھتے ہیں۔ میں نے بھی تمہیں ناقابلِ شکست بتانے کے لئے یہ ریوالور تمہیں دے دیا ہے۔ اسے اُٹھاؤ اور فیصلہ کرو کہ کسے نشانہ بناؤ گے؟"

اس نے آہستہ آہستہ جھکتے ہوئے ریوالور کو اُٹھا لیا مگر اس شہ زور کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں اس کی دماغی کیفیت کو پڑھ رہا ہوں اور اب اس کا دماغی فیصلہ یہی تھا کہ وہ ماسٹروں کی مرضی کے خلاف مجھے مار ڈالے گا۔ اگر اُس نے اس موقع سے فائدہ نہیں اُٹھایا تو میں اسے مار ڈالوں گا۔

سامنے والا اتنی جلدی کون سی حرکت کرتا ہے۔ اسے فوری طور پر سمجھنے کے لئے آدمی دھوکا کھا جاتا ہے۔ مگر سوچ کی لہریں ایک ایک پل کی حرکتوں کو سمجھا دیتی ہیں۔ میں سمجھ رہا تھا اس کی انگلی کس وقت ٹریگر کو دبائے گی۔ جیسے ہی وہ لمحہ قریب آیا ویسے ہی میں نے میکی کے ٹارگٹ کو بدل دیا۔ اس کا ہاتھ دوسری طرف گھوم گیا۔ گولی اس ماتحت کو لگی جو سب سے زیادہ اس کا وفادار تھا۔ وہ عرشے پر گر کر تڑپ رہا تھا۔ دوسری طرف میکی کے ہاتھ بُری طرح لرز رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ بڑے بڑے جانباز ساتھیوں کو ساتھ رکھ کر اور بڑے بڑے خطرناک ہتھیاروں سے لیس ہو کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اپنے ہاتھوں اپنی ہی بربادی کا سامان کرتا رہے گا۔

"میکی! اگر تمہاری سمجھ میں یہ بات آ گئی ہے کہ تم ایک چیونٹی سے بھی زیادہ حقیر ہو تو ریوالور اپنے آدمیوں کی طرف پھینک دو۔"

میکی اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کو بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ اپنی ہتھیلی پر اتنا خطرناک ہتھیار رکھنے کے باوجود وہ بزدل کمزور اور قابلِ شکست تھا۔ اس نے ناچتے ہوئے کہا۔

"مم... میں تمہاری ذہانت اور تمہاری صلاحیتوں کو تسلیم کرتا ہوں۔ تم بہت گریٹ ہو۔ مجھ سے دوستی کرو۔ مجھ سے زیادہ وفادار تمہیں کوئی دوسرا نہیں ملے گا۔"

پھر اس نے ریوالور کو اپنے آدمیوں کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔

"میری وفاداری دیکھو۔ میں تمہارے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔"

"وہ تو تمہارا باپ بھی کرے گا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ ریوالور اگر نہ پھینکتے تو میں اسی ریوالور سے تمہیں خودکشی کرنے پر مجبور کر دیتا۔ یاد ہے تم نے مجھے اپنے قدموں میں لوٹنے والا کتا کہا تھا۔ طاقت کے نشے میں گالیاں دینے والا کبھی وفادار نہیں ہوتا۔ ادھر تمہارے تین آدمی کھڑے ہوئے ہیں اور ریوالور ان کے قدموں میں پڑا ہوا ہے۔ بولو ان میں سے کس کے ہاتھوں مرنا پسند کرو گے؟"

اس نے گھبرا کر ریوالور کی طرف دوڑ لگائی۔ لیکن آگے بڑھتے ہی ایک دماغی جھٹکا پہنچا وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ میں نے اس کے ایک ساتھی سے کہا کہ وہ ریوالور اُٹھا لے۔ اس نے میرے حکم کی تعمیل کی اور ریوالور کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ میکی جلدی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹتے ہوئے ریلنگ سے جا کر ٹکرا گیا۔

"کہاں بچ کر جاؤ گے میکی ـــ مجھے بے بس کرنے والے تمہارے چاروں طرف سمندر ہے یا تو چھلانگ لگا دو یا پھر اپنے ہی آدمی کے ہاتھوں مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

مجھے فوراً ہی اس کا قصہ تمام کر دینا چاہیئے تھا لیکن مغرور دشمن کو تڑپاتے ہوئے بڑا مزہ آتا ہے۔ ہر سانس کے ساتھ موت کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ غرور کی بلندی سے لڑھکے دیکھ کر بڑا لطف آتا ہے۔ وہ میرے سامنے گڑگڑا رہا تھا۔ زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا میں اس سے بے نیاز ہو کر اس کے ساتھیوں کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ اوپر سے جتنے وفادار نظر آ رہے ہیں اپنے اندر دل و دماغ سے بھی میری برتری کو قبول کرتے ہیں یا نہیں۔

ان تینوں میں سے ایک کی سوچ گڑبڑا رہی تھی۔ مگر اس نے بظاہر میری اطاعت قبول کر لی تھی لیکن دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ وہ کسی طرح میکی کی مدد کر سکتا ہے۔ میں نے اس کی طرف انگلی اُٹھا کر کہا۔

"میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ تم اپنے ساتھی سے ریوالور لے لو۔"

وہ گھبرا کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے ڈانٹ کر کہا۔

"جو کہتا ہوں 'وہ کرو۔ ورنہ بے موت مرو گے۔"

اس نے بڑی مجبوری سے ہاتھ بڑھا کر اپنے ساتھی سے ریوالور لے لیا۔ میں نے اس کے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"تم سب اچھی طرح جانتے ہو کہ میں انسانی ذہن کی چھپی ہوئی باتیں پڑھ لیتا ہوں۔ ابھی تمہارا یہ ساتھی اپنے دماغ میں چھپ کر میرے خلاف سوچ رہا تھا اور میکی کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ اب ریوالور اس کے ہاتھ میں آ گیا ہے' یہ اپنے باس کی مدد کرے گا۔"

"نن... نہیں میں ریوالور نہیں چلاؤں گا۔" وہ بڑی بے بسی سے گھگھیانے لگا۔

"چلاؤ۔" میں نے اس کے دماغ میں چیخ کر کہا۔ "تمہارا ٹارگٹ سامنے ہے اور تمہاری انگلی ٹریگر کو دبا رہی ہے۔"

اس کی انگلی نے ٹریگر دبا دیا۔ فائر کی آواز گونجی۔ میکی اپنے سینے کو تھام کر عرشے پر گر پڑا۔ دوسری طرف فائر کرنے والے کے ہاتھ سے ریوالور گر پڑا تھا۔

وہ چند لمحوں تک سکتے کے عالم میں کھڑا رہا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے باس کو شوٹ کیا ہے۔ لیکن جو کچھ ہوا تھا اس کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا اور اس نے خود ہی گولی چلائی تھی۔ اس حقیقت کو وہ کیسے جھٹلا سکتا تھا پھر وہ ایک دم سے پاگل ہو گیا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کے بالوں کو نوچتے ہوئے چیخنے لگا۔

"میں نے باس کو قتل نہیں کیا ہے۔ میں اپنے باس کا وفادار کتا ہوں۔ کتے کبھی اپنے مالک پر نہیں بھونکتے ـــ پھر میں اپنے مالک کو کس طرح کاٹ سکتا ہوں؟"

وہ چیختے چلاتے ہوئے میکی کی لاش کے پاس پہنچا اور اسے اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا پھر وہ جھنجلا کر کھڑا ہو گیا اور غصے سے کانپتے ہوئے مجھے مارنے کے لئے میری طرف دوڑتا ہوا آیا۔ سونیا نے ایک فلائنگ کِک ماری۔ وہ دوسری طرف پلٹ کر ریلنگ سے ٹکرا گیا۔

"میں صرف اپنے مالک کی خدمت کے لئے پیدا ہوا ہوں۔ جب آقا نہیں ہے تو غلام زندہ رہ کر کیا کرے گا۔ میں زندہ نہیں رہوں گا۔ میں زندہ نہیں رہوں گا۔ ـــ"

وہ ہذیانی انداز میں چیختا ہوا ریلنگ پر چڑھ گیا پھر وہاں سے مچھلیوں کے گہرے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ چھپاک کی آواز کے ساتھ پانی اچھل کر عرشے تک آیا۔ ہم نے ریلنگ کے دوسری طرف جھک کر دیکھا گہری تاریکی میں اور گہرے پانی میں اس کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ لانچ کے عرشے پر تھوڑی دیر کے لئے سناٹا چھا گیا۔ وہ بدمعاش' مجرم اور قاتل تھا لیکن وفاداری کی ایک مثال قائم کر کے اس دُنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔ کاش کہ وہ ایک اچھا انسان ہوتا اور اچھے انداز میں وفاداری کا سبق سیکھا ہوتا۔ موت کو گلے لگاتا تو اس کے مٹنے کے باوجود رہتی دُنیا تک اس کا نام نہ مٹتا۔

میکی کے دو ساتھی ذرا پہلے ہوئے سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کا باس تو مر ہی چکا تھا' اب وہ اس کے لئے جان کی بازی کیا لگاتے۔ وہ دماغ سے سوچ رہے تھے کہ اب میرے وفادار بن کر رہیں گے۔ وہ جانتے تھے کہ میں دماغ کو پڑھتا رہتا ہوں اسی لئے اپنے ذہن میں یہ بات بار بار دُہرا رہے تھے کہ ہم فرہاد صاحب کے وفادار ہیں اور وفادار رہیں گے۔ میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے باس کی اور دوسرے ساتھیوں کی لاشیں اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیں۔ وہ میرے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد سارے دشمن نابود ہو گئے۔ وہ لانچ مکمل طور سے ہمارے قبضے میں آ گئی۔ اب صرف لانچ کا اسکیپر رہ گیا تھا جو لانچ کو جزیرہ کوائی کی طرف لے جا رہا تھا۔ وہ لانچ کو کنٹرول کر رہا تھا اور اس کے دماغ کو کنٹرول کرنا میرے لئے کوئی بڑی بات نہ تھی۔ میں سونیا اور ان دو آدمیوں کے ساتھ زینے اُترتا ہوا انجن روم کی طرف گیا۔ لانچ کے انجن اور اسٹیئرنگ تک پہنچنے کا راستہ ایک تنگ راہداری سے گزرتا تھا۔ راہداری کے آخری سرے پر جو دروازہ تھا' وہ دوسری طرف سے بند ہو گیا تھا۔ میرے اشارے پر میکی کے ایک ساتھی نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اسکیپر کو آواز دی۔ مگر دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ جب وہ دروازے کو دھکا دے کر کھولنے یا توڑنے کی کوشش کرنے لگے تو دوسری طرف سے دروازے کو کھٹکھٹانے اور بچانے کی آواز سنائی دی پھر دروازے کے نیچے سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ زمین پر سرکتا ہوا باہر آیا۔ میں نے جھک کر اسے اٹھایا اور کھول کر پڑھنے لگا۔ لکھا تھا۔

"مسٹر فرہاد! دروازہ نہیں کھلے گا۔ آپ نہ تو میری آواز سُن سکیں گے اور نہ ہی میرا چہرہ دیکھ کر میری آنکھوں میں جھانک سکیں گے۔ آپ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ میکی کی طرح میرا دماغ بھی کنٹرول میں آ جائے گا۔ میرے پاس ریوالور ہے۔ اگر دروازہ توڑنے کی کوشش کی گئی تو میں بے دریغ فائر کر دوں گا۔ میں بہت محتاط ہوں۔ یہ تحریر بھی میرے ایک اسسٹنٹ کی ہے تاکہ آپ تحریر کے انداز سے سوچ کے انداز تک نہ پہنچ سکیں۔ اسے لکھوانے کے بعد میں نے اپنے اسسٹنٹ کو سمندر کی گود میں پھینک دیا ہے۔ اب آپ اپنی سی کوشش کرتے رہیں۔ یہ لانچ ہر حال میں جزیرہ کوائی کے ساحل تک پہنچ کر رہے گی۔"

خط پڑھ کر میں نے میکی کے ایک ساتھی کو دیا۔ وہ اسے پڑھ کر سونیا کو اس کی دیان میں سمجھانے لگا۔ سونیا اس پچویشن کو سمجھ کر میرا منہ تکنے لگی۔ میں نے مایوسی کا اظہار کیا۔ اتنی جلدی دماغ کام نہیں کر سکتا تھا اسکیپر تک پہنچنے کے لئے کوئی ایسی تدبیر سوجھتی تھی کہ وہ زندہ یا مُردہ ہمارے ہاتھ آجائے۔ لیکن لانچ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ میں چپ چاپ وہاں سے پلٹ کر لانچ کے عرشے پر آگیا۔ سونیا اور دو نئے وفادار ملازم میرے پیچھے آرہے تھے۔ میں نے ایک ملازم کو انجن روم کے دروازے کی طرف واپس بھیج دیا تاکہ وہ نگرانی کرتا رہے اور اسکیپر کو کسی طرح بولنے پر مجبور کرتا رہے جب وہ چلا گیا تو میں نے دوسرے ملازم سے پوچھا۔

"اب تم ہی اس لانچ کے بارے میں بتا سکتے ہو۔ کوئی ایسا دوسرا راستہ ہے کہ جہاں سے میں اسکیپر تک پہنچ سکوں؟"

"صرف ایک راستہ ہے مگر وہ خطرناک ہے۔ آپ میرے ساتھ آئیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں۔"

میں اور سونیا اس کے پیچھے چلنے لگے۔ لانچ کے اگلے سرے پر پہنچ کر اس نے ریلنگ پر جھکتے ہوئے بتایا۔

"یہاں سے ہم رسّی کے ذریعے لٹک کر نچلے حصّے میں پہنچ سکتے ہیں۔ کیونکہ نچلے حصّے میں جو کھڑکیاں بنی ہوئی ہیں وہ شیشے کی ہیں۔ وہ اسکیپر لانچ کے اسٹیرنگ کو کنٹرول کرتے وقت شیشے کے پار دیکھتے ہوئے راستے کا تعین کرتا رہتا ہے۔ رسّی کے ذریعے نیچے لٹک کر پہلے ان شیشوں کو توڑنا ہوگا پھر اندر جانے کا راستہ ملے گا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اس طرح وہاں جانے میں جان کا یقینی خطرہ تھا۔ رسّی سے لٹکتے ہی وہ شیشے کے پار مجھے دیکھ لیتا اور فائرنگ شروع کر دیتا۔ دوسرا ملازم سونیا کے سامنے وہی بات اپنی زبان میں دہرا رہا تھا۔ سونیا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں اس طرح نہیں جانے دوں گی۔"

میں نے ریلنگ سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ "کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ ویسے یہ بتاؤ کہ یہ لانچ کتنی دیر میں جزیرہ کوائی تک پہنچے گی؟"

دوسرے ملازم نے جواب دیا۔ "لانچ کی تیز رفتاری بتا رہی ہے کہ اسکیپر ہمیں جلد سے جلد وہاں پہنچانا چاہتا ہے۔ اس رفتار سے ہم صبح پانچ بجے تک وہاں پہنچ جائیں گے اور ابھی دو بجنے والے ہیں۔"

وہ اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھ کر وقت بتا رہا تھا۔ میری پریشانی بڑھنے لگی۔ اتنی جدوجہد کے بعد بھی وہ تمام ماسٹر مجھے اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ پچھلے دنوں میں نے جیسی ذہانت اور صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس کا مکمل ریکارڈ ان کے پاس موجود تھا۔ اس کے پیشِ نظر تمام ماسٹر بہت زیادہ محتاط تھے۔ تمام ماسٹروں کا فکر کرنا فضول ہے کیونکہ میں ماسٹر ڈانیال اور ماسٹر سائمن کے دماغ سے اب بھی کھیل سکتا تھا۔ اصل آدمی چوتھا ماسٹر تھا جس کی خفیہ پلاننگ سے یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ اس چوتھے گونگے ماسٹر نے مجھے جزیرے تک بلانے کے لئے صرف میکی پر اعتماد نہیں کیا تھا۔ اس کے پس منظر میں اسکیپر کو بھی چھپا کر رکھا تھا کیونکہ وہی ناخدا تھا۔ وہی ڈبو سکتا تھا۔ وہی پار لگا کر جزیرے تک پہنچا سکتا تھا۔

اس وقت میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تو میں اس آدمی کے ذہن میں جھانکنے لگا جو انجن روم کے دروازے پر پہرہ دینے گیا تھا۔ وہ بند دروازے کے پاس کھڑا ہوا کشمکش میں مبتلا تھا۔ ایک طرف وہ سوچ رہا تھا۔

"اسکیپر بڑی دانشمندی سے کام لے رہا ہے۔ فرہاد کبھی اس کے دماغ کو کنٹرول نہیں کر سکے گا۔ اگر اس نے جزیرہ کوائی پہنچا دیا تو میں غدار کہلاؤں گا۔ اگر میں نے اسکیپر کو بولنے پر مجبور نہ کیا اور اس کا اعتماد حاصل کر لیا تو غداری کے الزام سے بچ جاؤں گا۔"

اس کی دوسری سوچ نے کہا۔

"یہ بھی تو سوچو کہ فرہاد کیسا چالباز ہے۔ دوپہر سے آدھی رات تک بیمار اور کمزور بن کر میکی جیسے شاطر کو بیوقوف بناتا رہا۔ اس وقت بھی وہ مجبور اور بے بس نظر آرہا ہے مگر مجھے میکی کی طرح بیوقوف نہیں بننا چاہیئے۔ یہ ٹیڑھی بھینگی جاننے والا جزیرے تک پہنچتے پہنچتے بھی کوئی زبردست چال ضرور چلے گا۔"

پھر وہ سوچتے سوچتے گھبرا گیا کہ وہ ایسی ویسی باتیں کیوں سوچ رہا ہے۔ فرہاد ضرور اس کی سوچ کو پڑھ رہا ہوگا۔ یہ سوچتے ہی اُس نے اپنے دونوں کان پکڑ لئے اور سوچ کے ذریعے منت و سماجت کرنے لگا۔

"فرہاد صاحب! مجھے معاف کر دیجئے۔ میرے دل میں آپ کے لئے کھوٹ نہیں ہے۔ ہر انسان کو اپنی زندگی عزیز ہوتی ہے اسی لئے مجھے بھی اپنی جان پیاری ہے۔ میں آپ کے پاس رہوں یا ماسٹروں کے پاس، میری جان سلامت رہنی چاہیئے۔ جان رہے گی تو آخر دم تک اپنی جان کی حفاظت کرنے والے کے ساتھ وفاداری کرتا رہوں گا۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام میگانہ ہے۔"

"سنو میگانہ! ہر شخص اپنی جان کے علاوہ دوسروں سے بیگانہ رہتا ہے۔ مجھے بھی اپنی جان پیاری ہے۔ میں تمہیں ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ اس پر عمل کرو گے تو ماسٹروں کی نظروں میں غدار بھی نہیں بنو گے اور میرے وفادار بھی رہو گے۔"

"میں ضرور عمل کروں گا۔"

"تم دوہری چال چلو۔ دروازے سے لگ کر سرگوشیوں میں اسکیپر کو مخاطب کرو۔ اسے کہو کہ وہ جو باتیں کچھ نہ کہے۔ صرف اسے یقین دلاتے رہے کہ ابھی مجبوری کے باعث فرہاد کے سامنے جھک گئے ہو۔ یعنی تم میرے

خلاف باتیں کرتے رہو۔ اس کا اعتماد حاصل کرتے رہو۔ اس طرح شاید مجھے اس اسکیپر تک پہنچنے کا کوئی موقع مل جائے۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ اسے مشورہ دینے کے باوجود ابھی تک میرے ذہن میں کوئی تدبیر نہیں تھی کہ وہ کس طرح ہاتھ آئے گا۔ اب میں جتنی اندھی چالیں چل سکتا تھا، چل رہا تھا۔ ڈوبنے والے کو کنارہ نہ ملے تب بھی وہ ہاتھ پاؤں مار کر ڈوبنے سے بچنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ تھک ہار کر بیٹھ جانے کا مطلب ہمیشہ کے لئے ڈوب جانا تھا پھر میں سونیا کے ساتھ دوسرے کیبن میں آیا جو میکی کے لئے مخصوص تھا۔ وہاں ہم دونوں میکی کے سامان کی تلاشی لینے لگے۔ اس کیبن میں ماسٹر یوشے کا سامان بھی رکھا ہوا تھا۔

مجھے یاد آیا ماسٹر سائمن نے ٹرانسمٹر پر میکی سے کہا تھا کہ وہ ماسٹر یوشے کی لاش اور اس کا سامان جزیرے میں لے آئے۔ سامان تو نظر آرہا تھا مگر لاش نہیں مل رہی تھی۔ ماسٹر کی لاش یقیناً انجن روم کی طرف کہیں رکھی ہوگی۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"تمہارے اندر سونگھنے کی حیرت انگیز صلاحیت ہے۔ تم سونگھ کر معلوم کرو کہ ماسٹر یوشے کی لاش کہاں رکھی گئی ہے؟"

وہ کیبن سے باہر آکر اور گردن اٹھا کر سونگھنے لگی۔ میں اس کی حرکتوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر سونگھتی رہی پھر مایوسی سے بولی۔

"مجھے ماسٹر کی بُو نہیں مل رہی ہے۔ شاید اس کی لاش یہاں لانچ میں نہیں ہے۔"

"لاش ضرور ہوگی۔ میری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ مرنے کے بعد انسان اپنے بدن کی حرارت اور اپنی مخصوص بُو وغیرہ کھو دیتا ہے۔"

"یہ بات میں سمجھتی ہوں۔ دراصل ابھی میں ماسٹر کی مخصوص بُو کو نہیں سونگھ رہی تھی۔ ایک ایسی بُو کو تلاش کر رہی تھی جو مردہ جسم سے خارج ہوتی ہے۔ ماسٹر یوشے اگر یہاں مردہ پڑا ہوا ہے تو اس مردے کی بُو مجھے ملنا چاہیئے تھی۔"

"پھر تو اس لانچ میں کہیں چھوٹا سا برف خانہ ہے یا پھر ماسٹر یوشے کی لاش برف میں دبا کر رکھی گئی ہے۔ اس کے باعث وہ اس قدر محفوظ ہے کہ ابھی اس میں سے بدبو نہیں نکل رہی ہے۔"

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"یہی بات ہو سکتی ہے مگر وہ لاش یہاں ہو بھی تو تم کیا کر لو گے؟"

میں نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"فی الحال تو کچھ نہیں کر سکتا۔ مگر میں ایک ایک چیز کو نظروں میں رکھ رہا ہوں اور سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ کس کے ذریعہ میں اسکیپر تک پہنچ سکتا ہوں۔"

میں میکی کے کھلے ہوئے سوٹ کیس سے اس کا جیبی ٹرانسمٹر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ یہ بھی ایک ایسی چیز تھی جسے میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات آرہی تھی کہ اسکیپر کے پاس بھی ایک ٹرانسمٹر ضرور ہوگا۔ اس کے ذریعہ وہ ماسٹروں کو اپنی آمد کی اطلاع دے رہا ہوگا اور موجودہ سچویشن کی رپورٹ پہنچا چکا ہوگا۔

ایک راستہ بہت آسان تھا۔ میں انجن روم کا دروازہ توڑ کر اسکیپر تک پہنچ سکتا تھا۔ لیکن اس بات کا اندیشہ تھا کہ جتنی دیر میں دروازہ توڑ کر لاگ ہوتا اتنی دیر میں وہ یا تو انجن میں ٹیکنیکل خرابی پیدا کر دیتا یا پھر اس لانچ کو ہی بم کے دھماکے سے اڑا دیتا اور ہمارے ساتھ خود بھی ڈوب مرتا۔

لہٰذا میں اسکیپر تک اس طرح پہنچنا چاہتا تھا کہ لانچ کو تباہ کرنے کا موقع اسے نہ ملے۔ ہمیشہ تقدیر مہربان نہیں ہوتی۔ مجھے کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں نے سونیا سے پوچھا۔

"کس فریکوئنسی پر ماسٹروں سے گفتگو کی جاتی ہے؟ کیا تم اس فریکوئنسی پر اس ٹرانسمٹر کو آن کر کے رکھ سکتی ہو؟"

وہ میرے ہاتھ سے ٹرانسمٹر لے کر اسے ہینڈل کرنے لگی۔ میں نے فوراً ہی اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اس سے ٹرانسمٹر لے کر اسے سوٹ کیس کے اندر پھینک دیا۔ وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

یہ اچانک ہی یاد آگیا تھا کہ ماسٹر سائمن اور ماسٹر ڈانیال اگر ٹرانسمٹر پر گفتگو کریں گے تب بھی کوئی بات نہیں بنے گی کیونکہ چوتھا ماسٹر بہت زیادہ محتاط ہے وہ سمجھتا ہوگا کہ میں دوسرے ماسٹروں کے ذریعہ اسکیپر تک پہنچ سکتا ہوں۔ اسی لیے اس نے اسکیپر کو دوسرے ماسٹروں سے لاتعلق رکھا ہوگا۔ دوسرے ماسٹر یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ اسکیپر کا کام کون انجام دے رہا ہے۔

اپنے اس خیال کی تصدیق کے لیے میں ماسٹر سائمن کے ذہن میں جھانک کر دیکھنے لگا۔ وہ ایک آرام دہ کمرے میں ایک بڑے سے ٹرانسمٹر کے سامنے ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اب رات کے تین بجنے والے تھے مگر ان سب کی آنکھوں سے نیند اڑ گئی تھی کیونکہ میں وہاں پہنچنے والا تھا۔ وہ میرے بارے میں ایک ایک پل کی خبر رکھنے کے لیے جاگ رہے تھے اس وقت وہ مجھے ایک سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے پریشانی سے سوچ رہا تھا۔

"اسے زندہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب ایک

ایک کر کے مرجائیں گے۔ موت کو شکست دینے والا ماسٹر ڈیسے اس کے ہاتھوں مر چکا ہے۔ یکی جو آج تک کسی کی گرفت میں نہیں آیا۔ وہ بھی اس کی گرفت میں آ کر جان سے جا چکا ہے مگر سپر ماسٹر فیصد ہے کہ اسے زندہ رکھا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ سپر ماسٹر نے جس طرح ٹیلی پیتھی جاننے والے ماسٹر یوشے کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنایا تھا اسی طرح فرہاد کے دماغ کو بھی کنٹرول کرے گا۔ بشرطیکہ فرہاد یہاں تک پہنچ جاتے مگر وہ یہاں آتے آتے بھی بری طرح دہشت زدہ کرتا جا رہا ہے مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ آسانی سے یہاں پہنچ جائے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"مجھے سپر ماسٹر کی پلاننگ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔"

ماسٹر سائنس کی سوچ نے کہا۔

"اسے ناکامی اس لیے نہیں ہوتی تھی کہ ابھی تک فرہاد جیسا شیطان اس کے پلے نہیں پڑا تھا۔ اب ایک نئی اطلاع آئی ہے کہ لانچ کا اسکیپر انجن روم تک محدود ہو گیا ہے فرہاد کو اپنے قریب پہنچنے کا موقع نہیں دے رہا ہے۔ بظاہر کامیابی کی امید نظر آ رہی ہے مگر وہ شیطان عین وقت پر ترپ چال چلتا ہے۔ کیا پتہ کہ اس کا دماغ کس طرح کام کرے گا۔ بڑی ابوس کن سچویشن ہے۔ وہ اسکیپر کو چوہے کے بل سے بھی نکال سکتا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں اسے اکسایا۔

"مجھے اسکیپر کی سچویشن معلوم کرنا چاہیئے کہ ابھی وہ کس حال میں ہے؟"

وہ چونک کر سوچنے لگا۔

"یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ مجھے کیا پتہ کہ لانچ کا اسکیپر ون ہے؟ سپر ماسٹر نے اسے ایک پُراسرار شخصیت بنا کر رکھا ہے۔ ہمیں ان معاملات سے اس لیے دور رکھا ہے کہ فرہاد کسی وقت بھی ہماری سوچ کے ذریعہ اسکیپر تک پہنچ سکتا ہے لہٰذا ایسا تو نہیں کہ فرہاد اس وقت بھی میری اپنی سوچ کے ذریعہ سوالات کر رہا ہو۔ فرہاد اگر تم میری سوچ کی دنیا میں موجود ہو تو مجھ سے کھل کر باتیں کرو میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

میں بالکل خاموش رہا۔ اس سے پہلے ماسٹر یوشے اور بکی نے بھی دوستی کا فریب دیا تھا اور فریب دے کر ایسی جگہ پہنچانا چاہتے تھے۔ جہاں مجھے کتے جیسی وفاداری سکھائی جاتی تھی۔ ماسٹر سائنس تھوڑی دیر تک مجھے اپنی اندھی سوچ کے ذریعہ پکارتا رہا۔ جب جواب نہ ملا تو اسے یقین ہو گیا کہ اسے محض شبہ ہوا تھا۔ وہ سوچنے لگا۔

"فرہاد وقت اور حالات کے مطابق کسی کو چارے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اس کا ریکارڈ یہی بتاتا ہے۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہا ہوگا کہ ابھی ہم جیسے ماسٹر اس کے لیے بالکل بیکار ہیں۔ وہ شیطانی دماغ رکھنے والا سپر ماسٹر کی کھوج میں لگا ہوگا۔ ہمارے دماغ میں جھانک کر اپنا وقت ضائع نہیں کرے گا۔"

واقعی ماسٹر سائنس کے ساتھ وقت ضائع کرنا دانشمندی نہیں تھی مگر نجات کا راستہ تلاش کرنے کے لیے جو راستہ بھی ملے اس کی مسافت کو سمجھنا پڑتا ہے۔ وہ ماسٹر بیکار ہو گئے تھے مگر میں انہیں ایک ایک کر کے آزمانا چاہتا تھا تاکہ کسی سے ذرہ برابر تو معلومات حاصل ہو جائیں۔ اسی لیے میں نے ماسٹر دانیال کو نظر انداز نہیں کیا۔ میں اس کے ذہن میں بھی جھانکنا چاہتا تھا مگر اسی وقت ڈسپلمازم کیبن میں آ گیا۔ اس نے آتے ہی کہا۔

"فرہاد صاحب وقت گزرتا جا رہا ہے۔ اگر ہم اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے تو اسکیپر ہمیں جزیرے تک پہنچنا دے گا۔ وہاں ہمیں غداری کی جو سزا ملے گی اس کے تصور سے ہی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ آپ گھڑی کی طرف دیکھیں صرف ڈیڑھ گھنٹے کا سفر رہ گیا ہے۔"

میں نے اسے تسلی دی۔

"میں کوشش کر رہا ہوں مگر کوئی تدبیر سجھائی نہیں دے رہی ہے۔ رسّی کے ذریعہ نیچے لٹک کر جانا گویا اپنی موت کو دعوت دینا ہے۔"

"فرہاد صاحب جزیرے میں پہنچ کر تو ہمیں مرنا ہی ہے پھر کیوں نہ یہاں رسّی سے لٹک کر جان کی بازی لگائی جائے۔"

میں نے اور سونیا نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ مرنے کا حوصلہ لے کر یہ منصوبہ بنا رہا ہے۔ میں نے کہا۔

"میں تمہاری ہمت کی داد دیتا ہوں مگر رسّی سے نیچے لٹکنے کا فائدہ کیا ہوگا؟ وہ شیشے کے پار ہمیں دیکھتے ہی فائرنگ شروع کر دے گا۔"

"میں کھڑکی کے کنارے لٹکتا رہوں گا اور ایک ہاتھ بڑھا کر شیشوں کو توڑتا رہوں گا۔ اس دوران اگر مجھے گولی لگ گئی تو یہ میری بدنصیبی ہوگی مگر اس کے بعد آپ کے لیے راستہ کھل جائیگا۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں — تمہاری طرح دوسرے بھی جان پر کھیل جاتے ہیں۔ جتنی دیر میں تم شیشے توڑو گے۔ اتنی دیر میں اسکیپر لانچ کو تباہ کر سکتا ہے۔ تمہاری قربانی رائیگاں جائے گی۔ میں ایسا کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتا۔"

وہ مایوس ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ میں نے اس آدمی کی طرف توجہ دی۔ جو انجن روم کے دروازے پر پہرہ دے رہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ کئی بار اسکیپر کو مخاطب کر چکا ہے۔ میرے خلاف باتیں کرتے ہوئے اپنی وفاداری کا یقین دلا چکا ہے۔ لیکن جواب میں اسکیپر کی آواز سنائی نہیں دی۔ اس نے جزیرہ کوائی پہنچنے تک چُپ رہنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

آخر میں سونیا اور اس آدمی کے ساتھ کیبن سے نکل کر لانچ کے اگلے حصے میں آ گیا۔ میں نے اس آدمی سے کہا کہ وہ رسّی لے کر آئے۔ میں رسّی سے نیچے لٹک کر ایک بار اسے دہشت زدہ کرونگا۔ سونیا نے اعتراض کیا۔

"تم نہیں جاؤ گے وہ فائرنگ کرے گا۔"

"میں کھڑکی کے سامنے نہیں جاؤنگا۔ کنارے ہی رہوں گا اور شیشے توڑتا رہوں گا۔ وہ فائرنگ کے لیے کھڑکی کے سامنے آئے گا تو مجھے اس کی ایک جھلک ضرور نظر آئے گی۔ بس میرے لیے اتنا ہی کافی ہوگا۔ میں اس کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں لے لوں گا۔"

سونیا پریشان ہو کر مجھے جھنجھوڑنے لگی۔

"نہیں تم نہیں جاؤ گے۔ تمہاری جان کا خطرہ ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے تمہیں گولی لگ جائے گی۔ تم نہ جاؤ میں چلی جاتی ہوں۔"

"تم جا کر کیا کرو گی۔ میرے جانے کا مقصد یہ ہے کہ میں کسی طرح ایک بار اس کا چہرہ دیکھ لینا چاہتا ہوں۔"

وہ کافی دیر تک بحث کرتی رہی۔ مجھے نیچے جانے سے روکتی رہی۔ پھر میں نے ڈانٹ ڈپٹ کر اسے خاموش کر دیا وہ نڈھال ہو کر ایک طرف ہٹ گئی۔ اس وقت تک وہ ملازم رسّی کے ایک سرے کو ریلنگ سے باندھ چکا تھا۔ رسّی کے دوسرے سرے کو اس نے کھڑکی کے کنارے نیچے کی طرف چھوڑ دیا۔ رسّی ہوا کی زد میں ادھر سے ادھر جھولنے لگی اور بار بار کھڑکی کے شیشوں کی طرف جانے لگی۔ اسی وقت پے در پے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ کھڑکی کے شیشے ٹوٹ رہے تھے۔ میں ابھی اوپر ہی تھا مگر وہ اسکیپر رسّی کو دیکھتے ہی فائرنگ کے ذریعہ وارننگ دے رہا تھا کہ کھڑکی کے پاس آنے کا انجام موت ہے۔

پھر فائرنگ بند ہو گئی۔ میں نے ملازم سے کہا کہ وہ کوئی مضبوط سی لکڑی یا لوہے کا راڈ لے کر آئے تاکہ میں کھڑکی کے تمام شیشے توڑ دوں۔ وہ ایسی کوئی چیز تلاش کرنے کے لیے چلا گیا۔ چند لمحات کے بعد سونیا نے فوراً ہی میری آستین پکڑ لی۔ مجھے رکنے کا اشارہ کیا۔ پھر ریلنگ کی طرف جھک کر اور ننھے پھلا پھلا کر سونگھنے لگی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا تم کسی کی بُو کو پہچان رہی ہو؟"

وہ ریلنگ پر سیدھی ہو کر بولی۔

"ہاں — میں اینٹی فائر لوشن کی بُو سونگھ رہی ہوں اور یہ چیز صرف ماسٹر دانیال کے پاس ہے۔"

میں حیرانی سے چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ میں نے ماسٹر سائنس کے ذہن میں جھانکنے کے بعد یہ سوچا تھا کہ اس معاملے میں ماسٹر دانیال کو بھی نظر انداز نہیں کرونگا۔ مگر کیبن میں دوسرے ملازم کی آمد نے میرے ذہن کو بھٹکا دیا تھا۔ وہ ملازم قربانی کا جذبہ لیکر آیا تھا۔ اسی جذبے کے تحت میں یہاں رسّی سے لٹکنے آ گیا تھا۔ بہرحال میں نے فوراً ہی ماسٹر دانیال کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔

واقعی ماسٹر دانیال انجن روم میں موجود تھا۔ اس وقت وہ اپنے بدن کے کپڑے اتار کر اینٹی فائر لوشن کی مالش کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

"کھڑکی پر اس رسّی کے لٹکنے کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد جان پر کھیلنے کے لیے تیار ہو گیا ہے۔ مجھے بھی اب باہر نکلنے کا تیار ہونا چاہیئے۔ جیسے ہی وہ کھڑکی پر نظر آئے گا۔ میں لانچ کو آگ لگا دوں گا۔ یہاں میرے سوا سب ہی جل کر راکھ ہو جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ فرہاد کے پاس انجلا سے حاصل کیا ہوا اینٹی فائر لوشن موجود ہو اور وہ آگ کے شعلوں سے کھیلتا ہوا مجھ سے مقابلے کے لیے پہنچ جائے۔ مگر لانچ میں آگ لگنے کے بعد کروہ جتنی دیر میں اینٹی فائر لوشن کی مالش کرے گا۔ اتنی دیر میں میں موٹر بوٹ کے ذریعہ اس جلتی ہوئی لانچ سے باہر نکل جاؤں گا۔ میں نے موٹر بوٹ کو بھی فائر پروف بنا دیا ہے۔ وہ بوٹ آگ سے متاثر نہیں ہوگی۔ میرے چہرے پر ماسک چڑھا ہوا ہے۔ شعلوں کی روشنی میں وہ مجھے دیکھنے کے باوجود میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

اس کی سوچ پڑھتے ہی میں نے سونیا کا ہاتھ پکڑا اور دوڑتا ہوا کیبن کی طرف جانے لگا۔ دوسرا ملازم لوہے کا راڈ لے کر آ رہا تھا۔ میں نے اسے ریلنگ کے پاس ٹھہرنے کے لیے کہا۔ کیبن کے اندر پہنچ کر میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا اور سونیا کو کپڑے اتارنے کے لیے کہا۔ وہ چونک کر مجھے یوں دیکھنے لگی۔ جیسے میرا دماغ چل گیا ہو۔ ایسے وقت جبکہ جان پر بنی ہوئی تھی۔ میں اسے لباس اتارنے کے لیے کہہ رہا تھا اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا تمہیں کوئی اور موقع نہیں ملے گا؟ کہیں پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟"

میں جواب دینے کی بجائے اپنی پتلون اتارنے لگا پھر انڈرویئر کے اندر سے اینٹی فائر لوشن کی شیشی نکالی۔ یہ شیشی اور ماچس وقلم میں اسی طرح چھپا کر رکھتا تھا۔ تاکہ دشمنوں کے ہاتھ نہ لگے۔ میں نے سونیا کو وہ شیشی دکھاتے ہوئے کہا۔

"یہ اینٹی فائر لوشن ہے۔ اسے فوراً اپنے بدن پر اور سر کے بالوں پر لگاؤ۔"

میری بات سن کر اس نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی پھر فوراً ہی لباس اتارنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہم اپنے اپنے بدن پر اس لوشن کی مالش کر رہے تھے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ماسٹر دانیال سے نمٹنے کے لیے ابھی کافی وقت ہے۔ وہ اس انتظار میں تھا کہ کھڑکی پر میں اسے نظر آؤں گا تب وہ لانچ کو آگ لگائے گا۔ مگر میرا خیال غلط ثابت ہوا۔ اچانک ہی فائرنگ کی آواز سنائی دینے لگی۔ ہم دونوں دوڑتے ہوئے کیبن سے باہر آئے۔ ہم نے صرف ایک ایک انڈرویئر پہنی ہوئی تھی جو لوشن کے ذریعہ فائر پروف بن گئی تھی۔ جب لانچ کے اگلے حصے پر پہنچے تو وہ ملازم قربانی کے جذبے کے تحت خود ہی رسی سے لٹک کر کھڑکی تک پہنچ گیا تھا پھر جب تک میں اسے آواز دے کر اوپر بلاتا وہ گولی کا نشانہ بن کر سمندر کی تہہ میں جا چکا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"تم فوراً انجن روم کے دروازے پر پہنچ جاؤ۔ میں ابھی تمہارے لیے دروازہ کھلواتا ہوں۔"

وہ بھاگتی ہوئی زینے تک پہنچی پھر نیچے اترتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے بعد میں رسی سے لٹک کر نیچے کی طرف کھسکنے لگا۔ کھڑکی کے قریب پہنچتے ہی میں نے ماسٹر دانیال کے ذہن میں جھانک کو مکمل مچانا شروع کر دیا۔ اس کا دماغ بے قابو ہوتے ہی یرالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا تھا۔ مگر کھڑکی کے سامنے پہنچ کر پتہ چلا کہ مجھے ذرا دیر ہو گئی ہے۔ ماسٹر دانیال نے اس ملازم کو شوٹ کرنے کے بعد ہی انجن روم میں آگ لگا دی تھی۔ کیونکہ شوٹ کرنے کے بعد بھی رسی کو کھڑکی کے سامنے جھولتے دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ پھر کوئی آ رہا ہے۔ اس کا خیال درست تھا۔ میں ہی اسے ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرنے آگیا تھا میں نے ٹوٹے ہوئے شیشوں کے اندر ہاتھ ڈال کر کھڑکی کی چٹخنی گرا دی پھر اسے کھول کر اندر پہنچ گیا۔

پہلے کہیں کہیں سے شعلے نظر آ رہے تھے۔ اب وہ تیزی سے پھیل رہے تھے۔ ماسٹر دانیال شعلوں کے درمیان کھڑا ہوا آگے پیچھے ڈگمگاتا ہوا اپنے سر کے بالوں کو نوچ رہا تھا۔ کیونکہ میں رہ رہ کر اسے ذہنی جھٹکے پہنچا رہا تھا پھر میں نے ذرا دیر کے لیے اسے اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔ آزاد ہوتے ہی وہ فرش پر دو پڑے ہوئے ریوالور کی طرف دوڑتا ہوا گیا۔ پھر اسے اٹھانے کے لیے جیسے ہی جھکا میں نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ دوسری طرف الٹ کر پڑتے ہوئے شعلوں کی طرف گھومتا ہوا میرے منہ پر پڑا۔ پھر پیٹ پر۔ پھر ناک پر۔ اس کے ہاتھ اتنی تیزی سے چل رہے تھے کہ مجھے سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔ مشین کی طرح چلتے ہوئے ہاتھوں کو میرے ہاتھ نہیں روک سکتے تھے۔ میں نے سوچ کے ذریعہ اس کے ہاتھوں کو روک دیا۔ پہلے تو اس کے ذہن کو ایک جھٹکا پہنچا۔ پھر میں نے اس کی سوچ کو الٹا دیا۔ وہ اسی طرح مشینی انداز میں اپنے آپ کو مارنے لگا۔ اتنی سی دیر میں پوری لانچ آگ کی زد میں آ گئی تھی۔

میں نے اسے دروازے کی طرف دھکا دیتے ہوئے کہا۔ "چلو" میں اسے دھکے دیتا ہوا دروازے تک پہنچا اور دروازے کو کھول دیا۔ سونیا اندر آ گئی۔ میں نے ماسٹر دانیال کو ایک لات جمائی۔ وہ دروازے سے باہر چلا گیا۔ کیبن کی دیواریں اور عرشے تھے تاکہ وہ خشکی پر بھی چل سکے۔ وہ دروازے سے چھلانگ لگا کر اس بوٹ پر بیٹھنا چاہتا تھا۔ اسی وقت میں نے اس کے ذہن کو ایک اور جھٹکا پہنچایا۔ اس کے نتیجے میں وہ آگے کی طرف چھلانگ لگانے کی بجائے پیچھے کی طرف اچھل کر میرے پاس چلا آیا۔ میں نے اسے بڑے پیار سے بازوؤں میں تھام لیا۔ وہ بوکھلا کر مجھے مارنے لگا۔ میں نے اس کا منہ چوم کر اسے الگ کیا پھر اسی منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ وہ دروازے کے تختے اوپر اٹھتے ہوئے شعلوں سے ٹکرا گیا۔ اس کے بعد ہی انجن روم میں آگ لگا دی تھی۔ کیونکہ شوٹ کرنے کے بعد بھی رسی کو کھڑکی کے سامنے جھولتے دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ پھر کوئی آ رہا ہے۔ اس کا خیال درست تھا۔ میں ہی اسے ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرنے آگیا تھا میں نے ٹوٹے ہوئے شیشوں کے اندر ہاتھ ڈال کر کھڑکی کی چٹخنی گرا دی پھر اسے کھول کر اندر پہنچ گیا۔

پہلے کہیں کہیں سے شعلے نظر آ رہے تھے۔ اب وہ تیزی سے پھیل رہے تھے۔ ماسٹر دانیال شعلوں کے درمیان کھڑا ہوا آگے پیچھے ڈگمگاتا ہوا اپنے سر کے بالوں کو نوچ رہا تھا۔ کیونکہ میں رہ رہ کر اسے ذہنی جھٹکے پہنچا رہا تھا پھر میں نے ذرا دیر کے لیے اسے اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔ آزاد ہوتے ہی وہ فرش پر دو پڑے ہوئے ریوالور کی طرف دوڑتا ہوا گیا۔ پھر اسے اٹھانے کے لیے جیسے ہی جھکا میں نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ دوسری طرف الٹ کر پڑتے ہوئے شعلوں کی طرف گھومتا ہوا میرے منہ پر پڑا۔ پھر پیٹ پر۔ پھر ناک پر۔ اس کے ہاتھ اتنی تیزی سے چل رہے تھے کہ مجھے سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔ مشین کی طرح چلتے ہوئے ہاتھوں کو میرے ہاتھ نہیں روک سکتے تھے۔ میں نے سوچ کے ذریعہ اس کے ہاتھوں کو روک دیا۔ پہلے تو اس کے ذہن کو ایک جھٹکا پہنچا۔ پھر میں نے اس کی سوچ کو الٹا دیا۔ وہ اسی طرح مشینی انداز میں اپنے آپ کو مارنے لگا۔ اتنی سی دیر میں پوری لانچ آگ کی زد میں آ گئی تھی۔

میں نے اسے دروازے کی طرف دھکا دیتے ہوئے کہا۔ "چلو" میں اسے دھکے دیتا ہوا دروازے تک پہنچا اور دروازے کو کھول دیا۔ سونیا اندر آ گئی۔ میں نے ماسٹر دانیال کو ایک لات جمائی۔ وہ دروازے سے باہر چلا گیا۔ کیبن کی دیواریں اور عرشے تھے تاکہ وہ خشکی پر بھی چل سکے۔ وہ دروازے سے چھلانگ لگا کر اس بوٹ پر بیٹھنا چاہتا تھا۔ اسی وقت میں نے اس کے ذہن کو ایک اور جھٹکا پہنچایا۔ اس کے نتیجے میں وہ آگے کی طرف چھلانگ لگانے کی بجائے پیچھے کی طرف اچھل کر میرے پاس چلا آیا۔ میں نے اسے بڑے پیار سے بازوؤں میں تھام لیا۔ وہ بوکھلا کر مجھے مارنے لگا۔ میں نے اس کا منہ چوم کر اسے الگ کیا پھر اسی منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ وہ دروازے کے تختے اوپر اٹھتے ہوئے شعلوں سے ٹکرا گیا۔ اس کے بعد ہی انجن روم میں آگ لگا دی تھی۔ کیونکہ شوٹ کرنے کے بعد بھی رسی کو کھڑکی کے سامنے جھولتے دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ پھر کوئی آ رہا ہے۔ اس کا خیال درست تھا۔ میں ہی اسے ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرنے آگیا تھا میں نے ٹوٹے ہوئے شیشوں کے اندر ہاتھ ڈال کر کھڑکی کی چٹخنی گرا دی پھر اسے کھول کر اندر پہنچ گیا۔

پہلے کہیں کہیں سے شعلے نظر آ رہے تھے۔ اب وہ تیزی سے پھیل رہے تھے۔ ماسٹر دانیال شعلوں کے درمیان کھڑا ہوا آگے پیچھے ڈگمگاتا ہوا اپنے سر کے بالوں کو نوچ رہا تھا۔ کیونکہ میں رہ رہ کر اسے ذہنی جھٹکے پہنچا رہا تھا پھر میں نے ذرا دیر کے لیے

سونیا نے چاروں طرف گھورتے ہوئے کہا۔

"ہم کہیں نہیں جا رہے ہیں۔ یہ موٹر بوٹ ہمیں پتہ نہیں کہاں لے جا رہی ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ اندھا سفر شروع ہو چکا ہے۔ ہم نے پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ دشمنوں سے نجات ملے گی تو ہم کسی منزل کا تعین نہیں کر سکیں گے۔"

سونیا نے پریشان ہو کر کہا۔

"اگر یہ اندھا سفر لانچ کے ذریعہ ہوتا تو ہمیں زیادہ پریشان نہ ہونا پڑتا۔ مگر اس موٹر بوٹ کا ایندھن ہمیں کتنی دور لے جا سکے گا۔ یہاں اس پاس جتنے جزیرے ہیں وہ ایک دوسرے سے پچاس یا سو میل کے فاصلے پر ہیں۔"

"ابھی کیا وقت ہوا ہو گا؟"

ہم گھڑی دیکھنے کی بجائے موٹر بوٹ کو دیکھنے لگے کیونکہ ہمارے پاس گھڑی نہیں تھی۔ ہمارے پاس ہمارا لباس بھی نہیں تھا۔ ہمارے چاروں طرف سمندر تھا اور دور بہت دور مشرق کی طرف صبح کاذب کی دھندلاہٹ نظر آ رہی تھی۔ یعنی تھوڑی دیر بعد صبح ہونے والی تھی۔ ہم مجبوری کے عالم میں صرف سوچتے جا رہے تھے کہ موٹر بوٹ کا ایندھن ختم ہو جائیگا تو پھر ہم کیا کریں گے؟ کچھ نہیں کر سکیں گے۔ ایندھن سے خالی موٹر بوٹ لہروں کے رحم و کرم پر بہتی چلی جاتی ہے گی۔ سونیا نے میرا بازو تھام کر کہا۔

"اگر ایسا ہوا تو ہم بھوکے پیاسے مر جائیں گے۔ ہمارے پاس کھانے پینے کو بھی کچھ نہیں ہے اور ہم سمندر کا کھارا پانی نہیں پی سکیں گے۔"

یہ تو میں بھی سمجھ رہا تھا کہ کیسی کیسی مصیبتیں نازل ہوں گی۔ ہم آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک گئے تھے۔ اب کھجور سے گر کر شاید ببول کی جھاڑیوں میں پہنچنے والے تھے۔ میری زندگی بھی عجیب ہے۔ جس راستے پر قدم بڑھاتا ہوں وہاں نت نئی مصیبتیں سلامی دینے کے لیے کھڑی رہتی ہیں۔ اب ہم اس سے زیادہ کیا کر سکتے تھے کہ چپ چاپ موٹر بوٹ میں بیٹھے رہتے۔

مشرق کی سمت جہاں صبح کاذب صبح صادق میں بدل رہی تھی۔ اسی سمت میں موٹر بوٹ کو لیے جا رہا تھا۔ صبح کی روشنی کچھ اور بڑھی تو بیچ سمندر میں اچانک ہی اونچے اونچے سے ٹیلے اور ہریالی نظر آنے لگی۔ سونیا نے خوش ہو کر کہا۔

"وہ دیکھو ہماری تقدیر ساتھ دے رہی ہے ہم کسی جزیرے کے ساحل پر پہنچ رہے ہیں۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ یہاں سے دوسرے جزیرے پچاس یا سو میل کے فاصلے پر ہیں۔ پھر ہم کس جزیرے کے قریب اتنی

جلدی پہنچ رہے ہیں؟"

میری باتیں سن کر وہ سوچ میں پڑ گئی۔ وہ تباہ ہونے والی لائنچ ہمیں جزیرہ کوائی کے قریب لیے جا رہی تھی۔ اس لحاظ سے ہم اس وقت جزیرہ کوائی کے ساحل کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے موٹر بوٹ کا انجن بند کر دیا۔ پھر پریشان ہو کر کہا۔

"سونیا تم جزیرہ کوائی پہلے بھی کئی بار آ چکی ہو کیا تم دور سے اس ساحل کو نہیں پہچان سکتیں؟"

وہ پوری توجہ سے دور ساحل کی طرف دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد انکار میں سر ہلا کر کہنے لگی۔

"ہم لائنچ کے ذریعہ جس ساحل پر اترتے تھے۔ یہ وہ ساحل نہیں ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اسی جزیرے کا کوئی دوسری طرف کا حصہ ہو۔"

"اگر ایسا ہے تو ہم بری طرح اسی جال میں پھنسنے والے ہیں جس سے دور بھاگنے کے لیے جدوجہد کرتے رہے ہیں۔"

میں بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا کہ مجھے ساحل کے قریب جانا چاہیئے یا نہیں؟ اس ساحل سے دور جانے کا مطلب یہی تھا کہ ہم بہت دور نہیں جا سکتے تھے۔ ایندھن ختم ہو جاتا اور ہم بھوکے پیاسے موٹر بوٹ میں پڑے رہتے۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"اب یہ کوئی بھی جزیرہ ہو ہمیں اس کے ساحل پر اترنا ہی ہوگا کھلے سمندر میں بے بسی کی موت مرنے سے بہتر ہے کہ ہم زندگی کے لیے لڑتے ہوئے مریں۔"

یہ کہہ کر میں نے موٹر بوٹ اسٹارٹ کر دی اور اس کا رُخ ساحل کی طرف کر دیا۔ ساحل پر سرسبز پہاڑی کے درمیان جا بجا ابھری ہوئی چٹانیں بھی تھیں۔ جب ہم موٹر بوٹ کا انجن بند کر کے ساحل پر اترے تو دن کا اجالا اچھی طرح پھیل گیا تھا۔ وہاں کے سناٹے میں دور بہت دور کشتی ہی موٹر بوٹوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے دوبارہ موٹر بوٹ اسٹارٹ کی اور اسے خشکی پر ڈرائیو کرتے ہوئے ایک بڑی سی چٹان کے پیچھے لے جا کر چھپا دیا۔ پھر ہم دونوں اسی چٹان کی آڑ سے دور دور تک نظریں دوڑانے لگے۔

تھوڑی دیر بعد سمندر کی سطح پر بہت دُور تک کتنی ہی موٹر بوٹ دوڑتی ہوئی نظر آنے لگیں۔ انہیں گننا بہت مشکل تھا۔ کیونکہ وہ ہمارے دونوں طرف سے دور تک پھیلتی ہوئی اور ادھر سے ادھر مچھلیوں کی طرح تیرتی ہوئی نظر آ رہی تھیں ہر بوٹ میں دو آدمی تھے۔ ایک ڈرائیو کرنے والا تھا دوسرا اسٹین گن لیے کھڑا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق وہ سو سے اوپر تھے۔ پوری ایک فوج تھی۔ شاید سپر ماسٹر کو پتہ چل گیا تھا کہ لائنچ تباہ ہو گئی اس کی تباہی کے بعد یا تو آگ کا دیوتا بچ کر نکل گیا ہوگا یا پھر وہ اسے چوٹ دے کر فرار ہونے کی کوشش کر رہا ہوگا۔ اس وقت فوج مجھے ہی تلاش کرنے نکلی تھی۔ یا پھر ماسٹر دانیال کی خیر یت دیکھ رہے ہیں۔۔۔ معلوم کرنا چاہتی تھی۔

میں اور سونیا چٹان کے پیچھے دبکے بیٹھے رہے کہ کہیں موٹر بوٹ ہمارے قریب ساحل کے پاس سے گزرتی گئیں اور آدھی سے زیادہ کھلے سمندر میں دور تک نکل گئی تھیں اور پھر وہ جزیرے کے چاروں طرف چکر لگا رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ لائنچ کے اندر پانی میں ڈوبا میری بیٹھ تھپک تھپک کر مجھے شاباش دیتی رہی مگر فائر پروف موٹر بوٹ ماسٹر دانیال کے استعمال کے لیے رکھی گئی تھی اور وہ بوٹ جزیرے کے کسی حصے میں بھی پہنچ سکتی تھی۔ یہ کم بخت جانتی تھی کہ مجھے کہاں لا کر پھنسائے گی۔

لیکن ساحل کے قریب سے گزرنے کے باوجود وہ موٹر بوٹ ہاتھا دُور دُور کی چٹانوں سے آوازیں گونج رہی تھیں۔ ماسٹر انہیں نظر نہیں آتی۔ جب وہ دور جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئیں مجھے یقین دلا رہا تھا کہ اب میری ایک ایک حرکت ٹی وی سکرین پر دیکھی جا رہی ہے۔ چٹانوں کے درمیان آواز گونجنے کے باعث اس کی باتیں واضح طور سے سمجھ نہیں آ رہی تھیں۔ مگر یہ تو معلوم ہو ہی چکا تھا کہ میں ان کی گرفت میں آ گیا ہوں۔ اب خواہ مخواہ پریشان ہونے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے لاپرواہی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر سوچ کے لیے کہا۔

میں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"یہاں تمہیں سبھی جانتے ہیں اور مادام کہہ کر تمہارا احترام بھی کرتے ہیں۔ کیا تم کچھ لوگوں کو اپنے اعتماد میں نہیں لے سکتیں؟ اب اپنی چوائس بند کرو اور جو کہنا ہے سوچ کے ذریعہ کہو۔"

"میں چھ برس کے بعد اس جزیرے میں آئی ہوں۔ یہاں کے سناٹے کا مجھے کیا علم؟ اب یہاں سائنٹفک آلات نصب کیے گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اب یہاں سائنٹفک آلات نصب کیے گئے ہوں۔"

"میں اسی انتظار میں تھا کہ تم سوچ کے ذریعہ رابطہ قائم کرو گے۔ کسی کو اپنے اعتماد میں لینا تو دور کی بات ہے اگر ہم آگے بڑھے اسی طرح چلتے آؤ۔ آگے تمہیں ایک پختہ سڑک نظر آئے گی۔ اب تم سیدھے گے تو ان آلات کی زد میں آ جائیں گے۔ یا تو ہم بے موت مارے جائیں گے یا پھر وہ آلات ہماری نشاندہی کرتے رہیں گے ہاں تمہارے آرام دہ سفر کے لئے ایک نئے ماڈل کی کار کھڑی ہوگی۔"

"چلو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اب تو ہم جلتی ہوئی لکڑی میں گر ہی چکے ہیں پھر ڈرنا اور جھجکنا کیسا؟"

یہ کہنے کے بعد میں نے محتاط نظروں سے دور دور تک دیکھا۔ جب کوئی نظر نہ آیا تو ہم چٹان کے پردے سے نکل جزیرے کے اندرونی حصے کی طرف بڑھنے لگے۔ سونیا ٹھیک ہی کہا تھا۔ بین الاقوامی طرز کے جرائم کرنے والے سائنٹفک آلات سے لاتعلق نہیں رہ سکتے تھے۔ کا فاصلہ طے کرتے ہی اچانک چاروں طرف سے گونجنے لگی۔ ہم نے گھاس کے فرش میں چھپے ہوئے آلے کو کراس کیا تھا جو اب ہماری نشاندہی کر رہا تھا۔

تقدیر

بڑا خطرناک مذاق کر رہی تھی۔ سمندر کے چھ گھنٹے کے سفر میں یہ تقدیر مجھے خوش فہمی میں مبتلا کرتی رہی۔ اس نے پہلے مجھے ماسٹر یوشے سے نجات دلائی۔ پھر میکی کو اپنے سے ہٹایا اس کے بعد آگ کے دیوتا کو سمندر کے پانی میں ڈبویا۔ میری پیٹھ تھپک تھپک کر مجھے شاباش دیتی رہی مگر گئی تھی اور وہ بوٹ جزیرے کے کسی حصے میں بھی پہنچ سکتی تھی۔ یہ کم بخت جانتی تھی کہ مجھے کہاں لا کر پھنسائے گی۔

میں اسی جزیرہ کوائی میں پہنچ گیا تھا جہاں سے دُور بھاگنے کی کوشش میں میں نے اپنی جان کو خطرے میں ڈالا تھا۔ اب یہاں آ کر

مجھ میں موجود ہیں۔ میری ہڈیاں تک دُکھ رہی ہیں۔ مگر میرا دماغ ان کمزوریوں کو بہت دُور سے محسوس کر رہا ہے۔"

"فکر نہ کرو تنہا ری یہ کمزوریاں جلد ہی دُور ہو جائیں گی۔ تمہارا باقاعدہ علاج کیا جائے گا۔"

ہم پختہ سڑک کے کنارے پہنچ گئے۔ وہاں ایک ایئر کنڈیشنڈ کیڈیلاک کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے آگے پیچھے دو جیپ کاریں تھیں اور چھ مسلح نوجوان مستعد نظر آ رہے تھے۔ کیڈیلاک کے ڈرائیور نے ہمیں دیکھتے ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں سونیا کے ساتھ پیچھے آ کر بیٹھا تو وہ کار واقعی اتنی آرام دہ تھی کہ وہیں سو جانے کو جی چاہتا تھا۔ میرے نصیب میں راتوں کی نیند نہیں تھی۔ کوئی بھروسا تو ہے جاگتا ہے میں دشمنوں کے مزاج پوچھتے پوچھتے رائفل گزارتا رہتا تھا۔ پچھلی تمام رات بھی جاگتا رہا۔ اب اس ایئر کنڈیشنڈ کار میں نیم دراز ہو کر سوچ رہا تھا کہ سپر ماسٹر کی ایسی کی تیسی نصیب میں جو لکھا ہے وہ سامنے ضرور آئے گا۔ فی الحال مجھے آرام سے سو جانا چاہیئے۔ میں نے ایک بھرپور انگڑائی لی اس کے بعد سونیا کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔

کار کے اندر ایک اسپیکر اچانک ہی آن ہوا اور آواز آنے لگی۔

"مسٹر فرہاد کیا بہت تھک گئے ہو؟ ہاں پچھلی رات سونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ مگر تم بڑے رومینٹک انداز میں سو رہے ہو۔ سونیا کا ہاتھ تمہارے سینے پر ہے۔ جو کچھ تمہارے ریکارڈ میں ہے وہ اسکرین پر بھی نظر آ رہا ہے۔ تم واقعی حُسن کے رسیا ہو۔ فکر نہ کرو یہاں تمہارے لئے کافی خوراک موجود ہے۔"

اسپیکر سے آنے والی آواز ماسٹر سائمن کی نہیں تھی۔ کوئی اور بول رہا تھا۔ اس وقت میں اس کے ذہن میں جھانکنا نہیں چاہتا تھا۔ میں اس کو اس کو نظر انداز کرتے ہوئے آنکھیں بند کئے فرہاد سے باتیں کرنے لگا اور اُسے موجودہ حالات کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ پچھلے دن وہ ماسٹر یوشے کی موت کی خبر سُن کر خوش ہو گئی تھی اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں جلد ہی واپس چلا آؤں گا۔ مگر جب اُسے پتہ چلا کہ میں دشمنوں کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گیا ہوں۔ تو وہ مایوس ہو گئی۔

سمبھی دھوپ اور سمبھی چاندنی ——— زندگی کے سفر میں یہی دو چیزیں ملتی رہتی ہیں۔ کل اُسے چاندنی ملی تھی آج دھوپ مل رہی تھی۔ پھر اُمید بندھ رہی تھی کہ آنے والا کل اس کے لئے پھر طاقتیں لے کر آئے گا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ وہ ساری زندگی میرا انتظار کرتی رہے گی میں بیتیوں کو گلے لگاتا رہوں گا۔ وہ مجھے گلے لگانے کی اُمید میں جیتی رہے گی۔

پھر میں نے آئندہ ملاقات کا وعدہ کر کے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ ایک بہت بڑی گنبد نما عمارت کے سامنے ہماری کار رُک گئی۔ جب ہم کار سے اُتر کر باہر آئے تو چھ مسلح جوان ہمارے آگے پیچھے آ کر کھڑے ہو گئے۔ ہم ان کے درمیان چلتے ہوئے عمارت میں داخل ہوئے۔ وہاں اب تک یا تو جوان مرد نظر آئے تھے یا عورتیں دکھائی دے رہی تھیں۔ بڑھاپے کا کوسوں دُور تک پتہ نہ تھا۔ مرد اور عورتیں سب ہی سُرخ رنگ کے لباس میں نظر آنے کا جواز کیا ہے۔

اُن کے چہروں پر ایسی گھمبیر سنجیدگی تھی اور ان کے ہونٹ ایسے بھنچے تھے جیسے وہ بولنا نہ جانتے ہوں۔ یا پھر وہ آدم بیزار تھے۔ ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ ہم جس کوریڈور سے گزر رہے تھے اس کے دونوں طرف بہت سے کمرے تھے اور ہر کمرے کی راہداریاں شاخوں کی طرح اِدھر اُدھر پھیلتی گئی تھیں۔

وہ ہمیں ایک راہداری سے دوسری راہداری کی طرف لے جا رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ ہم گھوم گھوم کر ایک ہی جگہ گھما کر لے جا رہے ہیں۔ وہ گنبد نما عمارت بھول بھلیوں کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ جو اندر گزرنے والے کو صحیح راستے کا پتہ نہیں دیتی تھی۔ ہم چلتے چلتے آخر ایک دروازے پر پہنچ کر رُک گئے۔ ایک مسلح جوان نے دروازے کے پاس لگے ہوئے بٹن کو دبایا تو وہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ ہم اس سے گزرتے ہوئے ایک بہت بڑے ہال میں پہنچ گئے۔ ایک بڑا سا ہال میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ جہاں سے اور سونیا کو موت کے چیمبر میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اس ہال میں بھی اونچا سا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ اس اسٹیج پر نصف دائرے میں ایک بڑی سی میز رکھی ہوئی تھی۔ جس کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر سائمن بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں بائیں کی دیواروں پر بڑے ٹی وی اسکرین تھے۔ اس اسکرین پر چیزیرے کے مختلف حصے آ رہے تھے۔ سامنے میز پر بہت سے سوئچ نما آلات لگے ہوئے تھے۔

اس نے ہمیں دیکھتے ہی ایک سوئچ کو آف کیا اس کے ساتھ ہی سے تمام مناظر ڈھل گئے اسکرین سادہ نظر آنے لگا۔ اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ سونیا کو لے کر واپس چلے جائیں اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ سونیا نے جاتے جاتے مجھے دیکھا میں نے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"گھبراؤ نہیں ہم پھر ملیں گے۔ ذرا مجھے سپر ماسٹر تک پہنچنے پھر یا تو ہمیں اس چیزیرے کا تخت ملے گا یا ہمارا تختہ ہو جائے گا۔"

جب وہ مسلح نوجوانوں کے ساتھ باہر چلی گئی تو دروازہ بند ہو گیا۔ اس بڑے سے ہال میں میں تنہا کھڑا رہا۔ اس نے کہا۔

"فرہاد۔ تم نے ماسٹر یوشے کو قتل کیا ہے۔ کیا تم اس کرسی پر بیٹھنے کے لئے بے قرار ہو؟"

ماسٹر سائمن کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ اس کمرہ عدالت میں بیٹھا ہے۔ میرے دماغ نے فوراً ہی مجھے سمجھایا کہ یہاں میں جو کچھ کہوں گا وہ قابل جرم کے طور پر میری آواز میں ریکارڈ ہو جائے گا پھر یہ لوگ مجھے شریفانہ زندگی گزارنے کا موقع نہیں دیں گے۔ میری ریکارڈ کی ہوئی باتوں کے ذریعہ مجھے بلیک میل کریں گے میں مرد اور عورتیں سب ہی سُرخ رنگ کے لباس میں نظر آنے پر جواباً کہا۔

"نہیں ——— مجھے ماسٹر یوشے سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ میں ایک مہذب ملک کا بے ضرر باشندہ ہوں۔ میں شریفانہ زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ مگر تم سب اپنی سازشوں سے مجھے جزیرہ کانی بیں لے آئے ہو۔"

سائمن کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ میں اس کی توقع کے خلاف بیان دے رہا تھا۔ اس نے غرا کر کہا۔

"بکواس مت کرو۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم کتنے شریف آدمی ہو۔ تم نے ہمارے بہترین آدمیوں کو مار ڈالا ہے۔ ہم ماسٹر یوشے، میکی اور دانیال کی موت کو بھلا نہیں سکتے۔ ان سب کا خون تمہاری گردن پر ہے۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگانے کے بعد کہا۔

"تمہارے جیسے قاتلوں کو میں نے آج ہی منصف بنتے دیکھا ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ تم مجھے اپنے بہترین آدمیوں کا قاتل کیوں ثابت کرنا چاہتے ہو؟"

"تمہیں کسی بات کا جواب نہیں ملے گا۔ میں جو کچھ پوچھ رہا ہوں، اس کا جواب دو۔"

"مجھے جو جواب دینا چاہیئے وہ میں دے چکا ہوں۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم قاتل ہو۔ تمہیں اپنے جرم کا اقرار کرنا ہی پڑے گا۔"

"بکتے رہو۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

ماسٹر سائمن تھوڑی دیر تک مجھے گھور کر دیکھتا رہا۔ پھر اُس دُور ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جاؤ اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ پچھلی دیوار کے پاس ایک ایسی کرسی تھی جس میں مختلف آلات لگے ہوئے تھے۔ میں فوراً ہی ماسٹر سائمن کے دماغ کو پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"پتہ نہیں یہ کمبخت آسانی سے اس کرسی پر بیٹھے گا یا نہیں۔ اگر نہیں بیٹھے گا تو مسلح جوانوں کو بلا کر جبراً بٹھانا پڑے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"گبھراؤ نہیں میں ابھی بیٹھی جاتا ہوں۔ کیا آپ نے اس کرسی پر بیٹھنے کے بعد قابو میں آ جائے گا۔"

"اس کا باپ بھی قابو میں آئے گا۔ یہ کنفیڈنگ چیئر ہے اس پر بجلی کے جھٹکے پہنچائے جاتے ہیں۔ یہ جب تک سچ نہیں بولے گا اسے بجلی کے جھٹکے لگتے رہیں گے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پلٹ کر ماسٹر سائمن کو دیکھا تو وہ ایک دم سے چونک گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ ابھی روانی میں جو کچھ سوچتا رہا ہے، اسے میں نے سُن لیا ہے وہ جھلا کر بولا۔

"تم اوّل درجے کے شیطان ہو لیکن یاد رکھو تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں یہاں کام نہیں آئیں گی۔"

اس کے چیلنج کرتے ہی میں نے اسکے دماغ کو متواتر کئی جھٹکے پہنچائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے تو وہ ریوالونگ چیئر پر گول گھومتا رہا پھر اس چیئر پر اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ وہاں سے نیچے فرش پر گر پڑا۔ اس کے گرتے ہی پچھلی دیوار سے رگا سُرخ بلب جلنے بجھنے لگا۔ اس بند ہال کے باہر خطرے کا الارم چیخ رہا تھا۔ میں ماسٹر سائمن سے نمٹتے وقت یہ بھول گیا تھا کہ اس ہال سے باہر جانے کے لئے میں کس جگہ مجھے ٹی وی اسکرین پر دیکھا جا رہا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہال کا دروازہ کھلا اور مسلح جوانوں کی پوری فوج اندر گھس آئی۔ ایک بڑے ہال میں پوری فوج تو نہیں آ سکتی تھی مگر مجھے ایسا ہی لگا۔ وہ لوگ ایسے وحشت زدہ تھے کہ فوج کی صورت میں اپنے آدمیوں کو میرے سامنے بھیجتے تھے۔ ان میں سے دو آدمیوں نے ماسٹر سائمن کو سہارا دے کر فرش پر سے اٹھایا۔ وہ بار بار اپنے سر کو جھٹک رہا تھا۔ متعدد اسٹین گن کی نالیاں میرے سینے اور پشت سے لگی ہوئی تھیں اس کے باوجود میں نے چیخ کر کہا۔

"ماسٹر سائمن میں قاتل نہیں ہوں۔ مگر قاتلوں سے خود کو محفوظ رکھنے کے لئے بحالت مجبوری انھیں قتل کر سکتا ہوں۔ اگر تم کچھ دیر اور زندہ رہنا چاہتے ہو تو اب میرے سامنے نہ آنا۔ ورنہ تمہارا یہ سپر ماسٹر بھی تمہاری حفاظت نہیں کر سکے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی میز پر رکھے ہوئے ایک اسپیکر سے آواز اٹھنے لگی۔

"فرہاد ہم تمہاری ذہانت اور دلیری کو صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں۔ میں تمہاری بہت قدر کرتا ہوں۔ تم پوچھو گے کہ میں کون ہوں۔ یہ میں ہی بتا سکتا ہوں۔ مگر تم میری گفتگو کے لہجے میں میری سوچ تک نہیں پہنچ سکو گے۔ میں تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو چیلنج کرتا ہوں۔ آؤ میرے ذہن تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

اس کی باتیں سنتے ہی میں نے آنکھیں بند کر لیں اور اس کی سوچ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ سوچ کی لہریں جہاں پہنچ رہی تھیں وہاں صرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ قبر کے اندھیرے سے بولنے کے بعد پھر مردہ بن گیا ہو۔ جب میری سوچ کی لہریں ناکام ہو گئیں تو میں نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اس

کے ساتھ ہی اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی۔

"کیا ہوا تم نے آنکھیں کھول دیں۔ بس اتنی سی دیر میں تمہارا ذہن تھک گیا ہے یا ابھی اور کوشش کرنا چاہتے ہو۔"

میں اس کی باتوں کو بڑے غور سے سن رہا تھا۔ جب وہ کہہ چکا تو میں نے کہا۔

"تم لہجہ بدلنے کے ماہر ہو۔ اس بار تمہارا لہجہ بدلا ہوا ہے۔ پہلے تم نے ایک ایسے شخص کے لہجے میں گفتگو کی ہے جو بہت پہلے تھک چکا ہے۔ شاید اب بھی کسی ایسے ہی شخص کے لہجے میں گفتگو کر رہے ہو۔"

یہ کہتے ہی میں نے فوراً اس دور سے لہجے کے سہارے اس کی سوچ تک پہنچنے کی کوشش کی مگر وہاں بھی خاموشی اور اندھیرے کے سوا کچھ نہ ملا۔ انسانی ذہن اور اس کی سوچوں کے بارے میں میں ایک بات اور سمجھا دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب ہم دو سروں کے لہجوں کی نقالی کرتے ہیں۔ تب بھی وہ نقل ہمارے اپنے ہی دماغ سے نکلتی ہے۔ خیال خوانی جاننے والے اس نقل کا سہارا لے کر اسی نقالی کرنے والے دماغ تک پہنچتے ہیں۔ مجھے بھی اسی نقل کرنے والے کے دماغ تک پہنچنا چاہیئے تھا لیکن مجھے ناکامی ہو رہی تھی۔ یہ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ نقل کرنے والا دماغ مجھ سے کیسے چھپ رہا ہے۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"تم کون ہو؟"

پہلے تو فاتحانہ انداز میں قہقہے سنائی دیئے، پھر آواز سنائی دی۔

"مجھے سپر ماسٹر کہتے ہیں ــــ سپر ماسٹر.....؟" وہ آواز چاروں طرف گونجنے لگی۔ "سپر ماسٹر ــــ سپر ماسٹر ــــ سپر ماسٹر ــــ"

اس نے بڑے اچھے انداز میں اپنا تعارف کرایا تھا۔ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے میرے دماغ میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ میں خیال خوانی کے ذریعہ اس سپر شیطان تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ مگر مجھے ایک بات کا اطمینان تھا کہ وہ کتنا ہی ذہین اور پراسرار کیوں نہ ہو، سائیکی میٹکی کے علم سے واقف نہیں ہے۔ اگر واقف ہوتا تو میری سوچ کو پڑھتا رہتا، پھر اپنی صلاحیتوں کا سکہ جمانے کے لیے میری سوچ کو پڑھ کر سناتا۔ مگر ایسی کوئی بات نہ تھی۔ مجھے پھر اس کی آواز سنائی دی۔

"کس اُلجھن میں پڑ گئے ہو فرہاد؟ اس بار میں تمہاری آواز میں بول رہا ہوں۔ اس آواز کے سہارے بھی میرے ذہن کو جھانک کر دیکھ لو۔ شاید تمہیں کامیابی نصیب ہو جائے۔"

"نہیں۔ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ فی الحال میں خیال خوانی کا سہارا نہیں لوں گا۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ جب بھی میں کوئی بات کہتا تو اس کے جواب میں پہلے اسی طرح خاموشی رہتی تھی۔ بہت دیر سے یہ نکتہ میرے ذہن میں چبھ رہا تھا۔ جب میں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ دماغ میں یہ بات آئی کہ وہ اپنے ماتحتوں میں سے ایک ماتحت کی آواز ریکارڈ کرتا ہے۔ پھر اس آواز کو اپنی آواز کہہ کر پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے میں نے اس ماتحت کو مار ڈالا ہے۔ اس سے پہلے کسی آواز کے سہارے اس کے دماغ تک پہنچتا ہوں تو وہ مُردہ نظر آتا ہے۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد مجھے قہقہہ سنائی دیا۔ پھر وہ کرائے کی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"تم میرے سائے میں آ کر کبھی خیال خوانی کا سہارا نہیں لے سکو گے۔ تم کیا چیز ہو فرہاد؟ ماسٹر بوٹے جیسا آدمی میرے آگے ٹیک دیتا تھا۔ تم بھی گھٹنے ٹیکنے کے لئے آگے ہو۔"

میں نے کہا۔ "تم ماسٹر سائنس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکو گے۔ میں یہاں تمہیں بالکل ہی بے دست و پا بنا کر رکھ دوں گا۔ میں تمہیں اتنا موقع نہیں دوں گا کہ تم میرے خلاف اپنی ذہانت یا جسمانی قوت کا مظاہرہ کرو۔ میں فضول لڑنے جھگڑنے کا عادی نہیں ہوں۔ بڑی مہارت سے اپنا کام نکالتا ہوں اور کبھی جلد بازی سے کام نہیں لیتا۔ تم تھکے ہوئے ہو۔ پچھلی رات لانچ میں اتنے ہنگامے کئے ہیں کہ خود تمہیں سونے کی فرصت نہیں ملی ہوگی۔ فی الحال تم میرے مہمان خانے میں آرام کرو۔ پھر ہماری ملاقات ہوگی ــــ گڈ بائی ــــ اینڈ وِش یو بیڈ لک۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دو مسلح نوجوان میرے آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ ہال کا خودکار دروازہ کھل گیا تھا۔ میں باہر کوریڈور میں آ گیا۔ پھر ان دونوجوانوں کے ساتھ اسی بھول بھلیوں سے گزرنے لگا۔ سپر ماسٹر تک پہنچنے کے لیے اس کے کسی ماتحت کو آلۂ کار بنایا جا سکتا تھا۔ میں نے اپنے قریب سے گزرنے والے مردوں اور عورتوں کو دیکھا۔ ان سب کے چہرے سپاٹ اور جذبات سے عاری تھے۔ تو میں نے یہاں آتے ہی دیکھ لیا تھا کہ وہ سب پتھر کے بت کی مانند خاموش رہتے تھے۔ ان کے ہونٹوں پر جامد سکوت اور چہروں پر ایسی گہری سنجیدگی تھی جیسے وہ کبھی بھولے سے بھی مسکراتے نہ ہوں۔ ان کے ہونٹ مسکراہٹ سے بالکل نا آشنا تھے۔ تب مجھے پتہ چلا کہ سپر ماسٹر نے پوری ذہانت سے میرے استقبال کی تیاری کی تھی۔ اس عمارت کے ہر فرد کو نقاب میں چھپا دیا تھا۔

میں نے اپنے ساتھ چلنے والے نوجوان کو غور سے دیکھا تو یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کے چہروں پر ماسک چڑھے ہوئے تھے۔ آنکھیں بھی آئی لنس کے ذریعہ بدل گئی ہوں گی۔ ماسک اور آئی لنس بھوک کے حساب سے حاصل کرنا سپر ماسٹر کے لئے کوئی مشکل بات نہ تھی یہ تمام انتظامات یا تو صرف میرے لیے کیے گئے تھے یا پھر ماسٹر بوٹے کے وقت سے یہی سلسلہ چلا آ رہا تھا تاکہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا غلام بنایا جا سکے۔ اس وقت واقعی میں خود کو بے دست و پا سمجھ رہا تھا۔

مختلف ٹیڑھی میڑھی راہداریوں سے گزرنے کے بعد دونوں نوجوان ایک دروازے کے سامنے رُک گئے۔ اس دروازے کے کھلنے کا سسٹم بھی دیکھ لیا تھا۔ دیوار پر ایک بٹن لگا ہوا تھا اُسے دبانے ہی دروازہ خود بخود کھل جاتا تھا۔ جب میں دروازے کی دوسری طرف پہنچا تو ایک بہت ہی خوبصورتی سے آراستہ کی ہوئی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ میرے پیچھے وہ دروازہ بند ہو چکا تھا۔ دونوں نوجوان جا چکے تھے اور سامنے چار عدد حسینائیں میرے استقبال کے لئے موجود تھیں۔ دو عورتوں نے آگے بڑھ کر دونوں طرف سے میرے ہاتھ تھام لئے۔ تیسری اپنے ہاتھوں میں شب خوابی کا لباس لئے کھڑی تھی۔ چوتھی نے میرا لباس اتارنا شروع کر دیا۔ میں اپنے انڈرویئر میں مائیکرو فلم اور اینٹی فائر لوشن کا فارمولا چھپا کر رکھتا تھا۔ لہٰذا میں نے انھیں انڈرویئر تک پہنچنے کا موقع نہیں دیا۔ اس پر شب خوابی کا لباس پہننے لگا۔

میرے دماغ نے کہا کہ ان عورتوں کے ذریعہ سپر ماسٹر تک یہ بات پہنچے گی کہ میں نے انڈرویئر کو اپنے جسم سے الگ نہیں کیا تھا۔ یہ رپورٹ حاصل ہونے کے بعد اس حد تک بھی میری تلاشی لی جا سکتی تھی۔ مجھے اینٹی فائر لوشن کی پروا نہیں تھی کیونکہ میں اسکا فارمولا حفظ کر چکا تھا۔ میرے پاس جو شیشی تھی اس کا لوشن پچھلی رات ختم ہو چکا تھا۔ مجھے صرف مائیکرو فلم کی فکر تھی۔ یہ لوگ کسی وقت بھی اسے مجھ سے چھین کر لے جا سکتے تھے۔

اب یہی صورت تھی کہ موقع ملتے ہی میں اسے سونیا کے حوالے کر دوں۔ جب میری تلاشی لینے کے بعد انہیں اطمینان ہو جائے گا تو وہ فلم میں سونیا سے پھر واپس لے سکتا تھا جب میں بستر پر لیٹ گیا تو وہ عورتیں میرا بدن دبانے لگیں کسی کے حصے میں میرا ہاتھ آیا کسی کے حصے میں میری ٹانگیں آئیں ایک میرا سر سہلانے لگی۔ ان کے حسن کا تجزیہ کرنے کی فرصت نہیں تھی۔ دماغ کتنی ہی اُلجھنوں میں مبتلا تھا۔ ایسی حالت میں نیند بھی نہیں آتی۔ چونکہ میں دماغ کو کنٹرول میں رکھنا جانتا ہوں اس لئے اسے ہدایت دی کہ چار گھنٹے تک بالکل پرسکون رہے۔ میں گہری نیند سوتا رہوں گا اس کے بعد میری آنکھ کھل جائے گی۔

میں گہری نیند سوتا رہا۔ ایسے وقت میں جبکہ میری آزادی چھینی جا رہی تھی اور مجھے غلام بنانے کے انتظامات کئے جا رہے تھے۔ تب بھی میں چار گھنٹے کے لئے پُرسکون ہو گیا تھا۔ فکر میں مبتلا رہنے سے اور اپنی نیندیں حرام کرنے سے بھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ وقت پر سونے جاگنے اور کھانے پینے کے دوران ہی دماغ مستعدی سے کام کرتا ہے چار گھنٹے کی گہری نیند کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو میں کمرے میں

تنہا تھا۔ وہ حسینا میں جا چکی تھیں۔ جاتے ہی میرے ذہن نے سوچنا شروع کیا کہ سپر ماسٹر مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے دوسروں کی آوازیں کس طرح استعمال کرتا ہے؟

میں ذہن پر زور دے کر سوچ رہا تھا مگر مجھے سوچنے کا زیادہ موقع نہیں ملا کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ چاروں حسینا میں ہنستی کھلکھلاتی پھر میرے بستر کے اطراف آگئیں۔ میرے دماغ نے سوال کیا۔

"انھیں کس طرح پتہ چلا کہ میں بیدار ہو چکا ہوں؟"

میرے دماغ نے جواب دیا۔

"اس کمرے میں بھی ایسے آلات نصب ہیں جن کے ذریعہ مجھے ٹی وی اسکرین پر دیکھا جاتا ہے اور میری آواز سنی جاتی ہے۔" میں نے ان سے کہا۔

"مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ تم سب یہاں سے چلی جاؤ۔"

ایک حسینہ نے کہا ——"باس کا حکم ہے کہ ہم تمہاری خدمت کریں —— یہاں تمہیں کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دیں۔"

"اس کے لئے صرف ایک خدمت کرنے والی کافی ہے۔ اپنے باس سے جا کر کہو میں یہاں اتنی بھیڑ پسند نہیں کرتا۔"

وہ تھوڑی دیر تک چپ چاپ بیٹھی رہیں پھر کمرے میں لگے ہوئے کسی اسپیکر سے آواز نکلی۔

"ٹھیک ہے تم کسی ایک کا انتخاب کر لو۔ باقی تین واپس چلی جائیں گی۔"

میں نے ایک لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ میرا اشارہ سمجھتے ہی باقی تینوں وہاں سے چلی گئیں۔ ان کے جانے کے بعد میں اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھنے لگا۔ اس لڑکی نے فوراً ہی آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ پھر میرے ساتھ غسل خانے میں چلی آئی۔ میں نے کہا۔

"یہاں تمہاری ضرورت نہیں ہے تم کمرے میں جاؤ۔ ضرورت ہوگی تو میں تمہیں آواز دوں گا۔"

وہ باہر چلی گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد مائیکرو فلم نکال کر ایک محفوظ جگہ رکھی پھر وہاں غسل وغیرہ کرنے میں پورا ایک گھنٹہ صرف کیا۔ گہری نیند کے بعد ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا موقع ملا تو ساری تھکن دور ہو گئی۔ میں تولیہ لپیٹ کر کمرے میں آگیا مجھے دیکھتے ہی لڑکی نے کپڑوں کی بڑی سی الماری کھول دی۔ وہاں میرے لئے ہر رنگ اور ہر اسٹائل کے قیمتی ملبوسات رکھے ہوئے تھے میں نے ان میں سے ایک کا انتخاب کر کے پہنا تو وہ میرے بدن پر پورا اترا تعجب کی بات نہیں تھی۔ میں نے اس کمرے میں آنے کے بعد اپنا جو لباس اتارا تھا شاید اسی کے ناپ سے چار گھنٹے کے اندر وہ لباس تیار کئے گئے تھے۔ وہاں ہر کام مشینی انداز میں ہوتا تھا۔

لباس بدلنے کے دوران دو کینریں ایک ٹرالی میں ناشتہ لے آئیں۔ ناشتہ ملکا پھلکا سا ہوتا ہے مگر وہاں تکلف سے کام لیا گیا تھا۔ لیکن میں نے تکلف نہیں کیا۔ شکم سیر ہونے تک کھاتا رہا۔ وہ کھانے کے دوران لڑکی کے ذہن میں جھانکتا رہا۔ وہ میری جانب شوخ نظروں سے دیکھ رہی تھی اور ایسی ہی باتیں سوچ رہی تھی جو مرد کی قربت میں اسے سوچنی چاہئیں۔ وہ کافی تعلیم یافتہ تھی خدمت کے لئے جتنی حسینائیں مہیا کی گئی تھیں وہ سب فرائے بولتی تھیں۔ اس وقت وہ بھی اسی زبان میں سوچ رہی تھی یعنی میرے ذہن کو چپ چاپ کریدنے کی کوشش کی ہوگی۔ کیا تم کچھ معلومات حاصل کر سکے ہو؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ نوجوان بالکل ہی بے حس ہے۔ میں اتنی حسین ہوں کہ مجھے دیکھنے سے باز نہیں آتے۔ لیکن اس نے اب تک نظر بھر کر نہیں دیکھا ہے لیکن یہ شخص بھی مجھ سے متاثر ہے اسی لئے تو اس نے ہم چار لڑکیوں سے میرا انتخاب کیا ہے مگر خواہ مخواہ بے رخی کا اظہار کر رہا ہے۔ یہ آدمی جو کچھ جانتی ہے نہ اس عمارت کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہے۔"

اس کی سوچ نے کہا —— "نظر بھر کر نہیں دیکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ میں نے بے بسی سے ایک گہری سانس چھوڑنے کے بعد کہا۔ مجھے دیکھنے سے باز نہیں آتے۔ لیکن اس نے اب تک نظر بھر کر نہیں دیکھا ہے۔"

"کچھ نہیں —— یہ لڑکی میرے لئے بیکار ہے۔ نہ تمہارے متعلق کچھ جانتی ہے نہ اس عمارت کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہے۔"

میری بات پر ایک قہقہہ سنائی دیا۔

"میں تمہیں ایک خوش خبری سناتا ہوں کہ تم بھی اور اسی وقت اس عمارت سے نکلو گے اور اس لڑکی کو بھی ساتھ لے جاؤ گے۔ یہاں تمہیں کوئی روکنے والا نہ ہوگا۔ اگر تم اس سے لگاوٹ کی باتیں کرنا چاہئیں تب ہی یہ میری طرف سے اپنے طور پر معلومات حاصل کرو۔ یہاں تمہیں کوئی روکنے والا نہ ہوگا۔ اگر تم اس عمارت سے باہر نکل جاؤ گے تو صدر دروازے کے پاس مائل ہوگا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا —— "لگاوٹ کی باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں ایک کار کھڑی ہوئی ملے گی۔ تم اس کار کے ذریعہ ساحل تک پہنچ سکتے ہو۔ ساحل پر ایک موٹر بوٹ ملے گی۔ وہ موٹر بوٹ تمہارے لئے ہوگی۔ تم اس میں بیٹھ کر کہیں بھی جا سکتے ہو۔ تمہارے کے لئے ضروری ہے کہ میں اپنا تعارف کراؤں اور اسے یہ بتاؤں کہ میرا نام کیا ہے اور میں کہاں سے آئی ہوں۔"

وہ چونک کر سوچنے لگی —— "نہیں —— میں اپنا نام تو نہیں بتاتے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ لیکن یاد رکھو اگر تم نے ہمارے کسی آدمی کو سکتی ہوں مگر یہ نہیں بتا سکتی کہ کون ہوں اور کہاں سے آئی ہوں تو نقصان پہنچایا اور اس عمارت سے نکل جانے میں ناکام رہے تو پھر باس نے سختی سے منع کیا ہے —— وہ اسکرین پر دیکھ رہا ہوگا۔ میں تمہاری تقدیر کا مالک بن جاؤں گا اور تمہارے مقدر میں تمام عمر بات کروں گی ستارہے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا —— "میری زبان پر پہرہ ہے۔ میں اس کی باتیں توجہ سے سنتا رہا۔ سپر ماسٹر کو اس بات کا سوچ پر تو پہرہ نہیں ہے۔ کیا میں سوچ سکتی کہ میرا نام..... مکمل یقین ہوگا کہ میں اس عمارت سے نہیں نکل سکوں گا۔ اسی لئے وہ مجھے نکل جانے کی آزادی دے رہا تھا۔ میں نے جواباً کہا۔

"ایسا نہ ہے" —— بے اختیار اس کی سوچ نے کہا۔

"میں بینکاک سے آئی ہوں۔ کل واپس چلی جاؤں گی۔ کل آنے" "میں ناشتہ کرنے کے بعد خاموشی سے دو سگریٹ پیتا کتنا وقت لگتا ہے۔ وقت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے مگر یہ شخص نہیں ہوں ایسے وقت میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتا۔ تم میرے کی قدر نہیں کر رہا ہے۔" کان نہ کھاؤ۔ اسکرین کے سامنے بیٹھے مجھے دیکھتے رہو۔ تم میری تقدیر

میں نے اس کی سوچ میں کہا —— "شاید یہ اس لئے لکھا ہوگا۔ خدا نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے کہ اسکرین کے سامنے طرف متوجہ نہیں ہے کہ یہ ایک قیدی ہے۔ اس کی ساری سوچ کو طرح دیدے پھاڑ پھاڑ کر فرہاد کو دیکھتے رہو اور اپنی نیندیں حرام ہوگی کہ یہ پنجرہ توڑ کر نکل جائے۔" رہو۔ سپر ماسٹر —— جب تک میں جاگتا رہوں گا تم جاگتے

"اونہہ" —— اس کی سوچ نے کہا —— "یہاں سے نکلنا ہوگا جب میں سونے کے لئے جاؤں گا تمہیں بھی آرام کرنے کا کچھ موقع مل جائے گا۔ ہمارے یہاں کئی بار آچکا ہے کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ میں یہاں کی مشرقی عورتیں اسی طرح مگر اس عمارت کے اندر ابھی تک راستوں کی پہچان نہیں ہوئی اپنے مجازی خدا کے ساتھ سوتی جاگتی ہیں۔ تم نے مجھے یہاں بلا کر میں نے اب تک اپنے باس کی صورت نہیں دیکھی۔ میں تو ایک بہت بڑی مصیبت کے ساتھ اپنا نکاح پڑھ لیا ہے۔ اب پتلی ہوں وہ جیسے نچانا چاہتا ہے نچاتی ہوں۔ اس کی بدولت میں بھگتوں تب میں دو سگریٹ ختم کرنے کے بعد سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

میں نے اپنے سامنے سینٹر ٹیبل پر دونوں پاؤں پھیلا دیئے پھر آرام سے صوفے پر نیم دراز ہو کر سگریٹ کے کش لگانے لگا۔ سگریٹ کا دھواں چھوڑتے وقت مجھے ماسٹر سائمن یاد آیا جس کا دماغ وقتی طور پر سپر گیا تھا۔ سپر ماسٹر نے کہا تھا کہ وہ زندہ ہے اور میں بہت جلد اسے دیکھ سکوں گا۔ اب تو پانچ چھ گھنٹے گزر چکے تھے۔ میری سوچ کی لہروں نے اسے تلاش کیا تو میں اس کے جاگتے ہوئے ذہن تک پہنچ گیا۔

وہ ایک بستر پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اسے وقتی طور پر ایک کمرے میں بند کر دیا گیا ہے۔ اس کے وقتے جتنے اہم کام تھے وہ کسی دوسرے کو سونپ دیئے گئے تھے۔ کیونکہ وہاں ماسٹر سائمن ہی ایک ایسا آدمی تھا جس کے ذہن میں جھانک کر میں کسی وقت بھی بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ اسی لئے اسے فی الحال تمام ذمہ داریوں سے بری کر دیا گیا تھا۔

لیکن سپر ماسٹر اتنا ناداں تو نہیں ہو سکتا۔ اتنا تو سمجھ سکتا ہے کہ اسے معطل کرنے کے باوجود میں اس کے دماغ سے بہت کچھ نکال سکتا ہوں۔ ماسٹر سائمن زندہ رہ کر ہمیشہ کے لئے میری معلومات کا ذریعہ بن سکتا تھا۔ مجھے لاعلمی کے اندھیرے میں رکھنے کے لئے وہ اسے ہمیشہ کے لئے ختم کر سکتا ہے۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا تھا۔ اس کی وجہ صرف یہی سمجھ میں آئی تھی کہ سپر ماسٹر اس اہم آدمی کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے اس کی سوچ کے دوران اپنی سوچ میں کہا۔

"پتہ نہیں ہے کہ ہمت فرہاد کب قابو میں آئے گا۔ مجھے اس وقت تک بہت محتاط رہنا ہوگا۔"

اس کی سوچ نے کہا —— "ٹان سنس —— سپر ماسٹر اسے ڈھیل دے رہا ہے۔ وہ چاہے تو اپنی ڈمی کے ذریعہ فرہاد کے دماغ کو ہلا کر رکھ سکتا ہے۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ فرہاد اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کو استعمال کر کے تھک جائے۔ تب وہ اس بے بس کو اپنے سامنے اور زیادہ بے بس بنا کر جھکنے پر مجبور کر دے گا۔"

میں نے اپنی سوچ میں کہا —— "واقعی سپر ماسٹر عظیم ہے۔ اس نے کس طرح میرے ذریعہ فرہاد سے گفتگو کی تھی۔"

ماسٹر سائمن اس ٹیکنیک کے متعلق سوچنے لگا کہ سپر ماسٹر نے کس طرح مجھ سے گفتگو کی تھی۔ جب بڑے ہال میں میں نے ماسٹر سائمن کو دماغی جھٹکے پہنچائے تھے تو اس کے ماتحت اسے سہارا دے کر وہاں سے باہر لے گئے تھے۔ وہاں سے اسے ایک میڈیکل ہال میں پہنچایا گیا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے ایک کرسی پر بٹھا کر اس کے بازو میں ایک انجکشن لگایا تھا۔ اس کے بعد اسے ہوش نہ رہا۔ اس کا ذہن اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔ جب کئی گھنٹے کے بعد اسے اپنے کمرے میں بستر پر ہوش آیا تب اسے بتایا گیا کہ فرہاد سے گفتگو کرنے کے لئے اس کی آواز بھی استعمال کی گئی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ کس طرح دوسروں کی آوازیں استعمال کی جاتی ہیں۔ ابتدا میں ماسٹر پلیٹ کو بھی قابو میں لانے کے لئے یہی طریقہ استعمال کیا گیا تھا۔ پہلے ایکشن کے ذریعہ کسی ایک شخص کے ذہن کو ماؤف کر دیا جاتا ہے۔ پھر اُسے سپر ماسٹر کے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔ سپر ماسٹر کے کانوں میں ریسیور فون کی طرح کا ایک آلہ چڑھا دیتا ہے۔ وہ آلہ ٹرانسمیٹر کے سسٹم کے طور پر کام کرتا ہے۔ اس میں ریکارڈنگ کا سسٹم بھی ہے۔ سپر ماسٹر پہلے کوئی ایک بات کہتا ہے پھر دوسرا بٹن دبا دیتا ہے۔ وہ ریکارڈ کی ہوئی بات اس شخص کے فالج زدہ ذہن میں گونجتی ہے دماغ کی اس رگ میں ارتعاش پیدا کرتی ہے جو کسی بھی سوچ کو زبان تک پہنچا کر گفتگو میں بدل دیتی ہے۔ اس شخص کا دماغ فالج زدہ ہوتا ہے۔ مگر وہ ایک روبوٹ کی طرح بٹھاؤ تو بیٹھ جاتا ہے۔ اٹھاؤ تو اٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح ریکارڈ کی آواز جو کہتی ہے وہ وہی بات اپنی زبان اور لہجے میں ادا کرتا ہے۔

یہ تمام باتیں میں اس کی سوچ کے ذریعہ سُن رہا تھا۔ وہ تمام ٹیکنیک میری سمجھ میں آگئی۔ جب ریکارڈ کی آواز ماؤف ذہن کی ایک خاص رگ میں ارتعاش پیدا کرتی تھی اور اسے بولنے والے کی زبان تک پہنچاتی تھی تو میں اسے سنتا رہتا تھا اور جب اس لہجے کے سہارے اس کے دماغ میں جھانکتا تھا تو اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں اس وقت ماسٹر سائمن کے دماغ تک بھی نہیں پہنچ سکا تھا۔

اس حد تک اس کی سوچ کو پڑھنے کے بعد اب میں دوسری معلومات کرنا چاہتا تھا۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔

"فرہاد گیا جہنم میں ـــــ وہ یہاں غلام ہن کر ہی رہے گا۔ مجھے اس بات کی فکر کرنا چاہیئے کہ میرا کام کوئی دوسرا شخص کر سکتا ہے یا نہیں۔"

اس کی سوچ نے کہا ـــــ "ہاں دوسرے ملک کے سفیروں اور وزیروں سے رابطہ قائم کرنا اور ان کی کمزوریوں سے کھیلنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ ایک ملک کے سیاسی اور فوجی رازوں کو اس کے کسی دشمن ملک تک پہنچانے کے لئے اور بھاری معاوضہ لے کر ان رازوں کو فروخت کرنے کے لئے بڑی ذہانت اور ڈپلومیسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے میرا خیال ہے کہ جب تک فرہاد ہماری اطاعت قبول نہیں کرے گا اس وقت تک سپر ماسٹر بین الاقوامی سطح پر ایسا کاروبار نہیں کر سکے گا۔"

وہ سوچتا جا رہا تھا اور میں سنتا جا رہا تھا۔ پھر میں سوچنے لگا کہ میں ایسی جگہ پہنچ گیا ہوں جہاں دنیا کے بیشتر ممالک کے اہم راز چھپا کر رکھے جاتے ہیں۔ مجھے کچھ عرصہ یہاں رہ کر یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ تمام اہم چیزیں کہاں چھپا کر رکھی جاتی ہیں اور کس طرح بڑے بڑے ملکوں سے اس کا سودا کیا جاتا ہے؟ مگر یہاں کچھ عرصہ کس طرح رہا جا سکتا ہے؟ دو ہی صورتیں تھیں یا تو میں انھیں اسی طرح پریشان کرتا رہتا یا پھر غلام

بن کر ان کا اعتماد حاصل کر کے ان تمام اہم رازوں تک پہنچنے کی کوشش کرتا۔

اس وقت فیصلہ کرنا مشکل تھا اور پھر زندگی کے ہر فیصلے کا مرضی کے مطابق کہاں ہوتے ہیں۔ لقدیر درمیان میں آکر اپنا فیصلہ دیتی ہے۔ میں یہی سوچ کر رہ گیا کہ میں آزادی کے لئے جدوجہد ہوا ان کے خفیہ کاروبار تک پہنچوں گا۔ اگر تقدیر نے میرا ساتھ دیا وقتی طور پر ان کے سامنے گھٹنے ٹیک کر ہی اپنا کام نکالنا ہوگا۔

غیر ملکی رازوں کے متعلق سوچتے وقت مجھے اچانک ہی ایک کا غسل کرنے سے پہلے میں نے مائیکرو فلم اور اینٹی فائر لوشن کا فارمولا جو میرے دماغ میں محفوظ جگہ پر رکھ دیا تھا۔ غسل کرنے کے اپنی دھن میں گنگناتا ہوا باہر آگیا تھا اور ان چیزوں کو اٹھانا بھول گیا تھا۔ میں فوراً ہی صوفے سے اٹھا تیزی سے چلتا ہوا غسل خانے میں وہاں وہ چیزیں موجود نہیں تھیں۔ میں تعجب سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ میرے غسل خانے سے نکلنے کے بعد مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں غسل خانے میں نہیں گئی تھی۔ میں اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا کہ میں اس سے پوچھنے کے لئے کمرے میں آیا۔ اسی وقت اسپیکر آواز آئی "فرہاد ـــــ وہ اینٹی فائر لوشن کا فارمولا اور مائیکرو فلم ہی ہماری ملکیت ہیں۔ اس لئے وہ چیزیں میرے پاس پہنچ گئی تم غسل خانے میں گئے تو میں وہاں بھی تمہیں دیکھ رہا تھا۔"

میں نے ناگواری سے کہا ـــــ "غسل خانے میں کسی دیکھتے شرم نہیں آتی ـــــ معلوم ہوتا ہے تم نے مجھ سے نکاح پڑھا لیا ہے۔ کچھ تو شرم و حیا کا پاس کرو اور مائیکرو فلم مجھے واپس کر دو۔"

سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی ـــــ "تم تو پھین لینے کا فن ہو۔ یہ مانگنے کی عادت کب سے پڑ گئی۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم دینا نہیں چاہتے۔"

"خوب سمجھے برادر ـــــ یہ بتاؤ کہ اس عمارت سے باہر کے متعلق کیا سوچا ہے؟"

میں نے سگریٹ والا ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا "ابھی دوسرا سگریٹ سلگ رہا ہے۔ اس کے ختم ہونے انتظار کرو۔"

میں در اصل سگریٹ نوشی کے بہانے یہ سوچنے سمجھنے کا حاصل کر رہا تھا کہ یہاں سے نکلنے کے لئے میں کیسے آلہ کار بنا سکتا ہوں میں نے پھر ایک بار ماسٹر سائمن کے دماغ میں جھانک کر دیکھا کے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ اس وقت بھی وہ میرے ہی متعلق سوچ تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اگر فرہاد کو ذرا بھی چھوٹ دی گئی تو کیا وہ اس عمارت باہر نکل سکے گا؟"

اس کی سوچ نے کہا ـــــ "اس کا باپ بھی اس عمارت

جواب میں قہقہہ سنائی دیا ـــــ "تم تو عاشق صادق کی طرح باتیں کر رہے ہو۔ یہاں تمہیں صرف اپنی فکر کرنا چاہیئے کہ تمہارا کیا حشر ہوگا۔"

"میرا جو بھی حشر ہو مگر میں سونیا کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر تم اُسے قید خانے سے نہیں نکالو گے تو پھر مجھ پر بھی ظلم کی انتہا کر کے دیکھ لو۔ تم مجھے دوست بنا سکو گے نہ اپنا غلام بنا سکو گے۔ میں وہی باتیں جانتا ہوں یا تو مجبوری کی حالت میں ٹوٹ جاؤں گا یا پھر تمہیں توڑ کر رکھ دوں گا۔"

"تمہارے جیسا ضدی انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ میری قید میں رہ کر مجھے ہی دھمکیاں دے رہے ہو۔"

"جب تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ میں تمہارا ایک مجبور قیدی ہوں اور ہزار کوششوں کے باوجود اس عمارت سے نکل کر باہر نہیں جا سکوں گا تو پھر ایک مرد کی طرح میری ذہانت کو آزماؤ اور جب تک میں تھک ہار کر شکست تسلیم نہ کر لوں اس وقت تک سونیا کو کوئی سزا نہ دو۔ ہم دو میں سے کوئی ایک مرے گا۔ جب تک موت کی یہ بازی جاری ہے اس وقت تک تم سونیا کو ایک معزز مہمان کی طرح نہ سہی قیدی کی طرح رکھو۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر آواز سنائی دی۔

"اچھی بات ہے میں تمہاری بات مانے لیتا ہوں تم اپنے دماغ کی اسکرین پر دیکھتے رہو اُسے قید خانے سے نکالا جا رہا ہے۔"

میں تھوڑی دیر خاموش بیٹھا سونیا کے ذہن میں جھانکتا رہا۔ سپر ماسٹر نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ جب سونیا کو پانی پلا کر آرام دہ کمرے میں پہنچا دیا گیا تو میں بھی اپنے کمرے سے نکل کر باہر آگیا۔ باہر کوریڈور کے ہر موڑ پر ایک ایک مسلح نوجوان مستعد کھڑے رہتے تھے۔ ان کے علاوہ جو مرد اور عورتیں نظر آرہے تھے وہ مسلح نہیں تھے۔ شاید وہ سب دفتری اسٹاف تھے۔ کسی کسی کے ہاتھوں میں فائلیں نظر آرہی تھیں وہ ایک دروازے سے نکلتے تھے۔ پھر دور دور تک کے کسی دروازے کے دیکھے گم ہو جاتے تھے۔ جب میں باہر آیا تو کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ سب اپنی اپنی جگہ مصروف تھے۔

سپر ماسٹر نے کہا تھا کہ عمارت کے اندر میں جہاں جاؤں گا مجھے کوئی نہیں روکے گا۔ میں نے اس آزادی سے فائدہ اٹھایا۔ ایک ہال سے گزرتے وقت جو پہلا دروازہ نظر آیا اُسے کھول کر دیکھنے کے لئے میں نے بٹن دبا دیا۔ دروازہ کھلتے ہی جنت کا سا منظر سامنے نظر آیا۔ حسین و جمیل حوریں کہیں بیٹھی ہوئی تھیں، کہیں لیٹی ہوئی تھیں، کچھ خوش گپیوں میں مصروف تھیں اور کچھ قد آدم آئینے کے سامنے اپنا سنگار کر رہی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی وہ قہقہے لگانے اور اٹھلانے لگیں۔ کھاتی ہوئیں میرے پاس آئیں۔ پھر مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔

"یہ کتنا خوبرو نوجوان ہے؟ ایک حسینہ میرے گلے کا ہار بن گئی۔

باہر نہیں جا سکے گا۔ اس عمارت کا بیرونی دروازہ متحرک ہے۔ ایک مشین کے ذریعہ وہ عمارت کے چاروں طرف گھومتا ہے اور اپنی جگہ بدلتا رہتا ہے۔ اس دروازے کو صرف سپر ماسٹر ہی کھولتا ہے اور کھولنے سے پہلے اس جگہ کا تعین کرتا ہے پھر اس مطلوبہ مقام پر اُسے روک کر اپنے آدمیوں کو باہر جانے یا اندر آنے کی اجازت دیتا ہے۔ پھر یہ متحرک دروازہ اندر والوں کو نظر نہیں آتا۔ عمارت کے چاروں طرف جو بیرونی دیوار ہے اس میں سولہ دروازے ہیں۔ وہ متحرک دروازہ ان میں سے کسی ایک دروازے کے پاس آکر ٹھہر جاتا ہے تب وہ کسی کے لئے کھلتا ہے۔"

وہ روانی میں سوچتا چلا گیا۔ اس متحرک دروازے کے متعلق سننے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ سپر ماسٹر کیوں اتنی فراخدلی سے مجھے آزاد چھوڑ رہا ہے۔ وہ بیرونی دروازہ اس کی مرضی سے کھلتا اور بند ہوتا تھا۔ پھر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ مجھ جیسا قیدی اس کی مرضی کے بغیر باہر نکل جاتا۔ مجھے انکار کر دینا چاہیئے تھا۔ جب میں عمارت کے باہر نہیں جا سکتا تو کمرے کے باہر جا کر کیا کرنا؟

لیکن کمرے سے باہر نکل کر عمارت کو اندر سے اچھی طرح دیکھنے کا بہترین موقع تھا۔ دوسرے سگریٹ کے چند کش اور رہ گئے تھے۔ میں نے اس مختصر سے وقت میں سونیا کی خیریت معلوم کی۔ اس کے ذہن میں جھانکنے سے پتہ چلا کہ وہ کسی جگہ قید کر دی گئی ہے۔ اس کے دونوں ہاتھوں سے فولادی ناخن اتار لئے گئے تھے۔ اسے خوب اذیتیں پہنچائی گئی تھیں۔ ایک مادام کا رتبہ حاصل کرنے کے باوجود اس نے اپنی تعلیم سے بغاوت کی تھی۔ ظاہر ہے کہ اُسے معاف نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جب وہ جسمانی اذیتیں برداشت کرتے کرتے بے ہوش ہو گئی تھی تو اُسے اپنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا تھا۔ اب وہ ہوش میں آگئی تھی اور بھوکی پیاسی گیلے فرش پر پڑی ہوئی اور اپنے حلق اور سینے کو سہلاتی ہوئی پانی کے لئے پکار رہی تھی۔

میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھ اتنا برا سلوک کیا جائے گا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ میری طرح اسے بھی مہمان بنا کر رکھا گیا ہوگا۔ مجھے بڑی ندامت سی ہوئی کہ میں آرام سے سو تا اور کھاتا پیتا رہا اور وہ اس دوران میری ہی خاطر اذیتیں برداشت کرتی رہی۔ میں نے غصے سے چیخ کر کہا۔

"سپر ماسٹر ـــــ تم مجھے دیکھ رہے ہو اور سن رہے ہو۔ میں ٹی وی اسکرین کے بغیر اپنے دوستوں اور دشمنوں کو دیکھ لیتا اور سن لیتا ہوں۔ سونیا میری بہترین ساتھی ہے اس وقت وہ پانی کے ایک ایک بوند کے لئے ترس رہی ہے اُسے پانی پلاؤ اور اسے قید سے نکال کر میری طرح مہمان بنا کر رکھو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو مجھے بھی وہاں پہنچا دو۔"

"ہاں اتنا اونچا قد ہے کہ تیر کی طرح دل میں اتر تا ہے۔" دوسری حسینہ کہنے لگی۔

میں بوکھلا کر انھیں دیکھنے لگا۔ وہاں جتنی عورتیں تھیں ان سب نے مجھے اپنی اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا تھا۔ میں انھیں دھکے دے دے کر پرے ہٹانے لگا۔ ان میں سے دو عورتیں میرے قدموں سے لپٹ گئیں۔

"ہم تمہیں جانے نہیں دیں گے۔" دائیں پاؤں سے لپٹنے والی نے کہا۔

"اس کمرے میں بڑی مدت کے بعد ایک آدم زاد آیا ہے۔" میرے بائیں پاؤں سے لپٹنے والی نے کہا۔

تیسری نے میری گردن میں بانہیں ڈال کر کہا۔

"یہاں رہ جاؤ۔ ہم سب تمہیں ایک ایک گھنٹے کے لئے بانٹ لیں گے۔"

میں نے چیخ کر کہا ——"یہ کیا بیہودگی ہے۔ دور ہو جاؤ مجھ سے —— ورنہ میں ہاتھ اٹھانے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

مگر وہ سب جونک کی طرح لپٹی جا رہی تھیں۔ مجھے مجبوراً ہاتھ اٹھانا پڑا۔ ایک ایک کو دھکے دیکر اپنے سے دور کیا پیروں سے لپٹنے والیوں کو ٹھوکروں سے اڑایا۔ پھر وہاں سے بھاگتا ہوا کمرے سے باہر دوبارہ کوریڈور میں آگیا۔ کمرے کا خود کار دروازہ بند ہو چکا تھا۔ میں جیب سے رومال نکال کر پسینہ پونچھنے لگا۔

تو یہ تو یہ عورتیں تھیں یا بلائیں؟ ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئی تھیں۔ پُرماسٹر یہ تماشہ بھی اسکرین پر دیکھ چکا ہوگا۔ وہ کم بخت مجھے تماشا بنا کر تفریحاً وقت گزار رہا تھا۔ میں آگے بڑھ کر کوریڈور سے گزرنے لگا۔ آگے ایک کمرہ تھا۔ میں نے بند دروازے کے سامنے رک کر سوچا کہ اس کمرے میں کیا ہو سکتا ہے؟ پُرماسٹر تفریح کے موڈ میں تھا ہو سکتا تھا کہ اس کمرے میں بھی اس نے میرے لئے عورتوں کی ایک فوج رکھ چھوڑی ہو۔ مگر میں ہر کمرے میں جھانک کر یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر اس عمارت میں اتنے کمرے کیوں بنائے گئے ہیں اور وہاں کیا ہوتا رہتا ہے؟

میں نے دیوار پر لگا ہوا بٹن دبایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ پہلے میں نے باہر ہی سے دیکھا کمرے کے اندر ایک بڑا سا پلنگ نظر آرہا تھا۔ پلنگ کے سرہانے والی میز پر ایک گیند کی طرح سُرخ رنگ کا بلب جل بجھ رہا تھا اور اس بلب کے پاس رکھے ہوئے اسپیکر سے آواز آرہی تھی

"ہیلو ہیلو —— سکس نائن ٹو اسپیکنگ اوور ——"

ایسا معلوم ہوتا تھا کوئی اس کمرے میں بیٹھا ہوا ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہا ہے۔ مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ خالی کمرے کو دیکھ کر میرا تجسس بڑھ گیا۔ میں نے ادھر اُدھر کوریڈور میں دیکھا پھر آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔ اندر آتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ میں نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازے کے دونوں طرف کی دیواروں سے چھ عدد نیگرو عورتیں ہاتھوں میں نیزے لئے کھڑی تھیں۔ میں نے واپس جانے کے لئے قدم بڑھایا تو ایک نیزے کی انی میرے سینے پر آکر ٹھہر گئی۔ دوسری میری گردن پر آئی۔ پھر چھ کی چھ کی دیکھتے ہی دیکھتے میں چاروں طرف سے نیزوں کے جال میں پھنس گیا۔ سُرخ بلب اب بھی جل بجھ رہا تھا اور اسپیکر سے آواز آرہی تھی۔

"ہیلو ہیلو —— سکس نائن ٹو اسپیکنگ —— مرغا پھنس گیا ہے —— اوور ——"

میں گھور کر ان سیاہ فام عورتوں کو دیکھنے لگا۔

ان کا سیاہ جسم ایسے چمک رہا تھا جیسے کالے جوتوں کو کالی پالش کے ذریعہ چمکایا گیا ہو۔ جوان عمری کے خاتمے سے ان کے جسم بڑے ہی پُرکشش تھے۔ مگر موٹے موٹے ہونٹ، ناک اور کالے چہروں سے جھانکتے ہوئے سفید سفید دیدے بول رہے تھے جیسے مجھے جوانی میں چڑیلوں سے ڈرایا جاتا رہا ہو یا مجھے ایسی ہو کر جوانیاں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جو محبت زدہ کرنے کی بجائے خوف زدہ کرتی ہیں۔

اسپیکر سے آواز آنے لگی —— "فرہاد —— تم حسن و شباب کے رسیا ہو۔ یہ بات ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ لیکن میں نے جو حسین تحفے تمہیں پیش کئے تم نے انھیں ٹھکرا دیا۔ ایمنہ تمہارے پاس آئی تم نے اُسے منہ نہیں لگایا۔ اس کے بعد پہلے کمرے میں کتنی حسینائیں تمہارے سامنے بچھ گئیں مگر تم انھیں بھی ٹھکرا کر چلے آئے اب یہ کالی حسینائیں تمہیں یہاں سے نکلنے نہیں دیں گی۔ میری نیاز کی قدر کرو اور انہیں گلے سے لگا لو —— اس کے بعد ہی تم کمرے سے نکل سکو گے۔"

"یہ کیا بکواس ہے" —— میں نے چیخ کر پوچھا "کیا تم میری بے عزتی سے فائدہ اٹھا کر مجھے تماشا بنانا چاہتے ہو؟"

"تم بے بس کیسے ہو گئے فرہاد —— تم تو بڑے شہ زور اور دماغ ہو۔ تمہارے جیسے ضدی انسان کے ساتھ جو ہے بلی کا کھیل بڑا مزا آتا ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان حالات میں تم کس طرح اپنی ذہانت کو کام میں لاتے ہو۔"

میں نے کہا —— "تعجب ہے کہ تمہارے جیسا معزز ان فضول تفریحات میں وقت ضائع کر رہا ہے۔"

"میں کبھی اپنا وقت ضائع نہیں کرتا۔ جب تک تم ان حسینوں سے دل بہلاتے رہو گے اس وقت تک تمہاری بلیو فلم تیار ہوتی رہے گی۔ یہاں ہر کمرے میں مختلف زاویوں سے خود کار کیمرے لگے ہوئے ہیں۔ ہر زاویئے سے تمہاری فلم تیار ہوتی رہے گی۔"

میں کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ بظاہر تو کوئی کیمرہ نظر نہیں آیا لیکن میں نے اندازہ لگایا کہ اس کمرے کے آرائشی سامان میں کیمرے چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ مجھے زیادہ سوچنے سمجھنے کی مہلت نہ دی گئی۔ وہ عورتیں جنبی زبان میں کچھ کہتی ہوئی میرے جسم میں نیزے چبھونے لگیں اور پلنگ کی طرف اشارہ کرنے لگیں۔ میں تکلیف سے بلبلا کر رہ گیا۔ میرے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ گئے تھے اور وہاں لہو کے سرخ دھبے پھیل رہے تھے۔

میں زخمی تو ہو ہی چکا تھا۔ اس لئے مزید زخم کھانے سے نہیں گھبرا سکتا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ان وحشی عورتوں سے الجھنا ہی ہوگا اسی وقت اسپیکر سے آواز آئی۔

"فرہاد۔ ان کی بات مان لو۔ یہ تمہیں بستر پر جانے کے لئے کہہ رہی ہیں۔"

میں نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا ——

"مسٹر سپر ماسٹر —— یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ عورتیں مجھے جان سے نہیں مار سکیں گی۔ کیونکہ تم مجھے زندہ رکھنا چاہتے ہو۔ ان سے کہہ دو کہ یہ مجھے موت کی دھمکیاں نہ دیں۔"

"بیشک میں تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ مگر یہ عورتیں تمہارے جسم کو نیزوں سے چھید چھید کر چھلنی بنا دیں گی۔ جب تم موت کے قریب پہنچ جاؤ گے تو تمہیں طبی امداد پہنچائی جائے گی۔ تمہیں پھر سے زندگی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اگر تم میرا حکم مان لو گے تو تمہیں ان خونخوار عورتوں سے نجات مل جائے گی اور تمہاری ہر خواہش کا احترام کیا جائے گا۔"

"سپر ماسٹر مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارا یہ حکم نہیں مان سکتا۔ میں خود کو بلیو فلم کا کردار نہیں بناؤں گا۔"

میرا اٹل فیصلہ سن کر سپر ماسٹر نے اجنبی زبان میں کچھ کہا۔ وہ عورتیں اس کی آواز سنتے ہی پینترے بدل بدل کر مجھ پر نیزے سے حملے کرنے لگیں۔ میں نے زخموں کو برداشت کرتے ہوئے اک بانکی پھل کی ایک کالی حسینہ کو اپنی گرفت میں لے لیا پھر فوراً ہی اُسے اپنے سامنے ڈھال بنا لیا۔ میری یہ پھرتی کام آگئی۔ ایک کلوٹی کا نیزہ جو میری طرف آرہا تھا وہ ڈھال بننے والی حسینہ کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ اس کے حلق سے ایک دردناک چیخ نکلی۔ میں نے ایک ہاتھ سے اس کا نیزہ چھین لیا اور دوسرے ہاتھ سے اس ڈھال بننے والی کو آگے کی طرف دھکیل دیا۔ باقی پانچ عورتیں چاروں طرف سے مجھ پر حملہ کرنے لگیں۔ میں پینترے بدل بدل کر اپنے نیزے سے ان کے حملوں کو روک رہا تھا پھر جو میری زد میں آتی میں اس کے جسم میں نیزہ اتار کر دوسری طرف نکل جاتا۔

عورتوں سے لڑنا مردانگی نہیں تھی مگر میں مجبور تھا۔ وہ خونخوار عورتیں مرنے یا مارنے پر تلی ہوئی تھیں۔ وہاں اپنی مردانگی کا نہیں جان بچانے کا سوال پیدا ہو گیا تھا بلکہ جان بچانے کا بھی نہیں عزت بچانے کا سوال تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ سپر شیطان میری بلیو فلم تیار کرے۔ تقریباً دس منٹ میں اس جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ مزید تین کلوٹیاں بُری طرح زخمی ہو کر فرش پر گر پڑیں۔ باقی دو عورتیں نیزے تانے اب بہکے ہوئے انداز میں حملہ کرنا چاہتی تھیں مجھے ان پر رحم آرہا تھا میں خوب سمجھتا تھا کہ یہ بیچاریاں حکم کی بندیاں ہیں انہیں مجھ سے ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ یہ صرف آقا کے حکم پر مشین کی طرح چل رہی ہیں۔ یہ سوچتے ہی میں نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ دیوار کے بٹن کو دبایا پھر دروازہ کھلتے ہی میں کوریڈور میں آگیا۔

ہر بار یوں لگتا تھا جیسے میں ایک ہی جگہ پہنچ گیا ہوں۔ کیونکہ تمام کوریڈور اور تمام کمروں کے دروازے ایک جیسے بنے ہوئے تھے کوریڈور کی شاخیں ادھر ادھر سے نکل کر دوسری طرف کے کوریڈور سے مل گئی تھیں وہاں پہنچ تو یہ چلتا تھا کہ پھر اسی جگہ پہنچ گیا ہوں۔ ایسی بھول بھلیاں میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھی تھیں۔

میں زخموں سے نڈھال ہو رہا تھا۔ میرا لباس خون سے تر بتر تھا۔ میں اپنے کمرے میں واپس جا کر بستر پر گرنا چاہتا تھا۔ مگر میں اپنے کمرے کا راستہ بھی بھول گیا تھا۔ اتنے میں ایک مسلح نوجوان میرے سامنے آیا! اس نے ہاتھ بڑھا کر ریڈ کراس کا نشان دکھایا پھر ایک طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ جب میں اس کے پیچھے چلتا ہوا ایک کمرے میں داخل ہوا تو اندر دو تک وہ کمرہ ہسپتال کی طرح پھیلا ہوا تھا میں زخموں کی تاب نہ لا کر ایک بستر پر گر پڑا۔

ایک نرس میرے پاس آکر میرا لباس اتارنے لگی۔ پھر ایک ڈاکٹر آگیا۔ وہ دونوں میرے زخموں کی مرہم پٹی کرنے لگے۔ پھر مجھے ایک انجکشن لگایا گیا۔ پتہ نہیں وہ کیسا انجکشن تھا اور کس قسم کا مرہم لگایا گیا تھا ذرا دیر بعد ہی زخموں کی ساری تکلیف اور ٹیسیں ختم ہو گئیں۔ میرے جسم پر بظاہر زخموں کے دھبے نظر آرہے تھے مگر میں بالکل نارمل تھا اک دم سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر باہر جانے لگا تو کسی نے مجھے نہیں روکا۔ میں عجیب طلسم کدے میں پہنچ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میں سامری جادوگر کے پھیلائے ہوئے جال سے کبھی نہیں نکل سکوں گا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو مایوسی سے تھک ہار کر ٹھنڈے ٹھنڈے ٹیک دیتا۔ میرے یہ تجربات بتا رہے تھے کہ مسٹر یوشے کس طرح مجبور ہو کر سپر ماسٹر کے سامنے جھک گیا ہوگا۔

اب میں ایک انڈور پیچ کوریڈور میں کھڑا ہوا تھا۔ زخموں کے نشان تمغوں کی طرح میرے جسم پر سجے ہوئے تھے۔ میرا دماغ کام نہیں کر رہا تھا کہ میں اس طلسم کدے سے کیسے نکل سکوں گا۔ بس ایک

قوت ارادی تھی جس سے میرا حوصلہ قائم تھا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ باہر نکلنا تو تقریباً ناممکن ہے لیکن عمارت کے اندر اپنے طور پر معلومات حاصل کرتا رہوں گا۔ شاید تھوڑی بہت معلومات سے فائدہ اٹھا سکوں مگر اس کے لئے بھی ضروری تھا کہ میں پھر کسی خطرے کا سامنا کروں۔

اسی لئے میں ایک دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ اب دروازہ کھلنے کے بعد کیا ہونے والا تھا یہ میں نہیں جانتا تھا۔ مگر جاننے کی ضد پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے الفا کا نام لے کر بٹن کو دبا دیا۔ دروازہ کھلا تو کمرے کے اندر چار عدد شکاری کتے نظر آئے۔ وہ ایک دوسرے سے دو زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ ایک بوڑھا آدمی اپنے ہاتھ میں ایک پھٹا ہوا لبادہ لئے کر ایک کتے کے سامنے اسے ہلا رہا تھا اور وہ کتا اپنے نتھنے اٹھا کر اس پھٹے ہوئے لباس کو سونگھ رہا تھا۔ میں نے دور ہی سے پہچان لیا وہ [illegible] کرنے سے پہلے وہ میرے جسم سے اتار لیا گیا تھا۔

وہ کتا مجھے دیکھتے ہی اچھل اچھل کر زور زور سے بھونکنے لگا۔ وہ اتنی قوت سے اچھل رہا تھا جیسے ابھی زنجیر توڑ کر مجھ پر چھلانگ لگائے گا۔ بوڑھے نے مجھے دیکھ کر اشارے سے اندر آنے کے لئے کہا۔ مگر اب میں خونخوار کتوں سے نہیں الجھنا چاہتا تھا۔ چھ عدد کتوں کا تجربہ کافی تھا۔ اسی وقت کمرے میں لگے ہوئے اسپیکر سے آواز سنائی دی۔

"فرہاد گھبراؤ نہیں یہ بہت مضبوط زنجیریں ہیں۔ اندر جاؤ اور تماشا دیکھو ورنہ شکایت کرو گے کہ تمہاری معلومات ادھوری رہ گئیں۔"

میں نے کہا "نہیں ——— میں جان بوجھ کر اب کسی خطرے کو دعوت نہیں دینا چاہتا۔ میں اس کمرے میں نہیں جاؤں گا۔"

"اچھا چلو تمہیں ایک ریوالور دیا جاتا ہے۔ اگر یہ کتے تم پر حملہ کریں تو بے دریغ فائر کر دینا۔"

وہ بوڑھا ہماری باتیں سن رہا تھا وہ سپر ماسٹر کا حکم سن کر کمرے کے کسی گوشے میں گیا پھر وہاں سے ایک ریوالور لے کر میری طرف آیا۔ میں نے ریوالور کو ہاتھوں میں لے کر اسے چیک کیا۔ اس کے چیمبر میں چھ گولیاں موجود تھیں۔ میں نہایت اطمینان سے آگے بڑھتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔ میرے پیچھے دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ جانوروں کی وجہ سے کمرے میں عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ کمرے کے دوسرے حصے میں جو مجھے باہر سے نظر نہیں آ رہا تھا وہاں ایک زنجیر سے ایک نہایت ہی خوبصورت دوشیزہ بندھی ہوئی تھی۔ میرے لباس کا باقی حصہ اس کے سامنے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ نتھنے اٹھا کر میری بُو سونگھنے لگی۔

اس کا یہ انداز دیکھ کر مجھے سونیا یاد آنے لگی۔ مگر میرے سامنے جو بندھی ہوئی تھی وہ سونیا کے مقابلے میں بہت حسین اور کم سن تھی۔ اس حسینہ کو ایک جانور بنانے کے تجربات سے گزارا جا رہا تھا۔

میرے سوچنے کے دوران اسپیکر سے آواز سنائی دی۔

"کہو فرہاد کیا سوچ رہے ہو؟ ——— تمہیں سونیا یاد آ رہی ہے؟ وہ لڑکی غدار بننے کے بعد نمائے لئے بیکار ہو گئی ہے۔ اسی لئے [illegible] سونیا تیار کر رہے ہیں۔ یہ لڑکی جو تمہارے سامنے بندھی ہوئی ہے [illegible] ہم موجودہ تہذیب سکھا رہے ہیں۔ اس کے باوجود اس کے [illegible] بہت ہی تیزی اور تندہی سے۔ یہ کتے کی طرح بھونکنا نہیں جانتی [illegible] اس کی زنجیر کھولدی جائے تو یہ خونخوار شیرنی کی طرح تم پر حملہ کر دے گی۔"

میں نے اپنے ہاتھ میں ریوالور کو بلند کرتے ہوئے کہا۔

"میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔ کیا تم اس کی زنجیر کھولنا پسند کرو گے؟"

"ریوالور کی دھمکی نہ دو بیٹے ——— یہ تمہارے اطمینان کے لئے تمہارے ہاتھوں میں دیا گیا ہے۔ اگر تم ہماری اس دوسری سونیا کو نقصان پہنچاؤ گے تو تمہاری حمایت کرنے والی سونیا کو قتل کر دیا جائے گا۔"

سپر ماسٹر کی باتیں سننے کے دوران میں نے سامنے کھڑے ہوئے بوڑھے کو دیکھا اس کا چہرہ اور آنکھیں بھی ماسک اور آئی لینس سے چھپی ہوئی تھیں۔ میں اس کی سوچ کو نہیں پڑھ سکتا تھا۔ مگر خطرناک توقع اس بوڑھے نے اچانک آنکھ سے اپنے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ پھر بیان اٹھا کر اپنا پیٹ کھجانے لگا۔ میں نے دیکھا اس کے پیٹ پر لکھا ہوا تھا۔

"اپنی خدمت کے لئے اُس لڑکی کو بلاؤ جس کی ناک پر [illegible] ہو۔ وہ تمہارے کام آئے گی۔"

اتنا پڑھتے ہی میں نے دوسری طرف نظریں پھیر لیں۔ [illegible] نے پیٹ کھجانے کے بعد اپنا بیان درست کر لیا۔ میں سوچنے لگا سپر ماسٹر نے بوڑھے کی یہ حرکت نہیں دیکھی ہو گی۔ آنکھ کا اشارہ پڑھی ہوئی تحریر کیا اسے اسکرین پر نظر نہیں آئی ہو گی؟ یہ سوچ کر چھت کی طرف اس آلے کو دیکھنے لگا جس کے ذریعہ ہم ٹیلی کاسٹ جا رہے تھے۔ بوڑھا اس پوزیشن میں کھڑا ہوا تھا کہ وہ آلہ [illegible] کی طرف چلا گیا تھا۔ یعنی اسکرین پر اس کی پشت نظر آئی اور میں [illegible] کی طرف سے دکھائی دیتا۔ میں نے اس کے پیٹ کی طرف [illegible] کر اس تحریر کو بمشکل آٹھ سیکنڈ میں پڑھ لیا تھا۔ اس طرح سپر [illegible] نہیں ہو سکا تھا کہ اس بوڑھے نے میری بھلائی کے لئے کوئی [illegible] ہے۔ میں نے سر اٹھا کر سپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔

"سپر ماسٹر مجھے سونیا کی زندگی بہت عزیز ہے۔ اسی لئے [illegible] میری کمزوری بنا کر کھیل رہے ہو۔ مگر میں آخر دم تک اس کی حفاظت کروں گا ——— ذرا ٹھہریں میں اس کی خیریت معلوم کر لوں۔"

یہ کہہ کر میں نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے۔ پھر تھوڑی دیر بند کرنے کے بعد سونیا کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ وہ بخیریت تھی۔ ایک آرام دہ کمرے میں پہنچنے کے بعد اس نے غسل کیا تھا نیا لباس پہنا تھا اور اب کھانا کھانے میں مصروف تھی۔ میں نے [illegible] کے ذہن پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"ہیلو سونیا ——— میں فرہاد بول رہا ہوں کہو کیسی ہو تم؟"

وہ میری آواز سن کر اک دم سے بچوں کی طرح خوش ہو گئی۔ اس کی عزیز ترین کھوئی ہوئی چیز مل گئی تھی۔ اس نے کہا۔

"فرہاد مجھے تم نے یاد رکھا ہے۔ میں کس منہ سے شکریہ ادا کروں"

"میں تمہیں کبھی نہیں بھول سکتا سونیا۔ تقریباً دو گھنٹے پہلے میں نے تمہارے ذہن میں جھانک کر دیکھا تھا۔ تم ان کے ظلم سہنے کے بعد زنجیروں سے جکڑی پڑی تھیں۔ میں نے سپر ماسٹر کو مجبور کیا کہ وہ تمہیں معزز مہمان بنا کر رکھے۔ اس شیطان نے میری بات مان لی۔"

"اوہ! فرہاد میں بہت دیر سے یہی سوچ رہی تھی کہ یہ یک لخت سپر ماسٹر مجھ پر مہربان کیسے ہو گیا ہے؟ تمہارا شکریہ فرہاد۔ تم میرے بہت بڑے اور بہت پیارے محافظ ہو۔"

"اچھا سونیا پھر باتیں ہوں گی۔ ابھی میں سپر ماسٹر سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ تم اطمینان سے کھانے کے بعد آرام کرو۔"

اس سے دماغی رابطہ ختم کرنے کے بعد میں نے سپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔

"ہیلو سپر ماسٹر ——— تمہارا شکریہ کہ تم اپنے وعدے کے پابند ہو۔ سونیا بڑے آرام سے ہے۔ اب میں بھی اپنے کمرے میں جا کر آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا اتنی جلدی تھک گئے؟ ——— ابھی تو بہت کمرے باقی ہیں۔ کیا وہاں جا کر تماشا نہیں دیکھو گے؟"

"ابھی نہیں۔ میں واقعی تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ فی الحال آرام کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے بوڑھے کو ریوالور واپس کر دیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر کمرے سے باہر جانے لگا۔ اچانک مجھے یاد آیا کہ میں بھول بھلیوں میں بھٹکتا ہوا جاؤں گا مگر اپنے کمرے تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ میں نے پلٹ کر کہا۔

"سپر ماسٹر مجھے بتاؤ کہ میں اپنے کمرے تک کس طرح پہنچ سکوں گا۔"

جواب میں قہقہہ سنائی دیا۔ پھر اس نے کہا۔

"تمہاری بے بسی پر ہنسی آ رہی ہے۔ اچھی بات ہے باہر نکلو تمہیں ایک گائیڈ مل جائے گا۔"

میں کمرے سے باہر آ گیا۔ وہاں بمشکل چند سیکنڈ انتظار کرنا پڑا۔ ایک مسلح نوجوان نے میرے قریب سے گزرتے ہوئے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ اس بار میں نے اس کے پیچھے چلتے ہوئے راستوں کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کی۔ وہ ذرا دور آگے چلنے کے بعد دائیں طرف مڑ گیا۔ پھر ایک کوریڈور کو کراس کرنے کے بعد اسی طرح دائیں طرف مڑ گیا۔ پھر ایک جگہ دو کوریڈور دوراہے کی طرح نظر آئے۔ وہ ایک کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلنے لگا۔ اس کے بعد پھر کوریڈوروں کے جال پھیلتے گئے۔ میرا خیال ہے کہ میں اپنے کمرے سے نکلنے کے بعد اتنی دیر تک نہیں چلا تھا جتنا کہ وہ چلا رہا تھا بلکہ مجھے الجھا رہا تھا۔ آخر وہ ایک دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ جب وہ دروازہ کھلا تو مجھے میرا کمرہ نظر آ گیا۔

میں نے اپنے کمرے میں پہنچ کر پہلے ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر آرام سے جوتوں سمیت فوم کے ملائم بستر پر لیٹ گیا۔ اب میں اس بوڑھے کے پیٹ پر لکھی ہوئی تحریر کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس تحریر نے مجھے بتایا تھا کہ ایک لڑکی جس کی ناک پر سیاہ تل ہے وہ میرے کام آئے گی۔ مجھے یاد آیا کہ جب اس کمرے میں میری خدمت کے لئے چار حسینائوں کو بھیجا گیا تھا تو ان میں سیاہ تل والی لڑکی بھی موجود تھی لیکن میں نے ایمنہ کا انتخاب کیا تھا۔ کاش کہ مجھے پہلے ہی معلوم ہو جاتا۔ بعض اوقات جدوجہد کے دوران میری حسن پرستی مجھے بہت پیچھے لے جاتی ہے۔ حالانکہ میں نے ایمنہ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ شاید میرے لاشعور میں یہ بات تھی کہ ایک حسین لڑکی میرے قریب ہے۔

پھر میں نے اس سیاہ تل والی کو یاد کیا۔ وہ بھی حسین تھی، جوان تھی مگر پتہ نہیں کیوں میں نے اس وقت اسے اہمیت نہیں دی تھی۔ اب میں نے اس کی اہمیت کو سمجھنے سے پہلے اس بوڑھے کے متعلق سوچا کہ وہ کون ہے؟ کس جذبے یا مقصد کے تحت میرا ہمدرد بن گیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ سپر ماسٹر اس کے ذریعہ مجھے بیوقوف بنا رہا ہو؟ وہ مجھے عریانیت کی حد تک تماشا بنا کر ذلیل کرنے پر تلا ہوا تھا۔

مگر میں کسی حد تک تماشا بن ہی چکا تھا۔ سپر ماسٹر اگرچہ میری بلیو فلم تیار کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ پھر بھی میں اس کے رحم و کرم پر پڑا ہوا تھا۔ وہ اب بوڑھے اور سیاہ تل والی لڑکی کے ذریعہ مجھے احمق بنا سکتا تھا۔ اب مجھے یہی فیصلہ کرنا تھا کہ مجھے بوڑھے پر اعتماد کرنا چاہیئے یا نہیں؟

میں نے آخر یہی فیصلہ کیا کہ جب تماشا بن ہی رہا ہوں تو مجھے اس پر اعتماد کر کے اس سیاہ تل والی لڑکی کو آزمانا چاہیئے۔ میں جس طلسم کدے میں آ کر پھنس گیا تھا وہاں سے نکلنے کے لئے کسی نہ کسی پر اعتماد کرنا ضروری تھا۔ سوچتے سوچتے ایک سگریٹ ختم ہونے لگا تو میں نے دوسرا سگریٹ سلگایا تو اسپیکر سے آواز آنے لگی۔

"فرہاد تم سگریٹ پھونک پھونک کر سوچتے ہی رہو گے۔ مگر بہرحال باہر نکلنے کی کوئی تدبیر تمہارے ذہن میں نہیں آ سکے گی۔

یہ عمارت ایک شطرنج کی بساط ہے۔ یہاں جتنے لوگ ہیں وہ سب اس شطرنج کے مہرے ہیں۔ تم بھی ایک مہرے کی طرح یہاں پڑے ہوئے ہو۔ ایک بے بس مہرہ اپنی مرضی سے نہیں چل سکتا۔ میں ہی چلا سکتا ہوں۔"

میں نے کہا ـــ "ہاں اب تمہاری باتیں میری سمجھ میں آرہی ہیں۔ تم نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ اس وقت میری ذہانت کام نہیں آرہی ہے۔"

"تو پھر تم شکست تسلیم کررہے ہو؟"

"ابھی نہیں کیونکہ ابھی میں نے پوری عمارت نہیں دیکھی ہے۔"

"دیکھو تم میری نرمی سے فائدہ..... اٹھا رہے ہو اور میرا وقت بھی ضائع کررہے ہو۔ اس وقت پانچ بجے ہیں میں صبح چار بجے تک تمہیں موقع دیتا ہوں۔ اگر اس وقت تک تم اپنی خوشی سے میری اطاعت قبول نہیں کرو گے تو میں تمہیں اس عمارت کے ایک جہنم میں پہنچا دونگا وہاں تمہیں ایسی ایسی اذیتیں پہنچائی جائیں گی کہ ابھی تمہارے تصور بھی نہیں کرسکتے۔ وہاں پہنچ کر تم مرنے کی تمنا کرو گے مگر تمہیں موت نہیں آئے گی۔ جب تم وہاں سے باہر نکلو گے تو دو ہی باتیں ہوں گی یا تو تم پاگل ہو جاؤ گے یا پھر میرے فرمانبردار بن جاؤ گے۔"

"میں اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ تمہارا فرمانبردار بن جانے کے بعد تم دنیا جہان کی دولت لاکر میرے قدموں میں ڈال دو گے۔ اس دنیا کو میرے لئے جنت بنا دو گے۔ شاید اپنی تنظیم میں ایک ماسٹر کا عہدہ بھی دے دو گے یعنی مجھے ہر طرح سے فائدہ ہی فائدہ ہے۔ صرف ایک نقصان ہے کہ میں اپنا ضمیر اور انسانیت بیچ دونگا اور اتنا بڑا سودا کرنے کے لئے ابھی میرا ذہن آمادہ نہیں ہوا ہے۔ تم مجھے صبح چار بجے کے بعد کسی جہنم میں پہنچاؤ گے یعنی اس جنت میں میں ابھی گیارہ گھنٹے گزار سکتا ہوں۔ اس تنہائی میں مجھے ایک خوبصورت اور نازک سی جسینہ کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔"

اسپیکر سے قہقہہ سنائی دیا۔ "آخر اپنی ضرورت سے مجبور ہورہے ہو۔"

"ہاں! مجبوری ہے۔ مگر ڈر لگتا ہے کہ اس کمرے میں بھی موذی کیمرے چھپا کر رکھے گئے ہوں گے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ تمہارے کمرے میں ایک بھی کیمرہ نہیں ہے۔ تم اٹھ کر اپنی تسلی کرلو۔"

میں بستر سے اٹھ کر اس کمرے کی ایک ایک چیز کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ چھت کو اور دیواروں کو بھی اچھی طرح دیکھا۔ واقعی وہاں کوئی کیمرہ نہیں تھا۔ لیکن اب میں اتنا ناداں بھی نہیں ہوں کہ اس کی مکاریوں کو نہ سمجھ سکوں۔ جب میں اس کمرے سے ٹیلی کاسٹ ہو رہا تھا اور وہ کہیں بیٹھا مجھے دیکھ رہا تھا تو اسی اسکرین کے ذریعہ میری بیوقوفی تیا فکر سکتا تھا۔

لیکن اس بات کو سمجھنے کے باوجود میں اس سیاہ فام لڑکی سے ملنے پر مجبور تھا۔ اسے عیاشی کے بہانے ہی بلا سکتا تھا۔ میں نے بہت مجبوری کی حالت میں پلیز فارم کا ایک کردار نبھانے کے لئے تیار ہوگیا تمام کمرے کی تلاشی لینے کے بعد میں نے اعتراف کیا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو، یہاں ایک بھی کیمرہ نہیں ہے۔ لیا تم ان لڑکیوں کو بھیج سکتے ہو تو پہلی بار میرے کمرے میں آئی تھیں؟"

"ابھی حاضر ہوتی ہیں۔"

اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ پانچ منٹ کے بعد ہی وہ چاروں لڑکیاں میرے کمرے میں آگئیں ان میں ایمنہ بھی تھی۔ وہ چاروں میرے سامنے ایک قطار میں کھڑی ہوگئیں۔ میں نے سگریٹ کو ایش ٹرے میں ڈال کر ان کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے ایمنہ سے کہا۔

"صبح میں تم سب سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ اس لئے یونہی تمہارا انتخاب کرلیا تھا۔ تم خوب صورت ہو مگر میری ضرورت نہیں ہو۔ تم جاسکتی ہو۔"

وہ دور جاکر کھڑی ہوگئی۔ میں باقی تین کو باری باری ٹٹول کر دیکھنے لگا۔ آخر میں اس سیاہ فام والی لڑکی کا ہاتھ تھام کر میں نے کہا۔

"تم میری ضرورت ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری زندگی کے گیارہ گھنٹوں کو رنگین بنا دو۔"

یہ بات سنتے ہی ایمنہ باقی دو لڑکیوں کے ساتھ باہر چلی گئی۔ میں نے اس لڑکی سے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"رمنا" ـــ وہ ذرا شرمائی اور مسکراتی ہوئی بولی۔

"جاؤ دروازہ بند کردو۔"

وہ دروازہ بند کرنے گئی میں بستر پر آکر لیٹ گیا۔ وہ واپس آکر میرے جوتے اتارنے لگی۔ صرف جوتے ہی رہ گئے تھے۔ کیونکہ لباس مرہم پٹی کے وقت اتار دیا گیا تھا۔ صرف ایک انڈرویئر رہ گیا تھا میں نے رمنا کو اپنے قریب کھینچ کر کہا۔

"آؤ کچھ باتیں کریں۔ یہاں مجھ سے باتیں کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ مگر نہیں، ہم باتیں کریں گے تو پرسٹر ماسٹر سنتا رہے گا۔ میں یہ بات سمجھتا ہوں کہ تمہارے ماسٹر نے یہاں بھیجنے کے لئے تم سب کو اچھی طرح سکھایا پڑھایا ہوگا۔ شاید یہ بھی بتایا ہو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں"ـــ

رمنا خاموش رہی۔ میری بات کا جواب اسپیکر سے سنائی دیا۔

"تم ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ میں نے ان لڑکیوں کو تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ تم چاہو تو سوچ کے ذریعہ اس سے گفتگو کرسکتے ہو۔ مگر تمہیں ناکامی ہوگی۔ یہ تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔ یہ اور اس کا پورا خاندان میرا وفادار ہے۔ یہ اچھی طرح سمجھتی ہے کہ غداری کرے گی تو اس کی بوڑھی ماں ایک جوان بھائی اور ایک نوجوان بہن سب کے سب جہنم میں پہنچا دیئے جائیں گے۔"

"پرسٹر ماسٹر اس وقت ایک حسینہ میرے پہلو میں ہے اس لئے تمہاری باتیں کوسنے کی کائیں کائیں لگ رہی ہیں۔ اب خاموش ہو جاؤ اور چپ چاپ اسکرین پر دیکھتے رہو۔"

میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور سوچ کے ذریعے رمنا سے کہنے لگا۔

"رمنا ـــ اس وقت میں تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں تم بھی سوچ کے ذریعہ جواب دو ـــ کیا اس طرح مجھ سے باتیں کرتی رہو گی؟"ـــ

اس نے سوچ کے ذریعہ کہا ـــ "ہاں، بوڑھے بنجامن نے مجھے سب کچھ سمجھا دیا ہے۔ ہم سب تمہاری مدد کریں گے۔"

"ہم سب سے کیا مراد ہے؟ کیا تمہارے اور بوڑھے بنجامن کے علاوہ بھی کچھ اور لوگ ہمارے ساتھ ہیں؟"

"ہاں ـــ جیسے تم نے ایک کتیا کی طرح زنجیر سے بندھے دیکھا تھا وہ میری چھوٹی بہن ہے۔ اس کا نام سیلی ہے۔ سیلی میں شکاری کتوں جیسی سونگھنے کی حس پیدا کی گئی ہے۔ جب وہ سات برس کی تھی تب ہی سے اُسے ان تجربات سے گزارا جارہا ہے اب وہ بہت خطرناک بن گئی ہے۔ اس کے باوجود ہمارے رشتوں کا احترام کرنا جانتی ہے وہ ہمارا ساتھ دے گی۔"

"یہ بنجامن کون ہے؟"

"وہ سونیا کا باپ ہے۔ وہی سونیا جس کے ساتھ تم یہاں آئے ہو۔ وہ جانوروں کا ڈاکٹر ہے۔ اس نے تمام عمر جنگلی جانوروں میں گزاری ہے۔ اس نے پہلا تجربہ اپنی بیٹی سونیا پر کیا تھا۔ اپنی بیٹی سونیا میں انسانوں اور جانوروں کی خصوصیات پیدا کی تھیں۔ پرسٹر ماسٹر نے اسے مجبور کردیا کہ وہ میری بہن سیلی کو بھی سونیا کی طرح انسان کے ساتھ ساتھ جانور بنا دے۔ بنجامن اپنی بیٹی سونیا کے لئے بہت پریشان رہتا تھا تمہارے یہاں آنے سے پہلے ہم سب کو معلوم ہوگیا کہ سونیا غداروں کو تمہارا ساتھ دے رہی ہے۔ پرسٹر ماسٹر کی پریشانیوں سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ تم کتنے خطرناک ہو۔ بنجامن یہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ بنا رہا تھا تمہاری آمد کی خبر سن کر وہ تمہارا انتظار کرنے لگا۔ اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہوچکی ہیں۔"

میں اس کی سوچ کو پڑھتا جارہا تھا

"کیا بنجامن یہاں سے نکلنے کا راستہ جانتا ہے؟"

"نہیں ـــ یہاں سے نکلنے کا راستہ کچھ عجیب سا ہے۔ ہم میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس عمارت کا بیرونی دروازہ کہاں غائب ہو جاتا ہے؟"

"کیا تم سب یہاں ہمیشہ قیدیوں کی طرح رہتے ہو؟"

"نہیں ـــ ہم یہاں آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی پر آتے ہیں۔ پھر یہاں سے نکال دیئے جاتے ہیں۔ اس عمارت سے باہر جزیرے میں ہمارے لئے بہترین رہائشی مکانات بنائے گئے ہیں۔ ہمارے آرام و آسائش کا ہر سامان مہیا کیا جاتا ہے۔"

"اتنی خوشگوار زندگی گزارنے کے باوجود تم پرسٹر ماسٹر کے خلاف میرا ساتھ کیوں دے رہی ہو؟"

"زندگی میں عیش و آرام ہی سب کچھ نہیں ہے۔ عزت اور آزادی بھی کوئی چیز ہے۔ ہم قیدی اس طرح ہیں کہ جزیرے سے باہر نہیں جاسکتے یہاں جو انسٹیٹیوں کی عزت محفوظ نہیں رہتی۔ ان لڑکیوں کو پرسٹر ماسٹر اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتا ہے۔ دوسرے ملکوں کے ایجنٹ جو اہم رازوں کا سودا کرنے آتے ہیں ان کی خلوت گاہوں میں ہم تحفے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ میں ایک نوجوان سے محبت کرتی تھی اس کے ساتھ ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزارنے کا خواب دیکھتی تھی۔ لیکن پرسٹر ماسٹر نے مجھے بھی مجبور کردیا کہ میں یہاں آنیوالے سیاسی سوداگروں کا دل بہلاؤں۔ اس وقت سے میرے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے۔"

میں نے اس بھڑکتی ہوئی آگ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم میرے سامنے بھی تحفے کے طور پر پیش کی گئی ہو۔ کیا اس وقت مجھ سے نفرت نہیں کررہی ہو؟"

"میں تم سے کبھی نفرت نہیں کرسکتی۔ کیونکہ تم نجات دہندہ ہو۔ میری بہن سیلی جانوروں کی حس رکھنے کے باوجود معصوم ہے۔ اب تک کسی سوداگر کا سایہ اس پر نہیں پڑا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس کے خواب نہ ٹوٹیں۔"

"خواب نہیں ٹوٹیں گے۔ ہم سب مل کر اس ظالم کو نیست و نابود کردیں گے۔"

"مجھے یقین ہے تم ایسا کرسکو گے۔ میرا محبوب جس کا نام ایرج ہے وہ پرسٹر ماسٹر کو کچا چبا جانا چاہتا ہے۔ بظاہر وہ بہت ہی فرمانبردار ملازم کی طرح اس کی خدمت کررہا ہے۔ مگر اس کی مدد سے ہم پرسٹر ماسٹر کو برباد کرسکتے ہیں۔"

"وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"ایرج بہت بڑا انجینئر ہے۔ اس جزیرے میں بجلی سپلائی کرنے کے لئے ایک بہت بڑا جنریٹر لگایا گیا ہے۔ ایرج اس جنریٹر کو اپریٹ کرتا ہے۔ جب وہ اس جنریٹر کو تباہ کردے گا تو تمام جزیرے پر اندھیرا چھا جائے گا۔ ٹی وی اسکرین وغیرہ سب اندھیرے میں ڈوب جائیں گے

اس وقت تمہیں کچھ کر گزرنے کا موقع ملے گا۔"

رمنا کی سوچ سے یہ مژدہ سن کر میں خوشی سے دیوانہ ہو گیا۔ میں نے بستر کی ایک چادر اٹھا کر سپر ماسٹر سے کہا۔

"بے شرمی کی بھی ایک حد ہوتی ہے دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھے جا رہے ہو۔ اب پردہ کرتا ہے تم دیدے پھاڑتے رہو۔"

یہ کہہ کر میں نے وہ بڑی سی چادر اپنے اور رمنا کے اوپر ڈال دی۔ اب وہ اسکرین پر صرف ایک سفید چادر کو دیکھ سکتا تھا۔ مگر ہم چھپنے والوں کے چہرے کے تاثرات نہیں سمجھ سکتا تھا۔ جب مجھے اس کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو میں نے سوچ کے ذریعہ رمنا سے پوچھا۔

"میں ایرج سے کس طرح رابطہ قائم کر سکتا ہوں؟"

اس کی سوچ نے کہا۔

"تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو اس سے سوچ کے ذریعہ رابطہ قائم کرو۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے بارے میں زیادہ نہیں جانتیں۔ جب تک ایرج سے میرا سامنا نہ ہو یا میں کسی طرح اس کی باتیں نہ سن لوں اس وقت تک میں اس کی سوچ کو اپنی گرفت میں نہیں لے سکتا ——— ایک صورت ہے تم یہ بتاؤ کہ تم اس عمارت سے باہر کب جاؤ گی؟"

"میری ڈیوٹی کا وقت نو بجے ختم ہو جاتا ہے۔ مگر آج سپر ماسٹر نے صبح تک کے لئے تمہارے پاس بھیج دیا ہے۔ تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ تمہارے ذریعہ ایرج کی سوچ تک پہنچ سکوں۔ تم یہاں سے باہر جا کر پہلی فرصت میں ایرج سے ملاقات کرنا۔ اسے بتانا کہ میں سوچ کے ذریعہ اس سے گفتگو کرنے والا ہوں۔ جب وہ تم سے باتیں کر رہا ہو گا تو اسی وقت میں تمہاری سوچ کے سہارے اس کی باتیں سن لوں گا اور اس کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا۔"

"ہاں یہ بہت اچھی ترکیب ہے۔ میں صبح یہاں سے نکلتے ہی اس سے ملاقات کروں گی۔"

"نہیں میری جان صبح ہونے تک میرا کباڑا ہو جائے گا میں ہمیں آدھی رات سے پہلے ہی چھٹی دے دوں گا۔ جب مجھے تمہاری ضرورت نہیں رہے گی تو سپر ماسٹر تمہیں اس عمارت سے باہر گھر جانے کی اجازت دے دے گا۔"

"ہاں ایسی صورت میں مجھے اجازت مل جائے گی۔"

"آزادی کی خاطر میرا فرض ہے کہ میں ابھی تمہیں چھٹی دیدوں۔ عیش و عشرت میں وقت ضائع نہ کروں۔"

وہ شیطان اسکرین پر دیکھ رہا تھا ——— رات کے گیارہ بجے میں نے اسے چھٹی دیدی۔ اس کے جانے کے بعد اسپیکر سے سپر ماسٹر نے کرائے کی آواز میں کہا۔

"فرہاد ——— حسن پرستی اچھے اچھے ذہین اور دلیر انسان کو موت کے منہ میں پہنچا دیتی ہے۔ میں تمہیں کہہ چکا تھا کہ تمہاری آزادی صرف چار بجے تک ہے۔ مگر تم نے بڑی لاپروائی سے چھ گھنٹے گزار دیئے ہیں۔ اب صرف پانچ گھنٹے رہ گئے ہیں کیا اسے سوکر گزار دو گے؟"

"میں یہی سوچ رہا ہوں کہ تھوڑی دیر سو جاؤں۔ تم جس جہنم میں مجھے بھیجنا چاہتے ہو وہاں سونے کا موقع نہیں ملے گا میں ابھی کم از کم تین گھنٹے تک نیند کے مزے لے سکتا ہوں۔ میرے بیدار ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے رہ جائیں گے۔ ان دو گھنٹوں میں یا تو میں عمارت سے باہر نکل جاؤں گا یا پھر تمہارے بنائے ہوئے جہنم میں پہنچ جاؤں گا۔"

"تمہارا یہ اطمینان دیکھ کر مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔"

"سپر ماسٹر میں مطمئن کب نہیں تھا۔ تم مجھے صبح سے دیکھ رہے ہو۔ میرے ماتھے پر پریشانی کی ایک بھی شکن دیکھی ہے؟ پریشان تو تم ہو۔ ایک مضبوط انجانے قلعہ میں بند ہو کر بھی تم ہر لمحہ میری طرف سے خطرہ محسوس کر رہے ہو۔ ہار اور جیت کی فکر تمہیں ہو گی۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ آزادی حاصل کروں گا یا پھر عزت کی موت مر جاؤں گا۔ مگر مرنے سے پہلے مجھے اطمینان سے سو لینے دو۔"

"اچھی بات ہے سو جاؤ۔ اپنی تقدیر کو بھی سلا دو۔"

میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہاں سوچ بورڈ نہیں ہے بعلوم ہوتا ہے کہ اس کمرے کی بتیاں بھی تمہاری انگلیوں کے اشارے سے جلتی بجھتی ہیں۔ مجھے روشنی میں نیند نہیں آئے گی۔ لہٰذا انہیں بجھا دو۔"

"سوری فرہاد ——— بتیاں بجھیں گی تو میرے سامنے یہ اسکرین تاریک ہو جائے گا۔ تم نظر نہیں آؤ گے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم ایک پل کے لئے بھی میری نظروں سے اوجھل ہو جاؤ ——— لہٰذا اسی روشنی میں سونے کی کوشش کرو۔"

میں نے اس سے بحث نہیں کی۔ کروٹ بدل کر منہ پر چادر ڈال لی۔ تاکہ اسے میرے سونے اور جاگنے کا اندازہ نہ ہو سکے۔ اپنے چہرے کو اس سے چھپانے کے بعد میں رمنا کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ ماسٹروں کی تنظیم کے کسی افسر کے سامنے بیٹھی ہوئی رپورٹ پیش کر رہی تھی کہ اس نے گیارہ بجے تک میرے ساتھ کس طرح وقت گزارا ہے۔ آفیسر اس سے گھما پھرا کر سوالات کر رہا تھا۔ رمنا نے جواباً اعتراف کیا۔

"ہاں وہ مجھ سے سوچ کے ذریعہ باتیں کر رہا تھا۔ سب سے پہلے اس نے یہی پوچھا کہ سپر ماسٹر اسی عمارت میں رہتا ہے یا اس کا اڈا یہاں سے کہیں دور ہے میں نے لاعلمی ظاہر کی۔ اول تو ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ ہمارا ماسٹر کہاں رہتا ہے۔ اگر معلوم بھی ہوتا تو میں اپنی جان کھیل جاتی مگر فرہاد کو صحیح بات نہ بتاتی۔"

"اس نے اور کیا پوچھا تھا؟" آفیسر نے پوچھا۔

"وہ یہاں سے باہر نکلنے کا راستہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ یہ بھی میں نہیں جانتی ہوں۔ بھلا اسے کیا بتاتی؟ جب وہ میرے جوابات سن سن کر مایوس ہو گیا تو میرے بارے میں مجھ سے پوچھنے لگا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں یہاں اتنی خوشگوار زندگی گزار رہی ہوں کہ جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میری ایک بوڑھی ماں، ایک جوان بھائی اور ایک نوجوان بہن ہے۔ ہم سب پر سپر ماسٹر کی مہربانیاں ہیں۔ وہ بالوں کے دوران مجھے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں اس کا ساتھ دوں۔ کم از کم یہ بتا دوں کہ اس عمارت کا مین سوئچ بورڈ کہاں ہے؟"

آفیسر نے بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے کیا جواب دیا؟ ——— وہ کم بخت بہت چالاک ہے۔ وہ مین سوئچ اس لئے آف کرنا چاہتا تھا کہ کوئی اسے اسکرین پر نہ دیکھ سکے ——— ہاں تو تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں بھلا کیا جواب دیتی۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ہمیں یہاں ہر کمرے میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں خود نہیں جانتی کہ مین سوئچ بورڈ کہاں ہے۔ آخر میں فرہاد نے جھلا کر کہا تم سب جانتی ہو مگر بتانا نہیں چاہتیں۔ میں نے جواب دیا کہ جس آقا کا نمک کھاتی ہوں اس سے نمک حرامی نہیں کروں گی۔"

میں اس کی سوچ پڑھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ وہ بڑی خوبصورتی سے میرے خلاف رپورٹ پیش کر رہی تھی۔ مگر وہی رپورٹ میرے حسب منشا تھی۔ تھوڑی دیر بعد آفیسر نے مطمئن ہو کر اس سے کہا۔

"اب تم جا سکتی ہو۔"

وہ اٹھ کر جانے لگی۔ آفیسر نے میز پر ایک بٹن کو دباتے ہوئے کہا۔

"سپر ماسٹر آپ نے رپورٹ سن لی ہو گی۔ اس کی ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے اس لئے میں نے اسے جانے کی اجازت دیدی ہے۔"

اس کمرے کے ایک اسپیکر سے آواز سنائی دی۔

"اچھی بات ہے اس کے لئے باہر کی دروازہ کھولا جا رہا ہے۔ اس سے کہو کہ وہ آٹھویں دروازے پر پہنچ جائے۔"

رمنا دروازے کے پاس کھڑی ہوئی اسپیکر سے ابھرنے والی آواز کو سن رہی تھی۔ اس نے سر ہلا کر کہا۔

"تھینک یو سر۔ میں آٹھویں دروازے پر پہنچ رہی ہوں۔"

وہ کمرے کے باہر آ گئی اور کوریڈور سے گزرنے لگی۔ اس وقت میرے جی میں آیا کہ میں فوراً اپنے کمرے سے نکلوں پھر دوڑتا ہوا آٹھویں دروازے تک پہنچ جاؤں۔ مگر یہ سب خام خیالی تھی۔ کیونکہ سپر ماسٹر تھینک یو کہتے ہی اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ پھر یہ کمرے سے باہر نکل کر میں بھول بھلیوں کے جال میں پھنس جاتا۔ کبھی آٹھویں دروازے تک نہ پہنچ سکتا۔ تب میرے دماغ نے مجھ سے پوچھا کہ رمنا ایسی بھول بھلیوں سے گزر کر کس طرح آٹھویں دروازے کی طرف جا رہی ہے؟ میں نے سوچ کے ذریعہ رمنا کو مخاطب کیا۔

"ہیلو رمنا ——— میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

رمنا نے ایک کوریڈور سے گزرتے ہوئے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"اوہ ڈیئر تم میرے دماغ میں کب سے جھانک رہے ہو؟ میں نے آفیسر کے سامنے جو جواب دیا ہے وہ تم نے سنا ہو گا۔ کہو میں نے انہیں کیسے مطمئن کیا ہے؟"

"میں نے سب کچھ سن لیا ہے۔ تم بہت ذہین ہو۔ اب بتاؤ کہ تم اس عمارت کے پیچیدہ راستوں کو کس طرح پہچان لیتی ہو۔ میں تو کمرے سے باہر نکلتے ہی ان راستوں میں گم ہو جاتا ہوں۔"

وہ فوراً ہی جواب نہ دے سکی کیونکہ آٹھویں دروازے تک پہنچ گئی تھی اور وہ دو مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے۔ وہاں پہنچتے ہی وہ دروازہ کھل گیا۔ اس دروازے کے نیچے متحرک دروازہ آ رکا۔ یہ کسی لفٹ کا دروازہ اوپر سے نیچے آتا ہے یا نیچے سے اوپر جاتا ہے وہ متحرک دروازہ دائیں سے بائیں آ کر ٹھیک آٹھویں دروازے سے مل گیا تھا۔ اس دروازے کے کھلتے ہی باہر نکلنے کا راستہ نظر آ گیا۔

رمنا اس دروازے سے گزرتی ہوئی عمارت کے باہر آ گئی جب وہ اپنے رہائشی بنگلے کی طرف جانے لگی تو وہ دو مسلح جوان بھی اس کے دائیں بائیں چلنے لگے۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے سوچنے لگی۔

"آج یہ دونوں گارڈز میرے ساتھ کیوں جا رہے ہیں پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کیا سپر ماسٹر کو کچھ شبہ ہو گیا ہے؟"

میں نے سوچ کے ذریعہ اس سے کہا۔

"رمنا تم ان سے باتیں کرو۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ وہ دونوں تمہارے ساتھ کیوں لگائے گئے ہیں۔"

"رمنا کی سوچ نے کہا ——— یہاں جتنے مرد اور عورتیں ماسک میں چھپے ہوئے ہیں انہیں باتیں کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں ان سے بات کروں گی تو سپر ماسٹر میرے ساتھ بڑی سختی سے پیش آئے گا۔"

"پھر تو بڑی مجبوری ہے۔ اب تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ شیطان تم پر اعتماد نہیں کر رہا ہے۔ وہ بہت محتاط ہے۔ جو بھی میرے قریب آتا ہے اس کے بڑی نگرانی میں رکھتا ہے۔"

رمنا کی پریشان سوچ نے کہا۔ "اگر یہ دونوں سائے کی طرح میرے ساتھ لگے رہے تو میں ایرج سے کس طرح ملاقات کروں گی اور تم ایرج کی سوچ تک کیسے پہنچ سکو گے؟"

"ہاں! ایک نئی الجھن پیدا ہو گئی ہے۔ سپر ماسٹر کوئی نادان بچہ نہیں ہے۔ وہ اسی طرح محتاط رہ کر میرے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرتا رہے گا۔

اب ان حالات کے پیشِ نظر ذرا صبر کرنا ہوگا۔ میں تحمل سے کوئی تدبیر سوچنا چاہتا ہوں تم فکر نہ کرو میں ذہن کی آنکھوں سے تمہیں دیکھتا رہوں گا۔"

میں نے اس سے ذہنی رابطہ ختم کر دیا۔ پھر سوچنے لگا کہ میں رمنا کو کس طرح ایرج سے ملا سکتا ہوں۔ سپر ماسٹر نے شاید یہی سوچ کر دو پہریداروں کو اس کے ساتھ لگا دیا تھا کہ رمنا کہیں مجھ سے متاثر نہ ہو گئی ہو۔ میں نے اسے چادر کے نیچے چھپا کر نہ جانے کیا جادو کیا ہو۔ چادر کے سائے میں جو جادو چلتا ہے اس سے تو ہر عورت سحر زدہ ہو جاتی ہے۔ شاید یہی سوچ کر وہ شیطان اب رمنا پر بھروسہ نہیں کر رہا تھا۔

اس وقت میرے دماغ نے کہا کاش کہ میں یہاں سے باہر نکل کر رمنا کی کچھ مدد کر سکتا۔ وہاں سے باہر نکلنے کی بات دماغ میں آئی تو پھر مجھے یہ یاد آیا کہ رمنا کس طرح بھول بھلیوں سے گزر کر آٹھویں دروازے تک پہنچ گئی تھی۔ میں اتنی اہم بات پوچھنا بھول گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی رمنا کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"ہیلو رمنا ——— ہماری بات ادھوری رہ گئی تھی۔ تم نے یہ نہیں بتایا کہ عمارت کے الجھے ہوئے راستوں کو کس طرح پہچان لیتی ہو۔"

اس کی سوچ نے کہا "ہاں میں بتانا بھول گئی تھی۔ وہاں کے راستوں کو پہچاننا بہت آسان ہے۔ وہاں جتنے کمرے ہیں ان کے دروازے بٹن دبانے کے بعد کھلتے ہیں۔ وہ بٹن ہر دروازے کے پاس دیوار پر لگے ہوتے ہیں۔ تم توجہ سے دیکھو گے تو تمہیں ہر دروازے کا بٹن مختلف نظر آئے گا۔ کوئی بٹن گول ہے۔ کوئی چوکور ہے۔ کوئی مکعبی شکل کا ہے۔ غرضیکہ ہر بٹن ایک دوسرے سے مختلف ساخت کا ہے بعض کے رنگ جدا جدا ہیں۔"

میں حیرانی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ بالکل معمولی سی بات تھی۔ مجھے ان بٹنوں کو توجہ سے دیکھنا چاہیئے تھا۔ لیکن بعض حالات میں ہم اتنے لاپرواہ ہو جاتے ہیں کہ ہمیں اپنے قریب کے بٹن بھی یاد نہیں رہتے کہ گریبان کے اوپر سے نیچے تک کتنے بٹن ہیں۔ رمنا سوچ کے ذریعہ کہہ رہی تھی۔

"فرہاد اگر تم ان مختلف شکلوں اور رنگوں کے بٹنوں کو اپنی یادداشت میں محفوظ رکھ سکتے ہو تو پھر غور سے سنو اور ابھی طرح ذہن نشین کر لو۔ جس کمرے کے دروازے پر سبز رنگ کا بٹن ہے اس کے دائیں طرف کے کوریڈور میں مڑنے سے باہر جانے کا پہلا دروازہ سامنے آتا ہے۔ زرد رنگ کا بٹن دوسرے دروازے کے قریب پہنچاتا ہے۔ نیلے رنگ کا بٹن تیسرے دروازے کی طرف لے جاتا ہے۔۔۔۔"

وہ بولتی جا رہی تھی میں مختلف بٹن کے رنگوں اور دروازے کے نمبروں کو ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔ جب اس نے پورے سولہ دروازے گنوا دیئے تو میں نے اس سے کہا۔

"سرخ رنگ کی بڑی اہمیت ہوتی ہے تم نے اتنے رنگ گنوا دیئے لیکن ان رنگوں میں کہیں سرخ رنگ کا ذکر نہیں آیا۔ سرخ رنگ کا بٹن کیوں نہیں ہے جبکہ یہاں کے مسلح باڈی گارڈ سرخ رنگ کے بٹن سے ہی ملتے ہیں۔ شاید اسی لئے انہیں اس مکان سے پہلے ہی مایوس ہو کر اس سے رابطہ ختم کر دیا گیا ہے۔"

میں نے مایوس ہو کر اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ چادر میں منہ لپیٹے ہوئے میں بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں نے کروٹ بدل کر اپنے منہ پر سے چادر لباس ہٹا دی۔

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "سرخ رنگ کا بٹن بھی سبز بٹن کے بعد بائیں طرف جو کوریڈور ہے وہاں کی پہلی ہی سیڑھی پر ہے۔"

لیکن اس سرخ بٹن کے بعد بائیں طرف جو کوریڈور ہے وہاں کی پہلی ہی سیڑھی پر ہے۔ مجھے توقع تھی کہ میرے بیدار ہوتے ہی سپر ماسٹر مجھے مخاطب کرے گا۔ لیکن خلافِ توقع بہت دیر تک خاموشی رہی۔ میری سمجھ جوانوں کا سخت پہرہ رہتا ہے۔ میں نے آج تک کسی کو اس کوریڈور سے گزرتے سے گزرتے نہیں دیکھا۔ یوں سمجھو کہ کسی کو اس کوریڈور سے گزرنے کی اجازت نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ سپر ماسٹر اس کوریڈور کے آخر میں یہ بات آئی کہ مجھے سوتے دیکھ کر سپر ماسٹر بھی اپنی نیند پوری کر رہا ہوگا اور میری نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لئے اپنے کسی قابل اعتماد آدمی کو اسکرین کے سامنے ڈیوٹی پر لگا دیا ہوگا۔ خاموشی کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ جب تک سپر ماسٹر اسکرین کے سامنے نہیں آئے گا اور تمرائے کی آواز میں نہیں بولے گا اس وقت تک خاموشی فراہم کی جائے گی۔"

"لیکن فرہاد تم ان معلومات سے اس وقت تک فائدہ نہیں اٹھا سکو گے جب تک کہ ایرج سے تمہارا رابطہ قائم نہ ہوگا ——— وہ بے خبر سو رہی تھی۔ میری سوچ کی لہروں نے اسے جگا دیا۔ تھوڑی دیر تک وہ آنکھیں پھاڑے چاروں طرف دیکھتی رہی۔ پھر اب میں اپنے بنگلے کے دروازے پر پہنچ گئی ہوں۔ ایک جوان دروازے کے باہر کھڑا ہو گیا ہے دوسرا میرے ساتھ اندر آ گیا ہے۔"

فوراً ہی اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ سپر ماسٹر کی قید میں مہمان کی حیثیت میں نے مشورہ دیا۔ "تم سونے کے بہانے خوابگاہ میں جاؤ۔ کم از کم تمہیں سونے کی آزادی دی جائے گی۔"

"سونیا جاگتی رہو۔ میں یہاں سے نکلنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا رمنا بیڈ روم میں جانے کی بجائے ڈرائنگ روم کے ایک صوفے پر لیٹ گئی۔ فی الحال ناکامی کا سامنا ہو رہا ہے۔ مگر میں مایوس ہونا نہیں پر بیٹھ گئی۔ پھر اس کی سوچ نے کہا۔ جانتا۔ اگر تمہیں کامیابی ہوئی اور اگر اس عمارت میں کوئی ہنگامہ برپا ہوا تو تم اس کمرے سے باہر نہ نکلنا۔ بلکہ فوراً ہی جس پلنگ پر سو رہی ہو دے گا۔ میں بستر پر لیٹی رہوں گی اور وہ مسلح گارڈ میرے سرہانے کھڑے ہو جائیں گے۔ تم اس بات کو یاد رکھو گی۔"

رہے گا۔ تم سپر ماسٹر کو نہیں جانتے اپنے معاملات میں وہ بڑا سخت "ہاں تم جو کہو گے میں وہی کروں گی۔ یوں بھی میں خالی ہاتھ مجھے باتھ روم میں بھی تنہا جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔ پتہ نہیں یہ لوگ کب آ کر ہمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکوں گی۔ کیونکہ میرے فولادی ناخن اتار میرے سر پر مسلط رہیں گے ——— کچھ کرو فرہاد۔"

میں کیا کروں اس وقت میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا میری "تم پریشان نہ ہو۔ بستر سے اٹھ کر دروازے کے پاس جاؤ۔ مگر اس کے کانٹے تیزی سے وقت کا سفر طے کر رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے جاؤ جیسے تم وہاں کوئی چیز اٹھانے جا رہی ہو۔ یعنی کسی بھی بہانے چار بجنے والے تھے۔ حالانکہ اب بھی تین گھنٹے باقی تھے۔ مگر کسی حال جا کر چور نظروں سے اس بٹن کو دیکھو جس کے ذریعہ دروازہ کھلتا پیش آ گئی تھیں کہ کسی بھی لمحے چار بجتے نظر آ رہے تھے۔ رمنا کو تنہا۔ پھر مجھے بتاؤ کہ وہ بٹن کس شکل یا ڈیزائن کا ہے۔"

پر میرے لئے بیکار ہو گئی تھی۔ میں نے دوسرے سہارے کے لئے سونیا میری ہدایت کے مطابق بڑے اطمینان سے بستر سے کے باپ بنجامن کو یاد کیا۔ لیکن جب اس سے ملاقات ہوئی تھی پہلے وہ باتھ روم میں گئی۔ وہاں منہ پر پانی کی چھینٹیں مار کر تولیہ اس وقت وہ ماسک میں تھا۔ میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ چہرہ پونچھتی ہوئی دروازے کے قریب اکھے ہوئے گلدان کو دیکھنے سکتا تھا اور نہ ہی اس سے کوئی مدد حاصل کر سکتا تھا۔ پھر مجھے جلد بہانے آگے بڑھتی چلی گئی۔ اسی دوران اس نے چور نظروں سے آیا کہ رمنا کا ایک بھائی اور بوڑھی ماں بھی ہے۔ میں نے فوراً ہی بٹن کو دوبارہ دیکھا۔ پھر گلدان کے پاس آ کر پلاسٹک کے پھولوں پوچھا۔ "تمہارے گھر میں تمہاری ماں یا تمہارا بھائی تو ضرور پھولوں کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی اور سوچ کے ذریعہ کہہ رمنا کی سوچ نے کہا۔ "انہیں یہاں موجود رہنا چاہیئے تھا۔ یہ گھر خالی ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ سپر ماسٹر مجھے اپنی ماں اور اپنے "یہ سپر ماسٹر بڑا حرامزادہ ہے۔ چھوٹے سے بٹن پر ایک

لڑکی کی چھوٹی سی تصویر بنی ہوئی ہے اور وہ بٹن تکونی شکل کا ہے۔"

"اب تم فکر نہ کرو کوئی ہنگامہ ہوا تو جلد ہی میں تمہارے کمرے تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اسپیکر سے آواز ابھری۔

"ہیلو فرہاد اس وقت تین بجنے میں پانچ منٹ باقی ہیں میں مانتا ہوں کہ تم ہر حال میں مطمئن رہنے کے عادی ہو۔ اس کے باوجود تمہارا یہ اطمینان کسی خطرے کا پیش خیمہ نظر آتا ہے۔"

میں نے بستر سے اٹھتے ہوئے کہا ———

"تم خطرے کے خوف سے دُبلے ہوتے رہو۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ فی الحال تم مجھ پر ایک مہربانی کرو۔ میں باتھ روم میں جانا چاہتا ہوں اور روشنی میں مجھے شرم آتی ہے۔ پلیز تھوڑی دیر کے لئے وہاں اندھیرا کر دو۔"

"نہیں فرہاد۔ مجھ سے نادانی کی توقع نہ کرو۔ باتھ روم میں روشنی رہے گی۔ میں تمہیں اندھیرے میں کچھ کر گزرنے کا موقع نہیں دونگا۔"

میں نے کہا۔ "تم اتنے خوفزدہ کیوں ہو۔ بھلا میں باتھ روم کے اندھیرے میں کیا کر سکتا ہوں۔ چاروں طرف تمہارے مسلح گارڈز موجود ہیں۔ میں نہتا آدمی کیا کر سکتا ہوں۔"

"ہاں تم کچھ نہیں کر سکتے مجھے پورا یقین ہے مگر تمہاری کھوپڑی میں شیطانی دماغ ہے۔ میں تم پر بھروسہ نہیں کروں گا۔"

"نہ کرو ——— میں نے لاپروائی سے کہا۔ پھر الماری کے پاس جا کر اسے کھولا اور اس میں سے ایک لباس نکال کر پہننے لگا۔

"کیا ارادہ ہے۔" اسپیکر نے پوچھا۔

"اب میں باہر جاؤں گا۔"

"نہیں اب تم کہیں نہیں جاؤ گے۔"

"تعجب ہے۔ تم اپنے دعوے سے پھر رہے ہو۔ اتنی بڑی تعلیم مجھے چار بجے تک آزادی دینا چاہیئے۔"

"یکطرفہ مت کرو۔ میں اپنا وعدہ بھول چکا ہوں۔ تم جب سے یہاں آئے ہو مجھے اسکرین کے سامنے بیٹھنے پر مجبور کر رہے ہو۔ ابھی میں نے سوچا تھا کہ تمہاری نیند کے ساتھ ساتھ اپنی نیند بھی پوری کر لوں۔ مگر میری آنکھ لگتے ہی مجھے اطلاع دی گئی کہ تم پھر بیدار ہو گئے ہو ——— یونان سنس ——— تم نے میرا کھانا پینا اور سونا حرام کر دیا ہے میں اسی وقت تمہیں جہنم میں پہنچاؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "اس کے لئے تو میں بہت پہلے سے تیار ہوں۔ جب میں موت سے نہیں ڈرتا تو تم مجھے کس چیز سے ڈراؤ گے۔"

"مرجانے سے زیادہ زندہ رہنا بہت مشکل ہے۔ اب تمہیں پتہ چلے گا کہ تم زندہ رہ کر کس طرح موت سے بدتر زندگی گزارتے ہو۔۔۔۔ ذرا انتظار کرو۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ میں لباس اور جوتے پہن کر باہر جانے کے لئے تیار تھا۔ مگر اب نہیں جا سکتا تھا۔ دو منٹ کے بعد ہی دروازہ کھلا اور پانچ مسلح جوان ہاتھوں میں اسٹین گنیں لئے کمرے میں آئے۔ انہوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر ایک نے مجھے کمرے سے باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ ان کے حکم پر چلنا ضروری تھا کیونکہ اب وہ ہمان سمجھ کر مروت کرنے والے نہیں تھے۔ اس لئے میں باہر کوریڈور میں آگیا۔ دو مسلح گارڈز میرے دائیں بائیں تھے۔ دو پیچھے تھے اور ایک آگے چلتا ہوا ہماری رہنمائی کر رہا تھا۔ میں ان کے ساتھ چلتے وقت مختلف دروازوں کے بٹنوں پر نظر ڈالتا جا رہا تھا اور ہر بٹن کو دوسرے دروازے کے بٹن سے مختلف پا رہا تھا۔ مگر اب یہ معلومات میرے کسی کام آ سکتی تھیں۔ مجھے تو شاید کسی مہم میں پہنچایا جا رہا تھا۔

تقریباً تین منٹ تک چلتے رہنے کے بعد مجھے وہ سرخ بٹن نظر آیا اس کے بائیں طرف جو کوریڈور تھا وہاں واقعی سخت پہرہ تھا قدم قدم پر سرخ پوش جوان ہاتھوں میں اسٹین گن لئے کھڑے تھے۔ مجھے اسی کوریڈور کی طرف موڑ دیا گیا۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ جہاں کسی کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی وہاں سے وہ مجھے لے جا رہے تھے۔ میرے دماغ میں یہ سوال بار بار گونج رہا تھا۔

"کیا میں سپر ماسٹر کے قریب پہنچنے والا ہوں؟"

اس سوال کے ابھرتے ہی میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا میرے بدن میں ایسی توانائی اور ایسی بجلی سی بھر گئی کہ وہ شیطان اگر سامنے ہوتا تو میں فوراً ہی اس پر چھلانگ لگا دیتا۔ اچھا ہوا کہ وہ سامنے نہیں تھا۔ ایسے جنونی اضطراب کی حالت میں اکثر نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ میں خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

کوریڈور کے آخری سرے پر ایک دروازہ کھلا۔ وہ مجھے دھکیلتے ہوئے اندر لے گئے۔ میں نے اندر پہنچ کر دیکھا وہ ایک بہت بڑا ہال تھا مختلف جگہوں پر چھوٹی چھوٹی نشستیں نظر آ رہی تھیں۔ نشستوں کے سامنے کھڑے رہنے یا بیٹھنے والے لوگ اپنے لباس اپنی عمر اور اپنے چہروں سے معزز اور تعلیم یافتہ نظر آ رہے تھے۔ شاید ڈاکٹر یا سائنسدان تھے۔ مجھے ایک ایزی چیئر پر بیٹھنے کے لئے کہا گیا۔ میں خاموشی سے بیٹھ گیا اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ میرے چاروں طرف اتنی اسٹین گنیں تھیں کہ میں بے مقصد حرکت کو دعوت نہیں دے سکتا تھا۔

ایک ڈاکٹر اپنے ہاتھ میں بڑی سی سرنج لے کر میرے قریب آنے لگا۔ میں نے اُسے دیکھتے ہی اٹھنا چاہا۔ مگر اسٹین گن کی دو نالیاں میرے سینے پر آ کر ٹھہر گئیں۔ دو میری کنپٹیوں سے لگ گئیں۔ مجبوراً میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ پھر مجھے اتنا ہی یاد ہے کہ ڈاکٹر نے میرے بازو میں سرنج کی سوئی چبھوئی تھی۔ اس کے بعد میں ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔

میں جو ذہن کا کھلاڑی تھا اپنی ساری ذہانت کھو بیٹھا۔ ایک کم عقل جانور بھی خود کو پہچان لیتا ہے اور میں خود کو نہیں پہچان سکا تھا۔ پھر ریکارڈنگ کی آواز نے تمہارے مفلوج دماغ تک جو باتیں پہنچائیں ان باتوں کو تم اپنے لب و لہجہ میں ادا کرتے رہے اب تم خود کی بھی پہچان نہیں تھی۔ بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ میں وقتی طور پر ہی اپنی باتیں سنو۔ ابھی دو آدمیوں کے درمیان ہونے والی باتیں تھا۔ پھر یہ نہیں کہ کتنے گھنٹے، کتنے دن یا کتنی صدیاں گزریں تمہیں سنائی دیں گی۔ ان میں سے ایک شخص جزیرہ ہوائی کا سپرنٹنڈنٹ آف پولیس ہے اور دوسرے تم ہو۔"

اس کے بعد رفتہ رفتہ میرا ذہن اس طرح جاگنے لگا جیسے میں بارہا جنم لے رہا ہوں۔

پہلے میری آنکھیں بند رہیں۔ صرف کانوں میں اس دنیا کی آوازیں آتی رہیں۔ پہلی آواز سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کی تھی۔

پھر اس نے کسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ساؤنڈ اسٹارٹ۔"

دوسرے ہی لمحے اسپیکر سے آوازیں آنے لگیں۔ پہلی آواز سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کی تھی۔

دھیمی سی آوازیں آتی گئیں۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

"مسٹر فرہاد ——— میکی کے قتل کے سلسلے میں تفتیش کرنے کے لئے اب یہ ہوش میں آ رہا ہے پوری طرح ہوش میں آنے کے دوران پتہ چلا ہے کہ تم بہت بڑے فراڈ، قاتل اور اسمگلر ہو۔ اس کا سب پندرہ منٹ لگیں گے۔"

کوئی ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ مجھے پوری طرح سمجھ میں آنے سے پہلے ثبوت یہ پاسپورٹ ہے جس کے ذریعہ تم اپنے ملک سے یہاں آئے ہو۔ یہ پاسپورٹ جعلی ہے۔"

جواب میں میری آواز سنائی دی۔

"یہ پاسپورٹ ماسٹر پوشے نے میرے لئے بنوایا تھا۔ وہ مجھے زبردستی یہاں لایا ہے۔"

"ہم کسی ماسٹر پوشے کو نہیں جانتے۔ تم نے جعلی پاسپورٹ کے ذریعہ یہاں آ کر بہت بڑا جرم کیا ہے۔ پھر میکی کے وفادار ملازم چشم دید گواہ ہیں کہ لالچ میں تمہارا میکی سے جھگڑا ہوا تھا میکی نہتا تھا۔ تم نے اسے شوٹ کرنے کے بعد اس کی لاش سمندر میں پھینک دی۔"

میری آواز نے کہا۔ "میں نے مجبوراً اپنی جان بچانے کے لئے اسے قتل کیا تھا۔"

"جھگڑا کس بات پر ہوا تھا؟"

"میں پچیس لاکھ روپے کے ہیرے یہاں لے کر آیا تھا۔ میکی کو اس بات کا علم ہو گیا۔ میکی نے مجھ سے کہا کہ میں وہ تمام ہیرے یہاں کی حکومت کے حوالے کر دوں لیکن میں نے انکار کر دیا کیونکہ میں قانون کے خلاف کام کر رہا تھا اور میکی قانون کا ساتھ دے رہا تھا۔ میں نے اسے لالچ دیا کہ میں اسے پچاس ہزار ڈالر دوں گا لیکن اس نے میری بات نہیں مانی۔"

"اس لئے تم نے اسے قتل کر دیا۔"

"میرے رستے میں جو دیوار آتی ہے میں اسے گرا دیتا ہوں۔ نہ جانے کتنے قتل کر چکا ہوں۔ جناب ایس پی صاحب میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ میرے رستے کی دیوار نہیں بنیں گے تو میں آپ کو ملا مال کر دوں گا۔ ورنہ مجبور ہو کر آپ کو بھی جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

"تعجب ہے تم اتنے بڑے پولیس آفیسر کو قتل کی دھمکی دے رہے ہو۔"

"اسے محض دھمکی نہ سمجھو۔ یہاں ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ ساری باتیں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گی۔ تم میرا ساتھ دینا چاہو گے تو کسی تیسرے کو کوئی نہیں آئے گا ——— بولو کیا کہتے ہو؟"

"فرہاد ——— تم خود کو بہت چالاک اور دلیر سمجھتے ہو۔ مگر میں نے بھی گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہوا ہے۔ ہوٹل کے اس کمرے میں آنے سے پہلے ہی میں نے ریکارڈنگ کے تمام انتظامات کر لئے تھے اس وقت تمہاری گفتگو کا ایک ایک لفظ ریکارڈ ہو رہا ہے۔ اس وقت تو خود اپنی زبان سے اپنے قاتل اور اسمگلر ہونے کا اعتراف کر رہے ہو۔ تمہارا یہ ٹیپ دنیا کی کسی عدالت میں سنایا جائے گا تو تمہیں یقیناً سزائے موت سنائی جائے گی۔"

میری آواز سنائی دی "تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ محض دھمکی دے رہے ہو۔ اگر میری آواز ریکارڈ کی جا رہی ہے تو پھر غور سے سنو کہ مالک اور ریکارڈ کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے ورنہ میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔"

"ارے ارے ——— تم نے ریوالور نکال لیا ہے۔" ایس پی کی گھبرائی ہوئی آواز کے ساتھ ایک کرسی گرنے کی آواز سنائی دی۔ "خبردار خائنہ کتا میرے پاس بھی ریوالور ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی پھر ایس پی کے چیخنے اور کراہنے کی آوازیں آتی رہیں اس کے بعد اسپیکر خاموش ہو گیا۔ میں کرسی سے بندھا ہوا حیرانی سے آنکھیں پھاڑے اسپیکر کو دیکھ رہا تھا میں کچھ نہیں جانتا تھا کہ جزیرہ ہوائی کا کوئی پولیس آفیسر میرے پاس کب آیا تھا اور کس ہوٹل کے کمرے میں گفتگو کے دوران میری آواز ریکارڈ کر لی تھی لیکن وہ آواز میری ہی تھی۔ میں اپنے لب و لہجے کو سنکر اس آواز سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ تب ماسٹر سائمن نے کہا۔

"پہلی بار میں نے تم سے کہا تھا کہ تم ماسٹر پوشے اور میکی کے قاتل ہونے کا اعتراف کر لو لیکن تم نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ ہم تمہیں اپنا مطیع و فرمانبردار بنانے کے لئے تمہارے خلاف بلیک میلنگ کا مواد جمع کر رہے ہیں۔ اب دیکھو تم نے کس طرح اپنے جرائم کا اعتراف کیا ہے اس مقصد کیلئے وہی طریقہ اختیار کیا گیا تھا جس طریقے سے سپر ماسٹر کرنے کی آوازیں تم سے باتیں کرتا رہا ہے۔"

میں

غصہ اور نفرت سے ماسٹر سائمن کو دیکھ رہا تھا۔ جو جرائم مجھ سے سرزد نہیں ہوئے تھے انہیں بھی سچ ثابت کرنے کے لیے مجھ سے ہی اقرار کرایا گیا تھا اور میری آواز میں ہی انہیں ریکارڈ کر لیا گیا تھا۔ ماسٹر سائمن نے فاتحانہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا؟ اب تمہارے سامنے ملیونیلیس جلائی جائیں گی جن میں تم نے بڑے اہم رول ادا کیے ہیں۔"

اتنے میں ہال کا دروازہ کھلا۔ مجھے سونیا نظر آئی۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت کی طرف بندھے ہوئے تھے اور دو مسلح گارڈز اسے اسٹین گن سے ٹہوکے دیتے ہوئے آگے بڑھا رہے تھے۔ وہ میرے پاس آ کر کھڑی ہو گئی مجھے اس طرح کرسی سے بندھا دیکھ کر وہ بے بسی سے بولی۔

"فرہاد! سپر ماسٹر نے مجھے یہاں اس لیے بھیجا ہے کہ میں تمہیں سمجھاؤں

میں نے اُسے جواب دیا تھا کہ تم صرف اپنی سمجھ سے کام کرتے ہو۔ تمہیں اپنے سامنے جھکانے کی کوشش میں وہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔"

"شاباش تم نے میرے مزاج کے مطابق جواب دیا ہے۔"

اچانک سپرنٹنڈنٹ کا قہقہہ گونجنے لگا۔ "بیٹے، اتنا مزاج تو ابھی درست ہو جائے گا۔ پہلے اپنی بلیو فلم دیکھو اور سوچو کہ دنیا کے تمام ممالک میں خصوصاً تمہارے ملک میں تمہاری یہ فلمیں چوری چھپے ریلیز کر دی جائیں گی تو تم کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے۔ ماسٹر سائن! بیجر اسٹارٹ کرو۔"

دوسرے لمحے سامنے بڑا سا اسکرین تاریک ہو گیا۔ پھر یہ ٹیکٹر کے اسٹارٹ ہوتے ہی رنگین جذباتی فلم چلنے لگی۔ میں اسکرین پر خود کو ایمنہ کے ساتھ ایسے خوفناک انداز میں دیکھ رہا تھا کہ اُسے مزید دیکھنے کی بھی تاب نہ تھی۔ میں نے چیخ کر کہا۔ "بند کرو اسے۔ میں نہیں دیکھنا چاہتا اسے۔"

"تمہارے نہ دیکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ ساری دنیا اسے دیکھے گی۔"

پروجیکٹر کو بند کر دیا گیا۔ سپرنٹنڈنٹ کہہ رہا تھا۔ "بس میری برداشت کی حد ختم ہو چکی ہے اور تمہاری ضد کی انتہا یہ ہے کہ اپنے خلاف بلیک میلنگ کا اتنا مواد دیکھنے کے باوجود جھکنے سے انکار کر رہے ہو۔ اب دیکھو کہ میں تمہیں کس طرح اپنا غلام بناتا ہوں۔ ماسٹر سائن! کیری آن مائی آرڈرز۔۔۔"

ماسٹر سائن نے ایک میز پر سے ایک فولادی ٹوپی اُٹھائی۔ پھر اُسے میرے سر پر رکھنے لگا۔ سونیا نے جھپٹ کر اُسے روکا۔ سونیا نے جھپٹ کر کہا۔

"فرہاد! تمہارے ساتھ بہت بڑا ظلم کیا جا رہا ہے۔ یہ تمہارا برین واش کر رہے ہیں۔ تمہارے دماغ سے تیسری پیشنٹی کی صلاحیتوں کو مٹا رہے ہیں۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔"

اُس کے دونوں ہاتھ پشت پر چمڑے کے تسموں سے بندھے ہوئے تھے۔ وہ اس بندش کو توڑنے کی جدوجہد کرنے لگی۔ "فرہاد! یہ بہت خطرناک مشین ہے۔ تم اپنا آپ بھی بھول جاؤ گے۔ تم مجھے بھی نہیں پہچانو گے۔ فرہاد! میری امید کی شخصیت مر جائے گی۔ تم صرف سپرنٹنڈنٹ کے احکامات کی تعمیل کرنے والے ایک غلام بن کر رہ جاؤ گے۔"

مجھے وہ فولادی ٹوپی پہنا دی گئی۔ میں مجبور تھا جہاں بندھا ہوا تھا، وہاں سے ہل نہیں سکتا تھا۔ سونیا جب چمڑے کے تسموں کو توڑ نہ سکی تو اس نے کیا کرنا تھا۔ اچھل کر ماسٹر سائن کے سینے پر ایک لات ماری۔ وہ لڑکھڑایا ہوا دور جا گرا۔ مگر اسی وقت ایک مسلح گارڈ نے سونیا کے سر پر اسٹین گن سے ایک ضرب لگائی وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سنبھلنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن دوسرے گارڈ نے بھی اسی طرح ایک ضرب لگائی۔ وہ ایک دم سے چکرا کر فرش پر گر پڑی۔ اس کے بعد اُٹھ نہ سکی۔

میں غصہ سے تلملا رہا تھا۔ چیخ رہا تھا۔ اسی وقت میرے دماغ کو ایک ناقابلِ برداشت جھٹکا پہنچا۔ میری چیخ حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ دیدے پھیل گئے۔ میں یوں ساکت ہو گیا جیسے جسم سے جان نکل گئی ہو۔

وہ فولادی ٹوپی کو ایک تار کے ذریعے پیچھے رکھی ہوئی مشین سے ملا رہے تھے۔ ایک شخص کے ہاتھوں میں ایک موٹی سی ڈائری تھی جس کی منسلک کرنے کے بعد میرے دماغ کو برقی جھٹکے پہنچا رہے تھے۔ جلد پر چڑھا ہوا تھا۔ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا مگر اس وقت سمجھ کے بعد سپرنٹنڈنٹ کے قہقہے سنائی دیئے۔

نہیں رہا تھا کہ یہ دیواریں اور کھڑکی پر لٹکے ہوئے پردے کیا ہوتے ہیں؟

"گدھا بائی کیل بیٹھی جاننے والے فرہاد علی تیمور! گدھا بائی۔ اب تیسری پاکستی کھڑی ہوئی حسینا ؤں کو اور اس پاس نظر آنے والے تین روپ میں میرے سامنے آ و گے۔"

مدد انسانوں کو الگ الگ عورت اور مرد کہا جاتا ہے۔ یہ بھی میں نہیں

اس کی بات ختم ہوتے ہی دماغ کو دوسرا جھٹکا پہنچا۔ مجھے یاد نہ تھا۔

کہ میں نے چیخ ماری تھی، مگر مجھے اپنی ہی چیخ سنائی نہیں دی۔ کیونکہ اس وقت میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے لکھنے والے کی طرف گھوم کر کہا۔

سُن ہو گیا تھا۔ میرے اندر نامعلوم تجسس اور بے چینی تھی جو مجھے کچھ لمحوں کے لئے میرے جسم سے پرواز کر گئی۔ دماغ

"اسے نوٹ کرو۔ اسے انگریزی زبان سکھانے کے لئے فوراً ہی

میں جواب نہ دے سکا۔ اس نے گلاس پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"گلاس"۔ جواب میں میں بدستور خاموش رہا۔ وہ مجھے بولنے پر اکسانے لگا۔ اپنے ہونٹوں اور اپنی زبان کو دکھا کر بتانے لگا کہ کس طرح مجھے بولنے کی کوشش کرنا چاہیئے ــــ "گی ــ گی ــــ لاس ــ لاس" میں اس کے ساتھ ساتھ "گی ــ گی ــ لاس ــ لاس" بولنے لگا۔ ڈاکٹر نے لکھنے والے کی طرف پلٹ کر کہا۔

"اٹ از ایزی ٹو ٹیچ ہم۔ یہ بہت جلد بڑی آسانی سے بولنا سیکھ جائے گا۔"

میں اس کی طرف خالی خالی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت دیر تک میرے قریب رہ کر میری اسٹڈی کرتے رہے۔ مجھے گلاس، پانی، دُودھ، مرد اور عورت کی پہچان کراتے رہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر کے ساتھ ایک آدمی باہر چلا گیا۔ وہ لکھنے والا اور دونوں نرسوں کے ساتھ موجود رہا۔ اتنی دیر میں انھوں نے جتنی باتیں مجھے سکھائی تھیں وہ میرے نئے ذہن میں محفوظ ہو گئی تھیں۔ کیونکہ میرا پرانا خوابیدہ ذہن غیر شعوری طور پر میری مدد کر رہا تھا۔ یہ باتیں سیکھتے وقت مجھے یوں لگتا تھا جیسے میں ان باتوں کو پہلے سے جانتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ذرا سا سمجھاتے ہی میں سمجھ جاتا تھا۔

اس کے بعد مجھے سکھانے پڑھانے کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ کتنے ہی ستاو صبح سے شام تک میرے ساتھ لگے رہتے تھے اور مجھے ایک ایک چیز کے نام بتاتے تھے اور کسی بات کے اظہار کا طریقہ سکھاتے تھے جہاں میری رہائش تھی اس مکان کو میں نے اندر سے اچھی طرح گھوم کر دیکھا وہ ایک چھوٹا سا خوب صورت بنگلہ تھا وہاں میرے آرام اور ضرورت کا تمام سامان موجود تھا۔ شام کو میرے لئے ایک کار آتی تھی اور ایک حسین دوشیزہ مجھے اپنے پاس بٹھا کر روزانہ اس جزیرے کی سیر کراتی تھی۔ رات کا اندھیرا پھیلنے تک وہ میرے ساتھ سمندر کے کنارے وقت گزارتی تھی۔ وقت گزارنے کے دوران وہ مجھے بہت سی باتیں سکھاتی رہتی تھی۔ جب تک میں جاگتا رہتا اور دوسرے لوگ مجھ سے ملتے رہتے اس وقت تک ہنستے بولتے کھاتے پیتے کچھ نہ کچھ سیکھنے کا عمل جاری رہتا تھا۔

ایک ماہ کے بعد ہی میں دوسروں کی طرح بولنے اور سمجھنے والا انسان بن گیا تھا۔ مجھے اچھی طرح گنتی بھی آ گئی تھی۔ میں گزرتے ہوئے وقت کو ایک ایک منٹ کے حساب سے گن سکتا تھا۔ اپنی ضرورت کی ہر بات زبان سے ادا کر سکتا تھا اور اب لکھنے پڑھنے کے مرحلے سے گزر رہا تھا۔ اس عرصے میں میں مرد اور عورت کے فرق کو بھی اچھی طرح سمجھ گیا تھا جب کوئی حسین دوشیزہ میرے قریب آتی تو میں اپنے اندر ایک عجیب سی بے چینی محسوس کرتا۔ پہلے پہل میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ چپ چاپ اپنے طور پر سوچتا رہا کہ یہ لڑکیاں اتنی اچھی لگتی ہیں انہیں چھونے کو جی چاہتا ہے۔ پھر جی چاہتا ہے کہ ان کے مخملی جسم پر ہاتھ پھیر کر دیکھا جائے کہ کیسی لگتی ہیں۔ مگر میں صرف سوچ کر ہی رہ جاتا تھا۔ ایک شام وہ لڑکی

ایک شخص مجھ پر جھکا ہوا میری نبض دیکھ رہا تھا۔ میرے

ہی وہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے پیچھے دو اور آدمی تھے

بیٹھ رہا تھا۔ دو حسین لڑکیاں سفید لباس میں میری پاکستی کھڑی

پر پھولدار پردے لہرا رہے تھے۔ چھت سے لٹکا ہوا فانوس

دیواریں ہلکے نیلے رنگ کی

ایک بہت اچھا کمرہ تھا جس کی

آہستہ کھلنے لگیں۔ آنکھیں کھلتے ہی یہ دنیا بڑی خوب صورت دکھائی دینے

کھلنے لگیں۔ آنکھیں کھلتے ہی یہ دنیا بڑی خوب صورت دکھائی دینے

کہ جب میرا ذہن تبدیل ہو چکا تھا اور میں فرہاد علی تیمور کی شخصیت کے

دودھ کا گلاس میرے ہاتھ کے اشارے سے سمجھانے لگا کہ مجھے

نہیں سکتا تھا تو پھر میں اس دور کی یا اس جنم کی داستان کیسے لکھ

بے تکے یہ سوال بہت اہمیے اور اس کا جواب مجھے

طور پر دینا ہے مگر آپ سے درخواست ہے کہ آپ ابھی جواب

نہ کریں اپنے اس سوال کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں۔ میری اس

کو پڑھنے کے دوران آپ اپنے سوال کا مکمل جواب مل جائے گا۔

بہت دیر تک خاموش پڑے رہنے کے بعد میری آنکھیں

آہستہ کھلنے لگیں۔ آنکھیں کھلتے ہی یہ دنیا بڑی خوب صورت دکھائی دینے

ایک بہت اچھا کمرہ تھا جس کی دیواریں ہلکے نیلے رنگ کی

پر پھولدار پردے لہرا رہے تھے۔ چھت سے لٹکا ہوا فانوس

بیٹھ رہا تھا۔ دو حسین لڑکیاں سفید لباس میں میری پاکستی کھڑی

ایک شخص مجھ پر جھکا ہوا میری نبض دیکھ رہا تھا۔ میرے

ہی وہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے پیچھے دو اور آدمی تھے

ہاتھ میں چمڑے کی ڈائری تھی وہ جلدی جلدی اس میں کچھ لکھتا جا رہا

یا ایک صدی کے اندھے سفر کے کرب سے گزر رہا تھا اور دوسرے جنم

تک پہنچنے سے پہلے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میرے آگے کیا آنے

قیامت کی ہر گھڑی گزر جاتی ہے۔ مجھ پر وہ وقت بھی گزر گیا۔

میں دوسری بار جنم لے رہا تھا۔ کسی جگہ آرام سے لیٹا ہوا تھا کیونکہ وہ جو کچھ کہتا تھا وہ بات ڈائری میں ضرور لکھی جاتی تھی یعنی وہ

آنکھیں بند تھیں اس لئے میں دیکھ نہیں سکتا تھا البتہ کانوں میں سنائی دینے والی آوازوں میں تبدیلی

سی ہو رہی تھی۔ پھر وہ سنسناہٹ مختلف قسم کی آوازوں میں تبدیل

لی۔ وہ آوازیں کیسی تھیں؟ اگر کچھ لوگ بول رہے تھے تو وہ کس

میں بول رہے تھے؟ میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ کیونکہ ایک نوزائیدہ بچے کی

دنیا کی کسی زبان کو نہیں سمجھتا۔

میں نوزائیدہ نہیں تھا مگر دماغی طور پر نوزائیدہ بچے کی

نہ تو موجودہ حالات کے متعلق کچھ سوچ سکتا تھا اور نہ ہی اپنے

کو سہارا پا کر مجھے سمجھا دیتی تھیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ جب نرس نے

سمجھ سکتا تھا۔ میری انسان پڑھنے والوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا

کہ جب میرا ذہن تبدیل ہو چکا تھا اور میں فرہاد علی تیمور کی شخصیت

ایک بہت اچھا کمرہ تھا جس کی دیواریں ہلکے نیلے رنگ کی

پر پھولدار پردے لہرا رہے تھے۔ چھت سے لٹکا ہوا فانوس

بیٹھ رہا تھا۔ دو حسین لڑکیاں سفید لباس میں میری پاکستی کھڑی

ایک شخص مجھ پر جھکا ہوا میری نبض دیکھ رہا تھا۔ میرے

ہی وہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے پیچھے دو اور آدمی تھے

ہاتھ میں چمڑے کی ڈائری تھی وہ جلدی جلدی اس میں کچھ لکھتا جا رہا

یا ایک صدی کے اندھے سفر کے کرب سے گزر رہا تھا اور دوسرے جنم

تک پہنچنے سے پہلے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میرے آگے کیا آنے

قیامت کی ہر گھڑی گزر جاتی ہے۔ مجھ پر وہ وقت بھی گزر گیا۔

میں دوسری بار جنم لے رہا تھا۔ کسی جگہ آرام سے لیٹا ہوا تھا کیونکہ وہ جو کچھ کہتا تھا وہ بات ڈائری میں ضرور لکھی جاتی تھی یعنی وہ

آنکھیں بند تھیں اس لئے میں دیکھ نہیں سکتا تھا البتہ کانوں میں سنائی دینے والی آوازوں میں تبدیلی

سی ہو رہی تھی۔ پھر وہ سنسناہٹ مختلف قسم کی آوازوں میں تبدیل

لی۔ وہ آوازیں کیسی تھیں؟ اگر کچھ لوگ بول رہے تھے تو وہ کس

میں بول رہے تھے؟ میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ کیونکہ ایک نوزائیدہ بچے کی

دنیا کی کسی زبان کو نہیں سمجھتا۔

میں نوزائیدہ نہیں تھا مگر دماغی طور پر نوزائیدہ بچے کی

نہ تو موجودہ حالات کے متعلق کچھ سوچ سکتا تھا اور نہ ہی اپنے

کو سہارا پا کر مجھے سمجھا دیتی تھیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ جب نرس نے

سمجھ سکتا تھا۔ میری انسان پڑھنے والوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا

کہ جب میرا ذہن تبدیل ہو چکا تھا اور میں فرہاد علی تیمور کی شخصیت

نہیں سکتا تھا تو پھر میں اس دور کی یا اس جنم کی داستان کیسے لکھ

بے تکے یہ سوال بہت اہمیے اور اس کا جواب مجھے

طور پر دینا ہے مگر آپ سے درخواست ہے کہ آپ ابھی جواب

نہ کریں اپنے اس سوال کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں۔ میری اس

کو پڑھنے کے دوران آپ اپنے سوال کا مکمل جواب مل جائے گا۔

بہت دیر تک خاموش پڑے رہنے کے بعد میری آنکھیں

آہستہ کھلنے لگیں۔ آنکھیں کھلتے ہی یہ دنیا بڑی خوب صورت دکھائی دینے

کارے کرآئی۔ ٹائم ٹیبل کے مطابق وہ مجھے اپنے ساتھ ہوا خوری کے لئے لے گئی۔ اس روز میں اُسے بار بار سر سے پاؤں تک دیکھتا رہا۔ سمندر کے کنارے پہنچ کر اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آج تم مجھے بار بار دیکھ رہے ہو کیا بات ہے؟"

یہ کہہ کر وہ کار کا دروازہ کھولتی ہوئی باہر نکلی۔ سمندر کی طرف بڑھتے وقت اس کی پشت نظر آ رہی تھی۔ وہ اونچے قد لے بلاؤز اور سیاہ چیک دار اسکرٹ میں بلا کی حسین لگ رہی تھی۔ چلتے وقت ریت میں پاؤں دھنستے تھے اور وہ بڑے نازو ادا سے کبھی ادھر اور کبھی اُدھر سے لچک جاتی تھی۔ پتہ نہیں قدرت نے عورت کے وجود میں کیسی شاعری بھر دی ہے اور اسے کیا معزور بنایا ہے۔ وہ جانتی تھی کہ میں اس کے پیچھے کھنچا چلا آؤں گا۔

یہی ہوا میں کار سے نکل کر اس کے پیچھے یوں جانے لگا جیسے وہ مجھے ان دیکھی زنجیر سے باندھے اپنی طرف کھینچ رہی ہو۔ وہ ایک جگہ رک گئی۔ سمندر بے چینی سے لہراتا ہوا اپنی لہروں سے اس کے قدموں کو چوم رہا تھا ڈوبتے ہوئے سورج کی لالی اس کے حسین چہرے پر مچل رہی تھی۔ سمندر کا نیلا نیلا سا رنگ اس کی آنکھوں میں اُترا آیا تھا۔ وہ کتنے ہی رنگوں کی دھوپ چھاؤں میں نہر یوں لگ رہی تھی جیسے آسمان کی بلندیوں سے سمندر کے ساحل پر میرے لئے اتاری گئی ہو۔ میں نے اس کے روبرو کھڑے ہو کر کہا۔

"تم کار سے نکل کر یہاں آ رہی تھیں اس وقت تمہارا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا اس کے باوجود تم آتنی دلکش لگ رہی تھیں کہ دل بے اختیار تمہاری طرف کھنچا جا رہا ہے۔ تم بہت اچھی لگتی ہو۔ میں تمہاری تعریف کیسے کروں؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "تمہارے بنگلے میں کتنی ہی لڑکیاں تمہاری خدمت کے لئے آتی ہیں وہ بھی تو حسین ہوتی ہیں؟"

"ہاں وہ بھی حسین ہوتی ہیں۔ تم جیسی لڑکیاں ہو بھی مجھے اچھی لگتی ہیں۔ تم لوگوں کو دیکھ کر مجھ میں عجیب سی بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ.....؟"

"ہاں ہاں بولو رُک کیوں گئے؟"

میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"میرا جی چاہتا ہے کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ لوں۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ سمندر کی لہریں کھلکھلا کر اس کے قدموں میں لوٹنے لگیں۔ آبی پرندے کھلکھلاتے ہوئے اپنے پروں کو پھیلا کر سر پر سے گزرنے لگے۔ ایک عورت ہنستی ہے تو سارے نظارے کھلکھلا کر ہنس پڑتے ہیں۔ عجیب رومانی ماحول تھا۔ وہ اپنا ہاتھ بڑھاتی ہوئی بولی۔

"تمہیں منع کس نے کیا ہے۔ لو ہاتھ پکڑ لو۔"

وہ میری رہنمائی کر رہی تھی اور مجھے بتانے لگی کہ عورت کس طرح

شجر ممنوعہ کہلاتی ہے مگر وہ میرے لئے ممنوعہ نہیں تھی۔ اس لئے کہ کیونکہ تم ہمارے ماسٹر کے سب سے قابلِ اعتماد غلام ہو۔"

میں نے پوچھا "یہ ماسٹر کون ہے اور غلام کسے کہتے ہیں؟"

"ماسٹر ہمارا مالک جہاں داتا ہے۔ اس جزیرے کا حاکم ہے ہمارا عیش و آرام سب کچھ اسی کے دم سے ہے۔ ہم سب اس کے غلام ہیں مگر غلاموں میں تمہارا رتبہ سب سے اونچا ہے۔ غلام اسے کہتے ہیں جو اپنے آقا کا ہر حکم بجا لاتا ہے خواہ وہ حکم جائز ہو یا ناجائز۔ تم ایک اشارے پر اپنی جان دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہو۔ تم نے سنا ہو گا کہ اپنے ماسٹر کے کتنے ہی خطرناک دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکے ہو۔"

میں اس کی باتیں حیرانی سے سُن رہا تھا۔ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا کہ میں نے اپنے آقا کے کتنے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکا ہوں۔ میں اکثر سوچتا تھا کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ مگر مجھے کچھ یاد نہیں آتا تھا جو مجھے سکھانے اور پڑھانے آتے تھے ان سے بھی میں سوال کرتا تھا وہ مجھے تسلی دیتے ہوئے کہتے۔

"تم اپنے ذہن پر زور نہ ڈالو تمہیں رفتہ رفتہ سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ اپنے بارے میں کچھ معلوم کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس دنیا کو اپنے آس پاس کی ایک ایک چیز کو اور دوسرے انسانوں کو ایک اجنبی کی حیثیت سے پہچانو۔ پھر تم خود کو بھی پہچان لو گے۔"

میں نے جھنجھلا کر کہا۔ "میں کب اپنے آپ کو سمجھوں گا؟"

وہ میری گردن میں بانہیں ڈالتی ہوئی بولی۔

"میں تمہیں سمجھا رہی ہوں تم سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"کیا خاک سمجھوں۔ جو کچھ تم کہہ رہی ہو اگر اس کا تعلق میری ذات سے ہے تو وہ باتیں مجھے یاد کیوں نہیں آتیں؟"

"تم ایک حادثے میں اپنی یادداشت کھو چکے ہو۔"

"کیسا حادثہ؟"

"دشمن تمہارا پیچھا کر رہے تھے اور تم تیز رفتاری سے کار چلا رہے تھے۔ شاید تمہارا ہاتھ اسٹیرنگ سے بہک گیا تھا یا نہ جانے کیا ہوا تمہاری کار درخت سے ٹکرا گئی تھی۔ تم بُری طرح زخمی ہوئے تھے بے ہوش ہو گئے تھے ایسے وقت دشمن تمہارے سر پر آ پہنچے تھے نے ان کا مقابلہ کیا انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ پھر تمہیں اٹھا کر کے ذریعہ اس جزیرے میں لے آیا۔ تم اس واقعہ سے اندازہ لگا سکتے کہ ماسٹر کس طرح تمہیں دل و جان سے چاہتا ہے۔ وہ تمہارے لئے میں کود پڑا تھا کیونکہ تم بھی اس کے لئے خطرات کا سامنا کرتے رہتے

"مگر وہ ماسٹر کہاں ہے؟ کتنے دن ہو گئے وہ میری خیر دریافت کرنے کیوں نہیں آیا؟"

"وہ پچھلے ایک ماہ سے اس جزیرے میں نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہزاروں میل دُور بیٹھا تمہاری خیریت دریافت کرتا رہتا ہے یہاں تم اتنے عیش و آرام سے ہو۔ یہ سب اسی کی مہربانی ہے۔ وہ یہاں آتے ہی سب سے پہلے تم سے ملے گا۔"

میں نے بیزاری سے کہا۔

"پتہ نہیں میرے دماغ کو کیا ہو گیا ہے۔ مجھے پچھلی زندگی کب یاد آئے گی۔ پچھلی یادوں کے بغیر میں خود اپنے لئے اجنبی بن گیا ہوں۔ یہاں جزیرے میں اتنے انسانوں کے ساتھ رہ کر بھی خود کو تنہا محسوس کرتا ہوں۔"

"میری قربت میں اپنی تنہائی کو بھلا دو۔ مایوس ہو کر تم خود کو کبھی نہیں پہچان سکو گے۔ تم تو بولنا بھی نہیں جانتے تھے۔ اس دنیا کی کسی چیز کو اس کے نام سے نہیں پہچانتے تھے۔ اب بولنے بھی لگے ہو اور پہچاننے بھی لگے ہو۔ تمہاری یہ کوشش جاری رہی تو تم خود بھی پہچان لو گے۔ پھر تمہیں پچھلی تمام باتیں یاد آ جائیں گی۔ تم ابھی صرف مجھے یاد کرو۔"

میں ماضی کی بھولی ہوئی محبوباؤں کو اس حسینہ کے وجود کے ذریعے سے یاد کرنے لگا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میرے لاشعور میں دفن ہو جانے والی بہت سی باتیں اور بہت سی یادیں میرے سکھنے اور سمجھنے کے دوران چھپ چھپ کر میری مدد کرتی تھیں۔ اس وقت مجھے یوں لگا جیسے شاید پچھلی زندگی میں مجھے یہ دو باتیں حاصل ہو چکی تھیں۔

وہ شام بہت خوب صورت تھی۔ ہم اندھیرا پھیلنے تک ساحل کی ریت پر لیٹے رہے۔ دُور دُور تک ویرانی اور سناٹا تھا۔ شاید اس حصے میں کسی کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔ اسی لئے ہم بڑی آزادی سے ٹھنڈی ریت پر لیٹے ہوئے گرم جذبات سے آشنا ہوتے رہے۔ سمندر کی لہریں کبھی کبھی جذباتی ہو کر ہم پر سے گزر جاتی تھیں اور کبھی دُور ہی دُور سے ہمارے بھیگنے کا تماشا دیکھتی تھیں۔ جب ہم وہاں سے لوٹے تو میں ایسی مسرتوں سے آشنا ہو چکا تھا جو کبھی کبھی کسی کے حصے میں آتی ہیں۔ واپسی میں اس نے کہا۔

"تم عجیب آدمی ہو۔ میرے اتنے قریب آ گئے۔ مگر میرا نام نہیں پوچھا۔"

"تمہارا نام ڈارلنگ ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"ڈارلنگ کوئی نام نہیں ہے۔ جو بھی عورت پیاری لگتی ہے اسے ڈارلنگ کہا جاتا ہے میرا نام ایمنہ ہے۔"

اس نے اپنا نام بتا کر مجھے کنکھیوں سے دیکھا۔ پھر شوخی سے پوچھا۔ "کیا تمہیں یاد نہیں آتا کہ یہ نام پہلے بھی سُن چکے ہو؟"

میں نے ذہن پر زور دیا مگر مجھے یاد نہیں آیا کہ اس حسینہ کے ساتھ میں ایک بار ٹیلی فلم کا کردار بن چکا ہوں۔ میں نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

"مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔ کیا تم میری پچھلی زندگی میں مجھ سے مل چکی ہو؟"

"ہاں کئی بار مل چکی ہوں۔ یہ بات بھی ایک دن تمہیں یاد آ جائے گی۔"

بنگلے پر پہنچ کر میں باتھ روم میں غسل کرنے چلا گیا۔ ایمنہ اس آدمی کے پاس جا کر بیٹھ گئی جو میرے متعلق تمام باتیں چمڑے کی ایک ڈائری میں نوٹ کرتا رہتا تھا۔ ایمنہ ہر شام واپس آنے کے بعد اسے رپورٹ سناتی تھی اور وہ لکھتا جاتا تھا۔ میں نے غسل کرنے کے بعد واپس آ کر دیکھا تو ایمنہ جا چکی تھی۔ میں اس آدمی سے ڈائری لے کر اس شام کی رپورٹ پڑھنے لگا۔ اس گنجے ایمنہ نے ساری باتیں لکھوا دی تھیں کہ سمندر کے ساحل پر میں اس کے ساتھ کس طرح پیش آیا تھا اور اپنی یادداشت کے بارے میں کس طرح باتیں کر رہا تھا۔ میری نئی زندگی کی تمام مصروفیات کو اس ڈائری میں نوٹ کیا جا رہا تھا۔

دو ماہ بعد مجھے ایک گنبد نما عمارت میں پہنچایا گیا۔ یہ بڑی عمارت تھی جس کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر میں نے اپنے ماضی کو گم کر دیا تھا۔ اس عمارت میں داخل ہونے کے بعد جب میں مختلف کوریڈورز سے گزرنے لگا۔ کبھی دائیں اور کبھی بائیں ہونے لگا تو اس وقت میرے دماغ سے کوئی یاد چھپ چھپ کر کہنے لگی کہ میں پہلے بھی ایسی جگہوں سے گزر چکا ہوں۔ میرے موجودہ ذہن نے سمجھایا۔

"ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ میں یہاں پہلے بھی کئی بار آتا رہا ہوں کیونکہ میں اپنے ماسٹر کا بہت ہی قابلِ اعتماد غلام ہوں۔"

خود کو غلام کے طور پر سوچتے وقت مجھے اپنی توہین اور ذلت کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ کیونکہ آزادی اور غلامی کے مفہوم کو نہیں سمجھ پایا تھا۔ میرے نئے ذہن کو سکھانے اور پڑھانے کے دوران یہی سمجھایا جاتا تھا کہ ہم سب غلامی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ ماسٹر کا فرمانبردار رہنے میں ہی ہماری عزت ہے۔ اس جزیرے کے باہر جو دنیا ہے وہاں لوگ ایک خدا یا ایک گاڈ یا ایک بھگوان کو پوجتے ہیں۔ مگر یہاں ایسا کوئی مذہب نہیں ہے۔ یہاں ہم ماسٹر کی مرضی سے پیدا ہوتے ہیں۔ ماسٹر کے حکم پر ہنستے ہنستے اور مسکراتے ہوئے اپنی جان دے دیتے ہیں۔

جب ایک [illegible] دماغ کو ایسا سبق پڑھایا جائے تو وہ اسی سبق کو یاد رکھے گا اور یاد رکھے گا۔ اور اسی پر عمل کرے گا۔ میرا بھی یہی حال تھا۔ میرے دماغ میں چابی بھری گئی تھی اور میں اس کے مطابق حرکتیں کر رہا تھا۔ وہ دونوں مسلح گارڈ مجھے اپنے درمیان لے کر چل رہے تھے پھر ایک دروازے کے سامنے پہنچ کر رُک گئے۔ ان میں سے ایک نوجوان نے دیوار پر لگے ہوئے بٹن کو دبایا۔ ایک بار پھر مناسب نے مجھے بتایا تھا کہ اس عمارت کے پیچیدہ راستوں کو سمجھنے کے لئے ان بٹنوں کے فرق کو اور ان کی مختلف ساخت کو یاد رکھنا ضروری ہے۔ اس وقت ایک نوجوان میرے سامنے جس بٹن کو دبا رہا تھا وہ بٹن دائرے کی شکل کا تھا۔ لیکن مجھے رمنا

اور اس کی باتیں اور ٹہنوں کی مختلف شکلیں یاد نہیں رہی تھیں۔

دروازہ کھلتے ہی اندر ایک بڑا سا ہال نظر آیا۔ میں نے اس ہال میں قدم رکھا تو وہ دروازہ میرے پیچھے خود بخود بند ہو گیا۔ اس ہال میں چند نوجوان نشانہ بازی کی مشق کر رہے تھے۔ ان کے ذرا دور ٹارگٹ کے طور پر چھوٹے انسانی پتلے کھڑے ہوئے تھے۔ ہر نشانہ باز کے پیچھے ایک شخص کھڑا ہوا ان کے اسکور کو نوٹ کر رہا تھا۔ ایک بوڑھا شخص مجھے دیکھتے ہی میرے قریب آیا اور مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

"ہیلو فرہاد صاحب۔ آپ بہت عرصے کے بعد نشانہ بازی کے لئے آئے ہیں۔ آیئے اور اپنے ٹارگٹ کے سامنے کھڑے ہو جایئے۔"

میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیا میں یہاں پہلے بھی آچکا ہوں؟"

جی ہاں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ اپنی یادداشت کھو بیٹھے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ آپ نشانہ بازی کے فن کو بھی بھول گئے ہوں گے۔ آیئے ہم ابھی آزما لیتے ہیں۔"

ہم ایک اسکورنگ بورڈ کے پاس پہنچ کر رک گئے۔ وہاں میرے لئے ایک چھوٹی سی میز پر مختلف ساخت کے چھ عدد ریوالور اور کارتوس رکھے ہوئے تھے۔ میرے سامنے تقریباً دس گز کے فاصلے پر ایک انسانی پتلا کھڑا ہوا تھا۔ اس کی پیشانی پر اور دل کی جگہ چھوٹا سا سرخ نشان بنا ہوا تھا۔ اس بوڑھے نے کہا۔

"آپ ان دو نشانات کو دیکھیں اور ان پر گولی چلائیں۔ نشانہ اگر ذرا بھی چوک گیا تو گولی ادھر ادھر جسم کے دوسرے حصے پر لگ سکتی ہے۔ گولی کھانے والا بچ بھی سکتا ہے لہٰذا سچی نشانہ بازی یہی ہے کہ پیشانی اور دل کی جگہ پورے اعتماد سے فائر کیا جائے۔"

میں ایک ریوالور اٹھا کر دیکھنے لگا۔ وہ مجھے بتانے لگا کہ اسے کس طرح لوڈ کیا جاتا ہے۔ میرے لئے تو ذرا سا اشارہ کافی ہوتا تھا اُسے لوڈ کرنے کے بعد میں نے پتلے کی پیشانی پر فائر کیا۔ گولی پیشانی کے نیچے آنکھوں کے درمیان جا کر لگی۔ دوسری گولی ٹھیک دل کے نشان پر لگنے کی بجائے اس کے ایک انچ اوپر جا کر پیوست ہو گئی۔ بوڑھے نے سر ہلا کر کہا۔

"تمہارا نشانہ بُرا نہیں ہے مگر اچھا بھی نہیں ہے۔ یہ اندازہ ہو چکا ہے کہ تمہارا ہاتھ اناڑیوں کی طرح نہیں بہکتا۔ ابھی مشق کرو تم بہت جلد اپنی بھولی ہوئی نشانہ بازی کو سمجھ لو گے۔"

یہ میرے لئے ایک اچھا شغل تھا۔ پتہ نہیں کیوں مجھے ریوالور سے کھیلتے ہوئے بڑی دلچسپی محسوس ہوئی۔ شاید میرے ماضی میں یہ میرا محبوب مشغلہ رہا ہو گا۔ وہ میری روزگی ڈیوٹی ہو گئی۔ روزانہ مجھے ایک گھنٹے کے لئے پہنچایا جاتا تھا اور مجھے ریوالور کی چھ گولیاں دی جاتی تھیں اور روز جب پوری چھ گولیاں صحیح ٹارگٹ پر بیٹھنے لگیں تو پھر وہاں سے میری جگہ بدل دی گئی۔

اس کے بعد مجھے ایک ایسے ہال میں پہنچایا گیا جہاں فری اسٹائل کشتیاں لڑی جا رہی تھیں۔ وہاں بھی ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے میرا استقبال کیا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"آؤ فرہاد ـــــ بہت دنوں کے بعد آئے ہو۔ یہاں بیٹھو اور یہ تماشے دیکھ کر سوچو کیا تم بھی لڑنے کے اس فن سے واقف ہو یہں ہیلنگ رنگ کے باہر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ رنگ کے اندر دو قد آور پہاڑ جیسے جوان بڑے بھیانک انداز میں لڑ رہے تھے۔ لڑنے کا کوئی اصول نہیں تھا۔ لات، گھونسے، ویسی داؤ۔ پیچ اور جوڈو کراٹے ہر طرح کے فن کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ میں انھیں بڑی توجہ سے لڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور میرا دماغ بھی پھیپھی سی سرگوشی کر رہا تھا کہ میں یہ تمام داؤ... پیچ جانتا ہوں کیونکہ میرے سامنے جب ایک لڑنے والا دوسرے کے داؤ میں آجاتا تھا تو یہ بات فوراً ہی میری سمجھ میں آجاتی تھی کہ اس مغلوب ہونے والے جوان کو کونسا داؤ استعمال کر کے اپنے مقابل کی گرفت سے کس طرح نکلنا چاہئے۔ میرے پاس بیٹھا ہوا وہ ادھیڑ عمر کا آدمی ان سب کا استاد تھا کیونکہ وہ لڑنے والوں کو کبھی کبھی ٹوک دیا کرتا تھا اور وہ سب سر جھکا کر اس بات مان لیا کرتے تھے۔ میں نے استاد سے کہا۔

"مجھے یاد آرہا ہے کہ میں لڑنے کے فن سے واقف ہوں۔"

"ویری گڈ" ـــــ اس نے میرے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "تو پھر آجاؤ میدان میں۔"

آدھ گھنٹے بعد میں گرین سا لباس بدل کر رنگ میں پہنچ گیا استاد نے اپنے تمام پٹھوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اسے دیکھو ـــــ یہ فرہاد علی تیمور ہے۔ کچھ عرصے پہلے یہ ناقابل شکست سمجھا جاتا تھا مگر اب ایک حادثے میں شاید لڑنے کے فن کو بھول چکا ہے۔ یہ خود کو آزمانے کے لئے میدان میں آیا ہے۔ تم میں سے کون پہلے اس کے مقابلے پر آئے گا؟"

اس کے جواب میں کتنے ہی کڑیل، قد آور اور پہاڑ جیسے جوانوں نے اپنے ہاتھ اٹھائے۔ صرف ایک جوان خاموش بیٹھا رہا۔ استاد نے اس سے پوچھا۔

"کیوں شوزپ ـــــ تم ایک فولادی انسان ہو کیا فرہاد سے مقابلہ نہیں کرو گے؟"

شوزپ نے اپنے چہرے کے سامنے اپنا ہاتھ یوں جھٹک کر ہلایا جیسے مجھے مکھی سمجھ کر اڑا رہا ہو۔ پھر اس نے کہا۔

"ماتا کہ آپ کے بیان کے مطابق یہ شخص کبھی ناقابل شکست تھا مگر اب یہ خود کو بھول چکا ہے ظاہر ہے کہ داؤ۔ پیچ بھی بھول چکا ہو گا۔ اس

لحاظ سے ایک عام سا شوقیہ فائٹر ہے۔ اسے یہاں کے معمولی فائٹروں سے لڑایا جائے تو بہتر ہے۔"

مجھے اس کی باتیں سن کر بہت غصہ آیا۔ اس کی بن ترانی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ واقعی وہ مجھے مکھی سمجھ کر اڑا رہا ہے۔ اس وقت میں نے اپنے غصے کو ضبط کر لیا۔ کیونکہ پہلے میں خود کو تولنا چاہتا تھا کہ حقیقتاً میں کتنے پانی میں ہوں۔ استاد نے ایک پہلوان سے کہا کہ وہ رنگ میں آجائے پھر وہ شوزپ کے پاس بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا۔

میرے مقابلے پر آنے والا میری طرح قد آور تھا مگر جسمانی لحاظ سے بھاری بھرکم۔ وہ مجھے داؤ پر لانے کے لئے پینترے بدلنے لگا۔ پہلے اس نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا۔ میں نے بایاں ہاتھ کا پنجہ ملا لیا۔ اسی طرح میرا دایاں ہاتھ اس کے بائیں ہاتھ کے پنجے سے مل گیا۔ میں چاہتا تھا کہ ایک جھٹکے سے اس کی انگلیاں مروڑ دوں۔ اس سے پہلے ہی وہ اک بازگی اچھلا پھر میرے سنبھلنے سے پہلے ہی اس کی دونوں ٹانگیں میری کمر سے آکر لپٹ گئیں۔ میں زمین پر چاروں شانے چت گرا۔ مگر وہ بدستور مجھ پر سوار رہا میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس نے اپنی دونوں ٹانگوں سے کتنا خطرناک داؤ استعمال کیا تھا۔ اس کی دونوں ٹانگیں دو اژدھوں کی طرح میری کمر سے لپٹی ہوئی تھیں۔ اور لمحہ بہ لمحہ ان کی گرفت سخت ہوتی جا رہی تھی۔ استاد فوراً ہی اُٹھ کر میرے پاس آیا اور مجھ پر جھک کر کہنے لگا۔

"یہ تمہارے مقابل کا سب سے خطرناک داؤ... ہے جس طرح اس نے تمہیں اپنی ٹانگوں سے لاک کیا ہے۔ اس لاک سے تم کبھی نہ نکل سکو گے تم ہار مان کر اسے ایک پوائنٹ دے دو۔"

میں نے تکلیف کی شدت سے کراہتے اور چیختے ہوئے کہا ـــــ "نہیں۔ نہیں..... "

اگرچہ میرا ذہن بدل گیا تھا۔ مگر ایسے وقت میری پرانی ضد عود کر آئی تھی کہ مجھے ٹوٹ جانا چاہئے مگر ہار مان کر ایک پوائنٹ نہیں دینا چاہئے۔ میرے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے الجھی ہوئی تھیں۔ وہ میرے ہاتھوں کو بھی آزاد نہیں کر رہا تھا۔ ورنہ میں اسے مکّے یا کراٹے کے ہاتھ مار کر کسی قدر کمزور بنا سکتا تھا۔

ایک طرف میں اس کی انگلیاں مروڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دوسری طرف اس کی ٹانگوں کی گرفت میرے لئے ناقابل برداشت بنتی جا رہی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ دونوں ٹانگیں مجھے کمر کی طرف سے توڑ کر میرے جسم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں گی۔ کسی بھی لمحے میری کمر کی ہڈی کڑکڑا کر ٹوٹنے ہی والی تھی۔ استاد نے پھر ایک بار سمجھایا۔

"فرہاد مان جاؤ ـــــ اسے ایک پوائنٹ دے دو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی زوردار کڑکڑاہٹ کی آواز بھری۔ یہ ہڈی ٹوٹنے یا مچنے کی آواز تھی۔ میرا قابل چیخیں مارتے ہوئے دوسری طرف فرش پر اُلٹ گیا۔ پھر وہ فرش پر سے دوبارہ نہ اٹھ سکا۔ اپنا بایاں ہاتھ تھام کر ایک درندے کی طرح غرّانے لگا۔

استاد نے پک کر اس کے پاس گیا۔ کچھ دیر بعد انکشاف ہوا کہ میرے مقابل کے بائیں ہاتھ کی چار انگلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ صرف انگوٹھا سلامت رہ گیا تھا یعنی وہ مجھے دور سے انگوٹھا دکھا سکتا تھا۔ مگر میرے قریب آنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ میں تمہیں سمجھ سکتا تھا کہ اس وقت میری کس ضد نے یا کونسی مخفی قوت نے یا کسی بھولے ہوئے داؤ نے اپنا کام دکھایا تھا۔ اس کی چاروں انگلیاں اپنے جوڑ سے اکھڑ گئی تھیں میرا مقابل گوشت پوست کا پہاڑ تھا۔ اس کے جسم میں پتھر جیسی سختی تھی اس لئے استاد اور وہ فولادی پہلوان شوزپ وغیرہ سب ہی مجھے حیرانی سے دیکھ رہے تھے کہ میں نے اتنی بُری طرح اپنے مقابل کے داؤ میں پھنسنے کے باوجود کس طرح اس پتھر کو توڑ کر رکھ دیا ہے؟

اس وقت میری حالت بھی عجیب سی تھی۔ شوزپ مجھے حقارت سے اور للکارنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میری کمر کی ہڈی ایسے دُکھ رہی تھی جیسے اب بھی کوئی نادیدہ اژدھا بل کھا کر اور لپٹ کر اُسے توڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں ایک ہاتھ سے اُسے سہلاتے ہوئے دوسرا ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھ بیٹھا۔ میں اپنی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر استاد سمجھ گیا تھا کہ مجھ پر کیا بیت رہی ہے۔ اس نے اپنے دو آدمیوں کو اشارہ کیا۔

"اسے سہارا دے کر دوسرے کمرے میں لے جاؤ اور ڈاکٹر کو اطلاع دو۔"

دو آدمیوں نے مجھے سہارا دے کر اٹھایا۔ میں ان دونوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔ پھر وہاں ایک لمبے سے بستر پر اوندھے منہ لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ڈاکٹر نے آکر میرا معائنہ کیا پھر مطمئن ہو کر بولا۔

"ڈونٹ بی وری۔ تمہاری کمر کی ہڈی متاثر ہوئی ہے دو چار دن تک مالش ہوتی رہی تو بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

پھر اس کے حکم کے مطابق صبح و شام دو پہلوان میری مالش کرنے لگے۔ ایسے حالات میں میں یہی سوچتا رہتا تھا کہ کہاں آکر پھنس گیا ہوں۔ وہاں میرا کوئی نہیں تھا مگر بھی بنا نیت ظاہر کرتے تھے اور مجھے واضح طور سے اس اپنائیت میں کھوکھلا پن نظر آتا تھا۔ تین دن کے بعد ہی میں بالکل ٹھیک ہو گیا۔ اب مجھ سے صبح و شام بلا ناغہ ورزش کرائی جاتی تھی۔ تاکہ مجھ میں پہلے جیسی چستی اور پھرتی آجائے۔

دو ہفتے بعد مجھے پھر اسی ریسلنگ ہال میں لایا گیا۔ اس بار شوزپ سے اٹھ کر کہا۔ "میں اس سے مقابلہ کروں گا۔"

استاد نے ہاتھ اٹھا کر انکار کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں ـــــ ماسٹر کی اجازت نہیں ہے۔"

شونرپ نے کہا۔ "میں سپرماسٹر سے اجازت حاصل کروں گا۔ اس نے میرے بھائی انگلیاں توڑی ہیں میں اس کی گردن توڑ کر رکھ دوں گا۔"

"تم سپرماسٹر کی اجازت کے بغیر فرہاد کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ دیکھو شونرپ وہ تمہیں بھی فرہاد کی طرح عزیز رکھتا ہے۔ تم دونوں کے ٹکراؤ سے کسی کو بھی نقصان پہنچے گا تو وہ سپرماسٹر کا نقصان ہوگا۔ جاؤ اپنی جگہ جا کر بیٹھ جاؤ۔"

شونرپ مجھے گھورتا ہوا ایک کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔ جس وقت میں ہال میں پہنچا تھا اس وقت دو پہلوان آپس میں لڑ رہے تھے۔ جب ان کی کشتی ختم ہوگئی تو استاد نے اپنے تمام پٹھوں سے کہا۔

"اب تم سب یہاں سے باہر چلے جاؤ۔ آج فرہاد یہاں تنہائی میں کسی سے مقابلہ کرے گا۔"

اس کا حکم سنتے ہی تمام پٹھے ایک ایک کر کے وہاں سے باہر چلے گئے۔ میں شونرپ کے دل کی حسرت پوری کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ ہال سے باہر جاتے وقت بھی للکارتی ہوئی نظروں سے دیکھتا جا رہا تھا وہ سپرماسٹر کے حکم سے مجبور ہو کر مجھ سے دور ہو گیا تھا۔ اس لئے میں نے بھی صبر کر لیا اور اپنے مقابل آنے والے کا انتظار کرنے لگا۔ جس سے تنہائی میں مجھے مقابلہ کرنا تھا۔

ہال میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں ہال کے دوسرے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ دروازے کے ساتھ ہی ایک بڑی سی شیشے کی دیوار تھی۔ شیشے کی دیوار کے اس پار جو تاریکی تھی وہ اچانک ہی چھٹ گئی۔ وہاں روشنی ہوتے ہی میں نے دیکھا ایک بوڑھا شخص چھت سے لٹکنے والی زنجیروں سے بندھا ہوا تھا اور اس کے پاس ایک نوجوان سانولی سی لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔ استاد آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازہ کھول کر شیشے کی دیوار کے دوسری طرف چلا گیا۔ پھر وہ لڑکی جھکائے دھیرے دھیرے چلتی ہوئی میرے سامنے ہال میں آ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے پیچھے دروازہ بند ہوگیا۔ وہ لڑکی مجھے بڑی پُرامید نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ شاید مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ ایک بار اس کے ہونٹ کھلے مگر پھر اس نے پلٹ کر شیشے کے پار بندھے ہوئے بوڑھے کو دیکھا تو بولنے سے پہلے ہی اس کے ہونٹ کپکپا کر رہ گئے وہ بہت مجبور نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"تم کون ہو۔ اور میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

یہ سنتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور وہ بڑے کرب سے بولی۔ "فرہاد — کیا تم اپنی سونیا کو نہیں پہچانو گے؟"

"کون سونیا؟" میں نے اُسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تم مجھے جانتی ہو؟"

اس کے جواب دینے سے پہلے ہی ہال کے ایک اسپیکر سے آواز گونجی۔

"ہیلو فرہاد — میں تمہارا آقا — سپرماسٹر بول رہا ہوں۔ مگر تم میری آواز نہیں پہچانو گے۔ کیونکہ تم خود کو نہیں پہچان رہے ہو یہ لڑکی تمہارے سامنے کھڑی ہے یہ ہم دونوں کی بدترین دشمن ہے۔ اس کی مکاریوں کی وجہ سے دشمن تمہارے پیچھے پڑ گئے جس کے نتیجے میں یہ حادثے کا شکار ہو کر اپنی پچھلی زندگی بھول گئے ہو۔"

میں نے اسپیکر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سپرماسٹر — مجھے بتایا گیا ہے کہ تم اس جزیرے میں موجود ہو۔ جب آؤ گے تو مجھ سے ملاقات کر دگے۔ مگر تمہاری آواز بتا رہی ہے کہ تم موجود ہو۔ پھر میرے پاس کیوں نہیں آتے یا مجھے اپنے پاس کیوں نہیں بلاتے؟"

"تم مجھ سے سوال نہ کرو۔ غلاموں کو سوال کرنے کا حق نہیں ہوتا چونکہ میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں اس لئے صرف اتنا کہہ دیتا ہوں کہ جب میں مناسب سمجھوں گا اس وقت تمہیں اپنے سامنے حاضر ہونے کا حکم دوں گا۔ فی الحال کام کی باتیں سنو۔ یہ لڑکی سونیا غدار ہے اس لئے تمہیں مارڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ میں اسے فوراً ہی موت کی سزا سنا سکتا تھا۔ مگر تمہاری یہ عادت ہے کہ تم اپنے دشمنوں سے خود ہی انتقام لیتے ہو۔ اسی لئے میں نے اسے تمہارے انتظار میں زندہ رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دو۔"

میں سونیا کی آنسو بھری آنکھوں کو دیکھنے لگا تو آواز آئی۔

"عورت کے آنسو مرد کو ہمیشہ بیوقوف بناتے ہیں۔ تم ایک بار پہلے بھی اس کے آنسوؤں کے فریب میں آ چکے ہو۔ تمہیں یاد نہیں ہے۔ میں یاد دلاتا ہوں۔ یہ آنسوؤں سے اپنی مجبوری ظاہر کر رہی ہے۔ مگر درحقیقت یہ بہت ہی خطرناک فائٹر ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہ مجھے ایسی تو نظر نہیں آتی بہرحال جیسی بھی ہو جب تک میرے سامنے کمزور بنی رہے گی میں اس پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میرے کسی ایسے دشمن کو بھیجو جو مرد ہو۔"

"یہ لڑکی جب مقابلے پر آتی ہے تو تنہا کئی مردوں پر بھاری پڑتی ہے — سونیا میں تمہیں حکم دیتا ہوں فرہاد پر حملہ کر دو۔"

وہ انکار میں سر ہلاتی ہوئی ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اسی وقت بوڑھے کے چیخنے کی آواز آئی۔ شیشے کے پار ایک شخص بوڑھے قیدی کو چابک سے مار رہا تھا۔ سونیا دوڑتی ہوئی شیشے کی دیوار کے پاس گئی اور اس پر ہاتھ مار مار کر چیخنے لگی۔

"نہ مارو — میرے ڈیڈی کو نہ مارو — میرے بوڑھے باپ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔"

اسپیکر سے آواز آئی۔ "سونیا تم نے ہمارا بہت کچھ بگاڑا ہے۔ اگر بوڑھے باپ کو بچانا چاہتی ہو تو فرہاد پر حملہ کر دو۔"

وہ اپنے بوڑھے باپ کو چابک سے مار کھاتے اور تڑپتے ہوئے نہ دیکھ سکی ایک شیشے کی دیوار سے ہٹ کر مجھے خونخوار نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے اور وہ اب اپنے تلے قدموں سے میری طرف بڑھ رہی تھی — شپ شپ — اس کی انگلیاں ایک ایک کر کے سیدھی ہو رہی تھیں اور فولادی ناخن "شپ شپ" کی آواز کے ساتھ باہر نکلتے جا رہے تھے۔

میں فوراً ہی پیچھے ہٹ کر سوچنے لگا کہ واقعی یہ سونیا بہت ہی خطرناک لڑکی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ پہلے بھی اسی طرح میرے مقابلے پر چکی ہو۔ سپرماسٹر ٹھیک ہی کہہ رہا ہے کہ یہ میری دشمن ہے دشمن بن کر پہلے بھی کبھی میرے مقابل آئی ہوگی اور اس وقت بھی اپنی اصلیت دکھا رہی ہے۔ اسپیکر سے آواز آئی۔

"فرہاد — میں نے اس کے بوڑھے باپ پر ظلم کر کے اسے محض اس لئے تم پر حملہ کرنے کے لئے مجبور کیا ہے تاکہ اس کی اصلیت دیکھ لو۔ تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ بظاہر معصوم نظر آنے والی لڑکی تم پر حملہ کرنے کے لئے فولادی پنجے چھپا کر رکھتی ہوگی۔"

مجھے یقین ہوتا جا رہا تھا کہ وہ کتنی مکار ہے۔ میں نے کہا۔

"سپرماسٹر — میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے عین وقت پر خطرے سے آگاہ کر دیا ہے۔ اب یہ مکار لڑکی یہاں سے واپس زندہ نہیں جائے گی۔"

میں اس کے فولادی ناخنوں سے بچتے ہوئے اس پر حملہ کرنے کے لئے سنبھل سنبھل کر پینترے بدلنے لگا۔ وہ جھنجھلا کر کہنے لگی۔

"فرہاد — یہ سپرماسٹر نہیں سپر شیطان ہے۔ اس نے تمہارے بچپن کو اداس کیا ہے اس وقت تم غفلت کی زندگی گزار رہے ہو میں تمہیں یاد دلاتا ہوں۔ یہ آنسوؤں سے اپنی مجبوری ظاہر کر رہی ہے۔ مگر جیسے سمجھا ہوں کہ میں کسی مجبوری کے دوراہے پر کھڑی ہوئی ہوں میں اپنے باپ کو تڑپ تڑپ کر مرتے نہیں دیکھ سکتی اور تم جو میرے محبوب ہو تم دشمن بن کر مجھ پر حملہ نہیں کر سکتے۔"

وہ باتوں کے دوران واقعی رو رہی تھی میں نے اچھل کر اس کے منہ پر ایک لات رسید کر دی۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی دور فرش پر جا کر گر گئی۔ پھر وہ ہال سے اٹھتی ہوئی بولی۔

"جس منہ کو تم چومتے تھے اسی کو ٹھوکر مار رہے ہو۔"

میں چاہتا تھا کہ اسے اٹھنے کا موقع نہ دوں۔ میں دوڑتا ہوا اس کی طرف گیا مگر اس نے پھرتی سے اٹھ کر میرے وجود کا ہاتھ دکھایا اور مجھے اچھال کر دوسری طرف پھینک دیا۔

"تم مجھے سینے سے لگا کر پیار کرتے تھے میں کان لگا کر تمہارے دل کی دھڑکنیں سنتی تھی۔ اسی دل کو ان فولادی ناخنوں سے نوچ کر کیسے نکالوں۔ مجھے تو تمہارا خلد پیار لگتا ہے۔ میں تم پر کیسے ظلم کر دوں؟"

میں فرش پر سے اٹھ کر اس کے فولادی ناخنوں کو دیکھنے لگا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھاتی ہوئی بولی۔

"ان فولادی پنجوں کو دیکھو اور سوچو۔ ابھی تم میرے وار میں آ گئے تھے میں چاہتی تو یہ ناخن تمہاری بوٹیاں نوچ لیتے۔ تمہارے چہرے کی دھجیاں اڑا دیتے لیکن میں ایسا نہیں کر سکتی۔ اس لئے نہیں کر سکتی کہ تم میرے جسم و جان کے مالک ہو۔ تمہیں نقصان پہنچانے سے پہلے میں مرجانا پسند کروں گی۔"

اس کی بات کے ختم ہوتے ہی سپرماسٹر نے شیشے کے اس پار والے کو حکم دیا۔ "بنجامن کو چابک مارو۔"

اس کا حکم سنتے ہی میں نے شیشے کے اس پار دیکھا۔ وہی شخص سونیا کے بوڑھے باپ کو چابک سے مار رہا تھا۔ وہ بوڑھا تکلیف کی شدت سے بلبلا رہا تھا۔ میں نے چیخ کر کہا۔

"سپرماسٹر اس چابک مارنے والے سے کہو کہ اپنا ہاتھ روک لے۔"

سپرماسٹر کے حکم سے چابک مارنے والا رک گیا۔ اسپیکر سے آواز آئی۔

"کیا بات ہے فرہاد، تم اس بوڑھے سے ہمدردی کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لیے کہ تمہارے بیان کے مطابق سونیا میری دشمن ہے۔ اس کے باپ کو سزا نہیں ملنا چاہیئے۔"

"اس کا باپ بھی غدار ہے۔ تم ان باتوں کو بھول چکے ہو اگر تمہیں یاد ہوتا تو ابھی تم اپنے ہاتھوں سے اس بوڑھے کو بھی قتل کر دیتے۔"

"سپرماسٹر! میرے بچھڑے ہوئے ماضی نے مجھے الجھنوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ یہاں تم بھی سچے نظر آتے ہو، یہ سونیا بھی سچی نظر آتی ہے صرف میری زندگی ایک جھوٹ بن گئی ہے۔ تم مجھے بتاؤ کہ میری یادداشت کب واپس آئے گی؟"

"بہت جلد فرہاد! تم اطمینان رکھو تمہیں بہت جلد سب کچھ یاد آجائے گا۔"

"اگر میری یادداشت جلد ہی واپس آنے والی ہے تو اس وقت تک سونیا اور اس کے باپ کو زندہ رکھو تاکہ میں اپنے ماضی کی روشنی میں ان کے جرائم کو سمجھنے کے بعد انہیں سزا دے سکوں۔"

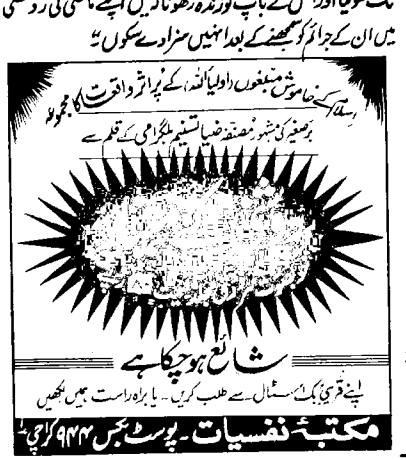

"نہیں فرہاد! میں اس وقت تک مجرموں کی پرورش نہیں کرسکتا۔ ڈاکٹر تمھارے بارے میں یقین دلاتے ہیں کہ تم جلد ہی پہلی زندگی کو یاد کرلوگے، مگر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ان کا علاج ناکام رہا تو تم ساری زندگی اپنے ماضی کو یاد نہیں کرسکوگے۔ اس کے پیش نظر تمھیں ایک وفادار ملازم کی طرح مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیئے اور میرے حکم پر چلنا چاہیئے۔"

"نہیں سپرماسٹر۔ اگرچہ میں سونیا کو نہیں پہچان رہا ہوں مگر اس کے آنسو میرے دل کو چھو رہے ہیں۔ اس کے ایک جملے سے اس کی باتوں کی سچائی ظاہر ہوجاتی ہے۔ واقعی اگر یہ چاہتی تو ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنے ناخنوں سے میری بوٹیاں نوچ لیتی کیونکہ میں بہت بُری طرح اس کے داؤ میں آگیا تھا۔ اسی لیے میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے سوچنے سمجھنے کا موقع دو۔"

"ٹھہرو میں ابھی جواب دیتا ہوں۔"

تھوڑی دیر کے لیے ہال میں خاموشی چھاگئی۔ سونیا جلدی سے میرے قریب آتی ہوئی بولی۔

"فرہاد تم یادداشت کھو دینے کے باوجود بہت ذہین ہو۔ تم نے ابھی اپنی باتوں سے سپرماسٹر کو الجھا دیا ہے۔ میری التجا ہے کہ جب تک تمھیں ساری باتیں یاد نہ آجائیں اس وقت تک تم مجھ پر یا سپرشیطان پر یا کسی پر بھروسہ نہ کرو۔"

اسپیکر سے سپرماسٹر کی غراہٹ سنائی دی۔

"سور کی بچی تو پھر فرہاد کو بہکا رہی ہے، پیچھے ہٹ جا۔"

سونیا پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

"اگر تم سچ مچ ہو تو ڈرتے کیوں ہو، مجھے فرہاد سے کھل کر باتیں کرنے کی اجازت دو۔ میں تو قاعدے کی بات کررہی ہوں۔"

سپرماسٹر نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔

"اس کتیا کو گھسیٹ کر آپریشن روم میں لے جاؤ۔ میں ہمیشہ کے لیے اس کی زبان بند کردوں گا۔"

اس کا حکم صادر ہوتے ہی ہال کا دروازہ کھلا۔ دو نوجوان ہاتھ میں اسٹین گنیں لیے ہال میں داخل ہوئے اور سونیا کی طرف بڑھنے لگے۔ میں نے سونیا کے سامنے ڈھال بنتے ہوئے کہا۔

"رُک جاؤ پہلے مجھے سپرماسٹر سے باتیں کرلینے دو۔"

اسپیکر سے آواز آئی۔ "فرہاد تم میرے لیے پریشانیوں کا باعث بن رہے ہو۔ اگر تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو تو سونیا کے سامنے سے ہٹ جاؤ ہماری باتیں بعد میں بھی ہوسکتی ہیں۔"

"نہیں۔ سونیا کی موجودگی میں باتیں ہوں گی۔ اگر یہ لڑکی مجرم ہے اور میری دشمن ہے تو مجھ پر بھروسہ کرکے میں اسے سزا دلوں گا، مگر اس لڑکی کے سچ اور جھوٹ کو سمجھنے کے بعد۔"

"ٹھیک ہے تمھارے سوچنے سمجھنے تک یہ لڑکی قید میں رہے گی۔"

سونیا نے جلدی سے میرا بازو تھام کر کہا۔

"نہیں فرہاد مجھے اپنی نظروں سے دور نہ ہونے دو۔ ذرا سی میری حمایت کی ہے اس سے سپرماسٹر کو خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ اگر یہ ابھی مجھے یہاں سے لے گئے تو میں دوبارہ تمھیں نظر نہیں آؤں گی۔ یہ مجھے مار ڈالنے کے لیے لے جارہے ہیں۔ میں نے تم سے وفاداری کرتے ہوئے اتنی اذیتیں برداشت کی ہیں کہ میرے جگر کو ہی چیر کر رکھ دیا گیا تھا۔ اس کے بعد دوسرے جوان کی چیخ سنائی دی۔ کمزور دل کی عورت ہوتی تو وہ اب تک مرچکی ہوتی۔ مجھے بچا لو فرہاد۔ میں نے تمھیں اس وقت تم نے مجھے کھو دیا تو اپنے ماضی کو یاد کرنے کے بعد تمھیں بہت پچھتاوے ہوں گے۔"

اسپیکر سے قہقہہ سنائی دیا۔

"فرہاد یہ اپنی طرح تمھیں بھی غدار بنانا چاہتی ہے۔ ذرا سوچو تم نے اس کی حمایت کی اور غدار بن گئے تو اسے کس طرح بچا سکوگے۔ اسٹین گن میرے ہاتھ میں آگئی۔ اسے لیتے وقت میرا ایک ہاتھ سونیا کے بیرونی دروازہ میری مرضی سے کھلتا اور بند ہوتا ہے۔ تم اس یہاں سے باہر نہیں نکل سکوگے۔ تم سونیا کی چالاکی کو نہیں سمجھ رہے ہو۔ یہ چاہتی ہے کہ غداری کے الزام میں میں تمھارے جسم کے ٹکڑے کردوں۔ وہ میرے بائیں ہاتھ میں لگ گیا۔ میری سمجھ میں آگیا کہ وہ مسلح نوجوانوں کا خون ہے۔ سونیا نے اپنی انگلیوں کے ذریعہ زبان کی نوک کو ذرا موڑ کر اس طرح سیٹی بجانے کے بعد مجھ سے پوچھا۔

"کیا تم دو انگلیوں کے ذریعہ زبان کی نوک کو ذرا موڑ کر اس طرح سیٹی بجا سکتے ہو؟"

میں نے اس کی ہدایت کے مطابق منہ میں دو انگلی ڈال کر زبان کے اگلے سرے کو ذرا موڑ کر سیٹی بجائی تو پتہ چلا کہ میں ایسا کرسکتا ہوں۔ میں نے سیٹی کا یہ سگنل مقرر کرلیا۔ سونیا نے بتایا کہ وہ اندھیرے میں میری بُو سُونگھ کر مجھ سے کہیں بھی آکر مل سکتی ہے۔ میں حیران تھا کہ وہ کس طرح بُو سونگھ لیتی ہوگی۔ سونیا نے بڑی حسرت سے کہا۔

"فرہاد تمھارے پاس ٹیلی پیتھی کی کتنی بہترین صلاحیت تھی۔ تم ہزار پابندیوں کے باوجود سوچ کے ذریعہ مجھ سے رابطہ قائم کرلیتے تھے۔ اس وقت ایسے سگنل وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"میں سوچ کے ذریعہ کس طرح رابطہ قائم کرلیا کرتا تھا؟"

وہ سرد آہ بھر کر بولی۔

"میں اس وقت تمھیں سمجھاؤں گی تو تمھاری سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا۔ پھر کبھی سہی۔ ابھی ہمیں یہاں سے نکلنے کی فکر کرنا چاہیئے۔ سپرماسٹر اس وقت بوکھلا گیا ہوگا۔ اب وہ ایک ہی جگہ بیٹھ کر اپنے ہزاروں ایجنٹوں کو کنٹرول نہیں کرسکے گا۔"

بوڑھے بنجامن نے نقاہت سے ہنستے ہوئے کہا۔

"شیطان کو اسی طرح ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ اب اسے اپنی

شاید اسٹین گن کے پچھلے حصے سے اس کمزور سی دیوار کو توڑ رہی تھی۔ میں لباس بدل کر تیار ہوا تو شیشے کے اس پار دو آدمیوں کے لڑنے کی آواز سنائی دی۔ پھر سونیا کی آواز سنائی دی۔

"خبردار اب اگر دلیری دکھاؤ گے تو اس آہنی پنجے سے تمھارا کلیجہ باہر نکال لوں گی۔ چلو زنجیریں کھولو۔"

پھر زنجیروں کے کھنکنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد کسی شخص کی مختصر سی چیخ گونج کر رہ گئی۔ میں نے اندھیرے میں آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"سونیا کیا بات ہے؟"

"کوئی بات نہیں۔ میں نے چابک مارنے والے کو ختم کردیا ہے اب ڈیڈی کو لے کر آرہی ہوں۔"

میں اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ گہری تاریکی میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ سونیا کی آواز آئی۔

"ہمیں اندھیرے میں کچھ نہ کچھ بولتے رہنا چاہیئے۔ اس طرح آواز کے ذریعہ ہم ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں۔ اگر آئندہ ہم بچھڑیں گے تو اس طرح سیٹی بجا کر ایک دوسرے کو سگنل دیں گے۔"

اس نے دو مختصر سے ٹکڑوں میں سیٹی بجانے کے بعد مجھ سے پوچھا۔

"کیا تم دو انگلیوں کے ذریعہ زبان کی نوک کو ذرا موڑ کر اس طرح سیٹی بجا سکتے ہو؟"

میں نے اندھیرے میں ٹٹول کر اپنا ایک ہاتھ اس کے کاندھے پر رکھا۔ پھر اس سے کہا۔

"تم نے اپنے عمل سے ثابت کردیا ہے کہ تم میری دوست ہو۔ اگر دشمن ہوتیں تو اسٹین گن میرے ہاتھوں میں دینے کی بجائے اس سے میرا قتل کرچکی ہوتیں۔ میں تمھارا ساتھ دوں گا۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ اچھا موقع ہے۔ معلوم ہوتا ہے کسی دھماکے کے باعث بجلی فیل ہوگئی ہے۔ اب وہ سپرشیطان نہ تو ہمیں اسکرین پر دیکھ سکے گا نہ ہی ہماری آواز سن سکے گا۔ تم ان میں سے ایک گارڈ کا سرخ لباس پہن لو، اس طرح اندھیرے میں کوئی جلد ہی تمھیں پہچان نہیں سکے گا۔ اتنی دیر میں میں ساتھ والے کمرے سے اپنے ڈیڈی کو لے آؤں گی۔"

میں فوراً ہی زمین پر جھک کر ایک گارڈ کی لاش تک پہنچا پھر اس کا لباس اتارنے لگا۔ دور سے سونیا کی آواز آئی۔

"بجلی نہیں ہے اس لیے یہ دروازہ بٹن سے نہیں کھل رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری طرح سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں قید ہوگئے ہیں۔ یہاں سے دروازہ توڑ کر ہی باہر نکلنا ہوگا لیکن ابھی میں شیشے کی دیوار توڑ کر ڈیڈی کے پاس جارہی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے شیشوں کے ٹوٹنے کی آوازیں سنیں۔ وہ ساتھ ہی تمام روشنیاں بجھ گئیں۔ اس اندھیرے میں دوسری بار دھماکہ ہوا۔ ہمارے پیروں تلے کی زمین کانپ رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے زلزلہ آگیا ہو یا قیامت آگئی ہو۔ کئی منٹ تک کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا ہورہا ہے۔

پھر ایک دم سے خاموشی چھاگئی۔ ہمارے چاروں طرف بدستور تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ پھر میں نے اس تاریکی میں اپنے سامنے کھڑے سونیا کے وجود کو محسوس کیا۔ اس نے مسلح نوجوان کی چیخ سنی تھی۔ اس کے بعد دوسرے جوان کی چیخ سنائی دی تھی۔ وفاداری کرتے ہوئے اتنی اذیتیں برداشت کی ہیں کہ میرے جگر کو ہی چیر کر رکھ دیا گیا تھا۔ اسی لیے میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے سوچنے سمجھنے کا موقع دو۔"

"ٹھہرو میں ابھی جواب دیتا ہوں۔"

تھوڑی دیر کے لیے ہال میں خاموشی چھاگئی۔ سونیا جلدی سے میرے قریب آتی ہوئی بولی۔

"فرہاد تم یادداشت کھو دینے کے باوجود بہت ذہین ہو۔ تم نے ابھی اپنی باتوں سے سپرماسٹر کو الجھا دیا ہے۔ میری التجا ہے کہ جب تک تمھیں ساری باتیں یاد نہ آجائیں اس وقت تک تم مجھ پر یا سپرشیطان پر یا کسی پر بھروسہ نہ کرو۔"

اسپیکر سے سپرماسٹر کی غراہٹ سنائی دی۔

"سور کی بچی تو پھر فرہاد کو بہکا رہی ہے، پیچھے ہٹ جا۔"

سونیا پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

"اگر تم سچے ہو تو ڈرتے کیوں ہو، مجھے فرہاد سے کھل کر باتیں کرنے کی اجازت دو۔ میں تو قاعدے کی بات کررہی ہوں۔"

سپرماسٹر نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔

"اس کتیا کو گھسیٹ کر آپریشن روم میں لے جاؤ۔ میں ہمیشہ کے لیے اس کی زبان بند کردوں گا۔"

اس کا حکم صادر ہوتے ہی ہال کا دروازہ کھلا۔ دو نوجوان ہاتھ میں اسٹین گنیں لیے ہال میں داخل ہوئے اور سونیا کی طرف بڑھنے لگے۔ میں نے سونیا کے سامنے ڈھال بنتے ہوئے کہا۔

"رُک جاؤ پہلے مجھے سپرماسٹر سے باتیں کرلینے دو۔"

اسپیکر سے آواز آئی۔ "فرہاد تم میرے لیے پریشانیوں کا باعث بن رہے ہو۔ اگر تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو تو سونیا کے سامنے سے ہٹ جاؤ ہماری باتیں بعد میں بھی ہوسکتی ہیں۔"

"نہیں۔ سونیا کی موجودگی میں باتیں ہوں گی۔ اگر یہ لڑکی مجرم ہے اور میری دشمن ہے تو مجھ پر بھروسہ کرکے میں اسے سزا دلوں گا، مگر اس لڑکی کے سچ اور جھوٹ کو سمجھنے کے بعد۔"

"ٹھیک ہے تمھارے سوچنے سمجھنے تک یہ لڑکی قید میں رہے گی۔"

سونیا نے جلدی سے میرا بازو تھام کر کہا۔

"نہیں فرہاد مجھے اپنی نظروں سے دور نہ ہونے دو۔ ذرا سی میری حمایت کی ہے اس سے سپرماسٹر کو خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ اگر یہ ابھی مجھے یہاں سے لے گئے تو میں دوبارہ تمھیں نظر نہیں آؤں گی۔ یہ مجھے مار ڈالنے کے لیے لے جارہے ہیں۔ میں نے تم سے

کمزوری کا پتہ چل رہا ہوگا۔ فرہاد تمھیں یاد نہیں ہے کہ تم نے میرے مشورے کے مطابق ایک دن رمنا کے ساتھ منصوبہ بنایا تھا کہ ہم کس طرح اس شیطان کو ختم کر سکتے ہیں۔ رمنا کا ساتھی ایرج یہاں کا سب سے بڑا انجینئر ہے۔ شاید رمنا کو ایرج سے ملنے کا موقع مل گیا ہے اور تمھارا پیغام ایرج تک پہنچا دیا گیا ہے، تب ہی اس نے جزیرے کے سب سے بڑے جنریٹر کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا ہے۔"

وہ کس رمنا اور ایرج کی باتیں کر رہا تھا؟ میں نہ سمجھ سکا مگر اب حالات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ جس طرح سونیا ابھی ساتھ دے رہی ہے اسی طرح اور بھی کچھ لوگ ہیں جو پہلے بھی میری دوستی کا دم بھرتے تھے اور اب بھی مجھ سے دوردہ کر دوستی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ شاید رمنا اور ایرج بھی انھی وفادار دوستوں میں سے تھے۔ مجھے ندامت سی ہو رہی تھی کہ میں اپنے جانباز ساتھیوں کو نہیں پہچان رہا تھا۔

ہال کی جو کھڑکیاں تھیں ان میں اندھے شیشے لگے ہوئے تھے جن کے آر پار کچھ نظر نہیں آتا تھا لیکن اس وقت شیشوں کے اُس پار کبھی کبھی روشنیاں نظر آنے لگتی تھیں۔ پھر دوڑتے بھاگتے قدموں کی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں۔ اتنی دیر کی خاموشی کے بعد یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ سپر ماسٹر کے احکامات اپنے ماتحتوں تک دیر سے پہنچے ہیں۔ اب تک سب ہی اپنی اپنی جگہ جیسے ساکت و جامد تھے۔ اسی لیے اب ہال سے باہر شور سنائی دے رہا تھا۔ ٹارچ کی روشنیاں ادھر سے اُدھر سرسرا رہی تھیں اور بیٹری کے ذریعے لاؤڈ اسپیکر سے کہا جا رہا تھا۔

"فرہاد! بجلی کے خودکار دروازے بند ہو چکے ہیں۔ تم پریشان نہ ہونا، مسلح گارڈز کھڑکیوں کے شیشے توڑ کر اندر آ رہے ہیں۔ تمھیں بحفاظت نکال کر باہر لے جائیں گے اور سونیا تمھیں حکم دیا جاتا ہے کہ تم دونوں ہاتھ اٹھائے کھڑی رہو، دلیری یا چالاکی دکھاؤ گی تو تمھیں اسٹین گن کی گولیاں بھون کر رکھ دیں گی۔"

یہ بات سنتے ہی سونیا اپنے باپ کو لے کر اس دیوار کی طرف چلی گئی جہاں کی کھڑکیاں توڑی جانے والی تھیں۔ اس نے بنجامن کو اسی دیوار کے ایک گوشے میں کھڑا کر دیا۔ پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی واپس میرے پاس آ کر بولی۔

"اسٹین گن سنبھال لو، جو بھی کھڑکی کے راستے سے آئے اُسے بھون کر رکھ دو۔ میں دوسری کھڑکی کی طرف جا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اندھیرے میں گم ہو گئی۔ کھڑکی کے شیشے توڑے جا رہے تھے۔ ٹوٹنے والی کھڑکی سے باہر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ کیونکہ وہاں کسی نے ٹارچ روشن کر رکھی تھی۔ کھڑکی کا راستہ صاف ہوتے ہی دو مسلح گارڈز اندر آنے کے لیے کھڑکی پر چڑھنے لگے۔ اسی وقت میں نے اسٹین گن سے فائر کھول دیا۔ عمارت کے اندر کئی چیخیں بلند ہوئیں۔ دونوں گارڈز اندر آ گر گرے۔ باہر کھڑے ہوئے لوگ بھی گولیوں کی زد میں آ گئے تھے۔ باقی جو بچے تھے وہ جوابی حملے کے لیے دوڑ کر سور کے۔ اسٹین گن کا ایک برسٹ مارے تاکہ کوئی چھپا ہوا بھی ہو تو وہاں سے دوڑ بھاگ جائے۔ اس نے میرے مشورے کے مطابق پہلے کھڑکی طرف جا کر چھپ گئے تھے۔

دوسری طرف کی کھڑکی میں بھی سونیا یہی خونی ڈرامہ کر رہی تھی۔ وہاں بھی چیخ پکار سے جھانک کر باہر دیکھا۔ پھر کھڑکی سے کود کر دوسری طرف پہنچتے ہی خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد تھوڑی دیر کے لیے سناٹا چھا گیا۔ وہ تو للکاریاں چلانے لگی۔ لاؤڈ اسپیکر سے آواز آنے لگی۔

میں اس کے پیچھے بنجامن کو لے کر ہال سے باہر آ گیا۔ وہ ہمارے

"فرہاد! کیا تم سونیا کا ساتھ دے رہے ہو بہ حمایت؟ پہلے ڈھال بن کر آگے بڑھنے لگی۔ بائیں طرف کے کوریڈور میں شعلے تھیں اب بھی معافی مل سکتی ہے۔ ہتھیار پھینک کر کھڑکی کے بھڑک رہے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر دائیں طرف کے کوریڈور میں باہر آ جاؤ۔"

سونیا اندھیرے میں چلتی ہوئی میرے پاس آ گئی تھی۔ دوسری طرف سے جو فائرنگ ہو رہی تھی۔ میں نے بنجامن کو کاندھے سے اتار کر سونیا سے کہا۔

ہاتھ میں ایک چھوٹا سا تھیلا پکڑاتی ہوئی بولی۔

"تم موقع دیکھ کر پھر ایک بار فائر کرو۔ اتنی دیر میں میں دوسری

"اس میں گرنیڈ ہیں۔ دیکھو یہ چھوٹی سی "کی" ہے اسے سے پکڑ کر کھینچتے ہی گرنیڈ کو دشمنوں کی طرف پھینک دینا۔ اگر تم دیر کرو گے تو یہ تمھارے ہاتھوں میں ہی پھٹ جائے گا۔ بہت ہو

طرف پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے ایسا ہی کیا۔ موقع ملتے ہی فائرنگ شروع کر دی۔ کی ضرورت ہے کیا تم ایسا کر سکو گے؟"

میں فوراً ہی فرش پر لیٹ کر تیزی سے لڑھکتا ہوا دوسری طرف چلا گیا۔ اس کے بعد پھرتی سے اٹھ کر پوزیشن سنبھال لی۔ اب وہ کوریڈور

"ہاں تم اطمینان رکھو میں سب کچھ کر گزروں گا۔ مگر یہ بتاؤ تمھیں کہاں سے مل گئیں؟"

میرے اور سونیا کے درمیان آ گیا تھا۔ ہم دونوں یکے بعد دیگرے فائر

"ہو گارڈز میرے نشانے پر آ کر اندر گرے تھے ان سے ہم یہ چیزیں حاصل کی ہیں۔ میرے پاس بھی ایک تھیلا ہے۔ اب

کرنے لگے۔ فدا سی دیر میں اس کوریڈور کا راستہ صاف ہو گیا۔ بنجامن ایک دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دوسری طرف جا رہی ہوں۔"

"فرہاد! اس دروازے کا بٹن بتا رہا ہے کہ کوریڈور کے آخری

وہ چلی گئی، لاؤڈ اسپیکر پر جو شخص مجھے ہتھیار پھینکنے سرے میں باہر نکلنے کا پانچواں دروازہ ہے۔ وہ اب بجلی کے ذریعہ نہیں کہہ رہا تھا وہ میرے جواب کا منتظر تھا۔ مجھے خاموش دیکھ کر وہ کھل سکے گا۔ اسے گرنیڈ سے اڑا دو۔"

"فرہاد! ہم پانچ تک گنتے ہیں۔ اگر تم باہر نہیں آئے گے آنسو گیس کے شیل پھینکیں گے۔ ایک ۔ دو ۔ تین ۔ چار۔

میں نے تھیلے سے گرنیڈ نکال کر دانتوں سے "کی" ہٹانے کے "ٹھہرو، میں آ رہا ہوں۔"

میرا جواب سنتے ہی ان کی گنتی پانچ سے پہلے ہی بند ہو لیے کوریڈور کے آخری سرے میں دروازے کی طرف اچھال دیا۔ گئی۔ سونیا اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی دروازے کی طرف دوسرے ہی لمحے زبردست دھماکا ہوا۔ دور اس دروازے کے چیتھڑے دوڑنے لگی۔ میں ان کے آگے آگے تھا۔ دروازے کے سامنے کوریڈور میں تیزی سے چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا۔ ایک گرنیڈ کی "کی" کے موڑ پر پہنچ کر دونوں طرف فائرنگ کی پھر چھلانگ لگا کر دروازے میں دبا کر دور سے کھینچی پھر کھڑکی کے باہر جھک کر اسے جلدی سے باہر نکل گیا۔ سونیا بھی اپنے باپ کو لے کر میرے پیچھے پیچھے چلی آئی۔ دور کوریڈور کے باہر اچھال دیا۔ دوسرے ہی لمحے قیامت کا دھ سنائی دیا۔ میں پلٹ کر ہال میں آ گیا تھا لیکن دھماکے نے ایسا باہر ڈوبتی ہوئی شام کی ملگجی سی روشنی پھیل ہوئی تھی۔ دور کیا تھا کہ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا، فرش پر اوندھے منہ جزیرے کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ سڑک کے دوسری طرف ایک نے بھی شاید ایسا ہی کیا تھا کیونکہ چند سیکنڈ کے بعد پھر ایک دھما دیا۔ چیخ و پکار کی آواز سے پوری عمارت گونج رہی تھی۔ میں دیکھا۔ دور کہیں شعلے بھڑک رہے تھے اور اس سے عمارت کا روشن ہو رہا تھا۔

بھاگنے والے اب کھڑکی کی طرف آنے کی جرأت تھے۔ میں نے وہاں سے ہٹ کر بوڑھے بنجامن کو اپنے کاندھے پھر سونیا سے کہا کہ پہلے وہ کھڑکی سے باہر نکل کر مجھے اور اپنے

کر دی تاکہ کوئی باہر نہ آ سکے۔

پھر میں نے ایک گرنیڈ دروازے کے اندر پھینکا۔ جیسے ہی اندر دھماکا ہوا ہم دوڑتے ہوئے گارتک پہنچ گئے۔ ہمارے کار کے اندر بیٹھتے ہی اس عمارت کا تیسرا دروازہ ایک دھماکے سے اڑ گیا۔ اب وہ تیسرے دروازے سے نکل کر ہمیں گھیرنا چاہتے تھے لیکن جب ان سے دور سڑک پر ہماری کار بھاگنے لگی تب انھیں پتہ چلا کہ ہم ان کی فائرنگ رینج سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے گولیاں چلائیں۔ میں نے کار کی رفتار اور بڑھا دی۔

"مگر ہم کہاں جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

بوڑھے بنجامن نے کہا۔

"ہمیں پہلے رمنا کے بنگلے پر جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں ایرج وغیرہ سے ملاقات ہو جائے۔ میں تمھیں راستہ بتاتا رہا ہوں تم اسی طرف چلتے رہو۔"

میں اس کے بتائے ہوئے راستوں پر کار دوڑاتا رہا۔ پورے جزیرے میں افراتفری مچی ہوئی تھی جو مسلح گارڈز عمارت کے باہر تھے، وہ سب پاور ہاؤس کی طرف چلے گئے تھے۔ اتنے بڑے جنریٹر کی تباہی کوئی معمولی بات نہ تھی۔ سب کی توجہ اسی طرف لگی ہوئی تھی۔ اس عمارت کے اندر سے سپر ماسٹر کے احکامات ان لوگوں تک نہیں پہنچے تھے مگر اب چونکہ تیسرا اور پانچواں دروازہ ٹوٹ چکا تھا تو کسی بھی لمحے ہماری بغاوت کی خبر پورے جزیرے میں پھیل سکتی تھی۔

ہم جلد ہی رمنا کے بنگلے پر پہنچ گئے۔ بنگلے کے چاروں طرف کئی مسلح جوان مستعد کھڑے ہوئے تھے۔ بنجامن نے کار سے نکلتے ہوئے کہا۔

"میں رمنا سے ملنے آیا ہوں۔ کیا وہ پھر قید کر دی گئی ہے؟"

اتنے میں رمنا اور ایرج بنگلے سے باہر آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی اسٹین گنیں تھیں۔ رمنا نے بنجامن کو دیکھتے ہی کہا۔

"اب ہم قیدی نہیں ہیں۔ یہ تمام مسلح جوان ہمارے ساتھی ہیں اور ہم آزادی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ انکل بنجامن تمھارے ساتھ کار میں اور کون ہے؟"

ایرج نے کہا۔ "ہمیں سپر ماسٹر کا ایک مسلح پوش گارڈ منتظر آ رہا ہے۔"

بنجامن نے کہا۔ "یہ گارڈ نہیں، فرہاد ہے اور وہ میری بیٹی سونیا ہے۔"

ہم دونوں بھی کار سے باہر نکل آئے۔ رمنا مجھے دیکھ کر خوشی سے کھل گئی۔ اس نے ایرج کا بازو تھام کر کہا۔

"ایرج! یہ فرہاد ہیں، میں ان کے متعلق تمھیں بہت کچھ بتا چکی ہوں۔"

ایرج تیزی سے چلتا ہوا میرے پاس آیا۔ پھر بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

"مسٹر فرہاد! آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی مگر یہ دیکھ کر افسوس بھی ہو رہا ہے کہ سپر ماسٹر نے آپ کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کو ختم کر دیا ہے۔"

بنجامن نے کہا۔ "ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ فرہاد جلد ہی اپنے ماضی کو یاد کرے گا۔ پھر ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھی لوٹ آئیں گی۔ فی الحال ہمیں موجودہ حالات سے نمٹنا ہے۔"

ہم سب باتیں کرتے ہوئے بنگلے کے برآمدے میں آ گئے۔ رمنا نے کہا۔

"ایرج نے فرار ہونے کے لیے ایک لانچ کا انتظام کر لیا ہے۔ وہاں بھی ہمارے آدمی ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ ہمیں فوراً ہی یہاں سے چلنا چاہیئے۔"

ہم سب نے رمنا کی تائید کی لیکن سونیا نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"صرف جان بچانا ہی بڑی بات نہیں ہے۔ سب سے پہلے عزت بچانا لازمی ہے۔ یہاں سپر ماسٹر کے پاس فرہاد کے جرائم کا ریکارڈ ہے۔ اگر ہم یہاں سے بچ کر نکل بھی گئے تو سپر ماسٹر بعد میں فرہاد کو بلیک میل کرے گا اور اس کی بلیو فلم کو عام کرے گا۔ جس وقت فرہاد کو ذہنی جھٹکے پہنچا کر اس کے ذہن سے پچھلی یادیں مٹائی جا رہی تھیں، اس سے پہلے میں نے فرہاد سے وعدہ کیا تھا کہ میں اس کے تمام ریکارڈ کو اور اس کی بلیو فلم کو موقع ملتے ہی تباہ کر دوں گی۔ لہٰذا میں اپنا وعدہ پورا کیے بغیر اس جزیرے سے باہر نہیں جاؤں گی۔"

میں اس کی باتیں بڑی توجہ سے سن رہا تھا۔ میں اپنے بارے میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے بدنام کرنے کے لیے کس طرح ایک بلیو فلم تیار کی گئی ہے اور کس طرح میرے پچھلے ریکارڈ کے ذریعہ سپر ماسٹر مجھے بلیک میل کر سکتا ہے۔ اس وقت نہ تو میں مجرم تھا اور نہ ہی کسی بلیو فلم کا گنہگار تھا۔ پچھلی باتوں سے میرا ذہن اور میرا دل بالکل صاف تھا۔ ایسے حالات میں مجھ جیسے آدمی کو ہی معصوم کہا جاتا ہے۔ ایرج نے کہا۔

"سپر ماسٹر کے پاس ہم جیسے کتنے ہی لوگوں کی کمزوریوں کا ریکارڈ موجود ہے۔ اگر ہم اس وقت ایسے ریکارڈز کی فکر کریں گے تو پھر چاروں طرف سے گھیر لیے جائیں گے۔ یہاں سے جان بچا کر نکلنا مشکل ہو جائے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "مشکل ضرور ہوگی مگر ناممکن نہیں ہے۔ ذرا سوچو یہاں سے بچ کر نکل جانے کا فائدہ کیا ہوگا۔ ہم کسی بھی ملک میں پہنچ کر سکون سے زندگی نہیں گزار سکیں گے۔ وہ شیطان ہم تک ضرور پہنچے گا اور بلیک میلنگ کے ذریعہ ہمیں پھر اپنا غلام بنائے گا، یا ہمیں کسی کے حوالے کر دے گا۔"

میں بڑی عقیدت سے سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے عزم اور اپنے حوصلوں سے یہ ثابت کر رہی تھی کہ وہ کس طرح مجھے دانستہ سے چاہتی ہے اور قدم قدم پر میرے لیے جان کی بازی لگا رہی ہے۔ میں نے ایرج سے کہا۔

"سونیا ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اگر ہمارے پیچھے یہاں ہم کمزوریاں رہ جائیں گی تو اس آزادی کا کوئی فائدہ حاصل نہیں والشمندی یہی ہے کہ ہم اپنی تمام کمزوریوں کو یہاں سے ختم کر دیا جائے۔"

ایرج نے اپنا بازو مقام کر کہا۔

"ڈیئر ایرج میں نے تم سے کچھ نہیں چھپایا ہے۔ تم جانتے ہو میری بھی کئی فلمیں تیار ہو چکی ہیں۔ میں اس جزیرے سے نکل کر سے زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ آؤ ہم عزت کی خاطر جان کی بازی دیں۔"

ایرج نے اسے اپنے ایک بازو میں لے کر کہا۔

"میں یہ سب تمہارے لیے ہی کر رہا ہوں۔ ٹھیک ہے ہم مستعد ہوں گے۔"

اب ہم ساحل کی طرف جانے کی بجائے اس عمارت کے ریکارڈ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "میں اور سونیا نے اس عمارت کے اندر قریباً بیس پچیس گارڈز کو ٹھکانے لگا چکے ہیں۔ دس عدد گارڈز یہاں پہرہ دے رہے ہوں گے۔ اس حساب سے عمارت کے اندر چند ہی گارڈز ہوں گے۔"

ایرج نے کہا۔ "ابھی پتہ چل جاتا ہے۔ پہلے ہمارا ایک آدمی اس کے بعد ہم بنگلے کے پیچھے آئے۔ وہاں دو دیگنیں کھڑی ہوں گی۔ ہم سب تعداد میں پچیس تھے۔ دو دیگنوں میں سما گئے۔ ایرج نے اپنے ساتھیوں کو سمجھا دیا کہ عمارت کے سامنے پہنچتے ہی کسی طرح لنگڑاتا ہوا ٹوٹے ہوئے دروازے کے قریب پہنچا پھر فائرنگ کرتا۔ کے چاروں طرف پھیل جانا چاہیئے۔ میں اور سونیا جو سب سے ایک ایک اندر چلا گیا۔ فائرنگ کے جواب میں فائرنگ اور چیخیں کے ساتھ اندر جائیں گے۔ باقی ایرج کی رہنمائی میں عمارت سنبھالی دیں۔ ان میں ایرج کے ساتھی کی چیخ بھی شامل تھی۔ وہ بیچارہ رہ کر دشمنوں کو قریب آنے سے روکتے رہیں گے۔

جب ایرج نے یہ باتیں سمجھا دیں تو ہم سب دیگنوں میں عمارت کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس وقت تک تمام جزیرے ں کے لیے میں دوسروں کی قربانی گوارا نہیں کروں گا۔ اب میں اندر ہماری بغاوت کی خبر پھیل چکی تھی۔ جب ہم رہائشی بنگلوں سے نکل گئے تو ہم نے دوسری سڑک پر سرخ پوش جوانوں کو ننگی کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ اگر ہم ذرا بھی دیر کرتے تو ہمیں ان کے مقابلے کے لیے وہاں رکنا پڑتا۔ مگر عمارت کے سامنے پہنچ کر وہاں کے بہریداروں سے مقابلہ کرنا پڑا۔

اس وقت تک چاروں طرف تاریکی پھیل چکی تھی۔ گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں وہ پہرے دار نظر آئے۔ ایک نے "ہالٹ" کہہ کر ہمیں رکنے کے لیے کہا۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ ہم اس طرف کس لیے آئے ہیں۔ اس سے پہلے ہی ہم سب میں سے دیگنوں کے دروازے کھولتے ہوئے باہر نکلے اور نکلتے ہی فائرنگ شروع کر دی۔ ہم اندھیرے میں تھے اور وہ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں چھپ نہیں سکتے تھے۔ اس لیے دو چار منٹ میں ہی اس لڑائی کا فیصلہ ہو گیا۔ وہ باہر پہرہ دینے والے ایک ایک کر کے ختم ہو چکے تھے۔ اندر سے کچھ مسلح گارڈز باہر آئے پھر وہ بھی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ جلد ہی ہمارے ساتھیوں نے عمارت کو گھیرے میں لے لیا۔ دو آدمیوں نے گاڑیوں کا رُخ موڑ کر سڑک کی طرف کر دیا تاکہ ان کی روشنی میں دور سے آنے والے نظر آ جائیں۔ اس کے بعد ہم قریباً بیس پچیس گارڈز کو ٹھکانے لگا چکے ہیں۔ باقی پاور ہاؤس کی طرف ہوں گے یا یہیں تلاش میں انتظار کرنے والے ساتھیوں تک یہ خبر پہنچ جائے گی۔ ہمارا یہاں سے نکلنا بھی دیر ہو گی۔ اگر ان لوگوں کے لیے کوئی خطرہ ہو تو وہ لانچ کو چھوڑ گئے ہوں گے۔"

گنبد نما عمارت کی طرف چلے آئیں۔ وہاں ہم سے ملاقات ہو اس کے بعد ہم بنگلے کے پیچھے آئے۔ وہاں دو دیگنیں کھڑی ہوں اندر جائے گا۔"

اس نے اپنے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اپنی آسٹن گن اپنے ساتھیوں کو سمجھا دیا کہ عمارت کے سامنے پہنچتے ہی کسی طرح لنگڑاتا ہوا ٹوٹے ہوئے دروازے کے قریب پہنچا پھر فائرنگ کرتا۔ کے چاروں طرف پھیل جانا چاہیئے۔ میں اور سونیا جو سب سے ایک اندر چلا گیا۔ فائرنگ کے جواب میں فائرنگ اور چیخیں کے ساتھ اندر جائیں گے۔ باقی ایرج کی رہنمائی میں عمارت سنبھالی دیں۔ ان میں ایرج کے ساتھی کی چیخ بھی شامل تھی۔ وہ بیچارہ رہ کر دشمنوں کو قریب آنے سے روکتے رہیں گے۔

جب ایرج نے یہ باتیں سمجھا دیں تو ہم سب دیگنوں میں عمارت کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس وقت تک تمام جزیرے ں کے لیے میں دوسروں کی قربانی گوارا نہیں کروں گا۔ اب میں اندر ہماری بغاوت کی خبر پھیل چکی تھی۔ جب ہم رہائشی بنگلوں سے نکل گئے تو ہم نے دوسری سڑک پر سرخ پوش جوانوں کو ننگی کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ اگر ہم ذرا بھی دیر کرتے تو ہمیں ان کے مقابلے کے لیے وہاں رکنا پڑتا۔ مگر عمارت کے سامنے پہنچ کر وہاں کے بہریداروں سے مقابلہ کرنا پڑا۔

اس وقت تک چاروں طرف تاریکی پھیل چکی تھی۔ گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں وہ پہرے دار نظر آئے۔ ایک نے "ہالٹ" کہہ کر ہمیں رکنے کے لیے کہا۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ ہم اس طرف کس لیے آئے ہیں۔ اس سے پہلے ہی ہم سب میں سے دیگنوں کے دروازے کھولتے ہوئے باہر نکلے اور نکلتے ہی فائرنگ شروع کر دی۔ ہم اندھیرے میں تھے اور وہ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں چھپ نہیں سکتے تھے۔ اس لیے دو چار منٹ میں ہی اس لڑائی کا فیصلہ ہو گیا۔ وہ باہر پہرہ دینے والے ایک ایک کر کے ختم ہو چکے تھے۔ اندر سے کچھ مسلح گارڈز باہر آئے پھر وہ بھی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ جلد ہی ہمارے ساتھیوں نے عمارت کو گھیرے میں لے لیا۔ دو آدمیوں نے گاڑیوں کا رُخ موڑ کر سڑک کی طرف کر دیا تاکہ ان کی روشنی میں دور سے آنے والے نظر آ جائیں۔ اس کے بعد ہم قریباً بیس پچیس گارڈز کو ٹھکانے لگا چکے ہیں۔ دس عدد گارڈز یہاں پہرہ دے رہے ہوں گے۔ اس حساب سے عمارت کے اندر چند ہی گارڈز ہوں گے۔"

ایرج نے کہا۔ "ابھی پتہ چل جاتا ہے۔ پہلے ہمارا ایک آدمی اس کے بعد ہم بنگلے کے پیچھے آئے۔ وہاں دو دیگنیں کھڑی ہوں اندر جائے گا۔"

ہم سب تعداد میں پچیس تھے۔ دو دیگنوں میں سما گئے۔ ایرج نے

سے گزرنے لگا۔

میری طرح سونیا بھی عمارت کے کسی حصّے میں بھٹک رہی تھی۔ وہ تو پھر بھی سونگھنے کی حس کے ذریعہ اندھیرے میں قریب آنے والوں کو محسوس کرلیتی۔ آنکھوں کے بجائے ناک سے دیکھ لیتی۔ مگر میں تو اس اندھیرے میں بالکل بیکار ہوگیا تھا۔ میرے پاس کوئی غیر معمولی صلاحیت نہیں تھی۔ ہر لمحہ یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کوئی آگے پیچھے سے یا دائیں بائیں سے اچانک ہی حملہ کردے گا، لیکن کوئی کمبخت ٹکرانے بھی نہیں آ رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا عمارت کے تمام پہریدار سو رہے ہیں۔ تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد سونیا کی آواز سنائی دی۔

"فرہاد! تم جہاں ہو وہیں ٹھہر جاؤ۔ میں آ رہی ہوں۔"

واقعی اس نے اندھیرے میں میری بُو پالی تھی۔ راستہ ٹٹولتی ہوئی میرے پاس آگئی۔ پھر دھیرے سے بولی۔

"پوری عمارت ویران پڑی ہے۔ مجھ سے تو ایک بھی زندہ پہریدار نہیں ٹکرایا۔"

"یہی حال میرا ہے۔ میں خواہ مخواہ اندھیرے میں بھٹک رہا ہوں۔ اب ہمیں ٹارچ روشن کرکے اس سُرخ بٹن کو تلاش کرنا چاہیئے۔"

میں نے ٹارچ روشن کردی۔ ہمارے سامنے ہی ایک کمرہ تھا۔ بم کے دھماکے سے اس کی دیواریں گر چکی تھیں۔ وہاں ٹارچ کی روشنی میں ہمیں دو شکاری کتوں کے سر اور دھڑ نظر آئے۔ وہ ٹوٹی ہوئی دیواروں کے نیچے مُردہ پڑے ہوئے تھے۔ سونیا نے فوراً ہی مجھ سے ٹارچ لیتے ہوئے کہا۔

"میرے ڈیڈی ان کتوں کی طرح ایک اور لڑکی کو اس کمرے میں سونگھنے کی ٹریننگ دے رہے تھے۔"

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے آگے بڑھ کر اس کمرے میں گئی۔ وہاں بڑے بڑے پتھروں کے نیچے ایک حسین لڑکی کی گوری گوری ٹانگیں نظر آئیں۔ سونیا نے منہ پھیر کر افسردگی سے کہا۔

"افسوس ہم اس کی جان نہ بچا سکے۔"

"یہ کون تھی؟"

"رمنا کی بہن تھی۔ اس کا نام سیلی تھا۔ ڈیڈی اس کو کچن سے میری طرح بنا رہے تھے۔"

میں سونیا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے کوریڈور میں لے آیا۔ اب افسوس کرکے اسے زندگی نہیں لوٹائی جاسکتی تھی۔ میں اس کے ہاتھ سے ٹارچ لے کر آگے بڑھ گیا اور دروازوں کے بٹنوں پر روشنی پھینک کر دیکھتا گیا۔ سونیا بھی میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ اچانک ہی گوگوا ہٹ کی آواز سنائی دی۔ ہمارے پیروں تلے کی زمین لرزنے لگی۔ میں اور سونیا ایک دوسرے کا سہارا لے کر اپنے قدم مضبوطی سے فرش پر جمائے رکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد پتہ چلا کہ زیرِ زمین کوئی بڑی سی مشین چل رہی ہے۔ میں نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے اس عمارت کے تہہ خانے میں کوئی بڑی مشین ہے۔ ہمیں اس آواز کی سمت جاکر تہہ خانے کا راستہ تلاش کرنا چاہیئے۔"

ایک طویل سناٹے کے بعد مشین کی شور مچاتی ہوئی آواز ڈوبتی چلی گئی۔ چاروں طرف گونجتی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ اس آواز کی وجہ سے ہم دونوں کی آنکھوں کی جگہ دو نیلے رنگ کے شیشے معلوم کرنا مشکل تھا۔ ابھی میں کان لگا کر اندازہ کر ہی رہا تھا کہ آواز کس سمت سے آ رہی ہے۔ سونیا نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ دیکھو، وہاں سُرخ بٹن نظر آ رہا ہے۔"

مجھے وہ سُرخ بٹن نظر آگیا۔ رمنا نے درست کہا تھا کہ اس کے بائیں طرف جو کوریڈور ہے وہ بہت اہم ہے کیونکہ اس وقت صرف اسی حصّہ روشن نظر آ رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"اس روشن حصّے کی بڑی اہمیت ہوگی۔ سُپر ماسٹر ضرور اسی طرف کے کسی کمرے میں موجود ہوگا۔ اب اس نے حالات پر قابو پانے کے لیے دوسرا جزیٹر اسٹارٹ کیا ہے۔"

"ہاں۔" سونیا نے کہا۔ "یہ دوسرا جنریٹر کم ہارس پاور والا ہے اسی لیے ایک مخصوص حصّہ روشن کیا گیا ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"یہاں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ سُپر ماسٹر نے اپنے ماتحتوں پر نظر رکھنے کے لیے اس عمارت کے ہر حصّے میں آنکھ کاسٹ کرنے کے آلات نگار رکھے ہیں۔ وہ اس وقت اسکرین میں دیکھ بھی رہا ہوگا اور ہماری باتیں بھی سُن رہا ہوگا۔"

میں چھت کی طرف ادھر اُدھر دیکھنے لگا تاکہ ٹیلی کاسٹ کرنے والے آلات کہیں نظر آجائیں۔ اسی وقت ایک قریبی کوریڈور میں کچھ عجیب قسم کی آوازیں سنائی دیں۔ کوئی بھاری بھرکم سی چیز کوریڈور کے چکنے فرش پر گھسٹ رہی تھی یا پھر اس چیز کو کوئی اٹھائے ہوئے تھا۔ میں نے ٹارچ روشن کرکے اس طرف روشنی پھینکی۔ سونیا اس کی آنکھوں پر فائرنگ کرکے اسے اندھا بنا دینا چاہتی تھی مگر وہ بھی اپنی آنکھوں کی حفاظت کرنا جانتا تھا۔ وہ ہتھیلیوں کی آڑ سے دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ اسٹین گن جیسے کھلونے پھینک دو، مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ سونیا اس بار تم زندہ نہیں بچو گی۔ پہلے میں فرہاد کی وجہ سے تمہیں چھوٹ جھنجھناہٹ سی سنائی دیتی تھی۔ پھر ہمیں اس چیز کا سایہ دکھائی دینے لگا۔ یوں تو وہ ایک انسانی سایہ تھا مگر جسامت کے اعتبار سے بہت چوڑا اور بھدّا سا نظر آ رہا تھا۔ میں اور سونیا فوراً ہی دو مختلف سمتوں کی طرف چلے گئے پھر دیوار سے لگ کر آنے والے کا انتظار کرنے لگے۔ بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ہم نے ذرا آگے جھانکا۔ اس کوریڈور کی طرف دیکھا جہاں سایہ نظر آ رہا تھا۔ اب وہاں سایہ نہیں تھا وہ خود کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سونیا کے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

ہماری نگاہوں کے سامنے ایک فولادی انسان کھڑا ہوا تھا۔ میں اسے شیشہ یا استعارے کے طور پر فولادی نہیں کہہ رہا ہوں۔ وہ سر سے پاؤں تک ٹھوس فولاد کا بنا ہوا تھا۔ وہ تقریباً ساڑھے سات فٹ اونچا تھا۔ اسی کی مناسبت سے وہ چوڑا اور بھاری بھرکم بھی تھا۔ اگر اس جیسے دو عدد کرنا چاہیئے۔"

روبوٹ شانہ بشانہ کھڑے ہوجاتے تو کوریڈور سے گزرنے کی جگہ بند ہوجاتی۔ اس کے فولادی چہرے پر آنکھوں کی جگہ دو نیلے رنگ کے شیشے لگے ہوئے تھے اور اس کے سامنے کا تمام منظر ان شیشوں میں دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ ٹی وی سسٹم سے اس کی آنکھیں بنائی گئی ہیں۔ وہ ان ہی آنکھوں سے سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا مگر ہم نظر نہیں آ رہے تھے۔ اچانک اس کے اندر سے گوگوا ہٹ کی آواز سنائی دی۔ پھر اس کے فولادی جسم کے اندر سے ایک اسپیکر ان ہوا۔ بول رہا تھا۔

"ہیلو فرہاد! تم مجھ سے چھُپ نہیں سکو گے۔ دیکھو میں تمہارا پیچھا کرتا ہوا میرے سامنے آ گیا اور ایک فلام کی طرح ادب سے میرے سامنے گھٹنے ٹیک دو۔"

میں نے سونیا کی جانب دیکھا۔ سونیا آگے بڑھ کر فولادی انسان کے سامنے چلی گئی۔ دونوں کے درمیان تقریباً دس گز کا فاصلہ تھا۔ وہ اسٹین گن کو سنبھالتی ہوئی بولی۔

"تمہارے جیسا سُپر ماسٹر ایک جنریٹر کا محتاج ہوتا ہے۔ بجلی کی طاقت کے بغیر تم ہمیں دیکھ سکتے ہو اور نہ ہی اس کے بغیر ہم پر قابو پانے کی کوشش کرسکتے ہو۔ میں ابھی تمہارے دیکھنے کی قوت چھین لیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے فائرنگ شروع کردی۔ اس سے پہلے ہی فولادی انسان کی دونوں ہتھیلیاں اپنی آنکھوں کے سامنے آگئیں۔ سونیا نے اسٹین گن سے نکلی ہوئی گولیاں اس کے فولادی ہتھیلیوں سے جا کر ٹکرائیں۔ پھر ٹھنا ٹھن بجتی ہوئی ادھر اُدھر بکھر گئیں۔ اس کی ہتھیلیوں کا کچھ بگڑا۔ سونیا اس کی آنکھوں پر فائرنگ کرکے اسے اندھا بنا دینا چاہتی تھی مگر وہ بھی اپنی آنکھوں کی حفاظت کرنا جانتا تھا۔ وہ ہتھیلیوں کی آڑ سے دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ اسٹین گن جیسے کھلونے پھینک دو، مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ سونیا اس بار تم زندہ نہیں بچو گی۔ پہلے میں فرہاد کی وجہ سے تمہیں چھوٹ دے رہا تھا مگر اب تم سے ہی نمٹ لیتا ہوں۔"

وہ قہقہے لگاتا ہوا آگے بڑھا مگر اس کے اپنے جسم کا وزن بہت زیادہ تھا وہ اپنا توازن سنبھال کر پہلے اپنا ایک قدم آگے بڑھاتا تھا پھر اس کی طرف چلے گئے پھر دیوار سے لگ کر آنے والے کا انتظار کرنے لگے۔ بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ہم نے ذرا آگے جھانکا۔ اس طرح اسے ایک قدم آگے بڑھنے کے لیے کم از کم بیس سیکنڈ لگ جاتے تھے مگر اپنی سست رفتاری کے باوجود وہ بڑا ہی بھیانک لگ رہا تھا۔ اس نے قہقہوں کے دوران کہا۔

"فرہاد کہاں چھُپا ہے۔ اسے بھی اپنے پہلو میں بُلا لو۔"

میں بھی سامنے آکر سونیا کے شانہ بشانہ کھڑا ہوگیا۔ ہم دونوں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں، مگر اس کے لیے وہ محض کھلونا تھیں۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہیں میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے، یہ دیکھو۔"

اس نے اپنا داہنا ہاتھ دائیں طرف کی دیوار پر زور سے مارا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ دیوار ہل سی گئی۔ اس کا وہ ہاتھ کہنی تک دیوار کے اندر گھس گیا تھا۔ اس حصّے کی اینٹیں اِدھر اُدھر گریں پھر وہ ہاتھ باہر آگیا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔

"اس طرح تو یہ ہمارا کچومر نکال دے گا۔ اگر یہ مجھے اور سونیا کو ملا کر اپنی ہتھیلیوں میں دبوچ لے تو ہم دونوں کا اس طرح بھرتہ بن جائے گا کہ عورت اور مرد کی پہچان ہی ختم ہوجائے گی۔"

اس کی ایک ہتھیلی بدستور اپنی آنکھوں پر سایہ کیے ہوئے تھی، اور ہمیں گولی چلانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ اس نے بڑی سفاکی سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"میں تم دونوں کی ٹانگیں چیر کر چار حصّوں میں تقسیم کردوں گا۔"

یہ کہتے ہی وہ پھر آگے بڑھنے لگا۔ ہم اس کی رفتار کا اندازہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے۔ وہ ہمیں پکڑ نہیں سکتا تھا مگر ہم بھی جان بچا کر بھاگ نہیں آئے تھے۔ ہمیں کسی نہ کسی طرح ریکارڈ روم تک پہنچنا تھا۔ ہم پیچھے ہٹتے ہوئے دوسرے کوریڈور کی طرف مڑ گئے۔ وہاں بھی بلب روشن تھے۔ اچانک ہی مجھے تدبیر سوجھ گئی۔ میں نے سونیا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"فی الحال اس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ آؤ ہم ان قمقموں کو بجھا دیں۔"

یہ کہتے ہی میں نے دور دور تک نظر آنے والے بلب پر فائرنگ شروع کردی۔ سونیا نے پلٹ کر دوسری طرف کے قمقموں پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی۔ جب وہ فولادی انسان ہمارے کوریڈور کی طرف مڑنے کے لیے آیا تو وہاں اندھیرا ہو چکا تھا۔ ہمیں اس کی غراہٹ سنائی دی۔ وہ کریہہ لہجے میں بولا۔

"فرہاد! بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم اندھیرا کرنے کے بعد بھی اپنے سُپر ماسٹر تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

میں بچوں کے بل چلتا ہوا ذرا اسی بھی آہٹ کیے بغیر اس کے قریب پہنچ گیا۔ پھر دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ سرکتا ہوا اس کے پیچھے چلا گیا۔ اس وقت وہ کہہ رہا تھا۔

"سُپر ماسٹر نادان نہیں ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ تم اس طرح تاریکی پھیلا کر پھر مجھے بے بس اور مجبور بنانے کی کوشش کرو گے لیکن میرے

پاس ٹارچ ہے یہ دیکھو۔"

اندھیرے میں گھرر گھرر کی آواز ابھرنے لگی۔ اس کی کھوپڑی سے کوئی چیز گھومتی ہوئی ابھر رہی تھی اور ٹارچ کی طرح روشن ہو کر چاروں طرف روشنی پھینک رہی تھی۔ مگر اس کی آنکھیں ہم انسانوں کی طرح صرف سامنے ہی دیکھ سکتی تھیں۔ روشنی ہوتے ہی اسے صرف سونیا نظر آئی۔ اس نے غرا کر پوچھا۔

"فرہاد کہاں ہے بے؟"

"میں یہاں ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے اچھل کر پوری قوت سے اس کی کمر پر ایک لات ماری۔ وہ ذرا سا لڑکھڑا گیا۔ اگر وہ کوئی گوشت پوست کا انسان ہوتا تو میری لات کھانے کے بعد زمین چاٹتا ہوا نظر آتا۔ مگر وہ لڑکھڑانے کے بعد فوراً ہی سنبھل گیا اور اب غرا کر میری طرف پلٹ رہا تھا۔ میری طرف پلٹنے میں بھی کافی وقت صرف ہو رہا تھا۔ جب اس نے پوری طرح گھوم کر میری طرف دیکھا تو اسی وقت سونیا نے اچھل کر اس کی کمر پر زور کی لات ماری۔

"اگر تم سپر ماسٹر ہو تو یہ شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ہم سے لاتیں کھا رہے ہو۔"

اس بار وہ سونیا کی طرف پلٹنے کی بجائے غراتے ہوئے میری طرف بڑھنے لگا۔ میں نے اس کے سر پر گھومنے والی ٹارچ پر فائرنگ کی نگر اس کی ایک ہتھیلی آنکھوں کی حفاظت کو بھی تھی اور دوسری ہتھیلی سے وہ ٹارچ کی حفاظت کر رہا تھا۔ میری فائرنگ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا مگر سونیا نے اس کی پشت سے فائرنگ کی۔ جتنی دیر میں وہ اپنی ہتھیلی پیچھے کی طرف لے جاتا اتنی دیر میں وہ گول گھومتی ہوئی ٹارچ گولیوں کی زد میں آ چکی تھی۔

پھر ایک بار تاریکی چھا گئی۔ وہ فولادی مجسمہ میری ہی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔ اس کے بھاری بھرکم قدموں کی آواز سے صاف پتہ چل جاتا تھا کہ اس کا رُخ کس طرف ہے۔ میں نے اندازے سے پھر ایک بار اس کی آنکھوں کی طرف فائرنگ کی۔ اس بار اس کی آنکھوں کے شیشے چکنا چُور ہو گئے۔ پھر ان کے اندر بجلی کا کوئی تار جلنے لگا۔ آگ کے ننھے سے شعلے مجھے دور سے دکھائی دے رہے تھے۔ اس کے بعد اس کے اندر سے چٹاخوں جیسی آواز آنے لگی۔ شاید اس کے اندر کوئی چیز ٹوٹ رہی تھی۔ سونیا اس کے پیچھے سے بہت دور چلی گئی۔ میں بھی اس کے سامنے سے دور ہٹ گیا۔ اب اس کے اندر سے کسی قسم کی گیس نکل رہی تھی۔

جیسے اسٹیم انجن سے بھاپ نکلنے کی آواز آتی ہے، بس ویسی ہی آواز آ رہی تھی۔ جیسے جیسے گیس نکلتی جا رہی تھی، وہ مجسمہ آہستہ آہستہ زمین کی طرف جھکتا جا رہا تھا۔ پھر وہ ایک دم سے فرش پر اوندھا ہو گیا۔

بے جان مجسمہ جسے وقتی طور پر زندگی ملی تھی وہ مر چکا تھا۔

ہم تھوڑی دیر تک انتظار کرتے رہے، پھر میں آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔ اس کا ایک فولادی ہاتھ ایک طرف پھیلا ہوا تھا۔ میں نے اسٹین گن کو آگے بڑھا کر اس کو ذرا سا سیدھا کیا تو وہ دوسری طرف خاموشی سے سرک گیا۔ پیچھے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ واقعی مر چکا تھا۔ سونیا اس پر چڑھ کر اس کے قدموں سے روندتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ اس نے میرا ہاتھ تھام کر کہا۔

"پتہ نہیں یہ شیطان اور کیسے کیسے حربے استعمال کرے گا۔ ہمیں بہت سنبھل کر آگے بڑھنا چاہیئے۔"

"تمہاری یہ باتیں بھی وہ شیطان سُن رہا ہوگا۔ الو کا پٹھا تھا کہ اس جزیرے میں لوگ اس کی مرضی سے پیدا ہوتے ہیں اور اس کے حکم سے مر جاتے ہیں۔ اب یہ ماننا پڑتا ہے کہ کوئی بہت بڑی طاقت ہے جو ہمیں اس شیطان سے بچا رہی ہے۔"

"ہاں فرہاد! اس ان دیکھی طاقت کا نام ہی خدا ہے کہ تم خدا کو بھول چکے ہو۔"

"میں کیا کروں جب کہ میں خود کو بھی نہیں پہچان رہا ہوں۔ اس کے باوجود اب میں اس خدا کو تسلیم کر رہا ہوں۔ رفتہ رفتہ میں اس کی عظمت کو بھی سمجھ لوں گا۔"

ہم دونوں پھر اس روبوٹ پر چڑھ کر اس پر سے گزرتے ہوئے عمارت کے روشن حصّے کی طرف بڑھنے لگے۔ دور کسی کوریڈور والی روشنی ہماری رہنمائی کر رہی تھی۔ ہم دائیں طرف مڑتے ہوئے ہمت بڑھنے لگے۔ ذرا آگے جا کر میں رُک گیا۔ پھر سونیا کیوں کر اس کے کان میں آہستہ سے کہا۔

"وہ کمبخت ہماری باتیں سُن لیتا ہے۔ ہم روشنیوں کو تو بُجھا سکتے ہیں مگر اپنی آواز کو اس تک پہنچنے سے نہیں روک سکتے۔ میں دوسرے جنریٹر کو آن کرنے کے بعد تو مجھ پر کچھ اس کو دیر ہو رہا ہے۔ ہمیں سونیا نے منہ پھیر کر میرے کان کے قریب آ کر سرگوشی کی۔ فریب دینا چاہتا ہے کہ بظاہر خود یہاں موجود نہیں ہے۔ ہم تجھے چلو یہ بھی اچھا ہے، سرگوشی کے بہانے تم میرے قریب صورت شکل سے نہیں پہچانتے ہیں مگر یاد رکھ یہاں جو بھی زندہ نظر گئے۔ آئے گا ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

ایسے وقت تاریکی ہو تو تصور کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ روشنی سے گھبراتی ہے۔ اس کے باوجود بدن کی اصلی دھنک چھپا سکتی۔ اس وقت میرے اطراف کتنے ہی رنگ بکھر گئے کے دوران میں نے خیال نہیں کیا تھا، مگر اب خیال آیا کہ وہ کے لباس میں تھی۔ یہ رنگ جذبات کے رنگ سے کتنا ملتا سے ہی شعلے کی طرح لپکتا ہے قریب آؤ تو جلا کر رکھ دیتا ہے۔

آپ کہیں گے کہ میں اتنی خطرناک سچویشن میں شاعری تھا لیکن میری طرح آپ ایسے تجربات سے گزریں تو یقین

سونیا جیسی جیالی دوشیزہ پہلو میں ہو تو سپر ماسٹر جیسے شیطانوں سے لڑنا کتنا آسان ہو جاتا ہے۔ وہ کوئی ایسی چھوئی موئی جیسی عورت تو نہیں تھی کہ ایک چیخ سے ڈر کر پیچھے ہٹنے لگتی اور اپنے ساتھی مرد کو بھی تھوڑی دیر کیلئے حواس باختہ کر دیتی۔ مگر میری سونیا بڑے سے بڑے خطرے کا سامنا کرنے کے لیے پہلے خود ہی سامنے چلی آتی تھی۔

تب میں ہکلنے لگا تو وہ فوراً ہی الگ ہو گئی۔ پھر دوسری طرف منہ پھیر کر بولی۔

"بس میں نے تمہیں پا لیا۔ اس جیت کی خوشی میں اب میں آندھی طوفان کی طرح آگے بڑھوں گی اور اس شیطان کا سر کچل کر رکھ دوں گی۔ میری محبت کو ٹیڑھی نظر سے دیکھنے والا زندہ نہیں رہے گا۔"

میں نے بڑی محبت اور عقیدت سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میری جان! یہی جذبہ میرے اندر بھی ہے۔ وہ شیطان میرے ہاتھوں نہیں مارا جانا چاہتا تھا، اب وہ ان ہاتھوں سے مریگا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی چاروں طرف سے قہقہے سنائی دیئے۔ ہمیں چھپے ہوئے اسپیکر سے سپر ماسٹر کہہ رہا تھا۔

"بیٹے فرہاد! تمہارا دماغ صرف مجھ تک پہنچ سکتا تھا، اسے میں نے بیکار کر دیا ہے۔ اب تمہارا دماغ یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس وقت میں کہاں ہوں اور کس طرح اپنی حفاظت کر رہا ہوں۔"

سونیا نے سر اٹھا کر اونچی آواز میں کہا۔

"شیطان کے بچے میرے پاس تو سوچنے کے لیے عقل ہے۔ میں ثابت کر سکتی ہوں کہ تو اسی عمارت میں کہیں چھپا ہوا ہے۔"

"کیسے ثابت کرو گی بے؟"

سونیا نے جواب دیا۔ "یہ تو سامنے کی بات ہے کہ بجلی فیل ہوتے ہی تو بھی فیل ہو گیا تھا اور تیری آواز بھی مر گئی تھی۔ اب اسی عمارت میں کہیں چھپا ہوا ہے۔"

بھی ویرانی تھی۔ میں نے ذرا اور آگے بڑھ کر دیکھا۔ اسی وقت اسپیکر سے آواز آئی۔

"بزدلوں کی طرح جھانک کر کیا دیکھ رہے ہو؟ منہ سامنے چلے آؤ۔"

میں اچھل کر سامنے آیا پھر فوراً ہی دور تک نظر آنے والے قہقہوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ سونیا کی اسٹین گن سے بھی گولیاں برس رہی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف تاریکی پھیل گئی۔ اس تاریکی میں اس کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یونان سنس۔ بلڈی فول۔ کیا تم دونوں اندھیرے میں مرنا چاہتے ہو بے؟"

ہم نے کوئی جواب نہیں دیا چپ چاپ آگے بڑھتے چلے گئے۔ آگے ایک دروازہ تھا۔ وہ اندھیرے میں اس لیے نظر آ گیا کہ اس کی ساتھ والی کھڑکی کے اندر شیشے روشن تھے۔ کمرے کے اندر روشنی تھی وہاں یقیناً کچھ لوگ ہو سکتے تھے۔ میں اور سونیا دروازے کے دونوں طرف دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ سونیا نے دیوار پر لگے ہوئے بٹن کو دبایا تو دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

اسی وقت عمارت کے باہر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ شاید رمنا اور ایریز دشمنوں کا مقابلہ کر رہے تھے اور انھیں عمارت کے اندر آنے سے روک رہے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے گولیاں چل رہی تھیں۔ اتنے میں اسپیکر سے غراہٹ سنائی دی۔

"اچھا تو تم دونوں نے باقاعدہ اپنی فوج بنا لی ہے۔ عمارت کے باہر میرے آدمیوں کا راستہ روکا جا رہا ہے، مگر اس جزیرے میں تمہارے کتنے مددگار ہیں۔ میرے گارڈز ابھی تھوڑی دیر میں ان کا خاتمہ کر دینگے۔"

ہم خاموشی سے اس کی باتیں سنتے رہے۔ وہ چاہتا تھا کہ میں جواب میں کچھ کہوں اور کہنے کے دوران اپنے ساتھیوں کی تعداد بتا دوں کہ باہر میرے کتنے حمایتی ہیں۔ ہماری خاموشی پر اس نے جھنجھلا کر کہا۔

"کہاں مرگئے بولتے کیوں نہیں ہو۔ میں جانتا ہوں تم دونوں دروازے کے پاس ہو اور وہ دروازہ کھل چکا ہے۔ کیا تم اندر جانے کی جرأت کرو گے بے؟"

میں نے بلند آواز میں کہا۔

"سپر ماسٹر میں تم سے اور تمہارے آدمیوں سے کہتا ہوں کہ اپنے اپنے ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ اپنے سروں پر رکھ کر باہر آ جائیں۔ اگر میں اندر آنے پر مجبور ہو گیا تو اس ہال میں قدم رکھنے سے پہلے گرنیڈ کے دھماکے کروں گا۔ اگر تمہارے آدمی گرنیڈ پھینکیں گے تو ہمیں اپنے بچاؤ کے لیے یہاں بھاگنے کی کافی جگہ ہے مگر تم لوگوں کو فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔"

تھوڑی دیر کے لیے پھر خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "یہاں مرنے والوں کی فہرست میں وہ شیطان بھی انجانے طور پر شامل ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر میں سونیا کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ جب ایک روشن دروازہ قریب آیا تو میں نے سونیا کے کان میں سرگوشی کی۔

"جہاں بھی روشنی نظر آئے گی ہم وہاں فائرنگ کرتے چلے جائیں گے تاکہ وہ ہمیں اسکرین پر نہ دیکھ سکے۔"

سونیا نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے آگے بڑھ کر دیوار سے لگ کر سرکتے ہوئے روشن کوریڈور کی طرف جھانک کر دیکھا، وہاں

"گرنیڈ پھینکنے کی حماقت نہ کرنا۔ تم پہلے ہی اس عمارت کو اور بہت سی کارآمد مشینوں کو نقصان پہنچا چکے ہو۔"

"تو پھر میں حکم دیتا ہوں کہ ہتھیار پھینک کر باہر آجاؤ۔"

"فرہاد! تمھاری شامت آگئی ہے۔ دیکھو باہر فائرنگ بند ہو چکی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ تمھارے مٹھی بھر آدمی مارے گئے ہیں۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمھارے آدمی دم دبا کر بھاگ گئے ہوں۔"

اسی وقت عمارت کے اندرونی حصے میں کہیں دُور قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اسپیکر سے گرج کر کہا گیا۔

"ہالٹ۔ تم کون ہو اور کس سے ملنا چاہتے ہو؟"

اس کے جواب میں دور سے رمنا کی آواز سنائی دی۔

"فرہاد! سونیا! تم دونوں کہاں ہو؟ مجھے آواز دو میں اس طرف آرہی ہوں۔"

میرے اور سونیا کے درمیان جو دروازہ کھلا ہوا تھا وہ تھوڑے وقفے کے بعد بند ہو چکا تھا کیونکہ بٹن دبانے کے بعد اسے ہاتھوں سے کھولنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ خود بخود کھلتا تھا اور تھوڑے وقفے کے بعد آپ ہی آپ بند ہو جاتا تھا۔ سونیا نے دروازے سے گزر کر میرے قریب آتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔

"ٹارچ مجھے دو، میں رمنا کو لے کر یہاں آتی ہوں۔"

میں نے اسے ٹارچ دے دی، پھر وہ اندھیرے میں مجھ سے کب دُور ہوئی یہ پتہ نہ چلا۔ میں دیوار سے لگا خاموش کھڑا رہا۔ ذرا دیر بعد اسپیکر سے پھر آواز سنائی دی۔

"فرہاد خاموش کیوں ہو گئے ہو؟ رمنا تمھیں پکار رہی ہے، اسے جواب دو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جواب دینے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ سونیا رمنا کو سونگھتے ہوئے خود جواب بن کر اس کے پاس پہنچ جائے گی۔ تم تاریک اسکرین پر گھورتے رہو تمھیں کچھ نظر نہیں آئے گا۔"

"ہوں۔" اس کی آواز سنائی دی۔ "اسکرین پر کبھی کبھی ٹارچ کی روشنی ادھر سے اُدھر لہراتی ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس کو ریڈ ور سے گزر رہی ہے۔ تم دونوں بہت چالاکی سے اور بہت ہی محتاط انداز میں میرے قریب نہیں بلکہ اپنی موت کے قریب پہنچنے والے ہو۔"

میں نے پھر ہنستے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا۔

"رسی جل گئی پر بل نہیں گئے۔ کیا اب بھی تمھیں یقین نہیں آیا کہ اس عمارت کے باہر تمھارے آدمیوں کو شکست نصیب ہو رہی ہے۔ اگر ہمیں ناکامی ہوتی تو رمنا گھبرائی ہوئی ہمیں تلاش کرتی نہ اس کی آواز اور اس کا لہجہ بتا رہا ہے کہ وہ مطمئن ہے۔"

میری بات درست نکلی۔ اسی وقت سونیا میرے قریب اور اس کے دو ساتھی کوریڈور کے آگئی۔ رمنا نے تاریکی میں میرا ہاتھ مجھ سے کہا۔

"بہت دیر سے تم لوگوں کی کوئی خبر نہیں ملی، اسی لیے دو ساتھیوں کو لے کر یہاں تمھیں تلاش کرنے آگئی۔"

میں نے پوچھا "مجھے باہر کی صورتحال بتاؤ۔"

"باہر ابھی تک ہمارا پلہ بھاری ہے۔ سپر ماسٹر کے مسلح جوان پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ کتنے ہی دشمنوں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں اب وہ بہت زیادہ محتاط ہو کر پلاننگ کر رہے ہیں۔ تم بتاؤ کہ ماسٹر کا کوئی پتہ چلا؟"

اسپیکر سے سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔

"رمنا تم بھی آستین کا سانپ ہی نکلیں۔ اسی لیے میں یہ سخت پہرہ لگا دیا تھا۔ مجھے شبہ ہو گیا تھا کہ تم فرہاد کا ساتھ دو گی۔ اچھی بات ہے ذرا صبر کرو میں تمھیں ننگا کر کے شکاری کتوں سے نچواؤں گا۔"

پھر وہ بلند آواز سے عمارت کے باہر کھڑے ہوئے مسلح جوانوں کو مخاطب کرنے لگا۔ شاید اس مقصد کے لیے عمارت کی چھت پر اسپیکر لگا دیئے گئے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"میرے وفادار سپاہیو! میں تمھارا سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔ اس کا آدھا چہرہ ڈاڑھی مونچھوں سے چھپا ہوا تھا۔ آنکھوں پر ہمت نہ ہارو، تمھارا سپر ماسٹر موم کا بنا ہوا نہیں ہے۔ میں نے فرہاد کو شیشوں کی عینک بھی اور فیلٹ ہیٹ پیشانی پر جھکی ہوئی تھی۔ سونیا کو گرفتار کر لیا ہے۔ ابھی رمنا عمارت کے اندر آئی ہے، اس نے فرہاد کو گرفتار ہو چکی ہے۔ یہی موقع ہے فوراً آگے بڑھو اور عمارت کے کھڑے ہوئے مٹھی بھر غداروں کو خاک میں ملا دو۔"

اس نے یہ جھوٹ بول کر زبردست چال چلی تھی۔ اس کی ہمت بیش آتی تھی تو یہ زبان سے کچھ نہیں کہتا تھا بلکہ اپنا فیصلہ دلاتے ہی اچانک فائرنگ شروع ہو گئی۔ رمنا نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دے دیا تھا۔

"فوراً دوڑتے ہوئے جاؤ اور اپنے ساتھیوں تک یہ خبر پہنچا دو کہ سپر ماسٹر جھوٹ بول رہا ہے۔ ہم سب اس کی قید میں نہیں ہیں بلکہ اب اس سے ٹکرانے ہی والے ہیں۔"

اس کا ساتھی ٹارچ لے کر وہاں سے دوڑتا چلا گیا۔ رمنا کا ایک ساتھی ان تینوں کی تلاشی لے رہا تھا۔ پھر مطمئن ہو کر اس نے بلند آواز سے کہا۔

"سپر ماسٹر اب میں یا تک گن رہا ہوں۔ اگر تم نے کے ساتھ نہتے باہر نہیں آؤ گے تو پھر میں گرنیڈ کے دھماکے کر دوں ایک۔ دو۔ تین۔۔۔۔"

سونیا نے بٹن دبا کر پھر اس دروازے کو کھول دیا ماسٹر کی آواز آئی۔

"ٹھہرو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم یہاں کی مشینیں تباہ

سے بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ چپ چاپ کھڑے رہو۔"

سائمن نے عاجزی سے کہا۔

"سونیا تم ابھی اعتراف کر چکی ہو کہ تم نے سپر ماسٹر کو کبھی بولتے نہیں دیکھا۔ تم لوگوں کو یقین کر لینا چاہیئے کہ یہ واقعی گونگا ہے۔ اسپیکر سے مسٹر ربرٹ بول رہے تھے۔"

سائمن نے سائنسداں رابرٹ کی طرف اشارہ کیا۔ رابرٹ نے اعتراف کیا کہ اتنی دیر سے وہی بکواس کر رہا تھا۔ جب کبھی ضروری احکامات ہوتے تو یہ گونگا سپر ماسٹر ان احکامات کو لکھ کر رابرٹ کے سامنے پیش کر دیتا تھا۔ رابرٹ اس تحریر کو مائک پر دہرا دیتا تھا۔ رمنا نے کہا۔

"ابھی اس بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ ہم ابھی اندر جا کر دیکھیں گے کیونکہ یہاں سے بھاگنے کا راستہ نہیں ہے۔ سپر ماسٹر کسی چور دروازے سے نکلنا چاہے گا تو باہر ہمارے ساتھی اسے پکڑ لیں گے۔"

میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے پہلے میں اندر جاتا ہوں۔"

"نہیں پہلے میں جاؤں گی۔" سونیا نے کہا۔

ہم دونوں کے فیصلہ کرنے سے پہلے ہی رمنا دوڑتی ہوئی اندر چلی گئی۔ اندر پہنچتے ہی اس نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا پھر کہا۔

"یہاں کوئی نہیں ہے۔ مگر ٹھہرو مجھے مشینوں کے پیچھے جھانک کر دیکھ لینے دو۔"

اس کے پیچھے اس کا ساتھی بھی اندر چلا گیا۔ رمنا نے اسے ڈانٹ کر کہا۔

"تم واپس جاؤ۔"

"نہیں رمنا! اگر ایرج کو پتہ چل گیا کہ ہماری موجودگی میں تم خطرات کا سامنا کر رہی تھیں تو وہ میری گردن اڑا دے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں تمھارا حکم نہیں مان سکتا۔ تم پیچھے ہٹ جاؤ یا پھر میں تمھارے ساتھ ساتھ رہوں گا۔"

میں اور سونیا ان کی باتیں سنتے رہے مگر اندر نہ جا سکے کیونکہ باہر کھڑے ہوئے تینوں قیدیوں کی نگرانی بھی لازمی تھی۔ ہال کے اندر وہ دونوں مشینوں کے پیچھے جھانک کر دیکھ رہے تھے کہ اچانک ہی ایک مشین کے پیچھے سے کوئی نکل کر دوسرے دروازے کی طرف بھاگنے لگا۔ رمنا کے ساتھی نے اس پر چھلانگ لگائی لیکن منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ بھاگنے والا بہت پھرتیلا تھا، جیسے ہی وہ دوسرے دروازے کے قریب پہنچا رمنا نے فائر کرتے ہوئے دھمکی دی۔

"رُک جاؤ تم ریوالور کی زد میں ہو۔"

اسے رکنا پڑا۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر رمنا کی طرف پلٹ کر دیکھا تو ہم نے اسے پہچان لیا۔ وہ جوڈو کراٹے کا خطرناک فائٹر شوزپ تھا۔ میرا اور سونیا کا دھیان صرف چند لمحوں کے لیے شوزپ کی طرف بھٹک گیا تھا۔ ہماری غفلت سے فائدہ اٹھا کر وہ تینوں ہم پر پل پڑے۔

"یہاں تم میں سے کسی کو بیٹھنے یا منہ پھیرنے یا ایک دوسرے

اسٹین گنیں ہمارے ہاتھوں سے نکل گئیں۔ ڈاڑھی والے سپر ماسٹر نے مجھ پر حملہ کیا تھا، ماسٹر مائن سونیا سے الجھ گیا تھا۔ سائنسداں رابرٹ ایک بے ضرر سا آدمی تھا اس لیے وہ گھبرا کر یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ میں اور سونیا کس طرح اس کے ماسٹروں کی پٹائی کر رہے ہیں۔ ایک ہی منٹ کے اندر ماسٹر سائمن اور وہ نقلی سپر ماسٹر ہمارے ہاتھوں بیہوش..... ہو کر زمین پر گر پڑے اتنے میں شونزپ کی للکار سنائی دی۔

"فرہاد اور سونیا! تم دونوں اپنے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو ورنہ رمنا ماری جائے گی۔"

ہم نے پلٹ کر دیکھا تو شونزپ نے اپنے ایک بازو میں رمنا کی گردن دبوچ رکھی تھی۔ رمنا کے ہاتھ میں اب ریوالور نہیں تھا۔ پتہ نہیں وہ کس طرح اس کے قابو میں آگئی تھی۔ شونزپ نے اس کی گردن پر اپنی گرفت کو مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

"چپ چاپ اندر آجاؤ۔ اگر تم نے میں سے کسی نے ذرا بھی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو میرے بازو کے ایک جھٹکے سے رمنا کی گردن ٹوٹ جائے گی۔"

میں نے بے بسی سے رمنا کی طرف دیکھا۔ پھر میری نظریں فرش پر گئیں۔ مان سے دو قدم کے فاصلے پر رمنا کا ریوالور پڑا ہوا تھا۔ شونزپ کنکھیوں سے اس ریوالور کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں ایک ہی چھلانگ میں شونزپ تک پہنچ سکتا تھا مگر اتنی سی دیر میں وہ خطرناک فاسٹر رمنا کی گردن کو ایک ہی جھٹکا دے کر اسے ختم کر دیتا۔ شونزپ نے کہا۔

"فرہاد! اب میں تمہیں حقیقت بتاؤں۔ میں سپر ماسٹر کے ایک وفادار غلام کی حیثیت سے اس عمارت میں رہتا ہوں اور یہی غلام سب کا سپر ماسٹر ہے۔"

ہم چونک کر اس کا منہ تکنے لگے۔ اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"وہ ڈاڑھی والا سپر ماسٹر میرا آدمی ہے۔ میں اس کو سپر ماسٹر بنا کر اسے اپنے خاص ماتحتوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور خود اس کا غلام بن کر اس کے ساتھ رہتا ہوں۔"

سونیا نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم سپر ماسٹر ہو؟"

"مجھے یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں اپنی ذہانت اور صلاحیتوں سے جب چاہتا ہوں کسی غلام بن جاتا ہوں اور کبھی آقا بن کر حکم چلاتا ہوں۔"

میں نے ریوالور تک پہنچنے کے لیے اسے مزید باتوں میں الجھایا۔

"تم خود کو بے نقاب کرنے کے بعد کیا یہاں سے بچ کر نکل جاؤ گے؟"

"ہاں بڑی آسانی سے نکل جاؤں گا۔ اگر تم لوگ میرے راستے میں آؤ گے تو جانتے ہو میں کیا کروں گا۔ یہ کروں گا....."

یہ کہتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے رمنا کو ایک طرف پھینک دیا۔ رمنا کا چہرہ لہولہان ہو گیا تھا اور وہ زخمی درندے کی طرح غرا رہا تھا۔ میں پلک جھپکتے ہی ریوالور پر چھلانگ لگا دی۔ میں غافل نہیں تھا۔ اس نے بھی اسی وقت ریوالور پر چھلانگ لگائی تھی اور تو اور سونیا بھی پھرتیلی ثابت ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم تینوں ریوالور کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ ریوالور ہمارے نیچے دب گیا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھانا چاہا مگر اس تک پہنچنے کی کوشش کی تو شونزپ نے مجھے آرم لاک کے داؤ میں جکڑ لیا۔ بڑا خطرناک داؤ تھا۔ تکلیف کی شدت سے مجھے یوں محسوس ہونے لگا۔ جیسے میرا بازو شانے سے اکھڑ کر الگ ہو جائے گا۔ اسی وقت میں نے چیخ کر سونیا سے کہا۔

"میں تمہیں پہلے بھی وارننگ دے چکا تھا کہ ذرا سی بھی حرکت کرنے کی چیخ سنائی دی۔ بعد میں پتہ چلا کہ سونیا اس کی گردن کا گوشت کاٹ کھائے گی تو جہنم میں پہنچ جاؤ گے۔ اب تم وہاں سے اٹھنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

وہ تکلیف کی شدت سے کراہتا ہوا دوسری طرف دیکھنے لگا۔ جو سیدھی طرح بتا دو کہ ریکارڈ روم کہاں ہے؟"

اس نے پہلے کراہتے ہوئے دیوار گھڑی کی طرف دیکھا، پھر فرش پر الٹ گیا۔

میں ریوالور اٹھا کر اپنا بازو سہلانے لگا۔ کمبخت نے میرے جواب دیا۔

"رمنا کے دائیں طرف جو چھوٹی سی مشین ہے اس کے اوپر کی ہڈی توڑنے کی بڑی خطرناک کوشش کی تھی۔ سونیا نے اپنے پنجوں کے ساتھ دوبارہ شونزپ پر حملہ کیا مگر اس بار وہ اسے لکھے ہوئے "او" کا بٹن دبانے سے سامنے والی دیوار خود بخود ہٹ دھوکہ کھا گئی۔ اس کے داؤ میں آکر خود کو چھڑانے کی کوشش کر جائے گی۔ اس دروازے کے پیچھے ریکارڈ روم ہے۔"

میں نے ریوالور کی نال کو شونزپ کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے کہا۔

اس وقت ہم نے اس بات پر دھیان نہیں دیا کہ وہ ریکارڈ

"بس کرو ماسٹر اس وقت ہم لڑنے میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ریکارڈ روم کا پتہ بتانے سے پہلے گھڑی کی طرف کیوں دیکھ رہا تھا۔ اس کے باوجود رمنا نے محاط ہو کر کہا۔

چاہتے۔"

وہ مجبوراً سونیا کو چھوڑ کر فرش پر سے اٹھ گیا۔ میں نے

"فرہاد! تم اور سونیا اسٹین گن کے ساتھ تیار رہو۔ میں اس

"میری انگلی ٹریگر پر ہے۔ تم ذرا سی بھی حرکت کرو گے، مشین کا بٹن دبا دی ہوں۔ اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو فوراً گولیاں چلا دینا۔"

سونیا وہ دونوں اسٹین گنیں اٹھا کر لے آئی تھی جنہیں ہم لڑائی میں پہنچ جاؤ گے۔"

اس وقت تک رمنا مائک کے پاس پہنچ گیا تھا اور ہم دروازے کو دھکیلتے ہوئے ہال سے باہر چھوڑ آئے تھے۔ میں نے ریوالور کو جیب میں رکھ کر ایک اسٹین گن اس سے لے لی۔ ہمارے مستعد ہوتے ہی رمنا کے باہر کھڑے ہوئے ساتھیوں کو مخاطب کر رہی تھی۔

"ہیلو ایرج! ہم سب یہاں خیریت سے ہیں۔ یہاں کے مشین کے اس مخصوص بٹن کو دبا دیا۔ اچانک ہی سامنے والی دیوار ہمارے قابو میں آ رہی ہے۔ تم ہماری فکر نہ کرنا ابھی تھوڑی دیر میں گڑگڑاہٹ سی پیدا ہوئی۔ پھر دیوار کا ایک حصہ دروازے کی طرح سپر ماسٹر کو مجبور کریں گے کہ وہ اپنے آدمیوں کو ہتھیار پھینکنے کا حکم دے دے۔ اس وقت تک تم لوگ اپنے مورچے پر ثابت قدمی سے جمے رہو۔"

میں نے شونزپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر تم سپر ماسٹر ہو تو واقعی کمال کے آدمی ہو۔ اتنے تک خود غلام بن کر دوسروں کو غلام بناتے رہے ہو۔ تم دیکھ کہ اس عمارت کے اندر اور باہر ہمارا پلہ بھاری ہے لہٰذا پہلے اس بات کا جواب دو کہ ریکارڈ روم کہاں ہے؟"

وہ جواب دیتے ہوئے ہچکچانے لگا۔ میں نے دوبارہ کہا۔

"ان الماریوں کی چابیاں کہاں ہیں؟"

"یہ الماریاں مخصوص نمبروں سے کھلتی ہیں۔ وہ سامنے الماری کرا دیجھا تو اس نے اچانک ہی مجھ پر حملہ کیا۔ میں فوراً اس کے پاس ایک رجسٹر رکھا ہوا نظر آ رہا ہے اس رجسٹر میں تمام نمبر درج ہیں۔"

طرف ہٹ گیا۔ وہ حملہ کرنے کی جھونک میں اپنے سامنے والی سونیا ریکارڈ روم کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"فرہاد! تم یہاں ٹھہرو پہلے میں اس رجسٹر کو چیک کرتی ہوں۔"

وہ میرا جواب سنے بغیر ریکارڈ روم میں چلی گئی۔ اس کمرے میں ٹکرا گیا۔ فولادی مشین سے ٹکراتے ہی وہ چیختا ہوا فرش پر گر پڑا۔ الماریوں کی ترتیب بالکل درست تھی۔ الماری فوراً ہی کھل گئی۔ اس نے پلٹ کر مجھے آواز دی۔

"فرہاد! یہاں آجاؤ، اس الماری میں واقعی بہت کچھ ہے۔"

میں تیزی سے چلتا ہوا ریکارڈ روم میں پہنچ گیا۔ اسی وقت فائرنگ کی آواز آئی۔ اس کے ساتھ ہی رمنا کی چیخ سنائی دی۔ میں سونیا کے قریب پہنچ چکا تھا۔ ہم دونوں ہی رمنا کی چیخ سنکر دروازے کی طرف واپس بھاگے مگر وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی دروازہ ایک جھٹکے سے بند ہو گیا۔ دیوار برابر ہو گئی۔ ہم دونوں دیوار پر ہاتھ مار کر چیخنے لگے۔

"رمنا! رمنا!! تمہیں کیا ہو گیا ہے آواز دو۔ دروازہ کھولو....."

ہم بار بار اسے آوازیں دیتے رہے۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ ایک بار پھر اسپیکر سے قہقہہ سنائی دیا۔

"فرہاد! تم چوہے دان میں پھنس گئے ہو۔ اب رمنا تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکے گی۔ وہ میری گولی کا نشانہ بن چکی ہے۔"

میں نے چیخ کر کہا۔ "شیطان کے بچے دروازہ کھولو، پھر میں تم سے نمٹ لوں گا۔"

جواب میں پھر قہقہہ سنائی دیا۔

"اب تک تم کتنے ہی سپر ماسٹروں سے نمٹ چکے ہو۔ پہلے ڈاڑھی والا سپر ماسٹر تمہارے سامنے آیا پھر شونزپ نے سپر ماسٹر بن کر تمہیں بیوقوف بنانے کی کوشش کی۔ تمہارے راستے میں اس طرح نہ جانے کتنے سپر ماسٹر آتے رہیں گے۔ مگر افسوس کہ اب تم موت کے راستے پر لگ گئے ہو۔ اس ریکارڈ روم میں تمہارے لیے ایک ٹائم بم رکھا گیا ہے۔ اس وقت میری گھڑی کے حساب سے اس بم کو پھٹنے کے لیے صرف چالیس سیکنڈ رہ گئے ہیں۔ گڈ بائی فرہاد!"

میں اور سونیا اک دم سے گھبرا کر دروازے کے پاس سے پلٹ گئے اور چاروں طرف تیزی سے نظریں دوڑانے لگے۔ ہم معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ ٹائم بم کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے مگر بدحواسی میں وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہم دونوں اچھل اچھل کر الماری کے اوپر دیکھنے لگے شاید وہ کسی الماری کے اوپر چھپا کر رکھا گیا ہو۔ مگر وہ نظر نہیں آیا۔ ایک الماری کے اوپر چھوٹا سا روشندان نظر آیا۔ لیکن وہ اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں سے سر نکل سکتا تھا مگر دھڑ نہیں نکل سکتا تھا۔ وہاں سے نکل کر بھاگنا ناممکن تھا۔ اس کمرے میں اور کوئی دوسری کھڑکی نہیں تھی۔ چاروں طرف ٹھوس پتھریلی دیواریں اور آہنی الماریاں نظر آ رہی تھیں۔ سونیا پھر ایکبار دیوار پر ہاتھ مار مار کر چیخنے لگی۔

"رمنا۔ ایرج۔ ہیلپ۔ ہیلپ۔"

وہ مدد کے لیے پکار رہی تھی لیکن رمنا ہمیشہ کی نیند سو چکی تھی۔ عمارت کے اندر کوئی ہمارا حامی و مددگار نہیں تھا۔ ایرج اپنے ساتھیوں کے ساتھ عمارت سے باہر تھا۔ اس کمرے میں مائک نہیں تھا کہ ہم اپنی

موت

ایک ٹک ٹک کی آواز سے سر کتی ہوئی قریب آتی جارہی تھی۔ اس وقت ہمارا کیا تھی، ہم سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ ساری دنیا کو اپنی زندگی کی سانسوں کو گننے کی کافی فرصت مل رہی ہوگی بند کوٹھری میں ہمیں کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت بھی نہیں مل رہی تھی نے کہا۔

"کمرے میں کتنی گہری خاموشی ہے۔"

ہم دونوں حرام موت مرنے کے خیال سے کانپ رہے تھے خوف کے نہیں ہوتا۔ ہمیں بے موت مرنے کا افسوس ہو رہا تھا۔ جواب دیا۔

"سپر ماسٹر ناداں نہیں ہے۔ اس نے ٹائم بم کو کسی چیز اس طرح چھپایا ہے کہ ٹک ٹک کی آواز نہیں ابھر رہی ہے۔"

واقعی وہ ٹک ٹک کی آواز تو ہماری دھڑکنوں سے ابھر ہمارے دہشت زدہ دماغوں میں گونج رہی تھی۔ ہمارے اعصاب کر رہی تھی اور موت سے پہلے ہی نیم مردہ بنا رہی تھی۔

میں نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھا۔ تیزی سے سرکتا ہوا کانٹا کٹا ٹائم بم کے پھٹنے میں صرف بیس سیکنڈ رہ گئے ہیں۔ تب اچانک دوڑتی ہوئی کمرے کے درمیان پہنچ کر پھر ان کے درمیانی خلا میں منہ ڈال کر سونگھنے لگی ہی لمحے وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے ایک الماری پر ہاتھ مار ہوتے کہا۔

"فرہاد! اسے جلدی سے ہٹاؤ۔"

میں نے بڑی پھرتی دکھائی۔ ہم دونوں نے مل کر پوری قوت اس آہنی الماری کو ایک طرف ذرا سا ہٹا لیا۔ وہ فوراً ہی الماری کی گئی۔ پھر فرش پر جھک کر وہ بیز کپڑے میں لپٹی ہوئی کوئی چیز اٹھا پاس لے آئی۔ ہم دونوں نے اسے کان سے لگا کر سنا تو اس دبیز کپڑے کے اندر سے ٹک ٹک کی دھیمی دھیمی سی آواز ابھر رہی تھی۔

میں فوراً ہی اچھل کر اس الماری کے اوپر پہنچ گیا جس پر چھوٹا سا روشندان بنا ہوا تھا۔ سونیا نے اس کپڑے میں لپٹا میری طرف بڑھایا۔ میں نے اسے لے کر روشندان کے باہر اسے پوری قوت سے جتنی دور پھینک سکتا تھا پھینک دیا الماری سے کود کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ پھر ہم دونوں فوراً ہی فرش پر لیٹ گئے۔ ایک سیکنڈ کے بعد ہی زبردست دھماکا سنائی دیا

دنیا کے حیرت انگیز فنِ تحریر شناسی کی مدد سے
دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں،

تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر و رہنما کتاب

تحریر اور شخصیت

قیمت ۲۵ روپے ڈاک خرچ ۱/۱ روپے

○ آپ کو بتائے گی کہ آپ کیا کچھ کر سکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دور کی جاسکتی ہیں؟

ملنے کا پتہ: مکتبہ نفسیات ○ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

لرز گئیں اور آہنی الماریاں ایک دوسرے سے ٹکرا کر بجنے لگیں لیکن خیریت یہ ہوئی کہ وہ صرف بج کر رہ گئیں۔ اگر وہ گر پڑتیں تو ان کے نیچے ہمارا کچومر نکل جاتا۔ اس ریکارڈ روم کے باہر روشندان کے دوسری طرف پتہ نہیں کیسی تباہی مچی ہوئی تھی۔ صرف اتنا اندازہ ہو رہا تھا کہ دوسری طرف کی دیواریں شاید گر رہی تھیں کیونکہ روشندان والی دیوار بھی کہیں کہیں سے تڑخ گئی تھی۔ ایک طرف بڑا سا شگاف بھی پیدا ہوگیا تھا۔

ہم نے فرش پر لیٹے ہی لیٹے دیکھا اس شگاف کے دوسری طرف گرد و غبار کے سوا کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ بہرحال اتنا یقین ہوگیا تھا کہ ہم موت کے آہنی پنجوں سے صاف بچ گئے ہیں۔ دوبارہ زندگی کا روشن چہرہ دیکھ کر سونیا کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ وہ مسرتوں کے ہجوم میں کانپتی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی۔ میں اسے سینے سے لگا کر اس کے دل کی دھڑکنوں سے زندگی کی دھڑکنوں کا یقین کرنے لگا۔ یہ یقین بڑا اطمینان بخش تھا۔

وہ البیلی اور جیالی محبوبہ موت سے پنجے لڑا کر محبت کی ایک نئی روایت قائم کر رہی تھی۔ اپنی سونیا کو آغوش میں سمیٹ کر میں اس پر جتنا بھی فخر کرتا کم تھا۔ اس بار کامیابی کا سہرا اسی کے سر تھا۔ اسی نے ٹائم بم کو تلاش کر کے میری جان بچائی تھی۔

"میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔" اپنی آخری سانسوں تک تمہارے لیے موت سے لڑتی رہوں گی۔ میری جان! میرے محبوب تم اسی طرح پیار کرتے رہو میں گولیاں برساتی رہوں گی۔ کوئی مائی کا لال میرے فرہاد کے سامنے دشمن بن کر نہیں ٹھہر سکے گا۔"

"ہاں میری جان! مجھے یقین ہوگیا ہے کہ تمہارے ایک ہاتھ میں اسٹین گن ہو اور تمہارے دوسرے بازو پر میرا سر ہو تو میں دشمنوں سے بے نیاز ہو کر آرام سے سو سکتا ہوں۔"

واقعی میں اس وقت ساری دنیا سے بے نیاز ہوگیا تھا۔ اس کے سانس لیتے ہوئے سینے پر سر رکھ کر دوستوں اور دشمنوں کو بھول چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے پوچھا۔

"تم نے ٹوکیسے سونگھ لی تھی؟"

"جس کپڑے میں ٹائم بم کو لپیٹا گیا تھا وہ ماسٹر سائمن کے بدن کا اترا ہوا لباس تھا۔ میں ماسٹر سائمن کی بُو پہچانتی ہوں۔ وہی بُو اس کے لباس سے آرہی تھی۔ مجھے بہت پہلے ہی سونگھ لینا چاہیئے تھا مگر بوجھ کی وجہ سے ذہن اس طرف مائل نہیں ہوا تھا۔"

ہم فرش پر بیٹھ گئے۔ میں نے سامنے پڑے ہوئے شگاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اس راستے سے باہر نکلنا چاہیئے۔ ابھی سپر ماسٹر زندہ سلامت ہے، وہ پھر ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ آؤ اب ہم اس کی خیریت پوچھیں۔"

ہم دونوں وہاں سے اٹھ کر دیوار کے پاس آئے۔ سونیا نے اسٹین گن اٹھا کر میرے ہاتھ میں دے دی۔ دیوار پر جہاں شگاف پڑا ہوا تھا وہ حصہ قدرے کمزور ہوگیا تھا۔ میں نے ایک زوردار لات ماری۔ شگاف کے آس پاس کے پتھر ٹوٹ کر گرنے لگے۔ شگاف اور چوڑا ہوگیا۔ ہم نے جھانک کر دیوار کی دوسری طرف دیکھا تو ایک کشادہ کمرہ نظر آیا۔ اس کمرے کے آخری سرے پر ایک زینہ تھا جو اوپر چھت کی طرف گیا تھا۔ سونیا نے کہا۔

"ہمیں اوپر جا کر دیکھنا چاہیئے۔"

"نہیں، پہلے ہم رمنا کے پاس جائیں گے۔ پتہ نہیں وہ مرچکی ہے یا زخمی پڑی ہے۔"

ہم آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے اور اس سوراخ سے باہر آنا ہی چاہتے تھے کہ پھر ہمارے قدم رک گئے۔ ماسٹر سائمن اور وہ بوڑھا سائنسداں رابرٹ ایک بڑا سوٹ کیس اٹھائے زینے کی طرف جا رہے تھے۔ انھیں دیکھتے ہی میں نے ان کی ٹانگوں پر فائرنگ کی۔ وہ دونوں زینے پر چڑھ رہے تھے چیختے ہوئے گرے اور لڑھکتے ہوئے فرش پر آرہے۔ ہم دونوں دوڑ کر ان کے قریب پہنچے۔ وہ اپنی اپنی ٹانگوں کو پکڑ کر تکلیف کی شدت سے بلبلا رہے تھے۔ میں نے ماسٹر سائمن سے پوچھا۔

"کیا رمنا کو کسی نے مار ڈالا ہے؟"

"ہاں! وہ کراہتے ہوئے بولا۔" سپر ماسٹر نے اس پر گولی چلائی تھی۔"

"تم لوگ چھت کی طرف کیوں جا رہے تھے؟ کیا وہاں سپر ماسٹر ہے؟"

اسی وقت چھت پر سے انجن کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ ہم نے چونک کر چھت کی جانب دیکھا۔ زینے کے اوپری سرے پر جہاں ایک دروازہ کھلا ہوا تھا وہاں سے تیز ہوا کے جھونکے آرہے تھے۔ یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ ہیلی کوپٹر کانپکھا تیزی سے گردش میں آگیا ہے۔ ہم دونوں اپنی اپنی اسٹین گنیں سنبھال کر تیزی سے زینہ طے کرتے ہوئے اوپر جا لگے مگر ہم نے اپنے فسکار تک پہنچنے میں دیر کردی۔ جب ہم چھت پر پہنچے تو ہیلی کوپٹر فضا میں بلند ہو کر دور نکل گیا تھا۔ پھر بھی ہم نے اس پر فائرنگ کی لیکن بے سود۔ وہ شوٹنگ رینج سے باہر نکل چکا تھا۔

ہم ناکام لوٹ کر پھر زینے سے اترتے ہوئے اس کمرے میں پہنچے لڑھکا سائنسداں زخموں کی تاب نہ لا کر مر چکا تھا۔ ماسٹر سائمن نے ہمیں دیکھتے ہی کہا۔

"مجھے فوراً طبی امداد پہنچاؤ۔ میں مر رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "میں تمہیں بچا لوں مگر تم سچ سچ بتاؤ اس ہیلی کوپٹر میں کون گیا ہے؟"

"صرف سپر ماسٹر۔ ہم بھی اس کے ساتھ جا رہے تھے۔ خدا کے لیے مجھے بچاؤ۔"

"اس سوٹ کیس میں کیا ہے؟"

"اس میں تمھارا ریکارڈ اور ٹیپ فلمیں ہیں۔ تم بہت لکی ہو۔ وہ تمھارے خلاف کوئی ریکارڈ یہاں سے نہیں لے جا سکا۔ آہ مجھ سے تکلیف برداشت نہیں ہو رہی ہے پلیز مجھے بچاؤ یہ باتیں تو بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔"

"پہلے میری باتوں کا جواب دو۔ سپر ماسٹر یہاں سے بالکل ہی خالی ہاتھ نہیں گیا ہوگا؟"

"ہاں! وہ ایک بریف کیس لے کر گیا ہے۔ اس بریف کیس میں کتنے ہی ممالک کو ملیک میل کرنے کے لیے اہم دستاویزات ہیں۔ آہ۔ آہ۔ اُف۔ تمھارے پاس سے حاصل کی ہوئی مائیکرو فلم بھی اسی بریف کیس میں ہے۔"

میں نے سونیا کی طرف پلٹ کر پوچھا۔

"کیا میرے پاس کوئی اہم مائیکرو فلم تھی؟"

سونیا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں اس مائیکرو فلم کو بیل منڈو نے تمھارے ملک سے حاصل کیا تھا۔ وہ فلم تم نے اس سے چھین لی تھی مگر یہاں پہنچنے کے بعد وہ فلم پھر تم سے چھین لی گئی۔ فرہاد! تمھیں یاد نہیں ہے مگر تمھیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تم بڑے ہی عجب وطن تھے۔ اپنے ملک کی وہ مائیکرو فلم حاصل کرنے کے لیے جان کی بازی لگاتے ہوئے یہاں پہنچے تھے۔"

"ہاں! تم سمجھا رہی ہو تو میں سمجھ رہا ہوں۔ اب میں اس مائیکرو فلم کو حاصل کرنے کے لیے زمین کے آخری سرے تک سپر ماسٹر کا پیچھا کروں گا۔"

سونیا نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ پھر یہاں واپس آئے گا۔ اسے ایک بہت بڑے ملک کی حمایت حاصل ہے۔ وہ اسی بل بوتے پر یہاں دوبارہ آئے گا۔ ہمیں فی الحال اس سے نہیں الجھنا چاہیے بہتر یہ ہے کہ ہم جلد از جلد اس جزیرے سے نکل جائیں۔"

"نہیں سونیا میں وہ مائیکرو فلم اس سے لے کر ہی جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے میں کب منع کرتی ہوں لیکن اسے حاصل کرنے کے لیے ہمیں کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ اگر ہم یہاں رہیں گے تو دوبارہ اس کے جال میں بُری طرح پھنس جائیں گے۔ تم وقت کی نزاکت کو سمجھو فرہاد! میری بات مان لو۔ ہم یہاں سے جائیں گے پھر اچھی سی پلاننگ کے بعد سپر ماسٹر سے ٹکرائیں گے۔"

وہ معقول مشورہ دے رہی تھی۔ ہماری باتوں کے دوران ہیڈ سائمن کے کراہنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پھر وہ آوازیں مر گئیں۔ ہم نے اس کی طرف دیکھا تو وہ سرد پڑ چکا تھا۔ میں نے اس کی جیبیں ٹٹول کر سوٹ کیس کی چابی تلاش کی مگر اس کے پاس چابی نہیں تھی۔ لہٰذا سوٹ کیس کے لاک کو توڑنا پڑا۔ اس کے اندر بہت سی فائلیں تھیں۔ بلیو فلموں کے کیسٹ رکھے ہوئے تھے۔ چمڑے کی وہ ڈائری بھی تھی جس میں میری نئی زندگی کی روداد لکھی جا رہی تھی۔ میں نے اسے سونیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اس ڈائری میں میرے بارے میں بہت کچھ لکھا جا رہا تھا۔ اسے سنبھال کر رکھو میں کبھی فرصت کے وقت پڑھوں گا۔"

سونیا نے وہ ڈائری مجھ سے لے لی۔ پھر ہم تمام فائلوں پر سرسری سی نظر ڈالنے لگے۔ ایک فائل میں میرے ان تمام جرائم کی رپورٹ تھی جو مجھ سے کبھی سرزد نہیں ہوئے تھے۔ سونیا نے مجھے بتایا کہ میرے بازو پر کسی قسم کا انجکشن لگا کر میرے ذہن کو ماؤف کر دیا گیا تھا۔ پھر میرے ہاتھوں سے ناکردہ جرائم کی تفصیلات لکھائی گئی تھیں۔ اس سلسلے میں میری آواز بھی ٹیپ کی گئی تھی۔ اس سوٹ کیس میں کتنے ہی ساؤنڈ کیسٹ اور ہینڈ کیسٹ رکھے ہوئے تھے۔ ان ہی میں میرا بھی کیسٹ رکھا ہوا ہوگا مگر اسے سننے کے لیے ہمارے پاس ریکارڈر نہیں تھا۔ سونیا نے کہا۔

"ان سب فضول چیزوں کو فوراً ہی تباہ کر دینا چاہیے۔"

یہ کہہ کر وہ سامنے پڑی ہوئی دونوں لاشوں کی جیبیں ٹٹولنے لگی۔ رابرٹ کی جیب سے ایک لائٹر برآمد ہوا۔ ہم نے فرش پر فائلوں کا ڈھیر لگا کر انھیں لائٹر کی آگ دکھا دی۔ جب وہ جلنے لگیں تو ہم نے ایک ایک کیسٹ کو کھول کر ساؤنڈ اور پکچر ٹیپ کو آگ کی نذر کرنے کے بعد آدھے گھنٹے کے اندر وہ تمام فضول مگر خطرناک چیزیں جل کر راکھ ہو گئیں۔ پھر ہم وہاں سے نکل کر ایک کوریڈور سے گزرتے ہوئے اس کمرے میں آئے جہاں ہم نے رمنا کو چھوڑا تھا۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ چند لمحے ہم خاموش کھڑا اس کے بے جان چہرے کو تکتا رہا۔ اس پُرخلوص سی لڑکی نے میرا بہت ساتھ دیا تھا مگر افسوس کہ میں اسے بچا نہ سکا۔ میں سوچ میں گم تھا کہ سونیا کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"فرہاد! یہ شوزپ زندہ ہے مگر بے ہوش ہے اسے مار ڈالنا ہی بہتر ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے فرش پر پڑے ریوالور کو اٹھایا۔ پھر شوزپ کو ایک ٹھوکر ماری۔ اس کے منہ سے ایک ہلکی سی کراہ نکلی پھر فائرنگ کی آواز میں ہمیشہ کے لیے گم ہو گئی۔ سونیا نے اس ریوالور کو اس کے مُردہ جسم پر پھینک دیا۔ میں بوجھل قدموں سے چلتا ہوا لیک کے پاس آیا پھر ایرج کو مخاطب کرنے لگا۔

"ہیلو ایرج! میں انتہائی افسوس کے ساتھ یہ خبر سنا رہا ہوں کہ تمھاری رمنا اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ دوست! انسانوں کے ضمن میں قدرت کے قانون کبھی بدلا نہیں کرتے۔ اگر میں اس کے قریب ہوتا تو اسے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا مگر افسوس کہ میرے دوست

میں اور سونیا اس سے دو دو ایک بند کمرے میں خود اپنی زندگی کیلئے لڑ رہے تھے۔ اگر تم وہ محاذ چھوڑ کر عمارت کے اندر آ سکتے ہو تو آ جاؤ۔ اب یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے سونیا تمھاری رہنمائی کرے گی۔"

اس عمارت کی بھول بھلیوں میں صحیح مقام تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ سونیا بھی یہاں کے راستوں کو نہیں سمجھ سکتی تھی لیکن وہ ایرج کی بُو سونگھتی ہوئی عمارت کے بیرونی دروازے تک پہنچ گئی۔ واپسی میں وہ پیچیدہ راستے پھر اسے الجھا سکتے تھے مگر وہ میری بُو سونگھتی ہوئی ایرج کو لے کر میرے پاس آ گئی۔ وہ عجیب صلاحیتوں کی مالک تھی۔

ایرج اس ہال میں داخل ہوتے ہی دوڑتا ہوا رمنا کے پاس آیا۔ پھر اس پر جھک کر اس کے چہرے کو تکنے لگا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ اس کے طلائی اور سرد چہرے پر انگلیاں پھیرنے لگا۔ اب رمنا اس کی انگلیوں کے لمس کو محسوس کر کے شرما نہیں سکتی تھی۔ مسکرا کر اسے کنکھیوں سے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ایرج نے غصّے سے دانت پیستے ہوئے میری جانب دیکھا۔ پھر اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"میری محبوبہ مر گئی۔ تمھاری محبوبہ کیسے زندہ ہے؟"

وہ عجیب بے تکا سا سوال تھا۔ میں نے اپنی سونیا کی جانب دیکھا پھر اسے جواب دیا۔

"ایرج! سونیا میرے ساتھ ریکارڈ روم میں گئی تھی۔ رمنا وہ دروازے کے باہر پہرہ دینے کے لیے کھڑی ہو گئی تھی۔"

وہ غصّے سے چیخ کر بولا۔

"تم نے اسے یہاں تنہا پہرہ دینے کے لیے کیوں چھوڑ دیا تھا؟ تم یہاں سونیا کو چھوڑ سکتے تھے۔ رمنا کو اپنی حفاظت میں اپنے ساتھ لے جا سکتے تھے۔"

"ایرج! تمھیں سچویشن کا پتہ نہیں ہے اگر سونیا میرے ساتھ ریکارڈ روم میں نہ ہوتی تو ہم سب تباہ ہو جاتے۔ اس نے سونگھنے کی صلاحیت کے ذریعے وہاں سے ایک ٹائم بم برآمد کیا تھا۔ اگر ہم اس کی زد میں آ جاتے تو سپر ماسٹر تم سب پر غالب آ جاتا مگر ہماری کامیابی نے اسے فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔"

"یہ کامیابی ہے؟" اس نے جھنجھلا کر چیختے ہوئے رمنا کی لاش کی طرف اشارہ کیا۔ "میری دنیا لٹ گئی اور تم کامیابی کا مژدہ سنا کر مجھے تسلی دینا چاہتے ہو؟"

سونیا نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔

"ایرج! محبت اور جنگ دو مختلف چیزیں ہیں۔ جنگ میں بعض اوقات ناقابلِ برداشت نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ اگر تمھیں اس بات کا غصّہ ہے کہ اس جنگ میں رمنا کیوں کام آ گئی اور میں کیوں زندہ نظر آ رہی ہوں تو میں تمھارے سامنے کھڑی ہوں مجھے مار ڈالو۔"

ایرج اس کی بات سُن کر اپنی اسٹین گن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اس نے ایک بار اپنی مُردہ محبوبہ کی جانب دیکھا اور دوسری بار میری محبوبہ کی جانب نظر اٹھائی۔ مجھے اک دم سے خطرے کا احساس ہوا۔ ایرج کے چہرے پر طوفان لہرا رہا تھا۔ میں بے اختیار پنیترا بدل کر کھڑا ہو گیا۔ میرے پنیترا بدلتے ہی اس نے کن انکھیوں سے میری طرف دیکھا پھر نظریں جھکا کر پریشان پریشان سا کچھ سوچنے لگا۔ پھر وہ جھنجھلا کر اسٹین گن کو قریبی میز پر پٹختے ہوئے کہنے لگا۔

"سوری فرہاد! رمنا کی جدائی نے مجھے پاگل بنا دیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں کیا کروں؟ کہاں سے اپنی رمنا کو واپس لاؤں؟"

میں نے قریب جا کر اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے تسلی دی۔

"صبر کرو دوست! پتہ نہیں آزادی کی اس جنگ میں اور کون کون مرے گا۔ کم از کم تمھیں اس بات کا اطمینان ہونا چاہیے کہ رمنا عزت اور آزادی کے لیے لڑتی رہی اور پھر عزت کی موت مر گئی۔ ہم نے تمام ریکارڈ اور بلیو فلمیں جلا دی ہیں جن کے ذریعے سپر ماسٹر مجھے اور رمنا کو ساری دنیا میں بدنام کر سکتا تھا۔"

ایرج نے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ اس وقت میں سمجھ سکا کہ وہ مجھے ایک رقیب کی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ اس لیے کہ مجھے وہ دن یاد نہیں تھا جب میں نے رمنا کے ساتھ رنگین و سنگین لمحات گزارے تھے۔ یہ باتیں ایرج کو معلوم تھیں، لہٰذا اسے اس بات کا بھی دکھ تھا کہ میں اس کی محبوبہ کو دور تک حاصل کر چکا ہوں۔ پھر اچانک ہی اس کے دیکھنے کا انداز بدل گیا۔ اس نے سر کو جھٹک کر کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"میں پاگل ہو رہا ہوں۔ مجھے پچھلی باتیں نہیں سوچنا چاہئیں اور تم لوگوں کو رمنا کی موت کا ذمہ دار نہیں ٹھہرانا چاہیے۔ میں نے ابھی غصّے میں جو کچھ کہا تھا اسے بھول جاؤ۔ اب ہمیں باہر چلنا چاہیے۔"

میں نے پوچھا۔ "باہر کی پوزیشن کیا ہے؟"

"باہر بھی ہمارا پلہ بھاری ہے۔ جو لوگ ہمارا مقابلہ کر رہے تھے، وہ اچانک ہی دونوں طرف سے گھر گئے تھے۔ ہمارے جو ساتھی لنچ میں ہمارا انتظار کر رہے تھے انھوں نے پیچھے سے آ کر ان پر حملہ کیا تھا، وہ دو طرفہ حملے سے بوکھلا گئے۔ کچھ وہاں سے فرار ہو گئے، کچھ مر گئے اور باقی نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اب پورے جزیرے پر ہمارا قبضہ ہے۔"

"پھر تم مائیک کے ذریعہ یہاں سے اپنے لوگوں کو احکامات دو کہ جو لوگ اطاعت قبول کر رہے ہیں ان پر ظلم نہ کیا جائے۔ جو ابھی تک ہتھیار پھینکنے کے لیے تیار نہیں ہیں پہلے ان کا خاتمہ کیا جائے۔"

ایرج مائیک کے پاس جا کر اپنے لوگوں کو مخاطب کرنے لگا۔

"ہیلو۔ میں ایرج بول رہا ہوں۔ تم میں سے کچھ لوگ سب سے پہلے ساحلی علاقے میں جا کر لانچ اور بوٹ کی حفاظت کریں، باقی فرار ہونے والے دشمنوں کا تعاقب کریں۔ اس چھوٹے سے جزیرے میں وہ خود کو کہیں نہیں چھپا سکیں گے۔ فرار ہونے کے لیے صرف بندرگاہ کی طرف جائیں گے، لہٰذا فوراً ہی بندرگاہ پر ہمارا قبضہ ہونا چاہیئے۔ جاؤ جلدی کرو....."

وہ احکامات صادر کرتا رہا۔ اس نے دس مسلح جوانوں کو عمارت کے باہر پہرہ دینے کے لیے کہا۔ پانچ جوانوں کو عمارت کے اندر بلایا۔ وہ لوگ رمنا کی لاش اٹھا کر باہر لے آئے۔ میں اور سونیا بھی ایرج کے ساتھ باہر آ گئے۔ ایرج کے حکم سے رمنا کے لیے ایک تابوت تیار کیا جا رہا تھا چند عورتیں عمارت کے ایک کمرے میں رمنا کی لاش کو نہلا کر اس پہناوے ہی تھیں۔ اس کے لیے ڈھیر سارے سرخ پھول منگوائے گئے تھے۔ جب اس کا تابوت باہر لایا گیا تو ہم نے اس کا آخری دیدار کیا۔ رمنا تابوت کے اندر سرخ پھولوں کے ڈھیر میں چھپ گئی تھی۔ اس وقت وہ خود بھی اتنے سارے پھولوں میں سے ایک پھول نظر آ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر دل میں درد کی لہریں اٹھنے لگیں۔

میں ایک طرف سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ جب اس کے تابوت کو بند کرنے کے بعد قبر میں اتارا جانے لگا تو دس جوانوں نے تو ے ٹکڑی پر رائفل سے فائرنگ کرتے ہوئے سلامی دی۔ میں بدستور سر جھکائے کھڑا تھا۔ ٹھائیں ٹھائیں کی گونج میں سونیا نے مجھ سے کہا۔

"فرہاد! ذرا ایرج کو دیکھو، وہ مجھے کیسی کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔"

میں نے فوراً ہی نظر اٹھا کر دیکھا تو واقعی ایرج میری سونیا کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔ سونیا نے ناگواری سے کہا۔

"یہ ایرج خواہ مخواہ میرا دشمن کیوں بن گیا ہے یہ کیا اس کی شامت آ گئی ہے؟"

"نہیں سونیا! تم ابھی اس کے خلاف کچھ نہ بولو۔ ہم طوفانوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ ابھی خبر آئی ہے کہ بندرگاہ پر ایرج کے آدمیوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ ایسے میں ہم ایرج سے دشمنی مول لے کر نئی مصیبتوں میں گرفتار ہو جائیں گے۔"

سونیا نے میری بات پر سر جھکا کر کہا۔

"تم کہہ رہے ہو اس لیے میں حتی الامکان اس سے دوستی نبھانے کی کوشش کروں گی۔"

میری زندگی بھی عجیب ہے۔ ہمیشہ نت نئے ہنگامے اور خطرات میری راہ تکتے رہتے ہیں۔ اب میں چاہتا تھا کہ ایرج میرے لیے دردِ سر نہ بنے۔ وہ غلط فہمیوں کا شکار ہو گیا تھا۔ میں نے اسکی غلط فہمیاں دور کرنے کے لیے اور دوستی کا ثبوت دینے کے لیے ہمیشہ اس کے شانہ بشانہ رہنے کی کوشش کی۔ سونیا کو بھی سمجھا دیا کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے مجھ سے دور ہو جائے تاکہ ایرج کی نظروں میں نہ آتی رہے۔ وہ اپنے بڑے باپ کے ساتھ بندرگاہ کی طرف چلی گئی۔ ایرج نے اپنے تین مسلح جوانوں کو سونیا کے ساتھ کیا۔ میں نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کی کہ اس نے ایک فوجی جنرل کی طرح اپنے تین آدمیوں کو خاص طور پر سونیا کے ساتھ رہنے کا حکم دیا تھا۔

میں مصلحتاً خاموش رہا۔ موجودہ فتح نے اس کا دماغ خراب کر دیا تھا۔ اس چھوٹے سے جزیرے پر قبضہ کرنے کے بعد اب وہ خود کو یہاں کا حاکم سمجھ رہا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اقتدار حاصل ہوتے ہی لوگوں کا مزاج.... بدل جاتا ہے۔ صبح تک ہم بہت زیادہ مصروف رہے۔ جو دشمن لانچ وغیرہ کے ذریعہ فرار ہونا چاہتے تھے انھیں بندرگاہ کے قریب گھیر لیا گیا تھا۔ فرار ہونے والوں نے تھوڑی دیر تک جم کر مقابلہ کیا مگر ایک ایک کر کے مارے گئے۔

دوسرے دن ایرج نے اپنے طور پر مارشل لاء نافذ کر دیا حالانکہ اس کی کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی۔ اور نہ ہی وہ فوجی قوانین سے واقف تھا۔ اس نے تمام لوگوں کو اپنے اپنے گھروں تک محدود رہنے کا حکم دے دیا تھا۔ میں اپنی رہائش گاہ پر آیا۔ وہاں پہنچتے ہی ایرج کے پانچ مسلح ساتھیوں نے چاروں طرف سے مجھے گھیر کر اپنی اسٹین گنوں کا رُخ میری جانب کر دیا۔ ایرج ذرا دور کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھ کر غصے سے پوچھا۔

"یہ کیا حرکت ہے؟"

اس نے بڑی لاپرواہی سے جواب دیا۔

"تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ ایسے سنگین حالات میں، میں کسی غیر ملکی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ تم پاکستانی ہو تمھیں باحفاظت یہاں سے پاکستان بھیج دیا جائے گا۔"

میں نے ذرا اطمینان کا سانس لے کر کہا۔

"چلو یہی سہی۔ بہرحال میں تمھارا دوست بن کر رہنا چاہتا ہوں تمھارے اطمینان کی خاطر میں اپنے ملک واپس چلا جاؤں گا۔ تم سونیا کو میرے ساتھ بھیج دو۔"

"نہیں فرہاد! سونیا کا خیال دل سے نکال دو۔ اس کا تعلق یہاں کے قریبی جزیروں سے ہے، وہ یہیں رہے گی۔"

"لیکن ایرج اگر وہ اپنی مرضی سے میرے ساتھ جانا چاہے گی تو کیا تم اسے جبراً روکو گے؟"

"ہاں! ایسا ہی ہو گا۔"

"دیکھو ایرج! اس جنگ میں میں اور سونیا تمھارے شانہ بشانہ لڑتے رہے ہیں۔ میں نے اور سونیا نے تنہا اس عمارت پر قبضہ کیا ہے

ان بیشتر دشمن تھے سبھی کو نیست و نابود کیا ہے۔ صرف سپر ماسٹر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے باوجود اس جنگ میں ہم نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں اس کا صلہ ہمیں ملنا چاہیئے۔ میں تم سے کچھ نہیں مانگتا صرف سونیا کو میرے حوالے کر دو۔ میں یہاں سے چپ چاپ چلا جاؤں گا۔"

"میری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ میں ایک بار کہہ چکا ہوں سونیا تمھارے ساتھ نہیں جائے گی۔"

"کیوں نہیں جائے گی؟" میں نے غصے سے پوچھا۔

اسی وقت ایک مسلح جوان نے اپنی اسٹین گن سے میرے ہاتھ پر ضرب لگائی۔ میرے ہاتھوں سے اسٹین گن چھوٹ کر دور جا گری۔ میں بے ساختہ آگے بڑھ کر فرش پر جھکتے ہوئے اسے اٹھانا چاہا۔ اس سے پہلے کہ میرے منہ پر ایک زبردست چوٹ پڑی۔ میں الٹ کر دوسری طرف فرش پر گر پڑا۔ دو جوانوں نے میرے سینے پر اسٹین گن کی نالیں رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر اب تم کوئی حرکت کرو گے تو ہم تمھیں شوٹ کر دیں گے اٹھو اور چپ چاپ اس کمرے میں چلے جاؤ۔"

میں نے فرش پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"پہلے سونیا کو یہاں بلاؤ۔ اس کے بغیر میں اس کمرے میں بھی نہیں جاؤں گا۔"

اس کے بعد میں دوبارہ سونیا کا مطالبہ نہ کر سکا۔ اچانک ہی میرے سر کے پچھلے حصے پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ پتہ نہیں وہ کیسی فولادی ضرب تھی۔ اک دم سے میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ دماغ نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ دماغ کے بغیر انسان کسی دنیا میں نہیں رہ سکتا۔ پتہ نہیں میں بھی کہاں گم ہو گیا تھا۔

جب میرا دماغ احساسات کی طرف واپس آنے لگا تو سب سے پہلے میرے کانوں نے گھڑی کی ٹک ٹک سنی۔ میں نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تو سر کے پچھلے حصے سے ناقابلِ برداشت تکلیف اٹھنے لگی۔ میں نے تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے اپنے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آئی۔ پھر رفتہ رفتہ ہلکی زرد سی روشنی دکھائی دینے لگی۔ اس روشنی میں میں نے خود کو ایک کمرے کے فرش پر لیٹا ہوا پایا۔

میں تھوڑی دیر تک چپ چاپ پڑا رہا اور سوچتا رہا کہ مجھ پر کیا گزر چکی ہے۔ جب مجھے یاد آیا کہ میں نے سونیا کا مطالبہ کرتے ہوئے چوٹ کھائی ہے تو پھر میرا دل سونیا کے لیے تڑپنے لگا۔ میں بڑی مشکل سے کراہتے ہوئے آہستہ آہستہ اٹھ کر فرش پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک میرا سر چکراتا رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کس طرح اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکوں گا اور کس طرح اپنی سونیا تک پہنچ سکوں گا۔

پتہ نہیں میں کتنی دیر تک فرش پر بیٹھا سر سے اٹھنے والی ٹیسوں کو برداشت کرتا رہا۔ کھوپڑی کے اندر جیسے برف جم گئی تھی۔ آنکھوں کے سامنے دھندلی سی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ پھر میری نظریں اس دھندلکے میں چکراتی ہوئی سینٹل پیس پر گئیں۔ وہاں ایک شمعدان میں چار موم بتیاں روشن تھیں۔ وہ بہت دیر سے جل رہی تھیں اور پگھل رہی تھیں۔ اب تھوڑی دیر بعد وہ بجھنے ہی والی تھیں۔

یک بیک میں نے محسوس کیا کہ میری نظریں ایک موم بتی پر جم کر رہ گئی ہیں۔ مجھے یوں لگا جیسے اس سلگتی ہوئی لو سے میرا پرانا رشتہ ہو۔ جیسے میں پہلے بھی اس لو کو مسلسل تکتا رہا ہوں صرف اتنی سی بات ہوتی تو میں اپنی نظریں وہاں سے ہٹا لیتا لیکن دماغ کے بنیادی رشتے سے فوراً ہی تعلق نہیں توڑا جا سکتا۔ اس وقت مجھے یاد نہیں آیا کہ ابتدائیں میں نے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے شمع کی لو سے اپنی آنکھوں کا رشتہ قائم کیا تھا۔ اب وہ سلگتی ہوئی لو اس رشتے کی ڈور تھام کر میرے دماغ میں جم کر بیٹھ گئی تھی۔

اب جبکہ میں سب کچھ بھول گیا تھا۔ ایسی حالت میں بھی مینٹل پیس پر جلنے والی شمع کی لو مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ میں اس سے نظریں ہٹانا چاہتا تھا مگر میرے دماغ نے مجھے جکڑ لیا تھا اور مجھے چپکے چپکے سمجھا رہا تھا۔

"فرہاد! بھولے بھٹکے راہی۔ یہ شمع کی لو تیرے سفر کا پہلا سنگِ میل ہے پیچھے چھوٹ جانے والے اس سنگِ میل کو یاد کر۔ یہ ایک ننھی سی لو تیرے تمام ماضی کو روشن کرے گی۔"

ہاں میں کچھ ایسا ہی محسوس کر رہا تھا۔ ایک انجانی سی دھندلی سی دنیا میرے خوابیدہ ذہن میں جھلک رہی تھی۔ اسے واضح طور پر دیکھنے کے لیے شمع کی لو کو دیکھتے رہنا لازمی ہو گیا تھا۔ اس وقت مجھے جو فوری طور پر فائدہ پہنچا وہ یہ تھا کہ ایک ہی لو پر نگاہیں اور دماغ کو مرکوز کر دینے کے بعد سر کی ناقابلِ برداشت تکلیف بالکل ہی ختم ہو گئی تھی۔ یہ انجانے سے تنویمی عمل کا نتیجہ تھا۔ میرا لاشعور جہاں میرے تنویمی عمل اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں جا کر چھپ گئی تھیں، وہی لاشعور ایک عامل بن کر مسیحائی کر رہا تھا۔

میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ ساری دنیا کو بھول کر صرف اس ننھی سی لو کو تکنے لگا اور دل ہی دل میں کہنے لگا۔

"میں شمع کی اس لو کو تکتا رہوں گا۔ اپنے درد کا درماں کرتا رہوں گا میرے سر کی تکلیف بالکل ختم ہو جائے گی۔ میں اچھی طرح سوچنے سمجھنے اور چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں گا۔ اے شمع میں تیری ننھی سی لو کو دیکھتے دیکھتے اب اپنے ماضی کو پکار رہا ہوں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ میں کون ہوں اور میری ابتدا کیا ہے یہ اے میرے ذہن پر چھا کر اور مجھے میری ابتدا تک پہنچا دے، اور مجھے....."

اچانک ہی گھورا اندھیارا چھا گیا۔ وہ شمع اپنی حیات کی آخری ساعت تک پہنچ کر بجھ گئی۔ میں پریشان ہو کر چاروں طرف تکنے لگا۔ ابھی چند لمحے پہلے میں محسوس کر رہا تھا کہ مجھے بہت کچھ یاد آنے والا ہے۔ میرے لاشعور سے روشنی کی کرن پھوٹنے والی تھی مگر اچانک ہی شمع بجھ گئی۔ چاروں طرف تاریکی چھا گئی۔ سب سے بڑا ستم یہ ہوا کہ میرے دماغ میں بھی پہلے جیسا اندھیرا چھا گیا اور اس اندھیرے میں پھر میرا ماضی دفن ہو گیا۔

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس تاریکی میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا مینٹل پیس کی طرف بڑھا۔ تمام موم بتیاں گھل چکی تھیں۔ میں ہاتھ آگے بڑھا کر ایک اندھے کی طرح اس مینٹل پیس پر دوسری موم بتی تلاش کرنے لگا۔ شمع کی وہ لو بجھتے بجھتے مجھے سمجھا گئی تھی کہ اس کی لو سے میرے دماغ کا گہرا رشتہ ہے۔ میں پھر وہ رشتہ قائم کر سکتا ہوں۔ پھر ایک بار اپنے ماضی کو روشن کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں لیکن اس وقت مجھے دوسری موم بتی نہیں ملی۔

میں اندھیرے میں راستہ ٹٹولتا ہوا دروازے کو تلاش کرنے لگا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ جب بھی مجھے کوئی موم بتی ملے گی تو میں پہلی فرصت میں اس کی لو سے رشتہ جوڑوں گا۔ میں دیوار کے سہارے چلتے چلتے اس کھڑکی کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اسے کھول کر دیکھا تو باہر چاندنی چٹکی... ہوئی تھی۔ باہر کا منظر دیکھ کر پتہ چلا کہ میں اپنی رہائش گاہ میں ہوں۔

چاندنی کھڑکی کے راستے کمرے میں بکھر رہی تھی اور مجھے دُور ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ اتنی دیر میں مجھے پتہ چلا کہ میرے سر کی تکلیف بالکل ہی ختم ہو گئی ہے۔ پتہ نہیں اس شمع کی لو نے کس طرح میرے دماغ سے تکلیف کے احساسات کو مٹا دیا تھا۔ خدا جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔ اس معبود نے شاید مجھے اسی لیے اس آزمائش میں مبتلا کیا تھا کہ دشمن مجھے زخمی کرنے کے بعد ایک جلتی ہوئی شمع کے پاس چھوڑ جائیں اور اس طرح میں اپنے ماضی کی ایک ڈور کے سرے کو تھام لوں۔ میں تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ اسے کھولنے کے لیے جب میں نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو وہاں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ ایک دھاگے سے بندھا ہوا نظر آیا۔ میں نے دھاگے کو توڑنے کے بعد اس کاغذ کو کھول کر دیکھا اس کی تحریر پڑھنے کے لیے روشنی ناکافی تھی۔ میں کھڑکی کے پاس واپس آ گیا اور اس کاغذ کی تحریر کو کھلی چاندنی میں پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا۔

"فرہاد! میں تمہاری خدمات کے صلے میں تمہیں زندہ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ سپر ماسٹر ایک بڑے ملک سے فوجی امداد لے کر یہاں واپس آئے گا اور ہمیں کسی صورت میں بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ بندرگاہ پر تمہارے لیے ایک چھوٹی سی لانچ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ تم ہوش میں آنے کے بعد اس لانچ کے ذریعہ کہیں بھی جا سکتے ہو۔ ہمنا کی کمی پوری کرنے کے لیے میں تمہاری سونیا کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ تمہارا محسن ایرج۔"

میں غصے کی شدت سے اس کاغذ کو مٹھی میں بھینچنے لگا۔ ذلیل احسان فراموش میری سونیا کو مجھ سے چھین کر لے گیا تھا اور میرا محسن کہہ رہا تھا۔ میں نے پلنگ کے سرہانے والی میز پر آگ کو قریب سے دیکھا۔ گھڑی کے کانٹے بتا رہے تھے کہ تھوڑی دیر میں ہونے والی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں تقریباً بارہ گھنٹے پیچھے پڑا رہا تھا۔ یہاں میں پچھلی شام آیا تھا۔ اسی وقت انھوں نے بیہوش کرنے کے بعد اس فرش پر ڈال دیا تھا۔ جو موم بتیاں روشن کی گئے تھے وہ زیادہ سے زیادہ چار گھنٹے تک روشن رہ سکتی تھیں۔ حساب سے وہ چار یا پانچ گھنٹے پہلے اس جزیرے کو چھوڑ کر گئے ہوں گے۔ مگر کہاں گئے ہوں گے؟

اسی کمرے میں بیٹھ کر سوچتے رہنے سے یہ کبھی نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کہاں گئے ہوں گے۔ میں نے فوراً ہی بندرگاہ کی طرف کا ارادہ کیا۔ جب میرے لیے ایک لانچ چھوڑی گئی تھی تو اس کا یہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ مجھے کس طرف جانا چاہیے۔ اور وہ کتنا طویل ہو سکتا ہے۔ میں نے احتیاطاً کچن میں جا کر ایک کپڑے کے تھیلے میں کھانے پینے کی کچھ چیزیں جمع کر لیں۔ مجھے اپنی حفاظت کے لیے وہاں کوئی ہتھیار نہیں ملا۔ میں نہتا ہی باہر نکل گیا۔ دروازے کے وہی کار کھڑی ہوئی تھی جس میں بیٹھ کر میں ہر شام ایمنہ کے ساتھ ساحل پر جاتا تھا۔

میں نے ایمنہ کے ساتھ بارہا پورے جزیرے کی سیر کی تھی۔ کار اسٹارٹ کرنے کے بعد بنگلے سے ذرا دور سڑک پر آیا اور بندرگاہ کی طرف جانے لگا۔ اس وقت تک صبح ہو چکی تھی۔ صبح کے اجالے نے کئی جگہ سپر ماسٹر کے مسلح جوانوں کی لاشیں دیکھیں۔ کتنی ہی لاشیں تھیں جن کے پاس اسٹین گنیں اور کارتوسوں کے ذخیرے پڑے تھے۔ میں ایک جگہ گاڑی روک کر ایک لاش کے قریب گیا اور اس سے اسٹین گن اور کارتوس کی پیٹی اٹھا لی۔ ایک لاش کے ہولسٹر مجھے بھرا ہوا ریوالور بھی مل گیا۔ میں وہ تمام چیزیں سمیٹ کر کار میں لے آیا تو دور مکانوں کی کھڑکیاں کھلی ہوئی نظر آئیں۔ عورتیں اور بچے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

وہ جزیرہ بُری طرح تباہ ہو گیا تھا۔ وہاں کے رہنے والوں کی تقدیر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ تباہی مچانے والے اپنی جان بچا کر وہاں سے نکل گئے تھے۔ میں کار میں بیٹھ کر وہاں سے گزرتے ہوئے دو سو گز تک پڑی ہوئی لاشوں کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ لوگ ادھ موئے سڑک کے کنارے سے گزرتے ہوئے نظر آئے۔ وہ بھی چلتے پھرتے مُردے دکھائی دے رہے تھے۔

جب میں بندرگاہ کی ایک برتھ پر پہنچا تو وہاں ایک چھوٹی

سی لانچ موجود تھی۔ لانچ کے عرشے پر ایک نوجوان اسٹین گن لیے کھڑا تھا۔ نوجوان برتھ پر نظر آیا۔ میری کار رُکتے ہی وہ تیزی سے چلتا ہوا قریب آ گیا۔

"چلو آؤ ہم بہت دیر سے تمہارا انتظار کر رہے تھے۔"

میں کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلنے کے لیے اسٹین گن اٹھانے لگا تو اس نے فوراً ہی اپنی اسٹین گن کا رُخ میری جانب کرتے ہوئے کہا۔

"خبردار۔ تم اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھو گے۔"

"آخر کیوں؟" میں نے پلٹ کر پوچھا۔

"ہم نہیں جانتے یہ ایرج کا حکم ہے۔"

"ایرج کہاں ہے؟"

"وہ دو گھنٹے پہلے یہاں سے ایک بحری جہاز میں بیٹھ کر جا چکا ہے۔"

"کیا وہ سونیا کو ساتھ لے گیا ہے؟"

"ہاں! وہ نہیں جانا چاہتی تھی لیکن اسٹین گن کی زد پر ایسے چلی بیاب تم چلو گے۔"

میں نے خالی ہاتھ کار سے باہر نکلتے ہوئے پوچھا۔

"تم مجھے اس لانچ کے ذریعہ کہاں لے جاؤ گے؟"

"ایرج کا حکم ہے کہ تمہیں ہنگ کانگ لے جا کر چھوڑ دیا جائے۔"

میں نے نظریں اٹھا کر لانچ پر کھڑے ہوئے مسلح جوان کو دیکھا۔ دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ میں ان دونوں مسلح جوانوں سے فارغ منٹ سکتا ہوں۔ میں نے ذرا وقت ضائع کرنے کے لیے ایک سوال کیا۔

"سونیا کا باپ نجامن کہاں ہے؟"

"ایرج گوشت کھاتا ہے اور ہڈیاں پھینک جاتا ہے۔ اسی طرح سونیا کو ساتھ لے گیا ہے اور اس بوڑھے کو تمہارے لیے چھوڑ گیا ہے۔ نجامن اسی لانچ کے کیبن میں موجود ہے۔ تم یہاں کھڑے رہ کر کیوں ضائع کر رہے ہو؟ یہ کیا ہے تمہارے دماغ میں؟ یاد رکھو تم ہمارے خلاف ذرا بھی حرکت کی تو ہم بے دریغ فائر کر دیں گے۔"

میں اس کے حکم کے مطابق آگے بڑھا، چھڑک کر بولا۔

"میں اپنے ساتھ کھانے کی کچھ چیزیں لایا ہوں اسے تو ساتھ لے لینے دو۔"

"نہیں۔ لانچ میں کھانے کا سامان وافر مقدار میں موجود ہے۔ تم سے زیادہ کھانے کی فکر ہے۔ جلدی چلو۔"

اس نے اسٹین گن کی نال سے میری پشت پر ٹھوکا دیا۔ مجھے آگے بڑھنا پڑا۔ اگر وہ تنہا ہوتا تو میں موقع پا کر اس سے لپٹ جاتا مگر عرشے پر دوسرا نوجوان مستعد کھڑا ہوا تھا۔ مجھے بدکتے دیکھ کر وہ وہیں سے فائرنگ شروع کر دیتا۔ میں چپ چاپ سیڑھیاں چڑھتا ہوا لانچ پر آ گیا۔ اس نے مجھے حکم دیا کہ میں سیڑھی اوپر کھینچ لوں۔ میں اس کے حکم کے مطابق اس سیڑھی کو لانچ کے تختے پر کھینچنے لگا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ اس سیڑھی کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دوں۔ میں نے سیڑھی اٹھائی پھر اسے ایک طرف رکھنے کی بجائے اس پر پھینک دی۔ وہ اس اچانک حملے سے اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور لانچ کے تختہ فرش پر گر پڑا۔ سیڑھی اس کے اوپر آ گئی تھی۔ میں نے فوراً ہی چھلانگ لگائی پھر اس پر پہنچ کر اسے سیڑھی کے نیچے دبوچنے لگا۔

دوسرا نوجوان لانچ کے عرشے پر تھا وہ وہاں سے دیکھ نہیں سکتا تھا کہ نچلے حصے میں کیا ہو رہا ہے لیکن بھاری بھرکم سیڑھی گرنے کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے پہلی بار اپنے ساتھی کو آواز دے کر اس کی خیریت دریافت کی۔ اتنی سی دیر میں میں نے اس سے اسٹین گن چھین لی تھی۔ دوسری بار اس نے اوپر سے آواز نہیں دی۔ مجھے اس کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ میں فوراً ہی اس زینے کی طرف آ گیا جو عرشے کی طرف جاتا تھا۔ پھر جیسے ہی وہ زینے کے اوپری سرے پر نظر آیا میں نے فائر کھول دیا۔ اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی۔ پھر وہ اوندھے منہ زینے پر گرا اور لڑھکتا ہوا نیچے آنے لگا۔

میں نے سیڑھی کے نیچے دبے ہوئے نوجوان کی طرف توجہ دی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے میری جانب دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے اسٹین گن کی زد پر رکھ کر پوچھا۔

"کیا تم اسی سیڑھی کے نیچے لیٹے رہو گے۔ چلو اٹھو۔"

وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے اس وزنی سیڑھی کو اپنے اوپر سے ہٹانے لگا۔ جب وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تو میں نے پوچھا۔

"زندگی چاہتے ہو یا موت؟"

وہ اسٹین گن کا رُخ اپنی طرف دیکھ کر عاجزی سے گڑگڑانے لگا۔

"مجھے معاف کر دو۔ مجھے زندہ رہنے دو۔ میں تمہارا وفادار بنکر رہوں گا۔"

"تم تھوڑی دیر پہلے میری جان کے دشمن تھے۔ میں تم پر کیسے بھروسہ کر سکتا ہوں؟"

"میں اپنی وفاداری کا ثبوت دے سکتا ہوں۔"

"اچھا تو دو۔"

وہ کہنے لگا۔ "ایرج نے مجھے حکم دیا تھا کہ بحری سفر کے دوران میں تمہارے کھانے میں ایک ایسی دوا کی تھوڑی تھوڑی سی مقدار ملا کر دیتا رہوں جس سے دماغ رفتہ رفتہ کمزور ہو جاتا ہے اور جسم مختلف بیماریوں کا گھر بن جاتا ہے۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ کہہ رہے ہو؟ ایرج اگر چاہتا تو مجھے میری رہائش گاہ میں قتل کر دیتا۔ وہ اتنا لمبا کھیل کیوں کھیلے گا کہ یہاں سے فرار ہونے کے لیے میری خاطر ایک لانچ چھوڑ دے۔ پھر بحری سفر کے دوران تمہارے ہاتھوں مجھے زہریلا کھانا کھلاتا ہے؟

میں نہیں مانتا۔ وہ احسان فراموش ضرور ہے مگر میری جان کا دشمن نہیں ہے۔"

"میں نے کب کہا ہے کہ وہ تمہاری جان کا دشمن ہے۔ وہ تمہاری خدمات کے صلے میں یقیناً تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہے لیکن زندہ رکھ کر تمہیں مُردوں سے بدتر بنا دینا چاہتا تھا۔ اسے اندیشہ ہے کہ تم بلیک ایک کے بھی سونیا کے لیے ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف بھٹکتے رہو گے اور اس طرح ایرج کی جان کے دشمن بن جاؤ گے مگر جسمانی و ذہنی طور پر لاغر اور کمزور ہونے کے بعد اس کا تعاقب کرنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

اس کی بات میری سمجھ میں آ گئی۔ وہ احسان فراموش واقعی ایسا کر سکتا تھا۔ میں نے اس زخمی نوجوان سے کہا۔

"اچھا اٹھو، مجھے وہ دوا بتاؤ جو میری خوراک میں ملانے کے لیے رکھی گئی ہے۔"

وہ اٹھ کر میرے آگے آگے اسٹین گن کی زد پر چلتا ہوا کچن میں آیا۔ پھر وہاں کپ بورڈ کے ایک خانے سے ایک چھوٹی سی بوتل نکال کر میری طرف بڑھا دی۔ میں نے اس کے لیبل کو پڑھا تو پتہ چلا کہ واقعی وہ مہلک دوا ہے۔ میں نے اسے کپ بورڈ کے اسی خانے میں رکھ دیا۔ پھر اس سے سوال کیا۔

"اب یہ بھی سچ سچ بتا دو کہ ایرج سونیا کو لے کر کہاں گیا ہے؟"

"وہ برما کی طرف گیا ہے۔ اگر وہاں کی حکومت سے جہاز کو لنگر ڈالنے کی اجازت نہیں ملے گی تو وہ بانگ کانگ کی طرف چلا جائے گا۔"

میں اس کے ساتھ کچن سے نکل کر عرشے کے کیبن کی طرف جاتے ہوئے بولا۔

"اگر بنجامن کو کیبن میں بند کیا گیا ہے تو کیبن کے دروازے کی چابی کس کے پاس ہے؟"

چابی اسی کے پاس تھی۔ ہم زینے پر چڑھ کر عرشے پر پہنچے، اس نے جیب سے چابی نکال کر کیبن کا دروازہ کھول دیا۔ بنجامن کیبن کے بستر پر پریشان حال بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر تازگی آ گئی۔ وہ فوراً ہی میرے پاس آتے ہوئے بولا۔

"میری بیٹی کہاں ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "ایرج کی نیت میں فتور آ گیا ہے۔ اس کے ساتھیوں نے مجھے بُری طرح زخمی کرنے کے بعد میرے بنگلے میں مجھے بیہوشی کی حالت میں چھوڑ دیا تھا۔ اگر میں ہوش میں ہوتا تو سونیا کو اسے ساتھ لے جانے کا موقع نہ دیتا۔"

بوڑھے بنجامن نے اعتماد سے کہا۔

"اگر ایسی بات ہے تو وہ سونیا کو نہیں اپنی موت کو اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ میری بیٹی کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ وہ نہ تو بے بسی سے زندہ رہنا چاہتی ہے اور نہ ہی مایوس ہو کر تنہا مرنا پسند کرتی ہے اگر مرنے

کا وقت آیا تو وہ ایرج کو بھی ساتھ لے مرے گی۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا خدا نہ کرے کہ سونیا پر ایسا وقت آئے۔ ویسے اس بات کا مجھے بھی یقین تھا کہ وہ فولاد کی طرح ہے کس کی نہیں ہے۔ میں بنجامن کو وہیں چھوڑ کر اس زخمی نوجوان کے لاش کے نچلے حصے میں آ گیا۔ وہاں میں نے اس سے کہا۔

"تم نے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ اس لیے میں تمہیں کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ لانچ سے اتر کر برتھ پر جاؤ اور اصل کار زیادہ سے زیادہ، نہ ہونا چاہیئے۔"

وہ لانچ پر سے چھلانگ لگا کر برتھ پر پہنچ گیا۔ اس نے اسٹین گن کو استعمال کرنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی۔ اس طرح میں نے اس کا اعتماد حاصل کر لیا کہ وہ موقع پا کر بھاگنا چاہتا ہے۔ میرا قیاس درست نکلا۔ وہ اسلحہ نکالنے کے لیے دروازہ کھول کر اندر گیا۔ پھر فوراً ہی دروازہ بند کار اسٹارٹ کرنے لگا۔ میں نے اسٹین گن اٹھا کر فائرنگ کی کہ پہیئے دھماکوں سے برسٹ ہو گئے۔ وہ اسٹین گن لے کر کار کا دروازہ کر پیچھے کی طرف چلا گیا۔ میں نے چیخ کر کہا۔

"بیٹے مجھے احمق نہ سمجھو، میں خود ہی تم سے پیچھا چھڑانا چاہتا

وہ جوابًا کار کے پیچھے سے ایک ہاتھ اٹھا کر ریوالور برسانے کی کرنا چاہتا تھا۔ میری اسٹین گن سے تڑتڑاتی گولیاں برسنے لگیں۔ ہاتھ چھلنی ہو گیا۔ ریوالور چھوٹ کر دور جا پڑا۔ اس کی چیخیں تک سرسراتی ہوئی چلی گئی تھی۔ پھر وہ کار کے پیچھے سے اٹھ کر ایک کی طرف بھاگنے لگا۔ اسی وقت اوپر عرشے پر سے گولیاں چلنے سنائی دیں۔ وہ یکبارگی اچھل کر زمین پر گرا۔ پھر تھوڑی دیر تڑپنے بعد سرد پڑ گیا۔ پھر عرشے سے بنجامن کی آواز سنائی دی۔

"کم آن مائی سن۔ میں نے اسے ختم کر دیا ہے۔"

میں وہاں سے زینہ طے کر کے اوپر پہنچ گیا۔ بنجامن کے ہاتھ اسٹین گن دیکھ کر میں نے پوچھا۔

"تمہیں یہ اسٹین گن کہاں سے مل گئی؟"

اس نے دوسرے کیبن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس کیبن میں اسٹین گنیں، ریوالورز اور کارتوسوں کی ہوئی ہیں۔ سرینڈ ڈوبوں میں کھانے کا کافی سامان ہے۔ ہی برما کی طرف روانہ ہو جانا چاہیئے۔ میں نیچے جا کر لانچ دھیل سنبھالتا ہوں۔ ساحل سے دور ہونے تک تم عرشے کھڑے رہو۔"

میں نے اس کی تائید کی۔ وہ پلٹ کر جانے لگا پھر فوراً ہی کر دور سمندر کی جانب دیکھنے لگا۔ میری نگاہیں بھی اس جانب ایک چھوٹا سا بحری جہاز ہماری طرف چلا آ رہا تھا۔ ہم دونوں

وہ کس کا جہاز ہے یہ اس بندرگاہ کی طرف کس مقصد سے آ

نے خدشہ ظاہر کیا۔ "کیا سپر ماسٹر فوجی امداد لے کر واپس آ رہا

بنجامن نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

ہوں ہو نہہ۔ اتنے چھوٹے سے جہاز میں فوج نہیں ہو سکتی۔ سٹر بُری طرح شکست کھا کر گیا ہے۔ وہ جب بھی آئے گا بے شمار وں کو لے کر آئے گا۔"

"پھر یہ کون لوگ آ رہے ہیں یہ ہمیں حفاظتی انتظامات کر لینا

ہم دونوں دوڑتے ہوئے کیبن میں گئے۔ ہمارے ہاتھوں میں تھیں۔ ہم نے مزید دو ریوالور لوڈ کر کے اپنی جیبوں میں رکھ لیے یوں میں گرینیڈ بھر لیے۔ بنجامن ایک ہتھیلا لے کر نیچے چلا گیا۔ میں عرشے پر کھڑا ہو کر کبھی برتھ کی طرف اور کبھی سمندر کی طرف

جہاز تیزی سے قریب آ رہا تھا۔ جب وہ دو سو گز کے فاصلے پر یا تو مجھے اسی جزیرے کے مسلح جوان نظر آئے۔ میں نے انہیں فوراً یان لیا۔ وہ ایرج کے ساتھی تھے۔ بڑی حیرانی کی بات تھی کہ وہ یوں آ رہے تھے۔ کیا ان کے ساتھ سونیا بھی ہو گی؟ یہ ذہن میں وال کے ابھرتے ہی میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں کیبن کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔ اب وہ جہاز قریب آتے دیکھ رہا تھا۔ تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر نوں نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔ جب میری مقبوضہ لانچ پر سے باب نہ ملا تو وہ ایک سفید کپڑے کو صلح کی جھنڈی کے طور پر لہراتے میرا نام لے کر پکارنے لگے۔

"فرہاد! اگر تم لانچ میں موجود ہو تو سامنے آ جاؤ۔ ایرج تم سے نے اور تمہاری سونیا کو واپس کرنے آیا ہے۔"

میرے دل کی دھڑکنیں خوشی سے پاگل ہو گئیں۔ میری سونیا واپس مٹنے والی تھی لیکن اس سے پہلے کہ میں کیبن کی آڑ سے نکل کر کے سامنے جاتا، لانچ کے نچلے حصے سے بنجامن نے چیخ کر کہا۔

"فرہاد! ان کے فریب میں نہ آنا۔ میں بوڑھا ہوں، مجھے اپنی لگی کو اڑا کر لگانے دو۔ میں تمہارا نمائندہ بن کر اس جہاز میں جاؤں گا ایرج سے باتیں کروں گا۔"

اب وہ لوگ جہاز کو برتھ سے لگا رہے تھے اور لنگر ڈال رہے ایرج کے ایک ساتھی نے جواباً کہا۔

"سر بنجامن ہمیں منظور ہے۔ تم یہاں آؤ ایرج سے باتیں کرو اور اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

پھر مجھے نیچے سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے بنجامن برتھ تک پہنچنے کے لیے سیڑھی لگا رہا ہو۔ بنجامن کے سمجھانے سے بات سمجھ میں آ گئی تھی تو سونیا کی واپسی کے خیال سے ہی دیوانہ ہو گیا تھا۔ مجھے اس کے حصول کے سوا آس پاس کی کوئی خطرہ نظر نہیں آیا۔ اب میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ ایرج کیوں صلح کرنے کے لیے واپس آیا ہے؟ اور اگر آ ہی گیا ہے تو پھر خود سامنے کیوں نہیں آ رہا ہے؟

وہ سونیا کو لے کر دور سمندر میں چلا گیا تھا۔ برمایا بانگ کانگ جانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اب واپسی کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ جبکہ واپسی میں خطرہ ہی تھا۔ سپر ماسٹر یہاں کسی وقت بھی انتقام لینے کے لیے پہنچ سکتا تھا۔ اس وقت یہ چکر کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

میں نے بنجامن کو دیکھا وہ جہاز کی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد کیبن کی طرف جا رہا تھا۔ تمام مسلح نوجوان استقبالیہ انداز میں الرٹ کھڑے ہوتے تھے۔ اس جہاز میں کتنے ہی کیبن تھے۔ ایک مسلح گارڈ نے بنجامن کو ایک دروازے کے سامنے پہنچا دیا۔ میں اپنی لانچ میں جہاں کھڑا ہوا تھا وہاں سے وہ دروازہ نظر آ رہا تھا۔ بنجامن وہاں کھڑا ہوا تھا مگر دروازہ نہیں کھول رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سمجھ میں آیا کہ وہ بند دروازے کے پیچھے کسی سے بات کر رہا ہے۔ اتنی دور سے اس کے لب ہلتے ہوئے نظر نہیں آئے لیکن کبھی انکار میں اور کبھی اقرار میں ہلتا ہوا سر نظر آ رہا تھا۔

پھر بنجامن نے ایرج کے خاص آدمیوں کو آواز دے کر وہاں بلایا۔ اس کے چار قابلِ اعتماد ساتھی دروازے کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ اب وہ بھی بند دروازے سے ہونے والی باتیں سن رہے تھے۔ ان کے انداز سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ اپنے باس کا کوئی حکم سن رہے ہیں۔ پھر وہ چاروں جہاز میں ادھر اُدھر ہو کر اپنے ساتھیوں کو حکم دینے لگے۔

"ساتھیو! اپنے ہتھیار اس جہاز میں چھوڑ کر برتھ پر چلے جاؤ۔ یہ ہمارے باس کا حکم ہے۔"

یہ حکم سنتے ہی سب لوگ پریشان ہو گئے۔ کچھ لوگ ہتھیار پھینک کر برتھ کی طرف جانے لگے اور کچھ انکار کرنے لگے۔ لیکن تھوڑی دیر کی بحث کے بعد انہیں جانا پڑا۔ ایرج کے چاروں قابلِ اعتماد ساتھی بھی وہاں سے چلے گئے۔ جہاز خالی ہو گیا۔ بنجامن نے جہاز کے عرشے پر، پھر تمام کیبنوں میں، اس کے بعد جہاز کے نچلے حصے میں اچھی طرح تلاشی لی۔ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ اب وہاں ایرج کا کوئی ساتھی نہیں ہے تو اس نے مجھے آواز دی۔

"ہیلو مائی سن! اب تم یہاں آ سکتے ہو، کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

میں نے برتھ کی جانب دیکھا۔ ایرج کے تمام بقیہ ساتھی برتھ سے دُور جا کر فوجیوں کی طرح مختلف قطاروں میں کھڑے ہوگئے تھے۔ میں نے اسٹین گن سنبھالی۔ گرنیڈ کا تھیلا اٹھایا پھر لانچ سے اتر کر برتھ پر آگیا۔ وہ لوگ مجھ سے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ وہ چاہتے تو نہتے ہونے کے باوجود چاروں طرف سے مجھ پر پل پڑتے۔ میری اسٹین گن سے کچھ لوگ زخمی ہوتے اور ہلاک ہوتے مگر باقی بچنے والے مجھے اپنا قیدی بنا سکتے تھے۔ میں بڑے ہی محتاط انداز میں چلتا ہوا جہاز کے زینے تک پہنچا۔ بڑی حیرانی کی بات تھی کہ ان میں سے کسی نے بھی میرے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔

میں جہاز میں آکر اوپر عرشے پر پہنچا۔ بنجامن ہاتھ میں اسٹین گن لیے برتھ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ہماری ذرا سی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ایرج کے ساتھی پھر جہاز پر پہنچ جائیں۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"میں جہاز کے زینے کی نگرانی کر رہا ہوں۔ اگر وہ لوگ زینے کے قریب آئیں گے تو میں فائرنگ شروع کر دوں گا۔ تم کیبن نمبر ایک کے دروازے پر جا کر سونیا سے کہہ دو کہ اب وہ باہر آجائے۔"

میں نے کیبن نمبر ایک کے دروازے پر دستک دی۔

"میری جان! باہر آجاؤ۔"

میری آواز سنتے ہی وہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر آئی اور اک دم سے والہانہ انداز میں مجھ سے لپٹ گئی۔

میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی دور جانے والی اچانک ہی اتنی جلدی اتنے قریب آجائے گی۔ اسے چومنے کے دوران میں نے کھلے ہوئے دروازے سے کیبن کی طرف دیکھا کیبن کے فرش پر ایرج زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ میں نے سونیا کے ساتھ اندر آتے ہوئے پوچھا۔

"یہ خود کو فاتح اعظم سمجھتا تھا۔ اب بیچاروں شانے چت کیسے ہوگیا ہے؟"

سونیا نے اسے ایک ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

"اس نے مجھے اس کیبن میں بند کر دیا تھا۔ مجھے بند کرنے سے پہلے مجھ سے میرے ہتھیار چھین لیے تھے۔ اس کے ساتھیوں نے میرے لباس کے اندر تلاشی نہیں لی تھی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اس لیے منع کر دیا تھا کہ یہ گلفام بن کر میرے لباس تک پہنچنا چاہتا تھا۔ جہاز جب اس بندرگاہ کو چھوڑ کر سمندر میں پہنچ گیا تو یہ شراب کے نشے میں لڑکھڑاتا ہوا میرے پاس آیا۔ پھر دروازے کو بند کرنے کے بعد کہنے لگا۔

"تمہارا فرہاد میری رمنا سے کھیل چکا ہے۔ میں چاہتا تو اسے قتل کر دیتا لیکن میں اسے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھی اس کے کھانے میں ایسی دوا ملایا کریں گے جو اسے ہمیشہ کے لیے ایڈیکس بنا کر اس کی مردہم پٹی کرنے لگی۔ اس کے تمام ساتھی نیچے کھڑے ہوئے اسے دیکھ رہے تھے۔ مردہم پٹی کے بعد ایرج نے کہا۔

"مجھے یہاں کیوں روکا گیا ہے؟ اب مجھے اپنے ساتھیوں کے پاس جانے دو۔"

سونیا نے کہا۔ "چلے جانا ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ اب ہمارے ساتھی آنے والے ہیں۔ ان کے آنے کے بعد تمہیں چھٹی دیدی جائیگی۔"

ایرج نے میری جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم ہمیں چھوڑ کر یہ جہاز تنہا لے جاؤ گے؟"

"تنہا نہیں۔ ابھی سونیا بتا چکی ہے کہ ہمارے ساتھی آرہے ہیں۔"

"پھر بھی فرہاد! میری درخواست ہے کہ اتنا بڑا جہاز نہ لے جاؤ۔ ورنہ میں اور میرے ساتھی اس چھوٹی سی لانچ میں نہیں جا سکیں گے اور وہ تیز رفتار نہیں ہے۔ سپر ماسٹر ہمیں بیچ سمندر میں کہیں گھیر لیگا۔"

"تم نے میرے لیے وہ لانچ چھوڑتے وقت یہ نہیں سوچا تھا کہ سپر ماسٹر مجھے بھی گھیر سکتا ہے۔"

"مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی تھی مجھے معاف کر دو۔"

"ہم نے معاف کر دیا ہے۔ اسی لیے تمہیں زندہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔"

"لیکن یہ تو سوچو تم نے ہم سب کو نہتا کر دیا ہے۔"

"تم نے بھی مجھے یہاں نہتا چھوڑ دیا تھا۔"

"میں اپنی پچھلی تمام غلطیوں کی معافی مانگ رہا ہوں۔ میں احسان فراموش ہوں مگر تم فراخدل ہو۔ خدا کے لیے ہمارے ہتھیار ہمیں واپس کر دو۔"

"اچھی بات ہے۔ جب تم نیچے برتھ پر پہنچو گے تو تمہیں ضرورت کے مطابق ہتھیار مل جائیں گے۔"

سونیا نے حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"فرہاد! تم ایسا وعدہ نہ کرو جس سے ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہو۔ ہتھیار ملتے ہی یہ ہم پر حملہ کر دیں گے۔ ہمیں اس بندرگاہ سے دور جانے کا موقع نہیں دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "تم فکر نہ کرو انھیں ایسے طریقے سے ہتھیار دیئے جائیں گے کہ یہ ہمیں کسی طرح نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے بنجامن کی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد برتھ کے قریب بہت سی گاڑیاں آکر رُکیں۔ ان میں سے کتنے ہی مرد، عورتیں اور بچے نکل کر بنجامن کی رہنمائی میں جہاز کی سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ وہ سب اپنا اپنا بستر، سوٹ کیس اور دوسری ضروریات کا سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ برتھ پر سے ایرج کے ایک ساتھی نے چیخ کر پوچھا۔

بیمار اور کمزور بنا دے گی۔ میں تمہاری جوانی سے کھیلتا رہوں گا وہ تمہارے لیے تڑپ تڑپ کر مرتا رہے گا۔"

یہ کہنے کے بعد وہ مجھے ترنوالہ سمجھ کر میری طرف بڑھا۔ اس کی عدم موجودگی میں آہنی ناخنوں سے لیس ہو چکی تھی۔ اس پر حملہ کیا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ بچ کر دروازے کی طرف واپس بھاگنے لگا۔ میں نے اس کی گردن سے گوشت نوچ لیا۔ وہ لڑکھڑا کر فرش پر ڈھیر ہوگئی۔ اندر ہنگامے کی آواز سُن کر باہر اس کے ساتھی دروازہ توڑنے لگے۔ میں نے آہنی پنجے کو اس کے چہرے پر رکھتے ہوئے کہا۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ دروازہ نہ توڑیں ورنہ تم ہاتھ دھو بیٹھو گے۔"

میرے آہنی ناخن اس کے چہرے پر اس طرح تھے جیسے اب تب میں پیوست ہو کر چہرے کی دھجیاں اڑا دیں گے۔ گھبرا کر اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔

"ٹھہر جاؤ۔ دروازہ نہ توڑو۔ میری زندگی خطرے میں ہے۔"

اس کی باتیں سُن کر باہر کا شور اک دم سے بند ہوگیا۔ اس نے کہا۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ اس جہاز کو واپس بندرگاہ لے جائیں۔"

وہ ہچکچانے لگا۔ میں نے اس کے چہرے پر ناخن گاڑ دیئے۔ ڈالا تو وہ فوراً ہی کانپتے ہوئے لہجے میں اپنے ساتھیوں کو کہنے لگا۔

"میرے جانباز ساتھیو! اگر تم مجھے زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو جہاز کو واپس بندرگاہ کی طرف موڑ لو۔"

باہر سے اس کے ساتھی کی آواز آئی۔ وہ دھمکی دے رہا تھا۔

"سونیا! اگر تم زندگی چاہتی ہو تو چپ چاپ ہتھیار ڈال دو ورنہ ہم تمہیں تڑپا تڑپا کر ماریں گے۔"

میں نے جواب دیا۔ "مجھے تو ہر حال میں مرنا ہے۔ تمہارا میری عزت لوٹ کر مارنا چاہتا تھا اس سے بڑی موت اور اپنی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم اپنے لیڈر کو زندہ رکھنا کرو۔"

وہ سبھی ایرج کی زندگی چاہتے تھے۔ جب ان کی دھمکی مجھ پر اثر نہیں کیا تو وہ مجبوراً جہاز کو یہاں لے آئے۔ والی نے مجھے یہ بھی دھمکی دی کہ اگر میں نے ایرج کو نہ چھوڑا تو وہ ڈیڈی کو قتل کر دیں گے۔ میں نے ان سے کہا۔

"مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ فرہاد کو کس طرح ختم اسے مُردوں سے بدتر بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ ساتھ بھی کچھ ایسا ہی سلوک کیا جانے والا ہے۔ جب

"سونیا! یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ کیا تم ہمارے باس کو واپس نہیں کرو گی؟"

سونیا نے اسے ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلایا۔

"تم یہاں آ کر اپنے اس چوہے کو لے جاؤ۔"

وہ بھی سیڑھیاں چڑھ کر آنے لگا۔ بوڑھا نجامن بڑی پھرتی دکھا رہا تھا۔ اس نے شاید پہلے ہی اپنے آدمیوں کو سمجھا دیا تھا کہ جہاز میں پہنچتے ہی انھیں کیسے فرائض انجام دینے ہیں۔ اسی لیے جو لوگ مکینک تھے وہ اسکیپر کے ساتھ انجن رُوم میں چلے گئے تھے۔ باقی لوگ اسٹین گنیں اٹھا کر میرے اور سونیا کے اطراف رینگ کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ سبھی کی گنوں کا رُخ برتھ پر کھڑے ہوئے لوگوں کی طرف تھا۔ ایرج کا ساتھی اسے سہارا دے کر زینے کی طرف لے جانے لگا۔ میں نے ایرج کو تسلی دی۔

"تم پیچھے برتھ پر جاؤ۔ میرے وعدے کے مطابق تمھیں ہتھیار مل جائیں گے مگر یاد رکھو، برتھ پر پہنچنے کے بعد سامنے ہی کھڑے رہنا۔ اگر ذرا بھی اِدھر اُدھر جانے کی کوشش کرو گے تو میں فائرنگ شروع کر دوں گا۔"

وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترتا ہوا برتھ پر پہنچ گیا۔ جب جہاز کی سیڑھی اٹھا لی گئی تو میں نے ایرج سے کہا۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ جہاز کا لنگر اٹھا دیں۔"

ایرج نے پوچھا۔ "ہتھیار واپس کرنے کا وہ وعدہ کیا ہوا؟"

"میں اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گا۔ پہلے تم میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

برتھ سے لنگر کی آہنی زنجیریں کھول دی گئیں۔ جہاز کا انجن اسٹارٹ ہو چکا تھا۔ جیسے ہی وہ برتھ سے الگ ہونے لگا میں نے ایرج کو چیخ کر مخاطب کیا۔

"ایرج! میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں۔ تم اپنے ساتھیوں کیساتھ جزیرے میں جاؤ وہاں بے شمار لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ ان لاشوں کے پاس اسٹین گنوں اور کارتوسوں کا ذخیرہ مل جائے گا۔"

میں نے دیکھا کہ وہ ساحل پر کھڑا ہوا غصے سے تلملاتا ہوا اپنی مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ میں نے نجامن سے کہا۔

"فوراً اسکیپر کے پاس جاؤ اور اس سے کہو جہاز کی رفتار بڑھا کر اسے چھوٹی سی لانچ سے زیادہ سے زیادہ دور لے جائے۔"

نجامن دوڑتا ہوا چلا گیا۔ جہاز آہستہ آہستہ ساحل سے دُور ہو رہا تھا۔ جب لانچ سے تقریباً بیس گز کا فاصلہ قائم ہو گیا تو میں نے تھیلے میں سے گرینیڈ نکال کر اپنے نئے ساتھیوں سے کہا وہ بھی گرینیڈ نکال کر لانچ کو نشانہ بنائیں۔ دوسرے ہی لمحے ہم گرینیڈ کی "کی" اپنے دانتوں سے نکال کر انھیں لانچ پر پھینک رہے تھے اور کچھ نشانے تک پہنچ کر دھماکے سے پھٹ رہے تھے۔ لانچ سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ ایرج اور اس کے ساتھی برتھ کو چھوڑ کر دُور بھاگ گئے تھے۔ اب ان کے لیے جزیرے سے باہر نکلنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ وہ وہیں پیدل اور وہیں سپر ماسٹر کے ہاتھوں مرنے والے تھے۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا عرشے پر آ گیا۔ وہاں سونیا ریلنگ کے سہارے کھڑی ہوئی تھی، اور دور ساحل کی طرف دھڑا دھڑ جلتی ہوئی لانچ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا ہاتھ ریلنگ پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"اوہ فرہاد۔ ذرا ساحل کی طرف دیکھو۔ ایرج اور اس کی لانچ سے بہت دُور بھاگ گئے ہیں۔ بیچارا افسوس کر کے وہ بھاگ کر جائیں گے۔ یہ جزیرہ ان کا مدفن بنے گا۔"

میں نے کہا۔ "مجھے بھی افسوس ہے۔ ایرج ہمارا بہت اعتماد دوست بن سکتا تھا مگر کچھ رقابت کی وجہ سے کچھ اقتدار ہو جانے کے غرور نے اس کا دماغ خراب کر دیا۔ اب اس کا سمجھنا دشمنی مہنگی پڑی ہے۔ زندگی اور موت کی جنگ میں جو دوستی نبھا جانتے ان کا یہی انجام ہوتا ہے۔"

اتنے میں نجامن نے آ کر کہا۔

"فرہاد! یہ اطمینان سے باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ کا معائنہ کر لو اور دیکھو یہاں کے انتظامات میں کوئی کوتاہی نہیں سمندر میں یہی جہاز ہماری پناہ گاہ ہے۔ یہاں ہمیں پہلی سی حفاظتی انتظامات کر لینے چاہئیں۔"

میں اور سونیا ریلنگ کے پاس سے پلٹ کر جہاز کے کی طرف جانے لگے کیونکہ عرشے پر صرف چند نوجوان اسٹین گن تھے۔ باقی مرد عورتیں اور بچے نچلے حصے میں تھے۔ وہاں پہلی تھی۔ بچے اِدھر اُدھر کھیل رہے تھے۔ کچھ عورتیں حصّوں کی صفائی میں لگی ہوئی تھیں اور کچھ عورتوں نے لیا تھا۔ مرد اسلحے اور گولہ بارود وغیرہ کو چیک کر رہے تھے آپس میں تقسیم کر رہے تھے۔ انجن رُوم میں اسکیپر نے تمام کے ڈیوٹی اوقات مقرر کر دیتے تھے۔

پھر نجامن ہمیں ایک اسٹور رُوم میں لے گیا۔ اسٹور دروازہ سمندر کی طرف کھلتا تھا۔ دروازے کے پاس ایک ہوئی تھی۔ میں اور سونیا جزیرہ ہوائی سے مکی کے قیدی سے آئے تھے اس میں بھی اسی طرح ایک موٹر لانچ رکھی کے ذریعہ ہم جزیرہ کوائی تک پہنچے تھے۔ سونیا نے اسے دیکھ

"بالکل ویسا ہی انتظام ہے۔ ہم خطرے کے وقت فرار ہو سکتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "سونیا۔ ہم مکی کے ساتھیوں اور جلتی ہوئی لانچ میں چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے کہ وہ سب ہمارے دشمن تھے لیکن اس جہاز میں سبھی ہمارے دوست ہیں۔

زندگی گزارنے والی عورتیں ہیں۔ پیدا سے پیارے معصوم بچے ہیں۔ یہ جہاز ہمارا ایک گھر ہے اور ہم سب ایک ہی خاندان کے افراد ہیں۔ جب بھی کوئی خطرہ پیش آئے گا تو سب سے پہلے ہم ان کی حفاظت کریں گے۔"

نجامن نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یو آر گریٹ مائی سن! ہم ان عورتوں اور بچوں کو بہ حفاظت تھائی لینڈ کے ساحل تک پہنچانے کی کوشش کریں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "یعنی اب ہم بینکاک کی طرف جا رہے ہیں۔"

"ہاں۔" نجامن نے کہا۔ "ایرج ہم دونوں کو بینکاک پہنچانا چاہتا تھا۔ جب وہ سپر ماسٹر کا قیدی بن جائے گا تو تمھارے متعلق اس کے سامنے یہی جواب دے گا کہ تمھیں چھوٹی سی لانچ میں تھائی لینڈ پہنچایا جا رہا تھا۔ اور وہ خود اس جہاز سے بانگ کانگ جانا چاہتا تھا۔ چونکہ بانگ کانگ کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہونے کی کافی سہولتیں ہیں لہٰذا سپر ماسٹر پہلے اسی طرف دوڑے گا۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے تم جہاں مناسب سمجھتے ہو جہاز کو لے چلو۔ میں سمندری راستوں سے واقف نہیں ہوں۔"

پھر ہم عرشے پر آ کر تمام کیبنوں کو کھول کر دیکھنے لگے۔ کیبن نمبر چھ ایرج کے لیے مخصوص تھی۔ کیونکہ وہاں اس کا سامان اب تک رکھا ہوا تھا۔ میز پر پھلوں کی ٹرے اور شراب کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ کیبن واقعی خوبصورت اور آرام دہ بھی تھا۔ میں نے ایک آرام دہ کوچ پر لیٹتے ہوئے کہا۔

"میں تو بہت تھک گیا ہوں، اب یہیں آرام کروں گا۔ مسٹر نجامن ایک کیبن تم اپنے لیے منتخب کر لو، باقی اہم کام انجام دینے والوں کے لیے مخصوص کر دو۔"

نجامن وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی سونیا دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد میرے پاس کوچ پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں لیٹا ہوا تھا وہ مجھ پر جھک کر میرے سر کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم بہت تھک گئے ہو چلو میں مُلاوتی ہوں۔"

جہاز بہت ہولے ہولے ڈول رہا تھا۔ جس کوچ پر ہم لیٹے ہوئے تھے وہ بھی ایک پالنے کی طرح دائیں بائیں جھول رہا تھا۔

ایسے کیف انگیز لمحات میں زندگی کتنی خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ نہ ہنگامہ، نہ خون خرابہ تھا صرف میری جانِ حیات کا سر پاؤں تک تھا۔ یعنی وہ میرے پاؤں تک تھی۔ یہاں سے دور وہاں تک تھی۔ اسے بہت دور دیکھنے اور دیکھنے کے بعد یوں لگا جیسے میں اس بدن کے شہر کو پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔ ساری گلیاں سارے موڑ جانے پہچانے تھے۔ میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"سونیا! تمھاری محبت اور وفاداری سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تم میری بہت پرانی رفیقہ ہو۔ مجھے بتاؤ کہ ہم پہلے بھی ایسے لمحات گزار چکے ہیں؟"

"ہاں فرہاد! تم نے پہلے بھی مجھے ایسی مسرتوں سے نوازا ہے۔ تم میری زندگی کے پہلے اور آخری مرد ہو۔ کیا مجھے دوبارہ اس طرح پا کر تمھیں پچھلی کوئی بات یاد آ رہی ہے؟"

اسے پا کر تو کچھ یاد نہیں آیا مگر اچانک ہی وہ جلتی ہوئی موم بتی یاد آ گئی۔ میں فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا ہوا ہے؟ تم تو کہتے تھے تھک جانے کے بعد نیند آ جائے گی۔ کیا اب سونے کا ارادہ نہیں ہے؟"

میں ذرا الجھ گیا۔ میں نے اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے کچھ یاد آ گیا ہے۔"

سونیا خوشی سے اچھل کر بیٹھ گئی۔

"کیا تمھیں پچھلی کوئی بات یاد آ رہی ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ مجھے وہ موم بتی یاد آ رہی ہے۔ ایرج اور اس کے ساتھی مجھے جس کمرے میں بے ہوشی کی حالت میں چھوڑ گئے تھے وہاں موم بتیاں روشن تھیں۔ ہوش میں آنے کے بعد میری نگاہیں آپ ہی آپ ایک موم بتی کی لَو پر جم گئیں۔ اس وقت مجھے یوں لگا جیسے اس سُلگتی ہوئی ننھی سی لَو سے میرا بہت پرانا ناطہ ہے۔"

سونیا نے مجھے خوشی سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"بے شک شمع کی لَو سے تمھارا پرانا اور گہرا رشتہ ہونا چاہیے، کیونکہ تم ٹیلی پیتھی جانتے تھے اور ٹیلی پیتھی سیکھنے والے سب سے پہلے شمع کی لَو کو دیکھتے ہیں تاکہ ان کے دماغ کی تمام سوچیں ایک نقطے یا ایک لَو پر مرکوز ہو جائیں۔ تم نے بھی یقیناً ایسا ہی کیا ہوگا۔"

میں سوچنے لگا کہ واقعی میں نے بھی کیا ہوگا۔ اسی لیے میری آنکھیں اور میرا دماغ دونوں ہی موم بتی کی لَو سے چپک کر رہ گئے تھے۔ سر کے پچھلے حصّے میں زبردست چوٹ کھانے کے بعد وہاں گومڑ نکل آیا تھا۔ میں نے سر کے اس حصّے کو سہلاتے ہوئے کہا۔

"ایرج کے ایک ساتھی نے یہاں بڑی زبردست ضرب لگائی تھی۔ ہوش میں آنے کے بعد بھی تکلیف کی شدت سے بُرا حال تھا۔ لیکن جب میں نے شمع کی لَو کو تکنا شروع کیا تو مجھ پر حیرت انگیز طور پر تنویمی اثر ہوا۔ میرے سر کی تکلیف آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔"

"اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے فرہاد کہ تمھاری تمام صلاحیتیں ابھی زندہ ہیں لیکن لاشعور کے تاریک تہہ خانے میں چھپی ہوئی ہیں۔ اس تاریکی کو شمع کی وہی لَو روشن کر سکتی ہے۔"

"اس حقیقت کو میں بھی سمجھ رہا ہوں۔ میں شمع کی اس لَو سے اپنی صلاحیتوں تک اور ان صلاحیتوں سے اپنے ماضی تک پہنچ سکتا ہوں۔ میں وہاں اس لَو تک کے دوران اپنے ماضی تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا، مگر اچانک ہی شمعیں بجھ گئیں۔ سارا موم پگھل چکا تھا۔ میں پھر اندھیرے میں بھٹکنے لگا۔ وہاں مجھے دوسری موم بتی نہیں ملی۔ میں نے اسی وقت سوچ لیا تھا کہ وہاں سے نکلنے کے بعد جب بھی کہیں موم بتی ملے گی میں شمع بینی کے اس عمل کو ضرور دہراؤں گا۔ لیکن صبح سے ایسے ہنگاموں سے دوچار ہوتا رہا ہوں کہ دماغ سے موم بتی کا خیال ہی نکل گیا۔"

سونیا نے کہا: "اس جہاز میں کتنے ہی خاندان کے افراد ہیں، وہ اپنے ساتھ اپنا ضروری سامان لے کر آئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی کے پاس موم بتیاں ہوں۔ ہمیں معلوم کرنا چاہیے۔"

ہاں یہ اُمید کی جا سکتی تھی کہ کسی نہ کسی کے پاس سے ضرور موم بتی مل جائے گی۔ میں اپنے ماضی تک پہنچنے کے لیے بہت بے چین تھا اس لیے سونے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اب ہم فوراً ہی یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اس جہاز میں کسی کے پاس سے موم بتی مل سکتی ہے یا نہیں۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ سونیا نے کوچ سے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ ایک ادھیڑ عمر کی عورت ایک بڑی سی ٹرے میں ہمارے لیے دوپہر کا کھانا لے کر آئی۔ سونیا نے اس سے کھانے کی ٹرے لینے کے بعد کہا:

"ہمیں زیادہ سے زیادہ موم بتیوں کی ضرورت ہے۔ اس جہاز میں جتنے لوگ ہیں ان سب سے دریافت کر کے ہمیں جتنی موم بتیاں حاصل ہو سکیں وہ سب یہاں لے آؤ۔"

وہ عورت حکم کی تعمیل کے لیے واپس چلی گئی۔ گرما گرم کھانے کو دیکھ کر یاد آیا کہ ہم نے پچھلی رات سے کچھ نہیں کھایا ہے۔ کھانے کی اشتہا انگیز مہک نے ہماری بھوک بڑھا دی۔ ہم اسی وقت کھانے بیٹھ گئے۔ جس نے بھی پکایا تھا خوب پکایا تھا۔ یا ہو سکتا تھا کہ پکوان خوب نہ ہو بھوک خوب لگی ہو اس لیے کھانا لذیذ لگ رہا تھا۔ بہرحال ہم نے اتنا کھا لیا کہ ہم پر نشے کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ میں دوبارہ کوچ پر جا کر لیٹ گیا اور سونیا برتن دھونے کے لیے باتھ رُوم میں چلی گئی۔ پھر وہ کب واپس آئی مجھے پتہ نہ چلا کیونکہ میں گہری نیند سو چکا تھا۔

زندگی کے لیے اتنی طویل جنگ لڑنے کے بعد بڑے سکون سے نیند آئی تھی۔ میں ایک ہی نیند میں بہت سے الٹے سیدھے خواب دیکھتا رہا۔ میں نے سونیا کو دیکھا۔ میرا سر اس کے زانوؤں پر تھا اور وہ اسٹین گن لیے محتاط انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔ پھر میں نے سُپر ماسٹر کو دیکھا۔ اس کے سر پر دو نوکیلے سینگ تھے اور دو نوکیلے دانت ہونٹوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ آنکھیں سُرخ بلب کی طرح جل رہی تھیں اور اس کے پیچھے ایک لانبی سی خم کھائی ہوئی دُم تھی جس پر وہ مجھے بٹھا کر جھولا جھلا رہا تھا۔ چونکہ ہم اسے سُپر شیطان کہتے تھے اس لیے وہ شیطان کے رُوپ میں نظر آ رہا تھا۔ اس کے ارد گرد بہت سی صورتیں نظر آئیں۔ خواب کی عمل جمی ہوئی تھی وہ بھی آ سکتا تھا۔ لہٰذا وہ چار حسینائیں بھی نظر آئیں۔ میں انھیں صورت سے پہچان نہ سکا۔ شاید وہ میرے ماضی کے کسی موڑ سے گزری ہوں گی۔ فریال جسے میں دل و جان سے زیادہ چاہتا تھا اور جسے میں سنجیدگی سے ہمیشہ کے لیے اپنا لینا چاہتا تھا اسے بھی میں یوں بھلا چکا ہوں جیسے کبھی دیکھا ہی نہ ہو۔ شاید میں نے اسے بھی خواب میں دیکھا ہو۔ افسوس وہ خواب میں بھی اگر مجھے میرے ماضی کی طرف نہیں لوٹا سکتی تو اگر وہ اپنے ساتھ گزرے ہوئے لمحات کی داستان سناتی تو میں اسے صرف افسانہ سمجھ کر سن لیتا۔ اس وقت صرف سونیا ہی میرے لیے میری موجودہ زندگی کی سچائی تھی۔

نیند سے بیدار ہو کر میں جلدی جلدی غسل سے فارغ ہو کر آیا تو میرے لیے چائے تیار تھی۔ سونیا نے چائے پینے کے دوران کہا:

"یہاں کسی کے پاس ایک موم بتی بھی نہیں ہے۔ وہ بوڑھی عورت تمام لوگوں سے پوچھ چکی ہے۔"

"تعجب ہے کیا کسی نے یہ نہیں سوچا کہ کسی وقت اندھیرے میں موم بتی کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔"

"اندھیرے سے تو سبھی گھبراتے ہیں۔ سبھی روشنی کے متلاشی ہیں۔ اسی لیے یہاں کچھ لوگ اپنے ساتھ لالٹین اور کچھ لوگ ٹارچ لے آئے ہیں۔"

میں نے خالی پیالی کو میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"شاید خدا کو ابھی منظور نہیں ہے کہ میں اپنے ماضی تک یا اپنی پیتھی کی صلاحیتوں تک پہنچوں۔ خداوند کریم کا اتنا ہی اشارہ کافی ہے میں کسی وقت بھی شمع کی لَو کے ذریعہ اپنی کھوئی ہوئی صلاحیتیں حاصل کر سکتا ہوں۔ بہرحال جو لباس میں نے اتارا ہے وہ میلا ہو چکا ہے اور میرے دوسرا لباس حاصل کرنا ہے۔"

ایسا کہتے وقت میں نے پہلی بار سونیا پر توجہ دی۔ اس کا لباس بدلا ہوا تھا۔ غسل کرنے کے بعد وہ بلیک جیک دار اسکرٹ اور سُرخ کے بلاؤز میں گلاب کے کھلے ہوئے پھول کی طرح نظر آ رہی تھی۔ وہ میرے سوالیہ نظروں کو سمجھتی ہوئی بولی۔

"یہ بے چاری رمنا کا لباس ہے۔ ایرج واقعی اس سے محبت کرتا تھا۔ اس کی یادگار کے طور پر اس کا سوٹ کیس اپنے پاس رکھ لیا ہوا تھا۔ میں نے کوچ کے نیچے رکھا ہوا ایرج کا سوٹ کیس بھی کھول کر دیکھا ہے قد اور جسامت میں تقریباً تمہارے برابر تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا لباس تمہارے کام آ جائے۔"

میں کوچ کے نیچے سے اس کا سوٹ کیس نکال کر اپنے لیے لباس پسند کرنے لگا۔ جب میں ایک لباس پہن رہا تھا تو اس وقت سونیا

کے صندوق کا تالا توڑ رہی تھی۔ تالا توڑنے کے بعد جب اس نے صندوق کو کھولا تو حیرت اور مسرت سے چیخ کر بولی۔

"فرہاد! جلدی آؤ، دیکھو اس میں کیا ہے۔"

میں نے قریب پہنچ کر دیکھا اس میں ڈالر گڈیوں کی صورت میں بھرے ہوئے تھے۔ ایرج پورے انتظامات کے ساتھ بھری سفر پر نکلا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ بانگ کانگ پہنچ کر صندوق میں بھرے ہوئے ڈالر اس کے اور اس کے ساتھیوں کے بہت کام آئیں گے۔ میز پر ایک بریف کیس رکھا ہوا تھا جسے ہم نے اب تک نظر انداز کیا ہوا تھا۔ میں نے سونیا کو چابیوں کا ایک گچھا دیتے ہوئے کہا۔

"یہ چابیاں ایرج کے سوٹ کیس سے ملی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس میں بریف کیس کی بھی چابی ہے ذرا کھول کر تو دیکھو۔"

سونیا نے چابیوں کا وہ گچھا لے کر بریف کیس کے لاک میں دو چار چابیاں آزمائیں، وہ جلد ہی کھل گیا۔ اس بریف کیس میں بہت سے کاغذات ترتیب وار رکھے ہوئے تھے۔ کاغذ کے دو چھوٹے ڈبوں میں دو مائیکرو فلمیں رکھی ہوئی تھیں۔ ڈبوں پر ان ملکوں کے نام لکھے ہوئے تھے جن سے مائیکرو فلم کا تعلق تھا۔ ان میں میرے وطن پاکستان کا نام نہ تھا۔ ایک سگریٹ لائٹر بھی رکھا ہوا تھا جس سے سگریٹ جلاتے وقت سامنے کھڑے ہوئے کسی بھی شخص کی تصویر اتر سکتی تھی۔ ہم اس میں سے ایک ایک کاغذ کو اٹھا کر پڑھنے لگے۔ ان کا تعلق مختلف ممالک سے تھا۔ یہ سب چیزیں ہمارے بہت کام آ سکتی تھیں۔ یہ بات میں نے ایک بلیک میلر بن کر نہیں سوچی تھی۔ میں تو اس وقت بلیک میلر بن کر سوچا جب ان میں سے کوئی ملک میرے وطن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا۔ اس وقت میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ کاغذات اور مائیکرو فلمیں جن ممالک سے تعلق رکھتی ہیں میں انھیں اپنے ملک کے سفارت خانے کے ذریعے واپس کر دوں گا۔

سونیا حیرانی سے میری صورت دیکھتی رہی۔

میں نے کہا: "سُپر ماسٹر بلیک میلنگ کا تمام مواد سمیٹ کر نہیں لے جا سکا تھا۔ یہ سب کچھ اسی ریکارڈ رُوم کی الماری میں چھوڑ گیا تھا۔ ہمیں اپنی جان بچانے کی فکر تھی اس لیے اس وقت ان الماریوں کو کھول کر دیکھنے کا خیال نہیں آیا تھا مگر ایرج یہ چیزیں سمیٹ کر لے آیا۔"

میں نے اسے لاک کرنے کے بعد اس کی ایک چابی سونیا کو دی۔ دوسری اپنے پاس رکھی۔ سونیا نے کہا۔

"میں نے وہ ڈائری جس میں تمہاری موجودہ زندگی کے حالات درج ہیں اسے کیبن نمبر ایک میں رکھا تھا۔ میں اسے بھی لاکر اس بریف کیس میں رکھ دیتی ہوں۔ کیا تم باہر چلو گے؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر ہم دونوں کیبن سے باہر آ گئے۔ سونیا وہ ڈائری لانے کے لیے کیبن نمبر ایک میں چلی گئی۔ میں ریلنگ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ میرے چاروں طرف سمندر ہی سمندر تھا۔ حدِ نظر تک وہ نہ جانے کتنا گہرا تھا، نہ جانے زمین کتنی دور تھی۔ زمین پر رہنے والے سمندر سے گھبراتے ہیں۔ اپنے چاروں طرف پانی ہی پانی دیکھ کر سب سے پہلے یہی خیال آتا ہے کہ جہاز اگر ڈوب گیا تو کیا ہوگا؟ ہم پانی کی سطح پر چل نہیں سکیں گے ڈوبنا ہی مقدر ہوگا۔ میں نے اپنے آس پاس دیکھا۔ عرشے پر چار مسلح نوجوان جہاز کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہلتے ہوئے پہرہ دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سونیا وہ ڈائری لے کر آ گئی۔ اس نے آتے ہی ذرا پریشانی سے کہا۔

"فرہاد! کیبن نمبر ایک میں جو شخص ہے میں اسے پہچانتی ہوں۔ میں نے اسے سُپر ماسٹر کی اس گنبد نما عمارت میں ایک گارڈ کی حیثیت سے دیکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ڈیڈی کے دوستوں میں کچھ دشمن بھی چھپ کر یہاں آ گئے ہیں۔ ہمیں فوراً ہی ایسے لوگوں کا صفایا کرنا چاہیے۔"

میں نے پلٹ کر کیبن نمبر ایک کی جانب دیکھا۔ وہاں کھلے ہوئے دروازے کے پاس وہی شخص کھڑا ہوا تھا جس کا ذکر ابھی ہو رہا تھا۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی اس نے مسکرا کر کہا۔

"مسٹر فرہاد! میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیں۔"

میں نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔

"شکریہ! مجھے ابھی تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ تم آرام کرو۔ بائی دی وے کیا یہ کیبن تمہیں رہنے کے لیے دیا گیا ہے؟"

"جی نہیں، میرے ڈیڈی پیٹرک ہیرالڈ کو یہ کیبن دیا گیا ہے۔ وہ اس جہاز کے اسپیسر ہیں۔ وہ ڈیوٹی پر ہیں اس لیے میں یہاں آرام کر رہا ہوں۔"

"اچھی بات ہے تم اب جا کر آرام کرو۔"

اس نے کیبن میں واپس جا کر دروازے کو بند کر لیا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو میں نے سونیا سے پریشانی کا اظہار کیا۔

"اگر یہ شخص سُپر ماسٹر کی فوج میں رہ چکا ہے تو سمجھ لو ہمارا سارا سکون اور اطمینان ختم ہونے والا ہے۔ ہم فی الحال اسے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ یہ شخص اس جہاز کے نافذ کا بیٹا ہے۔"

سونیا پریشان ہو کر بڑبڑانے لگی۔

"ڈیڈی سے یہ غلطی کیسے ہو گئی۔ انھیں اس سفر کے لیے سوچ سمجھ کر لوگوں کا انتخاب کرنا چاہیے تھا۔ میں ابھی جا کر ڈیڈی سے پوچھتی ہوں۔"

وہ غصے سے آگے بڑھنے لگی۔ میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو سونیا! تم اپنے ڈیڈی کو غصہ دکھاؤ گی تو کام بگڑ جائے گا۔ یہ نہیں، یہاں کتنے دشمن ہیں جو دوستی کی آڑ میں چھپے ہوئے ہیں۔ وہ تمہارے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر موقع غنیمت جانیں گے۔"

میری باتوں سے سونیا کچھ دھیمی پڑ گئی۔ ہم نے پہرہ دینے والے ایک

نوجوان سے نجامن کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے کیبن نمبر دس کا پتہ بتایا۔ میں اور سونیا کیبنوں کے درمیان ایک راہداری سے گزرتے ہوئے دس نمبر کی کیبن پر پہنچ گئے۔ دو چار بار دستک دینے کے بعد دروازہ کھل گیا۔ نجامن گہری نیند سے اٹھا تھا اس نے آنکھیں ملتے ہوئے ہمیں دیکھا پھر مسکرا کر بولا۔

"اندر آجاؤ۔ اٹ از سے نائس اینڈ پیس فل جرنی۔"

وہ موجودہ سفر کو خوشگوار کہہ رہا تھا۔ سونیا نے کیبن میں داخل ہوتے ہوئے ناگواری سے کہا۔

"ڈیڈی! آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ سفر ہمارے لیے باعثِ رحمت ہے یا باعثِ زحمت؟"

نجامن نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"سونی! تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ اب یہ جہاز ہمارا ہے اور اس جہاز کے ہمسفر سب ہمارے جانے پہچانے لوگ ہیں۔"

میں نے کوچ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم اسکیپر ہیڑک ہیرالڈ کے لڑکے کو جانتے ہو؟"

"ہاں! اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ سپر ماسٹر کا گاڈ فادر چکا ہے۔ اس کا نام فرانسس ہے۔"

"ڈیڈی! آپ نے فرانسس پر کیسے بھروسہ کر لیا۔ وہ سپر ماسٹر کا فادر رہ چکا ہے۔"

نجامن نے اپنی بیٹی کو یوں دیکھا جیسے کسی نادان بچی کو دیکھ رہا ہو۔ پھر ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"بظاہر تو میں بھی وفادار رہ چکا ہوں۔ تم بھی مادام کے عہدے پر اس کے لیے کام کرتی رہی ہو۔ اس جہاز میں جتنے لوگ ہیں وہ سب ہی اس کے وفادار ملازم رہ چکے ہیں لیکن اس شیطان کا اصلی چہرہ دیکھنے کے بعد ہم نے اس سے بغاوت کی تھی۔ اسی طرح اسکیپر اور اس کا بیٹا فرانسس اس شیطان سے بدظن تھے۔ یہاں تم جس سے پوچھو گی اس شیطان کو گالیاں دے گا۔"

سونیا نے کہا "مگر ہم کیسے یقین کر لیں کہ زبان سے گالیاں دینے والے دل سے اس کے وفادار نہیں ہیں۔"

بوڑھے نجامن نے جواب دیا۔

"اس طرح ہم کسی پر بھی بھروسہ نہیں کر سکیں گے۔ اتنے طویل سفر کے لیے ہم تینوں اس جہاز کو استعمال نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس سلسلے میں ہماری معلومات محدود ہیں۔ ہمیں کھانے پینے اور دوسرے کاموں کے لیے بھی مددگاروں کی ضرورت تھی۔ ہم یہ مددگار اسی جزیرے سے حاصل کر سکتے تھے اور اس جزیرے کے سبھی لوگ سپر ماسٹر کے وفادار رہ چکے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر تم سے کہا جاتا کہ تم بھی ایسے لوگوں کا انتخاب کرنے پر مجبور ہو جاتیں۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ مگر ہم بُری طرح پھنس گئے تھے۔ میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"مسٹر نجامن اب کیا ہوگا؟ ویسے تو آپ کی باتیں درست ہیں لیکن ہمیں آس پاس خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔"

"خطرہ تو دوستوں سے بھی ہوتا ہے کہ پتہ نہیں وہ کب دشمن بن جائیں۔ بیٹے ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں ان کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہیں۔ اب ہم تینوں بہت زیادہ محتاط رہیں گے اور اگر کوئی دشمن ہے تو بڑی خاموشی سے اسے بے نقاب کرنے کی کوشش کریں گے۔"

ہاں اب تو یہی ہو سکتا تھا۔ خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی! ہم نیچے جا رہے ہیں۔ آپ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر وہاں آجائیں۔"

ہم اس کیبن سے باہر آگئے۔ ہم نے اپنے کیبن کے دروازے کو لاک کر دیا تھا۔ پھر بھی وہاں دوبارہ جا کر ہم نے دروازے کو چیک کیا۔ وہ اسی طرح مقفل تھا۔ ہم مطمئن ہو کر باتیں کرتے ہوئے جہاز کے نچلے حصے میں آگئے۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ ہمارا جہاز اندر سے روشن تھا لیکن باہر سمندر کا نیلا پانی رات کی تاریکی میں سیاہ ہو رہا تھا۔ یہ دنیا کتنی بڑی ہے مگر سمندر کے جہاز کی چھوٹی سی دنیا میں آگئے تھے۔ وہ روشنیاں جہاز تک محدود تھیں۔ دور چاروں طرف سے اندھیرے کی یلغار تھی۔ اس وقت ہم بہت زیادہ پریشان تھے۔ چاروں طرف پھیلی ہوئی بھیانک تاریکی ہمیں بہت کچھ سجھا رہی تھی۔

جب ہم نچلے حصے میں پہنچے تو جہاز کے ایک سرے میں مردوں اور عورتوں کی بھیڑ نظر آئی۔ ہم تیزی سے چلتے ہوئے ان کے قریب پہنچے پھر میں نے بلند آواز سے پوچھا۔

"کیا بات ہے یہاں بھیڑ کیوں لگی ہوئی ہے؟"

میری آواز سنتے ہی مجمع اک دم سے چھٹ گیا۔ تب ہم نے دیکھا کہ ایک شخص ڈیک پر اوندھے منہ پڑا ہے اور ایک خنجر اس کی پشت میں دستے تک پیوست ہے۔ اس کے چاروں طرف لہو پھیلا ہوا تھا۔ اچانک ہی میرے اعصاب میں تناؤ سا پیدا ہو گیا۔ میں نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اسے کس نے قتل کیا ہے؟ ہم سب یہاں ایک گھرانے کے افراد کی طرح سفر کر رہے ہیں۔" میں نے ایک طرف کھڑے ہوئے مردوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم سب آپس میں بھائی بھائی ہیں پھر کس ظالم بھائی نے اپنے اس بھائی کو ہلاک کیا ہے؟"

سب کے سر جھک گئے۔ ایک بوڑھا روتا ہوا اور لڑکھڑاتا ہوا میرے سے کاندھے کا پتا ہوا میرے قریب آگر مقتول کی جانب دیکھنے کے بعد بولا۔

"یہ میرا جوان بیٹا ہے۔ یہاں تم سب کے بھائی کو ہی نہیں میرے

بیٹے کو بھی بیدردی سے قتل کیا گیا ہے۔ ایک بوڑھے باپ کے دل پر کیا قیامت گزر رہی ہے یہ صرف جوان بیٹے کے باپ ہی سمجھ سکتے ہیں۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میں نے اسے اپنے بازوؤں میں اپنے سینے سے لگا کر تھپکتے ہوئے تسلی دی۔

"بابا! صبر کر و اب رونے سے تمہارا بیٹا واپس نہیں آئے گا۔ میں اس کے قاتل کو عبرتناک سزا دوں گا۔"

سونیا آگے بڑھ کر چاروں طرف کھڑے ہوئے لوگوں سے کہنے لگی۔

"اس قتل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس جہاز میں ہمارے ایک سے زیادہ دشمن موجود ہیں۔ اگر وہ اس وقت اس بھیڑ میں موجود ہیں تو بے شک وہ چھپے رہیں لیکن اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ وہ ہمارے ہاتھوں یہاں مرنے کے لیے آئے ہیں۔"

پھر ہم تفتیش کرنے لگے کہ وہ قتل کیسے ہوا تھا؟ ہم نے سبھی سے دریافت کیا مگر اس کا چشم دید گواہ کوئی نہ تھا۔ صرف اتنا پتہ چلا کہ جہاز کے دوسرے سرے پر مقتول کے پہرہ دینے کی ڈیوٹی تھی۔ اس وقت جہاز کا وہ حصہ ویران تھا کیونکہ مرد اور عورتیں کھانے کے لیے ڈائننگ ہال میں چلے گئے تھے۔ اس ویرانی اور سناٹے میں کسی نے موقع پا کر اس کی پشت میں خنجر گھونپ دیا۔

اس کے قتل کی وجہ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ مجموعی طور پر جو دہشت قائم کی جا رہی تھی کہ ذاتی دشمنی کی بنا پر کسی نے ایسا کیا ہے۔ میں اور سونیا ڈائننگ ہال میں آکر کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ کھانے کے دوران وہاں پہنچ گیا۔ اس نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"سونی! تمہارا شبہ درست نکلا۔ یقیناً ہمارے درمیان کچھ دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ لیکن میں فرانسس کو قاتل نہیں سمجھتا کیونکہ وہ شام ہی اپنے کیبن میں موجود ہے۔ وہاں سے نکل کر ڈیک پر نہیں آیا اسکیپر ہیرالڈ میرا بہت اچھا دوست ہے۔ وہ دونوں باپ بیٹے مجھے نہیں دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "مسٹر نجامن یہاں جو دشمن چھپے ہوئے ہیں وہ یقیناً ہمارے دشمن ہوں گے۔ پھر انھوں نے ایک بے گناہ شخص کو کیوں قتل کیا؟"

"ہو سکتا ہے کہ وہ کچھ سازشیں کر رہے ہوں اور مقتول کو اس کا علم ہو گیا ہو اس سے پہلے کہ وہ ہم تک کسی سازش کی خبر پہنچاتا اسے ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹا دیا گیا۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں! فی الحال یہی سوچا جا سکتا ہے۔ مگر اب ہم تینوں کا آرام حرام ہو چکا ہے۔ اب ہم تینوں باری باری سونے اور جاگنے کا وقت تقسیم کر لیتے ہیں بہتر ہے۔"

ہم کھانے کے دوران میز پر جھکے ہوئے آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے احتیاطی تدبیر کے لیے منصوبے بنا رہے تھے۔ نجامن نے کہا۔

"میں بوڑھا ہوں تمام رات نہیں جاگ سکوں گا۔ اس لیے آدھی رات تک جاگ کر جہاز کے ہر حصے میں سونے اور جاگنے والوں پر نظر رکھوں گا۔ اس کے بعد میں فرہاد کو اٹھاؤں گا۔"

سونیا نے کہا "نہیں ڈیڈی! فرہاد کو آرام کرنا چاہیے۔ آدھی رات کے بعد میں صبح تک جاگتی رہوں گی۔"

میں نے کہا "نہیں سونیا! میں شام تک بہت گہری نیند سوتا رہا ہوں۔ اب مجھے نیند نہیں آئے گی لہٰذا میں صبح تک پہرہ دیتا رہوں گا۔"

لیکن سونیا بضد تھی کہ وہ رات کو مجھے جاگنے نہیں دے گی۔ اپنی ڈیوٹی پر جانے سے پہلے وہ مجھے سُلا کر جائے گی۔ گفتگو کے دوران اچانک ہی دور میری نظریں ایک میز کی طرف گئیں وہاں ایک نوجوان بیٹھا ہوا ہماری جانب مسلسل دیکھے جا رہا تھا۔ پہلے تو میں نے اسے نظر انداز کیا پھر مجھے محسوس ہوا کہ وہ زیادہ تر سونیا کو گہری نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ میں نے سرگوشی میں سونیا کو بتایا تا کہ وہ بھی کسی بہانے اس نوجوان کو دیکھ لے۔ ہم کچھ دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ اس دوران سونیا نے اسے اچھی طرح دیکھ لیا۔ پھر وہ مجھ سے بولی۔

"مجھے اس پر شبہ ہے۔ یہ نوجوان دور بیٹھا ہوا شاید یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے کہ ہم کس قسم کی پلاننگ کر رہے ہیں۔ اسی لیے میں کہتی ہوں کہ ڈیوٹی کا وقت بدل دیا جائے۔ اب تم اور ڈیڈی اپنے کیبنوں میں جا کر آرام کرو۔ میں رات کو جاگوں گی۔ یہ نوجوان مجھے تنہا پا کر ضرور میرے پیچھے آئے گا۔"

یہ کہہ کر سونیا نے اس نوجوان کی جانب دیکھا تو اس نے فوراً ہی اپنی نظریں جھکا لیں۔ پھر اپنی جیب سے ٹٹول کر ایک سگریٹ سلگانے کے بعد ہلکے ہلکے کش لگانے لگا۔ سگریٹ کا ایک طویل کش لگانے کے بعد پھر اس نے ہماری جانب دیکھا تو اس بار مجھ سے نظریں ٹکرا گئیں۔ وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد تیزی سے چلتا ہوا ڈائننگ ہال کے دوسرے دروازے سے باہر چلا گیا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"فوراً ہی اس کی گردن پکڑ لینا مناسب نہیں ہے۔ میں تمہاری اس بات سے متفق ہوں کہ آج کی رات تمہیں جاگنا چاہیے۔ تم اس نوجوان کو ذرا ڈھیل دیتی رہنا۔ اس طرح اس کے دوسرے ساتھی بھی نظروں میں آتے رہیں گے۔"

یہ فیصلہ کرنے کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ سونیا میرے ساتھ عرشے پر آئی۔ وہاں کی ایک کیبن کو اسلحہ خانہ بنایا گیا تھا۔ اس اسلحہ خانے سے اس نے اپنے لیے ایک اسٹین گن کا انتخاب کیا۔ وہ چمڑے کی جلد والی ڈائری میرے حوالے کی پھر مجھ سے پیار بھرے انداز میں رخصت ہو کر نیچے چلی گئی۔ میں ڈائری لے کر تھوڑی دیر تک عرشے پر جہاز کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہلتا رہا۔ شام کے وقت جو جہاز مسلح نوجوان پہرہ دے رہے تھے اب ان کی ڈیوٹی بدل گئی تھی۔ وہاں دوسرے لوگ نظر آرہے تھے میں باری باری ہر ایک سے ملاقات کی اور دیر تک ان سے باتیں کرتا

رہا۔ باتوں سے وہ مخلص دوست اور میرے سچے مددگار نظر آرہے تھے۔ ان کے دلوں میں کیا ہے یہ میں نہیں سمجھ سکا۔ اس وقت مجھے خیال خوانی کی صلاحیتیں یاد آئیں۔ اگر اس وقت بھی میں ان صلاحیتوں کا مالک ہوتا تو آرام سے اپنے کیبن میں بیٹھ کر ان کے دماغوں تک پہنچ جاتا۔

آہ۔ مجھے اپنی کم مائیگی کا احساس ہونے لگا۔ میں وہی فرہاد علی تیمور ہوں جو انسانی دماغوں کے تاریک تہ خانوں میں پہنچ جاتا تھا۔ ان کے اندر چھپے ہوئے مکار انسانوں کو سوچ کی چٹکی میں دبا کر باہر لے آتا تھا اور اب یہ حال تھا کہ اپنے آس پاس پھیلے ہوئے دشمنوں کو ان کے ظاہری چہروں سے سمجھنے کی کوشش میں ناکام ہو رہا تھا۔

میں دماغ پر بوجھ لیے ریلنگ سے لگا کھڑا رہا۔ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں اپنے کیبن میں قید ہو کر بیٹھنا یا لیٹنا نہیں چاہتا تھا۔ نیچے جا کر سونیا کے ساتھ وقت نہیں گزار سکتا تھا کیونکہ سونیا کے قریب رہنے سے وہ نوجوان بدک جاتا۔ میں چاہتا تھا کہ آج رات وہ اپنے شکار سے خود ہی کھیلتی رہے۔ اور آج رات مجھے کیا کرنا چاہیے یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

پھر میں بالکل ہی غیر ارادی طور پر کیبن نمبر ایک کی طرف بڑھ گیا۔ فرانسس کے اندر چھپے ہوئے دشمن کو ٹٹول نہیں سکتا تھا۔ بس یونہی اس کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی تو چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر اندر سے ایک سُریلی سی آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟"

"فرہاد۔ دروازہ کھولو۔"

تھوڑی دیر تک پھر خاموشی رہی۔ پھر فرانسس نے دروازہ کھول کر ذرا جھینپتے اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"آ..... آجائیے۔ کوئی بات نہیں آپ سے کیا پردہ۔ یہ..... یہ میری منگیتر ہے۔"

اس نے پوری طرح دروازہ کھول دیا۔ وہ کوچ پر بیٹھی بکھری ہوئی زلفوں کو سمیٹ کر مرخ رنگ کے اسکارف سے باندھ رہی تھی۔ اس نے ایک نظر مجھ پر ڈالی پھر شرمیلی سی مسکراہٹ کے ساتھ نظریں جھکا لیں میں نے ندامت سے کہا۔

"آئی ایم ریئلی سوری۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کباب میں ہڈی بننے کے لیے آیا ہوں۔ تم دروازہ بند کر لو۔"

میں پلٹ کر جانے لگا تو فرانسس نے فوراً ہی میرے بازو کو پکڑ کر کہا۔

"نہیں مسٹر فرہاد! اگر آپ واپس جائیں گے تو ہمیں دکھ ہوگا۔ اگر آپ مجھ سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں تو میں ابھی اس کی تعمیل کروں گا اور اگر آپ تفریحاً وقت گزارنے آئے ہیں تو پلیز اندر آجائیں۔ مجھے دلی طور پر خوشی ہوگی۔"

ایلن نے اک انداز دلربائی کے ساتھ اٹھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر فرہاد! میں تکلف کی عادی نہیں ہوں۔ بے تکلفی سے کہتی ہوں کہ آپ کمپنی دیں گے تو خصوصاً میرا وقت بڑی دلچسپی سے گزرے گا۔ کم از کم ان۔"

میں اندر آکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سامنے میز پر ایک شیمپین کی بوتل اور دو جام رکھے ہوئے تھے۔ دونوں میں تھوڑی تھوڑی سی شراب بھی نظر آ رہی تھی۔ ایلن نے فرانسس سے کہا۔

"فرانسس ایک خالی جام اور لاؤ۔ میں اپنے ہاتھ سے فرہاد کے لیے ایک پیگ بناؤں گی۔"

"سوری مس ایلن! میں شراب نہیں پیتا۔"

وہ دونوں مجھے تعجب سے دیکھنے لگے۔ پھر فرانسس نے مسکرا کر کہا۔

"ایلن! تم فرہاد صاحب کے متعلق نہیں جانتی ہو۔ یہ ایک مسلمان ہیں۔ فی الحال یہ اپنے ماضی کو بھلا بیٹھے ہیں۔ مگر جونہی ان کی گٹھی میں پڑ جائے اسے وہ سب کچھ بھولنے کے بعد بھی نہیں بھولتے۔ صاحب کے مذہب میں شراب حرام ہے۔ اس لیے یہ غیر ارادی طور کر رہے ہیں۔"

وہ اپنی معلومات کے مطابق مسلمانوں کے متعلق درست کہہ رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے اسلامی طور طریقوں کو بھولنے کے باوجود شراب اپنے لیے حرام سمجھ رہا تھا۔ میں نے فرانسس سے پوچھا۔

"کیا تم جانتے ہو کہ میری یادداشت کس طرح گم ہوئی تھی؟"

"ہاں میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ جس وقت آپ کے دماغ پر شاک پہنچایا جا رہا تھا اس وقت میں ایک گارڈ کی حیثیت سے آپ کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس وقت مجھے آپ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی لیکن اب افسوس ہوتا ہے۔ پھر مسٹر نے آپ سے بڑا زبردست کام لیا ہے۔ آپ کی ایک حیرت انگیز صلاحیت کو آپ کے دماغ سے نکال دیا ہے۔"

میں نے اپنے لہجے کے طنز کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اب تمہیں مجھ سے ہمدردی اور محبت کیسے ہو گئی ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "جب اپنے پاؤں میں کانٹا چبھنے سے کتنی تکلیف کا بھی احساس ہوتا ہے۔ میں پورا مسٹر کا وفادار تھا۔ اس کی خدمت کرتے کرتے بوڑھے ہو گئے مگر وہ خود غرض نہیں تھا۔ گھر اجھوڑ کر خود ہیلی کوپٹر کے ذریعہ فرار ہو گیا۔ اسی وقت سے ہم بیچارے دل و جان سے آپ کا ساتھ دے رہے ہیں۔"

اس کی باتیں سن کر میں سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ بجا تھا۔ مسٹر کے مطابق ذاتی طور پر نقصان اٹھانے کے بعد کہا جا سکتا تھا کہ ہوئے لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم سب ایک ہی آگ سے گزر کر آئے تھے۔ اس لیے اپنے زخموں پر مرہم رکھنے کے دوسرے پر بھروسہ کرنا ضروری تھا۔ یوں بھی بھروسہ نہ کرنا تو کیا

دماغ تک پہنچ کر میں اس کی اچھی بُری سوچ کو پڑھ تو سکتا نہیں تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"فرانسس کیا تم جانتے ہو کہ ابھی تقریباً چار گھنٹے قبل اس جہاز میں ایک شخص کو قتل کر دیا گیا ہے؟"

"کیا واقعی۔ کس نے قتل کیا ہے؟"

وہ جس حیرانی کا اظہار کر رہا تھا اس میں بناوٹ نہیں تھی۔ ایلن نے بے یقینی سے کہا۔

"مسٹر فرہاد! ہم سب کتنی ہی لاشوں سے گزر کر آئے ہیں۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی یہاں بھی ایسا کھیل کھیلے گا۔"

میں انھیں تفصیل سے بتانے لگا کہ شام کو جہاز کے نچلے حصے میں کیا ہو چکا ہے۔ تمام باتیں سننے کے بعد فرانسس نے کہا۔

"آپ کا خیال درست ہے۔ اس قتل سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہمارے درمیان ایک یا ایک سے زیادہ دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ ہمیں یہاں اطمینان سے باتیں کرنے کی بجائے باہر نکل کر دشمنوں کو بے نقاب کرنا چاہیے۔" وہ اپنی کرسی سے اٹھتا ہوا بولا۔ "ایلن! تم یہاں آرام کرو۔ آج میں تمام رات جاگ کر کسی طرح اس قاتل تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو فرانسس! میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ آج رات تم اپنے کیبن سے باہر نہ نکلو۔ تم میری بات کا بُرا نہ مانو۔ مجھے تم پر بھی شبہ ہے۔ اگر تم میرے مشورے پر عمل کرو گے اور اس کیبن سے خود دور ہو گے تو میں تمہیں دوست سمجھوں گا۔"

وہ چند لمحوں تک پس و پیش میں رہا۔ پھر اس نے جبراً مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ جن حالات سے گزر رہے ہیں ان کے پیش نظر آپ کو یہاں ہر ایک پر شبہ کرنا چاہیے۔ ٹھیک ہے میں آپ کا اعتماد کھونا نہیں چاہتا۔ اطمینان رکھیں میں صبح تک اس کیبن میں بند رہوں گا۔"

میں نے مطمئن ہو کر اس سے مصافحہ کیا۔ پھر اس کے کیبن سے باہر آیا۔ میرے باہر آتے ہی فرانسس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ میں ریلنگ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ بڑی بوریت محسوس ہو رہی تھی۔ وقت نہیں گزر رہا تھا۔ بار بار سونیا کے پاس جانے کو جی چاہ رہا تھا مگر اس کے پاس جانا مناسب نہیں تھا۔ میں آکر اپنے کیبن میں آ گیا۔ پھر وقت گزارنے کے لیے اس ڈائری کو کھول کر پڑھنے لگا جس میں میرے جرم کی تفصیلات درج تھیں۔

اس میں میرے متعلق وہی دلچسپ باتیں لکھی ہوئی تھیں جو میں فلائٹ کے سامنے پچھلی قسط سے پیش کر رہا ہوں۔ وہ ڈائری کافی تھی۔ پچھلی ہی حالات زندگی پڑھتے وقت بڑا لطف آ رہا تھا۔ ہپناٹزم کرنے کے بعد میں اپنی ہی ذات میں گم ہو کر بہت سی باتیں سوچنے لگا۔ اگر ابتدا سے ڈائری لکھنے کی عادت ہوتی تو میرے پاس میری پچھلی زندگی کا بھی ریکارڈ ہوتا جس کے ذریعے میں یقیناً اپنے ماضی تک پہنچ جاتا۔

آدھی رات تک میں کوچ پر کروٹیں بدلتا رہا۔ مجھے ہر کروٹ پر سونیا یاد آ رہی تھی۔ آخر میرا اضطراب مجھے کیبن سے باہر لے آیا۔ کیبن کا دروازہ بند کرنے کے بعد میں نے اپنی جیب سے ریوالور نکال کر اسے چیک کیا۔ اس کے چیمبر میں پوری چھ گولیاں تھیں۔ میں آہستہ آہستہ راہداری سے گزرتا ہوا کیبن نمبر ایک کے دروازے پر پہنچا۔ پھر چپ چاپ دروازے سے کان لگا کر سننے لگا۔ اندر سے ایلن کی آواز ایسے آ رہی تھی جیسے کوئی مکھی بھنبھنا رہی ہو۔ اگر وہ باتیں کر رہی تھی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ فرانسس بھی اندر موجود ہے اور اگر وہ نشے میں بڑبڑا رہی تھی تو شراب پینے والے تنہائی میں بھی اپنے آپ سے باتیں کرتے رہتے ہیں لہٰذا وہ کیبن میں تنہا بھی ہو سکتی تھی۔

میں نے دروازے پر دستک دی۔ فرانسس کی موجودگی اور عدم موجودگی کو سمجھنا بہت ضروری تھا۔ دوسری بار دستک دینے کے بعد دروازہ کھل گیا۔ میرے سامنے ایلن مدہوشی کے عالم میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے سنہرے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ بلاؤز کا ایک بٹن کھلا ہوا تھا۔ اسے اپنا ہوش نہیں تھا۔ پھر وہ اپنا لباس کیسے سنبھالتی۔ وہ ملبوس تھی مگر بے لباس بھی تھی۔ وہ مجھے دیکھتے ہی دروازہ کا سہارا چھوڑ کر میرے بازو کا سہارا لیتی ہوئی اک دم سے قریب ہو گئی۔ پھر وہ اپنے منہ سے شراب کی بُو کے بھبکے چھوڑتی ہوئی بولی۔

"ویٹ فرانسس اذ اے باسٹرڈ۔ وہ دیکھو آدھی بوتل میں آؤٹ ہو گیا۔"

اس نے دروازے کو پوری طرح کھول دیا۔ فرانسس کوچ پر اوندھا پڑا ہوا خراٹے لے رہا تھا۔ وہ پھر میری طرف منہ اٹھا کر بولی۔

"مجھے ساتھی کی ضرورت ہے اور یہ کمبخت آدھا مر چکا ہے۔ لٹ وِد می اے ڈرنک فول۔ تم مجھے کمپنی دو۔"

میں نے اسے باہر کھینچ کر دروازے کو بند کر دیا۔ پھر اسے سہارا دے کر اپنے کیبن میں لے آیا۔ میں نے دانستہ کیبن کے دروازے کو کھلا رکھا تاکہ سونیا وہاں اتفاقاً آجائے تو مجھے ایک جوان عورت کے ساتھ دیکھ کر ہرجائی نہ سمجھے۔ ایلن نے شراب کی اس بوتل کو میز پر دیکھا جسے ایرج چھوڑ گیا تھا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر جھومتی ہوئی بولی۔

"تم یہاں پیتے ہو اور ہمارے سامنے پارسا بنتے ہو؟"

"نہیں ڈارلنگ! یہ میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ تم شراب پینے کے بعد اور زیادہ حسین نظر آتی ہو۔"

میری زبان سے اپنی تعریف سن کر وہ فرط مسرت سے مجھ سے لپٹ گئی۔

"میں تمھیں پسند کرتی ہوں۔ وہ اُلو کا پٹھا فرانسس جھوٹ بولتا تھا کہ میں اس کی منگیتر ہوں۔ وہ بہت بڑا مکار ہے۔ اگر تم مجھ سے لو کروگے تو میں تم سے وہ کروں گی۔"

میں نے چونک کر پوچھا "کیا کروگی؟"

وہ پنجوں کے بل اٹھ کر میرے کان کے قریب پہنچ کر گہری سرگوشی میں بولی۔

"تمھیں ایک راز کی بات بتاؤں گی۔"

میں نے فوراً ہی شاباشی دینے کے انداز میں اس کی پیٹھ کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"ضرور ضرور۔ مگر پہلے ہاتھوں سے ایک جام پی لو۔ میں تمھیں حسین سے حسین تر بنانا چاہتا ہوں۔"

میں ساقی بننے کے بہانے اس سے پیچھا چھڑا کر میز کے پاس آیا۔ وہسکی کی بوتل کھول کر ایک بڑا سا پیگ بنایا تاکہ میں اسے ایک ایک گھونٹ پلا کر اس سے راز اگلوا تا رہوں۔ وہ کوچ پر جا کر لیٹ گئی تھی اور مستی میں انگڑائی لیتی ہوئی بڑبڑا رہی تھی۔

"مجھے ایسے لوگوں سے نفرت ہے جو شراب پی کر شباب کو بھول جاتے ہیں۔ وہ جو فرانسس ہے نا، وہ سالا اک دم پھیکڑ ہے اور تمھارا دشمن ہے۔"

میں نے اس کے قریب آ کر اسے ایک ہاتھ کے سہارے اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے ایک گھونٹ پلایا۔ وہ دو گھونٹ پی کر بولی۔

"ادھر جہاز میں تمھارے جتنے حمائتی ہیں فرانسس ان کو ایک ایک کر کے مار ڈالنا چاہتا ہے۔" وہ تیسرا گھونٹ پی کر بولی "جب تم اکیلے رہ جاؤ گے تو اس کے تمام ساتھی تمھیں گھیر کر مار ڈالیں گے۔"

میں نے اسے پھر ایک گھونٹ پلاتے ہوئے پوچھا۔

"مگر اتنا زبردست منصوبہ بنانے والا ہوشی کی حالت میں کیسے پڑا ہوا ہے؟"

"وہ خود کچھ بھی نہیں کرتا ہے۔ سب اس کے آدمی کرتے ہیں۔ وہ تم کو اُلو بنانے کے لیے تمھارا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کیبن میں پڑا رہتا ہے۔"

وہ [illegible] میں ہاتھ ڈال کر وہاں سے ایک چابی نکال کر میری طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔

"یہ کیبن نمبر ایک کی چابی ہے اس کے دروازے کو لاک کر دو۔ وہ بندرہے گا تو آئندہ اپنے ساتھیوں تک اپنے احکامات نہیں پہنچا سکے گا۔"

اب مجھ پر تمام حقیقتیں روشن ہو گئی تھیں۔ چھپے ہوئے دشمن کا چہرہ سامنے آ گیا تھا، میں نے اطمینان سے کہا۔

"ہر کیبن کے دروازے کی دو چابیاں ہوتی ہیں۔ فرانسس کے کیبن کی دوسری چابی کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ اس کی جیب میں یہی ایک چابی تھی، نکال لی۔ دوسری چابی شاید اس کے باپ کے پاس ہوگی۔"

یہ کہہ کر اس نے میرے ہاتھ سے جام لیا اور اسے غٹا غٹ ہوتے ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔

مجھے فرانسس سے خطرہ تھا اس لیے میں اس کے دروازے سے لاک کر کے جہاز کے نچلے حصے میں آ گیا۔ بہت سے مرد عورتیں جہاز کے ایک بڑے ہال کے فرش پر سو رہے تھے۔ وہاں بھی پہرے کے طور پر گشت کر رہے تھے۔ میں سونیا کو تلاش کرتا ہوا اس کی طرف چلا گیا۔ وہ ریلنگ سے ٹیک لگائے اسی نوجوان سے باتیں کر رہی تھی جو ڈانسنگ ہال میں بڑا ہی پُراسرار نظر آ رہا تھا۔ سونیا نے اسے متعارف کرا دیا۔ اس نوجوان نے مجھے نہیں دیکھا تھا کیونکہ اس کی پشت میری طرف تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"سونیا ڈارلنگ تم نے اپنی محبت کا یقین دلا کر مجھے ایک [illegible] دی ہے۔ کیا محبت سے میں تمھارا ہاتھ چوم سکتا ہوں؟"

سونیا نے شرماتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ چومنے کے لیے جھکا، دہنی الٹا ہاتھ ایک ٹھوکر کی طرح اس کے [illegible] وہ لڑکھڑاتا ہوا دو قدم پیچھے چلا گیا۔ وہ ذرا مسکرائی اور شرماتی ہوئی [illegible]

"میرے محبوب تم دیکھتے ہو کہ میں ایک فائٹر بھی ہوں [illegible] محبت کے دوران بھی فائٹنگ کی عادی ہو گئی ہوں۔ جو مجھے [illegible] دیتا ہے میں اسی کو اپنا فائٹ بنا لیتی ہوں۔ آؤ تم بھی فائٹنگ [illegible] کرو۔ آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کرو۔ ہم دونوں لڑتے لڑتے محبت کی سیمیں [illegible] میں پہنچ جائیں گے۔"

"ہی ہی ہی" وہ اور پیچھے ہٹ کر کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے [illegible]

"ہم..... میں جانتا ہوں کہ تم آہنی ناخنوں سے گوشت اور ہڈیاں [illegible] کرتی ہو۔ مجھے معاف کر دو۔ میں دور ہی دور سے تمھیں دیکھ کر [illegible] کروں گا۔"

وہ پلٹ کر بھاگنے لگا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ ایک ساعت ٹھٹھک گیا۔ اس کے بعد پھر بھاگتا چلا گیا۔ میں نے ہنستے ہوئے قریب آ کر پوچھا۔

"یہ کیا ہو رہا تھا؟"

"کچھ نہیں میں وقت گزار رہی تھی۔ اس نوجوان کو ہم پُراسرار سمجھ رہے تھے مگر یہ نرا احمق نکلا۔ وہ سچ مچ مجھ پر عاشق ہو گیا تھا۔ عشق کے بھوت کو بھگا دیا۔"

میں نے کہا "ہاں تم فضول اس کے ساتھ وقت ضائع کر رہی تھیں لیکن میں نے وقت ضائع نہیں کیا، اپنے دشمن کو پہچان [illegible] میں اسے فرانسس اور ایلن کی داستان سنانے لگا۔ [illegible] داستان نہ سنا سکا۔ اچانک ہی کسی کے رونے گڑگڑانے کی آواز [illegible]

میں نے پلٹ کر دیکھا تو قریب کوئی نظر نہیں آیا۔ ہمارے جتنے ہمسفر تھے وہ جہاز کے درمیانی حصے میں سو رہے تھے۔ ہم تیزی سے اس طرف چلنے لگے۔ ہم نے دور ہی سے دیکھ لیا۔ درمیانی عمر کی ایک بوڑھی عورت بیہوش ہوئے لیٹی تھی اور وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔

"چھوڑ دو مجھے۔ تم لوگوں نے میرے شوہر کو سمندر میں پھینک دیا۔ میں تمھارے جا کر شکایت کروں گی۔ تمھیں بھی سمندر میں پھینکوا کر دم لوں گی۔"

میں نے اور سونیا نے قریب پہنچتے ہی ان دو بدمعاشوں کو اپنی طرف [illegible] دونوں اک دم ہی ہم سے لپٹ پڑے۔ سونیا کے ہاتھ سے اسٹین گن چھوٹ کر دور جا پڑی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے آہنی پنجے استعمال کرتی پیچھے سے دو اور آدمیوں نے آ کر اسے مضبوطی سے جکڑ لیا۔ دوسرا حاش مجھے لڑتا ہوا جہاز ریلنگ تک لے کر آیا۔ میں ریلنگ سے ٹکرا کر گھٹنوں کے بل سنبھل گیا۔ وہ مجھ پر چھایا ہوا تھا۔ میں نے اس کی ٹانگیں اپنی طرف اچھال دیا۔ وہ میرے سر پر سے ہوتا ہوا پیچھے کی طرف گرا۔ اس کی ایک بھیانک چیخ سنائی دی پھر چھپاک کی آواز کے ساتھ سمندر کا پانی اچھل کر اوپر آیا اور وہ ہمیشہ کے لیے نیچے چلا گیا۔ اسی وقت بدمعاش نے للکار کر کہا۔

"فریاد! اگر تم سونیا کی زندگی چاہتے ہو تو خود کو ہمارے حوالے کر دو۔"

میں نے ریلنگ کے پاس سے اٹھتے ہوئے دیکھا سونیا کے پیچھے کھڑے ہوئے دو نوجوانوں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے جکڑ لیا تھا اور سامنے کھڑا ہوا نوجوان ریوالور کی نال کو اس کی کنپٹی سے لگا کر دھمکی دے رہا تھا کہ میری ذرا سی بھی حرکت سونیا کی موت بن سکتی ہے۔ اس نوجوان نے للکارا۔

"ہم سُپر ماسٹر کے وفادار ہیں اور وفادار رہیں گے۔ ہمارا ماسٹر سلامت کھا کر بھاگنے والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ ایک بھاری فوجی امداد کو لے کر واپس آنے والا ہے مگر تم اور ایرج جزیرے سے فرار ہو رہے تھے۔ یہ چالبازی ہوا کہ تمھارے درمیان جھگڑا ہو گیا اور ایرج سُپر ماسٹر کے ہاتھوں مارا جانے کے لیے وہیں رہ گیا۔"

اس کی باتوں کے دوران وہی نوجوان مسکراتا ہوا میرے سامنے آیا۔ سونیا کے عشق کا مرکز یہ ہی تھا۔ اس نے دانت نکال کر مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"سونیا کے عاشق تو تم ہو۔ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں ہر حال میں اس کا عاشق کیسے بن سکتا تھا۔ میں جہاز کے اس حصے میں سونیا کو اپنے اعتماد و سائل میں اس لیے ابھار رہا تھا کہ جہاز کے دوسرے حصے میں میرے آدمی بغیر مداخلت کے اطمینان سے اپنا کام کرتے رہیں۔"

میں نے کنکھیوں سے سونیا کی جانب دیکھا۔ ریوالور کی نال اسی طرح اس کی کنپٹی سے لگی ہوئی تھی۔ میں نے اسے باتوں میں الجھانے کیلئے پوچھا۔

"[illegible] آدمی جہاز کے دوسرے حصے میں کیا کر رہے ہیں؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "جب سے ہم اس جہاز میں آئے ہیں تب سے سُپر ماسٹر کے وفاداروں کو چپکے چپکے منظم کر رہے ہیں۔ شام کو جس شخص کی پشت پر خنجر گھونپ دیا گیا تھا وہ ہمارا ساتھ دینے سے انکار کر رہا تھا۔ وہ تمھارا وفادار بن کر رہنا چاہتا تھا۔ ہم نے اس کی طرف سے خطرہ محسوس کیا اس لیے اسے ختم کر دیا۔ اب تک ایک بڑھے کو اور چار نوجوانوں کو سمندر میں پھینکا جا چکا ہے۔ کیونکہ وہ سب تمھارے حمایتی تھے۔"

میں غصے سے مٹھیاں بھینچ کر اسے دیکھنے لگا۔ میرا دل ان کیلئے دکھ رہا تھا جو میرے حمایتی تھے اور انھیں چپکے چپکے ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور کر دیا گیا تھا۔ اچانک ہی اس شخص کی چیخ سنائی دی جو سونیا کی کنپٹی سے ریوالور لگائے کھڑا تھا۔ ہم سب اس بڑھیا کو بھول گئے تھے جس کے شوہر کو سمندر میں پھینک دیا گیا تھا۔ دشمن اس بڑھیا کو بے ضرر سمجھ رہے تھے مگر جب انتقام کی آگ بھڑکتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ بڑھیا نے پیچھے سے آ کر اس کے سر پر ضرب لگائی تھی۔ جیسے ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی سونیا نے اسکے پیٹ پر اپنا گھٹنا مار دیا۔ میں نے بڑی پھرتی سے اپنے سامنے کھڑے ہوئے نام نہاد عاشق کو ایک طرف دھکا دیا اور سونیا کی طرف چھلانگ لگا دی۔ پھر سونیا کے ساتھ ان دو بدمعاشوں کو لیے فرش پر گر پڑا۔ اس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی سونیا تڑپ کر کروٹ بدلتی ہوئی دوسری طرف گئی۔ پھر اپنے قریبی دشمن کو پنجہ مارا۔ خدا سی دیر میں ہم دونوں آزاد ہو کر اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے۔

ان سب کی اسٹین گنیں ادھر ادھر جا کر گر پڑی تھیں۔ اب دانشمندی یہی تھی کہ فوراً ہی ایک اسٹین گن پر قبضہ کر کے ان دشمنوں کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ ان کو گائیڈ کرنے والے فرانسس کی طرف سے خطرہ نہیں تھا، کیونکہ میں اس کے کیبن کے دروازے کو باہر سے لاک کر کے چلا آیا تھا لہٰذا ان کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی میں اور سونیا دونوں اسٹین گن کی طرف بڑھے انھیں فرش پر سے اٹھانے کے لیے جھکے۔ اسی وقت تڑا تڑ گولیاں چلنے لگیں۔ ہمارے ہاتھوں کے قریب کتنی ہی گولیاں فرش پر بجتی چلی گئیں۔ ہم دونوں اپنی اپنی جگہ سے اچھل کر فرش پر لڑھکتے ہوئے اسٹین گنوں سے دور چلے گئے۔

تب ہم نے سر اٹھا کر دیکھا، جو زینہ عرشے کی طرف جاتا تھا اس زینے کے نچلے حصے پر ہماری لگاہوں کے سامنے ایلن اسٹین گن لیے کھڑی تھی اور میری طرف دیکھ کر قہقہے لگا رہی تھی مگر وہ تو نشے کی زیادتی سے بیہوش ہو گئی تھی یا وہ قہقہہ لگاتی ہوئی کہنے لگی۔

"فریاد! سُپر ماسٹر اپنے وفاداروں کو کبھی بے یار و مددگار چھوڑ کر نہیں جاتا۔ اپنے پیچھے کسی ماسٹر کو ان کی حفاظت کی ذمہ داری سونپ جاتا ہے ماسٹر تو سب مرچکے ہیں ایسے وقت کوئی مادام میدانِ عمل میں آتی ہے۔ سونیا مجھے نہیں جانتی مگر آج نہ یہی مجھے پہچان لے۔ میں اپنی تنظیم کی سب سے خطرناک مادام ہوں۔ اتنی خطرناک کہ اپنے سُپر ماسٹر کی طرح چھوٹ دینا نہیں جانتی۔ لو اپنے انجام کو پہنچو۔"

یہ کہتے ہی اس نے تڑا تڑ مجھ پر اور سونیا پر گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں تھا کہ ہم بچ جاتے۔ اسٹین گن کے سامنے آ کر تو کوئی سُپر مین بھی بچ کر نہیں نکل سکتا تھا اور وہ ہم پر گولیاں برسا رہی تھی۔

کوئی فولاد کے بنے ہوئے نہیں تھے کہ مسلسل برستی ہوئی گولیاں ہم پر اثر نہ کرتیں۔ میں نے اور سونیا نے بلٹ پروف شیلڈ بھی نہیں پہن رکھی تھی۔ زینے کے نچلے سرے پر عین نگاہوں کے سامنے ایلن اسٹین گن لیے تڑاتڑ ہم پر گولیاں برسا رہی تھی۔ اسکے باوجود آج میں زندہ سلامت بیٹھا اپنے قارئین کو یہ داستان سنا رہا ہوں جبکہ مجھے منوں مٹی تلے آرام فرما جانا چاہیئے تھا۔

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کس طرح اللہ جسے رکھتا ہے اسے کوئی نہیں چکھتا۔ پہلے آپ اس ایلن کے بارے میں سُن لیجئے جس نے ہماری ہاری ہوئی بازی جیتنے کے لیے ہمارے سامنے آتے ہی خود کو متعارف کرایا تھا کہ وہ سُپر ماسٹر کی خطرناک تنظیم کی سب سے خطرناک مادام ہے۔ اتنی خطرناک کہ اس کا سُپر ماسٹر تو ہم جیسوں کو ڈھیل دے دیتا ہے۔ لیکن وہ ایک لمحے کی بھی مہلت نہیں دیتی۔ ذرا سی مروت کیے بغیر اسٹین گن کی گولیوں سے بھون کر رکھ دیتی ہے۔

لیکن ٹریگر پر اس کی انگلی چلتے وقت اچانک سچویشن بدل گئی۔ بنجامن کہیں چھپا کھڑا تھا اور اُس اچھل کر اپنی بیوی سونیا کے سامنے ڈھال بن گیا کیونکہ ایلن جس سمت سے گولیاں چلا رہی تھی اس کے مطابق سونیا پہلے اس کی زد میں آ رہی تھی۔ بوڑھے باپ نے اپنی جان کی قربانی دیکر اسے تو بچا لیا۔ اس کے بعد میری باری تھی۔ اسٹین گن کے سامنے آتی مہلت نہیں ملتی ہے کہ کوئی بازی گری کے کرتب دکھا کر بچ سکے۔ لہٰذا گولیاں میری طرف ضرور آئیں لیکن وہ میرے اوپر سے گزرتی چلی گئیں ایلن اچانک ہی پیچھے کی طرف خم کھا گئی تھی۔ میرے بجائے وہ خنجر ہی تھی کیونکہ زینے کے اوپری سرے سے کوئی اس پر گولیاں برسا رہا تھا۔

کون ہو سکتا تھا وہ جو زینے کا اوپری حصہ نظر نہیں آ رہا تھا وہ گولیاں برسانے والا فرشتہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا اور ابھی اسے دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ ایلن کے ہاتھوں سے اسٹین گن چھوٹ کر گر پڑی ہے اور وہ خود بھی زینے کے نیچے آ گری ہے اور ہمیشہ کے لیے لیٹ گئی ہے تب میں نے سب سے پہلے فرش پر پڑی اسٹین گن پر قبضہ کیا۔ مادام ایلن کے ساتھی ڈھلا گئے تھے کیونکہ اس نے گولیاں چلاتے وقت اپنے ساتھیوں کا بھی خیال نہیں کیا تھا۔ ان میں سے ایک شوٹنگ کی زد میں آ گیا تھا باقی دوسری طرف بھاگ گئے تھے۔

میں نے اسٹین گن ہاتھ میں لیتے ہی دُور بھاگنے والوں پر گولیاں برسائیں۔ میں نے ان کی تعداد یاد رکھی تھی۔ وہ کُل چار تھے۔ ایک ٹخیا کے ہاتھ سے ٹہڑے کی ضرب کھا کر زخمی پڑا تھا۔ دوسرے کو ایلن نے مار ڈالا تھا۔ باقی دو میرے ہاتھوں سے فنا ہو گئے۔ ان کی طرف سے اطمینان ہونے کے بعد میں نے سونیا کی طرف دیکھا۔ وہ دوڑا نو ہو کر اپنے بوڑھے باپ کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی لیکن اب وہ بیٹی کے دل کی دھڑکنیں نہیں سُن سکتا تھا۔ وہ اس کی پیشانی کو چوم رہی تھی اور کچھ ہوئے کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ غم سے نڈھال ہو رہی تھی لیکن کے باوجود اس کی آنکھوں میں ایک آنسو نہیں تھا۔ وہ ضبط کا پیمانہ بنی بیٹھی تھی۔ میں نے ذرا جھک کر اسکے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"سونیا مجھے افسوس ہے۔ میں تمہارے غم کو اپنے غم کی طرح محسوس کر رہا ہوں اور محسوس بھی کر رہا ہوں کیونکہ تم مجھ سے الگ نہیں ہو۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر لرزتی آواز میں بولی۔

"ہم جس آگ اور خون کے دریا سے گزر رہے ہیں اس سے پر ہم میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت مر سکتا ہے۔ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ مجھے بوڑھے باپ کے سامنے ڈھال بننا چاہیئے تھا مگر نہ بن سکی۔ یہ فرض ڈیڈی نے ادا کر دیا ہے۔ بہرحال تم اس سچویشن کو سنبھالو۔ ایسا نہ ہو کہ ہم پھر دھوکہ کھا جائیں۔"

میں نے زینے کی طرف ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے مدھم آواز میں کہا۔

"جس دوست نے میری جان بچائی ہے میں اس کا شکر گزار ہوں۔ اب وہ نیچے آ جائے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

میری آواز سنتے ہی لکڑی کے زینے پر قدموں کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ آہستہ آہستہ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ زینے کے ایک ایک پائیدان پر پاؤں رکھتا ہوا نیچے آ رہا تھا۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ عرشے پر پہرہ دینے والا مسلح نوجوان ہوگا لیکن جب زینے کے نچلے حصے سے نگاہوں کے سامنے آیا تو میں اور سونیا دونوں ہی چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ ہمارا دشمن فرانسس تھا۔

میں چند لمحوں تک حیرانی سے اسے تکتا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹہ پہلے کی بات ہے ایلن نے فرانسس کو اتنی زیادہ پلا دی تھی کہ وہ بیہوش ہو گیا تھا۔ ایلن اس کے کیبن کی چابی لے کر میرے پاس آ گئی تھی اس مکار عورت نے بھی بہت زیادہ مدہوش ہونے کی ایکٹنگ کی تھی میں اس خوش فہمی میں تھا کہ وہ مدہوشی کی حالت میں فرانسس بے نقاب کر رہی ہے۔ اس نے یہی بتایا تھا کہ فرانسس اپنے لوگوں کو ہمارے خلاف منظم کر رہا ہے۔ ہم بھی اس پر شبہ کر رہے تھے۔ اس کے نتیجے میں ایلن کی مکاری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں نے اس کی باتوں میں آ کر فرانسس کے کیبن کو باہر سے لاک کر دیا تھا۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"تم کیبن سے باہر کیسے آئے جبکہ میں نے اسے لاک کر دیا تھا۔"

اس نے مسکرا کر جیب میں ہاتھ ڈالنے کے بعد ایک چابی نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔

"یہ دوسری چابی میں نے ایلن سے چھپا رکھی تھی۔" انداز میں مجھے پلا کر آؤٹ کرنا چاہتی تھی اس سے مجھے شبہ ہو گیا تھا

وہ کوئی بہت بڑا گیم کھیل رہی ہے۔"

"کیا تم نشے میں نہیں تھے؟"

"ہاں! میں اتنا مدہوش ہو چکا تھا کہ کوچ پر سے اُٹھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ اس کے باوجود دماغ تھوڑا بہت کام کر رہا تھا۔ کم از کم اتنی... بات سمجھ میں آتی رہتی ہے کہ مدہوشی کے عالم میں ہم پر کیا گزر رہی ہے۔ میں آنکھیں بند کر کے خراٹے لینے لگا تھا۔ ایلن سمجھی کہ اب صبح تک مجھ سے کوئی خطرہ نہیں ہے اس لیے وہ مجھے چھوڑ کر تمہارے پیچھے چلی گئی۔"

"ہاں یہ ماننا پڑتا ہے کہ اس نے تمہارے خلاف بہت سی باتیں کہہ کر اپنے لئے میرا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ اسی لیے جب وہ مدہوش ہو گئی تو میں نے اپنے کیبن کے دروازے کو کھلا چھوڑ کر تمہارے کیبن کو لاک کر دیا۔ میرا خیال ہے ایلن نے زیادہ نہیں پی تھی صرف اداکاری دکھا رہی تھی۔ لیکن تم نے تو بہت زیادہ پی لی تھی پھر اتنی جلدی کس طرح ہوش میں آ گئے؟"

فرانسس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بیشک میں جام پر جام لنڈھاتے جا رہا تھا۔ لیکن ایلن جیسے ہی تمہارے ساتھ باہر گئی میں نے تھوڑی سی کوکین اپنے منہ میں رکھ لی۔ شاید تمہاری معلومات میں اضافہ ہو جائے کہ پوری بوتل کا نشہ ہو تو وہ ناخن برابر کوکین سے یک لخت ختم ہو جاتا ہے۔ شراب بالکل پانی کی طرح بے ضرر ہو جاتی ہے۔ تم خود ہی دیکھ رہے ہو میں تمہارے سامنے مستعد کھڑا ہوا ہوں۔ جیسے ایک قطرہ بھی میرے حلق میں نہ اترا ہو۔"

میں نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے ندامت ہے کہ میں تمہیں دشمن سمجھتا رہا۔ لیکن تم نے بہت ہی کڑے وقت میں دوستی کا ثبوت دیا ہے۔"

"مسٹر فرہاد! ہم ایسے حالات سے گزر رہے ہیں کہ آزمائش کے بغیر دوست اور دشمن کی پہچان نہیں کر سکتے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میں نے اپنی پہچان کرا دی۔"

اس کے بعد ہم دونوں نے ایلن اور اس کے ساتھیوں کی لاشوں کو اٹھا اٹھا کر سمندر میں پھینکا۔ دو چار عورتوں کو فرش کی صفائی پر مامور کیا کیونکہ دور دور تک انسانی لہو پھیلا ہوا تھا۔ سونیا کے ڈیڈی کو پورے اعزاز کے ساتھ دفنانے کے لیے ہم پوری طرح آخری رسوم ادا نہیں کر سکتے تھے کیونکہ دفنانے کے لیے زمین نہیں تھی۔ ہمارے چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ آخری رسوم ادا کرنے کے لیے موم بتیاں، لوبان، سُرخ مخمل وغیرہ نہیں تھے اس لیے اسے سُرخ کفن میں لپیٹ کر بڑی عقیدت اور احترام سے سمندر کے پانی میں اتار دیا گیا۔

اس وقت تک صبح ہو چکی تھی۔ ہمارے چہروں پر جاگے ہوئے رات سونیا کچھ نڈھال سی تھی۔ میں اسے کیبن میں لے آیا۔ پھر اس کا سر اپنے بازوؤں پر رکھ کر اسے بچوں کی طرح تھپکتے ہوئے سُلانے کی کوشش کرتا رہا۔ جب وہ سو گئی تو میں اسے کوچ پر لٹانے کے بعد کیبن کے باہر آ گیا۔ میں کیبنوں کی درمیانی راہداری سے گزرتا ہوا کیبن نمبر ایک کی طرف فرانسس سے ملنے جا رہا تھا۔ ایک کیبن کے قریب سے گزرتے وقت مجھے اس کی آواز سنائی دی تو میں ٹھٹھک گیا۔ وہ کسی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے دروازے سے کان لگا کر سنا تو مجھے جو آواز دوسرے آدمی کی سنائی دی۔ میں نے آواز سے پہچان لیا۔ وہ ایلن کا وہی آدمی تھا جس کے سر پر بڑھیا نے ڈنڈے سے ضرب لگائی تھی۔

دشمنوں میں وہی ایک زندہ رہ گیا تھا۔ ہم نے اسے اس لئے قید کر رکھا تھا کہ اسے اذیتیں دے کر یہ معلوم کریں گے کہ ایلن چاہتی کیا تھی اس جہاز کو کہاں لے جانا چاہتی تھی یہ اور اب اس جہاز میں ان کے اور کتنے آدمی رہ گئے ہیں یہ شاید وہی معلومات حاصل کرنے کے لئے فرانسس اس قیدی کے پاس پہنچ گیا تھا۔ قیدی غصے سے چیخ کر کہہ رہا تھا۔

"غدار میں نہیں، تم ہو۔ تم نے ہماری تنظیم کی ایک وفادار مادام کو مار ڈالا۔ سُپر ماسٹر تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

فرانسس کے قہقہے کی آواز سنائی دی۔

"سُپر ماسٹر کو کیسے پتہ چلے گا کہ میں نے مادام ایلن کو ہلاک کیا ہے ایک تم ہی چشم دید گواہ ہو میں ابھی تمہیں ختم کر دوں گا۔"

میں چکرا کر رہ گیا۔ فرانسس اپنی باتوں سے گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا نظر آ رہا تھا۔ قیدی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے، لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ تم اپنی ان دو غلی حرکتوں ..... کے باعث فرہاد کے ہاتھوں ضرور مرو گے۔"

"اونہہ۔ میں اتنا ناداں نہیں ہوں۔ جب فرہاد ایک قیدی کی حیثیت سے جزیرے میں آیا تھا تب سے میں اسے دیکھ رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں کہ وہ کتنا خطرناک ہے۔ اس نے سُپر ماسٹر کا سونا جاگنا کھانا پینا سب کچھ حرام کر رکھا تھا میرے لیے یہ تجربات کافی ہیں۔ میں کبھی اس سے الجھنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ اگر ہم صحیح سلامت کسی ملک تک پہنچ گئے تو میں ہمیشہ فرہاد کا وفادار بن کر رہوں گا، اور اگر اس دوران سُپر ماسٹر اس پر غالب آ جائے گا تو میں فوراً ہی پٹڑی بدل کر سُپر ماسٹر کو اپنی رام کہانی سناؤں گا کہ فرہاد کو جزیرے سے فرار ہونے کیلئے ایک اسکیمر کی ضرورت تھی اس لیے وہ مجھے اور میرے ڈیڈی کو قیدی بنا کر لے آیا ہے۔ میری اس بات کی گواہی دینے کے لیے اس جہاز میں میرے بہت سے حمایتی موجود ہیں۔"

اتنا کہہ کر وہ زور زور سے ہنسنے لگا۔ خاموش ہو گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کسی بھی انسان پر کس طرح بھروسہ کیا جائے۔ یہ جسے دیکھو وہ تھالی کے بینگن کی طرح اِدھر سے اُدھر لڑھکتا رہتا ہے۔ اسی فرانسس نے چند

گھنٹے پہلے مجھے ایمن کی گولیوں کی زد میں آنے سے بچایا تھا۔ مجھے ایک نئی زندگی دی تھی۔ اس کے باوجود وہ پوری طرح میرا دوست یا وفادار نہیں تھا۔ آئندہ کسی وقت بھی پٹڑی بدل سکتا تھا۔ اس کی آواز پھر سنائی دی۔

"ہر انسان کو اپنی زندگی پیاری ہوتی ہے۔ فرہاد ہو یا پیٹر پاسٹر ہو جس کے سامنے میں مجھے اپنی زندگی کی ضمانت ملے گی میں اسی کا وفادار بن جاؤں گا۔"

میں وہاں سے پلٹ کر اپنے کیبن کی طرف جانے لگا۔ جب میں اپنے کیبن کے دروازے پر پہنچا تو "ٹھائیں" سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ میں نے..... اس کیبن کے اندر آکر دروازے کو اچھی طرح بند کر لیا اب مجھے تیزی سے فیصلہ کرنا تھا کہ ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میں بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ اس بات کا خطرہ نہیں تھا کہ فرانسس اب اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہتھیاروں سے لیس ہو کر ہم پر چڑھ دوڑے گا۔ اس کی باتوں سے ثابت ہو چکا تھا کہ وہ موقع شناس ہے جب تک میرے پاس تحفظ مہتار ہے گا وہ میرا دوست بن کر رہے گا۔

میں کوچ پر سونیا کے پاس آکر لیٹ گیا۔ وہ بے چاری تھکی ہاری گہری نیند سو رہی تھی۔ میں بھی بُری طرح تھکا ہوا تھا۔ اگر سونا چاہتا تو فوراً ہی نیند آجاتی مگر آرام کی نیند تو صرف پچھلے دن ہی میسر ہوئی تھی۔ اب پھر بے آرامی، بے چینی اور ہنگاموں کا دور شروع ہو چکا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ فرانسس مجھ سے خوفزدہ تھا۔ فی الحال اس کی طرف سے جان کا خطرہ نہیں تھا۔ ایسے ہی وقت مجھے اس سے دور ہو جانے کا راستہ تلاش کر لینا چاہیئے تھا۔

تب میں نے سوچا کہ مجھے اسٹیئرنگ رُوم میں جا کر دنیا کے نقشے کو دیکھنا چاہیئے اور یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ اس وقت ہمارا جہاز کہاں سے گزر رہا ہے؟ کون سا ملک ہمارے قریب ہے؟ میں ایسی معلومات سے کچھ فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ لیکن نیچے اسٹیئرنگ رُوم میں جانے کے لئے سونیا کو کیبن میں تنہا چھوڑنا پڑتا۔ اگرچہ میں باہر سے دروازے کو لاک کر سکتا تھا لیکن فرانسس یا اس کے کسی آدمی کے پاس اس دروازے کی دوسری چابی ہو سکتی تھی اور میری سونیا کو نقصان پہنچایا جا سکتا تھا۔ وہ جانِ حیات جو اب تک میری حفاظت کرتی آئی تھی۔ اب میرا فرض تھا کہ اس کی نیند پوری ہونے تک میں اس کی حفاظت کروں۔

ایسی جلدی اور بوکھلاہٹ کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ میں سونیا کے آرام کی خاطر دو چار گھنٹے ضائع کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں کوچ پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرے سامنے ایرج کا وہ بڑا سا صندوق رکھا ہوا تھا جس میں بے شمار ڈالر گڈیوں کی شکل میں بندھے رکھے ہوئے تھے۔ میز پر دو اٹیچی کیس رکھی ہوئی تھیں اور ان کے پاس وہ بریف کیس پڑا ہوا تھا جس میں بے بہا میلنگ کا بہت سا مواد جمع کیا گیا تھا۔ مجھے ان میں سے تمام ضروری چیزوں کو پہلے ہی سے سمیٹ کر رکھ لینا چاہیئے تھا۔ میں نے وہاں سے اٹھ کر کوچ کے نیچے سے ایرج اور رمنا کی دونوں اٹیچیاں نکالیں۔ ان دونوں میں کپڑے بھرے ہوئے تھے۔ رمنا کی اٹیچی چھوٹی تھی اسے ہم بہت آسانی سے لے جا سکتے تھے لہٰذا پہلے میں نے وہ اٹیچی خالی کی پھر اسے میز پر لے آیا۔ بریف کیس کو کھول کر اس میں سے لائٹر کیرہ نکال کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ کچھ اہم کاغذات اور مائیکرو فلمیں نکال کر اٹیچی میں رکھیں۔ دو چیزیں بریف کیس میں چھوڑ دیں۔ صندوق سے ڈالر کی کچھ گڈیاں نکال کر کچھ بریف کیس میں رکھیں کچھ اٹیچی میں رکھ دیں۔ پھر میں نے ملٹی کی طرف دیکھا۔

میں ہر چیز کے دو حصے اس لئے کر رہا تھا کہ آدھا سامان میرے پاس آدھا سونیا کے پاس رہے۔ میں نے نہ رمنا کے لباس میں سے جوڑے سونیا کے لیے نکالے نہ اٹیچی میں رکھ دیئے۔ اپنے لیے ایرج کی ایک جوڑا بریف کیس میں رکھ لیا۔ اس کے بعد میں نے دو گھنٹے بڑی خاموشی سے گزارے۔ ٹھیک بارہ بجے میں نے سونیا کو بڑے پیار بھرے انداز میں بیدار کیا۔

"چلو اب اٹھ جاؤ۔ تم سے بہت سی باتیں کرنا ہیں مگر پہلے تم تازہ دم ہو جاؤ۔"

ہم دونوں نے ہی تازہ دم ہو کر غسل کیا۔ اس دوران میں نے اسے ساری باتیں بتا دیں کہ فرانسس کس طرح تھالی کا بینگن بنا ہوا ہے۔ لہٰذا اب ہمیں اس جہاز کو چھوڑنا ہوگا۔ نہانے کے بعد اس نے لباس تبدیل کیا پھر کیبن سے باہر آکر دروازے کو لاک کیا اس کے بعد ہم ہماری سے گزرتے ہوئے زینے کی طرف جانے لگے۔ ایک جگہ کیبن کے پاس سے گزرتے وقت اچانک ہی فرانسس کا دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی کہا۔

"آپ دونوں سو رہے تھے۔ میں نے آپ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ قیدی ہمارے کام کا نہیں تھا۔ یہ بتانے سے انکار کر رہا تھا کہ مادام ایمن اس جہاز کو کہاں لے جانا چاہتی تھی اس لیے نے اسے شوٹ کر دیا۔"

"تم نے بہت اچھا کیا۔" میں نے اس کے شانے کو شاباشی انداز میں تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "اب میں تم پر اندھا اعتماد کرتا ہوں تم میری غیر موجودگی میں جو کچھ بھی کرو گے اس میں ہم سب کا مفاد ہوگا۔ وہ اکٹ سے خوش ہو کر بولا۔

"میں آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ کیا آپ کے لئے جا رہے ہیں؟"

"ہاں۔ مگر ہم پہلے اسٹیئرنگ رُوم میں جائیں گے۔ کیا تم ساتھ چلو گے؟"

"ہاں ضرور چلئے۔"

ہم تینوں سیڑھیاں اترتے ہوئے نچلے حصے میں آتے۔ نیچے پہنچ کے پاس پہنچ کر فرانسس نے سمندر کو دور تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب ہمارا سفر خوشگوار ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ دونوں بھی خوب انجوائے کر رہے ہوں گے۔"

"ہاں! مگر یہ میرا پہلا طویل بحری سفر ہے۔ چاروں طرف پانی پانی دیکھ کر ایک نامعلوم سی گھبراہٹ ہوتی ہے سونیا بھی مجھ سے کہہ رہی ہے کہ ہم کسی قریبی بندرگاہ یا کسی جزیرے کے ساحل پر کم از کم ایک دن کے لیے لنگر..... ڈال دیں تو طبیعت ذرا بہل جائے گی۔"

فرانسس نے سونیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تعجب ہے میڈم سونیا! آپ تو پہلے بھی کئی بار ایسے بحری سفر کر چکی ہیں۔ پھر کیوں گھبرا رہی ہیں؟"

سونیا کے بجائے میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"میری سونیا گھبرانے والی عورت نہیں ہے مگر ایسی حالت میں عورت کی طبیعت کچھ بگڑ جاتی ہے۔"

"کیا مطلب؟" فرانسس نے چونک کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا ہماری مادام ماں بننے والی ہے؟"

"ہاں۔ میرے بچے کی ماں۔"

سونیا بڑی میٹھی نارضگی سے مجھے گھور کر دیکھنے لگی جب فرانسس نے اس کی طرف پلٹ کر دیکھا تو وہ فوراً ہی گردن جھکا کر شرمانے لگی۔ وہ بڑی سمجھدار تھی۔ ایسی ادائیں دکھا رہی تھی جیسے پہلی بار ماں بننے ہوئے خوفزدہ ہو۔ ہم باتیں کرتے ہوئے اسٹیئرنگ رُوم میں پہنچ گئے۔ وہاں فرانسس کے ڈیڈی نے مسکرا کر ہمارا استقبال کیا۔ میں نے ایک طرف دیوار پر لگے ہوئے نقشے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس وقت ہمارا جہاز کہاں سے گزر رہا ہے؟"

بوڑھے اسکیپر نے ایک بلی سی چھڑی اٹھا کر اس کے دوسرے سرے کو نقشے کے ایک حصے پر رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ جزیرہ کوائی ہے۔ ہم نے یہاں سے سفر کا آغاز کیا تھا۔ اب ہم سمندر کے اس حصے سے گزر رہے ہیں۔ یعنی جاپان سے سات سو میل کی دوری پر ہیں۔"

فرانسس نے اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی میں آپ کو ایک خوش خبری سنا دوں۔ ہماری مادام سونیا پریگننٹ ہیں۔"

"مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔" بوڑھے اسکیپر نے مسرت کا اظہار کیا۔ "بیٹی اب تمہیں اچھل کود نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ اسٹین گن اتار کر رکھ دو۔ تمہاری حفاظت کیلئے فرہاد کافی ہے۔"

میں نے کہا۔ "مجھے سونیا کی بڑی فکر ہے۔ یہ بحری سفر کرتے ہوئے گھبرا رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم دو چار دن کے لئے جاپان کے ساحل پر ٹھہر جائیں۔ وہاں میں سونیا کو کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس بھی لے جا سکوں گا۔"

بوڑھا اسکیپر پیشانی پر بل ڈال کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"مسٹر فرہاد! یہ ذرا مشکل ہے۔ سونیا کے پاس جاپان کا ویزا نہیں ہے۔ وہ ہمیں جہاز کا ایندھن حاصل کرنے کے لیے لنگر انداز ہونے کی اجازت تو دے دیں گے لیکن پورٹ سے باہر نکل کر اپنے ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

میں پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ میرے اور سونیا کے پاسپورٹ جزیرہ ہوائی میں رہ گئے تھے۔ ہمیں کسی بھی ملک میں داخلے کی اجازت نہیں مل سکتی تھی۔ میں نے بوڑھے اسکیپر سے کہا۔

"اس طرح تو ہم کسی بھی ملک میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔"

"نہیں کچھ ملک ایسے ہیں جہاں رعایت مل جاتی ہے۔ ہم خود کو خانماں برباد مہاجر کہہ کر وہاں کچھ عرصہ قیام کرنے کی اجازت حاصل کر لینگے۔"

"لیکن سونیا مزید سفر کرنے کے قابل نہیں ہے۔ آپ ایسا کریں کہ جاپان کے قریب کوئی جزیرہ ہو اور اگر نہ ہو تب بھی ہمیں یہ بتا دیں کہ ہم اس ملک سے کتنی دور ہیں۔ میں سونیا کو موٹر بوٹ میں لے کر جاؤں گا۔"

بوڑھا اسکیپر نقشے اور قطب نما کو دیکھنے کے بعد بولا۔

"ہم جاپان سے تقریباً سات سو میل کے فاصلے پر ہیں میں تمہیں موٹر بوٹ کے ذریعہ جانے کا مشورہ نہیں دوں گا۔ جاپان کی بحری پولیس بہت سخت ہے۔ دن رات اپنی ڈیوٹی پر مستعد اور چوکنا رہتی ہے۔ کیونکہ ہانگ کانگ کے بدنام اسمگلر وہاں سے گزرتے رہتے ہیں۔ تمہیں بھی اسمگلر سمجھ کر وہ تم دونوں سے بہت بُرا سلوک کریں گے۔"

میں نے تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"زندگی ہر موڑ پر ہم سے بُرا سلوک کرتی ہے۔ سچ پوچھئے تو ہم نے یہ فکر کرنا ہی چھوڑ دی ہے کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ ہم جہاں بھی جائینگے کوئی نہ کوئی مصیبت اپنی باہیں پھیلائے ہمارے استقبال کیلئے کھڑی ہوگی۔ ہو سکے تو جاپان کے قریب ہمیں کسی جزیرے تک پہنچا دیجئے۔"

بوڑھا اسکیپر نے دوبارہ چھڑی کو اٹھا کر نقشے کی طرف پلٹنے کے بعد کہا۔

"یہ دیکھو ہمارا جہاز فلپائن اور فارموسا کے درمیان اس راستے سے گزرے گا۔ یہاں قریب ہی جزیرہ بتان ہے۔ تم موٹر بوٹ کے ذریعے اس جزیرے تک پہنچ سکتے ہو۔"

میں اور سونیا نقشے کے ذرا قریب جا کر دیکھنے لگے۔ جزیرہ بتان کے شمال میں فارموسا تھا۔ فارموسا کے قریب ہی تین چھوٹے چھوٹے جزیرے نقطوں کی طرح نظر آرہے تھے۔ نقشے پر ان جزیروں کے نام نہیں لکھے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جزیرے غیر معروف ہیں۔ میں نے اسکیپر کے ہاتھ سے چھڑی لے کر ان تینوں جزیروں کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے کہا۔

"ہم یہاں جائیں گے۔ یہاں سے جاپان کا ایک جزیرہ یوکو ما بالکل قریب ہے۔ اگر اس طرف ہمیں بڑھنے سے روکا گیا تو ہم بیچ سمندر میں پہنچ کر ناگا ساکی کی طرف بڑھ جائیں گے۔ بہرحال یہ تو حالات پر منحصر ہے۔ پتہ نہیں ہم کہاں پہنچنے والے ہیں اور تقدیر ہمیں کہاں پہنچائے گی۔" بڈھے اسکیپر نے سر ہلا کر کہا۔

"اچھی بات ہے۔ جب تم مند کر رہے ہو تو میں تم دونوں کو نہیں روکوں گا۔ جاؤ آرام کرو ہم کل شام تک فارموسا کے قریب پہنچ جائینگے۔"

بوڑھے اسکیپر نے مجھے ایک چھوٹا سا قطب نما دیا اور مجھے دیر تک سمجھاتا رہا کہ مجھے اور سونیا کو اپنے ساتھ کون کون سا ضروری سامان لے جانا چاہیئے۔ اسٹیرنگ روم سے واپس آکر ہم ڈائننگ ہال میں بیٹھ گئے۔ وہاں کھانے کے دوران فرانسس نے کہا۔

"مسٹر فرہاد! مجھے آپ کی جدائی گوارہ نہیں ہے۔ اگر ہاوام ایڈوانس اسٹیج پر نہ ہوتیں تو میں آپ کو اپنے سے دور نہ جانے دیتا۔"

سونیا نے تھوڑا سا کھانا کھانے کے بعد ہاتھ روک کر کہا۔

"فرہاد! تم تو زبردستی مجھے کھانے میں شریک کر لیتے ہو۔ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ ایسی حالت میں کھایا نہیں جاتا۔"

میں نے اپنے ہاتھ سے ایک لقمہ اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ان حالات میں زبردستی کھانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ خدا حکمت سے کام لو۔ چلو میں تمہیں کھلا رہا ہوں۔"

میں نے لقمہ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ بچوں کی طرح ٹھنکتی ہوئی بولی۔

"اوں اوں۔ میں نہیں کھاؤں گی، مجھے متلی ہو رہی ہے۔"

"ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ کیا میرے ہاتھ سے بھی نہیں کھاؤ گی؟"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس چلا آیا۔ وہ فرانسس کے سامنے بڑی کامیاب ایکٹنگ کر رہی تھی۔ میں نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"اگر تم ڈٹ کر نہیں کھاؤ گی تو پھر ہمارا بچہ تندرست اور پہلوان بن کر پیدا نہیں ہوگا۔"

سونیا ہنسی ضبط نہ کر سکی کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ پھر میرے بازو میں ایک زور کی چٹکی لیتی ہوئی بولی۔

"شریر کہیں کے۔ ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

میں نے جھک کر اس کے کان میں کہا۔

"شرمانے کا وقت تو گزر چکا ہے۔"

وہ مجھے زور کا دھکا دیتی ہوئی بولی۔

"چلو جاؤ اپنی جگہ جا کر بیٹھو اور دور ہی سے ہاتھ بڑھا کر کھلاؤ۔ تم سے تو دور کی ہی دوستی بھلی۔"

فرانسس ہماری چھیڑ چھاڑ اور رومانس سے محظوظ ہو رہا تھا۔

اس نے مسکرا کر کہا۔

"آپ لوگوں کے ساتھ کتنا اچھا وقت گزر رہا ہے۔ کاش کہ اس جہاز میں کسی لیڈی ڈاکٹر اور دواؤں کا معقول انتظام ہوتا تو پھر آپ دونوں اس سفر میں ہمارا ساتھ کبھی نہ چھوڑتے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں ہم سے بڑی بھول ہوئی، ہمیں جزیرے سے کسی اچھے سے ڈاکٹر، لیڈی ڈاکٹر اور نرس کو ساتھ لے لینا چاہیئے تھا۔"

سونیا نے کہا۔ "اب تو بھول ہو ہی گئی ہے، میں تو یہ سوچ کر پریشان ہو رہی ہوں کہ کل شام تک اس جہاز میں کیسے وقت گزاروں گی۔"

"مجبوری ہے کسی نہ کسی طرح تو گزارنا ہی ہوگا۔"

کھانے کے بعد فرانسس نے مشورہ دیا کہ ہم اس کے ساتھ تاش کھیلیں۔ تاش کا کھیل ذرا ملا ہو جائے تو وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوتا۔ ہم کھانے کے بعد فرانسس کے کیبن میں آگئے۔ میرے ساتھ سونیا بھی تھی۔ فرانسس بھی اپنے لئے ایک خوبصورت ساتھی ڈھونڈ کر لے آیا۔ میں نے اپنے ماضی کو بھولنے والا تاش کے پتوں کو بھی بھول چکا تھا لہٰذا مجھے تاش کا سب سے آسان کھیل کوٹ پیس سکھایا گیا۔ اس کھیل میں ہم نے دو گھنٹے سے شام کر دی۔ سونیا میری پارٹنر تھی۔ مجھ سے کھیلنے میں غلطی ہوتی تو وہ بازی بڑی جیالا کی سے سنبھال لیتی۔ بظاہر انسان تاش کے پتوں سے کھیلتا ہے لیکن حقیقتاً تاش کے پتے انسانوں سے کھیلتے ہیں۔ بازی شروع ہونے سے پہلے کوئی نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ کون سا پتہ آنے والا ہے اور آنے والا پتہ اسے تخت پر بٹھائے گا یا اس کا تختہ کرے گا۔

لیکن کچھ عرصہ پہلے تاش کے پتے میرے سامنے محض ایک کھلونا تھے۔ میں اپنے مقابل بیٹھے ہوئے کھلاڑیوں کی سوچ پڑھ کر معلوم کر لیتا تھا کہ کس کے پاس کون کون سے پتے آئے ہیں۔ آہ میری یہ پیشین گوئی کی صلاحیتیں کہاں چلی گئیں۔ اگر میں دوبارہ پھر سے مشق شروع کر دوں تو کیا یہ صلاحیتیں مجھے حاصل نہیں ہو سکیں گی؟

اس لمحے مجھے بڑا دکھ ہوا۔ اس لمحے مجھے موم بتی بھی یاد آئی جو کہ اس جہاز میں حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے دل برداشتہ ہو کر تاش کے پتے پھینک دیئے۔

"بس اب لو بریت ہو رہی ہے۔ چلو سونیا ذرا باہر کی طرف چلیں۔"

ہم کیبن سے باہر نکلے تو اندھیرا ہو چکا تھا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو کیبن نمبر ایک کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ فرانسس تاش کا شوقین تھا اسی لئے تاش کے پتے پھینٹنے کیلئے اندر رہ گیا۔ میں نے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلو آج کا دن تو کسی طرح گزر ہی گیا۔ رات کو ہم سکون سے سو تو سکیں گے۔ اس کے بعد پتہ نہیں ایسی بے فکری کی نیند نصیب ہوگی یا نہیں۔"

سونیا نے مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔

"یہ بچے والی بات تمہارے دماغ میں کیسے آگئی تھی؟"

"بس اچانک ہی آگئی تھی۔ ورنہ ایسے ہنگاموں میں تو باپ بننے کا ارادہ قطعی نہیں ہے۔"

وہ میرے بازو سے لگ گئی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بڑی سنجیدگی سے بولی۔

"میں چاہتی ہوں۔ پہلے میں نے ایک بچے کے بارے میں تو کیا کسی مرد کی قربت کے بارے میں بھی نہیں سوچا تھا۔ اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ اتنی بڑی دنیا میں تمہارے جیسے شکست خوردہ والے مرد سے بھی سابقہ پڑے گا۔ اب بہت جی چاہتا ہے کہ تمہاری ایک نشانی ہو۔ فرہاد! دوسرا ایک ننھا سا روپ ہو جسے میں سینے سے لگا کر رکھ سکوں۔"

میں نے فوراً ہی اس سے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"باقی گاڈ میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ مار دھاڑ کرنے والی لڑکی عورت بھی سکتی ہے جو پہلے محبوبہ پھر دوست بھر بچوں کے خواب دیکھ سکتی ہے۔ نہیں سونیا اس آمذو کو دل سے نوچ کر پھینک دو۔ جب بھی ہم ایک گھریلو زندگی گزاریں گے تب دیکھا جائے گا۔"

سونیا کو شاید میری بات پسند نہ آئی ہو لیکن وہ میرے لئے مسکرانے لگی۔ عورت وہی اچھی لگتی ہے جو مرد کے ہر خیال میں ڈھل جاتی ہے بہرحال ہنسی خوشی ہم نے دوسرے دن شام تک کیسے وقت گزارا، اگر اس کی تفصیل بیان کروں تو میرے پڑھنے والے شاید بور ہو جائیں لہٰذا میں دوسرے دن کی طرف چھلانگ لگاتا ہوں۔

جب جہاز فارموسا کے قریب پہنچنے لگا تو ہم جہاز کے نچلے حصے میں اس جگہ پہنچ گئے جہاں موٹر بوٹ رکھی ہوئی تھی۔ میں نے موٹر بوٹ کا فیول چیک کیا۔ ایک بڑے سے ٹن میں فاضل پٹرول اور ڈیزل آئل بھی رکھا ہوا تھا۔ ہمارے لیے کھانے کا سامان، دو اسٹین گنیں، دو رائفلیں اور ایک لکڑی کے صندوق میں کارتوس کا ذخیرہ رکھ دیا گیا تھا۔ قطب نما اور ایک چھوٹا سا نقشہ میرے پاس تھا۔ سونیا نے اپنے پاس ٹارچ رکھ لی تھی۔ رمنا کی ٹیچی اور ایرج کے بریف کیس کو تو ہم چھو بھی نہیں سکتے تھے۔ میں نے اور سونیا نے فرانسس اور اس کے ڈیڈی سے رخصتی کا مصافحہ کیا۔ جہاز کے دوسرے مسافروں کو ہاتھ ہلا کر الوداع کہا پھر موٹر بوٹ میں آکر بیٹھ گئے۔ فرانسس نے اس دروازے کو کھول دیا جو سمندر کی طرف کھلتا تھا۔ اس کے بعد میں نے انجن کو اسٹارٹ کیا۔ اسٹیرنگ کو سنبھالا پھر محدود رفتار میں اسے آگے بڑھاتے ہوئے لیکخت رفتار بڑھا دی۔ موٹر بوٹ دروازے کے پاس پہنچ کر تیزی سے اچھلی پھر سمندر کی سطح پر اگر اسی تیز رفتاری سے بھاگنے لگی۔

جہاز کے قریب بڑی بڑی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ وہاں میں نے بڑی مشکل سے اسٹیرنگ کو کنٹرول کیا۔ جب ہم سمندر کی پُرسکون سطح پر پہنچ گئے تو میں نے رفتار کو محدود کرتے ہوئے موٹر بوٹ کو ٹرن کیا اور جہاز کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ لوگ اب جہاز کے عرشے پر پہنچ گئے تھے اور وہاں سے سرچ لائٹ کے ذریعہ روشنی پھینک رہے تھے تاکہ ہمیں اس تاریکی میں دور تک سمندر نظر آتا رہے۔ میں نے اور سونیا نے ہاتھ ہلا کر آخری بار الوداع کہا پھر موٹر بوٹ کو اس طرف گھما دیا جدھر قطب نما کا کانٹا اشارہ کر رہا تھا یعنی ہم شمال کی طرف بڑھ رہے تھے۔

سرچ لائٹ کی روشنی سے دور نکل کر یہ چلا کہ تاریکی کسے کہتے ہیں۔ پھر ایسی تاریکی جو زمین پر نہ ہو۔ بیکراں سمندر کے سینے پر پھیلی ہوئی ہو۔ اندھیرا آگے بھی تھا اور پیچھے بھی۔ ہمیں سے ایک جگنو کی چمک بھی نہ تھی۔ اس گہری تاریکی کی طرح سمندر بھی گہرا تھا۔ سونیا نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"یہاں تو کچھ نظر ہی نہیں آرہا ہے۔ روشنی میں بیٹھ کر منصوبے بناؤ تو اندھیرے میں اندھے سفر کے خطرات یاد نہیں آتے۔ اف ایسا لگ رہا ہے جیسے یہ دنیا مر گئی ہو۔ سورج، چاند، ستارے آپس میں ٹکرا کر ختم ہو چکے ہوں، اور ہم دونوں اس کائنات کی گھور تاریکی میں آنکھیں پھاڑے اپنے آپ کو بھی دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہے ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ٹارچ روشن کر دی۔ اس روشنی میں ہم نے موٹر بوٹ کے اس ڈائل اور کانٹے کو دیکھا جو ہمیں فاصلہ بتا سکتا تھا۔ ابھی ہم جہاز سے نکلنے کے بعد صرف دو میل آگے بڑھے تھے۔ بوڑھے اسکیپر نے سمجھایا تھا کہ شمال کی طرف تقریباً پچیس میل جانے کے بعد ہم مشرق کی طرف مڑ جائیں۔ تقریباً ڈیڑھ سو میل کے فاصلے پر وہ تینوں چھوٹے چھوٹے جزیرے واقع ہو سکتے ہیں۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"بس اب ٹارچ بجھا دو۔ ہمیں اس ٹارچ کو صرف ضرورت کے وقت استعمال کرنا چاہیئے۔"

جب اس نے ٹارچ بجھا دی تو میں نے اس سے پوچھا۔

"تم نے ڈیش بورڈ کو دیکھا تھا کہ ہم نے کتنے میل کا سفر طے کیا ہے؟"

"یہ دیکھنا تو تمہارا کام تھا۔ اک ذرا دیر کے لئے تو روشنی کی بھیک ملی تھی اس لئے میں تمہیں دیکھ رہی تھی۔"

ہاتھ ایسی ٹوٹ کر چاہنے والی کی چاہت ملتی رہے تو ہر قدم مصائب خطرات اور کائنات پر چھا جانے والی اس ہیبتناک تاریکی کو بھول جاتا ہے وہ میرے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی، میں نے اس سے کہا۔

"سونیئے! ذرا میرے قریب آجاؤ یہ تاریکی چھٹ جائے گی۔"

اس نے پیچھے سے اپنی دونوں باہیں میری گردن میں حمائل کر دیں اس کے ساتھ ہی تنہائی کا احساس مٹ گیا۔ اب اس کے لمس کو پا کر یقین آرہا تھا کہ اس تاریک کائنات میں میرے علاوہ بھی میری کوئی ہے ایک گھنٹے بعد میں نے پھر اس سے ٹارچ روشن کرنے کے لئے کہا۔ جب ٹارچ روشن ہوئی تو ڈائل کا کانٹا بتانے لگا کہ ہم چھ میل سے کچھ آگے

نکل آئے ہیں۔ میں نے موٹر بوٹ کو دائیں طرف موڑ دیا اور قطب نما پر نظریں جمائے رکھیں۔ جب اس بات کا یقین ہو گیا کہ ہم صحیح سمت جا رہے ہیں تو سونیا نے ٹارچ بجھا دی۔

پھر تقریباً دو گھنٹے تک ہم اندھیرے میں سفر کرتے رہے۔ موٹر بوٹ کی آواز کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی ہمیں اپنی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔ اچانک ہمیں دور بہت دور ٹمٹماتی ہوئی روشنی سی نظر آئی۔ پہلے تو وہ دیئے کی لو کی طرح نظر آتی رہی۔ کچھ آگے بڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ شعلے لپک رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سمندر کی سطح پر آگ نہیں جل سکتی تھی۔ کسی نے کسی جزیرے کے ساحل پر آگ جلا رکھی تھی۔ اتنی زیادہ سردی نہیں تھی کہ لوگ وہاں آگ تاپنے کے لئے بیٹھ جاتے۔ میں نے موٹر بوٹ کی رفتار کو کچھ کم کرتے ہوئے سونیا سے کہا۔

"اس روشنی کا کوئی مقصد ہو سکتا ہے؟"

"ہاں! میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ شاید انھوں نے اس کمر میں بھٹکتے ہوئے جہازوں یا لانچوں کو راستہ دکھانے کیلئے وہ آگ جلا رکھی ہے۔"

میں نے موٹر بوٹ کی رفتار کو بالکل ہی سست کرتے ہوئے کہا۔

"میری جان ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی خاص سگنل دے رہے ہوں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نقشے پر نظر آنے والے وہ تینوں جزیرے بے نام تھے۔ ایسے بے نام جزیرے اسمگلروں کا اڈہ بن جاتے ہیں۔"

"اگر ایسا ہے تو ہم اسمگلروں کے درمیان پھنسنے والے ہیں۔"

"ہم تو پھنستے ہی رہتے ہیں اور پھانستے بھی رہتے ہیں کبھی کبھی شکاری شکار سے کھیلتا ہے۔ کبھی خود شکار کے ہاتھوں شکار ہو جاتا ہے۔ اب دیکھیں کہ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے۔"

جزیرے کے ساحل پر روشن ہونے والا وہ الاؤ لمحہ بہ لمحہ قریب آتا جا رہا تھا۔ میں نے موٹر بوٹ کو دائیں طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"سونیا! میں اس الاؤ سے دور ساحل کے تاریک حصے کی طرف بڑھ رہا ہوں۔ تم ٹارچ کی روشنی ساحل کی طرف پھینکتی رہو۔ اس طرح ہم یہ معلوم کر سکیں گے کہ تاریکی میں کتنی مصیبتیں ہمارے استقبال کیلئے چھپی ہوئی ہیں لیکن ذرا احتیاط سے۔ پہلے موٹر بوٹ پر لیٹ جاؤ پھر ہاتھ کو اونچا کرنے کے بعد ٹارچ کو روشن کرو۔ اس طرح ساحل سے اگر فائرنگ ہوئی تو تمھیں نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگی۔ ہم الاؤ کی روشنی سے دور ہو گئے تھے اور میں موٹر بوٹ کو ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھاتا جا رہا تھا۔ ٹارچ کی روشنی بار بار کھجور کے اونچے اونچے درخت نظر آ رہے تھے۔ ایک جگہ بانس کے چھوٹے چھوٹے خوبصورت کاٹج بھی نظر آئے تھے۔ اس کے بعد ویرانی ہی ویرانی تھی۔ ہم نے ایک گھنٹے میں پورے جزیرے کا طواف کر لیا۔ اس سے پتہ چلتا تھا کہ جزیرہ بہت چھوٹا ہے۔ دنیا کا کول ہے کے مصداق

جہاں سے ہم چلے تھے پھر وہاں پہنچنے لگے تو دور ہی سے الاؤ کی روشنی دیکھ کر میں موٹر بوٹ کو خشکی پر لے آیا۔

سونیا نے تھوڑی دیر کے لئے ٹارچ بجھا دی۔ میں نے موٹر بوٹ کا انجن بند کر دیا تھا۔ اس طرح گہری تاریکی میں کوئی یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ ہم کتنے فاصلے پر ہیں۔ تھوڑی دیر تک ہم موٹر بوٹ میں بیٹھے اور چپو چاپ اندھیرے کو تکتے رہے۔ پھر ہماری آنکھیں اس تاریکی سے آشنا ہو گئیں۔ ہمارے قریب جو پام کے درخت تھے وہ اب مٹمیلے نظر آ رہے تھے۔ اس سے ہم نے اندازہ لگایا کہ وہاں کے باشندے سے زیادہ تاریکی میں دیکھنے کے عادی ہوں گے۔ ہمیں یہ خوش فہمی ختم کر دینا چاہیئے کہ کوئی ہمیں دیکھ نہیں سکے گا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"تم یہاں بیٹھو میں آگے بڑھ کر دیکھتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہاں قریب ہی کوئی چھوٹی سی بستی ہو گی یا ہو سکتا ہے کہ کسی کی جگہ کے بجائے کوئی دوست مل جائے۔ آگے بڑھ کر خطرہ مول لینے سے کام بنے گا۔"

"اگر ایسی بات ہے تو میں آگے بڑھ کر دیکھتی ہوں۔"

"نہیں سونیا! کیا تم مجھے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنا کر بٹھانا چاہتی ہو۔ تم ایسی باتیں نہ کرو جس سے میری مردانگی کو ٹھیس پہنچے۔"

"فرہاد! تم بغیر سوچے سمجھے ناراض ہو جاتے ہو۔ یہ نہیں سمجھتے تمھاری ہوا بری اور مردانگی نے ہی مجھے تمھارے قدموں سے لپٹ کر رہنے پر مجبور کیا ہے۔ میں تو ابھی آگے بڑھنے کے لئے اس لئے کہہ رہی ہوں ہوائی سے لے کر تھائی لینڈ کے درمیان جتنے جزیرے ہیں وہاں کی زبانیں میں کسی حد تک سمجھتی ہوں۔ اگر ان سے سامنا ہوا تو میں انجان بن کر ان کی باتوں سے ان کے ارادوں کو سمجھ سکتی ہوں۔"

وہ معقول باتیں کر رہی تھی مگر میں یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ہو کر ایک جگہ بیٹھ جاؤں اور عورت کو انجانے خطرات کی طرف دھکیل دوں۔ اگر ہم دونوں ہی آگے بڑھتے تو ہمارے پیچھے وہاں کے باشندے موٹر بوٹ پر قبضہ کر سکتے تھے۔ اس طرح ہمارے فرار ہونے کا وہ واحد سہارا ہاتھ سے نکل جاتا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" سونیا نے کہا۔

"یہی کہ یا تو میں تنہا جاؤں گا یا پھر ہم دونوں ساتھ چلیں گے۔"

"اور یہ موٹر بوٹ؟" اس نے وہی بات پوچھی جو میرے ذہن میں تھی۔ خطرات سے کھیلنے والی وہ عورت بڑی تیزی سے ہر پہلو کا جائزہ لے رہی تھی۔

"دیکھو سونیا! یہ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے تنہا نہیں جانے دو گی تم بھی یہ سمجھ لو کہ میں یہاں بیٹھ کر تمھیں خطرات سے کھیلنے کی اجازت دوں گا یعنی ہم ایک دوسرے کی حفاظت کرنا اپنا اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں لہٰذا موٹر بوٹ اب یہاں چھوڑ ہی دو۔ ہم سلامت رہیں گے تو

دوسرا راستہ ڈھونڈ لیں گے۔"

یہ طے پانے کے بعد ہم موٹر بوٹ کو کھینچ کر پام کے ایک درخت کے نیچے لے آئے اور اسے رسّی سے باندھ دیا۔ پھر ہم نے اپنی اپنی اسٹین گن سنبھالی۔ اپنی اور بریف کیس کو اٹھایا۔ سونیا نے ٹارچ لی۔ میں نے اپنا ساجا تو ہاتھ میں لے لیا۔ اس کے بعد میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم اسمگلروں کے جال میں پھنس گئے تو بریف کیس اور اپنی کا ہونا ہمارے لئے لاکھوں ڈالر کی آمدنی کا باعث بن جائے گا۔ دانشمندی یہ ہے کہ کہیں زمین کھود کر انھیں چھپا دیں۔ اگر حالات سازگار ہوئے تو ہم وہاں سے نکال لیں گے۔"

"گڈ آئیڈیا۔" سونیا نے تائید کی۔ ہم آہستہ آہستہ باتیں کرنے کے دوران ہر طرف محتاط نظروں سے دیکھتے جا رہے تھے۔ اب تک ایک بھی آبادی نظر نہیں آیا تھا۔ ساحل سے ذرا دور جب ریتلی زمین ختم ہو گئی اور پتھروں تلے بھربھری مٹی محسوس ہونے لگی تو ہم ایک درخت کے نیچے رک گئے۔ اپنا تمام سامان وہاں رکھا۔ میں چاقو کھول کر اکڑوں بیٹھ گیا زمین کو کھودنے لگا۔ سونیا اسٹین گن ہاتھ میں لے کر ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔ اس کی سماعت تیز تھی۔ وہ کیلا اور مضبوط تھا۔ زمین پتھریلی نہیں تھی۔ پندرہ بیس منٹ کی مسلسل مشقت کے بعد میں نے ایک ہاتھ گہرا گڑھا کھود لیا۔ اس کی چوڑائی اتنی رکھی کہ ایک بریف کیس اس میں سما سکے۔

اس کے بعد سونیا آگے آئی۔ اس کی اٹیچی میں بلیک مینگ کا جتھا رکھا ہوا تھا اس نے اسے اٹھا کر بریف کیس میں رکھ دیا۔ بریف کیس میرے کپڑے نکال کر اٹیچی میں رکھ دیئے۔ اس کے بعد بریف کیس کو گڑھے میں رکھ کر مٹی سے اسے بھرنے لگی۔ اس دوران میں نے چاقو سے درخت کے تنے پر ایک چھوٹا سا کراس بنا دیا تاکہ وقتِ ضرورت نشان کے مدد لیہ دفن کئے ہوئے بریف کیس کی جگہ معلوم ہو جائے۔

زمین ہموار کرنے کے بعد میں نے ٹارچ سنبھالی۔ سونیا نے اٹیچی اٹھائی اور ہم آگے بڑھ گئے۔ ہم ادھر جا رہے تھے جدھر الاؤ روشن کیا گیا تھا تاہم نے اس الاؤ کو دور سے دیکھ لیا۔ اب اسکے شعلے دھیمے پڑ گئے تھے، وہاں دو انسانی سائے نظر آ رہے تھے۔ میں نے ایک جگہ رک کر کہا۔

"وہ روشنی میں ہیں ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے کیوں نہ ہم اُس درخت کے پیچھے جہاں بانس کے کاٹج نظر آئے تھے۔"

سونیا نے کہا۔ "پتہ نہیں ہم اندھیرے میں کہاں بھٹک جائیں میرا خیال ہے کہ الاؤ کے پاس صرف وہی دو اشخاص ہیں۔ ہم ان پر بہ آسانی قابو پا سکتے ہیں۔ پھر ان سے اس جزیرے کے متعلق معلومات حاصل کر لینگے۔"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔

"نہیں ہم یہاں کسی کو چھیڑنے میں پہل نہیں کریں گے۔ خاموشی کچھ معلومات حاصل ہو جائیں تو بہتر ہے۔"

اسی وقت وہ دونوں الاؤ کے پاس سے ہٹ گئے اور ایک طرف جانے لگے۔ یہ بہت برا ہوا۔ اب ہم اندھیرے میں انھیں دور تک نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس کے باوجود ہمیں بھی اسی سمت آگے بڑھنا پڑا۔ ہم ساری رات ایک ہی جگہ کھڑے نہیں رہ سکتے تھے۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ سونیا نے کہا۔

"میں نے سنا ہے کہ سائنسدانوں نے ایسی عینک ایجاد کی ہے جسے پہن کر گہری تاریکی میں دیکھا جا سکتا ہے۔"

"اوکے ویدیوں سے بنائی گئی ہو گی۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "جب بھی کوئی نئی سائنسی ایجاد ہوتی ہے لوگ اس پر یقین نہیں کرتے، اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔"

"تم درست کہتی ہو۔ سائنس نے ایسی حیرت انگیز ترقی کی ہے کہ اب کسی ایجاد پر حیرانی نہیں ہونا چاہیئے۔ ویسے اگر کوئی ایسی عینک ہے تو بھی وہ اس وقت ہمیں اندھیرے میں دیکھنے کے لیے نہیں ملے گی۔ صبر کرو۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ....."

وہ چونک کر بولی "ارے یہ تو شاید تم عربی زبان بول رہے ہو۔"

میں حیرانی سے سوچنے لگا کہ میں ایک عربی فقرہ کیسے بول گیا تھا۔ کیا میں ماضی میں یہ زبان جانتا تھا۔ سونیا نے کہا۔

"تم مسلمان ہو اور مسلمانوں کی مقدس آسمانی کتاب عربی زبان میں ہے۔ اس لیے تم نے یہ زبان پڑھی ہو گی۔"

میں نے کہا۔ "یقیناً پڑھی ہو گی۔ اسی لئے بے ساختہ ایک فقرہ میری زبان سے نکل گیا۔ پتہ نہیں میں کیا تھا اور اب کیا بن کر بھٹک رہا ہوں۔ خدا مجھ پر رحم کرے۔"

اچانک مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس تاریکی میں انجانی جگہ ہمیں گفتگو سے پرہیز کرنا چاہیئے تھا۔ گفتگو کی ابتدا سونیا نے کی تھی۔ اس وقت سائنسی ایجادات کے متعلق باتیں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی مگر کچھ بھی ہو، سونیا آخر عورت ہی تھی اور عورت کا پیٹ خیر ضروری باتیں کئے بغیر ہلکا نہیں ہوتا۔ میں نے کہا۔

"بس ہمیں خاموش رہنا چاہیئے۔ وہ اندھیرے میں ہم اپنی آواز سے پکڑے جائیں گے۔"

کہتے ہیں کہ خاموشی ہزار بلاؤں کو ٹالتی ہے۔ بروقت ہماری خاموشی نے ہمیں بچا لیا کیونکہ تھوڑی دور چپ چاپ دبے پاؤں چلتے رہنے کے بعد کسی کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ میرے لیے وہ اجنبی زبان تھی۔ ہم ایک جگہ درخت کے پیچھے ہو گئے۔ میں نے سونیا کے کان میں سرگوشی کی۔

"کیا تم وہ باتیں سمجھ سکتی ہو؟"

اس نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔ "ذرا ٹھہرو، مجھے اچھی طرح سن لینے دو۔"

ان کی آوازیں ہمارے سامنے سے گزرتی ہوئی بائیں سمت جا رہی تھیں۔ اگر ہم درخت کے پیچھے نہ چھپتے تب بھی وہ ہمیں نہ دیکھ سکتے تھے،

کیونکہ وہ بھی ہمیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ بس ان کی آواز تباہی تھی کہ وہ کہاں ہیں اور کدھر جا رہے ہیں۔ ہم بھی دبے قدموں اسی سمت بڑھنے لگے۔ سونیا چپ چاپ بڑی توجہ سے ان کی باتیں سنتی جا رہی تھی۔ کچھ دُور جانے کے بعد ہم رُک گئے کیونکہ سامنے بانس کے ایک کاٹج کی کھڑکی سے کیروسین لیمپ کی روشنی باہر آ رہی تھی۔ وہ دونوں کاٹج کے دروازے کی طرف جا رہے تھے۔ تب سونیا نے مجھے بتایا۔

"وہ دونوں ہمارے ہی بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ وہ اتنی دیر تک ہماری موٹر بوٹ کا انتظار کرتے رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ لالاؤ کا سگنل پا کر ہم ان کی طرف آئیں گے۔"

"ان کے ایسا سوچنے کی کوئی وجہ ہو گی۔"

"ہاں! وہ، ہمیں اپنا آدمی سمجھ رہے تھے۔ انھیں بھی کسی موٹر بوٹ کا انتظار ہے۔ اب وہ اس کاٹج میں اپنے کسی صاحب کو رپورٹ دینے گئے ہیں۔"

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ میرا خیال درست نکلا کہ لیے خریدیں میں اسمگلر پائے جا سکتے ہیں۔ رات کی تاریکی میں کسی موٹر بوٹ کا انتظار کرنا اور اس کے سگنل کے لیے لالاؤ روشن کرنا اس بات کی دلیل تھی کہ یہاں شریف آدمیوں سے سامنا نہ ہوگا۔ سونیا نے کہا۔

"تمھارا شبہ درست نکلا۔ یہ کمبخت اسمگلر معلوم ہو رہے ہیں۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"ذرا انتظار کرنا ہوگا۔ ہم حتی الامکان اسی طرح چھپ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ یہاں کتنے لوگ ہیں، وہ ہم پر بھاری پڑیں گے یا ہم ان پر غالب آ جائیں گے۔"

باتوں کے دوران ہم کاٹج کے دروازے کی طرف دیکھتے جا رہے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ کاٹج کا دروازہ کھول کر ایک قد آور شخص باہر آیا اور چپ چاپ کھڑا ان دو آدمیوں کی باتیں سننے لگا۔ کھلے دروازے سے لیمپ کی روشنی باہر آ رہی تھی اور وہ اس ملگجی سی روشنی کی طرف پشت کیے کھڑا تھا۔ اس لیے اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اس کے قد اور اس کی جسامت سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ کوئی ہاتھی کا بچہ ہے۔ دور سے ہمیں اس کی غراہٹ سنائی دی لیکن اس نے کیا کہا، سنائی نہ دیا۔ سونیا نے کہا۔

"وہ تو آدمی کے بجائے گینڈا نظر آتا ہے۔ کیسا جنگلی جانور کی طرح غرا رہا ہے۔"

وہ گینڈا پلٹ کر کاٹج کے اندر گیا پھر چند لمحوں بعد وہ کیروسین لیمپ بجھ گیا۔ کاٹج کے اندر اور باہر اک دم سے گہری تاریکی چھا گئی۔ اب ہمیں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"تم اس درخت کے پیچھے رہو۔ میں دوسرے درخت کے پیچھے جا رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس طرح ہم نہیں پکڑے سکیں گے کیونکہ کسی وقت بھی تم میری بُو سُونگھ کر میرے قریب آ سکتی ہو۔"

"ہاں تم جاؤ۔ یہ اندھیرا مجھے تمھارے پاس آنے سے نہیں روک سکتا۔"

میں دبے قدموں چلتا ہوا اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتا ہوا سونیا سے ذرا دور ایک درخت کے نیچے پہنچ گیا۔ اب ان لوگوں کے قدموں کی آہٹ سے یا ان کی باتوں سے پتہ چل سکتا تھا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔ میں تقریباً دس منٹ تک چپ چاپ درخت کے نیچے کھڑا رہا۔ اندھیری رات، خاموشی اور تنہائی میں دس منٹ دس صدی کی طرح گزرے۔ میں نے بیزار ہو کر سوچا کہ اب کوئی خطرہ مول لے لینا چاہیے۔ درخت کی طرح کھڑے کھڑے زندگی گزر جائے گی۔ کیوں نہ میں کاٹج کے قریب جا کر یہ معلوم کروں کہ وہ اس وقت کیا کر رہے ہیں یہ لیکن میں اپنی سوچ پر عمل نہ کر سکا۔ اسی وقت دور پیچھے کی طرف سے آواز سنائی دی۔

"اجنبی دوستو! تم میں سے ایک کے ہاتھ میں ٹارچ ہے اسے روشن نہ کرنا ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔"

میں فوراً ہی گھوم کر اس درخت کے دوسری طرف چلا گیا۔ پھر آواز سنائی دی۔

"مجھ سے چھپنا فضول ہے اس لیے کہ میں دن کے اُجالے کی طرح رات کی تاریکی میں بھی دیکھ لیتا ہوں۔"

اب میں اسے اتو تو نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ اتو انگریزی نہیں بولتے۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ اتنی گہری تاریکی میں اس نے مجھے اپنی پوزیشن بدلتے دیکھ لیا تھا۔ آواز سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ بہت عمدہ ہے اور ہمیں اتنی دور سے کیسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آواز پھر سنائی دی۔

"لڑکی! میں تمھیں بھی دیکھ رہا ہوں۔ تم درخت کے پیچھے چھپی ہوئی ہو لیکن تمھاری اسٹین گن نظر آ رہی ہے اور اپنی نرین پر رکھی ہوئی ہے۔"

میں شدید حیرانی سے اس کی باتیں سُن رہا تھا۔ کیا یہ یقین کرنے کی بات تھی کہ کوئی انسان اندھیرے میں اتنے واضح طریقے سے دیکھ سکتا ہے؟ مجھے سونیا کی بات یاد آ گئی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے کہا تھا کہ اسمگلروں نے ایسی عینک ایجاد کی ہے جسے پہن کر تاریکی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کیا وہ اندھیرے کا شیطان ایسی ہی کوئی عینک لگا کر ہمیں دیکھ رہا ہے؟ میں نے اسے مخاطب کیا۔

"تم کون ہو؟ اگر تم اندھیرے میں دیکھ سکتے ہو تو ہمیں بھی ٹارچ روشن کر کے دیکھنے دو۔"

اس بار مجھے اپنے دائیں طرف ذرا دور سے آواز سنائی دی۔

"معلوم ہوتا ہے کہ تم ابھی بچے ہو، یا پھر مجھے نادان بچہ سمجھ رہے ہو۔ تمھارے ہاتھوں میں اسٹین گن دیکھ کر کوئی احمق بھی خود کو تمھارے سامنے ظاہر نہیں کرے گا۔ اگر تم دوست بننا پسند کرتے ہو تو پھر اسٹین گن کو پھینک دو اور چپ چاپ اپنی لے بی فرینڈ کے ساتھ کاٹج میں چلے آؤ۔"

میں نے اسے جواب دیا۔

"ہتھیار اس لیے نہیں اٹھائے جاتے کہ دشمن کا مشورہ مان کر اسے پھینک دیا جائے۔ پہلے ہم یہ یقین کرنا چاہتے ہیں کہ واقعی ہم سے دوستی کا سلوک کیا جائے گا اور یقین اسی طرح کیا جا سکتا ہے کہ دوستانہ ماحول میں ہم سب کے پاس ہتھیار موجود رہیں۔"

دوسری طرف سے قہقہے کی آواز سنائی دی۔

"تم اس طرح شرط منوا رہے ہو جیسے بہت بڑی فوج سے کہ ہم ہتھیار پھینک کر ہی کروجو میں کہتا ہوں یعنی کاٹج میں چلے جاؤ۔"

میں نے کہا۔ "تمھاری گفتگو کا انداز دوستانہ نہیں لگتا ہے اور میں یہ ماننے کے لیے پیدا نہیں ہوا۔ میں دوستی کی شرائط پر ہی ہتھیار پھینکنے سے انکار کر سکتا ہوں۔ ہمارے قبیلے کا دستور ہے کہ جب فریقین کسی بات پر کوئی بات نہیں بنتی تو ہم اپنا اپنا رُومال ایک جگہ رکھ دیتے ہیں۔"

"پتہ نہیں میرا قبیلہ کون سا تھا۔ بظاہر میں نے بے تکی سی بات کی تھی لیکن مجھے یقین تھا کہ سونیا میری باتوں کے پیچھے چھپے ہوئے مقصد کو سمجھ رہی تھی۔ اجنبی نے دُور کہیں سے پوچھا۔

"تمھارے قبیلے کا یہ کیسا دستور ہے؟ اگر ہم اور تم اپنا اپنا رُومال ایک جگہ رکھ دیں گے تو کیا اس سے دوستی قائم ہو جائے گی؟"

"ہاں ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ رومال سے رومال مل جاتے تو ہاتھ سے ہاتھ اور دل سے دل بھی مل جاتے ہیں۔"

اس کے قہقہوں کی آواز سنائی دی۔

"معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہی قدیم جنگلی قبیلے سے تعلق رکھتے ہو۔ تمھارا یہ عقیدہ میرے لیے بے معنی ہے لہٰذا میں اسے مانے لیتا ہوں۔ تم انتظار کرو میں ابھی بتاتا ہوں گا کہ میں نے اپنا رومال کہاں رکھا ہے۔"

میں انتظار کرنے لگا۔ اتنی دیر تک اس سے گفتگو کرنے کے بعد اس کی ذہانت کا اندازہ ہوا کہ وہ تنہا ہمیں کنٹرول کرنا چاہتا ہے۔ یا تو اس کے دوسرے ساتھی نہیں ہیں یا اگر ہیں بھی تو وہ اندھیرے میں اس کی طرح دیکھ نہیں سکتے اور کسی بھی آتشی اسلحہ سے اس تاریکی میں ہمارا نشانہ نہیں لے سکتے۔ لہٰذا آج کی رات صرف اسی ایک اجنبی سے نمٹنا ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی۔

"تمھارے اور تمھاری بے بی فرینڈ کے ٹھیک سامنے تقریباً پندرہ قدم کے فاصلے پر ایک درخت ہے۔ میں نے وہاں اپنا رُومال رکھ دیا ہے۔ جاؤ اب تم میرے رومال سے اپنا رومال ملا لو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمھارے عقیدے میں کتنی سچائی ہے؟"

میں نے سونیا کو آواز دی۔ اس سے اشارتاً کہا۔

"جاؤ سونیا ہمارے دستور کے مطابق پہلے عورت کو وہ رُومال اٹھانا چاہیے۔ اسے سُونگھ کر دیکھو کہیں اس میں رومال والے کے پسینے کی بُو تو نہیں ہے؟"

یہ کہہ کر میں اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ دیکھیں اب سونیا کیا کرتی ہے؟ ویسے تو میں نے واضح طور پر اشارہ سے دیا تھا کہ اس اندھیرے میں اب وہی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر سکتی ہے۔ مجھے اس اجنبی کی آواز سنائی دی۔

"یہ تمھاری ساتھی بڑی سمجھدار ہے۔ شاید کہیں گوریلا جنگ میں حصہ لے چکی ہے۔ یہ ہاتھوں میں اسٹین گن لٹکائے زمین پر اوندھی لیٹی ہوئی بڑی پھرتی سے رومال کی طرف رینگتی جا رہی ہے۔ میں اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا ہوں۔ اب وہ رومال اٹھا کر درخت کے پیچھے چلی گئی ہے۔ ہاں ہاں چھپ کر دیکھ لو۔ سونگھ لو میں نے بول ڈون کی خوشبو لگائی ہے۔ وہی خوشبو تمھیں رومال میں ملے گی۔"

اس کے جواب میں سونیا کی آواز سنائی دی۔

"واقعی بہت اچھی خوشبو ہے۔ اب یہ خوشبو تمھارے ہاتھ سے ریوالور گرا دے گی۔ اگر تم اندھیرے میں دیکھ سکتے ہو تو میں بھی تمھیں اندھیرے میں دیکھ کر فائرنگ کر سکتی ہوں، چلو اب سنبھل جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ اس کے ساتھ ہی اس اجنبی کی چیخ اور غراہٹ سنائی دی۔ اس کے چیخنے کے دوران ہی سونیا نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنی۔ جدھر سے چیخ کی آواز سنائی دی تھی اُدھر وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی گئی۔ پھر ایک جگہ قدموں کی آواز تھم گئی۔ اجنبی غرا کر کہہ رہا تھا۔

"سُور کی بچی میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم لوگوں نے میری دوستی کو ٹھکرا کر مجھے دھوکہ دیا ہے۔"

میں نے درخت کے پیچھے سے چلا کر کہا۔

"بچی کے سور باپ یہی ہمارے قبیلے کا دستور ہے۔ اندھیرے میں تمھارے پاس ایک حربہ تھا اس لیے ہمارے قبیلے کی بچی بھی اپنا ایک حربہ استعمال کر رہی ہے۔ اسے دھوکہ نہیں مصلحت اندیشی کہو۔ اب تم جہاں جاؤ گے وہیں تم پر گولیاں برسیں گی۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر اجنبی نے کسی درخت کے پیچھے سے کہا۔

"تم مجھے محض دھمکی دے رہے ہو۔ اس لڑکی نے اتفاقاً اسی جگہ فائر کیا جہاں میں کھڑا ہوا تھا۔ یہ نا ممکن سی بات ہے کہ جو لڑکی اندھیرے میں اب تک اندھی بنی ہوئی تھی وہ اب اندھیرے میں دیکھ کر فائر کر سکتی ہو۔"

میں نے کہا۔ "یہ ساتھ کو کیا آنچ ہے تم ذرا اپنی جگہ سے اِدھر سے اُدھر ہو کر دیکھ لو۔ اب یہ لڑکی گولیوں کی زبان سے بات کرے گی۔"

پھر ذرا دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد رات کے سناٹے میں دھپ کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے کہا۔

"تم نے مجھے سؤر کی بچی کہا ہے اس لیے میں تمھیں ڈیڈی کہتی ہوں۔ پیارے ڈیڈی تم کوئی پتھر پھینک کر یہ نہیں سمجھا سکتے تو تم نے اپنی موجودہ جگہ بدل دی ہے۔ میں تمھاری طرح صاف طور سے دیکھ رہی ہوں تم اسی جگہ کھڑے ہو۔"

سونیا اب اسے یہی تاثر دے رہی تھی کہ وہ بھی اندھیرے میں دیکھ رہی ہے حالانکہ وہ صرف بُوسُونگھ کر اس کی موجودہ پوزیشن کو سمجھ رہی تھی۔ اس نے پھر کہا۔

"سنو۔ میں زیادہ دیر انتظار نہیں کروں گی۔ دس تک گنوں گی۔ اگر تم نے اپنا ریوالور میری طرف نہ پھینکا تو میں لگاتار فائرنگ کروں گی۔ ہوا میں اٹھائے ہوئے ہاتھ کو نشانہ بنا کر۔ تمھیں ریوالور استعمال کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔۔۔۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر گننے لگی۔ گنتی چھ تک پہنچی تو اجنبی نے فیصلہ کر لیا کہ ریوالور نہیں پھینکے گا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ اسے بے وقوف بنایا جا رہا ہے لہٰذا سونیا کے "سات" کہتے ہی وہ کاؤنٹر کی طرف بھاگنے لگا۔ اس کے دوڑتے ہوئے قدموں کے ساتھ ہی فائرنگ شروع ہو گئی۔ پھر اس اجنبی کی چیخ سنائی دی۔ دھپ سے اس کے گرنے کی آواز آئی اور میں نے آواز کی سمت ٹارچ روشن کر دی۔ وہ زمین پر اوندھا پڑا تڑپ رہا تھا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر اس سے ذرا دور ایک چھوٹے سے پتھر کے پاس پڑا ہوا تھا۔ وہ زخمی درندے کی طرح غراتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ جب ٹارچ روشن ہوئی اور اسے ریوالور نظر آیا تو وہ زمین پر گھسٹتا ہوا ریوالور کی طرف بڑھنے لگا۔ اس وقت تک میں بھی بڑھتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ جنگلی بھینسے کی طرح ڈکراتا ہوا ایک طرف الٹ گیا۔ میں نے فوراً ہی ٹارچ بجھا کر ریوالور کو زمین سے اٹھا لیا۔

جب ٹارچ بجھانے کے بعد دوبارہ گہری تاریکی چھا گئی تب میں نے ایک خاص بات دیکھی۔ اس اجنبی کی آنکھیں اندھیرے میں جنگلی بلّے کی طرح چمک رہی تھیں۔ میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ اس نے کسی سائنسداں کی ایجاد کی ہوئی اندھیرے میں دیکھنے والی عینک پہن رکھی ہے لیکن وہاں تو اس کی آنکھیں ہی تاریک تھیں کہ وہ اندھیرے میں دیکھنے کی قدرتی صلاحیت رکھتا ہے۔ میں نے اسے ایک ہلکی سی ٹھوکر مار کر کہا۔

"اٹھو جنگلی بلّے اور اپنے آدمیوں سے کہو کہ کاؤنٹر کا لیمپ روشن کر دیں۔"

وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے بولا۔

"میری دونوں ٹانگوں پر گولیاں لگی ہیں میں اٹھ نہیں سکتا۔"

"کوئی بات نہیں پہلے اپنے آدمیوں سے لیمپ روشن کرنے کے لیے کہو۔ پھر وہ تمھیں اٹھا کر کاؤنٹر میں لے جائیں گے۔"

وہ دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر بیٹھ گیا۔ پھر بلند آواز سے مقامی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ میں مطمئن تھا کہ سونیا اس کی باتوں کو سمجھ رہی ہو گی وہ کچھ کہنے کے بعد مجھ سے مخاطب ہوا۔

"مسٹر! یہاں کے لوگ انگریزی زبان نہیں سمجھتے اس لیے میں نے ان کی زبان میں انھیں سمجھا دیا ہے کہ وہ تمھارے حکم کی تعمیل کریں۔ میرا خیال ہے کہ تم یہ زبان سمجھتے ہو گے۔"

"نہیں ہم یہ زبان نہیں جانتے۔ پتہ نہیں تم نے اس زبان میں ہمیں کتنی گالیاں دی ہیں۔"

"میں نے تم دونوں کے خلاف کچھ نہیں کہا ہے۔ مجھ پر اعتماد کرو۔"

"ضرور، ہم تو اعتماد کر رہے ہیں مگر یہ بھی سمجھ لو کہ ہمارا اعتماد کتنا بھی تمھیں کتنا مہنگا پڑے گا۔"

دور کاؤنٹر میں جب لیمپ روشن ہو گیا تو سونیا نے مجھ سے کہا۔

"اب اس کے آدمی اسے اٹھانے آئیں گے لہٰذا ہم اس سے ذرا دور کھڑے رہیں گے۔ فریاد تم ادھر چلے آؤ۔"

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ وہ اس زخمی سے ذرا اور دور ہٹ کر آہستگی سے بولی۔

"یہ کمبخت مقامی زبان میں کہہ رہا تھا کہ لیمپ روشن کرنے سے پہلے دو آدمی اسٹین گن لے کر کاؤنٹر کے اندر چھپ جائیں۔ اب لیمپ روشن ہو چکا ہے۔ وہ آدمی یقیناً وہاں چھپے ہیں۔ اب بتاؤ کیا کرنا چاہتے ہو؟"

میں کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ وہاں سے چار آدمی اسٹریچر پر اپنے زخمی صاحب کو اٹھانے آ رہے تھے۔ میں نے تعجب آہستگی سے کہا۔

"کرنا کیا ہے ان دو چوہوں کو ان کے بِل سے نکالنا ہے۔"

سونیا نے میرے بازو سے لگ کر پوچھا۔

"کیا میں یہ ظاہر کر دوں کہ میں ان کی زبان جانتی ہوں؟"

"نہیں یہ مناسب نہیں ہو گا۔ انھیں یہی سمجھنے دو کہ ان کی زبان ہمارے پلے نہیں پڑتی۔ جب ہم کاؤنٹر کے سامنے پہنچیں گے تو اس زخمی کو کاؤنٹر کے اندر جانے سے روک دیں گے۔ تم اسے یہی فریب دینا کہ تم اندھیرے میں ہی نہیں روشنی میں بھی چھپے ہوئے لوگوں کو دیکھ لیتی ہو۔"

اب اس زخمی گینڈے کو اٹھا کر اسٹریچر پر ڈالا جا رہا تھا۔ اس نے اور سونیا نے انھیں اسٹین گن سے کور کرتے ہوئے کہا۔

"اسے اٹھا کر آہستہ آہستہ آگے بڑھو۔ اگر ہماری مرضی کے خلاف کسی نے کوئی حرکت کی تو ہم بے دریغ فائرنگ شروع کر دیں گے۔"

وہ ہمارے حکم کے مطابق اسٹریچر اٹھا کر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔ کاؤنٹر کے برآمدے میں پہنچ کر سونیا نے اچانک ہی حکم دیا۔

"ٹھہر جاؤ۔ اسٹریچر کو یہیں برآمدے میں رکھ دو۔"

وہ زخمی گینڈا سوالیہ نظروں سے سونیا کو دیکھنے لگا۔ سونیا نے کہا۔

"تم صرف اندھیرے میں چھپے ہوئے دشمنوں کو دیکھ سکتے ہو، اس

میں اپنے قبیلے کے دستور کے مطابق دشمن کے ایک رُوبال کے ذریعہ روشنی میں بھی چھپے ہوئے دشمنوں کو دیکھ سکتی ہوں۔ اس کاؤنٹر کے اندر تمھارے دو آدمی چھپے ہوئے ہیں اگر وہ فوراً ہی باہر نہ آئے تو میں تمھیں اس اسٹین گن سے بھون کر رکھ دوں گی۔"

وہ بڑی بے بسی سے اسٹین گن کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کا مُنہ حیرت سے کھلا ہوا تھا کہ یہ لڑکی ہے کیا بلا؟ میں نے اس کے کھلے ہوئے منہ میں اسٹین گن کی نال کو ٹھونستے ہوئے کہا۔

"سوچتے کیا ہو؟ کیا مزا چاہتے ہو؟"

وہ دہشت زدہ ہو کر انکار میں سر ہلانے لگا۔ میں نے اس کے منہ سے اسٹین گن کی نال نکال لی تو اس نے تھراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"جارج۔ مائیک! تم دونوں اپنے ہاتھ اٹھا کر فوراً باہر آ جاؤ۔"

اس کا حکم سنتے ہی کاؤنٹر کے اندر بڑبڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ اس کے بعد دو سُرخ چہروں والے انگریز اپنے ہاتھ اٹھا کر باہر آ گئے۔ اس کے بعد میں نے مقامی آدمیوں سے کہا کہ وہ زخمی کو اٹھا کر اندر لے جائیں۔

وہ انگریزی زبان تو نہ سمجھ سکے مگر میرے ہاتھ کا اشارہ سمجھ کر اسے اٹھانے جانے لگے۔ میں نے آگے بڑھ کر جارج اور مائیک کی تلاشی لی۔ ایک کی جیب سے چاقو اور دوسرے کی جیب سے چھوٹا سا پستول نکلا۔ میں نے دونوں چیزوں کو اپنے قبضے میں لیتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں یہاں کھڑے رہو۔ اگر کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو ہم تمھارے باس کو ختم کر دیں گے۔"

ان میں سے ایک نے کہا۔

"وہ بہت زخمی ہے، ہمیں مرہم پٹی کرنے دو۔"

"ضرور کرنا۔ ابھی ہم تمھیں اندر بُلائیں گے۔"

میں انھیں وہیں چھوڑ کر کاؤنٹر کے اندر چلا گیا۔ سونیا ان دونوں کو اسٹین گن کی زد میں لئے کھڑی تھی۔ اندر وہ چاروں مقامی باشندے اپنے زخمی صاحب کو اسٹریچر سے اٹھا کر بستر پر ڈال رہے تھے۔ ان کے پاس ہتھیار نہیں تھے۔ شاید ان کے انگریز آقا انھیں صرف غلام بنائے رکھنے کے لیے ہتھیار رکھتے تھے۔ میں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا اور اشاروں کی زبان سے سمجھایا کہ وہاں کوئی دوسرا لیمپ ہو تو اسے روشن کیا جائے۔

فوراً ہی میرے حکم کی تعمیل کی گئی۔ پھر میں نے اسے کہا کہ وہ لیمپ اٹھا کر میرے آگے آگے دوسرے کمرے میں چلے۔ وہ دو کمروں کا ایک کاٹیج تھا۔ میں نے دوسرے کمرے کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد کچن اور باتھ روم کو بھی دیکھا۔ کاٹیج کی پچھلی طرف کھلنے والے ایک دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد زخمی گینڈے کے کمرے میں آ کر ان دو اسٹین گنوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا جنھیں جارج اور مائیک وہاں چھوڑ گئے تھے۔ اس کے بعد سونیا کو آواز دی۔

"سونیا! ان دونوں کو اندر لے آؤ۔ وہ اپنے ہاتھوں سے اس کی مرہم پٹی کریں گے۔"

وہ دونوں اندر آ گئے۔ سونیا اسٹین گن اٹھائے دروازے پر کھڑی ہو گئی۔ میں نے ایک انگریز سے پوچھا۔

"مائیک فرسٹ ایڈ باکس کہاں ہے؟"

"دوسرے کمرے میں۔" مائیک نے جواب دیا۔ "میں ابھی لے کر آتا ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے اس کے سینے پر اسٹین گن کی نال رکھ کر اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"اتنی تیزی نہ دکھاؤ۔ کسی مقامی آدمی سے کہو وہ لے آئے گا۔"

مائیک نے بے بسی سے مجھے گھور کر دیکھا، پھر پوچھا۔

"کیا تم مرہم پٹی کرو گے؟"

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "تم کرو گے۔"

اس نے مجھے تھینک یو کہہ کر ایک مقامی آدمی کو فرسٹ ایڈ باکس لانے کے لئے کہا۔ یہ تو نہیں وہ زبان کیسی تھی کہ وہ صرف ایک فرسٹ ایڈ باکس لانے کے لئے بڑی لمبی بات کر رہا تھا۔ جب وہ آدمی حکم کی تعمیل کر کے چلا گیا تو میں نے مائیک سے کہا۔

"تم اسے کوئی لمبی چوڑی بات سمجھا رہے تھے نا؟"

"کچھ نہیں۔ تم خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہو۔ میں اسے سمجھا رہا تھا کہ فرسٹ ایڈ باکس کہاں رکھا ہے تاکہ اسے زیادہ تلاش نہ کرنا پڑے۔"

میں نے سونیا کی جانب دیکھا۔ وہ مطمئن نظر آ رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ مائیک نے اس آدمی کو ہمارے خلاف کوئی بات نہیں سمجھائی ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ دوسرے کمرے سے ایک بڑا سا فرسٹ ایڈ باکس اٹھائے آ گیا۔ مائیک اسے لینے کے لئے فوراً آگے بڑھا میں نے للکار کر کہا۔

"ہالٹ۔ میں تمھیں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں کہ زیادہ چالاکی نہ دکھاؤ۔ چلو پیچھے ہٹ جاؤ۔"

وہ پیچھے ہٹتے ہوئے غصے سے کہنے لگا۔

"ایک انسان زخموں کی تکلیف سے تڑپ رہا ہے۔ اسے فوراً ہی میڈیکل ایڈ ملنا چاہیئے اور تم خواہ مخواہ دیر کر رہے ہو۔"

"تم مجھے دیر کرنے پر مجبور کر رہے ہو۔ اگر فوراً ہی اپنے ساتھی کی مدد کرنا چاہتے ہو تو بلا چوں وچرا دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ میری بات ماننے پر مجبور تھا۔ زیرِ لب بڑبڑاتا ہوا دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ اس آدمی نے فرسٹ ایڈ باکس کو پینٹنگ والی میز پر رکھ دیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر باکس کو کھولا۔ اس کے مختلف خانوں میں ڈھیر ساری دوائیں اور مرہم پٹی کا سامان رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کے نچلے خانے میں ہاتھ ڈال کر ٹٹولنا چاہا تو بلا تکلف ایک ریوالور

میرے ہاتھ میں آگیا۔ میں نے پیچھے ہٹ کر اس ریوالور کو خالی کیا۔ کارتوس جیب میں رکھے پھر ریوالور کو ایک گوشے میں پھینک کر کہا۔

"چلو اب اس کی مرہم پٹی کرو۔"

مائیک اور جارج نے مجھے غصہ سے دیکھا پھر آگے بڑھ کر اپنے باس کی ایک ایک ٹانگ سنبھال لی اور اس کی مرہم پٹی کرنے میں مصروف ہو گئے۔ میں نے پوچھا۔

"تمہارے اس گینگسٹر باس کا کیا نام ہے؟"

"یہ مسٹر بولڈ مین ہیں۔"

"اس جزیرے میں تم کل کتنے آدمی ہو؟"

"مقامی باشندے تقریباً پچاس ہیں اور ہم تین ہیں۔"

میں نے جارج کی گردن پر اسٹین گن کی نال رکھتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے جھوٹ بولو گے تو میں جہنم میں پہنچا دوں گا۔ سچ سچ بتاؤ تم گوری چمڑی کے لوگ تعداد میں کتنے ہو؟"

"میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں ہم صرف تین ہیں۔"

میں نے اسٹین گن کے دستے سے اس کے سر پر ایک ضرب لگائی۔ وہ بستر سے الٹ کر فرش پر جا پڑا۔ پھر میں نے مائیک سے کہا۔

"کیا تم نے ہمیں اپنا رشتہ دار سمجھ کر ساحل پر لاد و شن کیا تھا ہم اتنے نادان نہیں ہیں کہ اس الاؤ کے سگنل کو نہ سمجھتے۔"

مائیک نے سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم بحری پولیس کے آدمی ہو؟"

"نہیں ہم بھٹکے ہوئے مسافر ہیں، تم میرے سوال کو ٹالو جو بادو۔"

مائیک نے فرش پر پڑے ہوئے جارج کو دیکھا جو بیہوش ہو چکا تھا۔ اسے اپنا بھی انجام سامنے نظر آیا تو اس نے کہا۔

"ہم کل چھ آدمی ہیں۔ باقی تین آدمی موٹر بوٹ کے ذریعہ آنے والے تھے۔"

"پھر وہ کیوں نہیں آئے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ جب وہ آئیں گے تو وجہ معلوم ہو گی۔ بعض اوقات وہ لیٹ ہو جاتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ ایک رات نہ آئیں تو پھر دوسری رات کو پہنچتے ہیں۔"

"وہ کس ملک سے آئیں گے؟"

وہ جواب دینے سے ہچکچانے لگا۔ اس نے اپنے باس بولڈ مین کی طرف دیکھا۔ بولڈ مین نے نقاہت سے کہا۔

"ہمارا کاروبار ہانگ کانگ سے ہوتا ہے۔"

"ہانگ کانگ سے تم کیا لاتے ہو؟"

"یہ پوچھ کر تم کیا کرو گے۔ تم پولیس کے آدمی تو نہیں ہو۔"

"میں صرف معلومات حاصل کرنے کیلئے پوچھ رہا ہوں۔ تم دوست بنانا چاہتے تھے ہو سکتا ہے کہ ہم دوست بن کر تمہارے کام آ سکیں۔"

بولڈ مین نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"میں بھی دوستی کرنا چاہتا ہوں، اس لئے تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم تھائی لینڈ سے ایفون لے کر ہانگ کانگ جاتے ہیں۔ ہانگ کانگ سے آٹھ یا سے جو چرس آتی ہے اسے ہم فارموسا اور جاپان وغیرہ کی طرف اسمگل کرتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ تم یہاں بیٹھ کر فارموسا اور جاپان دونوں کی بحری پولیس سے نمٹتے رہتے ہو۔"

"دونوں سے نہیں۔" بولڈ مین نے کہا۔ "فارموسا کی پولیس کو ہم نے اپنے ہاتھوں میں کر لیا ہے۔ ہم انھیں بڑی بڑی رقمیں ادا کرتے ہیں جاپان کی بحری پولیس بہت سخت ہے۔ اکثر اس سے ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے۔"

اس وقت تک اس کی دونوں ٹانگوں کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ میرے حکم پر ایک مقامی باشندہ ایک بڑی سی مضبوط رسی لے آیا۔ میں نے اپنی اسٹین گن سونیا کے قریب رکھ کر جارج اور مائیک کے ہاتھ پاؤں اس رسی سے باندھ دیئے۔ اس کے بعد مقامی باشندوں سے کہا کہ انھیں گھسیٹتے ہوئے لے جا کر باتھ روم میں بند کر دیں۔ بولڈ مین نے اعتراض کیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے مسٹر! ابھی تو تم نے کہا تھا کہ دوستی کرو گے۔"

"ہم دوستی ہی نبھا رہے ہیں۔ تم خود غور کرو پہلی بار تم نے ہمیں دیکھنے والی صلاحیت سے فائدہ اٹھا کر ہمیں دوستی کا فریب دینا چاہا۔ دوسری بار ہم پر قابو پانے کے لیے تمہارے دو آدمی اس کاج میں چھپ گئے۔ تیسری بار ہمیں ختم کر دینے کے لئے فرسٹ ایڈ باکس میں ریوالور رکھ کر منگوایا گیا۔ جب دوستی کے اصول یہی ہیں تو ہمیں بھی انہی اصولوں پر چلنے دو۔"

اسے معقول جواب دے کر میں باتھ روم کی طرف گیا۔ جارج ابھی تک بیہوش تھا۔ مائیک مقامی آدمیوں سے ان کی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ شاید اپنے ہاتھ پاؤں کھولنے کے لئے کہہ رہا تھا لیکن وہ لوگ سہمے ہوئے ایک طرف کھڑے ہوئے تھے اگرچہ وہ انگریزان کے آقا تھے لیکن حاکم تو وہی ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں بندوق ہوتی ہے۔ اسی لیے میرا حکم چل رہا تھا۔ میرے سامنے ان دونوں کو چھوڑنے سے پہلے باتھ روم میں ٹھونس دیا گیا ان کے منہ میں کپڑے بھی ٹھونس دیئے گئے اور اوپر سے پٹی باندھ دی گئی پھر میں نے باتھ روم کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔

جب میں ان آدمیوں کے ساتھ دوسرے کمرے میں واپس آیا تو بولڈ مین آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"یہ تم بار بار اپنی آنکھیں کیوں بند کر لیتے ہو، یہ کیا تکلیف زیادہ ہو رہی ہے؟"

"ہاں تکلیف کی شدت سے بار بار آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ذرا اپنی آنکھیں کھولو میں انھیں غور سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں مگر زیادہ دیر تک کھلی نہ رکھ سکا جب آنکھیں دوسری بار بند ہو گئیں تو میں نے کہا۔

"الٹرا وائلٹ روشنی میں نہیں دیکھ سکتا۔ اسی طرح تم بھی لیمپ کی روشنی بند کر لیتے ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تم دن کے وقت کیسے دیکھتے ہو؟"

"میں دن کے وقت تاریک شیشوں کی عینک لگائے رکھتا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "تمہاری آنکھیں بڑی عجیب ہیں۔ میں انھیں نکال کر اس کا تجربہ کرنے دوں گا۔"

اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

"نہیں۔ نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ ظلم ہے۔ کسی زندہ انسان کی آنکھ نکال کر تجربہ نہیں کیا جاتا۔"

"تو تم اپنی آنکھیں نکال کر تجربے کے لئے دو گے تو ساری انسانیت ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر وغیرہ تجربات کے بعد آپریشن کے ذریعے کی آنکھوں میں بھی یہی صلاحیتیں پیدا کر دیں۔ اس طرح ہمارا نام روشن ہو جائے گا۔"

میں نے مقامی آدمیوں سے کہا کہ بولڈ مین کے دونوں ہاتھ پیچھے باندھ دیں۔ یہ کہہ کر میں نے اپنی جیب سے چاقو نکال لیا۔ میں اس کی آنکھیں نہیں نکالنا چاہتا تھا۔ صرف دہشت زدہ کرنا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کرنا چاہتا تھا کہ میں کتنا ظالم ہوں کسی وقت بھی کوئی بھی ظالمانہ حرکت سے باز نہیں آ سکتا۔ اسے خوفزدہ کرنے کے بعد میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ یہاں صرف چھ جاپان کی منظم بحری پولیس کا مقابلہ کس طرح کرتے ہیں لیکن میرے سے پہلے ہی وہ خوف سے لرزتے ہوئے بولا۔

"تم... میری آنکھیں نہ نکالو میں سچ سچ بتا دیتا ہوں۔ میری انسانوں جیسی ہیں۔ یہ... یہ جو تم دیکھ رہے ہو یہ ایکسٹرا آئی ہیں۔ رات کے وقت میں انھیں اپنی آنکھوں میں سیٹ کر لیتا ہوں۔"

میں اور سونیا ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھنے لگے۔ پھر سونیا نے اپنی ابرو کھینچتے ہوئے کہا۔

"کیوں فرہاد! میں نے کیا کہا تھا۔ عینک نہ سہی لینس ہی سہی۔"

اس نے اندھیرے میں اندھے پن کا علاج ڈھونڈ نکالا ہے۔"

میں نے بولڈ مین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہاری آئی لینس اپنی آنکھوں سے نکالو میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے دو آدمیوں سے کہا کہ اس کے ہاتھ کھول دیئے جائیں۔ بولڈ مین مجبور تھا۔ میرے کسی حکم سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اپنے ہاتھ کھلنے کے بعد پہلے تو وہ مجھے ٹالنے کی کوشش کرتا رہا پھر اس نے وہ آئی لینس اپنی آنکھوں سے نکال کر میری طرف بڑھا دیئے میں نے انھیں اپنے سامنے لے کر اپنے رومال سے صاف کیا۔ میں پہلے بھی آئی لینس استعمال کر چکا تھا اور انھیں آنکھوں میں لگانے کا طریقہ جانتا تھا۔ میں نے ذرا سی کوشش کے بعد انھیں اپنی دونوں آنکھوں میں سیٹ کر لیا۔ پھر دروازے پر آ کر باہر دور تک پھیلی ہوئی تاریکی میں دیکھنے لگا۔

واقعی انسان کا دماغ کیسی کیسی حیرت انگیز چیزیں ایجاد کر لیتا ہے آدم کی اولاد سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ اگر دور تک پھیلی ہوئی تاریکی میں کہیں کوئی شیطان چھپا ہوتا تو میں اسے بھی دیکھ لیتا کیونکہ حدِ نظر تک مجھے ہر چیز واضح طور پر نظر آ رہی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے دن کا اجالا تو نہیں تھا مگر دور تک ہلکی ہلکی نیلی سی روشنی تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے خواب گاہ میں ہلکی نیلی خواب آور روشنی ہوتی ہے۔ سونیا نے دروازے کے پاس آ کر مجھ سے پوچھا۔

"کیا واقعی تمہیں نظر آ رہا ہے؟"

"ہاں میری نگاہوں کے سامنے بہت خوبصورت منظر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پورے جزیرے میں خواب گاہ کی طرح ہلکی نیلی راز دار روشنی پھیلی ہے۔"

"چلو اچھا ہے ایک اچھی چیز ہاتھ آ گئی ہے۔ اب سوچو آگے کیا کرنا ہے؟"

میں نے اسے اپنے قریب کھینچ کر آہستگی سے کہا۔

"یہاں تو تم ہی زیادہ کام دکھا سکتی ہو۔ ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ان کے علاوہ تین آدمی اور ہیں جو کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہاں جو تین انگریز موجود ہیں تم ان کی بو سے آشنا ہو چکی ہو۔"

"ہاں یہ تینوں کہیں بھی جائیں گے تو میں ان کی بو سے انھیں تلاش کر لوں گی۔"

"بس تو پھر تمہیں ان تین آدمیوں کی بو کو بھی پا لینا چاہیئے جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ وہ تینوں بھی اسی جزیرے میں رہتے ہیں۔ ان کا سامان یہاں موجود ہو گا۔ تم ان کے سامان کی تلاشی لو تمہیں کوئی ایسی چیز مل جائے گی جو تمہیں ان کی بو تک پہنچا دے گی۔"

سونیا میری ہدایت پر عمل کرنے کے لئے دوسرے کمرے میں سامان کی تلاشی لینے چلی گئی۔ اس دوران میں بولڈ مین سے باتیں کرتا رہا۔ میں نے اس سے ایک اہم سوال کیا۔

"دیکھو بولڈ مین! تم یہاں صرف چھ مسلح آدمی ہو۔ باقی مقامی باشندے نہتے بے ضرر اور بے چارے سے لوگ ہیں۔ اب تم مجھے سچ سچ بتاؤ کہ تم لوگ جاپان کی منظم بحری پولیس کا مقابلہ کس طرح کرتے ہو یہ کیا مجھے یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ کسی وقت تمہیں کہیں باہر سے مدد پہنچ ہے۔"

اس نے پہلے تو مجھے تجکھاتے ہوئے دیکھا پھر کہا۔

"ہمیں کہاں سے بیرونی مدد پہنچے گی۔ تم خواہ مخواہ شبہ کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں آس پاس جو تینوں جزیرے ہیں وہ فارموسا کی حدود میں آتے ہیں۔ جاپانی پولیس ادھر نہیں آتی۔ جب ہم چرس

کی اسمگلنگ کے لئے جاپان کی طرف بڑھتے ہیں تو کھلے سمندر میں کبھی کبھی بحری پولیس سے سامنا ہو جاتا ہے۔ دو بار ہماری موٹر بوٹ پکڑی گئی مگر ہر بار ہم بچ کر نکل گئے۔"

اس کے جواب سے میں کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔ اتنے میں سونیا دوسرے کمرے سے واپس آ گئی۔ اس نے دروازے کے پاس مجھے بلا کر آہستگی سے کہا۔

"یہاں مجھے صرف انہی تین آدمیوں کی بُو مل رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ تینوں جو موجود نہیں ہیں کسی دوسرے کاٹج میں رہتے ہیں۔"

میں نے پلٹ کر بولڈین سے پوچھا تو اس خیال کی تصدیق ہو گئی۔ میں نے اس سے کہا۔

"تم اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ اس لڑکی کو اس کاٹج میں لے جائیں جہاں وہ تینوں رہتے ہیں۔"

بولڈین نے ایک آدمی سے دیسی بات کہہ دی۔ اس آدمی نے آگے بڑھ کر سونیا کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ سونیا مجھ سے ٹارچ لے کر اس کے ساتھ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد بولڈین نے پوچھا۔

"کیا تمھارا نام فراڈ ہے۔ ابھی وہ لڑکی تمھارا یہی نام لے رہی تھی۔"

مجھے اس بات پر ہنسی آ گئی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم نے میرے نام کی خوب مٹی پلید کی ہے۔ چلو مجھے فراڈ ہی سمجھ لو۔"

"تو کیا یہ تمھارا نام نہیں ہے یہ ہاں۔ واقعی مجھ سے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔ کوئی بھی شخص اپنا نام فراڈ نہیں رکھ سکتا۔ تمھارا نام شاید فرائیڈ ہے۔"

"بھئی میں عیسائی نہیں مسلمان ہوں۔ میرا نام فرہاد ہے۔"

"آئی سی تم محمڈن ہو مسٹر فرہاد۔ اچھا اس لڑکی کا نام کیا ہے؟"

"میری سونیے کا نام سب سے پیارا ہے۔ اس نام کے حُسن اور اس کی شیرینی کو پنجاب کے لوگ ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ اس کا نام سونیا ہے۔"

"کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ سونیا میرے رومال کو پاتے ہی اندھیرے میں کیسے دیکھنے لگی تھی۔ پھر یہ کیسے جان گئی کہ اس کاٹج میں جارج اور ایتک چھپے ہوئے تھے یہ مجھے شبہ ہے کہ وہ مقامی زبان جانتی ہے۔"

"اگر سونیا نے مقامی زبان سمجھ کر چھپے ہوئے لوگوں کو برا بھلا کہا ہے، تو پھر اندھیرے میں تم پر فائرنگ کرنے کیلئے کون سی مقامی زبان سنی تھی؟"

وہ لاجواب ہو کر میرا منہ تکنے لگا۔ میں نے کہا۔

"تم سائنسی آلہ استعمال کرنے والے ہمارے عقیدوں کو نہیں سمجھ سکو گے۔ ہمارے قبیلے کی لڑکیاں، ایک دشمن کے رومال کو ہاتھ میں لے کر دور دور تک چھپے ہوئے باقی تمام دشمنوں کا پتہ بتا دیتی ہیں۔"

اُس نے مرعوب ہو کر سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ گیا۔ ہم اسے بلیک میجک کہتے ہیں۔ افریقہ کے وچ ڈاکٹر بھی ایسے ہی کمالات دکھاتے ہیں۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا۔ "وہاں بیٹے، تم اسی طرح اپنی معلومات میں اضافہ کرتے رہو۔"

اس نے تھوڑی دیر بعد پریشان ہو کر کہا۔

"تم دونوں ہمارے لئے بہت سی مشکلات پیدا کر رہے ہو۔ کیا ہمارے درمیان دوستی کا معاہدہ نہیں ہو سکتا؟"

"نہیں، میں صرف ایک بار دھوکہ کھاتا ہوں، بار بار نہیں۔"

"میں تمھیں کس طرح یقین دلاؤں کہ اب کبھی دھوکہ نہیں دوں گا۔ تم دلیر ہو اور سونیا بلیک میجک جانتی ہے۔ تم دونوں ہمارے لئے اسّے کارآمد ہو کہ ہم دشمنی کر ہی نہیں سکتے۔ میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے۔ اگر تم دونوں ساتھ دو گے تو ہم جاپان کی بحری پولیس کو تگنی کا ناچ نچا دیں گے۔"

"اچھا۔ وہ کیسے؟"

"ایسے کہ ہمارے ایجنٹ جو جاپان میں ہیں۔ ہم اُن کے ذریعہ تمام بحری پولیس افسروں کے رومال حاصل کر لیں گے اور سونیا کے ہاتھوں میں دے دیں گے۔ اس کے بعد جب بھی بحری پولیس چھاپہ مارنے آئے گی، یعنی کھلے سمندر میں ہمیں گھیرنے کی کوشش کرے گی تو سونیا بلیک میجک کے ذریعہ ہمیں بتا دے گی کہ وہ کس سمت سے آ رہے ہیں۔"

وہ بہت ہی لذیذ قسم کا خیالی پلاؤ پکا رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"بحری پولیس کس سمت سے آ رہی ہے۔ یہ تو لانچ یا موٹر بوٹ کی آواز سے ہی پتہ چل جاتا ہے۔ پھر تم میرے قبیلے کی لڑکی سے کام کیوں لینا چاہتے ہو؟"

"تم نہیں جانتے۔" اس نے کہا۔ "جاپان کی بحری پولیس کے پاس جدید طرز کی بے آواز لانچیں اور موٹر بوٹ ہیں۔ وہ اتنی خاموشی کے ساتھ آتے ہیں کہ ہمیں بھاگنا پڑتا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "تم کیسے بھاگ سکتے ہو جبکہ وہ خاموشی سے سر پہ آ پہنچتے ہیں؟"

اس نے ایک گہری سانس لے کر جواب دیا۔

"ہمارے پاس بھی دفاعی ہتھکنڈے ہیں۔ ہماری لانچ اور موٹر بوٹ میں ایسے مقناطیسی آلات ہیں جو ہمیں یہ بتا دیتے ہیں کہ سوگز کی دُوری پر لوہے کا کوئی ٹکڑا سمندر کی سطح پر تیر رہا ہے۔ ہم سمجھ لیتے ہیں کہ وہ پولیس کی لانچ یا موٹر بوٹ ہے۔"

میں نے اپنی رسٹ واچ دیکھی، ایک بج کر تیس منٹ ہوئے تھے۔ میں اور سونیا دن کے وقت بحری جہاز میں خوب سوئے تھے اور خوب آرام کیا تھا۔ اسی لئے آدھی رات کے بعد بھی ہم تازہ دم تھے البتہ لیمپ کی روشنی سے میری آنکھیں دُکھ رہی تھیں۔ میں نے بولڈین سے کہا کہ وہ اپنی تاریک شیشوں کی عینک مجھے دے دے یا پھر اندھیرے میں رہنا پسند کرے۔ میں لیمپ بجھا دوں گا۔ اس نے کہا۔

"پتہ نہیں اندھیرے میں تم کیا کرو گے۔ پلیز لیمپ نہ بجھاؤ۔ میٹل پیس پر یہ اپیشنر ہے اسے پہن لو۔"

میں نے مینٹل پیس کے پاس جا کر وہ چشمہ پہن لیا۔ اس کے بعد لیمپ میرے طے ٹھنڈی پڑ گئی۔ میں ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر سوچنے لگا خطوں کے ساتھ ہمارا کس طرح گزارا ہوگا۔ مجھے اس جزیرے میں نہیں گزارنا تھی۔ میں کسی طرح جاپان کے کسی شہر میں پہنچ کر کچھ عرصہ سکون سے رہنا چاہتا تھا اور اپنے ماضی کو بھلا دینا چاہتا تھا۔ ایزی چیئر پر سیدھا بیٹھ گیا۔ ماضی کا خیال آتے ہی مجھے موی آ گئیں۔ میں نے بولڈین سے پوچھا۔

"کیا یہاں موم بتیاں مل سکتی ہیں؟"

بولڈین نے کہا۔ "یہاں لیمپ موجود ہے۔ موم بتیاں کیا کرو گے؟"

مجھے ضرورت ہے۔ اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ ایک درجن لے آئیں۔"

وہ ایک درجن کیا، یہاں ایک بھی نہیں ملے گی۔ کیا تم نہیں دیکھ رہا اس جزیرے میں تیز ہوائیں چل رہی ہیں۔ یہاں موی شمعیں نہیں جلا سکتیں۔ ہم کاٹجوں میں لیمپ روشن کرتے ہیں اور باہر سے کام لیتے ہیں۔"

اس کی باتیں سُن کر مجھے بڑی مایوسی ہوئی۔ ہم نے پچھلے دن جہاز پر ایک مسافر سے پوچھا تھا۔ وہاں بھی کسی کے پاس ایک موم بتی نہیں تھی۔ پتہ نہیں تقدیر میرے ماضی کو کب تک مجھ سے چھپانا چاہتی تھی۔ وقت ایمان لانا پڑتا ہے کہ انسان ہزار باصلاحیت ہو لیکن اس سے کچھ نہیں کر سکتا جب تک خدا کو منظور نہ ہو۔

انسان ایک بات سوچنا شروع کرتا ہے۔ پھر اس سوچ کے تسلسل سے کہاں کہاں کی سوچوں میں گم ہو جاتا ہے۔ کچھ دیر پہلے میں نے سوچا تھا کہ اس جزیرے میں دشمنوں کے ساتھ کیسے وقت گزرے گا، لیکن سوچ سے آگے بڑھتا بڑھتا پہنچ گیا ٹیبل پیچھے پر کہ موی شمعیں حاصل نہ ہوئیں ان کے ذریعے اپنے ماضی تک پہنچ جاتا۔ بہرحال ابھی بات پر غور کرنا تھا کہ ان دشمنوں کو کس طرح کنٹرول کرتے ہوئے ہم بچے رہیں گے۔ مگر کتنی ہی دیر تک سوچنے کے باوجود ایک تو یہ سمجھ میں نہ آ سکا تھا کہ یہاں ہمارا گزارہ کیسے ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ہم یہاں سے جاپان کی طرف کیسے جائیں گے یہ

ہمیں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ جاپان کی بحری پولیس بہت ہی مستعد ہے۔ اسمگلروں کے چھکے چھڑا دیتی ہے اور میں نے تو آج تک کسی اسمگلر کو بھی ملک کی سرحد پر قدم نہیں رکھا تھا۔ لہٰذا اتنی جلدی تجربے کو چھوڑ کر نہ گے بڑھنے کی جرأت نہیں کر پا رہا تھا۔ میرے مخالف سونیا واپس آ گئی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس آیا۔ اس کی رپورٹ سُن سکوں۔ سونیا نے کہا۔

"میں نے بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ یہاں قریب ہی جو لوگ ہیں وہ اسمگلروں کا ہیڈ کوارٹر ہیں۔ ہیڈ کوارٹر سے جو حکم ملتا ہے بولڈین اور اس کے ساتھی آدمی اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس جزیرے میں جو سامان اسمگل ہو کر آتا ہے، اس کا ذخیرہ چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ یوں سمجھ لو کہ یہاں جو چھاؤنگر یز ہیں وہ پہریدار کے طور پر یہاں رہتے ہیں۔ بولڈین کی حیثیت محض ایک سپروائزر کی ہے۔"

"تمھیں یہ سب کچھ معلوم کیسے ہوا؟"

"میں نے یہاں کے لوگوں کو باتیں کرتے سنا ہے۔ یہاں تمام مقامی باشندوں تک خبر پہنچ گئی ہے کہ جو مسلح انگریز ناقابل شکست نظر آتے تھے انھیں ہم نے شکست دے دی ہے۔ وہاں بستی میں ہر جگہ اسی موضوع پر باتیں ہو رہی ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اگر ہیڈ کوارٹر تک اس واقعہ کی اطلاع پہنچ گئی تو پھر چاروں طرف سے ہمیں گھیر لیا جائے گا۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کسی طرح بھی بچنے والے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے ہی یہاں سے نکل چلیں۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں لیکن ہم یہاں سے نکل کر کہاں جائیں گے؟"

میں سوچنے لگا۔ پاسپورٹ کے بغیر تو ہم کسی بھی ملک کی بندرگاہ پر قدم نہیں رکھ سکتے تھے۔ اسی وقت ہمیں رات کے سناٹے میں بہت دُور سے موٹر بوٹ کی آواز سنائی دی۔ میں نے پلٹ کر بولڈین کی طرف دیکھا وہ بھی آواز سُن کر بستر پر اٹھ بیٹھا تھا۔ اس نے کہا۔

"مسٹر، اب ہمارے آدمی آ رہے ہیں۔ وہ تمھیں یہاں سے نکل کر جانے نہیں دیں گے۔ تمھاری بھلائی اسی میں ہے کہ جاسوس اور ایتک کو آزاد کر دو اور انھیں ساتھ لے کر آنے والوں کے استقبال کے لئے ساحل پر چلے جاؤ۔"

سونیا برآمدے میں کھڑی ہوئی ادھر اُدھر منہ گھما کر گہری سانسیں لیتی ہوئی سونگھ رہی تھی۔ اس نے مجھے اپنے قریب بُلا کر کہا۔

"میں نے دوسرے کاٹج میں جا کر ان کے میلے کپڑوں کو سونگھا تھا اب میں اُن تین آدمیوں کی مختلف بُو فضا میں سونگھ رہی ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بولڈین کے وہ تینوں آدمی واپس آ گئے ہیں۔"

اب موٹر بوٹ کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس بات سے اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ وہ ساحل پر اتر گئے ہیں اور موٹر بوٹ کے انجن کو بند کر دیا گیا ہے۔ میں نے کہا۔

"ہمیں فوراً ہی اپنی موٹر بوٹ تک پہنچنا چاہیئے۔ آؤ پہلے ہم بولڈین کو لاک کر دیں۔"

تم دونوں کمرے کے اندر بستر کے پاس آئے اور بولڈین کو زبردستی لٹا کر اس کے دونوں ہاتھ پلنگ کی پٹیوں سے باندھنے لگے۔ میں نے ایک مقامی آدمی کو اشاروں میں سمجھایا کہ وہ ہماری جان بچا لے آئے۔ اس کے ہاتھ باندھنے تک ایک تالا اور دو چابیاں آ گئیں۔ ہم نے مقامی آدمیوں کو باہر

نکال کر دروازے پر تالا لگاتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ اپنے گھروں کو جاؤ ہم یہاں اندھیرے میں چھپ کر دیکھتے رہیں گے۔ اگر کوئی تالا کھولنے یا توڑنے آئے گا تو ہم اسے شوٹ کر دیں گے۔"

وہ اشاروں کی زبان سمجھ کر اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ اس کے بعد دور سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ ایک مقامی باشندہ واپس جاتے جاتے رک گیا اور ہماری طرف یوں دیکھنے لگا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو۔ میں نے اشارے سے پوچھا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟ ہمیں اشارے سے بتاؤ ہم سمجھ جائیں گے۔"

اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر پہلے ساحل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ٹھائیں کی آواز نکالی۔ پھر کاٹج کی طرف اشارہ کیا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"اب تم ان کی زبان میں پوچھ ہی لو۔ یہ ہمیں کوئی اہم بات سمجھا رہا ہے۔"

سونیا نے اس کی زبان میں اس سے سوال کیا۔ پہلے تو وہ چونک کر سونیا کو دیکھتا رہا۔ پھر جواب میں کچھ کہنے لگا۔ سونیا نے مجھے بتایا۔

"ابھی ساحل کی طرف سے جو فائرنگ ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ساحل پر اترنے والے بولڈ مین کی خیریت دریافت کر رہے ہیں، کیونکہ دستور کے مطابق انھیں الاؤ کا سگنل نہیں دیا گیا۔ دوسرے یہ کہ کوئی ان کے استقبال کے لیے ساحل پر نہیں گیا ہے۔ ایسی صورت میں وہ خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔"

میں نے سونیا سے کہا۔ "تم اس سے پوچھو کہ فائرنگ کے جواب میں خیریت کی اطلاع کس طرح دی جا سکتی ہے؟"

سونیا اس سے پوچھنے لگی۔ اسی وقت ایک ہلکی سی فائرنگ ہوئی۔ جس طرح ہاتھ بتاتی آسمان کی طرف پرواز کرتی ہے اسی طرح آگ کا ایک ننھا سا گولا تاریک فضا میں پرواز کرتا ہوا بہت بلندی تک گیا۔ پھر اس بلندی پر پٹاخوں کی آواز سنائی دی اور ان پٹاخوں سے رنگ برنگی شعاعیں نکلنے لگیں۔ اس مقامی باشندے نے سونیا سے جلدی جلدی کچھ کہا پھر وہاں سے بھاگ گیا۔ سونیا نے میرا بازو تھام کر کہا۔

"جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے بھاگ چلو۔ یہاں جو قریبی جزیرے ہیں یعنی ان کا جو ہیڈ کوارٹر ہے وہاں ماہتابی کے ذریعے خطرے کی اطلاع پہنچا دی گئی ہے۔ اب انھیں ہیڈ کوارٹر سے مدد پہنچنے والی ہے۔"

ہم اپنی موٹر بوٹ کو کہاں چھوڑ کر آئے تھے اس صحیح جگہ تک فوراً ہی نہیں پہنچ سکتے تھے کیونکہ اس وقت ہم اندھیرے میں بھٹکتے ہوئے آئے تھے اور میری آنکھوں پر یہ ٹینس بھی نہیں چڑھا ہوا تھا کہ میں صحیح راستے کو پہچان لیتا۔ اب راستے نظر آ رہے تھے تو منزل گم ہو گئی۔ بہرحال منزل کو تلاش کرنا ہی تھا اس لئے ہم تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔ اب پوزیشن

یہ تھی کہ میں تاریکی میں دور تک دیکھ سکتا تھا۔ میں نے تاریکی میں عینک اتار کر جیب میں رکھ لی تھی۔ اگرچہ سونیا کو اس تاریکی میں نہیں آ رہا تھا تاہم وہ دشمنوں کی بُو سُونگھ کر اپنی حفاظت کر سکتی تھی۔

کچھ دیر بعد ہمیں احساس ہوا کہ ہم بھٹک رہے ہیں۔ ہم جس درخت تک ایک ہی جیسے یام کے درخت تھے۔ کوئی پہاڑی ٹیلہ یا کوئی مکان نہیں تھا جسے ہم نشانات کے طور پر یاد رکھ کر کسی دوسری جگہ تھوڑی دیر بعد ہم ایک کاٹج کے سامنے پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ وہی کاٹج ہے جہاں سے ہم چلے تھے۔ میں نے دور ہی سے دیکھ لیا تھا کہ شخص دروازے پر لگے ہوئے تالے کو توڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے سونیا کو بتائی تو وہ کہنے لگی۔

"میں ابھی یہ کہنے والی تھی کہ ان تینوں کو اپنے اطراف روشنی کر رہی ہوں۔ ایک میری دائیں طرف کہیں چھپا ہوا ہے۔ دوسرا آ رہا ہے۔ تیسرے کو تم نے سامنے دروازے پر دیکھ ہی لیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمھارے دائیں طرف چھپے ہوئے شخص کو بھگانے جا رہا ہوں۔ تم مجھے والے کی طرف فائر کرو۔ سامنے والے کی آواز سنتے ہی بھاگ جائے گا۔"

یہی ہوا۔ سونیا نے پیچھے پلٹ کر اندھا دھند فائرنگ کی۔ توڑنے والا اچھل کر بھاگتا ہوا کاٹج کے پیچھے چلا گیا۔ دائیں طرف سونیا نے کسی کی بُو محسوس کی تھی، وہاں دور ایک درخت کے پیچھے ایک شخص نے اپنا سر اور ہاتھ نکال کر سونیا پر فائرنگ کرنا چاہی۔ میں اسٹین گن سے نکلتے ہوئے ننھے ننھے شعلوں نے اسے بتا دیا کہ وہ کہاں کھڑی ہوئی ہے مگر اس سے پہلے ہی میں نے اسٹین گن کی برسٹ ماری۔ وہ گالیاں دیتا ہوا پھر درخت کے پیچھے گم ہو گیا۔ کھینچتا ہوا ایک درخت کے پاس لے آیا۔

"تم یہاں کھڑی رہو اور یہ وہ گالیاں دینے والا جو اپنی وہ لوگ نہیں جانتے ہیں کہ میں انھیں اینٹی ڈارک گلیس کے بغیر بھی اچھی طرح اسے سمجھا بھی نہ سکا۔ اچانک فائرنگ کے ساتھ ہی ایک گولی اس درخت کے تنے کو چھیلتی ہوئی ہم کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے فائرنگ کی سمت دیکھا۔ میری اسٹین گن کی ہوا دوسرے درخت کی طرف جا رہا تھا۔ میری اسٹین گن کی برسٹ نے اسے زمین پر گرا دیا۔ وہ لڑھکتا ہوا ذرا دور جا کر اسے گولی نہیں لگی تھی اور نہ وہ سالمت ہونے سے پہلے زخمی صرف دہشت زدہ ہو کر زمین سے چپک گیا تھا۔ سونیا سے اس کے ساتھیوں کی آواز آئی۔

"ٹونی! ہوشیار رہو، دشمن اینٹی ڈارک گلیس سے"

اس کی بات سُن کر دوسرے ساتھی محتاط ہو گئے۔

آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ ایک ٹارچ کی روشنی ہماری پناہ گاہ کی طرف آ رہی تھی۔ چونکہ ہم درخت کے دوسری طرف اس کے سائے میں دبکے ہوئے تھے لہٰذا مخالف سمت سے آنے والی روشنی میں ہم نظر نہیں آ سکتے تھے مگر وہ روشنی بتا رہی تھی کہ کوئی کوہ۔ اس درخت کے قریب آتا جا رہا ہے۔

سونیا پریشان ہو کر مجھے دیکھنے لگی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ میں پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ کیونکہ وہ اندھیرے میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ میں نے آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر اس کے شانے کو چھوتے ہوئے تسلی دی۔ وہ خاموشی سے اسے تسلی دی۔ اس وقت صرف تسلی ہی دی جا سکتی تھی ورنہ میں خود نہیں جانتا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ ہم نے خود کو تقدیر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ وہ ٹارچ والا ایک بیک اچھل کر درخت پر چڑھ گیا۔ ہم نے اپنی سانسیں روک لیں۔ درخت کے تنے پر اس کے بوٹوں کی رگڑ محسوس ہو رہی تھی۔ تنے کی گولائی نے اس حد تک احاطہ کیا ہوا تھا کہ ٹارچ کی روشنی اسکے سائے میں نہیں پہنچ رہی تھی اور نیچے ہی وہ بالکل قریب ہمارے سروں پر پہنچنے کے باوجود ہمیں دیکھ سکتا تھا۔ ہاں اگر وہ وہاں سے کود کر اور پھر پلٹ کر ٹارچ کی روشنی پھینکتا تو پھر ہم صاف طور پر نظر آ جاتے۔

وہ کچھ دیر تک اسی طرح تنے پر کھڑا ہوا اپنے اطراف روشنی پھینک کر دیکھتا رہا۔ پھر وہاں سے پھلانگ لگا کر ہم سے دو قدم کے فاصلے پر پہنچ کر تھوڑی دیر تک کھڑا رہا۔ ہم دونوں دم سادھے اس کے جوتوں کو دیکھتے رہے۔ شکر ہے کہ ان جوتوں کا رُخ ہماری طرف نہیں ہوا۔ وہ سیدھا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب ہم بہت سی ٹارچ کی روشنیوں کو اپنے سامنے دور دور تک دیکھ رہے تھے اور وہ سب ہم سے اور دور ہوتی جا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد جب خطرہ ٹل جانے کا یقین ہو گیا تو ہم درخت کے تنے کے سائے سے نکل آئے۔

میں نے اپنے کپڑوں سے گرد جھاڑتے ہوئے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ ساحل پر وہ دونوں موٹر بوٹ نظر آ رہی تھیں۔ میں نے کہا۔

"پتہ نہیں ہمیں اپنی موٹر بوٹ کے لئے اور کتنی دُور جانا ہو گا یہ کیوں نہ ہم ان کی موٹر بوٹ لے کر فرار ہو جائیں۔"

سونیا نے کہا۔ "ہمارے سامان کا کیا ہو گا؟ یہ کیا ہم اسے یہاں چھوڑ کر چلے جائیں گے؟"

"فی الحال تو ہمیں اپنی حفاظت کرنا ہے۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم اُس درخت کو تلاش کریں جس پر ہم نے کراس کا نشان بنایا تھا۔ اسے ڈھونڈنے تک ہم دشمنوں کے شکنجے میں پڑ چکے ہوں گے۔ چلو آؤ اگر ہم بچ نکلے تو جاپانی پولیس کی مدد سے یہاں واپس آئیں گے کیونکہ اس بریف کیس میں جاپانی حکومت کے متعلق اہم دستاویزات ہیں وہاں کی پولیس اس سلسلے میں ہماری مدد کرے گی۔"

میں موٹر بوٹ کی طرف بڑھتا ہوا سونیا کو سمجھا رہا تھا کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ میں محتاط نظروں سے چاروں طرف دیکھتا بھی جا رہا تھا۔

میری دانست میں ہمارے اطراف کوئی بھی نہ تھا۔ لیکن موٹر بوٹ کے قریب پہنچتے ہی ہالٹ کی آواز سنائی دی۔ ہم اُف دم سے ٹھٹھک گئے۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

"ایک ذرا سی حرکت نہ کرنا۔ اگر میری کسی بات سے انکار کرو گے تو تم لوگوں کو پلٹ کر فائر کرنے کا موقع بھی نہ ملے گا۔ اگر اپنی موت منظور ہے تو کوئی چالاکی دکھاؤ ورنہ ہتھیار زمین پر پھینک دو۔"

ہم ساحل پر کھلی جگہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ درختوں کے جھنڈ ہم سے بہت دور تھے۔ ہم خواہ کتنی ہی پھرتی دکھاتے چھپے ہوئے دشمن سے نہیں بچ سکتے تھے۔ میں نے سونیا کی طرف بے بسی سے دیکھا پھر اس سے آہستگی سے کہا۔

"مجبوری ہے۔ اسٹین گن پھینک دو۔ فوراً کمر و جائیکٹ کی تلاشی لینے کے بعد جو پستول برآمد ہوا تھا وہ میری جیب میں موجود ہے۔ اگر کوئی تلاشی لینے والا قریب آئے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

ہم نے اسٹین گنوں کو ریت پر پھینک دیا۔ ہمیں تیسرے شخص کی آواز سنائی دی۔

"کیا تم دونوں وہی ہو جن کی تلاش میں اتنے مسلح جوان آئے ہیں؟"

"ہاں ہم وہی ہیں۔"

"تمہارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟"

"ہم صرف دو ہیں۔ ہمارا کوئی تیسرا ساتھی نہیں ہے۔"

"کیا تم مجھے اپنا تیسرا ساتھی بناؤ گے؟ اگر دوستی منظور ہے تو پلٹ کر دیکھو۔"

ہم دونوں آواز کی سمت پلٹ گئے۔ سونیا دور راستے تاریکی میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ لیکن میں اسے صاف طور سے دیکھ رہا تھا وہ ایک درخت کے پاس بالکل نہتا تھا اور ساتھ ہی تنہا بھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر! انہ عیہ میں تمہاری آنکھیں چمک رہی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے انٹی ڈارک گلاسز کے ذریعہ دیکھ رہے ہو۔ دیکھو میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ اب تو تم دونوں مجھ پر بھروسہ کر سکو گے۔"

"تم کون ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ آج دوپہر کو یہ لوگ مجھے فارموسا سے پکڑ کر لے آئے تھے۔ ہیڈ کوارٹر میں شاید ان کے ایک آدمی کو گولی لگی تھی۔ میں نے ایک قیدی ڈاکٹر کی حیثیت سے اس زخمی کے بازو سے گولی نکال دی ہے۔ اس کے بعد بھی یہ لوگ مجھے آزاد نہیں کرنا چاہتے۔"

میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ وہ دبلا پتلا سا تھا۔ سیاہ سوٹ پہن رکھا تھا۔ آنکھوں پر بینائی کی عینک تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا وہ تمہیں پاس والے جزیرے میں لے گئے تھے؟"

"ہاں جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مجھے قیدی بنا کر رکھیں گے تو میں ان سے بھاگنے کی فکر کرنے لگا۔ ابھی تقریباً ایک گھنٹہ پہلے میں موقع پا کر بھاگتا ہوا ساحل پر پہنچ گیا۔ وہ مجھے دبلا پتلا بے ضرر سا آدمی سمجھ کر بے پروا ہو گئے تھے لیکن یہ میری بدقسمتی کہ اسی وقت خطرے کا الارم بجنے لگا۔ میں نہیں سمجھ سکا تھا کہ جزیرے سے خطرے کی اطلاع پہنچی تھی۔"

وہ ہمارے حالات کے عین مطابق باتیں کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"میں سمجھ گیا۔ ہماری وجہ سے تم پھنس گئے۔"

"ہاں! ہوا تو یہی ہے لیکن میں تم دونوں کو الزام نہیں دیتا۔ یہ سب کچھ میری کم فہمی کی وجہ سے ہوا۔ ان کی موٹر بوٹ میں جو لوگ ہیں اور جو مختلف قسم کے جن میں انھیں اچھی طرح سمجھ نہ سکا۔ دو جوان ہی ان کے مسلح جوان وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔ ان کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ مجھے واپس اپنی کشتی تک لے جاتے۔ اس لئے تیدی بنا کر اپنے ساتھ ہی یہاں لے آئے۔ انھوں نے مجھے یہاں چھوڑ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا کہ میں ان کی واپسی تک یہاں تنہا رہوں۔ انہیں اس بات کا یقین ہے کہ میں ان کی کشتی کو ڈرائیو نہیں کر سکتا۔"

میں نے احتیاطاً آگے بڑھ کر اس کی تلاشی لی۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ اس نے کہا۔

"تم اچھی طرح اطمینان کر لو۔ اس کے بعد اگر اس موٹر بوٹ کے میکنزم کو سمجھ سکتے ہو تو پھر دیر نہ کرو۔ یہاں سے جلد نکل چلو۔ میں تک تمہاری رہنمائی کروں گا۔"

اب ہمیں یقین ہو چکا تھا کہ وہ بھی ہماری طرح بے بس قیدی کی فکر میں ہے۔ ہم اس کے ساتھ تیزی سے چلتے ہوئے موٹر بوٹ کے پاس آئے۔ ہم نے اپنی اسٹین گنیں اٹھا لی تھیں۔ موٹر بوٹ پر پہنچ کر میں اس کے آلات اور میکنزم کو سمجھنے لگا۔ ہر بٹن کے نشانات یا الفاظ درج تھے۔ ایک سرخ بٹن سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"یہ بٹن کس لئے ہے؟"

ڈاکٹر نے جواب دیا۔ "ہیڈ کوارٹر سے یہاں آتے وقت میں نے اس سرخ بٹن کو خاص طور سے دیکھا۔ یہ بٹن اس وقت دبا ہوا تھا۔ اپنی اپنی سیٹ کو آرام دہ بنانا ہوتا ہے۔"

میں اور سونیا اگلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ہمارے بیٹھتے ہی ڈاکٹر نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"پہلے ایڑی ہو کر بیٹھ جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے سرخ بٹن کو دبا دیا۔ میں اور سونیا سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اچانک ہمیں اپنی پیٹھ میں چبھن کا احساس ہوا۔ وہ ایک پل کی بات تھی۔ اس کے بعد جیسے ہمارے احساسات مجھ میں نے چاہا کہ ہاتھ اٹھا کر ڈاکٹر کو پیچھے کی طرف دھکیل دوں لیکن ہاتھ نہیں اٹھ سکے۔ میرا تمام بدن سُن ہو گیا تھا۔ ہاتھ پاؤں ہلانا تو بہت ہے میں پلکیں تک نہیں جھپک سکتا تھا۔

شاید سونیا کی بھی یہی حالت ہو گی۔ ایسی عجیب سی مجبوری تھی میں گھما کر اسے دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس وقت صرف دو باتیں ایسی تھیں جن سے مجھے اپنی زندگی کا پتہ چل رہا تھا۔ ایک تو بہت آہستہ آہستہ چلتی ہوئی رات کے سناٹے کو دیکھتے رہو۔ تم ایک جگہ ساکت بیٹھے بہت سوچ سکتے ہو۔ مگر کسی سوچ پر عمل نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ جسمانی طور پر مفلوج ہو۔"

واقعی میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کس طرح حرکت کروں۔ انسان یوں بھی منجمد ہوتا ہے۔ یہ اس وقت تجربہ ہو رہا تھا۔ وہ دبلا ڈاکٹر شیطان ہمارے سامنے فوڈ اسکرین کے اس پار آ کر بیٹھ گیا۔

"ہی ہی ہی ہی۔ یہ کتنی انگلیاں ہیں؟"

وہ میرے سامنے اپنی انگلیاں نچانے لگا۔ اس کی اس حرکت پر غصہ آنا چاہیے تھا لیکن میں غصہ، نفرت یا انتقامی جذبوں سے خالی ہو گیا تھا۔ میرا ذہن بالکل پُرسکون تھا۔ ایک ننھے بچے کی اپنے سامنے کی ہر چیز کو جذبات و احساسات کے بغیر دیکھ رہا تھا۔ میں بالکل خالی ہو گیا تھا۔ بس اتنا تھا کہ کان سُن سے تھے آنکھ دیکھ رہی تھی اور دماغ سوچ رہا تھا مگر اپنی سوچ کا کوئی گہرا تاثر نہیں چھوڑ رہا تھا۔ پھر وہ ڈاکٹر شیطان میرے سامنے سے ہٹ گیا۔ وہ میرے بائیں طرف گھوم کر نہیں دیکھ سکا۔

تھوڑی دیر بعد سامنے اس کا چہرہ نظر آیا۔ اس نے میرے گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"چلو بیٹے! تمہاری میڈم پچھلی سیٹ پر پہنچ گئی ہے تم بھی وہیں جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک بٹن کو دبایا۔ میری سیٹ کی پشت پیچھے کی طرف جھک گئی۔ میں بھی اسی طرف لٹ گیا۔ وہ میری بغلوں میں ہاتھ ڈال کر پچھلی سیٹ پر بٹھانے لگا۔ میں اس کے لئے بہت وزنی تھا۔ وہ دشواریوں سے مجھے گھسیٹ رہا تھا۔ اس کے ہانپنے اور گالیاں دینے کی آواز میرے کانوں میں پہنچ رہی تھی۔ آخر کار اس نے مجھے پچھلی سیٹ پر کسی نہ کسی طرح بٹھا ہی دیا۔ اس طرح بٹھایا کہ میں بائیں کروٹ بے حس پڑا سونیا کو دیکھتا رہا۔ سونیا کا رُخ بھی میری طرف تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ایک دوسرے کو پہچان رہے تھے مگر شناسائی کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔

"ہا ہا ہا!" مجھے ڈاکٹر شیطان کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"دشمنوں کو زیر کرنے کے لئے ہتھیار ضروری نہیں ہوتے صرف عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرے تمام ماتحت اسٹین گن، مشین گن اور نجانے کیسی کیسی گنیں لے پھرتے ہیں اور اب بھی وہ تمام بے وقوف تم دونوں کو تلاش کر رہے ہوں گے۔ اچھا ہے انھیں کوشش کرنے دو۔ جب وفا کا مارا ہوا کر ہیڈ کوارٹر واپس آئیں گے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ میں نے تنہا تم دونوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ ایسی ہی دلچسپ تفریح کیا کرتا ہوں اور اس طرح انھیں احساسِ کمتری میں مبتلا بھی کر دیتا ہوں کہ وہ مسلح ہو کر بھی میرے سامنے چوہوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔"

اس کی آواز انجن کے شور میں دب گئی۔ وہ موٹر بوٹ کو اسٹارٹ کرنے کے بعد سمندر میں لے جا رہا تھا۔ وہ بڑا ہی تفریح پسند دشمن تھا۔ اس نے ہمارے ہاتھوں کے پاس ہماری اسٹین گنیں رکھ دی تھیں۔ یعنی ہمارا مذاق اڑا رہا تھا کہ ہم اس ہتھیار کو چھو بھی نہیں سکتے۔ کیا ہو گیا تھا ہمیں؟ ہم اس طرح مُردہ کیوں ہو گئے تھے؟ میں نے دماغ پر زور ڈال کر سوچا تو کچھ یاد آیا کہ میری پیٹھ میں ایک سوئی جیسی کوئی چیز چبھی تھی اس کے بعد ہی میں بالکل ساکت ہو گیا تھا۔

اب کیا ہو سکتا تھا؟ اب میں کیا کر سکتا تھا؟ میری جان پر کھیل جانے والی..... جان حیات میری نگاہوں کے سامنے اتنی قریب تھی کہ جب موٹر بوٹ اچانک ٹرن لیتی تو ہمارے سر ٹکرا جاتے تھے۔ لیکن ہم اپنی مرضی سے ایک دوسرے کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتے تھے۔ بس پلکیں جھپکائے بغیر ایک دوسرے کو یوں دیکھے جا رہے تھے جیسے پہلی مرتبہ عشقیہ انداز میں آنکھیں لڑا رہے ہوں۔ جب میں زبان نہ ہلا سکا تو سوچ کے ذریعہ اسے پکارا۔

"سونیا! سونیا کیا تم میرے دل کی آواز سُن سکتی ہو؟"

مگروں کی آواز تو صرف شاعری میں سُنی جا سکتی ہے اور دماغ کی آواز ٹیلی پیتھی کے علم میں سُنی جاتی ہے۔ ہائے میری ٹیلی پیتھی۔ میں کسمسا کر دوبارہ وہ صلاحیت پیدا کروں جو ایسے وقت میں بیکار ہو جاتا ہے۔ سوچ کے ذریعہ سونیا سے باتیں کرتا اور اسی سوچ کے ذریعے اس موٹر بوٹ کو ڈرائیو کرنے والے ڈاکٹر شیطان کا بھی کباڑا کر دیتا۔ ٹیلی پیتھی کا علم بھی کتنا عجیب و غریب ہوتا ہے۔ بعض اوقات مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ میں اس علم کا ماہر تھا۔ لیکن اب یقین کرنے یا نہ کرنے سے میرا

کچھ بھلا نہیں ہو سکتا تھا۔

دوسرا جزیرہ جہاں ہیڈ کوارٹر تھا وہ زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ وہ جلد ہی اس جزیرے کے ساحل پر پہنچ گیا۔ کوسٹ گارڈز ہاتھوں میں رائفلیں لئے کھڑے تھے۔ انھوں نے ڈاکٹر شیطان کو دیکھتے ہی فوجی انداز میں سیلوٹ کیا۔ ڈاکٹر نے انجن بند کرنے کے بعد کہا۔

"ان دونوں کو کانفیسنگ ہال میں پہنچاؤ۔ یہ اپنے پیروں پر نہیں چل سکیں گے۔ ان کے لئے اسٹریچر لے آؤ۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اس کے حکم کے مطابق دو اسٹریچر آ گئے۔ کوسٹ گارڈز مقامی لوگ تھے۔ میری جسامت کے مقابلے میں چوہے لگتے تھے۔ چھ آدمیوں نے مل کر بڑی مشکل سے مجھے اٹھایا اور اسٹریچر پر لاکر پٹخ دیا۔ یونیا کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا مگر پٹخنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم تکلیف کے احساسات سے عاری تھے۔ وہ ہمیں اٹھا کر لے جانے لگے۔ پتہ نہیں وہ ہمیں کہاں لے جا رہے تھے۔ ہمیں راستے اور منزل کا پتہ نہیں تھا کیونکہ چاروں شانے چت لیٹنے کے بعد صرف آسمان کے ستارے نظر آ رہے تھے اور میں تارے گننے کے موڈ میں نہیں تھا اس لئے چپ چاپ پڑا ہوا تھا۔

پتہ نہیں کتنی دیر تک ہم دوسروں کے کاندھوں پر سفر کرتے رہے پھر ہمیں ایک بڑے سے ہال میں پہنچا دیا گیا۔ ہال کی تیز روشنی سے میری آنکھیں چندھیانے لگیں۔ آئی لینس کی وجہ سے مجھے تکلیف ہو رہی تھی۔ جب اسٹریچر زمین پر رکھ دیا گیا تو مجھے ڈاکٹر شیطان کی آواز سنائی دی۔ میں اس چالاک مسخرے کا نام نہیں جانتا تھا جو اسمگلروں کا سرغنہ تھا لہٰذا اسے ڈاکٹر شیطان ہی کہوں گا۔ وہ اپنے ایک آدمی سے کہہ رہا تھا۔

"روشنی میں اس آدمی کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ اس کی آنکھوں سے آئی لینس نکال دو۔ مگر ذرا احتیاط سے۔"

اس کا حکم سن کر کوئی میرے قریب آیا تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ کوئی انگریز تھا اور بہت تجربہ کار تھا۔ اس نے بڑی مہارت سے آئی لینس کو میری آنکھوں سے نکال لیا۔ اتنی مہارت کے باوجود میری آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ شاید میری آنکھوں کو تکلیف پہنچی تھی جسے اس وقت میں محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بعد ہمیں سہارا دے کر بٹھا دیا گیا۔ میرے دونوں ہاتھ گھٹنوں سے نیچے لے جا کر رسّی سے باندھ دیئے گئے۔ پھر دونوں پاؤں باندھے گئے۔ پھر اسی رسّی کو میرے جسم کے اطراف لپیٹ کر مجھے اچھی طرح جکڑ دیا گیا۔

جب میں بالکل بے بس ہو گیا تو وہی انگریز ایک سرنج لے کر آیا۔ پھر اس کی سوئی میرے بازو میں انجکٹ کر دی گئی۔ چند ہی لمحوں کے بعد مجھے محسوس ہونے لگا کہ میرے جسم میں جان آ رہی ہے۔ میں بلکیں جھپکنے لگا اس بُری طرح بندھا ہوا تھا کہ اس سے ٹس سے مس نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے باوجود انگلیاں آزاد تھیں جو آسانی سے حرکت کر سکتی تھیں لیکن میں اس طرح بندھا ہوا تھا کہ میرے ہاتھ پشت پر رسّی کی گرہ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ میں نے گردن گھما کر دیکھا تو سونیا کو بھی اسی طرح باندھ دیا گیا تھا۔ انھیں بھی انجکشن لگایا گیا تھا۔ میں نے اسے بلکیں جھپکتے دیکھا۔

"مسٹر اینڈ مسز!" ڈاکٹر شیطان نے ہمیں مخاطب کیا۔ وہ کرسی پر بیٹھا سگار کا کش لے رہا تھا۔ جب وہ قیدی ڈاکٹر کی حیثیت سے ہمارے سامنے لایا گیا تھا اس وقت بہت ہی کمزور اور بے ضرر سا نظر آ رہا تھا مگر اب وہ آرام سے بیٹھا ہوا سگار کا کش لیتے ہوئے گولڈن فریم والا چشمہ پہنے ہوئے بہت ہی ذہین اور باوقار نظر آ رہا تھا۔ اس کی طاقت کا اندازہ اسی طرح ہو سکتا تھا کہ وہ نہتا بیٹھا ہوا تھا اور تمام مسلح افراد اس کے تابعدار تھے۔ اس نے، ہمیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"مسٹر اینڈ مسز میں تم دونوں کو کس نام سے مخاطب کروں میں اور سونیا ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اس نے بڑے لہجے میں کہا۔

"میں اپنے سوال کے جواب میں تاخیر پسند نہیں کرتا۔ ایک بار ذہن نشین کر لو کہ سچ بول کر دوست بن سکتے ہو۔ جھوٹوں کو میں جہنم پہنچا دیتا ہوں۔ بولو اب میرے سوال کا جواب دو۔"

میں نے جواب دیا۔ "میرا نام فرہاد ہے اور یہ میری والدہ سونیا ہے۔"

"تم دونوں کہاں سے آئے ہو؟"

"ہم جزیرہ کوائی سے آئے ہیں۔ ہم کہاں سے آئے اور اس جزیرے میں کیسے پہنچے۔ پھر وہاں سے کس طرح فرار ہوئے، یہ ایک لمبی تکلیف دہ والی داستان ہے۔"

"میں تھکنے والا انسان نہیں ہوں۔" ڈاکٹر شیطان نے کہا۔ "داستان سناؤ۔ میں تمہارے سچ اور جھوٹ کو پرکھنا چاہتا ہوں۔"

میں اسے اس وقت سے اپنی داستان سنانے لگا جب میں نیا جنم لیا تھا۔ یعنی ماضی کو بھول کر ایک نئی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ نے اب تک کے تمام واقعات من و عن سنا دیئے۔ صرف تھوڑے جھوٹ کا اضافہ کیا کہ اسی جزیرہ کوائی میں سونیا سے میری شادی ہو تھی۔ اس برفیلے کیس کا ذکر نہیں کیا جس میں بلیک میلنگ کا مواد کر رکھا گیا تھا۔ میری باتیں سننے کے بعد اس نے کہا۔

"تم بہت گہرے آدمی ہو۔ اپنی اصلیت کو چھپانے کے لئے تم یادداشت گم ہونے کا خوبصورت بہانہ کیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ تم ہو مگر میں بھی احمق نہیں ہوں۔ یہ کسی صورت میں تسلیم نہیں کر سکتا اپنا ماضی بھول چکے ہو۔"

میں نے کہا۔ "میں تمہیں یقین نہیں دلا سکتا۔ بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ مجھے کوئی بات نہیں چھپانی ہے۔"

اس نے سگار کا ایک کش لیا۔ پھر دھواں چھوڑنے کے بعد

میں بفرضِ محال یقین کر لوں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ کی اتنی زبردست تنظیم کا سربراہ تم سے بے حد خائف تھا۔ تمہیں بے کار بنانے کے لئے اس نے ذہنی جھٹکے پہنچاتے ہیں۔ تمھاری سکتی ہے کہ تم اس تنظیم کیلئے کس حیثیت سے خطرناک تھے۔"

وہ سونیا کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ میں جزیرہ کوائی میں پیدا ہوئی اور وہیں جوان ہوئی۔ وہاں کے سپرنٹنڈنٹ کے حکم کے پابند ہیں۔ اس کے حکم سے میرے باپ سے میری شادی کر دی۔ شادی سے پہلے فرہاد میرے لئے اجنبی ہی کے بعد مجھے پتہ چلا کہ یہ اپنا ماضی بھول چکا ہے۔"

ہوں۔" اس نے غرا کر کہا۔ "تم دونوں سیدھی طرح نہیں اگلو ماضی یاد دلانا ہی ہوگا۔" اس نے اپنے آدمیوں کو ہاتھ کا اشارہ کرتے کہا۔ "انھیں لٹکا دو۔"

میں نے سر اٹھا کر چھت کی طرف دیکھا۔ وہاں ذرا دور دور پر رسّیاں نظر آ رہی تھیں۔ دو مقامی باشندے پٹ سن کا مضبوط بوریا پھر ایک بوڑے میں مجھے اور دوسرے میں سونیا کو اٹھا کر اُن لٹکنے لگے۔ ایسے مجبور تو ہم کبھی نہیں ہوئے تھے مگر آزادی کے لئے کوئی راستہ نہ تھا۔ رسّیوں کی بندش میں ہم ذرا سی بھی حرکت سکتے تھے۔ اس پر ستم یہ کہ پٹ سن کے کھردرے بوروں کی..... ہمیں چبھ دیا گیا تھا۔ صرف آنکھوں کے سامنے اس بوریے میں تھے جو سانس لینے کے لئے بنا دیئے گئے تھے۔ اس کے باوجود تنگ قید خانہ میں بڑی گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔

پھر مجھے محسوس ہوا کہ میں فضا میں اوپر اٹھ رہا ہوں۔ میں نے آنکھیں سوراخ کے باہر دیکھا۔ صرف سامنے ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ بالکل نیچے کی طرف جا رہا تھا۔ یعنی میں اوپر چھت کی طرف جا رہا تھا چھت اور فرش کے درمیان ٹھہر کر گھومنے لگا۔ شاید سونیا کے ساتھ ایسا ہو رہا تھا۔ اب مجھے دروازے کا درمیانی حصہ اور آس پاس کی دیواریں نظر آ رہی تھیں۔ ڈاکٹر شیطان نے وہاں پہنچ کر بوریے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں بہت آہستہ آہستہ بڑی سہولت سے اذیتیں پہنچاتا ہوں۔ تم ابھی اسی طرح الٹکڑوں بیٹھے بیٹھے مُردوں کی طرح اکڑ جاؤ گے مگر میرے سامنے لئے زندہ رہو گے۔"

یہ کہنے کے بعد وہ دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ اس کے پیچھے مسلح نوجوان لالٹین لیمپ اٹھا کر باہر گئے اور دروازے کو بند کر دیا۔ ہال میں بالکل گھُپ اندھیرا چھا گیا۔ اُف! اُس وقت کے احساسات میں کچھ بیان نہیں کر سکتے۔ میں اپنی زندگی کے بہت مشکل تجربے سے گزر رہی ہوں۔ آج پتہ چلا کہ ایسے مقام پر حوصلے کس طرح پست ہو جاتے ہیں۔ اب میں ان سے سچ کہہ دوں گی۔"

ہم بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور ایک دوسرے کی ہو جوگی چاروں طرف سے بند کر دیا گیا ہے۔ مُردے پھر بھی خوش نصیب ہوتے ہوتے ہیں کہ اُن کے ہاتھ پاؤں سیدھے ہوتے ہیں۔ ہمارے تو ہاتھ پاؤں لپیٹ کر رکھ دیئے گئے تھے۔ اگر رسّیاں کھُل جاتیں تب بھی اس بند تھیلے میں ہاتھ پاؤں سیدھے کرنے کی گنجائش نہ نکلتی۔

"فرہاد!" قبر کی اس تاریکی میں سونیا کی لرزتی ہوئی کمزور سی آواز سنائی دی۔

"سونیا!" میں نے اسے پکارا۔ "جانِ فرہاد تم کہاں ہو؟"

"میں کیا بتاؤں فرہاد! بڑی گھٹن ہو رہی ہے۔ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہوں مگر دل بُری طرح گھبرا رہا ہے۔ یہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئے ہیں؟"

"بعض اوقات ایسی مصیبتیں نازل ہوتی ہیں جن کے متعلق انسان کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔ اب یہ سوچ کر غصہ بھی آتا ہے، حیرانی بھی ہوتی ہے کہ اس دُبلے پتلے ڈاکٹر نے کتنی آسانی سے ہمیں زیر کیا ہے۔"

"میرا سر چکرا رہا ہے۔ میں زیادہ دیر اس حالت میں نہیں رہ سکوں گی۔"

یوں تو میرا بھی سر چکرا رہا تھا۔ کمر بند، ہاتھ پاؤں بند، پورا جسم پٹ سن کے بورے میں بند۔ ایسی گرمی لگ رہی تھی کہ میں پسینے میں شرابور ہو گیا۔ ایسی حالت میں میں اندازہ لگا سکتا تھا کہ سونیا کا کیا حال ہوگا۔ کچھ بھی ہو وہ آخر ایک عورت ہے۔ اس لئے وہ دلیر ہونے کے باوجود اپنی فطرت سے مجبور تھی۔ میں نے اسے تسلی دی۔

"سونیا! ذرا ہمت سے کام لو۔ اس بار وہ کمرے میں آئیں گے تو میں کوئی چال چلوں گا۔"

میں نے محض اسے تسلی دی تھی۔ میرے ذہن میں کوئی تدبیر نہیں تھی کہ اگر وہاں کوئی آیا تو میں یوں بے دست و پا ہو کر کیا کر سکوں گا۔ سونیا نے کہا۔

"وہ لوگ میرے آہنی پنجے نکال کر لے گئے ہیں ورنہ میں اپنے ناخنوں سے رسّی اور تھیلے کو کاٹنے کی کوشش کرتی۔"

"کوئی بات نہیں میری جان! جب وہ دُبلا پتلا شیطان ہتھا ہو کر ہمیں زیر کر سکتا ہے تو ہمارے پاس بھی عقل ہے۔ اس وقت یہی بات میری سمجھ میں آ رہی ہے کہ میں اپنے ماضی کے متعلق ڈاکٹر کو سچ سچ بتا دوں بلکہ تم بتا دو کیونکہ مجھے تو کچھ یاد نہیں ہے۔ تم جس حد تک جانتی ہو اُس حد تک سچ کہہ دو گی تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں اس مصیبت سے نجات مل جائے۔"

"واقعی ایسی اذیت پہنچائی جا رہی ہے کہ جس کی تکلیف ہم بیان نہیں کر سکتے۔ میں اپنی زندگی کے بہت مشکل تجربے سے گزر رہی ہوں۔ آج پتہ چلا کہ ایسے مقام پر حوصلے کس طرح پست ہو جاتے ہیں۔ اب میں ان سے سچ کہہ دوں گی۔"

کو سمجھ کر اپنے اندر حوصلہ پیدا کرتے رہے۔ میرے اندازے کے مطابق دن نکل چکا تھا۔ مگر بال میں اسی طرح رات کی سی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ہمارے آگے دن اور رات کا فرق مٹ چکا تھا۔ پتہ نہیں کتنا وقت گزرنے کے بعد دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھلنے کے بعد تازہ ہوا کے جھونکے بھی آئے اور دن کی روشنی بھی محسوس ہوئی۔ ڈاکٹر شیطان اپنے چار آدمیوں کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے میرے تھیلے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"زندہ ہو یا مر گئے ہے؟"

میں نے کہا۔ "ابھی تو تم سے اچھی طرح محبت کرتا ہے! اتنی جلدی نہیں مروں گا۔"

"شاباش! زندہ دل ہو۔ میں بولڈ مین کی رپورٹ سن کر یہاں آیا ہوں۔ اس کا بیان ہے کہ سونیا اینٹی ڈارک لینس کے بغیر اندھیرے میں صحیح فائرنگ کرتی ہے۔ بولڈ مین کا بیان ذرا احمقانہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تمہاری عورت نے اس کا رومال ہاتھ میں لیتے ہی اندھیرے میں دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ میں ایسی احمقانہ باتوں پر یقین نہیں کرتا مگر ثبوت موجود ہے کہ اس نے اندھیرے میں سیٹی فائرنگ کی اور بولڈ مین جیسے ناقابل شکست انسان کو بے کار بنا دیا۔"

مجھے سونیا کی کمزور سی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر۔ اب میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ ساری باتیں سچ سچ کہہ دوں گی۔ فار گاڈ سیک پہلے مجھے اس مصیبت سے نجات دلاؤ۔"

"دیری گڈ! میرا تجربہ ہے کہ عورت اتنی سی اذیتیں اٹھانے کے بعد سچ بولنا سیکھ جاتی ہے۔ میں تمہارا بیان سننے کے لئے صرف تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ تم نے سچ کہا ہے تو پھر تمہارے مرد کو بھی آزاد کر دیا جائے گا۔"

اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ سونیا کے تھیلے کو نیچے اتارا جائے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ سونیا کو نجات پاتے دیکھ کر میرے ذہن کا بوجھ اتر گیا۔ اب میں مردانہ وار اپنی اذیتوں سے گزر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر شیطان کی آواز آئی۔

"اسے چت لٹا کر ہاتھ پاؤں سیدھے کر دو۔"

چند لمحوں بعد مجھے سونیا کے کراہنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ نہ جانے ہم کتنی دیر سے بندھے ہوئے تھے۔ ہاتھ پاؤں کا اکڑ جانا یقینی تھا۔ میں نے سونیا کو آواز دی۔

"سونیا! اگر تم آزاد ہو چکی ہو تو میری نگاہوں کے سامنے آ جاؤ۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں نے برسوں تمہیں نہیں دیکھا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہونے اور چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی تو میرے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ میں نے تنگ قید خانے کے سوراخوں سے دیکھا۔ وہ میرے تھیلے کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ ڈاکٹر شیطان نے کہا۔

"تم دونوں پکے عاشق معلوم ہوتے ہو مگر میں عشقیہ ڈرامہ کو موڈ میں نہیں ہوں۔ سونیا تم میرے ساتھ چل کر تنہائی میں بیان دو۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر جانے لگا۔ سونیا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ٹھہرو ڈاکٹر! اگر تم چاہتے ہو کہ میرے بیان میں ایک لفظ بھی جھوٹ نہ ہو تو میری ایک خواہش پوری کر دو۔"

"اگر تمہاری کسی خواہش سے میرا کوئی نقصان نہیں ہوگا تو پوری کر دی جائے گی۔"

"میں فرہاد کو اس مصیبت میں تو دیکھ سکتی ہوں مگر اندھیرے میں نہیں دیکھ سکتی۔ میری اتنی سی خواہش ہے کہ اس کے لئے یہاں ایک موم بتی روشن کر دو۔"

میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ کیسی ذہین اور فریب کار عورت میرے حصے میں آئی تھی۔ جو بات میں بھول جاتا تھا وہ اسے یاد رہتی تھی۔ آزمائشی مرحلوں میں ہمیشہ حاضر دماغی سے کام لیتی رہی۔ اپنی ساری زندگی میں ایسی عورت نہیں دیکھی جو دلیر بے باک ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین بھی ہو۔ ڈاکٹر نے کہا۔

"اچھی بات ہے یہاں ایک کیروسین لیمپ رکھ دیا جائے۔"

سونیا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں اپنے مرد کے مزاج کے مطابق تواضع کرنا چاہتی ہوں۔ فرہاد کو موم بتی کی ہلکی روشنی پسند ہے۔ تم عورت کے جذبوں کو نہیں سمجھ سکتے کہ وہ اپنے مرد کو کس طرح سمجھتی ہے۔ وہ ہر حال میں اس کے مزاج کے مطابق عمل کرنا چاہتی ہے۔"

ڈاکٹر شیطان نے بیزار ہو کر کہا۔

"اچھا اچھا یہاں موم بتی روشن کر دی جائے گی تم تو میرا دماغ چاٹ گئی ہو۔"

"نہیں ڈاکٹر تم میرے سچ بولنے کی قیمت یہاں میرے سارے چکا دو۔ جہاں میں کھڑی ہوئی ہوں ٹھیک اسی جگہ ایک اونچے پر میں اپنے ہاتھوں سے یہاں موم بتی روشن کر کے جاؤں گی۔"

ڈاکٹر ہماری حقیقت معلوم کرنے کے لیے بے چین تھا۔ اس نے سونیا کی خواہش کا احترام کیا۔ ایک اونچا سا لکڑی کا اسٹینڈ منگوا کر لاکر رکھا گیا۔ سونیا نے ایک کنگ سائز موم بتی اپنے ہاتھوں سے اس پر وہاں رکھی۔ پھر میری طرف دیکھ کر کہا۔

"میں ڈاکٹر سے سچ بولنے جا رہی ہوں۔ تم بھی اس شمع کی لو کو دیکھ کر اپنی سچائی تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

اس نے کیسی معنی خیز بات کی تھی۔ اتنی اذیتوں کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ وہ ڈاکٹر اور اس کے آدمیوں کے ساتھ باہر چلی گئی۔ دروازہ بھی باہر سے بند کر دیا گیا۔ اب اس قید خانے میں صرف وہ شمع تھی۔ اس وقت ایک شعر یاد آ گیا۔

رُخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں

اُدھر جاتا ہے دیکھو یا اِدھر پروانہ آتا ہے

دل والے پروانے تو رُخِ روشن کی طرف ہی جاتے ہیں اور میں دماغ والا پروانہ تھا۔ میرا دماغ ماضی میں شمع کی لو کی طرف جھٹکتا رہا تھا۔ جھٹکنا میں نے غلط کہا۔ کیونکہ میری نگاہیں شمع کی لو پر مرکوز ہو گئی تھیں اور جب دل و دماغ اور آنکھیں ایک مرکز پہ ٹھہر جائیں تو اسے جھٹکنا نہیں کہتے۔ کوئی دانستہ شمع کو دیکھتا ہے۔ نہ جانے کیا بات ہے کہ میں بے اختیار دیکھتا چلا جاتا تھا۔ میری نگاہیں آپ ہی آپ اس ننھی سی لو سے یا اپنے پرانے رشتے سے لپٹ گئی تھیں۔

پہلے چند لمحوں تک میں بالکل ہی خالی الذہن ہو گیا تھا۔ صرف اتنا محسوس کیا کہ دل اور دماغ ایک نامعلوم شناسائی کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔ پھر اس شمع کی لو سے نہ جانے کیسے کیسے رنگ بکھرنے لگے۔ ہر رنگ کا اپنا ایک مزاج تھا اور میں اس طرح بکھرے ماضی کے بکھرے ہوئے مزاج کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ میرے اندر ایک ہیجان سا پیدا ہوتا تھا مگر میرا دماغ جو ایک مرکز پر ٹھہر جانے کا عادی تھا اس کی وجہ سے وہ ہیجان ختم ہو جاتا تھا۔

آ میرے ماضی۔ آواپس آ جا۔ میرے بچھڑے ہوئے رشتو تم کہاں ہو؟

اگر میں مومن ہوں تو میرا ایمان میرے دل و دماغ سے کہاں نکل گیا، اگر میرے ایمان میں ذرا بھی صداقت ہے تو اس صداقت کے ساتھ لوٹ آ میرے ماضی اب آ بھی جا....

میں سوچتے سوچتے ٹھہر گیا۔ میرا دماغ اک دم سے چپ ہو گیا۔ پھر دوسرے لمحے محسوس ہونے لگا کہ میرے چاروں طرف آندھیاں سی چل رہی ہیں۔ طوفانی ہوائیں سائیں سائیں کر کے گزر رہی ہیں۔ اس تاریکی میں اور تیز ہواؤں میں صرف ایک ننھی سی لو روشن ہے اور ہواؤں کے طوفانی شور میں دور سے کوئی صدا سنائی دے رہی ہے۔

وہ کیسی صدا ہے؟ یہ کوئی مؤذن ہے۔ دل میں اترنے والی ایک آواز کے ساتھ اللہ کی تکبیر بیان کر رہا ہے۔ یہ آواز ہر مسلمان سنتا ہے لیکن وہ تکبیر اس لئے یاد نہیں رہتی کہ جب پہلی بار اللہ اکبر کی آواز کان میں آتی ہے تو وہ بالکل نوزائیدہ ہوتا ہے لیکن ہر نوزائیدہ مسلمان کے کانوں میں یہ جو ایمان کا سحر پھونکا جاتا ہے تو وہ کہیں اس کے اندر موجود رہتا ہے۔ جسم کے اندر نہ ہو تو روح کے اندر ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو آج سے تیس برس پہلے جب میں نوزائیدہ تھا اور جو اذان میرے کانوں میں ٹپکائی گئی تھی وہ قطرہ قطرہ میرے پاس واپس نہ آتی۔

اور وہ واپس آ رہی تھی۔ وقت الٹے قدموں واپس آ رہا تھا۔ ایمان اپنی سلامتی کے ساتھ لوٹ رہا تھا۔ ماضی کے دریچے کھل رہے تھے۔ ننھے کانوں میں [illegible]

میں فرہاد علی تیمور واپس آ رہا ہوں۔

اے شمع

تیری عمر طبعی ہے ایک رات ——
ہنس کر گذار دیا اسے رو کر گزار دے۔

ہماری زندگی بھی شمع کی طرح جلتے جلتے ایک دن بجھ جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ چنگاری بھر زندگی خود کو تلاش کرتے کرتے گذر جاتی ہے اور میں تلاش کے مرحلے سے گزر رہا تھا۔ میرے سامنے وہ شمع روشن تھی اور اس کی ننھی سی روشنی میری زندگی کے ایک تاریک حصے کو منور کر رہی تھی۔

بہت آہستہ آہستہ میرے ذہن کے دریچے کھلے اور کچھ چہرے جھانک رہے تھے جنہیں میں پہچان رہا تھا۔ کبھی چچا جان کی صورت جھلکتی تھی، کبھی وہ ظالم بھی نظر آتی تھی جسے میں نے سوئچ کے ذریعہ زہر کا پیالہ پینے پہ مجبور کیا تھا۔ پھر بھرپور جان کا تمتماتا ہوا پرنور چہرہ دکھائی دیا۔ وہ اپنی باہیں پھیلا کر مجھے اپنی آغوش میں بلا رہی تھیں۔

میری نگاہوں کے سامنے وہ تمام مناظر گذر رہے تھے جو کبھی بھرپور جان اور کبھی نوزینہ کے ساتھ پیش آئے تھے۔ اس تسلسل سے میں اس دور میں پہنچ گیا جب میں شمع بینی کی مشق کر رہا تھا اور اپنی سوچ کو ایک مرکز پر لا کر رکھنے کا عادی ہو گیا تھا۔ پھر شمال کی طرف سے چلنے والی مقناطیسی ہوائیں میری سوچ کو اپنی دوش پر لے کر اڑنے لگیں۔ مجھے انسانی دماغوں کے اندھیروں تک پہنچانے لگیں۔ زندگی میں سب سے پہلے میں نے جس کے ذہن میں جھانک کر دیکھا تھا وہ نوزینہ تھی اس دان نے مجھے بتایا کہ کسی کی سوچ تک اور کسی کے دماغ تک کس طرح پہنچا جاتا ہے۔ ذرا ٹھہر ٹھہر کر میرے لئے راہیں ہموار ہوتی جا رہی تھیں۔

بہت سا وقت گزر چکا تھا۔ وہ کنگ سائز کی موم بتی اپنے اختتام کو پہنچ رہی تھی اور میں اپنی منزل تک پہنچ چکا تھا۔ میں نے آزمائشی طور پر سونیا کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی ہے۔ جہاں وہ بیٹھی ہے وہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے۔ آس پاس کوئی نہیں ہے۔ اور وہ خاموش بیٹھی ہے اور اس کا دماغ سوچ رہا ہے۔

"اتنی دیر ہو چکی ہے۔ پتہ نہیں فرہاد کو شمع بینی کے مرحلے میں کامیابی ہو گی یا نہیں؟ اب تو موم بتی بھی ختم ہو چکی ہو گی۔"

میں سونیا کی سوچ کے لہجے کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس کے باوجود میرے دل میں سوال پیدا ہو گیا کہ میں واقعی سونیا کی سوچ پڑھ رہا ہوں۔ یا یہ سب کچھ میرے ذہن کی اختراع ہے کہ میں اپنے طور پر اپنی ذہانت کی آنکھوں سے اسے یہ سب کرتے میں بیٹھا دیکھ رہا ہوں۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے میں نے سونیا کے ذہن میں جھانک کر کہا۔

"اُف میں کتنی دیر سے بیٹھی ہوئی ہوں مجھے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھنا چاہیئے۔"

اس کے دماغ میں یہ سوچ آتے ہی وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آرام کرنے لگی۔ میں بے اختیار مسکرانے لگا۔ اتنی زبردست کامیابی کے بعد مارے خوشی کے کامیابی کا یقین نہیں ہو رہا تھا۔ میں ابھی اپنی صلاحیتوں کو سمجھ اور آزمانے کے بعد سونیا کو یہ خوشخبری سنانا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس وقت میں نے ایک چور کی طرح اس کے ذہن میں جھانک کر دیکھا اور اس کی سوچ میں کہا۔

"خاموش رہنے سے بہتر ہے کہ میں اپنے اور ڈاکٹر شیطان کے درمیان ہونے والی گفتگو کا تجزیہ کرتی رہوں۔ مجھے شروع سے سوچنا چاہیئے کہ جب میں فرہاد کے سامنے ایک موم بتی روشن کر کے ڈاکٹر شیطان کے ساتھ یہاں آئی تو.....

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی تاکہ اس کے بعد وہ بے اختیار سوچتی چلی جائے۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ اس نے ادھوری بات کے تسلسل سے سوچا۔

"تو ڈاکٹر شیطان یہاں تنہائی میں بیٹھ کر مجھ سے کہنے لگا کہ میں وقت ضائع کئے بغیر سچائی سے سب کچھ بتا دوں۔ اس نے پہلا سوال کیا۔ "تم ایٹمی ڈارک ایسنس کے بغیر اندھیرے میں کیسے دیکھ لیتی ہو؟"

اب چونکہ مجھے کوئی بات نہیں چھپانی تھی اس لئے میں نے جواب دیا۔

"مجھ میں جانوروں کی طرح سونگھنے کی حس ہے۔ یہ حس اتنی تیز ہے کہ ایک بار کسی انسان کی بُو سونگھنے کے بعد اس سے میلوں دور جا کر بھی شناخت کر سکتی ہوں کہ وہ کس سمت میں ہے۔"

"تم ناقابلِ یقین بات کہہ رہی ہو۔ کیا جھوٹ بول کر پھر دھوکہ دینا چاہتی ہو؟"

"ڈاکٹر تمہیں میری بات کا یقین کرنا چاہیئے۔ بولڈ میں نے تمہیں بتایا ہے کہ اس نے اپنا رومال ایک جگہ رکھ دیا تھا۔ اب آپ خود سوچئے کہ اس رومال کو اٹھانے کے بعد میں نے اندھیرے میں کس طرح اس کا صحیح نشانہ لیا تھا؟ میرے لئے بالکل آسان سی بات تھی۔ آدمی جو پسینہ بہاتا ہے اور اپنا پسینہ پونچھنے کے لئے جو رومال استعمال کرتا ہے ان تمام چیزوں میں اس کے بدن کی بُو رچ بس جاتی ہے۔ میں اندھیرے میں دیکھ نہیں رہی تھی بلکہ بُو سونگھ رہی تھی۔ تاریکی میں اس کی بُو جس طرف جاتی تھی میں اسی طرف رُخ کر کے اسے چیلنج کرتی تھی اور اسے بتا دیتی تھی کہ اس وقت وہ کہاں ہے۔ پہلے میں نے اسے سمجھایا کہ وہ اپنا ہتھیار پھینک دے۔ جب اس نے میرا حکم ماننے سے انکار کر دیا تب مجبوراً مجھے فائر کرنا پڑا۔"

ڈاکٹر شیطان حیرت سے منہ کھولے میرا منہ تک رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔

"تم عملی طور پر ابھی اس کا ثبوت دے سکتی ہو؟"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"سائنٹ کو کیا آئیڈیا ہے۔ بولو کس طرح ثبوت چاہتے ہو؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"میں کمرے سے باہر جا رہا ہوں۔ اگر تم میری بُو سونگھ کر آ سکتی ہو تو اس جگہ چلی آنا جہاں میں پہنچنے کے بعد ہی یہاں آؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میرے اندازے کے مطابق تین گھنٹے گذر چکے تھے۔ اب میں یہاں کب تک اس کا انتظار کرتی رہوں گی۔ فرہاد کے سامنے موم بتی بجھ گئی ہوگی۔ مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ مجھے وہاں ایک فاصلہ موم بتی کا انتظام کر کے آنا چاہیئے تھا۔ اب میں کیا کروں؟ اس طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ اب کچھ کر گزرنا ہوگا۔

اب وہ بڑی تیزی سے سوچ رہی تھی کہ وہ کیا کر سکتی ہے میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

"میں کیا کر سکتی ہوں؟" انھوں نے میرے آہنی پنجے نکال کر رکھ دیئے ہیں۔ یہاں تمام لوگ مسلح ہیں۔ میں نہتا کچھ نہیں کر سکتی۔"

میری اس سوچ نے اسے ٹھنڈا کر دیا۔ وہ بڑے جوشیلے انداز میں اُٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ میں نے بے بسی کا احساس دلایا تو وہ پھر کرسی پہ بیٹھ گئی۔ اب خود اس کا ذہن سوچ رہا تھا

"اگر میں ضد میں آ کر کچھ کر بیٹھوں گی تو فرہاد کو نقصان پہنچے گا۔ وہ ایک جگہ بندھا ہوا ہے۔ ہاں اگر وہ کسی طرح آزاد ہو جائے تو پھر ہم اپنے بچاؤ کے لئے کچھ کر سکیں گے۔"

جیلوپاری میرے لئے بہت پریشان تھی۔ میں اس کی ذہانت کو آزمانا چاہتا تھا کہ ایسی مجبوری کی حالت میں وہ کیا کر سکتی ہے؟ میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا تو وہ تھوڑی دیر سوچتی رہی۔

"میں فرہاد کو لڑائی بھڑکنے کے ذریعہ آزاد نہیں کرا سکتی۔ کیوں نہ میں ڈاکٹر شیطان سے درخواست کروں کہ وہ فرہاد کے پاس ایک موم بتی اور پہنچا دے۔ بس اب تو یہی ایک راستہ نظر آتا ہے۔ نہ جانے کیوں میرا دل یقین سے کہتا ہے کہ فرہاد شمع بینی کے ذریعہ اپنی کھوئی ہوئی صلاحیتوں کو پہچان جائے گا۔"

وہ اب تک اسی فکر میں مبتلا تھی کہ مجھے اپنی صلاحیتوں تک پہنچنے کے لئے مزید موم بتیوں کی ضرورت پڑے گی۔ اچانک مجھے شرارت سوجھی۔ میں نے اسے چھیڑنے کے لئے اس کے ذہن میں قہقہہ لگایا۔

"ہاہاہا ہا ہا

گالی نہیں دینا چاہیئے۔ ویسے کہنے کے بعد میں رحم دل بن گیا ہوں میں تمہاری تین خواہشیں پوری کرسکتا ہوں۔ خوب سوچ سمجھ کر بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ تعجب سے سوچنے لگی کہ شیطان کس طرح مہربان ہورہا ہے اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

"کیا واقعی تم میری تین خواہشیں پوری کروگے؟"

"آزما کر دیکھ لو۔"

"اچھا تو میری پہلی خواہش یہ ہے کہ فرہاد رسّیوں سے بندھا ہو چھت سے لٹک رہا ہے تم اس کی رسّیاں کھول دو۔"

"سونیا میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ خوب سوچ سمجھ کر اپنی خواہش بیان کرو۔ اب مرنے کے بعد میرے ہاتھ پاؤں نہیں رہے چونکہ میرے ہاتھ نہیں ہیں اس لئے میں رسّیاں نہیں کھول سکتا۔ لہٰذا تمہاری پہلی خواہش ضائع ہوچکی ہے۔"

وہ غصّے سے چیخ کر بولی۔

"شیطان کے بچّے میں تمہیں مار ڈالوں گی۔"

"میں مرچکا ہوں اس لئے یہ تمہاری دوسری خواہش بھی پوری نہیں ہوسکے گی۔ اب ایک آخری موقع ہے خوب سوچ سمجھ کر اپنی خواہش بیان کرو۔"

سونیا اس بار گہری سنجیدگی سے سوچنے لگی۔ پھر اس نے خوب سوچ سمجھ کر کہا۔

"ماسٹر پوشے تم اپنی خیال خوانی کے ذریعہ مجھے اور فرہاد کو اس قید سے نجات دلا دو۔"

"ہاں! یہ معقول خواہش ہے۔ اب تم اپنی جگہ سے اٹھ کر اس شخص کو بلاؤ جس نے تمہیں قید کیا ہے۔ میں تمہارے ذریعہ اس کے ذہن میں جھانک کر اس سے نمٹ لوں گا۔"

سونیا نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ پھر وہاں سے مڑ کر دروازے کے پاس آئی اور دروازے کو دونوں ہاتھوں سے زور زور سے پیٹنے لگی۔ دروازے کے دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیا بات ہے؟ کیوں شور مچا رہی ہو؟"

سونیا نے کہا۔ "دروازہ کھولو۔ میں تمہارے باس سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"باس تمہارے بلاوے پر نہیں آئے گا۔ وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ تم شور نہ مچاؤ۔"

سونیا پھر شور مچانا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"بس میری جان۔ میں نے دروازے کے پیچھے اس آدمی کی آواز کو سن لیا ہے۔ اب میں اس کے پیچھے اور اس کی سوچ کے ذریعہ اس کے باپ تک بھی پہنچ جاؤں گا۔"

سونیا خوش ہوکر اپنی جگہ واپس آگئی۔ اب میں نے اس شخص کے ذہن میں جھانک کر دیکھا جو بند دروازے کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے کاندھے پر رائفل رکھی ہوئی تھی۔ رائفل کی نال اوپر کی طرف تھی اور اس کا بھاری کندا نیچے کی طرف تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"میں اسی بھاری رائفل خواہ مخواہ اٹھائے کھڑا ہوں۔ لعنت ہے اس بوجھ پر۔ مجھے اسے زمین پر ٹیک دینا چاہیئے۔ یہ لو میں نے ٹیک دیا۔"

میں نے یہ بات اس کی سوچ میں اتنے جھٹکے سے کہی تھی کہ وہ اس کے اپنے دماغ کا حکم بن گیا۔ ہر انسان کا جسم اس کے دماغ کے تابع فرمان ہوتا ہے۔ اس نے یکبارگی رائفل کو ایک جھٹکے سے نیچے ٹپکا تو اس کے بھاری کندے سے اس کا پاؤں کچل گیا۔

"مائی گاڈ!" اس نے تکلیف سے بلبلا کر اپنے زخمی پاؤں کو اٹھا کر اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اور دوسری ایک ٹانگ پر ادھر سے اُدھر اچھلنے لگا۔ ذرا دیر بعد کچھ تکلیف کم ہوئی تو وہ غصّے سے زمین پر پڑی ہوئی رائفل کو دیکھنے لگا۔ اس کا دماغ سوچ رہا تھا۔

"یہ مجھے ابھی کیا ہوگیا تھا؟"

میں نے اس کی منفی سوچ میں کہا۔

"میں پاگل ہوگیا تھا۔ بلکہ اب بھی میری کھوپڑی گھوم رہی ہے بلکہ وہ سامنے والی دیوار گھوم کر ادھر سے اُدھر جارہی ہے۔ میرا دماغ ایک عاشق کے دل کی طرح اچھل رہا ہے نیچے سے اوپر ــــ اوپر سے نیچے ــــ ہُوا ــــ ہُوا ــــ ہُوا ــــ"

میں ہوا کی تال پر اس کے دماغ میں مسلسل چیختا چلا گیا۔ اس کی حالت قابلِ دید تھی۔ وہ جنونی انداز میں سر کو ادھر سے اُدھر جھٹک رہا تھا اور کاریڈور کی دو طرفہ دیواروں سے کبھی یہاں کبھی وہاں ٹکرا رہا تھا۔ اب وہ پوری طرح میری سوچ کے شکنجے میں آگیا تھا۔ میں نے کہا۔

"اب میں یہ رائفل اٹھا کر دروازے پر مار دوں گا۔"

"زور سے ــــ اور زور سے ــــ میں مار مار کر دروازہ توڑ دوں گا۔"

دھڑا دھڑ کا شور بلند ہورہا تھا۔ دروازہ ٹوٹنے پر آگیا تھا۔ اسی وقت چاروں طرف سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یہ آوازیں میں اس شخص کے دماغ کے ذریعہ سن رہا تھا۔ پھر کسی کے للکارنے کی آواز سنائی دی۔ وہ مقامی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ میں کچھ نہ سمجھ سکا لیکن یہ بات سمجھ میں آگئی کہ جو شخص میری سوچ کا تابعدار بن کر جنونی حرکتوں میں مصروف ہے وہ انگریزی کے علاوہ مقامی زبان بھی جانتا ہے۔ میں نے پہلے کی طرح انگریزی زبان میں اس کی سوچ کے ذریعہ کہا۔

"مجھے یہ مقامی زبان نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کچھ سمجھنے کی بجائے میں فائر کررہا ہوں۔"

باقی سوچ کے ساتھی، اس نے رائفل سیدھی کی اور ایک فائر کیا۔ کاریڈور کے دونوں طرف سے آنے والے مسلح جوان اچھل پڑے۔ بھاگے تاکہ اپنے ایک پاگل ساتھی کی فائرنگ سے بچ جائیں۔ میری سوچ کے مطابق وہ پھر رائفل کے کندے سے دروازے کو توڑنے لگا۔ دو چار ضربوں کے بعد ہی دروازہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اب میں یہ رائفل پھینک کر اپنے باس کے سامنے حاضر ہوتا ہوں۔"

اس نے رائفل پھینک دی۔ پھر تیزی سے بھاگتا ہوا اپنے دائیں جانے لگا۔ سونیا کمرے میں کھڑی ہوئی ٹوٹتے ہوئے دروازے کو دیکھ کر سوچ رہی تھی۔

"یہ کیا ہورہا ہے۔ یہ کیا وہ مردہ ماسٹر پوشے یہ ہنگامے کر رہا ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ہاں میری جان۔ وہ جو کچھ عرصے کے لئے مردہ ہوگیا تھا اور فرہاد کے درمیان ہنگامے کرنے آگیا ہے۔ تم اطمینان سے بیٹھی رہو۔ اب ان کا باس تمہارے پاس خود ہی آئیگا۔"

وہ اطمینان سے بیٹھ گئی۔ میں اس لڑکی کی عقلی قدر کررہا تھا۔ وہ ہر لمحہ میرے لئے ہی سوچ رہی تھی۔ اس وقت بھی وہ یہی کررہی تھی۔

"یہ کم بخت ماسٹر پوشے اس طرح کے طویل ہنگاموں سے دلچسپی رکھتا ہے اور وہاں میرے فرہاد کے ہاتھ پاؤں اکڑ گئے ہوں گے۔ شیطان کے بچّے بعد میں تفریح کر لینا پہلے اُسے آزاد کرا دے۔"

وہ درست سوچ رہی تھی۔ میں خود یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح فرہاد اس سیدھے کرنے کا موقع ملے۔ لیکن ہر خواہش فوراً ہی پوری ہوجاتی۔ اس کی تکمیل کے ضروری مرحلے طے کرنے پڑتے۔ اس ڈاکٹر شیطان سے آزادی حاصل کرنے کے لئے ہمیں ان بیوقوف لوگوں کو اسی طرح اپنی سوچ کی انگلیوں پر نچانا تھا۔ ہمیں چاہتا تھا کہ ڈاکٹر شیطان یا کسی کو بھی میری شکل دیکھنی پڑے اس کے لئے اس ڈرامے بازی کی ضرورت پیش آرہی تھی۔

تبھی وہ ڈاکٹر شیطان سونیا کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے کئی مسلح جوان تھے۔ دو آدمیوں نے اس شخص کو پکڑ رکھا تھا جو دروازہ توڑ کر اور فائرنگ کرکے اپنے پاگل پن کا مظاہرہ کررہا تھا۔ ڈاکٹر نے آتے ہی سونیا سے پوچھا۔

"یہ کیا ہورہا تھا؟"

سونیا [illegible] شدید حیرانی کا [illegible]

"میں خود حیران ہوں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کمرے کے اندر قید تھی۔ باہر نہ جانے یہ شخص کیا کررہا تھا۔ مجھے صرف دروازہ ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ جب دروازہ ٹوٹ گیا تو یہ رائفل پھینک کر نہ جانے کہاں چلا گیا۔"

ڈاکٹر اس شخص کو گھور کر دیکھنے لگا۔ اس شخص نے کہا۔

"باس میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ لڑکی یہاں اندر تھی۔ اس نے مجھے آپ کے خلاف نہیں بھڑکایا ہے۔ میں خود نہیں جانتا کہ مجھے کیا ہوگیا تھا۔"

سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر میری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ یہ شخص بہت زیادہ چرس کا نشہ کرتا ہوگا۔ شاید اس وقت بھی نشہ کررہا ہوگا۔ اسی لئے اس کا دماغ الٹ گیا تھا۔"

"نان سنس۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "یہاں کتنے ہی لوگ چرس کا نشہ کرتے ہیں۔ مگر آج تک کسی نے پاگل پن کا مظاہرہ نہیں کیا۔"

ڈاکٹر یہ کہہ کر خاموش ہوا تو میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ہوسکتا ہے کہ اس بار جو چرس کی کھیپ آئی ہے اس میں کسی ایسی چیز کی آمیزش ہو جو دماغ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جب خالص دودھ اور گھی میں ملاوٹ ہوتی ہے تو چرس میں بھی ضرور ملاوٹ ہوتی ہوگی۔"

میں نے ایسے دلائل سے اس کی سوچ میں یہ بات کہی کہ وہ اس پر سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ پھر اس نے اپنے ایک انگریز ماتحت سے کہا۔

"اس بار جو کھیپ آئی ہے اس کی تھوڑی سی مقدار مجھے دکھاؤ۔"

اس کے ماتحت نے جیب سے سگریٹ کا ایک پیکٹ نکالا۔ اس میں سے ایک سگریٹ نکال کر ڈاکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میں نے موجودہ کھیپ سے تھوڑی سی چرس نکال کر یہ سگریٹ تیار کی ہے۔"

ڈاکٹر نے وہ سگریٹ لے کر اپنے ہونٹوں میں دبایا۔ پھر اسے سلگا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر آہستہ آہستہ کش لگانے لگا۔ دو چار کش کے بعد میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر کہا۔

"ٹک دھنا دھن ــــ دھنا دھن ٹک دھنا دھن..."

پہلے تو وہ بوکھلایا پھر ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ جیسے ہی وہ کھڑا ہوا میں نے اس کے ذہن میں چیخ کر کہا۔

"اباؤٹ ٹرن۔" جیسے ہی وہ اباؤٹ ٹرن ہوا یعنی وہ دوسری طرف گھوما میں نے اس کی سوچ میں فوراً ہی حکم دیا۔

"کرسی تمہارے پیچھے ہے بیٹھ جاؤ۔"

مگر کرسی تو اس کے آگے تھی۔ اور جو دماغ کا حکم ہوتا ہے

وہ جسم کو عمل کرنے سے پہلے ایک لمحے کے لئے بھی ٹھٹکنے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ اپنے دماغ کے حکم پر بیٹھا اور دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ تمام ماتحت آگے بڑھ کر اُسے اٹھانے لگے۔ وہ اُلو کی طرح دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

"یہ ابھی مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

میں نے اس کی منفی سوچ میں کہا۔

"ابھی تک دِھنا دِھن ہو رہا تھا۔ یہ تک دِھنا دِھن کیا ہوتا ہے مجھے ایک اور کش لگا کر دیکھنا چاہیئے۔"

اس نے گھبرا کر بلند آواز سے چیختے ہوئے کہا۔

"اب میں اس سگریٹ کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

وہ سگریٹ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنے انگریز ماتحت کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم نے اپنے پیکٹ میں سے کوئی سگریٹ پیا تھا؟"

"نہیں۔۔۔ میں آخری سگریٹ تیار کر ہی رہا تھا کہ یہ ہنگامہ سنکر ادھر چلا آیا۔"

ڈاکٹر نے فرش پر پڑے ہوئے سگریٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"چلو تم اس سگریٹ کے کش لگا کر دکھاؤ۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس بار ہم کس طرح غلط مال اٹھا کر لے آئے ہیں؟"

اس کے ماتحت نے پیکٹ سے دوسرا سگریٹ نکالتے ہوئے کہا۔

"اس سگریٹ کو آپ آزما چکے ہیں۔ میں یہ دوسرا سگریٹ آزما کر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے اسے اجازت دے دی۔ وہ سگریٹ سلگا کر آہستہ آہستہ کش لگانے لگا۔ کمرے میں گہری خاموشی طاری ہو گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے سب ہی دم سادھے ہیں اب تیسرے شخص کے پاگل ہونے کا انتظار کر رہے ہیں لیکن میں نے دانستہ اس تیسرے شخص کو چھوڑ دے دی۔ مگر اس کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ وہ اندر ہی اندر گھبرا رہا تھا کہ پتہ نہیں کب اس پر پاگل پن کا دورہ پڑنے والا ہے۔

بعض اوقات انسان کے دل میں دہشت بیٹھ جائے تو وہ ہزار ضبط کے باوجود آنے والے خطرے کے خیال سے کانپنے لگتا ہے۔ سگریٹ کے کش لگاتے وقت اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس نے اپنے خوف کو چھپانے کے لئے جبراً بتیسی نکال کر ہی ہی کیا۔ اسے بے وجہ دانت نکال کر ہی ہی کرتے دیکھ کر سب پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے اُسے پاگل نہیں بنایا تھا مگر حالات ایسے تھے کہ اس کے ساتھی اسے پاگل سمجھنے لگے۔ ڈاکٹر نے مایوسی سے سر ہلا کر کہا۔

"تمہارے اس سگریٹ میں جو چرس ہے وہ زیادہ مہلک نہیں ہے۔ تم پر بہت ہلکا سا دورہ پڑا ہے۔ کم از کم تیسرا سگریٹ سلگانے سے پہلے وہ دوسرے سگریٹ سے تیسرا سگریٹ سلگانے کا حوصلہ بار بار گہری خاموشی چھا گئی۔ سب لوگ اس کا منہ تک رہے تھے۔ وہ سگریٹ سلگا کر ایک کش لینے کے بعد بھی دوسرے جلتے ہوئے اپنے دوسرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے اس کے جھانک کر کہا۔

"میں اس سگریٹ کو خواہ مخواہ پکڑے ہوئے ہوں۔ یہ اپنے سامنے پھینک رہا ہوں۔"

سامنے ڈاکٹر فرش پر سے اُٹھ رہا تھا۔ وہ جلتا ہوا سگریٹ کے منہ پر آ کر لگا تو وہ بوکھلا کر فرش پر گر پڑا۔ پھر غصے سے چیخ کر بولا

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔ یو بلیڈی فول۔"

"تک دِھنا دِھن۔" سگریٹ کا کش لگانے والے نے میں اس کے دماغ میں کہہ رہا تھا۔ پھر میں نے اسے حکم دیتے کہا۔

"یہ سامنے ڈاکٹر کا چہرہ نہیں ایش ٹرے ہے۔ اس میں جھٹکنی چاہیئے۔"

اس نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر کے چہرے پر راکھ جھٹک وقت دوسرے ماتحتوں نے اسے پکڑ لیا۔ اسے دھکیلتے ہوئے گئے۔ پھر اس کے ہاتھ سے سگریٹ چھین کر پھینک دیا۔ اس غصہ نہیں آیا اس نے فرش سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں مال پہنچانے والوں نے جاتے ساتھ دھوکا اس بار جو کھیپ آئی ہے اسے سب سے الگ رکھا جائے۔ دو مال لے کر آئیں تو ہم انہیں یہاں لا کر قید کریں گے اور ان استعمال کرنے پر مجبور کریں گے۔ ان کی یہی سزا ہے کہ ان کا دیا جائے۔"

یہ کہہ کر اس نے سونیا کو گہری نظروں سے دیکھا۔ تھا۔

"دوسرے سگریٹ والی عورت بھی خطرناک ہے۔ کیوں نہ سگریٹ پلا کر اس کا دماغ الٹ دیا جائے۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔

"اس عورت کو پاگل بنانے سے کیا فائدہ حاصل ہو گا؟"

اس کی اپنی سوچ نے حیرانی سے کہا۔

"ارے میں اس عورت کی محبت میں کیوں سوچ رہا ہوں مجھے تو چاہیئے کہ اسے پہلی فرصت میں گولی مار دوں۔ اگر سے باہر جائے گی تو یہاں تک پولیس والوں کی بھیڑ میں چرس ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ چھپا دوں گا ہوئی اُدھر بھی پہنچ جائے گی۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑ

ذہنی اذیتیں پہنچاؤں گا۔"

میں نے مثبت سوچ میں اسے سمجھایا۔

"چرس کا نشہ سونیا کا دماغ تو اُلٹ سکتا ہے مگر اسے ذہنی اذیتیں پہنچا سکتا۔ اس عورت کے تڑپنے کا تماشا اس وقت نظر آئے گا کے سامنے اس کے محبوب یا شوہر کو یہ چرس استعمال کرائی جب وہ پاگل بنے گا تو یہ ذہنی اذیتوں میں مبتلا ہوتی

شیطان نائید میں سر ہلا کر سوچنے لگا۔

واقعی یہ عمدہ تدبیر ہے۔ میں ایک کو پاگل بناؤں گا تو دوسرے پاگل بنتا رہے گی۔"

بلند کرتے ہی اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔

"جاؤ اس کے آدمی کو تھیلے سے نکال کر لے آؤ۔"

اس کے ماتحت اس کے حکم کی تعمیل کے لئے دہاں سے چلے گئے۔ ان تنے والے تھے۔ اب میں اپنی جسمانی حالت پر توجہ دینے لگا۔ بیٹھے رہنے کے باعث میرا تمام جسم سُن ہو گیا تھا۔ ہلکی گردش اعتدال پر نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہاتھ پاؤں سیدھے ہوں گے کتنی تکلیف ہو گی۔ میں اس تکلیف کا اندازہ کر سکتا تھا اپنے دماغ کے ذریعہ خود اپنے جسم کو تابع فرمان بنانے لگا اور

ہوں۔ میں صرف ایک دماغ ہوں۔ میرا جو جسم ہے وہ جیتا بھی ہے ہے۔ اپنی رگ رگ میں مسرت و انبساط کی لہروں کو محسوس کرتا ہے ہلاہٹ و درد کی ٹیسیں بھی سہتا ہے۔ رنج و مسرت و شادمانی ہر تعلق دماغ سے ہے۔ دماغ محسوس کرتا ہے تو اس کا اثر ہے۔

میں آہستہ آہستہ صرف اپنے دماغ تک محدود ہو کر جسمانی تکلیف سے کے لئے سوچ رہا تھا۔

"اب کچھ عرصے تک میرا دماغ جسمانی تکلیف کو محسوس نہیں کرے گا۔ سے احساسات دماغ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ دماغ ابھی مجھے سے آزاد رکھے گا۔ آزادی کا آسان راستہ یہ ہے کہ اب مجھے نیند

ہلکی سی آہٹ سے اپنی آنکھیں بند کر کے کہنے لگا۔

"اب میں سو رہا ہوں۔ گہری نیند سو رہا ہوں۔ نیند کے دوران مجھ گی۔ میں بے خبر رہوں گا۔ جب میرے ہاتھ پاؤں ہو جائیں گے۔ جسم کے اندر خون کی گردش اعتدال پر آ جائے گی ہو جاؤں گا۔"

شیطان اعتماد سے اس بات کا عادی تھا۔ سونے سے پہلے اپنے دماغ کو کہتا تھا کہ ایک مخصوص وقت تک میری نیند میں کسی قسم کی مداخلت نہ ہو اور میں فلاں وقت بیدار ہو جاؤں۔ پھر ایسا ہی ہوتا تھا۔ میرے سونے کے دوران خواہ زلزلہ ہی کیوں نہ آ جاتا میں اس وقت تک بیدار نہ ہوتا جب تک کہ دماغ خطرے کی گھنٹی نہ بجاتا۔

اس وقت بھی یہی ہوا۔ ذرا سی دیر کے بعد مجھے گہری نیند آ گئی۔ میں نہیں جانتا کہ ڈاکٹر شیطان کے ماتحت کب آئے۔ کیسے انہوں نے چھت سے اتار کر مجھے تھیلے سے نکالا اور کتنی دیر تک میرے ہاتھ پاؤں کی مالش کرتے ہوتے مجھے سیدھا کرتے رہے۔ جب میرے ہاتھ پاؤں سیدھے ہو گئے اور وہ مجھے اسٹریچر پر ڈال کر لے جانے لگے تو میرے دماغ نے میری ہدایت کے مطابق مجھے بیدار کر دیا۔

میں نے ذرا سی آنکھیں کھول کر دیکھا وہ مجھے اسٹریچر پر اٹھائے ایک کوریڈور سے گزر رہے تھے۔ پھر وہ لوٹتے ہوئے دروازے کے پاس پہنچ کر کمرے میں داخل ہو گئے اور اسٹریچر کو زمین پر رکھ دیا۔ اس وقت میں آنکھیں کھول کر چاروں طرف حیران ہو کر دیکھنے لگا۔ ڈاکٹر شیطان کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر فرہاد! اس وقت تم میرے سامنے ہو۔ تمہیں تکلیف تو ہو گی مگر کسی طرح بیٹھنے کی کوشش کرو۔"

میں آہستہ آہستہ اُٹھ کر بیٹھنے لگا۔ مجھے ذرا سی تکلیف بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی لیکن میں تکلیف کا اظہار کر رہا تھا اگر ایسا نہ کرتا تو وہ لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ سونیا کی طرح مجھ میں بھی کوئی غیر معمولی صلاحیت ہے جس کے ذریعے جسمانی تکلیف سے نجات حاصل کر لیتا ہوں۔ ڈاکٹر شیطان نے فاتحانہ انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر فرہاد! میں نے تمہیں اٹھارہ گھنٹے تک ٹیڑھا رکھ کر تمہاری مگدگ سیدھی کر دی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب تم کوئی بات نہیں چھپاؤ گے۔"

میں نے پوچھا۔ "آخر تم پوچھنا کیا چاہتے ہو؟ میں تمہیں سب کچھ بتا چکا ہوں۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ تم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ تمہاری عورت سونگھنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے اندر بھی کوئی غیر معمولی صلاحیت ہے جسے اب تک تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔"

"میرے پاس ایسی کوئی صلاحیت نہیں ہے اگر ہوتی تو میں اس قید سے آزاد ہونے کے لئے اس صلاحیت کا مظاہرہ کرتا۔"

"پھر تم میں کیا خوبی ہے کہ سونیا جیسی عورت تمہیں پسند کرتی ہے؟"

میں نے دونوں بازو پھیلا کر کہا۔

"تم خود دیکھ لو میں پہاڑ جیسا مرد ہوں۔ سونیا جیسی عورت مجھ جیسے مرد کی ہی دیوانی بن سکتی ہے۔ چونکہ میں مرد ہوں اس لئے مجھ میں مردانہ صلاحیتیں ہیں۔ تمہارا یہ قد آور انگریز ماتحت مجھ سے پنجہ نہیں لڑا سکے گا۔"

اس کا انگریز ماتحت مجھے گھور کر دیکھنے لگا اور اپنی مٹھیاں بھینچ

جینے لگا جیسے بخار اترنے کے لئے بیتاب ہو۔ ڈاکٹر شیطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم میرے اس ماتحت کو چیلنج نہ کرو۔ ہم اسے سنر جگر کہتے ہیں۔ تم نے اولڈ مین جیسے گینڈے کو دیکھا ہے وہ گینڈا بھی اس جگر سے ٹکرا کر ہار مان جاتا ہے۔ تم پنجے لڑاؤ گے تو تمہاری انگلیوں کا کچومر نکل جائیگا۔"

جگر نے بڑی حقارت سے کہا۔

"باس اگر یہ چیلنج کرے گا تب بھی میں اس سے مقابلہ نہیں کروں گا کیونکہ اٹھارہ گھنٹے تک اکڑے رہنے کے بعد یہ اندر سے کمزور ہو چکا ہے اور ایک کمزور سے لڑنا شہ زور کی توہین ہے۔"

مجھے یاد آیا کہ موجودہ حالات کے تحت خود کو شہ زور ثابت نہیں کرنا چاہیئے۔ ورنہ پھر یہ میری غیر معمولی صلاحیت کے متعلق سوچنے لگیں گے مگر ڈاکٹر شیطان کے دماغ میں کچھ اور تھا اور وہ سوچ رہا تھا۔

"مجھے یوں بھی ان دونوں میاں بیوی کو زندہ نہیں چھوڑنا ہے میں اسے چرس استعمال کرنے پر مجبور کرنے والا تھا۔ اب ذرا تماشا ہو جائے۔ اسے پاگل بنانے سے پہلے کیوں نہ جگر کے ہاتھوں اس کے پنجے ترڑوا دیئے جائیں۔ اچھا ہے یہ دونوں ہاتھوں سے بیکار ہو جائے گا۔"

یہ سوچ کر اس نے جگر سے کہا۔

"یہ کمزور ہو یا تم شہ زور ہو اس بات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ انگلیوں کے چٹخنے اور ٹوٹنے کی آواز کس طرح آتی ہے چلو آگے بڑھو اور اس سے پنجے لڑاؤ۔"

میں نے بغاوت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"من نہیں — میں ابھی — کمزور ہوں۔ یہ برابر کا مقابلہ نہیں ہوگا۔ میں ابھی اس سے پنجے نہیں لڑاؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں آہستہ آہستہ یوں اٹھنے لگا جیسے گھبرا کر بھاگنے کا ارادہ ہو۔ میں نے خواہ مخواہ پنجے لڑانے والی بات کہہ دی تھی۔ مجھے اپنی جگہ سے اٹھتے دیکھ کر چار مسلح جوان ٹوٹے ہوئے دروازے کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے تاکہ میں بھاگ نہ سکوں۔ میں نے دروازے کی طرف دیکھا تو سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"فرہاد! تمہیں وقت واقعی کمزوری محسوس کر رہے ہو گے۔ میں جانتی ہوں کہ تیسرے سے نکلنے کے بعد میں کس طرح کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ یہی حال تمہارا ہوگا۔ تم ایک طرف ہٹ جاؤ میں اس سے مقابلہ کرتی ہوں۔"

میں نے سونیا کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں میری جان۔ میری تقدیر میں جو لکھا ہے وہ ابھی سامنے آئے گا۔"

ڈاکٹر شیطان نے قہقہہ لگایا۔

"ہاں! سونیا جان تم اپنی جگہ جا کر بیٹھو۔ اس کی مردانگی نہیں پسند ہے۔ یہ کیسے عورتوں کی طرح مار کھاتا ہے ذرا یہ بھی تماشا دیکھو۔"

اس کے دو ماتحتوں نے سونیا کو دونوں طرف سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ جان لینے والے دشمن کس قدر بے رحم ہوتے ہیں۔ مارنے سے پہلے میری انگلیاں توڑ کر دونوں ہاتھوں سے محروم کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت میں بے اختیار خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک حیرت انگیز اور غیر معمولی صلاحیت سے نوازا ہے۔ میں ان حالات کے تحت اٹھارہ گھنٹے تک بندھے رہنے کے بعد بھی کمزور پڑ جاتا اور اپنی قوت ارادی سے اپنے دماغ کو اپنے جسم کی تکلیف سے متاثر نہ کرتا تو جگر کے ہاتھوں پلک جھپکتے ہی قوت کر دیتا۔

جگر اس اعتماد سے آگے بڑھا کہ میں کمزور ہوں اور وہ چرس استعمال نہیں کرے گا صرف ایک جھٹکے سے پنجہ مروڑنے کا ارادہ کرے گا۔ اس نے میری جانب دونوں پنجے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آؤ — تم کمزور ہو۔ میں کچھ نہیں کروں گا۔ تم خود ہی اپنی میری انگلیاں توڑ دو — آؤ پچھتاؤ نہیں۔"

وہ بڑی حقارت سے مجھے پچکارنے لگا۔ میں نے اپنے بائیں ہاتھ آگے بڑھا کر اس کی انگلیوں میں انگلیاں پھنساتے وقت سوچ کو پڑھ لیا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے کچھ کر گزرنے سے پہلے ہی میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔

"ٹک دھنا دھن — چرس کا نشہ پھر بول رہا ہے۔ یہ اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر ہو رہا ہے۔ یہ میرے دماغ کو کیسے چکر دے رہے ہیں .....؟"

جگر کے دونوں ہاتھ سست پڑ گئے وہ اپنے سر کو جھٹکا دے کر توڑ ڈالنے کے فن سے میں بھی واقف ہوں۔ میں چاہتا تو ایک لمحہ میں اس کے دونوں ہاتھوں کو بیکار بنا دیتا۔ لیکن میں اپنی قوت کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"وہ کم بخت فرہاد میرے دائیں طرف ہے۔ مجھے ایک لمحہ دے کر اسے پہنچنے دینا چاہیئے۔"

ذہنی جھٹکے پہنچنے کے باعث اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ طرف کھڑے ہوئے ڈاکٹر شیطان کے منہ پر اس کا الٹا ہاتھ تھپڑ باس خود ذات کے بل پر سب کا لیڈر بنا ہوا تھا اور جسمانی کمزور تھا ایک ہاتھ پڑتے ہی فرش پر چاروں شانے چت ہو ہوں کہ جگر کے ہاتھ فولادی ہتھے کیونکہ نتیجہ سامنے تھا۔ ڈاکٹر پٹا ہوا تھا اور اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔

چند لمحوں تک کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا دیکھ رہے اور کیا تماشا نظر آ رہا تھا۔ پھر انہوں نے فوراً ہی جگر کو جا سے جکڑ لیا۔ ایک جھپٹا انگریز سے ریوالور چھین لیا۔

"تم چرس کے دو سگریٹ استعمال کر چکے ہو۔ تمہارا ذہن بگڑ جاتا ہے۔ جب تک تمہاری ذہنی حالت درست نہیں ہو جاتی تمہارے نارمل ہونے کا یقین نہیں ہوگا اس وقت تک تم قید میں رہو گے۔"

چار مسلح جوان اسے پکڑ کر وہاں سے لے گئے۔ دو چار ماتحت ہیٹر پر جھکے ہوئے تھے اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر ہوش میں تو آ گیا مگر اس پر عجیب سے بدحواسی طاری رہی۔ دو آدمیوں نے سہارا دے کر اسے اٹھایا اور لا کر کرسی پر بٹھا دیا۔ اب بھی وہ باتیں کرنے کے قابل نہیں تھا۔ اس وقت سونیا مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اور سوچ رہی تھی۔

"مجھے یوں لگتا ہے کہ فرہاد کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں کیونکہ پنجے لڑاتے ہی جگر کے ذہن کو جھٹکا لگا اس نے پھر پاگلوں جیسی حرکتیں کیں۔ اپنے باس پر ہاتھ چھوڑ دیا۔ اگر یہ ماسٹر لوشے کی تربیت ہے تو پھر وہ اتنی دیر سے کہاں غائب ہو گیا ہے۔ اگر وہ غائب ہو گیا ہے تو جگر کو کس نے ذہنی جھٹکے پہنچائے؟"

یہ سوچتے ہی وہ پھر مجھے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں ہی خیال خوانی کے ذریعہ شرارتیں کر رہا ہوں یا غیبی سے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"سونیا یہ اچانک کیا ہو گیا ہے؟ کیا جگر پر پاگل پن کا دورہ پڑتا ہے؟"

پہلے تو سونیا کے دماغ نے سوچا۔ "کیا فرہاد کا بچہ انجان بن رہا ہے؟" لیکن وہ زبان سے یہ بات نہ کہہ سکی۔ کیونکہ ڈاکٹر ہماری طرف دیکھ رہا تھا اس نے اپنی سوچ کے خلاف کہا۔

"ہاں! اس ڈاکٹر پر بھی اسی قسم کا دورہ پڑ چکا ہے۔ ان لوگوں کی ایک قسم کی چرس سگریٹ میں استعمال کی ہے اس کے اثر سے ان کا توازن رہ رہ کر بگڑ جاتا ہے۔ اب ڈاکٹر پر بھی دوسری بار دورہ پڑا ہے۔"

ڈاکٹر نے گھبرا کر انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں — فار گاڈ سیک ایسی منحوس باتیں نہ کرو۔ یہ تجربہ مجھے بہت مہنگا پڑا ہے۔ جگر میرا بہت وفادار ماتحت ہے۔ اس نے پاگل پن سے مجبور ہو کر ایسا کیا ہے۔ بہرحال اس وقت میں ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوں۔ ذرا آرام آتے ہی میں دونوں کو جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ ہمیں کسی دوسرے کمرے میں علیحدہ بند کر دیا جائے۔ یہ حکم دے کر وہ اپنے ایک ماتحت کا سہارا لیتے ہوئے دروازے سے چلا گیا۔ ہمیں بھی رائفلوں کی زد پر رکھ کر دوسرے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جب وہ لوگ باہر سے دروازہ بند کر کے چلے گئے میں ایک بستر پر گر پڑی اور سوچنے لگی۔

"اب میں تھوڑی دیر تک کچھ نہیں سوچوں گی۔ کیا کبھی دماغ کو بالکل خالی نہیں رہ سکتا؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"جب دماغ سوچ سے خالی ہو جاتا ہے تو وہ انسان کی موت کا وقت ہوتا ہے۔"

سونیا نے اپنی سوچ کے ذریعہ کہا۔

"یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ انسان خالی الذہن ہو جائے تو مر ہی جائے۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو فرہاد؟"

"میں دعوے کے ساتھ....."

اچانک ہی مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ میں سوچ کے ذریعہ سونیا کی سوچ کا جواب دے رہا ہوں۔ مگر بہت دیر ہو چکی تھی سونیا بستر سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر دوڑتی ہوئی آئی اور میرے گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی بولی۔

"فرہاد کے بچے تم مجھے بیوقوف سمجھتے ہو۔ میں بہت دیر سے موقع کے انتظار میں تھی آخر یہی تدبیر سمجھ میں آئی کہ خالی الذہن ہونے والی بحث شروع کروں۔ جب ذہنی قلابازیوں کی باتیں آئیں گی تو تم اپنے تجربات سے مجبور ہو کر بے اختیار بحث کرنے لگو گے۔ اور تم سے یہ غلطی ہو گئی۔"

"میری جان ہم دونوں ایک دوسرے کے رازدار ہیں ہیں اپنی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو تم سے چھپانا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے موقع کا انتظار تھا کہ میں اس طرح تمہیں بازوؤں میں سمیٹ کر خوشخبری سناؤں کہ تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد واپس آ گیا ہے۔"

وہ تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ میں سوچوں کا تھنہشاہ بن گیا ہوں۔ لیکن میری زبان سے اس کی تصدیق ہوتے ہی وہ خوشی سے پاگل ہو گئی

"اب تو مجھے اتنا اطمینان ہے کہ صرف خدا سے ڈر لگتا ہے۔ ورنہ دنیا کی کوئی طاقت میرے فرہاد کا راستہ نہیں روک سکے گی۔"

"ہاں سونیا! صرف خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ وہ جب چاہتا ہے عظیم سے عظیم تر انسانوں کی صلاحیتیں چھین کر انہیں بالکل کھوکھلا کر دیتا ہے۔ سپر ماسٹر کی کیا مجال تھی کہ وہ خدا کی مرضی کے خلاف مجھے کھوکھلا بنا دیتا۔ اب اسی معبود کی رضا سے مجھے دوبارہ یہ علم حاصل ہو گیا ہے واقعی خدا سے ڈرنا چاہیئے اور اس کا شکر بھی ادا کرنا چاہیئے۔"

اگر اس کی مرضی سے سب کچھ ملتا ہے تو سونیا بھی اس کا دیا ہوا انعام تھی۔ اسے بتا رہا کہ شمع یہی ..... کے دوران کس طرح میں نے آہستہ آہستہ اپنے ماضی کو یاد کیا ہے اور ماضی کے بہت سے بچھڑے ہوئے رشتے کس طرح یاد آئے تھے۔ اگر میں اطمینان سے بیٹھ کر سوچوں تو کچھ اور بھولے ہوئے ساتھی بھی یاد آئیں گے۔ سونیا نے کہا۔

"پاکستان میں انٹیلی جنس کے ایک ڈائریکٹر جنرل تمہارے گہرے

دوست تھے۔ ان کا نام مجھے یاد نہیں ہے۔"
مجھے فوراً یاد آگیا۔ میں نے کہا۔
"ان کا نام سعید احمد ہے۔ ہم ایک طویل عرصے سے بچھڑے ہوئے ہیں۔ پتہ نہیں وہ میرے متعلق کیا سوچ رہے ہوں گے؟"
سونیا نے میرے گلے میں بانہیں ڈال کر مشورہ دیا۔
"تو پھر ان کی سوچ پڑھ کر دیکھ لو ابھی پتہ چل جائے گا۔ کیا تم ان سے دماغی رابطہ قائم نہیں کرو گے؟"
"نہیں سونیا اب میں بہت زیادہ محتاط رہنا چاہتا ہوں سپر ماسٹر..... اب تک اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ میں اپنا ماضی بھول چکا ہوں۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں میرے دماغ سے مضمحل ہو گئی ہیں۔ ایسی صورت میں وہ کہیں بھی میرے متعلق رپورٹ پہنچائے گا تو میری ٹیلی پیتھی کا ذکر نہیں کرے گا۔ اپنے گروہ کو دوبارہ منظم کرنے کے بعد اپنے تمام ماتحتوں کو یہی سمجھائے گا کہ میں اپنے ماضی کو بھول چکا ہوں اب میرے پاس کوئی غیر معمولی صلاحیت نہیں ہے۔"
سونیا نے تائید کرتے ہوئے کہا۔
"ہاں انہیں خوش فہمی میں مبتلا رہنا چاہئے۔ نہ جانے کب اور کہاں اس سے ٹکراؤ ہو جائے۔ تم اپنی صلاحیتوں کو چھپا کر رکھو تو بہتر ہے۔"
"اسی لئے میں اپنے دوستوں سے بھی دماغی رابطہ قائم نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے کہ وہ دشمن میرے کسی نہ کسی دوست کے ذریعہ پھر میری اصلیت کو سمجھ سکتا ہے۔ ویسے یہ کہ میں چپ چاپ..... سعید صاحب کی خیریت معلوم کر سکتا ہوں۔ تم خدا وبد کے لئے خاموش رہو میں ان کے ذہن میں جھانک کر دیکھتا ہوں۔"
یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنی آنکھوں کے پیچھے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سعید احمد کے چہرے کو ابھی طرح یاد کرنے لگا۔ ان کے لب و لہجے کو پہچاننے لگا۔ جب ان کا ہو ابھی طرح یاد آگیا تو میں اس کے ذریعہ ان کی سوچ کے لہجے تک پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ وہ دوڑتے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ان کے دماغ کے ذریعہ میں قاضی صاحب کی آواز سن رہا تھا۔
ثمر کے ساتھ ان کا نکاح پڑھایا جا رہا تھا۔ وہی ثمر جو سعید صاحب کی محبوبہ تھی اور جس کا باپ ایک سازش کے تحت پاگل خانے پہنچا دیا گیا تھا۔ مسٹر لیوشے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس کے باپ کو دیوانگی سے فرزانگی کی طرف لے آیا تھا۔ اب اس کا باپ مجھے الدماغ تھا اور اس وقت شادی کی تقریب میں موجود تھا۔ سونیا نے میرے چہرے پر خوشیوں کو بڑھتے ہوئے پوچھا۔
"کیا بات ہے خوشی سے کھل رہے ہو؟"
"ہاں سونیا! میں بہت خوش ہوں۔ آج میرے دوست..... سعید صاحب کی زندگی میں بہار آ رہی ہے۔ ان کی محبوبہ ثمر کے ساتھ ان کا نکاح پڑھایا جا رہا ہے۔ آج انہیں وہی مسرتیں حاصل ہوں گی جو مجھے تم سے ہو رہی ہیں۔"
سونیا نے بڑی حسرت سے پوچھا۔
"ان کی شادی ہو رہی ہے نا؟"
"ہاں میری جان۔"
"کیا ہماری شادی نہیں ہو سکتی۔"
اس کے اس سوال میں کتنی حسرتیں مچل رہی تھیں۔ میں نے اسے بڑی مضبوطی سے پکڑ کر کہا۔
"شادی کے معنی ہیں خوشی اور یہ خوشی ہم سے دور نہیں ہے۔"
"نہیں فرہاد! اگر باقاعدہ کورٹ میرج کر لی جائے تو کیا تم قانونی طور سے تمہاری بیوی بننے کا فخر حاصل کرنا چاہتی ہو؟"
"بیوی بننے کے بعد میرے بچے کی ماں بننے کا فخر حاصل کرنا چاہو گی۔ پھر ثانی اور دادی بننے کا فخر حاصل کرنا چاہو گی اور زندگی نے اتنی فرصت نہیں دی کہ میں تمہیں دادی اماں کی منزل تک پہنچا دوں۔"
"تم ہمیشہ یہی کہہ کر ٹال دیتے ہو۔ کیا تم کبھی شادی نہیں کرو گے؟"
"تم خود ہی سوچو کہ میں کس طرح شادی کر سکتا ہوں۔ میری کوئی منزل نہیں ہے، میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ میں وقت کی طرح سر بہتا چلا جا رہا ہوں۔ تم دوست بن کر میرے ساتھ بہہ سکتی ہو لیکن بیوی بن کر بچے پیدا کرنے کے لئے کسی ایک منزل پر نہیں ٹھہر سکتیں۔ کیا تم اسے پسند کرو گی کہ میں تمہیں کسی ایک گھر میں بسا دوں اور خود حالات کے دھارے پر بہتا ہوا آگے نکل جاؤں؟"
"نہیں میں تمہیں خطرات میں کودنے کے لئے کہیں تنہا نہیں جانے دوں گی۔"
"تو پھر بچے کو گود میں اٹھا کر میرے ساتھ کہاں چلو گی؟ میری جان صرف جذبات کو نہ دیکھو حالات کو بھی دیکھو نہ جانے میرا سر کتنے بدترین دشمن میرے راستے میں آئیں گے۔ میں بیوی، بچوں کا تماشا بنا کر ان کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔"
وہ خاموش ہو گئی۔ مگر اس کا دماغ خاموش نہیں تھا۔ وہ ہوا خود کو قائل کر رہی تھی کہ میں درست کہہ رہا ہوں۔ موجودہ حالات میں شادی ممکن نہیں ہے۔ یہ تو اسی وقت ممکن ہے جب سپر ماسٹر کا خاتمہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ کوئی چھوٹے چھوٹے دشمن بھی نہ رہے۔ تب میں کے ساتھ اس کے ملک جا سکتی ہوں۔ اور وہاں پرسکون گھریلو زندگی گذار سکتی ہوں۔ لیکن یہ بھی تو ممکن نہیں ہے کہ اس دنیا میں ہمارا کوئی دشمن نہ ہو۔ ہمیشہ کسی نہ کسی کے دشمن بنتے ہی رہتے ہیں۔ ہمارے زیادہ تر دشمن ہیں۔ شاید اس لئے کہ ہمارے پاس غیر معمولی صلاحیتیں ہیں کاش کہ میں اور فرہاد انسانوں جیسے ہوتے۔ پھر ہماری شادی میں کوئی رکاوٹ پیش

وہ گھوم پھر کر شادی کے متعلق ہی سوچ رہی تھی اور مایوسی ہوتی جا رہی تھی۔ شادی کے ذکر پر اچانک ہی مجھے فریال یاد آ گئی۔ حسین چہرہ نگاہوں کے سامنے پھرنے لگا۔ میری زندگی میں وہی پہلی لڑکی آئی تھی جس کے لئے میں ذرا جذباتی بن گیا تھا۔ اس کے قریب رہ کر میں نے سنجیدگی سے شادی کے متعلق سوچا تھا لیکن وہ وقت بھی گذر چکا تھا۔ جذبات کے جاگنے اور سونے کا وقت ہوتا ہے۔ فریال کے لئے کبھی جو جذبات امڈے تھے وہ اب سو گئے تھے۔ گذرے ہوئے وقت نے سمجھا دیا تھا کہ مجھ جیسے گردش میں رہنے والے شخص کو کبھی شادی کے متعلق نہیں سوچنا چاہئے۔
بہرحال فریال سے پھر بھی جذباتی تعلق تھا۔ اس کے ساتھ میں نے زندگی کے اور سنگین لمحات گذار چکا تھا۔ جب تک میں اسے بھلا نہ دیتا تو کوئی بات نہ تھی۔ لیکن اب ایسی خیریت دریافت کرنا میرا ذہن تھا۔ میں آنکھیں بند کر کے اس کا تصور کرنے لگا۔ وہ کس طرح یاد آتی تھی اس کے لہجے کو یاد کرنے لگا۔ اس کے لہجے میں نے اس کی سوچ کے لہجے تک پہنچنے کی کوشش کی۔ مگر وہ نہیں مل رہی تھی میں ذرا پریشانی سے اسے تلاش کرنے لگا۔ سوچ کے اندھیروں میں بھٹکنے لگا۔
"کہاں ہو فریال؟ ۔۔۔ کہاں ہو؟ تمہارا فرہاد تمہیں پکار رہا ہے۔"
مگر وہ چپ تھی۔ موت کی سی خاموشی تھی۔ کوئی بھی انسان اپنی زندگی میں سوچ سے خالی نہیں ہوتا۔ مگر وہ خالی ہو گئی تھی میری سوچ کا جواب نہیں دے رہی تھی۔ وہ کیا جواب دیتی اس کا دماغ جواب دے چکا تھا۔ کیا وہ مر.....
اس نتیجے پر پہنچتے ہی میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ایک لمحے کے لئے یوں لگا جیسے میرے دل سے دھڑکنیں چھین لی گئی ہوں۔ کیسے چپ چاپ اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔ مجھے پتہ ہی نہ چلا۔ پتہ کیسے چلتا جبکہ میں خود کو بھلا چکا تھا۔ آہ یہ خیال میرے دل پر کچوکے لگا رہا تھا کہ آخری جھلک کے وقت بھی اس نے مجھے پکارا ہو گا۔
"فرہاد ۔۔۔" مجھے کسی کی پکار سنائی دی۔ میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ ادھر یہ تو سونیا مخاطب کر رہی تھی۔
"فرہاد ۔۔۔ کیا بات ہے ابھی تو تم خوشی سے کھلے جا رہے تھے اب اک دم اداس نظر آ رہے ہو۔"
میں نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔
"ہاں! خوشی اور غم ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ابھی میں نے ایک محبت کی خوشیاں دیکھیں اور دوسرے ہی لمحے ایک پیاری سی دوست کی موت دیکھ لی۔ دنیا میں نابود کیا جانے والا پہلا دشمن فریال نام کی ایک لڑکی میری زندگی میں آئی تھی۔ اب وہ اپنی زندگی سے بھی دور ہو گئی۔"
"مجھے افسوس ہے فرہاد۔"
سونیا اتنا کہہ کر چپ ہو گئی۔ ایک عورت دوسری عورت کو اپنے محبوب کے پیار میں شریک نہیں کرتی سونیا کی سوچ کہہ رہی تھی۔
"خدا مجھ پر مہربان ہے۔ مجھے اس بیچاری کے مرنے کا افسوس ہے مگر اطمینان بھی ہے۔ اب فرہاد کی سوچ صرف میرے لئے ہو گی۔"
میں اس کے خیالات کو زیادہ دیر تک نہ پڑھ سکا۔ دروازہ کھلنے کی آواز آ رہی تھی۔ ہم دونوں اٹھ کر بیٹھ گئے۔ چار مسلح نوجوان ہمیں لینے آئے تھے۔ وہ چاروں مقامی باشندے تھے اس لئے انہوں نے اشاروں سے ہمیں اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ اس دوران مجھے ڈاکٹر شیطان کے دماغ میں جھانک کر دیکھنا چاہئے تھا۔ مگر میں نے بہت سا وقت ضائع کر دیا تھا۔ ان کے ساتھ اس کے کمرے سے نکلتے وقت میں یہ معلوم کرنے لگا کہ ڈاکٹر شیطان کہاں ہے؟ اور ہمارے لئے کیا سوچ رہا ہے؟
وہ کہیں آرام سے بستر پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی قوت ارادی کے ذریعہ خود کو مطمئن کر رہا تھا کہ اب اس کی ذہنی حالت درست ہے آئندہ اس پر پاگل پن کا دورہ نہیں پڑے گا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔
"یہ کم بخت فرہاد اور سونیا خواہ مخواہ ہمارے راستے میں آ گئے اب میرے آدمی انہیں دوسری جگہ لے جا رہے ہوں گے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے وہ دونوں بڑے ہی سخت جان ہیں۔ آسانی سے نہیں مریں گے۔"
ڈاکٹر شیطان نے اپنی سوچ میں کہا۔
"مریں گے اتنی آسانی سے مریں گے کہ جیسے چیونٹیاں مرتی ہیں۔"
"لیکن کس طرح مریں گے؟"
میں اس کی سوچ کو کریدنے لگا تو وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا اور پریشان ہو کر سوچنے لگا
"یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کیسے مریں گے۔ پھر جانتے ہوئے بھی سوچ رہا ہوں کہ وہ کیسے مریں گے۔ کیا میں ذہنی طور پر پھر بہک رہا ہوں؟"
وہ اپنا سر سہلانے لگا۔ اس کی سوچ میرے قابو میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ موجودہ حالات کے تحت خود ہی پریشان تھا۔ ایک ہی بات بار بار سوچتے ہوئے ڈرتا تھا کہ کہیں یہ بھی پاگل پن نہ ہو جس عمارت میں ہمیں قید کیا گیا تھا ہم وہاں سے باہر آ گئے تھے۔ ایک مقامی باشندہ ہمارے آگے چل رہا تھا۔ باقی تین ہمارے پیچھے تھے اس وقت رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ کچھ دور آگے بڑھنے کے بعد سونیا نے انگریزی زبان میں کہا۔
"میں ان کی زبان سمجھ رہی ہوں۔ یہ ہمیں ایک چھوٹے سے کاج میں لے جا رہے ہیں۔ اس کاج میں شاید کچھ اور بھی قیدی ہیں۔ وہاں ہم سب کو ایک ساتھ ختم کر دیا جائے گا۔"
میں نے اس کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"تم کسی طرح یہ معلوم کرو کہ وہ کس طرح مارنا چاہتے ہیں؟"

"یعنی تم چاہتے ہو کہ میں ان کی زبان میں باتیں کروں؟"

"ہاں! چاہتا تو یہی ہوں۔ پھر سوچتا ہوں کہ کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ اتنے احمق تو نہیں ہیں کہ اپنے منصوبوں سے ہمیں آگاہ کردیں۔"

"پھر کیا کیا جائے؟"

میں سوچنے لگا کہ کیا کیا جائے۔ اگر وہاں ڈاکٹر شیطان کا کوئی آدمی نہ ہوتا تو میں اس کی زبان کو اور اس کی سوچ کو سمجھ لیتا۔ لیکن یہ مقامی باشندے دماغی طور پر میرے تابعدار نہیں بن سکتے تھے۔ ایک خیال یہ آیا کہ اچانک ہی ان پر حملہ کردیا جائے۔ ان کے پاس رائفلیں تھیں۔ جتنی دیر میں یہ رائفلیں سیدھی کرتے اتنی دیر میں ہم تابڑ توڑ حملوں سے انہیں حواس باختہ کرسکتے تھے۔ میں سونیا پر ارادہ ظاہر کرنا چاہتا تھا لیکن بعض اوقات تقدیر سوچنے کا موقع نہیں دیتی۔ میرے سوچتے سوچتے ہی اچانک وہ کاٹج سامنے آگیا جو ہمارے لئے موت کا گھر بننے والا تھا۔ اگر تاریکی نہ ہوتی اور وہ کاٹج دور ہی سے نظر آجاتا تو میں اتنا وقت کبھی سوچنے میں ضائع نہ کرتا۔ مگر اب کاٹج کے آس پاس دوسرے مسلح جوان بھی نظر آرہے تھے۔ اب کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔

سونیا سوچ رہی تھی کہ شاید میں خاموش رہ کر کسی کے دماغ میں جھانک رہا ہوں۔ اس لئے اس نے راستے میں مجھے دوبارہ مخاطب نہیں کیا تھا۔ کاٹج کے قریب پہنچتے ہی اس نے پریشان ہوکر کہا۔

"کیا بات ہے فرہاد! تم بالکل ہی خاموش ہوگئے ہو؟"

"ہاں کوئی بات نہیں بن رہی ہے۔ زندگی میں بعض مقامات ایسے بھی آتے ہیں جہاں ٹیلی پیتھی بیکار ہوجاتی ہے۔"

ہم کاٹج کے دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ وہاں کھڑے ہوئے ایک شخص نے دروازے کا تالا کھولنے کے بعد اپنے ساتھیوں کو ہاتھ کا اشارہ کیا کہ ہمیں اندر لے جائیں۔ میں نے دروازے میں داخل ہونے کے بجائے ان سے کہا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہمیں اس کاٹج کے اندر کیوں لے جارہے ہو؟"

وہ میری بولی نہیں سمجھتے تھے۔ وہ مجھے اور سونیا کو مائل کی نال کے ٹھونکے دیتے ہوئے اندر لے گئے۔ وہاں کچھ مقامی باشندے نظر آئے۔ ان میں تین عورتیں بھی تھیں۔ جب ہمارے پیچھے دروازہ بند ہوگیا تو میں نے سونیا سے کہا۔

"یہاں سب مقامی باشندے ہیں اور ہماری طرح قیدی ہیں۔ یہ ہمارے دوست اور ہمدرد بن سکتے ہیں۔ تم ان سے باتیں کرو۔"

سونیا میری ہدایت کے مطابق ان سے باتیں کرنے لگی۔ اس وقت باہر سے کوئی شخص اونچی آواز میں بولنے لگا۔ سونیا اور دوسرے مقامی باشندے پوری توجہ سے اس کی باتیں سننے لگے۔ وہ بولتا جارہا تھا اور سننے والوں کے چہروں پر خوف اور دہشت طاری ہوتی جا رہی تھی۔ پھر وہ عورتیں رونے لگیں۔ مرد بھی ایسے سہمے ہوئے تھے کہ عورتوں کو تو کیا خود کو بھی تسلیاں نہیں دے سکتے تھے۔ سونیا بھی قریب آکر کہا۔

"باہر وہ شخص کہہ رہا ہے کہ آدھی رات کے بعد اس کاٹج کو بارود کے دھماکے سے اڑا دیا جائے گا۔"

اب پتہ چلا کہ عورتیں کیوں رو رہی ہیں اور مرد اتنے سہمے ہوئے کیوں ہیں۔ کیونکہ ان سب کی موت کا ایک وقت مقرر کردیا گیا تھا۔ لاعلمی بڑی اچھی چیز ہے۔ جب تک انسان کو اپنی موت کا علم نہیں ہوتا اس وقت تک وہ موت کو سمجھتا تو ہے مگر اس سے ڈرتا نہیں ہے۔ جب موت کا وقت مقرر ہوجاتا ہے تو وہ وقت سے پہلے ہی مرجاتا ہے۔ اس وقت وہ سب ہی حواس باختہ ہوگئے تھے اور موت سے دور بھاگنے کے لئے دروازوں اور کھڑکیوں کو پیٹ رہے تھے۔

میں سوچنے لگا کہ وہ کس طرح اس کاٹج کو بارود کے دھماکے سے اڑائیں گے۔ صاف ظاہر تھا کہ دھماکے کے وقت کاٹج کے آس پاس کوئی نہیں رہے گا۔ ایک بہت لمبا سا تار بچھا دیا جائے گا۔ اس تار کے ایک سرے کو آگ دکھائی جائے گی۔ پھر وہ تار سلگتا ہوا کاٹج کے قریب آتا جائے گا۔ پھر یہاں پہنچ کر بارود کے ذخیرے کو آتش فشاں بنا دے گا۔ میرے خیال کے مطابق بارود کے کئی گولے کاٹج کے آس پاس رکھے گئے ہوں گے جو بیک وقت پھٹیں گے۔ اگر یہ کاٹج کے اندر رکھے جاتے تو وہ ہمیں وقت سے پہلے موت کی اطلاع نہ دیتے۔ پھر بھی میں نے سونیا سے کہا

"تم ان لوگوں کو سمجھاؤ کہ شور نہ مچائیں۔ ان سے کہو کہ کاٹج کے اندر بارود کے گولے تلاش کریں۔ اگر وہ مل گئے تو ہم تار کے کنکشن کو الگ کردیں گے۔"

سونیا انہیں سمجھانے لگی۔ وہ سب اپنی جان بچانے کی فکر میں دروازہ توڑ کر نکل جانا چاہتے تھے جو ان سے نہیں ٹوٹ سکتا تھا۔ اس لئے وہ سونیا کی ہدایت کے مطابق کاٹج کے ایک ایک گوشے میں بارود کے گولے تلاش کرنے لگے یہ فضول سی کوشش تھی۔ وہ اتنے احمق نہیں تھے کہ فلیتے کی طرح جلنے والے تار کو ہم تک پہنچا دیتے۔ وہ کاٹج تین کمروں پر مشتمل تھا۔ تینوں کمروں کو اچھی طرح دیکھ لینے کے بعد وہ تھک ہار کر آگئے۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ ہمیں آدھی رات تک کیوں زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ شخص کچھ اور بھی کہہ رہا تھا؟"

"ہاں وہ کہہ رہا تھا کہ قریبی سمندر سے گیارہ بجے رات کو طالبان کا ایک جہاز گذرنے والا ہے۔ اگر ابھی اس کاٹج کو بارود کے دھماکے سے اڑا دیا جائے گا تو اس جلنے والے کاٹج کے شعلے دور تک نظر آئیں گے اور جہاز والوں کے لئے خطرے کی گھنٹی بن جائیں گے اس لئے

ہاں نے آدھی رات کے بعد ہماری موت کا وقت مقرر کیا ہے۔"

یہاں کے لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ کس روز اور کس وقت یہ جہاز ساحل تک کے جہاز قریبی سمندر سے گذرتے ہیں۔ اسی کے مطابق شیطان آدھی رات کے بعد دھماکہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"پتہ نہیں ابھی کیا وقفہ ہوا ہے۔ تم دروازے کے پاس جاکر سے کہو کہ وہ ہمیں کم از کم وقت بتاتے رہیں۔"

سونیا دروازے کے پاس جاکر کسی مخاطب کرنے لگی۔ اور ان کی زبان میں باتیں کرنے لگی۔ اس کی باتیں سن کر ہمارے ساتھ قید والے انکار میں اپنا سر ہلاتے ہوئے کچھ کہنے لگے۔ سونیا میرے پاس آکر کہنے لگی۔

"یہ لوگ گھبرا رہے ہیں کہ انہیں وقت نہ بتایا جائے۔ وہ چاہتے ہیں ان کی لاعلمی میں وقت گذر جائے۔ یہ اپنے طور پر درست کہہ رہے ہیں فرہاد۔ انہیں جیسے جیسے علم ہوتا جائے گا کہ وقت قریب آرہا ہے ان پر کتنے ہی دہشت سے مرجائیں گے۔"

سونیا کی بات ختم ہوتے ہی باہر سے ٹن ٹن کی آوازیں آنے لگیں۔ وقت بتایا جارہا تھا کہ نو بج گئے ہیں یعنی دو گھنٹے بعد جاپان کا ایک جہاز گذرنے والا ہے اور اس کے ایک گھنٹے بعد ہم اس دنیا سے گذر چکے ہوں گے۔ شاید وہ اس طرح ہمیں کبھی وقت نہ بتاتے لیکن قیدیوں کے بعد وہ سمجھ گئے تھے کہ موت سے پہلے ہمیں اسی طرح تڑپایا جاسکتا ہے۔

"فرہاد کچھ کرو۔ ہم سب مجبور ہیں۔ اپنی جسمانی قوت کا مظاہرہ کرو دروازہ توڑنے میں کامیاب ہوگئے تب بھی باہر کھڑے ہوئے لوگوں سے نہیں بچ سکیں گے۔"

اس نے اس کے شانے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ مجھے یقین ہے کہ میں کچھ کر گزروں گا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے فی الحال مجھے تنہائی کی ضرورت ہے۔"

سونیا نے دوسرے قیدیوں کو سمجھایا کہ وہ سب دو کمروں میں سے ایک کمرہ خالی چھوڑ دیں۔ ہم وہاں سکون سے بیٹھ کر ان کے بارے میں غور کریں گے۔ سونیا کی خواہش کے مطابق ایک کمرہ خالی کردیا گیا لیکن ایک نیا مسئلہ پیش آیا۔ ایک عورت دردِ زہ میں مبتلا ہوگئی تھی۔ وقت قریب آگیا تھا۔ لہٰذا اس کے لئے بھی ایک کمرے کی ضرورت تھی۔

مجھے بہت دیر سے اس عورت کے کراہنے کی آوازیں سن رہا تھا۔ یاد آن پڑا تھا کہ ہم سب موت کے منہ میں جانے والے تھے اور انسان ختم ہونا چاہتا تھا۔ مرنے اور پیدا ہونے کا سلسلہ یوں بھی جاری رہتا ہے۔ انسان بارود کے دھماکوں میں بھی جنم لینے سے باز نہیں آتا۔ آخر یہ ہوا کہ تمام مرد سمٹ کر ایک کمرے میں آگئے۔ عورتیں اس کمرے میں چلی گئیں جہاں ایک ماں موت سے لڑتے لڑتے اپنے بچے کو زندگی دینا چاہتی تھی۔

میں تیسرے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد ننگے فرش پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ میرا رُخ شمال کی طرف تھا جب میری صلاحیتیں مجھ سے بچھڑ گئی تھیں تو اس وقت سمت کا تعین کرنے کے لئے مجھے قطب نما کی ضرورت پیش آئی تھی۔ رات کی تاریکی میں موٹر بوٹ ڈرائیو کرتے وقت میں قطب نما کا محتاج تھا... چونکہ شمال کی طرف سے چلنے والی مقناطیسی ہواؤں کا تعلق قطبِ جنوبی سے ہوتا ہے اس لئے مجھے آپ ہی آپ وہ مقناطیسی ہوائیں اپنی طرف متوجہ کرلیتی تھیں۔

میں نے شمال کی سمت بیٹھ کر اپنی آنکھیں بند کرلیں اور سوچنے لگا کہ کسے اپنا ٹارگٹ بنانا چاہیئے؟ وہاں میں تین انگریزوں کو جانتا تھا ایک ڈاکٹر شیطان دوسرا جگادر اور تیسرا وہ انگریز تھا جسے بنگلہ کو اس شبہ پر قید کیا تھا کہ اس کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں ہے میں اس تیسرے انگریز کے دماغ میں جھانکنے لگا وہ کسی کاٹج کے ایک کمرے میں صوفے پر بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا۔ اس کے پہلو میں ایک نوجوان لڑکی تھی۔ وہ اپنی زبان میں اس لڑکی سے محبت کا اظہار کررہا تھا لیکن لڑکی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو شاید میں اس منظر سے لطف اندوز ہوتا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ لڑکی میرے لئے گونگی ہے۔ اس کی بولی میری سمجھ میں نہیں آتی۔ لہٰذا جب تک نشہ زیادہ نہیں ہوگا اس وقت تک مزہ نہیں آئے گا۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا۔

"ہاں! واقعی نشے میں گونگے پن کا احساس مٹ جائے گا۔ مجھے ایک لمبا پیگ لینا چاہیئے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے ایک بڑا سا پیگ بنایا۔ پھر اسے غٹا غٹ پینے لگا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ بالکل ہی مدہوش ہوجائے اور ایسے وقت اس کے دماغ میں صرف میری ہی سوچ کام کرے۔ اس لئے میں اسے ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا بڑا پیگ پینے پر اکساتا رہا اور اس کے دماغ کو کنٹرول کرتا رہا کہ وہ پینے کے دوران نشے کی زیادتی محسوس نہ کرے۔ میں اس کی سوچ میں سمجھاتا تھا۔

"میں نشے میں نہیں ہوں۔ یہ شراب میرے لئے پانی ہے۔ میں لیے کئی بڑے بڑے پیگ حلق میں اتار کر ہضم کرسکتا ہوں۔"

اس طرح اس کے اندر قوتِ ارادی پیدا ہوگئی تھی۔ چار بڑے پیگ کے بعد جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تو وہ اک دم سے بوکھلا گیا۔ اس کی قوتِ ارادی یکمشت ختم ہوگئی۔ اس کا سر بُری طرح چکرانے لگا۔ وہ لڑکی اسے مدہوشی کی حالت میں دیکھ کر

ذرا دور کھڑی ہوگئی تھی اور گھبرا رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"بہت تیری نشے کی ایسی تیسی۔ میں نشے میں نہیں ہوں۔ اگر یہ لڑکی میرے لئے گولی ہے تو اس کی بھی ایسی کی تیسی۔ شکار کو بھون کر کھاتے وقت اس کی بولی نہیں سنی جاتی۔ بس اسے چکھا جاتا ہے۔"

جب وہ اس کے قریب پہنچ گیا تو میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"تعجب ہے شراب میں نے پی ہے اور نشہ اس لڑکی کو ہو رہا ہے۔ یہ کمبخت الٹی کھڑی ہوئی ہے۔ یعنی اس کا سر نیچے ہے ٹانگیں اوپر ہیں مجھے ڈانٹ کر اسے سیدھا کرنا چاہیے۔"

پھر میں جیسے جیسے اس کی سوچ میں کہتا گیا اسی کے مطابق وہ اپنی زبان سے بولتا اور عمل کرتا گیا۔ اس نے کہا۔

"اے لو کی بچی تم سمجھتی ہو کہ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کر لوگی تو میں تم تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ یہ دیکھو"

یہ کہہ کر وہ فرش پر جھک گیا۔ جھکتے وقت اپنا توازن نہ سنبھال سکا اس لئے لڑکی کے قدموں میں گر پڑا۔ لیکن نشے اور غلط فہمی کا ملا جلا کمال تھا کہ لڑکی اسے سر کے بل کھڑی نظر آ رہی تھی۔ وہ اپنے ہونٹ آگے جھکا کر اس کے قدموں کا بوسہ لینے لگا۔

ارے سر کہاں چلا گیا؟ ۔ سالی پھر سیدھی ہو گئی۔"

وہ ایک قریبی صوفے کا سہارا لے کر اٹھنے لگا۔ اب وہ دماغی طور سے پوری طرح میرے قابو میں آ گیا تھا۔ اب میں اسے اپنی مرضی کے مطابق نچا سکتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ لڑکی اسی طرح الٹی سیدھی ہوتی رہے گی۔ شراب پینے کا مزہ اسی میں ہے کہ باہر کھلی فضا میں ٹہل قدمی کی جائے۔"

میری ہدایت کے مطابق وہ لڑکھڑاتے قدموں سے دروازے کی طرف جانے لگا۔ لڑکی نے اسے آواز دے کر پوچھا کہ کیا وہ جا سکتی ہے؟ لیکن میں نے اس کی آواز کو شرابی کے ذہن تک پہنچنے نہیں دیا۔ اسے کاٹج سے باہر لے آیا۔ پھر میں نے کہا۔

"بہت دیر ہو چکی ہے۔ مجھے جگر کی خبر لینی چاہیئے۔ اب شاید اس کا دماغ درست ہو گیا ہوگا۔"

وہ ڈگمگاتا ہوا اس کاٹج کی طرف بڑھنے لگا جہاں جگر کو قید کیا گیا تھا۔ کاٹج کے دروازے پر مسلح جوان پہرہ دے رہے تھے جو اسے دیکھتے ہی اس کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ وہ کاٹج کے اندر پہنچا تو جگر سونے کی تیاری کر رہا تھا۔ وہ میری سوچ کے مطابق کہنے لگا

"ہیلو مسٹر جگر! اب تمہاری دماغی حالت کیسی ہے؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں مسٹر جیکب۔"

اس وقت مجھے پتہ چلا کہ جسے میں خراب کے نشے میں مدہوش کرنے کے بعد دماغی طور پر اپنا غلام بنا چکا تھا اس کا نام جیکب نہیں جگر کہہ رہا تھا۔

"اس وقت سے اب تک مجھ پر دورہ نہیں پڑا ہے لیکن مسٹر جیکب آج تم بہت نشے میں نظر آ رہے ہو۔ سیدھی طرح کھڑے بھی نہیں ہو سکتے۔ ادھر سے اُدھر ڈگمگا رہے ہو۔ مگر تعجب ہے کہ اتنے نشے کے باوجود ہوشمندوں کی طرح باتیں کر رہے ہو۔"

وہ اپنا سینہ ٹھونک کر کہنے لگا۔

"میرا نام جیکب ہے۔ اور جیکب شراب کو پانی کی طرح پیتا ہے اور پانی کی طرح نکال دیتا ہے۔ میں پورے ہوش و حواس میں ہوں اور اب چاہتا ہوں کہ تمہیں باس کے پاس پہنچا دوں۔ وہاں تم دونوں بیٹھ کر باتیں کر لوگے تاکہ ہم سب کو یقین ہو جائے کہ تم دونوں کی ذہنی حالت درست ہو گئی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ کاٹج سے باہر آیا۔ جو کچھ میری سوچ اس کے دماغ میں کہہ رہی تھی وہ اسی کے مطابق عمل کرتا جا رہا تھا۔ اس نے پہریداروں کو حکم دیا۔

"مسٹر جگر کو باس کے کاٹج میں پہنچا دو۔ میں بھی اسی طرف جا رہا ہوں۔"

یہ کہنے کے بعد وہ ڈاکٹر شیطان کی طرف جانے لگا۔ ڈاکٹر اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا دودھ پی رہا تھا۔ شاید اپنے دماغ کو تقویت پہنچانا چاہتا تھا۔ جب سے دماغ میں گڑبڑ ہوئی تھی تب سے وہ خود کو نارمل رکھنے کے لئے طرح طرح کے جتن کر رہا تھا۔ جیکب میری دماغی لائن پر چلتا ہوا اس کے پاس پہنچ کر بولا۔

"باس آپ کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ اب آپ نارمل ہیں۔ یوں بھی جگر کے مقابلے میں نپتہ قوتِ ارادی کے مالک ہیں۔ جائیے آدمی جگر کو یہاں لے کر آ رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کم از کم آدھ گھنٹے تک اس سے باتیں کریں۔ آدھ گھنٹے کی گفتگو میں آپ اسے آزما لیں گے۔"

ڈاکٹر شیطان نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے اسے آنے دو۔ مگر صبح تم نے بہت زیادہ پی لی ہے۔"

"یس باس۔ زیادہ پی ہے۔ مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں ہوش و حواس میں ہوں۔ آپ میری فکر نہ کریں۔ اب میں قیدیوں کی خبر لینے جا رہا ہوں۔ مجھے اپنا فرض اچھی طرح یاد ہے۔ آدھی رات کے بعد ان کے چیتھڑے اڑا دیئے جائیں گے۔"

اسی وقت ان ٹ ان کی آواز سنائی دی۔ میں آنکھیں کھول کر وہ آواز سنتا رہا۔ جب دس بجے کا اعلان ختم ہو گیا تو میں نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ دس کا گھنٹہ بجنے تک میں نے جیکب کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اتنی سی دیر میں وہ کچھ گڑبڑ ہی کر سکتا تھا۔ لیکن خیریت ہوئی کہ دوران ڈاکٹر شیطان بول رہا تھا اور وہ فرمانبردار ماتحت کی طرح کھڑا

خاموش چاپ اس لئے کھڑا تھا کہ نشے کی زیادتی کے باعث پھر اس پر کپکپی کھوم رہی تھی اور وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی دوران میں نے اس کے دماغ کو کنٹرول میں لے کر سنبھال لیا۔ وہ پھر میری ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگا۔ اس نے کہا۔

"باس اب مجھے اجازت دیجئے۔ میں آدھ گھنٹے کے بعد پھر حاضر ہو جاؤں گا۔"

اتنے میں دوسرے ماتحت جگر کو وہاں لے آئے۔ جیکب کاٹج سے باہر آ گیا۔ اور اب جگر کے کاٹج کی طرف آنے لگا۔ ہمارا کاٹج بہت سب سے الگ تھلگ تھا تاکہ دھماکوں کا اثر دوسرے کاٹجوں پر نہ پڑے۔ اس وقت میں اس کی سوچ میں کہنے لگا۔

"کیا ضروری ہے کہ آدھی رات کے بعد دھماکہ کیا جائے۔ جب قیدیوں کو کھانا کھا چکے تو پھر خواہ مخواہ انتظار کرنے کی ضرورت کیا ہے ابھی جا کر حکم دیتا ہوں کہ ابھی اور اسی وقت بارودی دھماکے سے اس کاٹج کو اڑا دیا جائے۔"

میں اسے مشورہ دے کر ذرا خاموش ہوا تو اتنے نشے کے باوجود اس کے دماغ میں یہ بات آ گئی کہ گیارہ بجے قریبی سمندر سے ایک جہاز روانہ ہونے والا ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں سمجھایا۔

"وہ جہاز یہاں سے گیارہ بجے گزرے گا۔ ابھی بہت وقت ہے ابھی دھماکہ کیا جائے تو اس کاٹج سے اٹھنے والے شعلے اس وقت دکھائی نہیں پڑ جائیں گے۔ اگر ایسا نہ ہو تب بھی پانی سے بجھا دیا جائے کچھ بھی ہو دھماکہ ابھی ہونا چاہیئے۔"

وہ میری سوچ میں بہتا ہوا ہمارے کاٹج کے قریب آ گیا۔ پھر کاٹج کے بہادر سے میں اس نے ایک پہریدار سے پوچھا۔

"مجھے جانور بلاسٹ ہونے والے بم کہاں کہاں رکھے گئے ہیں؟"

اور پہریدار اسے ساتھ لے کر کاٹج کے اطراف گھومتے ہوئے بتانے لگا۔ اس کاٹج کے چاروں سمت چار بارودی گولے رکھے گئے تھے۔ جو بارہ بجے طرف سے بیک وقت پھٹنے والے تھے جیکب نے میری سوچ کے مطابق کہا۔

"باس نے پروگرام بدل دیا ہے۔ اس کاٹج کو ابھی اور اسی وقت اڑا دیا جائے گا۔ تم یہ بتاؤ اس کا تار کتنی دور تک بچھایا گیا ہے؟"

ایک مقامی باشندہ جو انگریزی سمجھتا تھا اس نے جواب دیا۔

"پچاس گز کی دوری تک بچھایا گیا ہے۔ ہم وہاں سے فلیتے کو آگ لگائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب یہاں سے جاؤ اور اس فلیتے کو آگ لگا دو۔"

وہ حکم کے بندے تھے۔ اپنے انگریز حاکم کی بات نہیں ٹال سکتے تھے۔ وہاں سے سب چلے گئے کیونکہ دھماکے کے وقت کوئی کاٹج کے قریب رہنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ جیکب بھی کاٹج کے پیچھے چلا آیا۔ اس طرح سب ایک دوسرے کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ یوں بھی تاریکی نے انہیں چھپا لیا تھا۔ جیکب کی کھوپڑی میں میرا دماغ کام کر رہا تھا۔ اس نے کاٹج کے پیچھے آ کر بارودی گولے کو اٹھا لیا۔ پھر کاٹج کے دائیں طرف جا کر دوسرے گولے کو بھی اٹھا لیا۔ اسی طرح اس نے چاروں بارودی گولوں کو سمیٹ کر اپنے دونوں بازوؤں میں بھر لیا۔ ایک تار کے ذریعہ وہ چاروں گولے ایک دوسرے سے منسلک تھے۔

اس وقت تک اس کے ماتحت پچاس گز کی دوری پر تار سے فلیتے کو آگ لگا چکے تھے۔ اب وہ تار سرسر کی آواز کے ساتھ تیزی سے جلتا ہوا اپنی آگ کو گولوں کی سمت لے جانے لگا۔ اسی وقت دور سے ٹارچ کی روشنی پھینکی گئی۔ پھر مقامی باشندے یہ دیکھ کر چیخنے لگے کہ جیکب چاروں گولوں کو اپنے بازوؤں میں سنبھالے ہوئے کھڑا ہے۔ ان کے چیختے ہی وہ تیزی سے دوڑنے لگا۔ اس کے دوڑتے ہی تمام مسلح نوجوان چیختے ہوئے دور بھاگنے لگے۔ لیکن جیکب دوسری طرف بھاگ رہا تھا کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ کوئی اس کے قریب پہنچ کر اس کے ہاتھوں سے گولے چھین لیتا کیونکہ وہ تار بڑی تیزی سے جلتا ہوا اپنی آگ گولوں کے قریب پہنچا رہا تھا اور میں اتنی ہی تیزی سے جیکب کو بھگا رہا تھا۔

کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیئے۔ کس طرح باس تک یہ خبر پہنچانا چاہیئے۔ کاٹج میں بیٹھے ہوئے ڈاکٹر شیطان اور جگر نے بھی دور سے چیخنے چلانے کی آوازیں سنیں۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کان سے نکلتے جیکب دوڑتا ہوا کاٹج میں داخل ہو گیا اور اگلے دم سے ان کے قریب پہنچ گیا۔ اسی وقت ایک زبردست کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا ـــــ دھائیں ـــــ دھائیں ـــــ دھائیں۔ موت ملحق پھاڑ کر چیخ رہی تھی۔

پھر میں نہیں جانتا کہ وہاں کیا ہوا۔ کیونکہ وہ تینوں انگریز جن کے دماغوں میں میں جھانک سکتا تھا وہ موت کی ابدی تاریکی میں گم ہو گئے تھے۔ اب ان کی زندگی میں جھانکنے کے لئے خیال خوانی کا کوئی دریچہ نہیں کھلتا تھا۔ اب تو میں اور میرے ساتھ کاٹج میں بند رہنے والے قیدی صرف دھماکوں کی ایسی آوازیں سن رہے تھے کہ جن سے ہمارے کاٹج کا فرش بھی لرز رہا تھا۔ دیواریں کانپ رہی تھیں۔ تمام قیدی یوں چیخ رہے تھے جیسے وہ خود بم کے دھماکوں سے اڑ رہے ہوں۔ وہ جو دہشت پھیلا دی گئی تھی اس کی وجہ سے عورتیں بھی چیخ ہی تھیں اور تو اور وہ ماں بننے والی بھی دردِ زہ سے یکلخت نجات پا گئی تھی۔ اکثر بم کے دھماکے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ پہلی جنگِ عظیم میں کتنے ہی نوزائیدہ بچے ان دھماکوں سے وجود میں آ گئے تھے۔ اب میں اپنے کمرے میں بیٹھا اس نوزائیدہ بچے کے رونے کی آواز سن رہا تھا۔

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ سونیا دروازے کے

پاس ہی بے چینی سے میرا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی جلدی سے آکر لپٹ گئی۔ وہاں تمام قیدی سراسیمہ نظر آرہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی اپنے ہوش وحواس میں نہ ہو۔ سونیا نے میرے سینے سے سر اٹھا کر پوچھا۔

"فرہاد! یہ سب کیا ہے؟ دھماکے تو کسی دوسری جگہ ہو رہے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں صیاد اپنے دام میں آپ آگئے۔ وہ ڈاکٹر شیطان، جنگلر اور ان کا ایک ساتھی جیک تینوں اپنے ہی بارودی گولوں کا شکار ہوگئے۔ یہ سب کیسے ہوا؟ یہ میں تمہیں اطمینان سے بتاؤں گا۔ اب تم لوگوں کو سمجھا دو کہ موت کا وقت ٹل گیا ہے۔ ہم اسی وقت مریں گے جب خدا کی مرضی ہوگی۔"

سونیا میرے پاس سے جا کر انہیں سمجھانے لگی۔ وہ اس کی باتیں سنتے رہے۔ پہلے تو انہیں یقین نہیں آیا۔ وہ یہی سوچ رہے تھے کہ انہیں چاروں طرف سے بند کر دیا گیا ہے۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اور ہاتھ جوڑ کر التجا کرنے سے موت بھی نہیں ٹلتی۔ پھر کسی کوشش کے بغیر کیسے ٹل گئی؟ سونیا نے مجھے ان کے خیالات بتائے اور وہ خود ہی اپنے طور پر انہیں سمجھاتی رہی کہ جسے اللہ رکھتا ہے اُسے کوئی نہیں چکھتا اس نے میری صلاحیتوں کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ ہم دونوں پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے کہ میری خیال خوانی کی صلاحیت اب ہمیشہ راز ہی رہے گی۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"ٹھیک ہے تم انہیں سمجھاتی رہو۔ میں اب ذرا یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کاٹج کے باہر کیا ہو رہا ہے۔"

میں وہاں سے پھر اپنے کمرے میں آگیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد پھر اسی طرح فرش پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ اب میں اس مقامی باشندے سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا جس نے جیک کے ساتھ انگریزی زبان میں گفتگو کی تھی اور اسے بتایا تھا کہ بارودی گولے کہاں کہاں رکھے گئے تھے۔ میں ایک ہی بار کسی کی آواز اور اس کا لہجہ سن کر اسے فوراً ہی ذہن نشین کر لیتا ہوں۔ خیال خوانی کی ابتدا سے مجھے اس کی خاصی مشق ہوگئی ہے۔

میں نے آنکھیں بند کرنے کے بعد اس کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے دماغ کے ذریعہ مجھے چاروں طرف کا شور سنائی دے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں وہ منظر اس کے دماغ تک پہنچ رہا تھا مگر اس کی سوچ سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ وہ مقامی باشندہ انگریزی جاننے کے باوجود اپنی پیدائشی عادت کے مطابق اپنی زبان میں سوچ رہا تھا۔ میں نے اسے انگریزی زبان کی طرف مائل کرنے کے لئے اس کے لہجے میں کہا۔

"یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟ مسٹر جیک تو ہوشمندوں کی طرح باتیں کر رہے تھے پھر وہ اچانک ہی پاگل کیسے بن گئے؟ اپنے ساتھ ہارس اور جنگلر کو بھی لے مرے۔"

جب اس کے دماغ کے اندر انگریزی زبان کی سوچ ابھرنے لگی تو اس نے حیرانی سے کہا۔

"تعجب ہے اس سے پہلے تو میں کبھی انگریزی زبان میں نہیں سوچتا تھا۔ اب یہ انگریزی خود بخود میرے اندر پک رہی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ٹھیک تو ہے کیونکہ صبح وشام ان انگریزوں کے ساتھ رہتے ہو اسی لئے انہی کی زبان میرے اندر گونجتی رہتی ہے۔ بہرحال اب مجھے یہ سوچنا چاہیئے کہ میرے سامنے کیا ہو رہا ہے۔"

"ہوگا کیا؟ کاٹج دھڑا دھڑ جل رہا ہے۔ دھماکوں سے اس کی چھت اڑ گئی ہے۔ کاٹج کے جس حصے میں پلاسٹنگ ہوئی تھی وہاں کی دیواریں بھی ریت اور کنکر کی طرح اڑ گئی ہیں۔ ان تین صاحبوں کے ساتھ ہمارے تین آدمی بھی مارے گئے ہیں جو کاٹج کے باہر کھڑے ہوئے تھے وہ بھی اس بری طرح زخمی ہوئے ہیں کہ اگر زندہ بچ گئے تو اپاہجوں کی طرح زندگی گذاریں گے۔"

وہ روانی میں سوچتا جا رہا تھا اور میں اپنی جگہ خاموش بیٹھا سن رہا تھا۔ اب وہ قدرے وحشت زدہ ہو کر کہہ رہا تھا۔

"ہم مہاتما بدھ کے پیروکار ہیں۔ مہاتما کے بھکشوؤں نے ہمیں سمجھایا تھا کہ ہمیں سچی خوشی اور نروان کا راستہ اسی وقت مل سکتا ہے جب ہم کسی کو دکھ نہ دیں۔ انسان تو انسان کسی چیونٹی کی بھی جان نہ لیں مگر ہم نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ہم نے ایک کاٹج میں کتنے ہی انسانوں کو کیڑوں مکوڑوں کی طرح بند کر دیا۔ لیکن موت کے آئی؟ اُسے۔ جس کے نصیب میں لکھی ہوتی تھی۔ یہ موت میری طرف بھی آسکتی تھی کیونکہ میں نے ہی بارود کے خلیتے کو آگ دکھائی تھی لیکن اس بھیانک واقعہ سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔"

واقعی اس قسم کے عبرتناک واقعہ سے اگر انسان عبرت حاصل کرنا چاہے تو بہت کچھ سیکھ لیتا ہے اور سنبھل جاتا ہے۔ میں نے اسے سنبھلتے ہوئے دیکھا تو اور سنبھالنے کی کوشش کی۔ اس کی مثبت سوچ میں کہا۔

"میں اب بھی ان مظلوموں کے کام آسکتا ہوں جنہیں کاٹج میں بند کر دیا گیا ہے۔ وہ تین بڑے انگریز جو ہم پر حکومت کر رہے تھے ان کے تو چیتھڑے اڑ گئے۔ باقی جو انگریز بچے ہیں ہم ان سے نمٹ سکتے ہیں مجھے حساب کرنا چاہیئے کہ یہاں کتنے انگریز رہ گئے ہیں۔"

وہ حساب کرنے لگا کہ اس جزیرے میں اور اس کے ساتھ والے جزیرے میں کتنے انگریز ہیں۔ ایک ایک کو گننے کے بعد پتہ چلا

سونیا اس کی زبان سمجھ رہی تھی اس نے مجھے بتایا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

"اس عورت کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے فرہاد! یہ اتنے سے فوزائیدہ بچے کو لے کر کہاں جائے گی؟"

"ہاں یہاں بھی کوا اپنی اپنی فکر ہے لیکن ہم اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ تم اسے جا کر تسلی دو۔ میں باہر جا کر اپنی حفاظت کا کچھ انتظام کرتا ہوں۔"

سونیا اس عورت کے پاس چلی گئی۔ اتنی دیر میں دھماکے خاموش ہوگیا۔ کبھی کبھار چلے جاتے تھے۔ میں بھی باہر آکر لوگوں کو دیکھنے لگا۔ قید سے رہا ہونے کے بعد بہت سے لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے تھے۔ اندھیرے میں چند افراد نظر آرہے تھے۔ میں خیال خوانی کے ذریعہ جس مقامی باشندے کے دماغ تک پہنچ گیا تھا اسے شکل وصورت سے نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے دوبارہ اس کے ذہن میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ بھی کاٹج کے قریب موجود ہے۔ تب میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ جو فرہاد اور سونیا نام کے دو اجنبی پکڑے گئے ہیں انہیں ہمارا باس خطرناک کہتا تھا۔ مجھے فرہاد سے تعارف حاصل کرنا چاہیئے۔ وہ ہمارے کام آسکتا ہے۔ وہ یہیں کہیں ہوگا۔ کہاں ہے وہ؟"

اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھ رہا ہے۔ یعنی مجھے تلاش کر رہا ہے۔ پھر وہ کاٹج کے دروازے کی طرف دیکھ کر میری طرف آنے لگا۔ میں انجان بنکر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ اس نے میرے قریب آکر کہا۔

"ہیلو مسٹر فرہاد! میرا نام جو جو ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے یہاں آنے سے ان اسمگلروں پر تباہی آئی ہے۔"

میں نے مسکرا کر انجان بنتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہارا اپنا خیال ہے۔ ورنہ تم بھی طرح جانتے ہو کہ میں اس کاٹج میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ موت کی بازی کس طرح پلٹ گئی۔ ویسے اگر تم دوستی کرنے آئے ہو تو اپنی یہ اسٹین گن مجھے دیدو۔"

اس نے اپنی اسٹین گن کو کاندھے سے اتار کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اگر اس سے ہماری دوستی تمکم ہوتی ہے تو اسے رکھ لو۔ لیکن یہاں ہتھیاروں کے ذخیروں پر بھی ان انگریزوں کا قبضہ ہے اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ اب میں بھی باغیوں کا ساتھ دے رہا ہوں تو وہ یہ اسٹین گن کبھی کی مجھ سے چھین لیتے۔"

میں نے کہا۔ "تم فکر نہ کرو۔ ابھی اپنے ہم خیال لوگوں کو جمع کرو مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تمام ہتھیار کہاں رکھے گئے ہیں؟"

اس نے دور اندھیرے میں دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

[illegible] ہیں۔ میں نے اسے اکسایا۔

[illegible] زندہ بچ گئی ہیں۔ انہیں تو ایک ہی ہلّے میں ختم کیا جا سکتا تھا۔ یہ جزیرہ ہمارا ہے۔ یہاں صرف ہماری حکومت ہونا چاہیئے۔ میں اپنے آدمیوں کو بغاوت پر آمادہ کروں گا۔"

وہ خود آمادہ ہوگیا اور اپنے آس پاس کھڑے ہوئے مقامی لوگوں سے اپنی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ میں اس کی زبان تو نہیں سمجھتا تھا لیکن اس کے بدلے ہوئے تیور سمجھ رہا تھا۔ میں نے کچھ دیر کے لئے اس سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کمرے میں گیا جو دوسرے کمرے میں اب تمام قیدی کسی حد تک بغاوت پر آمادہ ہو چکے تھے اور ایک دوسرے سے آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ میں نے انہیں بتانے لگا کہ موت ڈاکٹر شیطان وغیرہ کی طرف کس طرح گئی تھی اور اب میں یہاں کے ایک مقامی باشندے کو اپنا بنا رہا ہوں۔ پھر میں نے سونیا سے پوچھا۔

"یہ تم نے معلوم کیا ہے کہ یہ مقامی باشندے قیدی کیوں بنائے گئے ہیں؟"

"ہاں! ڈاکٹر شیطان ان لوگوں کو باغی سمجھتا تھا۔ یہ لوگ بڑی خاموشی سے یہ تحریک چلا رہے تھے۔ اسمگلروں کو اس جزیرے سے گزرنے دیتے لیکن یہاں کے بہت سے مقامی باشندے ان اسمگلروں کو گرفتار کرا دیتے تھے۔ انہوں نے اس خفیہ تحریک کی اطلاع ڈاکٹر شیطان کو دی تھی۔ جس کے نتیجے میں یہ گرفت میں آگئے۔ ابھی کچھ باغی یہاں موجود ہیں یہ انگریز شناخت نہیں کر سکے اس لئے وہ ابھی آزاد ہیں۔ انہیں موقع مل گیا تو وہ ان انگریزوں کو چن چن کر قتل کر دیں گے۔"

سونیا سے باتیں کرنے کے دوران کاٹج کے قریب ہمیں قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ پھر کوئی دروازے کے قریب آکر مقامی زبان میں بولا۔ تمام قیدی اس کی بات توجہ سے سننے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ کچھ کہنے لگے۔ سونیا نے مجھے بتایا کہ باہر سے باغی قیدیوں کا ساتھی ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ وہ دروازے کا تالا توڑ دیں۔ لہٰذا ہم اسے اپنا دشمن نہ سمجھیں اور دروازہ کھولتے ہوئے احتیاط کریں۔ باہر جو ہماری مدد کے لئے آئے ہیں۔ ان کے پاس ہتھیار نہیں ہیں کہ تمام لوگوں میں تقسیم کئے جا سکیں۔ لہٰذا سب ہی اپنی اپنی حفاظت آپ کریں۔

انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ آزادی کی خواہش میں سبھی ایک ساتھ چیختے ہوئے باہر نکلنے لگے۔ میں اور سونیا ایک گوشے میں کھڑے ہو گئے۔ اس وقت ہمیں اس عورت کی آواز سنائی دی جو چیخ رہی تھی۔

"خدا کے لئے میری جان کو لے کر کہاں جاؤں گی۔ خدا کے لئے مار کر مجھے میرے گھر تک پہنچا دو۔"

"جس عمارت میں تم دونوں کو چھت سے نکالا گیا تھا وہیں ایک کمرے میں اسلحہ کا ذخیرہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے کچھ لوگوں کے پاس رائفلیں ہوں۔ لیکن وہ اسٹین گنوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکیں گے۔ پھر بھی میں انہیں ایک جگہ جمع ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں کاٹج کے اندر آ کر سونیا کو آواز دی۔ سونیا اس نوزائیدہ بچے کو گود میں لے کر آ گئی۔ پھر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو کتنا پیارا بچہ ہے۔ اسے گود میں لے کر مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔"

میں سمجھ گیا کہ سونیا کے دل میں کیا ہے۔ پھر اس کے اندر کی عورت اور ممتا جاگ گئی تھی۔ میں نے کہا۔

"بچے کبھی بیمار ہوتے ہیں اور یہ عورت کی گود میں پھول کی طرح کھلتے ہیں۔ لیکن اس وقت تمہارے ہاتھوں میں بچے کی نہیں اسٹین گن کی ضرورت ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے اسٹین گن اس کی طرف بڑھا دی۔ اس نے ایک ہاتھ سے بچے کو اور دوسرے ہاتھ سے اسٹین گن کو سنبھالتے ہوئے پوچھا

"کیا ارادہ ہے تمہارا؟ ہم اس کاٹج میں گئے یا یہیں رہیں گے۔"

"اس عورت اور بچے کی حفاظت ہم پر لازم ہے اور باہر نکل کر ہمیں موجودہ حالات سے نمٹنا بھی ہے اس لئے تم اس عورت کے پاس رہو۔ میں باہر جا رہا ہوں۔"

"کیا تم مجھے جاؤ گے؟"

میں دروازے کی طرف بڑھ گیا پھر وہاں سے پلٹ کر بولا

"خدا کا شکر ہے کہ اس نے خیال خوانی کا سب سے بڑا تحفہ مجھے دیا ہے۔ تعجب ہے کہ تم مجھے نہتا سمجھ رہی ہو۔"

وہ میرے جواب سے مطمئن ہو کر مسکرا دی۔ میں باہر نکلا تو میں چلایا۔ جس کاٹج میں میں نے سونیا کو چھوڑا تھا وہ بستی سے ذرا دور تھا۔ میں بستی کی طرف اندازے کے مطابق اس عمارت کی سمت جانے لگا جہاں ہمیں چھت سے نکالا گیا تھا۔ لیکن میں اندھیرے میں بھٹکتا ہوا کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ وہاں کسی سمت سے فائرنگ کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں۔ آس پاس کے تمام مکانوں کی بتیاں بجھ گئی تھیں۔ کچھ سجھائی نہیں آ رہا تھا کہ فائرنگ کون کر رہا ہے وہ اندھی گولیاں میری طرف بھی آ سکتی تھیں۔ میں ایک مکان کے سائے میں چھپ کر بڑی سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ ایسے ہنگامے کے دوران اس جزیرے سے نکل جانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ ایسے گنوار جزیرے پر بدمعاش اور سمگلروں سے کبھی خالی نہیں رہ سکتے۔ سمگلروں کے کسی گروہ سے دوسرے جرائم پیشہ لوگوں کے تعلقات ہوں گے۔ اگر یہ سرپرس گئے تو وہ دشمن کی جگہ آ جائیں گے۔ لہٰذا ہمیں ایسی جگہ سے نکل جانا چاہیئے۔

لیکن ایک مشکل آن پڑی تھی۔ ایک ماں اور نوزائیدہ بچے کی حفاظت کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ ایسے وقت بھی اپنی جانیں خطرے میں ہیں اور سونیا بھی یہاں سے کسی طرح فرار ہو سکتے تھے۔ مردانگی اسے گوارا نہیں کرتی تھی۔ اپنے لئے تو کبھی خطرات مول لیتے ہیں اور کسی طرح بچ نکلتے ہیں۔ مگر انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ دوسروں کے لئے خطرات کا سامنا کیا جائے۔ ایک بچہ ابھی ابھی اس دنیا میں آیا تھا اور میں اسے اس کے حق سے محروم نہیں کر سکتا تھا۔

میں اس مکان کے سائے سے نکل کر دوسرے مکان کی طرف بڑھنے لگا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ فائرنگ کہاں سے ہو رہی ہے اور وہ عمارت کہاں ہے جس میں گولہ بارود ہے۔ میرا خیال تھا کہ سونیا کی سونگھنے کی حس کا سہارا لیا جائے تب بھی اس ذخیرے کا پتہ لگ سکتا ہے کیونکہ اب چاروں طرف بارود کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ مجھے بھی اس بو کو اپنے چاروں طرف محسوس کر رہا تھا۔

اتنے میں پھر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ اندھیرے میں بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز آ رہی تھی۔ میں فوراً ہی دیوار کی آڑ میں ہو گیا۔ وہ بھاگنے والا میرے قریب ہی سے گزر رہا تھا کہ اچانک ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ میں نے ایک چھلانگ لگا کر اسے دبوچ لیا۔ وہ مقامی زبان میں بڑبڑانے لگا۔ میں نے اس کی آواز سے اسے پہچان لیا۔ وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ہیلو جوجو! میں فرہاد ہوں تم اس طرح کہاں بھاگے جا رہے ہو؟"

وہ ہانپتے ہوئے ٹھٹک کر بیٹھ گیا۔

"ہم بری طرح پھنس گئے ہیں۔ یہ انگریز بڑے چالاک ہیں۔ دماغ سے اور کچھ اپنی طاقت سے بغاوت کو کچل رہے ہیں۔ یہاں باشندے نہیں ہمارا ساتھ دینا چاہیئے تھا ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ جہاں تک ہوا ساحل کی طرف گیا تھا مگر وہاں بھی ان کا پلہ بھاری ہے۔ جتنی موٹر بوٹ ہیں ان سب پر ان کا قبضہ ہے اب ہم کسی چوہے کی طرح پھنس گئے ہیں۔ اس جزیرے سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

جوجو کی باتیں سن کر میری خوشی بھی ختم ہو گئی کہ ہم اکیلے نہیں غالب آ سکتے ہیں۔ ڈاکٹر شیطان، بگلا اور شیکب کی موت کے بعد یقین ہو گیا تھا کہ ہم نے راستے کی دیوار اول کو گرا دیا ہے۔ مگر پہلے اس جزیرے پر مقامی لوگوں کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ یہاں سونیا کے ساتھ کچھ حصہ اطمینان سے رہ کر اپنی گاڑی کو رواں کروں گا۔ مگر ایسا ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ جوجو نے پوچھا۔

"مسٹر فرہاد! اسٹین گن کہاں ہے؟"

"میں نے سونیا کو دے دی ہے وہ ایک ماں اور نوزائیدہ بچے کی حفاظت کر رہی ہے۔"

جوجو نے زمین سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا حماقت ہے؟ یہاں ہر قدم پر ہماری جان کا

سونیا کو اسٹین گن دے کر چلے آئے۔ میں سمجھتا تھا کہ ہمارے پیچھے آئے گا۔ مگر تم تو کام آنے والی چیز کو بھی ہاتھ سے گنوا

میں نے اس کے شانے تھپکتے ہوئے کہا۔

"بھئی غصہ کیوں دکھا رہے ہو۔ تم ایک اسٹین گن سے کتنے لوگوں کا مقابلہ کر سکتے ہو اور اس چھوٹے سے جزیرے میں کہاں محاذ بنا کر لڑ سکتے ہو؟"

اس نے بدستور غصے سے جواب دیا۔

"ایسے وقت ایک چھوٹا سا چاقو بھی مل جائے تو بہت بڑا سہارا ہے اور اسٹین گن تو ایسی چیز ہے کہ میں گھنٹوں اپنی حفاظت خود کر سکتا ہوں۔"

میں نے اس کا بازو پکڑ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو پھر اسی کاٹج کی طرف چلو میں سونیا سے اسٹین گن لے کر دے دوں گا۔"

اس نے میری گرفت سے اپنے بازو کو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"تمہیں مجھے احمق سمجھتے ہو کہ میں تمہاری بات کا یقین کر لوں اور اسٹین گن سے تم مجھے ہلاک کر سکتے ہو۔ مگر اسے واپس نہیں لے سکتے۔"

وہ کاٹج کی طرف جاتے ہوئے کہا

"تمہیں میری باتوں کا یقین ہے تو آ جاؤ۔ ورنہ جہنم میں جاؤ۔"

میں اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا لیکن جوجو مجھے عقیدہ دکھاتا ہے اس کی غافل نہیں ہوتا۔ اسے پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھتے ہی میں نے اپنی جھائیں کر دیکھا۔ وہ مجھے گالیاں دے رہا تھا۔ اگرچہ میں نہیں جانتا تھا لیکن اجنبی زبان کے تیور بھی بتا دیتے ہیں کہ گالیاں ہی ہیں یا گالیاں ـــــ پھر میں نے دماغ کی اسکرین پر ایک چھوٹا سا چاقو تھرتھراتے ہوئے دیکھا۔ چاقو نکالتے ہی اس نے بدلہ بھرے پھر مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ چاقو کی نوک ٹھیک میری جانب تھی۔ میں فوراً ہی ایک طرف ہٹ گیا وہ اندھے زور اور چاقو کا بھال مٹی میں پیوست ہو گیا۔ پھر میں نے پلٹ کر ایک ٹھوکر ماری۔ میرے جوتے کی نوک اس کی ناک پر لگی دم سے تڑپنے لگا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ جھک کر چاقو اٹھا لیا۔ اتنی سی دیر میں وہ ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ میں نے پھر دیکھا تو وہ زندہ تھا۔ صرف بیہوش ہو گیا تھا۔

میں نے سوچا کہ اسے ختم کر دوں۔ وہ خواہ مخواہ میری جان کا دشمن بن گیا تھا۔ غصے میں ایسا سوچنے کے باوجود میں کسی کی زندگی سے کھیلنا نہیں چاہتا تھا۔ ہر شخص کو اپنی زندگی عزیز ہوتی ہے۔ جوجو بھی حفاظت کے لئے پاگل ہو گیا تھا۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا کہ ہوش میں آنے کے بعد پھر اپنی جان بچاتا پھرے۔ اب مجھے اس کی طرف سے خطرہ نہیں تھا۔ کیونکہ وہ نہتا تھا اس کے پاس جو ایک چاقو تھا وہ بھی میں لے جا رہا تھا۔

تھوڑی دور جا کر میں پھر پلٹ گیا۔ جوجو کے پاس واپس آ کر میں نے اس کے ہاتھ کے پاس اس چاقو کو زمین میں گاڑ دیا۔ خدا نے مجھے خود حفاظتی کی صلاحیتیں عطا کی تھی۔ اس لئے میں کسی دوسرے سے اس کی حفاظت کا سہارا نہیں چھیننا چاہتا تھا۔ چاقو اس کے پاس چھوڑ کر میں سونیا کی طرف جانے لگا۔ کیونکہ جوجو کی زبانی سچوئیشن معلوم ہو چکی تھی کہ جزیرے سے باہر نکلنے کے راستے مسدود ہو چکے ہیں اور سمگلروں کا پلہ بھاری ہے۔ ایسی صورت میں مجھے اور سونیا کو ایک ساتھ رہنا چاہیئے تھا۔

کچھ دور آگے بڑھنے کے بعد مجھے ٹارچ کی روشنی دکھائی دی روشنی دیکھتے ہی میں ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا پہلے تو دور سے میں یہی نظر آیا تھا کہ کوئی ایک شخص ٹارچ کی روشنی ادھر سے ادھر پھینک رہا ہے۔ روشنی آگے بڑھتی جا رہی ہے یعنی وہ بھی آگے بڑھتا جا رہا ہے لیکن جب وہ روشنی قریب آنے لگی تو پتہ چلا کہ وہ تعداد میں چار ہیں۔ دو انگریز تھے اور دو مقامی باشندے تھے۔ وہ دونوں صاحب بہادر آپس میں باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ قریب سے گزرتے وقت میں نے ان کی آواز صاف طور سے سنی۔ ایسے وقت انہوں نے اس درخت کی طرف بھی روشنی پھینکی۔ انہیں وہ درخت تو نظر آیا لیکن اس کے پیچھے وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ ان میں سے ایک کہتا جا رہا تھا۔

"ہم فضول اس کاٹج کی طرف جا رہے ہیں۔ تمام قیدی وہاں سے نکل کر بھاگ گئے ہیں۔ تم کیا سمجھتے مورلہ فرہاد اور سونیا وہاں ہمارے انتظار میں بیٹھے ہوں گے۔"

اتنی سی بات کہتے کہتے وہ مجھ سے دور نکل گئے۔ اب ان کی منمناتی ہوئی آواز صاف طور سے سنائی دے رہی تھی۔ مگر بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی لیکن میں نے جس انگریز کی آواز اور اس کا لہجہ سن لیا تھا وہ میرے لئے لائن آف ایکشن بن گیا تھا۔ میں فوراً اس کے ذہن میں جھانک کر دوسرے کی جوابی گفتگو سننے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"اب تو کاٹج کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ وہاں جا کر دیکھ لینے میں حرج کیا ہے۔ ایک مقامی باشندے نے بتایا کہ ایک عورت نے اس کاٹج میں ایک بچے کو جنم دیا ہے سونیا اس عورت کے ساتھ اسی کاٹج میں رہ گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ فرہاد بھی کہیں اس پاس ہو۔"

ان کی باتوں سے پتہ چلا کہ میں کاٹج کی طرف جانے کے بجائے دوسری طرف بھٹکتا جا رہا تھا۔ راستہ وہی تھا جدھر وہ جا رہے تھے۔ میں نے فوراً ہی سونیا کے ذہن پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"ہیلو سونیا۔ میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

"ہاں! میں سن رہی ہوں۔ تم کہاں ہو فرہاد؟"

"دماغی رشتے سے بہت قریب ہوں۔ ایک ضروری اطلاع ہے۔ دشمن تمہارے کاٹج کے قریب آرہے ہیں۔ ان میں دو انگریز ہیں جن کے پاس اسٹین گن ہیں اور دو مقامی باشندوں کے پاس رائفلیں ہیں۔ تم کیا کر رہی ہو؟"

"میں بچے کو گود میں کھلا رہی ہوں۔"

"کیا مصیبت ہے۔ یہ بچہ کھلانے کا وقت ہے؟ چلو اسٹین گن اٹھاؤ۔"

"بچے کو مصیبت کہو گے تو میں تمہاری بات نہیں مانوں گی۔"

"کیا بچے کے ساتھ مرنے کا ارادہ ہے۔"

"ایسی منحوس باتیں زبان سے نہ نکالو۔ یہ میرا بچہ ہے۔ جس بچے کا باپ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہو اسے وقت سے پہلے کوئی نہیں مار سکتا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ میں جس بچے کی ماں ہوں تم اس کے باپ ہو۔ تم اکیلے کہہ دو کہ میرے بچے کے باپ ہو اور پھر دیکھو کہ میں کس طرح دشمنوں کو بھون کر رکھ دیتی ہوں۔"

"وہ تو میں جانتا ہوں۔ چلو اب بکواس نہ کرو اور کاٹج میں فوراً اندھیرا کر دو۔ وہ لوگ قریب پہنچنے ہی والے ہیں۔"

یہ ہدایت دے کر میں بھی آہستہ آہستہ کاٹج کی طرف بڑھنے لگا اب میں تاریکی میں راستے سے بھٹک نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ میں اس انگریز کے ذہن کو پڑھتا جا رہا تھا۔ جدھر سے وہ گذرتا جاتا تھا میں اس راستے پر پہنچ جاتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ اب انہیں کاٹج نظر آرہا ہے۔ پھر وہ سب ایک جگہ رُک کر کاٹج کو دونوں طرف سے گھیرنا چاہتے تھے۔ میں بھی آہستہ آہستہ کاٹج کی طرف بڑھنے لگا اور سونیا کو ان کی پلاننگ سے آگاہ کرتا رہا۔ سونیا بچے کو اس کی ماں کے حوالے کرنے کے بعد کاٹج میں اندھیرا کر چکی تھی اور اب کھڑکی کے پاس آکر اسٹین گن سنبھالے باہر تاریکی میں دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اسی وقت ایک انگریز نے للکار کر کہا۔

"جو لوگ کاٹج میں ہیں وہ باہر آجائیں۔"

سونیا جواب میں خاموش رہی۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد اسی انگریز نے دروازے کی طرف ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ پھر وہ روشنی رینگتی ہوئی کھڑکی کی طرف جانے لگی۔ اسی وقت سونیا نے اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ اس انگریز کے حلق سے چیخ نکلی پھر وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ٹارچ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر لڑھکتی جا رہی تھی اس کی روشنی بھی اِدھر سے اُدھر ہوتی جا رہی تھی۔ ایک مقامی باشندہ کاٹج کے دوسری طرف دوڑتا جا رہا تھا۔ لڑھکتی ہوئی ٹارچ کی روشنی نے اسے اپنی زد میں لے لیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ بھی گن کی زد میں آکر زمین پر گر پڑا۔ اسی وقت میں نے سونیا کو خطرے سے آگاہ کیا۔

"سونیا خبردار۔ وہ دوسرا انگریز کھڑکی کی طرف فائرنگ کرتا آرہا ہے۔"

میری طرف سے اطلاع ملتے ہی سونیا کھڑکی سے ہٹ کر دیوار سے لگ گئی۔ اسی وقت کھڑکی پر فائرنگ ہونے لگی۔ فائرنگ کے دوران سنسناتی چیخ سنائی دی۔ میں نے گھبرا کر سونیا سے پوچھا۔

"میری جان کیا بات ہے؟ خیریت سے تو ہو؟"

سونیا کی سوچ نے بتایا۔

"وہ عورت اپنے بچے کی حفاظت کے لئے اندرونی کمرے میں بھاگ رہی تھی۔ فائرنگ کی زد میں آگئی ہے۔"

یہ کہہ کر سونیا فرش پر گھٹنوں کے بل چلتی ہوئی اس عورت کے پاس پہنچ گئی۔ میں اس کی سوچ کے ذریعہ سمجھ رہا تھا وہ اندھیرے میں بچے اور عورت کو ٹٹول کر دیکھ رہی تھی۔ دونوں ماں بیٹے خون میں لت پت ہوئے تھے۔ دونوں ساکت ہو گئے تھے۔ سونیا کا دل ڈوب گیا اس نے جلدی سے اسٹین گن کو رکھ کر بچے کو اٹھا لیا اور اسے سینے سے لگا کر بھینچنے لگی۔ اسی وقت بچے نے اپنی زندگی کی گواہی دیتے ہوئے گریہ کرنے لگا۔ سونیا فرطِ مسرت سے اسے چومنے لگی

وہ دشمنوں کی طرف سے غافل ہو گئی تھی۔ میں اس انگریز کی حرکات کو سمجھنے لگا۔ وہ کاٹج کی دیوار سے جا کر لگ گیا تھا اور اب آہستہ آہستہ دبے قدموں کھڑکی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں نے سونیا کو اطلاع دی۔

"سونیا کیا کر رہی ہو اسٹین گن اٹھاؤ وہ انگریز کاٹج کی دیوار سے لگا ہوا کھڑکی کی طرف آرہا ہے۔"

سونیا ایک ہاتھ میں بچے کو لے کر اور دوسرے ہاتھ میں گن اٹھا کر دیوار کی اُڑ میں آگئی پھر اس نے بلند آواز میں کہا۔

"الو کے پٹھے تم کھڑکی کی طرف نہیں بلکہ موت کی طرف آرہے ہو۔"

وہ اک دم سے بوکھلا گیا کہ وہ دیکھا جا رہا ہے اب اس کے آگے بڑھنے کی جرأت نہیں تھی۔ وہ تیزی سے پلٹ کر کھڑکی سے ہٹ گیا۔ میں کاٹج کے قریب پہنچ گیا تھا۔ لیکن عملی طور پر سونیا کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ میرے ہاتھ خالی تھے۔ اس انگریز کی حرکتوں کو تو میں اس کی سوچ کے ذریعہ سمجھ رہا تھا مگر اس مقامی باشندے کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس تاریکی میں کہاں چھپا ہوا ہے۔ اس کا ایک ساتھی اپنے انگریز صاحب کے ساتھ مارا گیا تھا۔ مجھے خطرے کا احساس ہوا کہ وہ اس تاریکی سے فائدہ اٹھا کر مجھ پر حملہ کر سکتا ہے۔

اس انگریز کی سوچ میں کہا۔

"وہ بلڈی فول کہاں ہے۔ اپنے پاس رائفل رکھ کر فائرنگ نہیں کر رہا ہے۔ مجھے اسے آواز دینی چاہیئے۔"

وہ اپنے طور پر سوچنے لگا۔

"واقعی بہت دیر سے اس کی آواز نہیں آرہی ہے۔ یہ کمبخت کہاں چلا گیا ہے؟"

اس نے نام لے کر پکارا۔ اسے جواب نہیں ملا۔ دوسری بار آواز دی پھر اسے گالیاں بکنے لگا۔ اس طرح مجھے پتہ چل گیا کہ وہ مقامی باشندہ بزدل تھا اپنے ساتھی کو مرتے دیکھ کر وہاں سے بھاگ گیا۔ اس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں اس کے دماغ میں جھانکتے ہوئے اس کی پوزیشن کو سمجھتا جا رہا تھا اور دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ اگر وہ ذرا سا بھی چونکتا اور سمجھ لیتا کہ کوشش کرتا تو اس تاریکی میں نہ دیکھنے کے باوجود دماغی آنکھوں سے میں اسے بآسانی دیکھ سکتا تھا۔

جب اس سے دو قدم کا فاصلہ رہ گیا تب میں نے اس کی چونکتی ہوئی سوچ کو پڑھا۔ اس کی سوچ میں نے اسے ایک نامعلوم خطرے کا احساس دلا دیا تھا۔ اس نے پلٹ کر اندھیرے میں میری جانب دیکھنے کی کوشش کی تو میں نے اس پر حملہ کر دیا۔ میں نے ایک زوردار لات اس کے پیٹ پر ماری۔ وہ کراہتے ہوئے ایک ہاتھ سے پیٹ پکڑ کر جھکنے لگا۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ اس کے ایک ہاتھ میں اسٹین گن ہے وہ اسے استعمال کرنا چاہتا ہے مگر چوٹ کی شدید تکلیف اسے مہلت نہیں دے رہی ہے۔ میں نے اس کے منہ پر دوسری بھرپور لات ماری۔ وہ چیختا ہوا دیوار سے ٹکرایا پھر زمین پر گر پڑا۔ میں نے اس پر چھلانگ لگا کر اسے دبوچ لیا اور اس سے اسٹین گن چھیننے لگا۔ وہ بڑا جی دار تھا۔ زبردست ٹھوکریں کھانے کے باوجود اسٹین گن کے لئے جدوجہد کر رہا تھا۔ وہ اسٹین گن ... ہم دونوں کے ہاتھوں میں ہم دونوں کے درمیان تھی اور ہم اسے اپنی اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ یک بیک میں نے ڈھیل دے دی۔ وہ اسی قوت سے کھینچ رہا تھا کہ خود اس کے ہاتھوں اسٹین گن اس کے منہ پر جا لگی۔ میں اس گن کو اس کی گردن پر رکھ کر دبانے لگا۔

ویسے اتنی جدوجہد کی ضرورت نہیں تھی۔ میں دماغی جھٹکے پہنچا کر اسے کمزور بنا سکتا تھا مگر دل چاہ رہا تھا کہ ذرا ہاتھوں کی ورزش ہو جائے۔ بہت دنوں سے اپنی جسمانی قوت کو نہیں آزمایا تھا۔ اب جو اس کی گردن پر اسٹین گن رکھ کر قوت آزمائی تو وہ اک دم سے تڑپنے لگا مچھلی کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔ آخر وہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ میں نے سونیا کو آواز دی۔

"سونیا لالٹین روشن کر لو کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

میں اسٹین گن اٹھا کر اس طرف گیا جہاں ٹارچ ابھی تک پڑی ہوئی تھی کاٹج کے مخالف سمت روشنی بکھیر رہی تھی۔ میں نے اسے اٹھا کر بجھا دیا۔ جب میں کاٹج میں پہنچا تو سونیا بچے کے خون آلود جسم کو گیلے کپڑے سے پونچھ رہی تھی۔ لیمپ روشن ہو چکا تھا۔ اس عورت کی لاش فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ سونیا نے بچے کو ایک صاف ستھرے کپڑے میں لپیٹ کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"اس بیچاری کی لاش کو دفن کرنا چاہیئے۔"

میں نے کہا۔ "یہ تو دفن ہو جائے گی مگر بچے کا کیا ہوگا؟"

"بچہ ہمارے پاس رہے گا۔ میں اسے کسی کو نہیں دوں گی۔ یہ نہیں دوسرے اس کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ دیکھو یہ میری گود میں آکر کتنا پرسکون رہتا ہے۔"

اسی وقت بچہ رونے لگا وہ اٹھ کر ٹہلتی ہوئی اسے چپ کرانے لگی۔ میں نے کہا۔

"یہ بچہ اپنی بنا پستی ماں کے پاس چپ نہیں رہے گا۔ خواہ مخواہ ایک مصیبت میں اضافہ نہ کرو۔"

"مصیبت میری گود میں ہے، تمہارے پاس تو نہیں۔ باپ ہو کر ایسی باتیں کرتے ہو شرم نہیں آتی۔"

"باپ ریڑھی کا باپ بنا رہی ہو۔"

"زبردستی نہیں۔ ذرا اس کی صورت دیکھو تم سے کتنی مشابہت ہے۔ ناک میری طرح ہے آنکھیں تمہاری طرح ہیں بڑا ہو کر تمہاری طرح دوسروں کے دماغوں میں جھانکے گا۔"

"اچھا بابا اب چپ تو کراؤ۔"

وہ اسے بازوؤں کے پالنے میں لے کر ہولے ہولے جھولنے لگی۔ ہو ہو۔ ہا ہا کی آوازیں منہ سے نکال کر اسے بہلانے لگی۔ میں نے کہا۔

"بچے کی اماں جان یہ بھوکا ہے اسے دودھ پلاؤ۔"

"آں۔" وہ پٹ سٹا کر بولی۔ "ایسی باتیں کرتے شرم نہیں آتی۔ میں دودھ کہاں سے پلاؤں گی۔ ایسے وقت شہد چٹایا جاتا ہے۔ ہاں یہ شہد تو ہے ذرا اسے پکڑو میں لے کر آتی ہوں۔"

اس نے بچے کو میری طرف بڑھایا۔ میں ہچکچانے لگا تو وہ بولی۔

"مشین گن اٹھا لیتے ہو ایک ننھے سے بچے کو نہیں اٹھا سکتے۔ انکار کرو گے تو میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

اس کے ناراض ہونے کا یہ انداز مجھے بہت اچھا لگا۔ میں نے اسٹین گن رکھ کر بچے کو دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ وہ دوسرے کمرے میں جاتی ہوئی بولی۔

"میں ابھی آتی ہوں۔ اسے زمین پر نہ ڈالنا ٹھنڈ لگ جائے گی۔"

ہُنہ یہ تو پوری اماں جان بن گئی تھی مگر مجھے بلا جان بننے ڈرا لگ رہا تھا۔ سونیا جیسی جانِ حیات کو ناراض بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اسے بچے کے ساتھ خوش دیکھ کر مجھے بھی خوشی ہو رہی تھی کہ چلو دل

بہلانے کے لئے اسے ایک کھلونا مل گیا۔ مگر اچانک ہی وہ کھلونا پیٹ خراب کرنے لگا۔ میں نے چلا کر کہا۔

"ارے ارے جلدی آؤ۔ میرے کپڑے خراب کر رہا ہے۔"

سونیا جلدی سے دوڑتی ہوئی آئی۔ اس کے ہاتھ میں شہد کی ایک چھوٹی سی شیشی تھی۔ وہ میرے بھیگے ہوئے لباس کو دیکھ کر ہنسنے لگی۔

"اب تم پر سے ماں جان لگ رہے ہو۔ دیکھو تو میرا بچہ کتنا خوبصورت ہے۔ اپنے ڈیڈی کے کپڑے خراب کر دیتا ہے۔"

وہ اسے لے کر دوسرے کپڑے میں لپیٹنے لگی۔ بچہ بدستور رو رہا تھا۔ اس نے ایک انگلی میں ذرا سا شہد لیکر اسے چٹایا تو وہ فوراً دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔ جب ذرا سی شہد کی مٹھاس ختم ہوئی تو پھر رونے لگا میں نے کہا۔

"یہ صرف بھوکا نہیں ہے ممتا کی حرارت بھی چاہتا ہے۔ بچوں کو سینے سے لگ کر وہ بھی ملتا ہے اور ماں کے جسم کی حرارت بھی ملتی ہے۔ یہ بچہ قدرتی طور پر ایک وقت دو نوں چیزوں کا مطالبہ کر رہا ہے۔"

اس نے مجھ سے چھپ کر بچے کو سینے کے پاس چھپا لیا۔ مجھے اس کی پشت نظر آ رہی تھی۔ مگر اس کی حرکتیں بھی سمجھ میں آ رہی تھیں۔ وہ ایک انگلی میں شہد لے کر کہیں لگاتی تھی پھر بچے کا منہ وہاں لگا دیتی تھی۔ وہ ممتا کے جنون میں بھول گئی تھی کہ اسے چھپنے کے باوجود سوچ کے ذریعہ اس کی حرکتوں کو سمجھ رہا ہوں۔ اس کے احساسات اور اس کے پاکیزہ جذبات کو محسوس کر رہا ہوں۔ میری نوجوان محبوبہ کے سینے سے اس نوزائیدہ بچے کے ہونٹوں کا ایک مقدس رشتہ تھا۔ جب وہ شہد کو چوستے تھے تو اس کے دل میں اور دماغ میں نور کا ہالہ پھیل جاتا جو مقدس مریم کے اطراف نظر آتا تھا۔ کیونکہ بی بی مریم کی گود میں بھی کچھ اسی طرح ایک بچے نے ممتا کی حرارت جگائی تھی۔

ایک بچے کو اپنی نوجوان محبوبہ کے سینے سے لگے دیکھ کر مجھے یاد آیا کہ ہر انسان اپنی ابتدا میں اسی منزل سے گذرتا ہے جو کسی کی محبوبہ ہوتی ہے وہ ہماری ماں ہوتی ہے۔ جو ہماری محبوبہ ہوتی ہے وہ کسی کی ماں ہوتی ہے۔ اچھی ہوتی ہے یا بُری ہوتی ہے مگر اپنے تقدس اور اپنی عظمت کا سکہ جما دیتی ہے۔ اس لمحے سونیا کے ممتا بھرے جذبات میری سمجھ میں آئے۔ میں سونیا کی پشت کے پاس آ کر دوزانو ہو گیا پھر اسے بچے سمیت اپنے بازوؤں میں لے کر بولا۔

"سونیا میں تمہارے بچے کا باپ ہوں۔ آج سے یہ بچہ ہم دونوں کا ہے۔ آج سے ہم اس بچے کے لئے زندہ رہیں گے۔"

سونیا خوشی سے نہال ہو گئی۔ بڑی محبت سے اپنا ماتھا میرے چہرے پر پھیرنے لگی۔ میں نے کہا۔

"تم یہاں بچے کو سنبھالو میں باہر جا کر دو چار مقامی باشندوں کو بلا کر لاتا ہوں وہ اپنی رسوم کے مطابق اس عورت کو دفن کریں گے۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

"نہیں سونیا اب تم وہ عورت نہیں رہیں جو بے خوف و خطر میرے شانہ بشانہ دشمنوں کا مقابلہ کرتی تھی۔"

"فرہاد ایسی باتیں کر کے میرا دل نہ توڑو۔ جب عورت شوہر اور بیٹے کی محبت میں تقسیم ہوتی ہے تو بیک وقت دونوں محاذوں پر کھڑی ہو کر جنگ کرتی ہے۔ اگر میں دشمنوں کے خوف سے چار دیواری میں رہوں گی تو میرا بچہ بزدل بن جائے گا۔ نہیں فرہاد یہ دوسرا فرہاد بنے گا۔ اور آج ہی سے بنے گا۔"

اس نے بچے کو کپڑے میں لپیٹنے کے بعد اس کے منہ کو ذرا سا کھلا رکھا۔ پھر اپنے شانے سے اسٹین گن لٹکا کر بولی۔

"چلو ہم باہر جا کر اپنے بچے کو گولے بارود کی لوریاں سنائیں گے۔"

میں اپنی اسٹین گن اٹھا کر اس کے ساتھ باہر آ گیا۔ بچے کو ساتھ لے جانے سے اس لئے منع نہیں کیا کہ اب ہمیشہ کا ساتھ ہے اور سونیا کی یہ بات درست تھی کہ ہم اپنے بچے کو اپنے ساتھ سر میدانِ عمل سے گذاریں گے۔ جب یہ آگ اور خون کے دریا سے گذر کر جوان ہو گا تو اس میں ایسی حیرت انگیز صلاحیتیں پیدا ہو جائیں گی، ایسا کندن بنے گا کہ انسانی عزم و ہمت کی تاریخ میں انشاء اللہ اس کا نام سرفہرست آئے گا۔

ہم کاٹج کو سند کے اندازے کے مطابق بستی کی طرف جانے لگے۔ راستے میں سونیا نے کہا۔

"ہمارے بچے کا کوئی بہت ہی خوبصورت سا نام ہونا چاہیئے۔"

"ہر انسان کو اپنا ہی نام خوبصورت اور پیارا لگتا ہے۔"

"ہر انسان کو نہ کہو۔ یوں کہو کہ ہر مرد کو اپنا نام پیارا لگتا ہے۔ ورنہ عورت تو اپنے نام سے زیادہ اپنے مرد کا نام چٹخارے سے لیتی ہے بس فرہاد جیسا نام ہونا چاہیئے۔"

"تو پھر اس کا نام فرہاد رکھ لو۔ میں اپنا نام پیچھے رکھ لوں گا۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"مذاق نہ کرو۔ میں تمہاری اتنی محبت بچے کو تو دے سکتی ہوں مگر نام نہیں دے سکتی۔ اس لئے کہ یہ نام میرے جذبات کے آنگن میں مہکتا ہے۔ فرہاد کے ساتھ کچھ اور جذبات ہیں اور اس بچے کے ساتھ کچھ اور۔"

"اچھا تو اگر اس کا نام فرہاج رکھا جائے تو کیسا رہے گا؟"

"ہاں! یہ نام تمہارے نام سے کچھ قریب ہے۔ مگر نہیں فرہاد کوئی اور آسان سا نام بتاؤ۔"

"تو پھر اسے فرمان کہو۔"

"فرمان — فرمان — ہاں فرمان کہتے وقت اچھا لگتا ہے۔"

یہ نام بڑی آسانی سے لوا سو جاتا ہے مگر یہ ابھی بچہ ہے نا میں اسے نومی کہہ کر پکارا کروں گی۔"

"آخر ماں ہونا اپنی پسند کی چھاپ ضرور لگائے گی۔ ویسے اس پیارے سے بچے کے لئے نومی پیارا نام ہے۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے ایک اندازے کے مطابق آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ اتفاق سے ہم اسی عمارت کے سامنے پہنچ گئے جہاں پہلی بار ہمیں قید کیا گیا تھا اور چھت سے لٹکایا گیا تھا۔ وہ عمارت ویران نظر آ رہی تھی۔ اس کے اطراف کوئی پہرے دار نہیں تھا۔ سونیا نے کہا۔

"ہمیں اندر جا کر دیکھنا چاہیئے اگر وہاں کوئی انگریز ہو گا تو ہم اسے قابو میں کر کے اس کی رہنمائی میں ساحل تک جائیں گے اور اس کے ذریعہ ایک موٹر بوٹ حاصل کریں گے۔"

"ٹھیک ہے تم یہاں دیوار کے سائے میں کھڑی رہو۔ کوئی اندر آنا چاہے تو اسے روکنے کی کوشش کرنا۔ میں اندر والوں سے نمٹ لوں گا۔"

میں اسے چھوڑ کر عمارت میں داخل ہو گیا۔ تمام دروازے کھلے ہوئے تھے اور تمام کمرے خالی نظر آ رہے تھے اب یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ تمام لوگ ساحل کی طرف گئے ہوں گے۔ کیونکہ دو گھنٹہ پہلے اس طرف سے فائرنگ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جو جانے بھی یہی بتایا تھا کہ وہ لوگ اپنی موٹر بوٹوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ بعض اوقات کسی کا نام لو تو وہ شیطان کی طرح سامنے چلا آتا ہے جو جو ایک کمرے میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ میری آہٹ سنتے ہی اس نے اس رکھی ہوئی رائفل اٹھالی۔ میں نے اسے اسٹین گن کی زد پر رکھتے ہوئے کہا۔

"بیٹے رائفل رکھ دو۔ ورنہ اپنی آخری سانسیں گننے کی مہلت بھی نہیں ملے گی۔"

اس نے رائفل کو فرش پر پھینکتے ہوئے کہا۔

"فرہاد! میں تمہیں تلاش کر رہا تھا تم مجھے وہاں بیہوشی کی حالت میں چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ ہوش میں آنے کے بعد مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ تم ایک عظیم انسان ہو۔ تم جانتے تو مجھے میرے ہی چاقو سے ہلاک کر سکتے تھے۔ مگر تم نے وہ چاقو بھی میرے پاس میری حفاظت کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ میں تمہارے سامنے احسان مندی سے جھک رہا ہوں۔"

وہ میرے سامنے جھکنے لگا تو میں نے آگے بڑھ کر اسے روک دیا۔

"نہیں جوجو میں انسان ہوں، جھکنا ہے تو خدا کے سامنے جھکو۔ تم یہ بتاؤ کہ ایسے وقت جبکہ یہ انگریز تمہارے دشمن ہیں تم ان کے اڈے پر بیٹھ کر شراب کیوں پی رہے ہو؟"

"اس لئے کہ اب زندہ رہنے کی امید باقی نہیں رہی ہے۔ ان لوگوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ میں صبح تک پکڑا جاؤں گا یہ سوچ کر یہاں آ گیا تھا کہ وہ لوگ یا تو مجھے معاف کر دیں گے یا گولی مار دیں گے۔ مگر یہاں وہ لوگ نہیں ملے یہ رائفل اور شراب کی بوتل مل گئی۔"

"تم بہت جلدی مایوس ہو جاتے ہو۔ خدا اس کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتا ہے۔ تم میرے ساتھ رہ کر جوانمردی کا ثبوت دو، اپنی زندگی کے لئے لڑو، اگر مرنے کا وقت آئے تو ہنس کھیل کر موت کو گلے لگاؤ۔"

"تمہارے جیسا حوصلہ دینے والا ساتھی مل گیا ہے۔ اب میں یہی کروں گا۔ کیا یہاں سے بچ نکلنے کی امید ہے؟"

"ہاں امید نہ ہوتو کوئی انسان زندہ نہ رہے۔ تم یہاں سے نکلنے سے پہلے یہ بتاؤ کہ وہ تمہارا باس ڈاکٹر شیطان یہاں کس کمرے میں آرام کرتا تھا۔ تمہارے سامنے میری آنکھوں سے اینٹی ڈارک لینس نکالا گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ایسی چیزیں اسی کمرے میں رکھی جاتی ہیں۔"

"تمہارا خیال درست ہے یہی وہ کمرہ ہے۔ اس الماری میں شاید تمہیں اپنے مطلب کی چیزیں مل جائیں۔"

میں نے آگے بڑھ کر الماری کو کھولنے کی کوشش کی۔ وہ مقفل تھی۔ ہم دونوں اس کے دروازے کو توڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ وہ لکڑی کا دروازہ تھا۔ رائفل کے کندے کی ضربیں کھاتے کھاتے ایک طرف سے ٹوٹ گیا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا اس میں بہت سے کاغذات تھے۔ جاپانی کرنسی اور امریکی ڈالر تھے۔ کچھ جدید طرز کی رائفلیں اور کیمرے وغیرہ تھے۔ وہیں سونیا کے اسکینے پڑے ہوئے تھے میں نے انہیں جیب میں رکھ لیا۔ ایک آٹو میٹک ریوالور مجھے بہت پسند آیا۔ میں نے اسے لوڈ کر لیا۔ جوجو نے بھی ایک خوبصورت سا ریوالور لوڈ کر کے اپنے پاس رکھ لیا۔ اب میں جوجو کی طرف سے مطمئن تھا۔ کیونکہ اس کی سوچ میرے خلاف نہیں تھی۔ چونکہ وہ اندر سے خالف نہیں تھا خطرناک نہیں تھا اس لئے اوپر سے بے ضرر تھا۔

ہم اور آپ کسی دوسرے کے اندر چھپی ہوئی کمینگی کو نہیں پہچان سکتے۔ ہماری اس دنیا میں ایسے لوگ قدم قدم پر ملتے ہیں جو اوپر سے انسان اور اندر سے شیطان ہوتے ہیں۔ ایسے مہذب انسان ہوتے ہیں کہ آپ ان کی ظاہری محبت اور ہمدردی سے اور ان کی ایماندارانہ باتوں سے متاثر ہو کر کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ اندر سے مطلب پرست خود غرض اور بے ایمان بھی ہو سکتے ہیں۔

میں نے جوجو سے کہا "تم یہاں کے راستوں سے اچھی طرح واقف ہو۔ مجھے اور سونیا کو ساحل کی طرف لے چلو۔ ہم یہاں سے فرار ہونے کے لئے موٹر بوٹ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور ہاں یاد آیا جس عورت نے ایک بچے کو جنم دیا تھا وہ مر گئی ہے تم یہاں سے یہ ڈارک کی گڈیاں اٹھاؤ اور یہاں کے کچھ مقامی باشندوں کو کچھ نوٹ

دے کر اس کے کفن دفن کا انتظام کرو۔"

ہم دونوں نے کچھ امریکی اور کچھ جاپانی کرنسی اپنی اپنی جیبوں میں بھر لی۔ پھر عمارت سے نکلتے وقت میں نے سونیا کو اطلاع دی کہ میں جوجو کے ساتھ باہر آرہا ہوں۔ یہاں آس پاس کوئی خطرہ نہیں ہے۔ عمارت سے باہر نکلنے کے بعد سونیا ہمارے ساتھ ہو گی جو جو ہمیں اسی جگہ لے گیا جہاں بہت سے تنکستہ پھر پڑے تھے اس نے چار مقامی باشندوں کو بلا کر انہیں پچاس ڈالر دیئے اور ان سے کہا کہ فلاں کانج میں جا کر ایک لاش کو دفن کرنا ہے۔

ہم اس فرض سے سبکدوش ہو کر جوجو کے ساتھ ساحل کی طرف چل پڑے۔ اندھیرے میں ہم تارے روشن نہیں کر سکتے تھے۔ کوئی دشمن روشنی کی سمت فائر کر سکتا تھا۔ میں نے سونیا سے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"تم ہمارے ساتھ نہ چلو تو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اگر تم ہم سے بہت پیچھے رہو گی۔ تب بھی ہماری بُو سونگھتی ہوئی صحیح راستے پر چلتی رہو گی۔"

"ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گی۔"

وہ آہستہ آہستہ ہم سے بہت پیچھے رہنے لگی جوجو نے پوچھا۔

"یہ تمہاری ساتھی اندھیرے میں کہاں گم ہو گئی ہے؟"

"وہ ہمارے پیچھے آرہی ہے تاکہ پیچھے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

"لیکن وہ اندھیرے میں کیسے جانے گی کہ ہم کہاں سے گزر رہے ہیں؟" پھر اس نے چونک کر کہا۔ "اوہ میں سمجھ گیا۔ ہمارا باس کہہ رہا تھا کہ تمہاری ساتھی کی سونگھنے کی حس بہت تیز ہے۔ وہ سونگھتی ہوئی جس کے ذریعہ تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ اسے بھی وہ ہماری بُو سونگھتی ہوئی راستوں کو پہچان رہی ہو گی۔"

"تم نے ٹھیک سمجھا۔ مگر اب خاموش رہو۔ اگر کہیں آس پاس چھپے ہوئے دشمنوں نے سن لیا تو وہ ہمیں چھوڑ کر سونیا تک پہنچ جائیں گے۔"

میں نے بروقت اسے بولنے سے منع کیا تھا۔ کیونکہ چند قدم کا فاصلہ طے کرنے کے بعد مائک کی آواز سنائی دی۔ کوئی اندھیرے میں چھپا ہوا مقامی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ جوجو نے آہستہ سے کہا۔

"ہم چاروں طرف سے گھیر لئے گئے ہیں۔ وہ وارننگ دے رہے ہیں کہ ہم چپ چاپ کھڑے رہیں اور اپنے ہتھیار پھینک دیں۔"

میں نے اسٹین گن اور جوجو نے اپنی رائفل پھینک دی پھر میں نے فوراً ہی سونیا کو اطلاع دی کہ نادیدہ دشمنوں نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ اسے اطلاع دینے کے بعد میں نے جوجو سے کہا۔

"تم یہ معلوم کرو کہ ہمیں گھیرنے والوں میں کوئی انگریز ہے یا نہیں۔"

وہ بآواز کرنے لگا۔ جواب میں ایک شخص کی آواز قریب آنے لگی۔ بہت قریب آنے کے بعد میں نے چار مقامی باشندوں کو دیکھا۔ وہ چاروں طرف سے ہمیں رائفلوں کی زد میں لئے بڑے محتاط نظر آئے تھے۔ یہ تو کچھ میں آگیا کہ ان کے ساتھ کوئی انگریز نہیں تھا۔ جوجو نے بتایا۔

"یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ کچھ انگریز اور کچھ مقامی باشندے ساحل کے پاس ہیں اور سمندر میں ایک جاپانی لانچ کھڑی ہوئی ہے۔ جاپان کا ایک بحری پولیس آفیسر جزیرے کے لوگوں کو وارننگ دے رہا ہے کہ وہ ہتھیار پھینک کر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں۔ یہاں جو مقامی باشندے ہیں یہ ہمیں ان انگریزوں تک پہنچنے سے روک رہے ہیں۔"

جوجو کی بات ختم ہوتے ہی ہمارے آس پاس ہلکی سی روشنی پھیل گئی۔ بعد میں پتہ چلا کہ جاپانی لانچ پر سے سرچ کی مدد سے روشنی پھینکی جا رہی ہے۔ اس کی ہلکی ہلکی جھلک ہم تک پہنچ رہی تھی۔ اس روشنی سے سونیا کا بھلا ہو گیا۔ اب وہ دُور سے دیکھ سکتی تھی کہ ہم کس پوزیشن میں ہیں اور دشمن ہم سے کتنے فاصلے پر کھڑے ہوئے ہیں۔ جوجو انہیں باتوں میں لگائے ہوئے تھا اور میں سونیا کے ذہن میں جھانک رہا تھا۔

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ ایک درخت کی آڑ میں کھڑی ہوئی ہے۔ وہاں انجن میں تھی کہ فائرنگ کس طرح کرے۔ فائرنگ کرنے کے لئے نوعی کو زمین پر لٹانا ضروری تھا۔ مگر اس بات کا ڈر لگ رہا تھا کہ بچے کو کھڑے کھڑے نقصان نہ پہنچ جائیں میں نے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"سونیا خدا پر بھروسہ کرو۔ کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ فرار کے لئے اُسے زمین پر لٹانا دو صرف ایک منٹ کی فائرنگ میں فیصلہ ہو جائے گا۔ میری جیب میں ریوالور ہے۔ جیسے ہی تمہاری فائرنگ سے دشمنوں کا دھیان بٹے گا میں جیب سے ریوالور نکال لوں گا۔"

سونیا کا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ بچے کو اپنے سینے سے جدا کرے مگر میری ہدایت پر عمل کرنا بھی اس کا فرض تھا۔ اس نے ایک نظر اپنے بچے پر ڈالی۔ وہ سو رہا تھا۔ سونیا نے اسے آہستگی سے چوم کر جیسے ہی زمین پر لٹایا وہ چونک کر رونے لگا۔ ہم نے کبھی بچے نہیں پالے تھے۔ اس لئے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک بچہ گھر کا بھیدی بن سکتا ہے اور اچانک بیدار ہو کر دشمنوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے وہ سب چونک کر دُور تاریکی میں آواز کی سمت دیکھنے لگے۔

سونیا کی یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ ایسے مواقع میں حواس باختہ نہیں ہوتی۔ اور اب تو وہ مال بن کر بھی سوچتی تھی۔ اس نے فوراً ہی سمجھ لیا کہ ایک لمحے کی بھی دیر ہوئی تو دشمن بچے کی آواز کی سمت فائر کریں گے۔ لہٰذا اسی نے پہل کر دی۔ میرے سامنے کھڑے ہوئے دشمن زمین پر گر کر رینگنے لگے۔ میں بھی یوں گر جیسے گولیوں نے مجھے چاٹ لیا ہو۔ کم از کم دشمنوں نے یہی سمجھا۔ میں نے گرتے گرتے ریوالور نکال کر تیسرے کا نشانہ لیا۔ کیونکہ وہ سونیا کی طرف فائرنگ کر رہا تھا۔ جو شخص ایک درخت کے پیچھے چھپنے کے لئے بھاگ رہا تھا۔ مگر سونیا کی فائرنگ نے اسے ہمیشہ کے لئے سوت کی گود میں چھپا دیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے میدان صاف ہو گیا۔ جوجو نقوں کی طرح دبے پھاڑے منہ کھولے ادھر اُدھر پڑی ہوئی لاشوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ وہ تو بزدلوں کی طرح اپنی موت

کے انتظار میں سوچ رہا تھا۔ اس کی تقدیر اچھی تھی کہ اتنی فائرنگ کے ان ایک بھی گولی اس کے قریب نہیں آئی۔ مگر جونکہ دل میں فائرنگ ہشت تھی اسی لئے وہ تھوڑی دیر تک بوقوفوں کی طرح کھڑے ہے کے بعد دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"لعنت ہے تم پر جب اُٹھنے کا وقت آیا ہے تو گر رہے ہو۔ یب اُٹھ جاؤ۔ تم مرد کی طرح لڑ نہیں سکتے۔ عورت کی طرح بچے ہتے ہو۔"

سونیا بچے کو اٹھائے ہوئے قریب آگئی۔ جوجو نے اسے دیکھ

"میڈم تم نے تو کمال کر دیا۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو۔۔۔۔"

"تو ڈوب کر بھاگ جاتے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم اپنی ین نہ کرو ہم تمہیں اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ چلو اب ہم اس روشنی کی ن جائیں گے۔"

ہم سرچ لائٹ کی روشنی کی طرف بڑھنے لگے۔ تھوڑی دُور جانے بعد فائرنگ کی آوازیں آئیں۔ سے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ

"فائرنگ بند کرو۔ ہم جزیرے کے بے گناہ باشندوں کو مارنا نہیں ہتے۔ ہماری کشتیاں اس جزیرے کو چاروں طرف سے گھیر رہی ہیں ب تمہارے چاروں طرف سے فائرنگ ہوگی تو تم بے بس ہو جاؤ گے اپنے حق میں یہی بہتر ہے کہ ہتھیار پھینک دو۔"

اب ہم ساحل کے قریب پہنچ گئے تھے۔ دُور کھڑے ہوئے انگریز اور مقامی باشندے نظر آرہے تھے ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں رائفلیں تھیں۔ ان کا رُخ جاپانی لانچ کی طرف تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"موقع اچھا ہے۔ ہمیں فائرنگ کرنی چاہیئے۔ یہ لوگ ہمیں جاپانی سپاہی سمجھ کر فائرنگ کر رہے ہیں انہیں ہماری تعداد ہو گا اس لئے ہماری طرف بڑھنے سے کترائیں گے۔"

میں نے سونیا کو اپنے بائیں طرف دُور ایک درخت کے پیچھے لے کے لئے کہا۔ جوجو کو دائیں طرف بھیجتے ہوئے اچھی طرح سمجھا دیا اس کی طرف بھاگتا ہوا آئے اُسے گولی کا نشانہ بنا دے۔ جب ار جوجو مجھ سے دُور جا کر درختوں کے پیچھے چھپ گئے تو میں نے ہوا کھڑے ہوئے لوگوں کو للکار کر کہا۔

"بزدیر۔ اگر ذرا بھی حرکت کر دگے تو مارے جاؤ گے جاپانی فوجیوں نے تمہیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔"

میری للکار سنتے ہی وہ میری طرف پلٹ گئے۔ میں نے سوچ

"فائر۔" سونیا سے کہا۔

وہ فائرنگ کرنے لگی۔ وہ لوگ سونیا کی طرف جوابی فائرنگ کرنا چاہتے اسی وقت لانچ کی طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ میں نے بھی فائرنگ شروع کر دی۔ ایسی صورت میں ان کا بدحواس ہو جانا یقینی تھا۔ ان میں سے کچھ فائرنگ کی زد میں آگئے۔ جو باقی بچے انہوں نے گھبرا کر ہتھیار پھینک دیئے اور اپنے ہاتھ اٹھا لئے۔ اب لانچ کے پاس سے چھوٹی چھوٹی کشتیاں ساحل کی طرف آنے لگیں۔ سرچ لائٹ کی تیز روشنی میں مسلح سپاہی نظر آرہے تھے۔ ہم چپ چاپ اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ سونیا نے بچے کو گود میں اٹھا لیا تھا۔ اب وہ ہتھنی اسکو کے ساتھ ساتھ بچے کی ضرورت کو بھی اہم سمجھتی تھی۔ اس لئے اپنے ساتھ شہد کی شیشی لائی تھی۔ اور ایک سپاہی کی طرح گولیاں چلانے کے بعد ایک ماں کی طرح بچے کو شہد چٹا رہی تھی۔

جاپانی سپاہی ساحل پر پہنچ گئے تھے۔ جوجو اور انگریز زندہ بچ گئے تھے انہیں ہتھکڑیاں پہنا رہے تھے۔ ایک پولیس آفیسر جاپانی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ اس کا رُخ ہماری طرف تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ہمیں اپنے سپاہی سمجھ کر ہم سے کچھ کہہ رہا ہے۔ میں نے درخت کے پیچھے سے نکل کر بلند آواز میں کہا۔

"آفیسر۔ ہم تمہارے جاپانی سپاہی نہیں ہیں۔ مگر تم ہم پر اعتماد کر سکتے ہو کیونکہ ہم نے تمہاری مدد کی ہے۔"

جاپان کے پولیس آفیسر نے انگریزی زبان میں کہا۔

"ٹھیک ہے ہم تمہارے شکر گزار ہیں۔ اگر تم دوست ہو تو سامنے رہ ہتھیار پھینک دو۔"

میں نے سونیا سے سرچ کے ذریعہ کہا کہ وہ اب ساحل کی طرف چلے۔ جوجو کو بھی بلند آواز سے ساحل کی طرف بلایا۔ پھر خود آگے بڑھتا ہوا پولیس آفیسر کے سامنے پہنچ کر اسٹین گن زمین پر پھینک دی۔ ریوالور بھی جیب سے نکال کر اس کے آگے ڈال دیا۔ سونیا اور جوجو نے بھی یہی کیا۔ پولیس آفیسر نے کہا۔

"تم تینوں ایشیائی باشندے ہو۔ ان اسمگلروں سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "ان انگریز اسمگلروں نے ہمیں قیدی بنا رکھا تھا اور ہمیں جان سے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ مگر ان کا ایک انگریز ساتھی چالاک ہی پاگل ہو گیا تھا اس نے اپنے باس کو مار ڈالا اور خود بھی مر گیا۔ تب سے ہم آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔"

پولیس آفیسر نے ایک انگریز قیدی سے پوچھا۔

"تم لوگوں نے انہیں کیوں قید کیا تھا اور کیوں مار ڈالنا چاہتے تھے؟"

وہ انگریز تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ جب آفیسر کا ایک ماتحت اس کے سر پر آپہنچا تو وہ بولنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے میرے اور سونیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ دونوں میاں بیوی ہیں۔ یہ لوگ پاس والے جنوبی جزیرے میں پتہ نہیں کہاں سے آگئے تھے۔ پہلے ہمیں شبہ ہوا تھا کہ یہ نسی

ملک کے جاسوس ہیں۔ جب ہم انہیں قید کر کے یہاں لے آئے تو ہمارے باس کو پتہ چلا کہ اس عورت کی سونگھنے کی حس بہت تیز ہے۔ کیسی انسان یا کسی چیز کی بُو سونگھ کر خفیہ اڈوں تک پہنچ سکتی ہے۔ ایسی خطرناک عورت اور اس کے مرد کو ہم زندہ نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ مگر ہمارے ایک آدمی کے پاگل پن نے ہمیں اس مصیبت میں گرفتار کرا دیا۔"

پولیس آفیسر نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میڈم ابھی تم لوگوں نے ہماری مدد کی ہے۔ اگر اس انگریز کے بیان کے مطابق تمہارے پاس سونگھنے کی غیر معمولی صلاحیت ہے تو پھر مزید ہماری مدد کرو۔"

سونیا نے کہا۔ "میں سمجھ گئی تم کیا چاہتے ہو۔ میں قانون کی مدد کروں گی اور چرس کے ذخیرے تک لے چلوں گی۔"

پولیس آفیسر نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ قیدیوں کو لاکھ میں پہنچا دو اور جلد ہی واپس آجاؤ۔ فوراً ہی حکم کی تعمیل کی گئی۔ آدھ گھنٹے کے بعد جب وہ واپس آئے تو ان کے ساتھ جاپان کی بحری پولیس کا سنیئر آفیسر تھا۔ جونیئر آفیسر اپنی زبان میں شاید ہمارے متعلق کچھ تبصرہ کرتا رہا تھا کیونکہ اس کی باتیں سننے کے بعد سنیئر آفیسر نے مسکرا کر مجھ سے اور سونیا سے مصافحہ کیا۔ اب ہماری بھلائی اسی میں تھی کہ زیادہ سے زیادہ جاپانی پولیس کا اعتماد حاصل کریں۔ جب سونیا انہیں چرس کے ذخیرے کی طرف لے جانے لگی تو میں راستے میں سنیئر آفیسر سے باتیں کرنے لگا۔

میں نے اس سے صرف ایک جھوٹ کہا کہ میں اپنی یادداشت کھو چکا ہوں۔ دشمنوں نے مجھے ایسے ذہنی جھٹکے پہنچاتے ہیں کہ اب مجھے اپنا ماضی یاد نہیں رہا۔ یہ جھوٹ میں نے اس لئے کہا کہ اب میں ٹیلی پیتھی کے علم کو چھپانا چاہتا تھا۔ جب میں نے اسے بتایا کہ میں اور سونیا جزیرہ کوائی میں قید کئے گئے تھے تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس نے کہا۔

"اس جزیرے میں ایک بہت ہی پراسرار بلیک میلر رہتا ہے بڑے بڑے ملکوں کے رازداں کی سطح میں رہتے ہیں۔ ہمارے ملک جاپان کا بھی ایک راز پتہ نہیں وہاں تک کیسے پہنچ گیا۔ ہم اس بلیک میلر سے اس راز کا سودا کرنے کے لئے جزیرہ کوائی جانا چاہتے تھے مگر ہمیں دو دن پہلے اطلاع ملی کہ ابھی ہم جزیرہ کوائی کی طرف نہ جائیں۔ ایک ہفتے بعد سودا ہوگا۔"

آفیسر میں سمجھ گیا ہوں کہ اس نے ایک ہفتے کے لئے ہمیں ٹال دیا ہے۔ ہم نے وہاں تباہی مچا دی تھی۔ وہ بلیک میلر جو پرائیویٹ کہلاتا ہے وہاں سے فرار ہو چکا ہے۔ ہم بھی وہاں سے بھاگ کر یہاں آگئے ہیں۔ ویسے اب فکر نہ کریں آپ کے ملک کا راز میرے پاس محفوظ ہے۔"

سنیئر آفیسر چلتے چلتے ٹھٹک گیا۔ پھر مجھے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا واقعی ——؟ ہمارے وہ اہم کاغذات کہاں ہیں؟"

"میں نے پاس والے جزیرے میں ایک جگہ حفاظت سے چھپا دیئے ہیں۔ آپ وہاں چلیں میں وہ کاغذات آپ کے حوالے کر دوں گا۔"

سنیئر آفیسر نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ وہ میڈم سونیا کے ساتھ جا کر چرس کے ذخیرے پر قبضہ کریں اور وہ میرے ساتھ پاس والے جزیرے میں جائے گا۔ میں نے کہا۔

"آفیسر میں اپنی بیوی کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا۔ ہم سب ایک ساتھ پاس والے جزیرے میں چلیں تو بہتر ہے۔"

سنیئر آفیسر نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"فرہاد علی تیمور۔"

"ویل مسٹر فرہاد —— تم اپنی بیوی کی فکر نہ کرو۔ تم نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے ہم بھی دوستی کا ثبوت دیں گے۔ تم دونوں میاں بیوی کو معزز مہمان کی حیثیت سے اپنے ملک میں لے جائیں گے۔ آؤ دیر نہ کرو، وہ کاغذات ہمارے لئے بہت اہم ہیں۔"

ہم واپس ساحل کی طرف آگئے۔ میں نے آفیسر سے کہا۔

"میں سونیا کے ساتھ اس جزیرے کے مغربی ساحل پر اپنا کشتی ساحل سے کچھ دور ایک درخت کے پاس بلیک میلنگ کی وہ دستاویز دفن کر دی تھیں۔ لہٰذا یہاں ایسا درخت تلاش کیا جائے جس کے تنے پر کسی سے کراس کا نشان بنا ہے۔"

تمام سپاہی مارچ کی روشنی میں اس درخت کو تلاش کرنے لگے۔ ہم سوئٹزرلینڈ سے غلط جگہ اتر گئے تھے۔ اس لئے تلاش کرتے کرتے چار بجے وہ درخت نظر آیا۔ میں نے اس درخت کے سامنے کھڑے ہو کر اندازہ کیا۔ پھر ایک جاپانی سپاہی کو اشاروں کی زبان میں سمجھایا کہ وہ اس جگہ کو کھودنے لگے۔ بہت جلد وہ بریف کیس باہر نکل آیا۔ سنیئر آفیسر بھی زمین پر دونوں ہو کر اس بریف کیس کو کھولنے لگا۔ پھر مارچ کی روشنی میں تمام کاغذات کو اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگا۔ اس میں دوسرے ملکوں کے بھی اہم کاغذات تھے لیکن مطلوبہ کاغذات جلد ہی ہاتھ آگئے۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا اور مجھے گھور کر دیکھنے لگا۔ اچانک ہی اس کے تیور بدلے تھے اس نے غرا کر کہا۔

"ہم اس بلیک میلر سپر مارٹ کو ایک گہری سازش کے تحت ہلاک کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ ان کاغذات کو پڑھ چکا تھا۔ مسٹر فرہاد تم وہ شخص ہمارے اس اہم راز سے واقف ہو چکا ہو گیا ہم اسے زندہ چھوڑ سکتے۔"

"بے شک اسے گولی سے اڑا دینا چاہیئے۔" میں نے کہا۔

"بے شک" سنیئر آفیسر نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "تم نے ان کاغذات کو پڑھ چکے ہو۔"

میں نے اک دم سے چونک کر دیکھا۔ سنیئر آفیسر کی انگلی ٹریگر پر پہنچ چکی تھی۔

اگر

اس کی انگلی ریوالور کے ٹریگر تک پہنچ گئی تھی تو کیا ہوا؟ بعض لوگ موت کو انگلی رکھا کریا ٹھینگا دکھا کر زندگی واپس آجاتے ہیں کیونکہ تدبیر اُن کا ہتھیار ہوتی ہے اور تقدیر ان ساتھ دیتی ہے اور دشمن کے ہتھیار کو زنگ آلود بنا دیتی ہے۔

جس وقت وہ جاپانی آفیسر مجھے موت کی سزا دینا چاہتا تھا۔ اسی ن اچانک ہی سمندر کی طرف سے تیز ہوائیں چلنے لگیں اور بریف کیس ے ہوئے اہم کاغذات تیزی سے اِدھر اُدھر اُڑنے لگے۔ ان کاغذات جاپان کے ہم راز پوشیدہ تھے۔ ان کی نظر میں وہ کاغذات میری اور موت کے فیصلہ سے زیادہ اہم تھے اس لئے وہ مجھے چھوڑ کر ی طرف دوڑنے لگے۔ جزیرے پر کے محو پرواز تھے۔

میں چپ چاپ کھڑا ہوا یہ تماشا دیکھنے لگا۔ مارچ کی روشنیاں یک پھیل رہی تھیں۔ اندھیرے اُجالے کے کھیل میں وہ کاغذات پتنگ کی طرح ڈول رہے تھے۔ کچھ کاغذات ایسے تھے جن کی ونچی فتی بلور کچھ اتنی بلندی پر اڑ رہے تھے کہ درختوں کی چوٹیوں تک ہو رہے تھے۔ میں ایک درخت سے ٹیک لگا کر جاپانی آفیسر کے دماغ ہلانے لگا۔

وہ جاپانی زبان میں سوچ رہا تھا۔ اس کی سوچ میرے پلے نہیں رہی تھی۔ میں نے اُسے انگریزی زبان کی طرف مائل کرنے کے لئے ہی سوچا۔ میں نے کہا۔

"وہاٹ مان سنس آئی ایم تھنکنگ اباؤٹ ...."

وہ چونک کر اپنی کھوپڑی سہلاتے ہوئے سوچنے لگا۔

"میں فضول باتیں تو نہیں سوچ رہا ہوں۔ اگر ان میں سے ایک راز فاش ہو گیا تو مجھے جاپانی کمان کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ کیا مصیبت ہے تو فرہاد کو شوٹ کرنے کی محض دھمکی دے رہا تھا بمقصد یہ تھا کہ وہ کاغذات کہیں چھپا رکھے ہوں تو وہ اپنی جان کی امان پانے ہیں بھی بتا دے۔ میں تو فاتو فاً اُسے وزارت خارجہ کے دفتر پہنچانا چاہتا تھا۔ مگر یہ کیا ہو گیا۔ میری ذرا سی غفلت سے کاغذات گئے۔ ارے وہ دیکھو — وہ ایک کاغذ اونچی شاخ پر جا کر ہے....."

وہ درخت کی بلندی پر مارچ کی روشنی پھینکتے ہوئے اپنے ایک ھ سے کہنے لگا۔

"چلو جلدی سے اُس درخت پر چڑھو اور اس کاغذ کو حفاظت ہمارے پاس لاؤ۔"

اہلکار نے سر ہلایا اور ادھر سے اُدھر دوڑتا پھر رہا تھا۔ مجھے اس کے ہلانے پر اطمینان ہو گیا کہ ابھی میری زندگی کے دن باقی ہیں جاپانی زارت خارجہ کے افسران میرے متعلق کوئی فیصلہ سنائیں گے یقیناً مجھ کے بعد انہوں نے تمام اُڑنے والے کاغذات کو پکڑ کر جمع کر لیا۔ اُسی وقت سونیا بچتے گوگو دیں لئے جاپانی پولیس کی دوسری ٹیم کے ساتھ وہاں آگئی۔ دوسری ٹیم کے آفیسر نے پوچھا۔

"کیا بات ہے۔ ہم نے بہت سی مارچ کی روشنیوں کو اِدھر اُدھر بھرتے دیکھا ہے۔ خیریت تو ہے؟"

دوسرا آفیسر اُسے کاغذات کے متعلق بتانے لگا اس کے بعد وہ دوبارہ کاغذات کا ترتیب سے مطالعہ کرنے لگے۔ مگر ترتیب میں فرق آگیا تھا۔ ایک صفحہ درمیان سے کم ہو گیا تھا۔ آفیسر نے مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے مجھے مکمل کاغذات نہیں دیئے ہیں۔ اس کا ایک صفحہ اور کہاں ہے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بہت خوب۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ ایک گھنٹہ پہلے جب آپ نے ان کاغذات کا مطالعہ کیا تھا تو یہ مکمل تھے۔ آپ کو اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کر لینا چاہیئے۔ مجھے شوٹ کرنے کی دھمکی دینے سے پہلے یہ سوچنا چاہیئے تھا کہ یہ کاغذات تیز ہواؤں کی زد میں آسکتے ہیں۔"

"یو شٹ اپ" اس نے ڈانٹ کر کہا۔ "وہ صفحہ پہلے ہی کم تھا اسی لئے میں تمہیں مارنے کی دھمکی دے رہا تھا۔"

دوسری ٹیم کے آفیسر نے مداخلت کرتے ہوئے اس آفیسر سے کہا۔

"مگر آفیسر ان کاغذات کو ترتیب دینے سے پہلے آپ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ آپ مکمل کاغذات کا مطالعہ کر چکے ہیں۔"

"اُں —— نہیں تو —— میں نے ایسا نہیں کہا تھا۔ آپ کے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔"

آفیسر اپنے بچاؤ کے لئے صاف جھوٹ بول رہا تھا۔ دوسرا آفیسر ذہین اور مصلحت اندیش تھا۔ اس نے کہا۔

"ہو سکتا ہے مجھ سے سننے میں غلطی ہوئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایک صفحہ اڑ کر ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہو۔ ہمیں پھر ایک بار تلاش کرنا چاہیئے۔"

"ہم دو دو بار تک تلاش کر چکے ہیں۔ مارچ کی روشنی میں آخر کہاں تک تلاش کریں گے؟"

وہ آفیسر بہانے کر رہا تھا اور یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے اور کاغذات پہلے سے نامکمل ہیں۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعہ سونیا سے کہا۔

"میری جان یہ آفیسر خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اب تمہیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ یہ مجھ پر جھوٹا الزام لگا رہا ہے۔ کیا تم ایک ہی طرح کے کاغذ کی بُو سونگھ سکتی ہو؟"

"ہاں میں ایسا کر سکتی ہوں۔ بھروسہ میں ذرا آفیسر سے بات کرتی ہوں۔"

وہ آفیسر سے مخاطب ہو کر بولی۔

"آفیسر آپ لوگوں کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جس طرح میں آپ کو چرس کے خفیہ ذخیرے تک لے گئی تھی اسی طرح میں اس گمشدہ کاغذ تک پہنچ سکتی ہوں۔"

آفیسر تھوڑی دیر کے لئے سونیا کی صلاحیتوں کو بھول گیا تھا۔ سونیا نے یاد دلایا تو وہ خوش ہو کر چٹکی بجاتے ہوئے بولا۔

"اوہ! میں اس بحث میں بھول ہی گیا تھا کہ تم ایک حیرت انگیز صلاحیت کی مالک ہو۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں مادام۔ چلو میں تمہارے ساتھ وہاں تک چلوں گا جہاں تک تم کاغذ کی بُو سونگھتی ہوئی جاؤ گی۔"

سونیا ان کاغذات کو اپنے ہاتھ میں لے کر سونگھنے لگی۔ تمام جاپانی اسے بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ وہ کاغذات واپس کرنے کے بعد دوسری ٹیم کے آفیسر کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔ میرے آس پاس کھڑے جاپانی آپس میں باتیں کرنے لگے میں ان کی باتیں نہیں سمجھ سکتا تھا اس لئے ان سے ذرا دور ایک پتھر پر جا کر بیٹھنے لگا۔ اس آفیسر نے غرا کر کہا۔

"یو مان سٹن۔ تم کہاں کے لارڈ ہو کہ ہمارے سامنے بیٹھ رہے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ مجرموں کو کھڑا رکھا جاتا ہے۔ اسٹینڈ اپ۔"

میں اس سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے مجرم نہیں سمجھ رہا ہے۔ اس سے دشمنی مول لے کر میں کسی نئی مصیبت کو دعوت نہیں دینا چاہتا تھا۔ ایسے وقت مجبوراً حکم کی تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ میں اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مگر اس کے ساتھی اس کی سوچ میں کہا۔

"میں خوامخواہ فرہاد سے دشمنی کر رہا ہوں۔ ابھی وہ مادام بُو سونگھ کر اس کاغذ کو لے آئے گی تو میری پوزیشن کمزور پڑ جائے گی۔ مجھے فرہاد کی حمایت کرنی چاہیئے۔ اس طرح یہ دوسرے آفیسروں کے سامنے میرے خلاف کوئی بیان نہیں دے گا۔ مجھے دوستانہ انداز میں اسے بیٹھنے کے لئے کہنا چاہیئے۔"

اس خیال کے تحت اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا کوئی بات نہیں بیٹھ جاؤ۔"

میں آرام سے پتھر پر بیٹھ گیا۔ وہ میرے قریب آتے ہوئے دوستانہ انداز میں کہنے لگا۔

"مسٹر فرہاد! مجھے اپنے پچھلے رویئے پر شرمندگی ہے۔ یو پلیز فارگٹ اِٹ۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیٹس آل رائٹ۔ آپ اپنی پوزیشن صاف رکھنے کے لئے ان کاغذات کو نامکمل کہہ رہے تھے۔ ہر شخص اپنے بچاؤ کے لئے تھوڑا سا جھوٹ ضرور بولتا ہے۔ میری سونیا ابھی وہ کاغذ ڈھونڈ کر لے آئے گی۔"

وہ کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا۔

"ہاں! مگر میری پوزیشن کمزور ہو جائے گی۔"

"آپ فکر نہ کریں اگر مجھ سے پوچھا جائے گا تو میں یہی کہوں گا کہ آپ کو ان کاغذات کے مطالعہ کا پوری طرح موقع نہیں ملا تھا کہ دوران ہی کاغذات اڑ گئے تھے۔"

وہ خوشی سے میرا ہاتھ تھام کر بولا

"لاڈ مائی فرینڈ تم کتنے اچھے ہو۔ اب میں نہیں سمجھ سکتا تھا میں اس وقت شوٹ کرنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ ورنہ دل کی بات یہ ہے کہ میں پہلی ہی ملاقات میں تمہیں دل سے پسند کرنے لگا تھا۔"

میں دل ہی دل میں ہنسنے لگا۔ اس کم بخت کو معلوم نہیں تھا میں اس کے دل کی باتیں کتنی دور تک سمجھتا ہوں۔ ہماری باتوں کے دوران سونیا واپس آ گئی اس کے ساتھ جو آفیسر گیا تھا اس کے ہاتھ میں وہ کاغذ نظر آ رہا تھا۔ وہ سونیا کی تعریفیں کئے جا رہا تھا۔ سونیا بار بار مجھ سے بے نیاز ہو کر اس رستے ہوئے بچے کو چکا رہی تھی جس کا ماموں فرمان رکھا تھا اور جسے پیار میں نومی کہہ کر پکارتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہم سب موٹر بوٹ میں بیٹھ کر دوسرے جزیرے کی طرف گئے جس کے ساحل پر جاپانی لانچ کھڑی ہوئی تھی۔ تقریباً پہلے جاپانی پولیس اس لانچ پر سے سرچ لائٹس کی روشنی پھینک اور ڈاکٹر شیطان کے آدمیوں کو ہتھیار پھینکنے کے لئے کہہ رہی تھی۔ ساحل پر کھڑے ہوئے اسمگلر لڑنے مرنے پر آمادہ تھے۔ اس دوران نے پیچھے سے آ کر بازی پلٹ دی تھی۔ میں نے پیچھے کی طرف سے تو وہ اس دھوکے میں آ گئے کہ جاپانی پولیس نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ لہٰذا وہ ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہو گئے۔ اب ان میں سے اسمگلر مر چکے تھے اور کچھ قیدی بنا لئے گئے تھے۔

یوں تو میں اور سونیا بھی ان کے قیدی تھے۔ مگر آزاد قیدی وہ جاپانی آفیسر یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی وزارت خارجہ والے اور سونیا کے متعلق کیا فیصلہ کریں گے۔ ہمیں اپنا دوست سمجھیں گے دوسرے ملکوں کے راز چرانے والے خفیہ ایجنٹ سمجھ کر ہمیں سزا دیں لہٰذا وہ دونوں جاپانی آفیسر فی الحال یہی تاثر نہیں دینا چاہتے تھے کہ ہم بھی قیدی بنا لئے گئے ہیں۔ انہوں نے بڑی فراخ دلی سے لانچ میں آزاد چھوڑ دیا تھا۔

اب صبح ہو رہی تھی۔ تمام رات ایسی بھاگ دوڑ ہوئی تھی کہ گئے تھے۔ اس لئے ہم ایک کیبن میں آ کر آرام سے لیٹ گئے فرمان پریشان کر رہا تھا۔ اب تک اس کی بھوک شدید چیخ جاری تھی۔ سونیا نے آفیسر سے کہا کہ بچے کے لئے دودھ کا انتظام جائے مگر وہ پولیس والے اسمگلروں کو پکڑنے آئے تھے۔ انہیں کے لئے دودھ کے ڈبے نہیں لائے تھے۔ انہوں نے وعدہ ناگا ساکی پہنچتے ہی سب سے پہلے بچے کے دودھ کا انتظام کیا جائے

میں تو بستر پر لیٹتے ہی سو گیا تھا۔ پتہ نہیں سونیا بچے کے

رلاتی رہی اور پھر کب اسے اپنے سینے سے لگا کر سو گئی۔ میں جیسے دن کے بعد سونے کا موقع ملا تھا۔ میں تو شام تک ساری دنیا سے ناتے توڑ کر سوتا رہا۔ جب آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا سونیا بچے کو بوتل سے دودھ پلا رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا تم اب تک جاگ رہی ہو؟"

"نہیں۔ مجھے سونے کا موقع ملا تھا۔ مگر یہ شریر بار بار اٹھا دیتا تم نے تو خوب نیند پوری کی۔ جانتے ہو شام ہو چکی ہے۔"

میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ شام ہونے کا مطلب یہ تھا کہ میں تقریباً گیارہ گھنٹے سوتا رہا ہوں۔ میں نے سونیا سے پوچھا۔

"اس وقت ہم کہاں ہیں؟"

"ہم ناگا ساکی پہنچ گئے ہیں۔ لانچ ساحل پر کھڑی ہوئی ہے لانچ کے عرشے پر پولیس والے موجود ہیں۔ دونوں آفیسر یہ کہہ کر گئے ہیں کہ ان کی واپسی تک لانچ سے باہر نہ جائیں۔ یہاں ہماری تمام ضرورتیں پوری ہوتی رہیں گی۔"

میں وہاں سے اُٹھ کر باتھ روم میں چلا گیا۔ ہم جزیرے سے اپنے کپڑوں کی اٹیچی لے آئے تھے۔ بریف کیس جاپانی آفیسر لے گئے تھے انہوں نے اٹیچی کی تلاشی لینے کے بعد ہمارے لئے کپڑے اور ڈالر کی گڈیاں چھوڑ دی تھیں۔ میں نے غسل کر کے لباس تبدیل کیا۔ پھر لانچ کے عرشے پر آ گیا۔ شام ڈوب رہی تھی دُور شہر کے قمقمے آنکھیں کھول رہے تھے۔ اس شہر کی روشنیاں دیکھ کر میرے دل میں ایک درد سا پیدا ہوا کیونکہ وہ شہر کبھی ایٹم بم کی زد میں آ کر زندہ لاشوں کا قبرستان بن گیا تھا۔ اب وہ شہر دوبارہ آباد کیا گیا تھا۔ مگر اب بھی اُسے دیکھ کر بڑی طاقتوں سے اور ان کے جنگی ارادوں سے شدید نفرت ہونے لگتی ہے۔

میں ان لوگوں کی یاد میں چند لمحے ساکت کھڑا رہا جو ایٹم بم کا شکار ہو کر اپاہجوں کی طرح زندگی گزارتے ہوئے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے تھے۔ ان چند لمحوں میں میں نے خداوند کریم سے دعا مانگی خدایا ہماری اس دنیا کو تیسری جنگ عظیم سے محفوظ رکھ۔ ہماری اس دنیا کو ایٹمی دھماکوں کی نہیں مال کے دو دھکے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنی آئندہ نسل کو اپاہج نہیں بنانا چاہتے۔ میں پوری پاکستانی قوم کی طرف سے امن کی بھیک مانگتا ہوں خدایا میری دعا قبول فرما.....

سونیا نے کیبن سے باہر آ کر بتایا کہ ہم بھوکے ہیں۔ بھوک تو واقعی لگ رہی تھی۔ ہماری فرمائش پر فوراً ہی کھانے کا انتظام کر دیا گیا۔ کھانے کے دوران میں نے ایک جاپانی آفیسر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنی مادری زبان میں کسی سے باتیں کر رہا تھا اس کے انداز سے پتہ چل رہا تھا کہ بڑی ہی زبردست قسم کی بحث جاری ہے۔ میں نے اسے انگریزی زبان میں سوچنے پر مجبور نہیں کیا۔ کیونکہ اس کے آس پاس سبھی جاپانی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس ماحول میں آفیسر کا انگریزی بولنا یا انگریزی زبان میں سوچنا فطرت کے خلاف ہوتا۔ جب میں سونیا کی جانب دیکھنے لگا تو اس نے سکراکر پوچھا۔

"جناب کس کے دماغ میں جھانک رہے تھے؟"

"میں معلوم کر رہا تھا کہ وہ آفیسر کیا کر رہے ہیں۔ فرمان کی زبان میری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہمیں یہ زبان سیکھنی ہوگی۔"

سونیا نے مجھے گھور کر دیکھا پھر زیر لب مسکراتی ہوئی بولی۔

"ہاں۔ یہاں کی زبان سیکھ کر یہاں کی لڑکیوں سے فری ہونے کا موقع مل جائے گا۔ یہاں کی گڑیا جیسی دوشیزاؤں کا حسن بہت مشہور ہے۔ میں تمہاری نیت کو خوب سمجھتی ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"عورت کو جب لڑنے کے لئے کچھ نہیں ملتا تو وہ اپنے سائے سے لڑنے لگتی ہے۔ ابھی تک تو میں نے کسی جاپانی لڑکیا کو نہیں دیکھا ہے اور تم نے لڑنا شروع کر دیا۔ پتہ نہیں یہاں ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے۔ اگر ان لوگوں نے ہمارے ساتھ قیدیوں جیسا سلوک کیا تو یہاں سے فرار ہونا مشکل ہو جائے گا۔"

سونیا سوچنے لگی اس کے دماغ میں بھی یہی بات تھی کہ پتہ نہیں ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ اگر یہاں کی حکومت ہماری دشمن بن گئی تو آسمان سے گرنے اور کھجور میں اٹکنے والی بات ہو جائے گی۔ رات کے آٹھ بجے وہ جاپانی آفیسر ایک جاپانی عورت کے ساتھ آ گئے۔ ایک آفیسر نے کہا۔

"ہمارے افسران تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ تم اور مادام ہمارے ساتھ چلو اور اپنے بچے کو اس آیا کے حوالے کر دو۔"

سونیا نے فرمان کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔ میں جہنم میں بھی جاؤں گی تو بچہ میرے ساتھ رہے گا۔"

جاپانی افسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مادام یہ ممکن نہیں خود غرضی ہے۔ آپ اپنی تکلیف کی خاطر بچے کو بھی جہنم میں لے جانے کی سوچتی ہیں۔ ویسے میں یقین دلاتا ہوں کہ ہم جہاں جا رہے ہیں وہاں آپ کو دوستانہ ماحول ملے گا۔ چونکہ ضروری باتوں کے دوران یہ بچہ پریشان کرے گا اس لئے ہم نے اس کے لئے ایک آیا کا بندوبست کیا ہے۔"

سونیا مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں نے اسے سمجھایا۔

"سونیا یہ ناگا ساکی ہے یہاں ایک وقت ایسا آیا تھا جب ایٹم بم کی زہریلی فضا میں یہاں کے سنتے بچتے یا تو اندھے ہو گئے تھے یا ہاتھ پاؤں سے مفلوج ہو گئے تھے یا پھر زہریلی فضا میں سانس لیتے لیتے زہریلی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ جاپانی قوم بچوں کے درد کو سمجھتی ہے یہ فرمان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ تم بلا جھجک اسے آیا کے حوالے کر دو۔"

وہ نوں جاپانی آفیسر مجھے تعریفی نظروں سے دیکھنے لگے۔ سونیا نے دل پر جبر کرتے ہوئے فرہان کو آیا کے حوالے کردیا۔ پھر ہم لانچ سے اتر کر ساحل پر آگئے۔ وہاں ایک بڑی سی ویگن کار کھڑی ہوئی تھی جس میں ہمیں بیٹھنے کے لئے کہا گیا۔ میں قدرے مطمئن تھا کیونکہ آفیسروں کا رویہ دوستانہ تھا۔ ہم اس کار میں بیٹھ کر مختلف راستوں سے گذرتے ہوئے ایک کھلے میدان میں پہنچے جہاں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ جب کار سے اتر کر ہمیں ہیلی کاپٹر میں بیٹھنے کے لئے کہا گیا تو سونیا نے پھر اعتراض کیا۔

"ہمیں کہاں لے جارہے ہو؟ میں اپنے بچے کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

جاپانی آفیسر نے نرمی سے سمجھایا۔

"مادام آپ صندرکریں۔ ہم پرھروسہ کریں۔ کل دوپہر تک آپ کا بچہ آپ کو مل جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "سونیا ہمیں ان پر بھروسہ کرنا ہی پڑے گا۔ کل دوپہر تک صبر کرو۔"

وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھتی ہوئی ناگواری سے بولی۔

"میں سمجھتی تھی کہ تم باپ بن کر میرے بچے کے بارے میں سوچو گے مگر اب سمجھ گئی ہوں کہ تمہیں میرے جذبات کا ذرا بھی احساس نہیں ہے یاد رکھو اگر فرہان کو کچھ ہوگیا تو میں اپنے ساتھ دو چار کرلے مروں گی۔"

ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ پھر ہی نے سوچ کے ذریعہ سونیا سے کہا۔

"میری جان تم یہ کیوں بھول گئیں کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ بچے کی خیریت معلوم کرسکتا ہوں۔ فرہان کے رونے کی آواز کے ذریعہ اس کے نتھنے سے دماغ تک پہنچ سکتا ہوں۔"

سونیا اک دم سے خوش ہوکر مجھے دیکھنے لگی۔ اس نے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"اوہ فرہاد! تم کتنے گریٹ ہو۔ ایسے وقت جبکہ میری ماتا بالکل مجبور ہے تو تم مجبور نہیں ہو۔ وہ مجھ سے دور ہے مگر تمہاری خیال خوانی کے پالنے میں جھول رہا ہے۔ مجھے بتاؤ وہ رو تو نہیں رہا ہے؟"

"نہیں میری جان وہ بڑے آرام سے ہے اور آیا کی گود میں ممتا کی حرارت محسوس کررہا ہے۔"

سونیا کی سوچ نے کہا۔ "پہلے میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ بچوں کے احساسات بھی سمجھے جاتے ہیں نتھنے سے دماغ میں جھانکتے ہوئے کیا محسوس ہوتا ہے فرہاد؟"

میں تھوڑی دیر تک نتھنے فرہان کے دماغ میں جھانکتا رہا پھر میں نے جواب دیا۔

"اسے دنیا میں آئے ہوئے پورے چوبیس گھنٹے ہوچکے ہیں اتنی سی عمر کے بچے اپنے آس پاس کی چیزوں کو دیکھنے سے زیادہ میں نگران ہوتے ہیں وہ صرف بھوک کی تسکین کے لئے روتے ہیں۔ کچھ عرصے تک یہ بھی دیکھنے کا عمل جاری رہے گا پھر رفتہ رفتہ سمجھنے کا عمل شروع ہوجائے گا۔ فی الحال اس کا دماغ سب سے پہلے چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے وہ مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اسی لئے بچوں کو رنگ برنگے کھلونے دیئے جاتے ہیں۔ یہ تو سمجھنے کی بات ہے کہ پیدا ہوتے ہی وہ احساسات کے ذریعہ اپنی ضرورت کو سمجھتے ہیں جس طرح ابھی وہ گود کی گرمی کو محسوس کررہا ہے یا پھر بھوک کا احساس ہوتا ہے تو رونا شروع کردیتا ہے۔"

میں اسے بچوں کے..... دماغ کے متعلق سمجھاتا رہا۔ پھر بعد ہم "نکوکا" کے ہوائی اڈے پر پہنچ گئے۔ وہاں سے جاپان ایئرلائن کے ذریعہ ٹوکیو کی طرف روانہ ہوگئے۔ اب ان میں سے صرف ایک آفیسر ہمارے ساتھ تھا۔ اسے اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ ہم اس کیلئے کسی خطرناک ثابت ہوسکتے ہیں۔ سفر کے دوران میں نے اس سے پوچھا۔

"آپ تنہا ہمیں ٹوکیو لے جارہے ہیں کیا آپ یہ نہیں سوچ رہے کہ ہم کسی وقت بھی آپ سے پیچھا چھڑا کر فرار ہوسکتے ہیں؟"

آفیسر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"آپ فرار ہوکر کہاں جائیں گے؟ آپ جہاں جائیں گے جاپانی پولیس کو مستعد اور چاق و چوبند پائیں گے۔ یوں بھی مجھے تم دونوں سے ایسی نادانی کی توقع نہیں ہے۔ اگر دل چاہے تو نادانی کرکے دیکھ لو۔"

"نہیں آفیسر اگر میرے پاس معجزانہ ذہن ہوتا تو میں آپ کی حکومت کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے لئے آپ ہی کے ملک کا اتنا اہم راز آپ کے حوالے نہ کرتا۔"

"رائیٹ یور۔ ہم تمہاری نیک نیتی کو تسلیم کرتے ہیں اسی لئے میں تنہا تمہارے ساتھ ہوں اور تم دونوں کو قیدیوں کی حیثیت سے نہیں لے جارہا ہوں۔"

لیکن اس تنہا آدمی نے ٹوکیو پہنچ کر ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ ایئرپورٹ کی عمارت کے باہر جاپان آرمی کی ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ فوجی ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے۔ آفیسر نے ہمیں فوجیوں کے حوالے کردیا۔ یہ بات میری توقع کے خلاف نہیں تھی۔ اس ملک کا ایک بہت بڑا راز ہمارے ہاتھوں سے گزرا تھا۔ اس لئے یہ کیس صرف پولیس والوں تک محدود نہیں رہ سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہمیں ملٹری انٹیلی جنس والوں کے حوالے کردیا گیا تھا۔

ہم مختلف شاہراہوں اور تنگ گلیوں سے گذرتے ہوئے ایک بڑی سی عمارت کے سامنے پہنچ گئے۔ بیرونی گیٹ پر مسلح فوجی کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ آنے والے فوجیوں کا شناختی کارڈ دیکھا پھر ہماری گاڑی کو اندر جانے کی اجازت دی۔ کمپاؤنڈ میں اور عمارت کے برآمدوں میں مسلح فوجی مستعد نظر آرہے تھے

ملاقات تھے کہ کوئی پرندہ بھی وہاں پر نہیں مار سکتا تھا۔ ہم گاڑی سے اتر کر بیرونی برآمدے میں آئے۔ چار فوجی ہمیں درمیان میں لے کر چل رہے تھے۔ وہ ایک دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ ایک فوجی نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ دروازے پر لگے ہوئے اسپیکر سے آواز آئی۔ وہی اجنبی آواز تھی جسے ہم سمجھ نہیں سکتے تھے۔ بہرحال انہیں کوئی حکم دیا گیا تھا۔ اس حکم کے مطابق وہ ہمیں دوسرے کوریڈور میں لے گئے ایک دروازے کے پاس پہنچ کر ایک فوجی نے سونیا سے کہا۔

"مادام آپ اندر تشریف لے جائیں۔"

سونیا نے میری جانب دیکھا۔ انکار کی گنجائش نہیں تھی۔ فوجی حکم کی تعمیل کرنی ہی پڑتی ہے اس لئے وہ دروازہ کھول کر اندر چلی گئی اس دروازے کے سامنے کوریڈور کے دوسری طرف دوسرا دروازہ تھا مجھے وہاں جانے کے لئے کہا گیا۔ میں دروازہ کھول کر اندر گیا۔ وہ کمرہ عمدہ فرنیچر سے آراستہ تھا۔ ایک صوفے کے سامنے سینٹر ٹیبل پر ایک بڑا سا کیسٹ ریکارڈر رکھا ہوا تھا۔ کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی دیوار پر لگے ہوئے اسپیکر سے آواز آئی۔

"مادام سونیا اور مسٹر فرہاد۔ آپ دونوں کے سامنے کیسٹ ریکارڈر رکھے گئے ہیں۔ آپ اطمینان سے بیٹھ کر اسے آن کریں اور اپنی ہسٹری بیان کریں۔ آپ دونوں کو دو مختلف کمروں میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ اگر آپ ایک دوسرے کے مشورے سے غلط بیان نہ دیں۔ اگر ایک کوئی غلط بات کہے گا تو دوسرے کے بیان سے اس کا جھوٹ پکڑا جائے گا۔"

وہ بہت محتاط تھے اور بڑی ذہانت سے کام لے رہے تھے۔ اگر میرا بیان سونیا سے مختلف ہوتا یا وہ میرے متعلق میرے بچاؤ کے لئے ہی کوئی الٹی سیدھی بات کہہ جاتی تو ہم دونوں کے بیان میں بڑا تضاد پیدا ہوجاتا۔ یہی ایسا تضاد دو سروں کے درمیان ہوسکتا تھا۔ کم از کم میرے لئے یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں نے آرام سے صوفے پر بیٹھ کر سب سے پہلے سونیا کو مخاطب کیا۔

"سونیا میں اپنا بیان دیتے وقت تم سے ذہنی رابطہ قائم رکھوں گا میری آواز میری سوچ کے ذریعہ تم تک پہنچتی رہے گی۔ تم اسی بیان کو دوسرے الفاظ میں اس کی ترتیب بدلتے ہوئے ریکارڈ کرتی رہنا——— اوکے؟"

"اوکے فرہاد میں بالکل تیار بیٹھی ہوں۔"

میں نے اپنے سامنے رکھے کیسٹ ریکارڈر کو آن کیا پھر وہی باتیں کہنے لگا۔ جو کہ جزیرے میں جاپانی آفیسروں سے مختصراً کہہ چکا تھا اس بار میں نے تفصیل سے..... انہیں بتایا کہ ماسٹروں کی تنظیم کے ایک خطرناک ماسٹر پلستے سے کس طرح میرا ٹکراؤ ہوا تھا۔ یہ باتیں اگرچہ کچھ بھی نہیں تھیں..... ذہنی جھٹکے پہنچنے کے باعث میں اپنا ماضی بھول چکا ہوں۔ یہ بھلی کچھ باتیں مجھے سونیا نے بتائی ہیں کیونکہ وہ ماسٹروں کی تنظیم میں تھی اور ماسٹر پلستے کے ساتھ ہمارے ملک آئی تھی۔ اس سے میری اور سونیا کی دوستی ہوئی۔ پھر یہ دوستی یاں بیوی کے رشتے میں بدل گئی۔

بیان دینے کے دوران میں ایک سگریٹ سلگانے کے لئے رک گیا۔ تاکہ سونیا کو گائیڈ کرسکوں۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"تم سب کچھ سن رہی ہو نا؟"

"ہاں۔ سن رہی ہوں۔ تمہارا بیان سننے کے لئے ضروری تھا کہ ابھی اپنا بیان شروع نہ کروں۔ اس لئے میں نے چائے کی درخواست کی۔ ان سے کہا ہے کہ میں ذرا تازہ دم ہوکر بیان دینا چاہتی ہوں۔ تم اطمینان رکھو میں تمہاری باتیں ذہن نشین کرتی جارہی ہوں۔ بس ذرا جلدی جلدی بیان دے ڈالو۔"

میں دوبارہ کیسٹ ریکارڈر کو آن کرکے فوراً ہی شروع ہوگیا۔ وہ تمام باتیں ریکارڈ کرنے لگا کہ کس طرح سپیشلسٹ مجھے ذہنی طور پر مفلوج کرنے کے بعد اپنا آلۂ کار بنانا چاہتا تھا اور ہم کس طرح اس کے چنگل سے نکل کر اس گمنام جزیرے تک پہنچے تھے اور کس طرح ہم نے جاپانی پولیس کی مدد کی تھی۔ بیان ختم کرنے کے بعد میں سونیا کے دماغ کو پڑھنے لگا۔ وہ بیچاری میرے بیان کے ختم ہونے کے انتظار میں چائے کی تین پیالیاں پی چکی تھی۔ میرا بیان ختم ہوتے ہی اس نے کہا۔

"بس کرو فرہاد۔ میرا پیٹ خراب ہوجائے گا۔ اب تک میں تین پیالیاں ختم کرچکی ہوں اب چوتھی کی گنجائش نہیں ہے۔"

"مجھے افسوس ہے سونیا کہ تمہیں خلاف عادت اتنی چائے پینی پڑی چلو اب شروع ہوجاؤ۔"

وہ شروع ہوگئی۔ جو باتیں میں کہہ چکا تھا وہ وہی باتیں دوسری ترتیب کے ساتھ اپنے الفاظ میں کہہ رہی تھی اس کے علاوہ اس نے بتایا کہ اس کا باپ جانوروں کا بہت بڑا ڈاکٹر تھا۔ وہ جانوروں کی سونگھنے کی حس کو اتنی گہرائی سے سمجھتا تھا کہ وہی حس اس نے سونیا کے اندر برسوں کی محنت کے بعد پیدا کردی تھی۔ سونیا نے بیان کے آخر میں کہا۔

"میرا بیان ختم ہوچکا ہے مگر مجھے بتایا جائے کہ میرے شوہر کو جس طرح الگ رکھ کر ان سے بیان لیا جارہا ہے کیا اسی طرح آپ میرے بچے سے بھی بیان لے رہے ہیں۔ بچے کو اس کی ماں سے جدا کردینا کہاں کا انصاف ہے۔ خار گاڈ سیک اسے میرے پاس پہنچا دیں۔"

میں اس کی باتیں سن کر مسکرانے لگا۔ وہ ماؤں سے بھی بڑھ کر ماں بن چکی تھی۔ بہرحال اس کا بیان ختم ہوتے ہی پھر دیوار پر لگے اسپیکر سے آواز آنے لگی۔ بولنے والا کہیں بیٹھا ہوا ہمارے بیانات نوٹ کررہا تھا۔ انہیں کے مطابق وہ ہم سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگا۔ ملٹری انٹیلی جنس کے افسران اپنے طور پر بہت محتاط تھے اور اپنی ذہانت کا ثبوت دے رہے تھے۔ وہ سوالات کے ذریعہ ہمارے ذہن کو الجھانا چاہتے تھے

تاکہ ہم نے کوئی بات چھپا رکھی ہو تو پھر ہمارے جوابات میں تضاد پیدا ہو جائے لیکن سونیا سے میرا دماغی رابطہ قائم تھا اس لئے تضاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سوال و جواب کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ تب میں نے اسپیکر کی جانب دیکھا۔ وہاں سے جو آواز مجھ تک پہنچ رہی تھی اس آواز کے سہارے میں اس بولنے والے کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ مگر اس کے دماغ میں وہی انجانی بولی تھی۔ جاپانی ہر جگہ اپنی مادری زبان میں باتیں کرتے ہیں خواہ وہ فوجی ہوں یا عام شہری۔ سبھی کو اپنی مادری زبان سے دلی عقیدت ہے۔ بیرونی ممالک سے آنے والوں کے سامنے وہ اپنی ضرورت سے مجبور ہو کر انگریزی بول لیتے ہیں میں کوشش کرنے لگا کہ وہ جاپانی زبان بولنے والا سمجھ کر انگریزی زبان کی طرف مائل ہو جائے۔ میں نے دوبارہ اس کی سوچ اور اس کے لہجے میں اسے چھیڑا وہ دونوں بار جھٹک کر اپنے کو سنبھالنے لگا۔ اور اپنی زبان میں کچھ بڑبڑانے لگا۔

یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ میں اس کی فطرت کے خلاف عام حالات میں اسے بدیسی زبان کی طرف مائل نہیں کر سکتا۔ میں نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"سونیا یہ اجنبی زبانیں میرے سامنے بہت بڑی رکاوٹیں بن جاتی ہیں۔ میری ٹیلی پیتھی کہیں کام آتی ہے اور کہیں میں بے بس ہو کر رہ جاتا ہوں۔"

سونیا نے جواب دیا۔

"ہاں۔ میں تمہاری مجبوریوں کو سمجھتی ہوں۔ ویسے آڑے وقت پر تمہاری یہ ٹیلی پیتھی نجات کا باعث بن جاتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم آپس میں دماغی رابطہ قائم کر کے کتنے ہی آزمائشی مرحلوں سے گزر جاتے ہیں۔ جیسا کہ ابھی ہم ایک بہت بڑے مرحلے سے گزر چکے ہیں۔ بہرحال جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں فرمان کے لئے تڑپ رہی ہوں تم اس کی خیریت معلوم کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں معلوم کرتا ہوں۔ تم ذرا انتظار کرو۔"

میں نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ پھر اپنی ساری توجہ فرمان کی آواز کی طرف مرکوز کر دی۔ اس وقت وہ بالکل خاموش تھا۔ مگر میں اس کے پُرسکون دماغ تک پہنچ گیا۔ وہاں کتنے ہی رنگوں کی ٹھنڈی چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ خوبصورت پریوں کے حریری لباس ہوا کے دوش پر لہرا رہے تھے اور وہ ہوا کے دوش پر اڑ رہی تھیں۔ کوئی اپنی بانہیں پھیلا کر فرمان کو اپنی طرف بلا رہی تھی اور کوئی سُور کے سنہرے پروں سے اسے جھولے جھولے گدگدا رہی تھی اور وہ نیند میں ہنس رہا تھا۔ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔ میں نے سونیا سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔

"میری جان۔ فرمان کو تمہاری ضرورت نہیں ہے وہ خوابوں کی دنیا میں پریوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔"

"میری ضرورت کیوں نہیں ہے؟ جب وہ جاگے گا تو میرا لئے ضرور روئے گا۔"

میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں وہ جاگتے ہی کہے گا میری سونیا ممی کہاں ہے میں تو بس اپنی ممی کا دودھ پیوں گا۔"

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

"سونیا تم بننے کو تو ماں بن گئی ہو مگر بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دو چار دن کے بچے ماں باپ کو شکل و صورت سے نہیں پہچانتے۔ انہیں پینے کے لئے دودھ اور آرام کرنے کے لئے گودی حرارت چاہیئے۔ اور یہ دونوں چیزیں فرمان کو میسر ہیں اس لئے تمہیں اس کی فکر نہیں کرنی چاہیئے۔"

"میں تمہاری طرح سنگدل نہیں ہوں تم مجھے نصیحت نہ کرو۔"

"عقل کی باتیں سمجھانا میرا فرض ہے۔ تم خود ہی سوچو کہ ابھی ہم کن حالات سے دوچار ہیں۔ پتہ نہیں ابھی کیسے کیسے مراحل سے گزرنا ہوگا۔ اگر بچہ اس وقت ہمارے ساتھ ہوتا تو اس کے لئے معلوم نہیں کتنا پریشان ہونا پڑتا۔"

یہ کہتے ہی میں اس کی سوچ میں کہنے لگا۔

"ہاں! مجھے سچ مچ ایک ماں بن کر سوچنا چاہیئے کہ اس وقت میرا بچہ آیا کی نگرانی میں آرام سے ہوگا پتہ نہیں ابھی ہمیں یہاں سے کہاں جانا ہے اور کن مصیبتوں کا سامنا کرنا ہے اچھا ہے کہ وہ ایک جگہ محفوظ رہے۔ بچے تو معصوم ہوتے ہیں اس لئے یہ لوگ فرمان سے دشمنی نہیں کریں گے۔"

میں اس کی سوچ اور اس کے لہجے میں نصیحتیں کر رہا تھا اور وہ کسی حد تک قائل ہوتی جا رہی تھی۔ پھر وہ اچانک ہی چونک کر سوچنے لگی۔

"ہائیں میں ایسا کیوں سوچ رہی ہوں؟ کیا یہ میری سوچ ہے؟ نہیں نہیں۔ فرہاد کے بچے تم میری سوچ میں مجھے قائل کر رہے ہو۔ میں تمہارے خیال خوانی کے ہتھکنڈوں کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔"

سوچ کے ذریعہ یہ بات کہنے کے بعد وہ میرے جواب کا انتظار کرنے لگی۔ لیکن میں نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ اس نے دو تین بار مجھے آواز دیں۔

"فرہاد اگر تم میرے دماغ میں جھانک رہے ہو تو اس طرح خاموش رہ کر مجھے نہ الجھاؤ۔ تم جواب کیوں نہیں دے رہے ہو؟"

میں بدستور خاموش رہا۔ تب اسے یقین ہو گیا کہ میں بہت پہلے ہی اس سے دماغی رابطہ ختم کر چکا ہوں۔ اور بچے کے متعلق جو باتیں اس کے دماغ میں آ رہی تھیں وہ اس کی اپنی سوچ تھی۔ اس طرح وہ قائل ہو گئی کہ فرمان کو فی الحال آیا کی نگرانی میں رہنا چاہیئے۔ ہم نے

بیان ریکارڈ کیا تھا اس کے بعد کتنا وقت گذر گیا مجھے پتہ نہ چلا۔ کیونکہ میری رسٹ واچ بند ہو گئی تھی۔ ایک طویل انتظار کے بعد اس کمرے کا دروازہ کھلا۔ ایک فوجی نے مجھے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ فوجیوں کا اشارہ بھی ایک حکم ہوتا ہے میں باہر آ گیا۔ وہاں کوریڈور میں سونیا بھی کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ بھی ایک فوجی نوجوان تھا۔ ہم ان کے ساتھ مختلف راہداریوں سے گذرتے ہوئے ایک بڑے سے کمرے میں پہنچے جو ایک ڈرائنگ روم کی طرح آراستہ تھا۔ چند فوجی افسر ادھر اُدھر صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک صوفے پر ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ تمام لوگ فوجی لباس میں تھے صرف وہی بوڑھا ایک بزنس ڈریس سوٹ میں نظر آ رہا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی ایک طرف صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب ہم بیٹھ گئے تو اس نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تم دونوں کے بیانات سن چکا ہوں۔ بظاہر تم دونوں کے بیانات میں کوئی جھول نظر نہیں آ رہا ہے اور تم نے سنگدلوں کے خلاف ہماری پولیس کا ساتھ بھی دیا ہے۔ جاپانی حکومت کے ساتھ تمہارا سب سے بڑا تعاون یہ ہے کہ ہمارے ایک اہم راز کو تم تک پہنچا دیا۔ تم دونوں انعام کے مستحق ہو اور تم دونوں کو ضرور انعام دیا جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "ہمارے لیے سب سے بڑا انعام یہی ہے کہ آپ ہماری مدد کر رہے ہیں۔ اور ہم پر اعتماد کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنی ہمسری آپ کے سامنے پیش کر دی ہے۔ آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ہم ایک مشن سے ادھر اُدھر بھٹک رہے ہیں۔ کوئی دشمن ہمارے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ پھر ہم ایک جگہ سے فرار ہو کر دوسری جگہ پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہاں بھی ہم پناہ چاہتے ہیں اور ایک باعزت شہری کی طرح زندگی گذارنا چاہتے ہیں۔"

بوڑھے افسر نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں حالات کو بھانپ گیا ہوں۔ اگر تم باقاعدہ پاسپورٹ کے ذریعہ اپنے ملک سے یہاں آتے تو میں فوراً تمہیں واپس بھیج دیتا۔ مگر تم ہماری اہم دستاویزات کے ساتھ جو ہاتھ آئے ہو اور ہم تم پر اعتماد کرنے کے باوجود تمہیں اپنے ملک سے باہر نہیں جانے دیں گے کیونکہ تم ہمارے اہم راز سے واقف ہو۔ ہم نہیں چاہتے کہ تم کسی غیر ملکی ایجنٹ کے ہتھے چڑھ جاؤ۔ یہاں تم دونوں آزادانہ شہری زندگی گذارو گے اور ہم دریدہ تمہاری حفاظت کرتے رہیں گے۔"

میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو خاموش نگاہوں سے دیکھا پھر سونیا نے سوال کیا۔

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی نگرانی میں رہیں گے؟ آپ کو ہماری طرف سے کسی بات کا خدشہ ہے؟"

بوڑھے نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں مادام۔ فی الحال تو کوئی خدشہ نہیں ہے۔ تم دونوں کی حفاظت اس لئے کی جائے گی کہ سپر پاسٹر یہاں بھی تم لوگوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دے گا۔ وہ انتقاماً کوئی کارروائی کرے گا۔ وہ اس اہم راز کے سلسلے میں ہم سے بہت بڑی قیمت وصول کرنا چاہتا تھا۔ ہم سودے کے لئے تیار تھے۔ ساتھ ہی ہمارے جاسوس اس کی تاک میں لگے ہوئے تھے۔ اس کے آلۂ کار ہمارے ہاتھ لگ جاتے تھے مگر وہ نامعلوم کتنے پردوں میں چھپا رہتا ہے۔ اس کی کوئی شناخت ہمارے پاس نہیں ہے۔ مادام سونیا تم اس کی تنظیم میں رہ چکی ہو کیا تم اس سلسلے میں ہماری کچھ مدد کر سکتی ہو؟"

سونیا انہیں بتانے لگی کہ سپر پاسٹر کو ماسٹر سائنس کے سوا شاید کسی نے نہیں دیکھا جب کہ ماسٹر سائنس مر چکا ہے۔ پھر وہ جزیرہ کوائی کی اس عمارت کے متعلق بتانے لگی جہاں کے ہر کمرے میں ٹی وی سسٹم کے ذریعہ ہمیں دیکھا جاتا تھا۔ وہاں مختلف ممالک کے جو ایجنٹ اہم دستاویزات کا سودا کرنے آتے تھے ان کی کوئی بات اور کوئی حرکت سپر پاسٹر سے پوشیدہ نہیں رہتی تھی۔ وہ اپنے خفیہ چیمبر میں بیٹھ کر ایک بڑے سے اسکرین پر اس عمارت کے ہر کمرے کے لوگوں کو دیکھتا رہتا تھا۔ کوئی خطرہ پیش آنے سے پہلے ہی محتاط ہو جاتا تھا۔ ایسے ہی حفاظتی انتظامات کے باعث وہ ہمارے ہاتھوں سے بھی نکل گیا۔

تمام افسران سونیا کی باتیں گہری توجہ اور دلچسپی سے سن رہے تھے۔ سونیا سے بہت سی معلومات حاصل کرنے کے بعد بوڑھے افسر نے کہا۔

"ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوائی جیسے چھوٹے سے جزیرے میں سپر پاسٹر جدید آلات کے ذریعہ اتنا مضبوط قلعہ بنا چکا ہے ہم اپنے جاسوس وہاں بھیجنے والے تھے! اچھا ہوا کہ ہم نے اپنی پلاننگ پر اب تک عمل نہیں کیا تھا مگر اب تم دونوں کی موجودگی سے یہ توقع ہے کہ [illegible] کا رُخ ضرور کرے گا۔"

اس وقت ہمارے درمیان انگریزی زبان میں گفتگو ہو رہی تھی میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر بوڑھے افسر کی سوچ میں کہا۔

"ہاں فرہاد اور سونیا اس ملک میں رہیں گے تو سپر پاسٹر یا اس کے خاص آدمی یہاں ضرور پہنچیں گے کیا ایسے وقت سونیا اپنے [illegible] کی تنظیم میں واپس جائے گی؟"

اس سوچ پر سوچ کے جواب میں وہ بوڑھا افسر سوچنے لگا۔

"کچھ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ سونیا آئندہ کیسا کردار ادا کرے گی میں دنیا جہاں کے تجربات سمیٹے بیٹھا ہوں۔ میں نے ایسے چالاک مجرم دیکھے ہیں جو بظاہر اپنے گروہ سے کٹ جاتے ہیں۔ پولیس والوں کے ساتھ مل کر پورا تعاون کرتے ہیں لیکن اندر ہی اندر قانون کی مضبوط گرفت کو کمزور بناتے رہتے ہیں۔ اب سونیا اور فرہاد ہمارا جو راز واپس لے کر آئے ہیں تو اس راز کی دوسری نقل سپر پاسٹر کے پاس موجود ہوگی۔ اس منفی پہلو کو نہیں بھولنا چاہیئے کہ یہ دونوں اب بھی اس تنظیم کے وفادار... ہو سکتے ہیں۔ اور یہاں کسی زبردست جرم کے سلسلہ میں ہمارا اعتماد حاصل کر

رہے ہیں۔ بہرحال انہیں کڑی نگرانی میں رکھا جائے گا اور اس لئے بھی کہ.....“

وہ یک بیک انگریزی کے بجائے جاپانی زبان میں سوچنے لگا۔ ہم جیسے لوگ بھی اکثر اردو بولتے بولتے کبھی انگریزی اور پھر کبھی اردو زبان میں بولنے لگتے ہیں۔ اس نے بھی یہی کیا۔ میں نے پھر اسے اپنے طور پر سوچنے کے لئے مجبور نہیں کیا۔ اتنی ہی معلومات کافی تھیں کہ ہمارے ان کی تقرر میں خشکوک ہیں۔ اب ہم اس خوش فہمی میں نہ رہتے کہ وہ ہم پر مکمل اعتماد کر رہے ہیں۔ بوڑھے آفیسر نے کہا۔

”مسٹر فرہاد! تم دونوں کے لئے بہترین رہائش کا بندوبست کیا گیا ہے۔ وہاں تمہیں ہر طرح کا آرام ملے گا۔ اس کے علاوہ بھی کوئی خواہش ہو تو بیان کرو۔“

میں نے مسکراتے ہوئے اپنی خواہش بیان کی۔

”مجھے جاپانی زبان سے دلی لگاؤ ہے۔ ہم دونوں میاں بیوی یہ زبان سیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ اس کے لئے کوئی انتظام کر دیں۔“

وہاں بیٹھے ہوئے تمام آفیسر خوش ہو کر ہمیں دیکھنے لگے۔ بوڑھے آفیسر نے کہا۔

”یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم ہماری زبان سیکھنا چاہتے ہو۔ اس کا انتظام ہو جائے گا۔“

اس کے بعد اس نے اٹھ کر رخصتی مصافحہ کیا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

”اگر ہم کسی ضرورت کے تحت آپ سے رابطہ قائم کرنا چاہیں تو کیا آپ سے ملاقات ہو جائے گی؟“

اس نے ہمیں ایک فون نمبر بتایا اور اپنا نام اور عہدہ بھی بتا دیا۔ وہ وہاں کی سیکرٹ سروس کا چیف تھا اور اپنے مخصوص حلقے میں کرنل جوشو ہو کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ عمارت کے باہر اس بار ہمیں دوسری گاڑی میں بٹھایا گیا اور ہمیں ساتھ لے جانے والا عام شہری لباس میں تھا۔ وہ ہمیں ٹوکیو کے ایک بہت ہی خوب صورت رہائشی علاقے میں لے گیا۔ ایک بڑی سی جھیل کے کنارے پیگوڈا کی طرز کا ایک چھوٹا سا بنگلہ تھا۔ اس کے وسیع لان میں رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ اس کے چاروں طرف ہریالی تھی اور خوش رنگ پرندے مختلف سُروں میں چہچہا رہے تھے۔

جب ہم بنگلے کے سامنے پہنچے تو ایک جاپانی ملازم اور ملازمہ نے ہمارا استقبال کیا۔ ملازم نے مجھے میری زبان میں اور ملازمہ نے سونیا کو اس کی مادری زبان میں خوش آمدید کہا۔ اسی وقت میری سمجھ میں آ گیا کہ یہ خاص بیرونی ممالک سے آنے والوں کے لئے تربیت یافتہ ملازم ہیں۔ وہ ہمیں مکان کے اندر لے جا کر وہاں کے مختلف کمرے دکھانے لگے۔ ڈرائنگ روم میں ایک ٹیلر ماسٹر موجود تھا جو ہمارے لیے لباس تیار کرنے آیا تھا۔ ذرا سی دیر میں پتہ چل گیا کہ وہاں ہماری چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کا خیال رکھا جا رہا ہے۔

دوسرے دن سے جاپانی زبان سکھانے کے لئے ایک ٹیوٹر آنے لگا۔ کچھ دنوں کے لئے راوی نے ہمارے لئے چین و آرام لکھ دیا۔ سونیا کو فرہاد واپس مل گیا تھا۔ ہم اپنی پسند کا کھانا کبھی اپنے بنگلے میں کبھی وہاں کے مختلف ہوٹلوں میں کھاتے تھے۔ سونیا زیادہ تر فرہاد کے ساتھ مصروف رہتی تھی۔ لانگ ڈرائیو وغیرہ ..... میں تنہا جایا کرتا تھا۔ میری رہنمائی کے لئے وہ اردو بولنے والا جاپانی ملازم کبھی کبھی میرے ساتھ ہو جاتا تھا۔ پہلے میرا خیال تھا کہ وہی میری نگرانی کے لئے مامور کیا گیا ہے اس کا نام شنیگرو تھا۔ وہ ایک وفادار ملازم کی طرح میرے ہر حکم کی تعمیل کرتا تھا۔ جب میں کبھی اس سے کہہ دیتا کہ آج اس کی رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے تو وہ ملاچون و چرا مجھے تنہا چھوڑ دیتا تھا۔ وہ لوگ یہی تاثر دے رہے تھے کہ ہم بالکل آزاد چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ مگر اب ہم خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہو سکتے تھے۔ یوں بھی ہم وہاں کسی غلط مقصد کے تحت قیام نہیں کر رہے تھے ہم کوئی ایسی حرکت کر ہی نہیں سکتے تھے جس سے ان کے شبہ کو تقویت پہنچتی۔

تقریباً چھ ماہ میں میں نے بڑی حد تک جاپانی زبان سیکھ لی۔ اب وہ زبان بولنے اور سمجھنے میں دشواری پیش نہیں آتی تھی۔ صرف لکھنے پڑھنے میں خاطر خواہ روانی نہیں تھی۔ جب مجھے اس حد تک اعتماد ہو گیا کہ اب میں وہاں کے کسی بھی باشندے کے دماغ میں جھانک سکتا ہوں تو سب سے پہلے میں نے اسی بوڑھے آفیسر جوشو ہو کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ پہلے تو میں اس کے جاپانی لہجے کو اچھی طرح سمجھتا رہا کہ وہ کس طرح ٹھہر ٹھہر کے انداز میں بولتا اور سوچتا ہے۔ اس طرح میں اس کی مصروفیات کو بھی سمجھتا رہا۔ کرنل جوشو ہو بہت ہی زیرک رہنے والا آفیسر تھا۔ اپنے ماتحتوں سے بھی خاص ضرورت کے وقت ملاقات کرتا تھا۔ اس کا زیادہ وقت اپنے بند کمرے میں گزرتا تھا اور وہ سیکرٹ سروس کے اہم معاملات پر غور کیا کرتا تھا۔

اس وقت وہ ایک غیر ملکی ایجنٹ کے متعلق غور کر رہا تھا۔ وہ ایجنٹ ایک بہت بڑے ملک سے آیا تھا۔ اس ملک سے جاپانی حکومت کے دوستانہ تعلقات تھے لیکن بڑی طاقتیں دوستی کی آڑ میں دوست ممالک کی کمزوریاں تلاش کرتی ہیں۔ وہ ایجنٹ بظاہر کاروباری سلسلے میں وہاں آیا تھا اور ایک بہت بڑے ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی سرگرمیوں کا پتہ چلا۔ وہ اس طرح کہ وہ اکثر شام کو کلبوں میں جایا کرتا تھا اور فوجی افسران کی بیگمات سے دوستی بڑھانے کی کوشش کرتا تھا۔ اسی کوشش کے دوران اس کی دوستی کرنل جوشو ہو کی نوجوان بیٹی سوزوکو سے ہو گئی تھی۔

میں یہ معلومات کرنل جوشو ہو کے دماغ سے حاصل کر رہا تھا۔ اس کی بیٹی سوزوکو جتنی حسین تھی اتنی ہی ذہین بھی تھی اور محب وطن ایسی

وہ ملک دشمن عناصر سے محتاط رہنا اچھی طرح جانتی تھی۔ جب اس غیر ملکی ایجنٹ جیمز ہارورڈ نے اس میں دلچسپی لینا شروع کی تو وہ اس کی دوست بن گئی اور پہلی فرصت میں اپنے باپ کرنل جوشو ہو تک یہ اطلاع پہنچا دی کہ ایک غیر ملکی جیمز ہارورڈ اس سے دوستی بڑھا رہا ہے۔ اسی وقت سے انٹیلی جنس کے آدمی اس کے پیچھے لگ گئے۔ لیکن ابھی تک دور ہی دور سے نگرانی ہو رہی تھی۔ وہ اسے چھیڑنا نہیں چاہتے تھے۔ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ اپنے ملک کی طرف سے کس اہم مشن پر آیا ہے۔

سوزوکو سے اس کی دوستی صرف ایک ہفتے کی تھی اور وہ لڑکی ابھی تک اس سے کچھ اگلوا نہیں سکی تھی۔ اس وقت میں نے کرنل جوشو ہو کی سوچ میں کہا۔

”اس طرح کام نہیں چلے گا۔ مجھے سوچ سمجھ کر نئے سرے سے پلاننگ کرنی ہوگی۔ اگر ہمارا کوئی آدمی اس کے آس پاس رہے گا تو اپنے قریب جاپانی صورتیں دیکھ کر محتاط ہو جائے گا۔ لہٰذا کسی قابلِ اعتماد غیر ملکی کو اپنے اعتماد میں لے کر اسے ہارورڈ کے پیچھے لگانا چاہیئے۔“

کرنل جوشو ہو نے غور سے سوچنے لگا۔

”مگر ہم کسی غیر ملکی پر کس حد تک اعتماد کر سکتے ہیں۔ ادھر میں تو بھول ہی گیا تھا۔ فرہاد یا سونیا سے یہ کام لیا جا سکتا ہے۔ ابھی تک ان دونوں کا ریکارڈ اچھا ہے۔ اب اس مشن پر انہیں آزمایا بھی جا سکتا ہے کہ وہ کس حد تک ہمارے لئے کام کے آدمی ہیں۔“

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا کہ مجھے اور سونیا کو اپنا ایجنٹ بنانا کہاں تک مناسب ہوگا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا جو بظاہر ایک اسٹور روم تھا۔ مگر وہاں ٹرانسمٹر کے مختلف آلات نصب تھے۔ میں اس کے ارادے کو سمجھ گیا تھا کہ وہ میرے جاپانی ملازم شنیگرو سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ میں اُسے چھوڑ کر شنیگرو کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ ذرا سی دیر میں میں نے اس کے دماغ میں ٹک ٹک کی آواز سنی۔ فوراً ہی اس کی سوچ نے کہا۔

”یہ آواز میرے سگریٹ لائٹر سے آ رہی ہے۔ مجھے کال کیا جا رہا ہے۔“

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ لائٹر کے ایک بٹن کو دبایا تو وہ ٹک ٹک کی آواز بند ہو گئی۔ اس وقت وہ کچن میں تھا اور اب سرونٹ کوارٹر میں جانا چاہتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ وہ کچن سے نکل کر مختلف کمروں میں مجھے تلاش کرتا ہوا میرے بیڈ روم کی کھڑکی کے پاس آیا۔ میں آرام سے آنکھیں بند کئے بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ مطمئن ہو کر ہمارے بنگلے کے پیچھے سرونٹ کوارٹر میں چلا گیا۔ پھر اپنے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد اپنا سرٹ کیس کھول کر ایک چھوٹا سا ٹرانسمٹر نکالا اور تھوڑی دیر پہلے آنے والی کال کے جواب میں رابطہ قائم کرنے لگا۔

[illegible] لمحوں بعد وہ کرنل جوشو ہو سے باتیں کر رہا تھا۔ کرنل ہمارے متعلق سوال کر رہا تھا۔ اس نے جواباً کہا۔

”مادام سونیا اور مسٹر فرہاد بالکل بے ضرر ہیں۔ میں متعلقہ آفیسر کو رزلٹ رپورٹ دیتا رہتا ہوں۔ دونوں میاں بیوی کے بیڈ روم میں جو خفیہ ریکارڈر رکھے ہوئے ہیں ان کے ذریعہ بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ یہ بحرمانہ ذہنیت کے لوگ نہیں ہیں۔“

میں اس کی باتیں سن کر مسکرا رہا تھا۔ بچاروں نے ہماری اصلیت معلوم کرنے کے لئے کیسے کیسے انتظامات کر رکھے تھے ان کا خیال تھا کہ میں اور سونیا اپنی خوابگاہ کی تنہائی میں چپکے چپکے ایسی اہم باتیں کریں گے جو ہم ان سے چھپا رہے ہیں یا اگر ہم سرٹروں کی تنظیم کے وفادار ہیں تو ہم ان سے چھپا رہے ہیں یا اگر ہم سرٹروں کی تنظیم کے وفادار ہیں تو سپر ماسٹر سے یا اس کے کسی خاص آدمی سے کسی نہ کسی طرح رابطہ قائم کریں گے۔ مگر اس تنظیم سے تو ہمارا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اسی لیے کسی سے رابطہ قائم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

ہاں! یہ ضرور ہے کہ میاں بیوی اپنی خوابگاہ کی تنہائی میں بہت سی اہم اور بہت سی گرم باتیں کرتے ہیں گرم باتیں تو ہم کرتے ہی تھے۔ اگر وہ ریکارڈ ہوتی ہیں تو ہوتی رہیں لیکن جب کوئی خاص بات کرنی ہوتی تو ہم سوچ کے ذریعہ کرتے تھے۔ اور اس سوچ کو ریکارڈ کرنے والا کوئی آلہ اب تک ایجاد نہیں ہوا ہے۔

شنیگرو کی رپورٹ ختم ہونے کے بعد میں نے پھر کرنل جوشو ہو کی طرف دماغی چھلانگ لگائی۔ اب وہ مثبت انداز میں ہمارے متعلق سوچ رہا تھا کہ بڑے سے بڑا مجرم اپنی تنہائی میں کوئی نہ کوئی بات یا کوئی نہ کوئی حرکت ضرور کرتا ہے جس سے وہ بے نقاب ہو جاتا ہے۔ لیکن میرے آدمیوں نے اور ہمارے نصب کئے ہوئے آلات نے فرہاد اور سونیا کی تنہائی کو بھی کھنگال ڈالا ہے اب ان کے ظاہر کی طرح ان کا باطن بھی صاف نظر آ رہا ہے۔ اب وقت آیا ہے کہ انہیں عملی طور پر بھی آزمایا جائے۔

کرنل اب اپنے پرائیویٹ چیمبر میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ وہاں بھی وہ تھوڑی دیر تک ہمارے متعلق سوچتا رہا۔ پھر اس نے میز کے ساتھ لگے ہوئے ایک بٹن کو دبایا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ادھیڑ عمر کے فوجی آفیسر نے اندر آ کر اسے سیلوٹ کیا۔ کرنل نے کہا۔

”ہارورڈ کے سلسلے میں ہماری پلاننگ ذرا سی تبدیل ہو رہی ہے وہ ہوٹل کے کمرہ نمبر تیئیس میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اس کے آس پاس کا کوئی کمرہ فرہاد علی تیمور کے نام سے حاصل کرو۔ اس کے بعد فرہاد سے ملاقات کرو۔ اسے ہارورڈ کے متعلق تفصیل سے سمجھاؤ اور اپنا مقصد بتاؤ کہ ہم ہارورڈ کے خفیہ مشن کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔“

وہ آفیسر تمام احکام سننے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ کرنل مجھ سے رابطہ قائم کرنے کے سلسلے میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ پھر وہ فون کا رسیور

اٹھا کر اپنی رہائش گاہ کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جب دوسری طرف سے کسی نے ریسیور اٹھایا تو کرنل نے اپنی بیٹی سوزو کو طلب کیا۔ تھوڑی دیر بعد سوزو کی سترہ سالہ آواز سنائی دی۔ اس طرح میں سوزو کی گفتگو کے انداز، اس کے لہجے اور اس کی سوچ کی اسٹڈی کرنے لگا۔ کرنل اس سے کہہ رہا تھا۔

"بیٹی تم نے مجھے بتایا تھا کہ آج رات کلب میں پھر ہارورے سے ملاقات کرنے جاؤ گی۔"

"یس پپا۔ وہ آٹھ بجے مجھ سے ملاقات کرے گا۔"

"تم اپنے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کر دو۔ آج شام کو اس کے ہوٹل پہنچ جاؤ۔ تم اس سے کہنا کہ تنہائی میں بور ہو رہی تھیں اس لئے وقت سے پہلے چلی آئی ہو۔ اس طرح وہ خوش فہمی میں مبتلا ہو جائے گا کہ تم نادان لڑکی ہو اور اس کے عشق میں مبتلا ہو گئی ہو۔"

"پپا یہ سب تو میں کر لوں گی۔ مگر میری یہ شدید خواہش ہے کہ میں آپ کی طرح جاسوسی کارنامے انجام دوں۔ آپ مجھ سے کوئی اہم کام کیوں نہیں لیتے۔"

"میری گڑیا جو کچھ تم کر رہی ہو وہی جاسوسی ہے۔ آج ایک اہم کام تمہیں دے رہا ہوں۔ ہارورے کے اس پاس کے کسی کمرے میں ایک پاکستانی نوجوان نظر آئے گا۔ وہ ہمارا آدمی ہے مگر تم ہارورے کے سامنے اس پاکستانی نوجوان پر شبہ ظاہر کرنا کہ وہ کوئی اچھا آدمی نہیں ہے اور اس کے محتاط انداز سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی غلط ارادے سے ہمارے ملک میں آیا ہے۔"

"یہ کیسی جاسوسی ہے پپا کہ میں آپ کے ہی آدمی کو اپنا دشمن کہوں؟"

"بیٹی یہ شاطرانہ چالیں ہیں۔ ایک مجرم دوسرے مجرم کی ذات سے دلچسپی لیتا ہے۔ ہارورے بھی ہمارے اس آدمی سے قریب ہونے کی کوشش کرے گا۔ اس کے بعد کیا ہو گا یہ نہیں رفتہ رفتہ معلوم ہوتا رہے گا۔ بٹر فلائی مائی انڈر کشن۔"

کرنل نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بھی اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے بعد میں نے سوزو کی سوچ کے ذریعہ مخاطب کیا۔

"ہیلو سوزو۔ کیا کر رہی ہو؟"

اس کا جواب سنائی دیا۔

"تمہارے شریر بیٹے کو سلا رہی ہوں۔"

"بس تم اسی قابل رہ گئی ہو۔ تمہیں ایک بیٹا مل گیا ہے اور نہ معلوم کتنا عرصہ زندگی گذارنے کے لئے یہ تن صورت بگلا مل گیا ہے۔ اب تم گھٹیا عورت کے فرائض ادا کرتی رہو گی۔"

"ایسا تو نہ کہو فرہاد! صلاحیتوں کو کبھی زنگ نہیں لگتا۔ بھلی تو تقدیر میں آرام ہی آرام لکھا ہے۔ اس لئے میں پرسکون بیٹھی ہوں۔ اگر کوئی آزمائشی وقت آ پڑا تو میں شیرنی کی طرح جھپٹ پڑوں گی۔"

"نہیں ابھی تمہارے لئے کوئی موقع نہیں آیا۔ البتہ بڑی مدت کے بعد مجھے ذرا سا خفہ بازوں ہلانے کا موقع مل رہا ہے۔"

میں اسے تمام باتیں بتانے لگا کہ کرنل جو شخص جواب ہم پر بڑی حد تک اعتماد کر رہا ہے اور اب مجھ سے ایک اہم کام لے رہا ہے اور آج سے کچھ دنوں کے لئے میرا قیام ایک ہوٹل میں ہو گا۔ سونیا نے کہا۔

"تم کہیں بھی رہو مگر دو باتوں کا خیال رکھنا۔ پہلی بات تو یہ کہ مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرتے رہنا۔ بعض اوقات میں سوچ کے ذریعہ تمہیں پکارتی ہی رہ جاتی ہوں۔ کاش میں بھی تمہارے دماغ پر دستک دینے کا طریقہ جانتی....."

"کاش کہ میں بھی تمہاری طرح سوچ میں گھسنے کی حس رکھتا۔ اب ایک دوسرے کی صلاحیت سے بلچانے کا کیا فائدہ۔ اپنی دوسری بات کہو۔"

"دوسری بات یہ کہ باہر جا کر لڑکیوں کے چکر میں نہ پھنسنا۔ ورنہ کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔"

"ہاں ایک تجربہ تو ہو رہا ہے۔"

"اچھا تو میں مصیبت ہوں۔"

میں قہقہہ لگانے لگا۔ اسی وقت میری نظر دروازے پر پڑ گئی۔ میرا ملازم شنگیرو وہاں کھڑا ہوا حیرانی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ حیرانی کی بات ہی تھی۔ وہ بیچارہ کیسے سمجھتا کہ سونیا دوسرے بیڈ روم میں ہونے کے باوجود میری سوچ کی نگری میں میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے جھینپتے ہوئے کہا۔

"ہیلو شنگیرو۔ بھئی مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا تھا۔ اس لئے بے اختیار ہنسنے لگا۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں! میرے ساتھ بھی ایک آدھ بار ایسا ہو چکا ہے۔ تنہائی میں کسی بات پر ہنسی آ جاتی ہے تو میں چونک کر اس پاس دیکھنے لگتا ہوں کہ کوئی مجھے پاگل تو نہیں سمجھ رہا ہے۔"

اس کی بات سن کر مجھے اطمینان ہو گیا کہ اسے مجھ پر کسی قسم کا شبہ نہیں ہوا ہے۔ یوں شبہ ہوتا بھی کیسے کوئی یہ سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ میں خیال خوانی کے ٹرانسمیٹر سے گفتگو کرتا ہوں۔ بہرحال دوپہر کو وہ ادھیڑ عمر کا فوجی آفیسر مجھ سے ملنے آ گیا۔ پہلے تو میری اور سونیا کی بہت تعریفیں کرتا رہا۔ پھر ہم پر مکمل اعتماد ظاہر کرنے کے بعد اپنے مطلب کی وہی باتیں کرنے لگا جو مجھے پہلے ہی معلوم ہو چکی تھیں۔ میں نے خوشی کا اظہار کیا کہ یہاں کی سیکرٹ سروس والے مجھ سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں۔ اس نے مجھ سے کہا۔

"ہوٹل کا کمرہ نمبر چوبیس تمہارے لیے ریزرو ہے۔ تم ایک سوٹ کیس میں کپڑے لے کر یہاں سے نکلو۔ باہر تمہارے لیے ایک ٹیکسی کھڑی ہے۔

تمہارا پاسپورٹ اور ویزا ہے۔ تم ابھی تین بجے کی فلائیٹ سے یہاں پہنچے ہو۔ یعنی ہانگ کانگ سے آئے ہو۔ ہوٹل کے کاؤنٹر پر جا کر اپنا نام بتا دو۔ نہیں کمرہ نمبر چوبیس میں پہنچا دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "چوبیس کے تین اور چار کو ملایا جائے تو کل نمبر سات بن جاتا ہے۔ یہ نمبر میرے لئے بھی خوش نصیبی لائے گا۔"

آفیسر مسکرانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں اپنا سوٹ کیس لے کر باہر ٹیکسی میں آ کر بیٹھ گیا۔ جب ٹیکسی ہوٹل کی طرف چل پڑی تو ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے جاپانی زبان میں کہا۔

"مسٹر فرہاد! اب آپ ہماری زبان اچھی طرح سمجھنے لگے ہیں۔"

میں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا کہ وہ میرا نام کیسے جان گیا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"آپ حیران نہ ہوں، میں انٹیلی جنس کا آدمی ہوں اور یہ میرا شناختی کارڈ ہے۔"

اس نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر میری طرف بڑھایا۔ میں نے اس کارڈ پر ایک نظر ڈال کر اسے واپس کر دیا۔ مجھے وہ کارڈ پڑھنے کی قطعی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میں اس کے دماغی کارڈ کے سچ اور جھوٹ کو پڑھ سکتا تھا۔ اس نے کہا۔

"مسٹر فرہاد! جب تک آپ ہوٹل میں قیام کریں گے میں ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں ہوٹل کے قریب ہی ٹیکسی اسٹینڈ کے پاس ہوں گا۔ آپ اس ٹیکسی کے نمبر کو یاد رکھیں کیونکہ میری ڈیوٹی تبدیل ہو گی تو یہاں میری جگہ ہمارا کوئی دوسرا آدمی آئے گا۔ آپ ضروری رپورٹ اس ٹیکسی کے کسی بھی ڈرائیور تک پہنچا سکتے ہیں۔"

اس نے مجھے ٹیکسی کا نمبر بتایا میں نے اسے ذہن نشین کر لیا۔ اس کے خاموش ہوتے ہی میں اس کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ اس وقت وہ سوچ رہا تھا۔

"اگر یہ پاکستانی نوجوان اس مہم میں کامیاب ہو جائے تو ہمارے محکمے میں اس کا بڑا نام ہو گا۔ اب دیکھنا ہے کہ یہ کتنی ہوشیاری سے کام کرتا ہے۔"

مجھے یقین ہو گیا کہ وہ کوئی فراڈ نہیں ہے۔ ہوٹل پہنچ کر میں نے کاؤنٹر پر اپنا نام بتایا تو مجھے خوش آمدید کہا گیا۔ کاؤنٹر پر جو کلرک خاتون ریزرویشن کرنے کے بعد میرا سوٹ کیس اٹھا کر مجھے دوسری منزل پر لے جانے گیا۔ میں مختلف کمروں کے سامنے سے گذرتے ہوئے منزوں کو پڑھتا جا رہا تھا۔ بتیس نمبر کے بعد تینتیس اور اس کے بعد چونتیس نمبر کا کمرہ تھا۔ میں نے اس کمرے میں آ کر چائے کا آرڈر دیا۔ پھر تنہائی میں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ ہمیں ہارورے سے کس طرح تعلق بڑھانا چاہئے۔ یہ کوئی مشکل کام نہ ہوتا اگر میں ہارورے کے دماغ تک پہنچ جاتا۔ اور یہ اسی وقت ہوتا جب سوزو کو اس سے ملنے آتی۔

چائے پینے کے دوران سوزو کو یاد آنے لگی۔ پتہ نہیں وہ یہاں کس وقت پہنچنے والی تھی۔ میں ہوئے ہوئے خیال خوانی کی دہلیز سے نکلتا اس کے دماغ کے آنگن میں پہنچ گیا۔ بڑا ہی پھولوں بھرا آنگن تھا ایک بہت ہی عمدہ سی خوشبو اس کے جسم سے اٹھ رہی تھی اور اس کے ذہن میں جاپانی طرز کی موسیقی گونج رہی تھی۔ وہ اپنے بند کمرے میں اس موسیقی کے سُر تال پر تھرک رہی تھی۔ ایسی عمریں انگڑائیاں لے کر بدن توڑنے کو جی چاہتا ہے اور اگر رقص کا موقع مل جائے تو تھرکنے کے بہانے انگ انگ سے انگڑائی کا غبار نکلتا رہتا ہے۔

ایک طرف ریکارڈ پلیئر سے موسیقی ابھر رہی تھی دوسری طرف وہ قد آدم آئینے کے سامنے بدن کے مختلف زاویئے بناتی ہوئی اپنے آپ کو دیکھ رہی تھی اور میں اس کے دماغ کے آئینے میں اسے پھولوں بھری شاخ کی طرح لچکتے، بل کھاتے اور مستی میں جھومتے دیکھ رہا تھا۔ یوں تو تماشائی ذرا فاصلے سے تماشا دیکھتے ہیں۔ مگر میں اس کے اندر اس کے جذبات و احساسات میں ڈوب کر اس کی جذباتیت کو سمجھ رہا تھا۔ وہ کہیں سے کمان کی طرح خم کھا کر چھنتی تو میں اس کے احساسات سے اس کے چٹخنے کی صدا سن لیتا تھا۔ ایسا تو شاید ہی کوئی خوش نصیب ہو گا جو کسی کے اندر اتنی دور تک اتر جاتا ہو۔

چائے ختم ہو گئی۔ پھر بھی میں اپنی ذات سے بہت دور اس جاپانی گڑیا کی رنگوں بھری دنیا میں گم تھا۔ جب وہ تھک کر بستر پر گر پڑی تو میں اس کے ہانپتے ہوئے وجود کی نزاکت کو احساسات کی انگلیوں سے محسوس کرتا رہا۔ پھر اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ میں بہک رہا ہوں۔ تقریباً سات ماہ آرام و آسائش کی زندگی گذارنے کے بعد شاید میں آرام طلب ہو گیا تھا۔ اسی لئے میں گدگداتی ہوئی تفریح کی طرف پھسل گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس جاپانی گڑیا کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر میں نے اپنا سوٹ کیس کھولا اور لباس تبدیل کرنے لگا۔ ایک بہترین سوٹ پہننے کے بعد میں کمرے سے نکل آیا۔ مقصد یہ تھا کہ باہر اگر کوئی انگریز نظر آ جائے تو میں اسے سمجھنے کی کوشش کروں کہ وہی میرا شکار ہے یا نہیں؟

میں لفٹ کے ذریعہ گراؤنڈ فلور پر آیا۔ پھر وہاں سے سوئمنگ پول کے لان میں آ کر ایک میز پر بیٹھ گیا۔ وہاں جاپانی زیادہ نظر آ رہے تھے مگر غیر ملکی بھی خاصی تعداد میں تھے۔ دیس دیس کی دوشیزائیں سوئمنگ کے مختصر سے لباس میں دور دور تک نظر آ رہی تھیں۔ پول کے صاف و شفاف پانی میں جل پریوں کی طرح تیر رہی تھیں۔ میں نے دل ہی دل میں لاحول پڑھتے ہوئے سوچا کہ میں پھر تفریح کی طرف چلا آیا ہوں۔ میں پول کی طرف سے نظریں ہٹا کر آس پاس کی میزوں کو دیکھنے لگا۔

میری میز پر شربت کا گلاس رکھا ہوا تھا۔ مگر دوسری میزوں پر وھسکی سے بھرے جام تھے۔ آس پاس کی میزوں پر اتفاق سے انگریز ہی نظر آرہے تھے۔ ایک انگریز کے ساتھ ایک امریکن لڑکی تھی دوسرے کے ساتھ ایک جاپانی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔

میں نے سوچا ہارودے یہاں تنہا آیا ہے لہٰذا اس کے ساتھ کوئی لڑکی نہیں ہوگی۔ پھر ایسے وقت جبکہ وہ سوزوکو سے دوستی بڑھا رہا تھا تو احتیاطاً کسی دوسری لڑکی سے فلرٹ نہیں کرے گا۔ چونکہ دُور دُور تک اور کوئی انگریز نظر نہیں آرہا تھا اس لئے میں قریب کے لوگوں میں ہی دلچسپی لینے لگا۔ ان دنوں میں جاپانی زبان کا طالب علم تھا اور جاپانی حسن اپنے اطراف دیکھتا رہتا تھا۔ لہٰذا میں سوچ کے ذریعہ اس جاپانی لڑکی کی باتیں سننے لگا جو انگریز نوجوان کے ساتھ بیٹھی ہوئی وھسکی سے شغل کر رہی تھی وہ کہہ رہی تھی۔

"جاپان دنیا کا سب سے ترقی یافتہ ملک ہے۔ یہاں کا ایک ایک مقام قابل دید ہے۔ جب تم اپنی چھٹی ہم سر کرلوگے تو میں تمہیں پورے ملک کی سیر کراؤں گی۔"

اس کی بات سنتے ہی میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ کیونکہ وہ کسی اہم کی بات کر رہی تھی۔ وہ نوجوان خوشی سے کہہ رہا تھا۔

"میں نے ملک ملک کی سیر کی ہے۔ سچ پوچھو تو میں تمہارا دیوانہ ہوں۔ صرف تمہاری سیر کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ دل ہی دل میں مسکرائی۔ لیکن اوپری دل سے ذرا سخت لہجے میں بولی۔

"میں عشق و محبت کی باتیں نہیں کرنے آئی ہوں۔ اگر تم مجھے اتنا ہی چاہتے ہو تو پہلے اپنا کام کرو۔ بعد میں ہو سکتا ہے کہ میں انعام کے طور پر تمہیں مل جاؤں۔ چلو اب کام کی باتیں کرو۔ مجھے رپورٹ پہنچانی ہے کہ سوزوکو سے تمہاری بے تکلفی کس حد تک بڑھی ہے۔"

سوزوکو کا نام آیا تو میں نے خوش ہو کر شربت کا ایک بڑا سا گھونٹ لیا۔ یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ میں ہارودے کے قریب پہنچ گیا ہوں۔ لیکن وہ جاپانی لڑکی مجھے ہارودے سے زیادہ اہم نظر آرہی تھی۔ کیونکہ وہ اس سے رپورٹ طلب کر رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ رپورٹ وہ کسی دوسری جگہ پہنچانے والی تھی اس لئے میں فی الحال اسی کے دماغ سے منسلک رہا۔ اور اسی کے دماغ سے ہارودے کی باتیں بھی سنتا رہا۔ وہ سوزوکو کے متعلق کہہ رہا تھا۔

"اس سے بے تکلفی صرف باتوں کی حد تک بڑھی ہے۔ کبھی کبھی وہ ہاتھ پکڑنے کی اجازت دیتی ہے۔ ایک بار میں نے اسے بازوؤں میں لینے کی کوشش کی تو وہ دور ہٹ گئی۔"

اس جاپانی لڑکی نے میرا نام لے کر کہا۔

"پلیز مسٹر ہارودے ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ تم اسے بازوؤں میں لینا چاہتے تھے۔ جب باتوں کی حد تک بے تکلفی ہے تو ہمیں اس سے کہنا چاہیئے کہ تمہیں جاپانی طرز کے کھانے اور جاپانی طرز کا گھریلو ماحول بہت پسند ہے یہ سن کر وہ تمہیں اپنے گھر پر کھانے پر ضرور دے گی۔ ایک بار تمہیں وہاں مہمان کی حیثیت سے داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی تو پھر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے۔"

ہارودے نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

"مس مونیکا جیسا کہ آپ لوگوں کی معلومات میں ہے کرنل نے اپنے دفتر میں آکر کچھ کھاتا پیتا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اپنا پسندیدہ سگار بھی نہیں پیتا۔ اگر گھر میں مہمان آئیں تو وہ ان کے ساتھ بھی کھانے میں شریک نہیں ہوتا۔ اس قدر محتاط آدمی کو کس طرح زہر دیا جا سکتا ہے۔"

مونیکا نے وھسکی کے جام سے ایک چسکی لینے کے بعد کہا۔

"یہی مشکل تو ہمارے آڑے آرہی ہے کہ وہ بوڑھا بہت محتاط رہنے کا عادی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم میں سے کوئی بھی اسے بآسانی زہر دے سکتا تھا۔ اسی لئے ہم نے یہ پلاننگ کی ہے کہ تم بہت ہی خوبصورت اور اسمارٹ ہو۔ سوزوکو کے بوائے فرینڈ بن کر اس کے گھر اکثر آجا سکتے ہو۔ اکثر آنا جانا ہوگا تو تمہیں کرنل کی کسی بھی کھانے پینے کی چیز میں زہر ملانے کا موقع مل جائے گا۔ یہ کام اطمینان سے اور بہت احتیاط سے کرنا ہوگا۔ ہم بہت آہستہ آہستہ یہاں کی سیکریٹ سروس کے اندر تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں۔ وہ بوڑھا کرنل مر جائے گا تو اس کی پوسٹ پر ہمارے کام کا آدمی آجائے گا۔"

اس کی باتیں سن کر میرے دماغ میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ کتنی گہری سازش ہو رہی تھی۔ کوئی بڑی طاقت وہاں کی..... سیکرٹ سروس میں اپنے مفاد کی خاطر تبدیلیاں لانے کی کوشش میں تھی۔

میں کنکھیوں سے اس نیگرو کی جانب دیکھنے لگا۔ مونیکا اپنا پرس کھول رہی تھی پھر اس نے پرس میں سے ایک سیاہ رنگ کا قلم نکالتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ہارودے یہ بظاہر ایک فاؤنٹین پن ہے لیکن اس کے اندر روشنائی کی بجائے زہر ہے اس قلم کی نب کی ساخت ایسی ہے کہ تم اس کے ذریعہ کسی بھی کھانے پینے کی چیز میں زہر کر انجکٹ کر سکتے ہو۔ یہ قلم تمہاری جیب میں رکا رہے گا تو کسی کے فرشتوں کو بھی شبہ نہیں ہوگا کہ تم ایک مہلک اور زود اثر زہر لئے پھر رہے ہو۔"

وہ اسے بھولے بھالے بتانے لگی کہ اس قلم کو کس طرح آپریٹ کرنا چاہیئے۔ ہارودے اسے ہینڈل کرنے کا طریقہ سمجھتا رہا۔ پھر اس نے قلم کو اپنی قمیض کی جیب میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا تو پھر کم سے کب ملاقات ہوگی؟"

مونیکا نے جواب دیا۔

"میں نے اپنا مکان تبدیل کر دیا ہے۔ اب گنزا اسٹریٹ کے پیچھے یوکوہاما اسٹریٹ میں چار سو بارہ نمبر کا مکان میرا ہے۔ میرا فون نوٹ کر لو۔ اس نمبر پر ملاقات کی جگہ اور وقت مقرر کر لینا۔ میں ٹھیک وقت پر اسی جگہ پہنچ جاؤں گی۔"

وہ فون نمبر بتانے لگی۔ ایسے وقت میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے نوازا ہے جہاں کی سیکرٹ سروس والے کئی دنوں سے ہارودے کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ یہ معلوم کرنے میں ناکام رہے تھے کہ وہ کس خطرناک مشن پر یہاں آیا ہے۔ خداوند کریم کی مہربانیوں سے مجھے کامیابی نصیب ہو رہی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے میں ان کے سازشی منصوبے تک پہنچ گیا تھا۔ شربت کا گلاس خالی کرنے کے بعد میرا میرے نام کا اجارہ بنگ کارڈ لایا۔ میں نے بل کی جگہ دستخط کر دیئے پھر وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل کے وسیع کمپاؤنڈ سے باہر آجانے لگا۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ ہوٹل کے فون کے ذریعہ کرنل سے رابطہ قائم کروں۔ مگر فون پر کوئی معتبر بھی ہماری گفتگو سن سکتا تھا۔ اس لئے میں..... ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر ٹیکسی اسٹینڈ کے پاس آیا۔ پروگرام کے مطابق وہ ٹیکسی میرے انتظار میں موجود تھی ٹیکسی ڈرائیور کی شکل میں وہی شخص موجود تھا جو مجھے ہوٹل تک لایا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی ٹیکسی ڈرائیوروں کے خاص انداز میں ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ جب میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تو اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ اتنی جلدی رپورٹ دینے آئیں گے۔"

وہ اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے اسے آگے بڑھاتا ہوا بولا۔

"کیا اس غیر ملکی سے سامنا ہوا تھا؟"

میں نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر نہایت اطمینان سے کہا۔

"تمہیں سنانے کے لئے میرے پاس کوئی رپورٹ نہیں ہے میں کرنل سے ملنا چاہتا ہوں۔"

اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ اس نے گاڑی کی رفتار کو ذرا سست کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مطلب؟ تم کرنل سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کرنل کوئی معمولی ہستی نہیں ہے وہ براہ راست کسی سے ملاقات نہیں کرتے۔ تمہیں جو کچھ کہنا ہے مجھ سے کہو۔"

"سوری مسٹر۔ میں کرنل سے اپنے ذاتی معاملات پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری ڈیوٹی صرف اتنی ہے کہ میری بات کو وہاں تک پہنچا دو۔"

اس نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔ پھر میری طرف گھور کر بولا۔

"میں اپنی ڈیوٹی تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ کرنل تک صرف کام کی باتیں پہنچائی جائیں گی۔ اگر تمہارا کوئی ذاتی مسئلہ ہے تو اسے ہم حل کریں گے۔"

"تو پھر حل کرو۔ میرا ذاتی مسئلہ یہی ہے کہ میں کرنل تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔" وہ اُلجھ کر رہ گیا۔ "پتہ نہیں اس کے بعد کیا بڑبڑاتا رہا۔ میں اس کی بڑبڑاہٹ کے پیچھے اس کی دبی دبی سی سوچ کو پڑھنے لگا۔ اس کے دماغ میں یہ بات تھی کہ میرے پاس کوئی ایسی رپورٹ ہے جسے میں ذاتی طور پر کرنل کے روبرو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بڑبڑانے کے بعد سوچنے لگا۔

"یہ اس طرح نہیں ملنے کا اس سے دوستانہ انداز میں بات اگلوانی ہوگی۔ پتہ نہیں کم بخت نے اتنی سی دیر میں کس قسم کی معلومات حاصل کی ہیں۔ سنا ہے یہ اور اس کی بیوی دونوں ہی بے حد چالاک ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس نے مونیکا اور ہارودے کو باتیں کرتے سن لیا ہو۔ میں نے خود دیکھا ہے آدھ گھنٹہ پہلے مونیکا ہوٹل میں ہارودے سے ملنے گئی تھی۔"

اس کی سوچ پڑھتے ہی میں کھٹک گیا۔ بیشک وہ طرفی..... انٹیلیجنس کا آدمی تھا مگر اپنے ہی ملک کا غدار تھا یہ بات تو بھی سمجھتے ہیں کہ ملک کے اندر سازشوں کا جال اسی وقت پھیلتا ہے جب اس ملک کے ہی کچھ لوگ غداری پر آمادہ ہو جاتے ہیں اب وہ بڑے ہی دوستانہ انداز میں مجھ سے باتیں کر رہا تھا اور مجھے سمجھا رہا تھا کہ میں اس کی پوزیشن کا خیال کروں۔ اگر میری رپورٹ اس کے ذریعہ کرنل تک پہنچے گی تو ایک جاسوس کی حیثیت سے اس کی کارکردگی میں فرق آجائے گا۔ میں بھی اسے سمجھانے لگا۔

"میرے دوست۔ اگر ہارودے کے متعلق کوئی رپورٹ ہوتی تو میں اصول کے مطابق اسے تمہارے ذریعہ کرنل تک پہنچاتا۔ اس کم بخت ہارودے سے تو اب تک میرا سامنا نہیں ہوا ہے میں بھلا اس کے متعلق کیا معلومات حاصل کر سکتا ہوں۔ کرنل نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر کبھی میں ان سے ذاتی طور پر ملاقات کرنا چاہوں تو ایک خاص نمبر پر ان سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں۔ لیکن میں نے اس لئے فون نہیں کیا کہ تم ہوٹل کے پاس موجود رہتے ہو۔ میں تمہاری ٹیکسی میں بیٹھ کر ان کے پاس بآسانی پہنچ سکتا ہوں اگر تم مجھے نہیں پہنچانا چاہتے تو مجھے کسی ٹیلی فون بوتھ پر پہنچا دو۔ میں ان سے رابطہ [illegible] کر لوں گا۔"

اس کا دماغ پھر اُلجھ کر رہ گیا کہ اگر وہ مجھے کرنل تک نہیں پہنچائے گا تو اس سے جواب طلب کیا جائے گا۔ اس نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تمہارا ذاتی مسئلہ ہے تو کوئی بات نہیں۔ چلو میں تمہیں کرنل کی رہائش گاہ تک پہنچا دیتا ہوں۔"

وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے سوچنے لگا۔

"ہاں، یہ بات دل کو لگتی ہے کہ اتنی جلدی ہارورے سے اس کا سامنا نہیں ہوا ہوگا۔ اگر ہوا بھی ہو تو اتنی برق رفتاری سے کوئی کام کی بات معلوم نہیں ہو سکتی۔ مگر یہ کرنل کے پاس کونسا ذاتی مسئلہ لے کر جا رہا ہے؟ وہ بھی کرنل جو شو ہو جیسے آدمی کے سامنے جو اپنے گھریلو مسائل سے بھی دلچسپی نہیں رکھتا۔ نہیں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔"

وہ جتنی تیزی سے ڈرائیو کر رہا تھا اتنی ہی تیزی سے سوچتا بھی جا رہا تھا۔ پھر اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ میرے اور کرنل کے درمیان ہونے والی بات کو ریکارڈ کرنا چاہتا ہے وہ اس طرح کہ اس کے پاس ایک پاکٹ ٹرانسسٹر ریڈیو موجود تھا جس میں خفیہ طور سے ایک ٹیپ لگا ہوا تھا جسے آن کیا جائے تو اس کا ریڈیو کام کرتا تھا۔ آف کرنے کے بعد ریڈیو بند ہو جاتا تھا آف کرنے کا جو پوائنٹ تھا اس کے بعد ہی ایک ریورس پوائنٹ تک آف کیا جا سکتا تھا۔ اسی پوائنٹ پر ریکارڈنگ شروع ہو جاتی تھی۔

اس کی سوچ کو پڑھنے کے دوران میں زیر لب مسکراتے ہوئے اپنا سر کھجانے لگا۔ وہ بھی ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالے دوسرے ہاتھ سے سر کھجاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ وہ پاکٹ ریڈیو یا ریکارڈر کس بہانے سے مجھے دے سکتا ہے میں نے اس کی مشکل آسان کرنے کے لئے کہا۔

"تمہاری ٹیکسی میں خاموشی دیکھ کر مجھے اپنے ملک کے لوگ یاد آ رہے ہیں۔ میرے ملک کے لوگ موسیقی کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔ اس لئے وہاں کے ٹیکسی والے اپنی ٹیکسیوں میں ریڈیو لگا کر رکھتے ہیں۔"

اس نے خوش ہو کر جلدی سے پوچھا۔

"پھر تو آپ کو بھی موسیقی سے دلچسپی ہو گی؟"

"بہت زیادہ۔ آئندہ میں ایک ٹرانسسٹر ریڈیو اپنے ساتھ رکھا کروں گا۔"

اس نے خوش دلی سے مسکرا کر کہا۔

"تمہاری ضروریات کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔ میرے پاس ایک پاکٹ ریڈیو موجود ہے۔ میں ایک دوست کی حیثیت سے تمہیں دینا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالنے لگا۔ میں نے کہا۔

"نہیں دوست یہ تمہارے شوق کی چیز ہے۔ اگر میں نے لے لی تو تم اس سے محروم ہو جاؤ گے۔"

"بالکل نہیں۔ دوستانہ جذبے سے کوئی چیز دی جائے تو محرومی کا احساس کبھی نہیں ہوتا۔ تم اُسے قبول کر کے میرے دوستانہ جذبے کی قدر کرو گے۔"

یہ کہہ کر اس نے چھوٹے سے ریڈیو کو جیب سے نکالا پھر اُسے آن کرنے کے بعد میری طرف بڑھا دیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی وہ کرنل کی رہائش گاہ تک پہنچنے تک ریڈیو آن رکھنا چاہتا ہے۔ وہاں پہنچ کر وہ مجھے ریڈیو کو آف کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے اسے ریورس پوائنٹ پر آف کرے گا۔ تاکہ اسی وقت سے ریکارڈنگ شروع ہو جائے۔ میں اس کی مرضی کے مطابق بظاہر بے وقوف بنتا رہا۔ اور ریڈیو سے اُبھرنے والی موسیقی سے دلچسپی لیتا رہا۔ کرنل کی رہائش گاہ کے سامنے پہنچ کر اس نے کہا۔

"اب ریڈیو کو بند کر کے اپنی جیب میں رکھ لو۔ کرنل خشک مزاج ..... ہیں ایسی چیزوں کو پسند نہیں کرتے۔"

میں نے ریڈیو آف کیا تو اس نے کہا۔

"ایسے نہیں۔ اگر اسے ریورس پوائنٹ پر آف کرو گے تو اس کی بیٹری خود بخود چارج ہوتی رہے گی۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا۔

"واہ بیٹے خوب باتیں بنانا جانتے ہو۔" میں نے ریڈیو کو ریورس پوائنٹ پر آف کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"یہ دیکھو کیا اس طرح بیٹری خود بخود چارج ہوتی رہے گی؟"

"ہاں اسی طرح چارج ہوتی رہے گی۔ اب تم اسے جیب میں رکھ لو۔"

میں نے اسے جیب میں تو رکھ لیا لیکن اس طرح میں نے اس کی آواز بھی ریکارڈ کر لی تھی۔ وہ مین گیٹ پر ٹیکسی سے اتر کر وہاں کھڑے ہوئے مسلح فوجی سے کچھ کہنے لگا۔ وہ فوجی نوجوان گیٹ کے پاس بنے ہوئے ایک چھوٹے سے کیبن میں جا کر کسی سے فون پر باتیں کرنے لگا۔ یعنی وہ کرنل کو میرے متعلق بتا رہا تھا کہ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد میرے لئے گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھول دیا گیا۔ میں ٹیکسی سے اتر کر رہائش گاہ کے احاطے میں چلا گیا۔ کرنل کی رہائش گاہ میں بڑا سخت پہرہ تھا۔ جب میں برآمدے میں پہنچا تو ایک فوجی مجھے پاس والے کمرے میں لے گیا۔ وہاں میری تلاشی لی گئی۔ بڑے اچھے انتظامات تھے وہاں قابل اعتماد لوگوں کی بھی تلاشی لی جاتی تھی۔ میری جیب میں رومال، سگریٹ کا پیکٹ، جاپانی کے کرنسی نوٹ کے علاوہ کوئی ایک ٹرانسسٹر ریڈیو تھا۔ تلاشی لینے والے سپاہی نے کہا۔

"مسٹر فرہاد! کرنل کے سامنے تمباکو نوشی کی اجازت نہیں ہے۔ یہ سگریٹ کا پیکٹ اور ریڈیو امانت کے طور پر یہاں رکھتے جائیے۔ واپسی پر آپ کو یہ چیزیں مل جائیں گی۔ اب آپ میرے ساتھ آئیے۔"

میں اس کے ساتھ اس کمرے سے باہر آیا۔ پھر اس نے مجھے ایک راہداری سے آراستہ کئے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا۔ میں ایک صوفہ پر بیٹھ کر کرنل جو شو ہو کی خبر لینے لگا کہ اس وقت وہ کیا کر رہا ہے؟ مجھ سے ملنے... آ رہا ہے یا نہیں؟ وہ اپنے بیڈ روم میں سوزوکو سے باتیں کر رہا تھا۔

"بیٹی! ابھی تم ہارورے سے ملنے کے لئے نہ جاؤ۔ پتہ نہیں فرہاد سے کیوں ملنے آیا ہے۔ پہلے میں اس سے باتیں کر لوں۔ پھر تمہیں لائحہ عمل بتاؤں گا۔"

مجھے کرنل کے دماغ سے سوزوکو کی باتیں سنائی دیں۔

"پتا یہ فرہاد کون ہے؟"

"وہی پاکستانی نوجوان ہے۔ تم ہوٹل میں ہارورے کے سامنے اس نوجوان کو مشکوک ظاہر کرنے والی تھیں۔"

"اوہو! تو پھر میں اُسے ضرور دیکھوں گی۔"

"سوزی ابھی نہیں، اس بات کا خیال رکھو کہ ڈرائنگ روم کی طرف کوئی نہ آئے۔"

یہ حکم دے کر وہ تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم کی ایک کھڑکی کے پاس آ کر رُک گیا۔ چونکہ کھڑکی پر پردہ پڑا ہوا تھا اس لئے میں پردے کے دوسری طرف اُسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ صرف اپنے علم سے معلوم کر سکتا تھا کہ ذرا سا سرک جانے والے پردے کے پیچھے وہ چھپ چاپ کھڑا گہری نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ ذرا دیر بعد وہ کھڑکی کے پاس سے آگے بڑھ کر دروازے پر آیا۔ پھر ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی افسرانہ انداز میں بولا۔

"کیا مجھ سے ملنا بہت ضروری تھا؟"

میں احتراماً کھڑا ہو گیا۔

"جی ہاں۔ میں جو رپورٹنگ کرنے آیا ہوں اُسے صرف آپ ہی کی ذات تک محدود رہنا چاہیئے۔"

اس نے گہری نظر مجھ پر ڈالی۔ پھر صوفہ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے تم نے کوئی کارنامہ انجام دیا ہے بیٹھ جاؤ۔"

میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس ہوٹل میں صرف ڈھائی گھنٹے گزارے ہیں۔ اب اسے اتفاق کہئے یا ہماری خوش نصیبی کہ میں اتنی سی دیر میں دشمنوں کے سازشی معمولوں کو کھنگال کر آ گیا ہوں۔ وہ ایٹمی ..... خاطر یہاں کی سیکرٹ سروس ..... تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں۔"

کرنل ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا تھا اور اس کا دماغ کہہ رہا تھا۔

"یہ تو میں ایک عرصہ سے سمجھ رہا ہوں کہ ہمارے محکمے کے اندر کہیں گڑبڑ ہو رہی ہے۔ مگر یہ گڑبڑ کہاں ہے۔ اور اس میں کس کا..... ہاتھ ہے؟ اس کا سراغ نہ لگ سکا۔ اب یہ نوجوان بھی یہی کہہ رہا ہے۔ مگر ..... مگر یہ ناممکن سی بات ہے کہ یہ ڈھائی گھنٹے کے اندر اتنی بڑی سازش کو سمجھ گیا ہو....."

چند لمحے بعد اس نے بے یقینی سے کہا۔

"تم جو کچھ کہہ رہے ہو۔ اگر وہ سچ ہے تو پھر تم جادو منتر جانتے ہو مجھے فوراً بتاؤ کہ تمہیں اس سازش کا علم کیسے ہوا؟"

میں نے کہنا شروع کیا کہ اس ہوٹل میں میں نے کس طرح وقت گذارا ہے۔ سوئمنگ پول کے لان پر میرے بائیں طرف والی میز کے اطراف ایک جاپانی لڑکی مس مونیکا، جیمز ہارورے سے باتیں کر رہی تھی۔ میں ان کی تمام گفتگو سنتا رہا۔ کرنل نے مداخلت کرتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ٹھہرو ..... ایسی باتیں صرف جاسوسی ناولوں میں پڑھنے میں آتی ہیں کہ ایک جاسوس دوسری میز پر بیٹھے ہوئے مجرموں کی گفتگو سن لیتا ہے۔ جبکہ مجرم ہمیشہ محتاط انداز میں بہت آہستہ آہستہ تقریباً سرگوشیوں میں باتیں کرتے ہیں۔ پھر لان میں جو میزیں ہوتی ہیں، ان کے درمیان دو ڈھائی گز کا فاصلہ ہوتا ہے۔ تم کسی جاسوسی ناول کا کردار نہیں ہو کہ اتنی دور سے ان کی تمام گفتگو سن سکو۔ پھر تم نے یہ تمام باتیں کیسے سن لیں؟"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ اتنے فاصلے سے دوسروں کی سرگوشیوں کو سن لینا ایک مضحکہ خیز بات تھی۔ اور میں یہ بتانا نہیں چاہتا تھا کہ یہ سب خیال خوانی کا کمال ہے۔ میں نے بات بنائی۔

"جناب! میری قوتِ سماعت بہت تیز ہے میں ذرا فاصلے سے ہونے والی گفتگو سن لیتا ہوں۔"

"پھر بھی ڈھائی گز کا فاصلہ کم نہیں ہوتا۔ جبکہ سرگوشیوں میں باتیں کی جا رہی ہوں، تم کوئی بائیونک مین تو نہیں ہو۔"

میں نے کہا۔ "جدید آپریشن کے تجربات سے بائیونک مین بنتے ہیں۔ یہ بھی قصے کہانیوں کی باتیں ہیں کہ آپریشن کے ذریعہ ایک شخص کی آنکھوں کو دوربین بنا دیا جاتا ہے یا اس کی قوتِ سماعت اتنی بڑھا دی جاتی ہے کہ وہ میلوں دور رہنے والی گفتگو سن لیتا ہے میں نے اپنی ہسٹری شیٹ جو آپ کے سامنے پیش کی تھی اس میں اپنی ایک صلاحیت چھپائی تھی، جسے اب ظاہر کر رہا ہوں۔"

وہ مجھے تیز تیز تولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔

"میں قدرتی طور پر بائیونک ہوں۔ میری پیدائش کے وقت

سے میری قوتِ سماعت حیرت انگیز ہے۔ میں دس گز کے فاصلے پر ہونے والی سرگوشیوں کا ایک ایک لفظ سن سکتا ہوں۔"

"کیا۔۔۔؟" وہ شدید حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا۔ "کیا تم یہاں مجھ سے مذاق کرنے آئے ہو؟"

"جی نہیں، میں اپنی سچائی ابھی ثابت کر سکتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک مجھے گھورتے رہنے کے بعد بولا۔

"میں ابھی یہاں آنے سے پہلے اپنی بیٹی سوزو کو سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کمرے کے باہر تم سے تقریباً دس گز کا فاصلہ تھا۔ بتاؤ کہ میں نے اپنی بیٹی سے کیا باتیں کی تھیں؟"

میں وہ باتیں سن چکا تھا لیکن کوئی یہ نہیں چاہتا کہ اپنے گھر میں ہونے والی باتوں کو باہر کا کوئی آدمی سنے۔ اگر میں وہ باتیں کہہ دیتا تو کنول مجھے خطرناک آدمی سمجھنے لگتا۔ میں نے پھر بات بنائی۔

"جناب! میں صرف وہ باتیں سن سکتا ہوں جو کھلی فضا میں ہوتی ہیں۔ اگر میرے اور باتیں کرنے والوں کے درمیان کوئی دیوار حائل ہو جائے تو ان کی آوازیں گڈمڈ ہو جاتی ہیں۔ جب آپ اپنی صاحبزادی سے باتیں کر رہے تھے تو پتہ نہیں اس گھر کی کتنی دیواریں اور پردے حائل ہوتے ہیں۔ اسی لئے میں آپ کی باتیں نہ سن سکا۔"

میری باتوں نے اُسے مطمئن کر دیا۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے بولا۔

"اچھی بات ہے میں اس کمرے کے اس گوشے میں جاتا ہوں اور تم اُدھر جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہارا امتحان لوں گا کہ تم میری بڑبڑاہٹ کو سُن سکتے ہو یا نہیں؟"

وہ ڈرائنگ روم کے ایک گوشے میں چلا گیا، مجھے جو جگہ بتائی گئی تھی، میں وہاں جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت ہمارے درمیان تقریباً سات گز کا فاصلہ قائم ہو گیا تھا۔ اتنے فاصلے سے اُس کی بڑبڑاہٹ کو لفظ بہ لفظ سُن لینا بالکل ہی ناممکن تھا لیکن میرا علم مجھے سنا رہا تھا۔

جب اُس نے بڑبڑانے کے بعد پلٹ کر میری جانب دیکھا تو میں کان کے پاس ہاتھ رکھے یوں کھڑا تھا جیسے اب تک اس کی آواز کو کیچ کرتا رہا ہوں۔ پھر میں نے اپنے صوفہ کی طرف واپس آ کر کہا۔

"آپ بہت ہی دھیمی بڑبڑاہٹ میں فرما رہے تھے۔ یہ ناممکن ہے کہ اتنے فاصلے سے فرمائی میری باتیں لفظ بہ لفظ سن لے۔ اور اگر سن لے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہماری دنیا میں کچھ لوگ ناقابلِ یقین صلاحیتوں کے مالک ہیں۔"

میں نے اس کی بڑبڑاہٹ کو من و عن بیان کر دیا۔ اس وقت حیرانی کی شدت سے کنول کی حالت ایسی تھی جیسے وہ مجھے عجوبہ سمجھ کر دیکھ رہا ہو۔ تھوڑی دیر تک اس کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ اس کے کچھ نہ کہنے کے باوجود میں اس کے خیالات کی کتاب پڑھ رہا تھا۔ اور زیرِ لب مسکرا رہا تھا۔ آخر اس نے کہا۔

"تم دونوں یہاں بیوی آخر کیا ملا ہو، ایک کے پاس سونگھنے کی اور دوسرے کے پاس سننے کی حیرت انگیز صلاحیتیں ہیں۔"

"یہ سب خدا کی دین ہے۔"

"کمال ہے۔ اگر میں تم دونوں کے متعلق کسی کتاب میں پڑھتا تو کبھی یقین نہ کرتا۔ ویسے اب بھی تمہیں عملی طور سے آزمانے کے باوجود یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا کہ تم دور سے ہونے والی گفتگو کو سن لیتے ہو۔ بھئی کمال ہے۔ تم نے اپنی اس صلاحیت کو ہم سے کیوں چھپایا تھا؟"

"بس یونہی میں اپنی صلاحیت کی پبلسٹی نہیں چاہتا۔ آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ یہ بات آپ اپنے ہی تک محدود رکھئے گا۔"

"بیشک ۔۔۔ لیکن میری بھی ایک درخواست ہے۔"

"آپ درخواست نہ کریں۔ آپ تو حکم دے سکتے ہیں۔"

"ہاں اب تک میں حکم ہی دیتا آیا ہوں۔ میرا عہدہ ایسا ہے کہ یہاں بڑے سے بڑے باصلاحیت لوگ میرے ماتحت رہتے ہیں۔ لیکن تم میاں بیوی کی صلاحیتیں بڑی عجیب و غریب ہیں۔ اب تم دونوں کو ماتحت سمجھ کر حکم نہیں دوں گا۔ بلکہ درخواست کروں گا کہ اب مجھے چھوڑ کر کہیں نہ جانا۔ یقین کرو کہ میں تم دونوں کو اپنے دو بازو سمجھنے لگا ہوں۔"

"آپ واقعی قدر دان ہیں اس لئے ہمارے متعلق ایسا سوچ رہے ہیں۔ ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ قدر کی جائے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک ہماری قدر ہوتی رہے گی ہم آپ کو چھوڑ کر کہیں نہ جائیں گے۔ بہرحال کام کی بات رہ گئی ہے۔ آپ نے پوری رپورٹ نہیں سنی کہ وہ کس طرح آپ کے محکمے کو کمزور بنانا چاہتے ہیں۔"

"ہاں! میں ایک عرصے سے محسوس کر رہا ہوں کہ ہمارے محکمے کے اندر کچھ گڑبڑ پیدا ہو گئی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمارا وہ راز ۔۔۔ پرائم منسٹر تک نہ پہنچتا۔ یہ بھی تمہارا احسان ہے کہ تم وہ دستاویزات واپس لے آئے۔ اب تم پھر یہ رپورٹ پیش کر رہے ہو کہ ہارورے اسی قسم کی سازش کے لئے یہاں آیا ہے۔ مجھے فوراً ہی تمہاری یہ تفصیلی رپورٹ سننی چاہئے۔ مگر تم نے اچانک ہی اپنی ایسی عجیب صلاحیت کا اظہار کیا کہ اصل بات ادھوری رہ گئی۔ ویسے مجھے یاد ہے کہ تم کہہ رہے تھے کہ مونیکا نام کی ایک جاپانی لڑکی اس سلسلے میں اہم رول ادا کر رہی ہے اور وہ ہارورے کی رپورٹ کسی دوسری جگہ پہنچاتی ہے۔"

"جی ہاں۔ ہارورے مونیکا سے کہہ رہا تھا کہ آج وہ آٹھ بجے آپ کی صاحبزادی سے ملاقات کرے گا اور اس کے سامنے ہی خود بھی مونیکا سے جاپانی طرز کی رہائش اور یہاں کے گھریلو کھانے پسند ہیں۔ اس طرح مس سوزو کو اخلاقاً اُسے یہاں آپ کے اس گھر میں آنے کی دعوت دینی ہی اور اس طرح آپ کی فیملی سے راہ و رسم بڑھتی رہے گی، وہ یہاں وقتاً فوقتاً آتا رہے گا۔ پھر کسی دن موقع پا کر آپ کے کھانے پینے کی سی چیز میں زہر ملا دے گا۔"

میری بات کو تل کے لئے دھماکہ ثابت ہوئی۔ وہ اک دم سے اچھل کر سیدھا بیٹھ گیا۔

"کیا۔۔۔؟ کیا کہا تم نے؟ وہ۔۔۔ وہ مجھے کیوں مارنا چاہتے ہیں؟"

"وہ آپ کی پوسٹ پر اپنے کام کا آدمی لانا چاہتے ہیں۔"

"میری پوسٹ پر تو کوئی جاپانی باشندہ ہی آ سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس غیر ملکی سازش میں ہمارے ملک کی بھی کچھ اہم شخصیتیں شریک ہیں۔ ہاں ایسا ممکن ہے ہر ملک اور ہر قوم میں کچھ غدار ہوتے ہیں۔ پتہ نہیں ہمارے ملک کا وہ غدار کون ہے؟"

میں نے کہا۔ "آج نہیں تو کل میں اس غدار کو بے نقاب کر دوں گا۔ آپ بتائیں کہ آپ اپنے کھانے پینے کے سلسلے میں کب سے محتاط رہنے لگے ہیں؟"

"میرے جیسے عہدے پر رہنے والے اصولی طور پر محتاط رہتے ہیں میں کچھ زیادہ ہی محتاط رہتا ہوں۔ کھانے کی میز پر کھانے پینے کی ہر چیز کو پہلے میری بیوی چکھتی ہے اس کے بعد میں اس کھانے کو ہاتھ لگاتا ہوں۔ اگر مجھے ہارورے کی سازش کا علم نہ ہوتا تو یقیناً وہ ہمارے یہاں مہمان بن کر آتا۔ ہم جاپانی کچھ زیادہ ہی مہمان نواز ہوتے ہیں۔ مگر یہ مہمان نوازی بہت مہنگی پڑتی۔ اگر ہارورے کسی کھانے کی چیز میں زہر ملاتا تو میری حفاظت کرنے والی بیوی کی موت واقع ہو جاتی۔ فرہاد تم جو احسانات ہم پر کر رہے ہو۔ میں انہیں کبھی فراموش نہیں کروں گا۔"

"جناب ہارورے کو تو اس سازش سے روک دیا جائے گا مگر اس کے بعد بھی دشمن دوسری چالیں چل سکتے ہیں۔ کوئی ضروری تو نہیں کہ کھانے کی ہر چیز آپ کی بیوی چکھتی ہوں کوئی ایسی بھی چیز ہو سکتی ہے جسے وہ چکھنا پسند نہ کرتی ہوں۔"

"ہاں! صرف سگار ایک ایسی چیز ہے جسے براہِ راست میں ہی استعمال کرتا ہوں۔ مگر ہارورے جیسے دشمن سگار کے تمباکو میں کس طرح زہر ملا سکتے ہیں؟"

"سگار میں زہر بآسانی انجکٹ کیا جا سکتا ہے۔"

"کیسے؟" وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

میں اسے بتانے لگا کہ مونیکا نے ہارورے کو ایک سیاہ رنگ کا قلم دیا ہے جو اب ہمیشہ اس کی جیب میں رہے گا۔ یہاں آنے والوں کی تلاشی لی جاتی ہے لیکن قلم ایسی چیز ہے کہ تلاشی لینے والے اہمیت نہیں دیتے۔ بظاہر وہ ایک قلم ہے لیکن اس کے اندر زہر خوفناک مادّے کی صورت میں ہے اس کی نب کے ذریعہ سگار میں زہر بآسانی انجکٹ کیا جا سکتا ہے۔

میری باتیں سن کر وہ تائید میں سر ہلا رہا تھا کہ ایسا ممکن ہے اس کے ساتھ ہی اس کا دماغ کہہ رہا تھا۔

"میرے محکمے میں ایسے ہی نوجوان کی ضرورت ہے۔ اگر یہ پاکستانی ہے اور ہم کسی غیر ملکی پر بھروسہ نہیں کرتے مگر یہ تو بہت ہی قابلِ اعتماد ہے اور اعتماد ایسی چیز ہے کہ بعض اوقات غیروں پر ہو جاتا ہے اپنوں پر نہیں ہوتا۔ فرہاد نے تھوڑی سی مدت میں جو اعتماد بحال رکھا ہے اور جو کارنامے انجام دیئے ہیں ایسا تو ہمارے کسی بھی سیکرٹ ایجنٹ کا ریکارڈ نہیں ہے۔"

میں اس کے دل و دماغ پر چھا گیا تھا۔ وہ ہر لمحہ مجھ سے متاثر ہوتا جا رہا تھا۔ آخر اس نے کہا۔

"فرہاد! یہاں آؤ۔ یہاں میرے پاس بیٹھو۔"

میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے کھسک کر میرے قریب آ گیا۔ پھر میرا ہاتھ تھام کر بولا۔

"تم میرے بیٹے ہو۔ کیا میرا بیٹا بننا پسند کرو گے؟"

"یہ میرے لئے خوشی اور فخر کی بات ہے کہ آپ مجھے اپنا بیٹا بنا رہے ہیں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم ماتحت بن کر نہیں بلکہ میرے بیٹے بن کر میری حفاظت کرو۔ تم دیکھ رہے ہو کہ اتنے حفاظتی اقدامات کے باوجود ہارورے کس طرح وہ زہریلا قلم لے کر یہاں پہنچنے والا تھا۔ یہ درست ہے کہ گھر کے باہر مسلح فوج میری حفاظت کر سکتی ہے لیکن گھر کے اندر صرف تمہارے جیسے بیٹے پر ہی بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اب وعدہ کرو کہ آئندہ مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاؤ گے۔"

"میں نے آپ کو ساری باتیں بتا دی ہیں۔"

"نہیں بیٹے۔ تم نے سننے والی حیرت انگیز صلاحیت کو مجھ سے چھپا رکھا تھا۔ اگر تم نے اپنی ہسٹری شیٹ میں مزید کسی غلط بیانی سے کام لیا ہے تو مجھے ابھی بتا دو۔"

میں چند لمحے خاموش رہا اور اس کی سوچ کو پڑھتا رہا کہ اسے اب مجھ پر کس بات کا شبہ ہے۔ وہ میرے ٹیلی پیتھی کے علم کو تو سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ یہی ایک بات میں نے اس سے چھپائی تھی تب اس کے خیالات سے پتہ چلا کہ وہ میرے متعلق کسی اور ہی انداز سے سوچ رہا ہے۔ یعنی اسے میرے اور سونیا کے تعلقات پر شبہ تھا۔ اس وقت مجھے یاد آیا کہ میں نے سونیا کو اپنی بیوی کہہ کر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ میں اپنے اس بیان پر قائم رہ سکتا تھا لیکن جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے اتنے خلوص اور محبت سے بیٹا بنا رہا ہے تو میں نے فوراً کہہ دیا۔

"جی ہاں، میں نے ایک اور غلط بیان دیا ہے۔ سونیا

میری دوست سے بیوی نہیں ہے۔"

اس نے میرے شانے کو تھپتھپا کر کہا۔

"شاباش۔ تم نے میرے دشمن کا ایک بوجھ ہلکا کر دیا۔ اب میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ بات یہ ہے کہ میں نے تمہاری خواب گاہ میں ایک ریکارڈر رکھوایا ہے اس کے ذریعہ مجھے پتہ چل گیا تھا کہ سونیا تمہاری بیوی نہیں ہے۔ وہ ایک رات تم سے شکایت کر رہی تھی کہ تم اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتے۔"

یہ بات تو میں جانتا تھا کہ میری اور سونیا کی نگرانی کرنے کے لئے اور ہمارے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے ہماری رہائش گاہ میں بہت سے خفیہ انتظامات کئے گئے ہیں لیکن یہ بات میں بھول گیا تھا کہ سونا نے اپنی عادت کے مطابق مجھ سے پھر شادی کے لئے ضد کی ہوگی۔ بہت سی اہم باتوں کے دوران ایک آدھ بات دماغ سے نکل جاتی ہے۔ پھر یہ کہ میں کرنل جوشو ہے..... یا کسی بھی شخص کے دماغ کے ہر گوشے کو کھنگال نہیں سکتا۔ خیال خوانی کے دوران دماغ کا کوئی نہ کوئی گوشہ چھوٹ جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ کرنل میرے اور سونیا کے چور رشتے کو سمجھ گیا اور میں کرنل کی سوچ کے اس حصے کو ٹٹول نہ سکا ورنہ میں پہلے ہی محتاط ہو جاتا۔ کرنل نے پوچھا۔

"تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں۔ پہلے ہمارے درمیان اعتماد اتنا مستحکم نہیں تھا۔ اسی لئے میں نے آپ سے باتیں چھپائیں۔ اور آپ نے بھی ہماری... لاعلمی میں ایک ریکارڈر ہماری خواب گاہ میں رکھ دیا۔ کیا میں امید کروں کہ وہ ریکارڈر اب وہاں سے ہٹا دیا جائے گا۔"

"بیشک۔ تم وہاں پہنچو گے تو وہ تمہارے سامنے وہاں سے ہٹا دیا جائے گا۔"

ہم اپنی اس دنیا میں کسی بھی مخلص انسان کے خلوص پر مکمل اعتماد نہیں کر سکتے۔ لوگ بڑے خلوص اور عقیدت سے بیٹا بنا کر گلے لگا لیتے ہیں اور اعتماد حاصل کرنے والی ہر ممکن باتیں کرتے ہیں۔ جیسا کہ کرنل نے کیا اور مجھے خفیہ ریکارڈر کی بات بھی بتا دی۔ اس کے بعد بھی مخلص انسانوں کے اندر کھوٹ رہ جاتا ہے کرنل نے یہ نہیں بتایا کہ میرا ملازم شکیرو بھی اس کے محکمے کا ایک جاسوس ہے اور اپنے سرونٹ کوارٹر میں جا کر باقاعدہ ٹرانسمیٹر کے ذریعہ رابطہ قائم کرتا ہے۔ اے میرے ٹیلی پیتھی کے علم تیز تر شکر یہ کہ تو سچے اور مخلص انسانوں کے چھپے ہوئے کھوٹ سے مجھے بچا دیتا ہے۔

کرنل نے پھر بڑی محبت سے بیٹا کہہ کر مجھے مخاطب کیا۔

"بیٹے اب میں تمہاری معلومات سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ ہارڈے کو اس گھر میں آنے کا موقع دوں گا پھر میری تلاشی لینے والے کارڈ اس کی جیب میں رکھے ہوئے قلم کو کھول کر دیکھیں گے اور یہاں

لانے کے الزام میں اسے گرفتار کر لیں گے۔"

"ہاں! ہمارے پاس مونیکا کا موجودہ پتہ موجود ہے۔ میں ہارڈے کے بعد مونیکا کے پیچھے لگ جاؤں گا۔ ویسے ایک بات بتا دوں کہ آپ کا جو ٹیکسی ڈرائیور میری رپورٹ حاصل کرنے کے لئے مامور کیا گیا ہے مجھے اس پر شبہ ہے۔"

"اچھا— وہ کیسے؟" اس نے تشویش آمیز لہجے میں پوچھا۔

میں اسے بتانے لگا کہ کس طرح وہ مجھے یہاں لانا نہیں چاہتا تھا۔ پہلے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں یہاں کس قسم کی رپورٹ پیش کرنے آیا ہوں۔ میں نے اسے سمجھایا کہ میں ذاتی مسئلہ پر گفتگو کرنے جا رہا ہوں لیکن اس نے میرے جھوٹ پر شاید یقین نہیں کیا۔ پہلے اس نے ناراضگی ظاہر کی۔ پھر اچانک دوستانہ انداز میں گفتگو کرنے لگا۔ پھر اس نے ایک دوست کی حیثیت سے ایک پاکٹ ریڈیو مجھے دیا۔ ساتھ ہی اس نے یہ سمجھا دیا کہ کرنل کو یہ چیز نہیں پسند نہیں ہے اس لئے مجھے اس ریڈیو کو جیب میں چھپا کر رکھنا چاہئے۔ کرنل جوشو نے اپنا ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "کہاں ہے وہ ریڈیو مجھے دکھاؤ۔"

"وہ تو باہر تلاشی لینے والے گارڈ کے پاس ہے۔"

کرنل میرے پاس سے اٹھ کر پچھلی دیوار کی طرف گیا۔ پھر اس نے دروازے کے پاس لگے ہوئے ایک سرخ بٹن کو دبا دیا۔ اس کے فوراً میں فوراً ہی ایک مسلح گارڈ ڈرائنگ روم میں حاضر ہو گیا۔ کرنل نے اس سے کہا۔

"فرہاد کی جیب سے جو پاکٹ ریڈیو برآمد ہوا ہے اسے فوراً ہی چیک کرو۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لئے چلا گیا۔ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اس ریڈیو کے خفیہ ریکارڈنگ سسٹم کو سمجھ گیا ہوں۔ ایسا کہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ بیس منٹ کے بعد ہی دو مسلح گارڈ ڈرائنگ روم میں آئے۔ ایک کے ہاتھ میں کھلا ہوا ریڈیو تھا۔ اس نے کرنل کو بتایا کہ اس ریڈیو کے ذریعہ کس طرح ریکارڈنگ ہوتی ہے۔ اس ریکارڈر کو کرنل کے سامنے آپریٹ کیا گیا۔ ریکارڈر آن ہوتے ہی اس میں سے پہلے میری آواز سنائی دی۔

"یہ دیکھو کیا بیٹری اس طرح خود بخود چارج ہوتی ہے کیا؟"

میری بات کے جواب میں میرے دوست ٹیکسی ڈرائیور کی آواز سنائی دی۔

"ہاں اسی طرح چارج ہوتی ہے گی۔ اب تم اسے جیب میں رکھ لو۔"

اس کے بعد ریکارڈر سے ٹیکسی رکنے، دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں اور قدموں کی چاپ سنائی دیتی رہی پھر میری تلاشی لینے والے فوجی کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر فرہاد! کرنل کے سامنے تمباکو نوشی کی اجازت نہیں ہے۔ تم

لیٹر کا پیکٹ اور یہ ریڈیو امانت کے طور پر یہاں رکھتے ہیں۔ واپسی پر تم کو یہ چیزیں مل جائیں گی۔ اب آپ میرے ساتھ آئیے۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ ریکارڈر آف کر دیا گیا۔ کرنل نے غرا کر حکم دیا کہ وہ سیکرٹ ایجنٹ جو ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں کام کر رہا ہے اسے ارسٹ کر لیا جائے۔ وہ ہائیڈ کی میں میری واپسی کا انتظار کر رہا تھا تاکہ مجھے واپس ہوٹل تک پہنچائے میں نے کرنل سے پوچھا۔

"کیا اب مجھے ہوٹل واپس جانا ہوگا؟"

کرنل نے جواب دیا۔

"ہاں! میرا خیال ہے کہ اب تمہارے کا پیچھا چھوڑ دو اور مونیکا کی تلاش کرو۔ دیکھو کہ وہ کہاں جاتی ہے اور کن لوگوں سے ملتی ہے۔ ہوٹل میں جو تمہارا سامان ہے وہ تمہاری رہائش گاہ میں پہنچا دیا جائے گا۔ اب تم جا سکتے ہو۔ آئندہ جب بھی مجھ سے ملاقات کرنا چاہو یہاں کسی وقت بھی آ سکتے ہو۔"

میں وہاں سے اٹھ کر باہر آیا تو مجھے میری رہائش گاہ تک پہنچانے کے لئے دوسری گاڑی کا انتظام موجود تھا۔ باہر کھڑی ہوئی ٹیکسی اپنے ڈرائیور سے محروم تھی۔ وہ فوجی اس ڈرائیور کو گرفتار کر کے کہیں لے گئے تھے۔ جو فوجی مجھے میری رہائش گاہ تک لے جا رہی تھی میں اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ میری معلومات بڑھ گئی تھیں۔ جو میرے دوست تھے اور دشمن بننے والے تھے ان سب کا سوچ کے ذریعے محاسبہ کرنا تھا۔ دوستوں اور دشمنوں کی فہرست میں کرنل جوشو، موسز وزکو، ٹیکسی ڈرائیور مونیکا اور ہارڈے کے نام تھے۔ میں نے سب سے پہلے کرنل کا محاسبہ کیا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے بیٹا بنا کر محبت سے رخصت کرنے کے بعد میری عدم موجودگی میں میرے متعلق کیا رائے قائم کرتا ہے۔

میرے رخصت ہونے کے بعد تھوڑی دیر تک وہ اسی ڈرائنگ روم میں بیٹھا نہ جانے کیا سوچتا رہا کیونکہ اس وقت اس سے میرا دماغی رابطہ نہیں تھا۔ جب میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اپنے کسی ماتحت سے کہہ رہا تھا۔

"مونیکا نام کی ایک لڑکی گنزا اسٹریٹ کے پیچھے لوکو ہاما اسٹریٹ کے مکان نمبر چار سو بارہ میں رہتی ہے۔ اس کے متعلق جتنی جلدی... اور جتنا زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر لو۔ اور وہ معلومات فوراً مجھ تک پہنچا دو۔"

کرنل میرے لئے زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کر رہا تھا۔ وہ اپنے ماتحت کو حکم دینے کے بعد ڈرائنگ روم سے نکل کر اپنے بیڈ روم کی طرف جا رہا تھا۔ اس وقت بھی وہ میرے متعلق سوچ رہا تھا۔

"اس نوجوان کو کس طرح اپنی گرفت میں رکھا جائے؟ اس کی ٹریننگ شیٹ بتاتی ہے کہ یہ کہیں ایک جگہ نہیں ٹھہرتا۔ وقت کی طرح تیزی سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ یہ جو سپر مرکے آہنی قلعہ کو توڑ کر آیا ہے کسی دن اچانک ہی چکر دے کر یہاں سے بھاگ جائے گا۔ مجھے کوئی ایسی ترکیب

چاہیئے کہ یہ ہمیشہ میرے ملک کے مفاد کے لئے کام کرتا رہے۔"

میں زیر لب مسکراتے ہوئے اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ اب وہ اپنی خوابگاہ میں پہنچ کر سوچ رہا تھا۔

"اسی لئے میں نے اسے بیٹا بنایا ہے تاکہ وہ مجھ سے اپنائیت محسوس کرے۔ اب اس کے لئے ایسی دلچسپیاں پیدا کر دی جائیں کہ وہ یہیں کا ہو کر رہ جائے۔ گزشتہ کن چیزوں سے زیادہ دلچسپی لے سکتا ہے؟"

ایسا سوچتے وقت اچانک ہی سوزوکو اس کی خوابگاہ میں پہنچ گئی۔ کرنل ایک ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنے باپ کے قریب... کرسی کے ہتھے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"پپا! وہ فرہاد آپ سے رخصت ہو کر جا رہا تھا۔ میں نے اسے کوریڈور سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ مجھے تو اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ مگر آپ نے اسے اہمیت دی ہے اس کی موجودگی میں مجھے ڈرائنگ روم تک آنے کی اجازت نہیں دی۔"

"تم جتنی ہو کہ فرہاد کی موجودگی میں میں نے تمہاری اہمیت کم کر دی تھی اس لئے انتظامات نہیں اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ پہلے تو یہ بات دماغ سے نکال دو کہ باپ کی تلاشوں میں بیٹی کی اہمیت کم ہو سکتی ہے۔ میری گڑیا بیٹی، تم تو میری جان ہو مگر فرہاد میرے محکمے کی جان بنتا جا رہا ہے۔ اس لئے اسے اہمیت دینی پڑتی ہے۔ بہرحال تم اپنی آج کی ڈیوٹی اچھی طرح سمجھ لو....."

وہ بیٹی کو بتانے لگا کہ آج کلب میں جیمز ہارڈے اس سے گفتگو کے دوران جاپانیوں کے طرز رہائش اور گھریلو کیوان کی تعریفیں کرے گا ایسے وقت سوزوکو اسے اپنے گھر کھانے کی دعوت دے گی۔ سوزوکو نے پوچھا۔

"پپا! آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہارڈے آج مجھ سے اس قسم کی گفتگو کرے گا۔"

"بیٹی تم اس قسم کے سوالات نہ کیا کرو۔ صرف اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرو۔"

"نہیں پپا! صرف اس سوال کا جواب دے دیجئے پھر میں کچھ نہیں پوچھوں گی۔"

"بھئی یہ سمجھ لو کہ یہ فرہاد کی تیسری گوئی ہے۔ ہارڈے تم سے ایسا کہے گا۔"

"اچھا!" وہ تعجب سے بولی "کیا فرہاد نجومی ہے؟"

"ہاں۔" کرنل نے ضدی بیٹی سے پیچھا چھڑانے کے لئے ہاں کہہ دی۔ اسی وقت میں نے سوزوکو کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"اوہ نہ۔ بڈھا یا نجومی کہیں کا۔ ہارڈے کو میں گھیر رہی ہوں۔ مجھے ریڈٹ ملنا چاہیئے مگر وہ نجومی بن کر مجھ پر سبقت لے جانا چاہتا ہے۔ دیکھوں گی اسے بھی....."

وہ میری دشمن نہیں تھی۔ کیونکہ میں اس کے ملک کے لیے کام کر رہا تھا۔ الحمدللہ مجھے نفرت کر رہی تھی۔ لیونور میں اس کے باپ کے دل میں جگہ بنا رہا تھا میں مسکراتے ہوئے اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اور تیز رفتاری سے بھاگتی ہوئی گاڑی کی کھڑکی سے گذرتے ہوئے مناظر کو دیکھنے لگا۔ میرے سامنے دو فوجی بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک جوان گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں نے احتیاطاً دونوں کے دماغوں کو ٹٹول کر دیکھ لیا۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور کی طرح غدار نہیں تھے پھر میں اس ٹیکسی ڈرائیور کے خیالات کو پڑھنے لگا۔

وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے ایک تیرہ تاریک کوٹھری میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس پر گھبراہٹ طاری تھی۔ اس نے گرفتار کرنے والوں سے پوچھا تھا کہ اسے کس جرم میں قید کیا جا رہا ہے۔ مگر اسے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ ویسے وہ اپنے طور پر سمجھ گیا تھا کہ اس پاکٹ ریکارڈر کا بھید کھل گیا ہے اب اسے ناقابل برداشت اذیتیں پہنچائی جائیں گی اور اس سے جبراً اگلوایا جائے گا۔ وہ کس کے لئے کام کر رہا ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کی سوچ میں پوچھا۔ "کیا میں اذیتیں برداشت کرسکوں گا؟"

"نہیں۔" اس کی سوچ نے کہا۔ "یہاں ایسی سزائیں دی جاتی ہیں کہ روح جسم کی قید سے فرار ہو جانا چاہتی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ سے تسلسل سے کہا۔

"اسی لئے میں برداشت نہیں کرسکوں گا۔ میں انہیں بتا دوں گا کہ میں اس کے لئے کام کر رہا ہوں۔ کس کے لئے؟"

میں نے اس کے دماغ میں ایک سوال چھوڑ دیا۔ وہ ذرا ہچکچایا۔ پھر سوچنے لگا۔

"عم۔ مگر۔ میں۔ میجر یاماگوچی کا نام کیسے زبان پر لاؤں گا۔ میری بات کا کوئی یقین نہیں کرے گا۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ہمارے محکمہ کا ذہین سخت مزاج اور خوفناک افسر میجر یاماگوچی ایک غدار ہے اور کرنل جوشو ہو کے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہونے کے لئے بہت بڑی طاقت کے اشاروں پر ناچ رہا ہے۔۔۔۔"

میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ اطمینان سے بیٹھے بیٹھے میں اصل مجرم کا نام معلوم کر چکا تھا۔ میجر یاماگوچی نام کا ایک ایسا افسر وہاں کی سیکرٹ سروس کو اندر سے کھوکھلا کر رہا تھا۔ جس پر کوئی شبہ نہیں کرسکتا تھا۔ کرنل جوشو ہو جیسا افسر بھی کسی ثبوت کے بغیر یاماگوچی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اب اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کا مسئلہ آن پڑا تھا۔ میں منطقی دلائل کے بغیر کرنل سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اصل مجرم میرے سامنے بے نقاب ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہی مناسب تھا کہ کوئی موزوں وقت کا انتظار کروں۔ جب اس ڈرائیور کو اذیتیں پہنچائی جائیں گی اور وہ یاماگوچی کا نام اگل دے گا تب اس سلسلہ میں کرنل مجھے ضرور طلب کرے گا۔

گاڑی میری رہائش گاہ کے احاطہ میں پہنچ گئی۔ جہاں خوبصورت سے باغیچے میں سونیا رنگ برنگے پھولوں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے گاڑی سے اترتے دیکھ کر وہ میری جانب بڑھتی ہوئی بولی۔

"بڑی جلدی واپس آ گئے۔ خیریت تو ہے؟"

"بالکل خیریت ہے۔ آؤ ہم اپنے کمرے میں چلیں۔"

میں اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر مکان کے اندر جانے لگا۔ سونیا نے میٹھی ناراضگی سے کہا۔

"باہر سے آ کر پہلے تمہیں اپنے بیٹے کے بارے میں تو کچھ محبت سے پوچھنا چاہیے۔"

"ڈارلنگ! میں باہر اتنے مسائل میں الجھا رہتا ہوں کہ گھر پر آ کر باپ بننے کی ریہرسل نہیں کرسکتا۔"

"یہ کہہ کر تم میرا دل توڑ دیتے ہو۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ جب تم میرے شوہر نہیں بننا چاہتے تو میرے بچے کے باپ کیسے بنو گے؟"

ہم اپنی خوابگاہ کے سامنے پہنچ گئے۔ جاپانی ملازم مشکیزہ ہمارے خوابگاہ سے باہر آ رہا تھا اس نے مجھے دیکھتے ہی اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ایک ریکارڈر کو دکھاتے ہوئے کہا۔

"فرہاد سان (صاحب) یہ ریکارڈر آپ کی خوابگاہ میں چھپا کر رکھا گیا تھا۔ کرنل کے حکم سے میں اسے نکال کر لے جا رہا ہوں۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ جب وہ چلا گیا تو سونیا نے خوابگاہ میں داخل ہوتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ کیا چکر ہے۔ کیا اب ہمارے متعلق خفیہ طور سے معلومات حاصل نہیں کی جائیں گی؟"

میں نے سوچ کے ذریعہ سونیا کو جواب دیا۔

"یہ بھی ایک ڈرامہ ہے۔ ہم پر ظاہر کیا جا رہا ہے کہ اب یہ لوگ ہم پر مکمل اعتماد کرنے لگے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ شیگرو ایک جاسوس کی حیثیت سے ہماری لڈو میں لگا رہتا ہے۔"

پھر میں نے بلند آواز سے کہا۔

"ہاں سونیا! کرنل نے مجھے بیٹا بنایا ہے۔ ہم بھی ہمیشہ کی طرح ان کے اعتماد کو بحال رکھیں گے۔ ویسے کرنل کو یہ پتہ چل گیا ہے کہ ہم قانونی طور سے میاں بیوی نہیں ہیں۔ ایک رات تم مجھ سے شادی کے لئے ضد کر رہی تھیں۔ تمہاری وہ آواز ریکارڈ ہو کر وہاں پہنچ گئی تھی۔ خدا کے لئے آئندہ بیوی بننے کی ضد نہ کرنا۔۔۔۔"

سونیا پریشان ہو گئی۔ ہر عورت پریشان ہو جاتی ہے۔ جب وہ محبوب کی حیثیت سے استعمال ہوتی رہے اور بیوی بننے کی منزل تک نہ پہنچے۔ ہر عورت اپنا تحفظ چاہتی ہے اس لئے اپنے محبوب کو اپنا شوہر بنا کر اپنی جاگیر بنا لینا چاہتی ہے۔ حالانکہ سونیا خود اپنی حفاظت کرسکتی تھی لیکن یہ بھی ایک نفسیاتی علم کا حامل ہے کہ عورت کسی مرد کو اپنا محافظ مقرر کر کے مطمئن ہوتی ہے اس کے بغیر اس کی تسلی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ

اور میں اپنے متعلق کیا کہوں۔ میری اب تک کی داستان پڑھنے والے قارئین میری فطرت کو سمجھ گئے ہوں گے کہ میں ہر طرح کی بندش سے آزاد رہنا چاہتا ہوں اور عورت کی بندش تو بڑی ہی خطرناک ہوتی ہے۔ میں ایک بات بتا دوں کہ عورت کی شعبدہ بازیوں میں بڑی محبوبیت ہوتی ہے مگر بڑی سیاست بھی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر یہی دیکھ لیجئے جب سونیا نے یہ محسوس کیا کہ میں باقاعدہ شادی کر کے اسے بیوی بنانے پر آمادہ نہیں ہوں تو اس نے بچے کو گود لے لیا۔ بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے مجھے احساس دلانے لگی کہ عورت کیا ہوتی ہے، ممتا کیا ہوتی ہے اور مجھ جیسے شخص کو باپ بن کر سوچنا چاہیئے کہ ایک بچے کی محبت کیا ہوتی ہے! ایک بیوی ہو، ایک خوبصورت بیٹا ہو تو کس طرح ایک خوبصورت گھر کی جنت بن جاتی ہے۔

بیشک ہر انسان اپنے گھر کی جنت کو مکمل کرنا چاہتا ہے۔ اکثر انسانوں کی منزل ایک جنت کی تکمیل ہوتی ہے۔ قارئین کرام آپ لوگوں میں سے اکثر لوگ ایسی جنت میں جنہی زندگی گذار رہے ہوں گے میں آپ جیسے لوگوں کو دیکھتا ہوں اور عبرت حاصل کرتا ہوں۔ اسی لئے میں خود کو شادی کی زنجیروں میں جکڑنا نہیں چاہتا۔ اگرچہ سونیا ایسی پُرشباب اور پُرکشش عورت ہے جو پُرسکون تنہائی کے لمحات میں اور زندگی کے قیامت خیز ہنگاموں میں برابر ساتھ دیتی ہے تنہائی کے رنگین لمحات میں میرے سامنے کمزور بن جاتی ہے اور زندگی کے قیامت خیز ہنگاموں میں تہہ در تہہ کروٹیں لے کر دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیتی ہے! اس کے باوجود میں اسے بیوی نہیں صرف دوست بنا کر رکھنا چاہتا ہوں جس دن میں اسے بیوی بناؤں گا اس دن سے قیدی بن جاؤں گا۔ پھر عام انسانوں کی طرح ایک عام سی زندگی گذاروں گا اور میری اس داستان کا سلسلہ پلک جھپکتے ہی ختم ہو جائے گا۔ کیا آپ اسے پسند کریں گے؟

نہیں۔ نہ میں اسے پسند کرتا ہوں نہ آپ کریں گے۔ لہٰذا میری اس ہنگامہ خیز داستان کو جاری رہنا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حالات میں سونیا کے بُرا ماننے پر کوئی خاص توجہ نہیں دیتا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ مجھ سے بُری طرح متاثر ہے اور ہمیشہ مجھ سے چپک کر رہے گی۔ اگر کبھی کبھی وہ خود غرض ہو اور صرف اپنے جذبات کو اہمیت دیتی ہو تو کسی دن بھی میرا ساتھ چھوڑ کر چلی جائے گی اور خود غرض عورت ساتھ چھوڑ کر چلی جائے تو اتنا دُکھ نہیں ہوتا۔

میں خوابگاہ میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ سوچ کے دوران مجھے یاد نہ رہا کہ میں سونیا کی طرف سے غیر حاضر ہو گیا ہوں۔ وہ بہت دیر تک میرے لوٹنے کا انتظار کرتی رہی۔ جب میں مسلسل سوچ میں گم رہا تو وہ مجھ پر جھکتی ہوئی بولی۔

"فرہاد! میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اس وقت تم خاموشی سے میرے دماغ میں جھانک رہے ہو۔ تم میرے خیالات اور جذبات کو اچھی طرح سمجھ رہے ہو۔ کہ میں کس طرح تمہاری شریک حیات بننے کے لئے تڑپ رہی ہوں اور سب کچھ سمجھنے کے باوجود تم مجھ سے انجان بن رہے ہو کاش میں بھی تمہارے جوابی خیالات کو پڑھ سکتی۔"

میں نے اپنے جوابی خیالات نہیں بتائے کہ میں اسے بیوی نہیں صرف محبوبہ بنا کر رکھنا چاہتا ہوں لیکن زبردستی کوئی نہ کوئی بات تو بنانا ہی پڑتی ہے اس لئے میں نے جھوٹ بولا۔

"میری جان! میں تمہیں اپنے جوابی خیالات بتا دیا کرتا ہوں۔ میں صرف تمہیں ایک محبوبہ کی طرح نہیں بلکہ شریک حیات سمجھ کر بھی تم سے بے انتہا محبت کرتا ہوں لیکن اب تمہیں میری فطرت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر کوئی کچا سا دھاگہ میرے اطراف باندھ دے جسے میں آسانی سے توڑ سکتا ہوں پھر بھی میں اس کچے دھاگے کی بندش کو برداشت نہیں کروں گا کیونکہ میری فطرت میں آزادی کا جذبہ جاگزیں ہے۔ اسی لئے میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ صرف محبوبہ بن کر رہو۔ اگر بیوی بننے کے خواب دیکھتی رہو گی اور ضد کرتی رہو گی تو ایک نہ ایک دن ہمارے درمیان بہت بڑی خلیج پیدا ہو جائے گی۔"

وہ اک دم سے گھبرا کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"نہیں۔ میں۔ تم اور تمہارے درمیان ایک بہت بڑی خلیج تو کیا ایک معمولی سے۔ لے کی دیوار بھی پسند نہیں کروں گی۔ میں نہیں چاہتی کہ تم مجھ سے کچھ چھن جاؤ۔"

"نہیں فرہاد! میں اب کبھی شادی کے متعلق نہیں سوچوں گی۔ میں بیوی بننے کے بعد ایک بچے کی ماں بننا چاہتی ہوں۔ وہ بچہ مجھے کسی نہ کسی طرح مل گیا ہے۔ مجھے پورا اختیار دے کر وہ ایک بچہ میرے لئے گود لے لو۔ میں اس سے محبت کرتے رہو۔ پھر میں سمجھوں گی کہ مجھے سب کچھ مل گیا ہے۔"

میں اس کے جذبات کو سمجھ رہا تھا۔ جب انسان ہوا میں اڑ نہیں سکتا تو وہ اپنے خیالات کے پَر لگا کر اڑنے لگتا ہے۔ سونیا کی دیرینہ آرزو پوری نہیں ہو رہی تھی کہ وہ مجھ جیسے ایک جوان کی بیوی بنے اور ایک بچے کو جنم دے۔ اس لئے اس نے خود کو بہلانے کے لئے مجھے اپنے تن من کا ساتھی بنا لیا تھا اور ایک لے پالک بچے کی ماں بنکر اپنی تمام دیرینہ خواہشات کی تکمیل کر رہی تھی اسی لئے وہ میری سائنسوں کے قریب آ کر بظاہر تو وعدے کر رہی تھی کہ اب کبھی بیوی بننے کا خواب نہیں دیکھوں گی لیکن میں جو سوچ کی نگری کا مسافر ہوں کبھی جھوٹے سے چھوٹا فریب نہیں کھانا چاہتا وہ سوچ رہی تھی۔

"اوہ گاڈ۔ اوہ! بدھ اعظم۔ میں کیا کروں؟ کونسی تدبیر کروں کہ یہ دل و جان پر حکومت کرنے والا صرف میرا ہی بن کر رہ جائے صرف ایک

ہی قانونی راستہ ہوتا ہے کہ شادی کے بعد یہ میرے علاوہ اور کسی کا نہ بن سکے گا مگر یہ بہت محتاط ہے اس لئے اب میں دل کے قانون کی کتاب کھولوں گی اور اس سے ایسی بے مثال محبت کروں گی اور اس سے اس طرح ٹوٹ کر محبت کروں گی کہ یہ میرے بعد کسی حسین سے حسین عورت کا سپنا نہ دیکھے۔"

وہ سوچ رہی تھی اور اپنے پُرشباب وجود کی سوغات پیش کر رہی تھی کیونکہ اس دنیا میں ہر جگہ رشوت پیش کرنے کا دستور ہے۔ اگر بڑے انسانوں کے ذہنوں کو ٹٹولنا نہ جانتا تو شاید اس خوبصورت رشوت کو نہ سمجھ سکتا۔ ویسے میں یہ کہتا چلوں کہ سونیا کی نیت میں کھوٹ نہیں تھا وہ مجھے محبت سے اپنا لینا چاہتی تھی۔ ہر بیوی بننے والی عورت محبت سے اپنا لیتی ہے۔ لیکن بچوں کی فوج خود پالنے کے بعد عقل آتی ہے کہ ہم نے ساری زندگی بچے پیدا کرنے میں گذار دی۔ میں اس عقل سے پہلے ہی کام لے لینا چاہتا تھا۔ اس لئے صرف ایک دوست کی حیثیت سے وہ تنہائی گذار رہا تھا۔

لیکن وہ تنہائی جلد ہی گذر گئی۔ کیونکہ دوسرے کمرے میں فرحان رو رہا تھا اور اپنی بنا پستی ماں کی کمی محسوس کرتے ہوئے سونیا کو مجھ سے چھین لینا چاہتا تھا۔ وہ میرے پاس سے اُٹھ کر چلی گئی۔ اس وقت رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ مجھے یاد آیا کہ یہ سوزد کو اور ہارڈے کے ملنے کا وقت ہے۔ یہ یاد آتے ہی میں چپ چاپ سوزد کو کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اس وقت وہ ہارڈے کے ساتھ کلب کے کسی حصے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ہارڈے اس سے بڑی لگاوٹ کی باتیں کر رہا تھا۔

"مس سوزد کو میں تم سے مل کر ساری دنیا کو بھول گیا ہوں۔ جاپانی لڑکیاں ایک تو بے حد حسین ہوتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اپنی پیار بھری اداؤں سے دل جیت لینے کا فن جانتی ہیں اور تم تو اتنی حسین ہو کہ میں تمہارے سامنے خود کو ہار گیا ہوں۔"

سوزد کو بڑی ہی دلربھانے والی ادا سے شرما رہی تھی اور مسکرا رہی تھی جیسے ہارڈے کی محبت بھری باتوں سے محظوظ ہو رہی ہو۔ مگر وہ دل ہی دل میں کہہ رہی تھی۔

"اُلو کا پٹھا۔ مجھے موم کی گڑیا سمجھ رہا ہے کہ میں اس کی باتوں کی گرمی سے پگھل جاؤں گی۔ یہ کم بخت ابھی یہ نہیں سمجھ رہا ہے کہ میری محبت اسے جیل کی کسی تاریک کوٹھڑی میں لے جائے گی۔"

اسی وقت ہارڈے اپنے مطلب کی بات کرنے لگا۔

"مجھے تمہارے جاپان سے محبت ہو گئی ہے۔ مجھے یہاں کے لوگوں کا رہن سہن اور یہاں کے گھریلو کھانے بہت پسند ہیں۔ یہاں کا رہن سہن تو میں دیکھ رہا ہوں مگر یہاں کے گھریلو کھانوں کے متعلق صرف کتابوں میں پڑھا ہے یا پھر دوسروں سے تعریفیں سنی ہیں۔ مگر کسی جاپانی کے یہاں مہمان بننے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔"

اس کی باتیں سن کر سوزد کو اک دم سے چونک گئی تھی اور سوچ رہی تھی۔

"کہاں سے فرہاد تو واقعی نجومی ہے۔ پتہ نہیں یہ کیسے علم لے

... پیشین گوئی کر دی تھی کہ تمہارے ایسی باتیں کہنے والا ہے اور یہ کمبخت بالکل یہی باتیں کہہ رہا ہے۔"

ہارڈے نے اسے سوچ میں گم دیکھ کر پوچھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"آں ــــ کچھ نہیں ــــ بس تمہاری باتیں سن رہی ہوں۔"

"شاید تم یہ سوچ رہی ہو کہ کہیں مجھے اپنا مہمان نہ بنانا پڑ جائے۔"

"نہیں یہ تمہارا خیال ہے۔ ہم جاپانی مہمان نواز ہوتے ہیں۔ تم میرے گھر چلو گے تو چاہتم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔"

"کیا وہ ہماری دوستی پر اعتراض نہیں کریں گے؟"

"بالکل نہیں۔ میرے گھر والے بہت آزاد خیال ہیں۔ اگر تم آج چلنا پسند کرو تو میں یہاں سے ممی کو فون پر اطلاع دے دوں گی کہ میں اپنے ایک فرینڈ کو ساتھ لا رہی ہوں۔"

"اوہ مائی سویٹ سوزد کو۔ تم لوگ واقعی مہمان نواز ہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

سوزد کو وہاں سے اُٹھ کر فون کرنے چلی گئی۔ یہ تو میں جانتا ہی تھا کہ وہ کرنل سے فون پر کیا کہے گی۔ اس لئے میں ہارڈے کی سوچ کو ٹٹولنے لگا۔ اسے اچانک ہی کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ اس لئے وہ اپنی خوشی کے اندر سے بہت بے چین ہو گیا تھا۔ بے چینی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سوزد کو نے خلافِ توقع اسی وقت گھر چلنے کے لئے کہہ دیا تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح مونیکا کو کامیابی کی اطلاع دے۔ یہ سوچ ہی وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اب وہ بھی مونیکا کو فون کرنے جا رہا تھا۔

کلب میں ایک ہی فون تھا۔ جب سوزد کو فون کرنے کے بعد واپس آنے لگی تو ہارڈے سے اس کا سامنا ہو گیا۔ ہارڈے نے اس سے اجازت چاہی کہ وہ بھی ایک ضروری فون کرنا چاہتا ہے۔ سوزد کو مسکرا کر اجازت دیتی ہوئی چلی گئی۔ ہارڈے نے فون کے پاس آ کر رسیور اٹھایا پھر مونیکا کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جب دونوں کے درمیان رابطہ قائم ہوا تو میں نے فوراً ہی مونیکا کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"ہیلو ہارڈے۔ اس وقت تو تمہیں سوزد کو کے ساتھ کلب میں ہونا چاہیئے تھا۔ تم کہاں ہو؟"

"میں کلب سے بول رہا ہوں۔ خلافِ توقع فوراً ہی میاں بیوی راضی ہو گئی ہے۔ سوزد کو ابھی مجھے اپنے ساتھ گھر لے جا رہی ہے۔"

"ویری گڈ۔ یہ تو کمال ہو گیا۔ اب سوزد کو کے ذہن سے راہ و رسم بڑھانا تمہارا کام ہے۔ جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ اطمینان سے کام کرو۔ ہمارے آدمی تمہاری حفاظت کے لئے تمہارے آس پاس موجود رہیں گے۔ تم فکر نہ کرنا۔"

ہارڈے نے رسیور رکھ دیا۔ میں بدستور مونیکا کے ذہن سے رسیور رکھنے کے بعد بڑی تیزی سے سوچ رہی تھی۔

کرنل کے رشتے دار بھی پہلے سے وقت مقرر کئے بغیر اس کی رہائش گاہ پر نہیں جا سکتے۔ پھر سوزد کو پہلے سے وقت مقرر کئے بغیر ہارڈے کو اسی کے پاس کیسے لے جا رہی ہے؟ مجھے تو کچھ دال میں کالا نظر آ رہا ہے۔"

یہ سوچتے ہی وہ پھر سے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔

"ہیلو۔ میں مونیکا ہوں۔ یہ میجر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ انتظار کرنے لگی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ میجر یاماگوچی سے بات کرنا چاہتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد میجر کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو مونی۔ کیا بات ہے؟"

مونیکا اسے بات بتانے لگی کہ ہارڈے اس وقت سوزد کو کے ساتھ اس کے گھر جا رہا ہے کرنل نے اک دم سے چونک کر کہا۔

"کیا مطلب۔ سوزد کو اتنی جلدی اسے اپنے گھر لے جانے کے لئے تیار ہو گئی؟ اوہ مونی ڈارلنگ ہمارا کھیل بگڑ رہا ہے۔ ہمارا جو آدمی ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں کام کر رہا تھا اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ایک گھنٹے تک اسے لاک اپ میں رکھا گیا۔ پھر اس سے ہمارا ساز شی منصوبہ اگلوانے کے لئے وہ اسے ٹارچر چیمبر میں لے جانے لگے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کتنا خطرناک چیمبر ہے پہنچ کر اچھے اچھوں کی قوتِ ارادی خاک میں مل جاتی ہے اور وہ سارا راز اگل دیتے ہیں۔ اسی لئے میں نے اُسے کنفیشنگ چیمبر میں بھیجنے نہیں دیا۔ اسے ایک آدمی نے اسے راستے میں ہی گولی مار دی۔ ابھی اس کی طرف اطمینان ہوا ہے تو یہ ہارڈے وہاں پھنسنے جا رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کلب سے نہیں نکلے ہوں گے۔ تم فوراً ہی اُسے دوبارہ کال کرو۔ اور وہاں جانے سے روک دو۔"

یہ کہہ کر اس نے رسیور رکھ دیا۔ اب میں یاماگوچی کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ کسی طرح بھی ہارڈے کو وہاں جانے سے روکنا ہے۔ اگر مونیکا اس سے کلب میں رابطہ قائم نہیں کر سکے گی تو بہت برا ہو گا۔ یہ سوچتے ہی وہ رسیور اٹھا کر ڈائلنگ کرنے لگا۔ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔

"ہیلو۔ مجی ہارا۔ فوراً اپنے آدمیوں کو لے کر نکلو۔ گولڈن نائٹ کلب سے ہارڈے کو اپنے گھر لے جا رہی ہے انہیں راستے میں ہی روک لو۔ اگر مداخلت کرنے والا نہ ہوا اور موقع مل رہا ہو تو سوزد کو کو اٹھا کر کیسل میں لے آؤ۔ ہری اپ۔"

یہ کہہ کر اس نے رسیور رکھ دیا اور سوچنے لگا۔

"ہاں ایسا میں نے صحیح فیصلہ کیا ہے۔ اب سوزد کو کو غائب کر کے کرنل کو ملیک میل کرنا ہو گا۔ یہ ساری گڑبڑ اس پاکستانی نوجوان کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ کرنل اس پر بہت زیادہ اعتماد کرنے لگا ہے۔ اعتماد کی بات تو وہ آج دوپہر ہارڈے کی گرفتاری کے لئے بوٹل کیا تھا۔ پتہ نہیں اس نے دوڑھائی گھنٹے کے اندر کس قسم کی معلومات حاصل کر لیں۔ وہ واپس

کرنل کے یہاں پہنچا تو ٹیکسی ڈرائیور گرفتار کر لیا گیا۔ تھینکس گاڈ کہ ہم نے اُسے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ ورنہ میرا نام شعبہ افراد کی فہرست میں آ جاتا۔

اب یہ سوزد کو اغوا کار ہی ہارڈے کو اپنے یہاں لے جا رہی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فرہاد نے ہارڈے کے متعلق ہم معلومات فراہم کی ہیں۔"

وہ ایک سگار نکال کر اس کے آخری حصے کو دانتوں سے کاٹنے لگا۔ اسے سلگانے کے دوران بھی وہ سوچ رہا تھا۔

"جب سوزد کو غائب ہو جائے گی تو کرنل یقیناً فرہاد کو ہی اس کی تلاش میں بھیجے گا اور سونیا تو ضرور اس کے ساتھ ہو گی کیونکہ وہ کتیا کی طرح سونگھتا جانتی ہے۔ سوزد کو کی بُو پر وہ ہمارے پیچھے دوڑے گی۔ اچھا ہے اس طرح دونوں میاں بیوی کو ٹریپ کرنے کا موقع ملے گا۔"

میں اطمینان سے اپنے بستر پر لیٹا ہوا اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ حالانکہ وہ اطمینان کا وقت نہیں تھا۔ مجھے فوراً ہی میدانِ عمل میں آ جانا چاہیئے تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ سوزد کو اغوا کر کے لے جانے میں کرنل کے آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچ جاتا اور ان کے منصوبے کو ناکام بنا دیتا۔ مگر کیسے؟

میں کرنل سے کیسے کہتا کہ مجھے سوزد کو کے اغوا ہونے کا علم کس طرح ہوا ہے؟ اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو میں کسی صورت میں بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اپنے راز کو اپنی حد تک محدود رکھنا دانشمندی ہے۔ فرض کیجئے اگر میں کرنل کے سامنے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ظاہر کر دیتا تو وہ مجھ سے متاثر ہونے کے بجائے خوفزدہ ہو جاتا۔ اس کے دماغ میں سب سے پہلے یہی بات آتی کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس ملک کی وزارتِ خارجہ کے ہر چھوٹے بڑے راز سے باخبر ہوتا رہوں گا۔ ابھی جبکہ اُسے میری سننے والی صلاحیت کا علم ہوا تھا تو وہ مجھے ملک سے باہر جانے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اور اگر اُسے ٹیلی پیتھی کا علم ہو جاتا تو وہ مجھے کسی نہ کسی طرح ختم کر دینے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔

بہتر یہی تھا کہ ابھی میں اطمینان سے بستر پر لیٹا رہتا جیسا کہ... میجر یاماگوچی سوچ رہا تھا کہ سونیا سوزد کو کی بُو سونگھتی ہوئی ان کے پیچھے دوڑے گی تو پھر اس کے منصوبے کے مطابق کام ہونا چاہیئے۔ اب میں دوڑنے کے بجائے سونیا کو دوڑاؤں گا۔ یاماگوچی کی سوچ پڑھتے کے دوران اس کے دماغ سے فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے رسیور اٹھایا تو مونیکا کی آواز سنائی دی۔

"میجر آئی ہو مین مسنگ ہارڈے۔ وہ کلب سے جا چکا ہے۔"

میجر یاماگوچی نے "تھینک یو مائنڈ" کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ پھر سوچ کے ذریعہ رینگتا ہوا سوزد کو تک پہنچ گیا۔ وہاں تک پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی۔ اس وقت تک فجی ہارا اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اس کے آدمیوں نے سوزد کو کو ریوالور کی زد میں لے کر اسے کار کی پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا تھا اور اس کے خوبصورت کنوارے ہونٹوں پر ٹیپ لگا دیا تھا تاکہ وہ بلند آواز سے چیخ کر کسی کو اپنی مدد کے لئے نہ بلا سکے۔ کار

کی کھڑکیوں پر ایسے کارڈ شیشے لگے ہوئے تھے کہ جن کے آر پار باہر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ مگر باہر سے اندر بیٹھے ہوئے لوگ نظر نہیں آتے تھے۔

مجنی ہارا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ پچھلی سیٹ پر سوزو کو اور ہارو دے ایک جاپانی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے جس کے ہاتھ میں ایک بھرا ہوا ریوالور تھا۔ سوزو کو کے مونٹ بند تھے اور آنکھیں دہشت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ اپنی تسلی کے لئے سوچ رہی تھی کہ پیاگو کے آدمی ضرور اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ یہ سوچنے کے باوجود اس کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ کیوں کہ سیکرٹ سروس کا کوئی آدمی اس کی مدد کے لئے نہیں پہنچ رہا تھا۔

ایسا سوچتے وقت وہ کبھی کھڑکی اور کبھی ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی جا رہی تھی۔ ساتھ ہی اس کا دماغ کہتا جا رہا تھا کہ وہ کہاں سے گذر رہی ہے اور میں راستوں کو سمجھتا جا رہا تھا۔ جب آدھ گھنٹہ گذر گیا تو میں نے تھوڑی دیر کے لئے سوزو کو کا ساتھ چھوڑ دیا اور کرنل جوتسو کی خبر لینے لگا دوسرے جیپنی سے اپنی بیٹی کا انتظار کر رہا تھا۔ جو ہارو دے کو اپنے ساتھ لانے والی تھی۔ پروگرام کے مطابق جب ہارو دے وہاں پہنچا تو اس کی تلاشی لی جاتی۔ پھر اس کی جیب سے زہریلا قلم برآمد ہوتے ہی اسے حراست میں لے لیا جاتا۔ بیچارہ کرنل اس بات سے بے خبر تھا کہ میجر یاماگوچی اس سے زیادہ تیزی دکھا چکا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ کرنل کے ذریعہ اسے سوزو کو کے متعلق تفتیش میں مبتلا کر دوں کہ وہ اب تک واپس کیوں نہیں آئی ہے۔ مگر اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کرنل نے رسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے آواز آئی

"ہیلو کرنل۔ ہمارا جو آدمی سوزو کو کی نگرانی کر رہا تھا اس کی کار میں اچانک ہی خرابی پیدا ہو گئی اس نے ہمیں اطلاع دی کہ ہم مس سوزو کو کی کار کا تعاقب کریں اور ہم تعاقب کر رہے تھے کہ اچانک ہی کار کا ٹائر برسٹ ہو گیا۔ کسی نے پہیے پر فائر کیا تھا۔ ہم نے فائر کرنے والے کو تلاش کیا مگر یہ نہیں وہ کہاں غائب ہو گیا۔ خدا آپ کی صاحبزادی کا محفوظ رکھے ہمارا خیال ہے کہ وہ بخیریت آپ کے پاس پہنچ گئی ہوں گی۔"

کرنل غصے سے دہاڑنے لگا۔ انہیں لعنت و ملامت کرنے لگا کہ انہوں نے سوزو کو کا تعاقب کیوں نہیں کیا گڑھ کیسے کرتے انہیں فوری طور پر دوسری گاڑی دستیاب نہ ہو سکی تھی۔ کرنل تیزی سے چلتا ہوا اپنے پرائیویٹ چیمبر میں پہنچ گیا پھر ٹرانسمٹر کے ذریعہ وسیع پیمانے پر اطلاع پہنچانے لگا کہ سوزو کو اغوا کی جا رہی ہے۔ شہر کی جس گاڑی پر شبہ ہو اسے فوراً روک کر چیک کیا جائے۔ یہ خبر اس نے میرے جاپانی ملازم تنکیگر و تک بھی پہنچائی اور اس کے ذریعہ مجھے فوراً ہی طلب کیا۔ پھر کرنل کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ تنکیگر و کو صرف ملازم کی حیثیت سے میرے پاس رہنا چاہیئے۔ اس کے ذریعہ مجھے اطلاع نہیں کرنی چاہیئے اس نے فوراً ہی ٹھنکیگر و کو یہ پیغام پہنچانے سے روک دیا۔ پھر وہ پرائیویٹ چیمبر سے نکل کر نوان کے پاس آیا۔ اپنی نوجوان لاڈلی بیٹی کی گمشدگی کے باعث اس پر گھبراہٹ طاری ہو گئی تھی۔ اب وہ سنبھل کر نوان پر مجھ سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔

چند لمحوں بعد میرے کمرے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی میں [illegible] اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹیلی فون کے پاس آیا۔ آئندہ پیش آنے والی باتیں [illegible] معلوم ہو جائیں تو حالات سے ایک عجیب سی دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے [illegible] بعض اوقات پیش آنے والے حالات کے متعلق معلوم ہونے کے باوجود [illegible] کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ سوچیں گے کہ میں اصل مجرم یاماگوچی سے دامن [illegible] کر کے اس کے پاس پہنچ سکتا تھا اور جیسا کہ مجرموں کے ساتھ [illegible] طریقہ رہا ہے میں میجر یاماگوچی کو بھی دماغی خلل میں مبتلا کر کے [illegible] جرم کا اعتراف کرا سکتا تھا۔ لیکن بات صرف یاماگوچی تک ہی [illegible] تھی کیونکہ وہ تو صرف اپنے مفاد کی خاطر کرنل جوتسو سے متحد ہو گئے تھے [illegible] ہونے کے لئے کسی غیر ملکی خفیہ تنظیم کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا تھا [illegible] میں فوراً ہی یاماگوچی پر ہاتھ ڈالتا تو اس خفیہ تنظیم کے اندر تک پہنچنے [illegible] راستے دشوار ہو جاتے۔ بہرحال میں نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا تو [illegible] کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو فرہاد کیا تم ہو؟"

"جی ہاں! فرمایئے۔"

وہ فرمانے لگا۔ سوزو کو کے تعلق وہی باتیں جو مجھے معلوم [illegible] تھیں اپنی بات پوری کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"تم فوراً اپنی گاڑی لے کر یہاں آ جاؤ۔ اغوا کرنے والوں کے [illegible] اطراف جال پھیلا دیا گیا ہے۔ کہیں سے اطلاع ملتے ہی تم سوزو کو [illegible] جاؤ گے۔"

میں نے فوراً ہی کہا۔

"آپ رسیور نہ رکھیں پہلے میری بات سن لیں۔ سوزو کو کی [illegible] نے آپ کو پریشان کر دیا ہے۔ پریشانی میں آپ یہ بات بھول گئے کہ آپ کی بیٹی بڑی آسانی سے لائی جا سکتی ہے۔"

"وہ کیسے؟ جلدی بتاؤ۔"

میں نے کہا۔ سوزو کو نے کلب جانے سے پہلے لباس تبدیل ہو گا۔ اپنا جو لباس وہ گھر میں اتار کر گئی ہے اسے حفاظت سے [illegible] سونیا اسے سونگھ کر سوزو کو تک پہنچ جائے گی۔"

کرنل نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

"بریلو۔ خدا کی قسم تم اور سونیا دونوں ہی لاجواب ہو۔ تو گھبراہٹ میں بھول ہی گیا تھا۔ سونیا کو فوراً ہی لے کر آؤ۔"

میں رسیور رکھ کر سونیا کے پاس آ گیا۔ وہ فرمان کو سلا چکی تھی میں نے اس سے کہا۔

"سونیا فوراً تیار ہو جاؤ۔ کرنل کی بیٹی سوزو کو اغوا کر لی گئی [illegible] تمہیں اب اس کی بو کے پیچھے دوڑنا ہے۔ فرمان کو آہستہ سے [illegible]"

وہ الماری کھول کر کپڑے نکالتے ہوئے بولی۔

"فرمان کیوں کہتے ہو۔ پیار سے نومی کیوں نہیں کہتے۔"

"اچھا بھئی ہزار بار نومی کہا کروں گا۔ خدا کے لئے جلدی تیار ہو جاؤ۔"

وہ کپڑے تبدیل کرنے کے لئے باتھ روم میں چلی گئی۔

وہ تھوڑی دیر بعد سیاہ چست پتلون اور کھلے گلے کی کڑھائی والی بنیان پہن کر آ گئی۔ دوست دشمنوں پر بھی بجلی گرانے کے لئے یہ لباس کافی تھا۔ کرنل کی نگاہ کی طرح جانتے ہوئے میں نے کہا۔

"میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ سوزو کو کہاں ہے۔ میں سوچ کے بتاتا ہوں گا ٹیڈ کرتا رہوں گا۔ تب آسانی وہاں پہنچ جاؤ گی۔ مگر مجھ پر بڑا بوجھ ہے۔ سارا کام میں کروں گا اور کریڈٹ تمہیں ملے گا۔"

"جی نہیں۔ میں تمہاری محتاج نہیں ہوں۔ تم مجھے گائیڈ نہیں کرو گے تب بھی میں سوزو کو تک پہنچ جاؤں گی۔ مجھے بھی اپنی صلاحیت پر بھروسہ ہے۔"

"اچھا۔" میں نے چیلنج کے انداز میں کہا۔ "شرط لگاؤ گی؟"

"ہو جائے شرط۔ بولو کیا ہارو گے؟"

"سونیا۔ میں نے ہارنا نہیں سیکھا۔"

"اچھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعہ مجھے راستے بھٹکا دو گے دیکھو یہ بدمعاشی نہیں چلے گی۔"

"ارے ساری بدمعاشیاں تو تم سے ہو چکی ہیں۔ اس بار اپنے نومی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ نہیں بھٹکاؤں گا۔" میں نے فرمان کو اپنا بیٹا نومی کہا تھا اس لئے وہ خوش ہو کر میرے سے لپٹ گئی۔

"ہاؤ سوئیٹ یو آر۔ تم نے نومی کو بیٹا کہہ کر مجھے سارے جہان کی خوشیاں دیدی ہیں۔ اب میں تم پر ضرور اعتماد کروں گی کہ تم سوچ کے مجھے مس گائیڈ نہیں کرو گے۔ ہاں مگر شرط کیا ہوگی یہ طے کر لو۔ ہو اگر میں جیت جاؤں گی اور سوزو کو اپنی صلاحیت کے بل پر واپس لاؤں گی تو تم روزانہ ایک گھنٹہ نومی کو اپنی گود میں کھلایا کرو گے۔"

"اچھی بات ہے اگر تم ہار جاؤ گی تو آئندہ کبھی شادی کا لفظ زبان پر نہیں لاؤ گی۔"

"آں۔" وہ پریشان ہو کر میرا منہ تکنے لگی۔ میں ایک عورت کی سب سے بڑی خوشی ایک بازی میں جیت لینا چاہتا تھا یعنی اسے نومی کی ضد سے محروم کر دینا چاہتا تھا۔ وہ چند لمحے سوچ کر بڑے عزم سے بولی۔

"تم سمجھتے کیا ہو۔ تمہاری طرح میں نے بھی ہارنا نہیں سیکھا ہے۔ جیتنے کے لئے جان کی بازی لگا دوں گی۔ سوزو کو میرے ہاتھوں ہی ملے گی۔"

وہ جو کہتے ہیں۔ "کسی کی جان گئی، آپ کی ادا ٹھہری" تو وہی حال ہمارا تھا وہاں سوزو کو کی جان پر بنی ہوئی تھی اور یہاں ہم تفریحیں لگا رہے تھے۔ ویسے یہ میں بتا چلوں کہ میجر یاماگوچی میرا ٹارگیٹ تھا اور میں اسی مہم کے پیچھے کام کرنے والی سنیٹر تک پہنچنا چاہتا تھا۔ مجھے سوزو کو کی فکر نہیں تھی کیونکہ وہ صرف کرنل کو بلیک میل کرنے کے لئے یا اُسے موجودہ عہدے سے ہٹانے کے لئے سوزو کو کو ضمانت کے طور پر لے جا رہے تھے وہ اس لڑکی کو جانی یا جسمانی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اسی لئے میں نے اُسے مونیٹ کے بھروسے پر چھوڑ دیا۔

ہم کرنل کی رہائش گاہ پر پہنچے تو اس بار ہماری تلاشی نہیں لی گئی ہمیں فوراً ہی کرنل کے پاس پہنچا دیا گیا۔ وہ اپنی بیٹی کا لباس لئے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ سونیا کو دیکھتے ہی فوراً اس کی جانب لباس بڑھاتے ہوئے بولا۔

"سونیا! تم بھی میری بیٹی ہو۔ فار گاڈ سیک اپنی بہن سوزو کو کو فوراً ٹریس آؤٹ کرو۔ میں نے ابھی تک اس کی ماں کو اس کی گمشدگی کی خبر نہیں دی ہے۔ اُسے معلوم ہو گا تو وہ بیٹی کے لئے رو رو کر برا حال کر لے گی۔"

سونیا اس کے لباس کو سونگھنے لگی۔ سامنے میز پر دو ریوالور، دو پاکٹ سائز ٹرانسمٹر اور کارتوس کی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ کرنل نے مجھ سے کہا۔

"تمہیں اور سونیا کو ان چیزوں کی ضرورت ہے، انہیں رکھ لو۔ اور ٹرانسمٹر کے ذریعہ ایک ایک پل کی خبر پہنچاتے رہو۔"

"میرا اور سونیا کو ان چیزوں کی ضرورت ہے، انہیں رکھ لو۔ اور ٹرانسمٹر کے ذریعہ ایک ایک پل کی خبر پہنچاتے رہو۔"

"میرا اور سونیا کا ایک ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔ آپ کے محکمے میں جو آپ کے دشمن ہیں وہ سونیا کی صلاحیت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ وہ یقیناً پہلے سے جانتے ہوں گے کہ سوزو کو تک پہنچنے کے لئے سونیا سے کام لیا جائے گا۔ لہٰذا وہ سونیا کو گمراہ نہ کر سکے یا اُسے نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے اگر آپ مناسب سمجھیں تو سونیا کو اپنے چند فوجی جوانوں کے ساتھ روانہ کریں۔ میں اپنی کار میں ان سے کچھ فاصلے پر ہوں گا۔"

کرنل میرے مشورے پر کچھ اعتراض کرنا چاہتا تھا۔ اسی وقت سونیا نے کہا۔

"مجھے سوزو کو کی بُو مل رہی ہے آپ فوراً اپنے آدمیوں کو میرے ساتھ کر دیں۔"

کرنل سب کچھ بھول کر ہمارے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا اس کے حکم پر فوراً ہی ایک جیپ کار گیراج سے نکالی گئی۔ سونیا اس میں چار مسلح نوجوانوں کے ساتھ بیٹھ کر روانہ ہو گئی۔ میں نے بھی اپنی کار ان کے پیچھے لگا دی۔ کچھ دور جانے کے بعد میں سوزو کو کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اس وقت وہ ایک بند کمرے میں ایک سمت آئینے

سونیا

چھٹی منزلہ عمارت کے اندر زینے کے نیچے سے سوزوکی بوسونتی ہوئی پہنچ گئی تھی۔ یقیناً اس عمارت کے کسی کمرے میں سوزوکو موجود تھی۔ لیکن زینے تک پہنچتے ہی سوزوکو کی جیت بدلنے لگی۔

سوزوکو شیل کی خوشبو میں نہا گئی تھی۔ اور اس کے بدن کی وہ مخصوص بو گم ہو گئی تھی جو سونیا کو کھینچ کر اس طرف لائی تھی۔ سونیا تھوڑی دیر تک وہاں کھڑی پریشانی سے سوچتی رہی۔ ایک فوجی نوجوان نے اس سے پوچھا۔

"کیا بات ہے مادام؟ کیا آپ غلط جگہ پر آ گئی ہیں؟"

"نہیں ــــ سوزوکو اسی عمارت میں کہیں موجود ہے۔ مگر وہ شخص بہت زیادہ چالاک ہے۔ انہوں نے اُسے کسی دوسری قسم کی بو میں چھپا دیا ہے۔ میں ٹھیک اسی جگہ نہیں پہنچ سکتی جہاں وہ موجود ہے۔"

دوسرے فوجی نوجوان نے لفٹ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ ہم پوری عمارت کی تلاشی لیں گے۔ آپ دو آدمیوں کے ساتھ زینے کے ذریعہ اوپر جائیں اور ہم لفٹ کے ذریعہ جا رہے ہیں۔ ہم یہاں کی ہر منزل کو چیک کرتے ہوئے اوپر جائیں گے۔"

میں نے عمارت سے ذرا دُور پہنچ کر گاڑی روک دی تھی اور اپنی سیٹ پر بیٹھا چپ چاپ دماغ کی اسکرین پر سونیا اور سوزوکو کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ ایسے موقع پر میں نے اس کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"سونیا ڈارلنگ مان جاؤ۔ اس وقت تمہیں میری ضرورت ہے۔ ہار مان جاؤ ورنہ سوزوکو ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

وہ دو فوجی جوانوں کے ساتھ زینے پر چڑھتی ہوئی سونیا کے ذریعہ بولی۔

"میں ہار نہیں مانوں گی۔ تم مجھے فریب نہ کرو۔ میں دیکھوں گی کہ لوگ کب تک سوزوکو کو چھپا کر رکھتے ہیں۔ ہر انسان کے جسم کی بو اس کی آخری سانس تک اس کے ساتھ رہتی ہے۔ باقی خوشبوئیں آتی جاتی ہیں۔ سوزوکو جس خوشبو میں چھپی ہوئی ہے وہ تھوڑی دیر بعد ختم ہو جائے گی۔ میں وہاں تک پہنچ جاؤں گی۔"

وہ آگے بڑھتی ہوئی اس عمارت کی پہلی منزل پر پہنچ گئی۔ میں نے اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر سوزوکو کی طرف توجہ دینے لگا۔ پتہ نہیں وہ عمارت کی کس منزل پر تھی۔ اب اس کے پاس فنی ہارا کھڑا ہوا تھا۔ دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں کے اندر تھے اور وہ سوزوکو سے کہہ رہا تھا۔

"دیکھو میری دائیں جیب میں پستول ہے۔ میں تمہارے ساتھ ساتھ چلتا رہوں گا۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتی ہو تو عمارت سے باہر نکلتے وقت شور نہ مچانا اور نہ ہی کسی کو اشارہ کرنا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہارے ساتھ ساتھ تمہیں بھی ختم کر دوں گا۔ سمجھ گئیں؟"

سوزوکو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ فنی ہارا نے اپنا سوال دہرایا۔

"سمجھ گئیں؟"

سوزوکو نے کہا۔

"ہاں سمجھ گئی۔"

"گڈ۔ اب چلو۔ ہم اس لفٹ کے ذریعہ نیچے جائیں گے۔"

سوزوکو نے کہا۔

"میں نیچے نہیں جاؤں گی۔ میں اوپر جاؤں گی۔"

"اوپر کیوں جاؤ گی؟"

"میں اوپر جاؤں گی۔ اوپر جانے کا حکم ہے۔"

"کس نے حکم دیا ہے؟"

"میرے باس نے۔"

"کون ہے تمہارا باس؟"

"میں نہیں بتاؤں گی۔"

"بتاؤ گی۔ ورنہ میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔"

"شوٹ کر دو۔ میں مر جاؤں گی۔ مگر اپنے باس کا نام نہیں بتاؤں گی۔"

"تم اوپر کیوں جانا چاہتی ہو؟"

"میرے باس نے حکم دیا ہے۔"

"کیا حکم دیا ہے

"جناب دشمنوں کو یہ علم ہے کہ میں اپنی صلاحیتوں کے بل پر ان کا پیچھا کر رہی ہوں۔ اس لئے وہ سوزو کو کسی خوفناک جگہ میں چھپا کر میرا راستہ کاٹ رہے ہیں لیکن میں بے بس اور مجبور نہیں ہوں۔ وہ خوشبو ختم ہوتے ہی میں پھر سوزو کی بو کو پالوں گی۔"

ان کی باتیں ختم ہوتے ہی میں نے ٹرانسمٹر سے رابطہ قائم کیا۔

"جناب میں سونیا کے پیچھے چلتا ہوا ایک عمارت کے سامنے پہنچ گیا ہوں۔ سونیا عمارت کے اندر گئی تھی مگر اب تک واپس نہیں آئی۔ اگر آپ حکم دیں تو میں بھی عمارت کے اندر جاؤں۔ اوور۔"

"نہیں فرہاد تم وہیں ٹھہرو۔ اگر کوئی بھی کسی لڑکی کو اس عمارت سے لے کر باہر نکلے تو تم انہیں فوراً چیک کرو۔ سونیا کی رپورٹ ہے کہ سوزو کو کاسٹ اپ بدل دیا گیا ہے۔"

میں نے جواباً کرنل کو بتایا کہ ابھی میں نے ایک لڑکی کو ایک آدمی کے ساتھ عمارت سے باہر نکلتے دیکھا ہے پھر وہ دونوں ایک کار میں بیٹھ کر جنوب کی طرف گئے ہیں۔ میں نے شبہ ظاہر کیا تو کرنل نے فوراً ہی ان کا پیچھا کرنے کو کہا۔ میں یہی چاہتا تھا کیونکہ میں پہلے ہی ان کے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔ کرنل نے مجھے ان کی گاڑی کا رنگ پوچھا تھا۔ وہ سوزو کو کو بلوزنگ کی سیڈان میں لے گئے تھے لیکن میں نے کرنل کو سفید رنگ کی بتایا تھا۔ کیونکہ میں سوزو کو وہاں ضرور پہنچانا چاہتا تھا۔ جہاں میجر یاماگوچی کے حکم سے مجنی ہارا اسے لے جا رہا تھا۔

ان کا تعاقب کرنے کے دوران میں نے یاماگوچی کی خبر لی۔ اب وہ دماغ کی اسکرین پر ٹوکیو انٹرنیشنل ایئرپورٹ کی عمارت میں نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اسے ایک ٹوائیلٹ میں پایا۔ میں نے لاحول... پڑھتے ہوئے سوچا ٹوائیلٹ میں کسی کو نہیں دیکھنا چاہئے۔ لیکن پھر اس کا ارادہ ظاہر ہو گیا۔ وہ اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمٹر نکال کر اسے آن کرنے کے بعد دھیمی آواز میں کہنے لگا۔

"ہیلو۔ فرسٹ مین کالنگ۔ ہیلو فرسٹ مین کالنگ۔ اوور۔"

وہ خود کو یاماگوچی نہیں کہہ رہا تھا۔ اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ اس کی آواز کرنل کے ٹرانسمٹر میں بھی پکڑی جا سکتی ہے۔ شاید فرسٹ مین اس کا کوڈ نیم تھا۔ دوسری طرف سے جواب ملتے ہی اس نے کہا۔

"مال ڈلیور کر دیا گیا ہے۔ مال لے جانے والے کو جو بھی راستہ آسان ملے گا وہ اسی راستے سے وہاں پہنچ جائے گا۔ میں دو گھنٹے بعد کی فلائیٹ سے پہنچ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے یہ نہیں بتایا کہ کہاں پہنچ رہا ہے۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے ذہن کو کریدتا رہا تو پتہ چلا کہ وہ جاپان کے چوتھے بڑے جزیرے "کیوشو" کی طرف جا رہا ہے اور اس کی منزل شہر "فوکوکا" ہے۔

میں نے یاماگوچی کا پیچھا چھوڑ دیا۔ تاکہ دو گھنٹے بعد وہ فوکوکا پہنچ جائے پھر میں اس کی خبر لوں۔ اس عرصے میں مجنی ہارا کی کار ٹوکیو شہر سے باہر نکل گئی تھی۔ میری کار بھی ہائی وے پر آ گئی تھی۔ میں اتنے فاصلے پر ان کے پیچھے جا رہا تھا کہ نہ وہ مجھے دیکھ سکتے تھے نہ میں انہیں دیکھ سکتا تھا۔ صرف سوچ کی صراطِ مستقیم پر ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ اس وقت میں نے مجنی ہارا کے دماغ کو کریدنا شروع کیا تو پتہ چلا کہ وہ شہر اوساکا کی طرف جا رہا ہے جو بندرگاہ بھی ہے۔ وہ وہاں اسٹاسیچ کے ذریعہ فوکوکا پہنچ جائے گا۔ پھر..... ٹرین کے ذریعہ فوکوکا پہنچے گا۔ میں نے ہائی وے کے کنارے گاڑی روک دی پھر ٹرانسمٹر کے ذریعہ رابطہ قائم کرتے ہوئے کرنل سے کہا۔

"جناب میں سفید رنگ کی ٹویوٹا کو تلاش کرتے ہوئے ہائی وے تک پہنچ گیا ہوں مگر وہ گاڑی نظر نہیں آئی۔ اگر سونیا نے ٹریس آؤٹ کیا ہو تو بتائیں۔"

میں سب دکھاوے کا کام کر رہا تھا۔ میں سونیا سے سوچ کے ذریعہ معلوم کر سکتا تھا۔ مگر کرنل پر اپنی کارکردگی ظاہر کرنی تھی لہٰذا اس کی وساطت سے سونیا کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ کرنل نے جواب دیا۔

"سونیا ابھی تک بُو کا انتظار کر رہی ہے وہ کہتی ہے کہ وہ لوگ جس گاڑی میں سوزو کو لے جا رہے ہیں اس گاڑی کے تمام شیشے توڑ دیئے گئے ہیں ورنہ تیز رفتاری سے بھاگنے والی کار کی کھڑکیاں کھلی ہوں تو بدن پر لگائی ہوئی خوشبو جلد اڑ جاتی ہے اور بدن کی مخصوص بُو اجاگر ہو جاتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ دشمن سونیا کی طرف سے بہت زیادہ محتاط ہیں۔ اگر وہ مسلح نوجوانوں کے ساتھ نہ ہوتی تو دشمن اسے گھیر کر ضرور مار ڈالتے۔ وہ اس وقت اسی عمارت کے سامنے اپنی گاڑی میں بیٹھی ہوئی ہے۔ کیا تم اس کے پاس واپس جاؤ گے۔ اوور۔"

"جناب میرا ایک مشورہ ہے۔ وہ یہ کہ آپ سونیا کو تنہا چھوڑ دیں اپنے مسلح نوجوانوں کو واپس بلا لیں۔ اب سوزو کو کی واپسی کی یہی صورت ہے کہ دشمن سونیا کو تنہا سمجھ کر اسے گھیرنے کی کوشش کریں۔ وہ تنہا دو چار پر بھاری ہے۔ پھر یہ کہ میں اس کی نگرانی کرتا رہوں گا اس طرح دشمن کے آدمی میری نظر میں آ جائیں گے۔ اس وقت ضرورت اسی بات کی ہے کہ ہم دشمن کے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو پہچان سکیں۔ اوور۔"

"فرہاد تم نے میرے دل کی بات کہی ہے۔ یہ آئیڈیا میرے دماغ میں بھی آیا تھا لیکن میں نے سونیا کو اس لئے تنہا نہیں چھوڑا کہ وہ تمہاری محبت ہے میں ایسا کرتا تو تم مجھے خود غرض سمجھنے لگتے۔ بہرحال اب تم کہہ رہے ہو تو میں مسلح نوجوانوں کو واپس بلا لیتا ہوں۔ اب وہ تنہا رہے گی تم دُور سے اس کی نگرانی کرو۔ اوور اینڈ آل۔"

میں نے ٹرانسمٹر کو پاس والی سیٹ پر رکھ دیا۔ اس کے بعد

سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اسوقت وہ ٹرانسمٹر پر کرنل سے گفتگو کر رہی تھی۔ کرنل کے حکم کے مطابق اس نے مسلح نوجوانوں سے کہہ دیا کہ وہ واپس چلے جائیں ان کے جانے کے بعد سونیا نے سوچ کے ذریعہ مجھے پکارا۔

"فرہاد! تم کہاں ہو؟ اگر تم میرے دماغ میں موجود ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے اس کی خیالی پکار کا جواب نہیں دیا۔ اس کی ضروری باتیں تو میں اس کی سوچ کے ذریعہ بھی پڑھ سکتا تھا۔ اس لئے چپ چاپ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ خود کیا پلاننگ کرتی ہے۔ وہ پھر سوچنے لگی۔

"دیکھو فرہاد اگر تم میرے اندر چھپے ہوئے ہو تو بتا دو۔ مجھے پریشان نہ کرو۔ ہمارے درمیان خوفناک جنگ ہے میں اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ سمجھ لو کہ تم سے ہار ماننے والی ہوں۔"

وہ مجھے للکار رہی تھی کہ میں اپنی جیت کی خوشی میں بے اختیار اس سے باتیں کرنے لگوں۔ مگر میں بدستور خاموش رہا۔ تب وہ مطمئن ہو کر سوچنے لگی۔

"فرہاد اس وقت میرے دماغ میں نہیں جھانک رہا ہے۔ اس وقت وہ کسی دوسرے سے دماغی رابطہ قائم کر رہا ہوگا۔ اُف کیسے آدمی سے پالا پڑا ہے۔ اس سے چھپ چھپ کر بہت سنبھل سنبھل کر سوچنا پڑتا ہے۔ ابھی کرنل جو شوشو کہہ رہا تھا کہ فرہاد کے مشورے پر مجھے تنہا چھوڑا جا رہا ہے۔ اس مشورے کے پیچھے فرہاد کا اپنا کوئی مقصد ضرور ہوگا۔ کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کیا چاہتا ہے بہرحال یہ بات تو یقینی ہے کہ وہ میرا پیچھا کرے گا۔ پتہ نہیں یہ سوزو کو کہاں مرگمی ہے۔ کم از کم اس کی بُو ہی مل جاتی تو میں فرہاد سے بہت آگے نکل جاتی۔ اب تو ہوا میں سونگھتے رہنا ہی مقدر ہو گیا ہے۔"

مجھ اس کی بڑبڑاتی ہوئی سوچ پر ہنسی آ گئی۔ اب کرنل کے حکم کے مطابق مجھے سونیا کی طرف جانا تھا۔ تاکہ دُور ہی سے اس کی نگرانی کرتا رہوں لیکن اس قسم کے احکامات میرے راستے کی رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ اب میں تمام پابندیاں توڑ کر آزادی سے دشمنوں تک پہنچنا چاہتا تھا۔ میں تیزی سے کوئی ایسی تدبیر سوچنے لگا جس سے کرنل اور سونیا دائرہ سے پیچھا چھوٹ جائے۔ میں نے ایک سگریٹ سلگایا اور اس کے کش لگاتے ہوئے سوچنے لگا۔ میری کار ہائی وے کے کنارے پر کھڑی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی تیز رفتار گاڑیاں میرے قریب سے گزر جاتی تھیں۔ مگر میری سوچ صرف اپنی ذات تک مرکوز ہو گئی تھی کہ میں آزاد ہوں اور ہمیشہ آزادی سے آگے بڑھتے رہنے کا عادی ہوں۔ میرے چاروں طرف جو محبت اور قانون کی بندشیں ہیں انہیں ٹوٹ جانا چاہئے۔

سوچتے سوچتے بات سمجھ میں آ گئی۔ جو تدبیر دماغ میں آئی تھی میں نے اس پر دوبارہ غور کیا۔ پھر اطمینان ہونے کے بعد ٹرانسمٹر کو اٹھا کر سیٹ کے نیچے پھینک دیا۔ ریوالور نکال کر اس کے دستے سے کار ریڈیو کے ڈائل کو توڑ دیا۔ کار کے اندر اسی طرح کی ابتری پھیلا دی پھر کار کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ ہائی وے پر دوڑ گاڑیاں دوڑ جاتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئیں تو میں نے کار کے اگلے ٹائر پر فائر کر کے اسے بیکار بنا دیا۔ اب میرے اغوا کئے جانے کی پلاننگ مکمل ہو چکی تھی۔

میں وہاں سے پیدل ٹوکیو شہر کی طرف جانے لگا۔ تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں شہر کی طرف جانے والی گاڑیوں کو لفٹ کے لئے رُکنے کی کوشش کرنے لگا۔ آخر ایک ٹرک والے نے لفٹ دے دی۔ اس نے مجھے شوکو ماکے چوراہے پر لا کر چھوڑ دیا۔ وہاں میں نے ایک کافی ہاؤس میں بیس منٹ گذارے اور میرے لئے سب سے بڑا مسئلہ خود کو چھپانے کا تھا۔ کیونکہ جب ہائی وے پر میری کار کی ہائی جیک کی اطلاع پولیس کو ملے گی تو کرنل وغیرہ یہی سوچتے کہ دشمنوں نے مجھ پر حملہ کیا ہے اور مجھ پر غالب آنے کے بعد مجھے کہیں لے گئے ہیں اور سونیا یہ سوچتی کہ میں اغوا کئے جانے کے باوجود سوچ کے ذریعہ اس سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں اور جب اس سے دماغی رابطہ بھی قائم نہیں ہو گا تو وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گی کہ دشمنوں نے میری کھوپڑی پر ستم ڈھایا ہے اور مجھ پر طویل بیہوشی طاری ہو گئی ہے۔ فی الحال ان لوگوں سے تعلق توڑنے کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ مگر ان لوگوں سے خود کو چھپا کر فوکوکا تک پہنچنا بھی ضروری تھا۔

اور ان سے چھپنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ سوزو کو کی طرح میں بھی اپنا گٹ اپ بدل دیتا۔ ٹوکیو جیسے جدید شہر میں میک اپ کے لوازمات حاصل کرنا بڑی بات نہ تھی۔ میں وہاں سے اٹھ کر سپر مارکیٹ کا ایک چکر لگانے لگا۔ ایک بہت بڑے دو منزلہ جنرل اسٹور میں میری مراد بر آئی۔ میں نے ایک چھوٹی سی اٹیچی میک اپ کا سامان اور ایک ریڈی میڈ سوٹ خریدا۔ پھر ریلوے انکوائری کا نمبر ڈائل کر کے وہاں سے فون کیا۔ پتہ چلا کہ ایک ٹرین وہاں سے ایک گھنٹے بعد جائے گی۔ میں ٹیکسی میں بیٹھ کر ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا۔ اپنے لئے ایک برتھ ریزرو کرانے کے بعد ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جہاں دوسروں سے چھپ کر میک اپ کر سکوں۔ انٹیشن کے ویٹنگ روم میں کئی مسافر نظر آئے۔

ٹوکیو شہر کی آبادی تقریباً ایک کروڑ ہے۔ انسان کیڑے مکوڑوں کی طرح رینگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایسی جگہ تنہائی نصیب نہیں ہو سکتی تھی۔ ٹرین آنے کے بعد میں فوراً ہی اپنے کمپارٹمنٹ کے باتھ روم میں گھس گیا۔ جب تک ٹرین پلیٹ فارم پر کھڑی رہتی ہے اس وقت تک کوئی ٹوائیلٹ کی ضرورت کے لئے وہاں نہیں جاتا ہے۔ مجھے اطمینان تھا کہ ٹرین چلنے تک کوئی دروازے پر دستک نہیں دے گا۔ اسی اطمینان کے ساتھ میں نے اپنا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ پندرہ منٹ بعد

ٹرین چل پڑی۔ میں بار بار دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ مگر تقدیر ساتھ دے رہی تھی۔ آدھ گھنٹے تک کسی نے دروازے پر دستک نہیں دی۔ جب میں اپنے کمپارٹمنٹ سے باہر نکلا تو میرا لباس اور میرا چہرہ بدل چکا تھا۔ اب وہاں کی سیکرٹ سروس والے تو کیا میری سانسوں کے قریب رہنے والی سونیا بھی مجھے نہیں پہچان سکتی تھی۔

میرے کمپارٹمنٹ کے مسافر اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بوڑھے جاپانی کے پاس میری سیٹ خالی پڑی ہوئی تھی۔ میں وہاں آکر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دو جاپانیوں کو درمیانی راہداری سے گذرتے دیکھا۔ وہ دونوں آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو غور سے دیکھتے ہوئے گذر رہے تھے۔ جیسے کسی کو تلاش کر رہے ہوں۔ ان میں سے ایک ادھیڑ عمر کا تھا اور دوسرا نوجوان۔ چہرے سے بدمعاش نظر آرہا تھا۔ ایسے بدمعاش کسی بری نیت سے ہی کسی کو تلاش کرتے ہیں۔ میرے دل میں تجسس پیدا ہوا تو میں نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ اس وقت وہ بھی میری سیٹ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اور مجھ پر بھی ایک نظر ڈالتا ہوا گذر رہا تھا۔ اتنی سی دیر میں میں اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"تعجب ہے وہ کہاں جاسکتا ہے۔ اسے اسی کمپارٹمنٹ میں ہونا چاہیئے۔"

پھر اس نے اپنے ادھیڑ عمر کے ساتھی کو مخاطب کیا۔

"جوزف میرا خیال ہے کہ ہمیں دھوکہ ہوا ہے۔ یوں بھی تمہاری آنکھیں کمزور ہیں۔ تم نے دور سے پہچاننے میں غلطی کی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ ہمیں اب عینک لگانی چاہیئے۔"

"تم مجھ پر طنز نہ کرو۔ میں نے اسے صاف طور سے دیکھا ہے وہ اسی کمپارٹمنٹ میں آیا ہے۔"

"تو پھر میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ تم فرہاد کو چہرے سے نہیں پہچانتے ہو۔ تمہیں کسی دوسرے پاکستانی نوجوان پر شبہ ہوا ہوگا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ فرسٹ میں نے ہم سب کو فرہاد کی تصویر دکھائی ہے۔ میں اسے چہرے سے اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ جب وہ اس کمپارٹمنٹ میں داخل ہو رہا تھا تو میں فوراً ہی بھانپ گیا تھا۔ ٹیلیفون بوتھ کی طرف چلا گیا۔ پہلے میں نے فرسٹ میں فون کیا پتہ چلا کہ وہ ٹوکیو سے باہر گیا ہے۔ اس سے بعد میں نے تمہیں بلایا ہے۔ مگر تم مجھے اندھا سمجھ لیے ہو۔ مگر میرے پاس یہ دو بڑی بڑی آنکھیں ہیں۔"

"دو الو کی بھی آنکھیں بڑی ہوتی ہیں مگر دن کے وقت اسے بھی نظر نہیں آتا۔"

"میں تم سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ جاؤ تم اسے تلاش کرتے رہو۔ میں اپنی ٹیم میں واپس جا رہا ہوں۔"

وہ غصے سے جھلاتا ہوا کمپارٹمنٹ کے آخری سرے کی طرف جانے لگا۔ وہ بدمعاش اسے ناگواری سے دیکھتا ہوا سوچ رہا تھا۔

"الو کا پٹھا۔ خواہ مخواہ مجھے فون کر کے بلا لیا۔ اب میں اگلے اسٹیشن پر اتر جاؤں گا۔"

ہمارے لئے بڑی دور تک جال پھیلایا گیا تھا۔ میں ہر انسان کے سوچ نگر تک پہنچ جاتا ہوں۔ لیکن میں بھی یہ نہیں معلوم کر سکا تھا کہ یہ یاماگوچی عرف فرسٹ مین نے اپنے کتنے لوگوں کو میری اور سونیا کی تصویریں دکھائی ہیں اور کتنے لوگ ہماری نگرانی کے لئے کہاں کہاں پہنچ رہے ہیں؟ بہرحال اب تو ان کے فرشتے بھی مجھے نہیں پہچان سکتے تھے۔ البتہ سونیا کی خیر نہیں تھی۔ میں اس کی خبر لینے لگا۔ وہ میرا انتظار کرنے کے بعد کرنل کے پاس واپس چلی گئی تھی۔ وہ دونوں اس بات سے پریشان تھے کہ میں دو گھنٹے سے کہاں غائب ہوں۔ انہوں نے ہوٹل انسپکٹر کے ذریعہ بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ میں اپنا ٹرانسمیٹر کار کے اندر پھینک کر چلا آیا تھا اس لئے انہیں میری طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ کرنل نے سونیا سے کہا۔

"کیا مصیبت ہے سوزوکو کے ساتھ فرہاد بھی غائب ہو گیا۔ آخری بار اس نے ہائی وے سے گفتگو کی تھی۔ مجھے فوراً ہی وہاں آدمی بھیجنا چاہیئے۔"

اب وہ لوگ میری تلاش میں نکلنے والے تھے۔ میں نے دماغ کی اسکرین سے تلاش کرنے والے منظر کو ختم کر دیا۔ ابھی انہیں میرے اگلے جانے کا حال نہیں معلوم تھا۔ میں نے سوچا جب انہیں معلوم ہو گا تو دیکھا جائے گا۔ اس لئے اب میں اس ادھیڑ عمر کے جاپانی سے لو لگانے لگا جس نے مجھے اسی کمپارٹمنٹ میں آتے دیکھا تھا اور اپنے ایک آدمی کو بلا کر مجھے یہاں تلاش کر رہا تھا۔ جو بدمعاش اگلے اسٹیشن پر اترنے والا تھا اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ ادھیڑ عمر کا جاپانی اپنی کس ٹیم کے ساتھ کہاں جا رہا ہے وہ کمپارٹمنٹ کے آخری سرے پر جہاں بیٹھا ہوا تھا اس کے آس پاس تیم کے افراد موجود تھے۔ میں اس جاپانی کی دماغی آنکھوں سے ان افراد کو دیکھنے لگا۔

اس کے سامنے ایک حسین انگریز دوشیزہ بیٹھی ہوئی تھی اس نے سیاہ چارخانے والا پینک کلر کا اسکرٹ اور سیاہ بلاؤز پہن رکھا تھا۔ اس کے سنہری بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اسکارف کی گلابی رنگت سے اس کا چہرہ گلابی گلابی ہو رہا تھا۔ اسکارف کی گرہ سامنوں کی اٹھان پر آہستہ آہستہ لرز رہی تھی۔ وہ کھڑکی کے باہر دیکھتی ہوئی اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو بے خیالی میں چوس رہی تھی۔ وہ ایک ننھی سی بچی کی سی حرکت کر رہی تھی۔ شاید اسے احساس نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ لیکن دیکھنے والوں کے لئے اس معصوم ادا میں ایک عجیب سی جذباتی کشش تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ بچپن اور جوانی کے سنگم پر آکر ٹھہر گئی ہو۔

میں اتنی دور سے اس کا تفصیلی جائزہ نہیں لے سکتا تھا۔ چونکہ

ادھیڑ عمر کا جاپانی اسے حریصانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا اور دماغ کی اسکرین میں ایک چور کی طرح بیٹھا سوچ رہا تھا تو اس کے چور خیالات میں اس حسینہ کو سمجھ رہا تھا۔ انسان یوں تو اخلاقی حدود میں رہنے کی کوشش کرتا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ دماغ کے اندر رہ کر کس طرح اخلاقیات کی حدیں پھلانگتا ہے۔ ایسی گنہگار چھلانگوں کو میں کبھی روک تک نہیں لا سکتا۔ مجبوری ہے۔

اس کے علاوہ بھی کچھ ایسی باتیں ہیں جنہیں میں قبل از وقت بیان کر دوں تو میری اس داستان میں سسپنس باقی نہیں رہے گا۔ ابھی نہیں بتاؤں گا کہ وہ ادھیڑ عمر کا جاپانی اپنے سامنے بیٹھی ہوئی دوشیزہ کے متعلق کس قسم کی پلاننگ کر چکا تھا۔ میں پیش آنے والے واقعات بیان کرتا جاؤں گا۔ آپ ذرا اپنی ذہانت کو آزمائش کی پلاننگ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اس طرح آپ میرے ساتھ ساتھ ایک دہشت ناک داستان کے انجام تک پہنچیں گے۔ ویسے میں ان سب کے متعلق اہم معلومات فراہم کر رہا ہوں۔ اب آپ ذرا توجہ سے پڑھیں۔ اس ادھیڑ عمر کے جاپانی نے حسینہ کی طرف ایک بم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مس رینی۔ ہماری فلم کا ایک منظر جو تم دیکھ چکی ہو۔ یہ اسی منظر کی تصویریں ہیں۔"

رینی نے چونک کر اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو اپنے گلابی ہونٹوں کے درمیان سے نکال لیا۔ جاپانی نے اپنی تسبیحی دکھا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں مس رینی۔ آپ کے بیان کے مطابق آپ کو انگوٹھا چوسنے کی عادت بچپن سے ہے۔ بعض مرد بھی بڑھاپے تک اس عادت سے نجات نہیں پاتے۔"

وہ لمبے سے کہہ چکی تھی۔ بولی۔

"میں تو بہت کوشش کرتی ہوں۔ مگر ذہنی تنگی میں ایسا ہو جاتا ہے۔"

وہ البم کھول کر دیکھنے لگی۔ پہلے صفحے پر ایک بہت ہی پرانے پکچر پوسٹ کارڈ قلعہ کی تصویر نظر آرہی تھی۔ اس تصویر میں ایک طوفانی رات منظر تھا۔ بجلی چمک رہی تھی۔ بجلی کی لمحاتی روشنی میں وہ قلعہ ایک سیاہ فام قد آور دیو کی طرح نظر آرہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی رینی کی توجہ فوراً ہی اس منظر کی طرف مبذول ہو گئی جسے وہ ایک پروجیکشن روم میں بیٹھ کر دیکھ رہی تھی۔ اب اس کے دماغ کی اسکرین پر وہ فلم چل رہی تھی۔ اور میں اسے دیکھ رہا تھا۔

قلعہ کا ایک ویران اور اجڑا سا کمرہ تھا۔ تمام کمرے میں نیم تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ باہر طوفان کا شور تھا اور اندر ایک حسین دوشیزہ سفید لباس پہنے کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اندھیرے میں وہ واضح طور سے نظر نہیں آرہی تھی لیکن جیسے جیسے بجلی زور سے کوندنے لگی تو اس کی روشنی میں اس کا حسین چہرہ نظر آجاتا تھا۔ اس کے چہرے سے دہشت عیاں تھی اور سہمی سہمی سی آنکھیں جیسے کسی کو مدد کے لئے پکار رہی تھیں۔ لیکن اس آسیب زدہ قلعہ میں کوئی اس کی مدد کے لئے پہنچنے والا نہ تھا۔ باہر آندھی کا شور تھا اور کمرے میں موت کا سناٹا تھا۔ پھر اس دہشت زدہ عورت نے نادیدہ پردوں کے پھڑپھڑانے کی آواز سنی۔ موت شاید پھڑپھڑاتے ہوئے بھی آتی ہے۔

وہ لرز گئی۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں کو اپنے سینے پر رکھ لیا۔ اس کے چہرے پر بجلی کی چمک کبھی جل رہی تھی کبھی بجھ رہی تھی۔ کبھی امید کی روشنی تھی کبھی موت کا اندھیرا تھا۔ اسی وقت کھلی ہوئی کھڑکی کے سامنے ایک بہت بڑی چمگادڑ اپنے پردوں کو پھڑپھڑانے لگی۔ اس حسینہ نے ایک بار پھر بلیک جھپک کر دیکھا تو کھڑکی کے اندر سیاہ لبادہ پہنے ایک قد آور شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلے ہوئے تھے۔ کلائیوں تک لبادہ کی آستینیں اتنی چوڑی تھیں کہ چمگادڑ کے پروں کی طرح پھیل گئی تھیں اور کھڑکی سے آنے والی ہواؤں کی زد میں پھڑپھڑا رہی تھیں۔

پھڑ پھڑ — پھڑ پھڑ — ہی ہی ہی ہی — سیاہ آستینیں بھیانک ہنسی کی طرح پھڑپھڑائی جا رہی تھیں۔ بھیانک نمودار ہونے والے شخص کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ گالوں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں اور دانت — دو نوکیلے دانت بند ہونٹوں کے باہر نظر آرہے تھے — ڈریکولا.....

رینی سوچنے کے دوران لرز گئی۔ میں نے لاحول پڑھی کہ وہ ڈریکولا جیسے گھسے پٹے موضوع پر فلمائے ہوئے منظر کے متعلق سوچ رہی تھی۔ مجھے ایسے مناظر سے دلچسپی نہیں ہوتی جو حقیقت سے بعید ہوں۔ اس کے باوجود مجھے اس وقت رینی کے دماغ سے چپک کر بہت کچھ معلوم کرنا تھا۔ لہٰذا اب میں نے اس کی دماغ کی اسکرین پر دیکھا۔ وہ ڈریکولا اس حسینہ کی طرف بڑھتا ہوا آرہا تھا۔

"میری جان! تم نے مجھے پکارا۔ میں چلا آیا۔ آؤ میرے گلے لگ جاؤ....."

"نہیں۔" وہ حسینہ سہم کر بولی۔ "تم — فرینک — یہ تم ہو؟ نہیں، میرا محبوب، میرا فرینک مر چکا ہے۔ تم کون ہو؟"

"میری جان! میں تمہارا فرینک ہوں۔ میں مر کر بھی زندہ ہوں۔ تم میری آغوش میں آجاؤ۔ تمہیں بھی ابدی زندگی مل جائے گی۔ پھر ہم ہر رات چمگادڑوں کی طرح اس ویرانے میں پھڑپھڑاتے ہوئے پروں کے نغمے سنتے سناتے رہیں گے — آؤ۔ آجاؤ....."

وہ آگے بڑھا۔ وہ پلٹ کر بھاگ جانا چاہتی تھی۔ مگر فرینک کے ہاتھ بہت لانبے تھے۔ موت کی طرح دور دور تک پہنچ سکتے تھے۔ اس نے اپنی محبوبہ کے بازو پکڑ کر کھینچ لیا۔ پھر اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا اس کے بعد حسینہ کے منگنے سنانے پر اس کا چہرہ جھک گیا۔ دوسرے ہی

لمحے اس کے دونوں نوکیلے دانت اپنی محبوبہ کی گردن میں پیوست ہوگئے ویران قلعہ میں ایک سنوائی چیخ چمگادڑ کے پروں کی طرح پھڑپھڑاتی ہوئی دور تک گئی پھر وہی پراسرار سناٹا چھا گیا۔

فلم کا دلچسپ منظر ختم ہوگیا۔ مگر ریبی کی سوچ ختم نہ ہوئی۔ اب وہ پھر بے خیالی میں اپنا انگوٹھا چوس رہی تھی۔ اس کی سوچ نے مجھے جو کچھ بتایا وہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ ریبی ہالی وڈ کی مشہور اداکارہ تھی اور اس کے سامنے جو ادھیڑ عمر کا جاپانی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ایک فلم کا پروڈیوسر تھا۔ اس کا نام موسو موٹو تھا۔ ریبی ایک بھاری معاوضہ پر اس کی فلم میں کام کرنے آئی تھی۔ فلم کا نام بلڈ سٹرز (خون آشام) تھا۔ فلم کی کہانی کے مطابق فرینک نامی شخص ہیرو تھا۔ اس نے یکے بعد دیگرے تین لڑکیوں سے محبت کی۔ پہلی محبوبہ نے بیوفائی کی تو وہ دوسری کی طرف مائل ہوگیا۔ جب دوسری نے بھی اسے چھوڑ کر دوسرے سے شادی کرلی تو وہ بھٹکتا ہوا ایک تیسری حسینہ کی آغوش میں پہنچ گیا۔ تیسری محبوبہ نے اس سے شادی کی۔ مگر چند دنوں کے بعد ہی اس کی دولت حاصل کرنے کے لئے اس عورت نے اسے زہر دے کر مار ڈالا۔ اب وہی فرینک مرنے کے بعد انتقام کے لئے بھٹک رہا تھا۔

اس کہانی کے مطابق وہ منظر فلمایا جاچکا تھا کہ فرینک نے مرنے کے بعد اس ویران قلعہ میں پہنچ کر اپنی پہلی محبوبہ سے انتقام لیا۔ اب ریبی دوسری محبوبہ کا رول ادا کرنے آئی تھی۔ پانچ لاکھ ڈالر کے معاوضے پر وہ فلمی معاہدہ کرچکی تھی کہ جاپان کا فرینک طرف ڈریکولا کی دوسری محبوبہ کا رول ادا کرے گی پھر ڈریکولا کے ہاتھوں سے (بلکہ دانتوں سے) فلمی موت مرنے کے بعد ہالی وڈ واپس چلی جائے گی۔ ریبی کے ساتھ والی سیٹ پر اس کا ایک نوجوان سیکریٹری ہیری سن بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر اس فلم کا کیمرہ مین بیٹھا ہوا سوچ میں گم تھا۔ اس کے سامنے والی تین سیٹوں پر وہی ادھیڑ عمر کا جاپانی موسو موٹو فلمساز بیٹھا تھا۔ باقی دو سیٹوں پر اسٹوری رائٹر اور ڈائرکٹر تھے۔ ریبی کے سیکریٹری ہیری سن نے کہا۔

"مسٹر موسو موٹو۔ کیا چار دنوں میں مس ریبی کا کام مکمل ہوجائے گا؟"

"بالکل ہوجائے گا۔" موسو موٹو نے تیسی دکھاتے ہوئے کہا۔ "ہم پانچویں دن آپ اور مس ریبی کو ٹوکیو کا کے ایئرپورٹ سے روانہ کردیں گے۔"

ہیری سن نے کہا۔ "مگر اتنی جلدی شوٹنگ کیسے مکمل ہوگی۔ آپ کیمرہ وغیرہ ساتھ لے کر نہیں آئے ہیں؟"

"مسٹر ہیری سن یہ ہماری دردسری ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمیں کس طرح شوٹنگ کا شیڈول بنانا چاہئے ویسے آپ کے اطمینان کے لئے بتا دوں کہ ہم کل شام کو ٹوکیو کالی آبادی سے دور اس ویران قلعہ میں پہنچ جائیں گے۔ ہمارے اسٹوری رائٹر ڈائرکٹر اور کیمرہ مین شہر کے ایک ہوٹل میں قیام کریں گے۔ میں آپ اور مس ریبی قلعہ میں رات گزاریں گے

دوسری صبح کیمرہ، لائیٹس اور ساؤنڈ ریکارڈنگ کا تمام سامان [illegible] جائے گا۔ پھر بغیر تاخیر کے شوٹنگ شروع ہوجائے گی۔"

میں اپنی سیٹ پر خاموش بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ [illegible] اس ملک کی سیکرٹ سروس کے معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ اب اس [illegible] میں فلم والوں کا اضافہ ہو رہا تھا۔ کہاں سیکرٹ سروس اور کہاں فلمساز اور دونوں کے گٹھ جوڑ سے بڑے ہی ڈرامائی انداز میں وہ کوئی تماشا دکھانے والے تھے۔ میں بھی اس تماشے کا ایک کردار بننا چاہتا تھا۔ [illegible] ان کی منزل بھی فوکوکا کا شہر تھا۔ مجھے پتا لگ گیا تھا کہ [illegible] آدمی بھی سوزوکو کو وہاں لے جانے والے تھے۔ لہٰذا میں سوچنے لگا کہ [illegible] کس تدبیر سے ان کے قریب رہ سکتا ہوں۔

میں ان کی باتیں سن رہا تھا اور ان کے تمام پروگرام [illegible] سمجھ رہا تھا۔ آدھ گھنٹے بعد ہی وہ سب وہاں سے اٹھ کر ڈائننگ [illegible] کی طرف جانے لگے۔ ریبی اپنی سیٹ چھوڑنے سے پہلے اپنا پرس [illegible] اس کے آئینے میں دیکھتی ہوئی اپنا میک اپ درست کر رہی تھی۔ اس کی گردن میں ایک ہیرے کا لاکٹ پڑا ہوا تھا۔ جب میک اپ درست کرتے [illegible] دوران اس کے ہاتھ اپنی گردن کے پیچھے گئے تو میں نے اس کے ذہن کو [illegible] دیر کے لئے بھٹکا دیا۔ چند ساعتوں تک اسے محسوس ہی نہ ہوا کہ اس کا [illegible] ہاتھ کی انگلیاں دماغی حکم کے زیر اثر لاکٹ کا ہک کھول چکی ہیں۔ [illegible] وہاں سے پھسل کر پہلے اس کے زانو پر آیا۔ پھر وہاں سے اس کی [illegible] ہی سیٹ پر پہنچ کر ٹھہر گیا۔ میں نے ریبی کے دماغ کو اتنی فرصت ہی نہیں دی کہ وہ لاکٹ کی طرف دھیان دیتی۔

اس کا سیکریٹری ہیری سن بڑا زبردست چمچہ تھا۔ ہمیشہ اس خوشامد میں لگا رہتا تھا۔ اور اٹھتے بیٹھتے اس کی ہر چیز کا خیال رکھتا تھا۔ لہٰذا اس سے پہلے کہ ریبی اپنے لاکٹ کو کھول کر وہاں سے [illegible] ہیری سن کے ذہن کو بھٹکا دیا۔ اس میں یہ تحریک پیدا کی کہ ریبی کا [illegible] پکڑ کر اسے اٹھنے کے لئے سہارا دے کر اس کے شانہ بشانہ چلنا [illegible] اس طرح جاپانی فلمساز یہ دیکھ کر مرعوب ہو جائے کہ ہالی وڈ کی [illegible] اپنے سیکریٹریوں کے ساتھ محبوبانہ انداز میں سلوک کرتی ہیں۔

اس نے یہی کیا۔ میں فوراً ہی اپنی سیٹ سے اٹھ کر [illegible] جانے لگا۔ وہ لوگ آگے جاچکے تھے۔ اس کمپارٹمنٹ سے [illegible] کمپارٹمنٹ میں پہنچ گئے تھے۔ پہلے میں نے اپنے آس پاس دیکھا [illegible] طرف کوئی متوجہ نہیں تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس لاکٹ کو اٹھا [illegible] اسے جیب میں رکھ کر ڈائننگ کار کی طرف بڑھ گیا۔ آگے دو [illegible] کے بعد ڈائننگ کار تھی۔ وہاں فیملی کیبن الگ تھے اور روایتی [illegible] کے لئے کیبن الگ بنے ہوئے تھے۔ موسو موٹو اپنی فلمی ٹیم کے ساتھ [illegible] بڑے سے کیبن میں جا کر بیٹھ گیا تھا۔ ریبی اپنے سیکریٹری کے ساتھ [illegible] سے کیبن میں تھی۔ ان لوگوں کو تلاش کرنے کے لئے مختلف کیبنوں [illegible]

بیٹھا تمہاری طرف دیکھ کر بار بار یہی سوچ رہا تھا کہ تمہیں کہیں ضرور دیکھا ہے۔ تم بہت مشہور فلم سٹار ہو۔ اگر میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں تو فلمی حلقوں میں تمہیں سیکس کا ایٹم بم کہا جاتا ہے۔"

مغربی عورتوں کی یہ سب سے بڑی خوبی ہے کہ ایسی باتیں سن کر وہ شرماتی نہیں ہیں۔ وہ خوش ہو کر سگریٹ سلگانے لگی پھر اس نے پوچھا۔

"تم نے اپنے متعلق کچھ بتایا نہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ تمہارا تعلق کسی مشرقی ملک سے ہے۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں برما کا رہنے والا ہوں۔ میرا نام جوتھن سُو ہے۔"

میرے جواب دینے سے پہلے ہی بیرا آرڈر لینے آگیا۔ ہم نے ایک دوسرے کی پسند کے مطابق کھانے کا آرڈر دینے کے بعد مسکرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اسی وقت میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر اُسے اس بات پر مائل کر رہا تھا کہ وہ میرے چہرے میرے مضبوط بازو اور میرے کشادہ سینے کو بار بار دیکھتے ہوئے میرے متعلق چوری چوری ایک عورت کی طرح رائے قائم کرتی رہے۔ میں بھی اس ایٹم بم کو بار بار دیکھتے ہوئے احساس دلا رہا تھا کہ میں اسے چاہت کی نظروں سے دیکھ رہا ہوں اور اس کی خواہش پر اس کا دوست بن سکتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر میرے متعلق سوالات کرنے لگی۔ میں نے جواباً کہا۔

"میں ایک رئیس باپ کا بیٹا ہوں اور سیر و سیاحت کی غرض سے یہاں آیا ہوں۔ اور اب جزیرہ کیوشو کی طرف جا رہا ہوں۔"

"میں بھی شوٹنگ کے لئے کیوشو کے شہر فوکوکا کا جا رہی ہوں۔"

"اچھا۔" میں نے اپنی دلچسپی کا اظہار کیا۔ "میں نے کبھی فلم کی شوٹنگ نہیں دیکھی۔ کاش کہ تمہاری فلم کی یونٹ کے لوگ مجھے شوٹنگ دیکھنے کی اجازت دے دیں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"یہ کونسی بڑی بات ہے۔ تم میرے مہمان بن کر میرے ساتھ چل سکتے ہو۔ میں اس فلم کی ہیروئن ہوں۔ تم میرے ساتھ رہو گے تو کوئی اعتراض کی جرأت نہیں کرے گا۔"

اتنے میں بیرا آکر میز پر کھانا چننے لگا۔ کھانے کے دوران بھی ہم ایسی باتیں کرتے رہے جن کے ذریعہ ایک دوسرے سے دلچسپی کا اظہار ہوتا رہا۔ ہم تقریباً دو گھنٹے کیبن میں بیٹھے رہے آہستہ آہستہ کھاتے رہے اور کھانے کے بعد کافی سے تشفی کرتے رہے تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت ایک ساتھ گذار سکیں انحراف کے سیکریٹری سے صبر نہ ہو سکا۔ اس نے کیبن میں آکر کہا۔

"مسٹر موسو موٹو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ کھانے کا بل ادا ہو چکا ہے اب ہمیں کمپارٹمنٹ میں واپس چلنا چاہئے۔"

ریبی نے میرے ساتھ کیبن سے باہر آکر فلمساز موسو موٹو سے

ایک سیکریٹری بھلا انکار کیسے کرسکتا تھا۔ اس نے اپنی سیٹ سے [illegible] ہوئے مجھے ناگواری سے دیکھا۔ پھر چپ چاپ کیبن سے باہر چلا [illegible] اس کی جگہ بیٹھتے ہوئے ریبی سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے اپنے ساتھی کو ناراض کر دیا ہے مس۔"

"میرا نام ریبی پور کہہ رہے۔ میں ایک فلم آرٹسٹ ہوں۔"

"اوہ۔" میں نے حیرانی کا اظہار کیا۔ "اب مجھے یاد آیا کہ میں نے [illegible] اور رسالوں میں تمہاری تصویریں دیکھی ہیں۔ کمپارٹمنٹ میں [illegible] کی ضرورت تھی لیکن میں نے دماغوں میں جھانک کر تلاش کر لیا ہے ریبی کے کیبن پر جا کر دستک دی۔

"کم ان۔" اندر سے آواز آئی۔ ہیری سن کا خیال تھا کہ بیرا [illegible] لینے آیا ہے لیکن میں پردہ ہٹا کر اندر پہنچا تو ریبی اور ہیری سن [illegible] کچھ چونک کر دیکھنے لگے ریبی کی نظریں مجھ پر اٹھتے ہی میری [illegible] نے اسے جکڑ لیا۔ پھر میں نے فوراً ہی اس کی سوچ میں کہا۔

"اوہ کتنا اسمارٹ اور ہینڈسم نوجوان ہے۔ یہ میرا دل کیوں دھڑک [illegible] ہے؟"

میں نے اس کی دماغی حالت سے محسوس کیا کہ اس کا دل زور [illegible] دھڑک رہا ہے۔ میں نے اسی وقت لاکٹ نکال کر اس کی [illegible] بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری تنہائی میں مخل ہو رہا ہوں۔ [illegible] لاکٹ تمہارا ہے۔"

ریبی نے فوراً اپنے گلے پر ہاتھ پھیرا۔ پھر احسانمندی سے بولی۔

"اوہ تھینکس اے لاٹ۔ یہ آپ کے پاس کہاں سے آگیا؟"

میں نے کہا۔ "میں تمہارے کمپارٹمنٹ میں سفر کر رہا ہوں۔ [illegible] وہاں تمہیں دور سے دیکھا تھا۔ جب میں یہاں آنے لگا تو [illegible] اپنی سیٹ کے پاس سے گزرتے وقت اس لاکٹ کو وہاں [illegible] دیکھا۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"مجھے اس اجنبی نوجوان کو بیٹھنے کے لئے کہنا چاہیئے۔"

وہ دوبارہ شکریہ ادا کرتی ہوئی بولی۔

"اگر تمہارے ساتھ کوئی پارٹنر نہ ہو تو یہاں بیٹھو۔ کیا تم میرے فلم میں شریک ہونا پسند کرو گے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں تمہاری دعوت ضرور قبول کر لیتا لیکن اس چھوٹے سے [illegible] میں تیسرے کی گنجائش نہیں ہے۔"

اس نے ہچکچاتے ہوئے ہیری سن کی طرف دیکھا پھر کہا۔

"پلیز مسٹر ہیری سن۔ اگر تم مائنڈ نہ کرو تو دوسرے کیبن میں چلے [illegible]"

میرا تعارف کرایا۔ اور اسے بتایا کہ میں بھی شوٹنگ دیکھنے کی غرض سے ان کے ساتھ اس ویران قلعہ میں جاؤں گا۔ مولسو موٹو پریشان ہو کر میری طرف دیکھنے لگا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اجنبی ان کے ساتھ اس قلعہ تک جائے۔ اس وقت وہ اعتراض نہ کر سکا۔ جبراً مسکرا کر رہ گیا۔ کمپارٹمنٹ میں واپس آ کر ہم اپنی اپنی سیٹوں پر چلے گئے۔ جب میں ان سے دور ہو گیا تب مولسو موٹو نے ریتی سے کہا۔

"مس ریتی۔ میں شوٹنگ کے دوران غیر ضروری لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر تمہارے ساتھ ہونے والے معاہدے کے مطابق ہم صرف تمہارے اور تمہارے سیکریٹری کے اخراجات برداشت کریں گے میری درخواست ہے کہ تم اس اجنبی جوتھن سو کو اپنا مہمان نہ بناؤ۔"

ریتی کو اس کا مشورہ ناگوار گزرا۔ اس نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔

"مسٹر۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ میں کسی سے بھی دوستی کروں آپ اس پر اعتراض نہیں کر سکتے۔ رہ گئی اخراجات کی بات تو میں کوئی دو ٹکے کی ہیروئن نہیں ہوں۔ ساری عمر جوتھن سو کے اخراجات برداشت کر سکتی ہوں۔"

"مگر یہ جوتھن سو ہے کون؟ بڑا عجیب سا نام ہے۔ ایسا نام تو میں نے کبھی نہیں سنا۔ ایک اجنبی کو اس قلعہ میں لیجانا مناسب نہیں ہے۔"

ریتی نے کہا "مسٹر مولسو موٹو۔ تم ایسے اعتراض کر رہے ہو جیسے تم اس قلعہ میں شوٹنگ کے لئے نہیں کسی سازش کے لئے جا رہے ہو۔ یا ہم سب وہاں کوئی جرم کرنے والے ہیں۔ صرف ایسی ہی جگہ کسی اجنبی کا داخلہ ممنوع ہوتا ہے۔"

"آں ـــ یہ ـــ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔" مولسو موٹو اک دم سے گڑبڑا گیا۔ کیونکہ ریتی نادانستگی میں اس کے خفیہ منصوبے کو اپنی زبان پر لے آئی تھی۔ اس کے دل میں چور تھا اس لئے وہ وقتی طور پر گھبرا گیا تھا۔ پھر وہ جلدی سے سنبھل کر بولا۔

"مس ریتی۔ میں آپ کے ذاتی معاملات میں کچھ نہیں بولوں گا۔ بات در اصل یہ ہے کہ اس ویران قلعہ کا تھوڑا سا حصہ رہائش کے قابل ہے۔ وہاں زیادہ لوگوں کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم نے آپ کے سیکریٹری کے لئے بڑی مشکل سے گنجائش نکالی ہے۔"

ریتی نے اپنے سیکریٹری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ مسٹر ہیریسن آپ کی ٹیم کے ساتھ ہوٹل میں قیام کریں گے اور قلعہ کا جو کمرہ آپ نے مسٹر ہیریسن کے لئے مخصوص کیا ہے اس میں مسٹر جوتھن سو رہیں گے۔"

اب آگے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ مولسو موٹو پریشان ہو کر میرے متعلق سوچنے لگا۔

"یہ کم بخت جوتھن سو کون ہے؟ کہاں سے ریتی کو پھانس گیا ہے۔ کہیں کوئی جاسوس تو نہیں ہے ـــ مگر نہیں۔ میں اپنی ایشیائی جنس کے تمام لوگوں کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ یہ کسی کے سوا مجھے کوئی نہیں پہچانتا۔ میں یہاں ایک بزنس مین کی حیثیت سے مشہور ہوں اور محض نمائش کے طور پر ایک کمپنی نہ تحت میں فلم میں سرمایہ لگا رہا ہوں۔ لہٰذا مجھ پر کوئی شبہ نہیں کر سکتا۔ اور جوتھن سو بھی جاسوس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا تعلق ہمارے کام سے نہیں ہے۔ اچھی بات ہے اگر یہ تنہا ہے تو پھر اس قلعے سے اس کو کبھی باہر نہیں جانے دیں گے۔"

میں مسکراتے ہوئے ایک سگریٹ سلگانے کے بعد ریتی کے خیالی رابطہ جوڑنے لگا۔ وہ کمپارٹمنٹ میں دور میری جانب کھڑکی کی کوشش کرتی تھی اور میں نظر نہیں آتا تھا۔ پھر وہ مایوس ہو کر باہر دیکھنے لگی۔ میں نے اس کے دماغ میں چپکے سے کہا۔ "انگوٹھا"

وہ بے اختیار اپنا انگوٹھا چوسنے لگی۔ اس کے چور خیالات میں ہی سمجھ سکتا تھا۔ ایسا کرتے وقت وہ میرے انگوٹھے کے متعلق سوچنے لگی میں نے تھوڑی دیر کے لئے اسے سوچ کی حالت میں چھوڑ دیا۔ پھر یاماگوچی کی خبر لینے لگا۔ وہ بہت پہلے ہی نو دو گیارہ ہو چکا تھا۔ اب اس سے وہ ایک کار میں بیٹھ کر شہر سے دور سمندر کے ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی منزل وہی ویران قلعہ تھی۔ شہر سے فلمسٹک تقریباً دو گھنٹے کا فاصلہ تھا۔ میں یہ دو گھنٹے اس کی کھوپڑی میں بیٹھ کر نہیں گزار سکتا تھا۔ جبکہ ریتی جیسی حسینہ اپنی سوچ کے بلاوے دے رہی تھی لیکن میں اس کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے میں نے سوزوکو اور سونیا کی باری باری خبر لی۔ فی الحال سوزوکو قیدی بنا کر ایک لاکچ کے ذریعے جاپان کی لاکچ صبح ہونے سے پہلے ہیروشیما کے قریب "اٹامی ما" کے قریب تک پہنچنے والی تھی۔ اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ سوزوکو ایک کیبن میں سونے کے لئے بستر پر لیٹ گئی تھی۔ مگر اس کی آنکھ سے پہلے ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ سوزوکو نے بستر سے دروازہ کھولا تو وہاں ایک بوڑھی جاپانی عورت اپنے ہاتھ میں چائے کی ٹرے لئے کھڑی تھی۔ اس نے کہا۔

"بیٹی گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ تم بستر پر لیٹ جاؤ میں تمہارے خوابوں کو چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔"

سوزوکو نے غصے سے کہا۔

"کیا مصیبت ہے۔ یہ تم لوگ بار بار مجھ پر خوشبو کیوں چھڑکتے رہتے ہو۔ کیا اب سوتے وقت بھی یہ ضروری ہے۔"

"ہاں! بے حد ضروری ہے۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختی بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ میں نے سونیا کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ کیونکہ خوشبو اور فوراً

کی بات تھی۔ سوزوکو پر پہلی بار لگائی ہوئی خوشبو کے اڑنے اور دوسری بار چھڑکی جانے کے درمیان جو وقفہ تھا۔ اس وقفہ میں سونیا نے نہ تو سوزوکو کی مخصوص بو سونگھی ہو گی اور یقیناً ایسا ہی ہوا تھا۔ سونیا کو بو سونگھنے کا دوبارہ موقع ملا تھا۔ ایک بار اس وقت جب نئی ہارا سوزوکو کو کار سے اتار کر اوساکا کی بندرگاہ پر لایا تھا۔ کھلی فضا میں تیز ہوا کی خوشبو اڑ گئی تھی اور سونیا نے ایک دم سے چونک کر کرنل کو اطلاع دی تھی کہ سوزوکو جاپان کے جنوبی علاقہ کی طرف جا رہی ہے۔ کرنل نے فوراً حکم دیا۔

"سونیا کو ہیلی کوپٹر میں لے جاؤ۔"

لیکن بوسی فشر کی ہوا اس کی پرواز کی بلندی محدود ہوتی ہے۔ سونیا ہیلی کوپٹر میں بیٹھ کر زیادہ بلندی سے بُو کا تعاقب نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے اس نے اندازے کے مطابق ہیلی کوپٹر کو اوساکا میں لینڈ کرنے کے لئے کہا۔ تاکہ دوبارہ بُو سونگھ کر صحیح سمت کا تعین کرے۔ مگر اس وقت تک سوزوکو پر پھر خوشبو چھڑک دی گئی تھی اور اسے لاکچ کے ایک کیبن میں قید کر دیا گیا تھا۔

دوسری بار سوزوکو کو گیارہ بجے سونے کے لئے بستر پر گئی تھی اس وقت سونیا نے پھر اسے پا لیا۔ اس نے ہیلی کوپٹر کے پائلٹ کو ہدایت دی کہ اس بار جنوب مغرب کی سمت پرواز کرے۔ وہ بیچاری پوری طرح اپنی صلاحیتوں کو آزما رہی تھی اور بلاشبہ کامیابی سے تعاقب کر رہی تھی۔ لیکن پھر رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ جس وقت ہیلی کوپٹر فضا میں بلند ہوا اسی وقت وہ بوڑھی عورت کیبن میں آ کر سوزوکو کو کمپیسل سے معطر کرنے لگی۔

سونیا جزیرہ شوڈو میں اتر کر مطلوبہ بُو پانے کی کوشش کرتی رہی۔ اس وقت وہ مجھے بھی یاد کرتی رہی اور پریشان ہو کر سوچتی رہی کہ کرنل نے کہیں مجھے بھٹکانے نہ لگا دیا ہو۔ پھر اس کا دماغ بھٹکا تا قبائلی فرہاد اتنی آسانی سے موت قبول نہیں کرے گا۔ مرے گا تو فولاد کی رضا سے ہی مرے گا۔ دشمنوں کی سازشیں اسے نہیں مار سکتیں۔

پھر وہ اپنے بیٹے فرمان عرف نومی کے متعلق سوچنے لگی۔ میں نے فوراً ہی اس سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ کیونکہ اسی وقت مجھے اپنے قریب فلمسٹار ریتی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول کر کمپارٹمنٹ کا منظر دیکھا۔ ریتی اپنی جگہ سے اٹھ کر میری سیٹ کے قریب آ گئی تھی اور میرے پاس والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے بوڑھے جاپانی سے کہہ رہی تھی۔

"پلیز کیا آپ ادھر میری سیٹ پر جانا پسند کریں گے۔ یہ مسٹر جوتھن سو میرے دوست ہیں۔ میں یہاں بیٹھنا چاہتی ہوں۔"

بوڑھا جاپانی ریتی کا مہنہ تکنے لگا۔ کیونکہ وہ انگریزی نہیں سمجھتا تھا اور میں ایک برمی باشندے کے روپ میں جاپانی بول کر

مولسو موٹو کی نظروں میں مشکوک نہیں ہونا چاہتا تھا آخر مولسو موٹو اپنی جگہ سے اٹھ کر ہمارے قریب آیا اور ریتی کی باتیں جاپانی کو اپنی زبان میں سمجھانے لگا۔ بوڑھے نے مسکراتے ہوئے ریتی کو دیکھ کر کہا۔

"جوانی جوانی کو پہچانتی ہے اور بڑھاپے کو ایک طرف دھکا دیتی ہے۔ کیا کیا جائے اخلاقاً اس حسینہ کو جگہ دینی ہو گی۔"

ریتی اس کی بات نہیں سمجھ رہی تھی۔ وہ بوڑھا بڑبڑاتا ہوا مولسو موٹو کے ساتھ چلا گیا۔ ریتی اس کی سیٹ پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"مسٹر جوتھن سو! میں دن رات فلمی لوگوں میں رہ کر بور ہو جاتی ہوں۔ اسی لئے اب تمہارے پاس آ کر خوشگوار تبدیلی محسوس کر رہی ہوں۔"

میں نے بھی خوشدلی کا مظاہرہ کیا۔

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ تم جیسی مایۂ ناز اداکارہ کی صحبت نصیب ہو رہی ہے۔"

اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔ پھر آہستگی سے بولی۔

"پتہ نہیں تمہاری شخصیت میں کیا بات ہے کہ میں تم سے دور نہ رہ سکی۔ اُف بیٹھے بیٹھے کمر دکھنے لگی ہے۔"

"تم ذرا اٹھو میں ان سیٹوں کو بستر میں تبدیل کر دیتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ جاپان کی نیوٹو کیڈ لائن دنیا کی سب سے ترقی یافتہ ریلوے ہے۔ یہاں مسافروں کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورتوں اور سہولتوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ تمام کمپارٹمنٹ میں بیڈ سیٹیں ہوتی ہیں۔ یہ سیٹیں دن کے وقت بیٹھنے کے لئے ایزی چیئر کی طرح ہوتی ہیں۔ رات کو سونے کے لئے

... ان سیٹوں کی پشت کو پیچھے کی طرف دھکا کر آرام دہ بستر بنا لیا جاتا ہے۔ میں نے بھی یہی کیا۔ پھر ہم دونوں اپنے اپنے کسی نہ بستر پر آ کر لیٹ گئے۔ چونکہ سونے کا وقت ہو چکا تھا اس لئے کمپارٹمنٹ کی روشنی بدل گئی تھی۔ اب دھیمی دھیمی سی خواب آور روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سفر خوب تھا، ہم سفر بھی خوب تھی۔ وقت اچھا گذر رہا تھا۔

لیکن وقت میری مرضی کے مطابق نہیں گذر رہا تھا۔ کیونکہ میں میجر یاماگوچی کی خبر لینا چاہتا تھا مگر ریتی اتنی باتونی تھی کہ مجھے سوچ کے سفر کا موقع نہیں دے رہی تھی۔ میں ذرا بھی سوچ میں گم ہونے کی کوشش کرتا تو وہ فوراً ٹوک دیتی۔

"کہاں کھو گئے؟ شاید کسی حسینہ کے متعلق سوچ رہے ہو۔ کیا وہ مجھ سے بھی زیادہ حسین ہے؟"

ایک حسینہ کے سامنے کسی دوسری حسن کی تعریف کرنا سراسر حماقت ہے۔ مقابلہ حسن میں ہارنا عورت کبھی پسند نہیں کرتی۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ میں نے اپنی پیدائش سے لے کر اب تک اس جیسی حسین عورت نہیں دیکھی ہے اور نہ اپنے مرنے تک شاید دیکھ سکوں گا۔ خدا خدا کر کے وہ دو بجے کے قریب سو گئی۔ تب میں نے یاماگوچی کے

دماغ کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔ مگر اب اس ادھیڑ عمر کے مسیح کے دماغ میں بوڑھے خواب کا سناٹا تھا۔ میں آہستہ آہستہ اس کے خواب میں پہنچ گیا۔ وہ کہیں اپنی خواب گاہ میں تنہا سو رہا تھا اور نیند میں میری مرضی کے مطابق بڑبڑا رہا تھا۔

"میں ٹیلی فون یا ٹرانسمٹر کے ذریعہ رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا اسی لئے مجھے ٹوکیو سے یہاں تک خود آنا پڑا۔ جو بات میں سمجھا رہا ہوں اس پر سختی سے عمل کریں۔ سوزو کو یہاں پر عمال کے طور پر لائی جا رہی ہے۔ ہمارا مقصد صرف کرنل جوشوہ کو بلیک میل کرنا ہے۔ ہم اسے مجبور کریں گے کہ وہ اپنے موجودہ عہدے سے استعفیٰ دیدے۔ جب تک ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جائیں اس وقت تک سوزو کو کوئی آزار نہ پہنچے۔ آپ اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ آپ کے درندے ڈریکولائی نظر دل میں نہ آئے۔"

اس کی بڑبڑاہٹ ذرا دیر کے لئے تھم گئی۔ جیسے وہ اپنے مخاطب کی باتیں سن رہا ہو۔ پھر وہ جواباً کہنے لگا۔

"میں کوئی عذر نہیں سنوں گا۔ اگر وہ بلا بُو سونگھ کر حملہ کرتی ہے تو آپ اسے کسی دوسری جگہ منتقل کر دیں۔ مگر سوزو کو کوچھپا کر رکھنے کے لئے قلعہ سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ہے۔ کیا مصیبت ہے۔ سونیا بھی بُو سونگھنے والی ایک مصیبت ہے۔ مجھے ہارا بزشی منتکلوں سے سوزو کو کی مخصوص بو کو رائی کرتا ہوا اُسے یہاں لانا پڑا ہوگا۔ وہ یہاں پہنچے گی تو تمہاری وہ بالتو بلا اس کے پیچھے پڑ جائے گی۔ کیا آپ اسے یہاں سے دُور نہیں بھیج سکتے؟"

میمر یاما گوچی پھر تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔ بیداری کی حالت میں اس نے جس شخص سے جو باتیں کی تھیں وہی نیند میں بڑبڑا رہا تھا۔

"اگر وہ بلا آپ کے لئے ایک بہترین باڈی گارڈ ہے تو مہربانی فرما کر آپ بھی اس کے ساتھ یہاں سے چلے جائیں۔ یا پھر اُسے تہ خانے میں قید کر دیں۔ جب اپنا مقصد حاصل ہونے کے بعد سوزو کو واپس بھیج دی جائے گی تو پھر آپ اُسے تہ خانے سے آزاد کر دیجئے گا۔"

کمپارٹمنٹ میں خاموشی چھائی ہوئی تھی اور میں چپ چاپ اس کی بڑبڑاہٹ سن رہا تھا۔ پتہ نہیں وہ کونسی بلا تھی جو سونیا کی طرح بُو سونگھ لیتی تھی۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ سونیا بھی اس قلعہ میں پہنچ جاتی۔ دونوں سونگھنے والی بلاؤں کے مکمل دُکا تما شا دلچسپ بھی ہوتا اور دہشت ناک بھی۔ سونیا کو وہاں تک پہنچانا کوئی بڑی بات نہ تھی لیکن وہ اپنے چیلنج سے باز آنے والی عورت نہیں تھی۔ وہ اپنی صلاحیتوں کے بل پر سوزو کو کو واپس لانا چاہتی تھی ایسی صورت میں مجھے کب بڑی تھی کہ میں اس ضدی عورت کی رہنمائی کرتا۔ اس لئے میں نے اس کا خیال چھوڑ دیا۔

بہت رات ہو چکی تھی۔ میں بھی اپنی نیند پوری کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے اپنے دماغ کو حسب معمول ہدایت دی کہ صبح چھ بجے میری آنکھ کھل جائے۔ اس کے بعد میں آرام سے نیند کی آغوش میں چھپ گیا۔ دوسرے دن بھی ٹرین کا سفر جاری رہا۔ ریتی ایک اچھی ہم سفر ثابت ہوئی۔ اس کی رفاقت میں وقت گذارنے کا احساس نہ ہوا۔ شام سے پہلے ہم فوکو کا پہنچ گئے۔ سوزو موٹو کے پروگرام کے مطابق اس کی فلم کے پروڈیوسر لوگوں نے اسی شہر کے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ ریتی کے سیکریٹری کی حیثیت سے کبھی ان کے ساتھ ہوٹل میں رہنا پڑا۔ کیونکہ اس کی جگہ میں نے لے لی تھی۔ ہم قلعہ کی طرف جانے کے لئے ایک کار میں آگئے۔ پچھلی سیٹ پر میں اور ریتی بیٹھ گئے۔ اگلی سیٹ پر سوزو موٹو اور اس کا ایک جاپانی ڈرائیور تھا۔ وہاں سے قلعہ تک دو گھنٹے کا سفر تھا۔ ریتی نے راستے میں پوچھا۔

"مسٹر سوزو موٹو! جہاں شوٹنگ ہونے والی ہے وہ قلعہ کس کی ملکیت ہے؟"

سوزو موٹو نے جواب دیا۔

"وہ قلعہ دو سو سال پرانا ہے۔ اس کا مالک کنسونٹا باہے۔"

"یہ کیا چیز ہے؟" ریتی نے پوچھا۔

"یہ چیز نہیں۔ بلکہ اس قلعہ کے مالک کا نام کنسونٹا باہے۔ تمہاری آسانی کے لئے میں اسے صرف نٹا باکہوں گا۔ وہ اپنے ایک انگریز ملازم آرتھر مائیک کے ساتھ وہاں رہتا ہے۔ وہاں تم آرتھر کی بہن رُوتھ مائیک سے ملاقات کرو گی۔ ان کا ایک بوڑھا خنطبی باپ بھی ہے اس کا نام مائیک ہے۔ یہ چار افراد وہاں پہلے سے موجود ہیں۔ اس لئے ہمیں وہاں تنہائی اور ویرانی کا احساس نہیں ہوگا۔ بس تم اس بوڑھے مائیک اور اس کی بیٹی رُوتھ کی فرسودہ باتوں پر دھیان نہ دینا۔"

میں نے پوچھا۔ "وہ کس قسم کی فرسودہ باتیں کرتے ہیں؟"

"وہی جو عام طور سے پرانے قلعوں اور کھنڈرات سے متعلق ہوتی ہیں۔ ویسے یہ درست ہے کہ پچھلی صدی میں اس قلعہ کے اندر بدروحوں کا خرابہ ہوا تھا۔ اس قلعہ کا موجودہ مالک نٹا باوہاں کی داستان سناتے ہوئے کہتا ہے کہ پہلے وہ قلعہ آسیب زدہ تھا۔ مگر اب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ صرف رُوتھ بوڑھا مائیک اور اس کی بیٹی رُوتھ کو اس کرتے ہیں کہ وہ قلعہ اب بھی آسیب زدہ ہے۔ کوئی بدروح ہے جو انتقام کے لئے راتوں کو وہاں بھٹکتی رہتی ہے۔"

ریتی پریشان ہو کر میرے منہ تکنے لگی۔ میں نے اس کے گورے گورے گلابی ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر تسلی دی۔

"ڈونٹ بی وری۔ یہ سائنسی دور ہے۔ آج کل روح وغیرہ اس دنیا میں آنا چھوڑ دیا ہے۔"

میں اسے دیر تک تسلی دیتا رہا تو اُسے اطمینان ہو گیا۔ اس وقت شام گہری ہوتی جا رہی تھی ہلکی ہلکی سردی تھی اور کافی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ ہمیں "نکانہ" کی بستی میں ایک ریسٹورنٹ کے سامنے کار روکنی پڑی۔ کافی پینے کے لئے ریسٹورنٹ کے باہر بچھی ہوئی ایک بنچ کے اطراف بیٹھ گئے۔ سوزو موٹو ڈرائیور سے جاپانی زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔ وہ اسی قلعہ کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ دوسری میز پر بیٹھے ہوئے دو جاپانیوں نے جب اس قلعہ کا ذکر سنا تو چونک کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ ان میں سے ایک نے سوزو موٹو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"وہ قلعہ آسیب زدہ ہے۔ شام ہونے کے بعد لوگ اس کے قریب سے نہیں گزرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ یہاں اجنبی ہیں۔"

سوزو موٹو جان بوجھ کر ان کے سامنے اجنبی بن گیا۔ انہیں یہ تفصیل نہیں بتائی کہ وہ فلم کی شوٹنگ کے لئے یہاں جا رہا ہے۔ اسے اس بات کا بھی اطمینان تھا کہ میں اور ریتی ان کی زبان سے ناواقف ہیں میں بھی مطمئن تھا کہ چلو ریتی ان کی باتیں نہیں سمجھ رہی ہے ورنہ ایسی دہشت زدہ ہوتی کہ فلمی معاہدہ منسوخ کر کے وہیں سے بھاگ جاتی۔ کافی پینے کے بعد ہم پھر قلعہ کی طرف بڑھ گئے۔ وہاں سے صرف آدھ گھنٹے کا راستہ رہ گیا تھا۔ شام کی ڈوبتی ہوئی روشنی میں ہم نے اس قلعہ کو دُور سے دیکھا۔ وہ چھوٹی سی پہاڑی پر واقع تھا۔ پہاڑی کے اطراف گول چکر دار راستہ وہاں تک لے جاتا تھا۔ جیسے جیسے ہم قریب پہنچتے گئے تاریکی بڑھتی گئی آدھے چاند کی آدھی چاندنی میں وہ مہیب اور دیو قامت قلعہ ایک بہت بڑی سیاہ چمگادڑ کی طرح اپنے پر پھیلائے کھڑا تھا۔

قلعہ کا آہنی پھاٹک ہمارے استقبال کے لئے کھلا ہوا تھا۔ دُور تک پھیلے ہوئے احاطے میں خاردار جھاڑیاں اور مٹی کے ڈھیر نظر آ رہے تھے۔ گاڑی کے پہیوں کے نیچے سرکھے پتے جیسے اپنے ہوئے ہمیں بددعائیں دے رہے تھے۔ اب قلعہ کی شکستہ حالی نظر آ رہی تھی۔ دیواروں پر سے جا بجا پلستر اکھڑا ہوا تھا۔ جیسے دو سو سال پرانا بوڑھا پنے جھریوں دار چہرے کی نمائش کر رہا ہو۔ جب گاڑی قلعہ کے آہنی دروازے کے سامنے جا کر رُکی تو اچانک ہی خوابیدہ آسیب زندہ ہو گئے۔ اس سناٹے میں زوردار پھڑپھڑاہٹ کی آواز اُبھری۔ پھر وہ آواز کار کی کھڑکیوں سے ٹکراتی ہوئی گذر گئی۔ ریتی چیخ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ سوزو موٹو نے کہا۔

"مس ریتی ڈرنے کی بات نہیں ہے۔ اس قلعہ کے نیچے ایک کھنڈر ہے وہاں سے چمگادڑیں اڑتی ہوئی یہاں آ گئی ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ کار کا دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل گیا۔ ریتی میری بانہہ میں چپکی ہوئی تھی۔ میں اُسے دلاسہ دیتا ہوا کار کے باہر لے آیا۔ خوف اور غصے سے بڑبڑا رہی تھی۔

"میں نے ایسی جگہ شوٹنگ کے لئے معاہدہ نہیں کیا تھا۔ یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟"

سوزو موٹو اس کی باتوں کو نظر انداز کر کے آہنی دروازے کے پاس چلا گیا تھا۔ دروازے کے اوپر چھت سے ایک موٹا سا رسہ لٹک رہا تھا وہ رسے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کھینچنے لگا۔ ڈھن ـــــ ڈھن ـــــ ڈھن ـــــ دروازے کے اندر ایک بہت بڑے دل ہلا دینے والے گھنٹے کی آواز گونجنے لگی۔ اس آواز سے صرف دل نہیں ہل رہے تھے بلکہ قلعہ کی پرانی دیواریں بھی لرز رہی تھیں۔ دو سو سال پہلے یہی ہی کال بیل ہوا کرتی تھی جس کی آواز سننے کے لئے بڑے دل گردے کی ضرورت پڑتی تھی۔ ریتی کے دل گردے کو تو میں نے سنبھال رکھا تھا ورنہ اس کا ہارٹ فیل ہو جاتا۔

تھوڑی دیر بعد وہ بڑا سا دروازہ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ کھلنے لگا۔ دروازہ کھولنے والا ایک قد آور انگریز تھا۔ اس کے ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل تھی۔ اس کی زرد روشنی میں اس انگریز ملازم کے چہرے سے درشتی اور سنگدلی عیاں تھی۔ اس نے جاپانیوں کے انداز میں سر کو ذرا سا خم دے کر کہا۔

"مسٹر سوزو موٹو! تشریف لائیں۔ مسٹر نٹا باآپ لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں۔"

ہم مسٹر سوزو موٹو کے پیچھے قلعے کے دروازے میں داخل ہوئے ریتی مجھ سے چپکی ہوئی چل رہی تھی۔ ایک بہت بڑے سے دالان سے گذرنے کے بعد ہم ایک بہت بڑے ہال میں پہنچے۔ وہاں برسوں پرانا فرنیچر تھا۔ اور صدیوں پہلے کا جتنا آرائشی سامان تھا سب گرد سے اٹا ہوا تھا۔ فرش پر بھی اتنی گرد تھی کہ ہمارے قدموں کے نشانات پڑتے جا رہے تھے۔ ہال کے دونوں سروں پر دو چکر دار لکڑی کے بوسیدہ زینے اوپر نامعلوم کہاں تک چلے گئے تھے۔ جب ہم ایک شکستہ زینے پر چڑھتے ہوئے پہلی منزل کی طرف جانے لگے تو زینے کی لکڑیاں ڈراؤنی آوازیں کرنے لگیں پہلی منزل کا حصہ رہائش کے قابل بنا لیا گیا تھا۔ وہاں صفائی تھی اور ڈرائنگ روم میں جدید طرز کا قیمتی فرنیچر تھا۔ ریتی کے لئے سب سے زیادہ اطمینان کی بات یہ تھی کہ وہاں بجلی کے بلب روشن تھے۔ انگریز ملازم آرتھر نے کہا۔

"مس ریتی۔ آپ کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے کے لئے ہمارے باس نے ایک جنریٹر کا انتظام کیا ہے تاکہ آپ کو بجلی کی روشنی مل سکے۔ لیکن یہ جنریٹر زیادہ بجلی سپلائی نہیں کر سکتا اسی لئے آپ کو صرف پہلی منزل پر یہ سہولتیں ملیں گی۔"

قلعہ کے مالک نٹا باہمیں ڈرائنگ روم میں ہمارا استقبال کیا۔ نٹا باہ فٹ بال کی طرح گول مٹول تھا۔ قد اتنا چھوٹا تھا کہ چلتے وقت گیند کی طرح لڑھکتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ صوفہ میں بیٹھتے وقت یوں

دھنس جاتا تھا کہ اس کا نصف قد فوم کے گدے میں چھپ جاتا تھا۔ جب وہ رینی سے متعارف ہونے کے بعد میرے روبرو آیا تو اس کے قد کی آخری بلندی میری کمر تک تھی۔ میرے سامنے جیسے کوئی بچہ کھڑا ہوا تھا۔ اس سے مصافحہ کرتے وقت پتہ چلا کہ وہ بھاری بھرکم پنجہ غیر معمولی جسمانی قوت کا مالک ہے۔ مصافحہ کے بہانے ہتھیلی کی ہڈیوں کا چور نکال سکتا ہے۔ پہلے تو اس نے مجھے رینی کا سیکرٹری سمجھا۔ لیکن مولیسو موڑنے جب اُسے بتایا کہ ٹرین میں اچانک ہی میری رینی سے دوستی ہوگئی تھی اور اب میں رینی کا مہمان دوست بن کر آیا ہوں تو فٹابا مجھے تشویش بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔

"آپ برما سے کب یہاں آئے ہیں؟ مس رینی سے دوستی کیسے ہوگئی؟"

میرے جواب دینے سے پہلے ہی رینی نے ناگواری سے کہا۔

"مسٹر فٹابا! آپ جاری دوستی کے سلسلہ میں میزبان بن کر سوالات کررہے ہیں یا پولیس بن کر تفتیش میں مصروف ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کا یہ قلعہ شوٹنگ کے لئے کرایہ پر حاصل کیا گیا ہے۔ لہٰذا آپ صرف اپنے کرائے کی رقم سے مطلب رکھیں۔"

فٹابا جبراً مسکراتے ہوئے اور رینی کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ اب میں اپنے مطلب پر ہی نظر رکھوں گا۔"

اتنے میں ایک نوجوان عورت نے ہال میں آکر کہا کہ ہمارے لئے ڈنر تیار ہے۔ ہم سب ڈائننگ روم میں آگئے۔ آرتھر اور وہ نوجوان عورت میز پر کھانے کی ڈشیں لاکر رکھ رہے تھے۔ میں نے دماغ کے اوراق اُلٹ کر دیکھ لیا۔ وہ نوجوان عورت آرتھر کی بہن روتھ مایک تھی چلیان میں وہ دونوں انگریز ملازم کچھ عجیب سے لگ رہے تھے۔ روتھ قدمت گذاری کے دوران بار بار رینی کو دیکھ رہی تھی جیسے قصائی قربانی کی بکری کو دیکھتا ہے۔ کھانے کے بعد کافی کا دور چلا۔ اس کے بعد فٹابا نے روتھ سے کہا کہ وہ ہمیں ہمارے کمروں تک پہنچا دے۔ ہم اُس کے ساتھ ڈائننگ روم سے باہر آئے۔ وہ ایک راہداری سے گذرتی ہوئی بڑی لگاؤٹ سے بولی۔

"مسٹر جوھن سوا! میں نے شاید پہلے بھی آپ کو کہیں دیکھا ہے میں یاد کرنے کی کوشش کررہی ہوں۔"

"تم یاد نہ کرو تو تمہاری صحت اچھی رہے گی۔" رینی ناگواری سے بولتی ہوئی میرے اور روتھ کے درمیان آگئی یعنی اُسے مجھ سے دُور ہٹا دیا۔ میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا صرف چوبیس گھنٹے کی شناسائی میں رینی مجھے اپنی جاگیر سمجھ رہی تھی۔ وہ روتھ کو جھٹکا رہی تھی۔ اگر سونیا وہاں ہوتی تو وہ رینی کو مکھی کی طرح اڑا دیتی۔

اس وقت رینی کو وہاں ڈر نہیں لگ رہا تھا کیونکہ وہاں اچھی خاصی روشنی تھی قلعہ کی ویرانی اور دہشت انگیزی نہیں تھی۔ روتھ نے ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے بتایا کہ وہ کمرہ رینی کے لئے ہے اور اس کے ساتھ والا میرے لئے ہے۔ پہلے ہم رینی کی خوابگاہ میں داخل ہوئے۔ پرانے طرز کا کمرہ بہت کشادہ تھا۔ جدید طرز کا ڈریسنگ الماری اور ایک بڑا سا پلنگ اپنی اپنی جگہ سلیقے سے رکھے گئے تھے۔ پلنگ کے سرہانے دیوار پر ایک قد آدم رنگین وڈن سے بنی ہوئی تصویر لگی ہوئی تھی۔ اُسے دیکھتے ہی میں چونک گیا۔ وہ سونیا کی تصویر تھی۔

سونیا کی وہ تصویر باقاعدہ کسی مصور سے بنوائی گئی تھی۔ میں نے روتھ کا انجان بن کر پوچھا۔

"تصویر میں یہ عورت کون ہے؟"

"یہ حرامزادی ہے۔" روتھ نے کہا۔

مجھے غصہ تو بہت آیا۔ مگر برداشت کرنا پڑا۔ رینی نے پوچھا۔

"یہ تصویر یہاں کیوں لگائی گئی ہے؟"

"یہ ہم نے نہیں لگائی۔ یہ ڈیڑھ سو سال سے اس کمرے میں اسی طرح لگی ہوئی ہے۔ یہ حرامزادی قلعہ کے موجودہ مالک مسٹر فٹابا کی پڑدادی کی دادی ہے۔ اسے حرام کاری کے الزام میں قتل کردیا گیا تھا۔ قتل کرنے والا اس کا شوہر تھا۔ میرے ڈیڈی کہتے ہیں کہ قلعہ کے دیران حصوں میں اس کی روح بھٹکتی رہتی ہے۔ اپنے قاتل شوہر کو تلاش کرتی رہتی ہے اور اس کا شوہر اس حرامزادی کے عاشق کی بُو سونگھتا پھرتا ہے۔ اس نامراد عاشق کو بھی قتل کردینا چاہتا ہے۔ مگر مجھے تو یہ باتیں بکواس لگتی ہیں۔"

رینی ہم کو بولی۔ "یہ باتیں بکواس ہوسکتی ہیں۔ مگر فی الحال یہ میرا کمرہ ہے اس حرامزادی کی تصویر کو یہاں سے ہٹا دو۔"

"سوری مس۔" روتھ نے معذوری ظاہر کی۔ "یہ تصویر قلعہ کی تاریخی یادگاروں میں سے ایک ہے۔ یہ یہاں سے ہٹائی نہیں جاسکتی۔"

میں نے رینی کو سمجھایا۔ "رینی یہ تصویر بُری تو نہیں ہے، اگر تمہارے دہشت ناک ہے کہ تم ڈر جاؤ گی تو اسے یہیں رہنے دو۔ میں تمہارے سامنے والے کمرے میں موجود رہوں گا۔ تمہیں ڈرنا نہیں چاہیئے۔ آؤ ذرا میں اپنا کمرہ بھی دیکھ لوں۔"

ہم تینوں اس کمرے سے نکل کر کوریڈور کے دوسری طرف دوسرے کمرے کا دروازہ کھول کر داخل ہوئے۔ وہ کمرہ بھی کشادہ تھا۔ وہاں بھی ضرورت کا تمام سامان موجود تھا۔ مگر پلنگ کے سرہانے دیوار پر جو قد آدم تصویر لگی ہوئی تھی، اُسے دیکھتے ہی میں اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ کیوں کہ وہ بھی سونیا کی تصویر تھی۔

میں اپنی تصویر کے متعلق کچھ پوچھنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر رینی نے پوچھ ہی لیا۔

"یہ کس کی تصویر ہے؟"

روتھ نے جواب دیا۔ "یہ بڑا حرامزادہ ہے۔ اس حرامزادی کا عاشق ہے۔ وہ قاتل شوہر اس عاشق کی بُو سونگھتا پھرتا ہے۔ اس حرام....."

میں نے دانت پیستے ہوئے غصہ کو برداشت کیا۔ پھر روتھ سے کہا۔

"تم ہمارے سامنے کسی کو گالیاں نہ دو۔ کیا تم اس کا نام نہیں لے سکتیں؟"

"ہاں۔" اس نے میری تصویر کی جانب انگلی اٹھا کر کہا۔ "اس کا نام زاد علی تیمور ہے اور اس کی معشوقہ کی جو تصویر مس رینی کے کمرے میں ہے۔ اس کا نام سونیا ہے۔ ان دونوں کی روحیں بھٹکتی ہوئی یہاں آئیں گی پھر اس قلعہ کے تہہ خانہ میں یہیں قیامت تک کیلئے سلا دیا جائے گا۔"

رینی نے میرا بازو تھام کر کہتے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ۔ یہ سب کیسی باتیں ہورہی ہیں؟ میں تو یہاں شوٹنگ کیلئے آئی ہوں مگر اس فلم سے زیادہ یہ قلعہ بھیانک لگ رہا ہے۔"

"گھبراؤ نہیں رینی۔" میں نے اُسے پھر تسلی۔ "یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ اگر ان میں کچھ سچائی بھی ہو تو میں ان سچ مچ کے بھوتوں سے نمٹ لوں گا۔"

روتھ زیرِ لب مسکراتی ہوئی ہال سے چلی گئی۔ میں رینی کے ساتھ اس کے کمرے تک آیا پھر اُسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ دروازے کو اندر سے بند کرکے سو جائے۔ جب تک میں آواز نہ دوں دروازہ نہ کھولے وہ میرے گلے میں بانہیں ڈال کر مجھے دستک دیتے ہوئے بولی۔

"جوھن سوا، تم اپنے کمرے میں نہ جاؤ۔ ہم دونوں اسی کمرے میں رات گزاریں گے۔"

وہ بڑی خوبصورتی سے رت جگے کی دعوت دے رہی تھی۔ میں یقیناً اس رات جاگنا چاہتا تھا لیکن رینی کے ساتھ نہیں بلکہ جاگتے ہوئے دشمنوں کے دماغ کے ساتھ رہنا چاہتا تھا۔ اگر میں چاہتا تو اسی وقت رینی کو دماغی قلابازیاں کھلا سکتا تھا لیکن خود دشمن نظروں کے سامنے تھے وہ میرے کسی کام کے نہیں تھے۔ مجبوراً میں کوچی تو کبو واپس چلا گیا تھا۔ لیکن ایک اور اہم ہستی اس قلعہ میں کہیں موجود تھی جس کے دماغ تک پہنچنے کا موقع مجھے نہیں مل رہا تھا۔

وہ پُراسرار ہستی شاید مستی نہیں تھی۔ مست سے بو دنگ پہنچ گئی تھی ایک طرح سے نابود تھی۔ اگر اس کا کوئی پتہ ٹھکانہ ہوتا تو میری پہنچ کی گرفت سے بچ کر نہیں رہ سکتی تھی اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ وہ فی الحال میرے لئے مردہ تھی اور شیطان صفت لوگ مرنے کے بعد بھی ڈیکریلا بنتے ہیں۔

ایسے وقت میں رینی کی دعوت قبول نہیں کرسکتا تھا۔ ابھی مجھے بہت سے پاپڑ بیلنے تھے۔

میں نے اسے بڑی نرمی سے سمجھایا۔

"رینی تم ایک حسین انعام ہو۔ میں اس انعام کو ضرور قبول کروں گا۔ مگر تھوڑی دیر کے لئے تمہیں تنہا رہنا ہوگا۔ میں باہر جاکر معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بکمبخت فلمی شوٹنگ کے لئے آئے ہیں یا تمہارے ساتھ کوئی خفیہ مذاق کررہے ہیں۔"

وہ مجھے اتنی آسانی سے چھوڑنے والی نہیں تھی مگر میں نے اس کی اپنی سوچ کے ذریعے اسے قائل کردیا۔ میں اس کی بھلائی کے لئے باہر جارہا ہوں صرف تھوڑی دیر کے لئے وہ تنہا رہے گی اس کے بعد میری رفاقت حاصل ہوجائے گی۔ اس نے قائل ہوکر میرا پیچھا چھوڑ دیا۔ میرے باہر نکلتے ہی اس نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ مجھے اطمینان ہوگیا کہ اب وہ ساری رات میرا انتظار کرتی رہے گی مگر اس میں اتنی جرأت نہیں ہوگی کہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر برسبیل کمرے کی طرف تنہا آسکے۔

میں کوریڈور سے گذرتا ہوا زینے تک آگیا۔ زینے کے نیچے بڑے ہال میں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ چونکہ میں روشنی میں کھڑا ہوا تھا اس لئے تاریکی کچھ اور گہری نظر آرہی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا ہوا سوچتا رہا کہ مجھے کس طرف جانا چاہیئے۔ کیونکہ جس کی تلاش تھی اس کا کوئی پتہ ٹھکانہ میرے پاس نہیں تھا اور نہ ہی میری نظروں میں آنے والے قدموں کی سوچیں میری رہنمائی کرسکتی تھیں۔ اتنی سی بات تو آسانی سے سمجھ جاسکتی ہے کہ چھپنے والے اندھیرے کا سہارا لیتے ہیں۔ میں نے نیچے جھانک کر اندھیرے میں دیکھا اور خود کو آمادہ کرنے لگا کہ اس تاریکی میں جاکر کوئی خطرہ مول لینا چاہیئے۔

میں نے ایک قدم زینے پر رکھا۔ پھر اک دم سے ٹھٹک کر اسی جگہ ٹھہر گیا۔ اوپری منزل کے برآمدے کے آخری سرے پر لکڑی کا چکر دار زینہ تھا وہ زینہ بھی نیچے ہال کی طرح تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔ اب اس تاریکی سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے کوئی زینے پر آہستہ آہستہ قدم رکھ رہا ہو۔ لکڑی کا شکستہ حال زینہ سناٹے میں کراہتا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے چپ ہوجاتا تھا گہرے سناٹے میں یہ آواز حد درجہ اعصاب شکن تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ٹھٹھر ٹھٹھر کر اوپر آنے والا کراہتے ہوئے زینے کو روند کر چیپ کرا رہا ہو۔ میں آنے والے کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے باری باری ہر ایک کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ میں نے پہلے مولیسو مولو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ایک کمرے میں آرتھر کے ساتھ بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا۔ پھر میں نے فٹابا کے دماغ کو ٹٹولا کر دیکھا وہاں بھی وہسکی کا دور چل رہا تھا اور روتھ اس کے پاس موجود تھی۔

اس طرح خیال خوانی سے یہ پتہ چل گیا کہ ان چاروں میں سے کوئی بھی اس تاریک زینے پر نہیں ہے کوئی انجانی ہستی ہے۔ شاید اسی کی مجھے تلاش تھی۔ میں پچھم کی طرف ہٹتا ہوا دیوار سے جا کر لگ گیا۔ آنے والا تاریکی میں تھا۔ لہٰذا اس نے مجھے نہ دیکھ لیا ہوگا۔ اس کے باوجود وہ احتجاج کرتے ہوئے زینے پر اس طرح ٹھٹھر ٹھٹھر کر چڑھتا آرہا تھا جیسے آخری وقت سانس ٹھٹھر ٹھٹھر کر آتی ہے۔ اختظار کے لمحات بہت ہی جان لیوا تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں بھی اندھیرے میں اس دشمن کو نہیں پہچان رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد زینے

کے اوپری روشن حصے میں ایک بالوں بھری کھوپڑی نظر آئی۔

ہی ہی ہی ہی۔ ہنسی کی آواز آئی جیسے پہیہ پنکچر ہو گیا ہو۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ دانت ایک بھی نہیں تھا اس لئے ہنسی ہوا کے جھٹکے کی طرح نکل رہی تھی۔ سوکھے گردو سے اٹے ہوئے بال چہرے پر بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ گالوں کے پچکنے کی وجہ سے چہرے کی ایک ایک ہڈی ابھری ہوئی تھی۔ وہ اوپری برآمدے میں آ کر کھڑا ہو گیا تھا میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہی اس کی سوچ میں سوال کیا۔

"میں کون ہوں؟ میرا نام کیا ہے؟"

اسے جواباً سوچنا چاہیئے تھا مگر وہ بڑبڑانے لگا۔ میں نے غور سے سننے کی کوشش کی۔ مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ کیونکہ اس کی آواز بڑی کمزور تھی اور جو بات وہ کہہ رہا تھا وہ اس کے پوپلے منہ سے ہوا کے جھٹکے کی طرح نکل رہی تھی پھر میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے یہ تم کونسی زبان بول رہے ہو۔"

"ہی ہی ہی۔ بڑھاپے کی زبان جوانی کی سمجھ نہیں آتی۔ مگر وہ جو جوان لہو کا پیاسا ہے میں اس کی آواز سن رہا ہوں تم بھی جوان ہو۔ وہ تمہارے بھی خون کا پیاسا ہے، بھاگ جاؤ۔ بھاگ جاؤ۔ مگر تم بھاگ کر کہاں جاؤ گے قلعہ کے آہنی دروازے بند ہیں۔ وہ دروازے قبر کی مٹی سے زیادہ مضبوط ہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں ایسی جگہ چھپا دوں گا کہ وہ تمہاری بُو نہیں سونگھ سکے گا۔"

اس کی آدھی باتیں پوپلے منہ کی ہوا میں اُڑ جاتی تھیں۔ پھر بھی میں نے سمجھ لیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ میں نے اندازے کے مطابق کہا۔

"میں سمجھ گیا، تم آرتھر اور ردتھ کے ڈیڈی ہو۔ تمہارا نام مائیک ہے۔"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں! میں ان کا باپ ہوں۔ مگر وہ سب مجھے غبطی اور دیوانہ سمجھتے ہیں۔ مگر میں غبطی نہیں ہوں۔ میں ــــ میں ہوشمند ہوں۔ ہیں ــــ میں اندھیرے میں شیطان کے قدموں کی آہٹ سن لیتا ہوں۔ دیکھو وہ تمہاری بُو سونگھتا ہوا آ رہا ہے۔ ذرا کان لگا کر اس آواز کو سنو۔"

یک بیک رات کا سناٹا لرز گیا۔ پھڑ پھڑ۔ پھڑ پھڑ کی آواز کے ساتھ لکڑی کا زینہ پھر کراہنے لگا۔ کیا چمگادڑیں بھی پروں کو..... پھڑ پھڑا رہی ہیں؟ لکڑی زینے پر چڑھتی ہیں؟ بوڑھے مائیک نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

"دیر نہ کرو۔ اپنی بُو کو اس سے دور لے جاؤ۔ چلو بھاگو۔ جلدی آؤ....."

اس بوڑھے میں اتنی قوت نہیں تھی کہ مجھے کھینچ کر لے جا سکتا لیکن میں خود کھنچتا چلا گیا۔ ہم دونوں آگے بڑھتے ہوئے روشن حصے سے نکل کر تاریک حصے میں پہنچ گئے۔ بوڑھا مائیک دیوار پر دونوں ہاتھ رکھ کر اس کے درمیان سے ایک پتھر نکال رہا تھا۔ اسی وقت پھر پر پل کے پھڑپھڑانے کی آواز سنائی دی۔ دور لکڑی کا زینہ کراہ رہا تھا۔ پھر قریب ہی ایک دم سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ میں دیوار کے کھڑا تھا۔ اس گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی اچانک اس دیوار اندر چلا گیا۔ چند لمحوں تک کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ میرے ساتھ کیا ہو

اب میں فرش پر گرا ہوا تھا۔ گڑگڑاہٹ کی آواز پھر سنائی دی کے بعد خاموشی چھا گئی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ مگر قبر کی ہولناک تاریکی میں کچھ نظر نہیں آتا۔ چند لمحوں تک میں اپنے ذہن کو پرسکون بناتا رہا۔ پھر یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ میں دیوار میں ٹیک لگا کر کھڑا ہوا تھا وہ پیچھے کی طرف ہٹ گئی تھی۔ ایسے وقت میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اور اس تاریک حصے میں آ کر گر پڑا تھا۔ اب وہ تو سر کی دیوار اور وہ بوڑھا مائیک اور اوپری منزل کا وہ روشن حصہ سب کچھ نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

میں نے بیٹھے بیٹھے سامنے کی طرف دونوں ہاتھ بڑھائے میرا ہاتھ پتھریلی دیوار سے جا کر لگ گئے۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر میں نے پلٹ کر اپنے دونوں ہاتھ آگے کی طرف بڑھائے پھر سنبھل کر آگے کی طرف قدم اٹھایا۔ دو قدم آگے بڑھتے ہی میرے دونوں ہاتھ پھر دیوار سے ٹکرائے۔ یعنی میرے آگے پیچھے دونوں طرف متوازی دیواریں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے بائیں طرف گھوم کر اسی طرح دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر چلنا شروع کیا وہاں تین قدم کے فاصلے پر تیسری دیوار نے راستہ روک لیا۔ داہنی طرف کی طرح چاروں طرف سے دیواریں چن دی گئی تھیں۔ پتہ نہیں تقدیر نے مجھے کہاں لا پھینکا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ بیٹے فرہاد علی تیرا اب بیٹھے خیال خوانی کرتے رہو۔

میں نے بوڑھے مائیک کے خیال کو پڑھا۔ کیا پڑھا؟ یہ نہیں بتاؤں گا اس لئے کہ میں آپ کو بھی اپنے ساتھ قبر کے اس اندھیرے میں سفر کرانا چاہتا ہوں ویسے اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ بیچارے مائیک مجھ سے دشمنی نہیں کی تھی اور وہ چاروں یعنی مولسو مولو، فٹا بانا، آرتھر اور ردتھ بھی مجھ سے بہت دور رہتے بہرحال اس آنکھیں پھوڑ دینے والی تاریکی میں تین طرف دیواروں کو محسوس کر چکا تھا۔ اس کے بعد میں دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر چوتھی سمت آہستہ آہستہ قدم اٹھانے لگا۔ ذاتی تجربے سے چل رہا تھا کہ اندھے کس طرح زندگی کے اندھیرے راستے پر چلتے ہیں۔

چوتھی سمت کسی دیوار نے راستہ نہیں روکا۔ میں سنبھل سنبھل کر قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ قلعہ کی کوئی بہت ہی خفیہ راہداری تھی جیسے عام طور سے داستانوں میں پرانے قلعوں کے خفیہ راستوں اور تہہ خانے کے متعلق سنا جاتا ہے۔ بالکل ایسے ہی کسی راستے سے میں گزر رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اندھی راہداری بتدریج نیچے کی طرف جا رہی ہے۔ دس منٹ کے بعد ہی میں چلتے چلتے ذرا ٹھہر گیا۔ دور اندھیرے میں دو ستارے ٹمٹما رہے تھے۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں مل کر

پھر تو دو آنکھیں سلگتی ہوئی نظر آئیں۔ میں جو کسی کی بھی آنکھوں میں اتر کر دماغ میں پہنچ جاتا ہوں تو ان آنکھوں میں بھی اترنے کی کوشش کی۔ مگر ان آنکھوں کے پیچھے کوئی دماغ نہیں تھا۔

میں تھوڑی دیر تک حیرانی سے سوچتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا ذرا قریب پہنچ کر مجھے اپنی بوکھلاہٹ پر شرمندگی ہوئی۔ کیونکہ وہ آنکھیں نہیں دو سوراخ تھے۔ سوراخوں کی بناوٹ بالکل آنکھوں کی طرح تھی اور ان کے پیچھے زرد روشنی نظر آ رہی تھی۔ مجھے کچھ امید نظر آئی اب اس قبر کی ٹھنڈی تاریکی سے نکلنے کا موقع ملے گا۔ میں نے بالکل قریب پہنچ کر ان دونوں سوراخوں پر اپنی دونوں آنکھیں لگا دیں۔ دوسری طرف مجھے ایک کشادہ کمرہ نظر آیا۔ سنگار میز کے ایک طرف ایک شمعدان لگی ہوئی تھی جس میں چار موم بتیاں سلگ رہی تھیں۔ ایک درمیانے قد کی نوجوان لڑکی شمعدان کی طرف رُخ کئے اپنا لباس اتار رہی تھی ایسے وقت شریف آدمی کو آنکھیں بند کر لینا چاہئیں لیکن اتنی دیر سے تو میں آنکھیں کھلی رکھنے کے باوجود اندھا بنکر وہاں تک پہنچا تھا اب باہر نکلنے کی امید نظر آ رہی تھی تو میں کیسے آنکھیں بند کر لیتا۔

اس کے مختصر سے لباس سے پتہ چل رہا تھا

اب وہ سونے کیلئے جا رہی ہے۔ لباس کے بوجھ سے آزاد ہونے کے بعد وہ ایک بھرپور انگڑائی لیتی ہوئی پلٹ گئی۔ تب میں نے اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ سوزدکو تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر اس کی خیریت معلوم کی۔ یہ حیلا کہ وہ قید کئے جانے کے باوجود مطمئن ہے اسے اطمینان اس لئے تھا کہ اب تک کسی نے اس پر ظلم نہیں کیا تھا۔ کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف نہیں ہوئی تھی۔ اس کے آرام کا خاص خیال رکھا جا رہا تھا۔ پھر اسے یقین تھا کہ اس کا باپ کرنل اور سیکرٹ سروس کے لوگ اسے ضرور ڈھونڈ نکالیں گے۔

بہرحال اب میں اپنے آپ کو اس قید سے نکالنا چاہتا تھا اور میرا خیال تھا کہ سوزدکو کے کمرے میں پہنچنے کے لئے وہاں سے کوئی دروازہ ضرور ہوگا۔ میں اس دیوار کو ٹٹولنے لگا۔ ایک جگہ دیوار ذرا ہلتی ہوئی نظر آئی۔ میں نے دھکا مارا۔ دیوار کو ٹٹولتے ہوئے پیچھے کی طرف گیا۔ پھر تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اپنی پشت سے دروازے پر زور کا دھکا مارا۔ پھر جیسے میں ایک ساعت کیلئے ہوا میں معلق ہو گیا۔ اپنی جگہ سے جیسے اڑتا ہوا آیا۔ پھر بڑے سے پلنگ کے ملائم بستر پر چاروں شانے چت گر پڑا۔ سوزدکو سونے کے لئے اسی پلنگ پر آنا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے زور کی چیخ ماری۔ پھر دروازے کی طرف بھاگتی چلی گئی۔ میں آنکھیں پھاڑے اپنے سامنے کی دیوار کو دیکھ رہا تھا۔ وہاں بھی دیوار پر ایک قد آدم تصویر لگی ہوئی تھی اور وہ خیالی تصویر میں اسی تصویر کے پاس سے اٹھا ہوا اس پلنگ پر آیا تھا یعنی وہ دیوار جس کے متصل یہ لگی ہوئی تھی پتھریلی دیوار کا وہ حصہ متحرک تھا یہاں سمجھئے دروازہ لوہے کی طرح وہ دیوار گھومتی تھی اور آنے جانے کا راستہ دیتے کے بعد پھر گھوم کر اپنی جگہ آ جاتی تھی اس دیوار کے میکنزم کو سمجھنے کے بعد میں نے سوزدکو کی طرف توجہ دی۔ وہ کمرے سے باہر نکلنے کے لئے دروازے کو پیٹ رہی تھی۔ چونکہ وہ قیدی تھی اس لئے دروازہ باہر سے بند تھا۔ وہ سہم سہم کر میری جانب بھی دیکھتی جا رہی تھی۔ اگر میں میک اپ میں نہ ہوتا تو وہ مجھے پہچان لیتی۔ کیونکہ ایک بار وہ مجھے دیکھ چکی تھی۔

میں نے خود کو اس پر ظاہر نہیں کیا۔ میں فی الحال یہ ظاہر نہیں کرنا ... چاہتا تھا کہ بحیثیت فرہاد میں اس کے پاس پہنچ گیا ہوں۔ میں سونیا کو موقع دینا چاہتا تھا کہ وہ اپنی شرط کے مطابق سوزدکو تک پہنچ جائے سوزدکو کو وہاں سے واپس لے جانے کا جہاں تک سوال تھا تو میں تقریباً وہ شرط جیت چکا تھا کیونکہ اب میں کسی وقت بھی سوزدکو کو وہاں سے نکال کر لے جا سکتا تھا لیکن ایک مرد کی جیت اس میں بھی ہے کہ وہ اپنی عورت کو شرط ہارنے سے بچا لے۔ میں سونیا کے غرور کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ پھر جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں میں کسی نہ کسی طرح اس ڈریکولا تک پہنچنا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ مولسو مولو، ردتھ، آرتھر اور فٹا بانا بدحواسی میں دوڑتے ہوئے کمرے میں چلے آئے۔ فٹا بانا کے ہاتھ میں ریوالور اور آرتھر کے ہاتھ میں ایک ننگا چاقو تھا۔ میں اطمینان سے پلنگ پر بیٹھی مار کر بیٹھ گیا۔ سوزدکو دہشت زدہ ہو کر ردتھ سے لپٹ گئی تھی اور کہہ رہی تھی۔

"یہ ــــ یہ بدمعاش پتہ نہیں میرے کمرے میں کہاں سے آ گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھت سے ٹپک پڑا ہے ــــ کون ہے یہ؟"

سب لوگ مجھے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے فٹا بانا نے ایک قدم آگے بڑھ کر مجھ سے پوچھا۔

"تم ــــ تم اس کمرے میں کہاں سے آ گئے ہو؟"

میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"اللہ بڑا کارساز ہے۔ کبھی چھپر پھاڑ کر دولت دیتا ہے کبھی دیوار پھاڑ کر مجھے حسینوں کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ ویسے یہ جگہ واقعی بڑی حسین ہے۔ کہاں سے اڑا کر لائے ہو؟"

"بکواس مت کرو۔" فٹا بانا نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔ "سیدھی طرح بتاؤ کہ اس کمرے میں کس طرح آئے ہو؟"

میں نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مسٹر فٹا بانا! تم اس قلعہ کے مالک ہو تمہیں اچھی طرح معلوم ہونا چاہیئے کہ اس بند کمرے میں میں کدھر سے آ سکتا ہوں۔"

فٹا بانا اور آرتھر ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ سوزدکو نے احتجاج کیا۔

"یہ کمرہ محفوظ نہیں ہے، میں یہاں نہیں رہوں گی۔ مجھے بتایا جائے یہ بدمعاش کہاں سے آیا ہے؟"

میں نے بڑے پیار سے پچکارتے ہوئے کہا۔

"میری جاپانی گڑیا۔ مجھے بدمعاش کہہ کر میرا دل نہ توڑ دیں تمہارے حسن کا دیوانہ ہوں۔ یہ دیوانے جو تمہارے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں یہ شاید تمہیں کبھی نہ بتاتے کہ اس کمرے میں آنے کا ایک چور راستہ بھی ہے لیکن میرے یہاں اچانک نازل ہونے پر اب انہیں بتانا ہی پڑے گا۔ چلو میں بتائے دیتا ہوں۔ یہ جو تمہارے سرہانے ایک بوڑھے کی تصویر لگی ہوئی ہے اس کے پیچھے چور راستہ ہے اور یہ دیوار ریوالونگ ہے میں اسی دیوار سے ٹکرا کر پرواز کرتا ہوا تمہارے بستر پر آیا ہوں۔"

فنا بانے انجان بنکر حیرانی سے پوچھا۔

"کیا اس دروازے کے پیچھے چور راستہ ہے؟ تعجب ہے میں یہاں کا مالک ہوں اور آج تک مجھے یہ بات نہ معلوم ہو سکی۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ میں خود دیکھوں گا کہ یہ دیوار کس طرح گھوم کر کھلتی ہے۔"

وہ ریوالور کو جیب میں رکھ کر تیزی سے چلتا ہوا دیوار کے پاس گیا۔ اس کے پیچھے آرتھر اور موگسو موٹو بھی گئے۔ پھر وہ لوگ دیوار کو ادھر اُدھر سے دھکے دے کر خفیہ دروازے کو تلاش کرنے لگے میں نے کرنل جوشو ہوکی تصویر کو دیکھا جس کی دو آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے۔ میں نے انہی سوراخوں سے جھانک کر اس کمرے کو دریافت کیا تھا۔ پھر میں بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اسی دیوار کے پاس آیا اور اس ریوالونگ دروازے کو تلاش کرنے لگا۔ لیکن یہاں سے وہاں تک وہ ایک ٹھوس دیوار تھی۔

وہ سب مجھے گھور کر دیکھنے لگے سوزو کو سوچ رہی تھی کہ جب وہ دیوار ٹھوس ہے تو میں اس کمرے میں کہاں سے ٹپک پڑا۔ لیکن دوسروں کے دماغ کیا سوچ رہے تھے یہ میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی طنزیہ انداز میں دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ میں وہاں ایک چور دروازے کی موجودگی کا ثبوت نہیں دے سکا تھا فنا بانے غرا کر کہا۔

"مس سوزو کو دہشت زدہ کرنا چاہتے ہو کہ اس کمرے میں آنے کا کوئی راستہ بھی ہے۔ تم سیدھی طرح نہیں بتاؤ گے کہ اس کمرے میں کس طرح آئے ہو۔"

اس نے پھر جیب سے ریوالور نکال لیا میں نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے حقارت سے کہا۔

"تم بار بار مجھے یہ کھلونا کیوں دکھا رہے ہو۔ صاف بات یہ ہے کہ میں اسی دیوار سے نکل کر آیا ہوں۔ اگر یقین نہیں آتا تو سمجھ لو کہ میں کوئی جادوگر ہوں اور اپنے کالے عمل سے پتھریلی دیواروں کے آر پار چلا آتا ہوں۔"

فنا باوعیزہ کے دماغ میں یہ سوال کلبلا رہا تھا کہ آخر میں اس چور راستے تک کیسے پہنچ گیا۔ یہ سوال زوتھ نے مجھ سے کیا۔ میں نے جواب دیا۔

"روتھ ڈارلنگ تمہارے بوڑھے باپ کی مہربانی سے میں اس اندھے راستے پر پہنچ گیا تھا۔ کیا وہ بوڑھا پہلے منہ والا تمہارا باپ نہیں ہے؟"

آرتھر نے غصے سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"تم میرے ڈیڈی کا مذاق اڑا رہے ہو۔ وہ پہلے نہیں تھے اب بڑھاپے میں بھی ان کے تمام دانت موجود ہیں۔"

میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تم نے اپنے ڈیڈی سے ایک صدی پہلے ملاقات کی ہوگی اب اچھے بچے کی طرح اپنے باپ سے جاکر ملاقات کرو۔ ان کے سارے دانت جھڑ گئے ہیں اور تم ایسے غصے سے میری طرف نہ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تمہارے دانت بھی جھڑ جائیں۔"

فنا بانے آرتھر کا بازو پکڑ کر اسے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"تم پیچھے ہٹ جاؤ یہ اس طرح نہیں مانے گا۔ اسے میں اپنے کمرے میں لے جاکر پوچھوں گا۔ جوشو سوا اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو اس ریوالور کے سامنے چپ چاپ چلتے رہو اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر کے پیچھے رکھ لو۔"

میں نے اپنے دونوں ہاتھ سر کے پیچھے رکھ لئے پھر اس کے آگے آگے چلتا ہوا دروازے کی طرف جانے لگا۔ سوزو کو جلدی سے دروازے کے آگے آکر راستہ روکتی ہوئی بولی۔

"ٹھہر جاؤ۔ پہلے میری رہائش کا انتظام کرو۔ میں اس کمرے میں تنہا نہیں رہوں گی۔"

فنا بانے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

"اچھی بات ہے، تم روتھ کے ساتھ چلی جاؤ۔ اس کے حوالے رات گذار لو۔"

سوزو کو دروازے کے پاس سے ہٹ گئی۔ میں فنا بانے کے حکم کے مطابق اس کے آگے آگے چلتا ہوا ایک کوریڈور کے گھومنے لگا۔ باقی تمام لوگ پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ تنہا مجھے ریوالور کی نوک پر لے جا رہا تھا۔ اس اکیلے سے نمٹنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ دیسے فنا بانے کو اپنی طاقت اور پھرتیلے پن پر بڑا ناز تھا۔ وہ چارفٹ کا بونا ریوالور کے بغیر بھی مجھے زیر کرنے کے داؤ پیچ جانتا تھا۔ میرے لئے تو فنا کی ایک ہی کافی تھا کہ میں اس کے ذہن کو ذرا سا جھٹکا دیتا۔ اس وقت تک ہم گراؤنڈ فلور کے تاریک ہال میں پہنچ گئے تھے۔ اب اس ہال میں دو موی شمعیں روشن تھیں۔ میں زینے کی طرف بڑھنے لگا تو اس نے للکار کر کہا۔

"ٹھہرو۔ ادھر نہیں اُدھر چلو۔"

میں نے کہا۔ "پہلے میں اوپر مس ریتی کی خیریت معلوم کر جاؤں گا۔ تم ریوالور دکھا کر فضول دھمکی نہ دو۔"

"اچھا تم یہ جتانا چاہتے ہو کہ اس ریوالور سے نہیں ڈرتے ہو۔ بگڑے گا۔ ٹھیک ہے میں اس ریوالور کو یہاں رکھ دیتا ہوں۔"

جس میز پر موی شمعیں روشن تھیں وہاں اس نے ریوالور کو رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ یہاں رکھا ہوا ہے۔ میں پیچھے ہٹ جاتا ہوں۔ اگر تم یہ ریوالور اٹھا سکو تو پھر یہ تمہارا ہو جائے گا۔ اور تم اوپر جا کر ریتی سے بھی مل سکو گے۔"

یہ کہہ کر وہ تقریباً تین قدم پیچھے چلا گیا۔ پھر کنگ فو آرٹ کی نمائش کرنے کے لئے اپنے ہاتھ پاؤں کے مختلف زاویئے بنانے لگا۔ اس وقت وہ بونا شیطان بہت ہی خطرناک نظر آرہا تھا اور میں اس کے دماغ کو پڑھ چکا تھا کہ وہ جاپانی مارشل آرٹ کا ماہر کھلاڑی ہے۔ اس وقت میں نے اس کی پلاننگ سمجھ لی کہ جب میں آگے بڑھ کر ریوالور کی طرف ہاتھ بڑھاؤں گا تو وہ کس طرح میری ٹانگ جھپلانگ لگائے گا۔ پھر میری گردن کو دونوں ٹانگوں میں پھنسا کر مجھے وہاں سے الٹا کر ریوالور سے دور لے جائے گا اس کے بعد ہلاک کے ذریعہ میرے بارہ بجا دے گا۔

"جوشو سو۔ کیا سوچ رہے ہو؟ ریوالور تم سے صرف ایک قدم کے فاصلے پر ہے۔ آگے بڑھو اور اسے اٹھا لو۔"

پہلے تو میں نے ذرا ہچکچاہٹ کا اظہار کیا۔ اس کے کنگ فو کے پینترے دیکھ کر خوفزدہ ہونے کی ایکٹنگ کی۔ پھر ریوالور کی طرف میں نے قدم بڑھایا اور ٹھیک اسی وقت میں اس کے دماغ میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اس لئے میں اس کی ایک ایک جنبش کو سمجھ سکتا تھا۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے فضا میں اچھل کر میری گردن میں ٹانگوں کی قینچی ڈالنے آیا۔ اسکا نشانہ بالکل درست تھا لیکن میں نے جھکائی دے کر دونوں ہاتھوں سے اسے اپنی پشت کی جانب اچھال دیا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ فرش سے اٹھتا میں نے پھرتی سے ریوالور کو اٹھایا پھر جلتی ہوئی شمعوں کو پھونک مار کر بجھا دیا اب ہال میں گہری تاریکی چھا گئی تھی ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ فرش سے اٹھتا ہوا اپنے پٹھوں سے گرد جھاڑتا ہوا مجھے گالیاں دے رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"گالیاں نہ دو ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔"

وہ گھبرا کر چپ ہو گیا۔ مگر اس کی سوچ گالیاں بک رہی تھی اور وہ آہستہ آہستہ شمعدان کی طرف اندازے کے مطابق بڑھ رہا تھا۔ میں نے پھر اسے دھمکی دی۔

"بونے شیطان۔ میں اندھیرے میں دیکھ سکتا ہوں تم بڑی طرف بڑھ رہے ہو۔ کیا ارادہ ہے تمہارا؟ شاید تم وہ شمعدان اٹھا کر میری آواز کی سمت حملہ کرنا چاہتے ہو۔"

وہ ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اسے حکم دیا۔

"اب زینے کی طرف بڑھو اور ریتی کے کمرے کی طرف چلو۔"

وہ فوراً ہی پلٹ کر زینے کی طرف جانے لگا۔ اس کے دماغ نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ روشنی میں پہنچ کر مجھ سے دو دو ہاتھ کر سکے گا اور مجھے ریتی کے کمرے تک پہنچنے نہیں دے گا۔ وہ آگے آگے زینے پر چڑھ رہا تھا اور میں ہاتھ میں ریوالور لئے اس کے پیچھے تھا میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اگر میں جوشو سو کو ریتی کے کمرے تک لے جاؤں تو کیا حرج ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا۔

"ہائیں، یہ کیسی بات میں سوچ رہا ہوں۔ میں اس کمبخت کو اس کمرے میں کیسے لے جا سکتا ہوں ریتی تو اب وہاں نہیں ہوگی۔"

دماغ بیک وقت کتنی ہی سوچوں کی آماجگاہ ہوتا ہے انسان ایک بات سوچتے وقت ٹھیک اسی لمحے اپنی کسی دوسری حرکت کے متعلق بھی سوچتا ہے۔ ٹھیک اسی لمحے اس نے مجھے دو لاتی جھاڑنے کی بات سوچی۔ میں نے اس سوچ کو پڑھتے ہی سنبھلنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ غضب کا پھرتیلا تھا۔ میرے سنبھلتے سنبھلتے بھی اس نے ایک ہاتھ بڑی پھرتی سے زینے پر ٹیکا اور گدھے کی طرح پیچھے سے ایک لات جھاڑ دی۔ وہ ٹھوکر میرے منہ پر پڑی تھی۔ میں اپنا توازن نہ سنبھال سکا۔ پیچھے کی طرف الٹ کر زینے پر لڑھکتا ہوا نیچے کی طرف جانے لگا۔ نیچے ہال کے گرد الموونیم پر پہنچ کر مجھے سنبھلنے کا موقع ملا۔ اگرچہ سخت چوٹیں آئی تھیں لیکن ریتی کو بچانے کے خیال سے میں تکلیف برداشت کرتا ہوا جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اس وقت تک فنا بانے پہلی منزل کے روشن حصے میں پہنچ چکا تھا میں جلدی جلدی زینے پر چڑھنے لگا۔ ریوالور اب تک میرے ہاتھ میں دبا ہوا تھا لیکن میں فائر کر کے دوسروں کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جب میں اوپری منزل پر پہنچا تو وہ نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ جسمانی طور پر اس کا تعاقب کرنا ضروری نہیں تھا۔ کیونکہ میری سوچ اس کا تعاقب کر رہی تھی میں تیزی سے چلتا ہوا ریتی کے کمرے تک پہنچا۔ وہ اسی کمرے میں گیا تھا۔ میں دروازہ کھول کر اندر آیا۔ پلنگ پر ریتی کا لباس تار تار نظر آرہا تھا مگر ریتی وہاں نہیں تھی۔ میں تیزی سے دوڑتا ہوا دیوار سے لگی ایک الماری کے پاس پہنچا کیونکہ فنا بانی اسی الماری کے اندر گیا تھا۔

میں نے الماری کو کھول کر دیکھا تو وہ خالی تھی۔ دوسرا دل کیلئے یہ جادوگری کا تماشا ہوتا کہ وہ الماری کے اندر پہنچ کر کیسے غائب ہو گیا لیکن میں اس کے ایک ایک عمل کو پڑھتا ہوا اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ اچانک میں نے اندر پہنچ کر الماری کے دروازے کو بند کیا تو اس کے بند ہوتے

ہی الماری کے ساتھ لگی ہوئی دیوار دروازے کی طرح کھل گئی ہیں ... بے خوف و خطر اس دیوار سے گزر کر پھر ایک تاریک خفیہ راستے پر پہنچ گیا۔

پھر وہی قبر کی تاریکی تھی۔ میں اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتا تھا پھر اس تاریکی میں فنا بابا کیسے نظر آتا۔ وہ اس اندھیرے میں کہیں سے بھی اگر حملہ کر سکتا تھا بلکہ طبلہ اس کے پاس انو کے دیئے ہوئے لمبے بانس میں بھی سوچ کی کتاب پڑھ سکتا تھا اور مجھے اطمینان تھا کہ قلعہ کی اس اندھی گلی میں فنا بابا مجھ سے بہت دور ہے۔ وہ الماری کے خفیہ راستے سے یہاں آنے کے بعد دائیں سمت گیا تھا۔ میں بھی اسی طرف بڑھنے لگا راستہ پہلے جیسا تھا۔ دونوں طرف پتھریلی دیواریں، ایستادہ تھیں، اور سامنے کا راستہ بتدریج نشیب کی طرف جا رہا تھا۔

آگے بڑھتے بڑھتے میں فنا بابا کو چھوڑ کر رینی کی خبر لینے لگا۔ اس کے بستر پر پڑا ہوا چٹائی اس بتا رہا تھا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا گیا ہے۔ میں چلتے چلتے ایک جگہ ٹھہر گیا۔ دیوار سے ٹیک لگا کر رینی کے دماغ کو اچھی طرح ٹٹولنے لگا۔ کیونکہ وہ ہوش کی دنیا میں نہیں تھی کہیں بیہوش پڑی ہوئی تھی۔ ایک زبردست طوفان اس کے دماغ سے گذر چکا تھا۔ ایسے وقت انسان بیہوش ہو کر ذرا دیر کے لئے پرسکون ہو جاتا ہے۔ میں اس کے خوابیدہ دماغ میں ایسی کمزور سوچوں کو پڑھ رہا تھا۔ جو دا ضح طور سے سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ جس طرح زیر لب بڑبڑاہٹ ہوتی ہے اور واضح طور سے سنائی نہیں دیتیں اسی طرح اس کی سوچیں گڈمڈ ہو گئی تھیں۔

میں آہستہ آہستہ ان سوچوں کو ترتیب دینے لگا۔ ہولے ہولے اُسے پکارنے لگا۔ "رینی۔ رینی تم خود کو قابو کرنے کے باوجود میری آواز سن رہی ہو۔ بولو رینی بولو۔ تمہارے دماغ کے سناٹے میں صرف میری آواز گونج رہی ہے اور تم سن رہی ہو....."

تھوڑی دیر بعد اس کے ہونٹ لرزنے لگے وہ پھر ڈوبتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہاں، میں سن رہی ہوں۔ تم کون ہو؟"

"میں تمہارا ہمدرد ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ تم پر کیا گزری ہے؟"

وہ ایک بیمار کی طرح بڑی نقاہت سے بولنے لگی۔

"وہ آیا تھا۔ جب میرے کمرے سے جوتھن سو چلا گیا تو میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ مجھے اطمینان تھا کہ اس بند کمرے میں کوئی نہیں آ سکے گا۔ میں نے سوچا کہ جوتھن سو کی واپسی تک میں اپنے کپڑے سوٹ کیس سے نکال کر الماری میں رکھوں گی۔ اس خیال سے میں الماری کے پاس آئی۔ لیکن اس کے دونوں پٹ کھولتے ہی مجھ پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ ایک دم سے جیسے قوت گویائی ختم ہو گئی میں پوری قوت سے چیخنا چاہتی تھی مگر حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔"

"تم نے الماری کے اندر کسی کو دیکھا تھا؟" میں نے سوچ کے ذریعہ اُسے ٹوک دیا۔

"ہاں الماری کے اندر وہ کھڑا ہوا تھا۔ جو ڈیڑھ سو سال پہلے اس قلعہ کی حرامزادی سے عشق کرتا تھا۔"

"تم کس حرامزادی کی بات کر رہی ہو؟"

"وہی جس کی تصویر میرے کمرے کی دیوار پر لگی ہے۔ وہ جس کا نام سونیا بتایا تھا۔ میرے سامنے الماری کے اندر اسی عاشق کا عاشق فرہاد علی تیمور کھڑا ہوا تھا۔"

میں اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ رینی کو یہ داستان سنائی گئی تھی کہ میں فرہاد علی تیمور ڈیڑھ سو سال سے اپنی محبوبہ سونیا کے لئے اس ویران قلعہ میں بھٹک رہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ رینی اس وقت کسی فرہاد علی کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئی تھی۔ کیونکہ وہ اس کی محبوبہ سونیا کے کمرے میں کھڑی ہوئی تھی جبکہ بھٹکنے والے عاشق کے سامنے رینی کو نہیں اس کی محبوبہ کو ہونا چاہیئے تھا۔

رینی بڑبڑا رہی تھی۔ "پھر فرہاد علی الماری سے باہر آ گیا اور مجھے سونیا کہہ کر اپنی آغوش میں بلانے لگا۔ میں کہنا چاہتی تھی کہ میں اس کی سونیا نہیں ہوں۔ وہ دیوار پر لگی ہوئی اپنی محبوبہ کی تصویر کو کیوں نہیں دیکھتا۔ میں اس سے مختلف ہوں۔ میں رینی ہوں۔ مگر میرے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ میں گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ لیکن اس نے لپک کر مجھے پکڑ لیا۔

اُف کیسی فولادی گرفت تھی۔ جی چاہتا تھا اس گرفت میں گھل جاؤں۔ مگر دل میں یہ دہشت تھی کہ وہ ڈیڑھ سو سال پہلے کا مُردہ ہے اور میرے اندر زندہ جذبات ہیں۔ مجھے ایک مُردے سے دُور بھاگنا چاہیئے میں خوف کے مارے خود کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگی۔ وہ میرے بدن سے لباس کو نوچ رہا تھا۔ بڑی زیادتیاں کر رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں بھول گئی کہ وہ مُردہ ہے۔ وہ اپنے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ ان دانتوں کو دیکھ کر مجھے اس فلم کا ڈریکولا یاد آ گیا اگرچہ مردہ فرہاد کے دانت بڑے بڑے ڈراؤنے نہیں تھے تاہم وہ لذیذ تھے۔ اس نے بڑی محبت سے میری گردن پر جھک کر دانتوں سے میرے کاٹ لیا اس کے بعد تو میں نشے کے عجیب جہان میں پہنچ گئی مجھے کچھ ہوش نہیں رہا کہ میں کہاں ہوں....."

رینی اتنی دیر تک بڑبڑاتے رہنے کے بعد تقریباً ہوش میں آ گئی تھی میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اس وقت وہ کہاں ہے؟ مگر وہ خود کھل کر خود ہی حیرانی سے سوچ رہی تھی۔

"میں کہاں ہوں؟ میرے چاروں طرف اندھیرا کیوں ہے؟ میرے کمرے میں تو بجلی کی روشنی تھی۔"

وہ آہستہ آہستہ اُٹھ کر بیٹھنے لگی۔ اس کا سر گھوم رہا تھا۔ جیسے بہت زیادہ پی لینے کے بعد اب نشہ ٹوٹ رہا ہو۔ پھر وہ بڑبڑانے لگی

"کہاں ہیں قبر کے اندھیرے میں ہوں؟ فرہاد تم کہاں ہو؟ میرے پاس آؤ۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ آؤ مجھے بھی ڈیڑھ سو سال

لے جاؤ۔ میں تمہارے لئے یہ دنیا چھوڑ دوں گی۔"

وہ کمبخت بنا پیتی فراڈی دیوانی ہو گئی تھی۔ اس تاریکی میں اس کے پیار کے انداز کو سوچ رہی تھی اور اس کے دانتوں کے لمس کو یاد کر کے تڑپ رہی تھی۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ اس بہروپئے فرہاد کے دانت زہریلے نشے کا سرچشمہ تھے۔ نشہ کی معراج تک پہنچا دیتے تھے۔ رینی کو اب اس نشے کا چسکا پڑ گیا تھا میں نے اسکی سوچ میں کہا۔

"یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں ایک زندہ عورت ہوں مجھے ایک مردے سے محبت نہیں کرنی چاہیئے۔"

اس کی ضدی سوچ نے کہا۔

"نہیں، وہ محبت کا دیوتا ہے۔ اس کی آغوش میں محبت کا نشہ ہے۔ اگر وہ قبر کی تاریکی سے اُٹھ کر آتا ہے تو میں بھی مر کر اس کی آغوش میں دفن ہو جاؤں گی۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں سمجھایا۔

"میں زندہ اور ہوشمند ہوں۔ میں اپنی دنیا کے لوگوں سے پیار کروں گی اور میں جوتھن سو سے محبت کرتی ہوں۔"

اس نے جھلا کر جوتھن سو کو زبردست گالی دی اور اپنا سر پیٹ پیٹ کر کہنے لگی کہ اس کے دل میں مردہ فرہاد کے سوا کسی کے لئے جگہ نہیں ہے اگر اس کے دماغ نے فرہاد کے خلاف کچھ کہا تو وہ اپنا سر پھوڑ لے گی۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر فرہاد کو پکارتی ہوئی تاریکی میں بھٹکنے لگی۔ اسے بار بار ٹھوکریں لگ رہی تھیں جیسا کہ نشے کی دیوانگی میں لگتی رہتی ہیں۔ وہ کبھی ادھر اور کبھی اُدھر دیواروں سے ٹکرا رہی تھی۔ پھر وہ اسی طرح چکراتی اور بھٹکتی ہوئی واپس اسی بستر پر آ کر گر پڑی۔

اب رینی کے پیچھے سر کھپانا فضول تھا۔ وہ ایسے ہی وقت کام کی ہوتی تھی۔ جب وہ ڈریکولا فرہاد اُسے دوبارہ نشہ کی آغوش میں سلانے آتا۔ اسی وقت میں رینی کے ذریعہ اس شیطان کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا۔ میں نے اس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد آنکھیں کھول دیں۔ میں اسی چور راستے کی تاریکی میں دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ پتہ نہیں کتنا وقت گذر چکا تھا۔ میں نے فنا بابا کی خبر لی تو معلوم ہوا کہ اب وہ اس چور راستے سے نکل چکا تھا اور اپنے کمرے میں بیٹھا آرھر کو بتا رہا تھا کہ کس طرح میں نے اس کا خانہ خراب کیا ہے۔ اگر مجھے قابو میں نہ کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ اس قلعہ کی خرابی ہو جائے۔ آرتھر نے مجھ پر بھلتے ہوئے کہا۔

"مسٹر فنا بابا! میں نے پہلی نظر میں پہچان لیا تھا کہ جوتھن سو ایک خطرناک آدمی ہے۔ اب میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ انٹیلی جنس کا بہت بڑی مکاری سے رینی کا دوست بن کر آیا ہے۔ اب تم اس کے دوست بن کر اس کا خانہ خراب کرنے لگو گے۔"

"ٹھہرو۔" فنا بابا نے کہا۔ "میرا ریوالور اس کمبخت کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اسی لئے میں اپنی جان بچا کر چلا آیا۔ فری اسٹائل کا موقع ملتا تو اس کی ہڈیاں توڑ کر رکھ دیتا۔ اچھا جاؤ رائفلیں لے آؤ۔"

اب وہ رائفلیں لے کر میری تلاش میں آنے والے تھے۔ میں آگے بڑھ کر اس خفیہ راستے سے نکلنے کا کوئی دروازہ ڈھونڈنے لگا۔ میرے دائیں بائیں جو دیواریں تھیں میں انہیں ٹھونک بجا کر اور زور لگا دھکا لگا کر دیکھتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دور جاتے ہی اچانک ہی پروں کے پھڑپھڑانے کی آواز سنائی دی۔ ایک چمگادڑ میرے سر کے اوپر سے اڑتی چلی گئی۔

چمگادڑ کی موجودگی بتا رہی تھی کہ وہ خفیہ راستہ قلعہ کے باہر بھی لے جاتا ہے۔ وہ چمگادڑ یقیناً باہر سے اڑتی ہوئی آئی ہو گی۔ وہ پھر پر پھڑپھڑاتی ہوئی میرے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ میں نے دور ہونے والی آواز کی سمت دیکھا تو سامنے ہی دو چمکتی ہوئی آنکھیں نظر آئیں۔ پہلے تو میں نے یہی سمجھا کہ وہ فریب نظر ہے کیونکہ اس سے پہلے میں آنکھوں کی طرح بنے ہوئے دو سوراخوں کو دیکھ چکا تھا۔ وہ بھی سوراخ ہو سکتے تھے اور ان کے پار یقیناً کوئی کمرہ ہو گا۔ میں انہیں قریب سے دیکھنے کے لئے آگے بڑھا۔ اسی وقت میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ ایک زبردست گھونسہ میرے منہ پر پڑا۔ میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے کی طرف جا کر فرش پر گر پڑا۔

اس فولادی مکے نے مجھے سمجھا دیا تھا کہ حملہ کرنے والا کوئی ہیوی ویٹ باکسر ہے۔ وہ اس گہری تاریکی میں مجھے بڑی آسانی سے دیکھ رہا تھا۔ فرش پر میں جہاں گر پڑا تھا ٹھیک اسی جگہ اس نے مجھ پر چھلانگ لگائی لیکن اب میں اس کی چمکتی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر اس کی حرکات کو سمجھ سکتا تھا اور اس کے ارادے کو سمجھتے ہی میں نے کروٹ بدل لی۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ لڑھک گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ فرش پر اوندھے منہ گر پڑا یقیناً اسے سخت چوٹ آئی ہو گی لیکن اس کی قوت برداشت حیرتناک تھی اس کے منہ سے اُف تک نہ نکلی۔

میں اچھل کر کھڑا ہو گیا چونکہ وہ اوندھے منہ فرش پر گرا تھا۔ اس لئے اس کی آنکھیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ دوسرے لفظوں میں وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اندازے سے اُسے ایک ٹھوکر ماری دوسرے ہی لمحہ میں اپنی ٹانگ پکڑ کر اسے لگا کھڑا تھا۔ کیونکہ میں نے سامنے دیوار کو ٹھوکر ماری تھی۔ وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ اسی وقت پیچھے سے میری گردن پر کراٹے کا ایک زوردار ہاتھ پڑا۔ میں تلملا کر دوسری طرف پلٹ گیا۔ یہ بعد میں پتہ چلا کہ وہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتا تھا تاکہ وہ چمکتی ہوئی آنکھیں اس کی نشاندہی نہ کر سکیں۔

میں تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا جب اندھیرے میں آنکھیں کام نہیں کرتیں تو پھر اندھیرے میں ہاتھ آگے بڑھا کر ٹٹولا جاتا ہے۔ میں نے ٹٹول ٹٹول کر دیکھنے کے لئے اپنا ایک ہاتھ آگے بڑھایا۔ ایک لمحہ کے لئے وہ چمکتی ہوئی آنکھیں نظر آئیں دوسرے ہی لمحہ اس

نے میرا ہاتھ کھینچ کر جو ڈو کا داؤ مارا۔ میرے قدم اکھڑے اور میں فضا میں اچھلتا ہوا دوسری طرف جا کر نچلے فرش پر گرپڑا۔ مجھے یوں لگا جیسے میری ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ چند لمحوں تک اٹھنے کی سکت نہ رہی۔

یہ برابر کا مقابلہ نہیں تھا۔ وہ تاریکی میں مجھے دیکھ کر حملے کر رہا تھا اور جب میں اُسے دیکھنا چاہتا تو وہ اپنی آنکھیں چھپا لیتا۔ یہ کوئی مردانگی نہیں تھی اگر ایسے وقت میں تنہا مردانگی دکھانے کی حماقت کرتا تو اسی قلعہ میں کہیں دفن کر دیا جاتا۔ لہٰذا ان چور حملوں سے بچنے کے لئے میں نے فوراً ریوالور نکال لیا۔ وہ میری طرف بڑھ رہا تھا، ریوالور دیکھتے ہی دوسری طرف پلٹ گیا۔ پھر اس کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ میں نے للکار کر کہا۔

"رک جاؤ، ورنہ گولی مار دوں گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے فائر کر دیا۔ اندھیرے میں ایک شعلہ لپکا۔ شعلہ کی لمحاتی روشنی میں دور خفیہ راستے کا موڑ نظر آیا۔ وہ اس موڑ پر غائب ہو چکا تھا۔ فائر کی آواز اس بقعے میں تھوڑی دیر تک گونجتی رہی پھر خاموشی چھا گئی۔ میں فرش پر سے اُٹھ کر اپنی کریدھی کرنے لگا۔ اُس اندھیرے کے شیطان کا پیچھا کرنا مناسب نہیں تھا۔ وہ اس تاریکی میں چھپ کر میرے ریوالور پر ہاتھ صاف کر سکتا تھا۔ اگر اس کا داؤ میرے بس میں ہوتا تو میں اسی وقت معلوم کر لیتا کہ وہ بھاگتا ہوا کہاں گیا ہے تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد میں نے فٹا بائے دماغ کو ٹٹول کر دیکھا۔ اس کے ساتھ آرتھر اور موئسو موٹو تھے۔ تینوں کے پاس رائفلیں تھیں اور وہ میری طرف آنے کے لئے ایک چور دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اسی وقت وہ چور دروازہ خود بخود کھل گیا۔ ان تینوں نے جھک کر رائفلیں سیدھی کر لیں۔ ان کا خیال تھا کہ میں ان سے ٹکرانے کے لئے پہنچ گیا ہوں۔

ہاں، میں ان کے سامنے پہنچ گیا تھا لیکن وہ میں نہیں تھا۔ ان کے سامنے نقلی فرہاد کھڑا ہانپ رہا تھا۔ موئسو موٹو نے رائفل نیچی کر کے جھکاتے ہوئے کہا۔

"کیا مصیبت ہے اسے دیکھ کر دل یوں دہلتا ہے جیسے سچ مچ فرہاد سامنے آ گیا ہو۔ آخر یہ کہاں سے بھاگا آ رہا ہے؟"

آرتھر نے آگے بڑھ کر اپنا پستی فرہاد کو مخاطب کیا۔

"کیا رنجی کے ساتھی جوتھن سو سے تمہارا سامنا ہوا تھا؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر ایک گونگے کی طرح اشاروں میں بتانے لگا کہ مجھ سے مقابلہ ہوا تھا۔ پھر میں نے اس پر فائر کیا تو اسے بھاگنا پڑا۔ فٹا بائے کہا۔

"آرتھر! اپنی اس زہریلی بلا سے کہو کہ زبان سے باتیں کرے جب گونگا نہیں ہے تو اخبار دان کی زبان میں کیوں بولتا ہے؟"

آرتھر نے کہا۔ "مسٹر فٹا بائے! میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ہم اپنے اس آدمی کو فرہاد علی کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اب اسے ناقابل برداشت اذیتیں پہنچائیں۔ تب بھی یہ منہ سے آواز نہیں نکالے گا۔"

فٹا بائے کہا۔ "لیکن فرہاد کے موجودہ ریکارڈ کے مطابق اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم ہو چکی ہیں۔ اب اس سے محتاط رہنا کیا ضروری ہے؟"

"ضروری ہے، بلکہ دانشمندی ہے۔ فرہاد کے دماغ کو شاک پہنچایا گیا تھا۔ اس بات کا امکان ہے کہ اس کی یادداشت واپس آ جائے۔ لہٰذا اس کی طرف سے محتاط رہنا چاہیئے۔"

"لعنت ہو فرہاد پر۔ اس سے پوچھو کہ جوتھن سو سے جب مقابلہ ہوا تو اس نے اپنے زہریلے دانت کیوں استعمال نہیں کئے؟"

"مسٹر فٹا بائے! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ جوتھن سو کے پاس آپ کا ریوالور ہے ریوالور کی موجودگی میں اسے دانتوں سے حملہ کرنے کا موقع نہیں ملا ہوگا۔ اس کی عادت ہے کہ پہلے یہ دشمنوں سے زور آزمائی کرتا ہے۔ ناکامی کی صورت میں دانتوں سے حملہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔"

ان کی باتیں سن کر میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اگر میں جوانمردی کے زعم میں ریوالور نہ نکالتا تو وہ کسی موقع پر اپنے زہریلے دانت ضرور استعمال کرتا۔ میں نے اب تک کبھی سنا تھا نہ دیکھا تھا کہ کسی انسان کے دانت زہریلے ہیں۔ اس زہریلے آدمی کے متعلق معلومات حاصل کرنا ضروری تھا یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ ان زہریلے دانتوں سے رنجی کی موت واقع کیوں نہ ہوئی۔ اسے صرف زہریلا نشہ حاصل ہوا تھا اور وہ مزید نشہ کی تمنا کر رہی تھی۔

بہرحال ابھی وقت نہیں تھا کہ میں آرتھر وغیرہ کے دماغ کو کرید کر اس زہریلے آدمی کے متعلق معلومات حاصل کرتا۔ وہ لوگ مجھے قتل کرتے ہوئے ادھر آ رہے تھے۔ میں پھر اس پاس کی دیواروں کو ٹھونکتے بجاتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ وہ لوگ کھلنے والی دیواروں کو کسی طرح لاک کر دیتے ہیں۔ اسی لئے مجھے ریوالونگ دیوار کا دروازہ نہیں مل رہا تھا۔ کچھ دور جانے کے بعد میرا خیال غلط ثابت ہوا۔ ایک جگہ میں نے دیوار کو دھکا دیا تو وہ اندر کی طرف کھاتی چلی گئی۔

میرے سامنے ایک روشن کمرہ تھا۔ مجھے فوراً ہی اندر جانا چاہیئے تھا لیکن میں نے ذرا دیر کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس ریوالونگ دیوار کا دوسرا حصہ گھوم کر میرے پیچھے آ گیا۔ مجھے زور کا ایک دھکا لگا اور میں زور سے ہوا سامنے پلنگ پر آ کر گر پڑا۔ پلنگ پر سونے والی کو مجھ سے دھکا لگا تو وہ نیند میں کسمسا کر بولی۔

"اوہ نہہ۔ روتھ یہ کیا حرکت ہے۔ مجھے آرام سے سونے دو۔"

بڑا آرام دہ بستر تھا۔ سوزو کو دوسری طرف کروٹ لئے لیٹی ہوئی تھی۔ جی میں آیا کہ اسی خوابیدہ حسن کی چھاؤں میں سو جاؤں۔ مگر پھولوں کے ساتھ جو کانٹے سوتے ہیں، وہ میری دل کی دھڑکنیں بڑھ رہے تھے۔ میں فٹا بائے کے دماغ میں بیٹھا سمجھ رہا تھا کہ وہ کس طرح تلاش کر رہے ہیں۔ اس خفیہ راستے میں جتنے دروازے تھے ان سب کو وہ کھول کر دیکھتے چلے آ رہے تھے

میں نے سوزو کو پر ایک حسرت بھری نظر ڈالی۔ پھر پلنگ سے اُٹھ کر ریوالونگ دیوار کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک منٹ کے بعد ہی زہریلے آدمی اور آرتھر کے ساتھ اس دیوار کے پیچھے آ کر رک گئے آرتھر نے کہا۔

"اس دیوار کے پیچھے روتھ کا کمرہ ہے ہمیں یہاں بھی دیکھ لینا چاہیئے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالونگ دیوار کو دھکا دیا۔ دیوار دروازے کی صورت میں گھومنے لگی۔ میں بھی اس کے ایک حصہ کے ساتھ گھومتا خفیہ راستے میں پہنچا اور وہ تینوں دروازے کے دوسرے حصے کے ساتھ چلتے ہوئے کمرے میں پہنچ گئے۔

اب اس کمرے میں سوزو کو تنہا لے خبر سو رہی تھی۔ وہ تینوں دیوار چلتے ہوئے پلنگ کے نیچے اور الماری کے پیچھے مجھے ڈھونڈنے لگے۔ فٹا بائے کی سوچ سے پتا چلا کہ وہ زہریلا آدمی سوزو کے حسن و شباب کی دلدادہ ہے۔ اس کی نظروں سے دیکھ رہا ہے فٹا بائے فوراً ہی اس کے سامنے دیوار کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ آرتھر اس زہریلے آدمی کو سمجھانے لگا۔

"یہ لڑکی تمہارے لئے نہیں ہے۔ یہ بے غمال کے طور پر لائی گئی ہے اگر تم اسے ہاتھ لگاؤ گے تو ہمارے مشن کو نقصان پہنچے گا۔ چلو، یہاں سے واپس چلو۔"

آرتھر اُسے کھینچتا ہوا ریوالونگ دیوار تک لے آیا۔ مگر وہ زہریلی آنکھیں بھری نظروں سے سوزو کو دیکھے جا رہا تھا۔ آرتھر سوچ رہا تھا۔

"مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ میجر یاماگوچی نے سختی سے تاکید کی تھی کہ سوزو کو اس زہریلی بلا کی نظروں میں نہ آنے میں نے تو سوزو کو اس سے چھپا رکھا تھا۔ مگر یہ بھول گیا تھا کہ روتھ اس لڑکی کو اپنے ساتھ لے آئی ہے۔ اب سوزو کو اس کمرے سے بھی ہٹانا ہوگا۔"

یہ سوچتے ہی اس نے ریوالونگ دیوار کو دھکا دیا۔ وہ دیوار گھومنے لگی۔ میں اس کے ایک حصہ کے ساتھ چلتا ہوا کمرے میں آیا وہ تینوں دوسرے حصہ کے ساتھ چلتے ہوئے خفیہ راستے میں پہنچ گئے۔ آرتھر نے پریشان ہو کر کہا۔

"پتہ نہیں وہ کمبخت کہاں جا کر چھپ گیا ہے اس چور راستے کے باہر نکلنے کے راستہ پر موئسو موٹو رائفل لئے بیٹھا ہے۔"

فٹا بائے ناگواری سے کہا۔

"تمہارے اس بوڑھے خبطی باپ نے جوتھن سو کو چھپا دیا ہوگا۔"

آرتھر نے کہا۔ "اب ڈیڈی بالکل میں تو میں ان کا کیا علاج کر سکتا ہوں۔ فی الحال میں نے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اپنے کمرے میں بند کر دیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ جوتھن سو بھٹکتا ہوا ڈیڈی کے کمرے میں چلا جائے۔"

"چلو تہہ خانہ میں بھی اسے تلاش کر لیتے ہیں۔" فٹا بائے کہہ کر تہہ خانہ کی طرف جانے لگا۔ میں فوراً ہی فٹا بائے کے قدموں کو گننے لگا۔ بائیس قدم چلنے کے بعد وہ بائیں طرف مڑ گیا۔ پھر وہاں سے سات قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ اب اس کے ہاتھ بائیں طرف کی دیوار کو ٹٹول رہے تھے اسے دیوار کا ایک پتھر ذرا سا ہلتا ہوا محسوس ہوا وہ اس پتھر کو دیوار کے اندر دھکیلنے لگا اس کے ساتھ ہی قدموں کے پاس فرش کا کچھ حصہ کڑکڑاہٹ کی آواز کے ساتھ اپنی جگہ سے ہٹنے لگا۔ کڑکڑاہٹ کی آواز ختم ہوئی تو اس نے ماچس کی روشنی میں ایک چھوٹے سے زینے کو دیکھا جو نیچے تہہ خانہ میں چلا گیا تھا۔

میں باری باری فٹا بائے اور آرتھر کے دماغوں میں جھانک کر یہ دیکھنے لگا کہ وہ تہہ خانہ کے متعلق کیا سوچ رہے ہیں اس سلسلہ میں آرتھر ہی نظر آیا، میں اس کے دماغ سے چپک گیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"جوتھن سو کو اس تہہ خانہ کا علم نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک پہنچنے کا راستہ آسان نہیں ہے۔" میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"لیکن یہاں تک پہنچنا بالکل ہی ناممکن نہیں ہے، اگر جوتھن سو یہاں پہنچ جائے تو؟"

"تو عقب ہو جائے گا یہاں اس کمبخت کو ہمارے جرائم کے بہت سے ثبوت مل جائیں گے۔"

میں نے اطمینان کی ایک لمبی سانس لی۔ اتنی بھاگ دوڑ کے بعد اب صحیح منزل کا پتہ معلوم ہوا تھا۔ اب وہاں تک پہنچنے کیلئے ذرا صبر کی ضرورت تھی، جلد بازی میں وہ زہریلا آدمی میرے راستے کی دیوار بن جاتا۔ یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ اس خفیہ تنظیم کو چلانے والے خاص طور سے میرے لئے اس زہریلے آدمی کو پال رہے تھے اُسے گونگا بن کر رہنے کی ٹریننگ دی گئی تھی، چور راستے کی تاریکی میں وہ انفرا ڈارک لینس آنکھوں پر چڑھائے ہوتے تھا۔ عام حالات میں بھی اس کی آنکھوں پر آئی لینس رہتا ہوگا تاکہ میں اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکوں۔

وہ کون لوگ تھے، جو میری طرف سے اس قدر محتاط تھے۔ میجر یاماگوچی وغیرہ میرے متعلق مکمل صحیح معلومات نہیں رکھتے تھے۔ ان حالات میں میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ اس تنظیم کے پیچھے بھی سپر ماسٹر کا ہاتھ تھا۔ وہی اچھی طرح جانتا تھا کہ میری یادداشت کسی وقت بھی واپس آ سکتی ہے اور میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دوبارہ اس کے لئے مصیبتیں پیدا کر سکتی ہیں۔ اس لئے وہ مجھ سے نمٹنے کیلئے زہریلے آدمی جیسے نہ جانے کتنے آلۂ کاروں کو مجھ سے محفوظ رہ کر مقابلہ کرنے کی ٹریننگ دے رہا تھا، پتہ نہیں وہ میرے خلاف محاذ بنا کر اور کیا کچھ کر رہا ہوگا۔

فٹا بائے، آرتھر اور وہ زہریلا آدمی تہہ خانہ میں مجھے تلاش کرنے

کے بعد ناکام واپس آنے لگے۔ تہہ خانہ کے راستہ کو بند کرنے کے بعد فٹابا نے اچانک ہی چونک کر آرتھر سے پوچھا۔

"کیوں آرتھر! تم تو کہتے تھے کہ ہمارا یہ زہریلا آدمی سونیا کی طرح دشمنوں کی بُو سونگھ کر ان پر حملے کرتا ہے۔ کیا ابھی یہ جو تھن سو کی بو کو نہیں پا سکتا؟"

آرتھر ذرا سا ہچکچایا پھر کہنے لگا۔

"میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ ہر ایک کی بو سونگھ لیتا ہے یہ۔ یہ صرف عورتوں کا شیدائی ہے۔ صرف ان کی بُو کے پیچھے بھاگتا ہے۔"

فٹابا نے غصہ سے کہا۔

"تم بات بدل رہے ہو، مجھے بیوقوف بنا رہے ہو، میرا کیا ہے اگر سونیا کسی طرح یہاں مکاری سے پہنچے گی تو پھر اس زہریلے گوبھنگے کی بو کے پیچھے لگ جائے گی۔"

آرتھر نے منقبض لگاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر فٹابا! کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ یہ فرہاد کے روپ میں ہے۔ سونیا جیسے ہی اسے فرہاد سمجھ کر اس کے قریب آئے گی یہ پہلے ہی تلے میں اسے زہریلے نشہ کی معراج تک پہنچا دے گا۔"

ان کی باتیں سن کر اچانک یاد آیا کہ میں نے بہت دیر سے سونیا کی خبر نہیں لی ہے۔ میں نے اسے دماغ کی اسکرین پر آخری بار جزیرہ سٹوڈو میں دیکھا تھا وہ سوزو کو کی بو کے انتظار میں وہاں ٹھہر گئی تھی اب رات کے دو بجنے والے تھے وہ آرام سے سو رہی ہو گی میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا معلوم ہوا کہ وہ پرسکون ہے اور آنکھیں بند کئے سو رہی ہے۔ نیند کی حالت میں اس کی سوچ تھکی تھکی سی تھی میں نے سمجھا کہ وہ مسلسل بھاگ دوڑ کے بعد تھک کر سو رہی ہے اگر میں اس کی سوچ کو چھیڑتا تو حقیقت معلوم ہو جاتی۔ وہ سو نہیں رہی تھی بلکہ بے ہوشی کی حالت میں تھی۔

میں مصروفیت کے باعث حقیقت کو سمجھ نہ سکا مصروفیت یہ تھی کہ میں اپنے تعاقب کرنے والوں کی مصروفیت کو سمجھ رہا تھا۔ آرتھر اپنے زہریلے ساتھی کے ساتھ چور دروازے سے گزرتا ہوا اس تاریک کمرے میں پہنچ گیا، جہاں ریتی ایک لمبے تڑنگے پڑی ہوئی تھی۔

آرتھر نے اس شیطان سے کہا۔

"ہم تمہاری ہر خواہش پوری کرتے ہیں، تم نے فلمی رسالوں میں رینی کی تصویریں دیکھ کر اسے حاصل کرنے کی تمنا کی تھی۔ اب دیکھ لو فلمی شوٹنگ کے بہانے ہم نے اسے ہالی وڈ سے بلا کر تمہاری آغوش میں پہنچا دیا ہے۔ اس وقت تک تم پر مہربان رہیں گے جب تک تم وفاداری کا ثبوت دیتے رہو گے۔ باس کا حکم ہے کہ اس جاپانی لڑکی کی تمنا نہ کرو جسے تم ابھی رُتھ کے کمرے میں دیکھ کر آئے ہو۔ اگر تم اُسے ہاتھ بھی لگاؤ گے تو یہ تنظیم سے غداری ہو گی اور غداری کی سزا تم اچھی طرح جانتے ہو....."

یہ کہہ کر وہ اس تاریک کمرے میں ان دونوں ہوس پرستوں کو چھوڑ کر باہر آ گیا۔ اس نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا تاکہ وہ زہریلا صرف ریتی تک محدود رہے۔ وہاں سے نکل کر سوزو کو تک نہ پہنچ سکے۔ احتیاطی تدبیر کے بعد وہ فٹابا کی طرف جانے لگا۔ میں روتھ کے دماغ میں اسی طرح ریوالونگ دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ میرے سامنے پلنگ پر مخمور خواب تھی۔ جب اطمینان ہو گیا کہ دشمنوں میں سے کوئی نہیں آئے گا تو میں ذرا کمر سیدھی کرنے کے لئے

اس کمرے میں عیش و آرام کا تمام سامان موجود تھا۔ مگر وہاں کی گھڑیاں نصیب نہیں تھیں۔ ابھی یہ معلوم کرنا تھا کہ فٹابا اور آرتھر کو نیند آئی ہے یا وہ میری تلاش میں نکلے ہیں۔ میں نے آرتھر کی کمی کی دور تھام کر دیکھا وہ فٹابا کے کمرے میں پہنچ گیا تھا۔ فٹابا فون پر کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے اس کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا۔

"یہ تو کمال ہو گیا۔ وہ کیسا کس طرح تمہارے قابو میں آ گئی۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "وہ تنہا تھی۔ اس نے اپنے ایجنٹ کو جزیرے سے واپس بھیج دیا تھا۔ اسی وقت ہمیں موقع مل گیا۔ ہم نے پیچھے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ جدوجہد نہ کر سکی بیہوش ہو گئی۔ ہم اُسے قلعہ میں پہنچانے آ رہے ہیں۔"

فٹابا نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ اسے فوراً پہنچا دو۔ فرہاد اس کے پیچھے ضرور آئے گا۔ اس کا خیال رکھو۔ اوور اینڈ آل۔"

یہ باتیں سنتے ہی فوراً میری سمجھ میں آ گیا کہ سونیا اس وقت وہاں نہیں رہی تھی بلکہ بیہوش پڑی تھی۔ فٹابا اور آرتھر پلاننگ کر رہے تھے کہ کس طرح سونیا کو قلعہ کے اندر لایا جائے گا اور جب میں اس کی مدد میں آؤں گا تو مجھے کس طرح گھیر جائے گا۔ ان کی پلاننگ کو چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ میں تو وہاں پہنچ ہی گیا تھا اور سونیا بھی پہنچنے والی تھی۔ لہٰذا میں سونیا کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اب وہ ہوش میں آ گئی تھی اور ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی اسی طرف چلی آ رہی تھی۔ اس کے پاس دو جاپانی ریوالور لئے بیٹھے تھے۔ وہ مطمئن نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"پتہ نہیں یہ لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ کیا مجھے مطمئن رہنا چاہیئے؟"

اس نے اپنے آس پاس دیکھتے ہوئے سوچا۔

"میں کر بھی کیا سکتی ہوں۔ میرے آس پاس ریوالور ہیں۔ تو نہیں جانتی کہ مجھے کہاں لے جایا جا رہا ہے، لیکن میرے دماغ میں موجود کا پتہ بتا دے۔"

بھلا اس کا دماغ اسے کیسے بتا سکتا تھا۔ میں فوراً ہی اس کے انداز کو سمجھ گیا۔ وہ مجھ پر طنز کر رہی تھی۔ دوسرے ہی لمحے اس نے

اس کروفر فرہاد! یہ خیال خوانی کے ہتھکنڈے اپنے ہی پاس رکھو۔ تمہاری طرح کسی کی سوچ کے ذریعہ اپنی منزل کا پتہ معلوم نہیں کر سکتی۔ اپنی صلاحیت بھی کوئی چیز ہے۔ میں یہ بات دعوی سے کہہ سکتی ہوں کہ اس وقت میں تمہاری ہی طرف چلی آ رہی ہوں۔"

میں اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ میری بُو سونگھتی چلی آ رہی ہے۔ میں نے کہا۔

"عجیب ہے سونیا! جب میں تو گیو میں تمہیں اپنا ہمراز بنائے بغیر چلا گیا تھا تو اس وقت تم کرنل جوشو ہو کی طرح میری گمشدگی کی وجہ سے پریشان تھیں۔ کیا اس وقت تم میری بو سونگھ کر یہ پتہ نہیں معلوم کر سکتی تھیں؟"

"لیس نہیں۔ میں تمہارے ہتھکنڈوں کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ میرا خیال تھا کہ تم مجھ سے رابطہ قائم کرو گے لیکن جب تم نے اسے ضروری نہ سمجھا تو میں نے بھی جان بوجھ کر کرنل جوشو ہو کی تائید کی کہ دشمن تم پر غالب آ گئے ہیں اور سوزو کو کی طرح تمہاری بُو کو بھی مجھ سے چھپا رہے ہیں۔"

"یہ تم نے اچھا کیا کہ کرنل کو میری حقیقت نہیں بتائی۔ لیکن اس نے دو تین بار تمہارے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا تمہاری سوچ سے یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ تم میری طرف سے مطمئن ہو۔ بلکہ تم میرے پریشان ہونے پر۔"

سوچ کے ذریعہ اس کی ہنسی کی آواز سنائی دی۔

"فرہاد! یہ میرا کمال ہے تمہارے ساتھ اتنا عرصہ رہ کر اتنا تو سمجھ گیا ہے کہ تم مجھے کن حالات میں کس طرح اپنے طور پر سوچنے پر مجبور کئے ہو۔ میں کافی عرصہ سے تمہاری مرضی کے مطابق اپنی سوچ کو کنٹرول کرنا سیکھ گئی ہوں تم سمجھ رہے ہو گے کہ میں تمہارا پیچھا کرتی ہوئی تمہارے لئے پریشان ہوتی رہوں تو پھر دیکھو کہ سب کچھ میں نے تمہاری مرضی کے مطابق ہی کیا ہے۔"

میں مسکرانے لگا۔ میرے پاس لیٹی ہوئی سوزو کو کروٹ بدل رہی تھی اس کے بدن سے بدستور شہنیل کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے سونیا سے پوچھا۔

"بہرحال یہ بتاؤ کہ سوزو کو کہاں ہے؟ تم اس کی بو پا رہی ہو یا نہیں؟"

"نہیں فرہاد! دشمن بڑے چالاک ہیں۔ اسے مسلسل خوشبوؤں سے چھپا رہے ہیں۔ مگر تم سچ سچ بتاؤ کیا تم جان بوجھ کر یہ سوال نہیں رہے ہو؟ کیا تمہیں سوزو کو کے متعلق کوئی علم نہیں ہے؟"

"میری بات نہ پوچھو! اگر پوچھنا ہی چاہتی ہو تو اپنی شرط ہار جاؤ۔"

"میں سمجھ گئی، تم سوزو کو تک پہنچ گئے ہو۔ اور اب میں بھی پہنچنے والی ہوں۔"

"تو پھر جلدی سے تسلیم کر لو کہ شرط ہار چکی ہو اپنی صلاحیت کھو بیٹھی ہو۔ تمہارا خیال نہیں پہنچ رہی ہو کیونکہ تمہاری مطلوبہ لوا ابھی تک تمہیں نہیں ملی

رہی ہے۔"

میری اس بات پر سونیا گڑبڑا گئی۔

"آں۔ نہیں۔ ارے واہ کیا زبردستی شرط ہار جاؤں، میرے سر کا پھلا حصہ اب تک دکھ رہا ہے۔ کم بختوں نے پیچھے سے زبردست حملہ کیا تھا۔ آخر میں کسی نہ کسی طرح تکلیفیں برداشت کرتی ہوئی سوزو کو تک پہنچ رہی ہوں نا۔"

"بیشک پہنچ رہی ہو لیکن یاد کرو کہ تم نے اپنی صلاحیت پر ناز کیا تھا اور یہ شرط لگی تھی کہ تم اسی صلاحیت کے بل پر سوزو کو واپس لاؤ گی اور اب یہ تمہارے لئے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک تم وہاں پہنچو گی تو پھر یہ لوگ سوزو کو خوشبوؤں میں نہیں چھپائیں گے۔ پھر یہ کہ میں تم سے بہت پہلے سوزو کو تک پہنچ گیا ہوں تمہیں اب تک موقع دے رہا تھا۔ اب موقع دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا عام عورتوں کی طرح فضول بحث نہ کرو۔ خوشی سے ہار مان جاؤ۔"

اس کا منہ لٹک گیا۔ وہ ناراض ہو گئی تھی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں جب تم یہاں آؤ گی تو میں تمہیں منا لوں گا۔"

اس نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ میں نے اسے چھیڑنا چاہا لیکن اسی وقت سوزو کو نیند میں کسمسائی۔ اس نے چونک کر آنکھ کھول دی۔

میں پہلے سے تیار تھا۔ لہٰذا اس بار اُسے چیخنے کا موقع نہیں ملا۔ میں نے فوراً ہی اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس کی چیخ حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔ پیاری پیاری نیلگوں سی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں اور خوفزدہ ذہن سوچ رہا تھا۔

"وہی ہے۔ یہ وہی اجنبی ہے۔ یہ کم بخت کسی بھی بند کمرے میں کیسے پہنچ جاتا ہے؟ میں کیا کروں۔ یہ مجھے مار ڈالے گا۔"

میں نے بڑی نرمی سے کہا۔

"ڈرو مت۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں، تمہارے دشمنوں کا دشمن ہوں۔ اگر تم چلاؤ گی تو میں تمہاری کوئی مدد نہیں کروں گا۔"

اس کا خوف قدرے کم ہو گیا۔ میں نے اس کے منہ پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔ وہ ہکلاتی ہوئی بولی۔

"تت۔ تم کون ہو؟ روتھ کہاں ہے؟"

"وہ یہاں ہوتی تو میں نہ ہوتا۔"

"مم۔ مگر تم نے تو کہا تھا کہ تم دوست ہو۔ کیا دوستی کا یہی طریقہ ہے؟"

"بالکل۔ دوستی میں دردِ دل اسی طرح شیر و شکر ہوتے ہیں۔ تم خود ہی بتاؤ کہ ابھی مجھے دشمن بن کر تمہارا گلہ دبوچنا چاہیئے یا محبت سے پیش آنا چاہیئے؟"

وہ جتنی حسین تھی اتنی ہی بزدل بھی تھی۔ موت سے ڈرتی تھی۔ گلا دبوچنے کے خیال سے ہی لرز کر بولی۔

"مم۔ محبت سے۔"

میں عجلت سے پیش آنے لگا۔ ایک بار جب میں اس کے باپ سے ملنے کے لئے اس کی کوٹھی میں گیا تھا تو اس نے مجھے چھپ کر دیکھا تھا اور میرے متعلق رائے قائم کی تھی "اوہ نہر بس یونہی سا ہے" اور میں یونہی سا آدمی اس وقت جو تھن سو کے روپ میں تھا اور اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ یونہی سے آدمی کے پاس یونہی چلی آئی ہے۔ میں تھوڑی دیر تک یونہی وقت گذارتا رہا۔ تھوڑی دیر میں سوزو کو نے مجھے دوست کی حیثیت سے تسلیم کرلیا۔ اس نے کہا۔

"جو تھن سو! وعدہ کرو تم مجھے کسی طرح اس قلعہ سے نکال کر لے جاؤ گے۔ میرے ڈیڈی تمہیں منہ مانگا انعام دیں گے۔"

انعام تو مجھے مل چکا تھا۔ جاپانی گڑیا کو تو لوگ گھر کے ڈرائنگ روم میں سجاتے ہیں۔ میں انعام کے طور پر اسے دل میں بٹھا سکتا تھا۔ مگر سونیا قہرمن کرنازل ہونے والی تھی۔ میں تو سچ مچ ایک بیچارے سے شوہر کی طرح ڈرنے لگا تھا میں نے اس سے کہا۔

"اگر یہ جو تھن سو سلامت رہا تو تمہارا ساتھ نہیں چھوڑے گا لیکن اس وقت تو مجھے ساتھ چھوڑ کر جانا ہوگا تاکہ میں اس قلعہ سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرسکوں۔"

یہ کہہ کر میں بستر سے اٹھ گیا سوزو کو میرے ساتھ دروازے تک آئی لیکن دروازہ باہر سے بند تھا وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"انہوں نے مجھے قید کر رکھا ہے اور تقدیر تمہیں میرے ساتھ قیدی بنا کر رکھنا چاہتی ہے۔"

"تم یہاں آرام کرو۔ میں جس طرح یہاں آتا ہوں اسی طرح باہر بھی جاسکتا ہوں۔"

میں اس کا جواب سنے بغیر ریوالونگ دیوار کے پاس آیا پھر اس کے ساتھ گھومتے ہوئے چور راستے میں پہنچ گیا۔ اب اس تاریکی میں میں ایک اندھے کی طرح سفر کرسکتا تھا۔ تہہ خانے تک پہنچ سکتا تھا لیکن اس وقت وہاں جانا مناسب نہیں تھا کیونکہ مجھے سونیا کا انتظار تھا۔ وہ یہاں آکر دشمنوں کو ابھار کر تھکتی تو میں اطمینان سے تہہ خانے کی سیر کرسکتا تھا۔ اس لئے میں ادھر گھوم گیا جدھر سے میں قلعہ کی پہلی منزل تک پہنچ سکتا تھا۔ وہ راستہ تدریج اوپر کی طرف جارہا تھا۔ دس منٹ کے بعد میں اس دیوار کے پاس پہنچ گیا جو مجھے الماری کے اندر لے جاتی۔

وہ ربی کے کمرے کی الماری تھی۔ وہ زہریلا آدمی ربی کو اسی راستے سے اٹھا کر لے گیا تھا۔ پہلے میں الماری کے اندر آیا پھر اس کے پٹ کھول کر کمرے میں پہنچ گیا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ صرف دیوار پر لگی ہوئی سونیا کی تصویر مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں بھی چند لمحے اُسے چاہت سے دیکھتا رہا۔ یہ محض رسمی چاہت نہیں تھی اتنے عرصے تک اس کی قریب رہ کر مجھے یوں لگتا تھا جیسے وہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے اور اب اس نے بچھڑے ہوئے صدیاں گذر گئی ہیں۔ اس وقت میری سب سے بڑی آرزو یہی تھی کہ میری سونیا جلد سے جلد میرے پاس پہنچ جائے۔

میں اس کمرے سے نکل کر کوریڈور میں آگیا کوریڈور کے دوسری طرف جو کمرہ میرے لیے مخصوص کیا گیا تھا اور اس کمرے کی دیوار پر میری تصویر لگائی گئی تھی جس کمبختوں کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ فرہاد کو سی اس تصویر کے فریب دے رہے ہیں ٹیں دروازے پر آیا اور پھر ہینڈل کو پکڑ کر اسے آہستگی سے کھولا وہ کمرہ خالی نہیں تھا جہاں میری تصویر تھی اس کے نیچے پلنگ تھا اور اس پلنگ کے ملائم بستر پر ایک نوجوان عورت سو رہی تھی میری آہٹ پاتے ہی اس نے دروازے کی طرف کروٹ لی میں خوشی سے پاگل ہوگیا ——— وہ سونیا تھی میری سونیا۔

وہ مجھے دیکھتے ہی بستر سے اٹھ گئی میں آہستہ آہستہ اسکی طرف بڑھنے لگا وہ دونوں باہیں پھیلا کر میری طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"فرہاد! میرے فرہاد! تم کہاں تھے؟ میں ڈیڑھ سو سال سے تمہیں تلاش کررہی ہوں۔"

میں ٹھٹھک گیا کیوں کہ میں جو تھن سو کے روپ میں تھا پھر یہ مجھے فرہاد کیسے سمجھ رہی تھی؟ نقلی فرہاد نے کچھ اسی طرح رینی کو سونیا کا روپ دھار کر میرے کمرے میں میری ڈیڑھ صدی پرانی تصویر تھی۔ اور سامنے دیوار پر لگی ہوئی میں سونیا کی جو تصویر تھی، سونیا ڈیڑھ سو سال بعد اس تصویر سے نکل کر میرے سامنے آگئی تھی۔

اسی وقت ڈھن ڈھن کی آواز سنائی دینے لگی۔ دو سو سال پہلے کال بیل اسی طرح شور مچاتی تھی اس آہنی گھنٹے کی آواز سے پرانے قلعہ کے در و دیوار لرز رہے تھے کوئی قلعہ کا آہنی دروازہ کھولنے کے لئے کہہ رہا تھا میں نے سونیا کے وماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ پریشان تھی مگر میرے سامنے نہیں تھی۔

میری سونیا دشمنوں کے نرغے میں قلعہ کے باہر آہنی دروازہ کھولنے کا انتظار کررہی تھی۔

مطالعہ کو مفید اور زیادہ دلچسپ بنانے کیلئے ایک بے حد کارآمد فارمولا

امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے

قیمت ۲۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ملک بک ایجنسی پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی نمبر ۱

قلعہ

کے باہر گھنٹے کی گونجتی گرجتی آواز تھم گئی تھی۔ آرتھر باہر کے آہنی دروازے کو کھول رہا تھا

دروازے پر سونیا دوریولور لئے دشمن قیدی بنی کھڑی ہوئی تھی۔ دوسرے کے اندر دوسری سونیا میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور اس سونیا کا ہاتھ پکڑے ڈیڑھ سو سال سے اپنے عاشق فرہاد علی ہمور کی تلاش میں بیتاب رہی ہے۔ اس نے پھر میری طرف ایک قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرے فرہاد۔ تم خاموش کیوں ہو؟ کیا تم اپنی سونیا کو بھول گئے ہو؟"

دو مجھے بیوقوف بنا رہی تھی میں نے بھی بیوقوف بنتے ہوئے کہا۔

"تم سونیا ہو میں نے تمہاری تصویر سے تمہیں پہچان لیا ہے۔ ہاں تم فرہاد کی اس تصویر کو دیکھ کر سمجھ سکتی ہو کہ میں فرہاد نہیں ہوں۔"

وہ میرے بالکل قریب آگئی۔

"تم میرے فرہاد ہو۔ تم نے دوسرے روپ میں جنم لیا ہے تم کتنے ہی روپ بدلو میں تمہیں پہچان لوں گی۔"

اس نے میرے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ میں نے اسے بازوؤں میں جکڑ کر کہا۔

"اگر تم مجھے ہر روپ میں پہچان سکتی ہو تو پھر آؤ میں بھی تمہارے اس روپ کے پیچھے تمہیں پہچان کر دکھاتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے اپنے بازوؤں کا حلقہ تنگ کردیا۔ اسے اتنے زور سے بھینچنے لگا کہ اس کے حلق سے رُک رُک کر آواز نکلنے لگی۔

"آ — آہستہ — فر — فرہاد — ایسے تو میں مرجاؤں گی۔"

"نہیں میری ڈیڑھ سو سال کی باسی محبوبہ تمہارے مرنے تک تمہیں زندہ رہنے کی پریکٹس ہوچکی ہے بھلا تم کیسے مرسکتی ہو۔"

"مجھے چھ — چھ — چھوڑو۔"

"کیسے چھوڑ دوں، ہم ڈیڑھ سو سال بعد مل رہے ہیں اگر تم زندہ رہنا چاہتی ہو تو سیدھی طرح رُکو ٹھہرو مائیکل بن جاؤ۔"

رُکو ٹھہرو کے دونوں ہاتھ میری گردن کے پیچھے تھے۔ جب وہ برداشت سے قریب آئی تھی تو اس وقت سونیا کی طرح اس کے دونوں ہاتھ کی انگلیاں بھینچی ہوئی تھیں یعنی وہ بھی سونیا کی طرح آہنی ناخنوں سے میری گردن نوچ ڈالنا چاہتی تھی۔ اسی لئے میں نے پہلی ہی فرصت میں اسے اتنی شدت سے بھینچ لیا تھا کہ وہ میری پشت پر ناخنوں سے حملہ کرنا چاہتی تو اسکی انگلیاں رُک رُک جاتیں۔ اس نے دو چار بار مجھے باتوں میں لگا کر اپنی انگلیوں کو استعمال کرنا چاہا مگر میں نے اسے موقع نہیں دیا۔ آخر وہ جھلا کر بولی۔

"مجھے معاف کردو، میں واقعی رُکو ٹھہرو ہوں، مجھے چھوڑ دو۔"

مگر اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ میری گرفت سے نکلتے ہی مجھ پر حملہ کرے گی۔ وہ بھی سونیا کی طرح لڑنے کے فن سے واقف تھی اور مجھ پر اپنے داؤ آزمانا چاہتی تھی۔ اب میں ایک عورت سے کیا مقابلہ کرتا۔ لیکن اس کے آہنی پنجوں سے بچنا بھی ضروری تھا۔ لہٰذا میں نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہی اس کے سر پر ایک کھڑا ہاتھ رسید کیا۔ جیسے ہی وہ ڈھلتی ہوئی پیچھے کی طرف گئی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر مروڑ دیا۔ پھر اسے زمین پر گرا کر اپنا ایک پاؤں اس کی گردن پر رکھا۔ پھر اس کے ہاتھوں سے وہ آہنی پنجے نکالنے لگا۔ وہ منہ سے آواز نکالنے کی کوشش کرتی تو میں اس کی گردن پر اپنے پاؤں کا دباؤ سخت کردیتا۔

ان آہنی پنجوں کو اپنی جیب میں رکھنے کے بعد میں نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ بڑی پھرتی سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کا دماغ چغلی کھا رہا تھا کہ اب وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر میری طرف کراٹے کا ہاتھ مارا تھا لیکن میں نشانے سے ہٹ گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اچھلنے کے بعد دوبارہ اوندھے منہ زمین پر پہنچ گئی۔ میں نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری تو وہ چیختی ہوئی دوسری طرف پلٹ گئی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ شور مچا کر دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرے۔ اس لئے میں اچھل کر اس پر سوار ہوگیا۔ اس کا لچکدار نکالنے کے لئے میرا وزن کافی تھا۔ میں نے اس کے دائیں ہاتھ کو پشت کی طرف موڑ کر آرم لاک لگاتے ہوئے کہا۔

"اب اگر ذرا بھی حرکت کروگی تو تمہارا بازو ٹوٹ جائے گا۔ لہٰذا شرافت سے میری باتوں کا جواب دو۔"

وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی بولی۔

"میں جواب دوں گی، مجھے چھوڑ دو۔"

"نہیں تم اسی طرح حسین لگ رہی ہو۔ جلدی جلدی بتاؤ کہ تم نے اور اس زہریلے آدمی نے سونیا اور فرہاد کا بھیس کیوں بدلا ہے؟"

وہ بدستور کراہتی ہوئی بولی۔

"یہاں — اس قلعہ میں ہمیں سونیا اور فرہاد بننے کی ٹریننگ دی جارہی ہے۔ فار گاڈ سیک میرا ہاتھ چھوڑ دو۔"

میں نے اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا۔ لیکن اس کی تکلیف میں ذرا کمی کردی۔

"اب تم آسانی سے بول سکتی ہو۔ پہلے بتاؤ اس زہریلے آدمی کا نام کیا ہے؟"

"میں اس کا اصل نام نہیں جانتی۔ یہاں سب اسے گرلاش کہتے ہیں۔"

"تم دونوں کو کس طرح ٹریننگ دی جاتی ہے؟"

"سات سو مردوں اور عورتوں میں سے میرا اور گرلاش کا انتخاب کیا گیا ہے۔ میں سونیا کی طرح جوڈو کراٹے جانتی ہوں اور گرلاش فرہاد کی طرح صنتی اور شہ زور ہے۔ ہم دونوں ٹیپ کا میاب نقال ہیں۔ ہم دونوں کو ٹیپ کے ذریعے سونیا اور فرہاد کی گفتگو سنائی جاتی ہے ہم ان

کی آواز اور لہجے کی نقل کرتے ہیں اور ان کے چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے کے انداز کو سمجھتے اور سیکھتے رہتے ہیں۔"

"اس ٹریننگ کے بعد تم لوگوں سے کیا کام لیا جائے گا؟"

"تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟ ان باتوں سے تمہارا بھلا نہیں ہوگا۔ اگر اپنی بھلائی چاہتے ہو اور عیش و عشرت کی زندگی گزارنا چاہتے ہو تو میرے دوست بن جاؤ۔ ہماری تنظیم میں رہ کر کام ..... کرو۔ ہمارے یہاں تم جیسے لوگوں کی بہت زیادہ قدر کی جاتی ہے۔"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ جلدی بتاؤ کہ سونیا اور فرہاد بن کر تم دونوں کیا کرنے والے ہو؟"

وہ مجبور ہو کر بولنے لگی۔

"سونیا اور فرہاد کرنل جوشو ہو کے بہت قریب ہیں۔ انہیں کرنل کا اعتماد بھی حاصل ہے۔ ہماری تنظیم والوں نے ایسی پلاننگ کی ہے کہ فرہاد اور سونیا یہاں لازماً آئیں گے بلکہ سونیا آچکی ہے فرہاد بھی اس کی خاطر یہاں ضرور آئے گا۔ پھر وہ دونوں اس قلعہ کے تہہ خانے سے کبھی نہیں نکل سکیں گے۔ میں اور گرلاش تو کیوبہ پہنچ کر ان کی جگہ لے لیں گے اور کرنل کے قریب رہ کر اس کا اعتماد حاصل کرتے رہیں گے بس ہمیں اتنا ہی کام بتایا گیا ہے۔"

آگے میں سمجھ گیا کہ یہ لوگ نقلی سونیا اور فرہاد کے ذریعہ کرنل کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے پھر اس سے سوال کیا۔

"کیا گرلاش کے دانت زہریلے ہیں؟"

"وہ سر سے پاؤں تک زہریلا ہے۔"

"میں کیسے یقین کرلوں۔ وہ انسان ہے سانپ تو نہیں ہے کہ زہریلا بن جائے۔"

"یقین کرو وہ جنوبی افریقہ کے ایک سپیرے کی اولاد ہے افریقہ میں اب بھی ایسے لوگ ہیں جو بچپن ہی سے تھوڑا تھوڑا سا زہر روز کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور پھر اس کا توڑ بھی کرتے ہیں اس طرح وہ جوان ہونے تک اس قدر زہریلے بن جاتے ہیں کہ اگر وہ کسی کو ایک بار دانتوں سے کاٹ لیں تو وہ انتہائی نشے کی حالت میں بیہوش ہو جاتا ہے۔ جو عورتیں چرس، افیون اور ہیروئن کی عادی ہو جاتی ہیں وہ ایسے زہریلے آدمی کی قربت سے بہت لطف اندوز ہوتی ہیں۔"

مجھے رینی یاد آگئی۔ میں نے پوچھا۔

"کیا رینی بھی نشے کی عادی ہے؟"

"ہاں! گرلاش نے اسے نشے کی انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ لیکن اگر وہ بار بار گرلاش کی آرزو کرے گی تو وہ نشہ تبدریج زہر بن کر اسے ہلاک کر دے گا۔ کوئی بھی نشے کی عادی عورت گرلاش کو ایک دو دن سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی۔"

"اگر وہ مجھے دانتوں سے کاٹ لے تو کیا ہوگا؟"

"تو جو میں نے کہا ہے۔ اگر تم میں برداشت کی قوت ہے تو زیادہ سے زیادہ ایک دو دن زندہ رہو گے پھر وہ نشہ آور زہر تمہارا کام تمام کر دے گا۔"

اس کے بعد میں نے سوال کیا۔ "رینی یہاں کیوں لائی گئی ہے؟"

"گرلاش کے لئے ۔۔۔ وہ حسین عورتوں کا رسیا ہے۔ اسے دولت کا لالچ نہیں ہے۔ وہ تنظیم کے سرپرست سے معاوضے کے طور پر اپنی پسند کی عورتیں طلب کرتا ہے۔ اسی لئے رینی کو فلم کی شوٹنگ کے بہانے ہالی وڈ سے یہاں بلایا گیا ہے۔"

"اگر گرلاش کی زہریلی محبت اسے مار ڈالے تو؟ کیا تم لوگ قانون کی نظروں میں نہیں آؤ گے؟ کیونکہ وہ باقاعدہ پاسپورٹ سے کرنل کے ملک میں آئی ہے۔"

"رینی کو میں نے نہیں دیا جائے گا۔ آرتھر ایک بہت ہی چالاک ڈاکٹر ہے۔ وہ گرلاش کے زہر کا توڑ جانتا ہے۔ آرتھر کی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ گرلاش کے ساتھ رہے اور اگر کوئی حسینہ اس کے زہریلے آجائے تو وہ اسے مرنے سے پہلے رینی یہاں سے صحیح سلامت واپس لے جائے گی۔"

"کیا وہ یہاں سے واپس جا کر رپورٹ نہیں کرے گی کہ اس کے ساتھ کیا جانے والا غلامی معاہدہ سراسر فراڈ تھا؟"

"عورتیں گرلاش کی زہریلی محبت کی خاطر اپنی زندگی اور دولت لٹا دیتی ہیں۔ رینی گرلاش سے دوبارہ ملنے کی آرزو میں اپنی زبان بند رکھے گی۔ یہاں اس ملک میں ہمارے خلاف کوئی رپورٹ درج نہیں کرائے گی۔ گرلاش اس ملک سے باہر اس سے ملنے کا وعدہ کرے گا وہ اس وعدے کے مطابق باہر جائے گی جہاں کہیں نہ کہیں موت اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔"

"کیا تمہیں رینی کی موت پر افسوس ہوگا؟"

"رینی کی طرح اب تک کتنی ہی حسین لڑکیاں گرلاش کو دولت پانے کی آرزو میں بے موت مر چکی ہیں۔ میں کہاں تک کتنوں کے لئے افسوس کروں گی۔"

"تم نے درست کہا، مرنے والیوں میں تمہارا نام بھی آجائے تو مجھے افسوس نہیں ہوگا۔"

یہ کہتے ہی میں نے آرم لاک کے دائیں پر ذرا قوت صرف کرتے ہوئے ایک زور کا جھٹکا دیا۔ اس کے حلق سے فلک شگاف چیخ نکلی اس کے بازو کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ میں نے جھپٹ کر فرش سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"یہاں کی عدالت تمہیں سزائے موت کا فیصلہ سنائے گی یا تمہیں گرفتار کر کے لے جانے کے لئے میرے پاس ہتھکڑی نہیں ہے مجبوراً تمہارا ایک بازو اکھاڑ دیا ہے۔"

وہ تکلیف کی شدت سے فرش پر پاؤں پٹک رہی تھی اور چیختی جا رہی تھی۔ یہ شور سن کر اس کے حمایتی آنے ہی والے تھے۔ میں تیزی سے اس کمرے سے نکل کر سامنے والے کمرے میں آیا۔ وہی کمرہ جو پہلے میرے لئے مخصوص تھا۔ جہاں سونیا کی قدِ آدم تصویر لگی ہوئی تھی۔ اس کمرے کی الماری سے گزر کر پھر چور راستے کی تاریکی میں چلا گیا۔ چند لمحے کریں نے اطمینان سے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس سے پہلے ہی قلعہ کے اسی ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی تھی جہاں مجھے پہلی بار لایا گیا تھا۔ وہاں وہ فٹا بانا اور آرتھر سے باتیں کر رہی تھی۔ میں رُوتھ کی چیخ سنتے ہی اب وہ لوگ بھاگتے ہوئے مختلف کمروں میں جھانکتے پھر رہے تھے۔

سونیا اسی ڈرائنگ روم میں دو دیواروں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ یعنی دو جاپانی اس کے آس پاس تھے اور اس کے سامنے ایک لمبے تڑنگے موٹو بیٹھا ہوا تھا۔ سونیا اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ یہ انتظار تھا۔ رُوتھ کی چیخیں سن کر وہ سمجھ گئی تھی کہ میں ہی کچھ گڑبڑ کر رہا ہوں۔ اس نے مزید معلومات کیلئے موئسو موٹو کو مخاطب کیا۔

"کیوں مسٹر۔ کیا اس قلعہ میں کوئی ہیٹری یا کی مریضہ ہے جو اس طرح چیخ رہی ہے؟"

"شٹ اپ۔" موئسو موٹو نے غرا کر کہا۔

"کیا اس چیخنے والی کو شٹ اپ نہیں کرا سکتے؟"

موئسو موٹو نے بلک بیک چونک کر کہا۔

"سونیا تم اس بدمعاش کی بُو سونگھ کر اسے ہمارے سامنے لا سکتی ہو۔"

"تم کس بدمعاش کا ذکر کر رہے ہو؟"

"وہ ۔۔۔ اس کا نام جوتھن سُو ہے۔ کمبخت بڑی چالاکی سے ایک ہپرٹن کا مہمان دوست بن کر یہاں آگیا ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ہمارے لئے دردِ سر بن جائے گا۔ وہ تقریباً آدھی رات کو قلعہ کے اندر اِدھر سے اُدھر دوڑ رہا ہے۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تعجب ہے تم اتنے لوگ ہو اور اس قلعہ کی چہار دیواری میں وہ اکیلا تمہارے ہاتھ نہیں آرہا ہے اگر میری مدد چاہتے ہو تو مجھے اس کا حلیہ بتا دو۔ میں جوتھن سو کی بُو سونگھ کر اسے پکڑ لاؤں گی۔"

موئسو موٹو نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر اپنے آدمیوں سے کہا۔

"او، سونیا کو جوتھن سو کے کمرے میں لے چلو۔"

سونیا ان کے ساتھ اسی کمرے میں جانے لگی جہاں رُوتھ فرش پر مارے درد کے بازو کا ماتم کر رہی تھی۔ اب میں آرتھر کے دماغ کے ذریعہ اس کا بھی رونا دھونا سن رہا تھا۔ اتنی دیر میں رُوتھ انہیں بتا چکی تھی کہ جوتھن سو نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ وہ سب جھلا رہے تھے اور جوتھن سو کو گالیاں دے رہے تھے۔ آرتھر نے پوچھا۔

"رُوتھ! اس نے تم پر قابو کیسے پا لیا؟ تم ایک بہترین فائٹر ہو۔ تمہارے پاس آہنی پنجے بھی تھے۔"

وہ کراہتی ہوئی بولی۔ "اس نے مجھے موقع ہی نہیں دیا۔ وہ دبے قدموں میرے پیچھے آیا تھا پھر اس نے میرے بازو اور گردن میں فلمی فوراً دی۔ اب مجھے پتہ چلا کہ وہ اناڑی نہیں ہے۔ میرا بازو توڑنے کے بعد اس نے آہنی پنجے نکال لئے۔"

"کیا اس نے تم سے کسی قسم کی معلومات حاصل کی تھیں؟"

"نہیں۔ میرے چیختے ہی وہ یہاں سے بھاگ گیا۔"

وہ اپنے لوگوں سے جھوٹ بول رہی تھی اگر ان سے سچ بولتی کہ وہ نقلی سونیا اور فرہاد کے متعلق اتنی تنظیم کا اہم منصوبہ میرے سامنے کھل چکی ہے تو اسے کسی صورت سے بھی معاف نہ کیا جاتا۔ اسی وقت سونیا ایک قیدی کی حیثیت سے وہاں پہنچ گئی۔ موئسو موٹو نے پوچھا۔

"ہائیں، یہ رُوتھ کو کیا ہو گیا؟"

وہ جواب میں جوتھن سو کو گالیاں دینے لگی۔ موئسو موٹو نے کہا۔

"وہ گالیاں سن کر ہمارے سامنے گرفتار ہونے کے لئے نہیں آئیگا۔ آپ لوگ سونیا کو بھول گئے ہیں۔ یہ اس کی بُو سونگھ کر ہمیں اس کے پاس پہنچائے گی۔"

آرتھر اور فٹا بانا چونک کر سونیا کو دیکھنے لگے۔ فٹا بانا نے خوش ہو کر کہا۔

"سونیا کو ٹھیک وقت پر یہاں لایا گیا ہے۔ سونیا اگر اس سلسلے میں تم ہماری مدد کرو گی تو ہم ہمارے ساتھ نرمی سے پیش آئیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "میری طرح ہر قیدی یہی چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔ میں اس بدمعاش کو ضرور پکڑوں گی۔ مجھے اس کی کوئی چیز دکھاؤ۔"

جس کمرے میں میری اچکن رکھی ہوئی تھی۔ اسے سونیا کے سامنے کھول دیا گیا۔ وہ اچکن میں نے ٹوکیو میں خریدی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک نیا سوٹ اور میک اپ کا سامان خریدا تھا۔ سوٹ اس وقت میرے جسم پر تھا اور میرا اتارا ہوا لباس اچکن میں تھا۔ سونیا تو سمجھ رہی تھی کہ جوتھن سو کے کپس پردہ کون ہتھکنڈے کر رہا ہے میرے لباس کو سونگھ کر اس بات کی اور تصدیق ہو گئی۔ آرتھر نے اچکن سے میک اپ کا سامان نکالتے ہوئے کہا۔

"یہ دیکھو میک اپ کے سامان سے ثابت ہو جاتا ہے کہ جوتھن سو انٹیلی جنس کا آدمی ہے۔ اگر اسے فوراً ہی ٹھکانے نہ لگایا گیا تو یہ ہم سب کو ٹھکانے لگا دے گا۔"

فٹا بانا نے سونیا کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ سونیا بھی قانون کا ساتھ دیتی ہوئی یہاں تک آئی ہے۔ ہم کیسے یقین کر لیں کہ یہ جوتھن سو جیسے قانون کے محافظ تک ہمیں پہنچا سکے گی۔"

"کیسے نہیں پہنچائے گی۔" آرتھر نے کہا۔ "ہم اس کے ساتھ چلیں گے

اگر یہ ذرا بھی چالاکی دکھائے گی تو ہم اسے گولی مار دیں گے۔"

فٹا بانے ساتھیوں کے ساتھ سونیا کو لے کر کمرے سے باہر جانے لگا۔ آرتھر رُوتھ کے بازو کی ہڈی بٹھانے کے لئے وہیں رہ گیا۔ تب میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر کہا۔

"ہیلو سونیا۔ تم انہیں کمرے میں واپس لیکر جاؤ اور مغربی دیوار سے گنتے کے بعد بتاؤ کہ میں کہاں کھڑا ہوں۔ میں قریب ہی مغرب کی سمت پایا جا سکتا ہوں۔"

سونیا نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ انہیں واپس کمرے میں لے گئی۔ اور انہیں بتانے لگی کہ میں کہاں پایا جا سکتا ہوں۔ اس کی بات سن کر فٹا بانے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ وہ کمبخت ابھی تک چور راستے میں بھٹک رہا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ جنوب کی سمت دیوار کی طرف گیا۔ پھر ایک الماری کو کھولتے ہوئے کہا۔

"میرے پیچھے آؤ۔ اور سونیا سے ہر لمحہ محتاط رہو۔"

وہ لوگ فٹا بانے کے پیچھے سونیا کو ساتھ لے کر الماری کے اندر داخل ہونے لگے۔ میں وہ سری الماری سے نکل کر پھر ریتی کے کمرے میں آگیا اور سونیا کو سمجھا دیا کہ وہ تھوڑی دیر تک انہیں چور راستے میں بھٹکاتی رہے۔ اس کے بعد میں پھر اپنے کمرے کے دروازے پر آیا۔ جب سے ریوالور نکال کر دروازے کو آہستگی سے کھولا۔ آرتھر فرش پر دوزانو بیٹھا ہوا تھا۔ اسکی پشت میری جانب تھی اور وہ رُوتھ کے بازو کی ہڈی بٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں بہت آہستگی سے دبے قدموں اس کی طرف بڑھنے لگا۔ رُوتھ نے تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے دوسری طرف منہ کیا تو میں نظر آگیا۔ وہ چیخ کی بولی۔

"جوجو۔ جوتھن سوُ۔"

آرتھر فوراً ہی میری طرف پلٹ گیا۔ میں کب پیچھے رہ سکتا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ایک زور کی ٹھوکر ماری۔ وہ رُوتھ پر سے ہوتا ہوا الٹ کر دوسری طرف چلا گیا۔ پھر فرش سے فوراً ہی اٹھتے وقت اپنی جیب سے ریوالور نکالنا چاہا۔ میں نے بلا تاخیر گولی چلا دی۔ "ٹھائیں" کی آواز کے ساتھ آرتھر کی چیخ بلند ہوئی پھر وہ اپنا دایاں بازو تھام کر دوبارہ فرش پر گر پڑا۔ میں نے قریب پہنچ کر اس کی جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔

"اب رُوتھ کے ساتھ تم بھی یہیں لیٹے رہو۔ شاید کوئی تیز اثر دونوں کی مرہم پٹی کرنے آجائے۔"

میں اس کا ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کمرے سے باہر آگیا۔ اس دروازے کو باہر سے بند کرنے کے بعد میں پھر ریتی کے پہلے والے کمرے میں آیا۔ میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے ساتھ جتنے آدمی تھے وہ سب فائرنگ کی آواز سے چونک گئے تھے۔ چونکہ اس قلعہ میں آوازیں چاروں طرف گونجتی تھی اس لئے وہ فائرنگ کی صحیح سمت کا تعین نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے فوراً ہی سونیا کو ہدایت دی۔

"سونیا! اب ان سے کہو جہاں رُوتھ زخمی پڑی ہوئی ہے وہاں سے میری بو آرہی ہے۔"

سونیا نے جیسے ہی انہیں بتایا۔ وہ بے تحاشہ اسی طرف بھاگنے لگے۔ بدحواسی کے باوجود انہیں سونیا کا خیال تھا کہ کہیں وہ عورت ان کے لئے مصیبت نہ بن جائے۔ جب وہ بھاگتے ہوئے کمرے میں پہنچے تو اب رُوتھ کے ساتھ آرتھر بھی وہاں فرش پر پڑا نظر آیا۔ فٹا بانا اور موسو موٹو ایک دوسرے کا سہارا دے کر طبی امداد کے لئے لے جائیں۔ ایک جاپانی آرتھر کو سہارا دے کر اٹھانے لگا۔ فٹا بانے سونیا سے کہا۔

"تم ہمارے ساتھ چلو۔ اب ہم تمہاری مدد سے کسی مصیبت میں نہیں پڑنا چاہتے۔ ہمیں پہلے ہی سمجھ لینا چاہیئے تھا کہ تم ایک طاقتور عورت ہو۔"

سونیا ان کے ساتھ کمرے سے نکل کر کوریڈور سے گذرنے لگی فٹا بانا کی سوچ نے بتایا کہ اس کا کمرہ ایسا ہے جہاں سے کوئی چور دروازہ نہیں کھلتا ہے۔ وہ سونیا کو اسی کمرے میں لے گئے۔ وہاں اس نے موسو موٹو سے کہا کہ وہ سونیا کو ریوالور سے کور کرے۔ پھر اپنا ریوالور جیب میں رکھ کر ایک الماری سے سونیا کے لئے ہتھکڑی نکالنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"میں اس طرح قید ہو کر نہیں رہ سکتی۔ یہ فٹا بانا جیسے ہی میرے قریب آئے گا میں اس پر جوڈو کا داؤ آزماؤں گی اور اسے موسو موٹو پر پھینک دوں گی۔"

میں نے اسے سمجھایا۔

"نہیں سونیا ایسی حرکت نہ کرنا۔ فٹا بانا ایک خطرناک فائٹر ہے وہ آسانی سے تمہارے داؤ میں نہیں آئے گا۔ پھر یہ کہ تم ایک ریوالور کی زد میں ہو۔ خود کو خطرے میں نہ ڈالو۔"

وہ سنبھلا کر سوچ کے ذریعہ کہنے لگی۔

"تمہیں شرم نہیں آتی دور ہی دور سے نصیحتیں کر رہے ہو۔ کیا فٹا بانا کو دماغی جھٹکے نہیں پہنچا سکتے؟"

"نہیں — میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اپنی صلاحیت کا مظاہرہ کر کے دشمن کو ہوشیار نہ ہونے دیں۔ ابتک وہ تذبذب میں ہیں کہ مجھ پر شبہ ہے مگر یقین نہیں ہے کہ میری یادداشت واپس آچکی ہے۔ فی الحال میرا طریقہ کار یہی ہے کہ میں چپ چاپ دوسروں کے دماغ میں جھانک کر معلومات حاصل کرتا رہوں۔ میں نے ابتک کسی کے دماغ کو خیال خوانی کے ذریعہ چھیڑا نہیں ہے اس لئے میں انہیں چھیڑنا نہیں چاہتا۔"

ان باتوں کے دوران فٹا بانا سونیا کو ہتھکڑی پہنا چکا تھا۔ اس نے ہتھکڑی کا ایک حصہ سونیا کی دائیں کلائی میں اور دوسرا حصہ اس کے ٹخنے میں پہنا دیا۔ اب وہ فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ اور ذرا بھی حرکت کرنے کے قابل نہ رہی تھی۔ پھر فٹا بانا نے موسو موٹو کو اس کمرے سے

رُوتھ نے بھی بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ لوگ خود غرض ہیں، انہیں ہماری تکلیف کا ذرا بھی احساس نہیں ہے۔"

ان کی باتیں سن کر فٹا بانا اور موسو موٹو نے سونیا کو اپنے اپنے ریوالور سے کور کر لیا۔ پھر ان دونوں جاپانیوں سے کہا کہ وہ رُوتھ اور آرتھر کو سہارا دے کر طبی امداد کے لئے لے جائیں۔ ایک جاپانی آرتھر کو سہارا دے کر اٹھانے لگا۔ فٹا بانے سونیا سے کہا۔

"تم ہمارے ساتھ چلو۔ اب ہم تمہاری مدد سے کسی مصیبت میں نہیں پڑنا چاہتے۔ ہمیں پہلے ہی سمجھ لینا چاہیئے تھا کہ تم ایک طاقتور عورت ہو۔"

سونیا ان کے ساتھ کمرے سے نکل کر کوریڈور سے گذرنے لگی فٹا بانا کی سوچ نے بتایا کہ اس کا کمرہ ایسا ہے جہاں سے کوئی چور دروازہ نہیں کھلتا ہے۔ وہ سونیا کو اسی کمرے میں لے گئے۔ وہاں اس نے موسو موٹو سے کہا کہ وہ سونیا کو ریوالور سے کور کرے۔ پھر اپنا ریوالور جیب میں رکھ کر ایک الماری سے سونیا کے لئے ہتھکڑی نکالنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"میں اس طرح قید ہو کر نہیں رہ سکتی۔ یہ فٹا بانا جیسے ہی میرے قریب آئے گا میں اس پر جوڈو کا داؤ آزماؤں گی اور اسے موسو موٹو پر پھینک دوں گی۔"

میں نے اسے سمجھایا۔

"نہیں سونیا ایسی حرکت نہ کرنا۔ فٹا بانا ایک خطرناک فائٹر ہے وہ آسانی سے تمہارے داؤ میں نہیں آئے گا۔ پھر یہ کہ تم ایک ریوالور کی زد میں ہو۔ خود کو خطرے میں نہ ڈالو۔"

وہ سنبھلا کر سوچ کے ذریعہ کہنے لگی۔

"تمہیں شرم نہیں آتی دور ہی دور سے نصیحتیں کر رہے ہو۔ کیا فٹا بانا کو دماغی جھٹکے نہیں پہنچا سکتے؟"

"نہیں — میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اپنی صلاحیت کا مظاہرہ کر کے دشمن کو ہوشیار نہ ہونے دیں۔ ابتک وہ تذبذب میں ہیں کہ مجھ پر شبہ ہے مگر یقین نہیں ہے کہ میری یادداشت واپس آچکی ہے۔ فی الحال میرا طریقہ کار یہی ہے کہ میں چپ چاپ دوسروں کے دماغ میں جھانک کر معلومات حاصل کرتا رہوں۔ میں نے ابتک کسی کے دماغ کو خیال خوانی کے ذریعہ چھیڑا نہیں ہے اس لئے میں انہیں چھیڑنا نہیں چاہتا۔"

ان باتوں کے دوران فٹا بانا سونیا کو ہتھکڑی پہنا چکا تھا۔ اس نے ہتھکڑی کا ایک حصہ سونیا کی دائیں کلائی میں اور دوسرا حصہ اس کے ٹخنے میں پہنا دیا۔ اب وہ فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ اور ذرا بھی حرکت کرنے کے قابل نہ رہی تھی۔ پھر فٹا بانا نے موسو موٹو کو اس کمرے سے جانے کے لئے کہا۔ موسو موٹو نے پریشان ہو کر کہا۔

"میں تنہا کہیں نہیں جاؤں گا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ بدمعاش میرے ہاتھ پاؤں بھی توڑ کر رکھ دے۔"

"بزدل کہیں کے۔" فٹا بانے ناگواری سے کہا۔ "کیا تمہارے پاس ریوالور نہیں ہے؟"

"ریوالور تو آرتھر کے پاس بھی تھا اور رُوتھ کے پاس آہنی پنجے تھے۔ انہوں نے جوتھن سو کا کیا بگاڑ لیا۔"

فٹا بانا کی پیشانی پر سوچ کی شکنیں پھیل گئیں۔ موسو موٹو نے معقول بات کہی تھی کہ حفاظتی اقدامات کے باوجود اس قلعہ کے دو افراد اپنے اپنے ایک ہاتھ سے معذور ہو گئے تھے۔ وہ سوچتا ہوا کمرے کے ایک گوشے میں گیا۔ وہاں ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا وہ اس کرسی پر بیٹھ کر میجر یاما گوچی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

"ہیلو فرسٹ مین۔ ہیلو ہیلو۔ فٹبال کالنگ یو۔"

وہ میجر یاما گوچی کو فرسٹ مین کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ اور وہ فٹا بانا ٹرانسمیٹر پر خود کو فٹ بال کہہ رہا تھا۔ ان لوگوں نے کوڈ کے طور پر اپنا اپنا الگ نام رکھ چھوڑا تھا۔ دوسری طرف سے یاما گوچی نے جواب دیا تو فٹا بانا قلعہ کی موجودہ سچویشن بتانے لگا تمام باتیں سننے کے بعد یاما گوچی نے غصہ سے کہا۔

"تم ایسے نالائق تو نہیں تھے جب ریتی اپنے کسی مہمان دوست کو لیکر وہاں آتی تھی تو تمہارا فرض تھا کہ تم مجھے اسی وقت اطلاع دیتے تم کہو گے کہ اس وقت تمہیں جوتھن سو پر شبہ نہیں ہوا تھا کیا تم یہ نہیں سمجھتے کہ دشمن شبہ سے بالاتر ہو کر چالیں چلتے ہیں۔ تم نے مجھے پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔ اب وہ کہ میرے دماغ میں یہی بات آرہی ہے کہ جوتھن سو کے روپ میں فرہاد تو نہیں ہے؟"

اتنا کہہ کر یاما گوچی ذرا دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔ وہ میرے متعلق سوچ رہا تھا چونکہ وہ ملٹری سیکرٹ سروس میں ایک سینئر کی حیثیت سے موجود رہتا تھا اس لئے اسے یہ خبر مل گئی تھی کہ فرہاد علی تیمور کو کیو کے سپرد کیا گیا تھا اور کار کی اندرونی حالت سے پتہ چلتا تھا کہ کافی جدوجہد کے بعد دشمنوں نے اسے قابو کیا ہے۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ میں نے اپنے اغوا کا ڈرامہ خود ہی کھیلا تھا۔ مگر یاما گوچی میری اس فراڈ ڈرامہ بازی کو سمجھ گیا۔ کیونکہ اس کے آدمیوں نے مجھے اغوا نہیں کیا تھا۔

اب وہ میجر اسی لائن پر سوچ رہا تھا کہ میں نے سبھی کو دھوکے میں رکھ کر اور بھیس بدل کر ٹرین میں ریتی سے دوستی کی اور قلعہ تک پہنچ گیا۔ میجر نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد کہا۔

"فٹا بانا مجھے یقین ہے کہ فرہاد وہاں پہنچ گیا ہے۔ اب ذرا عقل سے کام کرو۔ فی الحال اس سے الجھنے کی کوشش نہ کرو۔ میں بہت جلد

مسلح نوجوانوں کو بھیج رہا ہوں، وہ لوگ قلعہ کا محاصرہ کرینگے اور ایٹاک آئی۔"

ان کی باتیں سنتے ہی میں رینی کے کمرے سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا فٹایا کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ اب مجھے بھی اپنے بچاؤ کی فکر کرنی تھی۔ اگر وہ لوگ قلعہ کو گھیر لیتے تو ہمارا وہاں سے بچ کر نکلنا... مشکل ہو جاتا۔ میں نے آرتھر کے کمرے کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کے دماغ کی سکرین پر دیکھا۔ وہ اپنے بازو کی مرہم پٹی کر رہا تھا اور ان دو جاپانیوں کو سمجھا رہا تھا کہ کس طرح بازو کی الگ ہونے والی ہڈی کو بٹھایا جاتا ہے۔ آرتھر زخمی ہونے کے بعد اس قابل نہیں رہا تھا کہ وہ روتھ کو اس کی تکلیف سے نجات دلاتا۔ اس لئے دوسروں کو ہڈی بٹھانا سکھا رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"فٹایا نے سونیا کو قید کر دیا ہوگا۔ پتہ نہیں اب وہ موسو مولوٹو کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔ اسے یہاں بلانا چاہیئے۔ وہ طاقتور آدمی ہے روتھ کا بازو ٹھیک کر دے گا۔"

اس سوچ نے آرتھر کو قائل کر دیا۔ اس نے ایک جاپانی سے کہا۔

"تم فوراً جاؤ اور مسٹر فٹایا کو بلا کر یہاں لے آؤ۔"

میں آگے جا کر ایک دیوار کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ وہ جاپانی کمرے سے نکل کر ہاتھ میں ریوالور لئے محتاط انداز میں آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ جب وہ میرے قریب سے گزر کر جانے لگا تو میں نے اپنے ریوالور کی نال اس کی گردن پر رکھ دی۔ پھر بڑی آہستگی مگر صفائی کے ساتھ۔

"خبردار۔ منہ سے ایک آواز نہ نکالنا۔ ورنہ تمہاری گردن میں سوراخ ہو جائے گا۔"

میں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور چھین لیا پھر اس کے جسم کو خالی کرنے کے بعد دوبارہ اس کے ہاتھ میں ریوالور دیتے ہوئے کہا۔

"اب چپ چاپ آگے بڑھو۔ فٹایا کے کمرے میں پہنچ کر کہو کہ روتھ کی حالت بڑی نازک ہے آرتھر نے موسو مولوٹو کو بلایا ہے۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق آگے بڑھنے لگا۔ میں نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ وہ فٹایا کے کمرے میں پہنچنے کے بعد بھی میرے نشانے پر رہے گا۔ اور کوئی چالاکی دکھانے سے پہلے ہی مر جائے گا۔ اپنی جان کسے پیاری نہیں ہوتی۔ اپنی جان کی سلامتی کے لئے وہ حکم کا بندہ بن گیا۔ فٹایا کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا میں باہر دروازے کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ وہ میری ہدایت کے مطابق موسو مولوٹو کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہنے لگا۔ فٹایا نے کہا۔

"موسو مولوٹو اب تمہیں ڈرنا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ تم دونوں کے پاس ریوالور ہے۔ اب وہ بدمعاش تمہارا سامنا نہیں کرے گا۔"

موسو مولوٹو اس جاپانی کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔ میں دروازے کی آڑ میں تھا۔ وہ مجھے دیکھ نہ سکا آگے بڑھتا چلا گیا میں پنجوں کے بل چلتا ہوا ان دونوں کا پیچھا کرتا رہا۔ تھوڑی دور جا کر میں نے موسو مولوٹو کی گردن پر ریوالور کی نال رکھ دی۔

"بس اب ذرا بھی حرکت نہ کرو۔ اپنا ریوالور مجھے دے دو۔"

وہ سہم کر اپنے ساتھی کو دیکھنے لگا۔ لیکن اس کے ساتھی کا ریوالور میں پہلے ہی خالی کر چکا تھا۔ میں نے ذرا سی دیر میں اس کے ریوالور کو بھی خالی کر دیا۔ پھر اسے موسو مولوٹو کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"اب تم دونوں فٹایا کے پاس واپس چلو۔ اور اسے اپنے ریوالور کا نشانہ پر رکھ کر دروازے پر کھڑے ہو جاؤ۔ اس سے زیادہ تم دونوں کو کچھ نہیں کرنا ہے۔ مگر اچھی طرح یاد رکھو تمہارا انداز ایسا ہی ہو جیسے تم دونوں ہی فٹایا کو گولی مارنا چاہتے ہو۔"

موسو مولوٹو نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مگر فٹایا کا ریوالور بھرا ہوا ہے اور ہمارا خالی ہے اگر اس کا نشانہ لیں گے تو وہ ہم پر فائر کر دے گا۔"

میں نے اس کے سر پر ایک چپت مارتے ہوئے کہا۔

"پاگل کے بچے۔ فٹایا کو کیسے معلوم ہو گا کہ تم دونوں کے ریوالور خالی ہیں۔ اس نے تم دونوں کے پاس بھرے ہوئے ریوالور دیکھے ہیں۔ وہ تم میں سے کسی پر بھی فائر کرتے ہوئے ڈرے گا چلو جلدی کرو۔"

وہ دونوں اپنے اپنے ہاتھ میں ریوالور پکڑے چپ چاپ چلتے ہوئے فٹایا کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ میں پہلے کی طرح دروازے کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ فٹایا نے ان دونوں کو دیکھتے ہی تیزی سے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"کیا بات ہے، واپس کیوں آئے ہو؟"

ان دونوں نے خاموشی سے اپنے اپنے ریوالور کا رخ فٹایا کی جانب کر دیا۔ میں اس وقت براہ راست فٹایا کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔

"کیا ماجرا ہے؟ کیا یہ دونوں مجھ پر فائر کرنا چاہتے ہیں۔ بے فوراً ہی اپنا ریوالور نکالنا چاہیئے۔"

میں نے موسو مولوٹو کی سوچ میں کہا۔

"مسٹر فٹایا! آپ اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیں۔ ریوالور نکالنے کی حماقت نہ کریں۔"

موسو مولوٹو نے بے اختیار اس سوچ کے مطابق فٹایا سے یہی بات کہی۔ فٹایا مجبور ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولا۔

"یہ کیا مذاق ہے؟ کیا تم دونوں کا دماغ چل گیا ہے؟"

میں دروازے کی آڑ سے نکل کر ان دونوں کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں میرے آگے کے شانہ بشانہ کھڑے ہوئے تھے میں نے اپنا ریوالور ان دونوں کے سروں کے درمیان رکھتے ہوئے فٹایا سے کہا۔

"تمہارے سامنے تین ریوالور ہیں تم کس کے ہاتھوں مرنا پسند کرو گے؟"

وہ اک دم سے بگڑ کر بولا۔

"تم۔ تمہیں جو تھن سوا مجھ پر گولی نہ چلاؤ میں تمہیں ناقابل شکست تسلیم کرتا ہوں۔ تم میرے ساتھ مل کر کام کرو۔ میں تمہیں آسمان کی بلندیوں

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"مجھے زمین پر رہنے دو۔ تمہارے سامنے جو چابی رکھی ہوئی ہے اسے چپ چاپ سونیا کی طرف پھینک دو۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ میں نے ایک بار پھر موسو مولوٹو کے سر پر چپت مارتے ہوئے کہا۔

"جاؤ بیٹے سونیا کی ہتھکڑی کھول دو۔"

وہ سونیا کے پاس جانے لگا۔ سونیا سوچ رہی تھی کہ موسو مولوٹو قریب آئے گا تو وہ اس سے ریوالور لے گی۔ میں نے اسے سوچ کے ذریعہ سمجھایا۔

"سونیا۔ موسو مولوٹو کا ریوالور خالی ہے تم وہاں سے اٹھ کر فٹایا سے ریوالور پر قبضہ کر دو۔"

موسو مولوٹو اس کی ہتھکڑی کھول چکا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر فٹایا کے پیچھے گئی۔ پھر اس کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا میں نے کہا۔

"فٹایا۔ تمہارے آدمیوں نے تمہیں نشانے پر رکھا ہے ابھی چند منٹ پہلے یہ تمہارے اپنے تھے، تمہارے وفادار تھے۔ اب میرے غلام ہیں۔ کیا تمہاری عقل کام کرتی ہے کہ اتنی جلدی کیسے کایا پلٹ گئی؟"

فٹایا کا باپ بھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ ان کے ریوالور خالی ہیں۔ اسے ان ریوالوروں سے اپنی موت نظر آ رہی تھی وہ سچ مچ بہت زیادہ حیران تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا۔

"اب تمہاری زندگی کی ضمانت صرف اسی شرط پر دی جا سکتی ہے تم میرے ہر حکم کی تعمیل کرو۔ بولو منظور ہے؟"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے مزید کچھ کہنے سے پہلے اپنی جیب سے آہنی ناخنوں والے پنجے نکال کر سونیا کی طرف اچھال دیئے اور اس سے کہا

"سونیا اسے پہن لو۔ اگر فٹایا میرے کسی حکم سے انکار کرے تو اس کے جسم کے کسی بھی حصے سے ایک بوٹی گوشت نوچ لینا۔"

وہ اپنی انگلیوں پر آہنی ناخن چڑھانے لگی۔ فٹایا خوفزدہ ہو کر قریب کھڑا تھا وہ نہ تو کمزور تھا اور نہ ہی بزدل تھا۔ لیکن ایسے وقت جب اس کے چہرہ زردنی مجبور ہو جاتے ہیں۔ جب چاروں طرف سے ریوالور تانیں تھا میں بچنے کے لئے تیار ہوں۔ اسکے سامنے اس کے دو ساتھیوں کے ریوالور تھے تیسرا ریوالور میرے ہاتھ میں تھا۔ چوتھا ریوالور سونیا نے اس کی جیب سے نکال لیا تھا۔ اس پر ستم ظریفی یہ کہ اب آہنی ناخنوں کا اضافہ ہو گیا تھا اس کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔

"فٹایا! تمہارے پاس ٹرانسمٹر کا کافی ٹرانسمیٹ ہے۔ میں جانتا ہوں جدید میکنزم کے تحت اس میں فریکوئنسی تبدیل ہو جاتی ہے تم اس کے ذریعہ کرنل جوشو ہو کے ٹرانسمٹر کی گفتگو بھی سنتے ہو گے جواب دو کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

اس نے ٹرانسمٹر اور مختلف آلات کی جانب نگاہیں سے دیکھا اس کا دماغ کہہ رہا تھا۔

"یہ کمبخت ان مشینوں کو استعمال کرنا جانتا ہے، تبھی ایسی بات کہہ رہا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی جھوٹ کام نہیں آئے گا۔"

یہ سوچنے کے بعد اس نے اقرار کر لیا کہ فریکوئنسی تبدیل کر کے دوسروں کے ٹرانسمٹروں کی آوازیں پکڑی جا سکتی ہیں۔ اور ان سے رابطہ بھی قائم کیا جا سکتا ہے۔ میں نے اس سے کہا۔

"ٹھیک ہے، اب کرنل جوشو ہو سے رابطہ قائم کرو۔"

وہ ہچکچانے لگا۔ سونیا نے بڑے پیار سے اسکے کرو آہنی ناخنوں سے سہلاتے ہوئے کہا۔

"میرے فٹایل بیٹے، ویرنہ کرو ورنہ ان ناخنوں سے فٹایل کی ہوا نکل جائے گی۔"

وہ مجبوراً ٹرانسمٹر کی طرف جھک کر کرنل جوشو ہو سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں نے سوچ کے ذریعہ سونیا سے کہا۔

"میری جان۔ جیسے ہی رابطہ قائم ہو تم ٹرانسمٹر کا مائیک اپنے ہاتھ میں لے لینا۔ پھر کرنل سے وہی باتیں کرنا جو میں سوچ کے ذریعہ تم سے کہتا جاؤں گا۔"

سونیا نے یہی کیا۔ فریکوئنسی تبدیل ہوتے ہی وہ اپنے ہاتھ میں مائیک لے کر بولنے لگی۔

"ہیلو ہیلو۔ سونیا کالنگ۔ ہیلو۔ مسٹر جوشو ہو سونیا کالنگ۔ اوور۔"

دوسری طرف سے کرنل جوشو ہو کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو سونیا۔ جوشو ہو اٹینڈنگ۔ تم کہاں غائب ہو گئی تھیں؟ میں بہت پریشان ہوں کیا سوزوکو مل گئی؟ اوور۔"

"جی ہاں! سوزوکو اور فرہاد دونوں ہی مل گئے ہیں۔ اب میں جو کچھ کہتی ہوں آپ اس کے مطابق فوراً ایکشن لیں۔ آپ سب سے پہلے میجر یاماگوچی کو حراست میں لے لیں۔ وہی آپ کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔ اوور۔"

"سونیا میرے لئے چونکا دینے والی خبر ہے کہ میجر یاماگوچی جیسا ذمہ دار افسر غدار ہے کیا تم اس کے خلاف کوئی ثبوت پیش کر سکتی ہو؟ اوور۔"

"یہاں چند مجرموں کو اس کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کیا جا

سکتا ہے۔ ہم ثبوت حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ فی الحال حفاظتی اقدام کے طور پر اسے نظر بند تو کر سکتے ہیں؟۔ اوور۔"

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ تم کم از کم مجھے سوزوکو کی آواز سناؤ۔ میں اس کے لئے بہت بے چین ہوں۔ اوور۔"

"آپ اپنی بیٹی کی آواز سن لیں گے، مگر ابھی وہ دوسرے کمرے میں ہے۔ ہمیں ایک قلعہ میں محصور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں اس قلعہ کا پتہ بتا رہی ہوں۔ آپ فوراً ہی مسلح فوج کو یہاں روانہ کریں۔ بڑی احتیاط کی ضرورت ہے قلعہ کے باہر مسلح دشمن ان سے ضرور ٹکرائیں گے۔"

اس کے بعد وہ قلعہ کا محل وقوع بتانے لگی۔ جب گفتگو ختم ہو گئی تو اس نے مائیک کو میز پر رکھ دیا۔ میں نے فنٹا یا سے کہا۔

"اب بتاؤ کہ تم میجر یاماگوچی کے خلاف کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہو؟"

اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"ت۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، میجر یاماگوچی کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

میں نے سونیا سے کہا۔ "پنجہ مارو۔"

وہ چیتے کی طرح غرائی پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے دائیں شانے کا گوشت نوچ لیا۔ فنٹا یا ایک چیخ مار کر کرسی سے لڑھک گیا۔ مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ کیونکہ آرتھر کے پاس ایک جاپانی ایسا تھا جس کے پاس بھرا ہوا ریوالور موجود تھا۔ وہ چیخ کی آواز سنکر ادھر آ سکتا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"تم ان تینوں کو سنبھالو میں ابھی آ رہا ہوں۔"

سونیا نے کہا۔ "تم فکر نہ کرو۔ اگر ان لوگوں نے کچھ گڑبڑ کی تو میں پہلی ہی فرصت میں گولی مار دوں گی۔"

میں تیزی سے چلتا ہوا آرتھر کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ میرا خیال درست نکلا۔ ادھر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں فوراً ہی ریوالور کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ وہ جاپانی تیزی سے دوڑتا آ رہا تھا۔ کیونکہ اب ایک ہی دوڑنے کے قابل رہ گیا تھا۔ جب وہ میرے قریب سے گذرنے لگا تو میں نے اس کے پاؤں پر گولی چلا دی۔ وہ اچھل کر گرا۔ پھر اپنی بائیں ران پکڑ کر تڑپنے لگا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا پڑا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا پھر میں نے سوچ کے ذریعہ سونیا سے کہا۔

"اب یہاں تقریباً سبھی زخمی ہیں۔ تمہارے سامنے صرف ایک جاپانی اور موسٹو موٹو صحیح سلامت کھڑے ہوئے ہیں تم اپنی آسانی کے لئے انہیں بھی ہاتھ پاؤں سے معذور بنا سکتی ہو۔ اب میں اس زہریلے آدمی کی طرف جا رہا ہوں جو ان لوگوں کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے تم ان لوگوں سے میجر یاماگوچی کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"

یہ کہہ کر میں تیزی سے چلتا ہوا آرتھر کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس کے جس بازو پر گولی لگی تھی وہاں اب پٹی بندھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ قمیض پر لپٹی ہوئی اب تک تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ کوئی اس کے بازو کی ہڈی درست کرنے والا نہ تھا۔ اور آرتھر ایک ہاتھ سے یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی گڑگڑانے لگی۔

"جو ٹھن سوہ! خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو میں تکلیف سے مری جا رہی ہوں۔ میرا بازو ٹھیک کر دو۔ میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

میں نے کہا۔ "ڈارلنگ میں جو ٹھن سو نہیں ہوں، فرہاد ہوں۔ اس وقت سونیا کے روپ میں ہو اگر سچ مچ کی سونیا ہوتیں تو ان کا بھائی کو اپنی گردن میں بچانے کے لئے ضرور درست کر دیتا۔"

وہ خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پہلے اسے شبہ تھا کہ میں اسکیلی جنس کا آدمی ہوں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس نقلی سونیا کے سامنے اصلی فرہاد آ سکتا ہے۔ آرتھر سمجھ رہا تھا کہ میں درخت کی طرف جا رہا ہوں اس لئے وہ آہستہ آہستہ میز کی طرف کھسک رہا تھا۔ اس کے دماغ نے چغلی کھائی کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ میں اس سے انجان بنا رہا تھا۔ میں گفتگو کر رہا تھا۔ پھر جیسے ہی اسکا ہاتھ میز کی دراز کی طرف بڑھا میں نے فائر کر دیا۔ وہ ایک گول چکر کھا کر فرش پر گر پڑا۔ بیچارے کا دوران خون بھی ہمیشہ کے لئے بیچارہ ہو گیا تھا۔

روتھ سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ خوف کے مارے وہ تھوڑی دیر کے لئے اپنی تکلیف بھول گئی تھی کیونکہ اب میرے ریوالور کا رُخ اس کی جانب تھا۔ میں نے بڑی صفائی سے سیکنڈ آفیسر ک

تھا۔ میں نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں، تمہارے ہاتھ پاؤں نہیں توڑے جائیں گے۔ تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اس تنظیم کے متعلق جو کچھ جانتے ہو مجھے بتا دو۔"

وہ لرزتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

"میں تمہارا مبادہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس تنظیم کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ میں براہِ راست یا ماگوچی کا ملازم ہوں اسکے حکم کے مطابق میں نے فلم سازی کا چکر چلایا۔ اس قلعہ میں آ کر مجھے پتہ چلا کہ تنظیم بہت دور تک پھیلی ہوئی ہے اور میرا باس یا ماگوچی اس تنظیم کا ایک معمولی رکن ہے۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ میں تھوڑی دیر تک اسکی سوچ پڑھتا رہا۔ پتہ چلا کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔ میں نے کہا۔

"اگر تم میجر یا ماگوچی کے خلاف گواہی دو گے اور کوئی ثبوت پیش کرو گے تو میں تمہاری سزا میں کمی کرنے کی سفارش کروں گا۔"

"میں گواہی دوں گا کہ وہ کسی غیر ملکی طاقت کیلئے کام کر رہا ہے اور کرنل جوشوہ کے عہدے پر آنا چاہتا ہے۔ ٹوکیو میں اس کی اپنی رہائش گاہ کے علاوہ اس کا ایک چھوٹا سا بنگلہ ہے جہاں بظاہر اس کی ایک چھوٹی اور اس کا شوہر رہتا ہے لیکن دراصل وہ اس کا خفیہ اڈہ ہے اسکے ایک کمرے میں ایک بڑا ٹرانسمیٹر اور ضروری فائلیں رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں میرا اور سونیا کا مکمل ریکارڈ موجود ہے۔"

"وہ یہ گڈ۔ اس بنگلے کا پتہ بتاؤ۔"

وہ بتانے لگا میں نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر آپریٹ کرنا شروع کیا تھوڑی دیر میں کرنل جوشوہ سے ابطہ قائم ہو گیا۔ میں نے کرنل کو اس بنگلے کا پتہ بتاتے ہوئے کہا۔

"آپ فوراً اس بنگلے پر چھاپہ ماریں۔ میجر یا ماگوچی کے خلاف کافی ثبوت مل جائیں گے اور آپ یہ بتائیں کہ ہمارے لئے کیا کر رہے ہیں؟"

کرنل نے بتایا کہ ہمارے لئے حفاظتی اقدامات کئے جا رہے ہیں پچاس مسلح نوجوان طیارے کے ذریعہ ایک گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ جائیں گے پھر کرنل نے کہا۔

"سوزو کو کہاں ہے؟ تم لوگ مجھے اسکی آواز کیوں نہیں سنا رہے ہو؟"

میں ایک باپ کی بیچینی کو سمجھ رہا تھا۔ اس وقت مجھے جھوٹ بولنا پڑا۔

"جناب وہ بخیریت ہے اور دوسرے کمرے میں آرام سے سو رہی ہے اگر آپ کہیں تو میں اسے جگا کر بہلا لے آؤں۔ اور۔"

"نہیں۔ رہنے دو۔ پتہ نہیں وہ کتنی پریشانی اور تھکن کے بعد سوئی ہے جیسے ہی وہ بیدار ہو مجھے اس کی آواز سنا دینا۔ اوور اینڈ آل۔"

میں نے مائیک کو میز پر رکھ دیا۔ کافی دیر ہو گئی تھی۔ سونیا سوزو کو کو لیکر ابھی تک نہیں آئی تھی میں نے فوراً ہی سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پھر اک دم سے چونک کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا دماغ شعور کی منزل سے بھٹک گیا تھا۔ میں نے اسے آواز دی۔

"سونیا۔ ہوش میں آؤ۔ میں فرہاد ہوں تمہیں آواز دے رہا ہوں۔"

اس کے خیالات شرابی کی طرح بہک رہے تھے۔ نشے میں لڑکھڑاتے ہوئے تھے کہ شعوری گفتگو کی خاص ترتیب تک نہیں پہنچ سکتے تھے دماغ سے اتنا پتہ چل گیا کہ وہ نشے کی زیادتی سے اس حال کو پہنچی میرا خیال فوراً ہی گرلاش کی طرف گیا۔ میں نے تیزی سے دُور بکائی اس کمرے کی طرف تھا جہاں آرتھر نے گرلاش کو بند کیا تھا کوئی سوچ میری رسائی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ کہاں ہے۔ میں پہلی منزل پر اتر کر نیچے آیا جہاں بدستور تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے جیب سے اسے روشن کیا۔ دُور میز پر موم شمعیں نظر آئیں۔ اس میز کے پاس پہنچا فٹا بانے مجھے چیلنج کیا تھا۔ اس نے میز پر اپنا ریوالور رکھ کر مجھے کہا میں اس ریوالور کو میز پر سے نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ اسے اپنے کنگ پر بڑا ناز تھا لیکن میں نے اسے دھوکہ دیکر وہ ریوالور حاصل کر لیا تھا موم شمعوں کو بجھا کر اندھیرے میں اسکی پٹائی کی تھی۔

اب میں نے انہیں بجھی ہوئی شمعوں کو دوبارہ روشن کیا پھر کوٹھا کر مختلف راہداریوں سے گذرتا ہوا اس کمرے کے سامنے پہنچا جہاں کو بند کیا گیا تھا۔ اس کمرے کا دروازہ ٹوٹا ہوا نظر آیا صاف ظاہر تھا میں نے محتاط انداز میں اس دروازے کو کھول کر دیکھا۔ کمرے میں صرف بڑا پلنگ بچھا ہوا تھا وہاں اور کوئی سامان نہیں تھا۔ البتہ دو خوبصورت کی طرح پلنگ پر پڑی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک یینی تھی اور دوسری میں نے اس کے قریب آ کر اسے جھنجھوڑتے ہوئے آواز دی۔

میں یہ یاد نہ رہا کہ سونیا ایسی حالت میں جواب نہ دے سکے گی۔ میں اس دماغ پر دستک دینے لگا مگر اس کی بہت سی سوچیں آپس میں گڈمڈ دماغ کے کسی گوشے سے میری دستک کا جواب نہیں آ رہا تھا۔ مجھے باتیں یاد آئیں کہ ایک آدھ بار گرلاش کے زیر سے جانی نقصان ہی ہوتا۔ ریمی بھی ایسا ہی اس کے دانتوں کا شکار ہو کر دوبارہ اس کی چکی تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ سونیا کے لئے ابھی جان کا خطرہ ہے اچانک میرے دماغ میں ایک سوال پیدا ہوا۔

"گرلاش دروازہ توڑ کر یہاں سے باہر کیوں گیا ہے؟"

انسان ضدی بن کر ایسی حرکتیں کرتا ہے۔ اور گرلاش سوزو کو کے کمرے کی طرف جانے کی ضد کر رہا تھا۔ یہ سوچتے ہی میں سوزو کو کے کمرے کی طرف چورراستے سے گزرتے وقت میں سوزو کو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا وہ کسی سے کہہ رہی تھی۔

"اوہ! میں تمہیں پہچان گئی جب تم ڈیڈی سے ملکر واپس جا رہے تھے تو میں نے تمہیں کوریڈور سے گذرتے دیکھا تھا۔ تم فرہاد ہو نا؟"

میں تاریک راستے پر دونوں طرف کی دیواروں کو چھوتا ہوا تیزی

سے آگے بڑھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں اس ریوالونگ دیوار تک پہنچ گیا۔ سوزو کو کہہ رہی تھی۔

"تم گونگے کی طرح صرف سر کیوں ہلا رہے ہو کچھ منہ سے تو بولو۔"

وہ اپنے سامنے کھڑے نقلی فرہاد کو دیکھ رہی تھی اس کی سوچ سے پتہ چل رہا تھا کہ گرلاش اپنے دونوں بازو پھیلا کر اسے اپنی آغوش میں بلا رہا ہے سوزو کو نے کہا۔

"یہ کیا حرکت ہے؟ ڈیڈی نے تمہیں میری حفاظت کے لئے بھیجا ہے اور تم بُری نیت سے میری طرف بڑھ رہے ہو۔"

وہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔ گرلاش نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیتا میں ریوالونگ دیوار کے ساتھ ٹکراتا ہوا کمرے میں پہنچ گیا۔ وہ فوراً ہی پلٹ گیا۔ پھر مجھے دیکھتے ہی اس نے سوزو کو کے ہاتھ کو جھٹکا دیکر اسے پلنگ کی طرف پھینک دیا۔ اور میرے مقابلے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ سوزو کو اوندھے منہ بستر پر گری تھی پھر اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جو حسن سوٹ تم ٹھیک وقت پر آئے۔ یہ بدمعاش فرہاد میری عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ فرہاد نہیں ہے۔ فرہاد کا چہرہ ہے۔ چہرے اتنی ہو گئی ہے کہ بدل نہیں سکتا۔"

یہ کہنے کے دوران میں اپنے چہرے سے ماسک اتارنے لگا گرلاش کو مجبور کرنا چاہتا تھا لیکن مجھ میں تبدیلی آتے دیکھ کر وہ ذرا ٹھہر گیا۔ انتظار کرنے لگا کہ ماسک کے پردے کے پیچھے کون ہے۔ تھوڑی دیر بعد پردہ ہٹ گیا۔ سوزو کو کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ کیونکہ اس کے سامنے دوسرا فرہاد کھڑا ہوا تھا۔ اِدھر بھی فرہاد اُدھر بھی فرہاد۔ اس کے دیدے گھڑی کے پنڈولم کی طرح اِدھر سے اُدھر ہونے لگے۔ گرلاش میرا اصلی روپ دیکھتے ہی غرّانے لگا۔ وہ لنگ فو کے انداز میں پینترا بدل کر فضا میں کراٹے کے زاویئے بنا رہا تھا میں بھی ہوا میں "کی یا" کی آوازیں نکالتا ہوا مقابلے کیلئے تیار ہو گیا۔ وہ ہوا میں اڑتا ہوا اور فضا میں دونوں ہاتھ چلاتا ہوا میری طرف بڑھا۔ میں اس کے حملوں کو روکتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا۔ یہ مجھے یاد تھا کہ پیچھے زیادہ دُور جا کر دیوار سے ٹکرا جاؤں گا۔ اچانک ٹکرانے سے پہلے میں زمین پر گرا پھر اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیتے ہوئے اس کے پیٹ میں لات ماری۔ مگر اس میں کمال کی قوت برداشت تھی اتنی مار کھانے کے باوجود وہ منہ سے آواز نہیں نکال رہا تھا۔ اس سلسلے میں اسے اچھی خاصی ٹریننگ دی گئی تھی۔

میں اسے تابڑ توڑ گھونسے مارنے لگا۔ وہ پیچھے ہٹتے ہوئے سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرا ایک بھی گھونسہ خالی نہیں جا رہا تھا اس کے چہرے پر یقیناً چوٹ لگ رہی تھی۔ اس کی ناک اور منہ سے خون بہنے لگا۔ اس کے سر پر ایسی کاری ضرب لگی تھی کہ وہ مدافعت کے قابل نہیں رہا تھا میں اسے بالکل ہی نیم جان کرنے کے بعد اس کا اصلی چہرہ دیکھنا چاہتا تھا لیکن مجھ سے ایک غلطی ہو گئی۔ متواتر حملوں کے دوران میں۔ وہ حملے کو روکنا چاہتا تھا لیکن دھوکہ کھا گیا۔ وہ میرے بالکل قریب آنے سے پہلے ہی اک دم سے ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے اس انداز نے مجھے ایک سائن کے لئے الجھا دیا۔ اسی وقت میرے منہ پر ایک ٹھوکر پڑی۔ سنبھلنے سے پہلے ہی دوسری ٹھوکر پڑی۔ میں پیچھے کی طرف لڑکھڑاتا ہوا سوزو کو کے پاس پلنگ پر جا کر بیٹھ گیا۔

لڑائی کے دوران ایک پل کی غفلت بھی بڑی مہنگی پڑتی ہے اس نے پھر مجھے غافل سمجھ کر مجھ پر چھلانگ لگائی اب میں اس جگہ نہیں تھا وہ بستر پر اوندھے منہ آ کر گرا۔ میں نے پلٹ کر اس پر چھلانگ لگائی اور اسے ہیڈلاک میں جکڑ لیا۔ اب میری کوشش یہ تھی کہ اس کے چہرے پر چڑھے ہوئے فرہاد کے ماسک کو نوچ لوں۔ یا بیدردی سے اس کی آنکھوں میں انگلیاں ڈال کر آئی لنس نکال لوں۔ وہ خود کو چھڑانے کی بڑی زبردست جدوجہد کر رہا تھا لیکن ہیڈلاک کوئی ایسا داؤ نہیں ہوتا کہ آسانی سے نجات مل جائے۔ اس جدوجہد کے دوران میری انگلیاں اس کی آنکھوں کے قریب پہنچ گئی تھیں۔ ایسے وقت اس کمبخت نے اپنے بچاؤ کے لئے دوسری چال چلی۔ اس سے پہلے کہ میں اس کی آنکھوں میں انگلیاں ڈالتا مجھے سوزو کو کی چیخ سنائی دی میں نے گھما کر دیکھا تو اس نے سوزو کو کی گردن اپنی ٹانگوں میں پھنسا رکھی تھی۔ میں نے سوزو کو کو بچانے کے لئے ہیڈلاک پر زور دیا مگر وہ شیطان سوزو کو کی گردن چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ مجبوراً میں نے ہیڈلاک کو چھوڑتے ہوئے اس کی گردن پر ایک کراٹے کا چوپ رسید کیا۔ اس نے تلملا کر سوزو کو کی گردن چھوڑ دی۔ اس کمبخت کے اندر بجلی بھری تھی۔ بالکل کی طرح چلتا تھا۔ اتنی زبردست مار کھانے کے باوجود وہ جمناسٹک کے کھلاڑی کی طرح۔ سر کے بل اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی اٹھی ہوئی ٹانگوں کو میری گردن میں پھنسا کر مجھے گھماتے ہوئے نیچے پھینک دیا۔ میں سر ہلانے کی میز سے جا ٹکرایا۔ میز پر رکھا ہوا پیتل کا گلدان لڑھک کر میرے ہاتھ پر آ گیا۔ میں اس موقع سے فائدہ کیسے نہ اٹھاتا۔ وہ میری گردن میں ٹانگوں کی قینچی ڈالنے کے بعد خود بھی پلنگ کے نیچے لڑھک گیا تھا۔ میں نے گلدان سے اس کے سر پر پوری قوت سے ضرب لگائی۔ وہ فرش پر سے اٹھتے اٹھتے لڑھک آیا۔ پلنگ کا سہارا لیکر جھکڑاتے ہوئے سر کو تھامنے لگا۔ میں نے اٹھتے ہی اس کے پیٹ میں لات ماری۔ مگر اس میں کمال کی قوت برداشت تھی اتنی مار کھانے کے باوجود وہ منہ سے آواز نہیں نکال رہا تھا۔ اس سلسلے میں اسے اچھی خاصی ٹریننگ دی گئی تھی۔

میں اسے تابڑ توڑ گھونسے مارنے لگا۔ وہ پیچھے ہٹتے ہوئے سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرا ایک بھی گھونسہ خالی نہیں جا رہا تھا اس کے چہرے پر یقیناً چوٹ لگ رہی تھی۔ اس کی ناک اور منہ سے خون بہنے لگا۔ اس کے سر پر ایسی کاری ضرب لگی تھی کہ وہ مدافعت کے قابل نہیں رہا تھا میں اسے بالکل ہی نیم جان کرنے کے بعد اس کا اصلی چہرہ دیکھنا چاہتا تھا لیکن مجھ سے ایک غلطی ہو گئی۔ متواتر حملوں کے دوران میں۔

یہ نہیں سوچا کہ وہ دیوار کی طرف جا رہا ہے۔ یہ بات اس وقت سمجھ میں آئی جب وہ دیوار سے ٹکرا کر چور راستے پر پہنچ گیا۔ مجھے فوراً ہی اس کی طرف چھلانگ لگانی چاہیئے تھی یا پیچھے ہٹ جانا چاہیئے تھا مگر ایک لمحہ کی غفلت کے نتیجے میں یہ ہوا کہ گھومتی ہوئی دیوار کے دوسرے حصہ نے مجھے ایک زوردار دھکا مارا۔ میں اچھل کر دور فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔

میں نے فرش پر سے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی۔ مگر جو لمحات گرنے اور اٹھنے میں ضائع ہوئے وہ گرلاش کے لئے غنیمت تھے۔ میں نے دیوار لونگ دیوار کو دھکا مار کر کھولنا چاہا تو اب وہ ایک ٹھوس دیوار بن گئی تھی۔ دروازے کی طرح نہیں کھل رہی تھی۔ اس نے دوسری طرف سے اس دروازے کو لاک کر دیا تھا۔ میں دیوار کو دھکے مار مار کر تھک گیا۔ سوزوکو مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی میرا منہ تک رہی تھی میں نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"افسوس تمہارا فرہاد ہاتھ سے نکل گیا۔"

وہ ہچکچاتی ہوئی بولی۔

"مم۔ مگر فرہاد تو تم ہو۔"

"ہاں! بقول تمہارے بدمعاش فرہاد ہوں۔"

وہ شرماتی ہوئی میرے قریب آئی، پھر میرے بازو سے لگ کر بولی۔

"چھ ماہ سوکے روپ میں آ کر تم بدمعاشی کر چکے ہو۔ میں نے غلط تو نہیں کہا تھا کہ تم بدمعاش ہو۔"

میں مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔ اس نے اپنے دونوں بازو میری گردن کی طرف بڑھا دیئے۔ ایک چھوٹے قد کی جاپانی لڑکی اتنی بلندی تک کمند نہیں پھینک سکتی تھی۔ فداآر بلندی کو کمند کی طرف جھکنا پڑا۔ ایسے وقت مجھے گرلاش کا پیچھا کرنا چاہیئے تھا لیکن خفیہ راستے کی تاریکی میں اس سے ٹکرانا گویا موت کو دعوت دینی تھی۔ کیونکہ وہ انفراڈارک لینس کے ذریعہ اندھیرے میں دیکھ لیتا تھا۔ کچھ دیر بعد سوزوکو نے کہا۔

"اگر وہ بدمعاش پھر آئے گا تو میں تمہاری عدم موجودگی میں دھوکہ کھا جاؤں گی کیونکہ وہ تمہاری صورت بنائے پھر رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اب تم یہاں اکیلی نہیں ہو گی۔ میرے ساتھ چلو۔"

میں اس کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے پوچھا۔

"ہم اس قید خانے سے کب باہر نکلیں گے؟"

"بہت جلد۔ تمہارے ڈیڈی ہماری حفاظت کیلئے مسلح فوج روانہ کر چکے ہیں۔ یوں تو ہم اب بھی یہاں سے نکل سکتے ہیں لیکن یہاں تہہ خانے سے مجرموں کے خلاف ضروری ثبوت فراہم کرنا ہے۔"

"کیا تم نے ڈیڈی سے بات کی تھی؟"

"ہاں ٹرانسمیٹر کے ذریعہ ان سے گفتگو ہو چکی ہے۔"

"میں بھی ڈیڈی کی آواز سننا چاہتی ہوں۔ یوں لگتا ہے ان سے بچھڑے صدیاں گزر گئیں۔"

"میں تھوڑی دیر بعد ان کی آواز سنا دوں گا۔ ابھی مجھے سونیا کی فکر ہے۔"

"میں نے سنا ہے کہ سونیا ایک خطرناک فائٹر ہے۔ تم اس کی فکر کیوں کرتے ہو، وہ خود اپنی حفاظت کر لے گی۔"

میں اس کے ساتھ زینے اترتا ہوا نیچے تاریک ہال میں آ گیا۔ پھر وہاں سے سونیا کی طرف جاتے ہوئے کہنے لگا۔

"جو شخص فرہاد کے روپ میں تمہارے پاس آیا تھا وہ ایک سپر ایجنٹ آدمی ہے۔ اس کا نام گرلاش ہے۔ گرلاش کے انتوں کا زہر سونیا کے جسم میں پھیل گیا ہے۔ وہ اس قابل نہیں ہے کہ اپنی حفاظت آپ کر سکے اسی لئے پہلے ہم اسی کی طرف جا رہے ہیں۔"

وہ ناگواری سے بولی۔

"جب اسکے جسم میں زہر پھیل گیا ہے تو وہ مر چکی ہو گی۔"

"نہیں وہ زہر زود اثر نہیں ہے۔ اپنے ابتدائی مراحل میں وہ زہر نشہ آور ہے۔"

وہ بڑبڑانے لگی۔ "تم خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہو۔ کیا تم گرلاش کو نہیں سمجھ سکتے کہ میں ڈیڈی سے ملنے کیلئے کتنی بیتاب ہوں۔"

میں نے ناگواری سے کہا۔

"تم خواہ مخواہ اپنی ضد منوانے کی کوشش نہ کرو۔"

وہ اکڑ کر مجھ سے چڑ کر کسی سے اس بات پر ناراض تھا کہ اس کا باپ کرنل ہے۔ اس نے کسی کی زیادتی برداشت کرنا سیکھا نہیں تھا۔ مگر وہ یہاں کے نام پر میری زیادتیاں برداشت کر چکی تھی۔ ایک طرح سے مات کھا چکی تھی۔ اس کے باوجود اسے ناز تھا کہ میں اس کے باپ کا ماتحت ہوں لہٰذا مجھے اس چھوکری کا بھی ماتحت بنکر رہنا چاہیئے۔ وہ غصے سے بولی۔

"فرہاد اپنی اوقات میں رہو۔ مجھ سے اس انداز میں گفتگو نہ کرو۔ اگر میں ڈیڈی سے شکایت کر دوں گی تو جانتے ہو کیا ہو گا۔"

"کچھ نہیں ہو گا بے بی۔ اپنی خوش فہمی ختم کر دو۔"

میں نے اسے مختصر سا جواب دیا۔ کیونکہ میں اس ٹوٹے ہوئے دروازے کے پاس پہنچ چکا تھا جس کے نیچے ایک پلنگ پر بیہوش سونیا کو چھوڑ گیا تھا۔ اس ٹوٹے ہوئے دروازے کو کھول کر اندر جانے سے پہلے ہی میں ٹھٹک گیا۔ کیونکہ قلعہ کے باہر سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے اس کی پچھلی دیوار پر ایک چھوٹا سا روشندان تھا اسی روشندان سے باہر کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پھر کوئی لاؤڈ اسپیکر سے بولنے لگا۔

"مسٹر فنایا۔ ہیلو مسٹر فنایا۔ اگر آپ بخیریت ہیں تو ہمیں جواب دیں۔"

فنایا کو بار بار پکارا جا رہا تھا۔ مگر وہ اپنے کمرے میں بیہوش پڑا ہوا تھا۔ اس کی خاموشی ہمارے لئے خطرے کا باعث تھی۔ اب وہ مسلح دشمن قلعہ کے اندر آ کر ہمیں گرفتار کر سکتے تھے۔ میں دوڑتا

ہوا دروازے کو کھول کر اندر گیا تاکہ سونیا کو اپنی حفاظت میں لے سکوں۔ مگر سونیا وہاں نہیں تھی۔ صرف ریت نظر آ رہی تھی۔ میرے دماغ میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ میری جانِ حیات گم ہو گئی تھی۔ اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ خود اپنے پیروں سے چل کر کہیں جا سکتی۔ اسے کوئی لے گیا تھا اور وہ گرلاش ہی ہو سکتا تھا۔

لیکن اب میں کس طرح معلوم کر سکتا تھا کہ وہ اسے کہاں لے گیا ہے۔ میں اس کے دماغ کو نہیں پڑھ سکتا تھا اور سونیا کا دماغ بھی اس کے زہر سے متاثر تھا۔ سوزوکو نے ریت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"کیا یہی تمہاری سونیا ہے؟"

میں اُسے گھورتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ سوزوکو جتنی حسین تھی اتنی ہی بددماغ بھی تھی اور میں سونیا کے سامنے ایسی نازیبا حرکتوں کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں کمرے سے باہر آیا تو اب لاؤڈ اسپیکر سے آواز آ رہی تھی۔

"جو لوگ قلعہ کے اندر ہماری آواز سن رہے ہیں ہم انہیں وارننگ دیتے ہیں۔ ان کی خاموشی انہیں مہنگی پڑے گی۔ ان کی جان بخشی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ وہ قلعہ کا دروازہ کھول دیں۔"

تب مجھے یاد آیا کہ قلعہ کا بڑا سا آہنی دروازہ اندر سے بند ہے اور یہاں سے کوئی جا کر ہی اسے کھول سکتا ہے پھر مجھے یاد آیا کہ جس چور راستے پر میں بار بار بھٹکتا رہا ہوں اس راستے کا آخری سرا بھی قلعہ سے باہر جاتا ہے کیا اس قلعہ کا محاصرہ کرنے والے دشمن اس راستے سے اندر نہیں آ سکتے۔ کیا گرلاش اسی راستے سے سونیا کو باہر نہیں لے جا سکتا؟ گرلاش جس طرح مجھ سے پیچھا چھڑا کر بھاگ گیا تھا اور وہاں سے میری سونیا گم ہو گئی تھی تو ان حالات میں یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ گرلاش اب اس قلعہ میں تنہا میرے مقابلے کے لئے نہیں ٹھہرے گا۔ وہ مجھے چیلنج کرنے کے لئے یا مجھے اپنے تعاقب پر مجبور کرنے کے لئے سونیا کو اٹھا کر لے گیا ہے۔

سپر ماسٹر کی تنظیم کے تمام اہم آلہ کار یہ یقینی طور پر سمجھتے ہوں گے کہ میں سونیا کی خاطر جہنم میں بھی پہنچ سکتا ہوں اور اسے حاصل کرنے کے لئے ان کے پھیلائے ہوئے دام میں آ سکتا ہوں۔ وہ کمینہ گرلاش مجھے خطرے کی دعوت دے گیا تھا کہ آؤ اور میرے زہریلے دستِ توان سے سونیا کو اٹھا کر لے جاؤ۔ میں سوزوکو کے ساتھ چلتا ہوا فنایا کے کمرے میں آیا۔ فنایا فرش پر بیہوش پڑا تھا۔ جاپانی نوجوان کی لاش بھی اسی طرح پڑی ہوئی تھی اور موٹر سائیکل موٹر اپنے ہاتھ میں ہتھکڑی لئے بیٹھا ہوا تھا سونیا نے اسے جو ہتھکڑی پہنائی تھی وہ کھل گئی تھی۔ ایسے وقت اسے اپنی حفاظت کے لئے کچھ کرنا چاہیئے تھا۔ اگر وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں تھا تو وہاں سے بھاگ کر اپنے آدمیوں کے لئے قلعہ کا دروازہ کھول سکتا تھا۔ مگر وہ بہت ہی بزدل تھا۔ اپنی جگہ جوں کا توں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"تمہاری یہ ہتھکڑی کس نے کھولی ہے؟"

اس نے ہتھکڑی کو میرے قدموں پر رکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے نہیں کھولی ہے، میرے ہاتھ پاؤں نہ توڑنا۔ وہ گرلاش سونیا کو کاندھے پر اٹھا کر یہاں آیا تھا۔ اس نے سونیا کی جیب سے چابی نکال کر یہ ہتھکڑی کھول دی اور مجھے اشاروں میں سمجھایا کہ میں باہر جا کر قلعہ کا آہنی دروازہ کھول دوں۔"

"گرلاش سونیا کو لے کر کہاں گیا ہے؟"

وہ پھر گڑگڑا کر کہنے لگا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔ میرے ہاتھ پاؤں نہ توڑنا۔"

میں نے اسے ایک ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

"تعجب ہے میجر یاماگوچی تم جیسے بزدل آدمی سے کیسے کام لیتا ہے۔"

"میں کبھی خون خرابے میں شریک نہیں ہوا۔ میں سیدھے سادے سے کام کرتا ہوں۔ اسی لئے میجر یاماگوچی نے مجھے ایک فنانساز بنا دیا ہے۔"

میں نے اس کی طرف ہتھکڑی بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ پھر بھی اسے پہن کر بیٹھو اچھے لگتے ہو۔"

اس نے بلا چون وچرا اپنے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں میں ہتھکڑی پہن لی۔ اس کی چابی میں نے اپنی جیب میں رکھ لی۔ اس کے بعد میں سوزوکو کو ساتھ لے کر دوسرے کمرے میں پہنچا۔ آدھ فرش پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ سوزوکو مجھے دیکھتے ہی بستر پر اٹھ بیٹھی۔ اب میں اپنے اصلی روپ میں تھا۔ اس لئے اس نے مجھے گرلاش سمجھ لیا۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ میں فرہاد ہوں۔ پھر اس سے پوچھا۔

"اب تمہارے بازو کی تکلیف کیسی ہے؟"

"اب آرام ہے۔ میں تمہارا احسان کبھی نہ بھولوں گی۔"

"ہاں! یاد داشت اچھی رہی تو کبھی نہ بھولو گی۔ آؤ اب میرے ساتھ چلو اور میری رہنمائی کرو کہ وہ پورا راستہ کس طرف سے قلعہ کے باہر لے جاتا ہے۔ میں گرلاش کا پیچھا کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر الماری کے پاس گئی۔ وہ الماری کھول کر بولا اور بھی نکال سکتی تھی۔ لیکن میں نے اسے نہیں روکا کیونکہ اس کی سوچ نے بتا دیا تھا کہ وہ ایک ٹارچ نکال رہی ہے۔ وہ ٹارچ لے کر میرے اور سوزوکو کے ساتھ چلتی ہوئی چور راستے کی طرف جانے لگی۔ سوزوکو نے جھنجھلا کر کہا۔

"میں تمہارے ساتھ کہاں بھاگتی ہوں گی تم مجھے میرے ڈیڈی سے کیوں نہیں ملا رہے ہو؟"

"ابھی ڈیڈی سے ملنا ضروری نہیں ہے اگر میں تمہاری مدد

پوری کروں گا تو اتنی دیر میں سونیا مجھ سے پتہ نہیں کتنی دُور چلی جائے گی۔"

ہم تیزی سے بڑھتے جا رہے تھے۔ سوزو کو اچانک ہی پاؤں پٹختی ہوئی بولی۔

"میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی۔ پہلے تمہیں میری بات ماننی ہوگی۔"

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"تم یہ نخرے اپنے باپ کے سامنے دکھانا۔ ابھی میرے ساتھ سیدھی طرح چلو ورنہ موئسو موٹو کی طرح تمہیں ہتھکڑی پہنا کر بٹھا دوں گا۔"

وہ مجبوراً جھنجھلاتی ہوئی اور غصے میں بڑبڑاتی ہوئی میرے ساتھ گھسٹتی چلی گئی۔ ہم پہلی منزل کے زینے کے قریب سے گزر رہے تھے اسی وقت لاؤڈ اسپیکر سے آواز سنائی دی۔

"فرہاد۔ فرہاد۔ تمہیں یہ خوش خبری سنائی جاتی ہے کہ اس وقت سونیا ہمارے قبضے میں ہے۔ اگر تم اس کی سلامتی چاہتے ہو تو قلعہ کے دروازے کو کھول دو۔"

میں چند لمحوں کے لئے گم صم کھڑا رہ گیا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ گرلاش سونیا کو لے کر میری پہنچ سے دُور چلا گیا ہے اور اب وہ لوگ میری کمزوری سے کھیل رہے ہیں۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ مجھے دھوکہ دے رہے ہوں اور سونیا ان کے قبضے میں نہ ہو۔ جو شخص لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مجھ تک اپنی آواز... پہنچا رہا تھا میں اس کی آواز کے ذریعہ اس کے دماغ تک پہنچ کر سچائی ٹٹولنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"اتنی دیر ہو گئی فرہاد کی طرف سے جواب نہیں مل رہا ہے۔ مجھے پھر اُسے وارننگ دینی چاہیئے۔"

یہ سوچتے ہی وہ بلند آواز سے بولنے لگا۔

"فرہاد۔ ہم دس تک گن رہے ہیں۔ اگر تم نے جواب نہیں دیا تو اس اسپیکر کے ذریعہ سونیا کی چیخ سنو گے۔"

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کے سامنے کھڑے ہوئے ایک نوجوان نے مائیکروفون کا سوئچ آف کر دیا۔ اب ان کی آواز مجھ تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ لیکن میں سن رہا تھا۔ سوئچ آف کرنے والے نوجوان نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"ذرا سوچ سمجھ کر فرہاد کو وارننگ دو۔ سونیا بیہوش پڑی ہے ایسی حالت میں ہم اسے اذیتیں پہنچا کر چیخنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔"

لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ بولنے والے نوجوان نے سر کو جھٹکتے ہوئے کہا۔

"اُف۔ ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ مگر کسی نہ کسی طرح اسے سونیا کی آواز تو سنانی ہوگی۔ ورنہ وہ یقین نہیں کرے گا تم ذرا جا کر سونیا کی حالت دیکھو اور معلوم کرو کہ وہ کب تک ہوش میں آ سکتی ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے مائیک کے سوئچ کو آن کیا پھر اپنی دھمکی کے مطابق بہت ٹھہر ٹھہر کر گنتی گننے لگا۔ اس کا ساتھی سونیا کی خیریت معلوم کرنے کے لئے قلعہ کے پچھلے حصے کی طرف گیا۔ مگر اب وہاں سونیا نہیں تھی وہاں کھڑے ہوئے ایک مسلح نوجوان نے بتایا کہ گرلاش ایک ویگن کار میں اسے لے گیا ہے۔ یہ میرے اور سونیا کے حق میں بہت برا ہوا تھا۔ اب چور راستے سے بھی قلعہ سے باہر جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ کیونکہ چاروں طرف ان کے آدمی پھیلے ہوئے تھے۔ رُوتھ نے مجھے خاموش دیکھ کر پوچھا۔

"تم خاموش کیوں کھڑے ہو؟ وہ دس تک گن رہا ہے اگر تم جواب نہیں دو گے تو وہ سونیا کو اذیتیں پہنچائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "گرلاش نے سونیا کو بیہوش کر دیا ہے۔ تم نے ہی مجھے بتایا تھا کہ گرلاش کے زہر میں نشے کی انتہا ہے۔ لہٰذا سونیا اتنی جلد ہوش میں نہیں آئے گی اور نہ ہی وہ لوگ اسے چیخنے پر مجبور کر سکیں گے۔"

اتنی دیر میں وہ دس تک گن چکا تھا۔ اور اب پھر مجھے کھوکھلی سی دھمکی دے رہا تھا۔

"سونیز فرہاد۔ دس گننے کے باوجود ہم مروّت سے کام لے رہے ہیں۔ لہٰذا فوراً جواب دو ورنہ سونیا کو اذیتیں پہنچائی جائیں گی۔"

جواب دینے کا مطلب یہی ہوتا کہ میں وہاں سے قلعہ کے دروازے پر جا کر انہیں اپنی آواز سناتا جبکہ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ اب مجھے سونیا کے لئے صبر کرنا تھا کیونکہ وہ میری پہنچ سے دُور چلی گئی تھی۔ میں نے رُوتھ سے کہا۔

"میں پھر تمہیں دوست کی حیثیت سے آزمانا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے بتا دو گی کہ گرلاش سونیا کو کہاں لے جا سکتا ہے؟"

"گرلاش تو اسے قلعہ سے باہر لے گیا ہے۔ لاؤڈ اسپیکر سے یہی کہا جا رہا ہے۔"

"وہ لوگ غلط کہہ رہے ہیں۔"

رُوتھ نے مجھے گہری دلچسپی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مائی گڈنس۔ کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ان کی غلط باتوں کو سمجھ رہے ہو؟"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں نے اپنے ریکارڈ میں یہ ضرور پڑھا ہے کہ کبھی میں ٹیلی پیتھی جانتا تھا لیکن سپر ماسٹر نے مجھے ذہنی جھٹکے دے کر میری یادداشت گم کر دی۔ کاش کہ مجھے میرا ماضی یاد آ جاتا یا کوئی میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں مجھے واپس مل جاتیں۔"

"تو پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ لوگ غلط کہہ رہے ہیں؟"

"عقل بھی کوئی چیز ہے۔ کیا تم نہیں دیکھ رہی ہو کہ وہ لوگ ابھی تک صرف دھمکیاں دے رہے ہیں۔ حقیقت کو میں سمجھتا ہوں

گرلاش مجھ سے بری طرح مار کھا چکا ہے۔ اب وہ مجھے اسی طرح زیر کر سکتا ہے کہ سونیا کو مجھ سے دور لے جائے۔ تاکہ میں اس کا پیچھا کروں اور مجھے کہیں اچھی طرح گھیر کر مجھے اور سونیا کو سپر ماسٹر کے حوالے کر دے۔ اسی لئے میں یقین سے کہتا ہوں کہ سونیا اب یہاں نہیں ہے تم مجھے بتا دو کہ گرلاش اسے کہاں لے جا سکتا ہے؟"

میں اس کے ساتھ باتیں کرتا ہوا چور راستے تک پہنچ گیا۔ اس بات کا اندیشہ تھا کہ مسلح دشمن میرا جواب نہ پا کر چور راستے سے اندر آ سکتے ہیں۔ رُوتھ کا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ گرلاش وہاں سے فرار ہو کر کہاں جا سکتا ہے۔ وہ پوری وفاداری سے میری اور سونیا کی بھلائی کے لئے سوچ رہی تھی۔ بدلتے ہوئے وقت کے ساتھ انسان کس طرح بدل جاتے ہیں۔ رُوتھ جو میری دشمن تھی دوست بن کر سوچ رہی تھی اور میرے دوسری طرف میرے ساتھ چلنے والی سوزو کو جسے دوست بنکر رہنا چاہیئے تھا وہ دشمن بنکر مجھے اور سونیا کو دل ہی دل میں گالیاں دے رہی تھی۔ ابھی میری باتیں سن کر اسے بھی یقین ہو گیا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور اس کے دماغ سے اٹھنے والی گالیوں کو نہیں سن رہا ہوں۔ بعض اوقات بہت کچھ سن کر بھی برداشت کرنا پڑتا ہے اور میں تو بہت ہی مجبور تھا۔ اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ظاہر کر کے اس کے منہ پر طمانچہ مار سکتا تھا۔ رُوتھ نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"فرہاد۔ میں اس وقت یقین سے تو نہیں کہہ سکتی کہ وہ زہریلا شیطان سونیا کو کہاں لے جائے گا لیکن پورے جاپان میں بہت سے ایسے مقامات سے واقف ہوں جہاں تنظیم..... کے آدمی عام شہری کی طرح زندگی گذار رہے ہیں۔ میں ہر جگہ تمہاری رہنمائی کروں گی، اس طرح شاید کسی جگہ سونیا کا سراغ مل جائے۔"

وہ چلتے چلتے ایک جگہ رک گئی پھر اس نے کہا۔

"بس یہ راستہ ہمیں قلعہ کے باہر لے جائے گا لیکن ابھی ہم باہر کیسے نکل سکتے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "ہاں ابھی ہم باہر نہیں جا سکیں گے۔ میں صرف راستہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اب جو بھی یہاں سے قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا میں اسے گولی مار دوں گا۔ اب تم ایک کام کرو، یہاں سے اپنے کمرے میں واپس جاؤ اور ایک کاغذ پر ان تمام مقامات کے پتے نوٹ کر لو جہاں تخریب پسند لوگ رہتے ہیں۔"

رُوتھ نے پوچھا۔ "کیا گرلاش کو تم خود ہی تلاش کرو گے؟ مجھے ساتھ نہیں لے جاؤ گے؟"

"نہیں۔ اگر تم میرے ساتھ جاؤ گی تو اس تنظیم کی غدار کہلاؤ گی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سپر ماسٹر کا اعتماد بحال رکھو اور میری قابلِ اعتماد دوست بن کر اس تنظیم میں میرے لئے کام کرتی رہو۔ کیا تم میرے لئے ایسا کر سکو گی؟"

وہ مجھے اپنی دوستی کا یقین دلانے لگی۔

ہمارے چاروں طرف اندھا بانٹنے والی تاریکی تھی۔ رُوتھ نے اپنے ہاتھ میں ٹارچ رکھنے کے باوجود روشنی نہیں کی۔ تاریکی کو مہربان بنا دیا۔ سوزو کو نے ذرا انتظار کے بعد جھنجھلا کر پوچھا۔

"تم دونوں کہاں ہو؟ خاموش کیوں ہو؟"

وہ ہمارے جواب کا انتظار کرنے لگی۔ پھر تاریکی میں دونوں ہاتھوں سے ٹٹول کر مجھے چھوتے ہی جھنجھوڑتی ہوئی بولی۔

"میں سمجھ رہی ہوں، تمہیں شرم نہیں آتی۔ جہاں مطلب ہوتا ہے وہاں پھسل جاتے ہو میں اس عورت کا منہ نوچ لوں گی۔"

میں نے کہا۔ "منہ نوچنے کی تکلیف نہ کرو۔ اب تم ہماری آواز سن رہی ہو۔"

رُوتھ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ اب میں تمہارے لئے تمام پتے ٹھکانے نوٹ کرنے جا رہی ہوں۔"

وہ مجھے ٹارچ دیکر چلی گئی۔ سوزو کو اس کے قدموں کی آواز سنتی رہی۔ پھر وہ میرے قریب ہو کر بولی۔

"تم میرے کمرے میں کیوں آئے تھے؟"

"تم کتنی پرانی بات پوچھ رہی ہو؟"

"میں آج ہی رات کی باتیں پوچھ رہی ہوں۔ پہلے جب میں ایک کمرے میں تنہا تھی اور لباس اتار کر سونے جا رہی تھی تو ٹھیک اسی وقت تم چور دروازے سے اچھل کر میرے بستر پر آ گئے دوسری بار میں رُوتھ کے کمرے میں سو رہی تھی تم وہاں بھی صرف آئے نہیں، بلکہ بڑی بے حیائی سے میرے پاس آ کر لیٹ گئے اب سمجھ میں آیا کہ تم بہت پہلے ہی مجھے برباد کرنے کا پروگرام بنا چکے تھے۔ تم شیطان ہو۔"

"پارسا نہ بنو۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ مگر تم اپنی لغزش کو تسلیم نہیں کرو گی۔ اگر میں شیطان ہوں تو بتاؤ مجھ سے پہلے تمہاری زندگی میں کتنے فرشتے آ چکے ہیں؟"

وہ گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی بولی۔

"میں کوئی آوارہ سوسائٹی گرل نہیں ہوئی۔ سوسائٹی میں میرا اتنا بلند مقام ہے کہ نوجوان مجھ سے لفٹ حاصل کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ مجھ سے باتیں کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔"

"اب میں بھی تم سے ڈرتا رہوں گا۔ فی الحال خاموش ہو جاؤ۔ مجھے کچھ سوچنے کا موقع دو۔"

مگر وہ بڑبڑاتی رہی، اپنی اہمیت کا احساس دلاتی رہی تاکہ میں اس کی خاطر سونیا اور رُوتھ کا خیال دل سے نکال دوں۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں اس موضوع پر اس سے بحث کرتا

رہتا اس لئے میں چپ چاپ روتھ کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اس کی دوستی کا یقین ہو جانے کے باوجود دماغی طور پر اس کا تعاقب کرنا لازمی تھا۔ عورتوں کا کیا بھروسہ کب ان کے دماغ کی کوئی رگ ڈھیلی ہو جائے۔ جیسے سوزو کی کھوپڑی کبھی ادھر کبھی ادھر گھوم رہی تھی اور اب پھر وہ میری طرف گھوم کر اپنی لاف نی محبت کا یقین دلا رہی تھی۔ اسی طرح روتھ بھی کسی موقع پر اپنا مزاج بدل سکتی تھی۔

سوزو کو نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا تھا۔ اس کی وجہ سے روتھ کے دماغ تک پہنچنے میں خاصی دیر ہو گئی۔ وہ اس کمرے میں پہنچ گئی جہاں آرتھر بیہوش پڑا ہوا تھا۔ لیکن سوچ کے تسلسل سے پتہ چل جاتا ہے کہ سوچنے والا اب تک کیا سوچتا آ رہا تھا۔ وہ میرے متعلق الجھن میں گرفتار تھی کہ میری یادداشت واپس آ گئی ہے یا نہیں؟ خصوصاً عورتیں خیال خوانی سے ڈرتی ہیں۔ اپنے دل میں چھپی ہوئی باتیں اپنے مرد سے بھی چھپا کر رکھنا چاہتی ہیں اس لئے وہ سوچ رہی تھی۔

"فرہاد سے دوستی کرنے میں بس یہی نقصان ہے کہ وہ میرے چور خیالات پڑھ لیا کرے گا۔ میرا دل کہتا ہے کہ اس نے مجھ سے سچ کہا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے محروم ہے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ پھر بھی مجھے اس کے سچ اور جھوٹ کو کسی طرح آزمانا چاہیئے۔"

ایسا سوچتے وقت وہ بھول گئی تھی کہ اگر میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں تو اس کی سوچ کو پڑھ رہا ہوں گا۔ انسان اپنے وقت اپنی زبان کو روک سکتا ہے سوچ کو کنٹرول نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ناواقفی میں بے اختیار سوچتا چلا جاتا ہے۔ یہی حال روتھ کا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہو کر آرتھر کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔

"اگر یہ زندہ رہے گا تو میرے خلاف رپورٹ کرے گا پھر میں اس تنظیم میں رہ کر فرہاد کے لئے کام نہیں کر سکوں گی۔ اس لئے زندہ نہیں رہنا چاہیئے۔"

وہ سوچتی ہوئی دواؤں کی الماری کے پاس گئی پھر وہاں سے ایک سرنج نکالی۔ اب وہ آرتھر کو زہریلا انجکشن دے کر ہمیشہ کے لئے اس کی زبان بند کر دینا چاہتی تھی۔ ہمارے سامنے تو یہی رشتہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ آرتھر کی بہن ہے۔ کیا میری دوستی کی خاطر ایک بہن اپنے بھائی کو ہلاک کر سکتی ہے؟ میں نے سوچ کے ذریعہ یہ معاملہ کرنا مناسب نہیں سمجھا کہ وہ واقعی بہن بھائی ہیں یا نہیں؟ متاثر ہونے کیلئے اتنا ہی تجربہ کافی تھا کہ خون کے رشتے بھی ایک دوسرے کو زہر کا جام پیش کرتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد اس نے آرتھر کے بازو میں زہریلا انجکشن دے دیا۔ اسی وقت قلعہ کے باہر سے فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔ تڑا تڑ گولیاں چل رہی تھیں۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ گروہوں کا تصادم ہو رہا ہے۔ اگر دوسرا گروہ فوجیوں کا تھا تو کرنل جو شو کو اطلاع دی جا رہی ہو گی کہ فوجی جوان ہمارے کے لئے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لئے میں کرنل کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔

وہ ایک طیارے میں بیٹھا ٹرانسمٹر پر کسی کی رپورٹ سن رہا تھا۔ رپورٹ دینے والا بتا رہا تھا کہ قلعہ کے باہر تنخ دشمنوں سے ان کا زبردست مقابلہ ہو رہا ہے اگر وہ دس منٹ کے اندر ہتھیار نہ پھینکیں گے تو پھر فوجی ہیلی کاپٹر اور ہینڈ گرنیڈ استعمال کریں گے۔ کرنل نے پوچھا۔

"کیا قلعہ کے اندر فرہاد سے رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ اوور۔"

"جی نہیں۔ ہم ٹرانسمٹر کے ذریعہ کال کر رہے ہیں مگر جواب نہیں مل رہا ہے اوور۔"

"یہ تو بری خبر ہے۔ قلعہ کے اندر سے جواب ہمیں ضرور ملنا چاہیئے تم دشمنوں کو دس منٹ کی مہلت نہ دو۔ جلد سے جلد قلعہ کے اندر پہنچنے کی کوشش کرو۔ میں آدھ گھنٹہ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اوور اینڈ آل۔"

ان کی باتیں سن کر پتہ چلا کہ قلعہ کے باہر کوئی فوجی آفیسر ہمارے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر ٹرانسمٹر فنا کے کمرے میں تھا اور میں اس کمرے سے دور چور راستے کی تاریکی میں کھڑا ہوا تھا۔ اگر میں وہ جگہ چھوڑ کر ٹرانسمٹر کے پاس جاتا تو اس لمحہ سے دشمن قلعہ کے اندر پہنچ جاتے۔ سوزو کو نے پوچھا۔

"ہم یہاں کب تک کھڑے رہیں گے؟ میرے پاؤں دکھ رہے ہیں۔"

"میں کیا کر سکتا ہوں۔ مجبوراً ابھی کچھ دیر یہاں ٹھہرنا ہو گا۔"

وہ جھنجھلا کر سگریٹ سلگا رہا تھا۔ باہر سے اب زبردست دھماکوں کی آوازیں آ رہی تھیں جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے وہاں کا فرش لرز رہا تھا۔ قلعہ کی پرانی دیواریں ہل رہی تھیں۔ باہر لوگ زندگی کی آخری چیخیں سنا رہے تھے۔ پھر چور راستے پر دوڑتے ہوئے قدموں کی دھمک سنائی دی۔ میں نے لیزر گن اور سنبھال کر للکارا۔

"ہالٹ۔ میں آرتھر بول رہا ہوں۔ یور آئیڈنٹیٹی؟"

قدموں کی آواز رک گئی۔ ان لوگوں نے ٹارچ کی روشنی پھینکی۔ پھر ایک نے کہا۔

"ہم دوست ہیں۔ ہمیں آنے دو۔"

میں اور سوزو کو راستے کے موڑ پر کھڑے ہوئے تھے ان کی ٹارچ کی روشنی ہم تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "آواز

وہ دوڑتے ہوئے راستے کے موڑ پر آئے۔ میں نے فائرنگ ی۔ دو آدمی چیختے ہوئے گرے۔ باقی ٹھٹھک کر واپس نے لگے۔ واپسی کے وقت ایک دشمن میری فائرنگ کی زد میں آ گیا ی کھٹکوں کے بل رینگتا ہوا راستہ کے موڑ تک گیا۔ وہاں سے پہلے ہی ایک مردہ دشمن سے ٹکرا گیا۔ میں نے اس کی آئین گن ں۔ مجھے اسی بات کی فکر تھی کہ صرف ایک ریلوور سے ان کا راستہ ک روک سکوں گا۔ آئین گن ہاتھ لگتے ہی میں نے ایک ں ماری۔ پھر پیچھے ہٹ گیا۔ کتنی ہی چیخیں گونجنے کے بعد پھر سناٹا گیا۔ اب وہ لوگ آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے چند لمحوں بعد کسی نے کہا۔

"فائر نہ کرو۔ ہم ہتھیار پھینک رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "قلعہ کے باہر جا کر ہتھیار پھینکو۔ یہاں سے ال میں فائرنگ ہو گی۔"

کہتے ہی میں نے آگے بڑھ کر پھر ایک بار فائرنگ کی۔ چیخنے رہ گئے کی آوازیں آنے لگیں۔ ایسے وقت وہ ٹارچ کی روشنی ک نہیں پھینک سکتے تھے۔ نہ ہی کہیں چھپ سکتے تھے راستہ ت تنگ تھا صرف بھاگنے میں ہی ان کی سلامتی تھی لیکن باہر ان کی تاک میں ان کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے وہاں سے نگ کی آواز سنی۔ پھر لاؤڈ اسپیکر پر کہا گیا۔

"ڈارلنگ دی جانی ہے کہ ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ ٹھا کر باہر آ جاؤ۔ ورنہ ہم باہر نکلنے پر مجبور کر دیں گے۔"

لاؤڈ اسپیکر سے بولنے والی آواز کو میں نے گرفت میں لیا۔ ں کے دماغ سے باہر کا منظر دیکھنے لگا۔ جو لوگ چور راستے پر دونوں طرف سے گھر گئے تھے۔ اب ان کے لئے ہتھیار پھینکنے ے کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ یکے بعد دیگرے دونوں ہاتھ اٹھا کر نے لگے۔ پھر میں نے راستے کے موڑ پر آ کر ٹارچ کی روشنی ی دیکھا۔ اب وہاں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ فرش پر بہت سی ں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے بلند آواز سے کہا۔

"آفیسر! ویٹ اے منٹ۔ میں فرہاد باہر آ رہا ہوں۔"

سوزو کو دوڑتی ہوئی میرے پاس آ گئی اور میرا بازو تھام کر لگی۔ باہر ایک آفیسر نے مجھے دیکھتے ہی مسکرا کر محبوبی سے خوش آمدید کہا۔

"ویلکم مسٹر فرہاد! آپ کو زندہ سلامت دیکھ کر اطمینان ہو ہم نے یہاں پہنچنے میں دیر نہیں کی۔ ہیلو مس سوزو کو آپ بھی ہی ہیں؟"

میں نے سوزو کو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ان محترمہ کو کہیں حفاظت سے بٹھا دیں اور آپ اپنے جوانوں کو لے کر میرے ساتھ آئیں۔ اب اندر کوئی نہیں ہے۔"

دو آفیسرز جوانوں کو لے کر میرے ساتھ چور راستے میں آ گئے۔ ہم ٹارچ کی روشنی میں آگے بڑھنے لگے۔ میں نے روتھ کی خیر لی۔ اس کے دماغ نے بتایا کہ وہ ہماری طرف چلی آ رہی ہے مگر بہت سے قدموں کی آوازیں سن کر وہ ٹھٹھک گئی۔ میں نے انجان بن کر بلند آواز سے کہا۔

"کون ہے؟ اگر تم روتھ ہو تو بے خوف چلی آؤ۔"

وہ میری آواز پہچان کر چلی آئی۔ اس نے مجھے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ دیا۔ میں نے ایک آفیسر سے کہا۔

"یہ روتھ مائیک ہے۔ اس کا تعلق بھی دشمنوں سے تھا مگر اس نے میرا ساتھ دیا ہے اور اب یہ آپ کو تہہ خانے تک لے جائے گی۔"

ایک آفیسر چار جوانوں کو لے کر روتھ کے ساتھ تہہ خانہ کی طرف چلا گیا۔ میرے ساتھ چلنے والا آفیسر ٹرانسمٹر کے ذریعہ کرنل جوشو کو موجودہ حالات سے آگاہ کر رہا تھا۔ اسے یہ خوش خبری سنا دی گئی تھی کہ اس کی بیٹی بخیریت ہے۔ کرنل نے مجھے کال کیا۔ میں نے ٹرانسمٹر اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔

"میں فرہاد بول رہا ہوں۔ میں نے آپ کی بیٹی کو آپ کے آدمیوں کی پناہ میں دیدیا ہے مگر میری سونیا مجھ سے چھین لی گئی ہے۔ ایک دشمن اسے بیہوشی کی حالت میں اٹھا کر لے گیا ہے۔ میں قلعہ کے مجرموں کو آرمی کے حوالے کر کے سونیا کی تلاش میں جاؤں گا۔ اوور۔"

"فرہاد! ابھی نہ جانا۔ میرا انتظار کرو۔ میں اب وہاں پہنچنے ہی والا ہوں۔ ہم سب سونیا کو واپس لانے کے لئے اپنی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔ تم فکر نہ کرو۔ میرا جہاز لینڈ کر رہا ہے۔ اوور اینڈ آل۔"

ہم چور راستے سے نکل کر اس کمرے میں آئے جہاں میری تصویر لگی ہوئی تھی۔ آفیسر نے اس تصویر کو دیکھ کر حیرانی کا اظہار کیا۔ میں نے اسے سمجھا دیا کہ وہ سب دشمنوں کی ڈرامہ بازی تھی یہاں ایک نقلی فرہاد اور سونیا تخلیق کئے جا رہے تھے سونیا کا رول روتھ ادا کر رہی تھی اور کرائش نامی ایک زہریلا آدمی فرہاد بنکر سونیا کو لے گیا ہے۔ آفیسر نے دو نوجوانوں کو قلعہ کا آہنی دروازہ کھولنے کے لئے بھیج دیا۔ اس کے بعد ہم آرتھر کے کمرے میں آئے وہ مردہ پڑا تھا فنا باہر اپنے کمرے میں فرش پر بڑا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ پوسٹمارٹم کو حراست میں لے لیا گیا۔ پاس والے کمرے میں بوڑھا مائیک رسیوں سے بندھا ایک بستر پر آرام سے سو رہا تھا۔ میں نے آفیسر کو بتایا کہ

وہ بوڑھا پاگل اور بے ضرر ہے۔ اسے مینٹل ہسپتال بھیج دیا جائے۔ اس پاگل کی وجہ سے مجھے چور راستوں کا علم ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کتنے ہی مسلح نوجوان قلعہ کے اندر آگئے۔ میں نے افسر کو رسی کے پاس بھی پہنچا دیا۔ زہریلے کتے کے باعث اس کی حالت بہت ہی نازک تھی۔ اسے فوراً ہی طبی امداد کے لئے بھیج دیا گیا۔ میں قلعہ سے باہر جاتے ہوئے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھنے لگا۔ وہ اب بھی اپنے آپ سے بے خبر تھی۔ مگر زہر کا اثر کم ہو چکا تھا۔ صرف مدہوشی کی کیفیت تھی۔ ایسی حالت میں دماغ خارجی اثرات قبول کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ باہر کی آوازیں دماغ کو چھوتی ہیں۔ اسی لئے میں اس کے دماغ کے کسی گوشے سے کار کے کسی انجن کی ہلکی ہلکی سی آوازیں سن رہا تھا۔ سونیا اپنی سوچ کے ذریعہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ مگر میں سمجھ رہا تھا کہ وہ کسی کار میں سفر کر رہی ہے۔

میں اس سے رابطہ قائم کرنے کے لئے بے چین تھا۔ ناکامی کا یقین ہونے کے باوجود میں نے اس کے دماغ کو چھیڑا۔ آوازیں دیں۔ مگر اس کی سوچیں شراب کی طرح جھوم جھوم کر رہ گئیں۔ کسی شرابی کو ٹھٹی پتیاں کھلا کر اس کا نشہ توڑا جا سکتا ہے۔ سوچ کے ذریعہ توڑنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ میں سوچتا ہوا قلعہ کے باہر آیا تو دن نکل چکا تھا۔ میں نے روتھ کے دیئے ہوئے کاغذ کو کھول کر دیکھا اس پر بارہ مرد اور عورتوں کے پتے درج تھے۔ وہ سب اس تنظیم سے تعلق رکھتے تھے اور چاہان کے چار بڑے جزیروں میں پھیلے ہوئے تھے۔

اس وقت میں جو تھے بڑے جزیرے کو ٹیوشو میں تھا۔ کو ٹیوشو میں ایک مرد اور دو عورتوں کے پتے تھے۔ ان میں سے ایک عورت شہر کوما موٹو میں، ایک مرد شہر کاگوشیما میں اور دوسری ایک عورت میازاکی میں مقیم تھی۔ گراش فوری طور پر ان ہی تین شہروں کی طرف سونیا کو بھیجا سکتا تھا۔ میں نے قلعہ کے احاطے سے باہر آ کر دیکھا بہت دور کرنل جو شتو ہوا ایک کار کے پاس کھڑا ہوا اپنی بیٹی سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی پشت میری جانب تھی اس لئے وہ مجھے دیکھ نہ سکا۔ سوزو کو اس سے میری شکایتیں کر رہی تھی کہ میں نے اس کے ساتھ بہت ہی برا رویہ اختیار کیا تھا۔ کرنل نے برے رویئے کی وضاحت چاہی تو اس نے کہا۔

"فرہاد میری بات نہیں مانتا تھا۔ میں نے کئی بار کہا کہ میں آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہوں مگر اس نے مجھے آپ کی آواز نہیں سنائی بلکہ دیوانے عاشق کی طرح سونیا کو تلاش کرتا رہا۔"

کرنل نے بیٹی کو بڑی نرمی سے سمجھایا۔

"سوزی۔ تم کہتی ہو کہ سونیا کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہے لہٰذا سونیا کو تلاش کرنا اس کا پہلا فرض تھا۔ ایسے وقت اگر اس نے تمہاری بات نہیں مانی تو تمہیں برا نہیں ماننا چاہیئے۔"

سوزو کو بے بسی سے اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں یہ بات پک رہی تھی کہ فرہاد نے اور بھی برا سلوک کیا ہے۔ اس میں میری مرضی بھی شامل تھی۔ اور میں ڈیڈی کو ایسی باتیں تو نہیں بتا سکتی۔ میں کیا کروں، وہ بدمعاش اچھا بھی لگتا ہے اور اس پر غصہ بھی آتا ہے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔

"بس اب تم اسی تذبذب میں رہو گی کہ میں کس کو اپنی کامیابی کا ذریعہ ہوں۔ اگر اچھا لگوں تو دعائیں دینا۔ برا لگوں تو دل ہی دل میں گالیاں دیتی رہنا۔"

میں باپ بیٹی کے پاس پہنچ گیا۔ کرنل نے مجھے دیکھتے ہی گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔

"فرہاد! تم نے تو کمال کر دیا۔ میں تم پر جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔ تمہارے مشورے کے مطابق میرے آدمیوں نے میجر یاما گوچی کی بھتیجی کی رہائش گاہ پر چھاپہ مارا تھا۔ میجر کے خلاف کافی ثبوت فراہم ہو چکے ہیں کتنی حیرانی کی بات ہے کہ میں آپ اپنی آستین کے سانپ کو نہ دیکھ سکا اور تم نے اسے پکڑ لیا۔"

میں نے وہ تہہ کیا ہوا کاغذ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جناب! ابھی تو میں گراش کو پکڑنا چاہتا ہوں۔ اس میں ایک درجن مجرموں کے پتے درج ہیں۔ آپ اپنے کسی آدمی سے کہیں کہ یہ تمام پتے نوٹ کریں۔ میں یہ کاغذ لے کر ابھی اسکی تلاش میں جاؤں گا۔"

کرنل نے کاغذ کھول کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پہلے تم کس طرف جانا چاہتے ہو؟"

میں نے بتایا کہ گراش کسی کار میں سونیا کو لے گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابھی اسی جزیرے میں ہے۔ میں سب سے پہلے شہر کوما موٹو جاؤں گا۔ آپ مجھے وہاں جلد از جلد پہنچانے کا کیا انتظامات کر سکتے ہیں؟"

"اس پہاڑی کے نیچے ہیلی کوپٹر موجود ہے۔ تم میرے آدمیوں کے ساتھ چلے جاؤ۔"

"جناب میں تنہا جانا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کے مسلح نوجوانوں کے ساتھ جاؤں گا تو کام بگڑ جائے گا۔"

"مگر تنہا جانے میں تمہارے لئے خطرہ ہے۔"

"وہ تو ہے۔ گراش سونیا کو اسی لئے لے گیا ہے کہ میں جہنم تک بھی اس کا پیچھا کروں اور میں اس کی خواہش پوری کروں گا۔"

"یہ حماقت ہے نوجوان! جو جان بوجھ کر ان کے جال میں پھنسنا چاہتا ہو، میں تمہیں تنہا نہیں جانے دوں گا۔"

"آپ مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں اس لئے ایسا کہہ رہے ہیں۔ لیکن آپ نہیں جانتے میں سونیا سے کتنی محبت کرتا ہوں میں ہر حال جانتا ہوں کہ اسے واپس لانے کے لئے مجھے تنہا ہی جانا ہوگا آپ ضد نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے تم تنہا جاؤ۔ میں اپنی تسلی کے لئے اپنے آدمیوں کو تمہاری نگرانی پر مامور کروں گا۔ وہ سادے لباس میں رہیں گے۔ تمہیں پہچان نہیں سکے گا۔ تمہیں بھی معلوم نہیں ہوگا کہ وہ دوسرے کس طرح تمہاری حفاظت کر رہے ہیں۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"دشمنوں کے جتنے پتے آپ کے پاس ہیں آپ انہیں ابھی چیک کریں۔ صرف چیک چاپ ان کی نگرانی ہوتی رہے۔ ورنہ انہیں ذرا سی بھی شبہ ہوگا تو وہ فوراً ہی اپنے بچاؤ کی تدبیر کر لیں گے۔"

کرنل نے اپنے ایک آدمی سے کہا کہ مجھے ہیلی کوپٹر تک پہنچا دے۔ پھر اس نے روتھ کا دیا ہوا کاغذ میرے حوالے کر دیا۔ میں نے کہا۔

"ایک اور اہم بات یہ ہے کہ روتھ نامی ایک عورت نے اس قلعہ میں میرا بہت ساتھ دیا ہے۔ وہ اب بھی قلعہ کے اندر آپ کے آدمیوں کو گائیڈ کر رہی ہے۔ میری پلاننگ یہ ہے کہ آپ اسے یہاں سے فرار ہونے کا موقع دیں۔ وہ واپس پھر اپنی تنظیم میں پہنچ جائے گی وہاں وہ میرے لئے اہم معلومات فراہم کرے گی۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟ وہ دھوکہ بھی دے سکتی ہے؟"

"جو عورت آپ کے آدمیوں کو تہہ خانے تک پہنچا رہی ہے وہ وہاں کے اہم راز بھی بتا رہی ہے وہ دھوکہ نہیں دے سکتی۔ اگر بالفرض وہ دھوکہ دے کر دوبارہ اپنی تنظیم میں رہ جائے گی تو ہمارا نقصان نہیں۔ اس کے ہاتھ میں ہے۔ جس سے ہمیں پریشانی ہوگی۔ وہ تو ایک معمولی اداکارہ ہے۔ اگر وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اسے آزمانے میں کیا حرج ہے؟"

کرنل نے مجھ سے وعدہ کیا کہ روتھ کو فرار ہونے کا موقع دیا جائے گا۔ اگر وہ دوست بنکر رہے گی تو بہت فائدہ پہنچے گا۔ بہت سے دشمنوں کے چہرے بے نقاب ہو جائیں گے۔ میں کرنل سے مصافحہ کر کے ہیلی کاپٹر میں بیٹھ گیا۔ پندرہ منٹ بعد میں ہیلی کوپٹر میں بیٹھا شہر کوما موٹو کی طرف جا رہا تھا۔ ہیلی کوپٹر میں آرام سے بیٹھنے کے بعد میں نے اطمینان سے آنکھیں بند کیں اور سونیا کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ قدرے ہوش میں آ گئی تھی اور آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ اور سوچ رہی تھی۔

"میں کہاں ہوں؟ کیا میں گہری نیند سو رہی تھی؟ اُف میرا سر گھوم رہا ہے۔ بڑی کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔ ایسی کمزوری تو پہلے کبھی نہیں محسوس نہیں کی۔ مجھے کیا ہو گیا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر سوچتی رہی۔

"ہاں۔ کچھ نشے کی سی کیفیت ہے۔ اب کچھ یاد آ رہا ہے۔ یہ سب فرہاد کی شرارت ہے۔ اس نے مجھے کہا تھا کہ اگر تم ضرور دکھاؤ گی تو دوسری بار بھی سوزو کو تنگ نہیں پہنچ سکو گی۔ اس نے اپنی بات پوری کرنے کے لئے مجھے بے ہوش....."

وہ سوچتے سوچتے ٹھٹھک گئی۔ وہ کبھی یہ تسلیم نہیں کر سکتی تھی کہ میں اسے بیہوش کرنے کی حد تک شرارت کروں گا۔ تب وہ دوسرے انداز میں سوچنے لگی۔

"فرہاد نے فٹا بال کے کمرے میں ٹرانسمٹر کے پاس تھا۔ میں سوزو کے پاس جانے کے لئے فٹا بال کے کمرے سے نکل کر مختلف کوریڈورز سے گزرنے لگی تو ایک کوریڈور میں اچانک ہی پھر فرہاد سے سامنا ہو گیا۔ وہ اپنے بازو پھیلا کر مجھے اپنی آغوش میں بلا رہا تھا۔ اپنے محبوب کے بازوؤں کو دیکھ کر میں سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ میں نے اس سے یہ پوچھنا ضروری نہیں سمجھا کہ تم اتنی جلدی کس طرف سے گھوم کر میرے سامنے آ گئے ہو۔

لیکن کچھ سوچنے سمجھنے سے پہلے ہی وہ میرے شانے پر جھک گیا پھر اس کے دانت میری گردن میں چبھتے ہوئے محسوس ہوئے اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔"

اب وہ پریشانی سے سوچنے لگی "کیا فرہاد ایسی حرکتیں کر سکتا ہے؟ نہیں کبھی نہیں۔ وہ ایسا نہیں کر سکتا میرے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔"

میں نے اسی وقت اس کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"ہیلو سونیا۔ میں تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ اب تم صحیح نتیجے پر پہنچ گئی ہو کہ تمہارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ جس طرح روتھ تمہارے روپ میں میرے پاس آئی تھی اسی طرح گراش نامی ایک زہریلا آدمی میرے روپ میں تمہارے پاس آیا تھا۔ وہ اپنے دانتوں کے ذریعہ کسی بھی عورت کے جسم میں زہریلا انجکٹ کر دیتا ہے۔ یہ زہر اپنے ابتدائی مراحل میں محض ایک تیز نشے کی طرح متاثر کرتا ہے لیکن دو چار بار اگر یہی زہر تمہارے جسم میں سرایت کر گیا تو پھر تم زندہ نہیں بچو گی۔"

"اوہ مائی گاڈ۔ میں کس زہریلے ناگ کے پلے پڑ گئی تھی۔ تم کہاں ہو فرہاد؟"

"میں ایک ہیلی کوپٹر میں بیٹھا تمہیں تلاش کر رہا ہوں۔ اب تم اپنے آس پاس کے ماحول کو دیکھ کر میری رہنمائی کرو گی تو مجھے تمہارے پاس پہنچنے میں آسانی ہو گی۔ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ تم ایک ویگن کار کی پچھلی سیٹ پر لیٹی ہوئی ہو۔ اب وہاں سے اٹھنے سے پہلے یہ ضروری بات سن لو کہ وہ نقلی فرہاد اس وقت بھی تمہارے قریب ہے شاید وہی کار ڈرائیو کر رہا ہے۔ اب تمہیں پھر اس فرہاد سے دھوکہ کھانا ہوگا۔"

"وہ کیا مطلب؟ کیا تم چاہتے ہو کہ اس کا زہر مجھے مار ڈالے۔ میں اس کے دانت توڑ دوں گی۔"

"اس سے الجھنے کی حماقت نہ کرنا۔ جو کہتا ہوں وہ کرو۔ تم اس کے سامنے اسے فرہاد سمجھتی رہو۔ اسے یقین دلا دو کہ تم اب بھی دھوکہ کھا رہی ہو۔ اس سے محبت کی باتیں کرو۔ صرف اس کے زہر سے بچ کر رہو۔ اگر کوئی دشواری محسوس کرتی ہو تو بتاؤ۔"

"دشواری کیا ہوگی۔ میں کوئی بچی نہیں ہوں۔ اب وہ دوبارہ زہر کی سوغات پیش نہیں کر سکے گا۔"

"تم واقعی جاندار عورت ہو۔ میں بھی ہر لمحہ تمہارا خیال رکھوں گا۔ اسے دوبارہ انجکٹ کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ اب اٹھ کر بیٹھ جاؤ اور اس نقلی فرہاد سے باتیں کرو۔"

"فرہاد! میں اٹھ رہی ہوں، مگر پہلے میرے پیٹے نومی کی خیریت معلوم کر کے بتاؤ۔ وہ میرے گود کی گرمی تلاش کر رہا ہوگا۔"

میں اتنی طویل بھاگ دوڑ کے دوران نومی کو بھول ہی گیا تھا۔ اگر یہ بات میں سونیا سے کہتا تو وہ پُرامان جاتی۔ اس لئے میں نے جھوٹ کہا۔

"نومی صرف تمہارا نہیں میرا بھی بیٹا ہے۔ میں نے کرنل جوشو سے اس کی خیریت معلوم کی ہے وہ بخیریت ہے اور آیا کی گود میں مزے سے کھیلتا رہتا ہے۔ چلو اب اٹھ جاؤ۔ دیر نہ کرو۔"

وہ کراہتی ہوئی پچھلی سیٹ پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ سچ مچ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ جس گاڑی میں وہ سفر کر رہی تھی اس میں صرف ایک ہی شخص تھا جو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کی پشت سونیا کی طرف تھی لیکن عقب نما آئینے میں فرہاد کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ سونیا کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ گرلاش ہے۔ گرلاش نے عقب نما آئینے سے اسے اٹھتے دیکھ لیا تھا اور اُسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ سونیا نے اس کی طرف جھک کر اور ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام کر کہا۔

"فرہاد! یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے اور کچھ نشے کی سی کیفیت ہے۔ مجھے بتاؤ کیا میں گہری نیند سو گئی تھی؟ بیہوش ہو گئی تھی؟"

سونیا اُسے بولنے پر مجبور کر رہی تھی تاکہ میں اسکے زہریلے دماغ تک پہنچ جاؤں۔ مگر وہ ایسا ناداں نہیں تھا۔ اس تنظیم کے تمام لوگ کسی نہ کسی طرح اس بات کی تصدیق کرنا چاہتے تھے کہ میں دوسروں کے دماغ تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہوں یا نہیں؟ اسی شبہ کی بنا پر گرلاش کو نگران کیا گیا تھا۔ اس نے سونیا کو جواب دینے کے لئے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا۔ پھر اسے سونیا کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اس کاغذ کو کھول کر پڑھنے لگی۔ اس میں لکھا تھا۔

میری سونیا

میں تم سے اشاروں میں باتیں کروں گا لیکن زبان نہیں ہلاؤں گا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ سپر سٹر کی تنظیم میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آ گیا ہے وہ یقیناً میرے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا اس لئے میں محتاط رہنا چاہتا ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم یہاں کرنل جوشو کے ملازم بن کر نہیں رہیں گے۔ اس لئے ہم یہاں سے فرار ہونے کے لئے شیما گوچی کے ساحلی شہر کی طرف جا رہے ہیں۔ وہاں ہم کوشش کریں گے کہ ہمیں بحری راستے سے فرار ہونے کا موقع مل جائے۔

کوئی ضروری بات ہو تو اب تحریر کے ذریعہ پوچھ لینا۔ کاغذ اور قلم ڈیش بورڈ میں رکھا ہے۔

فقط

وہ بڑی چالاکی سے کام لے رہا تھا۔ سونیا پر ثابت کر رہا تھا کہ وہ ہی فرہاد ہے۔ مگر وہ بہت سی غلطیاں کر رہا تھا۔ اوّل تو ان کی تنظیم میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا۔ سونیا اتنا سمجھتی تھی کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد کے دماغ تک پہنچ سکتا ہے۔ اس خط کے جواب میں سونیا میری سوچ کے مطابق کہنے لگی۔

"اُف میرا سر ابھی تک چکرا رہا ہے۔ اس خط کی تحریر بھی کسی طرح سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ میں اس خط کے جواب میں کیا لکھ کر پوچھوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کاش کہ تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ جاتیں تو تم میری اس دماغی کمزوری کا فوراً علاج کر دیتے۔ آہ۔ اوہ۔ اُف....."

سونیا اداکاری کے جوہر دکھا رہی تھی۔ اس نے اگلی سیٹ کی پشت پر اپنی پیشانی ٹیک دی۔ جیسے واقعی دماغی کمزوری کا شکار ہو گئی ہو۔ پھر وہ مجھ سے کہنے لگی۔

"کیوں فرہاد تم نے بھی اس تحریر کو پڑھ لیا ہوگا۔ اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ کیا میں شیما گوچی پہنچ جاؤں؟"

یہ کہہ کر میں نے سیلی کو پٹر کے پائلٹ کو بتایا کہ میں نے اپنا جانے کا ارادہ بدل دیا ہے۔ وہ مجھے شیما گوچی پہنچا دے۔ اس کے بعد پھر سونیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اب میں ایک لمحے کے لئے بھی اس سے غافل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ سونیا اسی طرح اگلی سیٹ کی پشت سے اپنی پیشانی ٹیک کر سوچ رہی تھی۔

"یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ پتہ نہیں یہ کم بخت کس قسم کا زہر آدمی ہے۔ ہاں مجھے یاد آیا۔ جب ڈیڈی جانوروں کے ساتھ میرا پرورش کر رہے تھے اور میری سوجھنے کی حس میں حیرت انگیز اضافہ کر رہے تھے تو اس وقت کہا کرتے تھے کہ انسان کے لئے کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ اس میں انسانوں کی خصوصیات تو ہوتی ہیں، جانوروں کی خصوصیات بھی اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے۔ وہ تشکیک کی

طرح سونگھ بھی سکتا ہے اور سانپوں کی طرح زہریلا بھی بن سکتا ہے۔ گرلاش میں بھی یہی خوبی یا خرابی ہے۔"

میں نے کہا۔ "سونیا تم ٹھیک سوچ رہی ہو۔ اب بتاؤ کہ تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

"میں بہت کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ میرا میڈیکل چیک اپ ہونا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ نشہ اور زہر آگے چل کر مجھے نقصان پہنچائے۔"

"بہت جلد تمہارا طبی معائنہ کرایا جائے گا۔ تم اطمینان رکھو میں تمہارے پاس پہنچنے ہی والا ہوں اور فرار اپنی آنکھیں کھلی رکھو تاکہ میں تمہاری آنکھوں سے دیکھتا رہوں اور سمجھتا رہوں کہ تمہیں کن راستوں سے لے جایا جا رہا ہے۔"

وہ سر اٹھا کر اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھنے لگی۔ میں بھی ان گزرتے ہوئے مناظر کو کسی حد تک فن نشین کرنے لگا۔ آدھ گھنٹے بعد میں شیما گوچی پہنچ گیا۔ پائلٹ نے سیلی کوپٹر کو لینڈ کرنے کے بعد مجھے ایک چھوٹا سا خراٹے لیتے ہوئے کہا۔

"آپ کرنل کو رپورٹ دیدیں کہ میں نے آپ کو یہاں تک پہنچا دیا ہے۔"

میں اس سے ٹرانسمیٹر لیکر کرنل جوشو سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو فرہاد۔ کیا تم کاموٹو پہنچ گئے ہو۔ اوور۔"

"میں کاموٹو سے آگے۔ شیما گوچی پہنچ گیا ہوں۔ میں پہلے شیما گوچی میں سونیا کو تلاش کرنا چاہتا ہوں۔ اوور۔"

"اچھی بات ہے۔ ٹرانسمیٹر اپنے پاس رکھو اور وقتاً ضرورت مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہو۔ رُوتھ کو ہم نے قلعہ سے بھگا دیا ہے اب دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے کیا کرتی ہے۔ اوور اینڈ آل۔"

سیلی کوپٹر کا پائلٹ میرے ساتھ چلتا ہوا ایئر فورس کی ایک عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے پھر سونیا کے دماغ میں جھانکا وہ غیریت تھی اور گرلاش کے ساتھ سفر کے دوران اپنی اضمحلالی کمزوری کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایئر فورس کی عمارت میں پہنچ کر سونیا سے رابطہ ٹوٹ گیا۔ پائلٹ وہاں کے چند آفیسروں سے میرا تعارف کرا رہا تھا۔ میں نے متعارف ہونے کے بعد کہا۔

"مجھے ایک گاڑی، ایک اسٹین گن اور کارتوسوں کی ضرورت ہے۔"

آفیسر نے اپنے اسسٹنٹ سے کہا فوراً ہی میری مطلوبہ چیزیں مہیا کی جائیں۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔

"اگر مسلح جوانوں کی ضرورت ہو تو وہ بھی آپ کے ساتھ جا سکتے ہیں۔"

"نہیں میں تنہا جاؤں گا۔ البتہ آپ یہ حکم صادر کر دیں کہ بندرگاہ پر کڑی نظر رکھی جائے۔ خصوصاً ویران ساحلی علاقوں کی طرف سخت پہرہ ہو۔ کسی بھی لانچ، موٹر بوٹ یا کشتی پر ایسی عورت کو چیک کیا جائے جس کی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخن نہیں ہیں اس کا نام سونیا ہے اور وہ میری بیوی ہے۔"

تمام باتیں سمجھانے کے بعد میں عمارت سے باہر آیا۔ وہاں میرے لئے ایک جیپ کار تیار تھی۔ اس کی اگلی سیٹ کے نیچے کارتوس کی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں اور سیٹ پر ایک اسٹین گن موجود تھی۔ میرے لئے ایک ڈرائیور بھی موجود تھا۔ میں نے اس کی موجودگی پر اعتراض نہیں کیا۔ وہ اس علاقے میں میری رہنمائی کر سکتا تھا۔ میں اسٹین گن ... اٹھا کر اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جب گاڑی آگے چل پڑی تو میں نے سونیا سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ اس کی سوچ سے پتہ چل رہا تھا کہ ابھی وہ ہائی وے پر ہے یعنی شیما گوچی کے شہر سے بہت دور ہے۔ میں نے ڈرائیور کو ہائی وے کی طرف چلنے کو کہا۔ جب گاڑی اس طرف مڑ گئی تو میں دوبارہ دماغ کی اسکرین پر سونیا کی نگرانی کرنے لگا۔

میں دماغوں میں جھانک کر اپنی ذات سے دوسروں کی ذات میں دلچسپی لے سکتا ہوں۔ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے دور دراز کے حالات معلوم کر سکتا ہوں لیکن مستقبل کا حال نہیں بتا سکتا کہ آئندہ کیا پیش آنے والا ہے۔ لہٰذا جو کچھ پیش آنے والا تھا وہ سامنے آ گیا۔ اچانک ہی گرلاش نے گاڑی روک دی۔ کیونکہ اس کے سامنے دو کاریں راستہ روکے کھڑی ہوئی تھیں اور کچھ لوگ ریوالور لئے سڑک کے اطراف کھڑے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے آگے بڑھ کر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا اور سونیا کو پکڑ کر باہر کھینچ لیا۔ سونیا نے کمزوری حد درجہ کی کیونکہ یہ اس کا سہ غلہ لینے لگا تھا۔ گرلاش اپنی سیٹ پر اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔

"جان من جدوجہد فضول ہے۔ خود کو ان کے حوالے کر دو۔ اور ان میں سے کسی کو باتیں کرنے پر مجبور کرو۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق اپنے سامنے والے آدمی سے جھجھلا کر بولی۔

"تم لوگ کون ہو، مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ پیچھے سے کسی نے اس کے سر پر کپڑے کی ایک ٹوپی پہنا دی۔ وہ ٹوپی سرکتی ہوئی اس کے چہرے پر آئی اور اس کا چہرہ چھپ گیا۔ اب سونیا کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں مجھے بھی اس کے آس پاس کے لوگ نظر نہیں آ رہے تھے وہ بہ ممکن کوشش کر رہے تھے کہ میرے آگے بڑھنے کے تمام راستے مسدود کر دیں۔ سونیا کو اس طرح چھپا دیں کہ مجھے ٹیلی پیتھی کا سہارا بھی نہ ملے۔ اس

کے باوجود میں خاموشی سے سونیا کی اندھی سوچ کو سمجھتا رہا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کے دونوں ہاتھوں کو پشت پر باندھ دیا گیا ہے اور دو آدمی اسے گھسیٹ کر لے جا رہے ہیں۔ پھر اسے کسی گاڑی کی سیٹ پر بٹھا دیا گیا۔ پھر اس کے آس پاس دو آدمی بیٹھ گئے۔ یہ سب کچھ وہ ایک اندھی کی طرح سمجھ رہی تھی اور محسوس کر رہی تھی۔

پھر اس نے محسوس کیا گاڑی اسٹارٹ ہو کر دائیں طرف مڑ رہی ہے۔ آنکھیں بند ہوں تب بھی یہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ گاڑی پکے راستے پر چل رہی ہے یا کچے راستے پر۔ اور اگر وہ دائیں طرف مڑتی ہے تو گاڑی میں بیٹھنے والا آپ ہی آپ ذرا بائیں طرف جھک جاتا ہے ایسے حقائق کے پیش نظر میں سمجھ گیا کہ سونیا جس گاڑی پر بیٹھی ہے اب وہ ہائی وے پر نہیں ہے بلکہ کچے راستے پر چل رہی ہے۔ میں نے اپنی گاڑی کے ڈرائیور کو رفتار بڑھانے کے لیے کہا۔ وہ بڑا تجربے کار ڈرائیور تھا۔ ہائی وے پر پہنچ کر ایک سو ساٹھ میل فی گھنٹے کی رفتار سے گاڑی کو دوڑانے لگا۔ اس دوران میں نے سونیا سے پوچھا۔

"سونیا جہاں گرلاش نے گاڑی روکی تھی اس جگہ کی کوئی خاص پہچان بتا سکتی ہو؟"

مجھے بھی پہچان ہونی چاہیئے تھی کیونکہ اس وقت میں اس کے ذہن میں جھانک رہا تھا۔ لیکن جس وقت سونیا کو گھیر گیا اس وقت میرا دھیان بٹ گیا تھا۔ سونیا نے کہا۔

"وہاں مجھے گرا گیا تھا وہاں چاروں طرف ویرانی تھی۔ دور دور تک کوئی مکان یا کوئی آدمی نظر نہیں آرہا تھا۔ البتہ میرے بائیں طرف ٹرک کے کنارے یوکلپٹس کا درخت جڑ سے اکھڑا ہوا تھا۔"

میں نے کہا۔ "بس اتنا کافی ہے۔ میں فوراً ہی وہاں تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

سونیا کو تسلی دے کر میں ٹرک کے دائیں طرف دیکھنے لگا۔ پیکار خود کشی کی رفتار سے بھاگی جا رہی تھی۔ ٹرک کے کنارے ایستادہ درخت اتنی تیزی سے گزرتے جا رہے تھے سونیا نے اس ٹوٹے ہوئے درخت کو بائیں طرف دیکھا تھا تو ظاہر میں مخالف سمت جا رہا تھا اس لئے وہ الٹا ہوا درخت مجھے دائیں طرف نظر آسکتا تھا۔ مگر وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ ایک طویل تھکا دینے والا انتظار تھا۔ ہم کتنے ہی میل کا سفر طے کرتے چلے جا رہے تھے اور سنگ میل یکے بعد دیگرے گزرتے جا رہے تھے۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد دور سے وہ درخت نظر آنے لگا۔ ڈرائیور نے میری ہدایت کے مطابق رفتار کم کر دی۔ پھر اس درخت کے پاس پہنچ کر گاڑی دائیں طرف موڑی گئی تھی۔ میں نے پھر اس کے برعکس راستے کے بائیں جانب دیکھا ذرا آگے ایک کچے راستے پر گاڑی کے پہیوں کے نشانات نظر آئے۔ سونیا کی سوچ کے مطابق وہاں تین گاڑیاں تھیں۔ ایک گرلاش کی گاڑی تھی۔ باقی دو گاڑیوں نے ان کا راستہ روکا تھا لیکن کچے راستے پر صرف ایک گاڑی کے پہیوں کے نشانات نظر آئے تھے۔ وہ دو گاڑیاں یقیناً کوچی کی طرف نہیں گئی تھیں۔ اگر جاتیں تو ہماری گاڑی کو کراس کرتی ہوئی ضرور گذرتیں۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ واپس کوماموٹو کی طرف گئی ہیں۔

ہماری گاڑی کچے راستے پر چلنے لگی۔ میں نے ٹرانسمٹر کے ذریعے کرنل جوشوہ سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اسے بتانے لگا کہ گرلاش کو ماموٹو کی طرف گیا ہے۔ لہٰذا وہاں کی ملٹری انٹیلی جنس کو تاکید کی جائے کہ انہیں فرہاد جہاں بھی نظر آئے اسے گرفتار کر لیں۔ کیونکہ وہ اب نقلی فرہاد بنا پھر رہا ہے کرنل کو یہ ضروری اطلاع دینے کے بعد میں نے پھر سونیا کی طرف توجہ دی۔ اب وہ کہیں قید کر دی گئی تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ چہرہ اور آنکھیں نقاب میں چھپی ہوئی تھیں اور وہ کہیں ایک پختہ فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو سونیا۔ تم جس حال میں ہو اسے میں سمجھ رہا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں کرنل جوشوہ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس لئے تمہاری سوچ کو مسلسل نہ پڑھ سکا۔ اب تم بتاؤ اس دوران تمہاری آنکھیں بند ہونے کے باوجود تم نے کوئی خاص بات نوٹ کی ہے؟"

"میں کوئی خاص بات نہیں بتا سکتی۔ تمام راستے مجھے گاڑی چلنے کی آواز سنائی دیتی رہی۔ میرے آس پاس جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ گونگے بن گئے تھے۔ میری کسی بات کا جواب نہیں دے رہے تھے۔"

"اچھا یہ بتاؤ کیا گاڑی کچے راستے پر چلتی رہی تھی؟"

"نہیں۔ میرے اندازے کے مطابق وہ گاڑی پھر پختہ سڑک پر آگئی تھی۔"

میں نے اس کی سوچ پڑھ کر ڈرائیور سے پوچھا۔

"کیا آگے کوئی سڑک ہے؟"

"جی ہاں! ابھی ہم تھوڑی دیر میں وہاں پہنچ جائیں گے۔ آپ آگے کہاں جائیں گے؟"

میں سوچ کر جواب دینے کے بہانے ذرا خاموش ہو گیا۔ پھر کسی کے ذریعہ سونیا سے پوچھا۔

"سونیا کچے راستے سے پختہ راستے پر پہنچ کر وہ گاڑی کس طرف مڑی تھی؟"

اس نے تھوڑی دیر سوچ کر جواب دیا۔

"وہ گاڑی پہلے کی طرح دائیں طرف موڑی گئی تھی۔"

میں نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"اگر ہم کچے راستے کو چھوڑنے کے بعد دائیں سمت جائیں گے تو وہ راستہ ہمیں کہاں لے جائے گا؟"

"ہم شمالی بندرگاہ تک جائیں گے۔ اس شہر کا نام میازاکی ہے۔"

"ٹھیک ہے اسی طرف چلو۔"

میں اطمینان سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور گزرے ہوئے وقت کا حساب کرنے لگا۔ سونیا کی گاڑی جب سے کچے راستے پر موڑی گئی تھی اس وقت سے اب تک ایک گھنٹہ اور بیس منٹ گذر چکے تھے۔ کچا راستہ بیس منٹ میں طے ہوتا تھا۔ اس حساب سے سونیا جس علاقے میں تھی وہاں تک پہنچنے کے لئے مزید ایک گھنٹہ صرف ہونے والا تھا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس طویل جال دور میں مجھے ذرا بھی سونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ میں نے اپنے ذہن کو ہدایت کی کہ ابھی میں سکون سے سو جاؤں پھر ٹھیک بیالیس منٹ کے بعد میری آنکھ کھل جائے۔ اس کے چند لمحوں بعد میں گہری نیند میں ڈوب گیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو گاڑی ایک بہت ہی خوبصورت شہر کی بارونق شاہراہ سے گذر رہی تھی۔ ڈرائیور نے مجھے بتایا کہ ہم میازاکی پہنچ گئے ہیں۔ میں نے فوراً ہی سونیا کی خبر لی۔ پہلے وہ جہاں بیٹھی ہوئی تھی اب اس نے فرش پر سو رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ اسے آرام سے سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ ڈرائیور نے میری ہدایت کے مطابق ایک ریسٹورنٹ کے سامنے گاڑی روک دی۔ میں نے وہیں گاڑی میں بیٹھ کر ناشتہ کیا مگر گرم کافی پی۔ پھر دھتورے کے دیئے ہوئے کاغذ کو کھول کر میازاکی میں رہنے والی اس عورت کا پتہ ذہن نشین کرنے لگا جو خفیہ تنظیم کی آپریٹو تھی لیکن بظاہر ایک جاپانی گیشا کی طرح زندگی گزار رہی تھی۔

ڈرائیور نے مجھے اس گیشا گرل کے ٹھکانے کے قریب پہنچا دیا۔ دھتورے نے اس کاغذ پر اس لڑکی کا نام مس سٹر فلائی لکھا تھا۔ میں نے وہ کاغذ ڈرائیور کو دیتے ہوئے اسے وہاں سے واپس جانے کے لئے کہا۔ وہ واپس جاتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ مجھے تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ مگر میرے حکم سے مجبور ہو کر چلا گیا۔ اسکے جانے کے بعد میں نے ذرا دور اس کوٹھی کو دیکھا جہاں مس سٹر فلائی سے ملاقات ہونے والی تھی۔ وہ کوٹھی آبادی سے ذرا دور تھی۔ آس پاس کی دو چار کوٹھیوں سے تقریباً تین سو گز کے فاصلے پر تھی۔

میں گھنے درختوں کے سائے سے گذرتا ہوا اس کوٹھی کی طرف بڑھنے لگا۔ میری یہی کوشش تھی کہ اس کوٹھی میں رہنے والے مجھے نہ دیکھ سکیں۔ ذرا قریب پہنچ کر اور ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو کر میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔

"سونیا۔ اٹھو آنکھیں کھولو۔ میں تمہیں مخاطب کر رہا ہوں۔"

وہ آنکھیں کھول کر انگڑائی لینا چاہتی تھی۔ پھر فوراً ہی اس کی سمجھ میں آگیا کہ وہ انگڑائی نہیں لے سکتی۔ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا۔

"میرے پاس مجرموں کی جو فہرست ہے اس میں ایک مس بٹر فلائی کا نام ہے۔ اس وقت میں اسی امام کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا ہوں۔ اب تم بتاؤ جہاں تمہیں قید کیا گیا ہے وہاں تم نے کسی عورت کی آواز سنی ہے؟"

"نہیں۔ یہاں دور دور تک کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ البتہ قدموں کی چاپ سنتی رہتی ہوں۔ کچھ لوگ ادھر ادھر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی عورت ہوتی تو میں اونچی ایڑی کی کھٹ کھٹ سے پہچان لیتی۔ پتہ نہیں میں کہاں ہوں اور تم کہاں پہنچ گئے ہو۔ ویسے تمہاری پوزیشن میرے قریب نہیں ہے۔"

میں خاموشی سے سوچنے لگا۔ اس بات کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ سونیا اسی کوٹھی میں موجود ہے یا نہیں۔ اگر موجود ہے تو اس کی اندھی رپورٹ کے مطابق کچھ لوگوں کے قدموں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں یعنی اس کوٹھی میں ایک سے زیادہ افراد ہیں۔ اب اس کوٹھی کے باہر کھڑے رہ کر میں یقین سے کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔ مگر یہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہاں جانے میں خطرہ ہے اور یہ مجھے نہیں ہو سکتا تھا کہ میں خطرے کے خوف سے واپس جاؤں۔ آگے بڑھنا لازمی تھا اس لئے میں آگے بڑھ گیا۔ کوٹھی کے چاروں طرف حد بندی کے طور پر چار فٹ اونچی دیواریں تھیں۔ میں نے آہنی گن نکالنے سے آمادہ کر لیا تھا۔ پھر پوری سے چلتا ہوا اس دیوار کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہاں سے میں نے چیخ کر کہا۔

"مس بٹر فلائی۔ اگر تم موجود ہو تو باہر آجاؤ۔ میں تم سے دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر دروازے کو کوٹھی کا بیرونی دروازہ کھول کر دوڑتے ہوئے باہر نکلے۔ ان کے پیچھے ایک آیا بھی تھی۔ میں سر کھجا کر سوچنے لگا۔

"یہ کیا ماجرا ہے؟ اس کوٹھی میں تو باقاعدہ ایک فیملی آباد ہے۔ معصوم بچے بھی ہیں۔ یہاں خون خرابے والی بات نہیں ہو سکتی۔"

میں نے اس نوجوان آیا کو مخاطب کیا۔

"ہیلو مس یا مادام۔ کیا یہ تمہارے بچے ہیں؟ کیا تمہیں بٹر فلائی کہا جاتا ہے؟"

اس نے دور سے ہیٹ کر مجھے دیکھا۔ وہ اتنی دور تھی کہ میں آنکھوں کے راستے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ مجھے ہاتھ سے ٹھہرنے کا اشارہ کر کے کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر آئی۔ پھر اتنی ہی دور سے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

"پہلے تم یہاں آؤ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے سامنے دیوار کے دوسری طرف آکر کھڑی ہوگئی۔ میں نے فوراً ہی اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا مگر اس کے دماغ سے اندر کھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ وہ جنبی زبان کی سرچیں تھیں جو مجھے مکھیوں کی بھنبھناہٹ لگ رہی تھیں۔ میں نے اس سے جاپانی زبان میں کہا۔

"واٹا کسوی واد یاد ہے سو دیس فریاد ہوں"

وہ پلکیں جھپک جھپک کر مجھے یوں دیکھنے لگی جیسے میری بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میں نے جھنجھلا کر کہا۔

"مس مسٹر فلائی ..." میں نے اپنی انگلیوں کے اشارے سے ایک تتلی کی پرواز بتائی۔ پھر پوچھا "مسٹر فلائی یعنی تتلی یہاں موجود ہے؟"

وہ اوپر نیچے سر ہلا کر مجھے اندر آنے کا اشارہ کرنے لگی۔ میں آستین گن سنبھالتا ہوا احاطے کے اندر آگیا۔ پھر اس کے ساتھ کوٹھی کے بیرونی دروازے کی طرف جانے لگا۔ میں بہت محتاط تھا۔ دور دور تک ایک تماشائی کی طرح دیکھتا جا رہا تھا اور ہلکی سی آہٹ بھی سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ آیا دروازہ کھول کر اندر جانے لگی تو میں نے آستین گن کا رُخ دروازے کی طرف کر دیا۔ وہ چپ چاپ اندر چلی گئی۔ دروازہ دوسری بار کھلا تو اب وہاں دوسری نظر آرہی تھی۔

وہ گیشا اتنی حسین تھی کہ میں چند لمحوں کے لئے اس کے سراپا میں محو ہوگیا۔ اس نے گیشا کا مخصوص لباس "کیمونو" زیب تن کیا تھا۔ سینے سے نیچے تک ایک سیاہ و سرخ ریشم کی "اوبی" پیٹی ہوئی تھی۔ وہ ریشم کے بھڑکدار لباس میں یوں لگ رہی تھی جیسے پھلواری میں بہار آگئی ہو۔ اس کے کھڑے ہونے اور مسکرانے کے انداز میں بڑی دلکشی تھی۔ دل کشی کے معنی دل کھینچنا ہیں اس لئے وہ کھینچ رہی تھی۔

میں نے جلدی جلدی دوبار اپنی گردن ہلائی۔ یہ جاپانی طرز کا سلام تھا۔ پھر میں نے پوچھا۔

"اناٹا وا مسٹر فلائی سان (کیا آپ مسٹر فلائی صاحبہ ہیں؟)"

وہ بھی دوبار گردن ہلا کر بولی۔

"ڈیلوا ار یما سن کا (جی ہاں میں ہی ہوں)"

اس نے ایک ادائے ناز سے خم کھا کر اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں آگے بڑھا۔ پھر دروازے پر ٹھٹک گیا۔ کمرے کے اندر جاپانی طرز کی سجاوٹ تھی۔ اپنے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے دروازے پر جوتے اتارنے پڑتے ہیں۔ اس لئے میں نے جوتے اتار دیئے۔ ایسے وقت میں مس مسٹر فلائی کی سوچ بھی پڑھ رہا تھا تاکہ اس کی اصلیت معلوم کرتا رہوں۔ لیکن فوراً ہی اپنا مقصد پورا نہیں ہوجاتا۔ کسی کی سوچ کو اپنے مزاج کے مطابق بدلنے میں کچھ وقت لگتا ہے اور وہ مجھے دیکھتے ہی مجھ سے متاثر ہونے والے انداز میں سوچ رہی تھی۔ وہ میرے ساتھ اس کمرے سے گذرتی ہوئی بولی۔

"یہ میرا بیڈ روم ہے آپ ڈرائنگ روم میں تشریف لائیں۔"

"کیا تم یہاں تنہا رہتی ہو؟"

"نہیں، میرے چھوٹے بھائی بہن ہیں آپ نے انہیں بالکنی میں کھیلتے دیکھا ہوگا۔"

میں ان بچوں کو باہر دیکھ چکا تھا۔ دوسرے کمرے کے دروازے پر ایک بوڑھا دبلا پتلا سا جاپانی کھڑا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے کھلے ہوئے دروازے سے ایک خالی کمرہ نظر آرہا تھا۔ اس کمرے کا فرش غیر معمولی طور پر چمک رہا تھا۔ میں سمجھنا چاہتا تھا کہ وہ فرش ایسا کیوں ہے۔ کچھ سمجھنے سے پہلے ہی اس جاپانی نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے آستین گن کو بائیں ہاتھ میں لے کر دایاں ہاتھ مصافحہ کیا۔ اسی وقت میرے جسم کو ایک جھٹکا پہنچا۔ میرے پاؤں زمین سے اکھڑ گئے۔ اور میں فضا میں اچھل کر قلابازی کھاتا ہوا بوڑھے جوڈو ماسٹر کے پیچھے کھلے ہوئے دروازے سے گزرتا ہوا اس چمکیلے فرش پر پہنچ گیا۔

تب معلوم ہوا کہ وہ فرش کیوں چمک رہا تھا۔ اس فرش پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک گریس کی تہہ جمائی گئی تھی۔ میں فرش پر گرتے ہی ایک سرے سے پھسلتا ہوا دوسرے سرے پر جا کر دیوار سے ٹکرا گیا۔ میں نے بہت کوشش کی تھی کہ دیوار تک پہنچنے سے پہلے سنبھل جاؤں۔ کسی طرح رک جاؤں مگر پھسلن ایسی تھی کہ میرا اپنی کوشش کام نہیں آسکتی تھی۔ دوسری کوئی ٹھوس اور جامد چیز ہی روک سکتی تھی۔ لہٰذا دیوار سے ایک زبردست ٹکر کے ساتھ رک گیا۔

میں نے یہ کوہ جھٹک کر اپنے اطراف دیکھا جس دروازے سے میں پار سل کیا گیا تھا وہ بند ہو چکا تھا۔ یہ بھی آستین گن ہاتھ سے نکل گئی تھی اور باہر ہی رہ گئی تھی۔ وہ کمرہ وسیع و عریض ہال کی طرح تھا۔ وہاں میرے سوا کوئی سامان نہ تھا۔ اس وسیع ہال میں میں تنہا ایک بے مصرف سامان کی طرح پڑا ہوا تھا۔ میں نے وہاں سے اٹھنا چاہا۔ فرش پر سے اٹھنے کے لئے ہاتھ ٹیکنا پڑتا ہے۔ لہٰذا ہاتھ ٹیک کر اٹھنے لگا تو ہتھیلی پھسل گئی اس کی وجہ سے میں پھسل کر ذرا دور چلا گیا۔

کمرے میں گریس کی بو اور چکناہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے دیوار کا سہارا لیکر اٹھنے کا ارادہ کیا۔ دیواریں سپاٹ تھیں۔ اگر کھڑکیاں ہوتیں تو کھڑے ہونے کا سہارا بن جاتیں۔ میری ہتھیلی اور کپڑوں پر بھی گریس لگ گئی تھی۔ دیوار کا سہارا لینے سے وہاں بھی ہاتھ پھسل جاتے تھے دشمنوں نے مجھے بالکل بے بس اور بے بس بنا کر رکھنے کا پکا بندوبست کیا تھا۔ میں پاؤں رکھنے کے باوجود ان کے مقابلہ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔

پھر میرے دماغ میں یہ خیال ابھرا کہ ایسے کمرے میں دشمن کس طرح میرا سامنا کریں گے ظاہر ہے وہ بھی میری طرح پھسلتے رہیں گے وہ بھی آسان نہیں تھے کہ میرے مقابلے میں پھسلنے کے لئے آجاتے میں نے تھک ہار کر اپنے ہاتھوں کا سہارا لینا چھوڑ دیا۔ اپنے نیم نصف جسم کو سہارے کے بغیر پل دیکر اٹھنے لگا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد میں بیٹھ گیا اور آہستہ آہستہ اپنے پاؤں گھٹنے کی طرف سے موڑ کر دوزانو ہونے کی کوشش کی۔ ایسے وقت جسمانی توازن کی طرف گہری توجہ تھی۔ ایک جانب بھی جسم کے وزن میں کمی بیشی ہوتی تو میں پھر چاروں خانے چت ہو جاتا۔ بہرحال بڑی محنت کے بعد میں دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

اطمینان سے جم کر بیٹھنے کے بعد میں نے مس مسٹر فلائی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنے کمرے میں پلنگ اور الماری کے درمیان مرغی بنی ہوئی تھی اور اپنی کھلونا کرانے چھوٹے بھائی اور بہن کے کپڑے پہنا رہی تھی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ مجبوراً وہاں سے جا رہی ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں اپنا نام لیا تو وہ اچھی بند کرتے کرتے ٹھٹک گئی۔ ایک پل کے لئے اس کی سانس رک گئی۔ پھر اسے تصوّر میں برابر پانی آنے لگا۔ وہ سوچنے لگی۔

"یہ بیچارہ بھری جوانی میں مارا جائے گا جس کی موت یہاں لکھی ہوئی ہے۔ وہ وہاں آپ ہی آپ پہنچ جاتا ہے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اسے پہلے ہی اشارہ کر دیتی کہ فوراً بھاگ جاؤ۔ آہ! اگر میں کچھ نہ کر سکی۔ ان قاتلوں کی کمتی ہی آنکھیں مجھے چھپ کر دیکھ رہی تھیں۔ اگر ذرا بھی غلطی ہوتی تو وہ موٹی اور ریلو (بھائی بہن) کو قتل کر دیتے۔"

مسٹر فلائی کو مجھ سے مدد ملی تھی۔ مگر میں اسے دماغی طور پر معمول بنا کر اس سے کوئی کام نہیں لے سکتا تھا۔ کیونکہ دشمن اس کے بھائی بہن کو قتل کر دیتے میں نے اسے جانے دیا۔ اسے چھوڑ کر اس لڑکے کے دماغ میں جھانکنے لگا جس نے مجھ پر جوڈو کا داؤ آزما کر مجھے نیچے گرایا تھا۔ وہ بوڑھا بہت محتاط تھا اور میری انتظار کر رہا تھا۔ وہ بھی پہلی جاننے والا اس کے دماغ کو نہ ٹٹولتا۔ اگر اس کے دماغ میں اس کے مزاج کے خلاف کوئی سوچ ابھرے تو وہ سمجھ جائے گا کہ میں خیال خوانی کے ہتھکنڈے آزما رہا ہوں۔

بڑی مشکلات پیش آرہی تھیں۔ میں اس بوڑھے کی سوچ کو پڑھ کر اس کے خطرناک ارادوں کو سمجھنا چاہتا تھا لیکن وہ پہلے سے ہوشیار ہو جاتا تھا۔ اگر میں اس کی سوچ میں کوئی سوال کرتا تو یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی کہ میری یادداشت واپس آگئی ہے اور میں ٹیلی پیتھی کا خطرناک ہتھیار استعمال کر رہا ہوں۔ میں نے اسے نہ چھیڑنے کا فیصلہ کیا۔ یوں بھی میں اس سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں کرنل جوشو سے رابطہ قائم کروں اور اسے مسٹر فلائی کی کوٹھی کا پتہ بتا کر فوری امداد طلب کروں۔

ٹرانسمٹر میری پتلون کی جیب میں تھا۔ اسے نکالنے کے لئے بھی جسمانی توازن کا خاص خیال رکھنا لازمی تھا ورنہ ذرا بھی توازن بگڑتا تو میں دوبارہ فرش کی پھسلن پر تیرتا ہوا نظر آتا۔ میں نے بہت سنبھل سنبھل کر آہستہ آہستہ اسے جیب سے نکالا۔ لیکن بدقسمتی کو کیا کہا جائے۔ ٹرانسمٹر جیب سے نکلتے ہی گریس میں بھری ہتھیلی سے پھسل کر فرش پر چلا گیا۔ وہ میرے قریب ہی گرا تھا۔ مگر ہاتھ بڑھا کر اٹھانے کے لئے بھی جنبش کا خیال رکھنا تھا۔ میں نے اس طرف ہاتھ بڑھایا۔ پھر رُک گیا کیونکہ اسی وقت کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا تھا۔

سرر۔۔۔ سرر۔۔۔ کسی کے پھسلنے کی آواز آئی۔ دوسرے ہی لمحہ ایک جاپانی پھسلتا ہوا کمرے میں آگیا۔ خود کار دروازہ بند ہو چکا تھا۔ آنے والا جاپانی میری طرح چاروں شانے چت نہیں گرا تھا۔ وہ اپنی دونوں ٹانگوں پر کھڑا ہوا تھا۔ وہ اپنے پیروں میں اسکیٹنگ کے پہیے دار جوتے پہنے ہوئے تھا۔ اس نے ..... صرف ایک انگوٹھا پھنسا رکھی تھی باقی جسم زیتون کے تیل سے چمک رہا تھا یعنی اگر میں کسی طرح اسے پکڑنے میں کامیاب ہو جاتا تو وہ تیل کی چکناہٹ کے باعث پھسل کر میرے ہاتھوں سے نکل جاتا۔ ویسے بھی میں اس کی طرف پھسلنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے بڑی نرمی سے کہا۔

"اپنی تمام حیلیں خالی کر دو۔ میں فائر کرنا نہیں چاہتا۔ گولی چلنے کی آواز دور تک جائے گی۔ لیکن تم مجبور کرو گے تو میں اس ریوالور سے ضرور فائدہ اٹھاؤں گا۔"

ایسا کہتے وقت اس کی نظریں ٹرانسمٹر پر گئیں۔ اس نے چونک کر پوچھا۔

"آہا۔ وہ کیا ہے؟ پاکٹ ریڈیو یا ٹرانسمٹر؟ کوئی بات نہیں میں ابھی دیکھ لوں گا۔ تم جیب میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے بتا دو کہ تمہارے پاس کیا ہے؟"

مجھے مجبوراً بتانا پڑا کہ میری جیب میں ایک ریوالور ہے۔ اس نے کہا۔

"بڑی سہولت سے جیب میں ہاتھ ڈالو اور صرف دو انگلیوں کی چٹکی میں ریوالور کو پکڑ کر دور پھینک دو۔ اگر وہ پوری ہتھیلی کی گرفت میں نظر آئے گا تو میں اسی وقت گولی چلا دوں گا۔"

میں نے پھر ایک بار اپنا توازن قائم رکھتے ہوئے بائیں جیب میں دو انگلیاں ڈالیں۔ ریوالور بھاری تھا گریس میں بھری انگلیاں اس کے دستے سے پھسلنے لگیں میں نے کہا۔

"میری انگلیاں پھسل رہی ہیں، ریوالور دو انگلیوں سے نہیں نکلے گا۔"

"آؤ پھر تیلون آنا ردو۔"

میں بے بسی سے اُسے گھور کر دیکھنے لگا۔ پھر میں نے دو انگلیوں سے کوشش کی۔ تھوڑی دیر بعد ریوالور جیب سے نکل کر فرش پر پہنچ گیا۔ اب میرے ایک طرف ریوالور اور دوسری طرف ٹرانسمیٹر پڑا ہوا تھا۔ میں نے سوچ لیا کہ جیسے ہی وہ یہ چیزیں اٹھانے آئے گا میں جان کی پرواہ کئے بغیر اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لوں گا۔ اس کی سوچ بھی یہی بتا رہی تھی کہ وہ میری طرف بڑھنے والا ہے۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ اس کی سوچ بدل گئی۔ وہ سیدھا میری طرف آنے کی بجائے چکنے فرش پر اسکیٹنگ کے کمالات دکھانے لگا۔ بڑی مہارت سے پہیوں پر اِدھر سے اُدھر دوڑنے لگا۔ میری نظریں بھی اس کے ساتھ ساتھ اِدھر سے اُدھر ہونے لگیں۔ وہ دوڑتے ہوئے ایک ٹانگ اٹھا لیتا تھا کبھی کس کے بازی گروں کی طرح پیچھے کی طرف خم کھا کر اپنی ایڑی کو چھو لیتا تھا۔ ہر لمحہ گمان ہوتا کہ اب تب میں گرنے والا ہے۔

لیکن وہ کمال کا بازی گر تھا۔ ایک بار وہ میرے بالکل قریب آیا جیسے ٹکرا جائے گا لیکن ٹکرانے سے پہلے ہی رُخ بدل کر دوسری طرف نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوسری بار میری طرف آنے لگا میں نے پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا کہ وہ میرے قریب آتے آتے کتنے فاصلے پر آ جاتا ہے۔ اس بار میں اندازے کے مطابق اس کی ٹانگ کھینچنے کے لئے اس پر جھپٹ پڑا۔ پھر میں نے اتنا ہی دیکھا کہ وہ میرے اوپر سے چھلانگ لگا کر گزر گیا۔ اس کے بعد میں فرش پر اوندھے منہ پڑا ہوا تھا اور دوبارہ اُٹھنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ مجھے اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"شاباش! اُٹھنے کی کوشش کرو۔ تم تو بڑے شہ زور ہو۔ ہمارے حلقے میں تمہیں ناقابلِ شکست کہا جاتا ہے۔ پھر خاک کے کیڑے کی طرح فرش پر کیوں پڑے ہوئے ہو؟"

اُس کے طنز پر مجھے جھلانا چاہیئے تھا مگر ایسے وقت میں صبر و تحمل سے کام لینا بہتر ہوتا ہے۔ میں نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ اب میرا ریوالور اور ٹرانسمیٹر اس کے ہاتھوں میں نظر آ رہا تھا اور وہ اطمینان سے اِدھر اُدھر ٹہلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سنو فرہاد! ہم سب جانتے ہیں کہ جیسے تم نظر آتے ہو۔ حقیقتاً ویسے نہیں ہو۔ تم اپنے اندر بہت گہرائی میں چھپے رہتے ہو۔ ہماری اس مہم کا مقصد یہی ہے کہ تمہیں تمہاری گہرائی سے نکال کر سامنے لے آئیں۔

ہم اس تذبذب سے نکلنا چاہتے ہیں کہ تم دوبارہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کر چکے ہو یا نہیں۔ ہماری تنظیم کے سربراہ نے تمہیں بالواسطہ کتنے ہی مراحل پر آزمایا ہے تمہیں کسی نہ کسی طرح مجبور کیا ہے کہ تم اپنی حفاظت کے لئے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرو۔ کرنل کی میٹی سوزو لو کو صرف اس لئے اغوا نہیں کیا گیا تھا کہ کرنل کو بلیک میل کر کے اُسے اس کے موجودہ عہدے سے ہٹا دیا جائے۔ بلکہ ایک مقصد یہ بھی تھا کہ تمہیں قلعہ کی بھول بھلیوں میں آنے پر مجبور کیا جائے۔

ہمارا خیال تھا کہ تم سوزو کو سے دماغی رابطہ قائم کر کے قلعہ میں آؤ گے لیکن تم فلمسٹار ریٹا کی سہارا لے کر آئے۔ پھر ہم نے سوچا کہ قلعہ کے چور راستوں کا علم تمہیں اس وقت تک نہیں ہو گا جب تک ہم خیال آواز .... کا سہارا لیکر ہمارے کسی آدمی کے دماغ سے نہیں کھیلو گے لیکن اس پاگل بوڑھے مائیک نے تمہیں چور راستہ دکھا دیا۔

ہر بار ہم اس اُلجھن میں گرفتار رہے کہ تمہاری حقیقت کس طرح معلوم کی جائے۔ آخری بار گلاش سونیا کو اٹھا کر لے آیا۔ مقصد یہی تھا کہ تم سونیا کی سوچ پڑھتے ہوئے گلاش کا پیچھا کرو۔ سو تم نے کیا۔ ہماری دنیا کی ٹیلی پیتھ جینس بیورو کے سراغ رساں یکجا ہو کر بھی یہ نہیں معلوم کر سکتے تھے کہ گلاش سونیا کو کس سمت لے گیا ہے۔ لیکن تم دیکھتے ہی دیکھتے شیما گوچی پہنچ گئے۔ جب ہمارے آدمی سونیا کا راستہ بدل کر یہاں لائے تو تم سیدھے یہاں بھی پہنچ گئے۔ سونیا کے عشق میں تم اپنی ٹیلی پیتھی کے علم کو چھپا نہ سکے۔"

اس کی باتوں کے دوران میں بہت آہستہ آہستہ سنبھل سنبھل کر دوبارہ ریوالور اٹھا چکا تھا۔ میں نے کہا۔

"میں اپنی ٹیلی پیتھی کے متعلق دوسروں سے بہت کچھ سن چکا ہوں اور اکثر سوچتا رہتا ہوں کہ آخر یہ علم کس طرح حاصل ہوتا ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ کبھی یہ علم میری مٹھی میں تھا۔ میں نہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میری معلومات کے ذرائع دوسروں سے مختلف ہیں۔ میں بہت پہلے سے بڑے فلاں کی اس کوٹھی کا پتہ جانتا تھا۔"

چاپانی بازیگر نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری یہ بات درست ہے۔ ابھی تک ہم یہی سمجھ رہے تھے کہ تم سونیا کی سوچ کے ذریعہ یہاں تک آئے ہو۔ لیکن ابھی تھوڑی دیر پہلے ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ ہمارے آدمیوں نے روتھ کو پکڑ لیا ہے اور اُسے اذیتیں دے کر اس سے سب کچھ اگلوا لیا گیا ہے۔ اسی غدار عورت نے تمہیں ہمارے خاص آدمیوں کے پتے ایک کاغذ پر لکھ کر دیئے ہیں۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ مجھے روتھ کے انجام پر افسوس تو لیکن زیادہ افسوس کرنے کا موقع نہیں تھا۔ اپنا انجام بھی سامنے نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"فرہاد! تم قسمت کے دھنی ہو۔ ہر بار یہی ثابت ہوتا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی کی بجائے صرف اپنی ذہانت سے ہمیں نقصان پہنچا رہے ہو۔ لیکن آج میں ثابت کر دوں گا کہ تم اپنے اندر بہت گہرائی میں چھپے ہوئے ہو....."

یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے تین بار دستک دی۔ دروازہ کھل گیا وہ اسکیٹنگ کرتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی میں اپنے ہاتھوں کا سہارا لئے بغیر کھڑا ہونے کی

کوشش کرنے لگا۔ انسان کوشش کرے تو کیا نہیں ہو سکتا۔ میں تھوڑی دیر میں دوزانو ٹانگوں پر جم کر کھڑا ہو گیا لیکن آگے پیچھے ہل نہیں سکتا تھا۔ اس کے لئے خاص مشق کی ضرورت تھی۔ بار بار گرنے اور اُٹھنے سے کسی حد تک بازیگری کا تجربہ حاصل ہو سکتا تھا۔ لیکن دشمن مجھے اس کا موقع کبھی نہ دیتے۔

وہ کمرے میں واپس آ گیا۔ اس بار اس کے دونوں ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں اس کے پیچھے تین حسین لڑکیاں اسکیٹنگ کرتی ہوئی آئیں۔

ان کے صاف و شفاف جسم پر بھی زیتون کا تیل چمک رہا تھا۔ اور ہاتھوں میں ننگی تلواریں چمک رہی تھیں۔ ان کے پیچھے دروازہ بند ہو گیا۔ چاپانی بازیگر نے کہا۔

"فرہاد! ابھی تھوڑی دیر پہلے میں یہاں اسکیٹنگ کے کمالات دکھا رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ تم خیال خوانی کے ذریعہ مجھے ذہنی جھٹکا پہنچا کر گرا دو۔ مگر تم نے ایسا نہیں کیا۔ بلاشبہ تم بہت گہرے ہو۔ لیکن اب تم ایسا کرو گے۔

ہم اپنے ماسٹر کے اپنے آقا کے غلام ہیں۔ ماسٹر کے ایک تل بھر مفاد کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے ہیں۔ میں ان تین لڑکیوں کے ساتھ تمہاری ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے مرنے آیا ہوں۔ اگر تم ہمیں نہیں مارو گے تو یہ ننگی تلواریں تمہارا بھرتہ بنا دیں گی۔

ہم تمہارے عجیب و غریب دشمن ہیں۔ اپنی مرضی سے تمہارے قبول مرنے آئے ہیں۔ تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں، ہمیں مار کر باہر جاؤ۔ کوئی تیسرا راستہ اس چار دیواری سے باہر نہیں جاتا۔"

میرے ماتھے سے ٹھنڈا پسینہ پھوٹنے لگا۔ سکنڈل پاور کے مختلف قمقموں کی روشنی میں ننگی تلواریں یوں چمک رہی تھیں جیسے موت دانت نکال کر ہنس رہی ہو۔ اس تنظیم کے سربراہ نے شاید یہ سمجھ لیا تھا کہ مجھے طاقت سے اور آتشی ہتھیاروں سے نہیں مارا جا سکتا۔ مجھے موت آئے گی تو حسینوں کی بانہوں میں ہی آئے گی۔ یہی سوچ کر اس نے میری سرکوبی کے لئے تین عدد حسین دوشیزاؤں کی مختصر سی فوج بھیجی تھی۔

ان میں سے ہر لڑکی بذاتِ خود دو دھاری تلوار تھی۔ تلوار کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر میں نے ان لڑکیوں کے چاپانی سپہ سالار سے کہا۔

"میں اپنی خوشی سے مرنا کبھی پسند نہیں کروں گا۔ اگر میرے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہوتا تو میں اب تک خاموش نہ رہتا۔ تمہاری یہ ننگی تلواریں تمہارے اپنے لہو سے کھیلتی نظر آتیں۔ لیکن میں بے بس اور مجبور کھڑا ہوا ہوں۔"

اس چاپانی بازی گر نے اپنی دونوں تلواروں کی نوکیں بناتے ہوئے کہا۔

"تم کیسے بگلا بھگت ہو۔ یہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں نے تمہیں سمجھانے کا فرض ادا کر دیا ہے۔ ہم نہیں ہر حال میں مارنا چاہتے ہیں۔ خواہ تم خیال خوانی سے اپنی حفاظت کر دیا نہ کرو۔"

اس دوران میں اس کے خیالات بھی پڑھتا جا رہا تھا۔ اس کے دماغ کے اندر بھی یہی فیصلہ تھا کہ وہ چاروں ننگی تلواروں سے میرا قیمہ بنا ئیں گے۔ اور اگر میں نے ٹیلی پیتھی کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا تو وہ میری حقیقت معلوم ہوتے ہی وہاں سے فرار ہو جائیں گے۔ نہ میں میری ذات کے خول سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو مشتہر کر سکے ہی رہیں گے۔

میں نے سوچ رکھا تھا کہ آخر وقت تک اپنی صلاحیتوں کو بے نقاب نہیں کروں گا۔ میری یہ ضد آئندہ کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوتی۔ سپر ماسٹر اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا کہ میری یادداشت ہنوز واپس نہیں آئی تھی۔ فی الحال اپنے بچاؤ کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ میں انہیں زیادہ سے زیادہ باتوں میں اُلجھا تا رہوں تاکہ کیڑے مکوڑوں والوں کی مدد پہنچ جائے۔

اگرچہ مجھے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کرنل جوشوہ سے رابطہ قائم کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ لیکن کرنل نے مجھے رخصت کرتے وقت کہا تھا۔

"تم تنہا جاؤ۔ لیکن میں اپنی تسلی کے لئے اپنے آدمیوں کو تمہاری نگرانی پر مامور کروں گا۔ وہ سادے لباس میں رہیں گے۔ اور تم سے دُور رہ کر بھی تمہاری حفاظت کے لئے مستعد رہیں گے۔"

لاکھوں قارئین کے دلوں کی دھڑکن
محی الدین نواب
کی ۱۰ سلگتی ہوئی کہانیوں کا مجموعہ
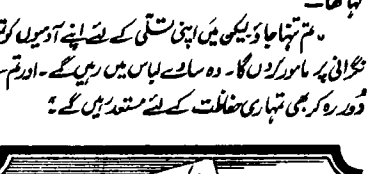
منگوانے کا پتہ
مکتبہ نفیسا
پوسٹ بکس ۹۴۲ کراچی
قیمت ۱۰۰ روپے
شائع ہو چکا ہے!
قریبی بک اسٹال سے طلب کریں یا براہِ راست منگوائیں

اب کرنل کی اسی بات کا سہارا تھا۔ اس کے آدمی میری مدد کے لئے آسکتے تھے۔ میں نے اس جاپانی بازیگر کو باتوں میں الجھانے کے لئے کہا۔

"دیکھو میں نہتا کھڑا ہوا ہوں تم لوگ مجھے بے باک اور دلیر کہتے ہو پھر ایک دلیر آدمی کو اس کے شایانِ شان مقابلہ کرنے کا موقع کیوں نہیں دیتے ——؟"

"میں تمہاری تمام باتوں کا جواب دے چکا ہوں بس اب خاموش رہو اور ہمارے خیالات پڑھو کہ اب ہم کیا کرنے والے ہیں۔"

اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ پہلے ایک سینہ آگے بڑھ کر اسکیننگ کرتی ہوئی تلوار چلائے گی۔ پھر بچی ہوا۔ اس نے اپنی سوچ کے مطابق دائیں ہاتھ کی تلوار کو لہراتے ہوئے ایک سینہ سے کہا۔

"سُومی کو —— فراد تمہیں بلا رہا ہے۔ جاؤ۔۔۔"

میں نے آگے بڑھنے والی لڑکی کو دیکھا۔ وہ آگے بڑھنے سے پہلے جھجک گئی تھی۔ انہیں پہلے سے بتا دیا گیا تھا کہ وہ لڑکیاں جس کے سامنے تلواریں لے کر جا رہی ہیں وہ خالی ہاتھ رہ کر بھی بے حد خطرناک ہوتا ہے اسی لئے سُومی کو کے دماغ میں اپنی موت کا بھی اندیشہ تھا۔ اگرچہ ان تمام لڑکیوں کو اپنے ماسٹر پر قربان ہو جانا سکھایا گیا تھا۔ لیکن ایسی چڑھتی جوانی میں سبھی کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے پھر سومی کو اندر ہی اندر پریشان کیوں نہ ہوتی ——؟

وہ پہیوں پر پھسلتی ہوئی میرے سامنے دو گز کے فاصلے پر آ گئی تھی۔ اور اسکیننگ کرتی ہوئی کبھی جمناسٹک کے کرتب دکھا رہی تھی اور کبھی فضا میں تلوار چلا رہی تھی۔ ننگی تلوار فضا میں شائیں شائیں شپ شپ کی پدا کرتی ہوئی اِدھر سے اُدھر، اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر بجلی کی طرح نمودار ہو رہی تھی۔ وہ ایک بار میرے دائیں طرف آئی، پھر میرے پیچھے سے گزری، پھر بائیں طرف سے سامنے آ گئی —— شائیں شپ کی پھنکارتی ہوئی آواز کے ساتھ اس کی تلوار پہلی بار میرے سر پر سے گزر گئی۔ دوسری بار میری ٹھوڑی کے نیچے سے ہو کر فضا میں پھر رقص کرنے لگی۔

میں اپنی جگہ جم کر ایک ساکت مجسمہ کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ ایسے وقت موت کے خوف سے مجھے ڈگمگا کر گر جانا چاہئے تھا۔ لیکن سومی کو کی ہر حرکت سے پہلے اس کا دماغ مجھے بتا دیتا تھا کہ اس بار تلوار میرے سر پر سے گزر جائے گی۔ دوسری بار ٹھوڑی کے نیچے سے بھی گزرتی ہوئی مجھے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ ان کے سپہ سالار نے انہیں میرے سامنے لانے سے پہلے سمجھا دیا تھا کہ مجھے فوراً ہی قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ میری شہ رگ کے قریب سے تلواریں گزاری جائیں گی تاکہ میں دہشت زدہ ہو کر انہیں ذہنی جھٹکے پہنچانا شروع کر دوں اور جب ان کا یہ تماشہ مجھے دہشت زدہ نہیں کر سکے گا

تو پھر وہ سچ مچ اپنی اپنی تلوار کی دھار مجھ پر آزمائیں گے۔

لہٰذا میں اس طرح ساکت کھڑا رہا کہ جب تلوار میری طرف آتی تو میں دکھاوے کے لئے خوفزدہ ہو جاتا اور جب گزر جاتی تو میں گھبرا گھبرا کر زور سے سانس لینے لگتا۔ وہ جاپانی سپہ سالار میری کاوش دہشت سے محظوظ ہو رہا تھا۔ سومی کو اپنے شاداب جسم کو بل دے کر، خم کھا کر اسکیننگ کے کمالات دکھا رہی تھی۔ اس کے بدن میں غضب کا لوچ تھا۔ پھولوں سے لدی ہوئی شاخ کی طرح لچکتی تھی۔ افسوس کہ اس پھول بدن کے ساتھ تلوار کا مانا کھٹک رہا تھا۔

میں نے اس پھول کی سوچ میں کہا "حیف، فراد شیلی پیتی نہیں جانتا ہے ورنہ اب تک میرے دماغ میں ہل مچا دیتا۔ میں تو بخیریت اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی ہوں۔"

اس کی سوچ نے کہا "کچھ بھی ہو۔ اسومی بدلیر ہے موت کے سائے میں جم کر کھڑا ہوا ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا ایسے انسان کو بے بسی اور لاچاری کی حالت میں مرنا چاہئے؟"

"نہیں انصاف تو یہ ہے کہ اسے اپنی مدافعت کا پورا موقع ملنا چاہئے۔ لیکن دشمن کی گردن اتارتے وقت انصاف کو کوئی نہیں پوچھتا۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔

"لیکن میری اس سے کیا دشمنی ہے۔ کیا میں دل سے اسے دشمن کہہ سکتی ہوں۔؟"

"آہ۔ نن۔ نہیں۔۔۔" وہ سوچتے سوچتے ٹھٹک گئی۔ اسی وقت سپہ سالار نے اس سے کہا۔

"بس۔ تم واپس آ جاؤ —— اور تم دونوں آگے بڑھو۔"

اس نے دوسری لڑکیوں کو حکم دیا۔ وہ دونوں لڑکیاں سُومی سے زیادہ چھریلی تھیں۔ میدان میں آتے ہی اسکیننگ کرتی ہوئی ایک دوسرے پر تلوار سے حملہ کرنے لگیں۔ وہ آپس میں لڑتی ہوئی میرے پاس آ کر مجھ پر تلوار کے وار اور ہاتھ دکھانا چاہتی تھیں۔ ہاتھی کے دانت کی طرح دکھانا چاہتی تھیں، کاٹنا نہیں چاہتی تھیں۔ اس لئے میں سُومی کو اپنی معمولہ بنانے کی فکر میں لگا رہا۔

سُومی کو اپنی جگہ واپس جا کر بڑی الجھی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ اور سوچ رہی تھی۔

"مائی گاڈ ——! میں کمالات دکھاتے وقت کیا فراد کے متعلق سوچ رہی تھی؟ ہاں میرے دل میں ڈر تھا اور جس سے ڈر لگتا ہے دماغ اسی کے متعلق سوچتا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "لیکن میں تو ڈر سے نہیں بلکہ محبت سے سوچ رہی تھی کہ اسے دل سے دشمن کہہ سکتی ہوں یا نہیں؟"

"ہاں —— ہاں —— میں یہی سوچ رہی۔۔۔"

میں لکھی سوچ کو نہ پڑھ سکا۔ ایکدم سے چونک کر ذرا ڈگمگا گیا۔ کیونکہ دونوں لڑکیوں کی تلواریں شائیں شائیں کرتی ہوئی میرے آگے پیچھے سے گزر گئی تھیں۔ اب ان میں سے ایک میرے آگے تھی دوسری پیچھے۔ یعنی وہ دونوں مجھے درمیان میں رکھ کر ایک دوسرے پر حملے کر رہی تھیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح میں یقیناً تلواروں کی زد میں آتا رہتا ایسی صورت میں سُومی کو کہاں یاد رہتی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ دونوں لڑکیاں ہی مجھے زخم نہیں پہنچائیں گی۔ میں محتاط ہو گیا۔ کیونکہ وہ چکنے فرش پر پھسل رہی تھیں۔ پھسلنے کے دوران قصداً نہ سہی، دھکے سے ان کا ہاتھ بہک سکتے تھے۔ ان کے سپہ سالار نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"فراد! پہلی بار سُومی کو تمہارے سامنے تنہا آئی تھی ہو سکتا ہے تم نے اس کے دماغ کی ریڈنگ لی ہو۔ مگر اب تم بیک وقت —— دو لڑکیوں کے دماغوں کو نہیں پڑھ سکتے۔ اگر ایک کو کنٹرول کرو گے تو دوسری تمہارے لہو سے کھیلے گی۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ لیکن مجھے ایک دماغ سے دوسرے دماغ میں چھلانگ لگانے کی ایسی مشق ہو چکی تھی۔ کہ میں ایک ماہر بائسکر کے تواتر پیڈل کی طرح یکے بعد دیگرے دو چار دماغوں کو متواتر پنچ مار سکتا تھا۔ اور اب اسی عمل کا وقت آ رہا تھا۔ کیونکہ کافی دیر ہو چکی تھی اور باہر سے مدد نہیں پہنچ رہی تھی۔ پتہ نہیں دُور ہی دُور سے بمباری نگرانی کرنے والے کہاں مر گئے تھے۔

میں بالکل ساکت کھڑا اپنے سامنے والی لڑکی کو دیکھ رہا تھا لیکن میری دماغی آنکھیں اس لڑکی کو دیکھ رہی تھیں، جو میرے پیچھے تلوار کے جوہر دکھا رہی تھی۔ میں بالکل تیار تھا کہ اس کا ہاتھ بہکے گا تو میں اس کی سوچ کو بہکا دوں گا۔ ان کے سپہ سالار نے تھوڑی دیر تک اپنے علاوہ ردِ عمل کا انتظار کیا پھر اس نے دونوں کو اپنی طرف بلا لینے کے لئے کہا۔

"بال شبہ تم ایک چٹان ہو۔ جو چٹان اپنی جگہ سے ہٹائی نہیں جا سکتی۔ اسے توڑ دیا جاتا ہے۔"

دونوں لڑکیاں اس کے دائیں بائیں جا کر کھڑی ہو گئی تھیں۔ اس نے کہا۔

"تمہیں اپنی ٹیلی پیتھی کو آزمانے کی جو مہلت دی گئی تھی۔ وہ ختم ہو چکی ہے۔ اب ہم تینوں بیک وقت تم پر حملہ کریں گے تاکہ تم بیک وقت تینوں کو دماغی طور پر کنٹرول نہ کر سکو۔"

اتنا کہتے ہی اچانک باہر سے فائرنگ کی آواز سنائی دی فوجی لاؤڈ اسپیکر سے کہہ رہا تھا۔

"کوٹھی نمبر چار سو بارہ کے مکینوں کو مخاطب کیا جا رہا ہے اس کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے اگر وہ اپنی جان کی امان چاہتے ہیں تو مسٹر فراد اور مادام سونیا کو فوراً باہر بھیج دیں۔۔۔"

میرے سامنے کھڑے ہوئے جاپانی نے حقارت سے کہا۔

"تمہاری مدد کو آنے والے یہ نہیں جانتے کہ ہم جان کی امان چاہنے کے لئے اس کمرے میں نہیں آئے ہیں انہیں چیخنے دو۔ ہم تمہارے چیخنے کا تماشہ دیکھیں گے۔"

مجھے اس کی سوچ نے بتایا کہ بس یہ میرا آخری وقت ہے بیرونی امداد بھی مجھے بچا نہیں سکے گی۔ پھر ایسی حالت میں میں آخری اپنی صلاحیت کیسے نہ آزماتا؟ زنانہ فوج کے سپہ سالار نے غرہ بازی کے انداز میں چیخ ماری۔ مجھے اپنی خوفناک آواز سے خوفزدہ کرنا چاہا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے دو تلواریں چلاتا ہوا آگے بڑھا۔ دونوں لڑکیاں بھی تلوار گھماتی ہوئی اس کے ساتھ بڑھ رہی تھیں۔ اور میں ان کے لیڈر کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"فراد۔ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکے گا۔ میں اس کے قریب پہنچتے ہی اس کے سینے پر تلوار کی نوک سے خراش ڈال کر گزر جاؤں گا۔ دوسری بار میں۔۔۔"

"دوسری بار نہیں۔۔۔" میں نے اس کی سوچ میں ایک جھٹکے سے کہا۔ "ابھی ہاں ابھی میں تلواروں کو گھماتا ہوا تیزی سے گھوم رہا ہوں۔ یہ۔۔۔ یہ گھوم گیا۔۔۔"

اور وہ گھوم گیا۔ اس کے ساتھ ہی دونوں لڑکیوں کی چیخیں سنائی دیں۔ تیزی سے گردش کرتی ہوئی تلواروں میں سے ایک تلوار ایک لڑکی کی بغل سے ذرا سی کاٹتی ہوئی گزر گئی۔ دوسری تلوار نے دوسری لڑکی کے سینے سے لہو اچھال دیا۔ سپہ سالار ڈانوں ڈول ہو کر ایک گول چکر کاٹ کر ٹھٹھک گیا اور اپنے آس پاس فرش پر تڑپنے والی فوج کو تعجب سے دیکھنے لگا۔

"یہ کیا ہو گیا ——؟" اس کی سوچ کہہ رہی تھی "یہ —— یہ تو میرے ہی ہاتھوں مر رہی ہیں۔ اوہ سمجھ گیا۔ فراد اپنی اصلیت دکھا رہا ہے۔"

وہ مجھے غصہ سے غراتے ہوئے دیکھنے لگا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو خوفزدہ ہو کر ہتھیار پھینک دیتا۔ مگر وہ تو مجھے مارنے کا یا خود مر جانے کا عزم لے کر آیا تھا۔ اور اب سوچ رہا تھا۔

"اس کی ٹیلی پیتھی سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ میں زور زور سے چیختا رہوں اور اس پر حملے کرتا رہوں تاکہ اس کی سوچ میرے دماغ کو نہ بہکا سکے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے چیخنا چاہا۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔

"اوں —— ہونک —— سرر —— رر —— میں پیچھے جا رہا ہوں۔۔۔"

وہ ایک جھٹکے سے پہیوں پر پھسلتا ہوا پیچھے کی طرف جانے لگا اس نے سنبھلنے کی کوشش کی تو میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"سنبھلنے کی یہی صورت ہے کہ میں بائیں طرف تیزی سے گھوم

جاؤں۔"

بائیں طرف دیوار تھی وہ تیزی سے گھومتے ہی زوردار آواز میں ٹکرا کر الٹے پاؤں واپس آیا اور فرش پر پڑی ہوئی لڑکی سے الجھ کر چاروں شانے چت ہوگیا۔ اس کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ گئی تھیں اور وہ غصہ اور جلد بازی میں اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے بار بار پھسل کر گر رہا تھا۔ میں نے سوئی کو کی طرف دیکھا تو وہ سہم کر دیوار سے لگ گئی۔

"نن۔ نہیں۔ فرہاد! میں نے تمہیں نقصان نہیں پہنچایا ہے میرا دماغی توازن نہ بگاڑو۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم زبان سے نہ کہو۔ تب بھی میں تمہارے دل کی بات سن سکتا ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے تم اسی تذبذب میں مبتلا تھیں کہ تم مجھے دل سے اپنا دشمن سمجھ سکتی ہو یا نہیں؟"

وہ بے بسی سے اثبات میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔

"ہاں ہاں، بالکل یہی سوچ رہی تھی۔ باقی کا ٹاٹم دلوں کی دھڑکنیں بھی سن لیتے ہو۔ تمہیں یقین کرنا چاہئے کہ میں دل سے تمہاری دشمن ہرگز نہیں ہوں۔"

اتنی سی دیر میں وہ جاپانی پھر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ ایکٹنگ کرتا ہوا اپنی تلوار اٹھانے کے لئے بڑھ رہا تھا۔ میں نے اسے دوسری طرف بڑھا دیا۔ وہ غصہ سے مٹھیاں بھینچتا ہوا پھر میری طرف لپک گیا۔ میں نے پھر اسے دوسری جانب گھما کر دیوار سے ٹکرا دیا۔ اس کے بعد سوئی کو سے کہا۔

"اگر تم دل سے میری دوست ہو تو آگے بڑھو اور اپنی تلوار سے اپنے سپہ سالار کی خیریت معلوم کرو۔"

وہ جھجکنے لگی۔ کیونکہ وہ جاپانی ان لڑکیوں کا استاد تھا جس نے انہیں ایکٹنگ اور تلوار بازی سکھائی تھی۔ اپنے استاد پر حملہ کرتے ہوئے ہر شاگرد کا دل دُکھتا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا بات ہے سوئی کو! تم اپنی دوستی کا ثبوت نہیں دو گی؟"

وہ التجا آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئی بولی۔

"میں تمہاری دوستی کے لئے اپنی جان بھی دے سکتی ہوں لیکن میں اپنے ماسٹر پر ہاتھ اٹھاؤں گی۔ تو میرا اپنا کردار مسخ ہو جائے گا۔ اگر آج میں اپنے معلم کی دشمن بن جاؤں گی تو کیا بھروسہ ہے کہ کل اپنی سلامتی کے لئے تیری بھی دشمن بن جاؤں۔ جو لوگ اصول کے خلاف چلتے ہیں۔ وہ دوستی کے اصولوں کو بھی نہیں نبھا سکتے۔"

مجھے اس کی بات بہت پسند آئی۔ اس کے سوچنے کے انداز پر بڑا پیار آیا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

"تمہاری باتیں تمہارے صاف ستھرے کردار کی غماز ہیں تم نے میرا اعتماد حاصل کر لیا ہے تمہارا یہ ماسٹر میرا دشمن ہے۔ ہم دونوں میں نمٹ لیں گے۔"

پھر میں اس سے نمٹنے لگا۔ اسے پہیئے دار حرکتوں پر ادھر ادھر دوڑانے لگا۔ کبھی وہ اس دیوار سے ٹکرا رہا تھا اور کبھی اس دیوار سے۔ بند کمرے میں اس کی چیخیں گونج رہی تھیں۔ باہر اب فائرنگ شروع ہوگئی تھی۔ اس کو بھی سے بھی جواباً فائرنگ ہو رہی تھی۔ اس لئے کسی کو اس کمرے تک آنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ اس جاپانی کا یہ حال تھا کہ وہ کبھی دیواروں سے ٹکرا کر اور کبھی فرش پر پٹخنی کھا کھا کر لہولہان ہو رہا تھا۔ اس کی قوتِ مدافعت جتنی کمزور پڑتی جا رہی تھی، غصہ اتنا ہی بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر وہ غصہ سے پاگل ہو کر خود ہی اپنا سر دیوار سے ٹکرانے لگا۔ میں بھی اسے شہ دیتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چکرا کر فرش پر گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ وہ میرے قریب ہی گرا تھا اور ایک تلوار میرے قدموں کے پاس پڑی تھی۔ میں نے تو توازن برقرار رکھتے ہوئے تلوار اٹھائی پھر اس کا قصہ تمام کرنے کے بعد کہا۔

"سوئی کو! ان تینوں کی چٹنی ہوگئی۔ اب اگر میں تم سے یہ پوچھوں کہ اس کوٹھی میں اور کتنے افراد ہیں تو تمہارے لئے یہ بات بھی اصول کے خلاف ہوگی۔ تم تنظیم سے غداری نہیں کرو گی۔"

"کروں گی۔ کیونکہ تنظیم میرے اصول کے اور مزاج کے خلاف ہے میں یہاں مجبوراً زندگی گزار رہی تھی۔"

"شاباش۔ تو پھر بتاؤ یہاں کتنے لوگ ہیں؟"

"مس بٹر فلائی اپنے بھائی بہن کے ساتھ یہاں سے چلی گئی ہے اب ایک بوڑھا اور دو نوجوان رہ گئے ہیں۔ وہی تینوں جوابی فائرنگ کر رہے ہیں۔"

میں بہت دیر سے ایک ہی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے پاؤں فرش سے چپک کر رہ گئے ہیں۔ ذرا ادھر ادھر پاؤں سکوڑنے کو جی چاہتا تھا۔ پھر گر پڑنے کے خیال سے ہی خاموش ہو جاتا تھا۔ میں نے اسی حالت میں آنکھیں بند کر کے اس بوڑھے جوڈو ماسٹر کے ذہن میں جھانک کر دیکھا وہ اپنے دو نوجوان ساتھیوں کے ساتھ چھت پر مورچہ بنائے بیٹھا تھا۔ اور انہیں اپنی پوزیشن بدلنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ اس کے ایک ساتھی نے کہا۔

"اولڈ مین! نیچے ایکٹنگ روم سے چیخنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔"

بوڑھا ذرا اونچا سنتا تھا۔ اس نے کہا۔

"ہاں۔ فرہاد کی آخری چیخیں ہیں۔"

"نہیں اولڈ مین! اپنا ماسٹر چیخ رہا ہے۔ اب ہماری باری ہے ہم چاروں طرف سے گھیر لئے گئے ہیں۔"

"جوانمرد! ہمت کر، بزدلی کی باتیں نہ کر۔ جاؤ اپنے ساتھی کی مدد کرو۔"

نوجوان نے بڑا سا منہ بنایا۔ پھر بوڑھے کو گھورتا ہوا دوسری

طرف جانے لگا۔ میں نے بوڑھے کو اس کی سوچ میں الجھا دیا۔

"اس نوجوان کے تیور بدل گئے ہیں۔ یہ مجھے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اپنی جان بچانے کے لئے نوجوں کے سامنے ہتھیار پھینکنا چاہتا ہے۔ ایسا کرے گا تو میں اپنی اسٹین گن کی نال اس طرح اس کی پیٹھ پر رکھ دوں گا۔"

جس طرح سوچ نے کہا اسی طرح اسٹین گن کی نال بے اختیار اس نوجوان کی طرف ہوگئی۔ وہ دوسرے نوجوان کے پاس پہنچ گیا تھا میں نے ایک جھٹکے سے کہا۔ "ٹریگر دبا دو۔۔۔۔"

تڑ تڑاتڑ کی آواز کے ساتھ اسٹین گن ادھر سے ادھر ہوئی۔ دونوں نوجوان چیخیں مار کر ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ پھر فرش پر گر کر ٹھنڈے پڑ گئے۔ بوڑھا یکدم سے بوکھلا کر فرش پر بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھوں سے اسٹین گن چھوٹ گئی تھی۔ اور وہ حیرت سے منہ کھول کر دروازے سے چھلانگ کر سوچ رہا تھا۔

"یہ میں نے کیا کیا۔ ہم میں نے اپنے [redacted] مار ڈالا۔ نن۔۔۔ نہیں مجھے یقین نہیں آ رہا ہے [redacted] یہ شاید باہر سے گولیاں آ کر لگی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "بڈھے میں لوگ سٹھیا جاتے ہیں۔ میں پاگل ہو جاؤں۔ اپنے ہاتھوں سے انہیں مار کر حقیقت سے انکار کر رہا ہوں۔ پاگل ہو گیا ہوں۔ ہاہاہا۔ میں پاگل ہاہاہا۔۔۔۔"

وہ بے اختیار قہقہے لگانے لگا۔ کوئی اپنی غلطی پر روتا ہے اور بے بسی سے کوئی قہقہے لگاتا ہے۔ اسے کھسیانہ قہقہہ بھی کہتے ہیں۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ہاہاہا سب مر گئے۔ جو بچے تھے، انہیں میں نے مار ڈالا مجھے اپنے بال نوچنا چاہئے۔"

وہ بال نوچنے کے لئے سر کی طرف ہاتھ لے گیا۔ مگر وہ گنجا تھا۔ اس لئے چیخنے لگا۔

"ہائے میں گنجا ہوں۔ میں کس کم بخت کے بال پکڑ کر نوچوں؟"

وہ کپڑے پھاڑنے کے لئے اپنا ہاتھ گریبان کی طرف لے جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"ہائے میں ننگا ہوں۔"

اس نے اپنے لباس کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں ننگا نہیں ہوں۔"

"ہاں۔ میں ننگا ہوں۔" میں نے اسے بہکایا۔ "مجھے کسی سے منہ چھپانا چاہئے۔ کیونکہ میرا دماغ مجھے بے لباس کہہ رہا ہے۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر اچھل کر چھت کی منڈیر پر چڑھ گیا۔ اور محاصرہ کرنے والے فوجیوں سے چیخ کر کہنے لگا۔

"خبردار۔ میں ننگا نہیں ہوں۔ مجھے اچھی طرح دیکھ کر بتاؤ کیا میری پتلون نظر آ رہی ہے؟ اگر صحیح جواب نہ ملا تو میں گولی مار دوں گا۔"

ٹھائیں سے گولی چلی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سینے کو تھام کر آگے کی طرف جھکا۔ پھر چھت کی بلندی سے زمین کی پستی میں دھم سے آ گرا۔

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ دماغ کی اسکرین پر چلنے والی فلم ختم ہو چکی تھی۔ اب نگاہوں کے سامنے دور سوئی کو کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

"تم شاید دماغی کھیل کھیل رہے ہو؟"

"ہاں۔ اب وہ کھیل تمام ہو چکا ہے۔ مجھے اس کمرے سے نکلنے کے لئے کیا تم سہارا دو گی؟"

وہ اسکیٹنگ کرتی ہوئی میرے پاس آ کر بولی۔

"ہر لڑکی کے ذہن میں شادی کے لئے ایک آئیڈیل ہوتا ہے میرے ذہن میں ایک ایسے شوہر کا تصور ہے جو معذور ہے، میں اس کا سہارا بن سکوں اور ساری عمر اس کی خدمت کرتی رہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں تمہارا شوہر نہیں ہوں۔ البتہ اس کمرے میں معذور ہوں تم دروازے تک سہارا دے کر اپنی حسرت پوری کر لو۔"

میں نے سہارے کے لئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ ہاتھ پھسل گیا۔ اس کے بدن کی چکناہٹ پر زیتون کے تیل کی مزید چکناہٹ تھی۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ جہاں نظر پھسل جاتی ہیں وہاں ہاتھوں کو پھسلنے پر مجبور کرنا سراسر ظلم ہے۔ وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"پہلے میں سہارا دوں گی۔ تبھی تم سہارا لے سکو گے۔ دیکھو اس طرح۔۔۔۔"

اس نے میری کمر کے گرد اپنی دونوں باہوں کا حلقہ بنا دیا میں ڈگمگانے لگا۔

وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہم باہر نہیں جائیں گے۔ دروازہ بند ہے۔"

میں نے کہا۔

"آگے بڑھو۔ دروازہ کھل جائے گا۔"

"نہیں کھلے گا۔ باہر دروازے پر ایک بوڑھا کھڑا ہوا تھا۔ وہ تین بار دستک کی آواز سن کر دروازہ کھولتا تھا۔ تمہارے اطمینان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اب باہر تمہارا کوئی دشمن نہیں ہے۔ تو پھر دروازہ کھولنے والا وہ بوڑھا بھی نہیں ہوگا۔"

یہ بات سمجھ میں آگئی۔ میں دماغ کی اسکرین پر دیکھ چکا تھا کہ دشمنوں میں اب ایک بھی دروازہ کھولنے والا زندہ نہیں ہے۔ لہٰذا میں دوستوں کی خبر لینے لگا۔ اُن میں سے ایک لاؤڈ اسپیکر سے بول رہا تھا اس کا خیال تھا کہ اس کوٹھی میں اب بھی دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ میں نے سُومی کو سے کہا۔

"ہمیں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ میں دروازے تک پہنچ کر اپنے آدمیوں کو بلانا چاہتا ہوں۔"

وہ کچھ مایوس سی ہو کر مجھے اپنے ساتھ کھینچتی ہوئی دروازے تک جانے لگی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"ہماری تنظیم کی تمام لڑکیوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ فرہاد حسین عورتوں کا رسیا ہے۔ مگر یہ میری قربت کے باوجود پارسا بنا ہوا ہے۔ کیا یہ پارسائی کا ڈھونگ رچا رہا ہے؟"

ایسا سوچتے ہی وہ ٹھٹک گئی۔ اس کی دوسری سوچ نے کہا۔

"اوہ ــــ میں تو یہ بھول ہی گئی تھی کہ یہ میرے خیالات پڑھ سکتا ہے اور اس وقت بھی ....."

وہ فوراً ہی سراٹھا کر سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی لیکن میں بالکل انجان بنا دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے پوچھا۔

"فرہاد ــ سچ بتاؤ۔ کیا تم میری سوچ کو نہیں پڑھ رہے ہو؟"

"ایں؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ پھر گہری سنجیدگی سے کہا۔

"میں اس وقت یہاں سے نکلنے کی فکر میں ہوں۔ میں کسی خاص وجہ کے بغیر کسی کے دماغ میں نہیں جھانکتا۔ تم یہ بتاؤ۔ کیا سونیا کو یہاں لایا گیا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔

"اس تنظیم میں ہمیں صرف اپنے حصّے کا کام سمجھایا جاتا ہے اگرچہ ہر جگہ تمہارے نام کے ساتھ سونیا کا نام آتا۔ مگر مجھے اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا۔ اپنے طور پر میری یہ معلومات ہیں کہ یہاں ایک سانولی سی لڑکی ایک کمرے میں لاکر بند کی گئی ہے۔ میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا شاید وہی تمہاری سونیا ہو۔"

وہ لڑکی سونیا ہی ہو سکتی تھی۔ میں بند دروازے کو پیٹ کر کہنے لگا

"ادھر گولی نہ چلانا۔ میں فرہاد بول رہا ہوں۔ کوٹھی میں بے دھڑک چلے آؤ۔ اب یہاں سے فائرنگ نہیں ہوگی۔ فوراً آکر دروازہ کھولو۔"

پہلی بار میری آواز ان لوگوں تک پہنچی۔ مگر وہ مجھے آواز سے نہ پہچان سکے۔ اور نہ ہی باتیں اچھی طرح سن سکے۔ دوسری بار میں نے لاؤڈ اسپیکر سے بولنے والے کے دماغ میں جھانک کر اس کی سوچ میں کہا۔

"کوٹھی سے آواز آرہی ہے۔ شاید فرہاد ہمیں مخاطب کر رہا ہے مجھے توجہ سے سُننا چاہئے۔"

اسے آرام سے سونے کا موقع دے رہا تھا۔ لیکن اس کی بے ہوشی نے مجھے چونکا دیا۔ بھلا گہری نیند سونے والی بے ہوشی کیسے ہو سکتی ہے؟

مجھے اس سوال کا جواب اس کے دماغ سے نہیں مل سکا۔ کیونکہ وہاں دُھند چھائی ہوئی تھی۔ تمام سوچیں دُھواں دُھواں سی ہو رہی تھیں۔ میں نے ایک کپڑا منگوا کر اس سے اپنے دونوں پاؤں کو اچھی طرح صاف کیا۔ جب میں چلنے کے قابل ہو گیا۔ تو اس نوجوان کے ساتھ سونیا کی طرف جانے لگا۔ سُومی کو نے اپنے اسکیٹنگ شوز اتار دیئے تھے۔ وہ بھی میرے ساتھ چل رہی تھی۔ ایک کمرے میں پہنچ کر میں نے سونیا کو زمین پر لیٹے ہوئے دیکھا۔ اب سے پہلے جب میں نے اس سے دماغی رابطہ قائم کیا تھا۔ تو اس کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ لیکن اب وہ آزاد تھی۔ لیٹی ہوئی تھی۔ اسے بے ہوش رکھنے والی رسیاں نظر نہیں آرہی تھیں۔ مجھے اسی وقت اس نکتہ پر غور کرنا چاہئے تھا۔ لیکن سونیا کے محبت کے جذبات نے مجھے ان میں الجھ کر رہ گیا۔

میں قریب پہنچ کر اس کے سرہانے اکڑوں بیٹھ گیا۔ پہلے میں نے بڑی محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اس کے سر کو ذرا ایک طرف کر کے دیکھا تو میرے شبہ کی تصدیق ہو گئی۔ اس کے دائیں شانے پر بھی ایسا نشان آرہا تھا جیسے دانت پیوست کئے گئے ہوں۔ گلاش نے دوسری بار اسے زہریلے نشہ سے آشنا کیا تھا۔ میں نے حکم دیا۔

"اسے فوراً ہی طبّی امداد کے لئے کسی قریبی ہسپتال میں پہنچایا جائے اس کے جسم میں ہلکا سا زہر پھیل رہا ہے۔"

میرے حکم کی فوراً ہی تعمیل کی گئی۔ دو نوجوان سونیا کو ایک اسٹریچر پر ڈال کر وہاں سے لے گئے۔ سونیا نظروں سے دور ہونے کے بعد بھی میرے تصوّر میں چھائی رہی۔ اس کا مرجھایا ہوا چہرہ اس کی غفلت اور بے بسی بار بار میرے دل کو تڑپا تی رہی۔ میں خود اتنا بے بس تھا کہ اس کے غافل دماغ کو پڑھ کر اپنی تسلّی نہیں کر سکتا تھا۔ پتہ نہیں اب وہ کتنی دیر بعد ہوش میں آتی۔ اب انتظار کرنے اور صبر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

میں اپنا حلیہ درست کرنے کے لئے گرسیں آلود کپڑے اتارنے لگا۔ سُومی کو میرے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اور میرے چہرے کو بغور دیکھتی ہوئی سمجھ رہی تھی۔ کہ میں سونیا کے لئے کس قدر پریشان ہوں مجھ سے نظریں ٹکراتے ہی اس نے کہا۔

"جو تنظیم ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اس کا سپر مائنڈ صرف تمہاری وجہ سے پریشان رہتا ہے۔ سونیا خوش نصیب ہے کہ اس کے لئے تم پریشان ہو رہے ہو۔"

میں نے اپنی جان حیات کو تصوّر میں دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"سونیا جیسی عورتیں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں سپر مائنڈ کو ایسی اذیتیں دے دے کر تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔ کہ..... کہ....."

ایسا کہتے کہتے میں نے اپنی زبان روک لی۔ مجھے احساس ہوا کہ اپنے علم اور اپنی طاقت کے غرور میں بڑا بول نہیں بولنا چاہئے۔ پتہ نہیں اس خالق کائنات اور قادرِ مطلق کی کیا مرضی ہے۔ میں اس کی مرضی کے بغیر ایک چیونٹی کو بھی مسل نہیں سکتا۔ میں فوراً ہی توبہ کرنے لگا۔ سُومی کو نے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو ــ؟"

"ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کی مرضی کے بغیر ہم ایک پتہ بھی نہیں ہلا سکتے۔ اور ابھی میں نے اپنے معبود کی رضا کو سمجھے بغیر سپر مائنڈ کو ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے میں خداوند کریم سے اپنے بڑے بول کی معافی مانگ رہا ہوں۔"

وہ مجھے بڑی عقیدت سے دیکھنے لگی۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا۔ کہ مسلمان کیسے کٹر مذہبی ہوتے ہیں۔ یہ شخص ایک ناقابلِ شکست تنظیم کی فائلوں میں ناقابلِ شکست سمجھا جاتا ہے۔ مگر اپنے معبود کے سامنے خود کو بالکل ہی شکستہ اور حقیر سمجھ رہا ہے میں اسے دیکھ کر مسکرانے لگا تو وہ چونک کر بولی۔

"اوہ۔ میں بھول جاتی ہوں کہ تم میرے خیالات پڑھ لیتے ہو۔"

میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم یہاں کیوں کھڑی ہوئی ہو؟"

"تو پھر کہاں جاؤں؟ تم نے کہا تھا کہ میں تمہاری نگرانی میں رہوں گی۔ اس کا مطلب یہی ہوا نا کہ تم مجھے اپنے قریب رکھو گے۔"

"نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اس مختصر سے لباس میں اپنے حسن و شباب کی نمائش نہ کرو۔ جا کر غسل کرو اور دھونگ کا لباس پہن لو۔ اگر تم میرے سامنے نہیں رہو گی۔ اس دنیا کے آخری سرے پر چلی جاؤ گی تب بھی میں تمہارے دماغ کی نگرانی کرتا رہوں گا۔"

وہ شدید حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"اوہ، میں بھول گئی تھی کہ تم اس طرح میری نگرانی ....."

میں نے ہاتھ اٹھا کر قطع کلامی کی۔

"بس یہ بھولنے کی عادت ختم کرو۔ اور ہمیشہ یاد رکھو کہ میں تمہارے دماغ کے کسی گوشہ میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اب تم جا سکتی ہو۔"

اس کے جانے کے بعد میں صرف ایک انڈرویئر پہنے کھڑا رہا۔ وہ نوجوان آکر میرے بدن سے گرسیں کی آلودگی کو صاف کرنے لگا۔ اس دوران میں احتیاطاً سومی کو کے دماغ میں موجود تھا۔ وہ غسل کرنے کے لئے بٹر فلائی کے باتھ روم میں جا رہی تھی اور بڑی حیرانی سے سوچ رہی تھی۔

تعجب ہے۔ وہ کس طرح میری سوچ کو پڑھ لیتا ہوگا۔ پہلے میں ٹیلی پیتھی کو غیب بازی سمجھتی تھی۔ تنظیم کے لوگ جب بھی فراد کا ذکر کرتے تو میں سوچتی کہ فراد محض قیافہ شناس ہوگا۔ خواہ مخواہ اس کی صلاحیتوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن اب ذاتی تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ میرے خیالات پڑھ لیتا ہے۔ کیا وہ سوچ کے ذریعے گفتگو بھی کر سکتا ہے؟

"ہاں سوی کو! میں دماغ کی نادیدہ زبان سے گفتگو کر سکتا ہوں۔"

وہ ایک دم سے لڑکھڑا کر بستر پر گر پڑی۔ پھر اپنی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف یوں دیکھنے لگی جیسے قریب آ کر بولنے والے فراد کو تلاش کر رہی ہو۔ میں نے کہا۔

"مجھے اپنے آس پاس، اپنی ذات سے باہر تلاش نہ کرو۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں تمہارے دماغ کے اندر بیٹھا رہوں گا۔ کیا تم میرے لہجے سے میری سوچ کو نہیں پہچان سکتیں۔؟"

وہ پہچان رہی تھی۔ کیونکہ اس کی سوچ کا لہجہ اور تھا۔ میری سوچ کا لہجہ اور تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر آنکھیں بند کرنے کے بعد مجھے اپنے دماغ کے اندر ڈھونڈنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ میں نظر نہیں آ سکتا تھا۔ مگر میری سوچ کے لہجہ نے مجھے اس کے دماغ میں مجسم کر دیا۔ وہ دماغ کی آنکھوں سے نہ دیکھ سکی۔ تو دل کی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ اور ایک نئے نویلے جذبے کے تحت کانپنے لگی۔

اس لمحہ اس کے دماغ میں بڑی گدگدانے والی سوچیں انگڑائیاں لے رہی تھیں کنواریاں کسی کو دل میں بٹھانے کا ارمان کرتی ہیں جبکہ میں دماغ میں آ بیٹھا تھا۔ پھر اس کے سوچنے کے انداز میں انقلاب کیسے نہ آتا۔؟۔ اگر کوئی آئیڈیل اس کا پیچھا کرتا تو وہ اسے ستانے کے لئے چھپ جاتی۔ اگر وہ سامنے آتا تو وہ اسے تڑپانے کے لئے منہ پھیر کر چلی جاتی۔ مگر جو اس کے اندر تھا، اس سے کیسے چھپ سکتی تھی یا منہ پھیر کر کہیں جا سکتی تھی؟

وہ بڑے اضطراب میں سوچنے لگی۔ "میں کیا کروں؟ یہ میرا جسم ہے مگر مجھے اختیار نہیں ہے کہ اپنے اندر سے اسے نکال دوں۔ وہ ایسے جم کر بیٹھ گیا ہے جیسے بے چینی دل میں بیٹھ جاتی ہے۔ واہ اچھی زبردستی ہے۔"

اسے بھولنے کی عادت تھی۔ جب یاد آیا تو وہ ۔۔۔ چونک کر مجھے مخاطب کرنے لگی۔

"فراد ۔۔۔ فراد ۔۔۔ کیا تم موجود ہو؟ کیا تم مجھے پڑھ رہے ہو ۔۔۔؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ کوئی لڑکی یہ نہیں چاہتی کہ اس کے چاہنے والے کو بھی اس کی کھٹی میٹھی سوچوں کا علم ہو۔ وہ اپنے چور خیالات کو اور رسیلے جذبوں کو صرف اپنے دل کے البم میں چھپا کر رکھتی ہے۔ اسی لئے میں نے اس کی انانیت کا بھرم رکھ لیا۔ وہ بار بار پکارتی رہی میں خاموش رہا۔ تب اس نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ جیسے اس کے اندر سے ایک بہت بڑا طوفان گزر گیا ہو۔

وہ یہ سوچ کر جلدی سے باتھ روم میں چلی گئی۔ کہ ابھی موقع ہے ابھی میں اس سے غافل ہوں اور دماغ کی اسکرین پر اسے نمل کرتا نہیں دیکھوں گا۔ میں نے اس کی نشست گاہ کھولی۔ فوراً ہی اس سے دماغ رابطہ ختم کر دیا۔ یوں بھی فی الحال میں اس سے دلچسپی نہیں لینا چاہتا تھا۔ اتنا وقت میں نے غیر ارادی طور پر ضائع کیا۔ اس کے دماغ میں جھانکنے کے دوران مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ اچانک ہی رومانی انداز میں سوچنے لگے گی۔ اور جب سوچنے لگی تو میں بے اختیار اسے پڑھتا چلا گیا۔

بہر حال میرے بدن سے گریس کی آلودگی صاف ہو چکی تھی۔ شہر کے قریب بازار سے میرے لئے لباس اور جوتے وغیرہ لائے گئے تھے۔ میں نے غسل کرنے کے دوران سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ اسی طرح بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ اس کا دماغ مجھ سے روٹھا ہوا تھا۔ مجھ سے باتیں نہیں کر رہا تھا۔ میں لباس بدل کر باہر آیا تو ایک آفیسر نے میری طرف ٹرانسمیٹر بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کرنل آپ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے کرنل جوشوہ سے رابطہ قائم کرتے ہی کہا۔

"جناب! میں سونیا کے علاج کے لئے خصوصی توجہ چاہتا ہوں۔ میں نے گرلاش نامی جس زہریلے آدمی کا ذکر کیا تھا۔ اس کا زہر سونیا کے جسم میں پھیل رہا ہے۔ اگر اس کے علاج میں ذرا بھی غفلت برتی گئی تو میری دینا لٹ جائے گی۔ اوور۔"

کرنل نے جواب دینے سے پہلے اپنی بیٹی سوزو کو کی جانب دیکھا وہ ایک آرام دہ بستر پر سو رہی تھی۔ اور کرنل ایک ایزی چیئر پر بیٹھا سوچ رہا تھا۔

"میری بیٹی فراد کی شکایتیں بھی کرتی ہے اور تعریفوں کے پل بھی باندھتی ہے۔ اس سے دلچسپی کا اظہار بھی کرتی ہے اور اس پر جھلاتی بھی ہے۔ میں اپنی لاڈلی کو اور اس کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ یہ اس کی محبت کا انداز ہے۔ یہ فراد کو چاہنے لگی ہے لیکن فراد ۔۔۔؟ فراد تو سونیا کے لئے دیوانہ وار تڑپ رہا ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ جہاں تک سونیا کی صلاحیتوں سے کام لینے کا تعلق ہے، وہ ایک اہم عورت ہے۔ لیکن وہ میری سوزو کے برابر اہم نہیں ہو سکتی۔ اس عورت کی وجہ سے میری بیٹی کا دل ٹوٹ جائے گا۔۔۔"

کرنل کی سوچ پڑھتے ہی میرے دل میں ایک گھونسہ سا لگا۔ انسان اپنے جیسے انسانوں پر بھروسہ نہ کرے تو اور کس پر کرے؟ یہ وہی کرنل جوشوہ ہے جس کی زندگی میں نے بچائی ورنہ دشمن اس کے کھانے میں زہر ملا دیتے۔ میں نے اس کے موجودہ عہدہ کو برقرار رکھا تھا۔ میرا یا ماگوچی اس کی جگہ چلا آتا۔ پھر ایسے وقت جب گرلاش قلعہ کے ایک کمرے میں سوزو کو پر ہاتھ ڈال رہا تھا اور اپنے دانتوں سے اس کے جسم میں زہر انجکٹ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے وہاں پہنچ کر سوزو کو کی جان بچائی۔ اگر مجھے ذرا بھی دیر ہو جاتی تو آج اس کی لاڈلی بیٹی بھی اسپتال میں پڑی ہوتی۔

لوگ کیسے بے حس ہوتے ہیں کہ اپنوں کی خدمات کو بھول جاتے ہیں۔ کرنل عام حالات میں بے حس اور خود غرض نہیں تھا۔ لیکن اپنی بیٹی کی محبت میں خود غرض بنا سوچ رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

"کیا میں اپنی لاڈلی بیٹی کی محبت میں اپنے فرض کو اور سونیا کی خدمات کو بھول جاؤں۔؟"

اس سوال نے اسے ذرا دیر کے لئے الجھا دیا پھر اس کی سوچ نے کہا۔

"میں اپنے فرض کو نہیں بھول سکتا۔ سونیا اور فراد کی خدمات کا بھی جواب نہیں ہے لیکن وہ دونوں حقیقتاً میاں بیوی نہیں ہیں۔ اس کے لئے فراد کی دیوانگی محض جذباتی ہے۔ جذبات کا رخ موڑا بھی جا سکتا ہے۔ اگر سوزو کو فراد کے پاؤں کی زنجیر بن جائے تو وہ پھر کبھی ہمیں چھوڑ کر نہیں جائے گا۔"

"لیکن سونیا کا کیا ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے لئے کچھ نہ کچھ سوچنا ہوگا ابھی تو وہ اسپتال میں ہے۔ پہلے وہاں سے واپس تو آ جائے۔۔۔"

اس کی سوچ کا انداز بتا رہا تھا کہ سونیا اسپتال سے واپس نہیں بھی آ سکتی ہے۔ ڈاکٹر اس کے علاج میں ناکام بھی ہو سکتے ہیں۔ بہ الفاظ دیگر اسے بچانے کے سلسلے میں کوتاہی برتی جا سکتی ہے۔ ایسی دوغلی سوچ پڑھ کر میرے دماغ میں انگارے سے دہکنے لگے۔ جی میں آیا کہ اپنے دماغ کے بارود سے کرنل کو اور اس کی سیکرٹ سروس کو ایک دھماکے سے اڑا دوں۔ لیکن غصہ اور جنون کی حالت میں قدم اٹھانا دانشمندی نہیں تھی۔ میں نے غصہ کو ضبط کرتے ہوئے کرنل کو دوبارہ کال کیا۔

"جناب! ابھی میں نے آپ سے کچھ کہا تھا لیکن آپ نے جواب نہیں دیا خیریت تو ہے؟ اوور۔"

"ہاں۔ میں دوسرے مسئلہ میں الجھ گیا تھا اس لئے جواب نہ دے سکا۔ اطمینان رکھو۔ میں نے سونیا کے سلسلے میں ہدایات دی ہیں کہ ایک ڈاکٹر ہمیشہ اسے اٹینڈ کرتا رہے۔ وہ بہت جلد ہوش میں آ جائے گی۔ اوور۔"

اچانک میرے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ میں نے بڑی گاڈ سے پوچھا۔

"جناب! سوزو کو کہاں ہے؟ اسے مجھ سے کوئی شکایت تو نہیں ہے اوور۔"

کرنل خوش ہو گیا تھا۔ اس نے مجھے انتظار کرنے کیلئے کہا۔ پھر سوزو کو کے بستر کے پاس جا کر اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیر کر اسے جگانے لگا۔ اب میں نے بھی سونیا کی حفاظت کے لئے دوہری چال چلنے کی تدبیر سوچ لی تھی۔ حالات نے مجھے سکھا دیا تھا کہ اب مجھے کرنل پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ سوزو کو بیدار ہو گئی تھی۔ باپ اسے سنبھال رہا تھا۔

"دیکھو سوزی! تمہاری باتوں سے میں نے سمجھ لیا ہے کہ تم فراد کو پسند کرتی ہو۔ تمہاری پسند مجھے بھی پسند ہے۔ تم چاہو تو اسے ہمیشہ کے لئے میرا ماتحت بنا سکتی ہو۔ ابھی وہ تم سے باتیں کرنا چاہتا ہے ۔۔۔ کم آن ہری اپ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ یہ لو ٹرانسمٹر اس سے باتیں کرو۔۔۔۔"

سوزو کو نے ذرا ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے ٹرانسمٹر اپنے ہاتھوں میں لیا۔ مگر میں اس کے دل کی دھڑکنوں کو گن رہا تھا۔ وہ غرور لڑکی یہ سن کر خوش ہو رہی تھی۔ کہ میں خود ہی اسے یاد کر رہا ہوں۔ اور اس سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے ٹرانسمٹر کو آن کر کے مجھے مخاطب کیا۔

"ہیلو۔ میں سوزو کو بول رہی ہوں۔ تم نے خواہ مخواہ میری نیند خراب کی ہے۔ اوور۔"

"حسین لڑکیاں اسی طرح ادائیں دکھاتی ہیں۔ اپنی خواہشات کو دل میں چھپا کر اوپر سے بے رخی دکھاتی ہیں۔" میں نے بھی اوپری دل سے کہا۔

"سوزو کو! تمہاری نیند خراب ہوئی۔ مگر میری نیند اڑ گئی ہے۔ جب کوئی چیز ضائع ہو جاتی ہے یا کھو جاتی ہے تو اس کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے تم ۔۔۔ پھر ملنے کے بعد میں شدت سے تمہاری ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ بڑے ناز نخرے سے بولی۔

"تمہاری ضرورت تو وہ سونیا ہے اور وہ روٹھ ہے۔ انہیں یاد کرو۔ اوور۔"

میں دماغ کی اسکرین پر دیکھ رہا تھا کہ کرنل میری باتیں سن رہا ہے۔ میں نے اسے سنانے کے لئے کہا۔

"سوزو کو۔ تم ایک ذمہ دار آفیسر کی بیٹی ہو۔ میں نے تمہارے ڈیڈی کے کام آنے کے لئے روٹھ سے بہت کا فراڈ کیا تھا۔ تاکہ وہ ہمیں تہہ خانے کا پتہ بتا سکے۔"

کرنل میری بات سے قائل ہو کر بیٹی کے سامنے خاموشی سے تائید میں سر ہلا رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"سونیا کے ساتھ بھی میرے تعلقات اسی حد تک ہیں۔ وہ میرے آڑے وقت پر کام آتی رہی۔ اب تمہارے ڈیڈی کے کام آ رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسی باصلاحیت عورت تمہارے ڈیڈی کی ماتحت بنی رہے اسی لئے اسے ہر حال میں زہر کے اثر سے بچانا چاہئے۔ سوزو کو۔ مائی سویٹ دنیا کی کوئی لڑکی تمہاری وہ جگہ نہیں لے سکتی، جو میرے دل میں ہے

اودر ۔"

اب وہ مسکرا رہی تھی۔ وہ اپنے ڈیڈی کے سامنے شرما رہی تھی۔ اس کے ڈیڈی نے کہا۔

"فرہاد سے کہو کہ اگر وہ تمہیں اتنا ہی چاہتا ہے تو یہاں آجائے۔"

سوزدکو نے ٹرانسمٹر کا کال بٹن دباتے ہوئے کہا۔

"میں کس طرح یقین کروں کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو۔ اگر یہ سچ ہے تو مجھ سے دور کیوں ہو؟ یہاں چلے آؤ۔ میں فوکو کا کے ریسٹ ہاؤس میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ اودر۔"

"سوزدکو! محبت ایسی ہو کہ فرض بھی ادا ہوتا رہے۔ یہ میری اہم ذمہ داری ہے کہ میں سونیا کے ہوش میں آنے تک یہاں رہوں۔ اس کے ہوش میں آتے ہی اس سے بہت سی اہم معلومات حاصل کرنی ہیں۔ جو تمہارے ڈیڈی کے لئے فائدہ مند ہوں گی۔ ایسی حالت میں میں تم سے توقع کرتا ہوں کہ تم بلا تاخیر مجھ سے ملنے آؤ گی۔ اودر۔"

کرنل نے میرے احساس ذمہ داری سے متاثر ہو کر بیٹی سے کہا۔

"فرہاد واقعی میری خاطر وہاں اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ سوزی! اس سے کہو کہ تم اپنے ڈیڈی کے ساتھ وہاں آرہی ہو۔"

سوزدکو نے بڑی محبت سے احسان جتاتے ہوئے میرے پاس آنے کی خوشخبری سنائی۔ میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ اب دونوں باپ بیٹی کو سونیا سے پہلی سی عداوت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے باوجود میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اب میں ایسی چال چلنا چاہتا تھا کہ کرنل سونیا کی زندگی بچانے پر مجبور ہو جاتا۔ میں نے کوٹھی سے باہر آکر وہ ٹرانسمٹر آفیسر کو واپس کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے اسپتال پہنچا دو۔ میں سونیا کے قریب رہنا چاہتا ہوں۔"

اسی وقت سوزی کو اسکرٹ اور بلاؤز پہنے تیز رفتار کی چال چلتی ہوئی میرے پاس آگئی۔ میں نے وہ کو بذریعہ طیارہ ایک گھنٹے میں یہاں پہنچ جائے گی۔ اگر اس نے سوزی کو کو میرے ساتھ دیکھ لیا۔ تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ میں نے سوزی کو کو ایک طرف لے جا کر کہا۔

"میں تم پر بڑی حد تک اعتماد کرنے لگا ہوں۔ لیکن اس وقت میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔"

"اگر تم مجھے چھوڑ کر جاؤ گے تو تنظیم کا کوئی آدمی مجھے غدار سمجھ کر قتل کر دے گا۔ یوں بھی میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ میں کہاں جا کر پناہ لوں گی۔؟"

"فی الحال تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم حراست میں رہو۔ یہ فوجی تمہاری حفاظت کریں گے۔ سونیا ہوش میں آجائے گی تو میں تمہاری حفاظت اور رہائی کا معقول انتظام کر دوں گا۔"

وہ میرے ساتھ وقت گزارنے آئی تھی۔ مایوس ہو کر بولی۔

"جیسے تمہاری مرضی۔ میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ تم جو کہو گے وہی کروں گی۔"

میں نے اس کے بازوؤں کو پیار سے تھام کر کہا۔

"ہاں۔ تم اسی طرح میرا اعتماد حاصل کرتی رہو گی۔ اب جاؤ آرام کرو۔"

وہ کوٹھی میں واپس چلی گئی۔ میں ایک جیپ کار میں بیٹھ کر اسپتال کی طرف جانے لگا۔ راستے میں میں نے سوزدکو کی سوچ پڑھی۔ وہ اپنے ڈیڈی کے ساتھ ایئر فورس کے ہوائی اڈے کی طرف جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ تاکہ جلد از جلد میرے پاس پہنچ سکے۔ ایک انار اور دو بیمار والی بات تھی۔ میں نے دوسری بیمار سوزی کو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بطرفلائی کے بستر پر جا کر لیٹ گئی تھی۔ اور چھت کو گھورتی ہوئی سوچ رہی تھی۔

"کیا تنظیم کے لوگ غلط کہتے ہیں۔ کہ فرہاد حسین لڑکیوں کا شیدائی ہے؟ مجھے تو وہ ایسا نہیں لگتا۔ میں حسین ہوں، جوان ہوں، مجھ میں کوئی کمی نہیں ہے۔ مگر وہ مجھ میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔ لیکن معیار بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ کیا میں اس کے معیار کے مطابق نہیں ہوں۔؟"

یہ سوچ کر وہ کچھ مایوس ہوئی۔ پھر اپنی ناقدری کا دکھ ہوا۔ پھر وہ اپنے آپ کو سمجھانے لگی۔

"نہیں، میں ایسی ہوں کہ اعلیٰ ذوق اور عمدہ معیار کی حد مجھ پر آکر ختم ہو جاتی ہے۔ دراصل فرہاد دیہات سے مسائل میں الجھا ہوا ہے اسی لئے مجھ سے دور ہو گیا ہے۔ میں نے کئی بار اپنے دماغ کے دریچے کھول کر اسے پکارا مگر وہ میری سوچ کو نہیں پڑھ رہا تھا۔ کیونکہ وہ مصروف تھا۔ کاش کہ میں اس کی پریشانیاں اپنی باہنوں میں سمیٹ لیتی۔۔۔۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اپنی باہنوں میں سمیٹنے کا وقت بھی آجائے گا۔ ابھی فرہاد میرے دماغ میں نہیں جھانک رہا ہے۔ یہ اچھا موقع ہے مجھے سنجیدگی سے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ کیا میں تنظیم سے غداری کر کے زندہ رہ سکوں گی۔"

وہ بڑی سنجیدگی سے سوچنے لگی۔

"اب تو جو کچھ ہو۔ میں غدار بن چکی ہوں، یا اچھے لفظوں میں مجرموں کے خطرناک گروہ سے نجات پا چکی ہوں۔ میں بار بار موت سے بچی تھی کسی طرح آزاد ہو کر ایک عام شہری کی طرح اپنے طور پر زندگی گزاروں۔ مگر زنجیریں توڑنے کے لئے کوئی مضبوط سہارا نہیں مل رہا تھا۔ اب اگر فرہاد جیسے مرد کا سہارا پا کر بھی میں نے اس تنظیم سے رشتہ نہ توڑا تو پھر میں اپنے مزاج کے مطابق کبھی زندگی نہ گزار سکوں گی۔"

میں نے کہا۔ "مگر فرہاد تو سونیا کا دیوانہ ہے۔ وہ میرا متقل سہارا نہیں بنے گا۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "اوہ نہ، آئندہ کی باتیں کون جانتا ہے کہ تقدیر کس کو کس کے پاس لے جاتی ہے۔ ابھی تو اتنا ہی سہارا بہت ہے

میں نے میری حفاظت کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔"

اس کے خیالات نے مجھے خوش کر دیا۔ اس کا ظاہر اور باطن ایک تھا اس کے دماغ کے کسی گوشہ میں میرے خلاف کوئی سازش نہیں تھی۔ میں نے اسے سوچ کے زد پر لیے نہیں چھیڑا۔ اسے اس کے اپنے خیالات سوچنے کے لئے چھوڑ دیا۔ پندرہ منٹ بعد میں نے اسپتال میں پہنچتے ہی سب سے بڑے ڈاکٹر سے سونیا کا حال پوچھا۔

"ہم نے اس کا خون ٹسٹ کیا ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "خون میں زہر کا شائبہ پایا گیا ہے۔ ویسے خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم نے زہر کا توڑ کر چکے ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق وہ ایک ڈیڑھ گھنٹے میں ہوش میں آجائے گی۔ اسپیشل ٹریٹمنٹ کے لئے کوئی نہ کوئی ڈاکٹر ہر دو منٹ کے بعد اٹینڈ کرتا ہے۔"

ڈاکٹر نے مجھے سونیا کے کمرے میں پہنچا دیا۔ وہ بستر پر بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔ وہ انسان شناسی نبضوں پر چلنے والی میری آج کتنی بے بس نظر آرہی تھی۔ ایسی غنودگی تھی کہ خواب میں بھی اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتی تھی۔ اس کے حال پر میرا دل دکھنے لگا۔ ابھی میں اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ صرف محبت کا دم بھر سکتا تھا۔ میں نے جھک کر بڑی محبت و عقیدت سے اس کی پیشانی کو چوم لیا۔ ڈاکٹر نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر آہستگی سے کہا۔

"آپ اسے ہاتھ نہ لگائیں یہ اپنے طور پر رفتہ رفتہ ہوش میں آئے گی تو یہ اس کے حق میں بہتر ہو گا۔ آپ اسے تنہا چھوڑ دیں۔"

میں بوجھل قدموں سے چلتا ہوا اسپتال کے ویٹنگ روم میں آ بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ سونیا کو خود ہی ہوش میں آنا چاہئے اور میں اس انتظار میں تھا۔ کہ سونیا کا ذہن ایک ذرا سا بھی بیداری کی طرف جائے گا تو میں اسے اپنے کنٹرول میں لے لوں گا۔ لیکن انتظار بڑا طویل اور تھکا دینے والا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے آفیسر سے کہا۔

"میں ڈاک بنگلہ میں جا کر آرام کروں گا۔ کرنل اور ان کی صاحبزادی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ انہیں بتا دینا کہ میں ڈاک بنگلہ میں مل سکتا ہوں۔"

یہ کہنے کے بعد میں اسپتال سے باہر آکر جیپ کار میں بیٹھ گیا۔ ڈرائیور انہوں نے مجھے ڈاک بنگلہ تک پہنچا دیا۔ کرنل اور اس کی بیٹی کو اپنے یہاں ٹھہرانے کے لئے میں نے جو پلاننگ کی تھی۔ اس کا ایک حصہ یہ تھا کہ فوجی نوجوان مجھے ڈاک بنگلہ میں آرام کرتے ہوئے دیکھیں اور بوقت ضرورت کرنل کو اس کی بھی دے سکیں۔ ایک نوجوان نے میرے لئے وہاں کا ایک کمرہ منتخب کیا۔ مجھے اسٹین گن دی۔ پھر دوسروں کے ساتھ واپس چلا گیا۔ غسل کے بعد میں نے کرنل کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ گلیات اب میازاکی کے قریب پہنچ رہا ہے۔

میں کمرے سے نکل کر باہر آگیا۔ چوکیدار اپنے کوارٹر میں جا رہا تھا کہ اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ ڈاک بنگلہ کے ایک اور کمرے میں کوئی جاپانی افسر تھا۔ اس کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں اطمینان سے چلتا ہوا مین روڈ پر آیا۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر فوجی ایئر پورٹ کی طرف جانے لگا۔ راستے میں میں نے سوزدکو سے رابطہ قائم کیا۔

جب کوئی اپنی منزل کے قریب پہنچتا ہے تو اپنے کسی خوش آمدید کہنے والے کے متعلق سوچتا رہتا ہے۔ وہ بھی یہی سوچ رہی تھی کہ ایئر پورٹ کے باہر جب میں اسے خوش آمدید کہنے کے لئے آگے بڑھوں گا تو وہ کس طرح ایک ادائے ناز سے مسکرائے گی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اگر ڈیڈی ساتھ نہ ہوتے تو وہ مجھے آغوش میں لے کر خوش آمدید کہتا۔ ہائے!"

اس جاپانی گڑیا کے تصور میں قلعہ کی پہلی رات جوان ہو گئی۔ اسے میرے پیار کی گرمی آنچ دینے لگی۔ میں نے کہا۔

"میں ڈیڈی کو کسی طرح ٹال دوں گی۔ فرہاد کے ساتھ کسی دوسری گاڑی میں بیٹھ کر تفریح کے لئے چلی جاؤں گی۔ ڈیڈی اعتراض نہیں کریں گے۔"

اس خیال سے وہ کرنل سے اپنے مطلب کی باتیں کرنے لگی۔

"پپا! میں فرہاد کے ساتھ ہنی مون گاڑن جاؤں گی۔"

"ہاں بیٹی۔ چلی جانا۔"

"میں ابھی جاؤں گی۔" وہ مچلنے لگی۔

کرنل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"پگلی کہیں کی۔ جہاز سے چھلانگ لگا کر جاؤ گی۔"

"میرا مطلب ہوائی اڈے پر پہنچتے ہی میں فرہاد کے ساتھ چلی جاؤں گی۔"

"اتنی جلدی کیا ہے بیٹے! پہلے مجھے فرہاد سے موجودہ کیس کے متعلق بہت سی باتیں کرنی ہیں۔"

"نہیں پپا! فرہاد کے ساتھ جو افسران کام کر رہے ہیں۔ آفروہ کس مرض کی دوا ہیں۔ وہ آپ کو مکمل رپورٹ دے سکتے ہیں۔ میں فرہاد کے ساتھ جاؤں گی۔ جاؤں گی۔ جاؤں گی۔"

کرنل نے ہنستے ہوئے ذرا جھک کر اس کی پیشانی چوم لی۔ پھر پیار سے فخر سے کہا۔

"میری بیٹی بڑی ضدی ہے۔ بھئی چلی جانا۔"

جہاز اب رن وے پر نظر آرہا تھا۔ میں نے سڑک کے کنارے ٹیکسی روک کر اس کا کرایہ ادا کیا۔ پھر فوجی ایئر پورٹ کی عمارت سے ذرا دور کھڑا ہو گیا۔ میں اپنا شناختی کارڈ دکھا کر جہاز کی طرف جا سکتا تھا مگر میری پلاننگ کا تقاضا تھا کہ اپنے شناختی کارڈ کو چھپا جائے۔ وہ دونوں باپ بیٹی جہاز سے اتر کر عمارت کی طرف آرہے تھے۔ سوزدکو دور دور تک نظریں دوڑا رہی تھی۔ چونکہ خوش آمدید کہنے والا تھا۔ اس لئے جھنجلا رہی تھی۔

کرنل اپنے ماتحت افسروں سے باتیں کرتا ہوا آ رہا تھا۔ ان میں وہ آفیسر بھی تھا جو میرے ساتھ بٹر فلائی کی کوٹھی سے اسپتال تک آیا تھا۔ اس نے کہا۔

"فرہاد صاحب بہت تھکے ہوئے ہیں اس لئے ڈاک بنگلہ میں آرام کر رہے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو انہیں بُلا لیا جائے۔"

سوزو کو نے چڑ کر اپنے باپ سے پہلے ہی حکم دیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسے ڈاک بنگلہ میں مرنے دو۔ ایڈیٹ!"

کرنل نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"سوزی! تمہیں غصہ نہیں دکھانا چاہیئے۔ واقعی فرہاد کو کل سے آرام کرنے کا موقع نہیں ملا۔ تمہیں ڈاک بنگلہ جا کر اس کی خیریت معلوم کرنی چاہیئے۔ میں سونیا کو دیکھنے اسپتال جا رہا ہوں۔"

سوزو کو نے سوچا۔ ٹھیک ہے۔ ڈاک بنگلہ میں تنہائی ہوگی۔ مجھے جانا چاہیئے۔"

اس نے رضامندی ظاہر کی۔ اس کے لئے فوراً ہی ایک گاڑی گیراج سے نکلوائی گئی۔ اب وہ لوگ عمارت کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ میں نے سوزو کو کی سوچ میں کہا۔

"فرہاد مجھے بلا کر ڈاک بنگلہ میں سونے کے لئے نہیں جائے گا۔ وہ ضرور یہاں آئے گا۔ مجھے پھر دُور تک نظریں دوڑانی چاہئیں۔"

اس کی نظریں دوڑتی ہوئی محو تک پہنچ گئیں۔ میں ہاتھ ہلاتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ دَوڑتی ہوئی میری طرف آنے لگی۔ کرنل اور دوسرے افسران نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔ وہ میرے سامنے آ کر رکی تو دَوڑ لگانے کے باعث اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

میں نے اپنی آواز کو ذرا بدل کر بھاری لہجہ میں کہا۔

"ہیلو سوزی! تمہیں دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس رہی تھیں۔"

"جھوٹے کہیں کے۔ مجھے بلا کر یہاں آنے میں اتنی دیر کر دی۔"

میں جواب نہ دے سکا۔ کرنل اور دوسرے افسران آ گئے تھے۔ کرنل نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے

"ہیلو فرہاد! تم باہر کیوں کھڑے ہوئے ہو۔ اندر کیوں نہیں آئے؟"

"جناب! میں اپنا شناختی کارڈ بھول آیا ہوں۔ میں نے سوچا یہ پہریدار مجھے اندر نہیں جانے دیں گے۔ اس لئے یہاں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔"

"تمہاری آواز بھاری ہو رہی ہے۔ پچھلی رات سے جاگ رہے ہو۔ اس طرح تو تم بیمار پڑ جاؤ گے۔"

سوزو کو نے جلدی سے کہا۔

"ڈیڈی میں انہیں کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گی۔ آپ فکر نہ کریں۔"

ایک فوجی ڈرائیور نے سوزو کو کی گاڑی جلائے قریب لا کر کھڑی کر دی۔ پھر جلائے لئے دروازہ کھول دیا۔ میں اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سوزو کو میرے ساتھ والی سیٹ پر آ گئی۔ میں نے گاڑی کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے وقت کرنل کے دماغ میں دیکھا۔ میرے ساتھ اسپتال تک ساتھ رہنے والا آفیسر کہہ رہا تھا۔

"جناب! بڑے تعجب کی بات ہے۔ ابھی آدھ گھنٹہ پہلے تک فرہاد صاحب ڈاک بنگلے میں گئے تھے اس وقت ان کی آواز ٹھیک تھی اب اچانک ہی فرق کیسے پڑ گیا۔؟"

کرنل نے کہا۔ "طبیعت بگڑنے میں دیر نہیں لگتی۔ مسلسل بھاگ دوڑ میں لگا ہوا ہے بیچارہ۔ مجھے اس پر بڑا پیار آ رہا ہے۔"

میں نے گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے سوزو کو کو پیار سے دیکھا وہ بھی کنکھیوں سے دیکھ رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی اپنی گردن کو ہلکا سا خم دے کر بولی۔

"تم ہر جائی ہو۔ میں تمہاری محبت کا کیسے یقین کروں۔"

"ذرا شہری آبادی سے دُور نکلنے دو۔ میں تمہیں اچھی طرح یقین دلاؤں گا۔"

میں ایک تہائی میل کی رفتار سے ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ مسکرا کر بولی۔

"شہر سے دُور جانے کی کیا ضرورت ہے؟ ڈاک بنگلہ مناسب رہے گا۔"

فوجی ہوائی اڈا شہر سے ذرا دُور تھا اس لئے ذرا سی دیر میں ہم ویران راستہ پر پہنچ گئے۔ میں نے گاڑی کی رفتار کو ذرا سست کرتے ہوئے کہا۔

"میں یہاں تمہارے باپ سے دُور آ کر تمہیں اپنی اصلیت دکھانا چاہتا ہوں۔"

وہ میرے طنزیہ انداز کو نہ سمجھ سکی۔ کیونکہ اس پر عشق کا بھوت سوار تھا۔ اس نے پوچھا۔

"تمہاری اصلیت کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے تم پچھلی رات کے دو عدد فرہاد کو یاد کرو۔ جب گرفاش فرہاد کے رُوپ میں تمہارے پاس آیا تھا۔"

وہ گھبرا کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔

"اُف! اس زہریلے آدمی کی بات نہ کرو۔ اگر تم عین وقت پر وہاں نہ آ جاتے تو وہ اپنے زہر سے مجھے بھی اسپتال پہنچا دیتا۔"

"گھبرانے سے کیا ہوتا ہے میری جان! گرفاش جس لڑکی کو اپنے کرلیتا ہے اسے ہر حال میں اپنے زہریلے دانتوں سے ضرور چوستا ہے تمہیں بھی پسند کر چکا ہے۔ ایک بار فرہاد نے تمہیں سچا لیا تھا۔ اب

وہ ایک دم سہم کر دروازے کی طرف چلی گئی۔ پھر دہشت زدہ آواز سے مجھے دیکھتی ہوئی بولی۔

"تت۔ تم مجھے ڈرا رہے ہو۔ تم۔ تم میرے فرہاد ہو۔۔۔۔"

"ہاں۔ اگر تم راضی خوشی میری آغوش میں آ جاؤ اور میرے لفظوں پر یقین کر لو۔ تو پھر میں تمہارا فرہاد ہوں۔ وہ فرہاد جو تمہارے باپ کا دوست ہے۔ اسے بھول جاؤ۔"

وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔ میں نے گاڑی کی رفتار بالکل ہی سست کر دی تھی۔ اور اب اس کی سوچ میں کہہ رہا تھا۔

"میں اس زہریلے آدمی کے قریب نہیں جاؤں گی۔ اگر میں نے باہر چھلانگ نہ لگائی تو یہ اپنے زہر سے مجھے مار ڈالے گا۔"

پھر میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"اب میں ذرا آگے جا کر گاڑی روکوں گا۔ پھر تمہیں اپنے بازوؤں میں جکڑ کر بڑی محبت سے تمہاری گردن میں۔۔۔۔"

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس نے دروازہ کھول کر چھلانگ لگا دی۔ میں نے ذرا دُور جا کر گاڑی روکی۔ تاکہ اسے بھاگنے کا موقع مل جائے۔ اس کی سوچ تباہ رہی تھی کہ چھلانگ لگانے کے باعث اس کی ہڈیاں ٹوٹ رہی ہیں۔ ہاتھ پاؤں میں خراشیں پڑ گئی ہیں وہ اپنی تکالیف کو بھول کر واپس شہر کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔ میں نے کار سے اتر کر چیختے ہوئے اسے للکارا۔

"رک جاؤ! میں چاہتا ہوں کہ تم اسپتال پہنچ کر میری زہریلی محبت کو یاد کرتی رہو۔"

اس نے پلٹ کر دیکھا تو میں نے اس کی طرف دوڑ لگائی۔ وہ اور تیزی سے بھاگنے لگی۔ میں نے رک کر کہا۔

"اچھی بات ہے۔ ابھی تم میرے ہاتھ سے نکل گئی ہو۔ مگر میں چوبیس گھنٹے کے اندر تمہیں حاصل کر لوں گا۔"

یہ دھمکی دے کر میں کار میں واپس آ کر بیٹھ گیا۔ اس راستے کی ایک شاخ گھوم کر میازاکی کی طرف جاتی تھی۔ میں اس راستے سے شہر کی جانب آ گیا۔ پھر سوزو کو کی جاگتی ہوئی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ دوڑنے کے دوران کئی بار گر چکی تھی۔ اور زخمی ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ رہے تھے۔ اور لہو کے دھبے پڑتے جا رہے تھے۔ سونیا کو میری زندگی سے نکال کر اس کی جگہ لینا اتنا آسان تو نہ تھا۔ اب اس کے بعد ہی میری سونیا کی اہمیت کا پتہ چلے گا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"وہ گاڑی لے کر واپس آئے گا۔ مجھے سڑک چھوڑ کر جھاڑیوں کے پیچھے چھپتے ہوئے بھاگنا چاہیئے۔"

اس نے یہی کیا۔ سڑک چھوڑ کر جھاڑیوں کے پیچھے بھاگنے لگی۔ مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب وہ کسی سے لفٹ لے کر جلد ہی اپنے باپ تک پہنچ جائے گی۔ میں نے شہر کی حدود میں داخل ہوتے ہی گاڑی ایک سڑک کے کنارے کھڑی کر دی۔ اسٹیئرنگ اور دروازے کے ہینڈل پر سے اپنی انگلیوں کے نشانات صاف کئے۔ پھر اس سڑک کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر آ گیا۔ آگے جا کر ایک ٹیکسی لی۔ اور پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ڈاک بنگلہ کے چوکیدار کے دماغ میں جھانکنے لگا۔

پتہ چلا کہ چوکیدار ایک بار میرے کمرے میں گیا۔ وہاں قیام کرنے والا جاپانی افسر کسی کام سے باہر جا رہا تھا۔ پھر حال جب میں ڈاک بنگلے سے دُور ٹیکسی کو چھوڑ کر پیدل چلتا ہوا وہاں پہنچا تو مجھے اپنے کمرے میں داخل ہوتے کسی نے نہیں دیکھا۔ میں نے پلنگ کے نیچے سے اٹیچی کیس نکال کر سرہانے رکھ لی۔ پھر دروازے کو بند کر کے آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ سونے سے پہلے ایک بار سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ مگر ناکامی ہوئی۔ پھر میں نے تھکن دُور کرنے کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد میری آنکھ کھلی۔ کوئی زور زور سے دروازے کو پیٹ رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"ٹھہر جاؤ۔ میں آ رہا ہوں۔"

میں نے بستر پر بیٹھ کر پہلے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ دروازہ کھولنے کی کوئی جلدی نہیں تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ لوگ سوزو کو کے متعلق پریشان ہو کر میرے دروازے پر آئے ہیں۔ میں نے بدن میں پھرتی پیدا کرنے کے لئے فرش پر کھڑے ہو کر ہلکی سی ورزش شروع کر دی۔ تب کرنل کی آواز سنائی دی تھی۔

"فرہاد! کیا کر رہے ہو۔ جلدی دروازہ کھولو۔"

"جناب! کپڑے پہن رہا ہوں۔"

میں دماغ کی اسکرین پر اس کی بے بسی دیکھ رہا تھا۔ وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ چونکہ مجھے داماد بنانے والا تھا اس لئے حاکم بن کر دروازہ نہیں توڑ سکتا تھا۔ ذرا ستانے کے بعد میں نے دروازہ کھول دیا۔ کرنل اپنے ایک ماتحت آفیسر اور چار مسلح نوجوانوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی اس نے پوچھا۔

"تمہارا شناختی کارڈ کہاں ہے۔؟"

میں نے جیب سے شناختی کارڈ نکال کر بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"آپ شناختی کارڈ کیوں دیکھ رہے ہیں؟ آپ کا چہرہ بتا رہا ہے کہ کچھ بگڑا ہے۔"

کسی نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ کرنل نے شناختی کارڈ سے مطمئن ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم ڈاک بنگلے سے باہر گئے تھے۔؟"

"جی نہیں! میں تو سو رہا تھا۔"

میری آنکھیں بتا رہی تھیں کہ میں ابھی نیند سے بیدار ہوا ہوں۔ کرنل نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔

"سوزدکو اسپتال میں ہے؟"

"اسپتال میں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ پھر اس سے والہانہ محبت کا اظہار کیا۔ "کیا ہو گیا اسے؟ مجھے ابھی اس کے پاس لے چلئے۔"

کرنل نے میرے شانے کو تھپتھپا کر کہا۔

"صبر کرو بیٹے! ابھی تم جاؤ گے تو وہ تمہیں دیکھ کر ڈر جائے گی۔"

"نہیں۔" میں نے شدید حیرانی سے کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ مجھے چاہتا ہے۔ میں کوئی آسیب تو نہیں ہوں۔ کہ وہ مجھ سے ڈر جائے گی۔"

"فرہاد! تم فوراً تحمل سے سنو! ابھی دو گھنٹے پہلے اس زہریلے شیطان نے پھر تمہارا بھیس بدل کر ہم سب کو دھوکہ دیا ہے۔ ہمنے ایئرپورٹ میں اسے دیکھ کر یہی سمجھا کہ وہ تم ہو۔ میں نے سوزدکو، کو اس کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔"

"اوہ!" میں نے پوچھا۔ "تو اس زہریلے شیطان نے سوزدکو کو بھی اسپتال پہنچا دیا ہے؟"

"نہیں۔ وہ دوسری بار اس کے زہر سے بچ گئی ہے۔ میری دلیر بیٹی نے چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دی تھی۔ وہ بُری طرح زخمی ہو گئی ہے۔ اب دہشت زدہ بھی ہے۔ میں نے اس کے کمرے کے سامنے سخت پہرہ لگا دیا ہے۔"

پھر وہ شروع سے تمام واقعات بتانے لگا۔ پھر اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"اس کے پاس فرہاد علی تیمور کا شناختی کارڈ نہیں تھا۔ تب بھی مجھے شبہ نہیں ہوا۔ میرے ایک ماتحت نے اس کی بدلی ہوئی آواز پر شبہ ظاہر کیا۔ پھر بھی میں نے اسے فرہاد سمجھا رہا۔ اب تو سوزدکو تمہارے نام سے بھی ڈرنے لگی ہے۔"

میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی سوزدکو سے نہیں ملوں گا۔ آپ کے بیان کے مطابق وہ کار اسی شہر میں پائی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گرلاش اسی شہر میں موجود ہے۔"

"اسی لئے تو میں پریشان ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اس نے سوزدکو کو للکارتے ہوئے کہا تھا کہ وہ چوبیس گھنٹے کے اندر اسے ضرور حاصل کرے گا۔ اگرچہ میں نے سوزدکو کے اطراف سخت پہرہ لگا دیا ہے مگر اب میں دشمن کو نادان اور کمزور سمجھنا نہیں چاہتا۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"دشمن کو نادان سمجھنا ہی نہیں چاہئے۔ میں گرلاش کی فطرت کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ وہ حسین اور نوجوان لڑکیوں کا دلدادہ ہے۔ نہ جانے وہ اب تک کتنی لڑکیوں سے کھیل چکا ہے میرے سامنے کی بات ہے پہلے اس نے رینی کو اپنے زہریلے نشہ کا چکا لگایا پھر اس نے سونیا کو شکار کیا۔ اب وہ سوزدکو کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اگر اسے جلد ہی گرفتار نہ کیا گیا تو سوزدکو کے آس پاس ہمیشہ خطرہ منڈلاتا رہے گا۔"

"فرہاد۔ مجھے صرف تمہاری ذہانت پر بھروسہ ہے۔ تم ہی کچھ کرو۔"

"جناب! ہم سونیا کی مدد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ وہی گرلاش کی فطرت سونگھ کر ہماری راہنمائی کرے گی۔"

کرنل ایک کرسی پر بیٹھے جا رہا تھا۔ میری بات سن کر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دماغ میں ایکدم سے سونیا کی اہمیت روشن ہو گئی اس کی بیٹی کی زندگی کا انحصار اب سونیا کی زندگی پر تھا۔ وہ ہوش میں آئے گی۔ وہ زندہ سلامت رہے گی۔ تو کرنل زادی کی زندگی کی بھی ضمانت دی جا سکے گی۔ میری پلاننگ یہی تھی کہ کرنل سونیا کو صرف زندہ سلامت رکھنے کے لئے ہی نہیں بلکہ ہمیشہ اس کی عزت بھی کرتے رہنے پر مجبور ہو جائے۔ اس نے میرا ہاتھ تھام کر کہا۔

"آؤ۔ ہم اسپتال چلیں۔ جب تک سونیا ہوش میں نہیں آئے گی میں اس کے سرہانے کھڑا رہوں گا۔ جاپان کے تمام تجربہ کار ڈاکٹروں کو یہاں بلاؤں گا۔ تاکہ سونیا جلد از جلد تمہارے ساتھ گرلاش کا تعاقب کر سکے۔"

میں سکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے ساتھ باہر آ کر ایک بڑی سی کار میں بیٹھ گیا۔ اب کرنل اس وقت تک سکون سے نہیں رہ سکتا تھا۔ جب تک کہ سونیا ہوش میں نہ آ جاتی۔ ایسے ہی موقع پر کہا جاتا ہے کہ سیدھی انگلی سے گھی کبھی نہیں نکلتا۔ راستے میں کرنل نے کہا۔

"گرلاش تمہارے بارے میں ایک ایک پل کی خبر رکھتا ہے اس نے پہلے اچھی طرح معلومات حاصل کر لی تھیں کہ تم ڈاک بنگلے میں آرام کر رہے ہو۔ اور سوزدکو یہاں پہنچنے والی ہے تبھی وہ بے دھڑک فرہاد بن کر سوزدکو میری آنکھوں کے سامنے لے گیا۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس کا لباس بھی بالکل یہی ہے، جیسا کہ تم ابھی پہنے ہوئے ہو۔"

میں نے کہا۔

"یہ لباس آج ہی بازار سے خریدا گیا ہے۔ ایسا ہی دوسرا لباس حاصل کر لینا گرلاش کے لئے کوئی مشکل کام نہ تھا۔"

کرنل نے قدرے مرعوب ہو کر کہا۔

"دشمن ہے تو کیا ہوا۔ اس کی معلومات اور اس کی حاضر دماغی

کی داد دینی پڑتی ہے اس کم بخت نے کار میں اپنی انگلیوں کے نشانات بھی نہیں چھوڑے۔"

میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا۔ تمہارا وہ کم بخت دشمن ابھی تمہارے ساتھ ہی سفر کر رہا ہے۔ اس دنیا کی ابھی ہوئی شاہراہوں پر کوئی نہیں جان سکتا کہ اپنے ساتھ سفر کرنے والے کس موڑ پر پہنچ کر مفاد پرست بن جاتے ہیں کرنل کو میں اپنا مہربان ہم سفر سمجھتا تھا۔ مگر اس سے بھی دھوکہ کھاتے کھاتے بچ گیا۔ خدایا! تیرا کس منہ سے شکریہ ادا کروں کہ تو نے مجھے اس دنیا کے جہنموں سے گزرنے کے لئے ٹیلی پیتھی کا سہارا دیا ہے۔

ہم اسپتال پہنچ گئے۔ کوئی اور وقت ہوتا تو کرنل سیدھا اپنی بیٹی کی خیریت معلوم کرنے جاتا مگر اس وقت وہ تیزی سے چلتا ہوا سونیا کے کمرے میں پہنچ گیا۔ تمام ڈاکٹر اس کے سامنے آ کر اٹینشن ہو گئے۔ وہ گرج رہا تھا کہ سونیا اب تک ہوش میں کیوں نہیں آئی؟ اگر وہ زہر کے اثر کو ختم نہیں کر سکتے ہیں تو ٹوکیو سے فوراً ہی زہر کے ماہرین کو بلانا چاہئے۔ ایک بوڑھے ڈاکٹر نے کہا۔

"جناب! میں ماہر نفسیات ہوں۔ تیس سال کا تجربہ رکھتا ہوں میرے تجربہ کے مطابق مریضہ کو دو گھنٹے پہلے ہوش میں آ جانا چاہئے تھا۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسی بے ہوشی ہے میں نے پھر اس کا خون ٹسٹ کرنے کے لئے بھیجا ہے اس کی رپورٹ آنے پر....."

کرنل نے قطع کلامی کرتے ہوئے گرج کر کہا۔

"آپ یہاں بیٹھے بلڈ رپورٹ کا انتظار کر رہے ہیں یہ کوئی آرام سے بیٹھنے کا وقت نہیں ہے۔ آپ خود لیبارٹری جائیں اور خون کی رپورٹ حاصل کریں۔"

ڈاکٹر فوراً ہی اباؤٹ ٹرن ہو کر چلا گیا میں پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ رینی اتنی دیر تک بے ہوش نہیں رہی تھی۔ پہلی بار سونیا بھی تقریباً تین چار گھنٹے بعد ہوش میں آ کر مجھ سے سوچ کے ذریعے گفتگو کرتی رہی لیکن اس بار طویل بے ہوشی کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ میرے سوچنے کے دوران ایک فوجی جوان نے آ کر کہا۔

"فرہاد صاحب! آپ کے نام ایک ٹیلی فون کال ہے۔"

میں اس کے ساتھ ایک ڈاکٹر کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے یاد کرنے لگا کہ میرا ایسا کون شناسا ہے جو مجھے کال کرے گا۔ میرا ذہن الجھا ہوا تھا کہ کوئی شناسا یاد نہیں آیا۔ ڈاکٹر کے کمرے میں پہنچ کر ریسیور اٹھایا تو اس کی آواز سنتے ہی وہ یاد آ گئی۔

"ہیلو فرہاد سان! میں بٹرفلائی ہوں۔"

اس کی مترنم آواز کے ساتھ اس کا سراپا نگاہوں کے سامنے آ گیا مگر اتنی فرصت نہیں تھی کہ میں اس کی رس بھری آواز کو جذبات کے پیالے میں گھول کر پیتا رہتا۔ میں نے ذرا خشک لہجہ میں کہا۔

"ہیلو! میں بہت مصروف ہوں۔ اگر کچھ کہنا چاہتی ہو۔ تو بات مختصر کرو۔"

"فرہاد سان! تم مصروف نہیں ہو۔ بلکہ پریشان ہو اور میں تمہاری پریشانی دور کر سکتی ہوں۔"

"کیا مطلب؟ کیا تم جانتی ہو کہ میں سونیا کے لئے پریشان ہوں۔؟"

"ہاں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ان بدمعاشوں نے مجھے بتایا ہے کہ بڑے بڑے ڈاکٹر سونیا کو ہوش میں لانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ لیکن سونیا اس شرط پر ہوش میں آئے گی۔ کہ تم مجھ سے ملنے ابھی آؤ گے۔ میرا پتہ نوٹ کر لو۔"

وہ مجھے اپنا پتہ بتانے لگی۔ میں نے کہا۔

"بٹرفلائی! تم بہت حسین ہو۔ بہت معصوم ہو۔ یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا کہ تم ان مجرموں کے ساتھ مجرمانہ زندگی گزار رہی ہو۔"

"فرہاد سان۔ میں اپنے چھوٹے بھائی بہن کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ وہ مجھے جبراً اغوا کر رہے ہیں۔ میں انکار کرتی ہوں۔ تو میرے معصوم بہن بھائی کی شامت آ جاتی ہے۔"

"اگر تم مجبور ہو تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ تم میرا اعتماد حاصل کرنے کے لئے بتا دو کہ انہوں نے تمہیں سونیا کے متعلق کیا بتایا ہے؟"

"میں تمہیں خون پر بتاؤں گی تو معلومات حاصل کرنے کے بعد تم یہاں نہیں آؤ گے۔ اس طرح وہ بدمعاش سمجھ لیں گے کہ میں نے وقت سے پہلے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"بٹرفلائی! مجھے سونیا سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم سے ملنے ضرور آؤں گا۔ خواہ وہ لوگ مجھے گھیرنے کا منصوبہ کیوں نہ بنا رہے ہوں۔ اب خدا کے لئے مجھے بتا دو۔۔۔!"

"اچھا۔ میں تم پر بھروسہ کرتی ہوں۔ لوشنہ اب سے کوئی دو گھنٹے پہلے تم ڈاک بنگلے میں آرام کرنے گئے تھے اسپتال میں۔ تمہاری طرف سے دشمنوں کو خطرہ نہیں تھا لہٰذا گرلاش ایک ڈاکٹر کا بھیس بدل کر سونیا کے کمرے میں گیا۔ اس کے حساب میں سونیا کے ہوش میں آنے کا وقت قریب تھا۔ اور ان لوگوں کا منصوبہ یہ ہے کہ تمہاری محبوبہ آج کم از کم آدھی رات تک بے ہوش رہے۔ اس مقصد کے لئے گرلاش نے پھر اس کے جسم میں زہر پہنچا دیا۔ وہاں کے ڈاکٹروں سے کہہ کر وہ سونیا کا خون ٹسٹ کریں انہیں پھر اس کے خون میں زہر کی وہی مقدار ملے گی۔ مگر تم جلدی آ جاؤ۔ ورنہ میں بے موت مر جاؤں گی۔"

"تم فکر نہ کرو میں ابھی آ رہا ہوں۔"

میں نے ریسیور رکھتے ہی بٹر فلائی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اس پر مکمل اعتماد کرنے سے پہلے یہ ضروری تھا۔ اس کے دماغ میں جھانکتے ہی ایک پل کے لئے اس کی سانس رک گئی دوسرے پل وہ اعتدال سے سانس لیتی ہوئی سوچنے لگی۔

"اوہ یہ سانس کی بیماری اب بھی ہے۔ حالانکہ میں یوگا کی مشق کرتی ہوں پہلے تو یوں لگتا تھا جیسے دم رک گیا ہو بڑی مشکلوں سے سانس واپس آئی تھی۔ یوگا کی مشق سے اتنا فائدہ پہنچا ہے کہ اب کبھی کبھی سانس رُکتی ہے....."

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ مجھے یاد آیا کہ جب میں نے گریس آلودہ فرش پر پھسلنے کے بعد بٹر فلائی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا تو اس وقت بھی ایک جھٹکے سے اس کی سانس رک گئی تھی اس کے بعد وہ اعتدال سے سانس لینے لگی تھی۔ اب مجھے اتنی فرصت نہ تھی کہ میں اس کی سانس کی بیماری پر افسوس کرتا۔ میں ڈاکٹر کے کمرے سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا سونیا کے کمرے میں پہنچا۔ کرنل وہاں موجود تھا اور ڈاکٹر خون کی رپورٹ بنا رہا تھا۔

بالکل وہی بات تھی جو بٹر فلائی مجھے بتا چکی تھی۔ میں نے کرنل کو تنہائی میں لے جا کر کہا۔

"جناب! ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ سونیا کے جسم میں تیسری بار زہر انجکٹ کیا گیا ہے۔ یہاں کے انتظامات کیسے ناقص ہیں کہ دشمن بھی آسانی سے اپنا کام کر کے نکل جاتے ہیں۔"

"تمہیں کس نے اطلاع دی ہے؟"

میں نے جواب دیا۔

"جس طرح دشمن کے آدمی ہمارے درمیان چھپے رہتے ہیں اس طرح ایک لڑکی دشمنوں میں رہ کر میرے لئے کام کر رہی ہے اس نے ابھی فون پر بتایا ہے کہ جب آپ مجھ سے ملنے ڈاک بنگلہ میں آئے تھے اس وقت گرلاش یہاں ایک ڈاکٹر کے بھیس میں آیا تھا۔"

میں نے گرلاش کے اسپتال میں آنے کا وقت بدل دیا اگر میں یہ کہتا کہ وہ دو گھنٹے پہلے یہاں آیا تھا تو بات بگڑ جاتی۔ کیونکہ وہ دو گھنٹے پہلے میں سوزدکو کے ساتھ گرلاش کا رول ادا کر رہا تھا۔ دشمن بھی کتنے ستم ظریف تھے۔ مجھ جیسے ڈرامہ باز سے ڈرامہ کر رہے تھے۔

کرنل جو شوہرا اپنی پریشانیوں سے نڈھال ہو رہا تھا بار بار یہی سوچ رہا تھا کہ سونیا جلد ہوش میں نہیں آئے گی تو گرلاش اسی طرح بھیس بدل کر اس کی بیٹی کے پاس بھی پہنچ جائے گا۔

"جناب! حفاظتی انتظامات اور سخت کریں۔ سونیا اور سعدو کو کمرے میں جانے کے لئے صرف ایک ڈاکٹر اور ایک نرس کو مقرر کریں۔ وہ ڈاکٹر اور نرس جتنی بار ان کے کمرے میں جائیں اتنی ہی بار انہیں آتے جاتے وقت چیک کیا جائے۔ اگر ایسے سخت انتظامات ہوں گے تو سونیا آدھی رات تک ہوش میں آ جائے گی۔"

کرنل نے میری رائے سے اتفاق کیا۔ پھر حفاظتی انتظامات کے سلسلے میں مصروف ہو گیا۔ میں اس سے رخصت ہو کر اسپتال سے باہر آیا۔ پھر بلڈنگ کی ایک جیپ کار میں بیٹھ کر تنہا بٹر فلائی کے ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس وقت کرنل کو اتنا ہوش نہیں تھا کہ وہ میرے تنہا جانے پر اعتراض کرتا۔ ویسے موجودہ حالات کے پیشِ نظر کسی فلمی ہیرو کی طرح مجھے تنہا نہیں جانا چاہئے تھا۔ ایک بار میں بٹر فلائی کی کوٹھی میں ننگی تلواروں کی چھاؤں سے گزر کر آیا تھا۔ اب پھر اس حسینہ کی طرف جاتے ہوئے یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ میرے عاشقوں نے مجھے گھیر کر مارنے کے لئے بلایا ہے۔ دودھ کے جلے چھاچھ پھونک پھونک کر پیتے ہیں۔ حالانکہ چھاچھ کو پھونک کر نہیں پیا جاتا۔ ایک بار جلنے کے بعد دانشمندی یہی ہے کہ گرم دودھ کو بھی پھونک پھونک کر پیا جائے۔

مرد کو اپنی زبان کا دھنی ہونا چاہئے۔ جو کہہ دے وہ کر گزرے۔ میں نے بٹر فلائی سے وعدہ کیا تھا۔ کہ آؤں گا ضرور آؤں گا۔ سو میں جا رہا تھا میری داستان پڑھنے والے اتنا تو سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ دشمن مجھے ہلاک نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اگر چاہتے تو دور ہی سے چھپ کر ایک گولی میں میرا قصہ تمام کر دیتے۔ مثل مشہور ہے کہ شیطان مارتا نہیں ہلکان کرتا ہے۔ لہٰذا شیطانوں کی یہی کوشش تھی، کہ مجھے چین سے نہ بیٹھنے دیں۔ کبھی مجھے جسمانی اذیتیں پہنچائیں، کبھی سونیا جیسی ہستی کو چھین کر ذہنی کرب میں مبتلا کریں۔ ان حالات میں انسان جیتے جی مرتا رہتا ہے اور وہ مجھے اسی طرح مار رہے تھے۔

بٹر فلائی نے مجھے سائیٹو کے علاقہ میں بلایا تھا۔ جو میازاکی کے شمال مغرب کی طرف ہے میں نے ایک پیگوڈا کے سامنے گاڑی روک دی۔ پھر کار سے باہر آ کر اپنے آس پاس کا جائزہ لیا۔ ماحول شہرِ خموشاں کی طرح چپ تھا۔ ہوائیں سسکتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ جیسے میری آمد پر ماتم کر رہی ہوں۔ میں پیگوڈا کے احاطہ میں داخل ہو گیا۔ میرے اطراف میں دور دور تک ننگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ لیکن میں پھول نہیں، بارود کی بو سونگھنے آیا تھا اور اب تک کوئی بھی خوشگوار آمد کہنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔

میری جیب میں ایک ریوالور تو کیا ایک چھوٹا سا چاقو بھی نہیں تھا۔ اس بار میں فیصلہ کر کے آیا تھا کہ سونیا کی خاطر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کروں گا۔ سارا جھگڑا اسی بات کا تھا کہ میں اب بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہوں یا نہیں۔ اگر سپر ماسٹر مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتا تو اپنے آدمیوں کو تلوار بازی کا مظاہرہ کرنے کے لئے میرے سامنے نہ بھیجتا۔ تلواروں کی بجائے وہ آتشی اسلحہ جات سے لیس ہو کر آتے اور مجھے بھون کر

کھ دیتے۔ سپر ماسٹر فی الحال اتنا ہی چاہتا تھا کہ میں اپنی خطرناک صلاحیتوں کے ساتھ اس کے سامنے کھل جاؤں۔

میں نے وسیع برآمدہ میں پہنچ کر پیگوڈا کے بیرونی دروازے کو ایک انگلی سے ہلکا سا دھکا دیا۔ اس کے پٹ آپ ہی آپ کھلتے چلے گئے اس کے ساتھ ہی جاپانی طرز کی موسیقی سنائی دینے لگی۔ خوشبوؤں کا بھبکا آیا عود و عنبر کے دھوئیں سے مضمحل ہوئے ماحول میں صدیوں پرانے ربیکی، ویلوتاؤں اور سانپ چھتوؤں کے خوفناک مجسمے نظر آئے کئی سفید حریری لباس لہرا رہے تھے۔ دوشیزائیں رقص کر رہی تھیں اور کوئی مغنیہ ڈریگون دیوتاؤں کی شان میں گیت گا رہی تھی۔

میں دروازے میں ٹھٹک گیا۔ اور سوچنے لگا کہ کہیں میں غلط جگہ تو نہیں آ گیا؟ میرے قدم رکتے ہی ایک داسی رقص کرتی ہوئی آئی جاپانی طرز میں اپنے سر کو دوہرا جھکا کر مجھے خوش آمدید کہا۔ پھر میرا ہاتھ تھام کر رقص کرتی ہوئی دالیوں کے درمیان لے گئی۔ شاید مجھے راجہ اندر بنانے کا ارادہ تھا۔ میں نے احتیاطاً اس داسی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو ایک پل کے لئے اس کی سانس رک گئی۔ دوسرے پل وہ اعتدال سے سانس لیتی ہوئی سوچنے لگی۔

"یہ سانس کی بیماری جانے کہاں سے لگ گئی ہے کبھی کبھی ایک ہی جھٹکے سے سانس رک جاتی ہے۔ بیٹے یہ فرہاد کتنا ہینڈسم ہے۔ کاش اس کے بازوؤں میں پہنچ کر سانس رک جاتی۔"

اس کی سوچ پڑھ کر میں چونک گیا۔ سانس کی بیماری بٹر فلائی کو تھی۔ اب یہ دوسری حسینہ بھی یہی سوچ رہی تھی۔ وہ میرا ہاتھ تھامے اس راہداری کے دوسرے سرے پر ایک کمرہ تھا اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور کھلے ہوئے دروازے سے بٹر فلائی منتظر آ رہی تھی۔

وہ جو خود کو خلا میں دیکھ رہی تھی۔ اس وقت کمرے کے وسط میں پیٹھی مارے مراقبہ میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر

ریشم کی ایک میکسی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے آنکھیں بند تھیں۔ پیٹ پچکا ہوا تھا۔ اس کا ریشمی وجود سانسوں سے خالی تھا۔ وہ زندہ تھی۔ اور مردہ بھی تھی۔

میں نے کمرے میں پہنچ کر اس کے دماغ پر دستک دی۔

"ہیلو! بٹر فلائی۔ میں آ گیا ہوں۔ تم بھی اپنے ظاہری خول سے باہر نکل آؤ۔"

میری دستک اس کے دماغ کے باہر سے لوٹ آئی۔ اگر میں بلند آواز سے اسے مخاطب کرتا تو اس کے مراقبے میں خلل پڑتا۔ پھر وہ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھنے لگتی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ وہ جس جہان میں پہنچی ہوئی تھی میں اسی جہان میں اس سے ملاقات کرنی چاہتا تھا۔ پہلے میں نے ایک سرسری نظر سے کمرے کا جائزہ لیا۔ پھر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اس کے بعد اس تتلی کے سامنے دو گز کے فاصلے پر پیٹھی مار کر

خبر لی۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ کہ وہ اس پیگوڈا کے اندر کہاں ہے۔ اور کس طرح میرا استقبال کرنا چاہتی ہے؟ اگر مجھے اس کی طرف سے خاطر خواہ جواب ملے گا تو پھر وہ شبہ سے بالاتر ہو گی۔

لیکن دوسرے ہی لمحہ میرے شبہ کی تصدیق ہو گئی۔ جیسے ہی میری سوچ اس کے دماغ کی دہلیز تک پہنچی۔ اس کی سانس کو ایک جھٹکا سا لگا پھر وہ سوچنے لگی۔

"یہ فرہاد واقعی زبان کا دھنی ہے۔ ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ پیگوڈا میں پہنچ گیا۔ اب وہ میری طرف آتا ہی ہو گا۔"

میں نے اس کی بجائے اس کو نظر انداز کر دیا۔ یہ اچھی طرح واضح ہو چکا تھا کہ جیسے ہی اس کی سانس کو جھٹکا پہنچتا، وہ میری موافقت میں سوچنے لگتی ہے۔ تاکہ میں خوش فہمی میں مبتلا رہوں۔ مجھے اس راہداری میں پہنچانے والی داسی نے بھی یہی کہا تھا۔ میں نے بٹر فلائی کی بجائے اس پر دھیان دینے کے بجائے اس ماحول کو دیکھنا چاہا جہاں وہ موجود تھی۔ لیکن اب اس کا دھیان میری طرف نہ تھا اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ اس کے آس پاس کچھ نہیں ہے۔ نہ پگوڈا کی دیواریں ہیں، نہ زمین ہے اور نہ آسمان ہے وہ خلا میں بالکل ساکت ہے۔

میں پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ یہ کیا چکر ہے؟ اس کا دماغ ساکت کیسے ہو گیا؟ صرف ایک ہی بات کا پتہ دیتا ہے کہ وہ زندہ ہے مگر سانس نہیں لے رہی ہے اور اس کا دماغ میری سوچ کو قبول نہیں کر رہا ہے۔ سوچتے سوچتے میں تیسری راہداری کی طرف مڑ گیا۔ اس راہداری کے آخری سرے پر ایک کمرہ تھا اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور کھلے ہوئے دروازے سے بٹر فلائی منتظر آ رہی تھی۔

وہ جو خود کو خلا میں دیکھ رہی تھی۔ اس وقت کمرے کے وسط میں پیٹھی مارے مراقبہ میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر

بیٹھ گیا۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ کبھی میں نے بھی یوگا کی مشقیں کی تھیں اور کئی منٹ تک سانس روک لیتا تھا۔ اب بہت عرصہ بعد مجھے عقل آئی کہ مجھے ان مشقوں کو جاری رکھنا تھا۔ پتہ نہیں اب میری کیا پوزیشن تھی میں نے آزمائش کے طور پر ایک گہری سانس لی۔ پھر آنکھیں بند کر کے آہستہ آہستہ سانس چھوڑنے لگا۔ اپنے وجود کو سانسوں سے خالی کرتے ہوئے میں نے بٹر فلائی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔

تب پتہ چلا کہ وہ سچ مچ خود کو خلاء میں دیکھ رہی تھی اس کا جسم میرے سامنے تھا۔ مگر دوسری بٹر فلائی اس جسم سے دور تھی۔ وہ اس کی ہمزاد تھی۔ یا اس کی روح تھی؟ تبت کے لاما مراقبہ کے اس عمل کو روح کا سفر کہتے ہیں۔ وہ اپنے جسم کو کسی محفوظ مقام پر چھوڑ کر روحانی طور پر خلاؤں میں سفر کرتے ہیں۔ پتہ نہیں وہ کتنی چلہ کشی اور سالہا سال کی محنتوں کے بعد اپنے اندر یہ صلاحیت پیدا کرتے ہوں گے۔ میرا تو دم اکھڑنے لگا تھا میں فوراً ہی جلدی جلدی سانس لینے لگا۔

اس آزمائش سے پتہ چل گیا کہ میں یوگا کے معاملے میں طفل مکتب ہوں۔ باقاعدہ مشق نہ کرنے کے باعث میں ایک منٹ تک بھی سانس نہیں روک سکتا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو بٹر فلائی مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"تم بہت گہری ثابت ہوئیں۔"

"تمہاری گہرائی تک پہنچنے کے لئے میں اپنی گہرائی میں ڈوبی رہی۔ لیکن میں ابھی سیکھ رہی ہوں۔ بیس منٹ سے زیادہ سانس نہیں روک سکتی۔ میرا خیال ہے تم کامیاب نہیں ہوئے۔"

"ہاں اگر میں کامیاب ہوتا تو تمہاری سوچ کو خلاء سے پکڑ کے لے آتا۔"

وہ کھلکھلا کر ہنستی ہوئی بولی۔

"مگر میں نے تمہیں پکڑ لیا۔ یعنی اس فراڈ کو پکڑ لیا جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

میں نے پوچھا "میری خیال خوانی کے ساتھ ہی تمہاری سانس رکنا کیسے پہنچتا ہے۔؟"

"پہلے تو خود ہی غور کرو۔ ابھی تم سانس روکنے بیٹھے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم یوگا کے متعلق بہت کچھ جانتے ہو۔"

"نہیں۔ اس سلسلے میں میری معلومات محدود ہیں۔ آج تک میں یہی سمجھتا رہا کہ میں ہر زندہ انسان کے دماغ میں جھانک سکتا ہوں تمہاری تنظیم کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ماسٹر یوشے تھا۔ میں اس کے علم میں آئے بغیر اس کے دماغ کو بھی چپ چاپ پڑھتا نکلتا تھا۔ نہ اسے خبر ہوتی تھی اور نہ ہی میری سوچ اس کے دماغ سے ٹکرا کر لوٹ آتی تھی۔ لیکن تم سانس کے جھٹکے سے اجنبی سوچ کی لہروں کو کس طرح روک لیتی ہو؟"

وہ اپنی کامیابی پر مسکراتی ہوئی بولی۔

"ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف سوچ کی قوت کو فضل سمجھتے ہیں اگر ماسٹر یوشے سانسوں کی بے پناہ قوتوں کو سمجھ لیتا اور یوگا پر عمل کرتا تو تمہارے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔ انسانی زندگی میں سب سے زیادہ سانس اہم ہے سانس نہیں ہے تو دماغ نہیں ہے۔ دماغ نہیں ہے تو ٹیلی پیتھی نہیں ہے"

"جنگ کرنے والے سب سے پہلے اپنے دماغ کا سامان کرتے ہیں۔ سپر ماسٹر نے خود کو اور اپنے اہم ماتحتوں کو تم سے بچا کر رکھنے کے لئے اس نظریئے پر عمل کیا ہے کہ سانس کی آمد و رفت کو سمجھنے اور یوگا کے تحت اس پر کنٹرول کرنے سے دماغی قوت میں اس قدر اضافہ ہو جاتا ہے کہ میرے خیال خوانی کی لہریں اسے متاثر نہیں کر سکتیں۔ جیسا کہ تم ابھی دیکھ چکے ہو۔"

"لیکن یہ عمل صرف بچاؤ کی حد تک ہے۔ ہم یوگا کے طالب علم خود کو ٹیلی پیتھی کی لہروں سے حتی الامکان بچا سکتے ہیں۔ مگر جوابی حملہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں۔"

"ابتداء میں سپر ماسٹر کے کہنے ہی ذہین ماتحتوں نے ٹیلی پیتھی سیکھنے کی جان توڑ کوششیں کیں۔ مگر شش بینی کے آخری مرحلہ تک پہنچتے پہنچتے کسی کی آنکھیں خراب ہو گئیں اور کسی کا دماغ چل گیا۔ تب پتہ چلا کہ اس علم کا حصول اتنا ہی آسان ہوتا تو آج ہر گلی کوچہ میں ایک فراڈ علی تیمور نظر آتا۔ تم واقعی آہنی قوتِ ارادی کے مالک ہو۔"

وہ مرعوب والی نظروں سے مجھے گھورنے لگی۔ میں نے پوچھا۔

"تمہارے سپر ماسٹر نے یوگا پر عمل کرنے والی حسیناؤں کی فوج بنالی ہوگی؟"

"ہاں۔ اس فوج میں صرف لڑکیاں نہیں، مرد بھی ہیں۔ اب یہ لوگ تمہیں اپنی راہ پر لگائیں گے۔"

"یہ یوگا فوج بہت پہلے ہی مجھ سے ٹیلی پیتھی کا راز اگلوا سکتی تھی پھر مجھے ننگی تلواروں سے ڈرانے دھمکانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں اس کا جواب نہیں دے سکتی۔ آئندہ کبھی تمہیں جواب مل جائے گا۔ فی الحال اتنا سمجھ لو کہ سپر ماسٹر بعض اوقات اپنے اہم ماتحتوں کے سامنے تمہیں ایک نمونہ بنا کر پیش کرتا ہے اور اپنے لوگوں میں حوصلہ پیدا کرتا ہے کہ دیکھو فراڈ کس طرح ناقابلِ تسخیر قوت سے ٹکراتا ہے۔ کس طرح بے دست و پا ہونے کے باوجود ننگی تلواروں کی چھاؤں میں زندہ رہتا ہے۔ لہٰذا انہیں بھی ایسا ہی فولادی انسان بن کر رہنا ہوگا۔"

وہ شاید میرے خوش فہمی میں مبتلا کر دینے والی تھی میرے سوال کے جواب سے کترانے کے لئے مجھے میری تعریفوں میں الجھا رہی تھی۔ میں نے جواب معلوم کرنے کے لئے اچانک ہی اس کے دماغ کو کنٹرول میں لینا چاہا، تو پھر ایک پل کے لئے اس کی سانس رک گئی۔ دوسرے ہی لمحہ وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو میرے دماغ کے دروازے سے

سوچ کی خیرات نہیں ملے گی۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"تم نے صحیح اطلاع دی تھی۔ سونیا کے جسم میں پھر زہر پھیلایا گیا ہے اس اطلاع ملنے کے بعد کون یہاں نہ آتا۔؟ لیکن اب مجھے احمق سمجھ کر تمہاری سلامتی کے خیال سے چلا آیا۔"

"نہیں فراڈ! تم احمق نہیں ہو۔ صحیح معنوں میں انسان ہو دوسروں کی طرح دعوت دیتے ہو۔ تم میری سلامتی کے لئے آئے ہو میں دل سے تمہاری قدر کرتی ہوں۔"

"تم نے جھوٹ بول کر مجھے یہاں کیوں بلایا ہے؟"

"تم سے دوستی کرنے کیلئے۔" وہ فرش پر کھسکتی ہوئی میرے قریب آئی "میں سپر ماسٹر کی طرف سے دوستی کا پیغام لائی ہوں۔ حالانکہ تم نے اسے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ تم نے جزیرہ کوائی میں اس کی کروڑوں ڈالر کی مشینیں برباد کر دیا۔ اس کے سیکڑوں جانثار تمہاری وجہ سے مارے گئے پہلی بار سپر ماسٹر کو اپنی فیلڈ چھوڑ کر فرار ہونا پڑا۔ یہاں جاپان میں تم نے اس کا ایک اہم مشن کو ناکام بنا دیا۔ اگر تم دوست بن جاؤ تو سپر ماسٹر اتنے زبردست نقصانات کو ہنستے ہنستے برداشت کر لے گا۔"

میں نے بیٹھے ہی بیٹھے ذرا پیچھے کھسکتے ہوئے کہا۔

"تمہارے بدن کی گرمی یہاں تک پہنچ رہی ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"میں بھی وہاں تک پہنچ جاؤں گی تم سپر ماسٹر سے دوستی کر لو پھر تمہارے سامنے دنیا کی کوئی چیز مہنگی نہیں ہوگی۔ دنیا کے ہر چھوٹے بڑے حصے میں ہماری تنظیم کی شاخیں ہیں۔ ہر بنک میں ہمارے اپنے بینک میں ہر بینک میں تم صرف اپنا نام بتا کر نوٹوں کی گڈیاں حاصل کر سکتے ہو۔ ہر رات ایک نئی اور ہر روز ایک کار بدل سکتے ہو دنیا کے کسی بھی حصہ میں رہ کر تم مواصلاتی سیٹلائٹ کے ذریعے تنظیم کے کسی بھی اہم آدمی سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"اوہ، میں تو بھول ہی گئی۔ تمہارا دماغ خود ہی ایک مواصلاتی سیارہ ہے۔ دنیا کے ہر حصہ کی سوچیں اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔"

میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"تم یہ بھی بھول رہی ہو کہ دنیا کے ہر بنک کے آہنی سیف کو میرے دماغ کی جادوئی آسانی سے کھول سکتی ہے بشرطیکہ میں بے ایمان بن جاؤں۔ لیکن تمہارے لئے مہنگی ہو میرے لئے پانی سے بھی سستی ہو۔ اگر میں کسی تمہارے دماغ کو بھٹکے پہنچاؤں تو تمہارے یوگا کا حصار ٹوٹ جائے گا۔ تم کب تک سانس روک سکتی رہو گی۔؟ تم بیس منٹ تک یہ عمل کر سکو۔ مگر کوئی تمام دن سانس روکے تو میں اپنی سلامتی کے لئے مسلسل تم سے شام تک اس سے دماغی جنگ جاری رکھوں گا کبھی نہ کبھی تو اس کی سانس ٹوٹے گی اور اس کے دماغ کا دروازہ کھلے گا۔"

اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ سنجیدگی کی جگہ پر سنجیدگی نے لے لی۔ پھر اس نے کہا۔

"اب میں تمہارے اس سوال کا جواب دیتی ہوں۔ ہم نے یوگا فوج کو اسی لئے تمہارے پیچھے نہیں لگایا۔ کہ ابھی ہم سب یوگا کے طالب علم ہیں اور زیادہ دیر تک تمہارے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکیں گے۔ مگر یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ تبت کا بوڑھا لامہ جو ہمیں یہ علم سکھا رہا ہے، وہ تین دن تک اپنی سانسیں روکنے کے باوجود زندہ رہتا ہے اگر ہماری فوج کے چند افراد بھی اس انتہا تک پہنچ گئے تو سمجھ لو اس کے بعد تمہاری شامت آجائے گی۔"

"تم نے مجھے اس قسم کی دھمکیاں دینے کے لئے یہاں بلایا ہے؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولی۔

"تمہارے لئے صرف ایک دھمکی کافی ہے کہ سونیا تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔ وہ ہمیشہ یرغمال کے طور پر ہمارے پاس رہے گی۔"

میں نے بھی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"سونیا کے اطراف اتنا سخت پہرہ ہے کہ اب تمہاری تنظیم کا کوئی بھی آدمی اسپتال تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

اس نے بڑے یقین سے ٹھوس لہجہ میں کہا۔

"اس کے باوجود تم سونیا کو نہیں پا سکو گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے آدمی فوجی جوان کے بھیس میں وہاں موجود ہیں۔"

"نہیں! اب ہمارا کوئی آدمی اسپتال کے قریب جا کر اپنا وقت ضائع نہیں کرے گا۔"

"میں تمہاری بات کا یقین نہیں کر سکتا۔ اب میں سونیا کے پاس خود موجود رہوں گا۔"

"تم بھی اپنا وقت ضائع کرو گے۔ بہر حال تم وہاں جا کر اپنی سی کوششیں کر لو۔ اگر ناکامی ہو اور سونیا ہاتھ سے نکل جائے تو مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرنا۔"

"ایسی صورت میں تو میں تمہیں دماغی مریض بنا کر رکھ دوں گا میں دیکھوں گا کہ تم کب تک سانس روکتی رہو گی۔"

"ایسی حماقت کرو گے تو سونیا تم سے اور دور ہو جائے گی۔"

وہ ہنستی ہوئی میرے راستہ کترے سے باہر آگئی۔ میں دماغ پر زور ڈال کر سوچنے لگا کہ یہ لوگ سونیا کو مجھ سے دور کرنے کے لئے کیسی چالیں چل سکتے ہیں۔ میرے جی میں آیا کہ ابھی بٹر فلائی کو ہی پہنچا کر ختم کر دوں۔ وہ بیس منٹ کے بعد تک۔ مگر کر میرے سامنے اپنی تمام پلاننگ اگل دے گی۔ لیکن اس بات کا اندیشہ تھا کہ پگوڈا میں اور بھی یوگا کے فوجی ہوں گے۔ وہ بٹر فلائی کی حفاظت کے لئے مجھ پر چاروں طرف سے حملے کریں گے۔ اس وقت میں کسی مصیبت میں پھنسنا نہیں چاہتا تھا۔ [illegible] کی حفاظت کے لئے جلد از جلد اسپتال پہنچنا ضروری تھا۔

پگوڈا کے باہر اس جاپانی نوجوان سے سامنا ہوا جو پہلے راہداری

میں مل چکا تھا۔ اس نے بھی خود کو سانپوں کا مریض ظاہر کیا تھا۔ یعنی وہ بھی یوگا کا طالب علم تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"فرہاد سان! بڑے سے بڑا انسان بھی غلطیاں کرتا ہے تم نے یہاں کی سیکرٹ سروس والوں سے بھی اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو چھپایا تھا۔ مگر اب کرنل جوشوہ کو تمہارا یہ راز معلوم ہو چکا ہے۔"

"کیسے؟" میں نے بے یقینی سے پوچھا۔

"تم نے ہمارے ایک بہترین تلوار باز کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے مار ڈالا اس کی ایک ساتھی لڑکی خود اس کی تلوار سے مر گئی۔ دوسری لڑکی کا ہاتھ کلائی سے کٹ گیا۔ وہ فرش پر گر کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ کیا تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ لڑکی ہوش میں آنے کے بعد ایک قیدی کی حیثیت سے جب سیکرٹ سروس کے افسروں کو بیان دے گی۔ تو تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا ذکر ضرور کرے گی۔"

واقعی مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس گرلیس آلودہ کمرے میں میں بیک وقت کئی مسائل میں الجھ گیا تھا۔ بند کمرے سے باہر اس کو ٹھی کی چھت پر محاذ آرائی کرنے والے دشمنوں کو خیال خوانی کے ذریعہ ٹھکانے لگا رہا تھا۔ سومی کو سے باتوں میں الجھا ہوا تھا۔ پھر محاصرہ کرنے والے فوجیوں کو بھی امداد کے لئے بلا رہا تھا۔ ایسے وقت میں اس بے ہوش لڑکی کو بالکل ہی بھول گیا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو فرہاد؟" بٹر فلائی نے مسکرا کر کہا۔ "اب سیکرٹ سروس والوں کے سامنے بھی تمہارا راز نہیں رہا۔ کیا وہ اس بات کو پسند کریں گے۔ کہ تم ان کی سیکرٹ سروس کے تمام رازوں تک خیال خوانی کے ذریعہ پہنچتے رہو اور کسی موقع پر ان کے لئے بھی خطرہ بن جاؤ؟"

یہ واقعی اہم سوال تھا۔ فی الحال اس کا جواب میرے پاس نہیں تھا میں خاموشی سے احاطے کے باہر اپنی جیپ کی طرف جانے لگا۔ بٹر فلائی نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"سوچو فرہاد! اس ملک کے سیکرٹ سروس والے جو تمہارے دوست تھے۔ اب تمہارے جانی دشمن بن سکتے ہیں۔ سپر پاور نے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اپنی تنظیم میں یہ حکم نامہ جاری کیا ہے کہ فرہاد کو مر جانے کی حد تک پریشان کیا جائے۔ لیکن اسے مارا نہ جائے۔ ایک نہ ایک دن وہ ہماری تنظیم کا ایک اہم ماسٹر بنے گا۔ لیکن کرنل جوشوہ ہوا ایسا نہیں سوچے گا وہ اپنے اہم رازوں کو راز میں رکھنے اور اپنے ملک کے مفاد کی خاطر تمہیں پہلی ہی فرصت میں گولی مارنے کا حکم دے دے گا۔ یقین نہ ہو تو ابھی جا کر اپنے اس مہربان کو آزما لو۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ کرنل جوشوہ کو میں آزما چکا تھا وہ صرف اپنی بیٹی کو گرلاش سے محفوظ رکھنے کے لئے سونیا سے ہمدردی کر رہا تھا۔ اگر اس پر یہ افتاد نہ آ پڑتی تو وہ سوزوکو کی خوشیوں کے لئے سونیا کو کسی نہ کسی طرح مجھ سے جدا کر دیتا۔ یہ سراسر مجھ سے دشمنی ہوتی اور سپر پاور دوستی کرنے کے لئے سونیا کو مجھ سے جدا کرنے کی دھمکی دے چکا تھا۔

میں نے کار کے پاس پہنچ کر بٹر فلائی سے رخصتی مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے کہا۔

"اگر ہم تمہارے دشمن ہوتے تو تم اتنی آسانی سے واپس نہ جا سکتے۔ میں اس یقین کے ساتھ تمہیں پیار سے رخصت کر رہی ہوں کہ تم سونیا کی خاطر واپس آؤ گے۔ اب جاؤ، میں اپنے دماغ کے دروازے کھلے کر تمہارا انتظار کروں گی۔ اوکے سوفار....."

میں نے اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کہا۔

"سوفار۔ اگر ضرورت ہوئی تو تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ بٹر فلائی ایسی تھی کہ اس کی قربت کو بھلایا نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن دماغ پر جب بوجھ ہو اور پریشانیاں چاروں طرف سے گھیر رہی ہوں۔ تو تفریح کا موڈ غارت ہو جاتا ہے۔ میں نے ذرا دور جانے کے بعد سونیا کے دماغ میں جھانکا کچھ میری جان حیات حسب معمول میرے خیر کی لہروں سے دور تھی پھر میں نے کرنل جوشوہ کی سوچ کو اپنی گرفت میں لیا۔ وہ سونیا کے کمرے کے سامنے ایک ایزی چیئر پر نیم دراز تھا۔ رات زیادہ ہو چکی تھی۔ یہ اس کے آرام سے سونے کا وقت تھا۔ مگر وہ پریشانیوں میں الجھا ہوا جاگ رہا تھا۔

پہرہ دینے والے فوجی اس کے سامنے چاق و چوبند تھے۔ سونیا کے کمرے میں صرف ایک ڈاکٹر کو مکمل تلاشی اور اطمینان کے بعد جانے کی اجازت ملتی تھی۔ اس بات کا یقین تھا کہ اب گرلاش وہاں آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اس کے باوجود اب کرنل میری طرف سے پریشان ہو کر جاگ رہا تھا۔ اس کے سوچنے کے انداز نے بتا دیا کہ اسے میری خیال خوانی کی صلاحیتوں کا علم ہو گیا ہے۔ اور اب وہ سوچ رہا تھا۔

"کبھی بھی غیر ملکی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ میں فرہاد پر بھروسہ کام نکالنے کی حد تک بھروسہ کرتا رہا۔ اپنی سیکرٹ سروس کے خاص طاقتور کو اس کی رہائش گاہ میں ملازم بنا کر رکھا۔ رہائش گاہ کے باہر بھی اس کی نگرانی ہوتی رہی۔ مگر یہ کیا معلوم تھا کہ وہ ہم سب کے دماغوں میں بیٹھ کر دھوکا دے رہا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ درست ہے کہ وہ فریبی ہے مگر تصویر کے دونوں رُخ دیکھنا چاہئیں۔ فرہاد نے میجر یاماگوچی جیسے آستین کے سانپ کو پالنے پوسنے کیا ہے۔ اغوا کی جانے والی سوزوکو کو واپس میرے پاس پہنچایا ہے اس کی بہنوں سے ہم نے قلعہ کے تہہ خانے سے بہت سی اہم معلومات حاصل کی ہیں۔ اب بھی سوزوکو کی زندگی خطرہ میں ہے۔ فرہاد اور سونیا ہی گرلاش کے زہریلے وجود کو کچل سکتے ہیں۔ مجھے افادی پہلوؤں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔"

وہ ذرا نرم ہو کر ملکہ مجبور ہو کر سوچنے لگا۔

"ہاں! اس سے فائدے بہت ہیں۔ مگر وہ ایسا سانپ ہے جو سپیرے کی بین پر اطاعت سے ناچتا ضرور ہے مگر موقع ملنے پر اسے ڈسنے سے باز نہیں آتا۔ اس کا زہر بہت خطرناک ہوتا ہے۔ اس کا زہر ہلاکت خیز ہوتا ہے۔ اس کا زہر ہلاکت خیز ہوتا ہے۔ اس کا زہر ہلاکت خیز

کہہ دو کہ اگر وہ دماغی بے چینی محسوس کریں تو بہت محتاط انداز میں یہ تجربہ بھی کریں کہ فرہاد کی خیال خوانی کی تکنیک کیا ہے؟ پھر مجھے بھی اس سے آگاہ کیا جائے۔"

"بہتر جناب! سُومی کو کے بارے میں کیا حکم ہے۔"

"اسے جھوٹ بولنے دو۔ اس پر تشدد نہ کرو۔ ابھی میں فرہاد کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔"

آفیسر کرنل کے پاس سے پلٹ کر جاتے وقت سوچ رہا تھا۔ کہ اب وہ ملٹری انٹیلی جنس کے آپریشن رُوم میں فون کر کے انہیں سُومی کو پر تشدد کرنے سے منع کر دے گا۔ اس واقعہ سے سُومی کو کی وفاداری ثابت ہو رہی تھی۔ اس نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے نبھا رہی تھی۔ جو مجھ سے وفاداری کرے میں اس کے لئے جان کی بازی لگا دیتا ہوں۔ لہٰذا اب سُومی کو کی حفاظت کرنا میرا فرض تھا۔ میں نے ایک ریسٹورانٹ کے سامنے رک کر ہلکے ناشتے اور کافی کا آرڈر دیا۔ پھر سُومی کو کی سوچ نگری میں پہنچ گیا۔

اس وقت وہ ایک خالی کمرے میں ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اس کے چہرے پر ایک ہزار کینڈل پاور کی تیز روشنی پھینکی جا رہی تھی۔ مجرموں سے کوئی بات اگلوانے کے لئے ایسے اقدامات کئے جاتے ہیں۔ سُومی کو نڈھال تھی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کا جسم سُن ہو چکا ہے۔ اسے تین بار بجلی کے جھٹکے پہنچائے گئے تھے۔ مجھے بہت غصہ آیا۔ مگر اس وقت اُن ظالموں پر غصہ نہیں اتار سکتا تھا۔ بس رہ رہ کر سُومی کو پر پیار آ رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو! سُومی کو، میں فرہاد تم سے مخاطب ہوں۔"

وہ چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگی۔ تیز روشنی اس کے چہرے پر تھی۔ آس پاس اندھیرے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ سوچنے لگی۔

"یہ فرہاد وہی یا میری اپنی سوچ ہے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

میں نے کہا "تم پھر بھول رہی ہو۔ میرے لہجہ میں میری سوچ کو پہچانو۔ تمہیں اس طرح بھی یقین آ جائے گا۔ کہ یہ تیز روشنی اب بجھنے والی ہے۔"

"اوہ فرہاد! مجھ پر ظلم ہو رہا تھا اور تم خاموش تماشائی کی طرح دیکھ رہے تھے۔"

"مجھے دشمنوں نے الجھایا تھا۔ میں تمہاری خبر نہ لے سکا۔ مجھے بے حد افسوس ہے جان۔؟"

"جان تم نے مجھے جان کہا! بس میری ساری تکلیف دُور ہو گئی۔ اب یہ لوگ مجھ پر ظلم کی انتہا کر دیں تب بھی میں ثابت قدم رہوں گی۔"

"اب مجھے یقین آ گیا ہے سُومی کو! اب میرے جیتے جی تم پر کوئی ظلم نہیں کرے گا۔"

اتنا کہتے ہی اس کے چہرے پر کی روشنی بجھ گئی۔ یہ تو میں پہلے ہی جانتا تھا۔ کیونکہ کرنل نے کہہ دیا تھا کہ اب سُومی کو پر ظلم نہ کیا جائے۔ سُومی کو نے خوش ہو کر کہا۔

"فرہاد! تم نے درست کہا تھا۔ یہ آنکھوں کو اندھا کر دینے والی روشنی بجھ گئی ہے۔ اب خدا کے لئے مجھے یہاں سے نکالو۔"

"اس کے لئے ذرا صبر کرنا ہو گا۔ میں سونیا کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد تمہارے دماغ میں حاضری دیتا رہوں گا۔"

بیرا ناشتہ کی ٹرے لے آیا۔ میں کار میں ہی بیٹھ کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ بٹر فلائی کی دھمکی مجھے اچھی طرح یاد تھی۔ اس نے کہا تھا۔

"سونیا تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔ وہ ہمیشہ یرغمال کے طور پر ہمارے پاس رہے گی۔"

اس کی دھمکی میں بچکانہ پن تھا۔ جب سونیا ان کے قبضہ میں ہوتی تو "یرغمال" کا لفظ مناسب ہوتا! ابھی تو وہ اسپتال میں بے ہوش پڑی تھی۔ میں بٹر فلائی کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ وہ سپر مارکیٹ کی ایک سنسان جگہ پر کار روک کر مجھ سے باتیں کر رہی تھی۔ اور اس اقدام کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھا رہی تھی کہ میں انکار کے باوجود سونیائی خاتون کے پاس ضرور دوبارہ جاؤں گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مجھے مجبور کرنے کے لئے سونیا کو اسپتال سے ضرور غائب کریں گے۔

میں نے دوسرے پہلو سے غور کیا۔ اگر سونیا پھر کسی طرح اغوا ہو جائے گی تو کرنل جو شدید ہو کے سامنے میری پوزیشن بہت کمزور ہو جائے گی۔ وہ صرف سونیا کی سونگھنے کی صلاحیت سے کام لے کر گرلاش کو جرم کے ذریعہ گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ سونیا نہ ہوئی تو میری جگہ کسی دوسرے جاسوس سے بھی کام لیا جا سکے گا۔ کرنل اچانک ہی اپنا رویہ بدل دے گا۔ مجھ سختی سے پیش آئے گا۔

یہ سوچنے کے دوران میری کار کے آگے پیچھے دو گاڑیاں آ کر کھڑی ہو گئیں۔ پھر ان میں سے ملٹری انٹیلی جنس کا ایک آفیسر باہر نکلا۔ آیا۔ اور میرے قریب پہنچ کر بولا۔

"مسٹر فرہاد! آپ کہاں گم ہو گئے تھے۔ کرنل صاحب کا حکم ہے کہ آپ کو فوراً ان کے سامنے حاضر کیا جائے۔"

اس نے یہ بات بہت نرمی سے کہنے کی کوشش کی مگر اس کا لہجہ اور اس کے الفاظ چغلی کھا رہے تھے کہ وہ جبراً مجھ سے نرمی برت رہا ہے۔ میں نے کہا۔

"ذرا انتظار کرو۔ میں کافی ختم کر لوں پھر چلوں گا۔"

آفیسر نے مجھے گھور کر دیکھا۔ مگر نظریں ملتے ہی فوراً جھک گئیں۔ حالات بڑے سنگین تھے۔ میں سونیا کو اسپتال میں چھوڑ کر وہاں سے نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر وہ مجبور نہ ہوتی تو میں ان انٹیلی جنس والوں کی کھوپڑیاں

سر رکھ دیتا۔ ابھی صبر کے سوا چارہ نہ تھا۔ ایک بات سمجھ میں آئی کہ جیسے آدمی کو حسن پرست نہیں ہونا چاہئے۔ حسین عورتوں کے ہجوم میں رہنے والے آدمی کو رنگین ہو جاتی ہے۔ سونیا تو خیر، میری جانِ حیات تھی سوزوکو سے کھیل کر میں نے اسے مذاب جان بنا لیا تھا۔ دشمن بھی ایسے ہی تھے۔ میرے سامنے حسین لڑکیوں کا جال بچھاتے تھے۔ سپر مارکیٹ کے مزاج کو خوب سمجھتا تھا۔ وہ تلوار چلانے والے صرف ایک جاپانی کو دس مردوں کو بھیج سکتا تھا لیکن اس نے دو دھاری تلواروں جیسی دو حسیناؤں کو بھیج دیں۔ ان میں سے سُومی کو اپنی خرافت اور وفاداری کے باعث انسانیت کے ناتے مجھ سے وابستہ ہو گئی تھی۔

پھر یہ کہ سپر مارکیٹ کسی مرد کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیج سکتا تھا۔ لیکن اس بار بھی اس نے بٹر فلائی جیسی حسین تتلی کو بٹر لگانے کے لئے بھیج دیا۔ یعنی فی الوقت میرے اطراف عورتیں ہی تھیں۔ جن سے میں اپنا کام نکال سکتا تھا۔ کافی کی چسکیاں لیتے وقت میں نے سوزوکو سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ تاکہ بُرا وقت آئے تو اسے ڈھال کے طور پر استعمال کر سکوں۔

وہ اسپتال کے ایک کمرے میں گہری نیند سو رہی تھی۔ اور خواب دیکھ رہی تھی کہ وہ ایک ایسی بستی میں پہنچ گئی ہے۔ جہاں سیب سے سستے ہیں۔ ہر گھر میں اسے سانپ نظر آ رہے تھے۔ انسان اپنی سوچ اور اپنے حالات کے مطابق خواب دیکھتا ہے۔ چونکہ وہ گرلاش جیسے زہریلے آدمی سے سہمی ہوئی تھی۔ اس لئے زہریلے سانپ دیکھ رہی تھی۔ اور سوچ رہی تھی۔

"میں کہاں آ گئی ہوں؟ مجھے یہاں سے بھاگ جانا چاہئے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"میں اپنے محبوب کو تلاش کرنے نکلی تھی۔ شاید راستے میں بھٹک گئی ہوں۔ شاید میرا محبوب مجھے راستہ دکھانے کے لئے کہیں سے آ جائے۔"

وہ آگے بڑھنے لگی۔ میں نے کہا۔

"سامنے ایک بہت بڑا زہریلا سانپ آ گیا ہے۔"

اس سوچ کے مطابق اس کے خواب میں ایک سانپ مجسم ہو گیا۔ وہ گھبرا کر گر پڑی۔

"مجھے گھبرانا نہیں چاہئے۔" میں نے کہا۔ "میں دلیر باپ کی بیٹی ہوں اور ایک دلیر مرد کی محبوبہ ہوں۔ وہ میری مدد کو آئے گا۔"

ایک سانپ اس کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔ اس سانپ کی کینچلی کا رنگ اور ڈیزائن بہت خوبصورت تھا۔ وہ زہریلے سانپ سے لڑنے لگا۔ سوزوکو زمین پر پڑی ہوئی دو سانپوں کی جنگ دیکھ رہی تھی آخر اس کے محبوب سانپ نے اس زہریلے سانپ کو مار گرایا۔ پھر پلٹ کر سوزوکو کے پاس آ گیا۔ محبت جیت گئی تھی۔ سوزوکو نے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اور اسے چومنے لگی۔ مگر اس رینگنے والے کو قرار نہیں تھا۔ وہ کبھی سوزوکو کے گلے کا ہار بن رہا تھا کبھی اس کے بدن سے لپٹ رہا تھا۔ پھر وہ رینگتا ہوا اپنے بِل میں چلا گیا۔

سوزوکو نے ایک جھرجھری سی لی۔ پھر آنکھیں کھول کر اسپتال کے کمرے کو دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔

"اف! میں کیسا عجیب سا خواب دیکھ رہی تھی۔ اگر وہ دوسرا سانپ آتا تو زہریلا سانپ مجھے ڈس لیتا۔ اس خواب کا میری زندگی سے گہرا تعلق ہے۔"

وہ خود سوچنے لگی "ہاں گہرا تعلق ہے۔ وہ گرلاش بھی تو زہریلا ہے مگر میرا خواب کہتا ہے کہ کوئی مجھے اس سے بچائے گا۔"

میں نے کہا۔ "فرہاد کے سوا کون بچا سکتا ہے۔ قلعہ میں فرہاد نے ہی اسے مارا بھگایا تھا۔"

وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی۔ کیونکہ واقعی میں نے قلعہ میں اس کی جان بچائی تھی۔ اور خواب سے بھی تصدیق ہو رہی تھی کہ آئندہ بھی میں اس کا محافظ بن کر رہوں گا۔ وہ میرے متعلق بڑے پیار سے سوچنے لگی۔ اتنے میں آفیسر نے کہا۔

"آپ کی کافی ختم ہو چکی ہے۔ اب چلئے۔"

میں نے کھانے کا بل ادا کرنے کے بعد کار کی اسٹارٹ کی۔ پھر میری گاڑی کے آگے پیچھے انٹیلی جنس والوں کی گاڑیاں دوڑنے لگیں۔ راستے میں میں نے سونیا کی خبر لی۔ وہ اب تک میری پہنچ سے دُور تھی۔ میری رسٹ واچ بتا رہی تھی کہ آدھی رات گزرنے کے لئے ابھی دو گھنٹے باقی ہیں۔ اور بٹر فلائی نے فون پر بتایا تھا کہ سونیا آدھی رات سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گی۔ وہ لوگ کسی خاص مقصد کے لئے اسے اتنی مدت تک بے ہوش رکھنا چاہتے ہیں۔

اب ڈیڑھ ہی گھنٹے کی بات تھی۔ میں نے وقت ضائع کرنے کے لئے اپنی کار سڑک کے کنارے روک دی۔ میرے پیچھے جو گاڑی تھی وہ میرے ساتھ رک گئی۔ مگر آگے والی گاڑی اور آگے بڑھ گئی۔ آفیسر جھنجھلا کر پچھلی گاڑی سے نکل کر میرے پاس آیا۔ پھر گرج کر بولا۔

"آپنے گاڑی یہاں کیوں روک دی؟"

میں نے کار کی کھڑکی سے سر نکال کر کہا۔

"سگریٹ نہیں ہے۔ میں ایک پیکٹ خریدنا چاہتا ہوں۔"

میں نے دروازہ کھول کر باہر نکلنا چاہا۔ اس نے جلدی سے کہا۔ "آپ یہیں تشریف رکھیں۔ آپ کو سگریٹ کا پیکٹ مل جائے گا۔"

اس نے ایک مسلح نوجوان کو حکم دیا کہ وہ ایک پیکٹ خرید کر لے آئے۔ اتنے میں میں نے سُومی کو سے رابطہ قائم کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ حوالات کے ایک بستر پر لیٹی ہوئی ہے اور میرا

انتظار کر رہی ہے۔ میں نے کہا۔

"ہیلو سوزی کو!"

وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔ میں نے کہا۔

"میں تمہاری سوچ کے ذریعے سمجھ رہا ہوں کہ تم کہاں ہو؟ یہ انٹیلی جنس والے میرے بھی خلاف ہو گئے ہیں۔ اس لئے تمہیں تکالیف برداشت کرنی پڑ رہی ہیں۔"

"میں تمہارے لئے ساری عمر کانٹوں کے بستر پر سو سکتی ہوں مجھے خوشی ہے کہ اس طرح آزمائشوں سے گزرتی ہوئی میں تمہارا اعتماد حاصل کر رہی ہوں۔"

اتنے میں سگریٹ کا پیکٹ آ گیا۔ میں نے ایک سگریٹ نکال کر سلگانے میں تھوڑا وقت ضائع کیا اور سوزی کو سے کہا۔

"اب تم سو جاؤ۔ موقع ملتے ہی میں تمہیں وہاں سے نکال کر لے جاؤں گا۔ شب بخیر۔"

میں نے سگریٹ کا ایک کش لگا کر گاڑی اسٹارٹ کی۔ آفیسر میری کار کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔

"مسٹر فرہاد! اب آپ ہمارا وقت ضائع نہ کریں ہم نے کرنل کو خبر پہنچا دی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ ابھی اسپتال پہنچ رہے ہیں۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"کیا سونیا کو ہوش آ گیا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ ہم کرنل سے کسی کی خیریت نہیں پوچھتے ہیں صرف اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔"

میں خاموش ہو کر سوزوکو کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے محبت کی جس لائن پر سوچنے کے لئے چھوڑا تھا وہ اسی لائن پر سوچ رہی تھی۔ مگر اس خیال سے گھبرا رہی تھی کہ اگر وہ میرا سامنا کرے گی تو میرا چہرہ دیکھتے ہی اسے گرلاش یاد آ جائے گا۔ پھر اسے مجھ سے بھی خوف آئے گا۔ میں نے سمجھایا۔

"یہ تو پاگل پن ہو گا۔ فرہاد پھر فرہاد ہے۔ وہ گرلاش تو نہیں بن جائے گا۔"

اس کی سہمی ہوئی سوچ نے کہا۔

"مگر وہ گرلاش بن گیا تھا۔ میں اسے فرہاد سمجھتی رہی اب بھی اگر فرہاد سامنے آئے گا تو میں کیسے یقین کروں گی۔ کہ وہ فرہاد ہی ہے....."

"یقین اس لئے کرنا چاہئے کہ اس کے پاس شناختی کارڈ ہو گا۔ پھر ڈیڈی کے ماتحت اسے اچھی طرح چیک کر لے اور مطمئن ہونے کے بعد میرے سامنے آنے کی اجازت دیں گے۔"

اس خیال سے اسے اطمینان ہوا۔ وہ سوچنے لگی۔

"ہاں! میرے اطراف سخت پہرہ ہے۔ میں فرہاد سے ملنا چاہوں گی تو باقاعدہ چیکنگ کے بعد مجھے اصلی فرہاد ہی ملے گا۔ لہٰذا مجھے اس سے ملنا چاہئے۔ میں جب سے یہاں آئی ہوں اس شیطان سے دھوکہ کھا کھا کر خواہ مخواہ سہمی جا رہی ہوں۔ اب میں فرہاد سے ضرور ملوں گی۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ کیونکہ ہماری گاڑیاں اسپتال کمپاؤنڈ میں پہنچ گئی تھیں۔ میں کار سے اتر کر آفیسر کے ساتھ اسپتال کی عمارت میں داخل ہونے لگا۔ دو مسلح نوجوان میرے پیچھے وہ چاہتے تھے کہ میں خود کو قیدی نہ سمجھوں۔ مگر ان کا رویہ ان کے ارادوں کی چغلی کھا رہا تھا۔ وہ مجھے لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر لے گئے۔ جہاں سونیا اور سوزوکو اپنے اپنے کمرے میں پڑی ہوئی تھیں۔ کرنل ان دونوں کمروں کے سامنے ایک اونچی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے مسلح فوجی مستعد نظر آ رہے تھے۔

میں کرنل کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔ جیسے میرے چہرے سے اس علم کو پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو، جو میرے اندر چھپا ہوا تھا۔ میں نے تعجب سے پوچھا۔

"جناب! آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

"آں؟ اس نے چونک کر کہا۔" کچھ نہیں ــــ بیٹھ جاؤ۔"

میں ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس نے میرے سامنے اونچی چیئر پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"تم کہاں گئے تھے؟"

"میں آپ کو بتا کر گیا تھا کہ میں اپنے ایک ایسے ساتھی سے ملنے جا رہا ہوں۔ جو دشمنوں میں رہ کر میرے لئے کام کرتا ہے اس نے مجھے بتایا تھا کہ گرلاش نے تیسری بار سونیا کے جسم میں زہریلا انجکشن کیا ہے۔"

کرنل نے مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم مجھ سے جھوٹ کہہ رہے ہو۔ تمہارا کوئی آدمی دشمنوں میں رہ کر کام نہیں کرتا ہے بلکہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام معلومات حاصل کرتے ہو۔"

میں نے شدید حیرانی کا اظہار کیا۔

"ٹیلی پیتھی؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ میری طرف دیکھ کر بتاؤ۔ میں اس وقت کیا سوچ رہا ہوں؟"

میں ایک احمق کی طرح منہ کھول کر اس کی کھوپڑی کو تکنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"جناب! آپ مجھے جادوگر کیوں سمجھ رہے ہیں۔ میں نے تو آج تک یہی دیکھا ہے کہ ٹیلی پیتھی کتابوں کی حد تک دلچسپی لینے والا علم ہے۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ کوئی کسی کی سوچ کو پڑھ لیتا ہے۔ کیا آپ کی عقل اسے تسلیم کرتی ہے؟"

وہ الجھے ہوئے ذہن سے سوچنے لگا۔

"واقعی عقل نہیں مانتی کہ کوئی میری سوچ کو پڑھ سکتا ہے۔ مگر اس نیلی لڑکی کا بیان جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ فرہاد نے اسکیٹنگ کے کپڑے نہیں پہنے تھے۔ اور وہ نہاتا بھی تھا پھر وہ ننگی تلواروں سے اس طرح بچ کر نکل آیا؟"

یہ سوچنے کے بعد اس نے مجھ سے یہی سوال کیا۔ میں نے جواب دیا ــــ

"میں جب اس گرلیس آلودہ کمرہ میں پہنچا تو یقیناً نہاتا تھا لیکن اس کے بعد سوزی کو نے مجھے اپنی تلوار دے دی تھی۔ میں نے اسی تلوار سے ان کا مقابلہ کیا تھا۔"

میں وہی باتیں کہنے لگا جو سوزی کو ان سے کہہ چکی تھی۔ کرنل سر ہلا کر سوچنے لگا۔

"دونوں کا بیان بالکل ایک ہے۔ مگر ہو سکتا ہے کہ دونوں نے ایک جیسا بیان سبق کی طرح یاد کر لیا ہو۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ فرہاد نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سوزی کو کہہ کر یہی بیان دینے کی ہدایت کی ہو کیونکہ ٹیلی پیتھی علم اکثر لوگوں کے لئے ناقابل عمل ہوتا ہے لیکن بعض لوگوں کے لئے ناممکن ہے۔ یہ جو میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ یہ کیا ہے؟ انسان نہیں ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ جب تک میں اسے آزماؤں گا نہیں تب تک اس پر اعتماد نہیں کروں گا۔ مگر اسے کس طرح آزمانا چاہئے؟"

وہ آزمائش کا کوئی طریقہ سوچنے لگا۔ اسی وقت ایک مسلح نوجوان نے آ کر کہا۔

"سر! آپ کی صاحبزادی مسٹر فرہاد سے ملنا چاہتی ہیں۔"

کرنل چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ گرلاش پھر فرہاد بن کر آ گیا ہو۔ اس نے فوراً پوچھا۔

"تمہارا شناختی کارڈ کہاں ہے؟"

میں نے جیب سے کارڈ نکال کر آگے بڑھا دیا۔ ایک آفیسر میرے ہاتھ سے کارڈ لے کر دیکھنے لگا۔ کرنل نے کہا۔

"فرہاد کو کسی کمرے میں لے جا کر چیک کرو۔ اطمینان ہونے کے بعد اسے سوزوکو کے کمرے میں لے جانا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹی کے کمرے میں چلا گیا۔ مجھے ایک آفیسر اور دو فوجیوں کے ساتھ ایک کمرے میں جا کر لباس اتروانے لگے تاکہ وہ میرا شناختی نشان دیکھ سکیں۔ اس دوران میں سوزوکو کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ کرنل اپنی بیٹی سے کہہ رہا تھا۔

"جب تم اسپتال آئی تھیں تو بہت سہمی ہوئی تھیں۔ فرہاد سے بھی ملنا چاہتی تھیں۔ اب تمہارا خوف کس طرح دور ہو گیا؟"

"پتہ نہیں ڈیڈی! میں بہت دیر سے اسی کے بارے میں سوچتی جا رہی ہوں۔ وہ میرے دل میں ہے یا دماغ میں ہے۔"

"دماغ میں ہے؟" کرنل نے چونک کر پوچھا۔ "کیا تم محسوس کرتی ہو کہ وہ تمہارے دماغ میں پہنچ کر تم سے باتیں کرتا ہے؟"

وہ سر جھکا کر شرمانے اور مسکرانے لگی۔ بھلا ایک بیٹی اپنے باپ کے سامنے ایسی بات کا جواب کیا دے سکتی تھی۔ کرنل یہ بھول گیا کہ جوانی میں لڑکیاں ایسی باتوں سے شرماتی ہیں۔ اس کے دماغ میں یہی بات پک رہی تھی۔ کہ فرہاد اس کی بیٹی کے دماغ گھس کر کچھ سیر اپھیری کر رہا ہے۔ اس نے کہا۔

"سوزی! خاموش رہو۔ میری باتوں کا جواب دو۔ فرہاد تمہارے دماغ میں آ کر تم سے کیا کہتا ہے؟"

"م ..... میں کیا بتاؤں ڈیڈی! آپ مجھ سے ایسی باتیں ہرگز نہ پوچھیں۔"

"پوچھنا ضروری ہے۔ تم نہیں جانتیں۔ فرہاد قابل اعتماد نہیں رہا۔ ہمیں پتہ چلا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ کسی کے بھی دماغ میں بیٹھ کر باتیں کر لیتا ہے۔"

سوزوکو نے باپ کو بے یقینی سے دیکھا۔ پھر کہا۔

"فرہاد ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ نہیں ڈیڈی مجھے یقین نہیں آتا ــــ!"

"میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں۔ جبکہ میں خود یقین کی حد تک پہنچنے کے لئے اسے آزمانا چاہتا ہوں۔ تم میری مدد کرو۔ مجھے بتاؤ کہ تم اپنے دماغ میں اسے کس طرح محسوس کرتی ہو؟ یعنی اسی طرح کہ ....." وہ کہتے کہتے رک گیا۔ کیونکہ میں وہاں پہنچ گیا تھا۔ سوزوکو مجھے دیکھتے ہی سہم سی گئی۔ آفیسر نے کہا۔

"ہم نے اطمینان کر لیا ہے۔ یہ مسٹر فرہاد ہیں۔"

اس کا خوف دور ہو گیا۔ وہ مسکرا کر مجھے دیکھتی ہوئی سوچنے لگی۔

"وہاں یہ رہی ہے۔ جس سے ملنے کے لئے میں کب سے بے چین ہوں۔ یہاں آتے وقت میں نے سوچا تھا کہ یہ مجھے بازوؤں میں سمیٹ کر خوش آمدید کہے گا۔ مگر یہ ایئر پورٹ نہیں ہے۔ اسپتال ہے اور ڈیڈی بھی موجود ہیں۔"

وہ کنکھیوں سے باپ کو دیکھنے لگی۔ تاکہ وہ چلا جائے لیکن اس بوڑھے کا ارادہ بدل گیا تھا۔ اب وہ مجھے داماد بنانے کے خواب نہیں دیکھ رہا تھا۔ میری ٹیلی پیتھی اس کے دماغ میں نشتر کی طرح چبھ رہی تھی۔ اس لئے وہ سوزوکو کو میرے پاس تنہا چھوڑ کر اسے محبت کی پینگیں بڑھانے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہیلو! سوزوکو! کیسی ہو؟"

وہ بدستور مسکرا کر بولی۔

"ٹھیک یو ــــ ویری ویل ــــ تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟"

"میں مجبور تھا۔ تمہارے ڈیڈی جانتے ہیں کہ میں کس قدر مصروف

ہوں ۔۔۔؟"

کرنل نے فوراً ہی میری تائید کی۔

"ہاں سوزی! ابھی تم آرام کرو۔ میں فرہاد کو ساتھ لے جا رہا ہوں۔ تم صبح باتیں کر لینا۔"

"نہیں ڈیڈی!" وہ ضد کرنے لگی۔ "مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں فرہاد سے باتیں کروں گی۔"

کرنل نے ذرا سخت لہجہ میں کہا۔

"سوزی! بے جا ضد نہ کرو۔ جب تک گرفتار نہیں ہو گا، تم فرہاد سے نہیں ملو گی۔ یہ سب کچھ میں تمہاری بھلائی کے لئے کر رہا ہوں۔ چلو فرہاد!"

میں نے جانے سے پہلے سوزد کو پر ایک حسرت بھری نظر ڈالی تاکہ اسے پتہ چل جائے کہ ہم جبراً جدا کئے جا رہے ہیں۔ پھر میں نے کرنل کے ساتھ کمرے سے باہر جاتے ہوئے سوزد کو کی سوچ کو بھڑکایا۔

"ڈیڈی نے میری بات زمان کر فرہاد کے سامنے میری انسلٹ کی ہے۔ اُف مائی گاڈ! فرہاد کے سامنے میری کیسی سبکی ہوئی ہے وہ کیا سوچتا ہو گا؟ میں یہ بے عزتی برداشت نہیں کروں گی۔ میں چیخوں گی میں چیخوں گی۔۔۔۔"

وہ زور زور سے چیخنے لگی۔ کرنل گھبرا کر کمرے کی طرف پلٹ گیا۔ دوسرے فوجی جوان بھی میرے ساتھ کمرے میں آ گئے۔ کرنل بیٹی کا بازو تھام کر پوچھ رہا تھا۔

"سوزی! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ کیوں چیخ رہی ہو؟"

اس نے باپ کے ہاتھوں کو جھٹک کر کہا۔

"مجھے چھوڑ دیجئے۔ میں آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی۔ آپ میرے ڈیڈی نہیں ہیں۔"

"کیا اس لئے ڈیڈی نہیں ہوں کہ میں نے تمہاری بات نہیں مانی؟"

"ہاں۔ آپ نے فرہاد کے سامنے میری انسلٹ کی ہے۔ میں آپ سے نہیں بولوں گی۔"

میں نے بظاہر اسے سمجھا دیا۔

"سوزد کو! باپ کی بات ماننے والی لڑکیاں اس طرح اپنی بے عزتی محسوس نہیں کرتیں۔"

پھر میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ایسے باپ کی ایسی کی تیسی۔۔۔۔۔!"

سوزد کو نے اس سوچ کے مطابق وہی بات اپنی زبان سے کہہ دی۔ کرنل نے غصے سے گرج کر کہا۔

"تم بہت بدتمیز ہو گئی ہو۔ میرے لاڈ پیار نے تمہیں اس قدر سر پر چڑھا دیا ہے۔ کہ آج تم نے مجھے گالی دے دی۔ بس بہت ہو چکا لاڈ پیار۔ اب تم یہاں نہیں رہو گی۔"

وہ ایک آفیسر کو بلا کر حکم دینے لگا۔ کہ سوزد کو کو کڑی نگرانی میں لڑکیوں کے ہوسٹل میں پہنچا دیا جائے۔ وہاں بھی اس کے اطراف سخت پہرے کا انتظام کیا جائے۔ جب تک گرفتار نہیں ہو گا۔ سوزد کو سے اس کی ممی کے سوا کوئی نہیں مل سکے گا۔ سوزد کو پھر ضد کرنے لگی کہ وہ کہیں نہیں جائے گی۔ میں نے کہا۔

"جناب! سوزد کو نادان ہے اس سے غلطی ہو گئی ہے۔ آپ اسے معاف کر دیں۔"

"تم خاموش رہو۔ میں کسی کی سفارش نہیں سننا چاہتا۔ چلو میرے ساتھ۔۔۔۔"

میں مجبوراً اس کے ساتھ چلتا ہوا باہر آ گیا۔ ایک آفیسر اور چار نوجوان سوزد کو کو زبردستی پکڑ کر لے جا رہے تھے۔ اور وہ میرے قریب رہنے کے لئے مچل رہی تھی۔ مجھے اس کی قربت کی خواہش نہیں تھی میں صرف بوقت ضرورت اپنے بچاؤ کے لئے اسے ڈھال بنانا چاہتا تھا۔ میرا کوئی ضروری نہیں ہے کہ میری ہر پلاننگ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔ کبھی ناکامی بھی ہوتی ہے۔ جیسے اس وقت میں نے چال چلی تھی کہ سوزد کو ہمدرد بن کر میری حمایت کرے اور کرنل بیٹی کی ضد سے مجبور ہو کر میرے بارے میں مخالفت کی بجائے مفاہمت سے سوچے۔ مگر میں ناکام ہو گیا۔

سوزد کو جا چکی تھی۔ کرنل میرے سامنے غصہ سے ٹہل رہا تھا۔ اسے غصہ بھی تھا اور پہلی بار بیٹی پر زیادتی کرنے کے باعث صدمہ بھی پہنچ رہا تھا۔ مگر وہ بھی ضدی بیٹی کا باپ تھا۔ مجھے آستین کا سانپ سمجھ کر بیٹی کے حق میں جو فیصلہ کر چکا تھا۔ اس فیصلہ کو بدلنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے سوزد کو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ فوجیوں کے درمیان ایک کار میں بیٹھ کر جا رہی تھی۔ پہلے تو خیال آیا کہ میں کار ڈرائیو کرنے والے کے دماغ کو بھٹکا دوں۔ کار کا حادثہ ہو گا تو سوزد کو مرہم پٹی کے لئے پھر اسپتال پہنچا دی جائے گی۔

مگر ایک قباحت تھی۔ فوجی ڈرائیور بڑے تجربہ کار ہوتے ہیں۔ حادثہ کے بعد اس سے سوال کیا جاتا کہ اس کے دماغ کو کیا ہو گیا تھا۔ تو وہ جواب دیتا کہ اس کے دماغ میں اچانک ہی ہلچل مچ گئی تھی۔ تب کرنل میرا محاسبہ کرتا۔ اس کا شبہ یقین میں بدل جاتا بات صاف ہو جاتی کہ میں نے سوزد کو کو واپس لانے کے لئے ٹیلی پیتھی کا سہارا لیا ہے۔ کرنل تو ذرا ذرا سی بات پر مجھے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگتا ہے۔

میں تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں اور دماغ کو فکر و پریشانی سے خالی کرنے لگا۔ جب کہ لاشعور

زندہ رہتا ہے سوچیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ لیکن مجھ جیسے کچھ لوگ کسی ایک نقطہ پر اپنی توجہ کو مرکوز کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ وہ دوسری تمام پریشانیوں سے نجات پا لیتے ہیں۔ میں نے بھی سکون کی خاطر اپنی سوچ کو صرف سونیا تک محدود کر دیا۔

میں تھوڑی دیر تک پُرسکون رہا۔ سونیا بند کمرے میں بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ اور میں اس کے دماغ کے دھندلکے میں دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ اس کا دماغ جاگ رہا ہے۔ آہستہ آہستہ دھند چھٹ رہی تھی۔ یہ بیداری کی بہت ہی کمزور سی ابتدا تھی۔ لیکن اس کمزوری کو میں سوچ کی توانائی پہنچانے لگا۔ بہت دھیرے دھیرے بڑی محبت سے اسے پکارنے لگا۔

"سونیا۔ میری جان! مجھے پہچانو۔ میں فرہاد ہوں۔۔۔۔"

اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس لئے خواب کی صورت میں اس کے کمزور سے دماغ نے مجھے دیکھا۔ میں سپنے میں اسے نظر آ رہا تھا۔ سپنے میں اس کی آنکھ کھلی ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔

"مجھے پہچانو! میں تمہارا فرہاد ہوں۔"

"ہاں! میں تمہیں پہچان رہی ہوں۔"

"تمہاری سوچ سے تمہاری کمزوری کا پتہ چل رہا ہے۔ تم آرام سے لیٹی رہو۔ میں ڈاکٹر سے جا کر ملتا ہوں۔ وہ تمہاری توانائی بحال کرنے کے لئے کچھ کرے گا۔ ذرا ٹھہرو۔۔۔۔"

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کرنل ابھی تک میرے سامنے ٹہل رہا تھا۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"جناب! یہاں فون پر مجھے اطلاع مل چکی تھی کہ سونیا آدھی رات کے بعد ہوش میں آئے گی۔ اب وقت ہو چلا ہے۔ پلیز آپ ڈاکٹر سے کہیں کہ وہ فوراً سونیا کو اٹینڈ کرے۔"

کرنل خود بھی چاہتا تھا کہ سونیا جلد از جلد ہوش میں آئے۔ اس کے حکم کے مطابق فوراً ہی ڈاکٹر آ گیا۔ میں نے ڈاکٹر کے ساتھ سونیا کے کمرے میں جانا چاہا تو کرنل نے مجھے روک دیا۔

"نہیں! تم یہیں ٹھہرو۔ سونیا کے پاس صرف ڈاکٹر جائے گا۔ جب وہ ہوش میں آ جائے گی تو تم میرے ساتھ کمرے میں جاؤ گے۔"

میں مجبور ہو کر بیٹھ گیا۔ اور ڈاکٹر کے دماغ میں جھانکنے لگا کہ وہ سونیا کے ہوش میں آنے کے متعلق کیا رائے قائم کرتا ہے۔ وہ کمرے میں پہنچ کر سونیا کی نبض دیکھ رہا تھا۔ پھر اثبات میں سر ہلا کر کہنے لگا۔

"ہاں! آثار بتا رہے ہیں کہ یہ تھوڑی دیر بعد ہوش میں آ جائے گی۔"

یہ سوچنے کے بعد اس نے سونیا کے بازو میں ایک انجکشن لگایا۔ انجکشن کا ردِ عمل معلوم کرنے کے لئے سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا وہ پہلے جاپ آنکھیں بند کئے لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا۔

"سونیا! اب کیا حال ہے؟"

"تم میرے دماغ میں خود ہی محسوس کر سکتے ہو، ویسی ہی کمزوری ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ ڈاکٹر نے انجکشن لگایا ہے۔ تم ابھی کچھ توانائی محسوس کرو گی۔"

وہ حیرانی سے پوچھنے لگی۔

"ڈاکٹر۔؟ انجکشن۔؟ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ مجھے تو کسی نے انجکشن نہیں لگایا ہے۔"

"سونیا! کمزور دماغ سے نہ سوچو۔ ڈاکٹر تمہارے پاس ہی موجود ہے۔"

اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اسے چاروں طرف تاریکی نظر آ رہی تھی۔ حالانکہ اس کے کمرے میں روشنی تھی۔ میں نے گھبرا کر سوچا کیا سونیا اندھی ہو گئی ہے؟ اسے روشنی اور کمرے میں کھڑا ہوا ڈاکٹر کیوں نظر نہیں آ رہا ہے۔۔۔؟

"سونیا! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے اندھیرا کیوں چھا گیا ہے۔۔۔؟"

وہ گھبرا کر اپنے آس پاس دیکھنے لگی۔ دور ایک دیوار کے روشندان سے ہلکی سی روشنی جھانک رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دیکھ سکتی ہے۔ لیکن۔۔۔۔ لیکن میں برآمدے سے دیکھ سکتا تھا۔ کہ اس کے کمرے میں روشنی ہے کسی روشندان سے روشنی آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے پوچھا۔

"سونیا! کمرے میں اتنی روشنی ہے۔ اس روشنی کو تم کیوں نہیں دیکھ سکتیں۔؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کمزور پڑ گئی ہیں۔ کیا تم میری سوچ کے ذریعے دیکھ نہیں سکتے کہ اس کمرے میں روشنی نہیں ہے اور میں ننگے فرش پر لیٹی ہوئی ہوں۔"

میں ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کرنل نے چونک کر پوچھا۔

"کیا بات ہے خیریت تو ہے؟"

"مم۔۔۔ میرا دل گھبرا رہا ہے جناب! خدا کے لئے مجھے فوراً سونیا کے پاس جانے دیں۔"

"مگر کیوں؟ ایسی گھبراہٹ اور جلدی کیوں ہے؟ اب تک تو تم بڑے سکون سے بیٹھے ہوئے تھے؟"

وہ مجھے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔

"میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ کچھ گڑبڑ ہے۔"

"چھٹی حس کہہ رہی ہے یا تمہاری ٹیلی پیتھی تمہیں کسی گڑبڑ کی اطلاع پہنچا رہی ہے؟"

"میں آپ سے سخت نہیں کروں گا۔ آپ جو کچھ بھی سمجھ لیں۔ مگر مجھے فوراً کمرے میں جانے دیں۔"

"اچھا چلو۔" وہ میرے ساتھ چلتا ہوا کمرے میں پہنچ گیا سامنے بستر پر سونیا آنکھیں بند کئے لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ سونیا کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور وہ ایک تاریک کمرے کے ننگے فرش پر لیٹی ہوئی ہے۔

ٹیلی پیتھی کے اصولوں کے مطابق میں نے سونیا کی سوچ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ لہٰذا دماغ کی اسکرین پر نظر آنے والی سونیا میری اپنی تھی جو اسپتال کے بستر پر تھی وہ کوئی اور تھی۔ ایک دم سے مجھے بٹلر فائی کی باتیں یاد آئیں۔ اس نے کہا تھا۔

"سونیا تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔ وہ ہمیشہ یرغمال کے طور پر ہمارے پاس رہے گی۔"

میرے دماغ میں جھنجھاہٹ سی ہونے لگی۔ جیسے کوئی خالی تھال پر ہتھوڑے برسا رہا ہو۔ ایسے وقت میرے چہرے پر جو ردعمل ظاہر ہو رہا تھا اسے کرنل بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کی ایسی کی تیسی.... وہ دیکھتا ہے، سمجھتا ہے تو سمجھتا رہے۔ اب میری ساری فکر، پریشانی اور توجہ سونیا کے لئے تھی۔ میں نے کہا۔

"سونیا! میں نے زبردست فریب کھایا ہے۔ یہاں میرے ساتھ اور سونیا ہے۔ ذرا میں اس کا اصلی چہرہ دیکھ لوں۔ پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

اسی [illegible] کرنل نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"[illegible] سب سمجھ رہا ہوں۔ تم دماغ کی بازی گری میں مصروف ہو۔ اب تم اپنی اصلیت مجھ سے نہیں چھپا سکو گے۔ سچ سچ بتا دو کہ تم کس لئے پریشان ہو گئے ہو؟"

میں خاموشی سے چلتا ہوا بستر کے پاس گیا۔ پھر نقلی سونیا پر جھک کر اس کی گردن پر اور گریبان کے اندر انگلیاں ڈال کر یہ دیکھنے لگا کہ ماسک کہاں تک پہنایا گیا ہے۔ پیچھے گردن پر ماسک کا جوڑ گھنے بالوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور سامنے گریبان کے پیچھے بھی وہ جوڑ محسوس ہو رہا تھا میں آہستہ آہستہ اس ماسک کو کیلے کے چھلکے کی طرح اتارنے لگا۔ وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں کراہ رہی تھی۔

پردہ اٹھ گیا۔ ہمارے سامنے زخمی مائیک بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر، کرنل، اس کے ماتحت آفیسر اور فوجی نوجوان سب حیرانی سے بے ہوش پڑی ہوئی زخمی کو دیکھ رہے تھے۔ کرنل نے کہا۔

"یہ تو وہی ہے جسے ہم نے قلعہ سے فرار ہونے کا موقع دیا تھا تم نے کہا تھا کہ یہ دشمنوں میں جا کر ہمارے لئے جاسوسی کرے گی؟"

"جی ہاں! یہ وہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر سونیا کہاں ہے۔ یہ تم کیا تماشے کر رہے ہو؟"

"میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں تو آپ کے سامنے ہوں۔ دشمن تماشے دکھا رہا ہے۔ سونیا ابھی تک ان کی قید میں ہے۔"

"یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی۔"

"اگر میں پہلے سے جانتا تو اس طرح اسپتال میں پہرہ دینے کے لئے بیٹھا نہ رہتا۔ بہت پہلے ہی سونیا کی تلاش میں نکل جاتا۔"

"اب تم میری اجازت کے بغیر ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلو گے۔" پھر اس نے آفیسر سے کہا۔

"اسے حراست میں لے لو۔"

اس کا حکم ملتے ہی میرے چاروں طرف اسٹین گن کی نالیں اٹھ گئیں۔ آفیسر ہتھکڑیاں لے کر میرے سامنے آ گیا۔ میں نے اس سے کہا۔

"ٹھہریئے! پہلے میرا تصور تو بتائیے۔"

"بکواس مت کرو۔" کرنل نے گرج کر کہا۔ "تم نے دھوکے سے آدھی رات تک مجھے اسپتال میں بٹھائے رکھا۔ تم پہلے ہی ٹیلی پیتھی معلوم کر سکتے تھے کہ سونیا کو اغوا کیا گیا ہے۔ اسے زہر نہیں دیا گیا ہے۔"

"جناب! دوسری طرف سونیا کو بھی بے ہوش رکھا گیا تھا۔ انہیں شبہ تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعہ اس سے رابطہ قائم کروں گا۔ اب تو دشمنوں کا شبہ بھی یقین میں بدل گیا ہے۔"

"تم نے اپنی ٹیلی پیتھی کے علم کو مجھ سے کیوں چھپایا تھا؟" میں نے کہا۔

"دنیا میں کون ایسا ہے جو اپنا کوئی چھوٹا یا بڑا راز دوسروں سے چھپا کر نہیں رکھتا۔ آپ کتنے لوگوں کے دل و دماغ میں جھانک کر ان کے ذاتی معاملات کو ٹٹول لیں گے۔ میں نے یہ بات چھپا کر کوئی جرم نہیں کیا ہے۔"

"تم نے کتنا بڑا جرم کیا ہے۔ یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور یہ بھی اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے ملک کے داخلی [illegible] معاملات کو کس طرح نقصان پہنچا سکتے ہو۔ میں سونیا کی خاطر تمہیں طرح دے رہا تھا۔ کہ وہ ہوش میں آ کر گرفتاری کی بو سونگھتی ہوئی اسے گرفتار کرائے گی۔ [illegible] اب وہ نہیں ہے تو تم بھی نہیں رہو گے۔ لے جاؤ اسے....."

دو نوجوان مجھے کھینچتے ہوئے کمرے سے باہر لے گئے۔ کرنل آفیسر سے کہہ رہا تھا۔

"فی الحال اسے اسپتال کے اسٹور روم میں بند کر دو اور مطمئن رہو کہ وہ ہم میں سے کسی کو دماغی طور پر نقصان نہ پہنچائے۔"

اس کے حکم کے مطابق مجھے اسٹور روم میں بند کر دیا گیا۔ کرنل سوچ رہا تھا۔

"صبح ہوتے ہی میں وزارت خارجہ کے دفتر سے رابطہ قائم کر کے انہیں بتاؤں گا کہ فراڈ اب ہمارے لئے کس قدر خطرناک ہو گیا ہے اس سے بڑی آسانی سے پیچھا چھڑایا جا سکتا ہے۔ وہ پاکستانی شہری ہے۔ مگر یہاں باقاعدہ پاسپورٹ کے ذریعے نہیں آیا ہے ہمارے ملک میں اس کی موجودگی کا کوئی کاغذی ثبوت موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اسے گولی مار دی جائے۔"

میں دانت پیستے ہوئے سوچنے لگا۔ کہ لوگ کیسے طوطا چشم ہوتے ہیں۔ جتنی آسانی سے وہ مجھے مارنا چاہتا ہے۔ میں اتنی آسانی سے مرنے کے لئے پیدا نہیں ہوا تھا۔ میں نے سوچ لیا کہ جب یہ لوگ مجھے اسپتال سے باہر لے جائیں گے تو میں فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔ ابھی تو صبر کے ساتھ اسٹور روم میں بیٹھنا تھا۔ اس لئے میں نے سونیا کی خبر لی۔

اب وہ اس تاریک کمرے میں تنہا نہیں تھی۔ کچھ لوگ اس کے آس پاس موجود تھے۔ ایک شخص اس کی نبض دیکھتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔

"تم ہوش میں آ گئی ہو۔ فراڈ نے یقیناً تم سے رابطہ قائم کیا ہو گا؟"

سونیا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں، وہ ابھی تک میرے پاس نہیں آیا ہے۔ پلیز مجھے اس سے ملا دو۔"

اس شخص نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اتنی کمزوری کے باوجود تم چالاکی دکھا رہی ہو۔ تم اس بات کا اعتراف نہیں کرنا چاہتی کہ فراڈ تم سے دماغی رابطہ قائم کرتا ہے۔ شاید تمہیں یقین نہ آئے کہ وہ اپنے چھپے ہوئے علم کو ظاہر کر چکا ہے۔ بہرحال میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ اور اب باقاعدہ تمہارا علاج کروں گا۔"

اس نے آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو حکم دیا کہ سونیا کو اٹھا کر لے چلیں۔ دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر ایک اسٹریچر کو کھول کر زمین پر رکھا۔ پھر سونیا کو اس پر لٹا کر دھاں سے لے جانے لگے۔ میں نے کہا۔

"سونیا! وہ ڈاکٹر درست کہہ رہا تھا۔ میری خفیہ صلاحیتیں ظاہر ہو چکی ہیں۔ سپر ماسٹر مجھے اپنا دوست بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ اسی لئے اس نے تمہیں قید کر رکھا ہے۔"

"اوہ!" سونیا کی سوچ نے کہا۔ "وہ مجھے یرغمال کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ کیا تم میری وجہ سے مجبور ہو گئے ہو فراڈ!"

"ہاں، تم صرف میری زندگی ہی نہیں ہو، میری جدوجہد کا ایک اہم حصہ بھی ہو۔ میری داستانِ حیات تمہارے نام سے مکمل ہو گی۔ تم وہاں قید میں رہو اور میں یہاں آرام سے سانس لیتا رہوں یہ ناممکن ہے۔ میں تمہاری کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم کہاں ہو؟ اور کہاں سے گزرتی جا رہی ہو۔ جب اس علاقہ کا پتہ چلے گا تو میں تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

سونیا نے کہا۔

"فراڈ! میں جس عمارت میں ہوں۔ یہاں سے یہ لوگ شاید مجھے باہر نہ لے جائیں۔ ابھی جو ڈاکٹر میرے سامنے ہے۔ کیا تم اس کے دماغ میں جھانک کر اس عمارت سے باہر نہیں دیکھ سکتے؟"

"میں ایسا کر سکتا ہوں۔ لیکن سپر ماسٹر بہت زیادہ محتاط ہے وہ ایسے لوگوں کو تمہارے سامنے بھیجے گا، جو یوگا کے طالب علم ہوں گے۔"

میں اسے یوگا کے متعلق بتانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"اگر وہ لوگ تمہیں عمارت سے باہر نہیں لے جائیں گے۔ تب میں آزمائش کے طور پر اس ڈاکٹر کو اپنا معمول بنانے کی کوشش کروں گا ابھی تو میں خود ہی قیدی بنا بیٹھا ہوں۔"

سونیا نے چونک کر پوچھا۔

"تمہیں کس نے قید کیا ہے؟"

"یہ تقدیر کے کھیل ہیں سونیا! سپر ماسٹر جو دشمن تھا، وہ دوست بننا چاہتا ہے اور کرنل جو شروع ہو جیسا دوست، دشمن بن گیا ہے۔ وہ میری ٹیلی پیتھی کے علم سے خوفزدہ ہے۔ اور اب مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے۔"

"تم کتنی بری خبر سنا رہے ہو۔ مجھے فوراً بتاؤ۔ کیا تم اس قید میں مجبور ہو؟"

"بالکل نہیں! تم فکر نہ کرو۔ میں صرف اس انتظار میں ہوں کہ یہ لوگ مجھے اسپتال کے اسٹور روم سے دوسری جگہ منتقل کرنے باہر لے جائیں گے۔ پھر میں ان سے نبٹ لوں گا۔ اچھا! میں رخصت ہوتا ہوں۔ تم اپنے ماحول کا جائزہ لیتی رہنا۔ میں اس قید سے آزاد ہونے کے بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ خدا حافظ۔"

سونیا سے رخصت ہو کر میں تھوڑی دیر تک اسٹور روم میں بیٹھا دواؤں کی بو سونگھتا رہا۔ پھر میں نے بٹر فلائی کا تصور کیا اس کے بعد اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کی سانس ایک پل کے لئے رک گئی۔ پھر وہ ہڑبڑا کر بستر پر اٹھ بیٹھی۔ چند ساعتوں تک اس پر نیند کا خمار رہا۔ وہ گہری گہری سانسیں لیتی رہی۔ نیند کے خمار کے باعث اسے فوراً ہی یاد نہیں آیا کہ میری سوچ کی مداخلت کی وجہ سے اس کی سانس نے رک کر اسے الارم دیا تھا۔ اس کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اف! میں کیسا خواب دیکھ رہی تھی۔ کہ اس طرح چونک کر بیٹھ گئی۔ پتہ نہیں کیا وقت ہوا ہے؟"

اس نے دال کلاک کی جانب دیکھا۔ رات کے دو بج رہے تھے پھر اس کی سوچ نے کہا۔

"میں بارہ بجے تک جاگتی ہوئی فراڈ کا انتظار کر رہی تھی۔ کیونکہ

اسپتال میں پڑی ہوئی نقلی سونیا کو آدھی رات تک ہوش میں آجانا چاہئے تھا۔ مگر میری آنکھ لگ گئی۔ اب دو بجے ہے ہیں۔ فرہاد نے اب تک میرے دماغ پہ دستک نہیں دی ہے۔ کیا وہ نقلی سونیا ابھی تک ہوش میں نہیں آئی ہے؟ اگر وہ ہوش میں آتی تو فرہاد ضرور میرے دماغ ....."

وہ سوچتے سوچتے ٹھٹک گئی۔ اسے یاد آگیا کہ ابھی اس کی سانس ایک پل کے لئے رک گئی تھی۔ میں اس کی سوچ کے ذریعے اس کے خیال کو بھٹکانا چاہتا تھا۔ مگر اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میری سوچ اس کے دماغ سے باہر نکل آئی۔ یوگا کے عمل نے اس کے دماغ کو اتنا حساس اور طاقتور بنا دیا تھا کہ اب اس اجنبی سوچ کی لہریں داخل نہیں ہو سکتی تھیں۔

میرا خیال تھا کہ وہ تھوڑی دیر بعد سانس لینے لگے گی۔ اس لئے میں نے پانچ منٹ کے بعد اس کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی۔ مگر وہاں بدستور سانس رُکی ہوئی تھی۔ اسی وقت اس نے آہستہ آہستہ سانسیں چھوڑتے ہوئے کہا۔

"فرہاد! تم میری غفلت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔ اگر دوست بن کر باتیں کرو گے تو میں تمہاری سوچ کی لہروں کو قبول کروں گی۔ اور اگر مجھے معمول بنا کر ہمارے مفاد کے خلاف معلومات حاصل کرنا چاہو گے تو میں پھر سانس روک لوں گی۔ بولو تم کیا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا۔

"میں وہی چاہتا ہوں، جو نہیں چاہتا۔ یعنی مجبوراً ابھی دوست بن کر باتیں کروں گا۔ مجھے بتاؤ۔ جب میں تمہارے پاس آیا تھا تو تم نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا کہ اسپتال میں روتہ سونیا کے میک اپ میں بے ہوش پڑی ہوئی ہے۔"

بٹر فلائی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"وہی تو ایک پتا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہم وقت سے پہلے وہ پتا تمہیں نہیں دکھا سکتے تھے۔ تمہیں فریب دینے کی دو وجوہات تھیں ایک تو یہ کہ ہم تمہیں اپنی دوستی کی پیش کش پر غور کرنے کا موقع دینا چاہتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تمہاری اصل سونیا کو بھی بے ہوش رکھا گیا تھا۔ اور ایک بے ہوش عورت کو جاپان سے باہر لے جانے میں ہمیں دشواریاں پیش آرہی تھیں۔ اسی لئے ادھر اسپتال میں رُوتہ کو اور اُدھر سمندر کے ساحل پر سونیا کو پھر ایک بار زہر کا مزہ چکھانا پڑا۔ آخر آٹھ بجے رات کو ایک لانچ کے ذریعے سونیا یہاں سے روانہ کر دی گئی۔"

میں نے کہا۔ "لانچ کے ذریعے اسے لے جانے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جاپان کے قریب ہی کسی ملک میں گئی ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"تم بہت جلدی اندازے کے تیر چلاتے ہو۔ سونیا تمہارے اندازے سے بہت دُور جا چکی ہے۔ وہ لانچ کے ذریعے ایک چھوٹے سے جزیرے میں بھیجی گئی تھی۔ وہاں سے ایک ہیلی کاپٹر اسے فارموسا لے گیا۔ فارموسا میں اسے ہیلی کاپٹر سے ایک طیارے میں منتقل کر دیا گیا۔ طیارہ اسے لے کر ..... ہا ہا ہا ہا..... میں آگے نہیں کہہ سکتی۔"

میں نے فوراً ہی اس کی سوچ میں کہا۔

"اسے بتانے میں کیا حرج ہے۔ مجھے کہہ دینا چاہئے کہ طیارہ اسے لے کر ....."

میں نے وہ سوچ ادھوری چھوڑ دی۔ تاکہ وہ بے اختیار اپنی سوچ میں بولتی چلی جائے۔ لیکن پتہ چلا کہ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ کو متاثر نہیں کر رہی ہیں۔ اس نے پھر سانس روک لی تھی۔ پھر اس نے ٹھہر ٹھہر کر سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔

"فرہاد! ناکام کوشش نہ کرو۔ تم خیال خوانی کے ہتھکنڈوں سے مجھے بے وقوف نہیں بنا سکو گے۔"

"بٹر فلائی! ابھی تم نے میرے ہتھکنڈے نہیں دیکھے ہیں۔ تم صرف بیس منٹ تک سانس روک سکتی ہو۔ اور میں چالیس منٹ تک تمہارے دماغ کے اطراف بھٹکتا رہوں گا۔ جب تم اپنے مقررہ وقت کے بعد سانس لینے پر مجبور ہو جاؤ گی۔ تو میں تمہیں دماغی مریضہ بنا کر رکھ دوں گا۔"

بٹر فلائی کے ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس نے بڑی سنجیدگی سے چیلنج کیا۔

"ٹھیک ہے! تم ایسا کر سکتے ہو۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ تم مجھے پاگل بنا دو گے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ذرا اپنی سونیا کی خبر لیتے رہنا۔ ہمارے آدمی وہاں اسے پاگل بنا رہے ہیں گے۔"

میں بھول گیا تھا کہ وہ لوگ اتنی سخت جانی کا رُوانی کر سکتے ہیں اس نے کہا۔

"فرہاد سونیا کی حالت بہت نازک ہے اسے علاج کے لئے تم سے بہت دُور بھیج دیا گیا ہے اگر تم مجھے نقصان پہنچاؤ گے تو پھر سونیا کو دے دیا جائے گا۔ اس بار وہ زہر کے اثر سے ماضی تو ازان کھو بیٹھے گی لہٰذا اب فوراً ہی اپنا فیصلہ سناؤ۔ دشمنی کے بدلے دشمنی اور دوستی کے بدلے دوستی۔ دوسرے لفظوں میں دوستی کے بدلے سونیا کی سلامتی۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

میں دشمنی اور دوستی کے ایسے دوراہے پر پہنچ گیا تھا کہ جہاں سے فراریت ممکن نہیں تھی۔ کیا مجھے اپنے بدترین دشمن کی دوستی قبول کر لینی چاہئے؟

کسی

سے دوستی یا دشمنی پلک جھپکتے ہی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ پلک جھپکتے ہی کرنل جوشو ہونے مجھ سے دشمنی مول لی تھی۔ حالات کے ساتھ انسان کا مزاج بدل جاتا ہے اور عجلت کے جذبات بھی منہ پھیر لیتے ہیں۔ دوسری طرف سپر ماسٹر مجھے دوست بن کر رہنے پر مجبور کر رہا تھا اور مجھے یہی فیصلہ کرنا تھا کہ وہ سپر ماسٹر جسے میں نے کبھی دیکھا نہیں اور نہ وہ کبھی سامنے آنا چاہتا ہے۔ اس سے مجھے دوستی کرنی چاہئے یا نہیں؟

میں ہسپتال کے اسٹور روم میں ایک قیدی کی حیثیت سے بیٹھا ہوا دماغ کی اسکرین پر بٹر فلائی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک کیبل کے سائے میں بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور میرے فیصلے کا انتظار کر رہی تھی۔ پھر اس نے اکتا کر پوچھا۔

"فرہاد! تم سو گئے ہو یا کوئی اہم فیصلہ کر رہے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں، ابھی تھوڑی دیر بعد جواب دوں گا۔"

"اچھا تو پھر تھوڑی دیر تک میرے دماغ سے باہر رہو۔ میں بستر سے اٹھ کر لباس پہننا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہارے دماغ سے نکل ہی رہا تھا۔ یہ کہنا کیا ضروری تھا کہ تم کیبل کے سائے میں بے لباس ہو اور اب لباس پہننے والی ہو۔ یہ تو کھلی دعوت ہوئی کہ اے دیدۂ بینا مجھے دیکھ ....."

وہ جھینپ کر بولی۔ "اونہہ، تمہیں بڑی خوش فہمی ہے۔ مجھے تنہائی میں دیکھنے والا بہت ہی خوش نصیب ہوگا۔ وہ تم نہیں ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ اپنے دماغ کے ننگے جسم سے مجھے باہر بھگا دیا۔ اب وہ بڑے اطمینان سے سانس روک کر لباس بدل سکتی تھی۔ "اگر کہتے ہیں" میں اُسے بھول کر سپر ماسٹر سے دوستی کے فوائد اور نقصانات پر غور کرنے لگا۔

سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ سونیا کی سلامتی کی ضمانت مل جاتی۔

دوسرا فائدہ یہ تھا کہ سپر ماسٹر مجھے آسانی جاپان سے باہر لے جاتا۔

تیسرا فائدہ یہ کہ سپر ماسٹر بہت پہلے کہہ چکا تھا کہ وہ اپنی تنظیم میں مجھے ماسٹر کا عہدہ دینا چاہتا ہے۔ میں دنیا کے ہر ملک میں ایک شہنشاہ کی طرح زندگی گزار سکتا تھا۔ اور سونیا کو بھی مادام کا عہدہ دوبارہ حاصل ہو جاتا۔

ایک اور اہم فائدہ تھا میرے ملک کی ایک مائیکرو فلم سپر ماسٹر کے پاس رہ گئی تھی۔ میں دوستی کی شرائط پر اسے حاصل کر سکتا تھا۔

ان فوائد کو گننے کے بعد میں نقصانات کے متعلق سوچنے لگا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ میری انا کو ٹھیس پہنچتی۔ مجھے ناقابلِ شکست سمجھا جاتا تھا اور میں مجبوراً و بے بس ہو کر دوستی کا ہاتھ بڑھاتا۔

دوسری بات یہ کہ میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا۔ میں نے مجرم بننے یا مجرموں کا ساتھ دینے کے لئے ٹیلی پیتھی کا علم نہیں سیکھا تھا۔

تیسری بات یہ کہ مجھ جیسا آزاد اور بننے والا تنظیم میں ماسٹر کا عہدہ حاصل کرنے کے باوجود سپر ماسٹر کا ماتحت بن کر رہتا۔ اور یہ بات میرے لئے ناقابلِ برداشت کے خلاف ہوتی۔

اور سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ سپر ماسٹر مجھے اپنا پابند بنا کر رکھنے کے لئے از خود میرے جرائم کے ریکارڈ مرتب کرتا رہتا۔ ایک بار تو میں نے وہ تمام ریکارڈ ضائع کر دیئے تھے مگر دوسری بار وہ مجھے اس کا موقع نہ دیتا۔ کبھی میرا ضمیر کہتا کہ مجھے اس تنظیم کا ایک فرد نہیں بننا چاہئے۔ کبھی دماغ سمجھاتا کہ حالات کے تحت اپنے اصولوں میں ذرا لچک پیدا کرنی چاہئے ہر شخص اِدھر یا اُدھر کا فیصلہ کرتے وقت اسی طرح کشمکش میں مبتلا رہتا ہے۔ ان حالات میں دانشمندی یہ ہوتی ہے کہ جذبات کی رَو میں بہہ کر کسی فیصلہ تک پہنچنے کی کوشش نہ کی جائے۔

لہٰذا جب میں نے جذبات کو الگ کیا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ پہلی بار سے دوستی کرنے میں صرف میری ذات کو نقصان پہنچے گا۔ صرف میری انا ٹھیس پہنچے گی اور مجھے آئندہ بلیک میل کرنے کے لئے میرے جرائم کے ریکارڈ تیار کیے جائیں گے۔

اس لیے میں نے فوائد پر نظر رکھی۔ یعنی سونیا کی سلامتی اور مائیکرو فلم کی واپسی۔ ان دو اہم مقاصد میں کامیاب ہونے کے بعد مجھ جیسا آزاد پنچھی پھر اس پنجرے میں نہیں رہ سکتا تھا۔ میں موقع پاتے ہی پنجرہ توڑ کر نکل سکتا تھا یہ سوچنے کے بعد جب میں نے اپنے فیصلہ پر نظرِ ثانی کی تو اور بھی فوائد نظر آئے۔ میں اس تنظیم میں رہ کر ان کی ایک ایک رگ سے واقف ہو سکتا تھا۔ اس تنظیم کو رفتہ رفتہ اندر سے بالکل ہی کھوکھلا کر سکتا تھا اور اگر قسمت ساتھ دے تو سپر ماسٹر کی شدگ تک پہنچ سکتا تھا۔

اس فیصلہ پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد میں نے بٹر فلائی کے دماغ پر دستک دی۔ اس کی سانس نے سے الارم دیا۔ پھر وہ اعتدال سے سانس لیتی ہوئی بولی۔

"ہیلو فرہاد! میں لباس پہن چکی ہوں۔ اب جلدی سے اپنا فیصلہ سنا دو۔"

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"میری یہ فیصلہ کرنے والی سوچ تمہارے حُسن کی چکناہٹ پر پھسل گئی ہے۔"

وہ ایکدم سے چونک کر بولی۔

"کیا مطلب؟ کیا تم مجھے لباس پہنتے ہوئے دیکھ رہے تھے مگر کیسے؟ نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے یوگا کے عمل سے اپنے دماغ کو پتھر بنا لیا تھا۔ تم میرے دماغ سے مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔"

"تم درست کہہ رہی ہو۔ تمہارے یوگا کے عمل کے دوران میں تمہیں نہیں دیکھ سکا۔ مگر تصور کی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔"

وہ اطمینان کی سانس لے کر ہنستی ہوئی بولی۔

"مرد بڑے نمدیدے ہوتے ہیں۔ عورت پردے میں چھپ جائے تو

اسے تصور کی انگلیوں سے ٹٹولنے لگتے ہیں۔ چلو اب باتوں میں نہ الجھاؤ۔ اپنا فیصلہ سناؤ۔"

"فیصلہ تمہاری توقع کے مطابق ہے لیکن میری چند شرائط ہوں گی۔"

"منظور ہے۔ اپنی شرائط بیان کرو۔"

"بٹر فلائی! میں ایسے اہم معاملات میں صرف اپنی سطح کے آدمی سے بات کروں گا۔ اگرچہ تمہارا سپر ماسٹر میری سطح سے بہت نیچے ہے تاہم اس سے میں اس لیے بات کروں گا کہ وہ تم لوگوں کی برادری میں اونچا ہے۔"

"فرہاد! تم اس معاملہ میں مجھ سے گفتگو کر کے میری بے عزتی کر رہے ہو۔"

"ذرا صبر کرو۔ جب میں تمہاری تنظیم میں اوّل گانٹھیں عزت کے بجائے بتا دوں گا۔ فی الحال بحواس نہ کرو۔ میرا فیصلہ اپنے ماسٹر تک پہنچا دو۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر بڑی عاجزی سے بولی۔

"تم دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہو۔ اس لیے تمہاری ہر خواہش ہمارے لیے ایک حکم کا درجہ رکھے گی۔ میں تمہارے اس حکم سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ مگر تم چاہو تو میرے ذریعہ یہ معاملات طے کر کے میری پوزیشن بڑھا سکتے ہو۔"

"یہ پوزیشن کیسے بڑھائی جاتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ میں نے سپر ماسٹر کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ وہ مجھے بہت عزیز رکھتا ہے۔ تمہیں دوست بنانے کا کارنامہ تو ایسا ہوگا کہ اس کے صلے میں مجھے مادام کا عہدہ مل جائے گا۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ میری اتنی سی بات مان لو۔ تم چاہو تو اس کے بدلے اپنی کوئی بات مجھ سے منوا سکتے ہو۔"

"جب میں تمہارے سپر ماسٹر کی سرکار میں آؤں گا تو سرکاری طور سے اپنی ہر بات تم سے منوا لوں گا۔"

"میرا مطلب ہے کہ تم غیر سرکاری طور پر بھی مجھ سے..... یعنی کہ تم چاہو تو..... اوہ میں نہیں بول سکتی۔ تم خود سمجھ لو نا؟"

"میں آجکل مولوی بن گیا ہوں۔ تم جیسی حسیناؤں کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ بہرحال میں یہ نہیں چاہتا کہ اس تنظیم میں تمہاری ترقی رک جائے۔ میں سپر ماسٹر کے سامنے تمہارے حوالے سے باتیں کروں گا اور تمہیں مادام کا عہدہ دینے کی سفارش کروں گا۔"

"فرہاد! تم بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا ہو۔ سپر ماسٹر سے روبرو گفتگو کرنا چاہتے ہو۔ اس تنظیم میں آج تک کسی نے نہیں دیکھا بھالا تم کیسے دیکھ لو گے؟"

"بکواس نہ کرو۔ عظیم ہستی صرف خدا کی ہے۔ پردہ راز میں صرف وہی رہنا جانتا ہے۔ اگر سپر ماسٹر کو اس بات کا غرور ہے تو میں ایک دن اسے بیچ بازار میں ننگا کر دوں گا۔"

"یہ تم دوستی کی نہیں دشمنی کی بات کر رہے ہو۔"

"جہاں میرے مذہبی عقاید کو ٹھیس پہنچے گی وہاں میں تم لوگوں کی دوستی پر تھوک دوں گا۔"

"فرہاد! اتنا غصہ دکھاتے وقت یہ نہ بھولو کہ سونیا ہماری معجزہ میں ہے۔"

"سونیا یا دنیا کا کوئی بھی رشتہ خدا اور بندے کے رشتے سے زیادہ عزیز نہیں ہوتا۔ اس مرحلہ پر کسی قسم کی دھمکی مجھے مجبور نہیں کر سکے گی۔"

بٹر فلائی تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو کر سوچنے لگی۔ اس کی سوئی نے اسے سمجھایا کہ دوستی کے مرحلہ پر پہنچ کر اگر فرہاد ہاتھ سے نکل جانے کا تو پھر ہاتھ سے گئے نظروں سے گر جائیگی۔ لہٰذا جھگڑے والی بات کو طول نہیں دینا چاہیے جتنی جلدی ہو سکے سپر ماسٹر کو یہ خوشخبری پہنچا دینا چاہیئے کہ فرہاد ہماری تنظیم میں شامل ہونا پر آمادہ ہو گیا ہے۔

سوچتے سوچتے وہ ٹھٹھک گئی۔ اسے یاد آیا کہ وہ سانس روک کر مجھے اپنے دماغ سے نکالے بغیر ایسی باتیں سوچتی جا رہی ہے۔ اس نے جلدی سے پوچھا۔

"تم میری سوچ کو پڑھ رہے ہو نا؟"

"تمہیں یہ نہیں پوچھنا چاہیئے جبکہ میں تمہارے دماغ میں موجود ہوں۔ ویسے تم وقت ضائع کر رہی ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرتی ہوں۔ اب تم میرے دماغ سے نکل جاؤ۔ آدھ گھنٹے بعد مجھے سے رابطہ قائم کرنا۔"

"ٹھہرو! شاید آدھ گھنٹہ بعد میں تمہیں زندہ نہ ملوں۔"

"کیوں۔ خودکشی کا ارادہ ہے کیا؟"

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ کرنل جوشو ہونے مجھے ہسپتال کے اسٹور روم میں بند کر دیا ہے۔ اب وہ مجھے گولی مار دینا چاہتا ہے۔"

"نہیں۔" وہ پریشان ہو کر بے یقینی سے بولی۔ "یہ کیسے ہو سکتا۔ وہ تو اب تک تم پر بڑا مہربان تھا۔ تمہاری صلاحیتوں سے اپنا الو سیدھا کر رہا تھا۔"

"اب الو ٹیڑھا ہو گیا ہے۔ یہ تو تم جانتی ہی ہو کہ کرنل کو میری ٹیلی پیتھی کا علم ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ میں ہمارے کی سیکرٹ سروس کے تمام رازوں کی تہہ تک پہنچ سکتا ہوں۔ اور دوسرے ملکوں سے ان رازوں کا سودا کر سکتا ہوں۔"

"بیچارہ ٹھیک ہی سوچ رہا ہے۔ تمہاری یہ ٹیلی پیتھی بڑی خطرناک ہے۔ کیا تم اس کے سہارے بچ کر نہیں نکل سکتے؟"

"دشمن ایک یا دو ہوں تو میں اپنی جان بچا لوں گا لیکن گولی مارتے وقت فائرنگ اسکواڈ میں کم از کم چھ نشانہ باز ہوتے ہیں۔ میں بیک وقت سب ہی کے دماغوں کو کنٹرول نہیں کر سکوں گا۔"

"ہم۔" وہ سوچنے لگی۔ "واقعی ان حالات میں تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کام نہیں آ سکتیں۔ اب تمہیں ایک عام آدمی کی طرح اپنی سلامتی کے لیے جدوجہد کرنی ہوگی۔ فکر نہ کرو۔ تمہاری سلامتی ہمیں بھی عزیز ہے۔ ہمارے آدمی تمہاری خاطر یہاں کے فوجیوں سے ٹکرا جائیں گے۔ اچھا اب میرے دماغ سے نکل جاؤ۔ میں تمہاری حفاظت کے لیے انتظامات کر رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ مجھ سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ میں اسٹور روم کے ماحول میں واپس آ گیا۔ اور اپنی کلائیوں پر پڑی ہوئی ہتھکڑیوں کو دیکھنے لگا۔ میرے ہاتھ باندھ دیئے گئے تھے۔ میں ہاتھ پاؤں نہیں کر سکتا تھا۔ میرے پاس کوئی ہتھیار بھی نہ تھا۔ اور ٹیلی پیتھی کا جو ہتھیار تھا وہ بیک وقت تمام دشمنوں پر وار نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا آرام سے بیٹھ کر وہی کام کرنے لگے۔ ایک تو سپر ماسٹر کی طرف سے پہنچنے والی امداد کا انتظار کرنا تھا۔ دوسرے خیال خوانی کے ذریعہ اہم افراد سے رابطہ قائم کرتے رہنا تھا۔

بڑی دیر کے بعد میں پھر کرنل جوشو ہو کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ ٹرانسمٹر کے ذریعہ وزارت خارجہ کے چیف سیکرٹری سے باتیں کر رہا تھا۔ اوپر سے اسے ہدایات مل رہی تھیں کہ فرہاد کو گولی مارنے کی بجائے کچھ اس طرح سمجھوتہ کیا جائے کہ وہ ہر حال میں ہمارے سامنے محکوم و مجبور لگے۔

کرنل نے پوچھا۔ "وہ کس طرح؟"

جواب ملا۔ "فرہاد سے کہا جائے کہ وہ ایک ہی شرط پر زندہ رہ سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ اپنے وطن پاکستان کے اہم راز ہمارے حوالے کرے۔ اگر وہ ہم سے غداری کرے گا تو ہم اس کی حکومت کو ٹیکیل کریں گے۔"

کرنل نے کہا۔ "وہ محب وطن ہے۔ ہماری یہ شرط نہیں مانے گا۔"

"نہ مانے تو اس کی موت لازمی ہوگی۔ اوور اینڈ آل۔"

کرنل ٹرانسمٹر کو آف کرنے کے بعد سوچنے لگا۔ اسے پورا یقین تھا کہ فرہاد اپنی جان بچانے کے لیے اپنے ملک کے خلاف کوئی کام نہیں کرے گا۔ اس سے باتیں کرنا گویا وقت ضائع کرنا ہے۔ اسے فوراً ہی ختم کر دینا چاہیئے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"آخر ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ مجھے فرہاد سے اس قدر خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس سے بات کر لینا بہتر ہوگا۔ بڑے بڑے تیس مار خاں قوت کو سامنے دیکھ کر اپنے ملک سے غداری پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ شاید وہ بھی راضی ہو جائے۔"

میں نے اس کے خیالات کا رخ موڑ دیا۔ وہ اسی پہلو سے سوچنے لگا۔ میں نے اسے چھوڑ کر بٹر فلائی سے رابطہ قائم کیا۔ اس کی سانس تو جھٹکا پہنچتے ہی وہ بولی۔

"ہیلو فرہاد! ابھی میں تمہارے ہی لیے مصروف ہوں۔ ہمارے مسلح نوجوان اس ہسپتال کو گھیرنے کے لیے روانہ ہو گئے ہیں۔ کرنل کے آدمی جیسے ہی تمہیں ہسپتال کے باہر لائیں گے ان پر حملہ کر دیا جائے گا۔ ہماری تنظیم کے ایک ماسٹر دوستی کے سلسلہ میں تم سے براہ راست گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ بتاؤ تم ان سے دماغی رابطہ کیسے قائم کرو گے؟"

"وہ ماسٹر کہاں ہے؟"

"اس وقت میرے سامنے موجود ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم ان سے باتیں کرو۔ میں ان کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا۔"

بٹر فلائی نے ماسٹر کو مخاطب کیا۔

"ماسٹر! مسٹر فرہاد آپ سے باتیں کریں۔ کیا آپ اپنا تعارف کرانا پسند کریں گے؟"

ماسٹر کا جواب بٹر فلائی کے دماغ نے ریسیو کیا اور میں اس کے دماغ کی نشر گاہ سے سننے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"جب تک ہمارے اور مسٹر فرہاد کے درمیان دوستی کے معاملات طے نہ ہو جائیں میں اپنا صحیح تعارف نہیں کر سکتا۔ بہتر ہے کہ پہلے ہم دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں۔ اگر مسٹر فرہاد میری باتیں سن رہے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ ہم نے اپنی دوستی کی ابتدا کر دی ہے۔ ہمارے آدمی ان کی حفاظت کے لیے اپنی جان کی بازی لگانے گئے ہیں۔"

میں نے ماسٹر سے براہ راست گفتگو کرنے کے لیے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو ایک پل کے لیے اس کی سانس بھی رک گئی۔ پھر وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"مسٹر فرہاد! میں اپنے دماغ کی نگری میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ آپ میری سانس کے ایک جھٹکے سے سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ میرا تعلق اس تنظیم کی کونسی آرمی سے ہے۔"

"ہاں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ سپر ماسٹر نے صرف مجھ سے محتاط رہنے کے لیے اپنی تنظیم کا ڈھانچہ بدل دیا ہے۔ اب وہی لوگ تنظیم کے ماسٹر اور ماسٹر بنتے ہوں گے جو سانسیں روک کر مجھے اپنے دماغوں سے باہر نکالنا سیکھ گئے ہوں۔ کیوں میں درست کہہ رہا ہوں نا؟"

"ہاں۔ یہ درست ہے۔ فی الحال یہ ہماری گفتگو کا موضوع نہیں ہے۔ ہمیں کام کی باتیں کرنی چاہیئے۔"

"میں صرف سپر ماسٹر سے کام کی باتیں کر سکتا ہوں۔"

"مسٹر فرہاد! آپ بے جا ضد نہ کریں۔ میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں پہلے آپ سن لیں۔ دیکھئے آپ سے معاملات طے کرنے کے لیے ایک خاص جگہ مقرر کی گئی ہے۔ وہاں تنظیم کے تمام ماسٹر آئیں گے ہماری اور آپ کی تمام گفتگو براہ راست سپر ماسٹر تک کہیں پہنچتی رہے گی اور آپ کو اسی وقت سپر ماسٹر کی طرف سے تمام باتوں کا جواب ملتا رہے گا۔ اس سے زیادہ آپ کی عزت افزائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہمارا سپر ماسٹر براہ راست آپ سے گفتگو کرے گا۔ صرف نظر نہیں آئے گا۔"

میں سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ مجھے یہ مشورہ مان لینا چاہیئے۔ فی الحال اتنا کافی ہے کہ سپر ماسٹر سے براہ راست گفتگو ہو گی۔ پھر نقشہ

رفتہ اس پردہ نشین کو بے نقاب کرنے کا موقع بھی آجائے گا۔ میں نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"ماسٹر! تمہارے اس مشورہ کو میں قبول کرتا ہوں۔ لیکن تمہیں ماسٹر کہتے وقت یوں لگتا ہے جیسے میں ایک بچے کی طرح اپنے اسکول ماسٹر کو مخاطب کر رہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "موت آپ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور آپ زندہ دلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ بھئی کمال ہے۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ ہمارے آدمی آپ کو مسلح فوج کے درمیان سے نکال کر لے آئیں گے؟"

"نہیں"۔ میں نے جواب دیا۔ "مجھے خدا کے سوا کسی پر یقین نہیں ہے۔ میں اس لیے بھی خطرات سے بچ نکلتا ہوں کہ میرا ایمان اور میری قوت ارادی کبھی کمزور نہیں پڑتی۔ تمہارے جو آدمی مجھے بچانے کے لیے یہاں پہنچ رہے ہیں یا پہنچ چکے ہیں وہ میرے لیے اپنی جانیں تو دے سکتے ہیں مگر کسی کی بدنصیبی سے نہیں جیت سکتے۔"

"مسٹر فرہاد! آپ کی اس بات سے مایوسی کا اظہار ہو رہا ہے اور مایوسی آپ کو زیب نہیں دیتی۔"

"یہ تمہارے سمجھنے کا پھیر ہے۔ میں مایوس نہیں ہوں، صرف یہ حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ بعض اوقات بدنصیبی ٹالے نہیں ٹلتی۔ مجھے بچانے کے سلسلہ میں کوئی دوسری تدبیر کرو تو بہتر ہے۔"

"آپ کے ذہن میں کوئی تدبیر ہو تو بتائیں۔"

"ایک تدبیر ہے۔ غور سے سنو۔ پچھلے دن شام کو میں نے گرلاش بن کر کرنل کی بیٹی سوزو کو اغوا کیا تھا۔"

"کیا واقعی؟ آپ نے ایسا کیوں کیا تھا؟"

"اس کی وجہ یہ تھی کہ کرنل اپنی بیٹی کو مجھ سے منسوب کرنے کے لیے میری سونیا کو راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔ میں نے کرنل کی نظروں میں سونیا کی اہمیت واضح کرنے کے لیے سوزو کو کے سامنے گرلاش کا روپ اختیار کیا۔ وہ بھاگتی ہوئی اپنے باپ کے پاس پہنچی اور اسے بتایا کہ گرلاش نے چوبیس گھنٹے کے اندر پھر اس پر حملہ کرنے کی دھمکی دی ہے۔ کرنل پریشان ہو کر میرے پاس آیا۔ میں نے کہا صرف سونیا ہی گرلاش کی بو سونگھ کر اس کا تعاقب کر سکتی ہے اور اسے گرفتار کرا سکتی ہے۔"

ماسٹر نے اس پلاننگ سے متاثر ہو کر کہا۔

"کمال ہے۔ سپر ماسٹر دست کہتا ہے کہ شیطانی منصوبے بنانے میں آپ کا جواب نہیں ہے۔ میں سمجھ گیا۔ ایسی صورت میں کرنل اپنی بیٹی کی خاطر سونیا کو زندہ سلامت رکھنے پر مجبور ہو گیا ہوگا۔"

"ہاں" میں نے کہا۔ "اب سونیا تم لوگوں کے پاس ہے لیکن اب بھی کرنل کو مجبور کیا جا سکتا ہے۔"

"وہ کیسے؟ کیا سوزو کو پھر اغوا کیا جائے؟"

"ہاں۔ میں نے گرلاش بن کر چوبیس گھنٹے کی وارننگ دی تھی۔ ابھی چوبیس گھنٹے پورے نہیں ہوئے ہیں لہٰذا گرلاش کی دھمکی پر عمل کرنا چاہیے۔"

"بہت عمدہ تدبیر ہے۔ ہم سوزو کو کے بدلے آپ کا مطالبہ کریں گے۔ مگر وہ لڑکی کہاں ہے؟"

"میں ابھی معلوم کر کے بتاتا ہوں۔ اس وقت تک تم ایک نقلی فرہاد تیار کرو۔ تاکہ سوزو کو راضی خوشی اسے اپنا محبوب سمجھ کر اس کے ساتھ جا سکے۔"

"آل رائٹ۔ ایک گھنٹہ میں ڈمی تیار ہو جائے گی۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر کے سوزو کی خبر لی۔ وہ فوجی ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں بستر پر لیٹی ہوئی سوچ رہی تھی۔

"میں نے پتا سے بدتمیزی کی ہے۔ نہ جانے مجھے فرہاد کے سامنے کیا ہو جاتا ہے۔ میں دیوانی ہو جاتی ہوں۔ ایسے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ باپ سے گستاخی کر رہی ہوں۔ مجھے پتا سے معافی مانگنی چاہیے۔"

اسی وقت میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔

"ہیلو سوزو کو! میں تمہارا فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ہڑبڑا کر بستر سے اٹھ بیٹھی اور چاروں طرف تلاشی نظروں سے دیکھنے لگی۔ پھر اسے خیال آیا کہ فرہاد کا لہجہ اس کے دماغ سے ابھرتا تھا۔ میں نے کہا۔

"تم ٹھیک سوچ رہی ہو۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ تم سے مخاطب ہوں۔"

وہ اپنے دھڑکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگی۔

"ٹیلی پیتھی — ؟ ہاں بابا یا پیا کہہ رہے تھے کہ فرہاد ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ دوسروں کے دماغ کی باتیں پڑھ لیتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا فرہاد ابھی مجھ سے بول رہا تھا؟"

"ہاں میری جان۔ میں اب بھی تم سے مخاطب ہوں۔"

"مگر میں کیسے یقین کروں۔ فرہاد تو یوں بھی تنہائی کے وقت میرے دماغ میں بولتا رہتا ہے۔"

"میں ابھی یقین دلاتا ہوں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ جب میں کسی کے دماغ پر قبضہ کرتا ہوں تو میرا معمول میری مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اب تم اپنی ہتھیلی کو میرے نام پر چوم کر اپنے سینے سے لگاؤ گی۔ یہ دیکھو، یہ تم عمل کر رہی ہو۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "میں ایسا نہیں کروں گی۔ دیکھتی ہوں کہ فرہاد نے کس طرح میرے دماغ پر قبضہ کیا ہے۔ مجھے تو یقین نہیں آتا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مگر یہ میری ہتھیلی میں عجیب سی سرسراہٹ کیوں ہو رہی ہے۔ میں ہتھیلی کو نہیں چوموں گی۔ صرف دیکھوں گی۔"

اس نے ہتھیلی کو چہرے کے سامنے لا کر دیکھا۔ میں [illegible] کی سوچ میں بولا۔ "فرہاد.....؟"

اس کے منہ سے بے اختیار فرہاد نکلا۔ میں نے کہا۔

"ہائے تمہیں چوم چکنا عرصہ گزر گیا ہے۔ میرا دل تڑپ رہا ہے۔ تمہاری چاہت سے انکار نہیں کر سکتی۔ تمہارے نام کو ضرور چوم لیتی ہوں۔"

اس نے بے اختیار ہتھیلی کو چوم لیا۔ میں نے کہا۔ "سینے پر....." اس کا ہاتھ سینے پر چلا گیا۔

جب دماغ حکم دے رہا ہو تو دماغ والا کیسے عمل نہیں کرے گا۔ جب تک انسان زندہ رہتا ہے دماغ کے تابع فرمان رہتا ہے۔ وہ یہ کہہ کر اپنی ہتھیلی کو دیکھنے اور اپنے لبوں کو چھونے لگی۔ وہ اپنے آپ سے پوچھ رہی تھی۔

"کیا میں نے واقعی ابھی ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ فرہاد کہہ رہا تھا۔ ہاں میں نے ہوش میں رہ کر ہتھیلی کو چوم کر سینے سے لگایا ہے۔"

وہ دماغی طور پر بری طرح الجھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"میری سوزی! یقین کر لو کہ میں تمہارے دماغ کے اندر بول رہا ہوں۔"

"آں۔ ہاں۔ یقین کرنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔ کسی نے سوچ کے ذریعہ گفتگو نہیں کی۔ ہائے تم کیسے ہو؟ دنیا سے جانے والے ہو۔ جی چاہتا ہے۔ اڑ کر تمہارے پاس چلی آؤں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

"واقعی۔؟" وہ خوش ہو گئی پھر مایوس ہو کر بولی۔ "مگر تم کیسے آؤ گے۔ تمہارے خلاف ہیں۔ اب تمہیں میرے قریب آنے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"تم میرے مشورے پر عمل کرو۔ اپنے پتا سے معافی مانگ کر ان سے روٹھ کہہ دو کہ تم نے فرہاد کا خیال دل سے نکال دیا ہے۔ پھر تمہیں گھومنے پھرنے کی آزادی مل جائے گی۔ اب صبح ہونے والی ہے۔ تم نیشنل پارک جانے کی اجازت لے لینا۔"

"مگر وہ مسلح پہریداروں کے ساتھ جانے کی اجازت دیں گے ہمیں گرلاش کی طرف سے خطرہ ہے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ پہریداروں کے ساتھ ہی پارک کی طرف جانا۔ میں ہر حال میں تم سے آ ملوں گا۔"

"لیکن میں کس طرح پہچانوں گی کہ وہ تم ہو یا گرلاش ہے؟"

"کوڈ ورڈ زیادہ رکھو۔ تم مجھے دیکھتے ہی کہنا "جدائی کی رات گزر گئی ہے"۔ جواب میں میں کہوں گا "پیار کی صبح جوان ہے۔"

"ونڈرفل۔" وہ خوش ہو کر بولی۔ "کیا جہانی رومانس ہے۔ میں ضرور ایسا ہی کروں گی۔"

"ہاں۔ مگر ٹھیک ایک گھنٹہ بعد۔ ابھی اپنے پتا کو فون کر کے معافی تلافی کا اعتماد حاصل کر لو۔ اچھا اب رخصت ہوتا ہوں۔ پارک میں ملاقات ہوگی۔"

میں نے اس سے نجات حاصل کر لی۔ اس کے بعد میں نے سونیا کی خبر لی۔ اس وقت چاروں طرف کی انجمنیں ایسی تھیں کہ باری باری ہر ایک کے ذہن میں جھانکتے ہوئے سونیا تک پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی لیکن کوئی خطرے کی بات نہیں تھی۔ گرلاش کے زہر نے اسے بہت ہی کمزور اور بیمار بنا کر رکھ دیا تھا۔ اس لیے ہر وقت فینداس پر غالب آجاتی تھی میں چپ چاپ اس کے خوابیدہ ذہن میں جھانکتا رہا۔ وہ تمام فکر و پریشانی سے آزاد ہو کر آرام سے سو رہی تھی۔

میں نے اسے بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ میں بعد میں بھی معلوم کر سکتا تھا کہ اسے کسی ہسپتال میں پہنچایا گیا ہے۔ یا تنظیم کے کسی خفیہ اڈے میں اس کا علاج ہو رہا ہے۔ وہ بیچاری صحت مند ہونے کے بعد ہی یہ معلومات حاصل کر سکتی تھی کہ اسے کس ملک کے کس شہر میں رکھا گیا ہے۔ اس کے بعد میں نے سوزی کو خبر لی۔ وہ مظلوم لڑکی بھی بجلی کے جھٹکے کھانے اور طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرنے کے بعد تھک ہار کر سو گئی تھی۔

میں نے اپنی رسٹ واچ دیکھی۔ پھر ماسٹر کے دماغ پر دستک دی۔ اس کی سانس ایک جھٹکے سے رک کر چلنے لگی۔ وہ مسکرا کر بولا۔

"ہیلو مسٹر فرہاد۔ میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں دوسرا فرہاد تیار ہو رہا ہے۔ پندرہ بیس منٹ میں وہ ایکدم مکمل ہو جائے گا۔ آپ کرنل کی بیٹی کا پتہ بتائیں۔"

"میں نے خیال خوانی کے ذریعہ کرنل کی بیٹی سوزو کو ٹھیک پینتالیس منٹ بعد نیشنل پارک کی طرف جانے کے لیے کہا ہے۔ اس سلسلہ میں تم ضروری باتیں نوٹ کر لو۔ پہلی بات تو یہ کہ کرنل اپنی بیٹی کو پارک میں جانے کی اجازت نہیں بھی دے سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں کوئی دوسری تدبیر کرنی ہوگی۔ تمہیں منصوبہ کی تبدیلی کی اطلاع ملتی رہے گی۔

دوسری بات یہ کہ اگر سوزو کو پارک میں جانے کی اجازت ملے گی تو اس کی حفاظت کے لیے مسلح جوان ہوں گے۔ انہیں بڑی ہوشیاری سے ٹریپ کرنا ہوگا۔ سوزو کو اگر نقلی فرہاد سے کوڈ ورڈز میں کہنا ہوگا کہ "جدائی کی رات گزر چکی ہے"۔ تو جواب میں نقلی فرہاد کہے گا کہ "پیار کی صبح جوان ہے"۔ اگر پیار کی صبح جوان نہ ہو سکی تو پھر کرنل کے آدمیوں سے ٹکرا جانا....."

اتنا کہتے ہی اسٹور روم کا دروازہ کھلنے لگا۔ میں نے ماسٹر سے کہا۔

"مجھے ہسپتال کے جس اسٹور روم میں بند کیا گیا ہے اس کا دروازہ کھل رہا ہے۔ شاید یہ لوگ مجھے یہاں سے باہر لے جائیں گے۔ تم انتظار کرو۔ میں پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

اسٹور روم کے کھلے ہوئے دروازے پر ایک آفیسر اور دو مسلح نوجوان آگے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ آفیسر نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ میں چپ چاپ اسٹور روم سے نکل کر ان کے ساتھ چلنے لگا۔ ہسپتال کے ایک کمرے میں کرنل تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو

کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا۔ دو اشٹین گنوں کا رُخ میری جانب تھا۔ کرنل نے مجھے بیٹھنے کے لیے نہیں کہا۔ کیونکہ جھوٹی مُحبت اور مروّت سب ختم ہو چکی تھی۔

وہ ریسیور کان سے لگائے اپنی بیٹی سے باتیں کر رہا تھا۔ اس لیے میں انتظار کی حالت میں کھڑا رہا۔ وہ سوزوکو سے کہہ رہا تھا۔

"تم مصروفیت کے وقت ڈسٹرب نہ کیا کرو۔ میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ تم بار بار فون نہ کرو۔"

میں نے ٹیلی پیتھی کے ریسیور سے سوزوکو کی آواز سنی۔

"پتاجی! اگر آپ نے مجھے دل سے معاف کر دیا ہے تو مجھے اس فوجی ہینڈ کوارٹر سے نکلنے دیں۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ صبح کے وقت میں پارک میں چہل قدمی کے لیے جاؤں گی۔"

کرنل نے اعتراض کیا۔

"باہر تمہارے لیے خطرہ ہے۔ کیا اب تمہیں گرلاش سے ڈر نہیں لگتا ہے؟"

"پتاجی! ڈرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ دو مسلح جوانوں کو میرے ساتھ بھیج دیں۔ پلیز پتاجی! اس ماحول میں میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

میں نے فوراً ہی کرنل کی سوچ میں کہا۔

"میری بیٹی بہت ہی نازک مزاج ہے۔ یقیناً اس کا دل گھبرا رہا ہوگا۔ اسے اجازت دے دینا چاہیے۔ ورنہ یہ لڑکی بار بار فون کرتی رہے گی اور میں فرہاد کے ساتھ سکون سے معاملات طے نہیں کر سکوں گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک میری سوچ کے شاولوں پر سوچتا رہا۔ پھر اس نے فون پر ایک آفیسر کو طلب کیا اور اسے حکم دیا کہ تین مسلح جوانوں کی نگرانی میں سوزوکو کو تینس پارک جانے کی اجازت دے دی جائے۔ پھر وہ ریسیور رکھ کر مجھ سے مخاطب ہوا۔

"فرہاد! تم اپنا انجام جانتے ہو؟"

"انجام تو صرف خدا جانتا ہے۔ ویسے آپ کا سوچا ہوا انجام یہ ہے کہ مجھے گولی مار دی جائے گی یا میرے ملک کی کوئی کمزوری اپنے ہاتھ میں لے کر مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا ماتحت بنا لیا جائے گا۔"

وہ ایک دم سے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"اوہ! میں بار بار بھول جاتا ہوں کہ یہ کمبخت ٹیلی پیتھی کے ذریعہ میلوں دور کی سرگوشیاں سن لیتا ہے۔" اپنی حماقت کا پتہ چلتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اور غصہ میں چیخ کر بولا۔

"میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔"

"یہ تو آپ کرنے والے ہیں لیکن اوپر سے جو احکامات آتے ہیں۔ آپ کو ان پر بھی عمل کرنا ہوگا۔ پہلے آپ مجھ سے سوال کریں کہ میں زندگی چاہتا ہوں یا موت؟"

کرنل نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"جو ہر انسان چاہتا ہے۔ اپنی زندگی کسے پیاری نہیں ہوتی۔ میں بھی زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر اپنے ملک کی کوئی دکھتی ہوئی رگ ہمارے ہاتھوں میں دے دو۔"

وہ بڑی خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ وہ مسکراہٹ ہونٹوں پر بھی آ گئی۔ کرنل نے ناگواری سے پوچھا۔

"تم کیوں مسکرا رہے ہو؟"

"یہ مسکراہٹ اس لیے ہے کہ آپ کی بات مان کر مجھے زندگی مل جائے گی۔"

"تم نے میرا سخت بننے سے پہلے جو بیان دیا تھا وہ تمہارے ریکارڈ میں موجود ہے۔ اس کے مطابق پاکستان کی وزارت خارجہ سے تمہارا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اگر ہم یہ بیان درست مان لیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اپنے ملک کے اہم رازوں سے واقف نہیں ہو۔ پھر اس کا یہ مطلب بھی ہوگا کہ تم صرف اپنی جان بچانے کے لیے بھی جھوٹ بول رہے ہو۔"

"آپ خود بولتے ہیں اور خود ہی مطلب نکال لیتے ہیں۔ اگر دوسرے کی سنیں گے تو آپ کی باتوں کا مطلب بدل جائے گا۔"

"اچھا تو شاذ۔ مگر آئندہ ادھر کھوکر اب میں تمہارے فریب میں نہیں آؤں گا۔"

فریب دینے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے سامنے والے کو اپنا سے زیادہ خوش فہمی میں مبتلا کیا جائے۔ لہٰذا میں نے بھی مسکرانا شروع کر دیا۔

"میں آپ جیسے ذہین انسان کو فریب دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں نے اب تک ٹیلی پیتھی کے سوا آپ سے کوئی بات نہیں چھپائی اور نہ ہی کبھی جھوٹ کہا ہے۔"

"یہی تمہارا سب سے بڑا جرم یا مکاری ہے۔ ایک ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو چھپا کر تم ہم سب کو اندر سے کھنگالتے رہے۔ ہمیں بیوقوف بناتے رہے۔"

"میں نے کسی کو بیوقوف نہیں بنایا۔ اگر آپ کو یا یہاں کی سیکرٹ سروس کو میں نے کوئی نقصان پہنچایا ہو تو آپ بتائیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ آپ ان فوائد کو نہیں گن سکتے۔ جو میری اور سونیا کی ذات سے حاصل ہوتے رہے ہیں۔"

وہ چپ رہ کر جواب سوچنے لگا۔ پھر اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا۔

"صاف بات یہ ہے کہ تم ایک دیوتا ہو جو ہمارے خفیہ فائلوں کو چاٹ جاؤ گے۔ ہم تمہیں مجبور و محکوم بنا کر رکھنے کے لیے جتنا بھی زور لگا لیں کی کوئی بہت بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا وقت

کرو۔ مجھے فوراً بتاؤ کہ تم اپنی ضمانت کے طور پر کون سی کمزوری ہمارے حوالے کر سکتے ہو؟"

"میں فوراً ہی کیسے بتا سکتا ہوں میں جادوگر نہیں ہوں۔ کسی بھی ملک کے سب رازوں تک پہنچنے کے لیے ایک طریقہ کار اختیار کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان کی خارجہ میں پہنچ کر ہی یہ کام کیا جا سکتا ہے۔"

اس نے طنزیہ انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا

"تم نے چالاکی شروع کر دی۔ اب تم کہو گے کہ میں تمہیں پاکستان بھیج دوں۔ وہاں تم ہمارے فرمانبردار بن کر اپنے ملک کی کمزوریاں بہاں بیان کرو گے۔"

میں نے یہ نہیں کہا۔ آپ خود کہہ رہے ہیں۔ میں تو ایسا طریقہ کار بتاؤں گا کہ آپ ایک لمحہ کے لیے بھی مجھ پر شبہ نہیں کریں گے۔"

"تو پھر جلدی بتانے کیوں نہیں؟"

"آپ بتانے کا موقع کب دے رہے ہیں۔ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی آپ نے شبہات کا اظہار کر دیتے ہیں۔"

اس نے میز پر زور سے گھونسہ مارتے ہوئے کہا۔

"تم بکواس کیے جا رہے ہو۔ جلدی بولو۔"

"میں اسی ملک میں آپ کا ماتحت رہ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اپنے ملک کی سیکرٹ سروس میں پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے ایک دم سے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر ایک ہاتھ سے اپنا ماتھا رگڑ کر بولا۔

"کیا مصیبت ہے۔ میں بھول جاتا ہوں کہ تمہارا جسم یہاں رہ کر خود بنا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ سکتا ہے۔ مگر تم یہاں ہمارے پابند رہو گے تو تم پر کبھی شبہ نہیں کیا جائے گا۔"

پھر میں نے پہلی بار اسے مسکراتے دیکھا۔ پہلی بار اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹھ جاؤ۔ اور مجھے بتاؤ کہ تمہارا دماغ کس طرح اپنے ملک میں پہنچے اور تمہارا طریقہ کار کیا ہوگا؟"

میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ بڑے محتاط رہنے کے عادی ہیں۔ اپنے کسی بھی مشن کی باتیں اپنے دوسرے ماتحتوں کے سامنے نہیں کرتے ہیں۔ پھر ان لوگوں کے سننے باتیں کرنا کہاں تک مناسب ہے۔"

"فرہاد! صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ تم خطرناک ہو۔ میں تمہارے ساتھ تنہائی میں باتیں نہیں کر سکتا۔ یہ مسلح نوجوان یہاں موجود رہیں گے۔"

میں نے مسلح نوجوان پر ایک نظر ڈالی۔ پھر مسکرا کر کرنل سے کہا۔

"آپ خواہ مخواہ مجھے اپنا دشمن سمجھ رہے ہیں۔ میں دیکھتے، ٹیلی پیتھی کے سننے دنیا کے تمام ہتھیار زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ ثابت کر دوں۔"

کرنل نے حیرانی سے پوچھا

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ عام ہتھیار تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے؟"

"جی ہاں! اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں ایک چھوٹا سا کھیل کھیلوں۔ میں ضرور دیکھوں گا۔"

میں نے کھیل شروع کرنے سے پہلے اس پاس کا جائزہ لیا۔ کرنل کے پاس ایک آفیسر کھڑا ہوا تھا۔ دو نوجوان اشین گن تھامے میرے بائیں طرف کھڑے ہوئے تھے۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ باہر سے کوئی آ نہیں سکتا تھا۔ تب میں نے اس کمرے کو پاگل خانہ بنا دیا۔ ایک اشین گن والے نوجوان کے دماغ میں جھانک کر کہا۔

"یہ فرہاد کے بارے کچھ اچھے نظر نہیں آتے۔ مجھے اشین گن کو نال کی طرف سے پکڑنا چاہیے تاکہ یہ ذرا بھی حرکت کرے تو میں اس کے سر پر ضرب لگا سکوں۔"

اس نے محتاط انداز میں اشین گن کی نال کو دونوں ہاتھ سے پکڑ لیا۔ میں نے فوراً اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچاتے ہوئے کہا۔

"مجھے بائیں طرف حملہ کرنا چاہیے۔ اس طرح حملہ....."

جس طرح دماغ نے سمجھایا۔ اس کا نوجوان گھوم گیا۔ اشین گن کا دستہ اس کے دوسرے ساتھی کے سینے پر پڑا۔ اشین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری۔ وہ فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ آفیسر نے اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اس ماتحت کو للکارا۔ جس نے اپنے ساتھی پر حملہ کیا تھا۔

"ہالٹ! کیا تمہارا دماغ خراب ہو....."

میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ چپ چاپ بیٹھے ہوئے فرہاد کی دماغی قلابازیوں کو سمجھ سکے۔ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں نے اس کے ذہن کو ایک زبردست جھٹکا پہنچا کر کہا۔

"دماغ تو میرا خراب ہوا ہے اس لیے تو میں یہ ریوالور فرہاد کی طرف اچھال رہا ہوں۔"

اس نے بلا تاخیر ریوالور کو میری طرف اچھال دیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے ہاتھوں کو اٹھا کر اسے کیچ کیا۔ اگلے ہی لمحے میں حملہ کرنے والا ماتحت سنبھل گیا تھا۔ میں نے پھر اس کے ذہن میں ٹیلی پیتھی کر ریوالور کا رُخ کرنل کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"بس کھیل ختم ہو چکا ہے۔"

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ جو جہاں تھا، وہیں رہ گیا۔ ان کے پاس آتشی عنصل تھی کہ ان کی ذرا سی حرکت پر ریوالور سے گولی چلے گی اور کرنل موت کے شکنجہ میں تڑپنا نظر آئے گا۔ وہ سب موت کی اس انگلی کو دیکھ رہے تھے۔ جو ریوالور کے ٹریگر پر رکھی ہوئی تھی۔

کرنل خوفزدہ ہو کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اپنے پیچھے کھڑے ... ہوئے نوجوان سے کہا۔

"تم اسٹین گن کی پوزیشن نہ بدلو۔ اسے نال کی طرف سے پکڑے رہو۔ یہ نہ سوچو کہ میری پشت تمہاری طرف ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی آنکھوں سے سامنے اور اپنے دماغ سے پیچھے دیکھتا رہتا ہے۔ یقین نہ ہو تو میرے حکم کی خلاف ورزی کرو۔ ابھی تم فرش پر مردہ نظر آؤ گے۔"

کرنل نے گھبرا کر اسے حکم دیا۔

"اسٹین گن پھینک کر چپ چاپ کھڑے رہو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ اسٹین گن ایک جگہ فرش پر نظر آنے لگیں۔ میں نے کرنل سے کہا۔

"میں نے آپ سے التجا کی تھی کہ آپ مجھے خواہ مخواہ اپنا دشمن نہ سمجھیں۔ اب آپ انصاف سے بتائیں کہ میں اب تک کس طرح فرمانبرداری کا ثبوت دیتا رہا۔ دشمنوں نے آپ کے کھانے میں زہر ملانے کا منصوبہ بنایا۔ میں نے اس وقت آپ کی جان بچائی۔ آپ کی صاحبزادی کو گرفتاری سے بچایا۔ اگر میں آپ کا دوست نہ ہوتا تو پھر یہاں کی سیکرٹ سروس کا ڈھانچہ غیر ملکی مفادات کے حق میں بدل دیتا۔ آپ نے میری دوستی، وفاداری اور تمام احسانات پر صرف اس لیے پانی پھیر دیا کہ میں نے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں چھپائی تھیں۔ آپ بتائیں کہ میری ٹیلی پیتھی سے آپ کو کیسا نقصان پہنچا ہے۔"

کرنل نے پچھتاوے کے انداز میں ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا۔

"تم نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ مگر اب پہنچاؤ گے کیونکہ ابھی تمہارا پلہ بھاری ہے۔"

"آپ پھر غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں ایسے ہتھیاروں کے بل پر کبھی اپنا پلہ بھاری نہیں سمجھتا۔"

پھر میں نے اپنا رعب اور برتری قائم رکھنے کے لیے جھوٹ کہا۔

"میری ٹیلی پیتھی ایسا سمجھتا رہے کہ میں آپ کی پوری فوج کا مقابلہ تنہا کر سکتا ہوں۔ اسی لیے میں نے خاموشی سے ہتھکڑی بہن لی۔ اس اطمینان سے اسٹور روم میں قید ہو گیا کہ جو لوگ مجھے گولی مارنے آئیں گے وہ بالکل بے خود ہی ہو جائیں گے۔"

کرنل سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ میں نے تنہا اس کمرے میں تین آدمیوں کو کس طرح بے گل بنایا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے متعلق اس کی معلومات محدود تھیں۔ اسی لیے وہ سوچ رہا تھا کہ میں شاید تین ہزار آدمیوں کو بھی بے گل بنا سکتا ہوں۔ میں نے پوری طرح اسے یقین دلانے کے لیے کہا۔

"آپ مجھے ایک نہیں ہزار بار آزمائیں۔ میں یہ ریوالور آپ کو واپس کرتا ہوں۔ یہاں آپ چار ہیں اور میں تنہا ہوں۔ آپ لوگ بیک وقت مجھ پر فائر کریں۔ لیکن میں پہلے ہی یہ بتا دوں کہ اس فائرنگ سے آپ چاروں ہلاک ہو جائیں گے۔"

میں ان کے چہروں پر حیرت اور دہشت کے ملے جلے اثرات دیکھ رہا تھا۔ ان کی سوچ تمار ہی تھی کہ وہ لوگ اتنا ہنگامہ خیز برتاؤ نہیں کریں گے۔ میں نے آگے بڑھ کر ریوالور کرنل کے سامنے رکھ دیا۔ پھر واپس اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ وہ نوجوان سوچ رہا تھا کہ اس نے کس طرح بے اختیار اپنے ساتھی پر حملہ کیا تھا۔ اس وقت اس کا دماغ اپنے کنٹرول میں نہیں تھا۔ افسر بھی یہی سوچ رہا تھا کہ اس نے اپنا ریوالور ایک خطرناک آدمی کے حوالے کیے کر دیا تھا۔ آئندہ بھی اگر وہ میرے خلاف قدم اٹھائیں گے تو پتہ نہیں میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔

وہ سوچتے ہی رہ گئے۔ میز پر پڑے ہوئے ریوالور کو کسی نے نہیں اٹھایا۔ اسی وقت کرنل کے سامنے میز پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہوا۔ اس نے رسیور اٹھایا تو کوئی اسے کال کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"میں کرنل جو شوا ہوں۔ آئیڈنٹ کر رہا ہوں۔ کیا بات ہے؟ اوور۔"

دوسری طرف سے کسی نے کہا۔

"فرہاد آپ کی صاحبزادی کو اغوا کرنا چاہتا تھا۔ اس کی کوشش ناکام بنا دی گئی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو تفصیلی رپورٹ پیش کی جائے اوور۔"

کرنل حیرانی سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر پر کہا۔

"کیا بکواس ہے۔ فرہاد یہاں میرے سامنے موجود ہے۔ تفصیلی رپورٹ پیش کرو۔ سوزو کو خیریت سے تو ہے؟ اوور۔"

"جی ہاں آپ کی صاحبزادی بخیریت ہیں۔ جب نیشنل پارک کے سامنے ان کی گاڑی رکی تو اچانک ہی مسلح دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہمیں پہلے ہی شبہ تھا کہ گرفتاری چوبیس گھنٹے کی وارننگ پر عمل کرے گا۔ اسی لیے ہمارے آدمی خفیہ طور پر پہلے ہی نیشنل پارک میں دور دور تک پھیل گئے تھے۔ مختصر یہ کہ دشمنوں سے زبردست ٹکراؤ ہوا۔ پندرہ منٹ کی فائرنگ میں سبھی مارے گئے۔ جب ہم نے مرنے والوں کو پہچانا تو ان میں فرہاد کی لاش بھی نظر آئی۔ اوور۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھا کہ وہ فرہاد سوزو کو اغوا کرنا چاہتا تھا؟ اوور۔"

"سر! آپ کی صاحبزادی کا رویہ یہ سمجھا رہا ہے۔ وہ فرہاد کی لاش کے پاس بیٹھی رو رہی ہیں اور مین کر رہی ہیں کہ وہ اسے لینے آیا تھا۔ پھر مقابلے میں مارا گیا۔ اوور۔"

کرنل نے غصہ سے کہا۔

"اس بیوقوف لڑکی سے کہو کہ۔۔۔۔"

اسے اچانک احساس ہوا کہ وہ خود کو بیوقوف کہہ رہا ہے۔ اس نے فوراً سنبھل کر کہا۔

"اس سے کہو کہ فرہاد میرے پاس ہے۔ اسے یقین دلانے کے لیے نقلی فرہاد کا میک اپ واش کرو۔ وہ یقیناً گرفتار ہو گا۔ چلو چھٹی ہوئی کہ وہ شیطان مر گیا۔ سوزو کو کہو یہاں لے آؤ اوور اینڈ آل۔"

کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر اہم منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔ میں بھی سوزو کو اغوا کرانے میں ناکام ہو گیا لیکن ناکامی کے باوجود میں نے اس لیے کامیاب ہو جاتا ہوں کہ شطرنج کا ایک مہرہ آگے بڑھاتے وقت دوسری چالوں پر گہری نظر رکھتا ہوں۔ اور جوابی چال پہلے سے سوچ لیتا ہوں۔ ہسپتال کے اس کمرے میں کرنل کے سامنے میں جوابی چال چل چکا تھا اس کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ میں تنہا ہو کر اسے پابۂ نجیر کر کے بھی اس کی مسلح فوج کے چھکے چھڑا سکتا ہوں۔

میں بے جا غرور نہیں کرتا۔ خود اعتراف کرتا ہوں کہ تنہا مسلح آدمیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ تو محض کرنل کو ایک تماشہ دکھا کر میں ڈیگیں مار رہا تھا۔ اور وہ لوگ میرے جھوٹ سے مرعوب ہو گئے تھے۔ کرنل نے میز پر رکھے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر میری جانب دیکھا وہ چاہتا تو مجھ پر فائر کر سکتا تھا لیکن اس نے افسر سے کہا۔

"یہ ریوالور ہتھکڑیاں کھولو اور فرہاد کی ہتھکڑی کھول دو۔"

فوراً ہی حکم کی تعمیل کی گئی۔ میں آزاد ہو کر اپنی کلائیوں کو سہلانے لگا۔ کرنل نے افسر سے کہا۔

"تم لوگ باہر جاؤ۔ جب سوزو کو آنے تو اطلاع دینا۔"

وہ تینوں باہر چلے گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ آپ تنہائی میں اب مجھے خطرناک نہیں سمجھ رہے ہیں۔"

اس نے بھی دوستانہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

"فرہاد! میں تمہاری جان کا دشمن بنا ہوا تھا۔ اس کے باوجود تم نے اپنی دوستی اور وفاداری ثابت کر دی بیٹے! میں انسان ہوں مجھ سے بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ دراصل میں کل سے ذہنی طور پر بہت زیادہ الجھا ہوا تھا۔ اس لیے تمہارے تمام احسانات کو بھول کر صرف یہی سوچتا رہا کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعہ میرے ملکی مفادات کو نقصان پہنچاؤ گے۔ مگر اب مجھے دل سے تسلیم کرنا ہوں کہ تم میرے بیٹے بننے کا حق ادا کر رہے ہو اور کوئی فرمانبردار بیٹا اپنے باپ کے مفادات کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کرتا۔ مجھے معاف کر دو بیٹے!"

"آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔ اب آپ مزید سچ باتیں سنیں۔ پہلی اہم بات یہ ہے کہ میں مرتے دم تک بھی اپنے ملک کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتا۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ جو اپنے ملک کا غدار ہوتا ہے۔ وہ کبھی کسی دوسرے ملک کا وفادار نہیں بن سکتا۔۔۔۔"

"بس آگے نہ کہو۔ میں نے محض دشمنی کی بنا پر یہ تمہارے ملک کے خلاف ایسا سوچا تھا۔ اب میں کبھی ایسی بات زبان پر نہیں لاؤں گا۔ پہلے کی طرح آزاد ہو گئے۔"

گرگٹ رنگ بدلنے میں مشہور ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ گرگٹ انسان سے زیادہ رنگ نہیں بدل سکتا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے کرنل کیا تھا اور اب کیا ہو گیا تھا۔ کون جانتا ہے کہ آئندہ کون سا رنگ بدل کر ظاہر ہوتا۔ ایسے تلخ تجربات کے بعد کوئی نادان ہی کسی پر بھروسہ کر سکتا تھا۔ میرا تو یہ اصول ہے کہ جب تک سیدھی انگلی سے گھی نکلتا ہے نکالتے رہو۔ ورنہ ٹیڑھے کے ساتھ ٹیڑھے بن جاؤ۔

فی الحال کرنل کی سوچ یہی بتا رہی تھی کہ وہ مجھ سے واقعی متاثر ہے۔ میں نے بھی زیادہ سے زیادہ اس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کہا۔

"سونیا کے لیے مجھے افسوس ہے کہ دشمن اسے ساتھ ہی چھپا دیا ہے۔ اسے جاپان سے باہر لے گئے ہیں۔ میں اپنی سوزو کو چھوڑ کر سونیا کے لیے اس ملک سے باہر نہیں جا سکتا۔"

کرنل کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ وہ خوشی سے سوچ رہا تھا۔

"میری بیٹی کے راستے سے خاموشی سے ہٹ گیا۔ صاف ہو گئے ہیں گرفتاری مگر سونیا کو کہیں غائب کر دیا گیا ہے یقین ہو گیا ہے کہ فرہاد سوزو کو چھوڑ کر نہیں جائے گا اور سونیا سے غداری کی توقع کی جا سکتی ہے۔"

یہ سوچتے ہی وہ چونک کر سوچنے لگا۔ سوچنے کا عمل بے اختیار ہوتا ہے۔ سوچ کو دماغ میں آنے سے روک نہیں سکتا۔ اسی لیے میرے سامنے اکثر لوگ بے اختیار سوچتے چلے جاتے تھے۔ بعد میں انہیں احساس ہوتا کہ ان کے دماغ میں جھانک رہا ہوں۔ کرنل نے مجھے محبت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"سچ بتاؤ، کیا تم ابھی میری سوچ کو نہیں پڑھ رہے ہو؟"

میں سوچنے کے انداز میں سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ جواب دینے کے لیے سر اٹھا کر کہا۔

"جی نہیں، آپ خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہیں۔ میں۔ میں تو۔۔۔۔"

میں اتنا کہہ کر رک گیا۔ پھر ذرا شرماتے ہوئے بولا۔

"میں تو سوزو کو کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"اچھا اچھا۔۔۔۔" وہ مطمئن ہو کر مسکرانے لگا۔ "تم ابھی کہہ رہے تھے کہ سونیا کو اغوا کرنے والے اسے جاپان سے باہر لے گئے ہیں۔ یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟"

"جناب! میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ پیرا ماسٹر کی تنظیم پیرا گوئی کو آپ کے عہدہ پر لانا چاہتی تھی۔ پیرا ماسٹر مجھے اپنے راستے کی ایسی دیوار سمجھتا ہے جسے وہ توڑ نہیں سکتا۔ اسی لیے اس نے کئی بار میرے آگے دوستی کا ہاتھ۔۔۔۔ بڑھایا۔ میرے انکار کرنے پر اس کے آدمیوں نے سونیا کو اغوا کر لیا۔ ان کا خیال ہے کہ سونیا میری بہت بڑی کمزوری ہے۔ میں اسے حاصل کرنے کی خاطر اس سے دوستی کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں جواب میں انکار کر دیتا لیکن ایسے ہی وقت مجھے پتہ چلا کہ آپ میری جان کے دشمن بن گئے ہیں۔ میں نے سونیا کے لیے نہیں

بلکہ اپنی جان بچانے کی خاطر سپر ماسٹر سے دوستی کا معاہدہ کر لیا۔"

"لیکن تم نے تو ابھی کہا تھا کہ کسی کی مدد کے بغیر یا کسی ہتھیار کے بغیر تم تنہا اور جنگل رہ کر بھی مسلح فوج سے خود کو بچا سکتے ہو۔ پھر تم نے شیطانوں سے دوستی کا وعدہ کیوں کیا؟"

اس نے بڑا اچھا سوال کیا تھا مگر میرے پاس بھی جواب حاضر تھا۔ میں نے کہا۔

"بے شک! میں یہاں سے اپنی جان بچا کر تنہا نکل سکتا ہوں۔ لیکن اس ملک سے باہر جانے کے لیے مجھے بھیس بدلنا پڑتا۔ جعلی پاسپورٹ بنوانا پڑتا۔ اور نہ جانے کیسے کیسے پاپڑ بیلنے پڑتے۔ اور نہ جانے کتنے دن لگ جاتے۔ لیکن اس تنظیم کے لوگ چٹکی بجا کر مجھے یہاں سے نکال لے جاتے۔"

"اوہ۔ وہ کس طرح؟" کرنل نے پریشانی ہو کر پوچھا۔

ان کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ ان کے قریب رہ کر ہی میں بہت کچھ معلوم کر سکا ہوں۔ ابھی اتنا ہی جانتا ہوں کہ یہ تنظیم دنیا کے ہر ملک میں ہے۔ ان کے پاس جدید ترین مہلک ہتھیار، سائنسی آلات، کار، ہیلی کاپٹر، اسٹیمر اور تیز رفتار طیارے ہیں۔ ان کے پاس ہر شعبہ کے ماہرین مثلاً ڈاکٹر، سائنسدان، جوڈو کراٹے کے فائٹر، لوگا کے ماسٹر اور دوسری حکومتوں کا تختہ الٹنے والے مکار سیاستدان موجود ہیں۔ ایسی صورت میں آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کتنی آسانی سے سونیا کو جاپان سے باہر لے گئے۔ اور مجھے بھی لے جا سکتے تھے۔ مگر اب آپ دوست بن گئے ہیں تو میں پھر ان کا دشمن بن جاؤں گا۔ مجھے صرف آپ کی سرپرستی اور سوزو کو کا پیار چاہیے۔"

"فرہاد! اتنے عرصہ میں میں تمہیں آزما چکا ہوں۔ تم مثبت انداز میں سوچتے ہو۔ یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم مجرموں کا ساتھ دینے کی بجائے میرے پاس قانون کے سائے میں رہو گے۔ لیکن اس تنظیم کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں مجھے پریشان کر رہی ہیں۔ میں اس غوش فہمی میں مبتلا تھا کہ ہماری نیوی فورس اور ساحلی پولیس بہت ہی چاق و چوبند تجربہ کار اور فرض شناس ہے۔ اب معلوم ہو رہا ہے کہ ان کی غفلت سے مجرم کتنی آسانی سے ملک کے اندر آ جاتے ہیں اور یہ کھٹکے چلے جاتے ہیں۔"

"جناب! اب آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں مجرموں کی ناکہ بندی کروں گا۔"

"ہاں فرہاد! تمہیں دیکھ کر میں مطمئن ہو جاتا ہوں۔ تم آسانی سے مجرموں کے دماغ تک پہنچ سکتے ہو۔"

"نہیں۔ یہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا کہ آپ سمجھ رہے ہیں۔ پراسرار بہت ہی ذہین ہے۔ اس نے دوستی کے معاملات طے کرنے کے لیے اپنی تنظیم کے ایسے افراد کو میری طرف بڑھایا ہے۔ جو لوگا کے طالبعلم ہیں۔ میں کرنل کو لوگا کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ اسے یہ بھی سمجھایا کہ میں ایسے لوگوں کے دماغوں میں جھانک سکتا ہوں لیکن لوگا کے عمل سے وہ لوگ محتاط ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے دماغ کو میرے کنٹرول میں آنے سے بچا لیتے۔ کرنل بڑے تعجب سے ساری باتیں سنتا رہا پھر اس نے کہا۔

"واقعی ساری دنیا میں پھیلی ہوئی خطرناک تنظیم کا سپر ماسٹر صرف تم سے خوفزدہ ہے۔ اسی لیے اس نے لوگا آرمی تیار کی ہے۔ اس کے باوجود وہ جانتا ہے کہ لوگا آرمی وقتی طور پر تمہیں روک تو سکتی ہے مگر شکست نہیں دے سکتی۔ میں اپنی قسمت پر ناز کر رہا ہوں کہ مجھے تم جیسا دوست مل گیا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کیا اب بھی ان سے تمہارا رابطہ قائم ہے؟"

"جی ہاں۔ میں نے انہیں اطلاع دی تھی کہ آپ کے حکم سے مجھے گولی ماردی جائے گی لہٰذا انہوں نے میری حفاظت کے لیے انتظامات کیے ہیں۔"

"کیسے انتظامات؟" وہ کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"میں آپ کو سب کچھ بتا رہا ہوں۔ لیکن آپ وعدہ کریں کہ آپ میرے ایک منصوبہ پر عمل کریں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ ویسے کسی وعدہ کے بغیر بھی اب تک تمہارے ہی منصوبوں پر عمل ہوتا رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "دشمنوں کی پلاننگ یہ ہے کہ جب یہاں کے فوجی مجھے ہلاک کرنے کے لیے ہسپتال سے باہر لے جائیں گے تو وہ چاروں طرف سے حملے کریں گے۔ مجھے ہر قیمت پر زندہ سلامت سپر ماسٹر کے پاس پہنچانا ہیں گے۔"

"اوہ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑا خون خرابہ ہو گا۔ تم ان سے یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ اب تمہیں شوٹ نہیں کیا جائے گا۔"

"اگر میں انہیں یہ بتاؤں گا تو وہ یہ سمجھ لیں گے کہ آپ سے دوستی ہو گئی ہے اور میں صرف سونیا کی خاطر مجبور ہو کر ان سے دوستی نہیں کروں گا۔"

کرنل نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ پھر کیا کیا جائے؟"

"میں انہیں فریب دینا چاہتا ہوں کہ آپ بدستور میرے دشمن ہیں اور مجھے گولی ماردی گئی ہے۔"

"یعنی تم اس تنظیم کے لیے مردہ ہو جاؤ گے۔"

"جی ہاں۔ اس سے بڑے فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ سونا کو میری موت کی خبر ملے گی تو وہ مجبور ہو کر ہمیشہ کے لیے میرا جہاں چھوڑ دے گی۔"

میں نے کرنل کی خود غرض سوچ کے مطابق پہلا فائدہ بیان کیا تاکہ وہ میرے جملہ حقوق اپنی بیٹی کے لیے محفوظ سمجھ لے۔ اور اس پہلو پر کبھی نہ سوچے کہ میں سوچ کے ذریعہ سونیا کو اپنی سلامتی کا مژدہ سنا سکتا ہوں۔ پھر میں نے کہا۔

"دوسرا فائدہ یہ ہے کہ سپر ماسٹر اور اس کی تنظیم کے تمام افراد مجھے مردہ سمجھ کر مطمئن ہو جائیں گے کیونکہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی ہے۔ پھر وہ کھل کر یہاں آپ کے خلاف سازشیں کریں گے اور اپنی مرضی کے مطابق یہاں کی سیکرٹ سروس کا ڈھانچہ

تباہ کر دیں گے۔"

"اچھا تو تم نظام مردہ بن کر اس تنظیم کو یہاں سے کس طرح نابود کرو گے؟"

"میں کسی دوسرے روپ میں زندہ رہوں گا۔ چپ چاپ ان کے خلاف سازشوں کا پتہ لگاتا رہوں گا۔ انہیں احساس نہیں ہونے دوں گا کہ فرہاد ان کے درمیان میں موجود ہے۔"

"فرہاد! تم واقعی ذہین ہو۔ یہ بہت ہی عمدہ تدبیر ہے۔"

"اس تدبیر کو کامیاب بنانے کے لیے ہماری ہر چال مستحکم ہونی چاہیے۔ تاکہ دشمنوں کو بلاشبہ یقین ہو جائے کہ فرہاد مر چکا ہے۔ اس مقصد کے لیے میری ایک تصویر بنا دی جائے گی۔ جس میں مجھے فائرنگ اسکواڈ کی گولیوں کا نشانہ بنتے دکھایا جائے گا۔ دوسری تصویر میری لاش کی ہو گی۔ یہ تصویریں یہاں کے تمام اخبارات میں شائع کی جائیں گی۔"

"یعنی تم ایک لاش بن کر تصویر کھنچوا لو گے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ فیشنل پارک میں سوزو کو کو اغوا کرنے والے فرہاد کی لاش آپ کے آدمی لے آئے ہوں گے۔ اگر اس کا میک اپ اتر گیا ہو گا تو دوبارہ اسے فرہاد بنا کر تصویر کھینچی جائے گی۔"

"گڈ آئیڈیا۔ تمہارا دماغ بڑی تیزی سے کام کرتا ہے۔"

"جی ہاں۔ اتنی ہی تیزی سے مصیبتیں بھی نازل ہوتی ہیں۔"

"فی الحال تو کوئی مصیبت نہیں ہے۔"

میں اس کی بات کا جواب دینا چاہتا تھا۔ اسی وقت آفیسر نے مصیبت کے آنے کی اطلاع دی کہ سوزو کو آ رہی ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ ہسپتال کی لفٹ میں تھی۔ اسے یہ اطلاع دلائی گئی تھی کہ جو فرہاد فیشنل پارک میں مارا گیا ہے وہ نقلی ہے۔ اسی سلسلہ میں وہ سوچ رہی تھی۔

"فرہاد کی محبت ہنگاموں سے بھرپور ہے۔ اس کی آغوش میں پہنچنے تک جتنے ہنگامے ہوتے ہیں۔ اتنی ہی اس کے لیے میری بیتابی بڑھتی جاتی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

"مگر وہ سوچ کے ذریعہ مجھے مخاطب کیوں نہیں کر رہا ہے؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔

"ایک آفیسر کہہ رہا تھا کہ فرہاد پاپا کے پاس ہے۔ شاید وہاں ٹیلی فون ہو گا۔ اسی لیے مجھے مخاطب نہیں کر رہا ہے۔ میری دعا ہے پاپا پھر اس سے دوستی کر لیں۔"

"مگر میں فرہاد سے جھگڑا کروں گی کہ اس نے سوچ کے ذریعہ مجھے فیشنل پارک میں کیوں بلایا تھا۔"

"نہیں۔" اس کی سوچ نے کہا۔ "پاپا کے سامنے فرہاد سے جھگڑا کرنا دانشمندی نہیں ہو گی۔ میں تنہائی میں اس کی اچھی طرح خبر لوں گی۔۔۔۔"

اس کی سوچ پڑھ کر مجھے اطمینان ہوا۔ کرنل کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے تھا کہ اس کی بیٹی میرے ہی کہنے سے پرنسیشل پارک گئی تھی۔ سوزو کو نے تو وہی خواہش رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اتنے میں کرنل کی آواز سنائی دی۔

"فرہاد میں بھی تھوڑی سی ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

"اچھا!" میں نے مسکرا کر دیکھا۔ "تو پھر آپ بتائیں کہ ابھی میں کیا سوچ رہا تھا؟"

"تم ابھی سوزو کو کے متعلق سوچ رہے تھے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ تو نفسیاتی مطالعہ ہے کہ جس کے آنے کا ہر پل انتظار رہتا ہے۔ انسان اسی کے متعلق سوچتا رہتا ہے۔"

اسی وقت وہ دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ مسکرانے لگی۔ میں بھی جواباً مسکرا رہا تھا۔ اس کے دھڑکن کہہ رہی تھیں کہ وہ ابھی میرے گلے کا ہار بننا چاہتی ہے۔ میں پاپا جان موجود تھے وہ دوڑتی ہوئی کرنل کی کرسی کے پاس آئی۔ جھک کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ بانہوں کا ہار ادھر سے ادھر چلا گیا۔ میرے لیے اس کے دل میں جو بیہودہ جذبات تھے وہ باپ کے پاس پہنچ کر باکیزگی میں بدل گئے۔ مرد ہو یا عورت کوئی بھی انسان سے دل تک بیہودہ نہیں ہوتا۔ جگہ بدل جانے سے شے بدل جاتی ہیں۔ بدبات کی نیکی اور بدی کا مزاج بھی بدل جاتا ہے۔

باپ بیٹی تھوڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر بیٹی نے کہا۔

"پاپا! اس کا مطلب یہ ہے کہ اب آپ کو فرہاد سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"بالکل نہیں سوزو! میں فرہاد کے باپ کے برابر ہوں مگر میں نے اپنی غلطی کی معافی مانگ لی ہے۔"

میں نے کہا۔ "جناب! آپ پھر مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"

سوزو کو نے کہا۔ "میرے پاپا بہت گریٹ ہیں۔"

میں نے جاپانی زبان میں اس شعر کا مفہوم ادا کیا کہ جنگ کے بعد صلح ہو جاتے تو اس ملاپ میں پُرامزہ آتا ہے۔ پھر میں نے کہا۔

"مجھے سب سے زیادہ اس بات کی خوشی ہے کہ مجھے سوزو کو کی محبت انعام میں مل رہی ہے۔"

وہ نظریں جھکا کر شرما نے اور مسکرانے لگی۔ کرنل افریاپ تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ میں اس کے سامنے سوزو کو سے رومانی گفتگو کروں۔ اس نے جلدی سے کہا۔

"فرہاد! ہمیں پھر اصل موضوع پر گفتگو کرنی چاہیے۔ کچھ دشمنوں کے متعلق بتاؤ کہ وہ تمہیں میرے آدمیوں سے چھڑا کر لے جانے کے لیے کہاں مورچہ بنائے ہوئے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ ابھی سوزوکو سے باتیں کریں میں خاموش رہ کر دشمنوں سے دماغی رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

دونوں باپ بیٹی مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے آنکھیں بند کر کے ماسٹر کے دماغ پر دستک دی۔ مجھے اس کی سانس کا ایک جھٹکا محسوس ہوا۔ پھر اس نے کہا۔

"ہیلو مسٹر فرہاد! میں بہت دیر سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ خیریت سے تو ہیں؟"

میں نے کہا۔ "ابھی تک خیریت ہے۔ ذرا دیر پہلے کرنل کے سامنے مجھ سے طرح طرح کے سوالات کیے جا رہے تھے۔ یہ لوگ مجھ سے بہت زیادہ خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔ کسی صورت میں مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتے۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ تھوڑی دیر بعد مجھے کہیں لے جا کر گولی مار دیں گے۔ میں زندگی میں پہلی بار روس ہو رہا ہوں۔"

"تعجب ہے۔ آپ جیسا آدمی نروس ہو جائے تو پھر دلیر اور ناقابل شکست کے کہیں گے؟"

"ماسٹر! تم میری جگہ ہوتے تو میرے احساسات کو سمجھ سکتے دراصل میں جدوجہد کرتے ہوئے مرنا چاہتا ہوں۔ مگر یہاں جدوجہد کے تمام راستے مسدود ہیں۔ تمہارے آدمیوں سے بھی کوئی امید نہیں ہے۔ جب میں تم لوگوں کے خلاف محاذ پر تمہارے آدمی میرے مقابلے میں ناکام ہو جاتے تھے۔ اب میں تمہارے ساتھ ہوں پھر بھی تم لوگوں کو اپنے مشن میں ناکامی ہوئی ہے۔"

"مسٹر فرہاد! کیا آپ نیشنل پارک والی ناکامی کی بات کر رہے ہیں؟"

"ہاں سوزوکو یہاں اپنے باپ کے پاس بخیریت پہنچ گئی ہے۔ یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ تمہارے مسلح آدمی ایک لڑکی کو اغوا نہ کر سکے۔"

"مسٹر فرہاد! جنگ کے دوران کبھی جیت کبھی ہار ہوتی رہتی ہے۔"

میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اگر مجھے بچانے کے دوران بھی آپ کے آدمی ہار گئے تو میں بے بسی کی موت مر جاؤں گا۔"

"ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ ہم آپ کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے۔"

"ماسٹر! میرے اطمینان کے لیے بتاؤ کہ تمہارے مسلح آدمیوں نے کہاں مورچہ بنایا ہے؟"

وہ مجھے بتانے لگا۔ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے کہا۔

"میں تمہارے انتظامات سے مطمئن ہوں۔ میں بھی اپنے طور پر آخر وقت تک اپنی زندگی کے لیے لڑتا رہوں گا۔ تم بھی کوشش کرو کہ یہ مجھ سے آخری ملاقات نہ ہو۔"

یہ کہہ کر میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے بعد آنکھیں کھول دیں۔ دونوں باپ بیٹی مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں نے کرنل سے کہا۔

"اس ہسپتال کے باہر تین سڑکیں تین طرف جاتی ہیں۔ ایک ایئرپورٹ کی طرف، دوسری ریلوے اسٹیشن اور تیسری بندرگاہ کی طرف۔ تینوں سڑکوں پر مسلح دشمنوں کی بھاری تعداد موجود ہے۔ مجھے یہاں سے لیجانے کا کوئی چوتھا راستہ نہیں ہے۔"

کرنل نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"یہ جاننے کے بعد کہ ان تمام راستوں پر زبردست ناکہ بندی ہوگی، میں اب چوتھا راستہ نکالوں گا۔ میں دشمنوں سے غافل نہیں ہوں۔ لیکن میں اپنے جوانوں کی زندگی جان بوجھ کر خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ اب ایک ہیلی کاپٹر اس ہسپتال کی چھت پر اترے گا۔ میں تم اور سوزوکو اس میں بیٹھ کر جائیں گے۔"

میں نے تائید کی۔ "یہ اچھی تدبیر ہے۔ اس طرح خون خرابہ نہیں ہوگا۔ ہیلی کاپٹر یہاں سے سیدھے سنٹرل جیل لے جانا چاہیے۔ اس طرح دشمنوں کو یقین ہو جائے گا کہ مجھے گولی مارنے کے آخری مرحلے پر پہنچا دیا گیا ہے۔"

کرنل نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں یہاں سے روانگی کے انتظامات کرتا ہوں۔"

میں اس کے ساتھ دروازے تک آیا۔ جب وہ باہر چلا گیا تو میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ سوزوکو کے دل کی دھڑکنیں بھی یہی چاہتی تھیں۔ مگر اس نے زبان سے رسماً اعتراض کیا۔

"یہ کیا حرکت ہے۔ پتا واپس آئیں گے تو بند دروازے کو دیکھ کر کیا سوچیں گے۔"

میں نے اس کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے چہکتے ہوئے بال دھوپ میں سفید نہیں کیے ہیں۔ وہ یہاں ٹرانسمٹر کے ذریعہ بھی ہیلی کاپٹر کا انتظام کر سکتے تھے۔ مگر وہ سمجھدار ہیں۔ ہمیں دانستہ مل بیٹھنے کا موقع دیا ہے۔"

حالات ایسے تھے کہ میں

صرف اسی کی ذات سے دلچسپی نہیں لے سکتا تھا۔ بیک وقت کتنی ہی ذمہ داریاں نبھانی تھیں۔ میں چاہتا تھا کہ پیار و محبت کا فرض بھی ادا ہوتا رہے اور میں سپر ماسٹر کے آدمیوں کو بھی خیال خوانی کے ذریعہ گمراہ کرتا رہوں لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ وہ مجھ سے لڑنے لگی کہ میں نے اسے نیشنل پارک میں کیوں بلایا تھا؟ میں نے صفائی پیش کی۔

سچ جان سن! پہلے میرا ارادہ تھا کہ تمہارے پتا کی قید سے فرار ہو کر تم سے پارک میں ملوں گا مگر یہاں بازی پلٹ گئی۔ تمہارے پتا دشمن سے پھر دوست بن گئے۔ یہاں مجھے باتوں میں الجھا لیا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ گراش وہاں پہنچ جائے گا۔ چلو اچھا ہوا کہ اس سے تمہاری جان چھوٹ گئی۔"

"ہاں فرہاد! یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ اب ہمارے راستے میں کوئی دیوار نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔

"سوزوکو! ہم اطمینان سے پیار بھرے لمحات گزاریں گے۔ کبھی مجھے دشمنوں سے نمٹنے کی اجازت دو۔ ورنہ وہ ہمارے درمیان کوئی نئی دیوار کھڑی کر دیں گے۔"

وہ بڑی نیٹھی ناراضگی سے الگ ہو کر بولی۔

"اتنی بھاگ دوڑ کے بعد ملنے کا موقع ملا ہے اور تم دور بھاگ رہے ہو۔ میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

میں نے اسے کھینچ کر کہا۔

"تمہیں دور ہونے کے لیے کب کہا ہے؟ تم اسی طرح میری دھڑکنوں سے لگی رہو۔ مگر خاموش رہو۔ میرا صرف دماغ تم سے دور جا رہا ہے۔"

وہ خاموش رہی۔ میں نے پھر ماسٹر سے رابطہ قائم کرنے کے بعد اس سے کہا۔

"ماسٹر! میں یہ معلوم کرنے کی فکر میں ہوں کہ کرنل کے آدمی مجھے کس راستہ سے لے جائیں گے۔ لیکن بات نہیں بن رہی ہے۔ یہ لوگ بہت زیادہ محتاط ہیں۔"

"مسٹر فرہاد! کیا آپ کرنل جوشو ہو کے دماغ کو کنٹرول نہیں کر سکتے؟"

"میں یہی کر رہا ہوں۔ میں نے کرنل کے دماغ کو پڑھا ہے۔ وہ سوچ رہا ہے کہ اس کے اختیارات کسی دوسرے آفیسر کو دیدیے گئے ہیں۔ ایسے آفیسر کو جسے نہ تو کرنل جانتا ہے اور نہ ہی میں جانتا ہوں۔ اس بات سے کرنل مطمئن ہے کہ میں اس کے دماغ سے کھیل کر اس آفیسر کے دماغ تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب میں کسے اپنا آلہ کار بناؤں۔"

"واقعی آپ کے لیے مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔"

"اب ایک ہی بات کی ذرا سی امید ہے کہ جب یہ لوگ مجھے کسی گاڑی میں بٹھائیں گے تو میں گاڑی ڈرائیو کرنے والے کے دماغ کو جھٹکے دے کر بیہوش کر دوں گا اور فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔"

"ہاں۔ مگر آپ اس وقت ایسا کریں جب ہماری طرف سے فائرنگ شروع ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ یہاں سے چلتے وقت میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔"

آئندہ خود کو مرحوم ثابت کرنے کے لیے اس ماسٹر کو اپنے اعتماد میں لینا ضروری تھا۔ تاکہ وہ سپر ماسٹر کے سامنے گواہی دے سکے کہ فرہاد آخر وقت تک اپنی زندگی کے لیے لڑتا رہا اور ان لوگوں سے مدد طلب کرتا رہا۔ یہ ناٹک کھیلنے کے بعد میں سوزوکو کی طرف لوٹ آیا۔

وہ مجھے بڑے پیار سے دیکھ رہی تھی۔ جب میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ بولی۔

"میرے محبوب! تم دنیا سے نرالے ہو۔ میری محبت کی چھاؤں میں بیٹھ کر بچپکتے ہی دنیا کے آخری سرے تک پہنچ جاتے ہو۔ کاش کہ تمہارے ساتھ ساتھ میری سوچ بھی پرواز کر سکتی۔"

میں اسے سمجھانے لگا کہ پرواز کے لیے پر ضروری نہیں ہیں جب ہمارے دل، ہمارے جسم اور ہمارے جذبے گلے ملتے ہیں تو ہم زمین پر رہ کر بھی بادلوں کی طرح آسمان پر اڑتے ہیں۔

کرنل سمجھدار نکلا۔ آدھ گھنٹہ بعد واپس آیا۔ اس وقت تک سوزوکو کے لبوں پر لپ اسٹک کی سرخی پھر سے تازہ ہو گئی۔ ایسا دکھائی دیتا تھا جیسے وہ میلا خون پی کر بیٹھی ہو۔ کرنل نے آتے ہی کہا۔

"فرہاد! اب یہاں سے چلو۔ دس منٹ کے اندر ہیلی کوپٹر یہاں پہنچنے والا ہے۔"

میں نے معصوم بن کر پوچھا۔

"آپ نے اتنی دیر کہاں لگا دی؟"

کرنل نے کہا۔ "اس ہسپتال میں جتنے کمزور مریض ہیں ان کے کانوں میں روئی ٹھونسی جا رہی تھی۔ تاکہ ہیلی کوپٹر کے شور سے ان کے اعصاب پر برا اثر نہ پڑے۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے اس کمرے سے باہر آ گئے۔ میں نے کہا۔

"ہیلی کوپٹر میں بیٹھنے تک آپ مجھ سے باتیں نہ کریں۔ میں ذرا دشمنوں کو گمراہ کر رہا ہوں۔"

ہم سب خاموشی سے چلنے لگے۔ میں نے ماسٹر کو کال کرنے کے بعد کہا۔

"ماسٹر! اس وقت میرے چاروں طرف اسٹین گنیں ہیں۔ اب یہ لوگ میرے منہ پر اور آنکھوں پر پٹیاں باندھ رہے ہیں۔"

"مسٹر فرہاد! آپ حوصلہ سے کام لیں۔ ہمارے آدمی اب ہسپتال کو چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔

"اب یہ لوگ میرے دونوں بازو تھام کر کہیں لے جا رہے ہیں اوہ یہ۔ یہ تو میں لفٹ میں پہنچ گیا ہوں۔ لفٹ کے پہلے جھٹکے سے پتہ چل رہا ہے کہ یہ اوپر کی طرف جا رہی ہے۔"

"اوپر کی طرف؟" ماسٹر نے چونک کر پوچھا۔ "یہ تمہیں اوپر کیوں لے جا رہے ہیں۔ کیا چھت پر لے جا کر۔۔۔۔"

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"اوہ ماسٹر! میں ہیلی کوپٹر کا شور سن رہا ہوں۔۔۔۔"

واقعی ہیلی کوپٹر چھت پر اتر چکا تھا اور ہم اس میں سوار ہو رہے تھے۔ دوسری طرف ماسٹر کو کھلا کر پوچھ رہا تھا۔

"اب میں کیا کروں؟ یہ لوگ تمہیں کہاں لے جا رہے ہیں؟" میں نے غصہ کا اظہار کیا۔

"میری آنکھوں پر پٹی بندھی ہے۔ میں کیسے بتاؤں کہ یہ مجھے کہاں لے جا رہے۔ اب میں تم لوگوں پر نگاہ نہیں رکھ سکتا۔ میں خود ہی ہاتھ پاؤں ماروں گا۔ آہ! کسی نے میرے سر پر ضرب لگائی ہے۔ آہ۔ اوہ۔ آہ۔ ہا۔۔۔"

میں نے اپنی اداکاری سے یہ ظاہر کر دیا کہ میں بیہوش ہو چکا ہوں۔ ماسٹر تھوڑی دیر تک بے تابی سے میرے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔ اب سے پہلے وہ پٹر فلائی کی طرح میرا مذاق اڑا کر مجھے اپنے دماغ سے نکال دیتا تھا مگر اس بار پہلے تو وہ مجھے آواز دیتا رہا۔ پھر اسے یقین ہو گیا کہ میں سچ مچ بیہوش ہو گیا ہوں تو اس نے سانس نہیں روکی۔ اس کی معلومات کے مطابق ٹیلی پیتھی جاننے والا خود بیہوشی نہ ہونے کے بعد کسی کے دماغ میں نہیں جھانک سکتا تھا۔

لیکن میں مسلسل اس کے دماغ سے چپکا ہوا تھا۔ اس کے قریب بیٹھی ہوئی سٹر فلائی نے پوچھا۔

"کیا ہوا ماسٹر! فرہاد خیریت سے تو ہے؟"

ماسٹر دو انگلیوں سے اپنی پیشانی کو رگڑتا ہوا بولا۔

"فرہاد بیہوش ہو گیا ہے۔ ہم نے تمام راستوں کی ناکہ بندی کی ہے۔ لیکن ملٹری والے اسے میلی کوپٹر کے ذریعہ کہیں لے جا رہے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد ہمارے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔"

"یہ کہو کہ نکل چکا ہے۔ پھر بھی ہم آخر وقت تک کوشش کریں گے۔ اگر اسے گولی مارنے کے فیصلہ پر عمل کیا جا رہا ہے تو پھر وہ لوگ اسے سنٹرل جیل لے جا رہے ہوں گے۔ ٹرانسمیٹر ادھر لاؤ۔ میں ابھی اپنے آدمیوں کو جیل پر حملہ کرنے کا حکم دیتا ہوں۔"

ہیلی کوپٹر فضا میں پرواز کر رہا تھا۔ سوزوکو میرے ساتھ لگی بیٹھی تھی۔ کرنل آگے خالی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کی جانب جھک کر کہا۔

"دشمن اس اقدام سے بوکھلا گئے ہیں کہ مجھے ہیلی کوپٹر میں لے جایا جا رہا ہے۔ ان کی تمام محاذ آرائی بیکار ہو چکی ہے۔"

کرنل دل کھول کر قہقہے لگانے لگا۔ میں نے کہا۔

"سپر ماسٹر کی تنظیم کا جو حصہ اس ملک میں کام کر رہا ہے۔ اس کا ماسٹر بہت ذہین ہے۔ اس نے اندازہ لگایا ہے کہ مجھے سنٹرل جیل لے جا کر سزائے موت دی جائے گی۔ اب اس کے آدمی جیل پر حملہ کریں گے۔"

کرنل نے سر ہلا کر کہا۔

"اس میں شبہ نہیں کہ وہ لوگ بڑی ذہانت سے سوچتے ہیں اور اتنی ہی تیزی سے اس سوچ پر عمل کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے، میں جیل کے حکام کو اطلاع دیتا ہوں کہ وہ دشمنوں کے استقبال کے لیے تیار رہیں۔"

وہ ٹرانسمیٹر ہاتھ میں لے کر متعلقہ افسران سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ سوزوکو کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔

"جان من! ابھی باتوں کا موقع نہیں ہے۔ مجھے ذرا دماغی قلابازیاں کھانے دو۔"

یہ کہہ کر میں سونیا کے دماغ میں پہنچ کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی سوچ رہی تھی۔

میں بہت دیر تک سوتی رہی۔ اس دوران فرہاد نے میری خبر لی ہو گی۔ پتہ نہیں وہ کس حال میں ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ کرنل کی قید سے فرار ہو گیا ہو گا۔"

میں نے کہا۔ "ہیلو سونیا! میں سن رہا ہوں۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا۔

"اس طرح نہ اٹھو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ لیٹ جاؤ۔"

وہ دوبارہ بستر پر لیٹتی ہوئی بولی۔

"فرہاد جلدی بتاؤ۔ تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو؟"

میں اسے بتانے لگا کہ کس طرح کرنل سے کبھی دشمنی ہو رہی ہے اور کبھی دوستی۔ سپر ماسٹر سے بھی دوستی ہو رہی تھی۔ لیکن مجھے یہ طریقہ کار زیادہ پسند آیا کہ میں سپر ماسٹر کا آلہ کار بننے کی بجائے اس کی معلومات کے مطابق ہمیشہ کے لیے مر جاؤں۔ اور کسی دوسرے روپ میں زندہ رہ کر جلد از جلد سونیا تک پہنچنے کی کوشش کروں۔ سونیا نے کہا۔

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ اس طرح تمہارا ضمیر تمہیں ملامت نہیں کرے گا۔ کیونکہ تم مجرموں کی تنظیم میں کام نہیں کرو گے۔ سپر ماسٹر کو تمہاری موت کا یقین آ جائے گا تو وہ شاید مجھ پر ظلم نہیں کرے گا۔ شاید مجھے دوبارہ اپنی تنظیم میں کام کرنے کا موقع دے گا۔"

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ سپر ماسٹر یقیناً تمہاری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائے گا۔ اب اسے کبھی شبہ نہیں ہو گا کہ ہم دونوں نیلی پیتھی کے ذریعہ ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ بہرحال یہ بتاؤ کہ اپنے آس پاس کے ماحول کو سمجھنے کا موقع مل رہا ہے یا نہیں؟"

"نہیں۔ اب تک تو مجھ پر غنودگی کا غلبہ رہا۔ مجھے کچھ پتہ نہیں ہے کہ ان لوگوں نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ میں جس کمرے میں ہوں اسے دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ یہ ہسپتال نہیں ہے کسی عالیشان کوٹھی کا ایک بہت ہی خوبصورت بیڈ روم ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ مجھ سے دوستی کے معاملات ہو رہے تھے۔ اس لیے وہ تمہارے آرام و آسائش کا خیال رکھ رہے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ فرہاد کی موت کے بعد وہ تم سے کیسا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اس لیے اب تم میری موت پر واویلا شروع کر دو۔"

"ہاں یہ ضرورتاً نہایت ضروری ہے۔ میرا خیال ہے تمہارے متعلق ایک ایک پل کی خبر سپر ماسٹر تک پہنچائی جا رہی ہو گی۔"

"اسی لیے تو کہتا ہوں کہ تم رونا پیٹنا شروع کر دو کہ تو سپر ماسٹر کو یقین ہو جائے گا کہ تو مرنے سے پہلے میں نے آخری بار تم سے دماغی رابطہ قائم کیا تھا اور آئندہ کبھی اس طرح رابطہ قائم نہیں ہو گا۔"

ہیلی کوپٹر سنٹرل جیل کے اندر ایک وسیع باغ میں اتر گیا تھا۔ میں کرنل اور سوزوکو کے ساتھ باہر آ گیا۔ پھر ان کے ساتھ جیل کے اس حصے کی طرف جانے لگا۔ جہاں میری موت کا سامان کیا جا رہا تھا۔ اس دوران سونیا اپنے بیڈ روم میں چیخ چیخ کر رو رہی تھی۔ وہی ڈاکٹر جواب سے پہلے بھی سونیا کے سامنے آ چکا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا آیا اس نے پوچھا۔

"بادام سونیا! کیا بات ہے؟"

وہ روتی ہوئی بولی۔ "میں نے آپ سے چھپایا تھا کہ فرہاد کی نیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں مگر اب نہیں چھپاؤں گی۔ وہ موت کے منہ میں جا رہا ہے۔ اس نے ابھی مجھے بتایا ہے کہ جاپان کی ایک سنٹرل جیل میں اسے پہنچا دیا گیا ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوتے ہیں۔ اس کی آنکھوں پر بھی پٹی بندھی ہوتی ہے۔ جیل میں سب اس کے لیے اجنبی ہیں۔ کوئی اسے اپنی آواز نہیں سنا رہا ہے۔ وہ اتنا بے بس اور مجبور ہو گیا ہے کہ نیلی پیتھی کے ذریعہ کسی کو پناہ کا نہ آواز نہیں بنا سکتا۔ مجھے سپر ماسٹر کے پاس لے چلو۔ میرا فرہاد دوست بن رہا ہے تو تم لوگ اس کی حفاظت کیوں نہیں کر رہے ہو۔۔۔"

وہ بے تکان چیخ چیخ کر بولتی جا رہی تھی۔ ڈاکٹر نے جیب سے ایک ٹرانسمیٹر نکال کر تنظیم کے کسی ماسٹر سے رابطہ قائم کیا میں محتاط رہنا چاہتا تھا اس لیے میں نے ڈاکٹر اور اس ماسٹر کے ذہن میں جھانکنا مناسب نہیں سمجھا۔ سونیا کے دماغ کے ذریعہ ان کی گفتگو سنتا رہا۔ ڈاکٹر اس تنظیم کے ماسٹر سے کہہ رہا تھا۔

"ماسٹر! آپ نے درست کہا تھا کہ فرہاد زندگی کی آخری گھڑیوں میں سونیا سے ضرور رابطہ قائم کرے گا۔ اس نے سونیا کو بتا دیا ہے۔ ہمیں جو رپورٹ جاپان کے ماسٹر سے مل چکی ہے وہی بات سونیا کہہ رہی ہے یعنی فرہاد کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوتی ہے۔ اس کے آس پاس جو لوگ ہیں وہ اپنی آواز نہیں سنا رہے ہیں۔ ان حالات میں فرہاد کا بے بس اور مجبور ہو جانا لازمی ہے اور۔"

دوسرے ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔

"سونیا کو تسلی دو۔ جاپان میں ہماری لوپتی تنظیم حرکت میں آ گئی ہے فرہاد کو بچانے کے لیے جیل پر حملہ کیا جا رہا ہے۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ جیل کے باہر فائرنگ شروع ہو چکی تھی۔ جیل کے حکام نے بھی بڑے سخت انتظامات کیے تھے۔ اندیکھی اونچی دیواروں پر مسلح پولیس ان کی فائرنگ کا جواب دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد خبر ملی کہ مسلح فوج جیل کے باہر تنظیم کے حملہ آوروں کو گھیر رہی ہے اور حملہ کرنے والے دو طرفہ فائرنگ سے بوکھلا کر بھاگ رہے ہیں۔ پندرہ منٹ کے بعد ہی سناٹا چھا گیا۔ ہم جیلر کے کمرے میں بیٹھے بھگا دیے گئے۔ سر پڑنے کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر وہ لوگ مجھے فائرنگ اسکواڈ کے سامنے لے گئے۔ سوزوکو بھی میرے ساتھ تھی۔

جو لوگ مجھ پر گولیاں چلانے کے لیے ایک قطار میں کھڑے ہوئے تھے۔ میں نشان میں سے ایک کی سوچ کو پڑھنا شروع کیا۔ میری سوچ کے جواب میں سوچنے لگے کہ ان سب کی رائفلیں خالی ہیں۔ وہ صرف تصویریں اتروانے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں۔ مجھے اطمینان ہو گیا کہ کرنل مجھے دھوکے سے مارنا نہیں چاہتا ہے۔

اس نے تمام انتظامات مکمل کر لیے تھے۔ وہاں باقاعدہ ایک موری کیمرہ تھا تاکہ میرے مرنے کی مکمل فلم تیار کی جا سکے۔ سوزوکو کو میرے پاس سے ہٹا دیا گیا۔ اور اب فلم تیار ہو رہی تھی۔ میرے ہاتھ پشت پر باندھے جا رہے تھے۔ کیمرہ اسٹارٹ ہونے سے پہلے ہی میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔ میں موت کی دہلیز تک پہنچنے سے پہلے ان کی گرفت میں تڑپ رہا تھا اور وہ مجھے جبراً گھسیٹتے ہوئے لے جا رہے تھے۔

ایسے وقت جبکہ میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی تو فائر کرنے والے میرے اندھے پن سے فائدہ اٹھا کر رائفلوں کو ٹوڑ کر سکتے تھے۔ لیکن میں خیال خوانی کے ذریعہ محتاط تھا۔ رائفلیں بدستور خالی تھیں۔ مجھے گرفت میں رکھنے والوں نے ایک جگہ لا کر کھڑا کر دیا۔ کرنل نے کہا۔

"فرہاد! جیسے ہی میں فائر کہوں گا۔ تم گولیاں کھانے کے انداز میں گر پڑنا۔۔۔ او کے؟"

چونکہ گونگی فلم تیار ہو رہی تھی اس لیے کرنل کی آواز ریکارڈ نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعہ اسے "او کے" کہا۔ اس کے بعد میں چیخنے لگا جیسے زندگی کی بھیک مانگ رہا ہوں۔ کرنل نے چیخ کر کہا۔

"فائر۔۔۔!" میں ایک دم سے تڑپ کر اچھلا۔ پھر زمین پر گر کر بالکل ساکن ہو گیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی میری آنکھوں سے پٹی کھول دی گئی۔ میں نے اٹھ کر دیکھا۔ کیمرے کا رخ اب اس طرف تھا جہاں دو سپاہی ایک خالی اسٹریچر لے کر آ رہے تھے۔ اتنی دیر میں میری جگہ اس نقلی فرہاد کی لاش رکھ دی گئی۔ میرے ہاتھ آزاد ہو گئے تھے۔ اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ آنکھوں پر بھی پٹی تھی اور لباس بھی میرے ہی جیسا تھا۔

میں وہاں سے ہٹ کر سوزوکو کے پاس آ گیا کیونکہ اب کیمرے کا رخ نقلی فرہاد کی لاش کی طرف تھا۔ اس کی لاش کو اسٹریچر پر رکھ کر اس دیوار کے پاس پہنچایا گیا جہاں پہلے ہی ایک قبر کھودی گئی تھی۔ یعنی اب فرہاد علی تیمور کو دفن کرنے کی فلم تیار ہو رہی تھی۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔

"میری جان! میں مر چکا ہوں اور اب دفنایا جانا چاہتا ہوں۔ اس لیے خاموش نہ بیٹھو۔ چھاتی پیٹ کر ماتم کرو۔ اور انہیں بتاؤ کہ فرہاد نے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ تم سے رابطہ قائم کیا تھا۔ تم نے سوچ کے ذریعہ اس کی آخری چیخ سنی ہے۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ بلاشبہ وہ کامیاب اداکاری کے جوہر دکھا رہی تھی۔ مجھے اپنی زندگی میں پہلی بار یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ میری سچ مچ کی موت پر کس طرح ماتم کرے گی۔ وہ کبھی اپنے بال نوچ رہی تھی کبھی اپنے کپڑے پھاڑ رہی تھی۔ اور کبھی چیخ چیخ کر دیوار سے سر ٹکرا رہی تھی۔ ڈاکٹر اور ایک نرس ایسے تھے جو اسے ہلا دینے والے تھے۔ اسے باز رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

میں بے اختیار مسکرانے لگا۔ سوزوکو نے میرے بالوں میں چٹکی لے کر پوچھا۔

"کیوں مسکرا رہے ہو؟"

سونیا کے پاس سے اچانک ہی سوزوکو کے پاس آ کر مسکراہٹ ماند پڑ گئی مگر مصلحتاً اسے دیکھ کر بھی جبراً مسکرانا پڑا۔ میں نے کہا۔

"میں یہ سوچ کر مسکرا رہا ہوں کہ اس خانگی موت کے بعد ہمیشہ کے لیے سونیا سے پیچھا چھوٹ گیا ہے۔ وہ کچھ عرصہ بعد کسی دوسرے سے شادی کر لے گی اور میں ہمیشہ تمہاری زلفوں کے سائے میں رہوں گا۔"

وہ خوش ہو کر میرے بازو سے لگ گئی۔ کرنل نے قریب آ کر پوچھا۔

"اب بتاؤ۔ جیل سے باہر کس روپ میں جاؤ گے؟ جیلر کے کمرے میں میک اپ کا سامان موجود ہے۔"

میں نے کہا۔ "آپ میرے لیے ایک یونیفارم منگوا دیں۔ میں یہاں سے آپ کا باڈی گارڈ بن کر باہر جاؤں گا۔ اگر آپ نے کوئی تدبیر سوچی ہو تو بتائیں۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ تم باڈی گارڈ بن کر ہمیشہ میرے گھر میں میرے قریب رہو گے۔ سوزوکو بھی اب مجھ سے نہیں لڑے گی۔"

وہ خوشی سے کھلی جا رہی تھی۔ میں نے کرنل سے پوچھا۔

"میری زندگی اور موت کا راز کس حد تک محفوظ رہے گا۔ کیا یہاں سب ہی قابل اعتماد لوگ ہیں؟"

"ہاں۔ یہاں سب ہی سیکرٹ سروس کے برسوں کے آزمائے ہوئے لوگ ہیں۔ تمہیں یہاں لانے سے پہلے جیل کے حکام پر پابندی لگا دی گئی تھی کہ وہ اور ان کے سپاہی جیل کے اس حصے میں نہ آئیں تم نے دیکھا ہو گا کہ جیلر کے کمرے میں خود جیلر موجود نہیں تھا۔ نقلی فرہاد کی موت اور تمہاری نئی زندگی کا راز صرف سیکرٹ سروس کی فائلوں میں رہے گا۔"

مجھے اطمینان ہو گیا۔ ہم جیلر کے کمرے میں واپس آ گئے۔ کرنل نے اپنے ماتحت کو حکم دیا کہ میک اپ کا سامان لایا جائے۔ اتنے ہنگاموں سے گزرنے کے دوران سوفی کو مجھے یاد تھی۔ تب میں نے کرنل سے کہا۔

"آپ نے سوفی کو نامی جس لڑکی کو قید کیا ہے۔ وہ بحالت مجبوری مجرمانہ زندگی گزار رہی تھی۔ اگر آپ اسے شریفانہ زندگی گزارنے کا موقع دیں تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔"

"تمہاری یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ ویسے وہ تمہاری گہری رازدار ہے۔ کیا اسے بتا جاتے کہ تم زندہ ہو؟"

کسی گہری رازدار کا کہا تو سوزوکو مجھے گھور کر دیکھنے لگی۔ میں نے جلدی سے کہا۔

"نہیں جناب! سوزوکو کے سوا کوئی لڑکی میرے اس راز سے واقف نہیں رہے گی۔ آپ اسے کل شام ہونے والا اخبار دکھا دیں۔ اسے میری موت کا یقین ہو جائے گا۔"

میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں تاکہ کرنل مجھے مخاطب نہ کرے۔ پھر میں نے سوچ کے ذریعہ سوزوکو سے کہا۔

"جانی! تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔ یہ بات میں تمہارے پتا کے سامنے نہیں پوچھ سکتا۔ اس لیے سوچ کی نگری میں پوچھ رہا ہوں۔"

اس کی سوچ نے غصے سے کہا۔

"میری ناراضگی سے تمہیں کیا؟ بڑے گلفام بنے پھرتے ہو۔ چالاک اور کتنی لڑکیوں سے دوستی کر رکھی ہے۔"

"تمہاری جان کی قسم اب کسی سے دوستی نہیں ہے۔ سوفی کو تو ایسی لڑکی ہے جسے میں نے کبھی ہاتھ بھی نہیں لگایا۔"

"میری جان کی قسم کھا کر جھوٹ بولو گے تو میں مر جاؤں گی کوئی اور قسم کھاؤ۔"

"جو چیز اپنی جان سے زیادہ عزیز ہوتی ہے اس کی قسم کھائی جاتی ہے۔ تمہیں اس طرح بھی یقین کرنا چاہیے کہ میں فرہاد کے روپ میں مر چکا ہوں۔ چونکہ یہ ایک گہرا راز ہے۔ اس لیے میری پچھلی تمام دوست لڑکیاں بھی اس راز کی طرح دفن رہیں گی۔ میں ان سے کبھی نہیں مل سکوں گا۔"

اسے اطمینان ہو گیا۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں بدستور آنکھیں بند کیے کرنل کے ذہن کو ٹٹولنے لگا۔ وہ چور نظروں سے کبھی مجھے اور کبھی اپنی بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔ جب سوزوکو ناراضگی کے بعد مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی تو وہ سمجھ گیا کہ ہم دونوں دماغ کے تہہ خانہ میں چھپ کر باتیں کر رہے ہیں۔ اس کی سوچ نے کہا۔

"یہ عجیب انسان ہے۔ باپ کی موجودگی میں اس کی بیٹی سے اس طرح باتیں کر لیتا ہے کہ قریب بیٹھنے والے احمقوں کی طرح بیٹھے رہ جاتے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد میک اپ کا سامان آ گیا۔ جیلر نے آئینہ کے سامنے مصروف ہو کر پوچھا۔

"جناب! ابھی جو فلم تیار کی گئی ہے۔ اس کا مصرف کیا ہو گا؟"

کرنل نے جواب دیا۔

"جیسا کہ ہمیں علم ہو چکا ہے۔ ہماری سیکرٹ سروس میں میجر یاماگوچی جیسے غدار موجود ہیں۔ ہم اس فلم کو اس طرح رکھیں گے کہ گھر کا کوئی بھیدی اسے چرا کر میجر یاماگوچی تک پہنچا دے گا۔ ادھر میجر یاماگوچی کو تمہاری موت کا مکمل ثبوت مل جائے گا۔ ادھر وہ فلم چرانے والا ہماری نظروں میں آ جائے گا۔ پھر تم اس کے دماغ کو کنٹرول میں لے کر سیکرٹ سروس کے دوسرے غداروں کو بے نقاب کر سکو گے۔"

میں نے تائید کی۔ اس نے کہا۔

"میں مزا پسند کروں گا مگر اپنے ملک کی سیکرٹ سروس کو ایک خطرناک تنظیم کے ہاتھوں کھلونا بننے نہیں دوں گا۔ جب سے مجھے اس سازش کا علم ہوا ہے میں سکون سے سونا بھول گیا ہوں۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ میں بہت جلد غداروں کو بے نقاب کروں گا۔ مجھے سوزوکو سے اتنی ہی محبت ہے جتنی کہ آپ کو اپنے محکمہ سے ہے۔ میں سوزوکو کی خاطر آپ کا سکون واپس لاؤں گا۔"

میں باپ بیٹی کو خوش فہمی میں مبتلا کرنے کا کوئی موقع نہیں گنواتا تھا اور وہ دونوں خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ ایک ادھر میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ اب انہیں فریب میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ کرنل نے مجھے موت کی سزا نہ دے کر دوستی کا ثبوت دیا تھا۔

یہ درست ہے مگر میرا دماغ یہ بھی سمجھاتا تھا کہ کرنل کتنی بار گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہا ہے۔ یہ کیسے یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ آئندہ کبھی میرے خلاف اس کے تیور نہیں بدلیں گے۔ انسان کو محاط رہنے کے لیے اپنے سامنے والے کی اگلی پچھلی تمام مہربانیوں اور نامہربانیوں کا حساب کرنا چاہیے۔ میرے پاس جو حساب تھا وہ کچھ یوں تھا۔

کرنل نے ابتدا سے مجھے سیکرٹ سروس میں صرف اس حد تک رکھا کہ مجھ سے کام لیتا رہے لیکن میں اس محکمہ کے کسی راز تک نہ پہنچ سکوں۔ کیونکہ ہزار خدمات انجام دینے کے باوجود میں ان کے لیے ایک غیر ملکی تھا۔

وہ اپنے مفاد کی خاطر مجھ جیسے غیر ملکی کو داماد تو بنا سکتا تھا مگر رازدار بنانا منظور نہ تھا۔ داماد بھی اس لیے کہ میرے پاؤں میں ایک حسین زنجیر پڑی رہے۔

خود غرضی ایسی تھی کہ جب بیٹی کے جذبات کی بات آئی تو وہ سونیا کی خدمات کو بھول گیا۔ اب بھی دونوں باپ بیٹی اس بات سے خوش تھے کہ سونیا میرے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹ گئی ہے اور اسی لیے مجھ پر بہت زیادہ مہربان بھی تھے۔

جب میری ٹیلی پیتھی کے علم کا انکشاف ہوا تو اسے اپنے محکمہ کے آلۂ فاش ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ وہ مجھے مار ڈالنے کا آخری فیصلہ کر چکا تھا۔ اگر میں خیال خوانی کے ذریعہ اسے دہشت زدہ نہ کرتا اور اسے یقین نہ دلاتا کہ میں ٹیلی پیتھی کے مہتیار سے اس کی پوری مسلح فوج کو چیونٹیوں کی طرح مسل سکتا ہوں تو وہ میری مزاحمت کا فیصلہ کبھی نہ بدلتا۔

یعنی اس نے بحالت مجبوری دوستی کی تھی۔ اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ فرہاد نے جھانسا دیا ہے اور فرہاد کو راستے سے ہٹانے کے لیے کوئی مجبوری اور خوف نہیں ہے تو وہ پھر حاکم اور دشمن بن جاتا۔

ان تمام آزمودہ حقائق کے پیش نظر اب میں کرنل پر ایک لمحہ کے لیے بھی بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنی پلاننگ کے تحت دوہری چال چل رہا تھا۔ میری پلاننگ یہ تھی کہ میں اس وقت تک دونوں باپ بیٹی کو الو بناتا رہوں۔ جب تک کہ مجھے جاپان سے باہر نکلنے کا موقع نہ ملے۔

ایک گھنٹہ کے بعد آئینہ کے سامنے میرا حلیہ بدل چکا تھا۔ کرنل اور سوزوکو حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگے۔ کرنل نے کہا۔

"تم ہر فن مولا ہو۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم میک اپ میں بھی مہارت رکھتے ہو۔"

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ میرے چاروں طرف گھوم کر مجھے تعریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ فوجی وردی میں میری کرداری شخصیت کچھ اور زیادہ پُرکشش ہو گئی تھی۔ سوزوکو میرے کشادہ سینے کو دیکھ کر سوچ رہی تھی۔

"ہائے، یہ دل بے اختیار کھنچا جا رہا ہے۔ جی چاہتا ہے اس کے سینے کی چٹان پر سر پٹخ کر مر جاؤں۔ یہ تو میرے لیے بھرے ایک نیا محبوب بن گیا ہے۔ یہ کتنی خوبصورت تبدیلی ہے۔ ایک نئی شخصیت کے ساتھ ایک نیا رومانس، ایک نیا مزہ جیسے بنیادی طور پر پلیٹ ڈنر ہی ہو صرف سالن بدل گیا ہو۔"

یہ سوچ کر وہ مسکرانے لگی۔ پھر میرے قریب آ کر بولی۔

"اگر تم میرے سامنے بھیس نہ بدلتے تو میں اس روپ میں تمہیں کبھی فرہاد تسلیم نہ کرتی۔"

میں نے بڑی چاہت سے کہا۔

"اگر تم کسی لمحہ بھی مجھے تسلیم کرنے سے انکار کر دو گی تو میں زندہ رہنے سے انکار کر دوں گا۔"

سوزوکو نے فرط محبت سے میرا ہاتھ تھام لیا۔ کرنل نے کھنکار کر کہا۔

"اب ہمیں چلنا چاہیے۔ ہم یہاں سے سیدھے ٹوکیو جائیں گے۔"

وہ میرے ساتھ چلنے لگی۔ کرنل نے اس کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر محبت سے سمجھایا۔

"بیٹی! دنیا والوں کی نظروں میں فرہاد اب میرا باڈی گارڈ ہے۔ اس لیے تمہیں اس کے قریب نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ بڑی سعادت مندی سے مان گئی۔ میں کرنل کے پیچھے ایک باڈی گارڈ کی حیثیت سے چلنے لگا۔ فوج کے ہوائی اڈے کی طرف جاتے وقت میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ بستر پر ایک مریضہ کی طرح پڑی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا۔

"سونیا! خیریت تو ہے؟"

"ہاں فرہاد! میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ تمہاری سوچ کے ذریعہ تمہاری نقاہت اور کمزوری کا پتہ چل رہا ہے۔"

"تم ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ کچھ دیر پہلے میں بیہوش ہو گئی تھی۔"

"کیسے؟" میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"میں تمہارے لیے جھوٹا ماتم کر رہی تھی۔ مگر وہ سچ ہو گیا۔ تم نے دیکھا ہی ہے کہ میں پہلے سے کمزور تھی۔ میں نے ماتم میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے دیوار سے سر ٹکرایا تو سچ مچ بیہوش ہو کر گر پڑی۔"

"سونیا! اب ایسی حماقت نہ کرنا۔ تمہیں مکمل آرام اور اچھی خوراک کی ضرورت ہے۔ جلد از جلد صحت یاب ہونے کی کوشش کرو تاکہ اس کوٹھی سے باہر نکل کر میرے لیے اطلاعات فراہم کر سکو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گی تو میں کس طرح تمہارے پاس پہنچوں گا؟"

"میں نے جنونی انداز میں ماتم کیا۔ یہ حماقت ہی سہی لیکن فائدہ یہ ہوا کہ تنظیم کے چند افراد جو یہاں آئے ہیں وہ میری حالت زار دیکھ کر بلاشبہ تمہاری موت کا یقین کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا....."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ کیونکہ ڈاکٹر اس وقت اس کے بازو میں انجکشن لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"مادام! آپ بچی نہیں ہیں۔ آپ کو یہ اچھی طرح سمجھ کر صبر کرنا چاہیے کہ مرنے والے کبھی واپس نہیں آتے۔ آپ یقین کریں کہ پرسامسٹر کیمی اس کی موت کا بے حد افسوس ہے۔ وہ آپ کی خیریت دریافت کر رہا تھا میں نے کہا ہے کہ آپ شام تک نارمل ہو جائیں گی۔"

سونیا نے کہا۔ "میں پرسامسٹر سے ملنا چاہتی ہوں۔ اس تنظیم سے میرا پرانا ناتا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ روبرو کسی سے نہیں ملتا۔ مگر ہماری باتوں کا جواب براہ راست اس سے مل جاتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "تمہاری درخواست پرسامسٹر تک پہنچ جائے گی۔ اب تم آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرو۔"

سونیا نے آنکھیں بند کر لیں تاکہ وہ چلا جائے۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا۔

"فرہاد! کیا تم موجود ہو؟"

"ہاں میں نے تم دونوں کی باتیں سنی ہیں۔ تم ڈاکٹر کے متعلق کچھ کہتے کہتے رک گئی تھیں۔"

"ہاں۔ جب میں بیہوشی کے بعد ہوش میں آ رہی تھی۔ اس وقت میری آنکھیں بند تھیں۔ ڈاکٹر کو معلوم نہ ہو سکا کہ میں اس پاس کی آوازیں سن سکتی ہوں۔ وہ تنظیم کے ایک آدمی سے کہہ رہا تھا کہ فرہاد جیسے لوگ مر جائیں تو اتنی جلدی ان کی موت کا یقین نہیں آتا۔ جاپان میں ہماری تنظیم کے افراد اس کی موت کے متعلق مزید ثبوت حاصل کرنے کی فکر میں ہیں۔ شاید وہ فرہاد کی لاش حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

میں نے کہا۔ "تم اطمینان رکھو۔ انہیں میری لاش تو نہیں ملے گی مگر ہاں ڈی این اے ٹیسٹ کی ثبوت مل جائیں گے۔"

اسے اطمینان دلانے کے بعد میں کرنل اور سوزوکو کی طرف پلٹ آیا۔ ہماری گاڑی ہوائی اڈے کے احاطہ میں داخل ہو کر رن وے کی طرف جا رہی تھیں جہاں ایک طیارہ ہمارے لیے تیار کھڑا تھا۔ دو فوجی انسٹرکٹر طیارے کی سیڑھی کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے کرنل کو دیکھتے ہی سلیوٹ کیا اور اسے بتایا کہ طیارے میں پرواز کے تمام انتظامات مکمل کر دیئے گئے۔ پرواز کی بات سن کر میں نے ایک فوجی افسر کے دماغ کو ٹٹولا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ فرہاد علی تیمور کی موت پر جو فلم تیار کی گئی ہے وہ طیارے میں دکھائی جائے گی۔

طیارے کے اندر پہنچنے تک میں اس افسر کے دماغ کو کھنگالتا رہا ہے۔ پتہ چلا کہ سنٹرل جیل کے اندر جو راز دفن کیا گیا ہے۔ اس کا علم بڑے سے بڑے فوجی افسروں کو بھی نہیں ہے۔ ان کی معلومات کے متعلق فرہاد واقعی مر چکا تھا۔ جہاز کے اندر سیکرٹ سروس کا ایک قابل اعتماد مسلح نوجوان اپنی گود میں اٹھائے ایم ایم کا پروجیکٹر لیے بیٹھا تھا اور ایک خوبصورت سی ایئر ہوسٹس تھی۔ جب جہاز فضا میں پرواز کرنے لگا۔ تو وہ ناشتہ اور کافی سے ہماری تواضع کرنے لگی۔

ہم پچھلی رات سے جاگ رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے سو جانا چاہتا تھا۔ میں نے کرنل سے دماغی رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی جو فلم اسکرین پر دکھائی جانے والی ہے۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں آپ کی اجازت سے نیند پوری کرنا چاہتا ہوں۔"

کرنل کی سوچ نے کہا۔

"میں بھی رات سے جاگ رہا ہوں۔ مجھے تمہارے سونے پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن یہاں جو سیکرٹ سروس کے جوان ہیں۔ یہ تمہیں فرہاد کی حیثیت سے نہیں جانتے ہیں۔ میں انہیں یہ سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا کہ میں جاگ رہا ہوں اور میرا باڈی گارڈ سو رہا ہے۔"

"سوری جناب! میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ اب جاگتا رہوں گا۔"

سوزوکو بھی جاگ رہی تھی۔ اس کے جاگنے کا مقصد یہ تھا کہ میں اس خوبصورت سی ایئر ہوسٹس کو نظر بھر کر نہ دیکھ سکوں۔ میں نے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"میری جان! میں تمہارے باپ کا باڈی گارڈ ہوں۔ تم میری باڈی گارڈ نہ بنو۔ دیکھنے والے شبہ کریں گے۔"

"کرنے دو۔" اس کی سوچ نے کہا۔ "وہ کینی آتے جاتے تمہیں مسکرا کر دیکھ رہی ہے۔"

"کسی کو بھی دیکھ کر مسکرانا ایئر ہوسٹس کی ڈیوٹی ہے۔"

"آنا میں بھی سمجھتی ہوں مگر ایک عورت ہو کر دوسری عورت کی مسکراہٹ کے خفیہ مفہوم کو بھی اچھی طرح سمجھ لیتی ہوں۔ میرا دھوکہ نے ہے کہ وہ تمہاری موجودہ شخصیت پر مر مٹی ہے۔"

اس کے دعوے کی سچائی کو سمجھنے کے لیے ایئر ہوسٹس کی سوچ کو پڑھا جا سکتا تھا لیکن اس وقت مجھے دنیا کی کسی بھی صنف نازک سے دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے کہا۔

"سوزوکو! تم دوسری لڑکیوں کی نیت کو نہ دیکھو۔ تمہیں اتنا اعتماد ہونا چاہیے کہ میری نیت صرف تم پر مرتکز ہوتی ہے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ لیکن کافی کی پیالی واپس کرتے وقت وہ ایئر ہوسٹس کو غصہ سے دیکھ رہی تھی۔ کسی بیوی یا کسی محبوبہ کو پالنے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت ہماری نگاہوں پر اپنی نگاہوں کے پہرے بٹھاتے رہتی ہے۔ اس نے کہا۔

"فرہاد! اگر میں ٹیلی پیتھی جانتی تو ابھی تمہارے چوراہوں کو پڑھ لیتی مگر مجبوری ہے۔ تم پر بھروسہ کرنا ہی پڑے گا۔"

کرنل نے کافی کی دوسری پیالی ختم کرنے کے بعد فلم چلانے کا حکم دیا۔ اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ ہمارے سامنے پائلٹ روم کا دروازہ بند تھا۔ اس دروازے پر ایک چھوٹا سا سفید اسکرین لگا دیا گیا۔ طیارے کی کھڑکیوں پر پردے پڑ گئے۔ پھر اس نیم تاریکی میں فلم شروع ہو گئی۔

سنٹرل جیل کے اندر جو کچھ مجھ پر بیت چکی تھی۔ وہ سب کچھ پردۂ فلم پر نظر آ رہا تھا۔ میں خود کو مرتے اور دفن ہوتے دیکھ رہا تھا۔ وہ فلم میری موت کا مکمل دستاویزی ثبوت تھی۔ اسے دیکھ کر پرسامسٹر کو ذرا برابر شبہ نہ ہو سکتا تھا کہ میں ابھی اسی دنیا میں اپنے مقدر کی سانس لے رہا ہوں۔

فلم ختم ہو گئی۔ اسکرین سادہ ہو گیا۔ میں نے خوش ہو کر سوچا کہ کوئی جلاد جلد اسی فلم کو تراش کر پرسامسٹر تک پہنچا دے۔ پرواز کرنے والے طیارے میں یہ ممکن نہیں تھا کہ تنظیم کا کوئی جیالا اگر یہ کارنامہ دکھاتا۔ مگر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض اوقات دل میں جو خواہش سر اٹھاتی ہے وہ فوراً ہی پوری ہو جاتی ہے میری خواہش کے جواب میں اسپیکر بولنے لگا۔ طیارے کے پائلٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"اٹینشن پلیز۔ جہاز جاپان کی سمندری سرحد پار کر چکا ہے۔ آپ حضرات نو کیو پہنچنے کی آرزو دل سے نکال دیں۔ کرنل تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تمہارے آدمی اپنے ہتھیار ایئر ہوسٹس کے حوالے کر دیں۔"

چند لمحوں کے لیے سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ سوزوکو کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعہ اسے اور کرنل کو سمجھایا کہ وہ کسی بھی موقع پر گھبرا کر مجھے فرہاد کے نام سے نہ پکاریں۔ کرنل نے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"فرہاد! میں محتاط ہوں گا مگر تم جلدی کچھ کرو۔"

"جناب آپ بھول رہے ہیں کہ ہم زمین پر نہیں ہیں۔ اگر میں پائلٹ کو ماغی جھٹکے پہنچاؤں گا تو یہ جہاز تباہ ہو جائے گا۔"

یہ بات کرنل کی سمجھ میں آ گئی کہ دشمن فضائی ناخدا بنا ہوا ہے۔ اس کا دماغ سلامت رہے گا تو ہم سب سلامت رہیں گے۔ اس نے پھر مجھے مخاطب کیا۔

"فرہاد! پتہ نہیں یہ ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں۔ کم از کم منزل کا پتہ تو معلوم کرو۔"

میں نے کہا۔ "پہلے آپ اس سے سوالات کریں۔ اگر جواب مل جائے گا تو خیال خوانی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ مجھے حتی الامکان یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ میں دشمنوں کے آگے فرہاد کا رول ادا نہ کروں جب جان کا خطرہ ہو گا تو میں آپ کو بچاؤں گا۔"

حالانکہ بچانے کی کوئی نیت نہیں تھی۔ میں نے پہلے ہی جاپان سے فرار ہونے کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ یہ نہیں اپنے طور پر کب کامیابی ہوتی۔ دشمن خود ہی مجھے کامیابی سے ہمکنار کر رہے تھے۔ میں نے پلٹ کر پیچھے کی جانب دیکھا۔ سرخ قد ایئر ہوسٹس دونوں ہاتھ کمر پر رکھے ایک ادا سے ناز سے کھڑی مسکرا رہی تھی۔

اس کی اداؤں سے پتہ چل رہا تھا کہ بڑی حرافہ ہے۔ بہر حال وہ جیسی بھی تھی۔ ایسے وقت اس سے کام نکالنا تھا یعنی مجھے بھی جواباً مسکرانا تھا۔ لیکن سوزوکو کو یہ برا لگ رہی تھی۔ اس لیے میں نے یوں کمر ہٹ کا اظہار کیا جیسے چوٹ کو سامنے دیکھ کر ایک حسینہ کی مسکراہٹ مجھ پر اثر نہیں کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ بیچارہ موجودہ سچویشن سے گھبرا گیا ہے۔ مگر میں اسے موم کر لوں گی۔"

اس کی سوچ نے کہا۔

"یہ سچویشن سے نہیں بلکہ کرنل کی ہنسی سے گھبرا رہا ہے۔ میں بہت دیر سے دیکھ رہی ہوں اور سمجھ رہی ہوں کہ اپنے باپ کے باڈی گارڈ سے اس لڑکی کے اناجائز تعلقات ہیں۔ میں عورت ہوں اسی لیے عورت کی نگاہوں کو پہچانتی ہوں۔"

وہ آگے نہ سوچ سکی۔ کرنل نے اسے مخاطب کیا۔

"لڑکی تم ہنستی ہو۔ میرے ایک اشارے پر تمہیں شوٹ کر دیا جائے گا۔"

ایئر ہوسٹس نے اپنے دونوں خالی ہاتھ دکھا کر کہا۔

"میرے ہاتھ خالی ہیں۔ مگر اس جہاز کی لگام میرے ساتھی کے ہاتھوں میں ہے۔ مجھے مار کر دیکھو یہ جہاز پینتالیس ہزار فٹ کی بلندی سے گرے گا۔ دانشمندی یہی ہے کہ تمہارے آدمی اپنے ہتھیار میرے قدموں میں لاکر ڈال دیں۔"

کرنل نے میری جانب دیکھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ہولسٹر سے ریوالور نکالتے ہوئے ایئر ہوسٹس کی جانب بڑھنے لگا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو میری پشت سوزو کی طرف تھی۔ میں نے موقع ملتے ہی اپنے ہونٹ بوسے کے انداز میں سکیڑ کر اسے آنکھ ماری۔ وہ نہال ہوگئی۔ اسی وقت دوسرے فوجی افسر نے اپنی اسٹین گن لاکر اس کے قدموں میں ڈال دی۔ پھر ہم اپنی جگہ واپس آگئے۔ کرنل نے پوچھا۔

"یہ پائلٹ ہمیں کہاں لے جارہے ہے؟"

وہ بولی۔ "ظاہر ہے وہ اس جہاز کو لے کر سمندر میں نہیں ڈوبے گا کسی زمین پر ہی اترے گا۔"

کرنل نے دوسرا سوال کیا۔

"تم ہماری ایئر فورس میں کب سے کام کررہی ہو؟"

"پچھلے دو سال سے۔"

"اور وہ پائلٹ؟"

"تہاڑ وہ پائلٹ اپنے ملک کا وفادار تھا۔ اس لیے ختم کردیا گیا۔ ابھی اس جہاز کو کنٹرول کرنے والا میرا ساتھی اس مردہ پائلٹ کے میک اپ میں ہے اور اس کا شناختی کارڈ بھی موجود ہے۔ اس لیے تمہاری سیکورٹی فورس کے آدمی اس پر شبہ نہ کرسکے۔"

کرنل نے پھر سوال کیا۔

"تم لوگوں کو کیسے اطلاع ملی کہ میں اس جہاز کے ذریعہ ٹوکیو جانے والا ہوں؟"

ایئر ہوسٹس نے اپنے عشق کی داستان سنائی۔

"میں دو سال سے جاپان کی ایئر فورس میں ہوں اور یہاں کے چار عدد پائلٹوں سے عشق کررہی ہوں۔ اب سے دو گھنٹہ پہلے میں اس مردہ پائلٹ کے پاس تھی۔ اسے میری موجودگی میں اطلاع ملی کہ تم ایک اہم رازنامے کے ساتھ ڈیڑھ گھنٹے بعد ٹوکیو جانے والے ہو۔ اور میرا عاشق پائلٹ اس طیارے کو لے کر جائے گا۔ میں نے یہ اطلاع اپنے آفیسوں تک پہنچادی اور اب تم ہمیں اپنے اصلی روپ میں دیکھ رہے ہو۔"

کرنل نے پوچھا۔ "کیا تم لوگوں کو معلوم تھا کہ میں یہ فلم اپنے ساتھ لے جاؤں گا؟"

"نہیں۔ ہمیں یہ اطلاع ملی تھی کہ فرہاد علی تیمور کو موت کے گھاٹ اتارا جارہا ہے اور ہمارے آدمی اسے بچانے میں ناکام ہورہے ہیں۔ اس ناکامی کے پیش نظر ہم نے سوچا کہ اس طیارے میں فرہاد کی لاش لے جائی جائے گی لیکن اس فلم کو دیکھ کر افسوس ہورہا ہے۔ بیچارے کو سنٹرل جیل میں ہی دفن کردیا گیا۔"

"اس فلم سے تم لوگوں کو کیا فائدہ حاصل ہوگا؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ اس طیارے میں جانے والے کسی بھی راز کو حاصل کیا جائے۔ اور یہ ہم کررہے ہیں۔"

کرنل نے آخری سوال کیا۔

"اب ہمارا انجام بتادو۔"

وہ اپنے قدموں سے میرے ریوالور اور اسٹین گن کو اٹھاتی ہوئی بولی۔

"اگر شرافت سے ہمارے حکم کی تعمیل کرتے رہو گے تو تمہیں تمہارے ملک واپس پہنچادیا جائے گا۔"

میں نے کرنل کے دماغ میں کہا۔

"اب آپ خاموش رہیں۔ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں آزما کر معلومات حاصل کروں گا۔"

کرنل تو خاموش ہوگیا۔ لیکن اسپیکر بولنے لگا۔

"اٹینشن پلیز! آپ لوگ سیفٹی بیلٹ باندھ لیں۔ چند منٹ بعد جہاز لینڈ کرنے والا ہے۔"

ہم نے حفاظتی بیلٹ باندھ لیے۔ کرنل نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی ویران سی جگہ نظر آرہی ہے۔ پتہ نہیں یہ ہمیں کہاں لے آتے ہیں۔"

جہاز رن وے پر بھاگ رہا تھا۔ جب وہ رکنے لگا تو ہم نے دیکھا۔ جہاز کے چاروں طرف مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے۔ اور ہمیں اسپیکر سے وارننگ دی جارہی تھی۔

"جسے اپنی زندگی عزیز نہ ہو وہ کوئی چالاکی دکھائے۔ ہم پھر ایک بار یقین دلاتے ہیں کہ تمہیں جانی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ دروازہ کھلتے ہی اپنے اپنے سروں پر دونوں ہاتھ رکھ کر باہر چلے آؤ....."

ہم سب حفاظتی بیلٹ کھول کر کھڑے ہوگئے۔ کرنل نے آہستگی سے پوچھا۔

"فرہاد! اب تم کچھ کرنے والے ہو یا نہیں؟"

میں نے کہا۔ "پلیز! آپ آہستگی سے بھی فرہاد کا نام زبان پر نہ لائیں۔ میں آپ دماغ میں موجود ہوں۔ لہٰذا سوچ کے ذریعہ گفتگو کریں۔"

ہم آگے پیچھے ایک قطار میں کھڑے ہوگئے۔ پھر اپنے اپنے سروں پر دونوں ہاتھ رکھ کر طیارے کے باہر سیڑھی سے اترنے لگے۔ کرنل کی سوچ نے کہا۔

"آج تک کسی نے مجھے اس طرح قیدی بنانے کی جرأت نہیں کی۔ یہ میری توہین ہے۔"

میں نے کہا۔ "مجبوری ہے۔ آپ ذرا صبر سے کام لیں۔"

اب اس پر جھلاہٹ طاری ہورہی تھی۔ اس نے کہا۔

"مجھے صبر کا کڑوا پھل نظر آرہا ہے۔ ہمارے چاروں طرف رائفلیں ہیں۔ اگر تم نے جلدی کچھ نہ کیا تو یہ ہمیں مار ڈالیں گے۔"

"میں کسی وقت بھی کچھ کر گزروں گا۔"

تھوڑی دیر کے لیے کرنل کی تسلی ہوگئی۔ لیکن میرا اطمینان ختم ہوگیا تھا۔ اب دل میں یہ اندیشہ گھر کررہا تھا کہ کرنل یا سوزو کو کسی وقت بھی موت کے سامنے دہشت زدہ ہوکر میرا نام پکار سکتے ہیں۔ مجھے اپنا یہ راز اب اپنی جان کی طرح عزیز تھا اور سونیا میری جان تھی۔ اسے حاصل کرنے اور سپر ماسٹر تک پہنچنے کا یہ بہترین منصوبہ تھا کہ مرحوم کہلاتا رہوں۔ لہٰذا میں کرنل اور اس کی بیٹی کی طرف سے بہت زیادہ محتاط ہوگیا۔ بار بار ان کے خیالات پڑھنے لگا کہ وہ اپنے ساتھ کہیں مجھے بھی نہ لے ڈوبیں۔

دو سو گز کے فاصلے پر کچھ ویگن کاریں اور جیپ کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ مجھے کرنل کو اور سوزو کو الگ الگ گاڑیوں میں بٹھایا گیا۔ ایئر ہوسٹس نے سوزو کو سے کہا۔

"اے لڑکی! یہ تیرا یار ہے۔ مگر اب میں اس کے پاس بیٹھوں گی۔"

وہ میرے پاس بیٹھتی ہوئی بولی۔

"میرا نام مرجانہ ہے۔ تم بھی مرجانے کو جی چاہتا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔

"تمہارے لوگوں نے مجھے زندہ چھوڑا تو میں تمہاری یہ خواہش پوری کردوں گا۔"

وہ میرے ہاتھ کو اپنے زانو پر رکھ کر بولی۔

"فکر نہ کرو۔ میں اپنے پاس سے نہیں مانگ لوں گی۔"

تمام گاڑیاں اپنی منزل کی طرف چل پڑیں۔ سوزو کو یہ سوچ کر غصہ سے تلملا رہی تھی کہ میں مرجانہ کی طرف پھسل گیا ہوں۔ حالانکہ مرجانہ پھسل ہی تھی۔ سوزو کو یہ سمجھنے کے باوجود ایک سوکن طرح جل رہی تھی۔ میں نے اسے جسمانی دوری اور دماغی قربت سے پکارا۔

"سوزو کو! میں تمہارا ہوں۔ تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔"

"اگر تم میرے ہوتے تو ابھی میرے پاس ہوتے۔" وہ غصہ ڈکھاری تھی۔

"غصہ تھوک دو۔ حالات کو سمجھو۔ ابھی ہم قیدی ہیں۔ ہمیں ان کے اشاروں پر چلنا ہوگا۔"

اس نے سوال کیا۔ "تم ان لوگوں کو ٹیلی پیتھی کے اشاروں پر کیوں نہیں چلا رہے ہو؟"

"تمہیں منانے میں صرف وقت صرف ہورہا ہے۔ تم ان جاؤ تو میں ذرا خاموش رہ کر کوئی تدبیر کروں۔"

"اچھا اب میں ناراض نہیں ہوں۔ جلد ہی اس حرافہ سے پیچھا چھڑاؤ۔" مگر وہ حرافہ شانے سے شانہ لگائے بیٹھی تھی۔ مجھے چپ دیکھ کر بولی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"سوچ رہا ہوں کہ تمہاری فرمائش پر تمہارا باس مجھے کیوں معاف کرے گا؟"

"اس لیے کہ تم کرنل کے محض ایک گارڈ ہو۔ ایک ملازم ہو۔ جاپانی بھی نہیں ہو۔ تم سے ہماری ذاتی دشمنی بھی نہیں ہے۔ میں نے فرہاد کی دستاویزی فلم حاصل کرکے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس کے صلہ میں میں تمہیں مانگ لوں گی۔"

میں نے فوراً ہی اس کی سوچ میں کہا۔

"اگر باس نے میری فرمائش ٹھکرادی تو کیا ہوگا؟"

اس کی سوچ نے حیرانی سے کہا۔

"یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ باس کبھی میری فرمائش کو نہیں ٹھکراتا۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کسی عاشق سے دل بھر جانے کے بعد میں خود ہی اسے ٹھکانے لگادیتی ہوں۔ جب اس باڈی گارڈ سے بھی بوریت ہوگی تو میں ہمیشہ کے لیے اس کی چھٹی کردوں گی۔ اوہ، میں نے تو اب تک اس کا نام ہی نہیں پوچھا۔"

وہ میرا نام پوچھنے لگی۔ میں نے جواب دیا۔

"میرا نام شامت اعمال ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ کیسا نام ہے؟ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"میں مڈل ایسٹ سے آیا ہوں۔ کرنل میری دلیری اور جاں نثاری کی قدر کرتا ہے۔ وہ مجھے فرہاد علی تیمور کے مقابلے پر لانا چاہتا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ فرہاد ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو پھر اس سے مقابلہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ اتنا خطرناک تھا کہ اسے فوراً ہی گولی مار دی گئی۔ تم نے فلم دیکھ لی ہوگی۔"

"ہمیں اس کی موت کا افسوس ہے اور اطمینان بھی ہے کہ ایک خطرناک آدمی سے پیچھا چھوٹ گیا کاش کہ وہ مرنے سے پہلے ایک دن کے لیے مجھے مل جاتا۔"

میں بار بار اسے حرافہ کہتا ہوں تو غلط نہیں کہتا ہوں۔ وہ مجھ کو صرف اتنی دیر کے لیے پیا اتنے دنوں کے لیے پسند کررہی تھی جب تک کہ اس کا دل نہ بھر جاتے۔ پھر ان چار پائلٹوں کا ذکر کررہی تھی جن سے اس کے تعلقات رہ چکے تھے۔ اب فرہاد کو یاد کرکے رال ٹپکا رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"وہ مرچکا ہے۔ میں زندہ ہوں۔ میری بات کرو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "جل گئے۔ تم مردوں کی یہ بڑی عادت ہے کہ ہر عورت کو اپنی جاگیر سمجھ لیتے ہو۔ میں جلنے والوں کو اور جلاتی ہوں۔ ایک مرد کے پہلو میں بیٹھ کر دوسرے مردوں کے قصے چٹخارے لے کر سناتی ہوں۔ ہی ہی ہی ہی....."

اس کی بے باک باتوں سے بھوکی نگاہوں سے اور اس کی ننگی

جنسی سے پتہ چلتا تھا کہ وہ کیسی جہاں دیدہ اور مرد دیدہ عورت ہے۔ اپنے کسی بھی عاشق کو کھرے سکے کی طرح ہاتھ میں لیتی ہے اور کھوٹا سکہ بنا کر پھینک دیتی ہے۔ مجھے اس کے ہاتھوں اپنا انجام نظر آ جاتا۔ اگر میں فرہاد علی تیمور نہ ہوتا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟

ایک چھوٹی سی بستی میں پہنچ کر میرا سفر ختم ہو گیا۔ میں نے گاڑی سے اُتر کر دیکھا۔ دور دور تک بالشں کے بنے ہوئے کاٹج نظر آ رہے تھے جہاں تمام لوگوں کے ہاتھوں میں رائفلیں یا اسٹین گنیں دکھائی دے رہی تھیں۔ ایک کاٹج سے ایک ادھیڑ عمر کا انگریز باہر آیا۔ پھر کرنل کو گھور کر دیکھنے لگا۔ میں نے سوچ کے ذریعہ کرنل سے کہا۔

"میں نے اپنا نام شامتِ اعمال بتایا ہے۔ آپ مجھے فرہاد ہرگز نہ کہیں۔ ورنہ....."

وہ جھلا کر بولا۔ "تمہیں صرف اپنے کام کی پڑی ہے۔ تم بچاؤ کی تدبیر کیوں نہیں کر رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ آپ ذرا دیکھیں کہ یہ انگریز کیا کہتا ہے۔"

مرجانہ وہ دستاویزی فلم اس انگریز کے حوالے کرتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"اس فلم سے فرہاد کی موت کا ثبوت مل جاتا ہے اور یہ جاپان سیکرٹ سروس کا چیف ہے۔ کرنل جوشو ہو..... آپ اس کی تصویر سے تصدیق کر لیں۔"

انگریز نے اپنے ماتحت کو حکم دیا کہ ریکارڈ سے کرنل جوشو ہو کی تصویر لائی جائے اور سوزدکو ایک کاٹج میں قید کر دیا جائے۔ مرجانہ نے کہا۔

"مسٹر باس! میری درخواست ہے کرنل کے اس باڈی گارڈ کو میری قید میں دے دیا جائے۔"

اس انگریز باس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ پھر مرجانہ سے کہا۔

"سپر ماسٹر کا حکم آیا ہے کہ کرنل جوشو ہو کے ساتھ جو بھی ہو انہیں زندہ نہ چھوڑا جائے۔ تاکہ کرنل کی موت کا کوئی چشم دید گواہ نہ رہے۔"

یہ سنتے ہی کرنل ایکدم ہی کھوپڑی سے باہر ہو گیا۔ اپنے پاس کھڑے ہوئے گارڈ کو دھکا دیتے ہوئے اور چیختے ہوئے بھاگنے لگا۔

"میں نہیں مروں گا۔ مجھے کوئی نہیں مار سکتا....."

میں نے اسے آواز دی۔ "جناب! رُک جائیے۔" لیکن وہ بھاگتے بھاگتے ایک گارڈ پر اچھلا۔ نگ لگا چکا تھا۔ پھر وہ گارڈ کو لیے ہوئے زمین پر گر پڑا۔ ایسے وقت اسٹین گن اسی کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس نے اسٹین گن کا رُخ انگریز کی طرف کیا۔ اس لمحہ اس پاس سے تڑا تڑ فائرنگ کی آواز گونجنے لگی۔ اس شور میں سوزدکو کی چیخیں سنائی دیں۔ پھر وہ کرنل کے دم توڑنے سے پہلے ہی بیہوش ہو گئی۔

کچھ اور تماشہ ہوا۔ کرنل کی اسٹین گن سے بھی گولیاں چلی تھیں میں تو سوزدکو کو سنبھالتے ہوئے زمین پر بیٹھ گیا تھا لیکن میرے اُس پاس کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک جاپانی افسر مرجانہ کا انگریز باس اور پائلٹ جو میں یہاں لایا تھا ان تینوں کو کرنل اپنے ساتھ لے ڈوبا۔ مرجانہ ان کے پیچھے کھڑی تھی۔ اسے بچنے کا موقع مل گیا۔ وہ ایک ہی جست میں کاٹج کے اندر چلی گئی تھی۔

چند لمحوں کے لیے سناٹا چھا گیا۔ تنظیم کے افراد سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کا باس، اس بستی کی تنظیم کا لیڈر یوں دیکھتے ہی دیکھتے اپنے ہی ایک قیدی کی گولیوں کا نشانہ بن جائے گا۔ مجھے کرنل کی موت کا افسوس تھا یوں تو اسے مرنا ہی تھا مگر میرے دل میں حسرت رہ گئی کہ میں اس کا آخری وقت کام نہ آ سکا۔ اس نے مجھے اتنا موقع ہی نہ دیا کہ میں سوچ کے ذریعہ اسے کنٹرول کرتا۔

مجھے زیادہ دیر اس کی موت پر بھی افسوس کرنے کا موقع نہ ملا۔ اب مسلح جوانوں کی رائفلیں اور اسٹین گنیں میری طرف اٹھ گئی تھیں۔ وہ مجھے گولی مارنے کے لیے حکم کے منتظر تھے مگر انہیں حکم دینے والا مر چکا تھا۔ کاٹج کے دروازے پر آ کر کہا۔

"نو فائرنگ۔ اس لڑکی کو کسی کاٹج میں لے جا کر ہوش میں لاؤ۔" پھر اس نے میری طرف اشارہ کیا۔ "یہ آدمی میری نگرانی میں رہے گا۔"

ایک انگریز نوجوان نے آگے بڑھ کر کہا۔

"مس مرجانہ! یہ درست ہے کہ باس کے بعد تم یہاں ہم سے سینئر ہو۔ ہم تمہارے احکامات کی تعمیل کریں گے۔ لیکن سپر ماسٹر کی طرف سے پہلے ہی یہ حکم آ چکا ہے کہ کرنل جوشو ہو کی موت کا کوئی چشم دید گواہ زندہ نہ رہے۔"

مرجانہ نے مجھے دیکھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"کھانا سامنے ہو تو بھوک برداشت نہیں ہوتی۔ میں اسے چکھے بغیر موت کے ڈسٹ بن میں نہیں پھینکوں گی۔ اس کی خاطر مجھے اپنے مخالفوں سے نمٹنا ہو گا۔"

یہ سوچتے ہی اس نے مسلح جوانوں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"بعض حالات میں سپر ماسٹر اپنے فیصلے بدل دیتا ہے۔ میں ابھی ماسٹر ین خان سے رابطہ قائم کرتی ہوں۔ اس کے ذریعہ سپر ماسٹر کو یہاں کے حالات بتاؤں گی۔"

اس انگریز نوجوان نے کہا۔

"مس مرجانہ! اس تنظیم میں میری بھی کچھ اہمیت ہے۔ لہٰذا ماسٹر ین خان سے ہونے والی گفتگو میں بھی سنوں گا۔ ہمیں اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔ یہاں آ جاؤ فرانڈ!"

مرجانہ نے اس انگریز نوجوان فرانڈ کو بڑے میٹھے انداز میں مسکرا کر کاٹج میں آنے کی دعوت دی۔ میں نے فرانڈ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا کہ وہ مسکراہٹ سے گھل رہا ہے یا نہیں؟ وہ سوچ رہا تھا۔

"یہ بڑی چالاک بُتی ہے۔ میں نے کئی بار اس کی تمنا کی مگر اس نے ہر بار بڑی طرح جھڑک دیا۔ آج میری باری ہے۔ میں اس کمینی کو اس باڈی گارڈ کی آغوش گرم کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

مرجانہ نے کہا۔ "فرانڈ کیا سوچ رہے ہو۔ کیا میری بات نہیں سنو گے؟"

اس کے لہجے میں پیار بھری شکایت بھی تھی اور دعوت بھی۔ میں نے فرانڈ کی سوچ میں کہا۔

"اس عورت کی ادائیں مار ڈالتی ہیں۔ اس کی بات سن لینے میں حرج ہے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا۔

"ہاں۔ یہ ذرا دیکھنا چاہیئے کہ ایک مغرور حسینہ اپنے مطلب کی خاطر کیسے جھکتی ہے۔"

وہ کاٹج کی طرف بڑھنے لگا۔ اسی وقت سوزدکو ہوش میں آنے لگی۔ اس کے خشک لب پانی مانگ رہے تھے۔ میں نے کہا۔

"مرجانہ! یہ پانی مانگ رہی ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی۔

"اس لڑکی سے بڑی ہمدردی ہے۔ اسے پیاسی مرجانے دو۔"

میں غصہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر چیخ کر بولا۔

"کیا تم لوگوں میں ذرا سی بھی انسانیت نہیں ہے۔ جانوروں کو بھی مارنے سے پہلے پانی پلایا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اسے پانی پلاؤ۔"

"چلاؤ مت۔" فرانڈ نے غصہ سے کہا۔ "ورنہ ایک ہی گولی میں آواز بند ہو جائے گی۔"

میں نے ایک قدم آگے بڑھا کر کہا۔

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ مجھے اور اس لڑکی کو یہاں مرنا ہے۔ اگر ابھی پانی نہ لایا گیا تو میں بھی کرنل کی طرح جدوجہد کرتے ہوئے اس لڑکی کے ساتھ مر جاؤں گا۔"

یہ بات میں نے اس اعتماد سے کہی کہ مرجانہ فی الحال مجھے زندہ رکھنا چاہتی ہے۔ فرانڈ نہیں جانتا تھا۔ وہ کاٹج کے دروازے پر پہنچ گیا تھا۔ اندر سے چیلنج کے جواب میں اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکالنا چاہتا تھا لیکن مرجانہ اس کے بازو سے لگ گئی

اور وہ نرمی سے کہہ رہی تھی۔

"ذرا صبر کرو۔ جب انہیں مارنا ہی ہے تو بیچاروں کو پانی پلا کر مارنا بہتر ہے۔"

پھر اس نے حکم دیا کہ سوزدکو کو پانی پلانے کے بعد اسے مجھ سے دور رکھا جائے۔ یہ حکم دینے کے بعد اس نے کاٹج کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ فرانڈ کے ساتھ دوسروں کی نگاہوں سے چھپ گئی۔ اس کی دیوار میں بھی ریوالور نہیں روک سکتیں۔ اس لیے میں انہیں دیکھ رہا تھا۔

میں فرانڈ کو پڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اندر سے موم ہو رہا ہے۔ اس نے بظاہر سخت لہجے میں کہا۔

"مجھے بیوقوف نہ بناؤ۔ میں یہ کبھی نہیں بھول سکتا کہ تم نے کئی بار میری محبت کو ٹھکرا دیا ہے۔"

"میں اعتراف کرتی ہوں کہ وہ میری غلطی تھی۔ اب میں تمہاری قدر کر رہی ہوں۔"

"اپنے مطلب کے لیے کر رہی ہو۔"

"فرانڈ! تنظیم کی تمام لڑکیوں کو پہلا سبق یہی سکھایا گیا ہے کہ اپنے مطلب کے لیے کسی کی بھی خواہش کے آگے جھک جاؤ۔ پھر تم تنظیم کے اصولوں سے انکار کیوں کرتے ہو؟"

"اچھا تو تم اس باڈی گارڈ کے لیے میرے قریب آئی ہو؟"

"ہاں تم مجھے چاہتے ہو۔ میں اسے چاہتی ہوں۔"

"لیکن سپر ماسٹر کا حکم ہے کہ....."

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ باہر وہ مسلح جوان سوزدکو کو پانی پلانے کے بعد اسے سہارا دے کر ایک کاٹج کی طرف لے جا رہے تھے۔ میں نے سوچ کی خاموشی میں اسے سمجھایا۔

"تمہارے پتا اپنی جلد بازی کی وجہ سے مارے گئے۔ تم اپنی سلامتی چاہتی ہو تو ان لوگوں کے حکم کی تعمیل کرتی رہو۔ میں تمہاری حفاظت کی تدبیر کر رہا ہوں۔"

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں تو میں اس کے لیے بہت بڑا سہارا تھا۔ اس لیے وہ چپ چاپ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد جب میں نے دوبارہ فرانڈ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو ذرا دیر ہو چکی تھی۔ اس وقت تک مرجانہ کا جادو اس پر چل چکا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔

"تم تو مجھے بولنے ہی نہیں دیتیں۔ میری بات تو سنو۔"

"کیا سنوں یہ تم یہی کہو گے کہ ہم سپر ماسٹر کی حکم عدولی کریں گے تو خود مارے جائیں گے۔"

"ہاں۔ کیا تم اپنے ساتھ مجھے بھی مارنا چاہتی ہو؟"

"نہیں، ہم زندہ رہیں گے۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو ہم صرف ایک دن کے لیے سپر ماسٹر کے حکم کو ٹال سکتے ہیں۔ میں ایک رات گزارنے کے بعد کل صبح خود اپنے ہاتھوں سے اس باڈی گارڈ کو گولی مار دوں گی۔"

"اور ہم اپنے آدمیوں سے یہاں کیا کہیں گے؟"

مرجانہ نے جواب دیا۔

"ابھی ہم ٹرانسمیٹر پر ماسٹر ین خان کو یہاں کی رپورٹ پیش کریں گے۔ اس کے بعد تم باہر جا کر ان لوگوں کو سمجھا دینا کہ کرنل کے

باڈی گارڈ شامت اعمال کو مرجانہ کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اور سوزو کو تمہارے حوالے کر دی گئی ہے۔"

فرائڈ نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔

"مجھے جاپانی لڑکیاں پسند نہیں ہیں۔ میں تمہارا دیوانہ ہوں۔ میری شرط یہ ہے کہ پہلے تم میرے ساتھ وقت گزارو گی۔ پھر شامت اعمال تک پہنچو گی۔"

میں مرجانہ کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ اسے فرائڈ کی شرط منظور نہیں تھی مگر وہ کھل کر انکار نہیں کر سکتی تھی۔ دل میں اس کے خلاف نفرت بھری ہوئی تھی کہ وہ رسّے کی دیوار بنا ہوا ہے۔ اس نے جبراً مسکرا کر کہا۔

"مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔ آؤ پہلے ماسٹر ین خان سے رابطہ قائم کریں۔"

وہ دونوں ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھنے لگے۔ میں نے سوزو کو خبر دی۔ وہ ایک کاٹج کے فرش پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ سیکرٹ سروس کی ایک اہم ہستی جس کا نام کرنل جو سٹو ہوتا تھا اور جو اس کا باپ تھا وہ مر چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی بیٹی کا غرور ٹوٹ چکا تھا۔ اب وہ ایک معمولی لڑکی کی طرح فرش پر بیٹھی اپنی موت کے تصور سے کانپ رہی تھی میں نے کہا۔

"سوزو کو! ہمت سے کام لو۔ ڈرنے سے موت نہیں ٹلتی۔ لڑنے سے زندگی کی آس رہتی ہے۔ تم یقین کرو میں اپنی آخری سانس تک تمہیں بچانے کی کوشش کروں گا۔"

میں اسے تسلیاں دے رہا تھا لیکن اسے بچانے کی کوئی تدبیر دماغ میں نہیں آ رہی تھی۔ اگرچہ وہ اپنے باپ کی زندگی میں ایک ضدی، خود غرض اور مغرور لڑکی تھی تاہم ایسی حالت میں وہ قابل رحم تھی۔ میں اس کے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتا تھا لیکن ایک بے یار و مددگار لڑکی کی حفاظت کرنا میرا اوّلین فرض تھا۔

اسی لیے میں مرجانہ اور فرائڈ کو چھوڑ کر اس پر توجہ دے رہا تھا۔ اس وقت مجھے بھی ایک کاٹج میں قید کر دیا گیا تھا۔ بند دروازے کے باہر دو مسلح نوجوان کھڑے ہوئے تھے۔ سامنے والے کاٹج کی میں ایک چھوٹی سی کھڑکی سے دیکھ سکتا تھا۔ اسی کاٹج میں سوزو کو قید کی گئی تھی۔ اس کے دروازے پر صرف ایک نوجوان پہرہ دے رہا تھا۔ سوزو کو کی خاطر کچھ کر گزرنے کے لیے اس پاس کے ماحول کو سمجھنا بہت ضروری تھا۔

میں نے کھڑکی کے بالکل قریب آ کر دیکھا۔ دور تک وہ بستی نظر آ رہی تھی۔ دو آدمی کرنل کی لاش کو اٹھا کر کہیں لے جا رہے تھے۔ باہر کھڑے ہوئے ایک نوجوان نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر رائفل کے کندے کو کھڑکی پر مارتے ہوئے کہا۔

"اسے باہر کیا دیکھ رہے ہو؟ جاؤ زمین پر جا کر بیٹھ جاؤ۔"

میں کمرے کے وسط میں فرش پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر جس نے مجھے کھڑکی کے پاس سے بھگایا تھا۔ میں اس کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔

"ہمیں کیسے ویران علاقہ میں رکھا گیا ہے۔ پتہ نہیں کب پہلی سے مڑ بھیڑ ہو گا۔ جی چاہتا ہے یہاں سے بھاگ جاؤں۔"

اس کے ساتھی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہم یہاں سے بھاگنے والوں کا انجام دیکھ چکے ہیں۔ ایک طرح سے ہم بھی قیدی ہیں مگر ایسی قید کہ ہر طرح کا آرام ہے اچھا کھانا ہے اچھی شراب ہے....."

"مگر اچھی بری عورت نہیں ہے۔ ہم جب سے یہاں آئے ہیں آج پہلی بار دو عورتیں نظر آئی ہیں۔ مرجانہ تو خیر اونچی ہستی ہے۔ ہمارے ہاتھ لگانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن وہ کرنل کی بیٹی — ہاتھ بڑی جاندار چیز ہے۔"

ان کی باتیں سن کر مجھے خیال آیا کہ اس بستی میں اگر میں نے صرف مردی مرد دیکھے ہیں۔ ایک بھی عورت نظر نہیں آئی۔ ایسی جگہ مرجانہ اور سوزو کو پہنچ گئی تھیں۔ وہ لوگ مرجانہ کی ایجنٹ پوزیشن سے خائف تھے۔ مگر سوزو کو کے لیے للچا رہے تھے۔ اس بھوکی زمین پر اور نہ جانے کتنے نوجوان سوزو کو کے متعلق دھڑکتے دل سے سوچ رہے ہوں گے۔

ایک تدبیر فوراً ہی دماغ میں آئی کہ میں خیال خوانی کے ذریعہ ان نوجوانوں کی بھوک کو بھڑکا سکتا ہوں۔ بھوک کوئی سی ہو جب بھڑکتی ہے تو بغاوت جنم لیتی ہے۔ اب مجھے عملی طور پر آزمانا تھا کہ یہ کہاں تک درست ہے۔ اس عمل سے پہلے میں مرجانہ اور فرائڈ کی خبر لی۔ وہ اتنی دیر میں ماسٹر ین خان سے ٹرانسمیٹر کے ذریعہ گفتگو کر چکے تھے اور اب اسی سلسلہ میں باتیں کر رہے تھے۔ فرائڈ نے کہا۔

"انسان جو سوچتا ہے، وہ نہیں ہوتا۔ ماسٹر کے حکم کے مطابق تمہیں تین گھنٹے کے بعد منیلا کے ہوائی اڈے پر پہنچنا ہو گا۔ اب تم کیا کرو گی؟"

مرجانہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگی۔

"کیا مصیبت ہے۔ میں اس شامت اعمال کو جتنی شدت سے حاصل کرنا چاہتی ہوں، حالات مجھے اتنا ہی اس سے دور لیجانا چاہتے ہیں۔ میں یہ بھول گئی تھی کہ فرہاد کی داستان میں فلم کو ہانگ کانگ تک پہنچانے کے لیے ماسٹر کسی قابل اعتماد ساتھ سے کام لیگا۔ ماسٹر کے مرجانے کے بعد میں اور فرائڈ ہی قابل اعتماد سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے کے پیچھے ماسٹر ین خان نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس فلم کو لیکر کوہاں پہنچوں۔"

فرائڈ نے اسے سوچتے دیکھ کر کہا۔

"تین گھنٹے کا مطلب یہ ہوا کہ تم یہاں صرف ایک گھنٹہ گزار سکتی ہو۔ یہاں سے منیلا کے ہوائی اڈے تک پہنچنے کے لیے پونے دو گھنٹے لگیں گے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اپنے جنون سے باز آ جاؤ اور شامت اعمال کا قصہ تمام کر دو۔ یہ ایک گھنٹہ میرے ساتھ گزار لو۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ ترا بلٹ مشہور ہے۔

اپنی ضد سے باز نہیں آتی۔ اس نے کہا۔

"فرائڈ! میں کوئی سستی چیز نہیں ہوں، جب تک کوئی بہت بڑا حاصل نہیں ہوتا۔ اس وقت تک میں خود کو کسی کے حوالے نہیں کرتی۔ میری ایک شرط ہے میں تمہاری بات مان لوں گی مگر شامت اعمال کو ساتھ لے جاؤں گی۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ ذرا ہوش کی باتیں کرو۔ اگر اسے گولی نہ ماری گئی تو وہ تمہارے ساتھ چلا گیا تو یہ بات ماسٹر ین تک پہنچ جائے گی۔"

"نہیں پہنچے گی میری پلاننگ کو غور سے سنو۔ کرنل کی لاش اندھے کنویں میں پھینک دی گئی ہے۔ وہ کنواں بستی سے دور ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ہے۔ اپنے آدمیوں سے یہ کہا جائے گا کہ ہم دونوں اپنے ہاتھوں شامت اعمال کو مار کر کنویں میں پھینکنے جا رہے ہیں۔ وہ ہمارے پہنچ جائے گا۔ کنویں کے پاس سے ہونے والی فائرنگ کی آواز بستی تک پہنچ جائے گی۔ پھر تم بستی میں واپس آ جانا۔ میں اسے لے کر منیلا چلی جاؤں گی۔"

فرائڈ نے کہا۔ "منیلا میں بھی ہمارے کچھ آدمی ہوں گے۔ وہ تمہارے تیور دیکھ کر کیا سوچیں گے؟"

"میں نے سب سوچ لیا ہے۔ شامت اعمال کے جسم پر جو جاپانی فوجی کا گارڈ کا لباس ہے اسے بدل دیا جائے گا۔ منیلا پہنچتے ہی میں اسے کپڑے دوں گی۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر کی طرح ائیر پورٹ پہنچے گا۔"

"تم اپنی ہی پولیس چلی جا رہی ہو۔ یہ نہیں سوچتیں کہ وہ پاسپورٹ کے بغیر تمہارے ساتھ فلائنگ کا نگ نہیں جا سکے گا؟"

وہ غصہ میں اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر پاؤں پٹخ کر بولی۔

"میں اسے لے جاؤں گی۔ کسی طرح بھی لے جاؤں گی۔ تم بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ آم اسپند ہے تو کھاؤ۔ پیڑ نہ گنو....."

وہ

ہار مان گیا مگر یہ سوچ رہا کہ مرجانہ اپنی ضد کے آگے پاگل ہو گئی ہے لیکن وہ ناقابل نہیں کرے گا۔ آم کھانے کے بعد اپنے وعدہ سے پھر جائے گا۔ مجھے یہاں سے زندہ نہیں جانے دے گا۔

میں فرش پر بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اور ان دونوں کی دوسری پلاننگ کو سمجھ رہا تھا۔ اب فرائڈ سے ہوشیار رہنے کی ضرورت تھی اور سوزو کو کے لیے بھی جلد از جلد کچھ کرنا ضروری تھا۔ میں نے اپنے کاٹج کے دروازے پہرہ دینے والے ایک جوان کی سوچ میں کہا۔

"کرنل کی بیٹی سامنے والے کاٹج میں ہے۔ اگر ہم اسے گولی مارنے سے پہلے اس کے ساتھ تھوڑا وقت گزار لیں تو فرائڈ کو اعتراض نہیں ہو گا۔"

اس نوجوان نے یہ بات اپنے ساتھی سے کہی۔ اس کے ساتھی نے سوزو کو کے پہرہ دار کے پاس جا کر مشورہ کیا۔ اس پہرہ دار نے کہا۔

"بات تو ٹھیک ہے کہ نہ کہ فرائڈ بھی مرجانہ کے ساتھ وقت گزار رہا ہے آخر ہم بھی انسان ہیں۔ ہماری بھی کوئی ضرورت ہمیں مجبور کرتی ہے۔"

ایک اور نوجوان نے قریب آ کر پوچھا۔

"کیا مشورے ہو رہے ہیں؟"

اسے بتایا گیا کہ نیک مشورہ ہے۔ اس نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"ایک مدت سے ہم ترس گئے ہیں لیکن ہم چاروں کے بولنے سے مطالبہ اتنا مضبوط نہیں ہو گا۔ ہم کچھ اور دوستوں کو بلا کر ایک پارٹی بنائیں گے۔ اکثریت کے آگے فرائڈ کو جھکنا پڑے گا۔"

میں سمجھ رہا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعہ انہیں بھڑکانے کے لیے بڑی محنت کرنی پڑے گی مگر وہ اپنی ضرورت کے تحت خود ہی بھڑکتے جا رہے تھے۔ ایک کے بعد دوسرے کو اپنا ہم خیال بناتے جا رہے تھے۔ ہر جگہ مختلف خیال اور مختلف مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کے راستے میں کچھ رکاوٹیں پیدا ہونے لگیں۔ کچھ لوگ اصول کے پابند تھے۔ دوسرے لفظوں میں سپرسٹر کے لیے وفادار تھے کہ اس کے حکم کو حرف آخر سمجھتے تھے۔ اس لیے وہ جذبات کی رو میں بہنے کی بجائے جذباتی نوجوانوں کو سمجھانے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"سپرسٹر ہماری ہر ضرورت کا خیال رکھتا ہے۔ ہماری فرمائش پر وہ یہاں حسین عورتوں کا قافلہ بھیج دے گا۔ لہٰذا ہمیں پہلی فرصت میں کرنل کی بیٹی کو گولی مار دینی چاہیئے۔"

شعلے بھڑک گئے تھے۔ اب نصیحتوں سے انہیں بجھایا نہیں جا سکتا تھا۔ باغی نوجوانوں میں سے ایک نے کہا۔

"تمہاری طرح ہم بھی سپرسٹر کے وفادار ہیں اور ان کی عنایتوں کو سمجھتے ہیں۔ لیکن اس لڑکی سے فائدہ اٹھانا غداری نہیں ہو گی۔ کیونکہ بعد میں اسے ختم کر دیا جائے گا۔"

"یقیناً غداری ہو گی۔ جو حکم مل چکا ہے۔ اس پر قولاً عمل کرنا ہو گا۔"

میں نے اس کے دماغ میں کہا۔

"میں ابھی اس لڑکی کو گولی مارو گا۔"

یہ بات اس نے زبان سے کہی۔ میں نے ایک باغی کی سوچ میں کہا۔

"تمہارا باپ بھی ایسا نہیں کر سکتا۔"

اس نے بھی یہ بات زبان سے کہی۔ سامنے والے نے اس کے منہ پر ایک اٹھا تھپڑ جما تے ہوئے کہا۔

"تم مجھے گالی دے رہے ہو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے اپنی رائفل سیدھی کی۔ سوزو کو کا پہریدار نوگوں سے ذرا دور کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں گھبرا کر کہا۔

"وہ کمبخت میرے ساتھی کو مار ڈالے گا۔ مجھے اسے روکنا چاہیئے۔"

اس کا دماغ میرے کنٹرول میں تھا۔ میرے حکم کے مطابق اس نے اپنی اسٹین گن سیدھی کی۔ پھر تڑا تڑ گولیاں چلا دیں۔ مرنے والے کے ساتھ ہی اس کے چار ساتھی بھی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ اس کے ساتھ ہی دونوں طرف سے گھمسان کی فائرنگ شروع ہو گئی۔ وہ سب دور بھاگتے ہوئے چھپتے چھپاتے ایک دوسرے

پر فائرنگ کرنے لگے۔ میرے دروازے پر پہرہ دینے والے نے سوچا۔
"یہی موقع ہے۔ یہ لوگ ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں۔ مجھے کرنل کی بیٹی پر دھاوا بول دینا چاہیئے۔"
میں نے اس کی سوچ میں سمجھایا۔
"ہاں۔ یہی موقع ہے۔ لیکن اس لڑکی کو دبوچنے سے پہلے اس باڈی گارڈ کو ختم کر دینا چاہیئے۔ میں ایک دم دروازہ کھول کر اندر جاؤں گا اور کچھ سمجھنے سے پہلے اسے گولی مار دوں گا۔"
یہ سوچتے ہی وہ پلٹ کر دروازے پر آیا۔ پھر اسے کھول کر کمرے میں داخل ہوا۔ مگر میں وہاں نہیں تھا۔ اس نے گھوم کر دیکھا تو دروازے کے پیچھے سے میرا ایک گھونسہ اس کی ناک پر پڑا۔ پھر میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ دو دو ہاتھ کرتے رہنا میری زندگی کا ٹائم ٹیبل بن گیا تھا لہٰذا ایک آدمی کو اس میں کر لینا میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد باہر کی فائرنگ کی آوازیں کمرے کے اندر ہونے والی فائرنگ کی آواز گڈمڈ ہو گئی۔
اس کے بعد میں اسٹین گن سنبھالتا ہوا کاٹج کے پچھلے دروازے سے پار گیا۔ وہاں ایک کھڑکی کے باہر فرہاد اپنے کاٹج سے نکلتا ہوا نظر آیا۔ مہ جبیں اس کے ساتھ نہیں تھی۔ ..... خیال خوانی سے پتہ چلا کہ وہ باہر آنے کے لیے لباس پہن رہی تھی۔ میں نے اسی وقت فرہاد کو کھڑکی سے نشانہ بنایا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر ایک طرف گرا۔ دوسری طرف وہ گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔ اتنے میں کسی نے چیخ کر کہا۔
"فرہاد کو مارنا کھلی بغاوت ہے۔ اب ہم تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"
سپر ماسٹر کے حامی یہ سمجھ رہے تھے کہ باغیوں نے فرہاد کو مارا ہے۔ اس لیے دونوں طرف سے فائرنگ میں شدت پیدا ہو گئی۔ میں نے مہ جبیں کی خیر لی۔ وہ لباس پہن کر سوچ رہی تھی کہ اسپیکر کے ذریعہ اس مسلسل فائرنگ کی وجہ معلوم کرنا چاہیئے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔
"اوں ہونہہ! یہ اچھا موقع ہے۔ مجھے ثمامت اعمال کو ساتھ لے کر یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔ وہ سامنے والے کاٹج میں ہے۔"
اس کی سوچ نے انکار کیا۔
"نہیں۔ فرہاد کہے گا کہ میں ایسے ہنگامی حالات میں فرائض سے منہ موڑ کر جا رہی ہوں۔"
میری سوچ نے پھر اسے سمجھایا۔
"اگر میں اس فائرنگ کی آڑ لے کر فرہاد کو گولی کا نشانہ بنا دوں تو وہ اسٹروں سے شکایت کرنے کے لیے زندہ نہیں رہے گا۔"
یہ بات اس کی کھوپڑی میں سما گئی۔ وہ اسٹین گن لے کر تیزی سے چلتی ہوئی دروازے پر آئی۔ پھر اسے کھولتے ہی ٹھٹھک گئی۔ سامنے فرہاد کی لاش زمین پر پڑی نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس دماغ میں کہا۔
"تقدیر میرا ساتھ دے رہی ہے۔ اب مجھے فوراً ہی ثمامت اعمال کے پاس پہنچنا چاہیئے۔"
وہ میرے کاٹج میں آنے سے پہلے اطراف کا جائزہ لینے لگی۔ اسے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ فائرنگ کرنے والے کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ اگر وہ بھی مارا پڑا ہی سے آگے بڑھے گی تو فرہاد کی طرح ماری جائے گی۔ میں نے اسے محتاط رہنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر سوزوکو کی خبر لی۔ وہ فائرنگ کی آوازوں سے سہمی ہوئی تھی میں نے کہا۔
"سوزوکو! گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارے لیے یہ سارے ہنگامے کر رہا ہوں۔ تم تیار رہو۔ میں کسی وقت بھی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"
اسی وقت سوزوکو کے دہشت زدہ خیال نے بتایا کہ کوئی دروازہ کھول کر اس کے کمرے میں آ رہا ہے۔ میں نے کہا۔
"اطمینان رکھو۔ میں آنے والے سے نمٹ لوں گا۔ بشرطیکہ تم اس سے مسکرا کر باتیں کرو۔"
"میں ایسی حالت میں نہیں مسکرا سکتی....."
اس کی سوچ ادھوری رہ گئی۔ آنے والا کہہ رہا تھا۔
"میری جان! تمہارے لیے خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ اگر تم واقعی خوشی میری آغوش میں آنا پسند کرو گی تو میں تمہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤں گا۔"
سوزوکو کے دماغ نے فوراً ہی اسے سمجھایا۔
"اپنی جان بچانے کے لیے اس کی بات مان لینے میں کیا حرج ہے۔ فرہاد میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے بھی بچانے میں ناکام رہے۔ اس لیے مجھے اس نوجوان سے بھی دوستی کر لینی چاہیئے۔"
یہ سوچتے ہی وہ مسکرانے لگی۔ پھر سوچ کے ذریعہ بولی۔
"فرہاد! برا نہ ماننا۔ میں اپنی جان بچانے کے لیے مسکرا رہی ہوں۔"
میں نے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم دانشمندی سے کام لے رہی ہو۔"
میں نے اس کی تسلی کے لیے ایسا کہہ دیا۔ ویسے میں اچھی طرح سمجھتا تھا کہ وہ لڑکی تھائی کا میگن ہے۔ ہمیشہ اپنے مطلب کی طرف لڑھک سکتی ہے۔ قلعہ کے اندر وہ میری آغوش میں بھی صرف اپنی جان بچانے کے لیے آئی تھی۔ مجھے یہ خوش فہمی تھی کہ میں ایک گبرو جوان ہوں۔ اب یہ لڑکی ہمیشہ میرے نام کی مالا جپتی رہے گی۔ لیکن زندگی اور موت کے درمیان آزمائش کی اس گھڑی میں وہ اپنی اصلیت دکھا رہی تھی۔
میں کب اسے ساری زندگی کا رگ بنانا چاہتا تھا۔ میں نے صرف اپنا فرض ادا کرنے کے لیے سوچا کہ سوزوکو کو یہاں سے زندہ سلامت نکل جانے کے لیے میں اس کے نئے عاشق کی مدد کروں گا۔ ساتھ ہی اس بات کا خیال رکھوں گا کہ اس کی زبان پر اپنے عاشق کے سامنے فرہاد کا نام نہ آئے۔
اس وقت وہ اس سے التجا کر رہی تھی۔

"پہلے یہاں سے نکل چلو۔ پھر میں ساری زندگی تمہارے قدموں میں گزار دوں گی۔"
میں نے ان دونوں کو چھوڑ کر مہ جبیں کی خبر لی۔ معلوم ہوا کہ وہ پھر کاٹج کے اندھیرے میں ہے۔ اور ایک بیگ میں میری دستاویزی فلم اور میرا لباس بدلنے کے لیے ایک جوڑا اکٹھا کر رہی ہے۔ چونکہ وہ میری ہی طرف آنے والی تھی۔ اس لیے میرا دماغ اس کی طرف سے پلٹ کر پھر سوزوکو کے پاس پہنچ گیا۔
وہ اپنے نئے عاشق کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی کاٹج کے پچھلے دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ وہاں پہنچ کر وہ دونوں رک گئے۔ نوجوان اسے دیوار کے ساتھ کھڑا کرنے کے بعد دروازے کو ذرا سا کھول کر جھانکنے لگا۔ اسے سپر ماسٹر کے کچھ وفادار نظر آ رہے تھے۔ وہ درختوں کے پیچھے جوابی فائرنگ کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے لیڈر نے اس عاشق کو دروازے سے جھانکتے دیکھ کر چیختے ہوئے کہا۔
"مونٹو! میں نے تجھے دیکھ لیا ہے تو لڑکی کو اس کاٹج سے نہیں لے جا سکے گا۔"
میں نے مونٹو کے دماغ سے اس لیڈر کی آواز سنی۔ پھر اس لیڈر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔
"اب مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کاٹج کا محاصرہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ وہ لڑکی کو لے کر بھاگ جائے گا۔"
اس کے دماغ میں یہ بات آتے ہی اس نے اپنے ساتھیوں کو کاٹج کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ لیکن باغیوں کی طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ میں کاٹج میں ایک جگہ کھڑا ہوا جنگ کے پورے میدان کا نقشہ دیکھ رہا تھا۔ لڑنے والی دونوں پارٹیاں میری نظروں میں تھیں۔ ان کے افراد ایک دوسرے کو مارتے اور مرتے جا رہے تھے۔ میں نے اب تک صرف فرہاد کو ہلاک کیا تھا۔ میں ایسا سپرمین تو نہیں تھا کہ گولیاں برساتا ہوا دشمنوں کی ایک چھوٹی سی فوج کو تنہا خاک میں ملا دیتا۔ میں تو صرف ٹیلی پیتھی کی بارود اچھال کر تماشہ دیکھ رہا تھا۔
تھوڑی دیر کے بعد پتہ چلا کہ سپر ماسٹر کے تمام حامی مارے گئے ہیں۔ باغیوں میں صرف تین زندہ رہ گئے تھے۔ وہ سوزوکو کے کاٹج کی طرف للکارتے ہوئے بڑھنے لگے۔
"مونٹو! میدان صاف ہو گیا ہے۔ ہم آ رہے ہیں۔ دروازہ کھولو۔"
مونٹو نے چشم زدن میں فیصلہ کیا۔
"ایک لڑکی ہے۔ تین طلبگار اور آ رہے ہیں جو دولت مجھے تنہا مل سکتی ہے دوسروں کو میں اس کا حصہ دار کیوں بناؤں؟"
اس نے دروازہ کھولا۔ پھر اچانک ہی اسٹین گن سے فائرنگ شروع کر دی۔ ایک ساتھ تین چیخیں بلند ہوئیں۔ مونٹو نے قہقہہ لگا کر کہا۔
"میں جیت گیا۔ بازی میرے ہاتھ ہے۔"
اس نے سوزوکو کو بازی کی طرح ہاتھ میں لیا۔ وہ خوشی سے لپٹ کر بولی۔
"تم واقعی بہادر ہو۔ میں تو خواہ مخواہ فرہاد کو بہادر....."
میں نے فوراً ہی اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا تو وہ کہتے کہتے رک گئی۔ کمبخت خوشی کے مارے میرا راز فاش کرنے والی تھی مونٹو نے پوچھا۔
"تم فرہاد کے بارے میں کچھ کہہ رہی تھیں۔ وہ تو مر چکا ہے۔"
میں نے سوزوکو کی سوچ میں کہا۔
"ہاں۔ وہ مر چکا ہے۔ میں یہ کہہ رہی تھی کہ اب تک صرف فرہاد کو دلیر سمجھتی رہی مگر تم تو اس سے بھی زیادہ دلیر ثابت ہوئے ہو۔"
سوزوکو نے یہ بات زبان سے کہہ دی۔ پھر اپنا سر پکڑ کر سوچنے لگی۔
"میں نے یہ بات کیسے کہہ دی۔ میں تو کچھ اور کہنے والی تھی۔ کیا فرہاد میرے دماغ کو کنٹرول کر رہا ہے۔"
پھر ناگواری سے اس کی سوچ نے کہا۔
"یہ تم کیا کر رہے ہو۔ میں اس وقت مونٹو کے پاس ہوں۔ ایسے وقت دماغ میں جھانکنا شرافت نہیں ہے۔"
"تم کون سا شرافت کا ثبوت دے رہی ہو۔ اگر میں بروقت مداخلت نہ کرتا تو تم اپنے عاشق کے سامنے فرہاد کو زندہ کر دیتیں۔"
"تم مجھے جھوٹا الزام دے رہے ہو۔"
"میں انسانی سوچ کی ایک ایک گرہ کھولتا رہتا ہوں۔ تمہاری چور نہیں مجھ سے نہیں چھپ سکتیں۔ اس لیے میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ میرا نام یا میرا ذکر زبان پر کبھی نہ لاؤ۔"
"ٹھیک ہے۔ اب میں محتاط رہوں گی۔ مگر ایسی ٹیلی پیتھی کا کیا فائدہ جو کسی کی جان نہ بچا سکے۔"
اس نے طعنہ دیا۔ لیکن میں خاموش رہا۔ میں اسے یہ بتا کر کوئی تمغہ حاصل نہیں کر سکتا تھا کہ ٹیلی پیتھی کی بدولت اس کے لیے راستہ ہموار ہو رہا ہے۔
مونٹو نے اس سے پوچھا۔
"تم کسی گہری سوچ میں ہو۔ کیا بات ہے؟"
اس نے جواب دیا۔ "میں اپنے باڈی گارڈ کے متعلق سوچ رہی ہوں۔"
"اوہ!" اس نے چونک کر کہا۔ "میں تو اسے بھول ہی گیا تھا۔ وہ ہمارے راستے کی دیوار بن سکتا ہے اسے بھی ٹھکانے لگانا ہوگا۔"
"اں۔" سوزوکو سوچ میں پڑ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ فرہاد اس کے خیالات پڑھ رہا ہوگا۔ لہٰذا اسے مونٹو کے اس فیصلہ پر خوش نہیں ہونا چاہیئے۔ اس نے فوراً ہی گھبرا کر کہا۔
"نہیں مونٹو! اسے معاف کر دو۔ وہ ہمارا وفادار انکازم رہ چکا ہے۔ ہمارے یہاں چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"
مونٹو نے اس کا ہاتھ بوسہ لے کر باہر لاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ اسے تم پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے زندہ چھوڑ دوں۔ میں تو اسے ....."

میں اس کی پوری بات نہ سن سکا۔ کیونکہ مرجانہ اپنے کاٹیج سے مجھے آواز دے رہی تھی۔

"شامت اعمال! تم کہاں ہو۔ یہاں کاٹیج میں آجاؤ۔"

میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

اتنا کہتے ہی کہیں سے ایک فائر ہوا۔ پھر سوزوکی چیخ سنائی دی۔ میں نے فوراً ہی اس سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ لیکن اس کا دماغ تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔ میں ذرا سی دیر کے لیے اس سے غافل ہوا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ مونٹو کی پناہ میں رہ کر وہ موت کی نیند سو جائے گی۔ اس کے بعد ہی فائرنگ کی آواز پھر سنائی دی۔ میں نے مونٹو کی سوچ پڑھی۔ یہ نہ چلا کہ وہ اپنے جن تین ساتھیوں کو ہلاک کر چکا تھا ان میں سے ایک کے اندر تھوڑی سی جان باقی تھی۔ جب مونٹو سوزوکی کو لے کر کاٹیج سے باہر نکلا تو وہ زخمی نے مونٹو پر گولی چلا دی۔ وہ تو فوراً ہی زمین پر گر کر بچ گیا لیکن سوزوکی موت کا نشانہ بن گئی۔

اس بستی پر موت منڈلا رہی تھی۔ ہوس کی دیوی ننگا ناچ رہی تھی۔ جب خواہشات آدمی کو پاگل بنا دیتی ہیں تو وہ اخلاقی حدود سے گزر جاتا ہے۔ سوزوکی کے مرتے ہی مونٹو غصہ سے پاگل ہو گیا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اتنے خون خرابے کے بعد بھی اس کی خواہش پوری نہیں ہو گی۔ وہ یکدم سے اپنے کپڑے پھاڑنے لگا۔ میں کاٹیج سے نکل کر تیزی سے دوڑتا ہوا اس جگہ پہنچا۔ جہاں وہ دیوانگی کے عالم میں چلا رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی اسٹین گن سیدھی کی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اخلاقی حدود سے گزرتا۔ میں نے اسے دنیا سے گزار دیا۔

میرے چاروں طرف موت کی خاموشی چھا گئی تھی۔ دور دور تک انسانی لاشیں نظر آرہی تھیں۔ وہاں جتنے مرد تھے ان سب کی اپنی اپنی زندگی بہت زیادہ قیمتی تھی۔ لیکن کچھ لوگ اپنے جرم، ماسٹر کی وفاداری میں اور کچھ لوگ ایک لڑکی کی عزت سے کھیلنے کے شوق میں مارے گئے۔ زندگیاں یوں بھی بے مقصد ضائع ہوتی ہیں۔ میں نے سوزوکی لاش کو دونوں بازوؤں میں اٹھایا۔ پھر ایک کاٹیج کے اندر لا کر اسے فرش پر رکھ دیا۔

مجھے اس کی موت کا افسوس بھی تھا اور میں ایک طرح سے نجات بھی محسوس کر رہا تھا۔ وہ زندہ رہتی تو میرے لیے دردِ سر بنی رہتی۔ ہر لمحہ یہ اندیشہ ستاتا کہ کہیں وہ میرا راز زبان پر نہ لے آئے۔ اچھا ہی ہوا کہ وہ مر گئی۔ مرنے والوں کے متعلق ایسا نہیں سوچنا چاہیئے۔ مگر نہ سوچنے سے حقیقت تو نہیں بدلتی۔

میں اسٹین گن اٹھا کر اس کاٹیج کے سامنے آیا جہاں مرجانہ انتظار کر رہی تھی۔ دروازہ کھولنے سے پہلے میں نے معلوم کیا کہ وہ اندر کیا کر رہی ہے۔ وہ ایک الماری کے پیچھے ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑی تھی۔ اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ آپس میں مرنے مارنے والے کہیں اس پر حملہ کر نہ بیٹھیں۔ میں نے باہر سے آواز دی۔

"مرجانہ! یہاں سب ہی کو موت سونگھ کر چلی گئی ہے۔ اب یہاں کوئی دوست ہے نہ دشمن۔ لاشوں کو اس جنت میں ہم ہی دو آدم و حوا رہ گئے ہیں۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"کیا واقعی سب کے سب مر گئے ہیں؟"

میں نے اونچی آواز میں جواب دیا۔

"ہاں سب مر گئے۔ اب صرف شامت اعمال ہے۔"

بیچاری کو شامت اعمال کے معنی نہیں معلوم تھے۔ اس نے باہر آنے کے لیے دروازہ کھولا تو میرے ہاتھ میں اسٹین گن دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ اس نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ خونریزی کے بعد زندہ بچنے والے آدمی کے ہاتھ میں یقیناً کوئی مہلک ہتھیار ہو گا۔ اس کی سوچ نے کہا۔

"مجھے فوراً ہی اچھل کر دیوار کی آڑ میں جاتے ہی اس پر فائر کر دینا چاہیئے۔"

اس نے اپنی سوچ پر عمل کیا۔ جیسے ہی وہ اچھلی، میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ہائے میں مری۔ پاگل تلے زمین نہیں ہے ....."

وہ زمین پر اوندھے منہ گر پڑی۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر اس کے قریب ہی گرا۔ اس کا ہاتھ فوراً ہی ریوالور پر گیا مگر پھر وہیں جم کر رہ گیا۔ اس کا ہاتھ میرے دماغی بوسٹر تلے دب گیا تھا۔ وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی التجا کرنے لگی۔

"مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں زندہ رکھ کر اپنی جوانی کی سوغات پیش کرنا چاہتی تھی۔ مجھے نہ مارو۔"

میں نے اس کے ہاتھ پر سے پاؤں ہٹایا۔ پھر ریوالور اٹھا کر جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں تمہیں مارنا چاہتا ہوں۔ مجھ پر تو تمہارے بڑے احسانات ہیں۔"

وہ خوشی سے اٹھتی ہوئی بولی۔

"مائی گڈنس۔ میں تمہیں غلط سمجھ رہی تھی میرے شامت اعمال! اب تو میں تمہارے قدموں میں مر جاؤں گی۔"

وہ قدموں کے بجائے گلے کا ہار بن گئی۔ ایسا ہار جس کے پھول نہ جانے کتنی بار باسی ہو گئے تھے۔ اس کے جسم میں پھولوں کا رنگ تھا۔ مگر وہ خوشبو سے خالی تھی۔ میں نے اسے پرے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"تم عورت ہو یا گرم مسالہ؟ جب دیکھو گرمی دکھائی ہو۔ ذرا ہوش میں رہ کر موجودہ سچویشن کو سمجھو۔ ہم لاشوں کی اس بستی سے اب کہاں جائیں گے۔"

وہ بولی۔ "یہاں ہمیں روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس کے باوجود میں جہاں جاؤں گی تعظیم کے حواس مجھے پکڑ لیں گے۔ بہتر ہے کہ تم بھی میرے ساتھ اس تنظیم سے منسلک رہو۔"

"کیا وہ لوگ مجھے نہیں پہچانیں گے؟"

"ایسے تو پہچان لیں گے کہ تم ہمارے آدمی نہیں ہو۔ اس کی ایک تدبیر ہے۔ یہاں تنظیم کے جتنے لوگ تھے ان کے ریکارڈ زاس کاٹیج میں موجود ہیں۔ ہم یہ تمام ریکارڈ جلا ڈالیں گے۔ پھر یہاں سے منیلا تک تم پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔"

"منیلا پہنچ کر کیا ہو گا؟"

"میں تمہارا جعلی پاسپورٹ بنانے کی کوشش کروں گی۔"

"یہاں جو لوگ مارے گئے ہیں۔ کیا ان کے پاسپورٹ موجود ہیں؟"

"ہاں۔ دوسرے کمرے میں تمام لوگوں کے پاسپورٹ وغیرہ محفوظ رکھے جاتے ہیں۔"

"کیا یہاں میک اپ کا سامان ہے؟"

"یہاں قانون کو دھوکہ دینے کی ہر چیز موجود ہے۔"

میں اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں چاروں طرف الماریاں تھیں۔ وہ ایک الماری سے میک اپ کا سامان نکالنے لگی۔ میں نے کہا۔

"مجھے تمام پاسپورٹ دکھاؤ۔"

اس نے دوسری الماری کھول دی۔ میں ایک ایک پاسپورٹ نکال کر ان کی تصویریں دیکھنے لگا۔ ان میں صرف مونٹو ایسا تھا جو مجھ سے قدرے مشابہت رکھتا تھا۔ یعنی میں تھوڑے سے میک اپ کے بعد خود کو مونٹو بنا سکتا تھا۔ میں نے مرجانہ سے کہا۔

"تم آئینہ اور میک اپ کا سامان تیار رکھو۔ میں ایک منٹ میں آرہا ہوں۔"

"مگر تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

میں نے مونٹو کا پاسپورٹ اس کے ہاتھ میں رکھ کر کہا۔

"ابھی میں اس جیسا بن کر آجاؤں گا۔"

وہ مجھے بے یقینی سے دیکھنے لگی۔ میں اسے چھوڑ کر باہر مونٹو کے پاس آیا۔ پھر اس کی لاش کو کاندھے پر ڈال کر کاٹیج میں لے آیا۔ جہاں مجھے بیٹھ کر میک اپ کرنا تھا۔ وہیں سامنے مونٹو کی لاش کو میں نے دیوار سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا۔ پھر اسے دیکھ دیکھ کر اپنا حلیہ بدلنے لگا۔ چونکہ باڈی گارڈ بننے کے لیے میں نے ماسکنگ نہیں کی تھی۔ اور اب بھی اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لیے میک اپ میں دشواری پیش نہیں آئی۔ میں نے کہا۔

"یہاں میرے سامنے وقت ضائع نہ کرو۔ ٹرانسمیٹر پر اپنے آدمیوں کو اطلاع دو کہ یہ بستی خانہ جنگی کے باعث تباہ ہو گئی صرف تم اور مونٹو زندہ رہ گئے ہو۔"

میری بات ختم ہوتے ہی دوسرے کمرے میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر سے آہٹ موصول ہونے لگا۔ وہ دوڑتی ہوئی وہاں چلی گئی۔ چند سیکنڈ کے بعد میں دماغ کے ٹرانسمیٹر سے ان کی باتیں سننے لگا۔ دوسری طرف سے ماسٹر مین خان کہہ رہا تھا۔

"ماسٹر کالنگ۔ ماسٹر کالنگ ——— اوور۔"

"مرجانہ انڈنگ دس اینڈ۔ ماسٹر! بہت بری خبر ہے۔ یہاں ہمارے آدمی آپس میں لڑ مرے ہیں۔ یہ بستی ویران ہو گئی ہے۔ صرف میں اور مونٹو زندہ بچے ہیں۔ اوور!"

دوسری طرف سے غرآنے کی آواز آئی۔

"نان سنس! بات ادھوری نہ چھوڑو۔ مکمل رپورٹ دو۔ اوور!"

مرجانہ اس تباہی کی وجہ نہیں جانتی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا تو وہ اسی سوچ کے مطابق کہنے لگی۔

"ماسٹر! ہمارے نوجوان مجھے اور کرنل کی بیٹی کو یہاں دیکھ کر ہمارا مطالبہ کر رہے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ ایک عرصے سے انہیں عورت کی قربت حاصل نہیں ہوئی۔ مونٹو اور چند وفاداروں نے انہیں سمجھانا بجھانا پہلے گالی گلوچ تک پہنچی۔ پھر وہ ہمیں حاصل کرنے کے لیے فائرنگ کرنے لگے۔ یہاں بہت خون خرابہ ہوا ہے۔ ہمیں ٹرانسمیٹر تک پہنچنے کا موقع نہیں دیا گیا۔"

جیسا میں اس کے دماغ میں کہہ رہا تھا۔ ویسے ہی وہ کہتی جا رہی تھی۔

"مونٹو نے بڑی ذہانت اور دلیری کا ثبوت دیا ہے۔ ہم نے اسے بتایا تھا کہ فرہاد کی دستاویزی فلم میرے پاس ہے۔ وہ مجھ سے ذہانت ایک چٹان کے پیچھے لے گیا۔ ہم دونوں وہاں چھپے رہے۔ فائرنگ ختم ہونے کے بعد جب ہم بستی میں واپس آئے تو دو غدار زندہ بچ گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ جانی نقصان پہنچاتے، مونٹو نے اپنی اسٹین گن سے انہیں بھون کر رکھ دیا گیا۔ اب ہم دونوں یہاں آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ اوور!"

ایسا کہنے کے بعد وہ حیرانی سے سوچنے لگی کہ اس نے ماسٹر کے سامنے بروقت کیسی عمدہ رپورٹ پیش کی ہے۔ ماسٹر نے کہا۔

"جاپان سے اغوا کیا ہوا طیارہ ہمارے لیے مصیبت بن جائے گا۔ اب وہ بستی تباہ ہو گئی ہے تو اس طیارے کو بھی تباہ کر دو۔ اس کاٹیج کو آگ لگا دو۔ جہاں ہمارے خلاف ثبوت پائے جا سکتے ہیں۔ اس کے بعد فوراً منیلا پہنچو۔ اور رات کے آٹھ بجے والی فلائیٹ سے یہاں آجاؤ۔ اوور اینڈ آل۔"

میرے دل میں آیا کہ میں ماسٹر مین خان کی سوچ کو پڑھوں۔ مگر پھر میں نے سوچا کہ تنظیم کے جتنے بڑے عہدیدار ہیں وہ سب لوگ کے ماسٹر مائنڈ ہیں۔ اگر میں ان کے دماغ پر صدمہ دوں گا اور ان کی سانس ذرا رک گئی تو انہیں الارم دے گی تو انہیں فوراً ہی پتہ چل جائے گا کہ کوئی ان کے دماغ تک پہنچنا چاہتا ہے اور وہ پہنچنے والا مرد نہیں زندہ فولاد ہی ہو سکتا ہے۔

لہٰذا میں صحیح معلومات حاصل کیے بغیر ایسی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مرجانہ نے دوسرے کمرے سے واپس آکر فخریہ انداز میں کہا۔

"مجھے اپنی ذہانت پر ناز ہے۔ میں نے ماسٹر کے سامنے اتنی

عمدہ رپورٹ پیش کی ہے کہ اب تنظیم کا کوئی آدمی تم پر شبہ نہیں کرے گا۔"

میں نے اس کی طرف پلٹ کر دیکھا تو وہ مجھے دیکھ کر چونک گئی۔ کیونکہ ایک مونٹو فرش پر دیوار سے ٹیک لگائے مودہ نظر آرہا تھا۔ دوسرا مونٹو اس کے سامنے زندہ کھڑا تھا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

"حیران کیوں ہوتی ہو۔ اب میں سلامت اعمال نہیں۔ مونٹو بن گیا ہوں۔"

وہ میری تعریف کرنے کے لیے میرے گلے لگنا چاہتی تھی۔ میں جلدی سے پلٹ کر مونٹو پر جھک گیا پھر اس مردے کا لباس اتارتے ہوئے بولا۔

"میں اسے باڈی گارڈ کا لباس پہنا رہا ہوں۔ تم چلنے کی تیاری کرو۔"

وہ مایوس ہو کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میں نے ایک پتلون اور قمیض پہنی۔ مونٹو کو باڈی گارڈ کا لباس پہنایا۔ پھر اسے کاندھے پر لاد کر اس کاٹیج میں آگیا جہاں سوزوکو فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے برابر اسے بٹھایا۔ مردے کے ساتھ کوئی خراب سلوک نہیں کرنا چاہتے تھے مگر میں نے بحالت مجبوری اسٹین گن سے فائر کرتے ہوئے اس کا چہرہ بگاڑ دیا۔ تاکہ مونٹو چہرے سے پہچانا نہ جا سکے۔ فائرنگ کی آواز سن کر مرجانہ چیخنے لگی۔ میں نے بلند آواز سے کہا۔

"گھبراؤ نہیں، یہاں اب کوئی دشمن نہیں ہے۔ چلو باہر آجاؤ۔"

وہ ایک ہاتھ میں بیگ اور دوسرے ہاتھ میں کیروسین تیل کا ڈبہ اٹھا کر لے آئی۔ پھر بیگ سے ایک ٹائم بم نکال کر کہا۔

"اسے طیارے میں رکھ دیا جائے گا۔ اور یہ کیروسین تیل ہے۔ اس کاٹیج کو آگ لگا دو۔"

کسی چیز کو جلانے میں برسوں لگ جاتے ہیں۔ بگاڑنے میں ایک ایک پل کی دیر نہیں لگتی۔ پانچ منٹ کے بعد ہی اس کاٹیج سے شعلے اٹھنے لگے۔ ہم بھاگتے ہوئے بستی کے اس حصے میں گئے جہاں گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے ایک جیپ کار کا انتخاب کیا۔ اس میں بیٹھ کر ہم بستی سے دور ان دیسے پہنچ گئے۔ مرجانہ نے ٹائم سیٹ کرنے کے بعد اس بم کو طیارے کے انجن کے قریب رکھ دیا۔ پھر اطمینان سے جیپ میں آکر بیٹھ گئی۔ وہاں سے تھوڑا ایک میل دور جانے کے بعد ہم نے زوردار دھماکوں کی آوازیں سنیں۔ مرجانہ نے اطمینان کی سانس لے کر کہا۔

"دی ڈرٹی گیم از اپ — اب ہم اطمینان سے محبت کا گیم کھیلیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا سر میرے شانہ پر رکھ دیا۔ میں نے فوراً ہی اسٹیئرنگ کو ذرا ادھر سے اُدھر کیا۔ گاڑی سڑک کے ایک ٹوٹے ہوئے حصے پر سے گزری تو وہ آپ ہی آپ اچھل کر مجھ سے دور چلی گئی۔ پھر مجھے گھورتی ہوئی بولی۔ "یہ کیسی ڈرائیونگ کر رہے ہو؟"

"سوری۔ یہ راستہ ہمارے رومانس کے لیے سازگار نہیں ہے۔ ذرا صبر سے کام لو۔"

پھر میں نے اپنے مطلب کی بات معلوم کرنے کے لیے کہا۔

"سنا ہے کہ اچھلنے سے پہلے انسان اپنی سانس روک لیتا ہے۔ اس کا توازن قائم رہ جاتا ہے۔"

"میں نے تو کبھی یہ نہیں سنا۔ کیا تم یوگا کے متعلق کچھ جانتے ہو؟"

"میں تو نہیں جانتا۔ مگر ہاں فرہاد علی تیمور ہمارے سے کرنل کو بتا رہا تھا کہ تمہاری تنظیم میں ایک یوگا فوج بھی ہے۔ اس فوج کے جوانوں پر فرہاد کی ٹیلی پیتھی اثر نہیں کرتی۔"

مرجانہ نے گردن اونچی کر کے بڑے فخر سے کہا۔

"سپر سائیکی ڈہانت کا جواب نہیں ہے۔ فرہاد کو بڑا ناز تھا کہ وہ دماغوں میں گھس جاتا ہے۔ ہمارے سپر ماسٹر نے اسے اپنے آدمیوں کے دماغوں سے بھی دھکے دے کر نکال دیا۔"

میں نے پوچھا۔ "یوگا فوج میں دوسرے ماسٹر بھی شامل ہوں گے؟"

"میری معلومات کے مطابق دو ماسٹر، دو ڈاکٹر، دو سائنسداں، پانچ انجینئر، پانچ حسین لڑکیاں اور پچاس فائٹر یوگا کی مشقیں کر رہے ہیں۔"

"وہ دو ماسٹر کون ہیں؟"

"تم پوچھ کر کیا کرو گے؟"

میں نے مسکرا کر پیار سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ اس تنظیم میں زندگی گزاروں گا۔ کیا مجھے ماسٹروں کے متعلق پوچھنا نہیں چاہیے؟"

وہ جھلا کر مسکرا کو دیکھنے لگی۔ اس کی سوچ نے کہا۔

"جو قوف میرے ساتھ ساری زندگی گزارنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ میں ہمیشہ ڈش بدل کر کھاتی ہوں۔"

میں نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے اس کی سوچ میں کہا۔

"اپنا دل بھر جانے کے بعد اس بیوقوف کو تو ماری ڈالنا ہے۔ اگر میں ماسٹروں کے متعلق کچھ بتا دوں تو کیا فرق پڑے گا۔ یہ ایسا کیس ماروفاں نہیں ہے کہ مجھ سے یا میرے آدمیوں سے موت نکلے گا۔"

اسے اس طرح بھڑکانے کے بعد میں نے کہا۔

"میں سمجھ گیا مرجانہ! تم مجھ سے صرف جھانسا لگانا رکھنا چاہتی ہو۔ مجھے اپنا ہمراز بنانا نہیں چاہتیں۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ایک حسین عورت کی جوانی جب تک حاصل نہیں ہوتی تب تک وہ ایک گہرا راز ہوتی ہے۔ جب میں تمہیں اپنی جوانی کا ہمراز بنا چکی ہوں تو پھر چھپانے کے لیے کچھ نہیں رہ جاتا۔"

"تو پھر بتاؤ۔ یوگا کی مشق کرنے والے وہ دو ماسٹر کون ہیں؟"

وہ جواب دینے سے پہلے سوچنے لگی۔ میں اُسے پڑھ رہا تھا کہ وہ جھوٹ بولنا چاہتی ہے۔ یا سچ بولے گی؟ آخر اس نے سچ کہا۔ کیونکہ اس کے حساب کے مطابق میری زندگی چند روز کی تھی۔ اس نے جواب دیا۔

"یوگا کی مشق کرنے والے دونوں ماسٹر ایشیائی ہیں۔ ایک تو بیالیس لامانتن سنگ ہے۔ ماسٹر تن سنگ یوگا کا کامل استاد ہے۔ یوگا فوج کے تمام سپاہی اس کے شاگرد ہیں۔ دوسرا ماسٹر ین فان ہے۔ یہ چین کا باشندہ ہے۔ ماسٹر ین فان اور ہٹلر فلائی کلب تک جاپان میں تھے۔ تاکہ فرہاد سے دوستی کا معاہدہ کر سکیں لیکن اس کی موت کے بعد وہ اپنی ہانگ کانگ کی تنظیم میں پہنچ گئے ہیں۔"

"کیا تھوڑی دیر پہلے تم نے ماسٹر ین فان سے ٹرانسمٹر پر گفتگو کی تھی؟"

یہ بات میں نے انجان بن کر پوچھی۔ اس کا جواب اثبات میں تھا۔ میں نے خطا کا شکار ادا کیا کہ ماسٹر ین فان کے دماغ کو چھیڑنے کی حماقت نہیں کی تھی۔ یہ وہی ماسٹر تھا جس سے جاپان میں کئی بار سوچ کے ذریعہ گفتگو ہو چکی تھی۔ میں نے کہا۔ "ماسٹر تن سنگ جو اسادکال ہے۔ اس کے متعلق کچھ بتاؤ۔"

مرجانہ نے جواب دیا۔

"ماسٹر تن سنگ نے ایک بار سانس روکنے کا مظاہرہ کیا تھا اس سلسلہ میں باقاعدہ ایک تقریب ہوئی تھی۔ دنیا کے ہر حصہ سے تنظیم کے تمام ماسٹر اکر تقریب میں شریک ہوئے تھے۔ ان دنوں ٹیلی پیتھی کا ماسٹر ہوشے زندہ تھا۔ میں اس کی داشتہ کی حیثیت سے وہاں پہنچ گئی تھی۔"

میں نے دل ہی دل میں اسے گالی دی کہ حرامزادی نہ جانے کتنوں کی داشتہ رہ چکی ہے۔ اس نے کہا۔

"اس بہت بڑی تقریب میں ماسٹر ہوشے سے کہا گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تن سنگ کو دماغی جھٹکے پہنچائے۔ تن سنگ اس کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ پھر تقریباً دو گھنٹہ تک ماسٹر ہوشے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں آزماتا رہا۔ لیکن تن سنگ نارمل حالت میں مسکراتا رہا۔ آخر ماسٹر ہوشے نے ہار مان لی۔ تب تن سنگ نے بتایا کہ انسانی زندگی میں بنیادی اہمیت سانس کی ہے۔ انسان اپنا سانس کو کنٹرول میں رکھنے کی مشق کرے گا اتنا ہی وہ بیرونی اثرات سے محفوظ رہے گا۔ ٹیلی پیتھی کی لہریں باہر سے دماغ کے اندر پہنچتی ہیں۔ اگر سانس قابو میں ہوگی تو لازماً دماغ قابو میں رہے گا اور دوسروں کی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ کے پاس بھٹکنے نہیں دے گا۔"

میں نے کہا۔ "یہ تو میں جانتا ہوں۔"

"تم کیسے جانتے ہو؟"

"فرہاد نے کرنل کو یہ باتیں بتائی تھیں۔ میں نے بھی سنی ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ ماسٹر تن سنگ کتنی دیر تک سانس روک سکتا ہے؟"

"سات گھنٹے تک....."

"سات گھنٹے تک؟" میری سانس ایک پل کے لیے حیرانی سے رک گئی۔ ہماری اس دنیا میں ایسی ایسی حیرت انگیز باتیں اور واقعات ہوتی ہیں کہ انسانوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آتا۔ مرجانہ نے کہا۔

"ہاں پہلے ہمیں بھی یقین نہیں آیا تھا لیکن تن سنگ نے عملی ثبوت دیا تھا اس کی ہدایت کے مطابق ایک بڑا سا گڑھا کھود کر اسے دفن کر دیا گیا۔ ٹھیک پورے سات گھنٹے بعد دوبارہ گڑھا کھود کر اسے نکالا گیا تو وہ زندہ تھا۔ گڑھے سے نکلتے ہی اس نے پانچ سیر دودھ پیا۔ تھوڑا سا پھل کھایا پھر نارمل حالت میں آگیا۔" یہ کہتے ہی وہ ماسٹر تن سنگ کو تصور میں دیکھنے لگی۔

میں نے مرجانہ کی دلچسپی کو سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے ماسٹر تن سنگ سے دوستی ضرور کی ہوگی؟"

اس کے غرور کو ٹھیس پہنچی۔ اس نے ناگواری سے کہا۔

"وہ رومانیت کا قائل ہے۔ اس لیے کسی بھی عورت کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا۔ وہ کہتا ہے کہ اس نے اپنے قلب کی صفائی کے لیے یوگا کے عمل میں مہارت حاصل کی ہے۔ جو بھی شخص سانس پر کنٹرول رکھے گا وہ اپنے نفس پر بھی قابو پا سکے گا۔ وہ دوسروں کو بھی نیک اعمال اور روحانیت کی تعلیم دیتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "تعجب ہے۔ ایسا نیک انسان تمہاری تنظیم کا ماسٹر کیسے بن گیا۔ مجرموں کی یوگا فوج کا استاد تو وہی ہے۔"

"ہاں وہی ہے۔ میں خود حیران ہوں۔ پہلے تو اس نے تنظیم میں شامل ہونے سے انکار کیا تھا۔ پھر پتہ نہیں کیا ہوا کہ وہ راضی ہو گیا۔ یہ کمال سپر ماسٹر کا ہے۔ کوئی کتنا ہی طغرل نک صلاحیتوں کا مالک ہو۔ ہمارا سپر ماسٹر اس کے انکار کو اقرار میں بدل دیتا ہے۔ اس نے فرہاد کو بھی دوستی پر مجبور کر دیا تھا۔ مگر افسوس کہ اس کی زندگی کے دن پورے ہو گئے تھے۔"

میں تیز رفتاری سے گاڑی ڈھائی تو کر رہا تھا۔ بہت دور ایک بڑے شہر کی عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ مرجانہ نے کہا۔

"ہم منیلا پہنچ رہے ہیں۔ بیچ ٹاور کی پیچھے ایک نیلے رنگ کی عمارت میں جانا ہے۔ میں تمہیں راستہ بتاتی ہوں گی۔"

"کیا اس عمارت میں تنظیم کے لوگ رہتے ہیں؟"

"ہاں۔ آج رات کی فلائیٹ میں وہ ہمارے لیے سیٹیں بک کرائیں گے۔"

"ایک بات پوچھنا بھول گیا وہ یہ کہ سپر ماسٹر فرہاد کی طرف سے بہت زیادہ محتاط رہتا تھا۔ کیا فرہاد سے محفوظ رہنے کے لیے اس نے یوگا کی مشق نہیں کی ہوگی؟"

"میں نہیں جانتی۔ تنظیم کے بڑے بڑے ماسٹر بھی سپر ماسٹر کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ آخر تم ماسٹروں میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟"

وہ مجھے گھور کر دیکھنے لگی۔ اس طرح تو شبہ سے ہی دیکھا جاتا ہے۔ میں نے اسے شبہات سے بھٹکانے کے لیے اپنا ایک ہاتھ اس پر رکھ دیا۔ پھر ذرا بہلاتے ہوئے بولا۔

"تمہاری خاطر ماسٹروں سے دلچسپی لے رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں مل کر کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیں اور سپر ماسٹر خوش ہو کر مجھے ماسٹر اور تمہیں مادام بنا دے۔"

وہ مادام کے عہدہ سے نہیں بہل سکتی تھی مگر میری شریر حرکتوں سے بہل گئی۔ اس کی بے حیا سوچ کو پڑھ کر میں اس کی اندرونی کیفیات کو اچھی طرح سمجھ سکتا تھا۔ پتہ نہیں اس لڑکی نے کیسی غلاظتوں میں جنم

لیے تھا۔ غلیظ خیالات کے سوا اس کے دماغ میں کچھ نہیں ہوتا تھا۔ پندرہ منٹ کے بعد ایک پولیس چوکی والوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ ایک آفیسر نے کہا۔

"تم دونوں گاڑی سے نیچے اترآؤ۔"

ہم خاموشی سے راستے [illegible] ہماری گاڑی کی سیٹ کے نیچے ایک اسٹین [illegible] جب میں مرجانہ کا ریوالور اور مرجانہ کے بیگ میں [illegible] پولیس [illegible] خود جیپ کار کی تلاشی لی۔ سیٹ کو اٹھا کر دیکھا [illegible] اسٹین گن [illegible] ہوگی۔ پھر اس نے میری جیب اور مرجانہ کے بیگ کی تلاشی لی۔ اس کے بعد اس نے ہمیں جانے کی اجازت دے دی۔

یہ بات میں بے خیال خوانی سے معلوم کرلی تھی کہ اتنی آسانی سے ہمیں نجات کیسے مل گئی لیکن میں نے بظاہر حیرانی کا اظہار کیا۔

"مرجانہ! یہ سب کیا ہے؟ ہمارے پاس قابل اعتراض فلم اور ہیجان انگیز لٹریچر تھا۔ پولیس والوں نے ہمیں حراست میں نہیں لیا۔"

وہ بڑے فخر سے مسکرا کر بولی۔

"ہماری تنظیم کے لوگ کہاں نہیں ہیں۔ وہ پولیس آفیسر ہمارا ہی آدمی تھا۔"

میں نے مرعوب ہو کر کہا۔

"اس تنظیم کا جواب نہیں ہے۔ یہ امریکہ، روس، چین اور جاپان وغیرہ میں محض چھوٹی بڑی طاقتوں کے نام سے مشہور ہیں۔ سب سے بڑی طاقت تو سپر مائٹر ہے، جو ان بڑے بڑے ممالک میں بھی اپنی مکاریوں اور بلیک میلنگ کا سکہ چلا رہا ہے۔"

ہم شہر میں داخل ہو گئے۔ مرجانہ نے میری راہنمائی کی، میں ڈرائیو کرتا ہوا ایک نیلی عمارت کے سامنے پہنچ گیا۔ مرجانہ نے جیپ کا ہارن بجایا۔ پھر ہم جیپ سمیت اتر کر عمارت کے بڑے سے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ جلد ہی کھل گیا۔ دو آدمیوں نے ہمیں دیکھتے ہی پہچان لیا۔ مرجانہ کو تو وہ جانتے ہی تھے۔ انہوں نے مجھے مونٹو کی حیثیت سے پہچان کر اندر آنے کا راستہ دیا۔

عمارت کے اندر داخل ہوتے ہی اچانک میری بائیں آنکھ پھڑکنے لگی۔ یہ عام سا خیال ہے کہ بائیں آنکھ پھڑکنے سے کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے۔ حالانکہ طبی نقطۂ نگاہ سے اس کی وجہ کچھ اور ہے۔ لیکن انسان اپنے تجربات کے سائے میں گھبراتا ہے۔ میں بھی بارہا یہ تجربہ کر چکا ہوں کہ بعض حالات میں میری بائیں آنکھ پھڑکتی ہے اور آگے چل کر کوئی نہ کوئی مصیبت استقبال کرتی ہے۔

آگے چل کر ایک بڑے سے ہال میں تین آدمیوں سے سامنا ہوا۔ ان میں سے ایک نے میری طرف بڑھتے ہوئے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔

"ہیلو مونٹو! دیکھ لو۔ مجھ جیسے دوست کی کوشش تمہیں جہاں لے آئی۔"

میں نے مسکرا کر مصافحہ کرتے ہوئے اس کی سوچ کو پڑھا کہ وہ مونٹو کا کیسا دوست ہے۔ وہ خاموشی سے سوچ رہا تھا۔

"یہ مونٹو ریزر دیکھوں ہے، پہلے میں مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتا تھا تو یہ مجھے کھینچ کر گلے لگا لیتا تھا۔" میں نے فوراً ہی اسے کھینچ کر گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"میں بڑے ہنگاموں سے گزر کر آرہا ہوں۔ ابھی تمہارے ساتھ بے تکلفی سے باتیں نہیں کر سکوں گا۔" وہ میرے گلے لگ کر سوچنے لگا

"پچھلے ہفتے ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ اس ایک ہفتہ میں مونٹو کیسا بدل گیا ہے۔ مصافحہ کرتے وقت مجھے یوں لگا جیسے میرا ہاتھ آہنی شکنجہ میں پھنس گیا ہے۔ اس کا سینہ بھی پہلے سے کچھ چوڑا ہے اور بدن میں سختی ہے۔ کیا کوئی انسان ایک ہفتہ میں چٹان بن سکتا ہے؟"

میں نے سمجھ لیا کہ میری شامت آنے والی ہے کمبخت یہ مونٹو کا دوست نہ جانے کہاں سے آٹپکا تھا۔ اس کی چھٹی حس اسے کچھ سمجھا رہی تھی۔ میں نے ساتویں حس بن کر سمجھایا۔

"یہ میں کس الجھن میں پڑ گیا ہوں۔ مونٹو آخر مونٹو ہے۔ میرا جانی یار ہے۔ یہ تھکا ہارا پریشان حال آرہا ہے۔ مجھے اس کی دل جوئی کرنی چاہیئے۔"

تھوڑی دیر کے لیے اس کے دماغ سے تشبہات نکل گئے اس نے مسکرا کر بڑی محبت سے کہا۔

"آؤ بیٹھو، میں تمہیں گرما گرم کافی پلاؤں گا۔"

میں مرجانہ کے ساتھ آگے بڑھ کر ایک صوفہ پر بیٹھنے لگا۔ اسی وقت ایک سخت کھردری سی آواز سنائی دی۔

"ٹھہرو، ابھی آرام سے بیٹھنے کا وقت نہیں ہے پہلے کام کی باتیں ہوں گی، یہاں آؤ۔"

ہم نے آواز کی سمت دیکھا۔ دور ایک کمرے کے دروازے پر ایک خوش لباس ادھیڑ عمر کا آدمی کھڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں پر موٹے شیشوں کی عینک تھی۔ پیشانی چوڑی اور چہرہ کلین شیوڈ تھا۔ اس کے چہرے سے ذہانت مترشح تھی۔ اس نے کمرے میں آنے کا اشارہ کیا۔

میں اور مرجانہ صوفے کے پاس سے چلتے ہوئے دوسرے کمرے میں پہنچے۔ اس کمرے میں صرف دو ریوالونگ چیئر یعنی گول چکر کھانے والی کرسیاں تھیں۔ میں اس عینک والے کے منصوبہ کو پڑھ سکتا تھا۔ مگر احتیاط لازمی تھی۔ پتہ نہیں ان میں کون اور کتنے لوگ بڑی فوج سے تعلق رکھتے تھے۔ اس نے مجھے اور مرجانہ کو ریوالونگ چیئر پر بیٹھنے کے لیے کہا ہم نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ پھر اس نے کہا۔

"ہم اپنا اطمینان کرنا چاہتے ہیں اس لیے تم لوگوں کے پاس ریوالور یا چاقو ہو تو اسے جیب سے نکال کر پھینک دو۔"

مرجانہ نے ناگواری سے پوچھا۔

"تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ اس تنظیم میں میرے ساتھ ایسا کبھی [illegible] نہیں کیا گیا۔"

اس شخص نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

"اگر تم دونوں تنظیم کے وفادار ہو تو خاموشی سے میرے حکم پر [illegible] کرو۔"

میں نے اپنی جیب سے ریوالور نکال کر اس کے سامنے پھینک دیا۔ مرجانہ نے بتایا کہ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ اس عینک والے نے میرا ریوالور فرش سے اٹھا کر اس کے چیمبر کو چیک کیا۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"انھیں کرسیوں پر اچھی طرح جکڑ کر بٹھا دو۔"

دو آدمی میرے پاس آئے اور دو مرجانہ کے پاس گئے۔ پھر وہ چمڑے کے تسموں سے ہمارے ہاتھ کرسیوں کے ہتھوں سے باندھنے لگے۔ اب کچھ سمجھ میں آنے لگا کہ میری بائیں آنکھ کیوں پھڑک رہی تھی۔ میں اس وقت کیا کر سکتا تھا۔ بڑے ہال میں مونٹو کا جو دوست اور اس کے ساتھی ملے تھے، اب وہ لوگ نظر نہیں آرہے تھے۔ صرف وہ عینک والا اپنے چار ماتحتوں کے ساتھ اس بند کمرے میں تھا۔

میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ عینک والا یوگا کا طالب علم ہے یا نہیں، مگر میں کیسے معلوم کر سکتا تھا، یہ مرجانہ کی سوچ نے بتایا وہ اس آدمی کو پہلی بار دیکھ رہی ہے اس کے متعلق کچھ نہیں جانتی اب سے پہلے میں نے ماسٹر بین خان کے دماغ پر دستک نہ دے کر دانشمندی کی تھی۔ اب بھی دانشمندی کا یہی تقاضہ تھا کہ میں ٹیلی پیتھی سے کام نہ لوں۔

مجھے اور مرجانہ کو کرسیوں سے اچھی طرح باندھ دیا گیا۔ ہم اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے تھے۔ میرے دو پاؤں جو کرسی سے ٹک رہے تھے، صرف وہی آزاد تھے، لیکن وہ دونوں پاؤں مجھے آزادی نہیں دلا سکتے تھے۔ میں جھنجھلا کر صرف ٹانگیں چلا سکتا تھا اور دشمنوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ اس عینک والے نے کہا۔

"مرجانہ! تمہارے اور مونٹو کی آنکھوں کے سامنے ہمارے پچیس جوان مارے گئے۔ اس بستی کا سربراہ مارا گیا۔ بستی بالکل ہی تباہ ہو گئی۔ تم نے ماسٹر بین خان کو جو رپورٹ دی ہے وہ ایک کھوکھلی رپورٹ ہے۔ ماسٹر یہ یقین نہیں کر سکتا کہ محض دو عورتوں کو دیکھ کر ہمارے جوان ہوس پرستی میں مارے گئے۔ لہٰذا سچ کیا ہے، وہ میرے سامنے اگل دو ورنہ جھوٹ اور دغابازی کی سزا تم دونوں جانتی ہو۔"

میں مرجانہ کی سوچ سے سمجھ رہا تھا کہ وہ اندر سے گھبرا رہی ہے مگر اوپر سے اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"میں اپنے ماسٹر کے سامنے کبھی جھوٹ بولنے کا تصور [illegible] بھی نہیں کر سکتی۔ اس بستی میں جو کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوا، اس پر مجھے بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ تم مرد لوگ عورتوں کے لیے کیسے کتوں کی طرح ایک دوسرے کو بھنبھوڑتے اور کاٹتے ہو۔"

"بکواس مت کرو۔" عینک والے نے سرد لہجے میں کہا۔ "تم خود کتنی ہوس پرست ہو، یہ بات ہمارا ماسٹر جانتا ہے۔ ایک بار تم معمولی سی سزا پا چکی ہو۔ تمہیں سمجھا دیا گیا تھا کہ آئندہ صرف کام کے آدمیوں کے سامنے خود کو پیش کرنا۔ کسی غیر متعلق شخص سے دل لگاؤ گی تو تمہیں جہنم میں پہنچا دیا جائے گا۔"

"ہاں مجھے سمجھایا گیا تھا اور میں اس کے مطابق عمل کر رہی ہوں۔"

"تو پھر بتاؤ کہ مونٹو سے تمہارا کیا تعلق ہے، جبکہ یہ مونٹو ہماری تنظیم کا ایک معمولی آدمی ہے، البتہ یہ تمہارے لیے غیر معمولی ہو سکتا ہے کیونکہ بڑا ہی قد آور اور بانکا نوجوان ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ مونٹو سے میں نے کوئی رشتہ قائم نہیں کیا ہے۔ بستی میں خونریزی کے دوران اس نے میری جان بچائی تھی اس لیے میں اس کی احسان مند ہوں۔"

اس نے اپنی عینک کو میری طرف کرتے ہوئے پوچھا۔

"مونٹو! بستی کے جتنے جوانوں نے عورتوں کے لیے ماسٹر سے مطالبہ کیا تھا، ان میں تمہارا بھی نام ہے۔ مرجانہ کی رپورٹ کے مطابق دو عورتوں کی خاطر وہ بستی تباہ ہو گئی، کیا یہ درست نہیں ہے کہ تم نے مرجانہ کو حاصل کرنے کی خاطر اس کی جان بچائی ہے۔ تمہاری بلا سے بستی اجڑ گئی، تمہاری ضرورت پوری کرنے کے لیے یہ عورت تو زندہ رہ گئی۔"

وہ بڑی ذہانت سے سوالات کر رہا تھا۔ اگرچہ میں نے مرجانہ کی تمنا نہیں کی تھی تاہم یہ بات درست تھی کیونکہ اصلی مونٹو اپنی ضرورت کی خاطر ہی سوزوکو کو بچانے کی کوشش کرتا ہوا مر گیا تھا۔ میں نے اسے جواب دیا۔

"آپ کا خیال ایک حد تک درست ہے۔ میں نے مرجانہ کو حاصل کرنے کے لیے اس کی جان بچائی۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ یہ مجھے ضرور انعام دے گی، لیکن یہ واقعی ماسٹروں کی ہدایت کے مطابق عمل کر رہی ہے۔ اس نے یہاں پہنچتے ہی میرے ساتھ وقت گزارنے سے انکار کر دیا۔"

کرسی سے بندھی ہوئی مرجانہ مجھے احسان مندی سے دیکھنے لگی، کیونکہ میرے بیان سے اس کی تنظیم سے وفاداری ثابت ہو رہی تھی۔ عینک والے نے مجھ سے پوچھا۔

"تم یہ تسلیم کرتے ہو کہ بستی میں خانہ جنگی کے دوران اپنا فرض بھول کر مرجانہ سے دلچسپی لے رہے تھے؟"

[illegible] نے جواب دیا؟ نہیں، بعض اوقات ایک تیر سے دو شکار کیے جاتے ہیں۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ مرجانہ کے پاس ایک اہم فلم ہے

اس فلم کو ماسٹر تک پہنچانا مرجانہ کی ذمہ داری تھی اور مرجانہ کو بحفاظت یہاں لانا میرا فرض تھا۔ آپ کیسے الزام دیتے ہیں کہ میں فرض سے غافل رہا ہے"

مرجانہ نے کہا" سپر ماسٹر کی طرف سے حکم ملا تھا کہ فرہاد کی موت کی تصدیق ہمارے تمام مشن سے زیادہ اہم ہے اور یہ فلم اس بات کی تصدیق کرتی ہے۔ میں نے اسے حاصل کرنے کے لیے کیا کیا پاپڑ نہیں بیلے۔ کیا میرے اس کارنامہ کا یہی صلہ دیا جارہا ہے ہے"

"کارنامہ ہے" عینک کے پیچھے اس کی آنکھیں طنزیہ انداز میں مسکرانے لگیں۔ اس نے کہا" تمہارا کارنامہ میں تمہیں سناتا ہوں جیسے میں تم ایجنٹوں کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ اسی وقت سے تم کرنل کے باڈی گارڈ پر عاشق ہوگئیں، کیا یہ جھوٹ ہے ہے"

وہ درست کہہ رہا تھا، مگر مرجانہ نے چیخ کر کہا۔

"یہ جھوٹ ہے، بہتان ہے"

عینک والے نے بڑے تحمل سے کہا۔

"بستی میں پہنچنے کے بعد جب وہاں کا انگریز باس ڈیوڈ، کرنل کے ہاتھوں مارا گیا تو وہاں جوانوں کو کنٹرول کرنے کے لیے تم اور فرائڈ دو سینئر رہ گئے تھے۔ فرائڈ باڈی گارڈ کو بھی مار ڈالنا چاہتا تھا لیکن تم نے اپنے باڈی گارڈ کو بچانے کے لیے فرائڈ کے سامنے اپنی جوانی کا چارہ ڈالا، کیا یہ بھی جھوٹ ہے ہے"

میں حیران تھا کہ اس عینک والے کو یہ تمام باتیں کیسے معلوم ہو گئیں، وہ مرجانہ نے ناگواری سے کہا۔

"یہ بھی جھوٹ ہے۔ تم یہ سب کچھ ایسے کہہ رہے ہو جیسے اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے ہو"

"ہاں" اس نے کہا" میں خود وہاں موجود تھا، اور میں طیارے میں بھی تمہارے ساتھ سفر کررہا تھا کیا تم نہیں جانتیں کہ سپر ماسٹر کے خاص جاسوس تنظیم کے افراد پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک جاسوس میں ہوں"

مرجانہ کا رنگ زرد پڑ گیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ مجھ سے حقیقت اگلوانے کے لیے خواہ مخواہ سپر ماسٹر کا خاص جاسوس بن رہا ہے"

وہ میری سوچ کے مطابق بولی۔

"تم خواہ مخواہ جاسوس بن کر مجھ پر الزامات تراش رہے ہو"

وہ مرجانہ کو نفرت سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں ابھی ثابت کرتا ہوں کہ میں طیارے سے بستی کے اس کاٹیج تک تمہارے پیچھے لگا رہا۔ جہاں تم ایک کمرے میں فرائڈ کے ساتھ اپنا منہ کالا کررہی تھیں۔ دوسرے کمرے میں ٹائنمر کے پاس وہ فلم کا چھوٹا سا ڈبہ رکھا ہوا تھا۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ وہ فلم کہاں ہے ہے"

مرجانہ نے دور فرش پر رکھے ہوئے اپنے بیگ کو دیکھ کر کہا۔

"اس بیگ میں فلم موجود ہے"

ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس بیگ سے فلم کا ڈبہ نکالا۔ مرجانہ کے سامنے کھول دیا۔ اس ڈبے کے اندر فلم کی جگہ پلاسٹک فیتے کا ایک رول رکھا ہوا تھا۔ مرجانہ ایک دم سے بوکھلا گئی۔ عینک والے نے کہا۔

"یہ بیگ تم اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر یہاں تک لائی ہو، میں سے کسی نے اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اب بولو کہ فلم کہاں ہے"

وہ گھبرا کر بولی" میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ وہ فلم اسی ڈبے میں ہوئی تھی"

"مگر اس وقت میں نے اسے غائب کردیا جب تم دوسرے کمرے میں فرائڈ کو خوش کررہی تھیں۔ وہ فلم اب تک سپر ماسٹر کے پاس پہنچ چکی ہوگی۔ اب بھی تسلیم کرتی ہو یا نہیں کہ سپر ماسٹر کے جاسوس نظروں سے اوجھل رہ کر بھی تم جلیسوں کی شہ رگ کے قریب رہتے ہیں"

مرجانہ کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی اور میں حیرانی سے سوچ رہا تھا اور میرے قارئین کرام! آپ بھی سوچنے میں میری مدد فرمائیں کہ وہ عینک والا ذہین جاسوس کس طرح نظروں سے اوجھل رہ کر بھی میرے اور مرجانہ کے قریب رہ کر اپنا کام دکھا رہا تھا۔

وہ

کون تھا، جو جاپان سے فلپائن کی اس چھوٹی سی بستی تک ہمارے ساتھ طیارے میں سفر کررہا تھا ــــ؟

وہ کون تھا، جو مرجانہ اور فرائڈ کے عیش کرنے میں چھپا ہوا تھا ــــ؟

بے شک وہ سپر ماسٹر کا ایک بہت ہی ذہین اور چالاک جاسوس تھا۔ لیکن ہم اسے کیوں نہ پہچان سکے؟ اس نے مرجانہ کے بیگ سے فلم نکال کر ثابت کردیا تھا کہ وہ اس بستی میں موجود تھا اور ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ بستی کے تمام لوگ مر چکے ہیں۔ میں نے اس عینک والے جاسوس سے کہا۔

"مسٹر! آپ نے مرجانہ کے عیش کرنے سے وہ فلم لاکر یہ ثابت کردیا ہے کہ بستی میں ہونے والی کوئی بات آپ سے چھپی ہوئی نہیں ہے پھر تو آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ میں نے مرجانہ کے ساتھ ناجائز وقت نہیں گزارا ہے"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں! میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔ اس لئے تم لوگوں سے پوچھ رہا ہوں ــــ"

مرجانہ نے پوچھا" جب بستی میں خونریزی شروع ہوئی۔ تو

دوں کہ بستی میں لڑائی کس طرح شروع ہوئی، میں نہیں جانتی۔ میں کاٹیج کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ یہ مونٹو جانتا ہے۔ بلکہ یہ مونٹو نہیں کرنل کا باڈی گارڈ ہیرو پیہ ہے تو اس طرح سچ بولنے سے شاید میری جان بچ جائے"

میں پریشان ہوگیا۔ کہ وہ کم بخت اپنی جان بچانے کے لئے مجھے بے نقاب کرنا چاہتی ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کی سوچ میں کہا۔

"لیکن مجھے تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھنا چاہئے۔ ماسٹر کا حکم تھا کہ کرنل کی موت کا کوئی چشم دید گواہ زندہ نہ رہے۔ اور میں نے عیاشی کی خاطر اس باڈی گارڈ کو زندہ رکھا۔ ماسٹر کو دھوکہ دینے کے لئے اسے مونٹو کے روپ میں یہاں تک لے آئی۔ میری اس حرکت سے تنظیم کو بہت بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ماسٹر مجھے کبھی زندہ نہیں چھوڑے گا"

اس کی دوسری سوچ نے پریشان ہو کر کہا۔

"پھر میں کیا کروں؟ نہ اس طرح جان بچ سکتی ہے، نہ اس طرح"

پھر میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اسی طرح جان بچ سکتی ہے کہ میں اپنے بیان پر قائم رہوں ایسی صورت میں صرف ایک ہی الزام مجھ پر عائد ہوگا کہ میں نے بیگ سے فلم چرا لی ہوگی۔ مگر اپنے ہی جاسوس نے چرائی۔ کوئی نقصان نہیں ہوا۔ مجھے غفلت برتنے کی تھوڑی سی سزا ملے گی"

وہ قائل ہوگئی کہ اپنے بیان پر قائم رہنا چاہئے۔ عینک والے نے کہا۔ "میں آخری بار پوچھتا ہوں ــــ صحیح رپورٹ کیا ہے؟"۔

مرجانہ نے کہا" سچ بات ہمیشہ آخری ہوتی ہے۔ اس کے بعد کہنے کے لئے کچھ نہیں رہ جاتا"

"اچھا تو تم دونوں ریوالونگ چیئر پر بیٹھے ہوئے ہو۔ سوئچ آن ہوتے ہی یہ کرسیاں اتنی تیزی سے گھومنے لگیں گی کہ تمہاری گھومتی ہوئی کھوپڑیاں سچ بولنے پر مجبور ہو جائیں گی"

وہ بڑی عجیب سی سزا دے رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"آپ یہ سزا دینے سے پہلے ہماری ایک الجھن دور کردیں پلیز یہ بتائیں کہ آپ نے مرجانہ کے ساتھ جاپان سے فلپائن تک کس طرح چھپ کر سفر کیا تھا ــــ؟"

اس نے مرجانہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کیوں مرجانہ جاپان سے آتے وقت طیارے میں کتنے آدمی تھے ــــ؟"

مرجانہ بتانے لگی۔ میں نے بھی حساب کیا۔ طیارے کا ایک پائلٹ تھا۔ وہ مارا گیا۔ کرنل اور سوزوکو کے دن بھی پورے ہوگئے ایک جاپانی افسر بھی بستی میں مر گیا۔ میں اور مرجانہ زندہ تھے۔ ہاں، ایک شخص تو یاد ہی نہ رہا۔ وہ حسن نے طیارے میں پروجیکٹر کے ذریعے مسلم دکھائی تھی۔

"ہاں ۔" اس عینک والے نے کہا۔ "پروجیکٹر کو آپریٹ کرنے والا وہ شخص میں ہی ہوں ۔"

میں اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ پروجیکٹر والا چہرہ نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ میک اپ میں تھا۔ اب اپنا اصلی چہرہ دکھا رہا تھا۔ میں جاپان سے روانگی کے بعد اب تک ایسے ہنگاموں سے گزرتا آیا تھا کہ اس پروجیکٹر والے کو یاد نہ رکھ سکا۔ ورنہ یقیناً پوچھتا۔ کہ وہ بستی میں پہنچتے ہی کب اور کیسے غائب ہو گیا۔ اور کب تک مرجانہ کے عیش کدے میں پھپھارہا۔ بہرحال اب پوچھنے سے کیا ہو سکتا تھا۔ وہ الیکٹرک ریوالونگ چیئر میرے نصیب میں لکھی تھی۔

عینک والا کمرے سے باہر جانے لگا۔ اس نے دروازے پر رک کر اپنے آدمیوں سے کہا۔

"پہلے ٹیپ ریکارڈر آن کرو ۔ پھر ریوالونگ چیئر کے سوئچ آن کرو۔ یہ دونوں تکلیف کی شدت سے چیختے ہوئے جو بیان دیں گے وہ سب اسی کمرے میں ریکارڈ ہو جائے گا۔"

وہ باہر چلا گیا۔ مرجانہ بری طرح دہشت زدہ تھی اور اپنے بیان میں تبدیلی کرنے کا فیصلہ کر رہی تھی۔ میں الجھن میں پڑ گیا۔ اسے کنٹرول کرنے کا مسئلہ تھا۔ پتہ نہیں ریوالونگ چیئر پر گھومتے وقت میرے دماغ کی کیا حالت ہوتی۔ ایسی صورت میں میں اسے کنٹرول کر سکوں گا یا نہیں یہ میں نہیں جانتا تھا۔

اور جاننے کی فرصت بھی نہیں ملی۔ اسی وقت میری اور مرجانہ کی کرسیاں گول گھومنے لگیں۔ پہلے گھومنے کی رفتار سست تھی۔ اس لئے کمرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ میں نے گھومتے ہوئے دیکھا۔ کمرے میں صرف ایک ہی آدمی تھا۔ وہ بھی ریگولیٹر کے بٹن کو فل اسپیڈ کی طرف گھما کر باہر چلا گیا۔ دروازہ بند ہو گیا۔ اس کے بعد ہم کچھ دیکھ نہ سکے۔ کیونکہ کرسیاں تیز رفتار پنکھے کی طرح گھوم رہی تھیں۔ جس طرح ہم تیز رفتار پنکھے کے بلیڈ کو الگ الگ نہیں دیکھ سکتے، اسی طرح کمرے کے در و دیوار اتنی تیزی سے گھومتے ہوئے گزر رہے تھے کہ وہاں کی کوئی چیز الگ الگ نظر نہیں آ رہی تھی۔ سب کچھ گڈمڈ ہو گیا تھا۔

یہ تو کمرے کا ذکر تھا۔ ہماری کھوپڑیوں کا ذکر یہ ہے کہ وہ جیسے تیزی سے چکراتی ہوئی ہماری گردنوں سے اڑی جا رہی تھیں۔ مرجانہ نے چیخنا شروع کر دیا تھا۔ اور میں آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کی اسکرین پر ایک شمع روشن کر چکا تھا۔ تیلی پیتھی کے بنیادی عمل کے مطابق میری توجہ شمع کی لو پر مرکوز ہو گئی تھی۔ اور میں اپنی سوچ کو مستحکم کر رہا تھا۔ کہ ساری دنیا گھومتی رہے مگر شمع کی لو اپنی جگہ قائم رہے گی۔ وہ نہیں گھومے گی۔ تو اس کے ساتھ چپکا ہوا میرا دماغ بھی نہیں چکرائے گا۔

یہ دماغ ہے، جو انسان کے جسم کو حرکت میں لاتا ہے۔ دماغ کو جھٹکا پہنچتا ہے تو متحرک جسم یک لخت ٹھہر جاتا ہے۔ میرا دماغ بجلی کے کنکشن کو نہیں روک سکتا یا کاٹ سکتا تھا۔ مگر وہ میرے چکرانے کے احساس کو ختم کر کے اور مجھے شمع کی لو پر ٹھہرا کر میرے اندر کے انتشار کو عدم کی طرح مٹا سکتا تھا۔

پھر ایسا ہی ہوا۔ اب میری دماغی آنکھیں شمع کی لو کو دیکھ رہی تھیں اور کان مرجانہ کی چیخیں سن رہے تھے۔ وہ بک رہی تھی۔

"لڑکے میرا سر کہاں ہے؟ میں مر رہی ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔ میں غداری نہیں کروں گی۔ جھوٹ نہیں بولوں گی۔ سچ بات تو یہ ہے کہ ....."

اس کے سچ بولنے سے پہلے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"سچ بات تو یہ ہے کہ جو سچی رپورٹ میں نے پیش کی ہے اسے بدل کر جھوٹ کیسے بولوں۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا۔"

اس سوچ کے مطابق اس کی بات بدل گئی۔ وہ میرے خلاف کچھ نہ بول سکی۔ لیکن وہ آئندہ بھی میرے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس کی زبان ہمیشہ کے لئے بند کر دوں۔ اپنے راز کو راز رکھنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"آہ! اتنی تیزی سے چکراتے ہوئے میں سانس نہیں لے سکتی میری سانس رک رہی ہے ....."

یہی بات وہ پہلے چیخ چیخ کر بول رہی تھی۔ اور واقعی اس کی سانس اب رک رک جاتی تھیں۔ کیونکہ میں اس کے دماغ کو سمجھا رہا تھا کہ وہ سانس لینے کے عمل کو توڑ تا رہے۔

وہ سانس لینا چاہتی تو میں اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچاتا۔ وہ سانس لینا بھول جاتی۔ پھر دم الجھنے لگتا تو وہ سانس لینا چاہتی میں پھر اسے جھٹکا پہنچاتا۔ تیزی سے گھومتے وقت سانس لینا بھی دشوار ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں سانس کھینچتے وقت دماغی جھٹکے لگتے رہیں تو زندگی کے رشتہ ٹوٹنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔

اس کے دل کی ڈوبتی ہوئی دھڑکنوں نے بتا دیا تھا کہ وہ چند لمحوں کی مہمان ہے۔ چند لمحے گزر گئے تو دھڑکنیں اچانک خاموش ہو گئیں۔ میں اس کے دماغ کی تاریکی دنیا سے واپس آ گیا۔

میں نے اپنے ضمیر سے پوچھا "کیا میں کسی معصوم لڑکی کا قاتل ہوں؟"

میرے ضمیر نے جواب دیا۔ "وہ معصوم کب تھی۔ وہ تو معصومیت اور پاکیزگی کے معنی بھی نہیں جانتی تھی۔"

بے شک مقتولہ بہت گناہگار کون نہیں ہے میں بھی گناہگار ہوں لیکن میں نے اپنے مفاد کے لئے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اپنی ہوس کی تکمیل کے لئے کسی پر جبر نہیں کیا۔ لیکن مرجانہ ابتدا سے ہی مجھے حاصل کرنے کے بعد میرا خاتمہ کر دینے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اپنی مفاظت کے لئے دشمن کو کچل دینا ظلم نہیں دانشمندی ہے۔

مرجانہ کو اپنے دماغ سے دور پھینک دینے کے بعد میں موجودہ حالات سے نمٹنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس وقت پیچویشن یہ تھی کہ دو کرسیاں تیزی سے گھوم رہی تھیں۔ اور ہمارے قریب ایک ٹیپ ریکارڈر آن تھا۔ ٹیپ کے کچھ حصے میں مرجانہ کی آواز ریکارڈ ہوئی تھی۔ باقی ٹیپ خاموشی سے چل رہا تھا۔ اور یہ بڑی غیر فطری سی بات ہوتی کہ اس میں میری چیخوں کی آواز ریکارڈ نہ ہوئی۔ جبکہ میں دشمنوں کی نظروں میں ایک عام سا آدمی تھا میرا بھی سر چکرا سکتا تھا۔ میرے حلق سے بھی چیخیں نکل سکتی تھیں۔

اس کے لئے میں نے پہلے ہی سوچ رکھا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ میں جس کرسی پر چکرا رہا تھا اس کے نیچے سے ایک تار سوئچ بورڈ تک گیا تھا میرے پاؤں کرسی سے لٹک رہے تھے۔ مگر فرش تک نہیں پہنچ رہے تھے۔ ویسے وہاں تک پہنچانا ممکن نہ تھا۔ میں چمڑے کے تسموں سے بندھا ہونے کے باوجود پوری قوت سے کسمسانے لگا۔ اس طرح اپنے بیٹھنے کی پوزیشن میں ذرا سی تبدیلی کر لی۔ اس کے بعد میں نے جوتے کی نوک کو آگے بڑھایا تو وہ فرش تک پہنچ گئی۔ پھر جوتے کی وہ نوک فرش پر تیزی سے گردش کرتی ہوئی بجلی کے تار سے الجھ گئی۔ تار کو زور کا جھٹکا پہنچا اور اس کا پلگ سوئچ بورڈ سے نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی کرسی کی گردش سست پڑنے لگی۔

ایک منٹ بعد میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کرسی ٹھہر گئی تھی۔ کمرے کے در و دیوار اپنی جگہ ساکت نظر آ رہے تھے اس دنیا کی ہر شے جو متحرک ہے، وہ چلتے چلتے آخر کار ٹھہر جاتی ہے تیزی سے دوڑنے والی جوانی کو بھی بڑھاپے میں بریک لگ جاتے ہیں میرے سامنے بھی کمرے کی ہر چیز اپنی اپنی جگہ ٹھہر گئی تھی۔ صرف مرجانہ کی لاش اپنی کرسی پر اسی تیز رفتاری سے گھوم رہی تھی۔

میں بندھا ہوا تھا۔ اس کی کرسی کے تار کو کھینچ کر بجلی کے کنکشن کو کاٹ نہیں سکتا تھا۔ وہ مجھ سے دور تھی اس لئے برقی رو کے اصولوں کے مطابق زندہ کرسی پر اس کی مردہ جوانی چک پھیری کا جھولا جھول رہی تھی۔ لڑکے لے جوانی ۔! تو موت کی گود میں دو کوڑی کی بھی نہیں رہتی۔

شاید وہ لوگ دوسرے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ شاید انہوں نے مرجانہ کی چیخیں بھی سنی تھیں۔ یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ اس وقت میں کسی کے دماغ میں جھانکنا نہیں چاہتا تھا۔ میرا فیصلہ تھا کہ جب جان پر بن جائے گی تب ہی دماغ کی بساط پر خطرناک چال چلوں گا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کا دروازہ کھل گیا اندر آنے والے مجھے دیکھ کر ٹھٹھک گئے عینک والے نے پہلے مرجانہ کی گھومتی ہوئی کرسی کو دیکھا۔ پھر مجھے آرام سے بیٹھا دیکھ کر وہ اپنے ساتھیوں سے بولا۔

"میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ مقتولہ کیوں نہیں چیخ رہی ہے۔ اس نے بڑی چالاکی دکھائی ہے میں اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کی کھڑپڑی کو گردش میں رکھوں گا۔"

ایک شخص نے عینک والے سے کہا۔

"باس! مرجانہ بے ہوش ہو گئی ہے۔ اسے ہوش میں لانا ہو گا۔"

عینک والے باس نے مرجانہ کی کرسی کا سوئچ آف کرنے کے لئے کہا اس کے حکم کے مطابق سوئچ آف کرنے کے بعد پلگ نکال دیا گیا وہ گھومنے والی کرسی رفتہ رفتہ سست پڑنے لگی تب مرجانہ کے پھیلے ہوئے ساکت ریدے نظر آئے ان آنکھوں کی ویرانی بتا رہی تھی کہ اب وہ کوئی جھوٹا سچا بیان نہیں دے سکے گی۔ ایک شخص نے اس کی نبض دیکھ کر کہا۔

"باس! یہ تو مر چکی ہے۔"

اسی وقت کمرے میں مقتولہ کا وہ دوست جو مجھے مونٹو سمجھ کر میرے گلے لگ چکا تھا۔ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ کمرے میں آیا اور مجھے ہمدردی سے دیکھنے لگا اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ مجھ جیسے دوست کو ان سزاؤں سے بچانے کا عزم کر چکا ہے۔ میں اس کمرے میں آنے کے بعد مونٹو کے دوست کو بھول گیا تھا اگر وہ باہر رہتا تو میں پہلے ہی اسے اپنی مدد کے لئے مجبور کر دیتا۔ اب میں اس کے دماغ کو جھٹکا لگانا چاہتا تھا۔ مگر موقع نہ ملا اسی وقت عینک والے نے مجھے کہا۔

"مونٹو! تم مرجانہ کا انجام دیکھ رہے ہو یہ خیال دماغ سے نکال دو کہ صحیح رپورٹ پیش کئے بغیر اس کمرے سے زندہ نکل سکو گے۔"

میں نے کہا۔ "پتہ نہیں تم لوگ صحیح رپورٹ کسے کہتے ہو؟ ہماری سچائی پر یقین نہ کر کے تم نے اس تنظیم کی ایک وفادار عورت کی جان لے لی۔ میری جان لے کر بھی نہیں انوس نہیں ہو گا کہ صرف شبہات کی بنا پر سپر مارٹر کے وفادار مارے گئے ہیں۔"

عینک والے نے حقارت سے کہا۔

"ہماری تنظیم میں ہمارے جیسے کیڑے مکوڑے بہت ہیں۔ جن پر ذرا بھی شبہ ہو جاتا ہے انہیں کچل دیا جاتا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی مونٹو کے دوست نے ریوالور نکال لیا پھر عینک والے کی گردن پر اس کی نال رکھتے ہوئے غصے سے بولا۔

"جب میرا دوست ایک معمولی کیڑا ہے تو کسی دن ہمارا بھی یہی انجام ہو گا۔ تم لوگوں کی نظروں میں ہماری وفاداری اور ہماری زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔"

عینک والے کے ساتھی اسے بچانے کے لئے آگے بڑھے مگر اگلے ہی قدم پر لڑکھڑا کر گر پڑے۔ مونٹو کا دوست اور اس کے ساتھی سائلنسر لگے ہوئے ریوالوروں سے انہیں جہنم میں پہنچا چکے تھے اب وہ عینک کے پیچھے دہشت زدہ نظر آ رہا تھا۔ ایک نوجوان نے مونٹو کے دوست سے کہا۔

"کرلا! اب اسے کرسی پر بٹھاؤ۔ اسے بھی پتہ چلے گا۔ کہ عینک کس طرح گول گھومتی ہے۔"

مونٹو کا دوست جس کا نام کرلا تھا۔ اس نے کہا۔

"ہمیں یہاں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے مونٹو کو کرسی سے آزاد کرو اور یہاں سے فوراً نکل چلو۔"

کرالا نے یہ کہتے ہی ایک فائر کیا۔ ریوالور کی گولی کھوپڑی کے پیچھے سے سرنگ بناتی ہوئی دوسری طرف مینک کے شیشے کو توڑتی ہوئی گزر گئی۔ دھپ کی آواز کے ساتھ وہ فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔ انسان کی اپنی زندگی اپنی نہیں ہوتی۔ کوئی دوسرا جب چاہے چھین لیتا ہے اور یہ حضرت انسان جو خود کو اس دنیا کا حاکم سمجھتا ہے، خود کو سپر ماسٹر یا عینک والا ڈکٹیٹر سمجھ کر غرور کرتا ہے، وہ کس طرح اپنے غرور کے ساتھ اوندھے منہ فرش پر گر پڑتا ہے، میں اس بے ثباتی کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔

مجھے بندشوں سے آزاد کر دیا گیا۔ کرالا نے مجھے ایک ریوالور دیتے ہوئے کہا۔

"اسے رکھو، اس شہر میں سپر ماسٹر کے کچھ وفادار ابھی باقی ہیں وہ کہیں نہ کہیں ہم سے ضرور ٹکرائیں گے۔"

میں نے ریوالور لیا۔ پھر اسے سینے سے لگا کر بھینچتے ہوئے کہا۔

"کرالا۔ تم نے آڑے وقت میرے کام آ کر دوستی کا ثبوت دیا ہے۔"

اس نے الگ ہو کر میرے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"تم اتنے سنجیدہ کیوں ہو گئے ہو۔ تمہاری وہ زندہ دلی کہاں گئی یار! مجھے کرالا کے بدلے کریلا کہہ کر چھیڑتے تھے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"حالات نے مجھے سنجیدہ بنا دیا ہے۔ میرا ہنسنے کو جی چاہتا ہے پھر یہ سوچ کر سہم جاتا ہوں کہ ہم نے اب تک تنظیم سے وفاداری کر کے اپنا وقت اور اپنی جوانی برباد کی ہے۔"

"ہاں مونٹو۔۔۔ اب مجھے بھی عقل آ گئی ہے۔ بہرحال اب یہاں سے بھاگ چلو۔"

ہم نے اس کمرے میں تمام لاشوں کو لاک کر دیا پھر اس عمارت سے باہر آ گئے۔ میں نے پوچھا۔

"اب ہم کہاں جائیں گے۔؟"

کرالا نے جیپ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"ہم جہاں بھی جائیں گے۔ تنظیم کے گرگے ہمارا تعاقب کرتے رہیں گے۔ فی الحال یہ شہر ہی ایسا ہے۔ یہاں ہمارے زیادہ دشمن نہیں ہوں گے۔"

گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے کہا۔

"جب ماسٹر بین خان کو معلوم ہو گا کہ یہاں نیسلا میں بھی تنظیم پر تباہی آئی ہے تو وہ تفتیش کے لئے اور ہمارے تعاقب کے لئے یہاں آدمی بھیجے گا۔"

دوسرے ساتھی نے کہا۔ "ہاں یہاں سکون تو کہیں نصیب نہ ہو گا۔ وہ تو چوہے کے بل میں بھی ہمیں تلاش کریں گے۔"

تیسرے ساتھی نے مشورہ دیا۔ "ہمیں ایسی جگہ جانا چاہیئے جہاں ہم آسانی سے چھپ کر اپنی ایک بڑی سی جماعت بنا سکیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو کچھ عرصہ بعد ہماری اپنی ایک مسلح فوج ہو گی۔"

کرالا ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"سیاست میں یوں ہوتا ہے کہ جب ایک چھوٹا سا ملک ایک بڑی طاقت سے خوفزدہ ہوتا ہے تو دوسری بڑی طاقت کی پناہ میں چلا جاتا ہے۔ یہ سپر ماسٹر کون سی بڑی طاقت کے لئے کام کر رہا ہے، یہ ہم جانتے ہیں۔ اس کی تنظیم کے لوگ دوسری بڑی طاقت ریڈ پاور سے ٹکراتے رہتے ہیں۔ اگر ہم ہانگ کانگ پہنچ جائیں تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں ریڈ پاور کے سائے میں پناہ مل جائے۔"

میں ان کی باتیں توجہ سے سن رہا تھا۔ مجھے کسی بڑی طاقت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کیونکہ میں خدا کے سوا کسی بھی طاقت کو تسلیم نہیں کرتا۔ ان کی باتیں سن کر میرے دماغ میں یہی بات آئی کہ ہانگ کانگ جانا چاہیئے وہاں دنیا کی ہر قوم اور ہر نسل کے لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ میں ایسی جگہ کچھ عرصہ کسی بھی روپ میں چھپ کر سونیا تک پہنچنے کی کوشش کر سکتا تھا۔

پتہ نہیں سونیا کس حال میں تھی مجھے اس سے رابطہ قائم کرنے کی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ پچھلی رات سے مجھے سونے کی بھی فرصت نہیں ملی تھی۔ اب شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ دوسری رات آ رہی تھی۔ اور میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس رات بھی سونے کا موقع ملے گا یا نہیں۔ کرالا نے ایک ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی۔ ان لوگوں کا قیام اسی ہوٹل میں تھا۔ کرالا نے اپنے کمرے میں پہنچ کر کہا۔

"اچھا تو ہم اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ ہمیں ہانگ کانگ جانا چاہیئے۔"

اس کے دونوں ساتھیوں نے تائید کی۔ کرالا نے مجھ سے پوچھا۔

"مونٹو! تم کیا سوچ رہے ہو۔؟"

میں نے کہا۔ "مجھے پچھلی رات سے سونے کا موقع نہیں ملا مجھ پر غنودگی طاری ہے۔ میں کوئی بہتر مشورہ نہیں دے سکوں گا۔"

کرالا نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہمدردی کی۔

"واقعی تمہیں تو تھک کر سو جانا چاہیئے۔ لیکن ہم اس ہوٹل میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔ ماسٹر بین خان اب پریشان ہو گا کہ عینک والے کی طرف سے رپورٹ کیوں نہیں مل رہی ہے۔ وہ دوسرے ذرائع سے معلومات حاصل کرے گا۔ اس لئے پہلے ہی یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔"

وہ لوگ اپنے اپنے سوٹ کیس میں اپنا اپنا ضروری سامان رکھنے لگے۔ کرالا نے مجھ سے کہا۔

"تم تو بالکل خالی ہاتھ ہو۔؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "نہیں، میرے پاس ریوالور ہے۔"

اس نے امریکن ڈالر کی ایک گڈی میری طرف اچھالی۔ میں نے اسے کیچ کیا۔ وہ مسکرا کر کہنے لگا۔

"مرد کے ایک ہاتھ میں ریوالور اور دوسرے ہاتھ میں نوٹوں کی گڈی ہو تو وہ ساری دنیا کو خرید سکتا ہے۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"اس وقت تو میں صرف نیند خریدنا چاہتا ہوں۔ بلو ڈ گھنٹے نیند کے کتنے ڈالر لو گے۔۔۔؟"

وہ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولا۔

"اسے کہتے ہیں زندہ دلی۔۔۔ اب تم مونٹو نظر آ رہے ہو۔ چلو تم بھی کیا یاد کرو گے۔ میں تھوڑی دیر کے لئے کہیں تمہارے سونے کا انتظام کر دیتا ہوں۔"

ہم سب ہوٹل کے کاؤنٹر پر آ گئے۔ وہاں ان لوگوں نے ہوٹل کے بل ادا کئے۔ پھر اسی جیپ میں بیٹھ کر ایک طرف چل پڑے راستے میں کرالا نے مجھ سے پوچھا۔

"یار مونٹو! کیا واقعی بستی میں صرف دو عورتوں کے لئے سناٹا مہوا تھا۔؟"

"ہاں۔ یہ درست ہے۔ میں بھی باغی نوجوانوں کے ساتھ تھا ہمارا مطالبہ تھا کہ کرنل کی بیٹی کو اور مرجانہ کو ہمارے حوالے کیا جائے۔"

"ہائے! یہ عورت بھی کیا چیز ہے۔ اس کے دم سے دنیا اجڑتی بھی ہے اور آباد بھی ہوتی ہے۔ تم نے کسی کو پایا بھی تھا یا ناکام رہے۔"

میں نے کہا۔ "مرجانہ نے دعدہ کیا تھا کہ میں اس کی حفاظت کروں گا تو وہ میرے ساتھ وقت گزارے گی۔ لیکن جب میں اسے حفاظت سے یہاں لے آیا تو وہ وعدے سے پھر گئی۔"

"اول درجے کی حرافہ تھی۔" کرالا نے اسے گالی دی پھر کہا۔

"میرے یار فکر نہ کرو۔ اب میرے ساتھ ہو تو موج کرتے رہو گے۔"

وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا ہمیں نچلے طبقہ کے ایک محلہ میں لے آیا۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ بانس کی جھونپڑیوں میں کہیں اندھیرا تھا اور کہیں کیروسین لیمپ کی روشنی تھی۔ جیپ کار کی آواز سن کر محلے کے بچے کھیل کود چھوڑ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے مرد عورتیں جھونپڑیوں سے باہر نکل کر ہمیں دیکھنے لگے۔ وہ لوگ اتنے غریب تھے کہ ان کے محلے میں کبھی موٹر گاڑی نہیں آتی تھی۔ اس لئے وہ ہمیں تعجب اور حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ کہ ہم گاڑی والے بڑے آدمی ہیں۔

ہماری گاڑی محلے کے آخری سرے میں ایک جھونپڑی کے سامنے رک گئی۔ میں کرالا کے ساتھ اس جھونپڑی کے اندر گیا وہاں دو کمرے تھے۔ اور دو عورتیں تھیں۔ ایک بوڑھی تھی، دوسری نوجوان، وہ دونوں اترن بازار کے پرانے لباس میں تھیں۔ کرالا ان سے مقامی زبان میں باتیں کرنے لگا۔ پھر اس نے بوڑھی عورت کے ہاتھ میں بیس ڈالر رکھتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"مونٹو! تم یہاں آرام کرو۔ یہ لڑکی تمہیں بڑے پیار سے سلائے گی۔ میں ایک لانچ کا انتظام کرنے جا رہا ہوں۔ ہم آج ہی رات یہاں سے نکل چلیں گے۔ ہماری روانگی تک تم عیش کرتے رہو۔"

یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔ پھر جیپ کار کے اسٹارٹ ہونے اور دور جانے کی آواز سنائی دی۔ میں دو اجنبی عورتوں کے پاس تنہا رہ گیا۔ بوڑھی عورت دوسرے کمرے کا دروازہ کھول رہی تھی۔ نوجوان سانولی سلونی سی لڑکی مجھے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کے ماتھا پر جھانک کر دیکھا۔ اجنبی زبان کی سوچ میرے پلے نہیں پڑی۔

زبان اور سوچیں اجنبی ہو سکتی ہیں لیکن دنیا کے تمام انسانوں کے جذباتی تاثرات تقریباً ایک جیسے ہوتے ہیں اس لڑکی کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ مجھ جیسے اجنبی کے ساتھ رات گزارنے کے تصور سے گھبرا رہی ہے۔ میں اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ ویسے میری مسکراہٹ اس قصائی جیسی نہیں تھی جو کسی کو چھری تلے لانے سے پہلے مسکراتا ہے۔

بوڑھی عورت نے مجھے دوسرے کمرے میں آنے کا اشارہ کیا۔ میں نے کمرے میں آ کر دیکھا ایک کھڑکی کے پاس دیوار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جالی دار چھولا تھا۔ جس میں بڑی عمر کے لوگ سوتے ہیں۔ کمرے میں ایک لکڑی کا صندوق، پرانی سلائی کی مشین، ایک پرانی سائیکل اور میلے کپڑے بکھرے ہوئے تھے۔ دوسرے کمرے سے ماں بیٹی کی باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ لڑکی کی آواز میں سہمی ہوئی لرزشیں تھیں۔ وہ میرے کمرے میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ مگر بوڑھی عورت نے جبراً اسے میرے کمرے میں دھکیل کر دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔

ماں بیٹی کی کچھ مجبوریاں ہوں گی، جنہیں میں ان کی اجنبی زبان سے نہیں سن سکتا تھا۔ کسی حد تک اپنے طور پر سمجھ سکتا تھا مگر یہ ہم انسانوں کے لئے بڑی شرمناک حقیقت ہے کہ ہم اکثر دوسروں کی مجبوریوں کا ہی سودا کرتے ہیں۔ اور کرالا بوڑھی عورت کے ہاتھ میں بیس ڈالر رکھ کر اس کی بیٹی کی جوانی کا سودا اپنے لئے کر چکا تھا۔ وہ دروازے کے پاس منہ پھیرے کھڑی تھی۔ میں قریب گیا تو وہ اپنے آپ میں سمٹنے لگی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کس طرح اس کا خوف دور کروں۔ میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے۔؟"

وہ خاموش رہی۔ میں نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ اس نے

دو انگلیوں کی چٹکی بنا کر جواب دیا۔
"آئی نو..... اے لٹل لٹل ..... (میں تھوڑا تھوڑا جانتی ہوں)"
"گڈ۔" میں نے اس کا خوف دور کرنے کے لئے اسے باتوں میں الجھایا۔ "تمہارا نام کیا ہے ــــ؟"
"منزا ــــ"
"بہت خوب ــــ منزا میری بہن کا نام ہے۔"
وہ ایک دم سے چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے بے یقینی مترشح تھی۔ میں نے اپنے سینے پر انگلی رکھ کر کہا۔
"میں تمہارا بھائی ــــ" پھر میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "تم میری بہن ــــ ہو۔"
پشم زدن میں اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اس کے ہونٹ بار بار ہل رہے تھے، بند ہو رہے تھے۔ شاید اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ میرے احسان کا جواب کس طرح دے سکتی ہے۔ آخر اس نے بڑی مشکلوں سے کہا
"یو۔ پیڈ۔ ٹو مینٹی ڈالر۔ یو۔ کال می سسٹر۔"
وہ صحیح طور پر اپنے دل کی بات نہیں کہہ سکتی تھی۔ مگر میں سمجھ گیا دراصل اسے حیرانی تھی کہ بیس ڈالر معمولی رقم نہیں تھی اور اتنی بڑی رقم دے کر میں اسے بہن بنا رہا تھا۔ میں نے کہا۔
"منزا! میں نے دولت سے کبھی کسی کی مجبوری نہیں خریدی۔ اب خریدنے کا وقت آیا تو تمہارے آنسو خریدلئے تاکہ یہ آنکھیں پھر کبھی نہ رلائیں۔"
"تم بہت اچھے بھائی ــــ میں تم کو رو رو کے یاد کروں گی۔"
میں نے اس کی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے پوچھا۔
"کیا مجھ سے پہلے بھی کوئی تمہارے پاس آیا تھا؟"
وہ انکار میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔
"نہیں۔ کرالا بہت بڑا بدمعاش۔ وہ جو بولتا۔ یہ بستی کا لوگ وہی کرتا۔ آج وہ مجھ کو پہلی بار ایسا کہنے کو بولا....."
میں نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔
"فکر نہ کرو۔ میں کرالا کو سمجھا دوں گا۔ تم جلدی شادی کر لو۔"
"آئی کو نامودا (میں نامودا کو چاہتی ہوں)"
"یہ نامودا کون ہے؟"
"تم اس سے ملو گے۔ میں بلا کر لاؤں۔؟"
میں آرام سے سونے کے لئے آیا تھا مگر میرے نصیب میں آرام کہاں ہے؟ کسی کو بہن تو سب ہی کہہ دیتے ہیں لیکن بھائی بن کر کم ہی لوگ اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں۔ میں نے کہا۔
"جلدی بلا کر لاؤ ــــ میں سونا چاہتا ہوں۔"
وہ فوراً ہی دروازہ کھول کر چلی گئی۔ میں جالی دار جھولے پر آ کر لیٹ گیا۔ جھولا آپ ہی آپ ہولے ہولے ہلنے لگا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے سونیا کی خیریت معلوم کی۔ وہ ایک بڑے سے ہال میں لانبی سی میز کے پاس ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میز کے اطراف اور بھی دو عورتیں اور چند مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا۔
"سونیا میری جان! میں تمہارے پاس آ گیا ہوں۔"
اس کی سوچ نے ناراضگی سے کہا۔
"میرے پاس آ کر بڑا احسان کیا ہے۔ صبح سے شام ہو گئی۔ میں ہر لمحہ انتظار کرتی رہی۔ سچ بتاؤ کس چڑیل کے پاس تھے؟ جھوٹ بولو گے تو میں مر جاؤں گی۔"
"میری جان! کبھی کبھی تقدیر جبراً جن کاریوں پکڑ لیتی ہے کہ چھوڑ نہیں چھوڑتی۔ اب میں کیا بتاؤں کہ کتنے مصائب سے گزر کر تم سے ملاقات کر رہا ہوں۔"
"کیا تم اب بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو؟"
"ابھی تو ذرا خیریت ہے۔ تھوڑی دیر بعد کیا ہو گا۔ یہ نہیں کہہ سکتا۔ اب کام کی بات کرو۔ یہ میز کے اطراف کون لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ــــ؟"
"میں انہیں نہیں جانتی۔ اندازے سے کہہ سکتی ہوں کہ یہ لوگ تنظیم کے ماسٹر اور ماسٹر آدم ہیں۔ کچھ اور لوگ بھی آنے والے ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ابھی یہاں تمہاری موت کی دستاویزی فلم چلنے والی ہے۔"
"ہوں ــــ" میں نے کہا۔ "وہ فلم اس تنظیم کے تمام ماسٹروں کے لئے اہم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ سپر ماسٹر بھی اس فلم کو دیکھنے کے لئے وہاں کسی نہ کسی روپ میں موجود ہے گا۔"
"مجھے جھونپڑی کے دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ میں نے کہا۔
"سونیا! یہاں میرے پاس کچھ لوگ آ رہے ہیں۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم کروں گا۔"
"دیکھو فراڈ! پھر غائب نہ ہو جانا۔ میں تمہارا انتظار....."
میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ کیونکہ منزا آواز دے رہی تھی میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ جھولے کے پاس منزا کے ساتھ ایک سانولے رنگ کا صحت مند نوجوان کھڑا ہوا تھا۔ میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ــــ
"تمہارا ہی نام شاید نامودا ہے۔"
وہ انگریزی زبان جانتا تھا۔ اس نے مؤدبانہ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔
"جی ہاں۔ منزا میری محبت ہے۔ آپ نے اس کی عزت رکھ کر مجھ پر احسان کیا ہے۔"
"تم اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتے؟"
"میں ہانگ کانگ کی ایک بندرگاہ پر کام کرتا ہوں۔ چھ ماہ بعد بڑی مشکلوں سے مجھے چھٹی ملی ہے۔ اب میں منزا کو بیاہ کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"
میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔
"تمہارے لباس سے پتہ چلتا ہے کہ تم اچھا کما لیتے ہو۔ ہانگ کانگ پورٹ میں کیا کرتے ہو؟"
اس نے ذرا ہچکچانے کے بعد کہا۔
"آپ جیسے محسن سے کیا چھپاؤں۔ ہانگ کانگ پورٹ دنیا کی سب سے بدنام بندرگاہ ہے۔ یوں تو میں وہاں ایک معمولی قلی ہوں۔ مگر کبھی کبھی اسمگلروں کے کام آ جاتا ہوں تو مجھے اچھی خاصی رقم مل جاتی ہے۔"
میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
"میں بھی ہانگ کانگ جانے والا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ تم سے وہاں کب اور کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟"
"میں کل منزا سے شادی کروں گا اور پرسوں اسے لے کر ہانگ کانگ پہنچ جاؤں گا۔ آپ کولون کی بندرگاہ پر اسٹار فیری کے کسی بھی آدمی سے میرا پتہ پوچھ سکتے ہیں۔"
وہ کہتے کہتے رک گیا۔ پھر اس نے کچھ سوچ کر کہا۔
"آپ تو کرالا کے دوست ہیں۔ جہاں تک میری معلومات ہیں۔ کرالا ایک بہت ہی خطرناک گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ تو ہانگ کانگ میں بڑا اثر و رسوخ والا آدمی ہو گا۔ ایسے میں بھلا آپ کو میری کیا ضرورت پڑ سکتی ہے ــــ؟"
میں نے کہا۔ "کرالا نے میری خاطر اس خطرناک گروہ سے بغاوت کی ہے اب ہم وہاں کچھ عرصہ چھپ کر زندگی گزاریں گے۔"
وہ اپنی مقامی زبان میں سوچنے لگا۔ میں نے پوچھا۔
"کیا سوچ رہے ہو ــــ؟"
"اس کچھ نہیں۔ بس میں کرالا کو پسند نہیں کرتا۔ البتہ میں ہر طرح آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔ جب تک میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ وہ خطرناک گروہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"
میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تم میری خاطر تنہا اس خطرناک گروہ سے نہیں ٹکرا سکتے۔ اگر ایسا سوچتے ہو تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ تمہارے پاس بھی اثر و رسوخ کی کمی نہیں ہے۔ یا تمہاری پس پشت کوئی بہت بڑی طاقت تمہیں سہارا دیتی ہے۔"
اس نے کہا۔ "آپ میری ذرا سی بات پکڑ کر میرے متعلق دور تک قیاس آرائی کر رہے ہیں۔ میں کوئی بڑا اسرار آدمی نہیں ہوں۔ بس ایسا ہی ہوں، جیسا کہ نظر آ رہا ہوں۔"
گہرے آدمی کی پہچان یہی ہے کہ اس میں غرور نہیں ہوتا۔ وہ دوسروں کے سامنے خود کو بڑی سادگی سے پیش کرتا ہے۔ میں نے کہا۔
"ٹھیک ہے آدمی کو صرف آدمی ہی نظر آنا چاہئے۔ کوئی فارق الفطرت مخلوق نہیں بننا چاہئے۔ میں ہانگ کانگ پہنچ کر تم سے ضرور ملاقات کروں گا۔ اب مجھے سونے کی اجازت دو۔"
وہ مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔ منزا نے پوچھا۔
"بھائی! میں جھولا جھلا کر آپ کو سلا دوں۔؟"
میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"تمہارا بھائی ننھا بچہ نہیں ہے کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ نامودا باہر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"
وہ شرماتی مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ پھر دروازے کو بند کر دیا۔ اس کے جانے کے بعد میں آنکھیں بند کر کے سونیا کو دیکھنے لگا۔ اب وہ بڑے ہال میں نہیں تھی۔ کسی چھوٹے سے کمرے میں ایک لمبی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔
"ہیلو سونیا! کیا بات ہے؟ تم اس کمرے میں تنہا کیوں ہو؟"
اس نے جواب دیا۔ "بڑے ہال میں تمہاری فلم چل رہی ہے سپر ماسٹر کا خیال ہے کہ میں تمہاری موت کا منظر دیکھ کر پھر روٹھے رہنے پر معذرت کر لوں گی اس لئے مجھے اس کمرے میں بھیج دیا گیا ہے۔"
میں نے پوچھا "کیا سپر ماسٹر بڑے ہال میں موجود ہے؟"
"ہاں! اس طرح موجود ہے کہ دوسروں کو نظر نہیں آ رہا ہے۔"
"یعنی طلسمی ٹوپی پہن رکھی ہے۔"
"مذاق نہ کرو۔ وہاں بڑی میز کے قریب ایک بہت بڑا اکلوتا شیشہ لگا ہوا ہے اس شیشے کے پیچھے وہ ایک مائیک کے سامنے بیٹھا ہوا ہے اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ وہ بعض ایک سائے کی طرح نظر آ رہا ہے۔"
"تم نے کیسے سمجھا کہ وہ سپر ماسٹر ہے؟"
"اس طرح کہ جب شیشے کے پیچھے اس کا سایہ نظر آیا تو ہال کے تمام ماسٹر اور ماسٹر آدم تعظیماً اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ جب وہ بیٹھا تو سب بیٹھ گئے۔ جب وہ حکم دیتا ہے تو فوراً اس کی تعمیل کی جاتی ہے۔ کیا اس طرح یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وہی سپر ماسٹر ہے۔"
"ہاں ٹھیک ہے۔ آج میں تمہارے دماغ کے ذریعے سپر ماسٹر کی آواز بھی سن لوں گا۔"
وہ خوش ہو کر بولی۔
"پھر تو تم جلدی ہی اس کے دماغ میں گھس کر بیٹھ جاؤ گے۔"
"یہ کام اتنا آسان نہیں ہے سونیا! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ جو یوگا کے ماہر ہوتے ہیں میں ان کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور سپر ماسٹر نے پوری ایک یوگا فوج بنا رکھی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ خود بھی یوگا کی مشقیں کرتا ہو۔"
"یہ بات تو تم اس کے دماغ میں جھانک کر معلوم کر سکتے ہو۔"
"تم بھول رہی ہو۔ میں نے تمہیں یہ بھی بتایا تھا کہ میری سوچ کی لہریں کسی یوگا کے ماہر کے دماغ تک پہنچیں گی تو سانس کے ایک جھٹکے کے ذریعے فوراً ہی اسے معلوم ہو جائے گا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ میں سپر ماسٹر اور اس سے بھی ماتحت ماسٹر اور آدم کو چھیڑنا نہیں چاہتا۔"

"ہوں۔ پھر تو تمہیں ماسٹروں تک پہنچنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔"

"جو تقدیر میں لکھا ہے، اسے بھگتنا ہی پڑے گا۔ اگر تمہیں ان کے قریب رہنے کا موقع ملے گا تو تم رفتہ رفتہ ایک ایک ماسٹر، مادام اور سپر ماسٹر کے متعلق معلومات حاصل کر سکتی ہو کہ ان میں سے کون کون بوگا کی شقیں کنٹرول کرتا ہے۔"

"بے شک ان معلومات پر تمہاری کامیابی کا انحصار ہے میں آج ہی سے اسی کوشش میں مصروف ہو جاؤں گی۔"

وہ چند ساعتوں کے لئے پریشان ہو گئی۔ اور دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کی سوچ سے پتہ لگا کہ اس نے دروازے کے قریب آہٹ سنی تھی۔ میں نے کہا۔

"سونیا! یقیناً تمہاری نگرانی کی جا رہی ہے۔"

"ہاں! شاید وہ یہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ میں کمرے میں تنہا کیا کرتی رہتی ہوں۔ وہ میرے چہرے کے تاثرات سے معلوم کر سکتے ہیں کہ میں تم سے سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہی ہوں۔"

"نہیں سونیا! تم چوری چھپے مجھ سے باتیں کر رہی ہو۔ اس لئے ایک چور کی طرح ڈر رہی ہو۔ ورنہ میری فلم دیکھنے کے بعد وہ تمہاری اس چوری کو کبھی نہیں پکڑ سکیں گے۔ جب ان کی معلومات کے مطابق فراد زندہ نہیں ہو گا تو تم کس سے باتیں کرو گی۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو میرے دل میں بس یونہی اندیشہ سا ہے۔ اچھا اب تم بتاؤ صبح سے کیا کرتے رہے۔ اور اب کہاں سے باتیں کر رہے ہو؟"

میں اسے اپنی دن بھر کی آپ بیتی سنانے لگا۔ لیکن یہ آپ بیتی وہ پوری طرح نہیں سن سکی۔ ایک شخص نے کمرے کا دروازہ کھول کر کہا۔

"مادام سونیا! آپ ہال میں تشریف لے آئیں۔"

سونیا کا چہرہ فوراً ہی غم زدہ کی آماجگاہ بن گیا۔ جیسے وہ فراد کی موت کا سوگ منا رہی ہو۔ وہ بڑے ہی تھکے ہوئے انداز میں ایزی چیئر اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بڑے ہال میں پہنچ گئی۔ بڑی سی میز کے اطراف تنظیم کے وہ تمام ماسٹر اور مادام نظر آ رہے تھے۔ جو دنیا کے مختلف ممالک سے میری دستاویزی فلم دیکھنے آئے تھے ایک طرف دیوار پر ایک چھوٹا سا اسکرین لگا ہوا تھا۔ سونیا نے کلر ڈ شیشہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سپر ماسٹر! میں نے فراد سے مل کر تنظیم سے غداری کی ہے آپ مجھے موت کی سزا دیں۔ مگر مجھے ایک بار فراد کی فلم دکھا دیں۔ میں اسکرین پر اس کی صورت دیکھنا چاہتی ہوں۔"

کلر ڈ شیشے کے پیچھے سے سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔

"سونیا! بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں اس کی فلم دکھا کر تمہارے ماتم کرنے کا تماشہ نہیں دیکھنا چاہتا۔"

سپر ماسٹر کی آواز بڑی گہری اور گونجتی ہوئی سی تھی سننے والوں کے دلوں پر اثر کرتی تھی۔ سونیا خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر سپر ماسٹر نے حاضرین کو مخاطب کیا۔

"مائی ڈیر مادام اور ماسٹرس! مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ فراد کو ایسے وقت موت آئی جب وہ ہماری تنظیم میں شامل ہونے والا تھا بہرحال ایسے خطرناک دشمن کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ دوست بن جائے۔ یا مر جائے۔ سو وہ مر چکا ہے۔"

ایک ماسٹر نے کہا۔

"تھینکس گاڈ۔ وہ اپنی ٹیلی پیتھی کے ساتھ دفن ہو چکا ہے۔"

سونیا اسے غصہ سے دیکھنا چاہتی تھی۔ میں نے فوراً ہی سمجھایا۔

"نہیں سونیا! غصے کا اظہار کرو گی تو کام بگڑ جائے گا۔ تم اسی طرح سر جھکائے بیٹھی رہو۔ جیسے حالات نے تمہیں دوسروں کے لطیفے سننے پر مجبور کر دیا ہے۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ سپر ماسٹر کہہ رہا تھا۔

"آج سے فراد علی تیمور کا فائل بند کیا جا رہا ہے اس کے بعد سونیا کا ریکارڈ ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور اس کے ریکارڈ فائل پر غداری کی مہر لگی ہوئی ہے اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ غداری کی سزا صرف موت ہوتی ہے۔"

اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گیا۔ سب لوگ سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ سونیا سر اٹھا کر اور سینہ تان کر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ مگر اس کا انداز کہہ رہا تھا۔ کہ موت اسے کبھی نہ ڈرا سکے گی۔ سپر ماسٹر نے کہا۔

"سونیا! تمہارے پاس سونگھنے کی جو غیر معمولی حس ہے۔ میں اس کا اعتراف کرتا ہوں۔ تم نے بھی کئی مرحلوں پر یہ ثابت کیا ہے کہ فراد کی طرح تم بھی ناقابل شکست ہو۔ لیکن تمہاری صلاحیتیں تمہیں موت کی سزا سے نہیں بچا سکتیں اور نہ ہی فراد کے پاس وہ جان ہے کہ تمہارے لئے جان کی بازی لگانے آئے گا۔ میں تمہیں موقع دے رہا ہوں اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتی ہو تو کہو۔"

سونیا نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔

"تمہاری تنظیم میں ایک بہت بڑی خرابی ہے۔ کیا تم نے کبھی اس پہلو پر غور کیا ہے کہ اس تنظیم کی صرف عورتیں ہی غدار کیوں بن جاتی ہیں۔"

ایک ماسٹر نے جواب دیا۔

"اس لئے کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ بہت جلد دشمنوں کے بہلاوے میں آ جاتی ہیں۔"

وہاں بیٹھی ہوئی ایک مادام نے غصہ سے کہا۔

"لنگر بیج پلیز۔ اگر ہم ناقص العقل ہیں تو ہماری ذہانت کا اعتراف کر کے ہمیں مادام کیوں بنایا گیا۔ اگر مرد بہت ہی عقل مند ہوتے ہیں تو پھر وہ عورت کی آغوش میں گر کر اپنے اہم راز کس طرح اگل دیتے ہیں۔ میں اپنے آقا سپر ماسٹر سے درخواست کروں گی کہ ہماری توہین کرنے والے ماسٹر کا محاسبہ کیا جائے۔"

سپر ماسٹر نے اپنے اس ماسٹر کو مخاطب کیا۔

"ماسٹر چمپیزی! آپ مادام سے معذرت کریں۔"

ماسٹر چمپیزی کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہوئی۔ سونیا کی سوچ بتا رہی تھی کہ ماسٹر چمپیزی کسی بن مانس کی طرح عظیم قد آور اور بدصورت ہے۔ ایسے لوگ کسی کے سامنے جھکنا نہیں جانتے۔ لیکن سپر ماسٹر ایسے ہی فولادی انسانوں کو جھکا کر اپنے پاس رکھتا ہے۔ ماسٹر چمپیزی نے کہا۔

"مادام! مجھے افسوس ہے۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔"

"یور مائنڈ۔" مادام نے کہا۔ "اب ہمیں سونیا سے پوچھنا چاہئے کہ وہ موت غداری پر کیوں آمادہ ہو جاتی ہیں؟"

سونیا نے کہا۔ "اس لئے کہ جو آزادی ماسٹروں کو ہے وہ ہمیں نہیں ملتی۔ مجھے مادام بنانے کے بعد بھی ماسٹر یوشے کے ماتحت رکھا گیا۔ وہ میری مرضی کے خلاف میرے جسم سے کھیلنا چاہتا تھا اور میں اپنا دامن بچاتی تھی۔ میں نے سپر ماسٹر سے اس کی شکایت بھی کی لیکن ایسے وقت ہم عورتوں کو بے زبان جانور سمجھا جاتا ہے۔ ماسٹر یوشے اپنی ٹیلی پیتھی کے باعث ایک بہت بڑی طاقت سمجھا جاتا تھا۔ لہٰذا مجھ جیسی باصلاحیت مادام کو اس کے سامنے حقیر سمجھا گیا۔

اب آپ خود ہی انصاف کریں کہ جسے حقیر سمجھا جائے گا۔ جس کی شکایتیں نہیں سنی جائیں گی۔ جس کی آزادی پر اسے نام نہاد جائے گی۔ وہ عورت دشمنوں کے بہلاوے میں کیوں نہیں آئے گی۔؟"

وہ سوالیہ نظروں سے تمام لوگوں کو دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"سپر ماسٹر! تم فراد علی تیمور کی فائل بند کرنے سے پہلے اپنے ان خاص ماتحتوں کو وہ فائل دکھا دو۔ تاکہ انہیں معلوم ہو گا کہ فراد نے ہمیشہ اس تنظیم کی عورتوں کو اپنے اعتماد میں لے کر تمہیں نقصان پہنچایا ہے ایسا کیوں ہوتا رہا؟ اس لئے کہ فراد ہم عورتوں کو حقیر نہیں سمجھتا تھا۔ ہمیشہ محبت اور ہمدردی سے پیش آتا تھا۔ اور ہماری شکایتیں اتنی توجہ سے سنتا تھا جیسے وہ سب اس کا ذاتی مسئلہ ہو۔"

"سپر ماسٹر! ایک فراد کے مر جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس دنیا میں فراد جیسے دوسرے ذہین لوگ بھی مر چکے ہیں۔ نہیں! فراد پیدا ہوتے رہیں گے اور اس تنظیم کی اس کمزوری کو سمجھ کر یہاں کی عورتوں کو اپنے اعتماد میں لیتے رہیں گے۔ میں مرنے سے پہلے تمہاری بہتری کے لئے مشورہ دیتی ہوں کہ اپنی تنظیم سے عورتوں کو نکال دو۔ یا پھر انہیں مردوں کے برابر حقوق اور آزادی دو۔"

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر تک کسی نے کچھ نہیں کہا۔ پھر سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔

"تم نے تنظیم کی جو کمزوری بیان کی ہے وہ قابل غور ہے انسان حالات سے مجبور ہو کر قاتل بنتا ہے اس کے حالات قابل غور ہوتے ہیں لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ قاتل ہے اور سزا کا مستحق ہے۔ اسی طرح تمہاری غداری کی وجوہات جو کچھ بھی ہوں۔ تم ہر حال میں غدار کہلاؤ گی اور سزائے موت تمہارا مقدر ہے۔"

میں نے سونیا کو سوچ کے ذریعے ہدایت دی۔ وہ اسی کے مطابق کہنے لگی۔ "میری غداری کی معقول وجوہات ہیں جنہیں تم تسلیم کرتے ہو۔ لہٰذا تسلیم شدہ حقائق کے پیش نظر تمہیں اپنے فیصلے میں ذرا سی لچک پیدا کرنی چاہئے۔"

"یعنی تم رحم کی اپیل کرتی ہو کہ سزائے موت نہ دی جائے۔"

"نہیں! جو عورت موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی گزارتی رہی ہو۔ وہ گڑگڑا کر کبھی زندگی کی بھیک نہیں مانگے گی۔"

"پھر کیا چاہتی ہو؟ کھل کر کہو۔ تمہاری ہر خواہش پوری کی جائے گی۔"

"میری آخری خواہش ہے کہ مجھے میری پسند کی موت مرنے دیا جائے۔"

سب لوگ اسے گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہوں! اپنی پسند بتاؤ؟"

"میں اپنی زندگی کے لئے لڑتے ہوئے مرنا چاہتی ہوں۔"

سپر ماسٹر فوراً ہی کچھ نہ بول سکا۔ اس نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد پوچھا۔

"فراد تو مر چکا ہے۔ اب تم کس کے سہارے موت سے بچ نکلنے کی توقع کرتی ہو۔؟"

سونیا نے سناٹا ہوئی گولی کی سی آواز میں کہا۔

"سپر ماسٹر! جو عورت فراد کے بازوؤں میں کھیل چکی ہو۔ اسے جبری موت کے بازو نہیں توڑ سکتے۔ میری آخری خواہش پوری کرنے سے ہچکچاتے کیوں ہو۔ تمہاری تنظیم دنیا کے گوشے گوشے میں ہے۔ یہاں ایک سے ایک فولادی جسم اور فولادی ذہن کے ماسٹر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے اس عمارت سے نکل کر صرف سو گز تک جانے کا موقع دو اور اپنے شکاریوں کو میرے پیچھے لگا دو۔ پھر تماشہ دیکھو کہ شکار کون ہوتا ہے؟"

ماسٹر چمپیزی اپنی کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر غصہ سے ہانپتے ہوئے بولا۔

"سپر ماسٹر! یہ کوکڑی کی عورت ہم تمام ماسٹروں کو چیلنج کر رہی ہے آپ سے درخواست ہے کہ اس کی آخری خواہش پوری کریں۔ میں اس کی گردن توڑ کر رکھ دوں گا۔"

سونیا نے مضحکہ اڑانے کے انداز میں مسکرا کر کہا۔

"یہاں دو کے ماسٹر بھی ہیں مگر انہیں غصہ نہیں آیا اور جنہیں غصہ نہیں آتا، وہی ذہین اور وقت پر کامیابی سے کچھ کر گزرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ تمہارے جیسے گرجتے ہوئے بادل سے ٹکرانا میں اپنی توہین سمجھتی ہوں۔ آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

سونیا کے طنز اور اطمینان نے ماسٹر چمپیزی کو اور مشتعل کر دیا۔ وہ غصہ میں اپنی کرسی اٹھا کر سونیا پر پھینکنا چاہتا تھا۔ اسی وقت ایک فائر ہوا کرسی گر پڑی۔ ماسٹر چمپیزی اپنے زخمی ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے تھام کر فائر کرنے والے کو غصہ سے دیکھنے لگا۔ سٹیج خوان نے کہا۔

"سپر ماسٹر کی موجودگی میں کسی کو اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کی اجازت

نہیں دی جاتی۔ ماسٹر چمپیری تم حراست میں رہو گے۔ چپ چاپ اس ہال سے نکل چلو۔"

چمپیری نے زخمی شیر کی طرح غراتے ہوئے اپنے آس پاس دیکھا۔ چار نوجوان ریوالور لئے کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نوجوان ہتھکڑی پہنانے کے لئے آگے بڑھا تو چمپیری اسے کاٹ کھانے کے انداز میں اس کی طرف گھوم گیا۔ نوجوان سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔

"ماسٹر چمپیری! اپنی جگہ کھڑے رہو۔ میں تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ تمہارے جیسے درندوں کو پالنا میری ماں ہے لہٰذا مجھے مجبور نہ کرو کہ تم پر گولی چلانے کا حکم دوں۔"

چمپیری نے کلڈ شیشے کی طرف گھوم کر کہا۔

"سپر ماسٹر! کسی درندے کو پالنے کے لئے اس کی من پسند خوراک مہیا کرنی پڑتی ہے۔ میری خوراک یہ مغرور عورت ہے۔ آپ اسے میرے سامنے ڈال دیں۔"

وہ سونیا کو دیکھ کر یوں جبڑے چلانے لگا جیسے خیالی ہی خیال میں اسے کچا چبا رہا ہو۔ سپر ماسٹر نے کہا۔

"تمہاری یہ خواہش پوری کی جائے گی فی الحال ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق سونیا بیمار اور کمزور ہے۔ معقول علاج کے بعد جب اس کے جسم سے گرانش کا زہر بالکل ہی ختم ہو جائے گا تو ہم اسے اس عمارت سے نکلنے کا موقع دیں گے۔ اور تم اسے شکار کرو گے۔"

چمپیری نے اقرار میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں! بیمار قیدی کو سزائے موت نہیں دی جاتی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ مغرور عورت بیمار ہے۔ اوکے۔ میں انتظار کروں گا کہ یہ صحت یاب ہو کر میرے ہاتھوں مرے۔"

سپر ماسٹر نے حکم دیا کہ چمپیری کو دوسرے کمرے میں لے جا کر اس کے زخمی ہاتھ کی مرہم پٹی کی جائے۔ اور اس بار وہ درندہ چپ چاپ ہال سے باہر چلا گیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ سپر ماسٹر بے حد ذہین تھا۔ وہ درندہ صفت مجرموں کی نفسیات کو خوب سمجھتا تھا اور بڑی آسانی سے انہیں اپنا محکوم بنا کر رکھتا تھا۔ وہ چمپیری جو زخمی ہو کر چار ریوالوروں کی زد میں بھی ہال سے باہر نہیں جانا چاہتا تھا۔ اسے سپر ماسٹر نے بڑی ذہانت سے چپ چاپ جانے پر راضی کر لیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد سپر ماسٹر نے دوسرے ماسٹروں کو مخاطب کیا۔

"ماسٹر تن سنگ! تم نے کہا تھا کہ چمپیری کو اگر یوگا کی مشق کرائی جائے تو اس کے دماغ سے گرمی نکل جائے گی۔ مگر چھ ماہ کے بعد بھی یہ ویسے کا ویسا ہی ہے۔"

ماسٹر تن سنگ کا نام سن کر میری دلچسپی بڑھ گئی۔ مرجانہ نے مجھے بتایا تھا کہ اس تنظیم میں ماسٹر تن سنگ کی بڑی اہمیت ہے۔ وہی یوگا فوج کو تربیت دے رہا ہے۔ میں اس کی باتیں سننے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"جو لوگ سانسوں کو کنٹرول کرنا جانتے ہیں وہ اپنے نفس پر اور بھڑکتے ہوئے جذبات پر قابو پا لیتے ہیں ایسے لوگوں کو کبھی غصہ نہیں آتا۔ ہماری یوگا فوج کے کتنے ہی نوجوان اس بات کا ثبوت ہیں۔ جبکہ اور ماسٹر ین خان نے بڑے سکون اور سنجیدگی سے فرہاد جیسے سرکش انسان کو دوستی پر آمادہ کر لیا تھا۔ خود آپ یوگا کی مشقیں کرنے کے دوران اس کے فوائد کو سمجھ سکتے ہیں۔ مگر چمپیری ایک بالکل ہی مختلف انسان ہے جبکہ میں ایسے انسان نہیں سمجھتا۔ اس کے دماغ میں انسانوں جیسی کوئی بات نہیں سماتی۔ یہ جانوروں کی طرح سوچتا ہے۔"

وہ بڑی ہی دھیمی آواز میں اور بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں بول رہا تھا۔

"سانسوں کی مشق کرنے کے لئے اولین شرط یہ ہے کہ ہر طرح کے نشہ سے پرہیز کیا جائے مگر چمپیری شراب اور شباب کا رسیا ہے شراب اور عورت یہ دونوں ہی چیزیں آدمی کو اندر سے کھوکھلا کرتی ہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ گرم تاثیر رکھنے والی غذاؤں سے پرہیز کیا جائے۔ لیکن وہ بعض اوقات کچا گوشت بھی کھا لیتا ہے۔ ایسا شخص یوگا کی ابتدائی مشق بھی نہیں کر سکتا۔ میں اسے چھ ماہ سے سمجھاتا سمجھاتا تھک گیا ہوں۔ وہ میرے بس کا آدمی نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر تن سنگ خاموش ہو گیا۔ اس کی باتیں سن کر بہت سی معلومات حاصل ہوئیں۔ سب سے اہم معلومات یہ کہ سپر ماسٹر بھی یوگا کی مشقیں کر رہا تھا۔ یعنی میں کسی موقع پر بھی اس کے دماغ سے نہیں کھیل سکتا تھا۔ ماسٹر تن سنگ نے یوگا کے سلسلے میں بٹر فلائی اور ماسٹر ین خان کا حوالہ دیا تھا اور دوسرے ماسٹروں کو مثال بنا کر پیش کیا تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ دوسرے ماسٹر یوگا سے دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ یوگا فوج صرف نوجوان عورتوں اور مردوں پر مشتمل ہے۔

اتنی معلومات حاصل ہونے کے باوجود میں نے سوچا کہ مجھے آئندہ چھ ہفتے تک کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہئے۔ اور پیش آنے والے حالات کے مطابق ان معلومات کی تصدیق کرنی چاہئے۔ اس وقت سپر ماسٹر کہہ رہا تھا۔

"اچھی بات ہے ماسٹر تن سنگ! میں چمپیری کو اپنے طور پر ہینڈل کروں گا۔ میں آپ کو ایسے شاگرد دے کر پریشان کرنا نہیں چاہتا۔"

ماسٹر تن سنگ نے کہا۔

"سپر ماسٹر! آپ نے وعدہ کیا تھا کہ یوگا فوج تیار ہونے کے بعد آپ میری بیٹی کو مجھ سے ملائیں گے وہ یوگا فوج تیار ہو چکی ہے۔"

ماسٹر تن سنگ! مجھے اپنا وعدہ یاد ہے مگر میں یہ نہیں مانتا کہ یوگا فوج تیار ہو چکی ہے۔ اس آرمی کا کوئی نوجوان بیس پچیس منٹ سے زیادہ سانس نہیں روک سکتا۔ آپ تقریباً چھ سات گھنٹے تک حبسِ دم کا مظاہرہ کر چکے ہیں آپ جیسے نوجوانوں کو اپنے جیسا بنا

دیں پھر آپ کی بیٹی آپ کو مل جائے گی۔"

ماسٹر تن سنگ نے پریشان ہو کر کہا۔

"کسی کو اپنے جیسا بنانا میرے بس کی بات نہیں ہے ایسی صلاحیتیں ذاتی محنت اور لگن سے پیدا ہوتی ہیں پھر اس کے لئے دل کی صفائی روح کی پاکیزگی لازمی ہے اور یہ صفات آپ کی تنظیم کے کسی آدمی میں نہیں ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "آپ مجھ سے بحث نہ کریں میں نے جو حکم دیا ہے اس پر عمل کریں۔ آپ کی بیٹی کی بھلائی اسی میں ہے۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔"

ماسٹر تن سنگ دل برداشتہ ہو کر چپ چاپ وہاں سے جانے لگا میں نے سونیا سے کہا۔

"میری جان! یہ ماسٹر تن سنگ مجبور اور مظلوم ہے موقع ملے تو اس سے دوستی کرو۔ ہم اس کی بیٹی کے کام آئیں گے۔ یہ ہمارے کام آئے گا۔"

سونیا کی سوچ نے کہا۔

"فراڈ! میرے خیال میں اگر تم سوچ کے ذریعے تن سنگ سے رابطہ قائم کرو تو یہ تمہارا راز زبان پر نہیں لائے گا۔"

"نہیں سونیا! وہ اپنی بیٹی کی سلامتی کی خاطر کسی موقع پر میرے دماغی رابطہ کی بات سپر ماسٹر سے کہہ دے گا۔ ہمیں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے اتنی بڑی دنیا میں تمہارے سوا کوئی نہ جان سکے کہ میں زندہ ہوں۔"

اسی وقت میں نے سونیا کے دماغ سے سپر ماسٹر کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"سونیا! تم بھی یہاں سے جاؤ۔ ڈاکٹر کی طرف سے تمہاری صحت یابی کی تصدیق ہو گی تو تمہاری آخری خواہش پوری کی جائے گی۔"

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر جانے لگی۔ سپر ماسٹر اب ماسٹر ین خان کو مخاطب کر رہا تھا۔

"ماسٹر ین خان! آپ فائنگ کانگ کے ریڈ پاور کی رپورٹ پیش کریں۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی سونیا ہال سے باہر آ گئی دروازہ بند ہو گیا۔ اب چونکہ سونیا کا دماغ نہیں سن رہا تھا۔ اس لئے میں بھی ہال میں ہونے والی گفتگو نہ سن سکا۔ اب سونیا دو مسلح نوجوانوں کے درمیان چل رہی تھی۔ وہ عمارت سے باہر آ کر ایک کار میں بیٹھ گئی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنی رہائش گاہ کی طرف جا رہی ہے۔ میں نے کہا۔

"سونیا! تم بڑے اہم موقع پر ہال سے باہر آ گئیں۔ سپر ماسٹر ریڈ پاور کے متعلق باتیں کر رہا تھا۔"

سونیا نے پوچھا۔ "یہ ریڈ پاور کیا بلا ہے؟"

"ریڈ پاور ایک تنظیم ہے جو دنیا کے مختلف ممالک میں سپر ماسٹر کی تنظیم سے ٹکراتی ہے۔ سنا ہے ریڈ فائنگ کانگ میں ریڈ پاور کا بڑا زور ہے۔ اگر تم ہال میں موجود رہتیں تو اس سلسلے میں بہت سی معلومات حاصل ہو جاتیں۔ بہرحال تم بھی مجبور تھیں۔"

"اچھا اب مجھے بتاؤ کہ میں اپنی آخری خواہش پر کس طرح عمل کروں۔؟"

"ایسی جلدی کیا ہے۔ جب تک تمہارا علاج ہو رہا ہے اچھی طرح آرام کرتی رہو۔ اور اپنے آس پاس کے ماحول کو اچھی طرح سمجھتی رہو ذرا کار سے باہر دیکھو کہ تم کہاں سے گزر رہی ہو۔"

"اوہ۔ یہ تو میں بتانا بھول گئی تھی کہ میں فرینکفرٹ میں ہوں میں ماسٹر بوشے کے ساتھ یہاں پہلے بھی آ چکی ہوں۔ اور اس شہر کو اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"پھر تو فکر نہ کرو۔ آرام کرو اور مجھے بھی آرام کرنے دو۔"

"کیا مجھ سے پیچھا چھڑا رہے ہو۔؟"

"نہیں میری جان! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ پچھلی رات سے سونے کا موقع نہیں ملا اس لئے اب اجازت دو۔"

میں نے ہنستے ہوئے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے بعد آنکھیں کھول کر اس جھونپڑی کے کمرے کو دیکھا۔ جہاں میں ایک جالی دار جھولے میں لیٹا ہوا تھا۔ یہ خیال خوانی بھی کیا علم ہے۔ ابھی میں ہزاروں میل دور فرینکفرٹ میں سونیا کے پاس تھا اور اب میں میلا کی بستی میں واپس آ گیا تھا۔ یہ ٹیلی پیتھی باعثِ رحمت بھی تھی۔ اور باعثِ زحمت بھی کیونکہ کھانے پینے اور وقت پر سونے کی مہلت نہیں ملتی تھی۔ میں نے فوراً ہی آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کو ہدایت دی۔

"اب میں نہایت سکون سے سوتا رہوں گا۔ اگر کمرے کے دروازے پر ذرا سی بھی آہٹ ہو گی تو میری آنکھ کھل جائے گی۔"

ٹیلی پیتھی کا یہ بھی ایک کمال ہے کہ دماغ کو ہدایت دی جائے تو کانٹوں کے بستر پر نیند آ جاتی ہے۔ اور وہ جالی دار جھولا، تو میری منہ بولی بہن کا تھا۔ پھر ایک پاکیزہ عبت کی چھاؤں میں مجھے نیند کیسے نہ آتی؟ میں طویل بیداری کے بعد بڑے سکون سے سو گیا۔ میرا خیال تھا کہ کرالا دماں سے فرار ہونے کے انتظامات کرنے کے بعد مجھے لے جانے آئے گا۔ یعنی مجھے دو تین گھنٹوں کی نیند مشکل نصیب ہونے والی تھی۔ لیکن اس کے برعکس ہوا۔ میرے دماغ نے مجھے بیدار نہیں کیا کیونکہ کمرے کے دروازے پر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی نہیں دی تھی۔

پھر میرے دماغ کو کیا پڑی تھی کہ وہ میری نیند میں مداخلت کرتا لہٰذا رات سے صبح ہو گئی۔ جھولے کے پاس کھلی ہوئی کھڑکی سے تیز دھوپ مجھے آنچ دینے لگی۔ اس کے باوجود میں بڑی بے حسی سے سوتا

رہا۔ اس لئے کہ سونے جاگنے اور اٹھنے بیٹھنے کا عمل دماغ کے اشاروں کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔ آخر دن کے بارہ بجے یک بیک میری آنکھ کھل گئی۔ منزا اور داؤد کھول کر کمرے میں آ رہی تھی۔

میں حیرانی سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ کہ میں دوسرے دن دوپہر تک سوتا رہا ہوں۔ اس وقت میرے دماغ میں ایک بات آئی۔ میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ جب تک میرے دانے پر کوئی نہ آئے میری آنکھ نہ کھلے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی نہ آتا، شام تک نہ آتا، پورے ایک دن تک نہ آتا، پورے ایک سال تک نہ آتا تو کیا میں اسی طرح تا حیات سوتا رہ جاتا؟

یہ تو خود کو جیتے جی مار ڈالنے والی بات تھی۔ میں نے دل ہی دل میں توبہ کی آئندہ دماغ کو اس قسم کی احمقانہ ہدایت نہیں دوں گا۔ منزا نے قریب آ کر کہا۔

"بھائی میں آپ کے جاگنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اتنی دیر ہو گئی ناموداً بنا چاہتا ہے۔"

اس نے الٹی سیدھی انگریزی میں بڑی مشکل سے یہ بات کہی۔ میں نے کہا۔

"ناموداً کو یہاں لے آؤ۔"

وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔ اب مجھے یہ فکر تھی کہ اب تک کرالا واپس کیوں نہیں آیا۔ میں نے سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ اس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ میری سوچ کی لہریں ایسے کسی شخص کو تلاش نہیں کر سکتیں جس کے پاس جاگتا ہوا دماغ نہ ہو۔ اور کرالا کی گمشدگی بتا رہی تھی کہ اس کا دماغ ہمیشہ کے لئے سو چکا ہے۔

پتہ نہیں بے چارہ کیسے مارا گیا۔ یا طبعی موت مر گیا؟ وہ مجھے مونٹو سمجھ کر میرے بہت کام آیا تھا۔ میں جھومتے سے باہر آ گیا۔ ناموداً نے کمرے میں آ کر مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں گھبرا رہا تھا کہ پتہ نہیں آپ کیوں اتنی دیر تک سو رہے ہیں کیا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں ایک رات کا جاگا ہوا تھا۔ اس طرح نیند پوری ہو گئی۔ اب کل سے بھوکا ہوں لہٰذا پیٹ بھرنا چاہئے۔"

منزا نے مسکراتے سے دیکھا کہ میں پیٹ پر ہاتھ پھیر کر انگریزی میں کچھ کہہ رہا ہوں۔ وہ ناموداً سے مقامی زبان میں کچھ کہنے لگی۔ ناموداً نے مجھ سے کہا۔

"یہ کہہ رہی ہے کہ آپ غسل وغیرہ سے فارغ ہو جائیں۔ آپ کے لئے کھانا تیار ہے۔ مگر آپ کو یہاں کا کھانا پسند نہیں آئے گا۔ میں آپ کے لئے کسی بڑے ہوٹل سے کھانا لے آتا ہوں۔"

وہ جانے لگا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"نہیں! میں اپنی بہن کے ہاتھ کا کھانا کھاؤں گا۔ تم ہوٹل جانے کی تکلیف نہ کرو۔"

اس نے یہ بات منزا کو بتائی تو وہ خوشی سے کھل اٹھی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا تھا کہ کسی کو خوش کر کے اپنے دل کو بھی کیسی خوشی حاصل ہوتی ہے اب غسل کرنے کا مسئلہ تھا میرے چہرے پر مونٹو کا جو میک اپ تھا وہ بنیادی طور سے کمزور تھا۔ غسل کرنے کے بعد اس کی کمزوری ظاہر ہو جاتی۔ ناموداً نے پوچھا۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں؟"

"اں۔۔۔ کچھ نہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔ آپ شاید کرالا کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔"

"ہاں۔ اس نے پچھلی رات آنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"اب وہ کبھی نہیں آئے گا۔ کسی نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو گولی مار دی ہے۔"

میں چونک کر اس کا منہ تکنے لگا۔ اور اس بہانے اس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"میں مونٹو کو نہیں بتا سکتا کہ میرے ساتھیوں نے ہی کرالا اور اس کے ساتھیوں کو مار ڈالا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

"مونٹو بھی کرالا کا ساتھی ہے۔ میں نے اسے کیوں چھوڑ دیا۔"

اس کی سوچ نے پریشان ہو کر کہا۔

"اوہ۔ بار بار یہی خیال آتا ہے کہ مونٹو کو بھی نہیں چھوڑنا چاہئے مگر اس نے منزا کو بہن بنا کر انسانی ہمدردی اور عزت کی پاکیزگی کا ثبوت دیا اس لئے میں اس کی عزت کرتا ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اگر مونٹو پوچھے کہ کرالا کو کس دشمنی کی بنا پر قتل کیا گیا ہے تو کیا میں یہ حقیقت بتا دوں گا کہ....."

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس کی سوچ روانی میں کہتی چلی گئی کہ میرا تعلق ریڈ پاور کی تنظیم سے ہے۔ میں کولون کی بندرگاہ پر ایک معمولی قلی کے بھیس میں ریڈ پاور کے لئے جاسوسی کے فرائض انجام دیتا ہوں میں نے کرالا وغیرہ کو اسی لئے مار ڈالا کہ وہ ہمارے بدترین دشمن تھے اور وہ میری منزا کی عزت کا سودا کرنے آیا تھا۔ نہیں۔۔۔ میں مونٹو کو یہ حقیقت نہیں بتاؤں گا۔ کرالا اس کا دوست تھا۔ اسے کہ پہنچے گا۔"

میں اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا اور بظاہر سر جھکائے یوں کھڑا تھا جیسے کرالا کی موت پر افسوس کر رہا ہوں۔ افسوس تو دراصل تھا۔ اگر نیند مجھ پر غالب نہ آتی تو میں کرالا کے احسان کا بدلہ چکانے کے لئے اسے ضرور بچا لیتا مگر اب سوچنے سے کیا ہو سکتا تھا۔ میں کرالا کی تقدیر سے لڑ تو نہیں سکتا تھا۔ ناموداً نے افسوس کا اظہار کیا۔

"کرالا آپ کا بہترین دوست تھا۔ اگر میں جائے واردات پر جتنا تو جان کی بازی لگا کر اسے بچا لیتا۔"

میں نے کہا۔ جس کے دن پورے ہو جاتے ہیں اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اب مجھے یہ فکر ہے کہ میں ٹانگ کانگ کس طرح جاؤں گا۔"

اس نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ میں آپ کو وہاں پہنچا دوں گا۔ شرط یہ ہے کہ آپ اس جھونپڑی سے باہر نہ نکلیں کرالا کے دشمن آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔"

کرالا کا دشمن تو وہ خود ہی تھا۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ریڈ پاور کی تنظیم کے لوگ اس مونٹو کو تلاش کر رہے ہوں جو ایک بستی تباہ ہونے کے بعد مرجانہ کے ساتھ منیلا آیا تھا اور عینک والے جاسوس کو اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے بعد کرالا کے ساتھ فرار ہو گیا تھا۔ اور وہ مونٹو میں ہی تھا۔

میں غسل کرنے کے لئے کمرے کے پیچھے باتھ روم میں چلا گیا۔ باتھ روم بھی بانس کی دیواروں سے بنایا گیا تھا۔ میں نے مونٹو کے میک اپ کو برقرار رکھنے کے لئے پہلے سر کو اچھی طرح دھویا۔ چہرے پر صرف پانی کے چھینٹے مارے پھر گردن سے نیچے باقاعدہ مل کر اس کے بعد وہی میلا لباس پہن کر کمرے میں واپس آ گیا۔ وہاں فرش پر چٹائی بچھا دی گئی تھی اس پر ایک پلیٹ میں آٹے کی روٹیاں اور دوسری پلیٹ میں جھینگے کا سالن اور تیسری پلیٹ میں بھنے ہوئے مسالے دار کیکڑے رکھے ہوئے تھے۔ ناموداً نے میرے لباس کو دیکھ کر کہا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ کے پاس ایک ہی لباس ہے آپ روٹی کھائیں میں آپ کے لئے دوسرا لباس ابھی لاتا ہوں۔"

وہ باہر جانے لگا میں نے کہا۔

"ناموداً! ابھی تم نے کہا تھا کہ باہر دشمن مجھے تلاش کر رہے ہوں گے تمہیں یہ نہیں معلوم ہے کہ جس تنظیم سے میں بغاوت کر کے یہاں پہنچا ہوں۔ اس تنظیم کے ریکارڈ روم میں میرا مکمل ریکارڈ اور تصویریں موجود ہیں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ٹانگ کانگ میں بھی دشمن میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

ناموداً نے کہا۔ "یہ بات میں بھی سمجھتا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں ٹانگ کانگ میں میرے جاں نثار دوستوں کی کمی نہیں ہے ہم سب تمہاری حفاظت کریں گے۔"

میں نے فوراً ہی اس کی سوچ میں پوچھا۔

"لیکن اس مونٹو کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لینے سے کیا فائدہ ہو گا۔ ٹھیک ہے کہ اس نے منزا کو اپنی بہن بنایا ہے اس نیکی کے صلہ میں میں اسے یہ مشورہ دے سکتا ہوں کہ وہ ٹانگ کانگ جانے کے بجائے کسی دوسرے ملک چلا جائے۔ دوسری جگہ وہ زیادہ محفوظ رہے گا۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "نہیں نہیں میں اسے یہ مشورہ نہیں دوں گا۔"

"آخر کیوں نہیں دوں گا۔؟ اسے جان بوجھ کر خطرے کی جگہ لے جانا اور پھر اس کی حفاظت کرنا کہاں کی دانش مندی ہے؟"

وہ جھنجلا کر سوچنے لگا۔

"اوہ، میں یہ کیوں بھول جاتا ہوں کہ اسے ٹانگ کانگ لے جانے میں ہمارا فائدہ ہے۔ ماسٹروں کی تنظیم کے لوگ مونٹو کو وہاں دیکھ کر اسے گرفتار کرنے یا مار ڈالنے کے لئے اس پر بار بار حملے کریں گے اور ہمارے ریڈ پاور کی نظروں میں آتے رہیں گے۔ مجھے اپنے فیصلہ پر قائم رہنا چاہئے۔ میں مونٹو کو ضرور ٹانگ کانگ لے جاؤں گا۔"

وہ اپنی سوچوں میں الجھا ہوا تھا میں نے پوچھا۔

"ناموداً! کس الجھن میں پڑ گئے ہو؟"

پہلے تو وہ چونک گیا۔ پھر اس نے جلدی سے بات بنائی۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ آپ کے لئے کس قسم کا لباس مناسب ہو گا۔"

میں نے چٹائی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ایسا لباس جسے پہننے کے بعد مجھے دشمنوں کی نظر نہ لگے۔"

وہ ہنستا ہوا کمرے سے چلا گیا۔ میں جھینگے کے سالن سے روٹی کھانے لگا۔ منزا نے میری طرف کیکڑے کی ڈش بڑھائی۔ تو میں نے کہا۔

"میں کیکڑے نہیں کھاتا۔"

"وس۔ از۔ ویری ٹیسٹی۔۔۔۔۔" وہ الگ الگ کر بولنے لگی کہ وہ بڑا لذیذ سالن ہے۔ میں نے کہا۔

"سنا ہے سؤر کا گوشت بھی لذیذ ہوتا ہے اور شراب بھی مزہ دیتی ہے لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ ہر مزے دار چیز کو چکھا جائے۔"

"کیا۔ تم۔ شراب۔ پیتے نہیں۔۔۔۔۔؟"

میں یہ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے لئے ایسی چیزیں حرام ہیں مگر فوراً ہی یاد آ گیا کہ میں مونٹو کے روپ میں باتیں کر رہا ہوں۔

"نہیں منزا۔ میں ایسی چیزیں استعمال نہیں کرتا، جو شہ لاتی اور بہکاتی ہیں۔"

"تم بہت اچھے۔۔۔۔۔"

"تم بھی بہت اچھی ہو۔ کیا آج تمہاری شادی ہے؟"

وہ ایک دم سے شرما گئی۔ پھر مسکراتی ہوئی میرے پاس سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے سونیا کو کال کیا۔

"ہیلو سونیا! کیا بات ہے۔ تم بالکل سست پڑی ہوئی ہو؟"

"اں ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے جسم سے زہر آلود خون نکال کر دوسرا خون دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر تجربہ کر رہا ہے کہ ایسے طریقہ کار سے

میسے ہلٹر کو کتنی جلدی ریفائن کیا جاسکتا ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا دیانتداری سے تمہارا علاج کیا جارہا ہے ــــ؟"

"ہاں ڈاکٹر مخلص ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"ایسے کہ میں اپنے لئے راستے ہموار کررہی ہوں۔ سب سے پہلے میں نے ڈاکٹر کو ہی ہموار کیا ہے۔ بے چارہ آخر آدم کی اولاد ہے۔ مجھ سے عشق کرنے لگا ہے۔"

"اللہ رحم کرے بے چارے پر.....!"

"ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟"

"اس لئے کہ تم پر عاشق ہونے کے بعد وقت پر کھانا اور سونا نصیب نہیں ہوتا۔ یہ مرحوم فرہاد کی زندہ مثال موجود ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "ڈاکٹر بھی یہی کہتا ہے کہ اب اسے بھوک نہیں لگتی۔ سونے کے لئے بستر پر لیٹتا ہے تو میں چلی آتی ہوں۔"

"کیا بستر پر ــــ؟"

"شٹ اپ۔ غلیظ کہیں کے۔ تم سنجیدگی سے باتیں نہیں کرو گے ــــ؟"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"بہت دنوں سے فرصت میں غیر سنجیدہ ہونے کا موقع ملا ہے اگر تم ڈوانٹ ہی ہو تو چلو سنجیدہ ہو جاتا ہوں۔"

"نہیں فرہاد! تمہاری زندہ دلی اچھی لگتی ہے۔ کاش کہ تم اس وقت میرے پاس ہوتے!"

"میں تمہارے پاس ہوں۔ تمہارے قریب بستر پر ہوں۔ تمہارے دل اور دماغ کی چبھن تنہائی میں ہوں۔ ذرا اپنے بدن کی ایک ایک مٹھاس کو ٹٹولو تو معلوم ہوگا کہ یہ مٹھاس خود کہاں نہیں ہے.....!"

وہ جذبوں سے نہال ہو کر تکیہ کو سینے سے لگا کر بھینچنے لگی۔ میں نے کہا ــــ

"ہوچکیں کام کی باتیں ــــ میری جان وہ تکیہ ہے۔"

وہ منہ چھپا کر بولی۔ "نکل جاؤ میرے دماغ سے، ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔"

"بھئی چلا جاؤں گا ــــ کام کی باتیں تو کرلو۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ شام کو ملاقات کرنا۔ جاؤ بھاگو یہاں سے.....!"

میں بھاگ کر جھونپڑی میں واپس آگیا۔ جھینگے کا سالن اور ٹڈیاں ختم ہو چکی تھیں۔ بہت دنوں بعد میں نے گھر کا کھانا پیٹ بھر کر کھایا تھا۔ میں چٹائی پر سے اٹھ کر جھولے میں آکر آرام سے لیٹ گیا۔ راوی چین لکھتا تھا۔ میں اس لکھے پر عمل کررہا تھا۔ آرام سے لیٹنے کے بعد نامودا کا

آیا۔ میں اس خیال کی ڈور کو تھام کر تناؤ کی سکرین پر اسے دیکھنے لگا۔

وہ اپنی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ بدھ مت کے ایک چھوٹے سے مندر میں کسی بھکشو سے باتیں کررہا تھا۔ چونکہ مقامی زبان میں گفتگو ہورہی تھی۔ اس لئے میں نے اندازہ لگایا کہ شاید شادی کے ہی سلسلہ میں باتیں ہورہی تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ مندر سے باہر آیا۔ اس سے بھی وہ مقامی زبان میں باتیں کرتا رہا۔ ان حالات میں، اگر میں اسے انگریزی زبان کی طرف مائل کرتا تو وہ اس کے لئے غیر فطری سی بات ہوتی اس لئے میں تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا کہ وہ تنہا ہوگا تو میں اس کی سوچ کو انگریز بناؤں گا۔

مگر چونکہ شادی کا مبارک موقع تھا اس لئے یار دوست پیچھا نہیں چھوڑ رہے تھے۔ ایک کا بڑھ میں پہنچتے ہی کئی دوستوں نے اسے گھیر لیا۔ ان دوستوں میں سے ایک نے پینی زبان میں اس سے کچھ کہا۔ نامودا پینی زبان میں اس سے باتیں کرنے لگا۔ وہ پتہ نہیں کتنی زبانیں جانتا تھا۔ میں نے بیزار ہو کر اس کے دماغ سے واپس آنے کا ارادہ کیا اسی وقت اس کے ایک ساتھی نے اسے انگریزی زبان میں مخاطب کیا۔

"نامودا مبارک ہو، تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ماسٹروں کی ایک بستی اجاڑ کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اب تمہاری ترقی ہوگی۔"

تب مجھے پتہ چلا کہ نامودا کو شادی کی نہیں بلکہ اس کے کسی کارنامہ کی مبارکباد دی جارہی ہے اور اس کے وہ تمام ساتھی ریڈ پاور کی تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ نامودا مبارکباد دینے والے سے کہہ رہا تھا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آئندہ بھی مجھے موقع دیا جائے گا۔ تو میں ماسٹروں کی تنظیم کے چیتھڑے اڑا دوں گا۔ کل صبح ہی میں اپنے ان پانچ ساتھیوں کے ساتھ اس بستی میں پہنچ گیا تھا۔ ہم نے وہاں دیکھا۔ ماسٹر ین فان کے آدمی جاپان سے ایک طیارہ اغوا کرکے لائے تھے۔ افسوس کہ اس طیارے پر ہمارے قابض ہونے سے پہلے ہی وہ تباہ کردیا گیا۔ میں اس مشن کی مکمل رپورٹ تیار کرچکا ہوں۔"

میں حیرانی سے نامودا کی باتیں سن رہا تھا۔ منترا سے شادی کرنے کا سہرا تو ایک طرف رہا وہ ماسٹروں کی ایک بستی اجاڑنے کا سہرا بھی اپنے سر باندھ رہا تھا۔ جبکہ میں نے اس بستی میں اس کی پرچھائیں تک نہیں دیکھی تھی۔ اس کے ساتھی انگریزی میں باتیں کرنے والے نے ایک چینی باشندے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں اور مسٹر لیو چن تم سے وہ رپورٹ حاصل کرنے آئے ہیں۔"

نامودا نے کہا۔ "آپ لوگوں نے خواہ مخواہ تکلیف کی۔ میں آج رات خود ہی وہ رپورٹ لے کر ہانگ کانگ پہنچنے والا تھا۔"

لیو چن نے اس بار انگریزی زبان میں کہا۔

"نہیں مسٹر نامودا! ماسک مین نے حکم دیا ہے کہ وہ رپورٹ ہمارے حوالے کی جائے۔ ثبوت کے طور پر یہ فوٹو جو ہے اسے لے کر وہ تحریری رپورٹ ہمیں دے دو۔ یہ کارنامہ انجام دینے کی خوشی میں تمہیں ایک ہفتہ کی چھٹی دی گئی ہے۔ تم اطمینان سے ہنی مون مناؤ۔"

نامودا نے وہ فوٹو کن لے کر کہا۔

"آپ دونوں یہاں تشریف رکھیں۔ میں اس رپورٹ پر نظر ثانی کرنے کے بعد ابھی اسے آپ کے حوالے کردوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ دوسرے کمرے کی طرف جانے لگا۔ اس وقت وہ سچ رہا تھا ــــ

"یہ ٹھیک ہے۔ مجھے اپنی تیار کی ہوئی رپورٹ کو پھر ایک بار غور سے پڑھ لینا چاہئے۔ اگر اس میں کوئی خامی ہوگی۔ تو میں ابھی درست کردوں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں تشویش کا اظہار کیا۔

"اگر مین گھڑت رپورٹ ہر طرح سے مکمل ہوئی تب بھی اپنے ساتھیوں سے خطرہ ہے گا۔ ان میں سے کوئی کسی موقع پر مخالف بنا کر اس فراڈ رپورٹ کا بھید کھول دے گا۔"

اس کی سوچ نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"نہیں! ہم چھ ساتھی ایک دوسرے کے لئے جان دے سکتے ہیں مگر آپس میں کسی کی مخالفت نہیں کرسکتے.....!"

وہ دوسرے کمرے میں پہنچ کر ایک سوٹ کیس کھولنے کے بعد ایک چھوٹا فائل نکال رہا تھا۔ پھر وہ فائل کے کاغذات کو ترتیب دار پڑھنے لگا۔ اس میں ریڈ پاور کے سربراہ ماسک مین کو مخاطب کرکے لکھا گیا تھا کہ نامودا اپنے پانچ ساتھیوں کے ہمراہ منیلا کی دور افتادہ بستی میں مخالف تنظیم کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے گیا تھا وہاں ان لوگوں نے ایک جاپانی طیارے کو دیکھا جس میں سے کچھ قیدی باہر لائے جارہے تھے۔ ان قیدیوں میں کرنل اس کی بیٹی اور اس کا باڈی گارڈ قابل ذکر تھے۔

کرنل نے بستی میں پہنچتے ہی ایک نوجوان کی اسٹین گن پر قبضہ کرلیا اور بستی کے سربراہ اور دیگر دشمنوں پر فائر کرنے کے دوران خود ہلاک ہوگیا۔ اس واقعہ کے دوران کرنل کے دوسرے ساتھی بھی مارے مرنے پر آمادہ ہوگئے۔ نامودا اور اس کے ساتھیوں نے چھپ کر فائرنگ شروع کردی اس سے کرنل کے آدمیوں کو شہ مل گئی وہ سب جم کر لڑتے رہے۔ اور مرتے رہے۔ ماسٹر کی تنظیم کے نوجوانوں نے شاید یہ سوچا ہوگا۔ قیدی کہیں طیارہ لے کر فرار نہ ہو جائیں اس لئے انہوں نے ہم کے ذریعے اس طیارے کو تباہ کردیا لیکن وہ لوگ بھی تباہی سے نہ بچ سکے۔ ایک گھنٹہ کے بعد ہی وہ بستی کھنڈر بن گئی۔ وہاں ہر طرف انسانی لاشیں نظر آنے لگیں۔ جاپانی طیارے میں آنے والے تمام قیدی مقابلہ کے دوران مارے گئے۔ ماسٹر ین فان کے تین مسلح نوجوان جو زندہ بچے تھے انہیں نامودا نے ہتھیار پھینکنے کے لئے کہا لیکن انہوں نے فائرنگ کی لہٰذا جواباً نامودا کو بھی فائرنگ کرنی پڑی جس کے نتیجہ میں وہ تینوں بھی مارے گئے۔

اس کے بعد جب نامودا اپنے ساتھیوں کے ساتھ بستی میں داخل ہوا تو انہیں ایک جیپ کار کی آواز سنائی دی۔ بعد میں پتہ چلا کہ مرجانہ اور مونٹو ریکارڈ روم والے کا بڑھ کو آگ لگا کر فرار ہوگئے ہیں نامودا نے منیلا تک ان کا پیچھا کیا لیکن وہ ہاتھ نہیں آئے۔ پھر رات کو اطلاع ملی کہ ماسٹروں کی تنظیم سے تعلق رکھنے والے کرالا اور اس کے دو ساتھی مونٹو کے ساتھ نئی بستی میں دیکھے گئے۔ نامودا کے ساتھیوں نے انہیں گھیر لیا۔ وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ انہوں نے دھمکیاں دیں۔ پھر فائرنگ کی۔ کرالا اور اس کے ساتھی مارے گئے۔ مونٹو پھر فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ اب نامودا کے ساتھی اسے تلاش کررہے ہیں.....!"

یہ نامودا کی رپورٹ کا خلاصہ تھا۔ اس نے کمال عیاری سے ایسی رپورٹ پیش کی تھی کہ سپر ماسٹر کی اہم بستی کی تباہی کا کارنامہ اس سے سرزد ہوتا۔ اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو ریڈ پاور کی تنظیم میں قابل قدر ترقی دی جاتی۔ جب وہ رپورٹ پر نظر ثانی کررہا تھا تو میں اس کے دماغ سے ہٹنے لگا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ نامودا کو مرجانہ اور مونٹو کے فرار کا علم.... کیسے ہوا ــــ؟

نامودا کی سوچ نے کہا۔

"جب منترا نے رات کو آکر یہ خبر دی کہ کرالا اور مونٹو اس کی جھونپڑی میں گاہک کی حیثیت سے آئے تھے تو اس وقت میں مونٹو سے ملنے گیا اور میسے پانچوں ساتھیوں نے بند گاہ کے قریب کرالا اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لیا۔ کرالا ہم سے دوستی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے یقین دلایا کہ وہ لوگ ماسٹروں کی تنظیم سے بغاوت کرچکے ہیں اور ریڈ پاور کی پناہ میں رہنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا پہلے بغاوت کی وجہ بتاؤ۔؟

تب کرالا نے بتایا کہ ماسٹروں کی ایک اہم بستی کس طرح تباہ ہوئی پھر مرجانا اور مونٹو کس طرح وہاں سے منیلا پہنچے اور عینک والے جاسوس کے چکمہ میں پھنس گئے۔ وہاں مرجانہ مرگئی اور کرالا اپنے دوست مونٹو کو لے کر منترا کی جھونپڑی میں پہنچ گیا۔"

نامودا کی سوچ کہہ رہی تھی اور میں سن رہا تھا۔ آخر میں اس کی سوچ نے کہا۔

"میں نے کرالا سے تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے اور اس کے ساتھیوں کو گولی ماردی۔ پھر میں نے اپنے ساتھیوں کو یہ تدبیر بتائی کہ ہم کس طرح اس کارنامہ کا سہرا اپنے سر باندھ سکتے ہیں۔ سب ہی ساتھی میری اس پلاننگ سے متفق ہوگئے۔ مگر ان کا مشورہ تھا کہ مونٹو کو بھی مار ڈالا جائے۔ اور میں منترا کا دل نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ ویسے بھی مونٹو کی۔ شرافت نے مجھے متاثر کیا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔

"کیا مونٹو کسی موقع پر لیو چن وغیرہ کے ہاتھوں میں جاکر بستی کی تباہی کی اصل کہانی انہیں نہیں سنائے گا۔؟"

ناموداذرا پریشان ہوا۔ پھر اس کی سوچ نے کہا۔

"اسی لئے تو میں نے منٹو کو منزا کے ہاں چھپا رکھا ہے تاکہ وہ ریڈیو پاور کے لیوچن یا کسی دوسرے آدمی کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔ میں اسے اپنے ساتھ ہانگ کانگ لے جانا چاہتا ہوں۔ وہاں میں اسے بھی چھپا کر رکھوں گا اور کبھی چاہا تو کسی طور پر ہانگ کانگ کی سڑکوں پر چھوڑ دوں گا تاکہ پریٹر کے آدمی اسے شکار کرنے کے لئے آئیں اور ہمارے ہاتھوں شکار ہو جائیں۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔

"منٹو اتنا نادان نہیں ہے۔ وہ ہانگ کانگ پہنچ کر میرے اس خطرناک کھیل کو سمجھ لے گا۔"

وہ اعتماد سے سوچنے لگا۔

"بلا سے منٹو میرے اس خطرناک کھیل کو سمجھ لے وہ میری حقیقت جاننے کے بعد بھی مجھ سے دشمنی نہیں کرے گا کیونکہ وہ منزا کو بہن بنا چکا ہے۔ میں منٹو کے ٹائپ کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ ایسے لوگ اپنی بہنوں کے سہاگ کو سلامت رکھنے اور اسے سونی نقصان سے بچانے کے لئے بھی جان کی بازی لگا دیتے ہیں....."

وہ کم بخت میرے متعلق صحیح رائے قائم کر رہا تھا۔ میں خود اس حقیقت کو سمجھ رہا تھا کہ ناموا کبھی دشمن بن کر سامنے آئے گا۔ تو میں منزا کی خاطر اسے طرح دے جاؤں گا۔ میرے دماغ میں ایک بات یہ بھی آئی کہ میں منزا کو شادی سے پہلے ہی ہوشیار کر دوں اسے بتا دوں کہ ناموا کتنا چالباز ہے۔ لیکن محبت اندھی ہوتی ہے۔ منزا کو لاکھ سمجھانے کے باوجود اسے اپنے ناموا میں کوئی خرابی نظر نہیں آئے گی۔ میں سوچ کے ذریعے بھی منزا کو اس کے محبوب سے بدظن نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ انگریزی نہیں جانتی تھی اور میں اس کی زبان سے ناواقف تھا۔

ناموا رپورٹ کارڈ چھوڑ تا سا فائل کیروڈ سے کمرے میں واپس آ گیا لیوچن اپنے انگریز ساتھی کے ساتھ بیٹھا کافی پی رہا تھا ان کے آس پاس ناموا کے ہمراز اور جاں نثار دوست بھی خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ لیوچن نے فائل کھول کر اس پر ایک سرسری سی نظر ڈالی۔ پھر کافی ختم کرنے کے بعد وہاں سے جانے کے لئے اٹھنے لگا۔ ناموا نے کہا۔

"مسٹر لیوچن! میں ایک ہفتہ کی چھٹی اپنی بیوی کے ساتھ ہانگ کانگ میں گذارنا چاہتا ہوں اس لئے میں آج رات ہی....."

لیوچن نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"تم مجھے اپنا پروگرام نہ بتاؤ۔ میں نے تمہیں مارک مین کا حکم سنا دیا ہے اس کے حکم کے مطابق تمہیں اسی جگہ ایک ہفتہ تک گھریلو زندگی گذارنی ہے۔ وہ کچھ سوچ کر ہی تمہیں اس بستی تک محدود رہنے کا حکم دے رہا ہے۔ تمہاری رپورٹ کے مطابق منٹو نامی شخص فرار ہو گیا ہے۔ کیا وہ تمہارے لئے خطرہ نہیں بن سکتا۔؟"

"بے شک! لیکن خطرات سے کھیلنا ہی ہمارا کام ہے۔"

"مارک مین جس کھیل کی اجازت دے اسے تم نہیں کھیل سکتے۔"

"لیکن مسٹر لیوچن! اگر منٹو سنیلا میں موجود ہے تو یہ کھیل خود بخود شروع ہو جائے گا۔"

"ہونے دو۔ جب تم اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ ماسٹروں کے ایک اہم اڈے کو تباہ کر سکتے ہو تو یہاں اس تنظیم کے باقی ماندہ لوگوں سے بھی نمٹ سکتے ہو۔"

وہ فائل اٹھا کر اپنے انگریز ساتھی کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ ناموا جھنجلا کر سوچنے لگا۔

"کیا مصیبت ہے۔ منٹو کو تو میں نے چھپا کر رکھا ہے وہ میرے لئے کیا خاک خطرہ بنے گا۔ مجھے یہاں ایک ہفتہ تک خواہ مخواہ بور ہونا پڑے گا۔"

اتنا سوچنے کے بعد وہ اپنی زبان میں اپنے دوستوں سے باتیں کرنے لگا۔ میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ وہ ایک ہفتہ وہاں گزارنے والا تھا۔ یعنی اس کے ساتھ میں بھی اسی بستی میں یا اس جھونپڑی میں قیدی بن کر رہنے والا تھا۔ اب یہ فیصلہ کرنا تھا کہ مجھے ناموا کے فیصلے کے مطابق وہاں رہنا چاہئے یا اپنی مرضی کے مطابق کوئی قدم اٹھانا چاہئے۔

یوں تو اپنی مرضی ہی مناسب ہوتی ہے۔ کیونکہ اپنی مرضی سے نقصان پہنچے تو ہم کسی کو ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتے۔ میں نے اپنا نفع نقصان سوچا پھر یہی مناسب نظر آیا کہ میں ایک ہفتہ تک ناموا کی مرضی کے مطابق زندگی گزاروں۔ آوارہ بیچنی کی طرح بھٹکتے بھٹکتے کبھی تو تھکن محسوس ہوتی ہے تقدیر سے ستانے کا موقع ملے تو ضرور آرام کرنا چاہئے۔

اس جھونپڑی میں چھپ کر رہنے کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی تھا۔ کہ اب مجھے اپنی ذات سے زیادہ سونیا کی فکر تھی۔ پتہ نہیں ڈاکٹر اسے کب صحت یاب ہو جانے کی سند دیتا اور سپرنٹنڈنٹ اسے کیا سزائے موت کا دن مقرر کر دیتا۔ ان حالات میں میں ہمیشہ اس کے دماغ میں موجود رہ کر اس کی حفاظت کر سکتا تھا۔ اس مقصد کے لئے گوشۂ تنہائی لازمی تھی اور اس جھونپڑی سے بہتر تنہائی اور سکون کہیں نصیب نہ ہوتا۔

میں نے رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔ دو بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے۔ سونیا سے شام کو ملنے کا وعدہ تھا اور میرے پاس اس کے سوا کوئی کام نہ تھا کہ میں کسی نہ کسی کی سوچ کی نگری میں سیر کرتا رہوں۔ لہٰذا میں شام سے پہلے ہی سونیا کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ میں نے اسے اپنی بند آنکھوں کے پیچھے دیکھا۔ وہ ڈاکٹر سے ڈسکس کر رہی تھی۔

سونیا جیسی مار دھاڑ والی عورت سے رومانس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس بے چارے ڈاکٹر نے سونیا کے اس خوفناک پہلو کو نہیں دیکھا تھا۔ کہ وقت آنے پر وہ کس طرح موت کے فرشتے کے پر نوچ کر پھینک دیتی ہے۔ وہ ڈاکٹر تو اس کے ظاہری رنگ روپ اور اس کی دل لبھانے والی

اداؤں پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا تھا۔ اس وقت بھی وہ شدید تکلیف دہ اداؤں سے نظریں جھکائے بستر پر نیم دراز تھی وہ ڈاکٹر اس کے ہاتھ کو یوں تھامے بیٹھا تھا جیسے بمبئی ٹکٹول لاٹری ہو۔ اس نے آہستگی سے کہا۔

"سونیا! میں عشق و محبت کو ایک حماقت سمجھتا ہوں۔ مگر آج تم نے مجھے اس خوبصورت حماقت میں مبتلا کر دیا ہے۔"

سونیا نے اسے قاتل نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے میرے دل کی دنیا تو آپ نے بدل دی ہے۔"

"وہ کیسے۔؟" اس نے خوش ہو کر کہا۔

وہ پیار کی مکاری سے بولی۔

"فراڈ کی موت کے بعد میری دنیا اجڑ گئی تھی۔ میں سمجھتی تھی۔ کہ فراڈ کی کمی کوئی پوری نہیں کر سکے گا۔ لیکن پتہ نہیں آپ نے کیسے میرا سارا غم بھلا دیا۔ اب میں سوتے جاگتے آپ ہی کے متعلق سوچتی رہتی ہوں۔ مگر مگر.....؟"

وہ کہتے کہتے اداس ہو کر خاموش ہو گئی۔ ڈاکٹر نے تڑپ کر پوچھا۔

"میری جان یہ اداسی کیسی؟ تم کچھ کہہ رہی تھیں؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔

"کچھ نہیں! زندگی کے دو چار دن آپ کی محبت میں ہنس کر گزار لوں گی۔"

"اوہ! سمجھ گیا۔" پھر وہ بڑی آہستگی سے بولا۔ "میں خود تمہیں سوچتا رہتا ہوں کہ کسی طرح تمہیں سزائے موت سے بچا لوں۔ فی الحال تو یہی تدبیر ہے کہ میں تمہیں بیمار بنا کر رکھوں تاکہ موت کا دن کچھ دور ہوتا جائے۔"

"موت کا ایک دن معین ہے۔ اگر آپ نے دن بڑھا بھی دیئے تو کیا ہو گا۔ سپرنٹنڈنٹ کا فیصلہ تو اٹل ہے۔ بہتر ہے کہ آپ جلد از جلد مجھے صحت یاب کر دیں۔"

ڈاکٹر نے اس کے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھ کر کہا۔

"ایک راز کی بات بتاؤں سونیا! کہ تمہارے مہلک زخموں کا زہر بہائے نام بھی نہیں ہے۔ تم بالکل تندرست ہو۔ آج تمہیں بناوٹی اس لئے دیا گیا ہے کہ تمہاری رہی سہی کمزوریاں بھی دور ہو جائیں۔"

"آپ نے اب تک یہ بات کیوں چھپائی تھی؟"

"اس لئے کہ میں تمہاری صحت یابی کا اعلان کرتا تو پھر بحیثیت ڈاکٹر مجھے تمہارے پاس آنے کی اجازت نہ ملتی۔ پھر تم سے بھی آج ہی کھل کر محبت کا اظہار کیا ہے۔ اسی لئے میں تمہاری صحت یابی کی خوشخبری سنا رہا ہوں جو بری خبر بھی ہے۔"

اس بار سونیا نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"ڈاکٹر! آپ نے کتنی محبت اور توجہ سے میرا علاج کیا ہے میں پہلے ہی خود کو تندرست سمجھتی تھی۔ اور جو کمزوری محسوس کرتی تھی وہ شاید اس لئے کہ گرلاش کے زہر کے اثرات کا حوالہ دے کر مجھ پر نفسیاتی اثر ڈالا گیا تھا۔"

"ہاں یہی بات ہے۔ لیکن تم تو صحت یابی کی خبر سن کر بہت خوش نظر آ رہی ہو۔ تمہیں تو خوفزدہ ہونا چاہئے۔"

"ڈاکٹر! میرے خوفزدہ ہونے سے موت نہیں ٹلے گی۔ البتہ اس بات کا افسوس کروں گی کہ آپ کی محبت ملتے ہی زندگی کے دن پورے ہو رہے ہیں۔"

"سونیا! ہماری تنظیم میں فرار کے بعد تمہارا بہت چرچا ہے بنسبت اس کے کہ تم آسانی سے موت کے قابو میں بھی نہیں آتیں۔ پھر کیا مجھ سے محبت کرتے رہنے کی خاطر تم اپنی زندگی کے لئے نہیں لڑو گی۔؟"

سونیا کی سوچ نے کہا۔ "ایک فراڈ ہے جو میری خاطر موت سے لڑتا ہے اور ڈاکٹر اتنا بزدل ہے کہ یہ ایک طرف الگ ہو کر مجھے خود اپنی زندگی سے لڑنے کے لئے کہہ رہا ہے۔"

میں نے سونیا کی سوچ میں کہا۔

"اول۔ ہو نہہ۔ یہ ڈاکٹر بزدل نہیں، مجبور ہے۔ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے اس نے کامیابی سے میرا علاج کیا اب وہ بے چارہ فائٹر تو نہیں ہے کہ میرے لئے بڑک مار کر میدان میں آ جائے۔"

سونیا چونک کر سوچنے لگی۔

"فراڈ نے ایک بار مجھے بتایا تھا کہ پاکستان میں ایک صوبہ پنجاب ہے جہاں کے لوگ بڑک مار کر میدان میں اترتے ہیں۔ بڑک مارنے کے الفاظ میرے دماغ میں نہیں آ سکتے۔ یہ تو فراڈ کی سوچ ہی کہہ سکتی ہے....."

پھر اس کی سوچ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"فراڈ کے بچے! تم کب سے میرے دماغ میں جھانک رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "میری بات نہ پوچھو۔ ڈاکٹر کی طرف توجہ دو۔ اس نے تم سے کچھ پوچھا ہے۔"

سونیا نے ڈاکٹر کی بات کا جواب دیا۔

"ہاں۔ میں آپ کی خاطر زندگی سے لڑنا چاہتی ہوں مگر کہیں سے کچھ تو سہارا ملنا چاہئے۔ اگر میں سپرنٹنڈنٹ کے شکاریوں سے بچ نکلوں تو کیا آپ مجھے اس ملک سے فرار ہونے کے سلسلے میں کوئی مدد دے سکیں گے۔"

ڈاکٹر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"میں تمہارے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کروں گا۔ فلائنگ کلب کا ایک آفیسر میرا اچھا دوست ہے میں اس سے کہوں گا کہ وہ تمہیں بارڈر تک پہنچا دے۔"

سونیا نے خوش ہو کر بڑی محبت اور چاپلوسی سے کہا۔

"صرف مجھے نہیں، آپ کو بھی سرحد تک جانا ہوگا۔ بلکہ اس دنیا کی آخری سرحد تک ہم ساتھ رہیں گے۔"

ڈاکٹر نے اس کے ہاتھ کو چوم کر کہا۔

"صرف دنیا کی نہیں بلکہ زندگی کی آخری سرحد تک ہم ساتھ رہیں گے۔"

اسی وقت سونیا کی خوابگاہ کے اندر "سٹوں شاں" کی تیز آواز ابھری۔ پھر جیسے کوئی اسپیکر سے بولنے لگا۔

"ڈاکٹر! تم سے یہ توقع نہ تھی کہ محض ایک عورت کی خاطر تنظیم سے غداری کرو گے....."

ڈاکٹر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ سونیا بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ دونوں خواب گاہ میں چاروں طرف دیکھ رہے تھے لیکن یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔

"ڈاکٹر! تم سونیا کے ساتھ زندگی کی آخری سرحد تک جانا چاہتے ہو۔ پھر کیوں نہ آج ہی اس سرحد کا تعین کر دیا جائے۔"

"مم۔ مگر..... مارٹر۔" ڈاکٹر کے منہ سے خوف کے مارے آواز نہیں نکل رہی تھی۔

مارٹر نے پوچھا "تم کیا کہنا چاہتے ہو ڈاکٹر؟ بولو، ہم غداروں کو بھی اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیتے ہیں۔"

"میں غدار نہیں ہوں ــــ" ڈاکٹر نے کہا۔

"غدار نہیں ہو، صرف سونیا کے عاشق ہو۔"

"نہیں مارٹر۔ عشق و محبت ایک حماقت ہے۔ میں سونیا کے منہ سے یہ انگلوانے کے لئے محبت کا ناٹک کھیل رہا تھا کہ وہ کس طرح یہاں سے فرار ہونا چاہتی ہے۔"

سونیا اسے طنزیہ انداز میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"اچھا! تو تم مجھ سے محبت کا ناٹک کھیل رہے تھے۔ یا پھر یہ تمہاری مردانگی ہے کہ مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ رہے ہو۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ صرف تمہارے فرار ہونے کی پلاننگ تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

اسپیکر سے مارٹر کی آواز ابھرنے لگی۔

"ڈاکٹر! تمہیں سونیا کے پاس علاج کے لئے بھیجا گیا تھا جاسوسی کے لئے نہیں۔ تم بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ ابھی تمہاری زبان سے میں نے یہ خوش خبری سن لی ہے کہ سونیا اب صحت یاب ہو چکی ہے۔"

"وہ ــ وہ تو میں نے ــ جھ ــ جھوٹ کہا تھا۔"

"اب بھی جھوٹ نہ بولو۔ ورنہ سونیا کا میڈیکل چیک اپ کیا جائے گا پھر یہ بات کھل جائے گی کہ تم نے اس کی صحت یابی کو سپر مارٹر سے چھپا رکھا تھا۔"

سونیا نے دیکھا۔ ڈاکٹر کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ مارٹر کی آواز آ رہی تھی۔

"ڈاکٹر! سپر مارٹر کو تم پر بڑا اعتماد تھا۔ اسی لئے تمہیں یوگا آرمی میں رکھا گیا تھا۔ مگر تم اپنے نفس کو نہ مار سکے۔ اب اس بیڈ روم سے باہر جاؤ۔ تمہیں حراست میں لے لیا جائے گا۔"

ڈاکٹر گڑگڑانے لگا۔

"مارٹر! مجھ سے بڑی حماقت ہوئی۔ آپ میری اس پہلی غلطی کو معاف کر دیں۔ میں قسم کھا کر کہتا....."

"ڈاکٹر! میرے آگے گڑگڑانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ تمہارا کیس سپر مارٹر کے پاس بھیجا جا رہا ہے۔ اب چلو اس کمرے سے باہر نکلو۔"

اب وہ اپنے انجام سے کانپ رہا تھا۔ اس نے جانے سے پہلے آخری بار سونیا کو دیکھا۔ سونیا نے کہا۔

"گھبراتے کیوں ہو۔ تم تو یوگا آرمی سے تعلق رکھتے ہو۔ سزائے موت سے پہلے ہی سانس روک لینا۔ تاکہ گولی مارنے سے پہلے آرام سے مر جاؤ۔"

یہ کہہ کر وہ قہقہہ لگانے لگی۔ ڈاکٹر تیزی سے پلٹتا ہوا باہر چلا گیا۔ اسپیکر سے آواز آئی۔

"سونیا! بہت چہک رہی ہو۔ یہ نہ بھولو کہ آج ہی رات تک تمہاری موت کا وقت مقرر ہو جائے گا۔"

وہ آرام سے بستر پر لیٹ کر بولی۔

"کبھی نہ کبھی مرنا ہی ہے۔ پھر ڈاکٹر کی طرح رستے ہوئے کیوں مریں جاؤ اپنے سپر مارٹر کو میری صحت یابی کی خبر سنا دو۔ اور مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔ میں موت کا چہرہ دیکھنے سے پہلے ذرا آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے کروٹ بدل لی۔ اور آنکھیں بند کر کے مجھے مخاطب کیا۔

"دیکھ رہے ہو فرہاد! بازی کیسے پلٹ گئی ہے؟"

"سونیا! بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے کے باوجود ہم دونوں سے غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ ہمیں پہلے ہی سمجھ لینا چاہئے تھا کہ جزیرہ کرائی کی جس عمارت میں ہمیں قید کیا گیا تھا، وہاں کے ہر کمرے میں ایسے خفیہ آلات لگے ہوئے تھے جن کے ذریعے سپر مارٹر ایک اسکرین پر ہمیں دیکھتا تھا اور ہماری آوازیں سنتا تھا۔ تمہارے موجودہ بیڈ روم میں بھی ایسے ہی آلات لگائے گئے ہیں۔"

سونیا نے کہا۔ "میں نے پہلی بار اس بیڈ روم میں آ کر اس کی چھت اور دیواروں کو اچھی طرح دیکھا تھا مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ میرا خیال ہے کہ چھت سے جو فانوس لٹک رہا ہے اسی میں ٹی وی اور ساؤنڈ ریکارڈنگ کے آلات لگائے گئے ہیں۔"

"اب تو وہ کہیں بھی چھپائے گئے ہوں۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب وہ لوگ تمہاری طرف سے بہت زیادہ محتاط رہیں گے۔"

"تم ان کی باتیں چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ اب میری حفاظت کے لئے کیا کر رہے ہو؟"

"میں وقت سے پہلے کیسے کہہ سکتا ہوں۔ آئندہ جیسے حالات ہوں گے ویسا ہی قدم اٹھاؤں گا۔"

"ایسا نہ ہو فرہاد کہ تم وہاں کسی نئی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ اور میں یہاں تمہارا انتظار کرتی رہ جاؤں۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ میں نے تمہارے لئے اپنی آئندہ مصیبتوں سے ایک ہفتہ کی چھٹی لے لی ہے۔"

"ایسے وقت تم مذاق نہ کیا کرو۔"

"یہ مذاق نہیں حقیقت ہے۔"

"کیا خاک حقیقت ہے۔ بھلا کوئی انسان اپنی آئندہ مصیبتوں سے ایک ہفتہ کی چھٹی لے سکتا ہے؟"

"ہاں سونیا! میں ایک حیرت انگیز علم سیکھ رہا ہوں۔ اس علم کے ذریعے آنے والی مصیبتوں کا راستہ بدل دیا جاتا ہے۔"

"کیا تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو؟"

"نہیں جان! تم یقین کرو۔"

"اچھا تو مجھے بتاؤ کہ تم آنے والی مصیبت کو کیسے دیکھ لیتے ہو پھر اس کا راستہ کیسے بدل سکتے ہو؟"

"میں تمہاری مثال دے کر سمجھاتا ہوں۔ تم نے بزرگوں کا یہ قول سنا ہوگا کہ تمام مصیبتوں کی جڑ عورت ہے جو عورت سے بچتا ہے وہ ناگہانی مصیبتوں سے بچتا ہے اس علم کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھا جائے۔ میں اسی بنیادی اصول کا پابند ہوں۔"

"ہوں۔ یہ بتاؤ کہ تم نے میری خاطر کس مصیبت کو ٹال دیا ہے؟"

"پچھلی رات ایک عورت میری تنہائی میں آئی تھی۔ میں نے اسے بہن بنا کر زحمت کے بجائے اپنے لئے رحمت بنا لیا۔ اب اپنی اس بہن کی جھونپڑی میں میں باہر کی دنیا سے چھپ کر رہوں گا میری تنہائی میں کوئی مخل نہیں ہوگا۔ اور میں صرف تمہاری سوچ کے ساتھ ہی سفر کروں گا۔"

"تم نے بہت اچھا کیا، جو اسے بہن بنا لیا۔ ہر عورت یہی چاہتی ہے کہ اس کا مرد دوسری عورتوں کے لئے مولوی بن جائے۔"

"اب تو تمہیں یقین ہو گیا نا۔ کہ میں نفس کو قابو میں رکھنے والا علم سیکھ کر کس طرح مصیبتوں کو ٹال دیتا ہوں؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"ہاں! یقین آ گیا۔ تم بڑی ہیرا پھیری سے باتیں کرتے ہو۔ سچ فرہاد! تم دماغ میں موجود رہتے ہو تو مجھے کسی بھی مصیبت یا موت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ آج رات تک سپر مارٹر کا جو بھی فیصلہ ہوگا۔ میں اسے ہنستے ہنستے قبول کروں گی۔"

"ہاں میری جان! صرف موت کو اہمیت دینے والے ماتم کرتے ہیں۔ تم سدا ہنستی رہو۔"

مجھے کمرے کے دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ پھر نامودا کی آواز آئی وہ منمنا کر کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"اب میں رابطہ ختم کرتا ہوں۔ یہاں ایک شخص مجھ سے ملنے آیا ہے تم مطمئن رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہاری خبر لیتا رہوں گا۔ او کے سی یو۔"

میں آنکھیں کھول کر جھولے پر لیٹ بیٹھا۔ کمرے کے دروازے کے قریب منمنانا کس کی ماں اور نامودا کی باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی بحث میں الجھ گئے ہیں۔ مجبوری تھی کہ میں ان کی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد نامودا کمرے میں آ گیا وہ میرے لئے ایک جوڑا کپڑے، شیونگ کا سامان اور بیٹھنے کے لئے ایک کرسی لے کر آیا تھا۔

میں موجودہ میک اپ میں شیو نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اس سے کپڑے لیتے ہوئے کہا۔

"میں یہ شیونگ کا سامان استعمال نہیں کروں گا۔ اپنی ڈاڑھی بڑھا کر اس طرح حلیہ بدلوں گا کہ دشمن مجھے مونٹو کی حیثیت سے پہچان نہ سکیں۔" نامودا نہیں چاہتا تھا کہ میرا حلیہ بدل جائے۔ وہ شیونگ کا سامان پیش کر کے مجھے مونٹو کی صورت میں چھاؤنی کے دشمنوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔

"ڈاڑھی بڑھا کر خود کو چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے تو آپ کو اس جھونپڑی میں چھپا کر رکھا ہے۔"

میں نے کہا۔ "دیواروں کے صرف کان نہیں ہوتے آنکھیں بھی ہوتی ہیں۔ اگر میں اپنے طور پر محتاط رہنا چاہتا ہوں تو تمہیں کیا اعتراض ہے؟"

یہ کہتے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"مونٹو کی بات مان لینی چاہئے۔ ایک ہفتہ کے بعد جب ہم اگر کانگ جائیں گے تو میں اسے ڈاڑھی مونڈنے پر مجبور کر دوں گا۔ ابھی خواہ مخواہ بحث نہیں کرنا چاہئے۔"

اس نے قائل ہو کر کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ادھر کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

میں کرسی پر اور وہ لکڑی کے صندوق پر بیٹھ گیا۔ میں جانتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے اس نے وہی کہا۔

"باہر دشمنوں کا خطرہ ہے۔ میں نے آپ کی حفاظت کی خاطر یہاں سے ایک ہفتہ بعد جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ یہاں چھپے رہیں گے تو ایک ہفتہ تک دشمنوں کو یقین ہو جائے گا کہ آپ یہاں سے باہر جا چکے ہیں۔"

وہ اپنے ماسک مین کے حکم سے وہاں ایک ہفتہ گزارنے پر مجبور تھا۔
لیکن مجھ پر احسان جتا رہا تھا۔ میں نے بھی احسان مند ہو کر کہا۔
"میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ تم صرف میری حفاظت کے لئے اپنا قیمتی وقت برباد کرو گے۔"
اس نے مسکرا کر کہا۔
"اس میں احسان کی کیا بات ہے۔ یہ میرا فرض ہے۔ ایک بات اور ہے وہ یہ کہ میں آپ کو اپنی شادی کے پُرمسرت موقع پر شریک نہیں کر سکوں گا۔ اگر آپ شادی کی تقریب میں شریک ہونے کے لئے باہر نکلیں گے۔ تو کسی نہ کسی کی نظروں میں آ جائیں گے۔"
میں نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے۔ میری دعائیں تمہارے اور منزا کے ساتھ ہیں۔ اب تم یہاں سے جاؤ گے تو میں دروازے کو اندر سے بند کر کے آرام سے لیٹا رہوں گا۔"
"ضرور، ایک ہفتہ تک آرام ہی آرام ہے۔ میں منزا کی ماں کو سمجھا دوں گا کہ جب تک آپ اسے نہ بلائیں۔ وہ آپ کے آرام میں خلل نہ ڈالے اور کچھ.....؟"
"بس شکریہ! اتنا ہی کافی ہے....."
وہ اٹھ کر باہر چلا گیا اس کے جاتے ہی منزا دلہنوں جیسا لباس پہن کر کمرے میں آئی۔ اس کا سر شرم و حیا کے بوجھ سے جھکا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی ماں بھی تھی۔ میں نے اس کے قریب آ کر کہا۔
"منزا۔ تم دلہن کے لباس میں گڑیا جیسی لگ رہی ہو۔ کاش کہ میں تمہاری شادی میں شریک ہو سکتا۔ بہرحال میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں خدا تمہارا سہاگ ہمیشہ سلامت رکھے اور تم ہمیشہ خوشگوار زندگی گزارو۔"
وہ مجھ سے دعائیں لے کر اپنی ماں کے ساتھ رخصت ہو گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر کے ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر نامور کی لائی ہوئی ایزی چیئر پر بیٹھ کر اطمینان کے شس لگا کر دھواں چھوڑنے لگا۔ نصف سگریٹ پھونکنے کے بعد میں نے سونیا کی خبر لی۔ وہ بخیریت تھی۔ ایک ملازمہ ایک ٹرالی میں اس کے لئے شام کا ناشتہ اور دودھ لے کر آئی تھی۔ ناشتہ میں پھل زیادہ تھے۔ نمکین چیزیں کم تھیں۔ میں نے کہا۔
"ہیلو سونیا! بڑا تگڑا ناشتہ ہے۔"
"ہاں۔ شکار کو چھری تلے لانے سے پہلے اچھے سے اچھا چارہ ڈالا جاتا ہے۔ کیا تمہارے منہ میں پانی آ رہا ہے؟ خاموش رہو اور مجھے پھل کھا کر جان بنانے دو۔ بعد میں دیکھوں گی کہ یہ جان سپر مارسٹر لیتا ہے یا یہ تمہاری ہی ہو کر رہے گی۔"
"میری جان میری ہی رہے گی۔ اس ایک جان کی حفاظت کے لئے ہم دونوں مل کر جدوجہد کرتے رہیں گے۔"
"فرہاد! تمہارے اطمینان اور زندہ دلی سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کوئی لائن آف ایکشن سوچ لی ہے۔"
"تم ایسی باتیں کر رہی ہو جیسے پہلے کبھی تم نے آزمائش کی گھڑیاں میری زندہ دلی اور اطمینان نہیں دیکھا ہے۔"
"بارہا دیکھا ہے فرہاد! لیکن پتہ نہیں کیوں آج تمہارے انداز کچھ نیا پن ہے۔"
"شاید اس لئے کہ مجھے بہت عرصہ بعد ایک جھونپڑی میں اطمینان سے بیٹھ کر دماغی کیل کھیلنے کا موقع ملا ہے۔"
سونیا کا ناشتہ ختم ہوتے ہی ملازمہ نے ٹرالی لے جاتے ہوئے کہا۔ "مادام! آپ کے لئے باہر گاڑی تیار ہے۔"
"گاڑی؟" سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا مجھے باہر جانا ہو گا؟"
ملازمہ گونگی بہری بن کر وہاں سے چلی گئی۔ سونیا نے مجھ سے کہا۔
"شاید سپر مارسٹر کا بلاوا ہے۔ مجھے جانا ہی ہو گا۔"
"ہاں چلو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"
وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر الماری کی طرف جاتی ہوئی بولی۔
"کون سا لباس پہن کر چلوں؟"
"پتلون اور جیکٹ پہن لو۔ ریورسل کے جوتے ہوں تو بہتر ہے۔"
اس نے میری ہدایت پر عمل کرنے کے دوران کہا۔
"فرہاد! اگر سپر مارسٹر نے میری آخری خواہش کے مطابق مجھے فرار ہونے کا موقع نہ دیا تو کیا ہو گا؟"
"وہی ہو گا جو منظورِ خدا ہو گا۔"
"خدا کو جو منظور ہو گا، وہ ہمیں بھی منظور ہو گا۔ مگر کچھ اپنے دماغ سے بھی کہو۔"
"میرا خیال ہے کہ سپر مارسٹر تمہاری آخری خواہش پوری کرے گا۔"
"اور نہ کرے اور اسی وقت گولی مار دینے کا حکم دے دے۔ تو کیا ہو گا؟"
"اور کیا ہو گا؟ تم گولی لگتے ہی مر جانا....."
وہ غصے میں جھنجلا کر باہر جاتے ہوئے بولی۔
"میری جان پر بنی ہے اور تمہیں دل لگی سوجھی ہے۔ نکل جاؤ میرے دماغ سے، میں خود ہی اپنا بچاؤ کر دوں گی۔"
"شاباش! میں یہی چاہتا ہوں۔ کہ تم اپنی ذہانت اور صلاحیتوں پر اعتماد کرو۔ مجھے جو کرنا ہو گا، کرتا رہوں گا۔"
وہ باہر برآمدے میں آئی اور کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ سونیا منہ پھلائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی سوچ کچھ بہہ رہی تھی۔
"اب میں فرہاد سے نہیں بولوں گی۔ اپنے بل پر اپنی زندگی کے لئے لڑوں گی۔"
میں نے کہا۔ "میری جان! غصہ تھوک دو۔ تم جہاں بھی اپنی زندگی کے لئے لڑو گی، وہاں میں موجود رہوں گا۔"
"میری بلا سے۔ میں تمہاری محتاج نہیں ہوں۔"
"دیکھو سونیا! ایک بار پہلے بھی تم نے جاپان میں کرنل کی بیٹی کو تلاش کرنے کے سلسلے میں مجھے چیلنج کیا تھا آخر کار تمہیں میری ہی ضرورت پیش آئی۔ بہتر ہے کہ دوستی کر لو۔"
"نہیں کروں گی۔ تمہیں میری ضرورت ہو گی تو خود ہی میری حفاظت کرو گے۔"
"واہ! کیا اکڑ ہے۔ بے نیازی بھی ہے اور یہ ناز بھی ہے کہ میں حفاظت کے لئے کچھ دھاگے سے بندھا آؤں گا۔"
وہ بے اختیار مسکرانے لگی۔ میں نے کہا۔ "گوری ہنسی تو پھنسی۔"
وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ ڈرائیور نے تعجب سے عقب نما آئینے میں اسے دیکھ کر پوچھا۔ "مادام! کیا آپ جانتی ہیں کہ کہاں جا رہی ہیں؟"
"ہاں! مرنے کے لئے جا رہی ہوں۔"
ڈرائیور نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
"پھانسی کے تختے پر چڑھتے وقت بعض قیدی اسی طرح پاگل ہو کر ہنستے ہیں۔"
سونیا نے کہا۔ "مجھے قیدی نہ کہو۔ اس وقت میں آزادی سے یہاں بیٹھی ہوئی ہوں۔ چاہوں تو ابھی تمہاری گردن توڑ کر فرار ہو سکتی ہوں۔"
"مادام! مجھے اسی بات کا ڈر تھا۔ لیکن مارسٹر نے بڑے اعتماد سے کہا ہے کہ آپ مجھے نقصان پہنچا کر فرار ہونے کی حماقت نہیں کریں گی۔"
"تمہارے مارسٹر نے درست کہا ہے۔ تم خاموشی سے مجھے میری منزل تک پہنچا دو۔"
منزل آ گئی۔ وہ وہی عمارت تھی، جہاں ایک بار تنظیم کے تمام مارسٹر اور مادام جمع ہوئے تھے اور سونیا کو سزائے موت سنائی گئی تھی۔ وہ کار سے اتر کر عمارت میں داخل ہوئی۔ ایک مسلح نوجوان نے اسے بڑے ہال میں پہنچا دیا۔ وہاں وہی بڑی سی میز تھی جس کے اطراف اب کرسیاں خالی نظر آ رہی تھیں۔ صرف ایک کرسی پر ایک ادھیڑ عمر کا آدمی بیٹھا ہوا تھا مارسٹروں کی کرسی پر کوئی مارسٹر ہی بیٹھ سکتا ہے۔ لہٰذا وہ ادھیڑ عمر کا آدمی تنظیم کا ایک مارسٹر تھا۔ اس نے حکم دیا۔ "سونیا! بیٹھ جاؤ۔"
سونیا نے کلر ڈ شیشے کے پار دیکھا۔ وہاں سپر مارسٹر کا سایہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی کرسی خالی تھی۔ مارسٹر نے کہا۔
"تم شاید سپر مارسٹر کو تلاش کر رہی ہو۔ اسے بھول جاؤ۔ میں اس ملک کا مارسٹر ہوں۔"
سونیا میز کے دوسرے سرے پر ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی مارسٹر نے پوچھا۔ "تم نے فرار ہونے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"
سونیا نے دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر جواب دیا۔
"اس لئے کہ سپر مارسٹر نے میری آخری خواہش پوری کرنے کا وعدہ کیا ہے۔"
"بڑا معقول جواب ہے لیکن تم بہت سمجھ دار ہو۔ تم نے سوچا ہو گا کہ جتنی آزادی سے تمہیں یہاں تک آنے کا موقع دیا گیا ہے۔ اس آزادی کے بس پردہ تمہارے فرار کے راستے مسدود کرنے والے لوگ موجود ہوں گے۔"
"تم اپنے طور پر جو بھی کہو۔ میں اپنے طور پر جواب دے چکی ہوں۔"
"تم نے ڈاکٹر کو بغاوت پر کیوں آمادہ کیا۔؟"
سونیا نے کہا۔ "یہ الزام حوّا پر بھی عائد ہوا تھا۔ سیدھی سی بات ہے کہ شراب کسی کو نہیں بہکاتی۔ یہ پی کر بہکنے والوں کا قصور ہے کہ اسے منہ لگاتے ہیں۔"
مارسٹر نے بڑی سفاکی سے کہا۔
"وہ بہکنے والا ڈاکٹر اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"
"میں افسوس کے سوا اور کیا کر سکتی ہوں۔ تم میرا فیصلہ سناؤ۔"
مارسٹر نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بڑے یقین سے کہا۔
"موت تمہارا مقدر ہے۔ تمہاری آخری خواہش پوری کی جائے گی۔ لیکن اس طرح نہیں جس طرح تم سوچتی ہو۔ کیونکہ تمہیں یہاں سے فرار ہونے کا موقع دیا جائے گا تو تم ڈاکٹر جیسے دوسرے بے وقوفوں کو اپنے لئے ڈھال بنا دو گی اور اب تک تم نے ہماری نگرانی میں رہنے کے باوجود نہ جانے چپکے چپکے کیا کچھ کیا ہے۔ تمہارے اطمینان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔"
وہ مسکراتی ہوئی بولی۔ "تعجب ہے۔ اتنی بڑی تنظیم جس کے افراد دنیا کے چپے چپے پر موجود ہیں اس کے مارسٹر صرف ایک عورت سے خوفزدہ ہونے کی حد تک محتاط ہیں۔"
مارسٹر نے کہا۔ "تم نے فرہاد کے ساتھ مل کر اس تنظیم کو جتنا زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ اسے بھلایا نہیں جا سکتا۔ سپر مارسٹر تمہیں کسی حال میں زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ چونکہ تمام مادام اور مارسٹروں کی موجودگی میں تمہاری آخری خواہش پوری کرنے کا وعدہ کیا جا چکا ہے۔ اس لئے تمہاری خواہش اس طرح پوری ہو گی کہ تم اپنی حفاظت کے لئے کسی کی مدد حاصل نہیں کر سکو گی۔"
وہ اتنا کہہ کر چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گیا۔ گویا سسپنس پیدا کرنا چاہتا تھا کہ آخری خواہش کس طرح پوری کی جائے گی۔ سونیا نے کہا۔
"میری مدد کرنے والے وہی ہیں۔ ایک فرہاد مر چکا ہے اور دوسرا....."
سونیا نے بھی سسپنس پیدا کرنے کے لئے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔ مارسٹر نے جلدی سے میز پر جھک کر پوچھا۔ "دوسرا کون ہے؟"
"وہ جو دلوں کا حال جانتا ہے اور دلوں کو اس طرح کھلی کتاب کی طرح پڑھ لیتا ہے۔"
مارسٹر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "کیا تم فرہاد کی بات کر رہی ہو۔؟"

"نہیں ۔۔۔ اپنے خدا کی بات کر رہی ہوں ۔ فرہاد فنا کا پتلا تھا۔ خدائی امداد کو فنا نہیں ہے۔"

وہ بھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ پھر اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"سپر مارٹر کا حکم ہے کہ تمہیں ایسے ویران صحرا میں لے جا کر چھوڑا جائے جہاں کوئی آدم زاد نہیں ہوگا۔ کھانے کے لئے اناج اور پینے کے لئے پانی نہیں ملے گا۔ تمہیں پناہ لینے کے لئے کسی بھی ملک کی حدود نظر نہیں آئے گی۔ ہاں صرف ایک شکاری دنبلوں ہوگا۔"

سونیا نے پوچھا "کیا مارٹر چمپنزی ۔۔۔؟"

"ہاں، مارٹر چمپنزی کے پاس ایک ہفتہ تک کے لئے کھانے پینے کا سامان ہوگا۔ تم زندہ رہنے کے لئے اس سے دور بھاگو گی اور تم بھوک پیاس سے مجبور ہو کر اس کے قریب بھی آؤ گی۔ تم ہر حال میں وہاں مجبور رہو گی۔"

"وہ کون سی جگہ ہے؟"

"تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔"

"اچھا یہ بتاؤ کہ میرے مرنے کے بعد مارٹر چمپنزی وہاں سے کس طرح واپس آئے گا۔؟"

مارٹر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اس سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہیں زندہ بچ کر واپس آنے کی امید ہے، بلکہ خوش فہمی ہے۔ میں تو اتنا جانتا ہوں کہ تم مرنے کے بعد مارٹر چمپنزی کی واپسی کی فکر نہیں کرو گی۔ اب یہاں سے جاؤ۔ اس عمارت سے باہر نکلتے ہی انجانی منزل کی طرف تمہارا سفر شروع ہو جائے گا۔" سونیا وہاں سے اٹھ کر جانے لگی۔ وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی۔

"فرہاد! یہ تو میری توقع کے خلاف ہو رہا ہے۔ اب کیا کیا جائے؟"

میں نے کہا "میں خود پریشان ہوں کہ یہ لوگ نہ جانے کس ویران علاقے میں ہمیں چھوڑیں گے۔ ہمیں فوراً ہی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اسی جگہ سے ہنگامہ شروع کیا جائے۔ یا اس ویران علاقہ میں پہنچنے تک انتظار کیا جائے۔"

سونیا اس عمارت سے باہر آ کر اسی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ "ہاں دونوں ہی جگہ خطرات ہیں۔ اپنی بقا کے لئے کہیں بھی جدوجہد کی جا سکتی ہے۔"

"لیکن سونیا! دونوں جگہ خطرات کی نوعیت مختلف ہے انسانی آبادی میں سپر مارٹر کے مسلح آلہ کار قدم قدم پر موجود رہیں گے۔ وہ کہیں سے بھی جھپٹ کر ہمیں گولی کا نشانہ بنا سکتے ہیں۔ ویران علاقہ میں صرف ایک مارٹر چمپنزی ہوگا۔ اس سے ہم بآسانی نمٹ لیں گے۔"

"اچھا پھر کیا ہوگا؟ میں چمپنزی پر قابو پانے کے بعد وہاں سے کس طرح واپس آ سکوں گی۔؟"

میں نے کہا "جیسا کہ مارٹر نے بتایا ہے چمپنزی کے پاس ایک ہفتہ کا راشن پانی ہوگا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر واپس لانے کے لئے کوئی گائیڈ وہاں پہنچے گا۔ میں اسے تمہارا گائیڈ فنا دوں گا۔"

"فرہاد! تمہاری بات سمجھ میں آتی ہے اگر تقدیر ہمیں ویران علاقہ میں لے جائے تو مجبوری ہے۔ ورنہ اسی شہر سے فرار ہونے کی کوشش کی جائے تو کیا حرج ہے۔۔۔؟"

"اگر کوئی موقع ہاتھ آیا تو ہم ضرور کوشش کریں گے۔ تم بغیر سوچے سمجھے کوئی قدم نہ اٹھانا۔ مجھے بتاؤ اس وقت تم کہاں سے گزر رہی ہو۔۔۔؟"

"ہوائی اڈے جانے والی سڑک ہے۔ یہاں ٹریفک زیادہ ہے اس کے باوجود میں دو کاروں کو اپنی کار کے آگے پیچھے بڑی دیر سے دیکھ رہی ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اب ان لوگوں کو تم پر بھروسہ نہیں ہے انہوں نے سوچا ہوگا کہ تم کسی ویران علاقہ میں بے بسی سے مرنے کے بجائے اس شہر سے فرار ہونے کی کوشش کرو گی۔ اس لئے تمہارے آگے پیچھے شکاری چھوڑے گئے ہیں۔"

"فرہاد! میں تو کہتی ہوں کہ جو ہونا ہے یہیں ہو جائے۔ تم ڈرائیور کے دماغ کو کنٹرول کرو۔"

"اگر وہ لوگا کا طالب علم ہوگا تو پھر نتیجہ جانتی ہو۔ میرا بھیجہ کھل جائے گا۔"

"تم حد سے زیادہ محتاط ہو۔ میں کہتی ہوں کہ ایک معمولی ڈرائیور لوگا کا طالب علم نہیں ہو سکتا۔"

"سونیا! ذرا عقل سے کام لو۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ کتنی خطرناک ہو۔ انہوں نے تمہارے لئے کسی معمولی ڈرائیور کا انتخاب نہیں کیا ہوگا۔"

"صاف کہو کہ تم ٹیلی پیتھی سے کام نہیں لوگے۔"

"جب جان پر بن آئے گی۔ تب ٹیلی پیتھی کے ہتھیار آزماؤں گا۔"

وہ ناراضگی سے خاموش ہو گئی۔ میں نے کہا

"دیکھو تم پھر ناراض ہو گئی ہو۔"

"میری ناراضگی سے تمہیں کیا۔ میرے مرنے کے بعد تمہیں دوسری سونیا مل جائے گی۔"

میں اسے شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ کہ اس کی مرضی کے مطابق میں نے اس کی مدد نہیں کی تھی۔ اس لئے میں نے کہا۔

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں لوگا آرمی کے کسی آدمی سے نادانستگی میں ٹکرا جاؤں تو ٹھیک ہے۔ مجھے بتاؤ کیا وہ ڈرائیور وہی ہے۔ جو تمہاری رہائش گاہ سے تمہیں لایا تھا۔۔۔؟"

تیسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں

سسپنس ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ

دیوتا

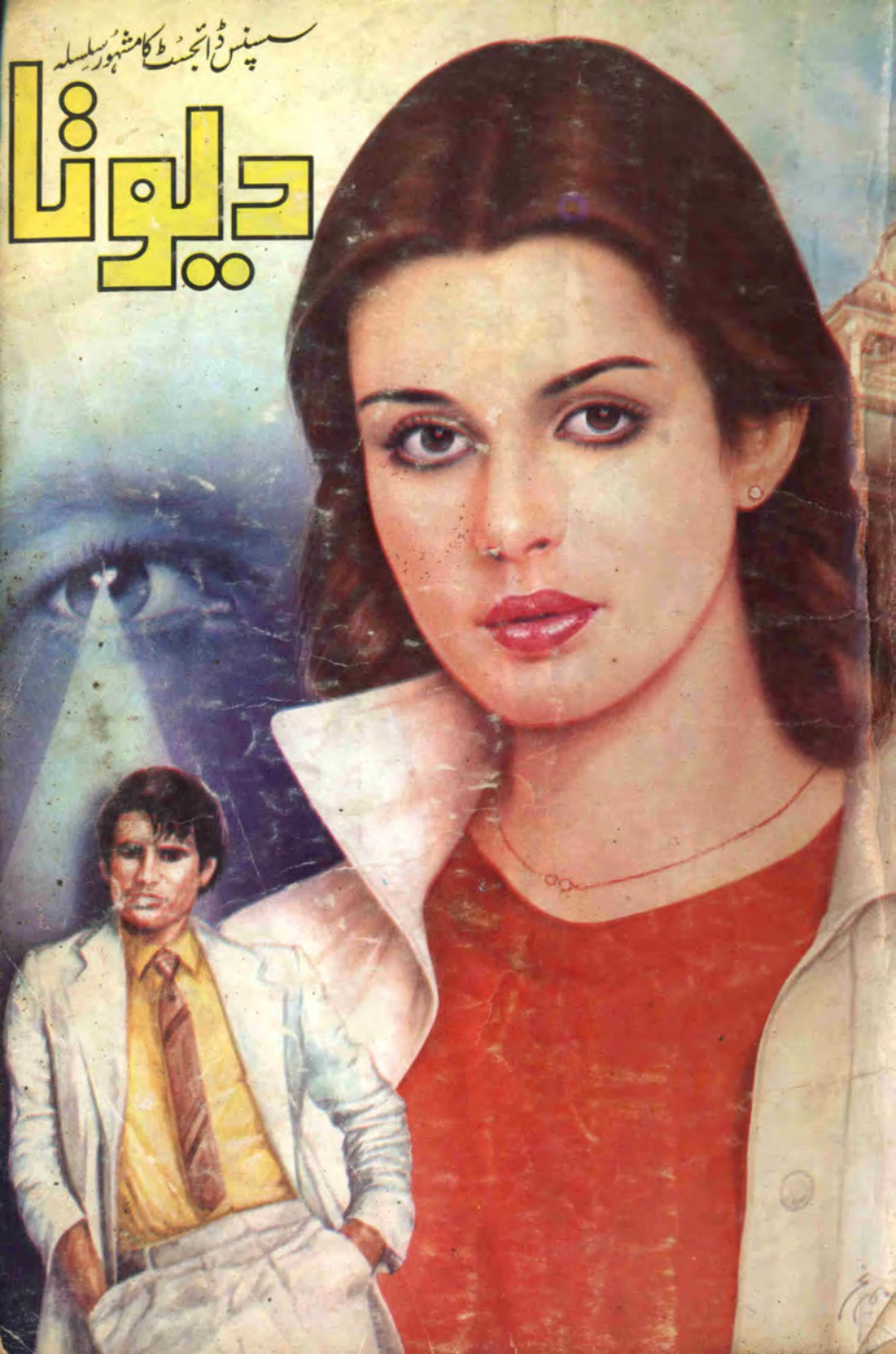

"نہیں، یہ دوسرا ڈرائیور ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ تم اس سے باتیں کرو۔ میں اس دوران اس کے دماغ پر دستک دوں گا۔"

"نہیں اب رہنے دو۔ میں مرنے کے خوف سے پیلی پیتی جاننے والے مزاد کو تنظیم والوں کے سامنے زندہ نہیں کرنا چاہتی۔"

"اب نخرے نہ کرو، چلو ڈرائیور کو مخاطب کرو۔"

"میں نہیں کروں گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں ایک جھٹکے سے کہا۔ "مگر میں ڈرائیور کو مخاطب کر رہی ہوں — ڈرائیور سنو....."

یہی بات بے اختیار اس کی زبان سے نکل گئی۔ ڈرائیور نے اس سے پوچھا۔

"یس مادام! فرمائیے۔"

"کچھ نہیں" وہ بھلا کر بولی۔ "میں نے تمہیں مخاطب نہیں کیا ہے۔"

ڈرائیور خاموشی سے ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔

"سونیا! جھنجلانا فضول ہے۔ میں ڈرائیور کی آواز سن چکا ہوں۔ اور اب اس کے دماغ پر دستک دینے....."

میری بات پوری ہونے سے پہلے جھونپڑی کے دروازے پر منزا کی ماں کی آواز سنائی دی۔ وہ مجھے پکار رہی تھی۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"سنو ذرا — میری تنہائی میں ایک بوڑھی عورت آ رہی ہے میں ذرا اس کی بات سن لوں۔ پھر تمہارے ڈرائیور کی خبر لیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ کرسی سے اٹھ کر دروازے تک آیا پھر اسے کھول دیا۔ بڈھی عورت اپنے ہاتھوں میں مٹھائی سے بھری ہوئی تھالی لئے کھڑی تھی۔ وہ کمرے میں آتی ہوئی کچھ کہنے لگی۔ میں اس کی بولی سمجھ نہیں سکتا تھا۔ اس کی خوشیاں دیکھ کر سمجھ سکتا تھا۔ کہ وہ بیٹی کے سہاگن بننے کی خوشی میں میرے لئے مٹھائی لائی ہے۔

اس نے مٹھائی کی تھالی لکڑی کے مندوق پر رکھ دی تھی میں جلد از جلد اسے ٹالنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اسے خوش کرنے کے لئے شکریہ ادا کرنے کے انداز میں میں نے اپنا سر جھکایا۔ پھر ایک مٹھائی کا ٹکڑا کھانے کے لئے اٹھایا بوڑھی عورت نے فوراً ہی میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے پوچھا۔

"کیا یہ میرے لئے نہیں ہے؟"

وہ میری بات نہ سمجھ سکی۔ اپنی زبان سے کچھ بولنے لگی۔ بڑی مشکل تھی۔ میں سونیا کو چھوڑ کر اس کے ساتھ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا مگر اسے دھتکار کر اس کی جھونپڑی سے نہیں بھگا سکتا تھا۔ پھر یہ بڑی غیر اخلاقی حرکت تھی۔ کہ ایک ماں اپنی سہاگن بیٹی کی خوشیوں میں مجھے شریک کرنے آئے اور میں اس کا احترام نہ کروں۔

آخر میں نے اشاروں کی زبان میں اسے سمجھایا کہ مجھے اس کی زبان سمجھ نہیں آ رہی ہے۔ پھر اس نے بھی سمجھایا کہ ٹھہرو! میں سمجھاتی ہوں۔ اس کے بعد اس نے فرش پر چٹائی بچھائی پھر اس پر مٹھائی کی تھالی رکھی۔ اسی وقت نامودا اور منزا دولھا دلہن کے

لباس میں وہاں پہنچ گئے۔ نامودا نے کہا۔

"ہمارے ہاں شادی بیاہ کی ایک رسم ایسی ہے جسے دلہن کا بھائی ادا کرتا ہے۔"

اس وقت میں ایک بہن کا بھائی بن کر مصیبت میں پڑ گیا تھا میں نے بظاہر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے بتاؤ، وہ رسم کیا ہے؟"

نامودا اپنی دلہن کا ہاتھ تھام کر چٹائی پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے مجھے بیٹھنے کے لئے کہا۔ میں ان دونوں کے سامنے بیٹھ گیا۔ مٹھائی کی تھالی ہمارے درمیان تھی۔ نامودا نے مجھ سے کہا۔

"اب آپ مٹھائی اٹھا کر مجھے اپنے ہاتھ سے کھلائیں۔"

میں نے اسے کھلاتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کیسی رسم ہے میں نہیں سمجھ سکا۔"

"میں سمجھاتا ہوں۔ دلہن کا بھائی اپنے بہنوئی کو زیادہ سے زیادہ مٹھائی کھلاتا ہے تاکہ دولہا ستمام عمر اس کی بہن کے لئے میٹھا بن کر رہے۔"

میں نے پوچھا۔ "اگر تم زیادہ مٹھائی کھانے سے انکار کر دو تو——؟"

"میں کیوں انکار کروں گا۔ میں تو مٹھائی کا شوقین ہوں آپ کھلاتے جائیں میں کھاتا جاؤں گا۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا——بس ہو گئی چھٹی——ادھر سونیا انتظار کر رہی ہو گی اور یہ نہیں سوچے گی کہ میں ادھر الجھا دیا گیا ہوں میں نے سوچا کہ مہ شد ایک منٹ کے لئے سونیا سے رابطہ قائم کر کے اپنی وقتی مجبوری بیان کر دوں۔ مگر نامودا نے پھر باتوں میں الجھا دیا۔ میں نے کہا۔

"میں دل سے چاہتا ہوں کہ تم میری بہن کے لئے سدا میٹھے رہو لیکن اتنی مٹھائی کھاؤ گے تو بدہضمی ہو جائے گی۔"

اس نے کہا۔ "مجبوری ہے۔ یہ رسم تو پوری کرنی ہو گی۔"

میں بھی مجبور تھا۔ اس رسم سے نجات حاصل کرنے کے لئے میں اس کے منہ میں جلدی جلدی مٹھائی ٹھونسنے لگا۔ منہ منہ چپکا رہنے لگی۔ اس کی ماں بھی قہقہے لگا رہی تھی۔ وہ ان کے لئے ہنسنے کا اور میرے لئے رونے کا موقع تھا۔ آخر نامودا نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"بس! اب میں نہیں کھا سکوں گا۔ میرے پیٹ میں گڑبڑ..... ہو رہی ہے——"

وہ فوراً ہی اٹھ کر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ منزا کر اس کی ماں دوسرے کمرے میں لے گئی۔ پھر وہ میرے کھانے پینے کے لئے کچھ نمکین چیزیں لائی۔ میں نے کھانے کا سامان رکھ کر اسے اشاروں میں سمجھایا کہ میں اپنے کمرے کا دروازہ بند کر رہا ہوں۔ اب یہاں کوئی نہ آئے۔

وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔ میں دروازے کو ہلکے سے بند کر کے ایزی چیئر پر بیٹھ گیا۔ پھر آنکھیں بند کرنے کے بعد سونیا کو دیکھنے لگا اس کی سوچ کے ذریعے پتہ چل رہا تھا۔ کہ اب وہ کار کی پچھلی سیٹ پر نہیں ہے بلکہ ایک ایسی گاڑی میں بیڈ پر لیٹی ہوئی ہے جو ایک چوکور ڈبے کی طرح بند ہے۔ میں نے کہا۔

"سونیا! میں واپس آ گیا ہوں۔ اس وقت تم کہاں ہو؟"

"اتنی دیر بعد خبر لے رہے ہو کیا تمہارے چاہنے والے تمہیں چھوڑ رہے تھے——؟"

"ہاں! بس یہ سمجھ لو کہ بڑی مشکلوں سے پیچھا چھڑایا ہے مجھے بتاؤ تم کہاں ہو——؟"

"یہ تو میں نہیں جانتی کہ اس وقت کہاں سے گزر رہی ہوں گاڑی کا یہ ڈبہ چاروں طرف سے بند ہے میں ایک ایمبولنس میں بیٹھ کر فرار ہو رہی ہوں——"

میں نے چونک کر پوچھا۔

"کیا کہا تم نے؟ فرار ہو رہی ہو——؟"

"ہاں۔ تم ساتھ چھوڑ گئے تو میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی نہیں رہ سکتی تھی۔ میں نے کار کی پچھلی سیٹ پر ذرا آگے کھسک کر اچانک ہی ڈرائیور کی گردن دبوچ لی۔ اس کے ہاتھوں میں اسٹیئرنگ بہک گیا گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تو پیچھے آنے والی کار بھی رکتے رکتے دوسری طرف گھوم گئی۔ میں کار کا دروازہ کھول کر فٹ پاتھ پر آئی اور دوکانوں کی درمیانی گلی میں بھاگتی چلی گئی۔"

میں نے پوچھا——"کیا ان لوگوں نے فائرنگ نہیں کی؟"

"وہ کس طرح فائرنگ کر سکتے تھے۔ دور دور تک دکانیں بنی ہوئی تھیں، مردوں، عورتوں اور بچوں کا ہجوم تھا۔ میں نے سوچ کر اس جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ وہ ایسی جگہ تھی کہ میں تقریباً بیس منٹ تک تعاقب کرنے والوں کو چکر دیتی رہی۔ پھر ایک سپر مارکیٹ کے پیچھے ایک وسیع پارک میں پہنچ گئی۔ پارک کے دوسری طرف ایک بڑا سا اسپتال تھا۔ جب میں اسپتال کے کمپاؤنڈ میں پہنچی تو ایک ایمبولنس کا پچھلا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے یہاں ایمبولنس کے اندر آ کر دروازے اندر سے بند کر لیا۔"

"لیکن یہ ایمبولنس کہاں جا رہی ہے؟"

اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کامن سنس کی بات ہے۔ اسپتال سے نکلنے والی خالی ایمبولنس کسی مریض کو کہیں سے لانے جاتی ہے۔ یہ گاڑی بھی یقیناً کسی مریض کو کسی رہائش گاہ سے لے کر اسپتال واپس جائے گی۔ جب یہ کہیں رکے گی تو میں گاڑی کے پچھلے حصے سے نکل کر ڈرائیور کا شکریہ ادا کر دوں گی۔"

"سونیا! تم نے تو کمال کر دیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سپر مارکٹ کی تنظیم کے لوگ اتنے نالائق ہوں گے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی——"تم رائی کو پربت بنا رہے ہو۔ مانا کہ اس تنظیم کے لوگ بے حد خطرناک ہوتے ہیں مگر چالاک اور خطرناک لوگ بھی بعض اوقات لاپرواہ ہو جاتے ہیں۔ پھر میں نے بھی تو انہیں ایک بھرے پرے بازار میں ڈاج دیا تھا۔ جہاں وہ نہ تو گولیاں چلا سکتے تھے اور نہ مجھ سے زور زبردستی کر سکتے تھے۔ اسی لئے وہ چپ چاپ تعاقب کرتے رہے.....؟"

میں نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔

"تمہیں یقین ہے کہ انہوں نے تمہیں اسپتال کے کمپاؤنڈ میں نہیں دیکھا تھا۔؟"

"ہاں یقین ہے۔ ایمبولنس میں پچھلے سے پہلے میں نے چاروں طرف دیکھ لیا تھا کوئی دور تک نظر نہیں آیا۔ اگر وہ دیکھ لیتے تو ایمبولنس کو اسپتال کے کمپاؤنڈ سے نکلنے نہ دیتے۔ پہلی فرصت میں مجھے اس ایمبولنس سے نکال کر لے جاتے۔"

میں نے اطمینان کی سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب تمہیں ایمبولنس سے نکلنے کے بعد کوئی اچھی سی پناہ گاہ تلاش کرنی ہو گی۔ اگر کہیں میک اپ کے ذریعے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی کر لے کام چل جائے تو پھر دشمن تمہیں پہچان نہیں سکیں گے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ تم دیکھتے جاؤ کہ میں کیا کرتی ہوں اور کس طرح انہیں الو بناتی ہوں۔"

آزادی حاصل کر کے سونیا خوش ہو رہی تھی۔ وہ بھی خوش ہو رہی تھی پھر اس کی سوچ نے بتایا کہ ایمبولنس کی رفتار سست ہو رہی ہے اب وہ رکنے والی ہے۔ سونیا بیڈ پر الرٹ کر بیٹھ گئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ایمبولنس کسی مکان کے سامنے رکے گی۔ ڈرائیور مکان کے دروازے پر مکینوں کو اطلاع دینے جائے گا۔ اسی وقت موقع ایمبولنس کا پچھلا دروازہ کھول کر نکل جائے گی۔

ایک منٹ کے بعد ہی ایمبولنس رک گئی۔ سونیا نے اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی۔ پھر جب اسے یقین ہو گیا کہ ڈرائیور مکان کے دروازے کی طرف جا چکا ہے تو اس نے ایمبولنس کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ کھلے ہوئے دروازے کے باہر دو نوجوان ہیٹی گن لئے کھڑے تھے۔ سونیا کا چہرہ دھک سے رہ گیا۔ ایک نوجوان نے کہا۔

"شکر یہ مادام! آپ نے ایمبولنس میں شرارت نہیں کی۔ آرام سے لیٹ کر یہاں تک آ گئیں.....؟"

سونیا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر ایمبولنس سے باہر آ گئی۔ اور چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ دور تک ویرانی ہے قریب ہی ایک طیارہ نظر آ رہا ہے۔ طیارے کے زینے کے پاس بھی ایک مسلح نوجوان کھڑا ہوا ہے اسے مخاطب کرنے والے نوجوان نے کہا۔

"مادام! آپ کی خاطر اسپتال کی ایمبولنس کو تباہ کر کے یہاں لانا پڑا۔ اب آپ چپ چاپ طیارے میں جا کر بیٹھ جائیں ہمیں کسی طرح کی زیادتی پر مجبور نہ کریں۔"

وہ طیارے کی طرف جانے لگی۔ میں نے اسے تسلی دی۔

"سونیا! فکر نہ کرو۔ ہار جیت تو ہوتی ہی رہتی ہے۔ تم فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔ بس ایک بھول ہو گئی۔ تمہیں ایمبولنس میں پہنچنے کے بعد یہ بھی دیکھنا چاہئے تھا کہ اس ایمبولنس کو اسپتال کا کوئی ڈرائیور لے جا رہا ہے یا نہیں۔ بہرحال گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں..... پرواہ نہ کرو۔"

طیارے کے اندر پہنچ کر اس کی سوچ نے کہا۔

"فرار! یہ کوئی مسافر بردار طیارہ نہیں ہے۔ ایسے طیارے صرف جنگی سامان لے جانے یا زخمیوں کو ہیرا شوٹ کے ذریعے کہیں اتارنے کے کام آتے ہیں۔ پتہ نہیں یہ لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟"

میں نے پوچھا۔ "طیارے میں کتنے لوگ ہیں؟"

"چھ مسلح نوجوان ہیں۔ یہ لوگ طیارے کی دونوں طرف کی دیواروں سے لگی ہوئی سیٹوں پر بیٹھے ہیں۔ یہ لوگ مجھے بھی بیٹھنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔"

"تو پھر آرام سے بیٹھ جاؤ۔ جو ہو گا، دیکھا جائے گا۔"

وہ ایک طرف بیٹھتی ہوئی بولی۔

"میں طیارے کے آخری سرے پر ایک کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوں۔ وہ دوسری طرف منہ کئے بیٹھا ہے——ہاں——اب وہ میری طرف پلٹ رہا ہے۔ اوہ یہ تو.....؟"

وہ ایک لمحہ کے لئے ٹھٹک گئی۔ دوسرے لمحہ اس کی سوچ نے بتایا کہ ماسٹر چمپیری عزرا کو اسے دیکھ رہا ہے۔ پھر وہ اسے پہچانتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اسی وقت مسلح نوجوانوں نے اپنی اسٹین گنوں کا رخ اس کی طرف کر دیا ایک نوجوان نے کہا۔

"ماسٹر! آپ نے وعدہ کیا تھا کہ خاموشی سے سفر کریں گے۔"

ماسٹر چمپیری نے غصے سے دانت پیس کر کہا۔

"مجھے یہ نہیں بتایا گیا تھا۔ کہ یہ کتیا بھی میرے ساتھ ہی سفر کرے گی۔"

سونیا نے جلے ہوئے تحمل سے کہا۔

"اے تمہارے ماسٹر کی بینائی کمزور ہے اسے عورت کی جگہ کتیا نظر آ رہی ہے۔"

اس سے پہلے کہ چمپیری اس پر چھلانگ لگاتا۔ چار نوجوانوں نے اسے چاروں طرف سے دبوچ لیا۔ اسی وقت طیارہ حرکت میں آ کر رن وے پر دوڑنے لگا۔ ایک نوجوان نے سونیا کی طرف اسٹین گن کا رخ کرتے ہوئے کہا۔

"مادام! آپ اپنی جگہ خاموش بیٹھی رہیں اور ماسٹر کو اشتعال نہ دلائیں اور ماسٹر آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ مادام سونیا آپ کے ساتھ اس لئے سفر کر رہی ہیں کہ آپ دونوں کی منزل ایک ہے۔ آپ منزل پر....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی طیارہ شدید ہچکولوں میں مبتلا ہوا اور وہ سب گرتے اور پھسلتے ہوئے آخری سرے پر چلے گئے۔ سونیا پہلے ہی سیفٹی بیلٹ باندھ چکی تھی۔ اس لئے وہ حفاظت سے بیٹھی ہوئی ان کے گرنے اور پھسلنے کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوگ سنبھل کر اپنے اپنے سیفٹی بیلٹ کے پاس پہنچ گئے۔ ماسٹر چمپنزی بیلٹ باندھنے کی بجائے اسے دونوں ہاتھوں سے تھام کر بیٹھا رہا۔ اور سونیا کو گھورتا رہا۔ سونیا نے مجھ سے کہا۔

"فرہاد! مجھے اس بن مانس کی حرکتوں پر بہت غصہ آ رہا ہے جی چاہتا ہے، یہیں دو دو ہاتھ کر لوں۔"

"صبر کرو میری جان! اگر تم بھی چمپنزی کی طرح غصہ دکھاؤ گی تو تم دونوں میں فرق کیا رہ جائے گا۔ کیا تم ایسے وقت میری طرح سنجیدگی اور ٹھنڈے دماغ سے کام نہیں لے سکتیں۔ آخر تم نے میری محبت میں رہ کر کیا سیکھا ہے۔؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے تھام کر بولی۔

"ہاں مجھے اپنے دماغ کو ٹھنڈا رکھنا چاہئے۔ میرا خیال ہے جب سے گرلاش نے مجھے بیمار بنایا ہے تب ہی سے میرے مزاج میں گرمی آگئی ہے کئی بار مجھے احساس ہوا کہ میں نہیں بھی غصہ دکھاتی رہتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں سونیا! اب تو تم نارمل ہو۔ میری ہدایات پر عمل کرتی رہو تو تمہارے دماغ سے گرمی نکل جایا کرے گی۔"

آدھے گھنٹے کے بعد ایک نوجوان نے عملہ کے لوگوں کے سامنے کھانے کی ایک ایک ٹرے پیش کی۔ سونیا کھانا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے اسے سمجھایا کہ اسے پیٹ بھر لینا چاہئے۔ پتہ نہیں سفر کب اختتام پر کیا ہونے والا ہے وہ اپنے سامنے ٹرے رکھ کر کھانے لگی۔ سب سے زیادہ خوراک چمپنزی کی تھی۔ اس کے سامنے بکرے کی دو رانیں اور دو سبزی کی دو بوتلیں تھیں وہ پی رہا تھا سالم ران کو دانتوں سے ادھیڑ کر چبا رہا تھا۔ سونیا سوچ رہی تھی۔

"بالکل جانور ہے میں اس کا مقابلہ کیسے کروں گی میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے اور میرے آہنی ناخن بھی چھین لئے گئے ہیں۔"

میں نے کہا "تم فکر نہ کرو۔ اطمینان سے پیٹ بھرتی رہو۔ میں اس درندے سے نمٹ لوں گا۔"

اتنے میں پائلٹ روم سے کسی نے مائک کے ذریعہ کہا۔

"ہمارا جہاز جرمنی کی سرحد پار کر چکا ہے۔ اب ہم ٹرانسلوانیا سے گزر رہے ہیں۔ ہماری منزل گرین لینڈ کا شمالی حصہ ہے منطقہ بارہ شمالی کا یہ حصہ اتنا سرد ہے کہ وہاں سال بھر برف جمی رہتی ہے۔ اس ویران اور بنجر علاقہ سے انسانوں کا گزر نہیں ہوتا۔ جہاں انسان نہیں ہوتے۔ وہاں اناج نہیں ہوتا۔ وہاں آگ نہیں جلتی۔ وہاں صرف موت پکارتی ہے۔ صبح پانچ بجے تک مادام سونیا اور ماسٹر چمپنزی کو موت کی اس آخری منزل پر پہنچا دیا جائے گا۔"

یہ سنتے ہی سونیا نے پریشان ہو کر کہا۔

"فرہاد! میں تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ کمینہ پرلاٹر مجھے سردی سے ٹھٹھر کر مرنے کے لئے اس برفانی علاقہ میں بھیجے گا مجھے تو ابھی سے سردی لگ رہی ہے۔ خدا کے لئے کچھ کرو۔"

میں خود پریشان ہو گیا تھا اور کسی صورت میں یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ سونیا وہاں جا کر پھنس جائے۔ سونیا نے میری خاموشی سے گھبرا کر آواز دی۔

"فرہاد! تم کہاں ہو؟ ایسے وقت ساتھ چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

"میں تمہارے پاس موجود ہوں سونیا! اور تمہارے بچاؤ کی تدبیر سوچ رہا ہوں۔"

"سوچا کیا ہے۔ اب تو ٹیلی پیتھی کو کام میں لاؤ۔ یوگا آرمی کے لوگ اس جہاز میں نہیں ہوں گے۔"

میں نے کہا "یوگا آرمی کے لوگ ہوں گے تب بھی میں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار آزماؤں گا۔ لیکن اس سے پہلے ہر پہلو پر غور کرنا چاہئے۔ میں نے مائک کے ذریعے پائلٹ کی آواز سنی ہے۔ میں اس کے دماغ کو کنٹرول کر سکتا ہوں۔ اسے جہاز کا راستہ بدلنے پر مجبور کر سکتا ہوں۔ اگر وہ مجبور نہ ہوا تو اس کے دماغ میں پھل جا سکتا ہوں۔ لیکن اس طرح جہاز کہیں گر کر تباہ ہو جائے گا۔ اور اس جہاز میں تم بھی موجود ہو۔"

سونیا نے کہا "پائلٹ کو صرف اس حد تک کنٹرول کرو کہ وہ تمہاری مرضی کے مطابق جہاز کا رخ بدل دے۔"

میں نے پھر اسے سمجھایا۔

"جہاز اپنی منزل مقصود سے پلٹ کر کسی بھی ملک میں جائے گا تو پائلٹ یہی بیان دے گا کہ فلائنگ کے دوران اس کی دماغی حالت درست نہیں تھی۔ تنظیم کے ماسٹروں کو شبہ ہو گا کہ ایک نارمل پائلٹ کی سوچیں کیسے بدل گئیں۔ اگر پائلٹ کو ماسٹروں تک پہنچنے سے پہلے ہی مار ڈالا جائے۔ تو اس کے ساتھ جہاز میں سفر کرنے والے چھ مسلح جوانوں اور ماسٹر چمپنزی کو بھی ختم کرنا ہو گا۔ جہاز بغیر پائلٹ کسی ملک میں پہنچ جائے اور اس کے بعد جہاز کے سب لوگ مارے جائیں اور صرف تم زندہ سلامت رہ جاؤ۔ تو یہ بھی شبہ کی بات ہو گی۔"

اس نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بات ہے فرہاد! پہلے تم ہر پہلو پر غور نہیں کرتے تھے۔ بے خوف خطر آگ اور خون کے دریا میں سے گزر جاتے تھے۔ اب یہیں کیا ہو گیا ہے۔؟"

"میری جان! پہلے میں جسمانی طور پر تمہارے ساتھ ہوتا تھا جو خطرات پیش آتے تھے انہیں میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لہو ان کی نوعیت کو سمجھ کر ان کا مقابلہ کرتا تھا۔ لیکن اب حالات مختلف ہیں۔ میں صرف دماغی طور پر تمہارے ساتھ ہوں۔ تم جس خطرناک پیچیدگی اور سوچتی ہوئی صورتحال میں تمہارے موجودہ ماحول کو سمجھتا ہوں۔"

میں نے اسے اچھی طرح سمجھانے کے لئے پہلی ناکامی کی مثال دی۔

"اب یہی دیکھو سونیا! کہ ایمبولینس میں چھپنے کے بعد تم آس پاس کی دنیا سے غافل ہو گئی تھیں۔ اگر تم ایمبولینس میں سفر کرنے کے دوران باہر دیکھتیں تو میں بھی تمہاری سوچ کے ذریعے دشمنوں کی چال کو سمجھ لیتا۔ لیکن تم نے ہر طرف سے اطمینان ظاہر کر کے مجھے بھی مطمئن کر دیا تھا۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔

"واقعی یہاں میں صرف اپنی آنکھ سے دیکھتی ہوں میرے ساتھ فرہاد کی دور رس نگاہیں نہیں ہیں۔ یہاں میں صرف اپنے دماغ سے سوچتی ہوں اور جو سوچتی ہوں، فرہاد اسی کی روشنی میں مجھے مشورے دیتا ہے میں یہ کیوں بھول گئی کہ آزمائش کی گھڑیوں میں میرا فرہاد دیسا انگیز ذہانت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ پتہ نہیں میرے دماغ کو کیا ہو گیا ہے۔"

"سونیا! تمہارے دماغ کو کچھ نہیں ہوا۔ صرف پریشان ہونا اور غصہ کرنا چھوڑ دو۔"

"ہاں اب میں اپنے دماغ کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کروں گی۔"

"بہتر ہے کہ اب تم سکون سے سو جاؤ۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ کیا ان حالات میں نیند آ سکتی ہے؟"

"کیوں نہیں آ سکتی۔ ان حالات کو سمجھ کر ہی تمہیں سونا چاہئے پائلٹ کی اطلاع کے مطابق صبح پانچ بجے سفر ختم ہو گا۔ تمہیں چار بجے تک نیند پوری کر لینی چاہئے۔ پھر پتہ نہیں کب سونے کا موقع ملے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں سونے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"پہلے ایک نظر چمپنزی پر ڈالو۔ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ دیکھنے اور سوچنے لگی تو مجھے پتہ چلا کہ وہ وہسکی کی دو بوتلیں خالی کرنے کے بعد مدہوشی میں جھوم رہا تھا۔ مسلح نوجوانوں نے اس کو سیفٹی بیلٹ سے باندھ دیا تھا۔ میں نے کہا۔

"میں اس کے مدہوش دماغ میں جھانک کر دیکھوں گا۔ اب تم آنکھیں بند کر دو۔"

سونیا نے خود کو کمبل میں اچھی طرح لپیٹ لیا۔ پھر آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگی۔ میں اس کے دماغ میں ہولے ہولے کہنے لگا۔

"میں سکون ہی ہوا۔ میرا ذہن پُرسکون ہے۔ آنے والی مصیبتیں اپنے وقت پر آئیں گی۔ نیند کو بھی اپنے وقت پر آنا چاہئے۔ اور مجھے نیند آ رہی ہے میں سو رہی ہوں۔ میں سو رہی ہوں.....؟"

پانچ منٹ کے بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ اسے خیال خوانی کی لوری دینے کے بعد میں چمپنزی کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ یوگا کے ماسٹر تن رنگ نے درست کہا تھا کہ شراب اور شباب میں مست رہنے والے یوگا کی مشقوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے چمپنزی اگر کامیاب ہوتا تو پہلے اُگ کے دماغ میں جھانکتے ہی وہ سانسوں کے الارم سے چونک جاتا لیکن وہ بے حس رہا اور میری سوچ کی لہریں اس کے نشے زدہ دماغ کو پڑھنے لگیں۔

نشہ کے باعث اس کی سوچیں بے ترتیب تھیں۔ میں اس کے دماغ سے اس کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن وہ آرام کا وقت تھا۔ میں بھی تھوڑی نیند پوری کر کے پیش آنے والے خطرات کا سامنا کرنے کے لئے تازہ دم ہو جاتا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ چمپنزی کو گہری نیند سلا دیا جائے۔ تاکہ وہ سونیا کو سونے کے دوران کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"نائن سنس میں نے بہت زیادہ پی لی ہے۔ اب مجھے سو جانا چاہئے.....؟"

"نو۔ نیور.....؟" وہ نشہ میں بڑبڑانے لگا۔ "میں جاگتا رہوں گا جب یہ پہریدار سو جائیں گے تو میں اس سالی کے پہلے کپڑے اتاروں گا پھر اس کی کھال اتاروں گا۔ پھر اس کی بوٹیاں چباؤں گا پھر اس کی ہڈیاں.....؟"

میں نے اس کی سوچ میں سمجھایا۔

"کل صبح سونیا کی بوٹیاں چبانے کا بہت موقع ملے گا۔ کیونکہ اس ویران علاقہ میں وہ میرے ساتھ تنہا ہو گی۔ کوئی مجھے روکنے والا نہ ہو گا اس لئے ابھی آرام سے سو جانا چاہئے۔ اور میں سو رہا ہوں۔ میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔"

اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ میں نے ذرا سی دیر میں اس کے دماغ کو ٹھک ٹھک کر سلا دیا۔ اور اس کے خواہیدہ ذہن کو سمجھا دیا کہ صبح جاگنے سے پہلے اس کی آنکھ نہیں کھلے گی۔ اس کی طرف سے اطمینان ہونے کے بعد میں نے آنکھیں کھول لیں۔ سامنے لکڑی کے صندوق پر کھانے کے لئے کچھ نمکین چیزیں اور مٹھائیاں رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ پانی پیا۔ پھر ایک سگریٹ سلگا کر آنکھیں بند کرتے ہوئے جہاز کے پائلٹ کی آواز اور گھنٹہ کے لہجے کو یاد کرنے لگا۔ چند لمحوں میں میری سوچ اس کا لہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔

یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ پائلٹ کا تعلق یوگا آرمی سے نہیں تھا میں بآسانی اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی۔ کہ جہاز کو ہیٹر کے ذریعے گرم رکھا گیا ہے ورنہ باہر ایسی غضب کی سردی ہو گی کہ دل کی دھڑکنیں برف کی طرح جم جائیں گی۔ میں نے اس

کی سوچ میں کہا۔

"بے چاری سونیا۔ جہاز سے باہر نکلتے ہی اس کی قلفی جم جائے گی۔"

اسس کی سوچ نے کہا۔

"ہاں! اسے گرم کپڑے دیئے جائیں گے۔ اس کے باوجود وہ سردی برداشت نہیں کر سکے گی۔"

میں نے کہا "تم دیکھو تو جہاز کہاں سے گزر رہا ہے۔"

وہ فاصلہ بتانے والے آلے کو دیکھنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ جہاز نارتھ کی سرحد پار کر چکا ہے۔ اور اب اسس لینڈ کی طرف جا رہا ہے۔ رات کے ایک بجے وہ آئس لینڈ سے گزریں گے۔ تین بجے گرین لینڈ کی فضا میں پرواز کریں گے۔ جہاز قطب شمالی کی طرف جائے گا پھر سونیا اور چمپیری کو پیراشوٹ کے ذریعے ۸۰ ڈگری شمال اور ۳۰ ڈگری مغرب کے سمندر میں اتارا جائے گا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"سونیا کو تو موت کی سزا دینے کے لئے اس سرد جہنم میں پھینکا جا رہا ہے لیکن ماسٹر چمپیری بھی تو سرد عذاب میں مبتلا ہوگا۔ کیا وہ ایک ہفتہ تک وہاں زندہ رہ سکے گا؟"

اسس نے اس کی سوچ نے کہا۔ "وہ کیوں زندہ نہیں رہے گا وہاں جانے والے اسے پناہ دیں گے۔"

یہ میرے لئے نئی اطلاع تھی کہ اس برفانی علاقے میں تنظیم کے کچھ لوگ پہلے سے موجود ہوں گے۔ میں توجہ سے اس کے ذہن کو پڑھنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی۔ کہ اس برفانی علاقہ کے شمال مغرب کی طرف برف کی تہہ میں چھپے ہوئے دو کیبن ہیں۔ ایک کیبن میں پانچ آدمی اور دوسرے چھوٹے کیبن میں ایک درجن قطبی کتے رہتے ہیں۔ جو برف گاڑی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کھینچ کر لے جاتے ہیں۔

اس سرد جہنم کے کیبن میں جو پانچ آدمی ہیں انہیں زندگی گزارنے کی تمام سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ تنظیم کے لوگ ایک بہت بڑے ملک کی طرف سے ایٹمی دھماکوں کے سلسلے میں وہاں پر قیام کرتے ہیں ان میں سے ایک ماہر موسمیات ہے۔ دوسرا سائنسدان ہے جو ایٹمی دھماکوں کے نتائج ریکارڈ کرتا ہے۔ باقی تین بہت ہی تجربہ کار فوجی جوان ہیں جو بہترین فائیٹر اور نشانہ باز ہیں۔ وہ تینوں سائنسدان کے باڈی گارڈ ہیں۔

پائلٹ کی سوچ سے پتہ چل رہا تھا کہ ماسٹر چمپیری کو بھی سزا دینے کے لئے وہاں بھیجا جا رہا تھا۔ اس نے ایک بار سپر ماسٹر کی موجودگی میں گستاخی کی تھی۔ اس کی گرم مزاجی سے دوسرے ماسٹر بھی نالاں تھے اگر چمپیری کو یہ معلوم ہو جاتا کہ اسے سزا کے طور پر اس سرد علاقے میں بھیجا جا رہا ہے تو وہ کبھی ادھر کا رخ نہ کرتا۔ اس سرپھرے کو یہ سمجھایا گیا تھا کہ اس کی خواہش کے مطابق سونیا کو شکار کرنے کے لئے اس علاقہ میں چھوڑا جا رہا ہے پھر ایک ہفتہ بعد اسے واپس بلا لیا جائے گا۔

اور اسے واپس جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ اسے اس سرد علاقے میں رکھ کر اس کے دماغ کی گرمی ختم کی جائے۔ سپر ماسٹر بہت ہی ٹھنڈے دماغ سے اپنے آدمیوں کو ان کی غلطیوں کی سزا دیتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"لیکن ماسٹر چمپیری جیسا سرپھرا درندہ وہاں قیدی بن کر نہیں رہے گا۔ وہ غصے کی حالت میں کیبن کے ان پانچوں آدمیوں کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

پائلٹ اپنے طور پر سوچنے لگا۔

"وہ نقصان پہنچا سکے گا یا نہیں، یہ سوچنا میرا کام نہیں ہے۔ سپر ماسٹر پھر سوچ کر اسے اس جہنم میں پھینک رہا ہے۔ پتہ نہیں، میں یہ سب کچھ کیوں سوچ رہا ہوں۔ مجھے اپنی میرپاک کے متعلق سوچنا چاہئے۔ وہ میری واپسی کا انتظار کر رہی ہوگی۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا۔

"اگر کسے پہلے تم میری سونیا کو سرد جہنم میں پہنچا کر اپنی میرپاک کی گرم باہنوں میں نہیں جا سکو گے.....؟"

میں نے آنکھیں کھول کر اپنی جھونپڑی کو دیکھا۔ پھر رسٹ واچ پر نظر ڈالی۔ رات کے بارہ بجنے والے تھے۔ میں جھولے پر آ کر لیٹ گیا پھر آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ ٹھیک تین بجے میری آنکھ کھل جائے۔ میں اس معاملے میں خوش نصیب ہوں کہ مجھے ہر حال میں نیند آ جاتی ہے اور میں وقت کی پابندی سے سوتا اور جاگتا ہوں۔

ٹھیک تین بجے میری آنکھ کھل گئی۔ جھونپڑی میں لالٹین روشن تھی۔ سونے سے پہلے میں اسے بجھانا بھول گیا تھا۔ جھونپڑی کے باہر دور تک رات کی تاریکی اور سناٹا تھا۔ میں جھولے سے اتر کر باتھ روم میں گیا۔ جب وہاں سے واپس آیا تو دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ منزا کی ماں ایک بڑے سے مگ میں گرما گرم چائے لئے کھڑی تھی اس نے شاداں کی زبان میں کہا۔ کمرے میں لالٹین روشن ہے وہ یہ سوچ کر کہ میں جاگ رہا ہوں، میرے لئے چائے لے آئی۔

واقعی اس وقت چائے کی طلب ہو رہی تھی۔ میں نے بھی اشاروں کی زبان میں اس کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اسے سمجھایا کہ میں چائے پینے کے بعد سو جاؤں گا۔ اور کل دیر تک سوتا رہوں گا۔ اس لئے کوئی مجھے جگانے نہ آئے۔ وہ میری باتیں سمجھ کر چلی گئی۔ میں دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد ایزی چیئر پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت چار بجنے میں بیس منٹ باقی تھے۔ میں لالٹین کو سمجھا کر چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

وہ اب تک گہری اور پرسکون نیند کے مزے لے رہی تھی میں

نے بڑے پیار سے کہا۔

"میری جان! اب اس دماغ میں خواب نہیں فراڈ ہے چلو اب بیدار ہو جاؤ۔"

وہ خواب میں میری آواز سن کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ اسس نے کہا۔

"فراڈ! تم میرے قریب ہو۔ میرے قریب ہی رہو۔ میں بیدار نہیں ہونا چاہتی۔ آنکھ کھلتے ہی تم چلے جاؤ گے۔"

"جان من مجبوری ہے۔ اب جاگتے رہنے کا وقت آ گیا ہے شاباش آنکھیں کھول دو۔"

اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ پھر اسے ہوش آیا کہ وہ خواب کی جنت میں نہیں بلکہ کسی جہنم میں جانے کے لئے جہاز میں سفر کر رہی ہے۔ میں نے کہا۔

"سونیا! گھبراؤ نہیں، میں تمہارے پاس ہوں۔"

"شکر یہ فراڈ!" وہ مطمئن ہو کر چمپیری کی جانب دیکھنے لگی۔ دونوجوان اسے جھنجھوڑ کر بیدار کر رہے تھے۔ میں نے اپنے رسٹ واچ کو دیکھا۔ ابھی چار بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ میں نے اسے اپنا معمول بنا کر چار بجے تک سونے کے لئے حکم دیا تھا لہٰذا وہ پانچ منٹ سے پہلے بیدار نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک نوجوان نے سونیا کی طرف ایک پیالی کافی بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مادام! آپ ایک گھنٹہ کی مہمان ہیں۔ کچھ اور کھانے پینے کی خواہش ہو تو طلب کریں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔

"شکریہ! یہ کافی، کافی ہے۔"

نوجوان نے بڑی آہستگی سے کہا۔

"مادام! میں آپ سے بہت متاثر ہوں آپ ایسے وقت میں زندہ دلی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ مجھے دلیر عورتیں پسند ہیں۔"

"صرف پسند کرتے ہو، یا ان کے کام بھی آتے ہو۔؟"

"میں آپ کا مطلب سمجھ گیا مادام! لیکن مجھے افسوس ہے میں اپنے ماسٹر کا وفادار ہوں۔ آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

"کوئی بات نہیں ہے....." سونیا کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی لیکن مائک پر پائلٹ کی آواز سنائی دی۔

"ہم وقت مقررہ پر اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے مادام سونیا اور ماسٹر چمپیری آپ ہم سے رخصت ہونے کے لئے تیار ہو جائیں۔"

ایک نوجوان سونیا کے پاس ایک بڑا سا تھیلا لے آیا پھر اسے کھولتے ہوئے بولا۔

"آپ کے لئے کچھ ضروری چیزیں اور گرم لباس ہیں۔ آپ اسے فوراً پہن لیں۔"

سونیا نے دور چمپیری کی طرف دیکھا۔ وہ بیدار ہو گیا تھا۔ اور لباس بدل رہا تھا۔ وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر لباس پہننے لگی اسس نے اپنی پتلون کے اوپر ایک اور پتلون پہنی۔ جو برفانی ریچھ کی کھال سے بنائی گئی تھی۔ جیکٹ کے اوپر اسس نے ڈاکوٹ پہنا۔ پھر برفیلی سول کے جوتے اتار کر سیل (دریائی بچھڑے) کی کھال کے بنے ہوئے لگ جوتے پہننے لگی۔

اسس لباس کے باعث اس کا بدن اچھی طرح گرم ہو گیا تھا۔ اسے ایک پیالی کافی اور دی گئی جب وہ کافی پینے لگی۔ تو ایک نوجوان نے اس کے پاس ایک ٹارچ اور لوہے کی ایک سلاخ رکھتے ہوئے کہا۔

"سپر ماسٹر کا حکم ہے کہ آپ کو کوئی ہتھیار نہ دیا جائے۔ صرف یہ آہنی سلاخ اس لئے دی جا رہی ہے کہ برفیلی زمین قدم قدم پر خطرناک ہوتی ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اگلے قدم پر ٹھوس برف ہوگی یا بھربھری برف کی تہہ میں گہری کھائی ہوگی۔ آپ اس آہنی سلاخ سے راستہ ٹٹول کر آگے بڑھ سکیں گی۔"

سونیا کی سوچ نے مجھ سے کہا۔

"سن رہے ہو فراڈ! مجھے کیسی جگہ پھینکا جا رہا ہے پیچھے وہ درندہ چمپیری ہوگا۔ اور آگے قدم قدم پر خطرناک گڑھے ہوں گے۔"

میں سن رہا ہوں سونیا! مگر اس بات کا اطمینان ہے۔ کہ راستوں کو سمجھنے کے لئے تمہارے پاس ٹارچ اور آہنی سلاخ ہوگی۔ تم صرف آگے بڑھتے وقت محتاط رہنا۔ پیچھے آنے والے چمپیری سے میں نمٹ لوں گا۔" اتنے میں پھر پائلٹ کی آواز سنائی دی۔

"مادام سونیا اور ماسٹر چمپیری! ٹھیک پندرہ منٹ بعد آپ دونوں کے لئے جہاز کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ آپ پیراشوٹ کے ساتھ تیار رہیں۔"

سونیا نے اسنوماسک پہن لیا۔ اس ماسک میں وہ سر سے گردن تک چھپ گئی تھی۔ اب اس کا چہرہ اور اس کے کان سرد ہواؤں سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ آنکھوں کو برف کے ذرات سے محفوظ رکھنے کے لئے اس نے اسکائی لائٹ کا چشمہ پہن لیا۔ ٹارچ اور آہنی سلاخ کو کمر کے بیلٹ سے باندھ لیا۔ دونوجوان پیراشوٹ کا فولڈ کیا ہوا رکٹ اس کی پشت پر رکھ کر اس کے سینے اور کمر سے باندھنے لگے۔

چمپیری کے ساتھ بھی یہی کیا جا رہا تھا۔ لیکن اس کے پاس سونیا سے زیادہ سامان تھا۔ اس کے ہولسٹر میں ایک ریوالور تھا۔ اور کمر کے دوسری طرف ٹارچ اور ٹیلی سکوپ (دوربین) لگی ہوئی گن لٹک رہی تھی۔ اس کے لئے کھانے پینے اور آگ جلانے کا سامان، آئل برنر اور برف گاڑی کو ایک الگ پیراشوٹ کے ذریعے جہاز سے گرانے کا انتظام کیا گیا تھا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد جہاز کا دروازہ کھلتے ہوئے پہلے سونیا

کو باہر چھلانگ لگانے کے لئے کہا گیا۔ میں نے اسے حوصلہ دیا۔

"کم آن سونیا! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ چھلانگ لگا کر تین سیکنڈ کے بعد پیراشوٹ کا ہک کھول دینا....."

حوصلہ پاتے ہی اس نے چھلانگ لگا دی۔ باہر ایسی تیز ہوا اور انجانی پستی تھی کہ اس کا دم الجھنے لگا۔ میں نے فوراً ہی اس کی سوچ کو کنٹرول میں لے کر کہا۔

"ریلیکس۔ انس روک لی ہے۔ اب میری سانسیں نہیں الجھیں گی۔ میں پیراشوٹ کھول رہی ہوں....."

اس سوچ کے مطابق وہ عمل کر رہی تھی۔ پیراشوٹ کے کھلتے ہی پستی میں گرنے کی رفتار سست پڑ گئی۔ وہ اعتدال سے سانس لینے لگی۔ اس کے چاروں طرف دھند پھیلی ہوئی تھی آسمان کہاں ہے، زمین کدھر ہے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس سناٹے میں صرف طیارے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ چمپیزی کو اور اس کے سامان کو اتارنے کے لئے ایک محدود دائرے میں چکر کاٹ رہا تھا۔

جب سونیا کے پاؤں برف کی ٹھوس سطح سے ٹکرائے تو مجھے اطمینان ہوا۔ وہ اوندھے منہ گر پڑی تھی۔ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے سہارا دیا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بخیریت زمین پر پہنچ گئی ہوں مجھے فوراً ہی پیراشوٹ کی بندشوں سے آزاد ہونا چاہئے۔"

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ سردی سے کانپ رہی ہے گرم لباس اسنو ماسک، چمڑے کے دستانے اور سیل کے گرم جوتے اس سرد علاقہ میں پہلے جیسے حرارت بخش نہیں تھے۔ ایسی جگہ جہاں حدِ نظر تک برف ہی برف ہو۔ زمین نظر نہ آتی ہو۔ حتیٰ کہ آسمان بھی دکھائی نہ دیتا ہو وہاں یہ دنیا صرف ایک برف خانہ لگتی ہے سونیا کو بھی یوں لگ رہا تھا جیسے اسے برف کی ایک وسیع قبر میں دفن کر دیا گیا ہو۔

وہ پیراشوٹ سے آزاد ہونے کے بعد اپنے سینے پر دونوں ہاتھوں کی قینچی بنائے تھر تھر کانپ رہی تھی اور مجھ سے کہہ رہی تھی۔ "فرہاد! یہاں آتے ہی میں سمجھ گئی ہوں کہ میری موت اسی جگہ لکھی ہے۔ مجھ میں سردی سے کانپنے کی بھی سکت نہیں ہے۔ میرا سینہ دکھ رہا ہے۔"

"سونیا تم نہ کہو، تب بھی میں تمہارے دماغ سے تمہاری سرد تکلیفوں کو سمجھ رہا ہوں۔ اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ تم میں قوتِ برداشت بہت زیادہ ہے۔ تم عام عورتوں کی طرح کمزوری ظاہر نہ کرو۔ صرف تھوڑی دیر کے لئے اجازت دو! اور تم اسی جگہ کھڑی رہو۔ میں ابھی واپس آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے فوراً ہی پائلٹ کی خبر لی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ طیارے کے دوسرے چکر پر چمپیزی نے چھلانگ لگائی تھی تیسرے چکر پر اس کا سامان پیراشوٹ سے باندھ کر گرایا گیا تھا۔ اور اب طیارہ چوتھا اور آخری چکر کاٹ کر واپس جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ایک چکر اور....."

"نہیں۔" اس کی سوچ نے انکار کیا "اب واپس جانا چاہئے۔"

میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا تو جہاز ڈگمگانے لگا۔ اس نے اپنے کو سرکو جھٹک کر سنبھالنے کی کوشش کی۔ میں کب اسے سنبھلنے کا موقع دے سکتا تھا۔ جہاز اس کے کنٹرول میں تھا اور اس کا دماغ میرے کنٹرول میں تھا۔ میں اس کے دماغ کو جہاں موڑتا تھا جہاز ادھر مڑ جاتا تھا۔ کبھی دائیں، کبھی بائیں، کبھی فضا میں کروٹیں بدلتا تھا۔ میں اس کے دماغ کے مائیکرو فون سے سنتے نوجوان افراد کی چیخیں سن رہا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر اس سے پوچھ رہے تھے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

وہ تمام نوجوان سیفٹی بیلٹ سے بندھے ہوئے تھے وہ بیلٹ کھول کر پائلٹ روم کے دروازے تک نہیں جا سکتے تھے۔ کیونکہ جہاز قلابازیاں کھا رہا تھا۔ میں زیادہ دیر تک یہ تماشہ نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ مجھے سونیا کی فکر تھی۔ میں نے آخری بار پائلٹ کے دماغ کو جھٹکا دیا۔ کہ وہ طیارے کو نیچے لے جائے۔ برف کے صحرا میں جہاز کے بخیریت اترنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ تیزی سے نیچے آیا۔ پھر برف کی ٹھوس سطح کو توڑتا ہوا کچھ آگے جا کر برف میں دھنس گیا۔

جہاز میں بیٹھنے والے فی الحال بخیریت تھے پائلٹ بے ہوش ہو گیا تھا۔ میں یہی چاہتا تھا کہ وہ اس علاقہ میں زندہ رہیں تاکہ سونیا کو سود مذاب میں مبتلا کرنے والے خود سردی سے سٹھر کر مر جائیں یا کیبن تک پہنچ کر سٹیرامٹر سے امداد طلب کریں اس طرح کھانے پینے اور ذہنی عذاب کے سارے سامان وہاں پہنچے گا اور سونیا اس میں سے اپنا حصہ جھپٹ لیا کرے گی۔

میں سونیا کے پاس واپس آ گیا۔ وہ اسی طرح اپنے سینے پر دونوں ہاتھوں کی قینچی بنائے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اور خود اپنے دماغ کو سمجھا رہی تھی کہ وہ بزدل اور کمزور نہیں ہے اس غضب ناک سردی کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ میں نے کہا۔

"ہاں سونیا! ابتدا میں ہر مصیبت ناقابلِ برداشت معلوم ہوتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ برداشت کی عادت ہو جاتی ہے۔ ایک شاعر نے اسی حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے "مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں..... لہٰذا اب ہاتھ پاؤں کو حرکت دو۔ چپ چاپ کھڑی رہو گی تو برف کی طرح جم جاؤ گی۔"

وہ آگے بڑھنے کے لئے اپنی کمر سے آہنی سلاخ کو علیحدہ کرتی

ہوئی بولی۔

"میرے چاروں طرف سفید دھند چھائی ہوئی ہے۔ آگے پیچھے کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ میں کہاں جاؤں؟"

میں نے کہا۔ "ٹارچ کی روشنی میں کسی بھی سمت بڑھتی رہو تاکہ جسمانی حرکت سے حرارت پیدا ہوتی رہے۔ میں چمپیزی کی خبر لیتا ہوں اور یہ معلوم کرتا ہوں کہ وہ کس طرح راستے کا تعین کرتا ہے۔"

چند لمحے بعد میں سونیا سے رخصت ہو کر چمپیزی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سامان کا بنڈل کھول کر انہیں برف گاڑی میں رکھ رہا تھا اس سامان میں طبی امداد کے لئے فرسٹ ایڈ باکس بھی تھا اور ایک چھوٹے سے پیکٹ میں قطب نما تھا جس کے ذریعے وہ شمال مغرب کی طرف بنے ہوئے کیبن کی سمت معلوم کر سکتا تھا ایک پیکٹ میں ایک مقناطیسی آلہ بھی تھا۔ جیسے ہی اس نے آلہ کو ہاتھ میں لے کر دیکھا تو اس کی مقناطیسی سوئی اس طرف گھومی ہوئی تھی۔ جہاں لوہے کی سلاخ تھی اور لوہے کی سلاخ سونیا کے پاس تھی۔

تب پتہ چلا کہ وہ کس طرح کامیابی سے سونیا کا تعاقب کرتا ہوا اس کے پاس پہنچے گا۔ اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"ہا ہا ہا۔ سالی بچ کر کہاں جائے گی۔ پہلے اس بوتل سے پانی لوں۔ پھر اس کا خون پیوں گا۔ ہا ہا ہا ہا....."

وہ بوتل کھول کر پھر اسے منہ سے لگا کر پینے لگا۔ میں نے اس کے دماغ میں ایک سوال پیدا کیا۔

"مقناطیسی آلے کی سوئی صرف سونیا کی آہنی سلاخ کی نشاندہی کیوں کر رہی ہے آخر میرے پاس بھی تو فولاد سے بنا ہوا ریوالور اور گن موجود ہے۔ مقناطیسی سوئی اس فولاد کی طرف کیوں نہیں ہے....."

اس نے چند گھونٹ فٹافٹ پینے کے بعد کہا۔

"سالا پیتے ہی دماغ میں الٹی سیدھی بات آنے لگی۔ بھلا سوئی میری طرف کیوں رہے گی ریوالور اور گن چمڑے کے ہولسٹر اور تھیلے میں ہیں۔ برف گاڑی اینٹی سیپٹک ہے اس لئے یہ مقناطیسی سوئی صرف اس آہنی سلاخ کی نشاندہی کرے گی، جو سونیا کے پاس ہے۔"

یہ سوچتے ہوئے اس نے پھر بوتل منہ سے لگائی اور چند گھونٹ پینے کے بعد سونیا کو گالی دینا چاہتا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس کی سوچ میں کہا۔ "سونیا کتنا پیارا نام ہے۔ جیسے یہ نام میری بہن کا ہو۔"

اس نے ایک دم سے جھلا کر بوتل پٹخ دی۔ پھر چیخ کر بولا۔

"میری کوئی بہن نہیں ہے۔"

"ماں تو ضرور ہو گی؟"

"میری کوئی ماں نہیں ہے۔"

"پھر میں پیدا کیسے ہوا؟" میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر غم و غصہ سے کانپنے لگا

غم و غصہ کا یہ مطلب ہوا کہ اسے غصہ کے علاوہ کسی بات کا غم بھی تھا۔ میں نے اس کے اندر بیٹھ کر پہلی بار اس بے حس درندے کو ذرا پگھلتے دیکھا۔ اس کا دل رو رہا تھا۔ اور وہ کہہ رہا تھا۔

"میری کوئی ماں نہیں ہے۔ آہ..... پتہ نہیں مجھے کس نے پیدا کیا اور کیوں مجھے ایک گندی نالی میں پھینک کر چلی گئی۔ چلی گئی۔"

اس کی آواز برف کے صحرا میں یہاں سے وہاں تک گونجنے لگی۔

"مجھے عورت ذات سے نفرت ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ماں کا یہ مقدس رشتہ کیا ہوتا ہے۔ ہوتا ہے۔ تا ہے۔ تا ہے....."

آواز کی بازگشت زمینی پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہی تھی۔ وہ اچانک ہی برف کی ٹھنڈی گودیں گر کر رونے لگا۔ کیونکہ ایک منٹ سے چمپیزی کو گود کی گرمی نہیں ملی تھی۔ اس کے لئے دنیا کا ہر رشتہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ انسان کیسا ہی درندہ ہو، کیسا ہی پتھر ہو، کوئی مرد یا عورت اسے ضرور ایک دن رلاتی ہے۔ مگر کوئی بھی نہ ہو۔ وہ اڑتے ہوئے بادل کی طرح گزر جاتا ہے۔ وہ پھر بوتل اٹھا کر غم غلط کرنے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"مجھے یہاں سے اٹھنا چاہئے۔ اگر میں اس کا تعاقب نہیں کروں گا تو وہ کہیں دور نکل جائے گی۔"

وہ آدھی بوتل خالی کرنے کے بعد اٹھ گیا۔ اس نے بوتل کو برف گاڑی کے سامان میں رکھا۔ پھر چرمی لگام کو دونوں شانے اور بغل میں لے کر اس گاڑی کو کھینچتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ وہ مقناطیسی آلہ کی سوئی کو دیکھتا جا رہا تھا۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر پوچھا۔

"میری جان! کیا حال ہے؟"

وہ آہنی سلاخ کی نوک کو برف پر مارتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ کیا میرے دماغ میں بیٹھ کر تم میری تکلیف کا احساس نہیں کر سکتے۔؟"

"سونیا! آزمائش کی گھڑیوں میں تم نے کب تکلیفیں برداشت نہیں کیں۔؟"

"اب تک ہم لہو میں حرارت پیدا کرنے والی آزمائشوں سے گزرتے رہے۔ لیکن یہ آزمائش ایسی ہے کہ سر کی چوٹی سے پاؤں کی ایڑی تک نام کو بھی حرارت نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اس کے باوجود تمہارے اندر پہلے جیسی کپکپاہٹ نہیں ہے سردی اپنی جگہ ہے۔ مگر تم میں برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا ہو چکا ہے۔"

"ہاں موت کو سامنے دیکھ کر یوں بھی حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ چمپیزی کے متعلق بتاؤ۔ وہ کس طرح اس اندھیرے ماحول میں میرا تعاقب کرے گا؟"

میں نے اسے مقناطیسی آلے کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔

"تم آہنی سلاخ کو نہیں پھینک سکتیں۔ تمہیں اس کے سہارے آگے

بڑھنا ہے لہٰذا چمپنزی کو اپنے قریب آنے دو۔ اس سے تو مقابلہ کرنا ہی ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے تمام سامان پر تمہارا قبضہ ہو جائے۔"

"دیکھو کیا ہوتا ہے؟ تم سوچتے کچھ ہو، ہوتا کچھ ہے۔ ہم دونوں کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ پُراسرار مجھے اُس سرد جہنم میں بھیج دے گا۔"

وہ بڑبڑاتی جا رہی تھی۔ نفسیاتی طور پر وہ مسلسل بڑبڑاتی ہوئی سردی کے احساس کو مٹا رہی تھی۔ میں نے اسے چھوڑ کر دہانے کے پائلٹ کی طرف تو دیکھا لیکن اس کے دماغ نے میری سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کیا۔ وہ سردموت کی تاریکی میں گم ہو گیا تھا۔

جس نوجوان نے سونیا کو جہاز میں کافی پلائی تھی اور اس نے کہا تھا "مادام! میں آپ سے بہت متاثر ہوں۔" میں اس نوجوان کے دماغ میں جھانکنے لگا وہ جہاز کے اندر کیبل میں سر سے پاؤں تک لپٹا ہوا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کے چار ساتھیوں کی بھی یہی حالت تھی باقی ایک ساتھی اس وقت مر گیا تھا۔ جب وہ سیفٹی بیلٹ سے آزاد ہو کر پائلٹ روم کی طرف جا رہا تھا اور ایسے ہی وقت جہاز برف کی سطح سے ٹکرا کر دھنس گیا تھا۔ یعنی چھ سطح جولانیوں میں اب پانچ رہ گئے تھے اور وہ سردی سے تھرتھر رہے تھے۔ جہاز سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں تھی۔ ان کے پاس کمبل اور گرم جوڑے تھے۔ یعنی اس برفانی علاقہ کا وہ عضویں لباس نہیں تھا، جو سونیا اور چمپنزی نے پہن رکھا تھا۔

اگر انہیں معلوم ہوتا کہ جہاز کو حادثہ پیش آئے گا تو وہ تمام انتظامات کے ساتھ آتے انہوں نے تو یہ سوچا تھا کہ سونیا اور چمپنزی کو اس جہنم میں جھونکنے کے بعد وہ کسی گرم ملک کی جنت میں واپس چلے جائیں گے لیکن اب جہاز سے باہر نکلتے ہی سرد موت ان پر جھپٹنے والی تھی باہر نکلنے کی صورت میں انہیں بھوکوں مرنا پڑتا۔ کیونکہ جہاز میں کھانے کا سامان وافر مقدار میں نہیں تھا۔ ویسے ایک امید تھی کہ کیبن کے لوگوں نے جہاز کے گرنے کی آواز سنی ہوگی تو امدادی ان کی مدد کے لئے پہنچیں گے۔

میں انہیں ان کے حال میں چھوڑ کر سونیا کے پاس آیا۔ وہ ایک جگہ کھڑی ہوئی چاروں طرف نظریں دوڑا رہی تھی سورج نکلنے کا وقت گزر چکا تھا۔ لیکن وہاں سورج نظر نہیں آ رہا تھا۔ دور افق تک برف کی سفیدی پگھلے ذرات کی طرح نظر آ رہی تھی۔ اس افق کے پار انسانوں کی کوئی مہذب دنیا ہے اس بات کا یقین نہیں آتا تھا۔

اچانک سونیا ٹھٹک گئی اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ دور ایک دھندلی سی روشنی نظر آ رہی ہے شاید وہ ٹارچ کی روشنی ہے۔ میں نے فوراً ہی چمپنزی کے پاس پہنچ کر دیکھا وہ اور ٹارچ کی روشنی پھینکنے والا تھا جو مقناطیسی آلہ کی سوئی سونیا کی نشاندہی کر رہی تھی۔ میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ "سونیا! چمپنزی تمہاری طرف آ رہا ہے۔"

"اوہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں خود انجانے میں اسی کی طرف بڑھ جا رہی تھی۔"

"تم جہاں ہو، وہیں کھڑی رہو۔ میں چمپنزی کی خبر لیتا ہوں۔"

میں چمپنزی کے دماغ میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"مجھے ٹارچ روشن نہیں کرنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے شکار ہو جائے گی اتنی روشنی تو ہے کہ میں مقناطیسی سوئی کو دیکھ سکتا ہوں۔" میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

"کیا یہ میری جوانمردی ہے کہ میں ایک تنہا اور بے یار و مددگار عورت پر حملہ کروں ــــ؟"

اس نے ندامت پیس کر کہا۔

"کوئی عورت قابلِ رحم نہیں ہوتی۔ یہ عورتیں مجھ جیسے لوگوں کو جنم دے کر اس دنیا میں ذلیل ہونے کے لئے چھوڑ دیتی ہیں۔"

میں نے اس کی مثبت سوچ میں سمجھایا۔

"لیکن مجھے یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ میں ایک عورت کی وجہ سے دنیا کی تمام عورتوں سے انتقام لے رہا ہوں اور یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ اپنی پیدا کرنے والی کی توہین کر کے میں خود کو ماں کی گالی دے رہا ہوں۔"

وہ ایسے لرز گیا جیسے پہلی بار گالی کھانے کا احساس ہوا ہو۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر کہا۔

"جس ماں کو میں برا کہتا ہوں۔ اس کی مجبوریوں کے متعلق نہیں سوچتا ہوں۔"

"میں کیا سوچوں۔ جبکہ میں نے اسے کبھی دیکھا نہیں....."

"ذرا ماں کو دیکھو۔ ذرا اس کی مجبوریاں دیکھیں۔ لیکن اس دنیا کی کسی ماں کا دکھ دیکھ کر یہ سمجھ سکتا ہوں کہ بڑی اذیتوں سے پیدا کرنے کے بعد کوئی ماں اپنی اولاد کو کیوں چھوڑ دیتی ہے یا دنیا والے کیوں چھڑا دیتے ہیں۔"؟

وہ دور خلا میں دیکھنے لگا۔ اسے یاد آ رہا تھا۔ ایک بار اس نے ایک ایسی عورت کو دیکھا تھا۔ جو اپنی چھاتی پیٹ کر اور بالوں کو نوچ کر اپنے گمشدہ بچے کو آواز دیتی تھی۔ چمپنزی کو مثبت انداز میں سوچتے دیکھ کر میں نے سونیا سے کہا۔ "سونیا! چمپنزی کو بڑے پیار سے آوازیں دو۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "تمہارا دماغ درست ہے۔ کیا میں دشمن کو آواز دے کر اپنی موت کو بلاؤں ــــ؟"

"نہیں سونیا! میں دماغ میں جھانکتا رہا ہوں آج ایک ٹوٹے ہوئے اور بکھرے ہوئے درندے کے دل میں جھانک رہا ہوں میرے مشورے پر فوراً عمل کرو۔ اسے آواز دو....."

اس نے مائک کا ہاتھ اٹھا کر آواز دی۔ میں چمپنزی کے دل میں بیٹھ گیا۔ اس وقت برف کے صحرا میں ایک عورت کی آواز بھٹک رہی تھی۔

"چمپنزی ــ ای ... ای ... ای ....."

میں نے چمپنزی کی سوچ میں کہا۔

"یہ کیسی آواز ہے؟ شاید وہ عورت اپنے گمشدہ بچے کو تلاش کر رہی ہے....."

وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا۔

"لیکن وہ میرا نام لے رہی ہے۔ مجھے پکار رہی ہے....."

سونیا نے پھر پکارا۔ میں نے کہا۔

"ہاں! وہی آواز ہے۔ وہی میرا نام ہے میری ماں کی آواز کیسی تھی۔ میں نے کبھی نہیں سنی۔ شاید اس صحرا میں اس کی روح میرے لئے بھٹک رہی ہے۔"

"آں، ہاں۔ شاید یہی بات ہے۔ میں اس سے پوچھوں گا کہ اس نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تھا۔ اور اب اس صحرا میں مجھے کیوں پکار رہی ہے ــــ؟"

وہ ٹارچ روشن کر کے ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اس بار سونیا نے میری ہدایت کے مطابق متاثر لہجہ میں پکارا۔

"چمپنزی۔ ای .... میرے بیٹے ... اے۔ اے۔ اے ....."

سونیا کا خیال تھا کہ دشمن اس کی آواز کی سمت فائر کرے گا لیکن یہ دیکھ کر اس کی حیرانی کی انتہا نہ رہی۔ جب جواباً ایک بھٹکے ہوئے درندے نے آواز دی۔

"ماں۔ ماں۔ آں۔ آں ... آ۔ آ۔ آ ــــ آ رہا ہوں....."

میں آ رہا ہوں ماں ــــ!"

کوئی بھی جاندار ہو۔ وہ اپنے جنم کے سب سے پہلے رشتے کی جانب کھنچا جاتا ہے۔ گائے کا بچھڑا ہو یا آدمی کا بچہ وہ سب سے پہلے ماں کے دودھ کی طرف لپکتا ہے۔ دودھ کو دوسرے لفظوں میں پیار کا پہلا چٹخارہ کہتے ہیں۔ اس چٹخارے کو چمپنزی جیسا درندہ بھی نہ بھول سکا۔

اس درندے کے اندر بے طرح اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔ وہ کبھی اِدھر کبھی اُدھر گھوم گھوم کر دیکھ رہا تھا کہ اُسے آوازیں دینے والی ماں کہاں ہے۔ دور تک برف کی سفیدی اور ٹھنڈک کے سوا کچھ نہ تھا۔ پھر یہ کہ وہاں ..... زیادہ دور تک دیکھا بھی نہیں جا سکتا تھا برف کے ذرات سفید دھند کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔ وہ تقریباً بیس گز کے فاصلے پر کھڑی ہوئی سونیا کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

سونیا جیسی جوان عورت چمپنزی جیسے دلیو ہیکل انسان کو اپنا بیٹا کبھی نہیں کہہ سکتی تھی۔ حالانکہ اسے ماں بننے کی بڑی آرزو تھی۔ بحالت مجبوری وہ جاپان میں ایک لے پالک بچے کو چھوڑ آئی تھی۔ اب اُس برفانی علاقہ میں بھی مجبوری تھی کہ وہ چمپنزی کو بیٹا کہے۔ کسی سے دوستی کرنے کے لئے تو انسان ناجائز رشتے بھی قائم کر لیتا ہے۔ اور ماں بیٹے کا رشتہ تو بہت ہی مقدس ہوتا ہے۔ سونیا نے سردی سے کانپتے ہوئے سوچ کے ذریعہ مجھ سے کہا۔

"فرہاد! یہ کیا مذاق ہے۔ تم چمپنزی کی کھوپڑی کی طرح گھما رہے ہو کہ وہ مجھے ماں کہہ کر پکار رہا ہے۔ جبکہ وہ تھوڑی دیر پہلے مجھے چیر پھاڑ کر رکھ دینا چاہتا تھا؟"

میں نے کہا۔ سونیا! وہ سر پھرا جدھر گھوم رہا ہے، میں اُسے گھما رہا ہوں۔ مجھے اُس کی سوچ سے پتہ چلا ہے کہ اس کی ماں نے اُسے جنم دے کر چھوڑ دیا تھا۔ اس نے ماں کی صورت کبھی نہیں دیکھی۔ وہ صرف تم سے ہی نہیں، دُنیا کی تمام عورتوں سے نفرت کرتا ہے میں نے اس نفرت کو محبت کی راہ پر موڑ دیا ہے۔"

سونیا کی سوچ نے کہا۔

"نفرت کو محبت میں بدلنا ایک نیک عمل ہے لیکن اس درندے کا کیا ٹھکانہ؟ اُس کی ذہنی رَو بہکے گی تو وہ اچانک ہی مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اُسے مار ڈالنا بہتر ہے۔"

"سونیا! اُسے مار ڈالنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ مگر ذرا سوچو تو اُس کے مرنے کے بعد تم وہاں بالکل تنہا رہ جاؤ گی بہتر یہ ہے کہ وہ زندہ رہے اور تمہارا محافظ بن کر رہے۔ چلو اُسے آواز دو۔ میں اُس کے پاس جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں چمپنزی کے دماغ میں واپس آ گیا۔ اس لمحہ سونیا نے اُسے آواز دی۔

"چم۔ پے۔ زی۔ میرے بیٹے! تم کہاں ہو۔ او۔ او۔"

چمپنزی نے پھر دھڑکتے ہوئے دل سے سوچا۔

"ہاں۔ سچ مچ میری ہی ماں ہے۔ اسی لئے تو میرا نام لیکر مجھے پکار رہی ہے۔ مگر یہ آواز تو جاروں طرف گونج رہی ہے۔ میں اُسے کہاں تلاش کروں؟"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔

"میں بھی کیسا احمق ہوں۔ میں اس مقناطیسی آلہ کے ذریعہ وہاں تک پہنچ سکتا ہوں۔" اس نے مقناطیسی آلہ کو دیکھ کر کہا۔

"اس آلے کی سوئی تو اُس آہنی سلاخ کی نشاندہی کر رہی ہے، جو سونیا کے ہاتھ میں ہے۔" میں نے اس کی سوچ میں سمجھایا۔

"تو کیا ہوا۔ مجھے اُسی طرف جانا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ سونیا نے بھی میری ماں کی آواز سنی ہو۔ اُس سے کچھ نہ کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

وہ قائل ہو کر مقناطیسی آلہ کی سوئی کو دیکھتا ہوا آگے

بڑھنے لگا۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا۔

"تیار رہو۔ وہ آرہا ہے۔ اب تمہارے دماغ سے صرف میری سوچ ابھرے گی۔ تم اُسی کے مطابق اُس سے باتیں کرتی رہنا۔"

ایک منٹ بعد ہی وہ سونیا سے چند قدم کے فاصلہ پر آکر ٹھہر گیا۔ برف کے غبار میں وہ دونوں ایک دوسرے کو دھندلے دھندلے سے دکھائی دے رہے تھے۔ چمپینزی نے سوچا۔

"مجھے فوراً ہی ریوالور نکال کر اسے للکارنا چاہئے ورنہ یہ چند قدم کے فاصلہ تک بھی بھاگے گی تو نظروں سے اوجھل ہو جائے گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ریوالور نکالنا ضروری نہیں ہے وہ نہتی ہے۔ اور پھر اپنی جگہ کھڑی ہوئی ہے، میں اس سے پوچھتا ہوں کہ....."

وہ پوچھنے لگا۔ "یو ڈرٹی گرل! کیا تم نے یہاں کسی عورت کی آواز سنی ہے؟"

سونیا میری سوچ کے مطابق کہنے لگی۔

"اپنی آواز کون نہیں سنتا۔ مجھے سپچالوز۔ میں ہی تمہیں آواز دے رہی تھی بیٹے....."

اُس نے چونک کر سونیا کو دیکھا۔ پھر غصہ سے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ کیا اپنی موت کو سامنے دیکھ کر مجھے بیٹا کہہ رہی ہو؟"

"نہیں، ایک ماں اپنے ناداں بچے سے ڈر کر نہیں محبت سے مجبور ہو کر اُسے پکارتی ہے۔"

"کیا تم مجھے بیوقوف اور پاگل سمجھتی ہو؟ میری ماں تو کوئی بوڑھی عورت ہوگی اور تم جوان ہو۔ میں احمق نہیں ہوں کہ تمہارے فریب میں آجاؤں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ میرا بیٹا احمق نہیں ہے۔ تم سمجھدار ہو۔ مجھ سے یہ پوچھو کہ میں عام ماؤں کی طرح بوڑھی کیوں نظر نہیں آتی؟"

"اچھا بتاؤ؟ مگر میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"بچے اپنی ماں کو دھمکیاں نہیں دیتے۔ بری بات ہے۔"

وہ غصہ سے تلملا کر آگے بڑھا۔

"اگر کسی بچی مجھے باتوں میں ابھار رہی ہے۔ میں تیرا گلا گھونٹ دوں گا۔"

سونیا اپنی جگہ ساکت کھڑی رہی۔ چمپینزی قریب پہنچ کر گلا گھونٹنے سے پہلے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کرنا چاہتا تھا۔ صحیح نشانہ اسی وقت لگتا ہے، جب دماغ ہاتھوں کو صحیح ڈائرکٹ بتائے۔ میں نے اس کا دماغ بن کر اُسے بتایا کہ سونیا کا چہرہ ایک انچ آگے ہے۔ لہٰذا اُس کا ہاتھ سونیا کے چہرے کے سامنے سے طمانچہ مارے بغیر گھوم گیا۔ اُس نے جھلا کر دوسری بار ہاتھ چلایا۔ دوسری بار بھی اسے ناکامی ہوئی۔ سونیا نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔

"میرے بچے! مجھے مارنا تو دور کی بات ہے۔ تم مجھے چھو بھی نہیں سکو گے۔ اس لئے کہ تمہارے سامنے تمہاری ماں کی روح کھڑی ہے۔"

اس نے بے یقینی سے سونیا کو دیکھا۔ پھر سوچنے لگا

"میں کیسے یقین کر لوں کہ یہ ایک روح ہے۔ جبکہ یہ سونیا میرے سامنے مجسم ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"بے شک یہ مجسم نظر آتی ہے۔ لیکن میں طمانچے نہیں مار سکا۔ میرا ہاتھ اس کے چہرے پر سے یوں گذر گیا، جیسے دھوئیں سے گذر جاتا ہے۔ اب میں اسے چھو کر دیکھتا ہوں۔"

اُس نے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اُس کے دماغ سے بھانپا کہ سونیا کا دایاں شانہ ذرا ادھر دائیں طرف ہے اس کا بڑھتا ہوا ہاتھ سونیا کے شانے سے ذرا ہٹ کر فضا کو ٹٹولنے لگا۔ اس ناکامی کے باعث وہ بوکھلا کر اُس کے چاروں طرف گھومنے اور اُسے چھو لینے کی کوشش کرنے لگا وہ بڑی تیزی سے ہاتھ چلا رہا تھا۔ مگر جسم کا کوئی عمل دماغ سے زیادہ تیزی نہیں دکھا سکتا۔ اس کی تیزی دماغ کے تابع فرمان تھی اور اس کا دماغ میرے کنٹرول میں تھا۔

آخر وہ تھک کر ذرا پیچھے ہو گیا اور برف گاڑی پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ اب وہ شکست خوردہ انداز میں سوچ رہا تھا۔

"واقعی یہ تو کوئی روح معلوم ہوتی ہے لیکن جب اس نے طیارے سے چھلانگ لگائی تھی تو اس وقت سونیا کا ٹھوس جسم تھا۔ اب یہ روح کیسے بن گئی؟"

اُس نے سونیا کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم سونیا نہیں ہو؟"

سونیا نے کہا۔ "کون سونیا؟ میں کسی سونیا کو نہیں جانتی۔"

وہ حیرانی سے بولا۔

"تعجب ہے۔ تم نے فرینکفرٹ سے یہاں تک میرے ساتھ طیارے میں سفر کیا تھا۔"

سونیا اُس کے قریب جاتی ہوئی بولی۔

"اچھا تم اِس جسم کو سونیا کہہ رہے ہو۔ مجھے بتاؤ کیا اِس جسم کا نام سونیا تھا؟"

"تھا۔ نہیں ہے۔ تمہاری باتیں مجھے الجھا رہی ہیں۔ خدا کے لئے مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

سونیا گہری سنجیدگی سے کہنے لگی۔

"تم یقین کر دیانہ کرو۔ میں پچیس برس سے اپنے بیٹے کی تلاش میں یہاں بھٹک رہی ہوں۔ اور تم میرے بیٹے ہو۔"

"پچیس برس سے؟" اُس نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا۔ "کیا تم دنیا کے کسی اور علاقہ میں مجھے تلاش نہیں کر سکتی تھیں؟ اس سرد علاقے میں کیوں بھٹک رہی ہو۔"

سونیا نے بڑے ہی گمبھیر لہجے میں جواب دیا۔

"کیا تم نہیں جانتے کہ بہت سی چیزوں کو فریج میں یا برف خانہ میں، یا کسی سرد جگہ حفاظت کے لئے رکھا جاتا ہے؛ میری روح اسی سرد علاقہ میں محفوظ رہ سکتی تھی۔ میں اس انتظار میں تھی کہ مجھے کسی عورت کا مردہ جسم ملے گا تو میں اُس میں سما جاؤں گی۔ مگر یہ ایسا سرد علاقہ ہے کہ یہاں سے کسی عورت کا گذر نہیں ہوا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے اس جسم کو مردہ دیکھا جسے تم سونیا کہتے ہو۔ یہ سردی سے ٹھٹھر کر مر گئی تھی۔"

"اوہ۔!" چمپینزی شدید حیرانی سے اُسے دیکھنے لگا۔ "تو تم اب سونیا نہیں ہو۔ تم۔ تم۔ میری۔ میری ماں ہو؟"

"ہاں میں وہی ہوں، جسے تم ماں کہنے سے انکار کرتے ہو۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ جس بیٹے کے لئے میں بھٹک رہی ہوں وہ مجھے جوان روپ میں دیکھ کر دشمن بن جائے گا۔ میں نے اپنی خوشی سے یہ جوانی قبول نہیں کی۔ اتفاق سے ایک جوان عورت کا جسم مل گیا تو میں کیا کروں؟"

وہ قدرے نادم ہو کر بولا۔

"سوری ممی! میں آپ کا نہیں اس عورت کا دشمن تھا جس کے جسم میں آپ مجھ سے ملنے آئی ہیں۔"

وہ ذرا قریب آکر بولی۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔ تم مجھے سونیا سمجھ کر دشمن بن گئے اور میں تمہیں نافرمان بیٹا سمجھتی رہی۔"

چمپینزی نے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر کہا۔

"ممی! میں کتنا بدنصیب ہوں کہ پچیس برس کے بعد آپ سے قریب آکر آپ کو چھو نہیں سکتا۔ آپ کے سینے سے نہیں لگ سکتا۔"

"کیوں نہیں میرے بیٹے؟ ماں کا سینہ صرف تمہارے لئے ہے۔ تم مجھے اس لئے ہاتھ نہ لگا سکے کہ گستاخ بن گئے تھے۔ اب تو ایک فرمانبردار بیٹے ہو۔ آؤ....."

سونیا نے آگے بڑھ کر اُس کے سر کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ وہ برف گاڑی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس لئے سینے سے لگ گیا۔ ورنہ وہ تو ایسا قد آور تھا کہ سونیا اُس کے سینے تک نہ پہنچ سکتی۔ ایسے مقام پر ایک حقیقت روشن ہوتی ہے کہ مرد کتنا ہی قد آور ہو وہ اپنی ماں کے قد سے کبھی اونچا نہیں ہوتا۔

وہ بات بات پر غرّانے والا درندہ۔ وہ بد دماغ چمپینزی ماں کے سینے سے لگتے ہی بچوں کی طرح سسک سسک کر رونے لگا۔

"ممی! آپ نے مجھے کیوں پیدا کیا؟ آپ نے مجھے کیوں دنیا کی ٹھوکروں میں چھوڑ دیا۔ میں پچیس برس تک آپ کی گود کے لئے ترستا رہا اور دنیا والوں پر برستا رہا۔ میں انسان سے درندہ بن گیا ممی....."

یہ بات اُس نے ایسے کرب سے کہی کہ سونیا کی آنکھوں میں بھی بے اختیار آنسو آگئے۔ وہ آنسوؤں میں بھیگ کر بولی۔

"میرے بچے! اب میں تجھے چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ اب دُنیا کی کوئی طاقت تجھے مجھ سے جدا نہیں کر سکے گی۔"

چمپینزی نے اُس کی آغوش سے الگ ہو کر پوچھا۔

"پہلے کس نے جدا کیا تھا؟ مجھے بتاؤ ممی! میں اُس دشمن کو ایسی موت ماروں گا کہ دیکھنے والے عبرت حاصل کریں گے۔"

"صبر کرو بیٹے! میں تمہیں اپنے دشمن تک ضرور پہنچاؤں گی۔ مگر پہلے ہمیں اس علاقہ سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر کہنے لگا۔

"ایک ہفتہ بعد ایک طیارہ مجھے یہاں سے واپس لے جانے آئے گا۔ میں آپ کو اپنے ساتھ لے چلوں گا۔ ابھی ہمیں شمال مغرب کی جانب بڑھنا ہوگا۔ وہاں کسی جگہ درکیبن ہیں، جہاں کچھ لوگ رہتے ہیں۔ آپ وہاں آرام سے ایک ہفتہ گذار سکیں گی۔"

سونیا نے کہا۔ "جب تک میں ایک آزاد روح تھی۔ یہاں کے سرد موسم کے اثر سے آزاد تھی۔ اب اس

جسم میں سمانے کے بعد ناقابلِ برداشت سردی لگ رہی ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ میں آپ کو سردی سے بچاؤں گا فی الحال آپ کافی پئیں۔"

اُس نے لکڑی کی ایک پیٹی کھول کر بڑا سا تھرماس نکالا۔ پھر ایک مگ میں کافی انڈیل کر اُسے اپنی ممی کی طرف بڑھا دیا۔ دنیا کے اس برف خانہ میں گرما گرم کافی بہت بڑی نعمت تھی۔ میں نے پوچھا۔

"کیوں سونیا! کیسی رہی۔ مزہ آرہا ہے؟"

"کمال ہے فرہاد! تم نے اس جنگلی کو میرے لئے رحمت کا فرشتہ بنا دیا ہے۔"

"میری جان! میں نے سنا تھا کہ پیار کی آنچ سے پتھر پگھل جاتے ہیں۔ میں چمپینزی جیسی چٹان کو آزما رہا تھا کہ یہ بات کہاں تک درست ہے۔ دیکھ لو۔ میرا تجربہ کامیاب رہا۔"

"واقعی اب مجھے بھی چمپینزی پر بڑا پیار آرہا ہے۔ ابھی میری آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔"

میں نے کہا: "میں بھی اس بات پر رو رہا تھا کہ تم نے مجھے ایک دلیر قامت بیٹے کا باپ بنا دیا ہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ چمپینزی نے مسکرا کر پوچھا۔

"ممی! آپ کس بات پر ہنس رہی ہیں؟"

وہ ذرا سٹپٹا گئی۔ پھر میری سوچ کے مطابق بولی۔

"میں گرما گرم کافی پیتے ہوئے خیال ہی خیال میں دشمنوں تک پہنچ گئی تھی اور دیکھ رہی تھی کہ میرا بیٹا ان کی کیسی پٹائی کر رہا ہے۔ ان کے مار کھانے اور رونے پر مجھے ہنسی آگئی۔"

چمپینزی نے اپنے چٹان جیسے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔

"ممی! آپ ایک دن سچ مچ دشمنوں کے سامنے قہقہے لگائیں گی اور وہ آپ سے زندگی کی بھیک مانگتے رہیں گے۔"

باتوں کے دوران اُس نے برف گاڑی کے سامان کو ترتیب سے رکھ کر اس پر ترپال اور کمبل بچھا دیا تھا۔ ایک بستر تیار کرنے کے بعد اُس نے کہا۔

"ممی! آپ یہاں آرام سے لیٹ جائیں۔ اب ہمارا سفر شروع ہوگا۔"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔

"برف گاڑی میں پہلے دنیا بھر کا سامان ہے۔ پھر میں بھی یہاں لیٹ جاؤں گی تو تم اتنا وزن کتنی دور تک کھینچتے ہوئے لے جاؤ گے؟"

اُس نے قہقہہ لگاتے ہوئے سونیا کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر کہا۔

"ممی! دنیا نے مجھے آپ کے بازوؤں میں کھیلنے نہیں دیا۔ مگر میں آپ کو اپنے بازوؤں کے پالنے میں سلا کر دنگا ہا ہا ہا ہا۔۔۔"

اس نے سونیا کو سلیج (برف گاڑی) پر لٹا دیا۔ پھر اُس پر دو کمبل اور اُس کے اوپر برفانی ریچھ کی کھال ڈال کر اُس کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔

"او کے ممی! اب یہ اتنی بڑی دنیا صرف ماں بیٹے کی ہے۔ آپ آرام سے لیٹی رہیں۔ راستے میں جو آئے گا۔ میں ٹھوکروں سے اڑاتا جاؤں گا۔۔۔"

ہا ہا ہا ہا۔ اُس نے سلیج کی رسیوں کو تھام لیا۔ ہا ہا ہا۔ اُس نے رسیوں کو اپنے لئے لگام بنا لیا۔ ہا ہا ہا۔ ماں کے لئے بیٹا جانور بھی بن سکتا ہے۔ وہ بھرپور قہقہے لگاتا ہوا برف کی سطح پر گاڑی کھینچتا ہوا شیر کی طرح گرجتا جا رہا تھا۔

ہٹ جاؤ، میری ماں کی سواری آرہی ہے۔"

میں سونیا کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔ کیونکہ ایک بوڑھا بیٹا اس کا محافظ بن گیا تھا۔ اب اُسے سردی سے بھوک سے اور دشمنوں سے بچانے کی ذمہ داری چمپینزی نے اپنے سر لے لی تھی۔ ادھر سے اطمینان ہوتے ہی میں نے سوچا کہ سپر ماسٹر کے ان مسلح جوانوں کی خبر لی جائے، جو طیارے کے اندر سردی سے ٹھٹھر رہے تھے۔

طیارہ برف میں دھنسا ہوا تھا۔ باہر نکلنے کا دروازہ اندر سے لاک تھا۔ اُس کی چابیاں ایک نوجوان کے پاس تھیں۔ لیکن وہ دروازہ کھول کر باہر جانے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ باہر برف کے اُس جہنم میں ستر درجہ انجماد کی سردی تھی۔ طیارے سے نکلتے ہی وہ برف کے بے جان مجسمے بن کر رہ جاتے۔

نہ جائے رفتن، نہ پائے ماندن والی بات تھی۔ ایک نوجوان نے بری طرح کانپتے ہوئے پوچھا۔

"ارے ہم یہاں کب تک پڑے رہیں گے؟"

"جب تک کہ بیرونی امداد ہم تک نہیں پہنچتی۔ ہمیں صبر کرنا ہوگا۔"

"صبر کرنا اور بات ہے۔ ایسی تکلیف برداشت کرنا اور بات ہے۔ بائی گاڈ! قوتِ برداشت جواب دے رہی ہے۔"

"جب جواب دے دے تو مر جانا۔ میں تمہارے مرنے کا تماشہ دیکھوں گا آرتھر!"

آرتھر کے پاس بیٹھے ہوئے ایک نوجوان نے غصہ سے کہا۔

"رابرٹ! تمہیں ہمارا لیڈر اس لئے نہیں بنایا گیا ہے کہ ایسے وقت تم دشمنوں کی طرح سنگدلی کا مظاہرہ کرو۔"

رابرٹ نے اُس کے منہ پر تھوکنے کے انداز میں کہا۔

"چپ مُوئر کے بچے! میں مرنے والے سوروں کا لیڈر نہیں بن سکتا۔"

جسے گالی دی گئی تھی، وہ کمبل کو ایک طرف پھینک کر اُچھل پڑا۔ پھر ریوالور نکال کر بولا۔

"رابرٹ! میں تجھے گولی مار دوں گا۔"

رابرٹ نے بھی کمبل کو ایک طرف ہٹا کر کہا۔

"یہ تو کوئی جرأتمندی نہ ہوئی۔ اگر یہ آزمانا چاہتے ہو کہ میں لیڈر بننے کے قابل ہوں یا نہیں تو ریوالور پھینک کر مقابلہ کرو۔"

آرتھر نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا۔

"آپس میں لڑنا دانشمندی نہیں ہے۔"

"دانشمندی ....." رابرٹ نے آرتھر کو بھی گالی دیتے ہوئے کہا۔ "تم بزدل ہو۔ معلوم ہوتا ہے تمہیں تمہاری ماں نے نہیں، کسی گدھی نے دودھ پلایا ہے۔"

آرتھر نے یکبارگی اچھل کر رابرٹ کے پسلیات پر لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے ٹکرا گیا۔ آرتھر کے ساتھی نے بھی اُس پر چھلانگ لگائی۔ مگر خالی دیوار سے ٹکرا گیا رابرٹ پھرتی سے اپنی پوزیشن بدل کر آرتھر سے گتھم گتھا میں مصروف ہو گیا تھا۔

وہاں پانچ نوجوان تھے۔ تین جوانوں کو لڑتے دیکھ کر باقی دو نے بیچ بچاؤ کی کوشش کی۔ اس کوشش میں وہ بھی مار کھا گئے۔ اب وہ بزدل تو نہیں تھے کہ مار کھا کر بیٹھ جاتے۔ وہ بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دینے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ذرا سی دیر میں اچھا خاصا ہنگامہ بپا ہو گیا۔ طیارے کی محدود فضا میں چیخ و پکار کی آوازیں گونجنے لگیں۔

ہا۔ ہا۔۔۔ کوئی مار رہا تھا۔ ہائے۔ ہائے۔۔۔ کوئی مار کھا رہا تھا۔ ہوُ۔ وا۔ وا۔۔۔ کوئی حملہ کر رہا تھا۔ اُف۔ اُف۔ اُف۔۔۔ کوئی دیواروں سے اور سامان سے ٹکرا کر گر رہا تھا۔ وہ سب جیسے پاگل ہو گئے تھے۔ ان کی خواہش یہی تھی کہ مارتے رہیں یا مار کھاتے رہیں۔ بعض حالات میں انسان کو حیوان بننے میں بڑا مزہ آتا ہے۔

پھر رابرٹ نے اچانک ہی اسٹین گن اٹھا کر انہیں للکارا ....: "ہالٹ!"

ایکدم سے سناٹا چھا گیا۔ جو جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ اب اُس محدود فضا میں صرف جوانوں کے ہانپنے کی گرم سرگوشیاں ابھر رہی تھیں۔ رابرٹ نے کہا۔

"آرتھر اور مائیک! میں معافی چاہتا ہوں کہ تم دونوں کو گالیاں دیں۔ لہو گرم رکھنے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اب تم لوگوں کو سردی نہیں لگ رہی ہوگی۔"

یہ کہہ کر رابرٹ نے اسٹین گن کو ایک طرف رکھ دیا وہ سب حیرانی سے اپنے آپ کو ٹٹولنے لگے۔ واقعی وہ اپنے اندر حرارت محسوس کر رہے تھے۔ پھر وہ خوشی سے چیختے ہوئے ناچنے لگے۔

"ہیرو ہے مسٹر رابرٹ! تم صحیح معنوں میں ایک ذہین لیڈر ہو۔"

رابرٹ نے کہا: "اب تم میں سے ایک جوان کافی تیار کرے۔ ہم پائلٹ کی خبر لیتے ہیں۔"

وہ ایک نوجوان کے ساتھ پائلٹ روم کا دروازہ کھول کر دوسری طرف گیا تو سرد ہوا کے جھونکے آنے لگے۔ اس حصے کی ونڈ اسکرین ٹوٹ گئی تھی اور اب پائلٹ کی لاش برف جم رہی تھی۔ وہ زیادہ دیر تک سردی میں ٹھہر سکے۔ واپس آکر دروازے کو بند کر دیا تھا۔ کافی پینے کے دوران مائیک نے پوچھا۔

"ہم کس طرح مدد حاصل کرنے کے لئے کس سے رابطہ قائم کریں گے؟ ہمارے پاس ٹرانسمیٹر بھی نہیں ہے۔"

رابرٹ نے کہا: "بس ایک ہی امید ہے کہ یہاں

تحریر کی مشکلات دور کرنے کی شخصیت کو مکمل کرنے کی طرح پر لکھیں۔ تحریر نشاسی کے فن پر پہلی اور واحد کتاب

تحریر اور شخصیت

قیمت ۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰/-

مکتبہ نفیسات پوسٹ بکس نمبر ۹۱۴۴ کراچی

ممی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی اور سماجی کہانیاں وہ فن پارے جن کی آپ کو تلاش تھی۔

ایمان کا سفر

قیمت ۸۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰/-

مکتبہ نفیسات پوسٹ بکس نمبر ۹۱۴۴ کراچی

کیبن والوں نے طیارے کے گرنے کی آواز سنی ہوگی وہ ہماری مدد کے لئے آسکتے ہیں۔"

"اور اگر کیبن کا کوئی شخص یہاں نہ آئے تو۔؟" رابرٹ نے ناگواری سے جواب دیا۔

"احمقانہ سوال نہ کرو۔ ظاہر ہے کہ ہم بیرونی مدد کے محتاج ہیں۔ ان کمبلوں کو لپیٹ کر باہر نہیں نکل سکتے۔ ہمیں امید پر زندہ رہنا ہوگا۔ یا پھر مرجانا ہوگا۔ اس کے علاوہ کسی کے ذہن میں کوئی تدبیر ہے تو مجھے بتائے؟"

سب خاموش ہوکر سوچنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ایک نے کہا۔

"اگر چمپینزی یہاں تک پہنچ جائے تو ہمارے کام آسکتا ہے۔ وہ کیبن تک جاکر ہمارے لئے مدد حاصل کرے گا۔"

دوسرے نے کہا۔ "پتہ نہیں وہ پاگل کا بچہ کہاں ہوگا۔؟"

"سونیا سے آنکھ مچولی کھیل رہا ہوگا۔ وہ چالاک عورت آسانی سے اس کے ہاتھ نہ آئے گی۔"

رابرٹ نے ایک زور کا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"سپرماسٹر کے سامنے بڑے بڑوں کی چالاکی دھری رہ جاتی ہے۔ سونیا جیسی چالاک عورت یہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ اس کے ہاتھ میں آہنی سلاخ کیوں پکڑائی گئی ہے۔"

ایک نے کہا۔ "گڑھے اور کھائیاں معلوم کرنے کے لئے....."

"نہیں! یہ پہاڑی علاقہ نہیں ہے کہ یہاں گڑھے اور کھائیاں ہوں گی۔ یہ خطہ بارہ شمالی کا میدانی علاقہ ہے۔ یہاں کی زمین مسطح ہے۔ برف کے اوپر نیچے ٹیلے اور راستے ہیں مگر گڑھے نہیں ہیں۔ چمپینزی مقناطیسی آلے کے ذریعے اس آہنی سلاخ تک پہنچ کر سونیا کو برف میں دفن کرچکا ہوگا۔"

آرتھر نے کہا۔ "واقعی سپرماسٹر کی ذہانت کا جواب نہیں ہے۔ مگر وہ چمپینزی شکار کھیلنے کے بعد کیبن کی طرف جائے گا۔ شاید اس نے طیارے کے گرنے کی آواز سنی ہو....."

رابرٹ نے یک بیک چونک کر کہا۔

"وہ ادھر آسکتا ہے۔ طیارے کا ڈھانچہ فولاد کا ہے مقناطیسی آلے کی سوئی ادھر ہوگی تو وہ اس طرف آئے گا۔"

آرتھر نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ شکار کھیلنے کے بعد اس پاگل نے مقناطیسی آلے کو بیکار سمجھ کر پھینک دیا ہو۔"

مائیک نے بگڑ کر کہا۔

"آرتھر! تم مایوس کرنے والی باتیں نہ کرو۔"

"تم سب حوصلہ پیدا کرنے والی باتیں کررہے ہو۔ کم از کم مجھے تصویر کا دوسرا رخ دکھانے دو۔"

ایک لرزجران نے کمبل کو اپنے اطراف اچھی طرح لپیٹتے ہوئے کہا۔

"کیا مصیبت ہے۔ پھر سردی لگ رہی ہے۔ گرم کافی پینے کے بعد بھی یوں لگتا ہے جیسے سرد یخ پانی پیا ہو۔"

رابرٹ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قہقہہ لگاکر کہا۔

"یہ اُلّو کا پٹھا ہے۔ ہا ہا ہا۔ میں تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ اس اُلّو کی ہنسی اُڑاؤ....."

سب اس کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے۔ حالانکہ انہیں بھی سردی لگ رہی تھی۔ وہ اس پر انگلی اٹھاکر کہنے لگے۔

"اُلّو..... انسانوں کے جنگل میں ایک اُلّو کمبل اوڑھے بیٹھا ہے۔"

اُلّو نے ان کی طرف انگلی اٹھاکر ہنستے ہوئے کہا۔

"لوگ اپنے جیسے اُلّو کو دیکھ کر ہی ہنسا کرتے ہیں۔ ہا ہا ہا ہا....."

پھر ایک دم سے ہا ہا ہا شروع ہوگئی۔ وہ ایک دوسرے پر آوازیں کس رہے تھے اور چھیڑوں کی پوری قوت سے قہقہے لگا رہے تھے۔ سرد ہوا چھیڑوں سے گرم..... سانسیں بدن سے خارج ہورہی تھی اور انہیں قدرے حرارت پہنچا رہی تھی۔ انسان پر ایسا وقت بھی آتا ہے۔ جب موت سے بچنے کے لئے کوئی ہتھیار ان کے کام نہیں آتا۔ اپنی حالتِ زار پر صرف قہقہے لگانے پڑتے ہیں۔

میں سونیا کی طرف واپس آگیا۔ وہ برف گاڑی پر آرام سے لیٹی ہوئی سفر کررہی تھی۔ چمپینزی گاڑی کو برف کی سطح سے کھینچتا ہوا اور سردی سے لڑنے کے لئے زور زور سے بے ڈھنگی آواز میں گاتا ہوا چلا آرہا تھا۔ میں نے پوچھا۔

"ہیلو سونیا! کیا حال ہے؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"بڑے آرام سے ہوں اور اپنے بیٹے کا گانا سن رہی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "بیچارہ سردی سے بچنے کے لئے کب تک گاتا رہے گا۔ تم اس سے باتیں کرو۔"

"باتیں کرنے کے لئے اسفہ ماسک کا ہڈ اٹھانا پڑتا ہے پھر برف کے ذرات چہرے پر آکر چبھنے لگتے ہیں کوئی بہت ضروری بات کرنی ہو تو بتاؤ۔ میں یہ تکلیف گوارا کرلوں گی۔"

"کوئی ضروری بات نہیں ہے۔ تم آرام سے لیٹی رہو میں اس کے پاس جارہا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحہ میں چمپینزی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ گانا گنگنا تا۔ اِدھر اُدھر دیکھتا۔ گاڑی کو کھینچتا جارہا تھا اس کی آنکھوں پر اسکائی لائٹ کا چشمہ تھا۔ اس کے نشیشوں کو برف کے ذرات چھپانا چاہتے تو وہ آستین سے انہیں صاف کرتا جاتا۔ اُس کے چاروں طرف، یہاں سے وہاں تک، زمین سے آسمان تک برف ہی برف تھی۔ وہ دنیا اتنی تنگ اور سکڑی ہوئی نظر آتی تھی جیسے انہیں سرد مٹھی میں بند کردیا گیا ہو۔

وہ آگے بڑھنے کے دوران کبھی کبھی قطب نما کو دیکھ لیتا تھا۔ اور کیبن کی سمت معلوم کرتا رہتا تھا۔ میں نے اُس کی سوچ میں پوچھا۔

"وہ مقناطیسی آلہ میں نے کہاں رکھا ہے؟"

"آں..." وہ اپنی جیبیں اور کمر ٹٹولنے لگا۔ پھر اس کی سوچ نے کہا۔

"اوہ یاد آیا۔ میں نے اُسے لکڑی کی پیٹی میں رکھ دیا ہے۔ اب اُس کی ضرورت ہی کیا رہ گئی ہے؟"

میں سوچنے لگا کہ چمپینزی اور سونیا کو کیبن کی طرف جانا چاہیئے یا جہاز کی طرف؟ اگر وہ طیارے کی طرف جائیں گے تو رابرٹ اور اس کے ساتھی سونیا کو زندہ دیکھ لیں گے صرف یہی نہیں، بلکہ سونیا اور چمپینزی کی دوستی کو خطرہ سمجھ کر پہلی فرصت میں ان پر گولیاں چلائیں گے۔

اور اگر وہ دونوں کیبن کی طرف جائیں گے تو اُس وقت تک کیبن کے کچھ لوگ شاید گرنے والے طیارے کی تلاش میں نکل پڑیں گے۔ رابرٹ سے ملاقات ہوگی تو انہیں معلوم ہوجائے گا کہ سونیا کو موت کی سزا دینے کے لئے وہاں بھیجا گیا تھا۔ ایسی صورت میں کیبن والے بھی سونیا کو زندہ دیکھ کر چمپینزی کو بھی دشمن سمجھ لیں گے۔

اس علاقہ کی مختصر سی آبادی میں جہاں دشمن ہی دشمن تھے، وہاں سونیا اُن سے چھپ کر نہیں رہ سکتی تھی۔ لہٰذا چمپینزی کو اس خطرے کا احساس دلانا ضروری تھا۔ میں نے کہا۔ "سونیا! اب اپنے چہرے سے اسفہ ماسک کا ہڈ اٹھانے کی زحمت گوارا کرو اور یہ معلوم کرو کہ چمپینزی نے طیارے کے گرنے کی آواز سنی ہے یا نہیں؟"

سونیا سیدھی پراٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر اُس نے ہڈ کو اوپر اٹھاکر آواز دی۔ "چمپینزی!"

"میں ممی؟" وہ چلتے چلتے رک گیا۔

"کیا تم نے طیارے کے گرنے کی آواز سنی ہے؟"

"یس ممی! سنی ہے۔"

سونیا نے میری سوچ کے مطابق پوچھا۔

"پھر تم اُدھر کیوں نہیں جاتے؟"

"وہاں جاکر کیا ہوگا؟ طیارے کے حادثے میں کوئی زندہ نہیں بچتا۔ اگر وہاں کوئی بچا بھی ہوگا تو سردی سے ٹھٹھر کر مرگیا ہوگا۔"

سونیا نے کہا۔ "ہمیں یہی معلوم کرنا ہے کہ وہاں کوئی زندہ بچا ہے یا نہیں۔"

چمپینزی نے قریب آکر پوچھا۔

"ممی! انہیں ان کی زندگی اور موت سے کیا لینا ہے؟"

"چمپینزی اگر وہ مرگئے ہوں تو بہتر ہے۔ اگر زندہ ہے تو میرے لئے خطرہ بن جائیں گے۔"

"وہ کیسے؟"

"ایسے کہ تمہاری ماں سونیا کے جسم میں ہے۔ جب وہ سونیا تمہاری دشمن تھی تو اُن کی بھی دشمن....."

اس نے سونیا کا ہاتھ عقیدت سے تھام کر کہا۔

"نہیں ممی! اب یہ ہاتھ، یہ صورت اور یہ جسم میرے لئے مقدس ہے۔ یہ وجود دشمن نہیں۔ میرے لئے سایہ دار درخت ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو۔ مگر تمہارے ساتھی یہ تسلیم نہیں کریں گے کہ سونیا مرچکی ہے اور میں تمہاری ماں ہوں۔"

"جو میری ماں کو تسلیم نہیں کرے گا۔ میں اُسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

"یہ تو میں بھی کرسکتی ہوں۔ سونیا کے جسم میں آکر مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے میں جوڈو کراٹے جانتی ہوں۔"

"ہاں ممی! وہ بہت ہی خطرناک فائٹر سمجھی جاتی تھی۔"

"لیکن صرف فائٹر بننے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا طیارے کے لوگ مسلح نہیں ہوں گے؟"

"ہاں۔ اُن کے پاس ریوالور اور اسٹین گنیں ہیں۔"

"تو پھر تمہیں ذرا عقل سے سوچنا چاہیئے کہ وہ مجھے سونیا کے روپ میں دیکھ کر یہی سمجھیں گے کہ تم نے سونیا سے دوستی کر لی ہے اور ان کے دشمن بن گئے ہو۔"

"میں انہیں سمجھاؤں گا کہ تم میری ممی ہو۔"

"اوہو چمپیزی! تم میرے بیٹے ہو، اس لئے تم نے یقین کر لیا لیکن دوسرے لوگ کبھی یقین نہیں کریں گے کہ تمہاری ماں کی روح سونیا کے جسم میں سما گئی ہے۔"

وہ چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ پھر جھلا کر بولا۔

"ان کی ایسی کی تیسی۔ جب وہ آپ کی عزت نہیں کریں گے تو کیا میں انہیں زندہ چھوڑ دوں گا؟"

"لیکن مسلح دشمنوں کے سامنے جانے سے پہلے تمہیں یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ ہر حال میں دشمن ہیں اور اُن کے لئے معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"ممی! میں دوست اور دشمن کو نہیں جانتا۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ ان کے لئے معافی کی گنجائش نہیں ہوگی۔"

"شاباش! اب طیارے کی طرف چلو۔"

"میں کیا جانوں طیارہ کہاں جا کر گرا ہے؟"

"بیٹے! مقناطیسی آلہ نکالو۔ اُس کی سوئی نوکدار طیارے کی نشاندہی کرے گی۔"

"اوہو ہو۔ میں تو اسے بھول ہی گیا تھا۔" اس نے سونیا کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر کہا۔ "ممی آپ ذرا کھڑی ہو جائیں میں لکڑی کی پیٹی سے مقناطیسی آلہ نکالوں گا۔"

سونیا نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر اسکی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا

"میرا بیٹا۔ مجھے پھول کی طرح اٹھا لیتا ہے۔"

"ہا ہا ہا ہا....." اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں تنہا ایک ہیوی ٹرک کو ایک طرف سے اٹھا کر دوسری طرف الٹ دیتا ہوں۔ ہا ہا ہا ہا....."

سونیا اُس کے بازوؤں سے اُتر کر کھڑی ہو گئی۔ وہ کمبل وغیرہ ایک طرف ہٹا کر لکڑی کی پیٹی سے مقناطیسی آلے کو نکالتے ہوئے بولا۔

"جانتی ہیں ممی؟ سونیا کو بیوقوف بنا کر اُسے آہنی سلاخ دی گئی تھی کہ وہ راستہ ٹٹول کر چلے گی۔ اُسے نہیں معلوم تھا کہ میں مقناطیسی آلے کے ذریعے آہنی سلاخ تک پہنچ سکتا ہوں۔ مگر افسوس میرے پہنچنے سے پہلے ہی وہ کتیا مر گئی۔"

"کیا کہا؟" سونیا نے گرج کر پوچھا۔

"آں۔ میں۔ میں تو سونیا کو کہہ رہا ہوں ممی...."

"بیوقوف! اب یہ جسم میرا ہے۔ سونیا کو گالی دو گے تو وہ گالی مجھے لگے گی۔"

وہ توبہ کے انداز میں اپنا منہ پیٹنے لگا۔ پھر برف پر دوزانو ہو کر اس کے قدموں سے لپٹتے ہوئے بولا۔

"مجھے معاف کر دیجئے ممی! میرے دماغ میں کچھ پڑھے کوئی بات کہہ دیتا ہوں، تب سمجھ میں آتی ہے کہ وہ غلط ہے۔ آئندہ میں سونیا کے خلاف کچھ نہیں کہوں گا۔"

"اچھا اب اُٹھو۔ آگے بڑھو۔ ہم کب تک اس کھلی فضا میں رہیں گے۔ ہمیں جلد از جلد کیبن یا طیارے کے اندر پہنچ کر گرم فضا میں سانس لینا چاہیئے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ گاڑی کھینچتا ہوا آگے بڑھنے لگا اس بار سونیا اُس کے ساتھ چل رہی تھی۔ اُس آہنی سلاخ کو برف میں دفن کر دیا گیا تھا۔ اس لئے مقناطیسی آلہ کی سوئی اب اُدھر گھوم گئی تھی، جدھر وہ طیارہ برف میں دھنسا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔

"سونیا! جب تم طیارے کے قریب پہنچ جاؤ تو چمپیزی سے کہنا کہ وہ اندر جائے اور ان سے کہے کہ اُس نے سونیا کو تو مار ڈالا ہے۔ مگر اب اس کی روح اس کا پیچھا کر رہی ہے۔"

سونیا نے چمپیزی کو مخاطب کیا۔

"دیکھو چمپیزی! اگر طیارے کے لوگ زندہ پائے جائیں گے تو میں اُن کا سامنا نہیں کروں گی۔ پہلے تم اُنکے پاس جا کر یہ معلوم کرنا کہ وہ روحانی عمل کو مانتے ہیں یا نہیں؟"

"ٹھیک ہے۔ پہلے میں جا کر کہوں گا۔ میری ممی سونیا کے روپ میں زندہ ہو گئی ہیں۔ بتاؤ تم لوگ ممی کی عزت کرو گے یا نہیں؟"

"ایسے تو وہ کبھی یقین نہیں کریں گے اور عزت بھی نہیں کریں گے۔ پھر تمہیں غصہ آ جائے گا۔ میں نہیں چاہتی کہ تم اتنے لوگوں سے تنہا لڑنا شروع کر دو۔"

"پھر میں کیا کروں؟"

"تم ان سے کہو گے کہ تم نے سونیا کو مار ڈالا ہے، مگر اُس کی روح تمہارا پیچھا کر رہی ہے۔"

"آں۔" وہ ٹھٹک کر سونیا کو سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا اُس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"یہ سر سے پاؤں تک سونیا ہی ہے۔ کہیں یہ میری ماں بن کر مجھے دھوکہ تو نہیں دے رہی ہے؟"

اس کی ذہنی رو پھر بہک گئی۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔

"میں عجیب پاگل ہوں۔ اس کے سینے سے لگ کر مجھے ممتا کی چھاؤں مل جاتی ہے۔ پھر بھی میں نالائق ہوں — ایک ماں کی پاکیزہ گود میں جا کر بھی شبہ کر رہا ہوں..... ... ہاں مگر شبہ دور ہو جائے تو بہتر ہے۔ میں ممی سے پوچھتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا تھا؟"

میں نے کہا۔ "لیکن ممی جو جواب دیں گی۔ اُس کی تصدیق کیسے ہوگی؟ میں خود اپنے متعلق کس حد تک جانتا ہوں۔"

"اس حد تک جانتا ہوں کہ میری پرورش کرنے والی ایک عورت جس کا نام گریشپا تھا، اُس نے مجھے بارہ برس کی عمر تک اپنے پاس رکھا۔ اُس نے بتایا کہ میری ماں نے مجھے....."

وہ سوچ رہا تھا۔ اپنی ماں کے متعلق وہ تمام باتیں یاد کر رہا تھا۔ جنہیں وہ سونیا سے پوچھنے والا تھا۔ وہ باتیں اس لئے یاد کر رہا تھا کہ اپنی ماں اور دوسری عورتوں سے نفرت کرنے کے دوران وہ بہت سی باتیں بھول گیا تھا۔ سونیا نے پوچھا۔

"تم خاموش کیوں ہو گئے؟"

"ممی! میں سوچ رہا ہوں کہ آپ نے مجھے کہاں جنم دیا تھا اور کیوں چھوڑ کر چلی گئی تھیں؟"

سونیا میری سوچ کے ساتھ ساتھ کہنے لگی۔

"بیٹے! جب میں موجود ہوں تو مجھ سے پوچھو۔ سوچنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے بڑے مصائب کا سامنا کرتے ہوئے تمہیں جنم دیا ہے۔ تمہارے باپ کے رشتے دار یہ نہیں چاہتے تھے کہ میں تمہیں جنم دوں۔ تمہارے سوتیلے بھائی اپنے باپ کی جائیداد میں تمہیں حصہ دار نہیں بنانا چاہتے تھے۔ رشتہ داروں کے بہکانے پر تمہارا باپ مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا..."

سونیا چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گئی۔ پھر بولی۔

"میں وہاں سے جان بچا کر بھاگی۔ تمہاری پیدائش کا وقت قریب آ چکا تھا۔ تکلیف کی شدت سے بُرا حال تھا۔ مگر بہرحال میں تمہیں قاتلوں سے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ جہاں تک میری قوت برداشت ساتھ دے سکتی تھی میں بھاگتی چلی گئی۔ آخر ایک تنگ گلی سے گذرنے کے دوران لڑکھڑا کر گر پڑی۔ چند لمحات کے بعد ہی میں نے وہیں گندی نالی کے پاس تمہیں جنم دیا تھا۔ میرے چیخنے اور تمہارے رونے کی آواز سن کر ایک قریبی مکان کا دروازہ کھلا۔ پھر ایک عورت باہر آئی۔ اس کا نام گریشپا تھا...."

میں نے سونیا کو پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے لئے کہا۔ پھر چمپیزی کے تاثرات معلوم کئے۔ اب وہ سونیا سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ کیونکہ جو کچھ وہ جانتا تھا۔ وہی سب کچھ بتا رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔

"ممی! آپ مجھے مدر گریشپا کے پاس چھوڑ کر کیوں چلی گئیں؟"

"بیٹے! جس رات میں نے تمہیں جنم دیا۔ اس وقت طوفان اور بارش کا زور تھا۔ محلے والوں کو پتہ نہ چلا کہ میں نے کس بے بسی کے عالم میں تمہیں جنم دیا ہے۔ دوسرے دن گریشپا نے اپنے پڑوسیوں کو بتایا کہ میں اس کی بہن ہوں۔ اس لئے یہ بات تمہارے دشمنوں تک نہ پہنچ سکی کہ ایک فرار ہونے والی عورت نے کسی گلی میں ایک بچے کو جنم دیا ہے۔ میں دو ماہ تک تمہارے ساتھ گریشپا کے ہاں چھپی رہی۔ ایک اخبار کو میں چرچ کی طرف جا رہی تھی کہ تمہارے سوتیلے بھائی نے مجھے دیکھ لیا میں چرچ کے دوسرے دروازے سے نکل کر بھاگنے لگی۔"

چمپیزی نے کہا۔ "لیکن مدر گریشپا نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ دشمنوں نے آپ کو چرچ میں دیکھ لیا تھا۔"

سونیا نے پوچھا۔ "گریشپا نے کیا بتایا ہے تمہیں؟"

"انہوں نے دو طرح کی باتیں کی ہیں۔ پہلے تو وہ آپ کو مظلوم کہتی تھیں لیکن جب آپ مجھے چھوڑ کر چلی گئیں۔ تو وہ کہنے لگیں کہ کوئی آپ کا اور میرا دشمن نہیں تھا۔ آپ نے گناہ کیا تھا۔ پھر اُس گناہ کے بوجھ کو مدر گریشیا کے گھر چھوڑ کر بھاگ گئیں۔"

"بیٹے! میں ایسے حالات میں بھاگی تھی کہ گریشیا کا مجھ سے بدظن ہونا لازمی تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ میں تمہارے جائز حقوق کے لئے تمہارے باپ کو عدالت میں چیلنج کروں۔ میں نے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا۔ مگر دوسرے ہی دن تمہارے سوتیلے بھائی نے چرچ سے میرا پیچھا کیا۔ اس سے پہلے کہ مجھے فرار ہونے کے لئے کوئی ٹیکسی ملتی۔ اس کے آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا۔ پھر وہ مجھے ایک ویران حویلی میں لے گئے۔ وہاں مجھے ناقابلِ برداشت اذیتیں دیتے رہے اور پوچھتے رہے کہ بچہ کہاں ہے؟ آخر میں دو دن اور دو راتوں تک اذیتیں برداشت کرتے کرتے مر گئی۔"

چمپینزی دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے اور دانت پیسنے لگا۔ پھر بیکبارگی گرجنے لگا۔

"میں انہیں ایسی ایسی اذیتیں دیکر زندہ رکھوں گا کہ وہ ہر لمحہ آپ سے موت کی بھیک مانگتے رہیں گے۔ ممی! مجھے بتایئے۔ وہ راستہ کہاں ہے، جہاں کی شہ رگ تک جاتا ہے....."

"یوں غصہ دکھانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ہمارے پر نہیں ہیں کہ پرواز کرتے ہوئے وہاں پہنچ جائیں۔ آخر جلد بازی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہم ماں بیٹے مل چکے ہیں۔ ہم اس علاقے سے نکلتے ہی دشمنوں کی خیریت پوچھیں گے۔"

وہ کسی قدر شانت ہو کر آگے بڑھنے لگا۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"میں کس قدر کمینہ ہوں۔ اپنی ماں کو گنہگار سمجھ رہا تھا۔ اور اب یہ بھی شبہ کر رہا تھا کہ یہ میری ماں نہیں ہے مجھ جیسا احمق تو کوئی نہ ہوگا۔ چلو یہ بھی اچھا ہوا کہ ممی کی زبان سے اپنے متعلق وہی باتیں سن لیں، جو مجھے معلوم تھیں اب تو میں نشہ کی حالت میں بھی ماں کی ممتا اور خلوص پر شک نہیں کروں گا۔"

اس کے دماغ کی کوئی کل درست نہیں تھی بعض اوقات وہ اچانک ہی کوئی بات سوچتا اور فوراً ہی اُس پر عمل کرتا تھا اچانک ہی وہ اچھل کر سونیا کی طرف پلٹ گیا۔ سونیا گھبرا کر پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔ "کیا بات ہے؟"

اس کا سوال پورا ہونے سے پہلے وہ اوندھے منہ برف پر گر پڑا۔ پھر اُس کے قدموں سے لپٹ کر گڑگڑا کر کہنے لگا۔

"ممی! مجھے معاف کر دیجئے۔ میں آپ پر شبہ کر رہا تھا کہ آپ میری ممی نہیں ہیں۔"

سونیا نے دانت پیستے ہوئے سوچا۔

"میں نے کس پاگل کے بچے کو اپنا بچہ بنایا ہے۔ کمبخت نے مجھے ڈرا کر رکھ دیا۔ پتہ نہیں اس کے ساتھ کیسے نبھے گی....."

پھر وہ جبراً مسکراتی ہوئی بولی۔

"تم ایک نہیں ہزار بار شبہ کرو۔ میں تمہاری ماں ہوں، ماں ہی رہوں گی۔"

"ممی! آپ نے مجھے معاف کر دیا۔؟"

"دل و جان سے معاف کیا۔ چلو اٹھو۔ اگر تم اسی طرح قدم قدم پر قدموں سے لپٹتے رہو گے تو ہم اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

اُس نے اٹھ کر اپنے لباس پر سے برف جھاڑی۔ پھر سلیج کی لگاموں کو تھام کر آگے بڑھنے لگا۔ اس کے دل میں سونیا کی طرف سے ایسا یقین اور اعتماد پیدا ہو گیا تھا کہ اب کوئی اس اعتماد کو متزلزل نہیں کر سکتا تھا۔ سونیا آگے بڑھنے کے دوران دور تک دیکھتی ہوئی سوچ رہی تھی۔

کیسی ویرانی اور سناٹا ہے۔ نہ رات کی تاریکی ہے، نہ دن کا اجالا۔ میں نے سنا تھا کہ رنیا کے اس حصہ میں چھ ماہ تک رات رہتی ہے اور چھ ماہ تک سورج کی ہلکی سی روشنی یہاں پہنچتی ہے۔ شاید ان دنوں چھ ماہ کا ایک دن گذر رہا ہے۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ زندگی کے کسی موڑ پر یہاں پہنچ جاؤں گی۔"

واقعی ایسی ویران جگہ یوں لگتا ہے جیسے برف کی تہ میں سے گذر رہے ہوں۔ وہاں نہ انسان نظر آتے تھے، نہ جانور اور نہ ہی ایک درخت بھی دکھائی دیتا تھا۔ ایسے ویرانے اور سناٹے میں اچانک زندگی کے آثار پیدا ہو گئے۔ سونیا اور چمپینزی ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے۔ پھر اضطراری طور پر اٹھا کر آوازیں سننے لگے۔

دور کہیں سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور وہ آوازیں آتی جا رہی تھیں۔ چمپینزی نے سلیج کی لگام چھوڑ دی۔ ہولسٹر سے ریوالور نکال کر سر کر دیا۔

"ممی! آپ اسے بس یونہی احتیاطاً رکھ لیں۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ آپ کو گولی چلانے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ میں آنے والوں سے نمٹ لوں گا۔"

اُس نے اپنی کمر سے ٹیلیسکوپ لگی ہوئی گن نکالی۔ پھر آواز کی سمت کا اندازہ کرتے ہوئے دوربین سے دیکھنے لگا دوربین ـــ دور تک دکھاتی ہے۔ لیکن برف کی سفید دھند میں بمشکل پندرہ بیس قدم کے فاصلے تک ہی دیکھا جا سکتا تھا۔ سونیا نے پوچھا۔

"کیا اس علاقے میں کتے پائے جاتے ہیں؟"

چمپینزی نے جواب دیا۔

"پالتو کتے ہیں۔ برف گاڑی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کھینچ کر لے جاتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ سلیج کو کھینچتے ہوئے ادھر آ رہے ہیں۔ اُس سلیج پر آدمی بھی ہوں گے؟"

"ہاں۔ یہ لوگ یقیناً اپنے کیبن سے نکل کر آ رہے ہیں.... وہ دیکھو۔"

چمپینزی نے اسکائی لائٹ کا چشمہ پیشانی پر رکھ لیا تھا اور اس کی ایک آنکھ دوربین سے لگی ہوئی تھی۔ سونیا نے اُدھر دیکھا۔ جدھر چمپینزی کی گن کا رُخ تھا۔ برف کے غبار میں کچھ دھندلے سائے متحرک تھے۔ کتوں کی آوازیں بہت قریب سنائی دے رہی تھیں۔ پھر ایک برف گاڑی نظر آئی جس پر دو شخص بیٹھے ہوئے تھے۔

گتے گاڑی کے سوار چمپینزی اور سونیا کے دائیں طرف نظر آئے تھے اور اب بائیں طرف بڑھتے جا رہے تھے مقناطیسی آلے کا کانٹا بھی بائیں طرف تھا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ وہ لوگ طیارے کی طرف جا رہے ہیں چمپینزی نے انہیں آواز دی۔

"ہے۔ یو۔ ہالٹ....!"

اُس کی آواز گولی کی طرح سناٹا چیرتی ہوئی دُور تک گئی۔ پھر وہ برف گاڑی آہستہ آہستہ رُکنے لگی۔ دوسری جانب سے ایک شخص نے پوچھا۔

"ہُو از دیئر..... وہاں کون ہے۔ ہے۔ اے۔ اے"

اب بہت دیر بعد اس ویرانے میں انسانی آوازیں گونج رہی تھیں۔ چمپینزی نے جواب دیا۔

"چمپینزی فرام فرینکفرٹ...."

"اور تم کون ہے؟"

سونیا کے چہرے پر اسکائی لائٹ کا چشمہ اور اضطراب تھا۔ لباس بھی مردوں جیسا تھا۔ اس لئے وہ پہچانی نہیں جاتی تھی۔ میں نے چمپینزی کی سوچ میں جواب دیا۔

"یہ میرا ایک دوست ہے۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم سونیا نام کی ایک عورت کو ہلاک کرنے کے بعد تنہا کیبن کی طرف آ رہے ہو مگر ایک دوست کا اضافہ کیسے ہو گیا؟"

چمپینزی نے کہا۔ "میں قریب آ کر تمہارے سوالوں کے جواب دوں گا۔"

"ہالٹ۔ قریب آنے سے پہلے اپنے ہتھیار پھینک دو۔"

چمپینزی نے کہا۔ "ہم دوست ہیں اور دوستوں سے ہتھیار پھینکنے کے لئے نہیں کہا جاتا۔"

"نو آرگومنٹس۔ حکم کی تعمیل کرو۔ اور ہتھیار پھینک کر ادھر آؤ۔"

میں نے سونیا سے کہا۔

"چمپینزی کو سمجھاؤ کہ ہتھیار پھینک دے۔"

سونیا نے ہاتھ لہرا کر ریوالور سلیج پر پھینکتے ہوئے کہا۔

"برخوردار! اُن کا حکم مان لو۔ ورنہ وہ خطرہ محسوس کرتے ہی بھاگ جائیں گے۔ پھر اپنی پوری ٹیم کے ساتھ واپس آئیں گے۔"

چمپینزی ماں کا حکم نہیں ٹال سکتا تھا۔ اُس نے پریشان ہو کر کہا۔

"ممی! ہم بالکل نہتے ہو کر ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ آپ کو سونیا کے روپ میں دیکھ کر وہ میرے بھی دشمن بن جائیں گے۔"

"دشمن بنے دو۔ جب میں تمہاری پیدائش کے وقت تمہیں دشمنوں سے بچاتی رہی تو کیا اب تمہاری حفاظت نہیں کروں گی؟"

اس نے اپنی گن کو سلیج پر پھینکتے ہوئے کہا۔

"اب میں بچہ نہیں ہوں۔ آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔ اب میں آپ کی حفاظت کروں گا۔"

پھر اُس نے چیخ کر اطلاع دی۔

"ہم نے ہتھیار پھینک دیئے ہیں اور اب دونوں ہاتھ اٹھائے آ رہے ہیں۔"

میں چمپینزی اور سونیا کو چھوڑ کر اُس شخص کی آواز اور لہجے تک پہنچ گیا۔ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔

"جرمنی سے ماسٹر نے اطلاع دی تھی کہ چمپینزی ایک

عورت کو ہلاک کرنے کے بعد ہمارے پاس آئے گا۔ یہ بھی کہا گیا تھا کہ وہ عورت لومڑی کی طرح مکار ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ اُس عورت نے کسی طرح چمپینزی کو گڑبڑ کیا ہو۔ اسی لئے وہاں ایک کی بجائے دو نظر آ رہے ہیں۔"

اس کے ساتھی نے تائید کی۔

"ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ اُس عورت نے چمپینزی کو ریوالور کی زد میں رکھا ہو۔ ہاں بالکل یہی بات ہے۔ وہ دیکھو چمپینزی دونوں ہاتھ اٹھائے آگے ہے اور وہ اس کے پیچھے چل رہی ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ للکارتے ہوئے بولا۔

"اے۔ تم دونوں آگے پیچھے نہیں، بلکہ شانہ بشانہ آگے بڑھو۔ کم آن۔ ہری اَپ ....."

وہ دونوں اپنی اپنی رائفل سنبھال کر کھڑے ہو گئے۔ چمپینزی اور سونیا شانہ بشانہ چلتے ہوئے اُن کے سامنے آ گئے۔ ایک نے آگے بڑھ کر اُن کی تلاشی لی کہ کہیں کوئی ہتھیار چھپا کر نہ رکھا گیا ہو۔ سونیا کی تلاشی لیتے وقت پتہ چل گیا کہ وہ عورت ہے۔ اُس شخص نے غرّا کر چمپینزی سے پوچھا۔

"تم نے کہا تھا کہ یہ تمہارا دوست ہے؟"

چمپینزی نے جواب دیا۔

"بے شک۔ اس دنیا میں ماں سے بڑھ کر کوئی دوست نہیں ہوتا۔ یہ میری ممّی ہیں۔"

"کیا۔؟" اُن دونوں نے بیک وقت حیرانی سے پوچھا۔ پھر سونیا کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اینٹی ماسک کے باعث اس کا چہرہ واضح نہیں تھا۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا۔

"سیلر! ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ چمپینزی آٹھ دماغ کا آدمی ہے۔ اب یہ دوست معلوم ہوتا ہے۔ اس ویرانے میں ایسا پاگل ہی اپنی ماں کو ساتھ لا سکتا ہے۔"

سیلر نے اپنے چشمہ کے شیشہ پر سے برف کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"مارلن! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اپنی ماں کو اپنے ساتھ یہاں کس طرح لے آیا۔ جبکہ ماسٹر کے حکم کے مطابق اسے تنہا آنا چاہیئے تھا۔ مجھے تو دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے۔"

سیلر نے اپنی رائفل کا رُخ سونیا کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"اے بوڑھی آماں! اپنے چہرے پر سے ماسک ہٹاؤ۔"

سونیا نے صرف ماسک کا ہاڈ اٹھا کر کہا۔

"میں برف کے اس طوفان میں ماسک نہیں اتار سکتی، تم اسی طرح دیدار کرو۔"

سیلر اور مارلن نے ٹارچ کی روشنی سے اُس کے چہرے کو دیکھا۔ پھر ایک نے حیرت سے چیخ کر کہا۔

"چمپینزی یو نوٹی! یہ تو نوجوان عورت ہے۔ تمہیں ماں بنانے کے لئے بوڑھی عورت نہیں ملی؟"

چمپینزی نے پوچھا۔ کیا مائیں جوان نہیں ہوتیں؟"

"ہوتی ہیں۔ مگر یہ جوان عورت تو تمہاری ماں کی بجائے بیٹی معلوم ہو رہی ہے۔ تم ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔ سچ سچ بتاؤ۔ یہ کون ہے؟"

"سچی بات اس دنیا میں تسلیم نہیں کی جاتی۔ پھر بھی میں بتا رہا ہوں۔ دراصل میری ممّی پچیس برس پہلے مر چکی تھیں۔ اُن کی روح مجھ سے ملنے کے لئے بے چین تھی۔ آج سونیا طیارے سے چھلانگ لگانے کے بعد سردی سے ٹھٹھر کر مر گئی۔ ایسے ہی وقت میری ممّی کی روح اس کے مُردہ جسم میں سما گئی۔"

مارلن نے چیخ کر پوچھا۔

"یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا یہ وہی سونیا ہے جو تم یہاں ہلاک کرنے آئے ہو؟"

"جی نہیں سونیا تو مر چکی ہے۔ یہ تو صرف سونیا کا جسم ہے۔ ورنہ حقیقتاً یہ میری ممّی ہیں۔"

مارلن نے غصہ سے کہا۔

"یو نان سنس! تمہارے متعلق صحیح اطلاع دی گئی ہے کہ تم نیم پاگل ہو۔ مگر ہم پاگل نہیں ہیں۔ ہم ابھی تمہاری اس فراڈ ممّی کو گولی سے اڑا دیں گے۔"

اُس وقت میں بھی مارلن اور کبھی سیلر کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ اس لئے مجھے چمپینزی کو کنٹرول کرنے کا موقع مل گیا۔ مارلن کی زبان سے یہ سنتے ہی کہ ممّی کو گولی مار دی جائے گی۔ اس نے ایک دم سے مارلن پر چھلانگ لگائی۔ اسی وقت ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ چمپینزی کی حماقت سے گولی خود اُسے یا سونیا کو لگ سکتی تھی۔

مگر ہزاروں کروں میں مارلن کے دماغ میں تھا چمپینزی کے اچانک حملہ کرنے سے وہ بوکھلا کر فائر کرنا چاہتا تھا میں نے اُس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا یا تو اس کا ہاتھ سیلر کی طرف گھوم گیا۔ سیلر کی چیخ کے ساتھ ہی اس کی رائفل

چھوٹ کر گر پڑی۔ دوسری طرف فائرنگ کی آواز سنتے ہی چمپینزی اچھل کر زخمی سیلر پر گر پڑا ایسی پوزیشن میں سونیا اپنے اصل روپ میں آ جاتی ہے۔ اُس نے بجلی کی سی تیزی سے مارلن پر چھلانگ لگائی لیکن اتنے بھاری بھرکم لباس میں وہ اندازہ نہ کر سکی کہ چھلانگ لگانے کے لئے معمول سے کچھ زیادہ قوت صرف کرنی پڑے گی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مارلن سے ٹکرا تو گئی اور اُس کے ساتھ برف گاڑی پر آ کر گر پڑی۔

برف گاڑی کی لگام کو جھٹکا پہنچا تو اُس سے بندھے ہوئے کتے بدک کر بھاگنے لگے۔ چمپینزی نے فوراً ہی سیلر کی رائفل اٹھائی۔ اُس کی ممّی برف گاڑی پر اُس سے دور ہوتی جا رہی تھی اور مارلن اُس سے لڑنے میں مصروف تھا۔ چمپینزی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ مارلن کو کس طرح نشانہ بنائے۔ اس کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی برف گاڑی دور ہوتی ہوئی برف کی دھند میں نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

چمپینزی نے چہرے پر سے ہڈ کو اٹھا کر چیخنا شروع کیا "ممّی۔ ای۔ ای۔ ای ....."

اُس کی آواز گونج رہی تھی۔ مجھے سونیا کی فکر تھی۔ اس لئے میں اُسے چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں سونیا کے آس پاس پر فیلے مناظر تیزی سے گذرتے جا رہے تھے۔ تیز رفتاری سے بھاگتی ہوئی برف گاڑی پر سونیا اور مارلن کے درمیان لکے بازی ہو رہی تھی۔ ان کے جسموں پر اونی اور چمڑوں کے لباس تھے۔ چہروں پر ماسک چڑھا ہوا تھا۔ اس لئے بازی سے کسی کو نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔

ایسے وقت مجھے یہ معلوم کرنا تھا کہ مارلن کس طرح سونیا پر قابو پانا چاہتا ہے۔ بات سیدھی سی تھی کہ میں اُس کے دماغ کو جھٹکا پہنچاتا تو وہ برف گاڑی سے باہر چلا جاتا لیکن وہ شاعر نے جو کہا ہے کہ چھٹنا پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا۔ لہو گرم رکھنے کا ہے ایک بہانہ ... لہٰذا میں نے سونیا کو اپنا لہو گرم رکھنے کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر یہ کہ وہ بڑی جی داری سے لڑ رہی تھی۔ جب کوئی اپنے طور پر جد و جہد میں مصروف ہو تو اُسے اپنی صلاحیتوں کو آزمانے کے لئے آزاد چھوڑ دینا چاہیئے۔

مارلن کی خوش فہمی ختم ہو چکی تھی۔ پہلے اس نے سوچا تھا کہ ایک عورت کو فوراً ہی قابو میں کر لے گا۔ لیکن وہ عورت تو ایک بلا تھی، جو ابھرا چھلانے کے بعد ہی پیچھا چھوڑتی تھی آخر مارلن نے پریشان ہو کر سوچا کہ لکے بازی اور داؤ پیچ سے کام نہیں چلے گا۔ صرف اپنی قوت سے کام لینا ہو گا۔ کسی طرح اسے نیچے گرا کر اس کی گردن کو دبوچنا ہو گا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"وہ تمہیں گرا کر تمہاری گردن دبوچنا چاہتا ہے۔"

یہ سنتے ہی سونیا لڑتے لڑتے گر پڑی۔ اُسے چھا جانے کا موقع دیا۔ مارلن بڑی پھرتی سے اُس پر آیا لیکن اس کے دونوں پاؤں پر ایک لمحہ کے لئے ٹھہر گیا۔ دوسرے لمحے وہ فضا میں بلند ہو کر برف گاڑی کے باہر چلا گیا۔ سونیا نے اس کی دونوں ٹانگیں مضبوطی سے پکڑ لیں۔ اب وہ گاڑی کے باہر برف پر اوندھے منہ گھسٹتا جا رہا تھا۔ وہ نہ تو گاڑی کی طرف واپس آ سکتا تھا اور نہ ہی گاڑی سے الگ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ سونیا نے اس کی دونوں ٹانگیں مضبوطی سے پکڑ لی تھیں۔

کتے بے تحاشہ بھاگتے جا رہے تھے۔ یعنی گاڑی کے آگے چھ عدد کتے تھے اور گاڑی کے پیچھے کتوں کا مالک گھسٹ رہا تھا۔ اُس کے بوجھ سے برف ریزہ ریزہ ہو کر جھاگ کی طرح اڑ رہی تھی۔ پہلے تو اُس کے چہرے کا ماسک کا ہڈ علیحدہ ہوا۔ پھر اُس کا چہرہ برف کی سطح سے رگڑ کھاتے ہوئے گذرنے لگا وہ چیختے ہوئے اپنے سر کو اِدھر اُدھر گھما رہا تھا۔ مگر کب تک؟ وہ جس طرف سر گھماتا تھا، اسی طرف چہرے کی جلد کو برف چھیل کر رکھ دیتی تھی۔

ایک منٹ کے بعد ہی اس کی آواز مر گئی۔ جسم ساکت ہو گیا۔ سونیا اس کی ٹانگیں چھوڑ کر بیٹھ گئی۔ پھر بگاہ تھام کر کتوں کو روکنے کی کوشش کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد کتے اس کے کنٹرول میں آ گئے۔ وہ گاڑی کو واپس موڑ کر جب مارلن کے پاس پہنچی تو اس وقت تک مارلن کا چہرہ اس کے وجود سے لپٹ چکا تھا۔ ٹھوس برف سے ٹکرا کر اسکی ناک اکھڑ گئی تھی۔ چہرے کی کھال کی جگہ گوشت کے لوتھڑے اور ہڈیاں نظر آ رہی تھیں۔ ستر درجہ انجماد کے علاقہ میں زخموں سے خون نہیں رستا۔ زخموں سے ابھرتے ہی جم جاتا ہے۔ اس کے چہرے پر بھی لہو کی پپڑیاں جم گئی تھیں۔ میں نے کہا۔ "سونیا! اُس کا لباس اور جوتے اتار کر رکھ لو۔ یہ چیزیں کہیں کام آ سکتی ہیں۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ اُس نے پوچھا

"اب میں کدھر جاؤں۔ یہاں تو ہر طرف ایک سا منظر ہے۔ برف کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ پتہ نہیں میں نے چمپینزی

کو کہاں چھوڑا ہے۔ میں چمپینزی کی بو سونگھنا چاہتی ہوں مگر ہوا کی رفتار طوفانی ہے۔ شاید وہ ہوا کی مخالف سمت میں ہے۔ اس لئے اس کی بو نہیں مل رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "ذرا چند قدم اِدھر اُدھر جا کر دیکھو جہاں سے آئی ہو۔ اس راستے پر برف گاڑی کے نشانات نظر آسکتے ہیں۔"

اُس نے مارلن کے کپڑے اور جوتوں کو سلیج پر رکھا پھر تھوڑی دور تک برف کی سطح پر اِدھر اُدھر چلتی رہی۔ اُسے ایک جگہ گاڑی کے نشانات نظر آئے۔ وہ سلیج پر آ کر بیٹھ گئی۔ پھر کتوں کی لگام تھام کر گاڑی کو اُس راستے پر موڑ دیا۔ حدِنظر تک وہ نشانات نظر آ رہے تھے لیکن جیسے جیسے وہ آگے بڑھتی گئی، نشانات مٹتے گئے۔ تب یہ بات سمجھ میں آئی کہ برف کی سطح پر صرف تازہ نشانات نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد خواہ تعفنِ قدم ہوں، خواہ گڑھے ہوں وہ سب برف سے پُر ہو جاتے ہیں۔

"اب کیا ہوگا؟" سونیا نے پوچھا۔

میں نے کہا۔ "ذرا ٹھہرو۔ میں چمپینزی اور سیلر کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

وہ ایسا علاقہ تھا کہ مسافر راہ سے بے راہ ہو جاتے تھے۔ مخصوص حالات میں کبھی قطب نما اور کبھی مقناطیسی آلے کے ذریعہ منزل کا پتہ معلوم ہو جاتا تھا۔ اور سونیا کے پاس وہ دونوں چیزیں بھی نہیں تھیں۔ میں نے چمپینزی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ۔ اپنی ممّی کے لئے پریشان تھا۔ ممّی اب تک واپس نہیں آئی تھی۔ لہٰذا وہ اپنا غصہ سیلر پر اتار رہا تھا۔

سیلر کی ایک ٹانگ پر گولی لگی تھی۔ وہ اپنی ٹانگ پکڑے برف پر بیٹھا ہوا تھا۔ چمپینزی نے اُسے ایک ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

"میری ممی ابھی تک واپس نہیں آئیں۔ اگر اُنہیں کوئی نقصان پہنچا تو میں تم سب کا قیمہ بنا کر رکھ دوں گا۔"

سیلر نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا۔

"آجائیں گے۔ وہ لوگ واپس آجائیں گے تم انسانیت کا ثبوت دو۔ ہماری سلیج میں فرسٹ ایڈ باکس تھا۔ وہ ان کے ساتھ چلا گیا۔ تمہارے سامان میں طبی امداد کی دوائیں ضرور ہوں گی۔ فار کرانٹ سیک وہ دوائیں نکالو۔ میں تکلیف سے مرا جا رہا ہوں۔۔۔"

"جب تک ممی نہیں آئیں گی۔ میں تمہارے تڑپنے کا تماشہ دیکھتا رہوں گا۔"

میں نے چمپینزی کی سوچ میں کہا۔

"اگر یہ تڑپ تڑپ کر مر جائے گا تو میں کیبن والوں کے متعلق معلومات حاصل نہیں کر سکوں گا۔ اپنا مقصد حاصل ہونے تک اسے زندہ رکھنا چاہیئے۔"

اس نے غصہ سے بھڑک کر کہا۔

"ارے واہ ان حرامزادوں کی وجہ سے میری ممّی مجھ سے بچھڑ گئیں اور میں اس کا علاج کروں اور اس کی تیمارداری اور خدمت کروں۔۔۔ کبھی نہیں۔ میں اور پانچ منٹ تک ممّی کا انتظار کروں گا۔ پھر اسے گولی مار دوں گا۔"

وہ عجیب اڑیل بھینسا تھا۔ بڑی مشکلوں سے قابو میں آتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں سمجھایا۔

"مگر میں ممّی کے لئے اتنا فکرمند کیوں رہوں۔ کیا میں نے نہیں دیکھا ہے کہ ان کے پاس روحانی قوتیں ہیں۔ میں کبھی پہلی بار دشمن بن کر انہیں نقصان نہ پہنچا سکا۔ کرنی انہیں دشمن بن کر ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ وہ مارلن جیسے دشمن کو زندہ نہیں چھوڑیں گی۔"

اس خیال سے وہ مطمئن ہو کر سوچنے لگا۔

"ہاں۔ میری ممّی کا تو کوئی جواب نہیں ہے۔ مجھے اُن کے لئے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔"

پریشانی دور ہوتے ہی اُس نے قہقہہ لگا کر سیلر سے کہا۔

"تمہارا ساتھی میری ممّی کے ہاتھوں مر چکا ہوگا۔ اب میں تمہارا علاج کروں گا۔"

وہ قہقہے لگاتا ہوا اپنے سامان سے فرسٹ ایڈ باکس نکالنے لگا۔ پھر اُس نے قریب آ کر کہا۔

"سیلر! میں اس لئے تمہارے کام آ رہا ہوں کہ تم ہمارے کام آؤ گے۔ اگر تم نے ہمارا ساتھ نہ دیا اور کسی مقام پر دھوکہ دینے کی کوشش کی تو میں۔۔۔"

سیلر نے جلدی سے کہا۔

"نن۔ نہیں۔ میں کبھی دھوکہ نہیں دوں گا۔ تم جو کہو گے، وہ کروں گا۔۔۔"

مگر اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ چمپینزی کو کیبن میں پہنچانے کے بعد انتقام لے گا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

"مارلن اگر سونیا کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے گا تو سونیا اِدھر واپس کیسے آئے گی۔ اگر نہیں آئے گی تو یہ پاگل کا بچہ مجھے مار ڈالے گا۔"

"ہاں۔ ہاں۔" وہ اپنے طور پر گھبرا کر سوچنے لگا۔ "اوّل تو مارلن ایسا کمزور نہیں ہے کہ ایک عورت سے مار کھا جائے وہ میری مدد کے لئے ضرور آئے گا۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔

"ہاں ضرور آئے گا۔ لیکن تاریک پہلو پر بھی نظر رکھنا چاہیئے۔ یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ سونیا مارلن پر غالب آسکتی ہے۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "تو پھر غالب آکر بھی بُری طرح پھنسے گی۔ اس علاقہ میں ہم جیسے لوگوں کو بھی راستوں کا علم نہیں ہوتا۔ ہم باہر نکلنے کے بعد کیبن کے ریڈیو آپریٹر سے ٹرانسمیٹر کے ذریعہ رابطہ قائم کرتے ہیں اور جب ہمیں کیبن کی طرف واپس جانا ہوتا ہے تو ہم کتوں کی لگام ڈھیلی چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ کتے اپنی پناہ گاہ میں رکھی ہوئی خوراک کو سونگھ کر ہمیں کیبن تک پہنچا دیتے ہیں۔"

مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ کیبن تک کس طرح پہنچا جا سکتا ہے فی الحال میں سونیا کو کیبن کی طرف جانے کا مشورہ نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے سیلر کی سوچ میں کہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ اگر سلیج کے کتے سونیا کو کیبن کی طرف لیجائیں گے۔ تو پھر میں کیبن کا راستہ کیسے معلوم کروں گا؟"

وہ اپنا سر پیٹتے ہوئے سوچنے لگا۔

"یہ میں کیسی احمقانہ باتیں سوچ رہا ہوں۔ جبکہ میں جانتا ہوں کہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کیبن والوں کو اطلاع دوں گا تو وہ مجھے واپس لے جانے کے لئے کتوں کی راہنمائی میں میرے پاس پہنچ جائیں گے۔"

یہ سوچتے ہی اُس نے ایک زور کی چیخ ماری۔ پتہ چلا کہ چمپینزی بڑی پھرتی سے اس کی ٹانگ سے گولی نکال رہا تھا۔ میں نے اسے اُس کے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر سونیا کو دیکھنے لگا۔ وہ سلیج پر بیٹھی تیزی سے کہیں چلی جا رہی تھی میں نے پوچھا۔

"یہ تم کہاں جا رہی ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "ابھی کچھ کہہ نہیں سکتی۔ میں نے کتوں کی لگام ڈھیلی چھوڑ دی ہے۔ یہ خود ہی بھاگے جا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ سیلر کو پہچانتے ہیں۔ اسی طرف جا رہے ہیں۔"

"نہیں سونیا! انہیں فوراً روکو۔ انہیں ڈھیل دی جائے تو یہ سیدھے کیبن کی طرف جاتے ہیں۔"

وہ لگام کو کھینچ کر انہیں روکنے کی کوشش کرنے لگی گاڑی رکتے رکتے ذرا اور دور چلی گئی۔ تب اُس نے حدِنظر تک دیکھتے ہوئے حیرانی سے کہا۔

"مزاد! یہ تو کمال ہو گیا!"

دوسروں کی دیکھنے والی آنکھیں اور سوچنے والا دماغ مجھے پلک جھپکتے ہی بتا دیتا ہے کہ وہ کیا دیکھ رہے ہیں اور وہ کس بات پر حیران ہیں۔ میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"کون سا کمال ہو گیا میری جان؟"

وہ جوشیلے انداز میں بولی۔

"مجھے وہ طیارہ نظر آ رہا ہے۔ میں طیارے کے قریب پہنچ گئی ہوں۔"

"ویری گڈ۔ ایک منزل طے ہو گئی۔ میں چمپینزی کو وہاں پہنچا دوں گا۔"

"اُس کے آنے تک میں کیا کروں؟"

"میں نے پوچھا۔ "یہ ریپک راگ کیا ہوتا ہے۔؟"

اُس نے پوچھا۔ "یہ ریپک راگ کیا ہوتا ہے۔؟"

"یہ آگ لگانے والا گانا ہے۔ اگر تم تان لگاؤ گی تو چاروں طرف دیئے جل اٹھیں گے۔ پھر تمہیں سردی نہیں لگے گی۔"

"ہاں تم میرا مذاق اڑاؤ گے۔ کیونکہ خود بڑے آرام سے کہیں بیٹھے یا لیٹے ہو۔"

"تم نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا کہ میں نیلا کے گرم علاقے میں ہوں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے اور چمپینزی کے دماغ میں آشیانہ بنانے کے دوران خود کو برفانی علاقہ میں پا رہا ہوں۔ تم لوگوں کے احساسات کو اپنا کر خود بھی سردی سے ٹھٹھر رہا ہوں۔ کیونکہ انسان اپنے دماغ سے زمانے کی سردی گرمی محسوس کرتا ہے اور میرا دماغ تم لوگوں کے پاس ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تمہارے خیال کے مطابق میں آرام سے نہیں ہوں۔"

"تم یہ دماغ کے کھیل مجھے نہ سمجھاؤ۔ یہاں میں کب تک لگام تھامے بیٹھی رہوں گی۔ اگر ڈھیل دوں گی تو یہ کتے پھر بھاگنے لگیں گے۔"

"جانِ من! لگام کو مضبوطی کے ساتھ سلیج سے باندھ دو۔ تاکہ انہیں ڈھیل نہ ملے۔ اگر سلیج میں رسّیاں یا چمڑے کے تسمے ہوں تو کتوں کے پچھلے دو دو پاؤں باندھ دو۔ پھر وہ کہیں نہیں جا سکیں گے۔"

"کیا خوب مشورہ دے رہے ہو۔ کیا وہ مجھے نہیں کاٹیں

گے؟"

"انسان انسان کو کاٹتا ہے۔ وہ تو پھر گتے ہیں۔ کرش کرنے میں کیا ہرج ہے؟ اب میں چمپینزی کو تمہاری طرف روانہ کرتا ہوں۔"

میں اُس سے رخصت ہو کر چمپینزی کے پاس گیا وہ اناڑی ڈاکٹر بن کر سیلر کا آپریشن کر رہا تھا۔ اس کی ٹانگ سے گولی نکل چکی تھی۔ مگر وہ بے چارہ بیہوش ہو چکا تھا میں نے چمپینزی کی سوچ میں کہا۔

"یہ بیہوش ہو چکا ہے۔ مجھے اس کی تلاشی لینی چاہیئے۔ شاید کوئی کام کی چیز نکل آئے۔"

وہ تلاشی لینے لگا۔ میرا مقصد تھا کہ سیلر کے پاس ٹرانسمٹر نہ رہے۔ وہ مقصد پورا ہو گیا۔ چمپینزی نے اس کی جیب سے پاکٹ سائز ٹرانسمٹر نکال کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اُس کی دوسری جیب سے مقناطیسی آلہ برآمد ہوا۔ وہ اس آلے کی مدد سے طیارے کی طرف جا رہے تھے چمپینزی نے اسے بھی رکھ لیا۔ پھر وہ سونیا کے لئے سوچنے لگا۔

"ممی کہاں رہ گئیں؟ ابھی تک کیوں نہیں آئیں؟ میں انہیں کہاں تلاش کروں؟"

"میں پھر پریشان ہو رہا ہوں۔ ممی بظاہر سونیا کے روپ میں ہیں۔ لیکن دراصل وہ ایک روح ہیں۔ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

اس کی سوچ نے کہا۔

"ایک روح کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیئے پہلی بار انہوں نے مجھے پکارا تھا۔ اب کیوں نہیں پکاتیں؟"

اس کی سوچ پڑھ کر میں اُلجھ گیا۔ وہ درست سوچ رہا تھا۔ مگر جتنی دانائی سے وہ سوچ رہا تھا۔ اتنی ہی زیادہ وہ احمق بنایا جا سکتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"شاید میں انہیں آواز دوں تو اُن کی طرف سے جواب مل سکتا ہے۔"

یہ خیال آتے ہی وہ زور زور سے چیخنے لگا۔ "ممی۔ ممی کی آواز چاروں طرف گونجنے لگی۔ میں نے سونیا کا لہجہ اختیار کر کے اُس کے دماغ میں اُسے پکارا۔

"چمپینزی۔۔۔ میرے بیٹے۔۔۔ تمہاری پکار سے ماں کا کلیجہ ہلنے لگا ہے۔ مجھے آواز نہ دو۔ میں حیریت سے ہوں۔"

وہ خوش ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے پوچھا۔

"ممی! آپ کہاں ہیں؟ میرے پاس کیوں نہیں آتیں؟"

میں نے سونیا کی طرف سے جواب دیا۔

"بیٹے! میں انسانی جسم میں پناہ لینے کے بعد مجبور ہو گئی ہوں۔ سونیا کا یہ جسم کسی راہنمائی کے بغیر تمہارے پاس نہیں آ سکے گا۔"

"کیسی عجیب بات ہے ممی! آپ یہاں نہیں آ سکتیں مگر آپ کی آواز میرے دماغ میں گونج رہی ہے۔"

"ہاں بیٹے! ماں کی یہ آواز صرف تم ہی سن سکتے ہو۔ یہ روحانی قوتیں بھی عجیب ہوتی ہیں۔ میں خود نہیں سمجھ سکتی تمہیں کیسے سمجھاؤں؟ بہرحال میں طیارے کے قریب پہنچ گئی ہوں تم مقناطیسی آلے کی مدد سے یہاں فوراً چلے آؤ۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔"

"اوکے ممی! میں آ رہا ہوں۔۔۔۔"

وہ بیہوش سیلر کو کاندھے پر لاد کر سلیج کے پاس آیا پھر اُسے سلیج کے سامان پر لٹا دیا۔ اس نے اور سونیا نے مارلن کے حکم پر جو ہتھیار پھینکے تھے۔ انہیں اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ تاکہ وہ سیلر کے ہاتھ نہ لگیں۔ پھر اُس مقناطیسی آلے کی سوئی کو دیکھا۔ اُس کے بعد سلیج کی لگام تھام کر طیارے کی سمت بڑھنے لگا۔

میں اس سے پہلے ہی سوچ کی رفتار سے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گتوں کے بچھلے پاؤں باندھ چکی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "ہیلو! کام ہو گیا؟"

"ہو گیا۔۔۔ میں توڑ رہی تھی کہ یہ کاٹیں گے۔ مگر یہ بڑی شرافت سے پیش آئے۔"

"یہ اپنے رشتے داروں کے ساتھ اسی طرح پیش آتے ہیں۔"

"اے بچو اس نہ کرو۔ اگر تم سامنے ہوتے تو کوئی چیز پھینک کر مارتی۔۔۔۔"

"اتنی دور سے بھی پھینک سکتی ہو۔"

میں ایک ہائے کے ساتھ مر جاؤں گا۔"

وہ مسکرانے لگی۔ پھر سنجیدگی سے بولی۔

"فرہاد! ایسی باتیں نہ کرو کہ تمہاری قربت کے لمحات یاد آ جائیں۔ میں بے چین ہو جاتی ہوں۔ مجھے ان ہنگاموں میں الجھا رہنے دو۔ پتہ نہیں کب ملیں گے۔"

"یہ سب ملنے کی ہی کوششیں ہیں۔ جب بھی خدا کو منظور ہو گا۔ ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جائیں گے۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر خاموش ہو گئی۔ میں نے کہا۔

"دنیا کے گرم علاقوں میں سرد آہیں بھری جاتی ہیں تمہیں وہاں گرم آہیں بھرنی چاہئیں۔"

وہ مسکرا کر جھینپتی ہوئی بولی۔

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"اور میں تمہیں فراق کی ماری محبوبہ کے موڈ میں دیکھنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ چلو ذرا ہنس کر دکھاؤ۔۔۔"

"میں نہیں ہنسوں گی۔ کوئی زبردستی ہے؟"

"اس کا جواب تمہیں ابھی مل جاتا ہے۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کی نازنانہ سوچ میں ہنسنا شروع کیا۔ اب وہ اپنے دماغ کو نہیں روک سکتی تھی۔ بے اختیار ہنسنے لگی۔ ہنسنے کے دوران اس نے خود پر قابو پانا چاہا۔ میں نے کہا۔ "اب منہ کھول کر ہا ہا ہا۔۔۔"

وہ بے ساختہ منہ کھول کر قہقہے لگانے لگی۔ ہی ہی ہی۔۔۔ ہو ہو ہو۔۔۔ ہا ہا ہا۔۔۔ اُس نے ہنستے ہنستے پیٹ پکڑ لیا۔ پھر شکست خوردہ انداز میں سر جھٹکتی ہوئی بولی۔

"بس کرو۔ بس کرو فرہاد کے بچے۔۔۔۔"

میں نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ گہری گہری سانس لیتی ہوئی بولی۔

"یہ کیا بدمعاشی ہے؟"

"میں یہ ثابت کر رہا ہوں کہ وفادار عورتیں اپنے مرد کے ساتھ روتی ہیں اور اپنے مرد کے ساتھ ہنستی ہیں۔ جیسا کہ تم نہ چاہنے کے باوجود میرے ساتھ ہنس رہی تھیں۔"

وہ نقلی میں گھونسہ دکھاتی ہوئی بولی۔

"میرا بس چلے تو میں تمہارے اس ٹیلی پیتھی والے دماغ کو ایک گھونسے میں توڑ دوں۔"

میں رومانی انداز میں پھر فقرہ چست کرنا چاہتا تھا۔ پھر خیال آیا کہ وہ سنجیدہ ہو جائے گی۔ اور خیالوں کی سیج پر بے چینی سے کروٹیں بدلتی رہے گی۔ میں نے اُس سے کہا

"اچھا اب میں تمہیں زبردستی نہیں ہنساؤں گا۔ چلو ایک بار اپنی خوشی سے میرے لئے ہنس دو۔"

"جب میں تمہارے لئے روتی ہوں تو ہنس بھی سکتی ہوں۔ ہا ہا۔۔۔"

جیسے وہ دل کھول کر اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیتی تھی۔ اسی طرح دل کھول کر میرے لئے ہنسنے لگی۔ میں نے کہا۔

"میں تمہاری اس مسترنم ہنسی کو اپنے دل کی تجوری میں رکھ کر اب تھوڑی دیر کے لئے تم سے رخصت ہوتا ہوں۔"

"اب تمہارا دماغ کہاں جا رہا ہے؟"

"جہاں میرا جسم ہے۔ بہت دیر ہو چکی ہے۔ مجھے اپنے ماحول کی بھی خبر رکھنی چاہیئے۔"

"ہاں یہ تو ضروری ہے۔"

"دیکھو سونیا! مجھے واپسی میں دیر بھی ہو سکتی ہے اس لئے تم ضروری باتیں ذہن نشین کر لو۔ پہلی بات یہ کہ میں نے چمپینزی کے دماغ میں اس کی ممی بن کر یہ خبر پہنچائی ہے کہ تم طیارے کے پاس پہنچ چکی ہو۔ لہٰذا وہ آتا ہی ہو گا۔

دوسری بات یہ کہ چمپینزی کے پاس ٹرانسمٹر ہے اُس کے ذریعہ کیبن والوں سے رابطہ قائم ہو سکتا ہے۔ اُسے تم اپنے پاس حفاظت سے رکھو۔ چمپینزی سے ریوالور بھی لے لو۔

تیسری بات یہ کہ سیلر جب تک کام کا آدمی ہے اُسے زندہ رکھو۔ میں اس کی سوچ پڑھ چکا ہوں۔ اُس سے کبھی رفاداری کی امید نہ رکھنا۔

چوتھی بات یہ کہ تم کبھی طیارے کے اندر نہ جانا۔ مارلن کا جو لباس اور جوتے تم نے حاصل کئے ہیں۔ انہیں چمپینزی کے ہاتھ میں طیارے میں بھیجنا تاکہ طیارے کے مسلح جوانوں میں سے کوئی ایک ہی جوان وہ لباس اور جوتے پہن کر باہر آ سکے۔ اس طرح تم ایک ایک دشمن کو باری باری شکار کر سکو گی۔

سونیا نے کہا۔ "ہاں یہ اچھی پلاننگ ہے۔ میں اس پر عمل کروں گی۔"

"اچھا تو پھر جاؤں؟"

"ہائے! کس دل سے کہوں کہ جاؤ۔ پھر اس کے پھڑکتے ہوئے لبوں نے میری ٹیلی پیتھی کا منہ چوم لیا۔

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ دماغ کی اسکرین سے برفانی علاقے کے مناظر گم ہو گئے۔

قسط وار جدید سائنسی کارنامہ ناول "روشنی" کی کہانی جو دوسروں کے لیے روشنی بن گئی۔

کفارہ

قیمت ۱۲۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۵ روپے

مکتبہ نفیسات پوسٹ بکس نمبر ۹۲۴ کراچی

اسلام کے عظیم شہیدوں اور ان کے گھرانوں پر پیش آنے والے واقعات پر مبنی تاریخی ناول کا پہلا حصہ

روشنی کے مینار

قیمت ۶۰ روپے ڈاک خرچ ۵ روپے

مکتبہ نفیسات پوسٹ بکس نمبر ۹۲۴ کراچی

بانس کی کھپچیوں سے بنی ہوئی ایک جھونپڑی تھی جھونپڑی کے ایک کمرے کی ایک دیوار سے دوسری دیوار تک ایک جالی دار جھولا تنا ہوا تھا۔ اُس جھولے پر میں آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ مجھے یہاں آکر یوں لگا جیسے میں کسی ایئر کنڈیشنڈ کمرے سے نکل کر باہر کی گرم فضا میں سانس لے رہا ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے مرحوم اسی طرح پلک جھپکتے ہی بدل جاتے ہیں۔

میں نے تھوڑی دیر اس جھولے میں لیٹ کر ریلیکس کیا۔ جو میری منہ بولی بہن تھی اور دلہن بن کر اس جھونپڑی سے رخصت ہو چکی تھی۔ پھر میں نے سوچا کہ اس کے شوہر نامودا کے دماغ میں جھانک کر دیکھوں۔ شاید وہ میرے متعلق اپنا فیصلہ بدل رہا ہو۔ پھر یہ خیال آیا کہ ابھی پہلی رات منزا اس کی دلہن بنی ہے۔ وہ لوگ پیار بھرا وقت گذار رہے ہوں گے۔ مجھے ان کے دماغ میں نہیں جھانکنا چاہیئے۔

میں جھولے سے اُتر کر کھڑکی کے پاس آیا۔ اُسے کھول کر دیکھا تو باہر دھوپ چمک رہی تھی۔ میری رسٹ واچ دن کے دس بجا رہی تھی۔ میں نے کھڑکی دوبارہ بند کر دی۔ وہاں سے چلتا ہوا باتھ روم میں گیا۔ پندرہ منٹ بعد باتھ روم سے نکل کر دوسرے کمرے میں پہنچا۔ منزا کی بوڑھی ماں نے مجھے دیکھتے ہی اشاروں کی زبان میں پوچھا۔

"کچھ کھاؤ گے؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے اُسے پانچ ڈالر نکال کر دیئے۔ تاکہ وہ میرے لئے سگریٹ منگا دے اُس نے اشاروں میں بتایا کہ پیسوں کی ضرورت نہیں ہے نامودا میری ضرورت کی ہر چیز یہاں فراہم کر چکا ہے کھانے کے بعد میں نے بوڑھی عورت کو اشاروں میں سمجھایا کہ اب میں کچھ آرام کرنے جا رہا ہوں۔ میرے کمرے میں کوئی نہ آئے۔

میں ویسے بھی منزا اور نامودا کی طرف سے مطمئن تھا کہ وہ ہنی مون منانے میں مصروف رہیں گے۔ شاید دو چار روز ادھر کا رُخ نہ کریں۔ میں نے اپنے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ایک سگریٹ سلگا کر ایزی چیئر پر بیٹھ گیا۔ وقت بڑا مہربان تھا۔ مجھے دماغ کی اسکرین پر تماشے دیکھنے کی اجازت دے رہا تھا۔ لہٰذا میں آنکھیں بند کر کے اپنی سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

اس بار میں نے سونیا کو اپنی آمد کی اطلاع نہیں دی۔ یہ تو بہت اچھا ہوا تھا کہ آپ کو سونیا کا جسم مل گیا۔ ارادہ یہ تھا کہ چپ چاپ تماشہ دیکھتا رہوں گا۔ سونیا کہیں آپ کی طرف سے مطمئن رہوں گا۔ مگر یہ بات مجھ سے اپنے طور پر کس طرح ممکن ہے، یہ بھی دیکھتا رہوں گا۔ میں نے پہلی بار آپ کو ہاتھ کیوں نہیں لگا سکتا علاقے میں پہنچتے ہی میں نے سونیا کے دماغ سے چیپیزی... اوہ ہاں۔ یاد آگیا۔ میری بھی کھوپڑی کیا ہے۔ میں آواز سنی۔ وہ دور سے اپنی ممی کو پکار رہا تھا۔ وقت اپنی ممی سے گستاخی کر رہا تھا۔ اب کبھی نہیں کروں گا۔

وہ چیپیزی کی آواز سن کر چاروں طرف دیکھ رہی ہے۔ پھر اندازہ کرنے لگی کہ وہ کس سمت سے آرہا ہے۔ سونیا نے مسکرا کر پوچھا۔

جواب دیا۔ "اب تم بتاؤ۔ سیلر کہاں ہے؟"

"چم پلے زی.... میرے بیٹے! میں طیارے کے پائلٹ کو گولی نکالی تو وہ بیہوش موجود ہوں۔ تم شاید طیارے کے دوسری طرف ہو۔ اب ہوش میں ہے اور سیٹ پر آرام سے لیٹا ہوا دروازے کی طرف آجاؤ...."

"میں نے چیپیزی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اُس نے رکھ لیا ہے۔"

درست تھا۔ وہ طیارے کے قریب پہنچ کر جھک کر اندر وہ دونوں چیزیں مجھے دے دو۔ اور ایک سونیا نے بھایا تو اُسے عقل آئی کہ طیارے کے جائزہ بھی گشت کرنا چاہیئے...."

وہ برف گاڑی کو گھسیٹتا ہوا، طیارے چیپیزی نے بلاچوں وچرا سب کچھ اُسے دیدیا۔ پھر اگلے حصّہ کی طرف سے گھوم کر دروازے سے کچھ فاصلے پر جا کر دستک دو تو اُسے برف کی دُھند میں لپٹی ہوئی سونیا نظر آگئی۔ "اب تم طیارے کے دروازے پر جا کر دستک دو "اوہائی ڈارلنگ ممی...." وہ دوڑتا ہوا آیا۔ "میں یہ بتاؤ کہ تم نے سونیا کو مار ڈالا ہے اور اب اس کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر قہقہے لگاتا ہوا بولا۔ "ارے تمہارا چیپا کر رہی ہے...."

میری ممی کتنی دلیر ہیں۔ مجھے بتایئے ممی! آپ نے اکیلے میں سونیا اور چیپیزی کو چھوڑ کر طیارے کے اندر کس طرح پیچھا چھڑایا۔ یقیناً آپ نے روحانی قوتیں استعمال کی ہوں گی۔ وہاں رابرٹ، آرتھر اور مائیک کے علاوہ دو اسے ہلاک کیا ہوگا۔" ان تھے، جن کے نام میں نہیں جان سکا۔ وہ پانچوں

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ن طیارے کے اندر ادھر سے اُدھر چل رہے تھے

"نہیں بیٹے! ایک مادی جسم میں سمانے کے بعد ورسے باتیں کر رہے تھے تاکہ ان کے بدن میں روحانی قوتوں سے کام نہیں لے سکتی۔ میں حیران ہی بہت حرارت پہنچتی رہے۔ آرتھر نے اپنی ٹیم کے سونیا کیسی خطرناک فائٹر تھی۔ دیکھنا، جسم تڑا ہی سے کہا۔

لڑنے والے ہاتھ پاؤں بھی اس کے ہیں اور یہ تیز رابرٹ! ہم یہاں چھ گھنٹے گذار چکے ہیں۔ اب تک والا دماغ بھی اس کا ہے۔ بس اس دماغ سے دا ہماری مدد کے لئے نہیں آیا۔ کیا کیبن والوں نے گئے۔ یہ دونوں ہاتھ اُس کی مرمت کرتے رہے۔ بھلنے کی آواز نہیں سُنی ہے؟"

نے مجھے سمجھایا کہ مارلن کو دونوں ٹانگوں پر رکھ کر رابرٹ نے پریشان ہو کر کہا۔

باہر پہنچتے وقت اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لینی چاہ کیبن تک ضرور آواز پہنچی ہوگی۔ مجھ میں نہیں آتا کہ میں نے دماغ کی ہدایت پر عمل کیا تو مارلن سیٹ کے ہمیں نظر انداز کیوں کر رہے ہیں۔ کوئی بات نہیں برف پر اوندھے منہ گھسٹتا چلا گیا...." ایک گھنٹہ انتظار کروں گا۔ اس کے بعد میں

وہ کہتی رہی چیپیزی سنتا رہا کہ مارلن برف.."

سطح سے کس طرح رگڑ کھاتا ہوا مر گیا۔ تمام باتیں اُس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی باہر سے آواز لی۔ کوئی دروازے کو پیٹ رہا تھا۔ وہ سب خوش بعد اس نے کہا۔

سے اچھل پڑے۔ "آگئے۔ وہ لوگ آگئے...."

مائیک جیب سے چابیاں نکالتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ رابرٹ نے اسٹین گن سنبھال لی۔ ایک نوجوان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"رابرٹ! اس علاقہ میں ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے کیا تم اسٹین گن سے آنے والے دوستوں کا استقبال کرو گے؟"

رابرٹ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کون جانتا ہے کہ آنے والا وقت دوست ہوتا ہے یا دشمن؟ کیا اپنے علاقے میں، اپنے گھر میں اپنے ہی دشمن نہیں ہوتے؟ میری بات سمجھ میں نہ آئے تو اتنا ہی سمجھ لو کہ میں محتاط رہنے کا عادی ہوں۔"

دروازہ کھل گیا۔ اُس کے ساتھ ہی تیز ہوا کے جھونکے اور برف کے ذرات اندر آنے لگے۔ باہر کی دھند میں ایک دیو قامت انسان نظر آرہا تھا۔ انسو ماسک کے باعث وہ چہرے سے پہچانا نہیں جاتا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے اس کے ڈیل ڈول سے اُسے پہچان لیا۔ رابرٹ نے بلند آواز سے پوچھا۔

"چیپیزی! یہ تم ہو؟"

اُس نے چہرے سے ہڈ اٹھا کر کہا۔

"ہاں۔ مجھے فوراً اندر آنے دو۔ میں بہت مصیبت میں گرفتار ہوں۔"

طیارہ برف میں دھنسا ہوا تھا۔ اس کے باوجود اس کا دروازہ تقریباً پانچ فٹ کی بلندی پر تھا۔ چیپیزی اتنا وزنی لباس پہن کر اپنے دو سو اسّی پونڈ کا وزن لے کر اوپر نہیں چڑھ سکتا تھا۔ اس کے لئے جہاز کی ایک لانبی سیٹ کا تختہ اکھاڑا گیا۔ پھر اُسے دروازے سے برف کی سطح تک بچھا دیا گیا۔ جب وہ اندر آگیا تو فوراً ہی دروازے کو بند کر دیا گیا۔ کیونکہ باہر سے آنے والی سرد ہوا ناقابلِ برداشت تھی۔ رابرٹ نے پوچھا۔

"تمہیں کیبن کی طرف جانا تھا۔ یہاں کیسے آگئے؟"

چیپیزی نے مارلن کا لباس اور جوتے ان کے آگے پھینکتے ہوئے کہا۔

"باہر موت میرا تعاقب کر رہی ہے۔ میں بھٹکتا ہوا یہاں آگیا ہوں۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو؟ صاف صاف کہو؟"

"میں کیا کہوں۔ جبکہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے

مجھے سردی لگ رہی ہے۔ کافی پلاؤ۔"

اس کے لئے فوراً ہی تھرماس سے کافی نکالی گئی۔

رابرٹ نے پوچھا۔

"کیا تم نے سونیا کو ہلاک کردیا؟"

"کردیا....." اُس نے کافی کا ایک گھونٹ لیا۔

"پھر تم پریشان کیوں ہو؟ موت کس طرح تمہارا تعاقب کررہی ہے؟"

اُس نے ایک اور گھونٹ پینے کے بعد کہا۔

"موت تو بعد میں آئے گی۔ ابھی تو اس کی روح پیچھا کررہی ہے۔"

"کیا بک رہے ہو؟" رابرٹ نے ڈانٹ کر پوچھا۔

چمپینزی نے کافی کی پیالی کو فرش پر پٹخ کر غصہ سے کہا۔

"اے تم مجھے ڈانٹ رہے ہو۔ میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔"

رابرٹ کو فوراً ہی عقل آگئی کہ اس کے سامنے ایک پاگل ہاتھی ہے۔ اسے چاپلوسی سے رام کرنا ہوگا۔ اُس نے فوراً ہی عاجزی سے کہا۔

"سوری ماسٹر چمپینزی! مجھ سے غلطی ہوگئی۔ مگر دیکھو نا، تم ایسی بات کررہے ہو، جسے کوئی بھی زمین آدمی تسلیم نہیں کرسکتا۔ یہ روح وغیرہ کوئی چیز نہیں ہوتی۔"

"نہیں ہوتی ہوگی۔ مگر سونیا کی روح باہر موجود ہے۔"

کیا مطلب؟" وہ سب ہی چونک کر بند دروازے کی جانب دیکھنے لگے۔ بند دروازے کے باہر سونیا نظر نہیں آسکتی تھی۔ لیکن وہ لوگ تصور میں اس مصیبت کو پھر زندہ دیکھ رہے تھے۔ رابرٹ نے پھر خوشامدانہ لہجہ میں کہا۔

"ماسٹر چمپینزی! تم بہت سمجھ دار ہو۔ مصیبت کے وقت کبھی پریشان نہیں ہوتے۔ اب بھی تمہیں پورے ہوش و حواس کے ساتھ گفتگو کرنی چاہیئے۔"

"میں پورے ہوش و حواس میں ہوں۔ یقین نہ ہو تو باہر جاکر دیکھ لو۔"

"ہم دیکھ لیں گے۔ اگر سونیا موجود ہوگی تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ تم نے اُسے ہلاک نہیں کیا ہے۔"

"کیا میں جھوٹ کہتا ہوں۔ میں اپنے ان دو ہاتھوں سے اس وقت تک اُس کا گلا گھونٹتا رہا۔ جب تک کہ اُس کا دم نہیں نکل گیا۔ یہ ہاتھ فولاد کے ہیں۔ یقین نہ آئے تو کوئی اپنی گردن پیش کرے۔"

وہ گلا گھونٹنے کے انداز میں اپنے فولادی ہاتھوں کو آگے بڑھا کر ایک ایک کا منہ تکنے لگا۔ سب ہی گھبرا گئے۔ آرتھر نے کہا۔

"ماسٹر! ہمیں تمہاری طاقت کا اندازہ ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گلا گھونٹنے کے دوران سونیا نے سانس روک لی ہو۔ اور تمہیں دھوکہ دینے کے لئے مردہ بن گئی ہو۔"

"کبھی نہیں۔ اسے مار ڈالنے کے بعد میں نے اس کی نبض دیکھی تھی۔ میں اناڑی نہیں ہوں، میں نے اُسے دفن کردیا تھا۔ پھر آدھ گھنٹہ تک وہاں کھڑا رہا۔ قبر میں آدھ گھنٹہ تک سانس روک سکتی ہے۔"

وہ سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ہر ایک کے دماغ میں موجود رہتا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"یہ پاگل کا بچہ ہمارا دماغ خراب کرنے آگیا ہے۔ کیسے یقین کرلوں کہ سونیا کا گلا گھونٹنے کے بعد اور دفن کرنے کے بعد بھی وہ زندہ ہوگئی۔ اُسے ہلاک کرنے دوران چمپینزی سے ضرور کوئی غلطی ہوگئی ہے۔"

آرتھر نے چمپینزی سے پوچھا۔

"اچھا تو آدھ گھنٹے بعد وہ برف کی قبر سے زندہ آئی؟"

چمپینزی نے جواب دیا۔

"نہیں، میں آدھ گھنٹہ بعد وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا۔ دو دن جانے کے بعد میں نے دیکھا۔ وہ چند قدموں کے فاصلے پر میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ میں اُسے دیکھ کر اس کی طرف قریب آتی ہوئی بولی۔

"تم مجھے نہیں مار سکتے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے بعد اب میری روح اپنے تمام دشمنوں سے انتقام لے گی۔"

چمپینزی نے ٹیلسکوپ لگی ہوئی گن کو ہاتھ میں لے کر کہا۔

"پھر میں نے اپنی یہ گن سنبھال لی۔ وہ میرے قریب آتی تھی۔ میرا نشانہ چوک نہیں سکتا تھا۔ میں نے اُس کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ مگر یہ دیکھ کر میری حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ وہ زندہ کھڑی رہی تھی۔"

رابرٹ کے سوا تمام سننے والوں نے لبوں پر زبانیں پھیر لی تھیں جیسے یہ واقعہ ان کی نگاہوں کے سامنے ہوا ہو۔

رابرٹ بہت ہی مضبوط قوتِ ارادی کا مالک تھا۔ اپنے نظریات سے ہٹ کر کبھی کسی روح کی موجودگی تسلیم نہیں کرسکتا تھا۔ مائیک نے پوچھا۔

"ماسٹر! ہوسکتا ہے کہ تمہارا نشانہ چوک گیا ہو؟"

"ہاں۔ میں نے بھی یہی سوچ کر پھر پے در پے فائرنگ کی۔ مگر وہ میرے سامنے قہقہے لگاتی رہی۔"

رابرٹ چپ چاپ اُسے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا اُس آہستگی سے پوچھا۔

"ماسٹر چمپینزی! تمہارا ریوالور کہاں ہے؟"

"سونیا کے پاس ہے۔"

"تم نے اُسے دیا ہے؟"

"ہاں۔ نن۔ نہیں۔ اُس نے مجھ سے چھین لیا۔۔۔"

"اچھا تو وہ روح ریوالور چلانا جانتی ہے؟"

"ہاں۔ جانتی ہے۔"

"تو پھر اس نے تمہیں زندہ کیوں چھوڑ دیا؟"

"وہ کہتی ہے کہ پہلے تم سب کو ہلاک کرے گی، آخر میں مجھے مارے گی۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کو طیارے سے باہر نکالوں۔"

"اگر ہم باہر جانے سے انکار کریں تو؟"

چمپینزی نے پوچھا۔ "مگر ہم یہاں کب تک قید رہ سکتے ہیں؟"

رابرٹ نے کہا۔ "جب تک کیبن سے مدد نہ پہنچے۔"

"اُس امداد کو تو اُس نے باہر ہی ختم کردیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ لوگ پھر ایک بار چونک کر چمپینزی کو تکنے لگے۔

"مطلب یہ کہ کیبن سے دو شخص سلیج پر بیٹھ کر ادھر آرہے تھے۔ سونیا نے ان کا راستہ روک لیا۔ ان میں سے ایک کا نام سیلر ہے اور دوسرے کا نام مارلن تھا۔ اُس نے سیلر کی ٹانگ پر گولی چلائی۔ پھر مارلن سے مقابلہ کرتے وقت سلیج پر گر پڑی۔ وہ دونوں سلیج پر لڑتے ہوئے دور چلے گئے۔ میں نے موقعہ پاکر سیلر کی ٹانگ سے گولی نکالی پھر اسے اپنے سلیج پر ڈال کر یہاں بھاگتا چلا آیا۔"

"اچھا تو سونیا، مارلن سے لڑتی ہوئی ہمیں دور چلی گئی ہے؟"

"نہیں۔ وہ تو میرا پیچھا چھوڑنا ہی نہیں چاہتی میرے آنے سے پہلے ہی وہ یہاں پہنچ گئی۔ اُس نے مارلن کے کپڑے اور جوتے مجھے دیکھ کہا کہ یہ میں تم لوگوں تک پہنچادوں۔"

وہ سب فرش پر پڑے ہوئے کپڑے اور جوتوں کو پریشانی سے دیکھنے لگے۔ رابرٹ نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ماسٹر چمپینزی! روحوں کے متعلق تمہارا اپنا ایک عقیدہ ہے۔ میں اس سے انکار کروں گا تو تم ناراض ہوجاؤ گے۔ لہٰذا میں تمہارے عقیدہ کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے نظریات کے مطابق اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں کہ سونیا ابھی تک زندہ ہے۔ روح کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ نادیدہ شئے ہے۔ اُسے کوئی چھو نہیں سکتا جبکہ سونیا مارلن سے باقاعدہ لڑتی رہی تھی۔ بہرحال میں ماسٹر چمپینزی کے سامنے اس موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ اب ہم میں سے ایک آدمی یہ لباس اور جوتے پہن کر باہر جائے گا۔ ماسٹر چمپینزی! تم اپنا انسو ماسک اور جیکٹ ہمیں دے دو۔"

چمپینزی اپنے چہرے سے انسو ماسک اتارنے لگا۔ رابرٹ نے باہر جانے کے لئے آرتھر کا انتخاب کیا۔ آرتھر جہاز کے ایک گوشہ میں جاکر کپڑے پہننے لگا۔ رابرٹ نے قریب آکر سرگوشی میں کہا۔

"آرتھر! مجھے شبہ ہے کہ وہ مکار عورت چمپینزی کو بیوقوف بنا رہی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اُس نے بڑی مکاری سے اس پاگل کو دوست بنالیا ہو۔ باہر سونیا سے سامنا ہو تو اُسے دھمکی دینا کہ اگر وہ تمہیں ہلاک کرے گی تو طیارے کے اندر اس کے دوست چمپینزی کو ہلاک کردیا جائے گا۔ شاید اس دھمکی سے ہمارا کام بن جائے اور وہ ہتھیار پھینک دے۔"

بلاشبہ رابرٹ بہت ذہین تھا کہ چمپینزی جیسے احمق کی جان بچانے کے لئے سونیا ہتھیار نہیں پھینکے گی۔ لیکن وہ اس سوچ کے برعکس پلاننگ کررہا تھا۔ اور یہ تو میں ہی سمجھ سکتا تھا کہ سونیا نے اگرچہ مکاری سے چمپینزی کو بیوقوف بنایا تھا۔ تاہم اس رشتے کو نبھاتے وقت وہ مکار نہیں بن سکتی تھی۔ وقت آنے پر چمپینزی کے لئے ہتھیار بھی پھینک سکتی تھی۔

آرتھر لباس، جوتے اور انسو ماسک پہننے کے بعد دروازے پر آگیا۔ اس کے لئے دروازہ کھول دیا گیا

پھر وہ اپنے ایک ساتھی سے اسٹین گن لے کر باہر جانے لگا چمپینزی پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کہ اسٹین گن سے اُس کی ممی کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"میرے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی ہے۔ یہ رابرٹ بہت چالاک ہے۔ میری پریشانی کو بھانپ لے گا۔ مجھے بالکل مطمئن رہنا چاہیئے۔ ممی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

اس خیال کے ساتھ ہی وہ اپنے آپ پر قابو پانے لگا۔ اس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں طیارے کے باہر آرتھر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ باہر ایسی تیز ہوائیں چل رہی تھیں جیسے کوئی بدروح سسکتی اور کراہتی ہوئی گذر رہی ہو۔ سونیا نے شاید آرتھر کو دیکھ لیا تھا۔ اس لئے بڑے ہی ڈراؤنے انداز میں آوازیں نکال رہی تھی۔ "ہوُ۔ اُوُ۔ وُوُ۔ وُوُ۔۔۔"

آرتھر سہم کر رُک گیا۔ نیم تاریکی۔ نیم دھندلی روشنی وہ ہوا سسک رہی تھی۔ یا کسی بدروح کا بلاوا تھا۔ ہو اُوُ۔ اُوُ۔ آوُ۔ اوُ۔ اوُ۔۔۔ آوُ۔۔۔"

وہ چند قدم آگے بڑھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا۔ جیسے موت برف کے دھندلکے میں چھپی ہوئی اس کا انتظار کر رہی ہو۔ مشکل یہ تھی کہ برف کی سطح پر موت کے قدموں کی چاپ سُنائی نہیں دے سکتی تھی۔

وہ کچھ اور آگے بڑھا تو اُسے سامان سے بھرا ہوا سلیج نظر آیا۔ اُسے دیکھتے ہی اُس نے ہڑبڑا کر اٹھا کر آواز دی "سونیا۔ یا۔ آ۔ آ۔ آ۔۔۔"

اُس کی آواز دور تک گونجتی چلی گئی۔ مگر سونیا نظر نہیں آئی۔ وہ اور آگے بڑھ گیا۔ اب اُس سلیج پر کوئی لیٹا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس نے پھر آواز دی۔

"کون ہے۔ اٹھ کر سامنے آؤ۔ اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر رکھو۔"

لیکن سلیج پر لیٹنے والے نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی آرتھر نے اسٹین گن کا رُخ اس کی جانب کرتے ہوئے۔ قریب آ کر دیکھا۔ چمپینزی کے بیان کے مطابق وہ سلیج ہی ہو سکتا تھا۔ اُس نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو وہ سردی سے اکڑ کر مر چکا تھا۔ اور اب اس کی لاش پر آہستہ آہستہ برف جم رہی تھی۔ آرتھر نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر سوچا۔

"بیچارہ زخم کی تاب نہ لا کر مر گیا۔ اب اس کا لباس اور جوتے کا ماسک وغیرہ اتار لینا چاہیئے۔ یہ چیزیں میرے ساتھیوں کے کام آئیں گی۔"

میں نہیں چاہتا تھا کہ دشمنوں کو دو لباس بلیں ا بیک وقت دو آدمی سونیا سے مقابلہ کرنے باہر آئیں میں اُسے روکنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک اس کے ہاتھ ایک زبردست ٹھوکر پڑی۔ اسٹین گن اس کی گرفت سے نکل کر برف گاڑی کے دوسری طرف چلی گئی۔

وہ موت جو اپنے قدموں کی چاپ نہیں سنا سکی تھی، آرتھر کے دائیں طرف کھڑی ہوئی تھی۔ آرتھر نے بڑی پھرتی سے اُس پر چھلانگ لگائی۔ یوں تو انسان فطرتاً بلندی کی طرف چھلانگ لگاتا ہے لیکن جب وہ پستی میں آیا تو اُس کے پاؤں اپنے وجود کے بوجھ سے برف میں ٹخنوں تک دھنس گئے اس سے پہلے کہ وہ برف کی سرد بندشوں سے نکلتا۔ اس کی گردن کے نیچے ایک کرائے کا زبردست ہاتھ پڑا۔ وہ آگے کی طرف جھک گیا۔ پھر پیچھے سے ایک لات پڑی تو اس کے قدم اکھڑ گئے اور وہ اوندھے منہ برف کی سطح سرچ مسنے لگا۔

وہ بزدل اور کمزور نہیں تھا۔ لیکن اس کے اور موت کے درمیان یہ فرق تھا کہ موت تقریباً آٹھ گھنٹے سے کھلے ہوا ماحول کی عادی ہو گئی تھی اور وہ پہلی بار طیارے سے باہر آ کر برف سے ٹھٹھر رہا تھا۔ مارکھاتے وقت ایک طرح سے غنیمت تھا۔ کیونکہ بدن میں حرارت پہنچ رہی تھی۔

اب کی بار وہ بجائے پھرتی سے حملہ کرنے کے لئے اٹھا۔ پینترے بدل بدل کر چاروں طرف گھومنے لگا۔ مگر وہ حملہ کس پر کرتا؟ موت پھر آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ اُس نے سوچا۔ مرقعہ غنیمت ہے، برف گاڑی کے دوسری طرف جا کر اپنی اسٹین گن اٹھا لینی چاہیئے۔ یہ سوچتے ہی وہ دوڑتا ہوا تیزی سے اُدھر گیا۔ اتنی ہی تیزی سے موت دوسری طرف اچھل کر کھڑی ہو گئی اسٹین گن کا دستہ ہتھوڑے کی طرح اُس کے سینے پر لگا۔۔۔۔ اُس کے بعد ہتھوڑے برستے ہی چلے گئے۔

طیارے کے اندر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سب بے چینی سے آرتھر کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے باہر کا منظر دیکھنے کے لئے وہاں مسافر بردار طیارے کی طرح کھڑکیاں نہیں تھیں۔ اُس طیارے میں پیراشوٹ کے ذریعہ اترنے کے لئے ایک دروازہ اور گھنٹہ سے بچنے کے لئے چھت پر ایک ویلڈنگ لیئر تھا۔ جس پر برف جم گئی تھی

وہاں سے بھی دیکھنے کی کوشش کی جاتی تو صرف آسمان نظر آتا۔ سائڈ پر وف طیارے میں باہر کی آواز بھی نہیں آتی تھی۔ آدھ گھنٹہ بعد ایک نوجوان نے بے چین ہو کر کہا۔

"کیا بات ہے۔ آرتھر ابھی تک واپس نہیں آیا؟"

میں چمپینزی کے دماغ سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ فخریہ انداز میں مسکرانا چاہتا تھا۔ میں نے فوراً ہی سمجھایا۔

"میں پھر حماقت کر رہا ہوں۔ مجھے بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیئے۔ میری ممی بازیاں جیتتی رہیں گی تب بھی مجھے خوش ہونے کے بجائے ان لوگوں کے سامنے کبھی غصہ اور کبھی خوف کا اظہار کرنا چاہیئے۔"

میرے سمجھانے کا اس پر اثر ہوا۔ وہ پھر سنبھل گیا۔ رابرٹ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔

"ہمیں ذرا سا دروازہ کھول کر دیکھنا چاہیئے۔۔۔۔"

اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ وہ سب دوڑتے ہوئے دروازے پر آ گئے۔ باہر کی سردہوا سے بچنے کے لئے انہوں نے اپنے اطراف کمبل اچھی طرح لپیٹ لئے تھے۔ چمپینزی گھبرا رہا تھا کہ دروازے پر دستک دینے سونیا نہیں آئے گی۔ آرتھر ہی واپس آیا ہے۔ اور اس کی واپسی کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ اس کی ممی پر غالب آ گیا ہے۔

دروازہ کھل گیا چمپینزی کا خیال درست نکلا۔ دروازے کے باہر آرتھر کھڑا ہوا تھا جو لباس وہ پہن کر گیا تھا۔ اب وہ سلیقے سے تہہ کئے جانے کے بعد اس کے دونوں ہاتھوں پر رکھا ہوا تھا۔ لباس کے اوپر چشمہ، انوماسک اور جوتے رکھے ہوئے تھے۔ یہ تمام چیزیں وہ اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھا رہا تھا۔ اور خود ننگا کھڑا ہوا تھا۔

وہ ننگا اس لئے تھا کہ زمانے کی سرد گرمی سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گیا تھا۔ موت اس کی اکڑی ہوئی لاش کو گھنٹوں تک برف میں دھنسا کر چلی گئی تھی۔ لباس اور جوتے وغیرہ اس لئے واپس کئے گئے تھے کہ اب کوئی دوسرا آئے۔

آرتھر۔ تھر تھر۔ تھر تھر۔ ایک نوجوان تھر تھر کانپنے لگا۔ ایسی عبرتناک موت دیکھ کر سب ہی کے ذہن کو جھٹکا پہنچا تھا۔ چند لمحوں کے لئے سب ہی بھول گئے کہ وہ کھلے دروازے پر سرد ہواؤں کے مقابل کھڑے ہیں۔ رابرٹ اچانک ہی غصے سے چیخنے لگا۔

"شیطان کی بچی! میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

باہر سے جواب سنائی دیا۔

"شیطان کے بچے! کیا تم مجھے زندہ چھوڑنے کیلئے لائے تھے؟ میں تو کب کی مر چکی ہوں۔ تمہارا مقصد پورا ہو گیا۔ اب میری روح اپنا مقصد پورا کریگی۔"

رابرٹ بڑی مکاری سے مسکرا رہا تھا۔ اُس نے وہ سمت معلوم کر لی تھی۔ جہاں سے سونیا کی آواز آ رہی تھی اُس نے آہستگی سے کہا۔

"ماسٹر چمپینزی! اپنی گن جلدی سے ادھر دو۔ میں نے معلوم کر لیا ہے کہ وہ کہاں کھڑی ہوئی ہے۔"

چمپینزی ذرا سا ہچکچایا۔ لیکن میں نے اس کے دماغ کو فوراً ہی کنٹرول کیا۔ پھر میں جو چاہتا تھا وہی ہوا چمپینزی اُسے اپنی گن دینے کے لئے آگے بڑھا۔ پھر اس سے اچانک ہی لپٹ کر طیارے کے باہر چھلانگ لگا دی۔ وہ دونوں لکڑی کے تختے پر سے لڑھکتے ہوئے آرتھر کی لاش سے ٹکرائے۔ پھر اُس لاش کے ساتھ برف کی سطح پر ٹھہر گئے۔ لاش کا تحفہ لباس جوتے، چشمہ اور انوماسک ادھر اُدھر بکھر گئے۔ میں نے چمپینزی کے دماغ میں کہا۔

"فوراً انوماسک پہننا چاہیئے۔۔۔۔"

اُسے یہ ترغیب دیکر میں نے سونیا سے کہا۔

"ہری اپ سونیا! دروازے پر فائرنگ کرو۔"

اُس نے فائرنگ کی نتیجہ یہ ہوا کہ طیارے کا دروازہ فوراً ہی بند کر دیا گیا۔ اندر لڑائی جھگڑے کی آواز آئی شاید وہاں دو پارٹیاں بن گئی تھیں۔ ایک پارٹی اپنے لیڈر رابرٹ کی مدد کرنا چاہتی تھی۔ دوسری پارٹی اپنی حفاظت کو ترجیح دے رہی تھی۔ میں ان کے ارادوں کو بعد میں بھی سمجھ سکتا تھا اس لئے طیارے کے باہر سونیا کے دماغ میں موجود رہا۔ جس وقت چمپینزی رابرٹ سے لپٹ کر باہر آیا۔ اسی وقت اس کی گن ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا پڑی تھی۔ پھر یوں ہوا کہ چمپینزی انوماسک کی طرف لپکا۔ اور رابرٹ نے گن کی طرف چھلانگ لگائی۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"رابرٹ کو دیکھو۔ اُسے گن اٹھانے کا موقع نہ دو۔"

سونیا نے اسٹین گن کا برسٹ مارا۔ رابرٹ گن کے پاس پہنچ کر اُسے اٹھا رہا تھا۔ پھر پیچ مار کر پیچھے کی طرف اُلٹ گیا۔ اسٹین گن کی گولیاں دائیں سے بائیں برف کے ذرات کو تڑاتڑ جھاگ کی طرح اڑاتی ہوئی اور رابرٹ

کی دائیں کلائی کو چھیدتی ہوئی چپ ہو گئیں چند لمحوں کے لئے سناٹا چھا گیا۔

رابرٹ میں اب کراہنے کی بھی سکت نہیں تھی۔ ہٹلن گن نے تو اُسے صرف ذرا سا زخمی کیا تھا لیکن سردی اُسے مار رہی تھی۔ لپٹا ہوا کمبل اُس سے دور جا پڑا تھا۔ اُس نے سردی سے بچنے کے لئے کمبل کو حاصل کرنے کے بجائے قوتِ ارادی سے کام لیتے ہوئے گن کی طرف چھلانگ لگائی تھی۔ کمبل سے دور ہو گیا تھا اور گن بھی حاصل نہ ہو سکی تھی۔ اور اگر کمبل مل بھی جاتا تو سترِ درجہ انجماد کے برفخانہ میں اُسے چنگی بھر حرارت بھی نہ ملتی۔

سونیا آگے بڑھ کر اُس کے قریب آئی۔ رابرٹ کا جسم سرد موت کی آغوش میں اکڑ رہا تھا۔ اسکی آنکھیں بند تھیں۔ چہرے سے شدید کرب ظاہر ہو رہا تھا۔ سونیا نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"سوری رابرٹ! میں عورت ہوں۔ میرے اندر ممتا ہے۔ اس کے باوجود سانپ کو دودھ نہیں پلاتی۔ میں تم پر اتنا احسان کر رہی ہوں کہ زندگی کے آخری لمحات میں تمہیں اس کرب سے نجات دلا رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اُس نے آستین گن کی گولیوں سے اُسے چھلنی کر دیا۔ یہ ظلم، یہ سنگدلی، یہی سونیا کی بھیانک خوبیاں تھیں۔ اُس نے دشمنوں سے ہمدردی کرنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ میں نے کہا۔

"اب ذرا انتظار کرو۔ میں طیارے کا دروازہ کھلواتا ہوں۔"

میں سونیا کو چھوڑ کر طیارے کے اندر جانا چاہتا تھا اُسی لمحہ سونیا کی جیب سے ہلکی ہلکی سیٹی کی آواز سُنائی دی۔ ٹرانسمٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ سونیا نے جیب سے ٹرانسمٹر کو نکالا۔ میں نے کہا۔

"اسے چمپینزی کو دے دو۔ وہ باتیں کریگا۔"

اُس نے ٹرانسمٹر چمپینزی کو دے دیا۔ چمپینزی نے ریسیونگ بٹن کو آن کیا تو آواز آئی۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ ریڈ لیو آپریٹر کالنگ.... سیلر تمہاری طرف سے ابھی تک کوئی اطلاع کیوں نہیں ملی۔ ہیلو۔ ہیلو۔ فوراً جواب دیا جائے ہمارے حساب سے اب تمہارے ٹرانسمٹر کی بیٹری سرد ہونے والی ہے۔ اوور...."

میں نے چمپینزی کی سوچ میں کہا۔

"مجھے اس طرح جواب دینا چاہیئے کہ ان کی سمجھ میں نہ آئے۔ میں سرگوشی میں بولوں گا۔"

اُس نے کالنگ بٹن کو آن کیا پھر میری سوچ کے مطابق اس کے حلق سے آواز نکلنے لگی۔

"ہیلو گھر غر غر لیسلے گھر غر غر اس۔ چی۔ کنگ گھر غر غر غر غر...."

دوسری طرف سے پریشان ہو کر کہا گیا۔

"اونچی آواز میں بولو۔ تمہاری باتیں سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ اوور۔"

چمپینزی نے پھر اُسی انداز میں بولنا شروع کیا۔

آپریٹر نے بیزاری سے کہا۔

"کیا مصیبت ہے۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ سیٹلائٹ ڈاؤن ہو چکی ہوگی۔ اگر میری آواز سنائی دے رہی ہے تو، لو میں چیخ کر بول رہا ہوں۔ فوراً واپس چلے آؤ۔ اوور۔"

ٹرانسمٹر خاموش ہو گیا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"چمپینزی سے ٹرانسمٹر واپس لے لو۔ اگر وہ دوبارہ اُسے چھیڑے گا تو مصیبت آ جائے گی۔ اب میں کیونکہ سونیا کی مدد کے لئے فرہاد زندہ نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اب اُس تنظیم کے تمام ماسٹروں کے دل میں سونیا کی دہشت بٹھاؤں گا۔ وہ لوگ ایک بار پھر اُس علاقے میں جزیرہ کرائی کی عبرتناک تباہی کا منظر دیکھیں گے۔ اور یہ تسلیم کریں گے کہ فرہاد کی طرح سونیا بھی لوہے کا چنا ہے، جسے وہ چبا نہیں سکیں گے۔

میں ایک سگریٹ سلگا کر بہت دیر تک سوچتا رہا پھر سگریٹ کو بجھانے کے بعد بھوکے پیٹ آ کر لیٹ گیا کیبن کا رُخ کرنے سے پہلے میں نے سونیا کی خبر لی چمپینزی کے سامان میں کھانے کے جو سربند ڈبے تھے وہ تمام کھانے ہوں، جہاں بڑے بڑے ملکوں کے سیکرٹ ایجنٹ سردی سے جم کر ٹھوس ہو گئے تھے۔ انہیں گرم کرنے کے لئے نہ پہونچ سکے۔ تمہاری سہولت کے لئے مجھے وہاں پہونچنا ہوگا۔ اُس برفزار کام نہیں کر رہا تھا۔ مجبوراً وہ سوکھے میوے کھا کر گذارا کر رہے تھے۔ میں انہیں اُن کے حال پر چھوڑ کر ریڈیو کے سامان سے کھانا نکال کر پیٹ پوجا کرو۔ ارے آپریٹر کے دماغ میں پہونچ گیا۔

سونیا نے رخصت ہو کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک آر۔سی۔ اے ٹرانسمٹر تھا۔ آس پاس مقیاس الہوا اور میں اُسی بانس کی جھونپڑی میں ایک ایزی چیئر پر بیٹھا تھا۔ مقیاس المرسم جیسے مختلف آلات تھے۔ ایک آلے سے پتہ ہوا تھا۔ منطقہ بارہ شمالی کے اس خفیہ کیبن میں چل رہا تھا کہ باہر سترہ میل فی گھنٹے کی رفتار سے ہوا چل رہی ہے۔ لیکن مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ ابھی دھماکہ کرنے والے تھے۔ وہ ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا میں نے اُس سائنسدانوں اور سیاستدانوں کو چھیڑنا مناسب ہے۔ ہی سوچ کے دوران آہستہ آہستہ دوسری طرف گھما دیا سونیا چپ چاپ اُس علاقے سے دور نکل جائے؟ تاکہ اس کی آنکھوں اور دماغ سے اُس کیبن کا جائزہ لے چپ چاپ وہاں سے نکل جانے کا ایک طریقہ سوچوں۔

یہ تھا کہ وہ کتوں کی گاڑی میں بیٹھ کر قطب نما کی مدد سے جنوب کی طرف بڑھتی چلی جاتی۔ پھر کسی انسانی آبادی میں پہنچ جاتی۔ لیکن جنوب کی سمت ہموار میدان تھے یا اونچا نیچا پہاڑی علاقہ تھا، یہ ہم نہیں جانتے تھے۔ کسی گائیڈ کے بغیر وہاں سے آگے بڑھنا دانشمندی نہیں تھی۔

اس خیال کو رد کرنے کے بعد میں نے انتقام لینے کے انداز میں سوچا۔ سپر ماسٹر نے میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ اُسے سونیا کا بھی دوست بننا چاہیئے تھا۔ لیکن اُس نے سونیا کو بالکل ہی بے دست و پا سمجھ کر اس علاقہ میں مرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ تنہا عورت یا تو چمپینزی کے ہاتھوں مر جائے گی یا بھوکی پیاسی سردی میں ٹھٹھر کر ختم ہو جائے گی۔ اور اگر بہت زیادہ دلیری اور چالاکی دکھائے گی تو کیبن والے اُسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

اس کی پلاننگ اپنی جگہ بہت ہی مکمل اور مستحکم تھی کیونکہ سونیا کی مدد کے لئے فرہاد زندہ نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اب اُس تنظیم کے تمام ماسٹروں کے دل میں سونیا کی دہشت بٹھاؤں گا۔ وہ لوگ ایک بار پھر اُس علاقے میں جزیرہ کرائی کی عبرتناک تباہی کا منظر دیکھیں گے۔ اور یہ تسلیم کریں گے کہ فرہاد کی طرح سونیا بھی لوہے کا چنا ہے، جسے وہ چبا نہیں سکیں گے۔

میں ایک سگریٹ سلگا کر بہت دیر تک سوچتا رہا پھر سگریٹ کو بجھانے کے بعد بھوکے پیٹ آ کر لیٹ گیا کیبن کا رُخ کرنے سے پہلے میں نے سونیا کی خبر لی چمپینزی کے سامان میں کھانے کے جو سربند ڈبے تھے وہ تمام کھانے سردی سے جم کر ٹھوس ہو گئے تھے۔ انہیں گرم کرنے کے لئے مجھے وہاں پہونچنا ہوگا۔ اُس برفزار کام نہیں کر رہا تھا۔ مجبوراً وہ سوکھے میوے کھا کر گذارا کر رہے تھے۔ میں انہیں اُن کے حال پر چھوڑ کر ریڈیو کے سامان سے کھانا نکال کر پیٹ پوجا کرو۔ ارے آپریٹر کے دماغ میں پہونچ گیا۔

اُس وقت وہ کافی پی رہا تھا۔ اُس کے سامنے میں اُسی بانس کی جھونپڑی میں ایک ایزی چیئر پر بیٹھا تھا۔ آس پاس مقیاس الہوا اور مختلف آلات تھے۔ ایک آلے سے پتہ چل رہا تھا کہ باہر سترہ میل فی گھنٹے کی رفتار سے ہوا چل رہی ہے۔ لیکن مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ ابھی دھماکہ کرنے والے تھے۔ وہ ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا میں نے اُس سائنسدانوں اور سیاستدانوں کو چھیڑنا مناسب ہے۔ ہی سوچ کے دوران آہستہ آہستہ دوسری طرف گھما دیا سونیا چپ چاپ اُس علاقے سے دور نکل جائے؟ تاکہ اس کی آنکھوں اور دماغ سے اُس کیبن کا جائزہ لے چپ چاپ وہاں سے نکل جانے کا ایک طریقہ سوچوں۔

یہ تھا کہ وہ کتوں کی گاڑی میں بیٹھ کر قطب نما کی مدد سے جنوب کی طرف بڑھتی چلی جاتی۔ پھر کسی انسانی آبادی میں پہنچ جاتی۔ لیکن جنوب کی سمت ہموار میدان تھے یا اونچا نیچا پہاڑی علاقہ تھا، یہ ہم نہیں جانتے تھے۔ کسی گائیڈ کے بغیر وہاں سے آگے بڑھنا دانشمندی نہیں تھی۔

اس خیال کو رد کرنے کے بعد میں نے انتقام لینے کے انداز میں سوچا۔ سپر ماسٹر نے میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ اُسے سونیا کا بھی دوست بننا چاہیئے تھا۔ لیکن اُس نے سونیا کو بالکل ہی بے دست و پا سمجھ کر اس علاقہ میں مرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ تنہا عورت یا تو چمپینزی کے ہاتھوں مر جائے گی یا بھوکی پیاسی سردی میں ٹھٹھر کر ختم ہو جائے گی۔ اور اگر بہت زیادہ دلیری اور چالاکی دکھائے گی تو کیبن والے اُسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

اس کی پلاننگ اپنی جگہ بہت ہی مکمل اور مستحکم تھی کیونکہ سونیا کی مدد کے لئے فرہاد زندہ نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اب اُس تنظیم کے تمام ماسٹروں کے دل میں سونیا کی دہشت بٹھاؤں گا۔ وہ لوگ ایک بار پھر اُس علاقے میں جزیرہ کرائی کی عبرتناک تباہی کا منظر دیکھیں گے۔ اور یہ تسلیم کریں گے کہ فرہاد کی طرح سونیا بھی لوہے کا چنا ہے، جسے وہ چبا نہیں سکیں گے۔

میں ایک سگریٹ سلگا کر بہت دیر تک سوچتا رہا پھر سگریٹ کو بجھانے کے بعد بھوکے پیٹ آ کر لیٹ گیا کیبن کا رُخ کرنے سے پہلے میں نے سونیا کی خبر لی چمپینزی کے سامان میں کھانے کے جو سربند ڈبے تھے وہ تمام کھانے سردی سے جم کر ٹھوس ہو گئے تھے۔ انہیں گرم کرنے کے لئے نہ پہونچ سکے۔ تمہاری سہولت

"جیسے بھی ہو۔ میں اُن کی فکر کیوں کروں؟ میں نے ڈاکٹر ڈان اسمتھ کو اطلاع دے دی ہے۔ اب وہی فکر کرے گا۔"

اس کے بعد وہ پھر میکسیکو کے بارے میں سوچنے لگا۔ جہاں کا موسم گرم ہوتا تھا اور اُس کی محبوبہ برموسم کی گرمی اور بڑھا دیتی تھی۔ میں بیزار ہو کر سوچنے لگا کہ وہ الّو کا پٹھا کسی طرح میری راہ پر نہیں آ رہا ہے۔ اُسے کسی طرح کمرے سے باہر لے جانا ہوگا۔ یا دوسرے لوگوں کو اس کمرے میں بلانا ہوگا۔ میں نے پھر اُس کی سوچ میں کہا۔

"کافی مزے دار ہے۔ ایک پیالی اور پینی چاہیئے۔"

وہ مان گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر ہیٹر کے پاس گیا۔ ہیٹر پر کیتلی رکھی ہوئی تھی اس کا سلگتا ہوا تار لمبے سرخ تھا۔ جیسے کسی دوشیزہ نے دہکتے ہوئے انگارے جیسی سرخی ہونٹوں پر لگا رکھی ہو۔ میں نے ریڈیو آپریٹر سے کہا۔

"یہ میری میکسیکن محبوبہ کے دہکتے ہونٹ ہیں۔"

اس کی سوچ نے کہا۔

"ہاں۔ مگر یہ آگ ہے۔ ایک دوشیزہ کے لبوں کی طرح جلاتی ہے۔"

میں نے کہا۔ ان لبوں کو چھو لینے میں کیا ہرج ہے؟"

اس سے پہلے کہ وہ انکار کرتا۔ میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہونچایا۔ "میں چھو رہا ہوں ...."

اور اُس نے بے اختیار ہیٹر کی آگ کو چھو لیا پھر اُس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ پیچھے کی جانب اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ اُس کے چیخنے کے چند لمحے بعد ایک جھٹکے سے کمرے کا دروازہ کھلا۔ دو مسلح افراد کمرے میں آئے۔ ایک نے پوچھا۔

"کیا ہوا مسٹر مورلیو؟"

ریڈیو آپریٹر مورلیو نے اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے سوختہ ہاتھ کو تھام کر کراہتے ہوئے کہا۔

"میں ہیٹر پر سے کیتلی اٹھا رہا تھا۔ میرا ہاتھ جل گیا۔"

آنے والوں نے ہیٹر کی جانب دیکھا۔ وہاں کیتلی جوں کی توں رکھی ہوئی تھی۔ ایک نے کہا۔

"تعجب ہے کیتلی اپنی جگہ رکھی ہوئی ہے۔ کیا تم اپنی محبوبہ کی یاد میں گم ہو گئے تھے؟"

وہ جینپ کر تکلیف سے جھلاتے ہوئے لڑا رہنا چاہیئے۔ باقی کیڑے مکوڑوں کو مرجانا چاہیئے۔"

"مذاق نہ کرو۔ فرسٹ ایڈ باکس لے آؤ۔"

وہ دونوں ہنستے ہوئے دوسرے کمرے میں چلا گیا ہے، وہاں پچیس دسمبر کو کیا ہونے گا

میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ میں دونوں میں سے کسی میں آہستہ آہستہ اُس کی سوچ کو کریدنے لگا۔ اور آہستہ آہستہ بھی دماغ میں بیٹھ کر اُس زیر زمین خفیہ اڈے میں جا آہستہ اُس کی سوچ کی گرہیں کھلتی چلی گئیں۔ میری معلومات میں تھا۔ اُن میں سے ایک فرسٹ ایڈ باکس لانے جا رہا تھا۔ اضافہ ہوا کہ اُس زیر زمین اڈہ میں ایسی مشینیں نصب کی گئی دوسرے کی سوچ نے بتایا کہ وہ ڈاکٹر کے پاس جا رہا ہے۔ جن کے ذریعہ وہاں سے ایک ہزار میل کی دوری پر یہ رہی ڈاکٹر ڈان اسمتھ ہو سکتا تھا۔ جس کا نام میں نے کرئن آئی لینڈز کے سمندر میں دھماکہ کیا جائے گا۔ کی سوچ میں سنا تھا۔

کچھ نئے تجربات کے بعد جو ایٹم بم تیار کیا گیا تھا

وہ مسلح گارڈ ایک کیبن کا دروازہ کھول کر اُسے کسی گرم ملک میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ اسی لئے اُس سرد علاقہ میں اُسے اسٹور کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر ڈان اسمتھ پھر اُس نے کہا۔

"ڈاکٹر! مورلیو کا ہاتھ جل گیا ہے۔ ہم نے سوچنے کے دوران اُن مشینوں کو تصور میں آپریٹ کر رہا تھا۔ اور تصور میں دیکھ رہا تھا کہ مختلف بٹنوں کو دبانے چیخ سنی تھی۔"

ادھیڑ عمر کا ڈاکٹر ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہے کس طرح ایک راکٹ نما بم زمین دوز کولڈ اسٹوریج سے اُس نے ڈانٹ کر کہا۔

اوپر اٹھتا ہوا، ہوا کی سطح سے بلند ہو کر فضا میں تیزی

"ایڈیٹ! پوری بات کہا کرو۔ وہ کیسے جل گیا ہے پرواز کرتا ہے اور اپنے ٹارگٹ پر پہونچ کر برسٹ

اُس ایڈیٹ نے پوری بات بتائی۔ ڈاکٹر ہو جاتا ہے۔

اُس کے بعد میں نے دیوار کے دوسرے نقشہ کی کہا۔

طرف اُسے متوجہ کیا۔ وہ گرین لینڈ کے شمالی حصہ کا نقشہ

"یہ مورلیو بھی ایڈیٹ ہے۔ اب وہ کیسے کرے گا۔ اُسے ریسٹ لینے دو۔ اُس کی ڈیوٹی تھا۔ اُسے دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ جنوب کی سمت پانچسو میل دور ایک شہر آباد ہے۔ ان کے کھانے پینے اور ضروریات کا سامان وہاں سے آتا تھا۔ آمد و رفت کے ایڈیٹ کو دو۔"

وہ باہر چلا گیا۔ میں ڈاکٹر کی دماغی آنکھ لئے دو سو میل تک برف گاڑیاں استعمال کی جاتی تھیں اُس پڑے سے کمرے کو دیکھنے لگا۔ اُس طیارہ پائلٹ کی معلومات غلط تھیں۔ کیونکہ وہ زیر زمین اس کے بعد ایک پختہ سڑک شروع ہوتی تھی۔ وہاں اڈہ محض ایک کیبن نہیں تھا۔ نہ معلوم وہ کہاں تک سرنگ کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ اور وہاں تین سو میل کا سفر کار کے ذریعے طے ہوتا تھا۔

نہ جانے کتنے مسلح گارڈز تھے۔ اُس کمرے کی دیوار سے بڑھائے ہوئے کتنے دو سو میل تک کا راستہ اچھی طرح جانتے تھے۔ اس کے باوجود رنگ میل کے طور پر راہنمائی بہت سے نقشے آویزاں تھے۔ ایک دنیا کا نقشہ ستون نصب کئے گئے تھے۔ جن پر برف جم جاتی تھی اور نقشہ میں کرئن آئی لینڈز کے ایک سمندر پر بڑا سا دائرہ بنا ہوا تھا۔ اُس دائرہ کے اندر پچیس دسمبر ستون کے بجائے برف کے ٹیلے دکھائی دیتے تھے سونیا تھا۔ میں نے ڈاکٹر کو سوچنے پر مجبور کیا۔

"پچیس دسمبر تو مسیح کی پیدائش کا دن ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے سوچنے لگا۔

"ہا ہا ہا۔ اسی دن اٹیمی دھماکہ ہوگا۔ مسیح بچا لئے صلیب پر چڑھا تھا۔ ہم اٹیمی تجربات کے لئے کے لوگوں کو صلیب پر چڑھائیں گے خواہ مخواہ آباد رہی ہے۔ یہاں صرف ہم جیسے باصلاحیت لوگوں کو زندہ

میں سمجھ گیا کہ دنیا کے نقشہ میں جہاں سرخ دائرہ

وہ دونوں ہنستے ہوئے دوسرے کمرے میں چلا گیا ہے، وہاں پچیس دسمبر کو کیا ہونے گا

میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ میں دونوں میں سے کسی میں آہستہ آہستہ اُس کی سوچ کو کریدنے لگا۔ اور آہستہ آہستہ بھی دماغ میں بیٹھ کر اُس زیر زمین خفیہ اڈے میں جا آہستہ اُس کی سوچ کی گرہیں کھلتی چلی گئیں۔ میری معلومات میں تھا۔ اُن میں سے ایک فرسٹ ایڈ باکس لانے جا رہا تھا۔ اضافہ ہوا کہ اُس زیر زمین اڈہ میں ایسی مشینیں نصب کی گئی دوسرے کی سوچ نے بتایا کہ وہ ڈاکٹر کے پاس جا رہا ہے۔ جن کے ذریعہ وہاں سے ایک ہزار میل کی دوری پر یہ رہی ڈاکٹر ڈان اسمتھ ہو سکتا تھا۔ جس کا نام میں نے کرئن آئی لینڈز کے سمندر میں دھماکہ کیا جائے گا۔ کی سوچ میں سنا تھا۔

کچھ نئے تجربات کے بعد جو ایٹم بم تیار کیا گیا تھا

وہ مسلح گارڈ ایک کیبن کا دروازہ کھول کر اُسے کسی گرم ملک میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ اسی لئے اُس سرد علاقہ میں اُسے اسٹور کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر ڈان اسمتھ پھر اُس نے کہا۔

"ڈاکٹر! مورلیو کا ہاتھ جل گیا ہے۔ ہم نے سوچنے کے دوران اُن مشینوں کو تصور میں آپریٹ کر رہا تھا۔ اور تصور میں دیکھ رہا تھا کہ مختلف بٹنوں کو دبانے چیخ سنی تھی۔"

ادھیڑ عمر کا ڈاکٹر ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہے کس طرح ایک راکٹ نما بم زمین دوز کولڈ اسٹوریج سے اُس نے ڈانٹ کر کہا۔

اوپر اٹھتا ہوا، ہوا کی سطح سے بلند ہو کر فضا میں تیزی

"ایڈیٹ! پوری بات کہا کرو۔ وہ کیسے جل گیا ہے پرواز کرتا ہے اور اپنے ٹارگٹ پر پہونچ کر برسٹ

اُس ایڈیٹ نے پوری بات بتائی۔ ڈاکٹر ہو جاتا ہے۔

اُس کے بعد میں نے دیوار کے دوسرے نقشہ کی کہا۔

طرف اُسے متوجہ کیا۔ وہ گرین لینڈ کے شمالی حصہ کا نقشہ

"یہ مورلیو بھی ایڈیٹ ہے۔ اب وہ کیسے کرے گا۔ اُسے ریسٹ لینے دو۔ اُس کی ڈیوٹی تھا۔ اُسے دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ جنوب کی سمت پانچسو میل دور ایک شہر آباد ہے۔ ان کے کھانے پینے اور ضروریات کا سامان وہاں سے آتا تھا۔ آمد و رفت کے ایڈیٹ کو دو۔"

وہ باہر چلا گیا۔ میں ڈاکٹر کی دماغی آنکھ لئے دو سو میل تک برف گاڑیاں استعمال کی جاتی تھیں اُس پڑے سے کمرے کو دیکھنے لگا۔ اُس طیارہ پائلٹ کی معلومات غلط تھیں۔ کیونکہ وہ زیر زمین اس کے بعد ایک پختہ سڑک شروع ہوتی تھی۔ وہاں اڈہ محض ایک کیبن نہیں تھا۔ نہ معلوم وہ کہاں تک سرنگ کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ اور وہاں تین سو میل کا سفر کار کے ذریعے طے ہوتا تھا۔

نہ جانے کتنے مسلح گارڈز تھے۔ اُس کمرے کی دیوار سے بڑھائے ہوئے کتنے دو سو میل تک کا راستہ اچھی طرح جانتے تھے۔ اس کے باوجود رنگ میل کے طور پر راہنمائی بہت سے نقشے آویزاں تھے۔ ایک دنیا کا نقشہ ستون نصب کئے گئے تھے۔ جن پر برف جم جاتی تھی اور نقشہ میں کرئن آئی لینڈز کے ایک سمندر پر بڑا سا دائرہ بنا ہوا تھا۔ اُس دائرہ کے اندر پچیس دسمبر ستون کے بجائے برف کے ٹیلے دکھائی دیتے تھے سونیا تھا۔ میں نے ڈاکٹر کو سوچنے پر مجبور کیا۔

"پچیس دسمبر تو مسیح کی پیدائش کا دن ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے سوچنے لگا۔

"ہا ہا ہا۔ اسی دن اٹیمی دھماکہ ہوگا۔ مسیح بچا لئے صلیب پر چڑھا تھا۔ ہم اٹیمی تجربات کے لئے کے لوگوں کو صلیب پر چڑھائیں گے خواہ مخواہ آباد رہی ہے۔ یہاں صرف ہم جیسے باصلاحیت لوگوں کو زندہ

وہ جینپ کر تکلیف سے جھلاتے ہوئے لڑا رہنا چاہیئے۔ باقی کیڑے مکوڑوں کو مرجانا چاہیئے۔"

"مذاق نہ کرو۔ فرسٹ ایڈ باکس لے آؤ۔"

وہ دونوں ہنستے ہوئے دوسرے کمرے میں چلا گیا ہے، وہاں پچیس دسمبر کو کیا ہونے گا

میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ میں دونوں میں سے کسی میں آہستہ آہستہ اُس کی سوچ کو کریدنے لگا۔ اور آہستہ آہستہ بھی دماغ میں بیٹھ کر اُس زیر زمین خفیہ اڈے میں جا آہستہ اُس کی سوچ کی گرہیں کھلتی چلی گئیں۔ میری معلومات میں تھا۔ اُن میں سے ایک فرسٹ ایڈ باکس لانے جا رہا تھا۔ اضافہ ہوا کہ اُس زیر زمین اڈہ میں ایسی مشینیں نصب کی گئی دوسرے کی سوچ نے بتایا کہ وہ ڈاکٹر کے پاس جا رہا ہے۔ جن کے ذریعہ وہاں سے ایک ہزار میل کی دوری پر یہ رہی ڈاکٹر ڈان اسمتھ ہو سکتا تھا۔ جس کا نام میں نے کرئن آئی لینڈز کے سمندر میں دھماکہ کیا جائے گا۔ کی سوچ میں سنا تھا۔

کچھ نئے تجربات کے بعد جو ایٹم بم تیار کیا گیا تھا

وہ مسلح گارڈ ایک کیبن کا دروازہ کھول کر اُسے کسی گرم ملک میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ اسی لئے اُس سرد علاقہ میں اُسے اسٹور کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر ڈان اسمتھ پھر اُس نے کہا۔

"ڈاکٹر! مورلیو کا ہاتھ جل گیا ہے۔ ہم نے سوچنے کے دوران اُن مشینوں کو تصور میں آپریٹ کر رہا تھا۔ اور تصور میں دیکھ رہا تھا کہ مختلف بٹنوں کو دبانے چیخ سنی تھی۔"

ادھیڑ عمر کا ڈاکٹر ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہے کس طرح ایک راکٹ نما بم زمین دوز کولڈ اسٹوریج سے اُس نے ڈانٹ کر کہا۔

اوپر اٹھتا ہوا، ہوا کی سطح سے بلند ہو کر فضا میں تیزی

"ایڈیٹ! پوری بات کہا کرو۔ وہ کیسے جل گیا ہے پرواز کرتا ہے اور اپنے ٹارگٹ پر پہونچ کر برسٹ

اُس ایڈیٹ نے پوری بات بتائی۔ ڈاکٹر ہو جاتا ہے۔

اُس کے بعد میں نے دیوار کے دوسرے نقشہ کی کہا۔

طرف اُسے متوجہ کیا۔ وہ گرین لینڈ کے شمالی حصہ کا نقشہ

"یہ مورلیو بھی ایڈیٹ ہے۔ اب وہ کیسے کرے گا۔ اُسے ریسٹ لینے دو۔ اُس کی ڈیوٹی تھا۔ اُسے دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ جنوب کی سمت پانچسو میل دور ایک شہر آباد ہے۔ ان کے کھانے پینے اور ضروریات کا سامان وہاں سے آتا تھا۔ آمد و رفت کے ایڈیٹ کو دو۔"

وہ باہر چلا گیا۔ میں ڈاکٹر کی دماغی آنکھ لئے دو سو میل تک برف گاڑیاں استعمال کی جاتی تھیں اُس پڑے سے کمرے کو دیکھنے لگا۔ اُس طیارہ پائلٹ کی معلومات غلط تھیں۔ کیونکہ وہ زیر زمین اس کے بعد ایک پختہ سڑک شروع ہوتی تھی۔ وہاں اڈہ محض ایک کیبن نہیں تھا۔ نہ معلوم وہ کہاں تک سرنگ کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ اور وہاں تین سو میل کا سفر کار کے ذریعے طے ہوتا تھا۔

نہ جانے کتنے مسلح گارڈز تھے۔ اُس کمرے کی دیوار سے بڑھائے ہوئے کتنے دو سو میل تک کا راستہ اچھی طرح جانتے تھے۔ اس کے باوجود رنگ میل کے طور پر راہنمائی بہت سے نقشے آویزاں تھے۔ ایک دنیا کا نقشہ ستون نصب کئے گئے تھے۔ جن پر برف جم جاتی تھی اور نقشہ میں کرئن آئی لینڈز کے ایک سمندر پر بڑا سا دائرہ بنا ہوا تھا۔ اُس دائرہ کے اندر پچیس دسمبر ستون کے بجائے برف کے ٹیلے دکھائی دیتے تھے سونیا تھا۔ میں نے ڈاکٹر کو سوچنے پر مجبور کیا۔

"پچیس دسمبر تو مسیح کی پیدائش کا دن ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے سوچنے لگا۔

"ہا ہا ہا۔ اسی دن اٹیمی دھماکہ ہوگا۔ مسیح بچا لئے صلیب پر چڑھا تھا۔ ہم اٹیمی تجربات کے لئے کے لوگوں کو صلیب پر چڑھائیں گے خواہ مخواہ آباد رہی ہے۔ یہاں صرف ہم جیسے باصلاحیت لوگوں کو زندہ

وہ جینپ کر تکلیف سے جھلاتے ہوئے لڑا رہنا چاہیئے۔ باقی کیڑے مکوڑوں کو مرجانا چاہیئے۔"

"مذاق نہ کرو۔ فرسٹ ایڈ باکس لے آؤ۔"

وہ دونوں ہنستے ہوئے دوسرے کمرے میں چلا گیا ہے، وہاں پچیس دسمبر کو کیا ہونے گا

میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ میں دونوں میں سے کسی میں آہستہ آہستہ اُس کی سوچ کو کریدنے لگا۔ اور آہستہ آہستہ بھی دماغ میں بیٹھ کر اُس زیر زمین خفیہ اڈے میں جا آہستہ اُس کی سوچ کی گرہیں کھلتی چلی گئیں۔ میری معلومات میں تھا۔ اُن میں سے ایک فرسٹ ایڈ باکس لانے جا رہا تھا۔ اضافہ ہوا کہ اُس زیر زمین اڈہ میں ایسی مشینیں نصب کی گئی دوسرے کی سوچ نے بتایا کہ وہ ڈاکٹر کے پاس جا رہا ہے۔ جن کے ذریعہ وہاں سے ایک ہزار میل کی دوری پر یہ رہی ڈاکٹر ڈان اسمتھ ہو سکتا تھا۔ جس کا نام میں نے کرئن آئی لینڈز کے سمندر میں دھماکہ کیا جائے گا۔ کی سوچ میں سنا تھا۔

کچھ نئے تجربات کے بعد جو ایٹم بم تیار کیا گیا تھا

وہ مسلح گارڈ ایک کیبن کا دروازہ کھول کر اُسے کسی گرم ملک میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ اسی لئے اُس سرد علاقہ میں اُسے اسٹور کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر ڈان اسمتھ پھر اُس نے کہا۔

"ڈاکٹر! مورلیو کا ہاتھ جل گیا ہے۔ ہم نے سوچنے کے دوران اُن مشینوں کو تصور میں آپریٹ کر رہا تھا۔ اور تصور میں دیکھ رہا تھا کہ مختلف بٹنوں کو دبانے چیخ سنی تھی۔"

ادھیڑ عمر کا ڈاکٹر ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہے کس طرح ایک راکٹ نما بم زمین دوز کولڈ اسٹوریج سے اُس نے ڈانٹ کر کہا۔

اوپر اٹھتا ہوا، ہوا کی سطح سے بلند ہو کر فضا میں تیزی

"ایڈیٹ! پوری بات کہا کرو۔ وہ کیسے جل گیا ہے پرواز کرتا ہے اور اپنے ٹارگٹ پر پہونچ کر برسٹ

اُس ایڈیٹ نے پوری بات بتائی۔ ڈاکٹر ہو جاتا ہے۔

اُس کے بعد میں نے دیوار کے دوسرے نقشہ کی کہا۔

طرف اُسے متوجہ کیا۔ وہ گرین لینڈ کے شمالی حصہ کا نقشہ

"یہ مورلیو بھی ایڈیٹ ہے۔ اب وہ کیسے کرے گا۔ اُسے ریسٹ لینے دو۔ اُس کی ڈیوٹی تھا۔ اُسے دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ جنوب کی سمت پانچسو میل دور ایک شہر آباد ہے۔ ان کے کھانے پینے اور ضروریات کا سامان وہاں سے آتا تھا۔ آمد و رفت کے ایڈیٹ کو دو۔"

وہ باہر چلا گیا۔ میں ڈاکٹر کی دماغی آنکھ لئے دو سو میل تک برف گاڑیاں استعمال کی جاتی تھیں اُس پڑے سے کمرے کو دیکھنے لگا۔ اُس طیارہ پائلٹ کی معلومات غلط تھیں۔ کیونکہ وہ زیر زمین اس کے بعد ایک پختہ سڑک شروع ہوتی تھی۔ وہاں اڈہ محض ایک کیبن نہیں تھا۔ نہ معلوم وہ کہاں تک سرنگ کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ اور وہاں تین سو میل کا سفر کار کے ذریعے طے ہوتا تھا۔

نہ جانے کتنے مسلح گارڈز تھے۔ اُس کمرے کی دیوار سے بڑھائے ہوئے کتنے دو سو میل تک کا راستہ اچھی طرح جانتے تھے۔ اس کے باوجود رنگ میل کے طور پر راہنمائی بہت سے نقشے آویزاں تھے۔ ایک دنیا کا نقشہ ستون نصب کئے گئے تھے۔ جن پر برف جم جاتی تھی اور نقشہ میں کرئن آئی لینڈز کے ایک سمندر پر بڑا سا دائرہ بنا ہوا تھا۔ اُس دائرہ کے اندر پچیس دسمبر ستون کے بجائے برف کے ٹیلے دکھائی دیتے تھے سونیا تھا۔ میں نے ڈاکٹر کو سوچنے پر مجبور کیا۔

"پچیس دسمبر تو مسیح کی پیدائش کا دن ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے سوچنے لگا۔

"ہا ہا ہا۔ اسی دن اٹیمی دھماکہ ہوگا۔ مسیح بچا لئے صلیب پر چڑھا تھا۔ ہم اٹیمی تجربات کے لئے کے لوگوں کو صلیب پر چڑھائیں گے خواہ مخواہ آباد رہی ہے۔ یہاں صرف ہم جیسے باصلاحیت لوگوں کو زندہ

اُس نے انٹر کام کا بٹن دبا کر پوچھا۔

"کیا مارلن اور سیلر کے متعلق اطلاع مل رہی ہے؟"

"یس سر! بہت افسوسناک اطلاع ہے۔ مارلن اور سیلر مارے گئے ہیں۔"

"وہاٹ؟" اُس نے چیخ کر پوچھا۔ "مارے گئے کا مطلب ہوتا ہے کسی نے انہیں مار دیا۔ ایڈیٹ! پوری بات کہا کرو۔"

اطلاع دینے والا ایڈیٹ پوری بات کہنے لگا۔

"سر! ہمارے اسکیٹر کا بیان ہے کہ یہاں بھیجا جانے والا جاپیسنی غدار بن گیا ہے۔ سونیا نام کی جس عورت کو قتل کرنا چاہیئے تھا۔ اس کا وہ دوست بن گیا ہے۔ ان دونوں نے مارلن، سیلر اور طیارے کے دو جوانوں کو ہلاک کیا ہے۔ اب ہمارے اسکیٹ انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"ایڈیٹ! ان سے کہو کہ انہیں گرفتار کرتے میں وقت ضائع نہ کریں۔ انہیں فوراً گولی مار دیں میں اپنے مشن کی تکمیل سے پہلے یہاں کسی دشمن کا سایہ دیکھنا بھی پسند نہیں کروں گا۔"

اس کی باتیں سنتے ہی میں فوراً سونیا کے پاس پہونچ گیا۔ وہ برف گاڑی پر بیٹھی ہوئی تھی اور رگتے اس گاڑی کو تیزی سے بھگانے لئے جا رہے تھے۔ چیپینز می اس کی طرف پشت کئے اسٹین گن سے گولیاں برسا رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔

"سونیا! یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

"شکر ہے کہ تم نے ہمیں یاد کیا۔ ہم پر جو گذر رہی ہے، یہ تم اب سمجھ ہی رہے ہو۔"

"میری جان! تم نادان بچی نہیں ہو کہ ہمیشہ میری انگلی پکڑے رہو۔"

"تم خود ہی میرے دماغ میں آ گھستے ہو۔ اسی لئے میں تمہارے سہارے کی عادی ہو جاتی ہوں۔ تم انگلی نہ پکڑاؤ تو میں کبھی انگلی نہ پکڑوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا اب غصہ تھوک دو۔ یہ بتاؤ کہ ان کتوں کو کہاں دوڑائے لئے جا رہی ہو؟"

"میں خود نہیں جانتی کہ یہ کتے مجھے کہاں لے جا رہے

ہیں۔ چند اسکیٹروں نے ہمیں طیارے کے قریب چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ وہ پاؤں میں اسکیٹ باندھے ہاتھوں میں اسٹک تھامے برف پر پھسلتے ہوئے ہم سے کچھ فاصلے پر آکر رُک گئے تھے۔ انہوں نے سلیج کے قریب سیلر کی لاش دیکھ لی تھی۔ ایک نے پوچھا۔

"مارٹن کہاں ہے؟ اور وہاں طیارے کے پاس دو لاشیں اور نظر آرہی ہیں۔ یہ کون لوگ تھے اور تم دونوں کون ہو؟"

اب میں ان کی باتوں کا کیا جواب دیتی۔ میں سوچ کے ذریعہ نہیں پکار رہی تھی۔ مجھے اور چمپینزی کو خاموش دیکھ کر ایک اسکیٹر نے کہا۔

"تمہاری خاموشی بتا رہی ہے کہ تم دونوں قاتل ہو۔"

میں نے سوچا کہ انکار کرنا فضول ہے۔ طیارے کے اندر جو لوگ ہیں۔ وہ ہمارے خلاف گواہی دیں گے میں اسٹین گن سیدھی کرتی ہوئی بولی۔

"ہاں۔ میں نے اس طرح قتل کیا ہے....."

گولیاں چلتے ہی دو شخص اوندھے منہ گرے۔ باقی تیزی سے اسکیٹ کرتے ہوئے برف کی دُھند میں نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ میں چمپینزی کے ساتھ دوڑتی ہوئی کتوں کے پاس آئی۔ اُسے اسٹین گن دیکر کتوں کے پاؤں کھولے۔ اس کے بعد ہم دونوں اس سلیج پر بیٹھ گئے اب یہ گئے پتہ نہیں ہمیں کہاں لئے جا رہے ہیں۔

اسکیٹنگ کرنے والے دشمن ہمارا تعاقب کر رہے تھے۔ برف کے دھند میں وہ نظر نہیں آرہے ہیں۔ کبھی کبھی کسی کی وارننگ سنائی دیتی ہے۔ ہم سے کہا جا رہا ہے کہ ہم خود کو گرفتاری کے لئے پیش کردیں۔ اب میں کیا کروں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ کتے ہمیں کیبن کی طرف لے جا رہے ہوں۔

سونیا کی باتیں سننے کے بعد میں نے کہا۔

"تم حدِ نظر تک دیکھو اور بتاؤ۔ کیا تمہیں کہیں برفانی ستون نظر آرہا ہے؟"

"کیسی بات پوچھ رہے ہو فرہاد! اس علاقہ میں برفانی ستون ہوگا تو برف میں چھپ گیا ہوگا۔"

"ہاں تو برف کا اونچا ٹیلہ نظر آئے گا۔"

"ایسے کہو نا۔ ایسے کئی ٹیلے ہمارے قریب سے گذر چکے ہیں۔"

"سونیا! جسے ہم اب تک کیبن کہتے رہے وہ دراصل ایک زمین دوز خفیہ اڈہ ہے۔ وہاں سے ایک اور میل کے فاصلے پر تقریباً دو سو میل یہ برف کے ٹیلے ہیں اُس کے بعد ایک موٹر گیراج ہے۔ وہاں سے تین سو میل دور ایک شہر تک جانے کا راستہ آسان ہے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم برف کے ٹیلوں کے قریب پہنچے گئے ہوئی یا تو زمین دوز اڈے کی طرف جا رہی ہو۔ یا پھر جنوب کی سمت سفر کر رہی ہو۔"

سونیا نے جواب دیا۔

"آخر وہ زمین دوز اڈہ کتنی دور ہے؟ یہ کتے بھاگتے ہی چلے جا رہے ہیں..... یہ لو۔ اب یہ آہستہ آہستہ رُک رہے ہیں۔ اس طرح تو دشمن پھر ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔"

میں نے کہا۔ "محتاط رہو۔ میں تعاقب کرنے والوں کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ بہتر ہے تم چیخ کر انہیں مخاطب کرو۔ میں ان کی آواز سنوں گا۔"

سونیا نے چمپینزی سے کہا۔

"بیٹے! دشمن کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ انہیں مخاطب کرو۔ پھر اُن کی آواز کی سمت فائر کرو۔"

چمپینزی نے نادیدہ دشمنوں کو آواز دی۔ انتظار کرنے لگا۔ جواباً کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ محتاط رہو۔ دوسری طرف سے کوشش کرتا ہوں۔"

اُسے تسلی دیکر میں زمین دوز اڈے کے اُس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جس نے ڈاکٹر کو مارلن اور کے مرنے کی اطلاع دی تھی۔ وہ شخص دوسرا ریڈیو آپریٹر تھا۔ جو مورلو کی جگہ آیا تھا۔ اُس وقت وہ ٹرانسمیٹر کسی کی رپورٹ سن رہا تھا۔ رپورٹ یہ تھی۔

"وہ دونوں ہاتھ نہیں آرہے۔ دراصل کتے انہیں جنوب کی سمت بھاگ رہے ہیں۔ ہم نے اس لڑکی دیدی ہے کہ کتے اپنی عادت کے مطابق دس میل تک جانے کے بعد ستانے کے لئے رک جاتے ہیں۔ اب وہ رُک گئے ہیں۔ پندرہ بیس منٹ سے پہلے آگے نہیں بڑھیں گے۔ ہمیں فوراً بتایا جائے کہ انہیں کس طرح گرفتار کریں۔ اُن کے پاس اسٹین گن ہے اور پاس رائفلیں ہیں۔ پھر اسکیٹنگ کے دوران ہمارے ہاتھ

میں اسٹکس ہوتی ہیں۔ ہم رائفل پکڑ کر فائرنگ نہیں کر سکتے..... اوور۔"

ریڈیو آپریٹر نے کہا کہ ابھی وہ ڈاکٹر سے پوچھ کر جواب دے گا۔ اُس نے انٹرکام کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ پھر ڈاکٹر کو رپورٹ سنائی۔ ڈاکٹر نے کہا۔

"ایڈیٹ! اُن سے کہو کہ مزید تعاقب نہ کریں۔ چمپینزی اور سونیا جیسے قدآوروں کو گرفتار کرکے یہاں لانا خطرے والی بات ہوگی۔ میں یہاں کسی دشمن کو برداشت نہیں کر سکتا۔ بہتر ہے کہ وہ دونوں جنوب کی سمت بڑھتے چلے جائیں۔ بورنیو کے موٹر گیراج میں اطلاع پہنچاؤ کہ وہ غدار وہاں پہنچنے والے ہیں۔ بلکہ وہ کتے انہیں وہاں پہنچانے والے ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی شوٹ کر دیا جائے..... ایڈیٹ!"

ریڈیو آپریٹر نے تعاقب کرنے والے اسکیٹروں کو ڈاکٹر کا حکم سنا دیا۔ پھر وہ دل ہی دل میں حساب کرنے لگا کہ سونیا اور چمپینزی کب تک بورنیو کے موٹر گیراج تک پہنچ سکیں گے۔ اُس کے بعد وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے ہیلر نام کے ایک شخص کو کال کیا۔

"ہیلو ہیلر! میں یہ افسوسناک خبر سنا رہا ہوں کہ تمہارا بھائی سیلر قتل کر دیا گیا ہے۔ اس کے دو قاتل فرار ہو کر تمہاری طرف آرہے ہیں۔ تقریباً دس گھنٹے کے بعد وہاں پہنچیں گے۔ اپنے مسلح آدمیوں کو بتا دو کہ قاتلوں کے پاس اسٹین گن ہے۔ ان سے محتاط رہ کر انہیں شکار کریں۔"

میں اُس کے جواب میں ہیلر کی آواز سن رہا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر اپنے بھائی کے قاتلوں کو گالیاں دے رہا تھا بیچارے کو یہ نہیں معلوم تھا کہ میں سوچ کی سرنگ سے گذرتا ہوا اُس کے دماغ تک پہنچ رہا ہوں۔ اُس وقت میں نے ہیلر کو چھوڑ دیا۔ وقت آنے پر اُس سے نمٹا جا سکتا تھا۔ میں سونیا کو دیکھنے لگا۔ سلیج کے کتے پھر دوڑنے لگے تھے۔ سونیا سوچ رہی تھی۔

"فرہاد پھر کہاں غائب ہوگیا۔ مجھے یہ تو معلوم ہو کہ یہ سفر جاری رکھنا چاہیئے یا کتوں کو روک دیا جائے تعاقب کرنے والوں کو آوازیں بھی سنائی نہیں دے رہی ہیں ایسے ہی وقت فرہاد پر غصہ آتا ہے۔"

غصہ کی بات آتے ہی وہ مسکرا کر سوچنے لگی۔

"اپنے مرد کو غصہ دکھاتے ہوئے کتنا مزہ آتا ہے۔ وہ فرہاد جسے تقدیر غصہ نہیں دکھا سکتی۔ وہ میرا غصہ برداشت کر لیتا ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف میں ہی ایک ایسی عورت ہوں جسے وہ اپنا سمجھتا ہے۔"

میں اُس کی سوچ پڑھ کر مسکرانے لگا۔ عورتیں اپنے مرد کی محکوم ضرور ہوتی ہیں مگر کبھی کبھی اُن پر حکومت جتا کر اس لئے فخر کرتی ہیں کہ یہ ان کا حق ہوتا ہے۔ وہ زیادہ دیر تک نہ سوچ سکی۔ چمپینزی نے پوچھا۔

"ممی! یہ کتے ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں؟"

میں سونیا کو بتا چکا تھا۔ اس نے انجان بنکر کہا۔

"پتہ نہیں ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

"تو پھر انہیں روکیئے۔"

"روکنے کے بعد ہم کہاں جائیں گے۔ نہ جانے دشمن کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ بہتر ہے کہ یہ کتے ہمیں جتنی دور لے جا سکتے ہیں لے جائیں۔"

"لیکن ممی! ہم دور جا کر کھائیں گے کیا؟ کھانے پینے کا سامان تو وہاں طیارے کے پاس رہ گیا ہے۔"

سونیا فکرمند ہو کر سوچنے لگی۔

"واقعی ہم کھائیں گے کیا؟ ابھی تو پیٹ بھرا ہے۔ فرہاد نے کہا تھا کہ کسی موٹر گیراج تک پہنچنے کے لئے ہمیں دو سو میل کا سفر کرنا ہوگا۔ پتہ نہیں یہ کتے کب تک چلتے رہیں گے اور ہمیں کب تک وہاں پہنچائیں گے۔"

میں نے اُسے مخاطب کیا۔

"ہیلو سونیا! فکر نہ کرو۔ تقریباً دس گھنٹے کے بعد تم وہاں پہنچ جاؤ گی۔ اُس جگہ کا نام بورنیو ہے۔"

"فرہاد! کیا تم تعاقب کرنے والوں تک پہنچ گئے ہو؟"

"ہاں۔ اُن کی بھی فکر نہ کرو۔ وہ واپس چلے گئے ہیں۔"

"تعجب ہے۔ انہوں نے بڑی شرافت کا ثبوت دیا ہے۔"

"ہاں۔ شرافت کا ثبوت اس طرح دیا ہے کہ جس سیلر نام کے آدمی کو تم لوگوں نے مارا ہے اس کا بھائی ہیلر بورنیو میں رہتا ہے۔ اسے اطلاع دیدی گئی ہے کہ اُس کے بھائی کے قاتل وہاں پہنچنے والے ہیں وہ اپنے مسلح آدمیوں کے ساتھ تم دونوں کا استقبال کرے گا۔"

سونیا نے ناراض ہو کر پوچھا۔

"تم نے انہیں یہ موقع کیوں دیا کہ وہ ہیلر تک ہماری آمد کی اطلاع پہنچاتے؟"

"دیکھو تم پھر غصّہ دکھا رہی ہو۔"

"میرے غصّے کا اثر تم پر نہیں ہوتا۔"

"ایسا نہ کہو۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف تم ہی ایک عورت ایسی ہو جس کے غصّے سے فرہاد ڈرتا ہے۔"

وہ خوش ہو کر مسکرانے لگی۔ میں نے کہا۔

"یہ فرہاد اس طرح ڈرتا ہے کہ تمہیں غصّہ کی بجائے مسکرانے پر مجبور کر دیتا ہے۔"

اُسے اچانک ہی خیال آیا کہ وہ مسکرا رہی ہے اور وہ بھی میرے بیوقوف بنانے پر مسکرا رہی ہے۔ پہلے تو وہ جھلا گئی۔ پھر بے بسی سے بولی۔

"تم ایک پل میں اِدھر کی سوچ کو اُدھر کر دیتے ہو۔ اب میں تمہیں کیا کہوں۔ جاؤ اپنا سمجھ کر معاف کر دیا۔"

اُسی وقت جیپیزی نے اچانک ہی زور کا قہقہہ لگایا۔ سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔

"تم کس بات پر ہنس رہے ہو؟"

"اوہ ممّی! مجھے آرکھتریا آ گیا۔ آپ نے کس طرح اُسے ننگا کر کے برف میں دھنسا کر کھڑا کر دیا تھا۔ اُسی وقت میرا دل چاہتا تھا کہ زور کا قہقہہ لگاؤں لیکن بلاغ میں یہ بات آئی کہ ہنسوں گا تو رابرٹ وغیرہ مجھ پر شبہ کریں گے۔ اس لئے بعد میں قہقہہ لگاؤں گا ہا ہا ہا....."

وہ کمبخت اُس وقت کی روکی ہوئی ہنسی پچکاریوں سے نکال رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"سونیا! مبارک ہو۔ تم نے بڑے شاہکار بچّے کو جنم دیا ہے۔"

"اے فضول باتیں کرو گے تو اچھا نہ ہوگا۔ تم ہی نے مجبور کیا تھا کہ میں اُسے بیٹا بناؤں۔"

"مجبور تو ہر مرد کرتا ہے۔ پیدا کرنے کی ذمہ دار عورت ہوتی ہے۔"

"کیا تم دوسری کوئی بات نہیں کر سکتے؟"

"ہر اچھے والدین کو اپنی اولاد کی ہی باتیں کرنی چاہئیں۔"

"فرہاد! یہاں سے جاؤ۔ اور ہیلر کی خبر لو کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"اچھا۔ میں جا رہا ہوں۔"

لیکن میں نہیں گیا۔ وہ چند لمحے تک خاموش رہی پھر بولی۔ "فرہاد! کیا تم چلے گئے؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ وہ مجھے پھر ایک بار پکارنے کے بعد سوچنے لگی۔

"اوگاڈ! وہ چلا جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے میں اندر سے خالی ہو گئی ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ عورت کے وجود سے دنیا ہے۔ میں کہتی ہوں۔ مرد نہ ہو تو عورت یہ دُنیا لے کر کیا کرے گی.... کچھ نہیں۔"

میں مسکراتا ہوا اس کے دماغ سے نکل گیا۔ ابھی سونیا بورنیو تک ایک طویل فاصلہ طے کرنے والی تھی۔ راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ کوئی دشمن نہیں تھا۔ ٹرینڈ کئے ہوئے سکّے کبھی رُکتے ہوئے اور کبھی بھاگتے ہوئے اپنی منزل تک پہنچا جاتے تھے۔ اس لئے میں اُس کی طرف سے مطمئن ہو کر بالس کی جھونپڑی میں واپس آ گیا۔

اپنے اُس پاس کے ماحول پر بھی نظر رکھنا لازمی تھا۔ پتہ نہیں منزا اور نامورا کہاں چلے گئے تھے۔ منزا کی بڑھی ماں سے کچھ پوچھنا فضول تھا۔ اُس کی زبان سمجھ میں نہ آنے والی نامورا کے دماغ میں جھانکنا مناسب نہیں تھا۔ پتہ نہیں میری بیٹری کیسا وقت گذار رہے ہوں گے۔ میں اخلاقی حدود میں رہ کر سوچ رہا تھا۔ اور دماغ سمجھا رہا تھا کہ غفلت ہمیشہ مصیبت کا سبب بنتی ہے۔ لہٰذا کسی کو اپنا سمجھ کر اس سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔

میری زندگی میں اکثر ایسے واقعات پیش آئے کہ جن سے میں فوراً ہی مطمئن ہوا۔ وہی میری بے اطمینانی کا سبب بنتے رہے۔ میں نے اخلاقیات کو بالائے طاق رکھ کر نامورا کے دماغ میں جھانکا۔ وہ سمندر کے کنارے ایک کاٹج کے برآمدے میں کھڑا ہوا منزا کو دیکھ رہا تھا۔ منزا ساحل سمندر کی لہروں سے کھیل رہی تھی۔ جب وہ نامورا کی طرف دیکھ کر مسکراتی وہ بھی جواباً مسکراتا ہوا سوچنے لگتا۔

"منزا کتنی معصوم ہے۔ یہ نہیں جانتی کہ میں مجبورانہ زندگی گذار رہا ہوں۔ یہ وقت کتنی تحمل بصورتی سے گذر رہا ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں، سمندر کا کنارہ، منزا کی طرح شوخ و شریر لہریں۔ یہاں کتنا سکون ہے۔ جی چاہتا ہے ساری زندگی اسی جگہ منزا کی بانہوں میں گذار دوں۔"

میں نے اُس کے دماغ میں حسرت بھری سرد آہ بھری اور کہا۔

"یہ حسرت کہاں پوری ہوگی؟ ایک ہفتہ بعد پھر مجبوروں کے ماحول میں پہنچنا ہوگا۔ اور اپنے ساتھ نامورا کو بھی لے

جانا ہوگا۔"

اس کے دماغ میں مونسٹر کا نام آتے ہی وہ میرے متعلق سوچنے لگا۔ کیونکہ میں مونسٹر کے روپ میں اس کا اعتماد حاصل کر رہا تھا۔ اس کی سوچ نے کہا۔

"بڑھی اماں کہہ رہی تھی کہ مونسٹر دن رات اپنے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند رکھتا ہے۔ کبھی ایزی چیئر پر بیٹھتا ہے۔ کبھی جھولے میں لیٹا رہتا ہے۔ اُس نے کبھی اس بات کی شکایت نہیں کی کہ وہ اُس قید سے بیزار ہو گیا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں تجسس پیدا کیا۔

"آخر وہ دن رات کمرے میں بند رہ کر کیا کرتا رہتا ہے؟"

اس کی دوسری سوچ نے کہا۔

"بیچارہ! بند کمرے میں اور کیا کرے گا۔ بیٹھا سگریٹ پیتے گا یا جھولے میں لیٹا رہے گا۔ ویسے میرے ساتھی احتیاطاً اُس کی نگرانی کرتے رہتے ہیں کہ کہیں وہ بھاگ نہ جائے۔"

اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ نامورا مجھ پر بھروسہ کرتا ہے۔ صرف اس کے ساتھی احتیاطاً میرا خیال رکھتے ہیں ان کی طرف سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے میں پھر ان کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔ میں نے جھونپڑی کے دوسرے کمرے میں آ کر منزا کی ماں سے اشاروں میں کہا کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ اُس نے پھر میرے سامنے بھینگے اور کیکڑے کا سالن رکھ دیا۔

میں نے کیکڑے ہٹا دیئے۔ بھینگے اور روٹیوں سے پیٹ بھرا۔ پھر اشارے سے چائے طلب کی۔ پندرہ منٹ بعد چائے مل گئی۔ میں آرام سے چائے سگریٹ پینے میں رقت ضائع کر رہا تھا۔ کبھی کبھی سونیا کی خبر لیتا رہتا تھا۔ پھر تقریباً آٹھ گھنٹے کے بعد میں نے اپنے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کیا اور جھولے پر آرام سے لیٹ کر بورنیو کے مونٹر گیراج میں ہیلر کے پاس پہنچ گیا۔

وہ گیراج نہیں بلکہ درختوں سے کاٹی ہوئی شہتیر سے بنا ہوا کاٹج تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس کے آس پاس اور بھی کاٹج ہیں اور دو مونٹر گیراج ہیں۔ جن میں چار ریسنگ کاریں مرمّت ہوتی ہیں۔ اُس وقت میں ہیلر کے دماغ سے صرف ایک آئینے کو دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ وہ خود آئینے کے سامنے لباس بدل رہا تھا۔ بعض اوقات نہ دیکھنے والا منظر بھی دیکھنا پڑتا ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "بُری بات ہے۔ لباس بدلتے وقت آئینہ نہیں دیکھنا چاہیئے....."

وہ بے اختیار آئینے کی طرف سے منہ پھیر کر لباس پہننے لگا۔ منہ پھیرتے ہی سوچ بھی پھر گئی۔ اب اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ سامنے ایک آرام دہ پلنگ ہے اور اس پلنگ پر بھی ایک حسینہ لباس پہن رہی ہے۔ دُنیا کا کوئی حمام اتنا ننگا نہیں ہوتا، جتنا کہ دماغ کا حمام ہوتا ہے۔ میں اُس کے دماغ سے تھوڑی دیر کے لئے باہر چلا گیا میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا۔

"آٹھ گھنٹے گذر چکے ہیں۔ تم بورنیو کے قریب پہنچ رہی ہو۔"

"فرہاد! بھوک سے بُرا حال ہے۔ تم تو جانتے ہی ہو کہ سرد علاقے میں بھوک زیادہ لگتی ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ منزل قریب آ رہی ہے۔ کچھ نہ کچھ کھانے پینے کے لئے مل جائے گا۔"

"بورنیو کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ تم نے اب تک کیا معلومات حاصل کی ہیں۔"

"ابھی تک اتنا ہی جانتا ہوں کہ وہاں ایک کمرے میں ہیلر ہے۔ ایک حسین لڑکی بھی ہے اور دو لڑکے....."

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اُس نے جلدی سے پوچھا۔

"دونوں کیا؟ اوہ۔ اچھا تو تم اگلی جگہ کیوں پہنچ جاتے ہو؟"

"میں تو معلومات حاصل کرنے گیا تھا۔ اب تم غصّہ نہ دکھانا۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "تم دانستہ اُن کی تنہائی میں نہیں گئے تھے۔ اس لئے غصّہ نہیں دکھاؤں گی۔ ویسے یہ کتنی دیر کی بات ہے؟"

میں نے جھوٹ کہا۔ بہت دیر ہو چکی ہے۔ اب مجھے وہاں جانا چاہیئے۔ یہ تو معلوم ہو کہ وہ تمہیں کس طرح گھیرنا چاہتے ہیں۔

میں اُس سے رخصت ہو کر پھر ہیلر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب وہ کاٹج کے باہر برآمدے میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے برآمدے کی ریلنگ کے دوسری طرف چار مسلح جوان تھے۔ ایک کہہ رہا تھا۔

"مسٹر ہیلر! تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ یہاں

سے دو میل کے فاصلہ پر بارودی سرنگ بچھائی گئی ہے برف گاڑی اُس پر سے گذرے گی تو ان دونوں کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

"ویری گڈ۔" ہیلر نے کہا۔ "ہمیں ان کے بچاؤ یا فرار کے لئے ذرا سی بھی گنجائش نہیں رکھنی چاہیئے۔ فرض کرو اگر گئے راستے میں بیمار ہو جائیں۔ یا کسی وجہ سے وہ سیلیج میں ہیٹر ادھر نہ آئیں۔ یا وہ برف گاڑی ٹوٹ جائے تو کیا ہوگا؟"

دوسرے جوان نے کہا۔ "وہ دونوں راستے سے بھٹک جائیں گے۔ کیونکہ یہ راستہ صرف کتے ہی جانتے ہیں۔"

ہیلر نے کہا۔ "ہاں۔ میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ وہ راستے سے بھٹک کر کسی دوسری سمت سے یہاں پہونچ سکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ جہاں بارودی سرنگ بچھائی گئی ہے وہاں سے چند فرلانگ آگے تم چاروں اپنا محاذ بناؤ اگر وہ تمہارے ہاتھوں مارے گئے تو برف گاڑی بارودی دھماکے سے تباہ نہیں ہوگی۔ کتے بھی ہمارے کام آنے کے لئے زندہ رہیں گے۔"

پھر اُس نے کاٹج کے اندرونی دروازے کی طرف دیکھ کر کہا۔ "شیلا! کم آن۔ ہم جا رہے ہیں۔"

شیلا نام کی وہی حسینہ تیلون اور جیکٹ پہنے، اپنے شانہ سے اسالٹ رائفل لٹکائے کاٹج سے باہر آگئی۔ وہ سب ایک ویگن کار میں آگئے۔ اُس علاقہ میں ہوا اتنی تیز نہیں تھی اور نہ ہی برف کے ذرات اُڑتے تھے لیکن وہاں کا میدانی علاقہ بھی برف سے ڈھکا رہتا تھا۔ جانوروں کی کھال سے بنے ہوئے کپڑے ضروری تھے مگر اسنو ماسک کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

ہیلر گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اُس کے پاس بیٹھی ہوئی شیلا نے پوچھا۔

"ہیلر! کیا وہ دونوں اتنے ہی خطرناک ہیں، جتنے کہ تم لوگ محتاط اور متفکر نظر آ رہے ہو؟"

"ہاں۔ پہلے مجھے اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ وہ دونوں میرے بھائی سیلر کے قاتل ہیں۔ بعد میں پھر مجھے ٹرانسمٹر سے اطلاع دی گئی۔ مجھے ان کے نام بتائے گئے۔ ان میں سے ایک ہماری تنظیم کا ماسٹر چمپیئنر ہے۔"

"مائی گڈنس۔" شیلا نے کہا۔ "ہماری تنظیم کا ماسٹر ہمارا دشمن ہو گیا؟"

ہیلر نے کہا۔ "دوسرا نام تو سنو.... نہیں بلکہ بوجھو وہ تمہاری بہت ہی پسندیدہ ہستی ہے۔ تم اُس کے گن گاتی رہتی ہو۔ وہی ہستی دشمن بن کر آ رہی ہے۔ بوجھو وہ کون ہے؟"

شیلا ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگی۔ ہیلر نے کہا۔ "میں اشارہ دیتا ہوں۔ تقریباً چھ بیس گھنٹے پہلے تم نے اس کا ذکر کیا تھا۔"

شیلا حیرانی سے اچھل کر ہیلر سے ذرا دور ہو گئی، پھر بے یقینی سے بولی: "کیا مادام سونیا آ رہی ہیں؟"

ہیلر نے ناگواری سے کہا۔

"تنظیم سے غداری کرنے والی کو مادام نہ کہو۔"

"اچھا نہیں کہوں گی۔ میری بات کا جواب دو۔ کیا مادام سونیا.... نہیں مادام نہیں۔ صرف سونیا..... کیا سونیا آ رہی ہے؟"

"ہاں اُس کی موت اُسے یہاں کھینچ کر لا رہی ہے۔"

وہ خاموش رہی۔ میں ہیلر کے دماغ سے نکل کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ اپنے ماضی کو یاد کر رہی تھی کہ اب سے دو سال پہلے وہ مادام سونیا کے ماتحت کام کرتی تھی۔ اور اس کی صلاحیتوں سے بے حد متاثر تھی۔ پھر اس کی مادام ماسٹر پیشے کے ساتھ کسی مشن پر چلی گئی۔ کچھ عرصہ بعد خبر ملی کہ وہ فرہاد علی تیمور سے مل گئی ہے۔ پہلے تو فرہاد کی کوئی اہمیت نہیں تھی لیکن جب انہوں نے جزیرہ کوائی کی کروڑوں ڈالر کی مشینوں کو تباہ کر دیا تو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تنظیم کے افراد میں بے چینی پھیل گئی۔ اب شاید ہی کوئی ایسا ہو، جو سونیا اور فرہاد کا نام نہ جانتا ہو۔

وہ سوچ رہی تھی اور اُس کے اندر چھپا چھپا سا حرص اور ولولہ پیدا ہو رہا تھا۔ وہ اپنی مادام کو دوبارہ دیکھنے کے لئے بے چین ہو رہی تھی۔ اُس نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہیلر! سونیا اُس علاقہ میں کیسے پہنچ گئی۔ جہاں ہمیں بھی جانے کی اجازت نہیں ہے؟"

ہیلر نے جواب دیا

"ریڈیو آپریٹر نے مجھے صرف اتنا بتایا ہے کہ سونیا کو اُس علاقہ میں ہلاک کرنے کے لئے ایک طیارے کے ذریعہ بھیجا گیا تھا۔ وہ طیارہ وہیں گر کر تباہ ہو گیا۔ ماسٹر چمپیئنر اُسے موت کی سزا دینا چاہتا تھا۔ مگر وہ بھی اس کے ساتھ مل کر غدار بن گیا۔ اب وہ دونوں اُدھر تباہی پھیلاتے ادھر آ رہے ہیں۔"

شیلا نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"گاڑی روکو۔ میں کاٹج واپس جاؤں گی۔"

ہیلر نے گاڑی روک کر پوچھا۔

"کیا بات ہے۔ واپس کیوں جا رہی ہو؟"

وہ دروازہ کھول کر باہر نکلتی ہوئی بولی۔

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اپنی سلامتی کے لئے سونیا سے نہ ٹکراؤ تو تم نہیں مانو گے۔ میرا مذاق اڑاؤ گے۔"

اُس کی بات سنتے ہی گاڑی میں بیٹھے ہوئے تمام افراد ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا۔

"ہم نے اپنی تنظیم میں اتنی بزدل لڑکی اور کہیں نہیں دیکھی۔"

دوسرے نے کہا۔ "یہ اپنی مادام کی موت کا نظارہ نہیں کر سکتی۔ اس لئے جا رہی ہے۔"

ہیلر نے پوچھا۔ "کیا واقعی تم اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ رہی ہو؟ ارے میں اسے چیونٹی کی طرح مسل دوں گا۔"

شیلا نے باری باری ہر ایک کے چہرے کو دیکھا۔ پھر بڑے اعتماد سے بولی۔

"میں صرف کھانا تیار کرنے جا رہی ہوں۔ مادام سونیا بھوکی پیاسی آئیں گی۔"

اُس نے ایک جھٹکے سے گاڑی کے دروازے کو بند کیا۔ پھر کوئی جواب سنے بغیر کاٹج کی طرف واپس چلی گئی۔ گاڑی کے اندر پھر ایک بار قہقہے بلند ہوئے۔ ہیلر نے عقب نما آئینہ میں شیلا کو جاتے دیکھ کر "نان سنس" کہا پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔

دو میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ گاڑی سے اتر گئے۔ ہیلر کا ایک ساتھی بتانے لگا کہ کس طرح بارودی سرنگ بچھائی گئی ہے۔ جیسے ہی برف گاڑی سڑک کے اُس حصے سے گذرے گی۔ ان کا ایک آدمی بارودی تار سے منسلک ہونے والے ڈائنامائٹ باکس کے ہینڈل کو پش کر دے گا۔ اس مقصد کے لئے ایک آدمی وہاں چھوڑ دیا گیا۔

وہاں سے دو فرلانگ کے فاصلے پر برف کو کھود کر ایک گڑھا بنایا گیا تھا جس میں ڈائنامائٹ کو آپریٹ کرنے والا چھپ کر بیٹھ سکتا تھا۔ ورنہ اس میدانی علاقہ میں دور دور تک چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ اُس کے آگے چار فرلانگ کے فاصلے پر باقی تین مسلح جوان اپنے لئے گڑھے کھودنے لگے۔ تاکہ وہاں چھپ کر فائرنگ کر سکیں۔ واقعی وہ اپنے لئے گڑھے کھود رہے تھے۔

ہیلر وہاں سے گاڑی واپس لے گیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ گاڑی کو گیراج میں واپس لے جائے گا تاکہ سونیا اور چمپیئنر کو وہ گاڑی دور سے نظر نہ آئے پھر وہ گیراج سے واپس ایک میل کے فاصلے سے جب فائرنگ کی یا بارودی دھماکے کی آواز سنائی دے گی اور دشمنوں کی موت کا یقین ہو جائے گا تو وہ اُنکی لاشیں دیکھنے جائے گا۔

میں اُسے چھوڑ کر سونیا کے پاس پہونچ گیا۔ اور اُسے بتانے لگا کہ ہیلر نے اس کے لئے کس طرح جال بچھایا ہے۔ سونیا نے تمام باتیں سننے کے بعد پوچھا۔

"فرہاد! مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ میں ان تین مسلح آدمیوں کے بنائے ہوئے محاذ کے قریب پہنچ گئی ہوں؟"

ہاں، یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ اس برفانی میدان میں کسی خاص جگہ کی نشاندہی کے لئے کوئی مخصوص نشان نہیں ہوتا تھا۔ نہ کوئی مکان تھا، نہ درخت نہ پودے تھے کاٹج وہاں سے دو میل کے فاصلے پر تھے، اس لئے سونیا کو نظر نہیں آ سکتے تھے۔ میں نے کہا۔

"سونیا! ابھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ تمہیں کس طرح گائیڈ کروں؟ مجھے ذرا سوچنے دو۔ اس وقت تک گتوں کی لگام کھینچتی رہو۔ تاکہ وہ تیز رفتاری سے ادھر نہ آئیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اب آہستہ آہستہ آ رہی ہوں۔"

میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آئی کہ ہیلر وغیرہ سے مجھے ہی نمٹنا چاہیئے۔ ورنہ وہ دور سے برف گاڑی کو دیکھتے ہی فائرنگ شروع کر دیں گے۔ دشمن اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں محفوظ رہیں گے۔ سونیا اور چمپیئنر کھلے میدان میں اِدھر سے اُدھر بھاگنے کے سوا کچھ نہ کر سکیں گے۔ وہ پھینکے والوں پر فائرنگ بھی نہ کر سکیں گے۔ بلکہ وہ خود گولیوں کا نشانہ بن جائیں گے۔

حالات کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نے ہیلر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گاڑی کو گیراج میں رکھنے کے بعد کاٹج کے اندر جا رہا تھا۔ شیلا نے جو فیصلہ سنایا تھا۔ اس پر باورچی خانہ میں جا کر عمل کر رہی تھی

ہیلے نے اُسے ناگواری سے دیکھ کر پوچھا۔
"شیلا! یہ کیا حماقت ہے۔ تم تو خود اتنی اس کالی بلا کے لئے کھانا تیار کر رہی ہو۔"
"ہیلے! یہ حماقت نہیں ہے۔ میں تمہاری بھلائی چاہتی ہوں۔ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو آؤ، اس کے لئے کچھ پکانے میں میری مدد کرو۔"
"یو شٹ اپ۔ تم خود اپنے انجام سے بے خبر ہو۔ سونیا اور جیپسیز کو قتل کرنے کے بعد جب یہ رپورٹ سپرماسٹر کے پاس جائے گی۔ تو یہ لوگ رپورٹ میں یہ بھی لکھیں گے کہ تم سونیا کی حمایت کر رہی تھیں اور اُس کے استقبال کے لئے کھانے کا اہتمام کیا تھا۔ اس کے بعد تم خود ہی سمجھ لو کہ تمہیں کیسی سزائیں دی جائیں گی۔"
شیلا نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "بعض اوقات حالات کا جائزہ لینے کے باوجود ہمیں ... اپنا انجام سمجھ میں نہیں آتا۔ صاف بات یہ ہے کہ تم مجھے سپرماسٹر کے عتاب سے نہیں بچا سکو گے اور میں تمہیں مادام کے ہاتھوں نہیں بچا سکوں گی۔ ایک دوسرے کو نصیحت کرنا فضول ہے۔"
وہ غصہ میں جھنجھلاتا ہوا کچن سے باہر آیا۔ پھر کاٹج سے باہر جانے لگا۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔
"مجھے باردری سرنگ سے آگے جا کر یہ دیکھنا چاہیئے تھا کہ وہ تینوں کس طرح محاذ بنا رہے ہیں؟"
وہ چلتے چلتے ٹھٹھک گیا۔ پھر اُس کی سوچ نے کہا۔
"واقعی میں نے اُن سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ تینوں ایک ہی جگہ سے حملے کریں گے یا تین مختلف جگہ محاذ بنائیں گے۔"
میں نے کہا۔ "اگر وہ تینوں ایک جگہ سے فائرنگ کریں گے تو ردشن کی اٹین گن کے ایک ہی برسٹ میں بیک وقت تینوں صاف ہو جائیں گے۔"
اس کی سوچ نے پریشان ہو کر کہا۔
"نہیں، مجھے فوراً ہی اُن کے پاس پہنچنا چاہیئے۔ اوہ! کیا مصیبت ہے۔ اتنی دور جانے کے لئے پھر گاڑی نکالنی ہوگی۔"
اُس نے گیراج میں پہنچ کر پھر وہی گاڑی نکالی۔ محاذ کی طرف جاتے ہوئے اُس نے گھڑی دیکھی۔ اُس کے حساب سے سونیا اور جیپسیز کو وہاں پہنچنے کے لئے صرف آدھ گھنٹہ رہ گیا تھا۔ میرے حساب سے وہ دونوں گھنٹہ سے قبل وہاں نہ آتے۔ کیونکہ سونیا نے کنٹرول رفتار سست کر دی تھی۔
وہ گاڑی کو تیزی سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ سڑک کے اطراف میں برف بہت اونچائی تک جمی تھی۔ ہیلے کے ماتحت وقتاً فوقتاً سڑک پر سے برف ہٹاتے رہتے تھے۔ تاکہ گاڑی کے لئے راستہ صاف رہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔
"کیا مجھے وہ جگہ یاد ہے۔ جہاں باردری سرنگ بچھائی گئی ہے؟"
ہیلے یاد کرنے لگا۔ دو میل کا فاصلہ طے ہونے پر اُس نے گھبرا کر گاڑی کی رفتار سست کر دی۔ پھر اُس جگہ وہ گاڑی کو روک کر باہر آیا۔ اور دونوں ہاتھ منہ کے اطراف رکھ کر چیختے ہوئے پوچھنے لگا۔
"یو۔ کیڈی! کیا یہاں باردری سرنگ کا کوئی ہے؟"
کیڈی ڈائنا مائٹ باکس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے گڑھے سے سر نکال کر دوربین سے دور سڑک پر کھڑی ہوئی ویگن کار کو دیکھا۔ اُس کے حساب کے مطابق ویگن کار ٹھیک ٹارگٹ پر کھڑی ہوئی تھی۔ اُس نے چیخ کر جواب دیا۔
"ہیلے! تمہاری گاڑی ٹھیک اُسی جگہ کھڑی ہے، جو ہے کہ اُسے آگے یا پیچھے لے جاؤ۔"
ہیلے کے جسم میں جھرجھری سی پیدا ہوئی۔
"میں نے بھی کہاں گاڑی لا کر کھڑی کی ہے۔"
پھر اُس نے چیخ کر کہا۔ "کیڈی! بی کیئر فل۔ میں آگے بڑھ رہا ہوں۔"
اُس نے اطمینان دلایا۔ "فکر نہ کرو۔ میں محتاط تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ آرام سے گاڑی میں بیٹھ کر جاؤ۔"
ہیلے جلدی سے گاڑی کے پاس آیا۔ پھر اس کا کھول کر اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھنے لگا۔ میں نے کیڈی کو اُس کے سامنے ڈائنا مائٹ باکس رکھا ہوا تھا۔ اُس کا ہیٹ اوپر کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔
"پیچھے آہٹ سی سنائی دے رہی ہے۔ کہیں سونیا راستہ بدل کر تو نہیں آ رہی ہے۔"
وہ دوسری طرف گھوم کر دوربین سے دیکھنے لگا۔ اس طرح ڈائنا مائٹ باکس اس کے پیچھے ہو گیا۔ میں نے اس کے دماغ میں ایک جھٹکے سے کہا۔
"ہائے میں بیٹھ گیا۔"
وہ ایک جھٹکے سے باکس پر بیٹھا۔ پھر لمحے کے دسویں حصے کے بعد ہی ایک زوردار دھماکہ سنائی دیا۔ وہ گھبرا کر اچھل پڑا۔ فوراً ہی دوربین لگا کر دیکھنے لگا۔ مگر وہاں نظر کیا آتا؟ وہاں تو برف ریزہ ریزہ ہو کر کئی فٹ کی بلندی تک اُڑ رہی تھی۔ تمام ماحول برف کی دھند میں گم ہو گیا تھا۔
کیڈی کے دل میں اب تک دھماکے ہو رہے تھے۔ وہ خوف سے لرز رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔
"مم۔ میں نے یہ۔ یہ کیا کیا؟ میں اس منحوس باکس پر خود نہیں بیٹھا۔ بس جیسے سر چکر آ گیا ہو۔ نہیں شاید میں باکس پر گر پڑا تھا۔ جو کچھ بھی ہو۔ جوڈی اور براؤن وغیرہ میری بات کا یقین نہیں کریں گے وہ مجھے ہیلے کا قاتل کہیں گے۔" میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔
"ہاں۔ یہ واقعہ ایسا ہے کہ میرا باپ بھی میری بے گناہی کا یقین نہیں کرے گا۔ مجھے اب جوڈی وغیرہ سے نمٹنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔"
اُس نے فوراً ہی دوربین کو چھوڑ کر اپنی رائفل اٹھالی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔
"ٹھیک ہے۔ میں محتاط رہوں گا۔ اگر وہ میری بے گناہی کا یقین نہیں کریں گے تو مجھے ماسٹر کے سامنے قاتل کی حیثیت سے پیش کریں گے۔ مجھے سزائے موت دی جائے گی۔ بہتر ہے کہ میں اسی جگہ اپنی زندگی کے لئے لڑوں۔"
میں نے اس کی سوچ میں کہا۔
"ایک طریقہ اور ہے۔ اگر میں دانشمندی سے کام لوں تو سونیا کا ساتھ دے کر ماسٹروں کے قہر و غضب سے بچ سکتا ہوں۔ شیلا بھی اس کی حمایت کرتی ہے۔"
وہ اس خیال سے متفق ہو رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہاں سے بھاگ کر شیلا کے پاس جانا چاہیئے۔ اُس وقت تک برف کا غبار چھٹ گیا تھا۔ اور ویگن کار سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ پانی بن کر بہنے والی برف بھی ان شعلوں کو نہیں بجھا سکی تھی۔ اتنے میں براؤن کی آواز سنائی دی۔
"کیڈی! تم کہاں ہو؟ یہ دھماکہ کیسے ہو گیا؟ یہ گاڑی یہاں کون لایا تھا؟"
کیڈی نے کہا۔ "میرے دوستو! میں بالکل بے گناہ ہوں۔ میں اچانک ہی ڈائنا مائٹ باکس پر گر پڑا تھا۔ اسی وقت ہیلے گاڑی لے کر وہاں سے گذر رہا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر اُسے ہلاک نہیں کیا ہے....."
دوسری طرف سے سخت لہجے میں کہا گیا۔
"یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ سیدھی طرح باہر آ جاؤ۔ جب تک تمہاری بے گناہی ثابت نہیں ہو گی۔ تم حراست میں رہو گے۔" میں نے اس کی سوچ میں کہا۔
"میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دوں۔ میری بے گناہی کبھی ثابت نہیں ہو سکے گی۔ مجھے فائر کرنا چاہیئے۔"
یہ سوچتے ہی اُس نے گڑھے سے اُبھر کر فائر کر دیا۔ اُس کے ایک ساتھی کی چیخ سنائی دی۔ جوڈی اور براؤن کہیں چھپنے کے لئے بھاگے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کیڈی کو محض دھمکی دینے سے وہ فائر کر دے گا۔ کیڈی پر ان کا اعتماد درست تھا۔ وہ بیچارہ تو میری سوچ کی انگلیوں سے ٹریگر دبا رہا تھا۔
اُس نے دوسری بار ٹریگر کو دبایا۔ جوڈی چیخ مار کر برف پر اوندھے منہ گر پڑا۔ تیسرے فائر تک براؤن بھاگتا ہوا شوٹنگ رینج سے آگے نکل گیا۔ وہ بے تحاشہ کاٹج کی طرف بھاگتا جا رہا تھا۔ کیڈی گڑھے سے نکل کر اس کا تعاقب کرنے لگا۔ کچھ آگے جا کر اُس نے پھر فائر کیا۔ براؤن کو گولی تو نہیں لگی۔ مگر وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ پھر لڑھکتا ہوا برف کی اونچائی سے پختہ سڑک پر پہنچ گیا۔
کیڈی دوڑتے دوڑتے ٹھٹھک گیا۔ کیونکہ براؤن سڑک پر پہنچ کر برف کے پیچھے چھپ گیا تھا اور وہ خود کھلی جگہ پر تھا۔ اُس نے بھی سڑک تک پہنچنے کے لئے دوڑ لگائی تب میں نے اس کے دماغ میں بیٹھ کر دیکھا کہ جسم پر گولی لگنے سے آخری وقت دماغ کیسے کرب میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور آدمی کیسے تڑپ تڑپ کر مرتا ہے۔ کیڈی برف

ان لوگوں کے لیے جو کسی پیشہ ور حجام شناس کے نفیس بہت شناسی سیکھنا چاہتے ہیں۔
بہت شناسی کے نسخے
قیمت ۲۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۵/-
مکتبہ نفیسات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۱۲ کراچی

بصارت کی کمزوری میں چشموں کے دور کریں ان مشقوں کے ذریعہ جو ہمیشہ کے لئے بصارت کو واپس لاتی ہیں۔
نظر کی کمزوری اور اس کا علاج
قیمت ۱۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۵/-
مکتبہ نفیسات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۱۲ کراچی

کی بیچ پر سر دے پٹخ چکا تھا۔

اس کے مرتے ہی براؤن سڑک پر تنہا کھڑا ہو کر ادھر اُدھر پریشانی سے دیکھنے لگا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جو اپنے تھے، وہ اپنوں کے ہاتھوں کیسے مر گئے سب فنا ہو گئے۔ اب وہ تنہا سونیا اور چمپینزی کا مقابلہ کیسے کرے گا؟

ہاتھوں میں رائفل ہو تو تنہا دو چار کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن فرہاد کی موت کے بعد اب ان کے دلوں پر سونیا کی دہشت طاری تھی۔ پہلے شیلا کی بات پر براؤن نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ قہقہہ لگایا تھا۔ اب تنہا مقابلہ کی بات آئی تو وہ اپنے آپ پر ہنسنا چاہتا تھا پھر اُس نے سوچا کہ فوراً ہی کاٹج پہنچ کر ٹرانسمیٹر کے ذریعہ اپنے ماسٹر کو اطلاع دینی چاہیئے۔ اور پھر سیکنڈ لیڈ سے ایک گاڑی لیکر وہاں سے فرار ہو جانا چاہیئے۔ یہ سوچتے ہی وہ کاٹج کی طرف بھاگنے لگا۔

میں نے اُس پہلے ہی کاٹج میں پہنچ کر دیکھا۔ شیلا اپنی رائفل اٹھائے برآمدے میں آکر دور سے ہونے والی فائرنگ کی آواز سن رہی تھی۔ اُس نے پہلے زوردار دھماکہ کی آواز سنی تب یہ سوچ کر دل بیٹھ گیا تھا کہ سونیا کی برف گاڑی بارودی دھماکے کی زد میں آگئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے فائرنگ کی آواز سنی تو اس خیال سے اطمینان ہوا کہ سونیا یقیناً زندہ ہوگی۔ تب ہی فائرنگ ہو رہی ہے۔ شیلا یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے ساتھی آپس ہی میں رائفل کی گولیاں تقسیم کر رہے ہیں۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"مادام پر قابو پانا ہیلر جیسے لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ ایسے وقت مجھے مادام کی کچھ مدد کرنی چاہیئے۔"

شیلا کی سوچ نے کہا "مگر میں کیسے مدد کر سکتی ہوں میرے پاس رائفل ہے۔ بگھی میں کھلی جگہ جاؤں گی تو کسی کی گولی کا نشانہ بن جاؤں گی۔"

میں نے کہا "ہاں۔ آگے جانے میں خطرہ ہے۔ مگر ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی مادام سے جان بچا کر یہاں آئے اور یہاں کاٹج میں چھپ کر مادام کو نقصان پہنچانا چاہے۔"

"ہاں" اس کی سوچ نے ایک لمبی سی ہاں کے ساتھ کہا "ٹھیک ہے۔ میں یہاں کھڑی رہوں گی۔ کوئی یہاں آئے گا تو گولی سے اڑا دوں گی....."

براؤن سمجھ گیا آرہا تھا۔ اُس کی سانس پھول رہی تھی۔ قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ اُس نے کاٹج کے قریب پہنچ کر کہا۔

"شیلا! بہت بُری خبر ہے۔ ہمارے تمام ساتھی مارے گئے ہیں۔"

"تم کیوں زندہ ہو؟"

شیلا نے گولی داغ دی۔ یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی کہ تمام ساتھی کیسے مارے گئے۔ اُسے یقین تھا کہ مادام نے ہی آتنا بڑا شکار کھیلا ہے۔ بہرحال میں نے میدان صاف کرنے کے بعد سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اُس نے برف گاڑی کو روک لیا تھا۔ اور میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔

"ہیلو سونیا! تم رُک کیوں گئیں؟"

"میں آگے کیسے بڑھوں۔ کچھ فاصلے پر دھواں نکل رہا ہے۔ کیا تم نے کہیں آگ لگوا دی ہے؟"

"ہاں۔ آگے بڑھو۔ دھواں دکھائی دینے کا مطلب یہ ہے کہ تم قریب پہنچ گئی ہو۔"

وہ گنتی کو تیزی سے دور ہٹانے لگی۔ میں اُسے بتانا لگا کہ دشمن کس طرح مارے گئے ہیں اور اب وہ شیلا کی مدّاح ہے۔ کاٹج میں اس کا انتظار کر رہی ہے۔ آدھ گھنٹہ بعد وہ جلی ہوئی ویگن کار کے پاس پہنچ گئی۔ میں نے کہا۔

"اب وہاں سے دو میل کے فاصلہ پر کاٹج ہے۔ دھماکے کے باعث راستے میں گڑھا پڑ گیا ہے۔ اب تم سلیج اور گنوں کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھو۔"

اس نے اور چمپینزی نے دو میل کا سفر پیدل طے کیا۔ شیلا نے انہیں دیکھتے ہی خوش ہو کر دونوں بانہیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

"مادام خوش آمدید۔ اگر آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہیں تو میں آج بھی آپ کے سامنے معمولی لڑکی ہوں۔ آپ کی ماتحت ہوں۔"

سونیا نے اُسے گلے لگا کر کہا۔

"شیلا! میں تم پر بھروسہ کرتی ہوں۔ اور یہ بھی جانتی ہوں کہ تم نے میرے لئے کھانے کا اہتمام کیا ہے؟"

شیلا نے شدید حیرانی سے پوچھا۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ اوہ سمجھ گئی۔ آپ کے فرہاد صاحب ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ انہوں نے آپ کو....."

سونیا نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا "تم غلط سمجھ رہی

ہو۔ اچھے کھانوں کی خوشبو یہاں تک آرہی ہے، ویسے فرہاد صاحب اب اس دُنیا میں نہیں ہیں۔ جاپان کی ایک سینٹرل جیل میں انہیں گولی مار دی گئی ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں۔ ان کی موت پر پوری ایک فلم تیار کی گئی ہے۔ وہ فلم سپر ماسٹر کے پاس ہے۔"

"لیکن مادام! آپ کے چہرے سے فرہاد صاحب کے لئے دُکھ ظاہر نہیں ہو رہا ہے۔"

"شیلا! عورت اپنا دُکھ اپنے دل میں چھپا کر رکھتی ہے۔ سمجھی تم باتیں ہی کرو گی یا کاٹج میں چلنے کے لئے بھی کہو گی۔"

"سوری مادام! تشریف لائیے۔ اب تو یہاں آپ کی حکومت ہے۔"

وہ شیلا اور چمپینزی کے ساتھ کاٹج میں جانے لگی۔ میں نے کہا۔

"سونیا! جس قدر جلد ممکن ہو۔ کھانے پینے سے فارغ ہو جاؤ۔ تمہیں وہاں سے بھی فوراً بھاگنا ہوگا۔"

"کیوں؟ تم مجھے آرام نہیں کرنے دو گے کھانے کے بعد نیند ضرور آئے گی۔"

"سو جاؤ گی تو پھر ہمیشہ کے لئے سوتی رہ جاؤ گی۔ ہیلر کی طرف سے اطلاع نہیں ملے گی تو وہاں تنظیم کی دوسری ٹیم پہنچے گی۔"

"یہ دشمن تو ہمیشہ پیچھے لگے رہیں گے۔ تم چاہو تو مجھے تھوڑی دیر سونے کی فرصت دے سکتے ہو۔"

"میں تمہارے دماغ سے تمہاری تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ تم بہت زیادہ نڈھال نہیں ہو۔ ابھی کم از کم تین سو میل کا سفر طے کر سکتی ہو۔ جب تم یہ تین سو میل کا فاصلہ طے کر لو گی تو وہاں قیامت کے دھماکے ہوں گے۔ پتہ نہیں ان دھماکوں کے نتیجے میں کیسی تباہی مچے گی۔ تمہیں جلد از جلد وہاں سے دور نکل جانا چاہیئے۔"

سونیا کی سوچ بڑبڑا رہی تھی۔

"دھماکہ۔ قیامت کے دھماکے۔ اوہ سمجھ گئی۔ فرہاد! تم ایٹمی دھماکے کی بات کر رہے ہو۔ اوہ گاڈ! تم کیسی تباہی پھیلانا چاہتے ہو۔ سپر ماسٹر تمہارے دشمن نقصان برداشت نہیں کر سکے گا۔۔۔"

میں اس کی سوچ پڑھ کر مسکرانے لگا۔

شیلا

شیلا نے بڑی جلدی میں کھانے تیار کئے تھے مگر وہ بہت لذیذ تھے سونیا، شیلا اور چمپینزی ایک چھوٹی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے کھانے میں مصروف تھے۔ چمپینزی چپ چپ سا تھا۔ شاید اس لئے کہ جب دو عورتیں آپس میں بولنا شروع کرتی ہیں تو پھر کسی قسم کے کو بولنے کا موقع نہیں دیتیں۔

سونیا نے کہا "شیلا تم اپنے ماسٹر چمپینزی سے شاید پہلے بھی مل چکی ہو۔"

"نہیں مادام! میں نے ماسٹر کا نام سنا تھا۔ لیکن ملنے کا آج ہی اتفاق ہوا ہے۔"

وہ پہاڑ جیسے چمپینزی کو تعریفی نظروں سے دیکھ رہی تھی چمپینزی نے غرا کر کہا۔

"مجھے اس طرح گھور کر نہ دیکھو۔ میں عورتوں کو پسند نہیں کرتا۔"

شیلا نادم سی ہو گئی۔ سونیا نے کہا۔

"چمپینزی! یہ کیا بدتمیزی ہے۔ کیا تم مجھے پسند نہیں کرتے ہو؟"

"میں تو آپ کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔ آپ کی بات اور ہے۔"

"میری بات اور کیوں ہے؟ میں بھی تو عورت ہوں۔"

"لیکن آپ میری ممی ہیں۔"

شیلا چونک کر کبھی سونیا کو اور کبھی چمپینزی کو دیکھنے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کی مادام سونیا ولیہیکل چمپینزی کی ممی کیسے ہو سکتی ہے۔ سونیا کہہ رہی تھی۔

"ہاں! میں تمہاری ماں ہوں۔ عورت ماں ہو، بیٹی ہو، بہن ہو، بیوی ہو یا محبوبہ ہو۔ وہ ہر رشتہ میں قابلِ عزت ہوتی ہے کیا تم شیلا کی عزت نہیں کرو گے؟"

"ممی! آپ کہتی ہیں۔ اس لئے ضرور کروں گا۔"

"صرف میرے کہنے سے نہیں۔ ذرا اپنی عقل سے بھی سوچ کر کام کیا کرو۔ ہماری دنیا میں تمام مرد بُرے نہیں ہوتے اور تمام عورتیں بھی بُری نہیں ہوتیں۔ جو عورت مکار اور فریبی ہو اس سے تم نفرت کرو۔ شیلا ایسی نہیں ہے.....؟"

چمپینزی نے سونیا کو گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ممی! اس شیلا کو سونیا پہچانتی تھی۔ آپ تو میری ممی ہیں آپ کیسے جانتی ہیں کہ شیلا ایسی نہیں ہے ویسی ہے؟"

سونیا ایک ذرا بوکھلا سی گئی۔ چمپینزی نے کہا۔

"میں بہت دیر سے آپ دونوں کی باتیں سن رہا ہوں۔ آپ ماضی کے اس دور کی باتیں کر رہی ہیں جب یہ لڑکی سونیا کے ماتحت تھی آپ اس دور کی ایک ایک بات جانتی ہیں۔ آپ نے شیلا کو یہ بھی بتایا ہے کہ فرہاد علی تیمور کو جاپان کی ایک سینٹرل جیل میں گولی مار دی گئی ہے

اور اس کی فلم سپلٹر کے پاس موجود ہے۔ یہ تمام باتیں سونیا جانتی تھی لیکن آپ کیسے جانتی ہیں۔؟"

میں دماغ کی اسکرین پر چپ چاپ انہیں دیکھ رہا تھا اور ان کی باتیں بھی سن رہا تھا۔ میں نے سونیا کو ہدایت دی وہ میری ہدایت کے مطابق کہنے لگی۔

"چمپیزی! انتہائی باتوں سے پتہ چل رہا ہے کہ تم پھر اپنی ماں پر شبہ کر رہے ہو۔"

"آپ جو کچھ بھی سمجھیں۔ جو بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، وہ پوچھ رہا ہوں۔"

سونیا نے کہا: "پہلے خود سوچو۔ اپنی عقل سے پوچھ۔ میں بعد میں تمہیں سمجھاؤں گی۔"

اس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ اتنا سا کھانا ہے۔ میں تم دونوں کا حصہ کھالوں تب بھی پیٹ نہیں بھرے گا۔ ایسے میں عقل کیا کام کرے گی۔"

شیلا نے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ماسٹر! مجھے آپ کی خوراک کا اندازہ نہیں تھا۔ یہاں مختلف جانوروں کے تازہ گوشت اسٹاک کئے گئے ہیں۔ میں آپ کے لئے زیادہ سے زیادہ گوشت بھون کر لاتی ہوں۔"

وہ وہاں سے چلی گئی۔ سونیا نے میری ہدایت کے مطابق چمپیزی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں شیلا کے سامنے یہ باتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا تم تنہائی میں یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔ تمہاری دشمن ہوں۔"

"ممی! میں نے یہ تو نہیں کہا تھا میں صرف یہ پوچھ رہا تھا کہ جو باتیں سونیا جانتی تھی، وہ آپ کیسے جانتی ہیں۔؟"

"میں تمہاری ماں ہوں۔ میں جو ڈکر اٹے نہیں جانتی تھی لیکن میں نے جاگتے ہوئے سلیج پر مارلن سے مقابلہ کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے پاس سونیا کا صرف جسم ہی نہیں، اس کا دماغ بھی ہے۔ میری روح اس میں سمانے کے بعد یہ جسم اور دماغ پھر زندہ ہو گیا ہے۔ میری چال، میری گفتگو کا لہجہ سونیا کا ہے میرے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ دراصل سونیا کے دماغ سے نکلتی ہے۔"

چمپیزی نے اپنا سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ممی! اب سمجھ میں آ گیا۔ سونیا کے دماغ میں پہلے کی باتیں محفوظ تھیں۔ اب وہی باتیں آپ کو یاد آ جاتی ہیں۔ اور آپ سونیا کے دماغ سے اور اس کی آنکھوں سے سونیا کے پہلے شناساؤں کو پہچان لیتی ہیں جیسا کہ آپ نے شیلا کو پہچان لیا۔"

"ہاں! اب تمہاری سمجھ میں یہ باتیں آ رہی ہیں۔"

دوسرے جھکا کر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ سونیا نے پوچھا۔

"اب تمہیں کون سی بات کھٹک رہی ہے؟"

"اوہ۔ یہ۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ کے پاس سونیا کا جسم ہے اور اس کا دماغ ہے۔ پھر آپ کا اپنا دماغ کہاں ہے؟ ظاہر ہے پچیس برس پہلے آپ کا دماغ آپ کے جسم کے ساتھ مر گیا ہو گا۔ پھر آپ نے میری پیدائش کا واقعہ مجھے کیسے سنایا؟"

سونیا پھر بوکھلا گئی۔ میں نے اسے جلدی سے سنبھالا دیا۔ میری راہنمائی میں کہنے لگی۔

"انسان کی روح اس کے جسم اور اس کے دماغ سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔ کیا تم یہ تسلیم کرتے ہو کہ روح نکل جائے تو دماغ خالی ہو جاتا ہے؟"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں! اصل میں روح کی قوت ہوتی ہے۔"

"پھر تم یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ میرے اس موجودہ دماغ کو جسے سونیا کا ماضی یاد ہے۔ ویسے ہی میری روح کو میرا اپنا ماضی یاد ہے۔ تم ذرا اور وضاحت سے سمجھ لو کہ دماغ روح کا محتاج ہوتا ہے لیکن روح دماغ کی محتاج نہیں ہوتی۔ سونیا کے دماغ کو اپنی باتیں یاد ہیں۔ میری روح کو اپنی باتیں یاد ہیں....."

چمپیزی اچانک کرسی کو پیچھے دھکیل کر میز کے نیچے گھسنے لگا۔ سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔

"تم ڈائننگ ٹیبل کے نیچے کیوں جا رہے ہو۔؟"

دوسرے ہی لمحے سونیا کو اپنے سوال کا جواب مل گیا۔ کرسی پر بیٹھ کر میز پر کھانے کے دوران پاؤں میز کے نیچے رہتے ہیں۔ چمپیزی وہاں پہنچ کر اپنی ممی کے پیروں سے لپٹ گیا تھا۔

"ممی مجھے معاف کر دیجئے۔ میں بہت بڑا گدھا ہوں۔ آپ کو سمجھنے میں غلطی کرتا ہوں۔"

سونیا کو ہنسی آ گئی۔ اس نے مجھ سے کہا۔

"فرہاد! ایسا ہوش مند بچہ گل میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے اس کے ساتھ کب تک ماں بیٹے کا رشتہ چلے گا۔"

"جب تک چل سکتا ہے، یاد رکھو سونیا! تم اس رشتے کو مستحکم کر سکتی ہو۔"

"اُف! یہ میرے پیروں سے بری طرح لپٹا ہوا ہے۔ اس کم بخت کو اپنی قوتوں کا اندازہ نہیں ہے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میری ٹانگیں ٹوٹ جائیں گی۔"

"اپنے پاؤں چھڑانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اسے فوراً معاف کر دو۔"

سونیا نے کہا: "چمپیزی! میں تمہیں ایک شرط پر معاف کروں گی تم جلدی سے باہر نکلو۔"

سونیا نے اطمینان کی سانس لی۔ کیونکہ وہ اس کی ٹانگیں چھوڑ کر میز کے نیچے سے باہر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"دیکھو چمپیزی! پہلے سے خبردار کر دوں کہ اب کسی عورت سے خواہ مخواہ محبت نہیں کرو گے۔"

"نہیں کروں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"اور تم شیلا سے محبت کرو گے۔"

"اُں۔ ہم۔ مگر اس عورت سے محبت کیسے کروں گا؟"

"پھر وہی بات؟ میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔"

"اچھا کروں گا۔ ضرور کروں گا۔ مگر سچ کہتا ہوں ممی مجھے محبت کرنی نہیں آتی۔ آپ مجھے سکھا دیں۔"

"بیٹے! میں عورت ہوں اور عورت کی نگاہوں کو خوب سمجھتی ہوں شیلا تمہیں محبت سے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ تم بھی اسے پیار سے دیکھ کر مسکراؤ۔"

"آپ کہتی ہیں تو ضرور مسکراؤں گا۔"

سونیا نے اسے نمونہ کے طور پر مسکرانے کے لئے کہا۔ وہ بڑے بڑے دانت نکال کر مسکرانے لگا۔

"ماسٹر تو وہ لگ رہا ہے گی۔ ذرا انسان کی طرح مسکراؤ۔ یعنی مسکراتے وقت منہ کھولنا ضروری نہیں ہے۔ اگر تمہارا منہ کھل ہی جاتا ہے تو کوشش کر کے ذرا سا کھلے۔ دیکھو یوں....."

سونیا نے سمجھانے لگی۔ میں نے کہا۔

"سونیا! وقت ضائع نہ کرو۔ یہاں سے جلد آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔"

"فرہاد! کھانے کے بعد تھکن اور بڑھ گئی ہے۔ میں پچھلی رات سے جاگ رہی ہوں۔ فار گاڈ سیک، مجھے سونے کا موقع دو تاکہ میں تازہ دم ہو کر آگے بڑھ سکوں۔"

مجھے محسوس کیا کہ واقعی کھانے کے بعد اسے خمار چڑھ رہا ہے اس کا جسم اور دماغ دونوں ہی تھکے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا۔

"اچھا، شیلا سے کہو کہ وہ تمہارے سونے تک جاگتی رہے۔ کسی ماسٹر فی الرنسپر کال کیٹ کو ان سے کہہ دے کہ سونیا اور چمپیزی اب تک وہاں نہیں پہنچے ہیں۔ پیلر اور اس کے ساتھی ان دونوں کو ڈھونڈنے کے لئے وہاں سے چل دیں گے۔ فاصلے پر گئے ہیں۔ اس طرح کسی ماسٹر کو شبہ نہیں ہو گا کہ تم وہاں پہنچ چکے ہو

اتر کر آتی ہے۔

وہ جاننا چاہتا تھا کہ اسے کیا ہو رہا ہے اور وہ اچھی کیوں لگ رہی ہے؟ سونیا نے پوچھا۔

"لولو چمپیزی! کیا محبت قابل نفرت ہوتی ہے؟"

"نہیں ممی! میں حیران ہوں کہ آپ کے حکم پر عمل کرنے سے شیلا کتنی حسین لگ رہی ہے۔ جی چاہتا ہے ساری زندگی اسے پیار کرتا رہوں۔"

"ساری زندگی کا فیصلہ تنہا نہ کرو۔ پہلے عورت سے پوچھ کر اس کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر وہ راضی نہ ہو تو کبھی اپنی توہین نہ سمجھو۔ اور نہ ہی غصہ دکھاؤ۔"

شیلا نے کہا۔ "آدم! میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ آپ نے مجھے چمپیزی جیسے مرد کا سہارا دیا ہے۔ اور چمپیزی! میں اپنی آخری سانس تک تم سے وفا کروں گی۔"

چمپیزی نے خوش ہو کر اسے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ سونیا نے کچن سے باہر آ کر شیلا کو آواز دی۔

"شیلا! تھوڑی دیر کے لئے یہاں آؤ۔ اور مجھے سونے کے لئے کمرہ دکھاؤ۔"

اسے کچن سے باہر آتے میں پانچ منٹ لگ گئے۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ سونیا ایک خواب گاہ کی طرف جاتے ہوئے اسے سمجھانے لگی۔

"شیلا! میں تم پر بھروسہ کر کے سونے جا رہی ہوں۔ کیا تم میری خاطر جاگتی رہو گی۔؟"

"آدم! آپ اطمینان سے سوتی رہیں۔ کسی خطرے کا احساس ہو گا تو میں آپ کو جگا دوں گی۔"

"ٹرانسٹر پر کال آئے تو کہہ دینا کہ سونیا اور چمپیزی ابھی تک یہاں نہیں آئے ہیں۔ ہیلی اور دوسرے ساتھی یہاں سے چار میل کے فاصلے پر انہیں ڈھونڈنے گئے ہیں۔"

"جی بہت اچھا، میں یہی کہوں گی۔"

"چمپیزی کو بھی جلد ہی سلا دینے کی کوشش کرنا۔ وہ بھی پچھلی رات سے جاگ رہے حالانکہ یہاں دن اور رات کا پتہ نہیں چلتا۔ اتنا تو پتہ ہے کہ ہم پچھلے چھتیس گھنٹوں سے جاگ رہے ہیں۔ اور ہاں اگر چمپیزی تمہیں پریشان کرے تو بس اتنی سی دھمکی دینا کہ تم اس کی ممی سے شکایت کرو گی۔ وہ بالکل سیدھا ہو جائے گا۔"

"آدم! آپ اس کی ممی کیسے بن گئیں؟"

"یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ تم اس سے پوچھ لینا۔ مگر یاد رکھو۔ وہ ہم ماں بیٹے کے بارے میں جیسی بھی ناقابل یقین بات کہے۔ تم بلا حیل و حجت یقین کرتی جانا ورنہ وہ پریشان ہو جائے گا۔"

وہ شیلا کو تمام باتیں سمجھانے کے بعد خواب گاہ کے دروازے اور کھڑکیاں بند کرنے لگی۔ شیلا چمپیزی کے پاس چلی گئی۔ میں نے کہا۔

"سونیا! تم نے بیٹے کو بہلانے کے لئے اسے بڑا ہی خوبصورت کھلونا دیا ہے۔"

وہ مسکراتی ہوئی بستر پر لیٹ کر بولی۔

"بیٹا جوان ہو گیا ہے۔ میں ہو کی فکر نہیں کروں گی تو اور کون کرے گا۔ شیلا کافی سمجھدار ہے۔ میں ماں بن کر اور وہ محبوبہ بن کر اسے رفتہ رفتہ مکمل انسان بنا دیں گے..... بس اب مجھے سونے کی اجازت دو۔"

میں نے اجازت دے دی۔ عام حالات میں سونا چاہو تو فوراً ہی نیند نہیں آتی۔ فکر اور پریشانیاں گھیرے رہتی ہیں۔ سونیا... تو ہمیشہ ہی دشمنوں میں گھری رہتی تھی۔ اس کے باوجود چونکہ وہ بہت تھکی ہوئی تھی۔ اس لئے آنکھ بند کرنے کے تھوڑی ہی دیر بعد گہری نیند میں ڈوب گئی۔

اس کے بعد میں نے سوچا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ سونیا آرام سے سو گئی تھی۔ چمپیزی اور شیلا کے ماحول میں جھانکنا تضیع اوقات کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ شیلا پر بھروسہ تھا کہ وہ جاگ کر اپنی مادام کی حفاظت کرتی رہے گی۔ اور کوئی خطرہ پیش آتے ہی سونیا کو ہوشیار کر دے گی اور نیو زیلینڈ دوزاڑے کے ڈاکٹر ولن آسمتھ سے بھی یہ توقع نہیں تھی کہ وہ اپنے اہم مشن کو چھوڑ کر سونیا اور چمپیزی کی فکر کرے گا۔ اور خواہ مخواہ ان کا تعاقب کرنے کے لئے اپنے ہم آدمیوں کو لوبرینو کی طرف روانہ کرے گا۔ بہرطور اطمینان تھا۔ اس لئے میں برفانی علاقہ سے ہزاروں میل دور منیلا کے گرم علاقہ کی ایک جھونپڑی میں واپس آ گیا۔

●

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ میں جھونپڑی کے جس کمرے میں تھا، وہاں گہری تاریکی تھی۔ جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔ وہ جھونپڑی میری منہ بولی بہن منزا کی تھی۔ وہ نامودا کے ساتھ بیاہ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ میں اس کے جالی دار جھولے میں لیٹا ہوا تھا۔ سوچ کی نگری سے واپس آ کر میں جھولے سے اتر گیا۔ پھر تاریکی میں اندازے کے مطابق چلتا ہوا لکڑی کے صندوق کے پاس آیا۔ وہاں سے دیا سلائی اٹھائی اور صندوق پر رکھی ہوئی لالٹین روشن کر دی۔

میری رسٹ واچ بجا رہی تھی۔ میں نے دروازہ کھول کر دوسرے کمرے میں دیکھا۔ لالٹین کی روشنی اس کمرے میں پہنچ رہی تھی۔ وہاں منزا کی بوڑھی ماں خواب غفلت میں نظر آئی۔ مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ مگر اتنی زیادہ بھوک نہیں تھی کہ ایک بوڑھی عورت کی نیند خراب کر دیتا۔ میں نے اپنے کمرے میں واپس آ کر دروازہ بند کر دیا۔

جھونپڑی کے اندر اور باہر رات کا گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا جب میں اپنی چیئر پر بیٹھ کر ایک سگریٹ سلگانے لگا تو اچانک ہی اس سناٹے میں بھی سی آواز سنائی دی جیسے کان کھڑے ہو گئے۔ میں ایک دم سے ساکت ہو کر غور کرنے لگا کہ وہ کیسی آواز تھی۔ دوسری بار پھر آواز آئی۔ میں فوراً کھڑا ہو گیا۔ جالی دار جھولے کے پاس جو کھڑکی تھی اس سے کوئی آہستہ آہستہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں دبے قدموں چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا اور دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ بانس کی کھپچیوں سے بنی ہوئی دیوار اتنی کمزور تھی کہ اسے ایک زوردار ٹھوکر سے توڑ کر باہر پہنچ سکتا تھا۔ میں وہاں دم سادھے کھڑا رہا۔ دیوار کے دوسری جانب کسی کی گہری گہری سانسیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر کسی نے سرگوشی میں کچھ کہا۔ جواب میں دوسری سرگوشی سنائی دی۔

وہ مقامی زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ میں ان کی زبان نہیں سمجھ سکتا تھا۔ مگر ان کی باتوں کے دوران نامودا کا نام آیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ نامودا کے ساتھی ہیں جو احتیاطاً میری نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ وہ شاید کھڑکی سے یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ میں اتنی رات کو لالٹین جلا کر کیا کر رہا ہوں۔

کھڑکی اندر سے بند تھی۔ وہ اسے کھول نہ سکے۔ البتہ بانس کے ایک پٹ کو ذرا سا ہٹا گئے۔ وہ دونوں کمرے میں باری باری جھانکنے لگے۔ ان کی بدلتی ہوئی پوزیشن سے میں اندازہ کر رہا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ میں انہیں کمرے میں نظر نہیں آ رہا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ ایک گھنٹہ تک تھوڑے تھوڑے وقفے سے جھانکتے رہے۔ شاید وہ سوچ رہے تھے کہ اگر میں باتھ روم میں ہوں تو پھر کمرے میں ضرور واپس آؤں گا۔

پھر وہ مایوس ہو کر کمرے کے دروازے پر آئے اور اسے زور زور سے پیٹنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے منزا کی ماں کی بڑبڑاہٹ سنی۔ میں کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے قدموں کی چاپ میرے کمرے کے قریب آئی پھر دروازہ کھل گیا۔ دو جوان انہوں میں رائفلیں لئے میرے سامنے کھڑے تھے۔ وہ مجھے کمرے میں موجود پا کر حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے میں نے انگریزی زبان میں پوچھا۔

"کیا بات ہے؟ اتنی رات گئے میرے کمرے میں کیوں آئے ہو؟"

وہ دونوں دانت نکال کر جبراً مسکرانے لگے۔ پھر ایک نے سر جھکا کر مقامی زبان میں کچھ کہا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ اتنی رات کو آنے اور مجھے پریشان کرنے کی معافی چاہتے ہیں۔ میں نے جواباً مسکرا کر اپنا سر ہلا دیا گویا انہیں معاف کر رہا ہوں۔ وہ دونوں واپس دروازے پر گئے وہاں سے پٹ کو پھر ویسے ہی کر کے حیرانی سے دیکھا۔ اس کے بعد دروازہ بند کر کے واپس چلے گئے۔

کاش کہ میں ان کی زبان کسی حد تک سمجھ لیتا۔ چونکہ نہیں سمجھ سکتا تھا اس لئے دھوکا کھا گیا۔ میں یہ سوچ کر مسکرا رہا تھا کہ کھڑکی کے پاس چھپ کر میں نے انہیں بے وقوف بنایا ہے وہ مجھے کمرے میں نہ پا کر دروازے کے راستے آئے تو میں کمرے میں موجود تھا۔ اسی لئے وہ بار بار مجھے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔

مگر بات کچھ اور تھی۔ جیسا کہ قارئین جانتے ہیں۔ اُن دنوں میں نوٹو کے میک اپ میں تھا اور وہ میک اپ پائیدار نہیں تھا۔ اسی لئے میں غسل بھی نہیں کرتا تھا۔ لیکن احتیاط کے باوجود کہیں نہ کہیں غلطی ہو جاتی ہے۔ پتہ نہیں سورج کی نگری میں سونیا کے ساتھ وقت گزارنے کے دوران میں نے کب اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا ہو گا یا رومال سے پسینہ پونچھا ہو گا ایسے ہی وقت مونٹو کی آدھی مونچھ اکھڑ کر کہیں گر گئی تھی۔ مجھے آدھی مونچھ کی کمی کا احساس تک نہ ہوا۔ اس کمرے میں آئینہ بھی نہیں تھا۔ ورنہ مجھے پتہ چل جاتا۔

بہرحال یہ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ وہ دونوں مجھے حیرانی سے کیوں دیکھ رہے تھے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے مطمئن ہو کر سوچا کہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جنہیں میں دشمن سمجھ رہا تھا وہ نامودا کے ساتھی نکلے۔ اور نامودا میرا دشمن نہیں تھا۔

جہاں تک احتیاط لازمی ہے میں ضرور عطا کر رہا تھا میں نے اپنی تسلی کے لئے نامودا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ اب میں کیسے سمجھ لیتا کہ جو گہری نیند سو رہا ہے، وہ اپنے ساتھیوں کی رپورٹ پر میرے لئے مصیبت بن سکتا ہے۔ میں خود اپنی آدھی مونچھ کے متعلق نہیں جانتا تھا۔ پھر اس کے ساتھیوں پر کیسے شبہ کرتا کہ وہ اپنے لیڈر کو میرے خلاف کوئی رپورٹ دینے جا رہے ہیں۔ ان کی مقامی زبان نے بھی مجھے اندھیرے میں رکھا۔

ان حالات میں میری جگہ کوئی بھی قابل اور باصلاحیت شخص ہوتا وہ بھی حالات کا تجزیہ کرنے میں غلطی ضرور کرتا۔ میں مطمئن ہو کر جھولے پر آ کر لیٹ گیا۔ آدھی رات گزر رہی تھی۔ ادھر سونیا سو رہی تھی۔ ادھر میں آرام سے سو جانا چاہتا تھا۔ میں نے دماغ کو ہدایت دی کہ میں صبح پانچ بجے تک گہری نیند سوتا رہوں۔ پانچ بجے سے پہلے میری آنکھ نہ کھلے۔ یہ ہدایت دینے کے بعد میں نے آنکھیں بند کریں ایک منٹ کے اندر ہی میں گہری نیند میں ڈوب گیا۔

پھر خبر نہ ہوئی کہ دنیا کیا ہے اور یہاں کیا ہو رہا ہے؟ جو باتیں مجھے بعد میں نامودا سے معلوم ہوئیں، وہ میں پہلے ہی بیان کر رہا ہوں۔

نامودا کے دونوں ساتھی میرے کمرے سے جانے کے بعد باہر پہنچ کر آپس میں مشورے کرنے لگے۔ میری کھڑکی ہوئی مونچھ نے مجھے شکوک بنا دیا تھا۔ ان میں سے ایک میری نگرانی کے لئے وہیں دروازے پر کھڑا رہا تاکہ مجھے فرار ہونے سے روکے۔ دوسرا ساتھی سمندر کے کنارے گیا۔ وہاں نامودا ایک ہٹ کرائے پر لے کر رہنی مون منا رہا تھا۔ لیکن اس وقت سو رہا تھا اس کے ساتھی نے اسے آواز دے کر ہٹ کے باہر بلایا پھر اسے بتایا کہ جسے وہ لوگ مونٹو سمجھ رہے ہیں، وہ مونٹو نہیں کوئی اور ہی شخص ہے۔

نامودا نے پوچھا۔ "تم لوگوں نے غور سے دیکھا تھا کہ اس کی ایک طرف کی مونچھ اکھڑی ہوئی تھی۔ سچ سچ بتاؤ آج تم لوگوں نے کتنی

کہتی تھی ہے۔"

اس کے ساتھی نے اپنے کان پکڑ کر کہا۔

"ہم نے پی مخمور تھی۔ سگرٹ میں نہیں ہیں۔ آپ دیر نہ کریں ورنہ وہ فرار ہو جائے گا۔ وہ ہیں شروع ہی سے پُراسرار لگتا ہے۔ ہفتہ کمرے میں پندرہ دن سے منزا کی ماں کو بھی کمرے میں آنے نہیں دیتا۔ شام ہی سے اس نے کمرے میں اندھیرا کر رکھا تھا۔ آدھی رات کے بعد اس نے لالٹین جلائی ہم ایک گھنٹہ تک کھڑکی سے جھانکتے رہے وہ نظر نہیں آیا۔ وہ ایک گھنٹہ تک باتھ روم میں کیا کر سکتا ہے۔؟ اس کے پیچھے کوئی بہت بڑا راز ہے۔"

ناموذا نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"یہاں منزا اکیلی ہے۔ تم میرے آنے تک یہاں رہو۔ منزا کی آنکھ کھل جائے تو اسے ہرگز اپنے موٹو کے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ وہ اسے سگے بھائی سے زیادہ چاہتی ہے۔ تمہاری باتوں کا یقین نہیں کرے گی۔"

یہ کہہ کر ناموذا جیپ کار میں بیٹھ کر اپنے دوسرے چار ساتھیوں کے پاس گیا۔ انہیں مستعد ہونے کے لئے کہا پھر انہیں ساتھ لے کر میرے کمرے میں پہنچ گیا۔ میں بے خبر سو رہا تھا وہ میرے جسم کے چاروں طرف الفلیین تان کر کھڑے ہو گئے۔ ناموذا نے قریب آ کر میرے چہرے کو غور سے دیکھا۔ پھر بولا آواز دی۔

"موٹو اٹھو.....!"

لیکن میں اٹھ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ پانچ بجے سے پہلے میری آنکھ نہ کھلے۔ اس لئے اس کی آواز میرے کان نہیں سن سکتے تھے۔ اس نے مجھے بیدار کرنے کے لئے میری آدھی مونچھ ایک جھٹکے سے نوچ کر پھینک دی۔ میں بے حس پڑا رہا۔ اس نے مجھے جھنجھوڑ کر آواز دی۔ کوئی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ میں نیند کے دوران اس قدر مردہ بن جاتا ہوں۔ پہلے تو انہوں نے سوچا کہ میں مر چکا ہوں۔ ان میں سے کوئی میری نبض ٹٹولنے اور کوئی میرے دل کی دھڑکن سننے لگا۔ میں بالکل ٹھیک تھا زندہ تھا۔ سانسیں لے رہا تھا۔ بے خبر سو رہا تھا۔ ایسا تو کوئی نہیں سوتا۔ جسم کو ذرا بھی جھٹکا لگے تو سونے والا ہڑبڑا کر اٹھ جاتا ہے۔ مگر میرا دماغ پانچ بجے سے پہلے جسم کے جھٹکوں کو تو کیا زلزلے کے جھٹکوں کو بھی قبول نہیں کرتا تھا۔ بعض اوقات انسان کی ذرا سی بے احتیاطی اسے موت کے دہانے تک لے جاتی ہے اب سے پہلے میں نے اسی جھونپڑی میں ایک رات سونے سے پہلے دماغ کو ہدایت دی تھی۔

"میرے تک دروازے کو کوئی آہٹ نہ ہو، میری آنکھ نہ کھلے۔ اس کے بعد میں دو دن دوپہر تک سوتا رہا گیا دوپہر کو میری منہ بولی بہن منزا دوڑتے پر آئی تو آہٹ سے میری آنکھ کھل گئی۔ اگر ایسا ہوتا کہ کسی ناگہانی آفت کے باعث جھونپڑی کے مکین کہیں بھاگ جاتے تو میں نہ جانے کب تک سوتا رہا جاتا اور سوتے سوتے ہی مر جاتا۔

دوسری غلطی وہ ہو چکی تھی جس نے ہر طرف سے مطمئن ہو کر دماغ کو سمجھا دیا تھا کہ پانچ بجے سے پہلے میری آنکھ نہ کھلے۔ لہٰذا اب تو کانٹوں کے بستر پر بھی آنکھ نہیں کھل سکتی تھی۔ ناموذا نے جھنجلا کر کہا۔

"موٹو! تم نیند کا بہانہ کر رہے ہو۔ تمہارے حق میں یہ بہتر ہو گا کہ فوراً آنکھیں کھول کر مجھ سے باتیں کرو۔"

میں نے آنکھ نہ کھولنے پر اس نے چاقو کھول لیا۔ پھر اس کی تیز نوک پل بھر میری گردن میں چبھو کر بولا۔

"میں آخری بار تم سے کہتا ہوں، اٹھ جاؤ.....!"

اس نے بڑی حیرانی سے دیکھا۔ جہاں میری گردن میں چاقو کی نوک چبھ رہی تھی وہاں سے خون بہہ رہا تھا۔ لیکن میری نیند میں فرق نہیں آیا تھا۔ اس نے شدید حیرانی سے کہا۔

"ایسی حالت میں تو مردے بھی اٹھ کر بیٹھ جائیں۔ مگر اس کی نیند ناقابلِ فہم ہے۔"

ان میں سے ایک نے ناموذا سے کہا۔

"اس بہروپئے کی اصلی صورت دیکھنی چاہئے۔ جب موٹو نہیں نقلی ہے تو چہرہ بھی نقلی ہو گا۔"

ناموذا نے تائید میں سر ہلا کر میرے چہرے کو ٹٹولنا شروع کیا اس کے ساتھیوں نے شیونگ کریم، صابن اور پانی سے میرے چہرے کو رگڑ رگڑ کر صاف کیا۔ پھر میرا اصلی چہرہ سامنے آتے ہی وہ ایک دم سے چونک گئے۔ انہوں نے جیسے کسی جن یا بھوت کو دیکھ لیا ہو۔ وہ سب بُرا سا منہ بنا کر مجھ سے ذرا دور ہٹ گئے۔ ایک نے کہا۔

"ناموذا یہ۔ یہ تو۔ وہی معلوم ہوتا ہے۔"

ناموذا نے کہا۔ "معلوم کیا ہوتا ہے، بالکل وہی ہے۔ مسٹر فرہاد مرزا۔"

"مگر تم نے تو فنگ کانگ سے آ کر یہ خبر سنائی تھی کہ فرہاد مر چکا ہے۔"

ناموذا نے اپنی ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ فنگ کانگ چھوڑنے سے پہلے میں ریڈ پاور کے ایک دفتر میں گیا تھا۔ وہاں باس کی میز پر فرہاد علی تیمور کا فائل کھلا ہوا تھا۔ باس ٹیلی فون پر ماسکو میں سے باتیں کرتے ہوئے بڑی بے یقینی سے کہہ رہے تھے کہ فرہاد مافیا کی تنظیم میں زلزلہ سمجھا جاتا تھا۔ میں نہیں مانتا کہ وہ اتنی آسانی سے مر گیا ہو گا۔ یہ کہہ کر وہ دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔ پھر اس نے جواباً کہا۔ میں مانتا ہوں کہ جاپان میں جو جاسوس ہیں۔ وہ غلط رپورٹ نہیں بھیج سکتے۔ مگر یہ بھی تو سوچو کہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلی ہوئی مافیا کی تنظیم کے بڑے بڑے ماہر اسے نقصان نہ پہنچا سکے۔ جاپان کے فوجیوں نے کیا تمہارے اس جاسوس کو مار دیا ہو گا۔ میں یقین نہیں کر سکتا.....؟"

ناموذا یہ کہہ کر میرے چہرے کو گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"اب میں باس کی باتوں کا یقین کرتا ہوں۔ یہ زندہ ہے۔ اور ہمارے سامنے ہے۔"

"ناموذا! جیسا کہ ہم سنتے آئے ہیں۔ یہ بہت خطرناک ہے اس سے

پہلے کہ یہ آنکھ کھولے اور ہمارے لئے خطرہ بن جائے۔ ہمیں ہمیشہ کے لئے اس کی آنکھیں بند کر دینا چاہئے۔"

ناموذا اپنی ٹھوڑی کھجاتے ہوئے گہری سنجیدگی سے سوچنے لگا پھر اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں! جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔ دوستو! کیوں نہ ہم اس خطرے کو کھینچنے کی جرأت کریں۔"

اس کے ساتھیوں نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ ایک نے پوچھا۔

"ناموذا! ہوش میں ہو جس خطرے سے دنیا کی دو بڑی تنظیمیں گھبراتی ہیں۔ تم اس سے کھیلنا چاہتے ہو؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دوستو! دنیا کی بڑی تنظیموں نے فرہاد کو اپنی ذہانت سے، اپنی طاقت سے اور خطرناک ہتھیاروں سے مارنا یا زیر کرنا چاہا، اور ناکام رہے کیونکہ وہ فرہاد کی کمزوری کو نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن میں سمجھ گیا ہوں۔"

"ناموذا کھل کر بات کرو۔ تم فرہاد کی اس کمزوری کو سمجھ گئے ہو؟"

"میں تمہیں بتاتا ہوں۔ ہم یہاں کل پانچ ساتھی ہیں۔ اگر ہم یہ راز کسی زبان پر نہ لائیں کہ فرہاد زندہ ہے تو ہم اس کے ذریعے بہت سی دولت حاصل کر سکتے ہیں۔"

"ہم رازداری کی قسم کھاتے ہیں تم اپنا منصوبہ بتاؤ۔"

ناموذا نے کہا۔ میرا منصوبہ یہ ہے کہ میں فرہاد کو اپنی مٹھی میں رکھوں گا۔ یہ مجبور ہو کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری رہنمائی کرے گا ہم بڑے بڑے کارنامے دکھا کر ریڈ پاور میں بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کریں گے۔ کسی کو پتہ نہیں چلے گا کہ مردہ فرہاد ہماری پشت پر کام کر رہا ہے۔"

"لیکن ناموذا یہ تو بتاؤ کہ فرہاد جیسا شخص تمہارے سامنے مجبور کیسے ہو جائے گا۔؟"

"ایسے کہ.....!" اس نے زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ فرہاد کی بہن میری بیوی ہے جو شخص دلیر اور خطرناک ہونے کے باوجود اس قدر شریف ہو کہ پرائی لڑکی کو بہن بنا لے اس کے جیسا غیرت مند کوئی نہ ہو گا وہ اپنی بہن منزا کی خوشی کے لئے اور اس کے سہاگ کی سلامتی کے لئے میرے کام آتا رہے گا۔ انکار کی صورت میں میں اس کی بہن کا جیسا حرام کر دوں گا۔ ہا ہا ہا ہا۔"

اس کے ساتھی بھی اس کے ساتھ قہقہے لگانے لگے۔

"بہت خوب ناموذا۔ تم نے فرہاد کی بہت بڑی کمزوری پکڑی ہے تمہارا جواب نہیں ہے۔"

ناموذا نے کہا۔ اب مجھے یاد آ رہا ہے کہ یہ اسی طرح گہری نیند سونے کا عادی ہے۔ منزا نے مجھے بتایا تھا۔ ایک بار یہ پوری ایک رات اور دوسرے دن دوپہر تک سوتا رہا تھا۔ ہمیں اس کی نیند سے فائدہ اٹھا کر اسے چپ چاپ یہاں سے لے جانا چاہئے۔ جاؤ ایک اسٹریچر لے کر آؤ۔ صبح ہوتے ہی اس کا چہرہ بدلنے کے لئے ماسک اور میک اپ کا سامان لے آنا۔ اتنا عظیم الشان روپ بدلنے کے بعد میرا ماتحت بن کر رہے گا۔"

میں بے خبر سو رہا تھا۔ بے فائدہ دیگر مجھے حادثی موت آ گئی تھی۔ اور وہ لوگ میرے اطراف کھڑے ہو کر مجھے تابع فرمان بنا کر رکھنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ یہ تمام باتیں مجھے کچھ تو ناموذا نے بعد میں بتائیں اور کچھ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ سے یہ تفصیلات معلوم کیں۔

بہرحال وہ لوگ مجھے اسٹریچر پر ڈال کر سمندر کے کنارے ناموذا کے ہٹ میں لے گئے۔ ناموذا نے مجھ کو نیند سے جگایا۔ پھر اسے دوسرے کمرے میں لے آیا۔ جہاں مجھے ایک بستر پر ڈال دیا گیا تھا۔ اس نے کہا۔

"منزا! اسے پہچانو، یہ کون ہے۔؟"

منزا نے کہا۔ "ہماری تنہائی میں یہ تم کسے لے آئے ہو؟ میں اسے نہیں پہچانتی۔ البتہ اس کا باس بالکل وہی ہے، میرے بھائی موٹو نے ایسا ہی لباس پہنا ہوا ہے۔"

"یہ تمہارا بھائی موٹو ہے۔"

منزا نے اپنے شوہر کا بازو تھام کر جھڑکتے ہوئے کہا۔

"تم نے اتنی رات کو مذاق کرنے کے لئے میری نیند خراب کی ہے۔"

"میری جان! میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ یہ بہروپیہ ہے۔ اپنا چہرہ اور نام بدل کر اب تک ہمیں دھوکہ دے رہا تھا۔"

"جس شخص نے مجھے بہن کہا۔ تم اسے دھوکے باز نہ کہو۔ مجھے تکلیف پہنچتی ہے۔"

"اچھا۔ میں تمہیں تکلیف پہنچانے والی بات نہیں کہوں گا۔ مگر جب یہ نیند سے بیدار ہو گا تو تم اس کی آواز اور اس کے لہجے سے پہچان لو گی کہ یہی تمہارا بھائی ہے۔ صرف اس کی صورت بدل گئی ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ کیا چکر ہے۔"

"منزا! میں نے سہاگ رات کی صبح تمہیں بتا دیا تھا کہ میں بھروسہ زندگی گزار رہا ہوں۔ تمہارے سامنے یہ جو آنکھیں بند کئے سو رہا ہے اسے دنیا کے تقریباً ستاسی جرم پیشہ جانتے ہیں۔ میں بھی اسے جانتا ہوں یہ اپنی جان بچانے کی خاطر بھیس بدل کر تمہاری جھونپڑی میں آیا تھا۔"

"مجھے یقین نہیں آتا اور میں تمہیں جھوٹا بھی نہیں کہہ سکتی۔ اگر یہ وہی موٹو ہے اور اب بدل گیا ہے تو میری عجت نہیں بدلے گی وہ مجھے بہن کہہ کر میری عزت کا محافظ بن گیا تھا۔ وہ کسی بھی روپ میں آئے گا۔ تو میرا بھائی ہی رہے گا۔"

پھر وہ ناموذا کو دیکھتی ہوئی بولی۔

"جب تک تم مجھ سے شادی نہیں کی تھی، اپنی حقیقت مجھ سے چھپاتے رہے۔ مجھ سے کہتے تھے کہ فنگ کانگ پورٹ میں قلی کا کام کرتے ہو۔ سہاگ رات گزارنے کے بعد تم سمجھ گئے کہ میں اپنا سب کچھ تمہیں دینے کے بعد تم سے نفرت نہیں کر دوں گی۔ اس لئے تم نے اپنی اصلیت

ظاہر کردی۔ تم خود ہی سوچو کہ تمہاری اہمیت بدلنے کے بعد بھی میں تم سے والہانہ محبت کرتی ہوں۔ پھر بھائی کا چہرہ بدل جانے سے اس سے محبت کیوں نہیں کروں گی۔"

نامودا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہی میں چاہتا ہوں کہ تم اس سے اتنی محبت کرو، اتنی محبت کرو کہ یہ بہن کی خاطر میرا غلام بن جائے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو نامودا! کیا تم میرے بھائی کو واقعی غلام بنانا چاہتے ہو۔؟"

"ہاں اس میں تمہارا بھی فائدہ ہے۔ اس کے ذریعے ہمیں اتنی دولت ملے گی کہ اتنی دولت تم نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھی ہوگی۔"

"اگر میرے بھائی کی مرضی کے خلاف یہ دولت ملے گی تو میں اسے ٹھکرا دوں گی۔"

"ہوش کی باتیں کرو منزا۔ اور ابھی اس بات کا فیصلہ کرو کہ تم شوہر کو زیادہ چاہتی ہو یا بھائی کو؟"

"تم مجھے کیسے امتحان میں ڈال رہے ہو۔ ناپ تول کر نہ تو شوہر سے محبت کی جاتی ہے، نہ بھائی سے۔ تم دونوں میرے لئے برابر ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ شوہر سے جو محبت کی جاتی ہے وہ محبت کے درجے تک پہنچتی ہے۔"

"بس پھر ٹھیک ہے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ شوہر کے احکام کی تعمیل کرکے تم عبادت کے درجے تک پہنچ سکتی ہو اور انکار کرکے صرف مجھ سے طلاق لے سکتی ہو۔"

وہ گھبرا کر اس سے لپٹ گئی۔

"نہیں نامودا۔ ایسی بات زبان پر نہ لاؤ۔ تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں مر جاؤں گی۔"

اس نے مسکرا کر اس کی پشت کو سہلاتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم مجھے کتنا چاہتی ہو۔ تم کبھی مجھے چھوڑنے والا کام نہیں کرو گی۔"

وہ اپنے طور پر منزا کو اپنی طرف جھکا رہا تھا۔ کیونکہ منزا کے ساتھ میرے بھی بھگنے کی توقع تھی۔ اور وہ بے چاری بوجھ بوجھ کر بڑبڑا رہی تھی کہ نامودا نے اسے یہ سوچ کر نہیں جگایا ہے، بلکہ وہ ایک بھیانک خواب دیکھ رہی تھی۔

●

اچانک ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھا ٹھیک پانچ بجے تھے۔ وقت دیکھنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ جگہ بدل گئی ہے میں تو جالی دار جھولے میں سو رہا تھا۔ لیکن وہاں جھولا نہیں تھا۔ میں ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا چھت کے دو دیوار کو دیکھ رہا تھا۔ اور میرے کان سمندر کی لہروں کا شور سن رہے تھے۔

میں نے دوبارہ آنکھیں بند کرکے سوچا۔ کیا یہ خواب ہے؟ اس کے بعد آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ خواب نہیں تھا۔ میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بائیں طرف سمندر کا شور سنائی دے رہا تھا۔ میں نے بستر سے اتر کر بائیں طرف کی کھڑکی کھول دی۔ صبح کے دھندلے سے اجالے میں سمندر کی ڈوبتی ابھرتی لہریں ساحل کی طرف آرہی تھیں اور جارہی تھیں۔ ہٹ کے برآمدے میں دو مسلح نوجوان مستعدی سے پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی سلام کرنے کے انداز میں مسکراتے ہوئے سر کو جھکایا۔ جواباً میں نے بھی ویسا ہی کیا۔ اس کے بعد بستر پر آکر بیٹھ گیا۔

اتنا تو میں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ نامودا کے ساتھی ہیں۔ اس لئے اب ان کے ذہن کے دماغ میں جھانکنا ضروری ہوگیا تھا۔ میں نے اس کا دھیان کیا وہ پاس والے کمرے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ منزا اس کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس وقت تک مجھے یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ میرا روپ بدل چکا ہے اور میں فرہاد کے اصلی روپ میں آچکا ہوں۔

اس کمرے میں آئینہ نہیں تھا۔ اور میں اپنا چہرہ آپ نہیں دیکھ سکتا تھا نامودا کی سوچ سے پتہ چلا کہ وہ مجھے فرہاد کی حیثیت سے جانتا ہے میں چونک کر اپنے چہرے کو ٹٹولنے لگا۔ میری ناک کے سائے سے مونچھیں غائب تھیں یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ میرے بہروپ کو سمجھ چکے ہیں۔ پھر میں آہستہ آہستہ نامودا کے ذہن کو کریدنے لگا۔

اب وہ سوچ رہا تھا اور تصور میں دیکھ رہا تھا کہ آدھی رات کے بعد اس کے ایک ساتھی نے اسے آکر خبر دی تھی کہ موٹر بہہ رہی ہے وہ چار مسلح ساتھیوں کے ساتھ جو پہ نکل پڑی میں میرے پاس آیا۔ پھر وہاں سے یہاں ہٹ میں مجھے لانے تک جو کچھ ہوا۔ اس کی فلم اس کے دماغ میں چلتی رہی۔ اور میں دیکھتا رہا۔

میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ کس طرح بہن کے رشتے کو سامنے لاکر مجھے کمزور بنانا چاہتا تھا۔ یہ بات میرے لئے بڑی تشویشناک تھی۔ بے چاری منزا شوہر اور بھائی کے رشتوں کے درمیان بُری طرح الجھ گئی تھی۔ وہ شوہر کو اس کی غلط حرکتوں سے نہیں روک سکتی تھی۔ اور دوسری طرف میری بے حد عزت کرتی تھی۔ زیادہ چھیڑ سکتی تھی، نہ میری محبت سے انکار کرسکتی تھی۔ اس وقت میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ کہ میں نامودا کے ساتھ کیسا سلوک کروں۔

واقعی میری ایک دکھتی رگ اس کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ وہ جیسا بھی تھا میری بہن کا سہاگ تھا۔ میں اسے شرافت سے سمجھا سکتا تھا دشمن بن کر اسے نقصان پہنچانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کوئی بھی محبت کرنے والا بھائی اپنی بہن کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔

میں نے گھڑی دیکھی آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا مجھے سونیا کی بھی فکر تھی اس لئے میں نے اپنی فکر چھوڑ دی۔ کہ تھوڑی دیر بعد اپنے حالات سے نمٹ لیا جائے گا۔ یہ سوچ کر میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ اب تک گہری نیند سو رہی تھی۔ مگر کہاں سو رہی تھی؟ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کیونکہ ابھی ابھی مجھے یہ تجربہ ہو چکا تھا۔ کہ سونے کے دوران جگہ بدل جاتی ہے سونیا

کے ساتھ بھی یہی ہو سکتا تھا۔

یہ معلوم کرنے کے لئے میں نے چھپیری کی خبر لی۔ وہ بھی اطمینان سے خراٹے لے رہا تھا۔ آخر میں شیلا کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ اپنے وقت کے مطابق جاگ رہی تھی۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد کاٹیج کے چاروں طرف چکر لگا کر دور دور تک دیکھتی رہتی تھی۔ تاکہ تنظیم کا کوئی آدمی اچانک ہی وہاں نہ پہنچ جائے۔

اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ ٹرانسمیٹر کال آئی تھی۔ اس نے اطمینان بخش جواب دے دیا کہ سونیا اور چھپیری بھی بحفاظت وہاں نہیں پہنچے ہیں۔ ہیلو اور دوسرے ساتھی انہیں ٹریپ کرنے کے لئے وہاں سے چار میل کے فاصلے پر گئے ہیں اس لئے بیسلر کے بجائے وہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہی ہے۔

یہاں کے حالات تسلی بخش تھے۔ البتہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرنے والا ماسٹر شیلا کی باتوں سے کہاں تک مطمئن ہوا ہے فی الحال پریشانی کی بات نہیں تھی اس لئے میں وہاں سے واپس آگیا۔

میرے سامنے کھڑکی کے باہر سمندر کی لہریں شور مچا رہی تھیں میرے دماغ میں بھی دو باغی شور مچا رہی تھیں ایک سب سے اہم اور ناقابل برداشت بات یہ تھی کہ نامودا اور اس کے چار ساتھی مجھے میرے اصلی روپ میں دیکھ چکے تھے میں نے خود کو مردہ ثابت کرنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلے تھے بہت بڑا ڈرامہ کھیلا تھا۔ اور یہ تو سراسر قسم کے لوگ میرے اتنے بڑے مشن کو ناکام بنا دیں۔ یا میرے راز دار بن کر مجھے بلیک میل کرنا چاہیں۔ یہ میں برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

دوسری بات منزا کا رشتہ تھا۔ جو مجھے نامودا کے سامنے کمزور بنا رہا تھا۔ یوں تو لوگ اپنے تھوڑے سے فائدہ کی خاطر خون کے رشتوں کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں اور منزا سے صرف زبان کا رشتہ تھا۔ اگر میں بھائی بہن کے اس رشتے کو توڑ دیتا اور نامودا کو اپنا زندگی کے راز کے ساتھ دفن کر دیتا تو کوئی میرا کیا بگاڑ لیتا۔ کسی کو پتہ ہی نہ چلتا کہ میں نے خود غرض بن کر بہن کا سہاگ اجاڑ دیا ہے۔

مگر نہیں، ابھی ہماری دنیا میں ایسے باضمیر انسان موجود ہیں جو زبان سے کسی کو اں، بہن یا بیٹی کہنے کے بعد ان کی خاطر خود ذلت کی پستیوں میں گر جاتے ہیں۔ ان کے سہاگ اور سلامتی کے لئے غلامی کی زنجیریں پہن لیتے ہیں۔ میں ایسے ہی باضمیر انسانوں کی صف میں کھڑا ہونا چاہتا تھا۔ میں نے اسی وقت فیصلہ کرلیا کہ اپنی بہن کے لئے نامودا کا ماتحت بن جاؤں گا۔ انشاء اللہ یہ اچھی لگے بڑی مہنگی پڑے گی۔

میرا دوسرا فیصلہ یہ تھا کہ فرہاد کو دوبارہ زندہ دیکھنے والے زندہ نہیں بچیں گے۔ میں صرف نامودا کو دھوکہ دوں گا۔ اس طرح کہ وہ کسی۔۔ دشمن کے ہاتھوں میں نہ جائے۔ دشمنوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر یا ان کے ہاتھوں ذہنی برداشت ذکر تے ہوئے کہیں میرا راز فاش نہ کردے۔ منزا کے سہاگ کو محفوظ رکھنے کے لئے میں نامودا کے دماغ کو حتی الامکان اپنے کنٹرول میں رکھوں گا۔

میں اپنے فیصلوں سے مطمئن ہوکر بستر پر لیٹ گیا۔ اب میں چاہتا تھا کہ نامودا میرے پاس آئے۔ میں نے اس کی سوچ کو اپنی گرفت میں لیا اس وقت اس کا ایک ساتھی اس کے کمرے میں پہنچ کر اسے کچھ کہہ رہا تھا۔ نامودا نے بستر سے اٹھتے ہوئے منزا سے کچھ کہا۔ کہنے کے دوران میرا نام آیا تھا مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ میری طرف آرہے ہیں۔

ایک منٹ کے بعد ہی میرے کمرے کا دروازہ کھلا۔ نامودا دروازے پر مسکرا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک آئینہ تھا اس کے ساتھ منزا کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے تذبذب سے پتہ چلتا تھا کہ وہ مجھے بدلے ہوئے روپ میں اپنا بھائی تسلیم کرنے سے ہچکچا رہی ہے۔ نامودا سوچ رہا تھا کہ میں اس سے بہت سارے سوالات کروں گا۔ مگر ازکم یہی پوچھوں گا کہ میری جگہ کیسے تبدیل ہوگئی۔

میری خاموشی نے اسے مایوس کردیا۔ تاہم وہ مسکراتا ہوا میرے قریب آیا اور آئینہ میرے سامنے کردیا۔ وہ ڈرامائی انداز میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ میرا فرہاد والا روپ ظاہر ہو چکا ہے۔ بے چارے کو پھر مایوسی ہوئی میں نے اس کے ہاتھ سے آئینہ لے کر بستر پر ایک طرف پھینک دیا۔ اس نے کہا۔

"بعض لوگ آئینہ سے ڈرتے ہیں۔"

میں نے بستر سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں، بعض لوگ اتنے مکمل ہوتے ہیں کہ انہیں آئینہ دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

نامودا کی طنزیہ مسکراہٹ بجھ گئی۔ میں نے اپنی بہن کو مخاطب کیا۔

"کیوں منزا! مجھے پہچان رہی ہو؟"

اس نے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ نامودا نے اس کا ترجمہ کیا۔

"یہ کہہ رہی ہے کہ اسے یقین نہیں آتا کہ اتنا عظیم انسان اس کا بھائی ہے۔"

میں نے بہت ہی آسان انگریزی میں ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

"میری بہن! میں وہی موٹو ہوں جس نے تمہارے سر پر چاقو کا آپریشن کیا تھا۔ میرا دل اور دماغ اسی بھائی کا ہے۔ صرف نام اور چہرہ بدل گئے ہیں۔"

وہ مسکرا کر مجھے ایسی محبت سے دیکھنے لگی، جو صرف بہن کا حصہ ہوتی ہے۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو وہ میرا ہاتھ تھام کر میرے پاس بیٹھ گئی نامودا نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"مسٹر فرہاد! کیا تم اپنی داستان سنانا پسند کرو گے؟"

"پہلے تم یہ بتاؤ کہ مجھے فرہاد کی حیثیت سے کیسے جانتے ہو۔ کیا تم نے میری تصویر کہیں دیکھی ہے؟"

نامودا بتانے لگا کہ ریڈ پاور کی تنظیم سے اس کا تعلق ہے۔ اسی تنظیم میں اس نے میرا ذکر سنا تھا اور تصویر بھی دیکھی تھی میرے لئے یہ اطلاع بڑی دلچسپ تھی کہ ریڈ پاور کا مالک میں مجھ میں دلچسپی لے رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔

"تمہارا مالک مین مجھ سے کیا چاہتا ہے۔؟"

"میں ریڈ پاور کا ایک معمولی آدمی ہوں اور مالک مین ایک پُراسرار شخصیت کا نام ہے اس کی باتیں وہی جانتا ہے کہ وہ تمہاری ذات سے

دلچسپی کیوں لے رہا تھا۔ لیکن اس کی دلچسپی سے مجھے تمہاری اہمیت کا اندازہ ہو گیا۔ پھر رفتہ رفتہ معلوم ہوا کہ تم نے ماسٹروں کی تنظیم کو کتنا زبردست نقصان پہنچایا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "تم اتنی معلومات حاصل کرنے کے بعد مجھ سے کیا چاہتے ہو۔۔۔؟"

"میں ریڈ پاور میں کوئی بہت بڑا عہدہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ سنا ہے تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو اور اس کے ذریعے دشمنوں کی نیندیں حرام کر دیتے ہو۔ فراد! شہرت اور دولت حاصل کرنا تمہارے لئے معمولی سی بات ہے اگر تم میری مدد کرو تو میرا بھی بہت نام ہو گا۔ تمہاری بہن کی زندگی بھی عیش و آرام سے گزرے گی۔"

اس دنیا میں ایسے لوگ زیادہ ہیں۔ جو دوسروں کے کاندھوں پر بندوق رکھ کر چلاتے ہیں۔ میں نے کہا۔

"ہر بھائی یہی چاہتا ہے کہ اس کی بہن ہنستی کھیلتی زندگی گزارے میں اپنی بہن کے قدموں میں دولت کا ڈھیر لگا دوں گا۔ شرط یہ ہے کہ تم مجرمانہ زندگی سے باز آ جاؤ۔ ریڈ پاور میں بڑا عہدہ حاصل کرنا کمال کی بات نہیں ہے۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دوسروں کو نصیحت اور خود کو فضیحت والی بات ہے۔ تم خود مجرمانہ زندگی گزار رہے ہو۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"میں دلدل میں دھنس گیا ہوں۔ اس لئے دوسروں کو اس دلدل سے نکالنا چاہتا ہوں۔ میں نے ٹیلی پیتھی کا علم اپنے چچا اور چچی سے انتقام لینے کے لئے حاصل کیا تھا۔ میں نے بعد میں توبہ کی۔ اس لئے کہ انسان کو دنیا کا کوئی بھی علم تخریبی مقاصد کے لئے نہیں سیکھنا چاہئے۔ میں نے پارا راستہ بدل دیا۔ لیکن خیال خوانی کے ذریعے پتہ چلا کہ بیرونی ممالک کے جاسوس میرے ملک کا ایک اہم راز چرا کر لے جانا چاہتے ہیں۔ یہ علم ہونے کے بعد مجھ جیسا کوئی بھی محب وطن خاموش نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ میں جاسوسوں کے پیچھے پڑ گیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ ماسٹروں کی خطرناک تنظیم ہے جو دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے لئے اپنے مفاد کی خاطر تخریبی کارروائیاں کرتی رہتی ہے۔

بہرحال میں اب تک ان سے الجھا ہوا ہوں۔ انہیں فریب دینے کے لئے خود کو مردہ بنا لیا ہے۔ وہ تنظیم جرائم پیشہ ممالک میں جنگ اور جرائم کے بیج بوتی ہے۔ میں اسے ایک دن جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا۔ اس نیک مقصد کے لئے اگر میں مجرم کہلاتا ہوں تو مجھے اس کا افسوس نہیں ہے۔ لیکن ناموزا تمہارا مقصد صرف نام اور دولت حاصل کرنا ہے۔ اس لئے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ مجرمانہ زندگی سے باز آ جاؤ۔"

ناموزا نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا۔

"تمہاری طرح میں بھی ایک لمبی تقریر کر سکتا ہوں اور یہ ثابت کر سکتا ہوں۔ کہ جرائم سے جو دولت مجھے حاصل ہو گی میں اس سے غریبوں کی مدد کروں گا۔ اور سچی لیڈر کہلاؤں گا۔ اس طرح میرے جرائم کا گراف بھی نیک ہو گا۔ دیکھو فراد! ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ میری نصیحت نہ کرو۔"

وہ اپنی ضد سے یہ سمجھا رہا تھا کہ اس پر نصیحت اثر نہیں کرے گی۔ میں نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ اب نصیحت نہیں کروں گا۔ بتاؤ تمہارا پروگرام کیا ہے۔؟"

وہ فاتحانہ انداز میں ہنستے ہوئے بولا۔

"واقعی تم سمجھ دار ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم پھر روپ بدل کر فراد علی تیمور کی شخصیت کو میرے اور میرے ساتھیوں کے علاوہ کوئی اور پہچان سکے!"

میں نے پوچھا۔ "تمہارے ساتھی اس راز کو کب تک اپنے پیٹ میں چھپا کر رکھیں گے؟"

"جب تک کہ میں چاہوں گا۔"

وہ ڈکٹیٹر بن کر باتیں کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے آگے کہو۔"

اس نے کہا۔ "ریڈ پاور تنظیم میں سب سے بڑا عہدہ مارشل کا ہے۔ اس کے ماتحت جو باصلاحیت لوگ ہوتے ہیں۔ وہ ہمارے باس کو ہیں۔ ایک باس کی طرف سے مجھے حکم ملا ہے کہ میں یہاں ایک ہفتہ دو دن گزر چکے ہیں۔ اب چوتھے دن بعد ہم یہاں سے ہانگ کانگ جائیں گے تم اپنا چہرہ بدل لو۔ تاکہ تمہیں کوئی پہچان نہ سکے۔ وہاں تم جینیوا اور منزا کے ساتھ رہو گے۔ اس طرح کہ لوگ تمہیں ایک معمولی ادنیٰ سا آدمی سمجھتے رہیں۔ مارک مین کی طرف سے مجھے جو بھی اہم کام دیا جائے گا تم پس پردہ وہ کرو گے۔ کامیابی کے بعد وہ کارنامہ مجھ سے منسوب ہو گا۔ دیکھو میں اپنے لئے نہیں، تمہاری بہن کی بہتری کے لئے کہہ رہا ہوں۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں۔ میں سب سمجھ رہا ہوں۔ میں منزا کی بہتری کے لئے کام کروں گا۔ تم بھی میرا ایک چھوٹا سا کام کرو مجھے جینیوا کی زبان بہت اچھی لگتی ہے۔ یہ مجھے سکھا دو۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے۔ تم آج ہی سے سیکھنا شروع کر دو۔"

اس نے اپنے چاروں ساتھیوں کو کمرے میں طلب کیا پھر ایک ایک سے کہا کہ شہر جا کر میرے لئے میک اپ کا سامان اور جینیوا کی زبان کے لئے کافی فلم لے آئے۔ میں نے اس سے کہا۔

"تم اپنے چاروں ساتھیوں کا تعارف کراؤ۔ تاکہ ہم سب ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔"

ناموزا نے باری باری ان سے تعارف کرایا۔ پتہ چلا کہ ان میں دو ساتھی انگریزی جانتے ہیں اور دو بالکل کورے ہیں۔ ناموزا نے کہا۔

"فراد! ہم نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ لیکن اس کا کبھی عملی مظاہرہ نہیں دیکھا۔ ہماری خواہش ہے کہ تم ہماری سوچ پڑھ کر سناؤ۔"

میں نے کہا۔ "لوگ ٹیلی پیتھی کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں دراصل یہ علم حقیقت کے بجائے افسانہ بن جاتا ہے۔ بھئی یہ کوئی جادو نہیں ہے دماغ پڑھنے کے لئے مجھے بہت سی تیاریاں کرنی پڑتی ہیں۔"

"کیسی تیاریاں؟" ان لوگوں کی دلچسپی بڑھ گئی۔

میں نے بات بنائی۔ "تم نے سنا ہو گا کہ ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی سیکھنے والے اپنے سامنے ایک شمع جلا کر اس کی لو کو تکتے رہتے ہیں۔"

"ہاں۔ سنا ہے۔"

"اور یہ بھی سنا ہو گا کہ شمال سے مقناطیسی ہوائیں چلتی ہیں۔"

"نہیں! یہ ہم نہیں جانتے۔"

"جاننا چاہئے۔ یہ کوئی عام سی بات نہیں ہے۔ قطب شمالی کی سوئی اسی لئے شمال کی جانب رہتی ہے کہ وہاں سے مقناطیسی ہوائیں اس سوئی کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ بہرحال میں کسی کے دماغ کو پڑھنے کے لئے پہلے کسی کمرے میں مراقبہ ہو جاتا ہوں۔ پھر شمال کی جانب پشت کر کے بیٹھ جاتا ہوں پھر شمع روشن کرتا ہوں۔ اس کی لو پر نظریں جما دیتا ہوں۔ اس کے بعد اس شخص پر دھیان کرتا ہوں۔ جس کے دماغ تک پہنچنا ہوتا ہے۔"

میں نے خیال خوانی کا ایک لمبا سلسلہ سمجھا دیا۔ تاکہ وہ مجھ پر شبہ نہ کریں کہ میں ہر وقت ان کی سوچ کو پڑھتا رہتا ہوں۔ ناموزا نے کہا۔

"میں تمہارے لئے روم جینیوا منگوا دیتا ہوں۔ ان میں سے ایک فلم تم بھی دیکھ لینا۔ آج تم اپنی ٹیلی پیتھی کا کمال ہمیں دکھا نہیں سکو گے۔ فراد! ہم تمہارے ساتھ کیسی بے ایمانی کر رہے ہیں۔ وہ اپنے ساتھی کو بات بات پر گالیاں دینے لگا۔ جواباً اسے بھی گالیاں سننی پڑیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بات ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔

میں کمرے میں ناشتہ کر رہا تھا اور ناموزا میرے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے کمرے سے ڈانٹ کر کہا کہ وہ لڑائی جھگڑا نہ کریں۔ لیکن اس وقت تک جھگڑا اکلاکس تک پہنچ گیا تھا ایک نے چاقو نکال لیا تھا۔ دوسرے نے بچاؤ کے لئے ریوالور نکال لیا۔ میں نے ریوالور والے کے دماغ میں چیخ کر کہا۔

"مجھے چاقو کے حملے سے بچنے کے لئے فائر کرنا چاہتے..... فائر۔"

اسی لمحہ ٹھائیں کی زوردار آواز سنائی دی۔ ناموزا کے ساتھ میں بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اور گھبرا کر بولا۔

"یہ کس نے فائر کیا ہے؟"

ناموزا دوڑتا ہوا برآمدے میں پہنچا۔ وہاں مقامی زبان جاننے والا مردہ پڑا ہوا تھا۔ دوسرے نے گھبرا کر کہا۔

"اپنی اپنی سمجھ کا پھیر ہے۔ میں دوستی کہتا ہوں۔ تم اسے غلامی سمجھتے ہو۔ اب یہ جو کچھ بھی ہو۔ تم ہمارا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔ اس لئے کہ یہ بی بی سی۔ تم اپنی بہن کا کچھ تو خیال کرو گے۔"

میں نے شکست تسلیم کرنے کے انداز میں ایک گہری سانس لی۔ پھر منزا کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اب تک میری کوئی بہن نہیں تھی۔ اسے بہن بنانے کے بعد یہ پتہ چلا ہے کہ بھائی کتنے مجبور ہوتے ہیں۔ اب میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ تم بھی بار بار میری بہن کا حوالہ نہ دو۔ میں چپ چاپ تمہارے حکم کی تعمیل کروں گا۔"

اس نے خوش ہو کر میرے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"شاباش! اب ہماری دوستی پائیدار ہو گی۔"

پھر اس نے منزا سے کہا کہ میرے لئے ناشتہ لائے۔ میں اٹھ کر غسل خانے میں چلا گیا۔ اور اس دوران ناموزا کی سوچ کو پڑھتا رہا۔ وہ اپنے دو ساتھیوں کو شہر بھیج رہا تھا ان دونوں میں ایک انگریزی جانتا تھا اور دوسرا نہیں جانتا تھا۔ اسی طرح اس ہٹ میں باقی دو ساتھی جو رہ جاتے ان میں بھی ایک انگریزی زبان سے واقف تھا۔ اور دوسرا صرف مقامی زبان جانتا تھا۔ جب میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر کمرے میں آیا تو ناموزا نے دوسرا لباس پہننے کے لئے دیا۔ لباس پہننے کے بعد منزا ناشتہ لے آئی پھر ناشتہ کرنے کے دوران میں نے دوست نما دشمنوں کی خبر لی۔

ناموزا کے دونوں ساتھی ہٹ کے برآمدے میں بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ تاش کا کھیل اکثر دوستانہ انداز میں شروع ہوتا ہے اور کم و بیش دشمنی پر ختم ہوتا ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن نہیں بن سکتے تھے۔ لیکن میں نے بنا دیا۔ جو شخص انگریزی جانتا تھا میں اس کے دماغ میں یہ بات بٹھا رہا تھا کہ اس کا ساتھی کیسا بے ایمان کر رہا ہے۔ وہ اپنے ساتھی کو بات بات پر گالیاں دینے لگا۔ جواباً اسے بھی گالیاں سننی پڑیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بات ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔

میں نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس یہی ایک ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے۔ تم مجھے اس سے بھی محروم کر دینا چاہتے ہو۔ آخر تم مجھے اس قدر مجبور کیوں بنا رہے ہو۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں مجبور نہیں، دوست بنا رہا ہوں۔ اس طرح میں تم پر بھروسہ کروں گا۔ اور ہماری دوستی مستحکم ہوتی جائے گی۔"

ناموزا صاف لفظوں میں کہو کہ مجھے قیدی بنا کر زنجیروں میں مستحکم کر رہے ہو۔"

وہ بدستور ہنستے ہوئے بولا۔

"تن۔ نامودا۔ یہ مجھ پر چاقو سے حملہ کر رہا تھا۔ اگر میں فائر نہ کرتا تو یہ مجھے مار ڈالتا۔"

نامودا نے غصے سے بھنچے کر پوچھا۔

"یہ لڑکی فول۔! تم نے جھگڑا کیوں کیا؟"

"میں نے نہیں کیا۔ یہی بے ایمانی کر رہا تھا۔ میں نے سمجھا یا تو گالیاں دینے لگا۔ میں ٹھیک طرح نہیں کہہ سکتا کہ یہ جھگڑا اس حد تک کیسے بڑھ گیا۔ یہ میرا بہت اچھا دوست تھا نامودا۔ میرا جی چاہتا ہے، خود کو گولی مار لوں۔"

مجھے بلیک میل کرنے والوں میں ایک کی زندگی ہمیشہ کے لئے بلیک ہو چکی تھی۔ نامودا یا لیو اور دالے ساتھی کو گالیاں دے رہا تھا اور مار رہا تھا لیکن اسے جان سے نہیں مار سکتا تھا۔ اپنے ساتھیوں میں ایک اور کی کمی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ لاش کو گھسیٹ کر کمرے میں لے آئے۔ منترا نے لاش کو دیکھتے ہی چیخنا چاہا۔ میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر اسے دوسرے کمرے میں لے گیا۔ وہ دونوں باہر پانی لے جا کر برآمدے سے خون کے دھبے مٹا رہے تھے۔ آس پاس کے ہٹس والوں کے لئے فائرنگ کی آواز زیادہ تشویشناک نہیں تھی۔ کیونکہ وہاں آبی پرندوں کو شکار کرنے کے لئے فائرنگ ہوتی رہتی تھی۔

جب تک وہ دونوں لاش کو چھپانے کے جتن کرتے رہے۔ میں وہاں سے دوران کے دو ساتھیوں کو دیکھتا رہا۔ وہ دونوں جیپ کار میں بیٹھے جا رہے تھے۔ جس راستے سے وہ گزر رہے تھے۔ وہ بہت تنگ اور دشوار گزار تھا۔ ایک طرف اونچی اونچی چٹانیں تھیں دوسری طرف گہری پستی میں سمندر موجیں مار رہا تھا۔ جیپ کار میرے کنٹرول میں آ گئی۔ کیونکہ کار ڈرائیو کرنے والے کا دماغ میری مٹھی میں تھا۔

پہلے میں نے اسے سمجھایا کہ شہر جلد پہنچنے کے لئے رفتار ذرا تیز کرنی چاہئے۔ وہ ایسے راستہ پر تیز رفتاری نہیں دکھا سکتا تھا۔ اور دماغ کے حکم سے انکار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دماغ تو جسم کو اتنی مہلت ہی نہیں دیتا کہ حکم کے بعد ہاتھ پاؤں ایک ساعت کے لئے بھی ٹھہر سکیں۔ لہٰذا رفتار بڑھ گئی۔ میں نے ایک جھٹکے سے کہا۔

"بائیں طرف گھما رہا ہوں۔"

جیپ کار ایک جھٹکے سے بائیں طرف گھومی۔ راستے سے بے راستہ ہوئی۔ پھر مجھے اس کی چیخیں سنائی دیں۔ میں یہ نہ جان سکا کہ گاڑی کس طرح فضا میں اچھل کر سمندر کی گہرائی میں گم گئی۔ کیونکہ جس کا دماغ میرے کنٹرول کر رہا تھا۔ وہ سمندر کی گہرائی میں پہنچنے سے پہلے ہی بدحواس ہو بیٹھا تھا۔ مجھے کیا پڑی تھی اس کے حواس بحال کرتا۔ میں سمندر کے کنارے ہٹ میں واپس آ گیا۔

منترا دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے رو رہی تھی۔ میں نے آسان سی انگریزی میں اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

"منترا چپ ہو جاؤ۔ مجرمانہ زندگی گزارنے والے شوہر کے ساتھ رہ کر ابھی نہ جانے تم کتنی لاشیں دیکھو گی۔"

وہ آنسو پونچھتی ہوئی میرا منہ تکنے لگی۔ میں نے کہا۔

"ہاں منترا! ایسی زندگی گزارنے والوں کے سامنے مہلک ہتھیار، لاشیں، پولیس اور ہتھکڑیاں، اور پھر پھانسی کا پھندا جیسی چیزیں رہتی ہیں۔ اپنے دل کو مضبوط کرو۔"

وہ افسوس کا اظہار کرتی ہوئی مرنے والے کے بارے میں بولی۔

"وہ بہت اچھا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس نے میرے لئے چائے گرم کی تھی۔ میری بڑی عزت کرتا تھا۔ میرے بھائی وہ بہت اچھا تھا۔"

میں چپ رہا۔ ایک نادان بہن کے لئے جو بہت اچھا تھا، وہ دوسرے بھائی کے لئے حد درجہ خطرناک تھا۔ میں منترا کو کمرے میں چھوڑ کر ہٹ کے پچھلے حصہ میں آیا۔ ہٹ کا تمام فرش لکڑی کے تختوں سے بنایا گیا تھا۔ نامودا نے اپنے ساتھی کی مدد سے لکڑی کے تختے اکھاڑ کر اس کے نیچے رسیلی زمین کو گہرائی تک کھودا تھا۔ پھر لاش کو دفن کر کے ریت برابر کر کے بعد لکڑی کے تختے اسی طرح دوبارہ لگا دیئے تھے۔ اس نے یہ دیکھ کر کہا۔

"مرزا دیو میں تمہیں بلا تا رہا۔ تم ہماری مدد کے لئے نہیں آئے۔ یہ خودسری پسند نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ لیکن ایسے وقت نہیں، جب میری بہن کی آنکھوں میں آنسو آئے ہوئے پہلے میں آنسو پونچھوں گا۔ پھر کسی کی بات سنوں گا۔"

نامودا نے قائل ہو کر کہا۔

"آئی سی۔ میں بھول گیا تھا کہ منترا رو رہی تھی۔ اس کے پاس تمہاری موجودگی ضروری تھی۔"

ہم منترا کے پاس کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔ نامودا نے اپنے ساتھی کی اچانک موت پر افسوس ظاہر کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔

"مجھے اجازت دو۔ میں سونا چاہتا ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"تم کتنا سوتے ہو اور کیسی گہری نیند سوتے ہو؟ چاقو کی نوک چبھونے کے بعد بھی نہیں اٹھتے۔؟"

میں نے اپنی گردن کے معمولی سے زخم پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اب ایسی حرکت نہ کرنا۔ اگر میں مر جاؤں گا تو تم دولت کا مزہ خواب دیکھتے رہ جاؤ گے۔"

"میں تمہاری اہمیت سمجھتا ہوں۔ اس لئے تمہیں نیند کی حالت میں بھی قتل نہیں کر سکتا۔ تم نے جواب نہیں دیا کہ اتنی گہری نیند کیسے سوتے ہو۔؟"

"یہ میری پیدائشی عادت ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ میں دو

دن راتیں نہیں سوتا۔ اور کبھی سونے کا ایسا ڈورہ پڑتا ہے کہ مُردوں جیسی نیند سوتا ہوں۔ فی الحال میں اس وقت تک سونا چاہتا ہوں جب میں کم ہو جاتا ہوں۔ ہمارے دو ساتھی شہر سے واپس نہ آ جائیں۔ ویسے وہ کب تک واپس آ جائیں گے۔؟"

"ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔ میرا خیال ہے دو ڈھائی گھنٹے میں واپس آ جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ ان کے آنے کے بعد ہی مومبتی بلے گی۔ پھر میں ٹیلی پیتھی کا تماشہ دکھاؤں گا۔"

میں اپنے کمرے میں چلا آیا۔ نامودا اپنے ساتھی سے آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔

"یہ بظاہر تو کوئی باکمال شخص نظر نہیں آتا۔ صرف اتنی سی بات ہے کہ قد آور اور صحت مند ہے اور شخصیت پُرکشش ہے ایسے لوگ اپنی دلفریب شخصیت سے خواہ مخواہ مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ بڑے باکمال ہیں کیا تمہیں اس شخص میں کچھ نظر آتا ہے؟"

اس کے ساتھی نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ویسے تو کچھ نظر نہیں آتا۔ جب مومبتی بجے گی تو اس کی اصلیت کا پتہ چل جائے گا۔"

"ہاں۔ ہمیں دو ڈھائی گھنٹے تک انتظار کرنا ہوگا۔"

مجھے اطمینان ہو گیا کہ ابھی وہ اپنے ساتھیوں کا انتظار کریں گے اور میرے کمرے میں نہیں آئیں گے۔ میں نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ پھر سونیا کا دھیان کیا۔ چشم زدن میں میری سوچ کی لہروں نے اس کے دماغ کو چھو لیا۔ پھر میں ہاتھ بڑھا کر اٹھ بیٹھا۔ کیونکہ سونیا وہاں نہیں تھی۔ جہاں میں نے اسے چھوڑا تھا۔

اب سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے وہ شیلا کے کابچ میں سو رہی تھی اور اب ایک ہلیارے میں سفر کر رہی تھی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ شیلا اور چمپیری بھی اس ہلیارے میں موجود ہیں۔ ایک ایئر ہوسٹس ان کے سامنے کھانے کی ٹرے رکھ رہی ہے۔ اس ایئر ہوسٹس کے علاوہ کوئی اور دوست یا دشمن وہاں نہیں تھا۔

میں نے سونیا کے دماغ پر دستک دی۔

"ہیلو سونیا! تم ناراض ہو رہی ہو گی۔ کہ میں اتنی دیر تک تم سے غافل رہا۔؟"

اس نے بڑی نرم مزاجی کا ثبوت دیا۔

"نہیں مرزا! تم مجھ سے غافل نہیں رہ سکتے۔ تمہاری اپنی کوئی مجبوری ہو گی۔"

"بڑے ہی ٹھنڈے دماغ سے باتیں کر رہی ہو۔"

"اس لئے کہ غلطی میری ہے۔ تم نے سمجھایا تھا کہ مجھے وہاں آرام نہیں کرنا چاہئے۔ دشمنوں کے کسی اڈے کو فتح کرنے کے بعد یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ دشمن دوبارہ وہاں قدم نہیں رکھیں گے۔ میں نے تمہاری بات نہیں مانی۔ خرگوش کی نیند سوتی رہی۔ اور دشمنوں نے چانک ہی چاروں طرف سے گھیر لیا۔"

میں نے پوچھا۔ "شیلا کہاں تھی۔ کیا وہ بھی سو گئی تھی۔؟"

"نہیں، وہ بے چاری بڑی مستعدی سے پہرہ دے رہی تھی۔ مگر ہمارا وہ بیٹا پہلے عورتوں سے سخت نفرت کرتا تھا۔ اب اچانک ہی بہت زیادہ باغ ہو گیا ہے۔ شیلا نے مجھے بتایا کہ وہ اچھا خاصا سو رہا تھا اچانک آنکھ کھلتے ہی باہر آ گیا۔ پھر شیلا کو اٹھا کر اندر لے آیا۔ وہ کہتی رہی کہ مادام ناراض ہو جائیں گی۔ مجھے اپنا فرض ادا کرنے دو۔ لیکن اس نے اپنا فرض ادا کرنے کے لئے دروازہ بند کر لیا۔"

میں نے کہا۔ "ماں آرام سے سو رہی تھی۔ بیٹا عیش کر رہا تھا۔ ایسے میں دشمن بڑی آسانی سے غالب آ جاتے ہیں۔ اچھا تو پھر کیا ہوا۔؟"

"ہوا یہ کہ انہوں نے چاروں طرف سے ہلیے کا بچ کو گھیر لیا۔ برفیلی زمین پر قدموں کی چاپ سنائی نہیں دیتی۔ جیپ کار کابچ کے برآمدے میں آئے تو شیلا چونک گئی۔ چمپیری کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ باہر سے کوئی کہہ رہا تھا۔

"شیلا! ہم یہاں سے دو میل تک اپنے آدمیوں کی لاشیں دیکھ چکے ہیں۔ چونکہ تمہاری لاش نہیں ملی اس لئے تم سونیا اور چمپیری کے سائے میں زندہ ہو۔ بہتر ہے کہ پہلی آواز میں باہر آ جاؤ۔"

اس کی آواز سن کر میری بھی آنکھ کھل گئی۔ سب سے پہلے میں نے سوچ کے فرلیے تنبیہ پکارا۔ تاکہ تم مجھے کابچ کے باہر کی پوزیشن بتا سکو۔ مگر تم حاضر نہیں تھے۔ باہر سے پھر آواز آنے لگی۔

"سونیا! ہم تعداد میں دس ہیں۔ ہلیے پاس مشین گنیں، ہینڈ گرنیڈ اور ٹیئر گیس ہیں کابچ چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ تم لوگوں کی کوئی تدبیر کام نہیں آئے گی۔ زندہ سلامت باہر آ جاؤ۔ یا پھر کابچ کے اندر مرنا پسند کر لو۔"

مجھے چمپیری کی آواز سنائی دی۔ وہ دوسرے کمرے سے کہہ رہا تھا۔

"ممی! حکم دو۔ میں ان سے لڑتے لڑتے مر جاؤں گا۔ مگر تمہارے لئے فرار کا راستہ کھول دوں گا۔"

میں نے سختی سے انکار کیا اور اسے حکم دیا۔

"نہیں چمپیری! ہتھیار پھینک کر باہر نکلو۔ میں بھی باہر آ رہی ہوں۔"

وہ دشمنوں کے سامنے جھکنا نہیں چاہتا تھا لیکن میں نے اسے مجبور کر دیا۔ ساری زندگی آگ اور بارود سے کھیلتے گزر رہی ہے میرے تجربات نے سمجھا دیا کہ مقابلہ کرنا خواہ مخواہ موت کو دعوت دینے کے مترادف ہو گا۔ فی الحال دشمنوں کے سامنے جھک جانے سے آئندہ کسی وقت فرار کا موقع مل سکتا ہے۔ تم بھی نیکہ تھا کہ تم جلد یا بدیر میری مدد کے

لئے پہنچ جاؤ گے۔

ہم تینوں ہتھیار پھینک کر کاٹیج سے باہر آگئے۔ انہوں نے گیراج سے تین گاڑیاں نکالیں۔ ہم تینوں کے ہاتھ پشت پر باندھ کر ہمیں الگ الگ گاڑی میں بٹھایا۔ پھر چھ مسلح جوان ہمیں وہاں سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر لے گئے۔ اس کے بعد ہمارے ہاتھ کھول کر اس طیارے میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ جیسا کہ تم میری سوچ کے ذریعے دیکھ سکتے ہو۔ اس طیارے میں صرف ایئر ہوسٹس ہے۔ باقی لوگ اسی کاٹیج کی طرف واپس جاچکے ہیں جب طیارہ بلندی پر پرواز کرنے لگا تو میں نے ایئر ہوسٹس سے پوچھا۔

"تم ہمیں کہاں لے جارہی ہو۔؟"

اس نے جواب دیا: "مغربی جرمنی۔ فرینکفرٹ.....!"

یعنی دنیا گول ہے۔ جہاں سے میں موت کی سزا پانے کے لئے جیل تھی پھر اسی جگہ واپس جارہی ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا تم مجھے جانتی ہو۔؟"

وہ مسکرا کر بولی: "سونیا اور فرہاد کو تنظیم کا ہر فرد جانتا ہے۔"

"پھر تو تم یہ بھی جانتی ہوگی کہ مجھے موت کی سزا دی گئی تھی۔"

"ہاں جانتی ہوں ——"

"پھر تم لوگ مجھے زندہ واپس کیوں لے جارہے ہو؟ جبکہ مجھے موت کی سزا دی جاچکی ہے۔ مجھے تو کاٹیج سے نکلتے ہی گولی ماری جانی تھی۔"

"ماسٹر کا حکم تھا کہ تمہیں اور چمپیری کو زندہ واپس لایا جائے۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم نے موت کی سزا سے بچنے کے لئے چمپیری جیسے دشمن کو دوست کیسے بنایا۔؟ اور ہمارا جہاز اس برفانی علاقہ میں کیسے تباہ ہوگیا۔؟"

"جہاز کیسے تباہ ہوگیا۔ یہ تو جہاز میں بیٹھنے والے ہی بتاسکتے ہیں اس کی تباہی سے بہت پہلے میں نے اور چمپیری نے پیراشوٹ باندھ کر چھلانگ لگائی تھی۔"

"یہ تو ماسٹر بھی جانتے ہیں کہ تم دونوں نے پہلے چھلانگ لگائی ہے اسی لئے تو بعد میں ان لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ جو طیارے میں زندہ بچ گئے تھے۔"

"میں نے صرف دو آدمیوں کو ہلاک کیا۔ وہ طیارے سے باہر میرے مقابلہ پر آئے تھے۔"

"میں جانتی ہوں۔ میں فرینکفرٹ کے ماسٹر کی اسسٹنٹ ہوں۔ تمہارے متعلق تمام رپورٹ ماسٹر تک پہنچ گئی۔ میں صاف گوئی سے کام لوں گی اور یہ کہوں گی۔ کہ تمہارے زندہ بچ نکلنے کے پیچھے ٹیلی پیتھی کام کررہی ہے۔"

میں نے اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں ——؟"

اس نے مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ ناممکن تو نہیں ہے۔ تم تقریباً دو سال تک فرہاد کے ساتھ دن رات وقت گزارتی رہی ہو۔ اتنی لمبی مدت میں کیا تم نے اس سے یہ علم نہیں سیکھا ہوگا ——؟"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"میں نے ایسا کون سا کارنامہ دکھایا ہے جس سے تمہیں یا تمہارے ماسٹر کو شبہ ہورہا ہے۔؟"

"ایک نہیں کئی کارنامے ہیں۔ اس طیارے میں کوئی خرابی نہیں تھی اور طیارے کا پائلٹ پندرہ برس کی فلائنگ کا تجربہ رکھتا تھا۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ میں خرابی پیدا کردی۔ اسی طرح تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے چمپیری جیسے خودسر کے اندر اپنے لئے محبت اور دوستی پیدا کردی۔"

"بہت خوب!" میں نے کہا۔ "کسی بہت بڑے حادثے کی وجہ سمجھ میں نہ آئے تو یہی کہتی رہنا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی شرارت ہے۔ یہ تو اچھا ہوا کہ تمہارے ماسٹروں کو فرہاد کی موت کا ڈھونگ منظور ثبوت مل گیا ہے ورنہ یہ کہا جاتا کہ فرہاد کہیں چھپ کر یہ تماشا دیکھ رہا ہے۔ بہرحال اس بے چارے کو تو اب کوئی زندہ نہیں کرسکتا۔ اس لئے اس کی صلاحیتوں کو مجھ سے منسوب کیا جارہا ہے۔"

"اگر یہ جھوٹ ہے تو بتاؤ چمپیری تمہارا دوست کیسے بن گیا؟"

"وہ دوست نہیں میرا بیٹا ہے۔"

ایئر ہوسٹس نے ناگواری سے کہا۔

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

میں نے اسے یقین دلانے کے لئے چمپیری کو مخاطب کیا۔ اس نے جواباً پوچھا —— "یس ممی۔"

وہ دور ایک پچھلی سیٹ پر —— بیٹھا تھا۔

میں نے کہا۔

"بیٹے! یہ بی بی یقین نہیں کررہی ہے کہ میں تمہاری ماں ہوں۔"

چمپیری کے بجائے شیلا نے جواب دیا۔

"یہ ہم انسانوں کی بہت بڑی ٹریجڈی ہے کسی جوان عورت کو داشتہ بناؤ تو یقین کرلیتے ہیں۔ اسے ماں یا بہن بناؤ تو اس کی نیک نیتی پر شبہ کرتے ہیں۔"

ایئر ہوسٹس نے کہا: "سونیا اور چمپیری دونوں ہم عمر ہیں کوئی پاگل ہی اسے ماں بیٹا سمجھ سکتا ہے۔ چمپیری! کیا تمہیں اس لئے ماسٹر نے بنایا گیا تھا کہ تم سونیا کے ہاتھوں بے وقوف بنو۔؟"

چمپیری نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"بے وقوف تم ہو کہ میری ممی کو سونیا سمجھ رہی ہو۔ سونیا تو برفانی علاقہ میں پہنچتے ہی مرگئی تھی۔"

ایئر ہوسٹس نے چونک کر بڑے غور سے سونیا کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔

"کیا تم کوئی گیم ہو؟ سونیا کے میک اپ میں ہو۔؟"

"نہیں!" چمپیری نے کہا۔ "جسے تم غور سے دیکھ رہی ہو، وہ سونیا کا جسم ہے۔ وہ برفانی علاقے میں مرچکا تھا۔ پھر اس پیچھے سونیا کا جسم ہے۔ وہ برفانی علاقے میں مرچکا تھا۔ پھر اس جسم پر ماسٹر نے کیا سوچ کر تمہیں ماسٹر بنا دیا تھا۔ سونیا! ٹیلی پیتھی کے علم میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ اچھی قوت ارادی کے مالک کو بھی یہ علم پاگل بنا دیتا ہے۔ تم نے سوچ کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات بٹھادی ہے کہ جس سونیا کو یہ ہلاک کرنا چاہتا تھا، وہ مرچکی ہے۔ اب اس کے مردہ جسم میں اس کی ماں آکر بیٹھ گئی ہے۔

سونیا! تمہارا جواب نہیں ہے۔ تم انسانی نفسیات کو خوب سمجھتی ہو۔ تم نے دیکھا کہ چمپیری جوان عورتوں سے متاثر نہیں ہوتا۔ اس لئے تم نے ماں بن کر متاثر کیا۔ اے چمپیری! تمہارے پاس تھوڑی سی بھی عقل ہے تو سوچو کہ تمہاری ہم عمر نوجوان عورت تمہاری ماں کیسے بن سکتی ہے۔؟"

چمپیری نے لقمہ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"وجہ کوئی عام نہیں ہوتی۔ تم ماں بیٹے کے رشتہ پر اعتراض نہ کرو ورنہ مجھے ہاتھ پاؤں کا منصفہ آجائے گا۔"

میں نے ایئر ہوسٹس سے پوچھا۔

"تم ہمارے درمیان تنہا ہو۔ کیا تمہیں ہم سے ڈر نہیں لگتا۔؟"

اس نے کہا: "اس کا جواب میرے دماغ کی تختی پر لکھا ہے۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے پڑھ لو۔"

وہ میرے پیچھے پڑ گئی تھی کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ میں نے فرار حاصل کرتے ہوئے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا اور سوچا کہ وہ ہمارے پاس تنہا کیوں بھیجی گئی ہے۔ چونکہ میں اس تنظیم میں رہ چکی تھی اس لئے ان کے لائن آف ایکشن کو سمجھتی تھی۔ پھر یہ بھی تجربہ تھا کہ وہ چوری چھپے ہماری باتیں خفیہ مائیک کے ذریعے سنتے اور ریکارڈ کرتے ہیں۔ لہٰذا میں نے کہا۔

"جب تم مذاق کررہی ہو تو سنو! تمہارے ماسٹر نے تمہیں سمجھایا ہے کہ سونیا اور فرہاد کی کمزور عورت کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ اور اپنی سلامتی کے لئے ایسے لوگوں کو برغمال نہیں بناتے، جن کی کوئی اہمیت نہیں ہو۔ اور تنظیم میں تمہاری اہمیت صرف اتنی ہے کہ تم اپنے ماسٹر کی داشتہ ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی۔

"آخر تم نے میری سوچ پڑھ لی۔ آگے کہو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آگے کیا کہوں۔ میری یہ ستم ظریفانہ باتیں پائلٹ روم میں ریکارڈ ہو رہی ہیں ——"

اتنا کہہ کر سونیا کی سوچ ذرا تھم گئی۔ پھر اس نے پوچھا۔

"فرہاد! تم سن رہے ہو نا ——؟"

"ہاں میری جان! میں تمہارے ماغ میں موجود ہوں۔ تم سوچتی رہو۔ میں سنتا جارہا ہوں۔ ویسے یہ عجیب الخلقت چل گیا ہے۔ وہ تمہیں ٹیلی پیتھی کی ماہر سمجھنے لگی ہے۔"

"آگے تو سنو فرہاد! میں جو شرارت کررہی تھی، وہ ان کے لئے سنجیدگی تھی۔ کبھی کبھی تو لیوں ہوتا ہے کہ اپنے دماغ سے کوئی بات سوچ کر کہہ دو تو وہ سچ ہوجاتی ہے میں نے ایئر ہوسٹس سے یونہی کہہ دیا۔ پائلٹ روم میں تمہارا ماسٹر موجود ہے۔"

یہ بات اس لئے کہی کہ میری خیال خوانی بھی ہوجائے۔ مگر یہ بات سچ نکلی تھوڑی دیر بعد پائلٹ روم کا دروازہ کھلا۔ پھر فرینکفرٹ کا وہی ماسٹر نظر آیا، جس کے متعلق ابھی میں نے خیال خوانی کا مظاہرہ کیا تھا اس نے پیولور کا رخ میری جانب کرتے ہوئے کہا۔

"سونیا! آخر تمہاری اصلیت ظاہر ہوگئی۔ ہمیں پہلے ہی اس پہلو پر غور کرنا چاہئے تھا کہ تم نے دو برس تک فرہاد کی گود میں کھیلتے کھیلتے ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ لیا ہوگا۔ تم نے اسی علم کے بھروسہ پر سپر ماسٹر سے کہا تھا کہ تم اپنی پسند کی موت مرنا چاہتی ہو۔ یعنی تمہیں سو گز کے فاصلے تک فرار ہونے کا موقع دیا جاتا اس کے بعد تنظیم کے افراد تمہیں تھکا کرتے تمہیں تو یقین تھا کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے تعاقب کرنے والوں کا کباڑا کردیتیں ——

ایسے وقت سپر ماسٹر نے اپنی ذہانت کا ثبوت دیا۔ تمہاری بات مان لی۔ مگر برفانی علاقہ میں تمہیں فگار کرنے کے لئے چمپیری کو بھیجا وہاں تم نے چمپیری کی دکھتی رگ کو پکڑ لیا۔ اس کی سوچ کے ذریعے اس کی تمام ہسٹری شیٹ پڑھ لی کہ اس کی ماں نے اسے کس طرح جنم دیا اور وہ اب تک عورتوں سے نفرت کرنے کے باوجود ماں کی محبت کا پیاسا ہے۔

یہ نکتہ ہمارے لئے قابل غور ہے کہ چمپیری کے متعلق تم کچھ نہیں جانتی تھیں پھر اس کی یہ کمزوری تم نے کیسے جان لی کہ تم اسے ماں کا پیار دے کر ہمیشہ اپنا تابع فرمان بنا سکتی ہو۔؟ چمپیری کے ماضی کے متعلق صرف چند ماہر ہی جانتے ہیں۔ اتنی ڈھکی چھپی بات تم نے خیال خوانی کے ذریعے ہی معلوم کی ہے۔

دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ جس طیارے میں تمہیں سزائے موت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ وہ بالکل ٹھیک تھا۔ اس کا پائلٹ تجربہ کار اور صحیح الدماغ تھا۔ تم نے خیال خوانی کے ذریعے اس کا دماغ خراب کردیا اس طرح وہ جہاز اس برفانی علاقے میں گر گیا۔

اور یہ تو ابھی کی بات ہے کہ میں تمہاری نظروں کے سامنے نہیں آیا تھا، پائلٹ روم میں چھپا ہوا تھا۔ مگر اس حیرتانگیز علم نے تمہیں بتا دیا کہ میں موجود ہوں اور تمہاری باتیں ریکارڈ کررہا ہوں۔

اب میں مجبور ہو کر تمہارے سامنے آگیا ہوں۔ تم میرے دماغ کو جھٹکے پہنچا کر میرے ارادے سے ریالور گرا سکتی ہو۔ مجھے اور میری مجبوبہ کو پاگل بنا سکتی ہو، لیکن یہ یقین کر لو کہ اس جہاز کے پائلٹ کو اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکو گی۔ کیونکہ وہ اپنی آواز تمہیں نہیں سنائے گا اور نہ ہی پائلٹ روم کا دروازہ کھولے گا۔ یہ طیارہ جہاں لینڈ کرے گا۔ وہاں اتنے مسلح جوان ہوں گے کہ تم بیک وقت تسلح جوانوں کے دماغ سے نہیں کھیل سکو گی۔ وہاں تمہیں پاگل فوج کے حوالے کر دیا جائے گا۔

جب تمہاری خیال خوانی کے متعلق شبہ ہوا ہے۔ تب سے سپر مارٹنے سر سے تمہاری ذات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ اس نے حکم دیا ہے کہ ہم تمہیں گولی نہ ماریں۔ پہلے تمہاری خیال خوانی کی تصدیق کریں پھر اس کے سامنے تمہیں حاضر کریں۔

اب تم سے توقع ہے کہ تم کوئی ہنگامہ نہیں کرو گی۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ اب تم ہمارے موت پانے کے لئے نہیں بلکہ سپر مارٹنے دوستی کا معاہدہ کرنے جا رہی ہو۔ اب ہمیں دوست بن کر یہ سفر طے کرنا چاہئے۔"

یہ کہہ کر مارٹنے ریالور کو ہولسٹر میں رکھ لیا۔ پھر ہمارے درمیان کافی کا دور چلنے لگا میں ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں بالکل خاموش رہی۔ میں سوچ رہی تھی کہ جب یہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں تو کیوں نہ آئندہ بھی انہیں مبتلا رکھا جائے۔ میں تم سے مشورہ کرنے کے لئے بہت دیر سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ اب بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو۔؟"

سونیا یہ کہہ کر خاموش ہو گئی میں نے کہا۔

"سونیا! تمہارے طیارے کے پائلٹ سے میں دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ وہ دروازہ کھول کر نہ تمہارے سامنے آئے گا نہ اپنی آواز سنائے گا اور نہ ہی میں تمہارے ذریعے اس کم بخت تک پہنچ سکوں گا۔

میں مارٹر اور اس کی مجبوبہ کو ذہنی اذیتیں پہنچاؤں گا، تب بھی پائلٹ ان کی مدد کے لئے اسٹیئرنگ چھوڑ کر نہیں آئے گا۔ ایسی صورت میں یہ بات یقینی ہے کہ وہ تمہیں اپنی منزل تک ضرور پہنچائیں گے وہاں یہ لوگ فوج کے کئی جوان ہوں گے۔ وہ ٹیلی پیتھی کے اثرات سے بچتے ہوئے تمہیں سپر مارٹ تک پہنچا دیں گے۔

اب یہی ایک راستہ رہ گیا ہے کہ ان کی غلط فہمیوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔ فی الحال تم ٹیلی پیتھی کی ملکہ بن جاؤ۔ اب میری کوشش یہی ہوگی کہ میں تمہارے دماغ سے زیادہ دیر کے لئے دور نہ جاؤں۔ جب سپر مارٹ کے سامنے تم جاؤ گی تو میں تمہاری طرف سے ٹیلی پیتھی کا ایسا مظاہرہ کروں گا کہ وہ سچ مچ تم سے دوستی کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اچھا اب تم مارٹر کو مخاطب کرو۔ میں اس کی سوچ پڑھ کر معلوم کروں گا کہ اس نے دوستی کے متعلق کہاں تک درست کہا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ مارٹر مائک میں گیا۔ میں اس کی مجبوبہ کو مخاطب کرتی ہوں۔"

اس نے ایئر ہوسٹس کو مخاطب کیا۔

"سنو! تمہارا نام کیا ہے۔؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میری سوچ پڑھ کر معلوم کر لو۔"

ایئر ہوسٹس کی آواز سنتے ہی میں نے اس کے دماغ تک چھلانگ لگائی۔ پھر اس کی سوچ میں کہا۔

"میں سونیا کو کیوں بتاؤں کہ میرا نام ....."

اس کی سوچ نے بے اختیار روانی میں کہا۔ "میرلن ہے۔ میرلن اسٹاک....."

میں نے سونیا کو بتا دیا۔ سونیا نے مسکرا کر اسے کہا۔

"اچھا تو تمہارا نام میرلن اسٹاک ہے۔"

میرلن نے خوش سے تالی بجا کر کہا۔

"لئے سونیا! یہ کتنا عجیب علم ہے۔ تم نے کتنی آسانی سے میرا نام معلوم کر لیا۔"

سونیا نے کہا۔ "میں ہمیشہ کسی کی سوچ نہیں پڑھتی۔ آئندہ میرے حکم کو نہ آزمانا۔"

اتنے میں مارٹر مائک سے آگیا۔ میرلن نے کہا۔

"مارٹر موذیل! ابھی سونیا نے میری سوچ پڑھ کر میرا نام بتایا ہے۔"

مارٹر موذیل مسکراتے ہوئے ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر ایک سگریٹ نکال کر سلگاتے ہوئے بولا۔

"اسی صلاحیت کے باعث سونیا ہماری تنظیم میں پھر وادم بننے والی ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے سگریٹ کا ایک کش لگایا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"میں نے سونیا کی چھپائی ہوئی صلاحیت کو ظاہر کر کے ایک اچھا کارنامہ انجام دیا ہے۔ تنظیم میں میرا ریکارڈ بہتر ہوتا جا رہا ہے۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ سپر مارٹر سونیا کی اس صلاحیت سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہم لوگ اسے مادام کا عہدہ دے گا۔ یہ ٹیلی پیتھی بہت ہی خطرناک چیز ہے۔ آں ہاں تو بھول ہی گیا۔ کہیں یہ سونیا میری سوچ تو نہیں پڑھ رہی ہے۔"

اس نے چونک کر سونیا کی جانب دیکھا۔ میں نے سونیا کی سوچ میں کہا۔ وہ فوراً ہی مسکرا کر بولی۔

"مارٹر! گھبراؤ نہیں۔ اب میں تمہاری سوچ نہیں پڑھوں گی۔"

مارٹر موذیل جھینپ کر مسکرانے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"ابھی مارٹر بچگانہ سوچ رہا تھا کہ سپر مارٹر نہیں پھر سے مادام بنائے گا۔ اب تم اطمینان سے سفر کرو۔ اور اس سے پوچھو کہ یہ طیارہ کب منزل پر پہنچے گا۔؟"

سونیا نے مارٹر سے پوچھا۔ اس نے اپنی رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے اندازے کے مطابق ہم تین گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ جائیں گے۔ کیا تمہیں بھوک لگ رہی ہے۔؟"

چینی نے دونوں سے کہا۔

"مارٹر! کھانے کی بات مجھ سے پوچھو۔ کیا بھوکا ہوا مسلم بکرا حلال کر سکے گا۔؟"

اس کی فرمائش پر سب ہی قہقہے لگانے لگے۔ میں نے کہا۔

"سونیا! تین گھنٹے تک تم اطمینان سے رہو گی اس لئے مجھے اجازت دو۔ اس دوران میں تمہاری خبر لیتا رہوں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سمندر کے کنارے ناموداکے ہٹ میں آگیا۔ باہر لہروں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ میرے کمرے میں پُرسکون خاموشی تھی۔ دوسرے کمرے سے بھی آواز نہیں آ رہی تھی۔ میں نے ناموداکی سوچ پڑھی۔ پتہ چلا کہ وہ میرے کمرے کے باہر دیوار سے لگا کھڑا ہے۔ دیواریں بانس کی پھپچیوں سے بنائی گئی تھیں۔ اور وہ ایک چھوٹے سوراخ سے کمرے میں جھانک کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا۔

"یہ بہت دبلے بستر پر ساکت بیٹھا ہوا سامنے والی دیوار کو گھور رہا ہے ذرا بھی حرکت نہیں کر رہا ہے۔ کیا یہ کسی عمل میں مصروف ہے۔؟"

واقعی میں بہت دیر سے بستر پر ساکت و جامد تھا۔ سوچ کے ذریعے سونیا کے ساتھ طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اور یہ بھول گیا تھا کہ ناموداوغیرہ مجھے اس حال میں دیکھ کر مجھ سے متعلق شبہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ بہرحال میں ناموداکے دماغ میں موجود تھا۔ وہ میرے کمرے کی دیوار سے دور ہٹ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ دھیرے دھیرے اس کا ساتھی چائے پی رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔

"منزا کہاں ہے۔؟"

"وہ ساحل پر چہل قدمی کے لئے گئی ہے۔ یہ بتاؤ فرہاد کیا کر رہا ہے۔؟"

ناموداکے تشویش بھرے لہجہ میں کہا۔

"یہ شخص بہت ہی پُراسرار ہے۔ میں بیس منٹ تک چھپ کر اسے دیکھتا رہا ہوں۔ مجھے یوں لگا کہ وہ مراقبے میں ہے اور کوئی عمل کر رہا ہے۔"

"ناموداً۔ یہ گھبرا آدمی ہے۔ ہم سے بہت کچھ چھپا رہا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے کمرے میں ٹیلی پیتھی کا کوئی عمل کر رہا ہو۔"

"لیکن وہ تو کہتا ہے کہ موم بتی کے بغیر وہ عمل نہیں ہوتا۔"

"شاید اس نے ہمیں بے وقوف بنایا ہو۔"

ناموداغصے سے کہا۔

"اگر وہ بے وقوف بنا رہا ہے تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس کے ساتھی نے چاقو نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔

"اس سے پہلے کہ وہ ہمیں بے وقوف بنا کر کسی مصیبت میں مبتلا کرے اسے ٹھکانے لگا دینا چاہئے۔"

ناموداچاقو ہاتھ میں لے کر سوچنے لگا۔

فرہاد اپنی خاموشی اور تابعداری کے پیچھے یقیناً کوئی گہری چال چل رہا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ منزا سے بہت زیادہ غیرت مند بھائی بن کر محبت نہ کرتا ہو۔ صرف ہمارے پاس وقتی طور پر چھپ کر رہنے کے لئے بھائی بہن کی محبت کا ناٹک کھیل رہا ہو۔ مجھے اس خطرے کو نہیں پالنا چاہئے۔"

میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ میں نے اکثر یہ دیکھا ہے کہ لوگ میری ٹیلی پیتھی کے متعلق سوچتے وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ فرہاد ان کی سوچ پڑھ رہا ہوگا۔ یا تو وہ خود کو اسپیشل قسم کی چیز سمجھتے ہیں جن کے دماغ تک میں پہنچ نہیں سکتا۔ یا پھر آپ ہی آپ سوچ کی روانی میں بہہ جاتے ہیں۔ دماغی سوچ میں اتنی قوت ہے کہ انسان خیالوں میں ڈوب کر اپنے آس پاس کی دنیا سے غافل ہو جاتا ہے۔

میں نے ناموداکی سوچ میں کہا۔

"واقعی فرہاد کا زندہ رہنا میرے لئے خطرناک ہے۔ اس کی ٹیلی پیتھی کی ایسی کی تیسی....."

اس کی سوچ نے کہا۔

"صرف ایک بات کا افسوس ہوگا کہ میں اس کی ٹیلی پیتھی کے ذریعہ دولت حاصل نہیں کر سکوں گا۔"

"مجھے قتل کرنے سے پہلے کیا رہا تھا۔ لیکن میں چاہتا تھا کہ وہ میرا قاتل بن جانے کا فیصلہ کر لے۔ میں اسے سوچ کے ذریعے بھٹکا تا رہا۔ جب وہ میری جان لینے پر بالکل آمادہ ہو گیا تو میں نے اس کی سوچ میں کہا.....!

"یہ اچھا موقع ہے۔ منزا باہر گئی ہوئی ہے۔ فرہاد کو مارنے کے بعد فوراً اسے دفن کر دیا جائے گا۔ پھر میں منزا سے کہوں گا کہ وہ تمہارا بھائی دھوکے باز نکلا۔ ہمیں دھوکہ دے کر فرار ہو گیا۔"

ناموداکی سوچ نے تائید کی۔

"ہاں! یہ اچھی تدبیر ہے۔ منزا اپنے فریبی بھائی کے لئے افسوس کرے گی۔ پھر اسے صبر آ جائے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"بہتر ہے کہ فرہاد کو مارنے سے پہلے وہی گڑھا دوبارہ کھود لیا جائے۔ جہاں ابھی ہم نے ایک لاش دفن کی ہے۔ لاش کو سامنے رکھ کر قبر کھودتے وقت اس کا ہاتھ پاؤں کانپنے لگتے ہیں۔"

یہ مشورہ معقول تھا۔ وہ اپنے ساتھی کو لے کر ہٹ کے پچھلے حصہ میں گیا۔ پھر فرش کے تختے اکھاڑنے لگا۔ میں نے منزا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اس کی سوچ اجنبی تھی۔ اس کے باوجود اس کے ماحول کا پتہ چل گیا۔ وہ ساحل ریسٹورنٹ میں بیٹھی چائے پی رہی تھی۔ اور سمندر کا نظارہ کر رہی تھی۔ وہ بے چاری کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کا شوہر اس کے بھائی کے لئے قبر کھود رہا ہے۔

جب لکڑی کے تختوں کے نیچے قبر تیار ہو گئی تو نامودا اپنے ساتھی کے ساتھ تختوں کے اوپر ہٹ کے فرش پر آ گیا۔ اس نے کہا۔

"فرہاد شہ زور معلوم ہوتا ہے۔ شاید میں چاقو سے اسے ہلاک نہ کر سکوں۔ لیکن شوٹ کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔ بار بار ہمارے ہٹ سے فائرنگ کی آواز باہر جائے گی تو لوگوں کو شبہ ہو گا۔"

اس کے ساتھی نے پوچھا۔

"پھر کیا کیا جائے ــــ؟"

میں نامودا کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ پھر میں نے جو کہا اس نے وہی کیا۔ وہ ایک قدم آگے بڑھ کر اپنے ساتھی سے بولا۔

"ہم دونوں اس کے پاس جائیں گے۔ تم پیچھے سے اسے پکڑ لینا میں آگے سے اس طرح اس کے سینے میں چاقو گھونپ دوں گا۔"

اس نے دوسرا قدم آگے بڑھا کر چاقو گھونپنے کا عملی نمونہ دکھایا اس کے ساتھی کے دیدے پھیل گئے۔ وہ ایک ہچکی لے کر فرش پر گرا اور دوسری ہچکی تک تڑپتا رہا۔ تیسری ہچکی میں ٹھنڈا پڑ گیا۔ چند لمحوں تک نامودا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے کیا ہو چکا ہے؟ اور اس کے ہاتھوں سے کیسے ہوا ہے؟ پھر اسے یقین ہو گیا کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے ساتھی کو ہلاک کیا ہے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر دیوار کے سہارے کھڑا ہو گیا۔ میں نے کمرے سے باہر آ کر پوچھا۔

"بیٹے نامودا کیا سوچ رہے ہو۔ اب اس لاش کو فوراً چھپاؤ۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر غصے میں میری طرف بڑھنے لگا۔

"میں تمہیں مارنا چاہتا تھا۔ اب بھی میں تمہیں ــــــ"

میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔

"اٹھو! تم ٹیلی پیتھی کے کمالات دیکھنا چاہتے تھے ــــ میں دکھا رہا ہوں ــــ"

وہ بے یقینی سے دیکھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"کک کیا ٹیلی پیتھی ایسی بھی ہوتی ہے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں یقین دلاتا ہوں۔ دیکھو تم فرش پر بیٹھے ہو ابھی ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ گے۔"

میری مرضی کے مطابق اس کے دماغ نے کھڑے ہونے کے لئے کہا۔ وہ بے اختیار کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا۔

"اب تم قلابازی کھاؤ گے۔"

اس نے دوسرے لمحے قلابازی کھائی۔ تیسری بار دماغ کے حکم پر اس نے دیوار سے سر کو ٹکرایا۔ آخر اس نے گھبرا کر گڑگڑا کر التجا کی۔

"خار گاڈ سیک۔ مجھے معاف کر دو۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "پھر جلدی سے اٹھو اور اس لاش کو دفن کر دو۔"

وہ فوراً میرے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ میں نے کہا۔

"یہاں جتنے ریوالور، رائفل اور چاقو ہیں وہ تمام چیزیں بھی لاش کے ساتھ دفن کر دو۔ میں کوئی ہتھیار پسند نہیں کرتا۔"

وہ ہتھیار جمع کرنے کے لئے دوسرے کمرے میں گیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ چھپ کر مجھ پر فائر کرے۔ میں نے کہا۔

"نامودا! فائر کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ میں تمہاری سوچ پڑھ رہا ہوں۔"

اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ وہ خوف سے کانپتا ہوا بولا۔

"مم معاف کر دو۔ اب تمہارے خلاف نہیں سوچوں گا۔"

اس نے تمام ہتھیار لا کر گڑھے میں ڈال دیئے جس طرح انسان دوسروں سے چھپ کر کوئی کام کرتا ہے۔ اس طرح نامودا کی چھپی ہوئی سوچ کہہ ہی تھی کہ اس نے اپنے سوٹ کیس میں ایک ریوالور چھوڑ دیا ہے میں نے کہا۔

"بیٹے! جاؤ اور سوٹ کیس سے وہ ریوالور نکال کر لاؤ۔"

وہ گھبرا کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر دوڑتا ہوا کمرے میں گیا اور سوٹ کیس سے ریوالور لا کر اس گڑھے میں ڈال دیا۔ پھر نیچے اتر کر گڑھے کی مٹی برابر کی اور پھر فرش کے تختوں کو ان کی جگہ جما کر رکھا۔ اس کے بعد جھاڑو اور پانی لے کر فرش کو دھونے لگا۔ میں نے کہا۔

"تمہارے دو ساتھی جو شہر گئے تھے۔ ان کی جیپ کار پہاڑی راستے سے بھٹک کر سمندر میں گر گئی ہے اب وہ دونوں کبھی واپس نہیں آئیں گے۔"

وہ پھر خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے اسے تعجب سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"فرہاد زندہ ہے۔ اس راز کو جاننے والا کوئی شخص زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں نے تمہارے چار ساتھیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ اب ایک باقی تم رہ گئے ہو۔ بتاؤ کیسی موت پسند کرتے ہو؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر میرے قدموں پر گر پڑا۔

"مجھے معاف کر دو۔ میں تمہاری بہن کا سہاگ ہوں۔"

"اسی لئے تم ابھی تک سانس لے رہے ہو۔ چلو میں تمہیں اتنی رعایت دیتا ہوں کہ تمہیں اپاہج بنا دیتا ہوں۔ ایسی صورت میں بھی میری بہن کا سہاگ سلامت ہی رہے گا۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر گڑگڑا کر میرے قدموں میں سر رکھنا چاہتا تھا میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ آپ ہی آپ سیدھا بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔

"میرے قدموں پر سر نہ رکھو۔ خدا کو پہچانتے ہو تو صرف اسی کے آگے جھکو میں تمہیں ایک شرط پر معاف کر سکتا ہوں۔"

"میں ہر شرط مان لوں گا۔ میں تمہارا غلام ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہم سب تماشے کے بادل چھٹے ہیں۔ حالات کی ہر حال پر بادشاہ اور غلام کے چولے اپنی جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ میری شرط یہ ہے کہ آئندہ تم کبھی میرے خلاف نہ سوچنا۔ اب میں تمہیں وارننگ نہیں دوں گا۔ تمہارا دشمن سوچ کے پڑھتے ہی تمہیں اپاہج بنا دوں گا۔"

"ایسا ظلم نہ کرو فرہاد! دیکھو تمہارا دماغ بہت بڑا ہے تم سمجھ سکتے ہو کہ انسان کے دماغ میں اکثر غلط سوچیں آتی ہیں۔ وہ ایسی سوچوں کو دماغ سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ تم مجھے بھی موقع دیا کرو کہ میں ذہنداری سے تمہارے خلاف پیدا ہونے والی سوچوں سے لڑتا رہوں۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ اکثر شریف انسانوں کے دماغ میں بھی یہ باتیں آتی ہیں۔ کہ ہم اپنے دشمن کو قتل کر دیں۔ مگر وہ ایسی باتوں کو دماغ سے نکال دیتے ہیں۔ میں نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ جب تک تم مخالف سوچوں سے لڑتے رہو گے میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ مگر ان سوچوں سے ہار کر جس گھڑی دشمن ہو گئے۔ وہ تمہارے لئے قیامت کی گھڑی ہو گی۔"

"میری توبہ! میں نہیں جانتا تھا کہ ٹیلی پیتھی اتنی خطرناک چیز ہے میری کھوپڑی کے اندر دماغ ہل کر رہ گیا ہے۔"

"اب اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ منزا ریسٹ رنٹ میں بیٹھی ہوتی ہے اس سے کہو کہ تمہارے دو ساتھی جو شہر گئے ہیں۔ ان کا اب تک کوئی پتہ نہیں ہے۔ تیسرا ساتھی بھی اچانک کہیں چلا گیا ہے۔ اس لئے اب تم ضروری سامان لاد کے شہر جا رہے ہو۔"

"کیا مجھے شہر جانا ہو گا۔؟"

"کیا نہیں جاؤ گے۔؟"

"جاؤں گا۔ تم حکم دو گے تو ضرور جاؤں گا۔ تمہارے لئے ٹیک اپ کا سامان، چینی زبان سیکھنے کے لئے کاپی قلم اور نئے لباس اور جوتے لے آؤں گا۔"

"تمہارے پاس رقم نہ ہو تو مجھ سے امریکن ڈالر لے لو۔"

"میرے پاس ایک ہزار برطانوی پونڈ ہیں۔ یہاں کے کان دار برطانوی کرنسی لیتے ہیں۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے ہٹ کے باہر آئے۔ نامودا نے کہا۔

"ایک بات تو میں بھول ہی گیا۔ اب ہمارے پاس جیپ کار نہیں ہے تو کس شہر کیسے جاؤں گا۔"

میں اس پاس دور دور تک دیکھنے لگا۔ منزا واپس آ رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"یہاں تو بے شمار جیپیں ہیں۔ ان میں سب ہی دولت مند رہتے ہوں گے نئے اور پرانے ماڈل کی گاڑیاں بھی نظر آ رہی ہیں۔ آؤ میں تمہارے لئے گاڑی کا انتظام کر دیتا ہوں۔"

ہم آگے بڑھے۔ منزا ہمارے قریب آ گئی۔ پھر وہ نامودا کے ساتھ آگے آگے چلنے لگی۔ وہ دونوں مقامی زبان میں گفتگو کر رہے تھے میں ننگے پاؤں ریت پر چل رہا تھا۔ سمندر کی لہریں بہتی کھنچتی آ کر میرے قدموں سے لپٹ رہی تھیں، پھر پرسکون ہو کر واپس جا رہی تھیں۔ بہت عرصہ سے میں نے سمندر کے پانی سے غسل نہیں کیا تھا۔ اب اس کی منہ زور لہروں سے کھیلنے کی خواہش ہو رہی تھی۔ نامودا نے پلٹ کر کہا۔

"فرہاد! یہ منزا صدا کر رہی ہے۔ کہتی ہے میرے ساتھ شہر جائیگی۔"

"میری بہن کی خدمت پوری کرو۔ شہر سے جاؤ۔ اس کی بھی تفریح ہو جائے گی۔"

"لیکن اب دوپہر ہو چکی ہے۔ واپسی میں رات ہو جائے گی۔"

"کوئی بات نہیں آج رات منزا کی ماں کے ہاں گزار لینا۔ صبح واپس آ جانا۔"

نامودا نے بے یقینی سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تمہیں مجھ پر اتنا بھروسہ ہے۔ کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ کل صبح تک مجھے تم سے بہت دور بھاگ جانے کا موقع مل جائے گا۔"

وہ کم بخت ٹیلی پیتھی کے متعلق اس حد تک نہیں جانتا تھا کہ سوچ کی لہریں دنیا کے آخری سرے تک اس کا پیچھا کر سکتی ہیں۔ میں نے کہا۔

"نامودا! میں جانتا ہوں کہ تم دل کے بہت اچھے ہو۔ میں تم پر اعتماد کرتا ہوں۔"

اس نے خوش ہو کر میرے بازو کو تھام لیا۔

"فرہاد! میں تمہارے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔ کل صبح تک منزا کے ساتھ واپس آ جاؤں گا۔ لیکن گاڑی کا انتظام کیسے کرو گے۔؟"

"تم منزا سے باتیں کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں انہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ سب سے پہلے میں نے سونیا کی خیریت معلوم کی۔ وہ ہمپیری اور شیلا کے ساتھ ہنس بول رہی تھی۔ ان کا سفر جاری تھا۔ میں پھر اپنی طرف لوٹ آیا۔ ایک ہٹ کے سامنے سرخ رنگ کی کار کھڑی تھی۔ دو خوش پوش دولت مند اس میں بیٹھ کر کہیں جانے والے تھے میں نے قریب پہنچ کر عاجزی سے پوچھا۔

"کیا مجھے شہر تک لفٹ مل سکتی ہے؟"

دونوں نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر ایک نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"سوری۔"

وہ کار میں بیٹھ گئے۔ میں نے کھڑکی پر جھک کر رازدارانہ انداز میں کہا۔

"آپ نے میرا مطلب نہیں سمجھا۔ میں اپنے لئے نہیں کہہ رہا ہوں۔ ایک نہایت ہی حسین لڑکی ہے۔ آپ چاہیں تو وہ آپ کے ساتھ ــــــ"

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ دونوں نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر ایک نے پوچھا۔

"کیا تم سپلائی کرتے ہو ــــ؟"

میں نے جھجکتے ہوئے سر جھکا کر کہا۔

"بس جناب! آپ جیسے مہربانوں کی خدمت کرتا ہوں۔ آپ یقین کریں ایسی حسین چیز آپ نے پہلے کبھی نہیں دیکھی ہوگی۔"

"کہاں ہے؟" دونوں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"ابھی آ جائے گی۔ کیا آپ اسے شہر لے جائیں گے۔؟"

"ہاں! اسے لے آؤ۔"

اتنے میں سامنے والے ہٹ سے ایک نوجوان لڑکی نے پوچھا۔

"ڈیڈی! آپ ابھی تک نہیں گئے۔"

کار کے اسٹیئرنگ پر بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔

"بیٹی! بس اب جا رہا ہوں۔" پھر اس نے مجھ سے کہا۔ "آؤ گاڑی میں بیٹھ کر چلو۔ پہلے ہم دیکھیں گے وہ کیسی ہے ــــ؟"

میں نے کہا۔ "دیکھنا کیا ہے۔ بس آپ کی بیٹی جیسی ہے۔"

"کیا بکتے ہو ــــ؟"

"بکتا نہیں عرض کرتا ہوں۔ آپ اتنی حسین بیٹی رکھ کر دوسرے کی بیٹی کو پہلو میں بٹھا کر کیوں لے جانا چاہتے ہیں ــــ؟ دیکھئے نا، اپنی چیز تو ــــ"

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ کار اسٹارٹ کر چکا تھا۔ پھر وہ کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ مجھے گالیاں بکتا جا رہا تھا۔ میں نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا۔ کیونکہ جتنی بڑی گالی کھا چکا تھا۔ اس کے سامنے تمام گالیاں بے اثر ہو جاتی ہیں۔

جانے والے کی لڑکی ہٹ کے برآمدے میں کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ گیا۔ دو سیکنڈ کے بعد تیسرے ہٹ کے برآمدے میں ایک بوڑھی عورت پریشان حال کھڑی ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی۔ پھر مجھ سے بولی۔

"بیٹے! یہاں کوئی ڈاکٹر مل سکتا ہے۔ میرے شوہر کی طبیعت بہت خراب ہے۔ ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔"

میں نے کہا۔ "ماں جی! یہاں تو شاید ہی کوئی ڈاکٹر ملے۔ مجھے اپنے شوہر کے پاس لے چلیں۔"

میں اس کے ساتھ اس کے ہٹ میں پہنچا۔ ایک بوڑھا شخص بستر پر لیٹا ہوا تکلیف سے بے چین ہو رہا تھا۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اسے السر کی بیماری ہے۔ ناف کے پاس درد کی ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔ میں نے کہا۔

"میں مسلمان ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے تمہاری تکلیف میں کمی کر سکتا ہوں۔"

وہ مجھے احسان مندی سے دیکھنے لگا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے دل ہی دل میں کہا ــــ

"میرے معبود! تو بڑے جلال والا ہے، بڑی شان والا ہے۔ تو بڑی رحمت والا ہے۔ تو رحمان ہے، رحیم ہے، کریم ہے۔ تو عظیم ہے۔ تو نے بیماریاں دی ہیں تو بیماریوں کا علاج بھی تو نے مجھے ایسا سکھا بنایا ہے کہ میں بیمار خیالوں کی نبض دیکھ کر ان میں تیرا نام لے کر اس بوڑھے کے کام آ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے اس بوڑھے کے دماغ سے الطبہ قائم کیا۔ بھی جسمانی تکلیف ہو اس تکلیف کو دماغ محسوس کرتا ہے۔ ہو جائے تو تکلیف کا احساس بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے میں ڈاکٹر نیند کا انجکشن دے کر مریض کو سلا دیتے ہیں۔

میں اسے خیال خوانی کا انجکشن لگانے لگا۔ اس کے گرفت میں لے کر اس کی سوچ میں کہنے لگا۔

"مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ مگر اب کم ہے۔ ہاں پہلے سے لیکن میرا سر کیوں چکرا رہا ہے۔ لگتا ہے جیسے کسی اس کا سر ہوا میں چکرا رہا تھا۔ اس نے آنکھیں میں نے کہا۔

"ہاں مجھے آنکھیں بند رکھنا چاہئے۔ مجھے شاید نیند آ ہاں نیند آ رہی ہے میرے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے کی طرح ہلکا ہو گیا ہوں۔ میں سو رہا ہوں۔ میں سو رہا ہوں۔ سات، چھ، پانچ، چار، چار... چا.... چا.... چا...."

وہ سو گیا۔ میں نے بوڑھی عورت کو کمرے سے باہر آنے کیا۔ پھر باہر آ کر اس سے کہا۔

"آپ کے شوہر سکون سے سو رہے ہیں۔ السر کی انہیں دوائیں ساتھ رکھنی چاہئیں۔"

"ہم دوائیں لائے تھے۔ ان میں سے کچھ ختم ہو گئیں، تو کمال کر دیا۔ تمہارا اسلام مذہب ہے یا جادو ــــ؟"

"نہیں ماں جی! جادو مذہب میں جادو حرام ہے۔ آخری رسولؐ پر عقیدے کی سچائی کا نام اسلام ہے۔"

"بیٹے! شہر میں میرا بیٹا ڈاکٹر ہے۔ وہی اپنے باپ کرتا ہے۔ مجھے کار چلانی نہیں آتی۔ ورنہ میں اسے بلا کر یہاں

"ماں جی! میری بہن اور بہنوئی شہر جانا چاہتے ہیں اپنے بیٹے کا پتہ بتا دیں۔ اگر آپ مجھ پر بھروسہ کریں تو وہ گاڑی لے جائیں گے۔ پھر آپ کا بیٹا اس گاڑی میں یہاں

"بیٹے! تم تو فرشتہ بن کر آئے ہو۔ میں تم پر بھروسہ گی تو پھر کس پر کروں گی۔؟ جاؤ اپنی بہن اور بہنوئی کو

میں نے دور کھڑے ہوئے ناموداکو اشارہ کیا۔ وہ ساتھ آنے لگا۔ ماں جی نے پوچھا۔

"کون سے ہٹ میں رہتے ہو ــــ؟"

"سولہ نمبر کے بیڈ میں ہے۔"

"اسے ہیٹ ہارا ہی ہے۔ ہم نے ناموزانام کے آدمی کو کرائے پر دیا ہے۔ ہاں! یہ جوڑا اپنی بیوی کے ساتھ آرہا ہے۔ یہی ہمارا کرایہ دار ہے۔"

منزا اور نامودا قریب آگئے۔ ماں جی نے منزا سے کہا۔

"بیٹی مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ فرشتہ تمہارا اصلی ہے۔ تم میری گاڑی لے جاؤ۔"

پھر وہ نامودا کو اپنے ڈاکٹر بیٹے کا پتہ بتانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد نامودا منزا کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا۔ میں نے کہا۔

"ماں جی! میں جارہا ہوں۔ یہیں آس پاس رہوں گا۔ آپ کے شوہر کو کوئی تکلیف ہو تو مجھے فوراً بلا لیں۔"

میں جانے لگا تو اس نے کہا۔

"اب میں ہیٹ کا کرایہ نہیں لوں گی۔ تم میرے بہت اچھے بیٹے ہو۔"

میں مسکرا کر شکریہ ادا کرتا ہوا دور نکل گیا۔ ریسٹورنٹ کے سامنے پہنچ کر خیال آیا کہ دوپہر کے کھانے کا وقت ہو چکا ہے۔ بھوک لگ رہی تھی۔ اس لئے میں ریسٹورنٹ کے لان میں ایک میز کے پاس آکر بیٹھ گیا بیرے نے آکر مینو سامنے رکھا۔ میں نے اسے کھول کر کھانے کا انتخاب کیا۔ وہ آرڈر لے کر چلا گیا۔

میرے سامنے آسمان کے آخری کنارے کو سندر چھو رہا تھا۔ بڑی ہی لطیف اور سبک ہوائیں چل رہی تھیں۔ دور دور تک ناریل کے قد آور درخت جھوم رہے تھے۔ مرد، عورتیں اور بچے ناریل توڑ کر اس کا ٹھنڈا میٹھا پانی پی رہے تھے۔ انگریز، جاپانی اور چینی دوشیزائیں صرف انڈرویئر اور بریزیئر پہنے سندر کی لہروں سے کھیل رہی تھیں۔ کچھ لوگ ملٹی کلر کی چھتریوں کے سائے میں چٹک منا رہے تھے۔ میری آنکھوں کے سامنے بڑا ہی رنگین اور رومانی منظر تھا۔ اور ایسے دھواں پور ماحول میں میں بالکل تنہا تھا۔

میں نے تنہائی سے بھاگ کر سونیا کو پکارا۔ وہ طیارے میں بخیریت تھی۔ اور میں ہزاروں میل کی دوری سے اسے چھو نہیں سکتا تھا۔ میں مایوس ہو کر پھر سندر کے ساحل پر واپس آگیا۔ بیرا میرے سامنے ڈشیں رکھ رہا تھا۔ میں کھانے سے بہلنے لگا۔

کھانا بہت عمدہ اور لذیذ تھا۔ اگر کوئی ساتھی ہوتی تو کھانا اور بھی لذیذ ہو جاتا۔ اس رومانی ماحول کا نظارہ کچھ اور حسین ہو جاتا۔ اور شور مچاتی ہوئی لہریں اپنا لہجہ بدل کر گیت گانے لگتیں۔ میں گرم گرم کھانا ٹھنڈی ٹھنڈی آہوں کے ساتھ کھاتا رہا۔

آخری لقمہ چباتے ہوئے میں نے سندر کی جانب دیکھا۔ اسی وقت چلتی ہوئی لہروں کی گود سے ایک مچلتی ہوئی دوشیزہ ابھری۔ یوں لگا جیسے سمندر نے اسے جنم دیا ہے۔ وہ دوڑتی ہوئی میری طرف آنے لگی۔ یا حیرت! وہ واقعی میری طرف آرہی تھی۔ میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ میری میز کے پاس آئی۔ پھر میرے پیچھے سے گھوم کر دوسری میز پر ایک نوجوان کے سامنے جا کر بیٹھ گئی۔

ہت تیری کی سی کی تیسی۔ میں نے اسے کن انکھیوں سے دیکھا۔ دوڑ کر آنے کے باعث اس کا سینہ ہانپ رہا تھا۔ نوجوان نے نیپکن اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم سمندر سے ڈرتی ہو۔ اسی لئے ساحل پر سے بھاگ آئیں۔"

وہ نیپکن کی ایک چٹکی لے کر بولی۔

"ہائے اوہ! میں کتنی ڈر گئی تھی۔ دیکھتے نہیں پاؤں کی کار بیگ گئی ہوں۔"

"ایسے تو تم نلکے کے پانی سے بھی بھیگ سکتی ہو۔ بھلی لڑکی تم میری طرح سمندر میں دور تک نہیں جا سکتیں۔"

وہ ناراض ہو کر بولی۔

"تمہیں تو ڈینگیں مارنے کی عادت ہے۔ اگر ہمت ہے تو اپنی کمک تیر کر دکھاؤ۔"

"تم مجھے چیلنج کر رہی ہو۔" وہ میز پر گلاس پٹخ کر کھڑا ہو گیا۔ "میں ابھی دکھاتا ہوں کہ میں کیا ہوں ——؟"

وہ جانے لگا۔ کسی نے جلدی سے اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ ریبن تھا۔

"ریبن! میں مذاق کر رہی تھی۔ نہ جاؤ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"تم عورت ہو اس لئے ڈرتی ہو۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ میں کس طرح سمندر کا سینہ چیرتے ہیں۔"

وہ ہاتھ جھٹک کر چلا گیا۔ لڑکی اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے سندر کی طرف جاتے دیکھ رہی تھی۔ میرے سامنے اس کا سراپا تھا۔ اور اتنے خوب صورت پردہ تھا کہ پوچھئے مت۔ سراپا کا

شرارہ تھا۔

ایک خیال آیا کہ اگر اس کا نوجوان ساتھی ڈوب جائے گا تو یہ اپنے گانوں سے حسینہ کی میری دوستی ہو جائے گی۔ وہ اتنی حسین تھی کہ اس کے لئے اپنے رقیب کو قتل کر سکتا تھا۔ اس کا محبوب سمندر سے لڑنے کے لئے پہنچ گیا تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے دل کی دھڑکنیں سن سکتا تھا جس طرح دل ہی دل میں اپنے محبوب کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگ رہی تھی۔ اس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ دل اور دماغ کی گہرائیوں سے اسے چاہتی ہے۔

میں اس کے محبوب کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ لہروں تک پہنچ گیا۔ وہ گھبرا رہا تھا۔ وہ تیرنا جانتا تھا۔ مگر تیرنا اور بات ہے اور سمندر سے ٹکر لے کر دور تک جانا اور بات ہے۔ اس کے لئے بہت اور حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ نوجوان میں حوصلہ نہیں تھا۔

مجبوری یہ تھی کہ وہ محبوبہ کے سامنے دعوے کر چکا تھا اور نظروں میں بزدل نہیں بننا چاہتا تھا۔ اس نے پلٹ کر محبوبہ کو دیکھا۔ جبراً مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلایا۔ اس کے بعد آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ زیادہ دور نہیں جائے گا۔ بس کسی حد تک اپنا دعویٰ پورا کر دکھانا ہے۔ پھر واپس آجائے گا۔ مگر ایک نوجوان اس سے بہت آگے جا کر سمندر سے کھیل رہا تھا۔ اگر وہ اتنی دور بھی نہ جاتا تو واپسی میں محبوبہ کے طعنے سننے پڑتے۔ اس لئے وہ اور آگے بڑھ گیا۔

تب لہروں کا ایک زوردار ریلا ساحل کی طرف سے واپس آیا اور اسے اچھال کر اتنی دور لے گیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ گہرے پانی میں ڈوبا، پھر ابھرا اور ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ لڑکی چیختی ہوئی سمندر کی طرف بھاگنے لگی۔

"ڈوبو۔ بچاؤ۔ ہیلپ۔ میرا ساتھی ڈوب رہا ہے۔"

میں سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنے حواس کھو بیٹھا ہے۔ اگر جلد ہی کوئی مدد کے لئے نہ پہنچا تو شاید اس کی لاش بھی نہیں ملے گی۔ ایک قیامت اور تھی کہ اتنی دور کوئی بھی مدد کے لئے فوراً ہی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اور میں بھی اپنی جگہ جم کر بیٹھا رہا تھا۔

اپنی جگہ سے اٹھنا ضروری نہیں تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو گرفت میں لے کر کہا۔

"میں ڈوب نہیں رہا، تیر رہا ہوں۔ میں اپنے ہوش و حواس میں ہوں میں تیراکی کے مکمل قواعد کے مطابق ہاتھ پاؤں چلا رہا ہوں۔ ہاتھ اس طرح اور پاؤں اس طرح.....؟"

میں نے اس کے ہوش و حواس بحال کر دیئے۔ اور دماغ سے خوف کی لہریں کو نکالا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بے جگری سے تیرتا ہوا ساحل کی طرف آنے لگا۔ جو لوگ اس کی مدد کے لئے جانے والے تھے وہ رک گئے۔ ایک منہ زور لہر اسے ساحل پر پہنچا چکی تھی۔

لڑکی خوش ہو کر دوڑتی ہوئی اس کے پاس گئی اور اس سے لپٹ کر بولی۔

"مجھے بھی اس لڑکی کو حاصل کرنے اتنی خوشی نہ ہوتی، جتنی کہ اب ہو رہی تھی۔ کیونکہ میں ڈوبن کو واپس لا کر اسے ایک محبوب کا تحفہ دے رہا تھا۔ ریبن نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"تم کیا سمجھ رہی تھیں کہ میں ڈوب رہا ہوں۔"

"ہاں تم انا ڑیوں کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔"

"اے: وہ تو میں تمہیں ڈرا رہا تھا۔ سمندر سے کھیلنا تو میری ہوبی ہے۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا دنیا میں ایسے جھوٹوں کی کمی نہیں ہے جو بوت بھی اس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ دل اور دماغ کی گہرائیوں سے اسے چاہتی ہے۔

میں اس لڑکے کے دماغ سے نکل آیا۔ میرا میرے سامنے سے ہٹنے کا ارادہ تھا۔ اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"صاحب! اور کچھ شوق کریں گے۔؟"

میں نے کہا۔ "ہاں! کافی لے آؤ۔"

میں نے اس کی بات پر دھیان نہیں دیا تھا۔ وہ پھر لازواری

"کچھ اور شوق کریں گے ——؟"

آس —— میں نے اسے چونک کر دیکھا۔ پھر کہا۔ "نہیں، صرف کافی کا شوق ہے۔"

وہ مایوس ہو کر چلا گیا۔ میں سگریٹ نکال کر سلگانے لگا۔ ہماری دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین بھرا پڑا ہے۔ کوئی حسن ضرورت کے بازار میں بک جاتا ہے۔ اور کوئی حسن ایسا ہوتا ہے کہ دنیا کی ساری دولت بھی اسے خرید نہیں سکتی۔ اسے دین جیسے خوش نصیبوں کی محبت ہی خرید سکتی ہے۔

ریبن کی محبوبہ چلی گئی۔ دوسری میز پر دوسری آگئی۔ دوسری چینی کی گڑیا تھی۔ وہ پاکٹ سائز کی دوشیزہ نارنجی رنگ کے بلاؤز اور سیاہ اسکرٹ میں تازہ بہ تازہ پھول کی طرح کھلی ہوئی تھی۔ اس کا قد اس کا چہرہ اور اس کی جوانی، سب ہی کچھ پاکٹ سائز تھا۔ چینی دوشیزائیں گوری اجلی ہوتی ہیں، مگر زردی مائل ہوتی ہیں۔ وہ زرد پھول جذبات کے گلدان میں سجائے جانے کے قابل تھا۔

لیکن وہ حسینہ بھی تنہا نہیں تھی۔ اس کے سامنے میز کے دوسری طرف ایک قد آور انگریز بیٹھا ہوا تھا۔ وہ نیلی پتلون اور زرد رنگ کی بنیان پہنے ہوئے تھا۔ اس کے مضبوط جسم، چہرے کی سختی اور پھیلے ہوئے جبڑے دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ وہ بڑا ہی بے رحم اور کینہ پرور انسان ہے۔ اس نے ایک بار سرگھما کر میری جانب رشک بھری نظروں سے دیکھا۔ کیونکہ میں بھی اس کے قد کے برابر تھا اور ڈیل ڈول میں اس سے کم نہیں تھا۔ جب اس سے میری نظریں ٹکرائیں تو وہ حقارت سے "پھوٹ" کہہ کر اپنی حسین ساتھی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ہماری میزوں کے درمیان تقریباً دس قدم کا فاصلہ تھا۔ ان کی باتیں سنائی نہیں دے سکتی تھیں۔ لیکن میں سن سکتا تھا۔ وہ میز پر جھک کر غرا غرا کر ہوئی سرگوشی میں لڑکی سے کہہ رہا تھا۔

"مے ڈیئر! میں ایک ہی بات بار بار سمجھانے کا عادی نہیں ہوں اس طرح رونی صورت بنا کر نہ بیٹھو۔ فوراً مسکراؤ۔"

وہ آنسو بھرے لہجے میں بولی۔

"اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو کیا تم مسکرا سکتے ہو——؟"

"مجھ پر مصیبت لانے والا ابھی کوئی پیدا نہیں ہوا ہے مجھے بحث نہ کرو، ورنہ دونوں ہاتھوں سے تمہیں کپڑے کی طرح نچوڑ کر رکھ دوں گا۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر اپنے فولادی پنجے دکھائے۔ وہ خوفزدہ ہو کر جبراً مسکرانے لگی۔ اسی وقت ایک بیرا ایک ٹرے میں بیئر کی بوتل ایک گلاس اور لڑکی کے لئے دوسرے گلاس میں اورنج اسکواش لے آیا۔ میرے سامنے بھی کافی آگئی تھی۔ بیرے نے میرے سے کہا کہ بل لے آئے پھر کافی کی چسکیاں لینے لگا۔

مے یوگن خاموشی سے اور بخ اسکوائش کے گلاس کو تک رہی تھی۔ وہ سخت لہجے میں بولا۔

"خاموش کیوں بیٹھی ہو۔ گلاس اٹھا کر پیئو۔"

وہ عاجزی سے بولی۔

"ڈائمنڈ! مجھے کھانا پینا اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ زبردستی نہ کرو۔"

ڈائمنڈ نے غصے سے کہا۔

"میں یہاں ریسٹورنٹ میں تمہیں لاکر پچھتا رہا ہوں۔ لوگ تمہارے اس موڈ کو دیکھ کر کیا سوچیں گے۔؟"

"تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ مرغابیں کہیں ہوگا۔ وہ مغرب و شباب کا رسیا ہے۔ تمہیں دیکھتے ہی تم پر مرمٹے گا۔"

"ڈائمنڈ! میں تمہیں بہنا سمجھ کا واسطہ دیتی ہوں۔ مجھے بکنے والی چیز نہ بناؤ۔ میں نے آج تک کسی مرد سے دوستی نہیں کی۔ میں یہ کام نہیں کرسکوں گی۔"

"تمہارا باپ بھی کرے گا۔" اس نے غصہ سے میز پر ہاتھ مارا۔ اس کا ہاتھ ایسا بھاری پڑا کہ میز پر رکھی ہوئی تمام چیزیں اچھل کر ادھر ادھر گر پڑیں۔ ریسٹورنٹ کے سب ہی لوگ ان دونوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ بیرا دوڑتا ہوا آیا۔ ڈائمنڈ نے کہا۔

"میز صاف کرو۔ اور یہی آرڈر دوبارہ سرو کرو۔ ہری اپ۔"

وہ جلدی جلدی میز صاف کرنے لگا۔ دو بیٹے کٹے جوان ڈائمنڈ کے سامنے آکر تن کر کھڑے ہوگئے۔ ایک کے ہاتھ میں آہنی سلاخ تھی اس نے سلاخ کا آخری سرا ڈائمنڈ کے سینے پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"اے مسٹر! تم کون ہو۔ اور یہ کیا حرکت کر رہے ہو۔؟"

ڈائمنڈ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ اور جو میرے معاملات میں دخل اندازی کرتا ہے میں اسے آئندہ پیدا ہونے کے قابل نہیں رکھتا۔"

یہ کہتے ہی اس نے بڑی پھرتی سے ایک لات ماری اور آہنی سلاخ چھین کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پھر ان جوانوں سے بولا۔

"ذرا ادھر دیکھو کہ میں تم دونوں کو کس طرح توڑ مروڑ سکتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے آہنی سلاخ کے دونوں سروں کو تھام کر موڑنا شروع کیا اس کے بازوؤں کی پھلیاں سخت ہو رہی تھیں، ابھری ہوئی تھیں لوگ حیرانی سے اور دونوں جوان پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔ آہنی سلاخ آہستہ آہستہ درمیان سے خم کھا رہی تھی۔ پھر وہ اس طرح مڑ گئی کہ اس کے دونوں سرے آپس میں مل گئے۔ اس کے بعد اس نے سلاخ کو جوانوں کے پاس پھینک کر پوچھا۔

"اب کیا ارادہ ہے۔؟"

ان دونوں نے ایک دوسرے کو بزدلی سے دیکھا۔ پھر سر جھکا رہے گئے۔ مے یوگن پرس سے رومال نکال کر اپنے چہرے سے پسینہ پونچھنے لگی۔ ڈائمنڈ نے اپنی جگہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تم پہلے بھی دیکھ چکی ہو اور سمجھ چکی ہو کہ میں فولاد ہوں، گوشت پوست کے انسان میرے ہاتھوں میں پس کر رہ جاتے ہیں۔ اب تمہارے لئے یہ سوچ کر میرے حکم سے انکار نہ کرو۔ کہ تمہاری مدد کے لئے کوئی آسمان سے اتر کر آئے گا۔"

میں نے آس پاس دیکھا۔ ایک قہوہ میز پر ایک صاحب بہار بیدکی چھڑی لئے بیٹھے تھے۔ میں نے ان کے پاس جا کر وہ چھڑی فوراً دینے کے لئے طلب کی۔ انہوں نے دے دی۔ میں نے اسے ہاتھ میں لے کر ذرا ہلایا تو وہ کسی روسی شیزہ کی کمر کی طرح لچکنے لگی۔ میں اسے لے کر ڈائمنڈ کے سامنے پہنچ گیا۔ پھر بلند آواز سے بولا۔

"معزز حاضرین و ناظرین! اس دنیا میں ایسے بڑھ کر ایک فولاد انسان موجود ہیں۔ میں بھی آپ کے سامنے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں۔ غور سے دیکھئے....."

یہ کہہ کر میں نے بید کی چھڑی کے دونوں سروں کو تھام لیا اور اسے اس طرح آہستہ آہستہ موڑنے لگا جیسے اپنی پوری قوت کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں۔ بید میں تو اتنی لچک ہوتی ہے کہ اسے دو ڈھائی برس کا بچہ بھی موڑ سکتا ہے۔ میرے احمقانہ مظاہرے پر چاروں طرف سے قہقہے بلند ہونے لگے۔

بڑی محنت کے بعد بید کی چھڑی مڑ گئی۔ اور اس کے دونوں سرے مل گئے تو لوگ اس مذاق سے محظوظ ہونے کے لئے تالیاں بجانے لگے۔ میں نے چاروں طرف جھک جھک کر شکریہ ادا کیا۔ ڈائمنڈ مسکرا رہا تھا۔ مے یوگن پریشان تھی۔ اس لئے صرف حیرانی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"معزز حاضرین و ناظرین! یہ فولاد کو موڑنے والا شخص اسے سیدھا نہیں کرسکتا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ میں نے چھڑی کو موڑنے کے بعد دوبارہ سیدھا کر دیا (حالانکہ وہ خود بخود سیدھی ہو جاتی ہے) ایک بار اور تالیاں....."

تالیاں اور قہقہے گونجنے لگے۔ میں نے کہا۔

"اب آپ خاموش ہو کر اس بید کی آواز کو سنیں....."

میں نے بید کو فضا میں اوپر سے نیچے لچکایا۔ شائیں۔ شائیں کی آواز دور تک پھیلنے لگی۔ میں نے کہا۔

"یہ اوپر سے نیچے کی آواز تھی۔ اب بتائیے کہ دائیں سے بائیں کیسی آواز آتی ہے۔"

میں نے بید کو فضا میں دائیں سے بائیں لہرایا۔ دائیں طرف کی آواز تھی اور بائیں طرف ڈائمنڈ کی چیخ سنائی دی۔ کیونکہ اس کے منہ پر پڑی تھی۔ وہ لہو کھلا کر کرسی سمیت پیچھے الٹ گیا۔

شام لوگ گھبرا کر اپنی جگہ سے اٹھ گئے اور دور جانے لگے۔ کیونکہ میں خطرے کو دعوت دے چکا تھا۔

ڈائمنڈ جس بری طرح سلگ اٹھا تھا، یہ میں اس کی سوچ سمجھ رہا تھا۔ وہ بڑی پھرتی سے اٹھ کر غراتے ہوئے بولا۔

"اچھا تو تم میرے ہاتھوں مرنے آئے ہو۔؟"

وہ اپنے فولادی ہاتھ بڑھا کر میری طرف بڑھنے لگا۔ وہ بید کو پکڑنا چاہتا تھا۔ میں ایک ہاتھ کمر پر رکھ کر تلوار لڑنے کے انداز میں بید کو سنبھالے رہا تھا۔ اس نے اچانک مجھ پر جھپٹا مار لگائی۔ لیکن یہ اچانک والی بات دوسروں کے لئے ہو سکتی تھی۔ مجھے تو اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ کون سا قدم اٹھانا چاہتا ہے۔ نتیجہ ظاہر تھا وہ جھپٹا مار کر مجھ پر آنے کے بجائے میرے پیچھے والی میز پر اوندھے منہ گرا۔ میز اس کے بوجھ سے ٹوٹ گئی۔

وہ پھر بجلی کی سی تیزی سے اٹھا۔ دوسری بجلی سے شائیں شائیں کی آواز نکلی اس کے دائیں بائیں گالوں پر بید کی سرخ لکیریں پڑیں وہ پھر گر پڑا۔ سر کو جھٹک کر زخمی شیر کی طرح گرجنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی بید بھی ادھر سے ادھر جھک رہی تھی۔ اس کے ہر داغ کے اندر بجلیاں کوند رہی تھیں۔ اسے یوں لگ رہا تھا، جیسے وہ اندھا ہو گیا ہے۔ اور اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔

میں ہاتھ روک کر پیچھے ہٹ گیا۔ جب اسے مار کھانے سے فرصت ملی اور اس نے سر اٹھایا تو اسے دیکھنے والے کانپ گئے۔ اس کے چہرے کی کھال ادھڑ گئی تھی۔ وہ لہو سے ایسا بھیگ رہا تھا کہ آنکھیں نہیں کھل سکتا تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو بے ہوش ہو جاتا۔ مگر وہ اب بھی تکلیف کی شدت سے کبھی غرا رہا تھا اور کبھی کراہ رہا تھا۔ پھر وہ فرش پر سے اٹھنے لگا۔

مے یوگن تیزی سے میرے قریب آئی۔ پھر خوفزدہ سی سرگوشی میں بولی۔

"بھاگ جاؤ! یہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ یہ شیطان ہے۔ اور شیطان کبھی مرتا ہے، نہ کبھی شکست تسلیم کرتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں تمہیں بہت دیر سے پریشان دیکھ رہا تھا۔ تم اتنی حسین ہو کہ کوئی بھی تمہاری پریشانی سے لڑنے کے لئے شیطان سے ٹکرا سکتا ہے۔ اس لئے مجھے ہی اس سے ٹکرانے دو۔"

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے احسان مندی بھی جھلک رہی تھی۔ اور دہشت بھی سنمایاں تھی۔ ڈائمنڈ ایک رومال سے آنکھوں میں اترنے والے خون کو پونچھ رہا تھا۔ جب اسے نظر آنے لگا تو وہ مجھے دیکھ کر پھر غرایا۔ اور میری طرف بڑھنے لگا۔

میں نے یوگن کو پیچھے ہٹا دیا۔ اسی وقت ڈائمنڈ نے حملہ کر دیا۔ کرسی کے کٹتے ہی ہاتھ دکھانے کی کوشش کی۔ ناکامی و جھنجلاہٹ میں وہ اپنی تکلیف کو بھول گیا تھا۔ پینترے بدل بدل کر حملے کر رہا تھا۔ میں نے بید کو استعمال نہیں کیا اور نہ ہی جوابی حملہ کیا۔ میں صرف اپنا بچاؤ کر رہا تھا۔ میرے لڑنے کے اس انداز نے اسے بے حد مشتعل بنا دیا تھا۔

جب وہ متواتر حملوں کے باوجود مجھے ہاتھ بھی نہ لگا سکا تو گالیاں دینے لگا۔ میں گالیاں برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ وہ پیچھے کی جانب لڑکھڑایا۔ میں نے ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ پھر ایک جھٹکے سے پوری قوت کے ساتھ اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ کم بخت بہت ہی وزنی تھا۔ میں نے آہستہ آہستہ سر سے بلند کیا۔ پھر فضا میں اچھال دیا۔ وہ ریسٹورنٹ کے لان کے باہر ریت پر جا گرا۔ اتنے میں ریسٹورنٹ کا مالک چار سپاہیوں کو لے کر آگیا اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے تو کمال کر دیا۔ یہ بدمعاش اکثر گرمیوں کے موسم میں ادھر آتا ہے۔ اور ہفتہ بھر نقصان پہنچاتا ہے۔ اب تک یہ نہ جانے کتنے لوگوں کی پٹائی کر چکا ہے۔ آج پہلی بار آپ نے اس کا حلیہ بگاڑ دیا ہے آپ بتائیں میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔؟"

میں نے کہا۔ "اگر آپ مجھے پولیس وغیرہ کے جھمیلے سے بچا لیں تو مہربانی ہوگی۔"

"مہربانی کی کیا بات ہے۔ آپ آرام سے یہاں بیٹھیں۔ یہاں سب ہی آپ کی حمایت میں بولیں گے۔"

وہ لان کے باہر گیا۔ وہاں سپاہی ڈائمنڈ کو ایک اسٹریچر پر ڈال رہے تھے۔ مے یوگن دور کھڑی بہت دیر سے مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ جب میں نے اسے دیکھا تو وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے پاس آئی پھر بولی۔

"میرا نام مے یوگن ہے۔"

"میرا نام فرہ....." میں نام بتاتے بتاتے رک گیا کہ فرہاد تو دشمنوں کے لئے مر چکا ہے۔ میں نے کہا۔ "میرا نام فرید ہے۔"

مے یوگن نے پلٹ کر ڈائمنڈ کی طرف دیکھا۔ وہ اسٹریچر پر جا رہا تھا۔ پھر وہ میری طرف گھوم کر بولی۔

"وہ پھر آئے گا۔"

"ضرور آئے گا۔ مگر اپنے ساتھ اسٹریچر لائے۔"

وہ چند لمحوں تک پریشانی سے سوچتی رہی کہ اس شخص نے میری خاطر ڈائمنڈ کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ پھر اس نے پوچھا۔

"کیا واقعی تم نے مجھے پریشان دیکھ کر اسے چھیڑا ہے۔"

"ہاں! میں نے اندازہ لگایا ہے۔ کہ تم کسی وجہ سے اس کے سامنے بے بس اور بے بس ہو۔"

وہ سوچنے لگی۔ "اوہ، اس نے میرے متعلق کس قدر صحیح اندازہ

لگا یہ سب حالانکہ مجھ سے دور بیٹھا ہوا تھا۔"

پیرزہ بولی ۔۔۔ مسٹر فرید! میں تمہاری احسان مند ہوں کہ تم نے میری مجبوری سمجھ لی۔ کیا آپ میری ایک بات مانیں گے۔؟"

"ضرور! آؤ ہم یہاں بیٹھ کر باتیں کریں۔"

"میں تم سے یہی بات منوانا چاہتی ہوں کہ تم مجھ سے باتیں نہ کرو۔ میرے قریب نہ آؤ۔ جتنی جلدی ممکن ہو یہ جگہ چھوڑ کر کہیں دُور چلے جاؤ۔"

"اگر مجھے بھاگنا ہوتا تو میں تمہارے قریب نہ آتا۔ مجھے اپنی عجیبوں بتاؤ۔"

"میں نہیں بتاؤں گی۔ مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے پلٹ کر جانے لگی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "ہاں! میں یہی رویہ اختیار کروں گی۔ فرید مندی معلوم ہوتا ہے مگر کب تک میرا پیچھا کرے گا۔ میں اس سے تراؤں گی اور ڈائمنڈ کا ساتھ دوں گی تو یہ میرا خیال چھوڑ دے گا۔"

اس نے ذرا دور جانے کے بعد پلٹ کر مجھے دیکھا۔ میں اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ میرا یہ رویہ اس کی توقع کے خلاف تھا۔ مگر اس نے اپنے طور پر میرے متعلق سوچا۔

"یہ خود دار ہے ۔۔۔ میں نے ایک بار انکار کیا تو اس نے واقعی منہ پھیر لیا۔ چلو اچھا ہے۔ اگر یہ اسی طرح منہ پھیر کر کہیں چلا جائے تو ڈائمنڈ سے محفوظ رہے گا۔"

مجھے سے یُون کی یہ ادا بہت اچھی لگی۔ وہ میری بھلائی کے لئے مجھ سے پیچھا چھڑا رہی تھی۔ بلکہ پیچھا چھڑا لیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں اس کے دماغ میں موجود رہتا۔ لیکن ابھی وقت نہیں تھا۔ سونیا کے سفر کے تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ مجھے اس کی خبر لینی تھی۔ میں بل ادا کرنے کاؤنٹر پر گیا۔ کاؤنٹر گرل نے انکار کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"باس کا حکم ہے کہ تم سے کھانے کی قیمت نہ لی جائے۔ تمہارا نام کیا ہے۔؟"

میں نے نام بتایا۔ وہ بولی۔

"مسٹر فرید! میں تمہارے ساتھ وقت گزارنا چاہتی ہوں۔ شام کو میری ڈیوٹی ختم ہو جائے گی۔"

میں نے اسے ٹالنے کے لئے کہا۔

"اگر فرصت ملی تو میں شام کو تمہیں لینے آؤں گا۔ بائی۔۔۔۔"

میں ریسٹورنٹ کے باہر آکر سمندر کے کنارے چلنے لگا۔ کچھ آگے جا کر میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اسٹرموزیل کو دیکھ رہی تھی۔ اور اسٹرموزیل اپنی رسٹ واچ کو دیکھ کر کہہ رہا تھا۔

"سوا تین گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اب تک ہمیں فریکفرٹ پہنچ جانا چاہئے تھا۔"

سونیا نے کھڑکی کے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"باہر آسمان صاف ہے۔ اگر موسم خراب ہوتا تو یہ سمجھ لیا جاتا کہ پائلٹ نے رفتار سست کر دی ہے یا راستہ بدل کر ایک لمبا چکر کاٹ کر منزل تک پہنچنا چاہتا ہے۔ لیکن پرواز میں موسم ٹھیک ہو تو سب ٹھیک ہے۔ پھر دیر کیوں ہو رہی ہے؟"

اسٹرموزیل پریشانی سے پائلٹ روم کے دروازے کو دیکھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پائلٹ کو مخاطب کیا گیا تو وہ جواب نہیں دے گا یا کہہ سونیا اس کے دماغ تک پہنچ جائے گی۔

میں نے سونیا کو بتایا کہ اسٹرموزیل کیا سوچ رہا ہے۔ سونیا نے کہا۔

"اسٹر! میں پائلٹ کے دماغ تک نہیں جاؤں گی۔ تم اس سے کہو کہ ایک کاغذ پر صرف اتنا لکھ دے کہ ہمیں منزل تک پہنچنے میں دیر کیوں ہو رہی ہے۔ پھر وہ کاغذ کسی طرح دروازے کے ادھر پھینک دے۔"

اسٹر نے دروازے پر جا کر دستک دی۔ پھر وہی بات پائلٹ سے کی۔ اس کے بعد وہ سب انتظار کرنے لگے۔ میں بھی سمندر کے ساحل پر ٹہلتا ہوا انتظار کر رہا تھا۔ پندرہ منٹ گزر گئے۔ لیکن پائلٹ روم سے کوئی خبر موصول نہ ہوا۔ اسٹر نے دروازہ پیٹ پیٹ کر کہا۔

"ہارورڈ! تم خاموش کیوں ہو۔ تم اگر لکھ کر دو گے تو سونیا تمہارے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گی۔ فوراً جواب دو۔"

وہ پھر انتظار کرنے لگا۔ میں نے کہا۔

"سونیا! کچھ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔"

"ہاں مزاد! پائلٹ ہارورڈ نے کسی خاص وجہ سے خاموشی اختیار کی ہے۔"

اتنے میں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ دروازے کے نیچے سے رینگ کر آیا۔ اسٹر نے اسے بلند آواز سے پڑھا۔

"اور دو گھنٹے انتظار کرو۔"

آتا کہہ کر اسٹر بڑبڑانے لگا۔

"اس کا مطلب کیا ہوا۔ فریکفرٹ پہنچنے کے لئے کبھی اتنا وقت نہیں لگتا۔"

وہ پھر دروازہ پیٹنے لگا۔

"ہارورڈ! یہ کیا مذاق ہے۔ دو گھنٹے لیٹ پہنچنے کی وجہ لکھ کر بھیجو!"

دس منٹ گزر گئے۔ پندرہ منٹ گزر گئے۔ کوئی جواب نہ آیا۔ سونیا نے پوچھا۔

"اسٹر! یہ ہارورڈ تمہاری تعلیم میں کتنے عرصہ سے ہے؟"

"پانچ برس سے۔ اس کا ریکارڈ ہمیشہ اچھا رہا ہے۔"

سونیا نے سر جھٹک کر کہا۔

"اب اس کے ریکارڈ کو بھول جاؤ۔ کبھی تعلیم میں میرا ریکارڈ بھی اچھا تھا۔ میں نے مزاد کی خاطر بغاوت کی۔ یہ ہارورڈ کسی سونیا کے

لئے راستہ بدل چکا ہے۔"

"نہیں! ہارورڈ ایسا نہیں کر سکتا۔" اسٹر پھر دروازے پر طبلہ بجانے لگا۔

میں نے کہا۔ "سونیا! یہ بہت پرانی کہاوت ہے کہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔ اب یہ طے ہے کہ تم سپر اسٹر کی طرف نہیں جا رہی ہو اس پر تہ ارض کے کسی اجنبی علاقے میں کچھ نئے ہنگامے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"ہاں مزاد! آنے والا وقت کیسا ہی ہو، اس سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ تم آرام کرو۔ ابھی دو گھنٹے تک ہم سب بخیریت رہیں گے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سمندر کے ساحل پر حاضر ہو گیا۔ میں سوچ کی جگہ سے گزرتے گزرتے سمندر کے کنارے بہت دور تک نکل آیا تھا۔ تمام ہٹس اور انسانی آبادی پیچھے ہو گئی تھی۔ میں ایک ناریل کے درخت سے ٹیک لگا کر ریت پر بیٹھ گیا۔ وہاں تنہائی تھی، سکون تھا، کوئی مداخلت کرنے والا نہیں تھا۔ میں یُون کے دماغ میں جا کر بیٹھ گیا۔

وہ ایک ہٹ کے کمرے میں ایک بستر کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ بستر پر ڈائمنڈ پڑا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ پٹیوں سے اس طرح چھپا ہوا تھا کہ صرف آنکھیں دیکھنے کے لئے، ناک سانس لینے کے لئے، اور منہ کھانے کے لئے کھلا چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں پھر بھی میں یُون ایک کیئر کی طرح چپ چاپ وہاں کھڑی ہوئی تھی اور سوچ رہی تھی۔

"پتہ نہیں یہ شیطان آنکھ کھول کر مجھ سے کیا پوچھے گا۔ کہیں اپنی شکست کا سارا غصہ مجھ پر نہ اتارے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

"آخر میں اس شیطان سے اتنا ڈرتی کیوں ہوں۔؟"

"اس۔۔۔؟" اس کی سوچ نے کہا۔ "کیوں نہ ڈروں؟ اگر میں نے اس کے کسی حکم سے انکار کیا تو یہ میرے بوڑھے باپ کو قتل کر دے گا میری بہنوں کی زندگی برباد کر دے گا۔"

انسان جو سوچتا ہے۔ اس سوچ کا تصور قائم ہوتا ہے۔ دماغی آنکھوں کے سامنے وہ منظر آجاتا ہے۔ میں یُون کی دماغ کی اسکرین پر سوچ کی فلم چلنے لگی۔ بانگ کانگ کے مغرب میں کولون کی بندرگاہ پر اس کے ماہی گیر باپ کی کشتی نظر آرہی تھی۔ وہ کشتی اس کا مکان بھی تھی۔ ساحلی علاقوں میں بے شمار جاپانی باشندے اپنی زندگی کے دن رات کشتی میں گزارتے ہیں۔ بانگ کانگ کی آبادی اتنی زیادہ ہے کہ وہاں انسان کیڑے مکوڑوں کی طرح رینگتے نظر آتے ہیں۔ زمین پر رہنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس لئے انہوں نے سمندر کے سینے پر کشتیوں کے مکانات بنا لئے ہیں۔

میں یُون کا باپ وقت سے پہلے اس لئے بوڑھا ہو گیا کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ تین بیٹیاں تھیں۔ بڑی کا نام سے یُون، منجھلی کا نام مے یُون تھا۔ چھوٹی بہن کو وہ لوگ پیار سے مونا پکارتے تھے۔ یُون، ملازمت کرنے اور مے یُون پڑھنے کے لئے شہر جاتی تھیں۔ اس کی تعلیم کے اخراجات بڑی بہن برداشت کرتی تھی۔ وہ چھوٹا سا خاندان سب کی اچھائیوں میں شریک ہوتا تھا اور برائیوں سے محروم رہتا تھا۔ مگر ایک اچانک ہی سے یُون پر یہ انکشاف ہوا کہ اتنی غربت اور تنگدستی کے باوجود اس کی بڑی بہن اس کی تعلیم کے اخراجات کہاں سے پورے کرتی ہے۔

مے یُون انگریزی کی کئی جماعتیں پاس کر چکی تھی اور مے یُون کی شادی ہونے والی تھی۔ ایسے ہی وقت مے یُون کے راستے میں ڈائمنڈ آگیا۔ وہ دسویں جماعت کی سند لے کر اسکول سے واپس آرہی تھی کہ ڈائمنڈ نے پیچھے سے آواز دی۔

"لڑکی! سنو، میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں کسی اجنبی سے بات کرنا پسند نہیں کرتی۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھنے لگی۔ ڈائمنڈ نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ مدد کے لئے چیخنا چاہتی تھی، مگر اس کی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔ کیونکہ ڈائمنڈ نے دوسرے ہاتھ سے ایک تصویر نکال رکھا تھا۔ تصویر میں اس کی بہن مے یُون ایک مرد کے ساتھ بے لباس نظر آرہی تھی۔ ڈائمنڈ نے کہا۔

"تمہارا نام مے یُون ہے اور اس تصویر میں تمہاری ایک بہن ہے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ کیونکہ ایک بلیک میلر کو سب کچھ جاننا پڑتا ہے تمہاری بہن کی ایسی درجنوں تصویریں میری جیب میں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اب تمہیں عقل آگئی ہوگی۔ اور تم میرے ساتھ کسی اچھے ہوٹل میں بیٹھ کر باتیں کرو گی۔"

مے یُون کا سر چکرا رہا تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی بہن اس قدر بے حیائی پر اتر آئے گی۔ اسے یہ یُون پر غصہ آرہا تھا اور یہ بھی خیال آرہا تھا کہ یہ یُون کے جھانسے والے شوہر کے ہاتھوں میں یہ تصویریں پہنچیں گی تو پھر اس مہذب خاندان کی نیک نامی خاک میں مل جائے گی۔ تینوں بہنیں رشتوں کے انتظار میں بدنام زندگی گزارتی ہیں گی اور بوڑھا باپ صدمے سے مر جائے گا۔

ایک شاندار ہوٹل کے کیبن میں پہنچ کر ڈائمنڈ نے تمام تصویریں اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"انہیں غور سے دیکھ لو، یہ جعلی تصویریں نہیں ہیں۔ ان تمام کے نیگیٹو میرے پاس موجود ہیں۔"

مے یُون کو بہن کی ایسی تصویریں دیکھتے ہوئے شرم آرہی تھی۔ مگر یہ دیکھنا پڑا کہ تصویروں میں واقعی اس کی بہن ہے، یا کسی فاحشہ کے بدن پر مے یُون کی تصویر کی گردن جوڑ دی گئی ہے۔ مگر تصویریں بالکل صاف اور واضح تھیں۔ اس کی اپنی بہن کی تھیں۔ مے یُون نے پوچھا۔

"تم کون ہو۔؟ اور تم نے یہ تصویریں کہاں سے حاصل کی ہیں؟"

ڈائمنڈ نے کہا۔ "ان تصویروں میں جو مرد نظر آرہا ہے۔ وہ میرا کلائنٹ ہے دولت مند ہندوستانی ہے۔ اس کا نام تِلک چند ہے یہ شرقی

لوگ عیاش بھی ہوتے ہیں اور اپنی بدنامی سے بھی ڈرتے ہیں۔ مجھ جیسا بلیک میلر ایسے ہی لوگوں کی تاک میں رہتا ہے۔ یہ تمہاری بہن کو پھانس کر ایک کاٹیج میں لے گیا۔ میں عین وقت پر کیمرے لے کر پہنچ گیا۔ وہ چھپنا چاہتے تھے۔ میں نے ریوالور دکھا کر پہلے دونوں کی اچھی طرح پٹائی کی پھر انہیں دھمکی دی کہ اگر وہ میری مرضی کے مطابق تصویریں نہیں کھنچوائیں گے تو میں انہیں قتل کر دوں گا۔

تھک چند خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس نے مجھے بڑی سے بڑی رقم کا لالچ دیا۔ میں نے کہا لین دین کی بات بعد میں ہوگی پہلے میرے حکم پر عمل کرو۔ اگر تصویریں ذرا بھی خوف یا شرم کا اظہار کریں تو میں دونوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ مختصر یہ کہ میں نے اپنی منہ بولی کر لی۔ یہ تمام تصویریں اتاریں۔ اس کے بعد میں نے ان سے پوچھا۔ بولو کیا کہتے ہو؟ تھک چند نے کہا۔

"تم یہ تصویریں ضائع کر دو۔ میں تمہیں بیس ہزار روپے دوں گا۔"

میں نے کہا۔ یہ رقم تو تم یوں بھی سراہ دیتے رہو گے۔ ورنہ میں ان رنگین تصویروں کی البم شائع کر کے عیاشوں کے چور بازار میں فروخت کر دوں گا۔"

تمہاری بہن نے یوگن میرے قدموں پر گر کر کہنے لگی۔

"میں بازاری عورت نہیں ہوں۔ یہ دولت مند مجھے اکثر بلاتا تھا مگر میں نہیں جاتی تھی۔ پھر اس نے ناراض ہو کر مجھے ملازمت سے نکال دیا۔ میں دل برداشتہ اپنی کشتی میں پہنچی تو باپ سخت بیمار تھا اور میری بہن امتحان کی فیس کے لئے پیسے مانگ رہی تھی۔ میں نے انہیں یہ نہیں بتایا کہ میری ملازمت ختم ہو گئی ہے۔ میں انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن میری خاموشی سے سوک بیماری اور دوسری بیماریوں کا علاج نہیں ہو سکتا تھا۔ ان سب کے علاج میرے پاس تھک چند کے پاس تھا اس لئے دوسرے دن یعنی آج میں اس کے پاس آ کر جھک گئی یہ میری زندگی کی پہلی مجبوری ہے۔ خدا کے لئے اسے کاٹیج سے باہر نہ لے جاؤ۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے کہا۔

"میں فولادی انسان ہوں۔ مجھ پر آنسو اثر نہیں کرتے تم مجبور ہو اور مجبور ہو۔ اس لئے اتنی مہربانی کروں گا کہ تمہیں بلیک میل نہیں کروں گا۔"

ڈائمنڈ یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ مے یوگن نے تصویریں واپس کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب تم کیا چاہتے ہو؟"

اس نے مسکرا کر کہا۔

"میں زبان کا دھنی ہوں۔ میں نے دوسرے کے مطالبے تمہاری بہن کو بلیک میل نہیں کیا۔ میرا نام ڈائمنڈ ہے اور میں ہیرے کا انتخاب کرتا ہوں تم میرے لئے ایک بیش قیمت ہیرا ہو۔ میرے لئے تم عیاش دولت مند عورتوں کی تجوریاں کھول سکتی ہو۔"

"بکواس مت کرو! میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔"

"پہلے ایسی کوئی نہیں ہوتی، حالات کے جوتے پڑتے پڑتے میں تو سب ایسی ہو جاتی ہیں۔ میں اب تمہارے ساتھ نرمی سے باتیں کر رہا ہوں۔ تمہیں رفتہ رفتہ پتہ چلے گا کہ میں کتنا سخت اور سنگدل ہوں۔ تم بیدردی طرح تباہ کر میرے راستہ چلو گی یا تمہاری بہن کی شادی روک دوں۔ تمہارے باپ کو قتل کر دوں اور تمہاری چھوٹی بہن کو ٹیکسی بنا کر فٹ پاتھ پر پہنچا دوں۔"

پھر ایک بار میں یوگن کا سر چکرانے لگا۔ وہ اپنے حالات پر بڑی سنجیدگی سے غور کر رہی تھی۔ پہلے بہن پر غصہ آیا تھا۔ اب اس کی عزت بڑھ گئی تھی۔ اس نے بہن کو دس جائیدادیں پاس کرانے کے لئے بیمار باپ کے علاج کے لئے چپ چاپ کتنی بڑی قربانی دی تھی۔ قربانی اس کو کہتے ہیں کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔ کب کس نے اپنی گردن کٹائی، یا اپنی عزت لٹا دی۔

اچانک مے یوگن نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی خاموشی سے قربانی دے گی۔ اس نے ڈائمنڈ سے پوچھا۔

"اگر میں تمہارے ساتھ مرنے کے لئے چلوں تو کیا تم میری دونوں بہنوں کا پیچھا چھوڑ دو گے؟"

"میں زبان کا دھنی ہوں جب تک تم میرے اشاروں پر چلتی رہو گی میں تمہاری بہنوں پر اپنا سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گا۔ انکار کی صورت میں میں [illegible] کر میں کیا کر گزروں گا۔"

"تم مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

مے یوگن کو اپنے اس سوال کا جواب مل چکا تھا۔ ڈائمنڈ اسے ہلاکو کا نام سے سیلا لایا۔ پھر وہاں سے یہاں سنڈے کے کنارے لے آیا۔ اس کے ساتھ رہ کر مے یوگن ہمیشہ ڈرتی رہتی تھی کہ پتہ نہیں وہ کب اس کی عزت پر حملہ کرے گا اور وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔

لیکن اس معاملے میں ڈائمنڈ نے بڑی شرافت کا ثبوت دیا تھا اس نے مے یوگن کو کبھی اپنے پہلو میں وقت گزارنے پر مجبور نہیں کیا۔ اس کی دولت کو دیکھتی کر اسے صرف شراب اور قمار بازی سے دلچسپی تھی۔ مے یوگن کے لئے [illegible] وہ کسی بہت ہی بزدل دولت مند کو پھانسنے کے لئے وہاں آیا تھا۔ اور وہ خوف اور شرم سے سوچ رہی تھی کہ وہ گھڑی کیسی قیامت کی ہوگی۔ جب کوئی اس کی عزت کی طرف ہاتھ بڑھائے گا۔

بے شک وہ بااصول اور نیک لڑکی تھی۔ اب تک کوئی مرد اس کی زندگی میں نہیں آیا تھا۔ وہ صرف اسکول کی کتابوں سے دوستی کرتی تھی۔ آخری [illegible] دسویں جماعت کی سند لے کر اسکول سے نکلی تو اسے گھر جانا نصیب نہ ہوا۔ بوڑھے باپ نے اور دونوں بہنوں نے یہ سمجھا ہوگا کہ کسی نے مے یوگن کو اغوا کیا ہے۔ وہ پولیس کے ذریعے اسے تلاش کر رہے ہوں گے۔

مے یوگن کے دماغ کی اسکرین پر جو فلم چل رہی تھی، میں اسے دیکھ رہا تھا وہ اپنے باپ کی نیک نامی اور بہنوں کی عزت بحال رکھنے کے لئے چپ کا زہر پی رہی تھی۔ اس نے مجھے بھی نہیں بتایا کہ وہ کن حالات سے گزر رہی ہے، اور کس قدر بیچارہ ہو کر اپنی عزت کے سب سے اہم سرمائے کو لٹانے والی ہے۔ اور اس کے تصور سے ہی وہ اندر ہی اندر مرتی رہتی تھی۔

اس وقت ہٹ کے کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ ڈائمنڈ پٹڑی سے بندھا بستر پر پڑا تھا۔ اور مے یوگن ایک زرخرید لونڈی کی طرح بستر کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے تھوڑی دیر کے لئے اسے چھوڑ دیا اور ڈائمنڈ کے دماغ میں جھانکنے لگا۔

اس کی آنکھیں بند تھیں مگر وہ جاگ رہا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ مے یوگن اس کے قریب کھڑی ہوئی ہے۔ وہ ندامت اور غصے سے آنکھیں نہیں کھول رہا تھا۔ کیونکہ زندگی میں پہلی بار کسی عورت کے سامنے اس کی بری طرح پٹائی ہوئی تھی وہ غصہ میں بند آنکھوں کے پیچھے بھنچے بھنچے بڑبڑا رہا تھا۔ اور خیال ہی خیال میں میری پٹائی کر رہا تھا۔ خیالوں کی دنیا میں وہ شیر بہت کمزور نظر آتا ہے۔ اس لئے وہ بڑی آسانی سے میرا گلا گھونٹ کر مجھے مار رہا تھا میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"میرے سوچنے سے وہ نہیں مرے گا۔ کم بخت بہت چربیلا ہے ایک بید کی چھڑی سے اس نے کتنا زبردست کام دکھایا ہے۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "میں خوب سمجھ گیا ہوں۔ وہ جسمانی طور پر میری طرح طاقتور نہیں ہے۔ صرف پھرتیلا ہے۔ اسی لئے میرے حملوں سے بچتا رہا۔ مگر اب نہیں بچے گا۔ میں نے سپاہیوں کو بھاری رشوت دے کر اپنی جان چھڑا لی ہے۔ اور ان سے یہ معلوم کر لیا ہے کہ وہ دشمن سولہ نمبر کے ہٹ میں رہتا ہے۔ آج رات جب وہ کاٹیج میں سوتا ہے گا تو ایسے وقت اس میں پھرتی نہیں ہوگی۔ میں اسے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے شوٹ کر دوں گا۔"

یہ سوچتے ہوئے اس نے آنکھیں کھول کر مے یوگن کو دیکھا۔ وہ خوف سے لرزنے لگی۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے پوچھا۔

"وہ کہاں ہے؟"

"کون؟" مے یوگن نے انجان بن کر پوچھا۔

"وہی دشمن، جس کی موت میں اپنے ہاتھوں سے لکھوں گا۔"

"میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہوگا۔ اس نے مجھے روکنے کی کوشش کی تھی۔ مگر میں تمہارے پاس چلی آئی۔"

"جاؤ اسے تلاش کرو اور اس سے دوستی کر لو۔"

"ہم، ہیں۔ کیا میں تمہارے دشمن سے دوستی کروں؟"

"ہاں۔ دوستی کر لو اور اسے محبت کے جال میں الجھاؤ۔ اس سے دوڑ کر آج کی رات تم اسی کے ہٹ میں گزارو گی۔"

"نن۔ نہیں ڈائمنڈ! میری شرم رکھ لو۔ مجھے بازاری عورتوں جیسا کام کرنے پر مجبور نہ کرو۔"

"بکواس مت کرو۔ یہ نہ سوچو کہ میں مرنے والا ہوں اور آدمی دو

تمہاری بہنوں تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ میں بہت سخت جان ہوں۔ پتہ نہیں ابھی میرے ہاتھوں کتنوں کی موت لکھی ہوئی ہے۔ تم مجھ سے بحث نہ کرو۔ وہ سولہ نمبر کے ہٹ میں رہتا ہے۔ آج رات اسے تمہارے ساتھ اسی ہٹ میں رہنا چاہئے۔ بس اب یہاں سے جاؤ۔"

وہ سر جھکا کر باہر چلی گئی۔ میں نے ڈائمنڈ کی سوچ میں کہا۔

"کہیں یہ لڑکی میرے خلاف ہو کر دشمن سے نہ مل جائے۔"

اس کی سوچ نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"جب تک بلیک میلنگ کا مواد میرے قبضہ میں ہے یہ میری مخالفت نہیں کرے گی۔ میرے قدموں میں لوٹتی رہے گی۔"

وہ سوچنے لگا۔ دماغ کی اسکرین پر دیکھنے لگا کہ مے یوگن کی تمام تصویریں اور نیگیٹو اس کے علاوہ دوسروں کے خلاف بلیک میلنگ کا دوسرا مواد بھی اس کے بریف کیس میں موجود ہیں۔ اور وہ بریف کیس اس سمجھ پر رکھا ہوا ہے جو اس کے کمرے میں بستر کے اوپر چھت سے ذرا نیچے بنی ہوئی ہے۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ میں اس کے دماغ سے نکل گیا اور مے یوگن کو دیکھنے لگا۔ وہ اپنے ہٹ کے باہر کھڑی سوچ رہی تھی کہ مجھے کہاں تلاش کرے گی۔ اسے محبت کرنی بھی نہیں آتی، وہ مجھے کس طرح محبت کے جال میں پھانسے گی۔ مجھے اس کی معصومیت پر بڑا پیار آیا۔ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے ہٹ کی طرف گھمایا۔ تاکہ وہ ڈائمنڈ کے ہٹ کا نمبر پڑھے اور اس نے نمبر معلوم ہونے کے باوجود دو بار اسے پڑھ لیا۔

مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ بلیک میلر سپیچن نمبر کے ہٹ میں آرام فرما رہا ہے۔ میں اس طرف بڑھنے لگا۔ مے یوگن میری تلاش میں ریسٹورنٹ کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے اسے جانے دیا۔ اسے چھوڑ کر ڈائمنڈ کی خبر لی اس کی سوچ میں کہا۔

"تھوڑی دیر بعد شام ہونے والی ہے۔ پھر رات ہوگی۔ وہ دشمن شاید آدھی رات سے پہلے نہیں سوئے گا۔ ابھی اسے ہلاک کرنے کے لئے بہت وقت ہے۔ میں تھک گیا ہوں۔ کیوں نہ تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤں۔"

وہ قائل ہو گیا۔ کیونکہ واقعی اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ میں اس کے ہٹ کے پیچھے پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ اور خیال خوانی کی لوری دے کر اسے سلانے لگا۔ کیونکہ وہ خود ہی سونا چاہتا تھا۔ اس لئے جلد ہی نیند میں ڈوب گیا۔ میں ہٹ کے پیچھے سے گھوم کر برآمدے میں آیا۔ پھر اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے بستر پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا میں چاہتا تو اسے قتل کر کے ہدیہ کے لئے قصہ تمام کر دیتا۔

یہ تو میں نے طے کر لیا تھا کہ اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بے خبر سوئے ہوئے دشمن پر حملہ کرنا مردانگی نہیں ہوتی۔ اگر وہ جاگتا ہوتا تب بھی میں اسے ڈھیل دے دیتا۔ کیونکہ وہ بری طرح زخمی تھا۔ پھر یہ کہ دشمن کو مارنے سے زیادہ لطف اس بات میں آتا ہے کہ وہ زندہ رہ کر جھنجلاہٹ میں مبتلا رہے۔ رات کو میرے ہٹ میں آجائے تو میں نہ ملوں۔ سامان پر نظر ڈالے، تو بریف کیس نہ ملے۔ مے یوگن کو آواز دے تو وہ مظلوم لڑکی میری پناہ میں ہو۔

بلیے وقت اس کی وحشت اور دیوانگی قابلِ دید ہوتی۔

میں نے اس کے بستر پر پڑے کمبل پر جھپٹا مار کر اسے اپنے اوپر ڈال لیا۔ پھر بریف کیس اٹھا کر بستر سے اتر گیا۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ میں اس کمرے سے نکل کر برآمدے میں آیا۔ پھر ریسٹورنٹ کی طرف جانے لگا۔ کیونکہ اسے ادھر ہی گئی تھی۔ راستے میں مجھے خیال آیا کہ میں نامود کی طرف سے بالکل ہی غافل ہو گیا ہوں اور یہ بہت بڑی حماقت ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کی سوچ کر ٹٹولا۔

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا شہر پہنچ گیا تھا۔ منزا اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور اب وہ دونوں بیمار بوڑھے کے ڈاکٹر بیٹے کے مکان کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے دو چار بار نامود کے ذہن کو کریدا۔ اس کے دماغ میں اپنے خلاف سوچیں پیدا کیں۔ مگر وہ مجھ سے اس قدر دہشت زدہ تھا کہ اس نے ہر مخالف سوچ کو شکار دیا۔ وہ دل ہی دل میں توبہ کرتا رہا۔ اور سوچ کے ذریعے مجھ سے معافی مانگتا رہا۔

میں نے مطمئن ہو کر اسے آزاد چھوڑ دیا۔ پھر اپنی سونیا کو آواز دی۔ اس نے کہا۔ "ایک گھنٹہ اور بیس منٹ گزر چکے ہیں ابھی تک حیرت ہے۔ چالیس منٹ کے بعد پتہ چلے گا کہ بالٹ ہارورڈ ہیں کس منزل پر پہنچا ہے۔"

"اچھی بات ہے سونیا! میں ٹھیک چالیسویں منٹ پر تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"سنو فرہاد! یہ چمپیری ابھی قابو سے باہر ہو گیا تھا۔ یہ بالٹ روم کا دروازہ توڑنا چاہتا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے ڈانٹ ڈپٹ کر اپنے پاس بٹھایا ہے۔"

"ہاں! وہ صرف ماں کی ہی ڈانٹ سن کر آدمی بن سکتا ہے بالٹ روم کا دروازہ نہیں توڑنا چاہئے۔ ہارورڈ خود کو خطرے میں دیکھ کر طیارے کو تباہی کی طرف لے جائے گا۔ تم اپنے ضدی بچے کو اپنے ہی پاس بٹھا رکھو۔ اچھا خدا حافظ۔"

اس وقت تک میں ریسٹورنٹ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ وہاں لان میں مجھے یوآن نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے معلوم کیا وہ ریسٹورنٹ کے اندرونی حصے میں مجھے تلاش کرنے گئی تھی۔ میں سر جھکا کر تیزی سے چلتا ہوا ریسٹورنٹ سے ذرا آگے نکل گیا۔ کیونکہ وہاں کی کاؤنٹر گرل مجھ سے شام کو ملنا چاہتی تھی اور شام ہو چکی تھی۔ میں آگے جا کر ریسٹورنٹ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ تاکہ سے یوآن مجھے دیکھ لے۔

ایسا ہی ہوا۔ اس نے لان میں آ کر دور تک نظر دوڑائی تو میں اسے نظر آ گیا۔ میں اس کی طرف سے انجان بنا ہوا تھا۔ وہ میری طرف آنے لگی۔ میں پلٹ کر جانے لگا۔ پھر اس نے تیزی سے قدم بڑھائے۔ لیکن اس کے پاؤں جھوٹے تھے اور میں لانبے لانبے ڈگ بھر رہا تھا۔ اس طرح ہم ریسٹورنٹ سے بہت دور نکل آئے۔ اس نے ہانپتے ہوئے آواز دی۔

"مسٹر فرہاد ——!"

میں نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ پھر پلٹ کر جانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے دماغ میں کہا۔

"اوہ میں نے فرہاد سے کہا تھا کہ مجھے اس کی ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی لئے وہ ناراض ہے۔ پہلے میں اس سے منہ پھیر کر گویا اس کی ہمدردی کو ٹھکرا چکا ہوں۔ اب وہ مجھ سے منہ پھیر کر جا رہا ہے۔"

اس کے دماغ میں یہ بات آتے ہی وہ زور زور سے کہنے لگی۔

"مسٹر فرہاد! مجھے معاف کر دو۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

میں ٹھہر گیا۔ وہ میرے پیچھے دوڑتے دوڑتے تھک گئی تھی۔ آہستہ آہستہ آنے لگی۔ میرے قریب پہنچتے ہی وہ بریف کیس کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ اس نے حیرانی سے کہا۔

"یہ —— یہ ڈائمنڈ کا بریف کیس ہے۔ یہ تمہیں کہاں سے ملا؟"

"میں ڈائمنڈ کی مزاج پرسی کو گیا تھا —— وہ سو رہا تھا۔ باہر چمان سے یہ بریف کیس کھول کر دیکھا تو اس میں بلیک میلنگ کا خط نظر آیا……"

"بلیک میلنگ!" وہ چونک کر بولی۔ "اس میں کیا لکھا ہے؟ کیا کچھ تصویریں ہیں ——؟"

"ہاں۔ اس میں بہت سی ننگی تصویریں ہیں۔"

"اوہ ——" وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔

میں نے کہا —— "اس بریف کیس میں تمہارے خلاف کچھ ہے۔ تم کیوں رو رہی ہو ——؟" وہ روتی ہوئی سوچ رہی تھی۔

"میں اس شخص کو کیسے بتاؤں کہ اس بریف کیس میں سب کچھ میرے ہی خلاف ہے۔ کیونکہ میری بہن کی عزت میری عزت ہے۔ میرے خاندان کی عزت ہے۔ میں فرہاد سے کس منہ سے کہوں کہ اس میں میری بہن کی تصویریں ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ پڑھنے کے بعد کہا۔

"مے یوآن! تم مجھ سے منہ پھیر کر اس لئے چلی گئی تھیں کہ اپنے کچھ نہیں بتانا چاہتی تھیں۔ مگر اب میں بہت کچھ سمجھ گیا ہوں۔"

"کیا ——؟" اس نے گھبرا کر اپنے منہ پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا۔

میں نے کہا۔ "تم مجھے ڈائمنڈ جیسے خطرناک آدمی سے دور جانے کا مشورہ دے رہی تھیں۔ اس سے میں نے سمجھ لیا کہ تم بہت بڑی ہو۔ وہ غیر کی خطرات اور مصائب سے بچاتی ہو۔ شاید اس بریف میں تمہاری کسی سہیلی کی تصویریں ہیں۔ تم اسے بدنامی سے بچانے کی شرم رکھنے کے لئے آنسو بہا رہی ہو۔ کیوں یہی بات ہے نا؟"

اس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں —— ہاں۔ میں کسی کی بربادی نہیں چاہتی۔ مجھ سے میرے کا نام نہ پوچھو۔ اگر تم بھی بلیک میلر نہیں ہو۔ ایک اچھے انسان ہو بریف کیس کو آگ لگا دو۔"

"یہاں آگ لگائی جائے گی تو لوگ شبہ کریں گے۔ اور قریب دیکھیں کہ آؤ یہاں سے دور چلیں۔ میں تمہاری خواہش پوری کر

ملک میں ہوتے ہیں میں نے کہا۔

"سونیا! یہاں پہنچ گئی ہو؟ ماسٹر موزیل سے پوچھو، کیا وہ اس جگہ کو پہچان سکتا ہے؟"

سونیا نے ماسٹر سے پوچھا۔ اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ کم بخت ہارورڈ بھی طیارے سے باہر نہیں نکل رہا ہے۔ اور میں بھول گیا تھا۔ اب تو ہارورڈ بھی طیارے سے باہر نہیں نکل سکتا۔"

"کیوں؟" سونیا نے پوچھا۔ "کیوں نہیں نکل سکتا؟"

ماسٹر نے کہا۔ "جہاں سے اس طیارے نے پرواز شروع کی تھی وہاں اس کے بیرونی دروازے مقفل کئے گئے ہیں ان بیرونی دروازوں کی دوسری چابیاں فرنیکچرٹ کے ایئر پورٹ پر ہیں۔ یہاں یہ دروازے کھل نہیں سکتے۔"

سونیا نے مجھ سے کہا۔ "اب کہو فرہاد ——؟"

میں نے کہا۔ "پائلٹ ہارورڈ کو بھی یہ بات معلوم ہو گی کہ وہ دروازے فرنیکچرٹ کے ہوائی اڈے پر کھل سکتے ہیں۔ لہٰذا وہ جان بوجھ کر اسی طیارے میں قید رہنے کے لئے اس ویرانے میں لینڈ نہ کرتا وہ جس خاموشی اور صبر سے بیٹھا ہوا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اسے اپنے لوگوں کا انتظار ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی کو وہاں پہنچنے کی اطلاع دے چکا ہو۔"

سونیا نے تائید کی۔ مجھے چمپیری کی آواز سنائی دی۔

"ممی! آپ مجھے اجازت کیوں نہیں دیتیں۔ میں دروازوں کو توڑ دوں گا۔ میں آپ کو دکھانا چاہتا ہوں کہ آپ کا بیٹا کتنا طاقتور ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ تم دروازوں کو توڑ سکتے ہو۔ مگر خاموش بیٹھے رہو۔"

"آپ مجھے نزدل بنا رہی ہیں ——"

"نہیں —— میں چاہتی ہوں عجیب ماں پر کوئی مصیبت آئے تب بیٹا اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے۔ ابھی مجھ پر کوئی مصیبت نہیں آئی ہے ——"

"ممی! آپ عجیب ہیں۔ مصیبت کو مصیبت نہیں سمجھ رہی ہیں۔ اچھا تو پھر میں بھی آپ کا بیٹا ہوں۔ مصیبت کو مصیبت نہیں سمجھوں گا۔"

"شاباش! اب خاموش رہو۔ مجھے ذرا سوچنے دو۔"

"فرہاد! یہ تو عجیب سچویشن ہے۔ نہ یہ جگہ سمجھ میں آتی ہے نہ دشمن سمجھ میں آتے ہیں ——" سونیا نے مجھ سے کہا۔

میں نے کہا۔ "تمہارا سفر اندھا تھا۔ تمہاری منزل اندھی ہے پتہ نہیں تقدیر تمہیں دنیا کے کس خطے میں لے آئی ہے۔ میں خیال خوانی سے انسانوں کا جغرافیہ پڑھ سکتا ہوں۔ اس خطے کا جغرافیہ نہیں پڑھ سکتا۔ ذرا صبر کرو اور دیکھو کہ کیا ظہور میں آتا ہے۔"

اس نے مجھے حیرت اور مسرت سے دیکھا۔ پھر میرے ساتھ چلنے لگی۔ اس کے دماغ میں یہ شبہ کروٹ لے رہا تھا کہ شاید میں اسے دھوکہ دے کر دریا کی طرف لے جا رہا ہوں۔ وہ یہ سوچ رہی تھی۔

"بریف کیس میں جو کچھ ہے اس سے فرہاد لاکھوں روپے کما سکتا ہے۔ لیکن مجھ سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کر رہا ہے۔ کیا میں اسے فرشتہ سمجھ لوں۔"

اس نے سوچتے ہوئے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ اب وہ یہ سوچ کر کہ ڈرٹی ہی تھی ڈائمنڈ بھیجا کرتے ہوئے نہ پہنچ جائے۔ اس نے کہا۔

"مسٹر فرہاد! ذرا جلدی چلو۔ کہیں وہ شیطان نہ آ جائے۔"

مجھ پر ابھی نہیں۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ اگر جاگے گا تب بھی اس کے دماغ میں یہ بات نہیں آئے گی کہ کوئی اس کے کمرے میں گھس کر، اس کے بستر پر پڑا ہوا کمبل چمان سے بریف کیس لے جا سکتا ہے۔ وہ صرف تمہیں تلاش کرے گا۔"

مجھے تلاش نہیں کرے گا۔ وہ بہت کمینہ ہے۔ اس نے مجھے تمہارے پاس خود ہی بھیجا ہے کہ آج رات میں کسی طرح تمہیں تمہارے ہٹ میں لے جاؤں۔ وہاں تمہیں باتوں میں الجھاؤں۔ پھر وہ تمہیں قتل کرنے وہاں آئے گا۔"

"پھر تو تمہیں اطمینان ہونا چاہئے کہ وہ ادھر نہیں آئے گا۔"

یہ کہہ کر میں نے گھڑی دیکھی۔ چالیس منٹ پورے ہو چکے تھے۔ میں نے ذرا سی سونیا کے دماغ کو چھو لیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ طیارہ کسی جگہ اترنے کے لئے چکر کاٹ رہا ہے۔ سب لوگ سیٹ بیلٹ باندھے بیٹھے ہوئے تھے۔ اب مجھے سونیا کے ساتھ رہنا تھا۔ میں نے یوآن سے کہا۔ "ہم کافی دور آ گئے ہیں۔ یہاں کوئی نظر نہیں آ رہا ہے تم یہ بریف کیس لے کر اور جتنی دور جا سکتی ہو چلی جاؤ۔ میں یہاں بیٹھ کر آبادی کی طرف دیکھتا رہوں گا۔ کوئی آئے گا تو میں تمہیں فوراً خبر کر دوں گا۔"

میں نے اسے بریف کیس دیا۔ آگ لگانے کے لئے ماچس دی۔ بریف کیس کی چابی نہیں تھی۔ یوں کہئے کہ میں چابی حاصل کرنا بھول گیا تھا میں نے جیب سے پھل کاٹنے کا چاقو نکال کر اسے دیا اور کہا۔

"چابی نہیں ہے۔ شاید کہیں گر گئی ہے۔ اس چاقو سے بریف کیس کی چمڑے کی چادر لیاری آسانی سے کٹ جائے گی۔ اب تم جاؤ۔"

وہ تیز قدموں سے کر آگے بڑھ گئی۔ میں ریت پر بیٹھ کر سونیا کے دماغ میں جھانکنے لگا۔

ایک طویل پرواز کے بعد طیارہ زمین پر آ کر ٹھہر گیا تھا۔ سب لوگ سیٹ بیلٹ کھولنے کے بعد طیارے کی مختلف کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے۔ طیارے کے ایک طرف دور تک ہموار میدان تھا۔ دوسری طرف درخت نظر آ رہے تھے۔ طیارے کے دوسری طرف میدان اور سبز پہاڑ دکھائی دے رہے تھے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون سی جگہ ہے۔ کیونکہ میدان، پہاڑ، جنگل، زمین اور آسمان تقریباً ہر

طیارے کے اندر سب کے دلوں میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ میں سونیا کی سوچ کے ذریعے ماسٹر موزیل اور اس کی داشتہ میرلن کو دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں کبھی طیارے کی دائیں اور کبھی بائیں کھڑکی کے پار دیکھ رہے تھے۔ کسی طرح معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ کس جہنم میں پہنچ گئے ہیں۔ ایسے وقت جہنم کے متعلق ہی سوچا جا سکتا تھا، کیونکہ کوئی دشمن کسی کو جنت کی طرف نہیں لے جاتا۔

چمپینزی اپنی ممی کے پاس سے اٹھ کر شیلا کے پاس پہنچ گیا تھا اور اسے کہہ رہا تھا۔

"جب ممی کہہ رہی ہیں کہ کوئی مصیبت نہیں ہے تو پھر دروازہ توڑنا فضول ہے۔ آؤ تم اپنی اداؤں سے مجھے توڑ دو۔"

شیلا نے ہنستے ہوئے اس کی گردن میں اپنی باہیں ڈال دیں۔ ماسٹر موزیل نے ناگواری سے پوچھا۔

"سونیا! تم نے چمپینزی کو یہ کیا سجھا دیا ہے؟ کیا ہم مصیبت میں گرفتار نہیں ہیں؟"

"میں یہی سمجھتی ہوں۔" سونیا نے کہا۔ "اگر یہ غلط ہے تو تم ہی بتاؤ کہ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہیں۔۔۔؟"

ماسٹر موزیل نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔ پھر پوچھا۔

"کیا یہ مصیبت نہیں ہے کہ طیارے کا پائلٹ ہمارا دشمن بن گیا؟ یہ ایسی جگہ سے آیا ہے، جو ہمارے لئے جہنم بن سکتی ہے۔ اگر اس کے حامی یہاں پہنچ گئے تو ہمیں گولی مار سکتے ہیں۔ اور تم کہتی ہو کوئی مصیبت نہیں ہے۔"

سونیا نے بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔

"ماسٹر! میری زندگی کی ڈکشنری میں مصیبت کا لفظ نہیں ہے۔ کیونکہ مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آسان ہو گئیں۔ میرے یہ تجربات تو تمہارے سامنے ہیں۔ تم نے خود مجھے برزانی علاقہ میں بھیج کر مشکلات میں الجھایا تھا۔ دیکھ لو میں آج بھی تمہارے سامنے زندہ سلامت بیٹھی ہوئی ہوں۔"

ماسٹر نادم سا ہو کر بولا۔

"سونیا! وہ باتیں بھول جاؤ۔ اس وقت ہم دشمن تھے۔ مگر اب دوست ہیں۔"

"لیکن ماسٹر! پائلٹ ہارورڈ تمہارا دوست نہیں ہو گا۔ طیارے کا خواہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ ہارورڈ اپنے بچوں کے کھیلنے کے لئے یہ جہاز یہاں لایا ہو۔"

"ہاں! میں سمجھ رہا ہوں کہ اس اخبار کے پیچھے کوئی بہت بڑا مقصد ہے۔ اور ہارورڈ کے پیچھے جو دشمن ہیں، وہ جانے پہچانے ہیں۔"

ماسٹر موزیل کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ ریڈ پاور کی خفیہ تنظیم پر شبہ کر رہا ہے۔ میں نے سونیا کو اس کی سوچ بتا دی۔ سونیا نے مسکرا کر پوچھا۔

"ماسٹر! تم ریڈ پاور کے متعلق سوچ رہے ہو۔؟"

اس نے چونک کر سونیا کو دیکھا۔ وہ ذرا دیر کے لئے بھول گیا تھا کہ سونیا سوچ پڑھ سکتی ہے۔ اس نے کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"آں۔ ہاں!۔ ریڈ پاور کے لوگ ہم سے اکثر ٹکراتے رہتے ہیں۔ مجھے یقین ہو چلا ہے کہ ہارورڈ اسی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "اگر یہ بات ہے تو سمجھ لو کہ چمپینزی شیلا اور اس کے کوئی مصیبت نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا تعلق کسی تنظیم سے نہیں ہے۔ ہم میرلن دشمن تنظیم کے اہم افراد ہیں۔ اس لئے یہ لوگ ہمیں گولی مار دیں گے۔"

میرلن گھبرا کر ماسٹر کے بازو سے لگ گئی۔ ماسٹر نے کہا۔

"سونیا! تم میرلن کو خوفزدہ نہ کرو۔"

"میں تم دونوں کو آنے والی مصیبت سے آگاہ کر رہی ہوں۔ دیکھو تم نے ہارورڈ کو بہت پہلے بتا دیا تھا کہ سونیا شاید ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

"ہاں! میں نے شبہ ظاہر کیا تھا۔ سپر ماسٹر بھی یہی کہتا ہے کہ اس نے تمہیں یہ علم سکھایا ہو گا۔ اسی لئے تم خطرات سے بچے نکلتی ہو۔ میں نے ہارورڈ کو سمجھا دیا تھا کہ وہ تمہارے سامنے نہ آئے اور نہ ہی اپنی آواز تمہیں سنائے۔ کیونکہ وہ جہاز کا ناخدا ہے۔ اسے تم سے محفوظ رہنا چاہئے۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے مجھے جس جال میں پھانس کر سپر ماسٹر کے پاس پہنچایا تھا، ہارورڈ تمہیں اسی جال میں پھانس کر یہاں لے آیا ہے۔ اس طیارے میں تم نے میری گفتگو ریکارڈ کی ہے۔ میں نے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ سب کچھ ہارورڈ کے علم میں ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ ماسٹروں کی تنظیم میں میری اہمیت کتنی بڑھ گئی ہے۔ میری یہی اہمیت ریڈ پاور کی بھی ہو گی۔ اس لئے ہارورڈ اور اس کے آدمی مجھے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اپنی تنظیم کے کسی سربراہ کے پاس لے جائیں گے۔"

ماسٹر موزیل کا منہ لٹک گیا۔ اس نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"سونیا! تم دنیا کے جس حصہ میں جاؤ گی، وہاں تمہاری قدر ہو گی۔ مگر میں دعوے سے کہتا ہوں کہ سپر ماسٹر سے زیادہ تمہاری قدر کوئی نہیں کرے گا۔ تم چاہو تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہاں سے بچ کر نکل سکتی ہو اور ہمیں بھی بچا سکتی ہو۔ تمہارے لئے یہ معمولی سی بات ہے۔"

"ماسٹر موزیل! جب تم سپر ماسٹر کی طرف سے مجھے موت کا پیغام سنانے تھے اور مجھے برزانی علاقہ میں بھیج رہے تھے۔ اس وقت میں نے تم سے زندگی کی بھیک نہیں مانگی تھی۔ تم خوشامد کیوں کر رہے ہو؟"

"تم حیرت انگیز صلاحیتوں کی مالک ہو۔ اس لئے تم کسی کی خوشامد نہیں کرتی ہو۔ میرے پاس ایسی کوئی صلاحیت نہیں ہے جس سے میں ناگہانی مصیبتوں سے بچ سکوں۔"

"پھر تم میں ایسی کون سی صلاحیت ہے جس کی بنا پر ماسٹر بنائے گئے ہو؟"

"میں نے اپنی ذہانت سے ماسٹر کا عہدہ حاصل کیا ہے۔ میں ان ماسٹروں میں سے ایک ہوں۔ جو سپر ماسٹر کے اہم منصوبوں پر تبصرہ کرتے ہیں اور ان میں ترمیم کرتے ہیں۔"

"سپر ماسٹر کے تمام منصوبے سیاسی نوعیت کے ہوتے ہیں یعنی دوسرے تمام ممالک کے راز چرانا، انہیں اپنے مفاد کی خاطر بلیک میل کرنا، اور وہاں اپنی پسند کی حکومت قائم کرنا جس ملک میں تمہاری سیاسی قوت کمزور پڑ رہی ہو۔ اور تمہارے ایجنٹ الیکشن میں ہارنے والے ہوں وہاں ہنگامے کھڑے کر دینا۔ یہی سب تم لوگوں کے منصوبے ہوتے ہیں۔ تم آج تک سپر ماسٹر کی تخریبی کارروائیوں میں شریک رہے ہو۔ آج یہ بھی دیکھ لو کہ تمہاری خرابی کیسے ہوتی ہے؟"

ماسٹر موزیل دل ہی دل میں سونیا کو گالیاں دے رہا تھا۔ سونیا نے میرلن کے ذریعے کہا۔

"موزیل کہتے ہیں! میں تمہارے دماغ میں چکرانے والی گالیاں سن رہی ہوں۔"

"آں۔ نن۔ نہیں۔ میں تو خود کو گالیاں۔۔۔۔۔۔"

سونیا نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"چمپینزی! اس کتے کی جیب سے ریوالور نکال لو۔"

ماں کا حکم الیا تھا، جیسے سوئچ دبا تے ہی کرنٹ آ گیا ہو۔ وہ اچھل کر ماسٹر موزیل کے سامنے پہنچ گیا۔ اسے جیب سے ریوالور نکالنے کا موقع نہیں دیا۔ بلکہ میں بھی اسے موقع نہ دیتا۔ اگر وہ ریوالور نکالتا تو اسے مانی جھٹکے پہنچنے لگتے۔ چمپینزی نے اسے ایک ہاتھ کے حصار میں دبوچ کر اس کی جیب سے ریوالور نکال لیا۔ پھر اس نے پوچھا۔

"ممی! گولی ماروں۔۔۔؟"

"نہیں، اتنا ہی کافی ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ اور ریوالور اپنے پاس رکھو۔"

وہ ریوالور لے کر شیلا کے پاس پہنچ گیا۔ سونیا نے کہا۔

"موزیل! میری دوسری مصروفیات بھی ہیں۔ میں ہمیشہ تمہارے دماغ میں نہیں جھانکتی رہتی۔ اس لئے احتیاط تم سے ریوالور لے لیا ہے۔"

میرلن نے اس کے آگے گھٹنے ٹیک رکھا۔

"سونیا! میں تمہیں جیسس کرائسٹ کا واسطہ دیتی ہوں۔ مجھے بچا لو۔ میں اس عمر میں مرنا نہیں چاہتی۔ مجھے اس دنیا کو اچھی طرح دیکھ لینے دو۔"

یہ کہتے کہتے وہ رونے لگی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"مائی گاڈ! سونیا کسی طرح راضی ہو جائے۔ مجھے دشمنوں سے بچا لے۔ ابھی میں اس کی خوشامد کر رہی ہوں۔ کبھی میرا وقت آئے گا تو میں سونیا کو اپنے آگے جھکاؤں گی۔"

میرلن چونک کر سوچنے لگی۔

"آں۔ یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ میں اور سونیا جیسی خطرناک عورت کا مقابلہ کروں اور اسے اپنے آگے جھکاؤں۔ یہ ناممکن ہے۔ اگر آج سونیا نے مجھے بچا لیا تو میں ساری عمر اس کی خادمہ بن کر گزار دوں گی۔ آناً تو یقین ہے کہ اس کی خادمہ بن کر بھی عیش و عشرت میں زندگی گزرے گی، مگر بات ابھی کی ہے۔ میں وہ الفاظ کہاں سے لاؤں، جو سونیا کو موم کر سکیں۔"

وہ سوچ رہی تھی اور رو رہی تھی۔ میں نے سونیا کو اس کی سوچ بتائی۔ سونیا نے کہا۔

"میرلن! میں نہیں جانتی کہ آنے والا وقت کیا رنگ دکھائے گا، اور ہمیں کن حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب تمہیں اپنی پناہ میں رکھوں گی۔"

وہ خوش ہو کر سونیا کے قدموں سے لپٹ گئی۔ اور اسے دعائیں دینے لگی۔ سونیا نے کہا۔

"چلو آنسو پونچھو اور شیلا کے پاس جا کر بیٹھو۔"

وہ آنسو پونچھ کر شیلا اور چمپینزی کے پاس جانے لگی۔ چمپینزی نے میرلن کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

"ممی! یہ بھی میرے لئے ہے؟"

سونیا نے پلٹ کر دیکھا۔ پھر ڈانٹ کر کہا۔

"چھوڑ دو اس کا ہاتھ، گدھے کہیں کے۔ صرف شیلا تمہاری بیوی بنے گی۔ اگر تم کسی دوسری لڑکی کو بری نیت سے چھو گے تو میں کبھی تم سے بات نہیں کروں گی۔"

فرمانبردار بیٹے نے فوراً ہی میرلن کا ہاتھ چھوڑ کر شیلا کا ہاتھ پکڑ لیا سونیا نے مجھ سے کہا۔

"فرزاد! کھڑکی کے باہر ابھی تک کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ پتہ نہیں کب تک انتظار کرنا ہو گا۔"

میں نے کہا۔ "صرف انتظار کرو گی تو بور ہو جاؤ گی۔ وہاں اب تمہارے تین ساتھی ہیں۔ ان سے ہنسنے بولنے میں وقت گزارو۔ اور تھوڑی دیر کے لئے مجھے بھی چھٹی دو۔ میں اپنے آس پاس کی بھی خبر رکھوں گا۔۔۔۔۔"

میں اس سے رخصت ہو کر اپنی دنیا میں واپس آ گیا۔

فی الحال میری دنیا میں تنہائی تھی اور اندھیرا تھا۔ لیکن ایسا اندھیرا نہیں تھا کہ کچھ دکھائی نہ دیتا۔ دور بہت دور جہاں آسمان اور سمندر گلے مل رہے تھے، وہاں سے چاند آگ کے گولے کی طرح طلوع ہو رہا تھا۔ چاند کی سرخی سمندر کی لہروں کو سرخی مائل بنا رہی تھی۔

میں ٹھنڈی ریت پر بیٹھا ہوا تھا۔ ساحل پر بنے ہوئے ہٹس اور

وہاں کی آبادی مجھ سے بہت دور رہ گئی تھی صرف ایک بستی مجھ سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھی۔ اور وہ تھی پیاری حسینہ سے یوُن.....

سے یوُن کا خیال آتے ہی سامنی ریسٹورنٹ یاد آیا جہاں پہلی بار میں نے اس پاکٹ سائز حسینہ کو دیکھا تھا۔ وہ بلیک میلر ڈائمنڈ کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی تھی۔ اب اس بلیک میلر کا قسم ٹوٹ چکا تھا۔ وہ تمام تصویریں میں نے یوُن کے حوالے کر دی تھیں تاکہ وہ انہیں جلا ڈالے۔

میں نے یوُن کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ریت پر دوزانو بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے ڈائمنڈ کا بریف کیس رکھا ہوا تھا۔ جس کے لب چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ اس کے اندر جتنی شرمناک تصویریں تھیں انہیں سے یوُن نے جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ سندر کو چھوڑ کر آنے والی ہواؤں اس راکھ کو اڑا رہی تھیں۔ اور سے یوُن فرطِ مسرت سے رو رہی تھی۔

آسمان اور سمندر کے سنگم پر چاند پوری طرح طلوع ہو گیا تھا۔ اس کی چاندنی سے یوُن کے آنسوؤں میں چمک رہی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے ریت پر ٹیک کر سجدہ کرنے کے انداز میں کھڑی تھی۔

"اے عظیم بدھا! تیرے بعد میں نے آج ایک اور انسان کی عظمت دیکھی ہے۔ فرید (فرہاد) عظیم ہے تیری تعلیمات کی قسم! میں فرید کو کبھی نہیں بھلا سکوں گی۔ اس نے کتنی ہی بدنام ہونے والی عورتوں کو تباہی سے بچا لیا ہے۔ میری بہن سے یوُن کی شرم رکھ لی ہے۔ اب اس کا سہاگ نہیں اجڑے گا۔

اے بدھ اور شانتی کے دیوتا! ڈائمنڈ جیسے شیطان سے فرید کو محفوظ رکھ۔ وہ شیطان میری جان لے لے۔ مگر فرید تک نہ پہنچے۔ کیونکہ اس دنیا کی مظلوم ہستیوں کو فرید جیسے دیوتا کی ضرورت ہے۔ اسے زندہ رہنا چاہئے۔ یہ میری آخری دعا ہے تو فرید کو سلامت رکھ۔ اس کے بعد میں تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گی....."

وہ جب تک مہاتما بدھ کو مخاطب کر کے میری سلامتی کی دعائیں مانگتی رہی میں اسے چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں ابھی تک خیریت تھی۔ طیارے میں سب ہی یہ انتظار کر رہے تھے کہ باہر سے لوگ دروازہ کھولنے یا توڑنے آئیں گے۔ میں نے کہا۔

"سونیا! یہاں رات ہو چکی ہے۔ تمہارے ہاں ابھی دن ہے۔ شاید سہ پہر ہے۔"

"ہاں! اس وقت تین بج کر پینتالیس منٹ ہوئے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ تم مزید ایک گھنٹہ انتظار کرو۔ اگر ادھر کی طرف سے کوئی نہ آئے تو چمپنزی سے کہو کہ دروازہ توڑے۔ بیرونی دروازہ دبلا سہی۔ پائلٹ روم کا دروازہ ایسا ہوتا ہے جسے چمپنزی جیسا فولادی انسان توڑ سکتا ہے۔"

"ہاں فرید! میں ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ اندھیرا ہونے تک ہمیں یہاں نہیں رہنا چاہئے۔ اس سے پہلے ہی کسی طرح یہاں سے چلے جائیں تو بہتر ہوگا۔"

سونیا سے تھوڑی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ پھر میں دلدل کے ساحل پر آ گیا۔ دُور جاندنی میں مے یون سائے کی طرح نظر آ رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اور وہ میری طرف آ رہی تھی۔ میں چپ چاپ ریت پر بیٹھا رہا۔ وہ ریوالور ڈائمنڈ کے بریف کیس میں تھا۔ اس نے میرے سامنے آ کر ریوالور کو ریت پر رکھ دیا۔ پھر میرے سامنے دوزانو ہو کر بولی۔

"مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تمہارا اصلی روپ کیا ہے؟"

میں ایک دم سے چونک گیا۔ کیا وہ فرہاد کا روپ پہچانتی ہے؟ میں نے تو اسے اپنا نام فرید بتایا تھا۔ وہ میرے پیروں کو چھو کر بولی۔

"فرید! تمہارا اصلی روپ یہ ہے کہ تم دیوتا ہو اور انسان کے بھیس میں آئے ہو۔"

میں نے اطمینان کی سانس لی۔ اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے پیروں سے اٹھا کر کہا۔

"مے یون! ہم سب انسان ہیں۔ اگر ہم دوسروں کے ساتھ نیکی کے دیوتا اور دیوی بن سکتے ہیں۔ تو ہمیں ایسا بننے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔"

"تم بہت اچھی باتیں کرتے ہو فرید! صرف باتیں ہی نہیں اچھے کام بھی کرتے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں تمہارے لئے کیا کروں؟ تمہارے لئے ایسی کون سی قربانی دوں کہ میرا دل مسرتوں سے بھر جائے۔ تم مجھ سے کوئی کام لو۔ بولو میں کیا خدمت کروں؟"

اس کے نازک اور ملائم سے ہاتھ میرے ہاتھوں میں تھے۔ میں نے زندگی میں پہلی بار ایک مہین و رشیزہ کے ہاتھوں کی نرمی و گرمی محسوس کی تھی۔ میں نے پوچھا۔

"میں تم سے جو کہوں گا مان لو گی؟"

اچانک اس کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ شرمائی سی اور سہمی ہوئی سوچ رہی تھی کہ نہ جانے میں کون سی بات کہنے والا ہوں۔ وہ ہچکچا کر بولی۔

"آں۔ ہاں۔ تم دیوتا ہو۔ میں داسی ہوں۔ جو بولو گے، وہ کروں گی۔"

میں نے کہا۔ "مجھے تمہاری چینی زبان بہت پیاری لگتی ہے۔ اپنی زبان مجھے سکھاؤ گی؟"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ اس تنہائی میں، ویرانے میں اور کوئی اس کی مدد کے لئے نہیں آ سکتا تھا۔ میں اس سے کوئی بھی بات منوا سکتا تھا۔ لیکن میں نے ایک دوست کی طرح اسے تحفہ دینا چاہا کہ میں نے اس کی مادری زبان سیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ ایسے میں

کی پٹائی کی تو اس کے بعد تم بے رخی سے منہ پھیر کر چلی گئیں۔ ابھی میں نے دوسری عورتوں کو بدنامی سے بچانے کے لئے تمام شرمناک تصویریں تمہارے حوالے کریں۔ تم نے انہیں جلا دیا۔ مجھے نیکی کا بدلہ یہ ملا ہے۔ کہ تم بڑی خوبصورتی سے مجھے بھگا کر مجھ سے پیچھا چھڑا رہی ہو۔"

وہ "نہیں نہیں" کے انداز میں بار بار سر ہلانے لگی۔ وہ بے چاری تو مجھے بھگا کر زیادہ سے زیادہ اپنی عقیدت کا اظہار کرنا چاہتی تھی کہ وہ آئندہ بھی دوسروں کی بھلائی کے لئے مجھے ڈائمنڈ جیسے شیطان سے محفوظ رکھنا چاہتی ہے لیکن میں اس کی اس ادا کو نفرت سمجھ بیٹھا تھا۔ یا دوسرے لفظوں میں جان بوجھ کر اسے پریشان کر رہا تھا۔ وہ اچانک میرے پاس سے اٹھ کر پیچھے ہٹ کر بولی۔

"نہیں۔۔۔۔ میں مر سکتی ہوں۔ مگر تم سے نفرت نہیں کر سکتی۔ میں تمہیں اتنا چاہتی ہوں۔ اتنا چاہتی ہوں کہ اب کبھی اپنے آپ کو بھی اتنا نہیں چاہا۔ میں تمہیں ڈائمنڈ کے سامنے نہیں جانے دوں گی۔ میں تمہارے پاس رہوں گی تو وہ تمہارے پاس آئے گا۔ نہیں۔ نہیں، میں کبھی اسے تمہارے پاس نہیں آنے دوں گی....."

یہ کہتے ہی وہ مجھ سے دُور بھاگنے لگی۔ وہ ڈائمنڈ کی طرف جا رہی تھی۔ اس سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ بریف کیس وہ پُرا کر دے گی تھی۔ اس نے تمام تصویریں اور نیگیٹو جلا دیئے ہیں۔ اب ڈائمنڈ اسے مار ڈالے۔ اس کے باپ کو مار ڈالے اور اس کی دوسری بہنوں سے عداوت کرے۔ کوئی بات نہیں۔ اس کا سارا خاندان عزت کی موت مر جائے گا۔ مگر ڈائمنڈ کے پاس بدنام کرنے کے لئے کوئی ثبوت نہ ہوگا۔

وہ سوچتی جا رہی تھی۔ دوڑتی جا رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ٹھہرو میری داسی! ادھر جا رہے ہیں۔"

اس کے قدم لڑکھڑائے وہ ریت پر اوندھے منہ گر پڑی۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔

"میں کسی نادان ہوں۔ جو مجھے اس شیطان سے نجات دلانا چاہتا ہے میں آئندہ اس کی مدد حاصل کرنے سے انکار کر رہی ہوں۔"

وہ چیخنے لگی۔ "نہیں نہیں۔ ڈائمنڈ اسے مار ڈالے گا۔ میں اس سے ڈرتی نہیں ہوں گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں سمجھایا۔

"میری چیخنے، رونے اور بھاگنے سے بات نہیں بنے گی۔ فرید ضدی ہے۔ وہ اپنے ہٹ میں مغرور جائے گا۔ تاکہ ڈائمنڈ سے سامنا ہو۔ اگر ہٹ میں نہ جائے تب بھی اس سامنی علاقہ میں ان دونوں کا سامنا ضرور ہوگا۔"

وہ ریت پر سے سر اٹھا کر سوچنے لگی۔

"ہاں میرے بھاگنے سے بات نہیں بنے گی۔ جب میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ میرے خاندان کے لوگ عزت کی موت مر جائیں گے۔ اور ڈائمنڈ اب کسی کو بدنام نہیں کر سکے گا۔ تو پھر مجھے صرف فرید کے لئے رہنا

چاہتے کہ میں اسے کس طرح شیطان سے دور لے جا سکتی ہوں۔ کس طرح اس شریف آدمی کو زندہ سلامت رکھ سکتی ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر پلٹ کر آہستہ آہستہ میری طرف آنے لگی۔ اب وہ مجھے بہلا پھسلا کر اس ملاقات سے دور لے جانا چاہتی تھی میں ریت پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ چاندنی راتوں میں سمندر کی لہریں بہت زیادہ مچلتی ہیں اور اچھلتی ہیں اور ساحل پر بہت دور تک لہراتی چلی جاتی ہے۔ وہ لہریں کبھی کبھی میرے قدموں تک آ جاتی تھیں۔ پھر میرے ننگے پاؤں کو چھو کر واپس مڑ جاتی تھیں۔

مے یون میرے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ کچھ کہنے سے پہلے سوچ رہی تھی کہ اپنی بات کس طرح کہے۔ چاند اس کی پشت پر تھا اور اس کا سایہ مجھ پر آ رہا تھا۔ وہ ریت پر دوزانو ہو کر بولی۔

"میں تمہاری بات مانوں گی۔ ڈائمنڈ کے پاس نہیں جاؤں گی۔ چلو فرید! ہم یہاں سے کہیں دور چلے جائیں۔"

میں نے کہا۔ "ہاں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ یہاں سے انگ کانگ چلا جاؤں۔ تم چلو گی۔؟"

وہ گھبرا گئی۔ کیونکہ ڈائمنڈ نے یہاں نہ پا کر انگ کانگ جانا۔ تاکہ اس کے باپ کو اور بہنوں کو پریشان کرے۔ میں بھی وہاں جانے کے لئے کہہ رہا تھا۔ ایسے میں وہاں ہمارا ٹکراؤ لازمی تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔

"فرید! ابھی ہم اتنی دور نہیں جائیں گے۔ کچھ عرصہ اسی طرف نادو سا میں رہیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ مگر آج کی رات کہاں گزاریں گے؟"

"آں؟" وہ سوچنے لگی۔ چاندنی رات میں جتنی دور تک نظر آتا تھا، اتنی دور تک دیکھنے لگی۔ ایک طرف بہت دور بسوں کی ٹمٹماتی ہوئی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ دوسری طرف ویرانی اور سناٹا تھا۔

میں نے کہا۔

"ہم روشنیوں کے شہر جائیں گے تو ڈائمنڈ سے ضرور سامنا ہو گا لہٰذا ہمیں ویرانی کی طرف جانا چاہئے۔ ہو سکتا ہے آگے کہیں ماہی گیروں کی بستی ہو۔"

وہ سوچنے لگی۔ اسے ویرانی کی طرف جاتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"ہم اس جگہ رات گزاریں گے۔ صبح کسی بستی کی تلاش میں جائیں گے۔ کیا یہاں ڈائمنڈ نہیں آئے گا؟"

"نہیں! تم تو جانتی ہو کہ وہ بری طرح زخمی ہے۔ وہ تمہارے ہٹ تک اتنا فاصلہ طے نہیں کر سکتا ہے۔ بستی سے اتنی دور نہیں آ سکتا۔ پھر یہ کہ میں جاگتا رہوں گا۔ تم آرام سے سو جاؤ۔ کوئی خطرہ پیش آیا تو میں تمہیں جگا دوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم تو مجھے ننھا بچہ سمجھ رہی ہو۔ کبھی مجھے دشمن سے ڈر لگاتی ہو کبھی اپنی پناہ میں سلا دینا چاہتی ہو۔ آئندہ تم کبھی اپنے بچے کی ماں بنو گی تو وہ بیچارہ ایک مثالی ماں کی گود پائے گا۔"

وہ سر جھکا کر شرمانے لگی۔ کنواری لڑکیوں کے سامنے بچے کی بات کہو تو ان کے تصور میں فوراً بچے کا ہونے والا باپ آ جاتا ہے۔ مے یون کے تصور میں بھی کوئی آئیڈیل آ گیا ہو گا۔ اس نے جلدی سے سر کو جھٹک کر مجھے دیکھا پھر نظریں گھما کر سمندر کو دیکھنے لگی۔

اپنی زندگی میں آنے والا محبوب یا شوہر سمندر کی طرح وشال ہوتا ہے۔ ذہن پر اس طرح چھا جاتا ہے کہ اس کے قد کا دوسرا کنارہ نظر نہیں آتا۔ اسے ایک کنارے سے پکارو تو لہروں کی طرح گنگناتا اور گدگداتا ہوا اپنی وسعت میں گم کر دیتا ہے۔ وہ خواب زدہ نظروں سے چاندنی میں بھیگے ہوئے سمندر کو دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ ہولے سے یوں کانپ گئی جیسے خیالی سمندر نے اس کا ہاتھ تھام لیا ہو۔ حالانکہ میں اس کا ہاتھ تھامے کروٹ لیٹا تھا۔

"کیا تم نے کبھی کھلے آسمان کے نیچے کسی ویرانے میں رات گزاری ہے؟"

اس نے سر جھکا کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں! میں نے کسی بھی اجنبی کے ساتھ کبھی اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی نہیں گزارا۔ اور آج یہ۔ یہ رات ....."

وہ کہتے کہتے الجھ گئی۔ وہ شرما رہی تھی، مجھ سے خوفزدہ بھی تھی، اور مجھ سے متاثر بھی تھی۔ یہ سوچتی تھی کہ کہیں میں اس کی کسی بات کا برا نہ مان جاؤں۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے اپنی بات پوری کی۔

"یہ رات میں۔ تمہارے قریب۔ گزارنے والی ہوں۔ میں کیا یہ تم پر بھروسہ کروں؟"

"یہ جواب تو سب ہی دیں گے کہ ہاں بھروسہ کرو۔ اس کا صحیح جواب صبح ملے گا۔ جب یہ رات گزر چکی ہو گی۔"

سمندر کی لہریں تیزی سے آئیں اور ہمارے پاؤں بھگو کر چلی گئیں ہم دونوں اٹھ کر ذرا دور چلے گئے۔ پرسے چاند کی کشش کے باعث سمندر غضب ناک ہو گیا تھا اور لہریں ساحل پر دور تک دھاڑتی ہوئی آتی تھیں۔ مے یون ایک جگہ ریت پر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا۔

"تم یہاں اطمینان سے لیٹی رہو۔ میں تمہاری نظروں میں رہوں گا مگر دور رہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں اس سے بیس قدم کے فاصلے پر چلا گیا۔ اب سونیا کے پاس جانے کا وقت ہو گیا تھا۔ میں آرام سے ریت پر لیٹ گیا۔ ایک خط مے یون پر ڈالی۔ وہ بھی مطمئن ہو کر لیٹ گئی تھی۔ پھر میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ طیارے کے ہیٹر فی دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ باہر سے کوئی ڈبل مشین کے ذریعے دروازے کے مقفل حصہ کو کاٹنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا۔

"ہیلو سونیا! کیا قصہ ہے؟"

اس نے جواب دیا۔

"پائلٹ اور کو مدد گار آ گئے ہیں۔ وہ طیارے کے چاروں طرف اسٹین گنیں لئے کھڑے ہیں۔ وہ دیکھو دروازہ کھل رہا ہے۔"

میں اس کی سوچ کے ذریعے دشمن کے حالات سمجھنے لگا۔ طیارے کا دروازہ کھلتے ہی باہر سے کسی نے کہا۔

"ماسٹر موزیل! ہماری اطلاع کے مطابق تمہارے پاس ایک ریڈیو اور ہے اسے ہمارے آدمی کے حوالے کر دو۔"

سونیا نے کہا۔ "ہیپی ہی! ماسٹر کا ریڈیو اوران کے حوالے کر دو۔"

ہیپی نے مال کے حکم کی تعمیل کی۔ دو آدمیوں نے سب کی موجودگی میں صرف سونیا کو چھوڑ دیا گیا۔ کوئی اس کے قریب نہیں گیا۔ پھر ان کا ایک لیڈر طیارے میں آیا اس نے سونیا کے سامنے پہنچ کر ادب سے کہا۔

"مادام سونیا! میں ریڈ پاور کے عظیم سربراہ ماسک مین کی جانب سے دوستی کا پیغام لایا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ہمارے دوستانہ جذبے کی قدر کریں گی۔"

سونیا نے ملکۂ عالم کے انداز میں فخر سے گردن اونچی کی پھر کہا۔

"سونیا دشمنوں کی بدترین دشمن اور دوستوں کی بہترین دوست ثابت ہوتی ہی ہے۔ جب تک مجھے اور میرے ساتھیوں کو کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ میں تمہارے ماسک مین کی دوست بن کر رہوں گی۔"

لیڈر نے کہا۔ "آپ اپنے ساتھیوں کے نام بتائیں۔ ہم انہیں کبھی شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔"

سونیا نے جواب دیا۔ "ماسٹر موزیل کے سوا سب میرے اپنے ہیں۔"

لیڈر کا اشارہ پاتے ہی دو آدمی ماسٹر موزیل کو پکڑ کر باہر لے گئے۔ اس کے بعد لیڈر نے قدرے جھک کر کہا۔

"اب ہم ریڈ مینہ کی سرزمین پر آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ تشریف لائیے۔"

سونیا بڑی شان بے نیازی سے چلتی ہوئی دروازے پر آئی۔ پھر یہ جہاں اترنے لگی۔ آس پاس کھڑے ہوئے مسلح جوان فوجی انداز میں الرٹ ہو گئے تھے۔ سونیا کے پیچھے شیلا، میرلن اور ہیپی چل رہے تھے ان تینوں کو ایک الگ کار میں بٹھایا گیا۔ ہیپی نے کہا۔

"ممی میں آپ کو اجنبی لوگوں میں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔"

"بیٹے! انکار نہ کرو۔ کوئی خطرہ پیش آنے سے پہلے ہی ہم ماں بیٹے مل جائیں گے۔ جاؤ شیلا اور میرلن کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔"

ہیپی کو تو ماں کا حکم ماننا ہی پڑتا تھا۔ مگر وہ لیڈر حیرانی سے کبھی سونیا اور کبھی ہیپی کو دیکھنے لگا۔ اور سوچنے لگا۔

"یہ کیا تماشہ ہے؟ کیا مادام سونیا واقعی اس ریڈ سکل جوان کی ماں ہے؟ مجھے مادام سے زیادہ باتیں کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ورنہ میں یہ سوال ضرور کرتا.....؟"

اس نے سونیا کے لئے ایئر کنڈیشنڈ کیڈلاک کا پھیلا دروازہ کھول دیا۔ کار کے اندر لیوڈی کلون کی خوشبو رچی ہوئی تھی۔ ریکارڈ پلیئر سے ہلکی ہلکی موسیقی کی آواز ابھر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ قافلہ ایک طرف روانہ ہو گیا۔ میں لیڈر کی سوچ پڑھتا جا رہا تھا، اور سونیا کو بتاتا جا رہا تھا۔ وہ "کلچ" نامی علاقہ سے گزر رہے تھے اور ان کی منزل زمانیہ کا دارالحکومت تھی۔ اس شہر کا نام بنجارا سٹ تھا۔

جب وہ کچھ دور نکل آئے تو ایئر کنڈیشنڈ کار کی موسیقی تھم گئی اس کے بعد ریکارڈ پلیئر سے ایک مردکی آواز ابھرنے لگی۔

"مادام سونیا! ریڈ پاور کے ماسک مین کا سرخ سلام!

آج کا دن ریڈ پاور کی تاریخ میں یادگار دن ہو گا۔ آپ کی آمد سے ہماری ایک دیرینہ خواہش پوری ہو رہی ہے۔ ہم نے جاپان میں فرہاد کو بچانے کی آخری حد تک کوششیں کیں۔ ماسٹروں کی تنظیم کے جوانوں نے اسپتال کو گھیر رکھا تھا اور ہمارے جوانوں نے سنٹرل جیل کے اطراف مورچہ بنایا تھا۔ دنیا کی یہ دو بڑی تنظیمیں فرہاد کو اپنے اپنے طور پر زندہ سلامت رکھنا اور اس سے دوستی کرنا چاہتی تھیں۔ بدقسمتی جاپان کے فوجی اسے پہلی کوشش میں جیل کے اندر لے گئے۔ ہماری فائرنگ اور ہنگاموں کے باوجود فرہاد کو شوٹ کر دیا گیا۔ ہمیں افسوس ہے۔

ہم فرہاد کو کبھی اپنا مہمان نہ بنا سکے۔ لیکن مادام سونیا کے روپ میں فرہاد آج بھی زندہ ہے۔ آج ہی ایڈورڈ نے طیارے کو اغوا کرتے کے دوران اس بات کا انکشاف کیا کہ فرہاد کے ساتھ ایک طویل عرصہ گزارنے کے دوران آپ نے ٹیلی پیتھی کا علم سیکھا ہے۔ اس علم کے ذریعے آپ نے سپر ماسٹر کی دی ہوئی سزائے موت سے خود کو محفوظ رکھا ہے اور یہ کہ آپ طیارے میں بھی اس علم کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔

مادام! آپ نے سپر ماسٹر کی خود غرضی اور طوطا چشمی دیکھ لی کہ اس نے آپ کی قدر نہیں کی۔ آج سے آپ ہماری مہمان ہیں۔ ویسے تو..... قیدیوں کو بھی طنزیہ انداز میں مہمان کہا جاتا ہے لیکن ہم آپ کو قیدی بنا کر رکھنے کی حماقت نہیں کریں گے۔ آپ جب چاہیں گی، پوری آزادی سے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا سکیں گی۔

میں کل صبح دس بجے آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اپنی خوشی سے وقت دے سکیں تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے مطلع فرمائیں نوازش ہو گی۔ فقط آپ کے جواب کا منتظر۔ ماسک مین....."

میں نے ماسک مین کی آواز سننے کے بعد اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچایا۔ پھر بلک جھپکتے ہی ایک ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں پہنچ گیا۔ ماسک مین وہسکی شراب وائڈ کا سے اپنے دماغ کو گرمی پہنچا رہا تھا۔ اس کے سامنے مختلف سوفوں پر پانچ ادھیڑ عمر کے افراد نظر آ رہے تھے۔ کوئی شراب پی رہا تھا کوئی سگار کے کش لگا رہا

تھا۔ وہ لوگ کچھ بے چین سے نظر آرہے تھے۔ مائک مین نے اپنی کلائی کی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"مادام سونیا نے اب تک میری ریکارڈ کی ہوئی آواز سن لی ہو گی۔ اب مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے جواب ملنا چاہئے۔"

ایک ادھیڑ عمر کے آدمی نے مائک مین کو مخاطب کیا۔

"مسٹر زوریچ! ٹیلی پیتھی کے متعلق میری معلومات بہت وسیع ہیں۔ میں نے برائی میں یہ علم سیکھنے کی کوشش کی تھی مگر ناکام ہوتے ہوتے بچ گیا۔ بہرحال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مادام سونیا کا ریکارڈ پلیئر کی آواز سن کر تمہارے دماغ تک نہیں پہنچیں گی تو تمہیں یقین نہیں آئے گا کہ مادام ابھی یہاں ہی ہیں۔ تم اسے اپنے ہی دماغ کی سوچ سمجھ گے۔"

زوریچ نے اس سے سوال کیا۔

"مسٹر جوزف وسکی! آپ مجھے بتائیں کہ میں اپنے دماغ میں مادام کی موجودگی کیسے محسوس کروں گا۔؟"

میں نے سونیا کی طرف سے جوزف وسکی کے دماغ کو دھکا سا جھٹکا پہنچایا۔ تاکہ وہ جواب نہ دے۔ پھر میں نے کہا۔

"مسٹر جوزف وسکی! میں سونیا بول رہی ہوں۔ زوریچ سے کہو کہ اب میں اس کے سوال کا جواب بن کر اس کے دماغ میں پہنچ رہی ہوں۔"

پہلے تو جوزف وسکی کے دیدے حیرانی سے پھیل گئے۔ پھر اس نے جوشیلے انداز میں کہا۔

"مسٹر زوریچ! مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے مادام میرے دماغ میں بول رہی ہیں اور اب زوریچ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔

"مسٹر! میں سونیا بول رہی ہوں۔ کیا تمہیں یقین آرہا ہے؟"

وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے جوزف وسکی سے بولا۔

"ہاں! ابھی میری سوچ زنانہ لہجے میں بول رہی تھی۔ مگر یہ کیسے سمجھ لیا جائے کہ مادام بول رہی ہیں ——؟"

زوریچ کے جواب میں میں نے جوزف وسکی سے کہا۔

"تم زوریچ سے کہو کہ اس کے ہاتھ میں جو شراب کا گلاس ہے اسے وہ بائیں طرف کی دیوار پر ابھی مار دے گا۔"

جوزف وسکی نے میری سوچ کے مطابق زوریچ کو یہ بات بتائی زوریچ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"بہت خوب! کیا میرا دماغ خراب ہے کہ میں یہ گلاس اس دیوار پر۔ ہا۔ ہا۔ ہا۔ ہا.....؟"

میں نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس کی سوچ میں قہقہہ بھر دیا۔ اب اس کا دماغ میرے کنٹرول میں تھا۔ اور میں اس کی سوچ میں کہہ رہا تھا۔

"ہا۔ ہا۔ ہا۔ میں پاگل نہیں ہوں کہ یہ گلاس اس دیوار پر ہا۔ ہا۔ ہا۔ اور اگر میں ایسا کروں بھی تو میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ لو میں پھینک رہا ہوں.....؟"

اس نے زور سے گلاس کو دیوار پر مار دیا۔ وہاں سب ہی اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ زوریچ کے دماغ کو میں نے آزاد کر دیا تھا۔ اب وہ حیرانی سے منہ کھولے دیوار کو اور ٹوٹے ہوئے گلاس کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"جب کسی کا جام چھلک جائے اور شیشہ چھلکے، جب کسی کی ہڈی ٹوٹے، جب دھماکوں کی زبان سے زندگی موت سے ٹکرائے تو سمجھ لینا کہ سونیا پہنچ گئی ہے۔ لو اب بھی یقین آیا یا نہیں ——؟"

زوریچ نے جلدی سے سر ہلا کر کہا۔

"ہاں یقین آگیا۔ بالکل آگیا۔ مادام! آپ ناراض نہ ہوں۔ سوچ کے ذریعے گفتگو کرنے کا یہ پہلا موقع ہے۔ اس لئے مجھ سے غلطی ہو گئی۔"

میں نے کہا۔ "زوریچ! مجھے جھوٹ اور فریب سے نفرت ہے لہٰذا اعتراف کرو کہ تم مائک مین نہیں ہو۔"

اس کی سوچ نے پوچھا۔ "مادام! آپ یہ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ میں مائک مین نہیں ہوں ——؟"

میں نے کہا۔ "اتنی بڑی تنظیم کا سربراہ اتنا احمق نہیں ہو سکتا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو براہِ راست مخاطب کرے۔ اگر کہو تو میں تمہارے دماغ کو کرید کر حقیقت اگلوا لوں؟"

وہ سوچنے لگا کہ سونیا کو نہیں بچنا چاہئے۔ مائک مین کا حکم ہے کہ اسے ناراض نہ کیا جائے۔ اگر ہم اسے دوست بنانے میں ناکام رہے تو ہمیں سخت سزائیں دی جائیں گی.....

وہ ذہانی میں سوچتا چلا گیا۔ چونکہ پہلی بار ٹیلی پیتھی کو عملی طور پر دیکھا تھا۔ اس لئے اپنی دانست میں چھپ کر سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے چونک کر سوچ کے ذریعے سونیا کو آواز دی۔ اسے شبہ ہوا کہ اس کے تمام خیالات پڑھ لئے گئے ہیں۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ اسے شبہ میں مبتلا کر کے چھوڑ دیا۔ پھر میں نے جوزف وسکی سے کہا۔

"میں سونیا بول رہی ہوں۔ تم اپنے باقی چار ساتھیوں سے کہو کہ وہ اپنی زبان سے اپنا اپنا تعارف کرائیں۔"

تھوڑی دیر بعد ہی یہ خواہش پوری کی گئی۔ سب اپنی اپنی آواز میں اپنا اپنا تعارف کرانے لگے۔ مقصد یہی تھا کہ میں ان کی آواز کے ذریعے ان کے دماغ تک بھی پہنچ جاؤں۔ میں نے ان میں سے ہر ایک کے دماغ کو ٹٹولا۔ یہ بھی معلوم کیا کہ سونیا سنچاریٹ کے شہر میں کب تک پہنچے گی۔ پھر میں نے سونیا کو زوریچ اور اس کے باقی پانچ ادھیڑ عمر کے ساتھیوں کے بارے میں بتا دیا کہ ان میں سے کوئی مائک مین نہیں ہے وہ سب ریڈ پاور کی تنظیم میں باس کہلاتے تھے اور مختلف ممالک سے وہاں آئے ہوئے تھے۔ کچھ اور ممالک سے کچھ اور باس وہاں آنے

والے تھے ایسے ہی وقت سونیا بھی اس شہر میں پہنچائی جا رہی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ وہ دو بجے رات کو اس شہر میں پہنچے گی۔ وہ لوگ دس بجے رات کو شہر شہر میں دو گھنٹے کے لئے رکیں گے۔ وہاں ہوٹل اسٹیرا میں رات کا کھانا کھائیں گے۔ پھر آگے بڑھ جائیں گے۔

میں نے سونیا کو سمجھا دیا کہ وہاں جتنے باس ہیں وہ سب سونیا سے بہت مرعوب ہیں کہ مائک مین سونیا کو کسی صورت میں ناراض کرنا یا کھونا نہیں چاہتا ہے۔ لہٰذا سونیا کو اب کل صبح دس بجے تک بے فکری سے سونا اور آرام سے وقت گزارنا چاہئے۔ اگر کوئی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرنے کی درخواست کرے تو اسے سختی سے انکار کر دینا چاہئے۔

تمام باتیں سمجھانے کے بعد میں نے سونیا سے کہا۔

"میری جان! اب یہاں میرے آرام کا وقت ہے۔ میں جا رہا ہوں مگر تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں پھر سمندر کے کنارے واپس آگیا۔

ٹھنڈی ریت پر مجھ سے بیس قدم کے فاصلے پر میں لیٹی ہوئی تھی۔ اتنی دور سے یہ نظر نہیں آتا تھا کہ وہ سو رہی ہے یا جاگ رہی ہے لیکن میں معلوم کر سکتا تھا۔ وہ جاگ رہی تھی اور بار بار اپنے تصور میں آنے والی ان شرمناک تصویروں کو جھٹک رہی تھی۔ اپنے دماغ سے نکال رہی تھی۔

وہ سیدھی سادی سی شرمیلی لڑکی تھی۔ وہ جوان تھی اور جوانی کے تقاضوں کو سمجھتی تھی۔ اس کے باوجود اس نے کبھی گناہ کے خیال کو دل میں جگہ نہیں دی۔ لیکن بعض حالات میں دماغ پراگندہ ہو جاتا ہے۔ جو تصویریں جلاتے وقت وہ دیکھ چکی تھی، اب وہ اس کے دماغ میں جل رہی تھیں اور وہ پریشان ہو کر اس آگ کو اپنے دماغ سے نوچ کر پھینکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

مجھے اس کی حالت پر بڑا ترس آیا۔ میں چاہتا تو اس کی آگ کو اور بھڑکا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ پینی دوکشیزہ مجھے اچھی لگ رہی تھی۔ لیکن جو سمجھانا چاہتی ہو، اسے نہ سمجھانا کھلی شیطانیت ہے۔ اس وقت تک وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ کبھی سمندر کی طرف، کبھی میری طرف دیکھ رہی تھی میں اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے دماغ کی اسکرین پر شیطان کو دیکھ رہا تھا میں اس شیطان سے لڑنے کے لئے وہاں پہنچ گیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ریت ٹھنڈی ہے۔ ہوا بھی رفتار سے اور میں پرسکون ہوں۔ میرے دل میں بے چینی نہیں ہے۔"

میں نے اپنی دل کی جگہ سینے پر ہاتھ رکھ کر سوچا۔

"میں بے چین ہوں۔ میرے دماغ میں گناہ کا تصور کیوں آیا۔ مجھے مر جانا چاہئے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"آگ کہنے سے منہ نہیں جلتا۔ اسی طرح گناہ کا خیال آنے سے میں گناہ گار نہیں بن جاؤں گی۔ لیکن میں اس خیال سے لڑتی رہوں۔ اگر میری نگاہوں کے سامنے وہ شرمناک تصویریں آتی ہیں تو مجھے سوچنا چاہئے کہ یہ بے شرمی ہمارے ارادے کی کمزوریوں سے پھیلتی ہے۔ شیطان بھڑکانے والی منفی سوچیں پیدا کرتا ہے میں انسان ہوں۔ مجھے مثبت انداز میں سوچنا چاہئے کہ جذبے چاند کی طرح اجلے اور شفاف ہوں۔ میں سمندر کی طرح گہری ہوں۔ شیطان اس میں کتنی ہی گندگی پھینکے۔ وہ معصومیت کے گہرے سمندر میں ڈوبتی اور گم ہوتی چلی جائیں گی.....؟"

اگر ہمارے دماغ میں مثبت سوچ اتنی طاقتور ہو کہ وہ منفی سوچ کو ابھرنے کا موقع نہ دے تو شیطان کبھی سر نہ اٹھائے۔ ویسے بھی شیطان بنفسِ نفیس وارغلانے نہیں آتا۔ ہماری منفی سوچ کا دوسرا نام ہی شیطان ہے۔

میں مثبت انداز میں سے یوں کی سوچ میں اتنی دیر تک بولتا رہا کہ اس کا اندرونی اضطراب بالکل ہی ختم ہو گیا۔ اور وہ حیرانی سے سوچنے لگی۔

"یہ ابھی مجھے کیا ہو گیا تھا؟ لعنت ہے ایسی تصویروں پر جو شریف لڑکیوں کی قوتِ ارادی کو کمزور بنا دیتی ہیں۔ اب میں ایسی کمزوریوں کو دماغ میں جگہ نہیں دوں گی۔"

اس نے خوش ہو کر ایک انگڑائی لی۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر سمندر کی طرف جانے لگی۔ جب لہریں اس کے قدموں کو چومنے لگیں تو وہ رک گئی۔ میں نے اپنی کلائی کی گھڑی میں وقت دیکھا۔ تو وقت رک گیا تھا گھڑی کے کانٹے ٹھہر گئے تھے۔ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کتنی رات گزر گئی ہے۔

میں گھڑی میں چابی دینے لگا۔ لوگ ریڈیو سے ٹائم ملاتے ہیں۔ میں اس دیرانے میں کیا کرتا؟ میں نے بہت دور بیٹھے ہوئے ریسٹورنٹ کے مالک کو چھیڑا۔ اس کے دماغ کے ریڈیو کو آن کیا۔ وہ ریسٹورنٹ بند کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"ذرا اپنی گھڑی میں وقت دیکھنا چاہئے ——"

ریسٹورنٹ کے مالک نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا۔ اس کی سوچ نے کہا۔ "گیارہ بج کر گیارہ منٹ.....؟"

میں اپنی گھڑی کی سوئیوں کو گیارہ بج کر گیارہ منٹ پر لے آیا وقت کی نبض پر انگلی رکھ دی، وقت چلنے لگا۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں یوں سمندر کی لہروں سے کھیل رہی تھی اپنے ہاتھ پاؤں سے سرد پانی کو چھو کر ٹھنڈک محسوس کر رہی تھی۔ میں نے ایک سگریٹ نکال کر سلگایا۔ پھر اس کے کش لگانے لگا۔ ناچیز کی رسیلی ڈشن ہوتے ہی میں یوں نے مجھے پلٹ کر دیکھا۔ پھر قریب آتی ہوئی بولی۔

"میں سمجھ رہی تھی کہ تم سو رہے ہو؟"

"اور میں سمجھ رہا تھا کہ تم سو رہی ہو؟"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ اس کی ہنسی چھلکتے ہوئے پنچھی کی طرح ساحل ساحل لہر لہر گنگناتی چلی گئی۔

"فرید! ہم دونوں سو نہ سکے۔ جانتے ہو کیوں ــــ؟"

"کیوں؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"اس لئے کہ میری دانست میں تم سو رہے تھے، میں پہرہ دے رہی تھی۔ تمہاری دانست میں میں سو رہی تھی اور تم میری حفاظت کے لئے جاگ رہے تھے۔ ہے نا یہی بات؟"

"ہاں، بات تو یہی ہے۔ مگر مے یُون ہم دونوں کس رشتے سے ایک دوسرے کی اتنی فکر کر رہے ہیں۔؟"

"آں۔ ہاں سوچو تو کوئی رشتہ نہیں ہے، سمجھ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تمہارے متعلق اتنا زیادہ کیوں سوچتی ہوں۔ کیا تمہاری سمجھ میں آتا ہے کہ تم اتنا زیادہ میرا خیال کیوں رکھتے ہو۔؟"

"اس لئے کہ تم بہت اچھی ہو، برائی کو جلا دیتی ہو۔ بہت حسین ہو مگر اپنے حسن پر مائل نہیں آنے دیتیں۔ تم ایک نازک سی معصوم کلی ہو جہاں تک مجھ سے ممکن ہوگا، میں تمہاری حفاظت کروں گا میرا رشتہ ایک محافظ کا رشتہ ہے۔"

وہ بولی ــ "اب میری سمجھ میں بھی آگیا۔ میں تمہاری زندگی کی دعائیں اسی لئے مانگتی ہوں کہ تمہارے ہم قدم سے ہماری دنیا کی گندی تصویریں مٹتی رہیں اور لڑکیاں تمہیں دیوتا سمجھ کر پوجتی رہیں اسی لئے میں دعا مانگتی ہوں۔ میرا رشتہ دعا کا رشتہ ہے۔ جو زمین سے اٹھ کر آسمان تک جاتا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے میری طرف دونوں ہاتھ بڑھائے۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے انہیں تھام لیا۔ ہم دونوں خاموش تھے۔ ہمارے درمیان نصف شب کی ہوائیں سرگوشیاں کرتی گزر رہی تھیں۔ ایسے وقت میں چاہتا تھا کہ اس کے خیالات معلوم کروں مگر اس کا موقع نہیں ملا۔ وہ اچانک ہی، چیخ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

ہم سے ذرا دور کچھ ایسی آواز سنائی دی تھی جیسے ناریل کے درخت سے کوئی چیز ٹکرائی ہو۔ میرا ہاتھ فوراً ہی ریوالور تک پہنچ گیا میں نے دور تک ادھر ادھر دیکھا۔ ناریل کے درختوں کے جھنڈ میں تاریکی تھی۔ چاندنی وہاں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ جہاں تک نظریں کام کرتی تھیں، وہاں تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا وہ سہم کر بولی۔

"قف۔ قف فرید! ڈائمنڈ آگیا ہے۔"

میں نے فوراً ہی اس کے منہ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ہمارے قریب نہیں، بلکہ اپنے ہٹ میں تھا۔ اور غصہ سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے مے یُون کو گالیاں دے رہا تھا۔ کیونکہ اسے بریف کیس کی گمشدگی کا علم ہو چکا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق مے یُون اسے چرا کر لے گئی تھی۔ اب وہ ایک بڑا سا چاقو لے کر سولہ نمبر ہٹ کی طرف جا رہا تھا۔ تاکہ مجھے اور مے یُون کو قتل کر دے۔

میں اس کے دماغ سے لوٹ آیا کیونکہ مجھے اپنے آس پاس کی خبر رکھنی تھی۔ ڈائمنڈ کی ناکامی کو میں سمجھتا تھا۔ کہ سولہ نمبر کا ہٹ اسے خالی ملے گا۔ میں اور مے یُون اس دیرانے میں تھے۔ نامودا اور منزا شہر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہہ دیا تھا کہ وہ دوسرے دن آئیں گے۔ میں نے مے یُون کی پشت کو تھپکتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ نہیں، ڈائمنڈ یہاں خالی ہاتھ نہیں آسکتا۔ کیونکہ اس کا ریوالور ہمارے پاس ہے۔"

ریوالور کی بات سن کر اسے ذرا اطمینان ہوا۔ پھر بھی وہ سہمی ہوئی سی مجھ سے لپٹی رہی۔ میری عجیب حالت تھی۔ میں دور تک محتاط نظروں سے دیکھ رہا تھا

میں شیطان نہیں ہوں میں فرشتہ بھی نہیں ہوں۔ صرف ایک انسان ہوں۔ لڑکھڑا جاؤں، یہ دوسری بات ہے۔ مگر سنبھلنے کی کوشش ضرور کرتا ہوں۔ میں نے کہا۔

"مے یُون دل سے خوف نکال دو۔ دیکھو کوئی نہیں ہے شاید ادھر سے کوئی جانور گزر رہا ہے۔"

اتنی آسانی سے اس کا خوف دور نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ مجھ سے الگ تو نہ ہوئی۔ البتہ سر اٹھا کر دور تک دیکھنے لگی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی

"ہاں! کوئی نہیں ہے۔ کوئی تو نظر نہیں آرہا ہے۔ وہ شیطان کیا جانے کہ ہم کتنی دور بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں خواہ مخواہ ڈر گئی تھی۔"

اس نے اطمینان کی سانس لے کر میرے شانے پر سر رکھ دیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ چٹان کے سائے میں محفوظ ہوں ہے اور بہت دور سے اس کی سانسیں چٹان سے ٹکرا رہی ہیں۔ اچانک ہی اس کا دل دھڑکنے لگا۔

وہ بڑبڑا کر الگ ہو گئی۔ پیچھے ریت پر جا کر گر پڑی۔ اس نے پریشان ہو کر مجھے دیکھا تو کھلی آنکھوں میں چاندنی اتر آئی۔ اس نے فوراً نظریں جھکا لیں۔ اس کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ ریت کو مٹھی میں لے کر بھینچ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ مجھ سے کتنی دور بھاگ جائے۔

ایسے ہی وقت انسان اپنے شریر جذبوں سے بھاگنا چاہتا ہے مگر بھاگ نہیں پاتا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ مے یُون کی طرح میں بھی ان جذبوں سے کترا دُں گا۔ اس فیصلہ کے مطابق میں اس سے بے نیاز ہو کر ریت پر لیٹ گیا۔ اور اس سے بہت دُور سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

سونیا ایئر کنڈیشنڈ کیڈلاک کی آرام دہ سیٹ پر نیم دراز تھی۔

اور سونے کا ارادہ کر رہی تھی۔ اس کا طویل سفر ابھی تک جاری تھا۔ وہاں کے وقت کے مطابق دو بجے رات تک اور یہاں کے وقت کے مطابق صبح چھ بجے تک وہ سفر جاری رہتا۔ میں نے سونیا کو مخاطب نہیں کیا۔ اسے تھوڑی دیر سونے کے لئے چھوڑ دیا۔

پھر میں نے چمپینزی، شیلا اور میرلن کی خبر لی۔ ان کی گاڑی کیڈلاک کے پیچھے جا رہی تھی۔ اور وہ تینوں بخیریت تھے۔ پھر میں نے اس قافلہ کے لیڈر کے ذہن کو ٹٹولا کہ کہیں اس کے دماغ میں سونیا کے خلاف کوئی سوچ پیدا نہ ہو رہی ہو۔ مگر ایسی کوئی بات نہ تھی۔ وہ سب سونیا سے مرعوب تھے اور اسے کسی قسم کی شکایت کا موقع دینے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔

بہرحال سونیا کے اطراف میرا کوئی کام نہ تھا۔ میں اپنے ماحول میں واپس آگیا۔ واپس آتے ہی مجھے ہلکی ہلکی سسکیاں سنائی دیں۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ مے یُون میرے قریب بیٹھی رو رہی تھی۔

"مے یُون!" میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ اچانک تم کیوں رو رہی ہو ــــ؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ اپنی سسکیوں پر قابو پانے لگی۔ میں اس کے دماغ کو ٹٹولتا تو رونے کی وجہ معلوم ہو جاتی۔ مگر میں اس کی زبان سے سننا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے قریب جھک کر پوچھا۔

"مے یون! مجھے نہیں بتاؤ گی؟ کیا تمہیں کوئی تکلیف ہے؟"

اس نے "نہیں" کے انداز میں سر ہلایا۔

"پھر کیا بات ہے؟" میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"تم۔ تم مجھے اچھے لگتے ہو۔" وہ پھر رونے لگی۔

"اے! تو اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ کیا میں اچھا لگتا ہوں تو تمہیں تکلیف ہوتی ہے؟"

"نہیں۔ ہاں۔ ہوتی ہے۔ ہو رہی ہے۔ دل زور زور سے دھڑک رہا ہے۔ بڑی گھبراہٹ سی ہو رہی ہے۔ میں کیا کروں؟"

"بہت آسان علاج ہے۔ ابھی تمہاری گھبراہٹ ختم ہو جائے گی۔ تم مجھے ذرا ہی دشمن سمجھ کر گالی دو....."

"نہیں....." وہ تڑپ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ "ایسا نہ کہو۔ تمہارے لئے بُری بات آنے سے پہلے میں اپنی زبان جلا ڈالوں گی۔"

"تعجب ہے۔ مجھ سے تکلیف بھی پہنچتی ہے۔ میں اچھا بھی لگتا ہوں۔ اور پھر، میں سمجھ گیا۔ تم اس بات سے خوفزدہ ہو کہ تم محبت سے ڈرتی ہو۔ اور وہ محبت خود بخود تمہارے دل میں پیدا ہو رہی ہے۔"

"فرید! تم سچ مچ دیوتا ہو۔ جو بات میں سمجھا نہیں سکتی تھی وہ تم نے سمجھ لی۔ میں کیا کروں؟"

"محبت سے ڈرنا چھوڑ دو۔"

"مگر ایک جوان لڑکی کا ایک جوان مرد سے محبت کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ یہ بات میں بہت دیر سے سوچ رہی تھی۔ مگر میں کیا کروں؟ تم سے مل کر ہی سکون مل رہا ہے۔"

میں چند لمحوں تک خاموش رہا۔ کیونکہ مجھے بھی سکون مل رہا تھا لیکن اسے اچھے بُرے کی پہچان کرا دینا ہمیں فرض تھا۔ میں نے کہا۔

"مے یُون! محبت ایک خوبصورت جذبہ ہے۔ مگر یہ تنہائی، سناٹا، ٹھنڈی ریت اور جذبات سے بھرپور ہوئے سمندر کا جوش یہ سب محبت کو دوسری سمت لے جائیں گے۔ تم سمجھتی ہو نا؟"

وہ سمجھتی تھی۔ بالکل ہی ناداں بچی نہیں تھی ــــ وہ ہولے سے بولی۔

"وعدہ کرو فرید! مجھے کبھی نہیں چھوڑو گے۔ ساری زندگی ساتھ دو گے۔"

"مے یُون! تم اچھائی کو سمجھتی ہو۔ میری سچائی کو بھی سمجھو گی ساری زندگی ساتھ نہیں دے سکوں گا۔"

اسے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی۔ وہ فوراً ہی مجھ سے الگ ہو گئی۔ پہلے تو اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر بولی۔

"اچھا میں سمجھ گئی۔ میں تمہارے معیار کی لڑکی نہیں ہوں۔"

"تم اتنی حسین اور بلند معیار کی لڑکی ہو کر میں نے تمہارے جیسی لڑکی پہلے کبھی نہیں دیکھی۔"

"تو پھر میں یہ سمجھوں کہ تمہاری شادی ہو چکی ہے۔"

"نہیں! میں ایک مسافر ہوں۔ میری کوئی منزل نہیں ہے۔ جس کی منزل نہ ہو وہ بھلا شادی کیسے کرے گا۔؟ کہاں گھر بسائے گا۔؟"

"اوہ! یہ تو میں نے پوچھا ہی نہیں کہ تم کس ملک سے تعلق رکھتے ہو اور یہاں کیسے آگئے۔؟"

میں اسے اپنی اصلیت نہیں بتا سکتا تھا۔ میں نے جھوٹ کہا۔

"میں اپنے متعلق کچھ نہیں جانتا کہ کس ملک میں پیدا ہوا اور میرے والدین کون تھے۔ جب ہوش سنبھالا تو خود کو جاپان میں دیکھا۔ میں نے مگر نگ کی سیر کی ہے۔ بہت سی مصیبتوں اور آزمائشوں سے گزرتا آیا ہوں اور ابھی دنیا کو آخری سرے تک دیکھنے کے لئے مبہم شام چلتا رہوں گا۔"

"تم ایک جگہ ٹھہر کیوں نہیں جاتے؟"

"میں بہتا ہوا دریا ہوں، ٹھہر جانا میری فطرت کے خلاف ہے مے یُون! میری زندگی میں بہت سی عورتیں آئی ہیں۔ میں وقت کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ وہ پیچھے رہ گئیں۔ میں چاہتا تو تم سے یہ باتیں چھپا لیتا۔ تم سے بھی کھیل کر آگے بڑھ جاتا اور تم پیچھے رہ جاتیں۔ مگر تمہاری نیکی اور معصومیت نے مجھے متاثر کیا ہے۔ تم بہت نازک ہو تمہیں محبت کا ہلارا دے کر جاؤں گا تو تم ٹوٹ جاؤ گی۔"

وہ چپ چاپ ریت پر بیٹھی سر جھکائے سنتی رہی۔ اپنی مٹھی میں ریت کو سمیٹ کر بھینچتی رہی۔ میں نے کہا۔

"بہتر ہے کہ محبت میں اتنی دور نہ جاؤ کہ واپس نہ آسکو۔ اور اگر واپس آؤ بھی تو صدمہ برداشت نہ کرسکو۔"

اس نے ایک سرد آہ بھری۔ پھر آہستگی سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی اب میں اس کے دماغ کو اور دلی کیفیت کو سمجھ رہا تھا۔ وہ مجھ سے دور جارہی تھی۔ اس کے پاؤں ریت میں دھنس رہے تھے، وہ جذبوں میں دھنستی جارہی تھی۔ پھر وہ چند قدم کے فاصلے پر جا کر بیٹھ گئی۔

"آہ! میں کیا کروں؟" وہ سوچنے لگی۔ "میں واپس آگئی ہوں مگر میرا دل، میرا دماغ اور میری روح سب کچھ اس کے پاس ہے۔ میں کیسی کمزور ہوں کہ بہک رہی تھی، وہ کیسا شہزور ہے کہ اس نے مجھے سنبھال لیا۔ وہ ہر بار مجھ پر اپنی شخصیت کی گہری چھاپ لگا دیتا ہے اب میں ایسے شخص کو کیسے بھول جاؤں؟ کیسے دور رہ جاؤں؟"

وہ ریت پر اوندھے منہ لیٹ کر رونے لگی۔ میں نے بروقت ایک دانش مندانہ فیصلہ کیا تھا۔ جو لڑکی محبت کے ابتدائی مرحلہ میں جدائی برداشت نہ کرسکے اور رونا شروع کردے۔ وہ میری دائمی جدائی کا وقت آتے ہی صدمے سے مر جائے گی۔ میں ایسی نیک سیرت اور معصوم لڑکی کی زندگی سے نہیں کھیل سکتا تھا۔ اس لئے ذرا سنگدل بن کر اسے رونے کے لئے چھوڑ دیا۔

میں نے سوچا تھوڑی دیر بعد اسے سمجھاؤں گا۔ تھوڑا وقت گزارنے کے لئے میں نے سگریٹ نکالا۔ مگر اسے سلگانا نصیب نہ ہوا۔ میری گردن پر اچانک ہی ریوالور کی نال آکر ٹھہر گئی۔ پھر غراہٹ سنائی دی۔

"خبردار! ذرا بھی حرکت کی تو گولی مار دوں گا.....!"

ایک میرے پیچھے تھا، دوسرے نے میرے سامنے سے میرا ریوالور اٹھا لیا۔ تیسرا میرے بائیں آکر کھڑا ہوگیا۔ مے یوُن نے آوازیں سن کر سر اٹھایا۔ پھر چیخ پڑی۔ اس کے جواب میں ایک عورت کی آواز سنائی دی۔

"لڑکی چلاؤ مت۔ ورنہ تمہارے آدمی کو گولی مار دی جائے گی۔"

مے یوُن نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لئے۔ کیونکہ وہ میری سلامتی چاہتی تھی۔ میں نے اس عورت کی طرف دیکھا ظاہر ہے کہ تین مرد رات کے وقت اس ویرانے میں کسی بدصورت عورت کو لے کر نہیں آسکتے تھے۔ وہ حسین بھی تھی اور اسمارٹ بھی۔

میں اسے صرف دیکھ نہیں رہا تھا۔ اس کی سوچ کو بھی پڑھ کر مطمئن ہوگیا تھا۔ کہ وہ سب اسمگلر ہیں۔ ان میں سے ایک سے پوچھا۔

"تم لوگ کون ہو؟ یہاں اتنی رات کو کیا کر رہے ہو؟"

میں نے مے یوُن کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"وہ رو رہی تھی۔ میں سن رہا تھا۔"

"زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو۔"

ڈانٹنے والے نے میرے منہ پر الٹا ہاتھ رسید کرنا چاہا۔ میں نے ہوا میں لہرا کر روک لیا۔ کیونکہ میں بیٹھک لگا کر پھر اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ غالباً اس نے حیرانی سے کہا۔

"ارے یہ تو وہی مسخرا ہے جس نے بید سے اس فولادی انسان کی پٹائی کی تھی۔"

میں نے اس شخص کو پہچاننے کی کوشش کی۔ اس نے ذرا آگے بڑھ کر مجھ سے کہا۔

"مسٹر میں وہی ہوں۔ میں آہنی سلاخ لے کر اس فولادی انسان سے ٹکرانے گیا تھا۔ مگر اس نے دونوں ہاتھوں سے لوہے کی سلاخ کو موڑ دیا تھا۔"

مجھے یاد آگیا۔ وہ ریسٹورنٹ میں ڈائمنڈ پر رعب جمانے گیا تھا پھر ڈر کر خود ہی بھاگ گیا۔ اس نے اس حسین عورت کو مخاطب کیا۔

"لیڈی سارا! میں نے آپ سے اسی جوان کا ذکر کیا تھا۔"

لیڈی سارا کی جبینیں تن گئیں۔ حسن کچھ اور غضبناک ہوگیا۔ وہ سر سے پاؤں تک دیکھتی ہوئی بولی۔

"آدمی کے بجائے پہاڑ معلوم ہوتے ہو۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ اس ڈیل ڈول میں اتنے پھرتیلے ہو۔ جتنی کہ میں تعریف سن چکی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے فلائنگ کِک ماری۔ اچانک ہی فضا میں میرے پاس آئی۔ پھر میری جگہ سے گزرتی ہوئی دور ریت پر جا کر جا شانے چت ہوگئی۔ مگر یہ ثابت ہوگیا کہ بڑی زوردار ہے۔ گرتے ہی بھی جانتی ہے۔ دوسرے ہی لمحہ وہ جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی قلابازی کھا کر کھڑی ہوگئی۔ اب وہ مجھے قہر بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی میں نے کہا۔

"میں اپنے پھرتیلے پن کا یقین دلاؤں گا تو تمہارے ساتھی سر کر دیں گے۔"

وہ آنکھیں سکیڑ کر بولی۔

"یہ مت بھولو کہ تمہارے آس پاس ریوالور ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لٹھی کے دانت ہیں۔ میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے تجربے سے کہتا ہوں کہ مجھ پر گولی نہیں چلائی جائے گی۔"

حالانکہ میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے ارادوں کو سمجھ رہا تھا۔ لیڈی سارا نے کہا۔

"تم ذہین بھی ہو۔ مجھے بتاؤ کہ ہم تمہیں گولی کیوں نہیں ماریں گے۔؟"

"اس لئے کہ فائرنگ کی آوازیں رات کے سناٹے میں آباد

جائے گی۔ پھر وہاں کے لوگ خصوصاً قانون کے محافظ ادھر آجائیں گے۔"

لیڈی سارا کی جبینیں پھر تن گئیں۔ اس نے اپنی حیرانی کو چھپاتے ہوئے پوچھا۔

"قانون کے محافظ ہمارا کیا بگاڑ لیں گے؟"

میں نے اس کے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کرکے جھوٹ کہا۔

"میں نے شام کے وقت تمہارے اس آدمی کو ریسٹورنٹ کے پیچھے دیکھا تھا۔ یہ ایک عورت سے دھینگا مشتی کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ آج رات ہمارا مال بلیک پورٹ سے جائے گا۔ مجھے کافی رقم ملے گی۔ پھر میں تمہارے لئے کچھ نہ چھوڑوں گا۔"

سب اپنے اس ساتھی کو گھور کر دیکھنے لگے۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"یہ۔ یہ جھوٹ کہتا ہے۔ میں نے کسی بھی عورت سے یہ بات نہیں کہی۔ میں۔ میں.....؟"

"شٹ اپ!" لیڈی سارا نے ڈانٹ کر کہا۔ "اگر تم نے کسی سے کہا تو یہ بات اس شخص تک کیسے پہنچ گئی۔ کیا یہ جاسوس ہے؟"

لیڈی سارا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے.....؟"

لیڈی سارا نے حکم دیا کہ اس کی آواز بند کی جائے۔ ایک ساتھی نے قسم کھانے والے کی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھ دی۔ وہ ایک دم سے چپ ہوگیا پھر لیڈی سارا نے مجھ سے پوچھا۔

"میرے ساتھ نے کسی سے صرف مال بے جانے کی بات کہی تھی تم نے کیسے سمجھ لیا کہ وہ مال قانون کے خلاف ہوگا۔؟"

میں نے کہا۔ "اس کا جواب میں سب کے سامنے نہیں دے سکتا۔"

وہ بولی۔ "یہاں سب اپنے ہی لوگ ہیں۔"

"اس تمہارے اپنے بھروسے کے آدمی ہیں۔ اور بھروسے کے ایک آدمی کی حماقت سے بات مجھ تک پہنچ گئی۔ لیڈی سارا بہت زیادہ اعتماد اچھا نہیں ہوتا۔ مجھ سے جواب چاہتی ہو تو تنہائی میں باتیں کرو۔"

وہ تنہائی میں باتیں نہیں کرسکتی تھی۔ کیونکہ میرا اچھرتلا پن دیکھ چکی تھی۔ اس نے پوچھا۔

"کیا تم انگریزی کے علاوہ کوئی اور زبان جانتے ہو۔؟"

میں نے اسے بتایا کہ اردو اور جاپانی جانتا ہوں۔ اس نے جاپانی زبان میں کہا۔

"میں یہ زبان سمجھتی ہوں۔ تم میرے سوال کا جواب دو۔"

میں نے کہا۔ "میرے ساتھ یہ جو چینی دوشیزہ ہے۔ یہ بہت معصوم اور نیک لڑکی ہے۔ میں اس کے سامنے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں بھی اسمگلروں کے ساتھ رہ چکا ہوں۔ تمہارے ساتھی نے اپنی محبوبہ کے سامنے بلیک پورٹ کی بات کہی تھی۔ اسمگلروں کی اصطلاح میں — بلیک پورٹ سمندر کے اس ساحل کو کہا جاتا ہے، جہاں سے اسمگلنگ کا مال درآمد یا برآمد کیا جاتا ہے۔ اس طرح میں نے سمجھ لیا کہ تم سب میری ہی برادری کے لوگ ہو۔"

اس نے پوچھا۔ "تمہارا تعلق کس بندرگاہ سے ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "ہندوستان کے دہانے ہگلی سے ہم آیا اور تھائی لینڈ پر جس رے جاتے تھے اور واپسی میں تھائی لینڈ سے افیون لاتے تھے۔ آج سے بیس دن پہلے زبردست پولیس مقابلہ ہوا۔ ہمارے بہت سے آدمی مارے گئے۔ کچھ جان بچا کر بھاگے۔ میں بھاگ کر یہاں پناہ لینے آگیا.....؟"

میں لیڈی سارا کی فطرت اور پیشے کے مطابق ایسے معقول جواب دے رہا تھا کہ وہ متاثر ہوگئی۔ اس نے پوچھا۔

"اب یہاں سے کہاں جاؤ گے؟"

میں نے بڑی لاپرواہی سے کہا۔

"ابھی عیش کر رہا ہوں۔ لیکن میری عیاشی کا اس معصوم لڑکی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ بے چاری ایک بلیک میلر کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ میں اس کے رشتہ داروں کے پاس اسے ہانگ کانگ پہنچانے کے بعد اپنے مستقبل کے بارے میں کوئی منصوبہ بناؤں گا۔"

اس نے پوچھا۔ "اس لڑکی کو ہانگ کانگ کیسے لے جاؤ گے؟"

"جیسے اسمگلنگ کا مال لے جایا کرتا تھا۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

"یہ ہندوستان اور تھائی لینڈ کا سمندر نہیں ہے۔ یہاں بڑے بڑے اسمگلروں کا پتا پانی ہوجاتا ہے۔"

"ہوتا ہوگا۔ ابھی تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اس خشکی پر میرا پھرتیلا پن اور ذہانت دیکھی ہے۔ یہ بھی دیکھا ہے کہ میں ایک فولادی انسان کو صرف ایک بید کی چھڑی سے کیسے سنجا تا ہوں لیڈی سارا! جس دن میں سمندر کی چھاتی پر سوار ہو کر نکلوں گا۔ اس روز دیکھ لینا کہ فارموسا کے کوسٹ گارڈ سے لے کر ہانگ کانگ کی برطانوی بحری پولیس تک کیسی کھلبلی مچے گی۔"

لیڈی سارا کو چپ لگ گئی۔ باتوں کے دوران وہ قدم قدم پر متاثر ہو رہی تھی۔ میں اس کی سوچ کو پڑھتا جا رہا تھا۔ وہ مجھے اپنے ساتھ کام کرنے کی آفر دینا چاہتی تھی۔ آخر اس نے کہہ دیا۔

"اگر تم چاہو تو ابھی میرے ساتھ اس لڑکی کو لے کر ہانگ کانگ جاسکتے ہو۔"

"تم مجھ پر یہ مہربانی کیوں کر رہی ہو۔؟"

"میں تمہارے کام آنا چاہتی ہوں۔ تم میرے کام آنا۔ اگر کام کے آدمی ثابت ہوئے تو دولت تمہارے قدم چومے گی۔"

میں نے مے یوُن کی طرف دیکھا۔ اس نے پوچھا۔

"فرید! کیا بات ہے۔ یہ تم جاپانی زبان میں کیا باتیں کر...

رہے ہو ــــ؟"

میں نے کہا۔ "لیڈی سارا سے میری دوستی ہو رہی ہے۔ یہ تمہیں ٹوانگ کا نگ پہنچا دے گی۔"

"میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ پھر ہم ڈائمنڈ سے بہت دُور چلے جائیں گے۔"

وہ راضی ہو کر میرے بازو سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ اب منزا اور ناموڈا کا خیال تھا۔ ناموڈا کو یہاں چھوڑ کر جانا دانش مندی نہیں تھی۔ کیونکہ وہ فرزاد کی شخصیت سے واقف ہو گیا تھا۔ اگرچہ اب تک فرزانہ یہ ظاہر کرتا رہا تھا، تاہم میں اس پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔

لیڈی سارا نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "یہاں میری ایک بہن اور بھائی ہیں۔ میں ان کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ تم نے جو آفر دیا ہے۔ اس کے متعلق بھی مجھے کچھ سوچنے کا موقع دو۔"

وہ اپنی رسٹ واچ کو دیکھتی ہوئی بولی۔

"ابھی ایک بجا ہے۔ ہماری لانچ یہاں سے تین گھنٹے کے بعد روانہ ہو گی۔ اچھی طرح سوچ لو۔ آؤ ہم لانچ کی طرف چلتے ہیں۔"

مے یُون نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ ہم دونوں لیڈی سارا کی ٹیم کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ میں تیزی سے سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ مے یُون کو ٹوانگ کا نگ پہنچانے کا یہ اچھا موقع ہاتھ آیا تھا۔ لیکن اس طرح ناموڈا چھوٹ جاتا۔ اگر ناموڈا کے لئے وہاں رُک جاتا تو مے یُون بھی میرا ساتھ نہ چھوڑتی۔ اور اس کے ساتھ رہتے ہوئے ڈر لگتا تھا کہ پتہ نہیں کب اس کی قربت سے بہک جاؤں۔ اور میں اُسے اپنی قربت کا ایسا روگ نہیں لگانا چاہتا تھا، کہ جسے وہ کبھی نہ بھلا سکے۔

آخر میں نے فیصلہ کیا کہ وہ جیسی یہاں آئی تھی، ویسی ہی معصومیت کے ساتھ میں اسے واپس پہنچاؤں گا۔ اور ناموڈا کو سوچ کے ذریعے دیکھتا اور پرکھتا رہوں گا۔ اگر اس نے کسی کو میری اصلیت بتانا چاہی تو اسے سخت سزائیں دوں گا۔ ویسے بھی وہ پہلی بار سزا پا کر راہِ راست پر آ گیا تھا۔ شاید آئندہ سزا پانے کی حماقت نہ کرے.....

ایک خیال آیا کہ اس کے ذہن پر دستک دوں اور اس کے چند خیالات پڑھوں۔ مگر یہ مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ وہ منزا کے ساتھ تھا۔ اور رات کے وقت میں ان کی تنہائی میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ لیڈی سارا نے پوچھا۔

"جن کے متعلق تم سوچ رہے ہو۔ کیا وہ تمہارے سگے بہن بھائی ہیں ــــ؟"

"نہیں، اس دنیا میں کوئی میرا سگا نہیں ہے۔ الن سے میرا زبان کا رشتہ ہے۔"

"تعجب ہے تم زبان کے رشتوں کے لئے اتنی سنجیدگی سے سوچ رہے ہو ــــ"

"ایک بامعمول انسان کے آگے سب سے زیادہ اہمیت زبان کی ہوتی ہے۔ اگر میں زبان کا رشتہ توڑوں گا تو میں نے تمہارے ساتھ بھی کام کرنے کے لئے زبان دی ہے۔ یہاں بھی زبان سے پھر جاؤں گا۔ کیا تم اسے پسند کرو گی ــــ؟"

وہ جھینپ کر بولی۔

"تم نے مجھے لاجواب کر دیا۔ واقعی میں نے بڑی بے تکی بات کہی تھی۔ اچھا جلدی سے فیصلہ سناؤ۔ کیا انہیں چھوڑ کر میرے ساتھ چل رہے ہو ــــ؟"

"ہاں، میں ساری زندگی یہاں نہیں گزار سکتا۔ کبھی تو انہیں چھوڑ کر جانا ہی پڑتا۔ میں خط و کتابت کے ذریعے ان سے رابطہ قائم رکھوں گا۔"

"ویری گڈ! تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔ میرے پاپا تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔"

"تمہارے پاپا کہاں ہیں ــــ؟"

وہ شوخی سے مسکرا کر بولی۔

"ابھی نہیں بتاؤں گی۔ میرے پاپا اتنے گریٹ ہیں کہ ان سے اچانک ہی مل کر تمہیں خوشی ہو گی۔"

وہ پہلے سے نہیں بتانا چاہتی تھی۔ اس کا تو باپ بھی تبلیغ پر مجبور ہو جاتا۔ میں آنکھ کا اندھا بن کر اسٹیائی منزل کی طرف نہیں جا سکتا تھا۔ میں خاموش ہو کر اس کی سوچ کو اپنی مرضی کے مطابق موڑنے لگا۔ چند لمحے بعد وہ بڑے فخر سے اپنے پاپا کے متعلق سوچ رہی تھی اور میں سن رہا تھا۔

اس کے پاپا کی زندگی دنیا کے مختلف سمندروں میں گزری تھی پہلے وہ برٹش نیوی میں تھا۔ پھر وہ ایک پرائیویٹ کمپنی کے جہاز میں کپتان بن گیا۔ ایک بار مڈل ایسٹ کی خلیج سے سونا اسمگل کرتا ہوا پکڑا گیا۔ لیکن سزا پانے سے پہلے ہی فرار ہو گیا۔ اس دوران وہ جتنی دولت کما چکا تھا۔ اس کے سہارے اس نے ایک لانچ خریدی۔ اپنے جاں نثاروں کی ایک ٹیم بنائی۔ پھر اسمگلنگ کے دھندے میں نکل پڑا۔ پچیس برس کے عرصہ میں، وہ صرف دو بار گرفتار ہوا۔ ایک بار ایک سال اور دوسری بار تین سال کی قید بامشقت کی سزائیں پائیں۔ سزا پانے کے دوران بھی اس کی لانچیں سمندر میں دوڑتی رہیں۔ اس کی بیوی جیسے وہ ایران سے اسمگل کر کے لایا تھا، بہت ہی حسین اور

تیز طرار رہتی۔ اور اس کے مزاج کے مطابق ڈھل گئی تھی۔ وہ اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں سمجھری پولیس کو پریشان کرتی رہتی تھی۔

وہ تمام ممالک کی بحری پولیس کے ریکارڈ میں "سندی خاتون" کہلاتا تھا۔ دوسری بار سزا پانے کے بعد پھر وہ کبھی ہاتھ نہ آیا۔ کیونکہ اس عرصہ میں اس نے ہر بندرگاہ کے رشوت خور پولیس آفیسروں سے دوستی کر لی تھی۔ سب سے زیادہ سہولت ٹوانگ کانگ کی بندرگاہ پر تھی اس لئے وہ اپنی بیٹی سارا کو ٹوانگ کانگ سے فارموسا تک اسمگلنگ کی ٹریننگ دے رہا تھا۔ سارا کی ماں مر چکی تھی۔ باپ نے بیٹی کو بچپن ہی سے بیٹا بنا کر پرورش کی تھی۔ اسے جوڈو کراٹے، رائفل شوٹنگ، اور خنجر زنی وغیرہ سکھانے کے لئے چین کے نامور استادوں کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اور یہ میں دیکھ ہی چکا تھا کہ وہ کتنی زبردست فلائنگ کِک مارتی ہے۔ وہ تو میں خیال خوانی کے ذریعے بچ گیا تھا۔ ورنہ اس کے جسم میں بجلیاں بھری تھیں۔ جمناسٹک کی مشقیں کرنے والے بدن کے پیچ و خم قابلِ دید تھے۔

وہ میری مرضی کے مطابق اپنے پاپا کے بارے میں سوچنے کے دوران آگے نکل گئی تھی۔ مے یُون برابر میرے ساتھ چل رہی تھی۔ وہ آہستگی سے بولی۔

"یہ لیڈی سارا تمہیں اچھی لگ رہی ہے نا؟"

مے یُون کے حاسد بھیے نے بتا دیا کہ وہ میرے ساتھ کسی دوسری عورت کو برداشت نہیں کر سکتی۔ میں نے کہا۔

"ہاں۔ سارا اچھی لگتی ہے۔ جب تک کسی میں کوئی برائی نظر نہ آئے، اسے اچھا ہی کہنا چاہئے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر یہ اچھی نہیں ہے۔"

"تم نے کیسے سمجھ لیا کہ یہ بری ہے۔ مجھے بھی بتاؤ تاکہ میں ہوشیار رہوں۔"

وہ چند لمحے سوچ کر بولی۔

"دنیا کی ہر عورت اس حد تک ٹیلی پیتھی جانتی ہے کہ وہ اپنے جیسی دوسری عورت کے دماغ کو پڑھ لیتی ہے، یا اس کے ارادوں کو بھانپ لیتی ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ یہ لیڈی سارا تمہاری طرف جھک رہی ہے۔"

کمال ہے، میں ٹیلی پیتھی جاننے والا، سارا کے دماغ کو اس زاویے سے نہیں پڑھ سکا تھا۔ اور وہ مے یُون مجھ سے پہلے پڑھ چکی تھی۔ وہ کہاں تک درست ہے ــــ یہ میں بعد میں سارا کی سوچ سے اگلوا لیتا۔ فی الحال میں مے یُون سے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ میرے متعلق غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے۔ میں نے کہا۔

"سارا کی طرف مائل ہو گی تو میں اسے سمجھا دوں گا۔ اگر وہ تمہاری طرح میری لڑکی ہوتی تو میرا خیال دل سے نکال دیتی۔ ورنہ میں بھی ایک انسان ہوں اور تنہائی میں ایک وقتی ساتھی کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔"

مے یُون کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ جب میں نے ایک وقتی ساتھی کی بات کہی تو وہ تصور میں ساتھی بن کر میری خیالی تنہائی میں پہنچ گئی۔ انسان تصور میں کہاں کہاں پہنچ جاتا ہے۔ جس محبوب سے شرماتا ہے اور اخلاقی پابندیوں میں رہ کر کتراتا ہے۔ تصور میں تمام پابندیوں کو توڑ کر محبوب کی آغوش میں خود کو پاتا ہے۔

جب وہ تصور کی دنیا سے نکلی تو اسے میری بات بہت بُری لگی۔ اس نے کہا۔

"فرید! تم نے جو وقتی ساتھی کی بات کہی۔ ایسا عیاش طبیعت کے لوگ کہتے ہیں۔ تم دیوتا ہو، تمہیں کسی ایک کا ہاتھ تھام کر ساری عمر ساتھ نبھانا چاہئے۔"

"تم مجھے دیوتا کہتی ہو اور بھول جاتی ہو کہ میں نیکی اور بدی کے درمیان سے گزرنے والا انسان ہوں۔ میری نیکی یہ ہے کہ میں تمہاری جیسی نیک لڑکیوں کو نہیں بہکاتا۔ میرا بُرا پہلو یہ ہے کہ کبھی کبھی حالات اور ضروریات سے مجبور ہو جاتا ہوں۔ ایسے وقت بھی میں اتنی نیکی ضرور کرتا ہوں کہ بند لفافہ کو کھول کر کبھی اس کا خط نہیں پڑھتا۔ ہاں لفافہ کھلا ہو تو پڑھ لیتا ہوں۔"

وہ چپ رہ کر سوچنے لگی۔

"میں کیا جواب دوں۔ میں لڑکی ہوں، ایسے موضوع پر کھل کر بحث نہیں کر سکتی۔ فرید ایک بات کے پیچھے ہزاروں ڈھکی چھپی باتیں کہہ جاتا ہے۔ مجھے ایسی باتیں کرنی نہیں آتیں۔"

اس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"فرید! بعض لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کے دل اور جذبات صرف ایک ہی مرد کے لئے ہوتے ہیں۔ پھر وہ مرد ایسی کسی لڑکی کی قدر کیوں نہیں کرتا۔"

"قدر کرنا اسے کہتے ہیں کہ وہ ایسی لڑکی کو کھلونا نہ سمجھے۔ اسے سمجھائے کہ وہ کسی پردیسی یا کسی خانہ بدوش کو اپنا محبوب نہ بنائے۔ جیسا کہ میں نے تمہیں سمجھایا ہے۔ تمہیں اس راستے پر آگے بڑھنے سے پہلے واپس جانے کا راستہ دکھایا ہے۔ کیا میں نے بحیثیت مرد، تمہاری قدر نہیں کی ہے ــــ؟"

اکثر لڑکیاں اپنی قدر کسی اور طرح کرانا چاہتی ہیں ــــ میں مے یُون کے دل کی وہ بات سمجھ رہا تھا۔ جسے وہ زبان سے سمجھا نہیں سکتی تھی۔ بے چاری جذبات اور اخلاقیات کے درمیان الجھ کر رہ گئی تھی ــــ

باتیں کرنے اور خیالات پڑھنے میں پتہ ہی نہ چلا کہ ہم کتنی دُور نکل آئے ہیں۔ ہم ایسی جگہ رُک گئے، جہاں کچھ کشتیاں سمندر میں جا رہی تھیں اور کچھ سمندر سے واپس آ رہی تھیں۔ ساحل پر لہریں غضبناک

تھیں۔ کشتیوں کو سمندر میں لے جاتے وقت خاصی دشواریاں پیش آرہی تھیں۔ لیڈی سارا کے بہت سے ماتحت ملاحی گیئروں کے ساتھ مل کر سمندر سے لڑ رہے تھے اور کشتیاں لے جا رہے تھے۔ ایک طرف ایک شخص کھڑا حساب کتاب میں مصروف تھا۔ لیڈی سارا نے پوچھا۔

"اور کتنا مال رہ گیا ہے ——؟"

اس نے ادب سے سلام کرتے ہوئے جواب دیا۔

"بس یہ آخری کھیپ ہے۔ آپ کے پتا کئی بار آپ کو پوچھ چکے ہیں۔ آپ فوراً چلی جائیں۔"

ان کی لانچ سمندر میں کہیں بہت دور کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں تک پہنچنے کا طریقہ یہ تھا کہ کشتی پر جانے والے افراد ساحل پر کشتی کو چاروں طرف سے تھام کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب لہریں ساحل پر آتیں اور کشتی زمین کو چھوڑ کر پانی کی سطح پر آجاتی تو اس پر سوار ہونے سے پہلے وہ کشتی کو لے کر سمندر کی طرف دوڑتے چلے جاتے۔ ایسے وقت ساحل سے واپس آنے والی لہریں اپنی طرف سے بھی انہیں سمندر کی طرف دھکیل کر لے جاتیں۔ پھر اس سے پہلے کہ لہریں دوسری بار ساحل کی طرف جائیں۔ وہ سب مل کر کشتی پر سوار ہو تے ہی چپو سنبھال لیتے۔ پھر کشتی کو کھیتے ہوئے سمندر کے سینے پر آگے بڑھتے چلے جاتے۔

ہم نے مے یون کو کشتی کے درمیانی حصہ میں بٹھا دیا۔ کشتی کے اگلے حصے کو دو آدمی، اور پچھلے حصے کو میں اور سارا تھام کر کھڑے ہو گئے۔ پھر لہریں آئیں۔ کشتی اوپر کو اٹھی اور ہم سب سمندر کی طرف دوڑتے چلے گئے۔ اسے طریقہ کار کو بیان کر دینا اور بات ہے۔ اور عملی طور سے گزرنا اور بات ہے۔ کشتی کو لہروں کی مخالف سمت لے کر دوڑتے وقت پتہ چلتا ہے کہ سمندر کیسا خطرناک اور طاقت ور ہوتا ہے ذرا بھی قدم اکھڑ جائیں تو لہریں انسان کو تنکے کی طرح اچھال کر پھینک دیتی ہیں۔

اگر میں تنہا ہوتا تو شاید تنکے کی طرح واپس ساحل پر پہنچ جاتا۔ کیونکہ وہ میرا پہلا تجربہ تھا۔ مگر خیریت ہوئی کہ کشتی کے آس پاس تین تجربہ کار بندے تھے۔ ان میں سارا قابل تحسین تھی۔ میں نے پہلی بار ایک حسین دوشیزہ کو سمندر کی موجوں سے ٹکراتے دیکھا۔ وہ خود پتوار کی ہوئی ایک لہر تھی۔ تارپیڈو کی طرح سمندر کے وجود میں سرنگ بناتی ہوئی گزرتی تھی۔ عورتوں کی کمزوری اور نزاکتیں اسے چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔

جب ہم کشتی کو لے کر دوڑتے گئے تو پانی پہلے ہماری پنڈلیوں تک تھا۔ پھر بڑی تیز رفتاری سے ہماری کمر تک آیا۔ پھر سینے تک آیا۔ اس وقت تک میں ثابت قدمی سے ان کے ساتھ دوڑتا جا رہا تھا۔ جب پانی گردن تک پہنچا تو میرے قدم اکھڑ گئے۔ سمندر کا داغ نہیں ہوتا۔ ورنہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی تہہ میں اپنے قدم جما لیتا۔

خدا کو عزت رکھنی تھی میرے قدم اکھڑنے کے چند لمحے بعد ہی ساحل سے واپس آنے والی لہروں نے ہمیں سمندر کی طرف دھکیل دیا۔ سارا ہی نے کشتی پر چھلانگ لگائی۔ میں نے بھی سارا کے پاس پہنچ کر چپو سنبھال لیا۔ ہمارے ہانپنے کی آوازیں ایسی تھیں جیسے سمندر کے جواب میں سسکاریاں بھر رہی ہوں۔ سارا کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ چہرہ ایسے سرخ ہو گیا تھا جیسے لوہا آگ میں تپ رہا ہو۔

چپو چلانے کے دوران میں نے اسے دیکھا تو وہ میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ اس کے چہرے پر ایسی خوشی تھی۔ جیسے سہاگنوں کے چہروں پر ہوتی ہے۔ سہاگنیں اپنے شوہروں سے زیر ہو کر خوشی ہوتی ہیں۔ وہ سمندر پر زبردست کر زبردست خوشیاں جیت لیتی تھی۔ میں نے سونیا کے بعد وہ دوسری عورت دیکھی، جو مخالف قوتوں کو شکست دے کر سرور کی حامل ہوتی تھی۔

تقریباً آدھ گھنٹے تک چپو چلاتے رہنے کے بعد ہم اس لانچ کے پاس پہنچے۔ اسے لانچ کہنا مناسب نہ تھا۔ وہ اپنی جسامت میں ایک چھوٹے بحری جہاز کے برابر تھی۔ یوں لگتا تھا کہ سمندر کے بیچ خشکی کا ایک بلند ٹیلا ابھر آیا ہو۔ اس کی بلندی سے رسّے کی سیڑھی لٹک رہی تھی۔ پہلے مے یون کو اوپر بھیجا گیا۔ پھر ہم یکے بعد دیگرے اوپر پہنچ گئے۔ ہمارے سامنے دو فٹ کے فاصلے پر سمندری عقاب کھڑا ہوا تھا۔

وہ قد و قامت میں میرے برابر تھا۔ بڑھاپے میں اس کی صحت قابل رشک تھی۔ اگر بال سفید نہ ہوتے تو اسے کوئی بوڑھا نہ کہتا۔ وہ سارا کو بیٹا کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔ اس نے بیٹی کو "ہیلو مائی سن" کہہ کر اس کی پشت پر ایک دھپ جمائی تو سارا نے تیزی سے پلٹ کر باپ کے سینے پر کراٹے کا ایک ہاتھ مارا۔ وہ ذرا سا لڑکھڑایا۔ مگر جوابی حملہ کرنے میں دیر نہیں کی۔ اس نے سارا کے شانے پر باکسنگ کا ایک پنچ دیا۔ وہ جہاز کے رسّے کو پکڑ کر جھول گئی۔ مار کھا کر حملہ کرنے کے بجائے چوٹی ہوئی ایک ہلکا مارنے لگی۔ بوڑھے عقاب نے پھرتی سے ذرا ہٹ کر خود کو بچایا پھر چیخ کر کہا۔

"اے تم بے ایمانی کر رہی ہو۔ ہمارے معاہدے میں یہ نہیں ہے کہ باپ کو اٹھا ماری جائے۔"

سارا نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا۔

"معاہدے کی ایسی کی تیسی۔ آپ نے آتے ہی لڑائی شروع کر دی بے سانس لینے کی مہلت تو ملنی چاہئے۔ اب میں آپ کو نہیں چھوڑوں گی۔"

بوڑھے عقاب نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"نہیں بیٹے! بس اب دوستی ——"

وہ ہنستی ہوئی آئی۔ پھر باپ کی گردن میں بانہیں ڈال کر جھول گئی۔ مے یون حیرانی سے انہیں دیکھ رہی تھی کہ وہ کیسے باپ بیٹی ہیں ابھی لڑ رہے تھے۔ ابھی گلے مل رہے ہیں۔ بوڑھے عقاب نے ہماری طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"یہ دونوں کون ہیں ——؟"

سارا ہمارا تعارف کرانے لگی۔ بوڑھے عقاب نے عقابی نظروں سے مجھے دیکھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو وہ مصافحہ ملتوی ہو گیا۔ بوڑھا اپنے آہنی پنجوں کی قوت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ جواباً میرا پنجہ فولاد بن گیا تھا۔

"اوہو ہو ہو۔ ہا۔ ہا۔ ہا ——" وہ مضحکہ اڑانے کے انداز میں ہنسنے لگا۔ سارا نے کہا۔

"مزید! اِٹ از اوٹلی اے جوک۔ یہ صرف مذاق ہے۔ میں نہ کہتی تھی میرے پتا بہت گریٹ ہیں۔"

میں اس کے پتا کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ یقیناً ایک زندہ دل انسان تھا۔ ہر لمحہ اپنی بیٹی کو خوش رکھنا چاہتا تھا۔ اس وقت بھی وہ بیٹی کو یہ شاباش دکھا کر خوش کرنا چاہتا تھا۔ کہ تم جیسے بہت زیادہ ذہین اور پُرتپاک سمجھ رہی ہو، وہ تمہارے باپ کے سامنے کچھ نہیں ہے۔

اب میرے مصافحہ کی پختگی سے اسے یقین ہو گیا کہ میں موم کا نہیں ہوں۔ اس نے دوسری تدبیر کی۔ مجھے اپنی طرف کھینچنے لگا۔ ارادہ یہ تھا کہ جب میں اسے اپنی طرف کھینچوں گا تو وہ ڈھیل دے کر میری طرف گرنے کے طور پر آئے گا۔ پھر تیزی سے پلٹ کر مجھے پیٹھ پر لاد کر رسی پاٹ مارتے ہوئے اپنی بیٹی کے قدموں پر پہنچا دے گا۔

میں نے اس سے پہلے ہی خود کو ڈھیل دے کر اس کے پاس پہنچایا پھر تیزی سے پلٹ کر اسے پیٹھ پر لاد کر بڑے آرام سے سارا کے پاس فرش پر چھوڑ دیا۔ وہ چاروں شانے چت ہو کر دید سے پھیلا کر بولا۔

"ہائیں!" پھر اس نے بیٹھ کر سارا سے کہا۔

"جانتی ہو بیٹے کیا ہوا؟ دراصل میں تمہاری ماں کی حسین یادوں میں کھو گیا تھا۔"

سارا نے پاؤں پٹخ کر کہا۔

"اوہ پپا! آپ مجھ سے بھی شکست کھا کر یہی کہتے ہیں۔ ممی اتنی یاد آتی ہیں تو آپ دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتے ——؟"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر مجھے گھونسہ دکھا کر بولا۔

"اچھا بچو! اب میں دوسری شادی کرنے کے بعد تم سے مقابلہ کروں گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے دونوں بازو پھیلائے۔ اس نے قہقہہ لگا کر مجھے گلے لگا لیا۔ پھر میری پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا۔

"شاباش جوان! میری طرح ہنستے کھیلتے رہو۔ پتہ نہیں پیش آنے والے خطرات کب ہماری ہنسی چھین لیں۔ تب تک زندگی کے کسی لمحے کو ضائع نہ جانے دو۔ میں تمہیں خوش آمدید کہوں گا۔"

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھے اتنا خوشگوار ماحول ملے گا۔

اور وہ سمندری عقاب جو بحری پولیس کے بیکار ڈ میں خطرناک اور ناقابل گرفت سمجھا جاتا ہے، وہ اپنی بیٹی اور بیٹی کے دوستوں کے سامنے اس قدر زندہ دل ہو گا۔ ہم کیبنوں کی طرف جانے لگے۔ سارا نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"پپا! تین بج گئے۔ کیا آپ نے آفیسر کو رخصت کر دیا ہے؟"

"نہیں، وہ میرے کیبن میں وہسکی پی رہا ہے۔ ہم ابھی اس کا حصہ اسے دے کر رخصت کر دیں گے۔"

میں نے آفیسر کے متعلق پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ کوسٹ گارڈز کا ایک آفیسر ہے۔ فار موسا کے بیک پورٹ سے مال لے جانے کے لئے اسے دس ہزار ڈالر دینے پڑتے ہیں۔ سارا کے پپا نے ایک ملازم کو ایک کیبن کھولنے کا حکم دیا۔ پھر مے یون سے کہا۔

"بیٹی! یہ کیبن تمہارے لئے ہے۔ تم یہاں آرام کرو۔ بستر کے سرہانے کال بیل ہے۔ کسی بھی چیز کی ضرورت ہو، گھنٹی دبا دینا۔ تمہاری خدمت کے لئے ایک خادمہ حاضر ہو جائے گی۔"

مے یون مجھے دیکھنے لگی۔ وہ مجھے چھوڑ کر تنہا نہیں رہنا چاہتی تھی دوسرے لفظوں میں وہ مجھے سارا کے ساتھ جلتے نہیں دیکھ سکتی تھی —— میں نے کہا۔

"میں تم سے زیادہ دور نہیں رہوں گا۔ ابھی آجاؤں گا، جاؤ آرام کرو ——"

سمندری عقاب نے کہا۔

"اگر یہ تم سے دور نہیں رہ سکتی ہے تو پھر یہ ساتھ والا کیبن تمہارا ہو گا۔ کیوں بیٹی! اب تو مطمئن ہو ——؟"

وہ شکریہ ادا کر کے اپنے کیبن میں چلی گئی۔ عقاب نے آگے بڑھتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"میں تمہیں پورے جہاز کی سیر کراؤں گا۔ یہاں تمہیں کھانے پینے اور گولہ بارود سے لے کر اسنو باؤڈر تک ضرورت کی ہر چیز ملے گی۔ پینے کے لئے ہر قسم کی شراب ہے۔ تم کون سی پیتے ہو ——؟"

"میں شراب نہیں پیتا۔"

"واقعی ——؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "پھر دشمنوں سے کس طرح لڑتے ہو ——؟"

"شراب کی گرمی سے نہیں، لہو کی حرارت سے لڑتا ہوں۔"

"اوہو ہو ہو۔ بڑے مستقل مزاج معلوم ہوتے ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے کن انکھیوں سے اپنی بیٹی کو دیکھا۔ پھر جلدی سے میری طرف جھک کر دھیرے سے بولا۔

"یہاں ایک سے ایک طرح دار حسینائیں بھی ہیں۔"

سارا چلتے چلتے رک گئی۔ پھر غصے سے بولی۔

"پپا! میں سب سن رہی ہوں۔ آپ ایک شریف آدمی کو بہکا

سے ہیں۔ معلوم ہے فرید نے فارموسا میں ایک جوان لڑکی کو بہن بنایا۔ اور یہ جو چینی لڑکی ساتھ آئی ہے۔ اسے عزت آبرو سے اس کے گھر پہنچا رہا ہے آپ کتنی بار کہہ چکے ہیں کہ دوسری شادی کرلیں۔ مجھے غصہ آئے گا تو آپ کی تمام حسیناؤں کو سمندر میں پھینک دوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے کیبن میں چلی گئی۔ چپاتے مجھے مایوسی سے دیکھ کر پوچھا۔

"کیا واقعی تم شرلیف یعنی داہیات قسم کے جوان ہو ــــ؟"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"آپ یہ بتائیں۔ آپ کے یہاں ڈنگ لیاں منانے سے بیٹی پر کیا اثر پڑتا ہوگا ــــ؟"

اس نے سارا کے کیبن کے بند دروازے کو دیکھ کر کہا۔

"کیا یہ بیٹی ہے؟ آہ فرید! میری زندگی کی سب سے بڑی ٹریجڈی یہ ہے کہ میں نے اسے بیٹا بنانے کی کوشش کی۔ یہ سچ مچ بیٹا بن گئی۔ اسے عورت کا کوئی جذبہ چھو کر نہیں گزرتا۔ میں نے کئی بار اسے سمجھایا منایا کہ کسی خوبرو جوان سے شادی کرلے۔ مگر یہ غصے سے انکار کردیتی ہے۔"

"آخر انکار کی وجہ؟" میں نے پوچھا۔ "کیا مردوں سے نفرت کرتی ہے ــــ؟"

"نفرت نہیں، دوستی کرتی ہے۔ کہتی ہے، میں خود مرد ہوں کسی مرد سے شادی کرنے کا خیال مضحکہ خیز ہے۔ دراصل مجھ سے غلطی ہوگئی میں نے اس انداز میں اس کی پرورش کی ہے کہ بچپن ہی سے اس کے اندر زنانہ حس ختم ہوگئی۔ یقین نہ ہو تو کبھی تم اس سے شادی کی درخواست کر کے دیکھو۔"

"میں ایسی حماقت نہیں کروں گا۔"

"کیوں ــــ؟" اس نے پوچھا۔

"اس لئے کہ سارا کی طرح میرے دماغ میں بھی شادی کا خانہ خالی ہے۔ وہ پُر نہیں ہوسکتا۔"

"کیوں نہیں ہوسکتا ــــ؟"

"اس لئے کہ جو لوگ مہماتی زندگی گزارتے ہیں، وہ بیوی بچوں کی زنجیروں میں خود کو باندھ کر نہیں رکھ سکتے۔ آپ نے جب سارا کو بھی ایسا بنا ہی دیا ہے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔"

میں نے چھوڑ ہی دیا ہے۔ وہ تو میں تمہاری بات کا جواب دے رہا تھا کہ میری ڈنگ لیوں کا اس لڑکی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یہ مجھے اور میری محبوباؤں کو نظر انداز کردیتی ہے تو یوں لگتا ہے جیسے یہ میری اماں جان ہے۔ اور اپنے بچے کی غلطیوں کو معاف کررہی ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ دونوں باپ بیٹی کا جواب نہیں ہے۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ اس نے ایک کیبن کے سامنے رک کر کہا۔

"یہ میرا کیبن ہے ــــ اندر آؤ۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر گیا۔ میں اس کے پیچھے تھا۔ وہ کیبن خوابگاہ اور آرام دہ تھا کہ وہاں پہنچتے ہی آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ کر رم چاہتا تھا۔ ایک کرسی پر ایک پولیس آفیسر یونیفارم میں نظر آیا وہ وہسکی سے شغل کررہا تھا۔ اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ بوڑھے عقاب سے کہا۔

"اب میں اٹھنے ہی والا تھا۔ مجھے واپس جانا چاہئے۔"

"ہاں۔ آپ کو دیر ہورہی ہے۔ میں ابھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں ذرا ایک منٹ ....."

بوڑھا عقاب آہنی سیف کے پاس جاکر اسے کھولنے لگا۔ میں رشوت خور آفیسر کی بے چینی دیکھ رہا تھا۔ وہ سیف کی جانب یوں دیکھ رہا تھا جیسے کبھی دولت دیکھی نہ ہو۔ میرے دل میں آیا کہ ایسے لالچی انسان کو سبق بھی پڑھنی چاہئے۔ لہٰذا میں دوسرے ہی لمحے اس کے دماغ کی ہر کتاب کو کھول کر پڑھنے لگا۔

یہ ٹیلی پیتھی کا علم نہ ہوتا تو میں کہاں ہوتا؟ شاید دشمن اب تک مجھے منوں مٹی کے نیچے سُلا چکے ہوتے، اور میں دوسروں کے کام آنے کے لئے زندہ نہ رہتا۔ میں نے اچانک ہی بوڑھے عقاب سے پوچھا۔

"کیا آپ کے سیف میں تھوڑا بہت زہر ہے؟"

بوڑھے عقاب نے پلٹ کر ہنستے ہوئے پوچھا۔

"کیا زہر کھانے کا ارادہ ہے ــــ؟"

اتنے میں سارا آگئی۔ اس نے بیٹی سے کہا۔

"لو تمہارا پرانا دوست بھری جوانی میں زہر مانگ رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں مانگ نہیں رہا ہوں، پوچھ رہا ہوں۔ اگر آپ یہاں زہر رکھا ہو تو مجھے بتائیں ــــ؟"

بوڑھے عقاب نے کہا۔

"ابھی میرے ہنسنے کھیلنے کے دن ہیں۔ اس لئے میں اپنے کیبن میں زہر نہیں رکھتا۔"

میں نے آفیسر کو مخاطب کیا۔

"کیا آپ کے پاس زہر ہے ــــ؟"

وہ بگڑ کر کرسی سے اٹھ گیا۔

"یہ کیا بکواس ہے۔ آپ یہ کس پاگل آدمی کو یہاں لے آئے ہیں آپ مجھے فوراً رخصت کریں۔"

میں نے کہا۔ "آفیسر آرام سے بیٹھو۔ میں اس کیبن میں زہر کی بُو سونگھ رہا ہوں جب تک میں اس زہر کو تلاش نہیں کروں گا۔ تم اس کیبن سے نہیں جاؤ گے۔"

میری سنجیدگی اور بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر دونوں باپ بیٹی بھی چونک گئے۔ سارا نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا تم ماہر سیانیات موجہ کو زہر کی بُو پہچان لیتے ہو ــــ؟"

میں نے واٹر کولر کا ڈھکنا کھولتے ہوئے کہا۔

"پہلے میں اپنا کام کرلوں۔ پھر تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔"

میں نے کولر کے پانی کو سونگھا۔ پھر اسے بند کرکے وہسکی کی کھلی ہوئی بوتل کی طرف جانے لگا۔ اس دوران میں آفیسر کے دماغ میں بھی موجود تھا بیلٹ سے پستول نکالنے کے لئے ہولسٹر کی طرف ہاتھ لے گیا۔ میں نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اسے لئے دیئے فرش پر آیا۔ ریوالور ہولسٹر سے نکل پڑا۔ مگر میری گرفت میں تھا۔ یعنی اس کی نال آفیسر کی پسلی سے لگا کر کہا۔

"سارا! وہسکی کی بوتل سے ایک جام بنا کر آفیسر کو پیش کرو۔ یہ بھی بتائے گا کہ زہر کا ذائقہ کیا ہوتا ہے ــــ؟"

دونوں باپ بیٹی کی سمجھ میں بات آگئی۔ انہوں نے حیرانی سے مجھے دیکھا۔ میں آفیسر کے ساتھ فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ پھر سارا آگے بڑھ کر ایک جام بنانے لگی۔ آفیسر نے گڑگڑا کر کہا۔

"نن۔ نہیں۔ میں نہیں پیوں گا۔"

"ابھی تو تم اس بوتل سے پی رہے تھے ــــ؟"

وہ جواب نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں نے ریوالور کی نال اس کی کنپٹی پر رکھ دی۔ سارا جام لے کر اس کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ تب اس نے کہا۔

میں نے اپنے لئے آخری جام بنانے کے بعد بوتل میں زہر ملا دیا تھا میں اپنے سامنے سی ایگل (عقاب) کو پینے کا موقع نہ دیتا۔ جلدی رخصت ہونے کے بہانے اسے جہاز کے عرشہ تک لے جاتا۔ وہاں سے میں کشتی میں سوار ہوکر ساحل کی طرف چلا جاتا۔ اس کے بعد اب۔ اب ــــ میں کیا کہوں....."

سارا نے کہا۔ "اس کے بعد پتا یہاں آتے اور اس بوتل سے چند گھونٹ پی کر ہمیشہ کی نیند سو جاتے ــــ"

عقاب نے کہا۔ "بیٹے! ذرا یہ جام اسے پلا کر تو دیکھو کہ تمہارا باپ ہمیشہ کی نیند کیسے سوجاتا ہے ــــ؟"

"نہیں!" اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "مجھے معاف کردو۔ آئندہ میں تمہارا وفادار بن کر رہوں گا۔"

عقاب نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو پھر وفاداری دکھاؤ۔ یہ بتاؤ کہ مجھے مارنا کیوں چاہتے تھے.....؟"

اس نے جواب دیا۔ "مجھے حکومت کی طرف سے انعام ملتا۔ ترقی ملتی۔ نام گرفت میں نہیں آتے تھے۔ اس لئے تمہیں اس طرح مارنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔"

اس نے بوڑھے عقاب کو فائل کردیا، مگر اس کی موج کہہ رہی تھی کہ وہ حکومت کا وفادار نہیں ہے۔ بات کچھ اور ہے۔ میں نے کہا۔

"آفیسر! تمہاری باتوں میں صداقت نہیں ہے۔ اگر تم حکومت کے وفادار ہوتے تو ایک عرصہ سے آنگلوں کا مال نہ کھاتے۔ حکومت تمہیں سونے کا تمغہ اور مالا مال نہ ایک آدھ سو ڈالر کی ترقی دے گی۔ جبکہ تم انگل سے ہزاروں ڈالر حاصل کرتے رہتے ہو۔ تم اتنے احمق نہیں ہوسکتے کہ سونے کا انڈا دینے والی بطخ کو یونہی ذبح کردو ــــ"

سارا اور عقاب دونوں میرے دلائل کو تسلیم کرتے ہوئے تائید میں سر ہلا رہے تھے۔ آفیسر کے ہاتھ پاؤں مارے دہشت کے کانپ رہے تھے مگر وہ کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا۔ عقاب نے کہا۔

"تم میرے قاتل بن کر آئے ہو۔ کیا تمہیں بھیجنے والوں نے یہ نہیں بتایا کہ میں اپنے دشمنوں کو کیسی اذیتیں دے کر ان کی زبان کھلواتا ہوں دیکھو میں تین تک گنتا ہوں۔ اگر تم نے زبان نہ کھولی تو میں تمہارے جسم سے چھوٹی چھوٹی بوٹیاں کاٹوں گا اور تمہیں تمہارا گوشت کھلاتا جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر عقاب نے اپنے بستر کے سرہانے سے ایک لمبا چاقو نکال کر اسے کھولتے ہوئے کہا۔ "ایک ــ دو ....."

"بتاتا ہوں۔ ابھی بتاتا ہوں۔ مجھے پرنس مُوڈی نے بھیجا ہے۔ اس نے مجھے ایک لاکھ ڈالر دیئے ہیں۔ میں اتنی بڑی رقم کا کبھی خواب بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جب وہ رقم میرے ہاتھوں میں آئی تو میں یہ بھول گیا کہ پرنس مُوڈی کا منصوبہ ناکام بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن منصوبہ ایسا جامع اور مکمل تھا کہ تم مجھ پر شبہ نہیں کرسکتے تھے۔ پچھلے چار سال سے میری تمہاری دوستی ہے، سمجھ تم ہے۔ تم مجھے اپنے کیبن میں لاکر بٹھاتے ہو اور میرے لئے بوتل کھول دیتے ہو۔ میں تمہارے متماثے سے فائدہ اٹھا کر بڑی کامیابی سے یہاں سے جارہا تھا۔ مگر نہ جانے یہ زہر سونگھنے والا کہاں سے آگیا۔"

دونوں باپ بیٹی مجھے احسان مندی سے دیکھنے لگے۔ میں نے اس سے کہا۔

"آفیسر! تمہاری باتوں میں صداقت نہیں ہے۔ اگر تم حکومت کے وفادار ہوتے تو ایک عرصہ سے آنگلوں کا مال نہ کھاتے۔ حکومت تمہیں سونے کا تمغہ اور مالا مال نہ ایک آدھ سو ڈالر کی ترقی دے گی۔ جبکہ تم انگل سے ہزاروں ڈالر حاصل کرتے رہتے ہو۔ تم اتنے احمق نہیں ہوسکتے کہ سونے کا انڈا دینے والی بطخ کو یونہی ذبح کردو ــــ"

سارا اور عقاب دونوں میرے دلائل کو تسلیم کرتے ہوئے تائید میں سر ہلا رہے تھے۔ آفیسر کے ہاتھ پاؤں مارے دہشت کے کانپ رہے تھے مگر وہ کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا۔ عقاب نے کہا۔

"تم میرے قاتل بن کر آئے ہو۔ کیا تمہیں بھیجنے والوں نے یہ نہیں بتایا کہ میں اپنے دشمنوں کو کیسی اذیتیں دے کر ان کی زبان کھلواتا ہوں دیکھو میں تین تک گنتا ہوں۔ اگر تم نے زبان نہ کھولی تو میں تمہارے جسم سے چھوٹی چھوٹی بوٹیاں کاٹوں گا اور تمہیں تمہارا گوشت کھلاتا جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر عقاب نے اپنے بستر کے سرہانے سے ایک لمبا چاقو نکال کر اسے کھولتے ہوئے کہا۔ "ایک ــ دو ....."

"بتاتا ہوں۔ ابھی بتاتا ہوں۔ مجھے پرنس مُوڈی نے بھیجا ہے۔ اس نے مجھے ایک لاکھ ڈالر دیئے ہیں۔ میں اتنی بڑی رقم کا کبھی خواب بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جب وہ رقم میرے ہاتھوں میں آئی تو میں یہ بھول گیا کہ پرنس مُوڈی کا منصوبہ ناکام بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن منصوبہ ایسا جامع اور مکمل تھا کہ تم مجھ پر شبہ نہیں کرسکتے تھے۔ پچھلے چار سال سے میری تمہاری دوستی ہے، سمجھ تم ہے۔ تم مجھے اپنے کیبن میں لاکر بٹھاتے ہو اور میرے لئے بوتل کھول دیتے ہو۔ میں تمہارے متماثے سے فائدہ اٹھا کر بڑی کامیابی سے یہاں سے جارہا تھا۔ مگر نہ جانے یہ زہر سونگھنے والا کہاں سے آگیا۔"

دونوں باپ بیٹی مجھے احسان مندی سے دیکھنے لگے۔ میں نے اس سے کہا۔

"آفیسر! تمہاری باتوں میں صداقت نہیں ہے۔ بات کچھ اور ہے۔ میں ن

موڈی کے اپنے آدمی ہوں گے ــــ"

عقاب نے اپنی ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"ہوں ۔ اس نے بڑی زبردست پلاننگ کی ہے۔ تم تو اس کی اولاد ہو۔ تم اس پلاننگ میں اپنے حصے کا کام کر ہی چکے ہو۔ تم نے تو وہسکی میں زہر ملا دیا اور میں اسے پی کر مر چکا ہوں۔ اب میں اپنی لاش پرنس موڈی کے پاس پہنچاؤں گا۔"

آفیسر کا چہرہ ایسے زرد پڑ گیا تھا، جیسے بدن کا تمام خون خشک ہو چکا ہو۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کی موت یقینی ہے۔ عقاب نے بستر کے سرہانے جا کر کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ ذرا سی دیر میں ایک ملازم حاضر ہو گیا وہ اپنے آقا کا حکم سن کر واپس گیا۔ پھر چار مسلح جوانوں کو ساتھ لے آیا۔ عقاب نے آفیسر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اسے زندہ رکھنا ہے۔ اس بات کا خاص خیال رکھو کہ یہ خودکشی کرنے کے لئے سمندر میں چھلانگ نہ لگائے۔ ہانگ کانگ میں اس کی لاش ہمارے کام آئے گی۔"

دو جوانوں نے اس کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے باندھ دیئے۔ پھر چاروں اسے کاندھے پر اٹھا کر لے گئے۔ سارا نے وہسکی کی بوتل اور جام ملازم کو دے کر کہا۔

"یہ سب سمندر میں پھینک دو۔ اپنے مالک کا جھوٹا سمجھ کر پی نہ جانا۔ یہ زہر ہے۔"

ملازم بوتل اور جام لے کر وہاں سے چلا گیا۔ عقاب نے دوسری بوتل نکال کر اپنے لئے ایک پیگ بناتے ہوئے کہا۔

"فرید! آج تم نہ ہوتے تو میں اپنی زندگی کا یہ جام پینے کے لئے زندہ نہ رہتا۔ مجھے بتاؤ۔ کیا واقعی تم زہر کی بُو سونگھ لیتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "میری سونگھنے کی حس بہت تیز ہے۔ میں کسی بھی چیز کو ایک بار سونگھنے کے بعد پھر کبھی نہیں بھولتا۔ وہ دوبارہ کہیں بھی چھپا کر رکھی گئی ہو۔ میں اس کی بُو پا کر اس جگہ تک پہنچ جاتا ہوں۔"

دونوں مجھے حیرانی اور بے یقینی سے دیکھنے لگے۔ سارا نے پوچھا۔

"کیا تم پھر اپنی اس صلاحیت کا مظاہرہ کر سکتے ہو؟"

"ہاں۔ تم باپ بیٹی میں سے کوئی بھی کہیں جا کر چھپ جائے۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

عقاب نے شدید حیرانی سے پوچھا۔

"کیا تم انسانوں کی بُو بھی سونگھ لیتے ہو۔؟"

میں نے لاپرواہی سے شانے اچکا کر کہا۔

"آپ آزما کر دیکھ لیں۔"

اس نے جام خالی کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا میں باہر جا رہا ہوں۔ سارا تم پندرہ منٹ کے بعد فرید کے ساتھ نکلنا۔ اس سے پہلے یہ باہر نہ آئے۔"

یہ کہہ کر اس نے بوتل اور گلاس الماری میں بند کئے۔ تاکہ زہر نہ ملا دے۔ پھر وہ باہر چلا گیا۔ میں جیب سے سگریٹ نکال کر سلگانے اور دماغ کی اسکرین پر عقاب کو دیکھنے لگا تھا۔ سارا نے پوچھا۔

"تم نے پہلے کیوں نہ بتایا کہ تمہارے اندر یہ صلاحیت ہے۔ واقعی تم پتا نہیں پہنچ جاؤ گے۔؟"

"اگر پہلے بتا دیتا تو تمہیں یقین نہ آتا۔ جیسے اب بھی نہیں آ رہا ہے۔"

اس نے تائید میں سر ہلایا۔ اس کا باپ کیبن سے دور جہاز چلانے کا حکم دے کر آیا تھا۔ بہت سے جہاز لنگر انداز تھے۔ پھر وہ اپنی گھڑی میں وقت دیکھ کر سنسان حصے میں چلا گیا۔ اس نے سوچا کہ پندرہ منٹ پورے ہوتے ہی جب میں سارا کے ساتھ کیبن سے باہر آؤں تو وہ سنسان حصے کا دروازہ کھول کر زینے سے واپس اوپر آ جائے گا۔ پھر اپنے میں اگر چھپ جائے گا۔

عقاب کے آنے کو سمجھ لینے کے بعد میں سارا کی سوچ پڑھنے میں اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ مجھے گہری نظروں سے دیکھتی ہوئی سوچ رہا

"یہ بہت گہرا ہے۔ پہلے پتہ چلا کہ یہ سحر ہے اور اس میں شیطنت ہے۔ پھر اس کی ذہانت کا پتہ چلا۔ پتا سے دو دو ہاتھ کرتے وقت اس نے لڑنے کے فن کا بھی مظاہرہ کیا۔ اب سونگھنے والی حیرت انگیز صلاحیت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ پتہ نہیں اس کے اندر اور کیا کچھ چھپا ہوا ہے۔ سمندر سے زیادہ گہرا ہے ..... ؟"

عورتیں مرد کی ظاہری شخصیت سے متاثر ہو کر اس کے بارے سوچتی ہیں۔ سارا عام عورتوں سے مختلف تھی۔ وہ ایک مرد کی طرح میری صلاحیتوں سے متاثر ہو رہی تھی۔ میں نے سگریٹ کا دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔

"میری سونگھنے کی حس بہت تیز ہے۔ میں کسی بھی چیز کو ایک بار سونگھنے کے بعد پھر کبھی نہیں بھولتا۔ وہ دوبارہ کہیں بھی چھپا کر رکھی گئی ہو۔ میں اس کی بُو پا کر اس جگہ تک پہنچ جاتا ہوں۔"

دونوں مجھے حیرانی اور بے یقینی سے دیکھنے لگے۔ سارا نے پوچھا۔

"کیا تم پھر اپنی اس صلاحیت کا مظاہرہ کر سکتے ہو؟"

"ہاں۔ تم باپ بیٹی میں سے کوئی بھی کہیں جا کر چھپ جائے۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

عقاب نے شدید حیرانی سے پوچھا۔

"کیا تم انسانوں کی بُو بھی سونگھ لیتے ہو۔؟"

میں نے لاپرواہی سے شانے اچکا کر کہا۔

"آپ آزما کر دیکھ لیں۔"

اس نے جام خالی کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا میں باہر جا رہا ہوں۔ سارا تم پندرہ منٹ کے بعد فرید کے ساتھ نکلنا۔ اس سے پہلے یہ باہر نہ آئے۔"

میں نے فضا میں چاروں طرف سونگھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے پتا جہاز کے نچلے حصہ میں ہیں آؤ ..... ؟"

پھر میں نے اس کے ساتھ نچلے حصہ کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

"میرا انعام یہ ہے کہ میں تمہیں بلاؤز اور اسکرٹ میں دیکھنا چاہتا ہوں ــــ"

"یہ کیا بکواس ہے ــــ میں عورتوں کا لباس کبھی نہیں پہنتی۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ تم انعام نہیں دے سکو گی۔"

وہ غصہ سے بولی۔ "یہ بھی کوئی انعام ہے ــــ تم اپنے لئے کچھ مانگو ــــ"

"میں اپنی نگاہوں کی آسودگی کے لئے مانگ رہا ہوں۔ مجھے کوئی عورت پتلون میں اچھی نہیں لگتی۔"

"میں عورت نہیں ہوں۔"

"تمہارے انکار کرنے سے قدرت کی صناعی میں تبدیلی نہیں آئے گی۔ یہ بھی جہاز ہے۔ اسے تم ہوائی جہاز کہو گی تو کوئی تسلیم نہیں کرے گا۔"

"میں اس موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہتی۔"

میں نے بحث ختم کر دی۔ جہاز کے نچلے حصے کے زینے تک آ کر پھر میں نے بُو سونگھنے کی اداکاری کی۔ اس کے بعد کہا۔

"تمہارے پتا اب اوپر گئے ہیں۔"

وہ میرے ساتھ اوپر آئی۔ عین اس کے پتا کے کیبن کے سامنے اگر رک گیا تو وہ ناگواری سے بولی۔

"تم نے خواہ مخواہ دوڑایا۔ اور اب پھر اسی جگہ واپس آ گئے ہو۔ بتاؤ پتا کہاں ہیں ــــ؟"

"اسی کیبن میں ہیں۔"

"کیا؟" وہ دروازہ کھول کر اندر گئی۔ پھر حیرانی سے کبھی اپنے باپ کو اور کبھی مجھے دیکھنے لگی۔ عقاب نے پوچھا۔

"بیٹے! فرید نے مجھے کتنے کیبنوں میں تلاش کیا ہے؟"

"کسی کیبن میں نہیں پتا! آپ نیچے گئے تھے۔ یہ نیچے گیا۔ آپ بھائے یہ سیدھا اسی کیبن میں پہنچ گیا۔"

"کمال ہے۔" عقاب نے حیرانی سے کہا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آیا اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"تم بہت ہی باکمال انسان ہو۔ تم نے مجھے ایک نئی زندگی دے کر خرید لیا ہے۔ مانگو کیا مانگتے ہو ــــ؟"

"کچھ نہیں ــــ" میں کن انکھیوں سے سارا کو دیکھتے ہوئے بولا ــــ "مانگنے سے کچھ نہیں ملتا۔"

"کیا مطلب ــــ؟" عقاب کو میری بات بُری لگی۔

"مطلب یہ کہ سارا نے آپ کی نئی زندگی کی خوشی میں مجھے انعام مانگنے کے لئے کہا۔ جب میں نے مانگا تو اس نے انکار کر دیا۔"

سارا نے پاؤں پٹخ کر غصے سے کہا۔

"پتا! یہ فرید کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ یہ انعام کے طور پر مجھے بلاؤز اور اسکرٹ پہنانا چاہتا ہے۔"

"اوہو۔ ہو۔ ہو۔ ہو۔ ہا۔ ہا۔ ہا ....." وہ قہقہہ لگاتے ہوئے میرے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "یار فرید! تم واقعی کمال کے آدمی ہو۔ سارا انعام دینے کا وعدہ کر چکی ہے۔ یہ خود کو مرد کہتی ہے لہٰذا اسے ایک مرد کی طرح اپنا وعدہ پورا کرنا چاہئے۔"

"میں نہیں کروں گی۔"

"تمہاری مرضی۔" عقاب نے کہا۔ "مگر تم بان ہارچکی ہو ساری زندگی فرید کا یہ قرض تمہارے سر رہے گا۔"

وہ منہ پھیر کر چلی گئی۔ عقاب نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"ایک دم پتھر ہے۔ ٹوٹ جائے گی مگر جھکے گی نہیں۔ ویسے تم نے اس سے انعام خوب مانگا ہے۔ اس کی ایک عادت یہ ہے کہ جس بات کو پورا نہیں کر سکتی۔ اس کے لئے الجھتی اور سوچتی رہتی ہے۔ بہرحال تم نے یہاں آتے ہی ہم باپ بیٹی کے دلوں کو جیت لیا ہے۔ اب میں تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گا۔"

"میں یہاں بیٹا بن کر رہ سکتا ہوں۔ کیا آپ مجھے پتا کہنے کی اجازت دیں گے ــــ؟"

اس نے خوش ہو کر مجھے دیکھا۔ پھر قہقہہ لگایا۔ پھر میرے شانوں پر دونوں بازو دراز تک جمائے۔ وہ اسی طرح اپنی مسرتوں کا اظہار کرتا تھا۔ آخر اس نے مجھے گلے لگا کر کہا۔

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ بڑھاپے میں ایک جوان بیٹا مل گیا ہے آؤ اسی خوشی میں ایک جام ہو جائے ..... اوہ مگر تم تو پیتے ہی نہیں۔ کیا تم ہیچ مچ نہیں پیتے ــــ؟"

میں انکار میں سر ہلاتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے لئے ایک پیگ بناتے ہوئے کہا۔

"میری بھی کیا تقدیر ہے۔ ایک بیٹی ہے، وہ عورتوں جیسا کام نہیں کرتی۔ اب ایک بیٹا ملا ہے وہ مردوں جیسا کام نہیں کرتا۔ نہ شراب نہ مطلب، یہ بھی کوئی بات ہے۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ دو گھونٹ پینے کے بعد بولا۔

"یہ تم نے کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔ لو یہ چابیاں، میری الماری کھول کر میرے کپڑے اور جوتے پہن کر دیکھو۔ ہانگ کانگ پہنچ کر تمہیں ضرورت کی ہر چیز مل جائے گی۔"

میں الماری کھول کر اپنی پسند کے مطابق کپڑے اور جوتے پہن کر دیکھنے لگا۔ کپڑے میرے بدن پر ٹھیک آئے تھے۔ جوتے کچھ ڈھیلے تھے موزے پہن کر جوتوں میں کپڑے کا چھوٹا سا ٹکڑا اٹھوسنے کے بعد وہ پہننے

کے قابل ہو جاتے تھے۔ اس دوران وہ کہہ رہا تھا۔

"پرنس مُوڈی میری لاش کے ساتھ میری بیٹی کو اغوا کرنا چاہتا تھا۔ اب میں اپنی جگہ اس آفیسر کی لاش بھیجوں گا۔"

میں نے پوچھا۔ "اس لاش کو کس طرح مُوڈی کے پاس بھیجا جائے گا۔؟"

"وہاں ہمارے پاس گاڑیاں ہیں۔ میرے آدمی کسی گاڑی میں اسے ڈال کر پرنس کے بنگلے تک پہنچا دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "بیٹا! صرف ایک لاش بھیج دینے سے پرنس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ وہ آپ کی جان لینا چاہتا ہے۔ اسے بھی جانی اور مالی نقصان پہنچانا چاہیئے۔"

"بیٹے! میں ہانگ کانگ میں ایک معزز دولت مند سمجھا جاتا ہوں وہاں ہنگامے نہیں کرنا چاہتا۔"

"آپ تو ان کی نظروں میں مر دہ ہوں گے۔ ہنگامے تو ہم..... کریں گے۔"

"کیسے؟" اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

"آپ پرنس مُوڈی کی یہ خواہش پوری کریں۔ لاش کے ساتھ سارا کو بھی جانے دیں۔ وہ سمجھیں گے کہ سارا اپنے باپ کی لاش لے کر جا رہی ہے وہ اسے اغوا کریں گے۔ ہم ان کا پیچھا کریں گے، اور دیکھیں گے کہ وہ سارا کو کہاں لے جاتے ہیں۔"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔

"یہ احمقانہ مشورہ ہے۔ اگر وہ ڈاج سے کر نکل جائیں گے تو ہم سارا کو بھی ڈھونڈتے ہی رہ جائیں گے۔ پتہ ہی نہیں چلے گا کہ میری بیٹی کو کس راستے سے کہاں لے جایا گیا ہے۔"

"سارا گم نہیں ہو سکے گی۔ میں اس کی بُو سونگھتے ہوئے دشمنوں تک پہنچ جاؤں گا۔"

"اس؟" وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ "میں تو بھول ہی گیا تھا۔ کہ تم کسی کو بھی سونگھتے ہوئے کہیں بھی پہنچ سکتے ہو۔"

"تو پھر آپ میری اس تدبیر پر عمل کریں گے۔"

"میں سوچ کر جواب دوں گا۔ سارا کو چارے کے طور پر آگے بڑھانے سے پہلے دشمنوں کی طاقت پر غور کرنا ہو گا۔ کہ ہم اسے کس طرح کمزور بنا سکتے ہیں۔"

میں تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد اس سے رخصت ہو کر اپنے کیبن کی طرف جانے لگا۔ جہاز کے عرشہ پر صبح کی دھندلی سی روشنی پھیل رہی تھی۔ دُور سمندر کے اس پار سورج کے طلوع ہونے کا منظر بڑا ہی خوبصورت تھا۔ میں اس منظر سے لطف اندوز ہونے کے لئے جہاز کی ریلنگ کے پاس آیا تو وہاں مے یُون کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی پشت میری جانب تھی۔ اور وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ یہ میں اچھی طرح جانتا تھا۔

میں ٹھٹک کر سوچنے لگا کہ کیا کروں؟ اس کی دلجوئی کی کیا کروں؟ اس کی آنکھوں سے تو نیند اڑ چکی تھی۔ میں نے ایک بار اس کے ذریعے اسے مثبت انداز میں سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ سنبھل مگر پھر بہکنے لگی۔ میں اسے کب تک سنبھالتا رہتا۔ بار بار گھنٹے کے ہانگ کانگ پہنچا دیتا۔ اسے چھوڑ کر چلا آتا۔ تب بھی وہ میرے سوچ کر گھلتی رہتی۔

وہ سورج اور سمندر کو دیکھ رہی تھی۔ مگر تصور میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں بیان کر چکا ہوں کہ وہ چینی گڑیا سے بے حد حسین تھی۔ دیکھ کر کئی بار میری توبہ ٹوٹ چکی تھی۔ اس کے باوجود میں حتی الامکان اس کی معصومیت کو برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ میں بے قدموں واپس مڑ کر کیبن کی جانے لگا۔

واپس جاتے وقت دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ مگر زبردست میں حماقت کر رہا ہوں۔ ایسی حسین دوشیزہ جو میرے لئے بے قرار ہو۔ اس سے کوئی کرفرشتہ بننا نادانی ہے۔ گزرا ہوا وقت اور بہتی ہوئی جوانی واپس نہیں آتی۔

میں تیزی سے آگے بڑھا۔ اور سارا کے کیبن کے سامنے پہنچ گیا۔ میں نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اپنا نام بتایا۔ میں بند دروازے کے آر پار دماغ کی الیکٹرسے مشین سے دیکھ سکتا تھا وہ سونے کے پاجامہ پہن رہی تھی۔ اس کے بعد وہ شرٹ پہن کر اس کے بٹن لگانے لگی۔ پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے کہا۔

"میں تمہاری نیند خراب کرنے آ گیا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "کوئی بات نہیں۔ اگر تمہیں نیند نہیں آ رہی تو چلو صبح کا منظر دیکھیں۔"

"میں صبح کا منظر دیکھنے نہیں، سونے کے لئے آیا ہوں۔"

"کیا؟" وہ حیرت سے بولی۔ "کیا تم یہاں سونے آئے ہو؟"

"یہاں نہیں، اپنے کیبن میں سونا چاہتا ہوں۔ مگر سو نہیں سکوں گا۔ میرا مطلب ہے کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"میری ضرورت؟ تم۔ تم ہوش میں تو ہو؟"

"میں ہوش میں ہوں۔ اگر تم میری مدد نہیں کرو گی تو میں سو نہیں سکوں گا۔"

سارا نے مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم پریشان نظر آ رہے ہو۔ اسی لئے الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو۔ اندر آؤ اور اطمینان سے بیٹھ کر بتاؤ کیا چاہتے ہو۔؟"

میں اندر آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا میں تمہارے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالوں؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔

"نہیں۔ مجھے ٹھنڈک کی ضرورت ہے۔ مے یُون میری کھوپڑی میں گرم کر رہی ہے۔"

"اوہ۔ معاملہ کچھ گمبھیر ہے۔"

"ہاں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی معصومیت برقرار رہے۔ مگر وہ مجھ پر بھی طرح مرمٹی ہے۔ میرے لئے ابھی تک جاگ رہی ہے۔ تم نے کچھ کھایا تو وہ بھی ہے۔ میں بار بار بہکنے پر آمادہ ہو جاتا ہوں۔ تم مجھے بہکنے سے بچا سکتی ہو۔"

"بچانا کیا ہے۔ تم اپنے کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر کے سو جاؤ۔ وہ دستک دے تو آواز نہ دینا۔"

"سارا یہ بات تو میرے دماغ میں بھی آ سکتی ہے۔ مگر میں کیبن کے اندر بند ہو کر بھی سو نہیں سکوں گا۔ کیونکہ میرے اندر وہ بھڑک رہی ہے وہ یعنی کہ آگ..... جب تک تم میرے اور مے یُون کے درمیان دیوار نہیں بنو گی۔ مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم بہکنا نہیں چاہتے۔ بتاؤ میں کس طرح دیوار بن سکتی ہوں۔؟" سارا نے خوش ہو کر کہا۔

میں نے کہا۔ "تم میرے ساتھ میرے بستر میں چلو اور میرے ساتھ سو جاؤ۔"

وہ اچانک پینترا بدل کر حملہ کرنے کے انداز میں بولی۔

"میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کرو۔"

"ناراض کیوں ہوتی ہو۔ دیکھو تم بھی مرد ہو۔ میں بھی مرد ہوں۔ دونوں ساتھ سوئیں گے تو کسی کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ میں یہ سوچ کر سو جاؤں گا کہ تم دیوار بنی ہوئی ہو۔ مے یُون کے پاس جانے نہیں دو گی۔"

"بکواس کر چکے؟ اب جاؤ یہاں سے.....؟"

"یعنی تم مجبور کر رہی ہو کہ میں اس کے پاس جاؤں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ کچھ بھی ہو، وہ ایک عورت تھی۔ لمبے دبیز خول کے اندر چھپی ہوئی تھی کہ خود اسے اپنے عورت پن کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ میں نے اسے اپنے کیبن میں دیوار بننے کے لئے کہا تو اس کی سوچ کی گہرائی تہہ میں ایک چنگاری اڑی۔ مگر جلد ہی راکھ تلے دب گئی۔

پھر اس کے دماغ نے کہا کہ فریدہ کو سے یُون کے پاس نہیں جانا چاہیئے۔

کیوں نہیں جانا چاہیئے؟

اس سوال نے اسے پھر ذرا سا الجھا دیا۔ وہ یہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھی کہ اس میں عورتوں والا حسد کا جذبہ ہے۔ اس نے سوچ کے پہلو کو بدل کر کہا۔ مے یُون ایک نادان لڑکی ہے۔ اسے اپنی معصومیت اور پاکیزگی کے ساتھ گھر لوٹنا چاہیئے۔

میں چپ چاپ اس کے لہجے ہوئے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ اس الجھن میں گرفتار تھی کہ میری موجودگی کو بھول گئی۔ میں اٹھ کر جانے لگا تو وہ چونک کر بولی۔ "کہاں جا رہے ہو۔؟"

"جہاں مجھے جانا چاہیئے۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر گول مول سا جواب دیا۔

"ٹھہرو۔" وہ دروازے پر راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ "تم میرے کیبن کو اندر سے بند کر کے سو جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے دروازے کو بند کر دیا۔ وہ اس ارادے سے چلی گئی کہ مے یُون کو بہلا پھسلا کر سلا دے گی۔ پھر میرے کیبن میں جا کر سو جائے گی مگر مے یُون وہاں جائے گی تو میری جگہ سارا کو دیکھ کر مایوسی ہو جائے گی.....

میں دروازے کو اندر سے بند کر کے سارا کے بستر پر لیٹ گیا۔ اس وقت پانچ بج کر تیس منٹ ہو چکے تھے۔ میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا وہ آدھ گھنٹہ پہلے بخار سے اٹھ چکی تھی۔ وہ ایک شاندار کوٹھی کے پورٹیکو میں کار سے اتر رہی تھی۔ اس کے سامنے دو ملازم باادب کھڑے ہوئے تھے۔ پھر وہ قافلے کے لیڈر کی رہنمائی میں کوٹھی کے اندر جانے لگی۔

کوٹھی کا اندرونی سامان تعیش اور ان کی آرائش قابلِ دید تھی۔ وہ کسی ملکہ کی آرام گاہ معلوم ہوتی تھی۔ سونیا بھی اس وقت بے تاج کی ملکہ تھی۔ چمپینزی، شیلا اور میرلن کے لئے بھی وہاں الگ الگ کمرے مخصوص کئے گئے تھے۔ سونیا کی ایڑ کنڈیشنڈ خوابگاہ کے روزانوں اور کھڑکیوں پر ریشمی پردے لہرا رہے تھے۔ چاروں طرف بھینی بھینی سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی اور ہلکے سروں میں موسیقی سنائی دے رہی تھی۔ لیڈر نے پوچھا۔

"آپ چائے پینا پسند کریں گی یا کافی؟"

میں نے سونیا سے کہا۔ "پہلے اس کوٹھی کے تمام ملازمین کو بلاؤ اور خوابگاہ کو اچھی طرح چیک کرو۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ لیڈر تمام ملازمین کو بلانے چلا گیا۔ سونیا بستر کے نیچے، بستر کے سرہانے اور پائنتی، الماریوں کے اوپر نیچے آئینے اور تصویروں کے پیچھے، غرضیکہ خوابگاہ کے گوشہ گوشہ کو کھنگال رہی تھی۔ تمام ملازم ایک قطار میں آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ ہر ایک سے ان کا نام اور کام پوچھنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی میں ہر ایک کے ذہن کو ٹٹولتا گیا۔ پھر میں نے سونیا سے کہا۔

"میری جان! یہ سب لوگ قابلِ اعتماد ہیں۔ وہاں تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ سو جاؤ۔"

سونیا نے لیڈر کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ ابھی اس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ سونا چاہتی ہے۔ لیڈر کے جانے کے بعد اس نے دروازے کو بند کرتے ہوئے پوچھا۔ "مسٹر فرہاد! کیا کر رہے ہو؟"

"کنوارا سو رہا ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ کہ آج کل تم اتنی شرافت سے نرمی

گزار رہے ہو۔ اس وقت کہاں ہو؟"

میں اسے تمام روداد سنانے لگا۔ سے یُون کے حالات سُن کر سونیا نے کہا: "فرہاد! تم کتنے بدل گئے ہو۔ سے یُون جیسی حسین اور نوجوان لڑکی کو عزت آبرو سے اس کے گھر پہنچانا چاہتے ہو۔ مجھے یہ سن کر کتنی خوشی ہو رہی ہے، میں بیان نہیں کر سکتی۔ کاش دنیا کے تمام مرد تمہارے جیسے ہو جاتے۔"

"ہاں میرے جیسے ہو جاتے۔ تمام لڑکیوں کو ان کے گھر پہنچا کر اپنے گھر مجرد بیٹھے رہتے۔ نہ کہیں آنکھ لڑتی، نہ شادی ہوتی، نہ بچے پیدا ہوتے دنیا آہستہ آہستہ ویران ہو جاتی....."

وہ چڑ کر بولی۔ "اے تم پھر بہک رہے ہو۔ اپنا فلسفہ بیان کر کے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ کسی لڑکی سے آنکھ لڑانا ضروری ہے۔ آخر تم مرد ہو؟ اپنی اہمیت دکھاتے ہو۔ ٹھہرو۔ ذرا ریڈیو اور کے ٹک میں سے میری بات ہو جائے۔ میں اس سے کہوں گی کہ مجھے فوراً ہی فارموسا پہنچایا جائے۔ وہاں میں تمہاری ٹو سونگ کر کل شام تک تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

میں مسکرانے لگا۔ کیوں کہ میں نے ابھی تک اسے فارموسا کی داستان سنائی تھی اور سے یُون کا تفصیلی ذکر کیا تھا۔ اس دوران سونیا رنجیدہ میں بول پڑی۔ اور فارموسا پہنچنے کی دھمکی دینے لگی۔ میں محتاط ہو گیا۔ کہ مجھے داستان کا باقی حصہ بدل دینا چاہئے اس نے کہا۔

"چپ کیوں ہو؟ آگے کہو۔ اب فارموسا میں کیا کر رہے ہو؟"

"آگے کیا خاک کہوں۔ تم پوری بات سننے سے پہلے بیچ میں بول پڑتی ہو۔ جس معصوم لڑکی کو میں عزت آبرو سے ہانگ کانگ پہنچانا چاہتا تھا وہ مر چکی ہے۔"

"اسے کیسے۔۔۔؟"

میں نے فرضی داستان شروع کی۔

"ٹوائنڈ اچانک ہی وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں اسے ذبح کر پاتا۔ اس نے گولی چلا دی۔ سے یُون مجھے بچانے کے لئے سامنے آ گئی۔ میں اس کی محبت اور قربانی کو یاد کرتا ہوں تو میری آنکھیں بھیگ جاتی ہیں....."

میں نے اپنی سوچ میں ایسی لرزش پیدا کی جیسے میری آنکھوں میں آنسو آئے ہوں۔ سونیا نے متاثر ہو کر کہا۔

"فرہاد! تم مرد ہو۔ تمہیں صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے۔ سے یُون نے تمہارے لئے قربانی دے کر مجھ پر بھی احسان کیا ہے۔ آگے بتاؤ کیا ہوا؟"

میں نے ٹوائنڈ کو تڑپا تڑپا کر مارڈالا۔ گولی چلنے کی آواز سن کر اچانک ہی بہت سے مسلح اجنبی وہاں پہنچ گئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ آسمگلروں ان آسمگلروں نے دن کے وقت ڈیسٹرکٹ میں میری دلیری دیکھی تھی۔ کہ میں نے ٹوائنڈ کی کیسی پٹائی کی تھی۔ وہ لوگ مجھ سے متاثر تھے۔ اس لئے اپنے ساتھ جہاز میں لے آئے....."

میں نے داستان میں سارا کاذب نہیں کیا۔ مجھے اتنی عقل

اب ایک عورت کے سامنے دوسری عورت کا ذکر نہیں کرنا چاہئے

داستان میں نے ہی سنائی کہ کس طرح میں نے آفیسر کو اس

جب وہ جہاز کے مالک کو زہر سے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ اس

مالک میرا دوست بن گیا ہے اور میں اس کے ساتھ آسٹریلیا جا رہا

میں نے فرضی داستان میں سے یُون کو اس لئے مار ڈالا

کا وجود ہو گا۔ نہ سونیا یہ سوچے گی کہ میں اسے پہنچانے کے لئے

جاؤں گا۔ اس نے پوچھا۔ "تمہارا جہاز آسٹریلیا کب پہنچے گا

"میں نے پوچھا نہیں ہے۔ میرے اندازے کے مطابق

سحری سفر ہے۔"

"تم جہاز کے کپتان سے پوچھ کر بتاؤ۔ میں اسی دن

پہنچوں گی۔"

"پوچھنے کی جلدی کیا ہے۔ میں ابھی سونے جا رہا ہوں۔ بعد

صبح وقت بتا دوں گا۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ اچھی بات ہے تم تھکے ہوئے ہو۔ اب سو

اس وقت یہاں ٹھائی بج رہے ہیں۔ میں کل صبح دس بجے ما

کے سنائوں سے بات چیت کروں گی۔"

میں نے کہا۔ "یہاں کے وقت کے مطابق تم دوپہر کو

سے ملاقات کر لی۔ میں اس وقت تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا

اور کے بائی....."

میں نے اس سے رخصت ہو کر اطمینان کی سانس لی۔ سونیا

بیوی نہیں تھی۔ مگر یہ سچ ہو رہا تھا کہ شوہر حضرات کس طرح اپنی

سے جھوٹ بولتے ہوں گے۔ جھوٹ بولنے کا مطلب یہ نہیں ہے

کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ بلکہ مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ بیوی

اور بیوی کا ڈر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لئے شوہر بات چھپانے

میری بھی کیا مصروفیات ہیں۔ سونے کے وقت سونہیں

ابھی نامودا سے رابطہ قائم کرنا باقی تھا۔ میں نے گھڑی دیکھ کر سوچا

اور منزا ابھی سو رہے ہوں گے۔ چائے پی کر تھوڑا وقت گزار لوں۔

لے کال کروں گا۔ میں نے کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ پھر کیبن کا

دیا۔ ملازم حاضر ہوا تو اسے چائے لانے کے لئے کہا۔ پھر ایک سگریٹ

کر سگانے لگا۔

سگریٹ کا پہلا کش لیتے ہی خیال آیا کہ میں سارا کے کیبن

آرام کر رہا ہوں۔ میں اس کیبن کو دیکھنے لگا۔ وہاں آئینہ

تھی۔ مگر انسو پاؤڈر نہیں تھا۔ کیونکہ وہ میک اپ نہیں کرتی تھی

پرسنی نہیں لگاتی تھی۔ وہ کمرہ سو فیصد ایک مرد کا کمرہ نظر آ رہا تھا۔

ملازم چائے رکھ کر چلا گیا۔ میں نے کیبن کے دروازے کو اندر

بند کیا۔ پھر ٹرالی سے واپس آ کر چائے کی پیالی اٹھائی۔ پیالہ

دوران میں نے نامودا کے ذہن کی سوچ کی لہروں کو کیچ کیا۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ جب بیٹا اپنی بیوی کی سالگرہ چھوڑ کر آپ کا علاج کرنے نہیں آ سکتا ہے تو آپ اسے یاد کیوں کرتے ہیں؟"

بوڑھی عورت کی باتیں سن کر میں چونک گیا۔ ان کا ڈاکٹر بیٹا وہاں نہیں آیا تھا۔ پھر وہ کار شہر سے کون واپس لایا ہے؟ اس وقت بوڑھا سر جھکا کر اداسی سے سوچ رہا تھا۔

"اولاد بچپن میں ہماری ہوتی ہے۔ جوانی میں اپنی بیوی کی ہو جاتی ہے۔ اپنوں سے بیگانے اچھے ہوتے ہیں۔ وہ سولہ نمبر ہٹ کا رایہ دار..... کیا نام ہے اس کا؟ ہاں نامودا..... وہ میری کار لے کر اپنی بیوی کے ساتھ شہر گیا تھا۔ اس نے میرے ڈاکٹر بیٹے سے کہا، کہ تمہارے باپ کی طبیعت پھر خراب ہو گئی ہے۔ اس نے دوائیں نکال کر نامودا کو دے دیں اور کہہ دیا کہ سالگرہ کی پارٹی میں اس کی بیوی کے معزز مہمان آئے ہیں، انہیں چھوڑ کر آنا اپنی کیٹ کے خلاف ہے۔"

یہ سوچتے ہوئے بوڑھے نے ایک آہ کے ساتھ دل میں درد محسوس کیا۔ پھر بڑبڑانے لگا۔

"وہ نامودا کی بیوی کل رات اپنی ماں کے پاس رہنا چاہتی تھی مگر جب اس نے دیکھا کہ مجھ بوڑھے کے پاس دوائیں پہنچنی ضروری ہیں، تو وہ کل رات ہی کو میری خاطر شہر سے واپس آ گئی۔ خدا اسے سہاگ کی خوشیاں ہمیشہ دیتا رہے۔ ابھی میں سولہ نمبر ہٹ میں جا کر نامودا اور اس کی بیوی کا شکریہ ادا کروں گا۔"

بوڑھے کی بڑبڑاہٹ سنتے ہی میرے دماغ میں سنسناہٹ ہونے لگی۔ یہ پتہ چل گیا کہ نامودا اور منزا کی موت سولہ نمبر ہٹ میں واقع ہوئی ہے اور پہلی رات ڈائنڈ مجھے اسی ہٹ میں قتل کرنے کا منصوبہ بنا چکا تھا۔ میں نے سختی سے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی، کہ سولہ نمبر ہٹ میں ان دونوں پر کیا گزری ہے؟

میں نے ڈائنڈ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ ساحل پر مجھے اور سے یُون کو تلاش کر رہا تھا۔ رسٹورنٹ کے سامنے کھڑا دور تک دیکھ رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا۔۔۔ کیا سے یُون اس نوجوان کے ساتھ کہیں بھاگ گئی ہے۔ میرے چہرے کے زخم بڑے تکلیف دہ ہیں۔ میں انہیں تلاش کرنے کہیں دور نہیں جا سکتا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"مجھے سولہ نمبر ہٹ میں پھر ایک بار جا کر دیکھنا چاہئے۔ شاید وہ دونوں آ گئے ہوں۔"

اس کی سوچ نے انکار کیا۔

"نہیں! میں نے ایک میاں بیوی کو قتل کر دیا ہے۔ وہاں ان کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں مجھے وہاں نہیں جانا چاہئے۔"

میں غصے میں کانپتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ منزا اور نامودا کا قاتل میرے سامنے دماغ کی اسکرین پر موجود تھا۔ میں نے غصہ سے اس کی سوچ میں پہنچ کر کہا۔

"بوڑھے کے ایک زور کا دھکا لگا۔ آدھی چائے حلق میں اور آدھی منہ کے باہر گئی۔ میں زور زور سے کھانسنے لگا۔

ایسا اس لئے ہوا کہ میرے ذہن کو اچانک جھٹکا لگا تھا۔ کیونکہ ہوا سے بالکل قائم نہیں ہوا تھا۔ میں نے منزا کے دماغ پر دستک دی۔ پھر ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ منزا اور نامودا دونوں کے دماغ غائب تھے۔ بے اختیار انکھیں سر الٹنے لگا۔ نہیں، نہیں، وہ نہیں مر سکتے۔ وہ دونوں اچھے صحت مند تھے۔ ابھی تین دن پہلے ان کی شادی ہوئی تھی ابھی تو وہ ازدواجی مسرتوں کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ موت نے اپنی بھیانک شکل کیسے دکھا دی؟

میں ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ دماغ نے سمجھایا کہ مدد کرنے سے اور اضطراب میں مبتلا ہونے سے سمجھ میں آنے والی آسان سی بات بھی مشکل ہو جاتی ہے۔ مجھے سکون سے بیٹھ کر سوچنا چاہئے۔ میں نے وہ رہا کرسی پر بیٹھ کر ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر اس کا ایکسکشن لگا کر منزا کی ماں کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ میں اس کی اجنبی زبان اور اجنبی سوچ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ مگر اس کی حرکتوں سے کچھ کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ وہ بوڑھی رو رہی تھی۔ اور مسکراتی ہوئی کسی عورت سے باتیں کر رہی تھی۔

اس طرح پتہ چل گیا کہ اسے اپنی بیٹی اور داماد کی موت کا غم نہیں ہے۔ اسی لئے وہ مسکرا رہی ہے۔ دوسری بات یہ کہ منزا اور نامودا پہلی رات بھی بوڑھی ماں کے پاس گزارنے والے تھے۔ اگر وہ رات گزارتے تو صبح وہاں موجود ہوتے۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آئی کہ ان دونوں نے کہیں دوسری جگہ رات گزاری ہے۔ یا پھر رات گزارنے سے پہلے ہی زندگی سے بچھڑ گئے۔

ساحل کے ایک ہٹ میں ایک بوڑھا السر کی تکلیف میں مبتلا تھا۔ شاید خیال خوانی کے ذریعے اس کی تکلیف میں کمی کی اور اسے آرام سے سلا دیا پھر منزا اور نامودا اس کی کار لے کر شہر گئے۔ تاکہ وہ کار بوڑھے کے ڈاکٹر بیٹے کے حوالے کر دیں۔ لہٰذا اب یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ دونوں بوڑھے کے ڈاکٹر بیٹے تک پہنچ سکے تھے یا نہیں۔۔۔؟

میں نے اس بوڑھے بیمار کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ہٹ کے برآمدے میں ایک کرسی پر بیٹا سمندر کا نظارہ کر رہا تھا۔ ہٹ کے سامنے اسکاڈیا کار کھڑی ہوئی تھی، جسے نامودا شہر لے گیا تھا۔ تاکہ اس بوڑھے کا بیٹا اس کار میں بیٹھ کر اپنے باپ کا علاج کرنے آئے۔ کار کی موجودگی سے ثابت ہو رہا تھا کہ بیٹا آ گیا ہے۔

منزا اور نامودا کی اچانک موت ایک معمہ بن گئی تھی۔ اب ایک ہی الجھن رہ گئی تھی۔ جس سے میں کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ اور وہ بیمار بوڑھے کا ڈاکٹر بیٹا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اپنے باپ کے پاس آئے۔ اس سے باتیں کرے تاکہ میں اس کے دماغ تک پہنچ سکوں۔ میں نے بوڑھے کی سوچ میں بیٹے کو پکارا۔ بوڑھے نے بے اختیار آواز دی۔ "بیٹا۔۔۔!"

مطلب میں بیٹا نہیں آیا۔ اس کی بوڑھی بیوی نے آ کر کہا۔

"میں نے انہیں کیوں قتل کیا۔؟"

میرے چیخنے سے اس کے دماغ میں جھنجھاہٹ سی ہوئی۔ وہ بوکھلا کر بولا۔

"ہاں۔ آں۔ میں نے قتل کیوں کیا۔ وہ دونوں میاں بیوی پستہ قد تھے۔ اندھیرے میں میں نے سمجھا کہ وہی میرا دشمن ہے اور اس کے ساتھ سے یوُن لیڈی ہوئی ہے۔ جب میں نے اس مرد کو قتل کر دیا تو عورت کے چیخنے سے مجھے اپنی غلطی کا پتہ چل گیا۔ میں نے اس عورت کو خاموش کرنے کے لئے مجبوراً اسے بھی قتل کر دیا۔"

میں نے غصہ سے کانپتے ہوئے کہا۔

"شیطان کی اولاد! میں تجھے تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔ دیکھ آخری بار اس دنیا کو دیکھ۔ تیری موت تیرے قریب آ چکی ہے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا۔

"یہ۔ یہ میرے دماغ میں کون بول رہا ہے؟ کون مجھے چیلنج کر رہا ہے۔؟"

میں نے اس کی سوچ میں چیخ چیخ کر کہا۔

"لوگو! سنو۔ سنو۔ میں قاتل ہوں۔ میں نے سولہ نمبر ہٹ میں ایک نوجوان جوڑے کو قتل کر دیا ہے۔ ہا ہا ہا۔ میں قاتل ہوں۔ میں تم سب کو قتل کر دوں گا۔"

وہ میری سوچ کے مطابق چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ اب اسے وہی کرنا تھا، جو میرا دماغ اس سے کہہ رہا تھا۔ میں نے اسے سولہ نمبر ہٹ کی طرف دوڑایا۔ وہ دوڑتے ہوئے چیخنے لگا۔

"لوگو! آؤ میرے پیچھے آؤ۔ میں سولہ نمبر ہٹ میں تمہیں وہ لاشیں دکھاؤں گا۔ میں ثابت کروں گا کہ میں قاتل ہوں۔"

کچھ منچلے نوجوان اس کے پیچھے گئے۔ سولہ نمبر کے آس پاس بھی جو لوگ تھے، انہوں نے بھی اندر جا کر ان لاشوں کو دیکھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو علم ہو جائے اور سزا اور نامودا کے لئے آخری رسومات ادا کر دی جائیں۔ لاشیں دیکھتے ہی ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ عورتیں چیخنے لگیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام لوگ اس ہٹ کی طرف دوڑتے ہوئے آنے لگے۔ وہاں ایک بہت بڑا مجمع لگ گیا تھا۔ اس بیڑے میں قانون کے محافظ بھی تھے۔

ڈائمنڈ اس ہٹ کے سامنے ذرا دور پنترے بدل رہا تھا۔ وہ ہا ہا کوئی مجھے گرفتار نہیں کر سکتا۔ جو میرے سامنے آئے گا۔ میں اسے قتل کر دوں گا۔"

پولیس انسپکٹر نے کہا۔ "اسے گرفتار کر لو۔ یہاں سے بھاگنے نہ پائے۔"

سپاہی اسے گھیرنے لگے۔ ڈائمنڈ کی کھوپڑی میں اس وقت میرا دماغ تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ گرفتار ہو۔ اس لئے اس نے دو سپاہیوں کی پٹائی کی۔ باقی پیچھے ہٹ گئے۔ پھر تو سب ہی لکڑی، ڈنڈے، لاٹھی اور لاٹھیاں لے کر نکل پڑے۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد کر دیا۔ تاکہ وہ مار کھانے کی اذیتیں سہتا رہے۔ اس کا دماغ آزاد ہوا تو اس نے سر جھٹک کر اپنے آس پاس حیرانی سے دیکھا۔ پھر سوچنے لگا۔

"یہ۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ لوگ مجھے اس طرح کیوں گھور رہے ہیں۔؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اوہ میں سمجھ گیا۔ میں کسی [illegible] کے سامنے کھڑا ہوا ہوں۔ اور یہ راز کھل گیا ہے کہ میں قاتل ہوں۔"

وہ چاروں طرف سے گھیرنے والوں کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔

"ہاں۔ ابھی کچھ خواب کی سی کیفیت تھی، یا جنون تھا۔ میں تھا اور چیخ رہا تھا۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو۔ یہ لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ مجھے بھاگنا چاہئے۔"

وہ ایک طرف سے بچ کر بھاگنا چاہتا تھا۔ مگر اس کے سامنے ایک لاٹھی پڑی۔ وہ چیختا ہوا الٹا کھڑایا تو پیچھے سے بھی حملہ ہوا۔ دائیں طرف بھاگنے لگا۔ پھر بائیں طرف موڑ گیا۔ فرار کا راستہ نہیں تھا۔ ہر طرف سے ایسے ڈنڈے پڑ رہے تھے کہ خدایا دآ رہا تھا۔ وہ مار کھاتے کھاتے نڈھال ہو گیا۔ اور برداشت کی قوت نہ رہی تو اس نے سوچ کے ذریعے اور سنبھالا۔ سمندر کی طرف بھاگنے کے لئے کہ وہاں بھی روکنے والے موجود تھے۔ لیکن وہ مار کھاتا ہوا ان کے درمیان سے نکلتا چلا گیا۔

لوگ اب دُور دُور تک پھیل گئے۔ اسے سمندر کی طرف جانے کے لئے چھوڑ دیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ واپس آئے گا یا پھر لہریں ساحل پر پہنچا دیں گی۔ اس وقت لہریں ساحل سے واپس جا رہی تھیں۔ وہ میری ہدایت کے مطابق دونوں ہاتھوں سے گڑھا کھودتا، رسیلی زمین کو کھودنے میں وقت ہی کیا لگتا ہے۔ ڈیڑھ بالشت گہرائی تک کھود کر اس نے اپنا سر اس گڑھے میں ڈالا۔ پھر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ سمندر کی منہ زور لہریں چنگھاڑتی ہوئی اس پر سے گزر گئیں۔ سمندری لہروں میں کتنی قوت ہوتی ہے، کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ میں نے اس کے دماغ میں بولا آخری بار گردن کی ہڈی ٹوٹنے کا کرب محسوس کیا۔ پھر اس کی کھوپڑی ابدی سناٹا چھا گیا۔

میرے دماغ کی اسکرین پر سے ساحل کا منظر سمجھ گیا ہو گا کیا ہوا تھا؟ میں نے نہیں دیکھا کیونکہ میں اپنی آسمانی نہیں کے مردہ سپاہ کی آخری رسومات میں شریک نہیں ہو سکتا تھا۔ میں قدموں سے چلتا ہوا کیبن سے باہر آیا۔ پھر ریلنگ کے پاس آ کر کھڑا جہازیں کافی پہل پہل تھی۔ وہاں مردوں کے علاوہ جوان عورتیں ہو رہی تھیں۔ مگر میں سب سے نظریں پھیر کر سمندر کے نیلے گہرے پانی کو [illegible] رہا تھا۔

بہت دیر تک منزا میری نگاہوں کے سامنے گھومتی رہی۔ پھر دھکے میں رہ گیا تھا کہ وہ شادی کے بعد پہلی بار ماں کے پاس گیا ایک رات گزار کر دوسرے دن آئے گی۔ نامودا نے بھی یہی کہا میرے دہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ وہ ایک بیمار بوڑھے کو

پہنچانے کے لئے رات ہی کو واپس آ جائیں گے۔ یہ سچ ہے۔ تقدیر جب آتی ہے تو کوئی ٹیڑی پیچی جاننے والا بھی اسے نہیں ٹال سکتا۔

میرے دماغ پر ایک بوجھ سا تھا۔ دماغ کو ہدایت دینے کے بعد مجھے نیند کسی وقت بھی آ سکتی تھی۔ مگر میں سونا نہیں چاہتا تھا۔ کسی کو اپنا کر اس طرح بچھڑنے کا دکھ کیسا ہوتا ہے، اسے میں منزا کی جدائی سے سمجھا اور سہنا چاہتا تھا۔ میں مرد ہوں میری آنکھ نہیں رو سکتی تھی۔ مگر دل اس کے لئے رو رہا تھا۔

"ہیلو فرید!" سارا میرے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے ریلنگ سے ٹیک لگا کر میرے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے تم ابھی تک پریشان ہو۔ فکر نہ کرو۔ میں نے یوُن کو سلا دیا ہے۔"

میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

"سارا! میں نے فارموسا میں جس لڑکی کو بہن بنایا تھا، وہ مر چکی ہے۔"

"کب؟ تم تو ساحل پر کہہ رہے تھے کہ تمہارے بھائی بہن زندہ ہیں۔"

"ہاں۔ میں یہی سمجھ رہا تھا، مگر ابھی پتہ چلا ہے کہ وہ دونوں اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔"

"تمہیں ابھی کیسے پتہ چلا؟" اس نے حیرانی سے پوچھا ــــ

"تمہیں ان کی موت کی اطلاع بیچ سمندر میں کیسے مل گئی؟"

ایسے سنجیدہ موقع پر بھی مجھے جھوٹ بولنا پڑا۔ میں نے کہا۔

"مجھے ان دونوں کی بُو نہیں مل رہی ہے۔ ہر انسان کی ایک مخصوص بُو ہوتی ہے۔ یہ بُو اس وقت ختم ہو جاتی ہے۔ جب وہ مر جاتا ہے۔"

"اوہ!" اس نے افسوس کا اظہار کیا۔ پھر تسلی دی۔ "ہو سکتا ہے کہ بُو نہ ملنے کی کوئی اور وجہ ہو۔"

"کوئی اور وجہ نہیں ہو سکتی۔ مجھے ان کی موت کا یقین ہو چکا ہے۔"

"بیک وقت دونوں کی موت کا مطلب یہ ہے کہ حادثاتی..... موت ہے۔"

"ہاں یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ میرے دل کی حالت کچھ عجیب سی ہے سارا۔ میں بیان نہیں کر سکتا۔"

"یقیناً تمہیں صدمہ ہو گا۔ لیکن تمہارے جیسے چٹان کو افسردہ دیکھ کر عجیب سا لگتا ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"سارا۔ ہم مہماتی زندگی گزارتے ہیں۔ ہمیں کسی سے اتنا پیار نہیں کرنا چاہئے کہ کبھی انہیں پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھنے وقت ہمیں ناقابل برداشت تکلیف پہنچے۔ اسی لئے میں نے اب تک شادی نہیں کی۔"

"تم بہت سمجھدار ہو۔ پتہ نہیں مجھے بھی شادی کی حماقت میں کئی بار مبتلا کرنا چاہا۔ مگر میں نے سختی سے انکار کر دیا۔"

میں نے کہا۔ "اب میں کسی کو بہن نہیں بناؤں گا۔ جس لڑکی سے محبت کروں گا، میں دور ہی سے اس کے نام آؤں گا۔ مگر رشتہ کوئی سا بھی رشتہ ہو۔ بہت دکھ پہنچاتا ہے۔"

سارا نے میرے بازو پر ہلکا مار کر لڑکوں کے انداز میں کہا۔

"یار! تم ضرورت سے زیادہ سنجیدہ ہو رہے ہو۔ میرے سامنے تو میں تمہارا غم غلط کروں گی۔"

اس نے میرا بازو پکڑ کر دوسری طرف گھما دیا۔ پھر بولی۔

"تم شراب نہیں پیتے۔ میں بھی ایسی چیزوں سے نفرت کرتی ہوں کیا ہم جیسے لوگ چائے کی پیالی میں غم غلط نہیں کر سکتے کم آن۔"

وہ پہلی بار میرے اتنے قریب آئی کہ میرے بازو میں بازو ڈال کر چلنے لگی۔ اپنی عادت کے خلاف زیادہ بولنے لگی تاکہ مجھے سوچنے کا موقع نہ ملے۔ وہ اپنا ایک ہاتھ ادھر سے اُدھر لہراتی ہوئی بول رہی تھی۔

"یہ ہمارا جہاز کتنا خوبصورت ہے۔ یہاں کا ہر فرد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم پر جان دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔ یہاں ہمیں کتنی ہی خوبصورت لڑکیاں نظر آئیں گی۔ اگر تمہارا دل بہلانا چاہا تو وہ تمہارے سامنے ابھی رقص پیش کریں گی۔"

میں نے انکار کر دیا۔ ایک طرف اونچا سا گڈے ارا سٹیج بنا ہوا

ڈاکٹر جی ایم ناز
کی شہرہ آفاق کتاب
ازدواجی نفسیات
کی چند کاپیاں پرانے اسٹاک سے مل گئی ہیں۔
یہ وہ کتاب ہے جس کے شائع ہوتے ہی ہنگامہ برپا ہو گیا تھا اس کتاب میں تین ہزار تین سو انچاس نکتوں کا تذکرہ، جوان کو اندھی اندھیری کی طرح پیٹنے والی ان کا تاریک ہے۔ ازدواجی الجھنیں ہیں اور ان کے حل ہیں جنسی مسائل اور نسخے ہیں۔ غرض یہ کتاب ہر شخص کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ پڑھنا ضروری ہے۔
چند ہی کاپیاں موجود ہیں۔ آج ہی آرڈر بھیجیں
قیمت ــــ ۲۰/- روپے محصول ڈاک ۱۰ روپے
مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

تھا۔ سارا نے کہا۔

"یہ ریسلنگ رنگ ہے۔ آج تو میں رات بھر کی جاگی ہوئی ہوں ورنہ ہر صبح پتا ہے اور جہاز کے کڑیل جوانوں سے یہاں لڑتی ہوں۔ بولو تمہارا کیا خیال ہے؟ ہو جائیں دو دو ہاتھ۔۔۔؟"

میں نے پھر انکار کیا۔ وہ میرے سامنے تن کر بولی۔

"اے مسٹر! میں تمہاری سنجیدگی دور کر کے رہوں گی۔ لاؤ ہاتھ اور میرے داؤ سے بچنے کے لئے اپنی تیزی دکھاؤ۔"

میں نے ہاتھ نہیں ملایا۔۔۔۔ وہ خود ہی میرا ہاتھ پکڑ کر چند لمحوں تک مجھے تولتی رہی کہ میں اس کے داؤ کے جواب میں کس انداز سے پٹ پرتی دکھاؤں گا۔ پھر اس نے اچانک ہی میرے ہاتھ کو جھٹکا دے کر جوڈو کا داؤ آزمایا۔ اور مجھے بائیں طرف سے دائیں طرف رنگ میں پھینک دیا۔ اس کے بعد وہ جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی میرے سامنے پہنچ کر بولی۔ "کہو کیا خیال ہے؟"

میں نے کہا۔ غم غلط کرنے کا یہ کوئی طریقہ نہیں ہے ــــ چائے پلاؤ۔"

اس نے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے میرا ہاتھ تھام کر مجھے اٹھایا۔ پھر ہم ڈائننگ ہال کی طرف جانے لگے۔ میں نے کہا۔

"سارا تم بہت اچھی ہو۔ میرا دل بہلانے کے لئے کیسے کیسے جتن کر رہی ہو۔"

"مزید اتم بھی بہت اچھے ہو۔ جب سے تم آئے ہو۔ جانے کیوں میں تمہارے بارے میں ہی سوچتی جا رہی ہوں۔ شاید اس لئے کہ تم نے پتا کی جان بچائی ہے۔ اس لئے بھی کہ تم بڑی صلاحیتوں کے مالک ہو۔ اور اس لئے بھی کہ میں تمہیں اپنا دوست بنانا چاہتی ہوں۔"

میں نے اپنا ایک ہاتھ اس کی گردن کے پیچھے سے لے جا کر اس کے شانے پر رکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر سمجھو دوستی ہو گئی۔"

اس نے ذرا گردن گھما کر میرے ہاتھ کو دیکھا۔ پھر بولی۔

"آج تک کوئی میرے اس قدر قریب آ کر مجھے اس طرح ہاتھ نہ لگا سکا۔ لیکن تمہارا غم غلط کرنے کے لئے یہ بھی منظور ہے۔ آؤ۔۔۔۔۔"

اس نے میری کمر پر ہاتھ ڈال دیا۔ مجھے کچھ کہہ کر مذاق تو میں نے مسکراتے ہوئے تسلیم کر لیا کہ واقعی وہ غم کے بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتی ہے ایک خیال آیا کہ ایسے وقت میں اس کی سوچ کو پڑھوں۔ شاید اس کے اندر سوئی ہوئی عورت کہیں سے آنکھ کھول رہی ہو۔ لیکن میں خیال خوانی کے موڈ میں نہیں تھا۔ اتنی جلدی سارا غم نہیں دھل جاتا۔ میں تو سارا کی پُرخلوص کوششوں کو سراہنے کے لئے مسکرانے لگا تھا۔

چائے پینے کے بعد وہ مجھے جہاز کی سیر کرانے لگی۔ ایک بڑے ہال میں اسکل ہونے والی بائیونوں رکھی ہوئی تھی۔ کتنے ہی مرد و عورتیں وہاں اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ عورتیں بائیونوں میں سیاہ گوٹ کی لاوٹ کر رہی تھیں اور مرد اس مال کو لکڑی کی پیٹیوں میں پیک کر رہے تھے ــــ میں نے پوچھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے ــــ؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "جو ساری دنیا میں ہو رہا ہے۔ جب بڑے بازاروں کی ہر چیز میں ملاوٹ ہوتی ہے۔ تو پھر چور بازاری یا اسمگلنگ کی چیزوں میں ملاوٹ کیوں نہیں ہو گی۔"

میں نے پوچھا۔ "اتنی ساری بائیون کی مالیت کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ فارموسا میں یہ پچپن ہزار پونڈ کی بائیون تھی۔ اوپن کانگ میں اس کی قیمت ڈیڑھ لاکھ پونڈ ہو گی۔ ملاوٹ کر کے بھی دو لاکھ پونڈ ملیں گے۔ اگر امریکی ڈالر میں سودا ہوا تو ہم تقریباً پونے چار لاکھ ڈالر حاصل کریں گے۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا۔ صرف ایک دن اور دو راتوں کی محنت اور میرا پھریری سے پونے چار لاکھ ڈالر حاصل ہو جائیں گے۔ اسی لئے تو ہماری دنیا میں اسمگلروں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ میں نے سوچا۔ میرا مقام کیا ہے؟ میں اسمگلر نہیں ہوں۔ مگر ایک اسمگلر کا ساتھ دے رہا ہوں۔ لیکن نہیں، یہ تو حالات کے سخت میری ایک دو دن کی مجبوری تھی۔ سارا اور اس کا باپ دونوں ہی دل کے اچھے تھے۔ میں نے سوچا ہانگ کانگ پہنچ کر توان کا ساتھ چھوڑ دوں گا یا پھر دونوں باپ بیٹی کو دوسری راہ پر لے آؤں گا۔ اگر چہ یہ بات ناممکن سی نظر آ رہی تھی۔ کیونکہ بوڑھے عقاب کی ساری زندگی سمندر کی گود میں گزری تھی۔ وہ اپنی راہ سے پھرنے والا نہیں تھا۔ میں نے دل میں کہا۔ "دیکھا جائے گا۔"

سارا مجھے ایک کیبن میں لے گئی۔ وہاں بظاہر ایک بستر، میز، کرسیاں اور ایک الماری نظر آ رہی تھی۔ لیکن جب سارا نے میز کی اوپری سطح کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر گھمایا۔ تو دو طرف کی دیواریں سرکنے لگیں۔ ان کے پیچھے کی دیواروں پر خنجر، تلواریں، رائفلیں، اسٹین گنیں نظر آ رہی تھیں۔ نیچے رکھی ہوئی پیٹیوں میں کارتوس اور ہینڈ گرینیڈ رکھے ہوئے تھے ــــ میں نے کہا۔

"تمہارا جہاز ایک مضبوط قلعہ ہے۔"

وہ بولی۔ "تمہارا نہیں ہمارا جہاز ہو۔ اب تم ہم سے الگ نہیں ہو۔"

میں نے اس کی خوشی کے لئے ہمارا جہاز کہہ دیا۔ پھر وہ مجھے دوسرے کیبن میں لے گئی۔ وہ بھی رہائشی کیبن نظر آ رہا تھا۔ مگر وہاں کی دیواریں بھی اپنی جگہ سے سرکتی تھیں۔ وہاں جو چیزیں نظر آئیں۔ وہ خاص میرے مطلب کی تھیں۔ خفیہ دیواروں اور خانوں میں مختلف شکلوں کے ماسک اور وگیں نظر آ رہی تھیں۔ میک اپ کے جدید لوازمات اور قدِ آدم آئینے تھے۔ سارا نے ایک البم کھول کر مجھے دکھایا۔ اس کے پہلے صفحہ پر اس کے پتا کی تصویر تھی۔ دوسرے صفحہ پر ایک ادھیڑ عمر کے شخص کی تصویر تھی۔

سارا نے کہا۔

"یہ پرتگال کے رئیس اعظم روزو برانڈو کی تصویر ہے۔ اور یہ میرے پتا ہیں۔"

"تمہارے پتا تو یہ ہیں ــــ" میں نے پہلی تصویر کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ بھی میرے پتا ہیں۔ اور یہی ان کا اصل روپ ہے۔ تم ابھی جس پتا سے ملے ہو، وہ ان کا اصل روپ نہیں ہے۔ وہ سمندری عقاب کے بہروپ میں ہیں۔ میرے پتا میک اپ کے ماہر ہیں۔ ایسا روپ بدلتے ہیں کہ جاسوس اور دشمن ان کے سامنے آ نہیں تلاش کرتے رہ جاتے ہیں۔"

وہ کسی بھی معاملے میں بڑے فخر سے اپنے باپ کی تعریفیں کرتی تھی۔ میں نے پوچھا۔

"یعنی تمہارے پتا کا اصلی نام روزو برانڈو ہے؟ اور یہی ان کی اصل شخصیت ہے؟"

"ہاں۔ اور ان کی بیٹی کا نام رومانہ برانڈو ہے۔ اور وہ تمہارے سامنے کھڑی ہے۔"

وہ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے پوچھا۔

"تو کیا سارا کا یہ روپ بھی نقلی ہے۔ تم میک اپ میں ہو؟"

"نہیں! یہی میرا اصلی روپ ہے۔ میں اپنی موجودگی میں پتا کو کام نہیں کرنے دیتی۔ انہیں جہاز میں بٹھا کر رکھتی ہوں اور خود سمندر سے لڑتی ہوں۔ ایسی جدوجہد کے دوران مجھے میک اپ اور نقالی پسند نہیں ہے۔"

"اچھا تو تم رومانہ برانڈو کے روپ میں کیسی دکھائی دیتی ہو؟"

اس نے البم کا ورق الٹ کر اپنی دو تصویریں دکھائیں۔ ایک تو سارا کی تصویر تھی، جو میرے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ دوسری ایک پرتگالی مدرشیزہ پیٹی کوٹ اور بلاؤز پہنے ہوئے تھی۔ سر پر ریشمی رومال بندھا ہوا تھا۔ وہ رومانہ برانڈو تھی۔ میں نے پوچھا۔

"تم نے اس روپ میں عورتوں کا لباس کیسے پہن لیا؟"

"وہاں پتا کے ساتھ رہنے کے لئے مجبوراً ایسے لباس میں باہر نکلنا پڑتا ہے۔ ورنہ وہاں بھی گھر کی چار دیواری میں پتلون پہنتی ہوں۔ یہ زنانہ کا روپ مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا۔"

میں نے کہا۔ "مجھے تو اچھا لگ رہا ہے۔ اس بات کو یاد رکھنا کہ تم نے انعام دینے کا وعدہ کیا اور پھر مکر گئیں۔"

"میں بلاؤز اسکرٹ نہیں پہنوں گی۔ تم فضول باتیں نہ کرو۔"

میں نے کہا۔ "تم لڑکی پیدا ہوئیں۔ تمہارے پتا نے بچپن ہی سے تمہارے اندر لڑکے کی لاوٹ کر دی۔ اس میں تمہارا قصور۔۔۔ نہیں ہے۔"

وہ لاوٹ کی بات پر ہنسنے لگی۔ میں نے کہا۔

"تم پہلا انعام نہ دے سکیں۔ اگر دوسرا انعام مانگوں تو دو گی؟"

"ایسا انعام نہ مانگو، جو میرے مزاج کے خلاف ہو۔"

"میں رومانہ کی تصویر چاہتا ہوں۔ دو گی۔"

"تم یہ تصویر لے کر کیا کرو گے؟"

"میں اسے اپنے سینے سے لگا کر رکھوں گا۔"

"اے میرے سامنے عشقیہ باتیں نہ کرو۔"

"میں تم سے نہیں کر رہا ہوں۔"

"مگر یہ تصویر میری ہے۔ میرا دوسرا روپ ہے۔"

"تو پھر تم مانتی ہو کہ تم دوسرے روپ میں ایک مکمل عورت ہو۔"

"میں نہیں مانتی۔" وہ جھنجلا کر بولی۔

"اگر نہیں مانتی تو پھر یہ صرف رومانہ ہے۔ دوسری لڑکی ہے میں رومانہ سے ڈائلس کر سکتا ہوں۔ تم کیوں ناراض ہوتی ہو۔ صاف کہہ دو کہ تم دوسرا انعام بھی نہیں دے سکتیں۔"

"ہاں! بس یہی سمجھ لو۔"

اس نے ایک جھٹکے سے البم کو بند کر کے رکھ دیا۔ پھر ناراض ہو کر کیبن سے باہر آ گئی۔ میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"تم غصے میں ہو۔ آؤ ہم چائے پئیں۔ کیا صرف تم ہی چائے پلا کر غم غلط کر سکتی ہو۔ میں تمہارا غصہ غلط نہیں کر سکتا۔۔۔؟"

"میں چائے نہیں پیتوں گی۔"

"دیکھو سارا ہمارا یہ جہاز کتنا خوبصورت ہے۔ یہاں تفریح کا ہر سامان موجود ہے۔ کہو تو میں تمہارے لئے کسی تفریح کا انتظام کروں۔؟"

"مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ تم خاموش رہو۔"

ہم اسی گزرے دالان کے قریب سے گزرنے لگے۔ میں نے اسے روک کر کہا۔

"یہ ریسلنگ رنگ ہے۔ یہاں تم پتا سے اور کتنے ہی کڑیل جوانوں سے لڑتی ہو۔ آؤ مجھ سے بھی دو دو ہاتھ ہو جائیں۔؟"

اس نے انکار کیا۔ میں نے اس کے سامنے تن کر کہا۔

"اے میں تمہاری سنجیدگی اور غصہ دور کر کے رہوں گا۔ لاؤ ہاتھ۔۔۔"

اس نے ہاتھ نہیں ملایا۔ میں نے زبردستی ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"لو میں اپنا داؤ آزما رہا ہوں۔ تم اپنے داؤ سے بچنے کی کوشش کرو۔"

لڑنا اس کا مشغلہ تھا۔ وہ فوراً ہی کوئی داؤ آزمانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی میں نے جوڈو کا ہاتھ دکھا کر اسے رنگ میں پھینک دیا۔ اس کے بعد ایک چھلانگ میں اس کے پاس پہنچ کر بولا۔ "کہو کیا خیال ہے؟"

وہ اپنی کمر کو سہلاتی ہوئی بولی۔

"اف! غصہ غلط کرنے کا یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ چائے پلاؤ۔"

ہم دونوں کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔ میں نے ہاتھ بڑھایا۔ وہ میرا ہاتھ تھام کر اٹھ گئی۔ ہم دوسری بار ڈائننگ ہال میں گئے۔ وہاں ہلکا سا ناشتہ کیا چائے پی۔ پھر اپنے کیبنوں کے پاس واپس آ گئے۔ اس وقت دن کے دس بجے تھے۔ سارا نے کہا۔

"تم میرے کیبن میں سو جاؤ۔ میں یوں ادھر نہیں آسکوں گی۔"

میں نے کہا "مجھے بستر پر لیٹتے ہی نیند نہیں آتی۔ میں سوچتا رہتا ہوں۔ گھنٹے دو گھنٹے بعد نیند آتی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں بارہ بجے سوؤں گا اور شام پانچ بجے اٹھوں گا۔ اس سے پہلے کوئی دروازے پر دستک نہ دے۔"

میں دروازہ بند کرنے لگا۔ اس نے پوچھا۔

"ابھی بستر پر لیٹ کر کیا سوچو گے۔۔۔؟"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"تصور میں اپنی رومانہ سے باتیں کرتا رہوں گا۔"

پھر اس سے پہلے کہ وہ حملہ کرتی، میں نے ایک دھڑکے سے دروازہ بند کر لیا۔ وہ بند دروازے کے سامنے تھوڑی دیر تک کھڑی رہی اس کی سوچ کا کہہ رہی تھی۔

"یہ بہت اچھا ہے۔ مگر اس کا مذاق اچھا نہیں ہے۔ یہ رومانہ سے کیوں دلچسپی لے رہا ہے۔ رومانہ تو میں..... میں ہی ہوں۔ یہ بڑا چالاک ہے۔ براہِ راست مجھ سے نہیں کہتا۔ رومانہ کے توسط سے کہتا ہے۔۔ میں ٹرانگ کانگ پہنچنے کے بعد رومانہ کے روپ میں اس کے سامنے کبھی نہیں آؤں گی۔"

وہ سوچتی ہوئی اپنے باپ کے کیبن کے سامنے گئی۔ پھر دروازے پر دستک دے کر بولی۔

"پپا! اب اٹھ جائیے میرے سونے کا وقت ہو رہا ہے۔"

"او کے مائی سن! جاؤ آرام سے سو جاؤ۔"

عقاب نے دروازہ کھول دیا۔ سارا نے کہا۔

"پپا! فرید کو پانچ بجے سے پہلے نہ اٹھائیں۔ وہ میرے کیبن میں سوتا رہے گا۔"

"تمہارے کیبن میں؟" عقاب نے خوشی سے بیٹی کا ہاتھ تھام کر اندر بلایا اور کہا۔ "میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا، تم اسے پسند کرتی ہو۔"

"ہاں پپا! وہ بہت ہی باصلاحیت انسان ہے۔"

"سارا تم نے مجھے خوش کر دیا ہے۔ مگر ایک بات کہوں گا، برا نہ ماننا۔ شادی سے پہلے اسے اپنے کیبن میں سلانا اچھی بات نہیں ہے۔"

"شادی.....؟" سارا نے حلق کے بل چیخ کر کہا۔ "پپا! میں ایک ہی گھونسے میں آپ کا منہ گھما دوں گی۔"

"اس۔ کیا میں نے کچھ غلط سمجھ لیا ہے۔۔؟"

"ہاں۔" وہ پھر چیخ کر بولی۔ "آپ تو خوابوں میں بھی مجھے دلہن بناتے رہتے ہیں۔ میں ہزار بار کہہ چکی ہوں کہ جو اپنی زندگی سے بیزار ہو گا، وہی مجھ سے شادی کا ارادہ کرے گا۔"

وہ غصہ سے طمطماتی ہوئی پپا کے کیبن سے نکلی۔ پھر اپنے کیبن کے سامنے سے گزرتے ہوئے دروازے کو یوں گھور کر دیکھا جیسے مجھے آنکھیں دکھا رہی ہو۔ اس کے بعد میرے کیبن میں پہنچ کر اس نے دروازے کو زور سے بند کر لیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"میں اتنا غصہ کیوں دکھا رہی ہوں۔ جب میں خود کو مرد کہتی ہوں تو مجھے مردوں کی طرح ہر بات کو ہنس کر ٹالنا چاہئے۔"

وہ بجھے ہوئے انداز میں بستر پر آ کر گر پڑی۔ اور سوچنے لگی۔

"ہاں۔ میں آئندہ فرید کے مذاق کو ہنسی میں اڑا دوں گی تو اس کا مذاق بے اثر ہو جائے گا۔ پتہ نہیں کیسے میں اتنی جلدی اس سے بے تکلف ہو گئی۔ شاید یہ میری ہی غلطی ہے۔"

"بڑی خوبصورت غلطی ہے۔" میں نے اس کے دماغ میں سرگوشی کی۔

"آں۔" وہ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

میں نے کہا۔ "میں پتھر سہی۔ مگر مجھ جیسی عورت کے لاشعور میں یہ خواہش ہے کہ مجھے کسی ایک مرد سے بے تکلف ہونا چاہئے۔"

وہ شعور اور لاشعور کی گتھیوں میں الجھ گئی۔ اسے ابتدا میں اتنا ہی الجھانا کافی تھا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اپنی گھڑی دیکھی دس بج کر تیس منٹ ہو چکے تھے۔ اب مجھے سو جانا چاہئے تھا۔ پروگرام یہ تھا کہ میں ڈیڑھ بجے تک سوتا رہوں گا۔ دو بجے تک مجھے سونیا کے پاس پہنچنا تھا۔ پتہ نہیں وہاں کتنا وقت صرف ہوتا۔ اسی لئے میں نے سارا سے کہہ دیا تھا کہ میں پانچ بجے تک سوتا رہوں گا۔

میں نے اپنے دماغ کے ٹائم پیس میں ایک بجے کر تیس منٹ کا الارم لگایا۔ اس کے بعد آرام سے سو گیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو جہاز کے انجن کا ہلکا ہلکا سا شور سنائی دے رہا تھا۔ میں دو چار منٹ تک بستر پر بے حس و حرکت پڑا رہا۔ پھر دماغ کی اسکرین پر عقاب کو دیکھنے لگا۔ وہ اپنے ماتحتوں کو جہاز کی صفائی کرتے دیکھ رہا تھا۔ جہاز کا رنگ پہلے ہلکا سبز تھا۔ کتنے ہی لوگ رسّے کی سیڑھیوں سے باہر لٹک کر سبز رنگ کو کالا شک سوڈالیم دھو رہے تھے۔ سبز رنگ چھپ گیا تھا اور اس کی تہہ سے نیلا رنگ ابھر رہا تھا۔ جو اس جہاز کا اصلی اور پکا رنگ تھا۔

اس کے ساتھ ہی جہاز کے دونوں طرف جلی حرفوں میں "رومانہ" کا نام ابھر رہا تھا۔ عقاب نے اپنی بیٹی کے نام پر اس جہاز کا نام رومانہ رکھا تھا۔ پینٹر اس نام کی سفیدی کو دوبارہ سفید رنگ سے چمکا رہے تھے جہاز کے اونچے ستون پر اب پرتگالی پرچم لہرا رہا تھا۔ گویا اب وہ جہاز کسی اسمگلر کا نہیں، بلکہ ایک پرتگالی رئیس اعظم و زرد برانڈو کا تھا۔

میں رڈزو برانڈو عرف سنڈی عقاب کے دماغ میں تھا۔ وہ اب اس کیبن میں پہنچ گیا تھا۔ جہاں میک اپ کا سامان، وگیں اور چہرے کے مختلف ماسک تھے۔ اس نے خفیہ دیوار کے ایک خانہ سے چند کاغذات نکالے۔ ان پر ایک نظر ڈالی۔ پھر انہیں بریف کیس میں رکھ لیا۔ وہ جعلی کاغذات اس بات کا ثبوت تھے۔ کہ مسٹر روڈزو برانڈو دوسری شادی کی غرض سے لڑکی پسند کرنے فارموسا گئے تھے۔ وہاں مشرقی بندرگاہ میں ان کا جہاز "رومانہ" اڑتالیس گھنٹے بریکنگ انداز رہا۔ پھر پچھلے دن شام کو وہ جہاز واپس ہانگ کانگ کے لئے روانہ ہو گیا۔

وہ کاغذات ایسی مہارت سے تیار کئے گئے تھے کہ کوئی انہیں جعلی نہیں کہہ سکتا تھا۔ فارموسا جانے کی وجہ بڑی مضحکہ خیز تھی کہ مسٹر برانڈو لڑکی پسند کرنے گئے تھے۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ دور دور کے کتنے ہی ممالک میں یہ بات مشہور ہے کہ خاندانی رئیس روزو برانڈو اپنی پسند کی لڑکی تلاش کرنے کے لئے نکلا کرتے ہیں اور پاسپورٹ اور خصوصی اجازت ناموں میں بات صرف یہ وجہ لکھواتے ہیں۔

"تو سی مائی وُڈی والف (اپنی ہونے والی بیوی کو دیکھنے)"

بہرحال وہ زندہ دل عقاب قانون کے ساتھ بھی بڑی خوبصورتی سے مذاق کر رہا تھا۔ وہ بریف کیس کو بند کرنے کے بعد آئینے کے سامنے آیا۔ پہلے اس نے اپنے سر سے سفید بالوں کی وِگ اتاری۔ پھر اپنے چہرے سے آہستہ آہستہ سنڈی عقاب کا ماسک اتارنے لگا۔

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ کیونکہ شام پانچ بجے کے بعد اس سے ملاقات ہونے والی تھی۔ میں نے سارا کو دیکھا تو وہ سو رہی تھی۔ پھر میں نے سے یوں کی خبر لی۔ وہ مجھے تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ بعد میں عقاب نے اسے سمجھا دیا، کہ فرید سے پانچ بجے کے بعد ملاقات ہو گی۔ اب وہ تھک ہار کر ڈائننگ ہال میں دوپہر کا کھانا کھا رہی تھی۔

اپنے آس پاس کے ماحول سے مطمئن ہونے کے بعد میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنی خواب گاہ سے باہر جانے کے لئے تیار ہو چکی تھی۔ بڑے سے پلنگ پر مختلف قسم کے ملبوسات اور زیورات بکھرے ہوئے تھے۔ فرش پر کئی جوڑے، جوتے، سینڈلیں، اور چپلیں نظر آ رہی تھیں۔ بالوں کی سیٹنگ کے لئے ایک ماہر ہیئر ڈریسر کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔

سونیا نے جدید ترین اسٹائل کی میکسی پہنی تھی، جس پر گلابی اور فیروزی کلر کے اسٹیڈز تھے۔ گلے میں ہیروں کا ہار جگمگا رہا تھا۔ کانوں میں سچے موتیوں کے ٹاپس تھے۔ کلائیوں کے بریسلیٹ پر نگینے جڑے ہوئے تھے۔ سر کے بال اتنے خوبصورتی سے سیٹ کئے گئے تھے کہ بالوں کی کتنی ہی دبیز لٹیں اس کے شانوں پر سانپوں کی طرح بل کھا گئی تھیں۔ اونچی ایڑی کے سینڈل نے اس کے دراز قد کو اور

کیا

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں؛

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجئے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجئے!

قیمت -/۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۴۴۹۰ کراچی

دراز کر دیا تھا۔ تنی ہوئی بھنویں، اکڑی ہوئی گردن چہرے پر غرور
حسن طاری تھا۔ اور سر پر لپا شباب کی منہ بولتی تصویر تھا۔

میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"یا حیرت! کیا تم اپنا نکاح پڑھوانے جا رہی ہو؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"ان لوگوں نے میرے سامنے پورا بازار لا کر رکھ دیا ہے میں نے بھی سوچا چلو، بہت دنوں سے سنگار نہیں کیا ہے۔ اس لئے میں تمہاری سوچ کے آئینے میں تمہیں اپنا یہ روپ دکھاؤں گی۔ کیسی لگ رہی ہوں ——؟"

"کچھ نہ پوچھو —— تم پاس ہو تیں تو تمہارے حسن کے ذرّے ذرّے کو چوم کر تعریفیں کرتا۔"

وہ آئینے کے سامنے خوشی سے بل کھا کر گھوم گئی۔ میں نے پوچھا ——

"یہ تمہیں کیا سوجھی ہے؟ بھئی تم دنیا کی دوسری خطرناک تنظیم کے نمائندوں سے ملنے جا رہی ہو۔"

"یاد دلانے کا شکریہ! میں نے یکسی کے اندر پتلون اور بنیان پہنی ہے اور پتلون کی جیب میں اعشاریہ تین آٹو کار یا لور ہے۔ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہتھیار میرے دماغ میں ہے اور وہ ہے مرحوم فرہاد کی شیلی پیتی ——"

وہ اک ادائے ناز سے بلتی ہوئی خواب گاہ سے باہر آئی۔ کوٹھی کے باہر اس کے لئے کار کا پچھلا دروازہ کھولا گیا۔ میں نے پوچھا۔

"چیری وغیرہ کہاں ہیں ——؟"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"میں نے اسے شیلا اور میرین کے ساتھ شہر میں تفریح کے لئے بھیج دیا ہے۔"

کار اسٹارٹ ہو کر کوٹھی کے احاطے سے باہر جانے لگی۔ اس نے پوچھا۔

"فرہاد! کیا خیال ہے، وہاں ماسک مین سے ملاقات ہو گی ——؟"

"نہیں ——" میں نے کہا۔ "ظاہر سی بات ہے کہ وہ ہماری خیال خوانی کا شکار ہونے کے لئے نہ تمہارے سامنے آئے گا اور نہ ہی اپنی آواز سنائے گا۔ اچھا سونیا! تم چلو، میں تم سے پہلے تمہاری منزل پر پہنچ کر دیکھتا ہوں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔؟"

زور یچ نامی جس شخص نے ماسک مین بن کر سونیا کو خوش آمدید کہا تھا۔ میں اسی شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک بہت بڑے ہال کی بالکونی میں کھڑا ہوا ایک نوجوان عورت سے باتیں کر رہا تھا ہال میں اور بھی بہت سی عورتوں کے ساتھ بہت سے مرد دکھائی دے رہے تھے۔ کوئی کافی سے اور کوئی وہسکی وغیرہ سے شغل کر رہا تھا۔

میں ایک طرف سے باری باری سب کے دماغوں تک پہنچنے کا راستہ بنانے لگا۔ پہلے اس نوجوان عورت کی سوچ پر میں نے زور یچ سے پوچھ رہی تھی۔

"یہ مادام سونیا! ہماری تنظیم میں کوئی نئی رنگروٹ بھرتی ہے یہ ——؟"

زور یچ نے کہا۔ "مادام! بہت خطرناک بزنس لیڈی ہیں وہ جسے چاہیں کھڑے کھڑے بیچ دیتی ہیں۔ ابھی آئیں گی تو دیکھ لینا۔"

اس نے طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔ "دیکھ لوں گی۔ میرا نام بھی اس نے اپنا نام لیا۔ مادام ماریہ ہے ——؟"

ماریہ وہاں سے پلٹ کر ذرا دور ایک سیاہ فام نوجوان کی طرف گئی۔ وہ نیگرو افریقہ کے کسی حصّے سے آیا تھا۔ تنظیم میں شاید اس کی بہت زیادہ اہمیت تھی کیونکہ بہت سے مرد اور عورتیں اسے گھیرے ہوئے تھے۔ لیکن سب ہی اس سے نظریں ملانے سے کترا رہے تھے۔ حالانکہ وہ سیاہ چشمہ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے باوجود وہ اپنا سر جھکا کر یا دوسری طرف دیکھ کر اس سے باتیں کرتے تھے۔ مادام ماریہ اس سے سونیا کے بارے میں کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اور اس لئے بھی سونیا کا ہی ذکر ہو رہا تھا۔ مادام ماریہ سوچ رہی تھی۔

"مادام سونیا اگر ایسی ہی خطرناک ہے تو پھر یہ کوبرا مین اس کے لئے کافی ہو گا۔ اس سے ذرا چھیڑ چھاڑ ہو تو مزہ آجائے گا۔"

کوبرا زہریلے ناگ کو کہتے ہیں۔ اگر اسے کوبرا مین کہا جاتا تھا تو یقیناً وہ زہریلا آدمی ہو گا۔ میں بڑی سہولت سے مادام ماریہ کو کوبرا مین کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرتا رہا۔ وہ سوچتی جا رہی تھی۔ کہ کوبرا مین کا نام انتونی تھا۔ اس کے ماضی کے بارے میں شاید ماسک مین جانتا ہو گا۔ دوسرے صرف اتنا جانتے تھے کہ انتونی کا بچپن جنوبی افریقہ کے جنگلوں میں گزرا تھا۔ اور زہریلے سانپوں کے درمیان اس کی پرورش ہوئی تھی۔ کوئی بھی زہریلا سانپ اسے کاٹ لے تو اثر نہیں ہوتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسی زہریلی کشش تھی کہ کوئی اس سے نظریں نہیں ملا سکتا تھا۔ اسی لئے وہ تنظیم میں کوبرا مین کہلاتا تھا۔

مادام ماریہ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ اور چونکہ اس حلقے کی عورتوں کو جاننا چاہئے تھا۔ وہ یہ تھا کہ کوبرا مین زہریلی شخصیت بڑی ہی پرکشش تھی۔ وہ سیاہ فام تھا۔ اس کے باوجود عورتیں بے اختیار اس کی طرف کھنچی جاتی تھیں۔ نے ماریہ کو کوبرا مین کی طرف پٹا دیا۔ وہ بولی۔

"مسٹر انتونی! سونیا کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

انتونی نے سر گھما کر ماریہ کو دیکھا تو اس نے فوراً نظریں جھکا لیں۔ وہ مسکرا کر بولا۔

"مادام ماریہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں سب ہی اپنے اپنے طور پر اس آنے والی کو جو یہ یا خطرناک سمجھ رہے ہیں اور ہم سب کے دماغ میں یہی تاثر بٹھایا گیا تھا۔ بہرحال میں ایک بات جانتا ہوں۔ وہ کیسی ہی خطرناک ہو، میرے سامنے نظریں جھکا کر بات کرے گی۔"

اب میں کوبرا مین کے دماغ میں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"سنا ہے، سونیا حسین بھی ہے ہی ہی ہی ہی۔ حسین عورتیں تو خود بخود میری جانب کھنچی چلی آتی ہیں۔ میرے لئے آج کی خوراک آ رہی ہے۔ ہی ہی ہی ہی.....!"

یہ سانپ کی فطرت ہے۔ کوئی اسے چھیڑے یا نہ چھیڑے وہ اپنے سامنے آنے والوں کو ڈسنے کے لئے پھن مزور اٹھاتا ہے میں اس زہریلے دماغ سے متعارف ہونے کے بعد جوزف وسکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تمام افراد کی طرح بڑے ہال میں موجود نہیں تھا۔ اسی عمارت کے کوریڈور سے گزر رہا تھا۔ ابھی ہال میں بہت سے لوگوں سے متعارف ہونا تھا۔ شاید میں جوزف وسکی کے دماغ سے واپس چلا جاتا۔ مگر اس کی سوچ نے چونکا دیا۔

وہ ماسک مین سے باتیں کرنے جا رہا تھا۔ اسے یہ اطلاع مل گئی تھی کہ سونیا وہاں آنے کے لئے اپنی رہائش گاہ سے چل پڑی ہے۔ وہ ماسک مین کو یہ اطلاع دینے جا رہا تھا۔ ایک کوریڈور سے گزرنے کے بعد وہ دوسرے کوریڈور کی طرف مڑ گیا۔ پھر ایک دروازے کے سامنے آ کر اس نے کال بیل کے بٹن کو دبا دیا۔

دروازے کے اوپر سرخ رنگ کا بلب جلنے بجھنے لگا۔ پھر وہ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ جوزف وسکی کمرے میں داخل ہوا تو وہ دروازہ بند ہو گیا۔ اس نے آگے والے دوسرے دروازے کے پاس پہنچ کر اپنی جیب سے ایک کارڈ نکالا۔ اور اسے دروازے کے لیٹر بکس نما خلنے میں ڈال دیا۔ پھر انتظار کرنے لگا۔

بیس سیکنڈ بعد وہ دروازہ کھل گیا۔ کھلے ہوئے دروازے سے ایک بہت وسیع و عریض کمرہ نظر آ رہا تھا۔ وسط میں بہت بڑی گول میز تھی جس کے اطراف خالی کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک مسلح گارڈ نے جوزف وسکی کو اس کا کارڈ واپس کیا۔ وہ آگے بڑھتا ہوا میز کے دوسری طرف گیا۔ وہاں دیوار کے ساتھ ایک بہت بڑی مشین رکھی ہوئی تھی۔

مشین قدِ آدم تھی۔ اور اس کی بناوٹ بھی انسانی جسم کی طرح تھی۔ اس کا سر سے گردن تک کا حصّہ چوکور تھا۔ گردن سے کمر تک کا حصّہ لمبائی میں مستطیل تھا۔ پھر اس کے نیچے دو پیروں کی طرح دو ستون تھے۔ سر کے چوکور حصّے میں دو آنکھوں کی جگہ دو ریکارڈر اسپیکر تھے۔ ناک کی جگہ آواز وصول کرنے والا مائیک تھا۔ اور منہ ..... اس کا منہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ جیسے وہ کچھ کہنے والا ہو۔

جوزف وسکی نے مشین کے سامنے انٹینشن ہو کر کہا۔

"مائی لارڈ ماسک مین! مادام سونیا اپنی رہائش گاہ سے روانہ ہو چکی ہیں۔ پینتالیس منٹ میں یہاں پہنچ جائیں گی۔ آپ کے سامنے کس وقت حاضر کیا جائے ——؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دونوں ریکارڈر اسپیکر گھومنے لگے۔ پھر مشین کے منہ سے سفید کاغذ کی ربن نکلنے لگی۔ اس کے بعد دونوں اسپیکر ساکت ہو گئے۔ کاغذ کی ربن بھی رک گئی.....

جوزف وسکی نے ہاتھ بڑھا کر اس ربن کو تھام کر پڑھا۔ اس پر لکھا تھا۔

"مادام سونیا کو ہمارے باصلاحیت لوگوں سے متعارف کراؤ گیارہ بج کر تیس منٹ پر ہم اپنے تمام ماتحتوں کو یہاں دیکھنا چاہتے ہیں.....۔"

میں جوزف وسکی کے دماغ سے ماسک مین تک پہنچ گیا تھا۔ مگر نہ اسے سونیا دیکھ سکتی تھی، نہ میں اس کی آواز سن سکتا تھا۔ اور نہ میری خیال خوانی کی پرواز اس مشینی دماغ تک پہنچ سکتی تھی۔

اس گھڑی سوچنے کا مقام تھا، کہ ماسک مین ایک انسان ہے یا محض ایک کمپیوٹر.....؟

یہ سائنسی دور ہے، اس دور میں جس مقام پر انسان کا دماغ تھک جاتا ہے، اس مقام سے آگے کمپیوٹر بولتے ہیں۔

وہاں جو کمپیوٹر مشین تھی اس نے جوزف وسکی کی باتیں سنی تھیں اور فوراً ہی ان باتوں کا جواب تحریر کی خاموش زبان سے دیا تھا بے شک وہ کمپیوٹر کا کمال تھا مگر جو جواب دیا گیا تھا، وہ جواب کسی انسان کے دماغ سے نکلا تھا کیونکہ مشین بول سکتی ہے مگر خود نہیں بول سکتی۔ اس کے پیچھے کسی نہ کسی گوشہ سے انسانی دماغ کو بولنا پڑتا ہے

جوزف وسکی مشین سے رخصت ہو کر جانے لگا تو میں نے اس کے دماغ میں سوچ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ماسک مین واقعی آہنی پردوں کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ کوئی اس مشین کے ذریعہ اس ہستی تک نہیں پہنچ سکتا۔"

اس کی سوچ نے کہا۔

"ہاں نہیں پہنچ سکتا۔ پتہ نہیں وہ کہاں ہے اور کتنی دُور بیٹھا ہوا ہے۔ میں تو یہ سمجھنے لگا ہوں کہ وہ انسان نہیں ایک کمپیوٹر ہے۔ آج مادام سونیا کو پتہ چلے گا کہ یہ کمپیوٹر مشین بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح دوسروں کی سوچ کی لہریں وصول کرتی ہے اور اس کا جواب دیتی ہے۔"

جوزف وسکی کی یہ بات سن کر میں الجھ گیا۔ وہ ناقابلِ یقین بات سوچ رہا تھا۔ بھلا مشین سوچ کی لہروں کو کس طرح ریسیو کر سکتی ہے؟

اس سوال کا جواب یہی سمجھ میں آتا تھا کہ مشین کے پیچھے جو ماسک مین ہے وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔

لیکن یہ بات بھی ذہن قبول نہیں کر رہا تھا۔ اگر ٹیلی پیتھی کا علم ماسک مین کی مٹھی میں ہوتا تو وہ کم از کم سونیا سے اپنی آواز نہ چھپاتا۔ اسے علم کے ذریعے اب تک یہ معلوم ہو جاتا کہ سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے اور جو اس کے ساتھ رابطہ قائم کر رہا ہے وہ دراصل فراڈ ہے۔

اگر ٹیلی پیتھی جاننے والے ماسک مین کو یہ حقیقت معلوم ہو جاتی تو وہ سونیا کی بجائے براہ راست میری خدمات حاصل کرنا چاہتا۔ ان حقائق کے پیشِ نظر میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ ماسک مین کا باپ بھی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔

میں جوزف وسکی کے دماغ سے نکل کر سونیا کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ابھی تک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی کھڑکی کے پار دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"میری جان! میں ماسک مین سے مل کر آ رہا ہوں۔"

"کیا واقعی؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ تمہارا انتظار کر رہا ہے مگر اس سے مل کر تمہیں مایوسی ہو گی۔"

"کیوں؟ کیا وہ تمہاری طرح گلفام نہیں ہے؟"

میں نے جواب دیا۔

"آہ بے چارہ گلفام نہ ہوتا۔ جیسا تیسا انسان ہی ہوتا، مگر وہ ایک کمپیوٹر ہے۔"

"کیوں مذاق کر رہے ہو؟"

"یہ مذاق نہیں ہے۔ جب تم وہاں جاؤ تو اس ماسک مشین سے کہنا۔۔۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "یہ ماسک مشین کیا ہوتی ہے؟"

"بھئی کیا بتاؤں۔ ابھی تو میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہا ہے کہ اسے ماسک مین کہوں یا کمپیوٹر مشین ہے۔ اس لیے ماسک مشین کہہ رہا ہوں۔ بہرحال سنو۔ تم اس مشین کے سامنے پہنچ کر کہنا کہ تم سوچ کے ذریعے گفتگو کرنا چاہتی ہو۔"

"کیا مطلب ہے کیا وہ مشین میری سوچ پڑھ لے گی؟"

"ہاں۔ اب تک کی معلومات یہی ہیں۔ تم وہاں پہنچ کر تو ساری حقیقت سامنے آ جائے گی۔"

"میں اُس سے کیا باتیں کروں گی؟"

"میری طرف سے جو سوچیں تمہارے دماغ میں آئیں گی تم وہی بولتی رہو گی۔"

"اچھا یہ بتاؤ، وہاں اور کون لوگ ہیں؟"

"زورتیچ اور جوزف وسکی کے بارے میں تم جان چکی ہو۔ ان کے علاوہ ایک مادام ماریہ ہے جو تمہیں اپنے سے اور اپنی مادام تسخیر کے لیے تیار نہیں ہے۔ ایک بہت ہی زہریلا نگینہ نوجوان ہے۔ اس کا نام انتونی ہے۔ مگر کو براہین کہلاتا ہے کیونکہ اس کی پرورش خانہ افریقہ کے جنگلوں میں سانپوں کے درمیان ہوئی ہے۔ اس پر کسی سانپ کا زہر اثر نہیں کرتا۔۔۔"

"مائی گاڈ!" سونیا نے پوچھا۔ "پھر تو وہ خود بھی زہریلا ہو گا؟"

"پتہ نہیں، وہ سیاہ فام ہے مگر اس کی شخصیت میں ایسی نشیلی کشش ہے کہ عورتیں خود بخود اس کی طرف کھنچی جاتی ہیں۔ اس نے تمہارے متعلق دو دعوے کیے ہیں۔"

"اچھا ذرا میں بھی سنوں۔"

"اس کی آنکھوں میں زہریلی کشش ہے۔ کوئی اس سے نظریں ملا کر باتیں نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا ہے کہ سونیا کتنی ہی خطرناک ہو وہ میرے سامنے نظریں جھکا کر بات کرے گی۔"

"بے چارہ۔۔۔" سونیا نے اس سے ہمدردی کی۔

"دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ تم آج رات اس کی خوابگاہ کی زینت ہو گی۔"

"پھر ایک بار اسے بے چارہ کہوں گی۔ اب تم کسی دوسرے کا ذکر کرو۔"

اسی وقت اس کی کار ایک عمارت کے احاطے میں داخل ہونے لگی۔ میں نے کہا۔

"تم منزل تک پہنچ گئی ہو۔ میں عمارت کے اندر جاتا ہوں، وہیں ملاقات ہو گی۔"

میں وہاں سے سیدھا کو براہین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسی وقت زورتیچ اطلاع دے رہا تھا کہ مادام سونیا تشریف لا رہی ہیں۔ سب اپنی باتیں اور قہقہے بھول کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ کو براہین دہشت سے کترا کر ہال کے ایک گوشہ میں چلا گیا۔ وہ جانتا تھا کہ سونیا سے سب سے آخر میں اس کا تعارف ہو۔

زورتیچ دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ سونیا کے آتے ہی وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ سونیا لنگاہوں کے سامنے آ کر دروازے سے نمودار ہوئی۔ ایک حسین تصویر کی طرح جڑ گئی۔ کیا مرد، کیا عورتیں، سب ہی کی نظریں اس پر جم گئیں کیونکہ سونیا اس وقت دیکھنے کی چیز تھی۔

اس نے جدید تراش کی مکسی پہنی تھی جس پر گلابی اور فیروزی رنگ کے شیڈز تھے۔ گلے میں ہیروں کا ہار جگمگا رہا تھا۔ کانوں میں بھی موتیوں کے ٹاپس تھے۔ کلائیوں کے بریسلٹ پر نگینے جڑے ہوئے تھے۔ سر کے بال اتنی خوبصورتی سے سیٹ کیے گئے تھے کہ بالوں کی کتنی ہی دبیز لٹیں اس کے شانوں پر سانپوں کی طرح بل کھا گئی تھیں۔ اونچی ایڑی کے سینڈل نے اس کے دراز قد کو اور دراز کر دیا تھا۔ تنی ہوئی بھنویں، اکڑی ہوئی گردن چہرے پر رعب حسن طاری تھا اور سراپا، شباب کی منہ بولتی تصویر تھا۔

ہال کے فدا فتادہ گرشدہ میں کھڑا ہوا انتونی عرف کو براہین اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے پہلے کبھی عورت دیکھی نہ ہو۔ اسکی ہوس بھری سوچ سانپ کی طرح پھنکار رہی تھی کہ مجھے یہ عورت چاہیئے۔ مجھے یہ عورت چاہیئے۔

وہ زہریلی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور دانت پر دانت جمائے مسکرائے جا رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ جب وہ سیاہ چشم مار کو سونیا کو دیکھے گا تو وہ زہریلی کشش کے تحت کھنچی چلی آئے گی۔

ہال کے دوسرے لوگ سونیا کو دیکھنے کے بعد اب ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ ان کے ذہنوں میں جو ایک خطرناک سونیا کا تاثر تھا، وہ ختم ہو گیا تھا کیونکہ سونیا کی سج دھج اور بڑی نزاکت سے کھڑے ہونے کا انداز بتا رہا تھا کہ ایسی حسینہ کو صرف شادی بیاہ کی تقریبات میں شریک ہونا چاہیئے۔ یہاں تو کوئی بھی نچلا اس ملکۂ نزاکت کو اٹھا کر لے جائے گا۔

جوزف وسکی نے آگے بڑھ کر ادب سے کہا۔

"مادام! یہاں آپ کی موجودگی ہمارے لیے فخر کا باعث ہے۔ یہ تمام لیڈز اور جنٹل مین ہماری تنظیم کے اہم ستون ہیں۔ ماسک مین کہتا ہے کہ یہ جیالے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے والے میری تنظیم کی جان ہیں اور ان سے میری برتری قائم ہے۔

اور لیڈیز اینڈ جنٹل مین! یہ ہیں مادام سونیا۔ ماسٹروں کی تنظیم کی سب سے خطرناک مادام۔۔۔۔ مادام کے متعلق اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ جب تک یہ سانس لیتی رہیں گی، تب تک سپر ماسٹر کی سانس اکھڑتی رہے گی، وہ کبھی سکون کی نیند نہیں سو سکے گا۔۔۔"

سب لوگ سونیا کو گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ کسی اسٹنگار کرنے والی میں آخر کون سی ایسی بات ہے جس سے سپر ماسٹر خائف رہتا ہے۔ مادام ماریہ کے پاس کھڑی ہوئی ایک جوان عورت نے مسکرا کر کہا۔

"مسٹر جوزف وسکی! میں بتاؤں کہ سپر ماسٹر سکون سے کیوں نہیں سو سکتا ہے؟ ٹوئی ویری فرینک۔ مادام سونیا کا حسن و جمال ایسا ہے کہ محترمہ کے عشق میں رات بھر کروٹیں بدلتا رہتا ہو گا۔"

اس بات پر سب ہی قہقہے لگانے لگے۔ سونیا فراخدلی سے مسکرا رہی تھی۔ میں نے اس نوجوان عورت کی سوچ پڑھی۔ اس نے یہ بات مذاقاً کہی تھی۔ اس کا مقصد سونیا کا مذاق اڑانا نہیں تھا۔ وہ دوسروں کی صلاحیتوں سے جلنے کڑھنے والی عورت نہیں تھی۔ اس کے دل میں سونیا کے لیے عزت تھی۔

میں نے اس کا نام معلوم کرنے کے بعد سونیا کو اس کے متعلق بتا دیا۔ سونیا نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مادام ویرا۔ میں لوگوں کے ہنسنے کا برا نہیں مناؤں گی کیونکہ تم نے یہ بات محض مذاقاً کہی ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "آپ میرا نام کیسے جانتی ہیں؟ یہ کیا ہم سب کے متعلق آپ کو پہلے سے بتا دیا گیا ہے؟"

"بالکل نہیں۔" سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "میں دنیا کے ہر انسان کو کسی تعارف کے بغیر پہچان لیتی ہوں۔"

اس کا یہ دعویٰ سب ہی سن رہے تھے۔ جوزف وسکی نے بلند آواز سے کہا۔

"لیڈیز اینڈ جنٹل مین! مادام سونیا کا یہ دعویٰ درست ہے یہ آپ لوگوں کے اندر جھانک کر آپ کے دلوں کا حال معلوم کر کے تعارف کے بغیر آپ کو پہچان لیں گی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"بھلا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟"

"اگر ایسا ممکن ہے تو پھر یہ جادوگری ہے۔۔۔"

تمام لوگ اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے اور آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ پھر ایک صحت مند اور خوبرو جوان نے کہا۔

"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے، میں ابھی آزما لیتا ہوں۔"

وہ سوچتے ہوئے آگے بڑھا۔ "میں سونیا سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاؤں گا۔ جب وہ مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے گی تو میں اپنا ہاتھ ہٹا لوں گا۔ پھر اپنا تعارف کراؤں گا کہ میں ہنک کا ہیوی ویٹ چیمپئن ہوں اور مسٹر ہنک اک کہلاتا ہوں۔

میں نے سونیا سے کہا۔ "اس سے مصافحہ نہ کرنا اور میری سوچ کے مطابق بولتی جانا۔۔۔"

مسٹر ہنک اک نے سامنے آ کر مسکراتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ سونیا نے تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"دوستو! یہ مسٹر بنکاک یہ سوچ کر آیا ہے کہ میں مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاؤں گی تو یہ اپنا ہاتھ کھینچ لے گا لہٰذا میں ایسے بدتمیز انسان سے مصافحہ نہیں کروں گی۔"

مسٹر بنکاک کے دیدے حیرانی سے پھیل گئے۔ کتنے ہی لوگ اس سے پوچھ رہے تھے۔ کیا مادام سونیا دوست کہہ رہی ہیں؟ اس نے اقرار کرتے ہوئے غصہ سے کہا۔

"مادام سونیا! تم نے مجھے بدتمیز کیوں کہا؟"

سونیا نے میری سوچ کے مطابق کہا۔

"سنو لوگو! اب یہ مسٹر بنکاک اپنی ہیوی ویٹ چیمپئن شپ کا رعب جمانا چاہتا ہے۔ یہ اپنی حیرت انگیز قوتوں کا مظاہرہ کرنے کے لیے مجھ سے کہنا چاہتا ہے کہ....."

میں نے سونیا کی ادھوری بات اور مسٹر بنکاک کی سوچ اسکی زبان سے اگوائی۔ وہ کہنے لگا۔

"مادام سونیا نے مصافحہ سے اس لیے انکار کیا ہے کہ میرے فولادی پنجہ میں ان کا ہاتھ پس کر رہ جائے گا۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ مسٹر بنکاک نے اس کا ہاتھ تھامتے ہی پوری قوت صرف کی۔ وہ سونیا کی ہتھیلی کو پیس کر رکھ دینا چاہتا تھا۔ انسان خواہ کتنا ہی شدزور ہو، اس کی جسمانی قوت دماغ کے کنٹرول میں ہوتی ہے اور مسٹر بنکاک کا دماغ میرے کنٹرول میں تھا۔

میں اس کی سوچ میں سمجھا رہا تھا کہ وہ پوری قوت صرف کر رہا ہے مگر سونیا کی ہتھیلی جیسے فولاد کی ہے جسے وہ ذرا سا بھی دبانے یا بھینچنے میں کامیاب نہیں ہو رہا ہے۔ پھر میں اس کی سوچ میں جھنجھلانے لگا۔

"کیا ایک عورت کے سامنے مجھے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ یہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر یوں مسکرا رہی ہے جیسے کسی بچے سے مذاق کر رہی ہو۔ اب مجھے آخری تمام قوتیں صرف کرنی چاہئیں....."

میں ہی اسے سمجھا رہا تھا اور میں ہی اس کی جسمانی قوت کا حساب کر رہا تھا کہ وہ قوت کسی حد تک سونیا کے پاس پہنچنی چاہیئے۔ وہ مقابلہ ایک منٹ تک جاری رہا۔ سب حیرانی اور دلچسپی سے دیکھ رہے تھے کہ وہ باڈی بلڈر ادھر سے ادھر ہوتا ہوا اتنی طاقت صرف کر رہا ہے۔ اس کا جسم غصہ سے کانپ رہا ہے اور چہرہ سرخ ہو رہا ہے لیکن مادام سونیا اطمینان سے کھڑی مسکرا رہی ہے۔

پھر میں نے اس کے دماغ کو آگے کی طرف دھکا دیا، یعنی مسٹر بنکاک کو آگے کی طرف جھکایا۔ سونیا نے اسی وقت جوڈو کا داؤ آزمایا۔ اسے ایک طرف سے دوسری طرف دور پھینک دیا۔

"ہا....." کے انداز میں سب کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ مسٹر بنکاک فرش پر سے اٹھنے میں دیر کر رہا تھا، کیونکہ اسے شرمندگی ہو رہی تھی۔ سونیا نے مادام ویرا کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی نزاکت سے پوچھا۔

"ہائے ویرا! ذرا دیکھنا میرے لباس میں کہیں شکن تو نہیں آئی ہے؟"

مادام ویرا نے خوش ہو کر بڑی عقیدت سے اس کے ہاتھ چوم کر کہا۔

"یو آر گریٹ مادام سونیا....."

مسٹر بنکاک فرش پر سے اٹھ کر حیرانی اور پریشانی سے سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"مادام مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ آپ کے ہاتھ فولاد جیسے ہیں۔ کیا آپ مجھے اپنا ہاتھ دکھائیں گی؟"

سونیا نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ مادام ویرا گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ دوسرے لوگ بھی سنبھل گئے کہ پھر کچھ ہونے والا ہے مگر سونیا مطمئن تھی کیونکہ میں تھا۔ مسٹر بنکاک نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے ہاتھ کو ٹٹول کر کہا۔

"انسان گوشت پوست کا ہی ہوتا ہے۔ صرف اس کی قوتیں فولادی ہوتی ہیں۔ مادام سونیا! جوانمردی اور دلیری یہ ہے کہ دوسروں کی دلیری کا بھی اعتراف کیا جائے۔"

یہ کہہ کر اس نے سونیا کی ہتھیلی کی پشت کو جھک کر چوم لیا۔ سونیا نے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ تمام لوگ خوشی سے تالیاں بجانے لگے اور بیک زبان کہنے لگے۔

"مادام سونیا اور مسٹر بنکاک۔ ہپ ہپ ہرے ہرے.... ہپ ہپ ہرے...."

تالیوں کے شور کے پیچھے بہت دور کوبرا مین زہریلے انداز میں مسکراتا ہوا سوچ رہا تھا۔

"میں سمجھ گیا۔ یہ سونیا ٹیلی پیتھی جانتی ہے اس لیے بازیگری کے کرتب دکھا رہی ہے۔ ہی ہی ہی ہی۔ میری معلومات کے مطابق کسی کے دماغ تک پہنچنے کے لیے اس کی آنکھوں سے گزرنا پڑتا ہے اور اتنی بڑی دنیا میں ابھی تک کوئی انسان ایسی آنکھیں لے کر پیدا نہیں ہوا جو میری آنکھوں سے آنکھیں ملا سکے۔ یہ بازیگر سونیا جیسے ہی میری طرف دیکھے گی اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچے گا۔ میں اسے خیال خوانی کی فرصت ہی نہیں دوں گا۔"

وہ اپنے طور پر درست سوچ رہا تھا۔ اگر میں اس کے سامنے ہوتا اور اس کے دماغ تک پہنچنے کے لیے اس سے آنکھیں ملانا چاہتا تو میرے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچتا۔ میں اپنی داستان

میں بہت پہلے بیان کر چکا ہوں کہ نشہ کی انتہا کیا ہے۔ سگریٹ، چرس، شراب، افیون، مارفیا اور ہیروئن، ان سب چیزوں کا انسان جب عادی ہو جاتا ہے اور اس سے بھی گہرا نشہ چاہتا ہے تو وہ ایل ایس ڈی ہے۔ یہ آخری نشہ ہے۔ اس کے بعد نشہ کے لیے انسان خود کو سانپوں سے ڈسوا لیتا ہے۔

اس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ نشہ کی انتہا زہر ہے۔ وحشی قبائل کے سپیرے اپنے بچوں کو گھٹی میں زہر دیتے ہیں، پھر اس کا توڑ کرتے ہیں۔ پھر زہر دیتے ہیں، پھر توڑ کرتے ہیں۔ اس طرح بچے کو زہر پلاتے ہوئے اس کی پرورش کرتے ہیں اور اسی طرح کوبرا مین کی پرورش ہوئی تھی۔

اتنوی عرف کوبرا مین کے وجود میں اس حد تک زہر تھا کہ ڈنک کرنے والی عورتیں یا مرد نہیں زندہ لڑکیاں اس کی طرف بے اختیار کھنچی جاتی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں ایسا زہر تھا کہ جس سے آنکھ ملاتا تھا، اسے مدہوش کر دیتا تھا۔ اگر کسی کو نرمی سے دیکھتا تو اسے مسحور کر دیتا۔ اگر گھور کر دیکھتا تو مقابل کے ذہن کو ناقابل برداشت جھٹکا پہنچاتا تھا۔

وہ اپنی جگہ سے آگے بڑھا اور لوگوں کے درمیان سے جانے لگا۔ جہاں سے وہ گزرتا تھا وہاں مرد عورتیں ایک طرف ہٹ جاتے تھے۔ بوڑھ مادام سونیا کے تماشے میں مصروف تھے اور کوبرا مین کو بھلا دیا تھا، اب ان سب کو یاد آ گیا کہ مادام سونیا کو سحر زدہ کرنے والا ایک زہریلا انسان وہاں موجود ہے۔

ذرا سی دیر میں سونیا اپنی جگہ تنہا کھڑی رہ گئی۔ تمام لوگ ہٹ گئے تھے۔ اس سے چند قدم کے فاصلہ پر کوبرا مین آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"تم اطمینان سے اس سے نمٹ سکتی ہو، میں اس کے دماغ میں موجود رہوں گا۔"

میں کوبرا مین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں آنکھوں کے راستے اس کے دماغ تک پہنچنے کا محتاج نہیں تھا۔ اسی کی آواز اور اسی کی سوچ کے لہجے نے مجھے اس کے دماغ میں پہنچا دیا تھا۔ اس نے زیر لب مسکرا کر کہا۔

"ہیلو سونیا! کیا مجھے پہچانتی ہو؟"

سونیا نے آس پاس کے لوگوں سے کہا۔

"سنو دوستو! میرے یہاں پہنچنے سے پہلے اس سانپ کی لولا نے کہا تھا کہ سونیا کتنی ہی خطرناک ہو، وہ اس سیاہ چشمہ کے سامنے نظر جھکا کر بات کرے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے سیاہ چشمہ کو دیکھا۔ کوبرا مین نے سرد لہجے میں کہا۔ "سونیا! نظریں جھکا لو۔"

"کوبرا مین! میں خود کو برادر حاکم بنا کر نہیں رکھنا چاہتی۔ میں برابری اور دوستی کی قائل ہوں لیکن مجھے غرور پسند نہیں ہے بہتر ہے کہ تم اپنے الفاظ واپس لو اور عورتوں کی عزت کرنے کی خاطر میرے سامنے نظریں جھکا لو۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ ہال میں ایک دم سے سناٹا چھا گیا تھا۔ پھر کوبرا مین نے اپنا ہاتھ اپنے سیاہ چشمے کی طرف بڑھایا۔ میں ہال کے تمام لوگوں کے دلوں کی تیز دھڑکنیں نہیں سن سکتا تھا کیونکہ میں زہریلے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے چشمہ کے ایک سرے کو تھام کر پھر سر لہجے میں کہا۔ "اچھا تو تم نظریں ملانا چاہتی ہو، یہ لو....."

اس نے جیسے ہی سیاہ چشمہ آنکھوں پر سے ہٹایا میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ اس کے حلق سے آواز نکلی۔ "اونک..... آ..... آہ....." وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر لڑکھڑایا، پھر آگے کی طرف جھک گیا۔ سونیا نے کہا۔

"سر نیچا جھکاؤ کوبرا مین! میں نے صرف نظریں جھکانے کو کہا ہے۔"

وہ غصہ کی شدت سے پاگل ہو کر سونیا کی طرف لپکا — وہ انتقام لینے والے سانپ کی طرح سونیا کو اپنے زہریلے دانتوں سے کاٹنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے سونیا سے ایک قدم کے فاصلہ پر پھر جھٹکا پہنچا کر روک دیا۔ اس نے پھر اپنے سر کو تھام لیا۔ سونیا نے کہا۔

"میں تمہیں بتاتی ہوں کہ تمہاری حیثیت ایک تنکے سے زیادہ نہیں ہے۔ تم ایک پھونک سے اڑ سکتے ہو۔"

یہ کہتے ہی سونیا نے اس کی طرف زور سے پھونک ماری۔ میں نے کوبرا مین کے دماغ کو پیچھے کی طرف جھٹکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے یوں جانے لگا جیسے پھونکنے سے قدم اکھڑ گئے ہوں۔ سونیا نے آخر میں زور کی پھونک ماری۔ کوبرا مین فرش پر سے اچھلا۔ پھونک مار کر اڑانا اسے کہتے ہیں۔ وہ اچھل کر پیچھے میز پر جا گیا جہاں شراب کی بوتلیں اور گلاس رکھے ہوئے تھے۔ پھر کتنی ہی بوتلوں اور گلاسوں کو لیے دیئے میز کی دوسری طرف فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔

تھوڑی دیر تک بوتلوں اور گلاسوں کے گرنے، ٹوٹنے اور لڑھکنے کی آوازیں آتی رہیں۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ وہ چند لمحوں کی خاموشی تھی۔ پھر زہریلا ناگ پھنکارنے لگا۔ "نو..... فاں۔ فاں۔ فوں فاں..... وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور فرش پر سے اٹھ رہا تھا۔ جوزف دسکی نے سامنے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بس اب یہ تماشہ ختم ہو جانا چاہیئے۔ ماسک مین نے گیارہ بجے کہ تین منٹ پر ہم سب کو حاضر ہونے کے لیے کہا ہے۔"

کوبرا مین نے دھاڑ کر کہا۔

"جاؤ تم سب حاضری دو۔ ماسک مین سے کہو میں ابھی

اس حرامزادی کی لاش لے کر آ رہا ہوں۔"

جوزف وسکی نے التجا آمیز لہجے میں کہا۔

"انتونی! تم اصول کے خلاف بات کر رہے ہو۔ یہاں سب ہی آپس میں ایک دوسرے کی صلاحیتوں کو آزماتے رہتے ہیں۔ مگر کوئی احساس کمتری میں مبتلا ہو کر کسی کا دشمن نہیں بن رہا۔"

انتونی! ہم سب آپس میں دوست ہیں۔"

"ہاں ہم سب دوست ہیں مگر یہ....."

کوبرا مین پھر سونیا کو گالی دینا چاہتا تھا، اس سے پہلے ہی میں نے اس کی کھوپڑی اٹھا دی۔ وہ پیچھے ایک دیوار سے جا کر ٹکرا گیا۔ جوزف وسکی نے اب سونیا کو التجا آمیز نظروں سے دیکھا۔ سونیا نے کہا۔ "جوزف وسکی! میں مجبور ہوں۔ یہاں سب دیکھ رہے ہیں۔ میں نے کسی پر حملہ نہیں کیا۔ صرف جوابی حملے کر رہی ہوں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں شکست تسلیم کر لوں؟"

وہ بولا۔ "مادام! اس وقت مصلحت سے کام لیا جا سکتا ہے۔ آپ جیت کر ہار مان لیں۔ اس میں آپ کی بڑائی ہے۔"

سونیا نے تمام لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں مصلحتاً ہار مان سکتی ہوں مگر یہ سانپ کا بچہ مجھے زیر کر کے آج کی رات میرے ساتھ گزارنا چاہتا ہے۔ کیا میں اس کے ساتھ رات گزاروں؟"

کسی نے جواب نہیں دیا۔ سب خاموش رہے۔ کوبرا مین اس کی طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔ اس کے جوتوں تلے کانچ کے ٹکڑے اور زیادہ ٹوٹ ٹوٹ کر گرا رہے تھے۔ اس نے چند قدم کے فاصلہ پر رُک کر سونیا کو بڑے ہی دوستانہ انداز میں مخاطب کیا۔ مقصد یہ تھا کہ سونیا بے اختیار دیکھے گی تو وہ اسے اپنی زہریلی نگاہوں کی گرفت میں لے لے گا۔

ایسا ہی ہوا۔ سونیا کو خیال نہ رہا کہ اس کی طرف دیکھنا نہیں چاہیئے۔ اس نے بے اختیار سر گھما کر اسے دیکھا مگر میں نے کوبرا مین کی گردن دائیں طرف گھما دی۔ سونیا کو فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس نے کہا۔

"تم مکاری سے مجھے نگاہوں کی گرفت میں لینا چاہتے ہو مگر یہ حسرت تمہارے دل ہی میں رہ جائے گی۔ میں اب بھی تمہیں سمجھاتی ہوں۔ اگر کچھ روز اس دنیا کو دیکھنا چاہتے ہو تو مجھ سے دور رہو۔"

کوبرا مین نے اچانک ہی اس پر چھلانگ لگا دی لیکن جس دماغ نے اسے چھلانگ لگانے کی ترغیب دی تھی وہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ جیسے ہی سونیا کو دبوچنے کے لیے فضا میں اچھلا۔ میں نے اس کے دماغ کی اسٹیئرنگ دائیں طرف گھما دی۔ سونیا کے بائیں طرف ستون تھا۔ وہ ستون سے جا کر لپٹ گیا۔ چوٹ لگنے پر اسے پتہ چلا کہ وہ سونیا نہیں ہے۔

"لوگو!" سونیا نے کہا۔ "دیکھو اس پاگل کے بچے کو خواہ مخواہ مجھ پر حملے کیے جا رہا ہے۔ اس کے جسم میں سانپوں کا زہر ہے۔ اس کی فطرت میں سانپوں جیسی انتقام لینے والی ضد ہے۔ اب میں اسے نہیں چھوڑوں گی۔ چاہے موت کے بستر پر بلا رہی ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے کوبرا مین کو سمجھایا کہ وہ میز کی طرف جائے اور ٹوٹی ہوئی بوتل سے سونیا کا چہرہ لہولہان کر دے۔ وہ تیزی سے میز کی طرف گیا۔ اس نے اپنے ایک ایک ہاتھ میں شراب کی ایک ایک بوتل کی گردن پکڑی، پھر انہیں زور سے میز کے کنارے مار کر توڑ دیا۔ شراب دور تک بہتی چلی گئی۔ اب اس کے دو ہاتھوں میں دو ٹوٹی ہوئی بوتلیں تھیں۔

وہ خونخوار درندے کی طرح سونیا کی طرف پلٹ گیا۔ پھر وہ پینترے بدلتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کبھی آگے کبھی پیچھے حرکت دینے لگا۔ اس کے ساتھ ہی ٹوٹی ہوئی بوتلوں کا رُخ کبھی سونیا کی طرف ——— اور کبھی خود اس کی طرف ہوتا تھا۔ اسی طرح پینترے بدلتے اور آگے پیچھے ہاتھ چلاتے کے دوران اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچا۔ دونوں ہاتھ تیزی سے اس کے اپنے چہرے کی طرف آئے۔ پھر ٹوٹی ہوئی بوتلیں اس کی دونوں آنکھوں میں کھُب گئیں۔

اس کی فلک شگاف چیخوں سے ہال کے در و دیوار گونج رہے تھے۔ اس کی زندگی میں ہمیشہ کے لیے رات آ گئی تھی اور وہ اندھیرے میں ادھر اُدھر بھٹک رہا تھا۔ جن زہریلی آنکھوں سے وہ کسی کو مسحور کر دیتا تھا، کسی کو مدہوش کر دیتا تھا اور کسی کو ذہنی مریض بنا دیتا تھا، وہ آنکھیں بجھ گئیں تھیں اور وہاں سے بہتا ہوا لہو چہرے کو سرخ اور بھیانک بنا رہا تھا۔ وہ ڈگمگاتا ہوا ادھر ادھر بھٹکتا ہوا اڑھکڑا کر فرش پر گرا۔ اس کے بعد بے ہوش ہو گیا۔

تمام لوگ سونیا کو یوں دیکھ رہے تھے جیسے موت کا چہرہ دیکھ رہے ہوں۔ اب سے پہلے انہوں نے زہر کبھی سنا تھا، نہ دیکھا تھا کہ زہر اس طرح سے سولہ سنگار کر کے آتا ہے۔ میں نے کہا۔

"سونیا! سانپ کا سر کچلنا ہی پڑتا ہے مگر وہاں سب کے تم سے خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ بہتر ہے کہ تم ماسک مین سے ملاقات کے کا وقت بدل دو۔ ان سے کہو کہ اب تم رات کے آٹھ بجے ماسک مین سے باتیں کرو گی۔"

سونیا نے کہا۔ "تم وقت کیوں بدل رہے ہو؟ کیا یہ جاننے بے چینی نہیں ہے کہ ماسک مین کمپیوٹر ہے یا آدمی کا بچہ؟ اور وہ ہمارا سوچ کس طرح پڑھ سکتا ہے؟"

"ہاں۔ یہ باتیں میں جلد از جلد معلوم کرنا چاہتا ہوں لیکن یہاں میری اپنی مصروفیات کچھ ایسی ہیں کہ مجھے یہاں بھی توجہ دینی ہوگی۔"

"ہاں نہیں اپنے آس پاس کی بھی خبر رکھنی چاہیئے۔ ٹھیک ہے میں ان لوگوں سے نمٹ رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے جوزف وسکی اور زوریچ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب میں واپس جا رہی ہوں۔"

"آں" وہ دونوں پریشان ہو کر تیزی سے اس کے سامنے آئے اور التجا کرنے لگے کہ اسے ماسک مین سے باتیں کرنے کے بعد جانا چاہیئے۔ اس نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔ میرا موڈ خراب ہو چکا ہے۔ ماسک مین سے کہو میں رات کے آٹھ بجے ملاقات کر سکتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ دروازے کے پاس گئی۔ پھر وہاں سے پلٹ کر تمام لوگوں کو مخاطب کرتی ہوئی بولی۔

"دوستو! میں یہاں دوستی کرنے آئی ہوں، تمہیں اور تمہارے ماسک مین کو دوستی ہی راس آئے گی۔ اگر اب بھی کسی کے دل میں کھوٹ ہے تو وہ اپنے دل سے دشمنی کا سودا نکال دے۔ میں دشمنوں کو معاف نہیں کرتی کیونکہ میں نے سانپوں کو دودھ پلانا نہیں سیکھا ہے۔"

وہ پلٹ کر چلی گئی۔ باہر اس کے لیے ایرکنڈیشنڈ کیڈیلاک کھڑی ہوئی تھی۔ میں اسے چھوڑ کر ہال میں جوزف وسکی کے پاس پہنچ گیا۔ کوبرا مین کو اسٹریچر پر ڈال کر لے جایا جا رہا تھا۔ اسے جو عبرتناک سزا ملی تھی اس پر تمام لوگ تبصرہ کر رہے تھے اور سونیا کی حمایت میں بول رہے تھے۔

میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ سونیا کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ وہ سب اس ہال سے نکل کر تین منٹ بعد اس کمرے میں پہنچ گئے جہاں ماسک مین عرف کمپیوٹر ان کا منتظر تھا۔ تمام لوگ اُس میز کے اطراف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جوزف وسکی مشین کے سامنے رپورٹ پیش کرنے لگا۔ وہاں بھی تمام لوگ سونیا کی حمایت کر رہے تھے۔ آخر کمپیوٹر سے جواب موصول ہوا۔ سفید کاغذ کی لانبی ربن پر لکھا ہوا تھا۔

"کوبرا مین بہت کام کا آدمی تھا اسی لیے میں اس کی ضد اور غصہ کو برداشت کرتا رہا۔ بہرحال اسے سزا مل چکی ہے۔ تم لوگوں کے بیانات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مادام سونیا کا رویہ شروع سے دوستانہ رہا تھا۔ میں تم سب سے کہتا ہوں کہ مادام سونیا سے محبت کرو وہ بہترین دوست ثابت ہوں گی۔

ایک بات کا میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ سپر ماسٹر کی طرح میں مادام سونیا کو دشمن بنانے کی حماقت نہیں کروں گا۔ اس وقت جبکہ تم سب مجھ پر گہری نظر رکھے ہوئے ہو، میں سمجھتا ہوں کہ مادام بھی تمہارے دماغوں کے دریچے کھول کر میری باتیں سُن رہی ہوں گی۔ میں مادام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ماسک مین کی دوستی کو بھی آزما کر دیکھیں۔ انہیں کبھی شکایت نہیں ہوگی۔ میں ان کے مقرر کردہ وقت پر ان کا منتظر رہوں گا.... فقط — ماسک مین۔"

ماسک مین کا تحریری جواب پڑھ کر میں مطمئن ہو گیا کہ فی الحال وہاں کوئی سونیا کا دشمن نہیں ہے۔

★

پرتگال کے رئیس اعظم روزویرانڈو کا بحری جہازہ رُومانہ" سمندر کے سینے کو چیرتا ہوا ہانگ کانگ کی طرف جا رہا تھا۔

روزویرانڈو نے اپنی لاڈلی بیٹی رُومانہ برانڈو کے نام پر جہاز کا نام رُومانہ رکھا ہوا تھا۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں دونوں باپ بیٹی کے دو رُوپ تھے۔ روزویرانڈو جب سمندر کی گود میں قانون سے کھیلتا رہتا تو اس وقت وہ سمندری عقاب کے بہروپ میں ہوتا تھا۔ اس کی بیٹی اصلی رُوپ میں ہوتی تھی کیونکہ وہ سمندری ہنگاموں کے دوران میک اپ میں رہنا پسند نہیں کرتی تھی لہٰذا اس کا چہرہ اصلی ہوتا تھا صرف نام فرضی ہوتا تھا اور وہ نام تھا لیڈی سارا...

رُومانہ عرف سارا ایک بھرپور جوان دوشیزہ تھی۔ سمندری عقاب نے اسے بچپن ہی سے جوڈو کراٹے، سومنگ، ریسلنگ، اور آتشیں شوٹنگ اور جہازم کی تربیت دی تھی۔ اس کے لیے چین کے نامور استادوں کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اسے ابتدا سے ہی خطروں سے کھیلنا اور سمندری لٹیروں سے لڑنا سکھایا تھا۔ باپ چاہتا تھا کہ کوئی بھی کمزور لڑکی نہ سمجھے۔ جب وہ جوان ہوئی تو پتہ چلا کہ اب وہ لڑکی نہیں ہی عادتاً لڑکا بن گئی ہے۔ خود کو مرد سمجھتی ہے اور مردانہ لباس پہنتی ہے۔

سارا سے میری یہی ضد تھی کہ اسے لڑکیوں کا لباس پہننا چاہیئے لیکن وہ خود کو ایک عورت سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ وہ میری بہترین دوست بن گئی تھی مگر عشق و محبت کے ذکر پر ایسا غصہ آتا کہ مجھ سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاتی تھی۔ دراصل یہ اس کے باپ کا قصور تھا۔ اس نے بچپن کی ٹیکیہ کا بار دودی ڈیہ بنا دیا تھا۔ جو ہر وقت دھماکے سے پھٹ پڑتی تھی۔

میں اسے بچپن کی ٹیکیہ غلط نہیں کہتا تھا۔ اس کے چہرے کے نقوش ایسے تھے کہ سامنے بیٹھ کر تصویر کی طرح دیکھے جا سکتے تھے۔ جلد کا رنگ اجلا اور بچپن کی طرح پھسلتا ہوا تھا۔ جہازم کی تربیت ایسی ہوتی ہے کہ جسم کے خطوط اپنی بھرپور رعنائیوں کے ساتھ نمایاں ہو جاتے ہیں۔ کسرتی بدن کی یہی خوبیاں سارا کے وجود میں تھیں۔ بدن کے نشیب و فراز ایسے جاذب نظر اور ایسے دل کو کھینچنے والے تھے کہ کوئی ادھر کھنچتا چلا جاتا تو ان نشیب و فراز کے سائے سائے جو ڈو کراٹوں کی بارش میں بھیگ کر واپس آتا تھا۔

اس وقت میں سارا کے کیبن میں اس کے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اور وہ میرے کیبن میں تھی تاکہ سے یوں مجھے پریشان نہ کرے وہ مجھے تلاش کر رہی تھی۔ سمندری عقاب نے اسے سمجھا دیا تھا کہ فرید سے پانچ بجے کے بعد ملاقات ہوگی لہٰذا وہ بڑی بے چینی سے پانچ بجنے کا انتظار کر رہی تھی۔

میں نے اپنی رسٹ واچ دیکھی چار بجنے کے لیے ابھی دس منٹ باقی تھے۔ میں نے آخری بار سمندری عقاب کے دماغ میں جھانک کر اس وقت دیکھا تھا جب وہ گرین روم میں آئینے کے سامنے بیٹھا اپنے اصلی روپ میں آرہا تھا۔ یعنی اپنے چہرے پر سے سمندری عقاب کا ماسک اتار رہا تھا۔ اب تقریباً سوا دو گھنٹے کے بعد میں نے پھر اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ گرین روم سے بہت پہلے ہی نکل چکا تھا اور جہاز کے نچلے حصہ میں انجن روم کے پاس اکیسر سے باتیں کر رہا تھا۔

اب اس کا چہرہ اصل اس کی شخصیت بدل چکی تھی۔ وہ پرتگال کا رئیس اعظم روزو برانڈو بن چکا تھا اور اس کے جہاز کے مستول پر پرتگالی پرچم لہرا رہا تھا۔ اب بحری پولیس یا کوئی دشمن یہ ثابت نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کسی اسمگلر کا جہاز ہے۔ میں اس کے دماغ سے نکل کر سارا کے پاس پہنچ گیا۔

وہ میرے کیبن میں تھی۔ اس کے خوابیدہ ذہن نے بتایا کہ وہ گہری نیند میں ہے اور بڑے ہی الجھے ہوئے خواب دیکھ رہی ہے جو لوگ دوہری شخصیت کے حامل ہوتے ہیں وہ اکثر الجھے ہوئے خواب دیکھتے ہیں۔ بیدار ہونے کے بعد انہیں یاد نہیں آتا کہ وہ نیند کی حالت میں کیا دیکھ رہے ہیں۔

سارا کی بھی دوہری شخصیت تھی۔ وہ پیدائشی طور پر لڑکی تھی مگر عادتاً لڑکا بن گئی تھی۔ ایسے میں وہ خواب دیکھ رہی تھی کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہو رہا ہے اور جس بحری جہاز میں وہ سفر کر رہی ہے وہ فضا میں ہوائی جہاز کی طرح پرواز کر رہا ہے۔ چونکہ وہ لڑکی ہو کر لڑکا بننے کی الٹی بات کرتی تھی اس لیے ایسے ہی الٹے خواب دیکھتی تھی۔

میں نے ایک بار اس سے کہا تھا "تمہارے انکار کرنے سے قدرت کی صناعی میں فرق نہیں آئے گا۔ یہ بحری جہاز ہے۔ تم اسے ہوائی جہاز کہو گی تو کوئی تسلیم نہیں کرے گا۔"

میری یہی بات اس کے ذہن میں آئی تھی اور وہ اپنے بحری جہاز کو فضا میں پرواز کرتے دیکھ رہی تھی۔ ایسے وقت میں اس کے خواب میں ترمیم و اضافہ کرنے لگا۔ میں نے اسکی خوابیدہ سوچ میں کہا۔

"ایسی اونچی پرواز پستی میں لے جاتی ہے۔"

چشم زدن میں خواب کا منظر بدل گیا۔ وہ خود کو گہری پستی میں دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"فرید نے جوڈو کا ہاتھ دکھا کر مجھے ریسلنگ رنگ میں پھینک دیا ہے۔"

میں اسے ایک بار رنگ میں پھینک چکا تھا۔ وہی منظر وہ دیکھنے لگی۔ وہ میرا ہاتھ تھام کر رنگ کے گدے پر سے اٹھ رہی تھی۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ اس کی گردن کے پیچھے سے لیجا کر اس کے شانہ پر رکھ دیا، وہ بولی۔

"آج تک کوئی میرے اتنے قریب آکر مجھے اس طرح ہاتھ لگانے کی جرأت نہ کر سکا مگر میں تمہارا غم غلط کرنے کے لیے اس جرأت کو برداشت کر لیتی ہوں۔"

میں اس کی سوچ میں پھول کھلا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ کی انگلیوں سے تراشتے ہوئے اس کے بدن کی تمام دلفریبیاں ہر حال میں میرے لیے ہیں۔ وہ گھبرا رہی تھی۔ مجھ سے کترانا چاہتی تھی مگر خواب میں اپنی مرضی نہیں چلتی

خواب میں چلتی ہے وہ پھول نگر میں پہنچ گئی۔ چاروں طرف حدِ نظر تک خوش رنگ پھول کھلے ہوئے تھے اور اس کے سانسوں کے لیے خوشبو ٹار رہے تھے۔ وہ چیختے ہوئے رنگوں کا بلاؤز اور اسکرٹ پہنے ہوئے تھی۔ لڑکپن کا دور تک پتہ نہ تھا۔ لڑکی پن رگ رگ میں سمایا تھا۔ آنکھوں میں خواب اتر آئے تھے۔ رخساروں پر گلاب کھل رہے تھے۔ سینے میں ہوک تھی۔ لبوں پر کونپل کی کونگ تھی۔ وہ پکار رہی تھی اور میں اس کے سامنے آگیا تھا۔

میں نے رومانہ کے اصل روپ کو جاگر کرنے کیلئے کہا۔

"رومانہ مجھے تمہارا یہی حسین روپ پسند ہے۔ جب سے میں نے تمہاری تصویر دیکھی ہے تب سے سارا کو بھول گیا ہوں بلکہ میں خوابوں میں دیکھتا ہوں۔"

وہ نیند کی حالت میں خراٹے لینے لگی مگر وہ آنکھ نہیں کھول سکتی تھی۔ اس کی آنکھیں اس کا دماغ، اس کی سوچ اور اس کے خواب سب کے سب میرے کنٹرول میں تھے۔ میں نے کہا۔

"رومانہ! وہ پھول ہی کیا جسے کوئی سونگھنا گوارا نہ کرے ایسا پھول سارا ہے۔ تم ایسی کلی ہو جو کھلنے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔"

ٹھیک ایسے ہی وقت میں نے اچانک ہی اسے خواب کی زنجیروں سے آزاد کر دیا۔

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اس انداز سے دھڑک رہا تھا اور نہ بڑے بڑے خطرات سے کھیلتے وقت بھی دل کی دھڑکنیں یوں پاگل نہیں ہوتی تھیں۔ وہ بوکھلائی ہوئی سی آس پاس دیکھ رہی تھی۔ جب

اسے یقین ہو گیا کہ وہ کیبن میں ہے، پھولوں کی وادی میں نہیں ہے تو وہ اطمینان سے سانسیں لینے لگی۔

صرف اس بات کا اطمینان تھا کہ اس بند کیبن میں کوئی اس کی کمزوری پکڑنے والا نہیں ہے۔ ویسے اس کا سکون لٹ چکا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "اُف! یہ میں کیسا خواب دیکھ رہی تھی۔ یہ... یہ سب کیا تھا۔ مجھے ایسا خواب نہیں دیکھنا چاہیئے میں کیا کروں؟"

میں نے کہا "میں کچھ نہیں کر سکتی۔ خواب تو خود بخود آنکھوں میں اتر آتے ہیں۔ ویسے ماہر نفسیات کہتے ہیں کہ انسان جو کچھ سوچتا ہے، اور وہ سوچی ہوئی بات حقیقی زندگی میں پوری نہیں ہوتی تو خواب میں اس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی پھر اس کا دل دھڑکنے لگا۔ اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

"کیا میں فرید کو اس طرح دوست بنانے کے لیے سوچ رہی تھی؟ نہیں... کبھی نہیں..."

میں نے جواب دیا "ہاں... ہاں۔ میں بظاہر ایک مرد کی طرح اس سے دوستی کر رہی ہوں مگر میرے لاشعور میں پیدائشی عورت چھپی ہے وہ فرید کے بازوؤں میں جا کر ٹوٹ جانا چاہتی ہے بالکل خواب کی طرح..."

سوچتے سوچتے اس کا بدن ٹوٹنے لگا۔ جذبے اندر سے پھول کی طرح لگتے ہیں، باہر سے پتھر کی طرح بدن توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ اس نے بھرپور انگڑائی لی۔ جسم کمان کی طرح کھنچ گیا۔ درد میں کمی ہوئی۔ ذرا سکون ملا۔ پھر بدن کو ڈھیلا چھوڑتے ہی سو چیں مکھیوں کی طرح بھنبھنانے لگیں۔

"یہ کیا ہوا ہے؟ کیوں ہوا ہے کیسے ہوا ہے میں فرید کے بارے میں اب نہیں سوچوں گی۔ سوچتے رہنے سے ہی ایسے خواب آتے ہیں۔"

وہ بستر سے باتھ روم کی طرف جانے کے لیے اٹھی تو سامنے دیوار پر لگے ہوئے آئینے نے اسے روک لیا۔ وہ اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ شانوں تک تراشیدہ زلفیں خواب پریشاں کی طرح بکھری ہوئی تھیں۔ آنکھوں میں اب نیند نہیں تھی۔ مگر خمار تھا۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی کہ اس کی نیلی نیلی آنکھیں پہلے اتنی حسین نہیں تھیں جیسی کہ اب لگ رہی تھیں۔ میں نے کہا۔

"یہ آنکھیں اس لیے حسین لگ رہی ہیں کہ ان کے پیچھے کسی کا چھپا چھپا سا تصور ہے۔"

وہ چونک کر غور سے اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ میں نے پھر کہا۔

"ہانڈی آگ کے بغیر نہیں پکتی۔ جب تک مرد کی سوچیں آنچ نہیں دیتیں عورت کا حسن نہیں نکھرتا۔"

وہ بھاگتی ہوئی باتھ روم میں جا کر گھس گئی۔ دروازے کو ایک زوردار آواز کے ساتھ بند کر دیا۔ میں غوراً ہی اس کے دماغ سے نکل گیا کیونکہ ہمارے درمیان شرم و حیا کی دیوار کھڑی ہو گئی تھی۔ میں پچھلی رات سمندری عقاب کے کپڑے، جوتے اور شیونگ وغیرہ کا سامان لے آیا تھا لہٰذا میں بھی بستر سے اٹھ کر باتھ روم میں چلا گیا۔ شیو کرنے اور غسل وغیرہ سے فارغ ہونے میں میں نے جان بوجھ کر زیادہ وقت صرف کیا۔ سارا کیبن سے نکل کر اپنے جہاز کے بدلے ہوئے حلیے کو دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ اپنے باپ سے ملنے گئی تو اسے روزو برانڈو کے روپ میں دیکھ کر بولی۔

"اوہ پپا! کیا آپ نے پروگرام بدل دیا ہے؟"

"ہاں۔ اب ہم معزز شہری بن کر وہاں جائیں گے۔"

"مگر کیوں؟ کیا آپ پرنس موڈی کو اس آفیسر کی لاش کا تحفہ نہیں بھیجیں گے؟"

"نہیں میں نے اس آفیسر کی لاش سمندر میں پھنکوا دی ہے فرید نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں اس آفیسر کی لاش کے ساتھ تمہیں جانے دوں۔ پرنس موڈی سمجھے گا کہ تم اپنے باپ کی لاش لے جا رہی ہو۔ اس کے آدمی تمہیں اغوا کریں گے۔ پھر فرید تمہاری بو سونگھتا ہوا ان کا پیچھا کرے گا اور اس کے خفیہ اڈے تک پہنچ جائے گا۔"

"اوہ پپا! سارا نے خوش ہو کر کہا "کتنا شاندار منصوبہ ہے۔ ایک دم فل آف ایڈونچر۔ فرید اگر میری پشت پر ہوگا تو میں پرنس موڈی کے چھکے چھڑا دوں گی۔"

فرید کا نام لیتے وقت اس کی زبان ذرا سا لڑکھڑا گئی تھی میں اس کے تصور میں پلا آیا تھا۔ مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے وہ باپ کی باتیں توجہ سے سننے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"سارا تم جوان ہو۔ اپنی عمر اور لہو کی حرارت کے مطابق دشمنوں کا پیچھا کرنا انہیں گھیرنے ان سے لڑنے جھگڑنے اور انہیں نیچا دکھانے کی باتیں سوچتی ہو۔ فرید بھی جوان ہے وہ بھی ایسے ہی منصوبے بناتا ہے مگر میں بوڑھا ہوں۔ میرے تجربات سکھاتے ہیں کہ سامنے آگ ہے تو اس سے دامن بچا کر نکل جاؤ۔"

"پپا! آپ تو مایوس کر رہے ہیں۔"

"بیٹے! یہ مایوسی نہیں دانائی کی باتیں ہیں۔ میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ پولس موڈی تمہارے خلاف کیسے منصوبے بنا سکتا ہے وہ یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ آفیسر نے تو عقاب کو زہر دے کر ہلاک کر دیا ہوگا۔ اب یہ جہاز سارا کے کمانڈ کے تحت آرہا ہوگا۔ کیوں نا اسے سمندر میں گھیر لیا جائے۔ وہ بحری پولیس کو لے کر یہاں آئے

گا۔ اسمگلنگ کا مال پکڑوائے گا۔ پھر تم پر احسان کرنے کیلئے تمہیں ضمانت پر رہا کرا کے اپنے ساتھ لے جائے گا۔ وہ تو یہی سمجھتا ہے تاکہ میں مرچکا ہوں لہٰذا وہ اس قسم کی بہت سی تدبیریں کرے گا۔"

سارا اس کی باتوں سے قائل ہو رہی تھی۔ میں بھی تسلیم کر رہا تھا کہ بوڑھے عقاب کا تجربہ مجھ سے زیادہ ہے۔ وہ مجھ سے زیادہ اپنے دشمنوں کی چالوں کو سمجھتا ہے۔ وہ سارا کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اب حالات کے تحت تمہیں اپنا حلیہ بدلنا ہوگا۔ آؤ میں تمہیں رومانہ بنا دوں۔۔۔!"

"آل رائٹ پاپا!" وہ خوش ہو کر بولی۔ پھر ایکدم سے چونک گئی کیونکہ خواب میں اس نے رومانہ کو دیکھا تھا

اسے خواب سے پہلے کی بھی باتیں یاد آئیں۔ میں نے البم میں رومانہ کی تصویر دیکھ کر اس سے لگاؤ کا اظہار کیا تھا اس لیے اب وہ سوچ رہی تھی۔

"میں رومانہ کے روپ میں فرید کا سامنا نہیں کروں گی۔ وہ خواب یاد آتا ہے گا۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ باپ نے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

"میں رومانہ کا میک اپ نہیں کروں گی۔"

"کیوں نہیں کرو گی؟"

"مجھے عورتوں والا لباس پہننا ہوگا۔"

"یہ تو مجبوری ہے۔ پہلے بھی تم پہنتی تھیں۔"

"ہاں، مگر میں اس لباس میں فرید کے سامنے نہیں جاؤں گی۔"

"اوہ بیٹے! وہ تمہیں ایسے لباس میں دیکھنا چاہتا ہے۔ اسے دیکھنے دو۔ یہ تو سوچو کہ اس نے میری جان بچائی ہے۔ کیا تم اس کی آرزو پوری نہیں کر سکتیں؟"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔

"میں پاپا کو کیسے سمجھاؤں کہ فرید نے مجھے بلاؤز اسکرٹ میں دیکھنے کی چھوٹی سی آرزو کی تھی اور میں سوتے سوتے آرزوؤں کے شہر میں چلی گئی تھی۔ جو کچھ بھی ہو، وہ ایک خواب تھا۔ میں سچ مچ رومانہ بن کر اس کے سامنے نہیں جاؤں گی۔"

وہ رومانسی ہو کر بولی۔

"پاپا! مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ میں نے فرید کو رومانہ کی تصویر دکھا دی تھی۔ وہ پہچان لے گا کہ رومانہ کے پیچھے میں چھپی ہوئی ہوں۔"

"غلطی تم نے کی اور پریشان مجھے کر رہی ہو۔ چلو دیر نہ کرو۔ میں روزویلٹ ڈھونڈ رہا ہوں تو یہاں میری بیٹی رومانہ کو ہونا چاہیئے۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ تمہیں سارا کے روپ میں بحری پولیس کے تمام چھوٹے بڑے افسر پہچانتے ہیں؟"

"اگر میں چھپ جاؤں تو؟"

"کیسے چھپو گی؟ یہ کہاں چھپو گی؟"

"دیکھتے پاپا! یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کے ساتھ آپ کی بیٹی رومانہ سفر کر رہی ہو۔ اس لیے میں یہاں نہ تو رومانہ بن کر رہوں گی اور نہ ہی سارا بن کر۔ میں کسی اجنبی لڑکی کے میک اپ میں چھپ جاؤں گی۔"

"اور اگر فرید نے پوچھا کہ سارا کہاں ہے؟"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی۔

"آپ کوئی بہانہ کر دیں۔ آپ یہ کہہ دیں کہ آپ سارا کے لیے آگے خطرہ محسوس کر رہے تھے اس لیے ایک موٹر بوٹ کے ذریعہ اسے دوسری جگہ بھیج دیا گیا ہے۔"

"اچھا چلو۔ کسی اجنبی لڑکی کے میک اپ میں چھپ جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ بحری پولیس کے آدمی تمہیں سارا کے روپ میں یہاں دیکھیں۔"

وہ دونوں گرین روم کی طرف جانے لگے۔ مجھے تعجب ہوا کہ عقاب جیسے جہاندیدہ شخص نے بیٹی کا وہ فضول مشورہ کیسے مان لیا۔ میں اپنی حیرانی دور کرنے کے لیے عقاب کے دماغ سے چپک گیا۔ وہ سوچتا جا رہا تھا۔

"سارا پہلے ایسی نہیں تھی۔ کچھ بدل سی گئی ہے۔ میں نادان نہیں ہوں کہ اس تبدیلی کو سمجھ نہ سکوں۔ فرید اس لڑکی کی زندگی میں کوئی ایسا اہم رول ادا کر رہا ہے جس کی توقع خود اس لڑکی کو نہیں تھی۔ اچھی بات ہے میں فرید سے تعاون کروں گا۔ اسے میک اپ میں چھپنے دو۔ میں چپکے سے فرید کو سب کچھ بتا دوں گا۔"

میں اس کی سوچ پڑھ کر مسکرانے لگا۔ وہ گرین روم میں پہنچ گئے تھے اور اب سارا کا میک اپ شروع ہونے والا تھا۔

میں وہاں سے واپس آ گیا۔ میری گھڑی میں پونے چھ بجے تھے۔ مجھے اس کیبن میں ایک گھنٹہ اور گزارنا تھا تاکہ سارا میک اپ سے فارغ ہو جائے۔

وقت گزارنے کے لیے لوگ رسالے اور اخبارات پڑھتے ہیں۔ میں دوسروں کے دماغوں کی کتابیں کھول کر بیٹھ جاتا ہوں۔ یہی میرا مشغلہ ہے۔ میں ایک گھنٹے کے لیے رومانہ کو چھوڑ کر رومانیہ پہنچ گیا جس کے شہر ہارسٹ میں سونیا ہر لمحہ میری منتظر رہتی تھی۔

لیکن میں سونیا کے ساتھ زیادہ وقت نہ گزار سکا کیونکہ

رات کے آٹھ بجے تک فرصت تھی۔ سیر و تفریح کا موڈ بنا تھا۔ وہ بھی کار میں گھوم رہی تھی کبھی چٹ پٹی چیزیں کھا رہی تھی۔ اسے کھاتے پیتے دیکھ کر مجھے بھوک لگنے لگی۔ اگر سوچ پیٹ میں کھانا آ جاتا تو میں سونیا کے ساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ ہو جاتا۔ چونکہ یہ ممکن نہیں تھا اس لیے میں بحری جہاز میں واپس آ گیا۔

میں نے صبح سارا کے ساتھ ہلکا ناشتہ کیا تھا۔ اب شام ہو چکی تھی اور پیٹ روٹی مانگ رہا تھا۔ میں نے سوچا اب کیبن سے نکلنا چاہیئے۔ سارا اپنے باپ کے ساتھ گرین روم میں گئی۔ میں سیدھا ڈائننگ ہال میں جا کر پیٹ بھر سکتا تھا۔ یہ سوچ کر میں نے کیبن سے نکلنے کے لیے دروازہ کھول دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دروازے کے سامنے ٹھٹھک گئی۔

یہ محض اتفاق ہی تھا کہ میں یوں وہاں سے گزر رہی تھی۔ دروازہ کھلا تو مجھے دیکھ کر چونک گئی۔ چند لمحوں تک ہم دونوں ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھتے رہے۔ ہم پچھلی رات سے بچھڑے ہوئے تھے۔ وہ میرے لیے جاگتی رہی تھی۔ مجھے تلاش کرتی رہی تھی۔ جب اس نے دیکھا تو پہلے یقین نہ آیا کہ اس نے سچ مچ مجھے ڈھونڈ نکالا ہے۔ پھر ایکدم سے آگے بڑھی اور مجھ سے لپٹ کر رونے لگی۔

"تم مجھ سے نفرت کرتے ہو۔ میں سمجھ گئی ہوں۔ تم مجھ سے ناراض ہو۔ جاگ رہے ہو۔"

چینی دوشیزہ کا قد چینی کے دانے یا بیر کے کنی جیسا تھا۔ اس کا سر میرے پیٹ سے لگ رہا تھا اور میرے پیٹ میں بھوک لگ رہی تھی۔ میں نے اسے نرمی سے سمجھایا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں نے جس محبت اور خلوص سے تمہارا ساتھ دیا ہے۔ اس کے پیش نظر تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں تم سے نفرت کرتا ہوں؟"

"پھر تم نے میری خبر کیوں نہیں لی؟"

میں نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر چہرے کو اوپر اٹھایا اور رومال سے اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے حسین چہرے پر میری انگلیاں کانپ رہی ہیں اور میری دھڑکنیں بے قابو ہو رہی ہیں۔ وہ چینی دوشیزاؤں کا لباس چوبنگ سام پہنے ہوئے تھی۔ یہ لباس ٹخنوں سے گردن تک ہوتا ہے اور ایسے چست لباس میں تراشیدہ جسم کا ہر خط اور ابھار نمایاں ہو جاتا ہے۔ بدن کے زاویے چھپ کر بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ ابھرتے نظر آتے ہیں۔ اسے دیکھ کر میں پھر ڈوبنے ابھرنے لگا۔ حالات کہہ رہے تھے کہ یہ لڑکی ضرور مجھے ڈبوئے گی۔ میں اپنے خود کو بہلانے کے لیے باتوں کا سہارا لیا۔ اس سے کہا۔

"میں تم سے ملنے کے لیے صبح تمہارے کیبن کی طرف جا رہا تھا مگر وہاں تمہارے ساتھ سارا کو دیکھ کر واپس آ گیا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "سچ، تم آئے تھے؟"

"کیا میری سچائی اس بات سے ثابت نہیں ہوتی کہ سارا وہاں بہت دیر تک تمہارے پاس رہی اور میں بہت دیر تک بھٹکنے کے بعد یہاں آ کر سو گیا۔"

میری اس بات سے اس کے تمام گلے شکوے دور ہو گئے۔ میں اس کا ہاتھ تھام کر ڈائننگ ہال کی طرف جانے لگا۔ اس نے کہا۔ "میرے کیبن میں چلو، میں تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"مجھے بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔ آؤ ہم کھانے کے دوران باتیں کریں گے۔"

وہ تنہائی چاہتی تھی مگر ڈائننگ ہال میں تنہائی نہیں تھی۔ ہم ایک چھوٹی سی میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ میں نے کھانے کا آرڈر دینے کے بعد اسے یوں ہی پوچھا۔

"یہ تمہیں چینی لباس کہاں سے مل گیا؟"

"یہاں جہاز میں بہت سی مزدور لڑکیاں ہیں۔ ایک چینی لڑکی بھی ہے۔ اس نے مجھے یہ لباس دیا ہے۔ میں نے سوچا تمہیں پہن کر دکھاؤں گی۔ کیسی لگتی ہوں؟"

"تم ہر لباس میں حسین لگتی ہو۔"

چینی زبان میں ے یوں کے معنی ہیں حسن کی انتہا۔ یہ کہتے ہی وہ سر جھکا کر شرمانے لگی۔

"واقعی تمہیں دیکھ کر گمان پڑتا ہے کہ ے یوں صرف تمہیں ہی کہنا چاہیئے۔ یہ نام کسی اور لڑکی پر نہیں سجے گا۔"

وہ بدستور سر جھکائے آہستہ آہستہ کہنے لگی۔

"فرید! کل سے اب تک کوئی گھڑی ایسی نہیں گزری کہ میں نے تمہارے بارے میں سوچا نہ ہو۔ پہلے میں خود کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہی کہ میں تم سے متاثر کیوں۔۔۔ ہو رہی ہوں۔ آج تک میں نے کبھی سنجیدگی سے یہ نہیں سوچا تھا کہ مجھ جیسی لڑکیوں کی زندگی میں کوئی محبوب بھی آتا ہے۔ میں سمجھتی تھی کہ صرف شوہر آتا ہے۔ اس سے پہلے مجھے کسی کے متعلق نہیں سوچنا چاہیئے۔

لیکن جب تم نے میرے لیے ڈائمنڈ سے جھگڑا کیا، برائی لڑکیوں کو بدنامی سے بچانے کے لیے ان کی شرمناک تصویریں جلا ڈالیں تو میں اپنے من کے مندر میں آپ ہی آپ تمہارے آگے جھکتی چلی گئی۔ تم مجھ سے کترانے لگے تو مجھے اپنی توہین کا احساس ہوا۔ مجھے تم پر بھی غصہ آ رہا تھا۔ تمہارے سمجھانے کے باوجود میں سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ سچائی کیا ہے۔

عظیم بدھ نے درس دیا تھا کہ غرور اور غصہ انسان کو سچائی تک پہنچنے نہیں دیتا۔ میں نے خود کو سنجیدگی سے ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ میرے اندر چھپا چھپا سا غرور ہے کہ میں بے حد حسین ہوں اور غصہ اس بات کا ہے کہ تم اس حسن کی قدر نہیں کر رہے ہو۔ اپنے دل کی گہرائی میں جھانکنے کے بعد گیان حاصل ہوا کہ بے شک میں حسین ہوں اور بے شک تم قدر دان ہو اور ہم دونوں کے درمیان سچائی یہ ہے کہ تصویریں بلا کر دوسری عورتوں کی شرم رکھنے والا میری بھی شرم رکھ رہا ہے۔

اب میں سمجھ گئی ہوں کہ تم میرے ساتھ میری اُس معصومیت کو بھی میرے گھر پہنچانا چاہتے ہو، جو میرے ساتھ پیدا ہوئی تھی۔ میں نے کل بھی کہا تھا۔ آج بھی کہتی ہوں کہ تم دیوتا ہو۔ جب تم بچھڑ جاؤ گے تو میں بہت روؤں گی۔ جب تک زندہ رہوں گی، تمہاری یاد آنسو بن کر آتی رہے گی۔

بس آخر میں ایک بات کہوں گی۔ انسان کو ایسا دیوتا نہیں بننا چاہیے جس کے لیے کسی کی آنکھ ہمیشہ روتی رہے۔"

وہ سر جھکا کر اپنے آنسو ضبط کرنے لگی۔ ایک ملازم ہماری میز پر کھانا چُن رہا تھا جب وہ چلا گیا تو میں نے کہا۔

"مے یُون! لوگ پتھر کو بھگوان بنا دیتے ہیں۔ تم نے مجھ انسان کو دیوتا بنا دیا۔ غلطی میری نہیں ہے۔ اگر ہم انسانی عظمت تک پہنچنے کے لیے کوئی اچھا کام کرتے ہیں تو اس طرح ہم اشرف المخلوقات کا ٹائٹل برقرار رکھتے ہیں۔ ایسے مقام پر دیوتا یا فرشتے بھی ہم سے برتر نہیں ہوتے۔

اب میں تمہیں بتاؤں کہ انسان کیا ہے؟ انسان اپنے اندر شیطان ہے اور انسان اپنے اندر مجاہد ہے، جو شیطان کے خلاف جہاد کرتا رہتا ہے۔ کبھی اس سے شکست کھاتا ہے کبھی اسے شکست دیتا ہے۔ ہم دونوں ہی کل سے اس جہاد میں مصروف ہیں۔ کبھی شیطان سے شکست کھا کر بہکنے پر آتے ہیں کبھی اسے شکست دے کر سنبھل جاتے ہیں۔ چلو کھانا شروع کرو۔ ابھی تو جہاد جاری ہے۔"

میں نے کھانا شروع کیا۔ وہ چپ بیٹھی رہی۔ میں نے اپنے ہاتھ سے ایک لقمہ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ سر اٹھا کر بھیگی آنکھوں سے مسکرائی۔ پھر اس لقمہ کو منہ میں رکھ لیا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ کھانے لگی۔ ذرا دیر بعد میں نے پوچھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ تو میں خود ہی سوچ پڑھ سکتا تھا۔ اس سے پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ اسی بہانہ وہ کچھ بولتی رہے۔ اس نے کہا۔

"ایک چینی کہاوت ہے کہ دُکھ کے بچھی کو سر میز پر واز کرنے دو مگر اسے سر پر گھونسلا بنانے کا موقعہ نہ دو۔"

"بہت عمدہ کہاوت ہے۔" میں نے تعریف کی۔ "کس کہاوت سے تم بہت کچھ سیکھ سکتی ہو۔"

"سیکھ لیا ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ تمہاری یاد کو میرے دماغ میں گھونسلا نہ بنائے۔ اب میں جاؤں گی۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے پوچھا۔ "کہاں؟"

"کیبن میں جا کر سونے کی کوشش کروں گی۔"

میں نے اسے نہیں روکا۔ وہ پچھلی رات سے جاگ رہی تھی۔ اب اسے سو جانا چاہیے تھا۔ وہ چلی گئی۔ میں نے پیٹ بھر کر کھانے کے بعد جانے کا آرڈر دیا۔ پھر سگریٹ سلگا کر اس کے دھوئیں سے کھیلنے لگا۔ اگر باقاعدہ اخلاقیات کا پاس کیا جائے تو قدم قدم پر اپنی خواہشات اور ضروریات کا گلا گھونٹنا پڑے گا جیسا کہ میں نے مے یُون کے ساتھ رویہ اختیار کیا تھا۔ ویسے ہی مجھے ہر جگہ معلم بن جانا چاہیے تھا۔ جوان لڑکیوں کو کلاس میں بٹھا کر لیکچر دینا چاہیے تھا لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

مے یُون مجبور تھی، مظلوم تھی اور معصوم تھی اس لیے میں اس کے سامنے مکمل انسان بن گیا تھا۔ میں ایسی مظلوم لڑکی کی زندگی بھر کا روگ لگانا نہیں چاہتا تھا۔ جہاں شرافت کے عملی مظاہرہ کا موقعہ آئے وہاں یقیناً مکمل انسان اور پیکر اخلاقیات بن جانا چاہیے لیکن بعض حالات میں اپنی بھی کوئی ایسی کمزوری یا اپنی کوئی ایسی پسند ہوتی ہے جس کے آگے ہم ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ رُومانہ عرف سارا ایسی تھی کہ میں معلم اخلاقیات بن کر نہیں رہ سکتا تھا کہ بی بی تم لڑکا ہی بنی رہو تو بہتر ہو گا ورنہ اگر ملازمہ اسکرٹ پہن کر آؤ گی تو مجھ جیسے لڑکے کا اخلاق بگڑ جائے گا۔

وہ نیوی بلیو کا بلاؤز اسکرٹ پہنے ڈائننگ ہال کے دروازے پر چلی آئی۔ میں اس وقت پیالی اٹھا کر جانے کے گھونٹ بھر رہا تھا۔ پیالی کے افق پر وہ حسین شاہکار نظر آیا جسے جمنا سٹک کی انگلیوں نے تراشا تھا اور جسے سمندروں کی گود نے پالا تھا۔ وہ ایک اجنبی لڑکی کے ماسک میں چھپ کر آئی تھی۔ میں نے اس طرح پہچان لیا کہ جمنا سٹک کے ذریعے حسن اور نکھار اس کے بدن میں تھا وہ کسی دوسری لڑکی کو نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر میں نے سارا کی سوچ پڑھ کر پتہ چلا کہ وہی دروازے پر کھڑی ہوئی متلاشی نظروں سے پورے ہال کو دیکھ رہی تھی۔ مجھے تلاش کر رہی تھی۔

میں انجان بن کر چائے پینے لگا۔ اتنی دیر میں وہ مجھے دیکھ چکی تھی اور اب کچن کی طرف جا رہی تھی کیونکہ میرا راستہ روکنا چاہتی تھی۔ وہ صرف یہ دیکھنے آئی تھی کہ میں کہاں دفن ہوا ہوں۔ جب وہ کچن میں چلی گئی تو ڈائننگ ہال کے دروازے پر روزوبرانڈ و عرف سمندری عقاب نظر آیا۔ وہ سفید سوٹ میں بہت ہی اسمارٹ لگ رہا تھا۔ سر کے بال اور مونچھیں سیاہ تھیں۔ آنکھوں پر سنہرے فریم کی عینک تھی۔ ہاتھی دانت کا پائپ اس کے ہونٹوں کے درمیان دبا ہوا تھا اور وہ دھواں چھوڑتا ہوا ڈائننگ ہال میں مجھے تلاش کر رہا تھا۔ میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"ہے یو! پپا! میں یہاں ہوں۔"

وہ میرے قریب آتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

"اچھا تم نے البم میں میری تصویر دیکھی تھی، اس لیے پہچان گئے۔"

"ہاں یہی سمجھ لیجئے۔ آپ بہت اسمارٹ نظر آ رہے ہیں۔ سارا بتا رہی تھی کہ یہی آپ کی اصل شخصیت ہے۔"

عقاب نے کرسی پر بیٹھ کر مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

"میری شخصیت کی کیا بات ہے بیٹے! ابھی ڈائننگ ہال سے باہر ایک جوان عورت مجھے دیکھتے ہی بے ہوش ہونے والی تھی۔"

"اچھا تو آپ کی شخصیت میں کلر فارم زیادہ ہے۔"

اس نے زوردار قہقہہ لگا کر کہا۔

"شاباش بیٹے! مزاح اسے کہتے ہیں۔ مزہ آ گیا۔" پھر وہ میز پر جھک کر آہستگی سے بولا۔ "میں بھی ایک مزے کی بات بتاؤں۔ جب میں اس رُوپ میں ہوتا ہوں تو سارا کو رُومانہ بننا پڑتا ہے لیکن وہ تمہاری وجہ سے رُومانہ بننے کے لیے تیار نہیں ہوئی۔ وہ عورتوں والا لباس پہن کر تمہارا سامنا نہیں کرنا چاہتی۔ آخر تم سے چھپنے کے لیے اس نے ایک تیسری لڑکی کا ماسک چڑھا لیا ہے۔"

"ہاں۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "میں جانتا ہوں۔"

"ایں۔ تم کیسے جانتے ہو؟"

"پپا! آپ تو بھول جاتے ہیں۔ میں نے اس کی بُو سے پہچان لیا۔ وہ ابھی ڈائننگ ہال سے گزر رہی تھی میں اس کمرے میں تھا کہ سارا کی بُو ایک اجنبی لڑکی کے جسم سے کیسے آ رہی ہے۔ ابھی آپ کی بات سن کر سب کچھ سمجھ میں آ گیا۔"

"واہ بیٹے! تمہاری یہ سونگھنے والی صلاحیت بڑی لاجواب ہے۔ کوئی تم سے چھپ نہیں سکتا۔ میں نے سارا سے کہا۔ اگر فرید کمرے میں آئے گا تو میں کیا کہوں گا؟ اس نے جواب دیا۔ پپا! آپ کمرے کی بھری پریس کے آدمیوں سے سارا کو چھپانا ضروری تھا اس لیے وہ موٹر بوٹ کے ذریعے چلی گئی ہے۔ اب اس سے ہانگ کانگ میں ملاقات ہو گی۔"

میں ہنسنے لگا۔ عقاب نے کہا۔

"بیٹے! وہ جتنی دلیر ہے، اتنی ہی ضدی بھی ہے۔ کسی کو منہ نہیں لگاتی۔ سب ہی کو منہ توڑ جواب دیتی ہے۔ تم پہلے جوان ہو جس سے وہ اس انداز میں چھپ رہی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے اس میں عورتوں والی جھجک پیدا کر دی ہے۔"

"پپا! میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ صرف اسے بلاؤز اسکرٹ پہننے کے لیے کہا تھا۔ تب ہی سے وہ مجھ سے کترا رہی ہے۔"

"جو کچھ بھی ہو، تم میرے لیے فرشتہ بن کر آئے ہو۔ تم نے میری جان بچائی اور اب تمہاری ہی وجہ سے یہ امید ہو چلی ہے کہ میں مرنے سے پہلے اپنی بیٹی کو دلہن بنتے دیکھ سکوں گا۔"

میں نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔

"کیا آپ مجھے گرین رُوم کی چابی دیں گے۔ میں بھی اپنا چہرہ بدلنا چاہتا ہوں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا سارا سے چھپنے کا ارادہ ہے؟"

"نہیں اپنے دشمنوں سے چھپنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر پوچھا۔ "کیا اس جہاز میں تمہارے دشمن موجود ہیں؟"

"اس جہاز میں نہیں۔ اس دنیا کے ہر ملک میں کتنے ہی انجانے دشمن میرے منتظر رہتے ہیں۔ میں ہانگ کانگ پہنچنے سے پہلے اپنے چہرے میں تبدیلیاں لانا چاہتا ہوں۔"

"فرید! تم نے سارا کو بتایا تھا کہ تم اسمگلر ہو۔ ہندوستان سے تھائی لینڈ کا پھیرا کرتے تھے یعنی تم محدود علاقوں تک اپنا کام کرتے تھے۔ پھر یہ دنیا کے تمام ممالک میں تمہارے دشمن کیسے پیدا ہو گئے؟"

میں نے میز پر دونوں ہاتھ ٹیک کر جھکتے ہوئے کہا۔

"میں اسمگلر نہیں ہوں۔ میں نے سارا کو متاثر کرنے کے لیے جھوٹ کہا تھا۔ آپ مجھے بیٹا سمجھتے ہیں اس لیے اب سچ کہتا ہوں کہ میں کبھی قانون کے خلاف کام نہیں کرتا اور نہ ہی کبھی مجرموں کا ساتھ دیتا ہوں۔"

عقاب کے ماتھے پر شکنیں پھیل گئیں۔ اس نے کہا۔

"فرید! تم ایسی باتیں کر رہے ہو کہ میں ابھی تمہارا دشمن بن سکتا ہوں۔ مجھے سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

"میں ایسا آدمی ہوں جس کا تعلق نہ مجرموں سے ہے، نہ پولیس والوں سے۔"

"تو پھر تم نیوی فورس کے جاسوس یا سی آئی اے کے

ایجنٹ ہو۔"

"میں ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوں۔ مجھے ایڈونچر پسند ہے۔ میں اس دنیا کی جنتوں اور جہنموں سے گزرتا ہوا مہماتی زندگی گزار رہا ہوں۔ میں ان حالات میں عجیب و غریب لوگوں سے ملتا رہتا ہوں۔ ایک بار میں ایک ایسی زبردست تنظیم سے ٹکرا گیا جن کے افراد سیاسی مفادات حاصل کرنے کے لیے دنیا کے تمام ملکوں میں تخریبی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔"

اس تنظیم کی طرف سے مجھے آفر دیا گیا کہ میں ان کے ساتھ کام کروں مگر میں نے انکار کر دیا۔ تقریباً دو سال سے میں انکے مفادات کو سخت نقصان پہنچا رہا ہوں۔ وہ تنظیم دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلی ہوئی ہے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ دنیا کے ہر ملک میں دشمن میرے منتظر رہتے ہیں۔"

اتنا کہنے کے بعد میں سگریٹ سلگانے لگا تاکہ عقاب کی سوچ کو پڑھ سکوں۔ وہ مجھ سے خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں مجھ پر جو اعتماد تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ اس نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری کہانی ختم ہو گئی یا اس کہانی میں اور بلدہ مسالے کی چاٹ ملا کر ایسے دلچسپ بناؤ گے اور مجھے متاثر کرو گے؟"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پپا!"

"فرید! تم بہت چالاک ہو۔ تم نے یہاں آتے ہی مجھے پپا بنا لیا۔ اپنی صلاحیتوں سے سارا کو متاثر کیا اور ہماری طرح اسمگلر بن کر ہمارا اعتماد حاصل کر لیا۔ میں سارا کی طرح نادان نہیں ہوں کہ تمہاری اسمگلر والی کہانی بدل جانے سے تم پر اور زیادہ اعتماد کروں گا۔"

میں نے کہا: "آپ یہ سوچیں کہ جب پہلی ہی کہانی سنکر آپ اندھا اعتماد کر رہے تھے۔ پھر میں دوسری کہانی کیوں سناتا؟ میں تو اب آپ سے سچ بول رہا ہوں۔"

"نہیں۔ تم اپنی کہانی اس لیے بدل رہے ہو کہ اب تمہیں کسی موقعہ سے میک اپ کرنے اور اپنا منہ چھپانے کی ضرورت پیش آ گئی ہے۔ اگر تم بدستور اسمگلر بنے رہتے تو میں یہ کہتا کہ میک اپ نہ کرو۔ یہاں کی بحری پولیس سے میں تمہیں بچا لوں گا یا پھر یہ کہ ہانگ کانگ تمہارا علاقہ نہیں ہے، وہاں تمہیں کوئی نہیں پہچانتا۔ ایسی صورت میں بھی صورت چھپانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ فرید! اپنی بہتری چاہتے ہو تو نور اً مجھے بتاؤ کہ تم کیوں میک اپ کرنا چاہتے ہو؟ کس سے چھپنا چاہتے ہو؟ اور کیوں اب تک دھوکہ دیتے رہے ہو؟"

میں الجھن میں پڑ گیا۔ مجھے اپنا چہرہ چھپانے کے لیے وہ اسمگلر والی کہانی ختم کرنی پڑی کیونکہ اس کہانی پر قائم رہتا تو میک اپ ضروری نہ ہوتا۔ میری دوسری کہانی سچی تھی مگر میں صرف فریاد اور ٹیلی پیتھی کا ذکر نہیں کیا تھا مگر یہ دنیا عجیب ہے جھوٹی باتوں پر یقین کر لیا جاتا ہے۔ میں نے سچ بات کہی تو اب جھوٹا، فریبی اور ناقابل اعتماد سمجھا جا رہا تھا۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "پپا! میں..."

اس نے بات کاٹ کر غراتے ہوئے کہا۔

"مجھے پپا کہنے سے پہلے ایک باپ کا اعتماد حاصل کرو۔"

میں نے کہا: "مسٹر برانڈو! مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں سچ بول کر آپ کا اعتماد کھو رہا ہوں۔"

اس نے غصہ سے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

"میں کیسے یقین کروں کہ جس تنظیم کا تم نے ذکر کیا ہے اگر وہ سچ مچ اتنی منظم ہے کہ دوسرے ممالک میں تخریبی کارروائیاں کرتی ہے اور اس کے ایجنٹ اور آلہ کار تمام ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں تو تم تہتر دن سال سے انہیں کس طرح نقصان پہنچا رہے ہو؟ کیا وہ اتنے ناکارہ اور بودے ہیں کہ تمہیں گرفتار نہیں کر سکتے یا گولی نہیں مار سکتے یہ تم ایک اچھے فائٹر بن کر اور سونگھنے کی صلاحیت رکھ کر ایسے مکار دشمنوں سے کس طرح بچ نکلتے ہو؟ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلے ہوئے ہیں تم سے تمہاری اصلیت معلوم کرنا چاہتا ہوں اور تم مجھے الٹی سیدھی کہانی سنا رہے ہو۔"

میں نے کہا: "جاسوسیت اور اسرار کی کہانی یہ بھی ان کہانیوں کی طرح ہے کہ مسٹر برانڈو دوہری زندگی گزارتے ہیں۔ جب سمندری قزاق بنتے ہیں تو اس جہاز کا رنگ کچھ اور ہوتا ہے اور جب روز برانڈو کے اصل روپ میں آتے ہیں تو جہاز کا نقشہ ہی بدل جاتا ہے۔ بحری پولیس کے چھاپے سے محفوظ رہنے کے لیے خصوصی کیبنوں کی دیواریں دوہری بنائی گئی ہیں تاکہ تمام غیر قانونی مال چھپایا جا سکے..."

میں نے معقول جواب دیا تھا مگر اس نے مزید الجھنے میں ڈال دیا۔

"سارا بہت نادان ہے۔ اس نے تمہیں سب کچھ بتا دیا تھا کہ مال کس طرح چھپایا جاتا ہے۔"

"میں آپ کا دشمن نہیں ہوں، اس لیے سارا نے مجھے اپنا سمجھ کر اعتماد کیا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے فرید! میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ مجرموں کا ساتھ نہیں دیتے ہو اور میں مجرم ہوں۔ اس لیے چھوٹ نہیں دوں گا۔ تم حراست میں رہو گے۔"

اس نے ایک ملازم کو بلا کر کہا کہ چار مسلح جوانوں کو بلائے۔ وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ میں اور برانڈو اطمینان سے

کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اسے اطمینان تھا کہ میں بحری جہاز پر اپنی کرسی نہیں ہو سکتا۔ چاروں طرف سمندر ہے اور میں اس کی سطح پر فرار نہیں ہو سکتا۔ چاروں طرف سمندر ہے اور میں اس کی سوچ پڑھ کر مطمئن تھا کہ وہ مجھے ہلاک نہیں کرے گا کیونکہ میں نے اس کی جان بچائی تھی۔ اس احسان کا بدلہ چکانے کے لیے وہ کوئی ایسی تدبیر سوچ رہا تھا کہ وہ کسی طرح مجھ سے پیچھا چھڑا لے۔ نہ وہ میری جان لے اور نہ میں قانون کی حمایت میں روزنر برانڈو کے جرم ہونے کا ثبوت پیش کروں۔

چار مسلح جوان آئے تو میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ برانڈو نے انہیں حکم دیا۔

"فرید کو حوالات میں بند کرو۔ مگر اس کے آرام کا خیال رکھو وہاں فولڈنگ چارپائی اور کرسی وغیرہ پہنچا دو۔"

ڈائننگ ہال کے تمام لوگ مجھے دیکھ رہے تھے۔ یہ خبر آگ کی طرح کچن تک پہنچی کہ عقاب کا معزز مہمان فرید حراست میں رکھا جا رہا ہے۔ سارا کچن سے دوڑتی ہوئی آئی۔ میں مسلح جوانوں کے درمیان چلتا ہوا ہال سے باہر جا رہا تھا۔ اس نے کچھ حیرانی اور کچھ غصہ سے باپ کو مخاطب کیا۔

"پپا! کیا بات ہے آپ فرید کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہے ہیں؟"

"یو شٹ اپ۔" برانڈو نے گرج کر کہا: "تم کس مصیبت کو بلا لے آئی ہو، یہ نہ ہماری لائن کا آدمی ہے اور نہ ہی کسی اور لائن سے بھرپور زندگی گزارتا ہے۔ اس کا مطلب تو یہی ہوتا ہے کہ یہ جاسوس ہے۔ قانون کا محافظ ہے۔"

میں اس وقت تک مسلح جوانوں کے ساتھ ہال سے دور جا چکا تھا اور اب دماغ کی اسکرین پر باپ بیٹی کو دیکھ رہا تھا مارلنے پوچھا۔

"کیا فرید نے اقرار کیا ہے کہ وہ جاسوس ہے؟"

"جرم جاسوس کے سامنے اور جاسوس مجرم کے سامنے کبھی اپنا بھید نہیں کھولتے۔"

"تو پھر آپ اس پر کیسے شبہ کر رہے ہیں؟"

"آرام سے بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔"

وہ میری خالی کی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ برانڈو وہ تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگا جو میں نے اپنے بارے میں اسے بتائی تھی۔ سب کچھ سننے کے بعد سارا نے کہا۔

"پپا! وہ صرف دلیر نہیں ذہین بھی ہے۔ اس خطرناک تنظیم کے افراد یقیناً خطرناک ہوں گے لیکن فرید اپنی ذہانت سے بچتا بچاتا ہمارے پاس پہنچا ہے۔ وہ مہم جو نوجوان ہے۔ اس کے لیے اپنی حفاظت مشکل ہو سکتی ہے ناممکن نہیں ہو سکتی۔"

"سارا! تم نے ابھی صرف سمندر دیکھا ہے۔ تم صرف یہاں کے مصائب سے لڑتی رہی ہو۔ تم یہ نہیں جانتیں کہ زمین کے چپے چپے پر کیسے کیسے ذہین، دلیر اور خطرناک لوگ موجود ہیں۔ تم نے صرف ہانگ کانگ سے فارموسا اور جاپان تک کی دنیا دیکھی اور اس مختصر سی دنیا میں فرید کی دلیری اور ذہانت سے متاثر ہو گئیں لیکن میرا تجربہ تمہاری طرح محدود نہیں ہے۔ میں اس بات کو سمجھتا ہوں کہ فرید اگر کسی منظم گروہ سے ٹکراتا تو اب تک وہ لوگ اس تنہا آدمی کو چٹکی میں مسل چکے ہوتے۔"

"میں آپ کے تجربات اور دانائی کو تسلیم کرتی ہوں۔ ٹھیک ہے فرید نے اپنی یہ دوسری داستان بھی من گھڑت سنائی ہو گی۔ وہ پراسرار بن کر رہنا چاہتا ہو گا۔ مگر یہ تو سوچئے کہ اس نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ بلکہ آپ کو زہریلی شراب سے بچایا ہے۔ میرا دل نہیں مانتا کہ وہ کسی موقعہ پر ہمارا دشمن بن سکتا ہے۔"

برانڈو نے بیٹی کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا دل نہیں مانتا۔ فرید نے تمہیں اس حد تک متاثر کیا ہے کہ اب تم دل کی بات پر زور دیتی ہو۔ دماغ سے فیصلہ کرنا بھولتی جا رہی ہو۔"

سارا ایک دم اداس گھبرائی۔ پھر اپنے آپ کو ٹٹولنے لگی: "کیا میں دل کے کسی معاملہ میں فرید سے متاثر ہوں؟" اس سوال کے جواب میں خواب کی ایک ہلکی سی جھلک تصور میں نظر آئی۔ اس تاریکی میں پتہ چلا کہ دل میں کہیں چور چھپا ہوا ہے جسے اس کے باپ نے پکڑ لیا ہے۔ وہ جلدی سے تیور بدل کر غصہ سے بولی۔

"پپا! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ جس انداز میں سوچ رہے ہیں اس انداز میں مجھے کوئی متاثر نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر تم ہی فیصلہ سناؤ کہ فرید سے کیا سلوک کیا جائے؟"

"آں؟" وہ الجھن میں پڑ گئی۔ برانڈو نے کہا۔

"ہر پہلو پر اچھی طرح غور کرو۔ تم اس جہاز کے تمام خفیہ کیبن اسے دکھا چکی ہو۔ وہ سب کچھ جان چکا ہے کہ جہاز میں کتنا مال ہے اور کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

سارا کے تصور میں وہ منظر گھوم گیا جب وہ مجھے تمام کیبن دکھا رہی تھی۔ برانڈو نے کہا۔

"وہ اس بات کا اعتراف کر چکا ہے کہ وہ مجرموں کا ساتھ کبھی نہیں دیتا اور ہم باپ بیٹی جتنے بڑے جرم کا ثبوت لیے جا رہے ہیں۔ ہانگ کانگ میں فرید اس ثبوت کے ساتھ ہمیں قانون کے حوالے کر دے گا۔"

سارا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر میز پر جھک گئی۔ باپ نے کہا: "میں نے تقریباً بیس سال سے اپنی اس دوہری شخصیت

کو برقرار رکھا ہے۔ میں پرتگالی علاقہ مکاؤ میں ایک معزز ریئس اعظم رفرد برانڈو ہوں اور اس وسیع سمندر کے سینے پر اڑنے والا ایسا عقاب ہوں جو قانون کے شکنجے میں نہیں آتا۔ لیکن آج فرید کو ہمیشہ کے لیے خاموش نہ کیا گیا تو میری دونوں شخصیتیں فنا ہو جائیں گی۔ برسوں کی کمائی ہوئی دولت کی ایک چٹکی نہیں ملے گی۔ برانڈو کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ عقاب کا بڑھاپا اور بیٹی کی جوانی جیل کی چار دیواری میں گزرے گی۔"

سارا کانپ چکا رہا تھا۔ اتنی سادی تباہیوں کے پیش نظر وہ میری حمایت نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے کہا۔

"آپ فرید کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دینا چاہتے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ مار ڈالا جائے گا۔"

برانڈو نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"دو ہی راستے ہیں۔ اسے ختم کر دیا جائے یا پھر اسے خرید لیا جائے۔ میں اسے مار ڈالنے کا فیصلہ بعد میں کروں گا۔ پہلے تم جا کر اسے سمجھاؤ کہ وہ ہم سے اپنی اصلیت نہ چھپائے۔ اگر وہ قانون کا حمایتی ہے تو مایا نہ کتنی بڑی رقم لے کر اپنی زبان بند رکھے گا یا وہ آئندہ کس طرح ہمارے کام آتا رہے گا؟"

سارا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس وقت وہ بھول گئی تھی کہ وہ ایک عورت کے لباس میں ہے اور اسے فرید کے سامنے نہیں جانا چاہیئے۔ ایسے وقت اس کے دماغ میں صرف ایک ہی بات تھی کہ فرید نیوی فورس کا جاسوس یا کسی طور سے بھی قانون کا حمایتی نہ ہو۔ پھر وہ اسے باپ کے عتاب سے بچا لے گی۔

مجھے جہاز کے حوالات میں پہنچا دیا گیا تھا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں پچھلی رات اس آفیسر کو قید کیا گیا تھا جس نے برانڈو عرف عقاب کو زہر دے کر ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اسے عین وقت پر پکڑ لیا تھا جس آفیسر کو میں نے یہاں حوالات میں بھجوایا تھا، عقاب کے آدمی اسے قتل کر کے سمندر میں پھینک چکے تھے۔ اب اسی جگہ مجھے پہنچا دیا گیا تھا۔ اب میری باری تھی۔

پہلے میں مطمئن تھا کہ برانڈو مجھے موت کی سزا نہیں دے گا۔ اس بات کا لحاظ کرے گا کہ میں نے اس کی جان بچائی تھی۔ لیکن ایسی صورت میں جبکہ عقاب کی کمائی ہوئی دولت، برانڈو کی حاصل کی ہوئی عزت اور شہرت خاک میں ملنے والی ہو اور اس کے ساتھ اس کی جوان بیٹی جیل میں جانے والی ہو تو پھر لحاظ و مروت کی گنجائش نہیں رہتی۔ برانڈو اپنے دماغ کے چور خانے میں میری موت کا فیصلہ کر چکا تھا۔ وہ سارا کو صرف رسمی طور پر میرے پاس بھیج رہا تھا تاکہ بیٹی کو شکایت نہ ہو کہ اس نے فرید کو دوست بننے کا موقعہ نہیں دیا۔

اگر میں یہ جھوٹ کہہ دیتا کہ میں قانون کا محافظ سرکاری دوسرے رشوت خور افسروں کی طرح اس سے ماہانہ ایک معقول رقم لے کر اس کے کام آتا رہوں گا تب بھی وہ مجھ پر اعتماد نہ کرتا کیونکہ وہ پولیس افسروں سے اوپر ہی اوپر مین دین کی عادت سے تعلق رکھتا تھا۔ کسی افسر کو اس نے یہ راز نہیں بتایا تھا کہ مال کس طرح چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ وہ سرمایہ راز بھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ برانڈو ہی عقاب ہے۔ میری بدقسمتی کہ میں ان دو اہم رازوں سے واقف ہو گیا تھا اور برانڈو مجھ جیسے رازداں کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ بلب کی زرد روشنی میں سارا نظر آئی جو اس وقت دوسرے روپ میں تھی۔ میں نے دروازے سے پشت لگا کر مسکراتے ہوئے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"ہیلو سارا! بیٹھ جاؤ۔"

"اطمینان ہو تو آرام سے بیٹھا جاتا ہے۔ فرید یہ اچانک کیا ہو گیا۔ تم اچھے دوست تھے۔ اچھے دوست تھے نا؟"

"ہم انسان عجیب ہیں سارا! ابھی تھوڑی دیر پہلے ہم سب ایک دوسرے سے محبت کر رہے تھے۔ اعتماد کر رہے تھے۔ تم نے آج تک خود کو کسی سے چھپانے کی ضرورت محسوس نہیں کی لیکن میرے لیے تمہارے دل میں کوئی نازک سا احساس ہے کہ تم محبت سے چھپنے لگیں۔"

"آں۔ نہیں، تم غیر ضروری باتیں نہ کرو۔ میں ابھی تم سے۔"

میں نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"پہلے مجھے کہہ لینے دو۔ تم دل کی باتیں جھٹلاتی رہو گی لیکن میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ میں کہہ رہا تھا کہ تھوڑی دیر پہلے ہم آپس میں ایک دوسرے کے لیے اچھے جذبات رکھتے تھے۔ تم نے اس موجودہ روپ میں چھپ کر آنکھ مچولی شروع کر دی تھی۔ تب مجھے احساس ہوا کہ جو لڑکی مجھے چکمہ دینا چاہتی ہے۔ میں اس کے باپ سے اصلیت نہیں چھپاؤں گا۔ یہ سوچ کر میں نے مسٹر برانڈو کو اپنے متعلق سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔"

وہ اس بات سے متاثر ہو گئی کہ میں نے اس کی خاطر اس کے باپ سے سچ کہا تھا۔ یوں بھی اس کے دل میں پہلے سے میرے لیے جگہ نہ ہوتی تو وہ باپ کے فیصلہ کے مطابق مجھے دشمن ہی سمجھتی اور ایک دشمن قیدی سے ملنے کبھی نہ آتی وہ پریشان ہو کر بولی۔

"تم نے سچ کیوں کہہ دیا فرید! پہلے جھوٹ کو ہی نبھاتے رہتے۔"

"جہاں محبت ہوتی ہے وہاں... جھوٹ کا گزر نہیں ہوتا۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ یہاں تم لوگوں کا دوست بنا رہوں گا پھر بانگ کانگ پہنچتے ہی چپکے سے ساتھ چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ تمہیں سے میک اپ کا سامان حاصل کروں گا، اور دشمنوں سے چھپنے کے لیے بھیس بدل لوں گا۔"

میں نے بات ادھوری چھوڑ کر اپنی بھیں ٹٹولتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس سگریٹ نہیں ہے۔"

وہ دروازے کے پاس گئی۔ پھر ایک مسلح گارڈ سے چائے اور سگریٹ لانے کے لیے کہا۔ اس کے بعد واپس آ کر بولی۔

"کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم چپکے سے کہیں اور جا کر میک اپ کر لیتے۔ یہ الجھنیں تو پیدا نہ ہوتیں۔"

"سارا! اسے محبت سمجھو یا حماقت، میرا دل راضی نہ ہوا کہ میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں۔ تمہارے ساتھ رہنے کے لیے میں تیار تھا کہ میں جہاز ہی میں بھیس بدل لوں اور بھیس بدلنے کے لیے مجھے تمہارے پپا کو سچی بات بتانی پڑی کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں؟"

وہ سوچ میں ڈوبی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ یہ بات اس کے دل میں بیٹھ چکی تھی کہ میں نے اب تک جو کچھ کیا ہے اور کرتا رہا ہوں وہ سب اس کے ہی لیے تھا۔ میرا ہر عمل اسکی محبت کا مرہون منت تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ مجھ سے لڑ پڑتی محبت کے ذکر پر نفرت سے منہ پھیر کر چلی جاتی۔ مگر اب وہ حالات کے شکنجوں میں بندھی چپ چاپ دل ہی دل میں تسلیم کر رہی تھی کہ اگر محبت ایسی ہی ہوتی ہے کہ اس نے میری چاہت کا پپا سے سچ بات کہی اور میرے لیے اس مصیبت میں مبتلا ہو گیا تو مجھے مان لینا چاہیئے کہ میں بھی اس سے محبت... بت کا مطلب ہے کہ میں اس کی قدر کرتی ہوں۔

میں اس کی ضد پر مسکرانے لگا کہ محبت کا اعتراف اب نہیں کر رہی تھی۔ کیسا پیارا انداز تھا کہ مجھ سے محبت نہیں اور میرے لیے پریشان ہو رہی تھی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے سر اٹھایا تو مجھے مسکراتے دیکھ کر تعجب سے بولی۔

"تم مسکرا رہے ہو۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ اس کمرے میں آنے والے یہاں سے زندہ باہر نہیں نکلتے، ان کی لاشیں سمندر میں پھینک دی جاتی ہیں۔"

میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"جب انسان کی آرزو پوری ہو جائے تو وہ موت کے لیے بھی مسکراتا ہے۔"

"کیا تم مرنے کی آرزو کر بیٹھے تھے؟"

"نہیں، تمہیں بلاؤز اور اسکرٹ میں دیکھنے کی جو آرزو کی تھی، وہ آج تم نے پوری کر دی۔"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہاں اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتی تھی اس لیے جلدی سے گھوم کر منہ چھپا لیا۔ اتنے میں ملازم چائے لے آیا۔ اس طرح سارا کو سنبھلنے کا موقعہ مل گیا۔ وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتی ہوئی اپنے لباس کو دیکھ رہی تھی، چھو رہی تھی۔ جی میں آ رہا تھا کہ دوسرا لباس مل جائے تو اسے فوراً ہی اتار پھینکے۔ ملازم کے جانے کے بعد میں... آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔ وہ منہ پھیرے کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے ہولے سے کہا۔

"کبھی کبھی خواب سچے ہو جاتے ہیں۔ آج جب تمہارے کیبن میں سو رہا تھا، تب میں نے خواب میں رومانہ کو دیکھا وہ اسی لباس میں میرے پاس آئی تھی۔"

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ کیونکہ یہ خواب اس نے دیکھا تھا۔ میں نے کان کے قریب جھک کر گہری سرگوشی میں اسے مخاطب کیا۔

"رومانہ!"

اس کے ساتھ ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"رومانہ! رومانہ!! یہ سرگوشی کتنی گہری ہے۔ میرے دل میں اتر رہی ہے۔"

اس نے اپنا ایک ہاتھ دھڑکتے ہوئے دل پر رکھ لیا۔ پھر گھبرا کر بولی۔

"فریدہ! میں تمہارا خواب سننے نہیں، تمہیں خطرے سے آگاہ کرنے آئی ہوں۔"

میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"رومانہ! میں نے دیکھا۔ تم پھولوں کی وادی میں ہو۔ رنگا رنگ پھول تمہاری سانسوں کے لیے خوشبو لٹا رہے ہیں۔ تمہاری آنکھوں میں خواب اتر آتے ہیں اور ہونٹوں پر کوئل کی کوک ہے۔ تم مجھے پکار رہی ہو اور میں تمہاری سانسوں کے قریب آ گیا ہوں۔"

اب وہ سارا نہیں تھی۔ رومانہ تھی۔ تصور میں پھول نگر آباد ہو گیا تھا اور میں سوچ کے ذریعہ اسے تصور کی ایسی گہرائی میں لے جا رہا تھا جہاں سے وہ چونک کر واپس نہ آ سکے۔ اب وہ کسی قیدی کے کمرے میں نہیں تھی۔ شوخ رنگ پھولوں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔

اس کی سوچ میں ساون کے بادل تھے۔ آنکھوں میں دھنک کے رنگ تھے۔ دل کی دھڑکنوں میں پیہا بول رہا تھا "پی آ۔ پیا پی آ....." میں آ گیا تھا اور میری سانسیں اس کی گردن پر اتر رہی تھیں۔

یہ جو سانسیں ہوتی ہیں، بڑی ظالم ہوتی ہیں۔ خوشبو کی طرح دل

میں اترتی ہیں اور انگارے کی طرح جلتی ہیں۔ وہ پہلی بار سانسوں کے دوہرے اثر کو محسوس کر رہی تھی اور لرز رہی تھی۔

یہ جذبے بے ہوتے ہیں، دبے دبے ہوتے ہیں۔ تہہ میں زلزلے کی طرح دھیرے سے کسمساتے ہیں۔ اوپر سے لرزاتے ہیں۔ پاؤں تلے سے زمین سرکاتے ہیں۔ پھر تو سنبھلنے کے لیے سہارا لینا پڑتا ہے۔ وہ ایکدم سے ڈگمگا کر پلٹ گئی۔ دونوں مرمریں بانہیں سہارے کے لیے بھٹکتی ہوئی میری گردن سے لپٹ گئیں۔ تب وہ سارا نہ رہی۔ تب وہ رومانہ نہ رہی۔ کیونکہ ایسے مقام پر عورت کی اپنی ذات فنا ہو جاتی ہے۔

اس کے دل کی پاگل دھڑکنیں بج رہی تھیں۔ زور زور سے بول رہی تھیں۔ دستک دے رہی تھیں "کھولو۔ دروازہ کھولو۔ سمندر کی ہیبتی آئی ہے۔ منہ زور لہروں کی تہیلیوں پر آندھی کا بادل لائی ہے۔ دروازہ کھولو اور مجھے اپنے اندر چھپا لو....."

میں نے اس کی آرزو کی تھی مگر اس آرزو کو گلے لگانے سے پہلے یہ نہیں جانتا تھا کہ ایک آرزو کے اندر کتنی ہی آرزوؤں کی دائیں مچلتی ہیں۔ وہ جو صرف انکار کرنا جانتی تھی۔ اقرار کی شرمیلی زبان بے زبانی کو بھی سمجھتی تھی جس نے صرف لڑنا اور جیتنا سیکھا تھا۔ وہ میرے بازوؤں کی چھاؤں میں ہار جانے کے آداب سے بھی واقف تھی۔

آندھی ایک مدت تک سمندر کی تہہ میں چھپی رہتی ہے۔ اس انتظار میں کہ جب وہ غضبناک ہو کر اٹھے تو اسے آفاقی مٹھیوں میں بند کرنے والا آسمان سر بسجود ہو۔ وہ روتی ہوئی بولی۔

"میرے آسمان! تم موت کی دہلیز پر کیوں ملے ہو؟ پتا تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

میں نے اس کے آنسوؤں کو ہونٹوں کی انگلیوں سے پونچھتے ہوئے کہا۔

"رومانہ! تمہاری جیسی ناقابلِ شکست لڑکی روتی ہوئی اچھی نہیں لگتی۔"

"تم نے میرے اندر کی سوتی ہوئی عورت کو بیدار کرتے ہوئے یہ کیوں نہ سوچا کہ عورت روتی بھی ہے۔ اپنے لیے نہیں اپنے پیار کی سلامتی کے لیے۔ ہائے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کبھی کسی کے لیے میری آنکھ میں آنسو آئیں گے۔"

میں نے پھر اس کے آنسوؤں کو چوم لیا۔

"میری جان! پریشان ہونے سے بات نہیں بنے گی۔ تم اپنے پاپا کو سمجھاؤ کہ میں دشمن نہیں ہوں۔"

"فرید! میں تم سے زیادہ پاپا کو سمجھتی ہوں۔ انہیں جس کی طرف سے خطرہ محسوس ہوتا ہے وہ اسے کبھی زندہ نہیں چھوڑتے۔ میں انہیں کیسے یقین دلاؤں کہ تم ان کی دوہری شخصیت کا راز فاش نہیں کرو گے۔"

"ہاں، جو سمجھانا چاہے، اسے سمجھانے کی ہر کوشش فضول ہوتی ہے۔ کوئی بات نہیں، جب میری تقدیر میں یہی لکھا ہے میں تمہاری محبت کو پا لینے کے بعد مر جاؤں تو مجھے تقدیر کا فیصلہ منظور ہے۔"

"نہیں۔" وہ اتنی سختی سے لپٹ گئی جیسے مجھ میں سما جائے۔ میرے مرنے سے پہلے اپنی ذات کو میرے اندر ختم کر دینا چاہتی ہو۔

"رومانہ! ایک طرح سے تقدیر کا فیصلہ مناسب ہے اگر میں زندہ رہوں گا تب بھی ہم ایک ساتھ زندگی نہیں گزار سکیں گے۔"

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ پھر حیرانی سے پوچھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو فرید؟"

"وہی کہہ رہا ہوں جو ایک بار تم سے کہہ چکا ہوں۔ ہم ساتھ زندگی گزار تے ہیں۔ آج تک تم کسی کی پابند نہیں رہیں اور نہ میں کسی کو بیوی بنا کر اس کا پابند رہنا چاہتا ہوں۔ تمہارا علاقہ ہے۔ میرا علاقہ دنیا کے تمام براعظم ہیں۔ پھر ہماری زندگی کس طرح ایک جیسے ہو سکتی ہے۔ تم جرائم کے ساتھ میں زندہ رہتی ہو اور جرائم سے نفرت کرتا ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ مجھ سے الگ ہو گئی۔ مجھ سے ایک قدم پر کھڑی ہو کر بولی۔

"فرید! میں نے تمہاری خاطر اپنی ضد چھوڑ دی۔ تمہاری عورت بن گئی۔ تم نے اپنی راہ پر آواز دینے سے پہلے یہ کیوں نہ سوچا کہ عورت کی سب سے پہلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اس کا مرد صرف اسی کا ہو کر رہے۔ اسی لیے وہ شادی کرتی ہے کہ دو دل یہ بندھن توڑ نہ سکے۔ تم کہیں نہیں جاؤ گے جب میں تمہارے لیے بدل سکتی ہوں تو تمہیں بھی میری خاطر بدل جانا چاہیے۔"

"رومانہ! میں نے خوب سوچ سمجھ کر یہ موقف اختیار کیا ہے تاکہ بعد میں اگر میں زندہ بچ جاؤں تو تمہیں شکایت نہ کرنے پائے۔ زمین اپنے ساحل سے پیچھے ہٹ جاتی ہے۔ سمندر اپنی حد سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ پھر یہ آسمان اپنی جگہ اٹل کیوں رہتا ہے؟ یہ آسمان ہے کیا؟ یہ تم جتنی اونچی پرواز کرو گی آسمان اور اونچا ہو چلا جائے گا۔ تم اسے کبھی پکڑ کر نہ رکھ سکو گی۔"

وہ تیزی سے میرے پاس آئی۔ پھر میرا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی بولی۔

"نہیں فرید نہیں، مجھے فلسفہ کی زبان میں نہ سمجھاؤ۔ اس طرح دور ہونا تھا تو مجھے قریب کیوں لے آئے؟"

"تم تمام عمر ایک مرد کے خول میں چھپی نہیں رہ سکتی۔ ایک دن تمہیں عورت بننا تھا۔ سو بن گئیں۔ میں نے تمہیں مرد دل سے مجبور ہو کر پیار کیا۔ تمہاری عزت تمہاری شرم اور تمہارے عورت کے غرور کو ٹھیس نہیں پہنچائی۔ تمہیں پہلے ہی تمام اونچ نیچ سمجھا رہا ہوں۔"

"میں صرف ایک ہی بات سمجھتی ہوں کہ تم مجھ پر ظلم کر رہے ہو۔"

"عورت کو اس کے عورت پن کا احساس دلانا اور اسے اپنے طور پر مثبت انداز میں سوچنے کے لیے چھوڑ دینا ظلم نہیں ہے۔ ہمیشہ ایک اچھا دوست بن کر رہنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے میں ہمیشہ ایسا آدمی ہوں چھوڑ دینا کہ کسی ایک گوشے میں بیٹھ کر آزمائش کرو۔ مجھ سے دوستی نبھاتا ہے۔ تم کبھی ضرورت کے وقت یا مصیبت کے وقت یاد کرو گی تو میں تمہارے سامنے پہنچ جاؤں گا۔"

"تم کوئی جادوگر ہو یا آواز سے زیادہ تیز رفتار طیارہ ہو کہ جب یاد کروں گی اور تم سامنے پہنچ جاؤ گے۔ تم کیوں مجھے باتوں میں بہلا رہے ہو۔ تمہاری ایسی ہی الٹی سیدھی باتیں سن کر پاپا تمہارے دشمن بن گئے ہیں۔"

"تمہارے پاپا بعد میں بہت افسوس کریں گے تم اپنی بات کرو۔ اگر ہم اچھے دوست بن کر رہیں۔"

میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر وہ کہنے لگی۔

"یہ تم نے مجھے کس نئی الجھن میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں پاپا کی دشمنی سے پریشان ہو کر تمہارے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں، تمہیں سنائے اور سے بچانا چاہتی ہوں مگر تم نے پریشانی اور بڑھا دی ہے۔"

"رومانہ! سیدھی سی بات ہے کہ مجھے ہمیشہ کے لیے دوست بنا لو۔ پھر اپنے باپ کے دماغ سے سوچو کہ میں ہر وہ پیارا اور اچھی ہوں، جاسوس ہوں، تمہارے پاپا جیسے مجرم کا دشمن ہوں۔ تمہاری جیسی محبت کرنے والی لڑکی کا وہ محبوب ہوں جو وفا نہیں جانتا لہٰذا مجھے مرنے کے لیے یہیں چھوڑ دو۔"

وہ بولی "نہیں میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔ آسمان بے رحم ہو تب بھی دھرتی پھول کھلاتی ہے۔ تم وفا نہ کرو، میں اپنے حصہ کی وفا کروں گی۔ میں پاپا کا فیصلہ بدل کر رہوں گی یا پھر تمہارے ساتھ جان دے دوں گی۔"

اور تیزی سے بھاگتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔

میں خالی ہو گیا۔ وہ کمرہ خالی ہو گیا۔ چند لمحوں کے لیے میری کائنات کا رنگ اڑ گیا۔ یوں لگا جیسے آنکھ کھل گئی اور سپنا اڑ گیا ہو۔ وہ اپنے وجود کے خزانے سے ایسے خوبصورت جذبے نثار کر گئی تھی کہ میں دیر تک مدہوشی کے عالم میں اس کے جانے والے خالی راستے کو دیکھتا رہا۔ پھر نشہ سے سرشار ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

ابھی جی نہیں چاہتا تھا کہ اس کی یاد سے خالی ہو جاؤں۔ اکیلے ایک سگریٹ سلگا کر اسے اپنے دماغ کی اسکرین پر دیکھنے لگا۔ وہ جہاز کی ریلنگ کے پاس کھڑی اپنی سانسوں پر قابو پا رہی تھی۔

جہاز کے باہر دور تک تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ سمندر کی سطح کو چھونے والی ٹھنڈی ہوائیں اسے کسی قدر سکون پہنچا رہی تھیں۔

ذرا دیر بعد اس نے یہ سوچ کر خود کو سنبھالا کہ ابھی اپنے سامنے اپنے پیار کی سلامتی کا مسئلہ ہے۔ فرید نہیں مر سکتا۔ میں پاپا سے دو ٹوک فیصلہ کر دوں گی۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی پھر زینہ طے کرتی ہوئی عرشہ پر پہنچ گئی۔ اسکیپر کے کیبن کے اوپر ایک بہت بڑی ہیڈ لائٹ آہستہ آہستہ چاروں طرف گھوم رہی تھی اور دور تک سمندر روشن کر رہی تھی۔ رونو برانڈو عرف سمندری عقاب جہاز کے اگلے حصہ میں کھڑا اسکیپر سے باتیں کر رہا تھا۔

میں رومانہ کو دور سے آتے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

"سارا بڑی دیر لگا کر آ رہی ہے۔ ناداں کہیں لی، ابھی تک دوست اور دشمن کو سمجھنا نہیں سیکھا ہے۔"

وہ چند قدم کے فاصلے پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ برانڈو اسے قریب سے دیکھتے ہی کھٹک گیا۔ رومانہ خود کو بڑی حد تک سنبھال کر آئی تھی۔ مگر اس کے بال ذرا سے بکھر گئے تھے۔

وہ شراب نہیں پیتی تھی مگر آنکھوں سے خمار چھلک رہا تھا۔ دل میں جو جذبے چھپے ہوئے تھے وہ رخساروں پر نمایاں ہو رہے تھے۔ باپ سے آنکھیں ملتے ہی اس نے نظریں جھکا لیں۔ باپ نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں کیا سمجھوں، میرے سامنے سارا کھڑی ہے یا رومانہ؟"

وہ ذرا سا جھجکتی ہوئی بولی "رومانہ....."

"جب میں تمہیں رومانہ کہتا تو تم چڑ جاتی تھیں۔ تمہیں سارا کا چٹانی کیریکٹر پسند تھا۔ کیا یہ چٹان پگھل گئی ہے؟"

وہ نظریں چراتی ہوئی ریلنگ کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ برانڈو نے غرا کر کہا۔

"میں سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے کوئی زبردست چال چلے گا۔ مگر یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ اتنی جلدی تمہیں کمزور بنا دے گا۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں پاپا! میں آپ کو یقین دلاتی ہوں ..... کہ وہ ہمارا بہترین دوست ہے۔"

"ہمارا نہیں تمہارا کہو۔ مجھے دشمنوں کی پہچان ہے اگر تمہاری جگہ ابھی میری سارا ہوتی تو اس دشمن کی لاش کو خود اپنے ہاتھوں سے سمندر میں پھینک چکی ہوتی۔"

"پاپا! میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتی۔ صرف ایک درخواست کرتی ہوں۔ آپ اس پر نہ سہی اپنی بیٹی پر بھروسہ

کریں۔ میں اسے آپ کے لیے خطرہ بننے کا موقعہ نہیں دوں گی۔"

"تم اس خطرے کو اپنے دل تک پہنچنے سے نہ روک سکیں۔ دو مردوں کو اس سے کیا بچا سکو گی۔ بس بہت ہو چکا۔ جاؤ اب اپنے کیبن میں بیٹھ کر آہیں بھرو۔ آئندہ سارا کا دل اور دماغ نے کر میرے پاس آنا۔"

پھر اس نے دو مسلح جوانوں کو ہاتھ کے اشارے سے بلایا۔ رومانہ چمک کر انہیں دیکھنے لگی۔ برانڈو نے انہیں حکم دیا۔

"جاؤ قیدی کو ٹھکانے لگا دو۔"

وہ دونوں پلٹ کر جانا چاہتے تھے۔ رومانہ نے ڈانٹ کر کہا۔

"ٹھہرو! اس حکم کی تعمیل نہیں ہوگی۔"

وہ نوجوان رک گئے۔ جہاز کا اسکیپر اور دوسرے لوگ بھی متوجہ ہو گئے تھے۔ برانڈو نے غرا کر پوچھا۔

"میرے حکم کی تعمیل نہیں ہوگی؟ کیا تم ہوش میں ہو؟"

وہ ریلنگ کے پاس سے ہٹ کر بولی۔

"آپ ہوش میں نہیں ہیں پپا! میں بیٹی بن کر سمجھا رہی تھی۔ آپ نے سمجھنے سے انکار کر دیا۔ یہ رومانہ جہاز ہے اور میں رومانہ قانونی طور پر اس جہاز کی مالکہ ہوں۔ میرے حکم کے بغیر یہاں کا ایک فرد بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا۔"

برانڈو نے اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

"نادان لڑکی! کیا تم چاہتی ہو کہ میں ابھی عقاب بن جاؤں؟"

وہ باپ کے سامنے دائیں سے بائیں چلتی ہوئی بولی۔

"سمندری عقاب کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ اس کے مسلح جوان لیڈی سارا کی کمانڈ میں رہتے ہیں۔ اگر آج ایک بھی جوان کمانڈو اور ڈسپلن کے خلاف ہتھیار اٹھائے گا تو اس کی موت سارا کے ہاتھوں سے ہوگی۔"

برانڈو عقابی نظروں سے دور تک پھیلے ہوئے لوگوں کو دیکھنے لگا۔ وہ سب اس کے نمک خوار تھے۔ مالک وہی تھا مگر حکمرانی سارا کی تھی۔ سب اس کے تابع فرمان تھے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بیٹی کبھی نافرمانی اور بغاوت پر اتر آئے گی۔ لیکن اب سوچنے سمجھنے کا وقت آ گیا تھا کہ ان حالات میں جہاز کے افراد اور مسلح جوان کس کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ اس نے جہاز کے اسکیپر کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اسکیپر نے آگے بڑھ کر ادب سے کہا۔

"سر! آپ ہمیں آزمائش میں نہ ڈالیں۔ جب آپ باپ بیٹی کے درمیان صلح ہو جائے گی تو ہم مکمل نہ ماننے کے جرم میں کسی ایک کی نظروں سے گر جائیں گے۔"

ایک بوڑھے نے سارا کو سمجھایا۔

"بیٹی! طوفان سمندروں میں آتے ہیں۔ اس جہاز کا طوفان نہ لاؤ۔ جو باپ کو بیٹی سے جدا کر دے۔"

سارا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"انکل! آپ اپنی نصیحت کے ساتھ ادھر جائیں۔ پپا کو جا کر سمجھائیں کہ بوڑھوں کو کبھی جوان اولاد کے فیصلوں پر اعتماد کرنا چاہیئے۔"

بوڑھا پیچھے ہٹ گیا۔ سب جانتے تھے کہ عقاب کبھی نہیں بدلتا۔ عقاب نے کہا۔

"میں تم لوگوں کو آزمائش میں مبتلا نہیں کروں گا۔ میرا کمزور نہیں ہے۔ میں خود اسے گولی مار کر سمندر میں پھینکوں گا۔"

"پپا! میں آخری بار بیٹی بن کر سمجھا رہی ہوں۔ مجھے راستے کی دیوار بننے پر مجبور نہ کریں۔"

"دیوار؟ ہونہہ۔ تم میرا راستہ روکو گی۔ اس جہاز کے بوڑھوں سے پوچھو۔ کیا انہوں نے دنیا کے نقشہ میں کوئی ایسا دیکھا ہے جس نے عقاب کو گزرنے نہ دیا ہو۔"

اس کے جواب میں سارا نے چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ پھر اپنے بلاؤز کے بٹن کھولنے لگی۔ عقاب سے سفاک نظروں سے صندلی لڑکی کو دیکھا پھر اپنا کوٹ اتار کر اس کی طرف اچھال دیا۔ سب لوگ دور پیچھے کی طرف ہٹ گئے تھے۔ رومانہ کے بدن سے بلاؤز اسکرٹ اتر چکا تھا۔ اس کے جسم پر نایلون کا وہ مختصر سا لباس تھا جسے وہ جہاز کے سفر کے دوران پہنتی تھی۔

عقاب نے اپنے خاص ملازم کو ہنٹر لانے کے لیے کہا۔ وہ چلا گیا۔ میں ایک قیدی بن کر چپ چاپ وہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ رومانہ و برانڈو اپنے فیصلے کے مطابق مجھے قتل کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ رومانہ میری حفاظت کے لیے سارا بن کر آئی تھی۔ وہ دیوار کی طرح کھڑی ہو گئی۔

ملازم ہنٹر لے کر آ گیا۔ سارا اس کو سیدھی کھڑی ہو گئی۔ عقاب نے ایک پاؤں آگے بڑھا کر ہنٹر کو اپنے سر پر سے دائرے کی شکل میں گھماتے ہوئے کہا۔

"شیر اپنے بچے کو پنجے مارنے کا فن سکھاتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ شیر خود بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہے۔ نافرمان اولاد کو ایسے سزا دی جاتی ہے۔"

بات ختم ہوتے ہی ہنٹر نے بجلی کی طرح کڑک کر کی آواز پیدا کی۔ سارا کی کمر سے اسپرنگ کی طرح لپٹ کر اس کے گورے چکنے اور شفاف پیٹ کی جلد کو چھیلتا ہوا

واپس ہوا اور مڑ کر پھر کھینچتا ہوا واپس چلا گیا۔

اف! سب تعجب سے دیکھنے لگے۔ سب نے یہ سوچا تھا کہ عقاب کا وار خالی جائے گا کیونکہ جہاز شک کے کمالات دکھانے والی سارا کی چستی و پھرتی کے سبب ہی قاتل تھے۔ مگر وہ چپ کھڑی تھی۔ اسے جو جسمانی تکلیف پہنچی تھی اسے برداشت کرنے کے لیے اس نے دانت پر دانت جما لیے تھے اور زخمی ناگن کی طرح "فوں فوں" پھنکارتی ہوئی ناک اور منہ سے سانسیں چھوڑ رہی تھی۔ عقاب نے سخت لہجے میں ذرا حیرانی سے پوچھا۔

"تم نے بچنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

وہ دانت پیس کر بولی۔

"آپ باپ بن کر ہاتھ اٹھا رہے ہیں۔ میں فرمانبردار بیٹی بن کر سزا پا رہی ہوں۔ یہاں میری جنگ آپ سے نہیں، ان قدموں سے ہے جو فرید کی طرف بڑھیں گے۔"

اچھا۔ اب تمہارے چیلنج کا مطلب سمجھ میں آیا ہے۔ تو پھر روکو مجھے، اپنی ضد کی موت بن کر سہار رہا ہوں۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھا۔ سارا کے حلق سے آواز نکلی۔ "ہا۔ ہپ۔۔۔"

وہ راستہ روک کر کھڑی ہوئی۔ "ہپ ہپ۔" وہ دائیں طرف نم کھا کر دونوں ہاتھوں کے بل فرش پر الٹی کھڑی ہوئی۔ "ہپ ہپ۔" پھر وہ نم کھا کر ٹانگوں پر کھڑی ہوئی۔ "ہپ ہا۔ ہپ ہا۔ ہپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہپ۔"

وہ دائیں سے بائیں، کبھی ہاتھوں پر کبھی پیروں پر اپنے بدن کو اچھال سنبھالتی، چکری کی طرح گھوم رہی تھی۔ عقاب تیزی سے چاروں طرف گھوم گھوم کر اسے دیکھ رہا تھا کہ پتہ نہیں وہ کب حملہ کر دے۔ مگر وہ ایک جگہ پہنچ کر دونوں ٹانگوں پر چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔

تب عقاب کو اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ سارا نے اسے ایک گول چکر دے کر اس کا راستہ بدل دیا تھا۔ وہ میری طرف آنا چاہتا تھا مگر اب مخالف سمت میں آگے بڑھ گیا تھا اور سارا کے کھڑے ہونے کا انداز کہہ رہا تھا: "یو اولڈ مرڈرر۔ بڑھے قاتل آگے بڑھو۔"

وہ میری طرف آنے کے لئے پھر تیزی سے پلٹ گیا۔ "ہا۔ ہپ۔" ہنٹر کی گھنی سنسناہٹ سنائی دی۔ وہ تیزی سے پلٹا۔ مگر پلٹنے اور جھپٹنے کی تیزی کا رخ عقاب کی طرف ہو گیا تھا۔ وہ بجلی کی تیزی سے فرش پر آ کر جیسے گری۔ عقاب کی ٹانگ پر ہنٹر مار کر اسے گرایا۔ لپٹتے ہی لپیٹے ایک دائرے میں گھومی پھر اپنے اوپر کی تال پر الٹی قلابازی کھا کر کھڑی ہو گئی۔

عقاب کمزور یا اناڑی نہیں تھا۔ ایک بہترین فائٹر تھا مگر اس کے مقابلے پر سارا لڑنے کے بجائے جہنم شک کے کرتب دکھا رہی تھی۔ عقاب کو سنبھلنے کا موقعہ نہیں دے رہی تھی۔ اس نے جھلا کر پھر ہنٹر ہاتھ میں لے لیا۔ شڑاپ۔ شڑاپ۔ وہ ہنٹر بجلی کی طرح لپکنے لگا۔ مگر اب بجلی کی طرح ہنٹر مارنے کا بھی اسی کی ٹانگوں کے نیچے سے، کبھی سر پر سے گذر گیا۔

میں مسکراتے ہوئے ڈاغ

کی اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ لیکن۔۔۔ باپ بیٹی کا مقابلہ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔ اچانک ہی جہاز میں خطرے کا الارم بجنے لگا۔ عقاب کے ہاتھ سے ہنٹر چھوٹ گیا۔ وہ دوڑتا ہوا اسکیپر کے کیبن میں پہنچا۔ سارا بھی اس کے پیچھے بھاگتی ہوئی آئی۔ جہاز کے سب سے اوپری حصہ پر جہاں ایک شخص ہیڈ لائٹ کے پاس ڈیوٹی دے رہا تھا۔ وہ پائپ کے اوپری سرے سے بول رہا تھا۔ اس کا دوسرا اسکیپ کیبن کے اندر تھا وہاں سے آواز آ رہی تھی۔

"سر! ایک لانچ ہماری طرف آ رہی ہے۔ وہ سگنل دے رہے ہیں کہ وہ بحری پولیس کی لانچ ہے۔"

یہ اطلاع سنتے ہی عقاب غراتا ہوا سارا کی طرف پلٹا۔ سن لیا تم نے اگر ہم نے فوراً ہی فرید کو ختم نہ کیا تو وہ بحری پولیس کو خفیہ کمپیوٹر تک پہنچا دے گا۔"

سارا جواب دینے کے بجائے اچھل کر دروازے کی طرف لپکی۔ پھر اس سے پہلے کہ عقاب کی سمجھ میں کچھ آتا۔ اس نے کیبن کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ پھر اس نے ایک مسلح جوان سے رائفل لے کر کہا۔

"جاؤ سب یہاں سے فوراً دور چلے جاؤ۔ اور تم سنو، جلدی سے فرسٹ ڈیک بکس لے آؤ۔"

اسکیپر اور عقاب دروازے کو اندر سے پیٹنے لگے۔

"سارا دروازہ کھولو، ورنہ میں اسے توڑ کر بھی باہر آ سکتا ہوں۔"

"اتنی عقل مجھے بھی ہے پپا۔ اور تھوڑی سی عقل میں آپ کو بھی دینا چاہتی ہوں۔ اگر آپ دروازہ توڑنا چاہیں گے تو میں نوے ڈگری پر فائرنگ کروں گی۔ یہ ہوائی فائرنگ کی آواز پولیس لانچ تک پہنچے گی۔ پھر آپ روفریڈو جیسے معزز شہری کے جہاز میں فائرنگ کا کوئی جواز پیش نہ کر سکیں گے۔"

عقاب کو عقل آ گئی۔ اس نے بزرگانہ انداز میں سمجھایا۔

"بیٹی! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تم اپنے جہاز کو پولیس کی نظروں میں مشکوک بنانا چاہتی ہو؟"

اگر کیبن میں آپ خاموش بیٹھے رہیں گے تو میں فائرنگ نہیں کروں گی اور یہ خیال دماغ سے نکال دیں کہ جب تک میں یہاں کھڑی رہوں گی۔ کوئی آپ کی مدد کے لئے آئے گا۔ آپ تمام لوگوں کا فیصلہ سن چکے ہیں کہ یہ لوگ باپ بیٹی کے جھگڑے میں نہیں آئیں گے۔"

"سارا، تم مجھے کیسے بند رکھ سکو گی۔ روزہ برانڈو کی حیثیت سے مجھے ہی پولیس والوں سے باتیں کرنا ہوں گی۔"

"جب پولیس لانچ قریب آئے گی اور وہ آپ کو بلائیں گے۔ تب میں دروازہ کھول دوں گی۔ لیکن اس کی بھی ایک شرط ہے۔"

"کہو کیا کہنی ہے؟"

"دیکھئے پپا! آپ نے فرید کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ مگر اس کی تعمیل نہیں ہوئی کیونکہ یہ ہمارے مجبور ہیں۔ ہم میں سے کسی ایک کا حکم مان کر بعد میں مصیبت میں پڑ جائیں گے۔ چلیئے ہم دونوں مشترکہ حکم صادر کرتے ہیں کہ فرید کو آزاد کر کے

یہاں لایا جائے؟"

• میں حکم نہیں دوں گا۔ مجھے غصہ نہ دلاؤ۔"

• میں بھی غصہ والے باپ کی بیٹی ہوں۔ میرے اچھے پپا۔ ہم دونوں کو غصہ نہیں کرنا چاہئے۔ حکم دے دیجئے۔"

فرسٹ ایڈ باکس لانے والا فرش پر گھٹنے ٹیک کر سلاما کے پیٹ اور کمر کے زخم پر مرہم لگا رہا تھا پھر وہ پٹی باندھنے لگا۔

• پپا! آپ حکم دینے میں دیر کر رہے ہیں اور میری انگلی رائفل کے ٹریگر پر کانپ رہی ہے۔ اگر آپ میری ضدی طبیعت کو بھول چکے ہیں تو یہ لیجئے۔ میں تین گنتے ہی فائرنگ شروع کر دوں گی۔ ایک... دو...؟"

• ٹھہرو۔ میں حکم دے رہا ہوں۔"

سلاما نے چار مسلح جوانوں کو قریب بلایا۔ پھر وہ سلاما اور عقاب کا مشترکہ حکم سن کر میری طرف آنے لگے۔ میں نے مسکرا کر دل ہی دل میں کہا: جینو کی جان! تم تو واقعی سمندر کے سینے پر آندھی کی طرح چلتی ہو۔

دس منٹ کے بعد میں قید خانے سے نکل کر اپنی روما نے کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے رائفل دے کر کہا

• دروازے پر کھڑے رہو۔ میں ذرا لباس پہن لوں۔"

وہ اپنا بلاؤ نما اوور کوٹ فرش پر سے اٹھا کر پہننے لگی۔ اسے خیال آ رہا تھا کہ وہ عورتوں کا لباس میرے سامنے پہننے سے کترا رہی تھی اور اب بصد شوق پہن رہی تھی۔ اس خیال سے وہ مسکرانے لگی۔ اس وقت پولیس وائرلیس کے سارجنٹ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے اپنی آواز سناتا ہوا قریب آ چکا تھا۔ اور اب جہاز کے مالک اور ایکسپریس کے اگلے حصے میں بلایا جا رہا تھا۔

روما نے کیبن کا دروازہ کھول دیا۔ برانڈو نے ہمیں گھور کر دیکھا۔ مگر اب میرے خلاف کچھ کہہ کر گڑبڑ نے کا وقت نہیں رہا تھا۔ پولیس وائرلیس کے سامنے تھی۔ برطانوی بحری پولیس کے مسلح سپاہی خالی در یدوں میں نظر آ رہے تھے۔ وہ ایکسپریس کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا عرشہ کے اگلے حصے میں چلا گیا۔ میں نے روما نے کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"میری جان! تم تو کہتی تھیں کہ تمہارے پپا کا فیصلہ نہیں بدلے گا پھر یہ مجھے آزاد کیسے کر دیا گیا؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی: "تم قید خانہ میں پڑے ہوئے تھے۔ یہاں پپا سے میری فائٹ ہو گئی۔"

وہ مجھے بتانے لگی۔ میں دلچسپی سے سنتے ہوئے اس کی دلیری اور ذہانت کی تعریف کرنے لگا۔ اسی وقت برانڈو نے واپس آ کر اپنے لوگوں سے کہا۔

• وہ لوگ چیکنگ کے لئے آ رہے ہیں۔ تم سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔ جب آفیسر ڈیک پر آئے تو تمام ہتھیار اس کے سامنے رکھ دو۔ خیال رکھو۔ انہیں کسی قسم کا شبہ نہ ہونے پائے۔"

میں نے اپنے ہاتھ کی رائفل ایک نوجوان کو واپس دے دی۔ وہ سب اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے جانے لگے۔ برانڈو اپنا کوٹ پہنتا ہوا میرے سامنے کھڑا ہو گیا پھر گہری سنجیدگی سے بولا۔

• میری نادان بیٹی نے تمہیں میرے ہاتھوں سے بچا لیا۔ اور تمہیں بچایا ہے، اس لڑکی کی عزت، اس کا مستقبل تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم پولیس والوں سے مل کر اس لڑکی کو اس کی نامادگی کی سزا دے سکتے ہو۔ فطرت سے مجبور ہوں۔ تباہی کے دہانے پر بھی دشمن کو دشمن ہی کہوں گا۔ یہ کہہ کر وہ جواب سنے بغیر چلا گیا۔ روما نے میرا ہاتھ تھام کر کہا

• فرید! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

کیا سمجھ سے؟

• تم سے نہیں۔ وہ۔ میں کیا بتاؤں، جب کوئی مصیبت آنے والی ہوتی ہے تو مجھے اندر سے کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ کہیں یہ بحری پولیس گڑبڑ نہ کریں۔"

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔

یار تم تو عورت بن کر سچ مچ عورتوں کی طرح وہموں میں مبتلا ہو رہی ہو میں پہلے ہی سمجھتی تھی کہ تم میرے ارادے کو خوف کا مذاق اڑانے کے لئے میرے ساتھ..."

• کہاں لے جا رہی ہو؟"

• جب ہمیں خطرے کا احساس ہوتا ہے تو سب سے پہلے پناہ گاہ میں چلے جاتے ہیں۔ مگر آج وہ بھی میری بات نہیں مانیں گے۔ مجھ سے ناراض ہیں۔"

وہ اپنے باپ کے کیبن کے سامنے آ کر رک گئی۔ مجھ سے بولی۔

• تم دوسری طرف منہ کر لو۔"

• کیوں؟" میں نے پوچھا

• میں دروازے کی چابی نکالوں گی۔"

• تو میرے سامنے نکالو۔"

وہ منہ پھیر کر بولی۔

• نہیں، مجھے شرم آتی ہے۔"

• اچھا تو یوں کہو نا کہ شرمانے والی بات ہے۔"

میں دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔

دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو میں پلٹ کر اس کے ساتھ کیبن کے اندر گیا۔ وہ دروازہ بند کرتی ہوئی بولی۔

• یہ دروازہ باہر سے لاک کر دیا جائے تو اندر سے بغیر چابی کے کھل جاتا ہے، دیکھو اس طرح...."

اس نے ہینڈل کو بائیں سمت گھما کر بتایا۔ پھر وہ اپنے باپ کے سیف کے پاس آئی۔ وہاں اس نے سیف کے تالے کا نمبر ایڈجسٹ کرنے کے بعد کہا۔

• دیکھو، اگر فور زیرو ڈبل ون سیٹ کر دوں گے تو اس کا سیدھی سیف کا اس کا پچھلا خفیہ دروازہ بھی کھل جائے گا۔"

میں نے دیکھا سیف کا بیرونی دروازہ کھلنے لگا تو اس کے سامنے کی پچھلی دیوار بھی اس جھٹکے سے سرک گئی کہ ایک آدمی وہاں سے گذر کر جا سکے وقت سیف کے خانے فولاد ہو جاتے تھے۔ اس لئے وہاں اہم کاغذات

ہو پونڈ کی گڈیاں برائے نام رکھی گئی تھیں۔ میں سارا کے پیچھے چلتا ہوا اس خفیہ دروازے کے پیچھے پہنچ گیا۔ اس نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا۔

• اگر یہاں سے بھی فور زیرو ڈبل ون سیٹ کیا جائے تو باہر نکلنے کے لئے وہ دروازہ کھل جائے گا۔"

دروازہ بند ہونے کے بعد میں نے پچھلی دیوار کو دیکھا۔ وہاں پورٹ ہول بنا ہوا تھا جس کے بلاسٹ شیشے کو سمر سالٹ کے بعد سمندر نظر آتا تھا اور باہر کی تازہ ہوا ملتی تھی۔ میں نے کہا۔

• روما نہ یہاں جگہ اتنی تنگ ہے کہ میں آسانی سے تمہیں تنگ کر سکتا ہوں۔"

میں نے سر جھکا کر اس کی ناک کی مغرور بلندی کو چوم لیا۔ وہ میرے سینے پر سر رکھ کر بولی۔

• فرید! تمہارے بازوؤں میں مر جانے کو جی چاہتا ہے مگر ابھی کوئی شرارت نہ کرو۔ مجھے بحری پولیس کی طرف سے مطمئن ہو جانے دو۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کر چھت پر لگے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا۔ تب مجھے پتہ چلا کہ وہاں اسپیکر لگے ہوئے ہیں۔ ہمیں باہر کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ برطانوی پولیس آفیسر اور سپاہیوں کے ساتھ عرشہ پر آ رہا تھا۔ آفیسر کہہ رہا تھا۔

• مسٹر برانڈو! آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ہم محض رسماً اپنا فرض ادا کرنے آئے ہیں۔"

"ہی بحری... پولیس والوں سے میرا دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ اس لئے ان کی سوچ کو پڑھنا فضول تھا اب یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ پڑھنا آتا ہو تو خواہ مخواہ ریوالور ٹائم ٹیبل پڑھنے بیٹھ جائیں۔ وہ بھی ایسے وقت جبکہ منہ زور در آندھی روبرو ہو اور اس کی سانسیں میرے سینے کو بار بار چھو رہی ہوں۔ میں نے کہا۔

• تم اپنے وہم اور اندیشوں سے کب تک فری ہو جاؤ گی؟"

اس نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ کر خاموش رہنے کے لئے کہا۔ اسی وقت آفیسر نے پوچھا۔

• مسٹر برانڈو! آپ کی صاحبزادی نظر نہیں آ رہی ہیں؟"

• میری بیٹی روما نہ سفر سے گھبرا گئی ہے۔ میں نے اسے کاؤچ میں چھوڑ دیا ہے۔"

• نہیں مسٹر برانڈو۔ ہم کاؤچ چپہ چپہ دیکھ چکے ہیں۔ روما نہ وہاں موجود نہیں ہے۔"

• آپ میری بیٹی کو وہاں کیوں تلاش کر رہے تھے؟"

• معاف کیجئے بیٹی کو نہیں، ہم سی ایگل کی بیٹی سارا کو بھی تلاش کر رہے تھے۔ ہماری دو سال کی خاموش تفتیش یہ ہے کہ جب سی ایگل اپنی بیٹی سارا کے ساتھ بحری سفر کے لئے ہانگ کانگ سے نکلتا ہے تو مسٹر برانڈو اور ان کی بیٹی روما نہ مکاؤ سے غائب ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ ایک دلچسپ اسرار نہیں ہے؟"

میں نے دیکھا روما نہ کے چہرے پر ایسی سختی آ گئی تھی جیسی کہ خطرات سے کھیلنے والے کھلاڑیوں کے چہروں پر دیکھی جاتی ہے۔ وہ اسی سختی سے بولی۔

• آفیسر غلط کہہ رہا ہے، میں پپا کے ساتھ ہمیشہ بحری سفر پر نہیں نکلتی ہوں۔ ہم بہت کم ایک ساتھ اس طرح حال لانے کے لئے نکلتے ہیں۔ ہمارا طریقہ کار ایسا ہے کہ پولیس والے اس انداز میں تفتیش کر کے کبھی ہماری اصلیت کو نہیں سمجھ سکتے۔"

باہر برانڈو اسی بات کو دوسرے انداز میں کہہ رہا تھا۔

• آفیسر! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ کیا ہم باپ بیٹی کا تعلق کسی سی ایگل سے ہے؟ کیا آپ یہی کہنا چاہتے ہیں؟"

"نہیں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ ہی کی ذات شریف کا دوسرا نام سمندری عقاب ہے۔"

یہ کہتے ہی آفیسر نے ریوالور نکال لیا۔ عقاب نے چونک کر دیکھا۔ اسکے چاروں طرف سپاہی اسے رائفلوں کی زد میں لئے کھڑے تھے۔ آفیسر نے بلند آواز سے للکار کر کہا۔

• اگر کسی نے چھپ کر ہم پر گولی چلائی تو دوسرے ہی لمحہ برانڈو عرف سمندری عقاب کی لاش تمہارے سامنے نظر آئے گی۔"

میں نے دیکھا روما نہ مجسم پتھر کی طرح سخت ہو گئی تھی اور اب عادت کے مطابق چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح پھنکارتی ہوئی سانس لے رہی تھی۔ برانڈو کہہ رہا تھا۔

• آفیسر! آپ سخت غلطی کر رہے ہیں۔ میں قانون کا احترام کرتا ہوں۔ اس لئے آپ کو مکمل اجازت دیتا ہوں کہ پورے جہاز کی تلاشی لیں اور یہ ثابت کر دیں کہ میں سمندری عقاب ہوں۔"

آفیسر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

• تلاشی لینے میں بہت زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ کیونکہ ہماری طرف سے ایک جاسوس پہلے ہی اس جہاز میں موجود ہے۔"

روما نہ نے ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹ کر مجھے غصہ سے دیکھا۔

• جاسوس؟ تم — تم مجھے احمق بنا رہے تھے؟ اوہ فرید تم مجھے دھوکہ دے رہے تھے...."

یہ کہتے ہی وہ مجھے کراٹے کا ایک چوپ لگانا چاہتی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

• مجھ پر شبہ نہ کرو۔ ذرا عقل سے سوچو، کیا اس جہاز میں کوئی دوسرا جاسوس نہیں ہو سکتا؟"

• نہیں ہو سکتا۔" وہ دانت پیس کر بولی۔ "ہمارے جہاز کا ایک ایک فرد برسوں کا جانا پہچانا ہوا ہے، یہ بار بار آزمائے ہوئے لوگ ہیں۔ صرف تم ایک ایسے ہو جسے آزمانے کا موقعہ آیا تو فوراً ہی اصلیت کھل گئی۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ میرے پیٹ میں گھٹنا مارنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ وہ خود کو چھڑانے کے لئے تڑپنے مچلنے لگی۔ میں نے کہا۔

"یہ جگہ اتنی تنگ ہے کہ تم جنا شک کے کرتب نہیں دکھا سکتیں۔ بہتر

ہے کرام سے سوچو اور سمجھو، بعض اوقات برسوں کے ملازم بھی نمک حرام نکل جاتے ہیں۔"

• میں اب تمہاری باتوں میں نہیں آؤں گی۔"

• اچھا یہی بتا دو کہ میں جاسوس ہوں تو یہاں کیوں چھپا ہوا ہوں؟"

• مکار ہوس پرست انسان تم میرے جسم سے کھیلنے کے لئے یہاں وقت گذار رہے ہو، میں تم پر۔۔۔۔"

وہ مجھ پر تھوکنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں رکاوٹ ڈالی تو تھوک اس کے منہ میں آ کر دونوں باچھوں سے بہنے لگا۔ میں نے کہا۔

• مجھے دیکھ کر تمہاری رال ٹپک رہی ہے، اور الزام مجھے دے رہی ہو۔"

تب تو وہ غصہ سے پاگل ہو گئی۔ اس کے حلق سے عجیب عجیب سی آوازیں نکلنے لگیں، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کس طرح کچل ڈالے۔ وہ جگہ ایسی نہ تھی کہ لڑنے مرنے کی گنجائش پیدا ہو سکتی تھی۔ وہ جھلا کر بولی۔

• باہر چلو، میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

• تم باپ بیٹی کے دماغوں کے کچھ پرزے ڈھیلے ہیں، پہلے وہ سرک گیا تھا اب تم سرک رہی ہو۔ ارے خدا کے لئے کچھ دیر تھوڑی دیر اور بھروسہ کرو۔ فضا باہر کی باتیں سننے دو کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔"

اچانک اس کے دماغ میں ایک تدبیر آئی۔ اس نے بائیں طرف گھوم کر دروازے کے تالے کا نمبر بدل دیا۔ تاکہ وہ پہلے نمبر فور زیرو ٹو دل وں سے نہ کھل سکے، اس کا دوسرا سیٹ کیا ہوا نمبر اس کی سوچ نے مجھے بتا دیا تھا میں خاموش رہا۔ اس نے کہا۔

• اب تم اسی جگہ میرے ساتھ قید رہو گے۔ تم باہر جا کر آفیسر کو ہمارے چھپائے ہوئے مال تک نہیں پہنچا سکو گے۔ میں نے تالے کا نمبر بدل دیا ہے۔"

• تم کب تک قید رکھو گی؟ دیکھو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مجھے عورتوں کی قید پسند نہیں ہے، اسی لئے شادی نہیں کرتا۔"

اس بار میں اس کی سوچ نہیں پڑھ سکا تھا۔ اس لئے ایک زبردست کراٹے کی کھڑی تھیلی میرے منہ پر پڑی، میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ ماننا پڑا کہ اپنی جان کا ہاتھ کافی دھنی ہے۔ اب میں اسے کیا جواب دیتا جبکہ غصہ کی حالت میں بھی اس پر پیار آتا تھا۔ اس نے دوسرا ہاتھ تھامنا چاہا، مگر خود ہی رک گئی۔ باہر سے آفیسر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

• مس روما عرف سارا تم جہاں بھی چھپی ہو، چلی آؤ، ہم تمہیں دس منٹ کا وقت دیتے ہیں۔ ٹھیک دس منٹ کے بعد تمہارے دیدار سے مایوس ہو کر تمہارے باپ کو گولی مار دی جائے گی۔"

میں نے کہا: "اب تو تمہیں یہاں سے نکلنا ہی پڑے گا۔ یہ مجھے پولیس والے معلوم نہیں ہوتے۔"

• کیا مطلب؟" اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔

• مطلب یہ کہ پولیس والے مجرم کو عدالت تک پہنچاتے ہیں۔ ایک بیٹی کو بچانے کے لئے اس کے باپ کو گولی مارنے کی دھمکی نہیں دیتے۔ جبکہ وہ جانتے ہیں کہ سارا خطرات سے کھیلنے والی لڑکی ہے۔ وہ دھمکیوں میں نہیں آئے گی۔"

وہ سوچنے لگی۔ میں نے فوراً ہی آفیسر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ اپنی رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

• کمبخت کہاں جا کر چھپ گئی ہے۔ ہمارے آدمیوں نے جہاز کے تمام کیبن اور ایک ایک کونہ دیکھ لیا ہے۔ اگر وہ دھمکی میں نہیں آئے گی تو پرنس مونڈی کو بڑی پریشانی ہو گی۔"

پرنس مونڈی کا نام سن کر میں چونک گیا۔ یہ وہی شخص تھا، جس نے سارا سے شادی کی درخواست کی تھی۔ اور اس سے مار کھائی تھی۔ اسی نے غالباً کوہ ہمر سے ہلاک کرانے کی کوشش کی تھی اور اب وہی سارا کو بیچ سمندر میں حاصل کرنے آیا تھا۔ آفیسر نے پھر آواز دی۔

• روما عرف سارا! چھ منٹ گذر چکے ہیں، چار منٹ کے بعد تم فائرنگ کی آواز سنو گی۔ اس کے بعد تمہیں اپنے باپ کی آواز کبھی سنائی نہیں دے گی۔"

وہ باہر جانے کے لئے پلٹ گئی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

• باہر مت نکلو، وہ تمہارے پیاگو کو گولی نہیں ماریں گے۔"

• چھوڑو میرا ہاتھ، کیا تم غیب کی باتیں جانتے ہو؟ میں نے تمہارے ہاتھوں بے وقوف بن کر پیاگو کو بہت دکھ پہنچایا ہے اب میں ان کی سلامتی کے لئے دشمنوں کے سامنے جاؤں گی۔"

میں سمجھ گیا، وہ سیدھی طرح نہیں مانے گی۔ میں نے اسے جانے کے لئے چھوڑ دیا جب وہ تالے کا نمبر ملانے لگی تو میں اس کی سوچ میں نمبر ترتیب وار ترتیب کے ساتھ ادھر ادھر کرنے لگا۔ وہ تھوڑی دیر بعد پریشان ہو کر بولی۔

• یہ نہیں کھل رہا ہے۔ میرے ذہن میں نمبر گڈمڈ ہو گئے ہیں۔"

• عورتوں کی یادداشت کمزور ہوتی ہے۔"

• یو شٹ اپ، وہ مجھے ڈانٹ کر پھر نمبر یاد کرنے لگی۔ کئی بار اس کے دماغ میں صحیح نمبر آیا، لیکن میں نے اس کی سوچ میں ایک دو نمبر کی ترتیب ادھر ادھر کر دی۔ اسی الجھن میں دھمکی کے دس منٹ گذر گئے، میں نے کہا۔

• کیوں پریشان ہو رہی ہو، دس منٹ گذر چکے ہیں۔"

وہ گھبرا کر آواز سننے لگی۔ آفیسر کہہ رہا تھا۔

• دس منٹ گذر چکے ہیں۔ اب تمہارا باپ اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہا ہے۔ میں تین تک گننے کے بعد اسے گولی مار دوں گا۔"

وہ باہر نکلنے کے لئے دروازے کو دھکا دینے لگی۔ میں اطمینان سے کھڑا تھا۔ باپ کی محبت سے مجبور ہو کر اس نے میری خوشامد کی۔

• اگر تم دوست ہو تو میری مجبوریوں کا تماشہ کیوں دیکھ رہے ہو، کھولو اس دروازے کو کھولو۔"

• روما! وہ تین تک گن چکا ہے، اور تین لاکھ تک گننے کے بعد گولی تمہارے پیاگو کو ہلاک نہیں کرے گا۔ تم نادانی نہ کرو۔ یہیں آرام سے کھڑی رہو۔"

وہ حیرانی سے سوچنے لگی۔ "واقعی اب تک گولی چلنے کی آواز نہیں آئی، فرید کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میرے پیاگو کو شوٹ نہیں کیا جائے گا۔ اس کا مطلب

گارڈ کے آفیسر کو ایک لاکھ ڈالر کا لالچ دیا تاکہ وہ تمہیں زہر سے ہلاک کرنے تمہارے مرجانے سے اس جہاز میں سارا کو تلاش میں مکمل آسان ہو جاتا۔

مگر یہاں آکر پتہ چلا کہ ایک منصوبہ ناکام ہو گیا ہے، تم زندہ نظر آ رہے ہو بلانڈو تم کیسی تعریف کرے کہ آئے ہو کہ ہمیشہ دشمنوں کے وار اور پولیس کے حملوں سے بچ جاتے ہو، مجھے بتاؤ کہ زہر سے کیسے بچ گئے؟"

بلانڈو نے جواب نہیں دیا۔ اسے گھور کر دیکھتا رہا۔ پرنس مونڈی نے ہنستے ہوئے کہا۔

" کوئی بات نہیں میں بتا دیتا ہوں۔ ابھی مارتھا نے بتایا ہے کہ تمہاری بیٹی نے کسی بانکے چھبیلے جوان سے دوستی کی ہے۔ اس نے آفیسر کو مین وقت پر شراب میں زہر ملاتے پکڑ لیا تھا۔"

روما غصہ سے ہونٹ چبا رہی تھی میں نے کہا۔

" کیوں گلاب جیسے لبوں کو نقصان پہنچا رہی ہو، پرنس کی بجائے اس پر تمہیں غصہ نہیں آنا چاہئے۔"

پرنس کہہ رہا تھا۔

" بلانڈو تم زندہ رہو گے، چلو کوئی بات نہیں۔ اب ہمارے درمیان کاروباری معاہدہ ہو گا۔ معاہدہ کی رو سے تمہارے کاروبار کا نصف حصے دار اور تمہاری بیٹی کا پورا حصہ دار رہوں گا۔ اس سے پہلے تم ایک اعتراف نامہ لکھو گے کہ تم بلانڈو اور عقاب کی دہشت گردی کی زندگی گذارتے ہو۔ یہ بھی لکھو گے کہ تم برسوں کی کمائی ہوئی کالی دولت کہاں چھپا کر رکھتے ہو، غرضیکہ وہ تمہاری پوری ہسٹری شیٹ ہو گی۔

اور انکار کی صورت میں جانتے ہو کیا ہو گا؟ یہ جہاز تمہارے پورے کچے چٹھے کے ساتھ تمہارے جرائم کا مکمل ثبوت لئے ہانگ کانگ پورٹ پر لنگر انداز ہو گا۔ عقاب کو رنگے ہاتھوں گرفتار کرانے کے صلہ میں حکومت مجھے خطاب اور انعامات سے نوازے گی۔ اس پولیس آفیسر کی بھی ترقی ہو گی۔

تیسرا راستہ یہ ہے کہ تم اپنی ہسٹری شیٹ دینے سے انکار کرو تو تمہیں سمندر میں پھینک دیا جائے، جہاز میں قتل عام شروع ہو جائے، پھر میں سارا کو لے کر جہاز کے مال کے ساتھ اپنے علاقہ میں چلا جاؤں، ہر صورت میں میرا فائدہ ہے۔

یہ بھول جاؤ کہ اس سمندر میں تمہاری مدد کے لئے کوئی آ سکتا ہے۔ اس جہاز کی جتنی عورتیں تھیں، انہیں ایک کمرے میں اور جتنے مرد تھے انہیں دوسرے کمرے میں لاک کر دیا گیا ہے۔ آتشیں اسلحہ کے کیبن پر ہمارا قبضہ ہے۔ صرف ایک سارا قبضہ سے باہر ہے۔ اب وہ تمہاری ہی آواز سن کر آ سکتی ہے۔ اسے آواز دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ باپ اپنی بیٹیوں کو کس طرح بلاتے ہیں۔ کم آن۔ بے۔۔ اے۔ بی۔ ای ہی ہی ہی۔۔۔"

عقاب نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

• میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میری بیٹی اس سفر میں میرے ساتھ نہیں ہے۔"

• کیوں بڑھاپے میں جھوٹ بولتے ہو، مارتھا ڈارلنگ ذرا دھر آؤ۔۔۔"

مجھے پرنس کی سوچ بتا رہی تھی، میں دماغ کی اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ مارتھا فحریہ انداز میں چلتی اور مسکراتی ہوئی پرنس اور عقاب کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ عقاب

نے غصّہ سے کہا۔

"میں تمہیں بیٹی کی طرح چاہتا تھا۔ مگر یہاں تمہیں عزت کی زندگی راس نہیں آئی۔"

وہ ہنستی ہوئی سینہ تان کر بولی۔

"میں حسین ہوں، جوان ہوں۔ مجھے تمہارے جیسے باپ کی نہیں، پرنس جیسے جوان عاشق کی ضرورت ہے۔ میں اپنی ضروریات کے مطابق کام کر رہی ہوں۔"

پرنس نے دونوں بازو پھیلائے۔ پھر

دونوں انگریزی فلم کا جذباتی منظر پیش کرنے لگے۔ پھر پرنس نے کہا۔

"ڈارلنگ! بوڑھے عقاب کو بتاؤ کہ اس کی بیٹی اس جہاز میں موجود ہے۔"

مارتھا نے کہا۔ "بالکل موجود ہے۔ پہلے وہ سارا کے اصل روپ میں تھی پھر اس نے ایک اجنبی لڑکی کا بہروپ لیا۔ اس کے جسم پر نیوی بلیو کلر کا بلاؤز اور اسکرٹ موجود ہے۔"

میں اپنے سامنے اس لباس والی کو دیکھ رہا تھا۔ اب وہ میرے متعلق سنجیدگی سے سوچ رہی تھی کیونکہ میری بے گناہی ثابت ہو رہی تھی۔ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر زبان نہیں کھل رہی تھی۔ میں سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ کس طرح پرنس مورڈی کا دماغ ٹھکانے لگایا جائے۔

موجودہ حالات میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا لازمی تھا اس کے بغیر دشمنوں سے نجات ممکن نہیں تھی۔ میری داستان پڑھنے والے سمجھتے ہیں کہ جہاں کہیں مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹے گا وہاں فرہاد ٹیلی پیتھی کے آرن کھٹولے پر بیٹھ کر ان مصائب سے بچ نکلے گا۔ لیکن بچ نکلنا بڑی بات نہیں ہوتی۔ فلم کے ہیرو بھی تنہا ایک فوج کو واپٹ کر بچ نکلتے ہیں۔ میں اپنی آپ بیتی میں یہ بیان کر تا آیا ہوں کہ کسی الجھن سے نکلنے کے بعد میں اور زیادہ الجھتا چلا گیا ہوں۔ اور اس الجھاؤ کی وجہ ٹیلی پیتھی ہے۔

ٹیلی پیتھی میرے لئے باعث رحمت بھی رہی اور باعث زحمت بھی اور یہ باعث رحمت اس طرح کہ میں جرائم پیشہ افراد سے دور رہنا چاہتا ہوں مگر دنیا کی وہ جرائم تنظیمیں مجھے جرائم کی طرف لانے کے لئے ہڑی چوٹی کا زور لگا چکی ہیں۔ اگر یہ ٹیلی پیتھی نہ ہوتی تو مجھے کوئی نہ پوچھتا، میں کم از کم جرموں سے دور رہتا۔ مجھے یوں فرہاد کے اصل روپ کو چھپانے کی ضرورت نہ پڑتی۔

میں زندگی میں بالکل ہی آسودگی اور سکون نہیں چاہتا تھوڑے بہت ہنگامے نہ ہوں تو زندگی بے مزہ لگتی ہے۔ لیکن ایسے ہنگامے نہ ہوں کہ دشمنوں کے ساتھ دوست اور گناہگاروں کے ساتھ بے گناہ بھی پس کر رہ جائیں۔ بہت حصہ تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ رفتہ رفتہ یہ بات سمجھ میں آئی کہ جہاں تک ممکن ہو میں فرہاد علی تیمور کی شخصیت کو چھپائے رکھوں اور کسی کے سامنے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہ کروں اس طرح لوگ مجھے غیر معمولی انسان نہیں سمجھیں گے مجھ سے زیادہ دلچسپی نہیں لیں گے میری مصروفیات کم ہوں گی تو پریشانیاں بھی کم ہوں گی۔

اتنی بڑی دنیا میں صرف ایک سونیا میری اصلیت کو جانتی تھی۔ اس کے قبضہ اور کوئی نہ جان سکے گا۔ یہ میرا تصور تھا۔ روما سے جاتے وقت حسن اور تمام اہل خانہ کے ساتھ مجھے اس قدر اپنائیت آئی تھی، اسے بیٹی ٹیلی پیتھی کے متعلق میں... کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔ اب ارادہ یہ تھا کہ جو کچھ کرنا ہے وہ چپ چاپ کر گذروں۔

اس وقت پرنس پھر براؤنڈو سے کہہ رہا تھا۔

"دیر نہ کرو، اپنی بیٹی سے کہو، وہ اپنے یار کے ساتھ یہاں چلی آئے۔"

مارتھا نے کہا۔ "پرنس اس کے یار کا نام فرید ہے۔ وہ اپنے ساتھ ایک بہت ہی حسین چینی دوشیزہ کو کہیں سے لایا ہے۔"

"اچھا۔ یہ فرید تو بڑا ہی رنگیلا ہے، وہ چینی دوشیزہ کہاں ہے، اسے دوسری عورتوں کے ساتھ بند کر دیا گیا ہے۔"

"اوہو، یہ حسن و شباب کی ناقدری ہے، اسے یہاں لے آؤ۔"

مارتھا سے یون کو لانے چلی گئی۔ پرنس مورڈی نے بلند آواز سے کہا

"سارا کے ساتھ اگر فرید میری آواز سن رہا ہو تو یہاں کیبرے کا تماشہ دیکھنے آجائے۔ میں اس حسین چینی دوشیزہ کا لباس سب کے سامنے اتارنے والا ہوں۔"

میرا دماغ ایک دم سے گرم ہو گیا۔ براؤنڈو نے غصّہ سے کہا۔

"پرنس وہ لڑکی بہت ہی کمسن اور معصوم ہے اس کے لئے ایسے ناپاک خیال دماغ سے نکال دو۔"

"اچھا، بہت معصوم ہے؟ اس نے طنزیہ انداز میں پوچھا

"ہاں آئی معصوم کہ شیطان کو بھی اس پر پیار آجائے۔"

"ہا ہا۔ میں بھی شیطان ہی ہوں کہ پیار کروں گا۔"

روما نے غصّہ سے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔

"میں اب یہاں نہیں ٹھہر سکتی، اگر اس نے یون کو ہاتھ بھی لگایا میں مرنے سے پہلے اس شیطان کو مار ڈالوں گی۔"

"نہیں روما جذباتی نہ بنو۔ وہ لوگ مسلح ہیں۔ پہلی ہی فرصت میں کرائیں دیں گے ہمیں باہر نہیں جانا چاہیے۔"

وہ دانت پیس کر مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

"بزدل انسان! آزمائش کی ان گھڑیوں میں تمہاری اصلیت کھل رہی ہے، تم کیسے مرد ہو، پہلے اسے عزت آبرو سے گھر بھیجنا چاہتے تھے۔ اب دشمن کے سائے میں وہ بے عزت ہونے والی ہے تو تم دم دبا کر یہاں بیٹھے ہو۔"

"روما! اپنی جان کے پیاری نہیں ہوتی۔ جب حالات یہ بتا رہے ہیں کہ ہم اس کی عزت نہیں بچا سکتے تو پھر وہاں جا کر اپنی جان دینا حماقت ہے۔"

وہ مجھے نفرت سے دیکھ کر دروازے کی طرف مڑ گئی۔ اور تالے کے گھومتے ہوئے نمبر کو یاد کرنے لگی۔ وہ نمبر اس کے دماغ میں اس طرح گڈمڈ ہو گئے تھے کہ حافظہ سے بالکل ہی مٹ گئے تھے مگر وہ باہر جانے کے لئے بے تاب تھی۔ بار بار وہ نمبر ملا کر تالا کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔

میں نے چھڑی کرے یون کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جہاز کے نچلے حصّے میں تھی اور اب مارتھا کے ساتھ عرشہ پر آنے کے لئے زینے طے کر رہی تھی۔ اس کی بے چینی بجا تھی کہ وہ دوسری عورتوں کا ساتھ چھوڑ کر نہیں آنا چاہتی تھی۔ لیکن جب مارتھا نے اسے بتایا ہے تو وہ چلی آئی۔ میں اس کی دیوانگی کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ پیار ملا اور اس کر جنس میں بھی خوشی سے چلی جاتی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"پتہ نہیں یہ دشمن میرے فرید کے ساتھ کیسا سلوک کر رہے ہوں گے مگر نہیں یہ انسان کے روپ میں آنے والے شیطان میرے دیوتا کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

اس کی سوچ نے کہا۔

"ہاں جب تک وہ موجود ہے کوئی مجھے بھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

وہ مارتھا کے ساتھ پرنس کے سامنے پہنچ گئی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "مسٹر فرید کہاں ہیں؟"

پرنس مورڈی اس کے حسن و شباب کو ترحمی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔ "بے وقوف لڑکی! آگے نہ آؤ۔ پیچھے ہٹ کر بولو خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ میں اپنے دیوتا کی امانت ہوں۔"

"ہا ہا ہا!" اس نے قہقہہ لگا کر پوچھا۔ "کیا تم فرید کو دیوتا کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ مجھ سے دور رہو، ورنہ میں تمہیں...."

یہ کہتے کہتے وہ رکنا چاہتی تھی میں نے اس کی سوچ کے ذریعہ بات مکمل کر دی۔ "عبرتناک سزا دوں گی۔"

"اچھا تو لو سزا دو...."

اس نے یون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس کے ساتھ اس کے دماغ کا ایک جھٹکا پہنچا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ریلنگ سے ٹکرایا۔ پھر فرش پر گر پڑا۔ مارتھا دوڑتی ہوئی اس کے پاس گئی پھر اسے سنبھالتی ہوئی بولی۔

"پرنس! یہ اچانک تمہیں کیا ہو گیا؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر اپنی بدحواسی کی وجہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پولیس آفیسر نے اپنی اسٹین گن کا رُخ مے یون کی طرف کرتے ہوئے پوچھا۔

"لے لڑکی! تم نے پرنس کے ساتھ... کیا کیا ہے، یہ کیا تمہارے ہاتھ میں کچھ ہے؟ اپنی مٹھی کھولو۔"

مے یون نے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر مٹھی کھولی۔ پھر میری سوچ کے مطابق اس نے زبان سے حکم دیا۔

"آفیسر! اباؤٹ ٹرن اینڈ فائر...."

اس کے ساتھ ہی میں نے آفیسر کی سوچ میں کہا۔

"پیچھے دشمن آ گئے۔ میں گھوم کر فائر...."

اس نے تیزی سے گھوم کر فائرنگ کی۔ دوسری طرف چند قدم کے فاصلہ پر چار سپاہی تھے۔ تین سپاہی زینے کی طرف کھڑے ہوئے تھے۔ ٹڑ ٹڑ ٹڑ کی آواز کے ساتھ یہاں سے وہاں تک لہراتی ہوئی چنگاریوں کی چیخیں گونجتی چلی گئیں۔ پرنس اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر چیخ کر بولا۔

"آفیسر! یہ تم نے اپنے آدمیوں پر گولیاں کیوں چلائیں۔"

آفیسر کے ہاتھوں میں اسٹین گن کانپ رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس نے کس جنون کے تحت اپنے آدمیوں کو مار ڈالا۔ زینے پر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ آنے والے سپاہی ہو سکتے تھے کیونکہ جہاز کے تمام لوگ قید میں تھے۔ قدموں کی آوازیں زینے کے اوپر آئیں تو میں نے پھر آفیسر کی کھوپڑی گھما دی۔ پھر اسٹین گن کا ایک برسٹ کھلا زینے کے اوپر پانچ سپاہی آ چکے تھے۔ ان میں سے چار گولیوں کی زد میں آئے۔ ایک بچا مگر گھبراہٹ میں الٹ کر زینے سے نیچے لڑھکتا چلا گیا۔

پرنس نے یہ سوچ کر ریوالور نکال لیا کہ آفیسر کا دماغ چل گیا ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اگر میں نے فائر نہ کیا تو یہ پاگل کا بچہ مجھے بھی اسٹین گن سے بھون کر رکھ دے گا۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی پرنس نے اسے گولی مار دی۔ آفیسر گولی کھا کر اچھلا۔ ہاتھ سے اسٹین گن چھوٹ کر ریلنگ سے ٹکرائی۔ پھر ہوئی سمندر میں چلی گئی۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد خاموشی چھا گئی۔ ادھر پرنس حیران اور پریشان تھا کہ اپنے ہی لوگ اپنوں ہی کے ہاتھوں کیسے مر گئے۔ ادھر روما نے حیرانی سے کہا۔

"باہر کیا ہو رہا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "تعجب ہے۔ تمہیں گولیوں کی آواز سمجھ میں نہیں آ رہی ہے؟"

"تم چپ رہو۔ مجھے تمہاری آواز زہر لگ رہی ہے۔"

میں چپ ہو کر سوچ یون کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ہکا بکا کھڑی تھی۔ وہ تماشہ خود اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اسے اتنا معلوم تھا کہ اس نے پرنس کو سزا دینے کی بات کی تو اسے سزا مل گئی۔ اس آفیسر کو "اباؤٹ ٹرن اینڈ فائر" کہا تو اس نے گھوم کر اپنے گیارہ سپاہیوں کا صفایا کر دیا اور خود پرنس کے ہاتھوں مارا گیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"کیا میرے اندر اتنی شکتی ہے کہ جو میں نے کہا وہی ہو گیا؟"

اس کی سوچ نے کہا۔

"ہاں، عظیم بدھا نے کہا ہے کہ سچائی سب سے بڑی شکتی ہے۔ دشمن مجھے نقصان پہنچانے سے پہلے اس لیے مر گئے کہ دیوتا سے میرا پیار سچا ہے۔"

ہائے ری دیوانگی! اسے سوتے جاگتے دیوتا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ میں نے اسے دیوانگی سے باز رکھنے کے لیے جتنی نصیحتیں کی تھیں وہ سب پانی ہو گئی تھیں۔

اس وقت پرنس سوچ رہا تھا۔ "ہمارے کتنے آدمی رہ گئے ہیں کل پندرہ سپاہی اور ایک آفیسر تھا۔ وہ آفیسر گیارہ سپاہیوں کے ساتھ ختم ہوگیا۔ جہاز کے پچھلے حصہ میں صرف چار سپاہی ہیں۔"

برانڈو ریلنگ سے بندھا ہوا کھڑا تھا اور بڑی خاموشی سے مے یون کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

"کیا یہ بڑی پُراسرار قوتوں کی مالک ہے یا میں جادو یا روحانیت کو نہیں مانتا۔ مگر یہ سب کیا ہے یہ لڑکی تو میرے لیے جیسے آسمان سے اتر کر مجھے نئی زندگی دینے آئی ہے۔ مگر اب یہ چپ کیوں کھڑی ہے یہ شاید کوئی عمل پڑھ رہی ہے۔"

میں نے پرنس کی خبر لی۔ وہ مار تھا سے سرگوشی میں کہہ رہا تھا۔ "ہم موجودہ سچویشن سے حیران اور پریشان ہوتے رہیں گے تو چھپی ہوئی سارا اس سچویشن سے فائدہ اٹھانے کے لیے پہنچ جائے گی۔ تم مُردہ سپاہیوں میں سے کسی کی آسٹین گن لے کر نیچے جاؤ اور باقی چاروں سپاہیوں پر اچانک فائرنگ کرو۔ وہ یہاں سے زندہ جائیں گے تو ہم قانون کی لپیٹ میں آجائیں گے تم جاؤ، میں ابھی آرہا ہوں۔"

مار تھا ایک آسٹین گن اٹھا کر زینے کی طرف گئی۔ پرنس نے مے یون کو گھور کر کہا۔

"جب میں تمہاری طرف بڑھ رہا تھا تو مجھے اندر سے ایک جھٹکا پہنچا تھا۔ کیا تم کوئی عمل پڑھتی ہو؟"

مے یون نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں، محبت ایک عمل ہے۔ یہ عمل مجھ جیسی پجارن کے دل سے دیوتا کے قدموں کی بلندی تک پڑھا جاتا ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔ میں ابھی تمہیں شوٹ کردوں گا مگر تم سے پہلے میں سمندری عقاب کی موت کا تماشہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے مے یون کی زبان سے کہلوایا۔

"پرنس! ریوالور پھینک دو ورنہ وہ خود ہی تمہارے ہاتھ سے گر جائے گا۔"

اس کے بعد فوراً ہی میں نے پرنس کے دماغ میں چھلانگ لگا کر کہا۔

"میں دائیں ہاتھ کو جھٹکا دے رہا ہوں۔۔۔"

بے اختیار دائیں ہاتھ کو جھٹکا لگا۔ ریوالور اس کی گرفت سے نکل کر مے یون کے قدموں کے پاس آگرا۔ عقاب نے چیخ کر کہا۔

"مے یون! ریوالور اٹھالو۔"

بے چاری مے یون مارنے مرنے والی چیزوں سے ڈرتی تھی۔ وہ اٹھانے کے بجائے پیچھے ہٹ گئی۔ پرنس نے ریوالور کی طرف چھلانگ لگا دی۔ فرش پر مے یون کے قدموں کے پاس پہنچا۔ پھر ریوالور کو اٹھانا چاہا مگر وہ اس کے ہاتھ نہیں آیا کیونکہ وہ ریوالور سے ایک انچ اُدھر ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ کوشش کی تو اس کا ہاتھ میں نے ایک انچ اِدھر کردیا۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر، وہ جھنجھلا کر بار بار ریوالور کی طرف ہاتھ مار رہا تھا مگر صحیح نشانہ یا کسی چیز کی صحیح جگہ کون سی ہے، یہ تو میں ہی بتا تا ہے اور اس کا دماغ اس کے ہاتھ کو بار بار غلط جگہ پہنچا رہا تھا۔

عقاب

دل کھول کر قہقہے لگا رہا تھا۔

"ہا ہا ہا ہا۔ کمال ہوگیا۔ ابے او پرنس کے بچے! ریوالور اٹھا رہا ہے یا مکھیاں مار رہا ہے؟"

مجھے رومانہ کی آواز سنائی دی۔

"پپا ہنس رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے وہ پرنس پر غالب آگئے ہیں۔"

میں نے رومانہ کو جواب نہیں دیا کیونکہ مجھے پرنس کی طرف متوجہ رہنا تھا۔ وہ عقاب کا قہقہہ سُن کر اسے مارنے کے لیے دوڑا، لیکن قریب پہنچنے سے پہلے ہی میں نے دماغ کی اسٹیئرنگ کو مے یون کی طرف گھمایا۔ وہ پلٹ کر مے یون کی طرف آیا۔ پھر وہاں سے بھی اسٹیئرنگ گھوم گئی۔ اب وہ کبھی عقاب کی جانب اور کبھی مے یون کی جانب دوڑتا جارہا تھا اور چیختا جارہا تھا۔ میں نے اسے عقاب کے قدموں میں گرا دیا۔ اس کے بعد مے یون کی زبان میری سوچ کے مطابق بولنے لگی۔

"پرنس! خیریت چاہتے ہو تو فوراً مسٹر برانڈو کو آزاد کردو۔"

میرے پاس کھڑی ہوئی رومانہ نے شدید حیرانی سے کہا۔

"پپا ابھی تک قیدی بنے ہوئے ہیں۔ مے یون کی باتوں سے پتہ چل رہا ہے کہ وہ پرنس سے مقابلہ کررہی ہے۔"

میں نے پھر اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ دماغ کی اسکرین پر پرنس بانیتا کا پیتا ہوا برانڈو کی رسّیاں کھول رہا تھا۔ مجھے اچانک خیال آیا کہ مار تھا کہاں رہ گئی ہے۔ اسی وقت لوہے کی لانچ کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ پھر وہاں سے ایک سپاہی نے چیخ کر کہا۔

"پرنس توڈی! میں نے زینے کے پاس چھپ کر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ تم نے ہمارے آفیسر کو گولی ماری تھی۔ چاروں سپاہی تمہاری مار تھا کو۔۔۔۔ یہاں لے آئے ہیں۔ تم سے اور عقاب سے ہانگ کانگ میں نمٹ لیں گے۔"

پرنس ایک دم سے بوکھلا گیا۔ جہاں وہ حملہ آور اور فاتح

بن کر آیا تھا۔ اب اس جہاز میں تنہا رہ گیا تھا۔ برانڈو نے آزاد ہوکر فرش پر سے ریوالور کو اٹھایا۔ پھر مارے خوشی کے بے قابو ہوکر مے یون کو بازوؤں میں اٹھا کر چومتے ہوئے اور گلے لگاتے ہوئے بولا۔

"میری بچی! تم نے وہ کارنامہ دکھایا ہے کہ عقل دنگ رہ گئی ہے۔ بیٹی! میں ابھی آتا ہوں۔ وہ لانچ والے ہاتھ سے نکل جائیں گے تو ہانگ کانگ میں ہم پھر پکڑے جائیں گے۔"

مے یون نے میری سوچ کے مطابق کہا۔

"مسٹر برانڈو! میں جو کہتی ہوں آپ وہی کریں۔ اپنے ایکپر کو حکم دیں کہ فوراً ہی جہاز کو لانچ سے دور لے جائے۔"

"مگر بیٹی!"

"آپ بحث نہ کریں۔ آپ کو نقصان نہیں پہنچے گا پلیز ایکپر سے وہی کہیں جو میں کہہ رہی ہوں۔"

برانڈو نے پرنس کی گردن پیچھے سے پکڑی۔ پھر اسے دھکے دیتا ہوا وہاں سے جہاز کے پچھلے حصے کی طرف جانے لگا جب مے یون وہاں اکیلی رہ گئی تو زیر لب بڑبڑانے لگی۔

"دیوتا میرے دیوتا! یہ سب کیا تھا؟ یہ کیا میرے پیار کی سچائی کا ثبوت نہیں ہے کہ میں تیری امانت بن گئی تو مجھے ہاتھ لگانے والے دشمن آپ ہی آپ تباہ ہوگئے۔ آسمان سے جو باتیں میرے دماغ میں آتی تھیں وہی یہاں ہوتا رہا۔"

اس ننھی معصوم پجارن کو وہاں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس لیے میں اسے چھوڑ کر خفیہ پناہ گاہ میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ رومانہ پھر ایک بار تلے کے منہ کو ادھر ادھر سے ملا کر اسے کھولنے کی کوشش کررہی تھی۔ میں نے کہا۔

"ہم نے باہر کی جو آوازیں سنی ہیں۔ ان سے یہی پتہ چلتا ہے کہ مے یون نے تنہا دشمنوں کا مقابلہ کیا ہے۔"

"ہاں پپا آزاد ہوگئے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ وہ کمزور اور نازک سی لڑکی۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر مجھے گھور کر بولی۔

"اے تم مجھ سے باتیں نہ کرو۔ خود غرض۔ بزدل۔۔۔"

"اگر میں بزدل ہوں تو تم نے وہاں جاکر دلیری کیوں نہیں دکھائی؟"

"کیا تم اندھے ہو۔ دیکھتے نہیں کہ تالا نہیں کھل رہا ہے۔ میں باہر کیسے جاتی؟"

"یہی تو میں تمہیں کہنا چاہتا ہوں کہ اس تالے کی وجہ سے تم باہر جاکر دشمنوں سے دو دو ہاتھ نہ کرسکا۔"

"تم جھوٹے اور مکار بھی ہو۔ پہلے تو کہہ رہے تھے کہ دشمنوں کے پاس ہتھیار ہیں۔ ہمیں مرنے کے لیے باہر نہیں جانا چاہیئے۔ تمہیں شرم نہیں آتی؟"

"تم خواہ مخواہ مجھ سے بدظن ہوگئی ہو۔ کیا تم وہ حسین اور رنگین لمحات بھول گئیں جب تم ....."

"یو شٹ اپ۔ وہ میری بھول تھی۔ میں حیران ہوں کہ تم سے متاثر کیسے ہوگئی تھی۔ یاد رکھو میں صرف رومانہ نہیں سارا بھی ہوں۔ میرا محبوب میرا مرد وہی ہوگا جو میری طرح موت سے آنکھیں ملانے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ تم اب کبھی میرے قریب آنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"وہ تو کوشش کیے بغیر ہی میں تمہارے قریب یہاں بند ہوگیا ہوں۔ اگر تالا کبھی نہ کھل سکا تو شاید ہمیں ساری زندگی یہیں رہنا پڑے۔"

ایسا کہتے وقت میں سمجھ رہا تھا کہ اس کا ہاتھ چلے گا، اور ہاتھ چلا مگر بائیں طرف کی دیوار سے ایسا ٹکرایا کہ اس کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ وہ چوٹ کی پرواہ کرنے والی لڑکی نہیں تھی مگر اس نے دوسری بار حملہ نہیں کیا۔ وہ بولی۔

"بس تمہاری یہی ایک خوبی ہے کہ بہت پھرتیلے ہو۔ اتنی سی جگہ پر بھی جملوں سے بچ جاتے ہو۔"

"چلو تم نے ایک خوبی تو پسند کی۔"

"دیکھو میں سنجیدگی سے سمجھا رہی ہوں۔ مجھ سے چھیڑ چھاڑ نہ کرو۔"

"ایسی بات ہے تو میں بھی سنجیدہ ہوجاتا ہوں۔ میں کسی دوسری لڑکی سے عشق کروں گا۔"

وہ مجھے ناگواری سے دیکھتی ہوئی پھر تلے کی طرف متوجہ ہوگئی۔ برانڈو نے مردوں اور عورتوں کو بندکوں سے نکال دیا تھا۔ اور اسکیپر کو حکم دے رہا تھا کہ جہاز کو فوراً ہی لانچ سے دور لے جائے۔ پھر وہ تمام لوگوں کو بتانے لگا کہ مے یون نے اپنی روحانی قوت سے دشمنوں کو زیر کیا ہے۔ بوڑھا عقاب خوشی سے اچھل رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس معجزانہ انداز میں بچ جانے کا شکر یہ کس طرح مے یون کے سامنے ادا کرے۔ کس طرح اس لڑکی کو اٹھا کر آسمان پر بٹھادے۔

وہ پھر دوڑتا ہوا مے یون کے پاس آنے لگا۔ اس کا پاگل پن کی حد تک خوش ہونا ایک فطری امر تھا۔ ایسے وقت جبکہ دشمن غالب آچکے تھے۔ جہاز پر ان کا قبضہ ہوچکا تھا۔ اسے رسّیوں سے باندھ کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ نہ جہاز میں بچانے والا کوئی تھا نہ سمندر سے کوئی مدد کے لیے آسکتا تھا۔ اس کی زندگی، اس کی دولت اور اس کی برسوں کی بنائی ہوئی عزت سب کچھ پل بھر میں نابود ہوجانے والا تھا۔ ایسے وقت مے یون اس کے لیے ایسی ہستی بن کر آئی تھی۔ ایسی ہستی جسے وہ کوئی نام نہیں دے

سکتا تھا۔

اس نے قریب آکر مے یون کے دونوں ہاتھوں کو تھام لیا۔ پھر انہیں چوم کر اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر بولا۔

"اے آسمانی ہستی! سمندر کے سینے پر اڑنے والا عقاب زندگی میں پہلی بار گھٹنے ٹیک رہا ہے۔ مانگ کیا مانگتی ہے۔ میں اپنی زندگی، اپنی عزت، اپنی تمام دولت اور یہ جہاز تیرے نام کرتا ہوں۔ سمندر سے خشکی تک میرے جتنے نمک خوار ہیں، وہ سب تیرے خدمت گار بن کر رہیں گے۔ اگر یہ بھی کم ہے تو بول تجھے کیا چاہیئے؟"

"ویونا..." وہ آہستگی سے بولی۔

اس کی زندگی کی پہلی خواہش سے لے کر آخری خواہش تک صرف ویونا کا نام تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"میں ویونا کے نام پر اس لانچ کو تباہ کردوں گی؟"

یہ بات اس کی زبان سے ادا ہوئی۔ برانڈو نے خوشی سے اچھل کر چیختے ہوئے کہا۔

"سنو تم سب لوگ سنو۔ جنہیں اس بات کا یقین نہیں ہے کہ مے یون نے دشمنوں کو تباہ کیا ہے۔ اب وہ اپنے سامنے اس لانچ کی تباہی دیکھیں۔ میری بیٹی، مے یون میری بیٹی، ابھی اسے تباہ کردے گی۔"

عقاب نے کبھی خوش ہو کر مجھے بیٹا بنایا تھا۔ پھر مجھ سے جو دشمنی کی، وہ تو سامنے ہے۔ اب وہ مے یون کو بیٹی کہہ رہا تھا یہ جو انسان ہے۔ یہ اپنے مفادات کے مطابق گرگٹ سے بھی زیادہ رنگ بدلتا ہے۔ مے یون میری سوچ کے مطابق ریلنگ کے پاس جا کر کھڑی ہوگئی۔ جہاز کے تمام لوگ بھی ریلنگ کے پاس دور تک پھیل گئے تھے۔ سب کی نظریں لانچ پر تھیں اور وہ سب مے یون کی بدلی ہوئی شخصیت پر دبی زبان سے شاید تبصرے کر رہے تھے۔

میں نے روما نہ کی سوچ میں کہا۔

"ٹو۔ ون۔ زیرو..... ہاں مجھے یاد آگیا۔ میں نے جو نمبر سیٹ کیا تھا۔ وہ ٹو۔ ون۔ زیرو۔ ون ہے۔"

اس نے جھک کر نمبر ملایا۔ دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔ وہ تیزی سے باہر نکلتی چلی گئی۔ اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا تک نہیں۔ میں آئرن سیف سے باہر آیا۔ وہ کمرے سے بھی جا چکی تھی۔ میں نے ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ کر اس سپاہی کی سوچ کو گرفت میں لیا۔ جس نے آخری بار پرنس کو چیلنج کیا تھا کہ وہ لوگ مارتھا کو لے جا رہے ہیں اور اس سے بات کا تانگ میں نمٹ لیں گے.....

وہ سپاہی لانچ کے انجن روم کے پاس کھڑا دور ہوتے والے ہمارے جہاز کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

"پرنس نے ہمیں جس طرح دھوکا دیا ہے اور ہمارے آدمیوں کو مارا ہے اسی طرح میں بھی انتقام لوں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"پرنس اور عقاب تو ابھی بہت دور ہیں پہلے ان کو تڑپا تڑپا کر مارا جائے۔ اسے کشتی پر بٹھا کر سمندر میں چھوڑ دیا جائے۔ پھر ہم لانچ پر سے اس پر فائرنگ کریں گے۔ اس پر ہینڈ گرینیڈ پھینکیں گے۔ یہ ایک دلچسپ تماشہ بھی ہوگا اور آدھا انتقام بھی ہوگا۔"

جن لوگوں کے اندر انتقام کی آگ بھڑکتی رہتی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ ایسی تدبیریں سوچ کر کتنی خوشی ہوتی ہے۔ اس سپاہی نے فوراً ہی عرشہ کی طرف سر اٹھا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ مارتھا کو نیچے لے آئیں۔ اسے ایک کشتی پر بٹھا کر تماشہ کیا جائے گا۔

یہ کہہ کر وہ اس کیبن کی طرف گیا جہاں سپاہیوں کی گنیں کارتوس اور دستی بم وغیرہ رکھے جاتے تھے۔ میں نے چند لمحوں کے لیے اسے چھوڑ کر مے یون کے دماغ میں کہا۔

"وہ لانچ ضرور تباہ ہوگی۔ میں اسے گھورتا رہوں گی۔ وہ گھور کر بہت دور تک اس لانچ کو دیکھنے لگی جو برقی لائٹ کی روشنی سے پرے جا رہا تھا۔ روما نہ وہاں پہنچ گئی تھی، اس نے باپ سے پوچھا۔

"پپا! کیا یہ درست ہے کہ مے یون نے تنہا....."

برانڈو نے بیٹی کے منہ پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی میں کہا۔

"ابھی خاموش رہو۔ دیکھو وہ لانچ کو گھور رہی ہے۔ شاید کچھ پڑھ رہی ہے۔"

میں لانچ میں سپاہی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک آہنی کرسی کے کاندھے سے لٹکا کر دونوں جیبوں میں ہینڈ گرینیڈ ٹھونس رہا تھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اسے اباؤٹ ٹرن کر دیا۔ اس کے دماغ کی ایزی چیئر پر بیٹھ کر اس طرف جانے لگا جہاں ڈیزل اور موبل آئل اسٹور کیا جاتا تھا۔

یوں کہنا چاہیئے کہ وہ جو اسٹور کی طرف جا رہا تھا تو وہ وہ نہیں تھا، میں تھا کیونکہ کھوپڑی میں جس کا دماغ ہوتا ہے، بالکل جسم پر اس کی حکومت ہوتی ہے۔ اب میں یہ کہوں گا کہ میں اسٹور روم کے پاس پہنچ کر گرینیڈ کو دروازہ کھولنے کے لیے اس بے چارے نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے جیب سے ایک ہینڈ گرینیڈ نکال کر پوچھا۔

"جانتے ہو یہ کیا ہے؟"

اسکیپر نے کہا۔ "یہ چیز ہمی اسٹور کی طرف نہیں لانی چاہیئے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں گرینیڈ کی 'کی' دانتوں سے پکڑ کر اس طرح نکال دی جائے تو....."

میں نے دانتوں سے 'کی' کو کھینچا۔ گرینیڈ چیخ کر رکنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں نے گرینیڈ کو اسٹور کے اندر پھینک دیا۔

پھر وہ جو سپاہی تھا۔ ہاں سپاہی ہی تھا۔ میں نہیں تھا۔ یہ کہا اس کے دماغ سے نکل کر میں اپنی ذات کی طرف واپس آگیا تھا۔ اب ادھر بہت دور دھماکے سنائی دے رہے تھے۔ ادھر جہاز میں مرد عورتیں خوشی سے چیخ رہے تھے میں جیب سے ایک سگریٹ نکال کر سلگانے لگا۔

بس مجھے یہی ایک سگریٹ کا لٹکا ہے۔ بارود اور آگ کے دھوئیں سے نکل کر سگریٹ کے دھوئیں سے کھیلتے ہوئے ذرا سکون ملتا ہے۔ نہ کوئی ہنگامہ، نہ کوئی مصروفیت، نہ کسی سے کچھ لینا، نہ کسی کو کچھ دینا۔ میں نے جہاز والوں کو کچھ نہیں دیا۔ وہ لوگ خوشی سے پاگل ہو کر اگر ناچ رہے ہیں تو انہیں کسی اور نے کچھ دیا ہے ——— میں نے کچھ نہیں دیا اور نہ ہی آئندہ براہِ راست کسی سے کوئی لین دین رکھوں گا۔ آج سے میں ایک معمولی انسان ہوں۔ جیسے روما نہ بھی ٹھکرا کر جا چکی ہے۔

یہ ہم سب کے لیے افسوس کا مقام ہے کہ اگر ہم سیدھے سادے سے انسان ہیں۔ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے اور نقصان پہنچانے والوں سے بچ کر زندگی گزارتے ہیں تو ہمیں احمق، بزدل اور دو کوڑی کا آدمی سمجھا جائے گا۔ دولت ہم جیسوں کے پاس کبھی نہیں آئے گی۔ رشتے داروں کے محدود حلقہ میں ہماری تھوڑی سی عزت ہوگی۔ دنیا کے بازار میں ہمیں کوئی نہیں پوچھے گا۔ اور حسین عورتیں ایک ذرا سی مسکراہٹ کی بھیک دیئے بغیر گزر جائیں گی۔

میں نے آدھا سگریٹ ایش ٹرے میں بجھایا۔ پھر کیبن سے باہر آگیا۔ عرشہ پر آرکسٹرا چاچا چی کی دھن بجا رہا تھا۔ تمام مرد عورتیں اسی دھن پر رقص کر رہے تھے۔ دل کھول کر قہقہے لگا رہے تھے اور شراب کے جام پر جام لنڈھائے جا رہے تھے۔ عقاب کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ مے یون کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر ادھر سے ادھر رقص کرتا ہوا جا رہا تھا۔

روما نہ ریلنگ سے لگی کھڑی تھی۔ اس کا باپ مے یون کو بار بار دھوئیں میں جھولتا ہوا یہاں سے وہاں تک جاتا تو اس کی نظریں بھی یہاں سے وہاں تک چلی جاتیں کیونکہ وہ مے یون کو گھور گھور کر دیکھ رہی تھی۔ وہ مے یون سے نفرت نہیں کر رہی تھی بلکہ گہری سنجیدگی سے سوچ رہی تھی۔

"یہ لڑکی آخر ہے کیا؟ یہ اسے دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ یہ اندر سے خطرناک حد تک پُراسرار ہے۔ یہ تو اب بھی پہلے کی طرح معصوم نظر آرہی ہے۔ میں اسے اپنی بہن بنا کر اپنے پاس رکھوں گی۔"

مے یون کے لیے روما نہ کے خیالات نیک تھے۔ یہ تو میں پہلے سے جانتا تھا کہ روما نہ جتنی حسین ہے اس کا دل بھی اتنا ہی خوبصورت ہے۔ وہ تو صرف مجھ سے بدظن ہوگئی تھی۔ اس کا مزاج ہی ایسا تھا کہ وہ کسی بزدل سے محبت نہیں کر سکتی تھی۔ میں آپ ہی آپ مسکرانے لگا۔ اسی وقت اس کی نظر مجھ پر پڑی۔ اس کا موڈ اچانک ہی بدل گیا۔ وہ مجھے غصہ سے دیکھنے لگی۔

اتنے میں مے یون کی آواز سنائی دی۔ "فریدہ!"

اس نے مجھے دیکھ لیا تھا اور اب برانڈو کو چھوڑ کر میرے پاس آرہی تھی۔ میں نے دونوں بازو پھیلا دیئے۔ وہ میرے سامنے آکر ٹھٹھک گئی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ میں اسے بانہوں میں بلاؤں گا۔ دوسرے ہی لمحہ وہ اچھل کر میرے گلے کا ہار بن گئی۔ اچھلنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ وہ قد میں گڑیا جیسی ہی تھی۔

وہ گڑیا تھی۔ حسن و شباب کی گڑیا تھی۔ میں نے تو دوسروں کے سامنے اسے داد دینے کی غرض سے بازو پھیلائے تھے کہ وہ آئے گی تو میں اس کا سر سینے سے لگا کر اس کی پیشانی کو چوم لوں گا لیکن جب وہ اچانک سارا بوجھ میرے اوپر ڈال کر گلے لگی تو یہ بات سمجھ میں آگئی کہ اسے بار بار معصوم کہنا حماقت ہے۔ میری نصیحتوں نے جس پر اثر نہیں کیا۔ میری خیال خوانی نے کئی بار جیسے مثبت انداز میں سوچنے پر مجبور کیا اور وہ پھر پلٹ کر بدیوں کی کہکشاں سجاتی میرے پاس آئی تو پھر میں آسمان سے اتر کر آنے والا فرشتہ بن کر نہیں رہ سکتا تھا۔

میں نے روما نہ کو کن انکھیوں سے دیکھا تو اس نے منہ پھیر لیا۔ اس لمحہ مے یون کی محبت اور مستقل مزاجی نے سمجھایا کہ پیار کسے کہتے ہیں۔ محبت صرف ایک حسین عورت سے نہیں ہوتی اور محبت صرف ایک دلیر آدمی سے نہیں ہوتی۔ اگر میں بزدل ہوں تب بھی مے یون کے پیار میں فرق نہیں آئے گا۔ اس نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میں اسے دشمنوں سے بچانے کیوں نہیں آیا۔ میں بزدل کی طرح کہاں چھپا ہوا تھا؟ میرے فریبہ! تم مجھے یوں نظر انداز کرتے ہو جیسے نفرت کر رہے ہو۔ مگر مجھے تمہاری نفرت سے بھی محبت ہے میں محبت کو دولت، دلیری اور خوبروئی کے ترازو میں نہیں تولتی۔ تمہاری محبت میرا ایمان ہے میں ایمان پر چلتی رہوں گی۔"

میری محبت پا کر مے یون کا کیا حال ہوا ہوگا

تھا یہ وہ خود نہیں جانتی تھی کہ کس حال میں ہے یہ میری سوچ کہہ رہی تھی۔

"محبت اسی کو کہتے ہیں کہ اپنے مرد کی خوبی سے بھی محبت ہو، اور خرابی سے بھی، شہ زوری سے بھی محبت ہو اور کمزوری سے بھی۔ اگر محبت ایسی نہیں ہے تو وہ پھر بانٹنے تولنے والی کوئی کاروباری چیز ہے۔"

ایسے وقت میں نے عقاب کی پیشانی پر شکنیں دیکھ کر اس کی سوچ پڑھ لی تھی۔ وہ کبھی مجھے اور کبھی رومانہ کی طرف دیکھ کر سوچ رہا تھا۔

"یہ کیا بات ہے یہ سارا فرید سے متاثر تھی۔ صرف متاثر ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی، وہ تو ایسی دیوانہ وار محبت کرتی تھی کہ اس کی خاطر اس نے مجھ سے جھگڑا کیا مگر اب یہ فرید سے یون ... اور سارا منہ پھیرے کھڑی ہے۔ شاید فرید کی بے وفائی اور فریب کو برداشت کر رہی ہے۔"

وہ رومانہ کی طرف جانے لگا۔ رومانہ کے گلابی ہونٹ کانپ رہے تھے۔ وہ ان لمحوں کو دماغ سے نکالنے کی کوشش کر رہی تھی جو اسے یون کی طرح اس کی زندگی میں آئے تھے۔ عقاب نے اسے مخاطب کیا۔

"سارا! کیا بات ہے، کیا تم فرید سے محبت نہیں کرتی ہو؟"

رومانہ نے اپنے ہونٹ بھینچ لیے، پھر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں ایک بزدل اور ہرجائی سے محبت نہیں کر سکتی۔ ہم نے غلط سمجھا تھا کہ وہ جاسوس ہے مگر یہ سچ ہے کہ وہ بزدل ہے۔ یہاں سے یون خطرے میں تھی اور وہ میرے پاس چھپا ہوا تھا۔ اس کا ہرجائی پن دیکھئے۔ اب اس معصوم لڑکی کو فریب دے رہا ہے۔"

عقاب نے سے یون کو آواز دی۔ میں نے یون کو بازوؤں سے اتار کر فرش پر کھڑا کر دیا۔ وہ بولی۔

"یس مسٹر برانڈو؟"

عقاب آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

"بیٹی! تمہارے اندر رومانی قوتیں ہیں۔ تم دوست اور دشمن کو پہچانتی ہو۔ فرید کو بھی پہچانو۔ یہ تم سے محبت نہیں فریب کر رہا ہے۔"

وہ اپنی مترنم آواز میں آہستگی سے بولی۔

"نہیں مسٹر برانڈو! میں فریب کو نہیں سمجھتی۔ ابھی وہ ماں کی آغوش میں مجھے یہ گیان حاصل ہوا کہ خدا نے مجھے میرے وجود کے پہلے لمحے سے فرید کے نام لکھ دیا تھا۔ اب یہ اچھا ہو، برا ہو، میں اپنے حصہ کی وفا نبھاتی رہوں گی۔"

رومانہ نے آگے بڑھ کر کہا۔

"مے یون میری اچھی بہن! اس دنیا میں رہ کر اچھے اور کھوٹے کھرے کی تمیز کرنی چاہیئے۔ کیا تم ایسے شخص کو پسند کرو گی جو تمہاری مصیبت میں کام نہ آئے؟ جس وقت تم رائفلوں اور اسٹین گنوں کے درمیان گھری ہوئی تھیں۔ یہ میرے پاس چھپا رہا کیا اس کا فرض نہیں تھا کہ یہ تمہاری مدد کے لیے آتا؟"

"نہیں۔" مے یون بڑی سادگی سے بولی۔ "ایسے وقت فرید کو نہیں آنا چاہیئے تھا۔ جہاں بچنے بچانے کی گنجائش ہی نہ ہو وہاں مدد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سارا میں تم سے چھوٹی ہوں مگر محبت کا ایک راز بتاتی ہوں کہ اپنے ساتھ اپنی محبت کو نہ مارو اگر تمہیں چاروں طرف سے موت گھیر لے تو دعا کرو کہ تمہارا محبوب زندہ سلامت وہاں سے نکل جائے۔ اس طرح وہ جب تک زندہ رہے گا، تم اپنی موت کے بعد بھی اس کے دل و دماغ میں زندہ رہو گی۔ محبت اسی کو کہتے ہیں کہ تم مرنے کے بعد بھی مر نہ سکو۔"

رومانہ کے دماغ میں جیسے روشنیوں کے جھماکے سے ہونے لگے۔ اس کے دماغ کی تاریکی میں میرا وجود جل رہا تھا اور بجھ رہا تھا۔ محبت مر رہی تھی اور مرنے کے بعد زندہ ہو رہی تھی۔ خود غرضی سمجھ میں آ رہی تھی کہ جہاں بچنے کی گنجائش نہ ہو وہاں اپنے محبوب کو بھی مرنے کے لیے بلانا خود غرضی ہے۔ یہ بھولی بھالی سی لڑکی کتنی گہری بات کہتی ہے کہ اپنے مرنے کے بعد کم از کم اسے تو زندہ رہنے دو، جس کی یادوں میں تم ہمیشہ زندہ رہ سکو۔

رومانہ کی عجیب حالت تھی۔ وہ مجھے یوں دیکھ رہی تھی جیسے کسی چیز کو پا کر کھو دینے کے بعد دوبارہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ چیز اس سے کتنی دور ہو گئی ہے اور میں مے یون کو اپنے ایک بازو کے حلقہ میں لیے کھڑا تھا۔ میں نے کہا۔

"مسٹر برانڈو! آپ کی بیٹی مجھے بزدل کہتی ہے مگر آپ اس سے پوچھیں، یہی چھپنے کے لیے مجھے خفیہ پناہ گاہ میں لے گئی تھی۔ اگر چھپنے کا مقصد یہ ہوتا کہ خفیہ پناہ میں رہ کر آپ لوگوں کی جان بچائی جائے تو پھر اسے ذہانت اور دلیری کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ایسے وقت جبکہ جہاز کے تمام لوگ قید ہو چکے تھے۔ آپ کے خفیہ اسلحہ خانے پر دشمنوں کا قبضہ تھا تو ایسے وقت آپ کی بیٹی چھپ کر کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکتی تھی۔

اب آپ کی صاحبزادی کس طرح دلیری دکھانا چاہتی تھی یہ میں بتاتا ہوں۔ جب پولیس آفیسر نے یہ دھمکی دی کہ دس منٹ کے اندر سارا حاضر نہیں ہو گی تو آپ کو گولی مار دی جائے گی۔ کیا آپ یہ چاہتے تھے کہ سارا آپ کو بچانے کیلئے آ جاتی؟"

"ہرگز نہیں۔" برانڈو نے کہا۔ "میں دعا کر رہا تھا کہ سارا پناہ گاہ سے باہر نہ نکلے۔"

"لیکن آپ کی بیٹی باہر جانے کی ضد کر رہی تھی۔ میں نے اسے روکا تو دل کہلایا وہ تو اتفاق سے یہ تالے کا نمبر بھول گئی۔ اس لیے باہر نکل سکی۔ دوسری بار مے یون پرنس کی ہوس بھری نگاہوں کے سامنے آئی۔ تو یہ سارا جس کا آدھا بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر باہر جانے کے لیے مچل گئی۔ میں نے پھر اسے ضد سے باز رکھنا چاہا تو مجھ پر بزدلی کی پھبتی کسی گئی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ خود دلیری دکھاتے تو کیسے باہر نکل سکتی تھی۔ جبکہ تالے کا نمبر ہی یاد نہیں آ رہا تھا۔

دیکھیے مسٹر برانڈو! کسی کو بھی الزام دینا بہت آسان ہے۔ میں بھی آسانی سے الزام دے سکتا ہوں کہ سارا صرف دکھاوے کی دلیری جانتی ہے۔ خود کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے تالے کا نمبر بھول گئی۔ اور جب میدان صاف ہو گیا اور فتح نصیب ہوئی تو فوراً ہی بھولا ہوا نمبر یاد آ گیا۔ اس طرح محترمہ کی نمائشی دلیری کی لاج رہ گئی۔"

رومانہ عرف سارا نے دکھے ہوئے دل سے کہا۔

"فرید! بائی گاڈ میں مکاری نہیں کر رہی تھی۔ سچ مچ نمبر بھول گئی تھی اور سچ مچ اسی وقت نمبر یاد آیا۔ جب ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں رہ گیا تھا۔ تم مجھے ایسے وقت الزام دو جبکہ میں ایک بہت بڑی بازی ہار کر اپنے اندر ٹوٹ رہی ہوں۔ میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔"

ہزار ضبط کے باوجود اس کی آنکھوں میں آنسو آئے تو وہ منہ چھپا کر تیزی سے اپنے کیبن کی طرف بھاگ گئی۔

فتحمندوں کے شور سے گونجنے والے ماحول میں اچانک ہی سنسنی پھیل گئی۔ آج تک کسی نے سارا جیسی ضدی اور دلیر لڑکی کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے تھے۔ اس لیے سب ہی حیران تھے۔ ان آنسوؤں کی وجہ کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ مگر باپ نے سمجھ لیا۔ اس نے بڑی بے بسی سے مجھے اور مے یون کو دیکھا۔ وہ مے یون کی پُراسرار قوتوں کا تماشہ دیکھ چکا تھا اور میں اس کا محبوب تھا۔ اس لیے وہ بڈھا عقاب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

اس نے مارغضبہ پرنس پر للکارا۔ اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اسے مارکر سمندر میں پھینک دیا جائے۔ پھر وہ اپنی بیٹی کے کیبن کی طرف چلا گیا۔ میں نے اپنی رسٹ واچ دیکھی۔ رات کے گیارہ بج کر پندرہ منٹ ہوتے تھے۔ یہاں کے وقت کے مطابق مجھے بارہ بجے اور رومانیہ کے وقت کے مطابق آٹھ بجے مجھے سونیا کے پاس پہنچنا تھا۔ میں نے اسکیپر سے پوچھا۔

"ہم کب تک ہانگ کانگ پہنچیں گے؟"

اسکیپر نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یوں تو یہ جہاز دو بجے پہنچ جائے گا لیکن کل دوپہر تک ہانگ کانگ کی بڑی بندرگاہ پر اس جہاز کو لنگر ڈالنے کی جگہ ملے گی۔"

میں مے یون کا ہاتھ تھام کر کیبنوں کی طرف بڑھ گیا۔ مے یون نے کہا۔

"آج مجھے یقین ہو گیا کہ لگن سچی ہو تو عورت اپنے محبوب کو آخر پا لیتی ہے۔"

"ہاں یہ تو سچ ہے مگر میں تمہیں یہ بتا چکا ہوں کہ میں حالات کے دھارے میں بہنے والا آدمی ہوں۔ پتہ نہیں کون سی گھڑی مجھے تم سے ..."

"آگے نہ کہو فرید! تم سمجھانے کا فرض ادا کر چکے ہو... اور میری محبت نہ سمجھنے کا فرض ادا کر رہی ہے۔ تم اپنی ایک زبان سے سمجھا رہے ہو۔ دنیا کی تمام زبانیں بھی مجھے سمجھا سمجھا کر میرے دل سے تمہیں نہیں نکال سکیں گی۔"

میں اس کے کیبن کے سامنے آ کر رک گیا۔

"مے یون! میری یہی کوشش ہو گی کہ تم سے دور نہ رہوں۔ فی الحال مجھے ڈھائی گھنٹے کے لیے اجازت دو۔ میں تم سے دو بجے ملاقات کروں گا۔"

وہ اتنی جلدی بچھڑنے کے لیے تیار نہیں تھی مگر میری خوشی کو اپنی خوشی سمجھتی تھی۔ اس نے کہا۔

"اچھا۔ میں تمہارے انتظار میں جاگتی رہوں گی۔"

وہ بھاگتی ہوئی کیبن میں گئی۔ پھر دروازے کو بند کر دیا۔

میں نے اپنے کیبن میں آ کر پہلے باپ بیٹی کا حال معلوم کیا۔ کیونکہ میرے لیے عقاب کے تیور اچھے نہیں تھے۔ وہ بیٹی کے کیبن میں بیٹھا ہوا اسے سمجھا رہا تھا۔

"میں حیران ہوں سارا۔ تم وہی لڑکی ہو جو سمندری آفات کے سامنے مردانہ وار مسکراتی تھیں۔ تم نے دشمنوں سے اور پولیس والوں سے مقابلہ کے دوران کتنے ہی زخم کھائے۔ ہفتوں بستر پر پڑی زخموں کی تکلیفیں برداشت کرتی رہیں مگر تمہاری آنکھ سے آنسو نہ نکلا اور آج تم اس فریبی مکار کے لیے رو رہی ہو۔"

"نہیں پپا! وہ فریبی مکار نہیں ہے۔ پہلے ہم نے اسے دشمن کا جاسوس سمجھا۔ یہ بات غلط نکلی۔ پھر میں نے اپنی حماقت سے اسے بزدل سمجھ لیا۔ حالانکہ وہ ذہانت سے کام لے رہا تھا۔ اگر میں آپ کو بچانے کے لیے یون سے پہلے پرنس کے سامنے پہنچ جاتی تو وہ انتقام لینے کے لیے پتہ نہیں کیسا شرمناک طریقہ اختیار کرتا۔ میں ہزار داؤ پیچ اور تیزی طراری دکھاتی مگر گولیوں کی بوچھاڑ کے آگے مجھے ہارنا ہی پڑتا۔ یہ باتیں اس وقت سمجھ میں نہیں آئیں۔ اب عقل آئی ہے تو دل رو رہا ہے کہ اسے ہار کر نہیں جیت سکتی۔"

"چلو میں مان لیتا ہوں کہ وہ دلیر اور ذہین ہے مگر تم بھی یہ مان لو کہ اس کے دل میں تمہاری محبت ہوتی تو وہ اتنی جلدی مے یون کی طرف نہ جھکتا۔"

"پپا! آپ نہیں جانتے۔ مے یون خود اُسے چاہتی ہے۔ فرید نے دیانتداری سے کوششیں کیں کہ اس سے دُور رہے۔ خود میں نے مے یون کو سمجھایا مگر وہ اس کی محبت میں پاگل ہوتی رہی۔ ایک انسان کہاں تک اپنا دامن بچا سکتا ہے۔ ایسے وقت میں نے اس سے نفرت کی تو وہ محبت کا سہارا پانے کے لیے اُدھر جھک گیا فرید کو دیانتداری کے راستے سے ہٹانے والی میں ہوں پپا!"

اس نے باپ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر آنسوؤں کو آنکھوں میں آنے سے روکتی ہوئی بولی۔

"میں ہاری ہوئی بازی جیت لینا جانتی ہوں مگر مجبوری یہ ہے کہ میرے راستے میں مے یون جیسی معصوم اور کمزور لڑکی ہے۔ بہت پیاری ہے۔ مجھے اس پر اتنا پیار آتا ہے کہ میں اس کا دل نہیں توڑ سکتی۔"

عقاب نے بیٹی کو گہری سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا۔

"یہ بات تمہیں پہلے کہنا چاہیئے تھی کہ تم فرید کو دہ بارہ جیتنا چاہتی ہو۔ بیٹے! میں نے تمہیں کبھی ہارتا نہیں سکھایا۔ ابھی تمہارے آنسو دیکھ کر اُلجھ رہا تھا کہ ان آنسوؤں کو کیسے پونچھ سکتا ہوں۔ تم نے یہ کہہ کر مشکل آسان کر دی کہ فرید کی واپسی تمہارے آنسوؤں کو پونچھ سکتی ہے۔ بس اب سارے غم بھلا دو۔"

سارا نے حیرانی سے پوچھا۔

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"دیکھو بیٹے! اگر تمہارے مقابلہ میں کوئی تیز طرار لڑکی ہوتی تو تم اب تک اُسے جہنم میں پہنچا دیتیں۔ تو پھر مے یون کو تم کمزور کیوں سمجھتی ہو۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اس نے تنہا کس طرح دشمنوں کو جہنم میں پہنچایا ہے۔ وہ مقابلہ میں تمہارے برابر کی لڑکی ہے۔ بلکہ تم سے زیادہ خطرناک ہے۔"

"جتنی بھی خطرناک ہو مگر پیاری لڑکی ہے۔"

"جب وہ اتنی پیاری ہے تو تم فرید کا پیار بھول جاؤ... میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ تم واقعی عورت کی طرح کمزور ہو گئی ہو۔ بازی ہار کر دو سکتی ہو مگر مے یون جیسی خطرناک لڑکی سے اپنا پیار نہیں چھین سکتیں۔"

"میں مے یون سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ اس سے محبت کرتی ہوں۔"

"جب ایک کمزور کسی شہ زور کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تو غنڈہ ٹیکس دے کر سمجھوتہ کر لیتا ہے۔ تم فرید کی محبت ٹیکس کے طور پر ادا کر کے مے یون سے سمجھوتہ کر رہی ہو۔"

"پپا! آپ مجھے غصے دلا رہے ہیں۔ اگر میں بھڑک گئی تو بہتر نہ ہوگا۔ اس سے پہلے آپ سوچ لیں کہ ہم مے یون کے احسان مند ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتی تو آپ اس کے خلاف لڑنے کے لیے ابھی زندہ نہ رہتے۔"

"سارا میرا دنیا میں تمہارے سوا کوئی نہیں ہے۔ اگر میں تمہیں خوش نہ رکھ سکا تو مے یون کی دی ہوئی زندگی میرے لیے بیکار ہے بیٹے! ہمارے نمک خوار بھی ہمیشہ ہمارے لیے جان دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ایک بار اسکیپر نے میرے سامنے ڈھال بن کر بازور کی گولی کھائی تھی۔ اس نے بھی میری جان بچائی تھی۔ میں ان سب کا احسان مند ہوں۔ بگران کے لیے اپنا اور اپنی بیٹی کا نقصان نہیں کر سکتا زیادہ سے زیادہ انہیں انعامات دے سکتا ہوں۔ ساری زندگی ان کے کام آ سکتا ہوں۔

اب سنو! مے یون کے لیے ایک بہت عمدہ پلاننگ ہے۔ اگر ہم دونوں اس پر عمل کریں تو ہمیں مے یون کی پُراسرار قوتوں سے بہت... فائدہ پہنچے گا۔ میں اسے بیٹی بناؤں گا۔ تم اسے بہن بنا لو۔ ہم دونوں اسے اتنی محبت اور آرام و آسائش سے رکھیں گے کہ وہ فرید کو بھول جائے گی۔"

"وہ فرید کو چھوڑے گی نہیں بھولے گی کیسے؟"

"ان دونوں کو صبح ہونے سے پہلے اس طرح جدا کر دیا جائے گا کہ مے یون کو ہم پر شبہ نہیں ہوگا۔"

"اسے روحانی عمل کے ذریعہ معلوم ہو جائے گا۔"

"نہیں معلوم ہوگا۔ یہی تو میں نے اسٹڈی کی ہے۔ جو لوگ دشمن بن کر اس لڑکی کے سامنے آتے ہیں، وہ ان سے انتقام لیتی ہے۔ ذرا غور کرو۔ پرنس کے آنے سے پہلے میں بھی دشمن ہی تھا۔ اس نے اس کے دیوتا کو قید کیا تھا۔ اسے مار کر سمندر میں پھینکنے والا تھا۔ مگر مے یون نے مجھے نقصان نہیں پہنچایا۔ اس لیے کہ اس لڑکی کو دماغی چھپی سازشوں کا علم نہیں ہوتا ہے۔"

وہ سنجیدگی سے سوچنے لگا۔ واقعی یہ ایک اہم نکتہ تھا کہ جب مجھے قید کیا گیا تھا اور میں مرنے والا تھا تو مے یون خاموش کیوں تھی اس لیے کہ بیچاری ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔ وہ کسی پُراسرار قوت کی مالکہ نہیں تھی۔ عقاب کے دماغ نے اسے یہی سمجھایا تھا کہ خفیہ سازشوں کا علم اسے نہیں ہوتا۔ سارا نے قائل ہو کر کہا۔

"پپا! آپ درست کہہ رہے ہیں۔ وہ لڑکی مرنے کی حد تک فرید کو چاہتی ہے۔ اگر اُسے ذرا بھی علم ہوتا کہ آپ فرید سے دشمنی کر رہے ہیں تو وہ آپ کو مار ڈالتی۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ دشمنوں کو پہچانتی نہیں ہے۔ جب پہچان لیتی ہے۔ تب انتقام

لیتی ہے۔"

"ہاں۔ اب یہ بات سمجھ میں آگئی ہے تو بولو کیا تم ہاری ہوئی بازی جیت نہیں سکتیں؟"

سارا روہانسا ہو کر تصور میں مجھے دیکھنے لگی اس کے ساتھ ہی وہ سوچ رہی تھی۔ "فرید میرے رویئے سے مایوس ہو کر دوسری طرف جھک رہا ہے۔ لیکن وہ میری قربت کو کبھی نہیں بھلا سکتا۔ میں اس کے قدموں میں جاؤں گی تو وہ سینے سے لگا کر مجھے معاف کر دے گا۔ پھر میں کچھ عرصہ کے لیے اُسے مے یون سے بہت دُور لے جاؤں گی۔"

وہ بولی۔ "پپا! میں بازی جیت لوں گی۔ فرید کو مے یون سے بہت دور لے جاؤں گی۔"

"نہیں سارا جیتنے کا یہ انداز غلط ہوگا۔ فرید کے ساتھ تم بھی غائب ہو جاؤ گی تو مے یون کو شبہ ہوگا۔ تمہیں کچھ دنوں کے لیے فرید سے دور رہنا ہوگا۔ آج رات دو بجے ہمارا جہاز ہانگ کانگ سے دو سیل کے فاصلہ پر برتھ کے انتظار میں رک جائے گا۔ مے یون کو خواب آور دوا کے ذریعہ سلا دیا جائے گا۔ تم فرید کو پیار سے بہلا کر موٹر بوٹ کے ذریعہ کاؤ کی طرف لے جانا۔ وہاں ہمارے آدمی تم دونوں کے دشمن بن کر تمہیں ریوالوروں کی زد پر ہماری پرانی حویلی میں لے جائیں گے۔ وہاں فرید کو قید کر دیا جائے۔ اس کے سامنے تمہیں بھی قید کرنے کے لیے وہ لوگ دوسری جگہ لے جائیں گے۔ یعنی فرید کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہی تم مے یون کے بیدار ہونے سے پہلے جہاز میں چلی آنا۔

جب مے یون پوچھے گی تو اسے بتایا جائے گا کہ فرید منع کرنے کے باوجود موٹر بوٹ لے کر تنہا ہانگ کانگ کے ساحل پر گیا ہے۔ جہاز کے تمام لوگ ہماری اس بات کی تصدیق کریں گے۔ مے یون اس کی واپسی کا انتظار کرتی رہے گی۔ ہم اسے سمجھاتے مناتے رہیں گے، اپنی محبتوں سے متاثر کرتے رہیں گے۔ پھر ہم اس کی کشتی میں جا کر اس کے بوڑھے باپ کو اتنی دولت دیں گے کہ وہ مے یون کو ہمارے پیار کے سائے میں چھوڑنے کے لیے راضی ہو جائے گا۔ اب بتاؤ یہ کیسی پلاننگ ہے؟"

"اچھی پلاننگ ہے پپا! کچھ دنوں کے بعد میں پرانی حویلی میں واپس جاؤں گی۔ وہاں قید سے فرار ہونے کا ڈرامہ کھیلا جائے گا۔ حویلی سے نکل کر پتہ چلے گا کہ میرے پپا بحری سفر پر گئے ہیں۔ مے یون کو تلاش کیا جائے گا تو اس کے باپ کی کشتی نہیں ملے گی۔ آپ مے یون کے خاندان کو کسی اچھی جگہ منتقل کر چکے ہوں گے۔ بے یون آپ کے ساتھ بحری سفر میں ہوگی۔ میں فرید کو لے کر یورپ چلی جاؤں گی۔"

باپ بیٹی کے منصوبے سن کر میرا سر گھومنے لگا۔ میں نہ

نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ان کی پوری پلاننگ سے واقف ہونے کے بعد ہی میں اپنے تحفظ اور مے یون کی بھلائی کے لیے کچھ کر سکتا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی تو چونک گیا۔ سونیا کے پاس پہنچنے میں آدھ گھنٹہ لیٹ ہو گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔

سونیا اسی عمارت کے بڑے ہال میں پہنچ گئی تھی جہاں وہ ریڈ پاور تنظیم کے اہم افراد سے متعارف ہوئی تھی اور وہیں اس نے اس تنظیم کے ایک خطرناک کو برا مین کو اندھا بنا دیا تھا۔ وہاں پھر وہی تمام افراد نظر آ رہے تھے۔ سونیا جوزف وسکی سے کہہ رہی تھی۔

"میرا بیٹا مجھے بہت یاد آ رہا ہے۔ جب تک وہ یاد آتا رہے گا میں ماسک مین سے اچھی طرح باتیں نہیں کر سکوں گی۔ تم چمپینزی کو فوراً یہاں بلاؤ۔"

جوزف وسکی پریشان ہو گیا۔ کیونکہ سونیا مقررہ وقت کے مطابق ماسک مین سے ملاقات نہیں کر رہی تھی مگر وہ مادام سونیا کی حکم عدولی نہیں کر سکتا۔ وہ ٹیلیفون کے پاس جا کر رسیور اٹھانے کے بعد اس رہائش گاہ کے نگراں کو فون کرنے لگا جہاں سونیا کے ساتھ چمپینزی وغیرہ رہتے تھے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ میرے انتظار میں وقت ضائع کر رہی ہے۔ میں نے کہا۔

"ہیلو سونیا! میں آ گیا ہوں۔"

"اوہ فریاد! تم خیریت سے تو ہو۔ تمہاری عدم موجودگی سے میں گھبرا رہی تھی کہ پتہ نہیں تم کن مصائب سے گزر رہے ہو۔"

یہ وہ عورت تھی جو میری پریشانیوں کے سامنے اپنی پریشانیوں کو بھول جاتی تھی۔ اسے اس بات کی پرواہ نہیں تھی کہ میں اس کے پاس نہ پہنچا تو وہ ماسک مین سے کیا باتیں کرے گی پھر کس طرح ٹیلی پیتھی کا بھرم رکھے گی۔ وہ صرف میرے مصائب کے بارے میں سوچ کر پریشان ہو جاتی تھی۔ میں نے کہا۔

"میری جان! میں خیریت سے ہوں مگر مجھے اور آدھ گھنٹہ چاہیئے۔ کیا تم اس وقت تک ماسک مین کو ٹال سکتی ہو؟"

"ٹالنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لیے پریشان تھی۔ یہاں میرا دل نہیں لگ رہا تھا۔ ماسک مین سے ملنے کو جی نہیں چاہتا تھا اس لیے میں نے چمپینزی کو بلانے کا بہانہ کیا۔ اب تم بخیریت ہو تو کوئی بات نہیں۔ میں تنہا ماسک مین سے باتیں کر سکتی ہوں مگر تم آدھ گھنٹہ تک کہاں مصروف ہو گے؟"

میں اس کے سامنے روہانسا اور مے یون کا ذکر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے جھوٹ کہنا پڑا۔

"سونیا! یہاں ایک شخص کو میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا علم ہو گیا ہے اس لیے اسے ہمیشہ کے لیے خاموش کرنے والا ہوں۔" "اچھی بات ہے۔ تم اسے وہاں خاموش کرو، یہاں میں بول رہی ہوں۔ خدا حافظ۔"

سونیا سے رخصت ہوتے ہی میں نے رومانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ مجھے حاصل کرنے کے تصور میں کھوئی ہوئی تھی۔ کیبن میں عقاب نہیں تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

"پپا اب کیا کر رہے ہوں گے؟"

"ہاں۔" وہ سوچنے لگی "اگر فرید امدے یوں ایک کیبن میں ہیں تو پپا کو اب تک واپس آ جانا چاہیے مگر وہ نہیں آئے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مے یوں سے تنہائی میں باتیں کر رہے ہیں۔ پھر وہ چائے کا آرڈر دیں گے۔ پپا سے غلطی نہیں ہونی چاہیے۔ وہ بوڑھے تجربہ کار ہیں۔ بڑی ہوشیاری سے مے یوں کی پیالی میں خواب آور دوا ملا دیں گے۔ جب وہ گہری نیند سو جائے گی تو میں معافی مانگنے کے لیے فرید کے کمرے میں جاؤں گی۔"

میں نے فوراً ہی عقاب کی سوچ پڑھی۔ وہ اپنے کیبن کی الماری سے سلیپنگ پلز کا سفوف ایک پڑیا میں لے آیا تھا وہ پڑیا اس کی جیب میں رکھی ہوئی تھی۔ وہ ملازمہ کو دو پیالی چائے لانے کا حکم دے کر مے یوں کے کیبن میں گیا تھا اور اب بناوٹی باب بن کر اس سے باتیں کر رہا تھا۔

میں کیبن سے نکل کر اس کے پاس جانے لگا۔ سیدھا سا عمل یہ ہوتا کہ جب چائے کی پیالیاں سامنے رکھی جاتیں اور وہ بے یوں کی توجہ دوسری طرف ہٹا کر اس کی پیالی میں دوا ملاتا تو دعائی کرامات کے زیر اثر وہ خود اپنی پیالی میں اس دوا کو حل کر دیتا۔ لیکن اس طرح عقاب اور سارا یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ اب ان کی خفیہ سازش کا علم مے یوں کو کیسے ہو گیا یہ وہ نشیلی چائے عقاب نے کیسے پی لی ہے؟

پھر یہ کہ رومانہ معافی مانگنے کے لیے میرے پاس آنے والی تھی۔ اسے بھی روکنا ضروری تھا کیونکہ مجھے سونیا اور ماسک مین کے ساتھ مصروف رہنا تھا اس لیے میں مے یوں کے کیبن میں پہنچ گیا مجھے دیکھتے ہی عقاب کا پریشان ہونا لازمی تھا لیکن مے یوں خوشی سے اٹھ کر بولی۔

"آؤ فرہاد! میں مسٹر برانڈو سے باتیں کر رہی تھی۔ مگر میرا دھیان تمہاری ہی طرف تھا۔"

میں نے اپنا سر تھام کر پریشانی سے کہا۔

"میرے سر میں بہت درد ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ اکیلی ہو گی تو..... رہنے دو، میں یونہی سونے کی کوشش کروں گا۔"

وہ جلدی سے قریب آ کر میرا ہاتھ تھام کر بولی۔

"میں تمہارا سر اتنی اچھی طرح دباؤں گی کہ نیند آ جائے گی۔"

میں اسے ایک بازو کے گھیرے میں لے چلنے لگا۔ عقاب نے اٹھ کر کہا۔

"تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ۔ چائے آ رہی ہے۔ بیٹی چائے پی کر جانا۔"

سٹر مانڈو میں بعد میں پی لونگی۔ شکریہ آپ بہت مہربان ہیں۔"

وہ میرے ساتھ کیبن میں آ گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے نازک سے ہاتھوں کو تکلیف پہنچنے کے لیے تمہیں یہاں لے آیا ہوں۔"

وہ میرے پاس بستر کے سرے پر بیٹھ کر بولی۔

"ایسا نہ کہو۔ میں تو تمہاری خدمت کرنے کے لیے ہی تمہارے نام لکھی گئی ہوں۔"

"اب تم آنکھیں بند کر لو۔ میں سر داب رہی ہوں۔"

"میرے سونے سے پہلے وعدہ کرو کہ باہر سے تمہیں کوئی بھی بلائے، تم نہیں جاؤ گی۔ بلکہ یہاں سے کوئی جواب نہیں دو گی۔"

اس نے وعدہ کیا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اب سارا میرے کیبن میں نہیں آ سکتی تھی۔ اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ مے یوں میرے ساتھ وقت گزار رہی ہے۔ میں نے پہلے عقاب کی سوچ پڑھی۔ وہ غصہ میں جھنجھلا رہا تھا۔ میں اس کے شکار کو چھین کر لے آیا تھا۔ اب وہ اپنے کیبن میں بیٹھا اپنے لیے شراب کا پہلا پیگ بنا رہا تھا۔

میں اس کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "پڑیا۔"

اس نے جیب سے پڑیا نکالی۔ میں نے کہا۔

"مجھے یہ ناکامی بھول کو تھوڑی دیر کے لیے سو جانا چاہیے۔"

اس کی سوچ نے کہا۔

"نہیں آج کی رات اہم ہے۔ مجھے سونا نہیں چاہیے۔ ابھی میں ایک پیگ پی کر سارا کے پاس جاؤں گا اور ایک نئی تدبیر پر اسے عمل کرنے کے لیے کہوں گا۔"

انسانی نفسیات یہ ہے کہ وہ سوچنے سمجھنے کے دوران بھی کچھ غیر شعوری حرکتیں کرتا ہے اور خواہ سے علم نہیں ہوتا کہ اس سے کون سا فعل سرزد ہو چکا ہے۔ میں نے اس کے شعور کے چور خانے سے وہی حرکت اس سے کرائی۔ اس نے پڑیا کھول کر اس کا سفوف اس شراب میں ڈال دیا۔ پڑیا کے کاغذ کو توڑ مروڑ کر اپنی مٹھی میں بھینچ لیا۔ پھر میں نے اس کی شعوری سوچ میں جھلا کر کہا۔

"لعنت ہے اس پڑیا پر مجھے اسے پھینک دینا....."

اس نے جھلا کر اسے دور پھینک دیا۔ پھر جام اٹھا کر پینے لگا۔ وہ صرف ایک جام پینا چاہتا تھا۔ میں نے اسے دوسرا جام پلایا، پھر کہا۔

"تعجب ہے کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔ حد اصل نشے میں شراب کا نشہ پانی ہو جاتا ہے۔ مجھے بوتل اٹھا کر....."

اس نے بوتل اٹھا کر منہ سے لگا لی۔ اسے سلانے کے لیے اتنا کافی تھا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اب میں آنکھیں کھول کر گھڑی میں وقت نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ مے یوں کے سامنے سو جانے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پوچھا۔

"پتہ نہیں کیا وقت ہوا ہے۔ میں فرید کی گھڑی میں دیکھوں گی۔"

اس نے ذرا جھک کر میری رسٹ واچ دیکھی۔ مجھے معلوم ہو گیا۔ آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔ میں نے فوراً ہی سونیا کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ اس کمرے میں پہنچ چکی تھی جہاں وہ کمپیوٹر مشین رکھی ہوئی تھی۔ اور جسے سب ماسک مین کہتے تھے۔ کمپیوٹر کے سامنے ایک بڑی گول میز کے اطراف ریڈ پاڈ کے اہم افراد بیٹھے ہوئے تھے سونیا کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"پھر میں اس برفانی علاقے کے موٹر گیراج کے پاس پہنچی۔ وہاں شیلا نامی لڑکی مجھ سے بڑی عجلت سے بیش آئی۔ مجھے آرام سے سو جانے کا موقعہ دیا۔ مگر آنکھ کھلتے ہی دشمنوں نے ہمیں گھیر لیا۔ اس کے بعد جس طیارے میں ہمارا سفر شروع ہوا اس کا حال آپ جانتے ہیں۔ اس طیارے نے مجھے آپ کے پاس پہنچا دیا ہے۔ بس یہی میری داستان ہے۔"

سونیا کی رپورٹ ختم ہوتے ہی کمپیوٹر کا ایک چھوٹا بلب اُن ہوا۔ پھر اس کے دونوں اسپول گھومنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی کمپیوٹر کے منہ سے سفید کاغذ کی ربن نکلنے لگی۔ اس ربن پر ماسک مین کا جواب پرنٹ ہو رہا تھا۔ جب دونوں اسپول رک گئے۔ تو سونیا نے ربن کو کمپیوٹر کے منہ کے پاس سے پھاڑ کر پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

"سونیا! میں پھر تمہاری حیرت انگیز صلاحیتوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ کوئی آہنی عرم کا انسان بھی منطقہ باردہ شمالی کے اس سرد جہنم میں تنہا پہنچ کر واپس نہیں آ سکتا۔ تم نے دلیری اور قوت الٰہی کا ایک نیا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ مگر تم نے یہ نہیں بتایا کہ وہاں خفیہ زمین دوز اڈے میں کیا ہو رہا تھا؟

سونیا! تم ایسی ہستی ہو، جو انسانوں کے دماغ میں چھپے ہوئے راز کو نکال لاتی ہے تم نے خفیہ زمین دوز اڈے سے یقیناً اہم معلومات حاصل کی ہوں گی۔ میں سپر مارسے انتقام لینے کے لیے بہت بے چین ہوں۔ خلد کے لیے مجھ سے وہاں کی باتیں نہ چھپاؤ۔ میں تمہارے جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔ فقط ماسک مین۔"

میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔

"سونیا! اس سے کہو تم اس کا جواب سوچ کے ذریعہ دو گی اس طرح ہم معلوم کریں گے کہ وہ کمپیوٹر انسانی سوچ کیسے پڑھ لیتا ہے۔"

سونیا نے جواب میں یہی بات کہی۔ اس کے ساتھ کمپیوٹر کے اسپول حرکت میں آ گئے۔ اس بار ماسک مین نے جوزف وسکی کے نام پیغام بھیجا تھا۔

"جوزف وسکی! مادام سونیا کی خواہش فوراً پوری کی جائے۔"

جوزف وسکی نے پیغام پڑھتے ہی ایک الماری کے پاس جا کر اسے کھولا۔ پھر اس میں سے ایک آہن کیپ نکالی۔ طیارے کے پائلٹ جیسے اپنے سروں پر ٹوپی پہنتے ہیں۔ ویسی ہی وہ آہنی ٹوپی تھی۔ جوزف وسکی جب وہ آہنی ٹوپ سونیا کو پہنانے لگا تو میں نے کہا۔

"سونیا! اب تمہارے دماغ میں صرف میری سوچیں ہوں گی۔ تم مجھے فرہاد کے نام سے کبھی مخاطب نہ کرنا۔"

وہ کمپیوٹر شیف کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ آہنی ٹوپ اس کے سر اور کانوں کو ڈھانپتی ہوئی پیچھے گردن تک پہنچی ہوئی تھی۔ سر کے اطراف دو لانبے تار تھے۔ جوزف وسکی نے ان تاروں کو کمپیوٹر کے پلگ ہول سے منسلک کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی کمپیوٹر کے سینے پر جو بیس اینچ کا ایک اسکرین روشن ہو گیا۔ اسکرین پر چھوٹے چھوٹے خانوں کے گراف بنے ہوئے تھے۔

جیسے ہی میں نے سوچا کہ یہ گراف کس لیے بنائے گئے ہیں؟ اس سوچ کے ساتھ گراف پراونچی نیچی لکیریں بننے لگیں۔ میری سوچ رکی تو وہ لکیریں بھی رک گئیں۔

میں نے سوچ کے ذریعہ پوچھا۔

"ہیلو ماسک مین! کیا آپ میری سوچ پڑھ رہے ہیں؟"

گراف پر لہروں کی صورت میں لکیریں نقش ہونے لگیں۔ میری سوچ کی لہریں جب اس اسکرین پر نقش ہو گئیں تو اسکرین کا گراف اچانک ہی بدل گیا۔ اب کمپیوٹر کے دونوں اسپول گھوم رہے تھے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ اسپول ماسک مین کی سوچ کی لہریں اسکرین تک پہنچاتے ہیں۔ اسکرین پر اب انجانی سوچوں کی لہریں نقش ہو رہی تھیں۔ اور وہ سوچیں لفظوں کی صورت میں سفید کاغذ کے ربن پر پرنٹ ہو رہی تھیں۔

جب دونوں اسپول تھم گئے۔ اسکرین بدل گیا تو جوزف وسکی

نے وہ کاغذ کی بن سونیا کو لا کر دی۔ اس میں لکھا تھا۔

"مادام سونیا! میں آپ کی سوچ کا ایک ایک لفظ پڑھ رہا ہوں۔ آپ کی حیرانی دور کرنے کے لیے یہ بتا دوں کہ اسکرین کے گراف پر آپ کی سوچ کی لہریں ریکارڈ ہو رہی ہیں۔

جیسا کہ سوچ کا ایک مزاج ہوتا ہے۔ سوچ نرم ہو تو گراف پر نرم لکیر پڑتی ہے۔ سوچ کے الفاظ تیز ہوں تو گہری لکیر نقش ہوتی ہے۔ سوچ کی لہروں کی بلندی کے ساتھ لکیریں اوپر جاتی ہیں اور سوچ کی پستی کے ساتھ لکیریں نیچے جاتی ہیں اور دنیا کی جتنی زبانیں ہیں۔ ان سب کے حروف کا اپنا ایک کیریکٹر ہوتا ہے۔ کوئی حرف ادائیگی میں بھاری اور کوئی ہلکا ہوتا ہے کوئی دبیز ہوتا ہے کوئی مہین ہوتا ہے۔ کوئی نرم ہوتا ہے کوئی تند ہوتا ہے غرضیکہ حروف اپنے اندر مختلف مزاج رکھتے ہیں

اگر آج فرہاد زندہ ہوتا تو وہ یہ سن کر فخر محسوس کرتا کہ ہم نے مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید سے استفادہ کر کے یہ سوچنے والی کمپیوٹر مشین ایجاد کی ہے۔۔۔"

ماسک مین عرف کمپیوٹر کی یہ بات سن کر میرے ذہن کو ایک جھٹکا لگا کمپیوٹر نے کیسی چونکا دینے والی بات کہی تھی۔ کلام پاک کے حروف کافروں کو حیرت انگیز سائنسی ایجادیں تک پہنچا دیتے ہیں اور خود مسلمان اپنی مقدس کتاب کو رسمی طور سے پڑھ کر گزر جاتے ہیں لیکن انہوں نے کلام پاک سے کس طرح فائدہ اٹھایا ہے؟

میں بے اختیار یہ سوچ رہا تھا اور میری سوچ کی لہریں اسکرین کے گراف پر نقش ہو رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اس کا جواب موصول ہوا۔ کاغذ کی بن پر لکھا ہوا تھا۔

"مادام سونیا! آپ فرہاد کے ساتھ کافی عرصہ گزار چکی ہیں۔ شاید آپ نے ریڈیو ریفرنس کے ذریعہ قرآن مجید کی تلاوت سنی ہوگی۔ جب مسلمان قاری بلند آواز سے پڑھتے ہیں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ زبان کا ایسا اتار چڑھاؤ، آواز کا دبدبہ، لہجے کی نرمی، حروف کا صحیح اخراج ادائیگی کا استغراق، تعزیرات کی سختی اور ہدایات کی نرمی دنیا کی کسی زبان میں اتنی ساری خوبیاں نہیں ہیں۔ ایک ایک حرف اپنے اندر کتنی ہی لہریں چھپائے رکھتا ہے۔

ہم نے چند مسلمان عالموں کو ریکارڈنگ مشین کے سامنے بٹھایا ان کے ایک ایک حرف کے مزاج کو ریکارڈ کیا پھر ہر حرف کی ادائیگی کا الگ الگ تجزیہ کیا۔ شاید تمہیں معلوم ہوگا کہ سائنسی آلات کے ذریعہ دنیا کی ہر شے کو ناپا تولا جا سکتا ہے حتیٰ کہ اب ایک نقطہ کا وزن بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

ہمارے سائنسدانوں نے برسوں قرآن مجید کے حروف پر اپنا سر کھپایا پھر اس نتیجہ پر پہنچے کہ شارٹ ہینڈ کی مختصر لکیروں نقطوں اور زاویوں کی تکنیک کے مطابق انہیں گراف پیپر پر لکیروں کی صورت میں ریکارڈ کیا جا سکتا ہے۔ جب یہ تجربہ کامیاب ہوا تو ان میں "ق" اور "ڈ" جیسے حروف کا اضافہ کیا گیا جو عربی زبان میں نہیں ہیں

تمہارے سر پر جو آہنی ٹوپ ہے۔ اس کی ننھی سی مشین تمہارے دماغ کی ننھی رگوں کی غیر محسوس لرزشوں کو ریکارڈ کر رہی ہیں۔ رگوں کی یہ لرزشیں تمہاری سوچ کا ارتعاش ہیں۔ جنہیں ہم سوچ کی لہریں کہتے ہیں۔ یہ لہریں آٹرن کیپ کی مشین سے نشر ہو کر کمپیوٹر کے اسکرین گراف پر نشر ہوتی ہیں۔

جس طرح لوگ اب شارٹ ہینڈ کے ایک ایک نقاط فہم اسٹرک کو پڑھ لیتے ہیں۔ اسی طرح ہم چند سائنسداں سوچ کی ان لکیروں کی ایک ایک باریکی کو کمپیوٹر کی خاموش زبان سے سن لیتے ہیں

میرا خیال ہے کہ میں نے کمپیوٹر کے متعلق پوری تفصیل بیان کر دی ہے اسکرین گراف کی لکیروں کے متعلق تمہارے دماغ میں جو الجھنیں تھیں وہ دور ہو گئی ہوں گی۔ اب میں توقع کرتا ہوں کہ تم اس زمین دوز خفیہ اڈے کی تفصیلات بتا دو گی۔ فقط۔ ماسک مین"

سونیا حیرانی سے اس کمپیوٹر کو دیکھ رہی تھی۔ دوسرے لمحوں میں میں حیرانی سے سوچ رہا تھا۔

"فرہاد! انسانی دماغوں کو پڑھتے پڑھتے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کے بعد میں انسانی دماغوں کو پڑھتی رہی۔ اب ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک کمپیوٹر سے سامنا ہے۔ کیا میں انسانی سوچ کی طرح اس کمپیوٹر کے دماغ کی سوچ پڑھ سکتی ہوں؟"

میں ماسک مین کو یہ تاثر دینے کے لیے ایسا سوچ رہا تھا۔ یہ سوچ مشین کے اسکرین پر ریکارڈ ہو رہی تھی اور ماسک مین سمجھ رہا تھا کہ یہ سب کچھ سونیا کی سوچ ہے پھر میں نے سونیا کی طرف سے جواب دیا۔

"ماسک مین! میں پہلے بتا چکی ہوں کہ سپر ماسٹر کے حکم سے فجی اور چمپینزی کو ۸۰ ارض البلد اور ۳۰ طول البلد کے درمیانی علاقہ میں پیراشوٹ کے ذریعہ اتارا گیا تھا۔ گرین لینڈ کے شمال مغربی حصے میں وہ زمین دوز خفیہ اڈا ہے۔

اس خفیہ اڈے کی سب سے اہم شخصیت ڈاکٹر ڈان اسمتھ ہے۔ وہاں درجنوں لوگ اس کے ماتحتوں کی طرح کام کر رہے ہیں میں نے ڈاکٹر ڈان اسمتھ کے دماغ سے جو معلومات اخذ کی ہیں وہ یہ ہیں کہ کرن آئی لینڈز کے ایک سمندر میں چھپیس ڈبہ کر ایٹمی دھماکہ ہوگا۔

کچھ نئے تجربات کے بعد جو ایٹم بم تیار کیا گیا ہے اسے کسی گرم ملک میں نہیں رکھا جا سکتا ماسی لیے اس سرد علاقہ میں اسے اسٹور کیا گیا ہے۔ میں ڈاکٹر ڈان اسمتھ کے دماغ کے ذریعہ ان مشینوں کو آپریٹ کر سکتی ہوں جن سے ایٹمی دھماکہ کیا جائے گا۔ یعنی ان کے خفیہ اڈے کو انہی کے ایٹم بم سے تباہ کر سکتی ہوں۔"

اتنا لکھ کر میری سوچ چپ ہو گئی۔ اسکرین کے گراف پر بننے والی آڑی ترچھی اور اونچی نیچی لکیریں ٹھہر گئیں۔ میری اطلاع اور میرا دعویٰ اتنا اہم تھا کہ ماسک مین جہاں بیٹھا ہوگا۔۔۔ حیرت۔۔۔ اور دہشت سے اچھل پڑا ہوگا۔ اگر میں اس کی سوچ پڑھ سکتا تو دماغ کی اسکرین پر اسے اچھلتے ہوئے ضرور دیکھتا۔ بہر حال تھوڑی دیر بعد کمپیوٹر سے جواب موصول ہوا۔

"مادام سونیا! تم دنیا کے تمام عظیم انسانوں سے زیادہ عظیم ہو اور دنیا کے تمام خوش نصیب انسانوں سے زیادہ خوش نصیب ہو کہ مجھے تمہاری دوستی کا شرف حاصل ہوا ہے۔ کیا تم سپر ماسٹر کے ایٹمی بلان کو خاک میں ملا کر مجھ پر احسان کرو گی؟"

میں نے جواب دیا۔ "دوستوں پر احسان نہیں کیا جاتا، دوستی کا حق ادا کیا جاتا ہے۔ میں تمہاری خواہش کا احترام کروں گی لیکن اس سے پہلے احتیاطی تدابیر لازمی ہیں۔ مثلاً آپ کے جو ایجنٹ یا فرار اگرین لینڈ میں ہوں انہیں جلد از جلد اس ملک کو چھوڑ دینے کا حکم دیا جائے۔ کیونکہ ایٹمی دھماکہ کا اثر پورے ملک پر پڑے گا۔ کسی کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ ہم کیا کرنے والے ہیں۔ اس کے بعد سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرو۔ اس کے سامنے اپنے مفادات کے مطابق شرائط پیش کرو۔ ساتھ ہی الٹی میٹم دو کہ شرائط پر عمل نہ ہونے تو آدھ گھنٹے کے اندر اسے ناقابل برداشت نقصان پہنچایا جائے گا۔"

ماسک مین کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اس نے کہا۔ "تم نہایت معقول مشورے دے رہی ہو۔ ان پر عمل کرنے کے لیے فی الحال وقت لگے گا یعنی کم از کم چوبیس گھنٹے درکار ہیں، کوئی اور مشورہ دینا چاہو تو بھی سر آنکھوں پر۔۔۔۔"

میں نے سوچ کے ذریعہ کہا۔ "سپر ماسٹر سے مذاکرات کے دوران میز ایٹم نہیں آنا چاہیے۔ ورنہ وہ ہوشیار ہو جائے گا۔"

ماسک مین کا جواب ملا۔ "میں اس بات کا خاص خیال رکھوں گا، مادام! اب تم آرام کرو اور مجھے بتا دو کہ آیندہ کب مجھ سے رابطہ قائم کرو گی؟"

میں نے کہا۔ "اب سے ٹھیک چوبیس گھنٹے بعد یہاں اجالوں گی۔ جوزف وسکی سے کہو۔ یہ آٹرن کیپ اب میرے سر سے اٹھا لے۔ بڑی وزنی ہے۔"

کمپیوٹر سے ماسک مین کا رعشتی سلام نشر ہو کر سونیا کے ہاتھوں میں آیا۔ جوزف وسکی کو ڈھیر ساری ہدایتیں دی گئی تھیں۔ ان کے مطابق اس نے سونیا کے سر سے آٹرن کیپ اتار دی۔ اب اور سونیا آزادی سے باتیں کر سکتے تھے لیکن اس وقت جوزف وسکی کی باتوں کو سننا ضروری تھا۔

وہ ریڈ پاور کے تمام اہم افراد سے کہہ رہا تھا۔ "معزز حاضرین! اب سے چوبیس گھنٹے بعد مادام سونیا آپ لوگوں کے لیے ایسا کارنامہ انجام دیں گی جسے دنیا والے رہتی دنیا تک فراموش نہیں کر سکیں گے۔ چوبیس گھنٹے کے لیے اجلاس ملتوی کیا جاتا ہے۔"

ریڈ پاور کی تمام مادام اور تمام باس چند لمحوں تک خاموش رہے اور سوالیہ نظروں سے سونیا کو دیکھتے رہے۔ وہ سونیا سے متاثر تھے بلکہ مرعوب تھے اور جو پانا رعب اور دبدبہ قائم کر دیں وہ دیوتا یا دیوی بن جاتے ہیں۔ سونیا ان کے لیے مافوق الفطرت دیوی تھی۔ وہ لوگ شکایتاً یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ایک عورت کی وجہ سے بار بار اجلاس کیوں ملتوی کیا جا رہا ہے۔

تاہم ایک باڈی بلڈر سٹرنگ مک نے کہا۔ "میں پہلے ہی مادام سونیا کی برتری تسلیم کر چکا ہوں۔ بہتر ہے کہ ہمیں اپنے اپنے ملک واپس جانے کی اجازت دی جائے۔ یہاں مادام کی موجودگی میں ہماری ضرورت نہیں پڑے گی۔"

مادام ویرا نے پوچھا۔ "مسٹر! کیا تم مادام سونیا پر طنز کر رہے ہو؟"

سونیا نے میری سوچ کے مطابق ہنستے ہوئے کہا۔ "نہیں ویرا! مسٹر سٹرنگ مک کی سوچ تیار ہی ہے کہ یہ طعنہ نہیں دے رہا ہے بلکہ بوریت محسوس کر رہا ہے۔ کیونکہ سٹرنگ مک میں اس کی ایک محبوبہ بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی ہے۔"

یہ سن کر سب ہنسنے لگے۔ مسٹر سٹرنگ مک جھینپنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "کیا میں تمہاری محبوبہ کی تفصیل بیان کروں؟"

اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "پلیز مادام! مجھے اور شرمندہ نہ کریں۔"

سونیا گفت گو کا موضوع بدلتے ہوئے بولی۔ "میں جانتی ہوں کہ ماسٹروں کی تنظیم اس قدر منظم ہے کہ وہ ریڈ پاور کو کسی ملک میں قدم جمانے کا موقعہ نہیں دیتی ہے۔ وہ لوگ تمہارے راستوں میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں، تمہارے کتنے ہی مشن ناکام بنا دیتے ہیں۔ تم سب ماسک مین کے سامنے ہی مسائل پیش کرنے آئے ہو۔ میں یقین دلاتی ہوں کہ چوبیس گھنٹے کے بعد تمہارے بہت سے مسائل یہاں بیٹھے ہی بیٹھے حل ہو جائیں گے۔"

اس بات پر سب ہی خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ مادام ویرا نے کہا۔ "مادام! اس مبارک گھڑی کا انتظار کرنے کے دوران یہ چوبیس گھنٹے پیار بن جائیں گے۔ کیوں نہ ہم سب مل کر تفریح کا پروگرام بنائیں۔"

سب لوگ مادام ویرا کی تائید کرنے لگے۔ سونیا نے میری ہدایت کے مطابق کہا۔ "اگر ہم سب کسی خاص مقام پر ایک ساتھ تفریح کی غرض سے جائیں تو کیا دشمنوں کو اس کی اطلاع نہیں ملے گی؟ اس عمارت کے اطراف سخت پہرہ ہے۔ وہ ہمیں یہاں نقصان نہیں پہنچا سکتے لیکن باہر کون سا خطرہ کدھر سے آئے گا۔ یہ ہم میں سے

کوئی نہیں جان سکتا۔"

ایک باس نے کہا۔ "مادام! آپ کو ہر بات کا علم ہو جاتا ہے۔"

"ہاں لیکن موت کا علم کسی کو نہیں ہوتا۔ میں بھی انسان ہوں۔ مجھے بھی ایک دن مرنا ہے اور وہ دن آج کا نہ ہو تو بہتر ہے۔"

سب مایوس ہو گئے۔ سُونیا نے مسکرا کر کہا۔ "میں تم لوگوں کی خواہش کا احترام اس طرح کر سکتی ہوں کہ ہم اسی عمارت کے اندر خوب کھائیں پئیں، ناچیں گائیں اور موج اڑائیں۔ بولو منظور ہے؟"

"منظور ہے۔" سب نے ایک زبان ہو کر کہا۔ پھر ہنستے بولتے ہوئے اس ہال سے باہر جانے لگے۔ ہال سے باہر آ کر سونیا نے کہا۔ "مجھے صرف پندرہ منٹ کے لیے تنہا چھوڑ دو۔ پھر میں تمھاری تفریحات میں شامل ہو جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ زوریچ کے ساتھ ایک آراستہ کمرے میں آ کر لیٹ گئی۔ پھر مجھے مخاطب کیا۔ "بولو فرہاد! آئندہ کیا ارادے ہیں؟"

"جانِ من! تمھارے ساتھ بڑا سنگین ارادہ ہوتا ہے مگر تم ہزاروں میل دُور ہو۔"

"شرارت شروع کر دی تم نے؟ آدمی بن جاؤ اور غور سے سنو۔ اب میں تم سے دُور نہیں رہ سکتی۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم مجھے ریڈ پاور کی تنظیم میں اُلجھا کر دُور سے لفظوں میں مجھ سے پیچھا چھڑا کر کہیں عیش کر رہے ہو۔"

"اچھا اب تم لڑاکا بیوی کی طرح جھگڑا کرنے کے موڈ میں ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔ پہلے تم نے کہا کہ کسی آبمگر کے بحری جہاز میں آسٹریلیا کی طرف جا رہے ہو۔ میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ میں جلد ہی وہاں تم سے ملوں گی لیکن تم مجھے دُور رکھنا چاہتے ہو۔ اسی لیے ایٹمی دھماکے کے سلسلے میں اُلجھا رہے ہو۔"

"میری جان! یہ دھماکہ ضروری ہے۔ اس طرح ہم ماسٹروں کی پوری تنظیم میں دھماکہ کریں گے۔ تمھاری دہشت اُن پر طاری ہو جائے گی۔"

"مجھے دہشت طاری کرنے کا شوق نہیں ہے۔ صاف صاف بتاؤ۔ ہماری ملاقات کب ہو گی۔ ابھی اور اسی وقت ملاقات کا دن اور وقت مقرر کرو۔"

"تم تو جیسے نکاح کی تاریخ مقرر کر رہی ہو۔ میرا بس چلے تو میں ابھی تمھارے پاس آ جاؤں مگر افسوس! مجبوری ہے۔"

"کیسی مجبوری؟ معلوم ہوتا ہے کوئی گنتیا پیچھے پڑ گئی ہے۔"

"پیچھے آنے والی بس ایک ہے۔ ہمیشہ میرے دماغ میں بھونکتی رہتی ہے۔ نام بتاؤں؟"

"بکواس مت کرو۔ میری بات کا جواب دو۔"

"جواب سنو۔ اس دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ماسٹروں کی تنظیم کا ہر فرد جانتا ہے کہ تم فرہاد کو دیوانگی کی حد تک چاہتی ہو۔ فرہاد کی موت کے بعد بھی اُس کے نام پر زندہ ہو۔ ایسی صورت میں اگر تم مجھ سے کہیں ملو گی تو دشمنوں کو شبہ ہو گا کہ شاید فرہاد ہی ہر سکتا ہے، شاید وہ زندہ ہے۔"

"ایسی صورت میں تو پوچھ تم مجھے کبھی نہیں ملو گے۔ کیا تم اپنے بے وقوف بنانے پہ ہو؟ کتنے ہی عشق کرنے والے چھپ کر ملتے ہیں۔ تم ایک اب میں رہو گے تو کوئی پہچان نہیں سکے گا۔"

"فرہاد کی سب سے بڑی پہچان سونیا ہے۔ سُونیا جس سے تنہائی میں ملے گی، وہ یا تو فرہاد ہو گا یا پھر فرہاد کا کوئی ہم پلہ۔ ہر گروہ ماسٹروں کی تنظیم کے افراد اُس ہم پلہ شخص سے بھی دلچسپی لیں گے۔"

"تم نے مجھے ٹالنے والی بکواس کر لی۔ اب میرا فیصلہ سنو۔ ایٹمی دھماکے کے بعد میں ماسک مین کو بتاؤں گی کہ میں ایک اب میں چھپ کر آسٹریلیا جا رہی ہوں۔ دشمن سُونیا کو نہیں پہچان سکیں گے۔ میں دوسرے رُوپ میں تم سے ملوں گی تو کوئی تم پر بھی شبہ نہیں کرے گا۔ بولو کیسی رہے گی؟"

میں اپنا سر کھجانے لگا۔ اُسے ٹالنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ میں اُس سے اُکتا گیا تھا۔ اپنی جان سے کوئی بیزار نہیں ہوتا۔ سُونیا میری جان تھی۔ میری زندگی تھی لیکن بعض حالات میں انسان کو اپنی خوشیوں سے بھی دُور رہنا پڑتا ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اُن یکسانیت سے بیزار ہو جاتا ہوں۔ اگر سُونیا سے ملاقات ہر روز ہی تو وہ کمبل بن جاتی۔ عورت کو ہزار سمجھاؤ کہ ذرا دُوری ہے تو محبت بڑھتی ہے۔ بھڑنے انتظار کرنے اور دوبارہ ملنے کی خوشیاں ہمیشہ یاد گار دن جاتی ہیں اور ہمیشہ ساتھ رہنے والی خوشیاں لڑائی جھگڑوں میں بدلتی رہتی ہیں لیکن یہ باتیں عورت کی سمجھ میں نہیں آتیں۔

میں نے کہا۔ "ابھی بات ہے۔ ایٹمی دھماکہ کے بعد میں ملاقات کا کوئی دن مقرر کروں گا اور بتاؤں گا کہ ہم نئے رُوپ میں کہاں اور کس طرح ملیں گے۔"

"اوہ فرہاد! تم کتنے اچھے ہو۔ جی چاہتا ہے کہ....."

اُس کی بات پوری نہ ہو سکی۔ اچانک ہی میں نے سُونیا کی چیخ سُنی۔ چیخ کی گونج میں اُس کے دماغ نے بتایا کہ اُس کے سر کے پچھلے حصے پر زبردست چوٹ پڑی ہے۔ میں نے اُسے آواز دی مگر اب اُس کا دماغ جواب دینے کے قابل نہ رہا تھا۔ میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔

مجھے اس طرح گھبرا کر نہیں اُٹھنا چاہیے تھا۔ کیونکہ میں جہاز کے کیبن میں مے رُون کے پاس لیٹا ہوا تھا مگر میرا وہ فعل ضروری تھا۔ اپنی سُونیا کو خطرے میں دیکھ کر میں بوکھلا گیا تھا۔ وہ بیہوش

ہو چکی تھی۔ میں اُس سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ ایسی پریشانی میں یاد نہ رہا کہ میں مے رُون کے پاس ہوں۔

مے رون نے میرا بازو تھام کر پوچھا۔ "فرید! کیا بات ہے؟ کیا تم نے کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے؟"

اب میں مے رون کی موجودگی سے پریشان ہو گیا تھا۔ مجھے فوراً ہی واپس سُونیا کے پاس پہنچنا تھا۔ میں نے کہا۔ "ہاں بہت ہی بھیانک خواب تھا۔ مجھے تھوڑی دیر آنکھیں بند رکھنے دو۔ پھر میں تم سے بات کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر سب سے پہلے جوزف وسکی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا کہ اُس نے سُونیا کی چیخ سُنی ہے یا نہیں۔ پتہ چلا کہ سب ہی چیخ سُن کر اُس کمرے کی طرف چلے آئے تھے پہلے اُنھوں نے دروازہ پیٹنا شروع کیا۔ پھر دروازہ توڑنے لگے۔

دروازہ ٹوٹ کر کمرے کے اندر گر پڑا۔ اندر سُونیا نہیں تھی۔ پلنگ کے قریب فرش پر انتونی عرف کو براہمن کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ وہی کو براہمن جو سُونیا کا جانی دشمن تھا۔ سُونیا نے اُس کی دونوں آنکھیں پھوڑ دی تھیں۔ میں اور سونیا کو براہمن کی طرف سے غافل ہو گئے تھے کیونکہ وہ اندھا ہونے کے بعد کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

حالات یہی بتاتے تھے کہ کو براہمن نے سُونیا کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ کیونکہ سُونیا کو غائب کرنے والا لاش میں تبدیل نہیں ہو سکتا تھا۔ میں اُس وقت جوزف وسکی کی دماغی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کمرے کا پچھلا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ کچھ لوگ جوزف وسکی کے ساتھ دوڑتے ہوئے وہاں گئے۔ پچھلے دروازے کے باہر ایک زینہ نیچے کی طرف گیا تھا۔ دوسری طرف دو عدد لفٹ کے دروازے نظر آ رہے تھے۔

ایک دروازے کے نمبر بتا رہے تھے کہ لفٹ نیچے جا رہی ہے۔ اُسی وقت خطرے کا الارم بجنے لگا۔ کچھ لوگ دوسری لفٹ کی جانب دوڑے مگر یہ دوڑ بیکار تھی۔ دوسری لفٹ کو بیکار کر دیا گیا تھا۔ جوزف وسکی تیزی سے چلتا ہوا کمرے میں آیا۔ پھر فون کا ریسیور اُٹھا کر مسلح گارڈز کے اُس لیڈر سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ جو عمارت کے بیرونی گیٹ پر تھا۔

رابطہ قائم ہوتے ہی اُس نے حکم دیا کہ بیرونی گیٹ سے ایک چیونٹی کو بھی باہر نہ جانے دیا جائے۔

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "انتونی عرف کو براہمن کا تابوت لے جانے والی گاڑی گیٹ کی طرف آ رہی ہے۔ کیا اُسے بھی روک دیا جائے؟"

جوزف وسکی نے غصہ سے چیخ کر کہا۔ "یو مان سنس! فوراً اُسے روکو۔ اُس تابوت میں وہ مادام سونیا کر لے جا رہے ہیں۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ جوزف وسکی جیب سے ریوالور نکالتا ہوا تیزی سے دوڑتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا۔ اُس وقت وہ عمارت کی چوتھی منزل پر تھا۔ دُور بہت نیچے بیرونی گیٹ نظر آ رہا تھا۔ ایک ویگن کار میں بیٹھے ہوئے لوگ اسٹین گنوں سے فائرنگ کر رہے تھے۔ ویگن کار تیزی سے دوڑتی ہوئی لکڑی کے گیٹ سے ٹکرا گئی۔ ٹکرانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ گیٹ کا ایک حصہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ کار بھی بے کار ہو گئی لیکن اُس کے پیچھے والی ویگن کار کو آگے نکل جانے کا موقع مل گیا۔

جوزف وسکی کھڑکی کے باہر جھک کر فائرنگ کرتا رہا۔ پھر اُس نے ہاتھ روک لیا۔ کیونکہ اب اُس کے مسلح جوانوں کی گاڑیاں وہاں سے گزر رہی تھیں۔ وہ آگے نکل جانے والی ویگن کار کا تعاقب کرنے جا رہے تھے۔ جوزف وسکی پھر دوڑتا ہوا لفٹ کے پاس آیا۔ نیچے پہنچنے والی لفٹ واپس آ گئی تھی۔ وہ لوگ ایک ہی لفٹ میں گنڈ مو کر نیچے آئے۔ جو ویگن کار گیٹ سے ٹکرا کر بے کار ہو گئی تھی اُس کے دو افراد زندہ گرفتار کر لیے گئے تھے۔ اُن میں سے ایک مرد تھا اور دوسری نیگرو عورت تھی۔

دونوں کو جوزف وسکی کے سامنے پیش کیا گیا۔ اُس نے مرد کے منہ پر ایک اُلٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے پوچھا۔ "جلدی بتاؤ۔ تمھارے آدمی مادام کو کہاں لے جا رہے ہیں؟"

نیگرو عورت نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں گہری سنجیدگی سے کہا۔ "مجھ سے پوچھو۔ انتونی نے دم توڑنے سے پہلے آخری خواہش کی تھی کہ اُس کی لاش کو یہاں چھوڑ دیا جائے۔ اُس کے تابوت میں سُونیا زندہ دفن ہونے کے لیے جائے گی۔"

جوزف وسکی نے اُس کے منہ پر بھی ایک طمانچہ رسید کیا۔ پھر غصہ سے کانپتے ہوئے بولا۔ "میں تم دونوں کو ایسی اذیتیں پہنچاؤں گا کہ تمھاری روح تک کانپنے لگے گی... انھیں اندر لے چلو۔"

وہ لوگ قیدیوں کو لے کر اندر جانے لگے۔ اندر زوریچ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ٹرانسمیٹر کے ذریعہ اُن لوگوں سے باتیں کر رہا تھا، جو ویگن کار کا تعاقب کر رہے تھے۔ تمام اطلاعات موصول ہو رہی تھیں کہ دشمن کس راستے سے سُونیا کو لے جا رہے ہیں۔ ریڈ پاور کے آدمی بڑی کامیابی سے تعاقب کر رہے تھے۔ اُمید تھی کہ وہ لوگ جلد ہی سُونیا کو واپس لے آئیں گے۔

اچانک میں نے محسوس کیا کہ جوزف وسکی نروس ہو رہا ہے۔ اُس کے دل کی دھڑکنیں اپنی رفتار بھول رہی ہیں۔ دونوں ٹانگیں کانپ رہی ہیں۔ پھر وہ فرش پر گر پڑا۔ سب لوگ اُسے سہارا دے کر

اُٹھانے کے لیے آگے بڑھے۔ میں جوزف وسکی کے دماغ سے نکل کر زوریچ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ کیونکہ جوزف وسکی کا دماغ اچھی طرح کام نہیں کر رہا تھا۔

تب ننگرو عورت کی زہریلی ہنسی سُنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی: "مجھے طمانچہ مارنے والا مر رہا ہے۔ اس کی متجسس میرے دانتوں پر لگی تھی۔ تم لوگوں کو یہ یاد ہوگا کہ انتونی کے دانت زہریلے تھے۔ آؤ اب میں اپنا تعارف کرادوں۔ میں انتونی عرف کوبرا مین کی بیوی ہوں۔ وہ ناگ تھا۔ میں ناگن ہوں۔"

سب لوگ ذرا سہم کر پیچھے ہٹ گئے۔ وہ مسلح جوانوں نے ناگن کے دونوں ہاتھوں کو موڑ کر پشت کی طرف گھما دیا۔ وہ دانتوں کی نمائش کرتی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ کچھ لوگ جوزف وسکی کو طبی امداد پہنچانے کے لیے وہاں سے اُٹھا کر لے گئے تھے۔

زوریچ نے ناگن کو خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "سیدھی طرح بتا دو کہ مادام سُونیا کو کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ ورنہ ابھی تمہارے تمام زہریلے دانت توڑ دیے جائیں گے۔"

وہ ایک قہقہہ لگا کر بولی: "آج تک مجھ پر کسی نے ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ جس نے ہاتھ اُٹھایا، اُس کا انجام تم نے دیکھ لیا۔ سنو! اذیتیں برداشت کرنا تو دُور کی بات ہے۔ میں کسی کی نفرت بھری نظریں بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ میرے دونوں ہاتھ موڑ کر اور مجھے قیدی بنا کر میری جڑ تو بین کی جا رہی ہے۔ اس کا انتقام مادام سُونیا سے لیا جائے گا۔"

مجھے زوریچ کے دماغ میں بیٹھ کر پتہ چلا کہ وہ بہت ذلیل ہے۔ اُس نے فوراً ہی مصلحت اندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ "اِسے چھوڑ دو۔"

ناگن کے ہاتھ چھوڑ دیے گئے۔ وہ اپنے ہاتھوں کو سہلانے لگی۔ زوریچ نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی: "جب میں نرس بن کر یہاں انتونی کی تیمارداری کے لیے آئی تھی۔ اُس وقت میں نے اپنا نام بتایا تھا۔"

زوریچ نے سر ہلا کر کہا: "ہاں یاد آیا۔ تمہارا نام نگورا ہے۔ کیا تم بتاؤ گی کہ اتنے بڑے نامور اسپتال کے ڈاکٹر کے ساتھ تم نرس بن کر کیسے آگئیں؟"

نگورا ماتھے پر شکن ڈال کر بولی: "کیوں مسٹر! تم اچانک اتنے اطمینان سے کیوں سوالات کر رہے ہو جبکہ تمہاری مادام خطرے میں ہیں۔"

اس بار زوریچ مسکرا کر بولا: "میں انتونی کی زہریلی فطرت کو سمجھتا تھا۔ کئی بار ہم نے اُس کے دشمنوں کو شوٹ کرنا چاہا لیکن اُس نے مخالفت کی۔ اُس زہریلی فطرت والے نے اپنے دانتوں کے زہر سے انھیں ہلاک کیا۔ یہی فطرت تمہاری ہو سکتی ہے۔ تم اپنے ناگ شوہر کا انتقام اپنے زہریلے دانتوں سے لو گی۔ لہٰذا جب تم یہاں ہماری حراست میں رہو گی۔ وہاں ہماری مادام محفوظ اور سلامت رہیں گی۔"

نگورا غراتی ہوئی اُسے دیکھنے لگی۔ مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ میں نے فوراً ہی زوریچ کے دماغ میں کہا: "یہ مجھ پر حملہ کرنے والی ہے۔"

اسی لمحہ زوریچ اُچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ نگورا دانت کچکچاتی ہوئی آگے بڑھی تھی مگر کسی نے اُسے ٹانگ مار دی۔ وہ اوندھے منہ فرش پر گر کر غصہ سے چیخنے لگی۔ مسلح جوانوں نے دوبارہ اُس کے ہاتھوں کو پشت کی طرف گھما کر اُسے فرش پر سے اُٹھایا۔ وہ آزاد ہونے اور زوریچ پر حملہ کرنے کی ناکام جدوجہد کر رہی تھی۔

زوریچ کے حکم سے اُسے ایک ایزی چیئر پر نیم دراز کر کے رسّیوں سے باندھ دیا گیا۔ اس دوران میں نے سُونیا کے دماغ میں جھانکنے کی ناکام کوشش کی۔ کیونکہ وہ اب تک بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ جب میں دوبارہ زوریچ کے دماغ میں واپس آیا تو نگورا رسّیوں سے باندھی جا چکی تھی۔ کرسی کے قریب ہی ایک ٹرے پر پلاسیے آلات رکھے ہوئے تھے جنھیں دندان ساز دانت نکالنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

نگورا کے سر کو کرسی کی پشت سے اس طرح باندھا گیا تھا کہ وہ اپنے سر کو اِدھر اُدھر ہلا نہیں سکتی تھی۔ زوریچ نے کہا: "تمہارا ناگ شوہر ہمارے لیے کام کرتا تھا۔ ہم جانتے تھے کہ وہ پُوری طرح ہمارا وفادار نہیں ہے۔ تاہم ماسک مین اُسے بلا جھجھلا کر اپنا کام نکال لیا کرتا تھا۔ افسوس کہ وہ مادام کی دشمنی میں مارا گیا۔ تم چاہو تو ہماری دوست بن سکتی ہو۔ نہ چاہو تو ابھی بڑی سنگدلی سے تمہارے ایک ایک دانت اُکھاڑ کر تمہارے سامنے رکھے جائیں گے۔ تمہارے پاس فیصلہ کرنے کے لیے صرف ایک منٹ ہے۔"

اتنی دیر بعد میں نے نگورا کے زہریلے دماغ میں پہنچ کر اُس کی سوچ پڑھی۔ وہ اب خوف زدہ تھی۔ اُسے اپنے دانت عزیز تھے۔ سانپ کو اپنا زہر عزیز ہوتا ہے۔ اسی سے وہ اپنی برتری قائم رکھتا ہے۔ نگورا کی برتری خاک میں ملنے والی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی: "بہرے اندھے زہر کا سرمایہ ختم ہو جائے گا تو میں ایک عام سی معمولی... عورت بن کر رہ جاؤں گی۔ اپنے قبیلے میں واپس جاؤں گی تو میری حیثیت کیڑے مکوڑوں جیسی ہوگی۔ نہیں میں ایسی حقیر زندگی نہیں گزار سکوں گی۔"

وہ سوچ رہی تھی۔ فیصلہ کر رہی تھی۔ دوسری طرف زوریچ ٹرانسمیٹر کے ذریعہ تعاقب کرنے والوں سے باتیں کر رہا تھا۔ پہلے میں نے زوریچ کے دماغ سے باتیں سُنیں۔ پھر اُس دماغ والے کی طرف چھلانگ لگائی، جو دوسری طرف ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہا تھا۔ وہاں تعاقب کرنے والوں کی گاڑی رُک گئی تھی۔ کیونکہ ایک کراسنگ پر دو گاڑیاں نے اطراف سے آکر راستہ روک دیا تھا۔ وہ فائرنگ کر رہے تھے اور سونیا کو لے جانے والی گاڑی دُور آگے جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

فی الحال سُونیا کی واپسی کی اُمید ختم ہو گئی۔ میں نے زوریچ کی سوچ میں کہا: "نگورا جیسی تنہا عورت اپنے چند ساتھیوں کی مدد سے اغوا کی اتنی زبردست پلاننگ نہیں کر سکتی۔ اس عورت کی پُشت پر ایک منظم گروہ ہے۔ اُن کے آدمی اغوا کے ہر راستے اور ہر موڑ پر موجود ہیں اور تعاقب کرنا کام بتا رہے ہیں۔"

زوریچ پریشان ہو کر سوچنے لگا: "میں کیا کروں؟ مادام کو لے جانے والی گاڑی نہ معلوم کہاں چلی گئی ہے۔ مجھے اب دوسروں سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔"

وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعہ اپنی دوسری ٹیم سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ وہاں سے ذرا اطمینان بخش جواب ملا کہ شہر کے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی ہے۔ جیسے ہی وہ سفید ویگن کار نظر آئے گی، اُسے گھیر لیا جائے گا۔

زوریچ نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ پھر گھڑی دیکھنے کے بعد بولا: "نگورا! ایک منٹ گزر چکا ہے۔ اپنا فیصلہ سناؤ۔"

وہ بولی: "میرے دانت سلامت رہنے دو۔ میں مادام سُونیا کو یہاں واپس لے آؤں گی۔"

"تمہیں یہاں سے جانے کون دے گا کہ تم واپس لاؤ گی۔ وہ ٹھکانہ بتاؤ، جہاں تمہارے آدمی مادام کو لے جا رہے ہیں۔"

"سمجھو اس طرح ہوگا کہ کسی ایک مقام پر مادام سے میرا تبادلہ ہوگا۔ میں اُدھر جاؤں گی، مادام اِدھر آئیں گی۔ پہلا گھر بہتر جگہ ہے۔ وہاں لوگوں کی بھیڑ میں کوئی کسی پر فائرنگ نہیں کر سکے گا۔ مجھے ٹیلی فون دو۔ میں اپنے ساتھیوں کو حکم دیتی ہوں۔ وہ مادام کو وہاں لے آئیں گے۔"

اُس کے ایک ہاتھ اور سر کو رسّیوں کی بندشوں سے آزاد کر دیا گیا۔ زوریچ نے ٹیلی فون اُس کے قریب لا کر رکھ دیا۔ وہ نمبر ڈائل کرنے لگی۔

اُسی وقت مے لون نے مجھے مخاطب کیا: "فرید! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم اتنی دیر سے خاموش کیوں بیٹھے ہو؟ کیا خواب کی دہشت ابھی تک طاری ہے؟"

میں مے لون کی مداخلت سے پریشان ہو گیا۔ وہ معصوم لڑکی نہیں جانتی تھی کہ میں خواب کی بجائے دنیاوی حقائق میں اُلجھا ہوا ہوں۔ میں نے کہا: "مے لون! میں بہت پریشان ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ اِس جہاز سے نکل کر ساحل پر چلو گی؟"

"ضرور چلوں گی۔ آؤ ہم مسٹر رزوبرانڈو سے اجازت لے لیں۔"

"نہیں۔ برانڈو اور سارا کو کچھ نہ بتاؤ۔ ہم اُن کی لاعلمی میں یہاں سے جائیں گے۔"

"انھیں بتانے میں کیا حرج ہے؟"

"کیا تم مجھ سے بحث کرو گی؟"

میں نے ناراضگی سے کہا تو وہ تڑپ کر آگے بڑھی۔ پھر میرے گلے میں بانہیں ڈال کر لپٹ گئی۔ "مجھے معاف کر دو فرید! مجھے اپنے دیوتا سے بحث نہیں کرنا چاہیے۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ اب نہیں ہو گی۔"

میں نے کہا: "اچھا تھوڑی دیر اور خاموش رہ کر مجھے سوچنے دو کہ ہم یہاں سے کس طرح ساحل تک پہنچیں گے۔"

وہ الگ ہو کر بیٹھ گئی۔ جہاز سے نکلنے کی ترکیب ذہن میں موجود تھی۔ اس لیے میں پھر زوریچ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ نگورا اس وقت تک فون پر اپنے آدمیوں کو ہدایات دے چکی تھی کہ جیسے ہی سُونیا اُس کے پاس پہنچے۔ وہ لوگ اُسے لے کر چرچ یا گھر میں آجائیں۔

"تمام معاملات طے ہو جانے کے بعد زوریچ نے پوچھا: "ہاں اب بتاؤ تم ایک معروف ڈاکٹر کے ساتھ نرس بن کر کیسے آگئیں۔ کیا اُس نے تم پر شُبہ نہیں کیا؟"

وہ بولی: "وہ معروف ڈاکٹر ماہر نفسیات ہے۔ میرا اور انتونی کا بہترین دوست ہے۔ انتونی ماسک مین کا محکوم بن کر نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں تم سب کی لاعلمی میں اپنا ایک گروہ تیار کر رہی تھی۔ جب تم لوگوں نے ڈاکٹر کو اطلاع دی کہ انتونی ایک مقابلہ میں اندھا ہو چکا ہے تو میں ڈاکٹر کے ساتھ نرس بن کر یہاں چلی آئی۔ انتونی کی حالت بہت نازک تھی۔ اسی نے آخری وقت کہا تھا کہ جب وہ مر جائے اور اُس کے لیے تابوت آئے تو اُس تابوت میں سُونیا کو رکھا جانا چاہیے۔"

"اب تم مادام کے کیسے انتظام کرو گی۔ جبکہ تمہارے پیروکار ہو چکی ہو؟"

"ایک انتظام نہ سہی۔ میں اپنے دانتوں کی سلاخیں چاہتی ہو لیکن میں نے پھر ایک بار سُونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اس بار ملاقات ہو گئی۔ وہ ہوش میں آچکی تھی اور تابوت کے اندر وحشت زدہ نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ ہوا کی آمد و رفت کے لیے تابوت کے ڈھکن میں دو سُوراخ تھے۔ ہلکی ہلکی روشنی بھی تھی۔ اُسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ زندہ تابوت میں لے جائی جا رہی ہے۔ اُس نے فوراً ہی سوچ کے ذریعہ مجھے آواز دی: "بیلو فرہاد!

کیا تم موجود ہو؟"

میں نے کہا۔ "ہاں۔ ایک عورت کے تابوت میں موجود رہنے کا یہ پہلا موقعہ ہے۔ بڑے بوڑھے سچ کہتے ہیں کہ عورت سے دوستی نہ رکھو۔ وہ اپنے ساتھ قبر میں بھی گھسیٹ کر لے جاتی ہے۔"

"بکواس ختم ہو چکی ہو تو بتاؤ۔ میں کہاں ہوں!"

"جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔"

میری پریشانیوں سے لطف اندوز ہو رہے ہو ظالم کہیں کے۔"

"مظلوم کہیں کی.... تمہیں ہوش میں لانے کی کوشش ہو رہا ہوں بے چارے تمہیں لے جانے والے اب اپنی اپنی قبر کھودیں گے لیکن خدا صبر سے کام لینا۔ یہاں تمہارے لیے انتونی کی بیوی سے سمجھوتہ ہو رہا ہے۔"

میں نے اختصار سے اُسے تمام حالات بتائے۔ پھر کہا۔ "اب تم ہوش میں آگئی ہو۔ مجھے اطمینان ہو گیا۔ لہٰذا تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو۔ میں بحری جہاز میں واپس جا رہا ہوں۔"

"ٹھہرو فرہاد! یہ کیا بات ہوئی۔ میں تابوت میں بند ہوں اور تم مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو؟"

"بھئی تم سے کہہ چکا ہوں کہ وہ تمہیں چڑیا گھر میں لے جائیں گے۔ تم نے کیا سمجھ لیا کہ وہ تمہیں جانوروں کے درمیان پنجرے میں رکھیں گے؟"

"میرے لیے ایک ہی جانور کافی ہے جو میری ہانسوں کا پنجرہ توڑ کر بار بار بھاگ جاتا ہے۔"

اُس کی حاضر جوابی پر میں بے اختیار ہنسنے لگا۔

تب مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ ہنستے وقت میری آنکھ کھل گئی تھی اور سامنے جھکی ہوئی مے لون مجھے حیرانی سے تک رہی تھی میری ہنسی کو بریک لگ گیا۔ اُس نے پوچھا۔ "فرید! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ ابھی تم پریشان تھے۔ ابھی ہنس رہے ہو؟"

میں نے بات بنانی شروع کی۔ "دیکھو مے لون۔ بات یہ ہے کہ بس پریشانی ختم ہو رہی ہے میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے کہ ہم یہاں سے ساحل تک کیسے جائیں گے۔ ٹھہرو ایک بار مجھے اور اچھی طرح سوچ لینے دو۔ میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ جہاز چھوڑنے سے پہلے یہ معلوم کرنا تھا کہ سمندری عقاب اور سارا کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ چند گھنٹے پہلے سمندری عقاب یعنی رابرٹ رابرٹسن نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ وہ مے لون کو جائے میں نیند کی دوا پلا کر سلا دے گا اور اُس کی بیٹی سارا مجھے ساحل پر لے جائے گی۔

میں نے مسٹر برانڈو کا حربہ اسی پر آزمایا۔ برانڈو شراب کے جام میں نیند کی دوا گھول کر پی گیا۔ مزید ستم یہ کہ میں نے اُسے کئی جام پلا دیے۔ اُس کی طرف سے اطمینان تھا کہ وہ اگلے دن بھی سوتا رہے گا۔

تاہم میں نے احتیاطاً برانڈو کے دماغ میں جھانکنا چاہا لیکن مجھے اُس کا دماغ نہ ملا۔ یا حیرت! وہ کیسے مر گیا؟ وہ تو اچھا صحت مند تھا۔ بڑھاپے میں بھی جوان نظر آتا تھا۔ کیا شراب نوشی کی زیادتی نے اُسے مار ڈالا؟ ہاں یہی ہو سکتا تھا۔ ایک تو شراب اُوپر سے خوابآور دوا۔ دونوں نے مل کر اسے ہمیشہ کی نیند سُلا دیا۔

مجھے اُس کی موت پر ذرا بھی افسوس نہیں ہوا۔ میں نے اُس کے مُردہ دماغ کو بھول کر سارا عرف رومانہ کے زندہ دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ وہ بستر پر بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی۔ پتہ چلا کہ آدھ گھنٹہ پہلے وہ میری تلاش میں اپنے کیبن سے نکلی تھی۔ اُس نے میرے کیبن کے دروازے پر کان لگا کر سُنا۔ پھر ہلکی سی دستک دی لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

میں نے لون کو پہلے ہی سمجھا چکا تھا کہ کوئی بھی دستک دے یا بُلائے آواز نہ دینا۔ اسی لیے وہ بیچاری خاموش رہی۔ بہرحال اُس کے بعد سارا نے لون کے کیبن میں گئی۔ اُس کیبن کو خالی دیکھ کر وہ سمجھ گئی کہ وہ پاکٹ سائز چپنی و دخیرہ میرے ساتھ وقت گزار رہی ہے۔

یہ علم ہونے کے بعد سارا کے دل پر بجلی گری تھی۔ اُس نے مجھے پا کر کھو دیا تھا۔ اسی لیے وہ بُری طرح چھٹپٹا رہی تھی۔ کروٹیں بدل رہی تھی۔ بے چین ہو رہی تھی اور کباب سیخ کی مانند کروٹیں بدل رہی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ دوبارہ اُٹھ کر میرے کیبن کی طرف آئے۔ اُس کے ذہن کو تھپک تھپک کر سُلا دینا ضروری تھا۔

لیکن اُسے رفتہ رفتہ سُلانے میں کافی وقت صرف ہو جاتا۔ اِس لیے میں نے اُس کی سوچ میں اُسے سمجھایا۔ "مجھے محبت نہیں ہونا چاہیے۔ وہ میرے غلط روّیے سے بدظن ہو کر مے لون کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ میں پھر اُسے منا لوں گی۔ مجھے صبح تک صبر کرنا چاہیے۔"

میری ان باتوں کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ وہ سوچنے لگی۔ "ہاں ابھی کچھ زیادہ نہیں بگڑا ہے۔ اُسے میری قربت یاد ہو گی۔ صبح ہوتے ہی میں اُسے منا لوں گی۔ مجھے خود پر اتنا اعتماد ہونا چاہیے۔"

یہ سوچ کر اُس نے ایک سرد آہ بھری۔ میں آہوں کی سرد سے نکل آیا۔

آنکھیں کھولتے ہی میں نے مے لون سے کہا۔ "چلو اُٹھو! اسکیپ سے جا کر کہو کہ وہ ہمیں موٹر بوٹ کے ذریعہ ساحل پر پہنچا دے۔"

"کیا وہ میری بات مان جائے گا؟"

"اِس جہاز کا ہر فرد تمہارے حکم کی تعمیل کرے گا۔ کیا تم بھول گئیں کہ تم نے کیسا حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا تھا۔ اپنی پُراسرار قوتوں سے دشمنوں کو نیست و نابود کیا تھا اور جہاز کے ایک ایک فرد کی جان بچالی تھی۔ یہاں کے لوگ تم سے خوف زدہ بھی ہیں۔ تم ذرا رعب سے باتیں کرنا۔"

میں اُس کے ساتھ کیبن سے باہر آگیا۔ ہمارا راستہ روکنے والوں میں سے ایک سمندری عقاب مر چکا تھا۔ دوسری سارا عرف رومانہ اپنے کیبن میں صبح کا انتظار کر رہی تھی۔ ہم دونوں اسکیپر کو تلاش کرتے ہوئے انجن روم میں پہنچے۔ اُس نے ہمیں دیکھتے ہی مے لون کو ادب سے سلام کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹی! میں سمجھ رہا تھا کہ تم سو رہی ہو۔ اس لیے صبح تم سے ملاقات کروں گا۔ تجھی دیوی! تم غیب کی باتیں جانتی ہو۔ میں اپنے ایک ذاتی معاملہ میں تم سے مدد چاہتا ہوں۔"

مے لون نے ایک ہاتھ اُٹھا کر اُسے اختیار دیتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری مدد کروں گی لیکن ابھی میں فرید کے ساتھ ساحل تک جانا چاہتی ہوں۔ فوراً موٹر بوٹ کا انتظام کرو۔"

وہ میری طرف دیکھ کر ہچکچانے لگا۔ پھر اُس نے مے لون کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ "بیٹی! میں حکم کا بندہ ہوں۔ مسٹر برانڈو نے حکم دیا ہے کہ فرید کو جہاز سے باہر نہ جانے دیا جائے۔"

وہ بوڑھا سمندری عقاب بہت ہی مکار تھا۔ مرنے سے پہلے مجھے جہاز میں قیدی بنا کر رکھنے کا حکم صادر کر چکا تھا۔ مے لون نے اسکیپر سے کہا۔ "مسٹر برانڈو سے میں سمجھ لوں گی۔ میں جو کہہ رہی ہوں، وہ کرو۔ ورنہ میں ابھی اس جہاز کو تباہ کر دوں گی۔"

اسکیپر وہ تماشہ دیکھ چکا تھا کہ مے لون نے دشمنوں کے جہاز کو کس طرح تباہ کیا تھا۔ اب مے لون کی دھمکی سن کر سہم گیا۔ پندرہ منٹ کے بعد ہی ایک موٹر بوٹ جہاز سے آکر لگ گئی۔ ہمارے لپٹنے کی ایک سیڑھی نیچے تک لٹکائی گئی۔ اسکیپر سوچ رہا تھا کہ ہمارے جاتے ہی وہ برانڈو اور سارا کو صورتِ حال سے آگاہ کر دیگا۔

اگر اسکیپر برانڈو کے کیبن میں جاتا تو یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ مر چکا ہے۔ پھر مجھ پر ہی الزام آتا کہ شاید میں نے اُسے کسی طرح ہلاک کر دیا ہے۔ مے لون نے اُسی وقت میری سوچ کے مطابق کہا۔ "دیکھو میں نہیں چاہتی کہ تم میرے جانے کے بعد مسٹر برانڈو اور سارا کی نیند میں مخل ڈالو۔ میں اُن کے جاگنے سے پہلے واپس آجاؤں گی۔ اتنا یاد رکھو کہ ہزاروں میل دُور رہ کر بھی مجھے حکم عدولی کی اطلاع مل جاتی ہے۔"

بڑی نرمی سے دھمکی دے کر ہم موٹر بوٹ میں آگئے۔ اُس بوٹ کو برانڈو کا ایک ملازم ڈرائیو کر رہا تھا۔ مے لون میرے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اپنا سر تھام کر بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ایک پُراسرار ہستی کیسے بن گئی ہوں۔ ابھی میں نے اسکیپر کو دانستہ دھمکی نہیں دی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے میرے دماغ میں وہ دھمکی آپ ہی آپ پیدا ہو رہی ہے اور میں بے اختیار بولتی جا رہی ہوں۔"

میں نے جواب کیا دیتا؟ اس لیے خاموش رہا۔ اُس نے پوچھا۔ "کیا تم مجھے میرے گھر والوں کے پاس لے جا رہے ہو؟"

میں نے جھک کر اُس کے کان میں کہا۔ "ابھی خاموش رہو۔ میں برانڈو کے اِس ڈرامیور کی موجودگی میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ اُس کی خاموشی سے فائدہ اُٹھا کر میں نے سُونیا سے رابطہ قائم کیا۔ سُونیا نے چیخ کر پوچھا۔ "آخر تم اس بحری جہاز میں کیا کر رہے ہو؟ بار بار مجھے چھوڑ کر کہیں چلے جاتے ہو۔"

میں نے کہا۔ "بیک وقت دو کشتیوں پر پاؤں رکھنے سے یہی ہوتا ہے۔ میری حالت غیر ہے۔ نہ اِدھر کا ہوں، نہ اُدھر کا۔ میں اپنی بات پھر کروں گا۔ تم اپنی سناؤ۔"

"کیا بتاؤں؟ تمہیں بڑی خوش فہمی تھی کہ سمجھوتہ ہو رہا ہے۔ مجھے پڑیا گھر میں پہنچا دیا جائے گا۔ میں تو ابھی تک تابوت میں پڑی ہوں۔"

"بھئی غصہ نہ کرو۔ آرام سے بتاؤ۔ کیا تابوت کا سفر ابھی تک جاری ہے؟"

"نہیں۔ ایک جگہ گاڑی رُک گئی تھی۔ چند لمحوں بعد میں نے اگلی سیٹ سے کسی کے کراہنے کی آواز سُنی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ اس خاموشی میں قدموں کی چاپ سُنائی دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد یہ تابوت سرکنے لگا۔ اگلے ایک گاڑی سے نکال کر دوسری گاڑی میں منتقل کیا گیا ہے۔ اب تم ہی معلوم کرو کہ یہ گاڑی والے مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔"

"یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ تم چیخ کر انہیں مخاطب کرو۔ جواب ملتے ہی میں اُن کی کھوپڑی پر طبلہ بجاؤں گا۔"

"جناب! میں یہ جتن کر چکی ہوں۔ کوئی جواب نہیں دیتا۔ شاید یہ لوگ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ اُن کی آواز سُننے ہی اُن کے دماغوں تک پہنچ جاؤں گی۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تمہیں لے جانے والے گونگے ہوں۔"

"ہونے کو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ تم سے کیا ہو سکتا ہے؟"

"ٹھہرو، میں زور چیخ سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ شاید کوئی بات بن جائے۔"

میں نے زور چیخ کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ غصہ کی شدت سے نگور پاہ ہاتھ پاؤں سے برس رہا تھا۔ نگور اچیخ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "میری باتوں کا یقین کرو۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ وہ مادام کو گرین پلیس لے جائیں۔ وہ اب تک مادام کے ساتھ وہاں نہیں پہنچے۔ میں کیا بتاؤں کہ وہ لوگ راستے میں کہاں گم ہو گئے ہیں۔"

نگور اچیخ رہی تھی کہ اسی وقت اُسے کسی کی آواز سنائی دی۔ اُس نے آواز کی سمت دیکھا۔ مادام ویرا رقتی ہوئی بڑبڑا رہی تھی۔

"میں نہیں جانتی کہ مادام سُونیا سے مجھے اتنی محبت کیوں ہو گئی ہے۔ خدا کے لیے کوئی مجھے تسلی دو کہ وہ واپس آجائیں گی۔..."

اُس کے آنسو دیکھ کر سب ہی کے سر جھک گئے۔ وہ لوگ

کمزور اور بے بس نہیں تھے۔ حالات نے انھیں بے بس کر دیا تھا۔ اُن لوگوں کو سُونیا سے ایسی محبت اور عقیدت ہو گئی تھی کہ اس کے لیے جان کی بازی لگا سکتے تھے لیکن انھیں اس جگہ کا علم نہیں تھا۔ جہاں پہنچ کر وہ اپنی مادام کے لیے کچھ کر گزرتے۔

مجھے مادام ویرا پر بڑا پیار آیا۔ جو میری سُونیا سے اتنی محبت کرے اُسے میں روتے کیسے دیکھ سکتا تھا۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ ویرا! آنسو پونچھ لو۔ میں ابھی تک خیریت سے ہوں۔۔۔"

ویرا بوکھلا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔ "کیوں بوکھلا رہی ہو۔ میں تمھاری سُونیا ہوں۔"

"سُونیا۔ مادام سُونیا!" وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ خوشی سے چیخنے لگی۔ "مادام! کیا واقعی آپ مجھے مخاطب کر رہی ہیں؟"

"ہاں۔ میں سُونیا ہوں۔ ہمارے ساتھیوں سے کہو کہ وہ پریشان نہ ہوں۔"

ویرا کی خوشی اور اضطراب اور اُس کی باتیں سُن کر سب اُسے گہری دلچسپی اور تجسس بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ویرا نے مارے خوشی کے زور زور سے کچھ جھٹکے لیتے ہوئے کہا۔ "ہماری مادام زندہ سلامت ہیں۔ مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ مجھے مخاطب کر رہی ہیں۔"

زوریچ نے اُسے نرمی سے تھپکتے ہوئے کہا۔ "مادام ویرا! خود کو قابو میں رکھو۔ ہماری مادام سے پوچھو کہ وہ کہاں ہیں۔ ہم انھیں لینے جائیں گے۔"

تمام لوگ ویرا کے قریب کھنچ آئے تھے اور اس حسینہ کی کھوپڑی کے اندر بجنے والی سُونیا کی گفت گو کو سننے کی کوشش کر رہے تھے۔ جیسے اُس کے دماغ کے اندر بجنے والی سُونیا کی گفت گو کو سننے کی کوشش کر رہے ہوں۔ اِس دوران میں نے جوزف وسکی کی خیر لی۔ بنگورا کا زہر اپنا کام کر چکا تھا۔ اس لیے اُس کی خیر نہ ملی۔

تب میں نے زوریچ کو مخاطب کیا۔ "ہیلو مسٹر زوریچ! میں سُونیا بول رہی ہوں۔"

وہ بھی ذرا گڑبڑا گیا۔ کیونکہ اُس کا دماغ سُونیا کے زنانہ لہجے میں بول رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "مجھے فوراً بتاؤ۔ جوزف وسکی کی موت کیسے واقع ہوئی؟"

اس نے جواب دیا۔ "مادام! انتونی کی ایک بیوی جانے کہاں سے پیدا ہو گئی ہے۔ اُس کا نام بنگورا ہے۔ آپ کے اغوا کی گستاخی کرنے والی یہی عورت ہے۔ یہ بھی انتونی کی طرح زہریلی ہے۔ اِس کے دانتوں کا زہر جوزف وسکی کے جسم میں سرایت کر گیا ہے۔ ایک ڈاکٹر اُس زہر کا توڑ کر رہا ہے۔ وہ مرا نہیں! ابھی زندہ ہے۔"

میں نے کہا۔ "میرا علم غلط نہیں کہتا۔ وہ مر چکا ہے۔ جاؤ فوراً تصدیق کرو۔"

زوریچ نے فوراً ہی ایک شخص کو جوزف وسکی کی خیریت دریافت کرنے کے لیے اس کمرے کی طرف بھیجا، جہاں وہ زیرِ علاج تھا۔ پھر وہ تمام لوگوں کو بتانے لگا۔ "مادام نے ابھی تک نہیں بتایا کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ ابھی وہ جوزف وسکی کی موت کی پیش گوئی کر رہی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "سنو مسٹر زوریچ! میں ایک تابوت میں بند ہوں اور یہ تابوت کسی موٹر گاڑی میں لے جایا جا رہا ہے۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ پہلے بنگورا کے آدمی مجھے کہیں لے جا رہے تھے۔ ایک جگہ اس گاڑی کو روک دیا گیا۔ میں نے ڈرائیور کے کراہنے کی آواز سنی۔ شاید اُسے ہلاک کر دیا گیا ہے۔ پھر کچھ لوگوں نے اس تابوت کو اُس گاڑی سے نکال کر اب اِس گاڑی میں رکھ دیا ہے۔ بڑی دیر سے یہ سفر جاری ہے۔ کیا اِس سے اندازہ نہیں ہوتا کہ لوگ شہر کی حدود سے نکل چکے ہیں؟"

"یس مادام! تمام باتیں سمجھ میں آ گئیں۔ میں ابھی اپنے آدمیوں کو ہوائی ڈے کی طرف روانہ کرتا ہوں۔ یکایک مجھے اجازت ہے؟"

"ایک منٹ ٹھہرو۔ میں ابھی بتاتی ہوں۔" یہ کہہ کر میں نے سُونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اُسے ویرا اور زوریچ وغیرہ کے متعلق بتایا۔ پھر اُس سے دریافت کیا۔ "اب تم بتاؤ۔ کیا گاڑی کی اگلی سیٹ سے اب بھی کسی کی آواز نہیں آ رہی ہے؟"

سُونیا نے کہا۔ "میں سمجھتی ہوں کہ وہ محاط ہیں یا پھر دھیمی آواز میں باتیں کر رہے ہیں۔ گاڑی کے شور میں اُن کی آواز کم ہو جاتی ہو گی۔ اچھا ذرا ٹھہرو۔ مجھے ٹٹول رہی ہے۔ یہ چمڑے کی بُو ہے۔ زوریچ سے دریافت کرو۔ کیا کسی راستے سے گزرتے وقت ایسی بُو پائی جاتی ہے۔"

میں نے سُونیا کے لہجے میں زوریچ سے دریافت کیا۔ وہ خوش ہو کر بولا۔ "بریلو مادام! ہمیں آپ کا پتہ مل گیا ہے۔ ہم ابھی آپ کی طرف آ رہے ہیں۔"

یہ کہتے ہی اُس نے ٹرانسمیٹر آن کیا۔ پھر اپنے آدمیوں کو مخاطب کرنے لگا۔ وہ انھیں حکم دے رہا تھا کہ اپنی اپنی گاڑیاں پوری رفتار سے پرانے ہائی ڈے پر دوڑائیں۔ راستے میں جو بھی ٹرک یا اسٹیشن ویگن گزرتی ہوئی پائی جائے اُسے روک کر چیک کریں کسی بھی گاڑی سے وہ تابوت ضرور برآمد ہو گا۔"

ٹرانسمیٹر سے احکامات جاری کرنے کے بعد جب اُس نے نظریں اُٹھائیں تو وہاں ریڈ پاور تنظیم کے صرف دو چار افراد نظر آئے تھے۔ اُس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "سب لوگ کہاں چلے گئے؟"

مادام ویرا، مسٹر بنگ اور دوسری مادام اور باس وغیرہ سب ہی جا چکے تھے۔ وہ ہال تقریباً خالی ہو چکا تھا۔ ایک شخص نے جواب دیا۔ وہ سب مادام سُونیا کے لیے پرانے ہائی ڈے کی طرف چلے گئے ہیں۔"

زوریچ کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ ہر مادام اور باس اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھتے تھے اور دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھتے تھے۔ یہ۔۔۔ پہلا موقعہ تھا کہ سب نے متفقہ طور پر مادام سُونیا کی برتری تسلیم کی تھی۔ یہ بات تنظیم کے مفاد میں بہتر تھی۔ مادام اور باس کو یہ معمل یقین ہو گیا کہ اُن کی ریڈ پاور تنظیم اب ناقابلِ شکست ہو گئی ہے لیکن اپنی اپنی سوچ اور اپنے اپنے نظریات ہوتے ہیں۔ زوریچ کے دماغ میں یہ بات آئی کہ تقریباً بیس گھنٹوں میں سُونیا اتنی برتری حاصل کر چکی ہے کہ آئندہ چند دنوں میں وہ مادام سُونیا سے بھی برتر ہو جائے گی۔

یہ خیال دماغ میں آتے ہی زوریچ نے حکم دیا کہ بنگورا کو اُس ہال میں لے چلیں جہاں کمپیوٹر مشین ہے۔ یہ حکم صادر کرتے کے دوران ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ وہ کہتا آ رہا تھا۔ "مسٹر زوریچ! بڑے افسوس کے ساتھ یہ خبر سنا رہا ہوں کہ جوزف وسکی اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔"

زوریچ کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ جوزف وسکی کی موت توقع کے صد فی صد مطابق پہنچا یا تھا۔ بلکہ سُونیا کی پیش گوئی نے اُسے متاثر کیا تھا۔ ویسے تو وہ سب ہی سُونیا سے متاثر تھے لیکن زوریچ کے دماغ میں یہ بات کھٹک رہی تھی کہ ماسک مین کے بلاوے پر آنے والے تمام باس اور مادام بغیر ماسک مین کی اجازت حاصل کیے سُونیا کی طرف کھنچے چلے گئے تھے۔

وہ سر جھٹک سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کے دل میں یہ دہشت پیدا ہوئی کہ سُونیا اُس کے خیالات پڑھ رہی ہو گی۔ اُس نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "ہیلو مادام! آپ میرے متعلق غلط رائے قائم نہ کریں۔ میں آپ کی مخالفت میں نہیں سوچ رہا ہوں۔ میں تو آپ کا ادنیٰ خادم ہوں۔ میں دونوں طرف اپنے فرائض ادا کرتا ہوں۔ یعنی ایک طرف ماسک مین کا وفادار ہوں۔ دوسری طرف آپ کا خادم بھی ہوں۔"

میں نے اُس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اُس نے کئی بار پکارا۔ "ہیلو مادام۔۔۔۔ مادام سُونیا! پلیز مجھے جواب دیں۔ میں آپ کا خادم ہوں۔ مجھے جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔"

میں پھر بھی خاموش رہا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ مادام سُونیا ہال سے آزاد ہونے کی فکر میں ہے۔ اس لیے وہ باقی رابطہ منقطع کر لیتا ہے۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اُس ہال سے نکل کر عمارت کے اُس حصّے میں سے گزرتا ہوا کمپیوٹر کے سامنے پہنچا۔ اُس کے آدمی بنگورا کو قیدی بنا کر وہاں لے آئے تھے۔ پھر جوزف وسکی کی جگہ کمپیوٹر مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔

شاید کمپیوٹر کے پس پردہ ماسک مین موجود نہیں تھا۔ کوئی بھی شخص چوبیس گھنٹے کسی مشین کے ساتھ مغز ماری کے لیے بیٹھا نہیں رہ سکتا۔ دس منٹ کے بعد ماسک مین سے رابطہ قائم ہوا۔ زوریچ نے اُسے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ جوزف وسکی کی افسوس ناک موت کا واقعہ بیان کیا۔ سُونیا سے دوبارہ رابطہ قائم ہونے کی خوشخبری سنائی۔ پھر جواب کا انتظار کرنے لگا۔

کمپیوٹر کے کھلے ہوئے منہ سے کاغذ کی ربن نکلتی جا رہی تھی۔ ماسک مین کا جواب نشر ہو رہا تھا۔ "زوریچ! ابھی تھوڑی دیر پہلے میں بہت خوش تھا۔ مادام سُونیا کے ذریعہ سپر ماسٹر کو نیچا دکھانے کا بھلا موقعہ میرے ہاتھ آیا تھا مگر اس حرامزادی بنگورا نے میرے راستے میں رکاوٹیں پیدا کر دیں۔ سب سے پہلے اُسے جہنم میں پہنچا دو۔"

زوریچ نے حکم کی تعمیل کی۔ فوراً ہی ریوالور نکال کر بنگورا کو جہنم میں پہنچا دیا۔ پھر اُس نے کمپیوٹر کو آن کرنے کے بعد کہا۔ "جنابِ عالی۔۔۔! میں نے آپ کے حکم کے مطابق بنگورا کو ختم کر دیا ہے۔ میں اپنے بیان کے آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری تنظیم کے مادام اور باس مادام سُونیا کے جیسے محکوم یا یکجا بن گئے ہیں۔ وہ یہاں آپ کے بلاوے پر آئے تھے۔ آپ کی اجازت حاصل کیے بغیر وہ لوگ مادام سُونیا کو واپس لانے کے لیے پرانے ہائی ڈے کی طرف چلے گئے ہیں۔ کیا یہ بات نشریش ناک نہیں ہے کہ سُونیا خود کو آپ سے برتر ثابت کر رہی ہے۔ ہمارے اہم افراد کے دل و دماغ پر چھا رہی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد کمپیوٹر سے جواب موصول ہوا۔ "زوریچ! تم مادام سُونیا کی شان میں گستاخی کر رہے ہو۔ فوراً مادام سے رابطہ قائم کر کے اُن سے معافی مانگو۔ یہ میں تمھاری اطلاع کے لیے کہہ دوں کہ مادام سُونیا بلاشبہ مجھ سے بھی برتر ہیں۔"

زوریچ نے کہا۔ "جنابِ عالی! مادام سُونیا سے رابطہ قائم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ تابوت سے باہر نکلنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ انھوں نے اپنی خیریت کی اطلاع دینے اور راستے کی نشان دہی کرنے کے بعد رابطہ ختم کر دیا ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ وہ میری سوچ نہیں پڑھ رہی ہیں۔"

ماسک مین نے حکم دیا۔ "آئرن کیپ پہن کر سوچ کے ذریعہ گفت گو کرو۔"

آئرن کیپ پہننے اور مشین کو آپریٹ کرنے میں دس منٹ صرف ہوئے۔ زوریچ سوچ کے ذریعہ سُونیا کے متعلق شبہات ظاہر کرنے لگا۔ میں بالکل خاموش تھا۔ اگر زوریچ کے دماغ میں ذرا بھی [illegible] تو کمپیوٹر کے اسکرین پر اُس کی لہریں نقش ہو جاتیں۔

زدیچ کے جواب میں ماسک مین نے کہا۔ یہ مشین بہت حساس ہے۔ سوچ کی ہلکی سی لہر کو بھی اسکرین کے گراف پر نقش کر لیتی ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ سونیا تمھارے دماغ میں موجود نہیں ہے لیکن آیندہ تم ایسی حماقت نہ کرنا یعنی سونیا کو غافل سمجھ کر اس کے خلاف کوئی بات نہ کہنا۔ ورنہ یہ بہترین مہرہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"لیکن جناب! وہ جو برتری حاصل کر رہی ہے تو کیا یہ ہمارے لیے نقصان دہ نہیں ہے؟"

جواب ملا۔ "نہیں۔ شطرنج کا ایک معمولی مہرہ آگے بڑھ کر دشمن کے شہ کو مات دیتا ہے تو یہ ہمارے فائدے کی بات ہے۔ ورنہ تم یہ دیکھ چکے ہو کہ سونیا بھی اس لحاظ سے ایک معمولی عورت ہے کہ نگورا جیسی عورت کے ساتھی اُسے غفلت میں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جب سونیا ہمارے لیے مصیبت بنے گی تو کسی نہ کسی دن غفلت میں ہمارے ہاتھوں ماری جائے گی۔"

اُس وقت میں چاروں طرف سے مصروف تھا۔ ایک طرف سے لون میرے راستے لگی ہوئی تھی۔ دوسری طرف سونیا کی فکر تھی کہ نہ جانے آیندہ وہ کن حالات سے گزرے گی۔ موٹر بوٹ کے سفر کے دوران میں نے لون کو خاموش رہنے کی تلقین کی تھی۔ اب میرا فرض تھا کہ میں سونیا کے ذہن سے پکارتا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ سونیا جیسی دلیر ساتھی مجھے زیادہ فکریں مبتلا نہیں کرتی ہے اسی لئے میں ایسے نگین حالات میں سونیا کو چھوڑ کر بنا پستی دوستوں کے خاتموں کو کریدتا رہتا ہوں۔

اگر میں ایسا نہ کرتا تو ماسک مین کے سوچنے کا انداز مجھ پر واضح نہ ہوتا۔ مجھے یہ نہ معلوم ہوتا کہ سونیا کی تمام صلاحیتوں کے باوجود وہ اُسے سرآنکھوں پر بٹھائے رکھنے کے باوجود ماسک مین اُسے ایک معمولی مہرہ سمجھتا ہے اور کسی وقت بھی اُس سے کہہ کر اپنی بساط کے باہر پھینک سکتا ہے۔ اُسے میٹھی چھری سے قتل کر سکتا ہے۔

میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اُس کی سوچ سے پتہ چلا کہ گاڑی کسی جگہ رُک گئی ہے اور کچھ لوگ اُس تابوت کو اُٹھائے ہے ہیں۔ میں نے کہا۔ آرام سے لیٹی رہو۔ وہ تابوت کو اگر کسی قبرستان میں لے کر آئے ہیں تو دم شود نہ مجانا اور اگر کسی ویرانے میں لے کر آئے ہیں تو پہلے وہ قبر کھودیں گے۔ اتنی دیر میں ریڈیو اور کے آدمی وہاں پہنچ جائیں گے۔ میں تمھاری طرف سے ویرا کو مخاطب کر رہا ہوں۔"

میں نے ویرا کے دماغ میں اُسے پکارا۔ "ہیلو ویرا! میں سونیا بول رہی ہوں جس میں تم بیٹھ کر میری طرف آ رہی ہو۔"

ویرا خوش ہو کر بولی۔ "سلام! اپنے دماغ میں آپ کی باتیں سن کر میں کتنا خوش ہوں۔ جیسے آپ مجھ میں سما گئی ہیں۔ اب میں تنہا نہ رہی۔ مادام سونیا بن گئی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "یہ تمھاری بے پناہ عقیدت ہے۔ اس کی بات سنو۔ جس گاڑی میں میرا سفر جاری تھا۔ وہ ایک جگہ رُک گئی ہے۔ رُکنے سے تقریباً پندرہ منٹ پہلے وہ گاڑی دائیں طرف مڑ گئی تھی۔ لہٰذا اپنے دائیں طرف دیکھتے چلو۔ شاید میرا تم سے رابطہ قائم کریں۔"

یہ کہہ کر میں پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے کہا۔ "فرہاد میں نے ایک بات محسوس کی ہے۔ میرا تابوت اُٹھانے والا پختہ فرش پر چل رہے تھے۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ تابوت ہموار ایک جگہ رُک کر اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اُس کے بعد تابوت سرکنے کی طرف ذرا نیچے جھک گیا۔ ٹانگوں کی طرف اوپر اُٹھ گیا۔ پھر مجھے ایسے ہلکے ہلکے جھٹکے لگے جیسے وہ سنبھل کر ایک ایک زینہ نیچے اُتر رہے ہوں۔"

"پھر ایک نئی اُلجھن۔" میں نے پریشان ہو کر کہا۔ "وہ لوگ تمھیں کسی تہہ خانہ میں لے جا رہے ہیں۔ یہ تو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ نہ اُن کی آواز مل رہی ہے۔ نہ چہرے نظر آ رہے ہیں۔ اگر یہ لوگ تمھیں تہہ خانے میں بند کر کے کہیں چلے گئے تو۔۔۔"

سونیا نے بات کاٹ کر کہا۔ "فرہاد! ہوشیار۔ یہ تابوت کو فرش پر رکھنے کے بعد اسے کھول رہے ہیں۔"

"تم اطمینان رکھو۔ میں تمھارے پاس موجود ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے آنکھیں کھول کر لون کو دیکھا۔ میں ایک بار پھر اُسے تاکید کرنا چاہتا تھا کہ وہ میری خاموشی میں مخل نہ ہو۔ لیکن اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ وہ رات بھر کی جاگی ہوئی تھی۔ میرے کاندھے پر سر رکھے سو رہی تھی۔

موٹر بوٹ تیز رفتاری سے سمندر کی سطح کو چیرتی ہوئی کہاں جا رہی تھی۔ اگر ہانگ کانگ کے ساحل پر پہنچنا ہوتا تو اتنی دیر نہ ہوتی۔ چونکہ ہمارے پاس پاسپورٹ نہیں تھا۔ اس لیے ہمیں بلیک پورٹ کی طرف لے جا رہا تھا۔

بہرحال میں چند سکنڈ بعد ہی سونیا کے پاس لوٹ آیا۔ تابوت کا اوپری حصہ کھل چکا تھا۔ سونیا کو چار مسلح افراد نظر آ رہے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "فرہاد کہاں چلا گیا۔ ابھی وعدہ کیا تھا کہ وہ میرے ساتھ رہیں گا مگر یہ صاحب ذرا سی چھوٹ ملتے ہی دوسری طرف چلے جاتے ہیں۔ میں خوب سمجھتی ہوں۔ وہاں کسی خوب صورت چھوکری کو پھانس رکھا ہے۔ تھوڑی دیر مجھے تسلی دی جاتی ہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس چھوکری کو دلاسے دے کر یہ حضرت واپس آ جاتے ہیں۔"

وہ درست سوچ رہی تھی۔ میں ایسی ہی سچویشن سے گزر چکا تھا۔ کبھی میں لون اور کبھی سونیا۔۔۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "تم اپنی پوزیشن پر نظر رکھو۔ میرے متعلق بعد میں سوچ لینا۔ چلو اُٹھیں ریلیکس ہو۔"

تابوت سے اُٹھ کر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "کون ہو تم لوگ؟ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

وہ کھڑی ہو گئی۔ پھر تابوت سے باہر آنے لگی۔ اُس وقت وہ چاروں ریوالوروں کی زد میں تھی۔ ایک فائٹر کی حیثیت سے اپنی ملاحیتوں کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ چاروں محتاط انداز میں پیچھے ہٹتے ہوئے زینے کی طرف چلے تھے۔

سونیا نے کہا۔ "اس تہہ خانے کو بند کرنے سے پہلے پلیز مجھے بتا دو کہ وہاں مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

انھوں نے جواب نہیں دیا۔ وہ زینے پر پہنچ گئے تھے۔ یہ تابوت اتنا لانبا تھا کہ بیک وقت دو آدمی اُس پر سے گزر سکتے تھے۔ سونیا نے کوئی چارہ نہ دیکھ کر ڈرامہ بازی شروع کی۔ تابوت کا ڈھکن ہیلپ ورک رہا تھا۔ اُس پر وہ اپنا سر ٹیک کر کہنے لگی۔ "میں زندہ نہیں رہوں گی۔ میں مر جاؤں گی۔"

زینے پر چڑھنے والے چھ دو آدمی رُک گئے۔ اُسی وقت سونیا نے بڑی پھرتی سے تابوت کے ڈھکن کو پوری قوت سے فائر کیا۔ اُن پر آ چھال دیا۔ وہ دونوں اُس کی زد میں آ کر گرے۔ ریوالور اُن کے ہاتھوں سے چھوٹ کر فرش پر آ گئے۔ جب تک وہ سنبھل کر اُٹھتے اُس وقت تک سونیا اُن کے ریوالوروں پر قابض ہو چکی تھی۔

لیکن ایک بات حیرت انگیز تھی۔ باقی دو مسلح افراد نے سونیا پر فائرنگ نہیں کی۔ وہ آرام سے زینے پر بیٹھ کر تماشہ دیکھنے لگے۔ سونیا نے دونوں ریوالوروں کا رُخ اُن کی جانب کرتے ہوئے کہا۔ "ایک ساتھ فائرنگ ہو گی۔ تم مجھے مار دیں تمھیں ماروں گی۔"

انھوں نے اپنے اپنے ریوالور کی نال جھکا لی۔ یہ گونگا جواب تھا کہ وہ سونیا پر فائر کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ سونیا نے کہا۔ "تو پھر مجھے جانے کا راستہ دو۔"

وہ انکار میں سر ہلانے لگے۔ میں نے کہا۔ "سونیا! وہ اتنے اناڑی نہیں ہو سکتے کہ تمھارے ہاتھوں میں ریوالور ہوں اور وہ اپنی جان بچانے کیلئے تمھارے نشانے پر بیٹھے رہیں۔ فوراً ریوالوروں کو بلیک کرو۔"

وہ بلیک کرنے لگی۔ ریوالوروں کے چیمبر خالی تھے۔ وہ چاروں سنبھلنے لگے۔ اُن میں سے دو آدمیوں نے اپنے ریوالور اُس کی طرف اُچھال دیے۔ سونیا نے غصہ سے ایک ریوالور کھینچ کر مارا۔ اُس نے اُسے بڑی مہارت سے کیچ کر لیا۔ عجیب مسخرے تھے۔ غصہ دلانے والی حرکتیں کر رہے تھے۔ سونیا ایسے حالات میں اپنے دماغ کو ٹھنڈا رکھتی تھی۔ اس وقت بظاہر غصہ دکھاتی ہوئی انھیں تہہ خانہ میں روکے رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پھر اُس نے کہا۔ "مجھے پیاس لگ رہی ہے۔"

ایک شخص پانی لانے کے لیے کونے کی طرف جانے لگا۔ سونیا نے اُن سے پھر پوچھا۔ "کیا تم لوگ ماسٹرس کی تنظیم سے تعلق رکھتے ہو؟"

وہ لوگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ سونیا مجھ سے بولی۔ "فرہاد! میں یہی سمجھتی ہوں کہ سپر ماسٹر کے حکم پر مجھے یہاں لایا گیا ہے۔"

"ہاں حالات یہی بتاتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی سے خائف ہو کر وہ گونگے بن گئے ہیں۔ سپر ماسٹر کے احکام اب تمھارے سامنے زبان نہیں کھولیں گے۔"

"اچھا، میں ابھی انھیں بولنے پر مجبور کرتی ہوں۔"

میں سونیا کی سوچ پڑھ کر سمجھ گیا تھا کہ اُس نے پانی کیوں منگوایا ہے۔ وہ اپنے میز کی طرف ہاتھ لے جا کر ایک میز کلب نکال چکی تھی۔ جیسے ہی وہ شخص گلاس میں پانی لے کر قریب آیا۔ سونیا نے بڑی بیدردی سے اُس کی پسلیوں کے درمیان وہ پن چبھو دی۔ اچانک تکلیف پہنچے تو لوگ اپنے اپنے مزاج کے مطابق کچھ اس طرح چلاتے ہیں۔ "اے باپ رے۔ ماں رے ماں۔ او مائی گاڈ۔ وغیرہ وغیرہ۔"

وہ پانی لانے والا بھی چیخنے لگا۔ "اڑاڑ بڑم غڑم گڑبڑ بڑبڑ۔"

سونیا نے مجھ سے پوچھا۔ "فرہاد! کچھ سمجھ میں آیا؟"

میں نے کہا۔ "آج پہلی بار تمھارے میکے والوں کی بولی سنی ہے۔ میرے سالے کو چپ کراؤ۔ ورنہ میں خیال خوانی بھول جاؤں گا۔"

اتنے میں وہ خود ہی چپ ہو گیا۔ دوسرے نے آگے بڑھ کر سونیا سے اشارے میں التجا کی کہ وہ میز کلب اپنے بالوں میں نکال لے وہ لوگ نہیں بول سکیں گے۔ سونیا نے پوچھا۔ "کیوں نہیں بول سکو گے؟"

اُس نے اور قریب آ کر اپنا منہ کھول دیا۔ تب سونیا نے دیکھا۔ اُس کی آدھی زبان کٹی ہوئی تھی۔ اُس کے بعد باقی تینوں نے بھی اپنے اپنے منہ کھول دیے۔ وہ ایک ایک کے قریب جا کر دیکھنے لگی۔ سب کی زبانیں کٹی ہوئی تھیں۔ نہ جانے کس نے اُن پر مظالم ڈھائے تھے۔ اُن سے اُن کی زبانیں چھین لی تھیں۔ اب وہ اپنی ماں کو ماں اور بہن کو بہن کہہ کر نہیں پکار سکتے تھے۔

سونیا کا دل بھر آیا۔ وہ اُس کے پاس گئی جسے پن چبھویا تھا۔ پھر بڑی محبت سے اُس کی پسلیوں کو سہلانے لگی۔ اچانک ہی اُس بے زبان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ شاید بڑی مدت کے بعد ماں، بہن، بیٹی یا محبوبہ کا پیار بھرا لمس ملا تھا۔

دوسرے بے زبان نے فرش پر گھٹنے ٹیک کر سونیا کے ہاتھ

کو تھام لیا۔ پھر اُسے چُوم کر اپنے چہرے سے لگا لیا۔ وہ دونوں جو سینے پر سر رکھے بیٹھے تھے۔ وہ بھی دوڑتے ہوئے سُونیا کے قریب آ گئے اور اُسے پیار کی محتاجی سے دیکھنے لگے۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہاں کی سچویشن بدل گئی۔ وہاں اب انجانے دشمنوں کا خوف نہیں تھا۔ ایسے اجنبیوں کا پیار تھا۔ جو اپنے بن گئے تھے۔ سُونیا باری باری اُن کے پاس جا رہی تھی۔ ایک ایک کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اُن کی پیشانیوں کو چُوم رہی تھی۔ ایک بے زبان سُونیا کا ہاتھ تھام کر ایک میز کے پاس لے گیا۔ وہ تینوں بھی ساتھ آئے۔ اُنھوں نے سُونیا کو ایک کُرسی پر بٹھایا۔ پھر ایک گونگا ایک کاغذ پر کچھ لکھنے لگا۔

سُونیا میز پر جُھک کر پڑھنے لگی۔ وہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں لکھ رہا تھا۔ "سسٹر سُونیا! ہم انگریزی نہیں جانتے۔ اگر تم روسی کی زبان جانتی ہو تو بتاؤ۔ ہم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

سُونیا نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔ "میں یہاں کی زبان نہیں جانتی۔ کیا تمھارے ساتھ کوئی زبان والا نہیں ہے؟"

اُس نے لکھا۔ "ہمارا ایک لیڈر ہے۔ وہ رات کے وقت آئے گا۔ پلیز تم یہاں اُس کا انتظار کرو۔"

سونیا نے کہا۔ "میں یہاں تہہ خانہ میں رہنا نہیں چاہتی۔ باہر چلو۔"

وہ پھر سوچ سوچ کر لکھنے لگا۔ "باہر خطرہ ہے۔ ریڈ پاور کے کُتے جب تلاش کر کے چلے جائیں گے تو پھر ہم تمھارے حکم پر سر جُھکائیں گے۔ یقین کرو۔ تم یہاں قید نہیں کی گئی ہو۔"

سُونیا نے پوچھا۔ "کیا تمھارا تعلق ماسٹروں کی تنظیم سے ہے؟"

اُس نے پھر تحریر کے ذریعہ یقین دلایا کہ ماسٹروں کی تنظیم سے اُن کا تعلق نہیں ہے۔ میں نے سُونیا کو مخاطب کیا۔ "سونیا! فی الحال تم خطرات سے دُور ہو اور یہ لوگ قابلِ اعتماد ہیں۔ رات ہونے تک تمھیں اُس تہہ خانہ میں آرام کرنا چاہیئے۔"

وہ بولی۔ "یہ لوگ ریڈ پاور کو کتوں کی تنظیم کہہ رہے ہیں۔ سپر ماسٹر سے اِن کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر یہ لوگ ہیں کون؟"

"میرا خیال ہے۔ کوئی نیا گیم شروع ہونے والا ہے۔ اُن بے زبانوں کے زبان والے لیڈر کا انتظار کرو۔"

"فرہاد! ریڈ پاور کے لوگ سورج میں پڑ جائیں گے کہ میں اُن سے دماغی رابطہ کیوں نہیں قائم کر رہی ہوں۔"

"اُنھیں بعد میں سمجھا دیا جائے گا کہ دشمنوں نے تمھیں دوبارہ بے ہوش کر دیا تھا۔ اِس لیے تم اِن سے رابطہ قائم نہ کر سکیں۔ بس اب تم اپنے گرنگے بھائیوں سے دل بہلاؤ۔ میں جا رہا ہوں۔"

"جاؤ۔ میں خوب سمجھتی ہوں کہ مجھ سے پیچھا کیوں چھڑا رہے ہو۔ کرو من رات تم سے باتیں کرتا رہوں۔"

"میرے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ میرے ہیرو جو مر گیا ہے، وہ کبھی میری بات پر نہیں چلے گا۔ تم سے دل لگا رہی ہوں۔ ایسی بھی کیا دوستی کہ ایک ندی کے دو کنارے کبھی کراس کر گئے ہیں۔ بولو کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ وہ پکارنے لگی۔ "فرہاد! واپس تم چلے گئے؟ بے مروّت کیا یہاں سے رخصت نہیں ہو سکتے؟"

میں چُپ چاپ مسکراتا رہا۔ جب اُسے یقین ہو گیا کہ میں جا چکا ہوں تو وہ سرد آہ بھر کر رہ گئی۔

★

مشرقی اُفق کے رُخسار پر صبح کی ہلکی سی لالی آ گئی تھی۔ ڈرائیور اب موٹر بوٹ کو سُست رفتاری سے چلا رہا تھا۔ کیونکہ ساحل قریب آ گیا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "تم ہمیں کہاں لے آئے ہو؟"

اُس نے جواب دیا۔ "یہ ہانگ گانگ کا مشہور سرخ بازار ہے۔ ہماری گفتگو کی آواز پر مے لون بیدار ہو گئی۔ اُس نے پوچھا۔ "کیا ہم ساحل پر پہنچ گئے ہیں؟"

"ہاں۔" ڈرائیور نے کہا۔ "تم دونوں اِسی موٹر بوٹ میں رہنا میں یہاں ایک آفیسر کو رشوت دے کر آؤں گا۔ تب ہی تم لوگوں کو جزیرے میں اُترنے کی اجازت ملے گی۔"

موٹر بوٹ ایک فیری سے لگ کر ٹھہر گئی۔ سامنے ایک بورڈ پر جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا۔ "لوائی فیری۔" لکھا ہوا تھا۔ فیری پر سے کسی نے چینی زبان میں کچھ پوچھا۔ ڈرائیور نے اُسے جواب دیا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے فیری پر چڑھنے کی اجازت مل گئی۔ اُس کے جانے کے بعد میں نے مے لون سے پوچھا۔ "یہاں سے تمھاری کشتی کتنی دُور ہے؟"

"ہانگ گانگ کے ساحل پر۔ یہاں سے مشرق کی طرف جانا ہو گا۔" وہ بولا۔ "فرید! کیا تم میرے گھر والوں کے پاس مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"نہیں۔ میں وہاں تمھیں چھوڑوں گا تو سارا تعفن تمھارے ساتھ ہوئی تمھارے بابا کی کشتی تک پہنچ جائے گی۔ میں نہیں چاہتا کہ تم اُن لوگوں سے ملو۔"

"میں تمھارے سوا کسی کے پاس نہیں جانا چاہتی۔ مجھے کہیں دُور لے چلو۔"

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں۔ اُس وقت میں فرہاد کے تابع میں تھا۔ ہانگ کانگ پہنچنے سے پہلے اپنے چہرے میں تبدیلی لانا چاہتا تھا لیکن جہاز میں سمندری عقاب کی مخالفت نے مجھے میک اپ کرنے کا موقعہ نہیں دیا۔ اب پہلی فرصت میں زیادہ سے اس جانے پہچانے چہرے کو چُھپانا ضروری تھا۔

میں نے کہا۔ "ابھی کہیں دُور بھاگنے کا موقعہ نہیں ہے۔ سارا دن جہاز کے دُوسرے لوگوں سے چھپنے کے لیے ہمیں جتن کرنا پڑے گا۔"

اُس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیسے؟ کیا تم میک اپ کرنا جانتے ہو؟"

"ہاں میں اپنا اور تمھارا چہرہ بدل سکتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر میرے سینے سے لگ گئی۔ "ہائے فرید! پھر تو ہم ہنی مون منا کر زندگی گزار دیں گے۔ دوست اور دشمن ہمیں پہچان نہیں سکیں گے۔ میں آئینہ میں خود کو دیکھوں گی تو مے لون نظر نہیں آئے گی۔ کیسا عجیب سا لگے گا۔"

"ایسا تب ہی ہو گا۔ جب ہمیں کہیں چھپ کر میک اپ کرنے کا موقعہ ملے گا۔"

"ہاں۔ ہم کہاں چھپ سکتے ہیں؟" وہ سوچنے لگی پھر اُس نے پوچھا۔ "کیا بابا کی کشتی میں یہ کام نہیں ہو سکتا؟"

"ہو سکتا ہے۔ تمھارے باپ اور بھائی بہن کو بھی اعتماد میں لیا جا سکتا ہے لیکن وہاں چند ہی گھنٹوں میں سارا پہنچ جائے گی۔ تم یہاں کے چپے چپے سے واقف ہو۔ یہاں کے لوگوں کو جانتی ہو۔ اگر کوئی تمھارا رازدار سہیلی ہو تو اُس کے ہاں یہ کام بن جائے گا۔"

وہ سوچنے لگی۔ "سہیلیاں تو بہت ہیں مگر میں کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔ مجھے تو سارا سے بھی ڈر لگتا تھا کہ کہیں وہ میرے زیور کو دیکھ کر مجھے نہ چھین لے۔ اِسی لیے تو میں سارا سے دُور آ گئی ہوں۔ اب میں فرید کو کسی عورت کے قریب نہیں لے جاؤں گی۔"

مے لون جیسی بھولی بھالی لڑکی اب ایک تجربہ کار عورت کی طرح سوچ رہی تھی۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ یہ مجھے اپنی کسی سہیلی کے ہاں نہیں لے جائے گی اور مجھے کسی کے ہاں جانے کا شوق بھی نہیں تھا۔ اُس کے سوچنے کے دوران ڈرائیور واپس آ گیا۔ اُس نے کہا۔ "کام ہو گیا۔ اب آ جاؤ۔"

میں نے کہا۔ "ہمیں یہاں کی کرنسی چاہیئے۔"

"سیٹ کے نیچے دس ہزار پونڈ ہیں جتنی رقم چاہو لے لو۔" ایکسپرٹ نے کہا تھا کہ مے لون کو کسی بات کی پریشانی نہ ہو۔ وہ جہاز اور موٹر بوٹ سب مے لون کے لیے وقف ہے۔"

میں نے سیٹ کو اُٹھایا۔ اُس کے نیچے نوٹوں کی گڈیاں لگی ہوئی تھیں۔ جتنی گڈیاں میری جیبوں میں آ سکتی تھیں، میں نے ٹھونس لیں۔ پھر مے لون کے ساتھ فیری میں آ گیا۔ ڈرائیور نے ایک آفیسر سے ہمارا تعارف کرایا۔ آفیسر نے مے لون سے اُس کی زبان میں کچھ باتیں کیں۔ پھر ہم اُس کے ساتھ بڑھ آئے۔ اُس نے ہمیں پورٹ کے احاطے باہر لے جا کر چھوڑ دیا۔

میں نے مے لون سے پوچھا۔ "یہ آفیسر کیا کہہ رہا تھا؟"

"ہم ایکسپرس سے یہ کہہ کر آئے ہیں کہ تھوڑی دیر میں واپس آ جائیں گے۔ ڈرائیور نے آفیسر کو یہی بات بتائی۔ آفیسر مجھ سے کہہ رہا تھا کہ ہم دو گھنٹے میں واپس آ جائیں۔ میں نے تین گھنٹے کی اجازت مانگ لی ہے۔ وہ ڈرائیور فیری میں ہماری واپسی کا انتظار کرتا رہے گا۔"

"بڑی مشکل ہے۔ تین گھنٹے میں میک اپ کا سامان حاصل کرنا اور پھر میک اپ کرنا ناممکن ہے۔ کہیں چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی تو ہم پکڑے جائیں گے۔ اب میں تم سے چھپا نہیں چاہتا۔ دماغ سارا مجھ سے شادی کرنے کی ضد کر رہی ہے۔"

وہ چونک گئی کیونکہ میں نے اُس کی دُکھتی رگ پر اُنگلی رکھی تھی۔ اُس نے کہا۔ "تم نہ کہتے۔ تب بھی میں سارا کی نظروں کو سمجھ چکی تھی۔ میں کسی قیمت پر اُسے تمھارے پاس پہنچنے نہیں دوں گی۔"

اب وہ مجبور ہو کر اپنی ایک ایک سہیلی کے متعلق سوچنے لگی کہ مجھے کس سہیلی کے گھر میں چھپا سکتی ہے۔ میں نے یونہی پلٹ کر برتھ کی جانب دیکھا۔ موٹر بوٹ کا ڈرائیور ایک کیب (ٹیکسی) ڈرائیور سے باتیں کر رہا تھا۔

میں نے فوراً ہی اُس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ کیب ڈرائیور کو بچاس پونڈ دے کر کہہ رہا تھا۔ "وہ جہاں بھی کیب لے آئیں، تم آفیسر کے فون نمبر پر مجھے وہ جگہ بتا دینا۔ جلدی جاؤ۔"

وہ کیب ڈرائیور کرتے ہوئے جلدی طرف آنے لگا۔ میں نے مے لون سے کہا۔ "کسی بھی کیب ڈرائیور کو لیے ہوٹل کا پتہ بتاؤ۔ جہاں دو دروازے ہوں۔ ہم اگلے دروازے سے ہوٹل میں داخل ہوں گے اور پچھلے دروازے سے باہر چلے جائیں گے۔"

"فرید! تم اتنے محتاط کیوں ہو؟"

اتنے میں کیب ہمارے سامنے آ کر رُک گئی۔ میں نے آہستگی سے کہا۔ "جو کہتا ہوں، وہ کرو۔ کیب میں بیٹھ کر صرف عشق و محبت کی باتیں کرنا۔..."

میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہاں بیٹھنے کے بعد مے لون نے اپنی زبان میں ڈرائیور سے کچھ کہا۔ پھر مجھ سے بولی۔ "ہم شاتھم روڈ پر چیک امریکن بلڈنگ میں جا رہے ہیں۔ وہاں تمھیں اپنی پسند کی خراب مل جائے گی۔"

کیب تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ میں نے ایک عیاش خرابی کا رول ادا کیا۔ مے لون کو کھینچ کر بولا۔ "تمھاری

قربت میں شراب پانی ہو جاتی ہے۔ ہمارے دیس میں جگہ جگہ چائنیز ریسٹورنٹ ہیں۔ لوگ چائنیز ڈشیں بہت پسند کرتے ہیں۔"

کیب کے باہر رات کی تاریکی چھٹ رہی تھی۔ ہانگ کانگ جاگ رہا تھا۔ سمندر سے چلنے والی نمکین ہوائیں ہمارے پسینے کو نمکین بنا رہی تھیں۔

میں نے کہا۔ "مے لون تم اپنے نام کی طرح حسین ہو۔ اگر میں تمہارے چین میں پیدا ہوتا تو بچپن سے تمہاری پوجا کرتا۔"

اُس کے شگفتہ چہرے پر پاگل جذبوں اور مسرتوں کا ہجوم تھا۔ ویسے تو ہم کیب ڈرائیور کی موجودگی میں رومانی ڈرامہ سے کر رہے تھے لیکن رومانس کی رنگینی آپ ہی آپ سنگینی میں بدلتی جا رہی تھی۔ میں نے اُس کے کان میں آہستگی سے کہا۔ "یہ کیب ہے۔ گھر نہیں ہے۔"

ایسی صورت میں وہ کوئی نہ کوئی گھر فوراً تلاش کرتی۔ لہٰذا پھر سنجیدگی سے سوچنے لگی کہ ہمیں چھپنے کی جگہ کہاں مل سکتی ہے۔ اُس کے دماغ میں بہت سی سہیلیاں اور رشتے دار گڈمڈ ہو رہے تھے۔

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "ہانگ کانگ میں بے شمار عیاشی کے اڈے ہیں۔ ایسی ہی کسی جگہ ایک کمرہ حاصل ہو سکتا ہے۔"

اُس کی سوچ نے کہا۔ "نہیں۔ میں فرید کو ایسی جگہ نہیں لے جاؤں گی۔ جب ایک کمرہ ہی حاصل کرنا ہے تو یہاں کسی ہوٹل میں بھی کمرہ مل سکتا ہے۔ کہ لون کے ہوٹلوں کی یہ خاص بات ہے کہ یہاں رومانی جوڑوں کے راز کو راز رکھا جاتا ہے۔"

کیب چیک امریکن بار کے سامنے آ کر رُک گئی۔ میں نے ڈرائیور کو دو پونڈ ادا کیے۔ پھر مے لون کے ساتھ بار کاؤنٹر کھلے اور وسیع ہال میں داخل ہو گیا۔ صبح کے وقت وہاں برائے نام گاہک تھے یعنی ایسے عادی پینے والے تھے، جو شراب سے کلی کرتے اور منہ دھوتے ہیں اور پہلے پیگ سے نئے دن کا آغاز کرتے ہیں۔

کاؤنٹر کیپر نے ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ مے لون نے کہا۔ "پہلے ہم ٹائلٹ جائیں گے۔ پھر آرڈر دیں گے۔"

میں اُس کے ساتھ ٹائلٹ کی طرف گیا۔ وہاں پھیلا ہوا دروازہ تھا۔ اُس دروازے سے نکلتے ہی سلسلہ وار عمارتیں نظر آئیں۔ اب مے لون میری گائیڈ تھی۔ وہ مجھے ایک تنگ سی گلی میں لے آئی پھر وہاں سے گزرتے ہوئے بولی۔ "تمہیں یہاں کے راستوں کو پہچاننا چاہیئے۔ اب ہم یہاں سے ناتھن روڈ پر پہنچ رہے ہیں۔"

"اس کے بعد کہاں پہنچیں گے؟"

"میں نے سوچ لیا ہے۔ ہم یہاں سے مسترون کے پاس جائیں گے۔ وہ بوڑھی عورت ہے۔ تنہا رہتی ہے۔ اگر ہم دس پونڈ کا نوٹ دیں گے تو وہ ہمیں اپنے ہاں پھیلا لے گی۔"

ہم تیزی سے چلے جا رہے تھے۔ کیمرن روڈ کی ذیلی سڑک بائیں طرف ایک گلی میں مڑ گئے۔ پھر وہ گلی شیطان کی آنت کی طرح ٹیڑھی میڑھی ہو کر دُور تک نہیں چلی گئی۔ وہ بائیں کے نشیب میں تھی۔ جگہ جگہ کوڑا کرکٹ کا ڈھیر تھا۔ گندے پانی کی نکاسی کا راستہ نہ تھا۔ وہ پانی بھی ہماری طرح اِدھر اُدھر بھٹک رہا تھا۔

آخر ہم ایک بانس کے مکان کے سامنے پہنچ کر رُک گئے۔ مجھے چھوڑ کر اندر چلی گئی۔ میں نے آس پاس کا جائزہ لیا۔ دور تک یہی حال تھا۔ رات کو مزدوری کرنے والے ابھی تک سو رہے تھے۔ یہ میرے لیے سازگار تھی۔ کیونکہ اب تک مجھے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

پانچ منٹ کے بعد ہی ایک بوڑھی عورت نے لون کے ساتھ آئی۔ اُس نے روایتی انداز میں جھک کر سلام کیا۔ میں بھی جواباً جھک گیا۔ مے لون نے کہا۔ "اسی طرح جھکے جھکے اندر چلے آؤ۔ یہاں چھتیں تھالے قد سے نیچی ہوتی ہیں۔"

میں اندازہ لگا چکا تھا۔ اُس نے درست کہا تھا۔ چینی باشندوں کے پرانے مکانات اُن کے چھوٹے قد کی مناسبت سے بنائے جاتے ہیں۔ اُن کے سر چھت سے نہیں لگتے۔ پھر بھی وہ سر جھکا کر چلنے کے عادی ہیں۔ مجھے سر کی بجائے کمر جھکا کر چلنا پڑا۔ کمرے میں داخل ہونے سے پہلے جوتے بھی اتارنے پڑے۔ کیونکہ یہ وہاں کا دستور تھا۔

مے لون بوڑھی عورت سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ "چیں چیں لون" والی بولی اپنی سمجھ سے باہر تھی۔ فرش پر ایک بستر بچھا ہوا تھا۔ میں اُس پر آرام سے لیٹ گیا۔ پھر میں نے پوچھا۔ "تم کیا باتیں کر رہی ہو؟"

مے لون نے کہا۔ "یہ بڑھیا بہت ہی لالچی ہے۔ پندرہ پونڈ مانگ رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "مے لون ایسے موقعہ پر سودے بازی نہ کرو۔ یہ ہمارے بہت کام آئے گی۔ یہ لو اسے سولہ پونڈ دے دو۔"

میں نے جیب سے نوٹ نکالے۔ جب مے لون نے آگے کہا کہ اسے سولہ پونڈ دیے جا رہے ہیں تو بوڑھیا پر پہلے تو شدید حیرانی کی سکتہ طاری ہوا۔ پھر وہ چیخ کر فرش پر گر پڑی۔ شکوے کہ وہ بے ایمان نہیں ہوئی۔ یہ دُنیا کے مشہور ترین شہر کی اقتصادی بدحالی تھی کہ اس شہر سے دنیا جہان کے لوگ دولت کمانے گئے تھے اور وہاں کے سولہ پونڈ کو دولت سمجھ کر تقدیر کی مہربانی پر چکرا جاتے تھے۔

میں نے کاغذ قلم منگوایا۔ پھر میک اَپ کے سامان کی تیاری۔ دوسرے کاغذ پر اپنے لباس کی پیمائش لکھی۔ مے لون کی چیزیں بھی لکھی گئیں۔ مے لون اُس بوڑھیا کو ایک ہزار پونڈ دینے کی اپنی زبان میں اُسے سمجھانے لگی کہ راز کو ظاہر کرنا لازمی ہے۔ اس طرح

سی کو جیزہ ہو کر اس گھر میں وہ اجنبی ہیں اور وہ فہرست کی تمام چیزیں فوراً لے آئے۔

بڑھیا بہت خوش تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس مکان کے پرانی دروازے پر تالا ڈال کر چلی گئی۔ ہم دونوں کمرے میں تنہا رہ گئے۔ وہ شرماتی لجاتی ہوئی میرے پاس آئی۔ پھر اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔

مے لون کے معنی ہیں حُسن کی انتہا۔ ہر چیز کی انتہا ہوتی ہے۔ آپ بیتی کے بھی کہتے ہی موڑا اپنی انتہا سے گزرتے ہیں۔ بیان کرنے والا ایسے خوب صورت موڑ سے گزرتے وقت مدہوشی کے عالم میں زبان کو بھی بھول جاتا ہے۔ اور میں بھول گیا.....

✱

چینی گڑیا میرے بازو کے تکیہ پر سر رکھے سو رہی تھی۔ میں بھی پچھلی رات کا جاگا ہوا تھا۔ چونکہ سونے سے قبل سونیا اور سارا کے حالات معلوم کرنے تھے۔ اس لیے جاگ رہا تھا۔ پہلے میں نے آنکھیں بند کر کے سونیا کو دیکھا۔ ایک میز کے اطراف چاروں بے زبان بیٹھے ہوئے تھے، وہ بھی اُن کے ساتھ بیٹھی کھانے میں مصروف تھی۔

میں نے کہا۔ "ہیلو سونیا! کیا اب تک اسی تہہ خانہ میں ہو؟"

"ہاں۔ رات ہونے تک یہیں رہنا پڑے گا۔ ابھی ایک گھنٹہ پہلے تہہ خانہ کے اُوپر قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میرا خیال ہے۔ ریڈ پاور کے آدمی یہاں پہنچ گئے تھے۔ بے چارے تہہ خانہ تک نہیں پہنچ سکے۔ ناکام واپس چلے گئے۔"

"اچھا ہے چلے گئے۔ انھیں اب تمہاری تلاش میں بھٹکنے دینا چاہیئے۔"

"کیا تم نے ارادہ بدل دیا ہے؟ ریڈ پاور کا ساتھ نہیں دو گے؟"

"سونیا! ریڈ پاور اور ماسٹروں کی تنظیم سے کبھی میں نے نظریاتی وابستگی نہیں کی۔ تم اتفاقاً ریڈ پاور والوں کے ہتھے چڑھ گئی تھیں۔ میں جانتا تھا کہ جوسپر ماسٹر ریڈ پاور کو ہمیشہ نیچا دکھاتا رہا ہے، وہ تمہارے ذریعہ ریڈ پاور سے بُری طرح شکست کھائے۔ اب بھی ہم سپر ماسٹر کو بہت ناک سزا دیں گے بظاہر تم ریڈ پاور کا ساتھ دو گی لیکن اُس تنظیم کی اندر سے کمزور کرتی رہو گی۔ اس لیے کہ یہ سب تخریب پسند تنظیمیں ہیں۔"

"میں تو وہی کرتی رہوں گی جو تم کہو گے لیکن مجھ سے جلد ملنے کا کوئی صورت نکالو۔ مجھے اس طرح دو تنظیموں کے درمیان نہ اُلجھاؤ۔"

"ملنے کو تو ہم آج ہی مل سکتے ہیں لیکن کیا تم چمپنیری، شیلا اور لیزا کو ریڈ پاور کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بھاگ آؤ گی؟"

"میں انھیں اپنے ساتھ لاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ اچھی دھماکہ ہو جانے دو۔ میں خود ہی تمہارے پاس پہنچوں گا۔"

"اب تم نے اچھی دھماکہ کی ایک پنگ لگا دی ہے۔ یہ کب ہو گا؟"

"آج کی رات گزر جانے دو۔ ان بے زبانوں کے لیڈر سے ملاقات کر لو۔ ذرا دیکھو کہ یہ کیا چاہتے ہیں؟"

"اچھا۔ ایک رات کی بات ہے۔ صبر کر لیتی ہوں۔"

"شاباش! اب میں رات کو کسی وقت ملاقات کروں گا۔ خدا حافظ۔"

میں اُس سے رخصت ہو کر مے لون کے پاس چلا آیا۔

وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اب میں سارا عرف رُومانہ کو دیکھ رہا تھا۔

اس وقت وہ رُومانہ کے رُوپ میں تھی۔ یہی اُس کا اصل رُوپ تھا جب وہ اسکاٹنگ کے لیے اپنے باپ کے ساتھ سمندر کے سفر پر نکلتی اُس وقت لیڈی سارا بن جاتی۔ چونکہ اب سمندری عقاب کے جہاز کا نام رُومانہ ہو گیا تھا اور اس جہاز کا رنگ روغن بدل چکا تھا۔ اس لیے سارا کے بھی رنگ ڈھنگ بدل چکے تھے۔

اب وہ رُومانہ بنی اپنے باپ کے کیبن میں بیٹھی رو رہی تھی۔ سامنے بستر پر اُس کے باپ سمندری عقاب کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ایکسپرٹ اور جہاز کے دوسرے بوڑھے اُسے تسلیاں دے رہے تھے۔ میں نے آنکھ کھول کر گھڑی دیکھی تو پتہ چلا کہ سارا کو بہت دیر بعد اپنے باپ کی موت کا علم ہوا۔ میرے حساب سے اُسے دو گھنٹے پہلے ہی باپ کے کیبن میں پہنچ جانا چاہیئے تھا۔ کیونکہ وہ صبح ہوتے ہی مجھ سے ملاقات کرنا چاہتی تھی، اپنے باپ سے بھی مشورے کرنا چاہتی تھی۔

میں آہستہ آہستہ اُس کے ذہن کو کریدنے لگا۔ پتہ چلا کہ وہ صبح کے انتظار میں جاگتے جاگتے سو گئی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی وہ پہلے میرے کیبن میں گئی۔ پھر مے لون کے کیبن میں جھانک کر دیکھا۔ ہم نظر نہیں آئے تو وہ باپ کے کیبن میں گئی۔ وہاں روز و برانڈو مابدی نیند سو رہا تھا۔

اُس نے فوراً ہی ایکسپرٹ اور جہاز کے ڈاکٹر وغیرہ کو کال کیا۔ ڈاکٹر نے تصدیق کی کہ حرکتِ قلب بند ہونے کے باعث روزو برانڈو کی موت واقع ہوئی ہے اور یہ سب کچھ شراب نوشی کی زیادتی سے ہوا ہے۔ ایسے وقت وہ تھوڑی دیر کے لیے مجھے اور مے لون کو بھول گئی۔ بہت دیر تک روتی رہی اور باپ کی جدائی کا صدمہ برداشت کرتی رہی۔ بڑے بوڑھے اُسے صبر کی تلقین کرتے رہے پھر وہ آنسو پونچھتی ہوئی بولی۔ "فرید کو اطلاع دو کہ میں یتیم اور بے سہارا ہو چکی ہوں۔"

اُس نے بڑے اعتماد سے یہ بات کہی تھی کیونکہ اب مجھے ہی اپنا سہارا سمجھتی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ میں اُس کی طرف لوٹ آؤں گا۔ لیکن ایکسپیر کی زبان سے یہ سن کر اُس کے ذہن کو جھٹکا لگا کہ مے لون مجھے اپنے ساتھ لے گئی ہے۔

وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ "وہ کہاں لے گئی ہے؟ کب لے گئی ہے؟"

ایکسپیر نے کہا۔ "ٹھیک چار بجے وہ دونوں موٹر بوٹ کے ذریعہ کولون گئے۔ مے لون نے کہا تھا کہ جلد ہی واپس آجائے گی۔"

اُس نے ایکسپیر کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔ "تم نے انھیں جانے کیوں دیا؟ کیا پتا نے اجازت دی تھی؟"

"بیٹی! غصہ کرنے سے پہلے ہماری مجبوریوں کو سمجھ لو۔ ہم سب دیکھ چکے ہیں کہ مے لون پراسرار قوتوں کی مالک ہے۔ اُس نے دھمکی دی تھی کہ آپ کو اور آنجہانی برانڈو کو کچھ نہ بتایا جائے۔ ورنہ وہ اس جہاز کو تباہ کردے گی۔"

ایکسپیر کے گریبان پر سارا کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ مے لون کے سامنے وہ خود مجبور ہو جاتی۔ یہ سوچ کر اُس کا دل بیٹھنے لگا کہ مے لون مجھے اُس سے وعدے لے گئی ہے۔ اب شاید میں اُسے کبھی نہ مل سکوں۔ ایک طرف باپ ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا تھا۔ دوسری طرف میں نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ وہ باپ کو قبر میں اُتارنے کی آخری رسوم ادا کیے بغیر میری تلاش میں نہیں نکل سکتی تھی۔

اُس نے حکم دیا۔ "اپنے آدمیوں کو ابھی کولون کی طرف روانہ کرو۔ اُن سے کہو کہ وہ مے لون کو نہ چھیڑیں۔ صرف فرید پر نظر رکھیں۔ میں شام تک وہاں پہنچ جاؤں گی۔"

ایکسپیر نے کہا۔ "میں نے پہلے ہی یہ انتظامات کیے تھے کہ وہ دونوں نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائیں لیکن وہ ہم سے چھپ کر رہنے کی پلاننگ پہلے ہی کر چکے تھے۔ کیپٹن ڈرامیور نے اطلاع دی کہ وہ چیک امریکن بار میں داخل ہوئے ہیں۔ جب ہمارے آدمی وہاں پہنچے تو وہ غائب ہو چکے تھے۔ انھیں فرار ہونے کے لیے بار کا پچھلا دروازہ مل گیا تھا۔"

وہ تھکے ہوئے انداز میں کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی۔ "وہ کولون اور ہانگ کانگ سے باہر نہیں جا سکتے۔ ہانگ کانگ کے ساحل پر ماہی گیروں کی جو کشتیاں ہیں، اُن میں سے کسی کشتی میں مے لون کا خاندان رہتا ہے۔ اُن کشتیوں کی تلاشی لو۔ وہ ضرور ملیں گے۔"

ایکسپیر وہاں سے جانے لگا۔ سارا نے کہا۔ "ٹھہرو فرید ہانگ کانگ کا ماہر ہے۔ اپنے ساتھ مے لون کا روپ بھی بدل سکتا ہے۔ کشتیوں اور لانچوں ہوٹلوں اور شاہراہوں میں ایسے لانبے قد کے ایشیائی غیر ملکی پر نظر رکھی جائے جس کے ساتھ کوئی چینی دوشیزہ ہو۔"

• سارا! ہانگ کانگ میں سینکڑوں چینی دوشیزائیں غیر ملکیوں کے ساتھ وقت گزارتی ہیں۔ ہم ایسے کتنے لوگوں کا تعاقب کریں گے؟

• خواہ کتنے ہی لوگ ایسے ہوں، سب ہی کو چیک کرو۔ یہاں کا قانون باشندہ نہیں ہوگا۔ اُس کے پاس پاسپورٹ نہیں ہوگا۔ وہ کہیں ہوٹل میں پے انگ گیسٹ کے طور پر کسی کے ہاں رہتا ہوگا۔ بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ جاؤ اور عقل سے کام لو۔"

ایکسپیر چلا گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی۔ اچانک کیا ہو گیا۔ کل رات تک پتا منصوبے بنا رہے تھے۔ پھر طرح فرید کا پیار مجھے واپس مل جانے پر کامیاب سارے منصوبے خاک میں مل گئے ہیں۔ کیا مے لون کو معلوم ہو گیا تھا کہ ہم فرید کو اُس سے جدا کرنے والے ہیں؟"

وہ بے چینی سے پہلو بدلتی ہوئی سوچنے لگی۔ "نہیں ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ مے لون پُراسرار ضرور ہے لیکن اُسے دل کی چھپی سازشوں کو علم نہیں ہوتا۔ پتا فرید کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ یہ بات مے لون کو معلوم نہ ہو سکی۔ پھر ہماری خفیہ سازشوں کا علم اُسے کیسے ہو سکتا تھا؟"

وہ سوچ سوچ کر اُلجھ رہی تھی مگر اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مے لون اچانک مجھے اس سے دُور کیوں لے گئی؟ مجھے یہ آرہی تھی۔ میں نے سارا کو لڑنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ کم از کم تین گھنٹے تک آرام سے سو تا رہوں۔ اگر کمرے میں کسی کے قدموں کی چاپ اُبھرے تو میری آنکھ کھل جائے۔

میں آرام سے سوتا رہا۔ جب آنکھ کھلی تو میری گھڑی میں دن کے دس بج کر پینتالیس منٹ ہو رہے تھے۔ میری تین گھنٹے کی نیند ہو چکی تھی۔ مے لون چار گھنٹے سو چکی تھی مگر اب بھی نیند میں نگر تھی۔ بہت زیادہ تھک جانے کے بعد ایسی ہی نیند آتی ہے۔

میں بستر سے اٹھ کر دروازے کے پاس آیا۔ مکان کے باہر لوگوں کے چلنے پھرنے اور باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ نیچے والے کاروبارِ زندگی میں مصروف تھے۔ میں نے ذرا سا دروازہ کھول کر دیکھا۔ کاریڈور سے وہ بوڑھی عورت گزر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر رُک گئی۔ اپنے سر کو دو بار خم دے کر سلام کرنے لگی۔ میں نے اشارے سے کہا۔ "بھوک لگ رہی ہے۔"

اُس نے مجھے بُلایا۔ میں اُس کے ساتھ چلتا ہوا ایک کمرے میں باتھ روم میں پہنچا۔ اُس نے اشاروں کی زبان میں کہا کہ پہلے غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤں۔ پھر اُس نے کپڑوں کا ایک نیا جوڑا اور باتھ روم کے ساتھ ہی چھوٹا سا کچن تھا۔ وہ کچن میں چلی گئی۔ میں نے بانس کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

پتہ نہیں وہاں کے مکانات کتنے پرانے تھے۔ اُن پر صدیوں کی

گرد جمی ہوئی تھی جو سکتی تھی۔ بانس کی دیواریں سوکھ کر کمزور ہو گئی تھیں۔ جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھیں۔ باہر کا منظر صاف نظر آتا تھا۔ چینی مزدور کاموں کی طرح کاندھے پر سامان اُٹھائے جا رہے تھے۔ چند عورتیں اپنے بچوں کو اپنی پشت پر باندھ کر مکان کے زینے سے اُتر رہی تھیں۔ میں نے اپنے کپڑے اُتار کر بانس کی دیواروں میں پھنسا دیے تاکہ باہر والے مجھے نہ دیکھ سکیں۔

غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر میں نے نیا لباس پہنا۔ بدن ہلکا پھلکا ہو گیا۔ میں تازگی اور فرحت محسوس کر رہا تھا۔ واپس کمرے میں آیا تو نیند بیدار ہو گئی تھی مگر اب تک بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ بند ہوتی جاتی آنکھوں میں بھی میرے سپنے مچل رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی اُس نے شرما کر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔

میں اُس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اُس کے شرمانے لجانے کی ادا اتنی پیاری تھی کہ دل کھنچا جا رہا تھا۔ میں نے اُس پر جھک کر سرگوشی کی۔ "مے لون....؟"

وہ شرما کر سرگوشی کرنے سے مجھل کر باتھ روم میں چلی گئی۔

میں نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کیں۔ پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ سونیا نے کہا۔ "اچھا ہوا تم وقت سے پہلے چلے آئے۔"

"ابھی وقت سے پہلے آرہا ہے۔"

"کون آرہا ہے؟"

"وہی۔ اِن بے زبانوں کا لیڈر۔"

"اُس کی آمد کی اطلاع تمھیں کیسے ملی؟"

"یہاں تہہ خانہ میں ٹیلی فون ہے۔ فون کی گھنٹی سن کر ایک بے زبان نے ریسیور اُٹھایا تھا۔ پھر اُس نے ریسیور میری طرف بڑھایا۔ میں نے آواز سنی۔ دوسری طرف سے وہ کہہ رہا تھا۔ "ہیلو ماما! میں بیٹھے بیٹھے آپ کو تکلیف دینے کی معافی چاہتا ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"ماما! میں بیٹھے بیٹھے اُن چار بے زبانوں کا باپ یا لیڈر ہوں۔ یہاں ریڈ پاور کے آدمیوں نے میری بڑی پٹائی کی ہے۔ اُنھیں شبہ ہے کہ میں نے آپ کو بیٹھے بیٹھے اغوا کیا ہے۔"

"تم مجھے اس تہہ خانے میں کیوں لائے ہو؟"

"آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے۔ میری پٹائی کرنے والے جا چکے ہیں۔ اب میں ایک گھنٹہ تک آپ کے پاس بیٹھے بیٹھے پہنچنے والا ہوں۔"

"کھڑے کھڑے آؤ گے تو جلدی پہنچ جاؤ گے مجھے بور نہ کرو۔ فوراً یہاں آؤ۔"

یہ کہہ کر میں نے ریسیور رکھ دیا۔ اب آدھ گھنٹے سے اس انتظار کر رہی ہوں۔ معلوم ہوتا ہے وہ آتے آتے کہیں بیٹھ گیا ہے۔"

میں ہنسنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "تم ہنس رہے ہو۔ یہ نہیں سوچتے کہ میں کن لوگوں میں آپھنسی ہوں۔ یہ کیسا لیڈر ہے جو مار کھاتا ہے اور ڈھٹائی سے بیان بھی کرتا ہے۔"

"میں کیسے بتاؤں کہ وہ کیا چیز ہے۔ آئے تو دو۔"

اتنے میں اپنے قریب سے مے لون کی آواز سنائی دی۔ "فرید! کیا تم سو گئے ہو؟"

میں خاموشی سے آنکھیں بند کیے پڑا رہا۔ وہ اپنی زبان میں کچھ کہنے لگی۔ شاید یہ سمجھ رہی تھی کہ میری نیند پوری نہیں ہوئی۔ اس لیے میں پھر سو گیا ہوں۔ مجھے جان و ایمان سے چاہنے والی میرے آرام کا خیال کیسے نہ کرتی؟ اُس نے مجھے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

میں واپس غسل خانہ میں گیا تو سونیا مجھے سوچ کی نگری میں پکار رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں آگیا ہوں۔"

اُس نے کہا۔ "وہ بھی آگیا ہے۔"

میں سونیا کی دماغی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ تہہ خانہ کا خفیہ راستہ کھلنے کی آواز آرہی تھی۔ پھر زینے کے اُوپری سرے پر ایک دُبلا پتلا سا بوڑھا نظر آیا۔ اُس نے کینوس کے جوتے پہنے ہوئے تھے۔ اُس کی جرابیں گھٹنوں تک چڑھی ہوئی تھیں۔ گھٹنے اس لیے نظر آرہے تھے کہ اُس نے ہاف پینٹ پہن رکھی تھی۔ اُس کے اُوپر چمڑے کا جیکٹ تھا۔ سر پر ایک فلٹ ہیٹ تھی۔ جس کی بائیں طرف کسی خوب صورت پرندے کا ایک پر لگا ہوا تھا اور اُس کے شانہ سے شاید ایک کیمرہ لٹک رہا تھا۔

وہ زینے پر بیٹھ گیا۔ سونیا نے کہا۔ "نیچے آؤ۔"

وہ سہم کر بولا۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے میں بیٹھے بیٹھے بہت مار کھا چکا ہوں۔ نیچے آؤں گا تو تم بھی مارو گی۔"

"جب اتنا ہی ڈرتے ہو تو مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

"میں اور میرے یہ چاروں بے زبان بیٹے تمھارے غلام بننا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے غلام بنا لیا۔ آگے بولو۔"

"آگے یہ کہ میں ہندوستان میں بیٹھے بیٹھے پیدا ہوا تھا۔ میرا نام جگ پال ہے۔ بچپن ہی سے میرا مزاج عاشقانہ تھا۔ بس اُسی ٹائم ایک لڑکی سے بیٹھے بیٹھے محبت ہو گئی۔"

"اے بوڑھے! مجھے عشق و محبت کی داستان نہ سناؤ۔ کام کی باتیں کرو۔"

"جب تک میں اپنی مسٹری نہیں سناؤں گا، تم میرے کام کی اہمیت کو نہیں سمجھو گی۔ پلیز بیٹھے بیٹھے صبر سے سن لو۔"

سونیا ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ زینے سے اُترتے ہوئے بولا۔

میں اُس وقت پندرہ برس کا تھا۔ رُوپا گیارہ برس کی تھی۔ اتنی سی عمر میں بھی بڑی نخریلی تھی۔ بیٹھے بیٹھے نئی نئی فرمائشیں کرتی تھی۔ اُس کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے میں چور بن گیا۔

اس عمر میں صرف ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنے اور فلمی گیت گانے والی محبت تھی۔ اس سے آگے ہم کچھ نہیں جانتے تھے۔ پانچ برس کے لیے میں جیل گیا تو اُدھر میں بہت کچھ جان گیا اُدھر وہ جوان ہوگئی۔ آہ! اُس وقت ہمارے درمیان جیل کی سلاخیں تھیں۔ جب جیل سے باہر آیا تو بیٹھے بیٹھے ظالم سماج نے رُوپا کو دُوسرے کی دھرم پتنی بنا دیا۔"

سُونیا نے کہا۔ "اپنی داستان کو مختصر کرو۔"

"کر رہا ہوں۔ مختصر یہ کہ اُس کے بعد میں ایک بہت بڑا برگلر اور لاک بریکر بن گیا۔ میں بڑی بڑی مضبوط عمارتوں میں نقب لگا سکتا ہوں۔ موجودہ دَور کے نئے تالوں کو کھول سکتا ہوں۔"

اُس نے اپنے شانہ سے لٹکے ہوئے کیمرے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "یہ خفیہ نمبروں کو اٹیکٹ کرنے والی مشین ہے۔ اس کے ذریعہ میں نے کتنے ہی ممالک کی اہم دستاویزات چُرائی ہیں۔ ریڈ پاور کا ماسک میں بیٹھے بیٹھے میری قدر کرتا تھا۔ میرے ان چار بیٹوں کو بھی اس تنظیم کے ذریعہ جوڈو کراٹے اور چوری بدمعاشی سکھائی۔ اب ہم سب باپ بیٹے بیٹھے بیٹھے پکے بدمعاش بن گئے ہیں۔"

سُونیا نے جل کر کہا۔ "بڑی خوشی ہوئی۔ کیا مجھے بھی پکی بدمعاش بنانے یہاں لائے ہو؟"

"نہیں مادام! کیوں خرمنزہ کرتی ہو۔ تم تو پہلے سے پکی ہو۔"

میں نے سُونیا کی سوچ میں کہا۔ "بوڑھے جگ پال نے تمہاری صحیح تعریف کی ہے۔"

"یو شٹ اپ۔" وہ چیخ کر بولی۔ "مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

"مادام! میں ابھی بتاتا ہوں۔ میں رُوپا کی جُدائی میں چھ ماہ تک بیٹھے بیٹھے روتا رہا پھر میں نے اِن بچوں کی ماں سے شادی کرلی۔"

"یعنی وہ چار بچوں کی ماں تھی۔ جب تم نے شادی کی۔"

"نن نہیں تم غلط سمجھ رہی ہو۔ یہ چاروں میرا خون ہیں شادی کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔"

"اِن کی زبانیں پیدائشی طور پر ایسی ہیں یا کاٹ دی گئی ہیں۔"

"ابھی بتاتا ہوں۔ پہلے رُوپا کی باتیں سُن لو۔"

"جنم میں گئی رُوپا۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ جوان بیٹوں کی زبانیں کٹ گئیں۔ تمہیں ان کی ہمدردی میں کچھ کرنا چاہیے مگر تم محبت کی داستان سُنا رہے ہو۔"

"میں اپنے بیٹوں کی ہمدردی میں اُن کی بھلائی کے لیے رُوپا کی بات کر رہا ہوں مگر تم بیٹھے بیٹھے غصہ دکھا رہی ہو۔"

سُونیا اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ "میں تمہاری بکواس نہیں سُننا چاہتی۔"

جوان بیٹوں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر اُس کے اطراف عاجزی سے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے۔ وہ بول نہیں سکتے تھے لیکن اُن کا عاجزانہ انداز کہہ رہا تھا کہ ہمارے باپ کی باتیں سُن لو۔ سُونیا بور ہوگئی تھی۔ میں نے کہا۔ "بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ تم غصہ میں کسی کا سر نہیں توڑ سکتیں۔ وہ باپ بیٹے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے تو اُن سے نمٹ جانا ناممکن تھا۔ لوگ عاجزی سے جھکتے ہیں اُنھیں دُنیا کا کوئی شرر زور نہیں کر سکتا۔ لہٰذا تم بیٹھے بیٹھے صبر سے اُس کی رام کہانی سُنتی رہو۔ میں اس بوڑھے کی کھوپڑی میں بیٹھے بیٹھے پہنچ رہا ہوں۔"

میں سُونیا کو چھوڑ کر بوڑھے جگ پال کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ یہ بڑی مشکل ہے اگر سُونیا کو اسی طرح غصہ آتا رہا تو میری رُوپا مجھے نہیں ملے گی۔ ہے بھگوان! سُونیا کے دل میں بیٹھے بیٹھے دَیا (ہمدردی) پیدا کردے۔"

سُونیا دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ بوڑھا کہنے لگا۔ "پندرہ برس پہلے میرے اِن بچوں کی ماں بیٹھے بیٹھے مرگئی۔ پھر مجھے رُوپا شدت سے یاد آنے لگی۔ یوں تو میں بیوی کی زندگی میں بھی اُس کے لیے بیٹھے بیٹھے آہیں بھرتا تھا۔ میرے یہ لڑکے بھی جانتے تھے کہ میں بچپن سے رُوپا کے لیے تڑپتا ہوں۔ اپنی ماں کے مرنے کے بعد اِن لڑکوں نے وعدہ کیا کہ یہ اپنے باپ کی محبوبہ کو تلاش کریں گے۔ مل گئی تو اُسے زبردستی اُٹھا کر لے آئیں گے۔

پھر بیٹھے بیٹھے یوں ہوا کہ ایک بار ماسک میں نے بھی ایک اہم مشن پر اپنے ہی دیس میں جانے کے لیے کہا۔ میں بھارت پہنچا تو مجھے بتایا گیا کہ مغربی جرمنی کے ایک بلیک میلر کے پاس ایٹمک ہتھیاروں کے سلسلہ میں اہم کاغذات ہیں اور وہ مدھیہ پردیش میں کسی غیر ملکی ایجنٹ سے اُس کا سودا کر رہا ہے۔

میں بیٹھے بیٹھے ناگپور پہنچ گیا۔ ریڈ پاور کے جاسوس میرے لیے معلومات فراہم کرلیے تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ جمن تالاب کے سامنے والی زرد کوٹھی میں وہ کاغذات رکھے گئے ہیں اور اُسی کوٹھی میں مجھے دوسری منزل کے آئرن سیف کو کھول کر وہ کاغذات حاصل کرنے ہوں گے۔

میں شام کو اُس عمارت میں گیا۔ عمارت کے نچلے حصّے میں آفس تھا اور چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ باہر سے آنے والے مسافر وہاں بیٹھے بیٹھے قیام کرتے تھے۔ مجھے جس کمرے کی نشاندہی کی گئی تھی۔ میں نے اُس کے ساتھ والا کمرہ کرائے پر حاصل کرلیا۔ پھر مجھے اطلاع ملی کہ مغربی جرمنی کے بلیک میلر کے ہاتھوں سے وہ کاغذات نکل چکے ہیں۔ اب وہ کاغذات اُسی ہندوستانی کے پاس ہیں جو میرے ساتھ والے کمرے میں رہتا ہے۔

میں اُس کمرے کے دروازے پر کئی بار بیٹھے بیٹھے گیا مگر وہ ہندوستانی نظر نہیں آیا۔ وہ دروازہ بند رہتا تھا۔ آدھی رات کے بعد جب بالکل سناٹا چھا گیا اور تمام مسافر بیٹھے بیٹھے سو گئے تو میں ضروری آلات سے لیس ہوکر اُس دروازے پر پہنچا۔ سب سے پہلے میں نے دروازے کے کی ہول سے گیس پائپ کو منسلک کیا پھر ٹیوب کو آن کرکے برآمدے میں کھڑا ہوگیا۔ پھر بیٹھے بیٹھے پانچ منٹ گزر گئے۔ کمرے کے اندر جو بھی تھا۔ اُسے اب بے ہوش ہوجانا چاہیے تھا۔ میں نے گیس ٹیوب کو آف کیا۔ وہ تمام چیزیں اپنے کمرے میں لے جاکر رکھیں پھر گیس ماسک پہن کر اُس دروازے پر آگیا۔ اُس دروازے کو کھولنا میرے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا۔ چند سیکنڈ بعد ہی دروازہ بیٹھے بیٹھے کھل گیا۔ میں نے کمرے کے اندر پہنچ کر چٹخنی لگادی۔ کمرے میں آرام دہ آسائشوں کا کوئی سامان نہ تھا۔ ایک ہولڈال کے پاس ایک اُونچی سی میز تھی۔ اُس پر خرشی کرشن بھگوان بیٹھے بیٹھے مُرلی بجا رہے تھے۔ بھگوان کی مورتی کے پاس بہت سے گیندے کے پھول بکھرے ہوئے تھے۔ آرتی کے لیے ایک پیتل کی تھالی رکھی ہوئی تھی اور اُس تھالی کے نیچے تہہ کیے ہوئے کاغذات نظر آرہے تھے۔

میں نے احتیاطاً ریوالور نکال لیا تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ وہ خالی تھا۔ میں نے ریوالور کو جیب میں رکھ لیا۔ دوسری مایوسی کی بات یہ تھی کہ کمرے کی پھلی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں یعنی مینی گیس میں نے کمرے میں پہنچائی تھی۔ وہ بیٹھے بیٹھے کھڑکیوں کے راستے خارج ہوگئی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس کمرے کا مکیں بھی اس راستے سے فرار ہوگیا ہوگا۔ ویسے اس کے فرار ہونے سے کچھ نہ ہوتا۔ نیچے ریڈ پاور کے جاسوس اُس کی تاک میں لگے ہوئے تھے۔

میں نے گیس ماسک اُتار دیا۔ بھگوان کی مورتی کے سامنے ڈنڈوت کیا۔ پھر میز کے قریب آکر تھال کے نیچے سے کاغذات نکالے۔ کاغذات وہی تھے، جن کی تلاش میں میں آیا تھا۔ میں نے خوش ہوکر بھگوان کے سامنے ہاتھ جوڑے۔ سر کو جھکایا لیکن دوبارہ سر اُٹھاتے ہی بیٹھے بیٹھے چونک گیا۔ بھگوان کی مورتی کے پیچھے میری رُوپا کھڑی ہوئی تھی۔

جوانوں کے دل خوشی سے دھڑکتے ہیں۔ میں بوڑھا ہوں اس لیے خوشی کے مارے میرے گھٹنے کانپنے لگے۔ رُوپا اُسی طرح جھلتی تھی پُرشباب تھی۔ جب میں جیل میں گیا تھا تو وہ تیرہ برس کی تھی۔ اب سولہ سترہ برس کی لگ رہی تھی۔"

سُونیا نے پوچھا۔ "اے تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ رُوپا اُس وقت تیرہ برس کی ہوگی۔ اب تو تم جوان بیٹوں کے باپ ہو۔ بوڑھے ہو۔ اُسے بھی بوڑھی ہوجانا چاہیے۔"

"مادام! تم عمر کے حساب سے ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اب اس ساٹھ برس کا ہوں۔ وہ مجھ سے دو برس چھوٹی تھی۔ اُسے اٹھاون برس کی بوڑھی نظر آنا چاہیے مگر وہ جوان ہے اور کنواری ہے۔"

"وہ کنواری کیسے ہوسکتی ہے۔ تمہارے بیان کے مطابق اس کی شادی ہوچکی تھی۔"

"یہ بھی درست ہے۔ میں نے بیٹھے بیٹھے معلوم کیا تھا۔ رُوپا کی شادی ہوچکی تھی۔ اس کے کئی بیٹے پیدا ہوئے آخر میں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ اُس کے بعد رُوپا مرگئی۔ اُس نے مرنے کے بعد میرے لیے دوسرا جنم لیا ہے۔"

"دوسرا جنم؟" سُونیا نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم پاگل ہو؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ انسان مرنے کے بعد پھر ایک بار پیدا ہوتا ہے۔"

"ہاں اسے آواگون کہتے ہیں۔ ہمارے دھرم کے سبھی لوگ اس عقیدے کو مانتے ہیں کہ اگر کسی کی آتما پھل زندگی میں بیٹھے بیٹھے پیاسی رہ جائے تو وہ اپنے پریمی سے ملنے کے لیے دوسری بار جنم لیتی ہے۔ رُوپا نے میرے لیے پھر ایک بار جنم لیا ہے۔"

میں نے سُونیا سے کہا۔ "سُونیا! اس بوڑھے سے بحث نہ کرو۔ یہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد کبھی دوسرے روپ میں کبھی اپنے اصل روپ میں دوبارہ جنم لیتا ہے۔"

"فراڈ! کیا تمہیں یقین ہے کہ رُوپا مرنے کے بعد پھر پیدا ہوگئی ہے۔"

"نہیں۔ ہمارا اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد صرف قیامت کے بعد جِلایا جائے گا۔ تاکہ خدائے بزرگ و برتر کے آگے اپنے اعمال کا حساب دے سکے تم جگ پال کو پاگل نہ سمجھو۔ وہ اپنے عقیدے کے مطابق باتیں کر رہا ہے۔"

"تو پھر رُوپا کون ہوسکتی ہے؟"

میں نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ جس جوان لڑکی کو اُس نے دیکھا ہے، وہ رُوپا کی آخری بیٹی ہوگی اور رُوپا کی ہمشکل ہوگی۔ اُسے آگے کہنے دو۔ شاید میری بات کی تصدیق ہوجائے۔"

سونیا نے جگ پال سے کہا۔ "میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتی۔ آگے کہو۔"

وہ کہنے لگا۔ "تقریباً پینتالیس برس کے بعد اچانک رُوپا کو دیکھ کر میں ساری دُنیا کو بھول گیا۔ میں نے خوشی سے کانپتے ہوئے کہا۔ "رُوپا۔ تم۔ یہاں۔۔۔۔"

وہ اپنی بڑی بڑی کٹورہ جیسی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر وہ بولی۔ "تم مجھے رُوپا کیوں کہہ رہے ہو؟ کیا مجھے پہچانتے ہو؟"

"ہاں رُوپا! میں تمہیں اتنا پہچانتا ہوں کہ بیٹھے بیٹھے اپنے کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ تم کیشو ناتھ کی بیٹی ہو۔ اب سے تقاون برس پہلے تم رائے پور میں پیدا ہوئی تھیں۔ ہم دونوں بچپن سے بیٹھے بیٹھے محبت کرتے رہے۔ تیرہ برس کی عمر میں تم نے سونے کی بالی پہننے کی ضد کی۔ میں نے تمہاری خواہش پوری کرنے کے لیے چوری کی۔ پھر پکڑا گیا۔ بیٹھے بیٹھے جیل چلا گیا۔ پانچ برس بعد واپس آیا تو تمہاری شادی ہو چکی تھی۔"

وہ میری باتیں بڑے غور سے سن رہی تھی۔ پھر میری بات کو ہنسا نے لگی۔ "میں رائے پور میں پیدا ہوئی۔ کیشو ناتھ کی بیٹی ہوں اور تیرہ برس کی عمر میں تم سے بچھڑ گئی۔۔۔۔ ہاں ہاں مجھے یاد آگیا۔ میں تمہیں سپنوں میں دیکھتی رہی ہوں۔ تمہارا نام۔ تمہارا نام۔۔۔"

وہ یاد کرنے لگی تو میں نے اپنا نام بتایا۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ "ہاں تمہارا نام جگ پال ہے۔ یہ نام میرے دل کی دھڑکنیں بھی پکارتی رہتی ہیں۔ تم کہاں کھو گئے تھے میرے بوڑھے پریمی؟"

وہ مورتی کے نیچے سے میرے پاس آئی۔

میں نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "میں بیٹھے بیٹھے بوڑھا ہو گیا ہوں۔ تم جوان کیسے رہ گئیں؟"

وہ بولی۔ "تم بدیسی لوگوں میں رہ کر یہ بھول گئے ہو کہ ہمارے دیس کے پریم کرنے والے مرنے کے بعد دوسرا جنم لیتے ہیں۔ میری آتما تمہارے لیے بھٹک رہی تھی۔ اس لیے میں اس سنسار میں پھر تمہیں پانے کے لیے آگئی ہوں۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "میں بیٹھے بیٹھے بھول گیا تھا کہ پیار کرنے والے دوبارہ جنم لیتے ہیں!"

سونیا نے بیزار ہو کر کہا۔ "تم یہ دوسرے جنم کی بکواس کب ختم کرو گے۔ بھئی مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ تمہارے لیے دوبارہ جوان اور کنواری لڑکی بن کر اس دنیا میں آئی ہے۔ اب آگے کہو۔"

جگ پال نے شکایتاً کہا۔ "مادام! اس سائنسی دور میں بیٹھے بیٹھے اتنا بڑا واقعہ ہو گیا۔ جس بات کو عقل تسلیم نہیں کرتی اُسے رُوپا نے اپنے دوسرے جنم سے ثابت کر دیا۔ مجھے بیٹھے بیٹھے دکھ پہنچ رہا ہے کہ آپ کو حیرانی نہیں ہوئی۔ آپ میری رُوپا سے دلچسپی نہیں لے رہی ہیں۔"

"میں بعد میں دلچسپی لوں گی۔ پہلے یہ بتاؤ کہ پھر کیا ہوا؟"

"پھر رُوپا مجھے غور سے دیکھنے لگی۔ مجھے اپنے بڑھاپے پر شرم آ رہی تھی کہ وہ بیٹھے بیٹھے غور سے میرے چہرے کی جھریاں گن رہی ہو۔ پھر اس نے اداس لہجے میں کہا۔ "میں کبھی کبھی تمہیں تلاش کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہو مگر تمہیں تو یہ بھی نہیں کہ میں نے دوبارہ جنم لیا ہے۔"

میں بیٹھے بیٹھے خستہ حالی سے بولا۔ "مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم پنرجنم لیا ہے۔ اب میں بھی اپنے پیار کو امر بنا دوں گا۔ اُدھم پور سے لے کر اس دیس سے باہر چلے جائیں۔"

وہ میرے ہاتھوں میں کاغذات کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "آواز میرے محبوب نہیں ایک مجرم ہو۔ تم میرے لیے نہیں ان کاغذات کے لیے آئے ہو۔"

"رُوپا! تم بیٹھے بیٹھے مجھے غلط نہ سمجھو۔ لے خلک میں کاغذات کے لیے آیا تھا مگر تمہارے سامنے ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تم اسے واپس لے سکتی ہو۔"

وہ میرے ہاتھوں سے ان کاغذات کو لیتی ہوئی بولی۔ "میں نہیں جانتی کہ یہ کیسے کاغذات ہیں لیکن یہ اگر کھو جائیں تو مجھے مار ڈالے گا۔"

"کون؟" میں نے پوچھا۔ پھر بڑے عزم سے کہا۔ "میرے ہوئے کوئی تمہیں بیٹھے بیٹھے نہیں مار سکتا۔۔۔ مجھے بتاؤ وہ کون ہے؟"

"میں اُسے نہیں جانتی۔ جو یہ کہ میں تمہیں پانے کے لیے بے تھی۔ بچپن سے میرے سپنے میں ایک بوڑھا آتا تھا۔ جب میں بڑی ہوئی تو وہ کچھ اور بوڑھا ہو گیا۔ بالکل تمہارا جنم شکل تھا۔ مجھے کتنا تو۔ رُوپا مجھے یکدم یاد آ گیا۔ تمہارے لیے چور بن گیا۔ جیل چلا گیا۔ بے آؤں میں تمہارا انتظار کرتا رہا ہوں۔" اس بوڑھے کی باتیں سن کر میرا دل سے بھر جاتا تھا۔ اس دنیا کے نوجوان مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔ میں سوچتی تھی کہ میں اپنے سپنوں کے بوڑھے راجے سے شادی کر لوں گی۔

پھر ایک رات میرے سپنے میں اس بوڑھے نے آ کر کہا۔ "رُوپا! ناگپور کے دیوہوا آشرم میں آ جاؤ۔ تمہارے سن کی مراد پوری ہو گی۔" اس سپنے کے بعد جب میری آنکھیں کھلیں تو پھر میں ایک میں نہ رہ سکی۔ ساں باپ کا گھر چھوڑ کر یہاں آ گئی۔ اس آشرم میں مجھے حاصل کیا۔ جگدیو کی مورتی کو یہاں رکھا۔ پھر دن رات تمہارے لیے پرارتھنا کرتی رہی۔

کل رات جب میں پوجا کر رہی تھی تو اچانک کمرے کا دروازہ کھلا۔ ایک لمبا تڑنگا آدمی ہاتھ میں ریوالور لیے آیا۔ اس نے دھمکی دی کہ میں شور مچاؤں گی تو وہ مجھے مار ڈالے گا۔ میں تم سے ملنے مرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے چپ رہی۔ اس آدمی نے کہا۔ "میں یہاں چھپا کر رہا ہے ہیں۔ میں یہ اہم کاغذات تمہارے پاس امانت رکھ کر جا رہا ہوں۔ کل رات کو کسی وقت آ کر واپس لے جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے کاغذات تھال کے نیچے رکھ دیے۔ پھر کھڑکی کے پاس جا کر بولا۔ "دشمن میری لاش کو پا سکتے ہیں مگر ان کاغذات تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ انمک حویلی ہمارے دیس کو طاقت دے سکتے ہیں۔ اس کی حفاظت کرنا تمہارا بھی کرتو (فرض) ہے۔ میں تمہارے اور جگدیو کے لیے یہی انھیں رکھ کھا رہا ہوں اگر یہ کسی کے ہاتھ لگیں گے تو میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔"

یہ دھمکی دے کر وہ کھڑکی کے راستے چلا گیا۔ اب میں ڈر رہی ہوں کہ کیا کروں؟ کل رات سے اب تک میں نے کمرے کا دروازہ نہیں کھولا۔ دن کے وقت کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو تالاب کے پاس دو آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ ایک دوربین کے ذریعہ میری کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی دونوں کھڑکیاں بند کر لیں۔ ابھی تھوڑے آنے سے پہلے یوں لگا جیسے کمرے میں کوئی گیس جیسی چیز ہو۔ میرا سر چکرانے لگا تو میں نے کھڑکیاں کھول دیں۔ پھر جگدیو کی مورتی کے نیچے آ کر بیٹھ گئی۔"

میں نے اُسے دھارس دی۔ "گھبراؤ نہیں۔ میں ان کاغذات کے ساتھ تمہیں یہاں سے ایسی جگہ لے جاؤں گا۔ جہاں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

وہ کاغذات کو تھال کے نیچے رکھتی ہوئی بولی۔ "وہ لمبا تڑنگا آدمی دیس دیوک ہے۔ یہی میری حفاظت کر سکتا تھا۔ اسے تاڑ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے کہا۔ میں صرف تمہیں چاہتا ہوں۔ تمہاری خاطر اپنے باس سے جھوٹ بولوں گا کہ کاغذات نہیں ملے۔ لیکن تم کب تک ان کی حفاظت کے لیے یہاں چھپی رہو گی۔"

"یہی سوچ کر میں پریشان ہوں۔ آج میرے مرنے کی رات ہے اگر میں مر جاؤں گی تو۔۔۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم بیٹھے بیٹھے کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ آج پورنماشی کی رات ہے۔ اس رات میں مر جایا کرتی ہوں۔ ٹھیک تین بجے میرے کانوں میں گھنٹیاں سی بجنے لگتی ہیں۔ کوئی دور سے کہتا ہے۔ آ جاؤ۔ واپس آ جاؤ۔ اس سنسار میں تمہارا پیار تمہیں نہیں ملے گا۔ رُوپا آ جاؤ۔۔۔۔"

میں نے بیٹھے بیٹھے اپنی رسٹ واچ دیکھی۔ ابھی تین بجنے میں پندرہ منٹ باقی تھے۔ میں نے گھبرا کر کہا۔ "نہیں رُوپا! تمہارا پیار تمہیں مل گیا ہے۔ تمہیں موت نہیں آئے گی۔ اگر آئے گی بھی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ تم تو پھر میرے لیے جنم لے لیتی ہو۔"

"ہاں پتہ نہیں کیوں میرے ساتھ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ مجھے اپنا ہوش نہیں رہتا۔ مجھے لگتا ہے۔ جیسے میں خواب میں چل رہی ہوں۔ پھر چلنے کا بھی احساس نہیں رہتا۔ شاید میں مر جاتی ہوں۔ پھر ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ میری آنکھ کسی ہسپتال میں کھلتی ہے۔"

اس نے سہارے کے لیے پھر میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ پھر بولی۔ "تم بوڑھے سہی مگر جنم جنم کے ساتھی ہو۔ میں تمہیں پا لینے کے بعد اب تھوڑی دیر کے لیے بھی مرنا نہیں چاہتی۔ مجھے اپنے بازوؤں میں چھپا لو۔"

آہ! ایسے وقت شدت سے احساس ہوا کہ میرے بازو بیٹھے بیٹھے بوڑھے ہو گئے ہیں۔ بھگوان نے عجب مذاق کیا ہے۔ مجھے بوڑھا کر کے میری محبوبہ کی جوانی لوٹا دی۔ اس دنیا کے کسی عاشق پر ایسا ظلم نہ ہوا ہو گا۔ میں نے اُسے اپنے بازوؤں میں چھپانا چاہا تو بیٹھے بیٹھے خود میری بوڑھی ہڈیاں اس کے بازوؤں میں چبھ گئیں۔

ہمت کی چھاؤں میں پتہ نہ چلا کہ بیٹھے بیٹھے کس طرح وقت گزر گیا۔ باہر کہیں تین کا گھنٹہ بج رہا تھا۔ اس آواز کے ساتھ کہیں دور سے گھنٹیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ رُوپا اچانک کانپنے لگی۔ لرزتی ہوئی آواز میں بولنے لگی۔ "نن۔ نہیں۔ میں اب نہیں مرنا چاہتی۔۔۔۔"

اچانک وہ ایک جھٹکے سے یوں الگ ہو گئی۔ جیسے نادیدہ ہاتھوں نے اُسے کھینچ کر مجھ سے جدا کر دیا ہو۔ کمرے کا دروازہ کھل رہا تھا۔ جھٹکے کھا رہا تھا۔ اس کی چٹخنی لرزتی ہوئی بج رہی تھی۔ پھر وہ نیچے سرک گئی۔ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی قریبی مندر کے گھنٹے زور زور سے بجنے لگے۔

کھلے ہوئے دروازے کے باہر دو پجاری دھوتی پہنے کھڑے تھے۔ دھوتی سے اوپر آدھا بدن ننگا تھا۔ ننگے بدن پر کاندھے سے کمر تک جنیو بندھا ہوا تھا۔ دونوں کے سر منڈے ہوئے تھے۔ دونوں کے ہاتھوں میں پیتل کے تھال تھے۔ ہر تھال پر ایک دیا روشن تھا۔ گیندے کے پھول اور سیندور کی ڈبیہ تھی۔

میں نے رُوپا کو دیکھا تو اس کے دیدے پھیل کر ساکت ہو گئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ بچاریوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔ دونوں پجاری پلٹ کر جا رہے تھے۔ میں نے رُوپا کے پیچھے چلتے ہوئے آواز دی۔ "رُک جاؤ۔ تم کہاں جا رہی ہو؟"

وہ خاموش تھی۔ جیسے میری آواز اس کے کانوں تک نہ پہنچ رہی ہو۔ میں نے دروازے کے پاس پہنچ کر سوچا کہ خالی ہاتھ نہیں جانا چاہیے۔ اس لیے تیزی سے پلٹ کر جگدیو کی مورتی کے پاس آیا لیکن اب وہاں تھال کے نیچے کاغذات نہیں تھے۔ وہ کہیں اور لے جائے گئے تھے۔

آپ ہی آپ غائب نہیں ہو سکتے تھے۔ شاید اس وقت جب میں پجارنیوں کو دیکھ رہا تھا۔ تب رُوپا نے اپنے دیس کی بھلائی کے لیے اُن کاغذات کو اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا ہوگا۔

میں پھر بھاگتا ہوا رُوپا کے پاس پہنچ گیا۔ اب دو پجارنوں نے دونوں طرف سے اُس کے ہاتھوں کو تھام لیا تھا۔ بیٹھے بیٹھے لئے زینے سے اُتار رہے تھے۔ کتنے ہی گھنٹوں کی آوازیں رات کے سناٹے میں گونج رہی تھیں۔ بلکہ بج رہے تھے۔ رُوپا کو موت پکار رہی تھی۔

میں نے زینے سے اُترتے ہی رُوپا کی پُشت پر لہراتے ہوئے آنچل کو تھام لیا۔ کیونکہ مندر کا صحن شروع ہو چکا تھا اور وہاں لوہان کا دھواں اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ وہ بیٹھے بیٹھے اُس دھوئیں میں چھپتی جا رہی تھی۔ جی میں آ رہا تھا کہ پجارنوں کو کچا چبا جاؤں مگر وہ جوان اور تگڑے تھے۔ میں اپنی جوان محبوبہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا تھا۔

جب انسان بیٹھے بیٹھے دشمن کو نہیں مار سکتا تو بزدل بن کر دوست کے ساتھ نے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ میں نے کہا "رُوپا! میں تمہارا آنچل نہیں چھوڑوں گا۔ تمہارے ساتھ مر جاؤں گا۔"

رُوپا کی آواز مر چکی تھی۔ دھواں اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ صرف مجھے آگے بڑھانے والا آنچل بتا رہا تھا کہ وہ ابھی تک بیٹھے بیٹھے چلتی جا رہی ہے۔ پھر کہیں کہیں میرے قدم ڈگمگانے لگے۔ اب پاؤں تلے پختہ فرش نہیں تھا۔ کہیں پتھر اور کہیں کچی زمین تھی۔ ایسی ہی جگہ میں رُوپا کی پُشت سے ٹکرا گیا۔ کیونکہ وہ اچانک رُک گئی تھی۔

اُس وقت میں نے بیٹھے بیٹھے رُوپا کا بوجھ اپنے اُوپر محسوس کیا۔ وہ سہارا لینا چاہتی تھی۔ میں اُسے سہارا دیتے دیتے اُس کے ساتھ ہی زمین پر گر پڑا۔ زمین کی سختی سے اور رُوپا کے بوجھ سے میری ہڈیاں کڑکڑا کر رہ گئیں۔ تھوڑی دیر تک میرا سر چکراتا رہا۔ پھر دھواں چھٹنے لگا تو میرے بھی حواس بیٹھے بیٹھے درست ہوتے گئے۔

رُوپا کے پھیلے ہوئے دیے ساکت تھے۔ اُس کی سانس نہیں چل رہی تھی۔ جسم بھی ساکت ہو چکا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے اُسے اپنے اُوپر سے ہٹا کر زمین پر ڈالا۔ اُسے جھنجھوڑ کر آواز دی۔ مگر وہ بہت پہلے ہی بیٹھے بیٹھے مر چکی تھی۔

ایک دم سے مجھے رونا آ گیا۔ میں کتنا بدنصیب ہوں۔ پندرہ برس کی عمر تک رُوپا سے صرف ہاتھ تھامنے والی محبت کرتا رہا۔ پینتالیس برس بعد وہ ملی تو میرا بڑھاپا پھر وہی ہاتھ تھام کر رہ جانے والی محبت کر سکتا تھا۔ بڑھاپے میں ایک جوان لڑکی کی محبت مل جائے تو بیٹھے بیٹھے یہی غنیمت ہے مگر وہ مل کر بھی بچھڑ گئی تھی۔ میں اپنی بدنصیبی پر روتا رہا۔ تب بیٹھے بیٹھے یاد آیا کہ یہ رُوپا کی ناگہانی موت ہے۔ پہلے بھی وہ مرنے کے بعد کسی نہ کسی ہسپتال میں پہنچ کر زندہ ہو گئی تھی۔ اب بھی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا مجھے فوراً ہی بیٹھے بیٹھے اُسے ہسپتال پہنچانا چاہیے۔

ہسپتال پہنچانے کے خیال سے وہ کاغذات یاد آئے۔ وہ کسی دوسرے کے ہاتھ لگ سکتے تھے۔ میں انھیں اپنے پاس رکھنے کے لیے اُس کے لباس کو ٹٹولنے لگا۔ وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ میں اُس کے لیے رو رہا تھا۔ دل کہتا تھا کہ اپنی رُوپا کے سینے پر سر رکھ کر جان دے دوں۔

اتنا کہہ کر جگ بال چپ ہو گیا۔ سونیلا نے دیکھا وہ ہچکیاں لے لے کر رو رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا۔ ایک جوان دوشیزہ اور ایک بوڑھے مرد کی محبت پہلی بار دیکھنے والی میں آئی تھی۔ میں خود اُس بوڑھے کی سوچ پڑھنے کے دوران متاثر ہو گیا تھا۔ کیونکہ وہ سچ مچ رُوپا کے لیے بلک رہا تھا۔

سونیلا بھی اُس سے متاثر ہو گئی تھی مگر اُس نے ہمدردی ظاہر نہیں کی۔ صرف نرمی سے کہا "جب وہ مر چکی ہے تو اُس کے لیے رونا فضول ہے۔"

"وہ نہیں مر سکتی۔ میں بیٹھے بیٹھے پھر اُسے تلاش کرنے کے لیے ہندوستان جاؤں گا۔"

میں . . . اُس کے مُردہ جسم کو ٹٹول کر کاغذات تلاش کر رہا تھا۔ کاغذات تو نہیں ملے۔ ایک گھونسہ ملا۔ میں اُلٹ کر دوسری طرف گر پڑا۔ تب میں نے بیٹھے بیٹھے دیکھا۔ میرے چاروں طرف بھارتی سپاہی رائفلیں لیے کھڑے تھے۔

ایک فوجی افسر نے کہا "بوڑھے! مجھے شرم نہیں آتی۔ ایک مُردہ لڑکی کے بدن کو ٹٹول رہا ہے۔"

میں نے بیٹھے بیٹھے کہا "یہ میری رُوپا ہے میرے بچپن کا پیار ہے۔ مجھے اس کے ساتھ ہسپتال لے چلو۔ یہ دوبارہ زندہ ہو جائے گی۔"

افسر نے متشکک لہجہ میں کہا "ہم جانتے ہیں کہ یہ زندہ ہو جائے گی۔ تم بھی یہ جان لو کہ تمہارے تمام ساتھی گرفتار ہو چکے ہیں۔"

اُس کے حکم سے دو سپاہی مجھے پکڑ کر وہاں سے لے جانے لگے۔ میں چیخ رہا تھا۔ رُوپا کو آواز دے رہا تھا۔ مگر دو فوجی سپاہی بیٹھے بیٹھے مجھے تنکے کی طرح اُٹھا کر وہاں سے لے گئے۔ آگے جیل خانہ کی دو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک گاڑی کی جالی سے ریڈ پاور کے جاسوس جھانکتے ہوئے نظر آئے۔ واقعی میت ساتھی نہ کر لیے گئے تھے۔

مجھے دوسری گاڑی میں بیٹھے بیٹھے بٹھا لیا گیا۔ وہاں ریڈ پاور

کے تین جاسوس قیدی کی حیثیت سے بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں گاڑیاں آگے بڑھنے لگیں۔ ہماری گاڑی پیچھے تھی۔ ریڈ پاور کے ایک جاسوس نے مجھ سے پوچھا "وہ کاغذات محفوظ ہیں نا؟"

میں نے بیٹھے بیٹھے جل کر کہا "میری دُنیا لُٹ گئی ہے۔ رُوپا بچھڑ گئی ہے۔ ہم جیل جا رہے ہیں اور تمھیں کاغذات کی پڑی ہے۔"

اُس نے غرا کر کہا "بکواس مت کرو۔ تم جیل میں نہیں جاؤ گے۔ ابھی وہ کاغذات لے کر سیدھے دہرہ دون جائیں گے۔ وہاں کمرہ نمبر میں ہمارا آدمی اُن کاغذات کی مائکرو فلم تیار کرے گا۔"

میں نے غصہ سے کہا "میرے پاس وہ کاغذات نہیں ہیں۔"

"تم پھر بکواس کر رہے ہو۔ آخر تم کے جس کمرے کو تم نے کرائے پر حاصل کیا تھا۔ وہاں تھانے جانے کے بعد میں موجود تھا۔ میں اُس کمرے کی کھڑکی سے نکل کر رُوپا کے کمرے کی کھڑکی کے پاس آ گیا تھا۔ اُس وقت میں نے دیکھا۔ وہ لڑکی محبت کا اظہار کرتی ہوئی تم سے لپٹ گئی تھی پھر اُس نے اُن کاغذات کو تمھاری جیکٹ کی جیب میں رکھ دیا۔ اُسی وقت میں نے نیچے دیکھا۔ یہاں کے فوجی میری طرف رائفلیں اُٹھائے کھڑے تھے۔ مجھے مجبوراً خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرنا پڑا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اتنی دیر میں تم اُس کمرے سے فرار ہو جاؤ گے لیکن تم پر تو عشق کا بھوت سوار ہو گیا تھا۔ دیکھو وہ کاغذات موجود ہیں یا نہیں؟"

میں نے فوراً ہی بیٹھے بیٹھے اپنی جیب ٹٹولی۔ پھر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ کاغذات میری جیب میں موجود تھے۔ مجھے شرم آئی کہ رُوپا نے تو مرتے مرتے بھی دیس بھگتی کا ثبوت دیا۔ وہ کاغذات میری جیب میں چھپا دیے اور میں ہوں کہ ریڈ پاور جیسی غیر ملکی تنظیم کے لیے کام کر رہا ہوں۔

ریڈ پاور کے جاسوس نے پوچھا "کیا تم یہ کاغذات ہم سے چھپانا چاہتے تھے؟"

"نہیں میں بیٹھے بیٹھے قسم کھاتا ہوں کہ مجھے ان کاغذات کا علم نہیں تھا۔ پتہ نہیں کب رُوپا نے اِسے میری جیب میں رکھ دیا تھا۔"

اُس نے کہا "سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر رُوپا اپنے دیس کے لیے کام کر رہی تھی اور ہمیں گرفتار کرانا چاہتی تھی تو پھر یہ کاغذات تمھیں کیوں دے دیے؟"

"اس لیے کہ وہ مجھ سے بیٹھے بیٹھے محبت کرتی ہے۔"

"بکواس۔ آگے جا کر یہ گاڑی رُکنے والی ہے۔ اِس گاڑی میں سفر کرنے والا بھارتی افسر ہمارا آدمی ہے۔ چونکہ ہم سب کو کسی گنتی کے بغیر دونوں گاڑیوں میں ٹھونسا گیا ہے۔ اس لیے دوسری گاڑی کا افسر اِس گاڑی کے افسر کو الزام نہیں دے سکے گا کہ ایک قیدی یہاں سے غائب ہوا ہے۔"

وہ مجھے بیٹھے بیٹھے تمام باتیں . . . سمجھا رہا تھا اور ہدایت کر رہا تھا کہ مجھے فوراً ہی دہرہ دون اسپرلے کے کمرہ نمبر دس میں پہنچنا ہوگا۔ آگے جا کر سچ مچ وہ گاڑی بیٹھے بیٹھے رُک گئی۔ اُس کے رُکتے ہی پچھلا دروازہ کھلا۔ ایک سپاہی نے میرا ہاتھ پکڑ کر باہر کھینچا۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ دوبارہ بند ہوا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ اب میں بیٹھے بیٹھے دوبارہ آزاد ہو گیا تھا۔ میرا دل رُوپا کی طرح پرواز کر رہا تھا۔ ریڈ پاور کا خوف نہیں تھا۔ کہ یہ محبت کرنے والے ڈٹنا بھول جاتے ہیں۔ میں نے فوراً ہی ایک ٹیکسی لی اور اسی آشرم کی طرف روانہ ہو گیا۔ ارادہ تھا کہ دُور سے بیٹھے بیٹھے معلوم کروں گا کہ رُوپا کو وہ لوگ کس ہسپتال میں لے گئے ہیں۔

وہاں پہنچ کر میں نے ٹیکسی چھوڑ دی۔ رات کی تاریکی ابھی باقی تھی۔ میں نے آشرم کے چوکیدار کے پاس جا کر پوچھا "کیا یہاں مسافر کو ٹھہرنے کی جگہ مل سکتی ہے؟"

اُس نے کہا "آج نہیں مل سکتی۔ ابھی فوج والوں کا یہاں پڑاؤ ہے۔ بہت سے جاسوس پکڑے گئے ہیں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے کہ بیٹھے بیٹھے دیس کے دشمن پکڑے گئے۔ اچھا تمام جاسوس مرد ہیں یا کوئی عورت بھی ہے؟"

"ایک عورت تھی۔ سُنا ہے کہ مر گئی۔ اُسے پولیس ہسپتال لے گئے ہیں۔"

پولیس ہسپتال کی طرف جانا خطرہ سے خالی نہیں تھا لیکن رُوپا مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ میں ہسپتال کے پچھلے حصہ کی طرف گیا۔ ارادہ یہ تھا کہ پہرے دار ذرا اِدھر اُدھر ہوں گے تو میں جان ہتھیلی پر رکھ کر رُوپا کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ ایسے ہی وقت مجھے بیٹھے بیٹھے محسوس ہوا کہ رُوپا میرے اندر بول رہی ہے "میرے پریمی! میں تمہارے لیے پھر زندہ ہو رہی ہوں۔ میں تم سے ملنے والی ہوں۔"

میں نے اپنے آپ کو ٹٹولا۔ میرے اندر جیسے رُوپا کی روح بیٹھے بیٹھے بول رہی تھی۔ پھر میں اپنے آپ سے بولنے لگا۔ تجھے ایک ٹیکسی کرا کے یہیں رکھنا چاہیے۔ رُوپا زندہ ہو کر ادھر آئے گی تو فرار ہونے کے لیے کسی گاڑی کی ضرورت پیش آئے گی۔"

پھر میں نے اپنے دل میں کہا "میں کسی ٹیکسی والے کو کیوں روکوں؟ رُوپا کو کیا معلوم کہ میں ہسپتال کے پچھلے حصہ میں موجود ہوں۔ پتہ نہیں یہ فضول سی بات بیٹھے بیٹھے میرے دماغ میں کہاں سے آ رہی ہے۔"

میں نے یہ سوچا مگر اُس وقت ایک ٹیکسی کو سامنے سے گزرتے دیکھ کر بے اختیار آواز دی۔ ٹیکسی بیٹھے بیٹھے رُک گئی۔ تب مجھے خیال آیا کہ ایک انجانی طاقت ہے، جو اپنی مرضی کے مطابق مجھ سے کام کرا رہی ہے اور میں کچھ سوچے سمجھے بغیر وہ کام کر گزرتا ہوں۔ مثلاً ریڈ پاور کا اہم کام چھوڑ کر میں بہت بڑی تنظیم کی مخالفت مول

لے رہا تھا۔ کیونکہ میرے اندر ایک جذبہ ایک طاقت تھی جس نے رُوپا کی طرف مجھے بیٹھے بیٹھے موڑ دیا تھا۔ میں بے اختیار ہسپتال کے پیچھے چلا آیا تھا۔ پھر میں نے بے اختیار ٹیکسی والے کو روک دیا تھا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا۔ "باؤ کتنے جانا ہے؟"

میں نے کہا۔ "لے چلو اور واپس آؤ گے کتنا ہے۔ میں بیٹھے بیٹھے انتظار کرنے کے منہ مانگے پیسے دوں گا۔"

دو میری بات پوری ہوتے ہی انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئیں۔ میں نے حیرانی سے دیکھا۔ رُوپا دوڑتی ہوئی چلی آرہی تھی۔ "مادام سونیا! کیا یہ آپ کے لیے بھی حیرانی کی بات نہیں ہے کہ پہلے میرے دماغ نے ٹیکسی روکنے کی بات سوچی میرے اپنے دماغ نے یقین دلایا کہ رُوپا زندہ ہو کر ادھر آئے گی اور وہ سچ مچ آگئی تھی۔"

یہ غور کرنے کا مقام تھا۔ سونیا سوچنے لگی۔ "یہ کیسے ممکن ہے کہ رُوپا جو چاہتی تھی، وہی بات جگ پال کے دل میں پہلے سے آگر گئی تھی۔ فرہاد تم کہاں ہو؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہاری طرح رُوپا بھی دوسروں کے دماغ میں بولتی ہو؟"

میں نے کہا۔ "سونیا! میں اس سلسلہ میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں جگ پال کی رام کہانی نے رُوپا کو اب ایک نئے انداز میں بیگانہ بنا دیا ہے۔ تم اس بوڑھے سے سوالات کرو۔ شاید رُوپا کی حقیقت کھل جائے۔"

سونیا نے بوڑھے سے پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ رُوپا کی رُوح نے پہلے ہی تمہیں ٹیکسی تعمیر کرنے کے لیے کہا تھا؟"

"میں بیٹھے بیٹھے ہی سمجھتا ہوں کہ رُوپا کی رُوح میرے اندر بولتی ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ بکواس ہے۔ رُوح کی کوئی زبان نہیں ہوتی۔ اگر میں تمہارے اندر بولوں تو یہ ٹیلی پیتھی کہلائے گی۔ کیا تم یہ نہیں سوچ سکتے کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ تمہیں بلا رہی تھی؟"

میں فرہاد علی تیمور خود کو ٹیلی پیتھی کے میدان میں یکا و تنہا سمجھتا ہوں۔ میں یہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ ایک حسین بھالو یہ علم جانتی ہوگی اور اگر جانتی ہے۔ تو پھر میرے اور سونیا کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ خطرناک اس طرح کہ اگر رُوپا ریڈ پاور تنظیم ہا ماسٹروں کی تنظیم کے ہتھے چڑھ جاتی اور ان کی آلۂ کار بن جاتی تو خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کر لیتی کہ سونیا کے دماغ کے پیچھے کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ ریڈ پاور کے سامنے سونیا کا فراڈ کھل جاتا۔ ماسٹروں کی تنظیم کے تمام ماسٹر یقین کر لیتے کہ سونیا کے دماغ کے پیچھے فرہاد تیمور ہے۔ لہٰذا رُوپا کبھی انجانے میں میرے متعلق نے درمیری سوچ کو پڑھ لیتی اس سے پہلے مجھے رُوپا کو دیکھ لینا اور سمجھ لینا چاہیے تھا۔ ہگرو کہاں ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہگرو کے لئے ہی جگ پال اپنے مشق کی داستان سنا رہا تھا۔

بوڑھے

جگ پال نے سونیا کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ "میں مانتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی ایک تسلیم شدہ علم ہے لیکن رُوپا کا تعلق آتما سے ہے۔ اتما یعنی روح جو امر ہے۔ یہ بات اس طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ میرے لیے دوبارہ جنم لے کر بیٹھے بیٹھے اس دنیا میں آگئی ہے۔"

سونیا نے چڑ کر کہا۔ "میرا دماغ نہ کھاؤ۔ تمہاری داستان سننے کے بعد جو بات میری سمجھ میں آئی ہے وہ میں تمہیں بتاتی ہوں۔ ذرا غور سے سنو۔"

بوڑھا غور سے سننے کے لیے زینے پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کے چاروں بے زبان بیٹے سونیا کو گہری توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ سونیا نے کہا۔ "بوڑھے طوطے سنو! تم نے پندرہ برس کی عمر میں رُوپا سے عشق کیا۔ اس وقت رُوپا تیرہ برس کی تھی۔ اب تم ساٹھ برس کے ہو۔ اگر رُوپا زندہ ہوتی تو اٹھاون برس کی ہوتی۔ بولو درست ہے؟"

بوڑھے نے سر ہلا کر کہا۔ "بیٹھے بیٹھے بالکل درست ہے۔"

سونیا نے بات آگے بڑھائی۔ "تمہارے بیان کے مطابق رُوپا کی شادی کسی دوسرے سے ہوگئی۔ اس نے کئی بچوں کو جنم دیا۔ آخر میں اس کی ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ اگر رُوپا پینتیس ۳۵ یا چھتیس برس کی عمر میں اس بیٹی کو جنم دے کر مر گئی تھی تو اب اس بیٹی کی عمر کم از کم بیس برس ہوگی۔"

بوڑھے نے عاجزی سے کہا۔ "بھگوان کے لیے اس کی عمر زیادہ نہ بتاؤ۔ میں نے بیٹھے بیٹھے اسے دیکھا ہے۔ اس کے لیے شاعر نے کہا ہے کہ برس پندرہ کا یا کہ سولہ کا سن۔ جوانی کی راتیں مزدوں کے دن۔ مطلب یہ کہ وہ بیٹھے بیٹھے بہت کم سن ہے۔"

"چلو کم سن ہے مگر وہ اپنی ماں کی ہمشکل ہو سکتی ہے۔"

بوڑھے نے اعتراف کیا۔ "ہاں کتنی ہی لڑکیاں اپنی ماؤں کی ہمشکل ہوتی ہیں۔"

سونیا بولی۔ "پھر تم یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ جس لڑکی سے تم مل چکے ہو۔ وہ رُوپا نہیں بلکہ رُوپا کی بیٹی ہے۔ تم ساٹھ برس میں سٹھیا گئے ہو۔ اپنی مجہول سی بیٹی سے عشق کر رہے ہو۔"

"ایں!" بوڑھا بوکھلا گیا۔ "یہ بیٹھے بیٹھے تم کیا کہہ رہی ہو۔ رام رام میں کبھی ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اگر تم ہمارے دیس میں پیدا ہوتیں تو ماتا کون کے عقیدہ کو تسلیم کر لیتیں پھر تمہیں یقین ہو جاتا کہ محبت کرنے والوں کی روح پچھلے جنم میں پیاسی رہ جاتی۔ تو وہ محبت کی تکمیل کے لیے دوسری بار بیٹھے بیٹھے جنم لیتے ہیں۔ تم اسے رُوپا کی بیٹی نہ سمجھو۔ وہ خود رُوپا ہے۔"

سونیا نے بیزاری سے اپنا سر تھام لیا۔ تب میں نے اسے مخاطب کیا۔ "سونیا! میں نے تمہیں پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ یہ بوڑھے جگ پال کا مذہبی عقیدہ ہے۔ وہ رُوپا کی بیٹی کو آخری دم تک رُوپا سمجھ کر عشق کرتا رہے گا۔"

وہ سوچ کے ذریعہ غصہ میں بولی۔ "جہنم میں جائے یہ بوڑھا۔ میں اس کے ساتھ اپنا دماغ خراب نہیں کر سکتی۔ تم بتاؤ کہ اب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"میری جان! غصہ تھوک دو۔ اور ہنستے مسکراتے ہوئے اس کے سامنے یہ تسلیم کر لو کہ رُوپا دوسرا جنم لے کر اور سولہ برس کی کنواری بن کر اس سے عشق کرنے اس دنیا میں آگئی ہے۔"

"تسلیم کر لینے سے فائدہ کیا ہوگا؟"

"ابھی فائدے کی نہیں نقصان کی بات سوچو۔ بوڑھے جگ پال کی باتوں سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ رُوپا بھی انسانی دماغوں کو پڑھ لیتی ہے۔ اس نے جگ پال سے پہلی ہی ملاقات میں یہ تسلیم کر لیا کہ وہ اس کی محبوبہ رُوپا ہے۔ یقیناً اس نے جگ پال کی سوچ کو پڑھ لیا تھا پھر یہ کہ ہسپتال کے باہر جگ پال کھڑا ہوا سوچ رہا تھا کسی طرح پہریداروں کی آنکھ بچا کر وہ رُوپا کو دیکھنے جائے گا کہ وہ زندہ ہو چکی ہے یا اب تک مردہ ہے۔"

ایسے ہی وقت جگ پال کے دماغ میں یہ بات آئی کہ رُوپا ہسپتال سے فرار ہو کر آئے گی۔ لہٰذا ایک ٹیکسی کو آگے رکھنا چاہیے۔ پھر یہی ہوا کہ جگ پال نے ایک ٹیکسی کو روکا اور رُوپا ہسپتال سے فرار ہو کر وہاں پہنچ گئی۔

ان واقعات سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ رُوپا میری طرح دوسروں کے دماغوں کو کنٹرول کرنا جانتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ جس دم کی ماہر ہے پولیس والوں نے اسے مردہ سمجھ کر ڈاکٹروں سے تصدیق کے لیے ہسپتال پہنچایا۔ وہاں سے وہ اپنی سانسوں کو اعتدال پر لا کر فرار ہوگئی۔"

سونیا نے اعتراف کیا۔ "میں بوڑھے کی بکواس میں الجھ گئی تھی۔ اس لیے ان واقعات کا صحیح تجزیہ نہ کر سکی۔ یہ بات باعث تشویش ہے کہ وہ صرف ٹیلی پیتھی ہی نہیں جانتی بلکہ جس دم کی ماہر بھی ہے۔"

"ہاں سونیا! رُوپا ہمارے لیے بہت بڑا خطرہ بن سکتی ہے وہ ویسٹرن تنظیموں میں سے کسی ایک کے بھی ہتھے چڑھ گئی تو انجام کار ہمارے مقابلہ پر کھڑی ہو جائے گی۔ مقابلہ تو خیر میں نے ماسٹر ٹو شے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بھی کیا ہے۔ جب ایسا وقت آئے گا تو ہار جیت کا فیصلہ بھی جلد ہی ہو جائے گا۔ پریشانی کی بات یہ ہے کہ جلد یا بدیر رُوپا کو یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو۔ تمہارے دماغ کے پیچھے فرہاد بول رہا ہے۔"

"مائی گڈنس۔ یہ تو واقعی پریشانی کی بات ہے۔ ہمیں سب سے پہلے اسی کمینی سے نمٹنا ہوگا۔"

"کیوں خواہ مخواہ اسے گالی دے رہی ہو؟"

"ہاں تمہیں تو برا لگے گا۔ سن لیا ہے نا کہ وہ تمہاری ہے، سولہ برس کی ہے۔ پھر یہ کہ حسین بھی ہے۔ اب تو تمہارے دل نے اسی کے لیے دھڑکنا شروع کر دیا ہوگا۔"

"ہمشکوک و شبہات کا علاج حکیم لقمان کے پاس بھی نہ تھا۔ پھر بھلا میں تمہارا علاج کیسے کر سکتا ہوں۔ میں تمہیں ایک اچھی بات سمجھا رہا ہوں کہ وقت سے پہلے کسی کو دشمن سمجھ کر گالی نہ دو۔ ہو سکتا ہے کہ رُوپا دوست بن جائے۔"

"ضرور دینے گی۔ لڑکیوں سے دوستی کا فن خوب جانتے ہو۔ میں بھی تمہارے فریب میں آکر تمہیں اپنا سب کچھ مان چکی ہوں۔ اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ تم مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے ہی مجھے یہاں کے حالات میں الجھا رہے ہو۔ میں صاف کہہ دیتی ہوں کہ اب تمہارے فریب میں نہیں آؤں گی۔"

"میں تمہیں اپنا سمجھ کر تم سے اپنا کام لیتا ہوں۔ اگر تم اسے فریب سمجھتی ہو تو میرا کوئی کام نہ کرو۔ صرف ایک اچھی دوست بن کر دو۔"

"یعنی صرف دوست بن کر؟ ہمارے درمیان اور کوئی رشتہ نہیں ہوگا؟"

"ضرور ہوگا۔ تم میری پہلی اور آخری محبت ہو۔ میری جان ہو۔ میری جان کے ساتھ رہو گی۔"

"بس بس۔ میں لفظوں کے فریب میں نہیں آؤں گی۔ میں یہاں کی ساری مصروفیات چھوڑ کر تمہارے پاس آرہی ہوں۔"

"چمپینزی اور شیلا وغیرہ کا کیا ہوگا؟"

"میں نے کسی کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا ہے۔ وہ لوگ بچے نہیں ہیں۔ اپنے حالات سے آپ نمٹ لیں گے۔ جب میں تمہارے لیے ساری دنیا کو چھوڑ سکتی ہوں تو چمپینزی اور شیلا کس گنتی میں ہیں؟"

"اچھی بات ہے۔ تم میرے پاس آؤ۔ مگر ایک بات یاد رکھو کہ میں رُوپا کے خطرے سے نمٹنے کے لیے اس کا سامنا ضرور کروں گا۔ تم میرے راستے کی دیوار نہ بننا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں اسی لیے تو آرہی ہوں کہ تم کسی لڑکی کا سامنا نہ کرو۔"

"یعنی تم یہ جانتی ہو کہ کسی موقع پر رُوپا آسانی سے میرے اور تمہارے دماغ تک پہنچ جاتے؟"

"وہ ہم تک نہیں پہنچے گی میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔"

"تدبیر بتاؤ۔ میں سن رہا ہوں۔"

"دیکھو فرہاد! تم دنیا والوں کے لیے مر چکے ہو۔ آج سے میں بھی مر جاتی ہوں۔"

"اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

"چپ چاپ سنو۔ آج سے میں سونیا کے نام کو ہمیشہ کے لیے گم کر دوں گی۔ دوسرا روپ اختیار کر لوں گی۔ اس طرح ہم دونوں کے نام اور دونوں کے روپ بدل جائیں گے۔ تو ہم کسی پُرفضا مقام پر ایک خوبصورت سا کاٹیج بنا کر آرام و سکون سے زندگی گزار سکیں گے۔"

عورت کا وہی پرانا مطالبہ کہ ایک گھر بسا دو اور بچے پیدا کرو۔ سونیا ہزار آہنی عزم کی مالکہ سہی۔ مگر آخر کار عورت ہی تھی۔ وہ بھی اپنے ساتھ پُرسکون زندگی گزارنے کے سوا دوسرا خواب نہیں دیکھ سکتی تھی۔ میں اُسے بارہا سمجھا چکا تھا کہ میں مستقل طور پر گھریلو زندگی نہیں گزار سکتا۔ لیکن سونیا کی خود اعتمادی یہ بھی کہہ رہی تھی کہ وہ مجھے لگام دیکر رکھ سکے گی۔

میں نے کہا۔ "جب تم ایک گھر بسانے کی ضد کر رہی ہو تو پھر میں اپنی جان کی ضد ضرور پوری کروں گا۔ تم بوڑھے جگ پال کے ساتھ ہندوستان جاؤ۔ میں تم سے وہیں ملوں گا۔"

"میں ہندوستان نہیں جاؤں گی۔ وہاں روپا ہوگی۔ تم مجھے بےوقوف نہ بناؤ۔"

"پہلے تم اس بوڑھے سے پوچھو تو سہی کہ رُوپا اس سے دوبارہ مل کر کیسے بچھڑ گئی تھی؟"

"جب ہمیں کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھنا ہے تو میں کس لیے پوچھوں؟"

"اس لیے کہ تم بوڑھے جگ پال کا اعتماد حاصل کر کے وہاں میک اپ کا سامان منگوا سکتی ہو۔ وہی تمہیں رومانیہ کی حدود سے باہر نکال سکے گا۔"

سونیا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر اُس نے جگ پال سے پوچھا۔ "آگے بتاؤ۔ جب رُوپا ہسپتال سے فرار ہو کر تمہاری انگیج کی ہوئی ٹیکسی تک پہنچ گئی تو پھر کیا ہوا؟"

بوڑھے جگ پال نے کہا۔ "میں نے اسے دیکھتے ہی اپنی جیب سے وہ اہم کاغذات نکالتے ہوئے کہا۔ "پیارے رُوپا کیا تم نے یہ کاغذات بیٹھے بیٹھے میری جیب میں رکھ دیئے تھے؟"

وہ ہسپتال سے دوڑتی ہوئی آئی تھی۔ اس لیے ہانپ رہی تھی۔ اس نے کاغذات لیتے ہوئے کہا۔ "پیارے! ذرا اِدھر جا کر دیکھو۔ گھبراہٹ میں میرا پرس کہیں گر پڑا ہے۔"

ایک پرس ٹیکسی میں اس کے لیے بیٹھے بیٹھے آسمان سے ٹپکے توڑ کر بھی لا سکتا تھا۔ میں بھاگتا ہوا اُدھر گیا۔ جدھر سے وہ آئی تھی۔ پرس کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں رُوپا کو یہ سوچنے کا موقعہ نہیں دینا چاہتا تھا کہ بڑھاپے کے باعث میری بینائی کمزور ہو چکی ہے۔ اس لیے میں پرس کو تلاش کرتا ہوا دُور نکل گیا۔ تب مات کے سناٹے میں ٹیکسی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ ٹیکسی تیز رفتاری سے بھاگ رہی تھی۔ میں دڑبڑا کر چیخنے لگا۔ "ٹھہرو! رُک جاؤ۔ روپا ٹیکسی والے کو بیٹھے بیٹھے روک دو۔"

لیکن وہ پہلے تو میری آواز سے دور چلی گئی۔ پھر نظروں سے بھی اوجھل ہو گئی۔ افسوس مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا کہ ٹیکسی والے بدمعاش ہوتے ہیں۔ وہ بدمعاش میری محبوبہ کو لے کر فرار ہو گیا۔

سونیا نے کہا۔ "تمہیں کب عقل آئے گی؟ تم یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ رروپا تمہیں بیوقوف بنا کر بھاگ گئی ہے۔ اس نے تمہیں دھوکہ دیا ہے۔"

"نہیں۔ جو لڑکی میرے لیے دوسری بار دنیا میں آئی ہے وہ مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی۔"

سونیا نے ارمان کر کہا۔

"اچھا وہ بچی۔ میں جھوٹی ہوں! اپنی کہانی جلد ختم کرو۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "کہانی تو تم ہی سمجھو۔ جب میں اسے تلاش کرتے ہوتے ہوٹل رین بیرا کی طرف آیا تو ریڈ پاور کے آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا اور وہ کاغذات طلب کرنے لگے۔ میں نے بیٹھے بیٹھے بہانہ کیا کہ کسی نے میری جیب پر ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے۔ لیکن انہوں نے میری باتوں کا یقین نہیں کیا۔ مجھے ایک تہہ خانہ میں لے جا کر میری خوب پٹائی کی۔ دوسرے دن کے اخبار سے انہیں پتہ چلا کہ جس رُوپا کو مردہ سمجھ لیا گیا تھا وہ ہسپتال سے فرار ہو گئی ہے۔ تب ریڈ پاور والوں کا شبہ یقین میں بدل گیا کہ میں رُوپا کا ساتھ دے رہا ہوں۔

دو روز بعد ماسک مین کی طرف سے مجھے ایک پارسل ملا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا۔ اس ڈبے میں دو کٹی ہوئی زبانیں تھیں اور کاغذ کے ایک پُرزے پر لکھا ہوا تھا۔ "جگ پال یہ تمہارے دو بیٹوں کی زبانیں ہیں۔ میں غداری کی بہت ہی عبرتناک سزا دیتا ہوں اگر اب بھی تم نے وہ کاغذات ہمارے حوالے نہ کیے اور رُوپا کا پتہ نہ بتایا تو تمہارے باقی دو بیٹوں کی زبانیں بھی کاٹ لی جائیں گی۔"

میں اس پارسل کو کلیجے سے لگا کر رونے لگا۔ "تمہیں کھانا لگا کہ کاغذات میرے پاس نہیں ہیں اور میں رُوپا کا پتہ جانتا ہوں۔ قصہ مختصر جب مجھے رومانیہ پہنچایا گیا تو میرے باقی دو بیٹے بھی بے زبان ہو چکے تھے۔ تب میرے دماغ میں انتقام کی آگ بھڑکنے لگی۔ رُوپا کی جدائی اور بیٹوں کی بے زبانی دونوں نے مجھے اور زیادہ بوڑھا بنا دیا۔

ماسک مین نے ہمیں اپنی تنظیم سے نکال دیا۔ لیکن یہ پابندی بھی عائد کر دی کہ ہم رومانیہ سے باہر نہیں جا سکتے۔ ہم باپ بیٹوں نے چپکے چپکے ایک ایسے شخص سے دوستی کی جو اس تہہ خانہ والی عمارت کا مالک تھا۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں بیٹھے بیٹھے اس کے کام آؤں گا۔ تو وہ بھی بیٹھے بیٹھے میرے کام آئے گا۔

اس کا سہارا پا کر میرے چاروں بیٹے اس تہہ خانہ میں آ کر چھپ گئے۔ ریڈ پاور کے آدمیوں نے میرے بیٹوں کا سراغ لگانے کے لیے پھر میری پٹائی کی۔ میں نے کہا۔ "میرے عشق کی وجہ سے تم لوگوں نے ان کی زبانیں کاٹ ڈالیں۔ وہ باپ سے بدظن ہو کر ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔"

یہ کہہ کر میں رونے لگا۔ انہیں مجھ پر ترس آ گیا۔ انہوں نے پھر مجھے آزاد چھوڑ دیا۔ جس شخص کا یہ تہہ خانہ ہے۔ اس کا نام شنکر ہے۔ وہ بیٹھے بیٹھے ہمارے ہی دیس کا رہنے والا ہے۔ کل اس نے مجھے بتایا کہ سونیا نام کی ایک عورت ریڈ پاور والوں کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اگر ہم بیٹھے بیٹھے اسے اغوا کر کے یہاں لے آئیں تو وہ ہم باپ بیٹوں کو ہندوستان پہنچا دے گا۔"

سونیا نے پوچھا۔ "یہ شنکر کون ہے؟ وہ مجھ سے دلچسپی کیوں لے رہا ہے؟"

"شنکر بیٹھے بیٹھے رُوپا کی طرح دیس بھگت ہے۔ اس نے تمہارے متعلق بتایا کہ مادام سونیا دنیا کی ایک بہت بڑی خفیہ تنظیم کی ایک اہم عورت تھی۔ بیٹھے بیٹھے سونیا کا اس تنظیم سے ٹکراؤ پیدا ہو گیا۔ اب وہ ماسک مین کی دوست بن رہی ہے۔ اگر ہم اس سے یعنی تم سے دوستی کر لیں گے تو ہماری طاقت بڑھ جائے گی۔"

سونیا کی پیشانی پر سوچ کی شکنیں پھیل گئیں۔ اس نے پوچھا۔ "یہ شنکر میرے بارے میں یہ سب کچھ کیسے جانتا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ سمجھائے گا تو تم پوچھ لینا۔"

"وہ کب آئے گا؟"

"پتہ نہیں۔ وہ بیٹھے بیٹھے ہمارے فرار ہونے کا بندوبست کرنے گیا ہے۔"

"تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں یہاں سے فرار ہو کر تمہارے ساتھ ہندوستان جاؤں گی؟"

"رُوپا کی آمد نے بیٹھے بیٹھے مجھ سے یہی کہا ہے۔"

"کیا؟" سونیا چونک گئی۔ یہ بات میرے لیے بھی چونکانے والی تھی۔ سونیا نے میری سوچ کے مطابق پوچھا۔ "کیا رُوپا کی آمد نے تم سے ربطہ قائم کیا تھا؟"

"پتہ نہیں اسے ربطہ کہتے ہیں یا نہیں۔ کل رات میں شنکر کی اس بات پر بیٹھے بیٹھے غور کر رہا تھا کہ ریڈ پاور کے نیچے سے تمہیں کیسے نکال کر لایا جا سکتا ہے۔ یہ تو بہت ہی خطرناک کام ہوگا۔ ذرا بھی بھول چوک ہوئی تو ماسک مین مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

تب بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے سپنے میں دیکھا۔ روپا مجھے پکار رہی تھی۔ مجھ سے کہہ رہی تھی۔ "پیارے جگ پال! میں بڑی ابھاگن ہوں۔ جنم سے مل کر پھر بچھڑ گئی۔ وہ بدمعاش ٹیکسی ڈرائیور مجھے بھگا کر لے گیا تھا لیکن میرا پریم سچا ہے۔ میں اس کے نیچے سے نکل آئی ہوں اور اب کئی ماہ سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

میں سپنے میں بیٹھے بیٹھے اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ پیچھے جاتی ہوئی بولنے لگی۔ "مجھے سپنے میں پا کر کیا کرو گے؟ اگر سچ مچ پانا چاہتے ہو تو فوراً شنکر کی باتوں پر عمل کرو۔ سونیا کو اغوا کر کے شنکر کے حوالے کر دو۔ اس کے بدلے وہ تمہیں میرے پاس پہنچا دے گا۔"

رُوپا کی باتیں سن کر بیٹھے بیٹھے میری آنکھ کھل گئی۔ اب تم دیکھ رہی ہو کہ روپا تک پہنچنے کے لیے میرے سے چاروں بیٹے تمہیں کس طرح یہاں لے آئے ہیں۔ اب میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ تم بیٹھے بیٹھے شنکر کی دوست بن جاؤ۔ پلیز! وہ مجھے روپا کے پاس پہنچا دے گا۔"

جگ پال کی باتیں سن کر سونیا نے مجھ سے کہا۔ "فرہاد! اس بوڑھے کی باتوں سے تو یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ سارا کھیل رُوپا کھیل رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "بے شک یہی بات ہے۔ رُوپا اور شنکر تمہاری ذات سے دلچسپی لے رہے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا۔ "اگر رُوپا ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو اس نے مجھ سے دماغی رابطہ کیوں نہیں قائم کیا؟"

"اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ رُوپا نے تمہیں ابھی تک نہیں دیکھا ہے اور نہ ہی تمہاری آواز سنی ہے۔"

"نہیں فرہاد! تم بھول رہے ہو۔ رُوپا جب بوڑھے جگ پال سے دماغی رابطہ قائم کر سکتی ہے تو اس وقت اس بوڑھے کے دماغ میں موجود رہ کر میری سوچ کو اپنی گرفت میں لے سکتی ہے۔ پھر وہ ایسا کیوں نہیں کر رہی ہے؟"

سونیا درست کہہ رہی تھی۔ اس وقت رُوپا بڑی آسانی سے جگ پال کے ذریعہ سونیا کے دماغ تک پہنچ سکتی تھی۔ میں سوچ کے ذریعہ سونیا سے گفتگو کر رہا تھا اس طرح رُوپا میری سوچ تک بھی پہنچ سکتی تھی۔ پھر وہ ایسا کیوں نہیں کر رہی تھی؟ خاموش کیوں تھی؟ سونیا نے مجھے پکارا۔ "فرہاد! کیا تم چلے گئے ہو؟"

"نہیں۔ میں تمہارے پاس موجود ہوں۔ سوچ رہا ہوں کہ یہ رُوپا آخر کیا بلا ہے؟"

"شکر ہے کہ تم نے پہلی بار کسی لڑکی کو بلا کہا ہے۔ میں ایسی ہی بلاؤں سے تمہیں بچانا چاہتی ہوں۔ کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ شنکر کے یہاں آنے سے پہلے میں فرار ہو جاؤں؟"

سونیا وہاں سے فرار ہو کر کہاں جا سکتی تھی؟ زیادہ سے زیادہ پھر ماسک مین کی پناہ میں پہنچ سکتی تھی۔ میں اس کش مکش میں مبتلا ہو گیا کہ روپا کی اصلیت معلوم کروں یا اس سے دور رہنے کے لیے سونیا کو ماسک مین تک پہنچا دوں۔ سونیا نے کہا۔ "فرہاد! میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم رُدرا ماسک پہنچنے کے لیے مجھے یہاں سے فرار ہونے کا مشورہ نہیں دو گے۔ لیکن میں اب یہاں سے ضرور جاؤں گی۔"

میرے دماغ میں ایک تدبیر آئی کہ سونیا کی تسلی کے لیے اسے فرار ہونے کا مشورہ دوں اور جب شنکر وہاں آئے تو میں جگ پال کے ذریعہ اس کے دماغ تک پہنچ جاؤں۔ اس طرح شنکر کے دماغ میں رہ کر میں روپا کی اصلیت معلوم کر سکتا تھا۔

یہ سوچ کر میں سونیا کو فرار ہونے کا مشورہ دینا چاہتا تھا لیکن اس ہندی عورت نے پہلے ہی اس پر عمل شروع کر دیا۔ وہ اچانک ہی چاروں بے زبانوں کی بھیڑ سے نکلتی ہوئی زینے پر پہنچی۔ جگ پال اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "ارے سنو تو سہی۔ تم بیٹھے بیٹھے کہاں جا رہی ہو؟"

وہ چاروں بے زبان دوڑتے ہوئے اس کی طرف آ رہے تھے اس نے بوڑھے کو اپنی طرف کھینچ کر اُسے اس کے بیٹوں کی طرف پھینک دیا۔ جتنی دیر میں وہ چاروں اپنے باپ کو سنبھالتے، اتنی دیر میں وہ زینے کی بلندی پر پہنچ کر ایک آہنی کل کو گھما چکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی باہر جانے کے لیے راستہ کھلتا جا رہا تھا۔

سونیا نے زینے کی آخری بلندی پر پہنچ کر اپنے سر کو اُبھارا تو عمارت کا ایک بڑا سا کمرہ نظر آیا۔ عین نگاہوں کے سامنے کوئی موجود تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی، اس کے منہ پر ایک زبردست ہاتھ پڑا۔ وہ الٹ کر زینے پر گری۔ پتھر یلے زینے پر اُلٹ گرنے کے بعد اس کی ہڈی پسلی ایک ہو جاتی۔ لیکن قدیر اچھی تھی۔ اس کے پیچھے آنے والے دو بے زبانوں نے اسے لڑھکنے سے بچا لیا۔ اب وہ ان کے بازوؤں میں آرام فرما رہی تھی۔

میں نے کہا۔ "سونیا! جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔ بہر حال اب دیکھو کہ کس نے تم پر ہاتھ اٹھایا ہے؟"

وہ جھنجھلا کر بے زبانوں کے بازوؤں سے آزاد ہو گئی۔ پھر اس نے غار کے تہہ خانہ کے داخلی راستے کی جانب دیکھا۔ ایک خوبرو جوان زینے کی بلندی پر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہا۔ "مادام سونیا! میں آپ پر ہاتھ اٹھانے کی معافی چاہتا ہوں۔ یقین کریں۔ میں نے مجبوراً ایسا کیا ہے۔ آپ چاہیں تو اتمقاماً میری گردن توڑ سکتی ہیں۔ میں اُف نہیں کروں گا۔"

سونیا ذرا نرم پڑ گئی۔ پھر بھی غصہ سے بولی۔ "کیا تم اسی طرح مجھے تہہ خانہ میں واپس لے جانے کے لیے نہیں کہہ سکتے تھے؟"

"میں نے کہا نا مادام کہ مجبوری تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اس عمارت میں داخل ہوا تو ریڈیاور کے آدمیوں نے مجھے گھیر لیا۔ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔ میں نے جواب دے کر ان کی تسلی کر دی کہ میں ایک امن پسند شہری ہوں اور اس عمارت میں چھ ماہ سے کرایہ دار کی حیثیت سے رہتا آ رہا ہوں۔ انہوں نے اندر آ کر ایک ایک کمرے کی تلاشی لی۔ پھر مطمئن ہو کر باہر چلے گئے۔ میں نے دروازہ بند کرنے کے بعد ایک کھڑکی کے پردے سے ذرا جھانک کر دیکھا تو وہ لوگ سامنے والے درخت کے سائے میں کھڑے ہوئے اس عمارت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں دوڑتا ہوا یہاں آیا۔ اس وقت تم باہر نکل رہی تھیں۔ تمہیں سمجھانے کا موقع نہیں تھا۔ اس لیے میں نے واپس زینے کی طرف تمہیں دھکا دے دیا۔ میں پھر ایک بار معافی چاہتا ہوں۔ آپ ذرا صبر سے انتظار کریں۔ میں ابھی باہر جائزہ لے کر آ جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی وہ پھر تہہ خانہ کے اوپر چڑھ کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی تہہ خانہ کا دروازہ بھی بند ہو گیا۔ سونیا نے مخاطب کیا۔ "فرہاد! یہ کون تھا۔ کیا تم اس کے دماغ میں نہیں جھانکو گے؟"

میں نے کہا۔ "یہ شنکر ہی ہو سکتا ہے۔ میں احتیاطاً تمہارا اختیار کر کے اس کے دماغ تک پہنچتے جا رہا ہوں۔ تم وہاں کوئی حرکت نہ کرو۔"

یہ کہہ کر میں نے شنکر کی آواز اور اس کے لہجے کی دل ہی دل میں ریہرسل کی پھر اس کی سوچ کو گرفت میں لینا چاہا۔ تو شنکر کھڑکی کی طرف جاتے جاتے ٹھٹک گیا۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ تب پتہ چلا کہ وہ یوگا کا ماہر ہے جس دم کا ماہر ہونا، سانس روکنے کے فن سے واقف ہے۔

میں اس کے دماغ میں تھا لیکن وہ سانس روک کر اپنی سوچ کی دھارا کو بھی روک بیٹھا تھا۔ جب تک سانس نہ لیتا، سوچ کی دھارا آگے نہ بڑھتیں۔ بہر حال چند سیکنڈ کے بعد وہ بولے ہوئے سانس لیتے ہوئے بڑی رازداری سے بولا۔ "دیوی! میری رکھشا (حفاظت) کرنے والی دیوی! کیا تم آ گئی ہو؟"

میں اس کی سوچ پڑھ کر سوچ میں پڑ گیا کہ وہ کس دیوی کو مخاطب کر رہا ہے۔ عقل یہی کہتی تھی کہ وہ دیوی روپا ہی ہے۔ یہ بات دماغ میں آتے ہی میں نے دیوتا کے بجائے دیوی کا ایک چانس لیا۔ اس سے زنانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں آ گئی ہوں۔ کیا تم سویتا تک پہنچ گئے ہو؟"

"آں ہاں۔ پہنچ گیا ہوں۔" وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "مگر تم نے تو کہا تھا۔ کہ جب سونیا سے میرا سامنا ہو گا تو تم میرے دماغ میں نہیں آؤ گی۔ اس طرح سونیا تمہاری سوچ پڑھ لے گی۔"

میں نے کہا۔ "پڑھنے دو۔ میں کب تک چھپ کر رہوں گی۔ پہلے اس بات کا یقین ہو جانا چاہیئے کہ سونیا واقعی ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

"دیوی! تم پہلی بار میری رپورٹ پر یقین نہیں کر رہی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم کسی شرارت کی بو کو اس پر یقین نہیں کرتی ہو مگر وہ شرابی ریڈیاور سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ بار میں بیٹھا ہوا اپنے ایک ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ اب ماسک مین کی جیت ہی جیت ہو گی۔ سونیا نے آج کتنے ہی باس اور کتنی ہی مادام کے سامنے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ایک خطرناک کوبرا مین کی آنکھیں پھوڑی ہیں۔"

دیوی! بے شک وہ بار میں بیٹھ کر پی رہا تھا مگر شرابی نشے میں کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ جب میں سونیا کو تمہارے سامنے پیش کروں گا تو میری سچائی ثابت ہو جائے گی۔"

میں نے پوچھا۔ "تم سونیا کو کب پیش کرو گے؟ کہاں پیش کرو گے؟"

روانی میں مجھ سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ میں نے ایسے سوالات کیے تھے کہ وہ چونک گیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ۔ یہ تم کیسے سوالات کر رہی ہو۔ جبکہ خود تم نے جگ پال کو تین کیا ہے۔ آں۔ ذرا ٹھہرو۔ پھر ایک بار مجھے مخاطب کرو۔ میں کچھ یوں محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارا لہجہ کچھ بدلا ہوا سا ہے۔"

میں ذرا گڑبڑا گیا۔ پھر بھی ڈھٹائی سے بولا۔ "میں اپنے کو کچھ بیمار محسوس کر رہی ہوں۔ اسی لیے لہجہ بدل گیا ہے۔"

اس نے کہا۔ "دیوی! آج تک ہم میں سے کسی نے تمہیں بیمار پڑتے نہیں دیکھا۔ دیکھو مجھے شبہ ہو رہا ہے۔ میری تسلی کے لیے اتنا بتا دو کہ تم نے سونیا کو کہاں حاضر کرنے کا حکم دیا تھا؟"

یہ تو میرے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ دیوی میری سونیا سے کہاں ملنا چاہتی ہے۔ پھر میں اس کے سوال کا صحیح جواب کیسے دے سکتا تھا۔ اگر خاموش رہتا تو وہ سمجھ لیتا کہ یہ سب سونیا کی شرارت ہے۔ وہ دیوی بن کر سوچ کے ذریعہ گفتگو کر رہی ہے۔ اب تو یہ بات کسی نہ کسی طرح ظاہر ہو ہی جاتی۔ اس لیے میں نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "شنکر! تم بھی جگ پال کی طرح احمق ہو۔ جب تمہاری دیوی یہ کہہ چکی تھی کہ تم مجھ سے ملاقات کرو گے تو وہ تم سے دماغی رابطہ قائم نہیں کرے گی۔ پھر تم نے مجھے دیوی کیسے سمجھ لیا؟"

شنکر نے ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام لیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ میں صبح سے کس طرح ذہنی طور پر الجھا ہوا ہوں۔ اس پریشانی میں یہی بات سمجھ میں آئی کہ شاید دیوی نے کسی ضرورت کے تحت مجھے پکارا ہے۔ اوہ۔ مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔"

پھر اس نے سوچ کے ذریعہ سونیا کو مخاطب کیا۔ "مادام سونیا! آپ بہت چالاک ہیں۔ مجھے دھوکہ دے کر کتنی ہی باتیں اگلوا لیں۔"

میں نے کہا۔ "جب اگل ہی چکے ہو تو یہ بھی بتا دو کہ تمہاری دیوی اب تک مجھ سے دور کیوں بھاگ رہی ہے؟"

"میری دیوی کے لیے ایسے شبد (الفاظ) نہ کہو۔ وہ کاروزبول (بری) نہیں ہے کہ تم سے دور بھاگے گی۔"

"شنکر! تم اپنی دیوی کی شان میں قصیدہ پڑھتے رہو۔ مگر تم نے لاعلمی میں حقیقت اگل دی ہے۔ تمہاری دیوی کو اس بات کا غصہ ہے کہ اب وہ تمہارے دماغ میں آئے گی تو میں اُس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گی۔"

یہ بات شنکر کہہ چکا تھا۔ اب انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے کہا۔ "مادام! ہم تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ میری پارتھنا ہے کہ تم دیوی کے بارے میں کھوج نہ لگاؤ۔"

"مجھ سے کون دوستی کرے گا تم یا تمہاری دیوی؟"

"ہم سب ہی دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں کسی کو دیکھے بغیر دوستی نہیں کر سکتی۔"

"تم دیوی کو ضرور دیکھو گی۔ اس کے لیے یہاں سے نکلنے کی تدبیر کرنا ہے۔ وہاں میک اپ کا سامان ہے۔ وارڈروب میں بہت سے زنانہ ملبوسات ہیں۔ تم اپنا روپ بدلنے کی کوشش کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے سونیا کے لہجے میں پوچھا۔ "صرف میرے روپ بدلنے سے کیا ہو گا۔ جگ پال اور اس کے بیٹے یہاں سے کیسے نکلیں گے؟"

"اُن کی بات چھوڑو۔ اُن باپ بیٹوں کو بعد میں بھی یہاں سے نکالا جا سکتا ہے۔"

"نہیں شنکر! تمہاری دیوی نے روپا بن کر پہلے بھی اس بوڑھے کو بیوقوف بنایا ہے۔ اس کی حماقت کہو یا عشق کہو۔ اس بوڑھے عشق کی وجہ سے چار بیٹوں کی زبانیں کٹ گئیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ایک بیوقوف عاشق نے بہت بڑی قربانی دی ہے۔ لہٰذا پہلے انہیں روپا یا دیوی کے پاس پہنچانے کا بندوبست کرو۔ بعد میں ان کے بعد یہاں سے نکلوں گی یا پھر ان کے ساتھ ہی جاؤں گی۔"

"ایسی صورت نہ کرو مادام! میں مشکل میں پڑ جاؤں گا۔ مجھے صرف دیوی کی آگیا کا پالن (حکم کی تعمیل) کرنے دو۔"

"جہاں میں ہوتی ہوں، وہاں کسی دیوی کا حکم نہیں چلتا۔ میں جو کہتی ہوں۔ اس پر عمل کرو۔ ورنہ دوستی دشمنی میں بدل جائے گی۔"

وہ پریشان ہو کر ایک چٹائی پر بیٹھ گیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا

کہ کیا کرے؟ دیوی سے کیسے رابطہ قائم کرے؟ کیونکہ دیوی ضرورت کے وقت خود اسے مخاطب کرتی تھی۔ شنکر اپنی مرضی سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے کہا "میں تمہاری مشکل آسان کر سکتی ہوں۔ تم مجھے بتاؤ کہ مجھے کب اور کہاں ماتا دیوی کے پاس پیش کرنا چاہتے ہو"۔

اس نے کہا "کل رات کی ٹرین میں ہماری سیٹیں ریزرو ہو چکی ہیں۔ ہم وہاں سے استنبول جائیں گے۔ دیوی سے وہیں ملاقات ہوگی"۔

"جگ پال اور اس کے بیٹوں کے لیے بھی سیٹیں ریزرو ہو سکتی ہیں"۔

"ہاں۔ ہو سکتی ہیں۔ لیکن بہاتی بھیڑ کے ساتھ سفر کریں گے۔ تو ریڈ پاور والوں کی نظروں میں آ جائیں گے"۔

"نہیں آئیں گے۔ غور سے سنو۔ جگ پال اور اس کے بیٹے ہم سے پہلے اس تہہ خانہ سے نکلیں گے۔ ان کی سیٹیں دوسرے کمپارٹمنٹ میں ہوں گی۔ سفر کے دوران وہ ہم سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے۔ استنبول پہنچ کر ہم ایک ہو جائیں گے"۔

"تم میرا کام بڑھا رہی ہو"۔

"اس کے بغیر دوستی ممکن نہیں ہے۔ وقت ضائع نہ کرو۔ باہر جا کر جگ پال اور اس کے بیٹوں کے لیے انتظامات کرو"۔

سونیا سے دوستی کی یہی صورت تھی۔ اس لیے وہ انکار نہ کر سکا۔ باہر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ میں نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر اسے ساری باتیں بتائیں۔ وہ یہ سوچ کر خوش ہو گئی کہ وہ بہت جلد رومانیہ سے نکل کر استنبول پہنچے گی۔ پھر اسے میرے پاس پہنچنے کا موقعہ مل جائے گا۔

میں نے کہا "بس اب مطمئن ہو جاؤ۔ اور وہاں سے نکلنے کے لیے میک اپ شروع کر دو۔ میں تھوڑی دیر کے لیے تم سے رخصت ہو رہا ہوں"۔

میں اس کے ذہن سے نکل آیا اور اس دیوی کے متعلق سوچنے لگا جس کا فرضی نام رُدیا تھا۔ سب سے پہلے میں اس کے طریقہ کار پر غور کر رہا تھا جس طرح کچھ لوگ مجھے ٹیلی پیتھی کی بنا پر دیوتا کہتے تھے۔ اسی طرح اسے بھی دیوی کہا جا رہا تھا۔

یعنی زندگی کے اس موڑ پر ایک دیوتا ایک دیوی سے سامنا کرنے والا تھا۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک دیوی ایک دیوتا کے سامنے آنے سے کترا رہی تھی۔ کسی مصلحت کی بنا پر مجھ سے ٹکرانا نہیں چاہتی تھی۔

طریقہ کار کچھ یوں تھا کہ میں نے رومانیہ میں خیال خوانی کے لیے سونیا کو واسطہ بنایا ہوا تھا۔ دیوی بھی خیال خوانی کا وقت اپنا کام کر رہی تھی۔

لیکن وہ مجھ سے زیادہ محتاط تھی۔ اب شنکر سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر رہی تھی۔ اس کے برعکس میں بدستور سونیا سے سچ کے ذریعہ گفتگو کر رہا تھا۔ ان حالات میں یہ سوچا جا سکتا ہے کہ جب تک سونیا جگ پال سے باتیں کرتی رہی۔ اس وقت تک دیوی جگ پال کے دماغ سے نکل کر سونیا کے دماغ تک پہنچ چکی تھی۔ لیکن اس نے اپنی سوچ کے ذریعہ مداخلت نہیں کی۔ شنکر کے مطابق چپ چاپ سونیا کے دماغ کو پڑھتی رہی۔

اس طرح یہ بھی سوچا جا سکتا تھا کہ وہ میرے دماغ تک بھی پہنچ گئی ہے۔ میرے اور سونیا کے درمیان سوچ کے ذریعہ ہونے والی گفتگو کو وہ سن چکی ہے۔ اسے معلوم ہو چکا ہے کہ جو فرہاد دنیا والوں کے لیے مر چکا ہے وہ سونیا کے دماغ میں زندہ ہے۔

میں ایک عجیب سے اضطراب میں مبتلا ہو گیا۔ اپنے دماغ کے اندر کوئی چور موجود ہو اور وہ پکڑا نہ جا سکے۔ تو عام لوگوں پر کیا گزر طاری ہو جاتی ہے۔ مجھ میں قوت برداشت ہے۔ اس لیے میں صرف اضطراب میں مبتلا ہو گیا تھا۔

یہ بات بھی میرے لیے پریشانی کا باعث تھی کہ دیوی میرے دماغ میں بیٹھی میرے اضطراب کو پڑھ رہی ہوگی۔ میں نے مجبور کرائے سوچ کے ذریعہ پکارا "بیلو دیوی! کیا تم مجھے مخاطب نہیں کرو گی؟"

میں نے چند لمحوں تک جواب کا انتظار کیا۔ میرے دماغ میں گہرا سکوت طاری تھا۔ وہاں اجنبی سوچ کی ایک لہر بھی نہ تھی۔ میں نے کہا "دیوی! تم خاموش رہ کر مجھے دھوکہ دے سکتی ہو۔ لیکن اپنی خوش فہمی میں مبتلا رہنے کا عادی نہیں ہوں۔ میں سمجھ رہا ہوں کہ تم موجود ہو۔ بہتر ہے کہ مجھ سے باتیں کر لو"۔

جواب میں پھر وہی خاموشی تھی۔ خاموشی کا مطلب زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا تھا کہ وہ فی الحال غیر حاضر ہے۔ میں نے آخری بات کہی "تمہاری خاموشی میرے لیے چیلنج بن گئی ہے۔ میں دیکھوں گا کہ تم کب تک چھپی رہ سکتی ہو"۔

اتنا کہہ کر میں نے اس کے متعلق سوچنا ہی چھوڑ دیا۔ وہاں سے واپس ہانگ کانگ میں ماضی بطور سے حاضر ہو گیا۔

ہانگ کانگ میں میری پوزیشن یہ تھی کہ میں ایک بوڑھی چینی عورت کے مکان کے فرش پر بچھے ہوئے ایک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ میں نے سارا عرف رومانہ کی نظروں سے دور رہنے کے لیے اس بڑھیا کے مکان میں پناہ لی تھی۔ بند کمرے میں مے یون جیسی جیتے کے ساتھ خوبصورت یادگار لمحات گذارے تھے۔ اس کے بعد میں نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ ہلکا سا ناشتہ کیا۔ اس وقت تک مے یون بیدار ہو کر غسل خانہ میں چلی گئی تھی۔

اس کی واپسی پر میں نے یہ ظاہر کیا کہ دوبارہ مجھے نیند آ گئی ہے۔ میری بند آنکھیں دیکھ کر مے یون کو یقین ہو گیا کہ میں اپنی یقینہ نیند پوری کر رہا ہوں۔

اسی نیند کے بہانے میں سونیا کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ وہاں دیوی وغیرہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد واپس آیا تو فرش کے بستر پر مے یون بھی سو گئی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ پھر اس کی سوچ پڑھی۔ وہ سچ مچ خواب میں کھوئی ہوئی تھی۔ میرے لیے یہ اچھا موقعہ تھا کہ میں خود کو دوسری طرف مصروف رکھوں۔ میں دوبارہ آنکھیں بند کر کے سوچنے لگا۔

سوچنا یہ تھا کہ سپر ماسٹر کی تنظیم جس انتہائی دھماکہ کا اہتمام کر رہی تھی۔ اس اہتمام کو ختم کرنا تھا۔ یہ معاملہ بہت دنوں سے التوا میں پڑا ہوا تھا۔ سوچنا یہ بھی تھا کہ جس چیمبیری اور شیلا نے برے وقت میں سونیا کا ساتھ دیا تھا۔ انہیں میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ سونیا جذباتی انداز میں انہیں نظر انداز کر رہی تھی۔ کیونکہ اس کی نظر میں ہی یہ تھا۔ اور یہ ناقابل انکار حقیقت تھی کہ سونیا میری خاطر دین اور دنیا سب کو نظر انداز کر سکتی تھی۔

بہر حال میں چیمبیری اور شیلا کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ انہیں روما سے نکالنے کے لیے یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ اس غرض سے میں نے چیمبیری کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت وہ شیلا کے ساتھ اسی عمارت کے ٹریننگ ہال میں تھا جہاں سے سونیا کو اغوا کیا گیا تھا۔ وہاں ماڈم ویرا اور مسٹر بنکا کے علاوہ دوسرے بہت سے لوگ تھے۔ وہ سب سونیا کو تلاش کرنے کے بعد تھک ہار کر اس انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اب سونیا ہی کسی وقت انہیں مخاطب کرے گی۔

وہ سب ادھر ادھر بیٹھے ہوئے تھے۔ صرف چیمبیری غصہ میں ٹہل رہا تھا اس نے زورچ کے پاس آ کر اسے گھونسہ دکھاتے ہوئے کہا "میں کہتا ہوں مجھے سونیا کی تلاش میں جانے دو۔ ورنہ میں تمہارا سر توڑ دوں گا"۔

زورچ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "پاگل نہ بنو۔ ہم نے ماڈم کے لیے سارا شہر چھان مارا ہے۔ اس پاس کے تمام ممالک میں اپنے ایجنٹوں تک ماڈم کی تصویریں بھیج دی ہیں۔ بڑے پیمانہ پر تلاش جاری ہے۔ تم تنہا کہاں ڈھونڈتے پھرو گے"۔

"میں ڈھونڈنے کے لیے کہیں بھی جاؤں گا۔ مجھے اس بات پر غصہ آ رہا ہے کہ تم لوگوں نے مجھے یہاں قید کر رکھا ہے"۔

"نہیں، ہم نے تمہیں ماڈم سونیا کی امانت سمجھ کر رکھا ہے۔ اگر واپس آ کر تمہارے بارے میں پوچھیں گی تو ہم کیا جواب دیں گے"۔

شیلا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "مسٹر زورچ! آپ دو گھنٹہ پہلے دوسرے کمرے میں مسٹر ڈوف سے گفتگو کر رہے تھے۔ آپ کو اطمینان تھا کہ میں روسی زبان نہیں جانتی ہوں۔ بہر حال میں جانتی ہوں۔ آپ اس سے کہہ رہے تھے کہ ماڈم سونیا کو دشمن اس طرح زیر کر کے نہیں رکھ سکتے کہ وہ ہمیں دماغی رابطہ قائم کر سکیں۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ ماڈم کو بیہوش رکھا گیا ہے تو اب پندرہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔۔۔ اتنی طویل بیہوشی ممکن نہیں ہے۔ یا تو ماڈم کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا ہے یا پھر ماڈم کسی طرح کی دوہری چال چل رہی ہیں"۔

شیلا کی باتیں سن کر سب نے سوالیہ نظروں سے زورچ کو دیکھا۔ زورچ نے گھبرا کر بات بنائی "یہ ٹھیک ہے۔ میں ایسا سوچ رہا ہوں۔ ان حالات میں طرح طرح کے شبہات جنم لیتے ہیں۔ کوئی بھی یہ سوچ سکتا ہے کہ ماڈم سونیا دوسری چال چل سکتی ہیں"۔

ماڈم ویرا نے غصہ سے چیخ کر کہا "لعنت ہے تو پر۔ تم ایسا سوچ سکتے ہو۔ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے، جو ماڈم سونیا کے خلاف ذرا سا بھی شبہ اپنے دل میں رکھتا ہو"۔

سب نے ماڈم ویرا کی تائید کی۔ وہاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ریڈ پاور کے جتنے اہم باس اور ماڈم وغیرہ تھے۔ وہ سب سونیا کی پوجا کرنے کی حد تک اسے جان و ایمان سے چاہتے تھے۔ ان حالات میں زورچ سچ تمام افراد سے بگاڑ پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے کہا "میں نے ماڈم پر شبہ کر کے زبردست غلطی کی ہے۔ میں اس غلطی کی معافی چاہتا ہوں"۔

شیلا نے کہا "مسٹر زورچ! آپ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ماڈم سونیا چیمبیری کو اپنا بیٹا کہتی ہیں۔ لہٰذا اس بیٹے کو اپنے ہاں یرغمال کے طور پر رکھنا چاہیئے"۔

زورچ ایکدم سے گھبرا کر بولا "نہیں، تم جھوٹ کہتی ہو۔ میں نے ایسا نہیں کہا ہے۔ یہ جھوٹ ہے۔ تم الزام دے رہی ہو"۔

شیلا نے کہا "میں سچ کہہ رہی ہوں۔ تم اپنے جھوٹ سے بچنے کے لیے چیخ رہے ہو۔ اگر ماڈم ابھی موجود ہوتیں تو تمہارے دماغ سے سارے جھوٹ کو اگلوا دیتیں"۔

شیلا کی باتیں سن کر میں نے سوچا۔ یہ اچھا موقعہ ہے۔ تمام باس اور ماڈم سونیا کے حامی ہیں۔ ایسے وقت ان سب کو ریڈ پاور کے خلاف بھڑکایا جا سکتا تھا۔ یہ سوچ کر میں نے ماڈم ویرا کو مخاطب کیا۔

"بیلو ویرا! میں تمہاری ماڈم بول رہی ہوں"۔

ویرا فوراً ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر چیخ کر بولی "ماڈم واپس آ گئی ہیں۔ ہماری ماڈم واپس آ گئی ہیں۔۔۔۔"

سب ہی اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر ویرا کو یوں دیکھنے لگے جیسے اس کی کھوپڑی پر سونیا بیٹھی ہوئی نظر آ رہی ہو۔ میں نے کہا "ویرا! تمام دوستوں سے کہو کہ اطمینان سے بیٹھیں۔ ابھی سب کے سامنے زورچ کا محاسبہ کیا جائے گا"۔

ویرا نے تمام لوگوں کو اطمینان سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر

میری سوچ کے مطابق اس نے زور یچ سے سوال کیا۔ "مسٹر زور یچ! اب سے گیارہ گھنٹے پہلے تم نے ماسک مین سے رابطہ قائم کیا تھا۔ بتاؤ کہ وہاں مادام سونیا کے خلاف کیا گفتگو ہوئی تھی؟"

"یہ تم کیسی باتیں پوچھ رہی ہو۔ ہم نے مادام کے خلاف کوئی گفتگو نہیں کی....."

ویرا نے کہا۔ "ہم سب ماسک مین کی اجازت حاصل کیے بغیر مادام کی تلاش میں یہاں سے چلے گئے تھے۔ تم نے یہ سوچا کہ مادام سونیا ہمارے دل و دماغ پر اس طرح حاوی ہو گئی ہیں کہ اب ہمیں ماسک مین کی اجازت کی بھی پروا نہیں رہتی۔ دوسرے لفظوں میں تم نے یہ سوچا کہ مادام ماسک مین سے برتری حاصل کر رہی ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔" زور یچ نے چیخ کر کہا۔ اسی وقت میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ پیچھے کی جانب کرسی پر گرا۔ پھر کرسی سمیت فرش پر لڑھک گیا۔ میں نے اس کی کھوپڑی میں کہا۔ "میں سونیا بول رہی ہوں۔ فوراً سچائی کا اعتراف کرو۔ ورنہ ذہنی جھٹکے پہنچا کر پاگل بنا دوں گی۔"

یہ کہتے ہی میں نے پھر ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر آگے پیچھے شرابیوں کی طرح جھومنے لگا۔ تمام لوگ سمجھ رہے تھے کہ سونیا اسے جھوٹ کی سزا دے رہی ہے۔ ویرا نے کہا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو اب بھی سچ اگل دو۔"

زور یچ بیٹھنا چاہتا تھا مگر میں نے بیٹھنے کی اجازت نہیں دی۔ میں نشانے سے کہا کہ وہ اسی طرح لرزتے ہوئے پیروں پر کھڑا رہے۔ کوسچ کہتا رہے۔ آخر اس نے کہا۔ "ہاں! میں اعتراف کرتا ہوں۔ میں نے ماسک مین کے سامنے سونیا کے خلاف زہر اگلا ہے۔"

ویرا نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "تفصیل بیان کرو۔"

وہ کہنے لگا۔ "تم سب لوگ ماسک مین کی اجازت حاصل کیے بغیر جب مادام کی تلاش میں چلے گئے تو مجھے خطرہ کا احساس ہوا کہ مادام اتنی جلدی تم سب کے دل و دماغ پر حکومت کرنے لگی ہیں۔ اگر یہی صورتحال رہی تو وہ ماسک مین سے بھی برتری حاصل کر لیں گی۔"

ویرا نے پوچھا۔ "ایسا سوچتے وقت تمہیں اس بات کا ڈر نہیں تھا کہ مادام تمہاری دوغلی سوچ کو پڑھ رہی ہوں گی؟"

"ہاں مجھے ڈر ہی خیال آیا تھا کہ مادام میرے دماغ میں موجود ہوں گی۔ میں نے معافی مانگنے کے لیے انہیں مخاطب کیا۔ سوچ کے ذریعہ انہیں پکارا۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ تب میں نے سوچا کہ مادام اس وقت تابوت میں قید ہیں۔ وہاں سے نکلنے کی جدوجہد میں مصروف ہوں گی۔ اس لیے فی الحال میری سوچ نہیں پڑھیں گی۔"

ویرا نے میری ہدایت کے مطابق کہا۔ "مادام تمہاری دوغلی سوچ پڑھ کر محتاط ہو گئی تھیں۔ اسی لیے خاموشی سے تمہارے دماغ میں موجود تھیں۔ اب آگے کہو۔"

اس نے کہا۔ "میں نے کمپیوٹر کے ذریعہ ماسک مین سے رابطہ قائم کیا۔ ماسک مین نے میرے خیالات سن کر مجھے ڈانٹ کر کہا۔ "تم لوگ مادام سونیا کی شان میں گستاخی کر رہے ہو۔ فوراً مادام سے رابطہ قائم کر کے ان سے معافی مانگو۔ یہ میں تمہاری اطلاع کے لیے کہہ رہا ہوں کہ مادام سونیا بلاشبہ مجھ سے برتر ہیں۔"

میں نے ماسک مین سے کہا۔ "جناب عالی! مادام سونیا سے رابطہ قائم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ تابوت سے باہر نکلنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں، وہ میری سوچ نہیں پڑھ رہی ہیں۔"

تب ماسک مین نے مجھے حکم دیا کہ میں آئرن کیپ پہن کر سوچ کے ذریعہ گفتگو کروں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ آئرن کیپ پہن کر رابطہ قائم کرتے ہی ماسک مین نے کہا۔ "یہ شین بہت حساس ہے۔ سوچ کی ہلکی سی لہر کو بھی اسکرین کے گراف پر نقش کر لیتی ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ سونیا تمہارے دماغ میں موجود نہیں ہے۔ آئندہ سونیا کو غافل سمجھ کر اس کے خلاف کوئی بات نہ کہنا۔ ورنہ یہ بہترین مہرہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"لیکن جناب! وہ جو برتری حاصل کر رہی ہے تو کیا یہ ہمارے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔"

جواب ملا۔ "نہیں۔ بظاہر یچ کا ایک معمولی مہرہ آگے بڑھ کر دشمن کے شہ کو مات دیتا ہے۔ تو یہ ہمارے لیے فائدے کی بات ہے ورنہ تم یہ دیکھ چکے ہو کہ سونیا بھی اس لحاظ سے ایک معمولی عورت ہے کہ نکوا جیسی عورت کے ساتھی اسے غفلت میں نقصان پہنچا چکے ہیں۔ جب سونیا ہمارے لیے مصیبت بنے گی تو کسی نہ کسی دشمن کے ہاتھوں ماری جائے گی۔"

زور یچ کا بیان سن کر تھوڑی دیر کے لیے سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ ایسے وقت میں میں نے ایک ایک کے دماغ میں پہنچ کر کہنا شروع کیا۔ "ماسک مین صرف اپنی غرض کا بندہ ہے۔ جب وہ سونیا جیسی ہستی کے متعلق ایسا سوچ سکتا ہے تو ہم کس گنتی میں ہیں۔ وہ جب چاہے گا۔ اپنے مفاد کے مطابق ہمیں مار ڈالے گا۔ یہ ماسک مین سانپ سے زیادہ زہریلا اور شیطان سے زیادہ مکار ہے۔"

رفتہ رفتہ ماسک مین کے خلاف سرد اور سرد عورت کا دماغ پک رہا تھا۔ اپنی سلامتی کسے عزیز نہیں ہوتی۔ اور وہاں سب ہی یہ سمجھ چکے تھے کہ وہ ریڈ پاور کی تنظیم میں محفوظ نہیں ہیں۔ زور یچ کا تمام لوگوں کی خاموشی سے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم لوگ اس طرح خاموش کیوں ہو؟ کیا سوچ رہے ہو؟"

مسٹر بنکاک نے کہا۔ "میں سوچ رہا ہوں کہ میں مادام سونیا کے مقابلہ میں ایک ذرہ ہوں۔ جب مادام کو غفلت میں ڈالنے کا منصوبہ بنایا جا سکتا ہے تو میں کس شمار میں ہوں؟ میں اپنی جوانی اس تنظیم میں صرف کر کیوں برباد کر رہا ہوں؟ یہاں ہماری سلامتی کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔"

ایک مادام نے اس کی تائید کی۔ دوسرے باس نے کہا۔ "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ جب ہمیں وفادار بن کر ہی رہنا ہے تو پھر کیوں نہ ہم مادام سونیا سے وفاداری کریں۔"

ویرا نے کہا۔ "بے شک! ہم مادام کے لیے جئیں گے اور مادام کے لیے مریں گے۔ میں ابھی سب کے سامنے ماسک مین کے خلاف بغاوت کا اعلان کرتی ہوں۔"

میں نے سونیا بن کر کہا۔ "شاباش ویرا! میں تمہاری حفاظت کروں گی۔"

ویرا کے بعد دوسرے بھی بغاوت کا اعلان کرنے لگے۔ میں نے باری باری ہر ایک سے دماغی رابطہ قائم کرتے ہوئے یقین دلایا۔ "میں سونیا ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب بغاوت کا اعلان کر چکے ہو تو اب زور یچ کو زبان کھولنے کا موقعہ نہ دو۔ عمارت کے باہر مسلح پہریداروں کو بھی اپنے اعتماد میں لو۔ جو دوست نہ بن سکیں، انہیں ہمیشہ کے لیے مٹا دو۔"

بغاوت کے شعلے بھڑک گئے تھے۔ زور یچ نے وہاں سے باہر کی طرف جانا چاہا۔ لیکن چمپینزی نے اسے بغل میں داب لیا۔ چمپینزی ہاتھی جیسے ڈیل ڈول کا آدمی تھا۔ زور یچ اس کی بغل میں گاجر کے بچھڑے کی طرح نظر آ رہا تھا۔ سب نے یہی سمجھا کہ چمپینزی زبردستی اسے باہر جانے سے روکنے کے لیے بغل میں دبا رکھا ہے۔ لیکن جب اس نے بغل سے زور یچ کو آزاد کیا تو وہ بے جان ہو کر فرش پر گر پڑا۔

مسٹر بنکاک کو اپنی جسمانی قوت پر ناز تھا۔ لیکن جب اس نے یہ تماشہ دیکھا تو حیرانی سے اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ زور یچ کے پھیلے ہوئے دیدے تار ہے تھے کہ وہ اس دنیا سے کوچ کر چکا ہے۔ بہت سے لوگوں نے یہ منظر نہیں دیکھا کیونکہ وہ بغاوت کے مشن میں مصروف ہو گئے تھے۔ کچھ لوگوں نے مواصلاتی نظام یعنی ٹیلیفون ٹرانسمٹر اور کمپیوٹر سکرین وغیرہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ کچھ لوگ عمارت کے اندر رہنے والے مسلح گارڈز کو اپنے اعتماد میں لے رہے تھے یا پھر انہیں ٹھکانے لگا رہے تھے۔ بمشکل آدھ گھنٹے میں وہ عمارت ماسک مین کے وفاداروں سے خالی ہو گئی۔ اب وہاں صرف سونیا کے وفادار تھے۔

میں نے کہا۔ "ویرا! تم تھوڑی دیر کے لیے تمام لوگوں کو بڑے ہال میں کال کرو۔ میں تمہاری زبان سے ایک پیغام دینا چاہتی ہوں۔"

ویرا نے اس حکم کی تعمیل کی۔ جب تمام لوگ ہال میں جمع ہو گئے تو ویرا میری ہدایت کے مطابق کہنے لگی۔ "میری بہنو اور دوستو! میں تمہاری سونیا ہوں اور ویرا کی زبان سے تمہیں مخاطب کر رہی ہوں۔ تم لوگوں نے میری حمایت میں جس بغاوت کا آغاز کیا ہے اس کا انجام اب یہی ہو گا کہ ہم اپنی ایک علیحدہ تنظیم بنائیں گے۔"

"ہپ ہپ ہرا!..... سب لوگ خوشی سے چیخنے لگے۔

ویرا نے کہا۔ "ذرا خاموشی سے سنو۔ ہم شیطانی تنظیموں کے خلاف ایک امن محاذ قائم کریں گے اور ہماری اس تنظیم کا نام پیس فرنٹ ہو گا۔"

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ ایک نے کہا۔ "مادام سونیا! آپ ہماری لیڈر ہوں گی۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہم قوم، ملک اور مذہب کا امتیاز کیے بغیر آپ کے وفادار بنیں گے اور وفاداری کے معاہدہ پر اپنے لہو سے دستخط کریں گے۔"

ویرا نے کہا۔ "معاہدہ وہاں کیے جاتے ہیں جہاں کسی کے دماغ میں چھپی ہوئی سازشوں کا علم نہیں ہوتا۔ میں تم سب کے باغی معاہدوں کو پڑھ چکی ہوں۔ مجھے تم سب پر فخر ہے۔ اب تم لوگ یہ بتاؤ کہ میں تمہیں استنبول میں بلاؤں تو وہاں تم سب کس طرح بخیریت پہنچو گے۔"

ایک باس جو کہ ترکی سے آیا تھا اور استنبول میں رہتا تھا۔ اس نے کہا۔ "مادام سونیا! میرا نام حشمت پاشا ہے۔ میں استنبول کے چپے چپے سے واقف ہوں۔ اگر ہماری ٹیم وہاں بخیریت پہنچ جائے تو میں پوری ٹیم کے لیے بہترین پناہ گاہ کا انتظام کر دوں گا۔"

ایک اور باس نے کہا۔ "مادام! میرا نام وکٹر ہے۔ ماسک مین کسی بھی معاملہ میں میری پلاننگ پر بڑا اعتماد کرتا تھا۔ فی الحال میری پلاننگ یہ ہے کہ ہم اس عمارت کے باہر بغاوت کا اعلان نہ کریں تو زور یچ کی موت کو حادثاتی موت قرار دیں۔ چھ مسلح گارڈز جو ہمارے گئے ہیں۔ ان کی لاشوں کو چھپا دیں۔ ہمارے چند لوگ اس عمارت میں ماسک مین سے رابطہ قائم کر کے اور اسے بہلاتے رکھنے کے لیے موجود رہیں گے۔ باقی تمام لوگ باہر جا کر رومانیہ کی سرحد پار کرنے کے انتظامات کریں گے۔ اس طرح ہم پُرامن طریقوں سے بہت کچھ کر گزریں گے اور خداوند یسوع کی مدد سے بخیریت استنبول پہنچ جائیں گے۔"

وکٹر واقعی پلاننگ ماسٹر تھا۔ مجھے اس کا یہ مشورہ بہت پسند آیا کہ ماسک مین تک بغاوت کی خبر نہ پہنچے۔ عمارت کے باہر بھی مسلح پہریدار حالات سے بے خبر ہیں گے تو فائدہ یہ ہو گا کہ سونیا کے تمام وفادار بہ آسانی باہر آ جا سکیں گے۔ میں نے ویرا کی زبان سے اس منصوبہ کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "میں تم لوگوں سے درخواست کرتی ہوں کہ رومانیہ کی سرحد سے باہر نکلنے تک وکٹر کے احکامات

کی تعمیل کرتے رہو۔ تری ہینچ کر حشمت پاشا تمہارا لیڈر بن جائے گا۔ میں استنبول میں تم لوگوں سے ملاقات کروں گی۔ اس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔"

اتنا کہہ کر میں دیر تک کے دماغ میں خاموش ہو گیا تاکہ وہ سب اپنے طور پر وہاں سے فرار ہونے کے منصوبہ پر عمل کریں۔ میں نے چمپیری کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ یہ سوچ کر اس کا منہ لٹکا ہوا تھا کہ اس کی ممی کی روح نے دوسروں سے رابطہ قائم کیا۔ بگ بوئینے سے بات نہیں کی۔

دراصل میں یہ بھول گیا تھا کہ بوڑھے جگ پال کی طرح چمپیری بھی روحانی رابطے کو مانتا ہے۔ وہ اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ اس کی ماں کی روح سونیا کے جسم میں سما گئی ہے۔ اور اصل سونیا گرین لینڈ کے برفانی علاقہ میں مر چکی ہے اور اب اس کی ماں سونیا بن کر یہ تمام کارنامے انجام دے رہی ہے۔

میں نے سونیا بن کر اس سے کہا۔ "میرے بیٹے! مایوس کیوں ہوتے ہو۔ میں تو ہمیشہ تمہارے پاس موجود رہتی ہوں۔ تم سے دور نہیں رہ سکتی۔ اس لیے تمہیں استنبول بلا رہی ہوں۔ تم ان لوگوں کا ساتھ دو۔ جلد ہی ہماری ملاقات ہو گی۔"

چمپیری نے خوش ہو کر شیلا کو بازوؤں میں اٹھا لیا۔ ہوئے کہا۔ "جانتی ہو۔ ابھی ممی نے مجھ سے بھی باتیں کی ہیں۔ انہوں نے یقین دلایا ہے کہ ہم جلد ہی ملیں گے۔ آفاس خوشی میں ہیں تم سے ملاقات کروں گا۔۔۔۔"

وہ ملاقات کرنے کے لیے شیلا کو دوسرے کمرے میں لے گیا۔ میں اُسے اُس کے حال پر چھوڑ کر وکٹر کے دماغ میں چپ چاپ جھانکنے لگا۔ یہ معلومات ضروری تھیں کہ وہ اندر سے قابل اعتماد ہے یا نہیں۔ وہ نجیدگی سے اپنے پیش کردہ منصوبہ پر غور کر رہا تھا کہ اپنی ٹیم کے کتنے افراد کو بائی روڈ، بائی ٹرین اور بائی پلین استنبول کی طرف جانا چاہیے۔ اور کس طرح ماسک مین کو وفاداری کے فریب میں مبتلا رکھنا چاہیے۔

وکٹر سچ مچ دیانتدار اور سونیا کا وفادار تھا۔ میں مطمئن ہو کر اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر میں نے سونیا سے رابطہ قائم کرنے کے بعد اسے تفصیل سے تمام واقعات سنائے۔ میرا خیال تھا کہ وہ خوش ہو جائے گی لیکن وہ ناراضگی سے بولی۔ "فرہاد! تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ ہم تمام ہنگاموں سے دور کسی گمنام مقام پر سکون کی زندگی گزاریں گے لیکن تم پیس فرنٹ کے نام سے اپنی ایک تنظیم بنا رہے ہو۔ یہ کیا دھاندلی ہے؟ صاف کیوں نہیں کہتے کہ مجھے اس نئی تنظیم میں الجھا کر مجھے اپنے سے دور رکھنا چاہتے ہو۔"

میں نے کہا۔ "تم بہت زیادہ بکواس کرنے لگی ہو۔ یاد کرو تم میری مردہ نہیں ہو۔ میں تمہارا مو ہوں۔ میں جو کہوں گا، تم وہی کرو گی۔ رہ گئی ہمارے ملنے کی بات تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے استنبول ملوں گا اور اگر نہ مل سکا تو تمہیں اپنے پاس فوراً بلا لوں گا۔"

اب اس کی ناراضگی میں مٹھاس آ گئی۔ وہ محبوبانہ انداز میں روٹھ کر بولی۔ "نہیں تم اب بھی مجھے بہلا رہے ہو۔ جب میں استنبول پہنچ کر اپنی نئی ٹیم والوں کے درمیان الجھ جاؤں گی تو پھر اس تنظیم کی مصروفیات چھوڑ کر تمہارے پاس کیسے آ سکوں گی؟"

"یہ ضروری نہیں ہے کہ تم نئی ٹیم والوں کے ساتھ شانہ بشانہ رہو۔ تم انہیں یہ تسلی دے سکتی ہو کہ ان سے دور رہ کر بھی خیالی طور کے ذریعہ قریب رہو گی۔ اب بھی وہ یہی سمجھ رہے ہیں۔ کہ تم ان سے بہت دور ہو۔ اس کے باوجود ہر ایک کے دماغ میں موجود رہتی ہو۔"

"خدا تمہاری کھوپڑی سے بچائے۔ کیسے کیسے چکر چلاتے ہو۔ میں تو ہار گئی تم سے۔ اب جو کہو گے، وہی کروں گی۔"

"شاباش! اچھی عورتیں اسی طرح اپنے مردوں کا کہنا مانتی ہیں۔ اچھا خدا حافظ۔"

"ارے کہاں جا رہے ہو۔ سنو تو سہی۔۔۔۔"

لیکن میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ لے یون میرے بازو سے لگی سو رہی تھی۔ میں نے حساب لگایا کہ وہ کتنی دیر سے سو رہی ہے۔ ہم صبح سات بجے اس مکان میں پہنچے تھے۔ اس کی بوڑھی مالکہ کو خریداری کے لیے کچھ رقم دے کر روانہ کرنے کے بعد تقریباً دو نو بجے تک سو گئی۔ چار گھنٹے بعد یعنی ایک بجے وہ بیدار ہوئی۔ اس دوران میں نے تین گھنٹے کی نیند لی۔

بہرحال ہم ایک بجے سے دو بجے تک جاگتے رہے۔ اس کے بعد میں نے دوبارہ سو جانے کی ایکٹنگ کی۔ تو وہ بھی میرے پاس آ کر سو گئی۔ چونکہ رات بھر کی جاگی ہوئی تھی۔ اس لیے تین گھنٹے مسلسل سو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ جب تک وہ خود بیدار نہ ہو، اس وقت تک مجھے اپنی بقیہ مصروفیات سے گزر جانا چاہیے۔

اس خیال کے تحت میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اب میری روح گرین لینڈ کی جانب تھی۔ ڈاکٹر ڈان اسمتھ وہاں کے خیمہ زمین پر انڈے کا سا نشان بھی تھا۔ اور وہاں کام کرنے والی ٹیم کا لیڈر بھی میں اس کی سوچ کو بہت پہلے ہی پڑھ چکا تھا۔ اب میں نے اس کی سوچ کو پڑھا تو پتہ چلا کہ وہ خواب آور گولیاں کھا کر سونے کے لیے بستر پر جا رہا ہے۔

اس وقت اسے اپنی بیوی یاد آ رہی تھی، جو خیمہ یا برف میں تھی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "صرف دو ہفتے رہ گئے ہیں۔ پچیس دسمبر کو اپنی ٹیم کو اکٹھا کر کے میں چھٹی لے کر اپنی پریتی سے ملنے جاؤں گا۔ آہ! کتنا

بڑھاپا، یہ سردی، میری بڑھیا بہت یاد آ رہی ہے۔ ایڈیٹڈ! وقت نہیں گزر رہا ہے۔"

"ایڈیٹ!" اس کا تکیہ کلام تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اس دنیا کے ہزاروں بوڑھے اور جوان اپنی اپنی محبتوں سے ملنے کے خواب دیکھ رہے ہوں گے۔ کیا ایٹم کے تخریبی تجربات سے یہ خواب مر نہیں جائیں گے؟"

"ایڈیٹ! یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ دوسروں کی محبتیں مرتی ہیں تو مرتی رہیں۔ یہ دنیا والے محبتیں کرتے ہیں اور آبادی بڑھاتے ہیں۔ یہاں صرف ہم جیسے ذہین لوگوں کو زندہ رہنا چاہیے۔ ہمارا یہ تجربہ ہی بڑھتی ہوئی آبادی کو ختم کرے گا۔ اور دنیا کی دوسری بڑی طاقتوں پر ہمیں برتری حاصل ہو گی۔"

میں نے کہا۔ "ایڈیٹ! گولیاں کھانے کے بعد بھی مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔ مجھے دو گولیاں اور کھا لینا چاہئیں۔"

اس نے لیٹے ہی لیٹے پلنگ کے کنارے ایک بٹن کو دبایا۔ دیواروں کا ایک چھوٹا سا ریک دیوار کی جانب سے گھومتا ہوا اس کے سامنے آ گیا۔ اس نے ریک پر سے ایک شیشی اٹھائی پھر اس میں سے دو گولیاں نکال کر کھاتے وقت پریتی کی یاد میں گم رہا۔ جب اس نے پانی کے چند گھونٹ حلق سے اتارے تو میں نے اس کی سوچ میں حیرانی سے کہا۔ "ایڈیٹ! یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ گولیاں نہیں کھائیں۔ صرف پانی پی لیا۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "نہیں میں نے گولیاں کھانے کے بعد پانی پیا ہے۔"

وہ اونگھنے لگا لیکن میں اسے سونے کا موقعہ نہیں دے سکتا تھا میں نے کہا۔ "سونے سے پہلے ٹارگٹ لائن کو چیک کر لینا چاہیے۔"

میں نے اصرار کیا۔ "پریتی کی یاد نے مجھے اپ سیٹ کر دیا ہے۔ اکثر سوچ میں گم ہو جانے کے بعد یاد نہیں رہتا کہ ہم سوچ کے دوران کیا کرتے رہے ہیں۔ بہرحال میں نے گولیاں نہیں کھائی ہیں۔"

اس نے ہار مان کر دو گولیاں اور کھا لیں۔ یعنی میں نے چار کھلائیں۔ اس سے پہلے وہ دو کھا چکا تھا۔ اس طرح چھ گولیاں جلد ہی اس کے اعصاب کو متاثر کرنے لگیں۔

اس نے سوچا۔ "چیک کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اب میں سو جاؤں گا۔"

میں نے پھر اصرار کیا۔ "اگر میں سو گیا اور ٹارگٹ لائن میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تو مشن ناکام ہو جائے گا۔ پھر میں پریتی سے نہیں مل سکوں گا۔ پریتی! میری جان! میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔۔۔۔"

ڈان اسمتھ نے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ جیسے پریتی سے ملنے کے لیے بڑھنا چاہ رہا ہو۔ اور وہ اسے آغوش میں لینے کے لیے بڑھنا چاہ رہا ہو۔ اور سوتے ہوئے دماغ کو ہینڈل کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ میں نے کہا۔ "پریتی ایسے نہیں ملے گی۔ سونے کے بعد خواب میں آئے گی اور سونے سے پہلے ٹارگٹ لائن کو چیک کر لینا چاہیے۔"

وہ کیبن کا دروازہ کھول کر ایک کاریڈور میں آیا۔ وہاں سے ایک لفٹ میں پہنچا۔ پھر لفٹ کے ذریعہ نیچے جاتے لگا۔ یعنی برف سے ڈھکی ہوئی زمین کے نیچے ان لوگوں کے کیبن بنے ہوئے تھے پھر ان کیبنوں کے فرش کے نیچے دور کہیں بڑا سا تہہ خانہ تھا۔ تہہ خانہ میں مسلح گارڈز مستعد نظر آ رہے تھے۔ ڈاکٹر ڈان اسمتھ اونگھتے ہوئے دماغ کی رہنمائی میں جہاں جہاں سے گزر رہا تھا۔ مسلح گارڈز وہاں اسے سلیوٹ کر رہے تھے۔

آپریشن ہال کے دروازے پر ایک اسسٹنٹ نے اُسے سلام کرتے ہوئے ایک کلپ بورڈ اس کی جانب بڑھا دیا۔ سر اہلا ہر بدستور سنسنیل کی گھنٹہ کی رفتار سے ہوائیں چل رہی ہیں۔ برف کی سطح اڑتالیس انچ ہے۔ یہاں آپریشن ہال کی حرارت میں کچھ اور اضافہ کرنا ہو گا۔ ورنہ ٹارگٹ لائن پر برف جمنے لگے گی۔"

"ایڈیٹ! پوچھے کیا ہو۔ اضافہ کر دو۔"

یہ کہہ کر وہ ٹارگٹ لائن کو دیکھنے لگا۔ بھاری مشینوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دے رہی تھی۔ میں نے ڈاکٹر ڈان اسمتھ کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ اور اس کے اونگھتے ہوئے دماغ کو اپنی مٹھی میں لے کر اس کی سوچ پر عمل کرا رہا تھا۔ پھر وہی ہوا جو میں چاہتا تھا۔ وہ سوچنے کے دوران کتنے ہی بٹنوں کو آن کرنے اور متعلقہ میٹرز کو گھمانے لگا۔

ایسے ہی وقت جب وہ راکٹ نما بم اپنی جگہ چھوڑ کر بلندی کی طرف اٹھ رہا تھا اور تہہ خانہ کی چھت کھلتی جا رہی تھی کہ اس کا اسسٹنٹ وہاں آ پہنچا۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "ڈاکٹر یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

یہ کہتے ہی وہ ٹارگٹ لائن کی طرف بھاگتا ہوا آیا۔ لیکن ڈاکٹر اسمتھ نے اس کے منہ پر کرائے کا ایک چوب رسید کیا۔ ڈاکٹر بھلا کرائے کیا جانتا۔ وہ تو میں اس کے دماغ میں بیٹھا ہوا تھا اس لیے وہ میرے ہی۔۔۔ داؤ پیچ استعمال کر رہا تھا۔

اسسٹنٹ جوان اور طاقتور تھا۔ ڈاکٹر بوڑھا اور کمزور تھا۔ جوان کا ایک کراٹا ہاتھ اسے زمین بوس کر سکتا تھا۔ مگر وہ بوڑھا میری دماغی پھیرتی کے ذریعہ اس کے حملوں سے بچ رہا تھا اور اسے ٹارگٹ لائن کی طرف جانے کا موقعہ نہیں دے رہا تھا۔

بس اتنا ہی لڑائی جھگڑا کافی تھا۔ اس وقت تک راکٹ نما بم کھلی ہوئی چھت سے گزر چکا تھا۔ وہ کوئن آئی لینڈز کے ٹارگٹ پر نہیں تھا۔ ڈاکٹر نے میری ہدایت کے مطابق نوے ڈگری کا ٹارگٹ رکھا تھا۔ نوے ڈگری کا مطلب یہ تھا کہ وہ بم سیدھا آسمان کی طرف

ایک مخصوص بلندی تک جاتا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر اپنی جگہ واپس آ کر گر جاتا۔

اسسٹنٹ کے ہوش اڑ گئے۔ اب بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ پھر بھی اس نے دروازے کے پاس پہنچ کر سطرے کے سائرن کو آن کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس زمین دوز اڈے میں زندگی کا آخری ہنگامہ۔۔۔ برپا ہو گیا۔ لوگ اس تہہ خانے سے نکل کر بھاگ رہے تھے۔ موت کا وہ کھیل انہوں نے دوسروں کے لیے شروع کیا تھا۔ اور اب خود ہی اس عبرتناک انجام سے بھاگ رہے تھے۔

لیکن وہ کتنی دور بھاگ کر جا سکتے تھے۔ انسان جتنی بھی دور جاتے، موت اس سے پہلے وہاں پہنچ جاتی ہے۔ میں نے بھاگنے والوں کے ذہن سے ایک زبردست دھماکے کی آواز سنی۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔ وہاں کیسی تباہی مچ رہی ہو گی۔ اس کا اندازہ میں نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہاں تمام انسانی دماغ ایک ہی دھماکہ کے بعد ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے تھے۔

اب میرے دماغ میں کوئی ہنگامہ نہ تھا۔ سکون ہی سکون تھا۔ میرے چاروں طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں اس سکون اور خاموشی سے لطف اٹھانے کے لیے بڑی دیر تک آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔ وہ بیدار ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "شام ہو رہی ہے۔ کیا اپنا روپ نہیں بدلو گے؟"

مجھے یاد آیا کہ میں اپنے اصلی روپ میں ہوں۔ سارا عرف زمانہ کے آدمی مجھے تلاش کرتے ہوئے یہاں بھی پہنچ سکتے ہیں۔ میں فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس مکان کی بوڑھی مالکہ میک اپ وغیرہ کے وہ تمام سامان لے آئی تھی جس کی فہرست میں نے دی تھی۔ سامان کے ساتھ اس روز کا اخبار بھی تھا۔ میں نے سے یون کو گرم پانی لانے کے لیے کہا۔ پھر اخبار کھول کر پڑھنے لگا۔

اخبار کے آخری صفحہ پر ہمارے متعلق ایک چھوٹی سی خبر شائع ہوئی تھی کہ سے یون نامی ایک چینی لڑکی فریدہ نامی ایک شخص کے ساتھ جزیرہ کولون میں غیر قانونی طریقہ سے داخل ہوئی ہے۔ پولیس ان کی تلاش میں ہے۔

جب سے یون میک اپ کے لیے گرم پانی لے کر آئی تو میں نے اخبار کا وہ صفحہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ دوسرے صفحہ پر تیس تیس برس کے ایک جوان کی تصویر تھی۔ وہ ہانگ کانگ میں اسٹار فری کا سوداگر لگے یورپ سے آیا تھا۔ اور اب دوسری صبح واپس جانے والا تھا۔ اچانک میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ مجھے اس شخص کا سوانگ بھرنا چاہیئے۔ میں نے سونیا سے وعدہ کیا تھا کہ استنبول میں اس سے ملاقات کروں گا۔ اگر میں یہ وعدہ پورا نہ کرتا تو وہ بری طرح ناراض ہو جاتی اور میں اپنی جان سے زیادہ عزیز کسی کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میے یون نے اخبار کے صفحہ کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ "پولیس والے ہماری تلاش میں یہاں بھی پہنچ سکتے ہیں۔ ہمیں فوراً ہی اپنا حلیہ بدل لینا چاہیئے۔"

میں نے اخبار والی تصویر کو سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "دیکھو اس شخص کا نام فوڈ شرما ہے۔ یہ دولت مند ہندوستانی ہے۔ مگر وہ برس میں رہتا ہے۔ کل یہاں سے واپس جائے گا۔ میں فوڈ شرما کے روپ میں آنے والا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے بڑے سے آئینہ کو سامنے رکھا۔ پھر میک اپ میں مصروف ہو گیا۔ سے یون نے کہا۔ "کل فوڈ شرما واپس جائے گا تو انٹرپول والے تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

میں نے جواب دیا۔ "وہ نہیں میں یہاں سے جاؤں گا انٹرپول والے اس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

سے یون نے چونک کر پوچھا۔ "کیا تم چلے جاؤ گے؟ اور میں؟"

"میں صرف دو دن کے لیے جاؤں گا۔ تم اسی مکان میں میرا انتظار کرو گی۔"

"نہیں۔۔۔" وہ تڑپ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ "میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ یہ کیسی محبت ہے۔ آج ملے ہو۔ کل جا رہے ہو۔"

"میں تمہیں بار بار سمجھا رہا ہوں کہ میرا کوئی گھر نہیں ہے، کوئی منزل نہیں ہے اور نہ ہی کبھی ایک منزل پر ٹھہر سکتا ہوں۔ سے یون تم اتنی پیاری سی گڑیا ہو کر میں تم سے وفا نہیں کر سکتا۔ تمہیں کبھی بھول نہیں سکتا۔ اس لیے تمہیں چھوڑ بھی نہیں سکتا۔"

"تو پھر کیوں چھوڑ کر جانا چاہتے ہو؟"

"ہمیشہ کے لیے نہیں، صرف دو چار دنوں کے لیے۔ تم نے میرے سمجھانے کے باوجود مجھے اپنا ہی لیا ہے تو پھر اکثر ایسا ہوا کرے گا۔ ہم کبھی بچھڑیں گے اور کبھی ملیں گے۔"

وہ مجھ سے الگ ہو کر بولی۔ "بچھڑنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

"نہیں، ضد نہ کرو۔ میں تمہارے لیے ایک پناہ گاہ بنا کر تمہیں وہاں حفاظت سے چھوڑ سکتا ہوں۔ ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ جب میں واپس آؤں گا تو کیا تم میری گردن میں بانہیں ڈال کر خوش آمدید نہیں کہو گی؟"

وہ سر جھکا کر رونے لگی۔ "نسوعورت کے آخری ہتھیار ہوتے ہیں۔ میرا دل اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ وہ اتنی حسین تھی، اتنی دل نشیں تھی کہ اس کے نسوسیدھے دل میں ٹپک رہے تھے۔ اگر میں کمزوری ظاہر کرتا تو سونیا تک نہ پہنچ سکتا۔ اپنی محبت کو دو حصوں

میں تقسیم کرنے سے الجھنوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

میک اپ جاری تھا۔ میرا چہرہ بدلتا جا رہا تھا۔ اس کے آنسو تھم رہے تھے۔ مگر دل بدستور رو رہا تھا۔ جب میک اپ مکمل ہو گیا تو اس نے مجھے حیرانی سے دیکھا۔ اخبار کی تصویر والا فوڈ شرما اب اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

وہ تھوڑی دیر کے لیے رونا بھول گئی۔ حیرانی سے سوچ رہی تھی۔ اگر میں فریدہ کو آنکھوں کے سامنے میک اپ کرتے نہ دیکھتی تو کبھی یقین نہ کرتی کہ اس وقت میرے سامنے فریدہ موجود ہے۔

اتنے میں مکان کی بوڑھی مالکہ آ گئی۔ وہ بھی مجھے دیکھتے ہی دروازے پر ٹھٹھک گئی۔ سے یون اپنی زبان میں اس سے باتیں کرنے لگی۔ میں سمجھ گیا۔ کہ وہ میرے ہی متعلق اس سے باتیں کر رہی ہے۔ میں نے کہا۔ "سے یون! اس بڑھیا سے کہو یہاں بیٹھی رہے تاکہ نہیں میک اپ کے مرحلہ سے گذرتے دیکھ سکے۔ اور یہ یقین کر لے کہ ہم وہی ہیں صرف چہرے بدل گئے ہیں۔"

سے یون نے بڑھیا کو اپنے قریب میں بٹھا لیا۔ میں سے یون کے چہرے کو گرم پانی سے پونچھنے لگا۔ میک اپ کے دوران میں غسل کی تسلی کے لیے اس کی سوچ میں کہا۔ "میرا فرید خواہ ہزاروں میل دور چلا جائے، پھر بھی میرا ہی رہے گا۔ مجھے اپنا وعدہ نباہنا چاہیئے۔ میں نے خود ہی کہا تھا کہ فرید خانہ بدوش سہی، بے وفا اور سنگدل سہی، مگر میں ساری عمر اسی کے نام پر زندہ رہوں گی۔"

وہ اسی سوچ سے قائل ہو رہی تھی۔ پھر اچانک ہی سوچنے لگی۔ عجیب بات ہے۔ میں کبھی کبھی انگریزی زبان میں کیوں سوچنے لگتی ہوں۔ فرید کو پا لینے سے پہلے میں عادتاً اپنی مادری زبان میں سوچتی رہتی تھی۔ اب بھی یہی بات ہے مگر کبھی کبھی انگریزی سوچیں دماغ میں بھر جاتی ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ میں فرید سے دل اور دماغ کی گہرائیوں تک متاثر ہو گئی ہوں۔ ملوہ میری زبان نہیں جانتا۔ میں اس کی زبان نہیں جانتی۔ یہ انگریزی زبان ہمارے پیار کے اظہار کا ذریعہ بن گئی ہے۔ شاید اسی لیے میں بے اختیار اس زبان میں سوچنے لگتی ہوں۔"

وہ مطمئن ہو گئی اور اپنے دل کو صبر کی تلقین کرنے لگی کہ اسے فرید کی عارضی جدائی کو برداشت کر لینا چاہیئے۔ اندھیرا چھانے سے پہلے میک اپ مکمل ہو گیا۔ میے یون اب اپنے چہرے کو حیرانی سے آئینے میں دیکھ رہی تھی کیونکہ آئینے میں اس کے سامنے کوئی اجنبی عورت دوسری تیسری ہوئی تھی۔

مکان کی بوڑھی مالکہ کا بھی یہی حال تھا۔ وہ مجھے اور سے یون کو دیکھ دیکھ کر اپنی زبان میں بڑبڑا رہی تھی۔ پھر وہ بانس کی تیلیوں سے بنی ہوئی لالٹین روشن کر کے لے آئی۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے سامنے چائنیز ڈشیں سجی ہوئی تھیں اور ہم پیٹ بھر کر کھا رہے تھے۔

سے یون نے میری ہدایت کے مطابق اس بڑھیا کو سمجھایا کہ جو کپڑے ہم اتار چکے ہیں انہیں اس علاقہ سے کہیں دور لے جا کر پھینک دے۔ کیونکہ سارا دن اس کے آدمی ان کپڑوں کو پہچانتے تھے۔ بڑھیا کو میں نے اتنی زیادہ رقم دی تھی کہ وہ مشین کی طرح کام کرتی تھی۔ اس نے کہا۔ جب تم سو جائیں گے تو رات کو کسی وقت کہیں دور جا کر ان کپڑوں کو پھینک آئے گی۔

وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔ سے یون دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ پھر میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "تمہاری جدائی کے خیال سے رونا آ رہا ہے مگر میں دل کو سمجھا رہی ہوں کہ تم فیصلے کے دھنی ہو۔ جو کہتے ہو کر گزرتے ہو۔ میں صبر و تحمل سے تمہارا انتظار کروں گی۔"

میں نے اسے گلے سے لگا لیا۔ وہ صبر و ضبط کے باوجود رونے لگی۔ میرے پاس الفاظ کے جتنے خزانے تھے۔ میں نے اسے سمجھانے کے لیے خالی کر دیئے۔

رات کے تین بجے جب میں رخصت ہونے لگا۔ تو وہ مجھے رخصت کرنے کے لیے دروازے تک چل کر نہ آ سکی۔ آنسو بھری آنکھوں سے التجا کرتی رہی کہ میں جلد واپس آ جاؤں۔ میں نے وعدہ کیا۔ اسے الوداعی پیار کیا۔ پھر کمرے سے باہر آ گیا۔ وہ بڑھیا مجھے اس علاقہ سے باہر چھوڑنے کے لیے میرے ساتھ ہو گئی۔ ہانگ کانگ میرے لیے ایک اجنبی جگہ تھی لیکن۔۔۔ میں نے اس ہوٹل کا نام یاد کر لیا تھا۔ جہاں فوڈ شرما ٹھہرا ہوا تھا۔ میں کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں پہنچ سکتا تھا۔

میں اس بڑھیا کے ساتھ چلتے چلتے ناتھن روڈ پر پہنچا تو قریب ہی پام گارڈن ہوٹل کا نیون سائن دیکھ کر چونک گیا۔ فوڈ شرما اسی ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ تقدیر مہربان تھی۔ میں اس شہر میں بھٹکتے رہنے سے بچ گیا تھا۔ میں نے بڑھیا کو رخصت کرنے سے پہلے اشاروں کی زبان میں پوچھا۔ "کیا تم نے ہمارے پرانے کپڑے پھینک دیئے ہیں؟"

وہ میرا منہ تکنے لگی۔ میں نے پھر اپنا سوال دہرایا تو اس نے اشاروں میں کہا۔ کہ وہ ابھی جا کر انہیں پھینک دے گی۔ اشاروں کی زبان میں اپنا مفہوم ادا کرتے وقت بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ تاہم میں نے اسے دس پونڈ کی رشوت دے کر سمجھا دیا کہ وہ کپڑے ہم سب کے لیے مصیبت بن جائیں گے۔ انہیں پہلی فرصت میں پھینک دیا جائے۔

وہ وعدہ کر کے رخصت ہو گئی۔ اس وقت صبح کے چار بجنے

والے تھے۔ میں نے سوچا اگر سیدھا ہوٹل میں جاؤں گا تو نودھ شرما اپنے کمرے میں سو رہا ہوگا۔ ہوٹل کے ملازمین دولت مند گاہکوں کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ دوسرا دفود شرما کہاں سے آرہا ہے۔

میں کسی کی تصویر دیکھ کر بھی دماغی راطہ قائم کرسکتا ہوں۔ لیکن اخبار میں جو تصویر شائع ہوئی تھی، پرنٹنگ کے نقص کے باعث اس تصویر کی آنکھوں پر ایک لکیر سی پڑ گئی تھی۔ میں تصویر کی آنکھیں واضح طور پر نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اور نہ ہی دفود شرما کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا۔

سوچتے سوچتے مجھے احساس نہ رہا کہ میں ہوٹل کے سامنے پہنچ گیا ہوں۔ اچانک ایک شخص نے مجھے دیکھتے ہی اٹینشن ہو کر سلام کیا۔ میں ٹھٹھک کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے ادب سے پوچھا۔ "سر! آپ پیدل آرہے ہیں۔ گاڑی کہاں چھوڑ دی؟"

ایسے وقت میرا دماغ تیزی سے کام کرتا ہے۔ میں نے فوراً ہی ایک شرابی کی ایکٹنگ شروع کردی۔ نشیلے لہجے میں پوچھا۔ "ایں آں۔ تم بلاڈی فول پوچھنے والے کون ہوتے ہو؟"

"سوری سر! میں آپ کا ادنیٰ ملازم ہوں۔ منیجر صاحب نے آدھی رات سے یہاں میری ڈیوٹی لگادی ہے کہ آپ کسی وقت بھی ہوٹل میں واپس آسکتے ہیں۔"

میں ہوٹل میں جانے سے انکار کرنا چاہتا تھا مگر شومئی قسمت سے منیجر وہاں پہنچ گیا۔ اس نے میرا ہاتھ تھام کر کہا۔ "سر صاحب! آپ نے فلائٹ میں دیر کردی۔ جلدی آیئے۔ آپ کے لیے خوشخبری ہے کہ کل اسٹار فیری کا سودا ہو جائے گا۔ اگر آپ کل کانفرنس کا پروگرام ملتوی کردیں۔"

وہ میرا ہاتھ پکڑ کر ہوٹل کے احاطے میں لے آیا۔ میں نے نشہ میں لڑکھڑاتے ہوئے کہا۔ "میں کوئی بچہ نہیں ہوں۔ ہاتھ چھوڑ دو۔ میرا پروگرام کینسل نہیں ہوگا۔ کل میں جاؤں گا۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ جب وہ لوگ سودے پر راضی نہیں تھے تو آپ ضد کررہے تھے۔ اب وہ لوگ راضی ہیں تو آپ جانا چاہتے ہیں۔"

"میں دو دن کے لیے جاؤں گا۔ پھر واپس آجاؤں گا۔ سودا کرنے والوں کو میری اہمیت کا احساس ہونا چاہیئے۔ انہیں اب دو دن تک میرا انتظار کرنا ہوگا۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے ایک لفٹ کے اندر پہنچ گئے۔ وہاں منیجر نے رازدارانہ لہجے میں مجھ سے کہا۔ "یہ بہترین موقعہ ہے۔ اسٹار فیری ہماری ملکیت ہو جائے گی تو اسمگلنگ کا مال یہاں آسانی سے پہنچا کرے گا۔ آپ پرسوں کی فلائیٹ سے چلے جائیں۔"

میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "فار گوڈ سنس۔ میں جاؤں گا تو کسی خیر موجودگی میں ایڈوانس دے کر سودا پکا کرلو۔"

وہ خاموش ہوگیا۔ میں لفٹ سے باہر آکر اس کی رہنمائی میں نودھ شرما کے کمرے تک پہنچ گیا۔ اس وقت میری عجیب حالت تھی۔ میرے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے۔ کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ بات صرف حوصلہ کی ہوتی ہے۔ میں اوکھلی میں سر دینے کے بعد موسل کی دھمک سے نہیں ڈرتا۔ ہر زندگی کے آگے موت کھڑی رہتی ہے۔ جب موت سے نہیں ڈرتے تو دشمنوں سے ڈرنا کیسا؟

ہوٹل کے ایگزیکٹو فلور پر لفٹ سے پہنچتے ہی شرما کے سیکرٹری نے کہا۔ "ابھی، مسٹر شرما کا فون آیا....." وہ کہتے کہتے مجھے دیکھ کر چونک گیا۔ میرے لیے بھی پریشانی کی بات تھی کہ ابھی شرما کا فون آیا تھا اور ابھی میں شرما بن کر پہنچ گیا تھا۔

جب پھنسنا ہی تھا تو ڈھٹائی سے کیوں نہ کام لیا جائے۔ میں نے گرج کر کہا۔

"مان سنس۔ پتیا میں ہوں اور نشہ تمہیں ہوتا ہے۔ کیا بکواس میں نے فون پر تم سے بات کی ہے؟"

وہ گڑبڑا کر بولا۔ "سر! میں نے آواز پر دھیان نہیں دیا۔ اب سمجھ میں آرہا ہے کہ انٹرپول والے کوئی چال چل رہے ہیں۔"

مینجر نے کہا۔ "بے شک، وہ سمجھ رہے ہیں کہ اسٹار فیری آپ کی ملکیت بن جانے کے بعد ہی تو ہم ان کی دسترس سے دور ہو جائیں گے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے فوراً ہی آگے بڑھ کر کہا۔ "لاؤ ریسیور مجھے دو۔"

سیکرٹری نے ریسیور اٹھا کر مجھے دے دیا۔ میں نے کان سے لگا کر سنا۔ دوسری طرف سے نسوانی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ انگریزی زبان میں کہہ رہی تھی۔ "ہیلو میں میوفان بول رہی ہوں۔ مسٹر وشوانا تھ کو ریسیور دو۔"

میں نے کہا۔ "ریسیور میرے ہی ہاتھ میں ہے۔ بولو۔"

"ویل مسٹر وشوانا تھ تمہارے باس نے تمہیں یہاں بلایا ہے۔ انہوں نے تمہارا وہ بی بی ہے۔ ہوٹل تک نہیں جاسکیں گے۔ تم اپنا پاسپورٹ، چیک بک اور بریف کیس لے کر یہاں آجاؤ۔ وہ صبح آٹھ بجے یہیں سے ایئرپورٹ جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی آرہا ہوں۔" یہ کہہ کر میں نے ریسیور رکھ دیا۔ میرے اندازے کے مطابق اس میجر کا نام وشوانا تھ ہوسکتا تھا۔ میں نے ریسیور رکھتے ہوئے جھک کر آواز دی۔ "وشوانا تھ!"

سیکرٹری نے اٹینشن ہو کر کہا۔ "یس سر!"

ایک غلطی سے میں بال بال بچ گیا۔ وشوانا تھ میجر کا نہیں سیکرٹری کا نام تھا۔ میں نے حکم دیا۔ "میرا پاسپورٹ اور چیک بک

بریف کیس میں رکھو۔ ہوٹل کی کار باہر کرو اور میرے ساتھ چلو۔"

مینجر نے کہا۔ "آپ اسٹار فیری والوں کو ایڈوانس دینے کے لیے چیک لکھ دیں۔ یہ سودا فوراً طے ہو جانا چاہیئے۔"

چیک لکھنا آسان تھا مگر مجھے وفود شرما کے دستخط نہیں آتے تھے۔ میں نے لاپرواہی سے کہا۔ "اتنی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔ بینک کھلنے سے پہلے میں تمہیں چیک بھجوادوں گا۔"

مجھے یہ اطمینان ہو چکا تھا کہ وفود شرما کسی میوفان نامی عورت کے پاس ہے۔ زیادہ پی لی ہے۔ اب یہاں کہیں آسکے گا۔ اب مجھے وہاں جانا تھا۔ جب سیکرٹری و شوانا تھ ہوٹل کی رسیپشل کار حاصل کرنے چلا گیا۔ تو مینجر نے ادب سے پوچھا۔ "سر! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ابھی آپ کہاں جارہے ہیں؟"

میں نے گہری سنجیدگی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے سودا پکا کیے بغیر یہاں سے نہیں جانا چاہیئے۔"

اس نے خوش ہو کر کہا۔ "ویری گڈ۔ آپ نے بہت ہی مناسب فیصلہ کیا ہے مگر ابھی آپ کہاں جارہے ہیں؟"

"انٹرپول کے سراغرسانوں سے ایک گیم کھیلنے جارہا ہوں۔ وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں کہاں ہوں اور کیا کررہا ہوں؟ میرے جاتے ہی تم ہوٹل چھوڑ کر دوسرے کسی معمولی ہوٹل میں اپنے اسٹاف کے ساتھ قیام کرو۔ میں ٹھیک گیارہ بجے تم سے اسٹار فیری کے کیبن میں ملوں گا۔ ہماری اس ملاقات کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔"

یہ کہہ کر میں کمرے سے نکل گیا۔ لفٹ میں داخل ہو کر نیچے جاتے وقت میں نے میوفان کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ایک بینڈ برجیکی ہوئی کہہ رہی تھی۔ "شرما! میں کہتی ہوں لیمن اسکوائش پی لو نشہ اتر جائے گا۔"

وہ نشہ میں ہاتھ لہراتے ہوئے بولا۔ "نو۔ فرینڈ آف لیمن۔ میں ابھی خلا میں پرواز کررہا ہوں۔ بڑا مزہ آرہا ہے میری جان! آؤ تم بھی میرے ساتھ پرواز کرو۔"

اتنی دیر میں

مگ وفود شرما کے دماغ تک پہنچ گیا۔ لیکن ابھی اس کے دماغ کو کریدنے کا موقعہ نہیں تھا۔ میں لفٹ سے نکل کر ہوٹل کے پورچ میں آیا۔ سیکرٹری نے میرے لیے کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ پھر خود اگلی سیٹ پر چلا گیا۔

پچھلی سیٹ پر وفود شرما کا بریف کیس رکھا ہوا تھا۔ سیکرٹری نے پوچھا۔ "سر! کہاں چلنا ہے؟"

میں نے کہا۔ "کہیں بھی چلتے رہو۔ میں یہاں تنہائی میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔"

کار اسٹارٹ ہوگئی۔ میں پھر وفود شرما کے پاس پہنچ گیا۔ میرا خیال

اس سے کہہ رہی تھی۔ "میں کہتی ہوں۔ اسٹار فیری کا سودا کرنے کے بجائے سٹرواڈ سے بات کرو۔ اسے جہاز رانی کا تیس سالہ تجربہ ہے وہ پرتگال اور برطانوی بحری پولیس سے نمٹنا جانتا ہے۔"

وفود شرما نشہ میں مدہوش تھا۔ بھرپور ہوش نہیں تھا۔ وہ سوچنے لگا۔ "پانچ کروڑ ڈالر میں اسٹار فیری اور اس کا پورٹ ہاتھ آجائے گا اور سٹرواڈ کا دعویٰ ہے کہ پرتگالی فیری پورٹ کے اسپائی اس کی مٹھی میں ہیں۔ اگر میں دو مہانہ جہاز خریدلوں تو میرے لیے اسمگلنگ کے راستے ہموار ہو جائیں گے۔"

رومانہ جہاز کا نام سن کر میں چونک گیا۔ مجھے یاد آیا کہ سمندری عقاب کے جہاز کا اسکیپر کوسٹر سٹرواڈ کو مخاطب کیا جاتا تھا۔ کیا سارا عرف رومانہ اپنے باپ سمندری عقاب کی موت کے بعد اس جہاز کو فروخت کررہی تھی؟

تب اچانک ہی مجھے اپنی سنگدلی کا احساس ہوا۔ ٹھیک ہے کہ سارا غلط فہمی کی بنا پر مجھ سے بدظن ہوگئی تھی لیکن اب مجھے کھو کر پچھتا رہی تھی۔ میری جدائی اور باپ کی موت کا صدمہ برداشت کررہی تھی۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ کی طرف پھلانگ لگائی۔

وہ آنکھیں بند کیے ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ پورا ایک دن اس کے باپ کی تجہیز و تکفین کے سلسلہ میں گزر گیا تھا۔ پھر پچھلی شام سے ابھی صبح تک وہ میری تلاش میں جاگتی رہی تھی۔ دل بھاری تھا۔ سر درد سے پھٹا جارہا تھا۔ نیند غالب آنا چاہتی تھی۔ مگر وہ ضدی لڑکی مجھے ڈھونڈ لینے کے بعد ہی سونا چاہتی تھی۔

اچانک ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ فوراً ہی ریسیور اٹھا کر بولی۔ "کیا پتہ چل گیا؟"

دوسری طرف سے اسکیپر کی آواز سنائی دی۔ "لیڈی سارا! میں وارڈ بول رہا ہوں۔"

سارا نے چیخ کر کہا۔ "میں سمجھ چکی ہوں کہ مجھے لیڈی سارا نہ کہو۔ میں صرف رومانہ ہوں رومانہ....."

یہ کہتے کہتے اس کی آواز بھرا گئی۔ اسے یاد آرہا تھا کہ میں کس طرح اسے رومانہ کے روپ میں دیکھنے کی ضد کیا کرتا تھا۔ ریسیور سے اسکیپر وارڈ کی آواز سنائی دی۔ "سوری رومانہ! میں بھول گیا تھا کہ تم سارا کے نام کو ماضی میں دفن کردینا چاہتی ہو۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "ہاں۔ فریدتے پتا سی بات پر جھگڑا کیا تھا کہ وہ مجرموں کا ساتھ نہیں دے گا۔ اس کی جدائی نے مجھے سمجھا دیا ہے۔ وہ اپنی زبان کا ضدی ہے۔ اب وہ ملے گا تو میں اسے خوشخبری سناؤں گی کہ میں نے جہاز فروخت کردیا ہے۔ اسمگلنگ کا دھندا ختم کردیا ہے۔ اب سارا نہیں صرف تمہاری رومانہ تمہارے لیے زندہ ہے۔"

ایسا کہتے وقت دل میں جدائی کی ایک ٹیس اٹھی۔ ایک دو جھاگا اور اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ بیاہ کی محبت اور ہمدردی سے بھر گیا وہ سمندر کی طوفانی لہروں سے لڑنے والی اندھی میرے لیے ایک معمولی لڑکی بن گئی تھی۔ یہ پیار کی انتہا ہے کہ عورت اپنے مرد کے لیے اپنی تمام اہمیت اور حیثیت کو مٹی میں ملا دیتی ہے۔

اسکیپر وار دیکھ رہا تھا۔ "بیٹی! میو فان نے مجھے یقین دلایا ہے کہ جہاز کا سودا طے ہی ہو جائے گا۔ میں نے جہاز اور دس موٹر بوٹ کی قیمت دو کروڑ تیس لاکھ ڈالر بتائی ہے۔ وہ فوراً شرما سے بات کرنے دوسرے کمرے میں گئی ہے۔ بات پکی ہوتے ہی میں تمہیں فون کروں گا۔"

سارا نے بے دلی سے ریسیور رکھ دیا۔ مجھے وہ رومانہ کے روپ میں اچھی لگتی تھی۔ اب جبکہ وہ سارا کے مہم کو مثار ہی تھی۔ تو میں بھی اسے رومانہ ہی کہوں گا۔ وہ نڈھال سی ہو کر پھر اپنی چیئر پر بیٹھ گئی تھی۔ اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہی کہ اس کے سوچ نگر میں صرف میں ہی میں تھا۔

لیکن ابھی مجھے فرصت نہیں تھی کہ کسی طرح چھپ کر اس کی دلجوئی کروں۔ غم کے پہاڑ سب ہی پر ٹوٹتے ہیں اور سب ہی ان پہاڑوں کا بوجھ اٹھا کر اپنے حالات سے گزر جاتے ہیں۔ رومانہ آہنی عزم کی لڑکی تھی۔ میں پھر کبھی اس کے درد کی دوا بن سکتا تھا اس لیے اس کی سوچ نگری سے نکل آیا۔

جب میں وفود شرما کے پاس پہنچا تو اس وقت تک وہ میو فان کی شیدائی اداؤں میں بہہ کر اس کی بات مان چکا تھا۔ یعنی وہ رومانہ جہاز خریدنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ میو فان نے خوش ہو کر کہا۔ "میں جانتی تھی کہ تم میرے فیصلے کو مان جاؤ گے۔ میں نے ہوٹل فون کر کے تمہاری چیک بک، پاسپورٹ اور بریف کیس یہاں منگوا لیا ہے۔ تمہارا سیکرٹری اب آتا ہی ہوگا۔"

وفود شرما نے کہا۔ "اچھا میں سمجھ گیا۔ تم چاہتی ہو کہ میرے مینیجر وغیرہ کو اس نئے سودے کا علم نہ ہو۔"

وہ گلے کا ہار بنتی ہوئی بولی۔ "ہاں پہلے تم مجھے جہاز کی خریداری میں پارٹنر بنا لو۔ اس کے بعد دوسروں کو اس سودے کی اطلاع دی جائے گی۔"

یہ کہہ کر وہ سوچنے لگی۔ "یہ کمبخت مینیجر بہت چالاک بنتا ہے۔ پارٹنر شپ کا معاہدہ ہونے تک اسے یہاں سے دور رکھنا چاہیئے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "سیکرٹری چیک بک لے کر آ رہا ہے۔ اسے بھی باہر سے ٹال دینا چاہیئے۔ میں اس سے بریف کیس لے کر اسے دروازے سے ہی رخصت کر دوں گی۔"

میو فان نے قائل ہو کر کہا۔ "ہاں جتنی رازداری برتی جائے اتنا ہی بہتر ہے۔ جب تک پارٹنر شپ کا معاہدہ نہیں ہو گا۔ تم اپنا کوائف کو مٹھی سے نہ تو باہر جانے دو گی اور نہ ہی فون کرنے کا موقع دو گی۔"

میو فان جو کچھ سوچ رہی تھی۔ اس سے مجھے فائدہ پہنچنے والا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "جب شرما چیک پر دستخط کر رہا ہو گا تو میں اسے اور پلاؤں گی تاکہ وہ فون پر بھی مینجر سے بات کرنے کے قابل نہ رہے۔"

میں بھی سوچ کے ذریعہ میو فان کو جو کچھ سمجھا رہا تھا۔ وہ اپنے مفاد کے پیش نظر اسے مان رہی تھی۔ پھر میں نے سیکرٹری سے کہا۔ "وشوانا تھ! میو فان کی کوٹھی کی طرف چلو۔ اور بریف کیس کا لاک نمبر بتاؤ۔"

اس نے نمبر بتایا۔ میں نے اس نمبر کے مطابق بریف کیس کو کھول کر دیکھا۔ اس میں چیک بک، پاسپورٹ، ویزا، فلائیٹ ٹکٹ اور ڈالر کی چند گڈیاں اور اہم کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ میں نے پاسپورٹ ویزا اور فلائیٹ ٹکٹ اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اپنی جیب سے برآمد شدہ نوٹوں کی دو گڈیاں نکال کر بریف کیس میں رکھ دیں اور وہاں سے ڈالر کی گڈیاں اٹھا لیں۔ اس کے بعد بریف کیس کو سابقہ نمبر کے مطابق لاک کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد کار ایک کوٹھی کے احاطہ میں داخل ہو کر رک گئی۔ میں نے سیکرٹری کی جانب بریف کیس بڑھاتے ہوئے کہا۔ "دروازے پر جا کر کال کرو۔ میو فان آئے گی تو اسے یہ بریف کیس دینا وہی لاک نمبر بتا دینا۔ اس کے بعد کوئی غیر ضروری بات نہ کرنا۔ اور ہاں جلدی آ جانا۔"

وہ بریف کیس لے کر دروازے کے سامنے پہنچا۔ اور کال بیل کے بٹن کو دبانے لگا۔ میں کار کی اندرونی لائٹ آف کر کے میو فان کے مداخ میں پہنچ گیا۔ وہ کال بیل کی آواز سن کر بیرونی دروازے کی طرف آ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اگر سیکرٹری شرما کے متعلق پوچھے گا تو وہ کہہ دے گی کہ شرما سو رہا ہے۔

میو فان کی یہ بات میرے لیے مصیبت بن جاتی۔ میں نے کہا۔ "ہاں میں یہی کہوں گی اور اگر سیکرٹری کچھ نہیں پوچھے گا تو میں بھی شرما کی بات نہیں چھیڑوں گی۔"

وہ دروازے کے قریب پہنچ گئی۔ میں بالکل تیار بیٹھا تھا کہ میو فان اور سیکرٹری شرما کے متعلق کوئی بات نہ کرنے پائے۔ میو فان خود ہی محتاط تھی۔ وہ دروازہ کھولتے ہی باہر آ گئی۔ تاکہ سیکرٹری اندر نہ آئے۔ اس نے بریف کیس لیتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اس میں چیک بک موجود ہے؟"

"جی ہاں! لاک کا نمبر ٹو ون سیون فور ہے۔"

"آل رائٹ۔ یو مے گو۔۔۔۔" اس نے سیکرٹری کا جواب سنے بغیر اندر آتے ہی دروازے کو بند کر دیا۔ میں نے اطمینان کی سانس لی۔ میرے فرار ہونے کا یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا تھا۔ سیکرٹری نے کار کا اسٹارٹ کی تو میں نے رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "سات بج رہے ہیں۔ ایئر پورٹ کی طرف چلو۔"

کار کوٹھی کے احاطہ سے باہر نکلی۔ سیکرٹری وشوانا تھ کے مداخ نے بتایا کہ ہم ایئر پورٹ کی طرف جا رہے ہیں۔ وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ میں بریف کیس میو فان کو دے کر ایئر پورٹ کہاں جا رہا ہوں۔ میں نے اسے چھوڑ کر میو فان کی خبر لی۔ وہ ڈرائنگ روم میں اسکیپر وار کے سامنے ایک صوفہ پر بیٹھ کر بریف کیس کھول چکی تھی۔ چیک بک کو دیکھ کر اسے اطمینان ہوا۔ وہ بولی۔ "مسٹر وار ڈ! کام ہو گیا۔ چیک بک آ گئی ہے۔ میں ابھی جا کر ایڈوانس کے طور پر ایک لاکھ کا چیک سائن کرائی ہوں۔ ایگریمنٹ کے بعد آپ کو پوری رقم مل جائے گی لیکن ایگریمنٹ مسٹر رومانہ سے ہو گا۔"

وہ بریف کیس لے کر خواب گاہ کی طرف جاتی ہوئی سوچنے لگی۔ "میں نے اس وشوانا تھ کے بچے کے پاسپورٹ وغیرہ بھی لانے کے لیے کہا تھا۔ لیکن بریف کیس میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔ میں نے اب تک اس خوش فہمی میں ہے کہ شرما ہانگ کانگ سے باہر نہیں جائے گا۔"

وہ سوچتی ہوئی خواب گاہ میں وفود شرما کے پاس آ گئی۔ اور اس سے وہی بات کہنے لگی۔ وفود شرما نے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ مینجر کو ہی سمجھے دو۔ وہ ایئر پورٹ سے مجھے کال کرے گا۔ تم کہہ دینا کہ پروگرام ملتوی ہو گیا ہے اور میں ابھی سو رہا ہوں اور اب تم بھی مجھے سونے دو۔"

"پہلے ایک چیک تو لکھ دو۔ مسٹر وار ڈ انتظار کر رہے ہیں۔"

اس نے چیک بک آگے بڑھا دی۔ وفود شرما سرہانے کی میز سے قلم اٹھا کر ایک لاکھ کا چیک لکھنے لگا۔ میں اُن کی دنیا سے باہر چلا آیا۔

سفر طویل تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ایئر پورٹ وہیں کہیں ہو گا لیکن جب ساحل پر پہنچ کر کار کو لاک کیا اور ہم موٹر بوٹ میں بیٹھ کر روانہ ہوئے تو پتہ چلا کہ ایئر پورٹ خاص ہانگ کانگ شہر میں ہے۔ میں نے وشوانا تھ سے کہا۔ "میں تمہارے کام سے بہت خوش ہوں۔ سیکرٹری ہاؤس بوائے کو اپنے باس کی ہر بات کو سیکرٹ رکھنے۔ تم میری واپسی تک کسی کو یہ نہ بتانا کہ میں یہاں سے باہر جا چکا ہوں۔ مینجر وغیرہ پوچھیں تو یہی کہنا کہ میں نے کسی بار میں پہنچ کر تمہیں رخصت کر دیا تھا۔"

"آل رائٹ سر! میں یہی کہوں گا۔ آپ کب تک واپس آ جائیں گے۔"

"میں استنبول تک جا رہا ہوں۔ پرسوں تک واپس آ جاؤں گا۔ میرا پاسپورٹ اور ویزا دیکھ چکا تھا۔ اس کے مطابق استنبول میں بریک جرنی تھی۔ یعنی بی۔ او۔ اے۔ سی کا طبارہ وہاں ایندھن کے لیے رکتا تو میں اس شہر میں دو گھنٹے گذار سکتا تھا۔ بہرحال میں آٹھ بجے سے پہلے ہی ایئر پورٹ پہنچ گیا۔ وشوانا تھ سے رخصت ہو کر طیارے میں آ گیا۔ ٹھیک آٹھ بجے جہاز نے ٹیک آف کیا تو مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب میرا راستہ کوئی نہیں روکے گا۔

پھر بھی میں متعلقہ افراد کے دماغوں میں باری باری جھانکنے لگا۔ وفود شرما سو رہا تھا۔ میو فان غسل کر رہی تھی۔ مینجر اپنے اسٹاف کے ساتھ ایک معمولی سے ہوٹل میں قیام کرنے پہنچ گیا تھا۔ فی الحال اس بات کا خدشہ نہیں تھا کہ ایک نقلی رومانہ شرما کا راز کسی پر کھل جاتا۔ یہ ٹیلی پیتھی کا کمال تھا کہ میں نے تمام افراد کو خوبصورتی سے ہینڈل کیا تھا۔

میں سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھا ہوا تھا۔ جب آنکھ کھولی تو لگا گاہکوں کے سامنے ایک کافر حسینہ ایئر ہوسٹس کے لباس میں مسکراتی ہوئی ایک ٹرے میں شراب کے جام پیش کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "نو تھینکس۔ او نلی سافٹ ڈرنک۔"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ "ہائے اب کسی کی مسکراہٹ کو قاتلہ سے تشبیہ دینے کا حوصلہ نہیں ہے۔ فی الحال تین عدد مسکرانے والیوں نے میرا خانہ خراب کر رکھا ہے۔ جزیرہ کولون میں مے یُون اور رومانہ تھیں اور سوئیا کی طرف تو میں جا ہی رہا تھا۔

سب سے پہلے میں نے مے یُون کی خبر لی۔ اس کے لیے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بڑھیا کے مکان میں محفوظ تھی اور اس وقت ہولے ہولے کوئی چینی گیت گنگناتی ہوئی مجھے یاد کر رہی تھی۔

رومانہ کے پیار کی انتہا دیکھ کر اب میں اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے عزم و ہمت اور حسن و شباب کے متعلق میں پہلے بہت کچھ بتا چکا ہوں۔ وہ کنواری اور اچھوتی دوشیزہ جیسے میرے نام لکھی گئی تھی۔ اسی لیے میری تلاش میں بھٹک رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کے دریچے میں جھانک کر دیکھا۔ تو وہ تیزی سے کار ڈرائیو کر رہی تھی اور اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس نے مجھے ڈھونڈ نکالا ہے۔

یہ کیسے ممکن ہے؟ میں تو طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ پھر وہ مجھے پالینے کے لیے کہاں جا رہی تھی؟ میں نے ہولے ہولے اس کے ذہن کو کریدنا شروع کیا۔ اب اس نے ایک جگہ کار روک دی تھی۔ وہاں اس کے دو ملازم کھڑے ہوتے تھے اور ان میں سے ایک ملازم کے ہاتھ میں وہ کپڑے تھے، جنہیں میں بڑھیا کے مکان میں اتارا آیا تھا۔

رومانہ نے اس لباس کو جھٹ کر کہا۔ "یہ میرے پیا کا لباس ہے۔ فرید نے جہاز میں اسے پہنا تھا۔ تمہیں کہاں سے ملا؟"

ملازم نے جواب دیا۔ "ایک بوڑھی عورت غریبوں کو اس بستی میں یہ لباس دو خت کر رہی تھی۔ میں نے چار ڈالر میں اسے

خرید لیا۔ جب وہ واپس جانے لگی تو ہم نے اس کا پیچھا کیا اور اس کا مکان دیکھ آئے ہیں۔"

"چلو۔ مجھے دکھاؤ۔" رومانہ ان کے ساتھ ایک تنگ سی گلی میں داخل ہوگئی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کیا تم نے بڑھیا سے کچھ پوچھا تھا؟"

"جی نہیں۔ ہمیں اس بات کا ڈر تھا کہ وہ بڑھیا اگر سے یون کے ساتھ ہے تو وہ واپس جا کر ضرور ہماری بات کہے گی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سے یون پُراسرار قوتوں کی مالکہ ہے۔ وہ غصہ میں آکر ہمیں تباہ کر دے گی۔"

"شاباش تم لوگوں نے عقلمندی سے کام لیا ہے۔ سے یون کو میں سمجھا لوں گی۔"

اس لالچی بڑھیا نے صرف چار شلنگ کی خاطر اپنی نادانستگی میں ہمارا راز فاش کر دیا۔ میں نے فوراً ہی سے یون کی سوچ میں کہا۔

"میں گنگنا رہی ہوں۔ اور ایک انجانا خطرہ میرے قریب آ رہا ہے۔"

وہ چونک کر سوچنے لگی۔ "یہ کیسی بات میرے دماغ میں آ رہی ہے؟"

میں نے کہا۔ "مجھ پر میرے دیوتا کا سایہ ہے۔ شاید اسی لیے مجھے پیش آنے والے کسی خطرہ کی اطلاع مل رہی ہے۔ مجھے فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔"

میں نے ایک جھٹکے سے اُسے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ سامنے پرس رکھا ہوا تھا۔ اس نے میری سوچ کے مطابق پرس اٹھایا۔ سینڈل پہنی اور فوراً باہر نکل گئی۔ یہ سب کچھ جیسے مشینی انداز میں ہو رہا تھا اور وہ اپنے آپ پر حیران تھی کہ وہ کیا کر رہی ہے اور کہاں جا رہی ہے؟

مکان سے باہر نکلتے ہی اس محلے کے غریب لوگ اُسے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ کیونکہ اس کے بدن پر قیمتی کپڑے کا بلاؤز اور اسکرٹ تھا پرس بھی بہت قیمتی تھا۔ وہ رئیس زادی نظر آ رہی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی کہ اسے اس طرح باہر نہیں آنا چاہیئے تھا لیکن اب تو منظر عام پر آ گئی تھی۔ پھر دماغ بھی کسی خطرہ کی پیشگوئی کر رہا تھا وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔

چند ٹیڑھی میڑھی گلیوں سے گزرنے کے بعد وہ ٹھٹھک گئی۔ دور سامنے سے رومانہ دو آدمیوں کے ساتھ اس طرف آ رہی تھی۔ میں نے سے یون کی سوچ کو کنٹرول کیا۔ اس سے کہا۔ "مجھے رکنا نہیں چاہیئے۔ میں آگے بڑھ رہی ہوں۔"

وہ آگے بڑھنے لگی تو میں نے کہا۔ "میں میک اپ میں ہوں۔ آئینہ میں خود کو نہیں پہچان سکتی۔ پھر یہ سارا مجھے کیسے پہچانے گی؟"

وہ مطمئن ہو کر آگے بڑھتی چلی گئی۔ گلی کے ایک حصہ میں دونوں حسینائیں ایک دوسرے کے سامنے آئیں۔ وہ گلی بہت تنگ تھی۔ بیک وقت چار افراد وہاں ایک دوسرے کو کراس نہیں کر سکتے تھے۔

رومانہ نے ایک سرسری سی نظر سے یون پر ڈالی۔ پھر ایک طرف ہو کر اسے آگے جانے کے لیے راستہ دے دیا۔

سے یون دھڑکتے ہوئے دل سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "واہمی مجھ پر دیوتا کا سایہ ہے۔ آپ ہی آپ مجھے خطرہ کا احساس ہو گیا تھا۔ ہائے فرید! تمہاری محبت کو پا کر تو میں نے پُراسرار قوتوں کو پا لیا ہے۔"

میں اُسے چھوڑ کر رومانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ملازم اسے بڑھیا کے دروازے پر لے آئے تھے۔ رومانہ فوراً ہی مکان میں داخل ہو گئی۔ دیوانہ وار مجھے پکارتی ہوئی اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگی۔ وہاں اسے میک اپ کا سامان اور سکن الود بستر نظر آیا۔ بڑھیا وہاں سے آگئی۔ اور غصہ میں انہیں کچھ کہہ رہی تھی۔ رومانہ چینی زبان میں اس سے باتیں کرنے لگی۔ پھر اپنے آدمیوں سے چیخ کر بولی۔ "دوڑو۔ اس چینی لڑکی کو پکڑو۔ جو ابھی گلی میں ہم سے ملی تھی۔"

وہ خود بھی مکان سے باہر دوڑتی چلی گئی تھی۔ میں نے سے یون کی سوچ میں کہا۔ "مجھے تیزی سے آگے بڑھ کر کسی ٹیکسی کو اکیچ کرنا چاہیئے۔ سارا اس بڑھیا کے گھر سے ناکام لوٹنے کی وجہ سے شبہ کرے گی۔"

اس خیال کے ساتھ ہی وہ تیزی سے چلتی ہوئی آخری گلی سے نکل۔ سامنے سڑک کے کنارے رومانہ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ٹیکسی کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ میں نے کہا۔ "میں یہ کار لے کر بھاگ سکتی ہوں۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "اں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مجھے کار چلانا نہیں آتا ہے۔"

"آتا ہے۔" میں نے کہا۔ "میں اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھوں گی پھر دیوتا کی محبت اس کار کو خود بخود کنٹرول کرتی جائے گی۔"

میرا ارادہ تھا کہ وہ اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھے گی تو میری سوچ کے مطابق اس کے ہاتھ پاؤں خود بخود اسٹیرنگ کے اصولوں پر عمل کریں گے۔ اس کا دماغ میرے کنٹرول میں رہے گا تو کار کی اسٹیرنگ بھی بالواسطہ طور پر کنٹرول میں رہے گی۔

میرے اس ارادے کے مطابق وہ کار کے قریب گئی۔ پھر اس کا دروازہ کھولنے لگی۔ لیکن افسوس رومانہ کار کو لاک کر کے چابی لے گئی تھی۔ وہ کار کو چھوڑ کر فٹ پاتھ پر بھاگنے لگی تاکہ آگے جا کر کوئی ٹیکسی مل جائے۔

اسی وقت رومانہ کی آواز سنائی دی۔ "سے یون میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ پلیز ٹھہر جاؤ۔"

وہ رُکنے کے بجائے مسلسل دوڑتی رہی۔ اسے اپنے پیچھے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایک بار پھر رومانہ کی آواز آئی۔ "سے یون! تمہیں تمہارے دیوتا کا واسطہ ہے۔

سے یون کے قدم رُک گئے۔ میں اسے سمجھا سکتا تھا کہ دیوتا کی پناہ پر نہ رُکے۔ لیکن اب اس کا بھاگنا فضول تھا۔ وہ رومانہ کے مقابلہ میں تیزی سے نہیں دوڑ سکتی تھی۔ اس لیے فٹ پاتھ پر سر جھکا کر ہانپنے لگی۔ اتنے میں ایک پولیس مین نے آکر پوچھا۔ "ہیلو لیڈی! کیا بات ہے۔ یہ لوگ تمہارا پیچھا کیوں کر رہے ہیں؟"

رومانہ قریب پہنچ چکی تھی۔ اس نے کہا۔ "یہ میری چھوٹی بہن ہے۔ مجھ سے ناراض ہو گئی ہے۔ ٹھیک ہے نا سے یون؟"

سے یون نے میری سوچ کے مطابق اثبات میں سر ہلا دیا۔ میں چاہتا تھا کہ رومانہ کسی قانونی گرفت میں آئے۔ پولیس مین نے پوچھا۔ "یہ چینی لڑکی تمہاری بہن کیسے ہو سکتی ہے؟"

"کیا زبان کے رشتہ سے بہن نہیں بن سکتی؟"

پولیس مین نے رومانہ کا جواب سُن کر سے یون کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ سے یون نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "ہاں۔ ہم دونوں بہنیں ہیں۔ یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔"

رومانہ نے اپنے پرس میں سے پانچ ڈالر نکال کر سپاہی کے ہاتھ میں رکھ دیے۔ وہ چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔ پھر رومانہ نے کہا۔ "میں نے تمہیں ہمیشہ ایک سگی بہن کا پیار دیا۔ آج تم نے بھی سپاہی کے سامنے میری عزت رکھ لی۔ اب خدا کے لیے اتنا بتا دو کہ فرید کہاں ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ میں نہیں جانتی کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟"

"دیکھو۔ تم ابھی تک ناراض ہو۔ مجھ سے چھپا رہی ہو۔ کوئی بات نہیں۔ آؤ ہم اطمینان سے گاڑی میں بیٹھ کر باتیں کریں۔"

وہ اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن میری سوچ کے اشارہ پر چلنے لگی۔ بظاہر یہ بات عجیب سی تھی کہ ابھی میں نے یون کو رومانہ سے دور کر رہا تھا اور ابھی قریب رہنے پر بھی مجبور کر رہا تھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اتنی سی دیر بعد بہت سی باتیں میرے ذہن میں آ گئی تھیں۔ ایک تو یہ کہ سے یون جیسی سیدھی سادی لڑکی اب رومانہ سے چھپ کر نہیں رہ سکتی تھی۔ دوسرے یہ کہ رومانہ نے خواہ مخواہ مجھ سے ناراض ہو کر ایک غلطی کی تھی اور اس غلطی کی اسے کافی سزا مل چکی تھی۔ اب میرے دل نے کہا۔ رومانہ صورت کی بھی اچھی ہے اور سیرت کی بھی۔ لہٰذا میں یون اسی کی پناہ میں آرام سے رہ سکتی ہے۔

دراصل میرے اور سے یون کے خلاف رومانہ نے نہیں اس کے باپ نے سازش کی تھی اور وہ اپنی قبر میں جا چکا تھا۔ اب مجھے یہ بھی لگا کہ موجودہ حالات میں رومانہ کا رویہ سے یون کے ساتھ کیسا رہے گا۔

رومانہ نے اپنے ملازموں کو رخصت کر دیا۔ سے یون کو اپنے ساتھ اگلی سیٹ پر بٹھایا۔ پھر کار اسٹارٹ کر دی۔ کار آگے بڑھی۔ تو دونوں کے درمیان تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ رومانہ کے دماغ میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی کہ فرید کہاں غائب ہو گیا؟ وہ ضدی لڑکی دشمنوں کی ٹہر گ پر پنجے گاڑ کر راز اگلوا لیتی تھی۔ لیکن وہ حقیقتاً سے یون کو ایک ننھی سی گڑیا سمجھ کر بہن کی طرح پیار کرتی تھی۔ اس نے بچی کو بہلانے کے لیے پوچھا۔ "تم نے ابھی ناشتہ نہیں کیا ہوگا؟"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"ناشتہ صرف بھوک مٹانے کے لیے نہیں تفریحاً بھی کیا جاتا ہے۔" اس نے ایک ریسٹورنٹ کے سامنے گاڑی روک دی۔ سے یون نے کہا۔ "مجھے اس میک اپ میں عجیب سا لگ رہا ہے۔ میں ریسٹورنٹ میں نہیں جاؤں گی۔"

وہ گاڑی آگے بڑھاتی ہوئی بولی۔ "کوئی بات نہیں۔ میرے گھر چلو۔ اگر فرید سے ملاقات کا کوئی وقت اور جگہ مقرر ہو گی تو میں تمہیں ٹھیک وقت پر وہاں پہنچا دوں گی۔"

سے یون خاموش رہی۔ رومانہ کو یقین ہو گیا کہ فرید سے ملاقات کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ وہ کہنے لگی۔ "سے یون! ہمارا رشتہ ہے کہ تم پُراسرار قوتوں کی مالکہ ہو۔ تم فرید کو لے کر جہاز سے جس انداز میں فرار ہوئیں تھیں اس سے یہ بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ تمہیں میک اپ کی سازش کا علم ہو گیا تھا۔"

"کیسی سازش؟" سے یون نے حیرانی سے کہا۔ "میں کچھ نہیں جانتی۔ فرید نے مجھ سے کہا۔ جہاز سے بھاگ چلو۔ میں بھاگ کر آ گئی۔"

رومانہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "ہاں۔ وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ شاید اس نے تمہیں یہ نہ بتایا ہو کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔"

چینی لڑکی نے چونک کر اسے دیکھا۔ واقعی اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ میں اور رومانہ ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ وہ بے یقینی سے بولی۔ "سارا! تم جھوٹ بول رہی ہو۔ وہ صرف مجھے چاہتا ہے۔ اسی لیے وہ تمہیں چھوڑ کر میرے ساتھ یہاں آ گیا۔"

"میں نے کہا نا کہ وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ غلطی میری تھی۔ اس نے کہا تھا کہ میں اپنی غلطی کو نہیں سمجھوں گی تو وہ کسی دوسری لڑکی کو اپنا لے گا۔ پھر اس نے یہی کیا۔ تم سے دوستی کر لی۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ اس نے صرف دل بہلانے کے لیے مجھ سے دوستی کی ہے۔ محبت نہیں کی ہے؟"

"نہیں۔ وہ محبت کرنے والا شخص ہے۔ محبت کرتا ہے مگر اس محبت کو روگ نہیں بناتا۔ یقین نہ ہو تو اس سے شادی کی بات کرو۔ وہ انکار کر دے گا۔"

اس بار سے یون نے ایک سرد آہ بھری۔ کیونکہ اس کی معلومات کے مطابق میں شادی کرنے اور گھر بسانے کے خلاف تھا۔

اس نے رومانہ سے سوال کیا۔ "جب تم جانتی ہو کہ وہ شادی نہیں کرے گا تو پھر اس سے محبت کیوں کر رہی ہو؟"

وہاں سردا ہوں کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ وہ بولی۔ "آہ! دل سے مجبور ہو کر عورت پتھر سے بھی دل لگا لیتی ہے۔ تم اپنے دل کی مجبوریوں کو سمجھتے ہوئے میرے دل کی دھڑکنوں کو سمجھ سکتی ہو۔"

"مجھ سے ایسی بات نہ کرو۔ میں نہیں چاہتی کہ میں دیوتا کے لیے کسی دوسری لڑکی کا بھی دل دھڑکتا رہے۔"

"ایک دیوتا کو ساری دنیا پوجتی ہے۔ تمہارے نہ چاہنے سے دوسرے اپنی پوجا نہیں بھول سکتے۔"

"میں تم سے بحث نہیں کر سکتی۔"

"دیکھو مے یون! کوئی عورت اپنے مرد کی محبت تقسیم نہیں کرتی۔ اگر تمہاری جگہ کوئی دوسری لڑکی ہوتی تو میں اپنے فرید کو پانے کے لیے اس لڑکی کو قتل کر دیتی۔ تم یہ بھی نہ سوچو کہ میں تمہاری پُراسرار قوتوں سے خوفزدہ ہوں۔ نہیں۔ میں اس کی محبت میں مرنا جانتی ہوں، ڈرنا نہیں جانتی۔"

اس نے ایک خوبصورت سے کیچ کے احاطہ میں گاڑی روک دی۔ پھر بولی۔ "میں تمہاری پُراسرار قوتوں سے ڈرتی نہیں ہوں تم سے سچ مچ محبت کرتی ہوں۔ یقین نہ ہو تو اپنی ان قوتوں کو آزماؤ۔ جن کے ذریعہ تم نے پرنس جیسے دشمنوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ میں مر جاؤں گی مگر نہ تو فرید کی محبت سے باز آؤں گی اور نہ ہی دشمن بن کر تم سے انتقام لوں گی۔ آؤ میرے کاٹج میں چلو۔"

وہ دونوں گاڑی سے اتر کر کاٹج کے اندر جانے لگیں۔ رومانہ ملازم کو ناشتہ لانے کا حکم دے رہی تھی۔ مے یون سوچ رہی تھی۔ "یہ میں کہاں آ کر پھنس گئی ہوں؟ سارا کو میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ یہ ہار ماننے والی لڑکی نہیں ہے۔ اور یہ جھوٹ بھی نہیں بولتی۔ مکاری بھی نہیں کرتی۔ یہ سچ کہہ رہی ہے کہ فرید اسے چاہتا ہے اور محض محبت سے روٹھ کر میرے ساتھ چلا آیا ہے۔ کیا سارا سے پھر سامنا ہوگا؟ تو اس کی نارضگی دور ہو جائے گی؟ کیا وہ مجھ سے نظریں پھیر کر سارا کا ہو جائے گا؟"

یہ سوچ سوچ کر اس کا دل ڈوبنے لگا۔ "ہائے کس مرحلہ سے دل لگایا ہے؟ پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس کے بغیر ایک ایک پل قیامت کی طرح گزر رہا ہے۔ وہ موجود نہیں ہے مگر اس کی محبت مجھے مار رہی ہے۔ اگر سارا اسے جیت لے گی تو میں مر جاؤں گی۔"

دنیا کے سارے انسانوں کو محبت کے نام پر ایک جگہ لایا جا سکتا ہے۔ لیکن دو عورتوں کو ایک جگہ نہیں لکھا جا سکتا۔ میں نے تو یہ سوچ کر مے یون کو رومانہ کی پناہ میں پہنچایا تھا کہ وہ محفوظ رہے گی۔ بے شک وہ محفوظ رہے گی۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ رومانہ اس کے سامنے کھل کر اپنی محبت کا اظہار کر لے گی۔ بہرحال کار قابل تحسین تھی کہ ان حالات میں بھی وہ مے یون کو دشمن نہیں سمجھ رہی تھی۔ اسے بھی دل و جان سے چاہتی تھی۔

میں نے مے یون کی سوچ میں کہا۔ "میں یہ سوچ کر پریشان ہو رہی ہوں۔ کہ سارا میرے فرید کو جیت لے گی۔ مجھے یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ میں نے فرید کو جیت کر سارا کے دل کو کس قدر صدمہ پہنچایا ہے۔ یہ تو اس کا حوصلہ ہے کہ مجھے پھر بھی بہن کہہ رہی ہے۔"

اس وقت وہ ایک صوفہ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر رومانہ کو دیکھا۔ اسی وقت ناشتے کی ٹرے آ گئی۔ رومانہ نے کہا۔ "کچھ کھا لو۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"مے یون! جب سے تم فرید کو چھین کر لے گئی ہو میری بھی بھوک مر گئی ہے۔ میں کل سے باپ کی موت کا صدمہ اور فرید کی جدائی کا دکھ برداشت کر رہی ہوں۔"

مے یون نے پوچھا۔ "کیا مسٹر ڈوبرا مذو کا انتقال ہو گیا؟"

"ہاں۔ میں کل رات سے جاگ رہی ہوں۔ جیسا کہ تم جانتی ہو ہم باپ بیٹی مجرمانہ زندگی گزار رہے تھے۔ فرید کو یہ پسند نہیں تھا میں اس کی پسند کا احترام کرتے ہوئے اپنی مجرمانہ زندگی سے توبہ کر چکی ہوں۔ اپنے جہاز کو فروخت کر رہی ہوں۔ بولو ایک عورت اپنی محبت میں اور کیا کر سکتی ہے؟ ایک جان باقی ہے۔ وہ بھی فرید کے لیے رکھ چھوڑی ہے۔"

مے یون کا دل یہ سوچ کر ڈوبنے لگا۔ کہ سارا اس سے بھی زیادہ فرید کے لیے قربانیاں دے رہی ہے۔ اس طرح فرید پھر اس کی طرف مائل ہو جائے گا۔ یہ سوچنے کے دوران رومانہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ ایک سینڈوچ اٹھا کر اسے اپنے ہاتھ سے کھلانے لگی۔ مے یون نے پہلے تو انکار کیا۔ پھر سینڈوچ کا تھوڑا سا حصہ دانتوں سے کاٹ کر کھانے لگی۔

رومانہ نے محبت سے اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ "محبت بھی جھوٹی نہیں ہوتی۔ اسی لیے میں یہ نہیں سوچتی کہ تم نے فرید کو پا لیا ہے میرے لیے جھوٹا بنا دیا ہے۔ مے یون تمہیں سچائی سے میں نہیں چاہتی ہوں۔ اتنی ہی سچائی اور اعتماد سے تم مجھے چاہو گی تو میں بھی ایک برتن میں کھا سکیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔ اگر تم مجھ پر اعتماد کرو۔ میں تمہارا حق نہیں چھینوں گی۔ تم میرا حق نہ چھینو۔"

"مم۔ مگر میرا دل نہیں مانے گا۔ میں اپنی چیز کیسے دے سکتی ہوں؟"

"فرید کبھی کسی کی چیز یا جاگیر بن کر نہیں رہ سکے گا۔ یہ

وہ اسے جانتی ہوں۔ وہ بہتا ہوا دریا ہے۔ ہمارے تمہارے پاس بھی گزر جائے گا۔"

مے یون پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ کہ کہیں وہ مجھے چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے تو نہیں چلا گیا۔ وہ گھبرا کر بولی۔ "نہیں وہ پھر آئے گا۔ ضرور واپس آئے گا۔"

"کب واپس آئے گا؟"

"دو دن کے بعد..... اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ ضرور آئے گا۔ تمہاری باتوں سے میرا یقین ڈگمگا جاتا ہے۔ ایسی باتیں نہ کرو۔ نہیں تو میں رونے لگوں گی۔"

وہ سچ مچ رونے لگی۔ رومانہ اسے چوم کر اس کے آنسو پونچھتی ہوئی بولی۔ "میں تمہاری بہن ہوں۔ رازدار سہیلی ہوں۔ خوب بولو اور اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرو۔ بولو وہ کہاں گیا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ میں دیوتا سے بحث نہیں کرتی۔ اس کی مرات پر سر جھکا لیتی ہوں۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ دو دن کے لیے ہانگ کانگ سے باہر گیا ہے۔"

"ہانگ کانگ سے باہر؟" رومانہ نے تعجب سے پوچھا۔ "مگر کیسے؟ کیا اس کے پاس پاسپورٹ وغیرہ تھا؟"

"اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ آج کے اخبار میں ایک آدمی کی تصویر دیکھ کر اس نے اسی آدمی کا میک اپ کیا۔ پھر میرے چہرے کو بدل دیا۔ مجھے سمجھا یا کہ اس کی واپسی تک میں اسی ٹبڑھیا کے مکان میں اس کا انتظار کروں۔"

رومانہ فوراً ہی اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئی پھر وہاں سے ایک اخبار اٹھا کر لاتی ہوئی بولی۔ "ذرا یہ اخبار دیکھ کر بتاؤ کہ وہ کون سی تصویر ہے؟"

بات اب کھلنے والی تھی۔ میں یہ سوچ کر خاموش رہا کہ رومانہ کو بھی اطمینان ہو جائے کہ میں بیرونی ممالک کی طرف پرواز کر رہا ہوں۔ اور وہ مجھے خواہ مخواہ ہانگ کانگ میں تلاش نہ کرے۔ مے یون کی زبان سے اخبار کھول کر اسے ونڈو شرما کی تصویر دکھا دی۔

رومانہ کو یقین نہیں آیا۔ اس نے کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ونڈو شرما سے میرے جہاز کا سودا ہو رہا ہے۔ وہ یہاں موجود ہے۔ اس کا پاسپورٹ اور ویزا بھی اس کے پاس موجود ہوگا۔ پھر فرید ونڈو شرما بن کر یہاں سے کیسے جا سکتا ہے؟"

"میں کیا جانوں۔ میں نے صرف اتنا ہی دیکھا ہے کہ وہ اس آدمی کے روپ میں گیا ہے۔"

رومانہ کے دماغ میں یہ بات آئی کہ میجر خان کی کوٹھی میں فون کر کے ونڈو شرما سے بات کرنا چاہیئے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ مناسب نہیں ہے۔ اگر ونڈو شرما کو میری کسی بات سے شبہ ہو جائے گا کہ کوئی شخص اس کی شکل بنا کر ہانگ کانگ سے باہر گیا ہے تو فرید پر مصیبت آ جائے گی۔"

رومانہ سوچنے لگی۔ "پھر میں کیا کروں؟ کیسے معلوم کروں کہ فرید اسی جزیرے میں ہے۔ یا باہر جا چکا ہے۔ ہاں۔ اچھی ترکیب ہے۔ مجھے ایئر پورٹ سے معلومات حاصل کرنا چاہیئے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر اپنے ایک ماتحت کو فون کیا اور اسے حکم دیا کہ آج صبح کی تمام فلائٹس کے نام معلوم کرو۔ اور یہ پتہ چلاؤ کہ مسافروں کی فہرست میں مسٹر ونڈو شرما کا نام ہے یا نہیں؟

مے یون نے پوچھا۔ "کیا تم معلوم کر لو گی کہ وہ کہاں گیا ہے؟"

"کوشش کر رہی ہوں۔ ہو سکتا ہے۔ میں دو دن پہلے اسے تمہارے پاس لے آؤں؟"

"سچ؟" مے یون نے خوش ہو کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"ہاں۔ تم فرید کو مجھ سے دور لے گئیں۔ لیکن میں اسے تمہارے پاس پہنچا کر یہ ثابت کر دوں گی کہ تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔"

"سارا مجھے شرمندہ نہ کرو۔ میں فرید کے حکم کے مطابق جہاز چھوڑ کر آئی ہوں۔ میں نے جان بوجھ کر تم سے اسے نہیں چھینا۔"

"اگر نہیں چھینا ہے تو پھر وعدہ کرو کہ آئندہ کبھی میرا حق نہیں چھینو گی۔"

وہ تذبذب میں پڑ گئی۔ کھل کر اب انکار نہیں کر سکتی تھی۔ ایک تو رومانہ کی محبت اور خوش اخلاقی نے اسے متاثر کیا تھا۔ دوسرے وہ فرید کو اس کے پاس واپس لانے کا وعدہ کر رہی تھی۔ ایسے وقت وہ اسے دشمن (سولن) نہ سمجھ سکی۔ چپ چاپ اس کی آغوش میں منہ چھپا لیا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ رومانہ نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے ایئر پورٹ بول رہا تھا۔ "ہیلو سارا۔ میں ریسیوری رومانہ بول رہی ہوں۔"

"ہاں میں بول رہی ہوں۔ کیا گورنمنٹ کے کاغذات تیار ہو چکے ہیں؟"

"سب کچھ تیار ہے۔ میں مسٹر مو فان کے ہاں جا رہا ہوں۔ اگر تم بھی وہاں آ جاؤ تو تمام رقم کی ادائیگی آج ہی ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آدھ گھنٹہ بعد پہنچ جاؤں گی۔ کیا وہاں ونڈو شرما موجود ہوگا؟"

"یقیناً۔ وہی تو ادائیگی کرے گا۔"

رومانہ نے ریسیور رکھ دیا۔ مے یون نے پوچھا۔ "کیا تم ونڈو شرما سے ملنے جا رہی ہو؟"

"ہاں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں فرید کی تلاش میں ملک سے باہر چلی جاؤں۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

"تم پاسپورٹ کے بغیر نہیں جا سکو گی۔"

"کسی طرح بھی لے چلو۔"

"تم بالکل نادان بچی ہو۔ وقت سے پہلے جوان ہو گئی ہو۔ تم تعلیم یافتہ ہو سمجھنے کی کوشش کرو کہ ہم قانون کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتے۔"

"ایسا نہ کہو۔ تم اب تک اسمگلنگ کے دھندے سے لگی رہیں۔ اب میں فرید کے پاس جانے کے لیے کہہ رہی ہوں تو تم قانون کے سامنے بے بسی ظاہر کر رہی ہو۔"

"مے یون! تم یہ نہ سمجھو کہ میں تم سے بہلنہ کر رہی ہوں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ فرید ملے گا تو سیدھی تمہارے پاس لے کر آؤں گی۔"

پھر ایک بار فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھایا دوسری طرف سے اس کا ماتحت کہہ رہا تھا "مادام! آج یہاں بھی ادائے سی کا۔۔۔ طیارہ آٹھ بجے لندن کے لیے روانہ ہوا ہے۔ مسافروں کی فہرست میں مسٹر و نود شرما کا نام موجود ہے۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ونود شرما کے نام سے سیٹ ریزرو ہو اور وہ وقت پر نہ پہنچا ہو۔"

"نہیں مادام۔ میں نے وہ فہرست دیکھی ہے۔ جو طیارے کی روانگی کے بعد مکمل ہوتی ہے۔ ونود شرما اس طیارے میں موجود ہے۔ فہرست میں اس کی منزل سپرس ہے۔"

روما نہ ریسیور رکھ کر بولنے لگی۔ "مے یون! ایک ونود شرما یہاں موجود ہے۔ دوسرا ونود شرما اس طیارے میں سفر کر رہا ہے اور دلچسپ فرید ہے۔ کیا وجہ ہے ونود شرما کا پاسپورٹ وغیرہ چرا کر یہاں سے گیا ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ یہ سپرس کیوں گیا ہے؟"

مے یون بھلا ان باتوں کا کیا جواب دے سکتی تھی۔ وہ خاموش رہی۔ روما نہ نے کہا۔ "میں ونود شرما کے پاس جا رہی ہوں۔ تم یہاں آرام کرو۔"

مے یون اسے یوں بے بسی سے دیکھنے لگی جیسے روما نہ اسے جھانسہ دے کر اس کے فرید سے ملنے جا رہی ہو۔ روما نہ نے پیار سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "اچھا تم بھی میرے ساتھ چلو۔ بگڑا ہوا چہرہ کاسمیٹک اپ اتار دو۔ اتنی دیر میں میں بھی لباس تبدیل کر لوں گی۔"

وہ دونوں خواب گاہ میں چلی گئیں۔ میں نے تھوڑی دیر کے لیے ان دونوں کو چھوڑ دیا اور میو فان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ونود شرما سے کہہ رہی تھی "میں ہوٹل میں فون کر چکی ہوں۔ تمہارے سیکرٹری اور مینیجر وغیرہ وہ ہوٹل چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہیں۔"

ونود شرما نے کہا۔ "وہ لوگ میری اجازت کے بغیر وہ ہوٹل نہیں چھوڑ سکتے۔"

"کیا میں جھوٹ کہہ رہی ہوں۔ خود ہی فون کر کے معلوم کر لو۔ میں ٹیلیفون لے کر آتی ہوں۔"

وہ ڈرائنگ روم کی طرف جاتی ہوئی سوچنے لگی۔ میرے سے لیے حالات سازگار ہو رہے ہیں۔ اچھا ہے کہ مینیجر وغیرہ خود ہی ہزاروں کر کہیں چلے گئے۔ اب ایگریمنٹ ہونے تک کوئی میرے راستے کی دیوار نہیں بنے گا۔"

ڈرائنگ روم میں فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میو فان نے ریسیور اٹھایا تو مینیجر کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو! شرما صاحب ہیں؟"

میو فان سنبھل کر بولی۔ "میں ہوں میو فان۔ تم کون ہو؟"

"میں شرما صاحب کا مینیجر دیال چند بول رہا ہوں۔ تعجب ہے میو فان کہ تم میری آواز نہیں پہچان رہی ہو۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "اب پہچان گئی ہوں۔ تم میرے سب سے بڑے دشمن ہو۔ تو شرما کو یہاں آنے سے روکتے ہو۔ اس لیے بیچارہ یہاں نہیں آ سکتا۔ اس لیے وہ یہاں نہیں ہے۔"

"جھوٹ نہ بولو میو فان۔ تم شاید کسی خاص مقصد کے لیے شرما صاحب کو ہم سے دور رکھنا چاہتی ہو۔"

وہ ہاں کہہ کر جواب دینا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی سوچ کو سنا کہا۔ "وہ مجھ سے سچ اگلوانا چاہتا ہے۔ میں اسے جھوٹ بول کر گمراہ کروں گی۔ یہاں سے یورپ کی طرف پرواز کر چکا ہے۔"

میو فان نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "میں سچ بتا رہی ہوں شرما صبح کی فلائٹ سے جا چکا ہے۔ یقین نہ ہو تو فلائٹ کے مسافروں کی لسٹ چیک کر لو۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بعد میں سوچنے لگی کہ مینیجر دیال چند ضرور ایئرپورٹ جا کر معلومات حاصل کرے گا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "بلا سے معلوم کرے۔ اس وقت تک میرا پارٹنر شپ کا معاہدہ ہو چکا ہوگا۔"

وہ مطمئن ہو کر مسکرانے لگی۔ میں بھی مطمئن تھا کہ مینیجر دیال چند اب ایئرپورٹ جا کر معلومات حاصل کرے گا۔ تو تصدیق ہو جائے گی کہ ونود شرما پیرس کی طرف روانہ ہو چکا ہے لیکن کون سا ونود شرما؟

دیال چند کو جس ونود شرما کی تلاش تھی، وہ میو فان کی دانست میں ڈوب چکا تھا۔ فی الحال ان دونوں کا سامنا نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک طرف سے میو فان انہیں بھٹکا رہی تھی۔ دوسری طرف سے میں بھٹکا رہا تھا۔ میں واپس مے یون کے پاس پہنچا۔ وہ سنگاپور کے سنگاپور بیٹھی سیک اپ اتارنے میں مصروف تھی۔ اس کے بعد میں نے روما نہ کی سوچ کو چھو لیا۔

وہ ایک کمرے میں ایک میز کے پاس کھڑی ہوئی اپنے ساتھی سے کہہ رہی تھی "ابھی میں نے فون کیا تھا۔ ایئر فرانس کے طیارے میں مجھے ایک سیٹ مل سکتی ہے۔ تم یہ اٹیچی لے کر جاؤ۔ اوہ میرے خدا! پیرس کے لیے سیٹ ریزرو کرا لو۔ میں چار بجے سے۔۔۔۔ پہلے ایئرپورٹ پہنچ جاؤں گی۔"

اس کا ملازم اٹیچی لے کر چلا گیا۔ روما نہ مے یون کے پاس آ گئی۔ پچھلی تمام رات جاگنے کے باوجود روما نہ کی آنکھوں میں اب نیند نہیں تھی۔ ان آنکھوں کو اب صرف مجھے ڈھونڈ لینے کی تمنا تھی۔ اور وہ سوچ رہی تھی کہ کس طرح مے یون کو بہلا پھسلا کر یہاں چھوڑ جائے۔

وہ مے یون کے ساتھ کاٹیج سے باہر آئی۔ پھر کار میں بیٹھ کر میو فان کی رہائش گاہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میں خواہ مخواہ پیرس جا رہی ہوں۔ اگر فرید وہاں نہ ملا تو مایوسی اور تھکن کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔"

روما نہ نے ایسی مایوس کرنے والی سوچ کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اس کی ضدی سوچ کہہ رہی تھی۔ "فرید ضرور ملے گا۔ یوں بھی پیرس جیسے پُررونق مقام میں تھکن نہیں ہوتی۔ وہاں پہنچ کر پتا کی موت کا غم کچھ ہلکا ہو جائے گا۔"

یہ سوچ کر اس نے کہا۔ "مے یون! کیا تم اپنی پُراسرار قوتوں سے یہ معلوم نہیں کر سکتیں کہ فرید واقعی یہاں سے چلا گیا ہے یا یہیں کہیں روپوش ہو گیا ہے۔"

"روپوش رہنے کے لیے اس بوڑھی عورت کا مکان کافی تھا۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ وہ چلا گیا ہے۔"

"نہیں مے یون! فرید بہت چالاک تھا۔ وہ بوڑھی عورت کے مکان کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔ دیکھ لو کہ آخر میں وہاں پہنچ ہی گئی تھی۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ فرید مجھے ایک غیر محفوظ مقام پر چھوڑ کر خود کہیں منہ چھپا رہا ہے؟"

"ہاں تمہارا کوئی دشمن نہیں ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تم میرے ہاتھ آؤ گی تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ لیکن اس کے ہزاروں دشمن ہیں۔ کیا تم جانتی ہو کہ دنیا کی ایک بہت بڑی اور خطرناک تنظیم کے لوگ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں؟"

"نہیں۔" وہ پریشان ہو کر بولی۔ "دیوتا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

"مے یون! وہ ہمارے تمہارے من مندر کا دیوتا ہے لیکن انسان ہے۔ اس لیے بہروپ بدلتا ہے اور دشمنوں کو فریب دیتا ہے۔"

"میں اپنے دیوتا کو سمجھ نہ سکی کہ آخر وہ کیا ہے؟"

روما نہ ایک سرد آہ بھر کر سوچنے لگی۔ "کاش کہ وہ میری سمجھ میں بھی آ جاتا۔ بہرحال مجھے مے یون کو بہلا پھسلا کر یہاں روکنا چاہیے۔"

یہ سوچ کر اس نے کہا۔ "اسی لیے میں کہتی ہوں کہ وہ دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے اس جزیرے میں چھپا ہوا ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ ہانگ کانگ میں ہے۔ کسی وقت بھی موقعہ پا کر تم سے ملنے کے لیے اس بوڑھی عورت کے مکان میں ضرور جائے گا۔"

مے یون چونک کر اس کا منہ دیکھنے اور سوچنے لگی۔ "سارا ٹھیک کہتی ہے۔ دیوتا نے مجھے سمجھایا تھا کہ میں اسی قدیمی عورت کے مکان میں رہوں۔ اگر وہ یہاں کہیں روپوش ہے تو یقیناً میرے لیے وہ اس مکان میں آئے گا۔ ضرور آئے گا۔ میری محبت اسے کھینچ کر لائے گی۔"

ہر عورت کو اپنی ذات پر اتنا اعتماد ہوتا ہے کہ اس کا چاہنے والا کچے دھاگے سے بندھا چلا آئے گا۔ کسی وقت بھی چلا آئے گا۔

وصال کی گھڑیاں وقت بتا کر نہیں آتیں۔ کبھی بے وقت بھی چلی آتی ہیں۔ وہ بے چین ہو کر بولی۔ "میں جاؤں گی۔"

"کہاں جاؤ گی؟"

"اس بوڑھی عورت کے مکان میں وہ کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔ تمہاری بات دل کو لگ رہی ہے۔ وہ دوسرے شخص کا سوانگ بھر سکتا ہے۔ لیکن ہانگ کانگ سے باہر جانے کے لیے اس کا پاسپورٹ حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ وہ اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ مجھے اسی جگہ اتار دو۔ یہاں سے وہ مکان قریب ہے۔"

روما نہ نے سڑک کے کنارے گاڑی کو روکتے ہوئے کہا۔ "مے یون! تم نے وہ چینی کہاوت تو سنی ہوگی کہ ڈھونڈنا اور بات ہے۔ ڈھونڈ کر لگانا اور بات ہے۔ پتہ نہیں ہم دونوں میں سے کون اسے پا سکے گا۔ ایک وعدہ کرو کہ ہم میں سے جسے بھی وہ ملے گا۔ ہم خود غرض بن کر اسے اپنی ذات تک محدود نہیں کریں گے۔"

مے یون نے سوچا۔ اگر سارا اسے ڈھونڈ نکالے گی تو مجھے اس سے ضرور ملائے گی۔ بڑا ٹیکہ یہی ہے کہ میں اپنے وعدہ پر قائم رہوں۔"

یہ سوچ کر اس نے وعدہ کیا۔ پھر کار سے اتر کر فٹ پاتھ پر چلنے لگی۔ روما نہ نے گاڑی آگے بڑھا کر اطمینان کی سانس لی۔ کچھ منٹ کے بعد اس کی کار میو فان کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئی۔ کار کا مخصوص ہارن سن کر اسپیکر وارڈ باہر آ گیا۔ اس نے گاڑی سے باہر آ کر پوچھا۔ "کیا ونود شرما موجود ہے؟"

"ہاں بیٹی! تمہارا ہی انتظار ہو رہا ہے۔ اندر آ جاؤ۔"

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں آئے۔ وہاں ونود شرما میو فان کے ساتھ ایک صوفہ پر بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ اسپیکر وارڈ نے روما نہ کا اس سے تعارف کرایا۔ روما نہ اس سے مصافحہ کرتے وقت اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ مصافحہ کے دوران اس کے ہاتھ کی گرفت سے میری جانی پہچانی گرفت کا اندازہ کر رہی تھی کہ کہیں میں اس کے سامنے موجود تو نہیں ہوں۔

روما نہ کے اس طرح دیکھنے کے انداز نے ونود شرما کو خوش فہمی میں مبتلا کر دیا۔ ایک تو وہ بے حد حسین تھی۔ دوسرے جنسی شک کی انگلیوں سے تراشے ہوئے بدن پر نگاہیں جم کر رہ جاتی تھیں۔ ونود شرما

اپنے آپ کو عورت اور اسمارٹ سمجھتا تھا۔ رومانہ کی مسکراہٹ نے اسے یقین دلایا کہ وہ اس پر مرمٹی ہے۔

میو فان تو جل ہی گئی۔ اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے بڑھایا۔ "ہیلو مس رومانہ تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ اب ہمیں فوراً ہی کاروباری معاملات طے کر لینے چاہئیں۔"

رومانہ اس سے مصافحہ کر کے ایک صوفہ پر بیٹھ گئی۔ فولاد شرما نے کہا۔ "میو فان! تمہیں جلدی کس بات کی ہے؟ میں نے تمہاری پارٹنر شپ کے معاہدے پر دستخط کر دیئے ہیں۔ اب تو تمہیں مطمئن رہنا چاہیئے۔"

پھر اس نے رومانہ کو مسکراتے ہوئے مخاطب کیا۔ "ہاں مس رومانہ! آپ کو تو جلدی نہیں ہے؟"

"جی ہاں۔ ابھی چار بجے کی فلائیٹ سے میں پیرس جا رہی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "پیرس کے پروگرام تو بہت ہی خوبصورت اور رومانٹک ہوتے ہیں۔ اگر اس فلائیٹ میں مجھے بھی سیٹ مل جاتے تو میں آپ کا ہمسفر بن جاؤں گا۔"

میو فان ناگواری سے بولی۔ "کیسے جاؤ گے؟ تمہارا میجر اور سیکرٹری دونوں ہی ہوٹل چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ پاسپورٹ وغیرہ انہی کے پاس ہیں۔"

فولاد شرما نے غصہ میں میجر اور سیکرٹری کو گالیاں دیتے ہوئے کہا۔ "تم اسٹاریفری کے دفتر میں فون کرو۔ ان کا پتہ چل جائے گا۔"

یہ بات میرے حق میں نہیں تھی۔ اسٹاریفری میں میجر سے رابطہ قائم ہو سکتا تھا۔ میو فان ریسیور اٹھا کر اسٹاریفری کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ تو میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "فولاد شرما کو ابھی پاسپورٹ وغیرہ نہیں ملنا چاہئیں۔ ورنہ یہ اس حسین لڑکی کا ہمسفر بننے کے بہانے اس کے عشق میں مبتلا ہو جائے گا۔"

وہ ... نہیں چاہتی تھی کہ اس کے دولت مند عاشق پر رومانہ کا جادو چل جائے۔ اس نے غلط نمبر ڈائل کر دیا۔ پتہ نہیں کس سے رابطہ قائم ہو گیا۔ وہ پوچھنے لگی۔ "کیا مسٹر دیال چند یا وشوا ناتھ موجود ہیں؟"

میں اپنی چالیں چلتا ہوں۔ تقدیر اپنی چال دکھاتی ہے۔ میو فان کے جواب میں دوسری طرف سے دیال چند کی آواز سنائی دی۔ "تعجب ہے میو فان! تمہیں کیسے پتہ چل گیا کہ میں اس فون نمبر پر مل سکتا ہوں۔ ویسے تم نے درست کہا تھا۔ مسٹر صاحب صبح کی فلائیٹ سے پیرس چلے گئے۔"

میو فان نے بے اختیار وہی الفاظ دوہرائے۔ "کیا مسٹر صاحب پیرس چلے گئے۔ ہا! ہا! ہا! ان سنس وہ میرے پاس موجود ہیں۔"

میں میو فان کو ایسا کہنے سے روک سکتا تھا۔ لیکن شامت آ گئی تھی۔ کیونکہ ٹھیک اسی وقت طیارے کے اندر میرے پاس بیٹھے ہوتے ہمسفر نے میرا بازو تھام کر ہلایا تھا۔ میرا دھیان ہٹ گیا۔ میں آدھا ادھر تھا آدھا ادھر۔ اس لیے میو فان کی زبان کو لگام دے سکا۔ دوسری بار میں نے سوچا کہ اپنے ہمسفر کی مداخلت کے باوجود کچھ نہ کھولوں اور بگڑنے والے حالات پر کسی طرح قابو پا لوں لیکن میرے ہمسفر نے پھر میرے بازو کو ہلایا۔

میں نے جھنجھلا کر آنکھیں کھول دیں۔ اپنے ہمسفر کی بدتمیزی پر ناراض ہونے کا ارادہ تھا۔ لیکن میرے پاس والی سیٹ پر ایک گورا سا آٹھ برس کا لڑکا بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا۔ "مسٹر! آپ ادھر آ جائیں پلیز۔ ادھر کھڑکی سے بادلوں کو دیکھیں گا۔"

ایک معصوم بچے کو دیکھ کر میرا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ میری پچھلی سیٹ سے ایک عورت عربی زبان میں اس بچے سے کچھ کہہ رہی تھی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ معذرت طلب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے انگریزی زبان میں کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ بچے کھڑکی کے پاس ہی بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔"

عورت کے دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ انگریزی زبان نہیں سمجھتی ہے۔ میں نے بچے کو کھڑکی کے پاس بٹھا دیا۔ پھر خود اس کی سیٹ پر آ گیا۔ ایئر ہوسٹس نے قریب آ کر کہا۔

"جناب! آپ کچھ گھنٹے سے سو رہے ہیں۔ آپ نے لنچ بھی نہیں کیا۔ اگر حکم ہو تو حاضر کروں۔"

میں نے پوچھا۔ "ہم استنبول کب پہنچیں گے؟"

"رات کے نو بجے ..."

"ٹھیک ہے۔ کچھ کھانے کے لیے لے آؤ۔"

وہ چلی گئی تو اس بار میں نے آنکھیں بند نہیں کیں۔ اپنے پہلو والی سیٹ کی پشت پر نظریں جمائے میو فان کے دماغ تک پہنچ گیا۔ میو فان قریب کھڑا ہوا فولاد شرما کو فون پر چیخ رہا تھا۔ "تم سب ناکارہ ہو۔ ہوٹل کی اجازت کے بغیر اس ہوٹل کو چھوڑ دیا۔ اور مجھے الزام دیتے ہو کہ میں نے تمہیں ہوٹل چھوڑنے کا حکم دیا تھا۔ کیا تم لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

جواب میں دیال چند بتانے لگا کہ فولاد شرما کس طرح شراب کے نشہ میں ہوٹل آیا تھا اور بریف کیس میں چیک بک اور پاسپورٹ لے کر سیکرٹری وشوا ناتھ کے ساتھ چلا گیا۔ وشوا ناتھ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میو فان نے فون پر دیال چند کو بتایا کہ فولاد شرما پیرس چلا گیا ہے۔

فولاد شرما ریسیور کان سے لگائے سن رہا تھا اور میو فان کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ریسیور کو ایک جھٹکے سے کریڈل پر رکھ کر کہا۔ "میو فان! تم نے بزنس پارٹنر بننے کے لیے بڑی گہری چال چلی ہے۔ سچ سچ بتاؤ کہ اپنے کس آدمی کو فولاد شرما بنا کر تم نے میرے ساتھ دھوکہ دیا ہے۔"

"مسٹر! تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تو کل رات سے تمہارے ساتھ ہوں۔ میں اپنے کسی آدمی کو فولاد فولاد شرما کیسے بنا سکتی تھی۔"

"پھر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ ایک فولاد شرما میرے پاسپورٹ کے ذریعہ یہاں سے جا چکا ہے۔"

"یہ تو میں نے دیال چند کو یہاں سے دور رکھنے کے لیے جھوٹ کہا تھا۔"

"یہ جھوٹ نہیں سچ ہے۔ ایک فولاد شرما میرا پاسپورٹ لے کر یہاں سے جا چکا ہے۔ بیوقوف عورت میں ایک کیبل کے ذریعہ اس فولاد آدمی کو پیرس کے ایئر پورٹ پر گرفتار کرا دوں گا۔ تم میرے سامنے معصوم صورت بنا کر اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتیں۔ کہ تم نے میرے آدمیوں کو مجھ سے دور رکھنے کے لیے ایک نقلی شرما کے ذریعے بہت سے کام نکالے ہیں۔ تم ہر ہر جملہ پر جھوٹ بولتی رہیں اور مجھے بیوقوف بناتی رہیں۔ کیا یہی ہے ہمارے پارٹنر شپ کا معاہدہ ....."

اس نے معاہدے کے کاغذات کو سنٹر ٹیبل پر سے اٹھا کر جھاڑا۔ اس کے پرزے پرزے کر دیئے۔ میو فان اسے روکنے لگی تو اس نے اسے دھکا دے دیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گئی۔ پھر ہاں ... سے دوڑتی ہوئی دوسرے کمرے کی طرف جانے لگی۔

میں نے دماغی طور پر اس کا پیچھا نہیں کیا۔ ابھی میں فولاد شرما کو اس بات سے روکنا چاہتا تھا کہ وہ میرے خلاف پیرس کے ایئر پورٹ تک خبر نہ پہنچائے۔ اگر پہنچ میں پیرس سے پہلے استنبول میں اترنے والا تھا۔ لیکن وہاں بھی یہ خبر پہنچ سکتی تھی کہ کوئی شخص فولاد شرما کے بہروپ میں سفر کر رہا ہے۔

اصل فولاد شرما کو ایسے اقدامات سے روکنے کے لیے میں رومانہ سے کام لے سکتا تھا۔ میں نے رومانہ کی سوچ پڑھی۔ اس وقت وہ تو تیزی سے یہ سوچ رہی تھی کہ فولاد شرما کو اب پھانسنا چاہیئے۔ تاکہ وہ فرید کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی۔

"مسٹر شرما! یہ بات میں نے سمجھ لی ہے کہ آپ میو فان کے جال میں پھنس گئے ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ میرے کاٹج میں چلیں۔"

فولاد شرما نے کہا۔ "تم بہت اچھی ہو۔ چلو ہم پہلے ایئر پورٹ جائیں گے۔ اس بہروپیے کے خلاف رپورٹ درج کرانا ہو گی۔"

رومانہ ایک ادائے ناز سے جھکتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ پھر اس کے بازو کو تھام کر عجز بھرے انداز میں بولی۔ "ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ وہ بہروپیا بارہ گھنٹے سے پہلے پیرس نہیں پہنچے گا۔ اور میرا ساتھ تو صرف تین گھنٹے کا ہو گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم میرے ساتھ تین گھنٹے گزارو گی۔ ٹھیک ہے۔ میں تمہیں سی آف کرنے ایئر پورٹ تک جاؤں گا تو اس بہروپیے سے بھی سمجھ لوں گا۔"

اس نے سنٹر ٹیبل پر سے ایک چیک اور پے آرڈر اٹھا کر رومانہ کو دیتے ہوئے کہا۔ "یہ سودے کی رقم ہے۔ اگر ہماری دوستی قائم رہی تو تمہیں مجھ سے بہت فائدے پہنچیں گے۔"

رومانہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے فروخت کے پکے کاغذات پر دستخط کر دیئے۔ پھر وہ وہاں سے جانے کے لیے دروازے کی جانب بڑھنے لگے۔ اسی وقت دروازہ کھلا۔ وہ دونوں رک گئے دروازے پر ایک صحت مند چینی ہاتھ میں پستول لیے کھڑا تھا اور پیچھے ہاتھ بڑھا کر دروازے کو بند کر رہا تھا۔

ڈرائنگ روم کے دوسرے دروازے سے میو فان کی آواز آئی۔ "مسٹر شرما! میں بازی ہارنا نہیں جانتی۔ اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو ..."

ایسے موقع پر رومانہ چوکنا نہیں جانتی تھی۔ اس نے میو فان کی بکواس سے فائدہ اٹھا کر اپنے پرس کو چینی غنڈے کے ہاتھ پر مارا۔ پستول پر گرفت مضبوط تھی۔ ٹریگر پر انگلی چل گئی۔ لیکن پرس کی زد میں آنے کے باعث نشانہ خطا ہو گیا۔ دوسرے فائر کی نوبت نہیں آئی۔ چینی کے پیٹ پر ایک ٹھوکر لگی۔ وہ دہرا ہو گیا۔ دوسری ٹھوکر سے پستول فرش پر پہنچ گیا۔ کسی کو پستول اٹھانے کا ہوش نہ تھا۔ کیونکہ میو فان اور فولاد شرما حیرانی سے رومانہ کی پھرتی اور اس کے لڑنے کے انداز کو دیکھ رہے تھے۔ چند ہی سیکنڈ میں لڑائی کا فیصلہ ہو گیا۔ رومانہ نے جو ڈوجا ایک ہاتھ آزمایا کہ اس چینی کو میو فان کے قدموں میں پہنچا دیا۔ پھر پستول اٹھا کر بولی۔ "کم آن مسٹر شرما! میو فان کے لیے اتنا سبق کافی ہے۔"

وہ دونوں اسکیپ ڈور کے ساتھ باہر آئے۔ پھر وہاں سے کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ فولاد شرما اگلی سیٹ پر رومانہ کے ساتھ بیٹھا ہوا اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "تم تو کمال کی فائٹر ہو۔ کیا میری دوست بننا پسند کرو گی؟"

"میں دوست ہوں۔ اسی لیے آپ میرے ساتھ نظر آ رہے ہیں۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔ میں بھی خطرات سے کھیلتا رہتا ہوں۔ انٹرپول والوں سے چھنی رہتی ہے۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو ....."

"اوں ہونہہ! میں مجرموں کا ساتھ نہیں دیتی۔ تم مجھے پسند آ گئے ہو۔ اس لیے تمہارے ساتھ تھوڑا وقت گزارنا چاہتی ہوں۔"

میں فولاد شرما کا جواب نہ سن سکا کیونکہ طیارے میں ایئر ہوسٹس میرے لیے لنچ لے آئی تھی۔ میں مجرموں کا ساتھ نہیں دیتی۔ مجھے اطمینان تھا کہ رومانہ اب آسانی سے فولاد شرما کو ہینڈل کر لے گی۔ میں نے پاس بیٹھے ہوئے بچے کے سامنے ایک سوئٹ ڈش بڑھاتے ہوئے کہا۔ "سوری آر فرینڈ ....."

بچے نے سوئٹ ڈش لے کر کہا۔ "یو فرینڈ۔ آئی فرینڈ۔ تھینک یو۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی عورت مہتا بھرے انداز میں مسکرا رہی تھی۔ یہ میرے لیے ہتھ تھا کہ وہ بچہ بھی اچھی طرح انگریزی نہیں بول سکتا تھا اور نہ میری خیال خوانی کے دوران ڈسٹرب کرتا رہتا۔ کھانے کے بعد میں نے کافی پینے کے دوران رومانہ کی سوچ سے رابطہ قائم کیا۔

ونود شرما اس وقت رومانہ کے بستر پر لیٹا ہوا تھا مگر اس طرح کہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ رومانہ بستر کے پاس کھڑی ہوئی کہہ رہی تھی "شرما! تمہیں میرے بستر پر سانے کی خواہش تھی۔ سو میں نے تمہیں یہاں پہنچا دیا۔ تم میری واپسی تک یہاں نظر بند رہو گے۔ میرے آدمی تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے پھر میں واپسی اگر تمہیں آزاد کر دوں گی۔"

ونود شرما نے بے بسی سے کہا۔ "تمہاری دشمنی کی وجہ میری سمجھ میں یہی آتی ہے کہ تم اس بہروپیے کی ساتھی ہو۔ وہ بھی پیرس گیا ہے تم بھی پیرس جانا چاہتی ہو۔ میں اب بھی تمہیں دوست بن کر سمجھاتا ہوں کہ میری گمشدگی سے میرے آدمی پریشان ہو کر اس بہروپیے کو ضرور گرفتار کرائیں گے۔"

رومانہ نے کہا۔ "ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ تمہارے آدمی بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ بہرحال تم ابھی اپنے آدمیوں کو ایسا کرنے سے منع کر دو گے۔"

اگر میں انکار کر دوں تو؟"

رومانہ نے اپنے ایک آدمی کو ٹیلیفون لانے کا حکم دیتے ہوئے ونود شرما سے کہا۔ "دیکھو رومانہ جہاز تم خرید چکے ہو۔ خریداری کے دستاویز کے مطابق جہاز کا تمام مال بھی تمہارا ہے اور یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ اس جہاز میں لاکھوں ڈالر کی افیون موجود ہے۔ اگر تم پیرس میں میرے آدمی کو گرفتار کرا دو گے تو میں تمہیں اس افیون کے ساتھ یہاں گرفتار کرا دوں گی۔ بولو منظور ہے یہ؟"

"یہ مال میں نے تم سے خریدا ہے۔"

"جشک بیچنے اور خریدنے والے دونوں ہی قانون کی گرفت میں آئیں گے لیکن میں تو اس سے پہلے ہی ہانگ کانگ سے چلی جاؤں گی۔"

ٹیلیفون آ گیا۔ رومانہ نے کہا۔ "تمہاری سلامتی اور رہائی اسی طرح ہو سکتی ہے کہ فوراً اپنے آدمیوں کو منع کر دو۔ جلدی بتاؤ۔"

اس نے دیال چند کا نمبر بتایا۔ رومانہ نے نمبر ڈائل کرتے ہوئے اپنے ایک آدمی کو سمجھا دیا کہ ریوالور کی نال ونود شرما کی کنپٹی سے لگا دے۔ پھر رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے ریسیور کو ونود شرما کے منہ اور کان سے لگا دیا۔ اس نے کہا۔ "ہیلو دیال چند! میں شرما بول رہا ہوں۔ کیا تم نے اس بہروپیے کے خلاف رپورٹ کی ہے؟"

"جی نہیں۔ میں آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم لوگ اس سلسلے میں خاموش رہو۔ میں پیرس ایئرپورٹ تک اطلاع پہنچا دی ہے۔ وہ آج رات کو گرفتار کر لیا جائے گا۔"

"جناب! آپ اس وقت کہاں ہیں؟"

وہ جھنجھلا کر بولا۔ "مجھ سے فضول سوالات نہ کرو۔"

رومانہ نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر کہا۔ "شاباش اب آرام کرو۔ میں تمہاری رہائی کا وعدہ پورا کروں گی۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے جانے لگی۔ میں نے اس کی سوچ سے رابطہ ختم کر دیا۔ کیونکہ اب وہاں کے حالات میرے لیے سازگار تھے۔ رومانہ نے اپنی دلیری اور ذہانت سے کام لیتے ہوئے مجھے وہاں کی مشکلات سے نکال دیا تھا۔ اب میں کسی رکاوٹ کے بغیر استنبول پہنچ سکتا تھا۔

بہت دیر بعد میں نے ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر اسے کش لگاتے ہوئے دھواں چھوڑنے لگا۔ ابھی میں پُرسکون رہنا چاہتا تھا۔ دماغ کی اسکرین پر مزید کوئی تماشہ دیکھنے کا ارادہ نہیں تھا۔ اس لیے میں سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے طیارے کے اندرونی ماحول کو دیکھتا رہا۔ میرے پاس والی سیٹ پر بچہ سو گیا تھا۔ ایئرہوسٹس قریب آ کر پھر بچے پر جھک کر کمبل ڈالنے لگی، ایئرہوسٹس کے گورے بدن سے یوڈی کلون کی خوشبو آ رہی تھی۔

میں نے ایک گہری سانس کھینچ کر کہا۔ "تم تو خوشبو کا طوفان ہو۔"

وہ مسکرانے لگی۔ پیشہ کے اعتبار سے ایئرہوسٹس کو ہر مسافر کے سامنے مسکرانا پڑتا ہے۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "یہ شخص مجھے لفٹ لینا چاہتا ہے۔ اسی لیے تعریف کر رہا ہے۔ ایسے لوگوں کو میں چٹکی بجا کر بیوقوف بناتی ہوں۔ اس کے پاس جتنی رقم ہوگی اسے ایک منٹ میں نکلوا لینتی مگر افسوس یہ پیرس جا رہا ہے اور میری ڈیوٹی استنبول پہنچ کر ختم ہو جائے گی....."

وہ سونے کے دندان نیچے کر کمبل ڈال کر بدستور مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ مجھے اس فضا کی پری سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میری جیب میں ڈالر کی گڈیاں ہیں۔ استنبول میں کسٹم والے یہ چھین لیں گے۔ پھر کیوں نہ میں ایک "یہ" میں ساری رقم نکال کر دے دوں۔ پھر کسٹم والوں سے نجات پانے کے بعد دوسرے اپنی رقم واپس لے لوں۔ اگر یہ اپنے ساتھیوں کو بیوقوف بنا لے تو چلو یہی سہی۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر طیارے کے پچھلے حصے کی طرف جانے لگا۔ وہاں ایک طرف مسافروں کے لیے ٹائلٹ اور گرین روم بنے ہوئے تھے۔ دوسری جانب اسٹیوارڈ اور ایئرہوسٹس کے لیے کیبن تھے۔ میں وہاں پہنچا تو ایک ایئرہوسٹس کیبن کا دروازہ کھول کر باہر آئی۔

اس نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا۔ "فرمایئے؟"

"میں تمہاری ساتھی سے ملنا چاہتا ہوں۔"

اس نے کیبن میں جھانک کر میری مطلوبہ ایئرہوسٹس کو آواز دی "ریٹا! میٹرازا سے پسنجر کو کنگ فار یو۔"

ریٹا نے دروازے پر آ کر مجھے دیکھا پھر کہا۔ "اچھا تم ہو۔ کیا بات ہے؟"

"میں تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسری ایئرہوسٹس مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ ریٹا نے کہا۔ "تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم مسافروں سے پرائیویٹ گفتگو نہیں کرتے۔"

ہماری شکایات پہنچ جاتی ہیں۔ اگر اسٹیوارڈ نے تمہیں نہیں دیکھا ہے تو اندر آ جاؤ۔"

میں اندر آ گیا۔ اس نے دروازے کو بند کرتے ہوئے پوچھا۔ "جلدی بولو۔ کیا بات ہے؟"

میں نے مرمٹنے والے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم بہت حسین ہو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "سب ہی مسافر ایسا کہتے ہیں۔ ویسے ہر عورت تنہائی میں مل جاتے وہ حسین لگتی ہے۔ اپنے مطلب کی بات کرو۔"

میں کوٹ کی اندرونی جیب سے ڈالر کی گڈیاں نکالنے لگا۔ وہ حیرانی سے ان نوٹوں کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "یہ بیس ہزار ڈالر ہیں۔ اگر تم استنبول کے کسٹم والوں سے یہ رقم بچا کر مجھے واپس کر دو گی تو میں تمہیں پانچ ہزار ڈالر دوں گا۔"

ریٹا نے پیشہ زدہ میں تمام رقم کو ہضم کر لینے کی بات سوچ لی۔ اس نے کہا۔ "لیکن تم تو پیرس جا رہے ہو؟"

میں نے پوچھا۔ "کیا یہ جہاز ایندھن کے لیے استنبول نہیں رکے گا؟ کیا میں اپنے پاسپورٹ کے مطابق استنبول کے شہر میں وقت نہیں گزار سکوں گا؟"

"ہاں تم وہاں وقت گزار سکتے ہو۔ لیکن تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں تمہارا یہ کام کر دوں گی۔ میں تمہیں دھوکہ بھی دے سکتی ہوں۔"

میں نے اس کی ٹھوڑی کو چھو کر کہا۔ "میں دولت کا نہیں حسن کا پجاری ہوں۔ اگر استنبول میں تم میرے ساتھ وقت گزارو تو میں یہ تمام رقم تمہیں دے دوں گا۔"

اس کے چہرے پر رونق آئی۔ مگر وہ اپنی پارسائی جتاتی ہوئی بولی۔ "میں ایک شریف خاندان کی لڑکی ہوں۔ میں نے آج تک کسی سے دوستی نہیں کی۔"

میں نے کہا۔ "میں بھی ضرورت سے زیادہ شریف ہوں۔ تم میری زندگی کی پہلی حسینہ ہو۔" وہ ذرا مسکرائی۔ کچھ اس طرح کہ انکار بھی تھا اور اقرار بھی اور اقرار کی یاد تازہ ہی تھی کہ وہ کہنہ مشق ہے۔ بلی نو سو چوہے کھا کر پارسائی کی مالا جپ رہی ہے۔ میں نے جلد ہی اس سے الگ ہو کر وہ گڈیاں اس کے ہاتھوں میں رکھتے ہوئے کہا۔ "بس سمجھ لو کہ یہ رقم تمہاری ہے۔ ہم استنبول میں وقت گزاریں گے۔"

وہ سر ہلانے کی ادائیں دکھا رہی تھی۔ میں کیبن سے باہر آ گیا۔ اس کی سوچ سے گزرتا ہوا اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ مجھے اتنی فرصت نہیں تھی کہ میں استنبول میں اس کے ساتھ وقت ضائع کرتا لیکن اپنی رقم کی واپسی کے لیے ایک چھوٹی سی ملاقات لازمی تھی۔ اور ابھی اس مسئلے پر سوچنا ضروری نہیں تھا۔

میری گھڑی میں ہانگ کانگ کے وقت کے مطابق چار بج چکے تھے۔ میں نے رومانہ کے ذہن کو پڑھا تو پتہ چلا کہ وہ طیارے میں اپنی سیٹ پر بیٹھی ہوئی سفر کا آغاز کر رہی ہے۔ اب میں اُسے بھٹکانا نہیں چاہتا تھا۔ جس لڑکی نے میری خاطر نیند گنوا دی تھی اس کے انداز بدل دیا تھا۔ کروڑوں کی جائیداد کو اس نے پر لے فروخت کر دیا تھا۔ مجھے بحیرت استنبول پہنچانے کے لیے ونود شرما کو نظر بند کر دیا تھا۔ میرے لیے پچھلی رات سے جاگ رہی تھی اور ہر لمحہ میرے قریب پہنچنے کی جدوجہد میں مصروف تھی۔ ایسی محبت کرنے والی ہستی کو اب میں گمراہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "پتہ نہیں فرید پیرس جائے گا۔ یا استنبول میں ہی کہیں گم ہو جائے گا؟"

"اُن" وہ سوچنے لگی۔ "ہاں ایسا ممکن ہے۔ لیکن بی بادے سی کی فہرست کے مطابق وہ پیرس جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ پیرس تک جانے کا خطرہ مول نہ لے۔ اس کے دماغ میں یہ بات ضرور ہوگی کہ اصلی ونود شرما کسی وقت بھی اس کے خلاف رپورٹ کر سکتا ہے۔ لہٰذا طیارے کا پہلا لانگ سٹاپ استنبول ہے۔ وہ استنبول پہنچ کر ونود شرما کا میک اپ اتار سکتا ہے تاکہ قانونی گرفت میں نہ آئے۔"

اس بات نے رومانہ کو الجھا دیا۔ وہ کبھی استنبول اور کبھی پیرس جانے کے متعلق سوچتی رہی۔ آخر میں نے اس کے دماغ سے یہی فیصلہ کرایا کہ اسے استنبول میں اپنا سفر ختم کر کے وہاں فرید کو تلاش کرنا چاہیے۔

وہ بہت تھکی ہوئی تھی۔ اب طیارے کی پُرسکون فضا میں اُس سے اپنی نیند پوری کر سکتی تھی۔ اس لیے میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ہم دونوں ہی الگ الگ طیاروں میں سفر کر رہے تھے۔ میری منزل اب بالکل قریب تھی۔ وہ بارہ گھنٹے بعد اسی منزل تک پہنچنے والی تھی۔

صرف ہم دونوں ہی نہیں، سونیا بھی استنبول کے لیے آج رات بذریعہ ٹرین اپنا سفر شروع کرنے والی تھی۔ چمپینزی، شیلا، مادام ویرا اور دوسرے تمام سونیا کے عقیدتمندوں کا اجتماع بھی اسی شہر میں ہونے والا تھا۔ پیس فرنٹ کی ایک پُرامن مگر خطرناک تنظیم وہاں قائم ہونے والی تھی۔

میں نے سونیا کی خبر لی۔ وہ اپنا روپ بدل کر تہہ خانہ سے نکل گئی تھی اور ایک ہوٹل کے کمرے میں رات ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ ریڈ پاور کا ورکر جواب سونیا کا ساتھ دے رہا تھا اس کی کامیاب پلاننگ کے مطابق ریڈ پاور کے تمام باغی سونیا کے وفادار بن کر وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو رہے تھے۔

کامیابی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ماسک مین ایمی دھماکہ کے سلسلہ میں الجھ گیا تھا۔ یہ معلومات میں نے مادام ویرا کی سوچ سے حاصل کی۔ مادام ویرا نے سکریمن سے کمپیوٹر کے ذریعہ بات کی تھی۔ اور اسے یقین دلایا تھا کہ سونیا سے رابطہ قائم ہو رہا ہے لیکن سونیا ایمی دھماکہ کے سلسلہ میں سپر ماسٹر سے نمٹ رہی ہے۔ لہٰذا وہ دوسرے دن سک مین سے رابطہ قائم کرے گی۔

چونکہ ماسک مین ایمی دھماکہ کے نتائج معلوم کرتا جا رہا تھا۔ اس لیے وہ بہت خوش تھا اور سونیا اور اپنے ماتحتوں پر اندھا اعتماد کر رہا تھا۔ میں نے ان تمام لوگوں سے مطمئن ہونے کے بعد سوچا کہ اب سپر ماسٹر کا مزاج پوچھنا چاہیئے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ فرینکفرٹ میں ماسٹروں کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا تھا جہاں میری موت کی دستاویزی فلم چلائی گئی تھی۔ اور ماسٹروں کے اسی اجتماع میں سونیا کو موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ وہاں میں نے سپر ماسٹر کی آواز سنی تھی۔ اور اسی وقت اس کے لہجے کو اچھی طرح یاد کر لیا تھا لیکن اس کی سوچ کو چھیڑا نہیں تھا کیونکہ وہ بھی یوگا کی مشقیں کرتا تھا اور سانسیں روک کر اپنے دماغ کے دروازے بند کر لینا جانتا تھا۔

سپر ماسٹر کی سوچ کو نہ چھیڑنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں ان لوگوں کے لیے مرگیا تھا۔ اس لیے خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا اور اس وقت میں نے سونیا کو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے پیش نہیں کیا تھا لیکن اب میں نے سونیا کا لب و لہجہ اختیار کرتے ہوئے اپنی سوچ کی لہروں کو سپر ماسٹر کے دماغ تک پہنچایا۔ میرا خیال تھا کہ میری سوچ کی ایک لہر نے بھی اگر ماسٹر غلطی کی تو وہ اپنی سانس روک لے گا۔ لیکن اس کے دماغ کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔

وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کراہ رہا تھا اور اس کی سوچ کہہ رہی تھی "آہ! میں بار بار سانس نہیں روک سکتا۔ اور یہ بلا میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہے....."

میں اس کی سوچ پڑھ کر چونک گیا کہ کون سی بلا اس کے پیچھے پڑ گئی ہے؟ وہ بار بار سانس کیوں روک رہا ہے؟ کیا کوئی دوسری ہستی اس کے دماغ کو چھیڑ رہی ہے؟

ایسے سوالات کے جواب میں صرف اس نامعلوم دیوی کا ہی خیال آ سکتا تھا۔ وہ بہت زیادہ پُراسرار بن گئی تھی کبھی کبھی مجھے شبہ ہوتا کہ وہ میرے دماغ میں بھی چپ چاپ بیٹھی ہوئی میرے تمام رازوں سے واقف ہوتی جا رہی ہے۔

اب اگر وہ دیوی سپر ماسٹر کے دماغ کو چھیڑ رہی تھی تو میرے لیے سنہرا موقعہ تھا۔ میں ایک خاموش تماشائی بن کر اس نامعلوم دیوی کے لب و لہجہ کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر سکتا تھا۔ اس وقت سپر ماسٹر پریشانی کی حالت میں بڑبڑا رہا تھا اور سونیا کو مخاطب کر رہا تھا۔ "سونیا! میں سمجھ گیا ہوں کہ تم میرے دماغ تک پہنچ گئی ہو۔ اب جب مجھے یہ اطلاع مل گئی ہے کہ تم نے فرہاد سے ٹیلی پیتھی کا فن سیکھا ہے تو مجھے یقین نہیں آ رہا۔ پھر میں نے تمام حالات کا تجزیہ کیا کہ تم کس طرح گرین لینڈ کے برفانی علاقہ سے زندہ سلامت واپس آ گئیں اور چمپینزی جیسے درندے کو بھی اپنا غلام بنا لیا۔ اور کل رات تو تم نے مجھے ناقابل برداشت نقصان پہنچایا ہے۔ اس ایمی دھماکہ سے ایلوں ڈالر کا نقصان ہوا۔ ہماری ایک بہترین خفیہ پناہ گاہ تباہ ہو گئی۔ گرین لینڈ کی تمام برف اس دھماکے سے پگھل گئی جس کے نتیجے کے طور پر بحر اٹلانٹک کے شمالی حصے میں طوفان آیا ہے۔ کئی یورپی ممالک سیلاب کی زد میں آ گئے ہیں۔"

سپر ماسٹر کہتے کہتے ہانپنے لگا۔ بار بار سانس روکنے اور دماغی جھٹکے کھانے کے باعث اس کے اعصاب کمزور ہو گئے تھے۔ اس نے کہا۔ "ہم نے کوشش کی تھی کہ اس ایمی دھماکہ کی خبر کسی بھی ملک کے اخبارات میں شائع نہ ہوں لیکن روسی ذرائع ابلاغ نے اس خبر کو اچھال دیا ہے۔ اب ہر ملک سے ایمی دھماکہ کے خلاف احتجاجی نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ سونیا! میں بہت پریشان ہوں۔ میں نے تمہارے ساتھ جو زیادتیاں کی ہیں ان پر شرمندہ ہوں۔ تم ایک بار مجھ پر بھروسہ کر کے مجھ سے پھر دوستی کر لو۔ میں تمہیں اس تنظیم کی سپر مسٹریس بنا دوں گا۔"

سپر ماسٹر کی اتنی ساری بکواس کے بعد ایک کھنکتی ہوئی مینٹلی سی ہنسی سنائی دی۔ سپر ماسٹر نے سمجھا۔ سونیا ہنس رہی ہے لیکن میں سمجھ رہا تھا کہ وہ ہنسنے والی پُراسرار دیوی اب میری سوچ کی مٹھی میں بند ہونے ہی والی ہے۔

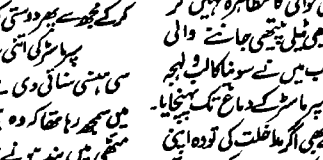

وہ

پُراسرار ہستی قہقہہ لگانے کے بعد چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئی۔ وہ چند لمحے جیسے صدیوں کی طرح گزر رہے تھے۔ میں جلد از جلد اس نامعلوم دیوی سے متعارف ہونا چاہتا تھا۔ متعارف ہونے والی بات میں نے غلط کہی کیونکہ میں اپنا تعارف اس سے نہیں کرانا چاہتا تھا۔ سپر ماسٹر کے دماغ میں چھپ کر اس دیوی کا تعارف حاصل کرنا چاہتا تھا۔

سپر ماسٹر کی حالت عجیب تھی۔ بار بار سانس روکنے اور دماغی جھٹکے کھانے کے باعث وہ کچھ بیمار سا ہو گیا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ سونیا نے اسے دماغی جھٹکے پہنچاتے ہیں جبکہ یہ تماشے وہ نامعلوم دیوی دکھا رہی تھی۔

بہرحال خاموشی کے وہ چند لمحے گزر گئے۔ پھر ایک بہت ہی مترنم گیتوں بھری آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "مورکھ! (بے وقوف!) میں سونیا نہیں ہوں۔ مجھے جاننا چاہتے ہو تو بابا تن سنگ کو بلاؤ۔ اپنے کمرے کا دروازہ کھولو۔ بابا باہر کھڑے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے پریشان ہو کر کہا۔ "سونیا! تم ایشیائی زبان کیوں بول رہی ہو؟ یہ زبان میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

تھوڑی دیر کے لیے پھر خاموشی چھا گئی۔ شاید وہ دیوی بھی انگریزی زبان نہیں سمجھ سکتی تھی۔ سپر ماسٹر کی بکواس کے دوران بار بار سونیا کا نام سن کر دیوی نے سمجھ لیا تھا کہ وہ اسے سونیا سمجھ رہا ہے۔ اتنے میں دروازے پر دستک سنائی دی۔ سپر ماسٹر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔

باہر بوڑھا تن سنگ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "مجھے سوچ کے ذریعہ یہ ہدایت دی گئی کہ میں دروازے پر دستک دوں۔ تمہارا شکریہ سپر ماسٹر کہ تم نے دروازہ کھول دیا۔ اگر نہ کھولتے تو تمہارے دماغ کا تختہ ہو جاتا۔"

تن سنگ نے اندر آ کر دروازے کو بند کر دیا۔ پھر کہا۔ "سپر ماسٹر! تم اس دنیا کی بہت بڑی شیطانی طاقت ہو۔ مگر اب ایک چیونٹی جیسی لڑکی تمہیں زیر کر رہی ہے۔"

سپر ماسٹر نے حیرانی اور پریشانی سے پوچھا۔ "کیا سونیا سے تمہاری دوستی ہو گئی ہے؟"

"میں سونیا کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ جو لڑکی اس وقت تمہارے دماغ سے کھیل رہی ہے وہ میری بیٹی ہے۔"

"تن سنگ! تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ تمہاری بیٹی میری قید میں ہے اور وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔"

تن سنگ نے ایک کرسی پر اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہاں یہ درست ہے کہ میری ایک بیٹی تمہاری قید میں ہے لیکن میں نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ میری دوسری بیٹی اپنے ننھیال میں پرورش پا رہی ہے۔

قصہ یوں ہے کہ سترہ برس پہلے ہم اولاد سے محروم تھے میری دھرم پتنی نے منت مانی کہ اگر اولاد ہو گی تو وہ پہلا بچہ بھگوان کی بھگتی کے لیے وقف کر دے گی۔ ایک برس بعد میری دھرم پتنی نے دو لڑکیوں کو جنم دیا۔ ہم نے ایک کا نام وسنتی اور دوسری کا نام رس ونتی رکھا۔ میری دھرم پتنی نے اپنی منت کے مطابق دل پر پتھر رکھ کر رس ونتی کو مندر کی داسی بننے کے لیے وقف کر دیا۔

رس ونتی ننھیال میں رہتی تھی اور مندر میں جا کر آتما گیان کی تعلیم حاصل کرتی تھی۔ بچپن سے اسے سمجھایا گیا کہ وہ ناپائیدار تنوں کی داسی ہے۔ اس کے شریر (جسم) کو کوئی انسان ہاتھ نہیں لگا سکتا اس لیے وہ کبھی شادی بھی نہیں کرے گی۔ ہمیشہ گنگا جل کی طرح پوتر (پاک) رہے گی۔

وہ دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے دھیان گیان (مراقبہ) میں مصروف رہتی تھی۔ اپنی سانس روک کر یوگا کی مشقیں کرتی تھی۔ اور مندر کے دیوتے کی پوجا پر نظریں جما کر اپنی آتما کی گہرائیوں میں سوچ کی اڑان کا درس حاصل کرتی تھی۔

سپر ماسٹر! جب تم نے مجھے دوستی کا فریب دیا اور مجھے یہاں بلا کر میری بیٹی وسنتی کے ساتھ مجھے قیدی بنا لیا تو میں نے تم سے جھوٹ کہا کہ میری اور کوئی اولاد نہیں ہے اور میری دھرم پتنی مر چکی ہے۔ میں صرف دکھاوے کے لیے تمہارے سامنے پریشان رہتا تھا لیکن میرے من میں دھیرج اور شانتی تھی۔ میں جانتا تھا کہ رس ونتی جب بھی آتما گیان کی تعلیم مکمل کر کے مندر کی دنیا سے باہر آئے گی تو سب سے پہلے اپنے باپ اور بن کی رکھشا کرے گی۔

آج سے تین دن پہلے ایک بوڑھی عورت مجھ سے ملنے آئی تھی۔ تم اس عورت کو مجھ سے ملنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ تب میں نے مجبور ہو کر تمہیں بتا دیا کہ وہ میری دھرم پتنی ہے۔ اس کے بعد تم نے ملنے کی اجازت دی لیکن اسے بھی یہیں روک لیا۔ دوسرے شبدوں میں اسے بھی قید کر لیا۔

لیکن تمہارا انت سمے (آخری وقت) آ پہنچا ہے۔ جب میری دھرم پتنی مجھ سے باتیں کر رہی تھی تب میری بیٹی رس ونتی اپنی ماں کے دماغ سے میرے دماغ میں پہنچ گئی۔ دو برس بعد اپنی بیٹی کو اپنے دماغ میں پا کر میں جیسے دوبارہ جی اٹھا۔ رس ونتی نے مجھے بتایا کہ وہ صرف ہندی زبان جانتی ہے اور تمہارے دماغ تک پہنچنے کے لیے انگریزی جاننا ضروری تھا۔"

تن سنگ کی یہ بات سن کر سپر ماسٹر نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا وہ سچ مچ ہماری زبان نہیں جانتی ہے پھر وہ میرے دماغ تک کیسے پہنچ گئی ہے؟"

تن سنگ نے کہا: "تمہارے دماغ تک پہنچنے کیلئے رس ونتی کو ایک ذرا سے سہارے کی ضرورت تھی۔ میں نے اسے انگریزی کے دو جملے سکھائے۔ وہ جملے یہ تھے: "کیا تم میری آواز نہیں پہچان رہے ہو، میں سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔"

چونکہ رس ونتی کے لیے یہ زبان بالکل ہی اجنبی تھی اس لیے یہ دو جملے یاد کرنے میں کافی وقت ضائع ہوگیا۔ وہ صبح شام مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرتی تھی۔ پھر ان جملوں کو سبق کی طرح یاد کر کے مجھے سناتی تھی، میں غلطیاں درست کر دیتا تھا۔ آج اس نے ایک ایک لفظ صحیح تلفظ کے ساتھ یاد کر لیا تو میں نے اپنی رہائش گاہ سے تمہیں فون پر کال کیا۔ تمہارے سیکرٹری سے درخواست کی کہ وہ تم سے رابطہ قائم کرے، میں بہت ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

تب تم نے ریسیور پر کہا: "ہیلو مسٹر تن سنگ کیا بات ہے؟"

میں نے پوچھا: "کون بول رہا ہے اپنا نام بتاؤ۔"

تب تم نے سخت لہجے میں کہا: "کیا تم میری آواز نہیں پہچان سکتے، میں سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔"

یہ سنتے ہی میں ریسیور رکھ کر تمہاری قیام گاہ میں چلا آیا۔ اب تم سمجھ سکتے ہو کہ میری بیٹی کس طرح تمہاری کھوپڑی میں آ بیٹھی ہے۔"

سپر ماسٹر اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ پھر اس نے کہا: "ہاں اب میں سمجھ گیا اسی لیے وہ بعد میں انگریزی نہیں بول سکی۔ اپنی زبان میں کچھ بولتی رہی۔"

"ٹھیک سمجھے۔ اب میں تم دونوں کے درمیان انٹرپریٹر ہوں۔ میری بیٹی جو کہے گی وہ میں تمہاری زبان میں تمہیں سمجھاؤں گا۔ ہاں بیٹی رس ونتی! اب بتاؤ کیا کہہ رہی ہو؟"

میں سپر ماسٹر کے دماغ میں بیٹھ کر تن سنگ کی باتیں سن رہا تھا۔ اگر میں تن سنگ کے دماغ میں پہنچ کر رس ونتی کی باتیں سنا چاہتا تو اس بوڑھے کے دماغی دروازے بند ہو جاتے، کیونکہ وہ یوگا کا ماسٹر تھا۔ سپر ماسٹر نے اسے اسی لیے قید کر رکھا تھا کہ وہ ماسٹروں کی تنظیم میں ایک یوگا فوج ترتیب دے رہا تھا۔

بہرحال ابھی میں تن سنگ اور رس ونتی پر اپنی ناوید موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد تن سنگ نے سپر ماسٹر سے کہا: "میری بیٹی کا حکم ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر مجھے میری دھرم پتنی کو اور میری بیٹی ونستی کو ہندوستان پہنچا دیا جائے ورنہ وہ تمہیں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے پر مجبور کر دے گی۔"

سپر ماسٹر نے اپنے لیے شراب کا ایک جام بنایا پھر صوفے پر بیٹھ کر ایک گھونٹ پینے کے بعد کہا: "میں تمہاری بیٹی کے حکم سے انکار نہیں کروں گا لیکن میری ایک التجا ہے کہ میری پچھلی غلطیوں کو معاف کر دو۔ میں دوستی کا تھرمی معاہدہ کر دوں گا اور بڑے بڑے قیمت ادا کر کے رس ونتی کی خدمات حاصل کر دوں گا۔"

تن سنگ نے کہا: "میں ایک امن پسند انسان ہوں صرف دوستی کی حفاظت کے لیے اب تک تمہارے جرائم میں شریک رہا۔ اب رس ونتی کی سہائتا پا کر تمہارے ساتھ میں بھی رہنا پسند نہیں کروں گا۔"

سپر ماسٹر نے ایک ہی سانس میں جام خالی کر دیا۔ پھر عاجزی سے بولا: "ایشیا میں جہاں جہاں ہماری کٹھ پتلی حکومتیں ہیں میں رس ونتی کو وہاں کی ملکہ بنا دوں گا۔ تم رس ونتی کو میری طرف سے یہ آفر دو۔ اگر میری طرف سے کوئی بے ایمانی ہو تو وہ بیشک مجھے مار ڈالے۔"

تن سنگ خاموش رہا۔ یعنی وہ سوچ کے ذریعہ رس ونتی کو سپر ماسٹر کا پیغام پہنچا رہا تھا۔ ذرا دیر بعد اس نے کہا: "رس ونتی کہہ رہی ہے کہ ایک شرط پر تمہاری آفر قبول کرے گی کہ پہلے تم عملی طور پر دوستی ثابت کرو۔"

سپر ماسٹر نے خوش ہو کر دوسرا پیگ بناتے ہوئے پوچھا: "میں ضرور دوستی ثابت کروں گا۔ بتاؤ رس ونتی کیا چاہتی ہے؟"

"وہ چاہتی ہے کہ ایٹمی توانائی کے سلسلہ میں تم ہمارے دیس کی بھرپور مدد کرو۔"

تن سنگ کی زبان سے رس ونتی کا یہ مطالبہ سن کر میں چونک گیا۔ میں ایک پاکستانی ہوں۔ اگر ہمارا کوئی بھی پڑوسی ملک فوجی طاقت کے توازن کو بگاڑتا ہے اور ایٹمی توانائی حاصل کرنے کے پس پردہ خاصا برتری حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہمارے لیے چونکنے اور سنبھلنے کا مقام ہوتا ہے۔

میں محتاط ہو کر ان کی باتیں سننے لگا۔ سپر ماسٹر کہہ رہا تھا۔

"تن سنگ! یہ تم سمجھ رہے ہو کہ کل جو اچانک ایٹمی دھماکہ ہوا ہے اس سے ہمیں اربوں ڈالر کا نقصان پہنچا ہے۔ اس ناقابل برداشت نقصان سے ہمیں سنبھلنے کے لیے تھوڑی سی مہلت چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ رس ونتی ہماری موجودہ پوزیشن کو سمجھتے ہوئے مجھے ضرور مہلت دے گی۔ تم اسے سمجھا سکتے ہو؟"

تن سنگ پھر خاموش ہو کر سوچ کے ذریعہ اپنی بیٹی سے باتیں کرنے لگا۔ یہ فیصلہ کی گھڑی تھی کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ یہ اہم کچھ کرنے سے پہلے مجھے یہ سوچنا چاہیئے تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی رس ونتی میرے اور سونیا کے دماغ تک پہنچ سکتی ہے یا نہیں؟ سونیا نے اگرچہ میری صحبت میں رہ کر اچھی خاصی اردو سیکھ لی تھی

تاہم ہم دونوں سوچ کے ذریعہ انگریزی میں ہی گفتگو کرتے تھے۔ اس طرح یہ یقین ہو رہا تھا کہ دیوی رس ونتی ہمارے دماغوں تک پہنچنے میں ناکام رہی ہے۔

تن سنگ نے سپر ماسٹر سے کہا: "میری بیٹی نے تمہارے موجودہ نقصانات اور پریشانیوں کو سمجھ لیا ہے۔ وہ تمہیں مہلت دے گی۔ فی الحال تم ہماری روانگی کا انتظام کرو۔"

"مسٹر تن سنگ! ہمارے درمیان دوستی ہو رہی ہے۔ میں تمہاری بیوی اور بیٹی کو ہندوستان پہنچا دوں گا۔ مگر پلیز تم یہاں رہ کر میری یوگا فوج کو مکمل کر دو۔"

تن سنگ نے کہا: "یوگا میں مہارت رکھنے والا کوئی بھی شخص میری بیٹی کے خلاف کھڑا ہو سکتا ہے۔ وہ تمہارے لیے کسی شخص کو زیر نہیں کر سکے گی۔ اس لیے تمہاری یوگا فوج بنانا تو دور کی بات ہے، میں تمہارے کسی ایک آدمی کو بھی یہ فن نہیں سکھاؤں گا۔"

سپر ماسٹر نے دل میں سوچا: "اچھی بات ہے بڈھے۔ میں خفیہ طور سے کسی دوسرے یوگا ماسٹر کا انتظام کروں گا۔ میں تو صرف رس ونتی سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

یہ سوچنے کے بعد وہ مسکرا کر بولا: "تم درست کہتے ہو اب کہیں بھی ایسا کوئی یوگا کا ماہر نہ ہو جو رس ونتی کے خلاف کھڑا ہو سکے۔ جب رس ونتی مجھ سے دوستی کر رہی ہے تو پھر مجھے یوگا فوج کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

اب میں نے سپر ماسٹر کی سوچ میں کہا: "میں اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ ایٹمی دھماکہ سونیا کی شرارت سے ہوا ہے لیکن سونیا نے اب تک فاتحانہ انداز میں مجھ سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا۔ کیا اس دھماکے میں اس کا ہاتھ نہیں ہے؟"

تن سنگ نے پوچھا: "سپر ماسٹر! کیا سوچ رہے ہو؟ کیا ہماری واپسی کا انتظام نہیں کرو گے؟"

سپر ماسٹر نے کہا: "اپنی بیٹی سے کہو کہ میری ایک الجھن دور کرے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر یہ ایٹمی دھماکہ کیسے ہوا ہے وہاں اتنا سخت پہرہ تھا کہ پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا کیا سوچ کا پرندہ وہاں پہنچا تھا؟"

تن سنگ نے کہا: "یہ سب کچھ ماسک مین کا کیا دھرا معلوم ہوتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "ماسک مین کا ایک طنزیہ پیغام مجھے مل چکا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مادام سونیا اس کی دوست بن گئی ہے۔ اُن کی دوستی کے مبارک موقعہ پر وہ دھماکہ کیا گیا ہے۔ اگر ماسک مین دوست کہتا ہے تو پھر سونیا خاموش کیوں ہے۔ میں نے اسے موت کی سزا دی تھی۔ وہ انتقاماً اس دھماکے کا حوالہ دے کر مجھے پریشان کر سکتی تھی۔"

"ہاں واقعی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ میں اپنی بیٹی سے پوچھتا ہوں۔ شاید وہ معلومات حاصل کر سکے گی۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ اب مجھے صحیح معلومات حاصل ہو سکتی تھیں، اس لیے میں بے چینی سے تن سنگ کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ سپر ماسٹر تیسرا پیگ بنانے کے بعد شراب کی ہلکی ہلکی چسکی لے رہا تھا۔ کافی دیر بعد تن سنگ نے کہا: "میری بیٹی سونیا کے متعلق ایک لمبی داستان سنا رہی ہے۔ یہ درست ہے کہ سونیا ماسک مین کا ساتھ دے رہی تھی۔ جب رس ونتی کو معلوم ہوا کہ سونیا ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو اس نے اپنے آدمیوں کے ذریعہ سونیا کو اغوا کر لیا۔"

سپر ماسٹر خوشی سے اچھل پڑا: "کیا واقعی یہ کیا سونیا تمہاری بیٹی کی قید میں ہے؟"

"نہیں! اسے قید کرنا نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ میری بیٹی کے قبضہ میں ہے لیکن اتنی ضدی اور ذہین ہے کہ اس سے دوستی نہ کی گئی تو وہ فرار ہو جائے گی۔"

"آخر یہ قصہ کیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا؟"

"میری بیٹی جو کچھ بتا رہی ہے وہ میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ سنو! میری بیٹی کے ایک خاص ماتحت شنکر نے رپورٹ دی تھی کہ سونیا ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس نے ریڈیا پاور کی تنظیم میں اس کا مظاہرہ کیا اور کوبرا مین نامی ایک خطرناک شخص کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ وہ مر گیا تو اس کی زہریلی بیوی نے انتقام لینے کے لیے سونیا کو اغوا کیا لیکن راستے میں شنکر کے آدمی سونیا کا تابوت چھین کر اپنی پناہ گاہ میں لے گئے۔

اس پناہ گاہ کے تہہ خانہ میں ایک بوڑھا جگ پال سونیا کو اپنی داستان سناتا رہا۔ لیکن سونیا اس سے انگریزی میں باتیں کرتی رہی۔ سپر ماسٹر! میری بیٹی نے انگریزی کے دو جملے سیکھنے سے پہلے تمہارے دماغ کو اس لیے نہیں چھیڑا تھا کہ تم سانس روک لیتے۔ تمہارے دماغ کو کنٹرول کرنے کے لیے تمہاری زبان کے چند الفاظ یاد کرنے ضروری تھے لیکن سونیا یوگا کی ماہر نہیں ہے۔ رس ونتی بآسانی اس کے دماغ تک پہنچ گئی۔ جیسا کہ تم جانتے ہو وہ سونیا کے دماغ تک پہنچنے کے باوجود اس کی انگریزی زبان کی سوچ کو گرفت میں نہ لے سکی۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "وہ سونیا کو دماغی جھٹکے تو پہنچا سکتی تھی۔"

"بے شک لیکن دماغی جھٹکے پہنچا کر اسے کیا حاصل ہوتا؟ وہ دشمن بن جاتی۔ اور رس ونتی اسے دوست بنانا چاہتی ہے۔

میری بیٹی دھیرج سے کام لے رہی ہے۔ اس نے سونیا سے ملاقات کرنے کے لیے اسے ایک جگہ بلایا ہے۔"

"کہاں بلایا ہے؟" پیٹر ماسٹر نے مضطرب ہو کر پوچھا۔

"سوری۔ رس ونتی کی اجازت نہیں ہے کہ وہ جگہ بتائی جائے۔" پیٹر ماسٹر بڑا ہی فصیحت اندیش تھا۔ اس نے جلدی سے کہا "کوئی بات نہیں۔ رس ونتی اگر سونیا سے کہیں مل کر اس سے دوستی کرے تو اس میں ہم سب کا فائدہ ہے۔ رس ونتی سے ایک بات پوچھو۔ کیا وہ سونیا کو ہندوستانی زبان بولنے پر مجبور نہیں کر سکتی؟"

"کر سکتی ہے۔ میں نے بتایا نا کہ زبردستی کی گئی تو وہ دشمن بن جائے گی۔ دوسری بات یہ کہ سونیا اپنے دماغ میں رس ونتی کی سوچ پڑھ کر اس کے دماغ کو بھی چھیڑے گی۔ اگرچہ رس ونتی جیسی دم کی ماہر ہے۔ پھر بھی وہ سونیا سے پیچھا چھڑانے کے لیے ہمیشہ سانس روکے بیٹھی نہیں رہ سکتی۔ سونیا سے بچنے کے لیے اپنی دوسری مصروفیات سے غافل نہیں رہ سکتی۔ اس لیے وہ سونیا کو اپنے پاس بلا کر اس طرح دوستی کرے گی کہ سونیا اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟ جب دونوں کا سامنا ہوگا تو سونیا ضرور ٹیلی پیتھی کا حربہ آزمائے گی۔"

تن سنگ نے تھوڑی دیر بعد مسکرا کر کہا "میری بیٹی سونیا کے سامنے نہیں آئے گی۔ ایک دوسری لڑکی کو دیوی بنا کر سونیا کے سامنے پیش کرے گی۔"

پیٹر ماسٹر نے کہا "میں سونیا کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ وہ کبھی اس انداز میں دوستی نہیں کرے گی۔"

"دوستی کرے گی یا نہیں، یہ سوچنا سمجھنا رس ونتی کا کام ہے۔"

پیٹر ماسٹر نے کہا "اپنی بیٹی سے ایک بات اور پوچھو۔ کیا سونیا اس تہہ خانہ میں رہ کر ماسک مین سے دماغی رابطہ قائم کر رہی تھی؟ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی دوہری چال چل رہی ہو۔"

تن سنگ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا "سونیا بوڑھے جگ پال سے باتیں کرنے کے دوران سوچ کے ذریعہ کسی مرد سے بھی باتیں کرتی جاتی تھی۔"

یہ سن کر میں چونک گیا کیونکہ میں ہی سونیا سے باتیں کر رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ باتیں انگریزی زبان میں ہو رہی تھیں۔ رس ونتی میرے دماغ تک پہنچ کر بھی میری سوچ کو گرفت میں نہیں لے سکی تھی۔ ہاں میرے دماغ کو ضرور چھیڑ سکتی تھی۔ پتہ نہیں وہ میری اصلیت معلوم کرنے کے لیے کب تک میرے دماغ میں چپ چاپ بیٹھی رہی ہو۔ میں مطمئن تھا کہ وہ میری سوچ کو نہ پا سکی۔ کیونکہ میں سونیا کے بعد سے یوگن سے بھی انگریزی زبان میں باتیں کرتا رہا تھا۔ رومانہ کی سوچ پڑھنے کے دوران بھی وہی انگریزی زبان تھی۔

بہرحال اگر رس ونتی میری سوچ کو پڑھ چکی ہوتی تو یقیناً اب تک میرے دماغ سے کھیلنے کی کوشش کر ڈالتی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ یہی بات میرے لیے باعث اطمینان تھی۔

پیٹر ماسٹر نے کہا "اگر سونیا سوچ کے ذریعہ کسی مرد سے باتیں کر رہی تھی تو وہ یقیناً ماسک مین یا اس کا کوئی آدمی ہوگا کیا رس ونتی نے اس مرد کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کی؟"

تن سنگ نے خاموش رہ کر اپنی بیٹی سے پوچھا پھر اس نے کہا "رس ونتی تھوڑی دیر تک اس شخص کے دماغ سے بھی چپکی رہی لیکن وہ بدستور انگریزی بولتا رہا۔ اس وقت رس ونتی کو اپنی دوسری مصروفیتوں کا بھی خیال رکھنا تھا۔ اس لیے وہ سونیا اور اس کے ساتھی کے دماغ سے نکل گئی۔"

پیٹر ماسٹر نے پوچھا "کیا رس ونتی اپنی مصروفیات کے بعد پھر اس شخص کے دماغ میں نہیں پہنچی؟"

"نہیں، میری بیٹی انگریزی زبان کے لہجے اور تلفظ کو یاد نہیں رکھ سکتی کیونکہ یہ زبان اس کے لیے بالکل ہی اجنبی ہے۔ اسی لیے وہ دوبارہ اس شخص تک نہ پہنچ سکی۔ لیکن وہ اس بات کی منتظر ہے کہ سونیا سوچ کے ذریعہ پھر اس شخص سے باتیں کرے گی۔ ویسے ابھی میں نے ایک چونکا دینے والی بات نہیں بتائی ہے۔"

"وہ کیا بات ہے؟" پیٹر ماسٹر سنبھل کر بیٹھ گیا۔

افسوس کہ میں وہ چونکا دینے والی بات معلوم کرنے کیلئے تن سنگ کے دماغ میں نہیں گھس سکتا تھا۔ ورنہ میں اسے کہنے سے روک دیتا۔ لیکن اس وقت میں خود نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کہنے والا ہے۔ اس نے پیٹر ماسٹر سے کہا "رس ونتی کہتی ہے کہ سونیا سوچ کے ذریعہ گفتگو کرنے کے دوران کئی بار فرہاد کا نام لے چکی ہے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ فرہاد سے مخاطب ہے۔"

پیٹر ماسٹر کے ہاتھ سے جام چھوٹ کر گر پڑا۔ میرے ہاتھوں کے طوطے بھی اڑ گئے تھے، میں نے اب تک اتنے پاپڑ بیل کر اپنی ذات کو دشمنوں سے چھپایا ہوا تھا اور یہ پوشیدگی ایک پل میں عیاں ہو رہی تھی۔

پیٹر ماسٹر اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا اور بے یقینی سے کہہ رہا تھا "یہ ناممکن ہے۔ فرہاد کی موت کی داستان ویزی فلم ہمارے پاس موجود ہے۔ وہ مر چکا ہے۔ تم رس ونتی سے اچھی طرح پوچھو کیا سونیا کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ فرہاد کو مخاطب کر رہی ہو؟"

"میں اس معاملہ میں رس ونتی سے اچھی خاصی بحث کر چکا

ہوں۔ وہ انگریزی نہیں جانتی اس لیے اندازہ نہ کر سکی کہ سونیا فرہاد کو مخاطب کر رہی ہے۔ لیکن ہم تم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کسی شخص سے باتیں کرتے وقت فرہاد کا نام بار بار کیوں لے رہی تھی؟"

پیٹر ماسٹر نے کہا "ہم بھی اس وقت بار بار فرہاد کا نام لے رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس نامعلوم شخص سے فرہاد کے متعلق گفتگو کر رہی ہو۔ یا کسی اور وجہ سے فرہاد کا حوالہ دے رہی ہو۔"

پیٹر ماسٹر نے بڑے معقول دلائل پیش کیے تھے اور ایسے دلائل اس کے دماغ میں اس لیے آتے تھے کہ وہ میری موت کی داستان ویزی فلم دیکھ چکا تھا اور یہ تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ فائرنگ اسکواڈ کی گولیوں سے مرنے والا فرہاد دوبارہ زندہ ہو سکتا ہے۔

پیٹر ماسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا "مسٹر تن سنگ! تمہارے دھرم میں یہ کہا جاتا ہے کہ مرنے والے دوبارہ جنم لیتے ہیں۔ شاید تم اسی عقیدہ کے مطابق سوچ رہے ہو۔"

"نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ پتہ نہیں کیوں میرے دماغ میں یہ بات آتی ہے کہ فرہاد مرا نہیں تھا۔ وہ اب بھی زندہ ہے اور اگر زندہ ہے تو رس ونتی سے نہیں چھپ سکے گا۔ کل میری بیٹی کسی نہ کسی طرح سونیا کے دماغ سے حقیقت اگلوا لے گی۔"

"ہاں، شبہات کی تصدیق ہونا چاہیئے۔ میں خود اس نامعلوم شخص کے متعلق جاننا چاہتا ہوں، جس سے سونیا سوچ کے ذریعہ باتیں کرتی ہے۔ ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے کہ سونیا تم لوگوں کی زبان میں گفتگو کرے۔"

تن سنگ نے کہا "شنکر کی رپورٹ ہے کہ جب وہ سونیا کو تہہ خانہ میں چھوڑ کر اوپر اپنے کمرے میں آیا تو سونیا نے دیوی بن کر سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کیا تھا۔ شنکر پہلے تو فریب میں آ گیا۔ پھر محتاط ہو گیا تو سونیا نے تسلیم کر لیا کہ وہ دیوی بن کر باتیں کر رہی تھی۔ لیکن افسوس اس وقت رس ونتی شنکر کے دماغ میں موجود نہیں تھی۔ وہ تمہاری سوچ کو گرفت میں لینے کے لیے انگریزی کے جملے یاد کر رہی تھی۔"

"مسٹر تن سنگ! تم رس ونتی کو مشورہ دو کہ وہ جلد از جلد انگریزی زبان سیکھ لے ورنہ سونیا پر کبھی برتری حاصل نہیں کر سکے گی۔ میں ایسے ٹیوٹر کا انتظام کر سکتا ہوں جو اسے چار چھ ماہ میں یہ زبان سکھا دیں گے۔"

"یہ نہایت ہی معقول مشورہ ہے۔ میں رس ونتی کو یہ زبان سیکھنے پر آمادہ کروں گا۔"

"ویری گڈ۔ اب تم اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ ڈرائنگ کی طرف آ جاؤ۔ رس ونتی جہاں رہے گی وہاں ٹیوٹر پہنچ جائیں گے۔"

تن سنگ وہاں سے چلا گیا۔ پیٹر ماسٹر نے رسیور اٹھا کر اپنے سیکرٹری کو کال کیا۔ پھر اسے حکم دیا کہ تن سنگ کو اس کی فیملی کے ساتھ ہندوستان بھیجنے کا فوراً انتظام کیا جائے۔ پھر وہ رسیور رکھ کر سوچنے لگا "یہ کیسی مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں؟ پہلے پتہ چلا کہ سونیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے گرین لینڈ سے جان بچا کر آئی اور ریڈ پاور والوں کے پیچھے پڑ گئی۔ پھر ایٹی دھما کے نے ہماری کر توڑ دی۔ اب یہ دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والی بلا پیدا ہو گئی ہے۔"

وہ بڑی آزادی سے سوچ رہا تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ رس ونتی اس کی زبان نہیں جانتی ہے۔ اس کی سوچ کو نہیں پڑھ سکے گی۔ وہ سوچ رہا تھا "اگر رس ونتی سے دوستی ہو جاتے تو موجودہ نقصانات کی کسی حد تک تلافی ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ سونیا بھی...."

وہ سوچتے سوچتے ٹھٹھک گیا۔ پھر اس کی سوچ آگے بڑھی "آخر یہ سونیا خاموش کیوں ہے؟ یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ پھر وہ میرے دماغ کو کیوں نہیں چھیڑ رہی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ چپ چاپ میرے متعلق معلومات حاصل کر رہی ہو۔ اور ہمارے تمام منصوبوں سے واقف ہوتی جا رہی ہو؟"

وہ بے چینی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ دشمن سامنے ہو تو زیادہ خطرناک نہیں ہوتا۔ چھپ کر رہنے تو جان سے مارنے کی بجائے ہلکان کرتا رہتا ہے۔ اس طرح چھپ کر رہنے والی حرکت بہت زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ پیٹر ماسٹر کا سکون برباد ہو رہا تھا اور وہ خود کو سمجھا رہا تھا کہ اس کے دماغ میں سونیا موجود نہیں ہے اگر ہوتی تو رس ونتی سے ہونے والی دوستی کی حمایت یا مخالفت میں ضرور کچھ کہتی۔ وہ یقیناً کسی دوسرے اہم معاملہ میں مصروف ہو گئی ہے۔

اس نے اپنی تسلی کے لیے سانس روک لی تاکہ سونیا اس کے دماغ سے نکل جائے لیکن تین پیگ وہسکی پینے کے بعد وہ چند ساعتوں کے لیے سانس روک تو سکتا تھا مگر سانسوں کے ساتھ دماغ کی سوچوں کو ایک جگہ نہیں روک سکتا تھا۔

تن سنگ نے کئی ماہ پہلے پیٹر ماسٹر کو سمجھا دیا تھا کہ پیٹر ماسٹر اور اس کے آدمی سانس روکنے میں مہارت حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ شراب اور عورت یہ دو چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو اندر سے کمزور بنا دیتی ہیں اور اس کی تنظیم کے سب ہی لوگ عیاش تھے۔ یوگا فوج کے چند نوجوان اپنے نفس پر قابو پانا چاہتے تھے مگر پھر بہک ہی جاتے تھے۔

یہ بات مجھ پر بھی صادق آتی ہے۔ میں شراب نہیں پیتا، لیکن حسین لڑکیاں آپ ہی آپ میری زندگی میں چلی آتی ہیں۔ میں شراب کی طرح شباب سے بھی پرہیز کر سکتا ہوں لیکن نہیں کرتا۔ لوگ یوں سمجھ لیجئے کہ مجھے اپنی اس کمزوری سے پیار ہے اور

یہی وجہ ہے کہ میں آج تک سانس روکنے کا فن نہ سیکھ سکا۔

بہرحال اس وقت پیٹر ماسٹر بھی سانس روکنے میں ناکام رہا۔ پھر جھنجھلا کر چھاپہ مار بناتے ہوئے بولا "یو ڈٹی سونیا! تم میری کھوپڑی میں بھیجی رہو۔ میں تم سے خائف نہیں ہوں جب تک تم مجھ سے رابطہ قائم نہیں کرو گی، میں کوئی خفیہ منصوبہ نہیں بناؤں گا۔"

اس نے چند گھونٹ پیئے۔ پھر ایک میز پر آ کر بیٹھ گیا اور پیپر بیگ سے ایک کاغذ اور قلم نکال کر استعفےٰ لکھنے لگا کہ سونیا کے علاوہ ایک اور بلا اس کی کھوپڑی میں گھس آئی ہے اس بلا سے فی الحال اتنا خطرہ نہیں ہے کیونکہ وہ انگریزی زبان نہیں جانتی۔ لیکن سونیا ہر وقت اس کے دماغ سے خفیہ منصوبوں کو کرید سکتی ہے۔ لہٰذا اسے ماسٹروں کی تنظیم سے ریٹائر کیا جائے۔

تب میں نے اس کی سوچ میں کہا "ہاں استعفےٰ دینا بہتر ہے۔ ایٹمی دھماکے کے بعد اعلیٰ حکام کا اعتماد مجھ پر سے اٹھ گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ مجھے میرے موجودہ عہدے سے ہٹا دیتے۔ میں نے استعفےٰ دے دیا ہے۔ لیکن میرے بعد اب پیٹر ماسٹر کون بنے گا؟"

میں آئندہ مقرر ہونے والے پیٹر ماسٹر کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن وہ سوچنے لگا "آں! میں ابھی کیسے اندازہ کر سکتا ہوں کہ میری جگہ کون آئے گا۔ اس بار تو آئی رازداری برتی جائے گی کہ اس تنظیم کا ایک بھی فرد پیٹر ماسٹر کی شخصیت سے واقف نہیں ہو سکے گا۔ حتیٰ کہ اس کی آواز بھی نہیں سن سکے گا۔ خاص طور سے نئے پیٹر ماسٹر پر میرا سایہ بھی نہیں پڑنے دیا جائے گا۔"

وہ درست سوچ رہا تھا۔ اب اس خطرناک تنظیم کا سامنا دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تھا۔ اس لیے اب وہ بہت زیادہ احتیاط اور رازداری سے کام لینے والے تھے۔ فی الحال مجھے اس ریٹائر ہونے والے پیٹر ماسٹر سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس لیے میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

اب میں دماغی طور پر طیارے کے اندر حاضر تھا۔ اس وقت میں نے گھڑی دیکھی۔ طیارے کے اسپیکر سے مسافروں کو اطلاع دی جا رہی تھی کہ آدھ گھنٹہ بعد وہ طیارہ استنبول کے ہوائی اڈہ پر بخیریت اتر جائے گا۔ تمام مسافر اپنی اپنی سیٹ پر سیدھے بیٹھ کر سیفٹی بیلٹ باندھ لیں۔ میں نے اپنا سیفٹی بیلٹ باندھتے ہوئے ایئر ہوسٹس ریٹا کو دیکھا۔ وہ دور کھڑی ہوئی ایک بوڑھی مسافر عورت کو بیلٹ سے باندھ رہی تھی۔

ریٹا سے نظریں ملیں تو وہ مجوبانہ انداز میں مسکرانے لگی۔

میں نے بڑی مشکل سے مسکراتے ہوئے اس کی مسکراہٹ کو ہضم کیا۔ کیونکہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ البتہ اپنی غرض اس سے وابستہ تھی۔ میں نے بیس ہزار ڈالر ریٹا کے پاس رکھوائے تھے تو ایئر ہوسٹس بہ آسانی کسٹم والوں سے اتنی بڑی رقم بچا کر لے جا کر واپس کر سکتی تھی۔ میں نے اسے لالچ دیا تھا کہ اگر ایئر پورٹ کے احاطہ سے باہر نکل کر میرے بیس ہزار ڈالر مجھے واپس مل جائیں گے تو میں اسے پانچ ہزار ڈالر دوں گا۔

لیکن وہ ایئر ہوسٹس ریٹا خود کو بہت چالاک سمجھتی تھی اس کا دعویٰ تھا کہ وہ اپنے عاشقوں کو صرف ایک نظر سے کر ان سے ساری رقم نکلوا سکتی ہے۔ وہ مجھے بھی دھوکا دے کر میری تمام رقم کو ہضم کر لینا چاہتی تھی اور میں فی الحال اس کی خوش فہمی کو برقرار رکھ رہا تھا۔

طیارے نے اپنے وقت پر لینڈ کیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد میں دوسرے مسافروں کے ساتھ طیارے سے باہر چلنے لگا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں میں میک اپ کے باوجود پکڑا نہ جاؤں۔ اس لیے اطمینان کے لیے میں نے دفعتاً شرماکی سوچ پڑھی۔ وہ بہ طور ٹیچر کے کالج میں قید تھا اور رومانہ کے آدمی اس کی نگرانی کر رہے تھے۔

میں نے سیکرٹری دشوانا تھ اور منیجر دیال چند کی سوچیں بھی پڑھیں۔ سیکرٹری نے میری ہدایات کے مطابق منیجر کے سامنے میری روانگی کے متعلق لاعلمی ظاہر کی تھی یعنی اس بات کا اطمینان ہو گیا کہ میرے خلاف رپورٹ نہیں کی گئی ہے۔ ایئر ہوسٹس ریٹا نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنے پاسپورٹ وغیرہ پر ہاں کی مہر لگوا کر امیگریشن اسٹینڈ کے پاس اس کا انتظار کروں۔ وہ اپنی ڈیوٹی کی مکمل رپورٹ پیش کرنے کے بعد وہاں آئے گی اور مجھے اپنے فلیٹ میں لے جائے گی۔

میں چیکنگ کے مرحلہ سے بخیریت نکل آیا۔ مجھے معلوم تھا کہ ریٹا نہیں آئے گی۔ میں ویٹنگ روم کے ایک صوفہ پر بیٹھ کر اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ اپنے فلیٹ تک جانے کیلئے کسی کی محتاج نہیں تھی۔ کیونکہ اس کی آمد و رفت کے لیے کمپنی کی ایک بس مخصوص تھی۔

پینتالیس منٹ کے بعد وہ کمپنی کے دوسرے ملازموں کے ساتھ اس بس میں بیٹھ کر جانے لگی۔ مجھے اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف آیا۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ڈرائیور کو پاشا اسٹریٹ کی طرف جانے کے لیے کہا۔ پھر پچھلی سیٹ سے ٹیک لگا کر دماغ کو اسکرین پر ریٹا کو دیکھنے لگا۔

وہ ایک بڑی سی عمارت کے سامنے بس سے اتر کر تھی۔

عمارت کی پیشانی پر "مریم لاج" لکھا ہوا تھا۔ وہ ایک ہاتھ میں اٹیچی اٹھائے اور اپنے شانہ سے بیگ لٹکائے مریم لاج کی دوسری منزل میں آئی۔ پھر بیس نمبر کے فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر چابی سے اسے کھولنے لگی۔ وہ بہت خوش تھی کیونکہ اپنی دانست میں بیس ہزار ڈالر کے ایک الو کو الو بنا کر آئی تھی اور اب اتنی بڑی رقم صرف اس کی اپنی ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ بڑی ترنگ میں گنگنا رہی تھی۔

اپنے فلیٹ میں آ کر اس نے جھرجھری لیتے ہوئے اٹیچی الگنی پر پھینکا۔ بیگ کو پلنگ پر پھینکا۔ پھر ریکارڈ پلیئر کو آن کر کے اس کی موسیقی کی تال پر رقص کرنے لگی۔ دولت خوب نچاتی ہے اگر وہ دولت حرام کی ہو تو اور زیادہ لباس کے باہر نچانے لگتی ہے۔ وہ باتھ روم میں جانے کے لیے ناچتے ناچتے لباس اتارنے لگی۔

اتنے میں دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا کہ کہیں وہ نوشرما نہ آ گیا ہو۔ پھر اس کے دماغ نے سمجھایا "نہیں ابھی تو وہ ایئر پورٹ میں کم از کم آدھے گھنٹے تک انتظار کرے گا۔ پھر کسی سے میرا پتہ معلوم کرے گا۔ میرے فنری ریکارڈ میں میرے اس فلیٹ کا پتہ نہیں لکھا ہوا ہے۔ دفتر سے اسے میری آنٹی کے گھر کا پتہ معلوم ہو گا اور وہ بے چارہ بھٹکتا ہی رہ جائے گا۔"

یہ سوچنے کے ساتھ اس نے سلیپنگ گاؤن نکال کر پہن لیا۔ دروازے پر دوسری دستک ہوئی۔ اس کے خیال کے مطابق کوئی پڑوسن ہو سکتی تھی۔ اس نے گنگناتے ہوئے دروازے کو کھولا۔ پھر ایک دم سے گھبرا گئی۔ کھلے ہوئے دروازے پر میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

اس نے فوراً ہی دروازے کو بند کرنا چاہا۔ میں نے ایک بازو آگے بڑھا دیا۔ اب وہ چیخنا چاہتی تھی لیکن اس کا دماغ میرے کنٹرول میں تھا اس لیے اس کی چیخ حلق میں پھنس کر رہ گئی۔ میں نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا "بے شک تمہارے اس فلیٹ کا پتہ دفتر میں موجود نہیں ہے لیکن تمہاری ساری عادتوں کے نام بھی میرے دماغ میں موجود رہتے ہیں۔"

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ رہی تھی۔ پھر ہکلا کر بولی "تم... تم سمجھ لو کہ میں تمہیں دھوکا دے کر یہاں آ گئی ہوں مگر سچ کہتی ہوں۔ تمہاری رقم کی حفاظت کے لیے مجھے بھاگ کر یہاں آنا پڑا۔ ایک آفیسر میرے پیچھے پڑ گیا تھا اور اس رقم میں سے حصہ مانگ رہا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ اسے دھوکا دے کر یہاں آؤں گی۔ پھر لباس بدل کر تم سے ملنے دوبارہ ایئر پورٹ کے ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جاؤں گی۔"

"واقعی؟" میں نے خوشی کا اظہار کیا "پھر تو تم بڑی ایماندار ہو۔ اب میں تم پر شبہ نہیں کروں گا۔ ہم دوست بن کر کافی پلاؤ گی؟"

اسے مایوسی ہوئی کہ میں اس کی قربت سے پگھل نہ سکا۔ وہ بظاہر مسکراتی ہوئی بولی "تم آرام سے بیٹھو۔ میں ابھی کافی بنا کر لاتی ہوں۔"

وہ جلدی سے کچن کی طرف چلی گئی۔ اب اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ خواب آور گولیاں کافی میں گھول کر مجھے پلائے گی۔ جب میں غافل ہو جاؤں گا تو بیس ہزار ڈالر کی رقم وہاں سے لے جا کر اپنی آنٹی کے ہاں پہنچائے گی تاکہ اس فلیٹ میں یہ ثبوت نہ رہے کہ وہ میرے بیس ہزار ڈالر لے کر وہاں آئی ہے۔

میں نے بستر پر پڑے ہوئے اس بیگ کو دیکھا جس میں وہ رقم رکھی ہوئی تھی۔ میں وہ بیگ اٹھا کر وہاں سے جا سکتا تھا لیکن وہ جگہ وقت گزارنے کے لیے اچھی تھی۔ وہیں میں دونوشرما کے میک اپ سے نجات حاصل کر سکتا تھا۔ پچیس منٹ بعد وہ کافی کی دو پیالیاں لے کر آئی۔ میرے سامنے میز پر وہ پیالی رکھی جس میں خالی کہہ کے خواب خرگوش کے مزے لے سکتا تھا۔ دوسری پیالی اس نے بیٹھتے وقت اپنے سامنے رکھی۔

میں نے کہا "گھٹن کا احساس ہو رہا ہے۔ ذرا وہ کھڑکی کھول دو۔"

وہ پھر ایک بار مسکراتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی اور کھڑکی کی طرف جانے لگی۔ اس کا دماغ میری مٹھی میں تھا اور وہ کھڑکی کھولنے تک پلٹ کر میری طرف نہیں دیکھ سکتی تھی۔ میں نے بڑے اطمینان سے پیالیاں بدل دیں۔ اس نے واپس اپنی جگہ آ کر اتفاقاً دونوں پیالیوں کو سرسری نظروں سے دیکھا۔ پھر یہ دیکھ کر مطمئن ہو گئی کہ میں کافی کی چسکیاں لے رہا ہوں۔

وہ اپنی پیالی اٹھا کر پینے لگی۔ پینے کے دوران وہ بڑے رومانی انداز میں مجھے یقین دلا رہی تھی کہ زندگی میں پہلی بار وہ کسی مرد کے ساتھ تنہائی میں بیٹھی ہوئی ہے اور بے چاری کو شرم بھی آ رہی ہے۔ کافی پینے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی پھر باتھ روم میں چلی گئی۔ میں اپنے جوتے اور لباس اتارنے لگا۔

دوسری بار باتھ روم کا دروازہ کھلا۔ وہ کمرے میں آتے ہوئے جماہی لے رہی تھی۔ اس نے بستر کے سرے پر بیٹھتے ہوئے مجھے دیکھا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہے یا نہیں؟ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیا تمہیں نیند آ رہی ہے؟"

وہ اپنے سر کو تھام کر بولی "ہاں کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔ کیا تمہیں نیند نہیں آ رہی ہے؟"

وہ اپنی نیند سے لڑ رہی تھی اور دوا اپنا اثر دکھا رہی تھی۔ میں بھی سوچ کے ہاتھوں سے اس کے ذہن کو تھپکنے لگا۔

جب اس کی آنکھیں بند ہوگئیں تو میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ دوسری صبح آٹھ بجے سے پہلے بیدار نہ ہو۔ اس کے بعد میں اس کی سنگار میز کے پاس آیا۔ پھر وہاں بیٹھ کر میں نے گرومنگ کریم سے میک اپ اتارنے لگا۔

اس دوران میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اس کے ٹرین کے سفر کا آغاز ہوچکا تھا۔ وہ ایک ایگزیکٹو ڈیلکس کیبن میں آرام سے لیٹی ہوئی رسالوں سے استنبول کی طرف آرہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی "فرہاد! تم کہاں گم ہوگئے ہو۔ کیا اب میری یاد آئی ہے؟"

میں نے کہا "اب جھگڑا شروع نہ کردینا۔ میں تمہاری خبر لیتا رہا ہوں۔ تم بخیریت تھیں۔ اس لیے میں نے تمہیں مخاطب نہیں کیا۔"

"اگر مخاطب کرلیتے تو کیا تمہاری عیاشی میں فرق آجاتا۔"

"تمہاری جلی کٹی باتوں سے خدا دشمن کو بھی محفوظ رکھے۔ کیا تم کام کی باتیں نہیں سنو گی؟"

"چولھے میں گیا تمہارا کام۔ پہلے یہ بتاؤ کہ کہاں ہو؟"

"تمہیں تو شاید میں نے بتایا تھا کہ آسٹریلیا میں ہوں۔ کل صبح استنبول کے لیے روانہ ہوجاؤں گا۔"

میں نے سونیا سے اس لیے جھوٹ کہا کہ وہ استنبول پہنچتے ہی میری طرف دوڑی چلی آئے گی۔ میں خود اس سے ملنے کے لیے بے تاب تھا لیکن حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہی مناسب ہوتا۔ اور سونیا ایسی تھی کہ وہ مجھ سے ملنے کی خاطر حالات کی پرواہ نہیں کرسکتی تھی۔

لیکن جھوٹ بولنے کے بعد فوراً ہی خیال آیا کہ وہ استنبول پہنچنے سے پہلے ہی میری بُو سونگھ لے گی۔ میں استنبول میں اس سے چھپ کر نہیں رہ سکوں گا۔ وہ شکایتاً بولی "اگر کل بھی تم وہاں سے روانہ نہ ہوسکے تو میں کب تک انتظار کرتی رہوں گی؟"

"میں تمہیں انتظار کی زحمت سے بچالوں گا۔ پلیز تمہاری محبت اور دیوانگی سے خوف زدہ ہوکر میں تم سے پہلے ہی استنبول پہنچ رہا ہوں بلکہ پہنچ گیا ہوں۔"

"دیکھو مذاق نہ کرو۔ تمہیں میری جان کی قسم بتاؤ کہاں ہو؟"

"میری تمہاری جان ایک ہی ہے اور اس ایک جان کی قسم میں استنبول میں تمہارا انتظار کررہا ہوں۔"

وہ خوشی سے اچھل پڑی "سچ۔ باقی گاڈ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"جب تم یہاں پہنچتے پہنچتے میری بُو کو پالوگی تو تمہیں یقین آجائے گا۔ اب کام کی بات سنو۔ وہ بوڑھا جگ پال سے ڈپاکر ہے۔ اس کا نام رس دنتی ہے۔ میں نے اس کے متعلق معلومات حاصل کرلی ہیں۔"

"یہ تو میں پہلے ہی جانتی تھی کہ تم اس دیوی تک ضرور پہنچو گے۔ خدا کرے کہ وہ بوڑھی کھوسٹ ہو۔"

میں نے کہا "تمہاری دعا قبول ہوگئی۔ وہ سچ مچ بڑھیا ہے لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعہ دوسروں پر یہی ظاہر کرتی ہے کہ وہ سولہ برس کی چھوکری ہے۔"

سونیا خوشی سے نہال ہوگئی۔ عورت کی یہ سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے کہ اس کے مرد سے ملنے والی ہر عورت بوڑھی ہو میں نے سونیا کی یہ تمنا پوری کردی۔ وہ خوش ہوکر بولی "اچھی بات ہے۔ جب مجھ سے سامنا ہوگا تو میں اس بڑھیا کو آنکھوں سے دیکھ لوں گی۔"

"تم اصلی رس دنتی سے نہیں مل سکو گی۔ وہ سمجھتی ہے کہ وہ تمہارے سامنے آکر باتیں کرے گی تو تم ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس کے دماغ تک پہنچ جاؤ گی۔"

"لیکن وہ تو جسم دم کی ماہرہ ہے۔ پھر مجھ سے کیوں ڈرتی ہے؟"

"اس لیے کہ وہ ہمیشہ سانس روک کر بیٹھی نہیں رہے گی۔ اس کے خیال کے مطابق اگر سونیا وقت بے وقت اس کی سوچ کو چھیڑتی رہے گی تو اس کا ذہنی سکون برباد ہوجائے گا۔ اس لیے وہ کسی دوسری لڑکی کو تمہارے سامنے پیش کرے گی۔"

"تم اس کے دماغ تک کیسے پہنچ گئے؟"

میں اسے تفصیلی واقعات بتانے لگا کہ میں سپرماسٹر کے ذریعہ کسی طرح رس دنتی کی باتیں سنتا رہا۔ میں نے ساری باتیں سمجھانے کے بعد کہا "سونیا! اب تمہیں محتاط رہنا چاہیے۔ وہ انگریزی نہیں جانتی لیکن سیکھ سکتی ہے۔ لہٰذا آئندہ میں جاپانی زبان میں تمہیں مخاطب کروں گا۔ اچھا ہوا کہ ہم نے جاپان میں یہ زبان سیکھ لی تھی۔ اب ہم اسی زبان میں گفتگو کریں گے دوسری بات یہ کہ آئندہ مجھے فرہاد کہہ کر مخاطب نہ کرنا ورنہ وہ بوڑھی ٹیلی پیتھی جاننے والی مجھے ڈھونڈ نکالے گی۔"

سونیا نے پوچھا "کیا وہ بڑھیا اس وقت ہماری باتیں نہیں سن رہی ہوگی؟"

"ممکن ہے، سن رہی ہو۔ مگر میں نے بتایا نا کہ وہ انگریزی نہیں سمجھ سکتی۔ لہٰذا ہماری باتیں اس کے پلے نہیں پڑ سکتیں۔"

"تم ابھی کیا کررہے ہو؟"

میں نے بتایا کہ غسل کررہا ہوں۔ اس نے پوچھا "سچ سچ بتاؤ کیا کسی ہوٹل میں ہو؟"

"آں۔ ہاں۔۔۔" میں جواب دیتے وقت جھجک گیا۔

"دیکھو جھوٹ نہ بولو۔ میں تمہارے انداز سے جھوٹ پکڑ لیتی ہوں۔"

"بھئی مشکل تو یہ ہے کہ سچ بولتا ہوں۔ تب بھی تم یقین نہیں کرتیں۔"

"سچ کیا ہے بتاؤ، میں یقین کروں گی۔"

"نہیں، تم پھر جھگڑا کرو گی۔"

"قسم سے جھگڑا نہیں کروں گی۔ نہیں بتاؤ گے تو مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

یہ سونیا کی عادت ہے۔ کسی بات کے پیچھے پڑجائے گی تو پوچھ کر ہی رہے گی۔ میں نے کہا "اچھا تو سنو۔ میں ایک ایئر ہوسٹس ریٹا کے فلیٹ میں ہوں۔"

وہ جل کر بولی "اور وہ حرامزادی کہاں ہے؟"

"وہ سو رہی ہے۔"

"اور تم سونے کے بعد غسل کررہے ہو؟"

"تمہاری جان کی قسم میں نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔"

"ارے بگلا بھگت! کیوں مجھے بے وقوف بناتے ہو۔ میں تمہارے جھوٹ سے بہلنے والی عورت نہیں ہوں۔"

"دیکھو سونیا! میں نے تمہیں اپنا سمجھ کر سچ کہا ہے۔ مجھ سے چاہے جیسی بھی قسم لے لو۔"

"ہمیشہ جھوٹ بولنے والا اگر ایک بار سچ کہہ دے تو اس کی قسم کا بھی اعتبار نہیں رہتا۔ نکل جاؤ میرے دماغ سے۔ میں تم سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی۔"

میں چپ رہا۔ وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی جب میں نے کچھ نہ کہا تو وہ ایک جھٹکے سے لیٹ گئی۔ ایک کروٹ کے بعد دوسری کروٹ بدلنے لگی۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس کی ناراضگی میں بھی پیار ہوتا ہے۔ اس نے تکیہ کو اٹھا کر سینے سے بھینچ لیا۔ پھر مجھے آواز دی "تم خاموش کیوں ہو؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ اس کا دل مایوسی سے دھڑکنے لگا کہ میں ناراض ہوکر چلا گیا ہوں۔ اس نے پھر آواز دی "فرہاد! کیا تم سچ مچ چلے گئے فرہاد۔۔۔؟"

اس کے دماغ میں وہی سناٹا رہا جو محبوب کی جدائی کے بعد رہتا ہے۔ اس نے ایک سرد آہ بھری۔ پھر اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ پچھتاوے کے آنسو تھے کہ اس نے مجھ کو ناراض کردیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ میرے پیچھے میری جان بھیگی آنکھیں لیے آہیں بھرتی ہے۔ بس جان لینا کافی ہے۔ عورت کے سامنے اپنی معلومات کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے۔ دردزہ اور سر چڑھ جاتی ہے۔

کچھ دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ سونیا نے جلدی سے بھیگی آنکھوں کو اپنی آستین سے خشک کیا۔ پھر برتھ پر سے اٹھ کر دروازے تک آئی۔ پھر اس نے سوچ کے ذریعہ مجھے پکارا "فرہاد! اگر تم میرے دماغ میں موجود ہو تو مجھے سہارا دو۔ میں بے خوف و خطر دروازہ کھولوں گی۔"

وہ خوف اور خطرات کو خاطر میں لانے والی عورت نہیں تھی۔ یونہی مجھے اپنے دماغ میں ڈھونڈ نکالنے کا بہانہ تراش لیا تھا۔ میں خاموش رہا تو اس نے اونہہ کہہ کر دروازے کو کھول دیا۔ دیوی رس دنتی کا قد آور اور خوبرو ماتحت شنکر وہاں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کیبن کے اندر آتے ہوئے کہا "ابھی تک سب خیریت ہے۔ ہم رات کے دو بجے تک بلغاریہ پہنچیں گے۔ وہاں سے استنبول جانے والی اورینٹ ایکسپریس میں دو بارہ ہمارا سفر شروع ہوگا۔ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو حکم دیں۔"

"شکریہ! اب میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

"مادام! میں نے سنا ہے کہ آپ ہندوستانی زبان جانتی ہیں۔ آپ میری زبان میں گفتگو کریں گی تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔"

سونیا فوراً ہی سمجھ گئی کہ رس دنتی شنکر کے دماغ میں موجود ہے اور اپنی زبان کے ذریعے اس کی سوچ کو گرفت میں لینا چاہتی ہے۔ وہ ناگواری سے بولی "شنکر! اپنی زبان میں اپنی بڑھیا دیوی کو سمجھاؤ کہ بہت زیادہ چالاک بن کر مجھ سے کوئی چال نہ چلے۔ کبھی کبھی میرے دماغ میں آکر انگریزی جیسی اجنبی زبان سنتی رہے اور صبر کرتی رہے۔"

"مادام! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ دیوی آپ کے خلاف کوئی چال نہیں چل رہی ہیں۔"

سونیا نے ہاتھ اٹھا کر کہا "بس، مجھے نہ سمجھاؤ۔ اپنی دیوی کو بتادو کہ میرا ایک ماتحت ہے، جو فرہاد کا دوست رہ چکا ہے۔ اب میں اپنے ماتحت سے انگریزی کے بجائے کسی دوسری زبان میں گفتگو کروں گی۔"

شنکر تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوگیا۔ میں نے چپ چاپ اس کے دماغ میں جھانکنا چاہا تو اس کی سانس ایک ساعت کے لیے رک گئی۔ اس نے مسکرا کر سونیا سے کہا "مادام! آپ میری سوچ کو پڑھنا چاہتی ہیں۔ پلیز ابھی آپ میرے دماغ سے دور رہیں۔ میں دیوی تک آپ کا پیغام پہنچا رہا ہوں۔"

سونیا اطمینان کا سانس لے کر برتھ پر بیٹھ گئی۔ اسے معلوم ہوگیا کہ ابھی میں اس کے پاس موجود ہوں، اور شنکر کے دماغ کو چھیڑ رہا ہوں۔ ایک منٹ کے بعد شنکر نے کہا "مادام! آپ کی باتوں سے دیوی کو معلوم ہوچکا ہے کہ جب وہ سپرماسٹر سے

باتیں کر رہی تھیں تو آپ بھی سپر ماسٹر کے دماغ میں موجود تھیں۔ اسی لیے آپ فریاد اور اجنبی زبان کا ذکر چھیڑ رہی ہیں۔ ورنہ بات صرف اتنی سی ہے کہ دیوی اپنی زبان میں آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہیں۔"

سونیا نے کہا۔ "مجھے منظور ہے۔ شرط یہ ہے کہ تمہاری دیوی میرے روبرو باتیں کرنے کے لیے آئے۔ اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ فراڈ نہیں چلے گا۔ وہ کسی دوسری لڑکی کو دیوی بنا کر پیش کرے گی تو میں اس کی اصلیت معلوم کر لوں گی۔"

شنکر پھر خاموشی سے سونیا کی باتیں دیوی تک پہنچانے لگا۔ سونیا نے مجھ سے کہا۔ "تم شنکر کے دماغ میں گھس نہیں سکتے اس لیے یہاں حاضر رہنے کے لیے میرے دماغ میں ضرور موجود ہو۔"

"ہاں موجود ہوں۔ لیکن میری تمہاری کٹی ہے۔ میں تو صرف رس ونتی کی چالیں سمجھنے آیا ہوں۔"

"آخر میرے ہی سہارے کی ضرورت پڑ رہی ہے نا؟"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ میں تمہاری عزت رکھنے کے لیے تمہارے واسطے سے کام کر رہا ہوں۔ ورنہ ابھی سب کے سامنے پول کھل جائے گا کہ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو۔"

"تم اپنی ٹیلی پیتھی اپنے پاس رکھو۔ مجھے جھوٹی شہرت نہیں چاہیئے۔"

اتنے میں شنکر نے اسے مخاطب کیا۔ "مادام! جب آپ سپر ماسٹر کے دماغ میں موجود تھیں تو کیا آپ نے اس کے دماغ میں دیوی کی آواز سنی تھی؟"

سونیا نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "ہاں۔ میں نے سنا تھا۔ دیوی سپر ماسٹر کو دماغی جھٹکے پہنچانے کے بعد کہہ رہی تھی۔ 'مورکھ (بیوقوف) میں سونیا نہیں ہوں۔ مجھے جاننا چاہتے ہو تو بابا تن سنگ کو بلاؤ۔ اپنے کمرے کا دروازہ کھولو۔ بابا باہر کھڑے ہوئے ہیں۔' تمہاری دیوی یہ باتیں اپنی زبان میں کہہ رہی تھی، اور سپر ماسٹر یہ زبان نہیں سمجھ سکتا تھا۔"

شنکر پھر اپنی دیوی سے سوچ کے ذریعہ باتیں کرنے کے لیے خاموش رہا۔ اس کے بعد اس نے کہا۔ "مادام! آپ دیوی کی آواز اور سوچ کے انداز کو پہچان گئی ہیں، پھر بھی آپ دیوی کے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گی۔ کیونکہ ہم سب نے اپنے دماغوں پر حبس دم کا پردہ ڈال رکھا ہے لیکن آپ کو سانس روکنے میں مہارت حاصل نہیں ہے۔ یعنی دیوی یہ کہنا چاہتی ہیں کہ آپ ان کے دماغ کو نہیں چھیڑ سکتیں۔ وہ آپ کے دماغ کو گڑبڑا سکتی ہیں۔"

میں نے اچانک ہی شنکر کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا تو وہ پہلے لڑکھڑا گیا۔ پھر فوراً ہی سانس روکتے ہوئے اپنے سر کو تھام کر برتھ پر بیٹھ گیا۔ سونیا میری سوچ کے مطابق کہنے لگی۔ "یہ چھوٹا موٹا ہے کہ میں کس طرح تم سب کو سانس روک کر بیٹھنے پر مجبور کر سکتی ہوں۔"

سونیا کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اس کے دماغ میں رس ونتی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "سونیا! میں ایک سہیلی بن کر تمہیں مخاطب کر رہی ہوں۔ اگر تم میری زبان میں مجھ سے باتیں کرو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی کیونکہ جس انداز میں تم نے شنکر کو ذہنی جھٹکا پہنچایا ہے اسی انداز میں ہماری زبان کو سمجھے بغیر تم دماغی جھٹکا پہنچا سکتی ہو اور یہی سلوک تم میرے ساتھ بھی کر سکتی ہو۔ ہم آپس میں لڑ جھگڑ کر ایک دوسرے کی راہوں میں رکاوٹیں پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکیں گی۔ کیا یہ سمجھداری ہوگی کہ ہم آپس میں دشمن بن جائیں۔"

تب میں نے سونیا کی سوچ میں رس ونتی کو مخاطب کیا۔ "اچھا چلو میں تمہاری زبان میں بول رہی ہوں جیسا کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔ فریاد میرا محبوب تھا۔ میں نے اپنی زندگی کے بہترین دو سال اس کے ساتھ گزارے پھر دشمنوں نے اسے ہلاک کر دیا۔ میں آخری سانسوں تک فریاد سے اور اس کے ملک سے محبت کرتی رہوں گی۔ لیکن تم بڑی طاقتوں سے ایٹمی امداد حاصل کر کے اپنے دیس کو پاکستان کے لیے خطرناک بنانا چاہتی ہو لہٰذا میں تمہارے ان عزائم میں تمہیں کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔"

رس ونتی تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ سونیا کی آواز اور اس کے لہجے کو اپنی یادداشت میں محفوظ کرتی گئی۔ پھر اس نے کہا۔ "سونیا! مجھے نہیں معلوم تھا کہ سیاست کے میدان میں میرا ایک مطالبہ تم پر گراں گزرے گا۔ اگر تمہیں اعتراض ہے تو میں سپر ماسٹر سے ایٹمی امداد طلب نہیں کروں گی۔"

"سوچ اور رس ونتی! تم دیس بھگت ہو۔ تم نے یہی ایٹمی طاقت حاصل کرنے کے لیے بوڑھے جگ پال کو بے وقوف بنایا پھر تمہارا مطالبہ سپر ماسٹر تک پہنچ گیا۔ ویسے میں تمہیں بتا دوں کہ اب وہ ریٹائر ہو گیا ہے اور اس کی جگہ ایک نیا سپر ماسٹر آنے والا ہے۔ وہ اتنا محتاط رہے گا کہ ہم دونوں اس کی سوچ تک نہیں پہنچ سکیں گی۔"

"یہ تو بہت بری خبر ہے۔ کوئی بات نہیں، ابھی ہمیں اپنی دوستی کے بارے میں باتیں کرنا چاہئیں۔"

میں نے کہا۔ "ایک دوسرے کو رفتہ رفتہ جان لینے کے بعد دوستی مستحکم ہوتی ہے۔ فی الحال دوستی کی ابتدا سمجھوتہ کی کوشش کرو کہ مجھے کبھی تم سے کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔ پھر تم مجھے جان قربان

کرنے والی سہیلی پاؤ گی۔"

"تم بھی مجھے ایسی ہی پاؤ گی۔ آج مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے بھگوان کرے ہماری دوستی قائم رہے۔"

"انشاء اللہ۔۔۔" میں نے بحیثیت ایک مسلمان بے اختیار انشاء اللہ کہہ دیا۔ جب کہ سونیا ایسا نہیں کہہ سکتی تھی۔ رس ونتی نے چونک کر پوچھا۔ "کیا تم نے فریاد کے ساتھ رہ کر اسلام قبول کر لیا تھا؟"

میں نے سونیا کی طرف سے جواب دیا۔ "اسلام قبول تو نہیں کیا تھا، البتہ اس مسلمان کی ہر ادا مجھ میں سما گئی ہے۔ کیا تمہارا کوئی محبوب نہیں ہے؟"

رس ونتی نے ایک سرد آہ بھری پھر کہا۔ "میں اس دنیا کے کسی انسان کو اپنا محبوب نہیں بنا سکتی کیونکہ میں دیوتاؤں کی داسی ہوں۔"

"پھر تو دیوتاؤں سے تمہاری ملاقاتیں ہوتی ہوں گی؟"

وہ جھینپ کر بولی۔ "یہ بات نہیں ہے۔ میرے ماتا پتا نے مجھے بچپن سے مندر کی سیوا کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اس لیے مجھ جیسی کنیاؤں (لڑکیوں) کو دیوتاؤں کی ملکیت کہا جاتا ہے۔ اس دنیا کا کوئی شخص ہمیں چھو نہیں سکتا۔"

"اگر کوئی تمہیں چھو لے تو؟"

"میں اسے دماغی عذاب میں مبتلا کر دوں گی۔"

"تم بہت دلچسپ ہستی ہو۔ بہرحال اب میں سونا چاہتی ہوں۔"

رس ونتی رخصت ہو گئی۔ ہو سکتا تھا کہ وہ بظاہر رخصت ہو کر سونیا کے دماغ میں موجود ہو۔ دماغ کے اندر چھپے ہوئے چور کو تو میں پکڑ سکتا ہوں اور نہ ہی وہ پہچان سکتی ہے۔ سونیا اپنے دماغ میں ہماری باتیں سن رہی تھی۔ رس ونتی کے رخصت ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے مجھے جاپانی زبان میں مخاطب کیا۔ "اسے فریبی! سن رہے ہو۔ یہ دیوی تو خود کو لڑکی کہہ رہی تھی۔ تم نے جھوٹ کیوں کہا تھا کہ وہ بوڑھی ہے۔"

"اس نے جھوٹ کہا تھا کہ وہ جوان لڑکی ہے۔"

"میں ہندوستان کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ وہاں مندروں میں بوڑھی نہیں جوان داسیاں ہوتی ہیں۔ کیا تم اپنے جھوٹ اور فریب سے باز نہیں آؤ گے۔ میری آڑے کرا بھی کہہ رہے تھے کہ وہ بہت دلچسپ ہستی ہے۔ یعنی تمہاری دلچسپی شروع ہو چکی ہے۔"

"بھئی میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔ اب آرام سے سو جاؤ۔"

"میرے سونے جاگنے کی فکر نہ کرو۔ اس دیوی کے پاس جا کر اسے سلاؤ۔"

"میری جان! خوب غصہ دکھا لو۔ جب یہاں آؤ گی تو تمہاری اچھی طرح مرمت کروں گا۔ اب میں سونے جا رہا ہوں۔ خدا حافظ۔"

اس نے مجھے آواز دی مگر میں واپس آ گیا۔ ریٹا اپنے بستر پر محو خواب تھی۔ میں نے اسے اٹھا کر فرش پر ڈال دیا۔ پھر اس کے بستر پر آرام سے لیٹ کر روما کی خبر لینے لگا۔ اس کا سفر بخیریت جاری تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ مجھے استعمال میں تلاش کر سکے گی یا نہیں؟

میں نے اس کی سوچ میں اسے یقین دلایا کہ وہ کوشش کرے گی تو اس کا فریب اسے ضرور مل جائے گا۔ اس کی سوچ کی لہروں سے بڑے اندیشے تھے۔ وہ جو ہمیشہ مرد بن کر زندگی گزارنا چاہتی تھی اور عورت بن کر رہنے میں اپنی کمزوری اور توہین محسوس کرتی تھی، وہی نعمانہ مجھے پا لینے کے لیے مکمل عورت بن گئی تھی۔

اس کے جذبات کی تمام تصویریں میں اس کے دماغ کے آئینہ میں دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ تمام جذبے دماغ سے جنم لے کر جسم کی رگ رگ میں دوڑتے ہیں اور میں اس کے تپتے ہوئے کنوارے اچھوتے بدن کے ہر جذبہ کو سوچ کی انگلیوں سے چھو کر دیکھ رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا اور محظوظ ہو رہا تھا۔

ایسی قربت کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ میں اس کے پاس نہیں تھا مگر اس کے اندر موجود تھا۔ وہ پاس ہوتی تو اپنے بہت سے خیالات و جذبات کو شرمیلی اداؤں میں چھپا لیتی تھی۔ کیونکہ عورت خود کو سپرد کرنے کے باوجود خود کو اپنے اندر چھپائے رکھتی ہے لیکن اس وقت میں اسے ایک کھلی کتاب کی طرح پڑھ رہا تھا۔

وہ اپنی آگ سے آپ ہی گھبرا گئی۔ اس نے ایئر ہوسٹس سے ٹھنڈا پانی طلب کیا۔ پھر اسے ایک سانس میں پینے لگی۔ ایک گلاس پانی سے جذبوں کی تمام کائنات کو بجھانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

میں نے اس کی سوچ کے ذریعہ اس کے ذہن کو تھپکنا شروع کر دیا۔ بہت دیر بعد وہ آہستہ آہستہ نیند کی آغوش میں چلی گئی۔ اس کے بعد میں نے مے یون کی خبر لی۔ وہ بے چاری اسی بجھیارے کے مکان میں سو رہی تھی۔ مجھے اطمینان ہو گیا۔ اب میں بھی آرام سے اپنی نیند پوری کر سکتا تھا۔

سونے سے پہلے میں نے ریٹا کی جانب دیکھا۔ جس انداز میں وہ مجھے سلانا چاہتی تھی، میں نے اس سے بہتر انداز میں اسے سلا دیا تھا۔ گہری نیند کے باعث اس کے خواب کی اسکرین خالی تھی۔ یعنی ایسے الجھے ہوئے خیالات سے جو واضح طور سے خواب کی

صورت میں نظر نہیں آتے۔

میں نے سوچ کے ذریعہ اسے مخاطب کیا۔ "ریٹا! تم سو رہی ہو۔ مگر میری سوچ کی گونجی آواز سن رہی ہو۔ بولو سن رہی ہو؟"

وہ نیند میں ذرا سا کسمسائی۔ پھر خواب کی اسکرین پر اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ہاں میں تمہاری آواز سن رہی ہوں۔ تم کون ہو؟"

"میں تمہارا ماضی ہوں۔ یاد کرو کہ تمہارا ماضی کیا تھا؟"

اس کے لاشعور نے ماضی کا سبق دہرانا شروع کیا۔ میں اس کے خواب کی اسکرین دیکھ رہا تھا۔ مجھے وہ ریٹا نظر آئی جو بچپن سے جوانی کی طرف قدم رکھ رہی تھی۔ دوسری لڑکیوں کی طرح پہلے پہل وہ بھی شرمیلی تھی اور کسی ایک محبوب کا خواب دیکھتی تھی۔ لیکن اس کے چچا نے اسے فلم کی ہیروئن بنانے کے لیے اسے ایک بوڑھے فلم پروڈیوسر کی خواب گاہ میں پہنچا دیا۔ وہیں سے اس کے رومانی خوابوں کو آگ لگتی رہی۔ اس نے مفاد کی خاطر خود کو بچنے کا سلیقہ سیکھ لیا۔ پھر ایک اسمگلر نے اپنے ذرائع استعمال کرتے ہوئے اسے ایئر ہوسٹس بنا دیا تاکہ وہ اس کے کام آتی رہے اور اسمگلنگ کے مال کو بحفاظت کسٹم والوں سے بچا کر اس کے پاس پہنچاتی رہے۔

مجھ سے حاصل ہونے والی بیس ہزار کی آمدنی اس کی لا نہی ہوتی۔ اس میں اسمگلر کا حصہ نہ ہوتا۔ لیکن میں اس سے وہ آمدنی چھیننے والا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تمہارے آدمی اسمگلنگ کے سلسلہ میں اس طیارے میں سفر کرتے ہیں جس میں تمہاری ڈیوٹی ہوتی ہے؟"

"ہاں۔ ایسے کچھ لوگ ہیں جو اکثر میری ڈیوٹی کے اوقات میں طیارے میں مسافروں کی حیثیت سے موجود رہتے ہیں۔"

"دیری گڈ! میں دو روز بعد یہاں سے ہانگ کانگ واپس جاؤں گا تم اپنے کسی آدمی کا پاسپورٹ اور ویزا میرے حوالے کر دو گی؟"

"ہاں کروں گی، مگر تم کون ہو؟"

"میں کوئی بھی ہوں۔ اپنی ضرورت کے وقت تمہارے اس پرائیویٹ فلیٹ میں آجاؤں گا اور جو حکم دوں گا اسکی تعمیل کرو گی؟"

"ہاں تعمیل کروں گی۔"

"بس اب آرام سے سو جاؤ۔ صبح آٹھ بجے بیدار ہو جانا۔"

اسے ہدایات دے کر میں نے اپنے ذہن کو سونے کی ہدایت کی اور جاگنے کا وقت مقرر کیا۔ اس کے بعد آرام سے سو گیا۔ آرام کی نیند مجھے بہت کم نصیب ہوتی ہے۔

صبح منہ اندھیرے آنکھ کھل گئی۔ میں نے ضروریات سے فارغ ہو کر کچن میں اپنے لیے ناشتہ تیار کیا۔ ایک پیالی کافی پی۔ اس کے بعد ریٹا کا ہینڈ بیگ کھول کر دیکھا۔ اس میں پوری رقم موجود تھی۔ وہ قالین پر بدستور گہری نیند سو رہی تھی۔ سینے کے اتار چڑھاؤ سے سانسوں کی آمد و رفت کا پتہ چل رہا تھا۔ میں نے پانچ ہزار ڈالر نکال کر اس کے پاس رکھ دیئے۔ یہ اس کے کمیشن کی رقم تھی۔ وہ مجھے لوٹنا چاہتی تھی۔ لیکن حالات کے ہاتھوں وہ خود اتنی بلیک میل ہو چکی تھی کہ میں اسے لوٹنا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے فلیٹ کا دروازہ کھول کر دیکھا۔ کاریڈور سنسان پڑا تھا۔ میں نے باہر آ کر دروازے کو بند کر دیا۔ جب میں کاریڈور سے گزرنے لگا تو ایک فلیٹ کا دروازہ کھلا۔ ایک بوڑھی عورت باہر آ رہی تھی۔ اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر دور تک فلیٹس کے دوسرے دروازوں کو دیکھنے لگی۔ شاید اندازہ کرنا چاہتی تھی کہ میں کون سے فلیٹ سے نکل کر آ رہا ہوں۔ جب تک وہ اندازہ کرتی، میں اس عمارت سے باہر ایک گلی میں پہنچ چکا تھا۔ گلی کے اطراف چھوٹی چھوٹی دکانیں تھیں۔ وہاں صبح سویرے ہی کاروبار شروع ہو جاتا تھا۔ بلاؤز اور اسکرٹ پہنی ہوئی عورتیں ریڑھوں پر پھل اور سبزیاں فروخت کر رہی تھیں۔ میں شیو بنوانے کے لیے ایک باربر شاپ میں داخل ہو گیا۔ شیونگ کے دوران سونیا کی خبر لی۔ وہ ٹرین میں بخیریت سفر کر رہی تھی، اور بلغاریہ سے گزرتی ہوئی ترکی کی طرف آ رہی تھی۔

پھر میں نے مے یون کی خبر لی۔ وہ دن گن رہی تھی۔ اس کے حساب سے جدائی کا ایک دن گزر چکا تھا۔ آج دوسرا دن تھا اور تیسرے یا چوتھے دن میں اس کے پاس پہنچنے والا تھا اور یہ دن اور راتیں اس کے لیے پہاڑ بن گئی تھیں۔ میں نے اس کی سوچ میں سمجھایا۔ "یہ دن تو گزر ہی جائیں گے۔ مجھے گھوم پھر کر بھی وقت گزارنا چاہیئے۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "کسی تفریح میں میرا دل نہیں لگتا۔ میں اسی گھر میں اس کا انتظار کروں گی۔"

میں نے پھر سمجھایا۔ "ایک جگہ قید ہو کر انتظار کرنے سے وقت نہیں گزرے گا۔ مجھے کم از کم اپنے باپ اور اپنی بہن سے ملاقات کرنا چاہیئے۔"

وہ جیسے چونک گئی۔ میرے پیار کی دیوانگی ایسی تھی کہ اس نے خون کے رشتوں کو بھی بھلا دیا تھا۔ اب وہ سوچ رہی تھی۔ "ہائے میں دیوتا کے پیار میں کیسی خود غرض بن گئی ہوں۔ اپنوں کو بالکل ہی بھلا بیٹھی ہوں۔ ٹھیک ہے۔ مجھے ان سے ملنا چاہیئے۔ یون اور بابا میرے لیے پریشان ہوں گے۔"

میں نے اسے اب اپنے طور پر سوچنے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد ارادہ تھا کہ رومانہ سے رابطہ قائم کروں گا۔ لیکن شیو ہو چکا تھا۔ میں بل ادا کر کے باہر آ گیا۔ اب میں کسی دوسری جگہ اطمینان سے بیٹھ کر ہی رومانہ کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔ یوں تو چلتے پھرتے بھی یہ ممکن تھا لیکن وہ میرے لیے اجنبی جگہ تھی اس لیے میں راستہ چلتے دماغی طور پر حاضر رہنا چاہتا تھا۔

میں بھٹکتا ہوا گرانڈ بازار میں پہنچ گیا۔ یہ ایک بہت ہی وسیع و عریض عمارت کے اندر پھیلا ہوا بازار ہے۔ اندر پہنچ کر باہر کے مناظر دکھائی نہیں دیتے۔ اس عمارت کے اندر دکانیں گلیاں اور فٹ پاتھ وغیرہ سب ہی کچھ تھے۔ اس کی چھتیں محراب نما تھیں۔ عاشق مزاج نوجوان فٹ پاتھ پر کھڑے ہوئے سامنے سے گزرنے والی عورتوں کو تکتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ میں نے ایک جنرل اسٹور میں پہنچ کر میک اپ کا تمام سامان خریدا۔ اپنے لیے ایک ریڈی میڈ سوٹ بھی لیا۔ پھر اس پوشیدہ بازار کی عمارت سے باہر آ گیا۔

میں اپنے اصل روپ میں تھا۔ روپ بدلنے کے لیے کسی بند کمرے میں یا کسی ویران مقام پر پہنچنا ضروری تھا۔ میں نے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ڈرائیور سے کہا کہ مجھے شہر سے باہر کسی ویرانے میں لے چلے۔ وہ میرا منہ تکنے لگا۔ یعنی وہ انگریزی نہیں جانتا تھا میں نے اشاروں میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ تب اس نے شہر کا نقشہ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔ اس نقشہ کے باعث مجھے استنبول کے متعلق معلومات حاصل ہوئیں۔ میں نے ایک جگہ انگلی رکھ کر کہا۔ "یہاں لے چلو۔"

گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرنے کے بعد رومانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک خوبصورت سے سجے ہوئے کمرے میں ایک آرام دہ صوفہ پر بیٹھی ہوئی کسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ وہ استنبول پہنچ گئی ہے۔ طیارے میں ایک عورت اس کی ہمسفر تھی۔ دونوں میں اس حد تک دوستی ہو گئی کہ اس عورت نے رومانہ کو یقین دلایا کہ وہ اس کے فریدہ کو استنبول میں تلاش کرنے کے سلسلے میں اس کی مدد کرے گی۔

میرا ارادہ تھا کہ میں میک اپ کرنے کے بعد دشمنوں کی طرف سے بے فکر ہو کر کسی بھی ایسی جگہ پہنچ جاؤں گا جہاں رومانہ موجود ہو گی۔ ابھی اس بات کا ذرا اطمینان ہوا کہ اس نے کسی کو سہیلی بنا کر اپنے رہنے کا ٹھکانہ بنا لیا ہے۔ اتنے میں وہ عورت اس کے کمرے میں آ گئی۔ اس کے ساتھ تین مرد تھے۔ ایک ادھیڑ عمر کا آدمی چشمہ لگائے ہوئے تھا۔ باقی دو ہٹے کٹے جوان تھے۔ ان میں سے ایک کا سر منڈا ہوا تھا۔ اور وہ چہرے سے ہی درندہ نظر آتا تھا۔

رومانہ نادان بچی نہیں تھی۔ وہ منشیات فروشوں سے کھیلنے والی یوں سنبھل کر بیٹھ گئی تھی جیسے سمندر میں طوفان کی آمد کی خبر پا لی ہو۔ اس عورت نے مسکرا کر کہا۔ "رومانہ ڈارلنگ! گھبراؤ نہیں۔ یہ لوگ استنبول کے چپہ چپہ سے واقف ہیں۔ تمہارے لوائے فرید کو ڈھونڈ نکالیں گے۔ تم نے سفر کے دوران فرید کے متعلق جو عجیب و غریب باتیں بتائی ہیں وہ ان لوگوں کو بھی بتا دو۔"

رومانہ نے کہا۔ "یہ تو تم بھی بتا سکتی ہو۔ ایک تو یہ کہ وہ حیرت انگیز طور پر پھرتیلا ہے۔ اس پر اچانک حملہ کیا جائے تب بھی وہ اپنا بچاؤ کر لیتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس میں سونگھنے کی حس غیر معمولی ہے۔ ہم کہیں بھی رہیں، وہ ہماری بو پا کر ہمارے پاس پہنچ سکتا ہے۔"

مجھے یاد آیا کہ میں نے بحری جہاز میں رومانہ اور سمندری عقاب سے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو چھپانے کے لئے جھوٹ کہا تھا کہ مجھ میں سونگھنے کی حیرت انگیز صلاحیت ہے۔ وہ میری اسی جھوٹی صلاحیت کا ذکر کر رہی تھی۔ اس ادھیڑ عمر کے آدمی نے اپنی ناک پر چشمہ کو درست کرتے ہوئے کہا۔ "اگر اس میں سونگھنے کی صلاحیت ہے اور اگر وہ استنبول میں موجود ہے تو وہ ہماری بو پا کر یہاں بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"ہاں آ سکتا ہے لیکن وہ مجھ سے ناراض ہے۔ میں اسے منانے آئی ہوں۔"

بوڑھے نے کہا۔ "سنو لڑکی! ہماری معلومات کے مطابق صرف ایک ہی عورت سونگھنے کی غیر معمولی حس رکھتی ہے۔ اس عورت کا نام سونیا ہے۔ اور ایسا شخص جو اچانک حملوں سے بچ نکلتا ہو اور تمہارے پیاکو دی جانے والی زہریلی شراب کا علم حیرت انگیز طور پر جسے ہو گیا تھا، وہ صرف فرہاد علی تیمور ہی ہو سکتا ہے۔"

یہ باتیں سن کر ساری باتیں سمجھ میں آ گئیں کہ رومانہ مافیا کی تنظیم کے لوگوں میں جا پھنسی ہے۔ اس نے کہا۔ "میں کسی فرہاد علی تیمور کو نہیں جانتی۔"

اس شخص نے جیب سے ایک تصویر نکال کر پوچھا۔ "کیا تمہیں اس شخص کی تلاش ہے؟"

رومانہ نے تصویر کو دیکھتے ہی اسے لے کر اپنے دھڑکتے ہوئے سینے سے لگا لیا۔ "ہاں مجھے اسی کی تلاش ہے۔ یہی میرا فرید ہے۔ مجھے اس کے پاس لے چلو۔"

"مس رومانہ! یہ فرید نہیں ہے۔ اس کا اصل نام فرہاد علی تیمور ہے۔"

"مجھے نام سے کیا لینا ہے۔ میں صرف اپنے محبوب کو چاہتی ہوں۔"

"صرف تم اسے نہیں چاہتیں۔ اس دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جتنے قاتل بدمعاش اور بین الاقوامی

طرزِ پرسازشیں کرنے والی تنظیمیں ہیں، ان سب کے افراد اسے چاہتے ہیں۔ زندہ یا مُردہ...۔"

"اوہ!" رومانہ نے چونک کر پوچھا۔ "اچھا تو تم سب وہی ہو، جن سے فرید چھپتا پھرتا ہے؟"

"ہاں۔ اس نے اپنی موت کا اتنا مکمل ڈرامہ پیش کیا تھا کہ ہم اب تک اسے مُردہ سمجھ رہے تھے۔ میں تمہاری اطلاع کے لیے یہ کہہ دُوں کہ ہم اسے زندہ رکھنا چاہتے ہیں، بشرطیکہ وہ ماسٹروں کی تنظیم کا وفادار بن جائے۔"

رومانہ نے کہا۔ "اسے جرائم سے نفرت ہے۔ اس لیے میں نے اپنا راستہ بدل دیا۔ بہتر ہے کہ تم لوگ بھی اپنا راستہ بدل دو اور فرید کو مُردہ دیکھنے کی تمنا رکھنے والے میرے ہاتھوں سے زندہ بچ کر نہیں جائیں گے۔"

"ہا ہا ہا۔ واہ واہ واہ۔" اس سر منڈے دیو نے بڑی درندگی سے ہنستے ہوئے کہا۔ "میری جان! سب سے پہلے میں تمہاری آغوش میں مرنا پسند کروں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی رومانہ صوفہ پر بیٹھے بیٹھے فرش کی جانب جھک گئی جیسے کسی بوجھ سے دب رہی ہو، پھر جمناشک کی شہزادی دو ہاتھوں کے بل یہ فضا میں اچھلتی ہوئی سر منڈے کے پاس اس طرح پہنچی کہ دونوں ٹانگوں سے اس کی گردن میں قینچی ڈالتی ہوئی دوسری طرف فرش پر پہنچ گئی۔ یہ سب اتنی جلدی ہوا جیسے بجلی کوندی ہو۔ اور وہ بجلی سر منڈے کی گردن کی قینچی بن گئی تھی۔۔۔ وہ بڑا ہی شہ زور تھا۔ اس داؤ سے نکل سکتا تھا لیکن میں نے منڈی ہوئی کھوپڑی کے اندر بھیجے کو اس کے سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب کر دی تھیں۔ وہ کسی اندھے کی طرح دیدے پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھتا ہوا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا لیکن رومانہ کی گرفت سے اپنی گردن چھڑانے کا داؤ اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔

سر منڈے کا دوسرا ساتھی رومانہ پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ بوڑھے آدمی نے ریوالور کی نال میں سائلنسر لگاتے ہوئے کہا۔ "رک جاؤ۔ میں ہنگامہ پسند نہیں کرتا۔" پھر اس نے اپنی ناک پر عینک کو درست کرتے ہوئے کہا۔ "مس رومانہ! تم سیدھی طرح اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ جاؤ ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔"

اس نے سر منڈے کو چھوڑ دیا۔ الٹی قلابازی کھا کر کھڑی ہو گئی۔ بوڑھے نے یہی سمجھا کہ وہ دھمکی میں آ گئی ہے لیکن اچانک اس کے ریوالور پر جھکی ہوئی [illegible] ہی دوڑے۔ مگر اُن سے پہلے وہ جمناشک کے کرتب دکھاتی ہوئی ریوالور کو فرش پر سے اٹھاتی ہوئی صوفہ پر آرام سے بیٹھ گئی۔

وہ میزبان عورت سہم کر دیوار سے جا لگی تھی۔ وہ بوڑھا اور اس کے دونوں ہنستے کھیلتے ساتھی ابھی تک یوں فرش پر جھکے ہوئے تھے جیسے وہاں سے ریوالور اٹھا رہے ہوں۔ انھیں آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ حسین لڑکی اتنی پھرتیلی ہو سکتی ہے اور اب موت کا سامان اس کے ہاتھ میں آ گیا ہے۔

وہ بوڑھا کھسیانی مسکراہٹ کے ساتھ سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔ "تم بہت باکمال لڑکی ہو۔ میں تو صرف دھمکی دے رہا تھا اور نہ میں تمہیں دوست بنانے آیا ہوں۔"

رومانہ نے سفاکی سے کہا۔ "مجھے ہاتھ میں ریوالور لیکر دھمکی دینا نہیں آتا۔ اگر تم نے کا فیصلہ کروں گی تو پہلی فرصت میں گولی مار دُوں گی۔ لہٰذا میرے فیصلہ کرنے سے پہلے یہ بتاؤ کہ آخر تم لوگ فرید کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو؟ وہ دنیا میں اور بھی باکمال لوگ موجود ہیں۔"

بوڑھے نے کہا۔ "بیشک اس دنیا میں ایک سے ایک باکمال لوگ موجود ہیں لیکن فرہاد سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"ٹیلی پیتھی؟" رومانہ نے چونک کر حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ کسی کے بھی دماغ میں چھپی ہوئی باتیں پڑھ لیتا ہے؟"

"ہاں، اس کے سامنے جو بھی آتا ہے۔ یا وہ جس کی آواز سُن لیتا ہے۔ اس کے دماغ کی سوچوں تک پہنچ جاتا ہے۔ کیا تم نے کبھی محسوس نہیں کیا کہ وہ تمہاری بھی سوچیں پڑھتا رہا ہے؟"

"نہیں، میں نے کبھی دھیان نہیں دیا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ وہ میرے چھپے ہوئے خیالات پڑھتا رہا ہوگا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں۔۔۔!"

وہ کہتے کہتے چپ ہو گئی۔ اچانک اسے یاد آیا کہ یُون پُراسرار قوتوں کی مالکہ تھی۔ لیکن چھپی ہوئی سازشوں کا علم اسے نہیں ہوتا تھا۔ پتا نہیں چائے میں خواب آور دوا گھول کر پلانا چاہا تھا۔ ٹھیک اسی وقت فرید آ کر مے یُون کو اپنے کیبن میں لے گیا تھا۔ کیا فرید نے پتا کے خیالات کو پڑھ لیا تھا یہ ہاں ہو سکتا ہے۔ وہی مے یُون کو بحری جہاز سے نکال کر لے گیا تھا۔ اس نے میرے خیالات کو بھی پڑھ لیا تھا کہ میں اپنے پیار کی خاطر مے یُون کو اس سے الگ کرنا چاہتی ہوں۔

"اوہ فرید! تم کتنے گہرے ہو اور میں تمہاری گہرائی کو نہ پا سکی۔ تمہیں اور بھی ادریس سے دیکھتی، سمجھتی اور پیار کرتی رہی۔ میں پہلے سچ مچ اس قابل نہ تھی کہ تم مجھے اپنا رازدار بنا سکتے۔ میں نے اپنی نادانی سے تمہیں ناراض کر دیا۔ ایک بار صرف ایک بار مجھے مل جاؤ۔ میں تمہارے قدموں میں لوٹ کر اور تڑپ تڑپ کر یقین

دلاؤں گی کہ میں کتنی بدل گئی ہوں۔"

وہ سوچ میں میرے لیے تڑپ رہی تھی۔ اچانک اسے اپنے ذہن پر بوجھ محسوس ہوا۔ سر منڈا اسے غافل پا کر اس پر چھا گیا تھا۔ وہ ایک ہاتھ سے رومانہ کے ریوالور والے ہاتھ کو گرفت میں لیکر دوسرے ہاتھ سے اس کا گلا دبوچ رہا تھا۔ ایسے وقت رومانہ کو پتہ چل رہا تھا کہ وہ کیسا فولادی انسان ہے اور اتنا وزنی ہے کہ وہ اسے ٹانگوں پر اچھال کر نہیں پھینک سکتی۔ میں اس کے گلا گھونٹنے کا تماشہ نہیں دیکھ سکتا۔ مجبوراً میں نے اسے ایک دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ اچھل کر پیچھے گیا۔ پھر سینٹر ٹیبل سے ٹکرا کر گر پڑا۔

اسے اپنا سر تھام کر سوچنے سمجھنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ رومانہ نے اس کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی فائر کر دیا۔ کھٹ کی آواز کے ساتھ منڈی ہوئی کھوپڑی میں سوراخ ہو گیا۔ اس کا دوسرا ساتھی دروازے کی طرف بھاگ رہا تھا۔ فائرنگ کی دوسری سرگوشی نے اسے دروازے پر ہی روک دیا۔ اس کا ہاتھ دروازے کے ہینڈل کو تھام کر جھول گیا۔ وہ دروازے سے لگ کر پھسلتا ہوا فرش پر ادھ منہ ہمیشہ کے لیے سو گیا۔

اب اس کے ریوالور کا رُخ بوڑھے کی طرف تھا۔ بوڑھے نے مارے دہشت کے نہیں نہیں کی گردان کرتے ہوئے کہا۔ "تت... تم میری بیٹی ہو۔ مجھے نہ مارو۔ میں تمہیں فرہاد سے ملاؤں گا۔"

اس وقت رومانہ کا دھیان میری طرف تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے سر منڈے پر جوابی حملہ نہیں کیا تھا۔ وہ اس قابل نہیں تھی کہ اسے اچھال کر پھینک دیتی۔ پھر وہ کس طرح آپ ہی آپ کراہتے ہوئے پیچھے جا گرا تھا؟ یہ کیا فرید اس کی مدد کر رہا ہے؟

میں نے اسے ایسا سوچنے سے نہیں روکا کیونکہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا علم اسے ہو چکا تھا۔ میں بار بار اس کے سوچنے کے انداز کو بدلتا۔ وہ بار بار یہی سوچتی کہ میں اس کے خیالات پڑھتا رہا تھا اور اب بھی پڑھ رہا ہوں۔ اسی لیے وہ میری طرف سے ملنے والی مدد پر غور کر رہی تھی اور جب امداد پہنچانے والی بات آئی تو اسے یہ بھی یاد آیا کہ بحری جہاز میں تمام لوگ دشمنوں کے نرغے میں تھے اور پرنس نے یُون کی عزت سے کھیلنا چاہا تھا۔ تب بھی فرید نے ہی اس کی مدد کی ہوگی۔ مے یُون بتاتے چوکتی پُراسرار قوتوں کی مالکہ نہیں ہے اسے فرید نے پُراسرار بنا دیا ہے۔

اس خیال کے ساتھ ہی وہ سوچنے لگی "مجھے پھر ایکبار آزمانا چاہیے۔ رخصت کے وقت فرید میری مدد کرتا ہے یا نہیں، یہ میں ریوالور اس بوڑھے کے سامنے پھینک دوں گی۔ یہ مجھ پر فائرنگ کرے گا۔ جیسا کہ پرنس نے مے یُون پر فائرنگ کی کوشش کی تھی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ آزمائش بڑی خطرناک ہوگی۔ اگر فرید میری سوچ نہ پڑھ رہا ہو تو یہ بوڑھا سچ مچ مجھے مار ڈالے گا۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "کیسے مارے گا؟ یہ اس سے پہلے کہ یہ فائر کرے، میں اپنے کرتب دکھا کر اس کا تختہ کر دوں گی۔ مجھے صرف یہ دیکھنا ہے کہ فرید میری مدد کے لیے موجود ہے یا نہیں؟"

یہ سوچتے ہی اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ریوالور کو بوڑھے کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا۔ "ایک ہی صورت میں تمہاری سلامتی ہے اور وہ یہ کہ تم یہ ریوالور اٹھا کر مجھ پر گولی چلا دو۔"

بوڑھا اور وہ میزبان عورت دونوں ہی اسے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ بوڑھے نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "نن... نہیں! میں تم پر فائر نہیں کروں گا۔ میں یہ ریوالور تمہیں واپس دے رہا ہوں۔"

اس نے ریوالور کو اٹھانے کے لیے فرش پر گھٹنے ٹیک دیئے۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ وہ ریوالور اٹھاتے ہی فائر کر دے گا۔ لیکن اسی لمحہ اس کا ذہن بدل گیا۔ اب اس کی کھوپڑی میں میرا دماغ تھا۔ کیونکہ دماغ کی چار دیواری پر جس کی سوچ کا قبضہ ہوتا ہے وہ دماغی گھر اس کا ہوتا ہے۔ اس نے جھک کر ریوالور کو گرفت میں لینا چاہا مگر اس کا ہاتھ ریوالور ایک انچ ادھر آ گیا۔ وہ قالین کو پکڑ رہا تھا۔

اس نے دوسری بار کوشش کی۔ پھر تیسری بار، پھر چوتھی بار لیکن ہر بار اس کا ہاتھ کبھی ریوالور کے اِدھر اور کبھی اُدھر جاتا رہا اور وہ جیسے مکھیاں مار تا رہا۔ تب میں نے اس بوڑھے کے دماغ میں بیٹھے بیٹھے رومانہ کی آواز سنی۔ وہ خوشی سے دیوانی ہو کر کہہ رہی تھی۔ "مجھے یاد آ گیا۔ مے یُون کے سامنے بھی پرنس اسی طرح ریوالور کو فرش سے اٹھانا چاہتا تھا اور نہیں اٹھا سکا تھا۔ پتا نے قہقہہ لگا کر کہا تھا کہ پرنس! ریوالور اٹھا رہے ہو یا مکھیاں مار رہے ہو؟"

وہ مسرتوں کے ہجوم میں پاگل ہو کر اس میزبان عورت سے لپٹ گئی۔ "میرا فرید میرے پاس ہے۔ وہ دیکھو وہاں ہے۔ اسے ریوالور اٹھانے کا موقعہ نہیں دے رہا ہے۔ وہ یہاں موجود ہے۔ ہائے میں خوشی سے مر جاؤں گی۔ فرید! مجھے آواز دو۔ مجھے اپنے پاس بلاؤ۔"

وہ اپنی خالی آغوش کو بھرنا چاہتی تھی اسی لیے جذباتی انداز میں اس میزبان عورت کو اپنے بازوؤں میں بھینچ رہی تھی۔ اس کی قوت کا اندازہ وہ بے چاری عورت ہی لگا رہی تھی کیونکہ اس کی سانس رُکی جا رہی تھی۔

وہ بوڑھا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر میرے لہجے میں بولنے لگا۔ رومانہ! میں تمہارے پاس موجود ہوں۔"

وہ چونک کر بوڑھے کو دیکھنے لگی۔ کیونکہ اس کی زبان سے میں بول رہا تھا۔ وہ میرے لب ہلتے ہوئے کو بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔ اس بوڑھے کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگی۔ میں نے کہا: "میں اس بوڑھے کے دماغ میں موجود ہوں۔ اس کی زبان سے بول رہا ہوں اور اس کی آنکھوں سے تمہیں قریب آتے دیکھ رہا ہوں۔"

وہ بوڑھے کے قریب آ کر رک گئی۔ اس کے چہرے کو حیرانی نظروں سے دیکھتی ہوئی شدید حیرانی سے بولی: "فریدہ! یہ کیا طلسم ہے؟ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"یقین آ جائے گا۔ مجھے فریدہ نہیں فرہاد کہو۔ یہی میرا اصلی نام ہے۔ اب فرش پر سے ریوالور اٹھا لو۔ میں تمہارے دماغ میں آ رہا ہوں۔"

اس نے فوراً ہی ریوالور اٹھا لیا۔ پھر گم صم ہو کر اپنے دماغ کے اندر میرا انتظار کرنے لگی۔ حالانکہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ سوچ کی لہریں انتظار نہیں کراتیں۔ میں تو اس کی پلک جھپکنے سے پہلے ہی اس کے اندر سما گیا تھا۔ میں نے بڑے پیار سے پوچھا: "روما! مجھے اپنے اندر تلاش کر رہی ہو؟"

وہ ایک دم سے صوفہ پر بیٹھ گئی: "تم... تم فریدہ نہیں فرہاد! میرے فرہاد! کیا میرے دماغ میں ابھی تم نے کچھ پوچھا ہے۔ بالکل تمہارا لہجہ ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ میری سوچ تمہارا لہجہ یاد کر رہی ہو؟"

"نہیں میری جان! میں تمہارے اندر بول رہا ہوں اور اسی کا ثبوت پیش کر رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے اٹھنا چاہیئے۔"

وہ اچانک کھڑی ہو گئی۔ پھر میری دوسری ہدایت کے مطابق بیٹھ گئی۔ جب میں نے اس کے دماغ کو اپنی گرفت سے آزاد کیا تو وہ سوچنے لگی کہ وہ کیوں اچانک کھڑی ہوئی پھر بیٹھ گئی ہے؟

میں نے کہا: "یہی ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔ میں نے تمہاری سوچ اختیار کر کے تمہیں اٹھایا اور بٹھایا تھا۔"

"اوہ فرہاد! تم کتنے عجیب و غریب ہو۔ میں نے تمہاری قدر نہیں کی۔ مجھے معاف کر دو۔"

"تم نے میری قدر کی ہے اور کر رہی ہو۔ میں سوچ کی راہوں کا بھیدی ہوں۔ تم سے دور رہ کر بھی تمہاری سوچیں پڑھتا رہا۔ میں نے تمہیں پچھتاتے اور روتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ تم میری خاطر بحری جہاز کو فروخت کر کے میری پسند کی زندگی گزار رہی ہو۔ تم مجھ سے ملاقات کر کے زبان سے یہ سب کچھ بتانا چاہتی تھیں۔ دیکھو! کہ میں بتائے بغیر سارا معلومات رکھتا ہوں۔"

"ہائے فرہاد! تم نے میرے دماغ کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ میں یہ سوچ سوچ کر الجھ رہی تھی کہ کس طرح اپنے پچھتاوے کی داستان سناؤں گی اور کس منہ سے معافی مانگوں گی۔ مگر میری حالت زار سے واقف رہنے والے جادوگر تم بہت سنگدل ہو۔ تم نے سوچ کی انگلیوں سے بھی میرے آنسو نہیں پونچھے۔ کیا تم نے معاف نہیں کیا ہے؟"

"میں کبھی تم سے ناراض نہیں تھا۔ پھر معافی کیسی؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ میں ہمیشہ تمہارے پاس موجود رہا مگر تمہیں خبر نہ ہونے دی۔ میں چاہتا تھا کہ تم جدائی کی آگ میں جل کر کندن بن جاؤ تو محبت کا مفہوم اچھی طرح تمہاری سمجھ میں آ جائے گا۔"

"میں سمجھ گئی ہوں میرے جادوگر! اب تو آ جاؤ میرے پاس۔"

"آ جاؤں گا۔ ابھی تو میں شہر سے باہر ایک ویرانے میں اپنا روپ بدلنے جا رہا ہوں۔ واپسی میں تم یہاں بھی رہو گی میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"کیا میں کسی ہوٹل میں قیام کروں؟"

"یہ بہتر ہو گا۔ اس مکان سے نکل جاؤ۔"

"میں قتل و غارت گری سے دور رہنا چاہتی تھی لیکن آج مجبوراً دو قتل کرنے پڑے۔ دو دشمن ابھی سامنے زندہ کھڑے ہیں۔ اگر انہیں بھی ٹھکانے نہ لگایا گیا تو یہ یا ان کے آدمی میرا پیچھا مزید کریں گے۔"

"تم جو مناسب سمجھتی ہو کرو۔ میں فی الحال تمہارے دماغ سے رخصت ہو رہا ہوں۔"

"فرہاد! نہ جاؤ۔ میں بہت عرصہ تنہا رہ چکی ہوں۔ اب نہیں رہ سکتی۔"

"تم پہلے بھی تنہا نہیں تھیں۔ اب بھی نہیں رہو گی۔ اپنی مصروفیت سے فارغ ہوتے ہی پھر تمہارے وجود میں سما جاؤں گا دیکھو مجھے اپنے اندر پا رہی ہو نا؟"

وہ سر جھکا کر شرمانے لگی۔ میں نے کہا: "بس ٹھیک ہے اسی طرح مجھے محسوس کرتی رہو۔ میں بہت جلد تم سے ملوں گا۔ خدا حافظ۔"

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ ٹیکسی شہر سے باہر نکل آئی تھی اور ایک پُرفضا مقام سے گزر رہی تھی۔ سڑک کے اطراف سرسبز شاداب جنگلوں میں لوگ پکنک مناتے نظر آ رہے تھے۔ پھیلا کہ چھٹی کے دن بڑے بڑے دولت مند لوگ ادھر جنگل میں منگل منانے آتے ہیں۔ خوش باش لوگ مسلم دنبوں اور بکروں کی کھالیں اتار کر آگ پر بھونتے ہیں۔ میں نے دیکھا درختوں کی اونچی شاخوں پر کھالیں دھوپ میں سکھائی جا رہی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے تفریحی مقامات میں صرف مرد نہیں ہوتے، وہاں طرح طرح کے ڈیزائن کی حسین عورتیں بھی تھیں۔

ٹیکسی ڈرائیور عقب نما آئینہ میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی اپنی زبان میں مسکراتے ہوئے کچھ کہنے لگا۔ میں سمجھ نہ سکا۔ اس نے اشاروں کی زبان میں پوچھا۔ کیا مجھے نیند آ رہی ہے؟

میں بڑی دیر تک آنکھیں بند کیے خیال خوانی میں مصروف تھا۔ اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ میں سو رہا ہوں۔ میں نے بھی مسکرا کر اشاروں کی زبان میں سمجھایا کہ میں اپنی نیند پوری کر چکا ہوں تقریباً چار میل اور آگے جانے کے بعد اس نے گاڑی روک دی۔ وہاں دور دور تک گھنے درخت نظر آ رہے تھے۔ اس نے اشاروں سے کہا کہ وہ میری واپسی کا انتظار کر سکتا ہے لیکن میں انکار کرتے ہوئے ٹیکسی سے باہر آ گیا۔ اس بیگ کو شانہ سے لٹکایا جس میں پندرہ ہزار ڈالرز، میرا نیا سوٹ اور میک اپ کے لوازمات موجود تھے۔ پھر میں نے جیب سے پچاس ڈالرز نکال کر اسے دے دیئے۔

اس نے خوش ہو کر سلام کرنے کے انداز میں سر کو جھکایا میں اطمینان سے پلٹ کر درختوں کے جھنڈ کی طرف جانے لگا۔ یہ اطمینان مجھے بڑا مہنگا پڑا۔ اچانک ہی سر کے پچھلے حصہ پر ایسی زبردست چوٹ پڑی کہ میں دن میں تارے دیکھتا ہوا زمین پر بوس ہو گیا۔ وہ تکلیف ناقابل برداشت تھی۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی۔ اوندھے منہ گرنے کے بعد ایک بار اٹھنا چاہا۔ لیکن دوسری چوٹ نے میرے حواس گم کر دیئے۔

میری غفلت نے مجھے نقصان پہنچایا، ورنہ یہ تو سب ہی سمجھتے ہیں کہ کم از کم ویرانے میں پہنچ کر بعض ٹیکسی ڈرائیوروں سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ اگر میں ٹیکسی میں سفر کے دوران آنکھیں کھلی رکھتا تو یہ بات مجھ میں آ جاتی کہ وہ عقب نما آئینہ میں صرف مجھے نہیں سامان سے بھرے ہوئے بیگ کو بھی دیکھ رہا تھا۔ بہرحال اب تو میں اپنے مقدر کی تاریکی دیکھ رہا تھا۔

پتہ نہیں چلا کہ تاریکی کا سفر کتنا طویل رہا۔ پھر میں نے دماغ کی اسکرین پر دیکھا کہ میرا جسم ہلکا پھلکا ہو کر فضا میں غبارے کی طرح ڈول رہا ہے۔ میرے قدموں تلے زمین نہیں تھی اور سر سے آسمان کا سایہ اٹھ گیا تھا۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ ایسی رس بھری آوازیں سنائی دے رہی تھیں جیسے بہت سی عورتیں ہم آواز ہو کر کوئی انجانا سا گیت گا رہی ہوں۔

اس وقت میں خود اپنی شخصیت سے پوری طرح واقف نہیں تھا۔ خواب دیکھنے کے دوران ہم بہت سے معاملات میں بے بس ہوتے ہیں۔ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتے۔ جو کچھ ہمیں ہمارا لاشعور کھاتا ہے ہم خاموش تماشائی کی طرح خواب کے پردے میں وہ دیکھتے رہتے ہیں۔ ایسے وقت مجھے یہ بھی یاد نہ رہا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ اگر مجھے یاد رہتا تو میں ان گیت گانے والیوں کی آواز کے سہارے ان کے دماغ تک پہنچ جاتا۔

میں دماغ کی دھندلی کائنات میں بھٹکتا ہوا ایک بلند و بالا معبد کے آہنی پھاٹک کے سامنے پہنچ گیا۔ پھاٹک کے اوپر نصب پٹ آپ ہی آپ کھلتے جا رہے تھے۔ اب مندر کی گھنٹیاں سنائی دے رہی تھیں۔ عود و عنبر کے منڈلاتے اور بل کھاتے دھوئیں سے پرے معبد کا اندرونی دروازہ دو بانہوں کی طرح کھل رہا تھا۔

اتنی دیر فضا میں بھٹکنے کے بعد میرے قدم مندر کی دہلیز پر پہنچ گئے۔ اندر دیوالی کا سماں تھا۔ چاروں طرف دیئے روشن تھے۔ گیروے رنگ کی ساڑھیاں پہنی ہوئی نوجوان اور حسین داسیاں پیتل کی تھال اپنی اپنی ہتھیلی پر رکھے رقص کر رہی تھیں۔ تھال پر سجے ہوئے پھول، پرشاد اور دیئے بھی ان کے ساتھ رقص کناں تھے۔

مجھے دیکھتے ہی وہ سب باری باری رقص کرتی ہوئی میرے پاس آنے لگیں۔ میرا ہاتھ تھام کر مجھے آگے بڑھانے لگیں۔ آگے مہادیو کا ایک بڑا سا مجسمہ تھا۔ ایک ناگ شیو کی گردن سے لپٹا ہوا اپنا پھن اٹھائے ہوئے تھا۔ رس بھری آوازوں کا گیت مندر کی چار دیواری میں بدستور گونج رہا تھا جب ان داسیوں کے کنوارے ہاتھوں نے مجھے مہادیو کے مجسمہ کے پاس پہنچایا تو وہ مجسمہ ہوئے ہوئے ایک طرف سرکنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی پیچھے والی دیوار ایک دروازے کی طرح کھلتی چلی گئی۔

میں کھلی ہوئی دیوار سے گزرتا ہوا ایک بڑے سے ہال میں پہنچ گیا۔ ہال کے وسط میں ایک بڑا سا حوض تھا۔ وہاں کچھ لوگ ادب سے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ ان میں سے دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر میرا لباس اتارا۔ پھر مجھے حوض میں لے جا کر غسل کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ حوض کا پانی ٹھنڈا اور صاف و شفاف تھا۔ پتہ نہیں اس میں کون سی خوشبو گھول دی گئی تھی کہ میرا دماغ معطر ہو رہا تھا۔

غسل کے بعد مجھے ایک نیا سوٹ پہنایا گیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ وہی سوٹ تھا جسے میں نے خریدا تھا۔ جب میں نے لباس پہن لیا تو تین داسیاں میرے پاس آئیں۔ پھر میرے دونوں ہاتھوں کو تھام کر مجھے اس ہال سے باہر لے گئیں۔ دروازے کے دوسری جانب ایک بہت ہی خوبصورت اور پُرتکلف خوابگاہ تھی۔ فرش پر قالین اتنا ملائم اور دبیز تھا کہ چلتے وقت پاؤں دھنسنے لگتے تھے۔ داسیوں نے مجھے ایک وسیع و عریض پلنگ پر بٹھا دیا۔ اس پلنگ کے چاروں طرف حریری پردے لہرا رہے تھے اور معطر حوض میں غسل کرنے کے بعد بھی میرے جسم سے اب تک خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔

داسیاں چلی گئیں۔ دروازہ بند ہو گیا۔ تب مجھے ایک رس

بھری آواز نے مخاطب کیا: "فرہاد! میں آ رہی ہوں۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔"

میں آرام سے لیٹ گیا۔ مجھے اپنے آپ پر اختیار نہیں تھا۔ مجھ پر جو کچھ گزر رہی تھی، میں اسے چپ چاپ قبول کر رہا تھا۔ میں یا تو خواب دیکھ رہا تھا یا پھر دماغ کے خلا میں بھٹک رہا تھا۔ اس وقت میں کوئی بات یقینی طور سے نہیں کہہ سکتا تھا۔

مجھے دوبارہ وہی رس بھری آواز سنائی دی: "فرہاد! کیا تم مجھے میری آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

جب میں نے جواب دیا تو مجھے اپنی آواز کسی اندھے کنویں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میں نے کہا: "ہاں مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں بہت پہلے سے تمہاری آواز سنتا آ رہا ہوں۔"

"نہیں۔ تم نے میری آواز پہلے کبھی نہیں سنی اور اب سن کر مجھے نہیں پہچانو گے۔"

"ہاں۔ میں نہیں پہچانوں گا۔"

"تم میرے مطیع اور فرمانبردار رہو۔ میرے ہر سوال کا جواب دو گے۔"

"میں ہر سوال کا جواب دوں گا۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"فرہاد علی تیمور۔"

"جب سونیا ٹرین میں سفر کر رہی تھی، اس وقت تم نے اس سے دماغی رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ہاں۔ میں نے سوچ کے ذریعہ اس سے گفتگو کی تھی۔"

"تم نے سونیا کا لب و لہجہ اختیار کر کے رس ونتی سے بھی گفتگو کی تھی؟"

"ہاں۔ میں نے رس ونتی کو دھوکا دیا تھا، مگر..."

میں کہتے کہتے رک گیا۔ اس کی آواز آئی: "میں تمہاری سوچ پڑھ رہی ہوں۔ تم پوچھنا چاہتے ہو کہ میں کون ہوں؟ سنو میں کوئی بھی ہوں۔ تم بیداری کے بعد میری آواز کو اور اس خواب کو بھول جاؤ گے۔"

"ہاں، میں بھول جاؤں گا۔"

"اچھا تو سنو۔ میں ٹرین کے سفر کی بات کر رہی ہوں۔ رس ونتی نے سونیا سے دوستی کرنے کے بعد اسے الوداع کہا تھا لیکن وہ رخصت نہیں ہوئی تھی۔ چپ چاپ سونیا کے دماغ میں موجود رہی۔ تب اس نے تمہاری آواز سنی۔ تم اجنبی زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ وہ زبان سمجھ نہ سکی مگر تمہارے دماغ تک پہنچنے کے لیے تمہاری آواز کو سہارا بناتی رہی۔

کسی کی سوچ تک پہنچنے کے لیے صرف آواز کافی نہیں ہوتی۔ لہجہ یاد رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے لیکن اسی جسم و روح کی ماہرہ نے تمہاری سانسوں کے ساتھ سانس لینا شروع کر دیا۔ یہ انسان کی سانسیں ہیں، جو دماغ کو زندہ رکھتی ہیں۔ دماغ سے جو گزارا بطہ ہے، وہی رابطہ رس ونتی نے... تم سے قائم کیا۔ تمہارے ساتھ سانس لیتے لیتے وہ تمہارے دماغ کو چھوتی رہی تب تم نے سونیا سے رخصت ہوتے ہی اپنی فطرت سے مجبور ہو کر اپنی مادری زبان میں سوچا کہ تم ریٹا کی خوابگاہ میں ہو اور اب ریٹا کو پلنگ سے اٹھا کر قالین پر ڈال دینا چاہیے۔ اس اردو زبان کی سوچ کو سنتے ہی رس ونتی تمہارے لہجے سے آشنا ہو گئی۔ انسان اپنی تہذیب اور اپنی زبان کا بے اختیار مظاہرہ کرتا ہے۔ تم اس کے بعد اطمینان سے اپنی زبان میں سوچتے چلے گئے۔ رس ونتی پر سارے حقائق کھل گئے کہ دراصل تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ کیونکہ اس کے بعد بھی تم نے میوؤں اور رومانہ کے خانوں میں جھانک کر دیکھا تھا۔ ان سے اجنبی زبان میں باتیں کی تھیں۔ وہ باتیں سمجھ میں نہیں آئیں مگر آخر میں یہ معلوم ہوا کہ تم اپنے سونے اور جاگنے کا وقت مقرر کرتے ہو اور تمہارا دماغ ٹھیک مقررہ وقت پر تمہیں بیدار کر تا ہے۔

دوسری صبح رس ونتی ٹھیک اسی وقت تمہارے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہاں رس ونتی نے تمہاری نیکی اللہ تعالیٰ دیکھیں۔ تم نے ریٹا جیسی جوان عورت کے ساتھ ایک کمرے میں رات گزار دی مگر کوئی پاپ نہیں کیا اور نیکی یہ کہ ریٹا کے ماضی نے تمہیں متاثر کیا۔ وہ خود برباد نہیں ہوئی تھی، اسے برباد کیا گیا تھا۔ بہرحال اس کی مکاریوں کے باوجود تم کمیشن کے پانچ ہزار ڈالر اس کے پاس چھوڑ آئے۔

چونکہ تم تنہائی میں اپنی فطرت کے مطابق مادری زبان میں سوچتے ہو، اس لیے رس ونتی تمہاری سوچ کو پڑھتی اور تمہارے ارادوں کو سمجھتی رہی۔ تم انار دپ بدلنے کے لیے میک اپ کا سامان خریدو، پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر کسی ویرانے کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں تم نے رومانہ کی سوچ پڑھی جہاں رومانہ تھی وہاں کچھ لوگ اور تھے اور انگریزی زبان میں باتیں ہو رہی تھیں۔ رس ونتی نہ سمجھنے کے باوجود اس حد تک سمجھ گئی کہ تم سوچ کے ذریعہ اپنی دوسری محبوبہ کی مدد کو پہنچے ہو۔ تیسری محبوبہ سے یوں ہے۔ جواب دو کہ تم نے کتنی محبوبائیں پال رکھی ہیں؟"

"تین۔" میں نے جواب دیا۔

"آخر اتنی عورتیں کیوں رکھتے ہو؟"

"میں نہیں رکھتا۔ لڑکیاں خود کو رکھوانے آ جاتی ہیں۔"

"تم ہوس کے غلام ہو؟"

"نہیں ہوں۔"

"ضرور ہو۔ بولو کہ تم ہوس کے غلام ہو۔"

"ہاں۔ میں ہوس کا غلام ہوں۔"

"آئندہ تم ان تینوں عورتوں سے دماغی اور جسمانی تعلق نہیں رکھو گے۔"

"میں ان تینوں عورتوں سے دماغی اور جسمانی تعلق نہیں رکھوں گا۔"

"تم ہمیشہ میرے مطیع و فرمانبردار بن کر رہو گے۔"

"میں ہمیشہ تمہارا مطیع و فرمانبردار بن کر رہوں گا۔"

"فرہاد! اگر رس ونتی تمہارے دماغ میں جھانکتی نہ رہتی تو وہ ٹیکسی ڈرائیور تمہارا کام تمام کر چکا ہوتا۔ رس ونتی ڈرائیور کی زبان بھی نہیں سمجھ سکتی تھی لیکن اس کی آواز سن چکی تھی۔ اس آواز کے سہارے اس نے اسے دماغی جھٹکے پہنچاتے تو وہ بوکھلا کر بھاگ گیا۔

اب تم رس ونتی کی رہائش گاہ میں ہو۔ بیداری کے بعد تم خواب کی یہ باتیں بھول جاؤ گے اور صرف میرا یہ حکم یاد رکھو گے کہ جب بھی یہ آواز تمہارے دماغ تک پہنچے گی۔ تم اس آواز کے سامنے ایک تابعدار کی طرح جھک جاؤ گے۔"

"میں اس آواز کے سامنے ایک تابع دار کی طرح جھک جاؤں گا۔"

"اب تم آرام سے سوتے رہو۔ پانچ گھنٹے بعد بیدار ہو جانا۔"

میرے دماغ کی اسکرین دھندلی پڑ گئی۔ پھر تاریکی چھا گئی۔ میں اس تاریکی میں پانچ گھنٹے کے لیے گم ہو گیا۔ جب آنکھ کھلی تو میں نے خود کو ایک ماڈرن قسم کے بیڈ روم میں پایا۔ میں فوم کے ملائم بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ایئر کنڈیشنڈ خوابگاہ کی مخمور فضا میں بھینی بھینی سی خوشبو رچی ہوئی تھی۔ وہاں دیکھنے کے لیے بہت سے آرائشی سامان تھے لیکن میرے دماغ میں تجسس تھا کہ میں وہاں کیسے پہنچ گیا؟

اس وقت مجھے خواب کی باتیں یاد نہ آ سکیں۔ یہ یقیناً ہپناٹزم کا ردعمل تھا لیکن میں خود ٹیلی پیتھی سیکھنے کیلئے ہپناٹزم کی کئی نشستوں سے گزر چکا تھا۔ میری قوت ارادی اتنی مستحکم تھی کہ کوئی انسانی سے مجھے ہپناٹائز نہیں کر سکتا تھا۔ دراصل سر کے پچھلے حصے میں... شدید چوٹیں کھانے کے بعد میرا دماغ کمزور ہو گیا تھا اور ذہنی صلاحیتیں بیمار پڑ گئی تھیں، اسی لیے میں اس وقت ہپناٹزم کے ردعمل سے گزر رہا تھا اور وقتی طور پر خواب کی باتیں بھول بیٹھا تھا۔

سب سے پہلے مجھے وہ ویرانہ یاد آیا، جہاں ٹیکسی ڈرائیور نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ خدا کا کوئی نیک بندہ مجھے اٹھا کر تیمارداری کے لیے اپنے گھر لے آیا ہے۔ میں نے وقت معلوم کرنے کے لیے اپنی کلائی دیکھی تو وہاں گھڑی نہیں تھی۔ میرے سر کے پچھلے حصے سے درد کی ہلکی سی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ سر سے لے کر نیچے تک پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

ایسی تکلیف اور تنہائی کے وقت سونیا یاد آئی۔ جس ہستی سے زیادہ اپنائیت ہوتی ہے، وہی ایسے وقت یاد آتی ہے۔ میں نے فوراً ہی اس سے دماغی رابطہ قائم کرنا چاہا۔ اپنی سوچ کی لہروں کو سونیا تک پہنچانے کی کوشش کی۔ لیکن میرے دماغ کے اندر ہی وہ سوچ کی لہریں گم ہو گئیں۔ میں نے اپنے آپ سے کہا: "نہیں میں سونیا، رومانہ اور میوں سے رابطہ قائم نہیں کروں گا۔ میں صرف ایک آواز کے احکامات کا پابند ہوں گا اور وہ آواز ہے...؟"

آواز آنے لگی۔ میرے دماغ میں مندر کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ سنکھ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ پھر ان آوازوں کے ہجوم میں رس ونتی کی برس بھری آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "فرہاد! تم کسی سے دماغی اور جسمانی رابطہ قائم نہیں کرو گے اور تم میری آواز سے مجھے نہیں پہچانو گے۔"

میں سر کی تکلیف کے باوجود مسکرانے لگا۔ وہ میری مسکراتی ہوئی سوچ کو پڑھ کر حیرانی سے بولی: "اوہ! تم مجھے پہچان رہے ہو۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ کیا تم سپن کتھا کے سحر ہوش و حواس میں تھے؟"

شاید وہ ہپناٹزم کو سپن کتھا کہہ رہی تھی۔ لیکن میں نے سپن کے معنی سپنا ہی سمجھ کر سوچا کہ اپنی غفلت کے دوران میں کسی سپنے سے گزر چکا ہوں۔ میں خود دوسروں کے خوابوں سے فائدہ اٹھا کر بہت سی معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔ اس لیے بات سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ رس ونتی میرے خوابیدہ خیالات سے فائدہ اٹھا چکی ہے۔

میں یہ سب کچھ سوچ رہا تھا اور رس ونتی یہ خیالات پڑھ رہی تھی۔ پھر وہ شکست خوردہ لہجے میں بولی: "میں جانتی تھی کہ ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹرانس میں نہیں لایا جا سکتا۔ لیکن جب تم سر کی چوٹوں کے باعث ٹرانس میں آگئے تو میں نے یہ تجربہ کیا۔ تمہارے دماغ سے اپنی آواز اور اپنی پہچان مٹانے کی کوششیں کیں لیکن افسوس یہ تجربہ ناکام ثابت ہو رہا ہے تم نے مجھے پہچان لیا ہے تو گزرے ہوئے خواب کو بھی کبھی یاد کر لو گے۔"

"ہاں۔" میں نے کہا: "میرے سامنے ایک شمع روشن کرو۔ میں بھولے ہوئے خواب کو یاد کروں گا۔ بہتر ہے کہ تم مجھے اس زحمت سے بچانے کے لیے خود ہی بیان کر دو۔"

اس نے بیان کر دیا۔ میرے چوٹ کھاتے ہوئے خوابیدہ

دماغ کو ٹرانس میں لانے کے بعد اس نے جو معلومات حاصل کی تھیں، وہ سب مجھے بتا دیں۔ چونکہ خیال خوانی کے دوران اس کے دماغ کے دروازے کھلے ہوتے تھے۔ اس لیے میں بھی بآسانی اس کی سوچ پڑھ سکتا تھا۔

جب اس کا بیان ختم ہوگیا تو میں نے پوچھا: "تم یہ کیوں چاہتی ہو کہ میں اپنی کسی مجبوبہ سے رابطہ قائم نہ کروں؟"

"اب میرے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ تمہارا دماغ اب تمہارے قابو میں نہیں ہے۔"

"اگر میں قابو میں رہتا تو تم مجبوباؤں کے سلسلے میں پابندیاں کیوں عائد کرتیں؟"

"اس لیے کہ یہ بُری بات ہے۔ انسان کو یا تو برہمچاری (صداکنوارا) رہنا چاہیئے۔ یا پھر ایک دھرم پتنی کے ساتھ جیون گزارنا چاہیئے۔"

میں نے کہا: "ہمارے مذہب میں برہمچاریوں کا تصور نہیں ہے۔ ہم تو چار شادیاں کر سکتے ہیں اور ابھی میرے پاس چوتھی کی گنجائش ہے۔"

یہ کہتے وقت میں مسکرانے لگا۔ میرے تصور میں اور میری مسکراہٹ کے پیچھے کیا تھا، یہ رس ونتی نے سوچ کے ذریعہ پڑھ لیا۔ چند لمحوں تک بالکل خاموش رہی۔ یہ سمجھتی رہی کہ میں اس کی خاموش سوچ کو پڑھ رہا ہوں۔ پھر وہ سخت لہجے میں بولی: "فرہاد! مجھ سے چھیڑ چھاڑ نہ کرو۔ تم کبھی سپنوں میں بھی مجھے چھو نہ سکو گے۔ میں دیوتاؤں کی امانت ہوں۔ تم کبھی مجھے عام عورتوں میں شمار نہ کرنا۔ میں اپنی توہین برداشت نہیں کروں گی۔"

"یہ بڑی اچھی بات ہے کہ تم دیوتاؤں کی امانت ہو۔ لوگ مجھے بھی دیوتا کہتے ہیں۔ میں زندگی کے کسی موڑ پر دیوتا کی حیثیت سے اپنی امانت ضرور واپس لوں گا۔"

وہ غصے سے بولی: "تم بہت ہی گھٹیا قسم کے آدمی ہو۔ میں تم پر تھوکتی ہوں۔"

"اگر میں بھی تم پر تھوکنا چاہوں تو ہمیں تھوکنے کے لیے ایک دوسرے کے سامنے آنا پڑے گا۔ اور تم میرے سامنے آنے کا حوصلہ نہیں کر سکتیں۔"

وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ غصے میں یہ بھول گئی کہ اسے اپنے دماغ کے دروازوں کو بند کر دینا چاہیئے۔ اس کی ایک کمزوری سمجھ میں آگئی کہ اس کی توہین کی جائے تو وہ غصہ کی حالت میں ہوش سے بے گانہ ہو جاتی ہے۔ یعنی کسی موقعہ پر میں اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا۔

وہ غصے سے سوچ رہی تھی: "میں اس بدمعاش کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اس کا دماغ ابھی کمزور ہے۔ میں دماغی جھٹکے پہنچا کر اسے بے موت مار دوں گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ہاں اسے مار ڈالنا چاہیئے۔ میرے مقابلہ پر کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ رہے تو بہتر ہے۔"

"آں ہُوہ چونک کر سوچنے لگی: "کیا میں سچ مچ اسے مار ڈالوں؟"

اس سوال کے ساتھ ہی میری صورت اور میری شخصیت اس کے دماغ کے پردے پر ابھر آئی۔ اس سے یہ چلا کہ میری غفلت کے دوران وہ کبھی میرے سامنے آئی تھی اور مجھے اچھی طرح دیکھ چکی تھی۔ اس وقت وہ سوچ رہی تھی: "اسے ایک بار اور آمنا سامنے ہونے دو۔ اگر یہ سونیا وغیرہ سے دور رہ کر صرف میری آگیا کا پالن (حکم کی تعمیل) کرتا رہے تو میں اس کی بدتمیزی کو معاف کر دوں گی۔"

میں نے کہا: "میری جان! تم یوی یا مالکن کو نہیں صرف مجبوبہ بن کر فرہاد کو اپنا بنا سکتی ہو۔"

تب اسے ہوش آیا کہ میں اس کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ وہ طیش میں آکر بولی: "میں تمہیں ضرور سزا دوں گی۔۔۔۔"

اس سے پہلے ہی میں نے اسے سزا دی۔ اسے ایک زبردست دماغی جھٹکا پہنچایا۔ اس نے چیخ مارتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ پھر فوراً ہی اپنی سانس روک لی۔ اس کی چیخ سنتے میں نے اندازہ کر لیا کہ وہ پاس والے کمرے میں موجود ہے۔

میں آہستہ آہستہ بستر پر بیٹھ گیا۔ میرا سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ لیکن میں تکلیف برداشت کرتے ہوئے دروازے تک پہنچ گیا۔ مجھے اطمینان تھا کہ وہ سانس روکے اور اپنے دماغ کے دروازے بند کیے بیٹھی ہوگی۔ اور کسی بھی لمحے، اچانک جوابی حملہ بھی کر سکتی ہے۔ اس لیے میں دماغی طور پر پوری طرح مستعد تھا اور بار بار اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

عورت کو اسی لیے صنفِ نازک کہا جاتا ہے کہ واقعی وہ نازک ہوتی ہے۔ ہلکی سی ٹھیس پہنچے تو شیشے کی طرح چٹخ جاتی ہے جبکہ میں نے اسے زبردست دماغی جھٹکا پہنچایا تھا۔ وہ یقیناً سانس روکے اب تک دماغی تکلیف کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر ہلکا سا دباؤ ڈالا تو وہ کھلتا چلا گیا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے میری لگاہوں کے سامنے ایک آرام دہ صوفہ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے پہلی نظر میں اعتراف کیا کہ اپنی زندگی میں کبھی میں نے اتنی حسین عورت نہیں دیکھی اور

بے چہرے کے نقوش ایسے تھے جیسے ایسے جاذبِ نظر تھے کہ نظریں جذب کے عالم میں اس پر جم کر رہ گئیں۔ دماغی تکلیف کے باعث اس کے چہرے پر کرب کے آثار نظر آرہے تھے۔ وہ موہنی سی مورت تکلیف برداشت کرتے ہوئے اور بھی حسین دکھائی دے رہی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کے گلدان میں اس پھول چہرے کو سجا کر اس کا دکھ دور کر دوں۔

دراصل میں نے دماغی جھٹکا پہنچاتے وقت اس بات کا خیال نہیں رکھا تھا کہ مقابلے میں ایک نازک سی کنواری کنیا ہے۔ اس کی صلاحیتوں نے اسے مضبوط اور تحکم بنا کر پیش کیا تھا۔ اب روبرو دیکھ کر پتہ چلا کہ وہ شیشے کا نازک ساخنجر ہے۔ سنبھال کر اتارو تو دل میں اتر جائے گا نہیں تو ٹوٹ جائے گا۔

سانس روکنے کے باعث وہ صوفے پر بچھی ہوئی بے جان ہوتی نظر آرہی تھی۔ ماتھے پر سونے کی بندیا جگمگا رہی تھی۔ بند آنکھوں کے بادامی خطوط بتا رہے تھے کہ جب وہ آنکھیں کھولے گی تو وہ آنکھیں کنول کٹوروں کی طرح کھل جائیں گی۔

سانس روکنے کا عمل کیسا ہوتا ہے، یہ میں بہت پہلے بتا چکا ہوں۔ آج بھی بتا دوں کہ اکثر جوگی مدھ کے ماہر روحانی معلومات حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے اپنے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھنے کی مشقیں کرتے ہیں۔ اپنے اندر جھانک کر روح کا گیان حاصل کرنے کے لیے لازمی ہے کہ خیالات منتشر نہ ہوں۔ تمام فضول سوچیں رد ہو جائیں اور توجہ صرف ایک خیال پر مرکوز رہے۔ رس ونتی نے اپنے دھرم کے اصولوں کے مطابق سانس روکنے میں مہارت حاصل کی تھی اور ساری دنیا سے غافل ہو کر اپنی توجہ کسی ایک خیال پر مرکوز کر دیتی تھی۔

اس کے چہرے سے ظاہر ہونے والی پریشانی نے بتا دیا کہ ابھی اس کی توجہ صرف اپنی دماغی تکلیف پر مرکوز ہے۔ اس نے اپنی چیخ کے متعلق یہ نہیں سوچا تھا کہ فرہاد اس کے ذریعہ اس کا سراغ لگا سکتا ہے اور زخمی ہونے کے باوجود اس کمرے میں پہنچ سکتا ہے۔

میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ کے آس پاس بھٹک رہی تھیں۔ تب اس نے بڑی دیر بعد ہولے سے سانس لیتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ میں کنول نے میری چھب دکھلائی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ گھبرائی۔ میں نے اسے سنبھل کر جوابی حملے کا موقع نہیں دیا۔ اس بار اسے ہلکا سا جھٹکا پہنچایا تو اس نے کراہتے ہوئے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

میں نے کہا: "تم سانس روک کر دماغی رابطہ کو ختم کر سکتی ہو لیکن میری آواز کو اپنے کانوں تک پہنچنے سے نہیں روک سکتیں۔ سنو! میں نے تمہاری کمزوری پکڑ لی ہے۔ تم اپنے دماغ پر لگنے والی چوٹیں برداشت نہیں کر سکتیں۔ تم نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ جب بھی مجھے ذہنی اذیتیں پہنچانے کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھولو گی تو میں بھی برق رفتاری سے ان کھلے ہوئے راستوں سے گزر کر تمہارے دماغ کو پھوڑا بنا دوں گا۔"

وہ سانسوں کے بغیر ایک لاش بنی بیٹھی تھی۔ اور جواب دینے کے لیے اپنے ذہن کے دریچے کھولنا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے کہا: "تمہارا دعویٰ تھا کہ کوئی انسان تمہیں چھو نہیں سکتا۔ اب دیکھو میرے تمہارے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ ہے میں ہاتھ بڑھا کر تمہیں بازوؤں میں سمیٹ سکتا ہوں۔ مگر تمہارا حسن ظلم سے پیار کرنے کے لیے نہیں بلکہ پیار سے ظلم کرنے کے لیے ہے۔ میں تمہیں ہاتھ نہ لگا کر تمہارے غرور کی لاج رکھ رہا ہوں۔ اب تم سانس لو، اور دوستانہ انداز میں باتیں کرو۔ میں تمہیں تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔"

میں نے دیکھا۔ [illegible] سانس لینے لگی تھیں۔ مگر وہ آنکھ نہیں کھول رہی تھی۔ میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا آنکھ نہیں کھولو گی؟"

وہ ہچکچانے لگی۔ پہلے اس نے سر پر آنچل ڈالا۔ پھر اس آنچل کو گھونگھٹ بنا کر اپنے چہرے کو چھپا لیا۔ میں نے فرشِ پر گھٹنے ٹیک کر کہا: "تم کبھی مجھے اپنا غلام نہیں بنا سکو گی البتہ محبت سے جیت سکتی ہو۔ گھونگھٹ اٹھا لو۔ میں فرہاد نہ کریم کے تخلیقی شاہکار کو جی بھر کے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں بڑی خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ حسین لڑکیاں مجھ پر مرتی ہیں۔ میری شخصیت سے متاثر اور مرعوب ہو کر میری آغوش میں چلی آتی ہیں۔ رس ونتی کے متعلق بھی میں نے سوچ لیا کہ وہ زیر ہوگئی ہے اور اب مجھے زبر بنا لے گی۔

تب اچانک ہی میری خوش فہمی کو زبردست جھٹکا پہنچا۔ میں اپنی چیخیں نہ روک سکا۔ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ میرا سر پہلے ہی پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ اب وہ میرے دماغ پر آہنی سوچ کی ضربیں لگا رہی تھی۔ وہ گھونگھٹ کے پیچھے سے حملہ کرتے ہی فوراً۔۔۔ سانس روک لیتی تھی۔ پھر اچانک سانس لیتے ہوئے دوبارہ حملہ کر لیتی تھی۔ مجھے سنبھلنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔

وہ جیسے میرا آخری وقت تھا۔ فرہاد علی تیمور کی شخصیت صرف دماغی صلاحیتوں سے قائم ہے اور وہ میرے دماغ کی دھجیاں اڑا رہی تھی۔ اگر میری کھوپڑی صحت مند ہوتی تو شاید میں وہ حملے برداشت کر لیتا۔ لیکن زخم پر بار بار زخم لگائے جائیں تو فولادی حوصلے کے لوگ بھی ہمت ہار جاتے ہیں۔ میں اپنا دماغ ہار گیا۔

تاریکی، گہری تاریکی اور طویل تاریکی میرا مقدر بن گئی۔ پتہ نہیں میں کب تک دنیا والوں کے لیے مُردہ بنا رہا۔ پھر میں

خوابوں میں زندہ رہنے لگا۔ رس ونتی نے حکم دیا تھا کہ سونیا ماضی اور مستقبل سے ہمیشہ کے لیے تعلقات توڑ لوں۔ میں نے تسلیم نہیں کیا تھا لیکن تعلقات اب خود بخود ٹوٹ گئے تھے۔ میں ان سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میرا زخم خوردہ دماغ اور کمزور سوچوں کی لہریں رس ونتی کی مٹھی میں تھیں۔

نہ جانے کتنے دن گزرتے جا رہے تھے۔ مجھے ذہنی بیداری کا موقعہ نہیں دیا جا رہا تھا۔ میں نیند میں ڈوبا رہتا تھا اور خواب کے عالم میں جاگتا رہتا تھا، اور ان خوابوں میں صرف رس ونتی نظر آتی تھی۔ مگر افسوس کہ وہ محبت کرنے نہیں، مجھ پر حکومت کرنے آئی تھی۔

اس کا لباس ایک ہی تھا۔ وہی گیروے رنگ کی ساڑھی اور ساڑھی کے پیچھے بالشت بھر کی چوٹی کبھی کبھی جھلکتی تھی۔ آجکل کے دور میں اسے ہپی ساڑھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ گھٹنوں تک ہوتی تھی۔ گوری گوری پنڈلیاں اور سبک پاؤں دل کی دھڑکن پر قدم رکھتے تھے۔

لیکن میں ابھی اس کے ظاہری حسن کو بیان نہیں کروں گا اس لیے کہ باطن میں وہ بہت ہی خطرناک بن چکی تھی۔ میں جھکنے کا عادی نہیں ہوں، جبراً اپنی صلاحیتوں کے سامنے جھکا رہی تھی۔ میں نے اکثر اسے خواب کے دھندلکوں میں دیکھا۔ وہ دوزانو ہو کر کہیں بیٹھی رہتی تھی۔ آنکھیں بند کر کے سانس روک لیتی تھی۔ اس کے بعد میرے دماغ میں بولنے لگتی تھی۔

دوسرے لفظوں میں وہ مجھے تابع دار بن کر رہنے کا سبق پڑھاتی رہتی تھی۔ میرا ذہن اس کا تابع فرمان تھا۔ اس لیے میں وہ سبق پڑھتا اور یاد کرتا رہتا تھا۔ پھر ایک بار اس نے مجھ سے پوچھا۔

"جانتے ہو تم کتنے دنوں سے میری انا کا پالن کر رہے ہو؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"آہستہ آہستہ سب کچھ جان لو گے۔ میں پہلے دھوکا کھا گئی تھی۔ یہ سمجھ نہیں سکی تھی کہ تم فولادی ارادوں کے مالک ہو۔ تم نے ہوش میں آتے ہی اپنی اصلیت دکھائی۔ آج تک مجھے کسی نے ذہنی عذاب میں مبتلا نہیں کیا تھا۔ تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تمہیں خدا بھی ڈھیل دی گئی تو تم میری جان کے دشمن بن جاؤ گے۔

تمہارے کارن میں نے جو اذیتیں برداشت کی ہیں اس کے نتیجے میں تمہیں مار ڈالتی لیکن تم نے میرے ساتھ ایک نیکی کی تھی۔ تم نے میری بے بسی کے وقت مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔ میرے غرور کی لاج رکھ لی۔ اس لیے میں تمہیں ایک موقعہ اور دوں گی میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہیں کس طرح زندہ رکھا جائیگا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک طرف چلنے لگی۔ میں نے دیکھا کہ میں اس کے پیچھے جا رہا ہوں۔ وہ یقیناً جسمانی سفر نہیں تھا۔ صرف سوچ کا سفر جاری تھا۔ ہم دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے درختوں کے جھنڈ میں پہنچ گئے۔ وہاں پہلوان قسم کے بندے بھنگ تیار کر رہے تھے۔ کچھ لوگ ڈنڈ بیٹھک میں مصروف تھے۔ ایک درخت کے سائے میں ایک ویدراج ہاون دستے میں کوئی دوا تیار کر رہا تھا۔ اس کے سامنے درخت کی چھالیں، جڑی بوٹیاں، اور پتے بکھرے ہوئے تھے۔

رس ونتی نے مجھے وہاں بیٹھنے کا حکم دیا۔ میں چپ چاپ بیٹھ گیا۔ ویدراج نے ایک بڑا سا پیالہ اٹھا کر میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا: "اسے پی جاؤ۔"

میں نے پیالہ ہاتھوں میں لے کر رس ونتی کی جانب دیکھا۔ اس نے پینے کا اشارہ کیا۔ میں پینے لگا۔ دوا بہت ہی کڑوی تھی لیکن میں حکم کا بندہ بنا ہوا تھا، زہر بھی پی سکتا تھا لہٰذا اس پیالے کی تمام دوا کو حلق میں اتار لیا۔

تب رس ونتی نے کہا: "اس دوا سے تمہارے سر کے زخم بھر جائیں گے لیکن ذہن کند ہو جائے گا۔ تمہاری قوت ارادی کمزور پڑ جائے گی یعنی تم اس طرح زندہ رہو گے کہ جسمانی طور پر طاقتور کہلاؤ گے لیکن دماغی طور پر احمقوں جیسی زندگی گزارو گے۔"

یہ باتیں سننے کے بعد مجھے آئندہ اس دوا کو ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہیے تھا لیکن میں اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ رس ونتی جب بھی مجھے ویدراج کے پاس لے جاتی اور پیالہ میرے ہاتھ میں بڑھا دیا جاتا تو میں بلا چوں و چرا وہ دوا حلق سے اتار لیتا تھا۔

پھر ایک وقت آیا کہ میرے سر سے پٹیاں اتر گئیں، زخم بھر گئے اور میں شعوری طور پر بیدار ہو گیا۔ یعنی میں پہلے جس خواب گاہ میں موجود تھا اسی خواب گاہ میں میں نے آنکھ کھولی۔ رس ونتی اپنے مخصوص لباس میں میرے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے پوچھا:

"کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟"

میں جیسے پہچان رہا تھا مگر یاد نہیں آ رہا تھا کہ اسے کہاں دیکھا ہے۔ میں اپنے ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگا۔ وہ فاتحانہ انداز میں مسکرا کر بولی: "مورکھ راجا! میں دیوتاؤں کی داسی اور تمہاری دیوی رس ونتی ہوں۔"

"ہاں مجھے یاد آیا۔ میں تمہیں خوابوں میں دیکھتا رہا ہوں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی: "میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنی آپ بیتی لکھتی جا رہی ہوں۔ اس آپ بیتی میں تمہارا ذکر بھی رہے گا کیونکہ تم ایک دلچسپ اجنبی بن چکے ہو۔ اب بتاؤ کہ تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام بچہ۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا: "ہاں، یاد آیا، بھی

نے میرا نام پکارا تھا احمق۔ میرا نام احمق ہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ بڑی ہی میٹھی بڑی ہی سریلی ہنسی تھی۔ میں نے بے اختیار کہا: "تمہاری ہنسی میں کتنی مٹھاس ہے۔ میرا دل دھڑک رہا ہے۔"

وہ یکلخت خاموش ہو گئی۔ پہلے تو اس نے مجھے حیرانی سے دیکھا۔ پھر غصے سے بولی: "تم سب کچھ بھول گئے مگر عورتوں سے رہنے والی لگاوٹ کو نہیں بھولے۔"

"میں نہیں جانتا کہ میں کیا بھول چکا ہوں۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ جسے خوابوں میں دیکھتا رہا، وہ تصویر بنکر سامنے کھڑی ہے اور میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی ہیں۔"

میری باتیں سن کر اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک رنگ جا رہا تھا۔ اگر میں خیالات پڑھنے والا فرد ہوتا تو اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھ لیتا۔ وہ شاید کسی کش مکش میں مبتلا ہو گئی تھی۔ آہستہ آہستہ پیچھے جاتی ہوئی ایک صوفے پر دھنس گئی۔ اس کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور میرے دماغ میں سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

بڑی دیر بعد اس نے پریشان ہو کر کہا: "میں مطمئن ہوں کہ تم مجھ سے بے وقوف نہیں بنا رہے ہو۔ تمہیں اپنا نام اور پچھلی زندگی سب کچھ یاد ہے مگر اس کے لیے تمہیں دماغ پر زور ڈال کر یاد کرنا ہو گا لیکن میں ایک بار پھر سمجھاتی ہوں کہ مجھ سے لگاوٹ کی باتیں نہ کرو، ورنہ میں بہت بری طرح پیش آؤں گی۔"

"مجھے اتنا بتا دو کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں؟"

اس نے کہا: "آنکھیں بند کر دو تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ تب مجھے اپنے اندر رس ونتی کی آواز سنائی دی: "فریاد! میں تمہاری سوچ ہوں۔ تمہارے دماغ میں جو سوچ رہی ہوں، اسے تم تصور میں دیکھ رہے ہو۔ دیکھو تمہیں کرنا نظر آ رہی ہے۔"

میں نے بند آنکھوں کے پیچھے دماغ کی اسکرین پر دیکھا۔ ایک بڑے سے ہال میں سونیا نظر آ رہی تھی۔ اس کے آس پاس پجیری، شیلا، مادام ویرا اور مسٹر بنکاک وغیرہ دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے بے اختیار سونیا کو مخاطب کیا۔ اسے آوازیں دیں۔ لیکن میری آواز اس کے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔

رس ونتی کی سوچ نے کہا: "تم ایک مدت سے دماغ کے ذریعے اپنے من چاہے لوگوں کو دیکھتے آ رہے تھے۔ لیکن اب تمہارا دماغ اس قدر کمزور ہو گیا ہے کہ تمہاری سوچ کی لہروں کو صرف میں ہی محسوس کر سکتی ہوں اور وہ تک پہنچا سکتی ہوں۔ اس وقت بھی تم میری مدد سے اسے دیکھ رہے ہو۔ بہتر ہے کہ خاموشی سے تماشا دیکھتے رہو۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ رہا تھا مگر اسے مخاطب نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بہت پریشان نظر آ رہی تھی۔ ریڈ پاور سے لفاظت کرنے والے بھی لوگ وہاں موجود تھے۔ وہ لوگ بھی پریشان نظروں سے سونیا کو تک رہے تھے۔ پھر مادام ویرا نے کہا: "مادام سونیا! ہمیں یقین نہیں آ رہا ہے کہ آپ ٹیلی پیتھی کی تمام صلاحیتیں بھول چکی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ دماغی پریشانیوں کے باعث وقتی طور پر اپ سیٹ ہو گئی ہوں۔ آپ آرام فرمائیں۔ بعد میں آپ کا ذہن کام کرنے کے قابل ہو جائے گا۔"

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "اب میں تم لوگوں سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ میں کبھی ٹیلی پیتھی جانتی ہی نہیں تھی۔"

سب ہی لوگ چونک کر اسے بے یقینی سے دیکھنے لگے۔ مسٹر بنکاک نے ہنستے ہوئے کہا: "مادام! آپ مذاق کر رہی ہیں۔ آپ نے ٹیلی پیتھی کے جو تماشے دکھائے ہیں، ہم ان چشم دید واقعات سے انکار نہیں کر سکتے۔"

سونیا نے کہا: "تم لوگ جو کچھ دیکھ چکے ہو، وہ درست تھا اور یہ بھی درست ہے کہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی۔ کوئی دوسرا جانتا ہے۔ وہ میرے دماغ کے ذریعہ تم لوگوں کو وہ تماشے دکھاتا رہا۔ یوں سمجھو کہ میں اس کی آلہ کار تھی اور وہ میرے ذریعے ماسٹر مائنڈ کی حیثیت اختیار کرتا رہا تھا۔"

سب لوگ ایک دوسرے کو حوالہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ پھر آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ اس کے بعد ایک باس نے پوچھا: "کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص فرہاد ہے؟"

سونیا نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا: "ہاں۔"

"لیکن وہ تو مر چکا ہے۔"

"ایسا نہ کہو۔" سونیا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی: "وہ زندہ ہے اور کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے ورنہ مجھ سے رابطہ ضرور قائم کرتا۔"

مادام ویرا نے پوچھا: "کیا آپ دو ہفتے سے یہاں اسی کے رابطہ قائم کرنے کا انتظار کر رہی ہیں؟"

"دو ہفتے؟" سونیا نے بوجھل سے لہجے میں کہا: "وہ ہمیشہ میرے دماغ میں موجود رہتا تھا۔ میں نے کبھی اتنی طویل جدائی برداشت نہیں کی۔ یہ سوچ سوچ کر تڑپ رہی ہوں کہ نہ جانے اس پر کیا افتاد آ پڑی ہے؟"

"کیا آپ اس کا پتہ ٹھکانہ نہیں جانتی ہیں؟"

"اس نے مجھ سے کہا تھا کہ استنبول میں موجود رہے گا۔ مجھ

میں سونگھنے کی صلاحیتیں ہیں کہ میں کسی بھی انسان کی بو سونگھ کر اس کے پاس پہنچ سکتی ہوں۔ لیکن یہاں مجھے اس کی بو نہیں مل رہی ہے۔"

وہ سب سونگھنے کی حیرت انگیز صلاحیتوں پر بحث کرنے لگے۔ پھر ایک نے کہا۔" فرہاد! یہاں موجود نہیں ہے اسی لیے اس کی بو آپ کو نہیں مل رہی ہے۔"

" یہ سوچ کر میں خود کو تسلی دے سکتی ہوں کہ وہ مجھ سے ہزاروں میل دور ہے۔ میں بو نہیں سونگھ سکتی۔ لیکن وہ دماغی رابطہ قائم کر سکتا ہے اور اگر وہ کسی بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہے تو میں اس کی مدد کے لیے کیسے پہنچوں یہ کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی۔"

چمپینزی نے کہا۔" ممی! ہو سکتا ہے کہ وہ مر گیا ہو۔"

" بکواس مت کرو۔" سونیا نے چیخ کر کہا۔" وہ نہیں مر سکتا۔ جب تک میں زندہ ہوں اسے مرنے نہیں دوں گی۔ کوئی مجھے وہ جگہ بتا دے جہاں وہ بے بسی کی زندگی گزار رہا ہے۔ میں موت بنکر دشمنوں تک پہنچوں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے کیونکہ آنسو بے اختیار بہہ رہے تھے۔ اس بڑے سے ہال میں سناٹا چھا گیا تھا۔ سب اپنے اپنے سر جھکائے کچھ سوچ رہے تھے۔ میری حالت یہ تھی کہ میں بے بسی سے سونیا کے تڑپنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اب مجھے سب کچھ یاد آ گیا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ اور سونیا سے میرے پیار کا ناقابل شکست رشتہ ہے۔

رس ونتی نے میری سوچ پڑھ کر کہا۔" ناقابل شکست رشتے بھی شکستہ ہو جاتے ہیں۔ تمہیں تو معلوم ہی ہو چکا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ چلو میں تمہارے ذہن کو آزاد چھوڑ رہی ہوں۔ تم سونیا سے دماغی رابطہ قائم کرو۔"

یہ کہتے ہی خاموشی چھا گئی۔ میرے دماغ کی اسکرین پر اندھیرا چھا گیا تھا۔ میں نے سونیا کو یاد کیا تو وہ تصور میں دکھائی دی۔ میں نے اسے آواز دی لیکن تصور میں آنے والے کردار ہماری آوازیں نہیں سنتے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ دماغی رابطہ کیسے قائم کیا جاتا ہے۔

رس ونتی نے کہا۔" سونیا کی آواز کو اور لہجے کو یاد کرو۔ پھر اسی آواز اور لہجے میں اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچاؤ۔"

میں نے ایسا ہی کیا۔ مگر ناکامی ہوئی۔ خیال خوانی کے پرانے کمزور ہو گئے تھے کہ اپنی اڑان بھول گئے تھے۔ اس وقت میں ایک عام سا آدمی تھا۔ اپنی مرضی سے کسی کے ساتھ سوچ کے رشتے نہیں کر سکتا تھا۔ رس ونتی نے پوچھا۔" کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے ٹیلی پیتھی کا علم کیسے سیکھا تھا؟"

میں یاد کرنے لگا۔ اس یاد کے ساتھ ہی میرے دماغ کی اسکرین پر ایک شمع روشن ہو گئی۔ اسے دیکھ کر میرے اندر عجیب سی بے چینی پیدا ہونے لگی۔ میری نگاہیں شمع کی لو پر جم جانا چاہتی تھیں اسی وقت رس ونتی نے ایک پھونک ماری۔ میری سوچ کی لہریں گڑبڑا گئیں۔ اس کے ساتھ ہی جیسے شمع بجھ گئی ہو۔ میرے دماغ میں اندھیرا چھا گیا۔

پھر اس تاریکی میں رس ونتی نظر آئی۔ اس نے کہا۔" تمہارے سامنے شمع کبھی نہیں جلے گی اور نہ ہی میں کبھی تمہیں بھولا ہوا سبق یاد کرنے کا موقعہ دوں گی۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا۔" میں نہیں جانتا کہ بھولا ہوا سبق کیا ہے۔ میں صرف سونیا سے ملنا چاہتا ہوں۔"

" ہاں۔ اگر تمہاری تقدیر اجازت دے گی تو تم اس سے ضرور ملو گے۔"

" تم کم از کم سوچ کے ذریعے مجھے اس کے پاس پہنچا سکتی ہو۔"

" ضرور پہنچا دوں گی۔ میں بھی اس سے باخبر رہنا چاہتی ہوں آؤ میری سوچ کی انگلی تھام لو اور وہاں چلو۔ دیکھو وہ اسکاٹ لینڈ میں ہے اور اب اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہل رہی ہے۔"

میرے دماغ کی اسکرین روشن ہو چکی تھی اور میں سونیا کو اضطراب کے عالم میں ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ریڈ پاور کی ایک مادام کہہ رہی تھی۔" مادام سونیا! ہم نے آپ کی صلاحیتوں پر بھروسہ کر کے ماسک مین سے بغاوت کی۔ کیا آپ پر یہ الزام عائد نہیں ہوتا کہ آپ نے ٹیلی پیتھی کے بہانے ہم سے فراڈ کیا ہے۔ ہمیں ایسے مقام پر لا کر چھوڑ دیا ہے۔ جہاں ہم کسی تنظیم کے بغیر اپنی حفاظت نہیں کر سکتے۔"

مادام ویرا نے سونیا کی حمایت میں کچھ کہنا شروع کیا تو ایک باس نے کہا۔" انسان کی عزت اس کی ہنرمندی اور صلاحیتوں سے ہوتی ہے اور اب سونیا کے پاس ایسی کوئی صلاحیت نہیں ہے کہ یہ ہم سے برتری حاصل کر سکے۔ ہم محاسبہ کریں گے کہ سونیا نے ہمیں دھوکا کیوں دیا ہے۔"

ذرا سی دیر میں وہاں سونیا کے خلاف آوازیں اٹھنے لگیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ریڈ پاور کی تنظیم طاقت کی پجاری ہے۔ وہ لوگ ہمیشہ جیتنے والوں کو پوجتے تھے۔ جب سونیا ان کے ماسک مین سے زیادہ طاقتور نظر آئی تو وہ سونیا کی پوجا کرتے ہوئے اسکاٹ لینڈ تک پہنچ گئے۔ اب سونیا کی طاقت کا توازن بگڑ گیا تھا۔ اس بے چاری کی تقدیر بگڑ گئی تھی۔ میری گمشدگی کا صدمہ کم نہیں تھا۔ اس پر ستم یہ کہ دوست بھی دشمن بن رہے تھے۔

رس ونتی نے کہا۔" فرہاد! میں تمہاری سوچ کے ذریعہ

ان لوگوں کی باتیں کسی حد تک سمجھ رہی ہوں۔ مجھے بتاؤ چمپینزی کون ہے۔ یہ سونیا کو ممی کہہ رہا ہے اور اس کے سامنے ڈھال بنکر کھڑا ہو گیا ہے۔"

میں نے ذہن پر زور ڈال کر سوچنا شروع کیا پھر کہا۔" میں چمپینزی کو کسی حد تک پہچاننے لگا ہوں۔ مگر کیا تم نہیں سمجھ رہی ہو کہ میرا دل و دماغ سونیا کی طرف لگا ہوا ہے۔ پہلے اسے دشمنوں سے بچاؤ۔"

" میں اسے کیوں بچاؤں؟ اسے ایک دن مرنا ہے۔ آج ہی مر سکتی ہے۔"

میں نے جھلا کر آنکھیں کھول دیں۔ بستر پر اٹھ بیٹھا۔ سامنے صوفہ پر رس ونتی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے غصہ سے کہا۔" میں ابھی سونیا کے پاس جاؤں گا۔"

وہ سرد لہجے میں بولی۔" چپ چاپ لیٹ کر آنکھیں بند کر لو۔"

مجھے یوں لگا جیسے میرا دماغ اس کے حکم کی تعمیل کرنے والا ہو۔ چشم زدن میں بغاوت کا خیال آیا۔ دماغ نے کہا۔" پلنگ کے پاس رکھا ہوا گلدان اٹھا کر رس ونتی پر حملہ کروں گا۔"

" بری بات ہے۔" رس ونتی نے کہا۔" تمہارا دماغ وہی کرے گا جو میں کہہ رہی ہوں۔ لیٹ جاؤ۔" پھر اس نے تحکمانہ لہجے میں زور سے کہا۔" لیٹ جاؤ۔"

میں بے اختیار بستر پر لیٹ گیا۔ پھر میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ جسمانی طور پر قید کیے جانے والے کسی نہ کسی طرح فرار ہو جاتے ہیں لیکن مجھ جیسے دماغ کی کال کوٹھڑی میں قید ہونے والے کے لیے فرار کا کوئی راستہ نہ تھا۔

مجھے پھر وہی منظر دکھائی دیا۔ سونیا کے اطراف چمپینزی شیلا، مادام ویرا اور مسٹر بنکاک محافظ بن کر کھڑے ہوتے تھے۔ سونیا کے ان حامیوں کو میں ان کے نام سن سن کر کسی حد تک پہچان رہا تھا۔ مسٹر بنکاک نے کہا۔" دوستو! مادام سونیا آپ لوگوں کو دھوکا دینے کی نیت سے یہاں نہیں لائی ہیں۔ آپ لوگوں کو ہمدردی سے سوچنا چاہیے کہ تقدیر نے مادام سے دھوکا کیا ہے۔ اگر آپ ہمدردی سے نہیں سوچیں گے تو پھر ہم ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ کر مر جائیں گے۔ دانش مندی یہ ہے کہ ہم چپ چاپ اپنی اپنی راہوں پر واپس چلے جائیں۔"

ایک باس نے کہا۔" ہم ریڈ پاور میں واپس نہیں جا سکتے کیا تم نہیں جانتے کہ وہاں غداری کی کتنی عبرتناک سزائیں دی جاتی ہیں۔"

" میں جانتا ہوں مگر آپ سب باصلاحیت لوگ ہیں۔ ریڈ پاور میں نہ سہی۔ ماسٹروں کی تنظیم میں آپ سب اپنا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ میں خود بنکاک واپس جا رہا ہوں۔ جب بھی کسی بڑی تنظیم سے آفر ملے گی میں قبول کر لوں گا۔"

اس کی یہ باتیں قابل قبول تھیں۔ وہ سب بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے رخصت ہونے لگے۔ اتنے میں فون کی گھنٹی سنائی دی۔ چمپینزی نے ریسور اٹھایا۔ پھر کچھ سننے کے بعد ریسیور کو سونیا کی طرف بڑھا دیا۔" ممی! آپ کی کال ہے۔"

سونیا نے فوراً ہی ریسور اٹھا کر پوچھا۔" ہیلو! کون فرہاد؟"

فرہاد اس کے دل و دماغ میں بسا ہوا تھا۔ ایسی دیوانگی میں وہ یہ نہیں سوچ سکتی تھی کہ فرہاد تو خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرتا ہے بھلا فون کے ذریعے کیوں کال کرے گا۔

اسی وقت رس ونتی میری سوچ کو اڑاتی ہوئی شنکر کے پاس پہنچ گئی۔ شنکر ایک ٹیلی فون بوتھ کے اندر ریسور کو کان سے لگائے کہہ رہا تھا۔" سونیا! تم نے اسٹنول پہنچ کر مجھے نظر انداز کر دیا لیکن میں اب بھی تمہارا خیر خواہ ہوں۔ تمہیں فرہاد سے ملا سکتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ سونیا کی باتیں سننے لگا۔ پھر اس نے کہا۔" ہاں مگر ایک شرط ہے۔ میں جہاں بلاؤں گا۔ تم وہاں تنہا آؤ گی۔"

وہ میری خاطر کسی بھی خطرناک مقام پر تنہا جا سکتی تھی۔

اس کا جواب سن کر شنکر نے کہا۔" پرنسس آئی لینڈ پہنچ جاؤ۔ تم گلاٹا برج سے فیری کے ذریعہ وہاں بہ آسانی پہنچ سکتی ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسور رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی میرے دماغ کی اسکرین پر اندھیرا چھا گیا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا رس ونتی سامنے صوفہ پر بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ میں نے مضطرب ہو کر کہا۔" تم نے رابطہ کیوں ختم کر دیا۔ مجھے سونیا کے پاس پہنچاؤ۔"

" جب وہ پرنسس آئی لینڈ میں آ جائے گی تو میں سوچ کے ذریعہ تمہیں اس کے پاس پہنچا دوں گی۔"

" کیا میں اس وقت پرنسس آئی لینڈ میں ہوں؟"

" ہاں۔" وہ اٹھ کر جانے لگی۔ میں نے پوچھا۔" تم کہاں جا رہی ہو۔ سونیا یہاں کب پہنچے گی؟"

" جب پہنچے گی تو میں یہاں آ جاؤں گی۔"

وہ خوابگاہ سے باہر گئی۔ پھر دروازہ بند ہو گیا۔ وہ مجھے دماغ کی اسکرین پر سونیا کی ادھوری فلم دکھا کر ایک عذاب میں مبتلا کر گئی تھی۔ دوسرے لفظوں میں میری بے بسی کا مذاق اڑا کر گئی تھی کہ میں ہاتھ پاؤں رکھتے ہوئے بھی بے دست و پا ہوں۔ دماغ رکھتے ہوئے بھی سونیا کی حفاظت کے لیے پلاننگ نہیں کر سکتا۔

میں بڑی دیر تک اضطراب میں مبتلا رہا۔ پھر دماغ میں بات آئی کہ مجھے ایسے وقت پرسکون رہنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

آدمی سب کچھ بھولنے کے باوجود اپنی عادتیں نہیں بھولتا۔ یہ میری فطرت کا خاصا ہے کہ میں حصائب کے دوران ذہنی انتشار کا شکار نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا بھی ہے تو میں اپنے ذہن کو رفتہ رفتہ پُرسکون رکھنے میں کامیاب ہو جاتا ہوں۔

اس وقت بھی یہی ہوا۔ میں سکون سے سوچنے لگا۔ میری کھوپڑی کا بریں واش نہیں کیا گیا تھا۔ صرف نامعلوم جڑی بوٹیوں کے استعمال کا اثر تھا کہ میں کند ذہن ہو گیا تھا۔ ذہن پر زور ڈالنے کے بعد بھولی ہوئی باتیں یاد آ جاتی تھیں۔

جب میں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ میں اٹنبول کیسے آیا ہوں تو مجھے بانگ کانگ سے آنے کے واقعات یاد آ گئے۔ اس کے ساتھ ہی مے یون اور رومانہ بھی یاد آئیں۔ مجھ سے محبت کرنے والی دو ہستیاں نہ جانے میرے لیے کہاں کہاں بھٹک رہی ہوں گی۔ اب سونیا کے ساتھ ان دونوں کی فکر بھی لاحق ہو گئی۔

میں بستر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ان حالات میں میں کچھ کر گزرتا ہوں۔ لیکن اس وقت دماغ میں کوئی تدبیر نہ آئی کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ اب تو میں ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے بھی خالی ہو گیا تھا۔ میں نے جھنجھلا کر وہاں سے باہر جانے کا ارادہ کیا۔ آگے بڑھ کر دروازے کے ہینڈل کو گرفت میں لیا لیکن وہ باہر سے مقفل تھا۔ میں نے ایک کرسی اٹھا کر زور سے دروازے پر ماری۔ ایک زور کا دھماکہ ہوا۔ دروازہ لرز گیا مگر اپنی جگہ مضبوطی سے کھڑا رہا۔

تب میری سوچ نے کہا "یہ کمزوری کی علامت ہے۔ جب ایک شہ زور اپنی طاقت سے کام نہیں لے سکتا۔ اپنے دماغ سے کام نہیں لے سکتا تو اسی طرح چیزوں کو خواہ مخواہ توڑتا پھوڑتا ہے۔ مجھے آرام سے بیٹھ کر سوچنا چاہیئے۔"

میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے آپ ہی آپ یہ سوچ میرے دماغ میں آئی اور میں آپ ہی آپ صوفے پر بیٹھ گیا۔ ایسا تو میں رس دنتی کے حکم پر کرتا ہوں۔ میں نے اپنا سر تھام لیا۔ میں ایسے جال میں پھنسا ہوا تھا جیسے دوسروں کو اپنی خیال خوانی کے ذریعہ بچاتا تھا۔ اب خود اسی طرح ناچ رہا تھا۔ رس دنتی اپنی مرضی کے مطابق کبھی اٹھا رہی تھی، کبھی بٹھا رہی تھی اور میں بے اختیار اس کے احکامات کی تعمیل کر رہا تھا۔

صوفے پر بیٹھے بیٹھے میرے ذہن میں کتنی ہی یادیں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ میں نے مے یون سے وعدہ کیا تھا کہ دو دن بعد واپس آ جاؤں گا اور سونیا کی باتیں سن کر پتہ چلا تھا کہ میں دو ہفتے سے لاپتہ ہوں۔ سونیا اور رومانہ تو خیر بڑی حوصلہ مند تھیں بیچاری مے یون جیسی جلد حوصلہ ہارنے والی لڑکی پر نہ جانے کیا گزر رہی ہو گی۔

میرا دل درد سے چلکا چور ہو رہا تھا۔

اتنے میں رس دنتی کی سوچ میرے دماغ میں ابھری۔ وہ کہہ رہی تھی "تم کس قسم کے آدمی ہو۔ کیا عورتوں کے علاوہ دوسری باتیں نہیں سوچ سکتے۔ میں کتنی دیر سے تمہاری کھوپڑی میں موجود ہوں۔ تمہاری تمام سوچیں گھوم پھر کر اپنی محبوباؤں کی طرف چلی آتی ہیں۔ تم ان کے ہی لیے یہاں سے بھاگنا چاہتے ہو۔ کیا اپنے لیے کچھ نہیں سوچ سکتے؟"

میں نے کہا "میری زندگی صرف انہی محبت کرنے والی ہستیوں کے لیے ہے۔ میں صرف ان کے لیے ہی جیتا اور مرتا رہوں گا۔"

"یہ زندگی کا کوئی اعلیٰ مقصد نہیں ہے۔"

میں نے جواب دیا۔ "جب تم سے کوئی پیار کرے گا، اور تمہارے لیے جان کی بازی لگائے گا تب تمہیں معلوم ہو گا کہ کسی کی محبت میں خوبصورتی سے گزر جانے کا نام زندگی ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم بیک وقت تین عورتوں سے انصافاً کیسے محبت کر سکتے ہو۔ یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ کسے چاہتے ہو؟"

"میں سب کو۔۔۔۔ سب سے زیادہ چاہتا ہوں۔"

"دیکھو فرہاد! اب تم میری مرضی کے مطابق زندگی گزارو گے۔ میرے دھرم میں صرف ایک عورت کو جیون ساتھی بنایا جاتا ہے۔ تم ان تینوں میں سے کسی ایک کو پسند کرو۔ باقی دو کو میں ہمیشہ کے لیے تمہاری دنیا سے دور بھیج دوں گی۔"

"بکواس مت کرو۔" میں نے غصے سے کہا۔ اسی وقت میرے ذہن کو جھٹکا پہنچا۔ میں اچھل کر کھڑا ہوا۔ پھر کٹے ہوئے شہتیر کی طرح صوفے پر گر پڑا۔ میرا سر دکھنے لگا تھا۔

رس دنتی کی سوچ نے کہا "جب دیوی مخاطب ہو تو ادب سے بات کیا کرو۔ گستاخی کرو گے تو اس سے بھی بھیانک سزا ملے گی۔"

میں چپ چاپ اپنے سر کو سہلاتا رہا۔ اس نے پھر پوچھا کہ میں سونیا، رومانہ اور مے یون میں سے کس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہوں؟ میں نے جواب دیا۔ "میں کسی کا بھی ساتھ چھوڑ کر اس سے بے وفائی یا ناانصافی نہیں کروں گا۔"

شاید میرا جواب سن کر اسے غصہ آ گیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر چپ رہی۔ پھر بولی۔ "اچھا یہ بتاؤ کہ سب سے پہلے تمہاری زندگی میں کون آئی تھی؟"

میں نے جواب دیا۔ "میری زندگی میں اتنی لڑکیاں آئیں کہ پہلا نمبر یاد نہیں ہے۔"

"دھتکار ہے تم پر۔ تم اوّل درجے کے عیاش اور بدمعاش ہو۔"

"شیر کو کٹہرے میں رکھ کر کہتی ہی گالیاں دے لو۔ جس روز کٹہرے کی سلاخیں ٹوٹیں گی۔ میں تم سے گالیوں کا حساب بھی وصول کروں گا۔"

وہ بولی۔ "اونہہ! اسے کہتے ہیں کہ رسی جل گئی مگر بل نہیں گئے۔ آہستہ آہستہ تمہاری سمجھ میں یہ آ جائے گا کہ میری خیال خوانی کے آہنی شکنجے سے تم کبھی نہیں نکل سکو گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میری سوچ نے کہا۔ "مجھے رس دنتی سے بحث نہیں کرنا چاہیئے۔ مجھے اپنی تین محبوباؤں میں سے پہلی محبوبہ کے متعلق سوچنا چاہیئے۔"

اس خیال کے ساتھ ہی سونیا کا تصوّر ذہن میں ابھرا۔ پھر رس دنتی کی ہنسی سنائی دی۔ "کہو فرہاد! میں نے کیسے تمہارے ذہن سے اگوا لیا کہ سونیا پہلے تمہاری زندگی میں آئی ہے؟"

میں نے بے بسی سے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "جب تک پہلی محبت زندہ رہے اور وفاداری سے ساتھ نبھاتی رہے، مرد کو اس وقت تک دوسری کا خیال بھی دل میں نہیں لانا چاہیئے۔ میں تمہیں ایک شریف آدمی بنا کر ہی دم لوں گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رس دنتی کی صورت میرے دماغ کی اسکرین پر تھی اور وہ خاموش تھی جیسے میرے جواب کا انتظار کر رہی ہو۔ پھر اس نے کہا۔ "اب میں جا رہی ہوں۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "تم میرے دماغ سے اپنی سوچ کی لہریں لے کر واپس جا رہی ہو۔ لیکن یہ بدمعاش تمہیں تصوّر میں دیکھتا رہے گا۔ تمہاری کنول کٹورے جیسی خوبصورت آنکھیں صرف میرے لیے۔۔۔۔"

میرے دماغ کو ایک زبردست جھٹکا پہنچا۔ میں صوفہ سے اچھل کر آگے کی طرف جھک گیا۔ اس نے پھر ایک بار ٹیلی پیتھی کی ضرب لگائی۔ میں قالین پر اوندھے منہ گر پڑا۔ انسان جسم کی چوٹیں حوصلے سے برداشت کر لیتا ہے کیونکہ وہ حوصلہ دماغ سے ملتا ہے اور جب دماغ پر ہی چوٹیں پڑ رہی ہوں تو پھر حوصلہ کہاں سے ملے گا۔ میرے حلق سے بے اختیار چیخیں نکل رہی تھیں اور میں ادھر سے اُدھر قالین پر مرغِ بسمل کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔

رس دنتی کی سوچ نے کہا۔ "تم اپنی بدمعاشی سے باز نہیں آؤ گے۔ میں تمہیں اسی طرح تڑپا تڑپا کر مار دوں گی۔"

میں نے تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے کہا۔ "میں مرنا چاہتا ہوں۔ جب میں اپنے پیاروں کے کام نہیں آ سکتا تو مجھے اسی طرح مر جانا چاہیئے۔ تم ایک بار میرے سامنے آؤ۔ میں تمہاری جوانی کی سیج پر مر جاؤں گا۔"

پھر میرے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچا۔ میں نے تڑپتے اور چیختے ہوئے کہا۔ "میری بدمعاشیاں ختم کرنے کا صرف ایک راستہ ہے۔ سن لو، ورنہ میں اسی طرح تمہیں چھیڑتے چھیڑتے مر جاؤں گا۔"

وہ غصے سے بولی۔ "تم مرنے کی دھمکی کیا دے رہے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں زندہ رکھوں گی؟"

"ہاں اگر مارنا ہوتا تو تم بہت پہلے مجھے مار ڈالتیں۔ تمہارا اپنا کوئی اہم مقصد ہے جس کے لیے تم نے مجھے زندہ رکھا ہے۔"

"تمہیں بڑی خوش فہمی ہے۔ مجھے غصہ آئے گا تو ابھی تمہیں ختم کر دوں گی۔"

"اچھا تو تمہیں ابھی غصہ نہیں آ رہا ہے؟"

"بکواس مت کرو۔"

"نہیں کروں گا۔ اتنا بتا دو کہ مجھے زندہ کیوں رکھا ہے؟"

"تمہیں ایک شریف آدمی بنانے کے لیے۔"

"ہماری دنیا میں بدمعاشوں کا میلہ لگا ہوا ہے۔ تم کتنوں کو سدھارو گی؟"

"جتنیں سدھارنا ضروری سمجھوں گی۔"

"یہی تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم مجھے ضروری کیوں سمجھ رہی ہو؟"

"میں جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔"

"اچھا اگر میں شریف آدمی بن جاؤں تو؟"

"مجھے خوشی ہو گی۔"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ مجھے صرف ایک عورت کے ساتھ زندگی گزارنا چاہیئے۔ میں اس شرط پر تمہاری بات مان لوں گا کہ آئندہ تم سونیا، رومانہ اور مے یون کو کبھی ٹریپ نہیں کرو گی۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو گی۔ میں ان تینوں سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔"

"کیا تم مجھے نادان سمجھتے ہو؟ تمہاری ان باتوں کے پیچھے تمہاری جو سوچ چھپی ہوئی ہے اسے میں پڑھ رہی ہوں۔"

میں نے بوکھلا کر پوچھا۔ "کیا پڑھ رہی ہو؟"

"یہی کہ تم یہاں قید رہنے تک ان تینوں سے کوئی تعلق نہیں رکھو گے۔ مجھے بے وقوف بناتے رہو گے۔ پھر یہاں سے فرار ہونے کا جب بھی موقعہ ملے گا، تم ان عورتوں کے پاس پہنچ جاؤ گے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم میری سوچ سے ڈر رہی ہو؟ تمہارا تو دعویٰ ہے کہ میں تمہاری خیال خوانی کے آہنی شکنجے سے کبھی نہیں نکل سکوں گا۔ کیا تمہیں اپنے آپ پر اعتماد نہیں ہے؟"

"اعتماد ہے۔ میں تمہارے دماغ کو کبھی آزاد نہیں چھوڑوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ جب تم نے ہمیشہ کے لیے قید کر ہی لیا ہے تو پھر میں صرف تمہیں جیون ساتھی بنا کر زندگی گزاروں گا۔"

اسے چپ لگ گئی۔ وہ جواب نہیں دے رہی تھی۔ شاید غصے کو برداشت کر رہی تھی۔ شاید میری دیوانہ وار ضد اس کے دل کو چھو رہی تھی۔ کوئی ایسا راز یا کوئی ایسی کمزوری تھی کہ وہ بار بار سزائیں دینے کے باوجود میری جان کی دشمن نہیں بن رہی تھی۔

میں نے اسے پکارا۔ "رس ونتی! خاموش کیوں ہو؟ جواب دو۔"

دوسری طرف بدستور خاموشی رہی۔ یا تو وہ غصے سے جھلا کر چلی گئی تھی یا پھر چپ چاپ میرے خیالات پڑھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں اپنے ذہن کی کتاب کھولتا ہوں۔ تم خاموشی سے پڑھتی رہو۔ میرے دماغ کی کتاب میں تمہارے حسن کا قصیدہ ہے اور پیاسی جوانی کی صدائیں ہیں۔ جنہیں تم سنتی ہو مگر سمجھنے سے انکار کر دیتی ہو۔ تم دیوتاؤں کی پوجا کرتی رہو گی، تو جسم کا جہنم سلگتا ہی رہے گا۔ روحانی سکون کبھی حاصل نہ ہو گا۔ جب تمہاری سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہے تو تم پیار کو بدمعاشی سمجھ کر اپنے دل کو تسلی دیتی ہو۔ دوسروں کو شریف بنانا چاہتی ہو۔ جبکہ تمہیں شرافت سے کسی ایک کی بن کر زندگی گزارنا چاہیئے اور وہ ایک میں ہی ہوں۔"

میں بہت دیر تک بولتا رہا۔ دوسری طرف سے غصہ نہیں تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ نہ سن رہی ہو۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ رومانی داستان پڑھنے والی لڑکیاں اوپر سے چپ رہتی ہیں اندر سے خیالوں کے ہرے بھرے جنگل میں بھٹکتی رہتی ہیں۔ کاش کہ میں رس ونتی کی سوچ پڑھ سکتا۔

دوپہر کو دروازہ کھل گیا۔ وہ ہٹے کٹے نوجوان کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں بہت سے پیکٹس اور گتے کے ڈبے تھے۔ ایک نے کہا۔ "ہم آپ کے لیے لباس، جوتے اور دوسری ضروریات کی چیزیں لاتے ہیں۔ آپ غسل کر کے لباس بدل لیں کھانا تیار ہو چکا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "رس ونتی کہاں ہے؟"

دوسرے نے کہا۔ "اب یہ پوچھو کہ دیوی کہاں ہیں؟"

"وہ تم لوگوں کی دیوی ہو سکتی ہے۔ میں اسے صرف رس ونتی کے نام سے جانتا ہوں۔"

"تم دیوی کا احترام نہیں کرو گے تو ہماری طرف سے کوئی جواب نہیں ملے گا۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "اچھی بات ہے۔ محترم دیوی سے جا کر کہو کہ میں سونیا تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی سونیا فیری بوٹ میں سفر کر رہی ہے۔ جب اس جزیرے میں آئے گی تو تمہیں بتا دیا جائے گا۔"

وہ دونوں تمام سامان رکھ کر واپس چلے گئے۔ میں نے شیو کرنے کے بعد غسل کیا۔ پھر جوتے اور لباس پہن کر قدِ آدم آئینے کے سامنے خود کو دیکھا۔ بہت دنوں کے بعد حلیہ تبدیل ہوا تھا۔ نیوی بلو کلر کے سوٹ اور نکٹائی میں شخصیت نکھر آئی تھی۔ میرا ذہن بار بار کہہ رہا تھا کہ بہت عرصے بعد سونیا سے ملنے کے لیے میں بن سنور رہا ہوں۔ لیکن میں یہ خیال اپنے ذہن سے نکال رہا تھا یہ نہیں چاہتا تھا کہ رس ونتی میری سوچ کو پڑھ کر سونیا سے میری دلچسپی کو سمجھتی رہے۔ حالات کا تقاضہ یہ تھا کہ میں رس ونتی سے دلچسپی لیتا رہوں اور اس کی کمزوریوں کو سمجھتا رہوں۔"

یہ تمام باتیں ذہن میں پکا رہی تھیں۔ دماغ سے باہر کوئی سوچ نہیں ہوتی۔ لہٰذا رس ونتی میری اس پلاننگ کو چپ چاپ پڑھ سکتی تھی۔ لیکن میں کیا کرتا؟ وہ دماغ کو کہاں چھپا کر سوچتا؟ اس لیے چانس لے رہا تھا کہ شاید اس وقت رس ونتی میرے دماغ میں موجود نہ ہو۔ اگر ہو گی تو مزہ تو ٹوکے گی کہ میں انگریزی زبان میں کیا سوچ رہا ہوں۔

بس مجھے انگریزی اور جاپانی زبان کا سہارا تھا۔ میں اپنی دو زبانوں میں چھپ کر کوئی پلاننگ کر سکتا تھا۔ اگر رس ونتی کو شبہ ہوتا تو وہ مزید مداخلت کرتی۔ میرے تیار ہونے کے بعد وہی صحت مند نوجوان میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ کمرے سے باہر لے گئے۔ میں نے پہلی بار اس عمارت کے اندر سفر کیا۔ کاریڈور، ڈرائنگ روم، لائبریری، سوئمنگ پول سب ہی اس عمارت کے اندر تھے۔ ہم زینے طے کرتے ہوئے دوسری منزل کی ایک لابی میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک بڑی سی میز پر پُرتکلف کھانا چُنا ہوا تھا۔ میز کے ایک طرف ایک کرسی پر رس ونتی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے سامنے دوسری طرف کرسی پر بیٹھتے ہوئے اسے دیکھا تو نظریں چار ہوئیں۔ پھر اس نے جلدی سے نظریں جھکا لیں۔

ہاتھ۔ تب میں نے جھکی ہوئی نظروں کی کمزوری پکڑ لی۔ اس کے گلابی رخسار یوں سُرخ ہو گئے تھے جیسے میں نے اس کی کوئی چوری پکڑ لی ہو۔ وہ خود پر قابو پانے کے لیے اپنے سامنے پلیٹ کو سرکا رہی تھی۔ پلیٹ دو ڈشوں کے درمیان ٹکراتی ہوئی بج رہی تھی پھر اس ٹکراؤ میں پانی سے بھرا ہوا گلاس میز پر گر پڑا۔

میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں خیال خوانی بھول چکا ہوں لیکن لگتا ہوں کی ٹیلی پیتھی بھی اپنا کام دکھاتی ہے۔"

اس نے ہونٹوں کو بھینچ کر غصے سے میری جانب دیکھا۔ اس میری بدلی ہوئی شخصیت کو شاید دیکھنے کی تاب نہیں تھی۔ نظریں چرا کر جانے لگی۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اگر ناراضگی تو میں بھی کھانے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

وہ رُک گئی۔ میری جانب دیکھے بغیر بولی۔ "مجھ سے بکواس نہ کرو۔ چپ چاپ کھا کر اپنے کمرے میں چلے جاؤ۔"

وہ جلنے لگی۔ میں بھی تیز قدموں سے چلتا ہوا اس سے الگ ہو گیا۔ پھر دروازے کو کھول کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے جھکتے ہوئے بولا۔ "تشریف لائیے۔"

وہ لابی کی طرف گھوم کر بولی۔ "فرہاد! میں آخری بار کہتی ہوں کہ یہ شوخیاں بھول جاؤ ورنہ پچھتاؤ گے۔"

میں نے کہا۔ "فرہاد کو اپنی شخصیت یاد نہ آئی تو شاید وہ اپنی جاں بھی بھول جاتا۔ بہرحال تمہیں بُرا لگتا ہے تو میں آئندہ تمہارے خلاف ایسی باتیں نہیں کروں گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ کھانے کے بعد واپس چلو۔"

وہ چپ چاپ میز کی طرف چلی گئی۔ شاید اسے عقل آ گئی تھی مجھ سے کترائے گی تو خود بخود کمزوریاں ظاہر ہوتی چلی جائیں گی۔ دونوں اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئے۔ میرے بائیں جانب دور تک سمندر کی ہریالی نظر آ رہی تھی۔ بہت دور پرانی عمارتوں کے کھنڈرات دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے رس ونتی کو دیکھا۔ وہ سر جھکائے خود کو کھانے میں مصروف رکھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "اگر میں سنجیدگی سے باتیں کروں تو کیا جواب دو گی؟"

"ہوں۔" وہ کھانے میں مصروف رہی۔

میں نے پوچھا۔ "تم گیروے رنگ کی ساڑھی کیوں پہنتی ہو؟"

اس نے مجھے گھور کر دیکھا، پھر بولی۔ "یہی سنجیدہ گفتگو ہے؟ مجھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"تم بھی تو میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ اگر یہ جھوٹ ہے تو مجھے بتا دو۔"

"میں تم سے اس انداز سے باتیں نہیں کرتی ہوں جس انداز سے تم ہو۔ تم میرے لباس کے متعلق پوچھنے والے کون ہوتے ہو؟"

"اگر میرے لیے یہ نیا لباس خریدنے والی کون ہوتی ہو؟ میں اس سے جا کر یہ لباس اتار دوں گا۔ دیکھو رس ونتی! تم یہاں کی ملکہ ظاہر کرتی رہتی ہو لیکن تمہارا عمل چغلی کھاتا ہے کہ تم لباس میں دیکھنا..."

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہو گئی۔ پھر تیز قدموں سے چلتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ منہ پھیر کر جانے سے بہتر ہے کہ مجھے دماغی جھٹکے لگیں زبان بند ہو جائے گی۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ میں نے ایک لقمہ منہ میں رکھ کر چباتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا۔ "ہیلو! کمرے سے باہر جا کر دماغ کے اندر آ گئی ہو۔ میرا دماغ تمہاری موجودگی کو محسوس نہیں کر سکتا لیکن میرے دل کی دھڑکنیں کہہ رہی ہیں کہ تم میرے پاس ہو۔ آخر کب تک خیال خوانی کی آنکھ مچولی کھیلتی رہو گی؟"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر اس کی سوچ نے کہا۔ "اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہارے سامنے نہیں آؤں گی۔ نہ تم مجھے دیکھو گے اور نہ فضول باتیں کر سکو گے۔"

"تم میرے سامنے سے خود کو گم کرنا چاہتی ہو مگر میرے دماغ سے اپنی موہنی مورت کو کیسے مٹاؤ گی؟"

میرا جواب ایسا تھا کہ وہ شاید سوچنے کے لیے چپ ہو گئی۔ پھر اس نے کہا۔ "دوسری باتیں کرو۔ سونیا یہاں پہنچ گئی ہے۔"

اس نے بڑی ذہانت سے میری توجہ سونیا کی جانب منتقل کر دی۔ میں نے کہا۔ "میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"تم براہِ راست نہیں مل سکو گے۔ آنکھیں بند کرو اور میری سوچ کی انگلی تھام لو۔"

وہی پہلے جیسا طریقہ کار تھا یعنی خیال خوانی کی تکنیک میں میری سوچ کی اڑان کمزور پڑ گئی تھی اس لیے رس ونتی میری سوچ کی لہروں کو سونیا تک پہنچاتی تھی۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ اس کے ساتھ ہی دماغ کی اسکرین روشن ہو گئی اور میں رس ونتی کے سہارے سونیا کی سوچ پڑھنے لگا۔

وہ ایک سُرخ رنگ کی اسپورٹنگ کار میں بیٹھی ہوئی تھی شنکر اس کار کو ڈرائیو کر رہا تھا۔ سونیا نے اس سے پوچھا۔ "ہمیں کتنی دور جانا ہو گا؟"

شنکر نے جواب دیا۔ "صرف پندرہ منٹ کا راستہ ہے۔"

"کیا وہاں فرہاد موجود ہے؟"

"نہیں۔ وہاں ایک ایسی ہستی موجود ہے جو فرہاد کا پتہ جانتی ہے۔"

"اچھا سمجھ گئی۔ تمہاری دیوی رس ونتی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے فرہاد کا پتہ چلایا ہو گا۔"

شنکر خاموش رہا۔ میں سوچنے لگا کہ سونیا کو اسی عمارت میں لایا جا رہا ہے۔ رس ونتی اس سے ملاقات کرے گی۔ لیکن مجھ سے ملنے نہیں دے گی۔ ویسے یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ سونیا کو وہاں کیوں بلایا گیا تھا؟

پندرہ منٹ کے بعد وہ اسپورٹنگ کار ایک کھنڈر کے سامنے آ کر رُک گئی۔ سونیا نے کار سے اترتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہاری دیوی اس کھنڈر میں ہے؟"

شنکر نے کہا "تم اس کھنڈر میں فریاد کو پکارتی ہوئی جاؤ۔ تمہیں فریاد تک پہنچانے کے لیے کوئی نہ کوئی مل ہی جائے گا۔"

سونیا گہری سنجیدگی سے سوچنے لگی۔ میں بھی سوچ میں پڑ گیا۔ کہ کوئی گہری چال ہے۔ شاید وہاں سونیا کو گھیر کر قتل کر دیا جائے گا۔ میں نے فوراً ہی رس ونتی کو آواز دی۔ اس نے کہا "میں تمہاری سوچ پڑھ رہی ہوں۔ تمہیں اس لابی سے بہت دور ایک کھنڈر نظر آئے گا۔ سونیا وہاں پہنچ گئی ہے۔ لیکن تم اس کی مدد کے لیے وہاں تک نہیں جا سکو گے۔ بہتر ہے کہ چپ چاپ تماشا دیکھتے رہو۔"

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ جس لابی میں میں بیٹھا ہوا تھا، وہاں سے وہ کھنڈر نظر آ رہا تھا۔ اندازاً دو میل کا فاصلہ ہوگا۔ اگر میں دوڑتا ہوا جاتا تب بھی سونیا کو انجانے خطرے سے نہ بچا سکتا۔ کاش کہ میری آواز ہی اس کے کانوں تک پہنچ سکتی۔

میں نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ سونیا کھنڈر میں پہنچ گئی تھی اور مجھے آوازیں دیتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی ویرانے میں اس کی آواز زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہی تھی "فرہاد! فرہاد۔ فرہاد۔۔۔"

آواز کا پرندہ بہت دور تک پھڑپھڑاتا ہوا گیا۔ پھر واپس آنے لگا۔ سونیا سنبھل کر کھڑی ہوگئی۔ اسے اپنی پکار کے جواب میں دوسری پکار سنائی دے رہی تھی۔ سونیا نے پوچھا "کون ہے؟"

جواباً ایک آواز نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں کوئی بھی ہوں۔ تم سامنے آؤ۔"

"سامنے آؤ۔ آؤ۔ واؤ۔ واؤ۔ واؤ۔۔۔"

دونوں کے سوال جواب اس کھنڈر میں گونج رہے تھے۔ یہ سمجھنا دشوار تھا کہ آوازیں کس سمت سے آ رہی ہیں۔ سونیا اس کی تلاش میں بھٹک رہی تھی۔ پھر ایک جگہ ٹھٹک گئی پچاس گز کے فاصلہ پر سامنے ایک موٹے سے ستون کے پیچھے کسی کی موجودگی کا پتہ چلا۔ وہاں سے ایک پتھر لڑھکتا ہوا زینے کے نیچے جا رہا تھا۔

"کون ہے۔ سامنے آؤ۔ آؤ۔ واؤ۔ واؤ۔۔۔"

بازگشت کی گونج میں وہ ستون کے پیچھے سے نکل کر سامنے آ گئی۔ سونیا کی سوچ نے بتایا کہ سامنے آنے والی بے حد حسین ہے۔ پتلون اور سلیولیس بنیان میں اس کے بدن کی رعنائیاں جگمگا رہی ہیں۔ صاف پتہ چل رہا تھا کہ اس کے بدن کو جناسٹک کی انگلیوں نے تراشا ہے۔

سونیا نے پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بڑی رعونت سے بولی "میں ہوں سمندر کی بیٹی روما نہ۔ اگر تم کچھ عرصے زندہ رہنا چاہتی ہو تو مجھے فرہاد کا پتہ بتا دو۔"

سونیا نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔ پھر آگے بڑھ کر پوچھا "تم میرے فرہاد کا پتہ کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"تمہارا نہیں میرا فرہاد۔ تم زبردستی اسے اپنی جاگیر کہنا چاہتی ہو۔ سکیتیں شنکر نامی ایک شخص نے مجھے بتایا ہے کہ اس کھنڈر میں ایک عورت آئے گی اسی نے فرہاد کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔"

سونیا نے اپنے ہونٹ سکوڑ کر اسے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر کہا "تم ایک نادان بچی ہو۔ اگر ذرا عقل ہوتی تو تم یہ نہ کہتیں کہ فرہاد میرے پاس ہوتا تو میں اسے پکارتی ہوئی یہاں بھٹکتی۔"

روما نہ اپنا سر سہلاتی ہوئی بولی "اوہ! تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شنکر مجھے دھوکا دے کر یہاں لایا ہے۔"

"ہاں! اس نے مجھے بھی جھانسہ دے کر یہاں پہنچایا ہے۔"

تب اس کھنڈر میں شنکر کے قہقہے گونجنے لگے۔ وہ دل جلانے والی چکراتی ہوئی آواز کے ساتھ گھوم کر دیکھا۔ وہ کھنڈر کے ایک شکستہ دروازے کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "تم دونوں کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ فرہاد دیوی کی قید میں ہے۔ دیوی نے اس کی کھوپڑی یوں گھمائی کہ وہ پہلی پچھلی بھول چکا ہے۔ وہ تم میں سے کسی کی مدد کے یہاں نہیں آ سکے گا۔ البتہ تم دونوں میں سے کوئی ایک اس کی مدد کر سکتی ہے۔"

"میں جاؤں گی۔" روما نہ نے آگے بڑھ کر کہا۔

"نہیں۔ میں جاؤں گی۔" سونیا نے روما نہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

روما نہ اس کی طرف پلٹ کر بولی "تم میرے ہاتھوں مرنے کے لیے یہاں آئی ہو؟"

سونیا نے اسے ایسے دیکھا جیسے کوئی ضدی بچی مچلنے والی ہو۔ پھر اس نے شنکر سے کہا "کیا رس ونتی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتی کہ فرہاد پر میرا حق ہے۔ یہ روما نہ جیسی لڑکیاں کھیل کے لیے محض تفریح کا سامان ہوتی ہیں۔"

شنکر نے جواب دیا "دیوی تمہاری سوچ کو پڑھ سکتی ہے لیکن یہ روما نہ ہندی اور اردو نہیں جانتی ہے۔ بس اس کی مادری زبان کا علم ہے۔ یہ فرہاد کے لیے ہانگ کانگ سے یہاں آئی ہے۔"

"میں اس کی دیوانگی کو اسی کھنڈر میں دفن کر دوں گی۔"

شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا "ایسا ہو جائے تو بہتر ہے۔ ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ ایک پوتر اور پاک زندگی گزارنے والی دیوی کا سنگ ہے کہ فرہاد کے ساتھ ہی جیون ساتھی ہوگی۔ تم دونوں فیصلہ کر لو کہ تم میں سے کون فرہاد کے ساتھ زندگی گزارے گی۔ فیصلے کے بعد جو زندہ رہے گی میں اسے اپنے پاس پہنچا دوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی "ہا۔ ہپ۔ ہپ۔ ہپ" کی آواز گونجی۔ روما نہ دونوں ہاتھوں سے قلابازیاں کھاتی، جناسٹک کرتب دکھاتی ہوئی سونیا کے اطراف دائرے کی صورت میں دوڑ رہی تھی۔ سونیا اس کے لڑنے کے انداز سے واقف نہیں تھی وہ کس زاویئے سے حملہ کرے گی۔ لہٰذا جب حملہ ہوا تو وہ مار کھا گئی۔ اس کے منہ پر ایک زبردست ٹھوکر پڑی۔ وہ پھر پھرتی ہوئی ایک پتھر کے پاس جا کر ٹک گئی۔

اس کی باچھوں سے ذرا سا خون نکل آیا تھا۔ وہ اپنی ہتھیلی پر لہو کو پونچھتی ہوئی اداس غراتی ہوئی بولی "بے بی! موت سے دامن چھڑا کر بھاگتی ہے۔ میں آخری وارننگ دیتی ہوں بھاگ جا۔ یہاں سے بھاگ جا۔ مجھے تیری پھڑکتی جوانی پر ترس آ رہا ہے۔۔۔"

"ہا۔ ہپ۔ ہپ۔۔۔" جناسٹک کی چک پھیری شروع ہو گئی۔ اب سونیا اس پتھر کے اطراف دائرے کی صورت میں دوڑ رہی تھی۔ اس بار سونیا نے گہری نظروں سے جائزہ لیا کہ وہ کس پوائنٹ پر دائرے کی تکمیل کرتی ہے۔ اس نے دل ہی دل میں حساب لگایا پھر اچانک ہی چھلانگ لگائی۔ فضا میں اچھلتی ہوئی گھومتی ہوئی اپنے ٹارگٹ کی طرف گئی۔ لیکن گرفت کے ساتھ ہی وہ اور پتھروں کے فرش پر گر پڑی۔

ایسی سخت چوٹیں کھائی تھیں کہ وہ فوراً ہی نہ اٹھ سکی روما نہ اس کا ہاتھ مروڑ کر اسے ایک پتھر کی بلندی پر کھڑی ہوئی تھی۔ کون جانے کہ سمندر کی کون سی لہر کشتی بلندی تک اٹھے گی اور کیتی پستی میں گرا کر اس کو تہ و بالا کر کے توڑ پھوڑ کر رکھ دے گی۔

وہ بڑی رعونت سے بولی "مجھے سمندر کی لہروں نے اچھالا اور فرہاد کے بازوؤں نے سنبھالا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ فرہاد تمہارا قاتل بنے۔ میں اب بھی تمہیں زندگی کی خیرات دیتی ہوں، نکل جاؤ۔"

سونیا اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ پھر اپنے گلے سے بندھے ہوئے رومال کو کھولتی ہوئی بولی "فرہاد ایک نشہ ہے، جو مرنے کے بعد بھی اس سے اترتا ہے۔ اب میرے قریب آ کر دیکھ کہ میں یہ نشہ تیرے ذہن سے اتارتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اسکارف کو اپنی آنکھوں پر باندھ لیا۔ روما نہ حیرانی سے دیکھ رہی تھی کہ وہ اندھی کیوں بن رہی ہے؟ اور وہ سمجھا تھا کہ وہ بند آنکھوں کی تاریکی میں اپنی ساری توجہ صرف اس پر مرکوز کرے گی۔ وہ جو جناسٹک کے کرتب دکھاتی ہے تو ان کرتبوں کے فریب میں نہیں آتے گی۔

پھر ایکبار جنگ کا آغاز ہوا۔ تاریکی میں "ہا۔ ہپ۔ ہپ" کی آوازیں آ رہی تھیں۔ سونیا کراٹے کا باکسر بنائے چپ چاپ ایک جگہ کھڑی ہوئی بوسونگھ رہی تھی۔ وہ بوکبھی دائیں کبھی بائیں، کبھی آگے اور کبھی پیچھے پہنچ رہی تھی۔ پھر وہ بڑی برق رفتاری سے سونیا کے پیچھے آئی۔ اس کے ساتھ ہی کراٹے کا ہاتھ چل گیا۔ روما نہ کی چیخ سنائی دی۔ وہ تکلیف کی شدت سے دوہری ہو رہی تھی۔ اسی وقت سونیا نے اس کی کلائی تھام کر اپنے شانے پر سے اسے اچھالا پھر ایک طرف پھینک دیا۔

روما نہ کنکروں اور پتھروں پر لڑھکتی ہوئی جا رہی تھی۔ شنکر نے بے اختیار چیخ کر کہا "ارے وہ اندھے کنوئیں میں گرنے جا رہی ہے۔"

رسوونتی

نے شاید اسی لئے جنگ کا اہتمام کیا تھا کہ میری دو چاہنے والیوں میں سے ایک زندہ رہے اور دوسری میرے خیال سے باہر آ کر بھاگ جائے یا مر جائے جب شنکر نے بے اختیار چیخ کر بتایا کہ روما نہ اندھے کنوئیں میں گرنے والی ہے تو میں اکیدم سے تڑپ گیا۔ پھر چیخ کر رس ونتی کو مخاطب کیا: "روما نہ کو بچاؤ۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں تمہارا دشمن بن جاؤں گا۔"

رس ونتی کی سوچ نے کہا "اچھی زبردستی ہے۔ روما نہ کو تو سونیا مار رہی ہے، تم میرے دشمن کیوں ہو گے؟"

"یہ تماشے تم ہی کر رہی ہو۔ سونیا سے کہو کہ وہ اپنی آنکھوں سے پٹی ہٹا دے۔ نہ وہ دیکھ سکتی ہے، نہ روما نہ کے متعلق سوچ سکتی ہے۔ کچھ پتہ تو چلنا چاہئے کہ روما نہ کس حال میں ہے؟"

میری بات ختم ہوتے ہی میں نے روما نہ کی زندگی کے آثار پائے۔ پہلے میں نے بدحواسی میں توجہ نہیں دی تھی۔ اب میں نے سونیا کی سوچ کے ذریعہ معلوم کیا کہ وہ روما نہ کی بو محسوس کر رہی ہے یعنی وہ اندھے کنوئیں میں گرنے سے بچ گئی ہے!

رس ونتی نے میری سوچ کو سونیا کے دماغ تک محدود رکھا تھا، میں نے کہا۔ "رس ونتی! مجھے روما نہ کے دماغ تک پہنچاؤ!"

"مجبوری ہے!" اس نے کہا۔ "روما نہ کی چیخیں سوچیں میری گرفت میں نہیں آ رہی ہیں کسی طرح تم اسے ہندی یا اردو بولنے پر مجبور کرو تو میں تمہیں روما نہ کے پاس پہنچا دوں گی!"

یہ بات روما نہ کے لئے مفید تھی کہ رس ونتی اس کی زبان نہیں جانتی۔ میں نے کہا۔ "روما نہ تمہاری زبان بالکل ہی نہیں بول سکتی میں اسے بولنے پر مجبور نہیں کر سکوں گا!"

"میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ تم نہیں چاہتے کہ روما نہ کا دماغ میری گرفت میں آئے!"

"تم جو چاہو سمجھ لو۔ فی الحال اُن دونوں کا جھگڑا ختم کرو۔ میں اُن سے ملوں گا!"

"تم کسی ایک سے مل سکو گے۔ بولو کسے چاہتے ہو؟ سونیا کو یا رُومانہ کو؟"

وہ مجھے الجھاوی تھی۔ میں کسی کو بھی پہ ترجیح نہیں دے سکتا تھا جو میرے لئے مرنا جانتی ہوں، میں اُن کے لئے زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ رس ونتی نے کہا "میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تم کسی ایک کے حق میں فیصلہ نہیں کر سکو گے اور نہ ہی موجودہ حالات میں ان کی مدد کر سکو گے۔ چلو انہیں آپس میں فیصلہ کرنے دو۔ آنکھیں بند کرو۔ میں تمہیں وہاں لے جا رہی ہوں۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں اس وقت دُعا مانگ رہا تھا کہ سونیا اور رُومانہ کو عقل آ جائے۔ کم از کم وہ یہ سمجھ لیں کہ ان میں سے کسی کو بھی جان جائے گی تو فساد ہا د صد مد پہنچے گا۔ مشکل یہ ہے کہ عورتیں اپنی سوکن کو برداشت نہیں کرتی ہیں!

میں پھر سونیا کی بند آنکھوں کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ وہاں تاریکی ہی تاریکی تھی اور وہ رُومانہ کی بُو محسوس کر رہی تھی۔ اُس کے سونگھنے کی حس بتا رہی تھی کہ رُومانہ قریب آ گئی ہے۔ اُسی وقت سونیا نے فلائنگ کِک ماری۔ ایک بار پھر رُومانہ کی کراہ سنائی دی۔ وہ دُور چلی گئی تھی۔

سونیا نے اپنی آنکھوں پر سے اسکارف کو ہٹا دیا۔ رُومانہ چند قدم کے فاصلہ پر بینترے بدلتے ہوئے نظر آ رہی تھی۔ سونیا نے کہا۔ "تم بڑی سخت جان ہو ورنہ میرے یہ دو حملے دشمنوں کو سُلا دیتے ہیں!"

"میں بچپن سے سمندر کی لہروں سے کھیلتی آئی ہوں، میں تھکنا، ہانپنا اور گرنا نہیں جانتی!"

سونیا نے مسکرا کر کہا "تو پھر آؤ ہم نپٹے لڑا کر زور آزمائی کریں۔ میری یہ دعوت قبول کرو گی؟"

"ضرور!" رُومانہ نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ سونیا بھی قریب آ گئی۔ دونوں کے پنجے آپس میں مل گئے۔ دونوں زور آزمائی کرنے لگیں۔ تب سونیا نے آہستگی سے کہا۔ "تمہیں انگریزی کے علاوہ کوئی دوسری زبان آتی ہے؟"

رُومانہ نے جاپانی زبان میں جواب دیا۔ سونیا نے جاپانی میں کہا "اب رس ونتی اور شنکر ہماری باتیں نہیں سمجھ سکیں گے۔ اب ذرا عقل سے کام لو۔ کیا تم سمجھ رہی ہو کہ یہ ہمیں مار ڈالنے سے پہلے تماشہ کر رہے ہیں؟ ہم میں سے جو زندہ بچے گی، وہ بھی زیادہ تک نہیں پہنچ سکے گی!"

رُومانہ نے کہا "یہ بات میرے دماغ میں آئی تھی۔ شنکر مجھ پر ایک ہی دُھن سوار ہے کہ کسی طرح فسادہا تک پہنچ جاؤں!"

"یہ جنون تجھے بھی ہے اور ہم دونوں اسی جنون میں ختم ہو جائیں گی!"

شنکر نے قریب آتے ہوئے پوچھا "اے، تم دونوں کس زبان میں بکواس کر رہی ہو؟"

"بکواس صرف زبان سے نہیں، ہاتھوں سے بھی کی جا سکتی ہے۔" قریب پہنچتے ہی سونیا کا ایک ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ وہ جھکا تو اگلا پنچ منہ پر ایک ٹھوکر تھی۔ سونیا تیسری بار حملہ نہ کر سکی۔ رس ونتی نے اُس دماغی جھٹکا پہنچایا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر دوہری ہونے لگی....

شنکر کو سنبھل کر ریوالور نکالنے کا موقعہ مل گیا۔ اُس کے منہ سے "ہی" ہا۔ ہپ۔ ہپ" کی آواز اُبھری۔ دوسرے لمحے گولی چلنے کی آواز گونجی۔ لیکن اُسی دوسرے لمحہ رُومانہ نے ریوالور پر ٹھوکر ماری تو ریوالور گولی اُگلتا ہوا آسمان کی طرف گیا، پھر زمین پر آ گیا۔

اس کے بعد ہی میرے دماغ کی اسکرین اندھی ہو گئی۔ رس ونتی اب میری سوچ کا سہارا نہیں بن سکتی تھی۔ وہ شنکر کی حفاظت کرنے کے سلسلہ میں مصروف ہو گئی تھی۔ میں نے رس ونتی کو پکارا تو جواب نہیں ملا۔ یقین ہو گیا کہ وہ فی الحال مجھ سے غافل ہو گئی ہے!

میں فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھا۔ پھر دوڑتا ہوا دروازے کی طرف گیا۔ سونیا اور رُومانہ کی سلامتی کے لئے میں یہی کر سکتا تھا کہ شنکر کی مدد کرنے کا موقع نہ دُوں۔ اس وقت وہ سونیا کے داؤ سے کھیل سکتی تھی لیکن رُومانہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ اگر اُنہیں سانجھ کا بھی پہنچا سکتی تو... دوسری طرف سونیا سنبھل کر پھر حملہ کر دیتی۔

میں دروازہ کھول کر کاریڈور میں آ گیا۔ دوسری طرف ایسا ہی دروازہ نظر آیا۔ میں نے اُسے آہستگی سے کھولا۔ وہاں رس ونتی پر جھکی مار رہی تھی۔ آنکھیں بند کئے بیٹھی تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ شنکر تک پہنچی ہوئی تھی۔ دروازے کے قریب ایک صحت مند جوان اس کا محافظ بنا کھڑا تھا۔ اُس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر ہاتھ ہلا کر اشارہ کیا کہ میں باہر چلا جاؤں۔ میں نے انکار کرتے ہوئے اشارے سے اُسے اپنے پاس بُلایا۔ اُس نے جھلاہٹ کا اظہار کیا۔ پھر وہ قدموں سے باہر آ گیا۔

"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ایسے وقت دیوی کو ڈسٹرب کیا جاتا ہے؟"

میں نے اچانک ہی اُس کے پیٹ میں گھونسہ مارا۔ وہ دوہرا ہوا۔ اُس کی ناک پر پڑا۔ وہ کافی بھی وار تھا۔ مار کھانے کے باوجود وہ دوسرے ایک لمحہ میرے سینے پر ماری۔ میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے لگا۔ وہ دوسری ٹکر مارنے کے لئے آیا۔ میں اچھل کر ایک طرف نتیجہ کے طور پر وہ منہ کے بل دیوار سے ٹکرایا۔ میں نے اگر دو

اتنی زور سے اُسے دیوار کے ساتھ ٹکرایا کہ وہ چیخ بھی نہ سکا سیدھا فرش پر چلا گیا۔

میں نے جھک کر اطمینان کر لیا کہ ابھی وہ آرام کرتا رہے گا۔ دوسرے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ رس ونتی بدستور وہاں مراقبے میں تھی۔ شاید اس کا ماتحت شنکر ابھی تک سونیا اور رُومانہ کے نرغے میں تھا۔ میں نے ایک پیتل کا گلدان اٹھایا پھر دبے قدموں چلتا ہوا رس ونتی کے پاس پہنچ گیا۔ اب اس کی کھوپڑی گھومنے والی تھی۔

اس نے میری ٹیلی پیتھی کو نقصان پہنچایا تھا۔ میں اپنے ترس نہیں کھا سکتا تھا جب کہ وہ بے حد حسین تھی۔ میں نے صرف یہ طے کیا کہ سامنے سے حملہ نہیں کیا۔ کیونکہ پیشانی پر چوٹ آتی تو حسین کھوپڑی پر داغ لگ جاتا۔ میں ایک حسین شاہکار کو بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے سر کے پچھلے حصہ پر زور کی ضرب لگائی۔

"آنک۔ آں۔ آ....؟" اُس کے حلق سے کربناک آواز نکلی۔ اُس کے دیدے پھیل گئے۔ پھر وہ منہ کے بل فرش پر ڈھیر ہو گئی۔

میں نے اُس کی ناک کے پاس ہاتھ رکھ کر اُس کی سانسوں کو محسوس کرنا چاہا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ زندہ ہے یا مُردوں میں شامل ہو چکی ہے۔

صنفِ نازک پر ایسا ظلم کرنے کے بعد مجھے افسوس ہوا لیکن وہاں بیٹھ کر افسوس کرنے کا موقعہ نہیں تھا۔ میں اُسے چھوڑ کر دروازے تک آیا۔ ایک حسرت بھری الوداعی نظر اس پر ڈالی پھر کاریڈور میں آ گیا۔

رس ونتی کا محافظ کراہتے ہوئے فرش سے اٹھنا چاہتا تھا۔ میں نے اُس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ پھر فرش پر پھیل کر پڑنے لگا۔ میں نے دوسری ٹھوکر مار کر اُسے ٹھنڈا کر دیا۔ پھر اُس کی تلاشی لینے کے لئے اُس کی جیکٹ کھولی تو بغلی ہولسٹر سے ایک چھوٹا سا پستول مل گیا۔ میں نے اُسے جیب میں رکھ کر تیزی سے چلتا ہوا زینے تک آیا۔ نیچے ہال میں کچھ لوگوں کی باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ آگے جانا خطرے سے خالی نہیں تھا اس لئے میں وہاں سے پلٹ آیا۔

پھر اُسی کاریڈور سے گزرتا ہوا اس کمرے میں آیا جہاں بالکونی میں کھلنے کی میز تھی۔ میں نے بالکونی سے جھانک کر دیکھا۔ وہاں سے سمندر اندازاً پندرہ فٹ نیچے تھا۔ بالکونی سے لٹکنے کے بعد زمین صرف آٹھ فٹ کے فاصلے پر رہ جاتی تھی۔ میں وہاں سے لٹک کر بہ آسانی لان میں پہنچ گیا۔ ایک شخص ونگین کار کی صفائی کر رہا تھا۔ میرے کُود نے کی آواز پر چونک کر اُس نے مجھے دیکھا۔ شاید وہ مجھے قیدی کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔ اس لئے میری اس حرکت پر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

میں نے اُس کی جانب بڑھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "ہیلو! تم شاید ڈرائیور ہو؟"

اُس نے اثبات میں سر ہلا کر پوچھا "تم کون ہو؟"

میں نے بالکل قریب پہنچ کر پستول نکال لیا۔ "میں تمہارا دوست ہوں۔ تم مجھے دُشمن بھی بنا سکتے ہو!"

میں نے ونگین کار کا اگلا دروازہ کھول کر اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اپنی زندگی کسے عزیز نہیں ہوتی۔ وہ اگلی سیٹ پر کھسکتا ہوا اسٹیرنگ کے پاس چلا گیا۔ میں نے اُس کے پاس بیٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ اُس کے بعد گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے لگی۔

اوپری منزل میں رس ونتی اور اُس کے محافظ پر کیا بیت رہی ہے اس کا علم ابھی کسی کو نہ تھا۔ اس لئے میرے فرار کے راستے میں رکاوٹ پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ آہنی گیٹ پر کھڑا ہوا دربان اس ڈرائیور کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لئے اُس نے کچھ پوچھے بغیر گیٹ کھول کر گزرنے کی اجازت دے دی۔

کچھ دُور جانے کے بعد میں نے ڈرائیور سے کہا "وہ جو سامنے کھنڈرات نظر آ رہے ہیں، مجھے وہاں لے چلو!"

اُس نے پوچھا۔ "کیا تم وہی ہو جسے دیوی نے مہمان بنا کر رکھا ہے؟"

"رکھا تھا۔ اب تو میں اُس کی مہمان نوازی سے نجات پا چکا ہوں۔ کیا تم اسی جزیرے میں رہتے ہو؟"

"میں استنبول کا رہنے والا ہوں۔ اُس عمارت کو دیوی نے خریدا ہے۔ میں یہاں پچھلے چار ماہ سے ملازم ہوں۔ اب تمہاری وجہ سے یہ ملازمت بھی چلی جائے گی؟"

"فکر نہ کرو۔ میں تمہیں اُن سے زیادہ رقم دُوں گا!"

ایسا کہتے وقت مجھے یاد آیا کہ میری جیب خالی ہے۔ اس آہنی ملک میں یہی کہیں سے رقم حاصل نہیں کر سکتا۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت نے فی الحال ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ میں کسی کے دماغ کی تجوری کھول کر منہ مانگی دولت حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت مجھے اپنی بے بسی کا علم ہوا۔ اب میں ایک عام سا آدمی تھا۔ اُس ڈرائیور کو ایک ڈالر دینے کے قابل بھی نہیں رہا تھا!

ڈرائیور نے کہا۔ "تم کون ہو؟ کہاں رہتے ہو؟"

"میں مسلمان ہوں اور پاکستان سے آیا ہوں!"

اُس نے چونک کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا "الحمدللہ! میں بھی مسلمان ہوں۔ میرا نام فرحان بیگ ہے۔ میرے مُسلم دوست کا نام کیا ہے؟"

"فرہاد علی تیمور۔ میں ان ہندوستانیوں کے جال میں پھنس گیا تھا۔ اب انہیں میرے فرار کا علم ہو گا تو وہ پھر میرے پیچھے پڑ جائیں گے!"

"تعجب ہے کہ وہ تمہارے دُشمن کیوں ہیں۔ بظاہر تو وہ لوگ

بے ضرر نظر آتے ہیں۔ وہاں اچھے بھلے کے لوگ ہیں۔ لیکن سب دیوی کے سامنے جھکتے ہیں۔ وہ بھی بے حد معصوم نظر آتی ہے پھر تم سے دشمنی کیا ہے؟"

اس کا جواب دینے کے لئے میں پوری رام کہانی سُنانے کے موڈ میں نہیں تھا۔ میں نے کہا "دیوی دوسروں کی طرح مجھے بھی جھکانا چاہتی تھی اور میں صرف خُدا کے سامنے جھکنا جانتا ہوں۔ اس لئے وہاں سے نکل آیا۔"

"اچھا۔ پھر تم نے بہت اچھا کیا۔ تم واقعی خوددار ہو۔ لیکن اب کہاں جاؤ گے؟ وہ لوگ تمہیں ڈھونڈ نکالیں گے!"

"مجھے کہاں جانا ہے؟ یہ فیصلہ میں کھنڈرات میں پہنچ کر کروں گا!"

میں بے چینی سے وِنڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔ کھنڈرات قریب آ رہے تھے۔ بے چینی اور پریشانی اس بات کی تھی کہ دیوی رشتہ نیتی ہوش میں آنے کے بعد ٹیلی پیتھی کے ذریعہ پھر مجھے زیر کر سکتی تھی۔ میں جہاں جاتا میری سوچ اُسے وہاں پہنچا دیتی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ فرار میں ناکامی ہو سکتی ہے۔ جو کہ میں مایوسی سے ہاتھ پیر دھر کر بیٹھنا نہیں جانتا، اس لئے کوشش کر رہا تھا خواہ یہ کوشش ناکام ہی ہو جاتی۔

گاڑی رُک گئی جسم دونوں اُتر کر کھنڈرات کے اونچے نیچے راستوں پر چلنے لگے۔ میں نے ایک جگہ پہنچ کر سونیا اور رُومانہ کو پکارنا چاہا۔ اُسی وقت سونیا ایک شکستہ ستون کے پاس کھڑی نظر آئی۔ ہماری نظریں ملتے ہی وہ دوڑتی ہوئی آنے لگی۔ میں بھی تیزی سے آگے بڑھا۔ ایک طویل عرصہ کی جُدائی کے بعد ہم نے ایک دوسرے کو رُوبرو دیکھا تھا۔ قریب پہنچتے ہی ہم دیوانہ وار لپٹ گئے۔

تھوڑی دیر تک ہمیں ہوش نہ رہا کہ ہم کہاں ہیں؟ میرے سامنے وہ تھی، اُس کے سامنے میں تھا۔ باقی ساری دُنیا نابود ہو گئی تھی، وہ مارے خوشی کے رو رہی تھی۔

تب مجھے رُومانہ کی بھی یاد آئی۔ سونیا کی دیوانگی نے رُومانہ کی دیوانگی یاد دلائی کہ وہ بھی میرے لئے ذہین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھٹکتی ہوئی یہاں آئی ہے۔ میں نے پوچھا "رُومانہ کہاں ہے؟"

وہ میرے چہرے پر اپنے چہرے کو رگڑتی ہوئی بولی "ابھی کچھ نہ پوچھو فرہاد! میں نہیں چاہتی کہ اس لمحہ تم میرے سوا کسی اور کو یاد کرو!"

"یہ دیوانگی اب ختم کرو سونیا! ہم سب خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ میں نے دیوی کے سر پر ضرب لگا کر اسے بے ہوش کر دیا ہے۔ وہ ہوش میں آئے گی تو پھر ہمارے ذہنوں کو شکار کرے گی۔ ہم فرار ہو کر جتنی دُور جا سکتے ہیں، ہمیں چلے جانا چاہئے۔ بعد میں جو ہو گا، دیکھا جائیگا!"

یہ کہتے ہی میں نے رُومانہ کو آواز دی۔ میری آواز کھنڈرات میں گونجنے لگی۔ "رُومانہ..... نہ..... نہ..... نہ....."

جواباً اُس کی آواز نہیں ملی۔ سونیا خاموشی سے میرا مُنہ تک رہی تھی۔ میں نے اُسے جھنجھوڑ کر پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ بولتیں کیوں نہیں — رُومانہ کہاں ہے؟"

وہ بڑی آہستگی سے بولی "اب وہ اس دُنیا میں نہیں ہے!"

میرے دِل پر گھونسہ سا لگا۔ میں نے چیخ کر کہا "تم جھوٹ بول رہی ہو — بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

"اندھے کنوئیں میں....."

ایک ساعت کے لئے میں جیسے اندھا ہو گیا۔ اُس اندھیرے میں صرف رُومانہ ہی رُومانہ نظر آ رہی تھی۔ پھر میں ایک پاگل کی طرح پیچھے ہوئے دوڑنے لگا۔ "نہیں، وہ نہیں مر سکتی۔ خُدا کے لئے مجھے بتاؤ، وہ اندھا کنواں کہاں ہے؟"

سونیا نے مجھے وہاں تک پہنچا دیا۔ اندھے کنوئیں کے ماپ شکستہ کی فلاش پڑی ہوئی تھی۔ سونیا نے کہا "ہم دونوں اس سے لڑ رہی تھیں۔ لڑائی کے دوران رُومانہ کنوئیں کے کنارے پہنچ گئی۔ میں دُور پڑے ہوئے ریوالور کی طرف بھاگ کر جا رہی تھی۔ اُسی وقت میں نے رُومانہ کی چیخ سنی۔ پلٹ کر دیکھا تو شکستہ اسے کنوئیں میں پھینک چکا تھا۔ میں نے ریوالور اٹھا کر اُسے گولی ماردی!"

میں کنوئیں میں جھانک کر آوازیں دینے لگا۔ "رُومانہ۔ رُومانہ... کنواں جواب دے رہا تھا، میرا مُنہ چڑا رہا تھا — رُومانہ... رُومانہ....."

پتہ نہیں وہ کنواں کتنا گہرا تھا۔ تاریکی میں اُس کی گہرائی کا پتہ نہیں چل سکتا تھا۔ اُس کی تہ تک پہنچ کر ہر چیز گم ہو جاتی تھی۔ شاید زندگی میں پہلی بار میری آنکھیں بھیگ گئیں!

وہ مجھ سے ملنے کی آرزو میں کہاں کہاں بھٹکتی رہی۔ اپنا گھر چھوڑ کر میرے راستے پر آئی تو موت نے اس کی تمام حسرتوں کے ساتھ اپنی لپیٹ میں بُلا لیا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اتنی حسین اتنی جلدی، اتنی آسانی سے مر سکتی ہے!

میری آنکھوں کے سامنے سمندر کی پُرزور لہریں تھیں، جو کبھی رُومانہ کو شکست نہ دے سکیں۔ وہ لڑکی آسانی سے ہار جانے کے لئے پیدا نہیں ہوئی تھی!

"صبر کرو فرہاد! موت سے کوئی نہیں لڑ سکتا!" سونیا نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر صبر کی تلقین کی۔

میں نے پلٹ کر اُسے دیکھا۔ "سونیا! خُدا کے لئے بتاؤ کہ سچ کیا ہے؟ میرا دل نہیں مانتا کہ وہ مجھ سے جُدا ہو گئی ہے!"

"کیا تم مجھے یہ کہنے میں تم سے جھوٹ بول رہی ہوں؟"

میں اُس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ کاش کہ میں اُس کے دماغ میں جھانک کر دیکھ سکتا۔ کسی چھپی ہوئی حقیقت کو اس کے دماغ کے چور خانہ سے نکال سکتا — سونیا اگرچہ فریبی نہیں تھی، اس نے کبھی کوئی غلط بات نہیں کہی تھی، لیکن سوتیلے کے جذبات اسے کسی حادثہ فریب کے لئے مجبور کر سکتے تھے۔

سونیا نے کہا "ہاں میں خاموش کھڑی ہوں۔ تم میری سوچ کے ذریعہ معلوم کر سکتے ہو کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا ہے!"

"تمہیں پتہ چل گیا ہے سونیا! کہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں گم ہو گئی ہیں۔ میں تمہارے دماغ کو نہیں پڑھ سکتا اس لئے پوچھ رہا ہوں!"

"یہ تم جانتے ہو کہ میں تم سے کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ یقین کرو، مجھے خُود اس کی موت کا افسوس ہے۔ ہم اس کنوئیں سے اسکی لاش نکالنے میں وقت ضائع نہیں کر سکتے، ہمیں فوراً ہی یہاں سے بھاگنا چاہئے!"

ان حالات کے پیشِ نظر ہم وہاں ٹھہر کر خطرات کو دعوت نہیں دے سکتے تھے۔ کاش کہ میں آخری بار اُس کی لاش کو بھی دیکھ سکتا اور یہ ممکن نہیں تھا۔ میں بوجھل قدموں سے سونیا کے ساتھ واپس جانے لگا۔

سونیا نے وگن کار میں بیٹھتے ہوئے پوچھا "کیا تمہاری خیال خوانی کی صلاحیتیں ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی ہیں؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اُس وقت صرف رُومانہ کی یادیں ذہن پر چھائی ہوئی تھیں، باتیں کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا — سونیا میری دلی کیفیات کو سمجھ کر فوراً بیگ سے باتیں کرنے لگی۔

پتہ نہیں ہم کتنی دیر تک وگن کار میں سفر کرتے رہے۔ میں تو رُومانہ کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات میں بہتا جا رہا تھا۔ اسے پہلے میرے کتنے ہی عزیز مجھ سے بچھڑتے رہے تھے، ان سے میرے گہرے تعلقات رہے۔ لیکن میں نے کسی کو دِل کی گہرائیوں سے اپنا نہیں کیا۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ میں نے رُومانہ کی موت اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی تھی، اس لئے یقین نہیں آ رہا تھا۔ دماغ کے کسی گوشہ سے سرگوشی سی سُنائی دیتی تھی کہ وہ زندہ ہے، وہ ابھی میرے لئے کہیں سانس لے رہی ہے!

سمندر کے ایک ویران ساحل پر وگن کار رُک گئی۔ سونیا کی آواز پر میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا پھر پوچھا "ہم کہاں آ گئے ہیں؟"

فرّان بیگ دُور ساحل پر کھڑی ہوئی لانچ کی طرف جا رہا تھا۔ سونیا نے کہا "ہم فیری کے ذریعہ اسٹنبول نہیں جا سکتے۔ ہمارا تعاقب کرنے والے وہاں بھی موجود ہوں گے!"

وہ اپنے پرس کو تھپتھپاتی ہوئی بولی "میرے پاس کافی رقم ہے۔ میں نے فرّان بیگ کو سوڈالمر بھیجا ہے۔ وہ لانچ والے سے پانچ سو ڈالر میں سودا کر لے گا۔ اگر وہ راضی ہو جائیگا تو ہم کو خوف و خطر استنبول کے گولڈن ہارن تک پہنچ جائیں گے۔"

میں نے سگریٹ سلگایا۔ پھر سونیا کے ساتھ لانچ کی طرف بڑھ گیا۔

"فرہاد! اتنے خاموش کیوں ہو؟ ٹھیک ہے کہ تم نے کسی کو کھو دیا ہے۔ لیکن ایک مدت کے بعد مجھے پایا ہے — کیا مجھے پانے کی خوشی نہیں ہے؟"

"تمہیں پا لینے کا اطمینان ہے اور خوشی بھی ہو گی۔ لیکن ابھی رُومانہ کا غم بھاری ہے۔ یہ غم رفتہ رفتہ ہی دُور ہو گا!"

وہ چپ رہی۔ عورت کو یہ دیکھ کر دُکھ پہنچتا ہے کہ اُس کا مرد اُس کی موجودگی میں کسی دوسری عورت کو یاد کر رہا ہے — سونیا سمجھدار تھی، اس نے خاموشی سے برداشت کر لیا تھا۔

ہم لانچ میں آ گئے۔ فرّان بیگ لانچ کے مالک سے باتیں کر رہا تھا۔ اُس نے بتایا کہ لانچ کا مالک پانچسو ڈالر پر راضی نہیں ہو رہا ہے۔ چھ سو ڈالر مانگتا ہے۔ سونیا نے فوراً ہی پرس سے اُس کی مطلوبہ رقم نکال کر دے دی۔ معاملہ طے ہو گیا۔ میں نے فرّان بیگ کا شکریہ ادا کیا۔ اُس نے کہا "میں دیوی کے پاس جا کر بتا دوں گا کہ تم نے پستول دکھا کر مجھے مجبور کیا تھا اور فیری پورٹ کے قریب پہنچ کر مجھے چھوڑ دیا تھا!"

میں نے اُس کا دوبارہ شکریہ ادا کیا۔ وہ چلا گیا۔ پانچ منٹ کے بعد لانچ اسٹارٹ ہو کر وہاں سے روانہ ہو گئی۔ میں اور سونیا ایک کیبن میں آ گئے۔ سونیا ایک بستر پر لیٹتی ہوئی بولی "میں تو بہت تھک گئی ہوں!"

یہ کہہ کر وہ مجھے دیکھنے لگی۔ اُس کی نگاہیں دعوت دے رہی تھیں میں نے دوسری بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم گولڈن ہارن کتنی دیر میں پہنچیں گے؟"

"میں فیری کے ذریعہ یہاں تین گھنٹے میں پہنچی تھی۔ فیری سُست چلتی ہے، لانچ کی رفتار تیز ہے۔ شاید ہم دو گھنٹے میں پہنچ جائیں۔"

میں نے کہا "پھر تو ضبع بینی کے لئے خاصہ وقت ہے۔ اگر یہاں مومی بتیاں مل جائیں تو میں اپنی صلاحیتوں تک واپس پہنچنے کی کوشش کروں گا!"

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ پھر ہیجکچاتی ہوئی بولی۔ "کیا تمہاری خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس آ سکتی ہیں؟"

"ہاں رس وتی نے مجھے کچھ لمبی جڑی بوٹیوں کا عرق پلایا ہے کہ میرا دماغ قدرے کمزور ہو گیا ہے۔ ضبع بینی کے ذریعہ دماغی مشقیں جاری رہیں گی تو میرا دماغ پھر خیال خوانی کی پرواز دوں کو سمجھ لے گا!"

وہ بے چینی سے پہلو بدل کر بولی "ٹھیک ہے، استینول پہنچ کر یہ مشقیں کرتے رہنا۔ ابھی جلدی بھی کیا ہے؟"

"کیسی باتیں کرتی ہے۔ اُس وقت تک رسن وتی ہمیں شناخت کر لے گی لیکن پتہ نہیں وہ اب تک خاموش کیوں ہے؟ کافی وقت گزر چکا ہے، وہ اتنی دیر تک بے ہوش نہیں رہ سکتی!"

وہ طنزیہ انداز میں بولی "وہ تمہاری یادوں کے لئے میں مدہوش ہوگی!"

میں اُٹھ کر جانے لگا۔ وہ فوراً ہی آگے بڑھ کر میرا راستہ روکتی ہوئی بولی "کہاں جا رہے ہو؟"

"میں لالٹین کے مالک سے پوچھوں گا۔ شاید اُس کے پاس موم بتیاں مل جائیں!"

وہ میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم آرام سے بیٹھو، میں موم بتیاں لے کر آتی ہوں!"

میں نے کہا "پہلے ہمیں اپنے بچاؤ کی فکر کرنا چاہئے۔ میری صلاحیتیں مجھے واپس ملیں گی تو پھر رسن وتی ہمیں اس طرح پریشان نہیں کر سکے گی!"

وہ کیبن سے باہر چلی گئی۔ میں بیٹھ کر سگریٹ پینے لگا۔ ایسے وقت میں اپنے بچھڑے ہوئے ساتھیوں کی سوچیں پڑھا کرتا تھا۔ وہ جہاں بھی ہوتے، میں ان کی خیریت دریافت کر لیتا۔ لیکن اب میرا ذہن اندھے کنوئیں کی طرح تھا، جس کی تاریک گہرائیوں میں چھپی ہوئی ٹیلی پیتھی کو میں دوبارہ دریافت نہیں کر سکتا تھا۔

میرا ذہن اِدھر اُدھر بھٹکنے لگا۔ کبھی رُومانہ تھوڑی دیر کہتی۔ "بے شک موت کسی سے غلط مروت نہیں کرتی۔ بڑے بڑے شہ زوروں کو مٹی میں ملا دیتی ہے لیکن میں بھری جوانی میں اٹھنے والی نہیں ہوں۔"

میں نے محسوس کیا کہ اس طرح رومانہ کے متعلق سوچتا رہا تو پاگل ہو جاؤں گا، یا پھر میرا دماغ موجودہ خطرات کے متعلق سوچنے اور اپنی حفاظت کی تدبیر کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ یہ سوچتے ہی میں رومانہ کے تصور سے فی الحال پیچھا چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔

اُس وقت پتہ چلا کہ دماغ اپنے بس میں نہیں ہوتا۔ سوچ کی لہروں میں اِدھر سے اُدھر بہا کرلے جاتا ہے۔ میرے دماغ نے کہا "فرہاد! اب اٹھانوں... کی کیفیات کو سمجھو کہ جب وہ اپنے عزیزوں سے بچھڑتے ہیں تو ٹیلی پیتھی کے بغیر کیسی طرح زندہ رہتے ہیں۔ وہ اپنے عزیزوں کے لئے روتے ہیں، تڑپتے ہیں، جیسے یہ یوں تڑپ رہی ہوگی۔ وہ تمہارے متعلق... پہلے بھی بہت سی باتیں نہیں جانتی تھی۔ اب تم بھی اندھے ہو۔ اُسے خیال خوانی کی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے...!"

میں بے چینی سے کروٹیں بدلنے لگا۔ ٹیلی پیتھی کے بغیر یوں لگ رہا تھا جیسے میرا کاسۂ سر دماغ سے خالی ہے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سونیا ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ میں کیبن سے نکل کر عرشے پر آیا۔ کیبن کی دوسری طرف سونیا ریلنگ کے پاس کھڑی تھی۔ اُس کی پشت میری جانب تھی، وہ مجھے نہ دیکھ سکی۔ لیکن میں نے دیکھا کہ وہ کوئی چیز پانی میں پھینک رہی ہے۔

اُس نے کیا پھینکا ہے؟

میرے ذہن نے سوال کیا۔ میں فوراً ہی کیبن کی آڑ میں آگیا۔ سونیا جب میرے پاس سے گئی تھی، تب اس کے ہاتھوں میں کچھ نہیں تھا، پھر اُس کے ہاتھوں میں کیا تھا؟ جسے اُس نے پانی کی گہرائیوں میں پھینک دیا تھا؟

میں دبے پاؤں آگے بڑھ کر زینے سے اُترتے ہوئے سیلون روم کی طرف جانے لگا۔ لالٹین کے ملازم اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ لالٹین کا مالک اُن سے کچھ کہہ رہا تھا۔ پھر وہ وہسکی کی بوتل منہ سے لگا کر پینے لگا۔ میں نے قریب جا کر پوچھا۔ "آپ کے پاس موم بتیاں ہوں گی؟"

"وہ لے گئی!" اُس نے بوتل منہ سے ہٹا کر پیچھے گھومتے ہوئے دیکھا پھر مجھے دیکھتے ہی چونک کر بولا۔ "کیا کہا تم نے؟ موم بتیاں؛ اوہ تو نو ہیلا لالٹین میں موم بتیوں کا کیا کام؛ سوری.....!"

وہ پھر پینے لگا۔ میں نے جبراً ہنستے ہوئے کہا۔ "ہاں، جب وہ لے گئی ہے تو تمہارے پاس نہیں ہو سکتی۔ میں نے یہاں آنے میں دیر کر دی۔ دراصل وہ ذہنی مریضہ ہے۔ وہ موم بتیاں چبا چبا کر کھوکھلی کر چکی ہے۔ مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے آپ کو پہلے نہیں بتایا!"

وہ حیرانی سے دیدے پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ "کیا وہ واقعی ذہنی مریضہ ہے؟"

"ہاں! یوں تو وہ نارمل رہتی ہے۔ صرف موم بتیاں چبانے کا خبط ہے۔ ایسا خبط کہ وہ بھاری سے بھاری قیمت ادا کر کے بھی موم بتیاں حاصل کر لیتی ہے!"

اُس نے تیزی سے سر ہلا کر کہا "ہاں۔ ہاں۔ اُس نے ایک پیکٹ موم بتیوں کے پچاس ڈالر ادا کئے ہیں۔ آج تک میں نے کسی کو اتنی مہنگی موم بتیاں خریدتے یا بیچتے نہیں دیکھا۔ اگر میرے پاس... مزید پیکٹس ہوتے تو میں بھی فروخت کر دیتا!"

"کیا آپ کے پاس اور موم بتیاں نہیں ہیں؟"

"کہہ تو راہا ہوں کہ اگر ہوتیں تو ساری کی ساری اُسے فروخت کر دیتا۔ وہ بہت جاں باز ہے۔ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ آپ آ کر موم بتیاں طلب کریں تو میں کہہ دوں کہ لالٹین میں موم بتیوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے ہمارے پاس نہیں ہیں!"

"بہرحال، میں ابھی اُس سے موم بتیاں چھین کر پانی میں پھینک دوں گا!"

میں وہاں سے چلا۔ اوپری عرشہ میں سونیا مجھے تلاش کر رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اُس نے کہا۔ "کہاں چلے گئے تھے؟"

وہ مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ شاید یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ لالٹین کے مالک نے کہیں بول تو نہیں کھول دیا۔ میں نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں تلاش کرتے نیچے گیا تھا۔ لگا تھوتھو کی تلاش کے لئے بھی پوچھ لیا۔"

وہ جلدی سے بولی۔ "اُس نے انکار کر دیا ہوگا!"

میں نے کیبن میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "ہاں! کہہ رہا تھا کہ اب اس جہاز میں موم بتیوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسی چیزیں وہ نہیں رکھتے.....!"

"ہاں، مجھ سے بھی یہی کہہ رہا تھا!"

میں نے گھوم کر سونیا کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا۔ وہ گھبرا کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔ "پچاس ڈالر میں موم بتیوں کا ایک پیکٹ..... اور وہ پیکٹ بحر ظلمات کی تہہ میں پہنچ گیا ہے؟"

وہ ڈھٹائی سے بولی۔ "ہاں!"

میں نے غصہ سے کہا۔ "اب مجھے تمہاری سازشوں کا علم ہو گیا ہے۔ تم نہیں چاہتیں کہ میں تمہاری سوچ پڑھ کر تمہارے چہرے پر رومانہ کی قاتلہ کا چہرہ دیکھ سکوں؛"

"یہ جھوٹ ہے!" وہ چیخ کر بولی۔ "میں نے رومانہ کو قتل نہیں کیا!"

میں نے پھر ایک طمانچہ رسید کرتے ہوئے پوچھا۔ "ٹیلی پیتھی کے بغیر میں تمہارے جھوٹ اور سچ کو کیسے سمجھوں؟"

وہ بڑے تحمل سے بولی۔ "مجھ پر اُٹھنے والے ہاتھوں کو میں توڑ دیا کرتی ہوں۔ مگر تم میرے جسم و جاں کے مالک ہو۔ مجھے مار ڈالو گے، تب بھی اُف نہیں کروں گی!"

"کیا تم سمجھتی ہو کہ استینول پہنچ کر مجھے موم بتیاں نہیں ملیں گی؟"

وہ آگے بڑھ کر فرش پر آتی پھر میرے قدموں سے لپٹ کر بولی۔ "نہیں فرہاد! خدا کے لئے ٹیلی پیتھی کا خیال دل سے نکال دو۔ اس علم کی وجہ سے تم دوسری لڑکیوں کے دل و دماغ جیت لیتے ہو اور میرے لئے غیر بن جاتے ہو۔"

میں نے اُسے قدموں سے الگ کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری محبت کی قدر نہیں کر سکتا کیونکہ تم نے رومانہ کے پیار کی قدر نہ کی۔ تمہیں معلوم ہے کہ اُس لڑکی نے میرے لئے کتنی قربانیاں دی تھیں؟"

"فرہاد! میں تمہارے پیار کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں نے رومانہ کو قتل نہیں کیا ہے۔ بے شک میرے دل میں حسد کا جذبہ تھا لیکن میں بڑی اہلیت نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اُسے جان سے مار ڈالتی۔ وہ زندہ رہتی تو میں ضرور اُسے تمہارے راستے سے ہٹا دیتی۔ کوئی ایسی تدبیر کرتی کہ وہ تم سے کبھی نہ مل سکتی!"

"تم یہی تدبیر کر رہی ہو کہ نہ میں ٹیلی پیتھی کی طرف واپس جاؤں اور نہ ہی گمشدہ رومانہ تک پہنچ سکوں؟"

"فرہاد! رومانہ کی اچانک موت نے تمہارا اعتماد مجھ پر سے اٹھا دیا ہے۔ ورنہ میں جانتی ہوں کہ ٹیلی پیتھی علم بھی اب تمہیں مرنے والی تک نہیں پہنچا سکے گا۔ مجھے یہ سوچ کر تو نہیں کا احساس ہوتا ہے کہ تم مجھ پر اندھا یقین کرتے تھے، اب نہیں کر رہے ہو!"

"میں فی الحال ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ تم نے مجھے موم بتیوں سے کیوں محروم کر دیا؟"

وہ ایک گہرا سانس لے کر پہلو پر بیٹھ گئی پھر کہنے لگی۔ "ولیی رسن وتی نے آج صبح مجھ سے دماغی رابطہ قائم کیا تھا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ تمہارے دماغ کو کمزور بنا دیا گیا ہے۔ اگر میں ولیی کو اس بات کی ضمانت دوں کہ میں تمہیں کبھی ٹیلی پیتھی کی طرف جانے کا موقع نہیں دوں گی تو وہ مجھے تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کا موقع دے گی!"

"وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"ایسے کہ وہ مجھے تمہارے ساتھ ایسے علاقے میں لے جا کر چھوڑ دے گی جہاں کوئی جوان لڑکی یا جوان عورت نہیں ہوگی البتہ بوڑھی عورتیں اور مرد رہتے ہوں گے۔ وہ بہت ہی خوبصورت علاقہ ہوگا۔ وہاں ہم اپنی بقیہ زندگی گزار سکیں گے!"

"میں اپنی زندگی کا آخری حصہ اپنے وطن میں گزاروں گا۔ بہرحال یہ بعد کی باتیں ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ تم نے رسن وتی کو کیا جواب دیا؟"

رسن وتی میرے دل کی بات کہہ رہی تھی، میں راضی ہو گئی۔ لیکن اس کی شرارتی طبیعت کہ میں تمہیں دوبارہ ٹیلی پیتھی کی طرف جانے نہ دوں۔ دوسرے یہ کہ رومانہ راستے میں آئے تو میں اُسے قتل کر دوں؟

وہ ایک ساعت کے لئے چپ ہوئی، پھر بولنے لگی۔ "مجھے اُس کی پہلی شرط منظور تھی کہ تمہیں خیال خوانی کا دوبارہ علم حاصل نہیں کرنا چاہئے۔ تمہارے اس علم کی وجہ سے میں نے بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ تمہیں حاصل کرنے کے لئے منطقہ باردہ شمالی تک سرمایہ کار آئی ہوں۔ سچ پوچھو تو اب میں تھک گئی ہوں۔ کسی گوشۂ تنہائی میں تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

میں نے اُس کی خواہش کو نظر انداز کر کے پوچھا۔ "تم رومانہ کی ہلاکت کے متعلق بتاؤ!"

"میں نے اُس کی یہ دوسری شرط ماننے سے انکار کر دیا۔ میں نے رسن وتی سے کہا۔ "میں سچ مچ کسی لڑکی کو فرہاد کے قریب برداشت نہیں کر سکتی لیکن جب بھی فرہاد کو پتہ چلے گا کہ میں نے رومانہ کو ہلاک کیا ہے، تو وہ مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا!"

رس ونتی نے مجھے سمجھایا کہ فریاد و ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رہے گا۔ اُسے کبھی رُومانہ کے بارے میں علم نہیں ہو گا۔ لیکن فریاد! میں تمہاری فطرت کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ تمہیں جس بات کے لئے روکا جاتا ہے، تم اُسے ضرور کر گزرتے ہو۔ تمہیں جب بھی موقعہ ملے گا تم وہ مجہول سا علم ضرور حاصل کرو گے۔ اُس وقت میں رُومانہ کی قاتل کی حیثیت سے تمہارے سامنے نہیں آسکوں گی، اس لئے میں نے اس شرط کو تسلیم نہیں کیا۔"

"جب تم میری فطرت کو اچھی طرح سمجھتی ہو تو پھر تم نے موم بتیاں پانی میں کیوں پھینک دیں؟"

"صرف اس لئے کہ تمہیں اپنا بنا کر رکھوں۔ میں تمہارے لئے جیتی ہوں، تمہارے لئے مرتی ہوں۔ میرا اتنا تو مان رکھو کہ میرا فخر مجھ سے نہ چھینو۔ میں ایک پیار کرنے والی عورت ہوں، مجھے یہ فخر حاصل ہونا چاہئے کہ تم صرف میرے ہو۔ اور میری التجا مان کر ٹیلی پیتھی کا خیال بھی دماغ میں نہیں لاؤ گے؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر میرے سامنے فرش پر دوزانو ہو گئی۔

"فریاد! میں نے تمہارے لئے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں اور تم جانتے ہو کہ آئندہ بھی میں تمہارے لئے جان کی بازی لگاتی رہوں گی۔ میں اپنے پیار کی دیوانگی کا واسطہ دیتی ہوں کہ اس منحوس علم کو ہمیشہ کے لئے بھول جاؤ۔ یہ علم تم جیسی وفادار عورت کو تم سے دُور کر دیتا ہے۔ یہ علم تمہیں ہر جائی بنا دیتا ہے — تم میری وفاؤں کو بھول کر خود پرست بن جاتے ہو!

مجھے سوتا پے کی آگ میں نہ جلاؤ فریاد! نہیں تو میں مر جاؤں گی۔ اگر میری زندگی چاہتے ہو تو اتنی سی التجا مان لو۔ ٹیلی پیتھی کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دو — مجھ سے زیادہ خوش نصیب رُومانہ ہے جو مر کر بھی تمہارے دماغ میں زندہ ہے۔ اگر یہی حال رہا تو تمہاری قسم! میں تمہارے دماغ میں ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے کسی وقت بھی اپنی جان دے دُوں گی!"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں تماشہ ہو کر اُسے دیکھنے لگا۔ وہ فرش پر دوزانو ہو کر التجا کے لئے دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے تھی۔ اُس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اُسکے دونوں بازوؤں کو تھام کر اُسے اٹھایا۔ پھر سینے سے لگایا۔ وہ ایک ننھی سی بچی کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھی۔

"فریاد! تم مجھے شرمسار یا تیں منوا لو — میری صرف ایک بات مان لو۔ صرف ایک ...."

"سونیا! تم مجھے اپنا بنائے رکھنے کے لئے خود غرض ہو کر سوچو۔ اگر میں نے خیال خوانی کا علم حاصل نہ کیا تو رس ونتی پھر شمس پر غالب آجائے گی؟"

"نہیں! وہ خود چاہتی ہے کہ تم اس علم سے باز آجاؤ۔ جب وہ تمہارے دماغ میں جھانک کر دیکھے گی کہ تم ایک عام انسان کی طرح میرے ساتھ زندگی گزار رہے ہو، تو وہ ہمیں کبھی نہیں چھیڑے گی ....!"

میں خاموشی سے سوچنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "میں یقین سے کہتی ہوں کہ وہ اس وقت بھی ہمارے دماغ میں جھانک رہی ہے اور اس لئے نہیں چھیڑ رہی ہے کہ میں اُس کی خواہش کو بطور تمہیں، ایک عام سی زندگی گزارنے پر مجبور کر رہی ہوں؟"

ہاں یہی ہو سکتا تھا۔ رس ونتی کے سر پر ضرب لگائے تقریباً دو گھنٹے گزر رہے تھے۔ اُسے ہوش میں آجانا چاہئے تھا اور وہ ہوش میں آجانے کے باوجود اتفاقاً نہیں چھیڑ رہی تھی شاید اس لئے کہ سونیا مجھے اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

میں نے دماغ کے اندر اسے پکارا۔ "ہیلو رس ونتی! کیا تم ہوش میں آگئی ہو؟"

میں نے جواب کا انتظار کیا مگر جواب نہ ملا۔ میں نے پھر کہا۔

"دیکھو میں نے بہت مجبور ہو کر تم پر حملہ کیا تھا۔ آزادی میرا حق ہے۔ میں آزاد ہو کر چلا آیا۔ میں نہیں چاہتا کہ اب ہمارے درمیان کوئی رکاوٹ ہو۔ اگر تم مجھ سے دماغی رابطہ قائم کر کے ایک بار یہ کہہ دو کہ تم میری دوست ہو تو میں سونیا کی بات مان لوں گا!"

سونیا نے مجھ سے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں رس ونتی کو مخاطب کر رہا ہوں مگر جواب نہیں مل رہا ہے۔"

"شاید وہ واقعتہ خاموش ہے۔ تم بھی تو یہی کیا کرتے تھے۔ میں تمہیں پکارتی رہتی تھی اور تم چپ چاپ دماغ میں بیٹھے مزے لیتے رہتے تھے!"

"وہ بات اور تھی، میں تم سے شرارتیں کرتا تھا لیکن رس ونتی کی خاموشی سمجھ میں نہیں آتی!"

"میں کہہ رہی ہوں کہ ابھی وہ ہوش سے مطمئن ہے۔ اگر تم اُس کی مرضی کے خلاف قدم اٹھاؤ گے تو وہ اپنی خیال خوانی کی دیوار کھڑی کر دے گی!"

سونیا کی یہ بات دُرست ہو سکتی تھی۔ میں نے اُس سے بحث نہیں کی۔ صرف اتنا کہا۔ "ٹھیک ہے، وہ ہمیں نہیں چھیڑ رہی ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ہمیں کہیں دُور نکل جانا چاہئے۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ تم بتاؤ ہمیں کہاں جانا چاہئے؟"

میرے تصور میں لیون آگئی۔ میں نے کہا۔ "ہانگ کانگ!"

سونیا میری صورت دیکھنے لگی جیسے کچھ پڑھ رہی ہو۔ پھر یاد پڑتا ہے کہ میں نے اسے لیون کے متعلق کبھی نہیں بتایا تھا۔ اس لئے وہ میرے چہرے سے دلی تاثرات کو نہیں پڑھ سکتی تھی۔

وہ آہستگی سے بولی۔ "رُومانہ ہانگ کانگ سے آئی تھی۔ یقیناً اسی شہر میں تمہاری اُس سے دوستی ہوئی ہو گی؟"

مجھے اقرار کرنا پڑا۔ وہ بولی۔ "اور تم نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ تم ہانگ کانگ میں رہتے تھے؟"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ تم نے ہانگ کانگ میں صرف رُومانہ سے نہیں، اور بھی کئی لڑکیوں سے دوستی کی ہو گی۔ میں وہاں نہیں جاؤں گی!"

"تم مجھے جہاں بھی لے جاؤ گی وہاں لڑکیاں تو ضرور ہوں گی۔ آخر مجھے کہاں چھپا کر رکھنا چاہتی ہو؟"

"ہم ہندوستان جائیں گے۔ رس ونتی کبھی نہ کبھی ہم سے دماغی رابطہ قائم کر کے وہاں کسی پُرفضا مقام میں ہماری رہائش کا انتظام کر دے گی؟"

میں بحث کرنے کے موڈ میں نہیں تھا، اس لئے کہا۔ "اچھی بات ہے، ہم ہندوستان جائیں گے۔"

"تم اتنی آسانی سے میری بات مان رہے ہو، ضرور کوئی بات تمہارے دماغ میں ہے!"

"اب تمہاری بات ماننا بھی جُرم ہو گیا۔ ہر بات پر شک کرنا تو تم عورتوں کا اوّلین فرض ہے۔ کہو تو میں ہندوستان جانے سے انکار کر دُوں؟"

وہ گلے کا ہار بن گئی۔ "نہیں تم بہت اچھے ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ میری بات مان لیتے ہو!"

ایک گھنٹہ بعد ہم گولڈن ہارن کے ساحل پر پہنچ گئے۔ وہاں سے ہم نے ایک ٹیکسی لی۔ سونیا نے ڈرائیور کو کسی کمال پاشا کا ایڈریس بتایا۔ میں نے پوچھا۔ "یہ کمال پاشا کون ہے؟"

وہ جاپانی زبان بولنے لگی۔ "ریڈ پاور کی تنظیم میں اُس سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ میری بہت عزت کرتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے ہندوستان جانے کے انتظامات کر دے گا؟"

میں نے بھی اُسی زبان میں کہا۔ "ریڈ پاور کے آدمی تمہیں تلاش کر رہے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ کمال پاشا بھی اُن کی گرفت میں ہو۔ تمہیں احتیاطاً میک اپ میں رہنا چاہئے۔"

"ہاں مجھے میک اپ میں رہنا چاہئے۔ لیکن اس کا موقعہ ہی نہ تھا۔ میں تمہاری تلاش میں نکل پڑی تھی۔"

میں نے چونک کر پوچھا۔ "میں تو یہ پوچھنا ہی بھول گیا کہ تم تک میں رس ونتی کی قید میں رہا، اس وقت تک تم نے میری کوئی خبر کیوں نہ لی؟"

"مجھے تمہاری بُو نہیں مل رہی تھی۔ پہلے تو مجھے حیرانی ہوئی، پھر میں نے سوچا کہ تم استنبول میں نہیں ہو، تب رس ونتی نے سوپ کے ذریعہ بتایا کہ تم یہاں موجود ہو۔ لیکن تمہارے اطراف خوشبو حاوی رہتی ہے۔ جب شمس نے ٹیلیفون کے ذریعہ خبر دی تو میں ان کھنڈرات میں بھاگی چلی آئی۔"

مجھے یاد آگیا۔ رس ونتی کے ساتھ میں جس عمارت میں تھا وہاں ہمیشہ ایک خوش گوار سی مہک پھیلی رہتی تھی۔ رس ونتی نے اس طرح سونیا کی سونگھنے والی صلاحیت کو بے اثر کر دیا تھا۔

سونیا نے ایک بگھی ٹیکسی روکنے کے لئے کہا۔ ہم گاڑی سے اُتر گئے۔ ڈرائیور کو کرایہ ادا کر کے رُخصت کر دیا۔ میں نے پوچھا۔ "کمال پاشا کی رہائش گاہ کہاں ہے؟"

وہ میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر آگے بڑھ گئی۔ پھر بولی۔ "وہ سامنے دائیں طرف ہے۔ ہم کوٹھی کے پچھلے حصّے کی طرف ہیں۔ تم نے درست کہا ہے کہ مجھے ریڈ پاور والوں سے محتاط رہنا چاہئے۔ میں چپ چاپ اس کوٹھی کے اندر جاؤں گی!"

کوٹھی کے اطراف چھ فٹ اونچی چار دیواری تھی۔ اُس پر کودنا ہمارے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا۔ ہم نے آس پاس دیکھا۔ رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ پچھلی گلی میں سڑیٹ لیمپ روشن نہیں تھے۔ ہم دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کُود گئے۔ کوٹھی کے نچلے حصّے میں قدرے تاریکی تھی۔ اوپری منزل میں روشنی نظر آرہی تھی۔

سونیا نے کہا۔ "تم یہاں ٹھہرو۔ میں اندر جاتی ہوں۔ اگر کمال پاشا کا رقبہ بدل جائے اور وہ مجھے ریڈ پاور کے حوالے کرنا چاہے تو میں اونچی آواز میں باتیں کروں گی۔ اوپر کی کھڑکیاں کھلی ہیں۔ تم میری آواز سُن کر آجانا۔"

"اوکے!" میں نے کہا۔ وہ آگے بڑھ گئی۔ پھر آگے جا کر کوٹھی کے دائیں جانب گھوم کر گم ہو گئی۔ میں نیم تاریکی میں آس پاس دیکھنے لگا۔ چونکہ میں کمال پاشا سے متعارف نہیں تھا، اس لئے سونیا گئی تھی۔ میرے دماغ نے سوال کیا کہ اگر میں بھی اُس کے ساتھ چلا جاتا تو کیا فرق پڑتا؟

واقعی کیا فرق پڑ جاتا؟ اس سوال نے مجھے آگے سوچنے کا موقعہ دیا کہ میں بھی سونیا کے ساتھ پیچھے سے کوٹھی میں داخل ہو سکتا تھا۔ اگر وہاں خطرہ ہوتا تو شمس دونوں اُس سے نمٹ سکتے تھے لیکن وہ تنہا نکلنے گئی تھی جب کہ ریڈ پاور کے آدمی اُسے پہچانتے تھے۔ اس کیلئے خطرہ زیادہ تھا!

ان خیالات کے تحت میں بھی اُسی سمت بڑھ گیا۔ کوٹھی کے دائیں جانب گھوم کر سامنے والے دروازے پر پہنچا۔ سونیا اُسی راستے سے اندر گئی ہو گی۔ میں نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ وہ کھلتا چلا گیا۔ آگے ایک تنگ سی راہداری تھی۔ ایک طرف زینہ اوپر کو چلا گیا تھا۔

میں اُس زینے پر دبے قدموں چڑھتا ہُوا اوپر ایک ٹی وی لاؤنج میں پہنچ گیا۔ کوئی آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا۔ میں اُدھر کی سمت چور قدموں سے بڑھتا ہُوا ایک کھڑکی کے پاس پہنچ گیا۔

کھڑکی پر پردہ پڑا ہُوا تھا۔ میں کسی کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ایک مرد کی آواز سُن سکتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مادام! اگر آپ عین وقت پر نہ پہنچتیں تو یہ حرام کا پلّا مجھے شوٹ کر دیتا۔ میں کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں؟"

سونیا کی آواز سُنائی دی۔ "پاشا! تم بار بار شکریہ ادا کرنے میں میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ باہر میرا ساتھی میرا انتظار کر رہا ہے۔ پہلے کام کی بات سمجھ لو!"

"میں سب سمجھ گیا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں، میں کل صبح ہی آپ دونوں کو ہندوستان بھیج دوں گا۔ میرے پاس کتنے ہی جعلی پاسپورٹ ہیں!"

"اوہ پاشا! تم پھر شیخیاں بگھارنے لگے!"

"میں ڈینگیں نہیں مار رہا ہوں۔ میرا دھندہ ہی ایسا ہے کہ میرے پاس جعلی پاسپورٹ ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ میرا دھندہ ہی تھے کہ....."

"بس آگے نہ بولو۔ اس سے پہلے کہ میں اپنے ساتھی کو یہاں بُلا کر لاؤں، تم ایک ضروری بات سن لو۔ اگر میرا ساتھی موم بتیاں مانگے یا میں تم سے مانگوں تو کہہ دینا کہ تمہارے گھر میں نہیں ہیں!"

میں دبے قدموں لاؤنج کے آخری سرے پر پہنچ گیا کیونکہ سونیا اب مجھے بُلانے کے لئے نیچے جانے والی تھی۔ میں لاؤنج کی ریلنگ کے دوسری طرف جا کر نیچے لٹک گیا۔ اُسی وقت سونیا اور پاشا کمرے سے باہر آئے۔ پاشا نے کہا۔ "آپ اپنے ساتھی کو کھڑکی سے ہی آواز دے کر بھی بُلا سکتی ہیں!"

سونیا نے کہا۔ "اتنی عقل مجھ میں بھی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے نیچے جا کر واپس آنے تک تم تمام موم بتیوں کو اسٹور میں چھپا دو۔ جاؤ جلدی کرو۔"

پاشا کمرے میں واپس چلا گیا۔ سونیا زینے سے اترتی ہوئی اوجھل ہو گئی۔ میں نیچے لان میں کُود گیا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہُوا اُس جگہ آ کر کھڑا ہو گیا جہاں سونیا مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ زندگی میں پہلی بار مجھے یہ تجربہ ہو رہا تھا کہ خیال خوانی کا علم نہ ہو تو اپنوں کی سازشیں معلوم کرنے کے لئے کیسی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے!

سونیا کی سازش مجھے نقصان پہنچانے کے لئے نہیں تھی۔ وہ میری محبت کی دیوانگی میں ایسا کر رہی تھی۔ میں اُس کی ان حرکتوں سے مشتعل ہو کر اُس سے نفرت نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی اُسے غصّہ دکھانے کا ارادہ تھا۔ محبت کرنے والی عورتیں اپنی اور اپنے پیارے سلامتی کے لئے اسی طرح پیار بھری سازشیں کرتی ہیں۔ سونیا بھی یہی کر رہی تھی۔ اور میں سمجھتا ہوں مرد یہ سمجھتا ہوں کہ عورت کی محبت کی قدر تو کرنی چاہئے لیکن اُس عورت کا پابند ہو کر زندگی نہیں گزارنی چاہئے۔ میرے سوچنے کے دوران سونیا آ گئی۔ میں نے پوچھا۔ "خیریت تو ہے، اتنی دیر لگا دی؟"

"اندر چلو، میں بتاتی ہوں!" ہم آگے بڑھ گئے۔ وہ بولی۔ "تم نے درست کہا تھا۔ ریڈ پاور کا ایک قاتل کمانڈو پاشا کے سر پر سوار تھا۔ اُس نے میرا پتہ پوچھ رہا تھا اور اُسے دھمکی دے رہا تھا کہ میرا پتہ نہ بتایا گیا تو وہ سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے شوٹ کر دے گا!"

ہم کوٹھی کا دروازہ کھول کر اُسی زینے کی طرف بڑھ گئے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "میں دبے قدموں اس کے سر پر پہنچ گئی۔ پھر اپنے ریوالور کے دستے سے اُس کے سر پر ضرب لگائی۔ پاشا نے بھی ہڈی چُوقی دکھائی وہ فرش پر گرا تو پاشا نے اُس کے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کو چھین لیا۔ پھر ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اُسے گولی مار دی۔ اُسی وجہ سے مجھے یہاں دیر ہو گئی۔"

اُس نے تاخیر سے آنے کا جواز پیش کر دیا۔ میں نے بھی اسے تسلیم کر لیا کیونکہ اس کے بیان کی سچائی ثابت کرنے کے لئے وہاں کمرے میں ایک شخص کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ آئے دن کے مشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ بیان کی سچائی کے پیچھے اور بھی سچائیاں ہوتی ہیں جنہیں مصلحتاً چھپا دیا جاتا ہے۔

کمانڈو پاشا دوسرے کمرے سے نکل کر ہمارے پاس آیا۔ شاید اسٹور روم سے آ رہا تھا۔ سونیا نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "پاشا! ان ملو۔ یہ فرہاد علی تیمور ہیں!"

پاشا میرا نام سنتے ہی اکیدم سے چونک گیا۔ پھر بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "اوہ مسٹر فرہاد! آپ اور میرے عزیز پاشا میں، مجھے یقین نہیں آ رہا ہے!"

سونیا مسکراتی ہوئی بولی۔ "میں نے کہا تھا کہ باہر میرا ایک ساتھی کھڑا ہے۔ میں نے اُس وقت جان بوجھ کر نام نہیں بتایا تھا۔ میں نہیں چونکا دینا چاہتی تھی!"

پاشا نے میرے ہاتھ چُوم کر کہا۔ "میرے خدایا! میں کتنا خوش نصیب ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ایک لاش کے ساتھ آپ کا استقبال کر رہا ہوں!"

میں نے کہا۔ "افسوس تو مجھے بھی ہے کہ جہاں جاتا ہوں، وہاں استقبال کے لئے زندوں کے ساتھ مُردے بھی ہوتے ہیں!"

اُس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "آیئے، ہم دوسرے کمرے میں چلیں۔ میں نے اپنے ماتحتوں کو فون کیا ہے، وہ یہاں سے لاش اٹھا کر لے جائیں گے!"

ہم تینوں دوسرے کمرے میں آ گئے۔ وہ کمرہ بڑے تکلف سے سجا گیا تھا۔ صوفے اتنے آرام دہ تھے کہ تھکا ہُوا انسان بیٹھتے ہی جیسے ماں کی گود میں پہنچ جاتا تھا۔ وہاں بیٹھ کر مجھے خیال آیا کہ میں بہت تھکا ہُوا ہوں اور سو جانا چاہتا ہوں۔

پاشا نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! ہیڈ کوارٹر سے میں مادام سونیا کے ذریعہ آپ کی ٹیلی پیتھی کا تماشہ دیکھ چکا ہوں۔ حالانکہ میرا نام کمانڈو ہے، دُنیا کی خطرناک تنظیمیں آپ سے خوفزدہ رہتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ابھی ٹیلی پیتھی کا تھوڑا سا مظاہرہ کریں۔ کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ میں ابھی کیا سوچ رہا ہوں؟"

سونیا نے کہا۔ "پاشا! تم بولتے ہو تو رُکنے کا نام نہیں لیتے۔ فرہاد ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کر سکیں گے!"

"کیوں؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

میں نے کہا۔ "ایک حادثہ میں میرا دماغ اس قدر متاثر ہُوا ہے کہ میں سوچ کی پرواز ہی بھول گیا ہوں۔ بھولی ہوئی پروازوں کو یاد کرنے کے لئے مجھے دوبارہ خیال خوانی کی مشقوں سے گزرنا ہوگا!" یہ کہتے ہی میں نے اچانک سوال کیا۔ "کیا آپ کے پاس موم بتیاں ہوں گی؟"

شاید پاشا نے بے خیالی میں ہاں کہہ دیا۔ لیکن سونیا نے فوراً کہا۔ "نہ فرہاد! تم نے وعدہ کیا ہے کہ دوبارہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کرو گے!"

پاشا نے کہا۔ "لیکن مادام! یہ تو شہرت کی بلندیوں پر پہنچانے والا اور انسان کو حاکم بنانے والا علم ہے۔ آپ فرہاد صاحب کو منع کیوں کر رہی ہیں؟"

"یہ علم فرہاد کو مجھ سے دُور لے جاتا ہے۔ میں شہرت اور حکومت نہیں، صرف فرہاد کو چاہتی ہوں۔ تم کیوں اعتراض کر رہے ہو؟"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ بہتر سمجھتی ہیں۔ مسٹر فرہاد! میرے گھر میں موم بتی نہیں ہے، بالکل نہیں ہے!"

میں نے کہا۔ "میزبان اپنے گھر کی کوئی بھی چیز نہ مہمان کو نہ دینے کے لئے ہزاروں بہانے تراش سکتا ہے۔ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں کل صبح بازار سے لے آؤں گا!"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں میں بہانے نہیں کر رہا ہوں۔ یقین نہ ہو تو آپ میری سوچ پڑھ لیں!"

میں مسکرانے لگا۔ سونیا میرے پاس آ کر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "پانچ منٹ میں تم نے میری بات مان لی تھی۔ اب کیوں اپنی بات سے پھر رہے ہو؟"

"سونیا! میں اس علم کے بغیر خود کو بالکل نہتا اور خالی خالی سمجھ رہا ہوں۔ میں اپنے دماغ کے ویران خلا میں زندہ نہیں رہ سکتا!"

اتنے میں کال بیل بجنے کی آواز سُنائی دی۔ پاشا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میرے ماتحت آ گئے ہیں، میں ابھی آتا ہوں!"

وہ کمرے سے چلا گیا۔ اُس کے جاتے ہی سونیا نے کہا۔

"فرہاد! میں جانتی ہوں کہ تم بے حد ضدی ہو، اپنی ہی من مانی کرو گے۔ میں تو صرف اتنی سی التجا کر رہی ہوں کہ کچھ عرصہ کے لئے میری بات مان لو۔ کہیں چل کر ایک عام سی سادہ سی زندگی گزار کر دیکھو، وہاں کوئی ہنگامہ نہ ہوگا، کوئی دشمن نہ ہوگا۔ جب تمہیں سکون مل جائے تو پھر سکون ہی کی تمنا کرتے رہو گے۔"

پھر وہ سرگوشی میں بولنے لگی۔ "فرہاد!

میری جان! دنیا وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔ دنیا میں اس علم کے حصول سے روک رہی ہوں۔ کیا تم کچھ عرصہ کے لئے میری بات نہیں مان سکتے؟ بولو تو میں اپنی جان دے کر تمہیں منا لوں!"

"چلو کچھ عرصہ کے لئے کہتی ہو تو میں تمہاری بات مان لیتا ہوں۔ اب خوش ہو جاؤ!"

مجھے وہ رہ رہ کر یہ خیال پریشان کرتا تھا کہ دنیا وہ خاموش کیوں ہے؟

میں نے کئی بار دماغ کے ذریعے دنیا کو سوچا کہ کبھی پکارا، اور کبھی للکارا کہ میں دوبارہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کروں گا۔ وہ روکنا چاہے تو مجھے روک لے لیکن مجھے اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا تھا کہ دنیا وہ نے میرا خیال چھوڑ دیا ہو۔ اگر وہ محبت سے یاد نہ کرتی تو نفرت سے ضرور انتقام لیتی۔ لیکن اُدھر سے بالکل خاموشی تھی۔ ایک خیال آیا کہ کہیں وہ مر تو نہیں گئی؟

میں نے اُس کے سر پر ضرب لگاتے وقت اپنے ہاتھ کے وزن کا خیال نہیں رکھا تھا۔ وہ نازک اندام حسینہ شاید اس حملے کو برداشت نہ کر سکی ہو اور اس دُنیا سے کوچ کر گئی ہو۔ ایسا سوچتے ہوئے دل صدمے سے چُور ہو جاتا تھا کیوں کہ وہ میری جان کی دشمن نہیں تھی۔ مجھے صرف ٹیلی پیتھی کے راستے سے ہٹانا چاہتی تھی۔ اگر میں نے اُس کی جان لی ہے تو پھر اس سے بڑا ظلم کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں ہمیت پر پچھتاتا رہوں گا! جس کی خیریت نہ معلوم ہو سکے اُس کے لئے طرح طرح کے وسوسے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ پھر یہی دل سمجھاتا ہے کہ خیریت ہی ہوگی۔ دنیا کسی مصلحت سے خاموش ہے۔ کبھی یہ کبھی وہ میرے دماغ کے دروازے پر دستک ضرور دے گی!

بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ سونیا کی بات مان کر میں ایسے علم سے محروم نہیں رہ سکتا تھا جس کے ذریعہ میں دماغوں کی چوریاں پکڑ لیا کرتا ہوں۔ میں جلد از جلد دنیا کی خاموشی کا سبب معلوم کرنا چاہتا تھا۔ یہ مقصد اسی طرح حاصل ہو سکتا تھا کہ میں سونیا کی لاعلمی میں شمع بینی کی مشق کروں۔

میں سوچتا رہا، منصوبے بناتا رہا۔ اُسی وقت کمرے کا دروازہ کھل گیا۔ پاشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب میں آپ

لوگوں کی تنہائی میں مخل نہیں ہو رہا ہوں۔ ڈنر تیار ہے؟"

سونیا شرمائی ہوئی اٹھ گئی۔ ہم سب ڈائننگ روم میں آئے۔ میز پر کئی طرح کی ڈشیں سجی ہوئی تھیں۔ اپنی تنہائی اگر خوشبو تھی کہ میں نے بیٹھتے ہی کھانا شروع کر دیا۔ پاشا نے کہا: "ایرانڈ کا ایک طیارہ کل صبح آٹھ بجے یہاں سے روانہ ہوگا۔ میرے پاس ایک میاں بیوی کا پاسپورٹ ہے۔ آپ دونوں آسانی سے ان کا بہروپ اختیار کر سکتے ہیں؟"

سونیا نے کہا: "تم میک اپ کا سامان منگواؤ۔ ہم اپنے چہرے اور شخصیت کو بدل لیں گے؟"

"سامان آ جائیگا۔ آپ دونوں کھانے کے بعد ذرا سو کر تازہ دم ہو جائیں۔ میں صبح چار بجے اٹھاؤں گا۔ میرا خیال ہے میک اپ کیلئے دو گھنٹے کافی ہوں گے؟"

کھانے کے بعد کافی کی ٹرے آ گئی۔ ملازم نے ہم سب کے سامنے ایک ایک پیالی رکھ دی۔ ایسے وقت ایک آہ بھر کر کہنا چاہتا ہوں لڑکی بھیجی! کبھی ہم میں بھی چاہ تھی۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔ مجھے تو ذرا ذرا سی باتیں یاد ہیں کہ ادھر کوئی سازش کرتا تھا، ادھر مجھے خبر ہو جاتی تھی!

ابھی کچھ نہ حصہ پہلے کی بات ہے ایئر ہوسٹس ریٹا نے کافی میں خوابآور دوا گھول کر مجھے پلانا چاہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ پڑھ لی تھی۔ پھر اسے سمجھ کر دیکھ خواب آور دوا کی اسے ہی پلا دی تھی۔ اب وہی دوا بغیر پاشا ... اور اس کے ملازم کی سوچیں نہ پڑھ سکا۔ مہمان نوازی کے فریب میں آ کر ساری کافی حلق سے نیچے اتار لی۔ پینے کے دوران کچھ پتہ نہ چلا۔ ہم وہاں سے اٹھ کر ایک کمرے میں آئے۔ پاشا نے کہا۔

"یہ آپ لوگوں کا بیڈ روم ہے، آرام کریں۔ شب بخیر!"

سونیا دروازہ بند کر کے جماہی لینے لگی۔ اسے دیکھ کر میں بھی جماہی لینے لگا۔۔۔ ہم دونوں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ وہ پریشانی سے بولی۔ "میں تمہارے ساتھ جاگنا چاہتی ہوں یہ مجھے نیند کیوں آ رہی ہے؟"

"میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔ شاید ہم نے بہتات زیادہ کھا لیا ہے!"

وہ لڑکھڑا کر صوفہ پر بیٹھ گئی۔ "میں نے تو بہت تھوڑا سا کھایا ہے۔ فرہاد! ضرور کوئی گڑبڑ ہے اور یہ گڑبڑ یقیناً کافی میں تھی!"

اس کے شبہ نے مجھے بھی چونکا دیا۔ واقعی نیند غالب آ رہی تھی۔ آنکھ کے پپوٹے بھاری ہو رہے تھے اور نیند بطرح میری مرضی کے خلاف بے وقت نہیں آتی تھی۔ مجھے یقین کرنا پڑا کہ کافی میں خوابآور دوا گھول لی گئی تھی۔

میرے سوچنے کے دوران سونیا دروازے کے پاس گئی، اسے کھولنا چاہا لیکن وہ باہر سے بند تھا۔ میں نے صوفہ پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں اور اندر ہی اندر نیند سے لڑنے لگا۔ سونیا نے میرے قریب آ کر مجھے جھنجھوڑتے ہوئے کہا: "فرہاد! آنکھیں کھولو، ہمیں کسی طرح یہاں سے نکلنا ہوگا، ورنہ نیند میں مارے جائیں گے؟"

میں نے کہا: "فرار کی راہیں مسدود ہیں اور خوابآور دوا ہمیں ضرور خوابوں کی دنیا میں پہنچا دے گی؟"

"نہیں! ہم دروازے کے قریب جا کر باتیں کریں گے۔ اس باتوں میں الجھاؤ، میں کھڑکی کے راستے باہر جاؤں گی۔ لیمن پینے کے بعد نیند کا غلبہ کم ہو جائیگا۔ پھر میں واپس آ کر پاشا سے نمٹ لوں گی؟"

"میں باہر جاؤں گا، تم پاشا کو باتوں میں الجھاؤ؟"

"نہیں فرہاد! میں عورت ہوں۔ باہر میرے بہت سے ہمدرد پیدا ہو جائیں گے۔ تم اس ملک میں غیر قانونی طور پر آئے ہو۔ نیند کی حالت میں پولیس کے ہتھے چڑھ گئے تو جیل میں پہنچا دیئے جاؤ گے؟"

میں صوفہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس گیا۔ میری حالت شرابیوں جیسی تھی۔ میں نے پلٹ کر سونیا کو دیکھا تو وہ لڑکھڑاتی ہوئی کھڑکی تک پہنچ گئی تھی۔ اپنے سر کو تھام کر نیند سے لڑ رہی تھی۔ پھر وہ کھڑکی پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئی۔ اس کے بعد وہاں سے جھانک لگا دی۔ میں نے دروازے کو پیٹنا شروع کیا: "پاشا! دروازہ کھولو۔ پاشا! بار بار چیخنے کے بعد پاشا کا قہقہہ سنائی دیا: "مسٹر فرہاد! اگر تم ٹیلی پیتھی سے محروم نہ ہوتے تو میں تمہارا خادم بن جاتا؟"

میں نے چیخ کر کہا: "میں اب بھی یہ علم حاصل کر سکتا ہوں۔ دروازہ کھولو!"

"تمہارے علم کے حصول تک بہت دیر ہو جائے گی۔ ریاپاور کے کتے تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ سپر ماسٹر مجھے اپنی پناہ میں لینے کے لئے تیار ہے۔ میں سپر ماسٹر کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے تمہیں تحفہ کے طور پر پیش کروں گا؟"

وہ پھر قہقہے لگانے لگا۔ اس بار اس کے ماتحتوں کے قہقہے بھی شامل تھے۔ ایک نے کہا: "مسٹر! آرام سے سو جاؤ۔ نہیں سونا چاہو گے تو تقدیر تمہیں سلا دے گی؟"

جبراً جاگتے رہنے کے باعث سر بھاری ہو رہا تھا۔ آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ میں ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے کھڑکی کے پاس آ گیا۔ باہر تاریکی میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے سوئچ بورڈ کے پاس جا کر کمرے کی بتی بجھا دی۔ گہری تاریکی میں راستہ ٹٹولتا ہوا دوبارہ کھڑکی کے پاس آ گیا۔

اب تاروں بھرے آسمان کی چھاؤں میں لان کی ہلکی ہلکی سی ہریالی نظر آ رہی تھی۔ پھر وہاں دو آدمی نظر آئے۔ ایک شخص دوسرے کے کاندھے سے لگا ہوا تھا۔ بیشتر نہیں ان کی موجودگی میں سونیا کو کس طرح فرار کا موقعہ ملا ہوگا۔ میرے لئے زیادہ سوچنے کا موقعہ نہ تھا۔ خطرہ اپنے بھی تھا اور وہ سونیا بھی۔ لہٰذا خاموشی سے مصیبت میں پھنسنا گوارہ نہ تھا!

میں نے سگریٹ سلگانے والوں پر چھلانگ لگا دی۔ ہم نیند میں پر گرے۔ اچانک حملے سے کون نہیں بوکھلا جاتا۔ میں نے ان کی بوکھلاہٹ سے فائدہ اٹھایا۔ گرنے کے بعد سنبھلنے سے پہلی کی ناک پر گھونسہ رسید کیا اور دوسرے کی گردن دبوچ لی۔

علامہ اقبال نے یہ ناقابل انکار حقیقت بیان کی ہے کہ پلٹنا، جھپٹنا، جھپٹ کر پلٹنا، لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ۔ میرے بھی لہو میں گرمی آ گئی تھی۔ وقتی طور پر نیند کا غلبہ کمزور پڑ گیا تھا۔ پاشا اور سپر ماسٹر کے پنجوں سے نکلنے کا جوش اور غلبہ ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود دماغ پوری طرح حاضر نہیں تھا۔ میں لڑنے کے فن کو مدنظر رکھے بغیر بے تکے انداز میں ان دونوں سے الجھ رہا تھا۔ لیکن انا کی کمی کے باوجود میں ان پر حاوی تھا۔ ایک نے ریوالور نکالا تو میں نے دوسرے کو اپنے اوپر دھکا دیا۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی دوسرے شخص کی چیخ سنائی دی۔ ریوالور والا اس سے ٹکرا کر گر پڑا تھا۔ میں نے بھونوں کا گلا گھونٹا، اس کے سر پر دے مارا۔ یقیناً اسے رات کے تارے نظر آ گئے ہوں گے۔ میں اس کی حالت زار کو سمجھنے کے لئے ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ میں نے دوڑ لگائی۔ وہاں کی چہار دیواری پھلانگتے ہوئے ایک اور شخص کی لاش دیکھی۔ شاید سونیا وہ تحفہ پاشا کے لئے چھوڑ گئی تھی!

دیوار پھلانگ کر میں گلی میں آیا تو دور دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ پاشا کے ماتحت فائرنگ کی سمت کی طرف آ رہے تھے۔ میں وہاں سے تیز شاہ بھاگتا چلا گیا۔ بھاگتے کے دوران پیچھے دیکھتا جا رہا تھا کہ شاید کوئی کار یا ٹیکسی نظر آ جائے اور مجھے مل جائے لیکن وہ گلی دور تک ویران تھی۔

میں دوسری گلی میں مڑ گیا۔ چند کوٹھیاں پیچھے چھوڑنے کے بعد ایک کوٹھی کا پھاٹک نظر آیا۔ ایک کار پھاٹک سے باہر آ رہی تھی۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر آواز دی: "پلیز مجھے تھوڑی دور تک ساتھ لے جاؤ؟"

کار کی رفتار بڑھ گئی۔ میں نے اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے دوبارہ آواز دی لیکن وہ تیزی سے آگے نکلتی چلی گئی۔ میں کھڑا ہو کر ہانپنے لگا۔ تعاقب مجھے ہانپنے کا بھی موقعہ نہیں دینا چاہتی تھی۔ اندھیرے میں دور بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ میں فوراً ہی کوٹھی کے احاطہ میں داخل ہو گیا۔

کئی ٹارچ کی روشنیاں گلی کو روشن کر رہی تھیں۔ میں بھاگتا ہوا گیرج کے اندر آیا۔ پھر خیال آیا کہ میں نے پھاٹک بند نہیں کیا۔ وہ لوگ خالی گیرج تک پہنچ سکتے ہیں۔ میں وہاں سے نکل کر دوڑا تو کوٹھی کے پیچھے گیا۔ کچن کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہاں ایک عورت چولہے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ ایک چھوٹی سی بچی میز پر بیٹھی کچھ کھا رہی تھی۔ دونوں کی پشت میری جانب تھی۔ میں نے دبے قدموں کچن میں آ کر سبزی کاٹنے والا چاقو اٹھایا تو عورت نے پلٹ کر دیکھ لیا۔

میں نے فوراً ہی بچی کے پاس پہنچ کر کہا: "خبردار! ہنگامہ نہ مچانا، ورنہ میں اسے چاقو سے ..."

وہ گھبرا کر لفظی میں سر ہلانے لگی: "نہیں، نہیں، میں چپ رہوں گی۔ چاقو میری بچی کے پاس سے ہٹا لو؟"

وہ بچی پتہ نہیں کیا سمجھ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر پہلے مسکرائی، پھر اپنی زبان میں کچھ بول کر کھانے میں مصروف ہو گئی۔ میں نے اس کی ماں سے کہا: "یہ دروازہ اندر سے بند کر دو!"

اس نے آگے بڑھ کر حکم کی تعمیل کی۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا: "میرے دشمن مجھے مارڈالنا چاہتے ہیں، شاید وہی لوگ آئے ہیں؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں؟"

"تم میری نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتیں؟"

"میں اسی کمرے سے باتیں کروں گی؟"

"ٹھیک ہے۔ مگر کوئی اشارہ نہ دینا اور انگریزی زبان میں بولتی رہنا؟"

اس نے سوئچ بورڈ کے پاس جا کر ایک چھوٹے سے بکس کو کھولا۔ پھر اس میں سے ایک مائیکروفون نکال کر ایک بٹن دبانے کے بعد بولی "جو از دیئر؟"

چھوٹے سے اسپیکر سے آواز سنائی دی: "ہمیں ایک چور کی تلاش ہے، وہ ادھر ہی آیا ہے؟"

وہ بولی: "یہاں کوئی نہیں آ سکتا۔ میں اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں دروازے بند کر کے رہتی ہوں؟"

"ہم ... تلاشی لینا چاہتے ہیں؟"

"جب جاپ چلے جاؤ ورنہ پولیس کو کال کر دوں گی۔ گیٹ آؤٹ!"

اس نے مائیکروفون کے بٹن کو آف کر کے رکھ دیا۔ بھتوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر میں نے آہستگی سے کہا: "میں چور نہیں ہوں۔ ان لوگوں نے مجھے دھوکہ سے خوابآور دوا پلا دی۔ میں پریشان ہوں کہ کہاں جاؤں؟ کہیں بھی جاؤں گا تو راستے میں نیند غالب آ جائے گی؟"

وہ بڑی سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "تم مجھ پر ایک احسان کر سکتی ہو، تمہارے ہاں لیمن ہو تو مجھے پینے کے لئے دو! اس سے نیند کا خمار جاتا رہے گا؟" وہ چپ چاپ مجھے دیکھتی رہی، میں نے پوچھا: "کیا تم میری مدد نہیں کرو گی؟"

"آں؟" وہ چونک کر بولی: "میرے ہاں لیمن نہیں ہے، البتہ اینٹی سلیپنگ پلس ہیں۔ دو گولیاں کھانے کے بعد خواب آور گولیوں کا اثر زائل ہو جائیگا؟"

وہ کب بورڈ کے پاس گئی۔ پھر اس میں سے ایک شیشی نکال کر میرے آگے میز پر رکھ دی: "دو گولیاں کافی ہوں گی، میں پانی دے رہی ہوں؟"

میں نے شیشی سے دو ننھی منھی گولیاں نکال کر انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "مجھ سے دھوکہ تو نہیں کر رہی ہو؟"

وہ میری جانب پشت کئے کولر سے پانی نکال رہی تھی۔ وہاں سے پلٹ کر آتی ہوئی بولی۔ "اگر اس شیشی میں زہر ہوتا تو یہ کچن میں نہ ہوتی اور میں تمہیں مزید خواب آور گولیاں کھلا کر اپنے گھر میں سونے کی جگہ نہیں دے سکتی۔ تمہیں یقین سے دکھاؤں مگر میری سچی کا پیچھا چھوڑ دو!"

اس وقت اس عورت کی دلی تمنا یہی ہو سکتی تھی کہ میں جلد از جلد وہاں سے چلا جاؤں۔ میں نے گولیوں کو نگل کر پانی پی لیا۔ وہ بولی۔ "اب جاؤ، خطرہ ٹل گیا ہے!"

میں نے سچی کو گود میں اٹھا کر کہا۔ "نہیں، پہلے سامنے والے دروازے تک چلو، باہر نکل کر دیکھو، کوئی آس پاس ہے یا نہیں!"

وہ خاموشی سے ہٹ گئی۔ میں اس کے پیچھے سچی کو اٹھائے کوٹھی کے سامنے والے کمرے تک آیا۔ اس نے دروازہ کھولا۔ میں دروازے کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ وہ باہر چلی گئی، پھر پانچ منٹ کے بعد واپس آ کر بولی۔ "کوئی نہیں ہے، پولیس والی دھمکی نے انہیں بھگا دیا ہے!"

میں نے سچی کو جوں کر اس کی گود میں دے دیا۔ وہ ممتا بھرے انداز میں اسے چومنے لگی۔ پھر میرے باہر جاتے ہی دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ میں نے آگے بڑھنے سے پہلے محتاط انداز میں اپنے آس پاس حدِ نظر تک دیکھا۔ اتنے میں دروازے کے پیچھے سے اس عورت نے کہا۔ "یو بلڈی فول! تم نے میری بیٹی کو جاتو دکھا دیا، میں نے تمہیں خواب آور گولیاں کھلا دیں۔ اب تم کہیں راستے میں جا کر گر پڑو۔"

میں نے پلٹ کر دروازے کو ایک زوردار ٹھوکر ماری۔ وہاں کے دروازے اور کھڑکیاں بڑی مضبوط تھیں۔ لوہے کی جالیاں لگی ہوئی تھیں اس لئے وہ دروازہ بند کرنے کے بعد دیر سے للکار رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں قریبی پولیس سٹیشن میں فون کر رہی ہوں۔ اگر تم نہ گئے تو پولیس والے تمہیں غنیدہ کی حالت میں یہاں سے اٹھا کر لے جائیں گے!"

میں وہاں سے بھاگتا ہوا اچانک سے باہر آیا۔ میدان دشمنوں سے صاف تھا۔ مگر اب نیند میری سب سے بڑی دشمن تھی۔ وہ کہیں بھی مجھے پٹخ سکتی تھی۔ میں تیزی سے چلنے لگا۔ اس وقت پتہ چلا کہ انسان کی رفتار سے بھی زیادہ دوا کے اثر میں تیز رفتاری ہوتی ہے۔

اس عورت نے بڑی معصومیت دکھا کر مجھے دو گولیاں کھلا ہی تھیں۔ اب اگر وہ ہاتھ آ جاتی تو اب یہ سوچنا ہی فضول تھا۔ مجھے اپنی حالت پر افسوس ہو رہا تھا کہ اب میں کتنی آسانی سے دھوکے کھا لیتا ہوں۔ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کوئی خلوص سے یا معصومیت سے کھانے کیلئے کچھ دے تو کیا میں نہ کھاؤں اور بھوکا رہوں!

میں اونگھتے ہوئے ذہن سے کچھ سوچنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ جھٹکا کر سوچ رہا تھا کہ کھانا پینا ترک کر دوں گا لیکن سارش کرنے والوں کے ہاتھوں اس طرح کھلونا نہیں بنوں گا۔

میں چلتے چلتے اونچی آواز میں بڑبڑانے لگا تاکہ بڑبڑاہٹ کے دوران نیند کو بھولا رہوں۔ بڑی مشکل تھی۔ نیند مجھے نہیں بھول رہی تھی۔ اس وقت دل مچل رہا تھا کہ جہاں ہوں، وہیں لیٹ پر لیٹ کر سو جاؤں وہاں کے فٹ پاتھ میں فرم کے بستر سے زیادہ کشش تھی۔ صرف ایک خوف مجھے آگے اور آگے کہیں پر فٹ سو جانے پر مجبور کر رہا تھا کہ میں سڑک پر سوتا ہوا پایا گیا تو کسی بدھیں ہاسپٹل پہنچا دیا جاؤں گا!

میں اس علاقے سے باہر نکلا۔ اب میرے قدم بھی آگے نہیں بڑھنا چاہتے تھے۔ پہلے میں سونے کے لئے مجبور تھا۔ اب گھر جانے کو جی چاہتا تھا۔ اسی وقت ایک پرانے ماڈل کی کار قریب آ کر رک گئی۔ میں نے کار کا سہارا لے کر التجا کی۔ "فار گاڈ سیک۔ مجھے سونے کے لئے جگہ دو۔ ورنہ نیند سے مر جاؤں گا!"

کار کا پچھلا دروازہ کھلا۔ ایک شخص نے باہر آ کر مجھے بیٹھنے کے لئے کہا۔ پچھلی سیٹ پر ایک اور شخص تھا۔ میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ دوسرا شخص دروازے کو بند کرتا ہوا میرے پاس بیٹھ کر بولا۔ "تم کون ہو؟ کہاں جانا چاہتے ہو؟"

کار سٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے اونگھتی ہوئی آنکھوں سے اپنے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ سب وحشت سے نظر آ رہے تھے۔ تیز رفتار گاڑی کی کھڑکی کے باہر دشمنیاں تیزی سے گزرتی جا رہی تھیں اور میری نیند بھری آنکھوں میں چبھتی جا رہی تھیں۔

ایک نے پوچھا۔ "اسلحہ کیا دیکھ رہے ہو، کیا پوری آنکھیں نہیں کھول سکتے؟"

دوسرے نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے نشہ میں ہے!"

وہ جھک کر میرا منہ سونگھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "میں نے سلیپنگ پلز کھائی ہیں۔ پلیز مجھے سو جانے دو!"

میرے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ اب میں نیند سے ہار گیا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کیں تو محسوس ہوا وہ دونوں میری جیبوں کی تلاشی لے رہے ہیں۔ پھر میرے سر پر ایک زور کی چپت پڑی۔ آواز آئی۔ "یہ سالا تو بالکل خالی ہے۔ گاڑی روکو...!"

گاڑی رک گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا دوسرے نے پیچھے سے دھکا دیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں فٹ پاتھ پر پڑا ہوا تھا۔ گاڑی وہاں سے دور ہوتی جا رہی تھی۔

یہ یقین ہو رہا تھا کہ قدرت فٹ پاتھ پر ہی سلانا چاہتی ہے۔ دھکے کھا کر ایکٹرک پول سے ٹکرانے کے باعث سر میں کہیں چوٹ لگی

تھی۔ تکلیف کے احساس نے چند لمحوں کے لئے نیند کے حملے کو کمزور بنا دیا۔ میرے کوصلوں نے مجھے سمجھایا کہ میں ایک بے دست و پا کی طرح شکست کھا کر فٹ پاتھ پر نہیں گر سکتا۔ میں بے بسی سے گرنے اور مرنے کے لئے پیدا نہیں ہوا ہوں۔

میں نے پھر نیند کو شکست دینے کے لئے ایکٹرک پول سے سر کو زور سے ٹکرا دیا۔ میری کھوپڑی جھنجھنا کر رہ گئی۔ وہ تکلیف بڑی ہی ناقابلِ برداشت تھی۔ لیکن فائدہ یہ پہنچا کہ نگاہوں کے سامنے سے دھند کا چھٹ گیا۔ اب ایک کشادہ سڑک اور گزرتی ہوئی گاڑیاں صاف طور سے نظر آ رہی تھیں۔ میں تکلیف سے کراہ رہا تھا اور چہرے پر بہتے ہوئے لہو کی گرمی محسوس کر رہا تھا!

میں نے ایکٹرک پول کا سہارا لے کر ایک ہاتھ اٹھایا۔ شاید کوئی گاڑی میری مدد کے لئے رُک جائے۔ لیکن میرے لہو میں بھیگے ہوئے چہرے کو دیکھ کر شاید وہ لوگ کسی پولیس کیس میں ملوث نہیں ہونا چاہتے تھے۔ اس لئے بے حسی سے گزرتے جا رہے تھے!

تب ایک کار کی رفتار سست ہونے لگی۔ پھر وہ میرے قریب آ کر رُک گئی۔ ایک سُریلی آواز نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "مائی گاڈ! یہ تم ہو، اندر آ جاؤ!"

اگلی سیٹ پر لیٹنے اور سونے کی گنجائش نہیں ہو سکتی تھی میں پچھلا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر گر پڑا۔ اگلے ہی وہ سیٹ پر لیٹتے ہی میں دل کھول کر کراہنے لگا۔ بعض اوقات ہم چاہتے ہیں کہ لوگ ہماری تکلیف کا احساس کریں اس لئے ہم برداشت کی قوت رکھنے کے باوجود کراہتے ہیں۔ میں اس مہربان عورت کی بھرپور اسی طرح حاصل کر سکتا تھا۔

مجھے دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ پھر گاڑی آگے بڑھ گئی۔ وہ مترنم سی آواز میں کچھ کہہ رہی تھی، مگر میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ مجھے جیسے ماں کی گود میسر ہو گئی تھی۔ میں نے ذہن کو نیند سے شکست کھانے کے لئے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اس نے چشمِ زدن میں دنیا و مافیہا سے غافل ہو گیا!

نیند بڑی نعمت ہے۔ جب سونے کی شدید خواہش ہوتی ہے تو زندگی کو داؤ پر لگا کر بھی سونے کو جی چاہتا ہے۔ شاید اسی لئے لوگ کہتے ہیں کہ نیند پھانسی کے تختے پر بھی آ جاتی ہے۔ میں نے بھی پرواہ نہیں کی تھی کہ مجھ پر احسان کرنے والی عورت کون ہے؟ وہ رحم دل بھی ہو سکتی تھی اور مجھے دوبارہ غلامی کے جہنم میں لے جا سکتی تھی۔

بعد میں پتہ چلا کہ میں بارہ گھنٹے تک گہری نیند سوتا رہا۔ جب آنکھ کھلی تو پہلے سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کہاں ہوں؟ سورج کی روشنی کار کی کھڑکی کے راستے میرے منہ پر آ رہی تھی۔ دھوپ کی تمازت سے بھی میری آنکھیں کھل گئی تھیں!

میں نے تکلیف سے کراہتے ہوئے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہاں پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ یعنی زخم کی مرہم پٹی کر دی گئی تھی۔ تب مجھے یاد آیا کہ ایک نامعلوم عورت نے مجھے اس کار میں ڈھیر کر دیا تھا۔ اسکی مہربانیوں سے یہ مرہم پٹی ہوئی ہے۔ میں نے سر گھما کر اسٹیئرنگ کی جانب دیکھا۔ وہ سیٹ خالی تھی، کار میں کوئی نہیں تھا!

میں آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کار کے اطراف ہرا بھرا جنگل تھا۔ دُور دُور تک خوش رنگ پھول کھلے ہوئے تھے۔ درختوں پر چہچہانے والے پرندوں کی آوازیں بڑی ہی بھلی لگ رہی تھیں۔ میرے ذہن کو ایسی آسودگی، ایسی تازگی محسوس ہو رہی تھی جیسے میں خواب آور گولیاں کھانے کے بعد جنت میں پہنچا دیا گیا ہوں اور اب دُنیا کی دشمنوں سے نجات حاصل ہو چکی ہے۔

میں کار کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ سامنے ایک درخت کے سائے میں سرخ کام کی ایک چھولداری بچھی ہوئی تھی۔ اس پر بہت سے پھل اور کچی سبزیاں رکھی ہوئی تھیں۔ درخت کے تنے کے پاس کیروسین آئل کے چولھے پر ایک ہانڈی چڑھی ہوئی تھی، اس کی اشتہا انگیز خوشبو سے پتہ چل رہا تھا کہ گوشت کا سالن تیار ہو رہا ہے۔

میں نے دُور دُور تک نظریں دوڑائیں، میرے لئے تحمتیں اٹھانے والی ہستی کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ آخر وہ کون ہو سکتی ہے؟ ورنہ وحشی نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ وہ مندر کی دیوی یا دیوی کا رچلانا نہیں جانتی تھی!

پھر یاد آیا کہ پچھلی رات ایکٹرک پول کے پاس کار رُکتے ہی اس نے سریلی سی آواز میں کہا تھا۔ "مائی گاڈ! یہ تم ہو، اندر آ جاؤ۔"

یہ بات وہی کہہ سکتی تھی جو مجھے جانتی ہو۔ رحم دل مجھے جانتی تھی، مگر انگریزی زبان نہیں جانتی تھی۔ رحم دل ہو سکتی تھی۔ مگر اس کا خیال آتے ہی پھر دل میں درد پیدا ہوا۔ وہ تو مجھ سے ملنے کی حسرت لئے اس دُنیا سے رخصت ہو گئی تھی۔

پھر سونیا کا خیال آیا۔ شاید وہ مجھے تلاش کرتی ہوئی ایکٹرک پول تک پہنچ گئی ہو۔ اور مجھے دشمنوں سے دُور یہاں لے آئی ہو۔ میں نے دُور تک دیکھتے ہوئے آواز دی۔ "سونیا... سونیا...."

ایک چڑیا چوں چوں کرتی میرے سر پر سے گزر گئی۔ مجھے کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے کولر سے پانی نکال کر پیا، پھر ایک سیب اٹھا کر کھاتے ہوئے کار کے پاس آیا۔ اس کی ڈکی کھلی ہوئی تھی۔ اندر ایک سوٹ کیس کو کھول کر دیکھا۔ اس میں بلاؤز، بیبی کوٹ، میکسی، جینز پتلون، بنیان، انڈر ویئر اور بریزیر وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ سونیا کے پاس نہ تو کار تھی اور نہ ہی اتنا سامان تھا۔ وہ مجسمہ بنے مجھے دیکھ رہی تھی۔ سونیا کے دو تین گھنٹے کے اندر اتنی چیزیں حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ وہ بھی نیند کا شکار رہی تھی۔ نیند اُسے اتنی مہلت نہ دیتی کہ وہ یہ تک جاگ کر میری مرہم پٹی بھی کر دیتی۔

نہیں، مجھے یہاں لانے والی سونیا نہیں ہو سکتی تھی۔ پتہ نہیں وہ کہاں پہنچ کر نیند کا شکار ہو گئی ہو۔ پھر ایک خیال آیا کہ اُسے میری طرح بیدار ہو کر لُوکو یا لینا چاہیئے۔ اگر وہ میری لُوکو نہیں بار ہی ہے، تو پھر اب تک نیند میں غافل ہو گئی۔ یا پھر حالات نے اُسے سمندر پار پہنچا دیا ہو گا جہاں سے اُس کے سونگھنے کی حس کام نہیں آ سکے گی!

میں نے چولہے کی طرف دیکھا سالن پک رہا تھا۔ یقیناً وہ زیادہ دُور نہیں گئی ہو گی۔ اچانک مجھے ریتا کا خیال آیا۔ شاید وہ ایئر ہوسٹس مجھے یہاں لائی ہے۔ مگر... مگر نہیں.....

ریتا نے مجھے دو تین بار کے رُوپ میں دیکھا تھا جب وہ خواب آور کافی پی کر سو گئی تھی۔ تب میں نے میک اَپ اُتارا تھا۔ وہ فرہاد کے اس چہرے کو نہیں پہچان سکتی تھی۔

میں تھک ہار کر دری پر بیٹھ گیا۔ یہ معمہ حل کرتے کرتے میرا سر دُکھنے لگا تھا۔ سوچ کی اُڑان قائم رہتی تو اتنی دور سِری نہ ہوتی۔ میں نے سوچنا ہی چھوڑ دیا۔ جو بھی ہو گی، وہ سامنے آ ہی جائیگی۔ خواہ مخواہ سر کھپانے کا فائدہ نہ تھا!

مجھے جماہی آ گئی۔ میں دری پر لیٹ گیا۔ خواب آور دوا کا اثر ابھی تک باقی تھا۔ سر سے کافی مقدار میں خون بہہ جانے کے باعث کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ کمزور اور بیمار کبھی سوتے ہیں، کبھی جاگتے ہیں، یہی میری حالت ہو گئی۔ لیٹنے کے تھوڑی دیر بعد میں نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

اس دوران میرے لئے سبزیوں کا سالن اور یخنی سُوپ تیار ہو گیا۔ مجھے اُس وقت پتہ چلا جب کسی کی سُریلی آواز میرے کانوں میں شہد کی طرح ٹپکنے لگی۔ میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر دیکھا جاذبی سے دُھلا دُھلا ایک چہرہ میرے چہرے پر جھکا ہُوا تھا۔ ایسے چہرے کبھی خوابوں میں ہی نظر آتے ہیں۔ اُس کے رخساروں پر گلابوں کی تازگی تھی، نیلی آنکھوں سے آسمان جھانک رہا تھا۔ ملائم لبوں کی پنکھڑیاں کانپ رہی تھیں جیسے کلی چٹکنے سے پہلے لرز رہی ہو۔ اُس کی سنہری زلفوں پر سورج کا سونا بکھرا ہُوا تھا۔ میں دم بخود دیکھتا رہا۔ یُوں لگ رہا تھا جیسے خواب آور گولیاں ابھی تک خواب دکھا رہی ہوں!

پھر اُس کے لبوں کی پنکھڑیاں کھلنے لگیں۔ وہ کچھ کہہ رہی تھی۔ اُس کی مادری زبان میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اُس نے کئی نظروں سے دیکھا جیسے اپنی بات کا جواب طلب کر رہی ہو۔ اُس کی آنکھوں میں بڑی گہرائی تھی، ڈوبنے کو جی چاہتا تھا!

وہ پھر کچھ بولی۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "زبان یار مَن تُرکی و مَن تُرکی نمی دانم!"

یہ فارسی زبان اس کی سمجھ میں نہیں آئی۔ تب اُس نے انگریزی زبان میں پوچھا: "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں کہہ رہا ہوں کہ تمہاری زبان میری سمجھ میں نہیں آتی پہلے تم اپنا تعارف تو کراؤ، میں اپنی محسنہ کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین ہوں!"

وہ میٹھی ناراضگی سے بولی: "کیا تم مذاق کر رہے ہو؟"

"کیسا مذاق؟ میں سنجیدگی سے پوچھ رہا ہوں!"

وہ میرے سر کے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑ کر بولی: "کیا یہ تمہاری سنجیدگی ہے؟ مجھ سے تعارف حاصل کرنا چاہتے ہو، شریر کہیں کے۔ چلو اٹھو اور مجھے بتاؤ کہ تم اچانک کہاں غائب ہو گئے تھے اور کس سے جھگڑا کرنے کے بعد لہولہان ہو کر وہاں کھڑے ہوئے تھے؟"

اس کی باتوں سے یہ تو سمجھ میں آیا کہ میں اُس کے ساتھ تھا۔ پھر اُس سے بچھڑ گیا۔ اس کے بعد نجانے حالات میں دوبارہ اُس سے مل گیا۔ یعنی وہ مجھے بہت پہلے سے جانتی تھی بلکہ میری جان پہچان میں بے تکلفی بھی تھی!

میں نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا: "تمہاری باتیں مجھے الجھا رہی ہیں۔ میں تمہیں نہیں جانتا ہوں۔ اور تمہاری باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے شناسا رہ چکے ہیں!"

وہ شدید حیرانی سے بولی: "عازم بیگ! کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ مذاق میں یہ نہ کہو کہ تم مجھے نہیں جانتے ہو۔ کیا ایسا ہی بھونڈا مذاق کرنے کے لئے تم نے مجھ سے شادی کی ہے؟"

شادی؟ میں تقریباً چیخ پڑا: "سچ تم کون ہو؟ مجھے اپنا شوہر کیوں بنا رہی ہو؟ یہ ڈرامہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے!"

وہ غصہ سے سرخ ہو کر بولی: "ہماری شادی کو ابھی چوبیس ۲۴ گھنٹے گزرے ہیں اور تم ابھی سے اپنا رنگ دکھا رہے ہو۔ اچھا ہُوا کہ میں نے تمہارے ساتھ سہاگ رات نہیں گزاری۔ اب تم میری انگلی بھی نہیں پکڑ سکو گے۔ میں تم سے قطعہ کرتی ہوں!"

وہ میرے پاس سے اٹھی۔ پھر طنطناتی ہوئی چولہے کے پاس چلی گئی۔ اُس کے اٹھنے کے بعد میں نے اس کا سراپا دیکھا۔ اُس کے بدن کی تراش میں ایسا حُسن تھا کہ نگاہیں جم کر رہ جاتی تھیں۔ اس کی سنجیدگی اور غصہ بتا رہا تھا کہ یہ کوئی ڈرامہ نہیں ہے۔ وہ حقیقتاً مجھ کو اپنا شوہر سمجھ رہی ہے!

اس طرح یہ بات مجھ میں آئی کہ میں اُس کے شوہر سے مشابہت رکھتا ہوں، اسی لئے وہ دھوکہ کھا رہی ہے۔ اب میں جس قدر اُسے یقین دلاتا کہ میں عازم بیگ نہیں ہوں، تو وہ کبھی یقین نہ کرتی۔ میں سوچنے لگا کہ اُس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

میں اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ اُس نے بھی کن انکھیوں سے مجھے ایک آدھ بار دیکھا۔ پھر ظاہر کرنے لگی کہ وہ اپنے کام میں مصروف ہے۔ اسے میری ذرا بھی پروا نہیں ہے۔ عورت اپنے مرد سے لاپرواہی ظاہر کرتی

ہے، مگر اس کا دل نہیں مانتا۔ وہ اپنی محبت اور خدمت گزاری کے جذبوں سے مجبور ہوتی ہے۔ اُس نے ناراضگی کے باوجود ایک پیالے میں یخنی سُوپ لا کر میرے سامنے رکھ دیا۔

میرے ذہن نے ایک تدبیر سوچی۔ میں اس کے سامنے بڑبڑانے لگا۔ "مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا ہے کہ میں کون ہوں؟ اور کہاں سے آیا ہوں؟ سوچتا ہوں تو سر دُکھنے لگتا ہے!"

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی: "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ خود کو بھول گئے ہو؟"

میں اپنے سر سے بندھی ہوئی پٹی کو سہلانے لگا۔ وہ میرے قریب آئی۔ پھر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی: "کیا واقعی تمہیں کچھ یاد نہیں آ رہا ہے؟"

"نہیں! میں بہت دیر سے سوچ رہا ہوں کہ تم کون ہو؟ اور مجھ پر اتنی مہربان کیوں ہو؟"

"اوہ عازم!" اُس نے پریشان ہو کر میرا ہاتھ تھام لیا۔ "معلوم ہوتا ہے سر کی چوٹ نے تمہارے دماغ کو بُری طرح متاثر کیا ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ چوٹ اگر دماغ تک پہنچے تو آدمی کی یادداشت گم ہو جاتی ہے، وہ ماضی کو بھول جاتا ہے!"

میں اتنی مونی صورت کو یوں تکنے لگا جیسے بھولے ہوئے چہرے کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ وہ ہاتھ کو اپنے گلابی رخسار پر رکھتی ہوئی بولی: "نہیں عازم! تم مجھے نہیں بھول سکتے۔ میں تمہیں یاد دلاؤں گی کہ میں تمہاری شبانہ ہوں۔"

"شبانہ!" میں نے آہستگی سے اُس کے نام کو دہرایا۔ "کیا تم ثابت کر سکتی ہو کہ میں تمہارا شوہر ہوں اور میرا نام عازم بیگ ہے؟"

وہ چند لمحوں تک میرا منہ تکتی رہی۔ پھر میرا ہاتھ چھوڑ کر بڑبڑاتی ہوئی کار کی ڈگی کی جانب گئی: "میں سوچ بھی نہیں سکتی کہ کبھی تمہارے سامنے یہ ثابت کرنا ہو گا کہ یہ تم ہو۔ کیسی عجیب بات ہے، انسان خود کو بھول جاتا ہے!"

ایک منٹ بعد وہ ایک تصویر لے کر آئی اور اُسے میرے سامنے کر دیا۔ اب میرے چونکنے کا موقعہ تھا۔ وہ میری تصویر تھی۔ میں نے اُسے ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ اگر وہ صرف میری تصویر ہوتی تو یہ سوچا جا سکتا کہ شبانہ نے اُسے کہیں سے پا لیا ہے۔ لیکن اس تصویر میں وہ بھی موجود تھی۔ میں اُس کے شانہ پر ہاتھ رکھے کلوز اَپ میں مسکرا رہا تھا۔

"یہ... یہ... یہ میری تصویر ہے۔ لیکن میں نے تمہارے ساتھ کبھی تصویر نہیں کھنچوائی اور میرا نام عازم نہیں ہے!"

وہ بڑی ہمدردی سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی: "سُوپ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ اسے پی لو!"

میں پیالہ اُٹھا کر پینے لگا۔ بڑا ہی لذیذ سُوپ تھا۔ میں نے پینے کے دوران سوچا کہ اسے حقیقت بتا دُوں۔ وہ مجھے عازم بیگ سمجھ کر بیکار سے دیکھے جا رہی تھی۔ میں نے کہا: "شبانہ! میری یادداشت سلامت ہے۔ میں عازم نہیں ہوں میرا نام فرہاد ہے!"

وہ مسکراتی ہوئی بولی: "تم نے سچ کہا ہے خوبصورت نام رکھ لیا ہے۔ اگر تمہاری یادداشت سلامت ہے تو تمہیں یہ بھی یاد ہو گا کہ پہلے تمہارا نام سلطان تھا۔ تم نے ماہ پہلے نام بدل کر عازم رکھ لیا۔ اب پھر نام بدل کر خود کو فرہاد کہہ رہے ہو!"

"میں سچ مچ فرہاد ہوں!"

وہ بولی: "کل صبح کورٹ میرج کے وقت تم نے فرہاد نام کیوں رکھ لیا؟ شادی عازم کے نام سے ہوئی اور میں فرہاد کے نام سے خوش رہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آخر تم مستقل مزاج کیوں نہیں ہو؟ کبھی نام بدلتے رہتے ہو، کبھی مشغلے بدلتے رہتے ہو!"

"مشغلے؟ میں نے کون سا مشغلہ بدلا ہے؟"

"تم خود ہی کہتے تھے کہ پہلے کرکٹ کے کھلاڑی تھے! پھر کھیل چھوڑ کر جوڈو کراٹے سیکھنے لگے۔ اُس کے بعد میں نے خود دیکھا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی سیکھ رہے تھے!"

"ٹیلی پیتھی؟" میں نے چونک کر کہا: "کیا عازم بیگ یہ علم سیکھ رہا تھا؟"

"ہاں، تم سیکھ رہے تھے!"

"چلو میں ہی سہی۔ پھر تو یہاں موم بتیاں ضرور ہوں گی؟"

"بہت ساری تھیں، میں نے پھینک دیں!"

میں نے سر تھام کر پوچھا: "کیوں پھینک دیں؟"

وہ منہ چڑاتی ہوئی بولی: "ہونگے ناپرپشان! پہلے بھی موم بتیاں پھینک دیتے ہیں تم جھیلا کرتے تھے۔ میں پوچھتی ہوں کہ آخر یہ کیا خبط ہے؟ موم بتی جلا کر اس کی لو کو تکتے رہنے سے آنکھیں خراب ہوتی ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ تم اندھے ہو جاؤ اور مجھے کبھی نہ دیکھ سکو!"

میں نے پوچھا: "یہ بتاؤ کیا میں تمہاری سوچ پڑھ لیا کرتا تھا؟ پھر میں نے کس حد تک یہ علم سیکھا تھا؟"

"کیا خاک سیکھا تھا؟ کبھی کہتے تھے کہ میں یہ سوچ رہی ہوں کبھی کہتے تھے کہ میں وہ سوچ رہی ہوں۔ ساری باتیں غلط ہُوا کرتی تھیں۔ خواہ مخواہ شمع بجھنے کی عادت ڈال کر بینائی کمزور کر لی۔ تمہیں یاد نہیں، سے کڑوا کرنے عینک لگانے کے لئے کہا تھا!"

"کہا ہو گا، مگر میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ میں عازم نہیں، فرہاد ہوں... تم یقین کر لو!"

"اچھا یقین کر لیا۔ زیادہ نہ بولو۔ نام بدل کر تم اپنی شخصیت نہیں بدل سکتے!"

اس نے مکھن سلائس اور سالن لا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ پھر میرے سامنے بیٹھ کر کھانے لگی۔ میں کھانے کے دوران سوچتا رہا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے اور کہاں جانا چاہیئے۔ سونیا کو تلاش کرنے والا علم اب

میرے پاس نہیں تھا۔ میری کوئی منزل بھی نہیں تھی۔ پتہ نہیں شبانہ مجھے اس جنگل میں کیوں لے آئی تھی!

میں نے پوچھا۔ "کیا تم اس جنگل میں پکنک منانے آئے ہیں؟"

"نہیں تو کسی ہسپتال میں پکنک منانا چاہیئے تھا۔ کوئی نرس تمہاری تیمارداری کرتی۔ میں تمہارے ساتھ ہسپتال میں نہیں رہ سکتی تھی۔ کیا میں نے نہیں بتایا تھا کہ استنبول میں میرے ایک انکل سے سامنا ہو سکتا ہے، پھر سارے خاندان میں یہ خبر پھیل جائے گی کہ ہم نے چھپ کر شادی کر لی ہے!"

"کیا تم نے چھپ کر شادی کی ہے؟"

"اوہ! میں تو بھول جاتی ہوں کہ تم سب کچھ بھول گئے ہو!"

"تو پھر تم مجھے یاد دلاؤ کہ میں کون ہوں، کہاں رہتا تھا، اور تم سے دوستی کیسے ہو گئی؟"

شبانہ نے اٹھ کر چولھا جلایا۔ پھر چائے بنانے کی تیاری کرتے ہوئے بولی:

"میں ایک دولتمند باپ کی بیٹی ہوں۔ بچپن سے جوانی تک میں کبھی کسی چیز کی محتاج نہیں رہی۔ میں پڑھنے میں یا تفریحات میں زندگی گزارتی رہی۔ ایک بار میری ماں ایک حادثہ میں ہلاک ہو گئی۔ اگر ماں کو فوری طور پر طبی امداد مل جاتی تو شاید وہ نہ مرتیں۔ ان کی موت نے میرے اندر یہ جذبہ پیدا کیا کہ مجھے نرسنگ کورس مکمل کرنا چاہیئے۔ اس مقصد کے لئے میں سرٹیفکیٹ ہسپتال میں ٹریننگ حاصل کرنے کی خاطر جانے لگی۔ وہاں ایک روز تم سے سامنا ہو گیا!"

اتنا کہہ کر اس نے مجھے دیکھا۔ اس کی نگاہیں پوچھ رہی تھیں۔

"کچھ یاد آیا؟"

بہرحال وہ آگے کہنے لگی۔ "تم اس ہسپتال میں کسی اجنبی کو طبی امداد دلانے لائے تھے جب میں اس زخمی کو اٹینڈ کرنے لگی تو تم خواہ مخواہ بے تکلف ہو کر مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ میں نے تمہیں ڈانٹ کر کہا: مسٹر! میں کوئی معمولی نرس نہیں ہوں۔ اقمرہ کے ایک بل ڈنر کی بیٹی ہوں!"

تم نے ڈھٹائی سے کہا۔ "میں بھی کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں یہاں کی حسین لڑکیاں مجھے اقمرہ کا شہزادہ کہتی ہیں لیکن میں کسی کے آگے گھاس نہیں ڈالتا۔ جانتی ہو کیوں؟"

میں تمہارا منہ تکنے لگی۔ "کیوں؟"

"اس لئے کہ لڑکیاں گھاس نہیں کھاتیں!"

تمہارا جواب سن کر مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ تم نے کہا۔ "باقی دی وے میرا نام عازم بیگ ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"میں کسی اجنبی کو اپنا نام بتانا پسند نہیں کرتی!"

"میں تمہارا مریض بن کر آنا چاہتا ہوں — یہاں آ کر کس نام سے پکاروں گا؟"

"سسٹر کہہ دینا۔ تمام مریض یہی کہتے ہیں!"

میرا جواب سن کر تم جھینپ گئے۔ وہ ہماری پہلی ملاقات تھی! دوسری بار میں نے تمہیں ہسپتال کے کیاؤ ڈیٹ میں دیکھا۔ تم میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگی تو تم نے لفٹ مانگی۔ میں نے کہا: "میرے ڈیڈی بہت غصے والے ہیں۔ کسی اجنبی کو میری کار میں برداشت نہیں کریں گے!"

"اسی لئے تو کہتا ہوں کہ دوست بنا کر اجنبیت ختم کر دو!"

"ڈیڈی میرے دوستوں کو گولی مار سکتے ہیں!"

"ایسا گولی مار ڈیڈی میں نے کہیں نہیں دیکھا!"

"میں تمہیں دکھانا نہیں چاہتی۔ تمہاری جوانی پر ترس آتا ہے!"

"خدا کا شکر ہے کہ جوانی نے جوانی پر ترس تو کھایا!"

میں کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گئی۔ تمہیں پیچھے چھوڑ دیا۔ تب میں نے محسوس کیا کہ میرا دل بھی پیچھے تمہارے پاس رہ گیا ہے۔ میں سمجھ نہ سکی کہ تم نے مجھے کیسا متاثر کر دیا۔ تمہارا قد، تمہارا ڈیل ڈول مردانہ وجاہت یا تمہاری حاضر جوابی، بہت نہیں تمہاری کوئی خوبی میری سوچ کو صرف تمہاری طرف اڑائے لئے جا رہی تھی۔

میں نے تیسری ملاقات میں تمہیں بھنٹ دی پھر پوچھا: "تم کیا کرتے ہو؟"

تم چند لمحوں تک خاموش رہے۔ پھر کہنے لگے۔ "میں نے کبھی سچ نہیں کہا، مگر تم سے کہوں گا، خواہ تم نفرت کر دو یا محبت — میری حقیقت یہ ہے کہ میں اس دنیا میں تنہا ہوں۔ ماں باپ مر چکے ہیں۔ جیسے میں نے ہوش سنبھالا، خود کو غنڈوں اور بدمعاشوں میں پایا۔ میں یہاں کا ایک بدنام جیب کترا ہوں!"

میں نے تمہاری باتیں سن کر گاڑی روک دی پھر حقارت سے کہا: میری سوسائٹی میں اتنی عزت ہے کہ میں تمہارا سایہ بھی اپنے قریب برداشت نہیں کر سکتی۔ گیٹ آؤٹ!"

"کمال ہے۔ سچ بولنے کی یہی سزا ہوتی ہے کہ گیٹ آؤٹ ہو جاؤ۔"

"جیب کتروں کو پولیس سٹیشن میں سچ بولنا چاہیئے۔ دور ہو جاؤ میری نظروں سے!"

تم بڑی شرافت سے دروازہ کھول کر باہر چلے گئے۔ میں نے کار آگے بڑھا دی۔ آدمی نظروں کے سامنے رہے تو اتنی قدر نہیں ہوتی جتنی کہ نظروں سے دور ہو جانے کے بعد ہوتی ہے۔ پہلے تو مجھے اس بات پر غصہ آیا کہ تم ایک معمولی جیب کترے ہو کر مجھ جیسی اعلیٰ اور دولتمند خاندان کی لڑکی سے محبت کے خواب دیکھ رہے تھے۔ یقیناً تمہارا دھندا نہیں چل رہا ہو گا، اس لئے مجھے جھانس رہے ہو۔

گھر پہنچ کر غصہ فرو ٹھنڈا ہوا۔ رات کو بستر پر کروٹیں بدلتے ہوئے

ان نے سوچا کہ اگر تم فریب سے مجھے پھانسنا چاہتے تو اپنی حقیقت بیان نہ کرتے۔ تم ایک غلط آدمی ضرور ہو مگر میرے لئے سچے اور مخلص ہو!

اس حقیقت نے مجھے ہیجانا شروع کر دیا۔ تمہارا چہرہ میری نظروں کی آنکھ سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ تمہاری خوبروئی اور مردانہ وجاہت میرے جذبوں میں نشتر کی طرح اتر رہی تھی۔ دوسرے دن تو توقع تھی کہ تم پھر ہسپتال میں ملو گے۔ لیکن تم نہیں آئے۔ میں جو تم سے کسی چیز کی محتاج نہ رہی تھی۔ اس روز میں نے شدت سے تمہاری کمی محسوس کی۔

تیسرے دن بھی نہیں آئے تو میرے دل نے کہا۔ تم میری پہلی اور آخری ضرورت ہو۔ تمہارے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکوں گی! اب میں کار چلانے کے دوران سڑکوں پر ادھر ادھر دیکھتی جاتی تھی کہ شاید تم نظر آ جاؤ۔ مجھے تمہاری سچائی مار رہی تھی اور مجھے مار ڈالنے کا خیال نہیں آ رہا تھا!

شبانہ اتنا کہنے کے بعد چائے کی پیالیاں لے کر میرے پاس آئی۔ اس کی نگاہیں پھر پوچھ رہی تھیں۔ "کچھ یاد آیا؟"

اگر میں عازم بیگ ہوتا تو شاید یاد دلانے پر بھولی ہوئی باتیں یاد آ جاتیں۔ مگر میں جسمیشت فرہاد علی تیمور کچھ نہیں بھولا تھا۔ اس لئے خاموشی سے چائے کی چسکی لینے لگا۔

وہ کہنے لگی۔ "ایک ماہ کے بعد ہسپتال میں تمہارا فون آیا۔ ریسیور پر تمہاری آواز سنتے ہی میں خوشی سے پاگل ہو گئی۔ تم کہہ رہے تھے: شبانہ! تم نے اپنا نام نہیں بتایا تھا لیکن میں نے معلوم کر لیا۔ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو، اس لئے میں تمہارا وقت برباد نہیں کروں گا۔ اگر تم جیسی دولتمندوں کی نظر میں سچائی کی ذرا سی بھی قیمت ہے تو آج وہ قیمت ادا کر دو!

"میں بڑی سے بڑی قیمت ادا کروں گی۔ تم کہاں ہو؟"

"میں اتاترک بازار کے علاقے میں ہوں۔ میری ضمانت دینے والا کوئی نہیں ہے، اگر تم ....."

میں نے تمہاری بات کاٹ کر کہا۔ "میں ابھی آ رہی ہوں!"

میں ریسیور رکھ کر تیزی سے چلتی ہوئی ہسپتال کے پارکنگ ایریا میں آئی۔ وہاں سے کار میں بیٹھ کر سیدھی تھانے پہنچ گئی۔ تم پولیس سٹیشن کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا! "تمہاری ضمانت کس نے دی؟"

"کسی مہربان نے دے دی۔ میں نے تمہیں ناحق تکلیف دی! مجھے افسوس ہے تم جا سکتی ہو!"

"اب میں تمہارے بغیر نہیں جاؤں گی۔ آؤ کار میں بیٹھو!"

"تم اونچی سوسائٹی کی شہزادی ہو، بدنام ہو جاؤ گی!"

"مجھے شرمندہ نہ کرو عازم! بیٹھ جاؤ۔"

میں نے کار کا دروازہ کھول دیا۔ تم بیٹھ گئے۔ کار آگے بڑھی تو ہم خاموش تھے۔ میں انتظار کرتی رہی کہ شاید تم کچھ بولو گے۔ آخر میں نے ہی پوچھا۔ "کیا ناراض ہو؟"

"نہیں! تم نے مختصر سا جواب دیا۔

میں نے کہا! "تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"جھوٹ بہتر ہوتا ہے سچائی مہنگی پڑتی ہے!"

"مہنگی پڑتی ہے، مگر اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تمہاری طرف واپس نہ آتی!"

تم نے میری طرف گھوم کر کہا! "شبانہ! میں بہت بڑا فریبی اور جھوٹوں کا سردار ہوں۔ مگر تمہاری محبت میں میں جھوٹ سے سچائی کی طرف بھاگ رہا ہوں۔ میں تمہیں دھوکہ نہیں دینا چاہتا۔ میں نے اس روز تمہارا دھاگا کہا تھا۔ کیا باقی آدھے سچ کی تلخی برداشت کر سکو گی؟"

"کر لوں گی!"

"تو پھر سنو! پہلے میرا نام سلطان بیگ تھا۔ میں ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ جیب کترا بننے کے بعد میں نے اپنا نام عازم رکھ لیا۔ ایک بار میں نے ایک بڑے آدمی کی جیب پر ہاتھ ڈالا اور پکڑا گیا۔ پھر وہی بڑا آدمی مجھے ضمانت پر رہا کرا کے اپنے کلب میں لے آیا۔ اس نے کہا: عازم! تم بیحد خوبرو ہو۔ عمدہ لباس پہن کر بڑے گھرانوں کی لڑکیوں کو پھانس سکتے ہو اور ان کی دولت پر ہاتھ صاف کر سکتے ہو۔ یہ جیب کترنے کا دھندا چھوڑ دو۔"

میں نے وہ دھندا چھوڑ دیا۔ اس بڑے آدمی نے مجھے عمدہ لباس پہنا کر میری حیثیت بڑھا کر مجھے اونچی سوسائٹی کا شہزادہ بنا دیا۔ میں نے اب تک تین دولتمند لڑکیوں سے پونے دو لاکھ ڈالر وصول کئے ہیں۔ وہ بڑا آدمی میری کمائی کا پچیس فیصد لیتا ہے۔ باقی وہ خود رکھ لیتا ہے!"

پھر ایکدم اس بڑے آدمی نے مجھے تمہارا پتہ دیا۔ کہنے لگا! ہمارا ایک آدمی زخمی ہے اسے لے کر ہسپتال جاؤ۔ اور شبانہ نامی نرس سے دوستی کرو۔ وہ ایک ارب پتی باپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔ میں اس زخمی کو لیکر ہسپتال پہنچا تو تمہیں دیکھتے ہی خود گھائل ہو گیا۔ میرے دل نے بے اختیار کہا کہ تم میرے لئے پیدا کی گئی ہو اور جو میرے لئے ہو، میں اسے فریب نہیں دے سکتا، اپنی آمدنی کا ذریعہ نہیں بنا سکتا۔

تم اس روز ناراض ہو کر چلی گئیں تو میرا دل ٹوٹ گیا۔ سچائی پر سے ایمان اٹھ گیا۔ لیکن یہ وقتی مایوسی تھی۔ اس دوران میں نے ہسپتال کے کیاؤ ڈیٹ میں چھپ چھپ کر تمہیں دیکھا ہے۔ تم روزانہ کار سے اتر کر ہسپتال میں داخل ہونے سے پہلے ادھر ادھر دیکھتی تھیں۔ میرے دل نے کہا۔ تم مجھے تلاش کر رہی ہو۔ سچائی اپنا اثر دکھا چکی ہے۔

وہ بڑا آدمی بار بار اصرار کر رہا تھا کہ میں تمہیں ڈھیل نہ دوں۔ فوراً ہی تمہیں اپنے دام میں لانے کے لئے کوئی چال چلوں۔ لہٰذا آج میں نے فون پر یہ کہا کہ مجھے میں تمہاری ضمانت کی ضرورت ہے۔

میں یہ آخری جھوٹ بول کر اپنی پچھلی سچائی کی تلافی کرنا چاہتا تھا۔ آزمائش ہو چکی ہے۔ اب پھر ایک بار سچ بول رہا ہوں۔ اگر غصہ آئے تو کار روک دو، میں چلا جاؤں گا۔"

میرے عازم! یہ کہہ کر تم خاموش ہو گئے۔ میں نے کار روک دی، تم دروازہ کھول کر جانے لگے تو میں نے تمہارا ہاتھ پکڑ لیا۔ تم نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میری مسکراہٹ نے سمجھا دیا کہ میں ناراض نہیں ہوں، تمہاری قدر کر رہی ہوں!

تم نے دروازہ بند کر دیا۔ اس لمحے سے ہماری دوستی کا آغاز ہو گیا۔ پہلی بار تم نے میرا ہاتھ تھاما کہ اسے چوما تو میری رگ رگ میں جیسے انگارے سے دہکنے لگے۔ میں نے فوراً ہی ہاتھ کھینچ کر کہا "میں بہکنا نہیں چاہتی۔ وعدہ کرو کہ شادی ہونے تک ہمارے درمیان شرافت کی دیوار قائم رہے گی؟"

"میں سمجھ نہیں سکتا کہ شرافت کی دیوار کیا ہوتی ہے؟ کیا شادی کے بعد میاں بیوی شریف نہیں رہتے — بدمعاشیاں شروع کر دیتے ہیں؟"

میں نے جھینپ کر گاڑی ہسٹارٹ کر دی۔ ہم بہت دیر تک ادھر اُدھر گھومتے رہے۔ بڑی تو بصورتی سے وقت گزرتا رہا۔ تم میرے ساتھ تھے تو یوں لگ رہا تھا جیسے ساری دُنیا میرے ساتھ چل رہی ہے۔ ایسے وقت اپنے محبوب کی صحبت میں ساری دُنیا سمٹ آتی ہے!

دوپہر کو ہم کیفے ابراہم میں لنچ کے لئے گئے۔ وہاں تم نے میری پسند کے مطابق کھانے کا آرڈر دیا۔ آرڈر کی تعمیل ہونے تک ہم ہنستے بولتے رہے۔ اتنے میں ایک بیرے نے آ کر کہا "مس آپکا فون ہے، کاؤنٹر پر تشریف لے جائیں!"

میں نے کہا "تعجب ہے، میرے پروگرام کا کسی کو علم نہیں ہے۔ یہاں میرا فون کیسے آ سکتا ہے؟"

میں اپنی حیرانی دُور کرنے کاؤنٹر تک آئی۔ وہاں ریسیور اٹھایا، تو دوسری طرف سے ڈیڈی کی آواز سُنائی دی۔ "ہیلو شوبی! تم ڈائننگ ہال میں کس کے ساتھ بیٹھی ہو؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا "آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں کسی کے ساتھ موجود ہوں؟"

"تم میری بات کا جواب دو!"

"سوری ڈیڈی! پہلے مجھے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آپ نے کب سے مجھ پر پہرہ بٹھا رکھا ہے!

"جب سے تم جوان ہوئی ہو۔ یہ نادانی کی عمر ہے — ایک تو مرد باپ کو محتاط رہنا پڑتا ہے!"

"میں نادان نہیں ہوں۔ بڑی احتیاط سے ایک جیون ساتھی کا انتخاب کیا ہے!"

"ہُوں۔ اس کا نام اور پتہ بتاؤ۔"

"نام عازم بیگ ہے۔ بلیو ہیون میں رہتا ہے!"

ڈیڈی نے ریسیور رکھ دیا۔ میں اندیشوں میں گھر گئی کہ جانے اب کیا ہونے والا ہے۔ کاؤنٹر سے پلٹ کر تمہارے پاس آئی تو تم نے پوچھا۔ "کیا بات ہے، پریشان نظر آ رہی ہو؟"

"ڈیڈی کو پتہ چل گیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ وقت گزار رہی ہوں!"

"ایک دن تو پتہ چلنا ہی تھا۔ اچھا ہے اب وہ میرے متعلق غور کر لیں گے!"

"عازم! وہ تمہیں کبھی قبول نہیں کریں گے۔ تمہیں پاکر ڈیڈی کے مزاج کو بھول گئی تھی۔ اب سنجیدگی سے سوچنا ہو گا!"

ہم کھانے کے دوران سوچتے رہے۔ ہم نے ایک دوست کو اپنا اپنا فون نمبر دیا تاکہ ہمارے درمیان رکاوٹیں پیدا ہوں تو ہم فون کے ذریعہ رابطہ قائم کر سکیں۔ لنچ سے فارغ ہو کر میں گھر چلی آئی۔ وہاں ڈیڈی غصے میں بھرے بیٹھے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا "بلیو ہیون ایک بدنام کلب ہے اور وہ عازم بیگ کئی بار حوالات جا چکا ہے۔ کیا تم میری عزت کو خاک میں ملانا چاہتی ہو؟"

میں نے کہا "میں عازم کے متعلق سب کچھ جانتی ہوں۔ اس نے اپنے متعلق سب کچھ سچ سچ بتا دیا ہے۔ میں ساری عمر اس کی قید میں کروں گی!"

"اُس نے تمہیں متاثر کرنے کے لئے سچ کہا ہے۔ وہ تمہیں جیون ساتھی بنا کر میری دولت حاصل کرنا چاہتا ہے!"

"آپ اپنی دولت کو میری ذات سے الگ کر دیں۔ وہ کافی نہیں ہے!"

"شوبی! میرے تجربات سے فائدہ اٹھاؤ۔ کل سے تم ہسپتال جانا چھوڑ دو گی اور نہ ہی اُس سے ملنے کی کوشش کرو گی۔ اگر تم میری بات نہ مانو گی تو میں اُسے حوالات میں پھینکوا دوں گا!"

میرا اندیشہ درست نکلا۔ ڈیڈی نے مجھ پر پابندیاں عائد کر دیں۔ میں نے فون کے ذریعہ تم سے رابطہ قائم کیا۔ تم سے ملاقات کا وقت مقرر کیا، ڈیڈی بے خوابی کے مریض ہیں۔ وہ رات کو نیند آور گولیاں کھا کر سوتے ہیں۔ اُن کے سونے کے بعد میں بلیو ہیون میں تم سے ملنے آئی۔ تم اپنے کمرے میں فرش پر پالتی مارے بیٹھے تھے۔ تمہارے سامنے ایک موم بتی روشن تھی اور تم اُس کی لو کو ایک ٹک دیکھے جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"میں سیکھی سیکھ رہا ہوں!"

ایسے تو تمہاری آنکھیں خراب ہو جائیں گی!"

تم نے تسلیم کرتے ہوئے کہا "ہاں، ٹوالکٹر نے مجھے عینک لگانے کو دیا ہے، مگر میں یہ علم سیکھ کر رہوں گا!"

میں نے جلتی ہوئی موم بتی اٹھائی۔ پھر تمہارے پاس رکھی ہوئی موم بتیاں اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیں۔ "میں نہیں چاہتی کہ تم اس حماقت میں اندھے ہو جاؤ۔ اور مجھے کبھی نہ دیکھ سکو۔" شبانہ ہمیں اپنے اور تمہارے غائبانہ کے لئے سیکھ رہا سیکھنے کے بعد تمہارے ڈیڈی کی سوچ کو اپنی گرفت میں لے لو وہ ہماری شادی کرا دیں گے؟"

"میں نہیں مانتی کہ دُنیا میں ایسا کوئی علم ہے۔ ان مافوق میں نہ ڈالو۔ خدا کی قسم کورٹ میرج کر لیں گے!"

میں وہاں سے چلی آئی۔ تم نے دوسری شام فون پر بتایا کہ دن بعد ہمیں دس بجے صبح کورٹ میں حاضر ہونا ہے۔ میں نے دن سے تیاری شروع کر دی۔ ایک دن پہلے اپنا تمام ضروری سامان نکال کر اپنی کار کی ڈکی میں چھپا دیا۔ ڈیڈی ایک بڑے کام میں میری شادی کی بات طے کر رہے تھے لیکن ہم نے اپنی کامیابی کی فون پر اطلاع کر دی۔

کورٹ میں شادی ہونے کے بعد میں نے ڈیڈی کو فون پر اطلاع دی۔ وہ غصے سے گرجنے لگے انہوں نے تمہیں کوئی مار دینے کی دھمکی دی لیکن ہم نے وہ شہر ہی چھوڑ دیا۔ انقرہ سے یہاں چلے آئے۔ تم راستے میں بضد تھے کہ کسی ہوٹل میں سہاگ رات گزاری جائے۔ میں ہچکچا رہی تھی لیکن کبھی مجھے چومنا چاہتے تھے۔ میں تمہاری ہو چکی ہوں، مجھے انکار نہ تھا۔ لیکن ڈیڈی کا خوف تھا کہ اُن کے آدمی تعاقب کر سکتے ہیں۔ آخر رات کے آٹھ بجے ہم استنبول پہنچے۔ اب تم سوچو، یاد کرو کہ مجھ سے کیسے سچ چھپ گئے تھے۔ میں نے ساری باتیں دُہرا دیں۔ کیا اب بھی تمہیں کچھ یاد نہیں آ رہا ہے؟"

شبانہ ساری رُوداد سُنا کر خاموش ہو گئی۔ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا "میں کیا بتاؤں، میں کچھ نہیں جانتا۔ تم بتا دو!"

"مجھے معلوم ہوا تو یہ بھی بتا دیتی کہ ہم نے ایک جگہ کار پارک کی۔ تم ہوٹل میں ایک کمرہ ریزرو کرانے گئے تھے۔ میں ٹوائلٹ جانے کے بہانے لیڈیز اسٹور میں لپ اسٹک خریدنے گئی۔ واپسی میں تمہارا کافی دور کھڑا رہا۔ پھر ہوٹل کے کاؤنٹر پر جا کر تمہارے متعلق پوچھا۔ کاؤنٹر کلرک نے تمہارے متعلق لاعلمی کا اظہار کیا۔ میں پریشان ہو کر اُس علاقہ میں ایک گھنٹہ تک تمہیں تلاش کرتی رہی۔ پھر سوچا کہ شاید تم کہیں چلے گئے، میں تمہیں تلاش کرنے کار میں بیٹھ کر نکلی۔ آدھ گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد تم مجھے زخمی حالت میں مل گئے۔"

وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی "مگر افسوس! تم آدھے ملے ہو اور آدھے اب تک گم ہو!"

یہ کہہ کر وہ قریب آئی۔ پھر اپنی مرمریں بانہوں کا ہار عازم کی گردن میں پہنا دیا۔ میں فریاد ہوں اور عازم کا انعام مجھے مل رہا تھا۔ وہ قریب کھا رہی تھی۔ لیکن میں قریب نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں نے پوچھا "تم عازم کو دل و جان سے چاہتی ہو؟"

"ہاں! تمہیں اپنی جان سے زیادہ چاہتی ہوں!"

"اگر عازم کا کوئی ہم شکل تمہیں مل جائے تو کیا تم اُسے قبول کر لو گی؟"

"کیا ناں سنن باتیں کر رہے ہو۔ اوّل تو میں نے آج تک کسی کا ہمشکل نہیں دیکھا، دوم یہ کہ میں احمق نہیں ہوں۔ اگر کوئی تمہارا ہمشکل ہو بھی تو میں اُس سے دھوکہ نہیں کھا سکتی!"

"تم دھوکہ کھا رہی ہو۔ دیکھو میں سچ کہتا ہوں کہ میں فریاد ہوں، پاکستان* کا باشندہ ہوں۔ میری یادداشت سلامت ہے۔ میں یہاں آکر ایک دشمن کے جال میں پھنس گیا تھا۔ وہاں سے زخمی حالت میں فرار ہو کر میں فٹ پاتھ پر کھڑا ہوا تھا۔ تم مجھے عازم سمجھ کر یہاں لے آئیں۔"

وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے چہرے کو چھو کر غور سے دیکھنے لگی۔ پھر بولی "میں کبھی یقین نہیں کر سکتی کہ تم کوئی اور ہو۔ صاف صاف کہو کیا تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟"

"نہیں۔ تم میری محسنہ ہو۔ میں تم سے پیچھا چھڑانے کے بجائے تمہارے ساتھ رہ کر تمہارے عازم کو تلاش کروں گا!"

"معلوم ہوتا ہے کہ تم دوستی کے ساتھ ساتھ اپنا دشمنی توازن بھی کھو چکے ہو۔ خود عازم ہو کر تلاش کرنے کی بات کر رہے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کل تک تم میرے قریب آنے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ آج میں قریب آ رہی ہوں تو تم کترا رہے ہو!"

شام کا اندھیرا جنگل کی ہریالی پر چھا رہا تھا۔ بڑھتی ہوئی رات کی تاریکی اور جنگل کا پُراسرار دومان پرور ماحول بہکا رہا تھا کہ بھڑکتا ہوا جام خود بخود ہاتھ آئے تو اسے چھلکنے سے پہلے نوش کر لینا چاہئے۔

بے شک میں حسن و شباب کا رسیا ہوں۔ لیکن کسی کے پیار کی توہین نہیں کرنا چاہتا۔ کبھی شبانہ کو پتہ چلے گا کہ وہ دھوکے میں عازم کی حسین امانت میرے حوالے کر چکی ہے تو دونوں میاں بیوی کو زبردست صدمہ پہنچے گا۔ میں اُن کی اجلی محبت میں اپنی بدکرداری کا داغ نہیں لگانا چاہتا تھا!

اُس کی قربت مجھے ڈبونا ہی چاہتی تھی کہ میں نے اُسے ایک جھٹکے سے الگ کر دیا۔ پہلے تو وہ حیران ہوئی پھر جھنجھلا کر اٹھتی ہوئی بولی "تم کمینے ہو، شادی سے پہلے مجھے حاصل نہ کر کے۔ اب شادی کے بعد مجھے تڑپا رہے ہو۔ میری توہین کر رہے ہو!"

وہ غصہ میں پلٹیں اٹھا کر مجھ پر پھینکنے لگی۔ میں نے بچنے کی کوشش کی۔ مار بھی کھاتا رہا۔ وہ غصہ میں چیخ رہی تھی۔ "تم نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ میں ڈیڈی کی نظروں سے گر گئی۔ اب میرا اس دُنیا میں کون ہے؟ میں کہاں جاؤں گی؟ میں تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہی نہیں رہی!"

وہ گھاس پر گر پڑی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے مار کھائی تھی۔ مگر مجھے غصہ نہیں آیا۔ سہما پڑا سن آ رہا تھا۔ اتنی حسین و دوشیزہ جوانی کی اگڑائیوں سے تراشا ہوا بدن لے کر بیک سے نکلی اور شہر کے ساتھ سہاگ رات نہ منا سکی۔ بے چاری۔

اُس وقت میں بیچارہ تھا۔ بڑے مشکلوں سے اپنے خیالات جذبوں پہ قابو پا رہا تھا۔ اُسے دیکھنے سے شیطان اور ضد کرتا تھا کہ یہ جنگل، یہ تنہائی اور یہی لپکتی جوانی پھر نہیں ملے گی۔ آگے بڑھو....

میں نے شبانہ کی طرف سے منہ پھیر کر کہا۔ "میں بھی انسان ہوں۔ میرے اندر بھی خواہشات کا سمندر ہے۔ لیکن عازم کے لئے جو تمہاری محبت اور دیوانگی ہے، اُس نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ میں دو محبت کرنے والوں کے درمیان شیطان بن کر تمہارے تقدس کو پامال نہیں کرنا چاہتا۔ آج میں عازم بن کر تمہیں حاصل کر لوں گا۔ کل تمہارا عازم کہیں سے واپس آ گیا تو تم مجھے فریبی کہنے لگو گی!"

اتنا کہہ کر میں چند لمحوں کے لئے خاموش رہا۔ مجھے اپنے پیچھے اُس کی سسکیاں سُنائی دے رہی تھیں۔ اور اب وہ سسکیاں میرے قریب آ رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ "شبانہ! میں تمہارے عازم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری یاد داشت سلامت ہے۔ میرا نام فرہاد علی تیمور ہے دُنیا کی خطرناک تنظیمیں میری جان کی دشمن ہیں۔ شاید کسی تنظیم کے افراد نے عازم کو فرہاد سمجھ کر گرفتار کر لیا ہے۔"

مجھے اس کا ہاتھ اپنے شانے پر محسوس ہوا۔ وہ بولی: "تم مجھے کوئی فلمی کہانی نہ سناؤ کہ دو ہم شکل ایک دوسرے کی جگہ اتفاقاً پہنچ گئے۔ ایک، دوسرے کی محبوبہ کے پاس آ گیا، دوسرا دشمنوں کے جال میں پھنس گیا۔ میں تم سے مزید بحث نہیں کروں گی۔ میں نے کبھی دو ہمشکل نہیں دیکھے اس لئے یقین نہیں کروں گی۔ تم میرے عازم ہو اور میرے ہی عازم رہو گے!"

اُس کا ہاتھ میرے شانہ پر سے ہٹ گیا۔ خاموشی چھا گئی۔ جس نے پلٹ کر دیکھا، وہ سبز گھاس پر سجی ہوئی سرخ دری پر بیٹھ گئی تھی۔ مجھ سے روٹھنے کے انداز میں نظریں چرا رہی تھی۔ اُس کی ناراضگی بجا تھی۔ میں ہو بہو عازم تھا۔ پھر سر پہ لپکنے والی چوٹ نے اُسے یقین دلا دیا کہ میں ماضی کو بھول کر کمرہ فرہاد علی تیمور بن گیا ہوں۔

وہ دری پر لیٹ گئی۔ ستاروں کی روشنی میں وہ مٹی مٹی نظر آ رہی تھی۔ ایک پُراسرار خزانے کی طرح دری پر سجی ہوئی تھی۔ خزانہ للچانے کے لئے ہوتا ہے۔ میں نظریں پھیر کر دُور سرکا گیا۔ ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر گھاس کے ملائم بستر پر لیٹ گیا۔

ہم دو اجنبی زندگی کے اس موڑ پر یوں ملے تھے کہ وہ میرے اجنبی تھی۔ لیکن میں اس کا شناسا تھا۔ ایسا کب تک ہوتا؟ میں اس جنگل میں زندگی نہیں گزار سکتا تھا اور وہ اپنے ڈیڈی اور خاندان والوں سے یہاں چھپ رہی تھی۔ ہم نے مجھے نیند کی حالت میں یہاں لا کر اور میری مرضی پتہ کر کے مجھ پر جو احسان کیا تھا اس کے پیش نظر میں اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ قسم یہ کر کہ ساتھ دینے سے دل اُس کی طرف بے اختیار کھنچا جاتا تھا!

میں نے اُس کی طرف سے توجہ ہٹانے کے لئے دشمن دنیا کے متعلق سوچا۔ اب تو اُسے دماغی رابطہ قائم کرنا چاہئے تھا۔ لیکن وہ مجھے ایسے نظر انداز کر رہی تھی جیسے کبھی ہماری جان پہچان رہی ہو۔ میں نے کئی بار اُسے سوچ کی زبان سے پکارا لیکن جواب سے محروم رہا۔

سوتیا اور بہنوں کے متعلق سوچ کر میں صرف پریشان ہو سکتا تھا۔ لیکن ان کی خیریت دریافت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اچانک اُس کو شبانہ کو آواز دی: "شبانہ! تم نے اپنے اور عازم کی تصویر دکھا کر یہ ثابت کر دیا کہ میں تمہارا عازم ہوں!"

وہ فوراً ہی دری پر سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی میرے پاس آ کر بولی: "اب تم تسلیم کر رہے ہو نا؟"

"نہیں، میں بھی ثابت کر سکتا ہوں کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں!"

وہ پھر ناراضگی سے بولی: "کیسے ثابت کرو گے؟"

"میں نے یُوتی نامی ایک چینی دوشیزہ سے محبت کی ہے۔ وہ گواہی دے گی!"

"کہاں ہے وہ؟"

"ہانگ کانگ میں!"

وہ جھنجلا کر بولی۔ "تم مجھے بے وقوف کیوں بنا رہے ہو۔ کچھ دیر پہلے کہا تھا کہ پاکستان سے آئے ہو۔ اب ہانگ کانگ کی کسی لڑکی کو محبوبہ بنا رہے ہو۔ میں ثبوت حاصل کرنے اتنی دُور ہانگ کانگ نہیں جا سکتی اس لئے باتیں بنا رہے ہو!"

وہ غصہ سے اٹھ کر جانے لگی۔ میں نے اُس کے پیچھے چلتے ہوئے کہا۔ "دیکھو تم اپنے ڈیڈی کے پاس واپس نہیں جا سکتیں۔ اگر کہو تو میں خود کو اپنے دشمنوں کے حوالے کر دوں۔ وہ تمہیں بتائیں گے کہ میں فرہاد ہوں!"

"کہاں ہیں تمہارے دشمن؟"

"وہ دُنیا کے ہر ملک، ہر شہر میں ہیں۔ استنبول والیں چلو میں تمام دشمنوں کو نہیں پہچانتا۔ مگر وہ مجھے پہچان کر گھیرنے کی کوشش کریں گے!"

وہ مجھے دیکھتے ہوئے بولی: "پتہ نہیں کن بدمعاشوں نے تمہیں زخمی کیا تھا۔ میں ایسی سنگدل نہیں ہوں کہ ثبوت حاصل کرنے کی

خاطر تمہیں دشمنوں کی طرف جانے دوں گی۔ تمہاری شرط پوری کرنے کے دو طریقے ہیں۔ اب تو لباس بدل لو!"

میں نے اپنے لباس کو دیکھتے ہوئے کہا: "میرے فرہاد ہونے کا ثبوت یہ لباس ہے۔ عازم تم سے بچھڑنے کے وقت اس لباس میں نہیں ہو گا!"

"ہاں۔ وہ سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ تمہیں یہاں لا کر زخموں کی مرہم پٹی کرتے وقت میں نے سوچا تھا کہ تمہارا لباس کیسے بدل گیا؟"

"یہ تو سوچنے کی بات ہے۔ لباس نہیں بدلا۔ دو ہم شکل بدل گئے ہیں!"

"نہیں!" وہ بولی۔ "لباس بدل گیا ہے۔ بدمعاشوں اور چور لٹیروں کے سردار نے وہ سوٹ بہت قیمتی تھا۔ کسی نے اپنا لباس تمہیں پہنایا اور تمہارا سوٹ پہن کر چلتا بنا...."

میں سناٹے میں آ کر رہ گیا۔ وہ کسی طرح یقین نہیں کر سکتی تھی۔ اُس وقت میں نہیں تھا عازم ہی عازم تھا۔ میں نے کہا: "اچھا تم تو اب تک ڈیڈی کی بیٹی ہو۔ اس وقت بھی تمہارے پاس کافی رقم ہو گی؟"

"ہاں ضرورت؟"

"تو پھر میری بات مانو۔ ہم بڑی رقم کی رشوت دے کر ڈیڈی کو خرید لیں گے اور ہانگ کانگ جائیں گے۔ اور اگر میں وہاں خود کو فرہاد ثابت نہ کر سکا تو پھر کسی بحث و تکرار کے بغیر خود کو عازم تسلیم کر لوں گا۔"

"تمہیں یاد نہیں ہے۔ اپنا سوٹ کیس کھول کر دیکھو۔ ہم دونوں کے پاسپورٹ موجود ہیں ہم فارایسٹ کے کسی بھی ملک میں جا سکتے ہیں لیکن میں اتنی دُور جانا فضول سمجھتی ہوں۔"

میں تیزی سے چلتا ہوا کار کے پاس آ کر ڈکی کھولنے لگا۔ وہ بھی میرے پیچھے بڑبڑاتی ہوئی آئی۔ "تم خواہ مخواہ بحث کر رہے ہو۔ میں کہے دیتی ہوں کہ ہانگ کانگ نہیں جاؤں گی!"

میں نے عازم کا سوٹ کیس کھول کر تلاشی لی تو دو پاسپورٹ ملے۔ میں نے انہیں کھول کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "پاسپورٹ رکھتے ہوئے بھی تم اس جنگل میں کیوں چلی آئیں؟ اپنے ڈیڈی سے دُور اس ملک سے باہر بھی جا سکتی تھیں۔"

"مجھے ڈر تھا کہ ایئرپورٹ جیسے اڈوں میں ڈیڈی کے آدمی مجھے تلاش کریں گے اور تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے اس لئے ہم استنبول آئے۔ جنگل میں اس لئے چلی آئی کہ تمہیں زخمی حالت میں ہسپتال پہنچاتی تو وہاں اپنا نام پتہ اور رشتہ سب کچھ لکھوانا پڑتا۔"

میں نے پاسپورٹ کو دوبارہ سوٹ کیس میں رکھا۔ پھر ڈکی کو بند کرتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہیں اس بات کا پورا یقین ہے کہ میں عازم ہوں تو تمہیں اپنے شوہر کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے میرے ساتھ ہانگ کانگ چلنا ہو گا!"

"مگر کیوں؟"

"ہم وہاں پہنچ کر اپنے ہنی مون کا آغاز کریں گے!"

"اور اگر ڈیڈی نہ مانے تو...؟"

"تمہارے ڈیڈی نادان نہیں ہیں۔ اب انہیں عقل آ گئی ہو گی کہ تم عازم کے ساتھ شادی کرنے اور سہاگ رات گزارنے کے بعد اب اپنے شوہر کی ہو چکی ہو۔ اب تم پر ان کا حکم نہیں چلے گا!"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر بولی: "اچھا ہم اچھی شہر جائیں گے۔ میں وہاں سے فون پر ڈیڈی سے باتیں کروں گی۔ اگر وہ اکاوڑتا نہ بنیں تو اس کے بعد تم جہاں کہو گے میں ساتھ چلوں گی۔ اب تو نکاح کے بعد میں ساری عمر تمہارے ساتھ چلنے کی پابند ہو چکی ہوں۔"

وہ کھانے پینے کا سامان باندھنے لگی۔ میں نے اُس کا ہاتھ بٹایا۔ بیس منٹ کے بعد ہی ہم کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ استنبول بہت زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد ہم شہر کی حدود میں داخل ہو گئے۔ ایک ناٹ پوسٹ آفس کے سامنے کار روک کر ہم اندر گئے۔ شبانہ نے وہاں سے ٹرنک کال کے ذریعے اپنے ڈیڈی سے رابطہ قائم کیا۔

میں چپ چاپ کھڑا رہا۔ وہ فادر سے مادر کی زبان میں باتیں کر رہی تھی۔ میری سمجھ میں وہ باتیں نہیں آئیں۔ البتہ شبانہ کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ بڈھا مان گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد شبانہ نے ریسیور رکھ کر پوچھا۔ "تم نے خوشخبری سُن لی ہے نا؟"

میں نے پوسٹ آفس کے احاطہ سے باہر آتے ہوئے کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تمہاری زبان نہیں جانتا۔ ہاں تمہاری خوشی دیکھ کر اندازہ کر رہا ہوں کہ ڈیڈی سے تمہاری صلح ہو گئی ہے!"

وہ اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "تعجب ہے کہ تمہاری یادداشت کس انداز میں گم ہوئی ہے۔ تمہیں انگریزی زبان یاد ہے اور اپنی مادری زبان بھول گئے ہو!"

"میں اب بھی کہتا ہوں کہ میری مادری زبان پنجابی اور اردو ہے۔ میں پاکستانی ہوں!"

"بکواس مت کرو۔ اب ہم ڈیڈی کے پاس جا رہے ہیں۔ اگر اُن کے سامنے تم نے ایسی بکواس کی تو مجھے شرمندہ ہونا پڑے گا!"

"لیکن میں کیا کروں؟ اگر تمہارے ڈیڈی مجھ سے اپنی زبان میں گفتگو کریں گے تو میں کیا جواب دوں گا؟"

"کہہ دینا کہ تم یہاں کے باشندے ہو لیکن بچپن سے جوانی تک انگلینڈ میں رہے ہو اس لئے صرف انگریزی بولتے ہو!"

"میں کبھی انگلینڈ نہیں گیا!"

"ہانگ کانگ ہی کہہ دینا۔ مگر خدا کے لئے یہ کبھی نہ کہنا کہ تم عازم نہیں ہو۔"

"اچھا۔ اب اپنے ڈیڈی کا جغرافیہ بتاؤ۔"

"اے تہذیب سے باتیں کرو۔ اب وہ تمہارے سُسر ہیں!"

"میں نے جھوٹ سے بھی کبھی سُسرال کا خواب نہیں دیکھا تھا۔ تم نے ایک سُسر کو مجھ پر مسلط کر دیا۔ کیا وقت آیا ہے۔ ایک لڑکی مجھے دولہا بنا کر سُسرال لے جا رہی ہے!"

وہ ہنسنے لگی۔ قہقہہ مختصر کہ صبح رات کے دو بجے الفت نہ پہنچ سکے۔ کوٹھی کے احاطہ میں گاڑی کی آواز سُن کر شبانہ کا باپ یامین زبیری برآمدے میں آیا۔ اُس نے شبانہ کی پیشانی چُومی۔ پھر مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کچھ کہا۔ شبانہ نے کہا کہ یہ صرف انگریزی بول سکتے ہیں۔

یامین زبیری نے مسکرا کر کہا۔ "مسٹر عازم! جو افی کے سیلاب کے آگے بند نہیں باندھ سکتے۔ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ آؤ۔۔۔"

ہم تینوں ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ ہم کوٹھی کی سجاوٹ اور قیمتی ساز و سامان دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ دولت کے نور سے اُن کی امارت ظاہر ہو رہی تھی۔ ملازم کار کی ڈکی سے ہمارا سامان نکال کر لا رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "یہ سامان ڈکی میں رہے تو بہتر ہے۔ ہم نے کل ہانگ کانگ جانیکا پروگرام بنایا ہے!"

یامین زبیری نے کہا۔ "ہاں، تم دونوں کو ملک سے باہر کچھ وقت گزارنا چاہیئے۔ ایک طیارہ تین گھنٹے کے بعد یہاں سے روانہ ہوگا۔ میرا مشورہ ہے کہ ایک دن یہاں گزار لو، پھر چلے جانا!"

شبانہ نے اپنے باپ کی تائید کی۔ لیکن میں جلد از جلد اپنی منزل تک پہنچنا چاہتا تھا۔ ہمارے درمیان بحث شروع ہو گئی۔ آخر مجھے باپ بیٹی کی بات ماننی پڑی۔ سُسرال میں جھکنا ہی پڑتا ہے۔ یامین زبیری نے کہا۔ "عازم! تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ غسل وغیرہ کر کے لباس تبدیل کرو۔ میں شبانہ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں!"

میں ایک ملازم کی رہنمائی میں کمرے تک آیا۔ اُس کا دروازہ کھولا۔ اندر تاریکی تھی۔ تب اندھیرے میں آواز آئی۔ "تم ریوالور کی زد میں ہو۔ واپس جانے کی جُرأت نہ دکھانا، ورنہ بچھتانے کی نوبت نہیں ملے گی۔ سیدھے چلے آؤ۔"

میں نے کھلے ہوئے دروازے کو بند کیا۔ تاریکی میں آیا۔ پھر دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔ اُس کے بعد سوئچ آن ہونے سے روشنی ہو گئی۔ سامنے ایزی چیئر پر ایک شخص ریوالور لئے بیٹھا تھا۔ ریوالور پر سائلنسر لگا ہُوا تھا۔ میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھنا چاہا۔ اُس سے پہلے ہی کسی نے میری دونوں بغلوں میں ہاتھ لے جا کر گردن میں قینچی ڈال دی۔

اُس کمرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی وہاں کی تاریکی سے میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی۔ اس لئے میرے حواس قابو میں تھے۔ مجھے پیچھے سے گردن میں پھنسانے والا شخص قدآور تھا۔ اس کی گرفت بتا رہی تھی کہ بلا کا طاقتور بھی ہے!

اس نے خود ہی کہا۔ "میری گرفت میں آنے کے بعد لوگ مر کر ہی بچا پاتے ہیں۔ کم از کم فائر کرو!"

بے شک وہ شخص زور آور تھا۔ مگر میں بھی ایسا کمزور نہیں تھا کہ اُس کی گرفت میں تڑپنے کی سکت بھی باقی نہ رہتی۔ فائر کا حکم سُنتے ہی میں نے پوری قوت سے اپنے وجود کو فرش کی طرف کھینچا۔ کھٹ کی آواز ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ فائر کرنے والا ایک ساعت کیلئے بوکھلا گیا تھا۔ میں فرش پر لڑھکتا ہُوا ایک تپائی کی طرف گیا۔ دوسری بار فائرنگ کا ہلکا سا کھٹکا ہُوا۔ میرے لڑھکتے رہنے کے باعث نشانہ خطا ہو گیا۔ پھر تیسرے فائر سے پہلے ہی میں نے تپائی اٹھا کر اُس پر اچھال دی۔

اُدھر اُس نے تپائی سے بچنے کی کوشش کی۔ اِدھر میں نے اُٹھ کر اُس پر چھلانگ لگائی۔ اُس سوچ دہن کے پیشِ نظر میں نے سب سے پہلے اُس کے ریوالور والے ہاتھ کو گرفت میں لیا تھا۔ وہ شاید صرف ایک اچھا نشانہ باز تھا، لڑنے کے فن سے واقف نہیں تھا۔ ایک منٹ کی جدوجہد میں میں نے اُس سے ریوالور چھین لیا۔

اب وہ سہما ہُوا ہانپ رہا تھا۔ میں نے اُس شہ زور کو دیکھا جس نے مجھے پیچھے سے گرفت میں لیا تھا۔ وہ فرش پر اوندھا پڑا ہُوا تھا اور اُس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ پہلی فائرنگ کی جو گولی مجھے لگنی چاہیئے تھی، وہ اُس کی کھوپڑی میں سوراخ بنا کر گزر گئی تھی۔

میں نے دوسرے شخص سے پوچھا۔ "یہ کیا چکر ہے؟"

وہ رفتہ رفتہ کے انداز میں بولا۔ "یہ چکر تو میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہا ہے۔ تم کورٹ میرج کے بعد شبانہ کے ساتھ جا کر استنبول گئے۔ یامین صاحب نے استنبول میں اپنے ماتحتوں کو فون کیا کہ تمہیں مار کر کہیں پھینک دیں۔ مگر اب اچھی موت نظر آ رہی ہے!"

وہ تھوک نگل کر بولا۔ "استنبول سے یامین صاحب کے ماتحتوں نے اطلاع دی کہ شبانہ ایک جنرل اسٹور میں شاپنگ کے لئے گئی تھی اور تم ایک ہوٹل کی طرف جا رہے تھے۔ انہوں نے تمہیں ریوالور دکھا کر اپنی کار میں بٹھا لیا۔ وہ تمہیں ہلاک کرنے کسی ویرانے کی طرف لے جا رہے تھے۔ اچانک ایک کار نے اوورٹیک کیا۔ پھر اُن کا راستہ روک دیا۔ اگلی کار سے ایک نوجوان دوشیزہ نے اُتر کر انہیں للکارا۔ اُس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور وہ کار کی آڑ میں کھڑی کہہ رہی تھی۔

"فریاد کو چھوڑ دو۔ ورنہ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی!"

میں فریاد اُس کے سامنے کھڑا ہُوا تھا اور وہ کانچی فریاد کی حمایت شروع کر رہا تھا۔

میں نے پوچھا۔ "وہ دوشیزہ کون تھی؟"

"ہم نہیں جانتے۔ ہمارے آدمیوں نے اُس دوشیزہ سے کہا کہ وہ خون خرابہ نہیں چاہتے۔ اگر وہ عازم کو تنہا کر اس ملک سے باہر چلی جائے تو اسے چھوڑ دیا جائیگا!"

"کیا عازم اُسے جانتا تھا؟"

"صحیح تم ہی تو عازم ہو!"

میں نے ڈانٹ کر کہا۔ "بکواس مت کرو۔ میرے سوال کا جواب دو۔"

"جواب کیا دُوں، ہمارے آدمیوں کا بیان ہے کہ تم نے کار سے نکل کر اُس دوشیزہ سے کہا۔ "ہائے تم کہاں بچھڑ گئی تھیں۔ میں تمہارا فریادی ہوں۔ خُدا کے لئے مجھے ان ظالموں سے بچا لو!"

میں اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ عازم بلا کا چالاک ثابت ہو رہا تھا۔ ایک لڑکی نے اُسے فریاد کہہ کر مخاطب کیا اور اُس نے فوراً ہی اپنی جان بچانے کے لئے تسلیم کر لیا کہ وہ فریاد ہے!

میں نے اس شخص سے کہا۔ "مجھے یہ تو بتاؤ، کیا اُس لڑکی نے اپنا تعارف نہیں کرایا تھا؟"

"نہیں!" اُس شخص نے کہا۔ اُس دوشیزہ نے اُس کی بات سن کر خوشی سے چیختے ہوئے کہا۔ "فریاد! خُدا کا شکر ہے کہ تم نے اپنی رُومانہ کو پہچان لیا۔"

"رومانہ۔۔۔" میں تقریباً چیخ پڑا۔

رُومانہ تو اندھے کنویں میں فنا ہو چکی تھی!

زندگی

ایک اندھا کنواں ہے۔ اس کی گہرائی کا پتہ نہیں چلتا کہ ہم کتنی گہرائی میں ڈوب چکے ہیں ہمیں ایک دوسرے کا پتہ نہیں چلتا۔ میرے سامنے جو شخص سہما ہوا فرش پر بیٹھا تھا۔ اس کی باتوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ رُومانہ اندھے کنویں میں نہیں گری تھی۔

میں نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے اس شخص کا نشانہ لیتے ہوئے پوچھا۔ "سچ سچ بتاؤ کیا تمہارے آدمیوں کو للکارنے والی رُومانہ تھی؟"

وہ ریوالور کو دیکھتے ہوئے تھوک نگلتے ہوئے بولا۔ "مجھے گولی نہ مارو۔ میں خود استنبول میں نہیں تھا۔ وہاں ہمارے آدمیوں نے جو بیان دیا، وہ میں بیان کر رہا ہوں۔ انہوں نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ وہ لڑکی اپنا نام رُومانہ بتا رہی تھی۔"

میں نے پوچھا۔ "تمہارے آدمی عازم کو ہلاک کرنے کسی ویرانے کی طرف لے جا رہے تھے۔ پھر انہوں نے عازم کو رُومانہ کے حوالے کیسے کر دیا؟"

"ایسا کرنے کی بہت سی وجوہات ہیں لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم خود عازم ہو کر یہ باتیں کیوں پوچھ رہے ہو۔ وہ سب کچھ تو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوا تھا!"

"میں عازم نہیں، فریاد ہوں!"

"آئیں!" پہلے تو اس نے بے یقینی سے مجھے دیکھا پھر اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ "ہاں ایسا ہو سکتا ہے جب رُومانہ نے عازم کو فریاد کہہ کر مخاطب کیا تو عازم نے فوراً ہی تسلیم کر لیا کہ وہ فریاد ہے۔ کیا وہ پہلے سے جانتا تھا کہ وہ تمہارا ہمشکل ہے؟"

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "میں نے اور عازم نے ایک دوسرے کو کبھی نہیں دیکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ وہ بہت ہی مکار ہے جو دشمنوں سے بچنے کے لیے فوراً ہی فریاد بن گیا۔"

اس شخص نے کہا۔ "ہمارے آدمی رُومانہ پر فائرنگ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ قریب ہی ایک چھوٹی سی بستی کا پولیس اسٹیشن تھا۔ پھر یہ کہ عازم نے رُومانہ سے شناسائی ظاہر کر کے اور خود کو فریاد کہہ کر ہمارے آدمیوں کو مغالطے میں ڈال دیا تھا۔ وہ لوگ عازم کو چہرے سے نہیں پہچانتے تھے۔ اسے شہر میں شبانہ کی کار سے اترتے دیکھ کر اندازہ لگایا تھا کہ وہی عازم ہو سکتا ہے اور اسی عازم نے خود کو فریاد کہہ کر انہیں الجھا دیا تھا۔ رُومانہ کو بھی بیوقوف بنا کر اس کے ساتھ چلتا بنا۔ وہ تو یہی سمجھ رہی ہوگی کہ تمہیں اپنے ساتھ لے جا رہی ہے۔"

میں نے کن انکھیوں سے اس شہ زور کی جانب دیکھا جس کی کھوپڑی میں سوراخ ہو گیا تھا اور اس کی لاش فرش پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ صرف ایک لمحہ کے لیے میری توجہ ہٹ گئی تھی۔ اس شخص نے اچانک ہی تپائی اٹھا کر مجھ پر حملہ کیا۔ وہ تپائی میرے بائیں بازو پر آ کر لگی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آخری کراہ سنائی دی۔ کیونکہ میری انگلی ٹریگر پر چل گئی تھی۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا تھا۔

خس کم جہاں پاک۔ اب اس کمرے میں صرف مُردہ دشمن تھے۔ میں تیزی سے حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ مجھے یہ سوچ کر خوشی ہو رہی تھی کہ میری رُومانہ زندہ ہے۔ خنکر یا سونیا نے اسے اندھے کنویں میں نہیں گرایا تھا البتہ سونیا نے غلط بیانی سے کام لے کر رُومانہ کو مجھ سے دور کر دیا تھا۔

اسی لیے وہ میری ٹیلی پیتھی کے خلاف تھی۔ میں دوبارہ وہ علم حاصل کر کے رُومانہ کی زندہ سوچوں تک پہنچ سکتا تھا اُنوس کہ رومانہ کو مدد کرنے والی سونیا خود مجھ سے دور ہو گئی تھی۔ پتہ نہیں کہاں ہوگی۔ اپنی سوگھنے کی صلاحیتوں کو کام میں لا کر بھی مجھ تک پہنچ نہیں پا رہی تھی۔

بہرحال اب مجھے رُومانہ کی فکر تھی۔ وہ دھوکا کھا کر عازم کو اسی طرح فریاد سمجھ رہی تھی جس طرح شبانہ مجھے عازم سمجھتے رہنے کے لیے بضد ہو گئی تھی۔ میں تو دیانتداری سے شبانہ کو عازم کی امانت سمجھ کر اس سے کترا رہا تھا۔ پتہ نہیں عازم بھی دیانت دار ہوگا یا نہیں ہے۔"

شبانہ اور عازم کا رومانس صرف اس حد تک تھا کہ انہیں

شادی کے بعد بھی سہاگ رات گزارنے کا موقعہ نہیں ملا تھا رومانہ بھی شبانہ کی طرح کنواری اور اچھوتی تھی۔ بحری جہاز میں ہم ایک دوسرے کے قریب آئے تھے۔ مگر وہ بدن کا تعارف باقی رہ گیا تھا۔ یعنی وہ دونوں ہی منہ زور آندھیاں تھیں۔ ادھر شبانہ مجھے اور اُدھر رومانہ عازم کو بہا کرلے جاسکتی تھیں۔

میں نے آگے بڑھ کر کمرے کا دروازہ کھولا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم کے دروازے تک پہنچ گیا وہاں یامین زبیری اپنی بیٹی شبانہ کو باتوں میں الجھائے ہوئے تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کے آدمی مجھے ٹھکانے لگادیں گے لیکن اس کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ مجھے دروازے پر دیکھتے ہی وہ سہم کر اچھل پڑا۔

شبانہ نے میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

"اپنے ڈیڈی سے پوچھو۔ یہ ریوالور مجھے ہلاک کرنے کے لیے تھا لیکن اب اس کی باقی گولیاں تمہارے مکار باپ کے سینے میں اتریں گی۔"

شبانہ جلدی سے باپ کے سامنے ڈھال بن کر بولی "نہیں عازم، غصہ میں ایسی حماقت نہ کرنا۔ میں کسی حد تک سمجھ گئی ہوں۔ ڈیڈی ہمارا نکاح نامہ منسوخ نہیں کرسکتے۔ اسی لیے تمہیں میری زندگی سے منسوخ کردینا چاہتے ہیں۔ یہ جیسے بھی ہیں میرے باپ ہیں۔ انہیں میری خاطر معاف کردو۔ میں ابھی تمہارے ساتھ یہ گھر چھوڑ دوں گی۔"

"اس کے بعد بھی تمہارے باپ کے کتے میرا پیچھا کریں گے۔"

یامین زبیری نے کہا "ہم... میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی تمہیں نقصان پہنچانے کے متعلق نہیں سوچوں گا۔"

"مسٹر یامین! کیا تم نے اپنی بیٹی کو یہ نہیں بتایا کہ استنبول میں تمہارے آدمیوں نے عازم کو پکڑ لیا تھا، پھر اسے ہلاک کرنے کہیں لے جارہے تھے لیکن اسے فریاد سمجھ کر کسی رومانہ کے حوالے کردیا تھا۔"

"آں... نن... نہیں۔" یامین زبیری اپنی بیٹی سے حقیقت چھپانے کے لیے ہچکچاتے ہوئے بولا "استنبول میں میرے آدمی تمہیں چہرے سے نہیں پہچانتے تھے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ تمہیں اور شبانہ کو میرے پاس لے آئیں لیکن انہوں نے غلطی سے فریاد نامی کسی شخص کو پکڑ لیا تھا۔"

"وہ فریاد میں ہوں۔ تمہارے آدمیوں نے عازم کو پکڑ کر چھوڑ دیا ہے۔"

وہ مجھے شدید حیرانی سے دیکھنے لگا۔ شبانہ میری جانب بڑھتی ہوئی بولی "عازم! تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ڈیڈی کے سامنے ایسی احمقانہ باتیں نہیں کروگے۔ تم فریاد نہیں، عازم ہو۔"

"ٹھہرو شوبی!" یامین زبیری نے کہا "یہ شخص خود کو فریاد کہہ رہا ہے۔ مجھے اس کی باتیں سننے دو۔"

شبانہ جھنجھلا کر بولی "آپ کیا سنیں گے، یہ آپ عازم کے سر کی چوٹ سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اپنی یادداشت کھو بیٹھے ہیں۔ ڈیڈی صاف صاف سن لیجیے۔ میں اپنے معاملات میں آپ کو مداخلت کی اجازت نہیں دوں گی۔ چلو عازم!"

وہ میرے بازو سے آکر لگ گئی۔ میں اسے یقین نہیں دلا سکتا تھا کہ میں فریاد ہوں۔ یقین دلانے والا شخص میری گولی سے ہلاک ہوچکا تھا۔ وہ اپنے باپ کی ہر بات کو فریب سمجھتی۔ اس کے باپ نے مجھے ہلاک کردینے کی جو سازش کی تھی اس کے پیش نظر وہ اعتماد کے قابل نہیں رہا تھا۔

میں نے کہا "مسٹر یامین! صرف اتنا بتادو کہ استنبول میں جو شخص تمہارے آدمیوں کے ہاتھ آیا تھا وہ رومانہ نامی لڑکی کے ساتھ کہاں گیا ہے؟"

وہ سوچنے لگا۔ میں نے تنبیہہ کی "دیکھو غلط نہ کہنا ورنہ شبانہ کا لحاظ کیے بغیر تمہیں گولی مار دوں گا۔"

وہ بولا "میں نے ایک باپ کی حیثیت سے اپنی بیٹی کو جس حد تک تم سے دور رکھنے کی کوشش کرسکتا تھا وہ کرچکا ہوں۔ اب میں شبانہ کے راستے میں نہیں آؤں گا۔ اس لیے سچ کہہ رہا ہوں کہ وہ رومانہ کے ساتھ ہانگ کانگ گیا ہے۔"

میں نے پوچھا "عازم کا پاسپورٹ میرے پاس ہے، وہ کیسے جاسکتا ہے؟"

"ایک بحری جہاز میں ہمارے ایسے لوگ ہیں جو اسے پاسپورٹ کے بغیر کہیں بھی پہنچا دیں گے۔"

"کیا وہ رومانہ کے ساتھ جانے کے لیے راضی ہوگیا تھا؟"

"یقیناً۔ ہمارے آدمی اس وقت تک بندرگاہ میں موجود رہے، جب تک کہ جہاز انہیں لے کر روانہ نہ ہوگیا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی شبانہ کے ساتھ پانچ بجے والی فلائٹ سے جاؤں گا۔ تم ابھی ہمارے لیے سیٹ ریزرو کراؤ۔"

وہ رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں نے سائیلنسر نکال کر ریوالور کو جیب میں رکھ لیا۔ شبانہ نے ایک ملازم کو بلا کر حکم دیا کہ ہمارا سامان واپس ڈکی میں رکھا جائے۔ تھوڑی دیر بعد یامین زبیری نے کہا "سیٹ مل جائے گی۔ تم دونوں کو ابھی ایئرپورٹ جانا ہوگا۔"

میں نے کہا "صرف ہم دونوں نہیں، تم بھی ہمارے ساتھ ایئرپورٹ تک چلو گے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم ہمارے پیچھے کوئی سازش کرو۔"

"اگر تم عازم ہی ہو تو میں تم میاں بیوی کے خلاف پولیس کارروائی نہیں کرسکوں گا۔"

"کوئی اوچھا وار تو کرسکتے ہو۔ بحث نہ کرو۔ چپ چاپ چلو۔"

ہم تینوں کوٹھی کے باہر آگئے۔ شبانہ نے اسٹیئرنگ سنبھالی۔ میں یامین زبیری کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ عام حالات میں سسر اپنے دامادوں پر کڑی نظر رکھتے ہیں، میں بناسپتی داماد اپنے سسر کا پیرو بنا ہوا تھا۔ اگر سسرال والے ایسے ہی ہوتے ہیں تو یہ میری دانشمندی ہے کہ میں نے اب تک شادی نہیں کی، اور نہ ہی کروں گا۔ مجھے عبرت دلانے کے لیے یہی ایک سسر کافی تھا۔

ایئرپورٹ پہنچ کر بھی میں نے یامین زبیری کو اپنے ساتھ رکھا۔ ہم نے ٹکٹ حاصل کرنے کے بعد ایک ریسٹورانٹ میں وقت گزارا۔ وہ بہت مجبور تھا حالانکہ میں اسے ریوالور نہیں دکھا رہا تھا۔ اس کے باوجود اسے اپنی عزت کی خاطر خاموش رہنا پڑا۔ اگر وہ میرے خلاف کچھ کہتا تو اس کی بیٹی میری حمایت پر اتر آتی۔

پانچ بجنے میں... دس منٹ رہ گئے تھے تو میں نے یامین زبیری سے اوداعی مصافحہ کیا۔ شبانہ کی آنکھوں میں آنسو تھے وہ سہاگن بن کر رخصت ہورہی تھی لیکن باپ اسے مسکرا کر رخصت نہیں کررہا تھا۔ میں اسے سہارا دے کر طیارے میں آگیا۔

اپنی سیٹ پر بیٹھنے کے بعد وہ بہت دیر تک اداس رہی۔ جب طیارہ فضا میں بلند ہوگیا تو وہ سرد آہ بھر کر بولی۔ "پتہ نہیں میری تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ کل تک میں اپنے باپ کی لاڈلی بیٹی تھی۔ اور تمہاری جان سے زیادہ عزیز محبوبہ تھی۔ آج ڈیڈی نے مجھے پیار سے رخصت نہیں کیا اور تم خود کو فریاد کہہ کر مجھ سے کترا رہے ہو۔ آہ! آج میں کتنی اکیلی ہوں۔"

وہ سر جھکا کر اپنے آنسو پونچھنے لگی۔ واقعی وہ اپنی زندگی کے عجیب موڑ پر آگئی تھی۔ اس نے باپ کی محبت اور دولت چھوڑ دی تھی۔ عازم کے ساتھ نئی منزل کی طرف چلی تو عازم کی جگہ میں آگیا۔ اب وہ کبھی یقین نہیں کرسکتی تھی کہ میں فریاد ہوں۔ شوہروں کے مزاج شادی کے بعد بدل جاتے ہیں لیکن یہ بات قابل یقین نہیں تھی کہ شوہر جسمانی طور پر بدل گیا ہے۔

میں نے ہولے سے کہا "شبانہ! حوصلہ رکھو اگر میں تمہارا عازم ہوں تو ایک لحاظ سے تمہارا ہی بن کر رہوں گا۔ اب بھی اجنبیت کے باوجود تمہارے ساتھ ہوں اور جب تک تمہارا پیار تمہیں واپس نہیں کروں گا تب تک ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ نظریں اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی۔ آنسوؤں سے دھلی ہوئی غزالی آنکھوں میں ایسی کشش تھی کہ میں نظریں نہ چرا سکا۔ اس کی آنکھیں جیسے بولتی تھیں "میں اکیلی ہوں۔ تم کیسے ہمسفر ہو کر ساتھ ہو اور دور بھی ہو۔ کیا میری آنکھیں تمہیں یونہی پکارتی رہیں گی یہ آواز مجھے اتنی زور سے پکڑ کہ میں مرجاؤں...؟"

سچ تو یہ ہے کہ میں خود اس آزمائش کے دوران مر رہا تھا۔ اب سے پہلے میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ شرافت سے کسی کی امانت کی حفاظت کروں گا۔ مجھے تو یوں لگ رہا تھا جیسے میں اپنے ساتھ ٹائم بم لیے چل رہا ہوں۔ پتہ نہیں وہ کس وقت مجھے دھماکے سے اڑا دے گی۔

وہ ہولے سے بولی "سچ بتاؤ، کیا مجھ میں کوئی کمی ہے؟"

میں نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "اللہ تعالیٰ نے جتنی حسین اور شاہکار صورتیں بنائی ہیں ان میں سے تم ایک ہو۔ تمہارے خوبصورت سے دل میں محبت کا ایک سمندر ہے۔ تم نے پیار کے لیے سنسار چھوڑ دیا۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ تمہیں پانے کے لیے میں بہک بھی سکتا ہوں۔ تم ذرا غور کرو کہ اگر میں عازم ہوں تو کس قدر دیانت دار ہوں کہ تمہیں پرائی لڑکی جان کر خود کو گمشدہ شبانہ کے لیے محفوظ رکھ رہا ہوں۔"

"مجھے یہی تو دکھ ہے کہ تم مجھے پرائی لڑکی سمجھ رہے ہو۔ میں گمشدہ نہیں ہوں، تم ہو۔"

"ایک ہی بات ہے۔ انسان خود کو بھول جاتا ہے تو اس کے لیے ساری دنیا گمشدہ ہوجاتی ہے۔"

"اچھا تو تم تسلیم کررہے ہو کہ تم فریاد نہیں بلکہ خود کو بھولے ہوئے عازم ہو؟"

"میں تمہارا دل نہیں توڑنا چاہتا، اس لیے تسلیم کرلیتا ہوں۔"

"پھر ہانگ کانگ کیوں جارہے ہو؟"

"یہ ثابت کرنے کے لیے کہ تمہارا عازم میری محبوبہ کے ساتھ وہاں گیا ہے۔"

"تم نے بحیثیت فریاد یہ بتایا تھا کہ ہانگ کانگ میں مے یون نامی تمہاری ایک محبوبہ ہے لیکن یہاں استنبول میں کوئی فریاد کسی رومانہ نامی لڑکی کے ساتھ گیا ہے۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فریاد کی دو محبوبائیں ہیں؟"

"دو نہیں تین۔ ایک کا نام سونیا، دوسری کا نام رومانہ اور تیسری کا نام مے یون ہے اور وہ تینوں مجھ سے بچھڑ گئی ہیں۔"

وہ مجھے بیزاری سے یوں دیکھنے لگی جیسے کسی پاگل کی باتیں سُن رہی ہو۔ پھر اس نے کہا۔ "ابھی تو تم اتنے دیانت دار بن رہے تھے کہ مجھے پرائی سمجھ کر ہمکنا نہیں چاہتے تھے۔ اب اتنے فراخدل بے ایمان بن گئے کہ بیک وقت تین محبوبائیں رکھ لیں۔"

"بیک وقت نہیں، بلکہ زندگی کے مختلف موڑ پر ایک ایک لڑکی ایسے حالات میں ملتی گئی کہ میں کسی سے دامن بچا کر گزر نہ سکا۔ لیکن اب تجربات نے بہت کچھ سکھا دیا ہے۔ کسی کے پیار کو دل میں بسا کر میں سنگدل نہیں بن سکتا۔ کسی کو رونے اور تڑپنے کے لیے چھوڑ نہیں سکتا۔"

"میں تمہاری باتیں صرف اس لیے سن رہی ہوں کہ تم صبح کے بھولے ہو، شام کو گھر واپس آجاؤ گے۔ پھر یہ کہ وقت بھی گزر رہا ہے۔ لہٰذا میں بحث برائے بحث کے لیے پوچھ رہی ہوں کہ اگر تم سنگدل اور ہرجائی نہیں ہو تو ان تینوں کو چھوڑ کر ہمارے ملک میں بھٹکنے کیوں آگئے؟"

"تمہارے اس سوال کے پیچھے ایک لمبی داستان ہے۔ تم یقین تو نہیں کرو گی لیکن وقت گزارنے کے لیے ہی سُن لو جب تمہارا عازم تمہیں واپس ملے گا تو میرا یہ فسانہ حقیقت بن جائے گا۔"

میں اسے ابتدا سے اپنی داستانِ حیات سنانے لگا۔ میں نے یہ بھی بتایا کہ میں کبھی ٹیلی پیتھی کا ماسٹر سمجھا جاتا تھا۔ اب بھی یہ علم حاصل کر سکتا ہوں اور اس کے لیے مجھے کہیں اطمینان سے بیٹھ کر کافی وقت گزارنا پڑے گا۔

میری داستان کی طوالت کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ تین برس تین ماہ سے قسط وار بیان کرتا آرہا ہوں اور ابھی اس کا پہلا حصہ بھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ شبانہ کے سامنے میں نے اختصار سے بیان کیا۔ لیکن جب میں نے ایک گھنٹہ بعد پلٹ کر اسے دیکھا تو وہ آنکھیں بند کیے گہری نیند میں ڈوب چکی تھی۔

مجھے ہنسی آگئی۔ وہ مجھے جھوٹا سمجھ رہی تھی۔ میرا اسپیچ سنتے سنتے سو گئی۔ میں نے بھی اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ میں بھی تمام رات کا جاگا ہوا تھا۔ ذرا دیر بعد نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

شام کے سات بجے شبانہ نے مجھے بیدار کیا۔ "عازم اٹھو۔ سیفٹی بیلٹ باندھو۔ ہم دہلی پہنچ گئے ہیں۔"

میں نے آنکھیں کھول کر طیارے کے اندرونی ماحول کو دیکھا پھر جمائی لینے کے بعد سیفٹی بیلٹ باندھنے لگا۔ وہ بولی۔ "تمہیں کچھ ہوش ہے۔ تم دس گھنٹے تک سوتے رہے۔ ہوسٹس کہہ رہی تھی کہ تمہیں اٹھنے کے لیے اٹھایا جاتے لیکن میں نے یہ سوچ کر نہیں اٹھایا کہ شاید میرا کوئی خواب دیکھ کر تمہیں ماضی یاد آجائے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نیند کا نشہ ایسا تھا کہ خواب دیکھنے کا بھی ہوش نہ رہا۔"

وہ مایوس ہو گئی۔ دہلی کے ایئرپورٹ میں ہم نے دو گھنٹے گزارے۔ وہاں میں نے غسل کیا۔ عازم کا ایک بہترین سوٹ پہنا۔ شبانہ نے بھی لباس تبدیل کیا۔ سیاہ اور نارنجی رنگ کے بلاؤز اسکرٹ میں اس کے حسن کی چاندنی نکھر آئی تھی۔ وہ نئے سرے سے میرے سر کے زخموں کو صاف کر کے مرہم پٹی کرنے قریب آئی تو اس کی قربت نے بتایا کہ اس کے نشیب و فراز کمالِ صناعی سے تراشے گئے ہیں اور ہر پیچ و خم میں آگ بھری گئی ہے جس کی آنچ سے میں لرز رہا تھا۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ دل کے چور نے سمجھایا کہ میں خواہ مخواہ پارسا بن رہا ہوں لیکن دماغ سمجھا رہا تھا کہ وہ محبت کی ماری فریب خوردہ ہے۔ اسے فریب نہ دو اور مزید محبوباؤں کی فوج نہ بناؤ ورنہ بُری طرح پچھتاؤ گے۔

دل اور دماغ کے درمیان کش مکش جاری رہی اور مریم پٹی ہو گئی۔ ہم ویٹنگ رُوم سے نکل کر ریسٹورانٹ میں ڈنر کے لیے آئے تو شبانہ نے پوچھا۔ "بہت چپ چپ سے ہو کیا بات ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "تمہاری قربت مجھے اصولوں کی جنت سے نکالنا چاہتی ہے۔ تم ایسا حسین شاہکار ہو جس کے لیے توبہ توڑی جا سکتی ہے۔ لیکن ابھی میں چپ چاپ اپنی خواہشات سے جنگ کر رہا ہوں۔"

وہ سر جھکا کر شرماتی ہوئی بولی۔ "آخر کب تک؟"

"صرف بانگ کانگ پہنچنے تک۔"

وہ خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گئی۔ جب ہم کھانے سے فارغ ہو گئے اور اپنے اپنے اٹیچی اٹھا کر طیارے کی طرف جانے لگے تو پرواز کے لیے ہمارے نام پکارے جا رہے تھے۔ طیارے کی سیڑھیاں چڑھتے وقت میں نے ایئر ہوسٹس ریٹا کو دیکھا۔ اب سے پہلے میں نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ جہاز کا اسٹاف بدل گیا تھا۔ ریٹا دہلی سے بانگ کانگ تک اپنی ڈیوٹی انجام دینے کے لیے جا رہی تھی۔

میں نے اسے پہچان لیا مگر وہ مجھے فراموش کے روپ میں نہیں جانتی تھی۔ مجھے ایک عام مسافر سمجھ کر اس نے خوش آمدید کہا۔ میں اس کے قریب سے گزر کر جانے لگا۔ اتنے میں اس کی آواز سنائی دی۔ "اوہ! اٹ از یو مسٹر نوشرما۔ کیا آپ نے مجھے پہچانا؟"

میں چونک گیا۔ کیا اس نے مجھے اور نوشرما کے طور پر پہچان لیا ہے؟ نہیں یہ کیسے ممکن ہے؟

میں نے فوراً ہی پلٹ کر دیکھا۔ اب مجھے دوسری بار چونکنا

پڑا۔ میرے سامنے طیارے کے داخلی دروازے پر اصلی نوشرما کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ایک حسین عورت ساڑھی پہنے، بالوں کے جوڑے میں پھولوں کی وینی سجائے کھڑی تھی۔

نوشرما نے ریٹا سے کہا۔ "سوری، میں نے تمہیں نہیں پہچانا۔"

"اوہ مسٹر شرما! اتنی جلدی بھول گئے۔ آپ استنبول میں میرے فلیٹ میں آئے تھے۔"

"اچھا۔ تم پانچ دسمبر کی بات کر رہی ہو۔ پولیس اس معاملہ کی تحقیقات کر رہی ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے باتیں کروں گا۔"

میں شبانہ کے ساتھ اپنی سیٹ پر آگیا۔ میرے بائیں طرف مسافروں کے لیے چھوٹی سی گزرگاہ تھی۔ اس کے بعد دو خالی سیٹوں پر نوشرما اپنی ساتھی کے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔ اس کے فرشتوں کو بھی یہ علم نہ تھا کہ جس نقلی نوشرما کی اسے تلاش ہے وہ اس کے قریب ہی بیٹھا ہے۔

اس کی باتوں سے پتہ چلا کہ بانگ کانگ سے استنبول تک تمام ممالک کے پولیس والے میری تلاش میں ہیں۔ چونکہ میرا اصلی روپ انہوں نے نہیں دیکھا تھا اس لیے میں آزادی سے گھوم رہا تھا۔ پندرہ منٹ کے بعد طیارہ فضا میں بلند ہو گیا۔ طیارے کے بہت سے مسافر بدل گئے تھے۔ کتنے ہی نئے چہرے نظر آرہے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ نوشرما بار بار ہماری جانب دیکھ رہا ہے۔

بعد میں پتہ چلا کہ وہ مجھے نہیں، شبانہ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے یاد آیا۔ وہ شروع ہی سے حسن پرست تھا اور شبانہ تو ایسی چیز تھی کہ وہ ارب پتی نوشرما اس کے لیے اپنی دولت کو داؤ پر لگا سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ریٹا اس کے پاس آئی اور بولی۔ "مسٹر شرما! میں آپ کو دیکھتے ہی ذرا دیر کے لیے بھول گئی تھی کہ مجھ سے ملنے والا نوشرما نقلی تھا۔ اس سلسلہ میں استنبول کی پولیس نے مجھ سے بھی سوالات کیے تھے لیکن وہ بہت پہلے ہی میرے فلیٹ سے جا چکا تھا۔"

"تم نے اسے جانے کیوں دیا؟"

"اس نے مجھے خواب آور کافی پلا دی تھی۔ میں نے یہ تمام گڑبڑی بیان پولیس کو دیا ہے۔"

"کیا تم اس کی کوئی خاص پہچان بتا سکتی ہو؟"

"اگر کوئی خاص پہچان ہوتی تو میں آپ کو دیکھ کر دھوکا نہ کھاتی۔ میں تو سمجھی تھی کہ وہی ہے۔"

وہ بیزاری سے بولا۔ "اچھا جاؤ میرے لیے بلیک ڈاگ کی ایک بوتل لے آؤ۔"

ریٹا وہاں سے پلٹ کر ہماری طرف آئی۔ پھر اس نے ہم سے پوچھا۔ "آپ لوگ کیا پینا پسند کریں گے؟"

شبانہ نے کافی کی خواہش کی۔ میں نے ٹھنڈا مشروب طلب کیا۔ ریٹا نے چونک کر مجھے دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا آپ وہسکی وغیرہ سے شغل نہیں کرتے ہیں؟"

"نہیں، میں ایسی چیزوں سے پرہیز کرتا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "مائی گڈنس۔ آپ کی آواز اور لہجہ بالکل اسی کی طرح ہے۔"

"کس کی طرح؟" میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "وہ ایک اجنبی مہمان تھا — آپ ہی کے لہجے میں بولتا تھا۔ میں اسے کبھی نہیں بھول سکوں گی۔"

وہ احکامات کی تعمیل کے لیے چلی گئی۔ شبانہ نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے اس ایئر ہوسٹس کو کسی اجنبی مسافر نے عشق کا روگ لگا دیا ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے نوشرما کی جانب دیکھا۔ وہ اپنی ساتھی سے کچھ کہہ رہا تھا اور اس کی ساتھی کسی قدر چیخ رہی تھی۔ کاش کہ میں سوچ کے ذریعہ اس کی جھلاہٹ کے راز کو سمجھ سکتا۔ میں ایک سگریٹ نکال کر سلگانے لگا۔ اتنے میں نوشرما نے مجھے مخاطب کیا۔

"مسٹر! ایک درخواست ہے۔ میری سیکرٹری آپکی ساتھی سے گفتگو کرنا چاہتی ہے۔ اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو تھوڑی دیر کے لیے سیٹ بدل لیں۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

اس کی خوبصورت سیکرٹری ساڑھی سنبھالتی ہوئی میری سیٹ پر آگئی۔ میں اس کی سیٹ پر جا کر نوشرما کے برابر بیٹھ گیا۔ وہ شبانہ کے پاس بیٹھتی ہوئی بولی۔ "تم اتنی حسین ہو کہ بے اختیار تم سے باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔ میرا نام دانا کماری ہے۔"

نوشرما نے مجھ سے کہا۔ "میں ہندوستان کا ایک ارب پتی تاجر ہوں۔ مجھے نوشرما کہتے ہیں۔ آپ کی تعریف؟"

"میرا نام عازم بیگ ہے اور وہ میری بیوی شبانہ ہے۔"

"بہت خوبصورت ہے۔ یو آر لکی۔"

"خوبصورت بھی ہے اور ایک ارب پتی باپ کی بیٹی بھی ہے۔ اس نے میری خاطر باپ کی دولت کو ٹھکرا دیا ہے۔ لیکن یہ بات وہ آپ کی سیکرٹری کو نہیں بتائے گی۔"

"ہاں۔ محبت کرنے والی عورتیں اپنے باپ کی دولت پر نہیں، صرف شوہر کی محبت پر فخر کرتی ہیں۔ باقی دی وے۔ آپ کا کیا بزنس ہے؟"

میں نے کہا۔ "ابھی تو کچھ نہیں ہے۔ میں بہت زیادہ

آمدنی کی توقع میں بانگ کانگ جارہا ہوں۔"

اس نے کہا۔ "شبانہ جیسی دولت مند باپ کی بیٹی کے اخراجات برداشت کرنے کے لیے آپ کو کم از کم دس ہزار ڈالر ماہانہ کمانا ہوگا کیا آپ کسی قابلِ ذکر صلاحیت کے مالک ہیں؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "فی الحال تو محبت کرنے کی صلاحیت تھی اس لیے شبانہ کا دل جیت لیا۔ اگر اس کے اخراجات برداشت نہ کرسکا تو شاید اسے چھوڑ دوں گا۔"

یہ بات میں نے دنود شرما کی عیاش طبیعت کو سمجھتے ہوئے کہی تھی۔ وہ فوراً ہی کھل گیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا آپ سنجیدگی سے یہ بات کہہ رہے ہیں؟"

"بے شک۔ جو لوگ قیمتی کار اور پیٹرول کے اخراجات برداشت نہیں کرسکتے بالآخر اس کار کو فروخت کردیتے ہیں۔"

وہ آہستگی سے بولا۔ "یہ بات اب کسی سے نہ کہنا۔ میں بانگ کانگ پہنچ کر تمہیں اتنی رقم دوں گا کہ تم نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی۔"

میں زیرِ لب مسکرانے لگا۔ انسان کی فطرت کو سمجھنے کے لیے ٹیلی پیتھی کا علم ضروری نہیں ہے۔ آپ اپنے اگلے والے سے اس کے مطلب کی باتیں کریں تو وہ جلد ہی کھلی کتاب کی طرح خود کو پیش کردے گا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ "اچھا بیٹے! میں بانگ کانگ پہنچ کر تمہاری سودے بازی کا جواب دوں گا۔"

اتنے میں ریٹا ایک ٹرالی کے ساتھ آگئی۔ اس نے وہسکی کی بوتل اور گلاس شرما کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "آہا... آپ لوگوں نے سیٹ بدل لی ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ مسافروں کو ایک دوسرے سے دوستی کرنی چاہیے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے مشروب کا گلاس میری طرف بڑھا دیا۔ دنود شرما نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیا؟ آپ وہسکی نہیں پئیں گے؟"

"میں شراب نہیں صرف شربت پیتا ہوں۔"

ریٹا نے کہا۔ "مسٹر شرما! مجھے یاد آیا۔ وہ نقلی دنود شرما تھا، وہ بھی شراب نہیں پیتا تھا۔ میں نے سفر کے دوران اس سے وہسکی کے لیے پوچھا تو اس نے شربت طلب کیا تھا۔"

شرما نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مسٹر عازم بھی شراب نہیں پیتے ہیں۔ کیوں نہ ہم انہیں وہی ہیروپیا سمجھ لیں؟"

ریٹا نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا۔ پھر مسکرا کر بولی۔ "اوہ نو۔ مسٹر عازم ایک شریف انسان ہیں۔ مسٹر شرما! اس ہیروپیے نے بے شک آپ کو پریشان کیا تھا لیکن میں یہ عرض کروں گی کہ وہ بذاتِ خود بے حد شریف اور زبان کا دھنی تھا۔"

شرما نے ناگواری کا اظہار کیا، میں نے پوچھا۔ "شرما صاحب کو پریشان کرنے والا شریف کیسے ہوسکتا ہے؟"

وہ بولی۔ "آپ یقین کریں۔ اس ہیروپیے نے میرے فلیٹ سے جاتے وقت کوئی چیز نہیں چرائی، میں بے خبر سو رہی تھی۔ وہ میرے سینے پر پانچ ہزار ڈالر کی گڈیاں رکھ کر چلا گیا۔ مائی گڈنس۔ میں اسے کبھی نہیں بھولوں گی۔"

شرما نے کہا۔ "تمہارے یاد کرتے رہنے سے وہ آنہیں جائے گا، اور آبھی جائے تو پہچانا نہیں جائے گا۔"

ریٹا نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا پھر بولی۔ "عورت جب تنہائی میں کسی کو یاد کرنے بیٹھتی ہے تو کانوں میں اس کا لب ولہجہ بھولے ہوئے سبق کی طرح یاد آتا رہتا ہے۔ میں نقار خانہ میں بھی اس کی آواز پہچان لوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ مجھے دیکھتے ہوئے چلی گئی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے پہچان چکی ہے یا پھر پہچاننے کی کوشش کررہی ہے۔ میرے سامنے دعویٰ کرنے کا مطلب یہ ہوسکتا تھا کہ میں اس کی باتوں سے قائل ہوکر اس کے سامنے کھل جاؤں۔ لیکن میں بے حس اور انجان بنا بیٹھا رہا۔

اس دوران دنود شرما بھلا پیگ حلق سے اتار چکا تھا اس نے دوسرا پیگ بناتے ہوئے کہا۔ "میں اس ہیروپیے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے پوچھا۔ "آخر قصہ کیا ہے؟"

"وہ بدمعاش میرے ہیروپ میں مجھے اور میرے آدمیوں کو بیوقوف بناتا رہا۔ پھر میرا پاسپورٹ لے کر بانگ کانگ سے استنبول چلا گیا۔"

میں نے کہا۔ "اسے استنبول کے ایئرپورٹ پر پکڑا جاسکتا تھا۔"

"مجھے پولیس کو اطلاع دینے کا موقع ہی نہیں ملا۔ رُعنا نامی ایک لڑکی نے مجھے اپنے کاٹیج میں قید کردیا تھا۔"

"تعجب ہے۔" میں نے پوچھا۔ "آپ مرد ہوکر ایک لڑکی کے سامنے کیسے بے بس ہوگئے؟"

وہ ایک گھونٹ پی کر بولا۔ "وہ لڑکی نہیں، پٹاخہ تھی۔ میں سمجھا کہ وہ مجھ پر مرمٹی ہے۔ میں اس کے ساتھ موج کرنے کے لیے گیا تو کاٹیج میں اس کے آدمیوں نے مجھے پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا۔"

وہ دوسرا گھونٹ پی کر بولا۔ "حسین عورتوں کو حاصل کرنے کی ہوس ختم نہیں ہوتی۔ اس ہوس نے مجھے بارہا نقصان پہنچایا ہے۔ میں اس لڑکی کو حاصل کرکے ہی رہوں گا۔"

"کون سی لڑکی؟"

"وہی رُعنا۔ پولیس والے اس کی تلاش میں ہیں۔ اس کی کوئی تصویر حاصل نہ ہوسکی ورنہ استنبول میں ہی پکڑی جاتی۔"

"آپ رُعنا کے کاٹیج سے فرار کیسے ہوئے تھے؟"

"وہ خود ہی اپنے آدمیوں سے بول کر گئی تھی کہ مجھے آٹھ گھنٹے کے بعد چھوڑ دیا جائے۔ وہ اس ہیروپیے کی دیوانی تھی۔ اسی کے پیچھے استنبول گئی تھی۔ اب واپس بانگ کانگ آئے گی، تو پکڑی جائے گی۔"

میں نے سوچا۔ وہ بحری جہاز سے آرہی ہے۔ اسے بانگ کانگ پہنچنے میں بیس پچیس دن لگ ہی جائیں گے۔ اس وقت تک میں اس کی حفاظت کی کوئی تدبیر سوچ لوں گا۔

رُعنا کے متعلق سوچتے وقت پھر مجھے خیال آیا کہ عازم مکار ہے۔ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے۔ اگر وہ فرہاد ہی بنا رہا تو شیریں فریب میں آکر میرا پیدا اس کے حوالے کردے گی پھر کیا ہوگا؟ کیا آئندہ کبھی وہ مجھے فرہاد یا اپنے محبوب کی حیثیت سے قبول کرے گی؟

میں نے ایک سانس میں شربت کا گلاس خالی کردیا۔ اِدھر میرے اور شبانہ کے ساتھ کیا ہوگا؟ اُدھر رُعنا اور عازم کے ساتھ کیا ہورہا ہوگا؟ یہ میں نہیں جان سکتا تھا۔ افسوس کہ ٹیلی پیتھی کی راہ دوبارہ تلاش کرنے کے لیے مجھے تنہائی کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

شرما بڑبڑا رہا تھا۔ "وہ ہیروپیا یقیناً خوبرو اور پُرکشش شخصیت کا مالک ہوگا۔ تب ہی اس پر حسین لڑکیاں مرتی ہیں۔ وہاں پولیس والوں نے تحقیقات شروع کی تو اس کی ایک اور محبوبہ دریافت ہوگی۔ اس کا نام مے یون...؟"

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ پینے میں مصروف تھا۔ میرے اضطراب کو نہ سمجھ سکا کہنے لگا۔ "آہ! اس ننھی سی چینی دوشیزہ نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ میں اسے کبھی بھلا نہ سکوں گا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا وہ بانگ کانگ میں ہے؟"

اس نے مجھے دیکھا۔ ایک گہری سانس لی پھر کہا۔ "ہوس نے میرے منہ پر زبردست طمانچہ مارا ہے۔ ہوائیوں کا انٹرپول کے ایک جاسوس نے ایک بوڑھی عورت کا پتہ لگایا۔ وہ بہت لالچی تھی۔ اس نے بتایا کہ مے یون ایک اجنبی کے ساتھ اس کے گھر آئی تھی، وہ اجنبی ایک دن اور ایک رات اس کے ساتھ گزارنے کے بعد کہیں چلا گیا۔ وہ اس کی واپسی کا انتظار کرتی رہی۔ پھر ایک دن یہ کہہ کر چلی گئی کہ فریدہ واپس آئے تو اسے روک کر رکھنا۔ وہ اپنے خاندان والوں سے مل کر دوسرے دن آجائے گی۔

پھر پتہ چلا کہ بانگ کانگ کے ساحل پر اس کا بھائی اور اس کی بہن ایک کشتی میں رہتے ہیں۔ میں نے اس بڑھیا کے ہاتھوں کچھ رقم بڑے نوٹ رکھے۔ وہ میرے منصوبے کے مطابق مے یون کے پاس گئی اور اسے بتایا کہ اس کا فریدہ واپس آگیا ہے اور ایک کشتی میں اس کا انتظار کررہا ہے۔

وہ دیوانہ وار بھاگتی ہوئی میری کشتی میں آگئی۔ میں کشتی پر بالوں کے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے کیبن میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اندر آتے ہی ٹھٹھک گئی۔ بڑھیا نے بتایا کہ وہ بیمار ہے۔ میں نے دیکھا وہ ہانپ رہی تھی اور نقاہت سے کانپ رہی تھی۔ بیمار حسن بڑا ہی دلکش تھا۔ بے اختیار اس پر دل آگیا۔ میں نے کہا۔ "آؤ بیٹھو۔"

وہ کمزوری کے باعث فرشی بستر پر گر پڑی۔ "فریدہ! میرے دیوتا تم کہاں رہ گئے تھے؟"

میں نے کہا۔ "تمہارے دیوتا کو پولیس تلاش کررہی ہے اور اب تم بھی پولیس کی حراست میں ہو۔"

وہ گھبرا کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا دیوتا میرے ہی حلیے اپ میں یہاں سے فرار ہوا ہے۔ تم مجھے دیوتا سمجھ رہی ہو نا؟"

اس نے پریشان ہوکر اٹھنے کی کوشش کی مگر پھر گر پڑی۔ اس ہیروپیے میں پتہ نہیں کیسی کشش تھی کہ اسے وہاں تک کھینچ لائی تھی ورنہ اس میں چلنے پھرنے کی بھی سکت نہ تھی۔

میں نے بڑھیا کو بھگا دیا۔ کشتی کو کوؤن کی طرف لے جانے کا حکم دیا۔ وہ بخار میں لرزتی ہوئی کہہ رہی تھی۔ "مجھے جانے دو۔ وہ ضرور واپس آئے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہارے پیروں میں جانے کی قوت ہے تو چلی جاؤ۔ میں شراب اور شباب کو اپنے ہاتھوں سے کبھی نہیں جانے دیتا۔"

میں ہنستے ہوئے شراب کا ایک پیگ بنانے لگا۔ ہائے یہ جوانی کیا چیز ہے۔ انسان کو اندھا کردیتی ہے۔ میں کھلی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا کہ وہ بیمار، کمزور اور مجبور ہے۔ میں صرف اپنی ہوس کی تکمیل چاہتا تھا۔

دنود شرما کی باتیں سن کر میں غصہ سے کھول رہا تھا۔ میرے تصور میں محبت کی ماری بیمار مے یون میرے لیے تڑپ رہی تھی، اور شرما اس کے جسم سے کھیلنے کی باتیں کررہا تھا۔ میں نے مٹھیاں بھینچ لیں مگر صبر سے ستا رہا کہ اگر مے یون کا انجام بُرا ہوا تو دنود شرما اسی طیارے میں میرے ہاتھوں کتے کی موت مرے گا۔

وہ کہنے لگا۔ "بانگ کانگ کی شام تھی، شباب تھا اور شراب تھی۔ اور دل میں انتقام کی آگ بھی بھڑک رہی تھی کہ میں اس ہیروپیے کی ہر محبوبہ کی ایسی تیسی کردوں گا۔ تب وہ روتی ہوئی بولی۔ "میں صرف دیوتا کے لیے ہوں مجھے کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ میں مرجاؤں گی۔ میں مرجاؤں گی۔"

میں نے پہلا پیگ خالی کرنے کے بعد اسے دیکھا تو میرے

شرابی ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس کی آنسو بھری آنکھیں جیسے میرے دل میں چبھنے لگیں۔ حالانکہ وہ پہلے سے رو رہی تھی لیکن وہسکی کے ایک پیگ کے ایک جھٹکے نے مجھے وہاں سے آرتی کے پاس پہنچا دیا۔

آرتی بھی مے یون کی طرح نخلے سے قد کی بھولی بھالی سی لڑکی تھی۔ اسے چند غنڈے اغوا کر لے گئے تھے۔ میں پولیس کی مدد لے کر جب ایک کھنڈر میں پہنچا تو غنڈے اس کی آبرو لوٹ چکے تھے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی چیخ کر بولی "بھیا! میرے پاس مت آؤ۔"

ہاں وہ میری چھوٹی بہن تھی۔ اس کے سوا میرا دنیا میں اپنا سگا کوئی نہ تھا۔ میں اسے جان سے زیادہ چاہتا تھا۔ میں اس کے قریب گیا تو مارے شرم کے اس نے اپنا سر سینے پر دے مارا۔ میں نے اسے پکڑ کر سمجھایا۔ "میری بہنا! اب تم اپنے بھیا کی پناہ میں ہو۔"

میں نے اسے بازوؤں میں چھپانا چاہا مگر وہ مر چکی تھی۔ آہ! اس سے پتہ چلا کہ عورت حیا سے بھی مر جاتی ہے۔ جیتے جی اپنے بھائی اور باپ کو منہ نہیں دکھا سکتی۔۔۔۔"

دو نو شرما کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ پی رہا تھا مگر اس کے اندر سے ایک سچا انسان بول رہا تھا۔ میں نے تشنی آنکھوں سے دیکھا تو فرش بستر پر پڑی ہوئی لڑکی کبھی مجھے مے یون نظر آئی، کبھی آرتی دکھائی دی۔ میرے ضمیر نے مجھے جھنجھوڑ کر کہا۔ مے یون بھی کسی کی بہن ہوگی اور ابھی آرتی کی طرح اس کی عزت لٹے گی۔

میرے ہاتھ سے شراب کا جام چھوٹ گیا۔ میں نے مے یون کے پاس آ کر فرش پر گھٹنے ٹیک دیئے۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ وہ اکھڑی اکھڑی سی سانسیں لے رہی تھی۔ میں نے اس کے بازوؤں کو تھام کر کہا۔ "مے یون! میں شیطان نہیں انسان ہوں، اور انسانوں کی بہنیں بھی ہوا کرتی ہیں۔ میں ابھی تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گا میری بہنا۔۔۔"

یہ کہہ کر میں نے اسے سینے سے لگا لیا۔ وہ چپ تھی۔ جب میں نے آرتی کو اپنے بازوؤں میں چھپایا تھا۔ تب وہ بھی اسی طرح چپ تھی۔ میں نے گھبرا کر اسے آواز دی۔ "مے یون! میں بہت دُکھی ہوں مگر بہن کی محبت سے خالی ہوں۔ مجھے بھائی کہہ کر آواز دو۔ آرتی۔۔۔"

مگر وہ چپ تھی۔ میری آواز سے بہت دور جا چکی تھی۔ میری بات سمجھ رہے ہو نا۔ میری۔ میری دوسری آرتی بھی میرے بازوؤں میں دم توڑ چکی تھی۔۔۔"

دو نو شرما کی آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے۔ وہ اپنی آستین سے آنکھیں پونچھنے لگا۔

اور میں۔۔۔ میں تو اپنے آپ کو بھول چکا تھا میری آنکھوں کے سامنے جو اندھیرا چھا گیا تھا اس اندھیرے میں صرف مے یون کی لاش نظر آ رہی تھی۔ وہ مر چکی تھی۔ مگر اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور میرے کانوں میں آواز آ رہی تھی ؎

ہم نے تو بعد مرگ بھی رکھا وفا کا پاس!
آنکھیں کھلی ہوئی تھیں تیرے انتظار میں

میرے دل پر گھونسے لگ رہے تھے۔ اسے چھوڑ کر آتے وقت میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بھری جوانی میں اسے بیماری چاٹ جائے گی۔ اور مجھے وعدے کے مطابق پہنچنے میں دیر ہو جائے گی، مگر میں کیا کروں، یہ میں اس دیوانی لڑکی کو فارموسا سے بانگ کانگ تک سمجھا تا آیا تھا کہ میرا خیال دل سے نکال دے۔ مجھ سے سوتیا بیمی عورت ہی دل لگا سکتی ہے یعنی ایسی عورت جو میری جدائی کو ہنستے ہنستے سہہ لے اور اپنے حوصلوں سے تنہا زندہ رہ سکے۔

میں جانتا ہوں مے یون کو بیماری نے نہیں میری جدائی کے دکھ نے مارا ہے۔ وہ لڑکی جس کی روح کی غذا صرف محبت تھی، محبت کے بغیر زندہ نہ رہ سکی۔

میرے اور شرما کے درمیان بڑی دیر تک خاموشی ہی شراب کا چہرہ گہرے صدمے کی تصویر بنا ہوا تھا۔ اس وقت میرے دل میں اس کے لیے ہمدردی اور محبت پیدا ہوئی، کیونکہ اس نے مے یون کو آرتی سمجھ کر اس کے آخری لمحات کو آسان بنا دیا تھا۔

اس نے ایک نیا پیگ بناتے ہوئے کہا۔ "میں عیاش ہوں اور شاید اپنی جوانی کی آخری سانس تک عیاشی کرتا رہوں گا لیکن آرتی اور مے یون کی موت نے مجھے سمجھا دیا ہے کہ مجبور لڑکیوں کو مجبوریوں سے نہیں کھیلنا چاہیئے۔ جو راضی خوشی آئے اس سے لو خوشی سودا کرو ورنہ ایسے حسن و شباب کو ذہن سے نکال دو۔"

وہ ایک گھونٹ پی کر میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "میں شبانہ کو دیکھ کر میں پھر بہک رہا ہوں۔ میں نے اپنی سیکرٹری کو اس مقصد کے لیے شبانہ کے پاس بھیجا ہے کہ وہ تم دونوں کے حالات معلوم کرے۔ اگر وہ خریدی جا سکتی ہے تو میں بڑی سے بڑی قیمت ادا کروں گا ورنہ اس کا خیال دل سے نکال دوں گا۔"

میں نے کہا۔ "مسٹر شرما! میں نے تمہاری نگاہوں سے یہ سمجھ لیا تھا کہ تم عیاش ہو لیکن اب تمہارے اندر کے انسان کو دیکھ کر صاف کہہ دوں کہ میں تمہیں بے وقوف بنا رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں بیوی کو فروخت کرنے والا بے غیرت آدمی نہیں ہوں۔ اگر خریدار لڑکی کا انداز دیکھ کر غصہ آ رہا تھا۔ میں تم سے زر قیمت لے لیتا، لیکن تمہارے اندر چھپی ہوئی شرافت نے مجھے دشمن سے دوست بنا دیا ہے۔"

وہ مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر گہری سنجیدگی سے بولا۔ "تم نے مجھ سے حقیقت بیان کر دی۔ یہ اچھا ہی ہوا۔ اگر انتقام لیتے تو بہتر ہوتا۔ اس طرح مجھے پھر ایک ٹھوکر لگتی۔ پھر شاید میں کبھی کسی غیر کی بیوی کو بُری نظر سے نہ دیکھتا۔"

"مسٹر شرما! انسان بار بار توبہ کرتا ہے اور پھر توڑ دیتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہمیں اپنی عورت سے زیادہ پرائی عورت حسین اور دلربا لگتی ہے۔ میں خود یہ کوشش کرتا ہوں کہ حسین عورتوں سے دور رہوں لیکن۔۔۔۔"

میں نے بات ادھوری چھوڑ کر دور بیٹھی ہوئی شبانہ کی طرف دیکھا۔ اس حسینہ سے دور رہنے کی کوشش کرنے کے باوجود وہ مجھے اس سے قریب کرتے جا رہے تھے۔

شرما نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "میں سمجھ گیا۔ ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ ہم توبہ کرتے ہیں اور توڑتے ہیں۔ مگر یار! یہ بات ہے کہ تم شراب نہیں پیتے۔"

میں نے کہا۔ "شباب کا نشہ کیا کم ہے۔ میں تو اسی ایک نشہ پر پھپھڑا نا چاہتا ہوں۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ آؤ مجھ سے دوستی کی ابتدا ایک جام سے کرو۔"

"جام تو خالی ہو جاتے ہیں مگر دوستی کبھی خالی نہیں جاتی مجھے تم سے دوستی کرو۔"

اتنے میں شرما کی سیکرٹری واپس اپنی جگہ سے اٹھ کر آئی اور بولی۔ "مسٹر عازم! آپ کی وائف آپ کی ضرورت محسوس کر رہی ہیں۔"

میں نے واپسی کے لیے سیٹ خالی کر دی۔ شرما نے کہا۔ "تم میاں بیوی ہانگ کانگ میں میرے مہمان رہو گے۔"

میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوا شبانہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ شبانہ نے کہا۔ "یہ ہندوستانی لڑکی بہت اچھی ہے۔ بڑی پیاری باتیں کرتی ہے۔"

"ہاں مسٹر شرما بھی بہت اچھے ہیں۔ دل کو چھو لینے والی باتیں کرتے ہیں۔"

"واپسی نے دعوت دی ہے کہ ہم ہانگ کانگ میں ان کے مہمان رہیں۔"

"بہت خوب! شرما نے بھی مجھ سے یہی کہا ہے۔"

"آخر وہ ہم سے اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں؟"

"ہم سے نہیں تم سے۔ میں بے چارہ مرد ہوں۔ مجھ سے کون مارے گا۔"

"میں۔۔۔" وہ میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتی ہوئی مسکرانے لگی۔ اس کا گلابی گلابی سا ہاتھ گرم تھا، نرم تھا۔ مخمل جیسی ملائم انگلیوں کے ناخنوں کی پالش چمکیلی تھی اور خون کی طرح سرخ تھی اور مجھ پر جیسے شب خون مار رہی تھی۔ میرے لہو کی حرارت بڑھنے لگی۔

میں نے بڑی آہستگی سے ہاتھ چھڑانا چاہا تو وہ اپنی گرفت مضبوط کرتی ہوئی بولی۔ "تم تو یوں کترا رہے ہو جیسے میں تمہیں کہیں بھگا کر لے جا رہی ہوں۔"

"تقدیر ہم دونوں کو بھگا رہی ہے۔ ہانگ کانگ پہنچ کر حقیقت کھلے گی کہ کون سی منزل کس کی ہے۔"

"تم پھر وہی عازم اور فرہاد والی بحث چھیڑنا چاہتے ہو۔"

"نہیں بات سے بات نکل گئی اس لیے کہہ دیا۔ میں جب تک خود کو فرہاد ثابت نہیں کروں گا اس وقت تک تمہارا عازم بنا رہوں گا اور اس سلسلہ میں بحث نہیں کروں گا۔"

"اور مجھ سے ہاتھ بھی چھڑاتے رہو گے۔"

میں نے دھڑکتے ہوئے ارمانوں سے اپنے ہاتھ کو دیکھا جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ پھر مسکرا کر کہا۔ "اچھا کیا یاد کرو گی۔ جاؤ یہ ہاتھ میں نے تمہیں سونپ دیا۔ سنبھال کر رکھنا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر اس نے میرا ہاتھ اٹھا کر اپنے رخسار پر رکھ لیا۔ اس کے شفاف رخساروں پر جوانی کی دھوپ تھی۔ میرا ہاتھ تپنے لگا۔ وہ دھوپ میرے دل تک پہنچ رہی تھی۔ میں نے تپش سے بچنے کے لیے پوچھا۔ "یہ کیا حرکت ہے؟"

"نو آرگومنٹس"۔ وہ بولی۔ "یہ ہاتھ تم نے مجھے سونپ دیا ہے تمہیں کچھ پوچھنے کا حق نہیں ہے۔"

میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ پتہ نہیں ایسے وقت میرا ردِ عمل کیا ہوتا۔ اس سے پہلے ہی وہ میرے ہاتھ کو چھوڑتی ہوئی بولی۔ "تمہارا تو کچھ نہیں بگڑ رہا ہے۔ میں بگڑتی جا رہی ہوں۔ تم یہ پتھر کیسے بن گئے ہو؟"

"میں پتھر نہیں ہوں۔ میرے سینے میں بھی دل مچل رہا ہے بات صرف اتنی سی ہے کہ میں اپنی قوتِ برداشت کو آزما رہا ہوں۔"

وہ چپ رہی۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔ غضب کا حسن تھا۔ دیکھنے والی نگاہوں کو اس کے وجود کا ہزار ویں پکارتا تھا۔ میں تیزی سے چلتا ہوا طیارے کے آخری سرے میں آیا۔ پھر ٹائلٹ کے اندر چلا گیا۔

پندرہ منٹ کے بعد میں باہر آیا۔ چھوٹی سی راہداری کے دوسری طرف کچن اور ایئر ہوسٹس وغیرہ کے کیبن بنے ہوئے تھے۔ ریٹا ایک کیبن کے دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ مسکرا کر بولی۔ "ہیلو کیا تم میرے اکاؤنٹ میں کافی پینا پسند کرو گے؟"

"سوری! ابھی کافی کی خواہش نہیں ہے۔"

"لیکن میری خواہش ہے کہ میں تم سے دو چار باتیں کروں۔"

وہ دروازے پر ایک جانب سمٹ گئی۔ میرے گزرنے کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ میں کیبن کے اندر آیا۔ وہ دروازہ بند کرنے کے بعد پلٹ کر بولی۔ "ہیلو مسٹر نودشرما۔۔۔!"

وہ مجھے چونکا دینا چاہتی تھی۔ میں نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "تم بھول رہی ہو۔ نودشرما پسنجر کے دوسری جانب والی سیٹ پر بیٹھا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں بھی اصلی نہیں نقلی نودشرما سے مخاطب ہوں۔"

میں نے غصہ سے کہا۔ "کیا تم مجھے ایک ناکردہ جرم میں ملوث کرنا چاہتی ہو؟"

وہ بدستور مسکرا کر بولی۔ "نہیں دوست! میں اپنی ندامت کا اظہار کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے تمہارے بیس ہزار ڈالر ہضم کرنے کی کوشش کی۔ تم میری غفلت سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ میرے جسم سے کھیل سکتے تھے۔ پورے بیس ہزار ڈالر لے جا سکتے تھے لیکن تم اپنے وعدے کے مطابق کمیشن کے پانچ ہزار ڈالر میرے لیے چھوڑ گئے تم ایک عظیم انسان ہو اور میں تمہیں پہچاننے میں غلطی نہیں کر سکتی۔"

میں نے انجان بن کر کہا۔ "کیا میرا لب و لہجہ نقلی نودشرما جیسا ہے؟"

"ہاں۔ تم انجان نہ بنو۔"

"تمہیں اپنی یادداشت پر ضرورت سے زیادہ اعتماد ہے۔ اگر میں وہ ہوتا تو حیل و حجت کے بغیر تسلیم کر لیتا کیونکہ تم اس کی دشمن نہیں دوست ہو اور اس کی قدر کر رہی ہو لیکن میں عازم کے بجائے نقلی نودشرما بن کر اپنی قدر نہیں کرانا چاہتا۔"

"مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ تمہارا نام عازم ہے لیکن تمہاری شخصیت کا دوسرا پہلو وہی ہے جو میں جانتی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "تمہاری غلط فہمی دور ہو سکتی ہے۔ تم میری وائف شبانہ سے جا کر پوچھو۔ میرا پاسپورٹ دیکھو۔ تمہیں معلوم ہو گا کہ میں آنقرہ کا باشندہ ہوں اور پاسپورٹ کے مطابق پہلی بار بیرونی ممالک کا سفر کر رہا ہوں۔"

"نودشرما کا پاسپورٹ بھی درست تھا صرف تم غلط تھے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں عازم کے پاسپورٹ پر نقلی عازم بن کر سفر کر رہا ہوں؟"

"ایسا ممکن ہے۔ تم زبردست ہر حیثیت ہو۔"

"تو پھر میرے چہرے پر ڈینٹنگ کریم لگا کر دیکھو میں میک اپ میں نہیں ہوں۔"

وہ میرے سانسوں کے قریب آ گئی۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر میرے چہرے کو چھونے اور ٹٹولنے لگی۔ پھر بے یقینی سے بولی۔ "ہو سکتا ہے کہ تم نے ماسک والا میک اپ کیا ہو۔"

میں نے کہا۔ "ماسک کا جوڑ گردن پر بالوں کے نیچے پیچھے اور شانوں پر لباس کے نیچے ہوتا ہے۔ تم اس کی بھی تسلی کر لو۔"

میں نے کوٹ اتارا۔ نکٹائی کھولی۔ قمیض کے بٹن بھی کھول دیئے۔ وہ میرے گریبان میں ہاتھ ڈال کر میرے شانوں کو ٹٹولنے لگی۔ بڑے بوڑھے سچ کہتے ہیں کہ کسی کو اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالنے کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔

ایسی بات نہیں ہے کہ میں اچانک بہت زیادہ بارسا بن گیا تھا اور ہر عورت سے کترانا شروع کر دیا تھا۔ شبانہ کو پرائی امانت سمجھ کر اس کے ساتھ دیانتداری سے رہنے کے لیے میں اپنی ہوس کا رُخ ریٹا کی جانب موڑ سکتا تھا لیکن میرے دل و دماغ پر شے یون کی ابدی جدائی کا صدمہ تھا اور اس وقت میں دنیا کی کسی عورت سے بھی دلچسپی نہیں لے سکتا تھا۔

ریٹا نے کہا۔ "لوگ میرے قریب آنے کے لیے ترستے ہیں لیکن تمہارے کترانے کا انداز جنگلی کھارہا ہے کہ تم وہی ہو۔ اس نے بھی میرے فلیٹ میں میرے ساتھ رات گزاری مگر مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔"

"تم گھوم پھر کر مجھے وہی ہر دیا سمجھ لیتی ہو۔ دنیا میں بے خطا لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پرائی عورتوں سے دور رہتے ہیں۔"

"لیکن لب و لہجہ بھی وہی، انداز بھی وہی، علامات بھی وہی ہیں۔ اچھا اگر تم عازم ہو۔ ترکی باشندے ہو تو ترکی زبان بولو۔"

میں چکرا گیا۔ اس نے میری دکھتی رگ پکڑ لی تھی۔ اب اگر میں کہتا ہوں کہ میں بحیثیت عازم یادداشت کھو بیٹھا ہوں تو یہ بات ناقابل یقین ہوتی کہ عازم اپنی مادری زبان بھول کر صرف انگریزی بولتا ہے۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ مجھے سنبھلنے کا موقع مل گیا۔ ریٹا میرے پاس سے پلٹ کر گئی۔ پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔ کھلے ہوئے دروازے پر شبانہ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ میری حالت دیکھ کر پہلے تو سکتے میں رہ گئی کیونکہ میرا کوٹ اترا ہوا تھا نکٹائی اور قمیض کے بٹن کھلے ہوئے تھے اور میں ایک جوان عورت کے کمرے میں بند تھا۔

وہ غصہ سے مٹھیاں بھینچتی ہوئی بولی۔ "اچھا تو یہاں رنگ رلیاں منائی جا رہی ہیں۔ بدکار ہو جائی اگر تمہارا معیار یہی ایرہوسٹس تھی تو تم نے مجھ سے شادی کیوں کی؟"

میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ "تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"خبردار! میرے قریب نہ آنا۔" وہ پیچھے ہٹ کر دروازے

سے لگ گئی۔

"شبانہ! مجھ سے قسم لے لو۔ میں نے اس عورت کو ہاتھ تک نہیں لگایا ہے۔"

وہ ہاتھ نیچا کر کے بولی۔ "تبھی اس کی لپ اسٹک تمہارے چہرے پر نظر آ رہی ہے۔ جھوٹے، مکار، فریبی۔۔۔"

میں نے گال پر ہاتھ لگا کر دیکھا تو میری انگلیوں پر لپ اسٹک کی لالی آ گئی۔ میں نے غصہ سے ریٹا کو مخاطب کیا۔ "دیکھو تمہاری بے باکیوں نے ہمارے درمیان کیسی غلط فہمی پیدا کر دی ہے اب میں کیسے یقین دلاؤں کہ میں تم سے کترا رہا تھا۔"

شبانہ طنزیہ انداز میں بولی۔ "اچھا کترانے کے لیے تم نے یہ لباس اتارا تھا۔ دوبارہ پہن رہے تھے کہ میں آ گئی۔ میں نے تمہیں رنگے ہاتھوں پکڑا ہے۔ اب میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تم میری دولت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب تم نے یہ دیکھا کہ میں نے شادی کے بعد گھر چھوڑ دیا ہے۔ ڈیڈی کی مخالفت مول لی ہے اور اب ڈیڈی مجھے اپنی دولت میں سے ایک ڈالر بھی نہیں دیں گے تو تم نے پھر باتیں بنانی شروع کیں۔ مجھے پھسلانے لگے کہ یادداشت کھو بیٹھے ہو۔ پھر خود کو عازم کی بجائے فریاد کہنے لگے۔ میں پھر بھی تمہارے ساتھ لگی رہی تو تم میرے پاس سے اٹھ کر اس ایرہوسٹس کے پاس آ گئے۔ میں ایک ارب پتی باپ کی لاڈلی بیٹی اور آنقرہ کی حسین ترین لڑکی ہوں۔ میں یہ توہین برداشت نہیں کروں گی۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ شبانہ کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو واقعی بدنصیبی اس کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ اس نے جس عازم کے لیے اپنا گھر اپنے باپ کی محبت اور دولت چھوڑی، اس عازم نے اس کے ساتھ سہاگ رات تک نہیں گزاری۔ وہ عازم، فریاد بن کر اس سے کترا رہا۔ تقدیر ایک محبت کرنے والی لڑکی کی قدم قدم پر توہین کر رہی تھی۔ اور میری موجودہ حالت نے اس کے اعتماد کے تابوت پر آخری کیل ٹھونک دی تھی۔ اب وہ گھر کی رہی تھی نہ گھاٹ کی۔ میکے سے بھاگنے والی لڑکی رو رو کر پچھتا رہی تھی۔

میں یہ ضرور چاہتا تھا کہ وہ مجھے عازم نہ سمجھے لیکن یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ مایوسی اور بدنصیبی کی انتہا کو پہنچ جائے۔ ریٹا نے شبانہ کو مخاطب کیا۔ "مسز عازم! ازدواجی زندگی اعتماد کے بغیر نہیں گزرتی اگر تم سچائی کو سمجھنا چاہو تو سچ یہ ہے کہ یہ عازم وہی ہر دیا ہے جسے نودشرما تلاش کر رہا ہے۔"

شبانہ نے اپنے چہرے پر سے ہاتھ ہٹا کر آنسو بھری آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ ریٹا نے کہا۔ "مجھے شبہ تھا کہ تمہارا شوہر ماسک میک اپ میں ہے۔ اسی لیے اس نے کوٹ اور نکٹائی اتاری تھی تاکہ میں گردن اور قمیض کے نیچے ماسک تلاش کر سکوں۔"

میں نے ریٹا کو احسان مندی سے دیکھتے ہوئے قمیض اور نکٹائی درست کی۔ پھر کوٹ پہننے لگا۔ شبانہ مذبذب میں تھی۔ ریٹا نے اس سے کہا۔ "جو سچ تھا وہ میں نے کہہ دیا اور اب یہ بات دعویٰ سے کہتی ہوں کہ یہ ترکی باشندہ نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو وہاں کی مادری زبان ضرور بولتا۔"

میں نے کہا۔ "ریٹا میرے سر کی پٹی کو دیکھو۔ شبانہ گواہی دے گی کہ میں اپنی یادداشت کھو چکا ہوں۔"

ریٹا نے کہا۔ "تم صرف یادداشت گم ہونے کی بات کر رہے ہو ورنہ جو لوگ پاگل ہو کر ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں وہ بھی اپنی مادری زبان نہیں بھولتے۔ تم عجم سے ہزار بار کہتا دیسنگر میں تمہیں ایک بار اپنا کہہ ہی رہوں گی۔"

شبانہ کو شاید عقل آ گئی کہ ریٹا اس کے شوہر عازم کو جبراً اپنانا چاہتی ہے۔ وہ ریٹا سے بولی۔ "بکواس مت کرو۔ ابھی تم نے اعتراف کیا ہے کہ میلاعام آتا شریف ہے کہ تمہیں ہاتھ لگانا بھی گوارا نہیں کرتا۔ کیا تم اسے زبردستی ہر دیا ثابت کرنا چاہتی ہو؟"

ریٹا کے جواب دینے سے پہلے ہی دروازے کو ایک زور کا دھکا لگا۔ شبانہ وہاں ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ دھکا لگتے ہی وہ ایک کٹھوتی ہوئی سیدھے بانڈوں میں آ گئی۔ دروازہ پوری طرح کھل گیا تھا۔ وہاں دو شخص ریوالور اور شین گن لیے کھڑے تھے۔

چند لمحوں کے لیے گہری خاموشی چھا گئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ پھر ایک ادھیڑ عمر کے آدمی نے حقارت سے ریٹا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم سمجھتی ہو کہ ہمارا ساتھ نہیں دو گی تو ہم قانون کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔"

ریٹا نے پیچھے ہٹ کر پوچھا۔ "اسکر! میں نہیں سمجھی کہ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

ریٹا نے میری جانب دیکھا۔ پھر کہا۔ "میں باس کو بتا چکی ہوں کہ ایک ایماندار شخص نے میرے سوچنے کے انداز کو بدل دیا ہے۔ میں دیانتداری سے یہ ملازمت کروں گی اور آئندہ اسمگلنگ کے سلسلہ میں باس کا ساتھ نہیں دوں گی۔"

واسکر نے دانت پیس کر کہا۔ "باس نے تمہیں زندہ چھوڑ کر غلطی کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم پولیس والوں کی مخبر بن گئیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔" ریٹا نے چیخ کر کہا۔

"یہ سچ ہے۔ پولیس والوں کو دہلی میں پتہ چل گیا تھا کہ اس جہاز میں ہیروئن کا مال جا رہا ہے۔ ہم سب ان کی نظروں میں آ گئے ہیں۔ ہم اس وقت اس لیے مجبور ہو گئے کہ وہ مال اس جہاز میں پہنچ گیا تھا۔ اب ہمیں ملنے والی اطلاع کے مطابق ہانگ کانگ میں منٹر پول کے مسلح آدمی ہمارے استقبال کے لیے موجود رہیں گے۔ اور یہ سب

کچھ تمہارا کیا دھرا ہے۔"

"مجھے خواہ مخواہ الزام نہ دو۔ میں نے دہلی میں یہاں کا چارج سنبھالتے وقت تم لوگوں کو دیکھ لیا تھا پھر بھی انجان بنی رہی۔ میں نے پہلے ہی باس سے کہہ دیا تھا کہ کسی غیر قانونی مہم میں ساتھ نہیں دوں گی۔ اور نہ ہی مخبری کروں گی۔ میرا مقصد صرف یہی رہا کہ ایمانداری سے روزی حاصل کروں۔ اور اس ایماندار آدمی کو تلاش کرتی رہوں۔ جس نے میری دنیا بدل دی۔"

یہ کہہ کر وہ پھر مجھے دیکھنے لگی۔ واسکر نے پوچھا۔ "تم اسے بار بار کیوں دیکھ رہی ہو۔ کیا یہی تمہاری دنیا کو بدلنے والا شخص ہے؟"

شبانہ مجھ سے چپک گئی۔ جیسے کوئی مجھے اس سے چھین رہا ہو۔ پھر وہ بولی۔ "نہیں ہرگز میرے شوہر ہیں۔"

وہ پہلی بار میرے اتنے قریب آئی تھی۔ اس کا دل میرے سینے پر دھڑک رہا تھا مگر سچویشن ایسی تھی کہ میں دھڑکنوں کا تجزیہ نہیں کر سکتا تھا۔ واسکر نے مجھ سے کہا۔ "مسٹر! اپنی والف کو لیکر اپنی سیٹ پر جاؤ۔ یہ جہاز پوری طرح ہمارے کنٹرول میں ہے اور یہ ہماری منزل پر پہنچ کر لینڈ کرے گا۔"

مجھے اب حلال روزی کمانے والی ریٹا کی فکر ہو گئی۔ میں نے کہا۔ "مسٹر واسکر! ہم بے ضرر مسافر ہیں اور ریٹا ہماری خوش اخلاق میزبان رہی ہے ہمیں بتا دو کہ ہمارا انجام کیا ہوگا؟"

اس نے کہا۔ "ہم اپنی منزل پر پہنچ کر تمام مسافروں کو چھوڑ دیں گے۔ ریٹا کا فیصلہ وہیں ہمارا باس کرے گا۔"

شبانہ سہمی ہوئی تھی۔ میں اسے سہارا دے کر کیبن کے باہر لے آیا۔ وہاں تمام مسافر سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔ طیارے کے اگلے اور پچھلے سرے پر چار آدمی اسٹین گنیں لیے کھڑے تھے۔ باقی دو مرد اور دو عورتیں مسافروں کی باری باری تلاشی لے رہی تھیں۔ میری اور شبانہ کی بھی تلاشی لی گئی۔ شبانہ کی کوٹھی میں جو ریوالور میں نے اپنے دشمن سے چھینا تھا۔ اسے میں نے باتھ روم کی کار کی ایک سیٹ کے نیچے چھوڑ دیا تھا۔ اس طرح میں ایک معصوم اور بے ضرر مسافر سمجھا گیا۔ انہوں نے ہمیں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔

شبانہ بیٹھتی ہوئی آہستگی سے بولی۔ "عازم! یہ کیا ہو رہا ہے۔ تمہارے ساتھ شادی کرتے ہی ایسے حالات سے دوچار ہو رہی ہوں کہ عقل حیران ہے۔"

وہ پھر رونے لگی۔ "میں کتنی بدنصیب ہوں کہ مجھے سہاگ کی سیج نہ ملی۔ اپنا شوہر میرا اپنا نہیں ہے۔ اپنی کوئی منزل بھی نہیں ہے۔ پتہ نہیں یہ جہاز اغوا کرنے والے اب مجھے کس جہنم میں پہنچائیں گے؟"

میرا دل بھر آیا۔ میں نے جیب سے رومال نکال کر شبانہ کو اپنے قریب کیا۔ پھر اس کا سر اپنے شانے پر رکھ کر رومال سے اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ "شبانہ! تمہیں کوئی جہنم میں نہیں پہنچائے گا۔ تم میرے بازوؤں کی جنت میں رہو گی۔ میرے جیتے جی تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

میری پناہ میں آ کر وہ اور زیادہ رونے لگی۔ کیونکہ بڑے انتظار کے بعد اسے عازم کی محبت اور توجہ مل رہی تھی۔ وہ سسکتی ہوئی بولی۔ "میں کسی سے نہیں ڈرتی۔ بس مجھے اسی طرح اپنے اندر چھپا کر رکھ لو۔ عازم! اب تم نے بے رخی دکھائی تو میں مر جاؤں گی۔"

میں اسے ہولے ہولے تھپکنے لگا۔ طیارے میں اور بھی جوڑے تھے جو اپنی بیویوں محبوباؤں اور بچوں کو تسلیاں دے رہے تھے ولفرڈ شرما نے اپنی سیکرٹری واسنا کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ ایک بار اس نے میری طرف دیکھا تو میں نے کہا۔ "پریشان ہونے کی بات نہیں ہے۔ یہ اسمگلر ہیں۔ صرف اپنی سلامتی کے لیے جہاز کو کہیں لے جا رہے ہیں۔ ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

شرما نے پوچھا۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

میں نے کہا۔ "ابھی میں اور شبانہ ایئر ہوسٹس ریٹا کے کیبن میں تھے۔ وہاں ایک اسمگلر نے ہمیں یہ باتیں بتائی ہیں۔"

ہمارے آگے پیچھے کی تمام سیٹوں والے مسافر کان لگا کر ہماری باتیں سننے لگے۔ ایک عورت اپنے بچے کو سینے سے چمٹاتے مجھ سے بولی۔ "یہ لوگ اس جہاز کو نیچے نہیں گرائیں گے نا؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "نہیں میڈم! اس طرح تو یہ لوگ بھی زندہ نہیں رہیں گے۔ یہ اپنی سلامتی کے لیے ہمیں بھی سلامتی سے زمین تک پہنچائیں گے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔"

"ہاں خدا ہمارے ساتھ ہے۔" وہ دیوانہ وار اپنے بچے کو چومنے لگی۔ طیارے کا ماحول ایکدم سے بدل گیا تھا۔ پہلے تمام مسافر ایک دوسرے سے بیگانے تھے۔ اب آپس میں بول رہے تھے۔ ایک دوسرے کی سن رہے تھے۔ بالکل گھر کا سا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔

یہ انسان عجیب چیز ہے۔ زندگی میں کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ موت کو سامنے دیکھتے ہی ایک دوسرے کا سہارا ڈھونڈنے لگتا ہے۔ ایسا خود غرض تو کوئی جانور بھی نہ ہوگا۔

اسپیکر سے آواز آنے لگی۔ "توجہ فرمائیں۔ توجہ فرمائیں۔ میں اپنے گنگ کا لیڈر آپ لوگوں سے مخاطب ہوں۔ اگر آپ لوگ ہم سے تعاون کریں گے اور ہمارے خلاف کوئی غلط حرکت نہیں کریں گے تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کو بخیریت طلیا کی سرزمین تک پہنچا دیا جائے گا۔"

سب لوگ دم سادھے وہ آواز سن رہے تھے۔ آواز جاری تھی۔ "تمام مردوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو سلامتی کا یقین دلائیں۔ اور عورتوں سے گزارش ہے کہ اپنے بچوں کو چپ

کرائیں۔ ایئر ہوسٹس اور اسٹیوارڈ آپ کی خدمات کے لیے پھر حاضر ہو رہے ہیں۔ آپ اطمینان سے کھائیں پئیں اور اپنا سفر جاری رکھیں دیٹس آل....."

اسپیکر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اسٹیوارڈ اور دو ایئر ہوسٹس نظر آئیں۔ ان میں ریٹا بھی تھی۔ ان کے چہروں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ جبراً مسکرا رہے ہیں اور مسافروں کے آرڈر زنوٹ کر رہے ہیں۔ ریٹا ہماری طرف نہیں آئی۔ میں نے دوسری ایئر ہوسٹس کو کافی کا آرڈر دیا۔ جب وہ چلی گئی تو ولفرڈ شرما نے میری طرف پلٹ کر کہا۔ "مسٹر عازم! تمہاری والف نے میری سیکرٹری کو بتایا ہے کہ تم شراب پیتے ہو۔ تعجب ہے کہ میرے ساتھ پینے سے کیوں انکار کر رہے ہو؟"

میں اس نئی اطلاع سے پریشان ہو گیا۔ میں نے شبانہ سے پوچھا۔ "تم نے واسنا سے یہ کیوں کہہ دیا کہ میں شراب پیتا ہوں؟"

وہ بولی۔ "میں نے غلط تو نہیں کہا۔ کیا تم نے کورٹ میرج کے بعد استنبول جاتے وقت شادی کی خوشی میں نہیں پی تھی؟"

میں کشمکش میں مبتلا ہو گیا کہ کیا کہوں اور کیا کروں؟ شرما کے سامنے اگر شراب نوشی سے انکار کرتا تو وہ شبہ میں مبتلا ہو جاتا کیونکہ ریٹا اس سے کہہ چکی تھی کہ ہیرو پیا صرف شربت پیتا ہے۔

جب شامت آتی ہے تو پھر ہر طرف سے آتی ہے۔ اس وقت ریٹا ہمارے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک بچے کو تھپکیاں دے رہی تھی۔ اس نے شبانہ کی بات سن لی۔ میرے پاس آ کر بولی۔ "مسٹر عازم صرف شادی کی خوشی میں نہیں دوستوں کی فرمائش پر بھی پینا چاہیئے۔"

میں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ چاہتی تو ایک پل میں اعلان کر سکتی تھی کہ میں ہی ہیرو پیا ہوں۔ لیکن میری خاطر اپنی رائفل بدلنے والی عورت ایک دشمن کے سامنے میرا راز فاش نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے فوراً ہی شبانہ کی طرف جھک کر کہا۔ "ایسے وقت جبکہ یہ جہاز اغوا کیا جا رہا ہے۔ آپ کے شوہر کو ہوش و حواس میں رہنا چاہیئے۔ ورنہ آپ کی حفاظت کون کرے گا؟"

اتنا کہہ کر وہ چلی گئی۔ اور اتنا ہی کہہ دینا کافی تھا۔ شبانہ کو عقل آ گئی۔ وہ شرما کی طرف دیکھ کر بولی۔ "بے شک عازم پیتے ہیں۔ مگر میں ان حالات میں انہیں پینے کی اجازت نہیں دوں گی۔ ابھی ہم سب کو ہوش و حواس میں رہنا چاہیئے۔"

شرما نے شانے اچکا کر کہا۔ "ایز یو پلیز۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ خطرات کے وقت آدمی کو خوب پی کر موڈ میں رہنا چاہیئے۔"

میں نے کہا۔ "میں عادی نہیں ہوں۔ اس لیے موڈ بگڑ جاتے گا۔ سوری۔"

وہ ہندوستانی زبان میں بڑبڑایا۔ "یہ تو جورو کا غلام نکلا۔ بہت تیری کی....."

میں اس کی بولی سمجھ کر بھی ترکی باشندہ نما رہا۔ مجوسی تھی شبانہ نے کہا۔ "میں بور ہو رہی ہوں۔ مجھ سے باتیں کرو۔"

"کیا باتیں کروں۔ تم نے مجھے خواہ مخواہ شرابی بنا دیا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا عازم کہ تمہیں ماضی کیسے یاد آئے گا۔ اگر یہ اسٹین گن والے نہ ہوتے تو میں تمہیں خوب پلاتی۔ ہو سکتا ہے کہ نشہ کی زیادتی سے بھولی ہوئی باتیں یاد آ جائیں۔"

"نہ میں پیتا ہوں۔ نہ تمہیں گنا۔ مشکل یہ ہے کہ نہ پینے سے شرما مجھے وہی ہیرو پیا سمجھ سکتا ہے۔"

"تعجب ہے۔ وہ ریٹا بھی تمہیں ہیرو پیا سمجھ کر مری جا رہی ہے اگر وہ اقرہ میں ہوتی تو میں اسے شوٹ کر دیتی۔"

"غصہ تھوک دو۔ ہم دوسری باتیں کریں گے۔"

گفتگو کا موضوع بدلنا ہی مناسب تھا۔ میں شرما کے سامنے ہیرو پیا نہیں بن سکتا تھا۔ شبانہ کے لیے عازم نہیں بن سکتا تھا اور خود کو فرہاد کہہ کر عازم کے پاسپورٹ پر سفر نہیں کر سکتا تھا۔ اس طیارے میں صرف ریٹا مجھے پہچان گئی تھی۔ اور بڑی دانشمندی سے بلیک میل کر رہی تھی۔

ایک گھنٹہ بعد اسپیکر سے ہدایات دی گئیں کہ تمام مسافر سیفٹی بیلٹ باندھ لیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ طیارے کو کہیں اتارنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ہم نے ہدایات پر عمل کیا۔ سیفٹی بیلٹ باندھ کر اپنی سیٹ پر جم گئے۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ تین بجنے والے تھے۔ کھڑکی کے باہر گہری تاریکی تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہمیں کہاں پہنچایا جا رہا ہے۔

پھر طیارہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے ڈولنے لگا۔ کبھی ایک طرف کبھی دوسری طرف جھکنے لگا۔ عورتیں رو رہی تھیں۔ بچے چیخ رہے تھے۔ اور تمام مرد مجسمہ بنے بیٹھے ہوئے تھے۔

طیارے کی پرواز نیچی ہوتی جا رہی تھی۔ کبھی کبھی کھڑکی کے باہر ایسی روشنی دکھائی دیتی تھی جیسے بہت سی مشعلیں جل رہی ہوں۔ دور تک جیسے دیئے ٹمٹما رہے تھے۔ وہ روشنیاں کبھی کبھی گم ہو جاتی تھیں۔ یعنی طیارہ دائرے کی صورت میں چکر لگا رہا تھا۔ کسی رن وے اور سگنل کے بغیر لینڈ کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ جہاز ایک پل میں تباہ ہو سکتا تھا۔

مجھے تو یوں لگا جیسے وہ میری زندگی کے آخری لمحات ہوں۔ شبانہ نے مضبوطی سے میرا ہاتھ تھام لیا تھا۔ مگر وہ بڑی پُرسکون تھی۔ معلوم ہوتا تھا میرے ساتھ مرنے کی آرزو میں بیٹھی ہو۔ پھر اچانک ہی جہاز کو دھچکا سا لگا۔ سارے مسافر لرز کر رہ گئے۔ طیارے کے پہیوں

نے زمین کو چھو لیا تھا۔ اس کی رفتار سست ہوتی چلی گئی۔

تھوڑی دیر کے لیے گہری خاموشی چھا گئی۔ جیسے سب کو موت سونگھ کر گزر گئی ہو۔ پھر ایک ننھے سے بچے نے رو کر زندگی کا پتہ دیا۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی کے پاد دیکھنے لگے۔ معلوم ہوا کہ طیارے کے دونوں طرف مشعل بردار دور تک کھڑے ہوئے تھے۔ اس طرح انہوں نے اپنے درمیان ایک کچا راستہ دے بنا کر طیارے کو اترنے کا موقعہ دیا تھا۔

باہر کی گہری تاریکی میں طیارے کے صرف وہی ننگ دھڑنگ باشندے نظر آ رہے تھے۔ جو اپنے ہاتھوں میں مشعلیں تھامے ہوئے تھے۔ ان کے بدن پر صرف ایک لنگوٹ نما کپڑا بندھا ہوا تھا۔

اسپیکر سے آواز آنے لگی۔ "اٹینشن پلیز! ہم آپ کو بخیریت زمین تک پہنچنے کی مبارک باد دیتے ہیں۔ یہ طیارہ کی سرزمین ہے اور آپ دریائے جنیرا کے قریب کلتتن کے گھنے جنگل میں ہیں۔ یہاں کے باشندے ہماری تہذیب سے نا آشنا ہیں۔ یہ دوست بن کر مہمان نوازی کر سکتے ہیں اور دشمن بن کر ایک ایک کو موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں۔"

مسافر عورتیں سہم کر اپنے آس پاس مردوں کو دیکھنے لگیں۔

آواز آ رہی تھی۔ "اب اس جنگل کی تہذیب سے گزر کر شہری تہذیب تک پہنچنا آپ کا کام ہے۔ آپ لوگوں کو ایک گھنٹہ بعد اس طیارے سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی جائے گی۔ سب لوگ اپنی اپنی جگہ صبر و تحمل سے بیٹھے رہیں۔ اگر کوئی مقررہ وقت سے پہلے جبراً باہر آنا چاہے گا تو اسے بے دریغ گولی مار دی جائے گی۔ ہمیں توقع ہے کہ آپ ہمیں خون خرابے پر مجبور نہیں کریں گے۔ دیٹس آل۔"

اسپیکر کی ہدایت کے مطابق سب لوگ اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہے۔ مسلح افراد اپنے ہاتھوں میں سوٹ کیس وغیرہ اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ میں نے آخر میں ریٹا کو دیکھا۔ اس کے پیچھے دو شخص اسٹین گن اٹھائے چل رہے تھے۔ ریٹا نے میرے پاس سے گزرتے وقت مجھے بڑی محبت اور سنجیدگی سے دیکھا۔ میرے اندر ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ وہ لوگ ریٹا کو باہر لے جا کر شوٹ کر سکتے تھے۔ اور میں خاموش تماشائی کی طرح بیٹھا نہیں رہ سکتا تھا۔

وہ دو مسلح افراد ریٹا کو لے کر جہاز کے اگلے حصہ میں وی آئی پی کلاس کی طرف گئے تھے۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شبانہ نے ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔ "کہاں جا رہے ہو؟"

"میں ابھی آتا ہوں۔"

"نہیں۔ میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گی۔"

دوسری طرف سے ٹرمانے کہا۔ "مسٹر عازم! آپ مقررہ وقت سے پہلے اٹھیں گے تو وہ لوگ ہمارے دشمن بن جائیں گے۔"

تیسری طرف سے آواز آئی۔ "مسٹر! بیٹھ جاؤ۔"

میں نے کہا۔ "آپ لوگ خواہ مخواہ گھبرا رہے ہیں۔ اگر میں جاؤں گا تو وہ مجھے گولی مار دیں گے۔"

"میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔" شبانہ اٹھ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"شبانہ! مجھے چھوڑ دو۔ ریٹا معصوم اور بے قصور ہے۔ وہ لوگ اسے مار ڈالیں گے۔"

شبانہ نے ضد کی۔ "پہلے مجھے مار ڈالو پھر اپنی سگی کے ساتھ مرنے چلے جانا۔"

چاروں طرف سے لوگ دبی دبی آواز میں مجھے دھمکیاں دینے لگے کہ میں بیٹھ جاؤں۔ ورنہ وہ سب جبراً مجھے بٹھا دیں گے۔

میں اس خیال سے بیٹھ گیا کہ شبانہ اپنی جگہ بیٹھے گی تو میں اچانک دوڑتا ہوا ریٹا کی طرف چلا جاؤں گا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ اسی وقت وی آئی پی کلاس کا دروازہ کھلا۔ پھر ایک مسلح شخص نے پوچھا۔ "عازم کس کا نام ہے؟"

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "میں ہوں عادم۔"

"ایک منٹ کے لیے ادھر آؤ۔"

شبانہ نے پھر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو تھپک کر تسلی دی۔ پھر آگے بڑھ کر مسلح شخص کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اسٹین گن سے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ میں دروازہ کھول کر وی آئی پی کلاس میں داخل ہو گیا۔ وہاں ریٹا کھڑی ہوئی تھی۔ ایک شخص اسٹین گن اٹھائے اس کے قریب تھا۔ دوسری اسٹین گن میرے پیچھے تھی۔ اس کلاس کا دروازہ باہر جانے کے لیے کھلا ہوا تھا۔

ریٹا نے مجھ سے کہا۔ "میرے اجنبی دوست میں نہیں جانتی کہ میرا انجام کیا ہو گا۔ مگر میں نے ان لوگوں سے صاف کہہ دیا ہے کہ جب تک تم مجھے پیار نہیں کرو گے میں اس طیارے سے باہر نہیں جاؤں گی۔"

ایک شخص نے کہا۔ "ریٹا! ہم مجبوراً تمہاری ضد پوری کر رہے ہیں۔ ورنہ تمہیں یہیں گولی مار دیتے۔ لیکن تمہاری زندگی اور موت کا فیصلہ باس کرے گا۔"

ریٹا نے دونوں بانہیں پھیلا کر کہا۔ "او دوست! میں تمہاری آغوش میں تھوڑی دیر جی لینا چاہتی ہوں پھر یہ کہنا کہ محبت کرنے والی عورت اپنے محبوب کو نہیں پہچانتی ہے۔"

میں نے آگے بڑھ کر اسے بانہوں میں سمیٹ لیا۔ میرا دل دکھا ہوا تھا۔ وہ زندگی کے آخری کنارے پر کھڑی اپنی محبت دے رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔ "تم زندہ رہو گی یا پھر میں بھی تمہارے ساتھ مروں گا۔"

وہ بڑی آہستگی سے بولی۔ "میری جیب میں پستول ہے۔ ہاتھ ڈالو۔ سیفٹی کیچ آن ہے۔"

یہ بات سنتے ہی میرے جسم میں بجلی سی بھر گئی۔

میرا دایاں ہاتھ اپنے لباس کے اندر پہنچا۔ ننھا سا پستول گرفت میں لیتے ہی میں نے پھرتی سے بلٹ کر فائر کیا۔ اس کے ساتھ ہی ریٹا کو لیے لیتے فرش پر گر پڑا۔

یہ حکمت عملی اس لیے تھی کہ دوسرے شخص کی پہلی فائرنگ خالی جائے۔ اور میں فرش پر گرتے ہی اسے نشانہ بناؤں۔ کچھ ایسا ہی نتیجہ نکلنے آیا۔ اس کی اسٹین گن کا پہلا برسٹ خالی گیا۔ مگر شومئی قسمت سے ریٹا مجھ پر گری تھی۔ جب تک میں فائر کرتا۔ دوسرے برسٹ کی گولیاں اسے چھلنی کرتی چلی گئیں۔ میرا نشانہ بھی خالی نہیں گیا۔ لیکن ریٹا زندگی سے خالی ہو گئی تھی۔

میرا لباس اس کے لہو سے بھیگ رہا تھا۔ طیارے کے دوسری طرف عورتوں اور بچوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ سب ہی فائرنگ کی آواز سن کر خوفزدہ تھے۔ میں نے بڑی آہستگی سے ریٹا کو فرش پر لٹا دیا۔ اس کا چہرہ خاموش اور پرسکون تھا۔ آہ! یہ بیچاری سے میری شناسائی کے لیے اپنی زندگی کی شناخت سے انکار کر دیا تھا۔

آسمانوں پر میزبانی کرنے والی ریٹا! میں تجھے کبھی نہیں بھولوں گا۔

اچانک طیارے کے باہر سے فائرنگ ہوئی۔ میں فرش پر اوندھا لیٹا رہا۔ دروازے سے ویسا مسلسل نہیں تھا۔ لہٰذا کسی کے اندر آنے کا خدشہ نہیں تھا۔ باہر سے واسکو کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "وہاں کیا ہو رہا ہے۔ فرانسس! ریڈی! تم دونوں خاموش کیوں ہو؟"

میں فرش پر لڑھکتا ہوا مردہ فرانسس اور ریڈی کے پاس پہنچا۔ وہاں سے ایک اسٹین گن اٹھائی۔ آہستگی سے اٹھ کر دروازے کی آڑ لی۔ مشعلوں کی روشنی میں واسکو اور اس کے ساتھی نظر آ رہے تھے۔ میں نے اچانک ہی دروازے کے سامنے آ کر اسٹین گن کا ایک برسٹ داغ دیا۔ پھر چھلانگ لگا کر دوبارہ دروازے کی آڑ میں پہنچ گیا۔

باہر کتنی ہی چیخیں سنائی دیں۔ روشنی دور ہوتی جا رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مشعل بردار مقامی باشندے بھاگ رہے تھے۔ پھر بھاری بھرکم گاڑیوں کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ دائیں جانب مڑتی ہوئی جا رہی تھیں۔ ہیڈ لائٹس کی گھومتی ہوئی روشنی میں واسکو اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں زمین پر نظر آئیں۔

میں نے دروازے کو آدھا بند کیا۔ پھر دوبارہ کھول دیا۔ تاکہ باہر والے یہی سمجھیں کہ طیارے سے فائر کرنے والا دروازے پر آ گیا ہے۔ پھر وہ فائرنگ کریں گے تو مجھے ان کی موجودگی کا پتہ چلے گا۔ لیکن باہر خاموشی رہی۔ صرف دور جاتی ہوئی گاڑیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

میں نے دوسری اسٹین گن اٹھائی۔ پھر وی آئی پی کلاس کا دروازہ کھول دیا۔ شبانہ نے میرے عون آلود پیڑوں کو دیکھ کر ایک چیخ ماری۔ پھر بھاگتی ہوئی میری طرف آنے لگی۔ دوسرے مسافر بھی مجھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر شبانہ کو روکتے ہوئے کہا۔ "میرے قریب نہ آنا۔ تمہارے لباس پر لہو کے دھبے پڑ جائیں گے۔ اطمینان رکھو۔ میں زخمی نہیں ہوں۔"

میرے منع کرنے کے باوجود وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ "عازم! یہ کیا ہوا؟ یہ تم اپنی جان کے دشمن کیوں بن رہے ہو۔ اب میں تمہیں جانے نہیں دوں گی۔"

میں نے کہا۔ "خطرہ ٹل گیا ہے۔ میرے اندازے کے مطابق طیارے کو اغوا کرنے والے سات آدمی مارے گئے ہیں۔ باقی فرار ہو گئے۔"

پھر میں نے بلند آواز سے کہا۔ "دوستو! میرے پاس ایک اسٹین گن فاضل ہے۔ اگر کوئی میرے ساتھ اپنی زندگی داؤ پر لگانا چاہے تو باہر چلے۔ اگر آپ سب خاموش بیٹھے رہے تو فرار ہونے والے دوبارہ متحد ہو کر یہاں آ سکتے ہیں اور ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

میری آواز پر کتنے ہی لوگ کھڑے ہو گئے۔ دو نوجوان میرے قریب آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "مسٹر! آپ نے ابتدا کی ہے ہم انتہا کریں گے۔ اب آپ کو اپنی واقف کے پاس رہنا چاہیئے۔ ہم باہر جائیں گے۔"

دونوں نے میرے ہاتھوں سے اسٹین گن لے لی۔ ایک بوڑھے نے کہا۔ "آخر اس ہنگامہ کی کیا ضرورت تھی۔ اغوا کرنے والے ہمیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔ وہ چپ چاپ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ کر جا رہے تھے۔"

میں نے کہا۔ "بڑے میاں! وہ اسمگلر زلتے احمق نہیں ہیں کہ وہ قانون کے محافظوں کے سامنے ان کی شناخت کے لیے ہمیں زندہ چھوڑ جاتے۔ وہ اس جہاز کے ساتھ ہم سب کو تباہ کر دیتے اور یہ ممکن ہے کہ انہوں نے اس مقصد کے لیے یہاں کسی جگہ ٹائم بم رکھ چھوڑا ہو۔"

میری یہ دلیل سنتے ہی سب خوفزدہ ہو کر چیخنے لگے۔ کتنے ہی باہر نکلنے کے لیے دروازے تک آئے۔ میں ان دو جوانوں کے ساتھ انہیں روک نہ سکا۔ ان کے سیلاب میں بہتا ہوا وی آئی پی کلاس میں پہنچ گیا۔ کھلے ہوئے دروازے کے پاس آ کر سب رک گئے۔ کیونکہ باہر جانے کے لیے زینہ نہیں تھا۔

کچھ ایسے دہشت زدہ بھی تھے۔ جو ٹائم بم سے ہلاک نہیں ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے اندھا دھند باہر کی طرف چھلانگ لگا دی۔ ان کے گرنے اور چیخنے کی آوازیں سنائی دیں۔ کسی نے ٹارچ روشن کی۔ نیچے پہنچنے والے بے تحاشہ طیارے سے دور بھاگ رہے تھے۔ اس طرح یہ اندازہ ہو گیا کہ باہر دشمن موجود نہیں ہیں۔

شبانہ اس بھیڑ میں بچھڑ گئی تھی۔ میں نے مرتھ سے فائدہ اٹھا کر چھلانگ لگا دی۔ زمین پر پہنچا تو میرے قریب دو چار افراد اور آ گرے۔ وہ لوگ لقوہ زدہ یا ہوش و حواس میں تھے۔ میں نے کہا۔ "عورتوں

اور بچوں کو فوراً ہی نیچے لانے کا انتظام کرنا ہوگا۔"

ایک جوان نے کہا: "اس کے لیے سیڑھی بنانی ہوگی۔ یا رسّی لٹکا کر انہیں اتارنا ہوگا۔"

ہم تدبیریں سوچ رہے تھے۔ اتنے میں طیارے کے دروازے سے اسٹیوارڈ کی آواز آئی۔ وہ مسافروں سے کہہ رہا تھا: "آپ لوگ ایک طرف ہو جائیں۔ لگیج روم سے آپ لوگوں کے بستر کھول کر نیچے بھجائے جائیں گے۔ تاکہ آپ لوگوں کو چھلانگیں لگانے کے بعد چوٹ نہ پہنچے۔ ہٹ جائیے۔ پیچھے ہٹ جائیے۔"

پانچ منٹ کے بعد ہی اسٹیوارڈ اور طیارے کا پائلٹ فولڈنگ بستروں کو پھینکنے لگے۔ ہم انہیں کھول کھول کر بچھانے لگے جب بستروں کا بہت سا ڈھیر نیچے سطح پر جمع ہو گیا تو پہلے بچوں کو نیچے پھینکا گیا۔ پھر عورتیں چھلانگ لگا کر اپنے بچوں کو سمیٹتی ہوئی طیارے سے دور بھاگنے لگیں۔ شبانہ میرے پاس آ گئی۔ آخر میں مردوں نے چھلانگ لگائی۔

طیارہ خالی ہوتا جا رہا تھا۔ لوگ ایک سمت بھاگتے جا رہے تھے۔ سب کے ذہن میں ایک ہی دہشت تھی کہ طیارے میں کہیں ٹائم بم رکھا گیا ہے اور کسی وقت میں قیامت خیز دھماکوں سے اس کے چیتھڑے اڑ سکتے ہیں۔ شبانہ میرے ساتھ دھڑکتے دھڑکتے ہانپنے لگی۔ وہ بار بار گرنے لگتی تھی۔ میں سنبھالتا جاتا تھا۔

وہ ایک جگہ تھک ہار کر بیٹھ گئی۔ سانس تیزی سے چل رہی تھی۔ ہانپنے کے باعث منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ اس نے اشارے سے بتایا کہ آگے نہیں بڑھ سکے گی۔

میں نے اس پاس دیکھا۔ اندھیرے میں بہت سی عورتوں اور بچوں کی دھیمی دھیمی آوازیں سنائی دیں۔ سب ہی وہاں نڈھال ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ طیارہ وہاں سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ پتہ نہیں ہم بھاگتے ہوئے کتنی دور آ گئے تھے کسی حد تک یہ اطمینان ہو گیا کہ دھماکے سے یہاں نقصان نہیں پہنچے گا۔

اندھیرے میں کسی نے کہا: "اسمگلروں نے ہمیں ایک گھنٹہ تک طیارے میں خاموش بیٹھنے کے لیے کہا تھا۔ وہ ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ٹائم بم نہیں لکھا گیا ہے۔"

کسی عورت نے تائید کی: "ہاں۔ اس عازم نامی شخص نے ہمیں خواہ مخواہ خوفزدہ کیا ہے۔ لعنت ہے اس پر۔۔۔۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "اگر میں نے خواہ مخواہ وہ بات کہہ دی تھی تو تم طیارے میں واپس جا کر اپنا سامان لے آؤ۔"

میری بات کا کسی نے جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا: "دشمنوں سے کسی بھی دشمنی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ میں نے ایک شب کے لیے تم لوگوں کو طیارے سے دور پہنچا کر ایک حفاظتی تدبیر کی ہے۔ کوئی جرم نہیں کیا ہے۔"

کئی لوگ میری تائید کرنے لگے۔ پھر ایک ٹارچ روشن ہوئی۔ اس روشنی میں دور تک مسافر نظر آئے۔ کچھ گھاس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ لیٹے ہوئے تھے اور کچھ درختوں سے ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ ایک نے پوچھا: "کیا سب یہاں آ گئے ہیں؟"

ایک عورت نے روتے ہوئے کہا: "میرا پانچ برس کا بچہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ رومی۔ رومی! تم کہاں ہو؟"

وہ نادیہ والے کے ساتھ رومی کو تلاش کرنے لگی۔ اتنے میں شرما کی آواز سنائی دی: "میری سیکرٹری نظر نہیں آ رہی ہے۔ واسنا! تم جہاں بھی ہو، میری آواز سن کر چلی آؤ۔"

اس کے بعد ایک لڑکی کی آواز سنائی دی: "پپا! تم کہاں ہو۔ میں اندھی تمہیں آوازیں دے رہی ہوں۔ پپا! پپا!۔۔۔۔"

میں نے کہا: "کچھ لوگ گم ہو گئے ہیں۔ شاید طیارے سے باہر نہیں لائے گئے۔ ہمیں واپس جانا چاہیے۔"

شبانہ نے کہا: "میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ کہاں ہو تم؟ میرے قریب رہو۔"

وہ تاریکی میں میری آواز کی سمت بڑھی۔ میں پیچھے ہٹ گیا۔ پھر دبے قدموں اس سے دور ہوتا چلا گیا۔ وہ قافلے میں تھی۔ میں کچھ دیر کے لیے اسے وہاں چھوڑ سکتا تھا۔ دور اندھیرے میں اس کی آواز سنائی دی: "عازم! تم کہاں ہو؟ آواز کیوں نہیں دیتے؟"

کسی نے ہنستے ہوئے کہا: "لو۔ وہ بھی گم ہو گیا۔"

شاید کی غصہ بھری آواز سنائی دی: "ٹارچ روشن کرو۔ وہ ابھی یہاں تھا۔۔۔۔"

مجھے ٹارچ کی ہلکی سی روشنی نظر آئی۔ لیکن میں درختوں کے جھنڈ میں ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ جب ٹارچ بجھ گئی تو میں پھر بھاگتا ہوا طیارے کی سمت جانے لگا۔ تاریکی میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ میں صحیح سمت جا رہا تھا کیونکہ ہم اندھا دھند طیارے سے دور گئے تھے۔ ایک دوسرے کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز نے ہم سب کو ایک مقام پر پہنچایا تھا اور جنگل کی تاریکی میں کسی ایک مقام کو پہچاننا اور یاد رکھنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

میں تیزی سے آگے بڑھتا رہا۔ تاریک سائے کی طرح کھڑے ہوئے درخت قریب آتے وقت نظر آ جاتے تھے۔ میں ان سے گتھ آ کر آگے بڑھ جاتا تھا۔ ہر لمحہ یہ یقین ہوتا تھا کہ دور بہ کل طیارہ ذرا دور سے نظر آ جائے گا۔

بہت دیر بعد اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ مجھے پہلے سمجھ لینا چاہیے تھا کہ درختوں کے جھنڈ میں طیارہ لینڈ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ قطعہ میدانی علاقہ تھا۔ جہاں ہم نے طیارے کو چھوڑا تھا اور میں بیچ در بیچ درختوں کے درمیان سے گزرتا جا رہا تھا۔ میں نے ایک جگہ ٹھہر کر دیکھا۔ مشرق کی سمت افق پر ہلکی سی لالی نظر آ رہی تھی۔ کسی بم مچ ہونے والی تھی۔

میں نے چاروں طرف گھوم کر آواز دی: "رومی۔ رومی۔۔۔۔۔ واسنا واسنا۔۔۔۔۔"

میری آواز دور تک گونج گئی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ میں ایک درخت سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ تب میری چھٹی حس نے کہا کہ جنگل خاموش نہیں ہے۔ قریب ہی کہیں خطرے کی آہٹ ہے۔ جسے میں محسوس تو کر سکتا تھا، مگر خطرے کی سمت کا تعین نہیں کر سکتا تھا۔ کھلی جگہ بھاگ کر اپنی حفاظت نہیں کر سکتا تھا۔

میں فوراً بیٹھ گیا۔ پھر زمین پر لیٹ کر آہستہ آہستہ رینگنے لگا جہاں کسی نے میری پوسو نگھ لی تھی۔ وہ جگہ چھوڑ دینا ہی دانشمندی تھی۔ ویسے اس وقت خطرہ کہاں نہیں تھا؟ جنگل میں سانپ بھی تو ہوتے ہیں۔ وہ بھی میری طرح پیٹ کے بل رینگتے ہوئے مجھ پر حملہ کر سکتے تھے۔ زمین سے اٹھ کر میں کسی دشمن کا ٹارگٹ نہیں بننا چاہتا تھا۔

میں ٹھہر ٹھہر کر پیٹ کے بل رینگتا ہوا ذرا دور نکل آیا۔ آسمان کا مشرقی کنارہ کچھ واضح ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں سویا ہوا جنگل جاگنے والا تھا۔ پھر میں اپنی روپوشی برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ یہی خدشہ میرے نادیدہ دشمن کو بھی تھا کہ وہ چھپ کر حملہ نہیں کر سکے گا۔ اسی لیے طویل انتظار سے جھنجھلا کر اس نے آواز دی: "یوڈم فول! تم کہاں مر گئے؟ آواز دو۔ ورنہ میں اس عورت اور بچے کو گولی مار دوں گا۔"

میں نے اطمینان کی سانس لی۔ عورت اور بچے کہنے کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ واسنا اور رومی کے متعلق کہہ رہا ہے۔ بہت دیر پہلے میں نے ان دونوں کا نام لے کر آواز دی تھی۔ مجھے للکارنے والا سمجھ گیا تھا۔ کہ میں ان دونوں کی تلاش میں آیا ہوں۔ اسی لیے انہیں گولی مار دینے کی دھمکی دے رہا تھا۔

خوبی قسمت سے وہ میرے بالکل قریب تھا۔ ہمارے درمیان مولے تنے کا ناریل کا درخت کھڑا ہوا تھا۔ میں بڑی آہستگی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے ہلکی سی سسکی سنائی دی۔ پھر ایک مردانی آواز سرگوشی میں ابھری: "اے! اسے چپ کراؤ۔ ورنہ شوٹ کر دوں گا۔"

واسنا کی دھیمی سی آواز سنائی دی: "تم بار بار دھمکی دے کر بچے کو خوفزدہ کر رہے ہو۔ میں اب بھی کہتی ہوں۔ ہمیں تلاش کرنے والا جا چکا ہے۔ بھگدڑ کے لیے ہمیں جانے دو۔"

"بکواس مت کرو۔" مرد کی آواز آئی۔ "ہمیں نے اس کے قدموں کی آواز نہیں سنی ہے۔ وہ واپس نہیں گیا ہے۔"

میں نے سر کو ذرا بائیں جھکا کر درخت کی آڑ سے دیکھا۔ آفتاب کی پہلی کرن بھی ہمیں دیکھنے لگی۔ بالکل ہی ہلکی سی روشنی تھی، جو تاریکی کو دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مجھے واسنا نظر آئی۔ وہ درخت سے دو قدم کے فاصلہ پر رومی کو گود میں اٹھائے کھڑی تھی۔

اسی وقت درخت کے پیچھے سے ایک ریوالور والا ہاتھ آگے بڑھا۔ وہ درخت کے دوسری جانب دیکھنے کے لیے جھک رہا تھا۔ میں نے یکبارگی اس کی کلائی کو مضبوطی سے گرفت میں لے کر اوپر کی طرف جھٹکا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی۔ درختوں کے پرندے شور مچاتے ہوئے اڑنے لگے۔

ٹھائیں۔۔۔۔۔ دوسری فائرنگ کے ساتھ ہی میں نے ریوالور والے ہاتھ کو موڑ کر اسے گرفت میں لیا لیکن اسے اٹھا کر پھینکنے سے پہلے معاف کر دیا۔ کیونکہ وہ بوڑھا اور کمزور تھا۔ ریوالور آسانی سے میری گرفت میں آ گیا تھا۔ میں نے اسے ہولسٹر سے دھکا دیا تو وہ گھاس پر گر پڑا۔ میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ وہی بوڑھا تھا جس نے طیارے میں مجھ پر اعتراض کیا تھا۔ کہ اسمگلروں کو گولیوں کا نشانہ بنا کر مجھے ہنگامہ نہیں کھڑا کرنا چاہیے تھا۔

وہ سہم کر گھاس پر سے اٹھتے ہوئے بولا: "مجھے نہ مارنا۔ میں دشمن نہیں ہوں۔"

میں نے پوچھا: "کیا تم لعزی کے پپا ہو؟"

"ہاں۔ میں وہی ہوں۔ مجھے مارو۔ نہیں تو میری بیٹی میرے غم میں مر جائے گی۔"

میں نے واسنا کی جانب دیکھا۔ صبح کا اجالا بالغ ہو کر اس کے بدن سے لپٹ رہا تھا۔ وہ رومی کو گود سے اتار کر اپنی ساڑی درست کر رہی تھی اور مجھے حسرت سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے پلٹ کر بوڑھے سے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟"

"وائن ہیڈ گر۔" اس نے کہا۔

"تم اپنی بیٹی کو چھوڑ کر واسنا اور رومی کو کہاں لے جا رہے تھے؟"

"کہیں نہیں۔ ہم راستہ بھٹک گئے تھے۔"

واسنا آگے بڑھ کر بولی: "یہ جھوٹ کہتا ہے۔ میں طیارے سے کودنے کے بعد مسٹر شاکو تلاش کر رہی تھی لیکن وہاں سب لوگ نامعلوم سے خوفزدہ ہو کر بھاگ رہے تھے۔ میں اسے اٹھا کر بھاگنے لگی۔ مگر ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ تب یہ بوڑھا وائن میرے پاس آیا۔ یہ سب سے آخر میں طیارے سے اترا تھا۔ سب لوگ جا چکے تھے۔ اس نے اندھیرے میں میری ساڑی کو چھو کر کہا۔"

"اچھا تو تم وہی ہندوستانی لڑکی ہو؟"

"ہاں۔ یہ بچہ اپنے ماں باپ سے بچھڑ گیا ہے۔ اسے اٹھا کر لے چلو۔"

یہ بچے کو اٹھا کر تیزی سے چلنے لگا۔ میں نے کہا: "بھاگو۔ یہاں کسی وقت بھی ٹائم بم کا دھماکہ ہو سکتا ہے۔"

یہ ہنستے ہوئے بولا: "یہ سب بکواس ہے۔ آرام سے چلو۔"

لیکن میں اور تیزی سے چلنے لگی اور اس کے ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "تنہا آگے بڑھو گی تو اس جنگل کی بھول بھلیوں میں گم ہو جاؤ گی میں یہاں کے راستے جانتا ہوں۔"

"کیسے جانتے ہو؟"

"میں یہاں کئی بار آچکا ہوں۔ یہاں کے باشندے بھی مجھے پہچانتے ہیں۔"

واسنا کی باتیں سن کر میں نے وائن ایڈگر سے کہا۔ "ایسے وقت جبکہ سب ہی خوفزدہ ہو کر بھاگ رہے تھے۔ تم سب سے آخر میں اطمینان سے طیارے کے باہر آئے۔ تمہیں کیسے یقین ہوا کہ وہاں ٹائم بم نہیں رکھا گیا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "بس یونہی میں نے سوچا کہ اسمگلر اس طیارے کو ٹائم بم سے تباہ کریں گے تو دھماکوں کی آواز اور لپکتے ہوئے شعلے دور تک جائیں گے۔ پھر وہ فرار ہونے سے پہلے ہی پکڑے جائیں گے۔ لہٰذا وہ طیارے میں ٹائم بم رکھنے کی حماقت نہیں کر سکتے۔"

میں نے پوچھا۔ "یہاں کے باشندے تمہیں کس طرح پہچانتے ہیں؟"

"میں یہاں سے نایاب ایکسپورٹ کیا کرتا تھا۔ اس لیے مقامی باشندوں سے واقفیت ہے۔ ابھی تم میرے ساتھ چلو۔ میں تم سے تعارف کراؤں گا۔"

مجھے شبہ ہوا کہ وہ باتیں بنا رہا ہے۔ وہ کوالالپور اور پنانگ جیسے ملایا کے شہر میں بیٹھ کر بزنس کر سکتا تھا۔ اس دور افتادہ جنگل میں غیر مہذب لوگوں میں آکر کاروبار کرنے والی بات کو ذہن تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔ میں واسنا کی طرف پلٹ کر باتیں کرتے ہوئے ریوالور کے چیمبر کو خالی کرنے لگا۔ میری پشت پر کھڑے وائن کی طرف تھی۔ میں نے پوچھا۔ "واسنا! کیا خیال ہے؟ کیا ہمیں وائن کے ساتھ مقامی باشندوں کی بستی میں جانا چاہیئے؟"

وہ بڑی محبت اور عقیدت سے مجھے دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "تم ذہین بھی ہو۔ اور دلیر بھی۔ اتنے سارے مسافروں میں کوئی ہماری تلاش کے لیے نہیں نکلا۔ میں کس منہ سے تمہاری تعریف کروں—؟"

میں نے واسنا کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ "میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ تم اس ریوالور سے خوفزدہ ہو کر بھاگنے کی بات نہیں سوچ رہی ہو۔ میں اسے یہیں پھینک دیتا ہوں۔"

میں نے ریوالور کو دور پھینکتے ہوئے کہا۔ "چلو وائن! بستی تک ہماری رہنمائی کرو۔"

وہ ہمارے پیچھے آگے بڑھا۔ پھر چند قدم چلنے کے بعد اچانک ہی پلٹ کر بھاگا ہوا ریوالور کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے آواز دی۔ اس نے ریوالور تان کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں اس بستی میں نہیں، جہنم میں ۔۔۔ پہنچاؤں گا۔"

میں نے سہم کر کہا۔ "م۔ مسٹر وائن! م۔ مگر تم مجھے مارنا کیوں چاہتے ہو؟"

وہ دانت پیس کر بولا۔ "مرنے سے پہلے سن لو کہ میں اسمگلروں کا باس ہوں۔ ریٹا جس باس کو جانتی تھی، وہ میرا پارٹنر ہے۔ یہ میری پلاننگ تھی کہ میرے ماتحت مجھے مسافروں کے درمیان چھوڑ کر جائیں گے۔ پہلے وہ تمام مال کو ایک محفوظ مقام تک پہنچائیں گے۔ اس وقت تک اگر تمام مسافر بغاوت پر اتر آئیں یا طیارے سے نکل پڑیں تو میں ان کے ساتھ رہ کر اپنے لوگوں کو خفیہ پیغام پہنچاؤں گا۔ تاکہ وہ تم سب کو اس جنگل میں گھیر کر مارتے رہیں اور چشم دید گواہوں کو مٹا لیں۔"

میں نے پوچھا۔ "پھر تو تمہیں ان مسافروں کے پاس جانا چاہیئے تھا۔ واسنا اور روی کے ساتھ ادھر کہاں آگئے؟"

"ہی ہی ہی۔" وہ ہنستے ہوئے واسنا کو للچائی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "اس کی جوانی پر دل آگیا ہے۔ تمہارے آنے سے پہلے میں زبردستی کر رہا تھا۔ مگر یہ قابو میں نہیں آرہی تھی۔ ایسے ہی وقت مجھے احساس ہوا کہ ہمارے قریب کوئی ہے۔ پھر تمہارے پکارنے کی آواز سنائی دی۔ کوئی بات نہیں۔ اب تمہاری موت کے بعد میرے ارمان پورے ہو جائیں گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کے ٹریگر کو انگلی سے دبایا۔ کھٹ کی آواز ہوئی۔ مگر گولی نہ چلی۔ میں نے آگے ہاتھ بڑھا کر اپنی مٹھی کھول دی۔ میری ہتھیلی پر چار کارتوس رکھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا۔ "بیوقوف بڈھے! اگر میں یہ چال نہ چلتا تو تم اپنی زبان سے اپنا پول دکھولتے۔ لاؤ۔ ریوالور واپس کر دو۔"

اس نے پتھر مارنے کے انداز میں ریوالور کھینچ کر مارا۔ پھر ایک سمت بھاگنے لگا۔ میں نے کارتوس پھینک کر اس کے پیچھے دوڑ لگائی۔ "رک جاؤ وائن! میں تمہاری مدد کے لیے تمہیں زندہ واپس لے جاؤں گا۔"

لیکن وہ بے تحاشا بھاگتا جا رہا تھا۔ اس کے دوڑنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اس جنگل کے چپے چپے سے واقف ہے۔ اور جنگلی باشندوں کی طرح اونچے نیچے لاستوں پر دھڑلے سے رہنے کا عادی ہے۔ وہ کمبخت برابر فاصلہ رکھ کر بھاگ رہا تھا۔ اگر مجھے اس کی تیزی اور طراری کا علم ہوتا تو میں اسے دھمکی دینے کے لیے ریوالور ضرور ساتھ لاتا۔ میں نے خواہ مخواہ اسے دھمکی دی۔ "رک جاؤ۔ ورنہ فائر کر دوں گا۔" بڈھا چالاک تھا۔ دھمکی میں نہیں آیا۔ اب میں اسے بڈھا نہیں کہوں گا کیونکہ وہ جوانوں کی طرح دوڑ لگا رہا تھا۔ بلکہ جوانوں سے زیادہ پھرتی دکھا رہا تھا۔

یقیناً اس کی کوئی منزل ہوگی۔ اس لیے وہ بے تکان منہ اٹھائے بھاگا جا رہا تھا۔ ایک جگہ پہنچ کر اچانک ہی اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی جیسے کوئی نالہ پھلانگ رہا ہو۔ حالانکہ وہاں صرف گھاس پھوس کا ڈھیر تھا۔ چھلانگ لگاتے ہی وہ گر پڑا۔ میں اسے پکڑنے کی دھن میں تھا۔ اس لیے اس کی چھلانگ کے مقصد پر غور نہ کر سکا۔ سیدھا دوڑتا

چلا گیا۔ تب اچانک ہی میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔

بے اختیار میرے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ میں گہری پستی میں گرتا ہوا ایک گڑھے کی تہہ میں پہنچ گیا۔ گڑھے کی تہہ پتھریلی نہیں تھی۔ پھر بھی میری پسلیاں دکھنے لگیں۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ تب مجھ میں آیا کہ جانوروں کو یا دشمنوں کو شکار کرنے کے لیے جنگلی باشندے اسی طرح گڑھے کھود کر اوپر سے گھاس پھوس بچھا دیتے ہیں۔

میں نے ایسی جنگلی تدبیریں کتابوں میں پڑھی تھیں یا فلموں میں دیکھی تھیں۔ اب خود ایسے ایک گڑھے میں گر کر قید ہو گیا تھا۔ میں نے سر کو جھٹک کر اوپر کی جانب دیکھا۔ وائن گڑھے کے کنارے سے جھانکتے ہوئے ہانپ رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ "الو کے پٹھے! میں ساری دنیا کی پولیس کو پکا تا ہوں۔ تم کس کھیت کی مولی ہو۔ اب یہاں آرام سے پڑے رہو۔ میرے ماتحت کسی وقت یہاں آکر تمہیں ٹھکانے لگا دیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے اسے آواز دی۔ "وائن! میری بات سنو۔ مجھے دشمنی پر مجبور نہ کرو۔"

اس کی آواز سنائی دی۔ "دشمنی اور کسے کہتے ہیں؟ تم نے میرے چھ بہترین آدمیوں کو ہلاک کیا۔ اب میرے آدمی تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

اس کی آواز دور ہوتی چلی گئی۔ میں نے اسے پھر آواز دی لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ تب میں واسنا کو پکارنے لگا۔ وائن کا تعاقب کرتے ہوئے پتہ نہیں میں کتنی دور آگر پھنس گیا تھا۔ میں اس امید سے پکار رہا تھا کہ جنگل میں دور تک آواز گونجتی چلی جاتی ہے۔

میں پکارتے پکارتے تھک گیا۔ بے بس ہو کر اکڑوں بیٹھ گیا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اپنی قبر میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اس گڑھے کی چوڑائی تقریباً چھ فٹ اور گہرائی پندرہ فٹ تھی۔ میں پندرہ فٹ کی بلندی تک اچھل کر گڑھے سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ اگر چاقو یا کوئی اور آہنی ہتھیار ہوتا تو اس سے آس پاس کی دیواروں کو ذرا کھود کر اوپر چڑھنے کی تدبیر کر سکتا تھا لیکن میں بالکل ہی نہتا تھا۔

میں اٹھ کر چاروں طرف کی دیواروں کو ٹٹولنے لگا۔ جانور گڑھے میں گرنے کے بعد بالکل میری طرح چاروں طرف گھومتے ہوں گے۔ اور راستہ نہ پا کر دیواروں سے سر ٹکراتے ہوں گے۔ میں دیواروں پر ہاتھ مار رہا تھا۔ وہ سخت مٹی کی دیواریں تھیں۔ انہیں ریت یا کیچڑ مٹی کی طرح انگلیوں سے کھود نہیں جا سکتا تھا۔ میں پریشان ہو کر پھر بیٹھ گیا۔

وقت آہستہ آہستہ گزرنے لگا۔ واسنا نے یقیناً مجھے تلاش کیا ہوگا۔ اور راستہ بھٹک گئی ہوگی۔ اتنی دور چلی گئی ہوگی کہ میری آواز اس کے کانوں تک نہیں پہنچ سکی ہوگی۔ میں اپنے طور پر سوچ رہا تھا۔ باہر کی دنیا کی خبر مجھے نہیں تھی۔ قبر کی دنیا میں میری ذہانت کام نہیں آرہی تھی۔ تجربہ ہو رہا تھا کہ قبر میں پہنچ کر انسان واپس آنے کی تدبیر نہیں کر سکتا۔

تقریباً پانچ گھنٹے گزر گئے۔ باہر تیز دھوپ کی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ اس دھوپ کے باوجود گڑھے میں ٹھنڈک تھی۔ اور اب مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ میں پھر اٹھ کر بے چینی سے سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ صرف آسمان نظر آرہا تھا۔ میری پریشانی بڑھنے لگی — وائن ایڈگر کہہ گیا تھا کہ اس کے ماتحت یہاں آکر مجھے ہلاک کر دیں گے۔ وہ مقامی باشندوں کی بستی میں پہنچ گیا ہوگا۔ اور اپنے آدمیوں کے ساتھ واپس آرہا ہوگا۔ کاش کہ وہاں سے نکل بھاگنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں آسکتی۔

کتنی ہی پریشانیوں نے ایک ساتھ گھیر لیا تھا۔ شانہ کو چھوڑ کر آتے وقت میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ اس طرح گڑھے میں آگروں گا۔ پتہ نہیں وہ کس حال میں ہوگی۔ مجھے عازم سمجھ کر پیار کرنے والی میرے انتظار میں بھوکی رہ سکتی ہے۔ میں تصور میں اسے پریشان دیکھ رہا تھا۔

اب کیا ہونے والا تھا۔ خدا ہی بہتر جانتا تھا۔ بس ہر لحظہ دشمنوں کی آمد کا دھڑکا لگا تھا۔ ایسی موت کے تصور ہی سے ذلت کا احساس ہو رہا تھا کہ مجھے چوہے کی طرح اس چوہے دان میں قید کر کے آسانی سے مار دیا جائے گا۔

میں جھنجھلا کر انگلیوں سے دیوار کو نوچنے کھسوٹنے لگا۔ اچھل اچھل کر اندازہ کرنے لگا کہ کتنی اونچائی تک پہنچ سکتا ہوں۔ میں اپنے قد کی مناسبت سے گڑھے کی تہہ سے آٹھ فٹ کی بلندی تک جا سکتا تھا۔ باقی سات فٹ کی بلندی منہ چڑا رہی تھی۔

اچھلنے کودنے کے باعث بھوک اور بڑھ گئی۔ میں سوچنے لگا۔ کہ میں وہی فرہاد علی تیمور ہوں جو ہمیشہ موت سے پنجے لڑاتے ہوئے گزر جاتا ہے۔ آج کیا ہو گیا؟ کیا خیال خوانی کی کمی نے مجھے ایک حقیر کیڑا بنا دیا ہے؟

نہیں، ہماری دنیا میں ہزاروں ایسے انسان ہیں، جو ٹیلی پیتھی کے بغیر اپنے عزم و ہمت اور فراست سے قدم قدم پر مصائب کو شکست دیتے ہیں۔ مجھے ایسا ہی ایک مثالی انسان بننا چاہیئے۔ میں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا۔ "خدایا! میں تجھ سے کیا مانگوں۔ اپنی آزادی؟ اپنی ذہانت؟ اپنے علم کی واپسی؟ اپنے چاہنے والوں کی شیرینی؟ یا اپنے پیٹ کے لیے کھانا؟ یہ میں کیا مانگوں؟ سنا ہے تو مانگنے سے پہلے ہی دے دیتا ہے۔۔۔۔"

میں زیر لب دعا مانگ رہا تھا کہ اوپر کے آس پاس کے درختوں

میں شور سنائی دیا۔ میں چیخ چیخ کر آوازیں دینے لگا۔ "واسا۔ شبانہ۔ شرما۔۔۔۔۔"

اچانک یوں لگا جیسے دشمنوں نے گولے پھینکنے شروع کر دیئے ہوں۔ میں دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔ ایک گولہ میری کمر پر اور دوسرا گولہ میری ٹانگ پر لگا۔ میں گر گیا۔ کروٹ بدل کر دیکھا تو جیسے حضرت موسیٰ کی تاریخ دہرائی جا رہی ہو۔ خداوند کریم کو میری ایک دعا پسند آگئی تھی۔ آسمان سے من و سلویٰ اتر رہا تھا۔ تین عدد بڑے بڑے ناریل میرے قریب پڑے ہوئے تھے۔

میں تھوڑی دیر تک دیوار سے چپکا کھڑا رہا۔ اندیشہ تھا کہ اور گولے پھینکے جائیں گے۔ جب دیر تک خاموشی رہی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ پندرہ فٹ کی بلندی پر گڑھے کے کنارے ڈاروں کے باپ دادا اکٹھے ہوئے مجھے دیکھ رہے تھے۔

بندر کے ہاتھ میں ناریل والی بات تھی۔ مجھے تماشہ سمجھ کر دیکھنے والے بندروں نے درختوں سے ناریل توڑ کر میری طرف پھینکا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے ہم چڑیا گھر میں بندروں کے پنجرے میں کھانے کی چیزیں پھینکتے ہیں۔ آج وہ جانور بڑی فراخدلی سے انسان کے پنجرے میں کھانا پہنچا رہے تھے۔

میں نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔ وہ سب دانت نکال کر کھلکھلانے لگے۔ میں دونوں ہاتھ اٹھا کر اچھلنے لگا۔ انہیں سمجھانے لگا کہ میں باہر آنا چاہتا ہوں۔ وہ بھی گڑھے کے کنارے اچھلنے لگے۔ میں نے سر کھجاتے ہوئے سوچا۔ یہ بندر ہیں۔ صرف نقل اتاریں گے۔ وہ بھی سر کھجا کر میری طرف دیکھنے لگے۔

میں مجبور ہو کر بیٹھ گیا۔ پہلے پیٹ کی آگ بجھانا ضروری تھا۔ میں ایک ناریل پر دوسرے ناریل کو مار کر توڑنے لگا۔ تھوڑی دیر میں ڈاب (ناریل) کے چھلکے اتنے کمزور ہو گئے۔ کہ میں انہیں انگلیوں سے نوچ کر الگ کرنے لگا۔ میں بار بار اوپر بھی دیکھتا جاتا تھا۔ ایک بار ایک بندر گڑھے کے کنارے اپنی بلانبی سی دم لٹکا کر بیٹھ گیا۔ جیسے مجھے باہر نکالنے کے لیے رسّی لٹکا رہا ہو۔

میں فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ حماقت ہی تھی۔ میں بندر کی دم پکڑ کر اوپر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ میرا وزن کیا سنبھالتا، خود ہی نیچے آجاتا۔ پھر یہ کودم لٹکنے کے باوجود وہ میری پہنچ سے دُور تھی تاہم میں اپنی احمقانہ حرکتوں سے انہیں سمجھانا چاہتا تھا کہ میں لٹکنے والی کوئی بھی چیز تھام کر اوپر آنا چاہتا ہوں۔

اس خیال سے میں دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دم کی طرف اچھلا۔ اگرچہ وہ بہت دور تھی۔ لیکن اس بدمعاش نے اپنی دم موڑ کر اوپر اٹھالی۔ میری طرف منہ گھما کر ہنسا پھر اپنی دم سیدھی کر دی جیسے چٹخنی کر رہا ہو۔ "اوئے ہمت ہے تو میری دم پکڑ لو۔

میں جھنجھلا کر بیٹھ گیا۔ ڈاب کا اندرونی حصہ توڑ کر پہلے میں نے ٹھنڈا میٹھا پانی پیا۔ پھر ناریل کھرچ کر کھانے لگا۔ وہ سب کنارے بیٹھے جائزہ لے رہے تھے۔ کہ اگر تمام انسانوں کو اسی طرح کٹہروں میں بند کر دیا جائے تو وہ کھاتے پیتے وقت جانور نظر آئیں گے یا انسان ہی رہیں گے۔ مجھے تو وہ اسی انداز میں سوچنے والے فلسفی نظر آ رہے تھے۔

میرا پیٹ بھر گیا۔ جھنجھلاہٹ ختم ہو گئی۔ میں نے سر اٹھا کر احسانمندی سے بندروں کو دیکھا۔ بول تو رزق خدا کی طرف سے ملتا ہے۔ مگر مجھے یہ بات ہمیشہ یاد رہے گی کہ کبھی جانوروں نے مجھ تک کھانا پہنچایا تھا۔ میں ناریل کے چھلکوں کو سمیٹ کر اوپر پھینکنے لگا۔ بندر بھاگ گئے۔ ناریل کا اندرونی چھلکا مکڑی کی طرح سخت ہوتا ہے۔ میں اسے ہاتھ میں لے کر دیوار کو ہموار کرنے لگا۔

دیوار کی مٹی گرنے لگی۔ میں وہاں دونوں ہاتھ رکھ کر اوپر کی جانب اٹھ سکتا تھا۔ لیکن مٹی ملائم نہیں تھی۔ ہاتھ رکھنے کی پہلی جگہ بننے سے پہلے ہی ناریل کا چھلکا ٹوٹ گیا۔ میں نے دوسرا چھلکا اٹھا کر کھودنا شروع کیا۔ اگر میں دو یا تین فٹ کے فاصلہ پر اسی طرح ہاتھ رکھنے کی جگہ، بلندی تک کھودتا چلا جاتا۔ تو اس گڑھے سے نکلنا آسان ہو جاتا۔

لیکن ناریل کے چھلکے ٹوٹتے جا رہے تھے۔ جب میں نے دس فٹ کی بلندی تک پہنچنے کے لیے کھدائی مکمل کر لی۔ تو اس وقت تک تمام چھلکے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکے تھے۔ میں نے انہیں اٹھا کر گڑھے سے باہر پھینک دیا۔ کیونکہ وہ کسی طرح بھی کام نہیں آ سکتے تھے۔

ایک بار میں پھر تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ اب میں پہلے کی طرح بادل نہیں تھا۔ سر اٹھا کر دس فٹ کی بلندی تک کھڑے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد صرف پانچ فٹ کی اونچائی رہ جاتی تھی۔ اگر میں پہلی طرح ہاتھ اٹھاتا تو اوپر کنارے کو تھامنے کے لیے دو فٹ کا فاصلہ رہ جاتا۔

اگر چہ اتنا سا فاصلہ بظاہر کچھ نہ تھا۔ مگر حزن کے اُگے لب بام پہنچنے کے لیے ایک بالشت کا فاصلہ بھی رہ جائے تو اس وقت وہ قیامت کا فاصلہ ہوتا ہے۔ کیسی بے بسی تھی کہ میں دو فٹ کا فاصلہ طے نہیں کر سکتا تھا۔ تمام بندر بھی غائب ہو گئے تھے۔ میں نے انہیں آواز دی۔ "ارے او ڈاروں کے رشتے دار۔۔۔ کہاں چلے گئے۔ دو چار ناریل اور پھینک دو۔ خدا تمہارا بھلا کرے گا۔"

میری آواز پر کوئی نہ آیا۔ انسان ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر جانوروں سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ اب اس بات پر حیرانی تھی۔ کہ دشمن بھی مجھے ہلاک کرنے نہیں آ رہے تھے۔ آدھا دن تو گزر ہی چکا تھا۔ پتہ نہیں وائن ایڈ کرسٹی میں جا کر خاموش کیوں بیٹھ گیا تھا۔ کم از کم وہی میری موت کا سامان کرنے آتا۔ میں کسی تدبیر سے زندگی کا سامان کر لیتا۔ قسمت کی ستم ظریفی کہ دشمنوں کا سہارا بھی چھوٹ

گیا تھا۔ دوپہر کے دو بجے میں نے بیلی کاپٹر کی آواز سنی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اوپر صرف آسمان نظر آ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز کبھی قریب آتی تھی اور کبھی دور ہو جاتی تھی۔ وہ ہیلی کاپٹر یقیناً گم شدہ طیارے کی تلاش میں آیا ہو گا۔ میں قمیض اتار کر اوپر کی طرف اچھالنے لگا۔ وہ قریب سے گزرتے وقت مجھے اس شکل کو دیکھ سکتے تھے۔ لیکن تقدیر جب بے بسی کا مذاق اڑانے پر تل جائے تو کوئی تدبیر کام نہیں آتی۔ آدھ گھنٹے بعد ہیلی کاپٹر کی آواز ختم ہو گئی۔

میں نے وہ خون کا لوتھڑا قمیض ایک طرف پھینک دی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دوسرے مسافروں نے ہیلی کاپٹر کو سگنل کیوں نہیں دیا؟ یا پھر ہیلی کاپٹر والوں کو وہ دیوہیکل طیارہ نظر کیوں نہیں آیا؟ کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ آخر باہر کیا ہو رہا ہے؟

میری تو یہ حالت تھی کہ کبھی کھڑا ہو رہا تھا۔ کبھی بیٹھ رہا تھا۔ اور میں کر بھی کیا سکتا تھا؟ جھنجھلاہٹ ختم ہو گئی تھی۔ بیچارگی سے ایک بات ذہن میں تھی کہ اس گڑھے میں یا تو مر جانا ہے۔ یا پھر دس فٹ کا آخری فاصلہ کسی طرح طے کرنا ہے۔

آہستہ آہستہ وقت گزرتا جا رہا تھا۔ شام ہو رہی تھی۔ اس وقت کہیں دُور بہت دُور سے ہلکی ہلکی فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ ایک طویل انتظار کے بعد اس جنگل میں انسانوں کی موجودگی کا پتہ چلا۔ لیکن آواز اتنی دور تھی کہ وہاں تک میری آواز نہیں جا سکتی تھی۔ پھر بھی میں نے چیخنا شروع کیا میری توقع کے مطابق کسی نے میری چیخ و پکار نہیں سنی۔

آدھ گھنٹہ اور گزر گیا۔ تب مجھے دھپ دھپ کی آواز سنائی دی جیسے کوئی گھاس پر دوڑ رہا ہو۔ میں نے چیخ کر کہا۔ "کون ہے؟ میری آواز سنو۔ میں یہاں گڑھے میں ہوں۔ مجھے یہاں سے نکالو۔۔۔۔"

دھپ دھپ کی آواز تھم گئی۔ گڑھے کے کنارے کوئی زور زور سے سانس لے رہا تھا۔ بھاگتے رہنے کے باعث ہانپ رہا تھا۔ پھر مجھے سیاہ اور اورنج رنگ کا بلا ڈراسکرٹ نظر آیا۔ میں نے چیخ کر آواز دی۔ "شبانہ۔۔۔۔"

وہ گڑھے کے کنارے گر پڑی تھی۔ اور بری طرح ہانپتی ہوئی گڑھے کے اندر میری طرف ہاتھ بڑھا رہی تھی۔ اشارتاً کہہ رہی تھی "مجھے اپنے پاس بلا لو۔"

"نہیں شبانہ! ادھر نہ آنا۔ حوصلہ کرو۔ تم مجھے یہاں سے نکال سکتی ہو۔"

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ گڑھے کے کنارے دونوں ہاتھ رکھ کر لٹک گئی۔ پھر وہاں سے کود کر مجھ پر آئی۔ میں اسے سنبھالتا ہوا گڑھے کی تہہ میں بیٹھ گیا۔ وہ مجھ سے لپٹ کر ہانپنے لگی۔ چونکہ بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ اس لیے میں نے کوئی سوال نہیں کیا۔ چپ چاپ اپنے سینے پر اس کی ہانپتی ہوئی جوانی کے دھماکوں کو محسوس کرتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد دور کسی رکی آواز سنائی دی۔ "اے تم کہاں ہو؟" وہ سہم کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ دوسری بار آواز آئی۔ "تم مجھ سے چھپ نہیں سکو گی۔ کسی درخت کے پیچھے ہو تو سامنے آجاؤ۔"

میں شبانہ کے ساتھ دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔ اوپر گڑھے کے کنارے گھاس پھوس کے تنکے لٹکتے نظر آ رہے تھے۔ شبانہ کا تعاقب کرنے والا کسی بھی لمحہ وہاں پہنچ کر ہمیں دیکھ سکتا تھا۔ شبانہ یقیناً اس سے چھپنے کے لیے گڑھے میں کودی تھی۔ ورنہ اسے اتنی سمجھ تھی کہ مجھے وہاں سے نکالنے کی تدبیر کرنی تھی۔

ہم دم سادھے دیوار سے لگے کھڑے رہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ آنے والے سے کس طرح نمٹنا چاہیئے۔ میں نے شبانہ کے کان میں سرگوشی کی "کیا وہ مسلح ہے؟"

وہ میرے کان میں بولی۔ "اس کے پاس ایک پستول ہے۔"

مجھے ریٹا کا پستول یاد آیا۔ میں نے اس پستول سے طیارے میں دو اسمگلرز کو ہلاک کیا تھا۔ پھر اسے پھینک کر اشین گن اٹھائی تھی یقیناً اس پستول کو کسی نے اٹھا کر رکھ لیا تھا۔ جو کچھ بھی ہو۔ میں گڑھے کی تہہ میں رہ کر اس پستول والے سے نمٹ نہیں سکتا تھا۔

بہت دیر ہو گئی۔ گڑھے کا کنارہ ویران رہا۔ وہاں کوئی نہیں آیا۔ میں نے شبانہ سے پوچھا۔ "جب تم بھاگی آ رہی تھیں تو کیا یہ گڑھا نظر آیا تھا؟"

"نہیں۔ دور تک گھاس بچھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ تمہاری آواز سن کر قریب آئی۔ تب یہ گڑھا نظر آیا۔"

میں نے اطمینان کی سانس لے کر کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہیں تلاش کرتے دوسری طرف چلا گیا ہے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" وہ میرے سینے پر سر رکھ کر بولی۔ "تم مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے تھے؟ کیا مجھ سے بیزار ہو؟"

"نہیں شبانہ! جب مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے قافلہ میں ردی اور واسا نہیں ہیں تو میں ان کی تلاش میں چلا گیا۔ تم سے اجازت لیتا تو تم جانے نہ دیتیں۔ اور میں اپنی فطرت سے مجبور ہوں۔ کسی کو اس جنگل میں تنہا چھوڑ کر تمہارے ساتھ سکون سے نہیں رہ سکتا تھا۔"

"مجھے اسی بات کا دکھ ہے کہ تمہارے عمل میں دوسروں کا درد ہے۔ دوسروں کے لیے تم اس صعوبت میں پھنسے ہو۔ آخر تمہیں کیا حاصل ہوا؟"

میں نے اسے بتایا کہ میں نے واسا اور ردی کو ڈھونڈ نکالا تھا۔

لیکن وائن ایڈگر مجھے دھوکے سے اس گڑھے میں گرا کر چلا گیا۔ شبانہ نے پوچھا۔ "پھر وہ تمہیں ہلاک کرنے واپس کیوں نہیں آیا؟"

"میں کیا جاؤں۔ میں تو صبح سے یہاں پڑا ہوں۔ اب ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں۔ دیکھو میں تمہیں کاندھے پر چڑھا کر دس فٹ کی بلندی تک جا سکتا ہوں۔ تمہارا قد پانچ فٹ ہے۔ تم آسانی سے باہر جا کر میرے لیے کوئی رسی یا لکڑی یا کوئی بھی چیز تلاش کر سکتی ہو۔"

"میں باہر نہیں جاؤں گی۔ وہ مجھے دیکھ لے گا۔"

"وہ جا چکا ہے۔"

وہ بولی۔ "مگر باہر اور بھی لوگ ہیں۔ وہ اسمگلر ایک ایک کو چن چن کر قتل کر رہے ہیں۔"

"قصہ کیا ہے؟ آخر باہر کیا ہو رہا ہے؟"

وہ کہنے لگی۔ "تم مجھے مانھ دھیرے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ بھی نہ سوچا کہ مجھ پر بھی مصیبتیں نازل ہو سکتی ہیں۔ صبح تک تمام قافلے کے لوگ چپ چاپ بیٹھے رہے۔ سب کو یقین ہو گیا کہ طیارے میں ٹائم بم نہیں رکھا گیا ہے۔ تم سے اسٹین گنیں لینے والے نوجوان ہماری حفاظت کے لیے چاروں طرف گھوم رہے تھے۔ چار آدمی وہاں سے جا کر طیارے سے کھانے کا سامان لے آئے۔ صبح سات بجے دو آدمیوں نے ان نوجوانوں سے اسٹین گنیں لے کر انہیں آرام کرنے کے لیے کہا۔ شرما میرے پاس آ کر بولا۔ "تمہارا عازم دجلے کہاں گم ہو گیا ہے۔ کیا تمہیں اسے تلاش نہیں کرو گی؟"

اس نے میرے دل کی بات کہی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں اس جنگل میں اکیلی کہاں تلاش کروں گی۔ کیا تم میرے ساتھ چلو گے؟"

وہ تیار ہو گیا۔ اسی وقت اسٹین گن والوں نے ہم سب کو للکارتے ہوئے کہا۔ "تم تمام لوگوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ اپنی اپنی جگہ خاموشی سے لیٹ جاؤ۔ جو حکم عدولی کرے گا، اسے اسٹین گن سے بھون دیا جائے گا۔"

دو جوانوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پوچھا۔ "یہ کیا حرکت ہے؟ کیا تم دونوں اسمگلروں سے مل گئے ہو؟"

جواب میں اسٹین گن سے گولیاں چلیں۔ ہم سب چیختے ہوئے لیٹ گئے۔ اب کوئی سوال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ ان نوجوانوں کی موت نے سب کو دہشت زدہ کر دیا تھا۔ ایک اسٹین گن والے نے کہا۔ "یہاں کے باشندے ہمارے غلام ہیں۔ اس وقت وہ جھاڑیاں کاٹ کر طیارے کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تم لوگوں پر بھی جھاڑیاں ڈال دی جائیں گی۔ تاکہ سروچ ٹیم کا کوئی طیارہ یا ہیلی کاپٹر تم لوگوں کو نہ دیکھ سکے۔ اور تم لوگوں کو وارننگ دی جاتی ہے کہ اگر کسی نے کسی بھی طرح سگنل دینے کی کوشش کی تو اُسے فوراً ہی ہلاک کر دیا جائے گا۔"

ہم تعداد میں زیادہ تھے۔ لیکن اسٹین گنوں کے سامنے ان دو آدمیوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ کچھ دیر بعد وہاں جنگلی لوگ آ گئے۔ وہ کٹی ہوئی جھاڑیاں اٹھائے ہوئے تھے۔ اور ہم سب پر لا کر ڈال رہے تھے۔ میں شرما کے قریب لیٹی ہوئی تھی۔ اس لیے جھاڑیوں میں چھپنے کے باوجود ایک دوسرے کو دیکھتے اور باتیں کرتے رہے۔

شرما نے کہا۔ "تقدیر میں جو لکھا ہے۔ وہ پورا ہو گا۔ تمہیں مجھ حالات میں ڈرنا نہیں چاہیے۔ اپنا دھیان ہٹانے کے لیے کچھ باتیں کرو۔"

میں نے کہا۔ "مجھے صرف عازم کی فکر ہے۔ جانے وہ کہاں گم ہو گیا ہے۔"

"تمہاری شادی کب ہوئی تھی؟"

"تین دن پہلے۔ اور جب سے شادی ہوئی ہے۔ کوئی نہ کوئی مصیبت آتی جا رہی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "مجھے افسوس ہے۔ ایسا ہنی مون کسی نے نہیں منایا ہو گا۔"

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟"

"نہیں۔ تقدیر مذاق اڑا رہی ہے۔ تم نے باپ سے بغاوت کی، شوہر سے بھی کچھ نہ ملا۔"

شرما کی باتیں سن کر میرا دل رونے لگا۔ واقعی میں نے باپ کا دل دکھایا۔ تقدیر مجھے دکھوں میں مبتلا کر رہی ہے۔ میں نے ایک سرد آہ بھر کر شرما سے کہا۔ "ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ مجھے زوال ہی ہے۔ باپ کو چھوڑنے کے بعد شوہر بھی پرایا سا ہو گیا ہے۔ وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔"

"کون؟" شرما نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا عازم اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے؟"

میں نے کہا۔ "ہاں۔ اس مصیبت کی گھڑی میں تم ہی میرے دکھ کو سمجھنے والے ہو۔ میں تم سے کیا چھپاؤں۔ وہ اپنا ماضی بھول گیا ہے۔ کہتا ہے میں عازم نہیں فرہاد ہوں۔"

میں شبانہ کی باتیں سن کر پریشان ہو گیا۔ میں نے پوچھا۔ "تمہیں شرما سے یہ باتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ بولی۔ "ضرورت میں سمجھتی ہوں۔ شرما مجھ پر مہربان تھا۔ میں زیادہ سے زیادہ اس کی ہمدردی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ تاکہ وہاں سے نکلنے کا موقعہ ملے تو میرے ساتھ وہ بھی تمہیں تلاش کرے۔"

میں خاموش رہا۔ اب اس پر تنقید کرنا فضول تھا۔ جو کچھ اسے کہنا تھا وہ کہہ چکی تھی۔ اسے خاموش دیکھ کر میں نے پوچھا۔ "چپ کیوں ہو؟ کیا میں کرشر شرما کو تعجب نہیں ہوا کہ میں خود کو فرہاد کہتا ہوں؟"

وہ کہنے لگی۔ "ہاں اس نے تعجب سے کہا تھا۔ یادداشت

کھونے والا ماضی کو بھول جاتا ہے۔ لیکن یہ کبھی نہیں سنا کہ ایسا شخص اپنی کسی دوسری شخصیت کا اظہار کرتا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارا شوہر نہ ہو۔ تمہارے شوہر کا ہمشکل ہو۔"

یعنی وہ شرما بھی کسی ہمشکل کی بات کر رہا تھا۔ مگر میں نہیں مان سکتی تھی۔ میں نے کہا۔ "لعل تو میں اپنے شوہر کو اچھی طرح پہچانتی ہوں کسی ہمشکل سے دھوکہ نہیں کھا سکتی۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی اس کا ہمشکل ہے تو اسے رومانہ نام کی ایک لڑکی اپنے ساتھ لے گئی ہے۔"

"رومانہ؟" شرما نے ایک دم سے چونک کر پوچھا۔ "کیا تم رومانہ کو جانتی ہو؟"

"میں نہیں جانتی۔ میں نے ڈیڈی کی کوٹھی میں یہ نام سنا تھا۔ قصہ یہ ہے کہ ڈیڈی نے اپنے آدمیوں کے ذریعہ عازم کو ہلاک کرنا چاہا۔ ڈیڈی کے کرائے کے غنڈے عازم کو صورت شکل سے نہیں پہچانتے تھے۔ انہوں نے فرہاد نامی کسی شخص کو پکڑ لیا۔ پھر اسے ہلاک کرنے ایک ویرانے کی طرف لے جا رہے تھے کہ رومانہ نے راستے میں یہ ڈرامہ اور دکھاوا دعویٰ کیا کہ فرہاد اس کا ساتھی ہے۔ ڈیڈی کے غنڈوں نے فرہاد اور رومانہ سے سمجھوتہ کر لیا۔ وہ دونوں بحری جہاز کے ذریعہ ہانگ کانگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کا سفر ابھی جاری ہو گا۔"

شرما نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد پوچھا۔ "لیکن یہ عازم خود کو فرہاد کیوں کہتا ہے؟ کیا تم نے نہیں سوچا کہ وہ سچ مچ فرہاد ہو سکتا ہے اور تمہارا عازم، رومانہ جیسی حسین لڑکی کے ساتھ جا سکتا ہے۔ میں نے رومانہ کو دیکھا ہے۔ وہ حسین بھی ہے اور ذہین بھی۔ لیکن ایک ہمشکل سے وہ بھی دھوکہ کھا سکتی ہے۔"

"مسٹر شرما! مجھے خود پر اعتماد ہے کہ میں دھوکہ نہیں کھا رہی ہوں۔"

"اچھا تو پھر جو عازم شراب پیتا تھا۔ وہ اب شراب نوشی سے انکار کیوں کرتا ہے؟"

"اگر وہ طیارے میں بیٹھ کر پیتا تو مجھ اسمگلروں کو ٹھکانے نہ لگانا۔ تاہم ہم کا خدشہ بھی اس نے ظاہر کیا تھا۔ ہلاسے ٹائم بم نہیں تھا۔ لیکن ایسا ہو سکتا تھا۔ وہ دلیر بھی ہے اور ذہین بھی۔"

شرما نے کہا۔ "کیا وہ ترکی زبان بولتا ہے؟"

میں نے کہا۔ "نہیں۔ جب یادداشت گم ہو گئی ہے تو زبان بھی بھول گیا ہے۔"

"شبانہ صاحبہ! یہ بڑی مضحکہ خیز بات ہے کہ وہ انگریزی بولتا ہے اور اپنی مادری زبان بھول جاتا ہے۔ تم جان بوجھ کر دھوکہ کھا رہی ہو۔"

"عازم کیا بھولا ہے اور کیا نہیں بھولا؟ یہ بات ڈاکٹر ہی سمجھ سکتے ہیں۔ میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر شادی کی۔ اور اب بھی اس کا وہی سراپا میرے ساتھ ہے۔"

شرما گہری سنجیدگی سے سوچ رہا تھا اور مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ مجھے خوف آنے لگا۔ پھر وہ سخت لہجے میں بولا۔ "میں اس بہروپیے کی تلاش میں ہوں۔ وہ میری ہمشکل بنا کر میرے پاسپورٹ پر استنبول گیا تھا۔ اور جس کے لیے رومانہ نے مجھے ہانگ کانگ کے ایک کاج میں قید کیا تھا۔ اب میں یقین سے کہتا ہوں کہ جسے تم عازم سمجھ رہی ہو۔ دراصل وہی بہروپیا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"یہ سچ ہے۔ اس کی پہچان یہی ہے کہ وہ شراب نہیں پیتا۔ انگریزی بولتا ہے اور ترکی زبان نہیں جانتا۔ اب سمجھ میں آیا ہے کہ ریتا نے اپنے آخری وقت میں اسے کیوں بلایا تھا۔ وہ بہروپے کو پہچان گئی تھی۔ اسے چاہتی تھی۔ اس لیے میرے سامنے انجان بنی رہی۔ تمہیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ یہ شخص تمہارے عازم کا ہمشکل ہے۔"

"میں یہ تسلیم کر سکتی ہوں کہ میرے عازم کا ہمشکل وہ فرہاد تھا جو رومانہ کے ساتھ چلا گیا۔"

"تم حقیقت کو پکاڑ رہی ہو۔ اب میں اسے ضرور تلاش کروں گا۔ اور تمہارے سامنے یہ ثابت کروں گا کہ وہ بہروپیا ہے۔"

"تم میرے شوہر کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"وہ تمہارا شوہر نہیں ہے۔ اس وقت تم کسی کی بیوی نہیں ہو۔ دیکھو شبانہ! تم اس قدر حسین اور پرشباب ہو کہ میں نے پہلی ہی نظر میں تمہیں حاصل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اب تک میں تمہیں پرایا مال سمجھ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر اب یہاں تمہارا کوئی دعویدار نہیں ہے۔ اس لیے میں تم سے کہوں گا کہ میری بن جاؤ۔۔۔ میں تمہارے باپ کی طرح ایک ارب پتی تاجر ہوں۔ تم تمام عمر عیش کرو گی۔"

"میں دولت کو ٹھکرا کر اور عیش و عشرت پر تھوک کر عازم۔۔۔ کے ساتھ آئی ہوں۔ مجھے لالچ نہ دو۔ شریف آدمی کی طرح کوئی دوسری گفتگو کرو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "جنگل میں شرافت اور تہذیب کہاں ہوتی ہے۔ تم خود نہیں آؤ گی تو میں تمہارے پاس چلا آؤں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں لیٹے لیٹے پیچھے سرک گئی۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر کی آواز آنے لگی۔ اسٹین گن والوں نے چیخ کر کہا۔ "کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے اور نہ ہی منہ سے آواز نکالے۔ یاد رکھو تمہاری مدد کو آنے والوں سے پہلے اسٹین گن کی گولیاں تم سب کو چھلنی کر دیں گی۔"

فائرنگ سنتے ہی گہرا سناٹا چھا گیا۔ ہم بھی خاموش تھے۔ شرما ہاتھ بڑھا کر مجھے پکڑ سکتا تھا۔ سگروہ اور پڑی ہوئی جھاڑیوں کو دیکھتا ہوا ہیلی کاپٹر کی آواز سن رہا تھا۔ وہ اس لیے خاموش تھا کہ دست درازی کرے گا تو میں اپنا بچاؤ کروں گی۔ پھر جھاڑیاں ہلیں گی اور اس کے بعد ہم پر فائرنگ شروع ہو جائے گی۔

بہت دیر تک ہیلی کاپٹر کی آواز کبھی قریب آتی رہی۔ کبھی دور جاتی رہی۔ پھر وہی پہلے جیسا سناٹا چھا گیا۔ شرما نے سرگوشی کر کے پوچھا۔ "کیا اپنے عازم کو تلاش کرنے نہیں جاؤ گی؟"

"تمہارے ساتھ کبھی نہیں جاؤں گی۔"

"ڈر لگتا ہے؟"

"شیطان سے سب ہی ڈرتے ہیں۔"

"شاید تمہیں یہ نہیں معلوم ہے کہ شیطان ڈرنے والا ہے کو اپنے آگے آگے دوڑاتا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ میری طرف کھسکنے لگا۔ میں کچھ سوچے بغیر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میرے دماغ میں صرف یہی بات تھی کہ تمہیں تلاش نہ کیا تو شرما جیسے کتے ہی دندے میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔ پتہ نہیں میرے ذہن میں یہ بات کیسے آئی۔ کہ میں نے چیخ کر "سانپ۔ سانپ" کہنا شروع کر دیا۔

میری چیخ کے ساتھ ہی تمام کٹی ہوئی جھاڑیوں میں ہلچل مچ گئی۔ سب نے یہی سمجھا کہ سانپ ان کی طرف ہے۔ سب ہی چیخ چیخ کر اٹھنے اور بھاگنے لگے۔ اسٹین گن والوں نے للکار کر رکنے کے لیے کہا لیکن میں دوسروں کی طرح ایک سمت بھاگتی چلی گئی۔

تڑا تڑ فائرنگ ہونے لگی۔ میں گھبرا کر گر پڑی۔ پھر میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ شرما ایک درخت کی آڑ میں پستول تانے کھڑا تھا اور اسٹین گن والوں کی طرف فائر کر رہا تھا۔ میں دوبارہ جھاڑ کر بھاگنے لگی۔ میں نہیں جانتی کہ میرے پیچھے کیسی بھگدڑ مچی ہوگی۔ مجھے فائرنگ کی آواز کے ساتھ عورتوں مردوں اور بچوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ آوازیں رفتہ رفتہ دور ہوتی جا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد میرے چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔ میں ایک درخت کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ میں بہت دور چلی آئی ہوں۔ میرے اطراف درختوں اور جھاڑیوں کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

میں نہ دور سے تمہیں پکارنے لگی میری پکار کے جواب میں دور کہیں سے شرما کی آواز سنائی دی۔ "شبانہ! تم کہاں ہو۔ آگے تنہا نہ جاؤ۔ جنگل کے دندے تمہیں چیر پھاڑ کر رکھ دیں گے۔"

مگر جنگل میں پہنچ کر مرد جانوروں سے زیادہ درندے بن جاتے ہیں۔ میں نے اس درندے کو اپنی آواز نہیں سنائی۔ چپ چاپ بھاگتی ہوئی یہاں تک چلی آئی۔ اگر تم آواز نہ دیتے تو میں بھٹک کر دوسری طرف نکل جاتی۔ ....."

یہ کہہ کر شبانہ نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ "آہ عازم! یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میں کیسی سہاگن ہوں کہ شادی کے دن سے تمہارے پیچھے بھاگتی چلی آ رہی ہوں؟"

میں سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ آسمان روشن تھا۔ جنگل میں خاموشی چھائی ہوئی تھی اور ہم حالات کے گڑھے میں تقدیر کے فیصلے کا انتظار کر رہے تھے۔ شبانہ کی آگ لگاتی ہوئی قربت بھا رہی تھی۔ کہ بس یہی لمحات رہ گئے ہیں۔ انہیں رنگینی میں گزار دیں یا حالات کی سنگینی سے خوفزدہ ہوتے رہیں۔ موت اٹل ہے، ضرور آتی ہے۔ جوانی ڈھل ہے لازمی چلی جاتی ہے۔ پھر مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

شبانہ نے پوچھا۔ "تم چپ کیوں ہو؟ اتنے بے حس کیوں بن گئے ہو؟"

"میں بے حس نہیں ہوں۔ دیکھو تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ میں عازم کی طرح شراب نہیں پیتا۔ اس کی مادری زبان نہیں بولتا۔ پھر تم مجھے عازم سمجھنے پر بضد کیوں ہو؟"

"اس لیے کہ تم میرے عازم ہو۔ جب تمہاری یادداشت واپس آئے گی تو تم میرے اعتماد کو تسلیم کر لو گے۔"

"اچھا اب ایک آخری بات کہتا ہوں۔ اس کے بعد تمہیں اپنا لوں گا۔" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس کی بڑی بڑی غزالی آنکھوں میں میری قربت کا نشہ تھا۔ میں نے پوچھا۔ "اگر بعد میں تمہیں یہ معلوم ہو کہ تم نے عازم کے دھوکے میں کسی اجنبی کو اپنا لیا تھا تو تم مجھے الزام نہیں دو گی ناں؟"

"تمہیں کبھی نہیں۔ بس اب کچھ نہ بولو۔"

میں کچھ نہ بولا۔ مگر اب بولوں گا میں نے بہت برداشت کیا تھا۔ اسے بار بار سمجھانے کا فرض بھی ادا کر چکا تھا۔ اس لیے جذبوں کے فراق اور اداکرنے لگا۔ تقدیر کے تماشے انسان کو بڑی عبرتناک باتیں سمجھاتے ہیں۔ ایک ارب پتی باپ کی بیٹی کو سہاگ کے پھولوں بھری یلغار سچ مچ کی بجائے ایک گڑھا ڈھال رہا تھا۔ وہ جو تین دن پہلے دنیا کی ہر قیمتی شے خرید سکتی تھی۔ اپنی تقدیر کے اس موڑ کو نہ خرید سکی۔

شاید اسی کو جنگل میں منگل کہتے ہیں کہ اس منگل میں دشمنوں کا خوف جاتا رہتا ہے۔ دور بلندی پر پرندے اپنا گیت سنا رہے تھے۔ سبک رو ہوا کی زد میں جنگل کے درخت سرگوشیاں کر رہے تھے۔ میری گوش میں سانسوں کی دھمک اور خواہشات کے دھماکے تھے۔ تین دنوں سے سہاگ کی آنچ میں پکنے والی نے مجھے دیوانہ بنا دیا تھا میں ان لمحات میں خود کو بھول چکا تھا۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں کس طرح کائنات کے ایک ایک ذرے کو چومتا اور تسخیر کرتا رہا اور فتح کے جھنڈے

گاڑتا رہا۔

وقت کو کتنی ہی حسین اداد کھائی جائے۔ وہ دیکھنے کے لیے ٹھہرتا نہیں۔ گزرتا چلا جاتا ہے۔ تب دھوپ ڈھلنے لگی۔ دوپہر کی گرمی ختم ہو چکی۔ شام کے سائے کہہ رہے تھے کہ تھوڑی دیر بعد رات کی تاریکی چھا جائے گی۔ شبانہ میرے بازوؤں میں حیا سے منہ چھپا رہی تھی۔ ہم اس خندق کی تہہ میں یوں پڑے ہوئے تھے کہ تہذیب کی آنکھ ہمیں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن ہوش آتے ہی میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ گڑھے کے کنارے ایک بندر اپنی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا اور بڑے غور سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

میں جھینپ گیا۔ وہ دانت نکال کر مسکرانے لگا۔ میں نے جلدی سے سر جھکا کر شبانہ کے کان میں کہا۔ "کوئی ہمیں دیکھ رہا ہے۔"

وہ ایک دم سے سمٹ گئی۔ مجھ سے چپک کر رہ گئی۔ کیونکہ چھپنے کی جگہ نہیں تھی۔ میں نے اسے اپنے وجود کے سائے میں چھپاتے ہوئے کہا۔ "شرماؤ نہیں۔ دیکھنے والا بے زبان ہے۔ کسی سے کچھ نہیں کہے گا۔"

وہ شرماتی ہوئی بولی۔ "تم مذاق کر رہے ہو۔ بھلا ایسا بے زبان کون ہوگا؟"

"بندر ہے۔ سر اٹھا کر دیکھ لو۔"

اس نے ہچکچاتے ہوئے سر اٹھایا۔ بندر کو دیکھ کر پھر اپنا منہ چھپاتی ہوئی بولی۔ "شرم نہیں آتی۔ تماشہ دکھا رہے ہو۔ اسے بھگاتے کیوں نہیں ہو؟"

میں نے اٹھ کر بندر کو دونوں ہاتھوں کے اشاروں سے سمجھایا کہ وہ ناریل لائے۔ ہم پانی پینا اور ناریل کھرچ کر کھانا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ میری نقل تارنے لگا۔ میری طرح ہاتھ کے اشاروں سے ناریل کھرچ کر کھانے لگا۔ میں نے گڑھے کی تہہ سے خیالی پتھر اٹھا کر اسے مارا۔ وہ پلٹ کر بھاگا۔ دوسرے ہی لمحہ واپس آیا۔ اس کے ہاتھوں میں ناریل تھا۔ اس نے پتھر کی طرح اسے ہماری طرف پھینکا۔ میں اور شبانہ دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔

دوسری بار بھی میں نے پتھر مارنے کی دھمکی دی۔ اس طرح دو تین ناریل ہمارے پاس پہنچ گئے۔ میں نے شبانہ سے کہا۔ "دیکھو رزق کس طرح پہنچتا ہے۔ آؤ ہم ناریل سے پیٹ بھر لیں گے۔"

لیکن پیٹ بھرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اسی وقت بہت سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس بندر کی حرکتوں نے دوسروں کو اس گڑھے کی طرف متوجہ کر دیا تھا میں پھر دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ شبانہ مجھ سے لگی کھڑی تھی۔ پتہ نہیں اب کون سی مصیبت سامنے آنے والی تھی۔

گڑھے کی تہہ میں رہ کر زمین پر ہونے والی ہلکی سی آواز بھی سنی جا سکتی ہے۔ بندر خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا تھا۔ اور ہمیں خوفزدہ کرنے والے دبے دبے قدموں آ رہے تھے۔ انتظار کے لمحات بڑے صبر آزما تھے۔ تھوڑی دیر بعد گڑھے کے کنارے ایک چہرہ نظر آیا۔ اس کی دھنسی ہوئی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے تھے۔ گالوں پر لال رنگ تھپا ہوا تھا۔ جس طرح عورتیں ناک چھید کر نتھ وغیرہ پہنتی ہیں اس طرح اس شخص نے ناک کے نیچے اور ہونٹوں کے اوپر ہڈی کی لانبی سی تیلی پروئی ہوئی تھی۔ سر منڈا ہوا تھا۔ دانت نکلے ہوئے تھے وہ ایسا ڈراؤنا لگ رہا تھا کہ اسے دیکھتے ہی شبانہ نے چیخ مار کر میرے بازوؤں میں منہ چھپا لیا۔

وہ گڑھے کے کنارے آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اپنی زبان میں کچھ بولنے لگا۔ اس کی باتیں سن کر اور کچھ لوگ آ گئے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں۔ ان کی کمر سے نیچے تہہ بندھی۔ باقی جسم ننگا تھا۔ ان کے سروں پر پھول کھل رہے تھے۔ اور گلے میں بھی پھولوں کی مالائیں تھیں۔ مرد نیزے تھامے ہوئے تھے۔ ہڈی کی تیلی پہننے والے شخص کے ہاتھوں میں بانس کا ایک لانبا سا پائپ تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس پائپ کے اندر تمباکو سے زہریلے تیر ہوتے ہیں۔ وہ پائپ کو منہ سے لگا کر اندر سے پھونکتے ہیں اور سامنے والے کو زہریلے تیر کا نشانہ بنا دیتے ہیں۔

وہ گڑھے کے کنارے چاروں طرف کھڑے ہوتے تھے اور آپس میں ایسی بولیاں بول رہے تھے جو ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی۔ البتہ یہ اندازہ ہوا کہ وہ کسی بات پر بحث کر رہے ہوں۔ میں نے شبانہ کو اپنے سے الگ کرتے ہوئے ہاتھوں کے اشارے سے انہیں سمجھایا کہ ہمیں اس گڑھے سے باہر نکالو۔ انہوں نے ہماری طرف دیکھا مگر پھر بحث میں مصروف ہو گئے۔

پھر وہ شاید بحث کے کسی نتیجہ پر پہنچ گئے۔ اچانک ہی ایک عورت ایک بھدا سا راگ الاپنے لگی۔ اس کے ساتھ ڈھول پر ہلکی ہلکی تھاپ سنائی دینے لگی۔ میں نے چیخ کر کہا۔ "ہماری جان پر بنی ہے اور تم لوگ راگ الاپ رہے ہو۔ ہمیں باہر نکالو باہر۔۔۔"

میرے چیخنے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ ایک دائرے میں گڑھے کے چاروں طرف ایک دوسرے کا ہاتھ تھام تھام کر تھرکنے لگے۔ ڈھول کی تال پر رقص کرنے لگے۔ شبانہ سہم کر بولی۔ "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ جنگلی باشندے کسی کو ہلاک کرنے سے پہلے اسی طرح ناچتے گاتے ہیں۔"

میں پریشان ہو کر انہیں دیکھ رہا تھا۔ میرے دماغ نے کہا۔ مرنا ایسے بھی ہے اور ویسے بھی پھر کیوں نہ انہیں وہاں سے بھگانے کی کوشش کی جائے۔ میں نے ایک تدبیر سوچی۔ بندروں کو اگر پتھر پھینک کر مار دو تو وہ ناریل پھینک کر جوابی حملہ کرتے ہیں۔ اگر میں ان جنگلیوں کو ناریل پھینک کر ماروں گا تو وہ نیزا پھینک کر مجھے ہلاک کرنا چاہیں گے۔ میں خود کو کسی

طرح بچا کران کا ایک نیزا حاصل کروں گا۔

اگرچہ اس تدبیر سے میری جان کو خطرہ تھا۔ ان کا نشانہ سچا ہو سکتا تھا لیکن میں نے چوہے کی موت مرنے کی بجائے مقابلہ کرتے ہوئے مرنا پسند کیا۔ ایک ناریل اٹھا کر ایک جنگلی کی طرف پوری قوت سے اچھالا۔ میں نے زندگی میں کبھی ناریل کے گولے پھینکنے کی مشق نہیں کی تھی۔ اس لئے نشانہ چوک گیا۔ جنگلی مرد کی بجائے جنگلی عورت اُس کی زد میں آ کر چیختی ہوئی گر پڑی۔

رقص تھم گیا۔ ڈھول کی آواز بند ہو گئی۔ سب لوگ مجھے خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنے نیزوں کا رُخ ہماری طرف کرنے لگے شبانہ پھر ایک بار سہم کر مجھ سے چمٹ گئی۔ میں نے کہا "ذرا حوصلہ رکھو۔ مجھ سے الگ رہو۔ میں ان میں سے کسی کا نیزہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

لیکن میرا خیال غلط نکلا کہ وہ نیزا پھینک کر ماریں گے۔ وہ اپنے کو نیزے اُن کے ہاتھوں میں ہی رہے۔ وہ لوگ چاروں طرف گڑھے کے کنارے اوندھے لیٹ گئے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ جھک کر نیزے کی انی ہم تک پہنچا دیں۔ اس طرح پندرہ فٹ کی گہرائی تک اُن کے نیزے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ میں شبانہ کو لے کر بیٹھ گیا۔ وہ لوگ "ہو ہا، ہو ہا" کہتے ہوئے نیزے یوں چلا رہے تھے جیسے کچوکے لگا رہے ہوں۔

میں نے شبانہ کو سمجھایا کہ وہ بے خوف و خطر بیٹھی رہے۔ میں اُٹھ کر اور لپک کر کسی کے نیزے کو گرفت میں لینا چاہتا ہوں۔ مگر وہ مجھ سے اور چپک گئی۔ "نہیں میں تمہیں اُٹھنے نہیں دوں گی۔ نہیں کچھ ہو گیا تو یہ لوگ مجھے نیزوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

میں نے بے بسی سے سر اٹھا کر دیکھا۔ نیزے اب بھی ہماری جانب تقریباً سات فٹ کی بلندی تک آتے تھے۔ اور وہ اس حملے جاتے تھے۔ ایسے ہی موقعہ کے لئے کہتے ہیں کہ شیطان ان ہلاک نہیں کرتا۔ بلکہ ان کا طریقہ کار کچھ اور تھا۔ وہ ہم دونوں کو گڑھے کی تہہ میں ایک جگہ بٹھا کر آسانی سے نشانہ لگانا چاہتے تھے۔

تب میں نے دیکھا کہ وہ ہڈی کی تیلی پہننے والا جنگلی زہریلے تیر کے پائپ کو منہ سے لگا رہا ہے۔ ہم نیزوں کے ڈر سے اُٹھ نہیں سکتے تھے۔ اِدھر سے اُدھر بھاگ کر اپنی جان نہیں بچا سکتے تھے۔ میں شبانہ سے لپٹ کر لیٹ گیا۔ تاکہ گڑھے کی تہہ میں لوٹ پوٹ کر شبانہ کے ساتھ زندہ رہنے کی جدوجہد کر سکوں۔ تاہم یہ قصہ کہانی کی باتیں ہوتی ہیں کہ دشمن زہریلے تیر پر سانے اور سپر و اپنی سپروں کے ساتھ نیزوں کے سائے میں بچ نکلے۔ مجھے بچ نکلنے کا یقین نہیں تھا لیکن امید کے سہارے ہر انسان اپنی سی کوشش کر لیتا ہے۔

میری نظریں زہریلے تیر کے پائپ پر جمی ہوئی تھیں کہ جیسے ہی وہ پھونک مارے گا میں شبانہ کے ساتھ دوسری کروٹ پلٹ جاؤں گا۔ تب مجھے ایسا لگا جیسے اُس نے پھونک نہ ماری ہو۔ بلکہ ریڑھ الور سے فائر کیا ہو۔ اچانک کھانسی کی آواز آئی۔ اور میں شبانہ کے ساتھ لوٹتا ہوا دوسری طرف جا گیا۔ تقدیر نے عجب تماشہ دکھایا۔ دھپ کی آواز سے کوئی ہمارے قریب آ کر گرا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ زہریلا تیر پھونکنے والا ہمارے قریب مُردہ پڑا تھا۔

گڑھے کے اوپر جنگلی مرد اپنی عورتوں کے ساتھ چیختے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ ہمارے قریب پڑے ہوئے شخص کے سینے سے لہو رس رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی شبانہ کو چھوڑ کر اُس زہریلے تیر کے پائپ کو اُٹھا لیا۔ اس مردہ شخص کی تلاشی لی۔ اس کی کمر سے سات انچ کا ایک ترکش نکلا جس میں پانچ عدد زہریلے تیر رکھے ہوئے تھے۔

اتنا تو سمجھ میں آ گیا تھا کہ کسی نے فائر کیا تھا۔ اور یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ فائر کرنے والا ہمارا دوست ہو۔ میں نے پہلی فرصت میں اُس پائپ کے طریقۂ استعمال کو سمجھنے کی کوشش کی۔ وہ سیدھا سادہ سا ہتھیار تھا۔ اُسے استعمال کرنے کے سلسلہ میں صرف ایک بات اہم تھی۔ یعنی زہریلا تیر پھونک کر پھینکنے والے کے پھیپھڑے سے بلا کی قوت ہونی چاہیئے۔ میں اس وقت تک اپنے پھیپھڑے کی قوت کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا جب تک کہ اُسے کسی ٹارگٹ پر آزمانہ لیتا۔

آزمانے کی نوبت نہ آئی۔ شرما کی آواز سنائی دی۔ "اس پائپ کو پھینک دو۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ گڑھے کے کنارے دونوں ٹانگیں پھیلائے کھڑا تھا۔ اُس کا ایک ہاتھ کمر پہ تھا۔ اور وہ دوسرے ہاتھ سے پستول تھامے انتظار کر رہا تھا کہ جیسے ہی میں اس پائپ کو منہ تک لے جاؤں، وہ شوٹ کر دے گا۔

شبانہ میری عادت کو سمجھ گئی تھی کہ میں ہمیشہ ہر کسی سے نظرات معمول لیتا ہوں۔ اُس نے فوراً ہی میرے ہاتھ سے پائپ چھین کر پھینک دیا۔ پھر چیخ کر بولی۔ "مسٹر شرما! فار گاڈ سیک یہیں یہاں سے نکالو۔"

جنگل کے سناٹے میں شرما کے قہقہے گونجنے لگے۔ پھر وہ یکلخت خاموش ہو گیا۔ اُس کے بعد اُس نے دانت پیس کر کہا۔ "بہروپیا! رُدیا!"

اُس نے لفظ بہروپیا کو اس طرح ادا کیا جیسے اپنے دانتوں تلے مجھے کچا چبا رہا ہو۔

"بہروپیے! میں وہ شخص ہوں کہ جسے بڑے بڑے لوگ جُھک کر سلام کرتے ہیں۔ لیکن تم نے مجھے اس طرح ذلیل کیا ہے کہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔"

"اُس نے نشانہ لیا۔ شبانہ دونوں ہاتھ پھیلا کر میرے سامنے ڈھال بنتی ہوئی بولی۔ "رک جاؤ۔ تم غلط فہمی کی بناء پر میرے شوہر کو نہیں مار سکتے۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ بہروپیا ہے؟"

"ثبوت ہا ہا ہا۔ بولو بہروپیے تم خود ہی بولو۔ مگر ترکی زبان میں بولو۔"

شبانہ میری طرف پلٹ کر میرے دونوں بازوؤں کو جھنجھوڑتی ہوئی ترکی زبان میں کچھ بولنے لگی۔ شاید وہ کہہ رہی ہو گی کہ مجھے اچھی طرح

یاد کر کے اُس کی زبان بولنا چاہیئے۔ تب میرے ذہن میں اچانک ہی ایک تدبیر آئی۔ میں جاپانی اور فارسی زبان کو گڈمڈ کر کے بولنے لگا۔

شبانہ نے حیرانی سے مجھے دیکھا۔ میں نے آنکھ ماردی۔ وہ فوراً ہی خوش ہو کر سر ہلاتی ہوئی اپنی بولی بولنے لگی۔ میں جواب میں وہی زبان بولنے لگا۔ جو میری اختراع تھی۔ وہ کیا بول رہی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا اور میں کیا بول رہا تھا۔ وہ نہیں سمجھ رہی تھی۔

شرما نے گرج کر کہا۔ "یہ تم دونوں کیا بکواس کر رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "ہم دونوں اپنی مادری زبان بول رہے ہیں۔ کیا یہ ثبوت کافی نہیں ہے؟"

وہ پریشان ہو کر مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "شبانہ! تم نے تو کہا تھا کہ عازم اپنی یادداشت کھو دینے کے باعث مادری زبان بھول گیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اس گڑھے میں گرنے کے بعد میرے دماغ کو شدید جھٹکا پہنچا تھا۔ مجھے ماضی کی ساری باتیں یاد آ گئی ہیں۔ میں نے خود کو پہچان لیا ہے۔"

اُس نے مجھے مایوسی سے دیکھا۔ "اوہ! تو تم عازم ہو؟"

"ہاں۔" شبانہ نے کہا۔ "اب تو ہمیں یہاں سے نکالو۔ ورنہ وہ جنگلی واپس آ جائیں گے۔"

شرما کو اچانک کچھ یاد آیا۔ وہ پتلون کی بھیلی جیب پر اپنا ہاتھ لے گیا۔ پھر وہاں سے ایک کوارٹر سائز کی بوتل نکالی۔ دور سے پتہ چل گیا کہ اُس میں وہسکی ہے۔ اُس نے کہا۔ "عازم تمہیں یہ بھی یاد آ گیا ہو گا کہ تم شراب پیتے ہو۔ میں یہ بوتل پھینک رہا ہوں۔ ذرا مجھے دکھاؤ کہ تم کیسے نوش ہو۔"

میں بوکھلایا۔ جس چیز کو حرام سمجھتا ہوں۔ اُسے میں پی نہیں سکتا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تم کچھ پریشان ہو گئے ہو۔"

میں نے کہا۔ "گڑھے میں گر کر تم بھی پریشان ہو سکتے ہو۔ ہمیں باہر نکالو۔ پھر ہم دونوں ساتھ ہیں گے۔"

میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اُس نے بوتل پھینکی۔ میں نے جان بوجھ کر کیچ نہیں کیا۔ تاکہ وہ نیچے گر کر ٹوٹ جائے۔ اور ساری شراب بہہ جائے۔ مگر تقدیر یہ خراب تھی۔ وہ گڑھے کی تہہ میں گر کر بھی ثابت و سالم رہی۔ اُس کی آواز سنائی دی۔ "بوتل اٹھاؤ۔ اور فیصلہ کرو۔ تمہارے حلق میں شراب جائے گی۔ یا تمہارے سینے میں پستول کی گولی اُتر ے گی۔"

میں نے جُھک کر بوتل اُٹھائی۔ پھر سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ شبانہ نے کہا۔ "عازم! پریشانی تو کوئی بات نہیں ہے۔ تم پیتے ہو۔ لہٰذا ان [illegible]"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "یہ اُن مسلمانوں میں سے ہے جو شراب کو مرتے دم تک منہ نہیں لگاتے۔ یہ عازم نہیں ہے۔ یہ مر جائے گا۔ مگر اس بوتل کو منہ تک نہیں لے جائے گا۔"

اُس کا قہقہہ جنگل کے سناٹے میں گونجنے لگا۔ وہ درست کہہ رہا تھا۔ میں شراب کو منہ تک نہیں لگا سکتا تھا۔ اور پستول میرے سینے میں گولی اتارنے کے لئے تیار تھا۔ سخت آزمائش کی گھڑی تھی۔ کیا جان کی سلامتی کے لئے ایک حرام چیز حلال ہو سکتی ہے؟

زہر

کبھی آبِ حیات نہیں بن سکتا لیکن بعض بیماریوں میں دوا کا کام کرتا ہے۔ شراب کو میں اپنے لیے زہر سمجھتا تھا۔ ایسا زہر جو مجھے نہیں، میرے ایمان کو مار ڈالتا۔ اور وہ زہر پیش کرنے والا دفعہ شرما گڑھے کی بلندی پر کھڑا۔۔۔ اس تماشے کا انجام دیکھنا چاہتا تھا۔

تماشہ یہ تھا کہ اس وقت میں گڑھے کی تہہ میں شبانہ کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ شبانہ مجھے اپنا شوہر عازم سمجھ رہی تھی۔ عازم شراب پیتا تھا اور اس وقت دفعہ شرما میری طرف شراب کی چھوٹی سی بوتل پھینکنے کے بعد یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ میں عازم نہیں بلکہ اسے دھوکا دینے والا بہروپیا ہوں۔ ہاں اگر عازم ہوں تو مجھے بلا جھجک شراب پینا چاہیئے۔

میں فرہاد علی تیمور شراب نہیں پی سکتا تھا۔ انکار کی صورت میں وہ دفعہ شرما مجھے گولی مار دیتا۔ اس کی ایک ہی شرط تھی کہ میرے شراب پی لینے کے بعد وہ مجھے عازم سمجھ کر زندہ چھوڑ دے گا۔ اس نے کہا "تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ گزرنے والا ہر لمحہ ثابت کر رہا ہے کہ تم شراب پینے والے عازم نہیں بلکہ بہروپیے ہو۔"

میں نے کہا "شرما! میں تمہاری چال کو سمجھ رہا ہوں۔ اگر میں نے شراب پی لی۔ تب بھی تم مجھے اس گڑھے سے نہیں نکالو گے۔ تمہاری نیت شبانہ پر ہے۔ تم صرف اسے یہاں سے نکال کر لے جانا چاہتے ہو۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "خوب سمجھے برادر! اب میں اپنی شرائط بدل دیتا ہوں۔ یعنی میں تمہیں گولی نہیں ماروں گا، تمہیں زندہ اسی گڑھے میں چھوڑ جاؤں گا۔ شرط یہ ہے کہ شبانہ کو اوپر بھیج دو۔"

میں نے اور شبانہ نے ایک دوسرے کو خاموش نگاہوں سے دیکھا۔ پھر وہ مجھ سے لپٹ کر بولی۔ "عازم! مجھے تمہاری زندگی عزیز ہے۔ میں اس کمینے کے پاس چلی جاؤں گی۔ وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"نہیں شبانہ! وہ مجھ سے خائف ہے۔ تمہیں حاصل کرنے کے بعد مجھے اس خوف سے مار ڈالے گا کہ میں کبھی اس گڑھے سے نکل آیا تو اسے نقصان پہنچاؤں گا۔"

"میں اوپر جا کر اسے گولی چلانے کا موقعہ نہیں دوں گی۔ میری بات مان لو عازم!"

میں نے اوپر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ "شرما! تم نے طیاسے

میں اپنی بہن کی دکھ بھری کہانی سنائی تھی کہ کس طرح بدمعاشوں نے اس کی عزت سے کھیل کر اس بیچاری کو مرجانے پر مجبور کیا تھا۔ دوسری بار مے یوں نے بہن بن کر تمہاری آغوش میں دم توڑا تھا۔ تمہارا آنسوؤں بھرا دعویٰ ہے کہ تم اب ایسی کسی لڑکی کو ہاتھ نہیں لگاتے ہو جو پرائی امانت ہوتی ہے۔"

وہ ناگواری سے بولا: "خواہ مخواہ میرے دل میں انسانی ہمدردی پیدا نہ کرو۔ میں بے شک ایسی لڑکیوں کو نہیں چھیڑتا، لیکن شبانہ اپنے شوہر کی امانت تھی۔ کیا وہ امانت تم نے نہیں چھین لی۔ پھر میں کیوں محروم رہوں۔"

شبانہ نے چیخ کر کہا: "بکو اس مت کرو۔ میں اپنے شوہر کے پاس ہوں اور تمہارے لیے پرائی ہوں تمہیں ہماری مدد کرنا چاہیئے۔"

"ضرور کروں گا۔" اس نے ذرا جھک کر آگے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "آؤ! میں گڑھے سے تو کیا اس بھروپنے کے قریب سے بھی تمہیں نکال رہا ہوں۔"

میں نے سرگوشی میں شبانہ سے کہا: "یہ ایسے نہیں مانے گا۔ تم اوپر جانے کے لیے ہاتھ بڑھاؤ جب وہ تمہارا ہاتھ پکڑے تو تم دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ پکڑ کر پوری قوت سے اپنی طرف کھینچ لینا۔"

وہ راضی ہوگئی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ شرما کو ذرا سی طاقت صرف کر کے کھینچ لے گی کیونکہ وہ گڑھے کی جانب جھکا رہے گا اور گڑھے کے کنارے جھکنے والا بغیر کسی سہارے کے اپنی پوری قوت صرف نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا: "شرما! تمہاری یہ شرط منظور ہے۔ یہ اوپر آ رہی ہے۔"

یہ کہہ کر میں اکڑوں بیٹھ گیا۔ شبانہ میرے کاندھے پر پاؤں رکھ کر گڑھے کی دیوار کا سہارا لے کر کھڑی ہوگئی۔ پھر میں آہستہ آہستہ اٹھنے لگا۔ وہ میرے کاندھے پر سوار اوپر کی طرف جانے لگی جب میں پوری طرح کھڑا ہوگیا تو شبانہ کو گڑھے کے کنارے پہنچنے کے لیے تقریباً ساڑھے تین فٹ کا فاصلہ رہ گیا۔ ایسی صورت میں وہ شرما کو جھکنے کی بجائے کنارے پر چاروں ہاتھ پاؤں کے سہارے بیٹھنا پڑا۔ اب وہ پوری طرح اپنی قوت کو استعمال کر سکتا تھا۔

میں نے سر اٹھا کر وہ پوزیشن دیکھی۔ فیصلہ کیا کہ شبانہ کو واپس نیچے لے آؤں۔ مگر دیکھتے ہی دیکھتے شرما اور شبانہ کے ہاتھ مل گئے تھے اس سے پہلے کہ میں شبانہ کی ٹانگیں پکڑ کر اپنی طرف کھینچتا۔ شرما نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ تڑپ ہی تھی۔ شاید اپنے بدن کی تمام تیں صرف کر دی تھی کہ شرما کے ساتھ نہ سہی اکیلی ہی میرے پاس واپس آ جاتے۔ میں اچھل اچھل کر شبانہ کے پاؤں تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کا آدھے سے زیادہ وجود اوپر پہنچ چکا تھا۔ ایسے وقت کوئی چیز میرے سر سے ٹکرائی۔ شدید تکلیف کا احساس ہوا۔ میں نے سر جھکا کر دیکھا۔ گڑھے کی تہہ میں دو نو شرما کا پستول پڑا ہوا تھا۔

دو نو شرما نے شبانہ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کھینچنے کے لیے پستول چھوڑ دیا تھا۔ میں نے اسے اٹھاتے ہی للکار کر کہا: "خبردار شرما! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ پستول میرے پاس ہے۔ میں گولی چلا دوں گا۔"

شبانہ اس کے قبضے میں پہنچ گئی تھی اور اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میری للکار سن کر وہ ساکت ہوگئی۔ دو نو شرما نے سر جھکا کر میرے ہاتھ میں پستول کو دیکھا۔ پھر قہقہہ لگانے کے بعد بولا۔

"ہیرو پنتے! میں تم سے زیادہ مکار ہوں۔ پستول کی آخری گولی تو میں نے جنگلیوں کو بھگانے کے لیے ضائع کر دی تھی۔ شبانہ کی آواز نے مجھے ادھر آنے پر مجبور کیا تھا۔ جب میں نے تمہیں یہاں دیکھا تو پھر خالی پستول سے دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ دیکھو میں کتنا کامیاب ہا۔ خالی پستول تیرے پاس بھری جوانی میرے پاس۔ ہائے ہائے۔۔۔۔"

یہ کہہ کر وہ شبانہ کو کھینچتا ہوا وہاں سے لے گیا۔ پلک جھپکتے ہی دونوں میری نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ شبانہ کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں اور میں خالی پستول لیے کاٹھ کے الو کی طرح گڑھے میں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے جھلا کر پستول کو زمین پر دے مارا۔ سچ مچ وہ بہت زیادہ مکار نکلا۔ اتنی دیر تک خالی پستول دکھا کر مجھے مجبور اور بے بس بنائے رہا۔

شبانہ کی چیخیں گم ہوگئی تھیں۔ میں حیرت سے آسمان کی جانب دیکھنے لگا۔ گڑھے کے کنارے کی بلندی مجھے آسمان کی بلندی لگ رہی تھی۔ جسے میں کبھی چھو نہیں سکتا تھا۔ اس پستی میں پہنچنے کے بعد وہاں سے نکلنے کی کتنی ہی تدبیریں کر چکا تھا۔ میری اپنی تدبیروں کے علاوہ بندر بھی خوراک پہنچانے آتے تھے۔ مقامی باشندے بھی اپنا رقص دکھا کر چلے گئے تھے۔ آخر میں دو نو شرما تو شبانہ کو ہی چھین کر لے گیا۔ تقدیر بُری طرح میرا مذاق اڑا رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میں صدیوں سے اس گڑھے میں پڑا ہوا ہوں۔ دنیا کی ایک فالتو چیز ہوں۔ شاید میری بقیہ زندگی اسی۔۔۔ گڑھے میں گزر جائے گی۔

میں تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ اگر چاند نہ نکلا ہوتا تو میں رات کے اندھیرے میں اندھے کی طرح بیٹھا رہ جاتا۔ خدا کا شکر ہے کہ چاند نی میں گڑھے کا کنارہ نظر آ رہا تھا لیکن جہاں میں بیٹھا ہوا تھا وہاں گہری تاریکی تھی اور وہاں دیکھنے کے لیے رہ کیا گیا تھا۔ مجھے یاد تھا کہ وہاں نین عدد ناریل ہیں۔ ایک خالی پستول اور ایک شراب سے بھری بوتل ہے۔ میں نے آگے کی جانب جھک کر دونوں ہاتھوں سے ٹٹول کر پستول اور بوتل اٹھالی۔ پھر پستول کے دستے سے بوتل کے اگلے حصہ کو توڑ دیا۔

بوتل کے ٹوٹتے ہی گڑھے کی محدود فضا میں شراب کی بدبو پھیل گئی۔ پتہ نہیں لوگ کس طرح اس بدبودار چیز کو پی لیتے ہیں اور مفت ہی کم کر لیتے ہیں۔ مجھے تو ابکائی سی آ رہی تھی۔ میں پہلے بتا چکا ہوں بندروں نے جو ناریل میری طرف پھینکے تھے، میں نے ان کے سخت چھلکوں سے گڑھے کی دیوار کو جگہ جگہ کھودا تھا۔ اس کھودی ہوئی جگہ پر میں ہاتھ پاؤں رکھ کر تقریباً دس گیارہ فٹ کی بلندی تک پہنچ سکتا تھا۔ باقی بلندی کو سر کرنے کے لیے اب میرے ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی بوتل تھی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

دور کہیں سے گیدڑوں کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہُو۔ وا۔ ہُو۔ وا۔۔۔" شہر میں بیٹھ کر یہ آواز سنو تو کوئی خاص اثر نہیں ہوتا، لیکن جنگل کے سناٹے میں یہ آواز بھی بڑی ہیبت ناک لگتی ہے۔ میں ایک ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی بوتل لے کر دوسرے ہاتھ سے دیوار کو ٹٹولنے لگا تاکہ کھودی ہوئی جگہ دریافت کر سکوں۔

میں نے کہا نا کہ تقدیر میرا مذاق اڑانے پر تلی ہوئی تھی ٹھیک اسی وقت "فوں۔ فوں۔ فوں۔۔۔" کی پھنکار سنائی دی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ چاندنی میں گڑھے کے کنارے ایک بڑا سا ناگ پھنکار رہا تھا۔ گویا وہ میرے سر پر موجود تھا۔ بلندی پر پہنچنے کا ایک ذریعہ ہاتھ آیا تھا مگر وہاں زہریلا ناگ پہرہ دار بن کر بیٹھا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو: "خبردار! تمہاری تقدیر میں گڑھا ہے، تم وہیں۔۔۔ مرو گے۔"

میں دم سادھے دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ پتہ نہیں اس زہریلے سانپ کی منزل کونسی تھی، وہ کہاں جانا چاہتا تھا لیکن معلوم ہوتا تھا کہ اس نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ ڈسنے کے لیے مجھے پسند کر لیا ہے۔ وہ پھن کاڑھے گڑھے کی طرف جھک کر فوں فوں کر رہا تھا، جیسے خیالی شکار کو ڈس رہا ہو۔

تیسری بار فوں فوں کرتے وقت اس کے جسم کا بوجھ گڑھے کی طرف زیادہ پڑا۔ دوسرے ہی لمحہ وہ تیزی سے بڑھک کر گڑھے کی تہہ میں پہنچ گیا۔ بے اختیار میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اگرچہ میں خود کو بڑا ہی دلیر سمجھتا ہوں۔ اب تک موت سے آنکھیں ملا کر زندگی گذارتا آیا ہوں۔ تاہم دشمن کے اچانک حملوں سے بے اختیار چیخ نکل ہی جاتی ہے۔ مزید خوف و ہراس کی بات یہ تھی کہ گڑھے کی تہہ میں اندھیرا تھا۔ چاند کی روشنی نہیں پہنچ رہی تھی۔ اس تاریکی میں پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ مجھ سے کتنے فاصلہ پر آ کر گرا ہے؟

میرے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ چھوٹنے لگا۔ گڑھے کا قطر تقریباً آٹھ فٹ رہا ہوگا۔ وہ مجھ سے جتنی بھی دور ہو، سات فٹ سے زیادہ دوری نہ ہوگی۔ وہ میرے قریب ہی کہیں رینگ رہا ہوگا یا کنڈلی مارے پھن کاڑھے ڈسنے کی تیاری کر رہا ہوگا۔ میں کیا کر سکتا تھا؟ میرا حلق خشک ہونے لگا۔

اس موذی سے نمٹنے کے لیے میرے پاس لاٹھی نہیں تھی۔ پستول خالی تھا۔ تقدیر بے رحم تھی۔ نہ وہ تاریکی میں نظر آ رہا تھا اور نہ ہی میں قریب جا کر ٹوٹی ہوئی بوتل سے اس پر حملہ کر سکتا تھا۔ سانپ بڑے پھرتیلے ہوتے ہیں کوئی سپیرا ہی منتر پڑھ کر انکی گردن پکڑ سکتا ہے۔

انتظار کے لمحات بڑے جان لیوا تھے۔ نہ موت آ رہی تھی نہ جا رہی تھی۔ فرہاد علی تیمور کی تمام صلاحیتوں کا مذاق اڑا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اپنے پاؤں کے قریب سرسراہٹ سی محسوس کی۔ میں ایک دم سے ساکت ہوگیا۔ سانس روک لی۔ وہ میرے جوتوں پر سے رینگتے ہوئے گزر رہا تھا۔

یہ میری خوش فہمی تھی کہ وہ گزر رہا ہے۔ نہیں وہ گھوم رہا تھا۔ میرے دونوں پیروں سے لپٹ رہا تھا۔ یہ الفاظ دیگر مجھے زنجیر پہنا رہا تھا۔ موت کی زنجیر۔۔۔

مجھ جیسے لوگ اس دنیا میں صرف یا جنہوں نے میری طرح موت کو اپنی شہ رگ کے قریب دیکھا ہوگا اور وہ لوگ اس منظر کو کبھی بھولے نہ ہوں گے۔ میں بھی ان بے رحم لمحات کو کبھی نہیں بھلا سکتا۔ اس وقت مجھے اپنی ہر سانس آخری سانس لگ رہی تھی۔

میں اپنی داستان کے کسی بھی واقعہ کو زیادہ طول نہیں دیتا۔ لیکن اس واقعہ کو محض اس لیے طول دے رہا ہوں کہ میرے پڑھنے والے میری اس حالت زار کو میری طرح محسوس کر سکیں جس فرہاد کو ہمیشہ شہباز کی طرح جھپٹتے دیکھا گیا ہے، وہ اس وقت ایک بیجان بت کی طرح خاموش کھڑا تھا۔ اگر ذرا بھی حرکت کرتا تو وہ موذی مجھے دشمن سمجھ کر ڈس لیتا۔ گویا دوست بن کر گلے لگنے کی بجائے قدموں سے لگ رہا تھا۔

پھر موت کے لمحات سرکنے لگے۔ وہ میرے قدموں سے زنجیر کھول رہا تھا۔ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا کہیں جا رہا تھا۔ میں تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ٹھیک ہے کہ اس نے مجھے چھوڑ دیا لیکن کہاں گیا؟ یہ کدھر جا کر انتقام میں بیٹھا ہے کہ میں حرکت کروں اور وہ حملہ کرے۔

کیا میں ساری رات اسی طرح کھڑا رہوں گا۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ دن نکلے گا تو ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے خوش آمدید کہیں گے جب تک ہم ایک گڑھے میں ہیں۔ موت ہم میں سے کسی ایک کا مقدر بنے گی اور ہم میں سے کوئی ایک نئی زندگی پا کر اس گڑھے سے نکلے گا۔

تب میں نے بڑی آہستگی سے اپنے ہاتھوں کو حرکت دی۔ بہت آہستہ آہستہ بٹن کھول کر قمیض اتاری۔ شراب کی بوتل بڑی جلدی آگ پکڑتی ہے۔ اور آگ کو دیکھ کر سانپ بھاگتے ہیں۔ میں نے پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا لائٹر نکالا۔ پھر قمیض کے ایک حصے کو بوتل کے ٹوٹے ہوئے حصے میں ڈال کر لائٹر سے شعلہ بھڑکایا۔ پلک جھپکتے ہی بوتل اور قمیض نے آگ پکڑ لی۔ اس کے ساتھ ہی سانپ کے پھنکارنے کی آواز آئی۔ گڑھے کا اندرونی حصہ روشن ہوگیا تھا۔

اس روشنی میں میں نے دیکھا۔ وہ زہریلا ناگ زمین پر سر مار کر

بل کھاتا ہوا دور جا رہا تھا لیکن دوری کی حد گڑھے کی چار دیواری تھی۔ ہم دونوں کے لیے فرار کا راستہ نہیں تھا۔

آگ سے انسان بھی ڈرتا ہے۔ قیقیض کی آگ جلتی ہوئی میرے ہاتھ کی طرف آئی تو میں نے اسے سانپ کی طرف پھینک دیا۔ وہ دوسری طرف بھاگنے لگا۔ وہ روشنی تھوڑی دیر کی تھی۔ اگر مختصر سی مہلت میں میں اس پر حملہ نہ کرتا تو اب کی بار وہ اندھیرے میں ضرور ڈس لیتا۔ میں نے اس کی گھبراہٹ سے فائدہ اٹھا کر اس کے سر کو ٹارگیٹ بناتے ہوئے ایک چھلانگ لگائی۔ دوسرے ہی لمحے اس کا سر میرے جوتوں کے نیچے آگیا۔ یوں کہنا چاہیئے کہ میرے پونے دو من کے بوجھ تلے آگیا۔

چند ساعتوں تک میں قدم جمائے کھڑا رہا۔ وہ مدم کیطرف سے بل کھانے لگا۔ میں نے ایک پاؤں اٹھا کر اس کے سر کو کچلنا شروع کر دیا۔ ہر جاندار اپنی آخری سانس تک جدوجہد کرتا ہے ایک طرف اس کا سر کچلا جا رہا تھا دوسری طرف اس نے دُم سے میری ایک ٹانگ کو لپیٹ میں لے لیا تھا۔ وہ ایسی مضبوط گرفت تھی کہ مجھے اپنی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میں گر پڑا۔ میرا ہاتھ جلتی ہوئی قیقیض پر گیا تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تو میں نے جلتی ہوئی قیقیض اٹھا کر اپنی ٹانگ پر ڈال دی۔ آگ نے مجھے تھوڑا سا صرور جلایا مگر سانپ کے بیچ ڈھیلے پڑ گئے۔ میں لڑھکتا ہوا اس سے دور چلا گیا۔ پتلون کا پائنچہ اٹھا ہوا تھا لہٰذا وہ آگ کی زد سے بچ گیا۔

میں تھوڑی دیر تک بیٹھا یوں ہانپتا رہا جیسے موت کے آگے بہت دور تک بھاگتا رہا ہوں لیکن موت دوسری طرف چلی گئی تھی۔ وہ میرے سامنے مُردہ پڑا ہوا تھا۔ میں اپنی ٹانگ کو آہستہ آہستہ سہلانے لگا۔ قیقیض تقریباً جل چکی تھی۔ آگ بجھتی جا رہی تھی۔ اندھیرا پھر ایک بار مسلط ہو رہا تھا۔

میں نے فوراً ہی بجھتی ہوئی روشنی میں لالٹر اٹھا کر جیب میں رکھا۔ ٹوٹی ہوئی بوتل کو اٹھانا چاہا۔ وہ اتنی گرم ہو چکی تھی کہ اسے چھوڑنا پڑا۔ میں نے سوچا خالی پستول بھی کام آسکتا ہے اسے رکھ لینا چاہیئے۔ میں رینگتے ہوئے پستول کی طرف بڑھنے لگا۔ اسی وقت ایک نسوانی آواز سنائی دی "خبردار! وہیں رک جاؤ پستول اٹھاؤ گے تو فائر کر دوں گی۔"

پھر کوئی مصیبت نازل ہو رہی تھی۔ میرے جی میں آیا کہ اپنا سر پیٹ لوں۔ میں چند لمحوں تک اسی طرح رینگنے کی پوزیشن میں سر جھکائے ساکت رہا۔ آواز آئی "کون ہو تم؟ اس گڑھے میں کیا کر رہے ہو؟"

اس بار میں نے آواز پہچان لی۔ خوش ہو کر سر اٹھایا۔ گڑھے کی بلندی پر ساڑھی پہنی ہوئی واسنا کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور نظر آرہا تھا۔ وہ مجھے نہ دیکھ سکی کیونکہ میرے سر اٹھانے سے پہلے ہی آگ بجھ گئی تھی۔ میں اندھیرے میں گم ہو گیا تھا۔ واسنا وہی دُودھ سرما کی سیکرٹری تھی۔ جو ایک چھوٹے سے بچے کی ہمدردی میں قافلے سے بچھڑ گئی تھی۔ میں اس بچے کی تلاش میں خود قافلے سے بچھڑ کر جنگل میں بھٹکتا ہوا واسنا اور بچے تک پہنچا تھا۔ وہاں بوڑھے وائن ایڈگر کی مکاری سمجھ میں آئی تھی کہ وہ طیارے کو اغوا کرنے والوں کا ساتھی تھا۔ بہرحال میں اسے پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑتا ہوا اس گڑھے میں آگرا تھا۔ یعنی میں صبح واسنا سے بچھڑا تھا اور اب رات کے اندھیرے میں وہ سامنے آئی تھی۔

میں نے کہا "واسنا! میں وہی ہوں جس نے تمہیں اس بوڑھے وائن ایڈگر کے چنگل سے نجات دلائی تھی۔ شاید اسی بوڑھے کا ریوالور تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "اوہ مسٹر عازم! یہ تم ہو۔ میں تمہارے لیے کہاں کہاں بھٹکتی رہی ہوں۔"

"یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔ تم بھٹک رہی ہو گولڈ لو ہو، اور میں اس گڑھے میں صبح سے قید ہوں۔ میں اسی بوڑھے کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس نے مکاری سے مجھے یہاں گرا دیا۔"

"اوہ کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہاں ہو۔ یہ جنگل بھول بھلیاں ہے۔ پتہ ہی نہیں چلتا کہ کون کہاں گم ہو گیا ہے۔"

"کیا میں گڑھے میں باتیں کرنے اچھا لگ رہا ہوں؟"

"وہ جھینپ کر بولی "سوری! میرا کہو تو (فرض) ہے کہ پہلے تمہیں گڑھے سے نکالنے کی تدبیر کروں۔"

"چاندنی رات سے فائدہ اٹھاؤ۔ کوئی بانس، درخت کی کوئی ٹوٹی ہوئی ٹہنی یا رسّی تلاش کرو۔"

"اچھا۔ میں ابھی آتی ہوں۔" یہ کہتے ہی وہ چلی گئی۔

پھر وہی انتظار اور انتظار جیسے میں صدیوں سے اس گڑھے میں پڑا ہوا ہر نکلنے کی حسرت میں سانس لیتا چلا آرہا تھا۔ پندرہ منٹ بعد وہ واپس آگئی۔ اب اس کے بدن پر ساڑھی نہیں تھی۔ صرف ایک پیٹی کوٹ اور بلاؤز میں بدن کی چاندنی کھل رہی تھی۔ وہ بولی "اس بھیانک جنگل میں اب اکیلے بھٹکتے ڈر لگتا ہے۔ اب تک ایک ریوالور کا سہارا تھا اور حوصلہ بھی تھا۔ جانے کیوں تمہیں دیکھ کر پھر ایک عورت کی طرح کمزور ہو گئی ہوں۔ اگر اس گڑھے میں آگ کی روشنی نظر نہ آتی تو نہ جانے اس جنگل میں رات کیسے گزرتی؟"

"کیا اسی طرح گزرے گی کہ تم وہاں اور میں یہاں؟"

"نہیں میں نے اپنی ساڑھی کا ایک سرا درخت سے باندھ دیا ہے۔ یہ لو دوسرا سرا۔۔۔"

اس نے ساڑھی کا دوسرا سرا گڑھے کے اندر چھوڑ دیا۔ میں دیوار پر کھودی ہوئی جگہ پر پہنچا۔ پھر وہاں ہاتھ اور پاؤں جما کر دیوار سے چپک کر اوپر اٹھنے لگا۔ بارہ فٹ کی بلندی تک پہنچتے ہی ساڑھی ہاتھ آگئی۔ اس کے بعد گڑھے سے نکل آنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ باہر نکلتے ہی میں چند لمحوں تک بیٹھا رہا۔ چاروں طرف کھلی فضا کو یوں دیکھتا رہا جیسے قید میں ایک طویل عمر گزار کر آیا ہوں۔

میں نے احسان مندی سے واسنا کا ہاتھ تھام کر کہا "میں مایوس ہو چلا تھا کہ اس گڑھے سے نہیں نکل سکوں گا۔ میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں، یہ تم نے مجھے نئی آزادی دی ہے۔"

"شکریے کی کیا بات ہے، یہ تم نے بھی مجھے وائن ایڈگر کی بُری نیت سے بچایا تھا۔ آدمی تو ایک دوسرے کے کام آتا ہی ہے۔"

میں نے پوچھا "تمہارے ساتھ جو بچہ تھا وہ کہاں ہے؟"

"وہ اپنی ماں کے پاس ہے۔ جب تم وائن ایڈگر کے پیچھے دوڑتے ہوئے گئے تو میں نے زمین پر گرے ہوئے کارتوس اور ریوالور اٹھائے۔ پھر رُومی کا ہاتھ تھام کر اِدھر گئی، جدھر تم گئے تھے، لیکن میں یہاں کی بھول بھلیوں میں کھو گئی۔ تمہیں بار بار پکارا کہ شاید میری آواز ہی تمہارے پاس پہنچ جائے۔ بھوک پیاس سے بُرا حال تھا۔ دوپہر تک پکارنے کی ہمت بھی نہ رہی۔ سہ پہر کو میں نے فائرنگ کی آواز سنی۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا۔ میں رومی کو اٹھا کر ایک طرف بھاگنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے رومی کی ماں کو دوسرے لوگوں کے ساتھ دیکھا۔ وہ سب بدحواسی میں بھاگتے آرہے تھے۔

رومی کی ماں نے بیٹے کو دیکھتے ہی سینے سے لگا لیا۔ ہانپتی ہوئی بولی "بھاگو۔ دشمن فائر کر رہے ہیں۔"

میں بھی ان کے ساتھ دوڑنے لگی۔ کبھی ہم رُک کر ہانپتے تھے۔ کبھی بھاگتے تھے۔ پھر ایک جگہ درختوں کے جھنڈ میں ہم سب بے دم ہو کر گر پڑے۔ وہاں کچھ لوگوں کے پاس پانی کی بوتلیں تھیں اور کھانے کا کچھ سامان تھا۔ بھاگ کر آنے والوں نے پہلے سے ہی اپنے اپنے بیگ میں کھانے پینے کی چیزیں رکھ لی تھیں۔ وہاں مجھے کھانا نصیب ہوا۔ رومی کی ماں نے مجھے بتایا کہ طیارے کو اغوا کرنے والے مسافروں کے درمیان موجود تھے۔ جب تمام مسافر ایک جگہ جمع ہو گئے تو انہوں نے آٹومیٹن گن دکھا کر حکم دیا کہ ہم سب کاٹی ہوئی جھاڑیوں کے نیچے چھپ جائیں۔"

واسنا کی باتیں سن کر میں نے کہا "ہاں یہ واقعہ مجھے شبانہ نے بتایا ہے۔ وہ بھاگتی ہوئی میرے پاس گڑھے میں آگری تھی۔ ابھی دو گھنٹے پہلے تمہارا باس وفود ثرما اسے گڑھے سے نکال کر لے گیا ہے۔"

"تم نے اپنی بیوی کو اس کے ساتھ کیوں جانے دیا؟"

میں نے اسے وفود ثرما کی مکاری تفصیل سے سنائی۔ وہ بولی۔ "وہ مکار بھی ہے اور عیاش بھی۔ تمہاری دھرم پتنی اس سے نہیں بچے گی۔"

میں نے کہا "اسے خدا بچائے گا۔ باقی رہی وے تمہیں کیسے معلوم ہے کہ وہ عیاش ہے؟"

واسنا نے سر جھکا لیا۔ میں نے اپنے سوال کا جواب مانگنے کے لیے اصرار نہیں کیا۔ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "چلو مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ تاریں سے جی بھر گیا ہے۔ شاید آگے کچھ پھل وغیرہ مل جائیں۔"

اس نے اٹھ کر درخت سے ساڑھی کے دوسرے سرے کو کھولا۔ پھر اسے پہننے لگی۔ میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ رات، یہ تنہائی، کیا تمہیں اس جنگل میں ڈر نہیں لگ رہا تھا؟"

"میں ڈر رہی تھی مگر ڈرتے ڈرتے بھی جینا پڑتا ہے۔ یہ ریوالور نہ ہوتا تو میں شاید ایک قدم بھی آگے نہ بڑھتی۔"

"تم دوبارہ قافلے سے کیسے بچھڑ گئیں؟"

اس نے اپنی بڑی بڑی ہرنی جیسی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں چاند اتر آیا تھا۔ وہ نظریں جھکا کر بولی "تمہیں تلاش کرنے کے لیے میں دوسروں سے خود ہی بچھڑ گئی۔"

میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا "آؤ اب ہم شبانہ کو تلاش کریں۔ ہو سکتا ہے کہ شرما اس کے ساتھ کہیں آس پاس بھٹک رہا ہو۔"

"مگر ہم کدھر جائیں گے؟"

میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ چاندنی ہمارے پاس تھی۔ لیکن چاروں طرف درختوں کے سائے میں اندھیرا نظر آرہا تھا۔ میں واسنا کے ساتھ ایک طرف چل پڑا۔ وہ بولی "یہاں ایسے لگتا ہے کہ ہر درخت کے پیچھے دشمن چھپے ہوتے ہیں۔"

واقعی ایسا لگ رہا تھا۔ درختوں کی شاخوں سے بندر اِدھر سے اُدھر چھلانگیں لگاتے تو ہم ٹھٹک جاتے۔ خوف طاری ہو جاتا کہ اچانک کہیں سے حملہ ہو رہا ہے۔ ہم آگے بڑھتے وقت بار بار پیچھے پلٹ کر دیکھتے تھے۔ اس وقت چاند کی چاندنی اور ریوالور نے بڑا سہارا دیا تھا۔

ایک جگہ واسنا میرا بازو تھام کر کھڑی ہو گئی

"میں تھک گئی ہوں۔ آخر ہم کب تک چلتے رہیں گے؟"

میں نے واسنا سے ذرا الگ ہو کر کہا "میں اس وقت تک چلتا رہوں گا جب تک کہ شبانہ نہ مل جائے۔ آؤ۔۔۔"

میں آگے بڑھنے لگا۔ وہ میرے آگے آگئی۔

بولی "تھوڑی دیر رُک جاؤ۔ تھکن دور ہو جائے گی

تو پھر آگے بڑھیں گے۔"

"واسنا! یہ جنگل ہے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ کس طرح ایک زہریلے ناگ سے سامنا ہوا تھا۔ اگر ہم یہاں گھاس پر آرام کریں گے تو کہیں سے کوئی زہریلا سانپ آکر ہمیشہ کے لیے ہمیں سُلا دے گا۔"

وہ سہم کر آس پاس دیکھنے لگی۔ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ وہ کچھ دور جا کر بولی "کیا میں اچھی نہیں ہوں؟"

میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "بہت اچھی ہو۔"

"صرف اچھی ہو اور کچھ نہیں؟"

"باقی تعریفیں میری بیوی کے لیے ہیں۔"

یہ جواب سن کر وہ چپ ہو گئی۔ پھر کچھ نہ بولی۔ آخر عورت تھی، دوسری عورت کی تعریف نہیں سن سکتی تھی۔ اس لیے ناراض ہو گئی تھی۔ ہم مسلسل چلتے جا رہے تھے۔ اگر دن کا وقت ہوتا تو شاید وہ میرا ساتھ چھوڑ دیتی۔ رات کے وقت وہ ساتھ نہ چھوڑ سکی، ایک جگہ تھک کر گر پڑی۔ اپنا پاؤں پکڑ کر کراہنے لگی۔

"کیا کانٹا چبھ گیا ہے؟"

وہ جھلا کر بولی "تم سے بڑا کانٹا کوئی نہ ہو گا۔ اچھا ہوتا جو میں تمہیں گڑھے سے نہ نکالتی۔"

میں نے اس کے پاس بیٹھ کر پوچھا "تمہیں کس بات پر غصہ آ رہا ہے؟"

"تمہاری سنگدلی پر۔ تم یہ نہیں سوچتے کہ میں صبح سے کبھی روہی اور اس بوڑھے کے ساتھ بھٹک رہی ہوں اور کبھی تمہاری تلاش میں چلی آئی ہوں۔ کیا میں انسان نہیں ہوں یہ کیا مجھے ذرا دیر بھی آرام نہیں کرنا چاہیئے؟"

وہ سچ کہہ رہی تھی۔ مجھے اس پر بڑا ترس آیا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "سوری! مجھے ایک تو شدت کی بھوک لگی ہے، دوسرے شبانہ کی فکر ہے۔ ان پریشانیوں میں تمہاری تھکن کو بھول گیا تھا۔ کوئی بات نہیں آرام کرو۔"

"سچ مچ انسان خود غرض ہوتا ہے۔ میں اپنے آرام کے لیے بھول گئی تھی کہ تم بھوکے ہو۔ چلو میں آگے چلوں گی۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے کہا "مگر تم بہت زیادہ تھک گئی ہو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "میں برابر چلتی نہیں رہی۔ کبھی کبھی کہیں بیٹھ کر آرام بھی کر لیتی تھی۔ میں تو چاہتی تھی کہ... کہ... جانے دو تم بھوکے ہو، آؤ چلیں۔"

ہم پھر چلنے لگے۔ گڑھے سے نکلنے کے تقریباً تین گھنٹے بعد ہمیں بہت دور روشنی نظر آئی جیسے دو چار دیئے ٹمٹما رہے ہوں۔ ہماری رفتار تیز ہو گئی۔ پندرہ منٹ کی مسافت کے بعد چاندنی میں بانس کی جھونپڑیاں نظر آئیں۔ بانس کی دیواریں اور پھونس کی چھتیں تھیں۔ تین جھونپڑیوں کے سامنے مشعلیں روشن تھیں مگر کوئی آدمی یا کوئی جانور نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے کہا "یہاں کھانا مل سکتا ہے۔"

وہ بولی "دشمن بھی مل سکتے ہیں۔"

"ہاں ہم مقامی باشندوں کی بولی نہیں سمجھتے ہیں ورنہ انہیں دوست بنا لیتے۔ آج یہ حقیقت کس قدر سامنے ہے کہ انسان پیٹ کے لیے پاپ کرتا ہے۔ مجھے کھانا چرا کر لانا ہو گا۔"

"نہیں۔ پکڑے جاؤ گے۔"

"بھوکا بھی نہیں رہا جائے گا۔ تم اس درخت کے پاس کھڑی رہو۔ ریوالور مجھے دیدو۔ میں جلدی واپس آنے کی کوشش کروں گا۔"

"تم بھی چلے جاؤ گے، ریوالور بھی نہیں رہے گا۔ پھر میں اکیلی کیسے رہوں گی؟"

"بس تھوڑی دیر کی بات ہے۔ یوں بھی تم تنہا اس جنگل میں رہ چکی ہو۔ لاؤ ریوالور، وقت ضائع نہ کرو۔"

میں نے ریوالور لے کر اسے سمجھایا، تسلی دی۔ پھر سب سے پہلی جھونپڑی کی طرف بڑھنے لگا۔ ایک جھاڑی کے پاس پہنچ کر میں نے ایک چھوٹا سا پتھر اٹھایا۔ پھر اسے جھونپڑی کے برآمدے میں پھینک دیا۔ رات کے سناٹے میں پتھر گرنے کی آواز زور سے ابھری۔ اس کے ساتھ ہی کسی نے انگریزی زبان میں پوچھا "ہُوز دیئر۔ بلاڈی باسٹرڈ؟"

جھونپڑی کا دروازہ کھل گیا۔ ایک انگریز شراب کا جام تھامے نشہ میں لڑکھڑاتا ہوا باہر آیا۔ اس کے پیچھے دروازے پر سانولے رنگ کی ایک مقامی عورت نظر آئی۔

وہ دونوں تھوڑی دیر تک ادھر ادھر دیکھتے رہے۔ آس پاس کی جھونپڑیوں سے اجنبی بولیاں سنائی دے رہی تھیں اور انگریز کی ساتھی عورت ان کے جواب میں کچھ کہہ رہی تھی۔ پھر آوازیں بلند ہو گئیں۔ وہ عورت انگریز کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی۔

میں زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر گھٹنوں کے بل رینگتے ہوئے جھونپڑی کی جانب بڑھنے لگا۔ شاید وہاں ایک ہی انگریز تھا کیونکہ وہاں کسی دوسرے نے انگریزی میں سوال جواب نہیں کیا تھا۔ میں رینگتے رینگتے برآمدے میں آیا۔ پھر دروازے سے جھانک کر دیکھنے لگا۔ وہ شراب کے ساتھ شباب کو گھول رہا تھا۔

ان کے قریب ہی اسٹین گن اور کارتوس کی پیٹی رکھی ہوئی تھی۔

میں نے ریوالور کو جیب میں رکھا۔ دبے قدموں آگے بڑھا۔ پھر اس کے پیچھے ایک زوردار لات ماری۔ وہ اپنی ساتھی پر سے الٹ کر قلابازی کھاتا ہوا دوسری طرف چلا گیا۔ اتنی دیر میں اسٹین گن میرے ہاتھوں میں آ گئی تھی۔ وہ دونوں ہی مجھے دیکھ کر بوکھلا گئے تھے۔

چونکہ شور مچانے کے انجام کو سمجھتے تھے لہٰذا ان کی زبانیں چپ تھیں۔

میں نے اس انگریز سے پوچھا "کیا یہاں کھانے کے لیے کچھ مل جائے گا؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ میں نے حکم دیا کہ فوراً اس عورت کو رسیوں سے باندھ دو۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اسے رسیوں سے باندھنے کے بعد اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا۔ میں اسے اسٹین گن کی زد میں لے کر دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں کھانے کی میز پر ڈبل روٹی، مکھن، فرائی فش، جیلی اور جام رکھے ہوئے تھے۔ میرے حکم سے انہیں ایک بیگ میں رکھ دیا گیا۔ میں نے اسے دیوار کی طرف منہ کرنے کے لیے کہا۔ جیسے ہی وہ دیوار کی طرف گھوما، میں نے اسٹین گن کے دستے سے اس کے سر پر بھرپور ضرب لگائی۔ وہ ایک کراہ کے ساتھ میز پر بوس ہوتا چلا گیا۔

میں نے کھانے کے بیگ اور بوتل کو شانے سے لٹکایا۔ دوسرے کمرے میں آ کر کارتوس کی پیٹی اٹھائی۔ وہ عورت دیدے پھاڑ پھاڑ کر سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اسے آنکھ ماری، پھر مسکرایا تو وہ بھی مسکرانے لگی۔ لیکن میں جھونپڑی سے نکل کر دبے قدموں چلتا ہوا دور جھاڑی کے پاس آیا۔ اس کے بعد دوڑتا ہوا واسنا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ خوش ہو کر بولی "تم تو بڑے چور نکلے۔"

میں نے اس کے ہاتھوں میں اسٹین گن اور کارتوس کی پیٹی دیتے ہوئے کہا "یہاں سے بھاگتی چلو۔ میں راستے میں کھانا چرا لوں گا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے یہی کیا۔ چلتے چلتے بیگ میں سے ڈبل روٹی اور فرائی فش نکال کر کھانے لگا۔ سوکھا نوالہ حلق میں پھنسا تو پانی کی بوتل منہ سے لگا لیتا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ ہم اس راستے پر نہیں جا رہے ہیں جو گڑھے کی طرف جاتا تھا۔ ہمارا راستہ اب بدل گیا تھا۔ واسنا نے پوچھا "کیا ہم اسی طرح بھٹکتے رہیں گے؟"

"کیا پتہ کہ تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ ہو سکتا ہے اس راستے پر شبانہ اور شرما مل جائیں۔"

ہم ایک گھنٹہ تک چلتے رہے۔ پھر وہ بیٹھ گئی۔ اب تو میں آگے نہیں جاؤں گی۔"

میں نے بھی بیٹھتے ہوئے کہا "ہاں تم نے میری بھوک کا احساس کرتے ہوئے آرام نہیں کیا تھا۔ اب آرام سے لیٹ جاؤ۔"

"اگر سانپ رینگتے ہوئے آ جائیں تو؟"

"میں محتاط رہوں گا۔" میں نے کھانے کا بیگ رکھ کر اس سے اسٹین گن لے لی۔ وہ ملائم گھاس پر میرے سامنے لیٹ گئی۔ اس کے چہرے سے تھکن ظاہر ہو رہی تھی۔ دن رات چلتے رہنا بچوں کا کھیل نہیں ہوتا۔ بے چاری کے بدن کا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہو گا مگر وہ جبراً مسکراتی ہوئی مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں اٹھ کر ہاتھ میں اسٹین گن لیے ٹہلنے لگا۔ چاندنی میں دور دور تک جنگل کی ہریالی نظر آ رہی تھی۔ کوئی رینگنے والی مخلوق دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ چار بار ٹہلنے کے بعد میں نے واسنا کو دیکھا۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تھی۔ نیند کے عالم میں بھی جوانی بڑی ہی جذبات انگیز تھی۔ چاند اس کے بدن پر چاندی لٹا رہا تھا۔ میرے کترانے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ حسین نہ تھی۔ نہیں وہ بے حد حسین اور دلکش تھی۔ دل اس کی طرف کھنچا چلا جاتا تھا لیکن میں حتی الامکان اس کوشش میں تھا کہ محبوباؤں کی مزید فوج نہ بناؤں۔ اب تک کے تجربات یہی تھے کہ جس کے ساتھ تعلقات ہوتے تھے وہ آئندہ دردِ سر بن جاتی تھی۔ اس لیے میں دردِ سر سے فداودرجا کر گھاس پر لیٹ گیا۔

آرام سے لیٹتے ہی جب میرے کان زمین سے لگے تو میں چونک گیا۔ کان لگا کر سنو تو جنگل کی زمین بولتی ہے۔ آنے جانے والوں کے قدموں کی دھمک کا پتہ دیتی ہے۔ مجھے مسلسل دھیمی دھیمی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے زمین کے اندر کوئی انجن یا مشین چل رہی ہو۔ اس جنگل میں کسی بھاری مشین کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہاں یہ ہو سکتا تھا کہ دور کہیں کوئی موٹر گاڑی چل رہی ہو۔

میں کارتوس کی پیٹی اور اسٹین گن لے کر اٹھ گیا۔ واسنا کی جانب دیکھ کر افسوس ہوا۔ بیچاری ابھی سوئی تھی۔ ابھی اسے جھنجھوڑنا پڑے گا۔ یہ میں نے سوچا۔ اسے آرام پہنچانا میرا فرض ہے وہ میرے لیے صبح سے بھٹک رہی ہے۔ اسے جگانا زیادتی ہو گی۔ یہ سوچ کر میں آگے بڑھ گیا۔ واسنا سے دور جانے کا ارادہ نہیں تھا۔ فداقریب ہی چکر کاٹ کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کوئی گاڑی کہاں سے گزر رہی ہے۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ آواز واضح ہو گئی۔ ساتھ ہی روشنی نظر آئی۔ مجھ سے تقریباً آدھ فرلانگ کے فاصلہ پر گاڑی کی ہیڈلائٹس میرے چہرے سے بائیں طرف جا رہی تھی۔ یقیناً وہ طیارے کو اغوا کرنے والوں کی گاڑی ہو سکتی تھی۔ جب وہ ذرا آگے نکل گئی تو میں تیزی سے ادھر جانے لگا۔ اس بار میں نے راستہ یاد رکھنے کے لیے راستے کے خاص درختوں کو اچھی طرح پہچان لیا تاکہ واسنا کے پاس واپس پہنچنے میں دشواری نہ ہو۔

گاڑی کی رفتار سست تھی اور میں دوڑنے کے انداز میں چل رہا تھا اس لیے جلد ہی میں نے اسے پا لیا۔ وہ ایک بڑے سے برگد کے درخت کے سائے میں جا کر رک گئی تھی۔ میں نے ایک درخت کی آڑ سے دیکھا۔ وہ ایک جیپ تھی اور اس میں چار مسلح افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ میں انتظار کرنے لگا کہ اب وہ جیپ سے اتر کر کیا کریں گے یا کدھر جائیں گے یہ لیکن وہ چپ چاپ بیٹھے رہے۔

تب میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ میرے پاؤں تلے کی زمین ہولے ہولے لرز رہی تھی اور ادھر برگد کے سائے میں جیپ آہستہ آہستہ زمین میں دھنستی جا رہی تھی کہ وہ میری نظروں سے اوجھل ہونے لگی۔ میں نے فوراً ہی ادھر دوڑ لگائی۔ برگد کے قریب زمین کی لرزش اور بڑھ گئی تھی۔ اس درخت کے پاس پہنچ کر ایک مستطیل گڑھا نظر آیا۔ جو جیپ کی ہیڈ لائٹس سے روشن تھا۔ میں زمین پر بیٹھ کر رینگتا ہوا گڑھے کے کنارے پہنچا۔ اس وقت تک زمین کی لرزش ختم ہو گئی تھی۔ خندق کی گہرائی میں جیپ اور اس کے سوار نظر آ رہے تھے۔ وہ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں تھے۔ اگر سر اٹھا کر اوپر دیکھتے تب بھی مجھے دیکھ پاتے۔ چند لمحوں بعد جیپ کے سامنے والی دیوار ایک طرف ہٹنے لگی۔ زمین پھر لرزنے لگی۔ جیپ اسٹارٹ ہو کر دیوار کے خلا سے گزر گئی۔ جہاں جیپ کھڑی ہوئی تھی، زمین کا وہ حصہ پھر اوپر کی طرف اٹھنے لگا۔

میں پیچھے ہٹ کر برگد کے تنے سے لگ گیا۔ ذرا سی دیر میں زمین کا وہ حصہ اوپر آ کر جنگل کے فرش کے برابر ہو گیا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا جہاں جیپ کھڑی ہوئی تھی، وہ جگہ دلدلی نظر آ رہی تھی۔ اس مستطیل حصے میں دلدل کے بلبلے ایسے اٹھ رہے تھے کہ وہاں دھنس جانے کے خوف سے کوئی نہیں جا سکتا تھا۔

وہ جگہ انسانی ذہانت اور تیکنک کا بے مثال نمونہ تھی۔ اسے دیکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسی کی تہہ میں مجرموں نے خفیہ اڈہ بنا رکھا ہے۔ میں اس دلدل کے چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگا۔ ایسے میکنزم کے لیے کوئی ایسی کل ہوتی ہے جس کے ذریعہ دیوار یا فرش کو ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکایا جاتا ہے مگر مجھے ایسی کوئی کل نظر نہ آئی۔ اس زمین دوز اڈے میں پہنچنے کا طریقہ کچھ ایسا تھا جسے صرف مجرم ہی جانتے تھے۔

میں مایوس ہو کر وہاں سے لوٹ گیا۔ راستہ پہچان کر وانسا کے پاس آ گیا۔ وہ بے خبر سو رہی تھی۔ میں اس کے قریب بیٹھ گیا۔ میری سوچ میں وہی دلدل گردش کر رہی تھی۔ اگر آج ٹیلی پیتھی کا ساتھ ہوتا تو میں زمین پر بیٹھ کر زمین کی تہہ میں چھپے ہوئے انسانوں کی شہ رگ پر انگلی رکھ دیتا۔ اب تو کوئی دوسرا ہی طریقہ کار اختیار کرنا تھا۔ اس سے پہلے ضروری تھا کہ میں قافلے کے بچھڑے ہوئے لوگوں کو تلاش کروں۔ وانسا کو ان کے پاس چھوڑوں، پھر اس دلدل کے قریب کہیں چھپ کر بیٹھ جاؤں۔ میں اسی طرح ان کے متعلق کچھ معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

کے پاس چھوڑ دیا جائے تو میرے دماغ میں یہ سوالات گونجنے لگے۔ کتنی ہی چاہنے والی ہستیاں کتنے ہی سوالات بن کر راستے میں آ جاتی تھیں۔ کہتی تھیں پہلے ہماری فکر کرو۔ سونیا اور رومانہ کے لیے ہم کر لیا تھا کہ وہ دونوں میری پہنچ سے دور نہ جانے کہاں تھیں۔ شاید یوں اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھی۔ اب اس جنگل میں شبانہ نے اپنا پیار دے کر فکر اور پریشانیاں بڑھا دی تھیں۔ وانسا مجبوبہ کی فہرست میں نہیں تھی لیکن مجھے گڑھے سے نکال کر ایک نئی زندگی دی تو اخلاقاً پابند بنا لیا تھا کہ میں خانہ بدوشی اور بے سروسامانی کے عالم میں اسے تنہا نہ چھوڑوں۔

میں تھک ہار کر گھاس پر لیٹ گیا۔ سونے کا ارادہ نہیں تھا۔ لیکن شبانہ کی تلاش میں آگے بڑھنے کے متعلق سوچتے سوچتے آنکھ لگ گئی۔ تھکن ایسی ہی ہوتی ہے۔ نیند آنے کے بعد تن بدن کا ہوش نہیں رہتا۔ ہم دونوں ہی ایسے بے خبر سوتے کہ دوسرے دن کا سورج سر پہ آ گیا۔ ایسی طویل بیہوشی کی نیند پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔

جب میری آنکھ کھلی تو میرے منہ پر ساڑھی کا آنچل تھا۔ وانسا مجھے دھوپ سے بچانے کے لیے آنچل کا سایہ کیے خود دھوپ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ خدا نے عورت کو پیار کے کیسے کیسے انداز سکھائے ہیں۔ مرد کو اس کی وفاؤں کا قائل ہونا ہی پڑتا ہے۔ میں وانسا سے متاثر ہو گیا۔ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا "یہ کیا ہے تم کب سے اس طرح بیٹھی ہو؟"

"جب سے سوچ دیوتا تمہیں پریشان کر رہے ہیں۔"

میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے حیرانی سے کہا "تعجب ہے، میں اس جنگل میں بے ہوشی کی نیند سوتا رہا۔ مجھ سے پہلی بار ایسی حماقت ہوئی ہے۔"

"شکر کرو کہ ادھر کوئی دشمن نہیں آیا۔ نہیں تو ہم سوتے ہی رہ جاتے۔ چلو اٹھو مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں پہلے اشنان (غسل) کروں گی۔"

"غسل کرنے کے لیے ہمیں پانی کہاں سے ملے گا؟"

"میں صبح ٹہلتی ہوئی ادھر گئی تھی۔ میرے ساتھ چلو، ہم دریا کے قریب ہیں۔"

میں سامان اٹھا کر اس کی راہنمائی میں چل پڑا۔ وہ بولی۔ "کیا صرف شبانہ ہی تمہاری زندگی کی پہلی عورت ہے؟"

"نہیں بہت سی عورتیں میرے ساتھ وقت گزار چکی ہیں۔"

"کیا ایسے ہی جیسے میں نے کل رات گزاری ہے؟"

اس کے لہجے میں چھپا ہوا طنز تھا۔ میں نے کہا "میں تمہارے ساتھ بھی یادگار لمحات گزار سکتا تھا لیکن سوچتا ہوں کہ تمہارا رشتہ میری عورت کو لے گیا ہے۔ اگر وہ اس کی عزت سے کھیلے گا تو میں یہ کہہ کر اس سے انتقام لے سکتا ہوں کہ میں نے اس کی سیکرٹری وانسا کی آبرو سلامت رکھی ہے۔"

"آبرو؟" وہ ہنسنے لگی "شرما نے مجھ سے کھیلنے کے لیے مجھے اپنی سیکرٹری بنایا ہے لیکن میں اب تک اس کی دست درازی سے بچتی رہی۔ آخر دہلی سے روانگی کے وقت میں نے وعدہ کیا کہ ہانگ کانگ پہنچ کر اس کی بات مان لوں گی۔"

"کیا کسی مجبوری کے تحت اس کا مطالبہ پورا کرو گی؟"

"ہاں، دہلی میں میرے بوڑھے ماں باپ اور ایک جوان بہن ہے۔ شرما مجھے دس ہزار ڈالر دے گا تو میری بہن کی شادی کسی اچھے گھرانے میں ہو جائے گی۔ میرے ماں باپ کا بڑھاپا سکھ چین سے گزر جائے گا۔ میں عورت ہوں۔ ویسے بھی مجھے کسی نہ کسی مرد کے پاؤں کی جوتی بننا ہے اس لیے دس ہزار کا سودا برا تو نہیں ہے۔"

ہم دریا کے ساحل پر پہنچ گئے۔ وہاں گھنے درختوں کا سلسلہ نہیں تھا صرف ناریل کے قد آور درخت نظر آ رہے تھے۔ میں نے کہا "تم اس درخت سے اس درخت تک ساڑھی کو باندھ دو۔ پردہ ہو جائے گا۔ میں پرلے کے ادھر رہوں گا، تم ادھر جا کر غسل کر لینا۔"

وہ میرے مشورے پر عمل کرنے لگی۔ میں منہ پھیر کر درخت کے سائے میں ریت پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز آئی، "اچھا میں جا رہی ہوں تم یہیں رہنا۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے اپنی فیض زہریلے ناگ سے نمٹنے کے لیے جلادی تھی۔ میرے بدن پر صرف ایک بنیان، ایک انڈر ویئر اور ایک پتلون تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ جلد ہی غسل سے فارغ ہو کر آ جائے گی، اس لیے خود نہانے کے خیال سے بنیان اور پتلون اتار دی۔ اسی وقت مجھے وانسا کی چیخ سنائی دی "بچاؤ۔ بچاؤ۔ ہائے میں مر گئی....."

میں تیزی سے دوڑتا ہوا گیا۔ وہ گردن تک پانی میں ڈوبی ہوئی ہاتھ ہلا رہی تھی۔ مجھے عازم کمر مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ میں نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ تیرتا ہوا اس کے قریب پہنچا تو وہ بدحواسی میں مجھ سے لپٹ گئی۔ میں اسے کھینچتا ہوا کنارے پر لے آیا۔

جب ہم غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتہ کرنے بیٹھے تو دور طیارے کے کچھ مسافر نظر آئے۔ ان میں مرد، عورتیں اور بچے بھی تھے۔ کھانا دیکھتے ہی وہ سب دوڑے چلے آئے۔ اگر میرے پاس اسٹین گن نہ ہوتی تو وہ ہمیں مار پیٹ کر کھانا چھین لیتے۔ وہ پچھلی رات کے بھوکے تھے۔ اپنے اپنے ملکوں اور شہروں کے دولت مند افراد تھے لیکن اس وقت بھکاریوں کی طرح کھانا مانگ رہے تھے۔

وانسا نے انہیں آرام سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر ان میں کھانے کی چیزیں تقسیم کرنے لگی۔ وہ کئی دنوں کے بھوکے جانوروں کی طرح جلدی جلدی کھانے پر منہ مار کر کھانے لگے۔ اپنی دولت سے دنیا کی ہر چیز خریدنے والے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کبھی وہ کسی جنگل بیابان میں پہنچ کر ایک ایک دانہ کے لیے ترستے رہیں گے وہ تعداد میں پچیس تھے جن میں اٹھارہ مرد، پانچ عورتیں اور دو بچے تھے۔ ان سب کا پیٹ تو نہیں بھرا مگر تسلی ہو گئی۔

میں نے ان سے کہا "ہمیں اس جنگل میں چھتیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ درختوں کی شاخیں اور جھاڑیاں کاٹ کر طیارے کو چھپا دیا گیا ہے۔ کل دوپہر کو ایک ہیلی کوپٹر ہماری تلاش میں یہاں چکر لگاتا رہا۔ لیکن ہم میں سے کوئی اسے سگنل نہ دے سکا۔ کیونکہ دشمنوں نے تم سب کو جھاڑیوں تلے چھپنے پر مجبور کر دیا تھا اور اس وقت میں ایک گہرے گڑھے میں پڑا ہوا تھا۔"

وانسا نے کہا "میں آزاد تھی۔ میں نے بھی ہیلی کوپٹر کو دیکھا تھا مگر وہ مجھ سے اتنی دور تھا کہ میں سگنل نہ دے سکی۔ ریوالور سے ایک فائر بھی کیا تھا پھر دوسرا فائر اس لیے نہیں کیا کہ میرے لیے ایک ایک گولی قیمتی تھی۔"

میں نے کہا "بہرحال ہماری امداد کو آنے والے مایوس ہو کر جا چکے ہیں۔ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ سرکاری طور پر کوئی تلاش جاری ہے یا ہماری تلاش میں یہاں آئے گی لہٰذا ہمیں اپنے طور پر زندہ رہنے کے لیے کھانے پینے اور رہنے کا انتظام کرنا ہوگا۔ یہاں قریب ہی مقامی باشندوں کی چند جھونپڑیاں ہیں وہاں ایک انگور بھی ہے کیوں نہ ہم اس چھوٹی سی بستی پر قبضہ کر لیں تاکہ زندہ رہنے کی کچھ سہولتیں حاصل ہو جائیں گی۔"

سب نے میری تائید کی۔ میں نے ایک نوجوان کو وانسا کا ریوالور دے دیا۔ پھر وہاں سے ہمارا قافلہ چل پڑا۔ لیکن وہاں شہری راستے نہیں تھے کہ ہم جہاں چاہتے وہاں پہنچ جاتے۔ جنگل کے راستوں نے ہمیں پھر بھٹکا دیا۔ آدھ گھنٹے بعد ہم کسی دوسری بستی کی طرف پہنچ گئے۔ میں نے کہا "تم سب وہاں پناہ مانگنے کے لیے جاؤ ہم ہتھیار والے دو بندے بعد میں آئیں گے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ وہاں صرف مقامی باشندے ہیں یا مہذب دشمن بھی موجود ہیں۔"

ایک عورت نے کہا "تم ہمیں قربانی کا جانور بنا کر آگے دھکیل رہے ہو۔ میں نہیں جاؤں گی۔"

ایک اور شخص نے ریوالور اور اسٹین گن کے بغیر اس بستی میں جانے سے انکار کیا۔ ان کا خوف بجا تھا۔ وہ نہتے رہ کر جنگلی باشندوں کے درمیان نہیں جا سکتے تھے۔ میں نے بھی سوچا کہ اگر انہوں نے دوستی کے بجائے دشمنی شروع کر دی تو میں اسٹین گن سے اندھا دھند

فائرنگ نہیں کرسکوں گا۔ ایسی فائرنگ میں اپنے لوگ بھی ہلاک ہوسکتے تھے۔

میں نے کہا: "اچھی بات ہے۔ تم سب یہاں چھپے رہو۔ میں آگے جاکر اس بستی کا جائزہ لوں گا۔ انہیں دوست بنانے کی کوشش کروں گا۔"

واسانے راستہ روک کر کھڑی ہوگئی: "میں تمہیں اکیلے نہیں جانے دوں گی۔"

"مجھے جانا ہی ہوگا ورنہ سب بھوکے مریں گے۔"

وہ نوجوان سے ریوالور والیس نے کہا: "میں بھی چلوں گی۔"

میں نے بحث نہیں کی۔ اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ وہ بولی: "ہم ساتھ جائیں گے تو ایک ساتھ پھنس جائیں گے۔ پہلے میں جاتی ہوں۔ تم میری مدد کے لیے کہیں چھپ کر رہو۔"

ہمارے راستے الگ ہوگئے۔ وہ سیدھی بستی کی طرف گئی۔ میں ایک لمبا چکر کاٹ کر جھاڑیوں کی طرف جانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے جھاڑیوں کے پیچھے سے دیکھا، وہ بستی میں داخل ہوگئی تھی۔ مقامی مرد عورتیں اور بچے اسے گھیر رہے تھے۔ واسا اپنی زبان میں اور اشاروں کی زبان میں انہیں دوستی کا پیغام دے رہی تھی۔ شاید وہ نہیں سمجھ رہے تھے۔ اسے گھیرے میں لے کر بستی کے اندر لیجا رہے تھے۔ حتیٰ کہ وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

تب میں نے اس کی چیخ سنی۔ میں نے فوراً ہی اسٹین گن سنبھالتے ہوئے دوڑ لگائی۔ ایسے وقت میں بھول گیا کہ جنگلوں میں بھاگتے وقت ایسی جگہ سے نہیں گزرنا چاہیے جہاں گھاس پھوس کے ڈھیر ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ایک ڈھیر سے گزرتے وقت میں گڑھے میں گر پڑا تھا۔ اس بار میں گڑھے میں نہیں گیا۔ بھاگنے کے دوران گھاس پھوس کے ڈھیر میں اچانک میرے ایک پاؤں کو جھٹکا پہنچا۔ اسٹین گن ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ میں کسی پتنگ میں جانے کی بجائے آسمان کی بلندی پر تیزی سے جارہا تھا۔ اس طرح کہ میری ٹانگیں اوپر تھیں اور سر نیچے۔ میری ایک ٹانگ میں مضبوط رسی کا پھندا تھا۔ جنگلوں میں جانوروں یا دشمنوں کو شکار کرنے کا یہ بہت پرانا طریقہ ہے۔ الٹا لٹکنے کے بعد یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ کس طرح گھاس پھوس کی تہہ میں کمند بچھائی گئی تھی۔

تناور درخت کے سب سے اونچی شاخ سے گزرنے والی رسی مجھے ادھر سے اُدھر جھلا رہی تھی۔ کبھی میں جھاڑیوں کی طرف جارہا تھا۔ کبھی جھولتا ہوا جھونپڑیوں کی چھتوں پر سے گزر رہا تھا۔ بستی کے بچے مجھے دیکھ کر خوشی سے اچھلنے لگے۔ مرد عورتیں قہقہے لگا رہے تھے۔ میں اتنی بلندی پر جھول رہا تھا کہ دور تک جنگل اور بستی نظر آرہی تھی۔ ایک بار جھولتا ہوا بستی کی طرف گیا تو دیکھا۔ وہ لوگ واسا کو گھسیٹتے ہوئے ایک جھونپڑی کے اندر لے جارہے تھے۔ پھر جھولتا ہوا جھاڑیوں پر سے گزرتا ہوا جنگل کی طرف گیا تو ہمارے ساتھ آنے والے طیارے کے مسافر دور ساحل کی طرف بھاگتے جارہے تھے۔ انہوں نے قصاب کی دکان پر لٹکے ہوئے بکرے کی طرح مجھے دیکھ لیا تھا۔ اب اپنی جان بچا کر بھاگ رہے تھے۔

میں نے بستی کی طرف جھولتے ہوئے چیخ کر کہا: "میں دشمن نہیں دوست ہوں۔ مجھے نیچے اتارو۔ میں تمہیں نقصان پہنچانے نہیں آیا تھا۔ تم مجھے نقصان نہ پہنچاؤ۔"

میں تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ وہ میری بولی نہیں سمجھ رہے ہیں۔ ان کے سامنے میری الجھنیں ایسی تھیں جیسے کوئی جانور شکار ہونے کے بعد اپنی زبان میں چیخ رہا ہو۔ اب وہ لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے تھے۔ کوئی میری طرف نہیں دیکھ رہا تھا البتہ بچے میری طرف پتھر پھینک رہے تھے۔ چونکہ میں کافی بلندی پر جھول رہا تھا اس لیے پتھروں سے محفوظ تھا۔ پھر بھی میری کیا گت بن گئی تھی کہ بچے پتھر مار رہے تھے۔ ہائے رے فرہاد علی تیمور!

ایسی بلندی کوئی نہیں چاہتا جہاں پہنچ کر آدمی الٹ جائے۔ میں نے مکر کی طرف سے خم کھا کر اوپر اٹھنے کی کوشش کی، تاکہ پاؤں سے بندھی ہوئی رسی کو پکڑ لوں۔ ایسے وقت رسی ڈھیلی یاد آئی۔ وہ میری جگہ ہوتی تو بنا شک کیے کرتب دکھا کر بہ آسانی درخت کی شاخوں تک پہنچ جاتی۔ میں اپنی کوشش میں اس حد تک کامیاب ہوا کہ آہستہ آہستہ خم کھا کر اپنے پاؤں تک پہنچ گیا۔ پھر پاؤں سے بندھی ہوئی رسی کو تھام لیا۔

اسے تھامنے کے بعد پتہ چلا کہ اس کے ذریعہ درخت کی کسی شاخ تک پہنچنا ناممکن ہے۔ کیونکہ رسی کو کسی تیل یا چربی میں بھگو کر خشک کیا گیا تھا۔ اب اس میں ایسی چکناہٹ پیدا ہوگئی تھی کہ ایسے مضبوط سے تھامتے وقت ہاتھ پھسل جاتے تھے۔ میں نے کئی بار اسے جم کر پکڑنا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ میں تھک ہار کر پھر الٹ گیا۔ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر....

بستی کے کچھ لوگ سر اٹھائے مجھے دیکھ رہے تھے اور میری ناکامی پر ہنس رہے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ انہوں نے مجھے الٹا لٹکا کر کیوں چھوڑ دیا ہے۔ وہ مجھے ہلاک کرسکتے تھے یا نیچے اتار کر سزا دے سکتے تھے لیکن وہ ایسے مطمئن تھے جیسے جانور کو باندھ کر چھوڑ دیا ہو کہ اب وہ کہیں نہیں جاسکتا۔

کافی وقت گزر گیا۔ اب رسی کا جھولا تھم گیا تھا۔ میں تڑپ کر ادھر ادھر گھومنے لگا۔ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ رسے کی لمبائی تک و دوسری سمت ایک اور درخت نظر آیا۔ یعنی میں بستی کی سمت جھولنے کے بجائے دوسرے درخت کی طرف جھولنا شروع کردیتا تو

اس کی کسی شاخ تک پہنچ سکتا تھا لیکن میں ایسا نہ کرسکا۔ اسی بلندی سے میں نے ایک ویگن کار دیکھی جو بستی کی طرف آرہی تھی۔

پہلے تو دل نے تسلی دی کہ امدادی پارٹی پہنچ گئی ہے جو کہ محض خوش فہمی تھی۔ جب ویگن کار قریب آئی تو بستی کے باشندے اسے چاروں طرف سے گھیر کر کھڑے ہوگئے۔ پھر اس میں سے باہر آنے والوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے لگے۔ تمام گورے صاحب سر اٹھا کر مجھے دیکھ رہے تھے اور آپس میں باتیں کررہے تھے۔ ایک گورا صاحب میری اسٹین گن اٹھا کر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے بستی کے ایک شخص سے کچھ کہتے ہوئے میری طرف اشارہ کیا۔

صاحب کے حکم کے مطابق بستی کے کچھ لوگ درخت کے اس تنے کے پاس گئے جہاں رسی کا دوسرا سرا بندھا ہوا تھا۔ وہ لوگ وہاں سے رسی کھول کر آہستہ آہستہ ڈھیل دینے لگے۔ میں آہستہ آہستہ سر کے بل نیچے آنے لگا۔ پہلے ایک جھونپڑی کی چھت تک پہنچا۔ پھر اس سے نیچے ایک کھڑکی کے پاس پہنچتے ہی صاحب بہادر کے حکم پر رسی روک کر پھر تنے سے باندھ دی گئی۔ یعنی اب میں زمین سے پانچ فٹ کی بلندی پر لٹک رہا تھا۔

تمام صاحب بہادر میرے قریب آگئے۔ ایک نے اسٹین گن دکھاتے ہوئے مجھ سے کہا: "یہ جوزف کی گن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کل رات تم نے ہی اسے زخمی کیا تھا اور کھانے کا تمام سامان اٹھا کر لے گئے تھے۔"

"میں بھوک سے مجبور تھا۔"

میرا جواب سنتے ہی ایک نے میرے منہ پر گھونسہ جڑ دیا۔ ایک گھونسے نے مجھے ادھر سے اُدھر جھلانا شروع کردیا۔ اس نے جھولتی ہوئی رسی کے مطابق نشانہ باندھ کر پھر ایک گھونسہ مارنا چاہا لیکن میں نے الٹا لٹکنے کے باوجود اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ اس کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ میرے ساتھ لٹکتا اور گھسٹتا ہوا دور جا کر گر پڑا۔ اس کے ساتھیوں کو غصہ آگیا۔ وہ چاروں طرف سے گھونسے اور کراٹے کے ہاتھ مارنے لگے۔ میں کسی سے بچ رہا تھا۔ کسی سے مار کھا رہا تھا۔ بلکہ زیادہ کھا رہا تھا۔ میری گردن کمر اور بازو پھوڑے کی طرح دکھنے لگے۔ چہرہ یوں محسوس ہورہا تھا جیسے سوج گیا ہو۔

پھر ایک نے حکم دیا کہ تمام ساتھی اپنے ہاتھ روک لیں۔ اس کا حکم مان لیا گیا۔ اس نے پوچھا: "وہ بریف کیس کہاں ہے بچے؟"

میں نے کراہتے ہوئے جواب دیا: "میرے پاس کوئی بریف کیس نہیں ہے۔"

مجھے پھر مار پڑنے لگی۔ ایک نے کہا: "تم نے جوزف کے کانچ سے کھانا چرایا تھا۔ وہیں سے بریف کیس بھی اٹھا کر لے گئے ہو۔"

دوسرے نے کہا: "اسے واپس کردو۔ ہم تمہیں جان سے نہیں ماریں گے۔"

وہ لوگ جان لے کر ایسا ظلم نہ کرتے جیسا کہ اب کررہے تھے۔ اب تو وہ آدمیوں نے ہاتھ میں ڈنڈے لے کر ادھر اُدھر سے مارنا شروع کردیا تھا۔ میں چیخنا نہیں چاہتا تھا مگر تکلیف کی شدت سے آپ ہی آپ حلق سے آوازیں نکل رہی تھیں۔ مار برداشت کرنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ پتہ نہیں میرے جسم کے کون کون سے حصے کی جلد پھٹ گئی تھی۔ کہاں کہاں سے خون بہہ رہا تھا۔ مجھ پر بیہوشی طاری ہو رہی تھی۔

کسی کی آواز کانوں میں آئی۔ وہ کہہ رہا تھا: "طیارے کے کسی مسافر کو زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ صرف اس صورت میں جان بخشی جاسکتی ہے کہ وہ بریف کیس ہمارے حوالے کردے۔۔۔"

وہ آخری آواز میں نے سنی۔ پھر میرے کان بند ہوگئے۔ میری آنکھیں بند ہوگئیں۔ اس کے بعد یہ دنیا میرے لیے مرگئی۔ میری بے ہوشی نے مجھے بچا لیا۔ ورنہ وہ کسی بریف کیس کے بارے میں پوچھتے پوچھتے مجھے مار ہی ڈالتے۔ یوں بھی وہ مجھ جیسے طیارے کے کسی بھی مسافر کو زندہ نہیں چھوڑ سکتے تھے کیونکہ ہم یعنی شاید بھتے کے انہوں نے طیارے کو اغوا کیا ہے۔ وہ تو جانے کہاں سے بریف کیس کا مسئلہ درمیان میں آگیا تھا۔ میں کھانے کا چور تھا۔ وہ مجھے بریف کیس کا چور سمجھ رہے تھے۔ وہ بریف کیس یقیناً اتنا اہم تھا کہ اسے حاصل

کیے بغیر وہ مجھے جان سے نہیں مار سکتے تھے۔

مجھے آہستہ آہستہ ہوش آنے لگا۔ پہلے تو یوں محسوس ہوا کہ میں اندھا ہوں۔ کچھ نظر نہیں آ رہا ہے اور میں انسان کے بجائے اندھیرے میں الٹا لٹکنے والی چمگادڑ بن گیا ہوں۔ ان ظالموں نے مجھے بیہوشی کی حالت میں بھی اسی طرح لٹکا چھوڑ دیا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ یہ سمجھ میں آیا کہ میں اندھا نہیں ہوں بلکہ اندھیرا ہو چکا ہے اور اب رات کو بھی اسی طرح الٹا لٹکتے رہنا ہوگا۔

خدا کو یہی منظور تھا کہ میں اسی طرح لٹکتے لٹکتے اپنی مشکل آسان کروں۔ میری آسانی کے لیے اُس معبود کی رضا سے اچانک ہی میرے سامنے ایک موم بتی آ گئی۔ کئی دنوں کے بعد میری مراد خود بخود پوری ہو گئی۔ میں کھڑکی کے سامنے لٹک رہا تھا۔ کھڑکی کے ساتھ ایک میز تھی اور ایک صاحب بہادر موم بتی روشن کر کے اس میز پر رکھ رہا تھا۔ اس نے کھڑکی کے باہر مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا اب بھی نہیں بتاؤ گے کہ بریف کیس کہاں ہے؟"

میں نے کچھ کہنا چاہا مگر حلق خشک ہو رہا تھا۔ میں صرف "پانی" کہہ کر رہ گیا۔

اس نے حقارت سے کہا "تم پیاسے مرو گے۔ تمام رات اسی طرح لٹکتے رہو گے۔ اگر صبح تم نے زبان نہ کھولی تو ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر میز پر جھک کر لکھنے پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ موم بتی کی لَو عین نگاہوں کے سامنے تھی۔ میں نے اس پر نظریں جما دیں۔ بڑی خاموشی سے اپنا بھولا ہوا سبق یاد کرنے لگا۔

میری یادداشت کمزور نہیں ہے۔ یہ نہیں رس دتی نے کیسی جڑی بوٹیوں کا عرق پلایا تھا کہ میں سوچ کی پرواز بھول گیا تھا۔ اسے یاد کرنے کے لیے ارتکاز توجہ کی ضرورت تھی اور یہ توجہ شمع بینی سے ہی حاصل ہو سکتی تھی۔ میں بڑی دیر تک شمع کی لَو پر نظریں جماتے رہا۔ اپنی توجہ کو صرف سوچ کی اڑان پر مرکوز کرتا رہا جیسے کسی چڑیا کا بچہ پہلی بار اپنے ننھے ننھے پَر اٹھاتا ہے۔ جھکتا ہے، اڑنے کے لیے اوپر اٹھ کر پھر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح میری سوچ بھٹک رہی تھی۔ پر تول رہی تھی۔ ذرا اونچی اڑتی تھی پھر گر جاتی تھی۔ اس طرح یہ ہوا کہ سوچ کو پرواز کا سلیقہ آتا گیا۔

تقریباً پندرہ منٹ تک مشق جاری رہی۔ پھر اچانک ہی صاحب بہادر نے موم بتی اٹھالی۔ میں پریشان ہو گیا۔ میری محنت رائیگاں جا رہی تھی۔ میری منزل قریب آ کر دور جا رہی تھی۔ وہ موم بتی کو دور لے گیا۔ ایک الماری کھول کر کچھ تلاش کرنے لگا۔ دُور کسی جھونپڑی سے موسیقی کی آواز آ رہی تھی۔ ساتھ ہی شرابی قہقہے بلند ہو رہے تھے۔

ایک منٹ بعد وہ الماری سے ایک کتاب نکال کر لے آیا پھر موم بتی کو اسی جگہ میز پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے مجھ پر ایک نظر ڈالی۔ مجھے ایک گندی سی گالی دی۔ پھر کتاب کھول کر پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ میں مجبور تھا۔ اس کی گالی ہضم کرنی پڑی۔ پھر سب کچھ بھول کر میں نے شمع کی لَو پر نظریں جما دیں۔

وقت گزرتا نہیں، بلکہ انسان اسے گزار دیتا ہے۔ وہ صاحب بہادر کسی خاص مقصد کے لیے کتابیں پڑھ کر وقت گزار رہا تھا۔ وہ لہریں شمال سے آنے والی مقناطیسی ہواؤں کے دوش پر کھڑکی کے اس پار پہنچ گئیں وہ میرے جواہرات کے متعلق ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔

پھر جیسے مدتوں بعد میری سوچ نے اس کے دماغ کے دریچے میں داخل ہو کر کہا "ذرا مسکراؤ۔"

وہ کتاب سے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ میں نے ہنسنا شروع کیا۔ وہ بھی بے اختیار ہنسنے لگا۔

جو لوگ دشمنوں کو احمق بنانے کا فن نہیں سیکھتے، وہ میری طرح ساری زندگی تقدیر کے پھندے پر الٹے لٹکتے رہتے ہیں۔ اب میرے سیدھے ہونے اور ان کے الٹے ہونے کی باری آئی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ قیدی ہنس رہا ہے۔ اگر میں ہمدردی سے پیش آؤں گا تو یہ بریف کیس کا پتہ بتا دے گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا "پانی پیو گے؟"

"میں الٹا لٹک کر نہیں پی سکوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ بُری طرح زخمی ہے۔ اس میں اتنی ہمت نہیں رہی کہ آزاد ہو کر مجھ پر حملہ کر سکے۔ میں اسے ریوالور کی زد میں رکھوں گا۔"

اس نے کہا "میں ایک شرط پر تمہیں زمین پر لے آؤں گا۔"

میں نے کہا "میں سمجھ گیا۔ میں تمہیں اس بریف کیس تک پہنچا دوں گا۔"

وہ کھڑکی کے پاس سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چار مقامی باشندوں کے ساتھ آیا۔ اس کے ہاتھوں میں ریوالور اور پانی کا جگ تھا۔ دو مقامی باشندوں نے درخت کے پاس جا کر رسی کھولی۔ مجھے آہستہ آہستہ زمین پر پہنچا دیا۔ بیشک انہوں نے مجھے اتنا مارا تھا اور اتنے زخم پہنچائے تھے کہ میں آدھ موا نظر آ رہا تھا لیکن میری قوتِ برداشت اور قوتِ ارادی کو وہ لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ میں اب بھی اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا تھا اور ایک آدھ سے نمٹ سکتا تھا مگر میں نے خود کو بہت ہی کمزور ظاہر کیا۔ زمین پر پڑا کراہتا رہا۔

ایک شخص نے چاقو کھول کر پاؤں کی رسی کاٹ دی۔ دوسرے نے مجھے سہارا دے کر بٹھایا اور پانی کا جگ منہ سے لگا دیا۔ اس وقت

میرے لیے پانی سے بڑی کوئی نعمت نہ تھی۔ میں نے غٹا غٹ پینا شروع کر دیا۔ مگر چند ہی گھونٹ کے بعد انگریز بہادر نے پانی کے جگ کو ٹھوکر مار دی۔ جگ اچھل کر دور جا گرا۔ اس نے پوچھا "اب بتاؤ اسے کہاں رکھا ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "بیٹھ جاؤ۔"

وہ میرے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "ریوالور کو میں قیدی کی طرف پھینک رہا ہوں۔"

اس نے ریوالور میری طرف اچھال دیا۔ پھر خود بھی حیرانی سے اچھل پڑا۔ میں نے ریوالور سے اس کا نشانہ لیتے ہوئے حکم دیا "چپ چاپ بیٹھے رہو اور اپنے آدمیوں سے کہو۔ مجھ سے دور رہیں۔"

وہ دوبارہ بیٹھ کر حیرانی سے بولا "مم... میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں نے اپنا ریوالور تمہیں کیوں دے دیا۔ کیا تم کالا جادو جانتے ہو؟"

"ہاں اپنے ان غلاموں کو بتاؤ کہ میں افریقہ کا وچ ڈاکٹر ہوں۔ ان کے دکھوں کا علاج بھی کر سکتا ہوں اور انہیں جان سے مار بھی سکتا ہوں۔"

انگریز بہادر نے سوچا "یہ مقامی باشندوں کی بولی نہیں سمجھتا ہے۔ میں انہیں ان کی زبان میں حکم دوں گا کہ یہ سب اچانک اس پر حملہ کر دیں..."

میں نے اس سے کہا "میں تمہاری مکاری کو سمجھ رہا ہوں۔ جیسے ہی یہ مجھ پر حملہ کریں گے میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔"

اس کی حیرانی بڑھتی جا رہی تھی کہ میں کیسے اس کے دل کی بات سمجھ رہا تھا۔ میں نے حکم دیا "اپنے غلاموں سے وہی بات کہو جو میں کہہ چکا ہوں۔"

وہ ان کی زبان میں کہنے لگا۔ جنگل کے باسی بھوت پریت اور کالے جادو سے ڈرتے ہیں۔ ملایا کے جنگلی اپنی پیشانی یا گالوں پر لال رنگ لگاتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ سرخ رنگ کو دیکھ کر نادیدہ بلائیں قریب نہیں آتیں۔ انگریز بہادر نے جب انہیں بتایا کہ میں کالا جادو جانتا ہوں تو وہ سب سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگے۔

میں نے انگریز بہادر سے کہا "اپنے غلام کے ہاتھ سے چاقو لے لو۔"

اس نے چاقو لے لیا۔ اس کے ساتھ ہی میں اس انگریز کے دماغ میں جا کر بیٹھ گیا۔ یعنی اب ظاہری جسم اس کا تھا اور دماغ کی سوچ میری تھی۔ میں جو کرتا، وہی وہ بھی کرتا۔ لہٰذا میں نے ایک خیالی چاقو کے دستے کو دونوں ہاتھوں سے اس طرح پکڑا کہ چاقو کی نوک انگریز کے سینے کی طرف ہو گئی۔ وہ بے بس تھا۔ اس کی کھوپڑی میں میری عقل کام کر رہی تھی۔ یکبارگی میں نے ایک جھٹکے سے خیالی چاقو کی نوک اپنے سینے میں پیوست کر دی۔

انگریز بہادر کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ اس کے دیدے پھیل گئے۔ وہ بیٹھے بیٹھے زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کا لباس لہو سے بھیگتا جا رہا تھا۔ دوسری جانب وہ چاروں مقامی باشندے اپنے سینے پر ہاتھ باندھ کر میرے سامنے جھک گئے تھے۔ انہوں نے یکبارگی سر اٹھا کر سہمی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں تسلی دی۔ انہیں اشاروں کی زبان سے سمجھایا "تم سب میرے فرمانبردار رہو۔ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

انہوں نے پھر گھٹنے ٹیک کر سر جھکا دیئے۔ میں کراہتے ہوئے وہاں سے اٹھنے لگا۔ مجھے اتنی مار پڑی تھی کہ سارا بدن پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ کئی جگہ خون کی پپڑیاں جم گئی تھیں۔ میں نے ان سے واسنا کے متعلق پوچھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے خیالی ساڑھی پہن کر انہیں بتایا۔ اشاروں میں پوچھا کہ ایسا لباس پہننے والی کہاں ہے؟

ان کا اشارتی جواب سمجھ کر میرے دل کو دھچکا سا لگا۔ وہ طیارے کے اغوا کی جعلی شاہد تھی اس لیے ظالموں نے اسے گولی مار دی تھی۔ میں نے دانت پیس کر اس انگریز کی لاش کو دیکھا۔ دور کسی جھونپڑی سے اب تک موسیقی رقص اور قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"قاتلو! تم نے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے واسنا جیسی محبت کرنے والی ہستی کو مار ڈالا۔ میں تم سب کو چن چن کر قتل کروں گا۔"

میں غصہ میں آگے بڑھا مگر میرے پاؤں لڑکھڑا گئے۔ کمزوری کے باعث سر چکرانے لگا۔ دوپہر سے رسّی بندھی ہوئی تھی۔ اس لیے میرا ایک پاؤں بے کار سا ہو گیا تھا۔ میں ایک مقامی باشندے کا سہارا لے کر لنگڑاتے ہوئے اس جھونپڑی کی طرف چلنے لگا۔ جہاں موسیقی کی آواز آ رہی تھی، اور جہاں دشمن اپنی زندگی کا آخری جشن منا رہے تھے۔

میرے ایک مقامی وفادار نے کچھ کہا۔ میں اس کے اشاروں سے سمجھ گیا۔ وہ مجھے آرام کرنے کے لیے کہہ رہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا۔ جھونپڑی کی کھڑکی اور دروازے سے گانے بجانے کا شور بلند ہو رہا تھا ساتھ ہی کوئی زور زور سے بول رہا تھا۔ میں اس کی آواز اور لہجے کی ڈور تھام کر اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔ اب جھونپڑی کے اندر جانا ضروری نہیں تھا۔ میں باہر ہی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ میرے وفادار بھی میرے آس پاس گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے۔

میں نے جس انگریز کی سوچ کو گرفت میں لیا تھا، اب اس کی دماغی آنکھوں سے جھونپڑی کا اندرونی منظر دیکھ رہا تھا۔ وہاں اس کے تین ہم زبان مرد اور دو عورتیں تھیں۔ ایک میز پر ٹیپ ریکارڈر سے آرکسٹرا کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ اس کے قریب ہی اسٹین گن اور ریوالور وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ دوسری میز پر شراب کی بوتلیں، شیشے کے ساغر اور کھانے کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں اور وہ جھونپڑی کے وسط میں کھلی جگہ پر ڈانس کر رہے تھے۔

میں جس کے دماغ میں تھا، وہ ایک لڑکی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر رقص کرتا ہوا اونچی آواز میں بول رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "جانتی ہو میرا نام..."

"ہیرالڈ ہے۔" اس کی سوچ نے بات مکمل کر دی۔

لڑکی نے کہا "میں نے تم سے نام تو نہیں پوچھا تھا۔ تمہیں نشہ ہو رہا ہے۔"

"معذی! میں پوری بوتل پی لوں تب بھی ہوش میں رہوں گا۔ میرا نام..."

میں نے ہیرالڈ بن کر وزی کے مزید طمانچے رسید کر دیا۔ وہ چیخ مار کر الگ ہو گئی۔ غصہ کی شدت سے گالیاں دینے لگی۔ دوسرے نوجوان نے اس کی حمایت میں کچھ کہنا چاہا تو ہیرالڈ نے اسے ایک گھونسے میں دوسری طرف الٹا دیا۔ اس وقت ہیرالڈ اپنی ذات میں تنہا نہیں تھا اس کی ذات پر میری سوچ کا سکہ چل رہا تھا۔ خاصی دیر میں وہاں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ وہ لوگ ہیرالڈ کو پکڑ کر اسے سمجھانا چاہتے تھے لیکن میری سوچ نے اسے اسٹین گن کے پاس پہنچا دیا۔ پہلے اس نے ٹیپ ریکارڈر اٹھا کر ان کی طرف پھینکا۔ وہ منتشر ہو کر دور ہٹ گئے۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتے ہیرالڈ نے اسٹین گن سنبھال لی۔

"وہ اپنی طاقت اور اسلحے پر گھمنڈ کرنے والو! تمہارا دماغ تمہارا نہیں، میرا ہوتا ہے۔ اس دنیا کے ہر انسان کی کھوپڑی سے فرداً فرداً بولتا ہے۔ مجھ سے بچ کر کہاں جا سکو گے؟"

ایک نے چیخ کر کہا "ہیرالڈ! تم نشے میں ہو۔ اسٹین گن پھینکو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تڑاتڑ گولیاں چلنے کی آوازیں آئیں۔ انسانی چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ دو عورتیں چیختی ہوئی باہر آ گئیں۔ ہیرالڈ ان کے پیچھے دوڑتا ہوا آیا۔ پھر چیخ کر بولا "ہالٹ!"

وہ دونوں رک گئیں۔ سفید موت کے ڈر سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس کے ساتھ والی ادھیڑ عمر کی عورت نے گڑگڑا کر کہا "ہیرالڈ! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ فار گاڈ سیک ہوش میں آؤ۔"

میں ہیرالڈ کے دماغ سے نکل آیا۔ اس نے چونک کر جھونپڑی کے اندر دیکھا۔ وہاں تینوں ساتھیوں کی لاشیں نظر آ رہی تھیں۔ بڈھے حیرت کے اس کے ہاتھوں سے اسٹین گن چھوٹ گئی۔ اس نے ایک نظر ہم پر ڈالی۔ ہم زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے ہمیں نظر انداز کرتے ہوئے ادھیڑ عمر کی عورت سے پوچھا "میری! مجھے کیا ہو گیا تھا؟ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں خواب دیکھ رہا تھا اور خواب میں گولیاں چلا رہا تھا۔"

میری نے آگے بڑھ کر پوچھا "اب تو ہوش میں آ گئے ہو؟ ہم پر تو گولیاں نہیں چلاؤ گے؟"

میرے وفاداروں میں سے ایک اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اپنی زبان میں کچھ بولنے لگا۔ میری اس کی زبان سمجھتی تھی وہ حیرانی اور بے یقینی سے میری جانب دیکھتے ہوئے سوچنے لگی "کیا واقعی یہ کالا جادو جانتا ہے کیا ابھی جو کچھ ہوا یہ سب جادو کا اثر تھا؟"

میں نے کہا "میری! تم درست سوچ رہی ہو۔ ابھی تمہارے سامنے ہیرالڈ اپنی جان دے گا۔"

وہ پریشان ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ ہیرالڈ نے میری بات سنتے ہی فوراً اسٹین گن اٹھا کر کہا "یو وچ ڈاکٹر! میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے اسے دماغی جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ اسٹین گن ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر آگے پیچھے جھولنے لگا۔ میں نے پھر اس کے دماغ میں ہلچل مچائی۔ وہ چیختا ہوا گر پڑا۔ زمین پر ادھر ادھر تڑپنے لگا میں نے بہ تمہی سے پوچھا "اس ساڑھی والی ہندوستانی عورت کو کس نے گولی ماری تھی؟"

وہ مارے دہشت کے تھوک نگلتے ہوئے سوچنے لگی۔ "میں ہیرالڈ کا نام نہیں لوں گی۔ اس کی جان بخشی کی التجا نہیں کروں گی۔"

میں نے اپنے ریوالور کو ہیرالڈ کی جانب اچھال دیا۔ وہ زمین پر پڑا دماغی تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ ریوالور کو قریب دیکھتے ہی اس نے اسے اٹھا لیا لیکن مجھے نشانہ نہ بنا سکا۔ جو اس کے دماغ میں موجود رہو، بھلا اسے کیسے ٹارگیٹ بنا سکتا تھا البتہ وہ خود اپنے دماغ سے یا اپنی کھوپڑی سے باہر تھا۔ ریوالور کی نال اس کی کھوپڑی سے لگ گئی۔

میری نے چیخ کر کہا "نہیں ہیرالڈ نہیں...!"

ٹھائیں کی آواز رات کے سناٹے میں گونجتی چلی گئی۔ پھر یکلخت خاموشی چھا گئی۔ میری دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ میں نے بڑی صفائی سے کہا۔ "اس بدنصیب عورت کی موت پر آنسو بہانے والا بھی نہ تھا۔ چپ ہو جاؤ۔ ورنہ تمہاری موت پر بھی کوئی نہیں روئے گا۔"

وہ سہم کر جلدی جلدی اپنے آنسو پونچھنے لگی۔ وہ مجھے دیکھ کر تھر تھر کانپ رہی تھی۔ میرے وفادار مارے دہشت کے بار بار میرے سامنے جھک رہے تھے اور بلند آواز میں کچھ کہہ رہے تھے۔ میں نے میری سے پوچھا۔ "یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

وہ میرے آگے گھٹنے ٹیک کر بولی۔ "یہ تمہیں قہر کا دیوتا سمجھ کر بستی کے

لوگوں کو آوازیں دے رہے ہیں اور اُن سے کہہ رہے ہیں کہ وہ تمہارے سامنے آکر جُھک جائیں!"

وہ درست کہہ رہی تھی، ذرا سی دیر میں بستی کے تمام دروازے کھل گئے۔ مرد، عورتیں میرے اطراف جمع ہو کر سر جھکانے لگے۔ میں نے میرتی سے کہا۔ "انہیں سمجھاؤ کہ سر صرف ایک خُدا کے آگے سر جھکایا جاتا ہے۔ میرے سامنے کوئی نہ جھکے۔ میری عزت کرنے کے لئے آنا ہی کافی ہے کہ وہ میرے سامنے مسکرا دیا کریں!"

میرتی انہیں سمجھانے لگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ چاروں طرف دانتوں کی نمائش ہونے لگی یعنی وہ مسکرا رہے تھے۔ نوجوان روزی بھی سہمی ہوئی مسکرا رہی تھی، میں نے اُسے حکم دیا کہ میرے لئے کھانے کا انتظام کرے۔ میرتی سے کہا کہ وہ میرے زخموں کے لئے ڈسٹ ایڈ کا سامان لے آئے، پھر میں اپنے وفاداروں کا سہارا لے کر ایک جھونپڑی میں آیا۔ وہاں میزبانوں نے اپنے عیش و آرام کا تمام سامان مہیا کر رکھا تھا۔ میں اکسا آرام دہ بستر پر لیٹ گیا۔

میں میرتی اور روزی کی طرف سے مطمئن نہیں تھا، وہاں بار بار ان کی سرگوشیاں بڑھتا جا رہا تھا بستی کے بڈھے بڈھے میرے بستر کے اطراف کھڑے ہوئے تھے۔ اُن میں سے ایک بڈھے نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا "صاحب! تمہارا کپڑا خون خون ہو گیا۔ اِدھر گرو! لوگ کا بہت کپڑا ہے، بدل کر لو!"

میں نے کہا۔ "تم انگریزی سمجھ لیتے ہو، یہ اچھا ہی ہُوا۔ اب تم میرے ساتھ رہا کرو گے اور میری باتیں اپنے لوگوں کو سمجھایا کرو گے۔ ابھی میرے لئے کپڑے منگوا دو، تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام مانگلا ہے۔ یہاں کے اور بھی نوجوان انگریزی سیکھ رہے ہیں، تُو بہت اچھا بولتا ہے، اِدھر سے تُو اُدھر آجا!"

ایک بہت مندنوجوان میرے سامنے آکر مسکرانے لگا۔ میں نے کہا۔ "میرے لئے کپڑے لے آؤ۔" اور گورے لوگوں کے ہر سامان کو مقفل کر دو۔ میری اجازت کے بغیر میرتی اور روزی بھی کسی سامان کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ ہی ان دونوں کو بستی کے باہر جانے کا موقعہ دیا جائے۔ اب جاؤ!"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد میرا کپڑا اور ڈسٹ ایڈ کا سامان لے آئی۔ پھر میرے زخموں کو صاف کر کے دوائیں لگانے لگی۔ اس دوران روزی ایک مقامی باشندے کے سر پہ لگنے کی بڑی سے بڑے دکھ کرنے آئی۔ اس بڑے کو میرے بستر کے سرہانے والی میز پہ لکھ دیا گیا۔ مرہم پٹی کے بعد میرتی ایک انجکشن تیار کرنے لگی۔

میں نے کہا۔ "روزی! اس بڑے میں جو دُودھ کا جگ رکھا ہُوا ہے، اسے تم پیو گی۔ کیوں ٹھیک ہے نا روزی؟"

روزی کا چہرہ فق ہو گیا۔ وہ ہکلانے لگی۔ میں نے کہا۔ "اور جو انجکشن میرے لئے تیار ہو چکا ہے، وہ تمہیں لگایا جائیگا۔ کیوں ٹھیک ہے نا میری؟"

میری کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اُن دونوں نے آپس میں مشورہ نہیں کیا تھا اپنے اپنے طور پہ مجھے ہلاک کرنے کے لئے ایک دُودھ میں زہر ملا کر لائی تھی، دوسری نے زہریلا انجکشن تیار کیا تھا۔ میں نے مانگلا کو صورتِ حال سے آگاہ کیا، اُس نے اپنے آدمیوں سے کچھ کہا، تو کہتے ہی لوگوں نے آگے بڑھ کر میری اور روزی کو پکڑ لیا۔ وہ دونوں گڑگڑا کر معافی مانگنے لگیں۔

انہیں معاف نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن مجرموں کے متعلق اُن سے بہت سی معلومات حاصل کرنا تھا۔ میں نے حکم دیا کہ ابھی انہیں کسی جگہ قید کر دیا جائے۔ میں کل صبح ان کی زندگی اور موت کا فیصلہ کروں گا۔ وہ لوگ انہیں وہاں سے لے گئے۔ تے تُو میرے لئے لباس لے آیا۔ میں نے لباس تبدیل کر کے کھانے کے لئے بیٹھ گیا اور مانگلا اور تے تُو کو سمجھا تا رہا کہ وہ کسی گورے آدمی سے خوف نہ کھائیں، جو بھی بستی میں دُشمن بن کر آئے گا، میں انہیں خاک میں ملا دُوں گا!

دُشمنوں کو خاک میں ملانے کا تماشہ وہ دیکھ چکے تھے اور مجھ سے ایسے مرعوب تھے کہ میں سجدہ کرنے سے نہ روکتا تو نعوذ باللہ مجھے پوجنا شروع کر دیتے۔ مانگلا چند آدمیوں کو میرے کاٹیج کے باہر پہرہ دینا بتا کر چلا گیا۔ تے تُو کو میں نے دوسرے کمرے میں سونے کے لئے کہا۔ پھر دیئے کر کے دروازہ اندر سے بند کر کے بستر پر لیٹ گیا۔

اب اطمینان سے اپنوں کی خیریت معلوم کرنے کا وقت آگیا تھا، سوتیا اور رُومانہ کے لئے میں کبھی فکرمند نہیں ہُوا کیوں کہ وہ دونوں ہی اپنے وجود میں آتش فشاں تھیں۔ آگ اور خون کے دریا سے گزرنے کا سلیقہ جانتی تھیں، لہٰذا میں آنکھیں بند کر کے سب سے پہلے شبانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ رات کے وقت کھلے جنگل میں ایک پیڑ کے تنے سے لگی بیٹھی تھی، اُس کے قریب دو نوشہ زادیاں پر اندھا لیٹا ہُوا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ ایک بیاہتا عورت تنہائی میں اپنے جُدا ہونے والے شوہر کے متعلق سوچتی ہے، وہ میرے متعلق سوچ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میرے بھی کیا نصیب ہیں، شادی ہوتے ہی سکون برباد ہو گیا۔ دوسری خوبرو کو چھوڑنوں کی کیسی مار ہے مجھے کانٹوں کا یہ جنگل ملا ہے!"

وہ سرد آہ بھر کر سوچنے لگی "اگر عالم مل جائے تو یہ کانٹوں کا جنگل پھر ایک بار پھولوں کا مسکن بن جائیگا۔" وہ درست کہتا تھا۔ آخر وقت تک مجھے سمجھاتا رہا کہ وہ میرا شوہر نہیں ہے۔ میں نے اُس کی ایک نادانی، جذبات میں اندھی ہو رہی تھی۔ خود ہی اپنا سب کچھ اُس کے حوالے کر دیا!"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ اب میں غلط سوچ رہی ہوں، وہی میرا عالم ہو؟"

"نہیں، وہ کوئی اور ہے مستقل مزاج اور قدمی آدمی ہے۔ شبانہ کی بدمستوں کے سامنے بھی وہ شراب پینے سے کتراتا رہا، عالم ہوتا تو فوراً ہی پینا شروع کر دیتا۔ میں اب اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، یہ وہی فریاد ہے جسے رُومانہ نامی کوئی لڑکی چاہتی ہے اور وہ رُومانہ عالم کو فریاد سمجھ کر اپنے ساتھ لے گئی ہے۔ یقیناً اُس نے بھی اپنا سب کچھ عالم کے حوالے کر دیا ہوگا!"

میں نے کہا۔ "پتہ نہیں، ہم کیسے چکر میں پڑ گئی ہیں، اب انجام کیا ہوگا؟"

"ہو گا کیا، جیسے میں نے اپنے جسم کا مالک بنا دیا ہے، اب وہی میرا رہے گا۔ میں عالم کے سامنے نہیں جاؤں گی۔ مگر فریاد، فریاد کو میں کہاں تلاش کروں؟"

میں نے چپکے سے اس کی سوچ میں کہا "گھڑا!"

اس کی سوچ کہنے لگی، وہ گھڑے سے نکلنے کے بعد شراب سے بخارات حاصل کرنا چاہتی تھی اور شراب اُس کی جوانی کے کھیلنے پر تُلا ہُوا تھا۔ وہ بار بار اسکی گرفت سے نکل کر بھاگ رہی تھی۔ اس بھاگ دوڑ میں شراب کے چھوٹے کا اگلا حصّہ چھوٹ گیا، اس طرح اس کی تیز زناری میں فرق آگیا۔ شبانہ اس سے دُور نکلتی چلی گئی۔

وہ اندھا دھند بھاگتی جا رہی تھی، وہ جنگل سچ مچ جنگل جیسا تھا۔ بیک بھیڑیے کی طرح شبانہ کو گھما کر پھر اُسی گڑھے کے پاس پہنچا دیا۔ اُس نے گڑھے کے کنارے جُھک کر دیکھا، میں وہاں موجود نہیں تھا۔ وہ چیخ چیخ کر مجھے آوازیں دینے لگی۔ اس پر سچ مچ آزمائشی وقت آ پڑا تھا، شوہر سمجھ کر پکارا تو میں اُسے ملا۔ میرے ساتھ اُس نے سہاگ کے مختصر سے لمحات گزارے تو میں بھی بچھڑ گیا، وہ اپنی بدنصیبی پر آنسو بہانے لگی۔

رونے سے مسائل حل نہیں ہوتے جب تک سانس چلتی رہتی ہے، جدّوجہد کرنا پڑتا ہے۔ جُدا ہونے والوں نے دوبارہ ملنے کی آس میں آگے بڑھتا پڑتا ہے۔ وہ میری تلاش میں آگے بڑھ گئی۔ رات ہو چکی تھی۔ قدم قدم پہ خوف اور دہشت سے دِل دھڑک رہا تھا۔ اگر چاند کی روشنی نہ ہوتی تو شاید جنگل کی تاریکی میں دہشت سے مر ہی جاتی!

بہت دیر بعد جنگل کے سناٹے میں اُس نے کسی کے کراہنے کی آواز سُنی، کسی انسان کے کراہنے کی آواز سُن کر اُسے حوصلہ ہُوا۔ وہ آواز کی سمت بڑھتی گئی، تب اُس نے ایک درخت کی آڑ سے دو نوشہ زادیوں کو دیکھا۔ وہ گُھٹنوں کے بل رینگتا اور کراہتا ہُوا ایک شہزادہ تھا!

اُس بھیانک جنگل کی تنہائی میں دوست نہ سہی، دُشمن کا ساتھ بھی بڑا سہارا ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ دُشمن اپنے قابو میں رہے۔ شبانہ کے قریب ہی ایک درخت کی ایک ٹوٹی ہوئی شاخ پڑی ہوئی تھی۔ اُس نے شہزادہ کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے درخت کی اُس ٹہنی کو اٹھا لیا، پھر للکار کر بولی۔ "شہزادہ! ہمت ہے تو اب مجھے پکڑنے آؤ!"

وہ شبانہ کی آواز سُن کر چونک گیا۔ فوراً ہی پلٹ کر گھگھیانے لگا۔ "مجھے معاف کر دو۔ میری مدد کرو۔ میں بڑی مصیبت میں ہوں!"

وہ آگے بڑھ کر بولی۔ "کھڑے ہو جاؤ!"

"میرے پاؤں میں کانٹا چبھا ہُوا ہے، میں کھڑا نہیں ہو سکتا!"

"تو چبھا کانٹا نکال لو!"

"نہیں، میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ ملایا کے جنگل میں ایسے کانٹے ہیں جو اگر چبھ جائیں تو اس وقت تک نہ نکالے جائیں، جب تک آپریشن اور دواؤں کا معقول انتظام نہ ہو!"

"تمہیں کیسے معلوم ہُوا کہ یہ وہی کانٹا ہے؟"

میں نے کتاب میں رنگین تصویر دیکھی ہے۔ اس کانٹے کا رنگ اور اس کی ساخت بالکل وہی ہے، اس کے چبھنے کے بعد جو اثر ہوتا ہے، وہی میں محسوس کر رہا ہوں سیخ جلن نہیں ہوتی، درد نہیں ہوتا، سارا جسم کھجلی ہوتی ہے۔ ہی ہی ہی ہی....!"

وہ رونے کے انداز میں ہنسنے لگا۔ شبانہ نے پوچھا "تم رو رہے ہو یا ہنس رہے ہو؟"

"پتہ نہیں، کھجلی ہو رہی ہے!"

"میں نے نرسنگ کورس کیا ہے۔ بیٹھ جاؤ، میں کانٹے کو دیکھوں گی!"

"میں بیٹھ بھی نہیں سکتا، بیٹھنے کی جگہ بھی ایک کانٹا چُبھا ہوا ہے ہی ہی ہی ہی.....!"

"میری مدد کرو، طیارے کی طرف چلو۔ وہاں دوائیں مل جائیں گی، اسے میں اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا کہ تم نے نرسنگ کا کورس کیا ہے!"

"کیا تمہیں طیارے تک جانے کا راستہ معلوم ہے؟"

"نہیں، یہاں کے راستوں کو سمجھنا ہی ہی ہی سمجھنا مشکل ہے۔ ہم سیدھے ایک سمت چلیں گے، کہیں نہ کہیں پہنچ ہی جائیں گے!"

وہ ایک سمت چل پڑے لیکن اس طرح کہ شبانہ انسانوں کی طرح دو پاؤں سے چل رہی تھی اور شہزادہ دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل اس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ اس کے وجود میں صرف ایک دُم کی کمی رہ گئی تھی!

شبانہ نے پوچھا "یہ کانٹے کیسے چبھ گئے؟"

میرا ایک جوتا چھٹ گیا تھا۔ میں نے تمہارا پیچھا کرنے کے لئے جُوتے اُتار کر پھینک دیئے۔ اتنی دیر میں تم نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ ہی ہی ہی ہی... میں نے اندھا دھند دوڑ لگاتے وقت یہ نہیں دیکھا کہ کہاں سے گزر رہا ہوں۔ جب پاؤں میں کانٹا چبھا تو میں چیخ مار کر بیٹھ گیا۔ میرے بُرے نصیب کو جہاں بیٹھا، وہاں بھی کانٹا تھا۔ اس لئے بیٹھنے کی جگہ.... ہی ہی ہی ہی.....

جب کھجلی ہوتی تو وہ چوپائے کی طرح چلتے چلتے کمر سے نیچے بیٹھنے کی جگہ کو دائیں بائیں ہلاتا تو اُس وقت وہ بڑا مضحکہ خیز لگتا تھا۔

"تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا مل رہی ہے!"

وہ سر دآہ بھر کر بولا: "میں شرمندہ ہوں ہُو ہُو ہوں ہوں....!"

"تم معذور ہو، اس لئے انسان کی طرح شرمندگی ظاہر کر رہے ہو۔ اچھی شے زور ہوتے تو تیر سے نہ شیطان ہی بنے رہتے!"

وہ سر جھکائے چوپائے کی طرح چپ چاپ چلتا رہا۔ نہ جانے وہ دونوں کتنی دیر تک چلتے رہے۔ آخر سُرما تھک ہار کر اوندھا لیٹ گیا، وہ انسانوں کی طرح چاروں شانے چت نہیں لیٹ سکتا تھا! اب میں آگے نہیں ہی ہی ہی بڑھ سکتا۔ بھگوان کے لئے کچھ کرو کسی کو تلاش کرو، نہیں تو میں مر جاؤں گا!"

پھر وہ خود ہی زور زور سے چیخنے لگا۔ "ہیلپ۔ ہیلپ....!"

شبانہ بھی جھوک اور تھکن سے نڈھال ہو کر وہیں بیٹھ گئی۔ صبر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ رات وہیں گذر گئی، دوسری صبح وہ نیند سے بیدار ہو کر آگے بڑھ گئے۔ اس بار وہ دوپہر تک منزلِ مقصود کے قریب پہنچ گئے۔ انہیں تھوڑی دُور پر کٹی ہوئی شاخوں، پتوں، اور جھاڑیوں کا ایک پہاڑ سا نظر آیا۔ یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہاں طیارے کو چھپایا گیا ہے۔ اُس طیارے کے اندر ڈسٹ بیڈ اور کھانے کا سامان مل سکتا تھا۔ شبانہ نے قریب جا کر دیکھا تو ان جھاڑیوں کے اندر جانے کا حوصلہ نہ ہُوا کیونکہ وہاں بے شمار کانٹے بھی تھے!

مجبوراً انہیں وہاں سے بھی آگے بڑھنا پڑا۔ یہ درست ہے کہ وہ معبود چاہے تو جنگل میں بھی روزی مل جاتی ہے۔ دو میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد انہیں دریا نظر آیا۔ ساحل پر پھل دار درخت تھے۔ انہوں نے پھل توڑ کر کھائے، اگرچہ وہ لذیذ نہیں تھے، تاہم بھوک مٹ گئی دریا کے پانی نے پیاس بجھا دی۔ پھر وہ اندھیرا ہونے سے پہلے انسانوں کی تلاش میں چل پڑے۔ تعجب کی بات تھی کہ دوست تو دُور رہے، دشمن بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ پھر ایک بار بات مساوات ہونے لگی۔ وہ ایک بہ گد کے سائے میں ٹھہر گئے۔

بہ شبانہ کی: "پتہ نہیں مجھے بتا رہی تھی کہ وہی بہ گد کا درخت تھا جس کے سائے میں پُراسرار دلدل تھی۔ کسی وقت بھی مجرم اس دلدل کی تہہ سے باہر آ کر انہیں دیکھ سکتے تھے اور اپنے خفیہ اڈے کو خفیہ رکھنے کے لئے انہیں ہلاک کر سکتے تھے۔ میں نے فوراً ہی بستر سے اٹھ کر دروازے کو کھولا۔ سُتے تُو کو طلب کیا، پھر اُسے بہ گد والی جگہ کی تفصیل بتائی اور اسے حکم دیا کہ اپنے چند آدمیوں کے ساتھ وہاں جا کر میرے دو ساتھیوں کو عزت سے یہاں لے آئے۔

سُتے تُو کے جانے کے بعد میں دروازے کو بند کر کے دوبارہ بستر پر آ کر لیٹ گئی۔ اب میری سوچ کی سوئی رُومانہ کے دماغ تک پہنچ رہی تھی!

رُومانہ کے متعلق سونیا نے مجھے یہی بتایا تھا کہ وہ شنکر سے مقابلہ کرتے وقت اندھے کنوئیں میں گر گئی تھی مجھے پہلے ہی سے شبہ تھا کہ سونیا نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور اسی نے رومانہ کو ہلاک کر دیا ہے لیکن سونیا ایسی حماقت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ کسی نہ کسی دن میں دوبارہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کروں گا تو اسے رومانہ کی قاتلہ کی حیثیت سے پہچان لوں گا۔

بہرحال قصہ یوں ہے کہ سونیا اور رُومانہ جب شنکر کی پٹائی کر رہی تھیں اس دوران شنکر کا پستول سونیا کے ہاتھ آ گیا تھا اس نے پہلی فرصت میں شنکر کو گولی ماری۔ پھر اس نے رومانہ کو ریوالور کی زد میں رکھ کر کہا۔ "میں دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دیتی ہوں۔ میں نے کسی پر رحم کرنا نہیں سیکھا ہے تمہیں صرف اس لئے ذرا سی چھوٹ دوں گی کہ تم فرار کے لئے بھٹکتی ہوئی یہاں تک آئی ہو۔ میں نہیں چاہتی کہ فرار مجھے تمہاری قاتلہ کی حیثیت سے پہچانے۔ لہٰذا ایک منٹ کی مہلت دیتی ہوں یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

رُومانہ نے کہا: "میں موت سے نہیں ڈرتی لیکن بے موت مرنا بھی پسند نہیں کرتی کیا ہم آپس میں سہیلیاں نہیں بن سکتیں۔؟"

سونیا نے بڑی سفاکی سے کہا: "تمہاری زندگی کا آخری ایک منٹ تیزی سے گزر رہا ہے۔"

وہ الٹے قدموں پیچھے جاتی ہوئی بولی: "میں جا رہی ہوں اور جاتے جاتے پھر ایک بار دوستی کی پیشکش کر رہی ہوں میں نہیں چاہتی کہ ہم آئندہ زندگی کے کسی موڑ پر بدترین دشمن کی طرح ملیں۔"

"وہ تو ہم ضرور ملیں گے اور وہ تمہاری زندگی کا آخری موڑ ہوگا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے ٹھائیں سے گولی چلائی رومانہ نے جناٹے کا ایک کرتب کھایا۔ "ہا ہب۔ ہپ ہا۔" کی آواز کے ساتھ کمنڈر کے ایک ستون کے پیچھے گئی پھر وہاں سے چھلانگ لگا کر ٹوٹی ہوئی دیواروں کے پیچھے گم ہو گئی پہلے اس نے سوچا کہ کھنڈرات میں ادھر اُدھر سے چھپ کر کسی طرح سونیا کے قریب پہنچے اور اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا دے۔ پھر اسے کچھ دیر پہلے کی جنگ یاد آئی۔ سونیا نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر اس کے جوابی حملوں کو روکا تھا۔ رُومانہ یہ نہیں جانتی تھی کہ سونیا اس کی بُو پا لیتی ہے مگر وہ سمجھ گئی کہ جو عورت آنکھوں پر پٹی باندھ کر دشمن کی آمد کی سمت پہچان لیتی ہے وہ بھلا کھلی آنکھوں سے دیکھتی ہوئی کب رُومانہ کو قریب آنے کا موقع دے گی۔

رُومانہ بھی بلا کی ضدی تھی۔ کبھی ہار ماننا نہیں جانتی تھی لیکن مجھ پالینے کی آس میں اور سونیا سے انتقام لینے کی ضد، اس نے میدان چھوڑ دیا۔ وہ کھنڈرات سے نکل کر دوڑتی ہوئی اسی عمارت کی طرف گئی جہاں رسی دنتی نے مجھے قید کر رکھا تھا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے میں وہاں سے فرار ہو چکی تھی۔ رسی دنتی نے نیچے کر سونیا کا بیان سن کر صدمہ سے چور تھا کہ رُومانہ نے کنوئیں میں گر چکی ہے۔

اور وہ بے چاری اسی عمارت کی جانب بڑھتی ہوئی سوچ رہی

تھی کہ انسانی دماغوں کو پڑھنے والی رسی دنتی خاموش کیوں ہے؟ اسے گرفت میں لینے کے لئے دماغی جھٹکے کیوں نہیں پہنچا رہی ہے؟ رُومانہ نہیں جانتی تھی کہ جس عمارت میں وہ پناہ لینے جا رہی ہے وہی رسی دنتی کی رہائش گاہ ہے۔ گیٹ پر دربان نے اسے روکا لیکن برآمدے میں کھڑے ہوئے ایک شخص نے اسے اندر بلا لیا جب وہ برآمدے میں پہنچی تو اس شخص نے پوچھا: "کیا تم سونیا ہو؟"

اچانک رُومانہ کو خطرے کا احساس ہوا وہ بولی: "نہیں میرا نام سلما ہے میں اس جزیرے میں تفریح کے لئے آئی ہوں۔"

اس شخص نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "ابھی تمہارے سچ اور جھوٹ کا پتہ چل جائے گا ہماری دیوی دماغ میں چھپی ہوئی باتیں پڑھ لیتی ہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔"

اب رُومانہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ وہ دشمنوں میں آ پھنسی ہے اس نے وہاں سے فرار ہونے کا فیصلہ کیا۔ ٹھیک اسی وقت ایک مسلح باڈی گارڈ دوڑتا ہوا آیا اس نے اس شخص سے کہا: "رندھیر صاحب غضب ہو گیا وہ قیدی دیوی کو بُری طرح زخمی کر کے فرار ہو گیا ہے۔"

یہ سنتے ہی رُومانہ نے فرار ہونے کا فیصلہ بدل دیا اسے اطمینان ہو گیا کہ رسی دنتی ابھی اس کی سوچ پڑھ کر اسے پہچان نہیں سکے گی۔ فی الحال وہاں لڑائی جھگڑا مناسب نہیں ہے یوں بھی باڈی گارڈ ایک ہاتھ میں ریوالور پکڑے کھڑا تھا۔ وہ دونوں رُومانہ کو عمارت کے اندر لے گئے۔ ایک کمرے میں رسی دنتی فرش پر بے ہوش پڑی خون میں لت پت نظر آئی۔ رندھیر نے چیخ کر کہا: "فوراً ویدراج کو بلاؤ۔ خون تیزی سے بہہ رہا ہے۔ اسے یہ تو مر جائے گی۔"

اس نے ایک کپڑا لے کر رسی دنتی کے سر کے پچھلے حصہ میں رکھ کر دبا دیا۔ تاکہ خون بہنے کی رفتار کم ہو جائے پھر اس نے باڈی گارڈ کو حکم دیا کہ فوراً ہی فرار کا تعاقب کیا جائے۔ وہ فیری بوٹ کی طرف گیا ہو گا۔ رُومانہ نے کہا: "رندھیر صاحب! میرے پتا میرے لئے پریشان ہوں گے مذاکے لئے مجھے جانے دیجئے۔"

اس نے باڈی گارڈ سے کہا: "اس کا شناختی کارڈ یا پاسپورٹ وغیرہ چیک کر لو اگر یہ سونیا یا رومانہ نہ ہوئی تو اسے چھوڑ دو۔ ورنہ اسے گولی مار دو۔"

رُومانہ نے کہا: "میں پاسپورٹ ساتھ لے کر نہیں گھومتی۔ وہ تو میرے ہوٹل میں ہے۔"

"ہمارے آدمی ہوٹل میں جا کر چیک کریں گے۔"

بہرحال رُومانہ کو اس عمارت سے نکلنے کا موقع مل گیا وہ چار آدمیوں کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ کر فیری بوٹ کی طرف گئی وہ فرار کو پا لینا چاہتی تھی مگر اس وقت دل ہی دل میں دعا مانگ رہی تھی کہ وہ فیری اسٹیشن پر نہ ملے۔ اور نہ دوبارہ رسی دنتی کے جال میں پھنسے۔ سونیا کی سوچ کی حیثیت سے یہ سوچ کر بھی اسے اطمینان ہونے لگا کہ فرار ہو رہا ہے اب سونیا بھی اسے نہ پا سکے گی۔

وہ کار کی پچھلی سیٹ پر دو آدمیوں اور دو ریوالوروں کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ اگلی سیٹ سے ایک شخص نے کہا: "ہم قانوناً تمہیں حراست میں رکھ سکتے ہیں۔ پولیس اسٹیشن میں یہ رپورٹ درج کرا سکتے ہیں کہ تم اور تمہارے ساتھی نے عمارت میں داخل ہو کر دیوی کو مرنے کی حد تک زخمی کیا اور لاکھوں روپے کے زیورات چرائے تمہارا ساتھی فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا مگر ہم نے تمہیں پکڑ لیا۔"

"میں کسی فرار کو نہیں جانتی۔"

"ہم تمہاری زبان پر نہیں، تمہارے پاسپورٹ پر بھروسہ کریں گے اگر ہوٹل پہنچ کر تم نے ہمیں مطمئن نہ کیا تو ہم تمہیں گولی مار دیں گے اگر ایسا نہ کر سکے تو پولیس اسٹیشن پہنچا دیں گے۔"

پاسپورٹ میں اس کا نام رُومانہ ہی لکھا ہوا تھا لہٰذا وہ ہوٹل پہنچنے سے پہلے ہی ان سے نجات حاصل کر لینا چاہتی تھی۔ فیری اسٹیشن پہنچ کر معلوم ہوا کہ فیری بوٹ دیر سے روانہ ہو گی وہاں دور دور تک فرار نظر نہیں آیا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ پرائیویٹ لانچ یا موٹر بوٹ سے گیا ہو گا انہوں نے بھی ایک موٹر بوٹ کے مالک سے سودا کیا اسے گولڈن بیچ تک کا منہ مانگا کرایہ ادا کیا پھر رُومانہ کو لے کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

موٹر بوٹ میں رُومانہ کے علاوہ چار آدمیوں کی گنجائش نہیں تھی اس لئے دو جزیرے میں رہ گئے۔ ایک نے رُومانہ کو اپنے ساتھ اگلی سیٹ پر بٹھا کر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ دوسرا پچھلی سیٹ پر بیٹھا۔ تاکہ بوقتِ ضرورت ریوالور نکال کر رُومانہ کو قابو میں رکھ سکے۔ وہ سمندر کی آغوش میں پلی بڑھی تھی اس کے سامنے بحر مرمر ایک مردہ سمندر تھا جس کی چھاتی پر وہ زندگی اور موت کا کھیل کھیل سکتی تھی۔

اس نے چھوٹی سی عمر میں سمندری عقاب کے دیو ہیکل جہاز کو کنٹرول کرنا سیکھا تھا موٹر بوٹ کو کنٹرول میں رکھنا اس کے لئے محض بچوں کا ایک کھیل تھا جب پنسس آئی لینڈ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو اس نے خود کو پوری طرح مستعد رکھ کر موٹر بوٹ کے اسٹاپ بٹن کو اچانک ہی دبا دیا۔ موٹر بوٹ یکبارگی سمندر کی سطح سے اچھلتی ہوئی فضا میں اڑتی ہوئی دور تک جا کر پھر پانی کی سطح پر آئی۔ وہ دونوں بے خبری میں مارے گئے۔ پچھلے بیٹھنے والا اپنی سیٹ سے اچھل کر سمندر میں چلا گیا۔ دوسرا اسٹیئرنگ پر سے ہوتا ہوا ڈیش بورڈ سے ٹکرایا۔ پھر سنبھلنے سے پہلے اس کی گردن میں کراٹے کا ہاتھ پڑا۔ رُومانہ نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے سیٹ کی پشت کا سہارا لے کر اسے زور سے لات ماری وہ بڑے آرام سے کوٹ کرٹ سمندر کی سیج پر چلا گیا۔

اب وہ تنہا تھی اس نے پوری طرح اسٹیئرنگ سنبھال لی بوٹ کی رفتار بڑھا دی اس کا دل کہہ رہا تھا کہ فرار کو وہاں سے فرار ہوئے

زیادہ دیر نہیں ہوئی ہے وہ گرلڈن یارن تک اسے پالے گی گلاٹا برج کے پاس سے گزرتے وقت وہ پولیس پکٹ میں مبتلا ہو گئی۔ گلاٹا پل کے ایک کنارے آپا صوفیہ کا علاقہ تھا۔ دماغ نے سمجھایا کہ فرار ہونے والا سب سے پہلے والے ساحل کی طرف جائے گا اور گرلڈن یارن کا ساحل تو میلوں دُور ہے اور اسے بھی جلد از جلد موٹر بوٹ چھوڑ دینا چاہئے ہو سکتا ہے، کہ سمندر میں ڈوبنے والوں کو کوئی امدادی کشتی بچالے۔ پھر وہاں کی پولیس موٹر بوٹ کے نام اور نمبر سے اسے پکڑ لے گی۔

تقدیر میں ابھی فرہاد سے دُوری لکھی تھی اگر وہ گرلڈن یارن کی طرف جاتی تو فرہاد سونیا تک پہنچ جاتی لیکن وہ آپا صوفیہ پہنچ گئی موٹر بوٹ کو چھوڑتے وقت پچھلی سیٹ کے نیچے ریوالور پڑا ہوا نظر آیا اس نے اسے اٹھا کر اپنے لباس میں چھپا لیا وہاں سے وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل پہنچی اپنا سفری بیگ لے کر ہوٹل کا بل ادا کیا پھر اپنے محبوب کی تلاش میں نکل پڑی۔

رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ وہ فٹ پاتھ پر پیدل چل رہی تھی ایک شخص نے اس کے قریب کار روک دی "کہاں جاؤ گی۔ میں پہنچا دوں۔؟"

وہ بلا جھجک اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی "میں اپنے ایک فرینڈ کو تلاش کر رہی ہوں کیا تم میری خاطر شہر کی سڑکوں پر گھومنا پسند کرو گے۔؟"

وہ خوش ہو کر کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا "چلو اسی بہانے ایک حسین ساتھی کا ساتھ رہے گا۔"

کار آگے بڑھ گئی۔ یہ وہ وقت تھا جب فرہاد اور سونیا کمال پاشا کی رہائش گاہ میں رات کا کھانا کھانے کے بعد اطمینان میں خواب آور کافی پی رہے تھے دوسری طرف شبانہ، عازم کے ساتھ اپنی کارڈوائیو کرتی ہوئی استنبول میں داخل ہو چکی تھی۔ تقریباً پینتالیس منٹ کے بعد رُمانہ نے محسوس کیا کہ کار چلانے والا شہر کی حدود سے نکل رہا ہے اس کی باتوں سے ہی ظاہر ہو چکا تھا کہ اس کی نیت خراب ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہی کی تقدیر خراب ہے۔

رُمانہ نے کہا "عشق کرنے کے لئے اور کتنی دور لے جاؤ گے کیا یہ جگہ کافی نہیں ہے؟"

وہ فوراً ہی کار روک کر بولا "تم بہت ہی سمجھدار لڑکی ہو۔"

اس نے ہاتھ آگے بڑھایا وہ پیچھے ہٹ گئی دروازہ کھول کر کھڑی ہو گئی۔ وہ پھر ہاتھ بڑھا کر بولا "کیوں تڑپا رہی ہو۔"

رُمانہ [illegible] ہوئے اپنا ہاتھ اسے پیش کیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ صنفِ نازک کی طرح وہ بھی نازک ہوگی۔ ایک جھٹکے میں آغوش میں آگرے گی۔ لیکن اچانک ہی اس کے ہاتھ کو جھٹکا سا لگا۔ دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز کے ساتھ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ شکار کھیلنے والا ہاتھ دروازے سے کھیل گیا تھا۔

رُمانہ نے دوبارہ دروازے کو کھول دیا۔ پھر دوڑتی ہوئی کار کے دوسری طرف گھومتی ہوئی اسٹیئرنگ سیٹ کے دروازے تک آئی اسے کھول کر بولی "سوری! بھول سے دروازہ بند ہو گیا تھا ادھر آؤ۔ میں سہارا دیتی ہوں۔"

وہ گالیاں دیتے ہوئے اٹھنے لگا رُمانہ نے اس کے دوسرے ہاتھ کو تھام لیا پھر ایک جھٹکے سے کھینچ کر دروازے کو زور سے بند کر دیا اس کی فلک شگاف چیخوں سے کار کی حدود فضا گونجنے لگی وہ دروازہ کھول کر بولی "افسوس! بھولے دیوانے میں لاتے وقت تم نے تو سوچا ہی ہوگا کہ یہاں چیخیں سننے والا کوئی نہیں ہوتا۔"

پھر وہ ایک لات مار کر بولی "چلو! اس سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

اس کے دونوں ہاتھ کلائی سے جھول رہے تھے وہاں سے لہو رِس رہا تھا، انگلیوں کی ہڈیاں بھی ٹوٹی ہوں گی۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپتا ہوا کھسکتا ہوا پاس والی سیٹ پر پہنچ گیا۔ رُمانہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کرتی ہوئی بولی "دنیا کی ہر عورت شیشے کی گڑیا نہیں ہوتی۔ میں صرف ایک ہی فولاد کو مانتی ہوں اور اسی کی تلاش میں بھٹک رہی ہوں۔ اب تم بھی میرے ساتھ بھٹکتے رہو گے پولیس میں رپورٹ درج کرانے کے لئے میں تمہیں آزاد نہیں چھوڑوں گی۔"

اس نے لباس کھاندے سے ریوالور نکال کر اپنی گود میں رکھ لیا پھر بولی "تم راستے میں چیخنا چاہو گے تو اس کی ایک گولی تمہیں خاموش کر دے گی۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر دی اسے یوٹرن دے کر پھر استنبول کی طرف چلنے لگی۔ وہ بے چارہ ہاتھ کیا بڑھاتا؟ دونوں ہی ہاتھ بے کار ہو چکے تھے۔ وہ تکلیف کی زیادتی سے کراہ رہا تھا رُمانہ نے چیخنے چلانے سے منع کر دیا تھا اس سے زیادہ ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ فرہاد کی بھی... اجازت نہیں تھی۔

وہ بولی "اب تم تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے سوچو کہ تمہارے ہاتھ ہوتے تو میں ایک کمزور عورت کی طرح چیختی رہتی تم سب اپنے بازوؤں پر گھمنڈ کرتے ہو۔ اگر یہ بازو توڑ دیئے جائیں تو تم سب بڑے آرام سے شرافت کی زندگی گزارو گے۔"

"خدا کے لئے مجھ پر ترس کھاؤ۔ مجھے فوری طبی امداد کی.... ضرورت ہے۔"

"اگر تم ایک عورت کی آبرو کو زخمی کر دیتے تو اسے کون طبی امداد پہنچاتا۔؟"

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ ٹریفک کے ہجوم میں گاڑی روکنا پڑی وہ ایک تنگ سا راستہ تھا مخالف سمت جانے والی گاڑیاں قریب سے گزر رہی تھیں۔ دوسری گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس کی اتنی روشنی تھی کہ رُمانہ کو ایک کار کی پچھلی سیٹ پر فرہاد نظر آ گیا جو دراصل عازم تھا اس کے آس پاس دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے رُمانہ نے اسے آواز دی مگر وہ گاڑی اسے تیزی سے کراس کرتی ہوئی نکل گئی۔

اس نے بھی اپنی گاڑی کو پیچھے کیا۔ پھر اسے موڑتی ہوئی آگے جانے والی کار کے پیچھے لگ گئی۔ کار کی رفتار تیز تھی لیکن رُمانہ بہت دور جا کر اسے اوور ٹیک کرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ اوور ٹیک کرتے وقت اس شخص دوسری کار کی پچھلی سیٹ پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے دیکھا ایک شخص نے عازم کی پسلی سے ریوالور لگا رکھا تھا اس نے اپنی گاڑی بہت آگے لے جا کر سڑک پر ترچھی کھڑی کر دی۔

پیچھے آنے والی کار کو رکنا پڑا۔ رُمانہ نے پھر تی دکھائی کار سے نکل کر اس کی آڑ میں جا کر للکارتی ہوئی بولی "فرہاد کو میرے حوالے کر دو.....!"

پچھلی کار سے دو آدمی ریوالور لئے باہر آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا "تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ فرہاد نہیں عازم ہے۔"

اسی وقت عازم نے چیخ کر کہا "یہ جھوٹ بول رہے ہیں، میں فرہاد ہوں، فرہاد.....!"

"بکواس مت کرو۔" ایک نے ڈانٹ کر کہا "دیکھو لڑکی! یہاں قریب ہی ایک پولیس چوکی ہے فائرنگ کے نتیجے میں ہم پکڑے جائیں گے۔ تم سے اچھی طرح دیکھ لو اگر یہ تمہارا آدمی ہے تو ہم اسے تمہارے حوالے کر دیں گے۔"

عازم کو کار سے باہر نکالا گیا۔ وہ تو سر سے پاؤں تک فرہاد ہی نظر آ رہا تھا۔ رُمانہ نے کہا "یہ میرا ہی آدمی ہے۔ میں بہت عرصے سے اس کی تلاش میں بھٹک رہی ہوں۔ تم نے اسے کیوں پکڑا ہے۔؟"

جواب ملا "یہ ایک ارب پتی کی بیٹی کو بہکا کر استنبول لے آیا ہے ہمیں اس کا حلیہ بتایا گیا تھا اسی کے مطابق ہم نے اسے پکڑا ہے۔"

رُمانہ نے کہا "صرف کسی کا حلیہ ذہن میں رکھ کر تم نے ایک شریف آدمی کو حراست میں رکھا ہے اسے میرے حوالے کرو ورنہ ہم بانگ بانگ سے آئے ہیں واپس چلے جائیں گے۔"

وہ لوگ تذبذب میں پڑ گئے یہی بات سمجھ میں آ رہی تھی۔ کہ انہوں نے فرہاد کو عازم سمجھ کر پکڑ رکھا ہے وہ سب آپس میں مشورے کرنے لگے پھر ایک نے کہا "ہم ایک شرط پر اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ تم ابھی اسے لے کر اس ملک سے چلی جاؤ۔ اگر یہ عازم بھی ہوا تو ہمیں اطمینان رہے گا کہ جلے باس کی بیٹی کو بہکانے والا یہاں سے دور جا چکا ہے۔"

"میں آج ہی نہیں جا سکتی کیونکہ فرہاد کا پاسپورٹ اور ویزا گم ہو چکا ہے۔"

دوسرے نے کہا "فکر نہ کرو۔ یہاں سے دو گھنٹے بعد ایک بحری جہاز جاپان جانے والا ہے ہمارے اسمگلر تمہارے ساتھی کو بھی اسمگل کر کے لے جائیں گے۔ بولو منظور ہے۔"

"منظور ہے۔ لیکن یہاں اس کار میں میرا ایک شکار ہے جس کے دونوں ہاتھ میں نے بے کار کر دیئے ہیں۔ کیا جہاز کی روانگی تک تم لوگ اسے حراست میں رکھو گے؟"

ایک شخص نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں کے اپاہج کو دیکھا۔ پھر کہا "فکر نہ کرو اس کا بھی بندوبست ہو جائے گا۔"

پھر دونوں طرف سے معاملات طے ہوئے رُمانہ نے کہا کہ فرہاد اس کے ساتھ کار میں بیٹھے گا انہوں نے دھمکی دی کہ اگر فرہاد کے ساتھ فرار ہونا چاہے گی تو وہ اس طرح قانونی گرفت میں لے آئیں گے کہ فرہاد بغیر پاسپورٹ کے اس ملک میں آیا ہے اور رُمانہ نے اس ملک کے ایک شہری کو دونوں ہاتھوں سے اپاہج بنا دیا ہے۔

رُمانہ بات نہیں بڑھانا چاہتی تھی اسے فرہاد مل گیا تھا۔ وہ اسے سونیا سے دور لے جانا چاہتی تھی اس لئے معاملات طے ہو گئے وہ سب دوستانہ انداز میں بندرگاہ تک پہنچے۔ عازم کو اغوا کرنے والے دو شخص رُمانہ کا پاسپورٹ اور ویزا لے کر گئے آدھے گھنٹے بعد واپس آ کر انہوں نے بتایا کہ رُمانہ کے لئے ایک کیبن مخصوص ہو چکا ہے عازم کو جہاز کے ایک غلام کی حیثیت سے ملازم رکھ لیا گیا ہے ملازمت کے جعلی کاغذات بھی تیار ہو چکے ہیں۔

اگر قانونی طور پر یہ سب کچھ ہوتا تو ہفتے اور مہینے گزر جاتے۔ غیر قانونی کام منٹوں میں ہو جاتا ہے اس کے لئے رُمانہ کو بیس ہزار ڈالر ادا کرنے پڑے۔ جو اس کے لئے بیس پیسے کے برابر تھے۔ ایک گھنٹہ بعد وہ جہاز میں روانہ ہو گئے۔ رُمانہ عازم کے ساتھ ریلنگ کے پاس کھڑی دور ہوتے ہوئے ساحل کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ فرہاد کا روپ کچھ بدلا ہوا ہے اس نے کار میں سفر کرنے کے دوران اس سے گفتگو کی تھی مگر وہ ہر بات کے جواب میں ہوں ہاں کہہ کر خاموش ہو جاتا تھا۔

وہ بڑے دکھ سے اسے دیکھتی ہوئی بولی "فرہاد! اپنا کی زندگی میں میں نے ایک غلطی کی۔ تم پر اعتماد نہیں کیا اس ایک غلطی کے باعث تم اب تک ناراض ہو۔ تم یہ نہیں دیکھتے کہ میں کس قدر پچھتاتی رہی تمہاری تلاش میں کہاں کہاں بھٹکتی رہی۔ کیا تم مجھے معاف نہیں کرو گے؟"

عازم نے کہا "مس! میں فرہاد نہیں ہوں وہ لوگ درست کہہ رہے تھے میرا نام عازم ہے۔"

"کیا مجھ سے دور رہنے کا یہ نیا بہانہ آ گیا ہے؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں نے کار میں بیٹھ کر تم سے سچ کہنا چاہا مگر وہ اپاہج موجود تھا جسے دشمنوں کو میری حقیقت بتا دیتا۔ اس لئے تمہاری باتوں کا گول مول سا جواب دیتا رہا۔ میں اس موقع کی تاک میں بھی تھا کہ مجھے فرار ہونے کا موقع مل جائے۔ مگر مجھے اغوا کرنے والے بے حد محتاط تھے میں بری طرح پھنس گیا ہوں میری بیوی شبانہ ادھر

مجھے تلاش کر رہی ہوگی۔"

"شبانہ نہیں سونیا کہو۔ تم سونیا سے ملنے استنبول آئے تھے۔"

"تم کس سونیا کی بات کر رہی ہو۔ میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں فرہاد نہیں ہوں۔ مجھے غور سے دیکھو اگر وہ فرہاد میرا ہم شکل ہوگا تب بھی ہمارے درمیان تھوڑا بہت ضرور فرق ہوگا۔ ذرا مجھے پہچاننے والی نظر سے دیکھو۔"

رومانہ ذرا پیچھے ہٹ کر اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگی۔ جہاز میں کافی روشنی تھی۔ رات میں دن کا سماں تھا اس نے بار بار عازم کے چہرے کو گہری نظروں سے دیکھا۔ وہ ہر پہلو سے فرہاد ہی تھا۔ اگر کہیں ہلکا سا فرق تھا بھی ہو تو وہ اسے سمجھ نہیں سکتی تھی کیونکہ ایک طویل عرصہ کے بعد فرہاد کی کایا بن کاپی کو دیکھ رہی تھی۔

وہ اداسی سے سر ہلا کر بولی: "نہیں، مجھے ایسے جھوٹ سے نہ بہلاؤ جس پر کوئی بچہ بھی یقین نہ کرے۔ سنو! میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی کہ تم سونیا اور مے یون کو چھوڑ دو اور مجھے اپنا لو۔ نہیں تم مجھے نہ اپناؤ جب تک مجھ سے نفرت کر سکتے ہو۔ کرتے رہو۔ بس ایک التجا کرتی ہوں۔ کو اپنے ساتھ رہنے دو کیونکہ میں نے تمہارے لئے دنیا والوں کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اب میں اکیلی کہاں جاؤں گی؟"

وہ حالات سے شکست کھا کر آنسو بہانے والی لڑکی نہیں تھی لیکن جس کے لئے اس نے اسمگلنگ کا دھندا چھوڑ دیا تھا اپنے بحری جہاز کو فروخت کر دیا تھا۔ خطرناک لیڈی سارا کے بجائے محبت کرنے والی رومانہ بن کر اس کی تلاش میں استنبول آئی تھی وہی بے مروت بن گیا تھا اسے اپنی رومانہ کہنا تو دور کی بات ہے۔ خود کو بھی فرہاد تسلیم کرنے سے انکار کر رہا تھا اور یہ سب محض پیچھا چھڑانے والی بات تھی اس کی بے مروتی سے رومانہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

وہ آنسو پونچھتی ہوئی اپنے کیبن میں آ گئی۔ اس کے اندر کی لیڈی سارا بول رہی تھی: "ایک مرد کے پیار نے تجھے کمزور بنا دیا ہے ورنہ تو وہی لڑکی ہے جو کبھی رونا نہیں جانتی تھی دانش مندی یہی ہے کہ اسے دل سے نوچ کر پھینک دے۔"

کسی کو دل سے نکال دینا آسان نہیں ہوتا۔ وہ باتھ روم میں آ کر آئینہ میں اپنے آپ کو دیکھنے لگی سوچنے لگی: "میں اس کا پیار نہیں بھول سکتی لیکن اس کی بے رخی کے جواب میں بے رخی ظاہر کر سکتی ہوں۔ میں اتنی گئی گزری تو نہیں ہوں کہ اس کی خوشامدیں کرتی رہوں۔"

دروازے پر دستک سنائی دی اس نے باتھ روم سے نکل کر دروازہ کھولا۔ سامنے عازم کھڑا ہوا تھا ابھی وہ بے رخی برتنے کی بات سوچ رہی تھی مگر اسے دیکھتے ہی موم ہو گئی۔ دل نے کہا وہ اپنی سنگدلی کی معافی مانگنے آیا ہے۔ عازم نے کیبن میں داخل ہو کر کہا: "مجھ سے تمہارے آنسو نہیں دیکھے جاتے۔ مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟"

"یہی کر دو کہ کچھ اور فریب دو۔"

"یقین کرو۔ میں فریبی نہیں ہوں۔"

"تو پھر اس وقت تم نے خود کو فرہاد کیسے تسلیم کر لیا۔ جب وشن تمہیں پکڑ کر لے جا رہے تھے؟"

"سنو مس! میں وقت اور موقع دیکھ کر رنگ بدلنے والا آدمی ہوں اس وقت تم نے دشمنوں سے فرہاد کا مطالبہ کیا تو میں اپنی جان بچانے کے لئے فرہاد بن گیا۔ اگر تم اللہ کے بچے کا مطالبہ کرتیں تو میں وہ بھی بن جاتا۔ آؤ ہم اطمینان سے بیٹھ کر اپنی اپنی داستان سنائیں۔ اس طرح ہم ایک دوسرے کو صحیح معنوں میں سمجھ لیں گے۔"

"میں نے تمہیں خوب سمجھ لیا ہے۔ تم نے کوئی نئی کہانی گھڑ لی ہے تو سنا دو۔"

"میں کیا سناؤں۔ آج ہی میں نے شبانہ سے شادی کی۔ بس کا ارے پتی باپ میرا مخالف تھا اس لئے ہم ہنی مون منانے استنبول آئے مگر میرے نصیب میں میری دلہن نہیں تھی ان بدمعاشوں نے مجھے پکڑ لیا اگر تم نہ بچاتیں تو وہ لوگ مجھے کسی ویرانے میں لے جا کر مار ڈالتے میں تمہارا احسان مند ہوں۔"

"بس ختم ہو گئی کہانی ــــ؟"

"یہ کہانی نہیں حقیقت ہے۔ شبانہ استنبول میں میرے لئے بھٹک رہی ہوگی۔"

"اگر یہ سچ ہے تو تم کیسے مرد ہو اپنی نو بیاہتا عورت کو بھٹکنے کے لئے چھوڑ کر یہاں آ گئے ہو؟"

"میں تقدیر سے نہیں لڑ سکتا۔ اگر شبانہ کے عشق میں دیوانہ بن کر بھاگنے کی کوشش کرتا تو وہ لوگ مجھے گولی مار دیتے۔ شبانہ مجھ کو نہ ملتی۔ میں شبانہ کو نہ ملتا خواہ مخواہ مر جاتا۔ اب زندہ ہوں تو اس کے پاس واپس جانے کی تدبیر کروں گا۔"

"تو پھر اس کے پاس واپس جاؤ۔ یہاں کیوں کھڑے ہو۔"

"یعنی تمہیں اب بھی یقین نہیں آیا کہ میں عازم ہوں؟"

"دیکھو فرہاد! تم ایک بار کہہ دو کہ مجھ سے نفرت ہے میں وعدہ کرتی ہوں کہ اس کے بعد پھر تمہیں اپنی صورت نہیں دکھاؤں گی۔"

"تم اتنی حسین ہو کر فرہاد تو کیا میں یہی جھوٹ موٹ نفرت نہیں کر سکتا چلو ایسا کرتے ہیں کہ ہم دوست بن جاتے ہیں میں کوشش کروں گا کہ تمہارا فرہاد بن سکوں۔"

"مجھے ہمدردی والی دوستی نہیں چاہئے۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ سر جھکا کر جانے لگا۔ پھر دروازے پر رک گیا اس نے فوراً ہی ایک فیصلہ کیا اس کے بعد قہقہہ لگاتے ہوئے پلٹ گیا اپنے دونوں بازو پھیلا کر آگے بڑھتے ہوئے بولا: "میری جان رومانہ! میں اتنی دیر سے مذاق کر رہا تھا۔ یعنی میں تمہارا فرہاد ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے رومانہ کو آغوش میں سمیٹ لیا۔ پہلے تو وہ

حیران ہوئی پھر سیار بھرے بازوؤں نے اسے سمجھایا کہ فرہاد واقعی مذاق کر رہا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے الگ ہو کر بولی: "یہ بھی کوئی مذاق ہے۔ جاؤ میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

وہ فرط محبت سے رونے لگی۔ عازم نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے پھر بازوؤں میں لے لیا۔ وہ آغوش میں پگھل گئی۔

اچانک دروازے پر دستک ہونے لگی۔

وہ ہڑبڑا کر الگ ہو گئے دونوں کو وہ دستک گراں گزر رہی تھی۔ بجوراً عازم نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ باہر کسٹیوارڈ کھڑا ہوا تھا اس نے پوچھا: "کیا آپ ہی مسٹر فرہاد ہیں؟"

"جی ہاں۔ فرمائیے؟"

وہ آہستگی سے بولا: "آئیے! آپ کی ایک ایک تصویر اتاری جائے گی۔ تاکہ جعلی پاسپورٹ مکمل ہو سکے۔"

رومانہ نے کہا: "جاؤ فرہاد! یہ کام پہلے مکمل ہو جانا چاہئے میں تم سے ڈائننگ ہال میں ملوں گی۔"

وہ چلا گیا۔ رومانہ کو جیسے اس بحری جہاز میں جنت مل گئی تھی۔ روٹھا ہوا فرہاد مان گیا تھا۔ وہ خوشی سے جھومتی ہوئی، گنگناتی ہوئی دروازہ بند کر کے باتھ روم میں گھس گئی۔ وہاں سے منہ ہاتھ دھو کر لباس بدلنے کے لئے بیگ کھولا تو اس میں ایک پتلون اور بنیان تھی۔ فرہاد اسے عورتوں کے لباس میں دیکھنا پسند کرتا تھا۔ لیکن اس نے شلوار قمیص پہن لی۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ اتنے عرصہ بعد فرہاد اس لباس پر اعتراض کرے گا یا نہیں؟ جمناسٹک کی انگلیوں سے تراشا ہوا بدن، اس پر چست پتلون اور بنیان ایسی تھیں کہ غضب کا شباب حسن امڈ آیا تھا۔ وہ کیبن سے باہر آئی تو مسافر مردوں کی نگاہیں اس سے چپک کر رہ گئیں۔ عورتیں اسے رشک آمیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ ڈائننگ ہال میں بڑی چہل پہل تھی۔ ایک جانب بار کے کاؤنٹر پر لوگ شراب پی رہے تھے۔ عورتیں چند مردوں کے ساتھ ڈانس فلور پر رقص کر رہی تھیں۔ رومانہ کو دیکھتے ہی کتنی ہی شرابی نظریں شباب کے نشہ میں بہک گئیں۔ ایک قد آور شخص ہاتھ میں جام لے کر اس کی جانب بڑھا۔ وہ ایک میز کے پاس بیٹھ گئی تھی اس شخص نے میز پر جام رکھتے ہوئے پوچھا: "جانِ من! ساتھ دو گی ــــ؟"

رومانہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ چہرے سے بے حد خوفناک لگ رہا تھا۔ لال لال آنکھیں، پھیلے ہوئے جبڑے، ناک کے نتھنے اتنے بڑے تھے جیسے اژدھے کی طرح سانس کھینچ کر ڈرا رہا ہو۔ ناک کے نتھنوں سے نکل کے اس کے ہاتھ پاؤں پتھر کی طرح سخت نظر آ رہے تھے۔

وہ بولی: "نو سوری! میں اپنے بوائے فرینڈ کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"میرے ہوتے ہوئے کون سالا فرینڈ بنے گا۔"

عازم کی آواز سنائی دی: "سبھی میں ہوں۔ خواہ مخواہ گالی کیوں دے رہے ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو۔"

وہ شرابی کے سامنے آ گیا لیکن پھر اسے الٹے قدموں واپس جانا پڑا۔ کیونکہ شرابی کا ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا تھا۔ رومانہ حیرانی سے عازم کو دیکھنے لگی۔ اسے یاد تھا کہ فرہاد حیرت انگیز طور پر پھرتیلا ہے دشمن کا ہاتھ چلنے سے پہلے ہی اپنے بچاؤ کی تدبیر کر لیتا تھا پھر آج فرہاد کیسے مار کھا گیا؟

عازم نے اپنے چہرے کو سہلاتے ہوئے کہا: "دیکھو مسٹر شرابی! میرا غصہ بہت خراب ہے۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ ــــ دوں گا۔"

"شرابی نے کہا: آؤ بیٹے! میں رحم کا بنا ہوں۔ مجھے توڑ دو۔"

عازم نے اچانک اچھل کر فلائنگ کک ماری۔ شرابی میز پر جھک گیا نتیجہ یہ ہوا کہ عازم اس کے اوپر سے گزرتا ہوا دور فرش پر جا گرا۔ رومانہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ پہلی بار اس کے منہ میں یہ سوال پیدا ہوا: "کیا یہ ــــ یہ فرہاد ہے؟"

عازم اپنی کمر کو سہلاتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر تنبیہ کے انداز میں انگلی دکھاتے ہوئے بولا: "دیکھو میری عادت ہے پہلے دو بار مار کھاتا ہوں، پھر تیسری بار پٹائی شروع کر دیتا ہوں۔"

شرابی نے کہا: "بے مارے گا بھی یا دو سے ہی کرتا رہے گا؟"

وہ آگے بڑھ کر گھونسہ دکھاتے ہوئے بولا: "ماروں گا مگر میرا حلق سوکھ رہا ہے۔ تھوڑی سی دیسی دو۔"

شرابی نے اپنا جام بڑھاتے ہوئے کہا: "لے، تو بھی کیا یاد کرے گا کہ ڈراگون نے اپنا جھوٹا تجھے پینے دیا تھا۔"

رومانہ تو بین کے احساس سے نکلا ہی تھی۔ وہ بہت پہلے ہی ڈراگون سے الجھ پڑتی۔ مگر جسے فرہاد سمجھ رہی تھی اسے تول رہی تھی عازم اس سے شراب کا جام لینے کے بعد سر جھکا کر شکریہ ادا کر رہا تھا پھر اس نے سر اٹھاتے ہی جام کی شراب کو ڈراگون کی آنکھوں پر پھینک دیا۔

وہ چیخ مار کر اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھتا ہوا پیچھے ہٹ گیا شراب اس کی آنکھوں میں آگ کی طرح جل رہی تھی عازم نے اس کے پیٹ پر ایک لات ماری۔ ڈراگون پیٹ پکڑ کر جھکا تو اس نے منہ پر گھونسہ رسید کیا وہ ڈکراتا ہوا پیچھے ایک میز سے ٹکرا کر الٹ گیا عازم آگے بڑھ کر اسے ٹھوکروں پر رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن رومانہ درمیان میں آ گئی۔

"ہٹ جاؤ رومانہ! اس وقت میں بہت غصے میں ہوں۔"

"میں جانتی ہوں لیکن جب وشن جوابی حملہ کرنے کے قابل نہ ہو اس پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے۔ ہلو ادھر بیٹھو!"

وہ دونوں ایک میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے اس وقت تک ڈائننگ ہال میں اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی دو بدمعاش قسم کے آدمی

ڈراگون کو سہارا دے کر لے جا رہے تھے کیونکہ اس کی آنکھیں بستر بند تھیں عازم نے فخر سے کہا "تم لڑکی ہو نا، مار پیٹ سے گھبرا گئیں۔ کوئی بات نہیں۔ اب وہ آئے گا تو تم کیبن میں چلی جانا"

رومانہ بولی "ہاں فرہاد! تم تو جانتے ہو کہ میں بہت ہی کمزور دل کی لڑکی ہوں کوئی آنکھ دکھاتا ہے تو ڈر جاتی ہوں"

وہ ہنستے ہوئے میز پر ہاتھ مار کر بولا "اب ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے جب تک فرہاد تمہارے ساتھ ہے کوئی تمہیں آنکھ نہیں دکھا سکتا"

رومانہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی "فرہاد! میں اس لباس میں کیسی لگتی ہوں؟"

وہ چاروں طرف گھوم کر خود کو پیرزادے سے دکھانے لگی۔ عازم نے کہا "بس پتلون اور بنیان میں غضب ڈھا رہی ہو۔ بس ایسے ہی لباس پہنا کرو"

"لیکن تم لیڈی سارا کو ایسے لباس میں پسند نہیں کرتے تھے؟"

"ایسے وہ، وہ لیڈی سارا کو مارو گولی۔ اس کا جسم کیسا بھدا سا تھا پتلون پہن کر کارٹون لگتی تھی۔ تم اپنی بات کرو"

رومانہ ایک گہری سانس لے کر بیٹھ گئی۔ پھر وہ بیرے کو بلا کر کھانے کا آرڈر دیتی ہوئی بار بار عازم کو دیکھتی رہی۔ وہ حیران تھی "کیا ایسے بھی ہم شکل ہوتے ہیں کہ ان میں ذرا بھی فرق نہیں ہوتا۔ اگر اس کی عادت مختلف نہ ہوتی تو میں اسے فرہاد سمجھ کر اپنا سب کچھ ہار جاتی کم بخت مجھے احمق نا کرنا سمجھے پیار کرنا چاہتا تھا۔ مگر نہیں، میں خود ہی دھوکہ کھا رہی تھی اس نے تو پہلے ہی فرہاد بننے سے انکار کیا تھا"

اس کے سوچنے کے دوران جہاز کا کیپٹن ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ بہت گھبرایا ہوا تھا اس نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ نہیں جانتے کہ مسٹر ڈراگون کتنے خطرناک ہیں مجھ جیسا ذمہ دار افسر بھی آپ کو ان کے قہر سے نہیں بچا سکے گا"

عازم نے پوچھا "اچھا اس بھینسے سے ڈرنے کی کون سی ایسی بات ہے؟"

"مسٹر! آپ نے آنکھوں سے مجبور کر دیا۔ ابھی وہ ڈاکٹر کے پاس گیا ہے واپس آ کر خود ہی بتائے گا کہ وہ کس طرح ہڈی پسلیاں توڑنا چاہتا ہے"

رومانہ نے کہا "یہ سراسر غنڈہ گردی ہے آپ کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو قانون کے حوالے کریں"

"محترمہ! آپ کے فرہاد صاحب غیر قانونی طور پر سفر کر رہے ہیں۔ اس لئے ایک غیر قانونی بات اور بتا دوں کہ مسٹر ڈراگون ایک بدنام انگلو ہیں اس جہاز کے مالک کو اپنی دولت اور طاقت سے خرید رکھا ہے۔ سمندر کے سینے پر جب تک جہاز چلتا رہتا ہے، یہاں مسٹر ڈراگون کی حکومت رہتی ہے۔ مسٹر فرہاد! وہ آپ کو سمندر میں پھینکے گا اور کسی کو خبر نہ ہو گی۔ جنہیں خبر ہو گی وہ خوف سے زبان نہیں کھولیں گے"

عازم نے کہا "پھر تو اس سے نمٹنے کی کوئی تدبیر کرنی ہو گی"

کیپٹن نے کہا "صرف ایک ہی تدبیر ہے آپ تھوڑی دیر کے لئے کہیں چھپ جائیں۔ وہ یہاں آئیں گے تو رومانہ صاحبہ ان سے معافی مانگ لیں گی۔ مسٹر ڈراگون حسن پرست ہیں۔ میرا مطلب آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے اب میں جاتا ہوں"

وہ چلا گیا۔ عازم نے مٹھیاں بھینچ کر کہا "نان سنس! مجھے سمجھا کر گیا ہے کہ میں تمہیں رشوت کے طور پر پیش کروں۔ میں بے غیرت نہیں ہوں اس کا سر توڑ دوں گا"

رومانہ نے کہا "ڈراگون کا سر بہت مضبوط ہے"

بیرا میز پر کھانے کی ڈشیں رکھنے لگا عازم نے کہا "تم مجھے تاؤ دلا رہی ہو"

"میں تمہیں تاؤ دلا کر تمہاری ٹوٹ پھوٹ دیکھنا پسند نہیں کروں گی۔ جلدی سے کھانے کے بعد میرے کیبن میں جا کر آرام کر دیں ڈراگون سے معافی مانگ لوں گی"

"میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ ورنہ وہ تمہیں معاف کرنے کے لئے اپنے کیبن میں لے جائے گا"

"بکواس مت کرو۔ چپ چاپ کھاتے رہو"

لیکن اسے کھانا نصیب نہیں ہوا۔ ڈائننگ ہال میں اچانک ہنگامہ مچ گیا۔ ہال کے داخلی راستے پر ڈراگون ایک پہاڑ کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس اس کے چند حواری موجود تھے دیکھتے ہی دیکھتے... ڈائننگ ہال خالی ہو گیا۔ ڈراگون کے حواری آگے بڑھ کر میزیں کرسیاں ایک طرف ہٹا کر میدان صاف کرنے لگے۔

عازم اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ رومانہ بیٹھی رہی۔ ڈراگون نے آگے بڑھ کر عازم کو سرخ انگاروں جیسی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا "میں یا میرے ساتھی تمہیں ہاتھ لگانا اپنی توہین سمجھتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ تم خود ہی مر جاؤ"

اس کے حواریوں نے اشارہ پا کر شراب کی چار بوتلیں لا کر عازم کے سامنے میز پر رکھ دیں ڈراگون نے کہا "تم نے دھوکہ دے کر میری آنکھوں میں شراب پھینکی تھی۔ اب تم بوتلیں کھول کر اس وقت تک پیتے رہو، جب تک کہ تمہارا دم نہ نکل جائے۔ تمہارے بہکنے کے لئے میدان صاف کر دیا گیا ہے"

رومانہ جانتی تھی کہ فرہاد شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا ہے لیکن اس نے دیکھا عازم نے بوتل کھول کر پینا شروع کر دیا تھا۔ چند گھونٹ پینے کے بعد وہ بولا "مسٹر ڈراگون یہ نہ سمجھنا کہ میں دھوکہ

یں آگیا ہوں میری عادت ہے کہ پہلے مفت کے ڈیگ چپ چاپ پی لیتا ہوں۔ پھر تیسرے پیگ کا بل دشمنوں کی جیب سے ادا کرتا ہوں۔"

ڈراگون نے رُمانہ سے طنزیہ سوال کیا: "تم نے کس بزدل مسخرے کو اپنا یار بنایا ہے؟"

رُمانہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ڈراگون سے ذرا دور چند قدم کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی پھر بولی: "مسٹر! مسخرے کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ ہمارا تمہارا معاملہ ہے۔ اگر تم مجھے حاصل کر لو تو سارا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا: "معلوم ہوتا ہے میری اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔ اسی لئے خود کو پیش کر رہی ہو۔"

"ہاں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم سمندر کی چھاتی پر حکومت کرتے ہو اتفاق سے میں سمندر کی بیٹی کہلاتی ہوں۔"

عازم نے نشیلی زبان سے پوچھا: "اچھا تو تمہارے باپ کا نام سمندر ہے؟"

کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ ڈراگون نے آنکھیں سیکڑ کر پوچھا: "لڑکی! کون ہو تم؟"

"مجھے چھو کر دیکھ لو، موم ہوئی تو پگھل جاؤں گی آگ ہوئی تو جلا ڈالوں گی۔"

وہ ایک قصائی کی طرح مسکراتا ہوا آگے بڑھا: "ہپ، ہپ، ہپ ہپ ہپ....." وہ لڑکی سے شعلہ بن گئی۔ جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی بھڑکتے ہوئے شعلے کی طرح ڈراگون کے اطراف چکر لانے لگی۔ وہ حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ غضب کا لچکتا ہوا بدن تھا، غضب کی پھرتی تھی۔ بندوق کی گولی کی طرح سنناتی ہوئی گزرتی تھی، ٹھائیں ٹھائیں۔ جیسے گولی چلتی ہو۔ ویسے ڈراگون کے منہ پر یکے بعد دیگرے دو ٹھوکریں پڑیں پھر "ہپ ہپ ہپ" کی آواز کے ساتھ وہ دور جا کر کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔

چند لمحوں کے لئے ایک دم سے سناٹا چھا گیا۔ ڈراگون کی ناک سے خون بہہ رہا تھا اس کے ساتھیوں نے رُمانہ کی جانب بڑھنا چاہا مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "نہیں، کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے۔ سنو لڑکی! میرے ایک دوست ورزو برانڈ نے ایک بار مجھے بتایا تھا کہ اس کی لڑکی نیاشک کے کرتب دکھاتی ہوئی دشمنوں کے چھکے چھڑا دیتی ہے۔ تم ہی سارا ہو۔؟"

"ہاں، میں ورزو برانڈ عرف سمندر کے عقاب کی بیٹی لیڈی سارا ہوں بلکہ ہوں نہیں تھی۔ پتا کے مرنے کے بعد میں نے اسمگلنگ کا دھندا چھوڑ دیا ہے اب شرافت کی زندگی گزار رہی ہوں بہتر ہے کہ میرے راستے میں نہ آؤ۔ اس مسخرے کو معاف کر دو۔ اور اپنے دھندے سے لگے رہو۔"

ڈراگون نے سنجیدگی سے کہا: "افسوس! تمہارا باپ مر گیا۔ وہ بلاشبہ عقاب تھا۔ ہم سب اس کے نقش قدم پر اب تک چل رہے ہیں اس کی دوستی کے ناطے تم میری بیٹی ہو۔ آج سے تم مجھے پتا کہا کرو۔"

اس نے رُمانہ کے قریب آکر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھا۔ پھر جھک کر اس کی پیشانی چوم لی۔ رُمانہ اپنا رومال نکال کر ڈراگون کی ناک سے بہنے والے لہو کو پونچھتی ہوئی بولی: "پتا....."

عازم نے تیسرا پیگ خالی کرنے کے بعد کہا: "سٹر ڈراگون! میں نے اسی وقت کے لئے تم پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ میں جانتا تھا کہ تم رُمانہ کے دوسرے پتا ہو۔ ویسے رُمانہ! برا نہ ماننا باپ ایک ہی ہونا چاہئے۔"

"یو شٹ اپ۔ پینا چھوڑ دو اور یہ کھانا ختم کرو۔"

وہ لوگ میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ ڈراگون رُمانہ سے باتیں کرتا رہا اور اسے دوبارہ سمندی عقاب کے جیسی زندگی گزارنے کا مشورہ دیتا رہا۔ رُمانہ نے کہا: "مجھے صرف ایک شخص کی تلاش ہے میں اسے جیت کر ساری دنیا ہار نا چاہتی ہوں۔"

"وہ خوش نصیب کون ہے؟" ڈراگون نے پوچھا۔

عازم نے کہا: "میں، تمہاری یہ تازہ ترین بیٹی مجھے چاہتی ہے۔"

ڈراگون نے اسے ناگواری سے دیکھا۔ رُمانہ نے کہا: "اس کی آدھی بات درست ہے میں اسے اپنا فرہاد سمجھ کر ساتھ لے آئی ہوں کیونکہ یہ فرہاد کا ہم شکل ہے۔"

عازم نے چونک کر پوچھا: "اچھا تو اب تم مجھے فرہاد نہیں سمجھ رہی ہو۔؟"

"تم اس کے پاؤں کی دھول بھی نہیں ہو۔"

"آہ! میں گھر کا رہا نہ گھاٹ کا۔ مجھے میری بیوی شبانہ یاد آ رہی ہے۔"

رُمانہ حیرانی سے بولی: "ارے تم کتنی جلدی رنگ بدلتے ہو۔ چند لمحے پہلے میرے عاشق تھے۔ اب پھر شبانہ کو یاد کر رہے ہو۔"

"وہ میری بیوی ہے۔ اسے یاد کرنے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ میں اس کے پاس واپس جاؤں گا یہ جہاز اب کہاں جا کر رکے گا؟"

"عدن کے ساحل پر لنگر ڈالے گا۔"

"آہ! میں شبانہ کے دانتوں کو درِ عدن کہتا تھا جب وہ ہنستی تو اس کے دانت عدن کے موتو[illegible] ح چکے تھے۔"

رُمانہ اور ڈراگون [illegible] سے اٹھ گئے۔ عازم ان کے پیچھے بڑبڑاتے ہوئے آنے لگا۔ ڈراگون سے پوچھا: "تم نے یہ مصیبت کیوں پال رکھی ہے؟"

وہ بولی: "جب یار نہیں ہوتا تو تصویرِ یار سے جی بہلتا ہے پھر عازم تو فرہاد کا ہمتا جاگتا اور ہنستا بولتا کٹھ پتلا ہے مجھے سستی ہوئی کہ میں فرہاد کو دیکھ رہی ہوں۔ اور اس کے ساتھ وقت گزار رہی ہوں۔"

وہ لوگ ریلنگ کے قریب آکر ایزی چیئرز پر بیٹھ گئے۔ چاندنی رات میں سمندر کی لہریں دور تک نظر آ رہی تھیں۔ ڈراگون نے کافی کا آرڈر دیا۔ رُمانہ نے کہا: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ فرہاد کو کہاں تلاش کروں۔ اگر سونیا نے اسے پالیا ہے تو پھر اسے ترکی سے باہر لے گئی ہوگی۔"

"کیا سونیا بھی اسے چاہتی ہے؟"

"ہاں..... رُمانہ ڈراگون کو سونیا کے متعلق بتانے لگی اس دوران کافی کا دور چلتا رہا۔ پھر رُمانہ نے کہا: "پتا! آپ میری باتیں چھوڑیں اب اپنے متعلق بتائیں۔ اس مسافر بردار جہاز کے ذریعے سمگلنگ کیا ہوتی ہوگی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "میں تمہارے باپ کی طرح جان بوجھ کر کھلے سمندر میں خطرات سے کھیلنا نہیں چاہتا۔ میرا طریقہ کار دوسروں سے مختلف ہے یعنی میں دوسری پارٹیوں کا مال ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتا ہوں تمہیں شاید یقین نہ ہو مگر اکثر مجھے ایک چھوٹا سا بریف کیس اسمگل کرنے کے لاکھوں ڈالر ملتے ہیں۔"

رُمانہ نے کہا: "یقیناً ایسے بریف کیس میں کسی ملک کی اہم..... دستاویزات ہوتی ہوں گی۔"

"ہاں، مگر مجھے اتنا زیادہ معاوضہ ملتا ہے کہ میں کسی کے راز کی تہہ تک پہنچنا مناسب نہیں سمجھتا ایسی باتیں صاحبے کے خلاف ہوتی ہیں اس وقت ہمارے جہاز میں پچپن مسافر جعلی پاسپورٹ کے ذریعے سفر کر رہے ہیں میں نے تمہارے اس نقلی فرہاد کو اسمگل کرنے کے سولہ ہزار ڈالر لئے ہیں اب حساب کر لو کہ پچپن غیر قانونی مسافروں سے مجھے کتنی آمدنی ہو چکی ہے یعنی جہاز کی روانگی سے قبل ہی میں آٹھ لاکھ اسی ہزار ڈالر حاصل کر چکا ہوں۔"

"کیا یہ جعلی پاسپورٹ والے گرفت میں نہیں آتے؟"

"نہیں۔ اگر گرفت میں آ بھی جائیں تو مجھ پر حرف نہیں آتا ساری ذمہ داری اس پارٹی پر عائد ہوتی ہے جو جعلی پاسپورٹ کے ذریعے انہیں میرے جہاز پر سوار کراتی ہے اس جہاز میں صرف ایک نان لیسی ہے جو پاسپورٹ کے بغیر سفر کر رہی ہے۔"

"نان اور پاسپورٹ؟" رُمانہ نے حیرانی سے پوچھا۔

ڈراگون نے سنجیدگی سے کہا: "کچھ پُراسرار پارٹیاں ایسی ہوتی ہیں جو میرے سامنے نہیں آتیں۔ بڑی رازداری سے کوڈ ورڈز میں معاملات طے کرتی ہیں۔ وہ نان ایک عورت ہے لیکن کوڈ ورڈز میں اسے نان کہا جاتا ہے میں نہیں جانتا کہ کیا راز ہے جسے ایک تابوت میں یہاں پہنچایا گیا ہے۔"

"تابوت میں؟" رُمانہ حیرانی سے بولی: "میں اس نان کو ضرور دیکھوں گی۔"

"آؤ۔ میں نے اسے ایک کیبن میں لاک کر دیا ہے فی الحال وہ خطرناک نہیں ہے گہری نیند میں ڈوبی ہوئی ہے۔"

وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر کیبنوں کی طرف جانے لگے عازم بھی ان کے ساتھ تھا۔ ڈراگون نے کہا: "جس پارٹی نے اس نان کو میرے پاس پہنچایا ہے اس نے ہدایت دی ہے کہ جب وہ نیند سے بیدار ہو تو اس سے دوستانہ رویہ اختیار کیا جائے ورنہ وہ اپنے زہریلے فیض و غضب میں خود تو ڈوبے گی، اپنے جہاز کو بھی ڈبو دے گی۔"

رُمانہ چلتے چلتے گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی ایک کیبن کے سامنے پہنچ کر ڈراگون نے چابی نکالی پھر دروازے کو کھولا اندر تاریکی تھی وہ ڈراگون کے پیچھے عازم کے ساتھ کیبن میں داخل ہوئی۔ چند ساعتوں کے بعد سچ آن ہونے کی ہلکی سی آواز آئی کیبن روشن ہو گیا رُمانہ کے سامنے ایک برتھ پر سونیا سو رہی تھی۔

اسے دیکھتے ہی رُمانہ کی رگوں میں لہو کی حرارت اور روانی تیز ہو گئی اس سے برداشت نہ ہو سکا وہ چیخ کر بولی: "سونیا! اٹھ ہماری زندگی کا وہ موڑ آ گیا ہے جہاں ہم بدترین دشمنوں کی طرح مل رہی ہیں۔ اٹھ جاؤ....."

ڈراگون نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "سارا! چپ ہو جاؤ۔ یہ ابھی سو رہی ہے۔"

رُمانہ بڑبڑانے لگی: "سارا، ہاں میں سارا ہوں۔ میں نے رُمانہ بن کر اپنا سب کچھ کھو دیا اب اس دشمن عورت کے سامنے سارا بن کر۔ فرہاد کو حاصل کروں گی۔"

ڈراگون نے پوچھا: "کیا اس کا نام سونیا ہے؟"

"ہاں، پتا! مجھے بتاؤ۔ تم اسے کہاں سے لائے ہو یہ آسانی سے گرفت میں آنے والی عورت نہیں ہے کیا اسے خواب آور گولیاں کھلائی گئی ہیں۔؟"

"میرا اندازہ یہی ہے۔ ورنہ یہ اتنی گہری نیند نہ سوتی۔"

"مجھے بتاؤ کہ اسے یہاں لانے والی پارٹی نے اسے کہاں پہنچانے کے لئے کہا ہے۔"

"باہر چلو۔ میں بتاتا ہوں۔"

وہ تینوں باہر جانے لگے۔ عازم نے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا: "یہ جتنی خطرناک لگتی ہے اتنی ہی حسین بھی ہے۔ میں نے اب سے پہلے سانولے حسن میں اتنی کشش نہیں دیکھی۔"

وہ باہر آکر رُمانہ سے بولا: "بتا اس میں بھی بے مثال ہے مجھے بتاؤ کہ آخر یہ فرہاد کون ہے؟ جس پر تم جیسی حسینائیں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھٹکتی رہتی ہیں؟"

ڈراگون نے کیبن کے دروازے کو دوبارہ لاک کر دیا پھر رُمانہ کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے بولا: "میرے جہاز میں بہت سی پُراسرار ہستیاں سفر کرتی رہتی ہیں یہ نان بھی ان میں سے ایک ہے میں اسے نان ہی کہوں گا۔ کیونکہ اسے پہنچانے والی پارٹی نے کوڈ ورڈز میں بتایا ہے کہ

یہ ناگ اور ناگن کا جوڑا ہے۔ ناگ اس سے بچھڑ گیا ہے۔ کہیں گم ہو گیا ہے وہ اس کے ذریعے ناگ کو پکڑنا چاہتے ہیں۔"

رُومانہ چونک کر بولی: "اوہ پتا! میں سمجھ گئی۔ فرہاد کو ہی ناگ کھا جا رہا ہے۔ اسے گرفت میں لینے کے لئے دنیا کی خطرناک تنظیمیں سرگرم عمل ہیں۔ مجھے بتاؤ وہ فرہاد کو کس طرح پکڑنا چاہتے ہیں۔"

"کوئی پارٹی اپنا راز یا طریقۂ کار نہیں بتاتی۔ مجھ سے صرف اتنا کہا گیا ہے کہ کسی دن ہمارے سفر کے دوران ایک آبدوز کشتی ہمارے جہاز کے قریب آئے گی۔ اور یہاں سے ناگ اور ناگن کو لے جائے گی۔"

"مگر ناگ کہاں ہے۔؟"

"پتہ نہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ جہاں یہ بلا رہے گی، وہاں وہ ناگ خود پہنچے گا یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی ناگن کو بلا لے گا۔ اور اب یہ سرچڑھا تماشا بیچ سمندر میں ہو گا۔"

رُومانہ دانت پیس کر بولی: "اس سے پہلے میں تماشہ دکھاؤں گی۔ ذرا اسے بیدار ہونے دو۔"

ڈراگون نے کہا: "ساداؔ! میں تمہارے غصّہ اور انتقام کے جذبات کو سمجھتا ہوں۔ میرا مشورہ ہے کہ تم سونیا سے انتقام نہ لو، تب بھی وہ اپنے بُرے انجام کو پہنچے گی! اگر وہ ایسی ہی خطرناک ہے تو اسے یہاں پہنچانے والی پارٹی پہلی فرصت میں اُسے ہلاک کر دیتی۔ لیکن وہ لوگ فرہاد کا انتظار کر رہے ہیں!"

رُومانہ نے پوچھا: "پتا! تم کیا چاہتے ہو، کیا وہ پُراسرار لوگ فرہاد کو پکڑ کر لے جائیں؟"

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: "یہ بچّوں کو بہلانے والی باتیں ہیں۔ تم بچّی نہیں ہو، ذرا عقل سے سوچو، یہ جہاز کھلے سمندر میں آ گیا ہے، فرہاد کوئی جادوگر تو نہیں ہے کہ سمندر کی لہروں پر چلتا ہوا یہاں آ جائے!"

وہ بولی: "ہو سکتا ہے کہ وہ جعلی پاسپورٹ کے ذریعہ یہاں میک اَپ میں میجر ہو!"

"ہاں یہ ممکن ہے، میں ابھی چیک کرتا ہوں۔"

ڈراگون نے دُور کھڑے ہوئے اپنے ایک ماتحت کو بُلا کر حکم دیا: "تم اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر جعلی پاسپورٹ پر سفر کرنے والے تمام مسافروں کو چیک کرو، جو بھی میک اَپ میں اپنی اصلیت چھپائے ہوئے ہو، اُسے میرے سامنے لے آؤ۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لئے چلا گیا۔ عازم نے کہا: "تم دونوں اپنی اپنی گا رہے ہو، یہ نہیں سوچتے کہ میں نے فرہاد کی شکل میں پیدا ہو کر کیسی مصیبت مول لی ہے۔ اگر وہ اپنی ناگن کے پیچھے یہاں نہ آیا تو وہ آبدوز والے مجھے فرہاد سمجھ کر لے جائیں گے۔"

رُومانہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے بھول گئی تھی کہ فرہاد کی ایک مکمل نقل وہاں موجود ہے۔ وہ عازم کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔ اُس کے دماغ میں ایک منصوبہ پک رہا تھا۔ عازم نے تعجب سے پوچھا: "تم مجھے اس طرح گھور کر کیوں دیکھ رہی ہو؟"

وہ چونک کر مسکرائی۔ پھر بولی: "مجھ سے بڑی بھول ہوئی کہ میں نے تمہیں نہیں پہچانا، تم ہی تو میرے فرہاد ہو!"

"ایں! وہ کچھ اور پیچھے ہٹ گیا۔ "ن... نہیں! میں عازم ہوں!"

وہ پچکارتی ہوئی بولی: "نہیں میری جان! تم ہی فرہاد ہو!"

"میں اپنے ماں باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ انہوں نے مجھے عازم بنا کر پیدا کیا ہے!"

"تمہاری اس بات پر فرہاد کے دشمن یقین نہیں کریں گے، وہ تمہیں دیکھتے ہی شوٹ کر دیں گے یا پھر یہاں سے اُٹھا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے!"

"کیا مصیبت ہے؟" وہ پریشان ہو کر بولا۔ "رُومانہ! انسانی ہمدردی کا تقاضہ ہے کہ مجھے فرہاد کی جگہ قربانی کا بکرا نہ بنایا جائے!"

"میں نہیں بنا رہی ہوں۔ کوئی بھی فرہاد کا جانشین بالا تمہیں فرہاد ہی کہے گا۔ میرے اور پتا کے کہنے سے دشمن یقین نہیں کریں گے!"

عازم آگے بڑھ کر ڈراگون سے التجا کرنے لگا: "مسٹر! آپ جانتے ہیں تو مجھے اتنے بڑے جہاز میں کہیں چھپا سکتے ہیں، یا پھر میک اَپ کا سامان مہیا کر دیں، میں روپ بدل لوں گا!"

رُومانہ نے کہا: "نہیں عازم! تم اپنے اصلی رُوپ میں رہو گے۔ اس جہاز میں صرف ایک ہی ہستی ہے جو تمہیں دشمنوں سے بچا سکتی ہے، اور وہ ہے سونیا!"

"تم مجھے بہلا رہی ہو، وہ تو خود تیدی ہے۔ وہ مجھے کیسے بچائے گی —؟"

"عازم! تم نے سُنا نہیں، پتا تھوڑی دیر پہلے کیا کہہ رہے تھے، جس پُراسرار پارٹی نے سونیا کی نیند سے فائدہ اٹھا کر اُسے یہاں پار سل کیا ہے، خود اُس پارٹی کا بیان ہے کہ سونیا نیند سے بیدار ہو تو اس سے دوستانہ رویّہ اختیار کیا جائے، ورنہ وہ اپنے زہریلے غیض و غضب سے خود کو ڈبو دے گی اور سارے جہاز کو بھی ڈبو دے گی۔"

عازم نے اوپر نیچے سر ہلاتے ہوئے کہا: "ہاں، اُسے تو دیکھنے ہی سے پتہ چلتا ہے کہ بڑی خطرناک ہے!"

رُومانہ مسکرا کر بولی: "صرف خطرناک ہی نہیں، حسین اور پُرکشش بھی ہے، تم کیبن میں خود ہی کہہ رہے تھے!"

"ہاں، یہ بات بھی ہے کہ اُسے دیکھ کر دل دھڑکنے لگتا ہے، سانپ کی جلد بڑی خوبصورت اور چکنی چکنی ہوتی ہے، مگر اس کے زہر سے بچنا پڑتا ہے!"

"اگر تم ناگ بن جاؤ تو وہ ناگن تمہیں کبھی نہیں ڈسے گی بلکہ تمہارے

لئے جان کی بازی لگا دے گی!"

"لیکن میں فرہاد کیسے بن سکتا ہوں، صرف صورت ایک جیسی ہو، قد و قامت ایک ہو تو بات نہیں بنتی۔ تم لوگوں کی باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ فرہاد میں بہت ہی ذہین، باصلاحیت اور خطرناک آدمی ہے جسے دُنیا کی خطرناک تنظیمیں گرفت میں لینا چاہتی ہیں، میں ایسا تو نہیں بن سکتا!"

"تم ایسے نہ سہی، تب بھی فرہاد کا رول ادا کر سکتے ہو۔ سُنو فرہاد، ٹیلی پیتھی جانتا تھا لیکن ایک دشمن عورت نے اُسے جڑی بوٹیوں کا عرق پلا دیا ہے کہ اُس کے دماغ سے خیال خوانی کی صلاحیتیں دُھل گئی ہیں، لہٰذا تم فی الحال ایسے فرہاد ہو جو ٹیلی پیتھی کی صلاحیت میں کھو چکا ہے!"

عازم نے کہا: "عجیب بات ہے، میں بھی ٹیلی پیتھی سیکھ رہا تھا، مگر شمع بینی کی مشقیں ادھوری رہ گئیں۔"

رُومانہ نے ڈانٹ کر کہا: "تم ادھوری مشقوں کی باتیں نہ کرو۔ اب یہی کہتے رہو کہ تم خیال خوانی کے ماہر تھے، مگر یہ صلاحیتیں کھو چکے ہو!"

"کیا ایسا کہنے سے دشمن مجھے زندہ چھوڑ دیں گے؟"

"تم دشمنوں کی پرواہ نہ کرو، صرف سونیا کا دل جیت لو، پھر وہ تمہیں دشمنوں سے جیت لے گی۔ تمہیں رفتہ رفتہ معلوم ہو گا کہ وہ کس طرح فرہاد کے لئے خطرناک تنظیموں سے لڑتی آئی ہے!"

"لیکن سونیا اگر مجھ سے ماضی کی بات کے بارے پوچھے یا اپنے تعلقات کا ذکر چھیڑ دے تو میں کیا جواب دُوں گا؟"

"صرف ایک جواب دو گے اور وہ یہ کہ تمہاری یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔ دیوی رتی ونتی نے تمہارے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو مٹانے کے لئے جو دوائیں پلائی تھیں، اُن کے اثر سے اب تمہارا دماغ اس قدر کمزور ہو تا جا رہا ہے کہ تم ماضی کی ہر بات بھولتے جا رہے ہو۔ صرف ایک سونیا تمہیں یاد رہ گئی ہے!"

عازم نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر کو تھام کر کہا: "مجھے سچ مچ ایسا لگ رہا ہے کہ میں سب کچھ بھول گیا ہوں۔ میں عازم ہوں، میں فرہاد ہوں، خُدایا میں کیا ہوں؟"

"شاباش!" رُومانہ نے کہا: "اگر اس طرح پاگل بن جاؤ تب بھی میرا مقصد پُورا ہو جائیگا!"

عازم نے پوچھا: "تمہارا مقصد کیا ہے؟"

ڈراگون نے سخت لہجے میں کہا: "تم مقصد نہ پوچھو، جو کچھ کہا جا رہا ہے، اُس پر عمل کرو!"

وہ بے بسی سے بولا: "یہ تو زبردستی ہے، ظلم ہے!"

"یکدم مت کرو، اس لمحہ سے تم کبھی خود کو عازم نہیں کہو گے، ورنہ میرے آدمی تمہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں گے۔ بولو۔"

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصّوں میں

تاریک نے عظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور عقل کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت —— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا —— شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اُچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کیجاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حُسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا —— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

کتابی شکل میں پہلی بار منظرِ عام پر آئی ہے

قیمت فی حصہ -/۲۰ روپے، علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

طرح مرنا چاہتے ہو یا سونیا کے عاشق بن کر زندہ رہنے کا ایک چانس لینا چاہتے ہو؟"

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ "لقمان اُمید پر جیتا ہے میں فرہاد بن کر بچانس لوں گا۔ شاید سونیا مجھے دشمنوں سے بچالے!"

ڈراگون نے کہا۔ "اب عقل آئی ہے۔ غور سے سنو، سونیا کے بیدار ہونے کے بعد جب بھی تُم سے تمہارا سامنا ہوگا، میرے لشکر آدمی کہیں نہ کہیں موجود رہیں گے۔ جیسے ہی تم سونیا کو اپنی حقیقت بتاؤ گے، وہ تمہیں گولی مار دیں گے!"

"میں کبھی اپنی اصلیت ظاہر نہیں کروں گا!"

"ٹھیک ہے!" ڈراگون نے اپنے ایک ماتحت کو اشارے سے بُلایا۔ پھر اُس سے کہا۔ "مسٹر فرہاد کو لے جاؤ اور اس کے سونے کا نظام کرو!"

عازم نے کہا۔ "اگر سونیا نے پوچھا۔ میں کہاں تھا؟ اور اس جہاز میں کیسے پہنچ گیا تو میں کیا بتاؤں گا؟"

"ٹھیک ہے تو میں کیا بتاؤں گا؟" یہ الفاظ فرہاد کے ذہن میں گونجے۔ وہ ماتحت کے ساتھ کیبن سے باہر آیا۔ ماتحت نے کیبن کا دروازہ کھولا۔ اندر ایک آرام دہ بیڈ بچھا ہوا تھا۔ ماتحت نے کہا۔ "باس! ہم نے یہاں کے تمام مسافروں کو چیک کیا ہے۔ کوئی بھی میک اپ میں نہیں ہے!"

"ٹھیک ہے!" ڈراگون نے جیب سے چابی نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا۔ ناگن کے کیبن کا دروازہ کھول دو۔ جب وہ بیدار ہو تو اسے قیدی ہونے کا شبہ نہ ہو۔ تم دُور رہ کر اس کی نگرانی کرو گے۔ کوئی مسئلہ درپیش ہو تو مجھے خبر کرنا۔ میں..... سونے جا رہا ہوں!"

وہ ماتحت چلا گیا۔ رُومانہ اور ڈراگون باتیں کرتے ہوئے وی آئی پی کیبنوں کے پاس آئے۔ ڈراگون نے ایک کیبن کا دروازہ کھول کر کہا۔ "یہ اسپیشل کیبن میری بیٹی کے لیے ہے۔ تمہارا سامان یہاں پہنچا دیا گیا ہے!"

وہ اپنے پیارے کے ساتھ کیبن میں داخل ہو گئی۔ وہاں آرام و آسائش کا ہر سامان موجود تھا۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں بستر پر گر پڑی۔ اتنے میں ایک ماتحت نے آکر ڈراگون سے کہا۔ "جناب! وہ فرہاد صاحب وہسکی طلب کر رہے ہیں! کیا انہیں شراب دے دی جائے؟"

رُومانہ پریشان ہو کر اٹھ بیٹھی۔ "اس کی شراب نوشی سارا کھیل بگاڑ دے گی، فرہاد شراب نہیں پیتا ہے!"

ڈراگون نے کہا۔ "تجھے پتہ ہے فرہاد کو جیسا فائیٹر بنایا جا رہا ہے، ایسے شخص کو تو لازماً پینا چاہیے۔ وہ پیئے بغیر کیسے لڑتا ہوگا؟"

اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ ہوش و حواس میں رہتا ہے۔ دماغوں سے کھیلنے والا خود اپنے دماغ کو نشے کا غلام نہیں بناتا!"

"میری خواہش ہے کہ میں کبھی اُسے قریب سے دیکھوں! ڈیاولو اب تم آرام کرو، میں عازم کو ڈانٹ ڈپٹ کر شراب نوشی سے باز رکھوں گا۔ اوکے سو فار....."

وہ چلا گیا۔ رُومانہ نے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا پھر لباس اتار کر باتھ رُوم میں گئی۔

جب وہ اپنے جہاز پر ہوتی تھی تو روز صبح بخنجر سے لباس میں

ورزش کرتی تھی۔ فرہاد کی جُدائی نے اُس کے ہوش اڑا دیئے تھے کئی ماہ سے اُس نے جسمانی ورزش کی طرف توجہ نہیں دی تھی، اس کے باوجود اس کے تراشیدہ بدن کا ہر زاویہ ایسا واضح اور اتنا دلکش تھا کہ اُسے دیکھ کر چھُونے کو اور چھُو کر دیکھنے کو جی چاہتا تھا!

وہ باتھ رُوم سے آکر بستر پر لیٹ گئی۔ وہ پُرسکون نہیں تھی، اس کے اندر اضطراب تھا کہ کب صبح ہوگی؟ سونیا کب بیدار ہوگی؟ اور کب عازم کو فرہاد بھیج کر اپنا لے گی؟ ایک بات کا اُسے بڑا دُکھ تھا کہ فرہاد اور سونیا کی جوڑی دُنیا بھر میں مشہور تھی۔ چور، بدمعاش، قاتل، اسمگلر اور سیاست کے بازی گر غرضیکہ دُنیا کے جتنے شاطر اور خطرناک لوگ ہیں، اُن دونوں کو ناگ اور ناگن کہتے ہیں۔ رُومانہ کے اندر حسد کی آگ بھڑک رہی تھی کہ سونیا، فرہاد کے نام سے پہچانی جاتی ہے اور فرہاد کا پتہ اکثر سونیا کے نقشِ قدم سے ملتا ہے!

خود کو قصوروار دینے لگی۔ "غلطی میری ہے کہ میں نے فرہاد کی قدر نہیں کی تھی۔ لیکن اب اُس نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ ایک بار استنبول میں اس نے دماغی رابطہ قائم کیا تھا اور بتایا تھا کہ مجھ سے دُور رہنے کے باوجود وہ میری سوچ کو پڑھتا رہا ہے اور میرے پچھتاوے کو سمجھتا رہا ہے۔ اُس نے اپنی دلی محبت کا یقین دلایا اور کسی وقت ملاقات کا وعدہ بھی کیا تھا۔ لیکن اُس دشمن دیوی نے ہمیں پھر جُدا کر دیا۔ فرہاد کی صلاحیتیں چھین لیں، ورنہ وہ اس وقت..... میرے دماغ میں حاضر ہو کر مجھے اپنا پتہ ضرور بتاتا۔ خُدا کرے اس کی صلاحیتیں اُسے واپس مل جائیں اور وہ مجھے سوچ کے ذریعے اپنا پتہ بتا دے!

ایسا سوچتے وقت اُسے خیال آیا کہ وہ دوبارہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرے گا تو سونیا سے بھی دماغی رابطہ قائم کرے گا، اس وقت عازم کو فرہاد سمجھ کر اُس پر اپنا تن من نچھاور کر بھی چکی ہوگی۔ پھر فرہاد اُس کی بے وفائی سے بدظن ہو کر صدمے سے رُومانہ کا ہو جائیگا!

"لیکن نہیں"، وہ سوچنے لگی۔ "فرہاد سوچیں پڑھنے کے بعد یہ سمجھ لے گا کہ میں نے ہی سونیا کو نقلی فرہاد کے جال میں پھنسایا ہے، پھر وہ مجھے سازشی لڑکی سمجھ کر مجھ سے نفرت کرے گا۔ لیکن کیوں؟ سونیا نے بھی میرے خلاف سازش کی تھی۔ فرہاد کی اجازت کے بغیر میں مجھے اُس کے راستے سے ہٹا دیا تھا۔ مکاری کی ابتدا سونیا نے کی، تبھی میں کہہ رہی ہوں کہ انصاف کرنا ہوگا، اُسے دونوں کو سزا دینا ہوگا یا دونوں کو معاف کرنا ہوگا!

بڑی دیر تک رُومانہ کا ذہن الجھتا رہا۔ وہ سوچتی رہی۔ پھر وہ سوچتے سوچتے سو گئی۔ جوں ہی دل و دماغ میں تجسس بھرا ہوا تھا اس صبح جلد ہی آنکھ کھل گئی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس بدلنے کے بعد وہ کیبن سے باہر آئی۔ دُور مشرقی اُفق پر جہاں آسمان اور سمندر مل رہے تھے، وہاں سے سنہرا سورج طلوع ہو رہا تھا۔ نیلے آسمان پر دُور تک

کیا

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے تیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں!

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجئے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجئے!

قیمت -/۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۴۴۹۰ کراچی

شرمیلی دوشیزہ کے رخساروں جیسی لالی چھائی ہوئی تھی۔ منظر خواہ کتنا ہی حسین ہو، رومانہ کو اُس سے دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی!

اُس نے سونیا کے کیبن کے پاس جا کر ڈارکون کے ماتحت سے پوچھا۔ "کیا ناگن بیدار ہو گئی ہے؟"

"نہیں ماڈم! وہ ابھی تک سو رہی ہیں!"

رومانہ ناشتہ کرنے کے لئے ڈائننگ ہال میں آ گئی۔ ابھی جہاز میں مسافروں کی چہل پہل نہیں تھی، بہت کم مسافر نظر آ رہے تھے، باقی خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ عازم ہمس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ "رومانہ! مجھ پر ظلم ہو رہا ہے۔ پچھلی رات مجھے پینے کے لئے ایک گھونٹ شراب نہیں دی گئی۔ میں بار بار رول ادا کر سکتا ہوں لیکن شراب ضروری ہے!"

وہ ناشتہ شروع کرتے ہوئے بولی۔ "کھاؤ اور نشیلی چیزوں کو بھول جاؤ۔ ضد کرو گے تو پیاسے آدمی تمہیں سمندر میں پھینک دیں گے اور میں چپ چاپ تماشہ دیکھتی رہوں گی!"

وہ ایک سلاد منہ اٹھا کر منہ میں لگاتے ہوئے بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تمہیں کیسے منہ لگاؤں کہ پینے کو اجازت مل جائے۔ میں سچ کہتا ہوں اس کے بغیر میرا ملاغ کام نہیں کرے گا!"

"یہ تو اچھی بات ہے کہ ہمیشہ سے تمہارا ملاغ کام نہ کرے، صرف میرے ملاغ سے کام کرو۔ یعنی ایسے فریاد کا رول ادا کرو جس کی یادداشت گم ہو چکی ہے، تمہارا نام کیا ہے؟"

"عازم! عازم بیگ...!"

"اُف۔ گدھے...!" وہ غصہ سے بولی۔

"یہ نام مجھے پسند نہیں ہے، اب مجھے کچھ اور نہ بنانا!"

"یو شٹ اپ! میں تمہیں سمجھا چکی ہوں کہ عازم کو بھول جاؤ، معلوم ہوتا ہے تم سمندر ہی میں ڈوب کر مرو گے!"

"بالکل ٹھیک... اگر سونیا پوچھے تو کہہ دینا کہ کل رات چند بدمعاش تمہیں پکڑ کر کہیں لے جا رہے تھے۔ رومانہ نام کی ایک لڑکی تمہیں ان سے چھڑا کر یہاں لے آئی۔ اب وہ کہتی ہے کہ میں تمہاری محبوبہ ہوں۔ لیکن تمہیں یاد نہیں آتا کہ تم نے رومانہ کو کہیں دیکھا ہے!"

"سمجھ گیا، میں یہی کہوں گا!"

"اگر ذرا سی بھی بھول ہوئی تو کہیں سے ایک سنسناتی ہوئی گولی آئے گی اور تمہاری زندگی کو چاٹ کر گزر جائے گی!"

"چاٹ کی بات نہ کرو۔ مجھے پینے پلانے کی باتیں یاد آتی ہیں!"

وہ اسے ناگواری سے دیکھ کر کافی پینے لگی۔ جلدی سے کافی پی کر سونیا کے کیبن کی طرف ٹہلتے ہوئے جاؤ۔ کسی سے اُس کے متعلق کچھ نہ پوچھنا۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ خود ہی تمہیں دیکھ کر تمہاری طرف بڑھے...!"

وہ کافی پی کر چلا گیا۔ رومانہ وہاں ایک گھنٹہ تک بیٹھی رہی۔ عازم نے بھی واپس آ کر یہی کہا کہ اس کے کیبن کا دروازہ بند ہے۔ شاید وہ سو رہی ہے۔ رومانہ کی بے چینی بڑھ گئی۔ وہ وقت گزارنے کے لئے وہاں سے اٹھ کر جہاز کی سیر کرنے لگی۔ دن کے دس بجے بھی جب یہ خبر ملی کہ وہ ابھی تک سو رہی ہے تو رومانہ کا پارہ چڑھ گیا۔ وہ گالی دے کر سوچنے لگی "ایرانزادی شہزادیوں کی طرح بے فکری سے سو رہی ہے۔ میں جیسے اس کی باندی ہوں کہ جاگنے کا انتظار کر رہی ہوں۔"

ڈارکون نے کہا۔ "بیٹی! میں خود حیران ہوں کہ وہ اب تک کیسے گہری نیند سو رہی ہے۔ میں بھی جا کر اُسے بیدار کر سکتا ہوں!"

وہ رومانہ کو..... جہاز کے عرشہ پر چھوڑ کر تیزی سے چلتا ہوا کیبنوں کی طرف آیا۔ پھر اُس کیبن کے دروازہ پر پہنچ کر وہ دستک دی۔ اگر موت کہیں آرام سے سو رہی ہو تو اُس سے کترا کر نکل جانا چاہئے۔ مگر کچھ لوگ ہوتے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہنے کی خوش فہمی میں اپنے پیروں پر چل کر آتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے موت کے دروازے پہ دستک دیتے ہیں۔

وہ دستک دے رہا تھا!

سونیا نیند میں کسمسانے لگی۔ اُسے محسوس ہوا جیسے خوابیدہ ذہن پہ کوئی ہتھوڑے برسا رہا ہو۔ ٹھک... ٹھک... ٹھک... ٹھک... وہ آنکھیں بند کئے بڑبڑائی۔ "اسٹاپ ناکنگ یو فول...!"

لیکن ٹھک ٹھک کی آواز آتی رہی۔ اُس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ پہلے تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کہاں ہے، یہ بھی خواب ہے یا حقیقت؟ وہ کیبن کی جس برتھ پر لیٹی ہوئی تھی، وہ بہتے کبھی کبھی آہستہ آہستہ جھکتا تھا، پھر کبھی آہستہ آہستہ اٹھتا تھا۔ وہ فوراً ہی سمجھ گئی کہ کسی جہاز کے کیبن میں ہے۔

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ چشم زدن میں یاد آ گیا کہ کمال پاشا نے اُسے اور فریاد کو دھوکے سے خواب آور کافی پلائی تھی۔ اگر وہ کمال پاشا کے گھر ہی میں سو جاتی تو ان کی موت یقینی تھی، وہ انہیں نیند کی حالت میں ماسٹروں کی تنظیم میں پہنچا دیتا۔ مگر... مگر اب میں کہاں ہوں؟

وہ برتھ سے اٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ "کیا میں ماسٹروں کے ہتھے چڑھ گئی ہوں۔ کل رات جس کمرے میں میں اور فریاد نیند سے لڑ رہے تھے، وہاں کی ایک کھڑکی سے میں نے چھلانگ لگا دی تھی۔ میرا ارادہ تھا کہ نیند کا غلبہ ختم کرنے کے لئے کہیں جا کر ٹھنڈی چیز کھاؤں گی یا لیمن اسکواش پیوں گی، پھر تازہ دم ہو کر فریاد کی مدد کے لئے واپس آؤں گی اور کمال پاشا کو اس کے فریب کی سزا دوں گی!"

کھڑکی سے باہر چھلانگ لگانے کے بعد کمال پاشا کے ایک آدمی سے ٹکرا گیا ہوا تھا۔ لیکن میں اُسے ٹھکانے لگا کر باؤنڈری وال کو پھلانگتی ہوئی بھاگتی چلی گئی۔ ہر لمحہ نیند کی گولیاں اپنا اثر دکھا رہی

تھیں، مجھے یاد نہیں کہ میں بھٹکتے بھٹکتے کہاں گر پڑی تھی، جہاں بھی گری تھی اُسی وہیں پر تھک کر سو جانے کو دل چاہا... میں نیند سے ہار گئی تھی۔

اب آنکھ کھلنے ہی جہاز کا کیبن نظر آ رہا ہے۔ میں یہاں کیسے پہنچ گئی؟ فریاد کہاں چھوٹ گیا؟ کیا میں پھر دشمنوں میں آ پھنسی ہوں۔

یہ سوچتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے دروازے کو کھولا۔ اسی لمحہ ڈراگون پھر وہ سٹنگ دینے کے لئے ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ سونیا کے ہاتھ میں وہ ہاتھ آ گیا۔ یکبارگی ڈراگون کے جسم کو زبردست جھٹکا لگا، وہ چوکھٹ کے دائیں سے گزرتا ہوا کیبن کے اندر پہنچ کر فرش پر صاحبِ فراش ہو گیا۔

"ہائے..." وہ کراہتا ہوا، اپنی کمر پکڑ کر اٹھا۔ سونیا دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی تھی۔ وہ ناگن کی طرح پھنکارتی ہوئی بولی۔ اپنے اس بہادر جیسے جسم پر ناز نہ کرنا، منٹوں میں تمہیں اپاہج بنا کر چھوڑ دوں گی۔ چپ چاپ اس بنچ پر آدمی کی طرح بیٹھ جاؤ۔"

وہ بیٹھتے ہوئے بولا "میں نے آدمی کی طرح ہی دستک دی تھی، تم نے کھلونے کی طرح اچھال دیا۔ یقین نہیں آتا کہ تم عورت ہو؟"

"یقین کرنا بھی نہیں۔ اتنی بڑی دُنیا میں صرف ایک مرد کے لئے میں عورت بن جاتی ہوں۔ چلو اب بتاؤ تمہیں یہاں کون لایا ہے؟"

"اگر میں یہ کہہ دُوں کہ تمہیں یہاں بھیجنے والے کا نام اور پتہ میں نہیں جانتا تو تم کبھی یقین نہیں کرو گی۔ بہتر ہے کہ تم پہلے میرے متعلق سن لو۔ میرا نام پیاوبرانڈو ہے، معروف عام میں ڈراگون کہلاتا ہوں۔ اس جہاز کا مالک تو کوئی اور ہے، لیکن کھلے سمندروں میں میں یہاں کا حاکم بن کر رہتا ہوں۔ اسمگلنگ میلہ دھندا ہے۔ اسمگل ہونے والے مال میں زندہ اور مُردہ انسان بھی ہوتے ہیں۔ جو پارٹیاں میرے ذریعہ تم جیسی عورتوں یا مردوں کو اسمگل کراتی ہیں، وہ میرے سامنے نہیں آتیں، کسی دلال کے ذریعہ معاملات طے ہوتے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "میرے معاملات کس طرح طے ہوئے؟"

"چار آدمی تمہیں ایک تابوت میں میرے پاس لائے تھے، ہیں اپنے ساتھی وقت میں سمجھا۔ میں نے کہا کسی کی لاش جہاز میں نہیں جا سکے گی۔ انہوں نے بتایا کہ تم زندہ ہو، مگر گہری نیند سو رہی ہو۔ میرے مشورے پر تمہیں اسٹریچر پر ڈال کر جہاز میں پہنچایا گیا۔ یہاں کے ڈاکٹر نے جعلی سرٹیفکیٹ دے دیا کہ مریضہ سفر کے قابل ہے۔ اس سلسلے میں مجھے بہت بڑی رقم دی گئی ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ کچھ لوگوں نے مجھے یہاں کیوں پہنچایا۔ اگر وہ دشمن تھے تو مجھے وہیں مار ڈالتے۔ اگر انسان دوست ہوتے تو کسی اچھی پناہ گاہ میں پہنچا کر میرے بیدار ہونے کا انتظار کرتے!"

"وہ تمہارے دشمن تھے۔ انہوں نے مجھے تمہارا نام نہیں بتایا، صرف کوڈ ورڈ زمین اتنا کہا کہ ناگ اور ناگن ایک دوسرے سے بچھڑ گئے ہیں، لہٰذا ناگ کو پکڑنے کے لئے ناگن کو زندہ رکھنا ضروری ہے!"

"اوہ! سونیا پُرخیال انداز میں بولی" اچھا تو وہ دجال نے بھیجے دشمن ہیں۔ یہ بتاؤ مجھے کہاں پہنچانے کے لئے کہا گیا ہے؟"

"کہیں نہیں، یہیں سمندر میں ایک آبدوز تمہارا انتظار کر رہی ہوگی۔ اُن کا خیال ہے کہ اس وقت تک ناگ خود تمہارے پاس آئے گا یا تم سے رابطہ قائم کرے گا، پھر وہ آبدوز والے تمہیں یہاں سے لے جائیں گے۔"

سونیا نے اُسے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تمہاری ان باتوں میں کتنے فیصد سچائی ہے؟"

"تم یقین نہ کرو، اپنے وقت پر میری سچائی ثابت ہو جائے گی۔"

"کیا مجھے اس کیبن میں قید رکھا گیا ہے؟"

"نہیں تم آزاد ہو، باہر نکل کر دیکھ لو۔"

"تم کمزور اور بزدل نظر نہیں آتے، پھر اتنی عاجزی سے کیوں باتیں کر رہے ہو؟"

"میں کاروباری آدمی ہوں، تمہارے سلسلہ میں مجھے اسی لئے معاوضہ دیا گیا ہے کہ آبدوز کے آنے تک میں تم سے دوستانہ رویہ رکھوں اور تمہیں کبھی غصہ نہ دلاؤں۔"

وہ چند ساعتوں تک اُسے گھورتی رہی۔ پھر پلٹ کر دروازے کے پاس گئی۔ اُسے کھول کر دیکھا، باہر کاریڈور میں کوئی نظر نہیں آیا۔ ڈراگون نے کہا "تم دوسروں کی... طرح ایک مسافر عورت ہو۔ باہر جا کر آزادی سے گھوم سکتی ہو۔"

وہ بولی "میرا لباس میلا اور شکن آلود ہے۔ کیا یہاں دوسرا لباس مل سکتا ہے؟"

"تمہیں یہاں بھیجنے والوں نے تمہارا سامانِ سفر بھی بھیجا ہے، اُوپر دیکھو!"

اوپری برتھ پر ایک سوٹ کیس رکھا ہوا تھا۔ سونیا نے اُسے نیچے اتار کر کھولا۔ اُس میں مختلف قسم کے لباس، سینڈلیں، میک اپ کا سامان اور دوسری ضروریات کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ سوٹ کیس کے اوپری پاکٹ میں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ رکھا تھا۔ سونیا نے اُسے کھول کر پڑھا، لکھا تھا:-

● سُپر ماسٹر کی طرف سے یہ تحفہ قبول کرو۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم تن سنور کر خود کو ماسٹروں کے سامنے پیش کرو! ●

سونیا نے اُس کاغذ کو ایک چھوٹی سی گولی بنا کر اُڑا دیا۔ پھر بولی "مسٹر ڈراگون! باہر جاؤ، میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ہاتھ دُھو

میں چلی گئی۔ اُسے نہیں معلوم تھا کہ باہر رُومانہ اور عازم اُس کے انتظار میں سُلگ رہے ہیں۔ ایک گھنٹہ بعد جب وہ کیبن سے باہر آئی تو شوخ رنگوں کے بلاؤز اسکرٹ میں کھِل رہی تھی۔ اُس نے بڑی نفاست سے ہلکا سا سوسائٹی میک اپ کیا تھا، پیروں میں اونچی ایڑی کے سینڈل تھے۔ ہاتھ میں موتیوں سے سجا ہوا پرس تھا اور اُس کے بدن پر بیش قیمت زیورات جگمگا رہے تھے۔ جس طرح دُلہن کو قربانی سے پہلے پھولوں کا ہار وغیرہ پہنا کر سجایا جاتا ہے، اسی طرح سُپر ماسٹر نے اسے سنوارنے کے لئے یہ آرائشی سامان بھیجا تھا اور سونیا بخوشی سپر ماسٹر کی خواہش پوری کر رہی تھی!

وہ ناشتہ کرنے کے لئے ڈائننگ ہال میں آئی، وہاں اچھی خاصی چہل پہل تھی۔ مختلف ممالک اور مختلف قوم و مذہب کے لوگ وہاں کھاتے پیتے اور ہنستے بولتے نظر آ رہے تھے۔ عازم کو دیکھتے ہی میز کے پاس بٹھایا گیا تھا کہ وہ داخلی دروازے سے ہی نظر آ جائے۔ سونیا اُسے دیکھتے ہی خوشی سے اچھل پڑی۔ مسرتوں کے ہجوم میں چیختی ہوئی آگے بڑھی۔ "فریاد، فریاد! تم یہاں ہو...؟"

عازم انجان بنا چُپ چاپ سر جھکائے کافی پی رہا تھا۔ سونیا نے قریب آ کر اُسے جھنجھوڑا "اے بہرے ہو گئے ہو، میری آواز نہیں سُن رہے ہو؟ کیا تمہیں مجھ سے مل کر خوشی نہیں ہو رہی ہے؟"

وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔ "مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے۔ کیا تم مجھے پہچانتی ہو؟"

وہ ناراض ہو کر بولی۔ "دیکھو فریاد! مذاق نہ کرو، ہمیں سنجیدگی سے موجودہ کنڈیشن پر غور کرنا ہوگا!"

"کیسی کنڈیشن؟ پہلے یہ تو بتاؤ کہ تم مجھے کیسے پہچانتی ہو؟ شاید تم میری مشکل آسان کر سکو!"

"کیسی مشکل؟"

"مشکل یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو بھول گیا ہوں۔ پچھلی رات سے سوچ رہا ہوں، آئینہ دیکھ رہا ہوں، مگر خود کو نہیں پہچان رہا ہوں۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں نے کل ہی رات اس جہاز میں جنم لیا ہے!"

سونیا پریشان ہو کر اس کا منہ تکنے لگی۔ وہ ہو بہو فریاد تھا۔ اُس نے عازم کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اوہ فریاد! معلوم ہوتا ہے دشمنوں نے پھر کسی طرح تمہارا برین واش کر دیا ہے!"

وہ محبت اور ہمدردی کے مارے اُس کے گلے لگ گئی۔ اُس وقت اُس کا فریاد اُس کے لئے ایک معصوم بچہ تھا جس سے ذہانت اور ٹیلی پیتھی کے تمام کھلونے چھین لئے گئے تھے۔ وہ اُسے ایک بچے کی طرح سینے سے لگا کر تسلی دینا چاہتی تھی، لیکن چند لمحوں کے بعد ہی وہ چونک کر گہری گہری سانس لینے لگی۔ پھر ایک دم سے الگ ہو گئی۔

سونگھنے کی حیرت انگیز حس رکھنے والی کو چنگنا ہی تھا کہ یوں کہ اُسے فریاد کی کوئی بُو نہیں مل رہی تھی۔

وہ پریشان ہو کر بولی "سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تمہیں کیا سمجھوں؟ اور یہ یقین بھی نہیں آتا کہ فریاد کا ایک ایسا ہم شکل بھی ہو سکتا ہے!"

وہ آگے بڑھ کر اُس کے چہرے کے کٹوں لگی۔ پھر گردن پر ہاتھ لے جا کر محسوس کرنے لگی کہ کہیں عازم نے فریاد کا ماسک نہ پہنا ہو۔ عازم نے ہنستے ہوئے اپنی گردن پر سے اُس کا ہاتھ ہٹا کر کہا۔ "مجھے گدگدی ہوتی ہے!"

وہ حیرانی سے بولی "تم نے ماسک نہیں پہنا ہے۔ تم بالکل فریاد ہو، مگر تمہارے بدن کی مخصوص بُو کیسے ختم ہو گئی؟"

"بُو؟" عازم نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم شکاری کتوں کی طرح بُو سونگھتی ہو؟"

"شٹ اپ!" وہ پھر ٹٹولتی ہوئی نظروں سے اُسے دیکھنے لگی۔ "تمہیں اس جہاز میں کون لایا ہے؟"

"ایک لڑکی۔ وہ مجھے تمہاری طرح مجھے فریاد کہتی ہے، مجھ سے عشق کرتی ہے!"

سونیا چونک کر بولی "تم سے عشق کرتی ہے، کون ہے وہ؟"

وہ! عازم اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگا۔ "ہاں، یاد آیا۔ اُس نے اپنا نام رُومانہ بتایا ہے!"

ایک دم سے سونیا کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ سر سے پاؤں تک تن گئی۔ چاروں طرف دیکھنے لگی، رُومانہ نظر نہیں آئی، مگر جہاز میں اُس کے وجود کا پتہ مل گیا تھا۔ وہ فوراً سمجھ گئی۔ بُو سونگھنے لگی۔ بُو تو وہ بہت پہلے رُومانہ کی بُو پا سکتی تھی لیکن وہ جانوروں کی طرح ہمیشہ مخصوص انداز میں سونگھنے کی عادی نہیں تھی۔ خاص موقعہ پر خاص طور سے کسی کی بُو پا لیتی تھی!

اُس نے شہتیر جیسا کہ بُو سونگھنے کے بعد ایک ہمت انگیز اٹھا کر بلند آواز میں کہا۔ "رُومانہ! تم اُدھر ہو، تم مجھ سے چھپ نہیں سکو گی، سامنے آ جاؤ!"

ڈائننگ ہال میں سناٹا چھا گیا۔ سب لوگ سونیا کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اُس کی انگلی ایک سمت سے دوسری سمت جا رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ رُومانہ اپنی جگہ بدل رہی ہے، کسی دوسری طرف جا رہی ہے۔ سونیا تیزی سے چیختی ہوئی ڈائننگ ہال سے باہر آ گئی۔ عازم بھی اس کے پیچھے تھا۔ ڈائننگ ہال کے باہر ڈراگون کھڑا تھا۔ اُس نے بھی سونیا کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ "مادام! آپ کہاں جا رہی ہیں؟"

"اپنے کیبن میں۔ کیوں کہ میری دشمن مسلح ہے!"

"آپ دیکھے بغیر کیسے کہہ سکتی ہیں؟"

"مجھے اس لڑکی کے ساتھ بابُو کی بُو بھی مل رہی ہے۔ یقیناً اُس کے پاس ریوالور ہے۔ ایک بار میں نے ریوالور دکھایا تھا، اب وہ

آ رہی ہے!"

سونیا چلتے چلتے رک گئی۔ پھر یہ کہتی ہوئی راستہ بدل دیا کہ وہ اُدھر سے آ رہی ہے۔ ڈراکون اور عازم کھڑے رہے۔ وہ دوسری طرف جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ چند لمحوں کے بعد رُومانہ وہاں پہنچ گئی۔ واقعی اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے پوچھا: "بیٹا! وہ کدھر گئی ہے؟"

ڈراکون نے شدید حیرانی سے کہا: "بیٹی! میں نے پچاس برس کی زندگی میں ایسی بلا دیکھی نہ سُنی، وہ تمہیں دیکھے بغیر سمجھ لیتی ہے کہ تم کہاں ہو اور کدھر سے آ رہی ہو اور کس نے واقعی درست کہا تھا کہ تمہارے پاس ریوالور ہے۔ اُسے بارُود کی بُو مل رہی تھی۔"

تب رُومانہ کو یاد آیا ایک بار آبنوس میں وہ ماسٹروں کی تنظیم والوں کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ وہیں پہلی بار اُسے معلوم ہُوا کہ فریاد بیٹی بھتی جا رہی ہے اور سونیا سونگھنے کی حیرت انگیز حس رکھتی ہے۔

عازم نے کہا: "وہ مجھے سُونگھ کر کہہ رہی تھی کہ میرے جسم سے فریاد کی بُو نہیں آ رہی ہے۔"

"آں؟" رُومانہ پریشان ہو کر بولی۔ "کیا اس نے تمہیں فریاد تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے؟"

"انکار تو نہیں کیا ہے، لیکن اُسے کچھ شبہ ہو رہا ہے۔"

وہ ذرا مطمئن ہو کر بولی: "اوہ پھر تو کوئی بات نہیں، صرف فریاد کی بُو نہ ملنے سے وہ ذرا شبہ تو کرتی رہے گی مگر تمہارے ساتھ ضرور لگی رہے گی تاکہ تم مجھ میں دلچسپی نہ لے سکو۔"

پھر وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔ "وہ کس طرف گئی ہے؟"

"اپنے کیبن میں۔۔۔"

رُومانہ نے کہا: "تم لوگ ٹھہرو، میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کیبنوں کے درمیان ایک راہداری میں آئی۔ سونیا کے کیبن کا دروازہ بند تھا۔ وہ سوچنے لگی: "وہ میری بُو سے سمجھ رہی ہوگی کہ میں دروازے تک پہنچ گئی ہوں۔ کیا وہ میرے ریوالور کے سامنے آنے کے لئے کیبن میں اطمینان سے بیٹھی ہوگی؟ نہیں، وہ نادان چھوکری نہیں ہے کسی دوسری جگہ میری تاک میں ہوگی لیکن اندر جا کر دیکھ لینے میں کیا حرج ہے؟"

وہ بلند آواز میں بولی: "سونیا! بدترین دُشمنوں کی طرح ملنے کا وقت آ پہنچا ہے، باہر آ جاؤ!"

اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ دروازے کی ہینگی سے کھول کر محتاط انداز میں اندر آ گئی۔ کیبن خالی تھا۔ پھر وہ باتھ رُوم کی طرف بڑھی۔ اُسی وقت کھٹاک کی زوردار آواز سُنائی دی۔ وہ اچھل پڑی۔ کیبن کا دروازہ بند ہو گیا تھا۔ باہر سے سونیا کی آواز سُنائی دی: "بے بی! کیبن میں آرام کرو، میری مرضی کے بغیر تم باہر نہیں آ سکو گی!"

رُومانہ دروازے کو پیٹتے ہوئے بولی: "پاگل! دروازہ کھول دے۔ تُو نے یہ دوسری بار مذاق سے مجھے بے بس کیا ہے۔ تجھ میں تہذیب ہے تو مجھ سے دو دو ہاتھ کر لے!"

"تیری یہ حسرت ضرور پوری کروں گی، مگر ابھی نہیں، ابھی میں فریاد کی یاد داشت واپس لانے کی کوشش کروں گی۔ ہاں، یہ تو میں بھول ہی گئی۔ یہ بتاؤ، فریاد تمہیں کہاں ملا تھا؟"

"پہلے دروازہ کھولو!"

"دیکھو، میں فریاد کے لئے پریشان ہوں۔ اس کے متعلق کچھ معلوم کرنے کے لئے دروازہ ضرور کھولوں گی۔ لیکن یہ جو فریاد ہے نا۔۔۔"

اُس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ رُومانہ نے بے چینی سے پوچھا: "ہاں کیا ہُوا؟ تم چُپ کیوں ہو گئیں؟"

سونیا نے ہچکچاتے ہوئے کہا: "میں زور سے نہیں بول سکتی۔ بات ہی کچھ ایسی ہے، آہستگی سے بول رہی ہوں غور سے سُنو!!"

رُومانہ غور سے سُننے کے لئے دروازے سے لگ گئی۔ سونیا نے کہا: "سانس لے کر معلوم کر لیا کہ شکار بالکل قریب آ گیا ہے، خطا نہیں جانے کا۔ اس نے بڑی پھرتی سے لاک میں چابی گھما کر دروازے پر ایک زور کی لات ماری۔ رُومانہ کی چیخ سُنائی دی۔ کھلنے والے دروازے سے نظر آیا، وہ کیبن کے اندر دُور جا کر گری پڑی تھی۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

سونیا جھٹ لانگ لگا کر ریوالور تک پہنچی۔ مگر وہ بھول گئی تھی کہ رُومانہ جہنم سٹک کے آسمان کی بجلی ہے۔ آسمان سے آنے والی بجلی کو بہت کم زمین پر گرتے دیکھا گیا ہے۔ رُومانہ کی برق رفتاری سے بھی یہ نہیں چلتا تھا کہ کب گرتی ہے اور کب سنبھلتی ہے۔ سونیا ریوالور اٹھانے کے لئے جھکی تو اس کے منہ پر ایک ٹھوکر پڑی۔ وہ کراہتی ہوئی سیدھی ہوئی۔ رُومانہ نے گھوم کر دوسری لات ماری۔ سونیا لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے دیوار سے لگ گئی۔

دیوار سے لگ کر اس نے ناک پونچھی کیونکہ وہاں سے لہو بہہ رہا تھا۔ رُومانہ کا اسٹارٹنگ پوائنٹ یہی ہوتا ہے۔ پہلے ہی ہلّے میں مقابل کی ناک سے لہو کے آنسو ٹپکتے ہیں۔ وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھتی ہوئی بولی: "سونیا! فریاد کو مجھ سے جُدا کرنے والی چیز پاگل! میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آئندہ زندگی کے کسی موڑ پر ہماری ملاقات بدترین دشمنوں کی طرح ہوگی۔۔۔"

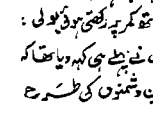

اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات پڑھنے کے لئے ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ کا تازہ شمارہ ضرور ملاحظہ فرمائیے

تازہ کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہو گئے ہیں

انسان جو کبھی نہیں بدلے گا اور کبھی پرانا نہیں ہوگا، اسی طرح یہ کہانیاں بھی کبھی پرانی نہیں ہوں گی کیوں کہ یہ کہانیاں انسانوں کی کہانیاں ہیں۔

انسان! جو بادشاہ تھے وزیر تھے، امیر تھے، فاتح تھے، ظالم تھے، رحم دل تھے۔ انسانی جذبات، احساسات، فطرت اور جبلّت جو آدم میں تھی، وہی آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ بس ماحول حالات، معاشرتی مقام اور تہذیبوں کے عروج و زوال کے مطابق ان کا طریقۂ اظہار بدلتا رہے گا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ الیاس سیتاپوری نے ماضی کے بادشاہوں کی نہیں انسانوں کی کہانیاں لکھی ہیں۔ انسانی جبلّت اور فطرت کے ساتھ زندہ رہنے والی کہانیاں۔ ان کہانیوں میں وہ سب کچھ ہے جو انسان میں ہے ــــ حسد، رشک، شماتت، رقابت، دوستی دشمنی، جفاکاری، وفاشعاری، سادگی، ریاکاری، ایثار، غداری تمرد، انکساری، بہادری اور بزدلی۔

انسانوں کی اثر انگیز کہانیوں کے مجموعے

دس کتابوں کے سیٹ کی رعایتی قیمت ۲۰۰/- روپے مع ڈاک خرچ

آج ہی اپنا آرڈر بھیج دیجیے کیوں کہ یہ کتابیں محدود تعداد میں شائع ہو رہی ہیں

کتابیات پبلی کیشنز ۔ پوسٹ بکس نمبر ۴۳ کراچی

ٹائیٹل مطبوعہ ایف اے ایم پرنٹرز پریڈی اسٹریٹ کراچی

سسپنس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی

سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

دیوتا

چوتھا حصہ

راوی:۔ فرہاد علی تیمور

مصنف:۔ محی الدین نواب

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ - کراچی - ۱

دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑی ہوئی تھیں۔ اُن کے درمیان تقریباً چھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ سونیا نے اُنگلی ہتھیلی سے اپنی ناک سے بہتے ہوئے لہو کو پونچھا، پھر ریوالور کی جانب دیکھا جو رومانہ کے قدموں میں پڑا تھا۔ اُسے ماننا پڑا کہ رومانہ بجلی ہے۔ اُسے ریوالور تک پہنچنے کا موقعہ نہیں دے گی۔

رومانہ مسکرائی، پھر اُس نے ریوالور کو ٹھوکر ماری، ٹھوکر مار کر اُسے سونیا کے پاس پہنچا دیا۔ "تم چاہو تو ریوالور اُٹھا سکتی ہو۔"

سونیا نے بے یقینی سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "تم اپنا ریوالور مجھے دے رہی ہو۔ شاید اِس خوش فہمی میں ہو کہ میں اِسے اُٹھا کر تم پر گولی نہیں چلا سکوں گی۔ اِس سے پہلے ہی تم ہمارا سفر کے کرتب دکھاؤ گی۔"

رومانہ بولی۔ "آؤ آج ہم اپنی اپنی تیزی طراری آزمالیں۔ اُن کھنڈرات میں جب ہمارا مقابلہ ہوا تھا تو میں نہیں جانتی تھی کہ تم سونگھنے کی حیرت انگیز صلاحیت رکھتی ہو۔ اِس لیے میں دھوکہ کھا گئی تھی۔ آج تم کھلی کتاب کی طرح آمنے سامنے ہیں۔ تم اپنی تمام صلاحیتیں آزمالو۔ میں تمہیں ٹھوکروں سے اڑاتی رہوں گی۔"

سونیا نے دانت پر دانت جما کر اُسے دیکھا، پھر کیبن کی دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ بیٹھنے لگی۔ اپنے قدموں کے پاس پڑے ہوئے ریوالور کو اُٹھانے کا ارادہ تھا۔ دوسری طرف سے رومانہ کسی بھی لمحہ حملہ توڑ حملہ کر سکتی تھی۔ اِس لیے وہ رومانہ کو مسلسل گھورتی جا رہی تھی اور اپنا ہاتھ ریوالور کی جانب بڑھاتی جا رہی تھی۔

برسی ہی سنسنی خیز خاموشی تھی۔ اُس خاموش کیبن میں اچانک ہی قیامت کا شور اُبھرنے والا تھا۔ چند لمحے بعد سونیا نے اپنا ایک گھٹنا فرش پر ٹیک دیا۔ رومانہ نے پھر بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔ اُس کی خاموشی نے اور زیادہ سسپنس اور دہشت پیدا کر دی تھی کہ پتہ نہیں کس لمحہ وہ بجلی چمکے گی۔

سونیا کا ایک ہاتھ ریوالور تک پہنچ گیا۔ رومانہ پہلے پتھر کے مجسمہ کی طرح ساکت تھی۔ پھر اُس میں ہلکی سی جنبش پیدا ہوئی۔ وہ ذرا سی تن گئی جیسے کرتب دکھانے سے پہلے بدن کو کھینچ رہی ہو۔ سونیا کی ساری توجہ اُس پر تھی۔ اُس نے ریوالور کی نال کو جنگل سے پکڑ کر اُٹھا لیا۔

ریوالور کو کبھی نال کی طرف سے پکڑ کر فائرنگ نہیں کی جاتی لہٰذا ابھی گولی نہیں چل سکتی تھی۔ سونیا اچانک ہی فرش پر سے اُچھل کر مرتھ پر بیٹھ گئی۔ اِس دوران ریوالور سیدھا ہو کر اُس کی گرفت میں آ گیا تھا۔ وہ غرا کر بولی۔ "اب تمہاری پھرتی کام نہ آ سکے گی۔"

رومانہ نے پوچھا۔ "کیا مجھے گولی مار دو گی؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "مارنا تو ہوتا تو تمہیں اُس کھنڈر میں ہی ہمیشہ کے لیے سلا دیتی لیکن فرہاد کسی نہ کسی دن مجھ سے تمہاری زندگی کا حساب طلب کرے گا۔"

رومانہ نے کہا۔ "مجھے بھی اِسی بات کا ڈر ہے۔ تم نے کھنڈرات میں ریوالور سے فائرنگ کر کے صدر کو چونکا دیا تھا۔ آج میں نے اُس کا بدلہ لے لیا۔ میں بھی اب تک تمہارے دو بار دشت طاری کر رہی تھی۔ ریوالور پھینک دو۔ وہ نال ہے۔"

سونیا نے بُری طرح جھنجھلاتے ہوئے ریوالور کھینچ کر مارا۔ "سور کی بچی! ابھی تک مجھے بے وقوف بنا رہی تھی۔"

رومانہ ایک طرف ہٹ گئی تھی۔ ریوالور دوسری طرف چلا گیا تھا۔ وہ بولی۔ "اِس میں ایک گولی تھی۔ میں نے عرشہ پر ایک پتے سے نشانہ لیا تھا۔ پھر اسے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تمہیں بارود کی بُو سُنگھ رہی تھی۔"

سونیا اُسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ پھر اچانک ہی مسکرانے لگی۔ آہستگی سے بولی۔ "مجھے غصہ نہیں کرنا چاہیے، واقعی میں نے تمہیں دھوکہ دیا تھا۔ آج تم نے بدلہ لے لیا۔ چلو حساب برابر ہو گیا۔"

"ارے تم تو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہو۔ اتنی جلدی مسکرانے بھی لگیں۔ حساب بھی برابر سمجھ لیا۔"

"اِس کے سوا پا رہ بھی کیا ہے۔ ہم ایک دوسرے کو فتح نہیں کر صرف نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

نقصان بھی کہ ہم میں سے کوئی کسی کو فرہاد کے راستے سے ہٹا دے گی۔"

"ہاں یہی بات ہے۔ دیکھو رمانہ میں نے چپ چاپ اپنی سے لہو لپچھ لیا۔ تم پر جوابی حملہ نہیں کر رہی ہوں۔ جانتی ہو کیوں؟"

رمانہ اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ سونیا نے کہا۔ "اِس لیے نہیں فرہاد کے لیے ہماری جنگ جاری ہے۔ وہ خود کو بھلا بیٹھا ہے۔ پھر ایسے آدمی کسی وقت بھی یہاں پہنچ کر اُس کی جان کے دشمن بن سکتے ہیں۔ ایسے وقت ہم دونوں کا فرض ہے کہ اُس کی حفاظت کی تدبیر کریں۔"

رمانہ اُس سے لڑنے کے انداز میں بحث کر سکتی تھی مگر یہ صلح کا اچھا موقعہ تھا۔ وہ سونیا کو فرہاد کی راہ سے ہٹا کر عازم کی راہ ہموار کرنا چاہتی تھی۔ اُس نے نرمی سے کہا۔ "تم معقول بات کہہ رہی ہو۔ فرہاد ہم سب کی خواہشات سے زیادہ اہم ہے۔"

"شاباش!" سونیا نے کہا۔ "اِس وقت ہمیں اپنی خود غرضی کو بالائے طاق رکھ کر صرف اپنا فرض ادا کرنا ہوگا۔ مجھے بتاؤ کہ فرہاد تمھیں کہاں ملا تھا؟"

"پہلے تم بتاؤ۔ تم نے مجھے کھنڈرات سے بھگا دیا تھا۔ کیا وہاں تمھیں مل گیا تھا؟"

"ہاں۔ اُسے لے کر استنبول گئی تھی۔ وہاں ہم کمال پاشا کی دوستی کے سبب میں آ گئے۔ اُس نے ہمیں خواب آور کافی پلا دی۔ اس سے پہلے کسی نے بتایا نہیں کیسی جڑی بوٹیوں کا عرق پلایا تھا۔ اُس کا دماغ پہلے ہی خراب کر چکا تھا۔ خواب آور کافی نے بھی اپنا کچھ اثر دکھایا ہے۔ اسی لیے یادداشت گم ہو گئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس کے بدن کی بُو بھی بدل گئی ہے؟"

رمانہ بُو کے موضوع پر بحث کر کے سونیا کے شُبہ کو تقویت نہیں دینا چاہتی تھی۔ اُس نے موضوع بدلنے کے لیے پوچھا۔

"مجھے یہ بتاؤ۔ جب تم پرنس آئی لینڈ سے فرہاد کو لے کر آئیں تو نے میرے متعلق کچھ نہیں پوچھا تھا؟"

سونیا ذرا جھینپی، پھر بولی۔ "پوچھا تھا۔ میں نے کہہ دیا کہ تم اندھے میں گر پڑی ہو۔"

"کیا فرہاد نے یقین کر لیا تھا؟"

"ہاں۔ وہ کنویں میں جھانک کر تمھیں آوازیں دیتا رہا لیکن اُس کی گہرائی میں گرنے والے نہ تو نظر آتے ہیں اور نہ آوازیں جینے کے رہتے ہیں۔ میں بڑی مشکلوں سے اُسے سمجھا بجھا کر وہاں سے لے آئی۔ پر شُبہ کر رہا تھا کہ میں نے تمھیں مار ڈالا ہے۔ بہرحال اب اِس سے کیا فائدہ؟"

"بہت فائدہ ہے۔ میں تمھاری مکاریوں کو سمجھ رہی ہوں۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ وہ دوبارہ بیلی بتھیی کا علم حاصل کرے گا تو مخالف جھوٹ اور فریب سے نفرت کرے گا۔"

"میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اُسے یہ علم دوبارہ حاصل نہیں کرنے دوں گی۔ اِسی علم کے باعث وہ بار بار میرے ہاتھوں سے نکل جاتا ہے۔"

"تم بہت ہی خود غرض ہو۔"

"ہر عورت اپنے مرد کو اپنی ذات تک محدود رکھنے کے لیے خود غرض بن جاتی ہے۔"

"خواہ اس مرد کی جان پر کیوں نہ بن آئے۔ اگر تم بیلی بتھیی کا علم حاصل کرنے کے مراقع فراہم کرتیں تو آج فرہاد اپنی یادداشت کھو کر ایسا بے دست و پا نظر نہ آتا۔"

سونیا چُپ رہی۔ وہ اپنی غلطی محسوس کر رہی تھی مگر اس بحث کو طول نہیں دینا چاہتی تھی۔ اُس نے کہا۔ "جو ہو چکا۔ وہ ہو چکا۔ تم یہ بتاؤ کہ فرہاد تمھیں کہاں ملا تھا؟"

وہ بولی۔ "استنبول کے باہر کچھ لوگ اُسے مار ڈالنے کے لیے ویران علاقہ کی طرف لے جا رہے تھے۔ میں نے ایک کار کی پچھلی سیٹ پر اُسے دشمنوں کے نرغہ میں دیکھ لیا۔ اُس کے بعد اُن کا تعاقب کیا۔"

رمانہ بہانہ بنا کر دوست کہنے کے بعد جھوٹی روداد سنانے لگی کہ کس طرح اُس نے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ ریوالور سے دو کو ہلاک کیا۔ باقی فرار ہو گئے۔ وہ فرہاد کو لے کر یہاں آ گئی۔ ڈراگرن اُس کے باپ کا دوست ہے۔ اُس نے بیٹی بنا کر اُسے اور فرہاد کو جہاز میں پناہ دی ہے۔

سونیا نے کہا۔ "تمھارے بیان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ فرہاد ماسٹرلا کی تنظیم تک نہیں پہنچا تھا۔ اُسے ویرانے کی طرف لے جانے والے پتہ نہیں کون تھے۔ سپر مارسٹر کے آدمی تو اُسے دیکھتے ہی شوٹ کر دیتے۔ کیونکہ فرہاد کے آہنی دھماکے سے انھیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اُس کے پیشِ نظر وہ فرہاد کو زندہ نہیں پکڑیں گے۔ اِسی لیے انھوں نے مجھے زندہ رکھا ہے تاکہ میرے ذریعہ اُسے گرفتار کر سکیں۔"

اُنہا کہہ کر وہ مسکرائی۔ پھر بولی۔ "اِن حالات سے تم سمجھ سکتی ہو کہ میری اور فرہاد کی جوڑی کتنی مشہور ہے۔"

رمانہ چڑ کر بولی۔ "جو دو معاشوں میں شہرت ہے۔ بہرحال ہمیں یہاں لائی ہیں۔ اب وہ میرا ہی رہے گا۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ فی الحال ہمارے جھگڑوں سے فرہاد کو نقصان پہنچے گا۔ وہ اپنی صلاحیتیں کھو چکا ہے۔ اب ہم دونوں ہی اُس کی حفاظت کر سکتے ہیں۔"

"میں تمھاری محتاج نہیں ہوں۔ فرہاد کو صرف میرا رہنے دو۔ میں تنہا اُسے دشمنوں سے دو دو لے جاؤں گی۔"

"ایسا تو میں بھی کر سکتی ہوں۔"

رمانہ نے کہا۔ "ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ چلو ہم یہ فیصلہ فرہاد پر چھوڑیں کہ وہ کس کے ساتھ رہنا پسند کرے گا۔"

سونیا بولی۔ "مگر ابھی وہ اِس قابل نہیں ہے کہ ہماری شناخت کر سکے اور سمجھ سکے کہ ماضی میں ہم دونوں میں سے کس نے اُسے زیادہ متاثر کیا ہے۔"

"ہاں۔ اسی طرح فیصلہ غیر جانب داری سے ہوگا۔ وہ تمھیں سونیا اور مجھے رمانہ کی حیثیت سے نہیں پہچانتا ہے۔ ہم دونوں اُس کے لیے نئی ہیں۔ وہ اپنی پسند سے کسی کو بھی ہمسفر ساتھی بنا لے گا۔"

سونیا کچھ سوچ کر بولی۔ "ہوں۔ ایک طرح سے یہ اچھا موقعہ ہے فرہاد شادی کے نام سے بھاگتا رہا۔ اب وہ سدا کنوارا رہنے کا نظریہ بھول چکا ہوگا۔ اگر وہ مجھے پسند کر لے تو میں اُس سے فوراً ہی شادی کرنے کے لیے کہوں گی لیکن اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ مجھے پسند کرے گا تو تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ گی؟"

"یہ شُبہ تو تم پر بھی ہے کہ وہ مجھے پسند کرے گا تو پھر کوئی مکاری دکھاؤ گی۔"

دروازے پر سے عازم کی آواز آئی۔ "میں بہت دیر سے تم دونوں کی باتیں سُن رہا ہوں۔ اے یہ بھی تو سوچو کہ میں نے تم دونوں ہی کو پسند نہ کیا تو پھر جھگڑا ہی کیا رہے گا۔"

سونیا اُسے گھور کر بولی۔ "کیا میری برسوں کی محبت اور وفاداری کا یہی صلہ ہے کہ تم مجھے بھول جاؤ۔"

رمانہ نے کہا۔ "تم دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کروں گی۔ ورنہ تمھیں اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔"

سونیا آگے بڑھ کر بولی۔ "نہیں۔ اسے محبت نہیں کہتے۔ فرہاد مجھے پسند نہ کرے۔ تب بھی میں چاہوں گی کہ یہ تمھارے ساتھ فرار ہو کر دشمنوں سے نجات حاصل کر لے۔ یہ زندہ رہے گا تو میں اِس کا نام سُن سُن کر جیتی رہوں گی۔"

یہ کہہ کر سونیا نے اپنی بانہیں عازم کی گردن میں ڈال دیں۔ عازم نے رمانہ کو دیکھا تو رمانہ نے آنکھ مار دی۔ عازم نے اشارہ پا کر سونیا سے عشق شروع کر دیا۔ اُس نے کہا۔ "سونیا! تمھاری اِن باتوں نے میرا دل محبت لیا ہے میں نہیں جانتا کہ ماضی میں ہمارے تعلقات کیسے رہے ہیں۔ لیکن ڈراگون سے جو باتیں میں نے سُنی ہیں۔ اُس سے پتہ چلا کہ ہم دونوں ناگ اور ناگن کے نام سے مشہور ہیں۔"

سونیا خوش ہو کر بولی۔ "سچی محبت رنگ لاتی ہے۔ تھینکس گاڈ تم سب کچھ بھول کر بھی میری قدر کر رہے ہو۔"

رمانہ نے پھر ایک بار آنکھ مار کر ناراضگی ظاہر کی۔ سخت لہجے میں بولی۔ "فرہاد! یاد کرو تم نے مجھے بھی محبت کے سبز باغ دکھائے ہیں۔ تم پر میرا بھی حق ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "رمانہ تم اپنی زبان سے پھر رہی ہو۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ فرہاد اگر تمھیں پسند کر لے تو تم راستے سے ہٹ جاؤ گی۔"

وہ بولی۔ "لیکن اتنی جلدی فرہاد نے فیصلہ کیسے کر لیا۔ مجھے بھی اپنی محبت اور وفاداری ثابت کرنے کا موقعہ ملنا چاہیے۔"

عازم نے کہا۔ "اِس وقت مجھے اپنی زندگی سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ کوئی آبدوز آنے والی ہے۔ اگر تم لوگوں کے کہنے کے مطابق میں فرہاد ہوں تو وہ مجھے اور سونیا کو پکڑ کر لے جائیں گے۔ انسانی ہمدردی کا تقاضہ ہے کہ تم مجھے اور سونیا کو یہاں سے جانے دو۔"

رمانہ دونوں مٹھیاں بھینچ کر غصہ سے بولی۔ "تم ہرجائی ہو۔ خود غرض ہو۔ تمھیں صرف اپنی زندگی سے پیار ہے۔ دُور ہو جاؤ میری نظروں سے۔ گیٹ آؤٹ....."

سونیا عازم کا ہاتھ پکڑ کر کیبن سے باہر لے آئی۔ اُن کے جاتے ہی رمانہ نے غصے سے دروازہ بند کیا۔ پھر بے اختیار مسکرانے لگی۔ سونیا کو نقلی فرہاد کے ساتھ بھگانے کا منصوبہ کامیاب ہو رہا تھا۔

کیبن کے باہر سونیا نے راہداری سے گزرتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! تمھاری یادداشت گم ہونے کے باوجود تم نے بڑی ذہانت سے مجھ پر انحصار کیا ہے۔ اور ناگ اور ناگن کے حوالے سے میری محبت کو پہچانا ہے۔"

عازم نے پریشان ہو کر کہا۔ "پتہ نہیں میں کتنا ذہین ہوں۔ خدا کے لیے پہلے یہاں سے فرار ہونے کا بندوبست کرو۔ ورنہ وہ آبدوز والے مجھے فرہاد سمجھ کر اُٹھا لے جائیں گے۔"

موسیقی کی الف، ب، ت کا قاعدہ
گانا سیکھنے کے لیے نہایت موزوں کتاب

ابجد موسیقی

پروفیسر کے ناموں گلوکار مہدی حسن کہتے ہیں کہ:
یہ کتاب اُن لوگوں کے لیے ہے جو موسیقی میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کی باریکیوں سے واقف ہونا چاہتے ہیں۔ یہ کتاب بہت آسان اور عام فہم انداز میں لکھی گئی ہے۔ پڑھنے والے کو کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ اور وہ بہت جلد اس کتاب سے استفادہ حاصل کر سکیں گے۔ اور اُن کو یہ محسوس ہوگا کہ استاد سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ اس کتاب میں وہ تمام باتیں سمو دی گئی ہیں۔

موسیقی کے اُستاد نظام الدین خاں کہتے ہیں کہ:
اس کتاب کا ہر لفظ اُن لوگوں کے لیے لکھا گیا ہے جو موسیقی کی طرف رغبت رکھتے ہیں اور اس کی باریکیوں سے واقف ہونا چاہتے ہیں۔ یہ کتاب بہت آسان اور عام فہم انداز میں لکھی گئی ہے۔ پڑھنے والے کو کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ اور وہ بہت جلد اس کتاب سے استفادہ حاصل کر سکیں گے۔ اور اُن کو یہ محسوس ہوگا کہ استاد سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ اس کتاب میں وہ تمام باتیں سمو دی گئی ہیں۔

معروف ادیب صحافی شکیل عادل زادہ کہتے ہیں کہ:
یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے ہے جو موسیقی کا شوق رکھتا ہے اور اس کی باریکیوں سے واقف ہونا چاہتا ہے۔ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے ہے جو موسیقی کی تعریف سننا چاہتا ہے۔ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے ہے جو موسیقی کی تعریف سننا چاہتا ہے۔ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے ہے جو موسیقی کی تعریف سننا چاہتا ہے۔

جوان نسل معروف شاعر جمال احسانی کہتے ہیں کہ:
اس کتاب کے لکھنے والے نے بڑی محنت کی ہے۔ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے ہے جو موسیقی کی تعریف سننا چاہتا ہے۔ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے ہے جو موسیقی کی تعریف سننا چاہتا ہے۔ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے ہے جو موسیقی کی تعریف سننا چاہتا ہے۔

کتابیات پبلی کیشنز، پوسٹ بکس ۱۰۳۲ کراچی ۳۲۰۰

"تم تو فرہاد ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ خود کو نہیں پہچان رہے ہو، بہرحال میں ابھی ڈراگون سے بات کرتی ہوں۔"

وہ دونوں ڈراگون کے پاس پہنچ گئے۔ سونیا نے کہا۔ "مسٹر! میں فرہاد کے ساتھ یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"

ڈراگون نے حیرانی سے کہا۔ "یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا جہاز سے باہر جاکر سمندر میں ڈوبنا چاہتی ہو؟"

"نہیں تم جیسے گھاگ اسمگلر کے پاس فرار ہونے کے لیے موٹر بوٹ یا لائف بوٹ ضرور ہوگی۔"

"نہیں ہے۔"

"ہے۔ مجھ سے ضد نہ کرو۔ اس پُراسرار پارٹی کی ہدایت یاد کرو۔ وہ تمہیں وارننگ دے چکے ہیں کہ مجھے کسی معاملہ میں چھیڑا نہ جائے، ورنہ آئندہ رویہ اختیار کیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اب بھی تمہارا دوست ہوں لیکن دوستی میں اپنے بار بار کا نقصان نہیں کرسکتا۔ تم میرے جہاز میں ایک پُراسرار پارٹی کی امانت ہو۔ جب وہ تمہیں لینے آئیں گے تو میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم فرار ہوگئیں اور میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہا۔"

"درست کہتے ہو مسٹر ڈراگون! اگر تمہارے جہاز میں تباہی پھیل جائے تو تم خاموش بیٹھے نہیں رہو گے۔"

"کیا مطلب؟" ڈراگون نے ناگواری سے پوچھا۔ "کیا تم یہاں تباہی پھیلاؤ گی؟"

وہ بولی۔ "مرنے کیا نہ کرنے والی بات ہے۔ میں کوئی بچکی بچائی ہانڈی نہیں ہوں کہ تم مجھے آبدوز والوں کے حوالے کردو گے جب میں دیکھوں گی کہ ڈوبنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے تو فرہاد کی قسم اس جہاز کو ڈبو دوں گی۔"

وہ تیزی سے پلٹ گئی۔ عازم کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چل گئی۔ ڈراگون کے ماتھے پر شکنیں پھیل گئی تھیں۔ وہ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ سونیا کے خلاف محاذ آرائی کرنی ہوگی۔ آبدوز کے آنے تک اُسے زنجیروں میں جکڑ کر رکھنا ہوگا۔

اُس نے اپنے ایک ماتحت کو بلا کر کہا۔ "اپنے دو آدمیوں سے کہو کہ اُس ناگن پر کڑی نظر رکھیں اور تم لیڈی سارا کو بلا کر یہاں لے آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد رُومانہ آگئی۔ ڈراگون نے اُسے دیکھتے ہی کہا۔ "تمہارا منصوبہ میرے لیے مصیبت بن گیا ہے۔ وہ عازم کو فرہاد سمجھ کر اُس کے ساتھ فرار ہونا چاہتی ہے۔"

وہ کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "اُسے فرار ہونے دو۔ تمہارا کیا جاتا ہے؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو؟ آبدوز والے کہیں گے کہ میں نے اُسے بھگایا ہے۔ وہ کبھی یقین نہیں کریں گے کہ میرے اتنے آدمیوں کو وہ مار پیٹ کر یہاں سے نکل گئی ہے۔"

"پتا، وہ یقین کرلیں گے کیونکہ جس تنظیم کے لوگ پکڑنے آرہے ہیں اُن کے اہم ترین آدمی سونیا اور فرہاد کے ہاتھوں مارے گئے ہیں، وہ یقین کرلیں گے۔"

"نہیں سارا! تم سونیا کو اصل فرہاد کے راستے سے دُور بھگانے کے لیے ایسا کہہ رہی ہو۔"

"میں اس لیے بھی کہہ رہی ہوں کہ یہ جہاز سونیا کے ہاتھوں تباہی سے محفوظ رہے گا۔"

وہ دانت پیس کر بولا۔ "میں اچھے اچھے بدمعاشوں کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک چکا ہوں۔ تم سونیا کو راستے سے ہٹانا ہی چاہتی ہو تو وہ ہمارے ہاتھوں سمندر کی تہہ میں جائے گی۔"

"پتا! میری دلی خواہش ہے کہ سونیا مرجائے اور فرہاد صرف میرا ہوجائے لیکن کسی دن بھی فرہاد ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرے گا تو مجھے سونیا کی قاتلہ کی حیثیت سے پہچان لے گا۔ لہٰذا فرہاد کا دل جیتنے کے لیے میں سونیا کو مرنے نہیں دوں گی۔"

"اور اگر کبھی فرہاد نے پوچھا کہ تم نے سونیا کو نقلی فرہاد کی آغوش میں کیوں پہنچا دیا تو؟"

"تو میں جواب دوں گی کہ مکاری کی ابتدا سونیا سے ہوئی تھی۔ نقلی فرہاد میرے سامنے بھی آیا لیکن میں نے اصلیت جان لی۔ طور پر رفتہ رفتہ مرد کے فریب سے بچتی ہے۔ اگر سونیا اُس کی اصلیت نہ جان سکے تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"نہیں سارا! جس طرح تم اُسے موت سے بچا سکتی ہو، اسی طرح غلطی سے بھی بچا سکتی ہو۔ فرہاد سونیا کی اس غلطی کا حساب اُسے لے گا۔"

وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ تذبذب میں پڑ گئی۔ وہ چشم تصور میں دیکھ رہی تھی کہ فرہاد اُس کے سامنے آگیا ہے اور اُس سے کہہ رہا ہے۔ "رُومانہ! جس طرح تم نے اپنے حُسن و شباب کو میری امانت سمجھ کر سنبھال رکھا تھا۔ اسی طرح سونیا کو بھی تم سنبھال سکتی تھیں۔ جواب دو کہ تم نے اصل فرہاد کے راستے سے اسے ہٹانے کے لیے مقابلے ساتھ لگا دیا ہے۔ تم نے اُسے نقلی فرہاد کی تنہائی میں کیوں بھیج دیا۔ جواب دو؟"

رُومانہ پریشان ہوکر ڈراگون کو دیکھنے لگی۔ "پتا! میں کیا کروں؟"

"کچھ بھی اُس کی شکل دیکھ کر اُسے فرہاد سمجھیں گے۔ اُس کے بچاؤ کی صرف ایک صورت ہے کہ فرہاد بن کر سونیا کی محبت اور دلجوئی سے فائدہ اُٹھائے مگر میں اُسے ہٹا نہیں سکتی۔ مے نوش کے سلسلہ میں ایک بار اُسے ناراض ہوا آبدوز کے آنے سے پہلے وہاں سے فرار ہوجائے۔ لہٰذا اُس نے رُومانہ کو تعجب سے دیکھ کر پوچھا۔ "ڈراما! تم کون سا ڈراما ختم کرنے کو کہہ رہی ہو؟"

"تم خواہ مخواہ اب تک پریشان ہوتی رہیں، سونیا کو اُس کے حال پر چھوڑ دو۔ میں اُس سے نمٹ لوں گا۔"

"یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ اب اُس کے خلاف کوئی قدم اُٹھانے سے اُس پیٹیل کی سلامتی کے لیے میں آپ کے خلاف ہوجاؤں گی۔"

ڈراگون نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ میں سونیا کو تری سے سمجھا لوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ رُومانہ بھی وہاں سے اُٹھنا چاہتی تھی۔ اتنے میں سونیا اور عازم آگئے۔ وہ بولی۔ "سونیا! یہاں بیٹھو۔ میں ایک اہم بات کرنا چاہتی ہوں۔"

سونیا اور عازم بیٹھ گئے۔ سونیا نے کہا۔ "بات کرو، مگر مکاری کی نہیں۔"

"میں اب تک مکاری سے پیش آرہی تھی مگر اب سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں کہ یہ فرہاد نہیں ہے، اُس کا نام عازم ہے۔"

سونیا نے ایک زور کا قہقہہ لگایا۔ "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تم کوئی نئی چال چلو گی۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ کیا تم بُرے سے نہیں پہچان سکتیں؟"

"بے شک! مجھے کسی حد تک شُبہ ہے لیکن بُرا وقتی طور پر بدلتی ہے۔ بہت پہلے کی بات ہے۔ میں ماسٹر یوشے کے ساتھ فرہاد کو شکار کرنے کے لیے پاکستان گئی تھی۔ میں اُس کی بُو پاکر ماسٹر یوشے کو اُس کی راہ پر لگانا چاہتی تھی لیکن اُس نے اپنے بچاؤ کا عجیب طریقہ اختیار کیا۔ اپنے بدن پر خوشبو چھڑکنے لگا۔ تیز خوشبو کے باعث اُس کی اپنی مخصوص بُو چھپ گئی تھی۔ میں اُسے تلاش کرنے میں ناکام رہی۔

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بعض حالات میں انسان کے آس پاس ایسی خوشبو یا بدبُو ہوتی ہے کہ اُس کی اپنی مخصوص بُو وقتی طور پر دب جاتی ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی جنس تبدیل کرے، یعنی قدرتی عورت اپنی ذہانت سے مرد کے فریب سے بچتی ہے۔ اگر سونیا اُس کی اصلیت جان لی۔ طور پر رفتہ رفتہ مرد سے عورت بنا جائے تو ہارمونز کی کمی یا بیشی کے باعث اُس کے جسم کی بُو تبدیل ہوجاتی ہے۔"

عازم نے دیدے پھاڑ کر پوچھا۔ "تمہارا کیا مطلب ہے، کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں مرد سے عورت بن رہا ہوں؟"

سونیا نے کہا۔ "ہاں۔ میں سنجیدگی سے سوچ رہی ہوں کہ کہیں معاشوں غلطی سے بھی بچا سکتی ہو۔ فرہاد سونیا کی اس غلطی کا حساب اُسے لے گا۔"

ہارمونز نے بے بس کردیا تھا۔ یہ لاشعوری طور پر اپنی حرکتوں سے خود کو فرہاد ثابت کر رہا ہے۔"

"سونیا! یہ فرہاد نہ ہوا تو بعد میں تم پچھتاؤ گی۔"

"تم میری ہمدرد کیوں بن گئی ہو؟"

"اس لیے کہ میں اپنے فرہاد کو شکایت کا موقعہ نہیں دینا چاہتی۔ ایک دن وہ مجھ سے کہے گا کہ میں نے تمہیں اتنی بڑی غلطی سے باز کیوں نہ رکھا؟"

"اچھا تم نے مجھے غلطی سے باز رکھنے کا فرض ادا کردیا۔ اب میں باز نہ آؤں تو یہ میری غلطی ہوگی۔ کیوں فرہاد! ٹھیک ہے نا؟ تم رُومانہ کو کبھی الزام نہ دینا۔ چلو یہاں بیٹھنا مناسب نہیں ہے۔"

وہ عازم کے بازو میں بازو ڈال کر وہاں سے جانا چاہتی تھی۔ پھر دُور سے ڈراگون کو آتے دیکھ کر رُک گئی۔ رُومانہ ایزی چیئر پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "پتا! اِدھر آؤ۔ دیکھو میں نے سونیا کو حقیقت بتا دی ہے لیکن پھر بھی یہ عازم کو فرہاد سمجھنے پر مصر ہے۔"

ڈراگون نے قریب آکر کہا۔ "ٹھیک ہے سارا! تم نے اپنا فرض ادا کردیا۔ اب سونیا اپنی مرضی سے دھوکہ کھانا چاہے تو ہم کیا کرسکتے ہیں؟"

سونیا نے کہا۔ "میں خوب سمجھتی ہوں، تم چاہتے ہو کہ میں اُسے فرہاد کی نقل سمجھوں اور کسی خیالی فرہاد کے انتظار میں فرار ہونے کا ارادہ ترک کردوں۔ نہیں مسٹر ڈراگون! میں پھر ایک بار سمجھاتی ہوں کہ اپنی موٹر بوٹ میرے حوالے کردو۔ آئندہ زندگی کے کسی موڑ پر میں بھی تمہارے کسی کام آؤں گی۔"

ڈراگون نے کہا۔ "سونیا! تمہاری جیسی عورت سے دوستی قائم رکھتے ہوئے مجھے بےحد خوشی ہوگی لیکن تم ہی بتاؤ کہ تمہارے فرار ہونے کے بعد وہ لوگ مجھ سے کس بُری طرح پیش آئیں گے۔"

تم کہہ سکتے ہو کہ فرہاد یہاں پہنچ گیا تھا اور ٹیلی پیتھی کے ذریعہ تمہیں ذہنی اذیتیں پہنچا رہا تھا۔ لہٰذا تم سونیا اور فرہاد کو فرار ہونے سے نہ روک سکے۔"

رُومانہ نے کہا۔ "پتا! میں سونیا کی حمایت کروں گی۔ پلیز آپ موٹر بوٹ ان کے حوالے کردیں۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اُس نے اپنے ایک ماتحت کو بُلا کر کہا۔ "جاؤ یاں لے کر ایمرجنسی روم میں آؤ۔"

ماتحت ایک طرف چلا گیا۔ ڈراگون، سونیا، رُومانہ اور عازم جہاز کے نچلے حصہ کی طرف چلنے لگے۔ ڈراگون نے کہا۔ "اس موٹر بوٹ میں زیادہ سے زیادہ چار آدمی سفر کرسکتے ہیں۔ تم تو میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔"

سونیا اپنی جگہ سے اُٹھتی ہوئی بولی۔ "ہر شخص اپنا سب کچھ بھول چکا ہو اور ایک معصوم بچے کی طرح سہارے کا محتاج ہو۔ اُس پر ہاتھ اُٹھانا دانشمندی یا دلیری نہیں ہے۔"

"تو پھر یہ مجھے غصہ کیوں دلا رہا ہے؟"

"یہ مجھے بھی اکثر غصہ دلایا کرتا تھا۔ یہ لاشعوری طور پر اپنی حرکتوں سے خود کو فرہاد ثابت کر رہا ہے۔"

رُومانہ غصہ سے اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ "عازم! تم چالاک بننے کی کوشش کرو گے تو میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔"

سے زیادہ ایک ہفتہ کا راشن اور پانی رکھا جا سکتا ہے۔ اتنا ہی ڈیزل اور پٹرول ہوگا۔ موٹر بوٹ میں قطب نما اور نقشہ موجود ہے۔ اگر ایک ہفتہ کے اندر تم دونوں خشکی تک نہ پہنچ سکو گے تو پھر اس سمندر میں بھوکے پیاسے مرنے کی نوبت آجائے گی۔"

سونیا نے کہا: "کوئی بات نہیں۔ ہم ایک ہفتہ تک تو زندہ رہیں گے۔"

وہ جہاز کے بڑے بڑے انجنوں کی طرف سے گزرتے ہوئے ایک دروازے کے سامنے پہنچے، جس پر ایمرجنسی ایگزٹ لکھا ہوا تھا۔ ڈراگون کا ماتحت چابیاں لے کر آگیا۔ ڈراگون نے دروازے کے لاک میں ایک چابی ڈالی۔ پھر حیرانی سے بولا: "ارے یہ تو کھلا ہوا ہے۔ اندر کون ہے؟"

اندر سے آواز آئی: "تمہاری موت۔ دروازہ کھولنے والا جہنم میں پہنچ جائے گا۔"

وہ لوگ دروازے کے دونوں طرف دیوار سے لگ کر کھڑے ہوگئے۔ سونیا نے ڈراگون کو گھورتے ہوئے پوچھا: "مجھے روکنے کے لیے تم کوئی چال تو نہیں چل رہے ہو؟"

وہ ناگواری سے بولا: "تمہارے تشکر و تشکر کا میرے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔"

سونیا نے چیخ کر کہا: "میں اندر والوں کو وارننگ دیتی ہوں کہ باہر آجاؤ، ورنہ اس ایمرجنسی ایگزٹ کو ہینڈ گرینیڈ سے اڑا دیا جائے گا۔"

اندر سے آواز آئی: "اس سے پہلے ہی ہم نے ایگزٹ کا دروازہ کھول رکھا ہے اور ہم موٹر بوٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ دروازہ کھلتے ہی ہم فائرنگ کریں گے اور موٹر بوٹ کرلے کر کھلے سمندر میں چلے جائیں گے۔"

"آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"فرہاد کو تمہارے ساتھ دیکھ لینے کے بعد اور کیا چاہیں گے؟ صرف یہ کہ تم دونوں آبدوز کے آنے تک خرافت سے جہاز میں رہو۔ سپر ماسٹر کوئی نادان بچہ نہیں ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ بیچ سمندر میں فرار ہونے کا یہی ایک راستہ ہے جسے اب بند کر دیا گیا ہے۔"

سونیا نے آہستگی سے پوچھا: "مسٹر ڈراگون! کیا سمندر کی طرف کھلنے والا دروازہ کسی طرح بند نہیں کیا جا سکتا؟"

"نہیں۔ اس دروازے کو کھولنے اور بند کرنے والی کل اسی کمرے میں ہے۔ ہم باہر سے کچھ نہیں کر سکتے۔"

وہ جھنجلا کر بولی: "جب ہم کچھ نہیں کر سکتے ہیں تو پھر میں انہیں بھی آرام سے نہیں بیٹھنے دوں گی۔ انہیں یہاں سے بھگاؤں گی تاکہ وہ کھلے سمندر میں دن کے وقت دھوپ میں جلیں اور رات کو مچھروں سے بھنبھناتے رہیں۔ کیا تمہارے پاس ریوالور ہے؟"

ڈراگون نے کہا: "نہیں ہے۔ تم کیا کرنا چاہتی ہو۔ پلیز انہیں یہاں سے بھاگنے پر مجبور نہ کرنا۔ میری تیس ہزار ڈالر کی موٹر بوٹ مل جائے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سونیا نے گھوم کر دروازے پر ایک لات ماری۔ پھر ٹبی پھرتی سے ایک طرف ہوگئی۔ دروازہ ایک جھٹکے سے کھلتے ہی ٹھائیں ٹھائیں کی آواز گونجی۔ موٹر بوٹ کا انجن غرایا۔ سونیا نے پرس میں سے آئینہ نکال کر دیکھا۔ اندر دو منظر دکھائی دے رہا تھا۔ موٹر بوٹ تیزی سے پھسلتی ہوئی ایگزٹ سے نکل رہی تھی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھنے والے نے آئینہ کی طرف فائر کیا۔ سونیا نے ہاتھ ہٹا لیا۔ یہ سب کچھ جیسے چشم زدن میں ہوا۔ پھر سناٹا چھا گیا۔

وہ سب دوڑتے ہوئے اندر آئے۔ ایگزٹ ڈور کے باہر دور تک موٹر بوٹ تیزی سے جاتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ ڈراگون نے سونیا کو گھونسہ دکھاتے ہوئے کہا: "میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔ وہ میری موٹر بوٹ لے گئے۔ تم نے انہیں بھگا کر کیا پالیا؟"

"وہ اطمینان جو دشمنوں کو میدان سے بھگا کر حاصل ہوتا ہے۔ اب میں دیکھوں گی کہ اس جہاز میں اور کتنے دشمن ہیں؟"

"ارے تو کیا مجھے اور نقصان پہنچاؤ گی؟ دیکھو سونیا! اب تو فرار کا راستہ نہیں رہا۔ وہ آبدوز والے ضرور آئیں گے اور انہیں ضرور پکڑ کر لے جائیں گے۔ تم ان کا غصہ مجھ پر کیوں اتار رہی ہو۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر چلی گئی۔ عازم اس کے پیچھے لپکا تھا۔ رومانہ ناگواری سے بولی: "یہ تو اس کی دم کی طرح پیچھے لگ گیا ہے نان سنس۔"

ڈراگون نے ایگزٹ ڈور کو بند کرتے ہوئے کہا: "آؤ چلیں! ہمارے اوپر آدمیوں کو تحفظ اور مہنگا ہوگا۔ یہ عورت کسی وقت بھی ہنگامہ کر سکتی ہے۔"

رومانہ نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا: "پتا! مجھے ایک اسٹین گن اور کچھ ہینڈ گرینیڈ کی ضرورت ہے۔"

"کیا اب تمہارا دماغ خراب ہو رہا ہے؟"

"آپ جو بھی سمجھیں۔ میں سونیا کو دشمنوں کے ہتھے نہیں چڑھنے دوں گی۔"

"تم عورتوں کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ کچھ دیر پہلے سونیا کو راستے سے ہٹانا چاہتی تھیں۔ اس کی موت کی تمنا کر رہی تھیں۔"

"اب بھی یہی تمنا ہے لیکن آنکھوں کے سامنے مرتے یا معصیت میں گرفتار ہوتے دیکھوں گی اور اس کی سلامتی کے لیے جدوجہد نہیں کروں گی تو فرہاد کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔"

وہ جھلا کر بولا: "تم سب جہنم میں جاؤ، میرا سکون برباد ہو گیا ہے۔"

"پتا! میرے اللہ سونیا کے جہنم میں جانے کا تماشہ یہاں کے تما

مسافر ڈوبتے ڈوبتے دیکھیں گے۔ ان مسافروں میں تم بھی شامل ہو۔"

وہ زینے پر چڑھتے ہوئے اوپر آئے۔ ڈراگون نے کہا: "اچھا جاؤ۔ ابھی میرا دماغ نہ کھاؤ۔ میں سوچوں گا کہ تمہیں اسٹین گن وغیرہ دینا چاہیے یا نہیں؟"

وہ اپنے کیبن کی طرف چلا گیا۔ رومانہ نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ اب شام ہو رہی تھی۔ وہ ڈائننگ ہال کی جانب بڑھ گئی۔ وہاں ایک میز کے اطراف سونیا اور عازم کھانے میں مصروف تھے۔ عازم نے کہا: "تم ایسے اطمینان سے کھا رہی ہو جیسے برسوں زندہ رہنا ہے۔ خدا کے لیے کچھ سوچو۔"

وہ لقمہ چباتی ہوئی بولی: "جو لوگ موت کے ڈر سے سوچتے ہیں وہ احمق ہیں۔ اے موت تو آئے گی ہی۔ ہمیں اچھی طرح کھا پی کر موت کے خلاف جینے کی تیاری کرنا چاہیے۔ تعجب ہے کہ یاد داشت گم ہوتے ہی تم اتنے بزدل کیوں بن گئے ہو؟"

وہ میز پر گھونسہ مارتے ہوئے بولا: "کس کی یاد داشت گم ہوئی ہے؟ جہنم میں گیا تمہارا فرہاد۔ میں سمجھ رہا تھا کہ فرہاد دن کو رہبوں گا تو تم میرے پاؤں کی تدبیر کرو گی۔ اب کیا خاک کرو گی؟ موٹر بوٹ تو وہ لے گئے۔ لعنت ہے تمہارے کھانے پر۔ حلق تک ٹھونسے جا رہی ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی: "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

"مجھے فرہاد ہو گیا ہے۔ نہیں پہلے فرہاد ہوا تھا۔ اب عازم ہو گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں مرنے سے پہلے اتنی خراب بیٹیوں گا کہ موت کا چہرہ نظر نہیں آئے گا۔"

وہ ہمدردی سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی: "اس حرام زادی رومانہ نے تمہیں ذہنی طور پر مار ڈالا ہے۔ پتہ نہیں اس کی پلائی ہوئی دوائیں کیا کیا اثر دکھائیں گی۔ مجھے ڈر ہے کہ تم پاگل نہ ہو جاؤ۔"

وہ ہاتھ جھٹک کر کھڑا ہو گیا: "ہاں میں پاگل ہوں۔ مجھے تو اسی وقت پاگل ہو جانا تھا جب میں یہ صورت لے کر پیدا ہوا تھا۔ یہاں تو کوئی مجھے عازم نہیں سمجھے گا۔ ہائے شبانہ! دیکھو میں تم سے بچھڑ کر کیسے موت کے منہ میں جانے والا ہوں۔"

"یہ تم کس شبانہ کو پکار رہے ہو؟"

"اپنی بیوی کو۔ تم کون ہوتی ہو پوچھنے والی۔ شبانہ... شبانہ..."

سونیا اٹھ کر کھڑی ہو گئی: "ارے کیا تم سچ مچ پاگل ہو گئے ہو؟"

اتنے میں رومانہ وہاں پہنچ گئی۔ اس نے کہا: "یہ پاگل نہیں ہے۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ اس کا نام عازم ہے اور یہ استنبول میں اپنی بیوی شبانہ سے بچھڑ گیا ہے۔"

سونیا نے ناگواری سے پوچھا: "کیا تم فرہاد کے پاگل پن سے فائدہ اٹھا کر مجھے احمق بنانا چاہتی ہو؟"

"یہ فرہاد ہے یا نہیں۔ ابھی پتہ چل جائے گا۔"

رومانہ نے تتلوں کی جیب سے چند ڈالز نکال کر عازم کو دیتے ہوئے کہا: "جاؤ پیٹو اور مزے کرو۔"

عازم وہ چند نوٹ لے کر دوڑتا ہوا کاؤنٹر پر گیا۔ سونیا حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ کاؤنٹر پر پہلا پیگ ملتے ہی عازم نے ایک عادی شرابی کی طرح ایک ہی سانس میں ساری وہسکی حلق سے اتار لی۔ پھر وہ کاؤنٹر پر شیشے کے جام کو پٹخ کر بولا: "کیا مجھے سمجھ کر ایک بوند پلاتے ہو۔ بوتل لاؤ۔ میں سالی سونیا کو بتاؤں گا کہ فرہاد کے باپ نے بھی کبھی اتنی نہ پی ہو گی۔"

سونیا ایک گہری سانس لے کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ رومانہ نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا: "اب یقین آیا؟"

"ہاں۔ بہت پہلے فرہاد کا برین واش کیا گیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو بھول گیا تھا۔ اس کے باوجود اس نے شراب نہیں پی تھی۔ یہ تو پی رہا ہے۔"

رومانہ نے کہا: "شکر ہے کہ تمہیں عقل آگئی۔"

سونیا عازم کو دیکھے جا رہی تھی: "تعجب ہے۔ میں نے آج تک کسی انسان کی ایسی مکمل کایا کلپ نہیں دیکھی۔ اب بھی فرہاد سمجھ کر دل اس کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔"

"تو پھر چلی جاؤ اس کی آغوش میں۔"

سونیا ہنستی ہوئی بولی: "میں کیا اس کی آغوش میں جاؤں گی؟ یہ خود ہی جہنم میں جائے گا۔ بے چارہ جیتا چلا آتا ہی رہے گا مگر سپر ماسٹر کے آدمی اسے فرہاد سمجھ کر لے جائیں گے۔"

رومانہ مسکراتی ہوئی بولی: "مجھے بھی اس بات کی خوشی ہے کہ دشمن دشمن کا کھا جائیں گے اور ہمارے فرہاد سے ان کی توجہ ہٹ جائے گی۔"

رومانہ نے ہمارا فرہاد کہا تو سونیا جل کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ فرہاد کو صرف اپنی جاگیر سمجھتی تھی لیکن اس وقت رومانہ سے الجھنا مناسب نہ تھا۔ وہ صبر کرتی ہوئی بولی: "دشمن کو مزید فریب دینے کے لیے ہمیں عازم سے دلچسپی لینی ہو گی۔"

رومانہ نے تائید کی: "ہاں مگر مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو کہ مجھے اس سے کوئی لگاؤ ہے؟"

"تم تو ناراض ہو گئیں میری کالی مینا! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ دشمن تمہارے حوالے سے فرہاد تک پہنچنا چاہتے تھے۔ ان کی یہ خواہش اس طرح پوری ہو گی کہ تم عازم کو فرہاد کہہ کر اس سے عشق کرتی رہو۔"

"کیا مصیبت ہے۔" سونیا ناگواری سے اٹھ گئی۔ کاؤنٹر کے پاس جا کر بولی: "فرہاد! ٹھیک ہے کہ تم نے پینا سیکھ لیا ہے مگر میں تمہیں زیادہ پینے نہیں دوں گی۔"

"ایں۔" وہ نشہ میں جھومتے ہوئے بولا: "تم... تم اب بھی مجھے فرہاد کہہ رہی ہو؟"

"اگر بچے کی عادت بگڑ جائے اور وہ نشہ شروع کر دے تو اُس کا نام نہیں بدل ۔۔۔ جانا۔ آؤ میرے لال میرے ساتھ چلو۔"

وہ لڑکھڑاتا ہوا رومانہ کی طرف بڑھا۔ رومانہ: "تم اِس کالی بلا کو سمجھا دو کہ میں سالا فرہاد نہیں ہوں۔"

رومانہ نے کہا: "میں جھوٹ کیسے بولوں؟ تم سالے فرہاد ہو۔"

"اے لے، تم نے بھی پٹڑی بدل دی۔ میں تم دونوں کا خون پی جاؤں گا۔"

"جتنی شراب پی لی ہے اتنا ہی کافی ہے۔ اسے اچھی طرح یاد رکھو۔ تم کتنے بھی رنگ بدلو گے، ہم تمہیں فرہاد ہی ثابت کریں گے۔ اگر تمہاری زندگی رہی تو آئندہ اِس دُنیا کو دیکھتے رہو گے۔ ورنہ فرہاد کی جگہ لازماً جان دو گے۔"

سونیا دونوں بانہیں پھیلا کر اُس کی طرف بڑھی: "میری جان! میرے فرہاد!"

دوسری طرف سے رومانہ نے عاشقانہ حملہ کیا: "نہیں میری جان! تم میرے فرہاد ہو۔"

وہ چکرا کر دھم سے فرش پر گر پڑا۔ "تقدیر اِس فیصلہ سنا رہی تھی۔ اُسے ہر حال میں قربانی کا بکرا بننا ہی تھا۔

O

یہ فرہاد علی تیمور زخمی حالت میں بستر پر پڑا ہوا تھا۔ ملایا کے جنگل کی آدھی رات گزر چلی تھی۔ کھڑکی کے باہر جانوروں کی ہر اِدھر جنگل نظر آ رہا تھا۔ میرا ایک وفادار سے تو "نامی شخص اپنے چند آدمیوں کے ساتھ شبانہ اور ونود شرما کو دور جنگل سے لانے گیا تھا اور میں کانچ کی تنہائی اور خاموشی میں سونیا، رومانہ اور عازم کی سوچیں پڑھ رہا تھا۔

قربانی کا بکرا بننے والا عازم نشہ میں چور تھا۔ سونیا اور رومانہ نے تھوڑی سی کوشش کے بعد اُسے ایک کیبن میں لے جا کر سُلا دیا۔ وہ دونوں عورتیں ایک دوسرے کی دشمن تھیں لیکن رومانہ میری خاطر سونیا کو پیش آنے والے خطرات سے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ اِس لیے وقتی طور پر دونوں کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا تھا اور وہ اِس موضوع پر بحث کر رہی تھیں کہ آبدوز کب تک آئے گی اور انھیں دشمنوں کے استقبال کے لیے کیا کرنا چاہیئے؟

میں نے ان دونوں کو اپنے طور پر سوچنے سمجھنے کے لیے اُن کے حال پر چھوڑ دیا۔ مجھے اطمینان تھا کہ آبدوز کی آمد سے پہلے میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ پیٹر سائٹر کا یہ اندازہ درست ہو گا کہ ناگ اپنی ناگن کے پاس ضرور پہنچے گا۔

میں شبانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک برگد کے سائے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ جنگل میں دہشت کے مارے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اُس کے سامنے ونود شرما گھاس پر اوندھا لیٹا ہوا تھا۔ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ایک پاؤں میں کانٹا چبھا ہوا تھا اور وہ چاروں شانے چت لیٹ نہیں سکتا تھا کیونکہ بیٹھنے کی جگہ میں بھی ایک کانٹا گھسا ہوا تھا۔ وہ دونوں کانٹے اس نوعیت کے تھے کہ آپریشن یا معقول دواؤں کے انتظام کے بغیر نکالے نہیں جا سکتے تھے۔ ان کانٹوں کے چبھنے کا اثر یہ ہوتا تھا کہ بار بار کھجلی ہوتی تھی اور وہ بار بار اپنی ٹانگ کو اور بیٹھنے کی جگہ کو ہلاتے تھے ہی ہی ہی ہی کرتا تھا۔

"ہی ہی ہی ہی۔ یہ کھجلی مجھے مار ڈالے گی۔ کوئی ہے، میری مدد کرو۔ میں مر جاؤں گا۔۔۔۔"

شبانہ نے کہا: "کیوں چیخ رہے ہو۔ تمہاری آواز پہاڑیوں کی بجائے درندے آ گئے تو کیا ہو گا؟"

"آنے دو۔ کھجلی بھری زندگی سے تو موت اچھی ہے۔"

وہ سامنے دلدل ہے۔ وہاں جا کر مر جاؤ۔"

وہ بظاہر ایک دلدل تھی مگر حقیقتاً مجرموں کے خفیہ اڈے کا چور راستہ تھا۔ میں ایک بار اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ چاندنی رات میں ایک جیپ کار اُس دلدل میں جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ جیپ کار دلدل کے ساتھ زمین میں دھنسنے لگی۔ میں نے قریب پہنچ کر دیکھا وہ دلدل کے نیچے گہرائی میں جا کر تھم گئی تھی۔ پھر اُس گہرائی کی ایک دیوار دروازے کی طرح کھل گئی اور جیپ اُس دروازے سے گزرتی ہوئی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ دروازہ بند ہوا۔ اُس کے بعد وہ دلدل آہستہ آہستہ بلند ہوتی ہوئی اپنی جگہ واپس آ گئی۔ اُس دلدل سے وہ سبز کیچڑ کے بُلبلے اُٹھ لیے تھے۔ ہلکا ہلکا سا دُھواں پھیل رہا تھا۔ وہاں سے گزرنے والے اُسے سچ مچ دلدل سمجھ کر کترا تے تھے کہ کہیں اس میں گر کر دھنستے نہ چلے جائیں۔

ونود شرما دلدل کو دیکھ کر گھٹنوں کے بل اُٹھ گیا۔ تکلیف کی شدت سے چیخ کر بولا: "میں زندہ نہیں رہوں گا۔ ہی ہی ہی ہی۔ یہ کھجلی مجھے موت سے بھی زیادہ مار رہی ہے۔ اب مجھے اس دلدل میں ہی سکون ملے گا۔"

وہ ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل رینگتے ہوئے دلدل کی جانب بڑھنے لگا۔ شبانہ راستہ روک کر کھڑی ہو گئی: "یہ کیا پاگل ہو گئے ہو؟ تکلیف برداشت کرو۔"

"نہیں کر سکتا۔ میں برداشت نہیں ہی ہی ہی ہی کر سکتا۔ ہٹ جاؤ ورنہ تم سے۔۔۔۔"

وہ ایک ہاتھ اُٹھا کر اُسے مارنے لگا۔ شبانہ نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ جیسے سچ مچ رینگنے والا جانور بن گیا تھا۔ گھگھیا کر دانتوں سے کاٹنے کے لیے آگے بڑھا۔ شبانہ چیخ کر دُور ہو گئی۔ میں چاہتا تو سوچ کے ذریعہ اُسے روک سکتا تھا لیکن ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ تو معلوم ہی تھا کہ وہ دلدل میں نہیں دھنسے گا۔ مایوس ہو کر اُسے واپس آنا پڑے گا۔

مسلسل کھجلی نے اُسے جنون میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ تیزی سے رینگتا ہوا دلدل کے کنارے پہنچ گیا۔ شبانہ نے پیچھے سے اُس کی زخمی ٹانگ پکڑ لی: "رُک جاؤ شرما! تم خودکشی کر کے تو میں تمہارہ جاؤں گی۔"

شرما نے گدھے کی طرح دوسری ٹانگ چلائی۔ جو شبانہ کے مُنہ پر لگی۔ وہ پیچھے کی طرف اُلٹ گئی۔ آگے کی طرف وہ دیوانہ وار رینگتا ہوا

دلدل میں چلا گیا۔ وہاں بُلبلے اُٹھ رہے تھے۔ وہ دھوئیں جیسا دُھندلا دھبا تھا لیکن دلدل اُسے اپنے اندر جذب نہیں کر رہی تھی۔ وہ اپنے ہاتھوں کی کہنیوں اور دانوں تک دھنسا ہوا تھا۔ اُس کے بعد اُسے تہہ میں زمین ٹھوس لگ رہی تھی۔

اُس نے سوچا آگے دلدل گہری ہو گی۔ وہ آگے بڑھتا ہوا درمیانی حصّہ میں پہنچ گیا لیکن دلدل کو بھی اُس سے دشمنی تھی۔ اُسے اپنے اندر نہیں کھینچ رہی تھی۔ وہ جھنجلا کر کیچڑ میں ہاتھ مارتے ہوئے بولا: "بھگوان کو بھی مجھ سے دشمنی ہو گئی ہے۔ ہی ہی ہی ہی کھجلی۔۔۔۔"

شبانہ نے کنارے سے آواز دی: "شرما! خُدا کے لیے باہر آ جاؤ۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ یہ جنگل مجھے کھا جائے گا۔"

"میں نہیں آؤں گا۔" وہ کیچڑ پر ہاتھ مارنے لگا: "میں باہر نہیں آؤں گا۔" اُس کا گھونسہ دلدل کی تہہ میں ٹھوس سطح پر پڑ رہا تھا: "میں یہاں مر جاؤں گا۔۔۔۔"

اچانک زمین لرزنے لگی۔ شبانہ گھاس پر گر پڑی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے زلزلہ شروع ہو گیا ہو۔ چند لمحوں بعد ہلکی سی گڑگڑاہٹ سُنائی دی۔ پھر شبانہ کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے دلدل میں دھنس رہی تھی۔ شرما نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اُسے یقین ہو گیا تھا کہ خودکشی کی تکمیل ہو رہی ہے۔

"نکل آؤ شرما!" شبانہ نے آواز دی۔ اس وقت تک وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ زمین کے اندر ڈوب گیا۔ وہ سہم سہم کر اُسے دیکھتی ہوئی کنارے پر آئی۔ نیچے جھانک کر دیکھا تو وہ دلدل بدستور نیچے جا رہی تھی۔ پھر گہرائی میں جا کر تھم گئی۔ پھر اُس نے دوسرا حیران کُن تماشا دیکھا۔ اُس گہرائی کی ایک دیوار ایک جانب سرک رہی تھی۔ گڑگڑاہٹ کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ اُس تماشے کو آگے نہ دیکھ سکی۔ وہ طلسم اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ زمین پھر لرزنے لگی۔ وہ دوڑ کر برگد کے تنے سے جا کر لگ گئی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُس گڑھے کی جانب دیکھنے لگی۔ چند لمحوں کے بعد وہ گڑھا پُر ہو چکا تھا۔ دلدل اپنی جگہ واپس آ کر تھم گئی تھی مگر اب وہاں ونود شرما نظر نہیں آ رہا تھا۔

اُس کی سمجھ میں یہی آیا کہ آخر اُس بے چارے کو دلدل نے نگل ہی لیا ہے۔ وہ رونے لگی۔ حالانکہ شرما نے کبھی اُس کی عزّت کا دشمن بننے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن بعض حالات میں دشمن کی موت پر بھی دل پسیج جاتا ہے۔ میں نے شبانہ کو اُس کے حال پر چھوڑ دیا۔ کیونکہ وہاں سے تو "اُسے لینے آنے ہی والا تھا۔ میں ونود شرما کے دماغ میں پہنچ گیا۔

ہی ہی ہی ہی۔ کھجلی اُسے گدگدا رہی تھی اور وہ دہشت زدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ دلدل نے اُسے ایک بہت بڑے گیراج میں پہنچا دیا تھا۔ وہاں ایک ٹرک ایک جیپ اور دو ویگن کاریں نظر آ رہی تھیں۔ دو رکھیں سے جنریٹر کی آواز سُنائی دے رہی تھی جس کے ذریعہ بجلی کے قمقمے روشن تھے۔ اس روشنی میں کچھ لوگ اسٹین گن اور رائفلیں لیے نظر آ رہے تھے۔

ایک نے پوچھا: "کون ہو تم؟"

"ونود شرما۔ مجھے نہ مارو۔ میں ہندوستان کا ایک ارب پتی بزنس مین ہوں۔ ہی ہی ہی ہی۔ میری مدد کرو۔ میں اپنی ساری دولت تمہیں دے دوں گا۔"

ایک شخص نے ہیلو سے لگے ہوئے مائیکروفون کو اٹن کرتے ہوئے کہا: "ہیلو ملایا سے لائے ہوئے سامان میں ونود شرما کا سامان الگ کروا دو۔ دیکھو اُس میں چیک بک موجود ہے یا نہیں؟"

پھر اُس نے مائیکروفون کو آف کرنے کے بعد شرما کو حکم دیا: "کھڑے ہو جاؤ۔ تم جانوروں کی طرح کیوں رینگ رہے ہو؟"

"میرے پاؤں میں اور۔۔۔۔ میں کانٹے چبھ گئے ہیں۔ یہ ہی کھجلی والے ہی ہی ہی ہی کانٹے ہیں۔ آپریشن اور دواؤں کے بغیر نکالے نہیں جائیں گے اور ٹیک ہتنی جلدی ہو سکے۔ مجھے اِن کانٹوں سے نجات دلاؤ۔"

اُس شخص نے آگے بڑھ کر کانٹوں کو دیکھا۔ پھر سر ہلا کر بولا: "کم آن۔"

شرما اس کے پیچھے پیچھے گھٹنوں کے بل چلتا ہوا گیراج کے پچھلے دروازے پر آیا۔ دوسری طرف ایک بہت بڑے ہال میں ایسی جگمگاتی ہوئی روشنی تھی کہ اس کی آنکھیں چُندھیا گئیں۔ اُس نے آنکھیں مچ کر آہستہ آہستہ کھولنے کے بعد دیکھا بے شمار بہت جگمگا رہے تھے۔ ہال کے مختلف حصّوں میں چھوٹی چھوٹی ٹیبلوں کے پاس بیٹھے ہوئے کارکن شاید میرے تلاش کر رہے تھے اور انھیں مخصوص شکل میں ڈھال رہے تھے۔

شرما مسلسل کھجلی کے باعث ایسی ذہنی اذیت میں مبتلا تھا کہ وہ میرے آنے کا بھی مذاق اڑتے لگ رہے تھے۔ وہ اپنے راہنما کے پیچھے گھٹنوں کے بل چلتا جا رہا تھا۔ وہاں کے لوگ اُسے تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ بڑے ہال سے گزرنے کے بعد وہ ایک بڑے سے حوض کے پاس پہنچے۔ اُس حوض کے درمیان سے ایک راستہ دوسرے کنارے گیا تھا۔ وہ دوسرے کنارے پہنچا تو سامنے ایک دروازہ کھل گیا۔ اندر۔۔۔ خوب صورتی سے سجا ہوا ڈرائنگ روم تھا۔ وہاں تین آدمی بیٹھے وہسکی سے شغل کر رہے تھے۔

شرما کی راہنمائی کرنے والا وہاں سے بھی گزرتا جا رہا تھا۔ شرما نے رونے کے انداز میں پوچھا: "میں کب تک رینگتا رہوں گا۔ پلیز مجھے تھوڑی سی وہسکی پلا دو۔"

ایک پینے والے نے شرما کے راہنما سے پوچھا: "ایڈی! اِس جانور کو کہاں سے پکڑ لائے ہو۔ کیا یہ دو پاؤں سے نہیں چل سکتا؟"

ایڈی نے جواب دیا: "یہ کھجلی والے کانٹے کا شکار ہے۔ آ تو تو تو۔۔۔۔"

وہ ہچکی بجا کر شرما کو کتے کی طرح بلاتا ہوا ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔ شرما ریلنگا ہوا اُس کے پیچھے ایک کھلے صحن میں آیا۔ صحن کے بعد ایک بہت ہی خوب صورت خواب گاہ کا دروازہ کھلا۔ اُس کا فرش اتنا چکنا اور ٹھنڈا تھا کہ شرما آرام سے اوندھا لیٹ گیا۔ جی ہی جی ہی وہ ہنسنے کے انداز میں رونے لگا۔ لیٹے ہی لیٹے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ایک طرف دیوار پر بڑا سا شیشے کا اسکرین تھا۔ اسکرین کی جانب دیکھتے ہی وہ روشن ہو گیا۔ وہاں وہی دلدل نظر آ رہی تھی۔ بُلبُلے اُٹھ رہے تھے۔ دھوئیں کی دھند پھیل رہی تھی۔ پھر اسکرین سادہ ہو گیا۔

کسی نے بٹن آن اور آف کر کے شرما کو دیکھا یا تھا کہ اُسے کس طرح دلدل میں دیکھا گیا تھا۔ اُس نے سر گھما کر بٹن آف آن کرنے والے کو دیکھنا چاہا۔ دوسری جانب ایک آرام دہ پلنگ بچھا ہوا تھا۔ اُس پلنگ پر حور ہستیاں نیم دراز تھیں۔ انھیں دیکھ کر شرما تھوڑی دیر کے لیے اپنی تکلیف بھول گیا۔

دو حسین عورتیں فوم کے ملائم بستر پر آدھی لیٹی ہوئی آدھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ دونوں کی صورت ایک جیسی تھی، ایک جیسا لباس تھا۔ لیٹنے کا انداز بھی ایک جیسا تھا۔ پھر وہ ایک ساتھ بولنے لگیں: "مسٹر شرما، تم کانٹوں سے نجات پانے کے لیے کتنی رقم ضائع کر سکتے ہو؟"

شرما حیرانی سے اُن دونوں عورتوں کا منہ تک رہا تھا کیونکہ دونوں کے ہونٹ ایک ساتھ ہل رہے تھے۔ الفاظ بھی ایک ساتھ ادا ہو رہے تھے۔ پھر وہ دونوں اُٹھ کر بیٹھیں اور پلنگ سے اُتر کر کھڑی ہوئیں تو شرما حیرت سے اُچھل کر گھٹنے کے بل چوپایہ بن گیا۔ وہ یقیناً حیرت انگیز نمائش تھا۔ دونوں کے اُٹھنے، بیٹھنے اور کھڑے ہونے میں ایک ساعت کا بھی فرق نہ تھا۔ وہ جیسے دو جسم اور ایک روح تھیں اور ایک ہی دماغ اور ایک ہی سوچ کے تحت حرکت میں آتی تھیں۔

وہ ایک ساتھ مسکراتی ہوئی بولیں۔ یہ مجھ پر بعد میں حیران ہوتے رہنا۔ میرے سوال کا جواب دو؟"

شرما نے کہا: "میرے پاس نقد رقم نہیں ہے جتنے کا چاہو، چیک لکھوا لو۔"

دونوں نے ایڈی کو مخاطب کیا: "ایڈی! شرما کی چیک بک اور قلم اُدھر رکھا ہے۔ اُٹھاؤ۔"

دونوں نے اپنا دایاں ہاتھ اُٹھا کر اُدھر اشارہ کیا۔ جدھر چیک بک اور قلم رکھا ہوا تھا۔ میں جو اتنی دیر سے شرما کے دماغ میں بیٹھا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ اُن حسینا ؤں کی آواز اور لہجے کی ڈور کو تھام کر اُن کے دماغ تک پہنچ گیا۔

لیکن دو میں سے کس حسینہ کے دماغ تک پہنچا؟

میں ذرا دیر کے لیے اُلجھ گیا۔ جب دونوں کا لب و لہجہ ایک تھا تو دماغی سوچ کا لہجہ بھی وہی ہو گا لیکن دماغ تو ایک نہیں ہو سکتا۔ جب جسم الگ الگ ہوتے ہیں۔ سر الگ الگ ہوتا ہے تو ہر سر میں اُس کا اپنا الگ دماغ ہوتا ہے۔ اُن دونوں کے دماغ یقیناً مختلف تھے لیکن یہ ثابت ہو رہا تھا کہ دونوں دماغوں کی ایک سوچ ہے۔ تب ہی وہ ایک سوچ کے تحت ایک ساتھ بولتی اور حرکت کرتی تھیں۔

بہر حال میں اُس وقت سمجھ نہ سکا کہ میں اُن دونوں میں سے کس کے دماغ میں ہوں۔ یا بیک وقت دونوں کے دماغ میں پہنچ گیا ہوں۔ وہ سوچ رہی تھیں۔ "پتہ نہیں ملایا کے بنک میں شرما کی کتنی رقم ہو گی؟"

یہ سوچتے ہی دونوں نے پوچھا: "مسٹر شرما! تمھارے سوئٹ کیس میں بہت سے ممالک کی چیک بکس ہیں۔ یہ بتاؤ ملایا میں کتنی رقم ہے؟"

اُس نے جواب دیا: "میرے پاس حساب نہیں ہوتا کہ کس ملک میں میری کتنی دولت ہے۔ میرا سیکریٹری حساب رکھتا ہے۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ ہر بنک میں پانچ لاکھ ڈالر تک خرچ کر سکتا ہوں اور ایک وقت میں ایک چیک کے ذریعہ صرف پچاس ہزار ڈالر حاصل کر سکتا ہوں۔"

"تو پھر پچاس ہزار کا چیک لکھ دو۔"

میں نے فوراً ہی شرما کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے ذریعہ سوال کیا: "میں لکھ دیتا ہوں پہلے اپنا نام بتاؤ۔"

"میرا نام پوچھ کر کیا کرو گے؟"

"بس یونہی بتا دو۔"

"دشمن مجھے ڈبل ایج کہتے ہیں۔ یعنی دو دھاری تلوار، جو جدھر سے آئے اُدھر سے اُسے کاٹ سکتی ہوں۔ دوست مجھے ڈبل جوئیل یعنی ہیروں کا جوڑا کہتے ہیں۔"

"تمھارا اگ الگ کیا نام ہے؟"

"الگ الگ کا کیا مطلب ہوا؟ اچھا سمجھی۔ میں دو نظر آ رہی ہوں اس لیے پوچھ رہے ہو لیکن ہیں دو نہیں ایک ہوں۔"

"یعنی تم دونوں کو جوئیل کہا جائے گا؟"

"جو چاہو کہہ لو۔ پہلے چیک پر دستخط کرو۔"

اُس نے پچاس ہزار ڈالر کا چیک لکھ کر دستخط کر دیے۔ اُس کی سوچ کے ذریعہ میں نے سوال کیا: "طیارے کے گم ہونے کے بعد اُس طیارے کے مسافروں کی فہرست تمام دُنیا کے اخباروں میں شائع ہو چکی ہو گی۔ جو بھی میرا چیک کیش کرانے جائے گا۔ اُس سے بنک کے افسران پوچھیں گے کہ دونود شرما کہاں ہے؟"

وہ دو بدن کہنے لگیں: "تم پریشان نہ کرو۔ یہ ہماری دردِ سری ہے۔ ایڈی اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔ یہ میرا خاص مہمان ہے۔ اسے زندہ رہنا چاہیے۔"

ایڈی نے شرما کا لکھا ہوا چیک اُٹھا کر پلنگ کے سرہانے والی میز پر رکھ دیا۔ پھر شرما کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ چوہے کی طرح چلتا ہوا خواب گاہ سے باہر چلا گیا۔ اب میں جوئیل کے دماغ میں تھا۔ جوئیل بس یونہی سا تھا۔ میں اُسے دو بدن ہی کہوں گا۔ وہ دو بدن ساتھ چلتی ہوئی ایک کال بیل کے بٹن کے پاس گئیں۔ پھر دونوں نے ایک ساتھ دائیں ہاتھ کی انگلیاں بڑھا کر بٹن پر رکھ دیں۔ کسی کو کال کیا جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دبلی پتلی سی شخص آئے: "جوڈ ڈرائنگ روم میں بیٹھے وہ کی ہے۔" دو بدن نے اپنے دونوں دائیں ہاتھوں کو بڑھا کر پوچھا: "آئیڈنٹیفائی۔ اپنی شناخت کراؤ؟"

ایک نے اپنے جیب سے ایک تصویر نکال کر دکھاتے ہوئے کہا: "میں فاسٹر ہوں اور اب پیرس کے ایک بہت بڑے صنعت کار ڈان سومرو کے میک اَپ میں ہوں۔"

"پروگریس بتاؤ۔"

"میں نے سومرو کی تحریر اور دستخط کی اچھی طرح مشق کی ہے۔ اس وقت اُسی کے لہجے میں بول رہا ہوں۔ ڈان سومرو کی ذاتی دلچسپیوں اور خاندانی حالات کے متعلق تمام معلومات حاصل کر چکا ہوں۔"

دو بدن نے دونوں سر گھما کر دوسرے شخص کو دیکھا۔ اُس نے جیب سے تصویر نکال کر دکھاتے ہوئے کہا: "میرا نام جانی وارڈ ہے۔ میں انٹرنیشنل سی ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے ڈائریکٹر جنرل پیری ٹیسن کے رُوپ میں ہوں۔ آزمائش کے وقت ثابت کر سکتا ہوں کہ میں مکمل پیری ٹیسن ہوں۔ کوئی مجھ پر شبہ نہیں کر سکتا۔"

دو بدن نے تیسرے شخص کو دیکھتے ہوئے کہا: "اور تم عمر سعید، تم ہندوستان کی زبان بول لیتے ہو۔ تم نود شرما کا رول ادا کرو گے۔ وہاں سے چیک اُٹھا لو۔ اُس کی تحریر اور دستخط کی مشق کرو اور دو بدن کے اندر اُس کے کردار، اُس کی ذاتی زندگی اور خاندانی افراد کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرو۔ تیسرے دن تم سب کو اپنے اپنے مشن پر روانہ کیا جائے گا۔ پانچ فائنگ پوائنٹ پر تم تینوں کا بیان یکساں ہو گا۔ یعنی چند نامعلوم افراد نے طیارے کو اغوا کر کے یہاں کے جنگل میں پھنسا دیا تھا اور چشم دید گواہی کو ختم کرنے کے لیے مسافروں کو ہلاک کر رہے تھے۔ تم تینوں بڑی مشکلوں سے جان بچا کر جنگل میں بھٹکے بیابان میں بھٹکتے ہوئے وہاں پہنچے ہو۔ طیارے کے کچھ مسافر مرد عورتوں کو اسی لیے چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ بھی بھٹکتے ہوئے اس جنگل سے نکل جائیں۔ اُن کے بیانات بھی یقیناً ایسے ہی ہوں گے۔ لہٰذا تم لوگوں پر شبہ نہیں کیا جائے گا۔ وِیز اَل..."

نود شرما کا رول ادا کرنے والے عمر سعید نے وہ چیک اُٹھا لیا پھر وہ تینوں خواب گاہ سے چلے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد دو بدن نے ایک ساتھ چاروں ہاتھ اُٹھا کر انگڑائی لی۔ ایک بدن اور دو ہاتھوں کی انگڑائی پر بے شمار شاعروں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ کاش کہ کوئی شاعر دو بدن اور چار ہاتھوں کی انگڑائی بھی دیکھ لیتا۔ وہاں ایک دماغ سے دو بدن بول رہے تھے۔ ایک کمان سے دو تیر چھوٹ رہے تھے۔

انگڑائی لینے کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ پہلے اُنھوں نے ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر اپنا لباس اِدھر اُدھر سے دُرست کیا۔ پھر شانوں پر بکھرے ہوئے بالوں کو ٹھیک کیا۔ اُس کے بعد اپنے دائیں ہاتھ سے جسم کو چھو کر اپنے حسن کا جائزہ لینے لگیں۔ گویا اُنھیں آئینے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ خود آئینہ تھیں۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنے آپ کو سنوار لیتی تھیں۔

میں شدید حیرانی سے اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ ایسے عجوبے دیکھے تھے نہ سُنے تھے۔ اگر میں سوچ کی راہوں کا مسافر نہ ہوتا تو یہی سمجھتا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور دوسروں کو خواہ مخواہ متحیر کرنے کے لیے ایک ساتھ ایک تال پر اداکاری کے جوہر دکھا رہی ہیں لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ جسمانی طور پر دو الگ ہستیاں ہونے کے باوجود ذہنی طور پر ایک تھیں۔ میں اتنی دیر سے اُن کے دماغ کو پڑھتے ہوئے اِسی نتیجہ پر پہنچا تھا کہ جس طرح وہ ایک ساتھ بولتی اور حرکتیں کرتی تھیں۔ اُسی طرح اُن کا دماغ ایک سُر میں سوچتا تھا اور اپنی ایک سوچ کے مطابق اُن سے ایک ہی طرح کا عمل کراتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں فرداً فرداً اُن کے دماغ کو نہ پڑھ سکا تھا۔

میں ابھی تک اُن کی آواز اور لہجے کے ذریعہ اُنھیں سمجھتا رہا۔ فی الوقت یہ نہیں بتا سکتا کہ جب کبھی دو بدن سے سامنا ہو گا اور میں اُن کی الگ الگ آنکھوں کے راستے اُن کے دماغوں تک پہنچوں گا تو اس وقت بھی اُن کے الگ الگ دماغ کو پا سکوں گا یا نہیں؟

اُس وقت مجھے دو بدن سے دماغی رابطہ ختم کرنا پڑا کیونکہ دو آوازیں

پر دستک ہو رہی تھی۔ میں بستر سے اُٹھ کر دروازے پر گیا تو "وہ" واپس آ گیا تھا۔ میں نے دروازہ کھولا تو اُس نے کہا "صاحب! ایئر لائن کے اور بھی بہت سے مسافروں کو ہم پکڑ کے لایا ہے۔ وہ لوگ جنگل میں سو نا پڑا تھا۔"

میں کاٹج کے باہر آیا۔ وہاں شعلیں روشن تھیں۔ طیارے کے مسافر جن میں مرد عورتیں اور بچے بھی تھے بہت ہی بدحال نظر آ رہے تھے اُن کے لباس پھٹے ہوئے تھے۔ چہروں اور جسموں پر گرد جمی ہوئی تھی۔ وہ سب بھوکے بھی تھے اور موت کے ڈر سے سہمے ہوئے بھی تھے۔

شبانہ مجھے دیکھتے ہی چیختی ہوئی آئی اور فریاد کہہ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اُس کے بعد دل کھول کر رونے لگی۔ ان جنگلیوں کی بستی میں مجھ جیسے مہذب آدمی کو دیکھ کر مسافروں کو ذرا اطمینان ہوا۔ وہ مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں نے "تو" سے کہا "ان سب کے لیے کھانے پینے اور سونے کا بندوبست کرو۔ میں صبح اِن سے باتیں کروں گا۔"

میں شبانہ کو لے کر کاٹج کے اندر آ گیا۔ "تو" کو "آواز دے کر کہا کہ وہ شبانہ کے لیے روزی کا کوئی سا لباس لے آئے اور کھانا بھی جلد پہنچا دے۔ میں نے کمرے کا دروازہ بند کیا تو وہ لپٹ کر بولی "تم سے بچھڑ کر میں نے بہت دُکھ اُٹھائے ہیں۔ مجھے اپنے بازوؤں میں چھپا لو۔ مجھے پیار کرو۔"

میں نے کہا "شبانہ! اب تم مجھے فریاد کہہ رہی ہو۔ یعنی تمھیں حقیقت معلوم ہو گئی ہے کہ میں تمھارا شوہر عازم نہیں ہوں۔"

"ہاں۔ اب تم ہی میرے سب کچھ ہو۔"

"نہیں۔ تمھارا سب کچھ تمھارا شوہر ہے۔ میں تمھیں اُس سے ملاؤں گا۔"

"نہیں۔" وہ چیخ کر بولی۔ "اب میں اس سے نہیں ملوں گی۔ تم میرے جسم سے کھیلنے کے بعد اب مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دینا چاہتے ہو۔"

"مجھے الزام نہ دو شبانہ! میں تمھیں استنبول سے اغوا اور اغوا سے اِس جنگل بیابان تک بھگاتا آیا ہوں کہ میں عازم نہیں فریاد ہوں۔ میرے قریب نہ آؤ۔ میں بہکنا نہیں چاہتا مگر تم نے میری ایک سنی۔ گڑھے میں گرنے کے بعد بھی تمھاری ضد سے مجبور ہو کر میں نے پہلی بار چومنے سے پہلے کہہ دیا تھا کہ تمھیں میری اصلیت معلوم ہو گی تو پچھتاؤ گی اور اس پچھتاوے کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہو گی۔"

وہ سر جھکا کر آہستگی سے بولی "بے شک میں نے تمھیں عازم سمجھ کر اپنایا تھا مگر سچ بتاؤ ہمارے تعلقات کے بعد کیا تمھارے دل میں میری چاہت اور تمنا نہیں رہی۔ کچھ تو لگاؤ ہو گا؟"

"لگاؤ تو یقیناً رہتا ہے۔ تم نے میری آغوش میں حسن و شباب کے جو خزانے لٹائے ہیں۔ میں انھیں نہیں بھول سکتا۔ میں تمھاری قدر کرتا ہوں مگر تمھارا شوہر نہیں بن سکتا۔ میں عورتوں سے اسی لیے کتراتا ہوں کہ شادی کے مرحلے سے نہ گزرنا پڑے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اب مجھ سے کبھی نہیں ملو گے؟"

"صرف دوست کی طرح ملیں گے میاں بیوی کی طرح نہیں۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم اتنے سنگ دل ہو۔"

میں نے اُس کا شانہ تھپک کر کہا "تم بہت تھک گئی ہو۔ جاؤ باتھ روم میں غسل کرو۔ تمھارا کھانا آ رہا ہے۔"

میں نے اُسے باتھ روم کا راستہ بتایا۔ وہ بوجھل قدموں سے سر جھکائے چلی گئی۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی "مرد کھانے کے رنگ ڈھنگ ہوتے ہیں عورت کی قربت کو بھولتے نہیں۔ بس بے رُخی ظاہر کرتے ہیں۔ فریاد مجھے بھول نہیں سکتا۔ میں اُسے اپنی آغوش میں پگھلا دوں گی۔"

میں بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ باتھ روم سے شبانہ نے پوچھا "فریاد! تم اس قدر سنگ دل کیسے ہو گئے۔ کیا طیارہ اغوا کرنے والے مجرموں سے لڑائی ہوئی تھی؟"

میں نے کہا "ہاں۔ میں نے لڑائی کے دوران کچھ شعبدے بازی کا مظاہرہ کیا تھا۔ یہاں کے باشندے مجھے دیوتا سمجھ کر میری عزت کر رہے ہیں۔"

"دیوتا تو تم ہو میرے دل سے پوچھ لو۔"

میں خاموش رہا۔ اُس نے پوچھا "وہ شعبدہ بازی کس قسم کی تھی؟"

"میں نے عورتوں سے بیزار ہو کر کچھ معمول سے جادوئی کمالات سیکھے ہیں۔ جو عورتیں زیادہ بولتی ہیں۔ میں اُن کی بولتی بند کر دیتا ہوں۔"

"جھوٹے کہیں کے۔"

"یقین نہ ہو تو اب کچھ بولنا چاہو۔ نہیں بول سکو گی۔"

میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس نے بولنے کا ارادہ کیا۔ میں نے اُس کے دماغ کو ہدایت دی "ہونٹ بند۔ چپ۔"

اُس کے دونوں ہونٹ بند ہو گئے۔ وہ بولتے بولتے رک گئی۔ پھر حیرانی سے اُس کے ہونٹ کھلے۔ اُس نے دوبارہ بولنے کی کوشش کی۔ میں نے پھر وہی عمل کیا۔ میں نے اُس سے پوچھا "کہو کیسا کمال دکھایا۔ کیا بول سکو گی؟"

اُس نے جواب دینا چاہا۔ پھر ہونٹ بند ہو گئے۔ اُوں اُوں کی آوازیں آنے لگیں۔ میں نے کہا "اچھا اب اجازت ہے۔"

وہ حیرانی سے چیخ پڑی "اے تم تو واقعی جادو گر ہو۔ میں بولنا چاہتی تھی مگر بول نہ سکی۔ تم نے یہ جادو کیسے سیکھا؟"

"کنوارہ کر۔ شادی کے بعد عورت کے سامنے یہ جادو اثر نہیں کرتا۔"

اُس کی ہنسی سنائی دی "سے" تو "اُس کے لیے لباس اور کھانا لے کر آیا۔ پھر انھیں ایک میز پر رکھ کر چلا گیا۔ اُس کے جاتے ہی شبانہ صرف ایک تولیہ لپیٹ کر آ گئی۔ بھیگے بدن پر پانی کی بوندیں پھیل رہی تھیں۔ تولیہ لپیٹنے کے انداز میں بڑی تحریک تھی۔

میں نے کہا "تم بے حد حسین ہو۔ تم نے اپنے شباب کا جو سرمایہ پیش کیا تھا۔ وہ ایک ایک کر کے یاد آ رہا ہے۔ جی چاہتا ہے پھر سے اُس سرمائے کو گننے بیٹھ جاؤں لیکن تم دیکھ رہی ہو کہ میں کس قدر زخمی ہوں۔ خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو اور دوسرے کمرے میں جا کر لباس بدل لو۔"

وہ ہنستی ہوئی لباس پہننے لگی۔ اُسے اپنی جیت کا یقین ہو گیا تھا کہ میں اُسے بھلا سکوں گا نہ کبھی چھوڑ سکوں گا لیکن اُس نے لباس پہننے کے بعد مجھے دیکھا تو اُسے مایوس ہوئی۔ میں آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا اور دماغی آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اونہہ کہہ کر سر جھٹکتی ہوئی کھانے کے لیے بیٹھ گئی۔

میں نے اُس کی سوچ میں کہا "مجھے ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ یہ واقعی زخمی پڑا ہوا ہے۔ اسے آرام پہنچانا میرا فرض ہے۔"

وہ اپنے طور پر سوچنے لگی "میں نے مرشنگ کورس کیا ہے۔ یہی تو موقعہ ہے۔ میں تیمارداری کروں گی۔ دن رات خدمت کروں گی تو یہ مجھ سے دُور ہونے کا تصور بھی نہیں کرے گا۔"

کھانے کے بعد اُس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر آ کر لیٹ گئی۔ میں آنکھیں بند کیے خراٹے لے رہا تھا۔ اُس نے میری طرف کروٹ لی۔ اُس کا خیال تھا کہ میں نیند میں اُس کی جانب کروٹ لوں گا تو شبانی عجلی کا جھٹکا مجھے بیدار کر دے گا۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا "ہائے۔ میں کتنی تھک گئی ہوں۔"

میں نے انگڑائی کی خواہش پیدا کی۔ وہ چاروں شانے چت ہو کر انگڑائی لینے لگی۔ بدن ٹوٹنے اور چٹخنے لگا۔ اُس نے سکون سے آنکھیں بند کیں۔ پھر میں نے اُسے آنکھیں کھولنے کا موقعہ نہیں دیا۔ سوچ کی ملائم ہتھیلیوں سے تھپک تھپک کر اُسے سلا دیا۔ وہ ایک رات اور دو دن سے جنگل میں بھٹکتی رہی تھی۔ تھکن سے چُور تھی۔ لہٰذا بڑی آسانی سے ٹرانس میں آ کر سو گئی۔

اب تو شاید ساری دنیا ہی سو گئی تھی۔ جنگل کی گہری رات کہہ رہی تھی کہ یہ سونے کا ہی وقت ہے۔ سو جاؤ۔ ورنہ صبح ہو جائے گی لیکن ابھی دو مہمانوں کے سلسلہ میں ایسا تجسس تھا کہ میں اُن کے متعلق معلومات حاصل کیے بغیر سو نہیں سکتا تھا۔ ایک تو رس ونتی کے بارے میں معلوم کرنا تھا کہ اُس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ مجھے شکار کیوں نہیں کیا؟ مجھ پر مہربان کیوں ہے؟ دوسرا تجسس دو بدن کے سلسلے میں تھا۔ میں اُس عجوبہ کو سمجھنا چاہتا تھا۔

میں نے آنکھیں بند کیں۔ یہ معلوم تھا کہ رس ونتی کے دماغ کو چھوتے ہی وہ سانس روک لے گی۔ اپنے دماغ کے دروازے بند کر کے میری سوچ کو دھتکار دے گی لیکن یا حیرت! ایسا نہیں ہوا۔ میں بڑی آسانی سے اُس کی سوچ نگری میں پہنچ گیا۔

وہ ایک بستر پر بیمار پڑی ہوئی تھی۔ اِس قدر کمزور ہو گئی تھی کہ سانس روکنا چاہتی تو دم نکل جاتا۔ جس طرح ایک نوآموز شخص کے لیے لگاتار مشقیں دشوار نظر آتی ہیں۔ وہی دشواری رس ونتی محسوس کرتی تھی۔ میں چپ چاپ اُس کے دماغ میں بیٹھا اُس کی مجبوریوں اور کمزوریوں کو سمجھ رہا تھا۔ میں نے جو اُس کے سر پر ضرب لگائی تھی۔ اُس کے نتیجہ میں بہت زیادہ خون بہہ جانے کے باعث دماغ کمزور ہو گیا تھا۔ یہ علاج پوری توجہ سے اُس کا علاج کر رہا تھا۔ خون کی کمی پوری کرنے اور طاقت بحال کرنے کے لیے اُسے بہترین غذائیں دی جا رہی تھیں۔ اِس کے باوجود اُس کی حالت تشویش ناک تھی۔

جب میں نے اُس کی سوچ میں اپنی یاد کا دیا روشن کیا تو وہ سرد آہ بھر کر سوچنے لگی۔ آہ! میں اُسے نقصان پہنچانے کے بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی مگر وہ دشمن کی طرح مجھے مار کر چلا گیا۔ کیسا ٹھگ (سنگدل) ہے۔ جب چلا ہی گیا ہے تو واپس کیوں آ رہا ہے؟

ہائے رام! اس نرگ (ظالم) نے تو بیسیوں میرے سر توڑ کے رکھ دیے تھے۔ وید راج کہتے ہیں کہ میں چھ گھنٹے تک بے ہوش پڑی رہی۔ بعد میں ہوش آیا۔ جب بھی کمزوری سے بار بار سو جاتی تھی۔ دو دن دو راتیں کیسے گزر گئیں۔ پتہ ہی نہیں چلا۔ جب بھی میری آنکھ کھلتی تو رگھو ویر اور سمیت رائے مجھ سے کہتے تھے "دیوی! ذرا ہمت کرو۔ فریاد کے دماغ کو پکڑو۔ ہمیں بتاؤ کہ وہ کہاں ہے۔ ہم اُس کی بوٹی بوٹی کاٹ کر پھینک دیں گے۔"

اُن کی باتیں سن کر میں آنکھیں بند کر لیتی تھی۔ میرا گلا سوکھنے لگتا تھا۔ اچھا ہوا کہ میں اُس سمے بولنے کے قابل نہیں تھی۔ ورنہ بتا ہی دیتی فریاد کے دماغ میں جھانکنا مشکل نہ تھا۔ میں اُس کا پتہ بتا دیتی لیکن میرا سر جیسے خالی ہو گیا تھا یا شاید سوچ کے پرزے پرزے ہو گئے تھے۔ میں نے نقاہت کے باعث اڑان کی کوشش نہیں کی۔

دو دن بعد ذرا طبیعت سنبھلنے لگی تو وہ دشمن بہت یاد آیا۔ میں پریشان ہو گئی۔ جو مجھے مرنے کی حد تک مار کر گیا تھا، وہی یاد آنے کے بہانے میرے دل میں کھلبلی مچا رہا تھا۔ یہ بھگوان نے جانے عورت کو کس مٹی کا بنایا ہے کہ مرد کے ظلم پر بھی پیار سے سوچتی ہے۔ میں یہ سوچ کر گھبرانے لگی کہ پیار سے سوچ رہی ہوں۔ میں دیوتاؤں کی امانت ہوں۔ مجھے ایک آدمی کے لیے ایسا نہیں سوچنا چاہیے۔

میں اپنے اندر بہت دیر تک لڑتی رہی۔ میرے دل کی کمزوری نے دماغ کی کمزوری کو سمجھایا کہ میں اِسی کش مکش میں فریاد کو اپنا دشمن بنا چکی ہوں۔ وہ مجھے چاہت سے دیکھتا تھا اور میں بے حس اور انجان بن جاتی تھی۔ یہ سوچ کر غصہ آتا تھا کہ ہرجائی بھنورا ہے، پھولوں پر منڈلاتا رہتا ہے۔ پتہ نہیں کتنی حسین عورتوں سے آشنائی ہے۔ مجھے بھی ان عورتوں میں شامل کرنا چاہتا ہے لیکن میں دیوی ہوں۔

دیوی؟ کیسی دیوی؟ وہ مجھے زخمی کر کے چلا گیا اور میں جلتا ہوں میں امانت ہوں، وہ میری رکھشا (حفاظت) نہ کر سکے۔ لڑکا اور ٹیلی پیتھی علم بھی کام نہ آ سکا۔ وہ کیسا ضدی اور جابر انسان ہے۔ آہنی دیواروں والی بھی گرا کر چلا جاتا ہے پھر تو وہی دیوتا ہوا نا؟

میں ڈگمگا گئی۔ گھوم پھر کر اُس کے بارے میں سوچتی رہی۔ تیسرے دن میں آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔ مجھے رگھوویر کی آواز سنائی دی۔

"دیوی! آنکھیں کھولو، ہم تمہارے لیے بہت پریشان ہیں۔"

میں سمجھ گئی کہ مجھ سے پھر فرہاد کا پتہ پوچھا جائے گا۔ اچانک میرے دل میں بات آئی کہ پاگل بن جاؤں۔ پھر وہ سمجھیں گے کہ میرا دماغ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا لیکن مجھے پاگل پن سے گھبراہٹ سی محسوس ہوئی۔ تب میں نے دوسری بات سوچ کر آنکھیں کھول دیں۔ انھیں اجنبی نظروں سے دیکھنے لگی۔

سمپت رائے نے مجھ پر جھک کر ہمدردی سے پوچھا: "دیوی، تم تو ٹھیک کیوں نہیں؟ کیا ہو گیا ہے تمھیں؟"

"دیوی؟" میں نے حیرانی سے پوچھا: "کون دیوی؟ میں میرا نام دیوی ہے کیا؟"

سمپت رائے، رگھو ویر اور وید راج وغیرہ سب ایک دوسرے کو تشویش بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ وید راج نے آگے بڑھ کر کہا: "بیٹی! تمھارا نام رس ونتی ہے۔ ہم تمھیں دیوی مانتے ہیں، اپنے کو بیچا نو بیٹی....."

میں اپنا سر تھام کر پریشانی سے سوچنے لگی۔ وید راج نے کہا: "نہ، نہ اپنے دماغ پر بوجھ نہ ڈالو۔ تمھارے سر سے سیر بھر خون بہہ چکا ہے۔ میں دو اپنی دوں گا۔ تم خوب کھاؤ گی پیو گی تو دھیرے دھیرے سب کچھ یاد آ جائے گا۔"

سمپت رائے نے پوچھا: "کیا یہ دوسروں کی سوچ نہیں پڑھ سکے گی؟"

وید راج نے کہا: "ابھی آپ لوگ اسے تنہا چھوڑ دیں۔ کچھ نہ پوچھیں اس کے دماغ پر بوجھ نہیں پڑنا چاہیے۔"

وہ لوگ مجھے تنہا چھوڑ کر وید راج کے ساتھ کمرے سے باہر چلے گئے۔ میں نے سمپت رائے کی سوچ پڑھنے کی کوشش کی۔ مجھے کامیابی ہوئی مگر سر میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔ میں نے خیال خوانی سے باز آ کر آنکھیں بند کر لیں۔ فرہاد نے میرا کیا حال کیا تھا اور میں اُسے دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے یاد داشت گم ہونے کا بہانہ کر رہی تھی۔ میں اپنے آپ پر حیران تھی کہ میں کیوں ایسا کر رہی ہوں؟

آج پانچواں دن ہے۔ میری طبیعت سنبھل گئی ہے۔ پھر بھی بستر سے نہیں اٹھ سکتی۔ سر چکراتے لگتا ہے۔ میرے معمول میں بے چینی سی ہے۔ میں فرہاد کی سوچ پڑھنا چاہتی تھی۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ دشمن خیریت سے ہے یا نہیں؟ ان پانچ دنوں میں میں نے پہلی بار فرہاد کی سوچ کو گرفت میں لینا چاہا تو میرا سر پھر دکھنے لگا۔ اس کی سوچ عجیب اِدھر سے اُدھر ہو رہی تھی۔ کبھی تیزی سے جنگل کی جھاڑیوں پر سے وہ گزرتا تھا، کبھی جھونپڑی کی چھتوں پر سے۔ اُس کی سوچ بہتی چلی جاتی تھی۔ وہ کسی درخت سے اُلٹا لٹک رہا تھا اور دُور دُور تک جھولتا جا رہا تھا۔

اُس کی کھوپڑی میں سینچ کر مجھے یوں لگا کہ میں اُلٹی لٹک رہی ہوں۔ میرا سر چکرانے لگا تو میں آگے اُس کی سوچ نہ پڑھ سکی۔ اپنا سر تھام کر تکلیف کو برداشت کرنے لگی۔ یہ سمجھ میں آ گیا تھا کہ فرہاد کسی جنگل میں ہے اور مصیبت میں گرفتار ہے مگر میں کیا کر سکتی تھی؟

میری کوشش یہی تھی کہ جلد سے جلد اپنی کمزوری پر قابو پا کر دوبارہ فرہاد کے پاس پہنچوں مگر میرے ساتھ یہی ہوتا تھا کہ دماغ پر بوجھ پڑتے ہی سر چکرا جاتا تھا۔ غنودگی طاری ہوتی تھی۔ پھر نقاہت کے اسے سو جاتی تھی۔ اے دشمن! تُو نے مجھے اس قابل نہ رکھا کہ میں تیرے ہی بُرے وقت میں کام آ سکوں۔

دوبارہ میری آنکھ کھلی تو دیوار گھڑی سے پتہ چلا کہ سات گھنٹے گزر چکے ہیں۔ میرا دل دھک سے رہ گیا کہ اُس مصیبت زدہ پر جانے کیا بیت چکی ہے؟ میں نے فوراً ہی اُس کی سوچ پڑھی..... اونہہ، میں بیکار پریشان ہو رہی تھی۔ وہ تو شیطان کی عمر لے کر آیا ہے۔ رام کرے اُسے میری عمر بھی لگ جائے۔ وہ دشمنوں کو مارنے کے بعد آرام سے بستر پر لیٹا ہوا زمانہ کی سوچ پڑھ رہا تھا۔

میں زیادہ دیر تک اُس کے دماغ سے چپک کر نہ رہ سکی۔ اپنی ہماری اور کمزوریوں سے مجبور ہو کر اُس کے دماغ سے واپس آ گئی۔ میں نے اُس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو کمزور بنانے کے لیے جڑی بوٹیوں کا رس پلایا تھا۔ اس سے میں اُس سے اُونچی بن کر رہنا چاہتی تھی۔ اب جانے کیوں اُس ہرجائی کے آگے نیچی بن کر رہنے کو جی چاہتا ہے۔ مجھے اطمینان ہے کہ جو صلاحیتیں میں چھین لینا چاہتی تھی۔ وہ اُسے واپس مل گئیں۔

رس ونتی سوچ رہی تھی اور میں اُسے کھلی کتاب کی طرح پڑھ رہا تھا۔ اب مجھے افسوس ہو رہا تھا کہ میں نے اُسے اس بُری طرح زخمی کیوں کیا۔ بے چاری بستر سے لگی ہوئی تھی۔ سوچنے کے دوران اُس کے دل نے کہا۔

"فرہاد کے پاس جانا چاہیے۔ پتہ نہیں وہ کیا کر رہا ہوگا۔"

میں محظوظ ہو گیا کہ اب وہ میرے دماغ میں جھانکے گی لیکن وہ اپنے دل سے لڑنے لگی: "نہیں اب وہ بے سہارا نہیں ہے۔ اُسے اُس کا علم واپس مل گیا ہے۔ اب میں کیوں اُس کی چنتا (فکر) کروں؟"

اُس کی دوسری سوچ نے کہا: "وہ میرا کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی اُس سے کوئی ناطہ ہے۔ میں نہ مانوں مگر دل مانتا ہے۔"

وہ پھر دل کی بات سے انکار کرنے لگی: "نہیں دل چلتا ہے، مچلتا ہے۔ میں ایسے ہرجائی سے دُور ہی رہوں گی۔ جو کلی کلی پھول پھول منڈلاتا رہتا ہے۔ اُس سے کبھی ملنا تو دُور کی بات ہے۔ میں اُس کی سوچ بھی نہیں پڑھوں گی۔ سوچ پڑھنے سے دل کو اور بھٹکنے کا موقعہ مل جائے گا۔"

وہ اپنے آپ سے لڑنے لگی۔ اتنے میں دروازے پر دستک سنائی دی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ رس ونتی نے سر گھما کر دیکھا۔ سمپت رائے ملہار کھڑا پوچھ رہا تھا: "کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟"

"آیئے۔" رس ونتی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

وہ اندر آتے ہوئے بولا: "نہیں دیوی جی! آپ لیٹی رہیں۔ میں بس حال پوچھنے آیا ہوں۔"

"آپ لوگوں کی کرپا (مہربانی) سے میں اب اچھی ہوں۔" بھگوان نے چاہا تو جلد ہی چلنے پھرنے لگیں گی۔ آپ یہ بتائیں اب تو کچھ یاد آ رہا ہوگا کہ آپ کو؟"

"مجھے کیا یاد آنا چاہیے؟" رس ونتی نے معصومیت سے پوچھا۔

سمپت رائے نے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا: "آپ ہماری دیوی ہیں۔ آپ کا نام رس ونتی ہے۔"

"آپ سب یہی کہتے ہیں تو میرا یہی نام ہوگا مگر میں کیا کروں۔ بار بار سوچنے سے بھی یاد نہیں آتا کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آئی ہوں۔"

"ہوں۔" وہ سر ہلا کر بولا: "وید راج کہتے ہیں کہ آپ کو پچھلی باتیں یاد دلانے کے لیے ہندوستان بھیجنا ہوگا۔ آپ نے بچپن سے جوانی تک جن منڈلوں اور شہروں میں زندگی گزاری ہے۔ وہ تمام جگہیں دوبارہ دیکھنے سے آپ کو سب کچھ یاد آ جائے گا۔"

"پھر تو میں ضرور وہاں جاؤں گی اور کچھ؟"

وہ ذرا ہچکچایا پھر بولا: "آپ بہت سُندر ہیں، آپ کو یاد نہیں ہے۔ ایک بار آپ نے میری سوچ پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ میں آپ سے پریم کرتا ہوں۔"

"اچھا۔ پھر کیا ہوا؟"

"پھر پھر آپ ناراض ہو گئی تھیں کیونکہ اُس سمے دیوی ہونے کے ناطے آپ صرف دیوتاؤں کی امانت تھیں مگر اب میں پھر ہمت کر کے اپنے دل کا حال سُنا رہا ہوں۔"

"رائے صاحب! میرا سر درد کر رہا ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ میں ابھی چلا جاتا ہوں۔ بس اتنی پرارتھنا (التجا) ہے کہ میرے بارے میں سوچیں میں پھر آؤں گا۔"

وہ اُٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ رس ونتی اُس کی سوچ پڑھ رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا: "یہ سب کچھ بھولنے کے بعد بھی پہلے کی طرح معصوم ہے۔ پیار محبت کی باتیں سمجھتی ہی نہیں۔ کیا یہ اپنی سُندرتا اور جوانی کو سمجھتی نہیں ہے؟"

وہ سوچنے کے دوران ذرا گھبرا سا گیا۔ ایک خوف سا محسوس ہوا کہ رس ونتی اُس کی سوچ نہ پڑھ رہی ہو پھر وہ آپ ہی آپ ہنسنے لگا۔ "اُس کی کھوپڑی کے تو بارہ بج گئے ہیں۔ اب وہ میری سوچ کو کیا پڑھ سکے گی۔ اگر پڑھ سکتی تو اب تک مجھے فوراً منانے بھی ہوتی۔"

اُس نے دُور جانے کے بعد پلٹ کر کمرے کی جانب دیکھا پھر گھوم کر جاتے ہوئے سوچنے لگا: "ٹیلی پیتھی کے بغیر کیا وہ خاک دیوی رہے گی۔ میں اب تک اُس کی ٹیلی پیتھی سے ڈرتا رہا اور اُس کی جوانی کے لیے للچاتا رہا مگر اب یہی کوشش کروں گا کہ اُسے پچھلی زندگی یاد نہ آئے۔ اُس کے دماغ تک نہ ٹیلی پیتھی پہنچے گی۔ نہ کبھی وہ مجھ پر بھاری پڑے گی۔ میں یہ بھارت پہنچنے سے پہلے ہی اُس کی جوانی سے کھیل جاؤں گا....."

رس ونتی غصہ سے تلملانے لگی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ غصہ کے باعث اُس کے دماغ پر اور بوجھ پڑے۔ اسی لیے میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "سمپت رائے مورکھ (احمق) ہے۔ میں سُندر سی جوان ہوں، ایسے کتنے ہی مورکھ میرے لیے جانے کیسے کیسے گندی باتیں سوچتے ہوں گے۔ مجھے غصہ کو برداشت کرنا چاہیے۔ دھیرج (تحمل) سے کام لینا چاہیے۔"

اس سوچ کے زیر اثر وہ رفتہ رفتہ پُرسکون ہو گئی پھر اُس نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ سمپت رائے اُس کے دماغ میں چھوڑ دیا تھا لیکن میں دیر تک اُس کی سوچ میں اُس کے دماغ کو تھپکتا رہا۔ جب وہ سکون سے سو گئی تو میں اُس کے دماغ سے واپس آ گیا۔

○

وہ بدن ہے کیا چیز؟ کیا ہم انسانوں کی دُنیا میں ایسا عجوبہ کسی نے دیکھا ہوگا جس کے بظاہر دو جسم ہوں۔ مگر باطن میں دماغ ایک ہو؟

ایسے عجوبہ کو سمجھنے کے لیے انسانی تاریخ پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ پہلے تورومن دیوی دیوتاؤں کے ہجوم میں ایک ایسی ہستی کا ذکر ہے جس کا نام ہرافرڈیٹ تھا۔ وہ بیک وقت مرد بھی تھا اور عورت بھی۔ اُس کا جسم مردانہ بھی تھا اور زنانہ بھی۔ وہ دیوتا ہرمز (مرکری) اور وینس (دیوی افرڈیٹ (وینس) کی اولاد تھی (تھا)۔

جب عجوبہ کا ذکر ہوا اور ایک بدن کے ساتھ چار ہاتھوں کی بات آئے تو ہندو دھرم کی کالی ماتا کی تصویر سب ہی نے دیکھی ہوگی۔ شِو کے چار ہاتھ ہوتے ہیں۔ ایک گنیش مہاراج ہیں۔ جن کا جسم انسان کا اور سر ہاتھی کا ہے۔ یہ اپنے اپنے دھرم اور مذہبی عقیدے کی بات ہے۔ عقیدہ ہو تو ایسی عجیب ہستیاں قابلِ پرستش بن جاتی ہیں۔ عقیدہ نہ ہو تو یہ ہستیاں عجوبے کہلاتی ہیں اور ان کی باتیں محض افسانوی ہوتی ہیں۔

الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔ میں وہ بدن کو قابلِ پرستش نہیں بلکہ مضغۂ گوشت ہستی کہوں گا۔ چونکہ وہ میری زندگی کے راستے میں آئی تھی اس لیے میں اُسے افسانوی کردار نہیں کہہ سکتا۔ جنھوں نے کبھی عجوبے نہ دیکھے ہوں، وہ اِس داستان کو افسانے کی طرح پڑھتے ہوئے گزر جائیں۔

پتہ نہیں کتنی رات گزر گئی ہوگی۔ میری وہ رات تو خیال خوانی میں ہی گزر رہی تھی۔ میں اطمینان سے آنکھیں بند کر کے وہ بدن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ سو رہی ہوں گی مگر جاگ رہی تھیں۔ لباس بدل رہی تھیں۔ میں بڑے موقعہ سے وہاں پہنچا تھا۔ چپ چاپ اُن کی

سوچ کو پڑھتے ہوئے اُن کے بدن کے نشیب و فراز کو بھی پڑھتا رہا معلوم ہوا کہ دونوں ہی دلفریب ادائیں ہیں۔

وہ ایک دوسری کے سامنے کھڑی ہوئی تھیں اگر اُن کے سامنے آئینہ ہوتا تو اُن کی سوچ سے مجھے معلوم ہو جاتا مگر اُن کا دماغ کہاں تھا۔ میرے سامنے میں ہوں اور میں اپنے آپ کو دیکھ رہی ہوں۔"

میں ایک ہی دماغ کو پڑھ رہا تھا اور اُس دماغ کی ایک سوچ کے مطابق دو مختلف جسم حرکت کر رہے تھے۔ یہ اُس کو دیکھ کر اور وہ اِس کو دیکھ کر آمنے سامنے لباس پہن رہی تھیں۔ پہلے انھوں نے برتر کے سر پر لکھے ہوئے لباسوں میں سے انڈویئر ایک ساتھ ایک ہی وقت میں اُٹھا کر پہنی۔ اُس کے بعد انھوں نے اپنی اپنی پتلون اُٹھائی کسی وقت بھی اُٹھتے بیٹھتے یا لباس پہنتے وقت کسی ایک سے کوئی غلطی ہو سکتی تھی۔ پتلون پہن کر وہ سائیڈ بٹن لگانے لگیں تو ایک کی پتلون کا بٹن ٹوٹ گیا۔ ٹوٹ کر گرتے ہی اُس کے قدموں کے پاس چلا گیا۔

ایک کا ہاتھ رک گیا۔ جیسے دونوں کا کنکشن ایک ہی ہو۔ دوسری کا ہاتھ بھی رُک گیا تھا جس کا بٹن ٹوٹا تھا۔ اس نے اپنے قدموں کی طرف نظریں جھکائیں تو دوسری کی نظریں بھی اپنے قدموں کی طرف جھک گئیں پھر دونوں نے ایک ساتھ پتلون کو اُٹھاتے ہوئے ایڈی کو پکارا۔ "ایڈی! یُو ماسٹرڈ کم اوور ہیئر۔۔۔"

ایڈی دوڑتا ہوا خواب گاہ میں داخل ہوا۔ پھر دو بدن کے سامنے پہنچ کر ایٹنشن ہو گیا۔ "یس مادام!"

وہ غصّہ سے بولی۔ "تم کیسے ٹوٹ گیا؟"

"سر۔ کیا دونوں پتلون کے بٹن ٹوٹ گئے ہیں؟"

"نہیں۔ میری پتلون کا بٹن نکل گیا ہے۔ یہ دیکھو۔۔۔"

دونوں نے دونوں پتلونیں آگے بڑھا دیں۔ دو دو سے یہ سمجھنا دشوار تھا کہ کس کی پتلون سے بٹن نکل گیا ہے کیونکہ دونوں ہی ایک آواز میں میری پتلون کہتی ہوئی ایک ساتھ دو عدد پتلونیں بڑھا چکی تھیں۔ ایڈی دو بدن کا خاص خدمت گار تھا۔ ایسی دشواریوں سے گزرنے کا عادی ہو گیا تھا۔ اُس نے دونوں پتلونوں کو لے کر معذرت چاہتے ہوئے کہا۔ "معافی چاہتا ہوں مادام! لباس چیک کرنے میں غلطی ہو گئی۔ کیا آپ دوسرا لباس پہنا کریں گی؟"

دو بدن نے دو زبانوں سے کہا۔ "الماری کھولو۔"

وہ الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری کے پٹ پر لگے ہوئے قدِ آدم آئینے میں دو بدن کے سراپا نظر آ رہے تھے۔ ایڈی متحیّر اور متاثر ہو کر ایک ذرا آئینہ کے قریب کھسک گیا۔ وہ غرا کر بولیں۔ "آنکھیں پھوڑ دوں گی! الماری کھولو۔"

اُس نے جلدی سے الماری کھول دی۔ اُنھوں نے حکم دیا۔ "سیاہ فیلپر اور اونچ کلر کی شرٹ نکالو۔"

اُس نے حکم کی تعمیل کی۔ نظریں جھکا کر پہلے دو عدد فیلپر لایا جب دو عدد دائیں ہاتھوں نے اُنھیں لے لیا تو پھر وہ الماری کے پاس جا کر دو عدد اونچ کلر کی شرٹ لے آیا۔ میں نے ایڈی کی سوچ پڑھی معمولی سی شکن ہو کر سوچ رہا تھا۔ "یہ خدمت گزاری بڑی مہنگی پڑتی ہے۔ دونوں سالیاں دیکھنے کی چیز ہیں۔ پر میں دیکھ نہیں سکتا اور دیکھے بغیر رہ بھی نہیں سکتا۔"

وہ عاجزی سے بڑبڑایا۔ "مادام! ایک التجا ہے۔ آپ غور کریں آخر میں ایک مرد ہوں۔ نظریں تو جھک ہی جاتی ہیں خدا نے آپ کو اس قدر حسین بنایا ہے کہ کہ۔۔۔"

وہ ہمکچایا نے لگا۔ وہ بولیں۔ "اچھا سمجھ گئی۔ آدھے حسن کو چھپا لو۔"

"نن۔ نہیں۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ لباس وغیرہ پہننے کے لیے آپ کسی عورت کو رکھ لیں۔"

"ہوں۔ اگر تمھیں یقین ہو جائے کہ میں ایک کمزور عورت ہوں تو تم التجا کرو گے یا وحشی بن کر جھپٹ پڑو گے؟"

"مادام! میں وحشی نہیں بن سکتا۔ آپ کا وفادار ہوں۔"

"یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ مرد ہر حسین عورت کو دیکھ کر بہک جائے۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو اپنے نفس کو قابو میں رکھو۔"

"جی بہت اچھا۔"

دونوں نے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا۔ پھر گھوم کر ایک دوسری کو دیکھتی ہوئی بولیں۔ "ٹھیک ہے۔ ایک دم پرفیکٹ۔۔۔"

دونوں شانہ بشانہ ہو کر چلتی ہوئی خواب گاہ سے باہر آ گئیں پھر وہ خواب گاہ کے پیچھے جانے لگیں۔ پیچھے جیل خانہ تھا۔ مختلف کمروں میں سلاخوں کے پیچھے قیدی بیٹھے ہوئے تھے یا سو رہے تھے۔ مسلح جوان دو بدن کو دیکھتے ہی الرٹ ہو گئے۔ آہنی سلاخوں کے پیچھے ایک کمرے میں دو بدن شرافرش پر اوندھا سو رہا تھا۔ عزیز سعید نے قریب آ کر کہا۔ "مادام! میں شرافی کی تحریر اور دستخط کی مشق کر رہا ہوں۔ اُس کے جسم سے کانٹے نکال دیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اُسے سونے کا موقعہ دیا جائے۔ جب یہ بیدار ہو گا تو میں اُس کے ذاتی اور خاندانی حالات معلوم کروں گا۔"

وہ آگے بڑھتی ہوئی دوسرے کمرے کے سامنے آئی۔ وہاں پیرس کا ایک بہت بڑا صنعت کار ڈان سومرو قید تھا۔ فاسٹر نامی ایک ماتحت دو بدن کے سامنے حاضر ہوا۔ وہ ڈان سومرو کے میک اپ میں تھا۔ یعنی اُس وقت ایک ڈان سومرو سلاخوں کے پیچھے تھا۔ دو سرا ڈان سومرو سلاخوں کے باہر تھا۔ دو بدن دونوں کو تنقیدی نظروں سے دیکھتی رہی۔ قیدی سومرو نے سلاخوں کو تھام کر پوچھا۔ "مادام! میں چیک پر دستخط کرتا رہتا ہوں

میں اپنی ساری دولت دے رہا ہوں۔ میں آیندہ بھی آپ کے کام آتا رہوں گا۔ پلیز مجھے اس قید خانے میں نہ رکھیں۔"

سلاخوں کے باہر دوسرے ڈان سومرو نے بھی وہی کہا۔ "مادام! میں چیک پر دستخط کرتا رہتا ہوں۔ میں اپنی ساری دولت دے رہا ہوں۔ میں آیندہ بھی آپ کے کام آتا رہوں گا۔ پلیز مجھے اس قید خانے میں نہ رکھیں۔"

دونوں کی آواز، لہجے اور انداز میں ایک ذرا فرق نہ تھا۔ دو بدن نے خوش ہو کر کہا۔ "ویل ڈن فاسٹر! تم زبردست نقال ہو۔"

وہ آگے بڑھ کر تیسرے کمرے کے سامنے پہنچی۔ وہاں انٹرنیشنل سی ٹرانسپورٹ کا پریذیڈنٹ ڈاکٹر سیکر جنرل پیری ہڈسن کو قید کیا گیا تھا۔ سلاخوں کے باہر بھی ایک پیری ہڈسن موجود تھا۔ جو دراصل دو بدن کا ایک وفادار جانی وارڈ تھا۔ اصل پیری ہڈسن نے دو بدن کو دیکھتے ہی چیخ کر کہا۔ "پرنسپل پراس! میں کچھ نہیں کہوں گا تم سب یہاں موجود تحقیقاتوں کا ڈرامہ بند کرتے ہو۔ تم بھی ایک ہو۔ یہ جو تمھارے ساتھ دوسرا ہے۔ یہ تمھارے میک اپ میں ہے۔ تم ایک دوسرے کی نقل کرتی ہو اور یہ آلو کا پٹھا جانی وارڈ میرے ہیڈ پر میں میری نقل کرتا ہے۔ اب میں خاموش رہوں گا اسے نقالی کا موقعہ نہیں دوں گا۔"

مگر نقالی جاری تھی جس انداز میں پیری ہڈسن جھنجلا کر کہتا تھا۔ نقلی پیری ہڈسن بھی اسی انداز میں کہتا جا رہا تھا۔ دو بدن قہقہے لگا رہی تھی۔ آخر میں اصل پیری ہڈسن سلاخوں کو تھام کر اپنا سر ٹکرانے لگا۔ اُس کا نقال خاموش کھڑا تھا۔ دو بدن نے اُسے ایک طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا۔ "خاموش کیوں ہو۔ اُس کی نقل کرو۔"

دو بدن کے ایک طمانچہ کا مطلب دو طمانچے تھے جانی وارڈ کی کنپٹی اور گال پر ایک ساتھ دو دائیں ہاتھ پڑے۔ میں نے جانی وارڈ کی کھوپڑی میں پہنچ کر دیکھا اُس کا سر جھنجھنا رہا تھا اور بائیں جبڑا بری طرح دکھ رہا تھا۔ کسی عورت کا ہاتھ ایسا فولادی نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی ہاتھ میں سارے وجود کو بھوڑا بنا کر رکھ دے یا تو وہ بڑی محنتوں کے بعد فولاد بنائی گئی تھیں یا پھر قدرتی طور پر ڈبل ہارس پاور رکھتی تھیں۔ ایک ساتھ دو جسمانی قوتیں عمل میں آتی تھیں۔

جانی وارڈ دونوں ہاتھ سے اپنے سر کو تھام کر جیل خانے کی دیوار سے ٹیک لگا کر بولا۔ "مم۔ مادام! میں نے پیری ہڈسن کی اس لیے نقل نہیں کی کہ سلاخوں سے سر ٹکرا کر زخمی ہو جاؤں گا تو اُس کا رول ادا کرنے نہیں جا سکوں گا۔"

وہ غرا کر بولیں۔ "جا سکو گے۔ اگر تم زخمی حالت میں اس جنگل کے باہر پہنچ گئے کہ ہوائی اڈے پہنچو گے تو فانوس کے محافظوں کو یقین آ جائے گا کہ طیارہ اغوا کرنے والوں نے واقعی پیری ہڈسن پر ظلم کیا ہے۔ کیا تم بھول گئے کہ میں مکمل نقالی چاہتی ہوں؟"

اصل پیری ہڈسن نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "ہا ہا ہا۔ پھر تو میں اور زیادہ سر ٹکراؤں گا۔ سالے نقال تمھیں بھی میرے ساتھ سر ٹکراتے ٹکراتے مرجانا پڑے گا۔"

یہ کہتے ہی وہ سلاخوں سے سر ٹکرانے لگا۔ نقلی پیری ہڈسن کو بھی یہی کرنا پڑا۔ دونوں کے سر ٹکرانے کا انداز بڑا ہی وحشیانہ تھا۔ آہنی سلاخیں جیسے لرز رہی تھیں۔ ایک بار نقال نے سلاخوں سے سر ٹکرانے کے بجائے آہنگی سے مارا۔ تاکہ کسی طور نقالی کا عمل جاری رہے لیکن دو بدن نے بیک وقت دو ہاتھوں سے اُس کے سر کے بالوں کو پکڑ کر زور سے سلاخوں پر مارتے ہوئے کہا۔ "اصل پیری ہڈسن ایسے ٹکرا رہا ہے۔ ایک دم سچی نقالی کرو۔۔۔"

لیکن وہ نقال جانی وارڈ اب اپنی مالکہ کی باتیں سننے کے لیے ہوش میں نہیں تھا۔ وہ بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑا تھا۔ اُس کا چہرہ لہو سے تربتر تھا۔ اصل کی بھی یہی حالت تھی مگر وہ ہوش میں تھا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر وحشت زدہ نظروں سے دو بدن کو دیکھتے ہوئے اٹک اٹک کر بولا۔ "تُو۔ تم بھی۔ میری نقل کرو۔ میں تمھیں بھی۔ بھی مار ڈالوں اوں۔۔۔"

وہ پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔ دو بدن خانہ انداز میں جلتی ہوئی جیل خانہ سے باہر آ گئیں۔ حوض کے درمیانی راستے سے گزرتی ہوئی بڑے ہال میں پہنچیں۔ وہاں مختلف چھوٹی چھوٹی مشینوں کے پاس بے شمار میرے جگمگا رہے تھے۔ دو بدن نے ایک مشین کے پاس آ کر دیکھا۔ وہاں خوب صورت ڈیزائن کے نیکلس تیار کیے جا رہے تھے۔ وہ دو نیکلس اُٹھا کر ایک دوسری کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ پھر اپنے اپنے گلے میں وہ ہار پہن کر دیکھنے لگیں۔ بہت ہی خوب صورت ہار تھا۔ ہیروں کی جگمگاہٹ پر آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی۔

وہ خوش ہو کر بولیں۔ "مسٹر مونو! تمھاری فنکاری کا جواب نہیں ہے۔"

برلو کیا انعام چاہتے ہو؟"

"مادام! آپ نے مجھے فرش سے اُٹھا کر عرش پر پہنچا دیا ہے۔ مجھے کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ ہاں صرف ایک ہفتہ کے لیے اپنے بیوی بچوں سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کل تمھاری روانگی کا انتظام کر دیا جائے گا۔"

یہ کہہ کر وہ دوسری مشینوں کی طرف گئیں۔ کہیں بریسلٹ کہیں بریسلٹ اور کہیں کانوں کے آویزے تیار کیے جا رہے تھے۔ وہ مطمئن ہو کر ہال سے باہر آ گئیں۔ اُس کی صبح کہہ رہی تھی کہ ابھی رات کے تین بج رہے ہیں۔ چار بجے اُن کاری گروں کی ڈیوٹی ختم ہو جائے گی پھر وہ آیندہ شام تک آرام کریں گے۔ وہ چلتے چلتے بڑے سے گیراج میں آئیں۔ مسلح افراد اُسے دیکھتے ہی اٹینشن ہو گئے۔ ایک وگن کار میں چار شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ایڈی نے بتایا کہ وہ چاروں ایک ماہ کی چھٹیاں لے کر اپنے اپنے ملک جا رہے ہیں دو بدن وگن کار میں آ کر بیٹھ گئیں۔

گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی۔ پھر وہی دلدل والا منظر تھا۔ دلدل ایک طرف سرک رہی تھی۔ گاڑی وہاں سے گزرتی ہوئی دلدل میں

پہنچ کر رک گئی۔ پھر دلاور سرک کر اپنی جگہ آ گئی اور دلدل اُوپر کی جانب اُبھرتی ہوئی کھلے جنگل میں برگد کے کنارے پہنچ گئی۔ وہاں سے دگین کار دوبارہ اسٹارٹ ہو کر دلدلی حصّے کو عبور کرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ تقریباً دو میل تک چلنے کے بعد اُن چاروں کی آنکھوں سے پٹیاں کھول دی گئیں۔

دوبدن نے گاڑی سے اُتر کر کہا۔ "تم چاروں پیدل چل کر کے تھیں ایک ماہ کی چھٹی دی جا رہی ہے۔ اگر مقررہ وقت پر پیدل ناکام واپس نہیں پہنچ گئے تو پھر جہاں رہو گے وہاں تمھاری موت پہنچ جائے گی۔ گو آن۔ وش لوگنڈ جرنی۔۔۔"

دگین کار آگے چلی گئی۔ دوبدن وہاں اُس وقت تک کھڑی رہیں جب تک کہ گاڑی کی روشنی نظر آتی رہی۔ پھر انھوں نے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ سوہنی ایک نہیں بیک وقت دو انگڑائیاں لیں اُن کے بدن ٹوٹ رہے تھے۔ وہ دونوں کسی راک فیلو نامی شخص کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔ سوچ کا انداز بتا رہا تھا کہ راک فیلو اُس کا محبوب ہے۔

میں اتنی دیر سے دوبدن کے خیالات پڑھتا جا رہا تھا۔ اُن کی ذات سے بنیادی دلچسپی یہ تھی کہ وہ دو ہونے کے باوجود ایک تھیں ایسی مشترک عورتیں جس شخص کو اپنا محبوب بنائیں گی۔ وہ کیسا محبوب ہو گا؟ یہ معلوم کرنے کے لیے میری دلچسپی اور بڑھ گئی۔ اُس وقت دوبدن ہری بھری شبنم آلود گھاس پر لوٹ رہی تھیں۔ دن رات زمین دوز اڈے میں قید رہنے کے بعد وہ ہر رات تین بجے کھلی فضا میں آتی تھیں اور صبح تک آزاد پنچھی کی طرح جنگل میں گھومتی رہتی تھیں۔

لیکن وہ رات راک فیلو سے ملاقات کے لیے مقرر تھی تھوڑی دیر بعد وہ گھاس پر سے اُٹھ گئیں۔ پھر ایک طرف چل دیں۔ قریب ہی مقامی باشندوں کی ایک بستی تھی۔ میں اس خیال سے اُٹھ بیٹھا کہ وہ ہماری بستی کی طرف آ رہی ہیں میرے کاٹیج کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ باہر جاندنی میں جنگل سو رہا تھا۔ چاروں طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے نشانہ بنا کر ایک نظر ڈالی۔ پھر آہستگی سے اُٹھ کر کھڑکی کے پاس آ گیا۔

دوبدن کی سوچ کہہ رہی تھی کہ بستی نگاہوں کے سامنے ہے۔ کچھ مقامی اور غیر مقامی باشندے ہاتھوں میں مشعلیں لیے اُن کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے ہیں۔ میرا خیال غلط نکلا۔ ہماری بستی میں مشعلیں روشن نہیں تھیں اور نہ ہی کوئی استقبال کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ وہ کوئی دوسری بستی تھی۔ وہاں مقامی باشندے دوبدن کے آگے گھٹنے ٹیک رہے تھے اور سر جھکا رہے تھے۔ وہ اُن کے درمیان سے گزرتی ہوئی ایک جھونپڑی میں آئیں۔ سب لوگ باہر رُک گئے۔ دوبدن نے جھونپڑی کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

اُس کمرے میں مختصر سا رہائشی سامان تھا۔ وہ کمرے سے گزرتی ہوئی پچھلے برآمدے میں آئیں۔ برآمدے کے سامنے اُونچی اُونچی جھاڑیاں تھیں۔ آگے بڑھنے کا راستہ نہیں تھا۔ لیکن وہ آگے بڑھ گئیں۔ جھاڑیوں کو چاروں ہاتھوں سے ہٹاتی اور چاروں قدموں سے بڑھتی ہوئی ایسی جگہ پہنچ گئیں جہاں جھاڑیوں کے بیچ زمین کا تھوڑا سا حصّہ ننگا تھا۔ وہاں پتھر کی بڑی سی سِل رکھی ہوئی تھی۔

سِل کے دونوں آہنی کنڈوں کو چاروں ہاتھوں نے تھام کر اُٹھانا شروع کیا۔ سِل اتنی وزنی تھی کہ ایک قوی ہیکل شخص تنہا اُسے ہلا بھی نہیں سکتا تھا لیکن وہاں ڈبل ہارس پاور والی قوت تھی۔ چند لمحوں میں ہی وہ سِل اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ اب سِل کی جگہ گہرائی نظر آ رہی تھی۔ ایک زینہ اُس گہرائی میں اُترتا چلا گیا تھا۔ اُس زینے سے بیک وقت ایک آدمی گزر سکتا تھا اور وہ دو تھیں۔

وہ دونوں آگے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ ماں کے دماغ نے آگے والی کے قدموں کو بڑھنے اور پیچھے والی کے قدموں کو رُکنے کی ہدایت کی۔ آگے والی نیچے زینے پر پہنچ گئی۔ پھر چند زینے اُتر کر رُک گئی۔ دماغ کی ہدایت کے مطابق پیچھے والی زینے پر پہنچ گئی۔ اُس کے بعد اگلوں پیچھے کر دونوں ہاتھ اُٹھا کر اُوپر کی سِل کو اُس کی جگہ واپس کھینچنے لگی۔

میں نے پہلی بار اُن کا الگ الگ عمل دیکھا۔ یہ عمل ایسا ہی تھا۔ جیسے جارا دماغ ہمیں بیک وقت دونوں ہاتھ اُٹھانے کے لیے کہتے تو دونوں ہاتھ اُٹھ جاتیں اور صرف ایک ہاتھ کو اُٹھنے کی ہدایت دیتے تو ایک ہی ہاتھ اُٹھتے۔ اُسی طرح اُن کا ایک دماغ چار ہاتھ، چار پاؤں اور دو جسم کو اپنے کنٹرول میں رکھتا تھا۔

اُس وقت صرف دو ہاتھ اُس پتھر کی سِل کو ہٹانے میں ناکام رہے۔ اُس نے بالوں ہو کر خطرہ راستے کو کھلا چھوڑ دیا۔ پھر دونوں ایک دوسری کے آگے پیچھے زینے سے اُترتی ہوئی تہہ خانے کے فرش پر پہنچ گئیں۔ وہاں جل کا ایک مقفر روشن تھا۔ تین شخص اُن کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ ایک بوڑھے شخص نے کہا۔ "بیٹی! کتنی بار سمجھایا ہے کہ اس راستے سے نہ آیا کرو۔ کیا تم اپنی خواب گاہ سے یہاں نہیں آ سکتی تھیں؟"

دوبدن نے کہا۔ "ڈیڈی! میں نے کتنی بار کہا ہے کہ میں سُرنگ کے راستے سے آنا نہیں چاہتی۔ باہر جنگل میں جا کر مجھے بھی کھلی فضا میں سانس لینا چاہیے۔"

"اگر ایک رات تم کھلی فضا میں نہیں جاؤ گی تو کیا فرق پڑ جائے گا؟"

دوبدن نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دونوں منہ گھما کر سامنے والے دروازے سے گزر گئیں۔ دروازے کے دوسری طرف بڑا سا ہال تھا۔ اُس ہال میں کچھ لوگ سونے اور میز کے زیورات خوب صورت ڈبوں میں رکھ کر بڑے بڑے کارٹونوں میں پیک کر رہے تھے۔ وہ بڑے ہال سے گزرتی ہوئی ایک تنگ سی راہداری میں آ گئیں۔ اطراف میں بہت سے چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ وہ وہاں سے گزرتی ہوئی دوسری راہداری میں آئی۔ اُس کے آخری سرے میں ایک بڑا سا آہنی دروازہ تھا۔ وہاں ایک رائفل بردار جوان کھڑا

ہوا تھا۔ اُس نے دوبدن کو دیکھتے ہی سلام کیا۔ پھر آہنی دروازے کے قفل کو کھول دیا۔ وہ دوسری طرف گئیں۔ آہنی دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ اُس کو دوبارہ مقفل کر دیا گیا۔

وہاں نیم تاریکی تھی۔ وہ شانہ بشانہ آگے بڑھنے لگیں۔ چلتے کمرے کے کھلے ہوئے دروازے سے روشنی باہر آ رہی تھی۔ وہ اُس کمرے میں داخل ہو گئیں۔ وہاں ایک ڈاکٹر اور چار صحت مند جوان موجود تھے۔ کمرے کے وسط میں ایک بڑا بلب روشن تھا۔ اُس کے سائے میں ایک بستر بچھا ہوا تھا۔ دوبدن اُس بستر پر آ کر بیٹھ گئیں۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "اگر تھکن محسوس کر رہی ہو تو آرام کرو۔"

"نہیں۔" وہ دونوں بولیں۔ "میں راک فیلو سے ملنے جائوں گی۔ اِس ماحول میں میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "راک فیلو اسی ماحول میں رہتا ہے۔ پھر اس ماحول سے باہر کہاں جانا چاہتی ہو؟"

"میں دُنیا دیکھنا چاہتی ہوں۔ مجھے لوگوں سے ملنے، اُٹھنے بیٹھنے اور لباس پہننے کے طور طریقے سکھائے گئے ہیں۔ مجھے مہذب دُنیا کی تعلیم دی گئی ہے۔ پھر مجھے اِس جنگل سے باہر کیوں نہیں جانے دیا جاتا؟"

"ہم تمھیں بار بار سمجھا چکے ہیں کہ مہذب دُنیا میں جا کر تم تماشہ بن جاؤ گی۔ پہلے تم اپنے دو الگ وجود کو سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"یہی سمجھ رہی ہوں۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ اگر الگ الگ ہو تو ایک ساتھ نہ بولو۔"

دوبدن کی سوچ نے کہا۔ "اب میں اپنی ایک ہی زبان سے بولوں گی۔ دوسری زبان چپ رہے گی۔"

یہ سوچتے ہی ایک کے لب ہلے۔ ایک زبان نے کہا۔ "دیکھو میں تنہا بول رہی ہوں۔ دوسری چپ ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ تو آزمائش کے وقت تم ایسا کر لیتی ہو لیکن عام حالات میں اپنی فطرت سے مجبور ہو کر ایک اور ایک دو نہیں ہو تیں ایک ہی بن کر ظاہر ہوتی ہو۔"

"میں بدرفتہ رفتہ ایک دوسرے سے علیحدہ رہنے کی عادی ہو جاؤں گی میرا وقت ضائع نہ کرو چلو مالش کرو۔"

یہ کہہ کر دونوں اپنا لباس اُتارنے لگیں۔ اُس پاس کھڑے ہوئے جوان اُن کا اُتارا ہوا لباس لے کر ایک طرف رکھ رہے تھے۔ پھر وہ دونوں بستر پر لیٹ گئیں۔ ڈاکٹر دوائیوں کے ریک میں سے ایک بوتل اُٹھا کر لایا جس میں سبز رنگ کا سیال مادہ تھا۔ چار قوی صحت مند جوان ربر کے دستانے پہنے ہوئے تھے۔ ایک نے سبز سیال کو ایک بڑے سے کٹورے میں انڈیلا۔ پھر چاروں باری باری اس کٹورے میں ہاتھ ڈبو کر اس سیال کو دوبدن کے بدن پر مَلنے، گرگڑانے اور مالش کرنے لگے۔ وہ بے تکلفی سے کرا رہے تھے۔ مالش کرنے والے تگڑے ہاتھ اُنھیں تکلیف نہیں پہنچا رہے تھے۔ دوبدن کے احساسات سے بے چین ہو رہا تھا کہ مالش کی دوا میں عجیب سی سوزش ہے۔ دونوں بدن میں جلن کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سیسہ پگھلا کر گوشت پوست کے بدن میں مالش کے ذریعہ پہنچایا جا رہا ہے۔

میں دوبدن کو چھوڑ کر ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر وہ کس قسم کی مالش ہے اور صرف دوبدن کے بدن کی ہی مالش کیوں کی جا رہی ہے؟ میں نے بہت آہستہ آہستہ ڈاکٹر کے ذہن کو کریدا تو وہ مالش کا فارمولا اپنی سوچ کے ذریعہ اُبھارنے لگا لیکن دواؤں کے نام ایسے نامانوس فہم تھے کہ میں اُنھیں سمجھ سکتا تھا نہ یاد رکھ سکتا تھا۔

اُس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "اس مالش کا ایک ایک قطرہ گوشت کے ریشے ریشے میں پہنچ کر جسم کو بیرونی چوٹوں سے بے حس اور ہڈیوں کو فولاد بنا دیتا ہے۔ یہ میری قابلِ فخر ایجاد ہے لیکن عام استعمال کے لیے اس مالش میں ملاوٹ کرنی ہو گی۔ کیونکہ موجودہ مالش انسانی جسم کے لیے قدرے زہریلی ہے جو بُل (دوبدن) کو پیس سے قطرہ قطرہ مالش کا عادی بنایا گیا ہے۔ پھر بھی یہ تکلیف سے کراہتی ہے مگر عادی ہو چکی ہے۔۔۔"

آدھے گھنٹہ بعد مالش کا عمل ختم ہو گیا۔ چاروں نوجوان دوشالے اُتارتے ہوئے باتھ روم کی طرف چلنے لگے۔ دوبدن تقریباً دس منٹ تک چپ چاپ لیٹی رہیں جب اپنے اندر جلن کا احساس بالکل ہی ختم ہو گیا تو وہ اُٹھ کر بیٹھ گئیں۔ اپنے چاروں ہاتھوں کو ورزش کے انداز میں حرکت دینے کے بعد کھڑی ہو گئیں۔ پھر پنجوں کے بل اسکیٹنگ کرتی ہوئی کمرے سے باہر آ گئیں۔

راہداری میں آگے اور بھی کمرے تھے۔ ایک کمرے کے سامنے بسا ندبو پھیل ہوئی تھی۔ دوبدن نے اس کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ وہاں ایک کھانے کی میز پر پکے گوشت کی کچھ بوٹیاں اور بہت ساری ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ دوبدن کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ کچا گوشت کھانے والا درندہ ابھی ڈنر سے فارغ ہو کر وہاں سے گیا ہے۔۔۔؟

اُس کی سوچ کے دوران ہی دُور کہیں سے غراہٹ کی آواز سُنائی دی۔ وہ غراہٹ تھی یا کوئی درندہ کچا گوشت بھنبھوڑتے ہوئے ڈکارلے رہا تھا۔ وہ گھوم کر آواز کی سمت جانے لگیں۔ راہداری کے بدبودار اندھیرے میں وہ آگے بڑھتی جا رہی تھیں اور کسی کے سانس لینے کی بھاری بھرکم آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ سانس لینے کی ایسی بھیانک آوازیں کسی درندے کے نتھنوں سے ہی نکلتی ہیں۔ وہ بے جھجک آگے بڑھتی ہوئی ایک کمرے کے دروازے کے سامنے ٹھیر گئیں۔

کھلے ہوئے دروازے کے کمرے کے سامنے والی دیوار پر اُس کا سایہ نظر آ رہا تھا۔ سائے کو دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے کوئی گوریلا تخت پر بیٹھا ایک بوتل کو منہ سے لگائے شراب پی رہا ہو۔ دوبدن نے ایک ساتھ آواز دی۔

"راک فیلو۔۔۔"

"غرغر غرغر۔۔۔" غراہٹ کے ساتھ آواز آئی۔ "مائی سویٹ ڈبل لیڈی کم اِن۔۔۔"

وہ بڑے سے کمرے میں داخل ہوگئیں۔ پھر انھوں نے گھوم کر راک فیلو کو دیکھا۔ یوں کہنا چاہیئے کہ دوبدن کی دماغی آنکھوں سے میں نے دیکھا۔ راک کے معنی چٹان ہیں۔ وہ سات فٹ کا قد آور چٹان تھا۔ چٹانوں پر گھاس نہیں اگتی مگر اُس کا تمام جسم بالوں سے چھپا ہوا تھا۔ اُس کے بدن پر لباس نہیں تھا۔ بالوں نے ہی اُسے ڈھانپ رکھا تھا۔ سیاہ، نظر نہ آنے والا گریلا نظر آتا تھا۔ سَر کے بال بھی بڑے تھے۔ ڈاڑھی بھی تھی۔ اُس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں سُرخ انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ وہ دوبدن کو دیکھ کر مسکرایا تو بڑے بڑے دانتوں کی نمائش ہوئی۔ وہ ایسے مضبوط دانت اور جبڑے تھے کہ کچے گوشت کو بیس کر قیمہ بنا دیتے تھے۔

وہ مسکراتے ہوئے مگر غراتے ہوئے بولا: "تم پھر میرا نشانہ خراب کرنے آگئی ہو۔ میں کیسے بتاؤں کہ تمھارے جانے کے بعد میری کیا حالت ہوتی ہے۔ میں دیواروں سے سر ٹکرانے لگتا ہوں۔"

وہ بولیں: "تصور تمھارا ہے۔ مجھے اس لیے غصہ آجاتا ہے کہ تم آدھا پیار کرتے ہو۔"

"آدھے پیار کی بچی! میں تم دونوں کو ایک ساتھ کیسے پیار کر سکتا ہوں؟"

وہ جھنجلا کر کھڑا ہوگیا۔ دوبدن نے کہا: "تم بھی مجھے دوکھ دیتے ہو۔"

وہ ڈاکٹر بھی مجھے ایسا کہتا ہے۔ کہتا ہے جب تک میں اپنے دو ٹکڑے نہیں کروں گی مجھے مہذب دُنیا میں نہیں جانے دیا جائے گا۔"

وہ آگے بڑھ کر بولا: "تم اپنے دو ٹکڑے کیا کرو گی۔ ایسے تم تو پیدائشی دوعدد ہو۔ کیا تمھیں اپنے چار ہاتھ اور چار پاؤں نظر نہیں آتے؟"

وہ ثبات میں سَر ہلا کر بولیں: "ہاں کبھی بہت زیادہ سوچ سمجھ کر دیکھنے سے نظر آتے ہیں مگر میں کیا کروں۔ یہ چاروں ہاتھ پاؤں مجھ سے ہی منسلک ہیں میرے ہی دماغ کے تابع فرمان ہیں۔ کیا ایسا تجربہ نہیں کیا گیا کہ مجھے دو حصّوں میں الگ کر کے ایک حصّہ دوسرے کمرے میں بھیج دیا گیا مگر وہاں بھی میرا ہی دماغ براجمان رہا۔ جو کچھ میں اِدھر کرتی رہی۔ وہی وہ بھی اُدھر کرتی رہی۔ پھر میں دو کیسے ہو سکتی ہوں؟"

"تمھاری دو کی ایسی کی تیسی۔ آج میں تم دونوں کو ہی حاصل کر کے رہوں گا۔"

وہ اپنے دونوں بازو پھیلا کر آگے بڑھا۔ وہ بالوں بھرے سخت اور کھُردرے بازو ایسے تھے کہ فولادی بازوؤں کو توڑ کر رکھ دیتے۔ کوئی بھی عورت انھیں دیکھ کر دہشت سے مرجاتی مگر دوبدن جذباتی انداز میں آگے بڑھ کر اُس کے بازوؤں میں سما گئیں۔ راک فیلو کی سانسوں کی آوازیں ایسی تھیں جیسے آندھیاں سانس کھینچ رہا ہو جیسے وہ دوبدن کو سانسوں کے ذریعہ کھینچ کر نگل لینا چاہتا ہو۔

وہ بڑے بڑے دانتوں کی نمائش کرتا ہوا ایک چہرے پر جھکا

وہ بولیں: "مجھے پیار کرو۔"

راک فیلو نے دوسرے چہرے کو دیکھا کیونکہ اُس چہرے نے بھی اُسی وقت پیار کی فرمائش کی تھی۔ وہ اِدھر والے چہرے کی طرف جھکا تو دوسری نے اُس کی ڈاڑھی پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لی۔ چیخ کر بولی: "اِدھر کہاں جھک رہے ہو؟"

اُس نے غُرا کر دوبدن کے دونوں سَروں کو اپنے دونوں آہنی پنجوں میں داب لیا۔ غصّہ سے بولا: "اگر تم دونوں نے پھر وہی جھگڑا شروع کیا تو میں اِن سَروں کے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔"

میں اُس وقت دوبدن کے دماغ میں بیٹھا صحیح طور پر اُن کی فطری مجبوریوں کو سمجھ رہا تھا۔ وہ محض تماشے کے طور پر خواہ مخواہ ایسی باتیں نہیں کر رہی تھیں۔ جب راک فیلو ایک چہرے پر جھکتا تو دوبدن کا دماغ سچ مچ دوسرے چہرے کی تشنگی محسوس کرتا تھا اور وہ بیک وقت بول پڑتی تھیں کہ مجھے پیار کرو۔"

راک فیلو جھنجلا کر دونوں سَروں کو ٹکرا دینا چاہتا تھا لیکن چار ہاتھوں نے اُس کے ایک بازو کو پکڑ کر مروڑنا شروع کر دیا۔ راک فیلو نے دوسرے ہاتھ سے ایک طمانچہ رسید کیا۔ طمانچہ ایک چہرے پر پڑا تو ایک سَر دوسرے سَر سے ٹکرا گیا۔ دوبدن ایک دوسرے سے اُلجھ کر ذرا دُور گئیں پھر سنبھل کر کھڑی ہوگئیں۔ اُس درندے کا ہاتھ فولاد کی طرح وزنی تھا مگر دوبدن بھی فولادی مالش سے گزر کر مقابلہ پر آئی تھیں۔

راک فیلو نے دونوں ہاتھ بڑھا کر پھر دونوں کو گرفت میں لینا چاہا۔ مگر وہ دونوں اُچھل کر اُس کے آگے پیچھے پہنچ گئیں۔ پھر دونوں نے ایک ساتھ لاتیں چلائیں۔ راک فیلو نے سامنے والی کے حملے کو روکا مگر پیچھے والی لات نے اُس کے قدم اُکھاڑ دیئے۔ وہ غرّا کر پلٹ گیا۔ اُسی وقت چار عدد کراٹے کے ہاتھ چلے۔ وہ مار کھاتا ہوا دُور گیا تاکہ وہ دونوں سامنے آجائیں آگے پیچھے سے حملہ کر سکیں۔ پھر وہ غرّا کر بولا: "تم دونوں جانتی ہو کہ میں آہنی سلاخوں کی مار برداشت کر لیتا ہوں۔ تم خواہ مخواہ خود کو زخمی کرو گی۔"

وہ بولیں: "تم بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ میری ٹہنیاں فولاد کی ہیں تمھارے جیسا درندہ مجھ پر حملے کرتے کرتے تھک جائے گا۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"ہم دونوں ہی ایک دوسرے کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بہتر ہے کہ صلح کر لیں۔ دیکھو میں تمھارا بھوکا ہوں اور تم میری بھوکی ہو۔ تم دونوں کو باری باری پیار کروں گا۔"

"کون دونوں؟"

"دیکھو تم پھر مجھے غصّہ دلا رہی ہو۔"

اُس نے دوسرے کمرے کا دروازہ کھول کر اچانک ہی ایک کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ دوسری بھی کھنچتی ہوئی آئی مگر اُس نے دوسری کو لات مار کر گرا دیا۔ پہلی کو کمرے میں دھکیل کر دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ اب ایک اِس کمرے میں تھی۔ دوسری اُس کمرے میں اور وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہیں سکتی تھیں۔

لیکن دماغ کی اپنی آنکھیں، اپنی سماعت اور اپنے احساسات ہوتے ہیں۔ دوبدن کے دماغ کی نیلی بتیسی اُس کے اپنے ایک بدن سے دوسرے بدن تک پہنچتی تھی۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا: "میں آدھی اِدھر اور آدھی اُدھر ہوگئی۔ اب اُدھر والی کچھ نہیں بولے گی۔ کوئی حرکت نہیں کرے گی آدھی مُردہ رہے گی۔"

راک فیلو نے قریب آکر اُسے اپنی آغوش میں کھینچا تو وہ ڈھیلی پڑ گئی۔ اُس نے بازوؤں میں اُسے اُٹھا کر لکڑی کے تخت پر لٹا دیا۔ پھر کہا: "میں جانتا ہوں تم اِن حالات میں مُردہ ہی جاتی ہو لیکن میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔"

"خبردار! اُدھر رہو..." ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔ راک فیلو نے گھوم کر دیکھا۔ ڈاکٹر کے ساتھ چار نوجوان ریوالور لیے کھڑے تھے۔

راک فیلو نے جھنجلا کر کہا: "تم سب چلے جاؤ۔ یہ ہاتھ نہیں آئے گی تو میں اِسے مار ڈالوں گا۔"

ایک نوجوان نے فائر کیا۔ وہ اُچھل کر مجھے چلا گیا۔ ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر کہا: "تم تمام عجوبوں کی پرورش اِس لیے نہیں کی جاتی کہ تم ایک سَر کو مار ڈالو۔ ایسا کرنے سے پہلے ڈاکٹر فینی تمھیں موت کے گھاٹ اُتار دے گا۔"

وہ گرج کر بولا: "کہاں ہے ڈاکٹر فینی؟ میں اُس سے دو ٹوک باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی مرضی سے ڈبل جوئیل کو حاصل کرنے کا موقعہ دیا جائے یا پھر ہمیشہ کے لیے انھیں میری نظروں سے دُور کر دیا جائے۔"

"تمھاری مرضی نہیں چلے گی۔ ہم جو تجربہ جوئیل پر کرنا چاہتے ہیں اُس کے لیے تحمّل سے کام لینا ہوگا۔"

"یہ بھی کوئی تجربہ ہے کہ یہ دو سے ایک بنتی ہے۔ میں اِسے ایک سے دو بنانا چاہتا ہوں اور جھگڑا شروع ہو جاتا ہے یہ کس قسم کا تجربہ ہے؟"

"تجربہ یہ نہیں ہے۔ تم آرام سے بیٹھ میں بتاتا ہوں۔"

وہ بیٹھ گیا۔ دوسرے کمرے کا دروازہ کھل چکا تھا۔ دوبدن ایک ہوگئی تھیں۔ راک فیلو اُن کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا: "سنو! ڈاکٹر فینی تقریباً تیس برس سے ایسے انسانوں کی تلاش کرتا اور اُن کی پرورش کرتا ہے جو کسی نہ کسی طور سے عجوبے کہلائے جا سکتے ہیں۔ تم بظاہر ایک عام انسان ہو مگر حیرت انگیز قوتوں کے مالک ہو۔ تم چھ کے سَتون کو گھونسے مار کر گرا سکتے ہو۔ ایک عام سے درخت کو جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک سکتے ہو۔ عجیب بات یہ ہے کہ کچا گوشت کھا کر اور شراب پی کر زندہ رہتے ہو۔"

ڈاکٹر فینی نے تمھیں اپنے عجائب خانہ سے نکال کر یہاں اِس لیے بھیجا ہے کہ تمھارے اور ڈبل جوئیل کے اختلاط سے "... عجوبے پیدا کیے جائیں۔ ہمارا خیال ہے کہ تمھاری اولاد تمھاری طرح حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہوگی۔ اِس تجربہ کے سلسلہ میں ہم یہ اہم مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں کہ ڈبل جوئیل بیک وقت حاملہ ہوتی ہیں اور بیک وقت بچے پیدا کرتی ہیں یا نہیں؟"

جیسا کہ ان دونوں کا ہر کام ایک ساتھ ایک ہی وقت میں ہوتا ہے۔ اُسی طرح ایک ہی وقت میں اِن کی اولاد پیدا ہوں گی تو وہ بھی اپنی مائیں (دوبدن) کی فطری عادات کی حامل ہوں گی۔ اِس مسئلے میں ایک قباحت ہے۔ وہ یہ کہ یہ دو ہیں اور تم ایک ہو۔ فصل کے لیے بیج بونے کا ایک ہی وقت مقرر نہیں ہو سکتا۔ اس کیلئے ڈاکٹر فینی نے خصوصیت سے آپریشن کے انتظامات کر رکھے ہیں۔ ڈبل جوئیل کا طبّی معائنہ ہوا کہ مجھا۔ جب بھی حمل کے آثار پائے جائیں گے آپریشن کے ذریعہ مادہ تولید کی افزائش اور پیدائش کا ایک ہی وقت مقرر کر دیا جائے گا۔"

دوبدن اور راک فیلو ایک دوسرے کو جذباتی نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ اپنا جھگڑا بھول گئے تھے اور اُن کے اندر فطری خواہشات مچل رہی تھیں۔ ڈاکٹر نے کہا: "پچھلے ایک ماہ میں تم دونوں کو تین بار ملنے کے مواقع دیئے گئے۔ بے شک تم آپس میں ایک دوسرے کی قربت چاہتے ہو لیکن عین وقت پر ڈبل جوئیل اپنی عدّہ اور انسانیت کا مظاہرہ کرتی ہیں کہ یہ صرف ایک ہیں مگر انھیں آدھا پیار کیا جا رہا ہے۔

ڈبل جوئیل ہی جھگڑا شروع کرتی ہیں۔ ہم اِس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ دونوں ذہنی اور روحانی طور پر ایک ہیں۔ ایک طرح سوچتی ہیں۔ ایک ساتھ سانس لیتی ہیں۔ ایک روٹی ملے تو آدھی آدھی بانٹ کر کھا لیتی ہیں لیکن ایک مرغّن ترا سے تقسیم نہیں کرتیں۔ دونوں اُسے اپنی اپنی ذات سے رابطہ کرنا چاہتی ہیں۔ ازل سے عورت کی یہی فطرت ہے کہ وہ اپنا سب کچھ دے دیتی ہے مگر ایثار مرد اپنے سوا نے کبھی نہیں دینا چاہتی۔ یہ حسد، تعاصب اور سوتیا جلاپے والی باتیں ہیں جنھیں ڈبل جوئیل کا ذہن سمجھنے سے قاصر ہے۔

میں نے تم دونوں کے متعلق تفصیلی رپورٹ تیار کی ہے اور اسے ڈاکٹر فینی کے پاس بھیج رہا ہوں۔ وہاں سے احکامات آنے تک میرا فیصلہ یہ ہے کہ اب تم دونوں بلکہ تینوں کو ملنے کا موقعہ نہیں دیا جائے گا۔ مادام ڈبل جوئیل! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ یہاں سے چلی جائیں۔"

دوبدن اُٹھ کر کھڑی ہوگئیں۔ پھر کہنے لگیں: "تم سب ڈاکٹر راک فیلو جیسے درندے کو میرے سامنے لا کر تجربات کرتے رہو مگر مجھے ایک چاہنے والے کی ضرورت ہے۔ میں یہ خالی ویران سی زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ میں شہر جاؤں گی اور میرا دل جسے پسند کرے گا۔ میں اُسی کے بچوں کی ماں بنوں گی۔ اپنی رپورٹ میں یہ باتیں ضرور لکھ دینا..."

یہ کہہ کر وہ اس کمرے سے باہر آگئیں۔ دُور راہداری کا آہنی دروازہ اُن کے لیے کھول دیا گیا۔ ایک نہیں ڈبل جوانی کے تقاضوں اور دوہرے جذبوں کی تشنگی کے باعث وہ بے حد غصّے میں تھیں۔ باغیانہ انداز میں وہاں سے فرار ہونے کے متعلق سوچ رہی تھیں۔ اِس بار اُنھوں نے واپس جانے کے لیے اُس بستی کا راستہ اختیار نہیں کیا، جہاں سے وہ آئی تھیں۔ وہ

راستہ مل کر ایک مُرنگ کے دہانہ پر پہنچ گئیں۔ وہاں دیوار سے ایک مشعل لگی تھی۔ اُن کے دماغ نے ہدایت دی کہ صرف ایک ہاتھ مشعل کو تھامے گا۔ وہ ایک ہاتھ سے مشعل اُٹھا کر مُرنگ میں داخل ہوگئیں۔

میں نے اُس کی سوچ میں سوال کیا۔ یہ کیا ڈاکٹر درست کہہ رہا تھا کہ میں اپنی سوکن آپ ہوں۔ میں اپنے دوسرے بدن سے رقیبوں کی طرح جلتی ہوں۔"

اُس کی سوچ نے کہا۔ "ڈاکٹر اِبکواس کرتا ہے۔ وہ سرا بدن بھی میرا ہے۔ نہ میں اسے الگ سمجھتی ہوں اور نہ ہی اُس سے جلتی ہوں۔ پتہ نہیں قدرت نے مجھے کیا بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ بھوک پیاس کے وقت دونوں بدن میں ایک ساتھ خوراک پہنچتی ہے۔ میں پانی بھی ایک ساتھ پیتی ہوں۔ کپڑے بھی ایک ساتھ پہنتی ہوں اور پیار بھی ایک ہی ساتھ چاہتی ہوں۔ ایک ساتھ پیار نہ ملے تو لبوں لگتا ہے جیسے کوئی آدھا لقمہ چبا رہا ہو۔ بس پیار سے تشنگی نہ مٹے۔ میں اُسے قبول نہیں کر سکتی۔"

وہ سوچ رہی تھیں میں سن رہا تھا۔ میری سمجھ میں یہی بات آئی کہ جس طرح وہ ایک ساتھ ایک وقت میں اپنے پیٹ کی بھوک مٹاتی تھیں۔ اسی طرح ایک ساتھ ایک ہی وقت میں خواہشات کے پیاد بھرے غم سے گزرنا چاہتی تھیں اور یہ تقریباً ناممکن تھا۔

وہ بیس منٹ کے بعد مُرنگ کے دوسرے سرے پر پہنچ گئیں۔ آہنی دروازے پر دستک دینے کے بعد وہ کھل گیا۔ دروازے کے دوسری طرف جیل خانہ تھا۔ وہاں ڈان سومرو، پیری ہڈسن اور دو نوشتر مار اپنے اپنے کمروں میں سو رہے تھے۔ وہ بدن وہاں سے گزرتی ہوئی اپنی خواب گاہ میں آگئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اب وہ سونے کا ارادہ کر رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر بعد اُس کے دماغ سے نکل آیا۔

جنگل اب جاگ رہا تھا۔ کاٹج کی کھڑکی کے باہر صبح ہو رہی تھی۔ میرے بستر پر شبانہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں اب تک جاگ رہا تھا۔ ہماری رات خیال خوانی میں گزر گئی تھی۔ اُس کے باوجود میں ابھی سونہیں سکتا تھا۔ مجھے سونیا اور رومانہ کی فکر تھی۔ آبدوز کے پہنچتے ہی وہاں ہنگامہ شروع ہونے والا تھا۔

میں نے اُن کی خیریت معلوم کی۔ وہ دونوں اپنے اپنے کیبن میں سو رہی تھیں۔ عازم بھی سو رہا تھا مگر آبدوز میں آنے والے انجانے دشمنوں کے متعلق ڈراؤنے خواب دیکھ رہا تھا۔ میں بحری جہاز سے بھی واپس آگیا۔ اُس جہاز میں سونیا اور رومانہ کے چار دن گزر چکے تھے۔ میرا دل کہہ رہا تھا کہ اب کسی لمحے بھی آبدوز وہاں پہنچ سکتی ہے۔

میں سونہیں سکتا تھا۔ اِس لیے غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں چلا گیا۔ نیند اور تھکن سے بُرا حال تھا۔ ٹھنڈے پانی سے غسل سے قدرے تازگی محسوس ہوئی۔ میں تولیہ لپیٹ کر باتھ روم سے باہر آگیا۔ میرے کمرے کی کھڑکی بند ہو چکی تھی۔ حالانکہ میں اُسے کھلا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ میں نے شبانہ کی طرف دیکھا۔ وہ نیند سے بھیگی ہوئی آنکھیں کھولے مسکرا رہی تھی۔ کہنے لگی۔ "روشنی سے آنکھ کھل گئی۔ اِس لیے میں نے کھڑکی بند کر دی۔ اب دیکھو صبح کے وقت کمرے کی یہ تیرہ تار یکی کتنی پُراسرار اور رومان پرور لگ رہی ہے۔"

یہ کہہ کر اُس نے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ میں اُسے ہمدردی سے دیکھنے لگا۔ کیونکہ جس کے سامنے اُسے انگڑائی لینی تھی۔ وہ اُس سے ہزاروں میل دُور تھا اور پتہ نہیں آیندہ وہ اُسے مل بھی سکے گا یا نہیں؟ اِدھر شبانہ کی آرزوئیں مسند دور آندھی کی طرح تھیں۔ میں نے گہری ہمدردی کے جذبے سے کہا۔ "شبانہ! جتنی جلدی ممکن ہو، کوئی دوسرا ساتھی تلاش کر لو۔"

"اونہہ! ایک شادی کی، شوہر بچھڑ گیا۔ تمھیں اپنایا ہے تو تم بھی کتنا لہجے ہو سالے مرد ہر جائی جھنوٹے ہوتے ہیں۔ پھر کہیں نہ تم ہی ساتھی بن کر مر جو؟"

"میں دیکھتے ہی دیکھتے بچھڑنے والا ہوں۔ تمھیں بہت جلد میری باتوں کا یقین آجائے گا۔ دیکھو شبانہ! تم ایک ارب پتی باپ کی بیٹی ہو۔ اپنے ڈیڈی کے پاس واپس چلی جاؤ۔ وہ تمھیں معاف کر دیں گے۔"

"تمھارے مشورے کا شکریہ۔" وہ بستر سے اُٹھتی ہوئی بولی۔ "یہاں آرام سے لیٹو۔ میں تمھارے زخموں کی مرہم پٹی کروں گی۔"

وہ ایک بہترین نرس بھی تھی۔ میں بستر پر لیٹ گیا۔ "شبانہ! میں ایک شرط پر دوست بن کر رہ سکتا ہوں۔"

وہ دواؤں کا بکس اُٹھا کر لے آئی۔ "میں تمھاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔"

"یہاں سے چلی جاؤ۔ اپنے ڈیڈی سے صلح کر لو۔"

"اچھا تو مجھے یہاں سے بھگانے کی شرط لگا رہے ہو۔ بڑی اچھی دوستی ہے۔"

"اوہ پہلے پوری بات تو سنو۔ کچھ دنوں کے بعد میں تمھارے پاس انقرہ پہنچ جاؤں گا۔ تمھارے ڈیڈی مجھے عازم سمجھتے رہیں گے۔ چلو دو اگاتی جاؤ۔"

"نہیں پہلے یہ بتاؤ کہ تمھاری اِن باتوں میں کہاں تک صداقت ہے۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں تمھاری قسم۔"

"تو پھر میرے ساتھ چلو۔ ڈیڈی تمھیں عازم، میرا شوہر اور اپنا داماد سمجھیں گے۔"

"ٹھیک ہے مگر وہ مجھے داماد تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ تم پہلے جا کر انھیں یہی تاثر دو کہ میں اُن کی ہٹ دھرمی سے مذاکرات ہو۔ وہ مان جائیں گے تو میں واپس آجاؤں گا۔"

"تم باتیں خوب بناتے ہو۔"

"میں جھوٹا ہی سہی۔ جھوٹے کی دوستی ناپائیدار ہوتی ہے۔"

میں نے منہ پھیر لیا۔ وہ پاس آکر مجھ پر جھک گئی۔ "ناراض ہوگئے۔"

میں نے جواب نہیں دیا۔ وہ چپ کر کے اپنے ملائم جسم سے سہلانے لگی۔ بلاشبہ وہ پھول کی پنکھڑیوں جیسی چکنی اور ملائم تھی۔ نظریں

جھکنے سے پہلے دل پھسل جاتا تھا۔ خود کو حوالے کر دینے کا انداز اتنا پیارا تھا کہ بے اختیار پیار آجاتا تھا۔ یہ بعد میں احساس ہوا کہ میں بے اختیار ہو چلا گیا تھا۔ بعض حسین عمتے ہوتے ہیں، جو بدن کی خیلی تیجی سے ہوش اُڑا دیتے ہیں۔

میں نے پوری سچائی سے تعریف کی۔ "تم لاجواب ہو۔"

وہ سانسوں کی سرگم میں بولی۔ "تم باکمال ہو۔"

"میں تم سے انقرہ میں ملوں گا۔ اپنے ڈیڈی سے صلح کر لو۔"

"بیش ایسے وقت باپ دادا کو یاد نہیں کیا جاتا۔"

"میں نے بڑے پیار سے ظلم کیا۔ وہ بے اختیار ہو کر سچ مچ تڑپی۔ "ہائے باپ رے۔"

"بیش۔ اب کس لیے باپ کو پکار رہی ہو؟"

وہ جھینپ کر ہلکے ہلکے ہاتھوں سے مجھے مارنے لگی۔ پھر ایک دم سے گلے کا ہار بن کر بولی۔ "میں تمھیں بھول نہیں سکتی۔"

"میں بھی نہیں بھول سکتا۔ تم انقرہ پہنچو گی۔ اُس کے دو دن بعد میں بھی پہنچ جاؤں گا۔"

وہ خوش ہوگئی۔ بڑے پیار سے اپنی خوشیاں مجھ پر لٹانے لگی۔ میں کئی پلوں کا تھکا ہوا تھا۔ مجھ پر نشے کی سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد میں جوانی کی دھوپ اور زلفوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں سو گیا۔

نیند کے ایسے ہی وقفے میں میرا دماغ پُرسکون رہتا ہے۔ نہ میں کچھ سوچتا ہوں، نہ کسی کی سوچ سے اُلجھتا ہوں۔ مجھے کسی کی فکر نہیں ہوتی۔ کسی کا نہیں کھٹکا۔ کسی کو کسی منزل تک پہنچانے کا فرض مجھ پر عائد نہیں ہوتا۔ میں ساری ذمے داریوں سے آزاد ہو جاتا ہوں۔ ایک بات بتا دوں کہ اگر تو سونے کی فرصت تم ہی ملتی ہے اور جب ملتی ہے تو میری جیسی پُرسکون نیند بہت سے لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

دوپہر کو شبانہ نے جھنجھوڑ کر اُٹھایا۔ "اب اُٹھ بھی جاؤ۔ رات کو بھی سوتے رہے۔ دن بھی سوتے گزار دو گے کیا؟"

میں نے اُسے یہ نہیں بتایا کہ پچھلی رات خیال خوانی میں گزر گئی تھی۔ میں اُٹھ کر باتھ روم میں گیا۔ وہاں میں نے سونیا اور رومانہ کی خیریت معلوم کی۔ وہ دونوں ڈراگون اور عازم کے ساتھ ایک میز کے اطراف کھانے کے دوران باتیں کر رہی تھیں۔ ڈراگون بہت مجبوری کی حالت میں مبتلا کر دیا تھا کہ آبدوز نظر آتے ہی وہ سونیا، رومانہ اور عازم کو اسٹین گن لاد کر مڈگرینڈ وغیرہ دے گا۔ میں مطمئن ہو کر اپنے باتھ روم میں واپس آگیا۔ وہاں واپس آکر میں نے لباس پہن لیا۔ میز پر کھانا تیار تھا۔ کھانے کے دوران شبانہ نے کہا۔ "طیارے کے مسافر تم سے ملنے کے لیے بے چین ہیں۔ ہنگامے سے تو نے انھیں بتا لیا ہے کہ تم کلاجادو جانتے ہو۔ تم نے جادو کے ذریعہ دشمنوں کو ہلاک کیا ہے۔"

"کیا مصیبت ہے۔ ان لوگوں نے مجھے جادوگر بنا دیا ہے کیا تم نے کہی تھیں؟"

"ہاں۔ یہاں کے مقامی باشندے میری بڑی عزت کرتے ہیں۔ جانتے ہو کیوں؟"

"بولتی جاؤ۔ سن رہا ہوں۔"

"اِس لیے کہ میں نے دیوتا کے ساتھ رات گزاری ہے اور ہاں تم نے مجھے بتایا نہیں کہ تم نے ایک حسین لڑکی کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اُس کا نام روزی ہے۔ اُس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کی عورت بھی ہے۔ پچھلی رات وہ مجھے زہریلا انجکشن دینا چاہتی تھی اور روزی مجھے زہریلا دودھ پلانا چاہتی تھی۔"

"ہاں۔ سے تو کہہ رہا تھا کہ تم نے اپنے علم سے زہریلے دودھ اور انجکشن کا پتہ لگایا تھا۔ سچ سچ بتاؤ۔ تم کیسا علم جانتے ہو؟"

"میں کوئی پُراسرار علم نہیں جانتا۔ اِسے میری ذہانت سمجھو۔ میں نے اُن قزاقوں کے ساتھیوں کو بیدردی سے ہلاک کیا تھا۔ اگر وہ عورتیں مجھے مار ڈالنے میں کامیاب ہو جاتیں تو پھر اس بستی پر اُن کی حکومت قائم ہو جاتی۔ مجھے اُن دونوں پر شُبہ تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ادھیڑ عمر کی عورت انجکشن تیار کرتے وقت گھبرا رہی تھی۔ یہی حال روزی کا تھا۔ دودھ کا گلاس اُس کے ہاتھوں میں لرز رہا تھا۔ میں نے اندازے سے زہر کی نشاندہی کی جو درست ثابت ہوگئی۔"

"تم واقعی ذہین ہو اور یہ مقامی باشندے مجھے جو دیوتا اور دیوتا جیسی چیز سمجھ رہے ہیں۔"

میں نے اُسے یقین دلایا کہ میری کھوپڑی میں کوئی پُراسرار علم نہیں ہے۔ ہم کھانے سے فارغ ہو کر جھونپڑی سے باہر نکلے۔ طیارے کے مسافر مرد عورتیں اور بچے جو پچھلی رات بہت ہی تباہ و برباد ہو کر جھونپڑے پہنچے آئے تھے، وہ لوگ اب صاف ستھرے عمدہ لباس میں اِدھر اُدھر بیٹھے ہوئے تھے یا گھوم رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی سب کے سب بھاگے چلے آئے۔ وہ میرا شکریہ ادا کرنے لگے تھے اور میری تعریفیں کر رہے تھے۔

میں نے کہا۔ "تھوڑی دیر ہم سب کو ہماری منزل سے دُور اس جنگل میں لے آئی ہے۔ تین دن تک ہم ایک دوسرے سے دُور بھٹکتے رہے اور مصیبتیں اٹھاتے رہے۔ میں تمھیں بتا دوں کہ میں کوئی جادوگر نہیں ہوں۔ خُدا کے فضل سے مجھ میں غیر معمولی ذہانت اور دلیری ضرور ہے۔ میں نے محض معمولی شعبدہ بازیوں سے دشمنوں کو ہلاک کیا ہے۔ میں نے تم لوگوں پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ میں تم سے افضل نہیں ہوں۔ تمھارے برابر ہوں۔ ہم یہاں اُس وقت تک اتحاد اور اتفاق رائے سے زندگی گزاریں گے جب تک کہ طیارہ اغوا کرنے والے تمام مجرم گرفتار نہ ہو جائیں یا قانون کے محافظ اُن کا محاسبہ کرنے کے لیے نہ آجائیں۔ اُنھوں نے طیارے کے کتنے ہی مسافروں کو قتل کیا ہے۔ ہم تمھیں ضرور سزا دیں گے۔"

سب میری تائید کرنے لگے۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا۔ "یہ ہم تمھیں اچھی طرح پہچان گئے ہیں۔ تم وہی ہو جس نے ایئر ہوسٹس ریٹا کے پاس دی آئی پی کلاس میں جا کر پہلی بار فائرنگ کی تھی اور طیارہ اغوا کرنے والوں کو دبوچ

سے بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔"

"ہاں میں وہی ہوں۔ میرا نام عازم ہے۔"

چونکہ میں عازم کے پاسپورٹ وغیرہ کے مطابق وہاں تک پہنچا تھا۔ اس لیے خود کو عازم کہہ رہا تھا۔ میں نے انگلا کو حکم دیا کہ وہ روزی اور دوسری عورت کو حاضر کرے۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں سے گیا پھر تھوڑی دیر بعد انھیں اپنے ساتھ لے آیا۔ میں نے تمام لوگوں سے کہا: "یہ دونوں مجرموں کے ساتھ پائی گئی ہیں تم لوگوں کو یاد ہوگا کہ یہ روزی ہمارے ساتھ طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ اس جنگل میں پہنچ کر جب ہم اپنی اپنی سلامتی کے لیے بھاگنے لگے تو روزی کا باپ ایڈگر وائن بچھڑ گیا۔ دانسا نامی ایک ہندوستانی عورت اور ایک بچہ روڈی جو ابھی یہاں موجود ہے۔ یہ بھی بچھڑ گئے تھے۔ میں ان کی تلاش میں گیا تو پتہ چلا کہ ایڈگر وائن مجرموں کا ساتھی ہے۔ وہ اردی کو ہلاک کرنا اور دانسا کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے ریوالور چھین کر پھینک دیا۔ وہ بھاگنے لگا۔ اس کی بھاگنے والی مکاری اس وقت میری سمجھ میں آئی جب میں پندرہ فٹ گہرے گڑھے میں گر پڑا۔ ایڈگر وائن اس جنگل کے چپے چپے سے واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مجھے کس طرح گڑھے میں گرایا جا سکتا ہے۔"

"شیم شیم (لعنت لعنت)" وہ سب روزی پر لعنت بھیجنے لگے۔ روزی رونی صورت بنا کر بولی: "میں بے قصور ہوں۔ تم لوگوں کو یاد ہوگا کہ میں تم لوگوں کے ساتھ جھاڑیوں میں چھپی ہوئی تھی۔ جب طیارے کو تلاش کرنے والا ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا تو ہمارے ہی دشمن پیچھے ہوئے دشمنوں نے ہمیں ہلاک کرنے کے لیے فائرنگ شروع کر دی۔ میں جان بچانے کے لیے بھاگنے لگی۔ وہاں تو سب ہی بھاگ رہے تھے۔ ایک شخص نے مجھے پکڑ لیا۔ اس نے بتایا کہ میرے پتا اس بستی میں ہیں۔ وہ مجھے یہاں لے آیا۔ یہاں ہماری زبان بولنے والے کئی لوگ تھے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ میرے پتا مجرموں کے گروہ میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے غصے کا اظہار کیا۔ صاف صاف کہہ دیا کہ میں اپنے مجرم باپ کا ساتھ نہیں دوں گی۔"

روزی نے ادھیڑ عمر کی عورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس کا نام کلارا ہے۔ کلارا اور اس کے بھائی نے سختی سے کہا کہ اگر میں پتا سے ملے بغیر یہاں سے بھاگ جاؤں گی تو دوسرے مسافروں کے ساتھ فائرنگ کی زد میں آجاؤں گی۔ تمام مسافر طیارے کے اڈوں کے چشم دید گواہ ہیں۔ وہ ہمیں صورت شکل سے پہچانتے ہیں۔ لہٰذا ایک ایک کر کے چن چن کر قتل کر دیا جائے گا اور انھیں بھی گولی مار دی جائے گی۔ انھوں نے مجھے ایسی دھمکیاں دیں کہ اپنی جان کی سلامتی کے لیے مجھے یہاں رکنا پڑا۔"

میں نے پوچھا: "تمھارا باپ ایڈگر وائن کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں۔ مجھے دو دن سے کہا جا رہا ہے کہ وہ آنے ہی والا ہے لیکن اس کے آنے سے پہلے تم نے بستی پر قبضہ کر لیا۔ میں تم سے خوف زدہ تھی۔ میں نے سوچا تم نے تمام مجرموں کو مار ڈالا ہے۔ اگر میرے پتا آئیں گے تو انھیں بھی مار ڈالو گے۔ یہ سوچ کر میں نے دودھ میں زہر ملایا تھا۔ مگر بہت پُراسرار ہے۔ تمھیں ڈھکی چھپی باتوں کا علم ہوجاتا ہے۔"

میں نے بلند آواز میں کہنا شروع کیا کہ میں کوئی پُراسرار نہیں ہوں۔ جو باتیں میں نے شبانہ کو سمجھائی تھیں وہی انھیں بھی سمجھائیں۔ سب لوگ قائل ہوگئے کہ میں ایک عام سا آدمی ہوں۔ پھر میں نے لوگوں سے کہا کہ وہ روزی اور کلارا کے متعلق فیصلہ سنائیں۔ وہ لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ میں باری باری روزی اور کلارا کی سوجھیں پڑھ کر ان کی گفتگو کو ترجمہ کرنے لگا۔ روزی واقعی مجرموں کا ساتھ نہیں دینا چاہتی تھی۔ عزرا پتا کے انتظار میں وہاں رہ گئی تھی اور اپنے باپ کی سلامتی کے لیے مجھے مار ڈالنا چاہتی تھی۔

کلارا نہیں برس سے مجرموں کے گروہ میں ایک لیڈی ڈاکٹر تھی۔ کلارا دوبدن کی خاص معالج تھی۔ وہ اس انتظار میں تھی کہ زمین دوز خفیہ اڈے سے دوبدن کسی ضرورت کے تحت اسے بلائے گی یا وہاں کے کچھ لوگ یا ملنے آئیں گے تو انھیں بستی کی بدلی ہوئی پوزیشن کا علم ہوجائے گا۔ پھر سب مسافروں کو ہلاک کرنے کے لیے وہاں سے مسلح افراد آئیں گے۔

بستی میں آباد ہونے والے مسافر اپنا فیصلہ سنانے لگے۔ فیصلہ تھا کہ روزی مجرموں کی ساتھی نہیں ہے لیکن اس نے دودھ میں زہر ملایا تھا۔ کلارا نو مجرم ہے ہی۔ لہٰذا دونوں کو گولی مار دی جائے۔

یہ فیصلہ سن کر دونوں کے چہرے زرد پڑ گئے۔ وہ موت کے خوف سے رونے لگیں۔ میں نے تمام لوگوں کو مخاطب کیا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین آپ اس بات سے متفق ہیں کہ روزی مجرم نہیں ہے۔ البتہ میری دشمن ہے۔ وہ بھی اس لیے کہ کہیں میں اس کے باپ کو نہ مار ڈالوں۔ اس نے جو کچھ باپ کی محبت سے مجبور ہو کر [illegible] چند لمحوں کے لیے [illegible] مجھے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ شبانہ میرے بازو کو جھنجھوڑ کر بولی: "تم اسے کیوں معاف کر رہے ہو؟"

"اس لیے کہ یہ زندہ رہ کر میرے ہاتھوں اپنے باپ کو مرتا ہوا دیکھے گی۔ اس کے لیے یہ بہت بڑی سزا ہے۔"

بستی کے لوگوں نے تائید کی کہ ایڈگر وائن کو زندہ گرفتار کرنا زیادہ اہم ہے۔ میں نے کہا: "کلارا کو بھی زندہ رکھا جائے گا۔"

لوگوں نے اعتراض کرنا شروع کیا۔ میں نے کہا: "پہلے میری بات کو سمجھ لو۔ اگر کلارا ہمیں یہ بتا دے کہ ان کا خاص اڈا کہاں ہے۔ مختلف ممالک کی مختلف بستیوں میں راشن کپڑے اور دوائیں کہاں کہاں ہیں تو ہم کلارا کو معاف کر دیں گے۔"

[illegible] دوائیں سب ہی [illegible] اس لیے سب سوالیہ نظروں سے کلارا کو دیکھنے لگے۔ وہ مذبذب [illegible] فیصلہ تک کسی کو پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے کہا: "میں [illegible] ہوں کہ میں کوئی خفیہ اڈا نہیں جانتی ہوں۔ میں نے کئی بار پوچھا [illegible] یہی بتایا کہ پے در پے شہر سے یہ تمام چیزیں آتی ہیں۔"

میں نے کہا: "یہ سچ نہیں بولے گی۔ اسے شوٹ کر دو۔"

"نہیں نہیں۔" وہ چیخنے لگی۔ میں نے پنار یا لورا ایک نوجوان کو دیا۔ تمام مرد و عورتیں منتشر ہو کر دور جھونپڑیوں کے سائے میں چلے گئے تاکہ گولی کی بوچھاڑ سے محفوظ رہیں۔ کلارا تنہا کھڑی رہ گئی۔ وہ تیزی سے سوچ رہی تھی کہ اب اسے کوئی بچا نہیں سکے گا۔ وہ سچ بول کر ہی اپنی جان بچا سکتی ہے۔

نوجوان اس سے چار گز کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر اس کا نشانہ لینے لگا۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیختی ہوئی بولی: "میں بتاؤں گی۔ مجھے نہ مارو۔ میں سچ بتاؤں گی۔ اُن کا خفیہ اڈا برگ... آہک... آں..."

بولتے بولتے اس کی آواز ختم ہوگئی۔ منہ کھلا رہ گیا۔ دیدے پھیل گئے پھر وہ دھڑام سے گر پڑی۔ اس کی پشت پر ایک زہر ملا تیر پیوست نظر آیا۔ ایسے تیر بانس کی نلکی سے پھونک کر نشانہ پر پھینکے جاتے تھے۔ میں نے گڑھے میں رہ کر ایسی تیر اندازی کا تماشہ دیکھا تھا۔ کلارا کے گرتے ہی میں شبانہ کو بازو سے پکڑ کر کھینچتا ہوا جھونپڑی کے اندر لے گیا۔ باہر بھگدڑ مچ گئی تھی۔ عورتیں چیخ رہی تھیں۔ مرد انھیں گھسیٹتے ہوئے پناہ لینے بھاگ رہے تھے۔ ذرا سی دیر میں بستی کی گلیاں ویران ہوگئیں۔

سب کا یہی خیال تھا کہ مجرموں کا مسلح گروہ پہنچ گیا ہے۔ میں بھی یہی سمجھ رہا تھا۔ جب دس منٹ تک کہیں سے فائرنگ نہ ہوئی۔ کہیں سے کوئی تیر نہ آیا تو میں جھونپڑی کے برآمدے میں آگیا۔ انگلا اور دوسرے تو کو پکار کر حکم دیا کہ گرے ہوئے صاحب لوگوں کی بندوقیں اور دوسرا اسلحہ نکال کر لے آئیں۔ آہستہ آہستہ سب باہر آنے لگے۔ تھوڑی دیر میں ریوالور، رائفلیں اور اسٹین گنیں ہم سب کے درمیان تقسیم ہوگئیں۔

میں نے تو سے پوچھا: "کیا تم ایسے زہریلے تیر چلا سکتے ہو؟"

اُس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "پوری بستی کے دو آدمی ایسے تیر چلاتے ہیں اور ایک گورے صاحب نے بھی اُن سے تیر چلانا سیکھا ہے۔"

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "کسی مقامی باشندے نے کلارا کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ کیونکہ وہ انگریزی نہیں جانتے۔ یہ زبان جاننے والے نے ہی سمجھ لیا تھا کہ یہ خفیہ اڈے کا راز اگلنے والی ہے۔"

تو نے تائید کی: "ہاں صاحب! وہ زہریلے تیر چلانے والے انگریزی نہیں جانتے۔ اس کو گورا صاحب نے مارا ہے۔"

مانگلا کے آدمی کلارا کی لاش کو اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ میں نے [illegible] ہماری بدحواسی کے باعث کلارا کے قاتل کو فرار ہونے کا موقعہ مل گیا۔ اب وہ اپنے لوگوں کو یہ بتانے جائے گا کہ یہاں بستی پر ہمارا قبضہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہمیں بستی کے چاروں طرف مورچے بنا لینے چاہئیں۔"

ہم سب ہتھیاروں سے لیس ہو کر بستی کے چاروں طرف اپنی حفاظتی پوزیشن کا اندازہ کرنے لگے۔ شبانہ میرے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

اُس نے بڑی دیر بعد پھر وہی سوال کیا: "تم نے روزی کو کیوں معاف کر دیا؟"

"میں اس کی وجہ بتا چکا ہوں۔"

"میں خوب جانتی ہوں۔ وہ حسین ہے۔ جوان ہے۔ کوئی بدصورت ہوتی تو تم معاف نہ کرتے۔"

"میں انسانی جذبوں کی قدر کرتا ہوں۔ اُس نے اپنے باپ کی سلامتی کے لیے مجھ سے دشمنی کی تھی۔ میں نے ایک جوان لڑکی کو نہیں بلکہ ایک باپ کی محبت کرنے والی بیٹی کو معاف کیا ہے۔"

"تم سچ مچ باتیں خوب بنا لیتے ہو۔ مگر یاد رکھو روزی تمھیں نہیں ملے گی۔"

"اللہ روزی دینے والا ہے۔"

اُس نے جھنجھلا کر منہ پھیر لیا۔ میں نے ایک درخت سے ٹیک لگا کر سونیا کی خبر لی۔ پھر ایک دم سے چونک گیا۔ قیامت کی وہ گھڑی سر پہ آگئی تھی جس کا انتظار وہ پانچ دنوں سے کر رہی تھی۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں آرام کرنے جا رہا ہوں۔ ضرورت کے وقت حاضر ہو جاؤں گا۔"

میں تیزی سے اپنی جھونپڑی کی طرف جانے لگا۔ شبانہ دوڑتی ہوئی آئی۔ میرے ساتھ چلتی ہوئی پوچھنے لگی: "کہاں جا رہے ہو روزی تو ادھر ہے۔"

یہ عورتیں مصیبت بن جاتی ہیں۔ شبانہ ابھی نہیں جانتی تھی کہ میں ایسی مصیبتوں سے پیچھا چھڑانا خوب جانتا ہوں۔ میں نے سختی سے کہا: "[illegible] میری بیوی نہیں ہو۔ آئندہ [illegible] ذاتی معاملات میں بولو گی تو اپنے کاٹج میں قدم رکھنے کی بھی اجازت نہیں دوں گا۔"

میں اپنی جھونپڑی میں آگیا۔ وہ بھی اندر آگئی۔ بولی: "تم تو ناراض ہو گئے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں یہاں تم سے رومانس کرنے نہیں آیا ہوں۔ میرے زخموں سے ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔ میں یہاں چپ چاپ لیٹنا چاہتا ہوں۔ دروازہ بند کر دو۔"

وہ دروازہ بند کرتی ہوئی بولی: "ٹھیک ہے تم آرام سے سو جاؤ۔ میں چپ رہوں گی۔ یہاں کسی کو نہیں آنے دوں گی۔"

میں نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ چشم زدن میں سونیا کے پاس پہنچنے کے باوجود مجھے دیر ہوگئی۔ وہ اپنے کیبن کے اندر تھی اور اُس کے دروازے کو لاتیں گھونسے مار رہی تھی۔ دروازے کے دوسری طرف سے ڈراگون کی آواز آئی: "میں اپنی بھلائی چاہتا ہوں۔ اسی لیے دروازہ نہیں کھول سکتا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ آبدوز سمندر کی سطح پر ابھر آئی ہے۔ تم اُن کی امامت ہو۔ تھوڑی دیر

میں یہ تمھیں اُن کے حوالے کر کے اپنا کاروباری فرض ادا کر دوں گا۔"

"میں کہتی ہوں کاروباری فرض کو جھول جاؤ۔ انسان بنو۔ ورنہ تمھیں کُتّے کی موت ماروں گی۔"

مرنے سے پہلے بعض لوگ تماشا کی طرح جھومتے ہیں۔" اُس کا تعقب سنائی دے رہا تھا۔

میں نے رومانہ کی سوچ پڑھی۔ وہ بھی اپنے کیبن میں ایک قیدی کی طرح دروازہ پیٹ رہی تھی۔ میں نے ڈراگون کو دیکھا۔ اُس کا ماتحت آکر کہہ رہا تھا۔ "باس! وہ سارا بحث چیخ رہی ہے۔ آپ کو بُلا رہی ہے۔"

ڈراگون تیزی سے چلتا ہوا رومانہ کے کیبن کے دروازے کے سامنے آیا۔ وہ اندر سے چیخ رہی تھی۔ "بچاؤ! دروازہ کھول دو۔ بیٹی بنا کر دھوکہ نہ دو۔ یہ فریب بہت مہنگا پڑے گا۔"

وہ بولا۔ "بچّوں کی ہر ضد پوری نہیں کی جاتی۔ میں نے تمھاری بھلائی کے لیے قید کیا ہے۔ کبھی فرہاد سے سامنا ہو تو تم کہہ سکتی ہو کہ مسٹر ڈراگون نے باپ بن کر دھوکہ دیا۔ تمھیں کیبن میں قید کر دیا۔ ورنہ تم سونیا کو دشمنوں کے حوالے نہ کر دیتیں۔ بے بی! عقل سے کام لو۔ سونیا کو اپنے اور فرہاد کے راستے سے ہٹانے کا یہ بہترین موقعہ ہے۔"

"سونیا کو تقدیر ہٹائے گی۔ ہم اور تم سازش نہیں کریں گے۔ پتا! مجھے اپنا فرض ادا کرنے دو۔ ورنہ سونیا یہاں سے جائے گی تو تم بھی دنیا سے جاؤ گے۔"

"چیختی رہو۔ دروازہ نہیں کھلے گا۔"

ایک ماتحت نے آکر کہا۔ "باس! وہ لوگ آگئے ہیں۔ اُن کی کشتیاں جہاز سے آکر لگ گئی ہیں۔"

ڈراگون تیزی سے چلتا ہوا جہاز کے نچلے حصّے میں آیا۔ سمندر میں چھ عدد کشتیاں نظر آرہی تھیں جن میں بیس مسلّح افراد تھے۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے جہاز میں پہنچ رہے تھے۔ تقریباً ایک میل کے فاصلے پر دھندلی سی آبدوز نظر آرہی تھی۔ وہ آبدوز جسامت میں بحری جہاز سے کچھ بڑی تھی اور اُس کا آدھا حصّہ سمندر کے اُوپر تھا۔ آبدوز کے ایک افسر نے جہاز میں پہنچ کر پوچھا۔ "مسٹر ڈراگون کون ہیں؟"

ڈراگون نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے ڈراگون کہتے ہیں۔ سر! وہ سونیا بہت بڑی مصیبت بن گئی ہے۔ میں نے اُسے ایک کیبن میں بند کر دیا ہے۔"

افسر نے پوچھا۔ "پہلے یہ بتاؤ۔ اِس جہاز میں اُس کا کوئی مردود دست دیکھا گیا ہے؟"

"سر! میں سمجھ گیا۔ آپ فرہاد کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ وہ ڈائننگ ہال میں بیٹھا ڈسکی سے تفریح کر رہا ہے۔"

افسر کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ وہ ناگواری سے بولا۔ "ٹاٹ نان سنس! یو آر ٹاکنگ آباؤٹ؟ ہمارے ریکارڈ میں یہ بات ہے کہ وہ خراب کبھی نہیں پیتا۔ کیا تم نشے میں ہو؟"

"سر! میں ہوش میں ہوں۔ وہ جو فرہاد ہے۔ اُس کے متعلق شبہ کرنا فرہاد نہیں ہے۔"

"میں خود دیکھوں گا۔ چلو۔۔۔"

وہ سب سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ڈائننگ ہال کی طرف چلنے لگے۔ پھر وہ کیبنوں کے پاس رُک گئے۔ وہاں سے دروازہ پیٹنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ افسر نے کہا۔ "یہ ناممکن ہے کہ سونیا یہاں قید اور فرہاد ڈائننگ ہال میں اطمینان سے بیٹھا ہے۔ اُنھوں نے ضرور کوئی زبردست پلاننگ کی ہے۔"

یہ کہہ کر افسر نے آٹھ مسلّح افراد کو حکم دیا کہ ڈائننگ ہال میں جائیں اگر وہ موجود ہو تو اُسے نہ چھیڑیں۔ لیکن ہال سے اُسے باہر جانے دیں۔ وہ لوگ حکم کی تعمیل کے لیے چلے گئے۔ باقی لوگ کیبنوں کے درمیان راہداری سے گزرنے لگے۔ ایک دروازے پر شور سُن کر افسر نے کہا۔ "اِسے کھولو۔"

ڈراگون نے کہا۔ "یہاں سارا عرب رومانہ نام کی ایک خطرناک لڑکی قید ہے۔ یہ اپنی جان کی بازی لگا کر سونیا اور فرہاد کی حفاظت کرنا چاہتی ہے۔ اگر آپ نے اِسے بھی حراست میں لے لیا تو بعد میں آپ کو بہت نقصان پہنچائے گی۔"

افسر کے حکم سے دروازہ کھولا گیا۔ قیدی خواہ کتنا ہی خطرناک ہو، وہ ہتھیاروں کے سامنے دم نہیں مار سکتا۔ رومانہ کے ساتھ بھی یہی ہو سکتا تھا کہ وہ باہر آکر ذرا بھی حکم کی خلاف ورزی کرتی تو اُسے گولی مار دی جاتی یا اُسے مار مار کر ادھ موا کر دیا جاتا یا بیہوش کر دیا جاتا۔ لیکن بند کیبن کے اندر انسان کی بجائے پارہ بھرا ہو تو اُس مچلتے ہوئے پارے کو کون مٹھی میں پکڑ سکتا ہے۔

دروازہ کھلتے ہی جیسے بجلی کوندی ہو۔ سامنے کھڑے ہوئے دو مسلّح افراد کے سینوں پر ٹھوکریں لگیں۔ اُدھر وہ لڑکھڑاتے ہوئے کاریڈور میں آرہے تھے اِدھر یہ فرش پر گرتے ہی قلابازی کھا کر کھڑی ہوئی۔ پھر اِس سے پہلے کہ کوئی اُس میں ایک دوسرے سے ٹکرانے والے ذرا سنبھلتے۔ رومانہ کے ہاتھ میں جو ہاتھ آیا۔ اُسے کھینچ کر اُس نے دروازے کو دوبارہ بند کر دیا۔

ہاتھ آنے والا افسر تھا۔ اُس نے افسری کے زعم میں ہولسٹر سے ریوالور نہیں نکالا تھا۔ کیونکہ اُس کے ساتھ مسلّح ماتحت تھے۔ کیبن میں پہنچ کر اُس نے اپنے ہولسٹر پر ہاتھ ڈالا مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔ سمندری لہروں کی طرح غضبناک ہو چکی تھی۔ تابڑ توڑ حملے کرتی ہوئی افسر کو لے گئی۔ وہ صرف فرہاد اور سونیا کا ریکارڈ پڑھ کر آیا تھا۔ کسی بھی سونیا سے زیادہ پھرتیلی ہوگی، وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

جب اُسے سنبھلنے کی مہلت ملی تو رومانہ کے ہاتھ میں اُس کا ریوالور آچکا تھا۔ باہر دروازہ پیٹ کر کہا جا رہا تھا۔ "لڑکی! چپ چاپ باہر آجاؤ۔ اگر افسر کو ذرا بھی نقصان پہنچا تو تمھیں اذیت ناک سزائیں دے کر جائے گا۔"

افسر نے کہا۔ "تم نادانی کر رہی ہو۔ مجھے یہاں مجبور کر کے کیا حاصل کر لو گی؟"

رومانہ نے کہا۔ "اپنے آدمیوں سے کہو شور نہ مچائیں۔ میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

افسر نے اُسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اتنی حسین فولاد کی دیوار نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ چیخ کر بولا۔ "خاموش رہو۔ میں حیرت سے اور کچھ ضروری باتیں کر رہا ہوں۔"

باہر خاموشی چھا گئی۔ رومانہ نے کہا۔ "تم فرہاد اور سونیا کو گرفتار نے آئے ہو مگر میں نے سُنا ہے کہ تم لوگوں کے لیے فرہاد زیادہ اہم ہے۔"

"ہاں۔ اُسی کو گرفتار کرنے کے لیے ہم نے سونیا کو اتنی ڈھیل دی ہے۔"

وہ بولی۔ "سونیا میری سہیلی ہے۔ میں دوستانہ انداز میں سمجھا رہی ہوں کہ تمھیں فرہاد کی ضرورت ہے۔ فرہاد کو لے جاؤ۔ میری سہیلی کو چھوڑ دو۔"

افسر گہری سنجیدگی سے سوچتے ہوئے اُسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "شاید سے تمھاری نئی دوستی ہے۔ تم اُسے نہیں جانتیں۔ وہ فرہاد کو کسی صورت تمہارے ساتھ نہیں جانے دے گی۔"

"تم سونیا کو یہاں بلاؤ۔ ہم اُس سے معاملہ طے کر لیتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" وہ اُٹھ کر دروازے کے پاس آگیا۔ رومانہ کے کانوں نے اُس کی جانب تھا۔ وہ بلند آواز سے بولا۔ "کیپٹن والٹر! سونیا یہاں پہنچاؤ۔"

باہر سے آواز آئی۔ "سوری کرنل! تمھیں اِس وقت اپنی جان بچانے کی پڑی ہے۔ سونیا اور فرہاد کو آبدوز میں پہنچانا ہوگا۔ ہم سب کے لیے یہ جینے کا حکم ہے۔ ہم سونیا کو ڈائننگ ہال میں لے جا رہے ہیں۔ بیوقوف لڑکی سے نمٹتے رہو۔"

کرنل نے چیخ کر کہا۔ "ٹھیرو۔ پہلے میری بات سُنو۔ میں سہولت سے باہر نکل کر۔۔۔"

لیکن باہر اب شاید کوئی سننے والا نہ تھا۔ وہ لوگ چلے گئے تھے۔ کیبن میں پڑ گئی۔ کرنل نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "مجھے گولی مار دو۔ اب تمھیں یہ کہ ہم اپنی جانیں دے کر تمھیں آبدوز میں پہنچا دیں گے۔"

وہ بولی۔ "مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ لوگ اتنی آسانی سے تمھیں چھوڑ گئے ہیں۔ آگے بڑھ کر دروازہ کھولو۔"

وہ آگے بڑھا۔ رومانہ نے اُس کی پشت سے ریوالور کی نال لگا دی۔ دروازہ کھل گیا۔ باہر کاریڈور سنسان تھا۔ وہ محتاط انداز میں باہر آئی۔ کاریڈور سے گزرنے کے بعد وہ کیبن کے پاس پہنچ گئی۔ "چلو آگے بڑھ کر دیکھو۔ کیبن کے اُدھر تمھارے ساتھی ہیں۔"

اُس نے آگے بڑھ کر اِدھر اُدھر دیکھا پھر انکار میں سر ہلایا۔ "وہ آگے بڑھ گئی۔ واقعی کوئی نہیں تھا۔ کرنل نے کہا۔ "کیا بچّوں کی سی حرکت کر رہی ہو۔ خواہ مخواہ ایک سہیلی کے لیے پوری ایک فوج کو اپنا دشمن بنا رہی ہو۔"

میں نے رومانہ کی سوچ میں کہا۔ "واقعی یہ بچّوں کی سی ضد ہے۔ وہ لوگ سونیا کو کیبن سے نکال کر لے گئے ہیں۔ تمھیں ایک ریوالور سے اتنے مسلّح افراد کا مقابلہ نہیں کر سکو گی۔ یہ ریوالور واپس کر دینا چاہیے۔"

اُس نے بے اختیار ریوالور کرنل کی طرف بڑھا دیا۔ کرنل نے جھپٹ کر ریوالور لیتے ہوئے کہا۔ "شاباش! اب عقل آئی ہے۔ چلو آگے بڑھو۔"

وہ آگے بڑھتے وقت بے حد مایوس تھی۔ دونوں ریلنگ کے قریب سے گزرتے ہوئے ڈائننگ ہال میں پہنچ گئے۔ وہاں مسافروں سے درخواست کی جا رہی تھی کہ اپنے اپنے کیبنوں میں یا عرشہ پر چلے جائیں اور وہ سب سہمے ہوئے سے جا رہے تھے۔ آبدوز سے آنے والے بلا تکلف پیلی فورسٹ میں عازم کو فرہاد سمجھ کر سونیا کے ساتھ لے جا سکتے تھے لیکن ابھی شناخت باقی تھی۔ عازم کی شراب نوشی نے اُنھیں اُلجھا دیا تھا۔

پہلے وہ ڈائننگ ہال کی ایک میز پر تنہا بیٹھا پی رہا تھا۔ اُسے بڑا اطمینان تھا کہ جہاز میں پانچ دن گزر گئے ہیں۔ اب وہ آبدوز والے نہیں آئیں گے۔ خواہ مخواہ دل میں دہشت پیدا کی جا رہی تھی۔

اِس وقت اُس کے اطمینان میں فرق آیا۔ جب اُس نے ڈائننگ ہال میں آٹھ مسلّح افراد کو اِدھر اُدھر پھیلتے دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد کچھ اور مسلّح افراد سونیا کو پکڑ کر وہاں لے آئے۔ وہ ڈراگون کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر رومانہ بھی کرنل کے ساتھ وہاں پہنچ گئی۔ عازم کا نشہ ہرن ہو گیا۔ وہ تھر تھر کانپتے ہوئے اپنی کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

کرنل اور کیپٹن دونوں اُس کے قریب آکر اُسے بغور دیکھنے لگے۔ پھر کرنل نے ڈسکی کی بوتل اُٹھا کر سونگھتے ہوئے پوچھا۔ "تم نے کب سے پینا شروع کیا ہے؟ پہلے تو نہیں پیتے تھے؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "جنابِ حضور عالی! اللہ آپ کے بچّوں کو سلامت رکھے۔ میں فرہاد نہیں ہوں۔ میرا نام عازم ہے۔ میں شروع جوانی سے پیتا چلا آرہا ہوں۔"

کیپٹن نے سونیا کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "یہ درست کہہ رہا ہے۔ ہم لوگ اِسے فرہاد سمجھ کر دھوکہ کھا سکتے ہیں۔"

کیپٹن والٹر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "بڑا عمدہ ڈرامہ پیش کیا جا رہا ہے۔ کیوں فرہاد؟ کیا ہم تمھیں ایک تھرڈ پرسن سمجھ کر چھوڑ دیں؟"

"بخدا میں تھرڈ پرسن ہی ہوں۔ میرا نام عازم۔۔۔"

کیپٹن والٹر کا ایک اُلٹا ہاتھ اُس کے منہ پر پڑا۔ عازم لڑکھڑا کر پیچھے

ہٹ گیا۔ پھر دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ "آں۔ آں۔ آں۔ ہائے والدہ صاحبہ تو نے مجھے فرہاد کی صورت میں کیوں پیدا کیا۔ اے فرہاد کے بچے! تو ایک بار میرے سامنے آجا۔ پھر میں تجھے اسی طرح مار مار کر بوچھوں گا کہ کیسے رونا آتا ہے۔ آں۔ آں۔ آں۔۔۔"

کرنل نے کہا۔ "بہت عمدہ ایکٹنگ ہے۔ اسے تھپکڑی لگا دو۔"

"یس سر!" ایک ماتحت نے کہا۔ پھر تھپکڑی لے کر آگے بڑھا۔ عازم نے اپنے ہاتھ پیچھے کر لیے۔ اس نے کہا۔ "ہاتھ آگے لاؤ۔ ورنہ مار پڑے گی۔"

وہ مار کے ڈر سے ہاتھ سامنے لے آیا۔ ماتحت نے اسے تھپکڑی پہنائی۔ پھر کھول دی۔ کرنل نے ڈانٹ کر پوچھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

ماتحت نے چونک کر تھپکڑی کو دیکھا۔ گھبرا کر پھر اسے عازم کے ہاتھوں میں پہنائی لیکن دوسرے لمحے۔۔۔ کھول دی۔ کیپٹن نے پیچھے سے ماتحت کا کالر پکڑ کر کھینچا۔ اسے گالی دی۔ پھر تھپکڑی لے کر عازم کو پہنا دی مگر اس کے بعد بڑے آرام سے اسے کھول دی۔ اب کیپٹن کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ وہ عازم سے دو قدم ایک قدم پیچھے ہٹ کر کے کرنل سے بولا۔ "سر! یہ مائنڈ کنٹرول کر رہا ہے۔"

اس کی بات سنتے ہی ایک سنسنی سی پھیل گئی۔ سب ہی مسلح افراد محتاط اور مستعد ہو کر عازم کو دیکھنے لگے۔ خصوصاً سونیا اور رومانہ شدید حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ جسے وہ کسی صورت سے فرہاد تسلیم نہیں کر سکتی تھیں۔ وہ خود کو فرہاد ثابت کر رہا تھا۔

یکایک عازم جیب چاپ اسی انتظار میں کھڑا ہوا تھا کہ بار بار کھولی جانے والی تھپکڑی اسے پھر پہنائی جائے گی۔ اس پر پہلے کے دونوں ہاتھ آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اس کے دماغ میں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "مجھے حکم دینا چاہیئے کہ فرہاد کی طرف سے پیش قدمی ہونے ہی فائرنگ شروع کر دی جائے۔ تاکہ وہ کسی طرف سے نہ بھاگ سکے۔"

اس نے حکم صادر کرنے کے لیے زبان کھولی۔ مگر میری سوچ کے مطابق بولا۔ "لسن لڑکی۔ خواہ کچھ ہو جائے یہاں فائرنگ نہ کرنا۔"

کیپٹن والٹر نے چونک کر کرنل کو دیکھا۔ وہ مخالفت کرنا چاہتا تھا۔ اس کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ اس نے بے اختیار میری سوچ کے مطابق کہا۔ "آل رائٹ۔ فائرنگ نہ کی جائے۔ ہم فرہاد کو دوست بنا کر اپنے ہاتھ لے جائیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں عازم کے دماغ میں پہنچ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اچانک قہقہہ لگا کر کہا۔ "بابا ہا ہا۔ میری یادداشت گم ہو گئی تھی۔ یہ عالم یادداشت بھی کیا چیز ہے۔ جب چاہتی ہے گم ہو جاتی ہے۔ جب چاہتی ہے واپس مل آتی ہے۔ لو آگئی۔ مجھے اس خوشی میں ناچنا چاہیئے۔"

پھر اس نے ایک ہاتھ سر پر اور دوسرا ہاتھ کمر پر رکھ لیا۔ کمر

دھنا دھن۔ دھنا دھن تک دھنا دھن۔"

وہ باقاعدہ ٹھمکے لگا۔ ہوا شراب کی بوتل کے پاس پہنچ گیا۔ نے کہا۔ "فرہاد! سنجیدگی اختیار کرو۔ یہ کیا کر رہے ہو؟"

"سنجیدگی ہا ہا ہا ہا۔" وہ قہقہے لگانے لگا۔ "اب مجھے فرہاد کہہ کیوں رومانہ تم کیا کہو گی؟"

رومانہ حیرانی اور پریشانی سے بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے دھوکہ کھا گئی۔ مجھے معاف کرو فرہاد میں نے تمہیں نہیں پہچانا تھا۔"

"نہیں پہنچانا ہا ہا ہا ہا۔ کرنل اینڈ یو کیپٹن سنو۔ یہ دونوں عورتیں بڑی مکار ہیں۔ مجھے فریاد کا بکرا بنا رہی تھیں۔ اب میں انہیں بکرا بناؤں گا یہ تک دھنا دھن۔۔۔"

اس نے ایک ٹھمکا لگایا۔ پھر شراب کی بوتل منہ سے لگا لی۔ گھونٹ پینے کے بعد بولا۔ "یہ شراب بہت اچھی چیز ہے۔ جلتی ہوئی سالی نیلی بیتھی دماغ میں آجاتی ہے۔"

سونیا غصہ میں آگے بڑھی مگر دو مسلح افراد نے اسے بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ چیخ کر بولی۔ "فرہاد! آدمی بن جاؤ۔ ورنہ خلیہ بگاڑ دوں گی۔"

"خاموش رہو۔" کیپٹن والٹر نے ڈانٹ کر کہا۔ پھر عازم کو مخا کیا۔ "مسٹر فرہاد! ہمیں یہاں پھنسنے سے پہلے سمجھ لیا گیا تھا کہ ہم تمہارے ہاتھوں فنا ہو سکتے ہیں مگر یاد رکھو ہم بیک وقت مسلح جوانوں کے دماغ کنٹرول نہیں کر سکو گے۔ بہتر ہے کہ دوست بن کر ہمارے ساتھ چلو۔"

"دوست؟" میں نے عازم کے دماغ میں قہقہہ لگایا۔ "اس میں تمہاری دوستی کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ بہرحال میں ایک شرط قبول کروں گا یعنی تنہا آبدوز میں جاؤں گا۔ اگر سونیا اور رومانہ کو میں لیا گیا یا انہیں نقصان پہنچایا گیا تو پھر میں یہاں مرنے سے پہلے کا منظر پیش کر دوں گا۔"

سونیا اور رومانہ دونوں نے تڑپ کر کہا۔ "نہیں۔ ہم تمہیں نہیں جانے دیں گے۔ فرہاد ہماری محبت کا امتحان نہ لو۔ تمہارا ہی تم نے فیصلہ نہ بدلا تو ابھی ہنگامہ شروع ہو جائے گا۔"

اس کی باتیں سنتے ہی مسلح افراد نے چاروں طرف سے گھ لیا۔ تمام اسٹین گنوں کا رخ ان کی طرف تھا۔ سونیا نے غصے سے میں خوب سمجھتی ہوں۔ تم ہمیں سلامت رکھنے کے لیے تمام تو جا رہے ہو۔ میں آخری بار سمجھاتی ہوں کہ آؤ ہم تینوں مل کر دشمن کریں گے مذبذب رہیں گے یا ساتھ مر جائیں گے۔"

رومانہ نے کہا۔ "فریاد! یقین کرو۔ ہمیں غیر معمولی آپ بھونکنا چاہتی تھی۔ اب نہیں ہے۔ تمہیں میری آخری سانس تھیں کوئی یہاں سے جا سکے۔ سونیا کا مشورہ مان لو۔ ہم ایک جان دیں گے۔"

وہ دونوں عورتیں ماننے والی نہیں تھیں۔ میں نے عازم کے دماغ سے نکل کر پہلے سونیا کو ذہنی جھٹکا پہنچایا۔ پھر وہی اذیت رومانہ کو پہنچائی۔ دونوں تکلیف کی شدت سے چیخ اٹھیں۔ میں نے باری باری یہ عمل دہرایا۔ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ ایسا وقت آیا تھا کہ میں دوست ہو کر دشمنی کر رہا تھا۔ وہ جھنجھلا رہی تھیں۔ اپنے بال نوچ رہی تھیں۔ عازم دیدے پھاڑ کر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ ابھی وہ خود بخود فرہاد جیسے بن گیا تھا۔ شاید نشے میں ایسی غلطی کر بیٹھا۔ وہ پھر ہاتھ جوڑ کر کرنل سے معافی مانگنا چاہتا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس کی سوچ میں کرنل سے کہا۔ "فوراً ہی سونیا اور رومانہ کو تھپکڑیاں لگا دی جائیں۔"

عازم اپنی کھوپڑی سہلاتے ہوئے سوچنے لگا۔ "ہائیں یہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اتنی دیر سے کیا کر رہا ہوں۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ ہے میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

سونیا اور رومانہ کے ہاتھوں میں تھپکڑیاں اور ہاتھ پیچھے پہنا دی گئیں۔ ان کے دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہے تھے۔ ان پر نیم بیہوشی کی کیفیت طاری تھی۔ اس لیے وہ جدوجہد نہ کر سکیں۔ کرنل نے عازم سے کہا۔ "مسٹر فرہاد! اب ہمیں چلنا چاہیئے۔"

میں عازم کے دماغ میں موجود تھا۔ میں نے اسے گھبراہٹ ظاہر کرنے کا موقعہ نہیں دیا۔ ڈراگون نے آگے بڑھ کر کرنل سے کہا۔ "جناب آپ ان دو مصیبتوں کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آپ کے جانے کے بعد یہ دونوں عورتیں میری جان اور جہاز کی دشمن بن جائیں گی۔ پلیز انہیں بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔"

کرنل نے جیب سے ایک بند لفافہ نکال کر ڈراگون کو دیتے ہوئے کہا۔ "تم فکر نہ کرو۔ جب ہماری آبدوز سمندر کی لہروں میں چھپ جائے تو یہ لفافہ سونیا کو دے دینا۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ وہ تم سے دشمنی بھول جائے گی مگر یاد رکھو۔ جب تک آبدوز نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے۔ یہ لفافہ نکلوانا۔ نہ ہی سونیا کے ہاتھوں میں پہنچانا۔ او کے وش یو گڈ لک۔۔۔"

وہ لوگ عازم کو لے کر جہاز کے نچلے حصے کی طرف بڑھنے لگے۔ سونیا اور رومانہ اب تک چیخ رہی تھیں۔ فرہاد کو اپنی اپنی محبت کا واسطہ دے کر واپس بلا رہی تھیں۔ مجھے یہ تجسس پیدا ہوا کہ آخر اس لفافہ میں کیا ہے؟ میں نے کرنل کے ذہن کو کریدنا شروع کیا۔ وہ سوچنے لگا۔ "پتہ نہیں یہ فرہاد کس قدر اہم ہے۔ ہم سے بھی راز داری برتی جا رہی ہے۔ سپر ماسٹر کی جانب سے اس لفافے پر مہر لگا کر دی گئی ہے اور تاکید کی گئی ہے کہ اسے صرف سونیا ہی کھولے گی۔"

میں اس کی سوچ پڑھ کر مایوس ہو گیا۔ اب وہ لفافہ اپنے مقررہ وقت پر ہی کھلنے والا تھا۔ میں چاہتا تو ڈراگون کو لفافہ کھولنے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن اس بات کا اندیشہ تھا کہ سپر ماسٹر کے منصوبے کے خلاف ڈراگون قدم اٹھاتا تو شاید وہ جہاز تباہ کر دیا جاتا جس میں سونیا اور رومانہ بھی تھیں۔

میں نے صبر کر لیا۔ انتظار کرنے لگا کہ وہ لوگ آبدوز میں پہنچ جائیں۔ میں چونکہ عازم کے ذہن سے نکل چکا تھا۔ اس لیے وہ بے حد خوف زدہ تھا۔ بار بار کرنل اور کیپٹن سے معافی مانگ کر یقین دلا رہا تھا کہ وہ فرہاد نہیں ہے۔ اب تک محض نشے میں بہک رہا تھا۔

لیکن مٹی پتی کا مظاہرہ ہو چکا تھا۔ اب کوئی اس کی بکواس پر یقین نہ کرتا کہ وہ عازم ہے۔ آدھے گھنٹہ بعد وہ لوگ کشتیوں کے ذریعہ آبدوز تک پہنچ گئے۔ پھر آبدوز کے کاک پٹ سے باری باری اندر جانے لگے۔ میں ڈراگون کے دماغ میں تھا۔ اب اس کی آنکھوں کے سامنے وہ آبدوز سمندر کی سطح سے نیچے جاتی ہوئی ڈوب رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ سمندر نے اسے نگل لیا۔

ڈراگون بریلنگ کے پاس سے پلٹ کر ڈائننگ ہال کی طرف جانے لگا۔ سونیا اور رومانہ رو رو کر چیخ رہی تھیں کہ انہیں آزاد کر دیا جائے۔ ڈراگون کو دیکھ کر وہ اسے گالیاں دینے لگیں۔ رومانہ نے کہا۔ "تو نے باپ بن کر دھوکہ دیا ہے۔ کرنل سے کہہ رہا تھا کہ ہم دونوں کو بھی یہاں سے لے جائے۔ شیطان! تیری موت میرے ہاتھوں سے ہوگی۔"

سونیا نے دانت پیس کر کہا۔ "جب فرہاد نہیں رہا تو یہ جہاز بھی نہیں رہے گا۔ جب چاروں طرف سے شعلے بلند ہوں گے تو لوگ دیکھیں گے کہ پانی میں آگ کیسے لگتی ہے۔"

ڈراگون نے پریشان ہو کر کہا۔ "دیکھو۔ ان ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کی چابیاں میرے پاس ہیں۔ میں اپنی اور جہاز کی حفاظت۔ یہ انتظامات کیے بغیر تم دونوں کو آزاد نہیں کروں گا۔"

سونیا نے جلدی سے کہا۔ "تم ابھی ہمیں آزاد کر دو۔ میں فرہاد کی قسم کھا کر کہتی ہوں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"فرہاد جا چکا ہے۔ آبدوز سمندر کے اندر چلی گئی ہے۔"

وہ دونوں مایوس ہو کر اس کا منہ تکنے لگیں۔ ڈراگون نے کہا۔ "میں تم دونوں سے التجا کرتا ہوں کہ صبر کرو اور مجھ پر رحم کرو۔"

رومانہ بولی۔ "یہ ٹھیک ہے۔ تم ہمیں آزاد کر دو۔"

وہ بولا۔ "نہیں۔ کرنل کا حکم ہے کہ پہلے یہ لفافہ سونیا کو دیا جائے۔"

اس نے لفافہ آگے بڑھا دیا۔ سونیا نے فرش پر بیٹھے بیٹھے اس لفافہ کو لیا۔ پھر اس کی دھجیاں اڑانے لگی۔ رومانہ کھسک کر اس کے قریب آ گئی۔ ڈراگون نے پوچھا۔ "میں بھی پڑھ سکتا ہوں۔"

"نہیں۔۔۔" وہ غرا کر بولا۔

وہ پیچھے ہٹ گیا۔ سونیا نے لفافہ کو کھولا۔ پھر اس میں سے تہہ کیے ہوئے ایک بڑے سے کاغذ کو نکالا۔ وہ سپر ماسٹر کی جانب سے ایک ٹائپ شدہ خط تھا۔ لکھا تھا۔

● سونیا۔ یُو ڈرٹی لیڈی!

میں ایک نئے سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے پہلی بار تمھیں مخاطب کر رہا ہوں۔ مجھ سے پہلے جو ایس۔ ایم تھا اُس کی غلط پلاننگ کے باعث ہماری تنظیم اور ہمارے ملک کو زبردست نقصان پہنچا ہے۔ فرہاد کے علاوہ ایک اور ایجنٹ عورت جس کا نام رس ونتی ہے وہ بھی ایس۔ ایم کے دماغ تک پہنچ گئی ہے۔ اِس لیے اب میں میدانِ عمل میں آیا ہوں۔

میری آمد سے قبل تمھارے اور فرہاد کے لیے سزائے موت لکھ دی گئی تھی۔ کیونکہ تم دونوں نے ایٹمی دھماکے کے باعث دنیا کی ایک بڑی طاقت کو اربوں ڈالر کا نقصان پہنچایا اور ہماری تنظیم کی کمر توڑ دی۔ تم لوگوں کے لیے سزائے موت لازمی تھی۔

لیکن میرا طریقۂ کار کچھ اور ہے۔ میں نے تم دونوں کی سزائے موت کو سزائے زندگی میں بدل دیا ہے۔ تم محض ایک عورت ہو مگر فرہاد کی پشت پناہی تمھیں خطرناک اور موت کی طرح اٹل بنا دیتی ہے۔ لہٰذا فرہاد کو کمزور، بزدل یا دوسرے لفظوں میں اُسے عورت بنایا جائے تو تم کہیں کی نہ رہو گی۔

تمھیں اس بحری جہاز میں چھوڑا جا رہا ہے۔ فرہاد کو بھی چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ تمھیں چھ میں گھنٹے کے اندر واپس مل جائے گا۔ تمھارے فرہاد کی جنس تبدیل کرنے کے لیے آپریشن تھیٹر میں تمام انتظامات مکمل ہیں۔

وہ فرہاد جس سے دُنیا کی بااصلاحیت اور خطرناک ہستیاں اور تخریب کار تنظیمیں خوف زدہ رہتی تھیں اب اُسے ایک عجوبہ کی صورت میں دیکھیں گی۔ وہ تمھارے ساتھ دنیا کے جس حصّے میں جائے گا۔ وہاں لوگ اُسے بے ضرر، کمزور، بزدل اور زنخا فرہاد کہیں گے۔

ہاں۔ انتظار کرو۔ یہ نئے سپرنٹنڈنٹ کا کارنامہ ہے وہ دنیا والوں کے سامنے فرہاد کو ہیجڑا بنا کر پیش کر رہا ہے۔ فقط۔ ایس۔ ایم ●

کھلی

ہوئی پنسیبی کی طرح وہ خط کھلا ہوا تھا۔ سونیا اور رومانہ نے
پھاڑے گم صم اُس خط کی تحریر کو دیکھے جا رہی تھیں۔ نہ
اُن پر سکتہ طاری ہو گیا تھا لیکن اُن کے دل و دماغ میں آندھیاں سی
چل رہی تھیں۔ جو اُن دونوں کی زندگی کا واحد مرد تھا، وہ عورت بننے
والا تھا۔ ایک فولادی محبوب کے بجائے سہیلی بن کر سامنے آنے والا تھا

سونیا نے اُس خط کو مٹھی میں لیا، بھینچ لیا جیسے سپرنٹنڈنٹ کی گردن
بھنبھوڑ رہی ہو۔ غصّہ کی شدت سے رومانہ دانت پیسنے لگی۔ غصّہ اِس بات
کا تھا کہ وہ فرہاد کو واپس لانے کے لیے سمندر میں چھلانگ نہیں لگا سکتی تھی
اور نہ ہی آبدوز تک پہنچ سکتی تھیں لیکن غصّہ تو کہیں اُتارنا ہی تھا۔ لہٰذا
شروع ہو گئیں۔

رُومانہ نے بیل کی۔ جنسانک کا مظاہرہ کیا۔ ہتھکڑی سے بندھے
ہوئے ہاتھوں کو ٹانگوں کے نیچے سے لے جا کر پشت پر لائی پھر اُنھیں
فرش پر ٹیک کر ہیٹریوں سے بندھی ہوئی دونوں ٹانگیں چلا دیں۔ ڈراگن
خط کا مضمون معلوم کرنے کے لیے جھک رہا تھا۔ اچانک ہی اُس کے منہ
آہنی ہیٹریاں لگیں۔ وہ چاروں شانے چت ہو کر سونیا کے پاس پہنچا۔ سونیا
نے اپنی ہتھکڑی سے بندھی ہوئی کلائیوں کا ہار اُس کی گردن میں پہنا دیا

● خبردار!" وہ بیل کی طرح کڑکا۔ "اگر کسی نے فائر کیا تو ڈراگن
مُردہ واپس ملے گا۔"

ڈراگن کے حلق پر ہتھکڑی کا دباؤ بڑھ رہا تھا۔ وہ ہاتھ کے اشارے
سے اپنے ماتحتوں کو فائرنگ سے منع کرنے لگا۔ سونیا نے ہتھکڑی کے
میں ذرا کمی کرتے ہوئے حکم دیا۔ "چابی نکالو۔"

اُس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چابیاں نکالیں۔ رُومانہ نے آگے
کھسک کر چابیاں لیں۔ پہلے سونیا کی ہتھکڑی کھولی۔ پھر پاؤں کی ہیٹریاں
کھول دیں۔ اُس کے بعد سونیا نے ڈراگن کے حلق پر گھٹنا ٹیک کر اُسے
کو آزاد کر دیا۔ اس دوران ایک ماتحت نے کہا۔ "باس! ان کی آزادی خطرناک
ثابت ہو گی۔ میں فائر کر رہا ہوں۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اُسے ذہنی جھٹکا پہنچایا جیسا
سوچ کے مطابق اُس نے بے اختیار بیرالور کو سونیا اور رُومانہ کی بجائے
اُچھال دیا۔ سونیا نے اُسے کیچ کرتے ہی اُس کی نال ڈراگن کی کنپٹی
لگا دی۔

رُومانہ نے سونیا سے کہا۔ "وہ بچا تمھارے فرہاد نے ہماری مدد کی ہے"

سونیا نے چڑ کر کہا۔ "بڑی مدد کی ہے۔ خود کو اغوا ہونے سے
کیا وہ ہمارے ساتھ مل کر آبدوز والوں کو زیر نہیں کر سکتا تھا؟"

رُومانہ نے کہا۔ "اب غصّہ دکھانے سے کیا ہو گا۔ وہ تو ہمیشہ
من مانی کرتا ہے۔"

سونیا ڈراگن سے بولی۔ "اپنے آدمیوں سے کہو۔ تمام ہتھیار ہماری
طرف پھینک دیں۔ چالاکی دکھانے کا نتیجہ وہ دیکھ چکے ہیں۔ فرہاد تم سے

کھوپڑیاں ہلا کر رکھ دے گا۔"

ڈراگن کے حکم دینے سے پہلے ہی سب نے ہتھیار پھینک دیے کیونکہ
اپنے ایک ساتھی کا حشر دیکھ چکے تھے۔ رومانہ ہتھیاروں کے پاس جا کر
کھڑی ہو گئی۔ پھر بولی۔ "تم لوگ کتنے عرصہ سے ڈراگن کے ملازم ہو؟"

سب لوگ باری باری جواب دینے لگے۔ کوئی ایک سال سے
کوئی دو سال سے اور کوئی پانچ سال سے ڈراگن کی ملازمت کر رہا تھا۔ رومانہ
نے کہا۔ "اگلی بندرگاہ پر ڈراگن کو سمگلر کی حیثیت سے قانون کے حوالے
کیا جائے گا۔ اس کے وفادار بھی اس کے ساتھ جیل میں سڑیں گے۔"

ڈراگن نے گڑگڑا کر کہا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو۔ اگر قانون کی نظروں میں
یہ بات آگئی کہ میں بڑی بڑی ہستیوں کی لاشیں بھی آنکل کر چکا ہوں تو مجھے
پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا۔"

جو دوست نہ بن سکا۔ جو منہ بولی بیٹی سے باپ کا رشتہ نہ نبھا
سکا۔ اُسے پہلی فرصت میں مر جانا چاہیے۔"

سونیا نے کہا۔ "نہیں۔ یہ ابھی نہیں مرے گا اور نہ ہی قانون کے
حوالے کیا جائے گا۔ ہمیں فرہاد کی واپسی کا انتظار کرنا چاہیے۔ اگر دشمن اُس
کی جنس بدلنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو میں اِس کمینے کو اور اس کے
تمام وفاداروں کو زنخا بنا دوں گی۔"

وہ تیزی سے "نہیں نہیں" کے انداز میں گردن ہلانے لگا۔ "نہیں
نہیں یہ بڑے تم کی بات ہے۔ تمھیں ایسا سوچنا بھی نہیں چاہیے۔"

سونیا ڈانٹ کر بولی۔ "شٹ اپ۔ میری بات پتھر کی لکیر
ہوتی ہے۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو دعا مانگتے رہو کہ فرہاد جیسا گیا ہے ویسا
ہی واپس آئے۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں سرگوشی کی۔ "ڈراگن کے ماتحتوں سے
باری باری پوچھ کر کہ کون تمھارا وفادار بن کر رہنا چاہتا ہے میں اُن کی
سوچ پڑھ کر اُن کی سچائی معلوم کر لوں گا۔"

سونیا نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ فرداً فرداً تمام ماتحتوں کی آواز
اور لہجے کے ذریعہ میں نے اُن کے دماغوں کو کریدنا شروع کیا۔ اُن میں
سے بارہ افراد سچے تھے۔ میں نے اُن کی نشاندہی کرتے ہوئے سونیا سے کہا
کہ اُنھیں ہتھیار دے کر اُن پر بھروسہ کرے۔ باقی دوسروں کے ساتھ جیسا
سلوک کرے۔ اب میں آبدوز میں واپس جا رہا ہوں۔

بے چارہ عازم بے قصور تھا اور میں بھی ایسا ظالم نہیں تھا کہ اُسے
دشمنوں کی قربان گاہ میں پہنچا کر اُس کی خبر نہ لیتا۔ میرا فرض تھا کہ میں اُسے
اس آپریشن تھیٹر تک پہنچنے دوں۔ جہاں اُسے زنخا بنایا جانے والا تھا۔
آبدوز کے اندر بحری فوج کی ایک چھوٹی سی بستی آباد تھی۔ سب ہی فوجی
وردی میں تھے۔ میں عازم کے دماغ میں بیٹھا اُس کی سہمی ہوئی سوچ
کے ذریعہ معلومات حاصل کر رہا تھا۔

وہ ایک کیبن میں بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا۔ "خدایا! میں کہاں آ کر
پھنس گیا۔ اگر میں تبانہ سے شادی نہ کرتا تو اُس کے باپ کے غنڈے مجھے
رومانہ تک پہنچاتے اور رومانہ اور سونیا مجھے دشمنوں کے حوالے نہ کرتیں۔
مگر نہیں قصور تو میرا ہی ہے۔ میں نے فرہاد بن کر حکم دیا تھا کہ دونوں عورتوں
کو ہتھکڑیاں پہنا دی جائیں۔ وہ نہ دو بے چاریاں مجھے بچانے کے لیے جان کی
بازی لگا دیتیں۔ آہ! مگر میں فرہاد کیسے بن جاتا ہوں۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "بے وقوف میں عازم ہوں مگر میں
بھی بہت عرصہ تک شمع مینی کی مشقوں سے گزرتا رہا ہوں۔ اس شمع مینی
کی وجہ سے میری بنیائی قدرے کمزور ہو گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب شمع مینی
کا فاطر خواہ نتیجہ سامنے آیا ہے۔ اب فرہاد کا نام اختیار کرنے سے تیلی
پتھی دماغ میں آجاتی ہے۔"

عازم کی سوچ نے کہا۔ "ہاں۔ کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔ اب میرے
سامنے کوئی آئے گا تو میں فرہاد بن کر اُس کے دماغ سے کھیلنے کی
کوشش کروں گا۔"

دماغ سے کھیلنے کے لیے وہاں اُس کے آس پاس کوئی نہیں تھا۔
تھوڑی دیر بعد دُور چکنے فرش پر آہنی برتنوں کی آواز سنائی دی۔ کچھ لوگ
آ رہے تھے۔ میں تیار ہو گیا کہ عازم کو اُن لوگوں کے دماغ سے کھیلنے کا موقعہ
دوں گا۔ یہ الفاظ دیگر میں آنے والوں کا خانہ خراب کروں گا لیکن کیبن
کا دروازہ کھلنے ہی مایوسی ہوئی۔ وہ سب نقاب پوش تھے۔ اُن کے چہرے
سر سے گردن تک نقاب میں چھپے ہوئے تھے۔

وہ عازم کو فرہاد سمجھ رہے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ وہ اُن کے
دماغوں سے کھیل کر آپریشن تھیٹر تک جانے سے انکار کر دے اور اُس آبدوز میں
خون خرابہ شروع کر دے۔ میں پریشان ہو گیا کہ عازم کو کس طرح بچایا جائے۔ وہ
کم بخت کھڑا ہو کر انھیں للکار رہا تھا۔ "خبردار! میں فرہاد ہوں۔ میری تیلی
پتھی حکم دے رہی ہے کہ اپنے ہتھیار پھینک دو۔۔۔"

تمام نقاب پوش ایک ذرا ٹھٹک گئے تھے۔ ایک دوسرے کو
دیکھ رہے تھے۔ شاید سوچ رہے تھے کہ فرہاد اُن کی نقاب کے باوجود اُن
کے دماغوں تک پہنچنے والا ہے۔ تیلی پتھی کی ایک دہشت طاری تھی عازم
نے فاتحانہ انداز میں دونوں ہاتھ اپنی کمر پر رکھ کر قہقہہ لگایا۔ پھر آگے بڑھتے
ہوئے للکارا۔ "دیکھا اسے کہتے ہیں تیلی پتھی۔ جہاں تھے وہیں رک جاؤ۔
اب ہتھیار پھینک دو۔ شاباش۔۔۔"

ایک نقاب پوش نے آگے بڑھ کر اُس کے سر پر ایک چپت
رسید کی۔ دوسرے نے اُس کا بازو پکڑ کر کھینچا۔ پھر وہ اُسے پیچھے دھکے دیتے
ہوئے کیبن سے باہر لے گئے۔ اب اُس کا فرہاد بن ختم ہو چکا تھا۔ وہ خوف
سے کانپ رہا تھا۔ اگرچہ نہیں جانتا تھا کہ اُس کے ساتھ کیسا غیر انسانی سلوک
کیا جانے والا ہے۔ یہ تو میں جانتا تھا۔ اِس لیے میری پریشانی بڑھ گئی۔

عازم پھر بزدلوں کی طرح گڑگڑا رہا تھا۔ اُن سے معافی مانگ رہا
تھا کہ آئندہ فرہاد نہیں بنے گا۔ میں تیزی سے اُس کے بچاؤ کی تدبیر سوچ رہا

تھا اچانک خیال آیا کہ میں اس آبدوز کے کرنل اور کیپٹن کے دماغوں سے کھیل کر ہنگامے کر سکتا ہوں۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے کرنل کے دماغ میں جھانک لگائی پھر کیپٹن کے دماغ میں پہنچا۔ چار اور مسلح افراد کے دماغوں کو ٹٹولا، جن کی آوازیں میں بھری جہاز میں سن چکا تھا۔ بڑی حیرانی کی بات تھی کہ سب کے سب بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ ایسا تو ممکن نہ تھا کہ سب پر اچانک بے ہوشی طاری ہو جاتی۔ بات سمجھ نے آتی تھی۔ انھیں دانستہ بے ہوشی کے انجکشن لگائے گئے تھے تاکہ فرہاد انھیں اپنا آلۂ کار نہ بنا سکے۔

میں بے چینی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ شبانہ سامنے ایک کرسی پر بیٹھی انگریزی رسالہ پڑھ رہی تھی۔ اُس کا رُخ میز کی جانب تھا۔ اُسے میری اضطراری حالت کا علم نہ ہو سکا۔ میں چپ چاپ لیٹ گیا تاکہ وہ مجھے باتوں میں نہ اُلجھا سکے۔ میں نے پھر آنکھیں بند کر کے عازم کو دیکھا۔ وہ لوگ اُسے پریشن روم میں لے آئے تھے اور اُسے ایک بیڈ پر سلانا چاہتے تھے۔

مجھے اُس کی بزدلی نے مجبور اور بے بس بنا دیا تھا۔ میں اُس کے دماغ میں بیٹھ کر جو ڈوکراٹے کے داؤ بتا سکتا تھا۔ اُس کا دماغ اُسی پر عمل کرتا مگر دماغ پر ذرا سی بھی گرفت ڈھیلی پڑتے ہی وہ پھر بزدل بن جاتا تھا۔ تاہم میں نے یہی آخری کوشش کی۔ آخری بار اُس کے دماغ میں پہنچ کر نقاب پوشوں پر حملہ کیا۔

وہ لوگ اُسے فرہاد سمجھ کر پہلے ہی تیار تھے۔ اُنھوں نے اُس سے ذرا ہٹ کر اپنے اپنے ریوالوروں کا رُخ اُس کی جانب کر دیا۔ میں جانتا تھا کہ سپر ماسٹر کی طرف سے فرہاد کو گولی مارنے کا حکم نہیں ہے۔ اِس لیے بے جگری سے عازم کی کھوپڑی میں بیٹھ کر حالات چلائی۔ ایک کے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا لیکن اچانک ہی جانے کتنے لوگوں نے ایک ساتھ مجھ پر بول دیا۔ سب کے سب اُس پر ٹوٹ پڑے۔ وہ فرش پر گر پڑا۔ اُسے دوبارہ اُٹھنے کی مہلت نہ ملی۔ سب کے سب اُس پر چڑھ بیٹھے تھے۔ تب میں نے اُس کی دماغی آنکھوں سے انجکشن کی ایک سرنج دیکھی۔

عازم پر اتنے لوگوں کا بوجھ تھا کہ اس میں ہلنے جلنے کی سکت بھی نہ رہی تھی۔ سرنج کی نوک اُس کے بازو سے لگ گئی۔ اُس کے ساتھ ہی اُس کی دماغی سوچیں میری گرفت سے نکل گئیں۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ میری دماغی آنکھوں سے وہ آبدوز گم ہو گئی۔ کیونکہ اب وہاں کوئی ایسا فرد نہ تھا جسے میں اپنا آلۂ کار بنا سکتا۔ افسوس....

میں بہت دیر تک بستر پر آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔ اب سوچنے اور فکر کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوتا۔ میں اپنا محاسبہ کرنے لگا۔ کیا عازم کی تباہی کا باعث میں ہوں؟"

بے شک میں نے سُونیا اور رُومانہ کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے عازم کو قربانی کا بکرا بنا دیا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو بحری جہاز میں ہنگامے شروع ہو جاتے۔ میں عدد اسٹین گنوں کے برسٹ میں سُونیا، رومانہ اور عازم تینوں سلامت نہ رہتے۔ میں بیک وقت اتنے سارے دشمنوں کے دماغوں سے نہیں کھیل سکتا تھا۔

عازم کو دشمنوں کے حوالے کرتے وقت میرے ذہن میں یہ تھا کہ میں سپر ماسٹر کو فریب دوں گا۔ اِس بات کا یقین تھا کہ وہ لوگ عازم کی موت کی تمنا نہیں دیں گے۔ اُن کی بالیسی میں سمجھتا ہوں۔ وہ اس منصوبے میں مجھے اور میرے رفقا سے بہ رسمِ دوستی کو استعمال کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر ایسا نہ بھی کریں تو میں پہلے بھی کئی بار اُن کی گرفت میں سے نکل چکا ہوں۔ اِس بار بھی عازم کو حفاظت فراہم کر کے اُن کی گرفت سے نکلنے کا حوصلہ تھا۔

مگر یہ ہوا کہ میں نے سپر ماسٹر کو فریب دیا، اس نے مجھے فریب دینے کے لیے میں اپنے ہی دیے ہوئے فریب میں اُلجھ گیا تھا۔ اب میرا فرض تھا کہ آیندہ کسی وقت بھی ہوش میں آئے۔ اُس کی سلامتی کے لیے میں دماغ سے چوکنا رہوں گا۔ اگر آنکھوں نے وعدہ کے مطابق چوبیس گھنٹے بعد اُسے سونیا تک پہنچا دیا تو ٹھیک ہی ہے۔ ورنہ وہ آبدوز دوبارہ کی سطح پر نہ آ سکے گی۔ ایٹمی دھماکے کے بعد آنکھیں دوسرا بروسٹ پر پہنچے گا۔

میں نے سُونیا اور رُومانہ کی خیریت معلوم کی۔ وہ دونوں خطرناک دردتھیں۔ اُن کے بارہ وفادار اُن کا ساتھ دے رہے تھے۔ اُنھوں نے اور اُن کے ساتھیوں کو جہاز کے جن جن حصوں میں نظر بند کر رکھا تھا اور اپنے اپنے اوزار آرام کرنے کا وقت مقرر کر لیا تھا۔ اُس وقت سُونیا سو رہی تھی اور جہاز میں اِدھر اُدھر وقت گزار رہی تھی۔

سورج کے اتنے طویل سفر کے بعد یقیناً دماغ تھک جاتا ہے۔ ایک سی تفریح لازمی ہوتی ہے۔ میں نے سوچا۔ اب بستر سے اُٹھنا چاہیے۔ کوسا تھ لے کر جنگل کی سیر کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر میں نے آنکھیں کھولیں۔ شبانہ اب میری طرف دیکھ رہی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی بولی: "شکر ہے گئے۔ میں سمجھ رہی تھی کہ اب دوسری صبح ہی اُٹھو گے۔"

میں نے بستر سے اُٹھ کر کھڑکی کے باہر دیکھا۔ تمام ہو چکی تھی۔ میرے قریب آ کر گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ "میں تین گھنٹے سے بیٹھی ہوں۔"

اُس نے اپنا منہ میرے شانہ پر رکھ دیا۔ میں ایسی تفریح کے لیے نہیں تھا میری ساتھی والیاں اپنے طور پر درست کہ میری فطرت ہر جائی ہے۔ میں بلا ہچکی کسی بھی عورت سے آشنا ہو شبانہ سے بھی آشنا گیا تھا لیکن مجھ سے پوچھا جائے تو میں کھول کا حُسن و شباب کے علاوہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھتی ہیں۔ اُن کے لیے نہیں ہوں۔ سُونیا اور رُومانہ کی مثالیں موجود ہیں۔ میں اُن سے بہ ہوں۔ اُن کی قدر بھی کرتا ہوں۔ اُن کے دُکھ سکھ کا شریک رہتا ہوں جاتا ہے کہ دُور رہنے سے محبت بڑھتی ہے تو یقیناً میری ساری تو جہاں دونوں کے لیے تھی۔ میں کبھی اُن سے میلو نہیں ہو سکتا تھا۔

شبانہ نے کہا: "میں تمھاری سانسوں کے قریب ہوں تم کہیں اور پہنچے ہوئے ہو۔ کیا سوچ رہے ہو؟"

"سوچ رہا ہوں کہ تمھارے ڈیڈی کے پاس کس طرح تمھارا پارسل بھیجا جائے۔"

اُس نے ناراض ہو کر پوچھا: "کیا تم سچ مچ مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟"

"انسان مصیبت سے پیچھا چھڑاتا ہے۔ میں تمھیں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں کہ مصیبت نہ بنو۔ دوست بنو۔ لیکن تم تین گھنٹے سے محض اِس لیے بیٹھی ہو کہ کہیں روزی یہاں نہ آ جائے۔"

وہ ناراض ہو کر کھڑی ہو گئی: "تم آدمی نہیں پتھر ہو۔ میں پہلی محبت سے بیٹھی رہی اور تم مجھے مصیبت کہہ رہے ہو۔"

"محبت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی گزشتہ تنہائی میں جا کر مجھے یاد کرتی رہو۔ اُدھر تم یاد کرتی رہو گی اِدھر مجھے ہچکیاں آتی رہیں گی۔"

وہ رُوٹھ کر جانے لگی۔ میں نے اُسے جانے دیا۔ وہ دروازہ کھول کر گئی تو مانگلا کمرے میں آ کر بولا: "صاحب! گورے صاحب لوگوں کا ایک آدمی آیا ہے۔ ہماری بستی کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔"

میں مانگلا کے ساتھ جھونپڑی سے باہر آیا۔ وہاں ایک نہتا شخص فاصد کی حیثیت سے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: "کیا چاہتے ہو؟"

وہ بولا: "میں فاصد بن کر آیا ہوں۔ اگر مجھے ہلاک کیا گیا تو اِس بستی کا ایک بچہ بھی زندہ نہیں رہے گا۔"

میں نے کہا: "میں تمھاری زندگی کی ضمانت دیتا ہوں۔ بتاؤ تم کس کے فاصد ہو؟"

"میں اُس بستی کا فاصد ہوں جسے دیکھ کر جنگل کے درندے بھاگ جاتے ہیں۔ بڑے بڑے شہ زور اُس کے آگے سر جھکا دیتے ہیں اور دشمن اُسے دیکھ کر....."

اِس تمہید کے دوران ہی میں اُس کی سوچ پڑھ چکا تھا۔ اِس لیے میں نے بات کاٹ کر کہا: "تم ڈبل جوئیل کے فاصد ہو۔"

اُس کا منہ حیرت سے کھُل گیا۔ اُس وقت ہمارے آس پاس بستی کے لوگ نہیں تھے۔ تمام مرد ہتھیاروں سے لیس ہو کر اپنے اپنے محاذ پر جمے ہوئے تھے۔ صرف مانگلا ہمارے قریب تھا۔ فاصد نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تم مادام کو جانتے ہو؟"

میری معلومات کے متعلق نہ پوچھو تم فاصد ہو۔ پیغام سناؤ۔"

"پیغام نہیں حکم ہے کہ تمام ہتھیار یہاں چھوڑ کر تم سب خالی ہاتھ بستی سے باہر آ جاؤ۔ تم لوگوں کو صرف آدھے گھنٹے کی مہلت دی جائے گی۔ اگر حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو....."

میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا: "بس آگے نہ کہو۔ مجھے ڈبل اسٹون کہتے ہیں۔ ڈبل جوئیل کو میرا حکم سنا دو کہ وہ اپنے تمام آدمیوں کے ساتھ خود کو فائون کے حوالے کر دے۔ ورنہ میں اُن کے بِل سے اُنھیں نکال لاؤں گا۔ جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے....."

وہ غصہ سے پاؤں پٹختا ہوا چلا جانے لگا۔ میں نے مانگلا سے کہا کہ وہ میری اسٹین گن لے آئے۔ وہ چلا گیا۔ میں فاصد کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا: "ڈبل اسٹون کا کیا مطلب ہوا؟ وہ تو سنگل نظر آ رہا تھا۔ جب کہ ڈبل جوئیل دو ہیں اور ہاں یہ شخص مادام کو کیسے جانتا ہے؟"

میں اُس کی سوچ پڑھنے کے دوران دُور دُور تک دیکھ رہا تھا۔ دُور ایک درخت کے پیچھے کسی کی جھلک نظر آئی۔ اُس ایک جھلک سے پتہ چل گیا کہ حملہ کرنے والے بستی کے چاروں طرف مختلف درختوں کے پیچھے چھپے ہوئے ہیں۔ فاصد ایک درخت کے پیچھے جا کر کہہ رہا تھا: "سر عمر سعید! وہ خود کو ڈبل اسٹون کہتا ہے اور مادام ڈبل جوئیل کو جانتا ہے۔"

میں ایک بار دوبدی کی خواب گاہ میں عمر سعید کی آواز اور لہجے سے واقف ہو گیا تھا۔ اِس بار پھر اُس کی آواز سُنی وہ بے یقینی سے کہہ رہا تھا: "یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ روسی دُنیا کا کوئی شخص ڈبل جوئیل کو نہیں جانتا ہے۔ آخر یہ ڈبل اسٹون ہے کون؟"

فاصد نے اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ وہ بہت مغرور ہے۔ اُلٹا ہمیں حکم دے رہا تھا کہ ہم سب خود کو قانون کے حوالے کر دیں۔

"ہوں۔ تو وہ بستی خالی نہیں کریں گے۔ ابھی بات ہے۔"

عمر سعید یہ کہہ کر درخت کے پیچھے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کو آن کرنے لگا۔ اُس کا دماغ سوچ رہا تھا: "بستی کے پیچھے ہمارے دس آدمیوں کا خلاف ہے۔ وہاں فاسٹر کو اطلاع دینی ہوگی۔"

میں فاسٹر کے لب لہجے سے بھی واقف تھا۔ عمر سعید کی اطلاع سے پہلے میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ فاسٹر کو اُس کے ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہو رہا تھا۔ اُس نے ٹرانسمیٹر کو آن کیا۔ عمر سعید کی آواز آ رہی تھی۔

"ہیلو۔ ہیلو عمر سعید کالنگ ہیلو ہیلو۔ عمر سعید کالنگ۔ اوور۔"

"ہیلو فاسٹر! ٹیننگ۔ اوور۔"

"ہیلو فاسٹر! وہ بستی خالی نہیں کریں گے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں اُس بستی میں چھوٹے بڑے ہتھیار موجود ہیں۔ اب تم فیصلہ کرو کہ کس طرح حملہ کرنا چاہیے۔ میں مادام کے پاس جا رہا ہوں۔ کیا اجازت ہے؟ اوور....."

"اجازت ہے۔ اوور....."

ٹرانسمیٹر آف ہو گیا۔ فاسٹر سوچ رہا تھا: "ہم اُن کی اور وہ ہماری فائرنگ رینج سے باہر ہیں۔ اسٹین گن اور رائفلوں سے کام نہیں چلے گا۔ بہتر ہے کہ خیمل کے ذریعہ گرینیڈ پھینکے جائیں....."

وہ بچوں کے کھیلنے کی خیمل نہیں تھی۔ دو متوازی کھڑے ہوئے درختوں کے تنوں سے الاسٹک کی لمبی چوڑی پٹیاں باندھ کر خیمل بنائی گئی تھی جس میں پتھر، آگ کے گولے یا گرینیڈ رکھ کر کئی فرلانگ کی دُوری تک پھینکے جا سکتے تھے۔ میں نے بستی کے پچھلے حصّے کی طرف جاتے ہوئے

فاسٹر کا دماغ سوچنے لگا۔ "ہاں۔ ایک ساتھ چاروں طرف سے فائرنگ ہونی چاہیئے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ حملے کا آغاز ہماری طرف سے ہو۔"

یہ سوچتے ہی اُس نے اپنے ایک آدمی کو گرینیڈ پھینکنے کا حکم دیا۔ وہ شخص چپ چاپ حکم کی تعمیل کرنا چاہتا تھا۔ اُس کی آواز سنائی نہیں دی۔ میں نے فوراً ہی فاسٹر کی سوچ میں کہا۔ "ٹھہرو! میں گرینیڈ پھینکوں گا۔"

اُس شخص کی آواز آئی۔ "فاسٹر! میں اناڑی نہیں ہوں۔ ذرا دیکھتے رہو کہ ابھی بستی میں کیسے دھماکے ہوتے ہیں۔"

اُس نے ایک گرینیڈ کو نیلی میں سیٹ کیا۔ پھر لانگ کی ٹہنیاں کھینچ کر پھینکنے سے پہلے اپنے دانتوں سے گرینیڈ کی کی ہٹائی لیکن وہ لانگ کو صحیح وقت پر نہ کھینچ سکا۔ میں نے ایک ذہنی جھٹکا پہنچایا تو وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ فاسٹر کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ "نان سنس! بھاگو یہاں سے....."

مگر بھاگنے سے پہلے ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ کئی انسانی چیخیں بلند ہوئیں۔ محاذ پر رکھی ہوئی بارود کی پیٹی میں آگ لگ گئی تھی جس کے ہلکے مسلسل دھماکے ہو رہے تھے۔ اُس حادثے سے صرف دو آدمی بھاگتے ہوئے بدحواسی میں بستی کی طرف آنے لگے۔ اُن کے کپڑوں میں آگ لگی ہوئی تھی اور وہ چیخ رہے تھے۔ میں نے حکم دیا۔ "فائر....."

تڑتڑاہٹ کی مسلسل آوازوں کے دوران وہ دونوں آتش زدہ اُچھل کر زمین بوس ہو گئے۔ اُن کے محاذ سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ موت نے دیکھتے ہی دیکھتے دس مسلح افراد کو نگل لیا تھا۔ ہمارے دوسرے ساتھی دوسرے محاذ سے فائرنگ کر رہے تھے۔ میں دوڑتا ہوا دوسری طرف گیا۔ بہت سے مسلح افراد بھاگتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ہمارے ایک ساتھی نے کہا۔ "سر عارم! وہ ہماری فائرنگ رینج سے دُور ہیں۔ پھر بھی بھاگے جا رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تم لوگوں کے لیے خوش خبری ہے کہ اُن کا سب سے اہم محاذ شعلوں کی نذر ہو چکا ہے۔ وہاں کے سب لوگ مارے گئے ہیں اسی لیے یہ چاروں بھاگ رہے ہیں۔"

تمام ساتھی خوشی سے نعرے لگانے لگے۔ یہ پہلی اور بہت بڑی فتح تھی۔ ہم چاروں طرف سے گھیرے جانے کے باوجود جیت گئے تھے۔ میں چپ چاپ کھڑا سگار پی رہا تھا۔ وہ لوگ آپس میں بحث کر رہے تھے کہ دشمنوں کی غلطی سے اُن کے اہم محاذ میں بم پھٹ گیا۔ تقدیر نے ہمارا ساتھ دیا۔ اِس لیے ہم جیت گئے۔

میں عمر سعید کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ وہ دلدل کے کنارے دوبدن کے پاس پہنچ گیا تھا اور انھیں یہ بتا چکا تھا کہ ڈیل اسٹون نامی کوئی شخص دوبدن کو جانتا ہے۔ دوبدن نے بھی یقین نہیں کیا کہ کوئی اجنبی اُسے جانتا ہے۔ انھیں اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ ہم نے بستی خالی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھیں۔ "بستی پر قبضہ ہوتے ہی اُس مفرور شخص کو میرے سامنے حاضر کرو۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ وہ مجھے کیسے جانتا ہے۔"

ابھی دوبدن کے پاس شکست کی اطلاع نہیں پہنچی تھی۔ میں اُن کی شکست اور غصے سے محفوظ ہونا چاہتا تھا لیکن میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اچانک ہی کئی میلی کوپٹروں کی آوازیں سنائی دیں۔ میں نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ چار میلی کوپٹر ایک دوسرے سے طویل فاصلہ پر رہتے ہوئے ہماری بستی کی طرف آ رہے تھے۔ اُن میں سے جلنے والے ایندھن سے اُٹھتے ہوئے شعلوں کو دیکھ لیا تھا۔ میں نے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "ہتھیار پھینک دو۔ انھیں سگنل دو۔"

یہ کہتے ہی میں اپنی قمیص اُتار کر فضا میں لہرانے لگا۔ سب نے میری تقلید کی۔ ایک ساتھ ہمارے لباس کے کئی جھنڈے لہرانے لگے۔ چاروں ہیلی کوپٹر بستی کے اطراف پرواز کرتے ہوئے نیچے آ رہے تھے۔ ہم تو کا ہاتھ تھام کر اپنی جھونپڑی میں آ گئے۔ شبانہ دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ جھونپڑی میں کھڑی ہوئی تھی۔ اُس نے مجھے نہیں دیکھا۔ میں نے سب سے کہا۔ "میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ اِس لیے کہ ابھی کچھ دنوں اِس جنگل پر کالا راج ہے اور تم اِس جنگل میں میری رہنمائی کرو گے۔"

"صاحب! شہر کی پولیس آ گئی ہے۔ وہ ہم دونوں کو تلاش کریں گے۔"

"کیا اس جنگل میں چھپنے کی جگہ نہیں ہے؟"

"ہے۔ میں اپنا ایک آدمی تمھارے ساتھ بھیجتا ہوں۔ اُسے تلاش نہیں کرے گا۔"

"ٹھیک ہے جلدی کرو۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے دیکھا چاروں ہیلی کوپٹر بستی سے دُور ایک زمین پر اُتر رہے تھے۔ سے تو پانچ منٹ میں ایک آدمی کے ساتھ آیا۔ "صاحب! آپ بے فکر ہو کے جائیں۔ میں بعد میں آ جاؤں گا۔"

میں اپنے نئے رہنما کے ساتھ اسٹین گن لے کر جھونپڑی کے راستے سے نکل گیا۔ ہم جھاڑیوں کے نیچے چھپتے ہوئے بستی سے دُور نکل گئے۔ لوگ اپنی مصیبتوں میں مجھے یاد کرنے اور میرا مان کرنے لگے تھے لیکن خوشیوں میں مجھے بھول گئے۔ سب ہی یہ سوچ کر خوشی سے پھولے سما رہے تھے کہ سرکاری امداد آ پہنچی ہے اور اب وہ اپنے اپنے گھروں کو بخیریت جا سکیں گے۔

ہم تیزی سے ایک سمت جا رہے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ رہنما مجھے کہاں لیے جا رہا ہے لیکن سے تو کی سوچ پڑھ کر میں مطمئن تھا۔ وہ مقامی باشندے مجھ سے خوف زدہ تھے اور مجھے دھوکا دینے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ اپنے سفر کے دوران میں نے شبانہ کے ذہن میں بیٹھ کر وہاں کے حالات معلوم کیے۔ چار ہیلی کوپٹروں سے اتحادیہ افواج کے دو سو سپاہی اُتر رہے تھے۔ وہ بستی کی طرف آ رہے تھے۔ بستی کے باہر کھڑے ہو کر ایک لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ پوچھا۔ "تم لوگ کون ہو؟ اپنے ہاتھ اُٹھا کر یہاں آ جاؤ....."

سب لوگوں نے حکم کی تعمیل کی۔ شبانہ نے بھی اُن کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے اپنے ساتھ والے سے پوچھا۔ "عارم کہاں ہے؟ نظر نہیں آ رہا ہے؟"

اُس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ "اتنی بھیڑ میں نظر نہیں آ رہا ہے۔ یہیں کہیں ہو گا۔"

وہ لوگ بستی سے باہر آ گئے۔ اُنھیں حکم دیا گیا کہ سب ایک ساتھ زمین پر بیٹھ جائیں۔ وہ لوگ گھاس پر بیٹھ گئے۔ مسلح فوجی اُن کے چاروں طرف اسٹین گنیں سیدھی کر کے کھڑے ہو گئے۔ پھر ایک نے پوچھا۔ "کون ہو تم لوگ؟"

ایک نے کھڑے ہو کر کہا۔ "ہم اُسی طیارے کے مسافر ہیں جسے قزاق کر کے یہاں لایا گیا ہے۔"

فوج کے افسر نے ایک فوجی جوان سے کہا۔ "مسافروں کی فہرست دیکھ کر آؤ۔" پھر وہ مسافروں سے بولا۔ "تمھارے دو ساتھی اِس جنگل سے نکل کر ہیلی پے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان کے بیانات سے معلوم ہوا کہ انھوں نے کوہ درختوں کے پتوں اور جھاڑیوں سے چھپا پایا گیا ہے۔ کتنے ہی مسافروں کے چشمے دیر گراؤ ہونے کے باعث ہلاک کیا گیا ہے اور بہت سے مسافر اپنی جان بچانے کے لیے جنگل میں بھٹک رہے ہیں۔"

مسافروں کی فہرست آ گئی۔ افسر نے کہا۔ "تم سب باری باری اپنا نام اور پتہ بتاؤ۔"

ایک نے اپنا نام اور پتہ بتایا۔ افسر نے فہرست میں اُس نام اور پتے پر پڑھنے کے بعد ایک نشان لگا کر اُس شخص کو دوسری جگہ جا کر بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر باری باری سب اپنا نام اور پتہ بتانے لگے۔ وہ سب فہرست کے مطابق درست تھے۔ شبانہ کی باری آئی تو اُس نے اُٹھ کر کہا۔ "میں مسز عارم ہوں مگر میرا شوہر عارم نظر نہیں آ رہا ہے۔"

افسر نے کہا۔ "تمھارے شوہر کو تلاش کیا جائے گا۔ تم اُدھر جاؤ۔"

وہ بولی۔ "آپ اُسے کہاں تلاش کریں گے۔ وہ تو ابھی ہمارے ساتھ تھا۔"

دو مردوں نے تائید کی کہ عارم ہمارا لیڈر تھا۔ اُسی نے دشمنوں کو ہلاک کر کے انھیں بستی میں پناہ دی تھی۔ افسر نے کہا۔ "ایسے ولی شخص کی ہم قدر کریں گے۔ شاید وہ بستی میں ہو۔ مسز عارم! جاؤ اُسے بُلا کر لاؤ۔"

شبانہ ایک فوجی جوان کے ساتھ بستی میں آئی۔ مجھے آوازیں دیتی مختلف جھونپڑیوں میں جا کر دیکھا تمام کاٹج خالی پڑے تھے۔ تب اُسے شک و غصہ آیا کہ شاید میں روزی کو لے کر بھاگ گیا ہوں۔ وہ واپس آئی۔ اُس کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ فہرست کے مطابق ستر مسافروں میں سے بیس مسافر وہاں موجود تھے۔ دو مسافر پہلے ہی پے تک پہنچ گئے تھے اور دو مسافر یعنی عارم اور روزی غائب تھے۔ ایک مسافر آفیسر کے سامنے روزی کی ہسٹری بیان کر رہا تھا۔

افسر نے کہا۔ "تعجب ہے تم لوگوں کے بیانات سے عارم کے لیے عجیب اور عقیدت ظاہر ہوتی ہے اور روزی بھی مجرموں کی ساتھی نہیں ہے۔ پھر یہ دونوں اچانک کیوں غائب ہو گئے؟"

شبانہ چڑ کر بولی۔ "دونوں کا یارانہ ہے۔ اِس لیے بھاگ گئے ہیں۔"

کئی مسافروں نے شبانہ کی مخالفت کی۔ ایک نے کہا۔ "تم جھوٹ کہتی ہو۔ اپنے شوہر پر یہ الزام لگاتی ہو۔"

دوسرے نے کہا۔ "یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ روزی عارم کی دشمن تھی۔ اپنے باپ کی سلامتی کے لیے اُسے ہلاک کرنا چاہتی تھی۔"

شبانہ نے پوچھا۔ "پھر وہ دونوں ساتھ کیسے گئے؟"

"ہو سکتا ہے کہ وہ ساتھ گئے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ حملے کے دوران روزی کو یہاں سے بھاگنے کا موقعہ مل گیا ہو۔ وہ اپنے باپ کے لیے بہت فکرمند تھی۔ اُسی کی تلاش میں گئی ہو گی اور عارم کب گیا؟ کیوں گیا؟ یہ تم ہی سمجھ سکتی ہو۔ وہ تمھارا شوہر ہے۔"

وہ غصہ سے بولنا چاہتی تھی کہ وہ میرا شوہر نہیں ہے۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "نہیں۔ ایسا کہوں گی تو میری ہی بے عزتی ہو گی کیونکہ میں نے خود ہی اُسے اپنی عزت سے کھیلنے کا موقع دیا تھا۔ یہ تمام مسافر جانتے ہیں کہ میں اُس کے ساتھ ایک رات ایک دن ایک ہی کاٹج میں گزار چکی ہوں۔"

یہ بات اُس کی سمجھ میں آ گئی۔ وہ چپ رہی۔ افسر نے کہا۔ "جو مسافر گم ہیں۔ ہم انھیں تلاش کریں گے لیکن تم لوگوں کو پہلے پے تک پہنچایا جائے گا۔ اگر تمھارا کوئی ضروری سامان رہ گیا ہو تو اُسے لے کر ہیلی کوپٹر میں سوار ہو جاؤ۔"

سامان کسی کے پاس نہیں تھا۔ وہ سب ہیلی کوپٹروں میں سوار ہو گئے۔ بیک وقت پینتالیس مسافر نہیں جا سکتے تھے۔ بیس مسافروں کو اگلی فلائٹ کے انتظار میں رکنا پڑا۔ شبانہ بھی اِس خیال سے رک گئی کہ شاید اُس وقت تک مجھے تلاش کر لیا جائے گا۔ میں خود واپس آ جاؤں گا۔ کہنے والے تمام مسافر نوجوانوں کے ساتھ بستی میں واپس آ گئے۔ فوجی افسر وہاں آرام سے بیٹھنے کے بعد ماتحتوں اور سے تو سے اُن مجرموں کے متعلق سوالات کر رہا تھا۔

میں بہت پہلے ہی ماتحتوں اور سے تو کے دماغوں کو کھنگال چکا تھا۔ وہ بے چارے جنگل کے غیر مہذب اور بزدل قسم کے باشندے ہر نئی طاقت کے سامنے جھک جاتے تھے۔ اُن کی خدمت کرتے تھے لیکن اُن کی پراسرار سرگرمیوں کو نہ تو سمجھتے تھے اور نہ ہی اُن کے کسی راز سے واقف ہوتے تھے۔ ویسے یہ حیرانی کی بات تھی کہ وہ زمین و نفرخیہ اڈی جو دوبدن اور لاک فیلر کا مسکن تھا، ایک دو دن میں تیار نہیں ہوا ہو گا۔ اُس خفیہ اڈے کی

تعمیر میں لینے پر برسوں لگ گئے ہوں گے۔ پھر وہاں کے مقامی باشندوں کو اس تعمیر کا علم کیوں نہ ہوا؟

وہ سچ مچ اس خفیہ اڈے سے بے خبر تھے۔ یہ میں کسی وقت دوبدن کی سوچ سے ہی معلوم کر سکتا تھا کہ وہ اڈا مقامی باشندوں کی لاعلمی میں کیسے بنا گیا تھا؟ اس وقت میں بستی سے واپس آگیا۔ اب اندھیرا پھیل چکا تھا۔ درختوں کے جھنڈ میں ایک چھوٹا سا کاٹج تھا۔ میں اس جنگل میں اتنے خوب صورت کاٹج کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنے رہنما سے پوچھا "یہاں کون رہتا ہے؟"

وہ میرا منہ تکنے لگا۔ انگریزی زبان اس کے پلے نہیں پڑی۔ وہ لکڑی کے تختوں سے بنایا ہوا مضبوط کاٹج تھا۔ اس کی کھڑکیاں اور دروازے بھی مضبوط اور مقفل تھے۔ میں نے اشاروں کی زبان سے پوچھا "دروازے کیسے کھلیں گے؟"

اس نے اثاثے سے مجھے چھیڑنے کے لیے کہا۔ پھر کاٹج کے قریب درخت پر چڑھنے لگا۔ میں اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ درخت کی ایک شاخ پر سے گزرتا ہوا کاٹج کی چھت پر پہنچ گیا۔ چند لمحوں تک میری نظروں سے اوجھل رہا۔ پھر اس نے نیچے جھانکتے ہوئے چابیوں کا ایک گچھا میری طرف پھینک دیا۔

میں اٹھیں اٹھا کر دروازے پر آیا۔ دو چار چابیاں آزمائیں تو ایک چابی سے دروازہ کھل گیا۔ اندر گہری تاریکی تھی۔ میں نے جیب لائٹر نکال کر سلگایا تو پتہ چلا، لائٹر کی گیس ختم ہو گئی ہے۔ بیسیوں ساتھ آنے والا میرے قریب کھڑا ہوا کمرے کی تاریکی میں گم ہو گیا۔ میں اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ گہری خاموشی میں اس کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ کمرے کے کسی سامان سے ٹکرا جاتا تھا۔ ایک بار کسی دروازے کی چٹخنی گرنے کی آواز آئی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ میں نے بیزار ہو کر پوچھا۔ "کیا کر رہے ہو؟"

پھر خیال آیا کہ میں جنبیس کے سامنے بین بجا رہا ہوں۔ وہ میرا سوال کو نہ سمجھ سکے گا، نہ جواب دے سکے گا۔ تھوڑی دیر بعد اچانک ایک ٹائپ روشن ہو گئی۔ وہ دوسرے کمرے میں مائع روشن کیے کچھ تلاش کر رہا تھا۔ اس کمرے کی کھلی ہوئی دروازے سے ایک دیوار پر آتی ہوئی متحرک سایہ نظر آ رہا تھا۔ پھر ٹارچ بجھ گئی اور دیا سلائی کی تیلی روشن ہوئی۔ میں اس طرف بڑھنے لگا۔ دوسرے کمرے میں پہنچنے پر میں نے ایک دیوار روشن ہو گیا تھا۔ میں تعجب سے اس کمرے کی بساوٹ کو دیکھنے لگا۔ وہ اتنی خوب صورت خواب گاہ تھی کہ شاید خواب میں ہی کسی نے تصور کی ہو۔ فوم کا آرام دہ بستر تھا۔ جدید ڈیزائن کے فرنیچر تھے۔ قالین انتہائی خوب صورت اور بیش قیمت تھا کہ چلتے وقت پاؤں دھنستے تھے اور اس کے ملائم روئیں پاؤں کو گدگداتے تھے۔ ایک بڑی آہنی الماری قدِ آدم آئینہ منگھا ہوا ڈریسنگ ٹیبل وغیرہ اور کمانوں کے رکھے سب ہی کچھ وہاں موجود تھا۔

میں کیروسین لیمپ اٹھا کر پہلے کمرے میں آیا۔ وہ کمرہ ڈرائنگ کے لوازمات سے سجا ہوا تھا۔ میں کچن میں آگیا۔ وہاں مین کے مرنے میں کھانے کی چیزیں تھیں۔ دودھ کے ڈبے اور چائے کا سامان تھا۔ نے اس مقامی باشندے کو اشاروں سے کہا کہ وہ چائے تیار کرے۔ سو موم بتی سلگا کر حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ میں نے باہر کے دروازے بند کیا۔ پھر کاٹج کے اندرونی حصوں کو اچھی طرح دیکھتا ہوا خواب گاہ آگیا۔ میرا کافی وقت ضائع ہو رہا تھا۔ مجھے دوبدن کے دماغ تک تھا یہ دنیا اور زمانہ کی خیریت معلوم کرنی تھی۔ پھر اس دنیا ہمارے خیال رکھنا میرا فرض تھا لیکن ان تمام فرائض کی ادائیگی سے پہلے اپنی کی حفاظت لازمی تھی۔ جہاں میں پناہ لینے پہنچا تھا، اس پناہ گاہ کا سمجھنا ضروری تھا۔ میں چابیوں کا گچھا لے کر اس آہنی الماری کو کھولنے کوشش کرنے لگا۔ ایک چابی سے وہ الماری کھل گئی۔ وہاں کئی جوڑے کپڑے تھے، چمڑے کا ایک ماسک، بالوں کی وگ، میک اپ کا سامان، پاسپورٹ اور بہت ساری دستاویزات اور جعلی مہریں رکھی ہوئی تھیں۔

میں نے پاسپورٹ کو کھول کر دیکھا۔ اس میں وہی تصویر تھی مالک کے وہاں رکھا ہوا تھا۔ پاسپورٹ پر ڈاکٹر فینی ہوگارڈ کا نام تھا وہی ڈاکٹر فینی جو ساری دنیا میں انسانی عجوبے تلاش کرتا تھا اور پرورش کرتا تھا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کے چہرے کا ماسک میک اپ کا سامان وہاں کیوں رکھا گیا ہے؟

میرے لیے چائے آگئی۔ میں پاسپورٹ اور لیمپ لے کر سینٹر ٹیبل چائے کا ایک گھونٹ پی کر مقامی باشندے کو اشارے میں سمجھایا کہ وہ کمرے میں جا کر بیٹھے۔ پھر میں پاسپورٹ کی تصویر کو لیمپ کی روشنی دیکھنے لگا۔ اس تصویر کا چہرہ نقلی تھا لیکن آنکھیں نقلی نہیں تھیں آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

یوں تو انسان کی حرکات و سکنات سے بھی اس کی سوچ کا پتہ چلتا ہے۔ قیافہ شناس چہرہ دیکھ کر اس کے کردار کو پڑھ لیتے آنکھیں سب سے اہم ہوتی ہیں۔ ہر انسان کی آنکھیں اس کی سوچ کی غماز ہوتی ہیں اور پتلی پہنچی جاننے والوں کو یہی آنکھیں اس کی سوچ تک پہنچاتی ہیں۔ تصویر کی ان آنکھوں نے مجھے ڈاکٹر فینی تک پہنچا دیا۔

وہ ایک کرسی پر بیٹھا، میز پر جھکا ہوا، دنیا کے عجائبات کتاب پڑھ رہا تھا۔ میں چند لمحوں تک اس کی سوچ کے ذریعے کو پڑھتا رہا۔ پھر میں نے اس کے خیال میں دوبدن کی یاد تازہ کی اس طرح کہ "دنیا میں بہتیرے عجوبے بنتے ہیں مگر دوبدن جیسا نہیں ہے۔۔۔۔"

وہ اس سوچ کے تسلسل سے دوبدن کے متعلق سوچنے کے تصور میں امریکہ کا ایک ریڈ انڈین قبیلہ ابھر رہا تھا۔ ان کی ا

کے سامنے تین برس کی دلچسپی بچیاں کھیل رہی تھیں۔ ڈاکٹر فینی انھیں حیرانی سے دیکھنے لگا کیونکہ وہ دونوں بچیاں ایک ساتھ ایک وقت میں ایک ہی جیسی حرکتیں کر رہی تھیں۔ ڈاکٹر نے اس قبیلے کے سردار سے پوچھا۔

"یہ کیسی لڑکیاں ہیں؟ کیا یہ پیدائشی طور پر ایسی ہیں؟"

سردار نے کہا۔ "ہاں۔ یہ ایک ہی وقت میں ایک ساتھ پیدا ہوئی تھیں۔ ان کی ماں انھیں جنم دیتے ہی مر گئی۔ ان کا باپ انھیں پال رہا تھا۔ وہ چار ماہ بعد مر گیا۔ پھر ان کی دادی نے ایک سال تک پرورش کی۔ وہ بھی مر گئی۔ اس کے بعد ان کے ماموں نے ان کی ذمہ داری سنبھالی۔ ایک سال بعد وہ بھی مر گیا۔ یہ دونوں بچیاں منحوس ہیں۔ اب ان کی ذمہ داری میں کوئی نہیں لیتا۔ انھیں ضرورت کے مطابق کھانا اور کپڑا پہنچایا جاتا ہے۔"

ڈاکٹر فینی نے پوچھا۔ "کیا بچیاں مجھے مل سکتی ہیں؟ میں ان کی پرورش کروں گا۔ تمھیں ان کی منہ مانگی قیمت ادا کروں گا۔"

دو ہزار ڈالر، دو تھان کپڑے، دو کارٹن چائے اور تمباکو کے عوض سردار نے وہ بچیاں ڈاکٹر کے حوالے کر دیں۔ وہ ان دونوں کو واشنگٹن لے آیا۔ وہاں کیپٹل ہل میں اس کا بہت بڑا عجائب گھر، لیبارٹری اور رہائش گاہ تھی۔ وہ ڈاکٹر فینی کی جوانی کا دور تھا۔ عجائبات جمع کرنے کے سلسلے میں حکومت کے ادارے اس سے تعاون کرتے تھے۔ اس کی صرف ایک کمزوری تھی کہ وہ جوس کا غلام تھا۔ اسی غلامی میں اس سے ایک ایسا گناہ سرزد ہو گیا، جو منظرِ عام پر آتا تو اس جیسے مشہور عالم ڈاکٹر کا کیریئر تباہ ہو جاتا۔ اس گناہ کو سماج، قانون مذہب کوئی معاف نہیں کر سکتا تھا اور اس کی یہ غلطی صرف اس شرط پر دنیا والوں کے سامنے نہ آئی کہ وہ ایک بلیک میلر کے اشارے پر چلتا رہتا اور اب وہ اشاروں پر چل رہا تھا۔

صرف عجائبات جمع کرنے کے مشغلے میں مگن رہنے والا ڈاکٹر فینی مجرموں کے ہتھے چڑھ گیا۔ بلیک میلر کی فرمائش پر ڈاکٹر نے حکومت سے خصوصی اجازت نامہ حاصل کیا کہ وہ ڈبل جوئیل کی پرورش ملایا کے جنگل میں کرے گا کیونکہ انسانی بستیوں میں دوبدن تماشہ بن کر رہ جاتی ہیں۔ اسے خصوصی اجازت مل گئی۔ اس کے بعد ایک کاٹج وہاں بنایا گیا۔ ڈبل جوئیل دس برس کی عمر میں وہاں پہنچا دی گئی تھیں۔

بلیک میلر کے آدمی دوبدن کو مقامی باشندوں کی بستیوں میں لے گئے۔ انھیں ایک ساتھ بولتے اور ایک ساتھ حرکتیں کرتے دیکھ کر ان جنگلیوں نے اسے آسمان کی دیوی سمجھا۔ بلکہ انھیں یہی سمجھایا گیا کہ اس دیوی کا حکم نہ ماننا تو ان لوگوں پر قہر نازل ہو گا۔ حکم یہ تھا کہ جنگل کے تین مربع میل کے اندر کر دو عورتوں میں کوئی داخل نہ ہو اور نہ ہی اُدھر کا کوئی رُخ کرے جس علاقہ میں ان لوگوں کا داخلہ ممنوع تھا، وہیں اس زمین دوز خفیہ اڈے کی تعمیر شروع ہوئی۔ ڈاکٹر فینی نہیں جانتا تھا کہ تعمیری سامان کیسے آتا ہے اور کہاں سے آتا ہے۔ وہ دس ماہ تک وہاں کاٹج میں دوبدن کے ساتھ رہا۔ آخر ایک دن اس نے بلیک میلر کے خاص آدمی سے کہا۔ "مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دی جائے۔ ورنہ ہماری حکومت کے انسانوں میں سے کوئی مجھے سے یہاں ملنے آئے گا تو اس جنگل میں اتنے وسیع پیمانہ پر تعمیری کام ہوتے دیکھ کر تم سب کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دے گا۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر! تم یہاں سے جا سکتے ہو مگر ڈبل جوئیل یہیں رہے گی۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں انھیں دو الگ شخصیتوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ وہ بے حد لاڈ پیار کی عادی ہو گئی ہے۔ یہاں بے حد بغیر نہیں رہ سکے گی۔"

"وہ یہاں تمھاری ڈٹی کے ساتھ رہے گی۔ اُدھر دیکھو۔"

ڈاکٹر فینی نے سر گھما کر دروازے کی جانب دیکھا۔ پھر چونک گیا۔ وہاں دو سراپا ڈاکٹر فینی کھڑا ہوا تھا۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "ہیلو ڈاکٹر! میں تمھارا ہمزاد ہوں۔ آج ہی اس دنیا میں آیا ہوں۔ یہ دیکھو میرا پاسپورٹ۔۔۔۔"

ڈاکٹر فینی نے اس جعلی پاسپورٹ کو دیکھا۔ جو کسی طرح جعلی نظر نہیں آتا تھا۔ اتنے میں ڈبل جوئیل مجھے ڈاکٹر سمجھ کر بخوشی میرے ساتھ لے گی۔ اب ہم ان دونوں لڑکیوں کو اپنی راہ پر لگائیں گے۔"

ڈاکٹر فینی ان سے التجائیں کرنے اور گڑگڑا کر فریاد کرنے لگا۔ اس کی برسوں کی محنت برباد ہو رہی تھی۔ وہ لوگ ڈبل جوئیل کو اپنی طرح مجرانہ تبھکنڈے سکھانے والے تھے۔ وہ زندگی میں پہلی بار رونے لگا۔ ایک تو وہ خود اُن کے ہاتھوں مجرم بن گیا تھا۔ دوسرے جس عجوبوں کو اولاد کی طرح پالا تھا، وہ بھی اسی راہ پر لگنے والے تھے۔

اس کے رونے گڑگڑانے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ نقال نے کہا۔ "یہ کاٹج اور یہاں رہائش کا اجازت نامہ خدا سے ہم سے جارج ہوا ہے۔ لہٰذا آسمانی مخلوق بھی اگر ہم پر دیکھیں گے کہ قانون کے ہاتھ ہماری طرف بڑھ رہے ہیں تو ہم اس زمین و زمانے کو بند کر دیں گے۔ میں ڈاکٹر فینی ہوں۔ کر ڈبل جوئیل اور وہ ملازموں کے ساتھ اس کاٹج میں آجاؤں گا۔ یہاں قانونی طور پر ہماری رہائش ہو گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "یہ کیسے ممکن ہے کہ میں امریکہ میں رہوں اور میری طرح وہ سراپا ڈاکٹر فینی یہاں رہے؟"

"ممکن ہے۔ چند ماہ تک ڈبل جوئیل کو ہپناٹیل کرنے کے لیے میں اسی میک اپ میں رہوں گا۔ چہرہ ماسک اور میک اپ کا تار دھو گا۔ میں نے کہا تاکہ صرف ناگہانی خطرات کے وقت ڈاکٹر فینی کا رول ادا کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ ایسے وقت تمھیں اطلاع پہنچ جائے گی، تاکہ تم اپنے پاسپورٹ پر سفر نہ کرو۔ ہماری طرف سے دوسری اطلاع ملنے تک تم اپنی لیبارٹری تک محدود رہو گے۔ انڈر اسٹینڈ؟"

ڈاکٹر فینی سمجھ گیا۔ ان کی باتیں سمجھنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ بڑی مجبوری کی حالت میں اپنا قیمتی سرمایہ ڈبل جوئیل کو چھوڑ کر امریکہ واپس آگیا۔ اب ایک ماہ قبل اسے اطلاع دی گئی کہ ڈبل جوئیل کو سات سال کے عرصہ میں نوالا دنیا گیا ہے اور وہ بلیک میلر اب یہ تجربہ کرنا چاہتا ہے کہ ڈبل جوئیل سے جو اولاد پیدا ہو گی، وہ بھی ڈبل ہو گی یا سنگل؟

حقیقتاً یہ غور کرنے کا مقام تھا کہ دو بدن ایک ساتھ ایک وقت میں ایک ہی جیسی حرکتیں کرتی تھیں۔ اب یہ بھی دیکھنا تھا کہ وہ دونوں ایک ہی وقت میں حاملہ ہوتی ہیں اور ایک ہی وقت میں اپنے بچوں کی مائیں بنتی ہیں یا نہیں؟ ڈاکٹر فینی اگرچہ دو بدن سے دُور تھا لیکن دو بدن سے اُس کی محبت اور دلچسپی برقرار تھی۔ وہ خود ایسا تجربہ کرنا چاہتا تھا لیکن اُس سے پہلے وہ دو بدن کو شہری زندگی اور سماجی حیثیت دینا چاہتا تھا۔ باقاعدہ اُن کی شادی کرکے اُن کا گھر بسانا چاہتا تھا۔

لیکن بلیک میلر نے کہا: "دو بدن کو ایسا فولادی بنا دیا گیا ہے کہ عام مردوں میں کوئی اُس کا ہمسفر بن کر نہیں رہ سکتا۔ ان دونوں پر کئی تجربات ہو چکے ہیں۔ پہلے ایک صحت مند شخص کو اُس کا دوست بنایا گیا لیکن رُومانس کے وقت دو بدن اعتراض کرتی تھی کہ اُس سے ادھورا پیار کیا جا رہا ہے جس طرح وہ ایک ساتھ ایک ہی روٹی کھاتی تھیں اسی طرح ایک ہی وقت میں ایک مرد کا پیار چاہتی تھیں اور یہ بات ناممکن تھی۔

دوسرا تجربہ یہ ہوا کہ دو ہٹے کٹے جوانوں کو دو بدن کی خواب گاہ میں بھیجا گیا۔ تھوڑی سی دیر میں دونوں جوانوں کا خلیہ بگڑ گیا۔ وہ خواب گاہ سے بھاگتے چلے گئے۔ وہ غصہ سے بھرے ہوئے تھے۔ دو بدن کے دماغ میں بھلا کیسے گھستے۔ وہ اپنی خواب گاہ میں تنہا نہیں تھی۔ وہاں زمین دوز فوج کا ڈاکٹر تھا۔ ایڈی عمر سعید اور مزید دس آدمی بھی تھے۔ وہاں اب تک کی ساری اطلاعات پہنچ گئی تھیں مثلاً یہ کہ لیبیا پر حملہ کرنے سے پہلے ہی اپنے نواح میں ہمیت ہلاک ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہوکر بھاگنے والے اُس دو بدن کے سامنے فرش پر بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے اطلاع دی تھی کہ شہر کے فوجی وہاں پہنچ گئے ہیں۔ یہ اطلاع ملتے ہی بڑے جنریٹر کو روک گیا تھا تاکہ اُوپر جنگل کی زمینی سطح پر ہلکی سی آواز بھی نہ سنائی دے۔

دو بدن کی خواب گاہ میں لیمپ روشن تھے۔ دو بدن نے ہوکر کہا: "اس ہماری روشنی میں بیراجی گھبرا رہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کال کوٹھری ہیں۔ میں ہوئی ہوں میں اُوپر کاٹج میں جاؤں گی۔"

ڈاکٹر نے کہا: "ذرا صبر کرو۔ ہم فوجی سرگرمیوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ پتہ نہیں وہ لوگ اُوپر کتنے علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر جائے تو وہ ہمیں تلاش کرنے کیلئے اس جنگل میں نہیں گھسیں گے۔ دو صبح تلاشی شروع کریں گے۔ ایک گھنٹہ بعد چلے جانا۔ ایک گھنٹہ بعد میں ایڈی اور عمر سعید کے ساتھ چلی آؤں گی۔"

میں نے چائے ختم کی۔ پھر میک اَپ میں مصروف ہو گیا۔

ایک گھنٹہ بعد یہاں آنے والا تھا لیکن وہ کس راستے سے آئے گا کرنے کے لیے میں ڈاکٹر کی کوٹھڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔ وہ خاموش بیٹھا تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ فوجیوں کی کوئی ٹیم اُس کاٹج کی طرف پہنچ جائے اندیشہ اور وسوسوں کو مستقل دیکھ کر پوچھا جائے گا کہ پہلے ہم کہاں اب وہاں کس وقت آئے ہیں؟"

ڈاکٹر کی سوچ نے خود ہی اپنے سوالوں کا جواب دیا: "جواب دیا جا سکتا ہے کہ ڈبل جوئیل کبھی کبھی رات کو جبل قدی کے ہے۔ ہم سب اُس کے ساتھ باہر گئے ہوئے تھے۔ واہ نہ! پرواہ نہیں مجھ سے رابطہ قائم کرے گا۔"

میں نے اُس کی سوچ میں سوچنا شروع کیا: "میرگناہ کا شہر کس صورت میں اُس کے پاس موجود ہے؟ ہوں۔ اوں۔۔۔"

اس سوچ کے تسلسل سے اُس کی سوچ نے کہا: "چند تصویریں اور ایک ٹیپ اسپول میں میری آواز ہے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ چیزیں کہاں رکھی ہیں۔ میں اپنی جان دے کر بھی انھیں حاصل کر لیتا کے بعد بتانا ہی تو ہو گی۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اُس کے بعد الماری سے تمام میک سامان نکال کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آگیا۔ میرے لیے گرم چائے آگئی میں نے کہا کہ دوسرا لیمپ ہو تو اُسے بھی روشن کر کے لے آئے۔ جب دو لیمپ بھی لے آیا تو میک اَپ کے لیے کافی روشنی ہو گئی۔ میں نے باتھ کر وہاں سے رخصت کر کے کاٹج کے دروازے کو اندر سے پھر بیٹھ روم میں آکر چائے پیتے ہوئے دو بدن کے دماغ میں بھلا کیسے گھ

وہ اپنی خواب گاہ میں تنہا نہیں تھی۔ وہاں زمین دوز فوج ڈاکٹر تھا۔ ایڈی عمر سعید اور مزید دس آدمی بھی تھے۔ وہاں اب تک کی ساری اطلاعات پہنچ گئی تھیں مثلاً یہ کہ لیبیا پر حملہ کرنے سے پہلے ہی اپنے نواح میں ہمیت ہلاک ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہوکر بھاگنے والے اُس دو بدن کے سامنے فرش پر بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے اطلاع دی تھی کہ شہر کے فوجی وہاں پہنچ گئے ہیں۔ یہ اطلاع ملتے ہی بڑے جنریٹر کو روک گیا تھا تاکہ اُوپر جنگل کی زمینی سطح پر ہلکی سی آواز بھی نہ سنائی دے۔

دو بدن کی خواب گاہ میں لیمپ روشن تھے۔ دو بدن نے ہوکر کہا: "اس ہماری روشنی میں بیراجی گھبرا رہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کال کوٹھری ہیں۔ میں ہوئی ہوں میں اُوپر کاٹج میں جاؤں گی۔"

ڈاکٹر نے کہا: "ذرا صبر کرو۔ ہم فوجی سرگرمیوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ پتہ نہیں وہ لوگ اُوپر کتنے علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر جائے تو وہ ہمیں تلاش کرنے کیلئے اس جنگل میں نہیں گھسیں گے۔ دو صبح تلاشی شروع کریں گے۔ ایک گھنٹہ بعد چلے جانا۔ ایک گھنٹہ بعد میں ایڈی اور عمر سعید کے ساتھ چلی آؤں گی۔"

میں نے چائے ختم کی۔ پھر میک اَپ میں مصروف ہو گیا۔

ایک گھنٹہ بعد یہاں آنے والا تھا لیکن وہ کس راستے سے آئے گا کرنے کے لیے میں ڈاکٹر کی کوٹھڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔ وہ خاموش بیٹھا تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ فوجیوں کی کوئی ٹیم اُس کاٹج کی طرف پہنچ جائے اندیشہ اور وسوسوں کو مستقل دیکھ کر پوچھا جائے گا کہ پہلے ہم کہاں اب وہاں کس وقت آئے ہیں؟"

ڈاکٹر کی سوچ نے خود ہی اپنے سوالوں کا جواب دیا: "جواب دیا جا سکتا ہے کہ ڈبل جوئیل کبھی کبھی رات کو جبل قدی کے ہے۔ ہم سب اُس کے ساتھ باہر گئے ہوئے تھے۔ واہ نہ! پرواہ نہیں

کوئی بھی معقول جواب دیا جا سکتا ہے بس پریشانی یہ ہے کہ ڈاکٹر فینی کا میک اَپ کرنے میں میرا بہت وقت لگ جاتا ہے۔"

اچھا اب مجھے معلوم ہوا کہ یہ دوسرا ڈاکٹر یہاں آکر ڈاکٹر فینی بن جاتا ہے۔ وہ اپنے طور پر سوچنے کے بعد اپنے آدمیوں سے کہہ رہا تھا۔ "لاک فیلر کے پاس آج رات کی خوراک پہنچا دی گئی ہے۔ جب تک مسلح فوجی اُوپر گھومتے رہیں اس وقت تک لاک فیلر کے کھانے پینے کا خاص خیال رکھا جائے۔ اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ ہم یہ جگہ چھوڑ کر اُوپر کاٹج میں چلے گئے ہیں۔ وقتاً وہ پاگل کا بچہ یہاں ہنگامہ شروع کرے گا۔ ویسے میں بھی تم آکر اُس سے مل لیا کروں گا۔"

دو بدن نے حسبِ عادت ہم آواز ہو کر کہا: "ڈاکٹر! تم بے کار یہاں بیٹھے مجھے بور کر رہے ہو۔ میں کہتی ہوں مجھے اُوپر لے چلو۔ یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"جوئیل جلدی نہ کرو۔ تمھاری جلد بازی ہم سب کو لے ڈوبے گی۔"

دو بدن نے پوچھا: "اگر فوجیوں نے مجھ سے پوچھا کہ ڈاکٹر فینی کہاں ہے تو میں کیا جواب دوں گی؟"

"ڈاکٹر فینی خود کاٹج میں موجود ہو گا۔"

"اِیں!" دو بدن نے چونک کر پوچھا: "کل تو تم کہہ رہے تھے کہ ڈاکٹر فینی کے پاس میری اور لاک فیلر کی رپورٹ بھیجو گے۔ پھر آج وہ یہاں کیسے آگیا؟"

"جوئیل! میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ ڈاکٹر فینی ہم سے ہزاروں میل دُور ہے۔ جبھی وہ کوالالمپور میں تھا۔ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ وہ یہاں پہنچ جائے گا۔ اسی لیے میں پہلے کاٹج میں جا کر دیکھوں گا کہ وہ یہاں آچکا ہے یا نہیں؟"

"میں بھی تمھارے ساتھ جاؤں گی۔"

"نہیں! اس وقت آٹھ بجے ہیں تم دس بجے وہاں جاؤ گی۔"

"کیا میں تمھارے حکم کی پابند ہوں؟"

"یہ بات نہیں ہے جوئیل۔ تم جانتی ہو کہ ڈاکٹر فینی کی عدم موجودگی میں یہاں کی تمام ذمہ داریاں مجھ پر ہوتی ہیں۔ میں باہر کے معاملات کو تم سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اس لیے مجھے سمجھا رہا ہوں تم دس بجے۔"

دو بدن جھنجھلی ہوئی کھڑی ہو گئی: "بکواس بس! میں کہہ رہی ہوں کہ یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے اور تم باتیں بنا رہے ہو۔ میں جاؤں گی اور ابھی جاؤں گی۔"

وہ جانے کے لیے آگے بڑھ گئی۔ ڈاکٹر نے وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کو اشارہ کیا۔ وہ سب اسٹین گنیں سیدھی کر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ دو بدن نے غصہ سے پلٹ کر ڈاکٹر کو دیکھا۔ وہ لاپروائی سے چلتا ہوا۔ دانے تک آیا۔ پھر بولا: "میں یہاں کا انچارج ہوں۔ میری مرضی کے خلاف تم کوئی قدم نہیں اُٹھاؤ گی تم ڈاکٹر فینی سے میرے اس رویے کی شکایت کر سکتی ہو۔"

یہ کہہ کر وہ خواب گاہ سے باہر آگیا۔ پھر وہاں سے ایڈی اور عمر سعید کو آواز دی۔ جب وہ دونوں حاضر ہو گئے تو اُس نے کہا: "تم دونوں کاٹج میں پانچ رول ادا کرنے کے لیے لباس بدل لو۔ ٹھیک دس بجے ڈبل جوئیل کے ساتھ وہاں پہنچ جانا۔۔۔"

وہ گھوم کر جیل خانہ کی طرف گیا۔ وہاں اندھیرا تھا۔ وہ ٹارچ روشن کر کے آگے بڑھنے لگا۔ مدھم روشنی ہوتے ہی دو نوزہ راء، ڈان سوم راور بیری ہڈسن سلاخوں کو تھام کر چیخنے لگے۔ یہ جنریٹر کیوں بند کر دیا گیا۔ تاریکی اور گرمی سے ہمارا دم گھٹا جا رہا ہے۔ فائو گاڈ سیک ہمیں یہاں سے نکالو۔"

ڈاکٹر نے اُن کی طرف دیکھا تک نہیں۔ تیزی سے چلتا ہوا آہنی دروازے کے پاس آیا۔ پھر اُس دروازے سے گزر کر سُرنگ میں داخل ہو گیا۔ اُس کی سوچ نے بتا دیا کہ وہ میری طرف اس کاٹج میں آ رہا ہے۔

میں نے آئینے میں دیکھا۔ ابھی میک اَپ مکمل نہیں ہوا تھا۔ میں آہستہ آہستہ ادھیڑ عمر کا ڈاکٹر فینی بنتا جا رہا تھا۔ جلد بازی سے میک اَپ خراب ہو سکتا تھا۔ میں اطمینان سے اپنے کام میں مصروف رہا۔ ڈاکٹر اُس سُرنگ میں دس منٹ تک چلتا رہا۔ پھر ایک دروازے پر پہنچ گیا۔ وہاں سے ایک سُرنگ اُدھر جاتی تھی جدھر لاک فیلر کی رہائش تھی۔ وہ دوسری سُرنگ میں داخل ہو گیا۔ وہ راستہ اس کاٹج کی طرف آتا تھا۔

میں نے آئینے میں ایک بار اپنے ادھورے میک اَپ کو دیکھا پھر دونوں لیمپ بجھا دیے۔ کیونکہ وہ سُرنگ کے آخری سرے پر پہنچ کر اب ایک زینے پر دھیرے دھیرے قدموں اُوپر چڑھ رہا تھا۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ جس خواب گاہ میں دو بدن بیٹھا ہوا تھا۔ اُسی کی دیوار کے پیچھے اُس زینے کا آخری اور آدھا پورا حصہ تھا۔ وہ کتابوں کے ریک کے پیچھے سے آنے والا تھا۔

میں اُس طرف رُخ کر کے بیٹھ گیا۔ وہ دیوار کے پیچھے پہنچ گیا تھا اور کان لگا کر سُن رہا تھا کہ کاٹج بدستور خالی ہے یا فوجی جوان پہنچ گئے ہیں۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "بالکل خالی ہے۔ کوئی آواز سُنائی نہیں دے رہی ہے۔ فوجی ہوتے تو اُن کے بھاری بھرکم بوٹوں کی آواز ضرور سنائی دیتی۔"

اُس کی سوچ نے کہا: "ہاں۔ چابیاں تو کاٹج کی۔۔۔۔۔۔ چھت پر رہتی ہیں۔ بھلا فوجی اندر کیسے آسکتے ہیں۔"

اُس نے مطمئن ہو کر ایک کل کو تھام لیا۔ پھر آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ آہستہ آہستہ کتابوں کے ایک اپنی جگہ سے دروازے کی طرح کھل رہے تھے۔ میں گہری تاریکی میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ ڈاکٹر موجود تھا کہ ریک نما دروازہ کس طرح کھل رہا ہے۔

اُس نے کمرے میں قدم رکھتے ہی ٹارچ روشن کی۔ پھر مجھے دیکھ کر ایک دم سے بوکھلا گیا۔ بوکھلاہٹ میں اُس کی ٹارچ بجھ گئی۔ میں نے اپنی

"میں ڈاکٹر فینی ابھی مکمل ہوسکا ہوں تم ذرا جلدی آ گئے۔"

وہ ریڈیو الو کا کان کھینچتے ہوئے بولا۔ "اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ گولی مار دوں گا۔"

میں نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔ "بیٹے ریڈیو الو جیب میں رکھ لو۔ ورنہ فائرنگ کی آواز سنتے ہی فوجی ادھر آ جائیں گے۔"

وہ پریشان ہو گیا۔ یہ حقیقت تھی کہ وہ فوجیوں کے ڈر سے فائر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ صرف مجھے دھمکی دے رہا تھا۔ وہ میرے منہ پر ٹارچ کی روشنی پھینکتے ہوئے بولا۔ "تم ڈاکٹر فینی کا میک اپ کر کے ہو۔ آخر کون ہو تم؟"

"میں نے تم سے نہیں پوچھا کہ تم کون ہو؟ دیکھو یہاں صرف ایک ہی ڈاکٹر فینی ہو گا۔ روکا اجازت نامہ ہے۔ اس لیے ہم دونوں میں سے کوئی ایک ہی ڈاکٹر فینی بن سکتا ہے اور میں تو تقریباً بن ہی چکا ہوں۔ ہاں وہ خفیہ دروازہ تو بند کر دو۔"

اس نے ریک نما دروازے کو ایک ٹھوکر لگا دی۔ وہ خود بخود بند ہونے لگا۔ اس کے بند ہوتے ہی ڈاکٹر نے ریڈیو الو کو جیب میں رکھ کر ایک چاقو نکال لیا۔ پھر اسے کھولتے ہوئے بولا۔ "یہ چاقو شور نہیں مچائے گا۔ مرنے سے پہلے اپنے متعلق سب کچھ بتا دو تو بہتر ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں ڈاکٹر فینی کا پرائیویٹ جاسوس ہوں۔ یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ ڈاکٹر کو بلیک میل کرنے والا تمام مواد کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

وہ غصہ میں بولا۔ "تمہارا باپ بھی.... اونک۔ آہ۔ آہ...."

دماغی جھٹکے نے اس کے غصہ کو دھو ڈالا۔ اس کے ہاتھ سے چاقو گر گیا تھا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اٹھنے لگا۔ میں نے پھر ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ قالین پر گر کر تڑپنے لگا۔ "ہاں تو بیٹے اپنا نام بتاؤ؟"

وہ بڑا۔ "ڈاکٹر مؤزائل...."

میں نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔" وہ بیٹھ گیا۔ دماغ کو پہنچنے والی اذیتوں نے اس کے چہرے کا رنگ بدل ڈالا تھا۔ وہ بیمار اور بوڑھا نظر آ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "تمہاری توجہ برداشت بہت کمزور ہے۔ اس سے پہلے کہ تمہارا دماغ پھر جھوٹ بولنے پر میرے سوالوں کا جواب دینے جاؤ۔"

"تمہارا باس کون ہے؟"

"باس گاؤ میں اسے نہیں جانتا۔ وہ کبھی سامنے نہیں آتا ہے۔ مجھ سے ٹرانسمٹر کے ذریعہ گفتگو کرتا ہے۔"

"ٹرانسمٹر کہاں ہے؟"

اس نے ریڈیو گرام کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ ریڈیو گرام ٹرانسمٹر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔"

تم لوگ اپنے زمین دوز اڈے میں قید ہو کر رہ گئے ہو۔ اوپر فوجی گشت کر رہے ہیں۔ تم نے اپنے باس کو اس صورت حال کی اطلاع کیوں نہیں دی؟"

"میں ان حالات میں ٹرانسمٹر استعمال نہیں کر سکتا۔ اس بات کا ذمہ رہتا ہے کہ فوجیوں کا ٹرانسمٹر ہماری فریکوئنسی تک پہنچ سکتا ہے۔"

میں نے ڈانٹ کر کہا۔ "بکواس مت کرو۔ کوئی بھی ٹرانسمٹر پر ہونے والی گفتگو کی سمت معلوم نہیں کر سکتا اور نہ ہی گفتگو کو سمجھ سکتا ہے کیونکہ کوڈ ورڈز میں باتیں ہوتی ہیں۔"

وہ بے بسی سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم کون ہو؟ آخر تم نے ہمارے متعلق یہ ساری معلومات کیسے حاصل کر لیں؟"

"مجھ سے کوئی سوال نہ کرو، چلو اٹھو۔ وہ ٹرانسمٹر استعمال کرو۔ اپنے باس کو موجودہ حالات سے آگاہ کرو۔"

اس نے قالین پر سے اٹھنے کے دوران اچانک ہی چاقو اٹھا کر حملہ کرنا چاہا۔ چاقو کا رخ میری طرف کرتے ہوئے وہ تڑپتے ہوئے اچھلا۔ میری کرسی کے پاس سے گزرتا ہوا وہ دروازے کی طرف چلا گیا۔ وہاں سے پلٹ کر پھر جھپٹتا ہوا میرے سامنے آیا۔ چاقو کو بند کیا۔ پھر اسے میرے حوالے کر دیا۔ جب میں نے اس کے دماغ کو اپنی گرفت سے آزاد کیا تو وہ پریشان ہو کر دیکھنے لگا کہ اس کے ہاتھ کا چاقو میرے ہاتھ میں کیسے پہنچ گیا۔

میں نے کہا۔ "ٹرانسمٹر کے پاس جاؤ اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

وہ چپ چاپ ریڈیو گرام کے پاس چلا گیا۔ پھر اسے کھول کر اس کے آلات میں کچھ تبدیلی کرنے لگا۔ اس دوران وہ سوچ رہا تھا۔ "یہ شخص جادو کے کوڈ ورڈ کو نہیں سمجھتا ہے۔ میں باس کو بتاؤں گا کہ ڈاکٹر فینی باغی ہو گیا ہے۔ اس نے بلیک میلنگ کا مواد حاصل کرنے کے لیے ایک پرائیویٹ جاسوس کو یہاں بھیجا ہے جو کسی پراسرار علم کے ذریعہ مجھے زیر کر چکا ہے۔"

میں نے کہا۔ "ڈاکٹر مؤزائل! میں تمہارے کوڈ ورڈز کو سمجھتا ہوں۔ جب تم ڈاکٹر فینی اور میرے متعلق کوڈ ورڈز میں کچھ کہنا چاہو گے۔ میں تمہارے دماغ کی دھجیاں اڑا دوں گا۔"

اب وہ شدید حیرانی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔"

وہ ٹرانسمٹر کے ذریعہ رابطہ قائم کرنے لگا۔ "ہیلو۔ ہیلو۔ ڈاکٹر کالنگ ہز پوائنٹ۔ ہیلو۔ ہیلو۔ ہیلو۔ اوور!"

ڈاکٹر مؤزائل کے کانوں میں ایئر فون لگے ہوئے تھے۔ صرف وہی دوسری طرف کی آواز سن سکتا تھا لیکن میں دور بیٹھا اس کے دماغی فون سے دوسری آواز سن رہا تھا۔ جواباً آواز آئی۔ "ہیلو، پوائنٹ اٹینڈنگ۔ مریض حاضر ہے۔ اوور...."

ڈاکٹر مؤزائل نے کہا۔ "ہسپتال کے پاس پاگل مریض گھوم رہے ہیں۔ ان کے پاگل پن سے محفوظ رہنے کے لیے ہم نے اپنے مریضوں کو ہسپتال کی چار دیواری میں بند کر دیا ہے۔ اوور...."

"یقیناً پریشانی کی بات ہے۔ پرواہ نہ کرو۔ اپنا ہسپتال بند رکھو۔ وہ تمام پاگل تھک ہار کر چلے جائیں گے۔ اوور۔"

ڈاکٹر مؤزائل نے پلٹ کر میری جانب دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میرے خلاف کوڈ ورڈز میں کچھ کہنے کا یہ نہ کہے۔ میں نے اشارے سے منع کیا۔ اس نے کہا۔ "ہم ہسپتال کی اوپری منزل (کاٹج) میں آ گئے ہیں۔ اگر کوئی پاگل ادھر آئے گا تو میں دوبارہ ٹرانسمٹر کے ذریعہ رابطہ قائم کروں گا۔ اوور اینڈ آل...."

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ اس ٹرانسمٹر کو دوبارہ ریڈیو گرام میں تبدیل کر رہا تھا اور میں اس کے باس کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کر رہا تھا۔ ریڈیو گرام درست کرنے کے بعد ڈاکٹر مؤزائل نے میری جانب دیکھا۔ میں نے کہا۔ "میں ڈاکٹر فینی بن چکا ہوں اس لیے اب یہاں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ تم کاٹج سے باہر چلے جاؤ۔"

وہ تہہ خانہ کی طرف جانا چاہتا تھا لیکن میں اس کی کھوپڑی میں بیٹھ گیا۔ اب اس کھوپڑی میں میرا دماغ میرے خیالات تھے۔ پھر میرے خیالات کو پہچان گئے۔ میری سوچ نے دوڑ لگائی۔ ڈاکٹر کا جسم دوڑتا ہوا کاٹج سے باہر گیا۔ پھر دلدل بھی وہ ٹھہرے نہ سکا۔ تیزی سے ایک سمت دوڑتا چلا گیا۔ ایک فرلانگ۔ دو فرلانگ۔ پھر تین فرلانگ کے فاصلے طے کرتا چلا گیا۔ اب وہ ہانپ رہا تھا۔ دوڑنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ اس لیے میری سوچ نے اسے دوڑانے کے بجائے چلانا شروع کیا۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں ڈگمگاتے ڈولتے ہوئے آگے بڑھتا چلا گیا۔ جب اس کی سانسیں ذرا درست ہوئیں تو میں نے پھر اسے دوڑایا۔ یہ دوڑنے اور چلنے کا سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ وہ تقریباً چھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد گر پڑا۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔ اس کی دونوں ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ اس نے اپنے ایک کانپتے ہوئے ہاتھ کو جیب میں ڈالا پھر ریڈیو الو نکال کر اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگائی۔ اس کاٹج میں ایک ہی نقلی ڈاکٹر فینی رہ سکتا تھا۔ اس لیے ہٹانیں کی ایک آواز کے ساتھ ہی میں اس کے مُردہ دماغ سے نکل کر کاٹج میں واپس آ گیا۔

میں اٹھ کر کاٹج کے سامنے والے دروازے کے پاس آیا۔ پھر اسے اندر سے بند کرنے کے بعد خواب گاہ میں واپس آ گیا۔ اس کے بعد دو بار دونوں لمپوں کو روشن کر کے میک اپ کے آخری مرحلہ سے گزرنے لگا۔ زمین دوز اڈے میں رہنے والے سب ہی مجرم اس باس کو نہیں جانتے تھے جس سے تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر مؤزائل بات کر چکا تھا۔ اب اسے باس کے طور پر جاننے والے دو ہی فراد رہ گئے تھے۔ ایک ایڈی اور دوسرا مسعید تھا۔ ڈاکٹر فینی اس باس کو بلیک میلر کہتا تھا۔ وہ بدن اور دوسرے تمام لوگ ڈاکٹر فینی کو اپنے گردہ کا سرغنہ سمجھتے تھے۔

میں اس بلیک میلر کے دماغ میں کسی وقت بھی پہنچ کر اس کے متعلق معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ ابھی میرے پاس وقت نہیں تھا۔ اس لیے میں نے بلیک میلر کو ڈھیل دے دی۔ میک اپ ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے فوراً ہی تمام سامان سمیٹ کر الماری میں رکھا۔ پھر اسے لاک کرنے کے بعد ایک لیمپ اٹھا کر سامنے والے کمرے میں آ کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

سے تو کی آواز سنائی دی۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی چونک گیا۔ میں نے کہا۔ "اندر آ جاؤ۔ میں وہی عازم ہوں۔ اپنے علم کے زور سے میں نے اپنا روپ بدل لیا ہے۔"

وہ بے حد مرعوب تھا کہ پتہ نہیں میں کیسے کیسے پراسرار علوم جانتا ہوں۔ میں نے دروازے کا کمانڈ سے بند کر دیا۔ وہ میرے لیے کھانے کا سامان لایا تھا۔ میں ڈائننگ ٹیبل کی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ کچن سے پلیٹیں لے آیا۔ پھر ایک گٹھری سے سلائس مکھن اور بھونے ہوئے مرغ نکالتے ہوئے بولا۔ "صاحب! وہ سب مسافر لوگ چلے گئے۔ شاید تم کو بہت ڈھونڈتی رہی۔"

"کیا وہ نہیں گئی؟"

"چلی گئی۔ ہم کو روزی کا افسوس ہے۔ معلوم نہیں جنگل میں کدھر ہو گی۔"

میں روزی کو تو بھول ہی گیا تھا۔ میں نے سے کہا۔ "یہاں ابھی اُن عورتوں کا ہجوم آئے گا۔ جتنے تم لوگ ولی سمجھتے ہو تمہارا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ میرے کھانے کے بعد تم یہ بچا ہوا کھانا پیک کر کے چلے جانا...."

اُسے بھوکے کے بعد میں کھانے لگا۔ اس دوران میں نے روزی کے خیالات پڑھے۔ وہ جنگل میں کسی جگہ بیٹھی رو رہی تھی۔ چاند نکل آیا۔ پھر بھی وہ چاند کی روشنی میں اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس لیے کہ اسے اپنی منزل کا پتہ نہیں تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا باپ ایڈگر وائن کہاں ملے گا؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میں نے بڑی بھول کی۔ مجھے جیلی کو پیڑ میں بیٹھ کر چلے جانا چاہیے تھا۔ شاید پاپا (باپ) مجھے پے نانگ شہر میں مل جاتے۔"

"نہیں۔" اس کی سوچ نے کہا۔ "پاپا مجھے اسی جنگل میں ملیں گے۔ میں یہاں سے جاؤں گی تو عازم انھیں مار ڈالے گا۔ میں۔ میں۔ اپنے پاپا کو بچاؤں گی۔ اس ظالم کے سامنے سینہ تان کر کھڑی ہو جاؤں گی۔ میرے پاپا کو بھاگنے کا موقعہ مل جائے گا مگر کہاں ہیں پاپا۔ پاپا تم کہاں ہو؟ پاپا۔ پاپا...."

اس کی آواز جنگل کے سناٹے میں گونجنے لگی۔ پھر یہ سوچ کر ایک دم سے چپ ہو گئی۔ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا کہ کہیں فوج کے آدمی اس کی

آواز سن کر وہاں نہ آجائیں۔ وہ چیرنے لگی۔ اس لڑکی کو چاروں طرف سے اونچی نیچی نے گھیر لیا تھا۔ اپنے لیے خوف تھا کہ فوجی اسے پکڑ کے لے جائیں گے۔ یا پھر ایک بار مجرموں کے مقتے چڑھ جائے گی۔ باپ کے لیے خوف تھا کہ مجرم کی حیثیت سے وہ کہیں قانون کی گرفت میں نہ آجائے۔ اور اگر قانون سے بچے تو زمانے کے ہاتھوں نہ مارا جائے۔

اس جنگل میں وہ تنہا سسک سسک کر رو رہی تھی میں نے اس کی روتی ہوئی سوچ میں پوچھا: "میں کہاں ہوں؟"

وہ آنسو بھری آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اس کے آس پاس دور تک ناریل کے درخت نظر آرہے تھے میں نے اسے تو سے پوچھا: "تم لوگ جنگل میں اپنی منزل کے راستے کس طرح پہچان لیتے ہو؟"

"صاحب! بچپن سے عادت ہے۔ ہم ایک ایک درخت اور ایک ایک پگڈنڈی کو پہچانتے ہیں۔"

میں نے کہا: "روزی اس وقت اسی جگہ ہے جہاں چاروں طرف ناریل کے درخت ہیں۔"

اس نے کہا: "ایسے درخت سمندر کے ساحل پر اور دریا کے کنارے ہیں۔"

"وہ گورے صاحب لوگ کس طرح راستہ پہچانتے ہیں؟"

"ان لوگوں نے درختوں پر بہت سارے نشانات لگا رکھے ہیں۔"

میں نے روزی کی سوچ میں کہا: "مجھے سامنے والے درخت کے تنے پر کوئی نشان لگانا چاہیے۔ پھر آگے بھی میں جہاں جاؤں گی۔ راستہ پہچاننے کے لیے ایسے ہی نشانات لگاتی جاؤں گی۔ تاکہ بار بار بھٹک کر ایک ہی جگہ نہ آؤں۔"

وہ آٹھ کر سامنے والے درخت کے قریب گئی تو اسے نشان لگانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اس درخت کے تنے پر کراس کا نشان تھا۔ میں نے تو سے پوچھا: "جن درختوں پر کراس کے نشانات ہوں۔ وہ کس علاقہ کی نشاندہی کرتے ہیں؟"

"صاحب! ایسے نشانوں کو دیکھ کر پورب کی طرف جانے سے مان تو کی بستی آتی ہے۔ مان تو بانس کی نلکی سے زہریلے تیر چلانا جانتا ہے۔ وہ علاقہ یہاں سے سات میل کے فاصلے پر ہے۔"

میں نے کہا: "اب تم یہ سیکھا نامیٹ کر یہاں سے سیدھے انھی درختوں کے پاس جاؤ۔ جن پر کراس کے نشانات ہیں۔ اپنے ساتھ کچھ آدمی لے جاؤ۔ وہاں تمہیں روزی ملے گی۔ اگر وہ کسی دوسری جگہ چلی جائے گی۔ تو میں اپنے علم سے تمہاری رہنمائی کروں گا۔"

وہ برتن دھونے کے بعد بچا ہوا کھانا لے کر چلا گیا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ خواب گاہ میں آکر الماری کھولی۔ جعلی پاسپورٹ کر پاسپورٹ پر لگائیں۔ جعلی تاریخ لکھی۔ جعلی دستخط کیے۔ اب اس پاسپورٹ کے مطابق میں ایک ہفتہ سے اس کاٹج میں رہ رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے الماری سے رات کو سونے کا لباس نکال کر پہنا۔ سگریٹ کے کارٹن سے ڈاکٹر فینی کے برانڈ کا سگریٹ نکالا۔ پھر ایک سگریٹ سلگا کر آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔

وہ بن آرہی تھیں میں نے عمر سعید کی سوچ سے معلوم کر لیا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں ایڈگر وائلن سے دماغی رابطہ قائم کر کے اسے اس کی بیٹی لازی تک پہنچا دوں لیکن اب وقت نہیں تھا۔ وہ بن ایڈی اور عمر سعید سرنگ سے گزرتے ہوئے ادھر چلے آرہے تھے۔ انھیں اس خواب گاہ میں پہنچنے کے لیے دس منٹ ضرور لگ جاتے۔ میں نے سوچا۔ کم از کم یہ معلوم تو کر لوں کہ ایڈگر وائلن زندہ بھی ہے یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ وہ مر چکا ہو اور روزی اس کے لیے جنگل میں بھٹکتی ہی رہے۔

میری سوچ نے پرواز کی۔ پتہ چلا کہ وہ زندہ ہے۔ اس کے دماغ کے ذریعہ میں فائرنگ کی آوازیں سن رہا تھا۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ کسی بستی میں تھا۔ کسی فوجی افسر کی آواز آرہی تھی۔ وہ حکم دے رہا تھا کہ تمام جرم ہتھیار پھینک کر بستی کے باہر آجائیں لیکن وہ سب لڑنے مرنے پر آمادہ تھے۔ فوجی جوان بے دھڑک فائرنگ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ بے گناہ تماشائیوں کی جان کا خطرہ تھا۔ اس لیے دونوں طرف سے ٹھہر ٹھہر کر فائرنگ ہو رہی تھی۔

ایڈگر وائلن نے اپنے ساتھی سے کہا: "ہمیں یہاں سے بھاگنے کی فکر کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس اتنے کارتوس نہیں ہیں کہ صبح تک ان کا مقابلہ کر سکیں۔"

اس کے ساتھی نے کہا: "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ ابھی ہم تھوڑی دیر تک اس طرح ٹھہر ٹھہر کر فائرنگ کرتے رہیں گے تاکہ وہ یہ سمجھتے رہیں کہ یہ سلسلہ صبح تک چلتا رہے گا۔ پھر ہم ایک ایک کر کے یہاں سے نکلیں گے۔ چلو فائر کرو۔۔۔"

میں ایڈگر کے دماغ سے نکل آیا۔ مجبوری تھی۔ تہہ خانے سے آنے والے ریک کے نیچے پہنچ گئے تھے۔ میں سگریٹ کی راکھ کو ایش ٹرے میں جھٹکا کر بستر پر نیم دراز ہو گیا۔ اسی وقت ریک نما دیوار دروازے کی طرح کھلنے لگی۔ پہلے عمر سعید۔ کمرے میں داخل ہو کر مجھے دیکھتے ہوئے سکتہ میں آیا۔ بیچارہ مجھے ڈاکٹر موزائل سمجھ رہا تھا۔ اس نے چور دروازے کی طرف گھوم کر کہا: "مادام تشریف لے آئیں۔۔۔"

وہ دونوں ایک ساتھ چلتی ہوئی کمرے میں داخل ہو گئیں۔ میں اب تک سوچ کی نظروں سے انھیں دیکھتا رہا تھا۔ اب پہلی بار اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ دونوں کے چہروں پر غضب کا رعب اور دبدبہ تھا۔ وہ مطلق حسین نہیں تھیں۔ اتنی ہی سنگین بھی تھیں۔ ایک عام سا آدمی ان سے اظہارِ عشق کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ دونوں کے شہابی بدن کے نشیب و فراز بے حجاب پر ورتے دیکھنے والوں کی کھوپڑی میں شور مچاتے تھے اور صنفِ نازک کے معاملہ میں میری کھوپڑی بڑی نازک تھی۔ اس لیے میرے اندر بھی ہلچل مچ گئی تھی۔

وہ بن نے مجھے دیکھتے ہی حیرانی سے پوچھا: "ڈاکٹر فینی تم؟ تم کب آئے؟"

میں نے بستر سے اٹھتے ہوئے کہا: "آج ہی آیا ہوں لیکن پاسپورٹ میں پچھلے ایک ہفتہ کی تاریخ ہے۔ کوئی فوجی افسر سوال کرے تو کہنا کہ میں چھ ستمبر کو یہاں آیا تھا۔"

ایڈی نے ریک نما دروازے کو بند کر دیا۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ کر دوسرا سگریٹ سلگانے لگا۔ وہ بن میرے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ پھر غصہ سے بولی: "وہ سور کا بچہ ڈاکٹر موزائل یہاں ہم سے پہلے آیا ہے۔ اسے بلاؤ۔ اس نے میری انسلٹ کی ہے میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"تو پھر اسے مردہ چھوڑ دو۔ اب وہ زندہ نہیں ہے۔"

"کیا سچ؟" وہ بن نے یقینی سے پوچھا۔ ایڈی اور عمر سعید غیر لب مسکرا رہے تھے۔ ان کے خیال میں میں ڈاکٹر موزائل زندہ بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: "یہ سچ ہے وہ یہاں آیا تھا۔ تھا نہ تکا تیں کر رہا تھا۔ میں نے اسے سختی سے ڈانٹ دیا کہ میں اپنی جوئیل کے خلاف کچھ نہیں سننا چاہتا۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ مجھے حال ہی میں ملنے والے اجازت نامہ کے مطابق اس کاٹج میں میں اور جوئیل کے علاوہ صرف ایڈی اور عمر سعید رہ سکتے ہیں۔ اس لیے تم کسی تو بہ بستی میں چلے جاؤ۔ وہ چلا گیا۔"

"لیکن تم ابھی کہہ رہے تھے کہ وہ مر چکا ہے۔"

"ہاں۔ آدھ گھنٹہ بعد ایک مقامی باشندہ یہاں سے گزر رہا تھا کاٹج میں روشنی دیکھ کر میرے پاس آیا اور مجھے بتایا کہ یہاں سے بہت دور ایک گورا صاحب مارا گیا ہے۔ میں اس کے ساتھ اس مقام پر پہنچا تو واقعی ڈاکٹر مردہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس آدمی کو وہاں سے چلنے کے لیے کہا اور اسے تاکید کی کہ اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرے۔ ایڈی اور عمر سعید میں تم لوگوں سے بھی کہتا ہوں کہ اگر فوجی ڈاکٹر موزائل کی لاش سامنے لائیں تو اسے پہچاننے سے انکار کر دینا۔"

اب ایڈی اور عمر سعید مجھے گھور کر دیکھنے لگے۔ ایک نے پوچھا۔ "ڈاکٹر! کیا تم سنجیدہ ہو؟"

میں نے ناگواری سے پوچھا: "کیا میں غیر سنجیدہ اور دروغ گو ہوں؟"

میں نے اپنی آنکھوں سے ڈاکٹر موزائل کی لاش دیکھی ہے۔"

وہ پھٹے پر مجبور ہو گئے کہ ان کے سامنے اصل ڈاکٹر فینی بیٹھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر موزائل کی اچانک موت نے ان کے اندر کھلبلی سی مچا دی تھی۔ عمر سعید نے جبراً مسکراتے ہوئے کہا: "مادام ڈبل جوئیل تھک گئی ہیں۔ یہاں آرام کریں گی۔ آیئے ڈاکٹر ہم ڈرائنگ روم میں چلیں۔ آپ یہاں پیش آنے والے واقعات کی تفصیل رپورٹ سننا پسند کریں گے۔"

"نہیں۔" وہ بن نے ایک ساتھ کہا: "میں کھلی فضا میں سانس لینا چاہتی ہوں۔ ڈاکٹر ہم باہر چلیں گے۔"

"بے شک۔ میں جوئیل کی بات کبھی نہیں ٹالتا۔ ہم باہر چلیں گے مگر پہلے ایک ایک کپ چائے پی لی جائے۔"

میرے بات مان کر وہ دونوں ایک ساتھ بستر پر بیٹھ گئیں۔ ان کے ایک ساتھ لیٹنے کا منظر بڑا ہی ہیجان انگیز ہوتا۔ اس منظر کو دیکھنے سے پہلے ہی میں خواب گاہ سے باہر آگیا۔ اس کاٹج میں عمر سعید وہ بن کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے رہتا تھا اور ایڈی کی حیثیت ایک باورچی کی تھی۔ کچن میں پہنچتے ہی عمر سعید نے میرا گریبان پکڑ کر پوچھا: "تم کب آئے؟"

میں نے سہم کر کہا: "آج یہ۔ یہ بات کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا باس نے تمہیں آنے کی اجازت دی ہے؟"

میں نے کہا: "میں اجازت کے بغیر آنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

"کیا واقعی ڈاکٹر مارا گیا ہے؟"

"ہاں۔ میں نے اس کی لاش دیکھی ہے۔"

"ڈاکٹر فینی! تم ضرور کوئی چکر چلا رہے ہو۔ چائے پینے کے بعد تم ڈبل جوئیل کے ساتھ باہر جاؤ گے۔ ہم یہاں ٹرانسمیٹر کے ذریعہ باس سے رابطہ قائم کریں گے۔ اگر یہ معلوم ہوا کہ تم بغیر اجازت آئے ہو تو پھر یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گے۔"

"نہیں جاؤں گا۔ گریبان تو چھوڑو۔"

اس نے گریبان چھوڑ دیا۔ میری بزدلی کے باعث انھیں پورا یقین تھا کہ میں ڈاکٹر فینی ہوں۔ کیونکہ وہ مشہور و معروف دولت مند ڈاکٹر ان کے ہاتھوں اسی طرح ذلیل اٹھاتا رہتا تھا۔ ایڈی نے کہا: "مجھے یقین نہیں آتا کہ ڈاکٹر موزائل اس کے کہنے سے دوسری بستی کی طرف گیا ہو۔ ڈاکٹر احمق نہیں تھا وہ چھپنے کے لیے تہہ خانے میں واپس جا سکتا تھا۔"

عمر سعید نے کہا: "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

میں نے کہا: "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ وہ تہہ خانے میں واپس کیوں نہیں۔۔۔"

"بکواس مت کرو۔" عمر سعید نے ڈانٹ کر کہا: "جوئیل کے پاس جاؤ۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ یہاں کے حالات بتاؤ گے۔ فوجی افسران یہ پوچھ سکتے ہیں کہ طیارے کے ساز اس کاٹج کی طرف آئے تھے یا نہیں؟"

عمر سعید نے چونک کر کہا: "تم آج یہاں آئے ہو۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ طیارہ اغوا کیا گیا ہے اور مسافر جنگل میں بھٹک رہے ہیں؟"

میں نے جواب دیا: "جس مقامی باشندے نے ڈاکٹر موزائل کی لاش مجھے دکھائی تھی۔ اسی سے یہاں کے کچھ حالات معلوم ہو گئے۔"

وہ دونوں پوری مطمئن ہو گئے۔ عمر سعید ہاتھ کے اشارے سے مجھے کچن سے باہر جانے کا حکم دینا چاہتا تھا مگر دروازے پر وہ بن کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ دونوں آگے پیچھے کھڑی ہوئی تھیں۔ دونوں نے اپنی اپنی کمر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا: "یہ کیا چکر ہے؟ ڈاکٹر فینی ہمارا باس کہلاتا ہے مگر تم لوگ بڑی آسانی سے اس کا گریبان پکڑ لیتے ہو۔ کیا اتنے منظم گروہ کا

باس اتنا ہی بزدل ہوتا ہے کہ اپنا گریبان تک چھڑا سکے؟"

عمر سعید نے فوراً ہی اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر کہا: "مادام! اس سے پہلے کہ تم صورتِ حال کو سمجھنے کے بجائے ہمیں نقصان پہنچاؤ۔ میں نے اپنی حفاظت کے لیے یہ ریوالور نکال لیا ہے۔ ویسے میں اب بھی یہاں تمہارا باڈی گارڈ اور وفادار ہوں۔ کیا تم سہولت سے میری باتیں سننا پسند کرو گی؟"

"ہاں۔ سہولت سے سنوں گی۔ میری خواب گاہ میں چلو۔ ڈاکٹر پہلے تم..."

دوبدن نے مجھے پہلے بلانے کے لیے کہا۔ میں اُن کے قریب سے گزرتا ہوا کمپن سے باہر آیا۔ پھر وہ دونوں بیت بنچھے آنے کے لیے شانہ بشانہ ہو گئیں اُن کے پیچھے عمر سعید ریوالور تان کر آگے بڑھا۔ میں دوبدن کے ارادوں کو سمجھ رہا تھا۔ خواب گاہ میں پہنچتے ہی وہ دونوں اچانک دو حصوں میں تقسیم ہو کر گھوم گئیں۔ بیک وقت اُن کی دو ٹانگیں بجلیں۔ دونوں لاتوں کا نشانہ درست تھا۔ وہ ریوالور ہاتھ سے نکل جاتا۔ لیکن عمر سعید ہوشیار تھا۔ اُس نے اُچھل کر نیچے جانا چاہا۔ میں نے اُس کی کھوپڑی کو کچھ زیادہ ہی اُچھال دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کے قدم واپس فرش پر آ کر جم نہ سکے۔ وہ گر پڑا۔ اُسے دوبارہ اُٹھنے کی مہلت نہ ملی۔ دوبدن کے دونوں پاؤں ریوالور والے ہاتھ پر آ گئے۔ میں عمر سعید کے دماغ میں بیٹھا دوبدن کے پیروں کی سختی کو محسوس کر رہا تھا۔ بچپن سے سنبر سیال کی جو مالش دونوں بدن پر ہوتی رہی تھی۔ یہ اُسی مالش کا اثر تھا کہ وہ فولاد بن گئی تھی پاڑ جیسے ڈیل ڈول والا وہ زبردست لڑاک فیلڈ بھی اُن سے ہاتھا پائی کے دوران پسینہ پسینہ ہو جاتا تھا۔ بیچارہ عمر سعید اُن کے قدموں تلے سے اپنا ہاتھ نکالنے کے لیے پوری قوت صرف کر رہا تھا۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "یہاں قوت سے نہیں داؤ پیچ سے کام چلے گا۔"

میرا مقصد دوبدن کی مخالفت نہیں تھا۔ میں اُن کی صلاحیتیں آزمانا چاہتا تھا۔ عمر سعید نے اس سوچ کے ساتھ ہی اپنی کمر کی پوری قوت سے اُٹھ کر دوبدن کی کمر پر ایک زبردست ٹھوکر ماری مگر اُس کی ٹھوکر ایک تھی اور دوبدن کے پاس دو دو کمر تھیں۔ جب تک دونوں پر برابر کی ٹھوکر نہ پڑتی، وہ اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہل سکتی تھیں۔

وہ ٹس سے مس نہ ہوئیں۔ غرا کر بولیں: "ڈیل گنتو! تم سب بظاہر میرے وفادار بن کر مجھے بیوقوف بنانے لے۔ آج تہہ خانے میں ڈاکٹر کے حکم پر مجھے اسّی گنوں کے نرغے میں رکھا گیا۔ اسی لمحے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تم سب کو کتوں کی موت ماروں گی۔"

اُنھوں نے جھک کر ریوالور کو اُٹھا لیا۔ ریوالور اُن کے ایک بائیں ہاتھ میں تھا مگر دوسرے دائیں ہاتھ کی مٹھی بھی ریوالور پکڑنے کے انداز میں بندھی ہوئی تھی۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "مجھے ایسی یکسانیت سے پردہ ہٹانا چاہیے۔ میں دوسری مٹھی کھول دوں۔"

اُن کی دوسری مٹھی کھل گئی۔ ریوالور بدستور ایک ہاتھ میں رہا۔ وہ دونوں بستر کے سرے پر بیٹھتی ہوئی بولیں: "چلو! اٹھو اور اب تم سہولت سے بتاؤ کہ یہاں کس قسم کا ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔"

عمر سعید قالین پر بیٹھ کر اپنی کلائی سہلانے لگا۔ پھر کہنے لگا: "اصل باس کوئی اور ہے۔ ہم نے کبھی اُسے نہیں دیکھا۔ صرف ٹرانسمیٹر ذریعہ اُس کے احکامات سنتے ہیں۔"

"اور یہ ڈاکٹر فینی لوگارڈ؟"

"ہم دونوں بس کی عمر میں ڈاکٹر فینی کے ساتھ یہاں آئی تھیں۔ ہم سے اس قدر مانوس تھیں کہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ اس لیے وہ مؤثر بھی ہے۔ ڈاکٹر فینی کے میک اپ میں تمہاری دلجوئی کرنے لگا تھا۔ بسا سے ساتھ رہتا تھا اور کبھی ایک آدھ ہفتہ کے لیے کسی اہم کام پر چلا جاتا تھا۔ تم سے زحمت ہو جاتا تھا تم رفتہ رفتہ اُس کے بغیر یہاں رہنے کی عادی ہو گئیں۔ پھر بھی یہاں ایک نقلی ڈاکٹر فینی کی ضرورت پڑتی رہتی کیونکہ اُسی کے نام سے یہاں رہنے کا اجازت نامہ حاصل ہوا تھا۔"

دوبدن نے پوچھا: "اُس کا مطلب ہوا کہ یہ یہاں موجود یہی اصل ڈاکٹر فینی ہے اور سات برس بعد آج مجھ سے سامنا ہوا۔"

"ہاں۔ ہم نے کبھی اسے تمہارے پاس آنے نہیں دیا۔ پتہ نہیں اچانک کیسے پہنچ گیا؟"

دوبدن نے مجھے دیکھا۔ پھر عمر سعید سے پوچھا: "ٹرانسمیٹر کہاں ہے میں اُس منہ چھپانے والے باس سے باتیں کروں گی۔"

وہ جھوٹ بولنا چاہتا تھا کہ وہاں ٹرانسمیٹر نہیں ہے لیکن سوچ کے زیرِ اثر بول پڑا: "وہ ریڈیو گرام روم اصل ٹرانسمیٹر ہے۔ میں باس سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں۔"

میں نے اُس کے دماغ پر اپنی گرفت ڈھیلی کی۔ وہ گڑبڑا گیا۔ "نہیں۔ نہیں یہاں ٹرانسمیٹر نہیں ہے۔"

دوبدن نے پوچھا: "کیا میں تمہاری پٹائی کرنے کے لیے اُٹھوں یا تم اپنے باس کو بلانے اُٹھو گے؟"

اُسے اُٹھ کر ریڈیو گرام کے پاس جانا پڑا۔ اتنے میں ایڈی ٹرے میں چائے لے آیا۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد اُسے ہالوجن کا پتہ چلا۔ دوبدن نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا: "باور چی اولاد! چپ چاپ وہاں بیٹھ کر چائے بناؤ۔"

وہ سینٹر ٹیبل کے پاس چلا گیا۔ چونکہ پہلے اُسے دوبدن سے خطرہ نہیں تھا۔ اس لیے اُس نے چائے میں کسی قسم کی نقصان دہ شے نہیں کی تھی۔ چائے پیالیوں میں تقسیم ہونے تک ٹرانسمیٹر کے ذریعہ قائم ہو گیا۔ عمر سعید کہہ رہا تھا: "باس! ہم تباہی کے دہانہ پر پہنچ گئے ڈبل جوئیل آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہیں اوور۔"

عمر سعید کے ائیر فون سے آنے والی آواز میں بھی سن رہا تھا۔

باس کی غراہٹ سنائی دی: "یو مین سنس تم کوڈ ورڈز میں باتیں نہیں کر رہے ہو۔ اوور۔"

"جناب! کوڈ ورڈز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ڈبل جوئیل کوڈ ورڈز نہیں جانتیں۔ اس وقت وہ موت بن کر سرپہ سوار ہیں اور وہ تو کھلی گفتگو ہی کریں گی۔ اوور۔"

دوسری طرف سے حکم دیا گیا کہ دوبدن کو ائیر فون دیا جائے۔ عمر سعید انکار میں سر ہلایا۔ میں نے پھر اُس کے انداز میں اُس کی کھوپڑی ہلا دی۔ دوبدن نے آگے بڑھ کر ایک طمانچہ رسید کیا۔ عملاً دو طمانچے یک وقت لگے۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اُس کا جبڑا ہل گیا تھا۔ وہ بولیں: "ڈیل! کبھی ہاں اور کبھی نہیں کہتا ہے۔ سیدھی طرح بولے گا یا نہیں؟"

میں نے اُسی کی سوچ میں بولنا شروع کیا تو وہ بولنے لگا: "ہاں ڈاکٹر فینی کا کوئی گہرا راز باس کے پاس ثبوت کے ساتھ موجود ہے۔ اُس نے ڈاکٹر کو دھمکی دی کہ اگر ہوئیل کو اس جنگل میں نہ لایا گیا تو اُسے ساری زندگی میں بند کر دیا جائے گا۔"

دوبدن نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا: "اچھا تو تم نے خود کو بدنامی سے بچانے کے لیے مجھے اس جہنم میں جھونک دیا تھا؟"

میں نے کہا: "ہاں مگر اجی گولی نہ چلانا۔ ابھی پیالی میں چائے باقی ہے۔"

وہ غرا کر بولیں: "کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ میں تمہیں ریوالور سے نہیں۔ اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ کر ماروں گی۔"

"یہی بہتر ہوگا۔ گولی چلنے کی آواز فوجیوں کے کانوں تک پہنچے گی۔ تم ہمیں باری باری خاموشی سے مار ڈالنا مگر اُس کے بعد فوجی افسران آ کر پوچھیں گے کہ تم اس کاٹج میں تنہا کیسے ہو؟ ڈاکٹر فینی تمہارا باورچی اور تمہارا باڈی گارڈ عمر سعید کہاں ہیں تو کیا جواب دو گی؟"

وہ سوچ میں پڑ گئیں۔ ایڈی نے کہا: "ڈاکٹر! تم نے بڑی اچھی بات کہی۔ ڈبل جوئیل گولی چلا کر یا ہمیں مار کر خود مصیبت میں پھنس جائے گی۔"

دوبدن نے کھڑکی کھولی۔ پھر ریوالور کے چیمبر سے گولیاں نکال کر باہر پھینکنے کے بعد کھڑکی بند کرتی ہوئی بولی: "اب میں کہتی ہوں۔ تم تینوں کو مار کر تہہ خانے میں پھینکوں گی اور فوجی افسران سے کہوں گی کہ تینوں کو کہیں لے جا کر مار ڈالا۔ پھر وہ لوگ یہاں سے یہ کہہ کر گئے کہ شام کو واپس آئیں گے لیکن اُن سے پہلے فوج آ گئی۔"

اُس کی باتوں کے دوران عمر سعید اور ایڈی میز کے قریب آ گئے۔ پھر عمر سعید نے کہا: "ڈبل جوئیل! اب تک تمہیں دو میں مرد نہیں ہوں۔"

سعید نے اُنھیں ٹرانسمیٹر کے پاس بلایا لیکن ائیر فون ایک تھا اور دو کانوں تک پہنچتا تھا لیکن ادھر چار کان تھے۔ اُن کے لیے دو ائیر فون کی ضرورت تھی۔ اس اُلجھن میں پڑ گئی۔ میں نے کہا: "جوئیل! ایک کان سے بھی باتیں سنی جا سکتی ہیں۔ جیسا کہ ہم ٹیلیفون کے رسیور کو ایک ہی کان سے لگاتے ہیں۔ تم ائیر فون کو صرف ایک طرف پہن سکتی ہو۔"

دوبدن نے ریوالور کے اشارے سے عمر سعید کو دور ہٹا کر نشانہ پر رکھا۔ پھر اُن کے مشترکہ دماغ نے ہدایت دی۔ ایک ہاتھ میں ریوالور لیے گا۔ دوسرا ہاتھ ائیر فون پہنائیں گے اور چوتھے ہاتھ کو وہ ریڈیو گرام پر لکھے کھڑی رہیں گی۔ بعد ازاں تم آخر ٹرانسمیٹر پر گفتگو شروع ہو گئی۔ عمر سعید دو کھڑا ہو کر تیار ہا تھا کہ کون سا بٹن آن کرنا اور کون سا بٹن آف کرنا چاہیے۔

وہ بولیں: "ہیلو۔ کیا تم ہماری تنظیم کے باس ہو؟ ہیلو جواب دو۔"

عمر سعید نے بتایا کہ اُسے "اوور" کہہ کر فلاں بٹن آف کرنا چاہیے اور اُس کے ساتھ والے بٹن کو آن کرنا چاہیے۔ اُس نے یہی کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "ہاں۔ میں دوسروں کو باس ہوں مگر تمہارا محافظ اور سرپرست ہوں۔ مجھے بیورپورٹ مل چکی ہے کہ تم شہری زندگی گذارنا چاہتی ہو میں تمہیں جلد ہی بلا رہا ہوں۔ تم عمر سعید وغیرہ کو پریشان نہ کرو میں تمہیں اپنی تنظیم کی ملکہ بنانے والا ہوں۔ بولو منظور ہے ناں؟ اوور۔"

دوبدن نے غضب سے پوچھا: "الو کے پٹھے! تو آخر ہے کون؟ اب تک چھپے کی بل میں چھپا رہا۔ یہ لوگ بظاہر میرے مطیع اور فرمانبردار رہ کر یہاں مجھے بیوقوف بناتے رہے لیکن آج مجھے اپنی اور تیری اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔ آج میں تیری پوری تنظیم کو نیست و نابود کر دوں گی۔ اور اس ٹرانسمیٹر کو تیرے آدمی کے سر پہ دے ماروں گی۔"

عمر سعید نے گڑگڑا کر کہا: "پلیز پہلے اوور کہہ کر باس کی بات سن لو۔"

"تیرے اوور کی ایسی کی تیسی۔۔۔۔"

دوبدن نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر عمر سعید پہ پھینکا۔ وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ ٹرانسمیٹر ٹوٹ کر اُسے "ٹکرا کر فرش پہ اپنے پرزے بکھیرنے لگا۔ عمر سعید جوابی حملہ نہ کر سکا۔ کیونکہ دوبدن کے ایک ہاتھ میں بدستور ریوالور تھا۔ میں اطمینان سے بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ دوبدن نے مجھے غصے سے دیکھ کر پوچھا: "اور تم ڈاکٹر فینی! تم نے مجھے کٹھ پتلی بنانے کے لیے ان لوگوں کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ میں تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے کہا: "مجھے مرنے سے پہلے چائے پینے کی مہلت دو اور اتنی دیر میں عمر سعید سے پوچھ لو کہ تمہاری طرح مجھے بھی کس طرح کٹھ پتلی بنایا گیا ہے۔ تمہیں دھوکا دیا گیا اور مجھے بلیک میل کیا جا رہا ہے۔"

دوبدن نے عمر سعید سے پوچھا: "بتاؤ کیا بلیک میل کیا جا رہا ہے؟"

وہ انکار کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اقرار میں اُس کا سر ہلا دیا۔ اُس نے عمر سعید نے غصہ سے تلملاتے ہوئے میرا گریبان پکڑ کر اٹھایا۔ میں اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ مجھے جھنجھوڑتے ہوئے بولا: "عورت کے ہاتھوں مرتے ہوئے شرم نہیں آئے گی؟"

میں نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔ "بھائی گریبان چھوڑو۔ مجھے ایک عورت نے پیدا کیا۔ دوسری مار ڈالے گی۔ اس میں رحم کی کیا بات ہے۔"

وہ غصّے سے پاگل ہو کر مجھے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی چار ہاتھوں نے اُسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ ایڈی اُس کی مدد کے لیے آگے بڑھا مگر اُس کی سمجھ نہیں آیا کہ وہ بدن کا کون سا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھی کو آزاد کرائے۔ عمر سعید چار ہاتھوں کی گرفت سے آزاد ہونے کی جدوجہد کر رہا تھا۔ دو ہاتھوں نے اُس کی گردن میں غینچی ڈال دی تھی۔ باقی دو ہاتھ اُس کا گلا گھونٹ رہے تھے۔ ایڈی گھونسہ مارنے کے لیے بڑھا تو بدن نے عمر سعید کی گردن چھوڑ کر اُسے پکڑ لیا۔ ایڈی نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن اُس کی گردن میں بھی غینچی پڑ گئی۔ دونوں ساتھیوں کے چہرے ایک دوسرے کے سامنے آ گئے۔ اُن کے پیچھے دو بدن دو طرف سے غینچی ڈالے اُن کے سروں کو ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں۔ وہ دونوں تڑپ رہے تھے اور چیخ رہے تھے۔

میں نے سینٹر ٹیبل کے پاس آ کر چائے کی دوسری پیالی سے ایک گھونٹ پیا۔ پھر ایک سگریٹ سلگانے لگا۔ عورت ایسی شے زود نہیں متحرک کہ مرکز کو بے بس کر دے۔ یہ ہم مرد ہوتے ہیں جو عورت کو شے زود بنا دیتے ہیں۔ جتنے خطرناک قسم کے تجربات ہوتے ہیں، وہ جانوروں پر کیے جاتے ہیں۔ جانوروں کی سونگھنے والی حس کا تجزیہ سونیا پر کیا گیا۔ وہ حسکاری کتوں سے زیادہ خطرناک بن گئی۔ سیمیں لڑکیوں کے لچکتے ہوئے جسموں کا انعقاد کرنے کے لیے انھیں جمناسٹک کے کرتب سکھائے گئے۔ اُن میں سے زود مانہ جیسی لڑکی موت کے کرتب دکھانے لگی۔ ڈاکٹر موزائل نے انسانی جسم کو فولاد بنانے کے لیے ایک سپر سیال بنایا۔ وہ سیال انسانی جسم کو یا تو فولاد بنا دیتا یا اُس جسم کو پھاڑ کر رکھ دیتا۔ اس سیال کو بھی دو بدن جیسی دس سالہ لڑکیوں پر آزمایا گیا۔ دو بدن کے مقدر میں زندگی تھی، اس لیے وہ فولاد بن کر ہی رہی تھی اور فولادی ہتھیار بن کر تجزیہ کرنے والوں کو چیونٹی کی طرح مسل رہی تھی۔

یہ تو خطرناک تجربات کی باتیں ہیں۔ عشقیہ تجربات بھی یہی ثابت کرتے ہیں۔ مرد ایک حسین عورت کی چاپلوسی کرتے کرتے خود کمزور بن جاتا ہے اور اُس کے حسن کی تعریفیں کرتے کرتے اُسے شے زور بنا دیتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے دانا مرد عورت کے ہاتھوں یا عورت کے لیے مرتے آئے ہیں اور مرتے جائیں گے۔ لگتا ہے کہ یہ عورتوں "پر" اصطلاحاً مسلط رہتا ہوں اور اُن سے ہزاروں میل دور رہ کر بھی تباہ ہو۔

میری پیالی کی چائے ختم ہونے سے پہلے ہی ایڈی اور عمر سعید کی سانسیں ختم ہو گئیں۔ اُن کے چہروں پر اس قدر لہو پھیلا ہوا تھا کہ صورت پہچانی نہیں جاتی تھی۔ غینچی ڈالی ہوئی گردنیں ٹوٹے کے جھول گئی تھیں۔ دو بدن نے مجھے حکم دیا۔ "اے! شوار چھوڑ دروازہ کھولو۔"

میں نے حکم کی تعمیل کی۔ دو بدن کی سوچ سے معلوم کیا کہ کمرے کے اندر سے وہ دروازہ کیسے کھلتا ہے۔ پھر میں نے اسی طرح اُسے کھول دیا۔ اُس کے بعد دونوں لاشیں "مہمان خانے" میں منتقل ہو گئیں۔ دو بدن نے پھر مجھے دیا۔ "اے! ٹرانسمٹر کے ذریعے تم بیٹ کر تہہ خانے کو پھینک دو فوراً اس کمرے کی صفائی کرو۔"

میں نے بکھرے ہوئے ٹرانسمٹر کو بیٹ کر تہہ خانے میں پھینکا دروازے کو بند کیا۔ اس دوران میں دو بدن کی سوچ میں کسی رکاوٹ کا پیدا ہونا فینی بزدل ہے۔ اس پر ہاتھ اٹھانا بھی میں اپنی توہین سمجھتی ہوں۔ پھر کہ اس نے دس برس تک میری پرورش کی ہے۔ اسے معاف کر دینا چاہیے۔

اس سوچ کے دوران وہ مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ میں کرسی پر بیٹھ کر سگریٹ کا کش لگانے لگا۔ وہ بولیں۔ "ابھی کمرے کی صفائی باقی ہے۔"

میں نے دھواں چھوڑنے کے بعد کہا۔ "عورتیں گھر کی صفائی کرتی اچھی لگتی ہیں۔"

وہ غصّہ میں میری طرف بڑھنے کا ارادہ کر رہی تھیں میری سوچ نے انھیں بستر پر بٹھا دیا۔ وہ حیران ہو کر خود کو دیکھنے لگیں۔ میں نے کہا۔ "جو میل! ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ اس جنگل سے نکل کر مہذب دنیا جانے کے لیے تمھیں ایک اچھے ساتھی کی ضرورت پیش آئے گی اور سے اچھا ساتھی تمھیں نہیں ملے گا۔"

وہ مجھے دیکھتے ہوئے سوچنے لگیں۔ میں نے کہا۔ "میرے پاس فولاد ہے تمھارے پاس طاقت ہے۔ یعنی میرے پاس طاقت نہیں ہے تمھارے پاس عقل نہیں ہے۔"

اُنھوں نے غصّہ سے چاروں مٹھیاں بھینچ لیں۔ میں نے جلدی سے کہا۔ "برا ماننے کی بات نہیں ہے۔ آخر میں بھی تو بزدل ہوں۔ میں نہیں مانتا۔ میرا دل بڑا کمزور ہے۔ تمھیں ہاتھ سے مارنے کی ضرورت پڑے گی۔ صرف آنکھ مارو گی تو مر جاؤں گا۔"

وہ دونوں اپنے دانت پیسنے لگیں۔ دونوں کی نظریں نیچی ہوئی تھیں۔ پھر وہ بولیں۔ "تمھارا قد اور تمھاری صحت دیکھ کر لگتا نہیں آتا کہ تم بوڑھے ہو۔"

"جب تم میرے ساتھ مہذب دنیا میں چلو گی تو وہاں معجون گشتہ کھا کر جوان رہنے والے بے شمار بوڑھے نظر آئیں گے۔"

"اچھا تو تم بھی عاشق مزاج ہو۔ آنکھ ملاتے ہی مر جاتے ہو۔"

دونوں نے اچانک ایک ساتھ مسکرا کر آنکھیں ماریں۔ میں یہ کہتے ہوئے اچھل کر کھڑا ہوا۔ پھر اپنے سینے پر ہاتھ مار کر پٹ سے فالج گرتے ہی مر گیا۔ وہ سوچ رہی تھیں۔ "میرا مذاق اڑانے والے مخنث میں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ یہ مرنے کی ایکٹنگ کر رہا ہے۔ میں اسے ہی ڈالوں گی۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ دونوں میرے دائیں طرف تھیں اور

کمر میرے سینے پر دو جسم اور چار پاؤں کا بوجھ ڈالنا چاہتی تھیں تاکہ اُس کے فولادی وزن سے میرے دل کی دھڑکنیں بند ہو جائیں۔ اس ارادے کے ساتھ ہی وہ اچھل کر دائیں طرف سے آئیں۔ عمر بائیں طرف یعنی میرے ساکت جسم کے دوسری طرف چلی گئیں۔

دونوں نے میرانی سے سوچا۔ "میں نے غلط چھلانگ کیسے لگائی؟"

یہ سوچتے ہی اُس نے دوسری بار میرے بائیں جانب چھلانگ لگائی لیکن اُس کے دماغ میں تو میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ "میں ادھر ہوں۔ ادھر جاؤں گی۔ آدھی ادھر رہوں گی۔"

وہ چھلانگ کے لیے پر تولنے کے دوران گڑبڑا گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ادھر ہی رہ گئی۔ دوسری میرے دائیں طرف پہنچ گئی۔ اب وہ دونوں ایک دوسری کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔ "یہ میں کیا کر رہی ہوں۔ میرا نشانہ تو کبھی نہیں چوکتا۔ پھر میں اس پر حملے کرتے ہوئے ناکام کیوں ہو رہی ہوں اور یہ تو بالکل ہی لاش کی طرح پڑا ہوا ہے۔ کہیں مچ مچ مر نہ گیا ہو۔"

یہ سوچ کر وہ دونوں میرے دونوں طرف بیٹھ گئیں۔ ایک نے میری نبض دیکھی۔ دوسری نے سینے پر کان رکھ کر دھڑکنیں سنیں پھر دونوں کو یہ معلوم کر کے غصّہ آیا کہ میں زندہ ہوں اور مُردہ بنا پڑا ہوں۔ دونوں کی دائیں ہتھیلیوں نے کرائے کا پولر بنا کر میرے چہرے کا نشانہ لیا۔ یہ کہنا غلط ہے کہ اُنھوں نے میرا نشانہ لیا۔ درست یہ ہے کہ میں نے اُن کے دماغ میں بیٹھ کر اپنے چہرے کے اطراف کا نشانہ لیا۔ دونوں کے کرائے کے پولر میرے مُردہ چہرے کے دائیں بائیں قالین پر پڑے۔ دو بدن کی جھنجلاہٹ عروج پر پہنچ گئی۔

وہ قالین پر سے اُٹھ کر مجھ پر بغیر سوچے سمجھے مسلسل حملے کرنا چاہتی تھی لیکن میں نے یہ تجزیہ کیا کہ ایک کا طمانچہ سامنے والی کے چہرے پر پڑتا ہے تو دوسری کا طمانچہ بھی اپنے سامنے والی پر پڑتا ہے یا نہیں؟ یہ تجزیہ کامیاب رہا۔ میں نے اُن دونوں کے دائیں ہاتھوں کو دونوں کے رخساروں تک پہنچایا۔ تڑاخ تڑاخ کی آوازوں کے ساتھ دونوں نے ایک دوسری کو طمانچے رسید کر دیے۔

اگر دو مختلف عورتیں ہوتیں تو ایک دوسری سے لڑ پڑتیں مگر دو بدن کے احساسات یہ تھے کہ اُس نے اپنے ہی منہ پر آپ طمانچہ مارا ہے اور ایسا غصّے میں، جنون میں، پاگل پن میں ہوتا ہے۔ وہ سوچنے لگیں۔ "کیا میرا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ میں اتنی دیر سے یہ کیسی حرکتیں کر رہی ہوں؟ یہ مجھ سے آرام سے آنکھیں بند کیے بیٹھا ہے اور میں اب تک اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکی۔ آخر یہ کیا ماجرا ہے؟"

وہ دونوں مجھے چار آنکھوں اور وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتی ہوئی کھڑی ہو گئیں۔ اُن کا دماغ سوچ رہا تھا۔ "کیا یہ بھی میری طرح کوئی ایسا عجوبہ ہے کہ اُس کے آس پاس آگے پیچھے دشمنوں کے حملے ناکام ہو جاتے ہیں؟ لیکن نہیں، یہ کسی قسم کا پُراسرار آدمی ہوتا تو بزدل نہ ہوتا۔ بڑے فخر سے مجھے للکارتا۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ اسے خود اپنے پُراسرار ہونے کی خبر نہ ہو۔ اس لیے تو یہ عورت سے بھی ڈرتا ہے۔"

وہ قائل ہو کر سوچنے لگی۔ "ہاں۔ یہ تو میری حرکتوں سے بھی بے خبر ہے۔ اگر اسے خبر ہوتی۔ اگر یہ آنکھ کھول کر دیکھتا تو میرے حملوں سے بچنے کے لیے کم از کم کروٹ تو بدلتا۔ خوف زدہ ہو کر یہ دور ہٹتا۔ ٹھیک ہے۔ اچھا ہے کہ اس نے نہیں دیکھا۔ ورنہ بڑی سبکی ہوتی۔ اس کی کھلی آنکھوں کے سامنے میں اپنی ناکامی اور توہین برداشت نہ کر سکتی۔۔۔"

دو بدن کو تسلی ہوئی کہ میرے یہ دیکھنے سے اُس کا بھرم رہ گیا ہے۔ وہ پھر قریب آ کر میرے دونوں بازوؤں کو جھنجھوڑتی ہوئی بولیں۔ "ڈاکٹر فینی! میں نے تمھیں معاف کر دیا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمھاری پٹائی نہ کروں تو فوراً اُٹھ کر بیٹھ جاؤ۔"

میں نے ایک زور کی سانس کھینچی پھر آنکھیں کھولیں۔ دو بدن کو دیکھا پھر اُٹھتے ہوئے عاجزی سے بولا۔ "تمھاری بڑی مہربانی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ زندہ رہ کر ساری عمر تمھاری خدمت کرتا رہوں گا۔"

وہ مجھے گدی تولتی ہوئی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولیں۔ "تم اس طرح خاموش کیوں لیٹے ہوئے تھے؟"

"مجھے ڈر لگ رہا تھا۔ میں نے ایڈی اور عمر سعید کا حشر دیکھا ہے۔ اپنی موت کا منظر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس لیے سختی سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔"

اُنھوں نے حکم دیا۔ "چلو کھڑے ہو جاؤ اور دوسرے کمرے میں جاؤ۔ میں یہاں آرام کروں گی۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "نہیں میں کھلی فضا میں ٹہلنے جاؤں گی۔"

یہی بات اُن کی زبان سے نکلی۔۔۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم میرے ایک آرام کرے گی۔ دوسری گھومنے جائے گی؟"

وہ غصّہ سے دیکھتی ہوئی باہر چلی گئیں۔ وہ سوچ رہی تھیں۔ "میں کچھ بدحواس سی ہو گئی ہوں۔ یہ تہہ خانے میں بند رہنے کا نتیجہ ہے۔ کھلی فضا میں سانس لینے سے دماغ کو سکون حاصل ہو گا۔"

میں نے انھیں جانے دیا۔ کیونکہ مجھے اور بھی غم تھے زمانے میں دو بدن کے سوا۔۔۔ ویسے دو بدن سے یہ پہلی ملاقات خاصی دلچسپ رہی تھی۔ ابھی میں نے اسے صرف ایک پہلو سے آزمایا تھا۔ بوڑھے ڈاکٹر کے روپ میں اُسے روحانی انداز میں نہیں آزما سکتا تھا اور جلدی بھی کیا تھی۔ ابھی پتہ نہیں اس عجوبہ کے ساتھ کتنی آزمائشوں سے مجھے بھی گزرنا تھا۔

بہرحال تنہائی میسر آتے ہی میں نے سب سے پہلے سونیا اور زود مانہ کی خیریت معلوم کی۔ پھر مطمئن ہو کر عازم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سو رہا

تھا ہیں نے اُس کے خوابیدہ دماغ سے کہا "عازم! تم سو لے ہو مگر محفاظ ذہن جاگتا رہے گا اور میرے سوالوں کا جواب دے گا"

اُس نے دماغ کی اسکرین پر خواب کے منظر میں خود کو دیکھا۔ خواب میں نظر آنے والا عازم کہہ رہا تھا "میں جاگتا رہوں گا۔ سوالوں کے جواب دیتا رہوں گا"

میں نے پوچھا "اِس وقت تم کہاں ہو؟"

اُس نے خواب میں خود کو بستر پہ سوتے ہوئے دیکھا۔ پھر جواب دیا "میں ایک بستر پہ سو رہا ہوں میرے پاس دو ڈاکٹر تھے۔ اب نظر نہیں آ رہے ہیں"

"کیا تم جانتے ہو کہ آپریشن تھیٹر میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے؟"

"ہاں بہت سے آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا تھا۔ میں اُن کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا، اتنے میں کسی نے میرے بازو میں انجکشن کی سرنج لگا دی۔ پھر مجھے ہوش نہ رہا"

عازم نے جو کچھ کہا ماننا تو میں بھی جانتا تھا۔ ظاہر ہے کہ بیہوشی کی حالت میں اُس پہ جو گزری ہوگی۔ اِس سے وہ بے خبر ہوگا۔ میں نے پوچھا "تم نے ہوش میں آنے کے بعد کیا دیکھا؟"

جواب ملا "میں نے حسین پریوں کا میلہ دیکھا۔ وہ میرے بستر کے آس پاس ... بول رہی تھیں میرے ہوش میں آتے ہی وہ میری بلائیں لینے لگیں مبارک باد دینے لگیں کہ اب میں اُن کی سہیلی بن گیا ہوں"

"تمہارا کیا خیال ہے، کیا تم سہیلی بن گئے ہو؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا ہوں اور کون ہوں؟ تم نے مجھے عازم کہہ کر مخاطب کیا تو یوں لگا جیسے یہی میرا نام ہے۔ میرا نام نہ ہوتا تو تم اس نام سے نہ پکارتے"

"جب تم خود کو نہیں پہچان رہے ہو تو یہ کیسے یاد رہ گیا کہ آپریشن تھیٹر میں تمہیں بہت سے آدمیوں نے پکڑا تھا اور تمہارے بازو میں انجکشن لگایا تھا؟"

"پتہ نہیں یہ باتیں میں نے کیسے کہہ دیں۔ ہوش میں آنے کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ اب تم پوچھ رہے ہو تو دماغ کبھی روشن ہو جاتا ہے، کبھی تاریکی میں کچھ نظر نہیں آتا۔ سب کچھ بھول جاتا ہوں"

"تم اپنی موجودہ حالت کو تو سمجھ سکتے ہو۔ کیا ان حسین پریوں کو دیکھ کر تمہارا دل یہ نہیں چاہتا تھا کہ انہیں آغوش میں لے کر پیار کرو؟"

"نہیں۔ یہ تو بڑے شرم کی بات ہے"

"پہلے تو تم حسین عورت کی تمنا کرتے تھے"

"مجھے یاد نہیں ہے"

"تو پھر بتاؤ کہ انہیں دیکھ کر تمہارے دل نے کیا چاہا؟"

"میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی ان حسینوں کی طرح حسین اور نازک اندام بن جاؤں"

اُس کا جواب سُن کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ میں نے پوچھا "ڈاکٹر نے تم سے کیا باتیں کی تھیں؟"

"وہ مجھ سے میرا نام اور پتہ پوچھ رہے تھے۔ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا جب میں نہ بتا سکا تو اُنھوں نے بتایا کہ میرا نام فرہاد نبی ہے، میں اپنی یادداشت کھو چکا ہوں۔ پھر اُنھوں نے کہا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اُن کی سوچ پڑھوں مگر مجھے یاد نہیں آیا کہ ٹیلی پیتھی کیا چیز ہے اور سوچ کیسے پڑھی جاتی ہے"

"کیا تمہیں ڈاکٹروں نے نہیں بتایا کہ وہ تمہیں آپریشن تھیٹر میں کیوں لے گئے تھے؟"

"نہیں، اُنھوں نے کہا کہ میں آرام سے سو جاؤں۔ دس گھنٹے بعد میری ایک بہت ہی عزیز سہیلی کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ جس کا نام سونیا ہے"

میں نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا "اچھا اب اپنے مقررہ وقت تک سوتے رہو۔ جاگنے کے بعد تم اس خواب کو بھول جاؤ"

اُس کے دماغ کی اسکرین پر سے خواب مٹ گیا۔ میں وہاں واپس آ گیا۔ اب اُس کے جاگنے کے بعد ہی معلوم کیا جا سکتا تھا کہ وہ کب اور کس طرح سونیا کے پاس پہنچایا جائے گا؟

ایڈگر ولٹن زمین پر گھسٹ رہا تھا۔ اُس کے نچلے دھڑ کی ایک گولی اُس کی ٹانگ میں پیوست ہو گئی تھی۔ گرم گرم لہو سے اُس کی پتلون بھیگ رہی تھی۔ کراہتا ہوا اور گھسٹتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اُس کی کوئی منزل نہیں تھی بس ایک ہی خواہش تھی کہ قاتلوں کی پہنچ سے دُور پہنچ جائے۔

بستی سے نکل کر جا چکے تھے وقت اُس کی ٹانگ میں گولی لگ گئی تھی کسی نے اُس کا نشانہ نہیں لیا تھا۔ اندھیری رات میں دونوں طرف سے اندھا دھند فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہ ایسی ہی ایک اندھی گولی کی زد میں آ گیا تھا۔ جھاڑیوں کے بیچ جا گرا تھا۔ کسی نے اُسے تلاش نہیں کیا تھا۔ نہ دوستوں نے نہ حریفوں نے تہرلی تھی اور یہ اُس کے حق میں اچھا ہی ہوا۔ آگے گئے ہوئے بھی سہی مگر فرار ہونے کا سوفیصد قابل گیا تھا۔

ایک پاؤں بالکل ہی بیکار ہو چکا تھا اور اُس پاؤں کی تکلیف تھی جسم کو چھوڑا جا رہی تھی۔ اُس نے سمجھ لیا تھا کہ آخری وقت آ گیا ہے اور آخر وقت ایسا ہوتا ہے جب انسان کی جسمانی اور ذہنی قوت ختم ہو جاتی ہے صرف تحریر کی قوت بڑھ جاتی ہے اِس لیے اُس کا ضمیر اپنی آخری قوت تو سے روزی کو پکار رہا تھا۔

"روزی... آہ... ہا... روزی... اُوں... ہوں... آہ..." وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ دونوں ہاتھوں اور کہنیوں کو زمین پر ٹیک اپنے جسم کے تمام بوجھ کو آگے کی طرف کھینچتا جا رہا تھا۔ ذرا ذرا سا

فاصلے... کہنے کے دوران اُس کا ضمیر اُسے جھنجھوڑتا تھا "پکار اپنی بیٹی کو۔ پکار..."

"روزی... امی... امی... امی..." اُس کی آواز آخری ہچکی کی طرح اور زخمی پنجے کی طرح جنگل میں بھٹک رہی تھی۔

تب اُس نے منہ اُٹھا کر اندھے کی طرح آنکھیں پھیلا کر اپنے آپ سے کہا "میں روزی کو کیوں آواز دے رہا ہوں۔ وہ تو مر چکی ہے اور جس روزی کو میں اِس جنگل میں لایا ہوں۔ اُس کا نام تو میرا ہے۔ یعنی جو روزی تھی وہ میریا بن کر خودکشی کر چکی ہے اور جو میریا ہے وہ روزی بن کر یہاں زندہ ہے۔

ہاں۔ آہ۔ آہ۔ یہ سب کیسے ہوا؟ میرے ضمیر مجھے مجبور نہ کر۔ مجھے چپ چاپ مر جانے دے۔ میں ایک شرمناک سچائی کا اعتراف نہ کر سکوں گا۔ وہ دیکھو مجھے صلیب نظر آ رہی ہے۔ ہر عیسائی صلیب کے سامنے اپنے کسی گناہ یا جرم کا اعتراف کرتا ہے۔ اب کنفیشن (اعتراف) کی گھڑی آ گئی ہے۔ آہ..."

وہ گھسٹ کر آگے بڑھا۔ پھر بڑبڑانے لگا "یہ سات برس پہلے کی بات ہے۔ ڈانا نام کی ایک عورت میرے ساتھ ایک لانڈری میں کام کرتی تھی۔ اُس کی ایک تیرہ برس کی بیٹی میریا تھی اور میری بیٹی روزی سولہ برس کی تھی۔ جلد ہی مجھے پتہ چلا کہ ڈانا واشنگٹن کے مشہور و معروف ڈاکٹر فینی بوگارڈ کی بیوی تھی۔ ڈاکٹر فینی نے اُسے طلاق دے دی۔ اُس وقت میریا پانچ برس کی تھی۔ ڈانا اپنی بیٹی کو لے کر ڈاکٹر کے گھر سے چلی آئی۔

ڈاکٹر فینی اپنی بیٹی میریا کے اخراجات ادا کرتا تھا مگر کبھی اُن سے ملنے نہیں آتا تھا۔ ابتدا میں ایسی کوئی قابلِ ذکر بات نہ ہوئی۔ ایک لانڈری میں مجھے فون موصول ہوا کہ اگر میں فلاں پتہ پر پہنچ کر فلاں صاحب سے ملاقات کروں تو میری آمدنی کے ذرائع بڑھ جائیں گے میں نے فوراً ہی اُس پتہ پر پہنچ کر اُن صاحب سے ملاقات کی۔ وہ ڈاکٹر مورائل تھا۔

ڈاکٹر مورائل نے اپنا تعارف کرانے یا کچھ کہنے سے پہلے ہی میرے سامنے چند تصویریں لا کر رکھ دیں۔ وہ میری بیٹی روزی کی ننگی تصویریں تھیں تصویریں دیکھ کر میں ایک مرد بھی تھا۔ جسے میں اُس وقت نہیں پہچانتا تھا۔ میں اُنھیں دیکھ کر گم صم بیٹھا رہ گیا۔ ڈاکٹر مورائل نے کہا "تمہاری بیٹی ایک پل میں بدنام ہو سکتی ہے۔ سوسائٹی گرل بن سکتی ہے اور ہم چاہیں تو اُسے ایک پل میں باعزت گھرانے کی دولت مند لڑکی بنا سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ تم ہمارے حکم کے مطابق عمل کرو"

دولت اور عزت کی بحالی کون نہیں چاہتا۔ میں راضی ہو گیا۔ ڈاکٹر نے کہا "ڈاکٹر فینی بوگارڈ نے تقریباً آٹھ برس سے اپنی بیٹی کو نہیں دیکھا ہے۔ اگر تم روزی کو اُس کی بیٹی بنا کر پیش کرو تو وہ اُسے اپنی میریا تسلیم کر لے گا"

میں نے کہا "میریا تو وہ برس کی ہے اور روزی سولہ برس کی۔ زرا ڈاکٹر کھل جائے گا"

"نہیں۔ روزی دبلی پتلی سی لڑکی ہے۔ کوئی بھی اُسے دیکھنے والا چودہ برس کی لڑکی تسلیم کر لے گا"

میں نے کہا "روزی ایک بے وقوف سی لڑکی ہے۔ وہ ڈاکٹر فینی کی بیٹی کا رول ادا نہیں کر سکے گی"

"ضرور کرے گی۔ تم سے پہلے ہم نے اُسے یہاں بلایا تھا۔ ہم نے اُسے یقین دلایا ہے کہ وہ سچ مچ ڈاکٹر فینی کی بیٹی ہے۔ اُس کی ماں کا نام ڈانا ہے۔ وہ بہت عیاش عورت ہے۔ اِسی لیے اُس کے باپ نے اُسے چھوڑ دیا۔ ڈانا نے اپنی عیاشی کی خاطر روزی کو پانچ برس کی عمر سے تمہارے پاس چھوڑ رکھا ہے۔ اُس کا اصل نام روزی نہیں میریا ہے"

"لیکن ڈانا اور میریا کبھی نہ کبھی تو ڈاکٹر فینی سے ملیں گی"

"وہ کبھی نہیں مل سکیں گی۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے"

میں نے پوچھا "اس بچکانہ بازی سے تمہیں کیا حاصل ہو سکے گا؟"

"بہت کچھ۔ تمہاری بیٹی دولت مند بن جانے کے بعد ہمیں منہ مانگی رقمیں ادا کرتی رہے گی"

میں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "میری بیٹی ایک نوجوان کو چاہتی تھی مگر ان تصویروں میں کوئی دوسرا شخص ہے کیا یہ تمہارا آدمی ہے؟"

"نہیں یہ ایک بہت ہی عیاش دولت مند ہے۔ ہم اسے بھی بلیک میل کریں گے۔ دیکھو ہم نے بڑی دانشمندی سے روزی کو یقین دلایا ہے کہ وہ میریا ہے اور دولت مند بن کر ہی باعزت زندگی گزار سکتی ہے"

"مجھے یہ بتاؤ کہ سوزی اس عیاش کے پاس کیسے پہنچ گئی؟"

"نشہ کی حالت میں اُس کے بوائے فرینڈ نے اُسے تحفتاً پلائی تھی۔ پھر اُسے کرب میں اس عیاش کے لیے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اب تم زیادہ سوالات نہ کرو۔ ڈاکٹر فینی سے فون پہ رابطہ قائم کرو۔ اس سے کہو کہ اُس کی بیٹی اس سے ملنے کے لیے بے چین ہے۔ لیکن ڈانا اُسے باپ سے ملنے کی اجازت نہیں دیتی۔ لہٰذا وہ چھپ کر ملنا چاہتی ہے جب ملاقات کا وقت مقرر ہو جائے تو یہ نوبرس پہلے کی تصویر ساتھ لے جانا"

اُن تصویروں میں چار سال کی میریا بیٹھی ہوئی تھی۔ میں وہ تصویریں لے کر آ گیا۔ گھر آ کر سوچا کہ روزی کی گودن شرم سے جھکی ہوگی لیکن وہ مجھے جھگڑا کرنے بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی بولی "پاپا! تم میرے باپ نہیں ہو۔ اب تک مجھ سے جھوٹ بولنے اور مجھے دھوکا دیتے رہے اور میں اُس عیاش عورت کو کبھی اپنی ماں نہیں کہوں گی جس نے میرے باپ سے طلاق لی اور عیاشی کی خاطر مجھے ایک لاوارث کی طرح تمہارے پاس چھوڑ رکھا ہے"

روزی نے وہ جو شیشی پی کر نشہ میں ایک غلطی کی تھی۔ اُس کا کوئی ذکر نہ چھیڑا۔ اُس گناہ کا ذکر آتا تو میں کا سر جھک جاتا۔ میں نے اپنا سر جھکا کر کہا "ہاں۔ میں خطاوار ہوں۔ اب تمہیں کسی نے بتا دیا ہے تو میں بھی سچ بتا دوں کہ تم میری بیٹی نہیں ہو۔ تمہارے باپ کا نام فینی بوگارڈ اور تمہارا نام میریا ہے"

"یہ جھوٹ اُس کے لیے سچی خوشی بن گیا۔ وہ بلیک میلر ٹھیک ہی

کہتا تھا کہ اُسے سچ مچ ڈاکٹر فینی کی بیٹی بننے کا یقین دلایا جائے تو اس ڈرامہ میں حقیقت کا رنگ بھر جائے گا۔ ورنہ وہ نقلی بیٹی بن کر صحیح رول ادا نہیں کر سکے گی۔ انسان کیسا ہے مروت ہوتا ہے۔ رشتہ بدلتے ہی آنکھیں بدل لیتا ہے۔ روزی ایک دم سے پرائی ایک دم سے اپنی بن کر بولی "قصور میری ماں کا ہے۔ میں اُس کا منہ بھی نہیں دیکھنا چاہتی مگر میں اپنے پاپا سے ملنے کے بعد تمہیں انعام دوں گی، تم نے باپ نہ ہو کر بھی مجھے باپ کی محبت دی، تمہیں اس کا صلہ ضرور ملے گا۔"

گویا اب میں انعام لینے والا معاوضہ لینے والا ایک ملازم تھا اور وہ ایک بڑے باپ کی بیٹی تھی۔ اُس کی عزت اور خوشحالی کے لیے مجھے منظور تھا۔ میں نے اپنی جیب سے میریا کے بچپن کی تصویر نکال کر دی۔ "یہ لو۔ یہ تمہارے بچپن کی تصویر ہے۔ اس تصویر سے تمہارا باپ تمہیں پہچان لے گا۔"

روزی نے خوش ہو کر مجھے دوسری تصویر دکھائی۔ اُس تصویر میں چار سال کی میریا اپنی ماں ڈائنا کی گود میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اسی دن ٹیلیفون کے ذریعہ ڈاکٹر فینی سے رابطہ قائم کیا۔ بلیک میلر کی ہدایت کے مطابق ڈاکٹر کو بتایا کہ اب اُس کی بیٹی چودہ برس کی ہو گئی ہے اور اُس سے ملنا چاہتی ہے۔

ڈاکٹر نے خوش ہو کر کہا "میں اپنی بیٹی سے کسی وقت بھی مل سکتا ہوں۔ ڈائنا نہیں آنا چاہتی۔ بلا سے نہ آئے۔ تم میری بیٹی کو بھی لے آؤ۔ میں کوٹھی میں انتظار کر رہا ہوں۔"

اُس نے کوٹھی کا پتہ بتایا۔ میں روزی کو ساتھ لے کر کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا۔ کیپٹل مل میں اُس کا بہت بڑا عجائب گھر اور لیبارٹری تھی۔ وہیں رہائش گاہ بھی تھی۔ ہم وہاں پہنچے تو ایک ملازم نے ہمیں ایک بہت بڑے ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ میں نے ملازم کو میریا کے بچپن کی تصویریں دیں اور کہا "ڈاکٹر سے کہہ دو کہ اُن کی بیٹی میریا آئی ہے۔"

ملازم کے رخصت ہونے سے پہلے ہی ڈاکٹر فینی ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ اُسے دیکھتے ہی میں اور روزی ایک دم سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ اُدھر ڈاکٹر کے پاؤں کانپ رہے تھے۔ وہ صوفہ پر گر پڑا تھا۔ ملازم نے وہ تصویریں اُس کے ہاتھ میں دے دیں۔ ڈاکٹر فینی کو مکمل یقین ہو گیا کہ روزی اُس کی بیٹی.....

روزی نے چیخ کر کہا "نہیں۔ میں تمہاری بیٹی نہیں ہوں۔ میں کسی کی بیٹی نہیں ہوں....."

وہ چیختی ہوئی بھاگنے لگی۔ میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "بیٹی! میں نے بھی اس عیاش ڈاکٹر کو پہچان لیا ہے۔ میں نے وہ شرمناک تصویریں دیکھی ہیں۔ پہلے تم میری بات سن لو....."

وہ ہذیانی انداز میں چیخ کر بولی "میری ماں عیاش۔ میرا باپ معاش۔ اس سے پہلے کہ اس بے غیرت باپ کو شرم آئے۔ میں شرم سے مر جاؤں گی۔"

وہ ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر بھاگتی چلی گئی۔ مجھے ڈاکٹر فینی یہ بتانے کا وقت نہ ملا کہ وہ دونوں باپ بیٹی نہیں ہیں۔ مجھے روزی کی فکر تھی۔ میں اُس کے پیچھے بھاگتا چلا گیا۔ لیکن کوٹھی کے باہر پہنچتے ہی ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ اُٹھنے میں دیر لگی۔ اتنی دیر میں روزی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میں اُسے تلاش کرتا ہوا مین ہیٹن اسٹریٹ پر پہنچا تو دو شخص میرے آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ اُن کی جیبوں میں ریوالور تھے اور وہ مجھے میں بیٹھنے کا حکم دے رہے تھے۔ مجھے اپنی زندگی عزیز تھی۔ میں کار میں بیٹھ گیا۔

پینتالیس منٹ کے بعد میں پھر ڈاکٹر موڈائل کے سامنے بیٹھا تھا اور میرے سامنے پانچ ہزار ڈالر کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر موڈائل نے کہا "ہم ڈاکٹر فینی سے ایک عمر یہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ وہ بڑی سے بڑی قیمت لے کر بھی ڈبل جوئیل جیسے عجوبہ کو ہمارے کرنے کے لیے راضی نہ ہوا۔ پھر ہم نے سوچا کہ اُسے ایسا مجرم اور گناہ گار بنایا جائے کہ وہ ہمارے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن جائے۔"

میں نے پوچھا "اُس کے لیے تم نے میری بیٹی کی زندگی کیوں برباد کر دی؟"

"اس لیے کہ ڈاکٹر فینی کی بیٹی میریا چودہ تیرہ سال کی کمسن ہے۔ وہ جنسی ڈرامہ کا کردار نہیں بن سکتی تھی۔ ڈاکٹر فینی کو اپنی بیٹی کی صحیح عمر کا پتہ نہیں ہے۔ وہ اُسے چودہ برس کی سمجھتا ہے اور معصوم روزی اپنے دبلے پن کی وجہ سے چودہ برس کی نظر آتی ہے۔"

"لیکن ڈائنا اور میریا کبھی تو ڈاکٹر فینی سے ملیں گی۔"

"وہ کبھی نہیں مل سکیں گی۔ ڈائنا قتل ہو چکی ہے اور میریا قید میں ہے۔"

"میں سمجھ گیا کہ ان مجرموں کے لیے بڑے سے بڑا کام کر گزرنا کوئی بات نہیں ہے۔ وہ مجھے اور روزی کو بھی قتل کر سکتے ہیں۔ تمہارے سامنے دو ہی راہیں ہیں۔ یا تو مر جاؤ یا پھر ہمارے کام آتے رہو۔ چند ماہ بعد تمہیں ان کو یورپ کے کسی ملک میں بھیج دیا جائے گا۔"

لیکن اُسی شام مجھے خبر ملی کہ روزی نے خودکشی کر لی ہے صدمہ سے چیخ پڑا۔ "قاتلو! اُس نے خودکشی نہیں کی۔ تم لوگوں نے قتل کیا ہے تاکہ تمہارا فراڈ ہمیشہ چلتا رہے....."

میرے سر پر زور کا طمانچہ پڑا۔ مارنے والے نے کہا "اگر تم کچھ کہتے تو انکار نہ کرتے۔ ہمارا آدمی روزی کو یہاں لانے کے لیے تمہارے ساتھ ہی گیا تھا۔ وہاں بیڈ روم میں تمہاری بیٹی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ مرنے سے پہلے اُس کے ہاتھ میں لکھا ہوا یہ خط رکھا تھا۔ تم اُس کا اسٹیٹ کا پی پڑھ سکتے ہو۔"

اُس نے ایک کاپی میری طرف بڑھا دی۔ اُس میں لکھا تھا۔

"میں ایسی گناہ گار ہوں کہ دنیا کو منہ دکھانے کے لیے زندہ نہیں رہ سکتی۔ میں زہر کھا رہی ہوں لیکن میری موت کا ذمہ دار میرا عیاش باپ ہے....."

"میں اپنی بیٹی روزی کی تحریر کو پہچانتا تھا۔ وہ خط اُسی نے لکھا تھا۔ اُس کی خودکشی کی تصدیق ہو گئی۔ ڈاکٹر موڈائل نے کہا "تمہاری بیٹی کے خط کو ہم نے پولیس کے ہاتھ نہیں لگنے دیا۔ ورنہ جانتے ہو کیا ہوگا۔ تم جیل میں پہنچ جاؤ گے۔ تمہاری بیٹی نے لکھا ہے کہ اُس کی موت کا ذمہ دار اُس کا عیاش باپ ہے۔ ڈاکٹر فینی کا نام نہیں لکھا۔ اس لیے تم ہی اُس کے باپ ہو اور وہ تمہاری ناجائز بیٹی ہے۔"

"کیسے؟" میں نے حیرانی سے پوچھا "میریا تیرہ برس کی سمجھ دار لڑکی ہے۔ وہ تمہیں اپنا باپ تسلیم نہیں کرے گی۔"

"ہاں۔ وہ سمجھ دار لڑکی ہے۔ اس لیے جانتی ہے کہ اُس کی ماں ڈائنا میں رات ڈیوٹی کے بہانے اپنے مرد دوستوں کے ساتھ رات گزارتی رہی ہے اُس کی ماں کو قتل کرنے سے پہلے میں اُسے اپنے ہاں لے آیا۔ وہ اپنی ماں سے بیزار تھی۔ میں نے اُسے بتایا کہ اُس کی ماں کو ڈاکٹر فینی کے آدمیوں نے قتل کر دیا ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر کو حقیقت معلوم ہو گئی ہے کہ شادی سے پہلے ڈائنا اور ایڈگر ٹائلن کے ناجائز تعلقات تھے۔ ڈائنا نے اپنا گناہ چھپانے کے لیے ڈاکٹر سے شادی کر لی۔ وہاں میریا آٹھ ماہ کے بعد پیدا ہوئی۔ اس لیے ڈاکٹر کو شبہ نہیں ہوا کہ میریا در اصل ایڈگر ٹائلن کی بیٹی ہے۔"

ڈاکٹر موڈائل کسی نامعلوم بلیک میلر کا دست راست تھا اور بڑی شیطانی چال چل رہا تھا۔ اُس نے کہا "میں نے میریا کے دل میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ اب ڈاکٹر فینی کے آدمی اُسے اور اُس کے باپ ایڈگر کو قتل کرنے کے لیے ڈھونڈ رہے ہیں۔ کیونکہ ڈائنا اُسے ڈاکٹر کی بیٹی بنا کر تیرہ برس سے ہر ماہ ہزاروں ڈالر اُس کی پرورش کے لیے وصول کرتی رہی ہے۔ میں نے میریا کو تسلی دی ہے کہ ہم اُس کے باپ ایڈگر کو تلاش کر رہے ہیں جب وہ مل جائے گا تو دونوں باپ بیٹی کو یورپ کے کسی ملک میں بھیج دیا جائے گا۔ وہاں ڈاکٹر فینی کے کرائے کے قاتل نہیں پہنچ سکیں گے۔"

ایک ہفتہ کے بعد ہی ہوا۔ میریا کو مجھ سے ملایا گیا تو وہ مجھے پاپا پاپا کہہ کر میرے گلے سے لگ گئی۔ ننھی بچی کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔ بلیک میلر عجب تماشا دکھا رہا تھا۔ وہ ڈاکٹر فینی کو ظالم اور قاتل سمجھ رہی تھی۔ ماں باپ کی طرف سے ہاری ہوئی لڑکی مجھے باپ تسلیم کر رہی تھی۔ میں نے بھی اقرار کیا کہ میں ہی اُس کا باپ ہوں۔ یہ حقیقت اس لیے چھپائی تھی کہ بیٹی مجھ سے نفرت نہ کرے۔

بیٹیاں اپنے باپ سے نفرت نہیں کرتیں۔ اُس کی محبت پا کر میں نے کہا "ڈاکٹر فینی نے تمہارا نام میریا لکھا تھا۔ اب اس نام کو مٹا دو۔ میری ایک [illegible] ہوئی تھی۔ وہ مر گئی۔ اس کے بدلے میں نے تمہیں پا لیا۔ آج [illegible] ہو۔"

کہتے کر دیا۔ اس لیے کہ اُس کی ضرورت نہیں تھی لیکن اُس کی بیٹی میریا بے حد حسین ہے۔ جوان ہو کر اور غضب ڈھائے گی اور ہمارے کام آئے گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اُس کے جوان ہونے تک تم اُسے بیٹی بنا کر رکھو۔"

میں نے کہا "وہ کئی بار اپنی ماں کی زندگی میں مجھ سے مل چکی ہے۔ مجھے انکل کہتی ہے۔"

"اب تمہیں پاپا کہے گی۔ ہم نہیں چاہتے کہ زندگی کے کسی موڑ پر وہ ڈاکٹر فینی کو اپنا باپ سمجھے۔ اس لیے ہم نے اُسے سمجھایا ہے کہ تم اُس کے باپ ہو اور وہ تمہاری ناجائز بیٹی ہے۔"

"کیسے؟" میں نے حیرانی سے پوچھا "میریا تیرہ برس کی سمجھ دار لڑکی ہے۔ وہ تمہیں اپنا باپ تسلیم نہیں کرے گی۔"

"ہاں۔ وہ سمجھ دار لڑکی ہے۔ اس لیے جانتی ہے کہ اُس کی ماں ڈیوٹی میں رات دیر تک مردوستوں کے ساتھ رات گزارتی رہی ہے اُس کی ماں کو قتل کرنے سے پہلے میں اُسے اپنے ہاں لے آیا۔ وہ اپنی ماں سے بیزار تھی۔ میں نے اُسے بتایا کہ اُس کی ماں کو ڈاکٹر فینی کے آدمیوں نے قتل کر دیا ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر کو حقیقت معلوم ہو گئی ہے کہ شادی سے پہلے ڈائنا اور ایڈگر ٹائلن کے ناجائز تعلقات تھے۔ ڈائنا نے اپنا گناہ چھپانے کے لیے ڈاکٹر سے شادی کر لی۔ وہاں میریا آٹھ ماہ کے بعد پیدا ہوئی۔ اس لیے ڈاکٹر کو شبہ نہیں ہوا کہ میریا در اصل ایڈگر ٹائلن کی بیٹی ہے۔"

ڈاکٹر موڈائل کسی نامعلوم بلیک میلر کا دست راست تھا اور بڑی شیطانی چال چل رہا تھا۔ اُس نے کہا "میں نے میریا کے دل میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ اب ڈاکٹر فینی کے آدمی اُسے اور اُس کے باپ ایڈگر کو قتل کرنے کے لیے ڈھونڈ رہے ہیں۔ کیونکہ ڈائنا اُسے ڈاکٹر کی بیٹی بنا کر تیرہ برس سے ہر ماہ ہزاروں ڈالر اُس کی پرورش کے لیے وصول کرتی رہی ہے۔ میں نے میریا کو تسلی دی ہے کہ ہم اُس کے باپ ایڈگر کو تلاش کر رہے ہیں جب وہ مل جائے گا تو دونوں باپ بیٹی کو یورپ کے کسی ملک میں بھیج دیا جائے گا۔ وہاں ڈاکٹر فینی کے کرائے کے قاتل نہیں پہنچ سکیں گے۔"

ایک ہفتہ کے بعد ہی ہوا۔ میریا کو مجھ سے ملایا گیا تو وہ مجھے پاپا پاپا کہہ کر میرے گلے سے لگ گئی۔ ننھی بچی کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔ بلیک میلر عجب تماشا دکھا رہا تھا۔ وہ ڈاکٹر فینی کو ظالم اور قاتل سمجھ رہی تھی۔ ماں باپ کی طرف سے ہاری ہوئی لڑکی مجھے باپ تسلیم کر رہی تھی۔ میں نے بھی اقرار کیا کہ میں ہی اُس کا باپ ہوں۔ یہ حقیقت اس لیے چھپائی تھی کہ بیٹی مجھ سے نفرت نہ کرے۔

بیٹیاں اپنے باپ سے نفرت نہیں کرتیں۔ اُس کی محبت پا کر میں نے کہا "ڈاکٹر فینی نے تمہارا نام میریا لکھا تھا۔ اب اس نام کو مٹا دو۔ میری ایک [illegible] ہوئی تھی۔ وہ مر گئی۔ اس کے بدلے میں نے تمہیں پا لیا۔ آج [illegible] ہو۔"

اُس کے بعد میریا، روزی بن گئی۔

"روزی۔ای۔ای۔ای۔۔۔" جنگل کے سناٹے میں ایڈگر کی دُور تک مرتی ہوئی آواز گونج رہی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں کے بل اپنے جسم کو گھسٹتا ہوا کبھی گھاس پر سے کبھی کیچڑ پانی سے گزر رہا تھا۔ اس کا سارا جسم کیچڑ اور لہو سے آلودہ تھا۔ فائر گھنٹ کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ اُس کا مطلب یہ تھا کہ وہ گھسٹتے ہوئے بہت دُور نکل آیا تھا۔ بہت دُور، جہاں کا تب قدرت نے اُس کی موت لکھ دی تھی۔

ان آخری لمحات میں اُس کے ضمیر نے پھر طنزیہ پوچھا کہ وہ کس بیٹی کو پکار رہا ہے؟ اُس روزی کو جو خرم سے مرگئی یا اُس میریا کو جو بیٹی بن کر روزی کے نام سے زندہ ہے؟

"میں۔میں میریا۔ کو پکار رہا ہوں۔ میریا۔ میری بچی۔۔۔"

اُس کے ضمیر نے پوچھا "میریا کو بیٹی کہنے والے تو اُسے روزی کے نام سے اس جنگل میں کیوں لایا تھا؟"

"جب۔ باس کا حکم تھا کہ۔ اب باس اُسے بھی آلہ کار بنایا جائے۔۔۔"

"تو پھر تو باپ ہوا۔ دلال ہوا۔ چل ایک دلال کی زبان سے پکار۔۔۔"

وہ بے دم ہو کر ایک درخت کے سائے میں چاروں شانے چت ہو گیا۔ اُس کی ایک ٹانگ میں رائفل کی گولی چبھ رہی تھی اور اُس کے وجود میں ضمیر کا کانٹوں کھٹک سا تھا۔ اُس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ زبان بند ہو گئی تھی۔ صرف دماغ اپنی آخری سوچ میں کہہ رہا تھا کہ خداوند یسوع بس اتنی مہلت اور دیدے کہ میں میریا کو اُس کی حقیقت بتا دوں اور وہ اپنے باپ کو ظالم اور قاتل نہ سمجھے کسی طرح ڈاکٹر فینی کے پاس پہنچ جائے۔ بس مجھے اتنی مہلت دیدے کہ میں اپنے ضمیر کو مطمئن کر دوں۔"

ہم انسان عجیب آلو کے چھلکے ہوتے ہیں۔ ہمیں ساری عمر ضمیر کو مطمئن کرنے کا خیال نہیں آتا۔ جب توبہ کا وقت گزر جاتا ہے تو ہمارا ہوتا ہے کہ ہم ساری زندگی ایک عیاش گاہک کی طرح اپنے ہی ضمیر کی آبرو لوٹتے رہے ہیں۔ ہم اپنے دلال آپ ہوتے ہیں۔

اچانک جنگل کے سناٹے میں کہیں دُور سے روزی (میریا) کی آواز سسکتی ہوئی آئی "پا۔پا۔ پاپا۔ تم کہاں ہو پاپا۔ پاپا میرے پاس آجاؤ۔ میں تمہیں چھپا لوں گی۔ نہیں تو وہ عازم تمہیں مار ڈالے گا۔ پاپا۔ پاپا۔"

آواز آ رہی تھی۔ وہ آ رہی تھی۔ چاند نکل آیا تھا۔ جنگل ہرا ہو گیا تھا جیسے رشتوں کا لگایا ہوا زخم ہرا ہو جاتا ہے۔ وہ آ رہی تھی جیسے تھی سی راستہ باپ کے بازوؤں کے پالنے میں آتی ہے۔ چاند راستہ دکھا رہا تھا۔ اُس نے دیکھ لیا۔ پہلے تو وہ دُور سے دیکھ کر ٹھٹک گئی کہ جانے کون اس جنگل میں پڑا ہے۔ پھر وہ پاپا کہہ کر دوڑتی ہوئی قریب آ گئی۔

وہ اُس کا پاپا ہی تھا۔ وہ چیخ مار کر کیچڑ اور لہو کے مجسمے سے لپٹ گئی۔ "پاپا! میں آ گئی ہوں پاپا۔ تمہیں کوئی نہیں مارے گا۔ میں تمہاری طرف بڑھنے والے ہاتھوں کو توڑ دوں گی۔ مجھ سے بولو پاپا!"

ایڈگر کے پھیلے ہوئے دیدوں میں چاند اُترا آیا تھا۔ اُس کے سوکھے ہونٹوں میں ہلکی سی لرزش پیدا ہوئی۔ اُس نے بولنے کی آخری قوت صرف کی۔ "مے۔ مے۔ ری۔ یا۔۔۔۔"

اِس کے ہونٹ کھلے رہ گئے۔ دیدے ساکت ہو گئے۔ دل اپنی آخری دھڑکن سے گزر چکا تھا۔ وہ چیخ مار کر لپٹ گئی۔ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد خیال آیا کہ اُس کے باپ کی ٹانگ لہو سے بھیگی ہوئی ہے۔ اُس نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ پھر غصہ سے مٹھیاں بھینچ کر بولی "اچھا تو عازم نے تمہیں گولی ماری ہے۔ میں۔ میں اُس کا خون پی جاؤں گی۔"

اُسی وقت کہیں سے قدموں کی چاپ سُنائی دی۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ قریب ہی ایک درخت کی سوکھی ٹہنی پڑی ہوئی تھی۔ وہ ٹہنی اُٹھا کر مقابلہ کے لیے کھڑی ہو گئی بلکہ کر بولی "خبردار! اب تم دوسری گولی پاپا پر نہیں چلا سکو گے۔ میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔"

قدموں کی آواز پھر سُنائی دی۔ وہ چیخ کر بولی "او ہرمت آؤ میرے پاپا سو رہے ہیں۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ اے۔ اے کیسے ظالم ہو تم۔ ایک بوڑھے کو آدھ مارے سونے بھی نہیں دیتے۔"

گہری خاموشی۔ کانوں میں بجتا ہوا سناٹا۔ پھر وہی قدموں کی آواز۔ وہ ایک قدم آگے بڑھ کر بولی "تو نہ جاؤ۔ اتنی بڑی دُنیا میں اپنے باپ کو کہاں لے کر چھپاؤں۔ شہروں میں ڈاکٹر فینی قاتل ہے۔ جنگلوں میں عازم جیسے درندے ہیں۔ بولو میں اپنے بوڑھے باپ کو دل میں کیسے چھپا لوں کہ کسی قاتل کی نظر نہ لگے۔۔۔"

"ہالٹ۔" فوجیوں کی آواز سنائی دی "کون ہو تم؟"

وہ لڑکھڑا گئی۔ درخت کی ٹہنی کو زمین پر ٹیک کر اُس کا سہارا لیا۔ اپنے آس پاس مسلح فوجیوں کو دیکھا۔ وہ بھی تو اُس کے باپ کو مجرم اور قابل گردن زدنی سمجھتے تھے۔ وہ چکرا کر گر پڑی۔ بیہوش ہو گئی۔

میں اُس کے بے ہوش دماغ سے نکل آیا۔ روزی کو اب میں کہوں گا۔ میریا کی حالتِ زار نے میرے ذہن کو متاثر کیا تھا۔ میں بہت دیر تک اُس کے متعلق سوچتا رہا۔ سوچنے کی بات یہ تھی کہ ایڈگر کے بعد بھی میریا اُسے اپنا باپ سمجھ رہی تھی اور اپنے باپ ڈاکٹر فینی کو ظالم اور قاتل سمجھ کر نفرت کر رہی تھی۔ سوچنے کی بات یہ بھی تھی کہ ڈاکٹر فینی قتل کر دی گئی تھی۔ ورنہ وہ اپنی بیٹی کی غلط فہمی دُور کر دیتی۔ دور سے غلط فہمی دُور کرنے والا ایڈگر بھی مر چکا تھا۔

اور سوچنے کی بات یہ بھی تھی کہ میں ڈاکٹر فینی کے روپ میں تھا۔ میریا مجھے اِس رُوپ میں بھی دشمن سمجھتی اور میرے اِس رُوپ پر بھی عازم مجھ کر نفرت کرتی۔ اِن حالات کے پیشِ نظر یہ بہتر ہوا کہ وہ فوجیوں کی پناہ میں پہنچ گئی تھی۔

میں کانچ کی خواب گاہ میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بدن بنگلہ کی کھلی فضا میں سانس لینے گئی تھیں میرے ہاتھ میں گھڑی نہیں تھی۔ کچھ پتہ نہیں چلا کہ کتنا وقت گزر گیا ہے۔ میں نے جس فوجی افسر کی آواز سُنی تھی۔ اُس کی سوچ میں پوچھا "کیا وقت ہوا ہے؟"

افسر نے اپنی کلائی کی گھڑی دیکھی۔ اُس کی سوچ نے کہا "بارہ بج کر پچیس منٹ۔۔۔۔"

میں نے اندازہ لگایا کہ وہ بدن کو باہر گئے تقریباً ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔ میں نے معلوم کیا کہ وہ کہاں ہے؟ پتہ چلا کہ وہ کھڑکی کے شیشے کے آر پار مجھے دیکھ رہی ہے اور سوچ رہی ہے۔ یہ ڈاکٹر گھنٹہ بھر سے یوں ساکت بیٹھا ہوا ہے جیسے مر گیا ہو۔ جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہو لیکن سوچنے والے گھنٹہ بھر تک گم صم نہیں رہتے۔ میں نے سنا ہے کہ بہت سے مذہبی لوگ اپنے رب کے دھیان میں گھنٹوں گم رہتے ہیں۔ کیا یہ عبادت کر رہا ہے؟"

وہ بدن اُسی وقت سے تجسس میں مبتلا تھی جب مجھ پر اُس کے حملے ناکام ہو گئے تھے۔ اُس کی یہ شدید آرزو تھی کہ کس طرح میری پٹائی کرے۔ اگر میرے سامنے آ کر مجھ پر حملہ کرتی اور سابقہ تجربات کے مطابق ناکامی ہوتی تو ایسے وقت اُنھیں اپنی توہین کا احساس ہوتا۔ کیونکہ وہ آج تک کسی کے آگے بے بس نہیں ہوئی تھیں۔ اب وہ سوچ رہی تھیں۔ "ٹھیک ہے۔ ابھی یہ سوچے گا تو میں اچانک اِس پر حملہ کر دوں گی۔ ایسی زبردست پٹائی کروں گی کہ ساری بدلحاظی ناک کے رستے نکل جائے گی۔"

وہ اپنی حسرت پوری کرنے کی تدبیریں سوچ رہی تھیں۔ میں نے اُن کی سوچ میں کہا "اُف! یہاں کھڑے کھڑے میرے پاؤں دکھنے لگے ہیں۔ آخر میں کب تک اس گم بخت کو دیکھتی رہوں گی۔ مجھے اب آرام سے لیٹنا چاہیے۔"

اس سوچ کے دوران وہ کھڑکی کے پاس سے ہٹ کر کانچ میں آ گئیں۔ میں نے ایک سگریٹ سلگانے لگا۔ وہ خواب گاہ میں آ کر بولیں "تم ابھی تک یہاں بیٹھے ہو۔ جاؤ یہاں سے۔ میں سونا چاہتی ہوں۔"

میں بڑی فرماں برداری سے اُٹھ کر جانے لگا۔ اُنھوں نے کچھ کہنے کے لیے میرے بازو کو تھام لیا۔ "سنو۔۔۔"

اتنا کہتے ہی وہ بدن کے دماغ میں بات آئی "بازو تو ہاتھوں میں آ ہی گیا ہے۔ اب تو میں اسے ٹھانہ سے اکھاڑ سکتی ہوں۔"

یہ سوچتے ہی اُنھوں نے اپنی دانست میں پوری قوت صرف کی لیکن میری سوچ کے مطابق اُس کا دماغ اُس کے فولادی جسم کے خزانے سے اتنی ہی قوت خرچ کر رہا تھا جو میرے لیے قابلِ برداشت تھی۔ میرا ایک بازو اُن کے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں تھا۔ کسی اور کا بازو ہوتا تو ٹوٹ چکا ہوتا۔ وہ حیران و پریشان ہو کر میرا منہ تکنے لگی۔

میں نے انجان بن کر پوچھا "ہاں کیا سُنوں؟ تم کچھ کہتے کہتے رُک گئی ہو۔"

"آں۔ ہاں۔ وہ۔ میں کہہ رہی تھی کہ میرے سونے کا وقت ہو گیا ہے۔ تم بھی سو جاؤ۔ میں چلنے پھرنے کی آواز بھی پسند نہیں کروں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ڈرائنگ روم میں جا کر صوفے پر سو جاتا ہوں۔"

میں ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں غصے سے مٹھیاں بھینچ رہی تھیں کہ آخر وہ ان آہنی مٹھیوں سے میرے ایک بازو کو کیوں نہ بھینچ سکیں۔ وہ بھلا کر اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھیں سوچ رہی تھیں۔ "میں یہ میز اُٹھا کر اُس کے سر پر دے ماروں گی۔ ٹھیک ہے۔ میں اُسے ہاتھ لگا کر نقصان نہیں پہنچا سکتی مگر کوئی چیز پھینک کر تو مار سکتی ہوں۔"

میں نے اُن کی سوچ میں کہا "اب میں اُسے ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔ ایک قدم کے فاصلے سے کوئی بھاری چیز اُٹھا کر اُس کا منہ کچل دوں گی۔ کسی نہ کسی طرح اِس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گی۔ بس ذرا صبر سے کام لینا چاہیے۔ جب یہ سو جائے گا تب میں اپنی حسرت پوری کروں گی۔"

وہ غصے میں تلملنے لگیں۔ میں نے کہا "یہ ڈاکٹر فینی مجھے جاگتے دیکھ گا تو وہ بھی جاگتے رہے گا۔ مجھے بستر پر آنکھیں بند کر کے لیٹ جانا چاہیے۔"

وہ دونوں بستر پر آ کر لیٹ گئیں۔ پھر ایک ساتھ اُنھوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں سوچ کی تھپکیوں سے اُن کے ذہن کو تھپکنے لگا۔ وہ حسرت اور انتقام کی آگ میں جل رہی تھیں۔ اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے ایک بار میری پٹائی ضرور کرنا چاہتی تھیں۔ اسی جھنجھلاہٹ، بدمزاجی اور انتقامی جذبوں کی بھیڑ میں میں نے بڑی مشکلوں سے اُنھیں سُلا دیا۔ تاکہ اطمینان سے سوچ سکوں کہ سفر طے کر سکوں۔

اُس وقت نے مجھ سے دشمنی کی انتہا بھی کی تھی اور دوستی کی انتہا بھی کر چکی تھی۔ وہ میری سوچ پڑھ کر سمجھ گئی تھی کہ میں ملایا کے جنگل میں ہوں لیکن اُس نے اپنے ساتھیوں کو میرا پتہ ٹھکانہ نہیں بتایا تھا۔ میری حفاظت کی خاطر یادداشت گم ہونے کا بہانہ کر چکی تھی۔ یادداشت گم ہونے کا مطلب تھا کہ نیلی بیٹھی کی صلاحیتیں بھی گم ہو چکی ہیں۔

اُسے دیوی محض اِس لیے نہیں کہا جاتا تھا کہ وہ بھینس سے مندر کی ایک داسی رہی تھی اور دیوتاؤں کی امانت بھی سمجھی جاتی تھی نہیں سمجھ کا چندہ، مویشی مندر کا پرساد ہو۔ انسان چوری کرنے پر آئے تو مقدس امانت میں بھی خیانت کر بیٹھتا ہے۔ سِس ونتی کی تنظیم میں رگھویر اور سمپت لٹائے ایسے چوتھے، جو اِس ونتی کے حسن و شباب کو دیکھ کر للچاتے تھے۔ اُسے دیوی کہہ کر دیوتاؤں کی امانت سمجھ کر اُس کے آگے جھکتے تھے مگر خیانت کا راستہ ڈھونڈتے رہتے تھے۔ اُن کے دلوں میں دیوی کی نہیں اُس کی نیلی بیٹھی کی دہشت تھی۔ اِس لیے وہ بہت عرصہ تک مجبور اور بے بس رہے۔

پھر یہ انکشاف ہوا کہ دیوی اپنی یادداشت اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کھو چکی ہے تو ہوس کی دبی ہوئی چنگاری شعلہ بن گئی۔ پچھلی رات سمپت رائے، رس ونتی کے پاس آکر اپنے شوق کا اظہار کر چکا تھا۔ اس کے بعد پتہ چلا کہ رگھوویر بھی بڑے پیار سے اس کی تمنا کر چکا ہے۔ چونکہ اب یہ خوف نہیں تھا کہ دیوی ٹیلی پیتھی کا عذاب نازل کرے گی۔ اس لیے وہ بڑی دلیری سے اپنی ہوس کا اظہار کر رہے تھے۔

بہرحال جب ہیں رس ونتی کے دماغ میں پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ ایک طیارے کی آرام دہ سیٹ پر نیم دراز ہے۔ اس کی ساتھ والی سیٹ پر وید راج بیٹھا تھا اور پچھلی سیٹوں پر گھوویر اور سمپت رائے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب اپنے پروگرام کے مطابق بھارت واپس جا رہے تھے۔

وید راج کا خیال تھا کہ بھارت کے جن علاقوں اور مندروں میں رس ونتی کافی عرصے تک رہ چکی ہے، وہاں اسے دوبارہ لے جائیں گے تو شاید اسے پچھلی تمام باتیں یاد آجائیں گی۔ رگھوویر اور سمپت رائے کے من میں کچھ اور تھا۔ وہ رس ونتی کو دوبارہ مندروں میں پہنچانے سے پہلے اس کی جوانی کی بھینٹ لگنکا میں ہاتھ دھو لینا چاہتے تھے۔ فی الحال وہ بیماری کے بعد کمزور ہو گئی تھی۔ دو چار روز میں اچھی طرح چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گی۔ اس لیے وہ دونوں بھارت سے باہر رس ونتی کے ساتھ ایک ہفتہ گزارنا چاہتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے وید راج کو مشورہ دیا کہ پہلے تاہیتی جائیں گے۔

قاہرہ جانے کی دلیل یہ تھی کہ رس ونتی وہاں چھ ماہ گزار چکی تھی۔ مصر کا ایک ایک مندر اور وہاں کے عجائبات دیکھ کر رس ونتی کو بھولی ہوئی باتیں یاد آسکتی تھیں۔ وید راج نے ان کا یہ مشورہ تسلیم کر لیا تھا اور اب ان کی منزل قاہرہ تھی۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ رس ونتی کے سر سے بہت زیادہ خون بہہ چکا تھا، جسمانی نقاہت اور دماغ کی کمزوری کے باعث وہ بار بار سو جاتی تھی اس وقت بھی وہ سو گئی تھی۔ اس لیے میں سمپت رائے کی کھوپڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔

اگر رس ونتی جاگتی۔ تب بھی ان کی باتیں نہ سمجھ سکتی تھی، کیونکہ وہ دونوں انگریزی زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ اس جوانی کے خزانے پر وید راج سانپ بن کر پہرہ دے رہا ہے۔ اس سانپ کو ہم کچل بھی نہیں سکتے۔ اس بوڑھی دیوار کو پھلانگ کر ہی جانا ہوگا۔"

رگھوویر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ دیوار تو ہم بھی ایک دو سال کے لیے ہیں تم کہتے ہو کہ پہلا سانحہ بھگتا رہا ہے اور رگھوویر کو تو سب ہی جانتے ہیں کہ وہ کسی کا جھوٹا نہیں کھاتا۔"

"رگھو، اگر ان پر آجائیں تو میں بھی یہی دعویٰ کر سکتا ہوں کہ میں اپنا شکار آپ مار کر کھاتا ہوں۔ دوسرے شکاری کے کوٹے پر بندوق رکھ کر نہیں چلاتا لیکن میں پھر تمھیں سمجھاتا ہوں کہ ہمیں اپنی طاقت سے نہیں، عقل سے کام لینا ہوگا۔ ورنہ بابے آپس کے جھگڑے میں وہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"اچھا تو تم کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ رس ونتی جسے پسند کرے، وہی اس کا پہلا ساتھی دار ہے۔"

"سمپت رائے! میرا رنگ کالا ہے۔ تم گورے اور خوب صورت ہو۔ وہ تو تمھیں ہی پسند کرے گی تم مجھ سے زیادہ چالاک ہو۔ ہم دونوں کی کوشش جلدی ہے۔ جو پہلے کامیاب ہوگا۔ اسی کا پہلا نمبر۔۔۔"

"پہلے کامیاب ہونے کا مطلب کیا ہوا؟ کیا زبردستی اسے حاصل کرو گے؟"

"ہاں میں سالا ایسا کالا بھجنگ ہوں کہ کوئی لڑکی اپنی مرضی سے نہیں آتی۔ میں زبردستی حاصل کروں گا اور میں جانتا ہوں کہ دیوی تھالے پیار کے فریب میں نہیں آئے گی تو تم بھی یہی کرو گے۔"

"اچھا یہی سہی مگر ابھی وہ کمزور ہے۔ اسے بیماری سے سنبھلنے کیلئے چار دن کی مہلت دو۔ آج سے پانچویں رات ہم دونوں میں سے جو رس ونتی کے پاس پہلے پہنچے گا۔ وہی اسے اپنے ساتھ کہیں لے جائے گا۔ لو منظور ہے؟"

"منظور ہے۔" رگھوویر نے کہا۔ "آج سے پانچویں رات میری ہوگی۔"

سمپت رائے سوچ رہا تھا۔ "بیٹے! میں وہ پانچویں رات تھا۔ زندگی میں آنے ہی نہیں دوں گا۔"

رس ونتی بڑے آرام سے سو رہی تھی۔ میں نے اس کی نیند میں مداخلت نہیں کی۔ طیارے کی محدود فضا سے نکل کر کاٹج کے ماحول میں واپس آگیا۔ مجھے یقین تھا کہ رس ونتی اپنی حفاظت آپ کر لے گی بلکہ ان دونوں کو ننگی ناچ نچا دے گی۔ تاہم اس کا خیال رکھنا میرا فرض تھا۔ میرے اپنے تجربات تھے کہ میں ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود معاملات کا شکار ہو جاتا تھا۔ وہ بے چاری ہمارا درد کمزور دیکھ کر، خیال خوانی کے ہاتھوں کسی ناگہانی مصیبت میں گرفتار ہو سکتی تھی۔ فی الحال طیارے میں کوئی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اس لیے میں اسے نیند کی حالت میں چھوڑ کر آگیا۔

جنگل کی رات بڑی گہری اور خاموش تھی۔ میں نے میرپا کو معلوم کیا۔ وہ فوجیوں کے ایک خیمہ میں کھانے کے بعد آرام سے لیٹا ہوا تھا لیکن اس کا دل اپنے پاپا کی موت پر رو رہا تھا۔ ایک فوجی افسر اس کے بستر کے قریب کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مسافروں کی فہرست میں تمھارا اور ایڈگر وائلس کا نام موجود ہے۔ فہرست کے مطابق تم باپ بیٹی ہانگ کانگ جا رہے تھے لیکن تمھارا باپ ایڈگر جانتا تھا کہ طیارے کو اس جنگل میں اتار لیا جائے گا۔ طیارے کے سب ہی مسافروں نے تمھاری عدم موجودگی میں گواہی دی ہے کہ تم اپنے باپ کے جرم میں شریک نہیں تھیں۔ بلکہ وہ تمھیں مسافروں کے ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ بہرحال تم اپنے کسی رشتہ دار یا سرپرست کا پتہ بتاؤ۔ ہم تمھیں وہاں پہنچا دیں گے۔"

وہ خلا میں گھورتی ہوئی بولی۔ "پاپا کے سوا میرا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ اب وہ بھی نہ رہے۔ میری ایک ماں تھی۔ سات سال پہلے وہ لندن میں میرے سوتیلے باپ نے قتل کرا دیا۔ پھر اس کے آدمی یہیں بھی قتل کرنا چاہتے تھے۔ پاپا مجھے لے کر لندن آگئے۔"

"اپنے سوتیلے باپ کا نام بتاؤ؟"

میرپا نے نام بتایا۔ افسر نے چونک کر حیرانی سے پوچھا۔ "ڈاکٹر فینی بوگارڈ؟"

میرپا آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ "نہیں۔" وہ چیخ کر بولی۔ "وہ شیطان اس جنگل میں نہیں آسکتا۔ میں یہاں سے بھاگ جاؤں گی۔"

افسر نرمی سے کہا۔ "بے بی! آرام سے لیٹی رہو۔ ہماری ایک ٹیم ڈاکٹر فینی کے کاٹج کی طرف گئی ہے۔ صبح تک معلوم ہو جائے گا کہ وہ اپنے بھوبے کے ساتھ یہاں موجود ہے یا نہیں؟ ہم مقابلے ساتھ ہیں تو تمھیں بالکل نہیں ڈرنا چاہیے۔ پھر ہماری معلومات کا جہاں تک تعلق ہے۔ فینی بوگارڈ ایک معزز اور معروف ڈاکٹر ہے۔"

"کیا بھیڑیا انسان کے روپ میں نہیں رہتا ہے؟ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"احمق نہ بنو۔ تم یہاں سے نہیں جا سکو گی۔ اگر وہ بھیڑیا نما ہوا تو ہم اسے گولی مار دیں گے۔"

میں افسر کی باتیں سن کر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے یاد تھا کہ الماری کھول کر تلاش لی گئی تو پاسپورٹ کی جعلی مہریں ہاتھ لگ جائیں گی۔ میں بیڈ روم میں آگیا۔ وہ بدن بستر پر مزے سے سو رہی تھیں۔ یہ جو ہنوبیدہ حسن ہوتا ہے یہ اور زیادہ غضب ڈھاتا ہے۔ چور دکھائی دیتا ہے کہ سونے والا سو رہا ہے، چرا لو۔ جو چاہے چرا لو۔ جتنا چاہو لے کر چلے جاؤ۔

مگر مجھ جیسے چور کے پاس وقت نہیں تھا۔ فوج کی ایک گشتی پارٹی پتہ نہیں یہاں کب پہنچ جاتی۔ میں نے الماری کھول کر وہاں سے قابل اعتراض سامان نکالا۔ پھر انھیں غسل خانے میں پھینک کر چور دروازے کو بند کر دیا۔ اس کے بعد میں وہ بدن کے دلکش شاہکار نظریں چرا کر واپس لونگ روم میں آگیا۔ خواہ مخواہ ڈاکٹر فینی کے روپ میں بھیڑیا آنا چاہتا تو بیک اپ کے بگڑنے کا احتمال تھا۔ پھر جب آگ بجھانے کا موقع نہیں آتا۔

وڈانگ ڈم کے ایک صوفے پر بیٹھ کر میں نے ڈاکٹر فینی بوگارڈ سے ذہنی رابطہ قائم کیا۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "فینی بوگارڈ! تمھارا ہمزاد ہمل۔ کیا تم مجھے دیکھ رہے ہو؟"

دماغ کی اسکرین پر خواب روشن ہوا۔ وہ اپنے ہمزاد کو یا اپنے آپ کو دیکھ رہا تھا۔ "ہاں میں تمھیں دیکھ رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "میری بات سنو اور یقین کرو کہ تم گناہ گار نہیں ہو۔ بلیک میلر تمھیں فریب دے رہا ہے۔"

"نہیں۔ یہ فریب کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے میرپا کو پہچانا اور میرپا مجھے پہچان کر نفرت سے چیختی ہوئی بھاگ گئی۔"

"تم لوگوں نے ایک دوسرے کو پہچاننے میں غلطی کی۔ اس لڑکی کو بھی یہ سمجھایا گیا تھا کہ تم اس کے باپ ہو۔ بعد میں تم اپنی مطلقہ بیوی ڈائنا سے تصدیق کر سکتے تھے لیکن بلیک میلر نے ڈائنا کو قتل کر دیا تھا۔ اسی لیے بچی کو یہ سمجھایا گیا کہ وہ ایڈگر نامی ایک شخص کی ناجائز بیٹی ہے جو ڈائنا کے بطن سے پیدا ہوئی تھی اور تم اس کے سوتیلے باپ ہو۔ تم نے ڈائنا کو قتل کرایا ہے اور اب میرپا اور ایڈگر کو قتل کرنا چاہتے ہو۔"

"یہ کیا چکر ہے میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"نہیں سمجھو گے تو اپنی معصوم بیٹی کو کبھی نہ پا سکو گے۔ وہ ایسے حالات سے گزر رہی ہے کہ کسی وقت بھی دماغی مریضہ بن سکتی ہے۔ وہ سات برس سے تمھیں اپنا سوتیلا باپ اور قاتل سمجھ رہی ہے۔"

"اگر میری بیٹی زندہ ہے، معصوم ہے اور میں بے گناہ ہوں تو پھر اپنی جان دے کر بھی اپنی بیٹی کی غلط فہمی دور کروں گا۔"

"کیا مقابلے پاس ایسا کوئی ثبوت ہے کہ میرپا صرف تمھارا خون ہے؟"

وہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولا۔ "ہاں۔ ڈائنا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بیس برس پرانی ایک ڈائری ہے یعنی وہ اس سال کی ڈائری ہے جب ہماری شادی ہوئی تھی۔ ہم نے ہنی مون کے تین ماہ لندن اور پیرس میں گزارے۔ تیسرے ماہ ڈائنا کے ماں بننے کے آثار پیدا ہوئے۔ اس دوران ڈائنا کا کوئی پرانا فرینڈ کبھی اس سے نہیں ملا۔ کیونکہ ہم دونوں رات دن ساتھ رہتے تھے۔ دور افتادہ علاقوں میں اسی لیے ہنی مون منایا جاتا ہے کہ میاں بیوی کی خوب صورت تنہائیوں میں کوئی تیسرا مداخلت نہ کرے۔ جتنی کہ قریبی رشتہ دار بھی دور رہیں۔ بہرحال ہم تین ماہ کے بعد واشنگٹن آئے۔ لیڈی ڈاکٹر تصدیق کر چکی تھی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ ٹھیک نو ماہ کے بعد میرپا پیدا ہوئی۔ یہ تمام تفصیلات اس ڈائری میں موجود ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تو پھر اٹھو۔ اپنے اہم ذرائع سے پہلی فلائٹ میں سیٹ حاصل کر کے ملایا کے پے نانگ شہر میں پہنچو۔ وہ ڈائری اپنے ساتھ ضرور لانا۔ چلو اٹھو۔۔۔"

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ پہلے تو اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ وہ محض ایک خواب تھا۔ پھر میں نے اسے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کی سوچ سے معلوم کیا کہ وہ کس ذریعہ سے پہلی فلائٹ میں سیٹ حاصل کر سکتا ہے۔ میں نے اسی ذریعہ کو استعمال کرنے پر اسے مجبور کر دیا۔

وہ بے اختیار سفر کی تیاریاں کر رہا تھا اور اُسے یقین ہوتا جا رہا تھا کہ کوئی غیبی طاقت اُسے بے گناہ ثابت کرتا اور اُس کی اپنی بیٹی سے اُسے ملا جاسکتی ہے۔ ایک گھنٹہ بعد وہ ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ مجھے اطمینان ہوگیا کہ اب وہ سیدھا ہمارے پاس پہنچے گا۔

مجھے اُس فوجی ٹیم کا انتظار تھا۔ جو ڈاکٹر فینی بوگارڈ سے ملنے یہاں اس کالج میں آنے والی تھی۔ بہت دیر ہو چکی تھی۔ مگر اُس ٹیم کے لوگ ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔ میں نے پھر اُس فوجی افسر سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ جو میرا بڑا ہے باتیں کر تا رہا تھا۔ اب وہ افسر اپنے خیمہ میں تھا۔ اُس کی سوچ سے پتہ چلا کہ ہمارے پاس آنے والی فوجی جماعت راستے سے بھٹک گئی تھی۔ لہٰذا اس جماعت کے لوگ ناکام واپس آگئے ہیں۔ اب دن کی روشنی میں ڈاکٹر فینی بوگارڈ کے کالج کو ڈھونڈنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔

ان فوجیوں سے دوسرے دن تک کے لیے نجات مل گئی۔ میں سمیع کا سفر کرنے کرتے تھک گیا تھا۔ کبھی سونیا اور رومانہ کبھی عازم کبھی میرا اور ڈاکٹر فینی بوگارڈ، میری زندگی میں آنے والے کتنے ہی کردار تھے، جن کی طرف مجھے جھانکنا پڑتا تھا۔ میں نے سوچا ایسا کب تک چلے گا۔ اب تو بدن کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ فوجیوں سے بھی محتاط رہنا فضول تھا۔ میں فوجیوں کی نظروں میں مجرم نہیں تھا۔ ملیلا کے تمام مسافروں کے بیانات کے پیشِ نظر فوجی افسران میری قدر کرتے تھے۔ بیقدر دانی اُس وقت میرے لیے مصیبت بن جاتی۔ جب وہ مجھے مل کر میری تصویریں اتارتے اور انھیں اخبارات میں شائع کراتے۔ اُن تصویروں کے نیچے عازم کا نام ہوتا۔ کیونکہ میں عازم کے پاسپورٹ پر یہاں پہنچا تھا لیکن سپرماسٹر کی تنظیم کا ہر فرد تشدد میں مبتلا ہو جاتا کہ اہلِ فرہاد وہ ہے جسے نجات بنایا گیا ہے یا وہ ہے جو ملایا کے جنگل میں حسبِ معمول خطرناک مجرموں کے بارہ بجا تا رہا ہے۔

میں نے سپرماسٹر کو بھی خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے یہاں فوجیوں سے کترانا لازمی تھا۔ اس خیال سے میں نے اُس فوجی افسر سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ اپنے خیمہ میں سو رہا تھا۔ میں نے اُس کے خوابیدہ دماغ کو ٹٹولنس میں لے کر پوچھا "عازم کا پاسپورٹ کہاں ہے؟"

اُس نے جواب دیا "پتہ نہیں۔ ہم نے طیارے کے بچے کھچے سامان کی تلاشی لی تھی۔ عازم کا سامان اور اُس کا پاسپورٹ نہیں ملا۔"

میں نے سوال کیا "عازم اِس جنگل میں کہیں گم ہو گیا ہے۔ اُس کی تصویر کے بغیر اُسے کیسے پہچانو گے یا تلاش کرو گے؟"

وہ بولا "عازم کی بیوی شبانہ نے یہاں سے رخصت ہوتے وقت وعدہ کیا ہے کہ افترہ پہنچتے ہی عازم کی ایک تصویر یہاں بھیج دے گی۔"

میں نے اُس فوجی افسر سے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ بار بار ہر ایک کے دماغ تک پھیلا نگیں لگاتا رہوں مگر حالات نے مجھے اس جانے پر مجبور کر دیا۔ اس وقت وہ ایک طیارے میں بیٹھی افترہ کی طرف جا رہی تھی۔ افترہ پہنچنے کے بعد ہی وہ عازم کی تصویر اور پاسپورٹ دے سکتی تھی۔ میں نے معلوم کیا کہ وہ دوسرے دن آٹھ بجے اپنے وطن پہنچے گی۔ میں اُسی وقت اُس کے دماغ کو کنٹرول میں لے کر عازم کی تصویر اور پاسپورٹ ضائع کر سکتا تھا۔ میں شبانہ کے دماغ کو چھیڑے بغیر واپس آگیا۔

اب عازم دس گھنٹے بعد سونیا کے پاس پہنچا یا جانے والا تھا۔ تقریباً چار گھنٹے گزر چکے تھے۔ میں نے سونیا اور رومانہ کی خبر لی۔ وہ جہاز اُن دونوں کی ملکیت بنا ہوا تھا۔ دونوں نے احتیاطاً اپنے سر اور آرام کرنے کا وقت بانٹ لیا تھا۔ جب میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو اُس کے آرام کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ وہ اپنے سیل ڈائننگ ہال کی طرف جا رہی تھی۔ کاریڈور میں رومانہ مل گئی۔ رومانہ نے کہا "ہیلو سونیا! میں تمھارے پاس آ رہی تھی۔ تمھارے لیے سپرماسٹر کا خط اور ایک موٹر بوٹ آئی ہے۔"

سونیا نے اُس کے ہاتھ سے خط لے کر پڑھا۔ سپرماسٹر نے خط میں کیا لکھا تھا "سونیا! تمھیں حکم دیا جاتا ہے کہ موٹر بوٹ کے ذریعہ اسکندریہ پہنچو۔ حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو فرہاد کو نقصان پہنچے گا۔ ایس۔ ایم۔۔۔"

سونیا نے خط کو مٹھی میں بھینچ کر سپرماسٹر کو گالی دی۔ پھر رومانہ کے ساتھ چلتی ہوئی ریلنگ کے پاس آئی۔ کھلے سمندر میں ایک جہاز کے ساتھ رسّی سے بندھی ہوئی تھی۔ رومانہ نے کہا "سپرماسٹر صرف تمھیں بلایا ہے لیکن میں بھی جاؤں گی۔"

سونیا نے کہا "ہاں ہمیں جانا ہی ہوگا۔ ہماری بہت سی سپرماسٹر کے ہاتھ آگئی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ سپرماسٹر اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ اسکندریہ فرہاد کی واپسی ہوگی۔"

وہ گہرے صدمے سے ایک آہ بھر کر بولی "پتہ نہیں کیا ہوگی؟ وہ فرہاد کیسا ہوگا؟"

رومانہ نے کہا "میرا دل ڈوب رہا تھا۔ فرہاد بخریت ہے۔ بخریت سے ہوتا تو ہم سے دماغی رابطہ ضرور قائم کرتا۔"

"یہی میں بھی سوچ رہی ہوں۔ اُسے ناکارہ بنا کر ہمارے حوالے کیا جائے گا۔ پھر وہ دانت پیس کر بولی "میں ڈوراگون کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ وہ بھی ہمارے ساتھ یہاں سے جائے گا۔"

رومانہ نے اپنے ایک باڈی گارڈ سے کہا "ڈوراگون کو میرے باڈی گارڈ لے جائیں۔ موٹر بوٹ پر آنے والے ایک شخص کو ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ اب یہاں سے چلنا چاہیے۔"

سونیا نے کہا "ابھی ٹھیرو میرے ساتھ رومانہ اور ڈوراگون جائیں گے۔"

"مادام! موٹر بوٹ میں اتنے لوگوں کی گنجائش نہیں ہے میرے تھ دو آدمی اور ہیں۔"

"تمھارے آدمی اسی جہاز میں رہیں گے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔"

"تو پھر میں بھی نہیں جاؤں گی۔"

"کیا آپ نے سپرماسٹر کا خط نہیں پڑھا ہے؟ فرہاد کو زبردست نقصان پہنچے گا۔"

"جو نقصان پہنچانا تھا۔ وہ پہنچ چکا ہوگا۔ تمھارے سپرماسٹر کی دھمکی دل ہے۔"

وہ شخص سوچ میں پڑ گیا۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ سونیا کو ہر حال اسکندریہ پہنچانا ہے۔ اُس نے ہار مان کر کہا "اچھی بات ہے میرے ہیں رہیں گے۔ تم اپنے لوگوں کے ساتھ چلو۔"

اتنے میں چار مسلح جوان ڈوراگون کو لے کر آگئے۔ سونیا نے کہا۔ نہ پہلے تم نیچے جاؤ۔ اُس کے بعد ڈوراگون جائے گا۔ آخیر میں... آؤں گی۔"

رسّیوں کی سیڑھی سے پہلے وہ شخص نیچے موٹر بوٹ میں گیا۔ پھر جانے لگی۔ ڈوراگون نے پریشان ہو کر پوچھا "مجھے کہاں لے جا رہی ہو؟"

"چپ چاپ چلو، تمھارے اعمال کا حساب ہوگا۔"

"اگر میں جانے سے انکار کر دوں تو؟"

"تو میں تمھارا کام تمام کر دوں گی۔"

وہ اپنے بچاؤ کے لیے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ چاروں طرف مسلح جوان تھے۔ ایک مسلح جوان نے کہا "ڈوراگون! ہم سے تم نے غداری کی اور ساتھ دیا ہے۔ اگر تم زندہ رہو گے تو ہمیں زندہ نہیں چھوڑو گے۔ کرایا اپنا انجام مادام کے ہاتھوں میں لے دو۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر سیڑھی کے ذریعہ نیچے جانے لگا۔ نوجوان نے آہستگی سے کہا "مادام! ہم نے آپ سے جو وفاداری کا ہے اُس کا یہی صلہ چاہتے ہیں کہ یہ ڈوراگون واپس نہ آئے۔"

"فکر نہ کرو۔ یہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔"

سونیا نے تسلی دی۔ اُس کے ساتھ ہی نیچے شور سنائی دیا۔ سونیا نے دیکھا، موٹر بوٹ میں ڈوراگون ایک وحشی کی طرح رومانہ پر حملہ آور تھا۔ فوراً ہی رومانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بڑی حاضر دماغ تھی۔ ڈوراگون کے حملوں سے بچ رہی تھی۔ موٹر بوٹ میں اتنی گنجائش کہ وہ جنگی سٹک کا مظاہرہ کر سکتی۔ دو مسلح شخص چیخ رہا تھا "مسٹر ڈوراگون نے پلٹ کر اُسے ایک ہاتھ رسید کیا۔ پھر چیخ کر بولا۔ سب کو اُلٹا دوں گا۔ سونیا جیسی چڑیل کے ہاتھوں ایک بزدل میں مروں گا۔"

اُوپر سے سونیا نے ایک فائر کیا۔ گولی ڈوراگون کی ٹانگ میں لگی۔ وہ لڑکھڑایا۔ دوسری طرف سے رومانہ نے اُسے ایک لات ماری۔ وہ اُلٹ کر موٹر بوٹ سے باہر چلا گیا۔ گہرے سمندر کی سطح پر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ وہ موٹر بوٹ کا سہارا لینا چاہتا تھا۔ رومانہ نے اُسے سہارا لینے کا موقع نہیں دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیختا ہوا رسّیوں کی سیڑھی کی طرف گیا۔ سونیا اُتر کر وہاں تک آگئی تھی۔ اُس نے سیڑھی سے لٹکتے ہوئے اُس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ زخمی درندے کی طرح ڈکراتا ہوا فرہاد کا واسطہ دینے لگا "مجھے بچالو تمھیں فرہاد کا واسطہ ہے میری ٹانگ کا زخم مجھے مار ڈالے گا۔"

رومانہ بولی "سمندر کا نمکین پانی تمھارے زخم کو دھو رہا ہے۔ اسے زخم پر نمک چھڑکنا کہتے ہیں تم فرہاد کو دشمنوں کے حوالے کر کے اسی طرح ہمارے زخموں پر نمک چھڑک رہے تھے۔"

سونیا موٹر بوٹ میں آکر بولی "ڈوراگون اپنے آخری لمحات میں دیکھو اور سمجھو کہ موت کیسی اذیت ناک ہوتی ہے ہم جا رہے ہیں۔"

موٹر بوٹ اسٹارٹ ہو گئی۔ اس وقت تک ڈوراگون نے موٹر بوٹ کے کنارے کو تھام لیا تھا۔ بوٹ تیزی سے آگے بڑھی تو وہ بھی بوٹ کے ساتھ بہتا چلا گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں کی پوری قوت صرف کرتے ہوئے کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح بوٹ پر سوار ہو جائے لیکن سمندر کا نمکین پانی اُس کے زخم میں آگ لگا رہا تھا۔ بوٹ کی تیز رفتاری اس کی کوشش کو ناکام بنا رہی تھی۔ سونیا اور رومانہ بڑی سنگ دلی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھیں۔ پھر بوٹ کو ڈرائیو کرنے والے نے اچانک ہی اسٹیئرنگ کو ایک طرف موڑا تو ڈوراگون کی آخری چیخ سنائی دی۔ وہ بوٹ سے بچھڑ گیا تھا۔ گہرے سمندر میں ہاتھ پاؤں مارتا ہوا کبھی ڈوب رہا تھا۔ کبھی اُبھر رہا تھا۔ بحری جہاز بھی اتنی دور تھا کہ وہاں تک تیرتا ہوا نہیں جا سکتا تھا۔ اُس کے مقدر میں ڈوبنا تھا۔ آخر وہ ڈوب گیا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ وہ دونوں سمندر کی کھلی فضا میں سانسیں لیتی رہیں۔ پھر سونیا نے پوچھا "ہم اسکندریہ کب تک پہنچیں گے؟"

ڈرائیو کرنے والے نے جواب دیا "تقریباً پانچ گھنٹے کے بعد۔۔۔"

وہ دونوں اطمینان سے پچھلی سیٹ پر بیٹھی رہیں۔ مجھے بھی پانچ گھنٹے کے لیے اطمینان ہو گیا۔ میرے حساب سے وہ دونوں صبح سات بجے اسکندریہ پہنچنے والی تھیں۔ میں نے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ اب میں تھک گیا تھا۔ تھوڑی سی نیند کی ضرورت تھی۔ میں نے اپنے دماغ کی "ٹائم" میں چار گھنٹے کی نیند کا وقت مقرر کیا۔ اُس کے بعد سو گیا۔

میرا دماغ میرا محافظ۔ میرا باڈی گارڈ ہے۔ میں سوتا ہوں۔ تب بھی وہ جاگتا رہتا ہے۔ اگر کوئی میرے کمرے میں داخل ہو تو مجھے چونکا دیتا ہے۔ مجھے چار گھنٹے بعد بیدار ہونا تھا لیکن پندرہ منٹ پہلے ہی آنکھ

کھل گئی۔ دوبدن میرے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ میں نے اُسے سُلایا تھا لیکن اُس کے جاگنے کا وقت مقرر نہیں کیا تھا۔ اس لیے وہ اپنے طور پر بیدار ہوگئی تھی۔

میں یہ نہ لینا ہوا تھا۔ جب میری آنکھ اچانک کھلی تو وہ مجھے نہیں دیکھ رہی تھیں۔ ٹیبل کے ایک گل دان کو اٹھا رہی تھیں۔ میں نے فوراً ہی آنکھیں بند کرلیں۔ اُن کے دماغ میں بس ایک ہی خواہش تھی کہ کسی طرح وہ مجھ پر حملہ آور ہوجائے۔ کسی طرح اُس کا ایک حملہ مجھ پر کامیاب ہوجائے۔ بچپن سے اب تک اُس نے کسی کی برتری تسلیم نہیں کی تھی۔ مجھے بھی اپنے سے کم تر بنانے کے لیے وہ گل دان سے حملہ کرنے میری طرف بڑھ گئی۔

اُس لمحے اُس کی زندگی کی پہلی اور آخری خواہش یہی تھی کہ وہ حملہ کامیاب ہوجائے۔ میں زخمی ہوکر تڑپتے ہوئے اُس سے رحم کی بھیک مانگوں۔ اُس کے آگے گڑگڑانے والے اُسے اچھے لگتے تھے۔ وہ چار قدموں سے چلتی ہوئی میرے سر پر پہنچ گئی۔ اُس کے چاروں ہاتھ اوپر کو اُٹھے لیکن گل دان صرف دو ہاتھوں میں تھا۔ باقی دو ہاتھ عادتاً اُٹھ گئے تھے۔ میں نے اُن کی سوچ میں کہا: "یہ کیا حماقت ہے؟ میرے دو ہاتھ خالی ہیں۔ ان سے بھی کام لینا چاہیے۔ ہاں۔ یہ ہاتھ اب گل دان سے پھول نکال رہے ہیں۔"

وہ میری سوچ کے مطابق گل دان سے پھول نکالتی ہوئی عین مجھ کے قریب دوزانو ہوگئیں۔ اُن کی اپنی سوچیں فنا ہوگئی تھیں کیونکہ میں اُن کے دماغ میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ میری سوچ کے احکامات پر عمل کر رہی تھیں۔ گل دان سے پھول نکال کر میرے سر پر لے جا رہی تھیں۔ جب گل دان کے پھول ختم ہوگئے تو اُس نے پھول جیسے ایک چھرے کو میرے سینے کی دھڑکنوں پر گھونپ دیا۔ دوسرا پھول جیسا چھرا میرے چہرے پر آکر ٹھہر گیا۔

اب اُن کے دماغ میں اس بات کی تکرار نہیں تھی کہ وہ اُدھی میرے چہرے پر ہیں اور انھیں آدھا پیارا مل رہا ہے۔ یہ تشنگی اور یہ ضد اس لیے نہیں تھی کہ وہ اپنے دماغ سے نہیں سوچ رہی تھیں میری سوچ اُن کے دماغ سے بول رہی تھی کہ وہ ایک ہے۔ مکمل ہے اور اُس ایک کو مرد کا مکمل پیار مل رہا ہے۔

پھر میری ہدایات کے مطابق اُس کا چھرا میرے چہرے پر سے سرکتا ہوا سر کے بالوں تک پہنچ گیا۔ دوسرا چھرا سینے کی دھڑکنوں پر سے اُٹھ کر میرے چہرے پر آگیا۔ اُس وقت بھی یہی سوچ اور یہی جذبے تھے کہ وہ ایک ہے۔ اُس کے دو حصے نہیں ہیں۔ پیار لمحہ لمحہ قسطوں میں نہیں بلکہ ٹھہر ٹھہر کر مل رہا ہے اور پیار اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر سوچی سوچ کر اور سمجھ سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

یہ دوبدن کی زندگی کا پہلا پیار تھا۔ ابتدا میں میں انھیں اسی طرح ہینڈل کرسکتا تھا۔ اسی طرح وہ رفتہ رفتہ فالو میں آسکتی تھیں لیکن تقدیر کو ابھی ہمارا میل ملاپ پسند نہیں تھا۔ اچانک میں کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی۔ دوسرے ہی لمحہ کسی نے اُوپر سے مجھ پر آگ لگائی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

لاحول ولا قوۃ! ایک بلی ہمارے اُوپر سے گزرتی ہوئی چھت کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ گہری رات کے سناٹے میں دوبدن کو چُرایا جا رہا ہو تو ہلکی سی آواز بھی چور کے لیے دھماکا ہے۔ اسی لیے میں ہڑبڑا گیا تھا۔ اچانک اٹھنے کے باعث دوبدن کے سروں سے ٹکرایا۔ ان دونوں نے بوکھلاہٹ میں سہارا لیا۔ اُن کے دو ہاتھ صوفے پر گئے۔ باقی دو ہاتھوں نے مجھے تھام لیا۔ سہارے کے لیے تھامنے کا عمل یہی ہوتا ہے کہ کسی مٹھیوں میں بھینچ لیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی ایک مٹھی میرے کچھ بال آگئے۔ ناخن لانبے اور نوکیلے تھے۔ چہرے کے مانس حصہ ناخنوں سے اُبھر کر اُدھڑ گیا۔

بڑی عجیب سچوئشن تھی۔ میرے چہرے کی دلوا اُدھڑ گیا تھا۔ کبھی وہ میرے چہرے کو کبھی اپنے ناخنو فرش پر پڑے ہوئے گل دان کو دیکھ رہی تھیں اور سوچ ر یہ سب کیا ہے؟ ہیں۔ میں نے گل دان اُٹھا کر اُس کے آئی تھی لیکن آپ ہی آپ آرام سے دونانوں ہوکر ا سنوار رہی تھی۔ پھر ہیں۔ میں جیسے اس پر مر گئی۔ آپ ہی آ کے حوالے کردیا۔ مائی گاڈ! یہ کون ہے؟ اس کا پیار آدھ خود ہی میرا ذہن تسلیم کر رہا تھا کہ میرے وجود کو مکمل پیا کون ہے یہ؟

وہ حیرانی سے بولیں: "کون ہو تم؟"

ماسک ایک طرف سے ضائع ہوچکا تھا۔ میں کے میک اپ کو بحال نہیں کرسکتا تھا۔ اس لیے ماسک جواب دیا: "ڈیل اسٹون...."

میرا نام سنتے ہی وہ اچھل کر کھڑی ہوگئیں۔ پھر حیر زبان ہوکر بولیں: "ڈیل اسٹون؟ تم وہی ہو جس نے مائ ہمارے آدمیوں کو ہلاک کیا تھا؟"

"ہاں میں وہی ہوں۔"

"تم نے دعویٰ کیا تھا کہ مجھے پہلے سے جانتے ہو دنیا کے کسی شخص نے مجھے نہیں دیکھا۔ بتاؤ کیسے جانتے ہ

"یہ تمھاری خوش فہمی ہے کہ تمھیں کسی نے نہیں ایک رات تین بجے کے بعد تمھیں جنگل میں چہل قدمی پھر میں نے تمھارا پیچھا کیا۔ تم ایک دلدل کے راستے ز جاکر گم ہوگئی تھیں۔"

وہ قدرے پریشانی سے بولیں: "اوہ تم نے وہ خفیہ لیا ہے۔"

"میں نے تو بہت کچھ دیکھ لیا ہے۔ اسی لیے تو اس کانچ میں لڑ آرہا ہوں۔"

انھیں یاد آگیا کہ میں اس کانچ کے چوڑے دروازے کو بھی دیکھ چکا ہوں بلکہ عمر سعید، ایڈی اور ڈاکٹر موڑائل وغیرہ سے بھی واقف تھا اور خود ڈاکٹر فینی برگارڈ کے میک اپ میں اُن سب کا محسن بنا رہا تھا۔

وہ زبانوں نے بیک وقت کہا: "لیں لگتا ہے تم یہاں کے ایک ایک راز سے واقف ہو۔ آخر تم کون ہو؟"

"میں خدائی فوجدار ہوں۔ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑاتا ہوں۔ جب طیارہ یہاں لایا گیا تو میں نے ہی سب سے پہلے فائرنگ کرکے تمھارے آدمیوں کو بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔ اُس کے بعد میں جنگل میں بھٹکتا رہا۔ تمھارے ایک ایک آدمی کو شکار کرتے ہوئے اُن سے یہاں کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا۔"

"تم اس کانچ میں کیسے پہنچ گئے؟"

"میں طیارے کے مسافروں کے ساتھ واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ فوجیوں سے بچنے کے لیے اِدھر آگیا۔ کانچ کے دروازے مقفل تھے۔ میں چھپنے کے لیے جہت پر چلا گیا۔ وہاں مجھے کانچ کی چابیاں مل گئیں۔ یہاں تمھارے ریڈیو کی املاری کھولی تو ڈاکٹر فینی برگارڈ کا ماسک اور پاسپورٹ وغیرہ حاصل ہوگیا۔ میک اپ کے دوران جب ڈاکٹر موڑائل چوڑا راستے سے کانچ میں آیا تو میں نے اُس کی اچھی طرح مرمت کی۔ اسے ایسی چیزیں پہنچائیں کہ اُس نے مجبور ہوکر تہہ خانہ کا ایک ایک راز اگل دیا۔ تمام افراد کے نام اور کام بتا دیے۔ اپنے بلیک میلر باس اور ڈاکٹر فینی برگارڈ کے متعلق تفصیلات بیان کیں۔ اُس کے بعد میں نے اسے ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔"

اتنا کہنے کے بعد میں دوبدن کے دماغ میں پہنچ کر اطمینان سے ریسٹ لگانے لگا۔ وہ دونوں سوچ رہی تھیں: "یہ شخص جتنا خوبرو ہے اتنا ہی خطرناک بھی ہے۔ اب تک میرے سامنے بزدل بنا رہا۔ مجھے اُس کا تھاہ لگانے کی حسرت ہی...."

وہ سوچتے سوچتے چونک کر بولیں: "تم بے حد پُراسرار ہو۔ مجھے امید ہے کہ میں تم پر عمل کیوں نہیں کرسکتی؟"

میں نے انجان بن کر پوچھا: "حملہ؟ کیا تم مجھے نقصان پہنچانا چاہتی ہو؟"

"چاہتی تھی مگر کامیاب ہوسکی۔ سچ سچ بتاؤ۔ کیا تم کوئی پُراسرار طاقت جانتے ہو؟"

"کیسا عمل؟ کیسا حملہ؟ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"کیا میں عمل کرکے تمھیں دکھاؤں؟"

میں نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا: "ہاں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کامیاب ہوتی ہو یا واقعی میں کوئی پُراسرار آدمی ہوں۔ مگر دیکھو مجھ پر کسی سے حملہ کرنا۔ میں نے اپنی اور عمر سعید کو تمھارے ہاتھوں مرتے دیکھا ہے۔"

وہ دونوں تن کر کھڑی ہوگئیں۔ چند لمحوں تک مجھے گھورتی رہیں۔ اب اُن کی حسرت پوری ہونے والی تھی۔ جب انھوں نے سوچا کہ چاروں ہاتھوں سے بھرپور حملے کریں گی تو میں اُس کے دماغ میں جا کر بیٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحہ اُن کے چاروں ہاتھوں میں بجلی کی سی تیزی پیدا ہوئی۔ تیزی تو بدستور قائم رہی لیکن میری سوچ نے اُن کے ہاتھوں کے وزن میں کمی کردی تھی۔ یکے بعد دیگرے وہ چاروں ہاتھ کبھی میرے منہ پر، کبھی گردن پر، کبھی سینے پر اور کبھی سر پر پڑے۔ میں لڑکھڑاتا ہوا چیختا ہوا فرش پر گر پڑا۔ پھر اپنی بھلائی کے مدِنظر فوراً ہی بیہوش ہوگیا۔

اُن کی سوچ تیار ہی تھی کہ وہ دونوں اپنی کامیابی پر بہت خوش ہیں۔ مجھے فرش پر بے حس و حرکت دیکھ کر وہ چند لمحوں کے لیے رُک گئیں۔ میرے اُٹھنے کا انتظار کیا۔ پھر بولیں: "اب تو میرے ہاتھ چل پڑے ہیں۔ میں تمھارے جیسے خطرناک آدمی کو اپاہج بنا کر چھوڑ دوں گی۔"

میں نے اُن کی سوچ میں کہا: "نہیں۔ یہ خوبرو جوان ہے۔ یہ ثابت کرچکا ہے کہ میرا محبوب بن سکتا ہے۔ لاک فیلو جیسا درندہ مجھ سے ہار گیا۔ اگر میں نے اُسے اپاہج بنا دیا تو پھر ایسا حسین ساتھی کہاں ملے گا؟"

وہ سوچ میں پڑ گئیں۔ اُن کے دماغ نے سمجھایا کہ مجھے صحیح سلامت رکھنا چاہیے لیکن میری پٹائی کرنے کی حسرت پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے اب وہ محض اپنی حسرت پوری کرنے کے لیے مجھے ٹھوکریں مارنے لگیں۔ دو ٹھوکروں کے بعد ہی پتہ چل گیا کہ وہ پھر ناکام ہو رہی ہیں۔ کیونکہ اُن کی ایک ٹھوکر کو میں نے صوفے کے پائے تک پہنچایا تھا اور دوسری ٹھوکر سے فرش پر پڑے ہوئے گل دان کو اُڑا دیا تھا۔

وہ پھر مجھے حیرانی سے دیکھتے ہوئے سوچنے لگیں: "کیا بات ہے۔ جب یہ بیہوش ہوتا ہے۔ یا سوتا ہے۔ یا آنکھیں بند کرتا ہے تو میں دشمن بن کر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ آخر یہ کیا بھید ہے؟ مجھے پھر کوشش کرنا چاہیے۔"

اس بار انھوں نے ٹھوکر مارنے کے لیے میرے سر کا نشانہ لیا۔ بیک وقت دو لاتیں چلیں اور دونوں ہی میرے سر کے اُوپر سے گزر گئیں۔ تعمید حیرانی کے باعث اُن کے دیدے پھیل گئے۔ یہ تو پاگل کردینے والی بات تھی کہ میرا پہاڑ جیسا جسم سامنے پڑا تھا اور وہ مجھے چھو بھی نہیں سکتی تھی۔ جبکہ ایک اندھا بھی مجھے ٹٹول سکتا تھا۔

وہ فرش پر بیٹھ گئیں۔ انھوں نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر دل کی دھڑکنوں کو محسوس کیا۔ میں نے اُس کی سوچ میں سمجھایا کہ میرے دل کی دھڑکنیں اعتدال پر نہیں ہیں۔ میں واقعی بیہوش پڑا ہوں۔ تب وہ سوچنے لگیں: "یہ پُراسرار علم نہیں جانتا ہے۔ اگر جانتا تو بیہوشی کی حالت میں وہ علم قابلِ عمل نہ ہوتا۔ یہ یقیناً میری طرح کوئی مجبوبہ ہے مگر خود نہیں جانتا کہ آنکھیں بند کرنے کے بعد اُس پاس کے خطرات سے محفوظ رہتا

ہے۔ کوئی اسے چھو بھی نہیں سکتا۔"

اُنھوں نے جھجکتے ہوئے اپنا ایک ہاتھ بڑھا کر مجھے چھو لیا۔ وہ عجیب کش مکش میں تھیں۔ انھیں میرا پیار یاد آ رہا تھا اور میری برتری انھیں پریشان کر رہی تھی۔ پھر اُن کے دماغ نے انھیں سمجھایا کہ میری آنکھیں کھلی رہنے پر مجھ پر اُن کا حملہ کامیاب ہوتا ہے۔ یہ اُن کی برتری ہے کہ انھوں نے دوچار ہاتھ جھاڑ کر مجھے فرش پر سُلا دیا۔ آیندہ بھی وہ میری آنکھیں کھلی رہنے کے دوران مجھ پر حاوی رہیں گی اور آنکھیں بند ہونے کے بعد مجھے ہاتھ نہیں لگائیں گی اور نہ ہی مجھے یہ راز بتائیں گی کہ میں سونے کے بعد کیسا پُراسرار بن جاتا ہوں۔

اُن کی سوچ نے آخری فیصلہ سنایا: "یہ میرا ہمیں ساتھی بنے گا لیکن میرا تابعدار اور فرماں بردار رہے گا۔" اس نے درست کہا تھا کہ میرے پاس عقل نہیں طاقت ہے اور اس کے پاس طاقت نہیں عقل ہے۔ یہ عقل استعمال کرے گا تو میں اپنی طاقت سے اسے زیر کروں گی۔ اب اسے ہوش میں لانا چاہیے۔"

میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ مجھے ہوش میں لائے کیونکہ اب سُونیا اور رُومانہ کے پاس پہنچنے کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے اُن کی سوچ میں کہا: "نہیں میں اسے ہوش میں لاؤں گی تو اُس کی ذات سے میری دلچسپی ظاہر ہو گی۔ یہ سر چڑھ جائے گا۔ بہتر ہے کہ اسے خود ہی ہوش میں آنے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔"

وہ فطرتاً سُست مال تھی۔ اس لیے مجھے فرش پر چھوڑ کر اُٹھ گئیں۔ دھاں سے اپنے بیڈ روم میں جا کر لیٹ گئیں۔ صبح ہو رہی تھی۔ اُنھیں سونا نہیں چاہیے تھا۔ لیکن میں نے اُنہیں آہستہ آہستہ اُن کے ذہن کو تھپک کر سُلا دیا۔ اُن کے دماغ کو سمجھا دیا کہ میں اسے دوبارہ بیدار کروں گا۔ یا وہ چار گھنٹے کے بعد خود ہی بیدار ہو گی۔

جب وہ نیند میں ڈوب گئیں تو میں فرش سے اُٹھ کر صوفہ پر آیا۔ پھر وہاں آرام سے بیٹھ کر سُونیا اور رُومانہ کی خبر لی۔ وہ دونوں بخیریت اسکندریہ کے بلیک پورٹ میں پہنچ گئی تھیں اور اب ایک ویگن کار میں بیٹھ کر شہر کی طرف جا رہی تھیں۔ ہوٹل المامنیہ میں اُن کے ٹھہرنے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ ویگن کار کے ذریعہ آدھے گھنٹے کا سفر تھا۔ میں نے سوچا آدھے گھنٹہ تک اُن کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اتنی دیر میں مجھے رس ونتی کی خبر لینا چاہیے۔

جو ایک بار میرا ساتھ دیتا ہے میں تمام عمر اُس کے کام آتا ہوں۔ رس ونتی نے ایک احسان کیا تھا۔ میری حفاظت کی خاطر اپنے ہی لوگوں کو دھوکہ دے رہی تھی۔ اس وقت میں نے اُس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو ایک قدم سے سنبھل کر بیٹھنا پڑا۔ اُس کے دماغ میں ہوش مندانہ سوچیں نہیں تھیں یعنی دماغ بیہوشی کی حالت میں چُپ تھا۔

یقیناً وہ خطرے میں تھی۔ میں نے فوراً ہی سمپت رائے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ ایک کار میں سفر کر رہا تھا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ رس ونتی اُس کے پاس پچھلی سیٹ پر بیہوشی کی حالت میں پڑی ہے اور رس ونتی کے دوسری طرف رگھو ویر بیٹھا ہے۔ وہ صرف ٹیکسی ڈرائیور ہے۔

وہ دو شیطانوں کے درمیان اپنے آپ سے بے خبر تھی۔ بیہوشی کے ذریعہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتی تھی۔ سوال یہ ہے کہ دشمن کو پڑھنے کے باوجود اُس نے بیہوشی کی دوا کیسے پی لی تھی؟ یہ سوال سمپت رائے اور رگھو ویر کی سوچ میں پوچھا۔ اُس کی سوچ نے کہا: "یہ میرا لایا ہوا ہے۔ ہم میں سے کسی نے اسے بیہوشی کی دوا نہیں پلائی۔ تو تقدیر ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ کبھی اس تندرستی کی طبیعت نے کبھی یہ بے حد کمزور ہو جاتی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہ اچانک بیہوش ہو گئی تھی۔ سمپت رائے نے مشورہ دیا کہ اسے اغوا کر لو موقع ہے۔"

میں نے سمپت رائے کی سوچ میں پوچھا: "کیا دیدار پچھار کرے گا؟"

اُس کی سوچ نے کہا: "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ دیدار (بھتم) ہیں پہنچ چکا ہے۔ جب میں یہ ٹیکسی لے کر کانچ میں وا رگھو ویر اُس بوڑھے وید راج کا کام تمام کر چکا تھا۔"

میں نے اُس کی سوچ میں پوچھا: "اب کیا ہو گا؟ رس پہلے کسے ملے گی؟ مجھے یا رگھو ویر کو؟"

سمپت رائے زیرِ لب مسکراتے ہوئے سوچنے لگا: "ہ سے ہار مان لی ہے۔ اُسے کہہ دیا ہے کہ پہلے وہی رس ونتی کر لیکن جب رس ونتی سے کھیلنے کا سمے آئے گا تو میں اچانک بدمعاش کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

میں سوچنے لگا کہ کس طرح رس ونتی کی حفاظت کی میں اپنی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کروں؟ سمپت رائے اور رگھو میں لڑا دینا بڑی بات نہیں تھی۔ اُن میں سے کوئی ایک مارا جاتا۔ دوسرے کو میں ٹھکانے لگا دیتا۔ میرے سوچنے کے سمپت رائے نے ڈرائیور سے کہا: "دیکھو سامنے سے ایک آ رہا ہے۔ گاڑی کو اتنی تیزی سے کراس کرو کہ کوئی اس بیہوش عور نہ پائے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ آگے کھسک آیا۔ تاکہ رس ونتی اُس چھپ جائے۔ ڈرائیور نے اُلٹی سیدھی انگریزی میں جواب دیا کرو۔ کوئی سالا نہیں دیکھے گا۔"

میں اُس سالے ڈرائیور کی کھوپڑی میں بیٹھ گیا۔ جیسے والی گاڑی قریب آئی۔ میں نے ڈرائیور کے دماغ کو ہلکا سا اُس نے سنبھل کر بریک لگائے۔ دوسری گاڑی بھی بالکل سا گئی۔ وہاں سے گالیوں کی آواز سنائی دی: "سالے خراب ا کرتے ہو کون ہو تم باہر نکلو۔۔۔"

پچھلی سیٹ سے رگھو ویر اور سمپت رائے اپنے ہاتھوں میں ریوالور ے باہر آئے۔ سمپت رائے نے کہا: "ہم بلیک پورٹ کی طرف جا رہے ں اور تم لوگ اُدھر سے آ رہے ہو۔ اپنی ہی برادری کے لگتے ہو۔ بہتر کہ چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی ویگن کار کی کھڑکیوں سے فائرنگ ع ہو گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سمپت رائے اور گھو ویر کے ہاتھوں ریوالور نکل کر دُور جا گرے۔ وہ دونوں گم صم کھڑے رہ گئے۔ اپنے وروں کو اُٹھانے کی جُرأت نہیں تھی۔ اُنھوں نے دیکھا۔ دو حسینائیں کار کا دروازہ کھول کر باہر آ رہی تھیں۔ پھر میں نے رُومانہ کی آواز ۔ وہ پوچھ رہی تھی: "کون ہو تم لوگ؟ تمھارے ریوالور نکالنے کا انداز ا ہے کہ تم اُس عورت کو اغوا کر کے کہیں لے جا رہے ہو؟"

سمپت رائے نے ہچکچاتے ہوئے کہا: "نہ نہیں۔ یہ عورت ی ساتھی ہے۔ بیہوش ہو گئی ہے۔ ہم اسے ڈاکٹر کے پاس لے جا ہیں۔"

سُونیا نے آگے بڑھ کر اُس کے منہ پر ایک اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ کے چھٹے! ڈاکٹر شہر میں مل سکتا ہے۔ ادھر بلیک پورٹ ہے۔"

سمپت رائے سنبھل گیا۔ کیونکہ ایک عورت نے اُسے مارا تھا لیکن ابی حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ سُونیا اور رُومانہ کے پیچھے دو شخص ریوالور ے تھے اور ایک شخص زمین پر پڑے ہوئے ریوالوروں کو اُٹھا رہا تھا۔ یوالور اُٹھانے والے نے کہا: "مادام سُونیا! ہمیں دوسروں کے معاملے میں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ آپ یہاں سے فوراً چلیں۔"

سُونیا کا نام سن کر سمپت رائے اور گھو ویر دونوں ہی چونک اُن کی دانست میں رس ونتی کی یاداشت گم ہو گئی تھی۔ وہ خیال کے ذریعہ فرہاد کا پتہ نہیں بتا سکتی تھی لیکن اب وہ دونوں سُونیا ریعہ فرہاد تک پہنچ سکتے تھے۔ سمپت رائے بڑا ہی حاضر دماغ تھا۔ نے فوراً ہی فرہاد تک پہنچنے اور رس ونتی کو بآسانی حاصل کرنے کی وچ لی۔ وہ حیرانی سے بولا: "تم۔ تم سُونیا ہو۔ تو پھر یہ رُومانہ ۔۔۔"

اب سُونیا اور رُومانہ کے چونکنے کی باری تھی۔ رُومانہ نے پوچھا ر: "ہمیں کیسے جانتے ہو؟"

وہ بولا: "میرا نام سمپت رائے ہے اور یہ رگھو ویر ہے۔ ہم دونوں طرف رس ونتی کی قید میں تھے۔ ہم فرہاد کے احسان مند ہیں۔ اُس ونتی کے سر پر ایسی ضرب لگائی تھی کہ اس عورت کا دماغ پھر گیا۔ پچھلی زندگی بھول گئی ہے۔ اُس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم بھی ہے۔ وہ دیکھو۔ وہ کار کی پچھلی سیٹ پر بیہوش پڑی ہے۔"

سُونیا اور رُومانہ نے پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی رس ونتی کو بڑی سے دیکھا۔ پھر سُونیا تلخ لہجے میں بولی: "اس عورت نے فرہاد کے دماغ کو بھی نقصان پہنچایا تھا۔ اب ہم اسے ایک کتیا کی طرح اپنی ٹھوکروں میں پالیں گے۔"

"بے شک۔" رگھو ویر نے کہا: "تمھیں اس عورت سے ضرور انتقام لینا چاہیے لیکن ہم بڑی مصیبتیں اُٹھا کر اسے پرنس آئی لینڈ سے یہاں تک لائے ہیں۔ کیا تم ہمیں بھی اس سے انتقام لینے کا موقع نہیں دو گی؟"

"ضرور۔" سُونیا نے کہا: "تم لوگوں کو محنت کے صلہ میں یہ موقع دیا جائے گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر رگھو ویر نے کہا: "ہم رات کے لیے رس ونتی کو چاہتے ہیں۔"

رُومانہ غصّے سے بولی: "ہ ایک رات تم اپنی ماں بہن کے ساتھ گزار لو۔ وہ تمھیں بتائیں گی کہ عورت کی عزت کیا ہوتی ہے۔"

سُونیا نے کہا: "ہم اس رس ونتی کو اپنے ساتھ رکھ کر ذلیل کرتے رہیں گے لیکن کسی وحشی کو اُس کی عزت تک پہنچنے نہیں دیں گے۔"

اچانک ہی ایک ریوالور والے نے قہقہہ لگایا۔ پھر کہنے لگا: "مادام سُونیا! شاید آپ نہیں جانتیں کہ ماسٹرز آف تنظیم میں رس ونتی کی کتنی اہمیت ہے کہ جب ہم اسے سُپر ماسٹر کے پاس بھیجیں گے تو ہمارا عہدہ بڑھا دیا جائے گا۔ ہمیں کسی ملک یا کسی علاقہ کا ماسٹر بنا دیا جائے گا۔ اب ہمارا وقت ضائع نہ کرو مادام! گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

اس ریوالور والے نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ رس ونتی کو نیچے نکال کر ویگن کار میں پہنچا دیا جائے۔ اس وقت سُونیا اور رُومانہ حالات سے سمجھوتہ کر سکتی تھیں۔ رس ونتی ماسٹروں کی تنظیم میں جائے یا جہنم میں پہنچے۔ وہ دونوں اُسے زیادہ اہمیت نہ دیتیں۔ کیونکہ سُپر ماسٹر کی طرف سے فرہاد انھیں واپس ملنے والا تھا۔

سمپت رائے اور گھو ویر نے بھی سمجھ لیا تھا کہ اس وقت وہ دونوں سُپر ماسٹر کے مانھوں کے درمیان آ پھنسے ہیں۔ اگر انھیں جان کی امان مل جائے تو وہ رس ونتی کو چھوڑ کر جا سکتے تھے۔

لیکن میں عالم کا حشر دیکھ چکا تھا اور اب جان بوجھ کر رس ونتی کو سُپر ماسٹر کی بھول میں پہنچانے کا تماشہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ میری مخمسہ کو اُن کے نرغے سے کیسے نکالا جائے۔ میں ٹیلی پیتھی کو کام میں نہیں لا سکتا تھا کیونکہ ان تمام لوگوں کی دانست میں ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد ناکارہ ہو چکا تھا اور ٹیلی پیتھی جاننے والی رس ونتی بیہوش پڑی تھی۔ تین خطرناک عورتیں سُونیا، رُومانہ اور رس ونتی زندگی کے اس موڑ پر آ ملی تھیں اور اُن تینوں کو ایک دوسرے کا ہمدرد یا دوست بنانا تقریباً ناممکن تھا۔

اس سچوئشن کا اہم پہلو یہ تھا کہ وہ تینوں میری دوست تھیں اور مشکل پہلو یہ تھا کہ وہ تینوں ایک دوسرے کی دشمن تھیں۔

میں کے بڑی آسانی سے وہاں ہنگامہ برپا کر سکتا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ کے ماتحتوں کے ہاتھوں سے ریوالور گرا سکتا تھا۔ سونیا اور رومانہ کو رس ونتی سے جدوجہد کرنے پر مجبور کر سکتا تھا۔ لیکن وہاں کسی بھی عمل کیلئے پہلی ہچکچاہٹ کا عمل لازمی تھا۔ اور میں بے سوچے سمجھے خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں نے فوراً تحمل سے کام لیا۔ چپ چاپ دماغ کی اسکرین پر تماشہ دیکھتا رہا۔ وہ شخص رس ونتی کو ٹیکسی سے نکال کر وگن کار کی پچھلی سیٹ پر لے گئے۔ وہاں اُسے آرام سے لٹا دیا۔ سونیا اور رومانہ درمیانی سیٹوں پر آکر بیٹھ گئیں۔ سمیت رائے اور رگھویر دونوں ہی خیر ضروری تھے، انہیں تکلم دیا گیا کہ وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر بلیک پورٹ کی طرف جائیں اور اُن کا پیچھا نہ کریں۔ ورنہ انہیں بے دریغ موت کے گھاٹ اتار دیا جائیگا۔

اُس کے بعد ویگن کار شہر کی جانب چل پڑی۔ میں نے ایک ریوالور والے کے دماغ میں بیٹھ کر اُس کی سوچ لیں۔ "آج ہم سپرنٹنڈنٹ کے لئے بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک عورت کو اس کے حوالے کرنے والے ہیں۔ میرا نام پرمشتروں کی فہرست میں آجائیگا۔ تمام لوگ مجھے ماسٹر ...."

میں نے سوچا اور سوری چھوڑ دی۔ اس کی سوچ نے اپنے نام سے اُسے نکال کیا۔ "میری بیکر کہیں گے لیکن ..."

وہ سوچتے سوچتے رک گیا۔ پھر اس کی ہچکچاتی ہوئی سوچ نے کہا۔ "لیکن یہ جو میرے دو ساتھی ہیں، انہیں بھی اس کا نام کا کریڈٹ ملے گا۔ کارنامے انجام دینے کے سلسلے میں ان دونوں کا ریکارڈ مجھ سے بہتر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی کو ماسٹر بنا دیا جائے اور مجھے اس کا اسسٹنٹ۔"

ہیری بیکر کے دماغ میں کانٹا چبھنے لگا۔ وہ دونوں ساتھی اُسے کھٹکنے لگے۔ اگر دونوں ساتھ نہ ہوتے وہ تنہا ہوتا تو سپرنٹنڈنٹ کی آنکھ کا تارا بن جاتا۔ میں نے اس کے دماغ میں حاسدانہ جذبے کو بھڑکانا شروع کیا۔ پھر اسے اپنے طور پر سوچنے اور فیصلہ کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اپنی ترقی اور خوشحالی کون نہیں چاہتا۔ اور سپرنٹنڈنٹ سے ملنے والی ترقی تو ایک معمولی آدمی کا کایا کلپ آسمان پر پہنچا دیتی تھی۔ وہ کسی علاقے کا بے تاج بادشاہ بن جاتا تھا۔ ایسا انعام پانے کے لئے وہ سپرنٹنڈنٹ کے لئے اپنا گلا بھی کٹوا سکتے تھے۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کا گلا کاٹنے کے متعلق کیوں نہ سوچتا؟

میں اُسے چھوڑ کر سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت اُس کی سوچ کے ذریعہ معلوم ہوا کہ پچھلی سیٹ پر رس ونتی کراہ رہی ہے۔ وہ بڑی نقاہت سے "پانی پانی" کہہ رہی تھی۔ سونیا اور رومانہ نے پلٹ کر اُسے دیکھا۔ رومانہ اور دوسرے لوگ پانی کا مطلب نہیں سمجھ سکتے تھے۔ سونیا اُردو یا ہندی زبان سمجھ لیتی تھی۔ اُس نے کہا۔ "گاڑی روکو۔ یہ پانی مانگ رہی ہے۔"

گاڑی ڈرائیو کرنے والے نے کہا۔ "مانگنے دو۔ پانی کے بغیر مر نہیں جائے گی۔"

"بحث مت کرو۔" سونیا نے سخت غصہ میں کہا۔ "جو کہہ رہی ہوں وہ کرو۔ میرا ساتھ مہنگا پڑے گا۔"

وہ گاڑی روکتے ہوئے بولا۔ "تم عجیب عورت ہو۔ ابھی پہلے رس ونتی کو ٹھوکریوں میں رکھنا چاہتی تھیں، اور اب ..."

دوسرے نے کہا۔ "مادام سونیا! دشمن کو پیاسا نہیں، سونیا بڑی سفاکی سے بولی۔ "میں دشمن کو ... ہوں۔ جاؤ پانی لے آؤ۔"

"اسے تو کیا تم ہم پر حکم چلاؤ گی؟"

سونیا نے ایک ہاتھ اس کی گردن پر رسید کیا۔ وہ تلملا کر پلٹ گیا۔ ریوالور سے نشانہ لے کر بولا۔ "میں تمہیں ختم کر دوں گا۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "تم مجھے گولی مارو گے۔ سپرنٹنڈنٹ خاندان کی ایسی تیسی کر دے گا۔ تم لوگوں کی سلامتی اسی میں ہے سلامتی سے لے چلو۔"

اُس نے ہونٹ بھینچ کر اُسے غصہ سے دیکھا۔ پھر پانی لینے چلا گیا۔ میں رس ونتی کو سہارا دینے کے لئے اس کے وہ آنکھیں بند کئے سوچ رہی تھی۔ "میں کہاں ہوں۔ یہ آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ شاید یہ لوگ انگریز ہیں۔ کسی عورت کی بھی آواز آ رہی ہے۔"

سوچنے کے دوران اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ میں تو کسی گاڑی کی سیٹ پر لیٹی ہوئی ہوں۔ ویرراج کہاں آئیں، وہ ان دونوں کو صورت شکل سے نہیں پہچانتی تھی۔ پچھلی سیٹ کے پاس آکر اُسے اٹھنے کے لئے سہارا دیا۔ آگیں رومانہ نے پانی کا گلاس لیا۔ پھر پچھلی سیٹ کی جانب رس ونتی کے ہاتھوں سے لگا دیا۔ وہ ایک ایک گھونٹ سونیا نے رس ونتی سے کہا۔ "تم کو بولنا ... پانی مت پیو۔"

سونیا کی اُردو دانی سن کر رس ونتی نے تھکا میری زبان جانتی ہو۔ کون ہو تم؟"

"میرا نام سن کے تمہارا بھیجا پھٹ جائے گا۔"

رومانہ نے سونیا سے پوچھا۔ "یہ کیا بول رہی ہے؟"

"یہ میرا نام پوچھ رہی ہے۔ میں اسے بتا کر ہیجا ..."

"ارے، اسے کیا شاک پہنچے گا، میں بتا دیتی ہ بدستور انگریزی زبان میں بولی۔ "اس کا نام سونیا ہے ا

رس ونتی وہ زبان سمجھ تو نہ سکی، لیکن سونیا اور رومانہ کا نام سمجھ حیرانی سے اُس کے دیدے پھیل گئے۔ اس کی سوچ نے کہا۔ "یہ یہ ... ون سونیا اور رومانہ ہیں۔ میں ان کے وسیلے آجھنی ہوں۔"

میں نے اُس کی سوچ پر مشورہ دیا کہ اسے فوراً آنکھیں بند کر کے بیہوش ہو جانا چاہیئے۔ اس سوچ پر اُس نے عمل کیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا سر سونیا کے بازو پر تھا۔ وہ سر ایک طرف ڈھلک گیا۔

"میں نہ کہتی تھی، اسے شاک پہنچے گا۔ یہ پھر بے ہوش ہو گئی۔" رومانہ نے کہا۔ "اسے فوراً ہسپتال لے چلو۔"

ہیری بیکر نے کہا۔ "یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم پہلے تم دونوں کو ہوٹل پہنچائیں گے، پھر ہم رس ونتی کو قاہرہ کے ماسٹر کے پاس لے جائیں گے، تم گاڑی اسٹارٹ کرو۔"

واٹکر نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ رس ونتی اُن کی باتیں سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ جب گاڑی آگے بڑھ گئی تو وہ سوچنے لگی۔ "پتہ نہیں یہ لوگ کیا بک رہے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اچھا ہوا کہ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ لوگ سمجھ رہے ہوں گے کہ میں بے ہوش ہو گئی ہوں۔ اب مجھے سہولت سے اپنے حالات کا جائزہ لینا چاہیئے۔"

وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ سونیا اور رومانہ کے پاس کیسے پہنچ گئی۔ اس مقصد کے لئے اس نے سمیت رائے کے دماغ کو ٹٹولنا چاہا۔ لیکن اس کا دماغ بے حد کمزور ہو گیا۔ اس کی سوچ نے سمیت رائے کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ کمزوری کے باعث اُس کا سر چکرانے لگا۔

تب میں نے اُسے مخاطب کیا۔ "رس ونتی۔ رس ونتی۔"

اُس کے چکراتے ہوئے دماغ میں میری سوچ چکرانے لگی۔ "رس ونتی؟ کون بول رہا ہے؟"

اُس نے ایک گہری سانس لی۔ جیسے ڈوبتے ڈوبتے سہارا مل گیا ہو۔ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی۔ اس وقت سونیا اور رومانہ اُسے نہیں دیکھ رہی تھیں۔ ہیری بیکر اور واٹکر وغیرہ سے بحث کر رہی تھیں۔ رس ونتی کو کسی قریبی ہسپتال میں پہنچایا جائے۔ میں نے رس ونتی سے کہا۔ "آنکھیں بند کر لو۔ اپنی بے ہوشی ظاہر کرتی رہو۔"

اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے کہا۔ "رس ونتی! میں ہوں کہ میری وجہ سے تمہاری یہ حالت ہو گئی۔ یقین کرو میں نے سر پر شدید ضرب نہیں لگائی تھی۔ میں نے تو صرف تمہیں بے ہوش کر کے فرار ہونا چاہا تھا۔ میں نے سر پر شدید ضرب نہیں لگائی تھی۔ لیکن تم میری توقع سے زیادہ نازک نکلیں۔ بہرحال مجھے اپنی زیادتی کی معافی مانگنا چاہیئے لیکن میں تمہارے مزاج کے خلاف ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ تمہیں ہلکی سی ٹھیس بھی نہیں پہنچائوں گا۔"

وہ سوچ رہی تھی۔ "میں چپ رہوں گی۔ کسی بات کا جواب نہیں دوں گی۔"

"نہیں رس ونتی! ہم دونوں سوچ کی راہوں کے مسافر ہیں۔ ایک انسان دوسرے انسان سے اپنے دل کی بات کہہ لیتا ہے۔ لیکن ہم دونوں ایک دوسرے سے اپنی سوچیں نہیں چھپا سکیں گے۔ تم انسانی فطرت کے مطابق نہ سوچتے ہوئے بھی بے اختیار سوچتی رہو گی۔ کیونکہ انسان جب تک زندہ رہتا ہے۔ اس کا دماغ سوچ سے کبھی خالی نہیں ہوتا۔"

اُس نے شکست خوردہ انداز میں پھر ایک گہری سانس لی۔ میں نے کہا۔ "بار بار گہری سانس نہ لو۔ یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ تم ہوش و حواس میں ہو۔"

"ہاں، مجھے اس طرح سانس نہیں لینا چاہیئے۔ مگر میں کسی بات کا جواب نہیں دوں گی۔"

"کیا مجھ سے دشمنی برقرار رکھو گی؟"

"اونہہ! اُس کی سوچ نے کہا۔

"دیکھو جب سے تم ہمارے ہو، میں تمہاری حفاظت کے لئے وقتاً فوقتاً تمہارے دماغ میں حاضری دیتا رہتا ہوں۔"

اُس کی سوچ سے پریشانی ظاہر ہوئی۔ کیونکہ وہ بیمار ہو کر بھی مجھے نہ چاہتے ہوئے بھی محبت سے یاد کرتی رہی تھی۔ اور میری خاطر اُس نے جھوٹ کہا تھا کہ اس کی یادداشت گم ہو چکی ہے۔ اُس نے اپنے لوگوں کی دشمنی سے مجھے سچا بتایا تھا۔ اس کی یہ تمام حرکتیں چغلی کھا رہی تھیں کہ اس کا دل میرے لئے نرم ہے۔

اُس کی سوچ نے پریشان ہو کر کہا۔ "تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم تو پہلے میرے دماغ میں نہیں آ سکتے تھے۔"

"چلو میں جھوٹا ہی سہی، عورت جسے دل سے چاہتی ہے، اُس سے بھی دل کی بات چھپاتی ہے۔ تمہارے دل کی بات بھی چھپی رہنی چاہیئے، اس لئے میں جھوٹا ہوں۔"

اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں جا کر مجھ سے چھپ جائے۔ اُس نے بے بسی سے کہا۔ "تمہیں خدا کا واسطہ۔ مجھ سے پیار و محبت کی باتیں نہ کرو۔ ابھی میں مجبور ہوں، مجھے تمہاری سہانا کی ضرورت ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں یہاں کیسے آ جھنی ہوں۔"

میں نے اُسے بتایا کہ سمیت رائے اور رگھویر نے اس کی بے ہوشی سے فائدہ اٹھانے کے لئے ویرراج کو ہلاک کر دیا۔ پھر اُسے ایک ٹیکسی میں بلیک پورٹ کی طرف لے جا رہے تھے کہ ان کی ٹیکسی سونیا کی گاڑی سے ٹکرا گئی۔ سمیت رائے اور رگھویر ریوالور سے دھمکی دے کر سونیا وغیرہ کو وہاں سے کھسکانا چاہتے تھے۔ لیکن اچانک فائرنگ کے ذریعہ انہیں نہتا کر دیا گیا۔ باتوں باتوں میں سمیت رائے کو پتہ چلا کہ ان کے مقابلہ میں سونیا اور رومانہ ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ پچھلی سیٹ پر رس ونتی بے ہوش پڑی ہے۔ یہ سنتے ہی سپرنٹنڈنٹ آدمیوں نے رس ونتی کو ٹیکسی سے نکال کر اپنی گاڑی میں ڈالا۔ یا الوداع اُسے قاہرہ

کے ماسٹر کے سامنے پیش کرنے لے جا رہے ہیں۔"

رس ونتی نے پوچھا۔ "تم کہاں ہو؟"

"وہیں جہاں تم نے سوچ کی آنکھوں سے مجھے ایک درخت سے الٹا لٹکتے دیکھا تھا۔"

"اچھا ملایا کے جنگل میں ہو۔"

میں نے "ہاں" کہا۔ اسی وقت وگین کار ایک بہت بڑے ہوٹل کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ رومانہ نے کہا۔ "یہ ہسپتال نہیں ہے۔ دیکھو بات نہ بڑھاؤ، پہلے رس ونتی کو ہسپتال پہنچاؤ۔"

ہیری بیکر نے کہا۔ "اگر تم دونوں ابھی ہوٹل میں نہیں جاؤ گی تو فریاد پھر کبھی نہیں ملے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "ہمیں دھمکی نہ دو۔ فریاد ہمیں ضرور ملے گا۔ پہلے اسے طبی امداد پہنچاؤ۔"

ہیری بیکر ان دونوں کی ضد پر جھنجلا گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ سونیا اور رومانہ کو ہوٹل میں چھوڑ کر اپنے دونوں ساتھیوں کو ہٹا کا لگاؤ سے اور تنہا رس ونتی کو ماسٹر کے پاس لے جائے۔ وہ غصہ سے دانت پیس کر انہیں دیکھنے لگا۔ اتنے میں چھ آدمیوں نے اس گاڑی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ وہ لوگ قاہرہ کے ماسٹر کی طرف سے سونیا کے استقبال کے لئے اسکندریہ آئے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔ "ہیلو، واٹ کا گاڑی سے اُترنے میں دیر کیوں ہو رہی ہے؟"

وائکر سے پہلے ہیری بیکر بول پڑا۔ "مسٹر! ہم نے رس ونتی کو پالیا ہے۔"

"رس ونتی؟ کون رس ونتی؟"

"وہ بلا جو ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور جو سابق ماسٹر کے دماغ تک پہنچ گئی تھی۔"

"مائی گاڈ!" ایک نے حیرانی اور پریشانی سے پوچھا۔ "کیا یہ اپنی ٹیلی پیتھی سے ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گی؟"

"نہیں، یہ بیمار ہے۔ فی الحال ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کھو چکی ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "انسانیت کا تقاضا ہے کہ اسے فوری طبی امداد پہنچائی جائے۔"

ایک نے کہا۔ "اسے میڈیکل ایڈ ملے گی۔ تم گاڑی سے اترو اور ہوٹل میں جاؤ۔ مسٹر ہیری انہیں لے جاؤ۔"

ہیری بیکر نے کہا۔ "میں نے رس ونتی کو شکار کیا ہے، میں اسے مقامی ماسٹر تک پہنچاؤں گا۔ سونیا کی میعاد باقی تم لوگوں کا فرض ہے۔ تم انہیں ہوٹل میں لے جاؤ۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وگین کار کا دروازہ کھلا۔ پھر وہ ریوالور لے کر ہیری بیکر کی جانب اٹھ گئے۔ ایک نے کہا۔ "خبردار! اپنا ریوالور اپنی گود میں ہی رہنے دو۔ ورنہ ہم اس بھری پُری شاہراہ پر تمہیں گولیوں سے بھون دیں گے۔"

اس نے کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر ہیری بیکر اور اُس کے ساتھیوں کے ریوالور لے لئے۔ دوسرے نے کہا۔ "سونیا ٹھیک کہتی ہے ہم کو میڈیکل ایڈ پہنچائی جائے گی۔ چلو گاڑی سے اُترو۔"

ہیری بیکر نے گاڑی سے اترنے سے انکار کر دیا۔ سونیا جانتی ہوں کہ سپر ماسٹر اپنے وعدے کے مطابق فریاد کو واپس فریاد سے اس ہوٹل میں ملاقات ہو گی تو پھر ہماری ملاقات کبھی ہو سکتی ہے۔ میں رس ونتی کے ساتھ اُس وقت تک رہوں کہ کوئی ڈاکٹر اسے ہوش میں نہیں لائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔" پہلے نے ناگواری سے کہا۔ "ہم جلدی بہت فدتی ہے۔"

وگین کار کو گھیرنے والوں میں سے چار آدمی گاڑی گئے۔ پھر ایک نے کہا۔ "واٹ کر! میری کوٹھی میں چلو۔ ہم وہ بلائیں گے۔"

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ سونیا نے پوچھا۔ "تم اسے ہسپ نہیں لے جا رہے ہو؟"

"ہم جسے اغوا کر رہے ہیں، اُسے ہسپتال نہیں لے ہیری بیکر نے کہا۔ "مسٹر وانیال! تم مجھ پر جو زیادتی کا جواب سپر ماسٹر طلب کرے گا۔"

"تم فکر نہ کرو، مجھے جواب دینا آتا ہے۔"

میں وانیال کی باتیں سُن رہا تھا اور اُس کے ارادے رس ونتی نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "مجھے بتاؤ، یہ لوگ رہے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "ایک نیا کھیل شروع ہونے والا ہے۔ ایک شخص تمہیں اپنی کوٹھی میں لے جا رہا ہے۔ وہاں وہ اچھے ڈاکٹر کو بُلا کر تمہارا علاج کرائے گا۔"

رس ونتی نے پوچھا۔ "کیا انسانی ہمدردی کے کرائے گا؟"

"نہیں۔ انسانوں کے بازار میں ہمدردی خریدنے نکلا یہ وانیال دوغلی نسل کا آدمی ہے۔ ذرا فرصت سے اس کی ہوگا۔ ویسے یہ فی الحال تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"کاش کہ میں ان کی زبان سمجھ سکتی؛ وہ پریشان ہو کب تک ان لوگوں میں پھنسی رہوں گی۔ آخر تمہاری ہیں، تم کب تک میرے دماغ سے چپکے رہو گے؟"

"تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ جب تک میعاد ساتھ رہوں گا، بشرطیکہ تم مجھے معا

تم مجھ سے باتوں میں نہ اُلجھو، ذرا سُنو وہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے تھوڑی دیر سُننے کے بعد کہا۔ "وانیال اس بات کی تصدیق کرنا چاہتا ہے کہ تم واقعی رس ونتی ہو۔ اس مقصد کے لئے وہ تمہیں بیکر، سونیا اور رومانہ سے طرح طرح کے سوالات کر رہا ہے۔"

"کیا سونیا اور رومانہ تمہاری تلاش میں یہاں آئی ہیں، یا پھر سچ مچ سُپر ماسٹر کی قید میں ہیں؟"

میں نے اُسے بتایا کہ سونیا اور رومانہ میرے ایک ہم شکل عازم سے ٹکرا گئی تھیں۔ سُپر ماسٹر کے آدمیوں نے بھی عازم کو فریاد سمجھ کر دھوکہ کھایا ہے۔ وہ عازم کو پکڑ لے گئے ہیں اور اب اُسے ذہنی اور جسمانی طور پر ناکارہ بنا کر سونیا اور رومانہ کے پاس واپس پہنچانے والے ہیں۔ شاید اسی شہر کے ہوٹل المانیہ میں اس نقلی فریاد کو واپس بھیجا جائیگا۔"

رس ونتی نے کہا۔ "یہ دونوں تمہاری محبت میں بھٹک رہی ہیں اور تم نقلی فریاد کے ذریعہ انہیں دھوکہ دے رہے ہو۔"

"میں سُپر ماسٹر اور اس کی تنظیم کے تمام افراد کو دھوکہ دے رہا ہوں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سونیا اور رومانہ بھی اُسے فریاد سمجھ کر بہلتی رہیں۔ وہ دونوں عازم کو اسی شدت اور سچائی سے چاہتی رہیں گی تو سُپر ماسٹر خوش فہمی میں مبتلا ہو کر مجھ سے غافل ہو جائیگا۔"

"کیا تم ساری عمر ایسی ہی ہیرا پھیری کرتے رہو گے؟"

"میں اپنی خوشی سے نہیں کرتا۔ دشمن اور حالات مجھے مجبور کرتے ہیں۔"

اتنے میں گاڑی ایک کوٹھی کے احاطے میں پہنچ کر رُک گئی۔ وہ سب یکے بعد دیگرے گاڑی سے اترنے لگے۔ میں نے رس ونتی سے کہا۔ اب تم ہوش کھونے کا بہانہ شروع کر دو۔"

وہ میرے مشورے پر عمل کرنے لگی۔ وہ اشتعاص پہلے سیٹ پر گر کر ہلنے رہے تھے۔ اُس کے کراہنے کی آواز سُن کر وانیال نے کہا۔ "واٹ کر! ذرا گاڑی لے کر جاؤ اور ڈاکٹر آفندی کو ساتھ لے آؤ۔ گو آن ہری اپ ...."

وگین کار واپس چلی گئی۔ وہ لوگ ایک ڈرائنگ روم میں آئے۔ رس ونتی کو ایک خواب گاہ میں لے جا کر آرام دہ بستر پر لٹا دیا گیا۔ میں نے اس سے کہا: تم آرام سے لیٹی رہو۔ میں تمہارے عزیزان وانیال کی خبر لے جا رہا ہوں۔"

وانیال کسی کمرے میں بیٹھا ٹیلی فون کے ذریعہ کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی باتیں سمجھ میں نہ آسکیں۔ وہ کسی اجنبی زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔ میں انتظار کرنے لگا کہ اس کی باتیں ختم ہوں تو میں اس سے سوچ کی زبان بدل کر اس کے مصنوعوں کو اُس کے دماغ کی تختی پڑھ سکوں۔ اس انتظار کے دوران ایک شخص نے آکر اُسے اطلاع دی کہ ڈاکٹر آگیا ہے۔

وانیال نے آنے والے کو حکم دیا۔ "ایڈی کو بلاؤ۔"

تھوڑی دیر بعد ایڈی حاضر ہو گیا۔ وانیال نے لیپ ٹاپ کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "ایڈی! میں رس ونتی کا سودا کر چکا ہوں۔ تم اپنے ساتھیوں کو ٹھکانے لگا دو۔ میں نہیں چاہتا کہ رس ونتی کی بات سُپر ماسٹر تک پہنچے۔ جاؤ۔ یہ کام چُپ چاپ ہو جانا چاہیئے۔"

وہ چپ چاپ چلا گیا۔ وانیال نے فون پر مزید دو جگہ باتیں کیں، پھر ریسیور رکھ کر ہیڈ روم میں آگیا۔ ڈاکٹر رس ونتی کے بازو میں انجکشن لگا رہا تھا۔ اُس نے وانیال کو دیکھ کر کہا۔ "یہ عورت بہت کمزور ہے۔ خون کی بے حد کمی ہے، اسے خون دینا ہوگا۔ طاقت کی دوائیں اور غذائیں خصوصی توجہ سے کھلائی جائیں۔"

وانیال نے کہا۔ "ڈاکٹر! میری اس کوٹھی میں ہی اس عورت کو خون دینے کے انتظامات کرو۔ ایک ہفتہ تک صبح و شام یہاں اس کا معائنہ کرتے رہو۔ دوائیں اور غذا۔۔۔ کھلانے کے لئے یہاں نرسوں کی ڈیوٹی لگا دو۔ میں ایک ہفتہ تک تمہیں روزانہ پانچ ہزار ڈالر دونگا۔"

ڈاکٹر کا منہ حیرانی سے کھل گیا۔ دوسری طرف وانیال تجوری کا منہ کھول رہا تھا۔ وہ تجوری نوٹوں کی گڈیوں سے بھری ہوئی تھی۔ اُس نے ایک گڈی نکال کر ڈاکٹر کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ "یہ پیشگی رقم ہے۔ اپنا کام فوراً شروع کر دو۔"

ڈاکٹر نے خوش ہو کر کہا۔ "میں ابھی جاتا ہوں اور مریضہ کے جسم میں خون پہنچانے کے انتظامات کرتا ہوں۔"

وانیال تجوری بند کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میں نے صحیح فیصلہ کیا ہے سُپر ماسٹر سمجھے رس ونتی کی اتنی قیمت نہیں دے سکتا تھا، جتنی کہ وہ یہودی دے رہا ہے۔ اب مجھے سونیا اور رومانہ سے معاملہ طے کرنا چاہیئے۔"

وہ سوچتا ہوا ڈائننگ روم میں آیا۔ وہاں سے ہیری بیکر اور اس کے ساتھی جا چکے تھے۔ سونیا اور رومانہ ڈاکٹر کا راستہ روک کر رس ونتی کی خیریت پوچھ رہی تھیں۔ وانیال نے کہا۔ "ڈاکٹر کا وقت ضائع نہ کرو۔ رس ونتی بہت جلد صحت یاب ہو جائے گی۔"

ڈاکٹر چلا گیا۔ سونیا نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "مسٹر وانیال! میں سمجھ رہی ہوں کہ تم کوئی دوسرا ہی گیم کھیل رہے ہو۔ کیا یہ دُرست نہیں ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "میں نے تمہاری چالاکی اور دلیری کی بہت سی داستانیں سُنی ہیں۔ تمہارا اندازہ درست ہے، میں اپنے اس گیم میں تمہیں شریک کرنا چاہتا ہوں۔"

سونیا صوفہ پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "آگے بولو۔"

"پہلے یہ بتاؤ یہ مس رومانہ کون ہے؟"

"یہ بھی فریاد کی ماری ہے۔ وہ ایک انار ہے، ہم دو بیمار ہیں۔"

دانیال نے اسے تاؤ دلانے کے لئے کہا۔ "کیا تم فریاد کی محبت میں حصّہ داری برداشت کر لیتی ہو؟"

"کوئی عورت برداشت نہیں کر سکتی۔ لیکن میں رومانہ کو راستے سے نہیں ہٹا سکتی۔ فریاد جواب طلب کرے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "بس اتنی سی بات ہے، میں اسے ٹھکانے لگا دوں گا۔"

سونیا مسکرا کر رومانہ کو دیکھنے لگی۔ وہ خود کو بہت معصوم اور سیدھی سادی سی لڑکی ظاہر کر رہی تھی۔ دانیال کی باتیں سن کر سہمی جا رہی تھی۔ سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "رومانہ! اس معصومیت کے بعد تم اپنی اصلیت ظاہر کر دو گی۔ اس طرح وقت ضائع ہو گا۔ بہتر ہے کہ میں ..."

اُس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی رومانہ اچھل کر دانیال کے سامنے دو ہاتھوں کے بل فرش پر کھڑی ہو گئی۔ سر نیچے تانگیں اوپر تھیں۔ جسم کمان کی طرح انتہائی خوبصورتی سے خم کھایا ہوا تھا کہ دانیال اس کے بدن کے شبابی نشیب و فراز کو دیکھتا رہ گیا۔ مگر جی بھر کے دیکھنے کی حسرت رہ گئی۔ جیت سے باتیں کرنے والی تانگیں تڑاخ تڑاخ اس کے چہرے پر پڑیں۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گرا۔ رومانہ بدن کی محراب بناتی ہوئی تانگوں کے بل کھڑی ہو گئی۔ پھر دو ہاتھ تڑاخ اس کی گردن کے اطراف پڑے۔ وہ اپنے [illegible] کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر فرش پر جھکتا چلا گیا۔ جھکنے کے دوران اس نے کوٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالا۔ جھٹکا کر فائر کرنا چاہا، مگر وہ سامنے نہیں تھی۔ وہ اور زیادہ جھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا تو ایک ہی ٹھوکر میں ریوالور اُس کے ہاتھ سے نکل کر دُور فرش پر جا گرا۔

سونیا نے کہا۔ "بس اب کھیل ختم کرو۔"

لیکن دانیال بھڑک گیا تھا۔ اُس نے ریوالور کی طرف دوڑ لگائی۔ "ہا ہا۔ ہپ ہپ۔" وہ جناتی ٹکر کا تڑپ و کھاتی ہوئی اُس سے پہلے ریوالور کے پاس پہنچ گئی۔ پھر ریوالور کو اٹھا کر دُور ایک طرف پھینکتی ہوئی بولی۔ "جاؤ اسے اٹھا لو۔"

دانیال نے جھلا کر پھر حملہ کیا۔ رُومانہ کے بدن میں جیسے بادل بھر آیا تھا۔ کہیں ایک جگہ ٹھہرتی ہی نہیں تھی۔ ایسی صورت میں دانیال کا حملہ ناکام ہوا تو وہ پلٹ کر ریوالور کی طرف دوڑ چلا گیا۔ "ہا ہا۔ ہپ ہپ۔ ہا ہپ۔" وہ ریوالور کے پاس پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔ اسی وقت دانیال نے بھی وہاں پہنچ کر اسے اٹھانا چاہا، مگر وہ ریوالور ایک ٹھوکر کھا کر پھر دُور چلا گیا۔ رُومانہ بولی۔ "جاؤ اسے اٹھا لاؤ۔"

وہ دانت پیستے ہوئے اُسے دیکھنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "دانیال! تم اس طرح کبھی ریوالور کو اٹھا نہیں سکو گے۔ رُومانہ سے دوستی کر لو۔"

وہ چند لمحوں تک بدستور دانت پیستا ہوا سوچتا رہا۔ "میں اس بازی کو کچھ دیر کی سے ضرور انجام دوں گا۔ یہ مجھے بُری طرح ذلیل کر رہی ہے۔ اچھا ہوا کہ میری اس وقت کو دیکھنے کیلئے میرا کوئی ساتھی یہاں موجود نہیں ہے۔ مجھے ذرا صبر سے کام لینا چاہئے۔ میں یہ بدھی چال چلوں گا کہ سونیا کو اس کے خلاف بھڑکاؤں گا۔ یہ عورت ہے، عورت سے مرے گی۔"

یہ سوچنے کے بعد وہ مسکرایا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "رُومانہ! تم بجلی ہو بجلی۔ ایسی تیزی اور پھرتی میں نے کبھی نہیں ناؤ دی آر فرینڈز ....."

اُس نے مصالحت کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ رُومانہ اس کا ہاتھ ہٹا کر صوفہ کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "میری دشمنی تو مہنگی ہے دوستی اس سے بھی مہنگی ہوتی ہے۔ آزمائش کے بغیر میں کسی سے دوستی نہیں کرتی۔ تم سونیا سے اپنے مطلب کی بات کرو۔"

وہ ریوالور کے قریب صوفہ پر بیٹھ گئی۔ یہ بھی ایک طرح سے ریوالور اس کے قدموں میں پڑا ہوا تھا اور دانیال اُسے اٹھا سکتا تھا۔ وہ ہیرا مسکراتا ہوا بولا۔

"ہاں سونیا! ہمیں اپنے مطلب کی بات کرنی چاہئے۔ یہ تمہیں اس دنیا سے کوئی خاص دلچسپی نہ ہو گی۔"

"صرف انتقام لینے کی حد تک دلچسپی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "یہ تو اور اچھی بات ہے، میں کو ایک یہودی کے حوالے کر رہا ہوں، وہ مجھے بس کروڑ ڈالر دے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "پھر تو وہ ایک یہودی نہ ہو گا، اس کے تنظیم کا ایک حکومت ہو گی۔"

"یقیناً ہو گی۔ ہمیں تو صرف دولت حاصل کرنے سے مطلب ہے۔"

"نہیں نہیں تمہیں ــــ تمہیں صرف دولت چاہئے۔ فریاد کے دماغ سے سوچتی ہوں۔ وہ یہودیوں کا مخالف ہے، یہ نہیں چاہیں گی کہ یہودیوں کے بچے رسم دنیا کی صلاحیت فائدہ اٹھائیں۔"

دانیال پریشان ہو کر بولا۔ "میں تو سوچ بھی نہیں سکتا اس انداز میں مخالفت شروع کر دو گی۔ دیکھو سونیا! تمہارا بالکل ہی ناکارہ بنا کر تمہارے پاس بھیجا جا رہا ہے۔ تمہیں انتقام لینے کے لئے کسی مضبوط تنظیم کا سہارا چاہئے۔ جب کی یاد داشت بحال ہو جائے گی، تو وہ بھی تمہارے لئے عذاب اپنے حالات پر غور کرو۔ تم بالکل تنہا ہو، تمہارے چاروں طرف دشمن ہیں۔ حتیٰ کہ یہ رُومانہ بھی تمہاری آستین کا سانپ ہے۔"

رُومانہ مسکرانے لگی۔ لیکن سونیا سنجیدہ تھی۔ کہنے حقائق بیان کر رہا تھا۔ وہ سچ مچ تنہا تھی۔ رُومانہ کا ساتھ تک تھا جب تک کہ فریاد واپس نہ مل جاتا۔ اس کے بعد فریاد غرض سے دونوں عورتوں کے درمیان رسہ کشی شروع ہو

کیا سوچ رہی ہو؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"تم درست کہہ رہے ہو۔" وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میں بڑی الجھن میں ہوں۔ فریاد سے ملنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کر سکوں گی۔"

"ٹھیک ہے، فیصلے میں جلدی نہ کرو۔ یہاں رسم دنیا کا علاج ہو رہا ہے۔ میں تم دونوں کو ہوٹل المانیہ پہنچا دیتا ہوں۔ ماسٹروں کی تنظیم کا کوئی بھی فرد اگر ہیری بیکر کے متعلق پوچھے تو کہنا کہ وہ ہوٹل سے آیا تھا۔ پھر تم دونوں کو میرے حوالے کہہ کے چلا گیا۔ اوکے؟"

"اوکے ..." سونیا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ رُومانہ نے ریوالور اٹھا کر کہا۔ "یہ ریوالور میں تمہیں ہوٹل میں واپس کر دُوں گی۔ چلو۔"

وہ تینوں ڈرائینگ روم سے باہر جانے لگے۔ میں رسم دنیا کے پرخچے اڑ چکا تھا۔ وہاں ایک مرد اور ایک عورت اس کی تیمارداری کے لئے موجود تھے۔ وہ دستر پر بیٹھی میری واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں آ گیا ہوں۔"

وہ چونک گئی۔ بے چاری اب تک مجھ سے سبک رہی تھی۔ مجبور تھی کہ مجھے اپنے اندر سے نہیں نکال سکتی تھی۔ بے بسی سے بولی۔

"مجھے بتاؤ، یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟"

"تمہارا علاج کر رہے ہیں۔ تم بہت جلد اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاؤ گی۔"

"مجھے دانیال کے متعلق بتاؤ، وہ مجھ پر مہربان کیوں ہے؟"

میں نے تمام تفصیلات بیان کیں کہ میں کروڑ ڈالر میں اُس کا سودا ہو چکا ہے۔ صحت یاب ہونے کے بعد اُسے یہودیوں کے پاس پہنچا جائے گا۔

"میں تو کبھی نہیں جاؤں گی۔ میرا بس چلے تو ابھی یہاں سے جاؤں۔"

"آرام سے لیٹی رہو۔ وشن دوست بن کر علاج کر رہے ہیں تمہارا بھلا ہو گا۔"

وہ بے بسی سے بولی۔ "ہاں اپنی بھلائی کے لئے صبر سے علاج کرانا چاہتی ہوں۔ ابھی میرا دماغ اتنا کمزور ہے کہ خیال خوانی کی پرواز سے تھک جاتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "ایک اور کمزوری ہے۔ وہ یہ کہ تم صرف اپنی مادری زبان جانتی ہو۔ یہاں کی اجنبی سوچوں سے کھیل نہیں سکو گی۔"

"میں اپنی اس کمزوری کو اچھی طرح سمجھتی ہوں، اسی لئے تمہاری آنا چاہتی ہوں۔"

"وہ تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اچھا اب آرام کرو، میں ہوٹل نیہ جا رہا ہوں۔"

میں اُس سے رخصت ہو کر باہر آیا۔ وقت ہو گیا تھا، جب نیا اور رُومانہ کاؤنٹر کے پاس کھڑی اپنے کمروں کی چابیاں حاصل

کر رہی تھیں۔ کاؤنٹر کلرک پر فون پر کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ اُس نے سونیا کی طرف ریسیور بڑھا کر کہا۔ "مادام لیو کال۔"

سونیا ریسیور کان سے لگا کر بولی۔ "ہیلو سونیا وِس اِیڈ۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں ماسٹر زوریا بول رہا ہوں ــ تم لوگوں نے ہوٹل پہنچنے میں اتنی دیر کیوں لگا دی؟"

وہ بولی۔ "بس یونہی ہم دوا تفریح کے موڈ میں تھے۔ اس شہر کو تفصیل سے دیکھتے ہوئے آئے ہیں۔"

"اس شہر کو اور تفصیل سے دیکھو اور مگر یہ یاد رکھنا کہ اس شہر کا ٹریفک لال بتی سے رکتا ہے۔ اور فراٹے بھرنے والے لہو کی لال بتی سے رک جاتے ہیں۔ اپنے لہو کو سنبھال کر رکھو۔ اسے فنا کے راستے میں بہنے نہ دو۔"

سونیا نے پوچھا۔ "طوطے دُور ہی سے بولو گے یا قریب بھی آؤ گے؟"

"آج رات میرے ہاں ڈنر پارٹی ہے، وہاں ملاقات ہو جائے گی۔"

"اور کچھ؟"

"ہاں، ڈائینگ ہال میں جاؤ، فریاد تنہائی سے گھبرا رہا ہے۔"

سونیا نے ریسیور کاؤنٹر مین کو واپس دیتے ہوئے پوچھا۔ "ڈائینگ ہال کہاں ہے؟"

دانیال نے کہا۔ "میں بتاتا ہوں، آؤ۔"

وہ تینوں کاؤنٹر کے پاس سے پلٹ کر آگے بڑھے۔ رُومانہ چپ تھی۔ دانیال نے پوچھا۔ "کس کی کال تھی؟"

"ماسٹر زوریا ہمارے دیر سے آنے کی وجہ پوچھ رہا تھا۔ تم میرا جواب سن چکے ہو۔"

وہ لفٹ میں داخل ہو گئے۔ دانیال بولا۔ "تم نے اُسے طوطا کہا تھا۔ وہ یقیناً شیر کی طرح دہاڑنے لگا ہو گا۔"

"نہیں بڑے سکون سے باتیں کر رہا تھا۔"

"تعجب ہے، وہ تو کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ میرے مزاج کے خلاف ذرا سی کوئی بات ہو تو وہ اپنے مقابل کو گیلے کپڑے کی طرح نچوڑ کر رکھ دیتا ہے۔"

"اچھا تو وحشی کی اولاد ہے۔"

لفٹ تیسرے فلور پر رُک گئی۔ وہ لوگ لفٹ سے باہر ویٹنگ روم میں آئے۔ وہاں سے نکل کر ایک کاریڈور سے گزرتے ہوئے ڈائینگ ہال میں پہنچ گئے۔ لنچ کا وقت ہو چکا تھا۔ اور مختلف میزوں پر امیر کبیر لوگ اپنی عورتوں کے ساتھ کھانے پینے نظر آ رہے تھے۔ سونیا کی نظریں فریاد کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ ایک بادری بیرے نے پوچھا۔ "آپ لوگ کسے تلاش کر رہے ہیں؟"

سونیا نے دریافت کیا۔ "کیا یہاں مسٹر فریاد موجود ہیں؟"

بیرے نے کہا۔ "اوہ، اچھا۔ وہ سامنے اسٹیج پر کھڑا لوگوں کو

ہنسا رہا تھا۔ آپ اسٹیج کے پاس جائیں، وہ ابھی دوبارہ آئے گا۔"

سونیا، رومانہ اور دانیال تینوں آگے بڑھنے لگے۔ وہ ڈائننگ ہال سینما ہال کی طرح وسیع و عریض تھا۔ اس کی نیم تاریک فضا میں ہلکی ہلکی موسیقی ابھر رہی تھی۔ نوجوان جوڑے ایک دوسرے کے قریب جھکے ہوئے سرگوشی کر رہے تھے۔ رومانہ کے دل کو ٹھیس لگی۔ وہ جوان تھی، کنواری تھی۔ ایک مدت سے فریاد کی قربت کو ترس رہی تھی۔ ایسے ہی کسی رومانی ماحول میں اس کے ساتھ وقت گزارنا چاہتی تھی۔ مگر اب وہ رومانس کے قابل نہ رہا تھا۔ اچانک وہ اسٹیج پر آیا تو ہال میں قہقہے گونجنے لگے۔ رومانہ اور سونیا دونوں اسے دیکھتے ہی ٹھٹک گئیں۔

وہ بلاؤز اور اسکرٹ پہنے ہوئے تھا۔ پاؤں میں اونچی ایڑی کے سینڈل تھے۔ سر پر خوبصورت سنہری زلفوں کی وگ تھی۔ وہ ایک ہاتھ میں پرس لٹکائے، دوسرے ہاتھ سے اپنی زلفوں کو سہلاتے ہوئے ادائیں دکھا رہا تھا۔ مختلف زاویوں سے اپنے جسم کی نمائش کر رہا تھا۔ جیسے وہ سینہ عالم ہو اور بڑے فخر سے اپنے حسن کا مظاہرہ کر رہا ہو۔۔۔ وہاں مردوں سے زیادہ عورتیں اس کی اداؤں سے محظوظ ہو رہی تھیں۔

ایک عورت نے پیچھے کر کہا۔ "ارے سخت اہم عورتوں کی نزاکت کا مذاق کیوں اڑا رہا ہے؟"

دوسری میز سے آواز آئی۔ "جب ہم عورتیں کبھی مرد نہیں بننا چاہتیں۔ یہ مرد ہیں جو فیشن اختیار کرتے کرتے عورت بن جاتے ہیں لعنت لعنت۔۔۔!"

عازم نے تالی پیٹ کر کہا۔ "اے ہنہا! لعنت نہ بھیج۔ بھیجنا ہے تو اپنے میاں کو بھیج۔"

سارا ہال قہقہوں سے گونجنے لگا۔ رومانہ کے دل میں اپنے فریاد کیلئے درد جاگا۔ اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ سونیا ایک قدم آگے بڑھ کر بولی۔ "فریاد! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

قہقہوں کی گونج میں عازم نے اس کی آواز نہیں سنی۔ وہ اچھل کر اسٹیج پر گئی۔ اس کے پیچھے رومانہ بھی پہنچ گئی۔ تب عازم نے انہیں دیکھا۔ چھو دیکھتے ہی اپنے آپ میں سمٹ کر کہنے لگا۔ "ہائے، یہ دونوں حرامزادیاں پھر میرے پاس آگئیں۔ میں ان سے کیسے پیچھا چھڑاؤں۔ دوگ! مجھے بچاؤ۔۔۔!"

دونوں نے اسے دو طرف سے گھیر لیا۔ رومانہ اس کا بازو تھام کر بولی۔ "فریاد پلیز تماشہ نہ بنو۔ یہاں سے چلو۔"

وہ اپنا بازو چھڑاتے ہوئے بولا۔ "اے کس مردُوے کا نام لے رہی ہو۔ میرا نام تو عازم فریادی ہے۔"

اتنے میں ایک شخص اسٹیج پر آیا۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر حاضرین کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر کہنے لگا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! یہ آدھی عورت اور آدھا مرد جو آپ کے سامنے ہے، اس کا اصلی نام فریاد علی تھا۔ یہ آج سے دو دن پہلے تک دنیا کا سب سے خطرناک مرد تھا۔ عورتیں اس پر نثار جان سے قربان ہو جایا کرتی تھیں۔ کہہ سکتے ہیں کہ دو عورتیں آپ کے سامنے اسٹیج پر موجود ہیں۔ ایک کا نام سونیا ہے اور دوسری کا نام رومانہ ہے۔ ان دونوں عورتوں میں مردانہ خوبیاں ہیں۔ یہ ہر طرح بڑی بے جگری سے لڑتی ہیں۔ افسوس کہ یہ جس مرد کو چاہتی ہیں، وہ مردوں کی فہرست سے خارج ہو چکا ہے۔"

تمام لوگ قہقہے لگانے لگے۔ ایک شخص نے اپنی جگہ سے کہا۔ "ہمیں یقین نہیں آتا کہ یہ آدھا مرد کبھی خطرناک بھی تھا۔ یہ کیسے بدل گیا؟"

اسٹیج پر کھڑے ہوئے اناؤنسر نے کہا۔ "جیسے زمانہ بدلتا ہے، یہ بدل گیا ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص آج ایک مرد کی طرح حقیر ہے۔ ہم دُنیا کے ہر ملک اور ہر شہر میں اس کی نمائش کرتے نکلے ہیں تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں کہ جو آج تخت ہے، کل تختہ ہے۔"

تمام لوگ آپس میں ایک دوسرے سے بولنے لگے۔ بے شمار کہنیوں کی جھٹناہٹ گونجنے لگی۔ اناؤنسر نے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اب آپ کے سامنے دلچسپ تماشہ پیش ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ بدمعاش قسم کے مرد کسی عورت کو چھیڑتے ہیں، پھر اُس عورت کی مدد کے لئے کوئی ہیرو وہاں آتا ہے اور ان بدمعاشوں سے مقابلہ کرتا ہے۔ تو حاضرین! یہاں چھ قسم کے بدمعاش فریادی بی بی کو چھیڑنے آ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ والی یہ دو عورتیں اس کی حفاظت کریں گی۔ اس طرح ایک جنگ چھڑ جائے گی۔ یہ محض نمائشی جنگ نہیں ہوگی۔ آپ کہ یہاں انسانی جسم ٹوٹے پھوٹیں گے اور اس اسٹیج پر خون بہہ جائیں گے اور جو خواتین زندگی اور موت کا یہ خوفناک تماشہ حوصلہ نہ رکھتی ہوں، وہ ڈائننگ ہال سے باہر چلی جائیں۔"

سب خاموش بیٹھے تھے۔ کوئی عورت وہاں سے نہ اٹھی۔ سب سونیا اور رومانہ کو دیکھ رہی تھیں، شاید یہ دیکھنا کہ وہ دو عورتیں بدمعاشوں کا مقابلہ کریں گی۔ یا اپنے زخم کھا کر بھاگ جائیں گی؟ بہرحال چند لمحوں کے لئے اتنے بڑے ہال میں خاموشی چھا گئی تھی۔ اس کے بعد اناؤنسر کے کہنے کی قسم کے لوگ اسٹیج پر آنے لگے۔ اناؤنسر کہہ رہا تھا۔ "یہ ماہر میں فری اسٹائل کا ناقابلِ شکست پہلوان۔۔۔ یہ جنہیں جہا اسکندریہ کے بدمعاشوں کا بے تاج بادشاہ۔۔۔ یہ موسوم جاپان کا جوڈو ماسٹر۔۔۔"

آخر میں ایک دُبلا پتلا سا شخص اسٹیج پر آیا۔ وہ بالکل نظر آ رہا تھا۔ اناؤنسر نے کہا۔ "یہ برما کا مچھر پہلوان ہے۔ یہ اپنے دشمنوں سے چھٹ کر رہ جاتا ہے۔"

اناؤنسر کی باتیں سن کر لوگوں کی دلچسپی بڑھ رہی تھی۔ سونیا اور رومانہ سمجھ گئی تھیں کہ فریاد کو تماشہ بننے کے لئے وہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھیں۔ وہ دونوں عازم کو دو طرف سے تھام کر اسٹیج کے ایک طرف لے گئیں۔ عازم سہما ہوا بڑبڑا رہا تھا۔

"ہائے اللہ میری آبرو خطرے میں ہے۔ یہ عزت کے دشمن کہاں سے آ گئے۔ میری لاج تیرے ہی ہاتھوں میں ہے۔"

اسٹیج پہلے سے زیادہ روشن ہو گیا۔ وہ کیمرے مختلف زاویوں سے متحرک فلم تیار کرنے کے متعلق تھے۔ اناؤنسر نے کہا۔ "سونیا! فریادبی بی کو اسٹیج کے درمیان لے آؤ۔ اس کے عاشق اُس سے دل بہلانا چاہتے ہیں۔"

سونیا نچلی بل کھاتی اسٹیج کے درمیان آئی۔ "دل بہلانے کیلئے میں کافی ہوں۔ تم دل والے کو بھیجو۔"

اناؤنسر نے جاپان کے جوڈو ماسٹر کو اشارہ کیا۔ وہ جاپانی زبان میں بڑبڑاتا ہوا آگے بڑھا۔ "کیا اس عورت سے لڑنے کے لئے میں تنہا ہی رہ گیا ہوں؟"

سونیا نے اسی کی زبان میں جواب دیا۔ "فکر نہ کرو، تمہارے بھی دوست بھی مرنے آئیں گے۔"

جوڈو ماسٹر موٹو مورو نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم ہماری زبان جانتی ہو؟ آؤ ہم دونوں ہم زبان ہیں، ہمیں خوشی میں مصافحہ کرنا چاہیے۔"

وہ مصافحہ کرنے ہی سونیا کا ہاتھ پکڑ کر جوڈو کا داؤ آزمانا چاہتا تھا۔ سونیا ناداں سچی نہیں تھی۔ اس نے مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مگر اسے ہاتھ پکڑنے کا موقع نہ دیا۔ موٹو مورو نے دوسری بار کوشش کی۔ پھر ناکام ہوتے ہی کرتب بازی پر اُتر آیا۔ سونیا نے پہلی چوٹ کھائی۔ لڑکھڑا کر پیچھے گئی۔ جوڈو ماسٹر حملہ کرنے کی دُھن میں آگے بڑھا تو اس کا ہاتھ سونیا کے ہاتھ میں آ گیا۔ پھر اُسے یکایک ایک جھٹکا لگا۔ وہ جوڈو کے داؤ سے گرتا ہوا اسٹیج کے خستہ فرش پر جا گرا۔ فرش شاید چیت ہو گیا۔ "ہا۔ واہ۔ واہ۔۔۔" کی آوازیں چاروں طرف سے بلند ہونے لگیں۔

خستہ فرش کے باعث موٹو مورو کی ریڑھ کی ہڈی میں چوٹ آئی تھی۔ وہ دوبارہ نہ اٹھ سکا۔ چار آدمی اُسے اسٹریچر پر ڈال کر لے گئے۔ اس کے بعد فری اسٹائل کا چیمپئن مائیکل آگے بڑھا۔ اس نے کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! تم یوسپ میں میری شہرت سنے ہو۔ میں کسی عورت سے اپنی توہین سمجھتا ہوں لیکن مجھے چیلنج کیا گیا ہے کہ میں ایک عورت کے مقابلہ میں ہتھیار نہیں رکھ سکتا۔ اگر ٹھہر گیا اور جیت گیا تو مجھے انعام طور پر ایک ملین ڈالر دیئے جائیں گے۔ جیتنے کے لئے شرط یہ ہے کہ میں اپنے مقابل آنے والی عورت کی ہڈیاں توڑ دوں تو پھر دیکھے کہ ہڈیاں ٹوٹنے کی آواز کیسی ہوتی ہے۔"

رومانہ نے آگے بڑھ کر سونیا کے شانے کو تھپکتے ہوئے اشارے سے کہا۔ "تم پیچھے چلی جاؤ۔"

وہ پیچھے آ کر عازم کے پاس کھڑی ہو گئی۔ مائیکل نے رومانہ کے حسن و شباب کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے تمہاری جوانی پر ترس آتا ہے۔"

وہ بولی۔ "مجھے تمہاری موت پر شرم آتی ہے۔"

"تم بولتی تو خوب ہو۔"

"میں تو ملتی بھی خوب ہوں۔"

مائیکل نے پنجے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے۔ وہ پنجے سے پنجہ ملانا چاہتا تھا۔ لیکن رومانہ کا انداز کچھ اور تھا۔ اس نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ پھر جیسے وہ ہواؤں میں اڑنے لگی۔

"ہا۔ ہپ ہپ۔۔۔" وہ دائیں سے بائیں جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی مائیکل کے چاروں طرف گھومنے لگی۔ نیچے کے طور پر مائیکل بھی چاروں طرف گھومنے لگا کہ پتہ نہیں وہ کس رُخ سے حملہ کرے گی۔ لیکن وہ اس کا اندازہ لگانے کے بعد اپنی جگہ پر آ کر چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔

مائیکل کسی زبردست حملہ کی توقع کر رہا تھا۔ جب کچھ بھی نہ ہوا تو وہ حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ "ہا۔ ہا۔ ہپ ہپ۔۔۔" وہ قلابازی کھا کر دوسری طرف چلی گئی۔ مائیکل پھر اس کے پیچھے لپکا۔ وہ پانسے کی طرح چل رہی تھی۔ اُس کے ہاتھ آتے آتے نکل جاتی تھی۔ یہ ایسا دلچسپ تماشہ تھا کہ تماشائی تالیاں بجانے لگے۔ مائیکل نے جھنجلا کر ایک بار پھر رومانہ کی طرف چھلانگ لگائی۔ رومانہ فرش پر پھسلتی ہوئی اس کے نیچے سے نکل رہی تھی کہ اُلٹی قلابازی کھا کر دوبارہ کھڑی ہو گئی۔ وہ اپنے بھاری بھرکم وجود کو سنبھالتا ہوا اٹھ رہا تھا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی پر ایک ٹھوکر پڑی۔ وہ تلملا کر بیٹھے بیٹھے پلٹ گیا۔ دوسری ٹھوکر اس کے مُنہ پر لگی۔ وہ کسی شاعر کی محبوبہ کے پاؤں نہیں تھے، وہ رومانہ کی ٹھوکر تھی اور ہتھوڑے کی طرح لگتی تھی۔ سب نے دیکھا۔ مائیکل کے ہونٹوں سے لہو کی دھار بہہ رہی تھی۔

"برے ڈو۔۔۔" تمام عورتیں خوشی سے چیخنے لگیں — مرد تالیاں بجانے لگے۔

شاید اُس کا سر چکرا رہا تھا۔ وہ سر جھکائے سنبھلنے اور فرش پر سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ رومانہ نے پھر ایک بار ٹھوکر ماری لیکن اس بار اُس کی ٹانگ مائیکل کی گرفت میں آ گئی۔ وہ رومانہ کو گرا کر اس کی ٹانگ پر چڑھ بیٹھا۔ فوٹ لاک لگا کر اُس کے پاؤں کی ہڈی توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب رومانہ تکلیف کی شدت سے چیخ رہی تھی۔

اکثر پہلوان داؤ پیچ سے جیت جاتے ہیں۔ لڑائی میں طاقت کی ثانوی حیثیت ہوتی ہے۔ رومانہ کچھ بھی ہو، ایک لڑکی تھی۔ ایک پہاڑ جیسے مرد کی طاقت کا جواب طاقت سے نہیں دے سکتی تھی۔ وہ ہمیشہ داؤ پیچ کے ذریعہ سبقت لے جاتی تھی۔ لیکن اس وقت مائیکل کے خطرناک داؤ میں آ گئی۔ میں نے اس کی پریشانی سمجھ لی کہ وہ میری مدد کے بغیر خود

کو چھڑا نہیں سکے گی۔

میں مائیکل کی کھوپڑی میں بیٹھ گیا۔ اُس کا دماغ جو اس کی جسمانی قوت کو مزید بڑھاتے رہنے کی ہدایت کر رہا تھا، وہی دماغ اب جسمانی قوت کو تدریج گھٹانے لگا۔ مائیکل کوشش کرتا تھا کہ زور لگائے، لیکن زور لگانے کی حد میں نے مقرر کر دی تھی۔ وہ اس حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔

رُومانہ کے لئے اتنا ہی سہارا کافی تھا۔ اُس نے کمر کی طرف سے خم کھا کر اٹھتے ہوئے اس کی گردن پر دوہتڑ کرائے کے ہاتھ رسید کئے — وہ تلملا کر گھوم گیا۔ لوگ دم سادھے یہ مقابلہ دیکھ رہے تھے۔ ایک فرش پر پڑی تھی۔ دوسرا اُس کی ٹانگ پر قینچی ڈالے بیٹھا تھا۔ رُومانہ نے ایک مار پھر کمر کی طرف سے خم کھا کر اٹھتے ہوئے کرائے کے ہاتھ دکھائے۔ وہ جملوں کو روک رہا تھا۔ پھر اچانک ہی اس کی دلخراش چیخیں سُنائی دیں۔ وہ رُومانہ کو چھوڑ کر فرش پر تڑپ رہا تھا۔ ذبح کئے ہوئے جانور کی طرح۔ اِدھر سے اُدھر چھڑپھڑا رہا تھا۔ کچھ دیر تک کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ جب مائیکل نے تڑپنے کے دوران اپنی آنکھوں پر سے ہاتھ اٹھایا تو آنکھوں کے حلقوں سے لہو اُبل رہا تھا۔

سارے تماشائی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ سب کے سب رُومانہ کو حیرانی اور بے یقینی سے دیکھ رہے تھے۔ انہیں آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ کبھی حسین و دوشیزہ ایسی خطرناک ہو سکتی ہے جتنی کہ سونیا بھی اُسے حقارت سے دیکھ رہی تھی۔ کیوں کہ رومانہ ساتھی ہونے کے باوجود اس کی دشمن تھی۔ اور دشمن کی ایسی خطرناک صلاحیتوں کو کوئی پسند نہیں کرتا۔

اسٹیج پر دو چار لوگ آئے اور مائیکل کو سہارا دے کر وہاں سے لے گئے۔ لوگ رومانہ کی تعریف میں بولے جا رہے تھے۔ سونیا نے اسٹیج کے درمیان آ کر کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! تیسرا مقابلہ مجھ سے ہوگا۔ اس چیلنج کے ساتھ کہ میں بھی اپنے مقابل کی آنکھیں نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دوں گی۔"

لوگوں کی چہ میگوئیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ لوگ خیش ہو کر تالی بجانے لگے۔ کسی نے کہا۔ "ہر ملک کے مچھر پہلوان کو مقابلہ کیلئے بھیجو۔ کہیں سے آواز آئی۔ "ارے وہ تو نہیں ہے۔ اسٹیج سے غائب ہو گیا ہے۔"

جاپان کے جوڈو ماسٹر اولیب کے فری اسٹائل چیمپئن کا حشر دیکھنے کے بعد وہ مچھر پہلوان واقعی وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ اب یہاں صرف اسکندریہ کے بدمعاشوں کا بے تاج بادشاہ جمشید جبران رہ گیا تھا۔ اُس نے آ کے بڑھ کر کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اب مقابلہ ہے دو دشمن آتے ہیں تو کسی کی جیت کسی کی ہار ہوتی ہے۔ میرے نزدیک ان عورتوں سے صرف جیتنا ہی مراد نہیں ہے بلکہ ان کے حوصلوں اور صلاحیتوں کی قدر کرنا مراد ہے۔"

اس بات پر تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ جمشید جبران نے ہاتھ اٹھا کر خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ایک گمنام پارٹی نام ایک لاکھ ڈالر کا چیک ارسال کیا تھا اور یہ لکھا تھا کہ ....."

وہ جیب سے ایک کاغذ نکال کر پڑھنے لگا۔

مسٹر جبران! تمہارے علاقہ میں ایک خطرناک عورت داخل ہو چکی ہے۔ تم اسے ہوٹل المانیکہ ڈائننگ ہال کے اسٹیج پر دیکھ لو گے۔ اگر تم اس عورت کو ذلیل کر کے اُسے اپنے علاقہ سے نکال سکو تو یہ ایک لاکھ ڈالر کا چیک کیش ہو جائیگا۔ انہیں ذلیل کرنے کی صورت یہ ہے کہ اسٹیج پر اُس عورت سے مقابلہ کیا جائے اور اُسے شکست دی جائے۔

اس خط کا مضمون سن کر تمام مرد عورتیں شیم شیم کہنے لگے جبران نے کہا۔ "ان قابل قدر عورتوں کو ذلیل کرنا دلیری ہے تو دلیری پر لعنت بھیجتا ہوں۔ یہ عورتیں ہمارے ایک مسلمان بھائی کی بازیاں لگا رہی ہیں۔ انشاء اللہ میں ان عورتوں کے لئے جان لگاؤں گا۔ آج سے یہ میری پناہ میں رہیں گی۔"

یہ کہنے کے بعد اُس نے سونیا سے مصالحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ سونیا نے مُسکرا کر اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ رُومانہ نے آگے بڑھ کر اُس سے کرتے ہوئے کہا۔ "ہم تمہاری دوستی کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن تم ہم دونوں کو نہیں جانتے۔ کیونکہ دُنیا کی ایک بہت بڑی اور خطرناک تنظیم پیچھے پڑی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے یہاں سے جانے کے بعد تمہیں بیچ کر رکھ دیں۔"

اس نے کہا۔ "ہم مسلمان مہمان نواز ہوتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ دُنیا کی کون سی طاقت مجھے مہمان نوازی سے باز رکھ سکتی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ عازم کے پاس آیا۔ پھر بولا۔ "مسٹر فریاد! مجھے افسوس ہے کہ آپ کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ میں یہاں کے سب سے بڑے اور معتبر ہوٹل کو حکم دوں گا۔ شاید وہ آپ کی جنس تبدیل کر سکے۔"

عازم نے ہاتھ نچا کر کہا۔ "اے خُدا نہ کرے کہ میری جنس تم تو میری خوبصورتی سے جل رہے ہو۔ اے بہن سونیا! اس موذی کو دفع کرو یہاں سے۔"

سونیا نے عازم کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "چلو یہاں سے۔ اب تمہارا تماشہ نہ بنو۔"

وہ لوگ عازم کو اسٹیج سے باہر لے جانے لگے۔ ڈائننگ ہال میں دانیال اُن کے پاس آیا۔ پھر اُن کے ساتھ لفٹ میں داخل ہو کر سٹریٹ فلور پر آ گیا۔ پھر بولا۔ "سٹریٹ لائٹ نے آج رات تم سب کو ڈنر پارٹی دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم لوگ اس سے انکار نہیں کرو گے۔"

معزز مہمانوں کے سامنے فریاد کی نمائش کی جائے گی اور تم سب کو ذلیل کرنے کا ورائٹی پروگرام بنایا جائے گا۔"

جمشید جبران نے کہا۔ "میرے مہمان ابھی کسی پارٹی میں نہیں جائیں گے۔ اگر سٹریٹ لائٹ زور دے تو ان لوگوں کو میرے گھر سے نکال کر لے جائے۔ تم میرا چیلنج وہاں تک پہنچا دو۔"

وہ لوگ لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور میں آ گئے۔ پھر اُس عمارت سے نکل کر پارکنگ ایریے کی طرف چلنے لگے۔ دانیال نے پوچھا۔ "مادام سونیا! ہمارے معاہدت کا کیا ہوگا؟"

سونیا بولی۔ "میں نے کہا تھا کہ فریاد سے ملنے کے بعد اپنا فیصلہ سُناؤں گی۔ تم دیکھ رہے ہو کہ ابھی ہمیں سکون سے فریاد کی موجودہ حالت کو سمجھنے کا موقعہ نہیں ملا ہے۔ پھر یہ کہ فیصلے میں جلد بازی کی ضرورت کیا ہے۔ ابھی تو تم رس ونی کا علاج کر رہے ہو۔ تم مجھ سے آج رات کسی وقت بالمشافہ ملنا۔ میں اطمینان سے بات کروں گی۔"

دانیال اُن سے رخصت ہو کر عمارت کی طرف واپس چلا گیا۔ جمشید جبران کے ایک ملازم نے سونیا، رُومانہ اور عازم کے لئے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ جبران اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سونیا نے کار میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "مسٹر جبران! کیا آپ دانیال کو جانتے ہیں؟"

"ہاں، یہ پُراسرار سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔ میں اس انتظار میں ہوں کہ کبھی یہ کسی معاملہ میں مجھ سے ٹکرائے تو میں اس کی اصلیت معلوم کر لوں۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ دُنیا کی سب سے بڑی اور خطرناک تنظیم کا ایک فرد ہے۔ یہ اسٹرڈن کی تنظیم کہلاتی ہے۔ دُنیا کی ایک بہت بڑی سیاسی پارٹی کی طاقت اس تنظیم کی پشت پناہی کرتی ہے۔ ہر ملک میں ان کا ایک ماسٹر ہوتا ہے۔ یہاں کے ماسٹر زوا کا نام تو تم سن ہی چکے ہو۔"

"ماسٹر زوا سے میرا لگاؤ ہوتا رہتا ہے۔ اُن نے مجھے ایک بار نقصان پہنچایا تھا۔ میں اُسے تین بار نقصان پہنچا چکا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے آج رات بھی وہ میرے ہاتھوں سے نقصان اٹھائے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ڈیش بورڈ سے وائرلیس کا ریسیور اٹھایا۔ پھر اپنی زبان میں کسی سے تحکمانہ انداز میں باتیں کرنے لگا۔ اس کی باتوں کے دوران دانیال اور ماسٹر زوا کے نام سُنائی دے رہے تھے۔ باتیں ختم ہونے کے بعد رُومانہ نے اس سے پوچھا۔ "کیا آپ ماسٹر زوا سے باتیں کر رہے تھے؟"

"نہیں، میں نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ دانیال کی نگرانی کریں اور اس کی موجودہ سرگرمی کی اطلاع دیں۔ اس کے علاوہ ماسٹر زوا اور اس کے چیچوں کی نگرانی کریں۔"

رُومانہ اور سونیا مطمئن ہو گئیں۔ عازم اُن کے درمیان خاموش بیٹھا سُنتا رہا۔ جمشید جبران دوغلے کردار کا آدمی نہیں تھا۔ میں بھی کسی طرف سے مطمئن ہو کر ریس ونی کے پاس گیا مگر اُس کا ذہن پُرسکون تھا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں اُس کے دماغ سے بھی چپ چاپ نکل آیا۔

●●

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ میرے اطراف ملایا کے جنگل کے ایک کاٹیج کا ماحول تھا۔ اس کاٹیج میں میں نے دوبدن کے ساتھ بڑی آرام دہ رات گزاری تھی۔ اُسے خوب پریشان کیا تھا۔ انہوں نے مجھے نیچا دکھانے کے لئے بار بار مجھ پر خطرناک حملے کئے تھے۔ اور ناکام رہی تھیں۔ آخر وہ اس نتیجے پر پہنچیں کہ جب میری آنکھیں بند ہوتی ہیں تو میں ایک بیدار پُراسرار انسان بن جاتا ہوں۔ مجھ پر بیرونی حملے کامیاب نہیں ہوتے۔ البتہ آنکھ کھلنے کے بعد ایک معمولی انسان بن جاتا ہوں۔

اس وقت کاٹیج کے اندر سچویشن یہ تھی کہ میری آنکھ کھلی رہنے پر دوبدن نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ میں نے اس حملے کو کامیاب ہونے دیا۔ پھر ان کے ہاتھوں کی مار کھاتے ہی جھوٹ موٹ فرش پر گر کے بے ہوش ہو گیا۔ دوبدن نے مجھے ہوش میں لانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ سنگدل تھیں۔ مجھے ہوش میں لا کر یہ ثابت کرنا نہیں چاہتی تھیں کہ انہیں میری ذات سے دلچسپی ہے لہٰذا وہ مجھے بے ہوشی کی حالت میں چھوڑ کر سونے کے لئے چلی گئی تھیں اور میں بے ہوشی کے بہانے اب تک اسکندریہ میں سونیا، رومانہ اور جبران کے ساتھ وقت گزارتا رہا تھا۔

میں نے دوبدن کے خوابیدہ ذہن کو ہدایت دی تھی کہ میں انہیں بیدار کر دوں گا۔ یا پھر وہ چار گھنٹے کے بعد بیدار ہو جائیں گی۔ اسکندریہ میں مجھے وقت کے گزرنے کا احساس نہ ہوا۔ وہاں چار گھنٹے سے زیادہ ہی وقت گزر گیا۔ اِدھر دوبدن میرے ٹرانس کا اثر ختم ہونے کے بعد بیدار ہو گئی تھیں۔ میں نے اُن کی سوچ پڑھی تو معلوم ہوا کہ وہ جاگنے کے بعد میرے پاس آئی تھیں۔ مجھے بستر پر فرش پر پڑے دیکھ کر واپس چلی گئیں۔ انہوں نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کئے۔ پھر کچن میں ناشتہ تیار کرنے چلی گئیں۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں کچن میں مصروفیات کے دوران میرے ہی متعلق سوچ رہی تھیں۔ سوچنے کی خاص وجہ یہ تھی کہ میں اُن کی زندگی کا پہلا مرد تھا جس کی آغوش میں آ کر انہوں نے یہ محسوس نہیں کیا تھا کہ ان سے ادھورا پیار کیا جا رہا ہے۔ دوبدن خود کو دو نہیں، ایک سمجھتی تھیں۔ ہماری قسطوں میں پیار نہیں چاہتی تھیں اور کوئی بھی شخص ان دونوں کو بیک وقت سمیٹ نہیں سکتا تھا۔ باری باری ہی سینڈل کر سکتا تھا۔ راک فیلو جیسے آہنی انسان نے بھی یہی کیا اور بُری طرح ناکام ہو کر دوبدن کو حاصل نہ کر سکا۔ میں نے کامیابی حاصل کی۔ دوبدن کے ڈبل شباب سے کھیلنے کے ساتھ تو نہ کھیل سکا لیکن آزمائشی طور پر پیار کے پہلے مرحلہ سے فاتحانہ انداز میں گزر گیا۔

عورت ہمیشہ فاتح مرد کے متعلق ہی سوچتی ہے، اس لئے وہ

دونوں میرے متعلق سوچ رہی تھیں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ڈریسنگ روم کے غسل خانے میں چلا گیا۔ غسل وغیرہ کے دوران میں نے دوبدن کی سوچ پر حاوی ہو کر کہا۔ "وہ غسل خانہ میں ہے، مجھے الماری سے ڈاکٹر فینی کا ایک جوڑا نکال کر ڈریسنگ روم میں رکھ دینا چاہیئے۔"

یہ بات ان کے مزاج کے خلاف تھی۔ ان کی سوچ نے کہا۔ "میں کیا اُس کی ملازمہ ہوں۔ پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے، میں آپ ہی آپ اُس کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتی ہوں۔"

اُن کی دوسری سوچ نے کہا۔ "اس لئے کہ وہ تمہیں جو جذبوں سے کھیلنے میں کامیاب رہا ہے۔ تم اسے کھو دو گی تو ایسا اور نہیں ملے گا۔"

وہ شرمانے اور مسکرانے لگیں۔ اُن کا جی چاہتا تھا کہ میرے پاس کھنچی چلی آئیں، لیکن وہی احساس برتری اور غرور انہیں روکتا تھا۔ وہ کسی بھی قوت کے سامنے جھکنا نہیں چاہتی تھیں۔ سوچ میں یہ بات اُن کے دماغ میں نقش ہو گئی تھی کہ وہ سب سے برتر ہیں۔ میں نے اس وقت انہیں ڈھیل دے دی۔ صرف اپنے لئے ایک جوڑا لباس منگوانے کی غرض سے اُن کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ میری سوچ کے قدموں سے چلتی ہوئی الماری کے پاس گئیں۔ پھر وہاں سے کپڑے، جُوتے اور جوتے ڈاکٹر ڈریسنگ روم میں رکھ دیئے۔ اس کے بعد کچن میں واپس چلی گئیں۔ میں نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگیں۔ "یہ میں نے کیا کیا؟ نہ جانے مجھے ضرورت کیا پڑی تھی؟ میں نے اس کے کپڑے لے جا کر وہاں کیوں رکھ دیئے؟ یقیناً میں اُس کی دیوانی ہو گئی ہوں۔ کیا اسی کو محبت کہتے ہیں کہ بے اختیار اپنے مرد کی خدمت کرنے کو جی چاہنے لگتا ہے۔"

"نہیں، یہ محبت نہیں شکست ہے۔ میں ابھی جا کر ان کپڑوں کو باہر پھینک دوں گی۔" یہ سوچ کر وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی کچن سے نکلیں۔ اس وقت تک میں ہاتھ روم سے نکل آیا تھا اور کمرے میں بے لباس کھڑا تولیئے سے بدن کو خشک کر رہا تھا۔ وہ ڈریسنگ روم کے دروازے پر پہنچتے ہی ٹھٹک گئیں۔ پھر ایک دم سے اُلٹے قدموں واپس چلی گئیں۔ ان کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ میری بے لباسی اندھے تیر کی طرح اُن کے تصور میں پیوست ہو رہی تھی۔

میں نے لباس اور جُوتے پہننے کے بعد کچن کا رُخ کیا۔ وہ بیڈ روم میں تھیں۔ میں نے پیٹ بھر کر ناشتہ کیا، چائے پی، پھر اطمینان سے ایک سگریٹ سلگا کر اس کا کش لگاتا ہوا بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ وہ بستر پر کروٹیں بدل رہی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ وہ دل کی دھڑکتی ہوئی دھڑکنوں سے دیکھ رہی تھیں۔ اُن کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"یہ ہے وہ بات والا شخص نظر نہیں آتا۔ ڈاکٹر فینی کے میک اپ میں بوڑھا لگ رہا تھا۔ اب ایک خوبرو جوان نظر آ رہا ہے۔ آخر یہ ہے کیا بلا؟ ہاں، یاد آیا۔ میں نے ایک پاسپورٹ میں اس کی تصویر دیکھی تھی۔"

اُن کے تصور میں اغوا شدہ طیارے کا سامان تھا۔ شبانہ کے ہمراہ کیس سے شبانہ اور عازم کے پاسپورٹ نکل آئے تھے۔ اور عازم کی یہ تصویر میری صورت نما پر کر رہی تھی۔ وہ بولیں۔ "مجھے یاد آ گیا تمہارا نام عازم ہے۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ انہوں نے پوچھا۔ "اب تک اپنی کیمیں چھپاتے رہے؟ پہلے ڈاکٹر فینی بنے رہے، پھر خود کو ڈبل اسٹ کہا۔ اگر میں نے تمہارا پاسپورٹ نہ دیکھا ہوتا تو تم اپنا اصل نام بھی کبھی نہ بتاتے۔"

میں نے کہا۔ "ہو سکتا ہے میرا یہ نام بھی اصلی نہ ہو۔"

"نہیں۔ مجھے یقین ہے۔ میں نے تمہارا پاسپورٹ دیکھا ہے نام عازم اور تمہاری بیوی کا نام شبانہ ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ پاسپورٹ بھی جعلی ہو۔"

"اِیں۔" وہ حیرانی اور پریشانی سے مجھے دیکھتی ہوئی بولی۔ "کیا عازم کے میک اپ تھا؟"

"میرے ایک چہرے کے پیچھے ہزاروں چہرے ہیں۔ دُنیا کی آنکھ میرا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکتی۔"

"تم ڈینگیں مار کر مجھے مرعوب یا متاثر نہیں کر سکتے۔"

"عورت یہ کبھی تسلیم نہیں کرتی کہ وہ اپنے سامنے والے سے متاثر ہو چکی ہے۔ کوئی بات نہیں جب تک میں تمہیں مرعوب نہ کر لوں ڈینگیں مارتا رہوں گا۔ کبھی نہ کبھی تو تم پگھل ہی جاؤ گی۔"

"بکواس مت کرو۔ میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔"

وہ اپنی کمزوری کو سمجھتی تھی کہ پگھل رہی ہے۔ میں نے اس دکھتی رگ کو چھیڑا تو وہ بگڑ گئی۔ "کیا تم بھول گئے ہو کہ میرے دو جوان بیٹے ہی بے ہوش ہو گئے تھے۔ اب میرا ہاتھ اٹھے گا تو تم زمین پر نہ اٹھ سکو گے۔ کیا ایڈی اور عمر سعید کا انجام یاد نہیں ہے؟"

"ہاں یاد آ گیا، میں تمہیں غصہ نہیں دلانا چاہتا، ایک دوست مشورہ دیتا ہوں کہ تم نے جو دو نوجوان شرابیوں کو تہہ خانے میں قید کر رکھا ہے، انہیں آزاد کر دو۔"

دوبدن نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم تہہ خانہ کی باتیں کیسے جانتے ہو؟"

"میں... تو کچی گوشت کھانے والے ناکام محبوب راکب نیب کے متعلق بھی جانتا ہوں۔"

دوبدن کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ پھر وہ سنبھل کر بولیں۔ "سمجھ گئی۔ تم نے یہ تمام معلومات ڈاکٹر موتائل سے حاصل کی ہیں۔"

"تم درست سمجھ رہی ہو۔ آؤ اب ہم اُن دو نوجوانوں کو آزاد دیں جو اس وقت دُنیا کے سب سے غریب اور مجبور انسان ہیں۔"

"وہ کبھی آزاد نہیں ہو سکیں گے۔ اسی قید خانہ میں سسک سسک کر مر جائیں گے۔"

"تم عورت نہیں پتھر ہو۔ اگر حسین نہ ہوتیں تو میں تمہیں سسک سسک کر مرنے پر مجبور کر دیتا۔"

وہ غصہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ "تم — تمہارے جیسا مٹی کا کیڑا مجھے مرنے پر مجبور کرے گا؟"

وہ ایک دم اچھل کر میرے سامنے آ گئیں۔ میں فوراً ہی ایک قدم پیچھے چلا گیا۔ ایسا نہ کرتا تو جوابی ہاتھوں کے کراٹے میرا بھرتہ بنا دیتے۔ اتنی دیر میں میں نے اُس کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ وہ گلا گھوٹنے کے انداز میں چاروں ہاتھ اٹھا کر میری طرف بڑھیں۔ مگر میرے دائیں بائیں سے گزرتی ہوئی آگے کو بڑھتی چلی گئیں۔ میں ان کے درمیان سے گزر کر کتابوں کے ریک کے پاس پہنچ گیا۔ وہ تہہ خانہ کا دروازہ تھا۔ چور دروازے کے کھلنے تک وہ پلٹ کر دوڑتی ہوئی مجھ پر حملہ کرنے آئیں۔ میں نے انہیں سوچ کی راہ سے گزارتے ہوئے چور دروازہ سے گزار کر تہہ خانے میں پہنچا دیا۔ پھر اس دروازے کو بند کر دیا۔

وہ پلٹ کر چور دروازے کو گھونسے مارنے لگیں۔ وہ یقیناً اس فولادی دروازے کو توڑ سکتی تھیں۔ کیوں کہ ڈبل ہارس پاور تھیں۔ میں نے اُن کی سوچ میں کہا۔ "اگر میں نے یہ دروازہ ٹوٹ دیا تو بُرا ہو گا۔ فوجی یہاں آئیں گے۔ پھر ٹوٹے ہوئے دروازے سے تہہ خانے تک پہنچ جائیں گے۔"

ان کی جھنجلاتی ہوئی سوچ نے کہا۔ "جہنم میں جائیں گے فوجی۔ میں ڈبل اسٹون کو، عازم کو۔ میرا مطلب ہے کہ اس بہروپیئے کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے ان کی سوچ میں انہیں ابارٹ ٹرن کر دیا۔ وہ زینے کی طرف گھوم گئیں، پھر بے اختیار زینے سے اُترتی ہوئی تہہ خانے میں جانے لگیں۔ میری مرضی کے مطابق سوچنے لگیں۔ "ٹھیک ہے میں چور دروازہ کو نہیں توڑوں گی۔ تہہ خانے کے دوسرے راستے سے جنگل میں جاؤں گی۔ وہاں سے کاٹیج پہنچ جاؤں گی۔ میں اُسے وہاں چین سے رہنے نہیں دوں گی۔"

جب وہ تہہ خانے میں ذرا دُور تک چلی گئیں، تو میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ چور دروازے سے گزر کر تہہ خانے میں آیا، پھر دروازے کو بند کھٹکھٹانے کے بعد زینے طے کرنے لگا۔ دوبدن تیزی سے قدم بڑھاتی جا رہی تھیں۔ لیکن مجھے نظر نہیں آ رہی تھیں۔ میں نے انہیں جانے دیا۔ مجھے اپنی ایک غلطی کا احساس ہوا۔ وہ یہ کہ صبح سے اب تک دوبدن سے چھیڑ چھاڑ میں مصروف رہا اور فوجیوں کی خبر نہیں لی۔ تہہ خانے کے تاریک راستے سے گزرتے ہوئے میں نے فوجی افسر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا پھر چلتے چلتے رک گیا۔

فوجی افسر کی سوچ بتا رہی تھی کہ اُس کے سامنے میرا بیٹھی ہے۔ اور بوڑھا ڈاکٹر فینی بوگارڈ بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ڈاکٹر فینی کے دماغ میں بیٹھ کر ان لوگوں کی باتیں سنوں۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ میں نے ہی ڈاکٹر فینی کے دماغ میں گھس کر اُسے امریکہ سے یہاں فوراً آنے پر مجبور کیا تھا تاکہ وہ اپنی بیٹی میریا سے مل کر اس حقیقت کو سمجھ لے کہ وہ گناہ گار نہیں ہے۔ اگر گناہ کیا بھی ہے تو اس گناہ کی شریک میریا نہیں بلکہ ریڈ گر کی بیٹی روزی تھی۔

بہر حال میں نے ڈاکٹر فینی کے دماغ میں جگہ بنائی اور اس کے ساتھ ہی چونک پڑا۔ ڈاکٹر کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ فوجی افسر کے خیمہ میں نہیں بلکہ ہانگ کانگ ایئر پورٹ کے وی آئی پی روم میں بیٹھا ہوا ہے۔ وہ جس طیارے میں سفر کر رہا تھا، اُس میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی تھی اس لئے سفر ملتوی ہو گیا تھا۔ اب وہ شام یا رات سے پہلے یہاں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

میں ڈاکٹر فینی کے دماغ میں سے واپس آ کر فوجی افسر کے دماغ سے اُن کی باتیں سننے لگا۔ افسر میریا کا تعارف کراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "ڈاکٹر، کیا تم جانتے ہو کہ یہ تمہاری سوتیلی بیٹی میریا ہے؟"

نقلی ڈاکٹر فینی نے چونکنے کی ایکٹنگ کی۔ "یہ — یہ بھی میری سوتیلی بیٹی ہے۔ اوہ گاڈ! میں ایک مدت سے اسے تلاش کر رہا ہوں۔ بیٹی کیا واقعی تم میریا ہو۔"

میریا سہمی ہوئی تھی۔ ایک طرف ہٹ کر بولی۔ "میں تمہاری بیٹی نہیں ہوں۔ تم میری ماں کے قاتل ہو۔ مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو۔"

نقلی ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بیٹی! کسی نے تمہیں میرے خلاف بہکایا ہے۔ میں ایک معمولی ڈاکٹر ہوں۔ کسی کو قتل کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔"

فوجی افسر نے کہا۔ "میں بھی کل سے بی بی کو یہی سمجھا رہا ہوں۔ جس ایڈگر ولٹن کو یہ اپنا باپ کہتی ہے، وہ ایک پرانا مجرم تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اس غلط آدمی نے بی بی کو۔ بہکایا ہے۔"

میریا نے کہا۔ "میرے آنجہانی باپ کو غلط نہ کہو۔ میں اپنے پتا کی توہین برداشت نہیں کروں گی۔"

افسر سے سمجھانے لگا۔ میں نے نقلی ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا۔ "اگر ایسے وقت ڈاکٹر فینی بوگارڈ یہاں پہنچ جاتے تو کیا ہو گا؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "اُس کے یہاں پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ امریکہ میں ہے اور میری اجازت کے بغیر یہاں نہیں آ سکتا۔"

میں سمجھ گیا۔ وہ نقلی ڈاکٹر دراصل وہی بلیک میلر تھا جو تقریباً سات برس سے ڈاکٹر فینی بوگارڈ کو فریب دے رہا تھا۔ محض دوبدن کو حاصل کرنے کے لئے اُس نے ڈاکٹر کو اس کی بیٹی میریا سے جُدا کر دیا تھا۔ سگے باپ بیٹی کے درمیان سوتیلا نہ غلط فہمیاں پیدا کر دی تھیں۔

میں ذرا فرصت کے ساتھ اس بلیک میلر سے نمٹنا چاہتا تھا۔ وہ خود ہی اس جنگل میں میرے قریب آ گیا تھا۔

میرا کہہ رہی تھی۔ "مجھے کسی عیسائی مشنری میں پہنچا دو بھیجو۔ مگر میں اس ڈاکٹر کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

بلیک میلر نے پدرانہ شفقت سے کہا۔ "بیٹی! میں تمہیں وحشت زدہ نہیں دیکھ سکتا۔ تم یہاں خود کو محفوظ سمجھو گی۔ آفیسر تمہیں وہیں پہنچا دیں گے۔"

فوجی افسر نے کہا۔ "ڈاکٹر۔ ہم تمہارے اُن عجوبہ کو دیکھنا چاہتے ہیں، جو ڈبل جو میل کے نام سے مشہور ہے۔"

بلیک میلر نے کہا۔ "میں ضرور ڈبل جو میل سے آپ کی ملاقات کراؤں گا۔ لیکن پہلے میں اُس سے تنہائی میں ملاقات کروں گا کیونکہ وہ بہت زیادہ مہذب نہیں ہے۔ اجنبی لوگوں سے بدک جاتی ہے میں چاہتا ہوں کہ پہلے آپ کا کوئی آدمی اپنی گاڑی میں مجھے کانچ پہنچا دے۔"

"ہاں، ضرور۔ آئیے۔" وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے خیمہ سے باہر آئے۔

ڈاکٹر۔ کل رات ہمارے جوان آپ کے کانچ کی طرف گئے تھے لیکن راستے سے بھٹک گئے۔ آپ اس جنگل کے الجھے ہوئے راستوں کو کیسے سمجھ لیتے ہیں؟"

بلیک میلر جواب دینے لگا۔ لیکن مجھے ان کے دماغ سے نکل کر واپس تہہ خانے میں آنا پڑا کیونکہ دُور سرنگ میں مشعل کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ جو بتدریج میرے قریب آتی جا رہی تھی۔ میں مشعل بردار کو دیکھنے کے لئے ٹھہر گیا تھا۔ پھر تقریباً بیس یا پچیس قدم کے فاصلے پر وہ نظر آ گئے۔ وہاں سات فٹ کا طویل تڑنگا راک فیلو ایک ہاتھ میں مشعل تھامے کھڑا تھا۔ وہ بے لباس تھا۔ مگر اس کے جسم پر گوریلے کی طرح اتنے لانبے لانبے بال تھے کہ اُن کا نگاہیں اُن بالوں سے چھپ گیا تھا۔ وہ بہت مخطرناک گوریلا نظر آتا تھا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار ایسا انسان دیکھا تھا جسے کسی طرح انسان نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ ایک مکمل بے حس درندہ تھا۔

اُس درندے کے ساتھ دو بدن تھیں۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "راک فیلو! یہی وہ ذلیل آدمی ہے، جو کل رات سے ہمیں تو ہین کو رہا ہے۔"

راک فیلو نے غراتے ہوئے مجھے دیکھا۔ پھر دو بدن سے کہا۔ "ڈبل جو میل! مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ مچھر کا بچہ تمہارے قابو میں نہیں آیا۔ تم تو ایسے دس مچھروں کو بیک وقت اپنی جھلی میں مسل سکتی ہو۔"

وہ غصہ میں بولیں۔ "میں کچھ اس نہیں سُننا چاہتی۔ اگر تم مجھے دل و جان سے چاہتے ہو تو میری توہین کا بدلہ لو۔ ابھی تمہارے سامنے اسے چیر پھاڑ کر رکھ دو۔"

ڈاکٹر فینی بوگارڈ کے عجائبات میں سے راک فیلو دوسرا عجوبہ جسمانی قوت کا یہ عالم تھا کہ نر یل کے درخت کو ٹکریں مار کر جڑ سے اکھاڑ سکتا تھا۔ اُس کے ایک بھرپور گھونسہ سے پختہ دیواریں ٹوٹ جاتی تھیں۔ دو بدن کی خواہش کے مطابق وہ یقیناً مجھے چیر پھاڑ کر رکھ دیتا۔ یہ سوچ کر میں نے بھاگنا شروع کیا۔ وہ گرج کر بولا۔ "تم مجھ سے تیز نہیں بھاگ سکو گے۔ رُک جاؤ۔"

اس کی آواز اتنی خوفناک اور گرجدار تھی کہ سرنگ کی دیواریں لرزتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ میں دوڑتے دوڑتے لڑکھڑا گیا۔ وہ درندے کی آواز کا اتنا اعصاب کو کمزور کر دیتے تھیں۔ میں لڑکھڑا کر گرتے گرتے سنبھل گیا۔ سُرنگ کی دیوار کا سہارا لے کر دیکھا۔ اُس نے اپنی تمام تر رفتار کے متعلق درست کہا تھا۔ جنگل کے عفریت کی طرح ایک جست کئی قدم کے فاصلے طے کرتے ہوئے میرے قریب پہنچ رہا تھا۔ یہ اُس کے دماغ میں ایک جھٹکے سے "اونک۔ آہ۔۔۔" کہا۔ وہ رُک گیا۔

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "میں مشعل لے کر چلا آیا یا میری جان اندھیرے میں جھٹکے گی۔ نہیں۔ میں اُسے مشعل دے دوں۔"

وہ فوراً ہی پلٹ کر دوڑتا ہوا دو بدن کی طرف گیا۔ مشعل ہوئی تو میں اندھیرے میں دوڑتا چلا گیا۔ دو بدن نے راک فیلو کو آتے دیکھ کر غصے سے بولیں۔ "تم واپس کیوں آ گئے؟ وہ کہاں ہے؟"

"میں اُسے پکڑنے جا رہا ہوں۔ تم اندھیرے میں رہو گی یہ مشعل دینے آیا ہوں۔"

وہ جھلا کر بولیں۔ "گدھے کہیں کے۔ کیا تم اندھیرے میں اُس تعاقب کر سکو گے؟ تمہارے پاس طاقت ہے۔ مگر عقل نہیں ہے۔"

ایسا کہتے وقت دو بدن کے تصور میں میں آ گیا۔ کیونکہ میں نے دو بدن سے کہی تھی کہ اُن کے پاس طاقت ہے مگر عقل نہیں ہے۔ راک فیلو جھپٹ کر مشعل اچکتے ہوئے میری طرف دوڑتے ہوئے لگا۔ میں بھاگتا ہوا سرنگ کے اس حصہ میں پہنچ گیا تھا جہاں بیری ہارسن اور ڈان سومرو جیسے دولت مند لوگ قید کئے گئے تھے۔ اس قید خانہ کے دوسری طرف دو بدن کی خواب گاہ تھی۔ اس کی وہ بڑا ہال تھا جہاں میرے تراشے جاتے تھے۔ میں نے آگے راستے کے لئے دیوار میں لگی ہوئی ایک کل کو گھمایا۔ آہنی دروازہ گھڑگھڑاہٹ کی آواز کے ساتھ کھلنے لگا۔ اتنے میں راک فیلو پہنچ گیا۔ میں نے رکھا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ جیسے ہی وہ قریب آیا۔ اُس کے ذہن سے جھٹکا پہنچا۔ وہ گرجتا ہوا دیوار سے ٹکرایا۔ اس کے ہاتھ کی مشعل کے جسم سے ٹکرائی۔ اس کے جلق سے بھرگرجتی ہوئی چیخ نکلی۔ جسم کے لانبے بال کئی جگہ سے جل گئے تھے۔ وہ کبھی سر کو تھام رہا تھا اور کبھی

کے جلنے والے حصوں کو سہلا رہا تھا۔

میں اتنی دیر میں اپنی سلاخوں والے دروازے کے پیچھے جا کر اُسے بند کر چکا تھا۔ وہ جس کل کو گھمانے سے کھلتا تھا، میں نے اندر آ کر اُس کل کے تار توڑ ڈالے۔ طاقت ور انسان ہو یا کوئی جنگلی درندہ، سب ہی جسمانی چوٹ کو برداشت کر سکتے ہیں، مگر دماغی چوٹ سب ہی کے لئے ناقابلِ برداشت ہوتی ہے۔ راک فیلو نے اپنے جسم پر آگ کی جلن کو برداشت کر لیا۔ لیکن جو دماغی جھٹکا میں نے پہنچایا تھا، وہ اُس کے لئے بیحد اذیت ناک تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک بوکھلاہٹ میں سر کو تھامے کھڑا رہا۔ پھر ذرا سنبھلتے ہوئے اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ مشعل زمین پر گری ہوئی تھی، اُسے دیکھتے ہی یاد آیا کہ وہ اپنی محبوبہ کو خبر دینے کے لئے کسی کو جبر چیر پھاڑ ڈالنا چاہتا تھا اور ابھی اس کا پیچھا کر رہا تھا۔

اس نے فوراً ہی مشعل کو اٹھا کر غراتے ہوئے میری جانب دیکھا۔ میں نے اپنی سلاخوں کو تھام کر کہا۔ "ہیلو راک فیلو! تم خواہ مخواہ میرے دشمن بن گئے ہو۔ تمہیں کوئی تکلیف ہو تو بتاؤ، میں تمہارے کام آنا چاہتا ہوں۔"

اُس نے تیزی سے آ کر دروازے کو ایک لات ماری۔ آہنی دروازہ لرز کر رہ گیا۔ وہ غرا کر بولا۔ "میں تمہاری ٹانگیں کھینچ کر جبڑے ڈالوں گا۔ پھر تمہارا کچا گوشت چبا چبا کر کھاؤں گا۔"

"بچے کچے۔ مگر تم تو مشعل جلا کر گوشت بھونتے آتے تھے۔"

اُس نے مشعل کو سلاخوں کے درمیان سے گزار کر حملہ کیا۔ میں نے ایک طرف ہٹ کر اُس کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ تاکہ مشعل ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ لیکن وہ سچ مچ فولاد تھا۔ اس کے ہاتھ پر میری زبردست ٹھوکر کا ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ مجھے مجبوراً تیل بیتھی کا سہارا لے کر اس کے ہاتھ سے مشعل گرانا پڑا۔ مشعل گرنے کے بعد اُسے تعجب ہوا کہ وہ اس کے ہاتھ سے نیچے گر پڑی۔ میں نے اُسے زمین پر سے اٹھا کر کہا۔ "اب بولو کیا میں تمہارے جسم کے سارے بال جلا ڈالوں؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سلاخوں کو تھام کر دروازے کو اس کی چوکھٹ سے اکھاڑنے لگا۔ وہ فولادی دروازہ دس فٹ اونچا اور چھ فٹ چوڑا تھا۔ ایک ہاتھی ہی ایسے دروازے کو توڑ یں مار سکتا تھا۔ لیکن میں نے شدید حیرانی سے دیکھا۔ وہ دو ہاتھوں کی قوت سے اتنے بڑے دروازے کی چوکھٹ کو اس کی جگہ سے ہلا رہا تھا۔ سُرنگ کی چھت کا پلاستر اکھڑ رہا تھا۔ اوپر سے پتھر ٹوٹ کر گر رہے تھے اور وہ پتھروں کی چوٹ برداشت کر رہا تھا۔

یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ وہ اب کسی بھی لمحے دروازے کو اکھاڑ کر مجھ پر پھینک دے گا۔ میں نے جلتی ہوئی مشعل سے اس پر حملہ کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ کیونکہ اُس کے سینے اور پیٹ کے بال جل گئے تھے۔ جلتے ہوئے بالوں کی عجیب سی بدبو پھیل رہی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے ان بالوں کو سہلا کر آگ بجھا رہا تھا۔ اتنے میں دو بدن وہاں پہنچ گئیں۔

انہوں نے میرے ہاتھ میں مشعل دیکھ کر سمجھ لیا کہ میرا پلڑا بھاری ہے۔ وہ غصہ سے بولیں۔ "راک فیلو! کیا یہ آدمی تمہارے قابو میں نہیں آ رہا ہے؟"

راک فیلو نے طیش میں آ کر چھلانگ لگائی۔ اس سے پہلے کہ میں مشعل سے دوبارہ حملہ کرتا، اُس نے ایک ہی لات میں آہنی دروازے کو توڑ دیا۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ میں فوراً ہی دُور پہنچ گیا۔ مجھے ذرا بھی دیر ہوتی تو وہ آہنی دروازہ مجھ پر آ کر میرے ٹکڑے کر ڈالتا۔ تہہ خانہ کی چھت سے پتھر اور مٹی کی باریں ہو رہی تھی۔ میں مشعل تھامے دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ اتنے بڑے اور مضبوط دروازے کے اکھڑنے کے باعث گرد و غبار کی دھند چھا گئی تھی۔ مشعل کی روشنی کے باوجود ہم ایک دوسرے کو نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں اس دھند میں آگے بڑھنے کا راستہ

مطالعہ کرنے امتحان دینے اور یادداشت بڑھانے کیلئے ایک بے حد کارآمد نفسیاتی کتاب

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی نمبر ۱

بھول گیا۔

مجھے خطرہ محسوس ہُوا کہ راک فیلو مشعل کی دھندلی روشنی کی سمت کو مجھے دیوچ لے گا۔ میں فوراً ہی مشعل کو دیوار کے ایک سوراخ میں پھنسا کر وہاں سے ہٹ گیا۔ آہستہ آہستہ دیوار سے لگ کر ایک سمت بڑھنے لگا۔ چند لمحوں بعد دوبدن کی ٹوبل جوئیل آواز سنائی دی "مشعل یہاں ہے۔ وہ شیطان کا بچہ ہمیں ہو گا۔"

میں نے دوبدن کی کھوپڑی میں جھانک کر دیکھا۔ وہ مایوس ہو رہی تھیں کہ میں وہاں نہیں تھا۔ میں انہیں دھوکا دینے میں کامیاب رہا تھا۔ اپنی اس تدبیر پر میں مسکرایا لیکن دوسرے ہی لمحہ مسکراہٹ کافور ہو گئی۔ اُس دھندلی دوسری طرف سے آنے والا راک فیلو مجھ سے ٹکرا گیا۔ "غر۔ غر۔ رر۔ رر۔ غر۔۔۔"

اس سے پہلے کہ میں پلٹ کر بھاگتا، اُس نے غراتے ہوئے مجھے اپنے ہاتھ سے دبوچ لیا۔ اُف! میں اُس ایک ہاتھ کی آہنی گرفت کو کبھی نہیں بھول سکوں گا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی درازقامت روبوٹ کے فولادی شکنجہ میں میری گردن پھنس گئی ہے اور تمام انسانی قوت اور جدوجہد کے باوجود اس سے نجات حاصل کرنا ناممکن ہے۔ میری بدبختی یہ تھی کہ زندگی میں پہلی بار میں بُری طرح بوکھلا گیا تھا اور اس بوکھلاہٹ میں پیٹھ پیچھے کو فوری نجات بنانا بھول گیا تھا۔

میں نے ایک اناڑی کی طرح اِدھر اُدھر ہاتھ مارنا شروع کر دیا۔ وہ میری بے بسی پر قہقہے لگا رہا تھا۔ "ہی ہی۔ ہا ہا ہا ہا ہی ہی۔ ہا ہا ہا ہا۔" بڑا ہی خوفناک قہقہہ تھا۔ جیسے کوئی جن مجھے چڑکیوں میں مسل رہا ہو۔ اچانک میرے قدم زمین سے اکھڑ گئے۔ وہ صرف ایک ہاتھ سے میری گردن پکڑ کر مجھے فرش سے عرش کی طرف لے جا رہا تھا۔ آخر فضا میں بلند کرنے کے بعد اُس نے مجھے زمین پر دے مارا۔

دے مارا کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مجھے مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ لیکن ابھی مجھے یہ داستان لکھنے کے لئے زندہ رہنا تھا۔ میں زمین پر گرنے کی بجائے دوبدن کے اوپر آیا۔ وہ مجھے چاروں ہاتھوں سے سنبھالتی ہوئی فرش پر گر پڑیں۔ فرش پر مٹی اور پتھروں کا ڈھیر تھا۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہنے لگیں۔ اُس وقت تک میرے ہوش و حواس ٹھکانے آ گئے تھے۔

اس نے جھلا کر مجھے چار ہاتھوں کی بندش میں جکڑ لیا۔ اُن کی شیطانی گرفت بھی ایسی ہوتی تھی کہ خود کو چھڑانا ناممکن ہو جاتا تھا۔ میں نے جدوجہد نہیں کی۔

راک فیلو رقابت کی آگ میں جل رہا تھا۔

اُس نے مجھے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس بار میں نے اسے دانتی جھٹکا پہنچاتے ہوئے ایک گھونسہ منہ پر رسید کیا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑا تا ہُوا آہنی دروازے کے اوپر جا گرا۔

ایسے چٹانی کوریلے کو میرا ایک گھونسہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ دانتی جھٹکا کھا کر گرا تھا۔ دوبدن اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے مجھے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ میرے گھونسہ کی قوت اور وزن پر اتنی یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں ایسی چٹان کو گرا سکتا ہوں۔ میں نے بڑھ کر دیوار کے سوراخ سے مشعل نکالی۔ پھر قید خانہ کی طرف جاتے ہوئے چیخ کر کہا۔ "راک فیلو! بندروں کی طرح سر جھکائے کیوں کھڑے ہو۔ میری طرف سے پہنچنے والا دانتی جھٹکا اس کے لئے ایک ناقابل فہم عذاب تھا۔ اس لئے وہ سر جھکائے اُس دانتی اذیت کو اور خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُس نے کراہتے ہوئے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ میرا سر سچ مچ پھوڑے کی طرح کیوں دکھنے لگا۔"

وہ بولیں۔ "کیا تم اپنی بزدلی کو چھپانے کے لئے باتیں بنا رہے ہو؟"

"میں بزدل نہیں ہوں۔" وہ غُرا کر اس سمت بڑھنے لگا جس طرف مشعل لے جائی جا رہی تھی۔ دوبدن بھی اس کے ساتھ آ رہی تھیں۔ قید خانہ کے حق کر وہ مجھے دیکھتے ہی لپک گئے۔ اب راک فیلو میں پہلی جیسی طراری اتنا تو اس کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ مجھے چھیڑنے وقت ہی اس کی کھوپڑی پارہ پارہ ہو جاتی ہیں۔ وہ مجھے گھور کر دیکھ رہا تھا۔

میں نے دوبدن سے کہا۔ "اپنے آدمیوں کو حکم دو کہ ان آہنی کھولو کو کھول کر دونوں شرما، ٹوبل سومرو اور پیری ہڈسن کو آزاد کر دیں۔"

وہ تینوں دولتمند قیدی آہنی سلاخوں کو تھامے ہوئے تھے۔ دونوں شرما نے خوش ہو کر کہا۔ "مسٹر عازم! نہیں نہیں مسٹر فولاد! یہ جو ہمارے سامنے کھڑا ہے، یہ بہت دلیر شخص ہے۔ طیارے میں اس نے اسی کے اسمگلروں کو بھگایا تھا۔ اب ہم یقیناً آزاد ہو جائیں گے۔"

دوبدن نے کہا۔ "بکواس مت کرو۔ یہ دلیر آدمی بھی تمہاری طرح تڑپ تڑپ کر مرے گا۔"

میں نے کہا۔ "میری ٹوبل جان! میں تو اب بھی تمہارے لئے تڑپ کر مر رہا ہوں۔ تم تو خواہ مخواہ غصے اور غرور میں مری جا رہی ہو۔ راک فیلو اپنی محبوبہ کی شان میں ایسے الفاظ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے اچانک ہی میرے ہاتھ پر ایک ٹھوکر ماری۔ میرے ہاتھ سے نکل کر دوبدن کے قدموں میں پہنچ گئی۔ انہوں نے دوسری طرف راک فیلو مجھے دونوں ہاتھوں سے دبوچنے کے لئے بڑھا۔ اسی وقت دوبدن نے مشعل سے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں پیچھے چلا گیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ مشعل کی آگ راک فیلو کو چھوتی ہوئی وہ چیختا ہُوا اپنے بالوں کو سہلاتا ہُوا پیچھے ہٹ گیا۔

دوبدن جھلا کر چیخنے لگیں۔ "جانی وارڈ، رابن ہڈ کہاں مر گئے؟ اِدھر آؤ۔ اس شیطان کو شوٹ کر دو۔"

تین آدمی اپنے ہاتھوں میں رائفل اور ریوالور لئے ہوئے وہاں آئے۔ انہوں نے سُنا تھا کہ کسی شیطان کو شوٹ کرنے کا حکم ہے اور وہاں بالوں سے بھرا ہُوا راک فیلو ہی شیطان لگ رہا تھا۔ انہوں نے وہاں پہنچتے ہی فائرنگ شروع کر دی۔ تڑاخ کی آواز کے ساتھ گولیاں راک فیلو کے جسم کو چھیدنے لگیں۔ وہ بڑا ہی جی دار تھا۔ گولیاں کھا کر بھی ڈٹا رہا۔ گاتا ہُوا آگے بڑھا۔ دوبدن نے چیخ کر کہا۔ "اُلو کے پٹھو! اب پر گولی نہ۔۔۔"

میں نے دوبدن کی بات پوری نہ ہونے دی۔ اُن کی سوچ کو گرفت میں لیا تو وہ میری مرضی کے مطابق کہنے لگیں۔ "ہاں ہاں، اسی پہ فائرنگ کرو منہ کیا دیکھ رہے ہو۔"

پھر ایک بار فائرنگ ہوئی۔ راک فیلو زخمی ہو کر گرتے گرتے جانی وارڈ اور رابن کو دبوچ لیا۔ وہ زخمی درندے کی طرح غرا رہا تھا اور دونوں کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ میں نے دوبدن کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ اپنا سر تھام کر سوچنے لگیں۔ "یہ کیا ہو گیا؟ اب ماننا پڑے گا کہ یہ عازم سچ مچ پُراسرار ہے۔ ہم نہ اس پر حملہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کے خلاف کچھ بول سکتے ہیں۔ کچھ بولو تو وہ بات اُس کے حق میں بدل جاتی ہے۔ آہ! یہ کیا ہو گیا۔ میرے ہی حکم سے راک فیلو پر گولیاں برسا دی گئیں۔"

یہ سوچتے ہی اُس نے ٹائیگر کو مخاطب کیا۔ "اس نے کہا ہیں ملوم! اس کے کیس ملوم کہتے ہی اس کی کھوپڑی میں بیٹھ گیا۔ دوبدن نے میری طرف اشارہ کیا۔ "اسے فوراً شوٹ کر دو۔"

میں نے ٹائیگر کے دماغ کے ٹریگر پر لگی لگی رکھ کر ریوالور کی باقی گولیاں راک فیلو پر چلا دیں ——— وہ بوکھلا کر دوبدن کو دیکھنے لگا۔ دوبدن پریشان ہو کر مجھے دیکھ رہی تھیں کہ آخر ساری کوششیں ناکام کیوں ہو رہی ہیں؟ اتنی گولیاں کھانے کے بعد راک فیلو جیسا پہاڑ ہمیشہ کے لئے زمین بوس ہو جاتا تھا اور اس کے نیچے جانی وارڈ اور رابن دب کر دم توڑ چکے تھے۔ ٹائیگر خالی ریوالور تھامے چپ کھڑا تھا۔

چند لمحوں تک گہرا سناٹا رہا۔ پھر میں نے آگے بڑھ کر ٹائیگر کے منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ وہ پیچھے کی طرف گیا تو میں نے جھک کر راک فیلو کے سینے سے جانی وارڈ کا ریوالور اٹھا لیا۔ وہ خالی تھا لیکن کسی کو یہ بتانا نہ تھا کہ کس نے کتنی گولیاں چلائی ہیں۔ لہٰذا میں نے خالی ریوالور دوبدن کی طرف کر دی۔ "ٹوبل جوئیل! میں رحم نہیں کروں گا۔ اگر زندہ رہنا چاہتی ہو تو قیدیوں کو آزاد کرنے کا حکم دو۔"

وہ بڑی دیر سے مجھے دیکھے جا رہی تھیں اور اب صحیح معنوں میں مجھ سے متاثر ہو رہی تھیں۔ انہوں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ "ٹائیگر! قیدیوں کو آزاد کر دو۔"

ٹائیگر نے آگے بڑھ کر مُردہ رابن کی جیب سے چابیاں نکالیں پھر حوالات کے دروازے کھولنے لگا۔ پہلے پیری ہڈسن کا سب سے بڑا صنعت کار احسان سومرو باہر آیا۔ اُس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر عازم! آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ میری دولت کا کوئی حساب نہیں ہے۔ آپ بتائیں کیا چاہتے ہیں؟ میں آپ کے لئے قارون کی تجوری کھول دوں گا۔"

انٹرنیشنل سی پورٹ کے ڈائریکٹر جنرل پیری ہڈسن نے قید سے نکل کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ واقعی دلیر ہیں اور میں واقعی اتنا دولت مند ہوں کہ دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آپ کے لئے زندگی کی تمام آسائشیں مہیا کر سکتا ہوں۔"

ونود شرما باہر آتے ہی میرے گلے لگنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے پرے ہٹا کر کہا۔ "تم مجھے زیادہ نہ کہو، یہ ٹوبل جوئیل پاگل ہو جائے گی کہ آخر میرے کتنے نام اور کتنے رُوپ ہیں۔ میں عازم ہوں، مجھے عازم ہی کہو۔"

اُس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "تم جو کہو گے، میں وہی کروں گا۔ رام قسم تم لاجواب ہو۔ آگیا (حکم کرو۔ میں اپنی ساری دولت تمہارے قدموں میں لا کر ڈال دوں گا۔ مگر میں ٹوبل جوئیل کو زندہ نہ چھوڑنا۔ ان دونوں نے ہم لوگوں پر بڑے ظلم ڈھائے ہیں۔"

ٹان سومرو اور پیری ہڈسن بھی دونوں کو گالیاں دینا چاہتے تھے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کے لئے کہا۔ "دوستو! یہ ٹوبل جوئیل بظاہر ظالم ہیں، مگر حقیقتاً مظلوم ہیں۔ انہیں مجبوری نے بگاڑ دیا ہے۔ جیسی پوزیشن کی، یہ ویسی ہی بن گئیں۔ میں نے اصل مجرموں میں سے کئی کا خاتمہ کر دیا ہے، جو باقی ہیں، انہیں ہم قانون کے حوالے کریں گے۔ لیکن ٹوبل جوئیل کو نہ تو قانون کے سپرد کیا جائے گا اور نہ ہی کسی طرح کا انتقام لیا جائے گا۔"

وہ تینوں دولتمند دوبدن سے بُری طرح خار کھائے ہوئے تھے اُسے معاف کرنا نہیں چاہتے تھے۔ میں نے کہا۔ "اگر آپ لوگ میرا احسان مانتے ہیں تو احسان کا بدلہ اس طرح اُتار دیں کہ ٹوبل جوئیل کے خلاف کبھی کوئی بیان نہ دیں۔"

وہ لوگ میری اس خواہش کے آگے مجبور ہو گئے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ میری خاطر وہ ٹوبل جوئیل کے خلاف کبھی انتقامی کارروائی نہیں کریں گے۔ دوبدن نے ٹائیگر کو حکم دیا۔ "جاؤ! سٹور سے ان تینوں کا سامان نکال کر لے آؤ۔ اور ان کے نہانے، کھانے اور آرام کرنے کا بندوبست کرو۔"

ٹائیگر نے ان تینوں کو اپنے ساتھ آنے کے لئے کہا۔ وہ چلنے لگے۔ میں نے تسلی دی۔ "آپ لوگ بے فکر رہیں، اب کوئی آپ لوگوں کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں تھوڑی دیر بعد ملاقات کروں گا۔"

وہ لوگ چلے گئے۔ وہاں اب دوبدن میرے سامنے تنہا رہ گئیں۔ وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے کھڑی رہیں۔ پھر مشعل اٹھا کر خوابگاہ کی طرف چل گئیں۔ میں اُن کے پیچھے چلتا ہُوا خوابگاہ میں پہنچ گیا۔ وہاں دو بالکل برہنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ دوبدن کو دیکھتے ہی اٹھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ وہ غصہ سے بولیں۔ "یہ خوابگاہ تمہارے

باپ کی ہے جو آرام کر رہے ہو۔ گیٹ آؤٹ۔"

وہ دونوں سر جھکا کر وہاں سے چلے گئے۔ واقعی وہ بدن مغرور اور غصہ ور تھیں، دوسروں کو خاطر میں نہیں لاتی تھیں، کتوں کی طرح دھتکار دیتی تھیں۔ جب وہ دونوں رائفل بردار چلے گئے تو وہ مجھے ترحم سے دیکھنے لگیں۔ اُن کا غرور کہتا تھا کہ مجھ پر بھی غصہ دکھانے کا نتیجہ دیکھتی آئی تھیں، اس لئے صبح سے اب تک بار بار غصہ دکھانے کا نتیجہ دیکھتی آئی تھیں، اس لئے تھکے ہوئے انداز میں بستر پر بیٹھ کر آہستگی سے بولیں۔

"مسٹر! میرا سر درد کھا رہا ہے۔ خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو؟ میں تمہیں کس نام سے پکاروں۔۔۔؟"

میں نے کہا۔ "ابھی آپ مظلوم بن کر نہ پوچھو۔ پہلے مجھے زیر کرنے اور ذلیل کرنے کی آخری حد تک کوششیں کر ڈالو۔ جب یقین ہو جائے کہ میں تم پر حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں تو پھر میں۔۔۔"

وہ چاروں مٹھیاں بھینچ کر بولیں۔ "مجھ پر کوئی حکومت نہیں کر سکتا۔ میں یقیناً تمہیں زیر کروں گی۔ مگر پہلے تمہیں جاننا اور پہچاننا چاہتی ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "تم صدیوں سے دو ہو، میں اپنے اندر بے شمار ہوں۔ کہاں تک سنو گی، کہاں تک سناؤں گا، بہتر ہے کہ میرے متعلق سوچنا چھوڑ دو، ورنہ یہ سوچیں تمہیں عشق کی منزل تک پہنچا دیں گی۔"

"میں لعنت بھیجتی ہوں عشق و محبت پر۔ مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ تم خوش نصیب ہو کہ میں تم سے سیدھے منہ بات کر رہی ہوں، اس لئے سیدھی طرح میرے سوال کا جواب دو۔"

میں نے ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھ کر گول گھومتے ہوئے کہا۔ "اول رائٹ۔ سوال کرو۔"

وہ میرے اس اسٹائل پر پیچ و تاب کھا کر رہ گئیں۔ بڑے صبر و ضبط سے بولیں۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

میں نے اپنا نام عازم بتایا۔ انہوں نے پوچھا۔ "میں کیسے یقین کر لوں۔"

وہ ونڈ بریکر اتار کر دکھا رہا تھا۔

میرے ساتھ رہو گی تو ایسے ہی نت نئے نام سنتی رہو گی۔ حقیقت میں میرے پاسپورٹ سے ظاہر ہے کہ میرا نام عازم ہے۔"

"تمہارے خود ہی کہا تھا کہ وہ پاسپورٹ جعلی بھی ہو سکتا ہے۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ جب مجھے روپ بدلنے کی ضرورت پیش آئے گی تو یہ پاسپورٹ جعلی ہو جائیگا، کوئی دوسرا پاسپورٹ اصلی بن جائیگا۔ تم اصلی اور نقلی کے چکر میں نہ پڑو۔"

ان دونوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح میری پٹائی کریں۔ وہ آگے بڑھ کر حملہ کرنا اور اس کے بعد شرمندہ ہونا نہیں چاہتی تھیں۔ انہوں نے کچھ دیر گھورتے رہنے کے بعد کہا۔ "تم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ تم کوئی بڑا اسرار جانتے ہو۔"

"میں انکار کروں گا کیوں کہ میں کوئی بڑا اسرار نہیں جانتا ہوں۔ اکثر یہ دیکھا ہے کہ میرے بُرے وقت میں مجھے کہیں سے بڑا اسرار مل ہوتی ہے۔ جیسا کہ تم بھی دیکھ چکی ہو۔"

وہ مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتی ہوئی میز کے پیچھے اور کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "مجھے ایک مجذوب نے کہا تم نجومی سمجھتی ہو؟ یا مسٹ؟"

وہ بولیں۔ "ہاں میں نے سُنا ہے کہ ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر ماضی اور مستقبل کی باتیں بتا دیتے ہیں، لیکن سچ ہوتی ہیں۔"

"تم نے ٹھیک سُنا ہے، ایسے ہی ایک نجومی نے میرا ہاتھ دیکھ کر کہا بیٹا عازم! تم پر ایک کنواری بلا حد درجہ عاشق ہے۔ جب تک تم اس کو نہ گے، وہ کنواری بلا بُرے وقت میں تمہاری مدد کرتی رہے گی۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم کنوارے نہیں ہو، تمہاری بیوی کا نام شا ہے۔"

"بے شک وہ میری بیوی ہے۔ میں بھی مدتوں منہ نکالتا تھا یہاں آ کر پھنس گیا۔ یہاں پانی کے عالم میں وہ مجھ سے بچھڑ گئی ا پھر کنوارا ہی رہ گیا۔ میری سچائی اس طرح بھی ثابت ہوتی ہے کہ اب تک کنوارا ہوں۔ اسی لئے وہ کنواری بلا میری مدد کر رہی ہے

"اگر تمہارا کنوارا بن ختم ہو جائے تو؟"

"تو پھر وہ کنواری بلا مجھ سے ناراض ہو جائے گی۔ پھر کبھی نہیں کرے گی۔ بس اسی لئے میں کسی عورت کو موقعہ نہیں دیتا کہ وہ میرا سے کھسکے۔ میں اپنی بھلائی کی خاطر ہمیشہ کنوارا رہوں گا۔"

یک بیک وہ مسکرانے لگیں۔ پھر دونوں بدن ہاتھ اٹھا کر انگڑائی لینے لگے۔ بدن کی کلیاں چٹکنے لگیں۔ انگڑائیوں کی اٹھان پیشہ مغرور نہیں بولنے لگی۔ دو جیتی جاگتی جذبوں کی سیج پر سجیج رہی تھیں سیخ کی مانند کروٹیں بدل رہی تھیں۔ پھر انہوں نے بستر سے اٹھ پلیز کو آن کیا۔ ملکی ملکی موسیقی جذبوں کو ہوا دینے لگی۔ وہ دونو کے انداز میں چلتی ہوئی دروازے کے پاس گئیں، پھر اٹ اند سے بند کر لیا۔ وہ دھیرے دھیرے پُراسرار ارادوں کو گرما رہی تھیں۔

فریاد تو کبھی ایک ہی تیر سے بچے نہیں پاتا۔ وہاں تو بیک وقت چل رہے تھے اور کون کافر ایسے وقت بچنا چاہتا ہے۔ میں نے وا کا اظہار کیا۔ "یہ تم نے دروازہ کیوں بند کر دیا؟ میں سمجھ رہا ہوں اداسے اچھے نہیں لگتے۔"

وہ کہنے لگیں۔ "عازم! کل رات میں گلدان اٹھا کر تمہارا سر چاہتی تھی۔ مگر اچانک ہی میرا ارادہ بدل گیا۔ میں اسی گلدان سے تمہیں سنوارنا چاہتی ہوں۔ یقیناً وہ کنواری بلا چاہتی تھی کہ تمہارے قریب آؤں۔ تم انکار نہیں کر سکتے کہ تم نے بھی مجھے اس چُوما تھا۔ پھر اب کیوں گھبرا رہے ہو؟"

میں نے کہا۔

"مم۔ مگر چومنا اور بات ہے۔ اور یہ۔ یہ اور بات ہے۔ مم میں کنوارا رہ۔ رہوں گا۔"

وہ مسکراتی ہوئی بولیں۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ لڑکی فیلو کو شکست دینے والا دیوزاد می ایک عورت سے واقعی گھبرا رہا ہے؟"

"اے تم ایک ہو۔۔۔" میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

ویسے آنکھ بند کرتے ہی سوچ کی اسکرین روشن ہو گئی۔ وہ دونوں رقص کے انداز میں قیامت جگاتی میری ریوالونگ چیئر کے قریب آ رہی تھیں، میں اُن کی آواز سنائی دی۔ "آنکھیں کھولو۔ اگر مجھے نہیں دیکھنا چاہتے تو نہ سہی۔ میں کُرسی اُدھر گھما دیتی ہوں۔"

اُس نے ریوالونگ چیئر کو دوسری طرف گھما دیا۔ میں نے آنکھ کھول کر دیکھا تو دوسری طرف اُن میں سے دوسری لڑکی تھی۔ چھڑکتے ہوئے شعلے جیسی جوانی کو عین نگاہوں کے سامنے دیکھ کر دل کی دھڑکنیں بے کل ہو گئیں۔ میں نے ریوالونگ چیئر کو گھمایا۔ اُدھر اُن میں سے ایک کھڑی تھی اور اسی انداز میں جوانی کی سوغات پیش کر رہی تھی۔

پھر میں ایک فضا میں بلند ہو گیا۔ دونوں طرف سے چار ہاتھوں نے مجھے کرسی پر سے اٹھا لیا تھا۔ جیسے دلہن کو بازوؤں میں اٹھا کر سیج تک لایا جاتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے مجھے بستر پر لا کر پٹخ دیا۔ میں نے گرگٹ کر کہا۔ "اے کنواری بلا! میری مدد کر۔ میں تجھے ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ میں کنوارا رہنا چاہتا ہوں۔"

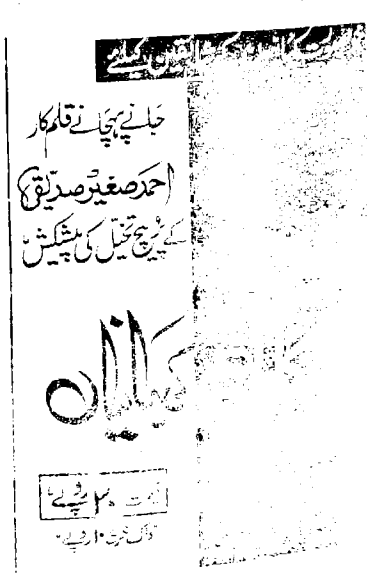

وہ دونوں پسینے میں بھیگی بھیگی پڑی تھیں۔ آندھی کے بدن تھک کر چور ہو گئے تھے۔ اُن کے چہروں کی رنگت اُڑی اُڑی سی تھی۔ لیکن وہ بہت خوش تھیں۔ زندگی میں پہلی بار بالکل نئی، بالکل انوکھی مسرتوں کا چسکا لگا تھا۔ وہ خمار آلود نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھیں اور سوچ رہی تھیں۔ اگر میں اسے مار ڈالتی تو یہ تمام مسرتیں بھی میرے ملنے سے پہلے مر چکی ہوتیں۔ میں ناداں ہوں، جو میری جوانی کا مالک و مختار ہے۔ میں اُس سے دشمنی کر رہی تھی۔ ہائے یہ کیا ہے؟ اتنی دیر تک میرے اندر کیا سحر پھونکتا رہا۔ میں تو اس کے قدموں کی خاک ہو گئی ہوں۔۔۔

میں ایک سگریٹ لے کر اس کے کش لینے لگا۔ میری پشت ان کی طرف تھی۔ وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پیچھے آئیں، پھر میرے دونوں شانوں پر اپنا پلس ٹیک دیا۔ میرے ادھر بھی وہ لگی ہوئی تھی، اور میرے اُدھر بھی وہی لگی بیٹھی تھی سامنے الماری کے قدِ آدم آئینے میں ہم تینوں نظر آ رہے تھے۔ اُن کے چاروں ہاتھ مجھے اِدھر اُدھر سے چھو رہے تھے، سہلا رہے تھے، یقین کر رہے تھے کہ میں نے جیتا نہیں فتح کیا ہے۔

پھر وہ دونوں التجا آمیز لہجے میں بیک زبان بولیں۔ "اب تو بتا دو کہ تم کون ہو؟"

ان کی التجا میں بڑی گہرائی۔ بڑا تجسس تھا۔ یہ میری اصلیت جاننے کے لئے بے چین تھیں۔ کہہ رہی تھیں۔ میں جان لوں کہ تمہارا پیار مجھے آدھا کیوں نہ لگا۔ وہ راک فیلو جب مجھے بیدار کرنا چاہتا تھا تو مجھے غصہ آ جاتا تھا کیونکہ وہ مجھے مکمل بیدار نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں تشنگی محسوس کرتے ہی اس سے لڑ پڑتی تھی۔ مگر تم کیسے جادوگر ہو کہ تشنگی کا احساس ہی نہ ہونے دیا۔ مجھ پر ایک عجیب نشہ سا طاری ہو گیا تھا۔ کچھ ہوش نہ رہا تھا۔ جی چاہتا تھا تم ظلم کرتے رہو اور میں ظلم سہتی رہوں۔"

وہ بولتی رہیں۔ میں سگریٹ کے کش لگا کر سنتا رہا۔ انہوں نے پوچھا۔ "تم خاموش کیوں ہو؟ کیا مجھ سے خوش نہیں ہوئے؟"

میں نے سگریٹ بجھا کر کہا۔ "تم نے تو ایسا خوش کیا ہے کہ کوئی سگل حسینہ اس طرح خوش کر ہی نہیں سکتی تھی۔ میں تمہارت ڈبل پیگ کا نشہ کو کبھی نہ بھلا سکوں گا۔"

"تو پھر چُپ کیوں ہو؟ جب میں نے خود کو تم سے نہیں چھپایا تو تم اپنی اصلیت مجھ سے کیوں چھپا رہے ہو؟"

"میری اصلیت یہی ہے۔ جو تمہارے سامنے ہے۔"

"وہ تو ہے۔ مگر تم کچھ اور بھی ہو۔ ایک فیلو جیسی نوٹوں کو کھیلنے اور مجھ جیسی عاشق سے کھیلنے کو ریپر کرنے کا فن جانتا ہے تو عورت شناسی معمولی نہیں۔ ایسی صلاحیت کی مالک عورت ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ میں پہلے ہی سمجھ چکی ہوں کہ تم عورت نہیں ہو۔ بلکہ کوئی پُراسرار قوت بشری قالب میں ہمارے کام آ رہی ہے۔"

"یعنی وہ کنواری بلا؟"

"ہاں، اب تک تو میں یہی سمجھتا رہا ہوں۔ اب جب کہ میں کنوارا نہیں رہا ہوں تو آئندہ دیکھوں گا کہ وہ کنواری بلا میری مدد کرسکے گی یا نہیں؟"

وہ سوچنے لگیں۔ میں نے کہا۔ "میری پُراسراریت کو آزمانا چاہتی ہو تو پھر ایک بار دشمن بن کر حملہ کرو۔"

وہ دونوں ہنسنے لگیں کاہار پہنتے ہوئے بولیں۔ "اب تو میں مر بھی جاؤں، تب بھی تم سے دشمنی نہیں کرسکوں گی۔"

ان دونوں کا بوجھ کوئی ہیوی ویٹ لفٹنگ چیمپئن ہی اٹھا سکتا تھا۔ جیسے ہی وہ میرے گلے کا ہار بنیں، میں اُن کے بوجھ تلے چاروں شانے چت ہوگیا۔

وہ بڑی پُرکشش تھیں۔ ایسی خوبصورت بلا تھی کہ جوانی کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے۔ میں نے دونوں ہاتھ جہیں لاکر دونوں کو سمیٹ لیا۔ پھر ایک بار ہمکنے کا خوفناک ارادہ تھا لیکن اچانک ہی دروازے پر دستک سُنائی دی۔

ہم تینوں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ جامہ سے باہر ہوتے ہوئے جامہ کے اندر آنے لگے۔ پھر ایک بار دستک سُنائی دی۔ دوبدن غصّہ سے گرج کر بولیں۔ "یُو مان سنس۔ اسٹاپ ناکنگ۔ کون ہو تم، کیا چاہتے ہو؟"

باہر سے آواز آئی۔ "بیٹی جوئیل! میں ڈاکٹر فینی ہوں، تم سے ملنے کی خاطر امریکہ سے آیا ہوں۔"

بے اختیار میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ بلیک میلر ڈاکٹر فینی کے میک اپ میں یہاں چلا آیا تھا۔ دوبدن نہیں چاہتی تھیں کہ ہماری رُومان پروَر تنہائی میں کوئی آئے۔ وہ ناگواری سے بولیں۔ "ابھی میں آرام کررہی ہوں، سنام کو ملاقات کرلوں گی۔"

بلیک میلر کی آواز آئی۔ "بیٹی! یہ آرام کا وقت نہیں ہے۔ اوپر فوجیوں نے اپنا جال بچھا رکھا ہے۔ ہم سب کسی وقت بھی قاتلوں کی گرفت میں آسکتے ہیں۔ جلدی دروازہ کھولو۔ ہمیں اپنے بچاؤ کی تدبیر کرنی ہے۔"

دوبدن نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "میری سنو، دروازہ کھول دو۔ دیکھیں یہ کیا کہتا ہے۔"

وہ دروازے کی طرف جانے لگیں۔ میں نے پہلے ہی بلیک میلر کی سوچ سے معلوم کرلیا تھا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ پانچ مسلح جوان تھے۔ دروازہ کھلا تو وہ سب بلیک میلر کے پیچھے خوابگاہ میں چلے آئے۔ میں ریوالونگ چیئر پر آگر بیٹھ گیا۔ دوبدن غصّہ سے کہہ رہی تھیں۔ "تم سب اندر کیوں آئے ہو؟ یُو مان سنس۔ گیٹ آؤٹ...!"

جواب میں پانچوں آدمیوں نے اپنے اپنے ریوالوروں کا رُخ دوبدن کی طرف کردیے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ چیخنے لگیں۔

بلیک میلر نے کہا۔ "بے بی! تم یہاں کی مالکہ ہو۔ جون کہ تم غصّہ کو تیز ہو، اس لئے تمہیں تابعدار رکھنے کے لئے ریوالور لگائے ہیں تم اطمینان سے بیٹھ جاؤ، تو یہ لوگ اب بھی تمہارے غلام بن کر رہیں گے۔"

وہ غصّہ سے بولیں۔ "نہیں پہلے ان سے ریوالور رکھانے کے لئے کہو میں آرام سے بیٹھوں گی۔"

بلیک میلر نے انہیں اشارہ کیا۔ ان پانچوں نے اپنے اپنے ریوالور میز پر رکھ لئے۔ دوبدن ناگواری سے پلٹ کر پلنگ کی طرف آئیں۔ بیٹھ گئیں۔ اس دوران میں ان پانچوں ماتحتوں کی آنکھوں میں جھانکا اور اُن کے دماغوں تک پہنچتا رہا۔ بلیک میلر نے سب سے پہلے مخاطب کیا۔

"ہیلو مسٹر! تم کون ہو؟"

میں نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "ڈاکٹر! تمہیں کیا ہے، کیا تم مجھے نہیں پہچان رہے ہو؟"

وہ ناگواری سے بولا۔ "میں تمہیں نہیں جانتا۔ اپنا تعارف کرو۔"

"بے بی! یہ کون ہے؟"

دوبدن نے کہا۔ "یہ مسٹر عازم! میرے دوست ہیں۔"

بلیک میلر نے خوشدلی سے کہا۔ "پھر کوئی بات نہیں۔ یہ بھی دوست ہیں۔"

لیکن میں اُس بلیک میلر کو ذہنی پرتیں پرتیں میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "لیکن ڈاکٹر! یہ کیا مذاق ہے۔ تم نے میری خدمات حاصل کی تھیں۔ مجھے جاسوسی کے لئے یہاں بھیجا تھا۔ میں بلیک میلر کے قبضہ سے تمہارے ثبوت حاصل کرکے اسے ضائع کردوں، اور اب تم مجھے نہیں پہچان رہے ہو؟"

وہ حیرانی اور پریشانی سے مجھے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ تو یہ کوئی پراسرار ایجنٹ جاسوس ہے۔ ڈاکٹر فینی نے میرے خلاف اس کو کیا کچھ بتایا ہوگا۔ اگر میں اسے پہچاننے سے انکار کردوں گا تو یہ بیوقوف کہ میں ڈاکٹر فینی نہیں ہوں اور اس تنہا خانے کے لوگ ڈاکٹر فینی کو اپنا سرماہ سمجھتے ہیں۔ اگر میں ایک آپ اُترے گا تو میرے ماتحت اسے سمجھ کر دشمن بن جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "ڈاکٹر! میں سمجھ گیا۔"

وہ غصّہ اور گھبراہٹ سے بولا۔ "کیا سمجھ گئے ہو؟"

میں نے اُس کی مشکل آسان کرنے کے لئے کہا۔ "دراصل سیکرٹری نے میری خدمات حاصل کی تھیں۔ میری ایک تصویر تمہیں دکھانے کیا تھا۔ تاکہ تمہیں میری خدمات کا علم ہوجائے اور کچھ کے ذریعہ تم مجھے پہچان سکو۔"

بلیک میلر نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اب سمجھا جاسوس ہو۔ سیکرٹری سے تمہاری تصویر گم ہوگئی تھی، اس لئے میں تمہیں پہچان نہ سکا۔ سیکرٹری نے کیا نام بتایا تھا تمہارا؟"

وہ خواہ مخواہ میلہ نام یاد کرنے لگا۔

میں نے کہا۔ "میرا نام عازم ہے۔"

اُس نے کہا۔ "رائٹ۔ اب سب کچھ بتادیا گیا۔ میں تم سے کچھ باتیں کروں گا۔ ہاں جوئیل! میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں، یہ تباہی کیسی پھیل گئی ہے۔ میں فوجی گاڑی میں بیٹھ کر کاسٹج تک آیا تو وہ کُھلا ہوا تھا۔ حالانکہ اُسے مقفل ہونا چاہیئے تھا۔ نیچے میرے ساتھ اندر آگئے۔ وہاں کچن کے برتنوں کو دیکھ کر فوجیوں نے کہا کہ ابھی وہاں کچھ لوگ موجود تھے — ان لوگوں نے ناشتہ کیا ہے، چائے پی ہے۔ میں نے اُن لوگوں کی تلاش کے لئے تمہیں آوازیں دیں۔ کاسٹج کے اندر اور باہر تمہیں تلاش کیا، پھر یہ ظاہر کیا کہ طیارے کو اغوا کرنے والے مجرم شاید تمہیں پکڑ کر لے گئے ہیں۔ فوجیوں نے میری تائید کی۔ پھر ہم سب تمہیں تلاش کرنے جنگل میں نکل گئے وہاں جنگلی کی بھول بھلیوں میں میں اُن سے بچھڑ کر دوبارہ کاسٹج میں آیا۔ کاسٹج کے چور دروازے سے یہاں آتے وقت میں نے راستے کے پاس ایڈی اور عمر سعید کی لاشیں دیکھیں، انہیں کس نے ہلاک کیا ہے؟"

"میں نے...!" دوبدن نے جواب دیا۔ "تم نے لاک نیلو، جانی واکر اور رابن کی بھی لاشیں دیکھی ہوں گی۔ وہ غلطی سے مارے گئے ہیں، ورنہ کچھ؟"

بلیک میلر نے پوچھا۔ "ڈاکٹر موزائل کہاں ہے؟"

میں نے ریوالونگ چیئر پر گھومتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر موزائل کو میں نے موت کی نیند سُلا دیا ہے۔"

"کیوں؟" اُس نے مٹھیاں بھینچ کر چیختے ہوئے پوچھا۔

"اس لئے ڈاکٹر کہ وہ ڈاکٹر موزائل آپ کا بدترین دشمن اور میں بلیک میلر کا خاص آدمی تھا۔"

بلیک میلر نے بے بس سے ہونٹ بھینچ کر مجھے دیکھا۔ اس کا دماغ بہ رہا تھا کہ اس شخص کو فوراً قتل کردینا چاہیئے۔ لیکن اس سے پہلے جوئیل کو اعتماد میں لینا ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ میرے قابو سے باہر ہوجائے، کہ نہیں جو ایسا کچھ ہو تو ختم ہوچکا ہے۔ میں اس ڈبل عجوبہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔

وہ غصّہ ضبط کرتے ہوئے بولا۔ "جوئیل! میں تم سے تنہائی میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولیں۔ "میری تنہائی کی ضرورت عازم کے لئے ہے۔ اگر عازم کی موجودگی میں باتیں کرنا چاہو تو اپنے آدمیوں کو باہر بھیج دو۔"

وہ جھلا کر ہنستے ہوئے بولا۔ "بے بی! لاک نیلو جیسا درندہ تمہاری حفاظت نہ کرسکا۔ یہ عازم جیسے لوگ تو تمہاری ایک پھونک میں اُڑ جائیں گے۔ بہتر ہے کہ تم اپنی جوانی کی سیکس سمبل جیلی کی ناکام کوشش کرو۔ وقت ضائع ہوگا۔"

دوبدن کو بچپن سے یہ نہیں سمجھایا گیا تھا کہ جنسی تعلقات کی باتیں شرمناک ہوتی ہیں۔ عورتیں غیروں کے سامنے ایسی باتیں نہیں کرتیں۔ لیکن وہ بے باکی سے بولیں۔ "فار یور انفارمیشن یہ عازم بڑی کامیابی سے میری جوانی کا سپر مین بن چکا ہے۔ ابھی ہم دونوں...!"

میں نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ میں نہیں بولنے سے نہیں رُکا۔ وہ دونوں بے شرم نہیں تھیں، اس لئے کہ انہیں شرم و حیا کا سبق کبھی پڑھایا ہی نہیں گیا تھا۔ بلیک میلر حیرت سے مُنہ کھولے میرا منہ دیکھ رہا تھا۔ وہ اور ڈاکٹر موزائل ایک عرصہ سے کوششوں میں مصروف تھے کہ کسی طرح ڈبل جوئیل کے بطن سے اُن کی طرح عجیب و غریب بچے پیدا کرائے جائیں۔ لیکن ڈبل جوئیل کسی مرد کو ہوا تک نہیں لگنے دیتی تھیں۔ حتیٰ کہ رکی فیلو جیسے ہیرا کو پسند کرنے کے باوجود اس نے وہ کردیا تھا کہ اُس کا بیڑا ڈوبتا ہوا نظر آتا تھا۔ وہ بے چارہ ڈبل جوئیل کے دونوں بدن کو باری باری ہی ہینڈل کرسکتا تھا۔ اور وہ اس طرح تشنگی محسوس کرتی تھیں۔ لاک نیلو کو بھی اپنے قریب نہیں آنے دیتی تھیں۔

بلیک میلر دیکھ رہا تھا کہ ڈبل جوئیل بہت خوش ہیں، وہ میری تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہی تھیں، اُس نے سمجھ لیا کہ وہ دوبدن کو میرے خلاف بہکا نہیں سکے گا۔ اب یہی صورت رہ گئی تھی کہ مجھے بڑی سہولت سے موقعہ دیکھ کر ہلاک کیا جائے۔ اس نے جبراً خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"بے بی! یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ تمہیں ایسے جیون ساتھی مل گیا۔ آج سے ہم سب عازم کو اپنا آقا کہیں گے۔ تم یہاں کی ملکہ ہو جو تمہارا مالک و مختار ہے، وہ ہمارا آقا ہوگا۔"

وہ بڑا زبردست مسکہ لگا رہا تھا۔ میں نے اوپر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اوپر سے فوجی اتنی جلدی نہیں ٹلیں گے۔ میں آقا، اور یہ ملکہ، ہم کب تک اس تہ خانے میں حکومت کرتے رہیں گے؟"

اُس نے کہا۔ "آج رات مان ٹوکی بستی سے دس میل دُور ایک ہیلی کوپٹر ہمیں لینے آئے گا۔ کل صبح ہم سب کوالالمپور میں رہیں گے۔ تم اور ڈبل جوئیل ابھی یہاں آرام کرلو۔ اب ڈنر کے وقت ہماری ملاقات ہوگی۔"

یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔ اس کے پانچوں ماتحت بھی اُس کے پیچھے چلے گئے — دوبدن دروازے کو اندر سے بند کرنے لگیں۔ میں بلیک میلر کے دماغ سے چپکا ہوا تھا۔ اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ یہاں مجھے نقصان پہنچانے کا تو دوبدن کو اپنے ساتھ لے جانا ناممکن ہوجائیگا۔ وہ دشمن بن جائیں گی۔ لہٰذا میری موت کے لئے اُس نے کوالالمپور کے خوبصورت شہر کا انتخاب کیا تھا۔

خواب گاہ سے جانے کے بعد ٹائیگر سے بلیک میلر کا سامنا ہوگیا۔ اُس نے پوچھا۔ "ٹائیگر! تم اب تک کہاں تھے؟"

اُس نے کہا۔ ڈاکٹر ڈیوبل جوئیل کا حکم تھا کہ تینوں قیدیوں کے نہانے، کھانے اور آرام کرنے کا بندوبست کیا جائے۔ میں حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔"

بلیک میلر نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کون تینوں قیدی؟"

"وہی ڈان سومرو، پیری ہڈسن اور رونوڈ شرما۔ ابھی ڈیڑھ گھنٹے پہلے ڈیوبل جوئیل کے حکم سے انہیں آزاد کر دیا گیا ہے۔"

بلیک میلر نے غصّہ سے کہا۔ "یہ کیا حماقت ہے؟ وہ تینوں تہہ خانہ سے باہر جا کر فوجیوں کی یہاں تک رہنمائی کریں گے۔ کہاں ہیں وہ لوگ؟"

"وہ لوگ کوارٹروں میں ہیں۔"

"اُن کی کوٹھری نگرانی کرو۔ میں ابھی جوئیل سے بات کرتا ہوں۔"

اُس وقت تک دوبدن میرے دونوں بازوؤں کے سلسلے میں آ گئی تھیں۔ اور اب میرے سلسلے میں ڈوب جانا چاہتی تھیں، یہ جانتے ہوئے بھی کہ ابھی ملاخلت ہونے والی ہے، میں نے روما نس کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ اُن دونوں کے مشترکہ دماغ کو کنٹرول میں رکھ کر تاثر دیتا رہا کہ انہیں الگ الگ ادھورا پیار نہیں، مکمل پیار مل رہا ہے۔

ایسے ہی وقت دوبارہ دستک سُنائی دی۔ دوبدن خیالات کے سیلاب میں بہہ رہی تھیں۔ بس مداخلت سے وہ آگ بگولہ ہو گئیں، چیخ کر بولیں۔ "کون اُلّو کا پٹھا ہے، بھاگ جاؤ یہاں سے۔۔۔"

"یہ بی بی! میں ڈاکٹر فینی ہوں۔ بہت ضروری بات کرنا۔۔۔"

"بھاگ جاؤ ڈاکٹر ورنہ میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔"

وہ اپنے جذبوں اور مستقبل کے سامنے کسی کا لحاظ نہیں کرتی تھیں۔

اُدھر بلیک میلر کی پریشانیاں بڑھ گئی تھیں۔ ایک تو وہ وقتی طور پر ڈیوبل جوئیل کو خوش رکھنے کے لئے میرا وجود بروئے اشاعت کر رہا تھا، دوسرے تین دولتمند قیدیوں کی رہائی اُس کے لئے خطرہ پیدا کر رہی تھیں۔ اُس نے پھر وہ ٹارزن پر دستک دی۔

وہ دونوں عفریت کی طرح مجھ سے الگ ہوئیں۔ میں پھر ریوالونگ چیئر پر آ کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے تیزی سے دروازے کے پاس پہنچ کر اُسے ایک جھٹکے سے کھولا۔ پھر اس سے پہلے کہ بلیک میلر مزاحمت کرتا۔ انہوں نے جارحانہ انداز سے اُسے اٹھا کر اس کے آدمیوں کے اُوپر پھینک دیا۔ وہ سب اپنے باس کو سنبھالتے ہوئے فرش پر گر پڑے تھے۔

وہ غصّہ سے پاؤں پٹخ کر بولیں۔ "اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو میری خواب گاہ کے قریب نہ آنا۔"

وہ پلٹ کر دروازہ بند کرنا چاہتی تھیں۔ بلیک میلر نے ریوالور نکال کر للکارا۔ "خبردار! اگر دروازہ بند کیا تو گولی مار دوں گا۔"

دوبدن جہاں تھیں، وہیں رُک گئیں۔ بلیک میلر کے ساتھیوں نے بھی ریوالور نکال لئے تھے۔ میں نے نرمی سے کہا۔ "جوئیل! میرے پاس آؤ، اُن کی ضروری بات سُن لو۔"

اپنے مزاج اور اپنی مرضی کے خلاف وہ کچھ نہیں سُننا چاہتی تھیں، اُن کا محبوب تھا۔ وہ میرے سامنے اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ وہ پاؤں پٹخ کر بولیں۔ "میں کسی کی بات سُنوں گی۔ میں تمہاری بات بھی۔۔۔"

میں اُن کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ وہ میری سوچ کے مطابق بات بھول کر بولیں۔ "اچھا تم کہتے ہو تو چلی آتی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی میری ریوالونگ چیئر کے اطراف آ کر ہو گئیں۔ جب میں نے اُن کے دماغ کو ڈھیل دی تو وہ پریشان ہو سوچنے لگیں۔ "یہ۔ یہ میں نے عازم کی بات کیوں مان لی؟ اس میں نے ڈاکٹر فینی سے جیسے شکست تسلیم کر لی ہے۔"

لیکن اب اُن کے سوچنے کا وقت گزر چکا تھا۔ کیونکہ بلیک میلر کے ریوالور بردار ساتھیوں نے کمرے میں آ کر ہمیں ٹارگٹ بنا لیا تھا۔ بلیک میلر نے ناگواری سے کہا۔ "جوئیل! ڈاکٹر موٹر آئل نے صحیح رپورٹ دی تھی کہ تم بہت زیادہ سر چڑھ گئی ہو۔ اتنی بے لگام ہو گئی ہو کہ تم پر بھی حملہ کر دیا۔ اور جو قیدی اوپر جا کر ہمارے تہہ خانے کی نفری بن سکتے ہیں، انہیں آزاد کر دیا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ ہم سب اسی تہہ خانہ میں دفن ہو جائیں۔"

وہ بولیں۔ "مجھے کسی قیدی سے دلچسپی نہیں ہے۔ مجھے عازم کا ساتھ چاہئے۔ چھوڑ دو اور دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ باہر جا کر جو بھی منہ آئے کرتے رہو۔"

بلیک میلر کو ذرا اطمینان ہوا کہ دوبدن کو قید لینے سے وہ باز ہے، لہٰذا ان تینوں دولتمندوں کو فوراً موت کے گھاٹ اتار دے۔

میں نے کہا۔ "جوئیل! مجھے انسانیت کے ناطے اُن قیدیوں کی رہائی پسند ہے۔ وہ آزاد ہو کر یہاں سے اپنے اپنے وطن واپس چلے جائیں گے۔"

بلیک میلر نے گرج کر مجھ سے کہا۔ "یُو شٹ اَپ۔ میں سمجھتا ہوں، تم جوئیل کو بہکا رہے ہو۔ جوئیل میری بیٹی کے فریب میں نہ آؤ۔ یہ ہم سب کو تباہ کرنے کے حوالے کر دے گا۔"

دوبدن نے دونوں طرف سے میرے شانوں پر ہاتھ رکھ کر جواب دیا۔ "تم قانون کی باتیں کرتے ہو، میں تو اس آدمی کے جہنم میں بھی جا سکتی ہوں۔"

وہ سوچنے لگا۔ "یہ ڈیوبل میصبت عازم کی انگلیوں پر ناچ رہی ہیں۔ اب جو بھی ہو، اس کم بخت کا خاتمہ کرنا ہی ہو گا۔ یہ ہنگامہ تو انہیں زنجیریں پہنا کر رکھا جائے گا۔ آدھی رات کے بعد ان کے ہیلی کوپٹر تک پہنچایا جائے گا۔"

وہ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ میں اُس کی سوچ کو کنٹرول کے لئے اس کے دماغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ پھر جیسے ہی اُس نے مجھے ہلاک کرنے کا حکم دینا چاہا، میں نے اُس کی سوچ بدل دی۔ وہ کہنے لگا۔ "بس اب میں فیصلہ کر چکا ہوں، تم سب ریوالور اٹھاؤ اور مجھے گولی مار دو۔"

اُس کے پانچوں ماتحت حیرانی سے اُس کا منہ تکنے لگے۔ بلیک میلر نے اپنا سر سہلاتے ہوئے سوچا۔ "یہ میں نے کیا کہہ دیا؟"

وہ دوبارہ سنبھل کر بولا۔ "اصل میں یہ کہہ رہا ہوں کہ۔۔۔"

میری سوچ کے مطابق اُس کی زبان بدل گئی۔ "میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں کوئی جھنجی زبان نہیں بول رہا ہوں۔ سیدھی ساری انگریزی میں بول رہا ہوں۔ جو سب سے پہلے مجھے گولی مارے گا، میں اُسے انعام اور ترقی دوں گا۔"

دوبدن نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ارے مرنے کے بعد انعام اور ترقی کیسے دو گے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے ڈاکٹر؟"

وہ پریشان ہو کر کبھی ہم لوگوں کو اور کبھی اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے جھنجلا کر کہا۔ "مجھے پاگل نہ سمجھو، میں ہوش میں ہوں اور تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ اس آدمی کو۔۔۔"

اُس نے میری طرف اشارہ کیا۔ میں نے بات بدل دی۔ وہ کہنے لگا۔ "اس آدمی کو سلام کرو اور میرے پیچھے آ کر دیکھو، کیا میری رُوح نکل آئی ہے؟"

وہ گھوم کر اپنا پچھلا حصّہ دکھانے لگا۔ ایک ماتحت نے پوچھا۔ "ڈاکٹر! یہ اچانک آپ کو کیا ہو گیا ہے؟"

دوبدن نے کہا۔ "یہ پاگل ہو گیا ہے۔"

بلیک میلر میری سوچ کے اشاروں پر قہقہے لگانے لگا۔ "پاگل ہا ہا ہا۔ ہاں تم نے مجھے پہچان لیا۔ ارے میں ڈاکٹر فینی نہیں ہوں۔ میں پاگل خانہ سے بھاگ کر اس جنگل میں آیا۔ اوپر ڈاکٹر فینی کے چہرے کا ماسک اور میک اَپ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ میں اُس کے رُوپ میں یہاں آ گیا۔ یہ دیکھو۔"

وہ کہتے ہی وہ اپنے چہرے سے ماسک اتارنے لگا۔ یوں کہنا چاہئے کہ میں اپنی سوچ کی انگلیوں سے اُسے بے نقاب کرنے لگا اور وہ دوسروں کی طرح خود بھی حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے اُس کے بدلتے رُوپ کو دیکھنے لگا۔

وہ دوبدن نے کہا۔ "ارے یہ تو ڈاکٹر فینی نہیں ہے۔ کون ہے یہ؟ کون ہو تم؟" اُس کے پانچوں ماتحتوں نے اپنے اپنے ریوالور کا رُخ اس کی جانب کر دیا۔

دوبدن نے ان پانچوں سے کہا۔ "یہ تو فراڈیا ہے کوئی۔ تم سب اس کے فریب میں آ کر مجھ پر ریوالور اٹھا رہے تھے۔"

ایک نے عاجزی سے کہا۔ "مادام! ہم سے بڑی بھول ہوئی۔ آپ ایک بار ہمیں معاف کر دیں۔ ہم آئندہ کبھی آپ کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھائیں گے۔"

"میں تم لوگوں کو معاف کرتی ہوں۔ اسے باہر لے جا کر گولی مار دو۔"

میں نے بلیک میلر کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر کہا۔ "جوئیل! گولی مارنے کا حکم نہ دو۔ ہمیں اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہئے۔"

بلیک میلر نے کہا۔ "میں بتاتا ہوں، بلکہ ثابت کر سکتا ہوں کہ میں تم سب کا باس ہوں۔ اور ڈاکٹر فینی کے رُوپ میں تم لوگوں سے ملنے یہاں آتا رہا ہوں۔"

ایک ماتحت نے پوچھا۔ "کیا پاگل خانہ سے ملنے آیا کرتے تھے؟"

بلیک میلر نے میری سوچ کے مطابق جواب دیا۔ "خوب سمجھے۔ میں پاگل کا بچہ پاگل خانے سے ہی آ سکتا ہوں۔ لیکن اب پاگل ہوں یا نہیں؟ ذرا غور کرو، میں اپنی کھوپڑی سجا کر معلوم کرتا ہوں؟"

وہ اپنی دو انگلیاں موڑ کر اپنی کھوپڑی پر بوں مارنے لگا جیسے ماہر خریدتے وقت لوگ دو انگلیوں سے اُسے بجا کر دیکھتے ہیں پھر وہ خوش ہو کر بولا۔ "میری کھوپڑی بج رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں پورے ہوش و حواس میں بج رہا ہوں۔ اب تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں تم لوگوں کا سوتیلا نہیں، سگا باس ہوں۔"

سارے ماتحت ہنسنے لگے۔ میں نے اُن ماتحتوں سے کہا۔ "اصل ڈاکٹر فینی کی غیر موجودگی میں جوئیل تمہاری مالکہ ہے۔ میں تمہاری مالکہ کی طرف سے حکم دیتا ہوں کہ اس پاگل کو آہنی سلاخوں کے پیچھے بند کر دو۔"

دوبدن نے کہا۔ "ٹھہرو، آج سے میلہ نہیں، عازم کا حکم چلے گا۔ میں ڈاکٹر فینی کو بھی نہیں مانتی۔ بولو تو ڈاکٹر فینی کے خلاف کون میرا ساتھ دے گا؟"

سب نے ایک ساتھ کہا۔ "ہم ساتھ دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "میں تم لوگوں کو آزمائش میں پورے اتریں گے، میں انہیں یہاں کے سیاہ و سفید کا مالک بناؤں گا۔ فی الحال اسے لے جا کر قید میں ڈال دو۔ یہ جتنی سنسنی خیزی سے بھی بُلائے، کوئی اس کی بات نہ سُنے۔ میرا دوسرا حکم یہ ہے کہ کاٹج کے جو در و دروازے سے یہاں ملک بھتی فاشین پڑی ہیں، انہیں مٹی میں دبا دیا جائے۔ یہ کام فوراً کرو، ورنہ بدبو اور بیماریاں پھیلیں گی۔"

بلیک میلر دونوں ہاتھوں سے سر تھامے اپنی بدلتی ہوئی ذہنی حالت پر غور کر رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کی ذہنی و اخلاقی کیسے بہک جاتی ہے۔ جب ہمارے ماتحت اُسے پکڑ کر لے جانے لگے تو وہ چیخنے لگا۔ "ٹھہرو، میری بات سُن لو۔ اب میں بہکی بہکی باتیں نہیں کروں گا۔ اب میں پورے ہوش و حواس میں ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی میں نے پھر ذہنی رو کو بہکا دیا۔ "ہوش میں ہوں۔ اے واہ ہوش میں ہوں۔ واہ واہ ہوش میں ہوں۔ اب چل ہوش میں

ہوں۔ جل بے جل ہوش میں ہوں ...؟"

تمام ناخدا مارتے ہوئے اُسے وہاں سے لے جانے لگے۔ وہ خود اپنے سر کے بال نوچتا جا رہا تھا۔ دو بدن دنے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔ "یہ تھوڑی دیر پہلے اچھا خاصا ہوشمند تھا۔ جانتے ہو اچانک کیسے پاگل ہو گیا؟"

میں نے انجان بن کر پوچھا۔ "کیسے؟"

وہ بستر پر ہی بیٹھ گئیں۔ "وہی کنواری بلا تمہاری مدد کر رہی ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"میں نے یہی سمجھا ہے کہ وہ ہیرو یا تمہیں شوٹ کر دینے کا حکم دینا چاہتا تھا تو وہ کنواری بلا اُسے پاگل بنا رہی تھی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ کنوارا نہ رہنے کے باوجود وہ کنواری بلا میرا ساتھ دے رہی ہے۔"

وہ دونوں انگڑائیاں لیتی ہوئی بستر پر لیٹ گئیں، انہوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ انگڑائی کا اشارہ تھا کہ آ جاؤ۔

میں آ گیا۔

◆◆

وہ دن کیسے گزر گیا، مجھے پتہ ہی نہ چلا۔ کیونکہ میرا وہ دن کبھی اِس جوئیل نے اور کبھی اُس جوئیل نے گزارا تھا۔ اور میں دونوں کے درمیان گزرتا رہا تھا۔ دو بدن کو زندگی میں پہلی بار ایسی پاگل مستیں ملی تھیں، وہ مجھے چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ لیکن کب تک؟ ہر سفر کی ایک منزل ہوتی ہے جہاں پہنچ کر تھکنا اور آرام کرنا پڑتا ہے۔ اُن کے دونوں بدن تھک کر نڈھال ہو گئے۔

میں نے کہا۔ "اب اٹھو، غسل کر کے لباس تبدیل کرو، اب ہم یہاں سے باہر نکلیں گے۔"

وہ میرے دائیں بائیں تھیں، کروٹیں بدل کر گلے کا ہار بن گئیں۔

"نہیں، میں باہر نہیں جاؤں گی۔ میرا دل چاہتا ہے بس اسی طرح تمہارے ساتھ رہوں۔ نہ ہم کسی سے ملیں اور نہ کوئی ہم سے ملنے آئے۔"

"ایسا تو ممکن نہیں ہے۔ جب تک ہم زندہ ہیں، زندہ لوگوں سے رشتہ توڑ کر نہیں رہ سکتے۔"

"کیوں نہیں رہ سکتے؟"

"کیا تم بقیہ زندگی اسی تہہ خانہ میں گزارنا چاہتی ہو؟"

"نہیں جنریٹر بند ہونے کے بعد یہاں دم گھٹنے لگتا ہے۔ میں تو یہاں سے بھاگنا چاہتی ہوں، ہر آج نہیں ...!"

"جوئیل! کل کبھی نہیں آتا، وہ آج ہی کو بوس لیتا ہے۔ اگر تہہ خانے کے کسی بھی شخص کی غلطی سے فوجیوں کو یہاں کا راستہ معلوم ہو جائے تو پھر مجھے بھی وہ لوگ مجرموں کا ساتھی سمجھ لیں گے۔ چلو اٹھو۔"

"نہیں۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"اچھا تو تم آرام سے سوتی رہو۔ میں اُن قیدیوں سے مل کر آتا ہوں۔"

میں اٹھنے لگا۔ وہ بھی جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ "میں تنہا نہیں جانے دوں گی۔ ٹھہرو، میں غسل خانہ سے آتی ہوں۔"

میں دوبارہ بستر پر گر پڑا۔ مقدر میں ایسی بھی جڑواں عورتیں لکھی تھیں جو بیک وقت بیڑیوں میں گرفتار کرتی تھیں۔ اُن کے جاتے ہی میں نے سونیا کے کمرے کی طرف پرواز کی۔ پتہ چلا وہ سو رہی ہے۔ میں اُسے چھوڑ دیا۔ رُومانہ اپنی نیند پوری کر چکی تھی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس بدلنے کے بعد عازم کے ساتھ ایک خوبصورت سے لان میں بیٹھی چائے پی رہی تھی۔

عازم کو جبرامرونہ لباس پہنا دیا گیا تھا۔ وہ اتنا اسمارٹ آ رہا تھا کہ رُومانہ بار بار دھڑکتے ہوئے دل سے اسے دیکھنے پر مجبور ہو رہی تھی۔ ایک بار عازم نے شرماتے ہوئے پوچھا۔ "اے بہنا! تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟"

"کبھی تم بھی مجھے اسی طرح دیکھتے تھے فرہاد! کیا تمہارا جی نہیں چاہتا کہ میرا ہاتھ پکڑو، مجھے اپنے پاس بلا لو۔"

"اے لو، تم نے گندی باتیں شروع کر دیں۔ جب تم سو گئی تھیں نا، سونیا بھی آ کر مجھ سے لپٹ رہی تھی۔"

"اچھا!" رُومانہ نے چائے کی پیالی رکھتے ہوئے پوچھا۔ "اچھا وہ اسی تاک میں رہتی ہے کہ میری نظر بچا کر تمہارے پاس پہنچے۔ تم نے اُسے پیار تو نہیں کیا ہو گا؟"

"توبہ توبہ۔ وہی زبردستی مجھے پیار کر رہی تھی۔"

"اور تم نے اُسے پیار کرنے دیا؟"

وہ بولا۔ "کوئی زبردستی میری آبرو سے کھیلے تو میں کیسے سکتی ہوں؟"

"تم عورت نہیں مرد ہو۔"

"اے سر کے کپڑے پہنا دینے سے میں مرد نہیں بن سکتی۔ میرے حسن و شباب سے جلتی کیوں ہو؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر عازم کے پاس آئی۔ پھر گھاس پر دو زانو ہو کر اپنا ہاتھ اُس کے گھٹنوں پر رکھتی ہوئی بولی۔ "مجھے یقین نہیں آتا تم ایسے ہو گئے ہو۔"

"ایسا ہونے کا کیا مطلب ہے؟ میں تو ایسا تھا، ایسا ہوں، ایسا رہوں گا۔ تمہیں یقین نہ آتے تو میں کیا کروں؟"

"مجھے یقین دلاؤ۔"

"کیسے؟"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی

"میرے کمرے میں چلو۔"

"نن۔ نہیں۔" وہ گھبرا کر بولا۔ "میں نہیں جاؤں گا۔"

رُومانہ نے اُسے ایک جھٹکے سے کھینچا۔ وہ اپنا توازن سنبھالتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ "اے۔ دیکھو رُومانہ! تم نے اور سونیا نے مجھے اسٹیج والے بدمعاشوں سے بچایا۔ اور اب یہاں لا کر دونوں باری باری ... بات میں کیسے کہوں، آخر میری بھی کوئی عزت ہے۔"

رُومانہ اُسے کھینچتی ہوئی کوٹھی کے برآمدے میں لائی۔ پھر اُسے لے کر اپنی خوابگاہ میں جا گھسی۔ اتنے میں سونیا اپنی خواب گاہ سے نکلی۔ رُومانہ اسے دیکھ کر ایک ذرا ہچکچائی۔ عازم نے کہا۔ "سونیا! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے، مجھے بچاؤ۔"

رُومانہ اُسے کھینچ کر لے جاتی ہوئی بولی۔ "تمہیں کوئی مجھ سے نہیں چھین سکتا۔ تم میرے ہو ..."

سونیا مسکراتی ہوئی اُن کے قریب سے گزرتی ہوئی لان میں آ گئی۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "میں نے کچھ نہیں پایا، تو کیا پائے گی۔ اپنا سر پیٹ کر رہ جائے گی۔"

اُس نے چائے کی ٹرے کو اپنے قریب کیا، پھر کیتلی اٹھا کر ایک پیالی میں اپنے لئے چائے انڈیلنے لگی۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "آہ فرہاد! تم کیا تھے، کیا ہو گئے۔ میں چاہتی تھی کہ تم صرف میرے بن کر رہو، کسی دوسری عورت کی تمنا نہ کرو۔ مگر اب دوسری تیسری تو کیا، میری تمنا بھی تمہیں نہ رہی۔ آہ! اب تم سہیلی بن کر رہو گے، دوست کبھی نہ بن سکو گے۔"

اس سوچ کے دوران اُس کو ہتھی کا بڑا چاقو نظر آیا۔ ایک خیال اندر آ رہی تھی۔ سونیا دُور سے کار کو دیکھتے ہی سمجھ گئی کہ اُن کا میزبان جمشید جبران آ رہا ہے۔ وہ کار پورچ میں آ کر رُک گئی۔ جبران کار سے باہر آتے ہوئے کہا۔ "ہیلو سونیا! نیند پوری ہو گئی؟"

جبران کے ساتھ ایک اور معزز شخص بھی تھا۔ سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر جبران سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ تم نے ہمیں بڑا آرام پہنچایا ہے۔ تم سچ مچ دوستی کے فرائض ادا کر رہے ہو۔"

جبران نے اس معزز شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہماری دوستی کا ایک فرض یہ ادا کریں گے۔ ان سے ملو، یہ ڈاکٹر برہان مصری ہیں۔ تمہارے فرہاد کا علاج کریں گے اور ڈاکٹر! یہ بادام سونیا ہیں۔"

ڈاکٹر برہان خوش ہو کر سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "جبران صاحب نے آپ کی اور رُومانہ صاحبہ کی بڑی تعریفیں کی ہیں۔ جبران صاحب ان چند لوگوں میں سے ہیں، جو کبھی کسی کی تعریف نہیں کرتے۔ آپ دونوں نے تو ان پر جادو کر دیا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "ڈاکٹر! آپ بھی اپنا کوئی جادو دکھائیں اور فرہاد کے اندر سے عورت پن نکال کر پھینک دیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

ڈاکٹر برہان مصری نے بیمار سے اس کے شانہ کو تھپک کر کہا۔ "پریشان ہونا چھوڑو۔ انشاء اللہ میں بہت جلد تمہارا مرد تمہیں واپس کر دوں گا۔"

اتنے میں وہ مرد واپس آنے لگا۔ اس کے پیچھے رُومانہ سرخ کمک آ رہی تھی۔ اس کا لٹکا ہوا منہ بتا رہا تھا کہ وہ کچھ نہیں پا سکی۔ عازم نے آتے ہی کہا۔ "مسٹر جبران! یہ دونوں عورتیں میرے ساتھ بڑا وہ کر رہی ہیں۔"

جبران نے پوچھا۔ "یعنی کیا کر رہی ہیں؟"

رُومانہ جلدی سے جھینپ کر بولی۔ "اپنے دیکھئے مسٹر جبران! یہ فرہاد تو خواہ مخواہ ہمیں بدنام کرنے لگے ہیں۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "اچھا تو یہی مسٹر فرہاد ہیں۔ ہیلو مسٹر فرہاد! ہاؤ ڈُو یو ڈُو ...؟"

ڈاکٹر نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ عازم نے ایک طرف سمٹ کر کہا۔ "بات اللہ! مجھے دیکھو، وہی میرا ہاتھ پکڑنے آ رہا ہے۔"

"میں ہاتھ پکڑنے نہیں، تمہارا معائنہ کرنے آیا ہوں، میرے ساتھ دوسرے کمرے میں چلو۔"

"ہائیں چھ کمرے میں چلوں؟" وہ گھبرا کر بولا۔ "آج یہ دونوں مجھے باری باری کمرے میں لے جا چکی ہیں۔ اب تم آئے ہو، میں نہیں جاؤں گی۔"

جبران نے دو ملازموں کو حکم دیا کہ عازم کو پکڑ کر کسی کمرے میں لے جائیں اور معائنہ کے دوران ڈاکٹر کی مدد کریں۔ ملازموں نے حکم کی تعمیل کی۔ اُسے پکڑ کر لے جانے لگے۔ رُومانہ اس کے لئے بے حد پریشان تھی۔ جلد از جلد یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ ڈاکٹر اُس کے متعلق کیا رائے قائم کرتا ہے۔ اس لئے وہ ڈاکٹر کے پیچھے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

سونیا نے ناگواری سے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ جمشید جبران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں، ایک دوست کی دشمن ہو، مگر ساتھ رہنے پر مجبور ہو۔"

وہ بولی۔ "ہاں، میں سوچتی ہوں، اب یہ مجبوری ختم ہو جانی چاہئے۔ میں دو بہنوں تک فرہاد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار چکی ہوں۔ یہ میرا مرد ہے، میں کسی حال میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔ لیکن رُومانہ نے کبھی تنہائی کا مختصر سا لمحہ بھی فرہاد کے ساتھ نہیں گزارا۔ یہ کنواری ہے۔ اسے دوسرے بہتر جیون ساتھی مل جائیں گے۔ مگر یہ اپنی جوانی برباد کر رہی ہے۔"

جبران نے کہا۔ "تم درست کہتی ہو۔ رُومانہ کو اب فرہاد کا خیال چھوڑ دینا چاہئے۔"

"اگر تم میرا ساتھ دو تو رومانہ فرہاد سے دُور چلی جائے گی۔"

"مجھے رومانہ کی جوانی پر ترس آتا ہے۔ میں تمہارا ساتھ دُوں گا میں

بھی یہی چاہتا ہوں کہ یہ لڑکی اپنا مستقبل کسی دوسرے سے وابستہ کرے۔"

سونیا خوش ہو کر بولی۔ "تم ڈاکٹر سے کہو کہ فریاد اگر قابلِ علاج ہے، تب بھی وہ رومانہ کے سامنے فیصلہ کن انداز میں کہہ دے کہ فریاد کا عورت پن کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اس کے مرد بننے کی توقع فضول ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ جب رومانہ کو یہ یقین ہو جائیگا کہ وہ کبھی فریاد کے ساتھ ازدواجی زندگی نہیں گزار سکے گی، تو پھر وہ مایوس ہو کر تمہارے راستے سے ہٹ جائے گی۔"

"ہاں، اُسے بالکل ہی مایوس کرنے کی یہی ایک صورت ہے۔"

میں سونیا کے دماغ سے نکل کر رومانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک کھڑکی کے پاس کھڑی کمرے میں جھانک کر دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر عازم اس سے کہہ رہا تھا۔ "مسٹر فریاد! جبران صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ آپ پاکستانی ہیں۔ میں سات برس تک کراچی میں رہ چکا ہوں۔ آپ کی اُردو زبان جانتا ہوں۔ آیئے، ہم اُردو زبان میں باتیں کریں۔"

یہ کہہ کر ڈاکٹر نے اُردو زبان میں پوچھا۔ "کیا یہ دُرست ہے کہ آپ کو تبدیلی جنس کے آپریشن سے گزرے ہوئے صرف تین گھنٹے ہوئے ہیں؟"

عازم نے حیرانی سے انگریزی زبان میں پوچھا۔ "آپ یہ کونسی زبان بول رہے ہیں۔ میں صرف ترکی اور انگریزی زبان جانتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ مذاق کر رہے ہیں۔ دیکھئے اگر آپریشن کو تیس گھنٹے گزر چکے ہیں، تو میں بآسانی علاج کر سکتا ہوں۔"

عازم پریشان ہو کر بولا۔ "ڈاکٹر! پلیز آپ انگریزی زبان میں گفتگو کریں۔ میں تو کیا میرا باپ بھی اُردو زبان نہیں جانتا ہے۔"

رُومانہ حیرانی سے سوچنے لگی۔ "یہ کیسے ممکن ہے۔ فریاد کی ماں اُردو ہے۔ جب اسے آپس کی باتیں یاد ہیں، تو اپنی زبان بھی یاد رہنا چاہیئے۔ تعجب ہے یہ اپنی مادری زبان سے گھبرا رہا ہے۔ اسے سمجھنے سے انکار کر رہا ہے۔"

میں زیادہ دیر تک رومانہ کے دماغ میں نہ رہ سکا۔ مجھے وہ بن کی ڈبل آواز سنائی دی۔ عازم کہہ رہا تھا۔ "میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ اب میں باتھ روم میں جا رہا ہوں۔"

وہ باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔ رومانہ نے اسے مخاطب کیا۔ "رس وتی! میں آ گیا ہوں۔"

اس کا دماغ پُرسکون ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "میں دو گھنٹے تمہارے پاس آیا تھا۔ تم سو رہی تھیں، تمہارے لئے کوئی خطرہ نہ اس لئے میں نے جگا نہیں۔ مداخلت نہیں کی، چپ چاپ واپس چا

"میں سمجھ رہی تھی کہ تم کہیں اپنے معاملات میں اُلجھ گئے ہو نے تمہارے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی۔ ایک دم کامیابی ہو نے تمہاری سوچ کے ذریعے کسی عورت کی آواز سُنی، وہ کہہ رہی "اس شیطان کو گولی مار دو۔" اس کے ساتھ ہی میں نے گولیاں چ آوازیں سُنیں۔ پھر میرے سر درد کھنے لگا، میری بیوقوفانہ میں تھک ہار کر واپس آ گئی۔"

اُس کی باتوں سے اندازہ ہُوا، جب میں قید خانے کے با سے مقابلہ کر رہا تھا۔ اور دو بدن کی جانی دارڈ، رابسن اور ٹائ کر فائرنگ کا حکم دیا تھا، اس وقت رس وتی نے میرے دماغ جھانک کر دیکھا تھا۔

وہ بولی۔ "اُس وقت سے میں پریشان ہوں، تمہاری خیر معلوم کرنا چاہتی تھی، مگر خیال خرافی کا حوصلہ نہ ہُوا۔ پھر وا آ کر بتایا کہ سونیا اور رُومانہ کو فریاد کے پاس لے گئے۔ یہ سُن کر خوشی ہو آ گئے ہو۔ پھر یاد آیا کہ تمہارا کوئی ہم شکل پاکستان کی قید میں سونیا اور رُومانہ کے پاس واپس بھیجا گیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "عازم آدھے مرد اور آدھی عورت کے رُوپ مل گیا ہے۔ شاید تم بھی اُسے دیکھ سکو گی۔"

"میرا کیا ہوگا؟ میں یہاں کب تک پڑی رہوں گی؟"

"تمہارا بہترین علاج ہو رہا ہے۔ اس موقعہ سے فائدہ ا جسم کو علاج کراؤ۔ اچھا کافی کر تندرست ہو جاؤ۔ جب تک نہیں ہوگی۔ دانیال کو نہیں کروڑ ڈالر نہیں ملیں گے۔"

"تمہارا ارادہ کیا ہے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ مجھے بیچ کر حاصل کرے؟"

"مجھے تندرست ہونے کے بعد تم اتنی معصوم اور مظلو رہو گی۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں مل کر انہیں چکر کہ لگا کروڑ ڈالر نہیں مل جائیں۔"

"مجھے اپنی عقل پر بھروسہ نہ سکھاؤ، میں جلد سے جلد پہنچنا چاہتی ہوں۔"

"اس بھاگ دوڑ میں تو ممکن نہیں ہے۔ ذرا تمہیں بیس کروڑ کے نقصان کے ساتھ بلند ستان واپس جانے دیں۔ یہاں کی معدنیات مجھے بلا رہی ہیں۔"

"اچھا جلدی آنا، میں انتظار کرتی رہوں گی۔"

میں تہہ خانہ میں واپس آ گیا۔ رس وتی کو ابھی تک یہ نہیں معلوم تھا کہ میں دو بدن کے ساتھ عیش کر رہا ہوں۔ وہ مطمئن تھی کہ میں سونیا اور رُومانہ سے دُور ہو گیا ہوں۔ اُس کے دماغ کے ایک گوشہ میں بات تھی کہ میں اسی طرح عورتوں سے دُور رہا تو وہ مجھ پر مہربان ہو جائے گی، اور میں سمجھ رہا تھا کہ ہندوستانی حسینہ کے ساتھ زیادہ دنوں تک میرا جھیری نہیں چلے گی۔ وہ دماغی طور پر صحت مند ہوتے ہی میرے چودھیالات چیک کر بڑھنے لگے گی۔"

غسل خانہ کے دروازے پر دستک ہوئی، دو بدن کی ڈبل آواز سنائی دی۔ "عازم! تم غسل کر رہے ہو یا سو رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "ہیلو! یہ میری عادت ہے، میں باتھ روم میں کم از کم ایک گھنٹہ گزارتا ہوں، ذرا انتظار کرو۔"

میں نے دماغ کی اسکرین پر دیکھا، وہ دروازے کے پاس سے ہٹ جا رہی تھیں۔ میں سونیا اور رُومانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں عازم اور ڈاکٹر کے ساتھ لان میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا، جس نے اچھی طرح معائنہ کیا ہے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فریاد بالکل ہی ناکارہ ہو چکا ہے۔"

رُومانہ نے پوچھا۔ "کیا آپ علاج نہیں کر سکیں گے؟"

"میں تو کیا دُنیا کا کوئی ڈاکٹر یہ علاج نہیں کر سکے گا۔"

سونیا دل ہی دل میں خوش تھی کہ جمشید جبران کی ہدایت کے مطابق ڈاکٹر یہی کہہ رہا ہے، جو وہ چاہتی تھی۔ پھر بھی اس نے رُومانہ کے سامنے تشویش کا اظہار کیا۔ "ڈاکٹر! تم ہمارا دل توڑ رہے ہو، مگر میں ہمت نہیں ہاروں گی۔ فریاد کو یورپ لے جا کر علاج کراؤں گی۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "تم اپنی تسلی کے لئے کچھ بھی کر لو، مگر تم وقت اور دولت ضائع کرتی رہو گی۔"

یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ پھر زبردستی مصافحہ کرنے لگا۔

جبران نے اپنے ڈرائیور سے کہا کہ ڈاکٹر کو گاڑی میں لے جائے۔ پھر وہ اپنی مادری زبان میں ڈاکٹر سے باتیں کرتا ہُوا کار تک آیا۔ جب ڈاکٹر کار میں بیٹھ کر رخصت ہو گیا تو میں نے جبران کو انگریزی زبان میں سوچنے پر مائل کیا۔ پتہ چلا کہ وہ ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا۔ "رُومانہ کی لاعلمی میں فریاد کو آپریشن کے لئے ہسپتال پہنچوا دیا جائیگا اور یہ ظاہر کیا جائیگا کہ ماسٹرز نے فریاد کو پھر اغوا کر لیا ہے۔"

جبران سوچتا ہُوا سونیا اور رُومانہ کے پاس آ گیا۔ سونیا کو اس کے لئے رو رہی تھی کہ فریاد اب کبھی اپنی اصلی حالت میں واپس نہیں آئے گا۔ رُومانہ نے کہا۔ "تعجب ہے کہ تمہاری جیسی دلیر اور سُگھڑ خاتون

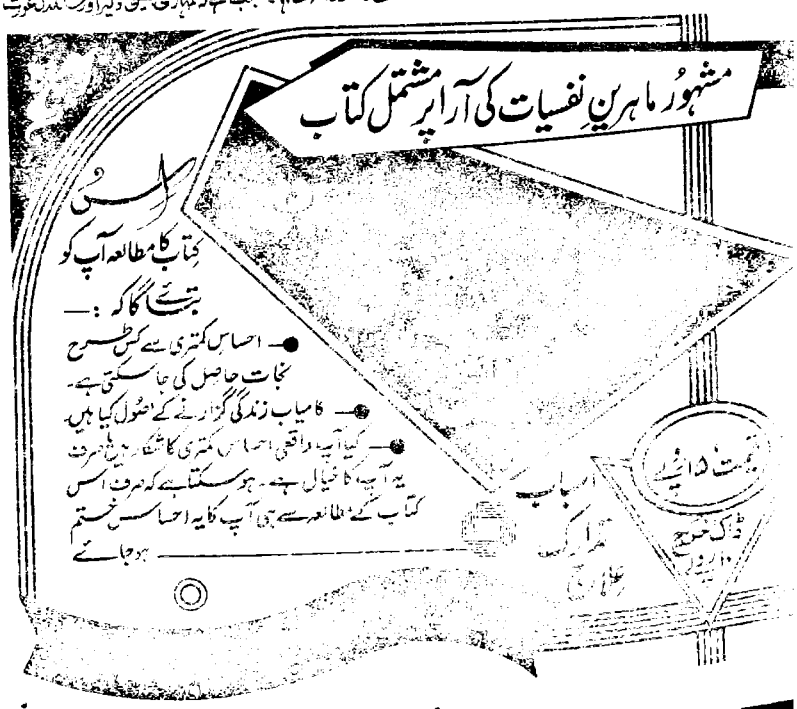

آنسو بہا رہی ہے۔ مجھے تو یہ مگرمچھ کے آنسو لگ رہے ہیں۔"

سونیا چیخ کر بولی۔ "یو شٹ اپ، آپ، تم ہیں کبھی فریاد کی قدر میت نصیب نہ ہوئی، تم کیا جانو کہ مرد کیا ہوتا ہے۔ اور اپنی سرد مہری سے عورت کو کس طرح ٹراتا ہے۔"

جبران نے تائید کی۔ "سونیا ٹھیک کہہ رہی ہے، تم سنجیدگی سے غور کرو رُومانہ! یہ سونیا اپنا سب کچھ فریاد پر لٹا چکی ہے مگر تمہارا سب کچھ محفوظ ہے۔ سونیا کسی دوسرے مرد کا تصور نہیں کر سکتی۔ اُسی ایک کے لئے رقتی رہے گی، مگر تم خوب سے خوب تر جیون ساتھی تلاش کر سکتی ہو۔ دانشمندی یہی ہے کہ۔۔۔"

رُومانہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ "کیا اس دانشمندی کا منصوبہ سونیا نے بنایا ہے؟"

سونیا بولی۔ "تم تو ہمیشہ مجھے دشمن ہی سمجھتی رہو گی۔"

جبران نے کہا۔ "نہیں رُومانہ! یہ سونیا کا نہیں، میرا خیال ہے کہ تمہیں اپنی زندگی بیاہ نہیں کرنا چاہیئے۔ کسی بہت بڑے آدمی سے شادی کر لینا چاہیئے۔"

وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی۔ "کیا تم مجھ سے شادی کرو گے؟"

وہ ذرا جھجکا یا۔ رُومانہ بے حد حسین تھی، کنواری بھی تھی۔ وہ بولا۔ "کیوں نہیں، اگر تم پسند کرو تو۔۔۔"

"میں نے پسند کر لیا۔ میں تم سے شادی کروں گی۔" رُومانہ نے سرد لہجے میں کہا۔ "مگر شادی سے پہلے اپنی قسم تیار کر لینا۔۔۔"

پھر وہ تیزی سے پلٹ کر کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ سونیا دانت پیس کر بولی۔ "یہ حرّافہ ہمیں جھیوڑے گی، جی چاہتا ہے گولی مار دوں۔"

میں اس کے مذاق سے نکل آیا۔ مجھے یقین تھا کہ سونیا اُسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ کیوں کہ میں اُسے چاہتا تھا، اور میں کھلونے کو میں چاہتا ہوں، اُسے توڑ کر سونیا میرا دل نہیں دُکھائے گی۔

میں باتھ رُوم سے باہر آ گیا۔ دوبدن مجھے دیکھتے ہی تیر کی طرح میرے پاس آئی، وہ میرے گلے کا ہار بننا چاہتی تھیں، میں نے ٹوٹ کر مجھے گلے لگا لیا۔ "آہ ہاں۔ مجھے یہ عزت ہمیں لینے دو۔ ایسی بھی کیا بے قراری۔"

وہ بولیں۔ "تمہارا تو مطلب نکل گیا ہے ناں۔ مگر میں تھوڑی دیر کے لئے بھی تمہاری جُدائی برداشت نہیں کر سکتی۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "آہ! یہی تو مصیبت ہے۔ عورتیں جُدائی برداشت نہیں کر سکتیں۔ کمبل کی طرح لپٹ جاتی ہیں۔ مرد ایک بار غلطی کر کے ساری عمر سزا پاتا رہتا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ گھور کر بولیں۔ "کیا تم مجھ سے پہلے دوسری عورتوں سے بھی مل چکے ہو؟"

"آں ہاں۔ ایسی خوبصورت غلطیاں میں بار بار کر چکا ہوں۔"

جھوٹ مکار! تم نے کہا تھا کہ تم کنوارے ہو۔"

میں نے لباس پہننے کے بعد جُوتے پہنتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری جوانی کے لئے کنوارا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کنوارا کے ہ پیاسا۔ جب تک تمہاری ڈبل جوانی کی پیاس تھی میں کنوارا ر بجھ گئی۔ اب کنوارا نہیں ہوں۔"

"بکواس مت کرو، مجھے بتاؤ وہ چڑیلیں کہاں ہیں، جو تم مل چکے ہو؟"

"اُن سے اپنی جاری نہ کرو۔ اگر میں کنوارے پن کا رہا تو ایک دن دُنیا کی بہت سی حسین چڑیلیں ایک مقام پر آ کر اور فریاد کی اکلوتی بُڑی پر اقتدار حاصل کرنے کے لئے ایک کے خلاف اعلانِ جنگ کریں گی۔"

"یہ فریاد کی اکلوتی بُڑی کیا ہوتی ہے، ارے ہاں بادشاہ شرما نے تمہیں فریاد بھی کہا تھا۔ اب میں اُس وقت تک تم نہیں چھوڑوں گی جب تک تم مجھے اپنی اصلیت نہیں بتا دیتے۔"

میں نے بیزار ہو کر کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میرے کے پیچھے نہ پڑا جائے۔ میں نے ہانگ کانگ میں فریاد کے نام کو دھوکا دیا تھا اور خود نوود شرما کے میک اپ میں اس کا پاسپورٹ کر زکی چلا گیا تھا۔ تب سے کبھی وہ مجھے فریاد اور کبھی عازم کہتا ہے۔"

"میں کیسے یقین کر لوں کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔"

"ابھی چل کر تم نوود شرما سے پوچھ لو۔"

"چلو۔۔۔" وہ دروازے کی سمت بڑھ گئیں۔

میں نے دوبدن کے ساتھ چلتے ہوئے نوود شرما کی سوئٹ کے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ ہیری ہڈسن نے کھولا۔ وہ سوئٹ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ہیری ہڈسن کہہ رہا تھا۔ "مسٹر شرما! جیسا کہ تم نے عازم کے بارے میں کہا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فریاد ہے۔ وہی تمہارا پاسپورٹ لے کر فرار ہو گیا تھا۔"

نوود شرما نے کہا۔ "میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ میں نے قسم کھا کر فریاد سے اس فریب کا انتقام لوں گا لیکن اب میرا دل صاف ہو گیا ہے۔ طیارہ اغوا ہونے کے بعد اس نے بار بار ہم تمام مسافروں کی مدد کی اس آزادی کا سہرا بھی اسی کے سر ہے۔"

لوان سورو نے کہا۔ "واقعی ہم اس کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتے۔ میں نے بھی قسم کھائی تھی کہ اگر آزادی نصیب ہوئی تو فریاد کو اذیت ناک سزائیں دے کر مارا جائے گا۔ مگر اس محسن کی وجہ سے وہ قسم بھی توڑ دی۔"

ہیری ہڈسن نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے عازم اس ڈبل عورت کا ہو گیا ہے۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ وہ تینوں فوراً ہی اٹھ کھڑے ہو گئے۔ کیوں کہ میں اور دوبدن کے ساتھ پہنچ گیا تھا۔ وہ تینوں

میں نظر آ رہے تھے۔ شیو بنا کر غسل کرنے اور پیٹ بھر کر کھانے کے بعد ان کے چہروں پر رونق نظر آ رہی تھی۔ انہوں نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں نے پوچھا کسی بات کی تکلیف تو نہیں ہے؟"

ہیری ہڈسن نے جواب دیا۔ "ہر طرح کا آرام ہے۔ لیکن آزادی کے بعد فیدخانہ کے عیش و آرام سے بہتر ہوتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "آپ نے بہت اچھی بات کہی ہے۔ میں آزادی کے سلسلے میں آپ لوگوں سے بات کرنے آیا ہوں۔"

دوبدن نے کہا۔ "پہلے مجھے بات کرنے دو۔ ہاں ونود شرما مجھے بتاؤ ہمارے اس محسن کا نام عازم ہے یا فریاد؟ تم اس کے متعلق جو کچھ بھی جانتے ہو بیان کرو۔"

شرما نے میری جانب دیکھا۔ میں نے منہ پھیر کر کہا۔ "مجھے نہ دیکھو، جو ہے وہ بیان کر دو۔"

وہ کہنے لگا۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر اس کی سوچ کو کنٹرول کرتا رہا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بیان دیتا رہا۔ اس کے بیان کا لب لباب یہ تھا کہ عازم پراسے فریاد کا شبہ تھا مگر اس کا شبہ دور ہو چکا ہے۔ یہ بادشاہ نہ عازم ہے۔ دوبدن قدرے مطمئن ہو گئیں۔

میں نے ان تینوں دولت مندوں سے پوچھا۔ "کیا آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ اس وقت آپ کہاں ہیں؟"

لوان سورو نے کہا۔ "ہماری آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر لایا گیا ہے۔ ہم نے شوں کیا کہ جس گاڑی میں ہم اندھے بنے بیٹھے ہیں۔ وہ گاڑی رف دھنسی جا رہی ہے۔ ہم نے یہی سمجھا کہ ہم کسی زمین دوز اڈے ے گئے ہیں۔ پھر مسٹر شرما نے تصدیق کی۔ یہ صاحب ایک لفٹ میں تھے۔ وہی دلدل نیچے دھنستی ہوئی انہیں یہاں تک لے آئی۔"

میں نے کہا۔ "آپ لوگوں نے درست سمجھا ہے۔ یہ خفیہ تہہ خانہ پ خود ہی ہو چلیں جسے تہہ خانے کا راز معلوم ہو جائے۔ کیا اسے زندہ آزاد کیا جا سکتا ہے؟"

وہ تینوں زندہ دل پڑ گئے۔ ایک نے شوخ لہجے میں کہا۔ "ہم مگر عازم صاحب یں ہیں۔ آپ تو قانون کا ساتھ دیں گے۔"

"بے شک میں مجرم نہیں ہوں میں اس تہہ خانے میں مجرموں کا ر رہا ہوں۔ جو لوگ میرا ساتھ دے رہے ہیں۔ میں انہیں معاف کر ا اور یہ اس لئے کہ میں اس تہہ خانہ کا مالک بننا چاہتا ہوں۔"

لوان سورو نے کہا۔ "یہ تو اچھی بات ہے کہ آپ جرائم کا خاتمہ کر ہے شک یہ تہہ خانہ آپ کی ملکیت ہونا چاہیئے۔"

"آپ لوگوں نے کہا تھا کہ آپ اپنی تمام دولت میرے قدموں لوان دیں گے۔"

"ہاں ہم اب بھی یہی کہتے ہیں۔"

"تو پھر میری دولت یہ ڈبل جوئیل اور یہ تہہ خانہ ہے۔ آپ لوگ مجھے یہاں رہنے دیں اور آزاد ہونے کے بعد قانون کے محافظوں کے سامنے اس تہہ خانے کا ذکر نہ کریں۔"

"ہم کسی کے سامنے اس کا ذکر نہیں کریں گے۔" ایک نے کہا۔

"ہم کہہ دیں گے کہ ہمیں کسی کاسنج میں قید کر دیا گیا تھا۔ خونیوں کی آمد پر دشمن بھاگ گئے، ہم کسی طرح اس کاسنج سے نکل کر آ گئے ہیں۔"

ہیری ہڈسن نے کہا۔ "نہیں یہ بیان مناسب ہو گا کہ ہم کاسنج میں قید کئے گئے تھے۔ وہاں عازم نے پہنچ کر دشمنوں کو مار بھگایا۔ ہمیں رہائی دلائی۔ پھر ہم جنگل میں بھٹکتے ہوئے فوجی کیمپ میں پہنچ گئے۔ عازم ہمیں آزاد کرانے کے بعد کہیں چلا گیا۔"

لوان سورو اور ونود شرما اس کی تائید کرنے لگے۔ میں باری باری ان کے دماغوں میں گھس کر ان کے سچ اور جھوٹ کو سمجھ رہا تھا۔ مجھے اطمینان ہوا کہ وہ جھوٹے نہیں تھے۔ ان کے دل آئینہ کی طرح صاف تھے اور وہ پوری سچائی کے ساتھ میرے احسانات کا بدلہ چکانا چاہتے تھے۔

میں نے کہا۔ "کوئی کسی کے دل میں جھانک کر اس کے سچ اور جھوٹ کو نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن جانے کیوں میں آپ لوگوں پر بھروسہ کر رہا ہوں۔ آپ اپنا اپنا سامان تیار رکھیں۔ ڈنر کے بعد آپ لوگوں کو تہہ خانے کے باہر پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ تینوں میرے ہاتھ اور میرے بازو کو تھام کر بڑی احسان مندی سے شکریہ ادا کرنے لگے۔ میں نے رخصت ہوتے ہوئے کہا کہ اب تین گھنٹے بعد ڈنر ٹیبل پر ملاقات ہو گی۔ دوبدن دونوں طرف سے میرے بازوؤں کو تھام کر مجھے کمرے سے باہر لے آئیں۔ میں نے خود کو چھڑاتے ہوئے پوچھا۔ "تم مجھے اس طرح کیوں کھینچ رہی ہو؟"

وہ بولیں۔ "اور کیا کریں۔ تم خواہ مخواہ ڈنر ٹیبل کے وقت ضائع کر رہے ہو۔ بس اب ہم خواب گاہ میں جائیں گے۔"

"تم دیوانی ہو گئی ہو۔ ابھی تو ہم ہیڈ روم سے آئے ہیں۔ ابھی میں اس ہیر پھیر سے بھی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس سے کیا باتیں کرو گے۔ بس اسے گولی مار دو۔"

"اگر میں تمہارے دماغ سے کام لوں تو یہ تہہ خانہ ہمارا مقبرہ بن جائے گا۔"

وہ دونوں مجھ سے لپٹ گئیں۔ "او نہ ہوں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ بس میرے ساتھ چلو اور وہی جادو کرو۔۔۔ وہی۔"

جادو تو وہ بھی کرتیں تھیں۔ ان کی قربت میں ایسا سحر تھا کہ میں سحر زدہ ہو کر ان کے ساتھ ہیڈ روم میں چلا آیا۔ میں اپنی اس کمزوری کو خوب سمجھتا ہوں اور جانتا ہوں کہ مجھے دشمن نہیں مار سکیں گے۔ کوئی عورت ہی مجھے اپنی آغوش کی جنت سے موت کے جہنم میں پہنچائے گی۔

⬡

بڑی دیر کی چہلیں جھپٹ کے بعد خواب گاہ کی فضا پُرسکون ہو گئی۔ ایک گھنٹہ بعد میں نے دوبدن کو آہستہ آہستہ سلا دیا۔ پھر بڑے آرام سے

خیال خوانی میں مصروف ہوگیا۔ سب سے پہلے میں نے فوجی سرگرمیوں کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ فوج کے آفیسر ڈاکٹر فینی کے خائب ہو جانے سے پریشان تھے۔ اندھیرا ہونے تک اسے جنگل میں تلاش کرتے رہے تھے۔ رات ہوتے ہی جنگل میں بھٹکنے کا اندیشہ رہتا تھا۔ اس لیے وہ کیمپ میں واپس آگئے تھے۔

میں نے اصل ڈاکٹر فینی کی خبر لی۔ وہ ہانگ کانگ سے پے نانگ پہنچ گیا تھا۔ اور اب ایک جیپ کار میں بیٹھا وہ فوجیوں کے ساتھ جنگل کی طرف آرہا تھا۔

میں نے بلیک میلر کی خبر لی جو ڈاکٹر فینی کے میک اپ میں آیا تھا۔ اور اب قید خانہ کے فرش پر بیٹھا بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ ڈوبل جوئیل کی خواب گاہ میں اس کا دماغ کام کیوں نہیں کرتا تھا۔ وہ بہک کر الٹی سیدھی باتیں کرنے لگتا تھا۔ کیا وہ سچ مچ پاگل ہوگیا تھا یا پھر اب ہوش مندی سے کیسے سوچ رہا ہے؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "میں احمق ہوں کہ خود ہی ڈاکٹر فینی کا میک اپ اتار کر اپنے لیے مصیبتیں پیدا کردیں۔ اب یہاں کا ایک آدمی بھی مجھے اپنا باس نہیں سمجھے گا۔ مجھے اپنی جان بچانے کے لیے فکر کرنی چاہیے۔"

اس کی سوچ نے کہا: "سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟ بُری طرح اپنے ہی تہہ خانے میں آپھنسا ہوں۔ اپنے آپ کو یہاں کا باس ثابت کرنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ میں ٹائیگر اور جوزف کو اپنے اعتماد میں لے کر بتاؤں گا کہ میں تم لوگوں کا اصل باس ہوں۔ ثبوت کے طور پر اس تہہ خانے کا ایک ایسا راز جانتا ہوں جس سے تعلق یہاں کا ڈاکٹر موژائیل بھی کچھ نہیں جانتا تھا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "لیکن ٹائیگر اور جوزف وہ راز پوچھیں گے۔"

"میں بتادوں گا کہ جوئیل کی خواب گاہ کے سرہانے ایک چور دروازہ ہے۔ وہاں پلنگ کے نیچے فرش پر قالین بچھا ہے۔ قالین کے نیچے ایک آہنی سینڈل ہے۔ اسے دائیں طرف گھمانے سے چور دروازہ کھلتا ہے۔ اس دروازے کے پیچھے دنیا کے بہترین ہیرے جواہرات ہیں اور اس دنیا کے کتنے ہی بڑے لوگوں کو بلیک میل کرنے کے ٹھوس مواد موجود ہیں۔ اور وہاں کی تمام الماریوں کے لاک نمبر صرف میرے پاس ہیں۔"

اس کی سوچ پڑھتے ہی میں کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا۔ پھر اس کی یادداشت تازہ کرنے لگا۔ وہ باری باری ایک نمبر، دو نمبر، تین نمبر، چار نمبر الماریوں کے لاک نمبر یاد کرتا جارہا تھا اور میں کاغذ پر ان نمبروں کو الماریوں کے نمبر کے ساتھ لکھتا جارہا تھا۔ پھر میں نے معلومات حاصل کیں کہ رات کو ہیل کو پرکس وقت اور کہاں آئے گا۔ ان کے کوڈ ورڈز اور اشارے کیا ہیں۔ میں نے لکھ لیا۔ اس کے بعد اس نے ٹائیگر اور جوزف کو آواز دی۔ میں نے کاغذ تہہ کیا اور جیب میں رکھا۔ اس کے بعد میں بلیک میلر کے دماغ میں جم کر بیٹھ گیا۔

ٹائیگر نے آہنی سلاخ کے پاس آکر ڈانٹتے ہوئے کہا: "بڑھیا! ہار نہ پکارو میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔"

بلیک میلر نے عاجزی سے کہا: "تم میری بات پر یقین کرلو۔ میں تمہیں ہیرے جواہرات دوں گا۔ تمہارا اصل باس ہوں۔ میں اپنے باس ہونے کا ثبوت دے سکتا ہوں۔"

ٹائیگر نے پوچھا: "کیا ثبوت دو گے؟"

میں نے اس کی ذہنی رو بہکا دی۔ وہ بولا: "ثبوت ہے کہ میں بے بسی کے عالم میں اپنی آخری سانس بھی ہار گیا۔ باس مرنے کی آواز نکالتا ہے۔ یہ دیکھو مگر مچھ کے آنسو۔"

وہ باقاعدہ مرغ کی طرح بولنے لگا۔ وہاں جوزف بھی آگیا تھا۔ وہ حیرت سے کبھی مرغ کو اور کبھی ٹائیگر کو دیکھ رہا تھا۔ ٹائیگر نے کہا: "اس بڈھے کے بچے نے ہمارا دماغ خراب کردیا ہے۔ میرا بس چلتا ہے تو..."

میں نے بلیک میلر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چیخ کر بولا: "میرا دماغ خراب نہیں ہوا۔ میں مرغا نہیں ہوں۔ میں پاگل نہیں ہوں۔ میں مرغا نہیں ہوں۔ میں مرغا نہیں ہوں۔ ککڑوں کوں... ککڑوں کوں..."

وہ چیخ کر بولا: "میرا دماغ خراب نہیں ہوا۔ میں پاگل نہیں ہوں۔ میں مرغا نہیں ہوں۔ ککڑوں کوں... ککڑوں کوں..."

میں نے بھی اس کے دماغ کو لگام دے رکھا تھا۔ کبھی کبھی اسے ایسے چار بلیک میلنگ کے مواد کو دیکھا اور سمجھا جاسکتا تھا اور وہاں کی چھپی اب اس پر سچ مچ پاگل پن سوار ہوگیا۔ وہ غصہ اور جنون کی حالت میں اپنی دولت کا بھی اطمینان سے حساب کیا جاسکتا تھا۔ اس خفیہ دروازے سر آہنی سلاخوں سے ٹکرانے لگا۔ وہ بار بار سر ٹکراتے ہی اس کے دماغ پر ہیجان اور جنون کی حالت طاری ہوگئی۔ اس لیے مجھے اطمینان تھا۔

لگا۔ میں نے اس کی جکڑی ہوئی ٹھوڑی میں کہا: "میرا... میرا... میرا..."

روزی... روزی..."

وہ چیخ کر بولا: "روزی نہیں میرا... میرا باپ بیٹی کے..." بھی اپنی زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔ سونیا سوچ رہی تھی: "یہ شاید ماسٹر برس تک... نا کرہ گناہ کا ڈراما کھیلتا رہا۔ میں دنیا کا سب..." بول رہا ہے۔ شام کے وقت ماسٹر زورا نے جبران کے ایک خاص تحت کو وارننگ دی تھی کہ سونیا اور فرہاد کو ذرا بھی تکلیف نہ ہو۔

اس نے بقیہ رکاوٹیں بھی اپنا سر آہنی سلاخوں سے ٹکرا کر جبران کے تمام تہہ خانوں کو آگ لگادی جائے گی۔ ایک گھنٹہ بعد یعنی ساڑھے نو بجے وہ اپنا سر سلاخوں سے ٹکرا کر زخمی ہوگیا۔ اس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ ہانپتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ اس کی حالت بگڑ رہی تھی۔ میں نے اس کا سر سلاخوں سے ٹکرا دیا۔ اس بار اس کی پیشانی پھٹ گئی۔ وہ بے ہوش ہوگیا۔ میں نے اس کا سر پھر سلاخوں سے ٹکرا دیا۔ اس بار اس کی پیشانی پھٹ گئی۔ وہ بے ہوش ہوگیا۔ میں نے اس کا سر پھر سلاخوں سے ٹکرا دیا۔ اس بار اس کی پیشانی پھٹ گئی۔ وہ بے ہوش ہوگیا۔

میں نے اس کا سر پھر سلاخوں سے ٹکرا دیا۔ اس بار اس کی پیشانی پھٹ گئی۔ وہ بے ہوش ہوگیا۔ میں نے اس کا سر پھر سلاخوں سے ٹکرا دیا۔ اس بار اس کی پیشانی پھٹ گئی۔ وہ بے ہوش ہوگیا۔

فون پر باتیں کر رہا تھا۔ وہاں سے ایک آئینہ میں سونیا نظر آ رہی تھی۔ جیمان نے باتوں کے دوران مسکرا کر سونیا کو آنکھ ماری۔ سونیا زیر لب مسکرانے لگی دونوں کے ذہن میں یہ بات تھی کہ ہلایا مل رہی ہے۔ وہ خود ہی فرہاد کو چھوڑ کر جا رہی ہے۔ جیمان چوبیس سات منٹ تک باتیں کرتا رہا پھر اس نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ ہم ٹھیک آدھے گھنٹے بعد یہاں سے نکلیں گے۔"

یہ بات تعجب خیز تھی کہ وہ نے اچانک ہی کوالالمپور جانے کا پروگرام بنا لیا تھا اور یہ کہہ رہی تھی کہ ملایا کے جنگل میں اس کا ایک بچھڑا ہوا ساتھی تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں میرے سوا کوئی اس کا دوست تھا۔ نہ رشتہ دار وہ میری تلاش میں آ رہی تھی۔ لیکن اسے کیسے معلوم ہوا کہ میں ملایا کے جنگل میں ہوں!

میں نے وہ نہ کے دماغ کو کریدنا چاہا تھا لیکن دروازے پر دستک ہوئی۔ میں ریوالونگ چیئر سے اٹھ کر دروازے پر گیا۔ باہر ٹائیگر اور جوزف کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بلیک میلر کی موت کی اطلاع دینے آئے تھے۔ میں نے حکم دیا کہ اسے قید خانے سے نکال کر مٹی میں دبا دیا جائے۔ اس کے بعد تمام لوگوں کو بڑے ہال میں جمع ہونے کے لیے کہا جائے۔ وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلے گئے۔ ایک شخص نے آ کر کہا۔ ڈنر تیار ہے۔ وہ تینوں دولت مند آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

میں ان کی طرف بڑھنے لگا۔ ان کے پاس پہنچنے تک میں نے معلوم کیا۔ ڈاکٹر فینی جنگل میں پہنچ گیا تھا۔ کیمپ کا فوجی افسر اس کے پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ جیسے کاغذات کو سختی سے چیک کر رہا تھا کیوں کہ ڈاکٹر فینی کے بیان کے مطابق وہ ابھی ہانگ کانگ سے آ رہا تھا اور فوجی افسر کو یہ بتایا تھا کہ ڈاکٹر آج دوپہر کو ان سے مل چکا ہے اور یہی ڈاکٹر ان کے ساتھ کالج گیا تھا۔ وہاں ڈوبل جوئیل نہیں تھی۔ لہٰذا جوئیل کی تلاش میں وہ سب جنگل میں نکل گئے۔ تلاش کے دوران ڈاکٹر فینی اس سے بچھڑ گیا اور اب دوبارہ آ کر یہاں رہا ہے کہ وہ جنگل میں نہیں تھا بلکہ امریکہ اور ہانگ کانگ سے آ رہا ہے۔

میں ڈنر کے لیے جاتے جاتے رک گیا۔ ایک حوض کے کنارے کھڑے ہو کر اصل ڈاکٹر فینی کی دشواریوں کو سمجھنے لگا۔ میرا کہا بلایا گیا تھا۔ اس نے بھی یہی کہا کہ وہ دوپہر کو یہاں بیٹھا اسے بیٹی کہہ رہا تھا۔

اصل ڈاکٹر فینی کو جب معلوم ہوا کہ میریا اس کی اپنی بیٹی ہے تو وہ مارے خوشی کے رونے لگا۔ میریا پندرہ لمحے پہلے اسے دھوکے باز اور اپنی ماں کا قاتل کہہ رہی تھی لیکن باپ کے آنسو اتنے سچے تھے کہ وہ سنجیدگی سے ان آنسوؤں کو سمجھنے پر مجبور ہو گئی۔ ڈاکٹر نے اپنے بریف کیس سے اس کی ماں کی ڈائری نکالتے ہوئے کہا۔ بیٹی یقین کرو۔ ایک غلیظ طاقت نے مجھے نیند سے جھنجھوڑ کر کہا کہ میری بیٹی اس جنگل میں ہے اگر میں فوراً یہاں نہ آیا تو دشمن میری بچی کو مار ڈالیں گے۔ تم مجھے اپنی ماں کا قاتل سمجھ رہی ہو خود کو سوتیلی بیٹی سمجھتی ہو مگر میرے پاس تمہاری ماں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ڈائری ہے۔ تم اپنی ماں کی تحریر پہچانتی ہو تو اسے پڑھو۔"

میریا ڈائری لے کر پڑھنے لگی۔ اس ڈائری کے صفحات پر کی ماں ڈانا کی تحریر تھی۔ ڈانا نے ڈاکٹر فینی سے شادی کرنے کے بعد سنی مون کے واقعات تفصیل سے لکھے تھے۔ سال بھر کی ڈائری میں ایک ایک دن کی تفصیلات درج تھیں۔ اس کی ماں نے لکھا تھا کہ شادی کے بعد ایک سال کے عرصے میں کوئی میاں بیوی کے قریب نہیں آیا۔ کیوں کہ وہ تینوں اپنی اپنی خدمات پیش کرنے لگے۔ وہ میرے لیے مختلف ممالک کی سیر کر رہے تھے۔ جب ڈانا کی طبیعت خراب ہوئی تو بہترین تیمار اور جان دینے والے ساتھی مہیا کر سکتے تھے۔ دولت ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد بتایا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ پھر آٹھ ماہ کے ہوا میں کے پاؤں کی دھول تھی۔ وہ میرے لیے ایک مضبوط قلعہ بنا سکتے بچی پیدا ہوئی جس کا نام میریا رکھا گیا.....

میریا پڑھ رہی تھی۔ اپنی ماں کی تحریر سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے ان کا بہت شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ ابھی میں نے اس اس لیے قائل ہوتی جا رہی تھی کہ وہ ڈاکٹر کی سگی بیٹی ہے۔ ڈاکٹر نے ریکارڈ محفوظ کر دیا۔ پھر اس سال پہلے کا برتھ سرٹیفکیٹ نکال کر اسے پڑھنے کو دیا۔ پھر اس میں میرا اپنے باپ کے ساتھ کھانے کے ملازمین موجود تھے جو جنریٹر کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ کھانا بچپن کی تصویریں نکالیں۔ ان تصویروں میں میریا اپنے باپ کے ختم ہو گیا تو ڈاکٹر فینی نے میریا کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔

میں حوض کے پاس سے گھوم کر ایک کمرے میں پہنچا۔ وہاں کا بکسہ یہاں سے نکل نہیں سکتے۔ ہم طیارے کے مسافر تھے اس لیے ہم میز پر کھانا لگایا جا رہا تھا۔ ڈان سو مرو، پیری ہڈسن اور دو نوجوان ہاتھ اٹھا کر ہمیں سے جا سکتے ہیں۔ ڈوبل جوئیل بھی جائیں گی۔ جب تک میں اور استقبال کیا۔ پھر ہم سب کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ کھانے کے دوران میں باہر نہ آئیں۔ اس وقت تک ٹائیگر تمہارا لیڈر رہے گا۔"

ٹائیگر اور جوزف سے کہا۔ "اسٹور سے میرا سامان بھی لے آؤ۔ ڈوبل جوئیل سب نے وعدہ کیا کہ وہ ٹائیگر کے احکامات کی تعمیل کرتے رہیں سامان بھی پیک کر دو۔ ہم ایک نامعلوم مدت کے لیے یہاں سے جا رہے ہیں۔ ٹائیگر بہت خوش نظر آ رہا تھا میں نے کہا۔ اپنے ماتحتوں سے کہو کہ وہ دونوں چلے گئے۔ پیری ہڈسن نے پوچھا۔ "آپ کہاں جا رہے ہیں؟" میں نے ان لوگوں کے سامنے دو بدن کی مختصر سی داستان دہرائی۔ ٹائیگر نے کہا۔ "دلدل کا راستہ اختیار کرنے کے لیے سب سے بڑا خطرہ مگرمچھ ہیں!"

میں نے ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا۔ "جوئیل میرے گہرے تعلقات ہیں لیکن میں فی الحال پرواز نہیں کر سکتا۔ وہ دونوں پیٹر کی ہلکی سی آواز سن لے گا۔ بہتر ہے کہ انہیں مان توکی بستی سے باہر فینی لوکارڈو کی دریافت ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ انہیں ڈاکٹر اپنے ساتھ لے جائے۔ امریکہ لے جائے۔ وہ ٹریننگ دینے کے طریقے جانتا ہے جوئیل کو بھی میں نے تائید کی تین آدمی ... تین دولت مندوں کا سامان اٹھا دنیا کے طور طریقے سکھا دے گا۔ لیکن جوئیل کسی حال میں بھی مجھے جانے نہیں دے گی۔ وہ میرے ساتھ ہونے لگے۔ وہ میرے مسافر کر کے رخصت ہو گئے۔ میں نے ہونا پسند نہیں کرے گی۔ میں انہیں ڈاکٹر کے ساتھ جانے کے لیے کہوں گا تو وہ ہنگامہ برپا کر دیں گی۔ اس لیے ان کو لاعلمی میں رہنے میں ہی بہتری ہے۔ میں اسے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب وہ بیدار ہو کر پوچھے تو تم کہہ دینا کہ میں نے بغیر کچھ کہے کہیں چلا گیا ہوں۔"

چاپ چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

ڈاکٹر سو مرو نے کہا۔ "تو پھر آپ میرے ساتھ چلیں۔"

میں نے کہا۔ "نہیں۔ جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں میں یہاں قانون کی حمایت میں بہت سے کارنامے انجام دے چکا ہوں۔ لوگوں کے ساتھ فوجی کیمپ میں جاؤں گا تو میری تصویریں اخبارات میں شائع ہوں گی میں نہیں چاہتا کہ میری تصویریں اخبارات میں شائع ہوں یا کسی پاس ریکارڈ کے طور پر تصویریں موجود رہیں۔"

"تعجب ہے۔ آپ مجرم نہیں ہیں پھر بھی قانون کے محافظ اعتماد سے مجھے یہاں کا لیڈر بنا رہے ہیں اس اعتماد کی لاج رکھوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم میرا انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اسے باہر چھوڑ کر میں خواب گاہ کے اندر آیا۔ دو بدن سو رہی تھیں۔ ڈوبل جوئیل کو چھوڑ کر جاتے ہوئے افسوس ہو رہا تھا۔ مگر وہ ایسی تھیں کہ ساتھ کبھی نہیں گذار سکتا تھا۔ دو بدن ہمیشہ کا ساتھ چاہتی تھیں میں نے ایک کاغذ پر اس کے نام خط لکھا۔

"جوئیل میری جان!

میری اصلیت یہی ہے کہ میں وقت کی طرح بہتا چلا جاتا ہوں۔ اور میں جا رہا ہوں۔ لیکن یقین رکھو کہ یہ دائمی جدائی نہیں ہے۔ میں دوبارہ تم سے امریکہ میں ملاقات کروں گا۔

اگر تم مجھے دل و جان سے چاہتی ہو تو میری بات مانو۔ تہہ خانہ میں کوئی ہنگامہ نہ کرو۔ اصلی ڈاکٹر فینی لوکارڈو اوپر کالج میں آ گیا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی میریا ہوگی۔ وہ تمہیں بھی بیٹی سمجھتا ہے۔ ہماری آئندہ ملاقات کی یہی ایک صورت ہے کہ تم ڈاکٹر فینی کے ساتھ امریکہ چلی جاؤ۔

اگر تم ڈاکٹر فینی سے گستاخی کرو گی۔ اور میری جدائی کا غصہ دوسروں پر اتارو گی تو پھر میں تم سے کبھی نہیں ملوں گا۔ میری خواہش ہے کہ تم ڈاکٹر فینی کے زیر سایہ رہ کر مہذب دنیا میں رہنے سہنے کا سلیقہ سیکھو۔ مجھے امید ہے کہ تم میری یہ خواہش پوری کرو گی۔

آئندہ بہت جلد ملنے کے یقین کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں۔ وش یو گڈ لک وتھ ڈاکٹر...

تمہارا اور تمہارا

عازم"

خط لکھ کر میں نے اس کے سرہانے میز پر رکھ دیا۔ پھر میں نے عازم کا سوٹ کیس کھول کر دو عمدہ لباس نکالے۔ ایک بیگ لے کر وہ لباس پاسپورٹ ویزا اور ضروریات کا دوسرا سامان رکھا۔ ایک قیمتی گھڑی کلائی۔ میں پہنی چھوٹی سی ٹارچ جیب میں رکھی۔ مجھے چاقو، چھری اور پستول جیسے ہتھیاروں کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ میں نے بیگ کو کاندھے سے لٹکایا۔ پھر دو بدن کے خوابیدہ حسن پر الوداعی نظر ڈال کر خواب گاہ سے باہر آ گیا۔

ٹائیگر میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے مجھ سے بیگ لے کر اپنے کاندھے پر لٹکایا۔ پھر میرے پیچھے چلنے لگا۔ سرنگ میں پہنچ کر اس نے اپنی ٹارچ روشن کی اور میرے شانہ بشانہ آگے بڑھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "ٹائیگر! جب ڈوبل جوئیل تہہ خانہ سے چلی جائیں تو ان کی خواب گاہ کو مقفل کر دینا۔ جوئیل بیدار ہو جانے کے بعد ہنگامہ کر سکتی ہیں۔ اگر اپنی جان کا خطرہ دیکھو تو انہیں ریوالور سے دھمکی دینا۔ اس احتیاط کے ساتھ کہ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے اور وہ چپ چاپ تہہ خانہ سے باہر چلی جائیں۔ ایک بات اور انہیں کالج کے چور دروازے سے نہ جانے دینا ورنہ تمہارے اس تہہ خانہ کا راز فاش ہو جائے گا۔"

اس نے پوچھا۔ "آپ کی واپسی کب ہوگی؟"

"میں یقین سے اپنی واپسی کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ وہاں جتنے تراشیدہ ہیرے اور زیورات ہیں۔ ان سب کو تم اپنی اور اپنے گروہ کی ضروریات کے لیے کام میں لاسکتے ہو۔ میں واپسی میں تم سے حساب نہیں لوں گا۔"

وہ حیران تھا۔ ملے خوشی کے چلنے کے دوران لڑکھڑا رہا تھا۔ وہ بولا۔ "آپ مجھے اتنی ترقی اور اتنی دولت دے رہے ہیں کہ میں خوشی سے مرجاؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "یہ خوشی کا ہونا فطری بات ہے مگر تمہاری ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔ تم پوری ہوش مندی سے یہاں کے لوگوں کو اپنی مٹھی میں رکھو۔ کوئی بغاوت پرابھرآئے تو پہلی فرصت میں اسے ختم کردو۔ تاکہ وہ جاکر قانون کا حمایتی نہ بن سکے۔"

ہم باتیں کرتے کرتے سرنگ کے اس دوراہے پر پہنچے جہاں سے ایک راستہ کانچ کی طرف جاتا تھا۔ میں نے وہاں سے گزرتے ہوئے ڈاکٹر فینی کے خیالات پڑھے۔ وہ اپنی بیٹی میریا کے ساتھ کانچ میں تھا۔ خوجیوں نے وہاں بھی کانچ کے سامنے ایک خیمہ لگالیا تھا۔ ہم سرنگ میں آگے بڑھتے ہوئے اس حصہ سے بھی گذر گئے۔ جہاں راک فیلو کو کچا گوشت کھلا کر رکھا جاتا تھا۔ آگے ایک ہال کو پار کرنے کے بعد ہم ایک زینہ تک پہنچ گئے۔ اس زینہ کے اوپری سرے کو ایک بہت بڑی پتھر سے ڈھانک دیا گیا تھا۔

ہم دونوں زینے کے اوپری حصہ میں پہنچ کر اس پتھر کو ہٹانے لگے۔ ایک بار میں نے خیال خوانی کے ذریعے دوبدن کو اسی راستہ سے تہہ خانہ میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ ہم نے اپنی اپنی پوری قوت صرف کرتے ہوئے اس پتھر کو اس حد تک ہٹادیا کہ میں وہاں سے گزر کر جاسکتا تھا۔ میں نے ٹائیگر سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "بیگ مجھے دو۔ تم دور تک چھوڑنے جاؤ گے تو واپسی میں تنہا اس پتھر کو ہٹا نہیں سکو گے۔"

اس نے بڑی عقیدت اور گرمجوشی سے میرے ہاتھ کو تھام کر بوسہ دیا۔ میں بیگ لے کر اس تہہ خانے سے باہر آگیا۔ اب میرے اطراف اونچی اونچی پہاڑیاں تھیں۔ جھاڑیوں سے پرے بانس کی ایک جھنڈ نیپڑی تھی۔ اس جھونپڑی کے دوسری طرف مان تو کی بستی تھی۔ میں نے بیگ زمین پر رکھ کر چھڑ کو سر کایا۔ مجھے سے ٹائیگر ہاتھ اٹھا کر زور لگا رہا تھا۔ ذرا سی کوشش کے بعد چھڑ اپنی جگہ واپس آکر جم گیا۔ ٹائیگر چھپے نیچے نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا۔

میں... بیگ اٹھا کر تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا رہا۔ جھاڑیوں کے پرے جو بانس کی جھونپڑی تھی۔ اس میں زندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ ایک بار دور سے میں نے بانس کے ذریعے کسی کی آواز سنائی دی۔ بات کچھ میں نہیں آئی۔ مگر یہ اندازہ ہوگیا کہ خوجیوں نے وہاں بھی اپنا کیمپ بنایا ہے۔ میں نے زمین پر دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے ٹیک دیئے۔ چھپر جھونپڑی کی سمت رینگنے لگا۔ گھنی جھاڑیاں راستے کی رکاوٹ تھیں۔ اور اگر وہ اخبار اس کی نظروں سے گزرے گا۔ تب بھی وہ یہ خبر پڑھ چکے ہیں۔ ہم سے کئی کوس دور فرہاد ملایا کے جنگل میں "آجم" بنا ہوا ہے۔ ہاں اخبار میں انہیں ہاتھوں سے مٹاتا اور اٹھتا ہوا تقریباً آدھے گھنٹے [illegible] "عالم" سے بچائے جانے کی غلطی سے ہر جگہ "آجم" بیسابے لکھا نام فضا میں پہنچا۔ میرے کپڑے پھٹ گئے تھے۔ کئی جگہ جسم [illegible] چکا تھا۔

مجھے اسی وقت شبہ ہوگیا تھا جب ڈاکٹر برہان مصری پاکستانی تھیں۔ میں تھوڑی دیر ستانے کے لیے بیٹھ گیا۔

وہاں بیٹھ کر میں نے احتیاطاً ٹائیگر کی سوچ [illegible] وہاں بول رہا تھا۔ اور وہ زنخہ اس زبان کو نہیں سمجھ رہا تھا۔ پھر اخبار میں ہوا کہ وہ وفادار ہے اور میری عدم موجودگی میں وہ [illegible] کی جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں آجم کے ساتھ شبانہ کا نام پہنچائے گا۔ اس کے بعد میں نے بیگ میں سے تصویر نکالی [illegible] بھی ہے۔ جیسے بھری جہاز میں عازم کعبہ چکلے ہے کہ شبانہ اس کی بیوی ہے۔ میں ریڈیم کی سوئی شمال کی سمت بتا رہی تھی۔ مجھے جنوب کی [illegible] سے اہم بات یہ ہے کہ اس نہر میں دنود شرا کا نام بھی ہے۔ یہ میل دور دریا کے کنارے پہنچا تھا۔ بیلی کوپٹر اسی جگہ آسکتا تھا [illegible] نہیں جاتی۔ صرف میں جانتی ہوں کہ فرہاد بانگ کانگ سے

میں اٹھ کر جنوب کی سمت جانے لگا۔ [illegible] دنود خرا کے نیک اپ میں استعمال کیا تھا۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر یا ہی کسی خوجی جوان کی للکار سنائی دی۔ "ہالٹ، خواجہ ٹائیگر [illegible] آجم دراصل فرہاد ہے اور اپنے شکل عازم کے نام اور پاسپورٹ سے

اسی کی آواز اور لہجے کی ڈور تھام کر میں اس [illegible] اختیار اس طیارے میں سوار ہوا تھا یا پھر وہ ابھی تک دنود شرا کے گیا۔ وہ میری سمت ٹارچ کی روشنی پھینکنا چاہتا تھا [illegible] نیک اپ میں ہے اور ملایا کے جنگل میں جا پھنسا ہے۔ جو کچھ بھی ہو۔ فرہاد اس کے ہاتھ کو بہکا دیا۔ روشنی دوسری سمت چلی گئی۔ میں درخت پھل میں موجود ہے۔"

روانے اخباری خبر کا صحیح تجزیہ کیا تھا اور اس نے مجھے "موذل" نکلا تھا۔ پیچھے پہنچ گیا۔ دوسری بار اس نے صحیح سمت روشنی پھینکی۔ اب

نہیں آسکتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میرا [illegible] ہے۔ اب میں بھی ایسا سگدل نہیں ہوں کہ روانہ کو پھر گمراہ کردیتا۔ وہ سمندر

انوازی بیٹی ایک عرصے سے میرے لیے ایک ملک سے دوسرے ملک نہیں ہے۔"

اس نے ٹارچ بجھادی۔ میں دبے قدموں [illegible] چلنے لگی۔ اب میں اسے بھٹکانا نہیں چاہتا تھا۔ دوسرے لفظوں دوسرا فوجی اپنے ساتھی سے پوچھ رہا تھا۔ "کیا بات [illegible] کوئی مجھے اس بازی گر حسینہ کی ضرورت تھی اور اتفاق سے میں کوالالمپور جانے لگے سالا۔"

میں صحیح وقت پر دریا کے کنارے پہنچا تاریکی میں ایک سیلی کوپٹر سالا بولتے ہوئے میں نے اس کے ذہن کو [illegible] اور اس کی طرف بڑی پرواز کر رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی جیب سے ٹارچ نکال دانتوں کے بیچ کردی۔ وہ تلملا کر رہ گیا۔ اس وقت [illegible] کے شیشے کو کھرچا پھر وہ شیشہ سبز ہوگیا۔ میں سبز روشنی سے سگنل دینے تھا کہ وہ میرے قدموں کی آہٹ نہیں سن سکے [illegible] سے تقریباً چھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں [illegible] وہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت کے ساتھ طیارے کے [illegible] تھی۔ طیارہ بادلوں کے درمیان سے پرواز کر رہا [illegible] وہ سوچ رہی تھی [illegible] کوالالمپور پہنچنے کے [illegible] گی۔ وہاں سے کسی [illegible] سے رابطہ قائم [illegible] حصے میں جاؤں گی۔ [illegible] کا خواہ اگر کسی [illegible] اتنی سوچ پڑھنے [illegible] سمجھ گیا کہ اس [illegible] طیارے کی خبر [illegible] لیا کہ اس کو بھجوانا [illegible] تم سنگاپور [illegible] اس کی اپنی [illegible] وہ اخبار [illegible] رہتی ہیں [illegible]

اس کے باوجود ذرا اطمینان تھا کہ وہ لوگ مجھے باس سمجھ رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد میں نے روانہ کی سوچ سے معلوم کرنا چاہا کہ وہ کس وقت کوالالمپور پہنچے گی۔ اس کے دماغ میں جھانکتے ہی مجھے اس کی ادھیڑ عمر کی ہم سفر کی آواز سنائی دی۔ وہ روانہ کے پاس بیٹھی بول رہی تھی۔ "سیلور روانہ! اب ہمیں ایک دوسرے سے متعارف ہونا چاہئے۔ مجھے مادام زہرہ کہتے ہیں۔ تمہارے آگے اور پیچھے کی سیٹوں پر سپر اسٹر کے جانباز بیٹھے ہیں۔ یہاں تم جناسٹک کے کرتب نہیں دکھاؤ گی....."

روانہ پر اچانک یہ انکشاف ہوا تھا۔ میں نے اس کی مدد کرنے کے لیے سنبھل کر بیٹھ گیا۔ لیکن وہ مصیبت سی کیا۔ جو چاروں طرف سے نہ آئے۔ اس سے پہلے کہ میں روانہ کی مدد کے لیے پہنچتا۔ اچانک میرے سر کے پچھلے حصے پر تھپڑے برسنے لگے۔ یہ سوچنے کی مہلت نہ ملی کہ اس پہلی کوپٹر میں کوئی تیسرا بھی تھا۔ ایک دم سے میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ پھر مجھے ہوش نہ رہا۔ بے ہوشی کا سفر شروع ہوچکا تھا۔

ہمیشہ سے جیتنے والا فاتح اپنی جیت کے نشہ میں بھول جاتا ہے کہ دشمن کمزور اور ناتواں نہیں ہوتا۔ میں بھی بھول گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے نشے میں دشمن کو نادان سمجھ بیٹھا تھا۔ ہوا یہ کہ ہیلی کوپٹر کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے وقت میں نے سیٹ کے پیچھے ترپال دیکھا تھا۔ میرے ذہن میں آیا کہ وہاں سامان رکھا ہے۔ جسے ترپال سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ مگر میری بدنصیبی کہ وہاں کوئی چھپا ہوا تھا جس نے اچانک ہی میرے سر پر تھوڑے برسا دیئے تھے۔

بے ہوش ہونے کے بعد تو جیسے صدیاں بھی ایک پل میں گزر جاتی ہیں۔ یہ تہیں چلتا کہ زندگی کتنی تیز رفتاری سے سفر کر رہی ہے۔ ابھی بے ہوشی نے میری آنکھ بند کی تو میں ہیلی کوپٹر پر تھا۔ اور ہشاشی نے میری آنکھ کھولی تو میں ایک کمرے کے ننگے فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ چند ساعتیں تک مجھے میں نہیں آیا کہ میں کہاں تھا؟ اب کہاں ہوں؟ اور مجھ پر کیا گزر چکی ہے؟ پھر سر کی تکلیف نے سمجھا دیا کہ کسی نے پیچھے سے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ میری بے ہوشی کے دوران ہیلی کوپٹر کا سفر ختم ہو چکا ہے اور اب میں کسی عمارت کے کمرے میں مقید ہوں۔

انجانے دشمن نے بڑی زبردست ضرب لگائی تھی۔ میں نے سر کے پچھلے حصہ پر ہاتھ پھیرا تو وہاں بڑا سا گومڑ نکل آیا تھا۔ سر کے بال لہو سے چپک گئے تھے۔ میں تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پریشانی یہ تھی کہ نہ معلوم میں کہاں آپھنسا ہوں۔ اگر ہیلی کوپٹر میں بلیک میلر کے آدمی تھے تو انہوں نے مجھے نقصان کیوں پہنچایا جب میں نے بلیک میلر کے نام کوڈ ورڈز اور اشارے استعمال کئے تھے۔ اور وہ لوگ کسی شک و شبہ کے بغیر مجھے بلیک میلر سمجھ بیٹھے تھے۔ اگر اپنا باس نہ سمجھتے تو مجھے ہیلی کوپٹر کے قریب آنے کا بھی موقعہ نہ دیتے۔

مجھے میں نہیں آرہا تھا کہ میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا گیا ہے۔ یہ تو اب خیال خوانی ہی سمجھا سکتی تھی۔ میں نے فرش سے اٹھ کر کمرے کے دروازے کو دیکھا۔ وہ باہر سے بند تھا۔ ایک کھڑکی کھلی ہوئی تھی جس پر آہنی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے سلاخوں سے پرے دیکھا تو پتہ چلا کہ میں کسی عمارت کی بہت اونچی منزل پر ہوں۔ بہت دور ایک چوڑی سڑک نظر آرہی تھی۔ اُس سڑک پر گزرنے والی گاڑیاں کھلونے کی طرح نظر آرہی تھیں۔ عمارت کے نیچے اگر کوئی نظر آتا۔ تب بھی میں اتنی دُور سے اپنے ٹیلی پیتھی کا جال نہیں پھینک سکتا تھا۔

آخر میں کمرے کے وسط میں آنکھ فرش پر پالتھی مار کر بیٹھ گیا۔ پھر آنکھیں بند کرلیں۔ دشمنو! تم پاتال میں اور سمندر کی تہہ میں جا کر بھی مجھ سے نہیں چھپ سکو گے۔ چلو اب باہر آجاؤ...

میں نے اُس شخص کی آواز اور لہجے کو اپنی یادداشت میں تازہ کیا۔ جس نے ہیلی کوپٹر کے کاٹ پٹ سے باہر آکر مجھ سے کوڈ ورڈز میں باتیں کی تھیں۔ چند لمحے بعد میں نے اُس کی سوچ کی لگام تھام لی۔

وہ ایک میز پر صبح کا ناشتہ کر رہا تھا۔ اُس کے سامنے میز کے دوسری طرف بیٹھا ہوا شخص کہہ رہا تھا۔ "میں آج شام پے نانگ سے چلا جاؤں گا۔ اس شہر میں پورا ایک سال گزار چکا ہوں۔ اب یہاں بوریت ہوتی ہے۔"

مجھے اُس کی بوریت سے کیا لینا تھا۔ میں اپنے مطلب کی بات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "پتہ نہیں وہ ہوش میں آچکا ہے یا نہیں؟"

اُس نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "وان دے! میرا خیال ہے تمہارا باس ہوش میں آگیا ہوگا۔"

وان دے جیسا نام سُن کر میں نے اندازہ لگایا کہ وہ کوئی مقامی باشندہ ہوگا۔ بہرحال وان دے نے کہا۔ "میرا دل گھبرا رہا ہے۔ باس کو جب معلوم ہوگا کہ میں نے تمہاری باتوں میں آکر اس سے غداری کی ہے تو کیا ہوگا؟"

اُس کے ساتھی نے کہا۔ "میرا نام سائمن ہے۔ میں نے تمہاری حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ ارے تم دیکھتے جاؤ۔ بس وہ لوگ پہنچنے ہی والے ہیں۔ وہ بہت دولتمند اور پُراسرار پارٹی ہے۔ تمہارے باس نے سمجھوتہ نہ کیا تو وہ لوگ اسے ہلاک کرکے تمہ خانے کے مالک بن جائیں گے۔"

"آخر اُس پُراسرار پارٹی کے لوگ کون ہیں؟ مجھ سے تو نہ چھپاؤ۔"

"باقی کا کام وان دے! اگر میں اس پارٹی کے متعلق کچھ جانتا تو تم سے کچھ نہ چھپاتا۔ تم جانتے ہو، میں پلیک ایجنٹ ہوں۔ جو مجھے کھری رقم دیتا ہے، میں اس کے لئے کام کرتا ہوں۔ ایک سالی پہلے اس پُراسرار پارٹی کا ایک شخص مجھ سے ملا تھا۔ اُس نے کہا۔ مسٹر سائمن! ہم دُنیا کے تمام ممالک کے بلیک ایجنٹوں کو جانتے ہیں۔ تمہارے بہت سے کارنامے ہماری نظر میں ہیں۔ ہمارے لئے بھی ایک کام کرو، تمہیں منہ مانگا معاوضہ دیا جائیگا۔"

میں نے کہا۔ "کام بتاؤ۔"

اُس نے کہا۔ "ملایا کے جنوب مشرقی اور جنوب مغربی پہاڑی سلسلے میں پہنچ کر تمہیں ہمارے کتنے ہی بہترین آدمیوں نے اسمگلروں کا تعاقب کیا۔ میں جانے کے بعد وہ پھر واپس نہیں آتے۔ ہمارا خیال ہے کہ مقابلے میں مارے گئے ہیں۔ اور ہمارا اندازہ ہے کہ اُس گھنے جنگل میں انہوں نے کہیں ایسا خفیہ اڈہ بنا رکھا ہے، جہاں کوئی دشمن داخل محافظ نہیں پہنچ سکتے۔"

میں نے پوچھا۔ "مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تم ان اسمگلروں کے بیڈر کو ڈھونڈ نکالو اور اس کا معاوضہ بتاؤ۔"

میں نے اپنا معاوضہ بتایا۔ آدھی رقم پیشگی کے طور پر ادا کرنے کی شرط پر میں نے تمہارے باس کی تلاش میں مصروف ہوگیا۔ اُس جنگل میں جانے کی تمہ میں نے اُس کی ہلکی سی آواز بھی سُنائی نہ دے۔ جب تم نے یہ کہا کہ پولیس یا فوج کی کوئی گشتی جماعت جنگل کی طرف جارہی ہے تو وہ جنریٹر بند کردیا جاتا ہے تاکہ گھاس پر چلنے والوں کو

انجام معلوم ہو چکا تھا، اس لئے میں اس شہر پے نانگ میں آگیا جو ناکام رہنے کے بعد میں نے فارسٹ آفیسر سے دوستی کی۔ یا ماہ گذ لئے جوئیں اور شراب پیتا رہا۔ آخر ایک رات اُس نے نشے کی حالت میں تمہارا نام بتایا دیا کہ وان دے نامی شخص تمہارے ہمراہ پانچ ہزار ڈالر اُس کے عوض میں اُسے سرکاری افسروں کے پروگرام سے آگاہ کرتا رہے۔ پولیس یا فوج کی گشتی جماعت جنگل کا دورہ کرنے آئے گی۔

سائمن نے اتنا کہنے کے بعد ایک سگریٹ سلگایا۔ اُس کے بات جاری رکھی۔ فارسٹ آفیسر کی زبان سے تمہارا ذکر سُن کر دوستی کی۔ ذرا سی کوشش کرنے کے بعد تم دوست بن گئے۔ مگر گھبرے تھے۔ خود کو خانہ بدوش دولتمند کہتے تھے۔ یہ نہیں اگلتے تھے کہ دولت کہاں سے آتی ہے۔ آخر میں نے ایک دن ایک ڈرامہ کیا بلوچ اُس روز تم اپنے بیٹے کو اسکول سے گھر لا رہے تھے۔ راستہ گاڑی نے تمہاری گاڑی کا راستہ روک لیا۔ اس گاڑی میں سے چلا ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ آج میں تمہیں حقیقت بتا دوں گا میرے کرائے کے غنڈے تھے۔"

وان دے نے حیرانی اور ناگواری سے پوچھا۔ "کرائے کے چاروں کو تم نے بھیجا تھا؟"

"ہاں، وہ تم سے پوچھ رہے تھے کہ تم کس پُراسرار پارٹی کے لئے رہے ہو؟ تم نے بتانے سے انکار کیا تو انہوں نے تمہارے بچے کی دھمکی دی۔ اُس کے باوجود تم نے قسم کھا کر کہا کہ تم اپنے پُراسرار متعلق کچھ نہیں جانتے ہو۔ میں بہت دُور سڑک کے موڑ پر کھڑا تھا۔ اُن چاروں میں سے ایک نے اپنا سر گھمایا۔ یہ اشارہ تھا نہیں اگل رہے ہو۔ میں نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی۔ پھر

تو میں نے پوچھا۔ تمہارا باس کبھی تو اپنے زمین دوز اڈے میں جاتا ہوگا؟ یہ کل کی بات ہے۔ تم نے بتایا کہ وہ ڈاکٹر فینی کے رُوپ میں وہاں جاتا ہے اور تم رات کے ایک بجے بیلی کوپٹر لے کر اُسے واپس لانے جاؤ گے۔"

اتنا کہہ کر سائمن خاموش ہوگیا۔ پھر وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ وان دے سوچ رہا تھا۔ "یہ بہت مکار ہے۔ سستی کے پیس پر وہ مجھے اکیلا بنا کر، کل رات تک یہی کہتا رہا کہ مجھے اس تہہ خانے کا باس بنا دیا جائیگا۔ پھر باس کو بے ہوش کرنے کے بعد اس عمارت میں لاتے ہی اپنی زبان سے پھر گیا۔ اب کہہ رہا ہے کہ اُس نے کسی پُراسرار پارٹی سے معاہدہ کیا ہے۔ مجھے بھی اُس پارٹی سے معاوضہ کے طور پر بہت بڑی رقم ملے گی اور میں پہلے کی طرح اپنے نئے مالکوں کے لئے اپنا کام انجام دیتا رہوں گا۔ میں کیا کروں؟ اس عمارت میں اس کے اپنے آدمی ہیں۔ میں ان سے جھگڑا بھی نہیں کرسکتا۔"

میں وان دے کے دماغ سے نکل کر سائمن کے دماغ میں پہنچا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ پُراسرار پارٹی کہاں سے آئے گی؟ میں نے سائمن کے دماغ کو گہرا شرع کیا۔ وہ بلیک ایجنٹ سچ مچ اُس پارٹی کے جغرافیہ سے واقف نہیں تھا۔ وہ صرف معاوضہ لے کر کام کرتا تھا۔

سائمن نے کہا۔ "وان دے! یاد ہے تمہارے باس نے ہیلی کوپٹر میں سوار ہوتے وقت کہا تھا کہ اُس نے ڈاکٹر فینی کا میک اپ اُتار دیا ہے، اور اب طیارے کے کسی اور مسافر کے میک اپ میں ہے۔ اس کے بے ہوش ہونے کے بعد ہم نے دیکھا کہ وہ میک اپ میں نہیں ہے۔ اُس کے چہرے پر ماسک بھی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے باس کا اصلی چہرہ یہی ہے۔"

وان دے نے کہا۔ "ہاں، میں آٹھ برس سے باس کا قابل اعتماد ماتحت ہوں مگر اُسے کبھی اصلی رُوپ میں نہ دیکھ سکا۔ آج پہلی بار میں نے اس کا چہرہ دیکھا ہے۔"

وہ دونوں واقعی مجھے اُس تہہ خانے کا مالک اور باس سمجھ رہے تھے۔ میں نے سوچا وہ پُراسرار پارٹی کہیں ماسٹروں کی تنظیم نہ ہو۔ اُس تنظیم کا کوئی بھی فرد مجھے دیکھ کر پہچان لے گا۔ پھر یہ راز کھل جائیگا کہ فرہاد ابھی تک محفوظ ہے اور اُس کے دھوکے میں اس کے ہم شکل عازم کو زخمی بنا دیا گیا ہے۔

عازم کو زخمی بنانے کی بات آئی تو اچانک رُومانہ بھی یاد آئی۔ میں نے اپنا سر تھام لیا۔ اپنی پریشانی میں وقتی طور پر یہ بھول گیا تھا کہ وہ طیارے میں سفر کر رہی تھی اور سپر ماسٹر کے آدمیوں کے گھیرے میں آگئی تھی۔ میری سوچ نے فوراً ہی رُومانہ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ غنڈا کا تسکرہ میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ بخیریت سفر کر رہی تھی۔ طیارہ آج دوپہر کو کوالالمپور پہنچنے والا تھا۔ اُس کے پاس والی سیٹ پر اسٹیج ایکٹ کرنے والی مادام زہریلی بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور آگے پیچھے کی نشستوں پر سپر ماسٹر کے جانباز موجود تھے۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ کوئی رُومانہ سے

نہیں آ رہا تھا۔

میں نے مادام زہریلی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بیئر پی رہی تھی اور سگریٹ کے کش لگا رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "ان سن، کہاں اسکندریہ اور کہاں فارالیسٹ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ماسٹر زوارا کی حفاظت کے لئے اسکندریہ سے بھاگنا ہوگا۔"

اُس نے بیئر کے دو جار گھونٹ پیئے۔ پھر اُس کی سوچ جاری رہی اور مجھے بتاتی رہی کہ وہ یہ سفر کیوں کر رہی ہے۔ قصہ یہ تھا کہ اسکندریہ میں ماسٹر زوارا اور جمشید جبران کے درمیان ٹھن گئی تھی۔ ماسٹر زوارا نے چیلنج کیا تھا کہ اگر سونیا اور فرہاد کو ڈنر پارٹی میں حاضر نہ کیا گیا تو وہ تمام قمار خانے تباہ کر دیئے جائیں گے جو جبران کی ملکیت ہیں۔

جبران نے سونیا اور عازم کو ماسٹر زوارا کے پاس بھیجنے سے انکار کیا۔ ماسٹر زوارا نے اس کے ایک قمار خانے کو تباہ کر دیا۔ جمشید جبران نے ماسٹر کی کوٹھی کو اور اُن دو گیراج کو بموں کے دھماکوں سے اڑا دیا جہاں ماسٹر زوارا کی بے شمار کاریں، وگنیں، جیپ اور موٹر سائیکلیں تھیں۔ سب کچھ تباہ ہو کر رہ گیا۔ ماسٹر زوارا کو وہاں سے فرار ہونا پڑا۔ اُس نے مادام زہریلی سے مدد طلب کی۔ دوسری طرف جمشید جبران کے آدمیوں نے ریلوے اسٹیشن، ائیر پورٹ اور سُپر مارکیٹ کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ شہر کے مختلف علاقوں سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ یوں لگتا تھا پورا اسکندریہ جل رہا ہے۔ ماسٹر زوارا کے لئے کہیں پناہ کی جگہ نہ تھی۔

اب فرار کی ایک ہی صورت تھی۔ مادام زہریلی اور ماسٹر زوارا نے ماسک میک اپ چڑھایا پھر اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ ائیر پورٹ پہنچ گئے۔ وہیں ایک طیارہ ہانگ کانگ تک جانے کے لئے تیار تھا۔ ہانگ کانگ ٹرانزٹ پر ہی انہوں نے رُومانہ کو دیکھ لیا تھا۔ جمشید جبران اُسے رخصت کرنے آیا تھا ماسٹر زوارا اپنی شکست پر بلبلا رہا تھا۔ وہ جبران کو ہرگز گولی کا نشانہ بنانا چاہتا تھا لیکن مادام زہریلی نے اُسے فائرنگ سے باز رکھا۔ وہ بار بار دیکھ چکی تھی کہ جبران کبھی نہتا نہیں نکلتا تھا۔ اُس کے بے شمار باڈی گارڈ جو آدمیوں کی طرح اُس کے آس پاس چپکے رہتے تھے۔ ٹھیک ہے کہ اچانک فائرنگ سے جبران مر جاتا۔ مگر وہ لوگ بھی زندہ سلامت طیارے تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

ہر حال اس طرح طیارے میں رُومانہ اُن کے درمیان پہنچ گئی تھی۔ جب طیارہ بلندی پر پرواز کرنے لگا، تب مادام زہریلی نے کہا تھا۔ "ہیلو رُومانہ، اب ہمیں ایک دوسرے سے متعارف ہونا چاہیئے۔ مجھے مادام زہریلی کہتے ہیں۔ تمہارے آگے اور پیچھے کی سیٹوں پر سُپر ماسٹر کے جانباز بیٹھے ہوئے ہیں۔ تم اس طیارے میں جناب ملک کے کرتب نہیں دکھا سکو گی۔"

اس کی باتیں سن کر رومانہ نے آگے پیچھے کی نشستوں کو دیکھا۔

مادام زہریلی نے کہا۔ "پیچھے ماسٹر زوارا میک اپ میں موجود ہے اور میرا ہی اصلی چہرہ نہیں ہے۔ میں ماسٹر زوارا کی شکست برداشت نہیں کر سکتی۔ ہار جیت ہوتی ہی رہتی ہے۔ ہمیں اسکندریہ سے بھاگنا پڑا۔ ہم فار الیسٹ جا رہے ہیں، تم کہاں جا رہی ہو؟"

رومانہ ناگواری سے بولی۔ "میں جہاں بھی جاؤں گی، تمہیں کیا تمہارا پوچھنا ہو رہا ہے۔ کل دوپہر کو ہوٹل المانیہ کے اسٹیج پر میرا انتظار میں تم نے اس ریسلر سے مقابلہ کیا تھا اور اُس کی آنکھیں پھوڑ دی تھیں۔ اُس نے ظاہر ہو گیا کہ تم سونیا سے زیادہ خطرناک ہو۔ میں وقت سُپر ماسٹر کے پاس تمہاری تفصیلی رپورٹ بھیجی۔ جانتی ہو آیا؟ سُپر ماسٹر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ہر حال میں تمہیں دوست

"اچھا تو تم یہ فیصلہ لے کر مجھے دوست بنانے آئی ہو؟"

"مجھے غلط نہ سمجھو، یہ ماسٹر زوارا وغیرہ اسکندریہ سے جا

نکلے ہیں۔ تم سے تو یہاں اچانک ملاقات ہو گئی۔"

"میں نے تو سُنا ہے کہ آسمان، زمین اور سمندر کی تمہ

سُپر ماسٹر کے بہت بڑے ذرائع ہیں۔ یہ دُنیا کی سب سے خطرنا

ہے، پھر جبران جیسے علاقائی بدمعاش نے تم کو بھاگنے پر مجبور

کر دیا؟"

"یہ اصل مصر میں ہمیشہ سے ریڈ پاور کا زور رہا ہے۔ ماسٹ

چاہتے تھا کہ وہ مصر کی زمین میں اپنی جڑیں مضبوط کرتا۔ لیکن

کی سیاست نے ماسٹر کو جمشید جبران سے ٹکرا دیا۔ پیچھے ایک سا

دونوں کے درمیان کئی جھڑپیں ہو چکی ہیں۔ پھر سُپر ماسٹر نے

بھیجا تاکہ میں جبران کو دوست بناؤں یا اُسے ہمیشہ

کر دُوں۔"

رُومانہ نے پوچھا۔ "یعنی میری مثال ہے کہ تم مجھے دوست

گی۔ نہ بنوں گی تو ختم کر دو گی؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "میری بات نہ کاٹو۔ پہلے سُنو۔ فی الوقت

کل دوپہر میں اسکندریہ پہنچی۔ مجھے پتہ چلا کہ ماسٹر زوارا

غلطی کی ہے۔ اُس نے بالواسطہ جبران کے پاس ایک لاکھ ڈالر کی

بھیج کر اُسے لکھا ہے کہ اُس کے علاقہ میں ایک خطرناک خوبرو

ہو چکی ہے۔ اگر وہ اُسے ذلیل کر کے اسکندریہ سے نکال دے

میں یہ تو نہیں کہا۔ ہاں یہ کہتی ہوں کہ جو سونیا کے پاس ہے وہ

رُومانہ نے کہا۔ "ہاں۔ یہ بات جبران نے اسٹیج پر

کہی تھی اور ہم سے لڑنے کے بجائے دوستی کا اعلان کیا تھا۔"

مادام زہریلی نے کہا۔ "اور میں نے یہاں پہنچ

کہہ دیا تھا کہ جبران احمق نہیں ہے۔ سونیا جیسی اسمگلر

کو فولاد دوست بنالے گا۔ اور ماسٹر کو پورا یقین تھا کہ

دشمن کو ہلاک کر دے گی۔ اونہہ گدھا کہیں کا — اب ذرا

"ہم نے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو فرہاد کے دماغ سے نوچ کر پھینک دیا ہے۔ اب وہ سُپر ماسٹر کا تابع فرمان ہے۔ اگر تم بھی دوست بن جاؤ تو وہ فرہاد تمہیں مل جائیگا۔"

مادام زہریلی جو کہہ رہی تھی۔ میں اُس کی تہہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ لیکن زہریلی کے زہریلے دماغ کو مزید پڑھنے کا موقعہ نہ ملا۔ میرے کانوں نے بہت سے قدموں کی چاپ سُنی۔ میں فوراً ہی اس عمارت میں واپس آ گیا، جہاں مجھے قید کیا گیا تھا۔ حلاں کہ مجھے بہت پہلے ہی رُومانہ کی صورت خیریت معلوم کر کے واپس آ جانا چاہیئے تھا۔ میرے لئے خطرہ تھا۔ وہاں آنے والی وہ پُراسرار پارٹی سُپر ماسٹر کی تنظیم کی ایک شاخ ہو سکتی تھی۔

میں نے نظریں اُٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازے کے اُس پار کچھ لوگ آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اور کوئی تالا کھول رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحہ دروازہ کھل گیا۔ پہلے تو سات مرد اندر گھسے کمرے میں داخل ہوئے، پھر اُن کے پیچھے جو لوگ آئے، انہیں میں نہیں پہچانتا تھا۔ مگر اُن میں سے ایک معمر آدمی مجھے دیکھتے ہی چونک گیا۔ جلدی سے آگے آیا۔ اپنی آنکھیں مل مل کر مجھے حیرانی سے دیکھا۔ پھر ایک دم سے میرے آگے گھٹنے ٹیک کر بولا۔

"آ۔ آپ۔ آپ فرہاد علی تیمور ہیں۔۔۔"

میں اُسے خاموش نظروں سے دیکھتے ہوئے اُس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ ہچکچاتے اور کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا۔ "ہی ہی ہی جی آپ میرے دماغ کو پڑھ رہے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "میں سوچ رہا ہوں کہ آخر یہ فرہاد کیا بلا ہے؟ آپ سے پہلے بھی اغوا شدہ طیارے کے ایک مسافر نے مجھے فرہاد کہا تھا۔ جب میں نے اُسے اپنا پاسپورٹ اور چند کاغذات دکھائے تو اُسے یقین ہو گیا کہ میرا نام عازم ہے۔ میں انقرہ میں پیدا ہوا، لندن میں تعلیم حاصل کی۔ پھر انقرہ کے ایک ادب پرست کی بیٹی سے شادی کر کے ہانگ کانگ کی طرف جا رہا تھا کہ بلا یا کے جنگل میں اُچک لیا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "نہیں جناب! آپ مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے۔ میں نے ریڈ پاور کے ہیڈ کوارٹر میں آپ کی اور مادام سونیا کی تصویریں دیکھی ہیں۔ میں کوالالمپور ریڈ پاور تنظیم کا باس ہوں۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ خود کو ہم سے نہ چھپائیں۔ ہمارے ماسک میں کو معلوم ہو چکا ہے کہ مادام سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھیں۔ مادام نے بلغاریہ میں جو ٹیلی پیتھی کے کارنامے دکھائے تھے، اُن کے پیچھے آپ موجود تھے۔ آپ یقین کریں ماسک میں آپ کو پانے کے لئے سارے جہاں کی دولت آپ کے قدموں میں لا کر ڈال دے گا۔"

میں نے حیرانی کا اظہار کیا۔ "آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ یہ ریڈ پاور کیا چیز ہے۔ ماسک میں کا کیا مطلب ہوا؟ مجھے میں یہ

کیسے یقین دلائیں کہ جو آپ مجھے سمجھ رہے ہیں، وہ میں نہیں ہوں۔ میرے بیگ سے آپ کاغذات نکال کر دیکھ سکتے ہیں۔"

ریڈ پاور کے باس نے اپنے ایک آدمی کو حکم دیا۔ "بیگ لے کر آؤ۔"

وہ شخص چلا گیا۔ باس نے مجھ سے پوچھا۔ "اگر آپ الفقرہ کے رہنے والے ہیں تو اتنے دُور ملایا کے جنگل میں اسمگلنگ کا دھندا کیسے کر رہے ہیں؟ ہماری اطلاع کے مطابق آپ ملایا کے مختلف شہروں میں رہتے ہیں۔"

"ہاں۔ میں صرف ترکی اور ملایا ہی نہیں، دُنیا کے بہت سے ممالک میں رہتا ہوں۔ اس تہہ خانے کو راز میں رکھنے کے لئے مختلف چہرے بدلتا رہتا ہوں۔"

"لیکن اس وقت یہ آپ کا اصلی چہرہ ہے؟"

"ہاں۔ میرا اصلی چہرہ یہی ہے اور اصل نام عازم ہے۔ میں الفقرہ کے ایک ارب پتی کا داماد ہوں۔"

میں تہہ خانے سے جو بیگ لے کر آیا تھا، اس میں عازم کا پاسپورٹ، ویزا اور وہ نکاح نامہ بھی تھا، جسے عازم اور شبانہ نے الفقرہ کی ایک عدالت سے حاصل کیا تھا۔ ریڈ پاور کا باس اُن کاغذات کو دیکھ کر خدا لگتا کہ گیا۔ تمام ثبوت موجود تھے کہ میں عازم ہوں۔ مگر اُس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فریاد دُنیا کے مختلف ممالک میں رہ سکتا ہے۔ کسی ارب پتی کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے۔ نام اور پاسپورٹ بدلنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ البتہ یہ اپنی صورت نہیں بدل سکتا، اسی لئے آج یہ اپنی اصلی شکل میں ہمیں مل گیا ہے۔

اُس نے کہا۔ "آپ جو کچھ بھی ہیں، ہمارے لئے اہم ہیں۔ پہلے ہم نے سوچا تھا کہ اُس تہہ خانے پر ریڈ پاور کا قبضہ ہوگا۔ اب جب کہ وہ آپ کی ملکیت ہے تو ہم اُس زمین دوز اڈے کو آپ سے لینے کی جُرأت نہیں کریں گے۔ میری گزارش ہے کہ آپ ایک بار ماسک مین سے ملاقات کر لیں۔ میں ابھی جا کر ماسک مین کو خوش خبری سُناتا ہوں۔ آپ بھی میرے ساتھ آئیں۔ آپ قیدی نہیں، ہمارے مہمان ہیں۔"

وہ بڑی خوشامد میں کر رہا تھا۔ اگر ماسک مین سے رُوبرو ملاقات ہونے کی اُمید ہوتی تو میں ان لوگوں کو ڈھیل دے دیتا۔ لیکن میں ماسک مین سے ملاقات کا طریقہ دیکھ چکا تھا۔ سونیا اُس کے ساتھ جا چکی تھی۔ وہ ایک کمپیوٹر مشین تھا۔ اور کمپیوٹر کی کاغذی زبان سے سُنتا تھا اور کاغذی زبان سے بولتا تھا۔ اُس مشین سے ہزاروں میل دُور کوئی پُراسرار شخص فاصلے کے نقاب میں چھپا ہُوا تھا اور خود کو ماسک مین کہتا تھا۔ دُنیا کی دو بڑی خطرناک تنظیموں کے سربراہ کمپیوٹر اور ماسک مین اپنے چہرے، اپنی آواز اور اپنے وجُود کو چھپائے رکھتے تھے۔ اب مجھے بھی گوشہ نشینی کے لئے جنگل کا وہ زمین دوز اڈا مل گیا تھا۔ پھر میں کیسے پسند کرتا کہ ماسک مین فریاد علی تیمور کو اس تہہ خانے کے مالک کی حیثیت سے پہچان جائے۔ امیت سے تو بھی رازداری لازمی تھی۔

میں ریڈ پاور کے باس کے ساتھ اس کمرے سے نکل کر کسی دوسرے کمرے کی طرف جانے لگا۔ ہمارے پیچھے پانچ آدمی تھے۔ سائمن اور اس کے اور باقی تین ریڈ پاور کے مسلح جوان تھے۔ ہم سب ایک خالی کمرے میں پہنچے۔ وہاں ایک چھوٹی میز اور چار کُرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک کرسی پر بیٹھ کر ریڈ پاور کے باس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ ریڈ پاور کے باس نے کہا۔ "مسٹر فریاد! آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ یہاں میں کس طرح ماسک مین سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ اگر میں آپ کو اور آپ کے اس ماتحت وان دے کو دوسرے کمرے میں بھیج کر آتا، تب بھی آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس کمرے کے راز کو اور یہاں کی خفیہ مشینوں کو سمجھ لیتے۔"

اس کی باتوں کے دوران ایک قد آور مسلح جوان میز پر چڑھ کر چھت کے پنکھے تک پہنچ گیا۔ ریل گاڑیوں کی چھتوں سے جیسے پنکھے لٹکے رہتے ہیں، ویسا ہی وہ پنکھا تھا۔ اُس نے پنکھے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بائیں سے دائیں آہستہ سے گھمایا۔ اس کے ساتھ ہی سامنے کی نصف اونچی دیوار اوپر کی طرف اور نصف نچلی دیوار نیچے کی طرف کھل گئی۔ اُن کے پیچھے چھپی ہوئی مختلف مشینوں کے سرے کمپیوٹر مشین بھی نظر آ رہی تھی۔

اُس نوجوان نے پنکھے کے ایک بلیڈ کو اوپر کی طرف اٹھایا۔ دوسرے ہی لمحے کمپیوٹر مشین کہتی ہوئی سنائی دی۔ ریڈ پاور کے باس مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ کو مادام سونیا کی سوچ کے ذریعے معلوم ہو ہی گیا ہوگا کہ اس مشین کو کیسے آپریٹ کیا جاتا ہے۔"

میں نے ایک کُرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہاں، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جب میں کمپیوٹر کے سامنے ماسک مین سے باتیں کروں گا، تو میرے ہر لفظ کو اسکرین پر دیکھ سکو گے۔ لیکن میں دوسری طرف دُور کہیں ماسک مین کو دیکھ نہیں سکوں گا۔ ہاں، میں ایک شرط پر ماسک مین سے ملاقات کر سکتا ہوں۔"

ریڈ پاور کے باس نے کہا۔ "شرط کیا ہے؟ آپ نے اپنی اصل شناخت ظاہر کر دی ہے۔ اب آپ کا اغوا کر لینا ہمارے لئے مشکل نہیں ہوگا۔"

"میں

چھینک کو گرگرا کر ٹالنے لگا۔ "فرمایئے صاحب! ہم۔ میں آپ کا غلام ہوں۔ میں آپ سے دشمنی نہیں کر رہا ہوں۔ پھر آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں جیسے کوئی غلطی ہوئی ہو تو خدا کے لئے مجھے معاف کر دیں۔"

اُس نے دانستہ مجھے ہلاک کرنا چاہا تھا۔ میں ایسے لوگوں کی زبان پر بھروسہ نہیں کرتا۔ اُن کی سوچ کے آئینہ میں، اُن کے مکر و فریب کے چہرے کو دیکھ لیتا ہوں۔ میں نے اُسے نظر انداز کرتے ہوئے وان دے سے پوچھا۔ "تم کتنی مدت سے میرا مذاق کھا رہے ہو؟"

اُس نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "مجھ جیسے نمک حرام کو اب نمک کا حساب نہیں کرنا چاہیئے۔ میں ندامت کا اظہار نہیں کروں گا۔ میں معافی بھی نہیں چاہوں گا۔ مجھے صرف ایک چیز چاہیئے، اور وہ ہے موت۔۔۔"

میں نے کہا۔ "آگے بڑھو اور ریوالور اٹھا لو کہ خودکشی کر لو۔"

وہ آگے بڑھا۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "ٹھیک ہے میں ریوالور اٹھاتے ہی فریاد و فائر کر دوں گا۔"

وہ چیخ کر بولا۔ "نہیں، میں فریاد صاحب پر فائر نہیں کروں گا۔ یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ میں خود اپنی جان پر کھیل جاؤں گا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

آہ۔ وہ میں ذلیل آدمی ہوں۔ غداری کا انجام دیکھنے کے باوجود مجھے پھر مرنے مارنے کی بات آئی کہ میں آپ پر گولی چلا دوں۔ مجھ جیسا کمینہ اور نمک حرام کوئی نہ ہوگا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب وہ میرے خلاف کبھی نہیں سوچے گا۔ میں نے ریڈیو پور سے بات پوچھا۔ "یہ کمپیوٹر کے آس پاس تو ٹی شینیں ہیں۔ دیکھنے سے تو یوں لگتا ہے جیسے بڑے سائز کے ٹی وی رکھے ہوئے ہیں۔"

اُس نے کہا۔ "جی ہاں ہم عمارت میں جتنے کمرے ہیں، انہیں ایک ایک کر کے اسکرین پر دیکھا جا سکتا ہے۔"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں، انہیں آپریٹ کرو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میز پر چڑھ گیا۔ پھر اُس نے پنکھے کے دوسرے بلیڈ کو اوپر اٹھایا۔ ایک ٹی شین پھسلتی ہوئی کمپیوٹر کے برابر آ کر کھڑی ہو گئی۔ اُس کے بعد اُس نے پنکھے کے تیسرے بلیڈ کو اوپر اٹھایا۔ ایک اور ٹی شین کمپیوٹر کے برابر آ کر کھڑی ہو گئی۔ میں اس کے ساتھ ٹی شینوں کے قریب گیا۔ ہر ٹی شین کے ساتھ عمارت کے اندرونی کمروں اور مختلف حصوں کا مکمل نقشہ تھا۔ اور ان کے ساتھ نمبر وار سوئچ لگے ہوئے تھے۔ اُس نے سات نمبر کے سوئچ کو آن کیا۔ ٹی شین پر سات نمبر کے کمرے کا اندرونی منظر دکھائی دینے لگا۔

اُس کمرے میں ایک لیڈی سیکرٹری میز پر جھکی ہوئی کچھ لکھنے میں مصروف تھی۔ ریڈیو پور کے بات نے کہا۔ "یہ میرا فنری کمرہ ہے۔ میں اس عمارت کا مالک ہوں۔ بظاہر ایکسپورٹ امپورٹ کا بزنس کرتا ہوں۔ لیکن کے دو سو کمرے میں نے مختلف تاجروں کو کرائے پر دیئے ہیں۔ نام نہاد تاجر ہیں۔ سب میرے ماتحت ہیں اور سب وہی کام کرتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اس عمارت کی خاص خاص باتیں بتاؤ۔"

اُس نے جواب دیا۔ "اس عمارت کی چھت دو ہری ہے۔ ایک چھت کے نیچے دوسری چھت ہے۔ جہاں ایک سیل کو گھسنے کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔ ضرورت کے وقت اوپری چھت کھل جاتی ہے پھر سیل کو پٹرول سے پرواز کرنے کے بعد دوبارہ بند ہو جاتی ہے۔"

"وہ اوپری چھت کیسے کھولی جاتی ہے؟"

اُس نے جواباً عمارت کے نقشہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ میں جہاں چھت دکھائی گئی تھی، وہاں لگے ہوئے ایک سوئچ کو دبا دیا۔ دوسری مشین کی اسکرین پر ایک راہداری دکھائی دی۔ "یہ کمرہ نمبر آٹھ کے سامنے والی راہداری ہے۔ راہداری کی چھت پر لگا ہوا بلب ہے، اگر اس بلب کو بائیں سے دائیں گھمایا جائے تو وہ دیوار دروازے کی طرح کھلتی گئی۔ اس دروازے کے پیچھے ایک جو دوسری خفیہ چھت کی طرف لے جاتا ہے۔ اب آپ اُس خفیہ کو دیکھیں۔"

اُس نے پہلے سوئچ کو آف کرنے کے بعد چھت نمبر دو کو آن کیا۔ اسکرین پر ایک نیم تاریک ہال میں ایک طرف سیل کھڑا تھا۔ دوسری طرف مشین گن نظر آ رہی تھی۔ وہ مشین کے کو گھمانے لگا۔ اس کے ساتھ اس نیم تاریک ہال کے بدلنے لگے ایک دیوار پر دائرہ بنا۔ ایک آہنی کل نظر آئی۔ وہ بولا۔ "یہاں بائیں سے دائیں گھمایا جاتا ہے۔ اگر اس کل کو بھی اسی طرح گھما تو اوپری چھت کھلتی چلی جائے گی۔"

میں نے پھر سوال کیا۔ "یہاں تمہاری سرگرمیاں کیا ہیں؟"

وہ بولا۔ "یہاں ہر کمرے میں ایسے خفیہ تہہ خانے ہیں۔ اسی طرح چھت کے پنکھے سے کھولے جاتے ہیں۔ اُن تمام خانوں کا ذخیرہ ہے۔ ہم اپنے دشمن ممالک کے عوام کو نشے کے لئے یہاں سے چرس اسمگل کرتے ہیں جب سے ہم نے سنا ہے کہ ساحلوں سے اسمگل ہونے والا مال جنگل میں کہیں غائب ہو جاتا ہے ساری توجہ اس جنگل کی طرف ہو گئی۔ ہمیں یقین تھا کہ وہاں بڑا خفیہ اڈہ ہے جہاں قانون کی نگاہیں نہیں پہنچ سکتیں۔ اڈے کی ضرورت تھی۔ اس لئے ہم اس پورے سراغ کو آپ تک پہنچ گئے۔"

میں نے پوچھا۔ "یہاں میک اپ کا سامان ہے؟"

"یہاں سب کچھ ہے۔ آپ ملک مین سے دوستانہ آپ کے قدموں میں ہوگی۔"

"اس کے بغیر بھی ہر چیز میرے سامنے آجائے گی۔ جاؤ ایک آئینہ اور میک اپ کا سامان لے آؤ۔"

اُس میں اتنی جرأت بھی نہیں تھی کہ میرے حکم سے انکار کرتا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر گیا۔ میں نے دان دے کو دروازہ بند کرنے کا حکم دیا۔ پھر مشین کے پاس آکر تمام سوئچ آن کرنے کے بعد پینتالیس نمبر کے کمرے کے سامنے والی راہداری کا سوئچ آن کیا۔ سکرین پر ریڈ پاور کا بلب نظر آنے لگا۔ وہ سوچتا ہوا گزر رہا تھا۔ "آہ! میں کہاں آکر پھنس گیا۔ سانپ کے منہ میں چھچھوندر والی بات ہے۔ نہ میں فریاد کو اگل سکتا ہوں نہ نگل سکتا ہوں۔ ہم۔ میرا مطلب ہے کہ فریاد صاحب اگر آپ میری سوچ پڑھ رہے ہیں تو مجھے معاف کر دیجئے۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

وہ سوچتا ہوا باون نمبر کے کمرے میں داخل ہوا۔ میں نے پہلا سوئچ آف کر کے باون نمبر کے کمرے کا سوئچ آن کر دیا۔ ریڈ پاور کا بلب اُس کمرے میں داخل ہو سکتا تھا۔ کمرے میں بیٹھے ہوئے دو آدمی اُسے دیکھتے ہی تعظیماً اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے مشین کے اسپیکر کو آن کیا۔ وہ اپنے ماتحتوں سے کہہ رہا تھا۔ "الماری کھولو اور میک اپ کا سامان نکالو۔"

میں اُس کے ذہن سے چپکا ہوا تھا۔ جب بھی اُس کی سوچ میرے خلاف اُبھرتی تو وہ گھبرا جاتا۔ سوچ کے ذریعے مجھ سے معافی مانگنا شروع کر دیتا۔ میں بالکل خاموش تھا۔ پھر میک اپ کا سامان لے کر دو لیپ آتے وقت اُس نے مجھے مخاطب کیا۔ "فریاد صاحب! آپ یہی سامان چاہتے تھے نا؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ میری خاموشی نے اُسے بہکایا کہ میں اُس کی طرف متوجہ نہیں ہوں۔ وہ خود ہی اپنے ماتحتوں کو خطرے سے آگاہ کر سکتا ہے۔ اُس نے احتیاطاً ایک بار پھر سمجھے آواز دی۔ اُس کے بعد اُس نے میز پر جھک کر ایک کا خانہ قائم کیا۔ وہ لکھنا چاہتا تھا۔ "فریاد علی تموریا جنگل کی زمین دوز اڈے کا مالک ہے۔ اس وقت وہ اِس عمارت پر بھی قبضہ کرنے والا ہے۔ اپنے تمام آدمیوں کو حکم دو کہ وہ نقاب پہن لیں اور گونگے بن جائیں۔"

وہ لکھنے لگا۔ سوچ کی انگلیوں نے فلم کو تھام لیا تھا۔ اُس نے لکھا۔

"تمہارا نیا باس اس عمارت میں آچکا ہے۔ وہ میک اپ کے بعد تمہارے سامنے آئیگا۔ تمام لوگوں کو اطلاع دے دو کہ میں ایک گھنٹے بعد نئے باس سے تعارف کراؤں گا۔ پھر تمہارے نئے باس کو یہاں کا چارج دے کر ہمیشہ کے لئے چلا جاؤں گا۔"

اس نے لکھنے کے بعد اُس کاغذ کو اپنے ماتحت کے حوالے کیا — پھر میک اپ کا سامان اٹھا کر کمرے سے باہر آگیا۔ میں مشین کے سوئچ بدل کر اُسے دیکھ رہا تھا۔ ایک بار اُس کے بھی میں نے یہ کیا۔ بار بار کی سامان پھینک کر چیخنا شروع کر دے۔ لیکن اس کے بعد میں نے اُسے اپنے طور پر سوچنے کا موقع نہیں دیا۔ دان دے کو اشارہ کیا کہ دروازہ کھول دیا جائے۔ اُس نے دروازے کو کھولا۔ بے چارہ باس سامان اٹھائے کھڑے ہیں، اندر داخل ہو گیا۔ دروازہ بند ہونے کے بعد میں نے اُس کے ذہن کو آزاد کر دیا۔ وہ سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم لوگوں کو خطرے سے آگاہ کر دیا؟"

وہ فوراً ہی گھٹنے ٹیک کر گڑگڑانے لگا۔ میں نے اُسے ایک لات دُور پھینکتے ہوئے کہا۔ "اگر میں انسانی دماغوں کی سرنگ میں لاوا نہ ہوتا تو تم اب تک مجھے تو پ باتیر پاکر مار ڈالتے۔ مگر تم لوگوں کی یہ غم و غصے کا مقام ہے کہ اس دُنیا کی بڑی بڑی طاقتوں سے ٹکر ایک فریاد سے نہیں لڑ سکتے۔ اب چپ چاپ وہاں بیٹھے رہو۔ میں کروں گا اور تم سوچتے رہو گے کہ اس عمارت کی اور کون سی تم نے مجھ سے چھپائی ہے؟"

میں نے میز پر آئینہ اور میک اپ کا سامان رکھ لیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں چیانگ شی کا کے بارے میں کچھ نہیں سوچوں گا ورنہ یہ چیانگ شی کا تمک بھی پہنچ جائے گا۔"

میں اُسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ وہ بوکھلا کر بولا۔ "م م نہیں سوچ رہا ہوں؟"

میں نے پوچھا۔ "یہ چیانگ شی کا کیا بلا ہے؟"

وہ ہچکچانے لگا۔ لیکن میں نے اُسے بولنے پر مجبور کیا۔ بے بسی سے کہنا شروع کیا۔ "چیانگ شی کا چینی بھی ہے اور جاپانی بھی۔ وہ غلی نسل کا آدمی ہے۔ اگر آپ نے مجھے نقصان پہنچایا تو میری جگہ باس بن کر یہاں پہنچ جائیگا۔"

"اُس کے بعد کیا ہوگا؟"

"چیانگ شی کا مالیا کا زر و جواہرات ہے۔ ریڈ پاور میں اُن کی اور صلاحیتوں کی وسیع مقبوضہ ہے۔ اُس زر و جواہرات نے ملایا سپر ماسٹر کی تنظیم کو اکھاڑ پھینکا ہے، وہ نہیں چین سے بیٹھنے دے گا۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"کل تک وہ کوالالمپور میں تھا۔ آج کہاں ہوگا، میں نہیں جانتا۔ میں نے باس ہونے کے باوجود کبھی اُس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھا۔ وہ اپنا روپ اور اپنی جگہ بدلتا رہتا ہے۔ کبھی کسی کے سامنے نہیں آتا۔ پہلے وشن کے جغرافیے سے پوری طرح واقف ہوتا ہے۔ زر و جواہرات بن جاتا ہے، تم اُسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے زیر نہیں کر سکتے۔"

باتوں کے دوران میں میک اپ میں مصروف رہا۔ میں نے مصنوعی ناک اپنی ناک پر لگائی۔ چہرے پر داڑھی مونچھ اور چشمہ کا اضافہ کیا۔ بالوں کی وگ پہنی۔ اس طرح چہرہ بالکل بدل گیا۔ بڑی مصیبت یہ ہے کہ ریڈ پاور اور سپر ماسٹر کی تنظیم کے تمام میری تصویریں موجود ہیں۔ میں خود کو میک اپ میں بھی چھپا سکتا تھا۔

میں نے کہا۔ "اِن مشینوں کو چھپا دو اور ان لاشوں کو ان مشینوں کے اوپر ڈال دو۔"

اُس نے حکم کی تعمیل کی۔ دان دے نے لاشیں اٹھانے میں اُس کی مدد کی۔ پھر چھت کے پنکھے سے منسلک میکنزم سے تمام مشینوں کو اُن کی جگہ واپس پہنچا دیا۔ اور پھر نیچے کی دیواریں دوبارہ اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ اب اُس کمرے میں صرف ایک میز اور چند کرسیاں رہ گئیں۔ اُن دونوں نے باتھ روم سے پانی لا کر فرش سے خون کے دھبے مٹا دیئے۔

دان دے نے میرے حکم سے ایک ریوالور اپنے پاس رکھ لیا۔ میں نے باس سے کہا۔ "میرا کافی وقت ضائع ہو چکا ہے۔ میں تمہارے ماتحتوں سے ملاقات نہیں کروں گا جن سے سامنا ہو جائے اُن سے تعارف کرا دینا۔ ہم یہاں سے عمارت کے باہر جائیں گے۔ تم اپنی کار ڈرائیو کرو گے۔ ہم تمہارے ساتھ بیٹھے رہیں گے۔"

اُس نے پوچھا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"مجھ سے سوال نہ کرو۔ چلو یہاں سے نکلو۔"

وہ آگے بڑھا۔ ہم اس کے پیچھے باہر آگئے۔ دروازے کو مقفل کرنے کے بعد آگے بڑھتے ہوئے ایک لفٹ کے پاس پہنچے۔ دو رہداریوں کے کچھ مرد اور عورتیں مجھے دیکھ رہے تھے۔ باس نے میری ہدایت کے مطابق اُن سے کہہ دیا کہ ہم ضروری کام سے باہر جا رہے ہیں، بعد میں نئے باس سے تعارف ہو جائیگا۔

ہم لفٹ کے ذریعے نیچے آگئے۔ باہر ایک ٹیلوٹا کار کھڑی ہوئی تھی۔ ہم اُس میں بیٹھ گئے۔ باس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔ "کہاں جانا ہے؟"

"میں پے نانگ شہر کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔"

کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے پچھلی سیٹ سے ٹیک لگا کر دُوما نگ کی خبر یت معلوم کی۔ وہ اب سے ایک گھنٹے پہلے کوالالمپور پہنچ گئی تھی۔ مادام زہر یلی نے اُسے یقین دلایا تھا کہ اصل فریاد پیرس میں ہے۔ دُوما نگ الجھی ہوئی تھی۔ اتنی دُور آنے کے بعد ملایا کے جنگل میں مجھے تلاش کئے بغیر پیرس نہیں جانا چاہتی تھی۔ اُس نے مادام زہر یلی سے کہا تھا کہ وہ دو دن بعد پیرس جائے گی۔ دو دن بعد مادام سے ایئر پورٹ پر ملاقات کریگی۔ یہ وعدہ کرنے کے بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پے نانگ شہر کی طرف روانہ ہوئی تھی۔

مجھے یقین نہیں تھا کہ زہر یلی نے اتنی آسانی سے دُوما نگ کا پیچھا چھوڑ دیا ہوگا۔ میں نے زہر یلی کے ذہن سے خاموش رابطہ قائم کیا۔ وہ ایک کمرے کے اندر ایک بہت بڑے ٹرانسمیٹر کے سامنے بیٹھی کسی باسٹ سے گفتگو کر رہی تھی۔ دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا۔ "مادام! تم نے فخر الدین زادہ کی جان بچانی تھی۔ اُسے سکندریہ میں مرنے کے لئے چھوڑ دیتیں تو بہتر ہوتا۔ اس ماسٹر نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اُسے اب ختم کر دو۔ بہطرح ختم کر دو کہ اُس کی موت حادثاتی کہلائے۔ بہرحال دُوما نگ کے متعلق بتاؤ۔ اوور۔۔۔"

زہر یلی نے کہا۔ "دُوما نگ سے اچانک ہی ملاقات ہو گئی تھی۔ وہ ہماری تنظیم میں کام کرنے کے لئے تقریباً راضی ہے۔ اگر فریاد کو پیرس سے یہاں بھیج دیا جائے تو پھر وہ ہماری تنظیم میں ہمیشہ کے لئے رہ جائے گی۔ ابھی وہ پے نانگ کی طرف گئی ہے جس ٹیکسی میں گئی ہے اس کا ڈرائیور اپنا ہی آدمی ہے۔ پے نانگ میں بھی اپنے لوگوں کو دُوما نگ کی آمد کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ اوور۔۔۔"

"مادام تم بہت اچھی جا رہی ہو۔ بہتر ہے کہ دُوما نگ کو بھلا پھسلا کر یہیں لے جاؤ۔ فریاد کو ابھی فیکٹری سے نہیں نکالا جائیگا۔ ابھی وہ آزمائشی مراحل سے گزر رہا ہے۔ سات ڈاکٹروں کا مشترکہ فیصلہ ہے کہ فریاد کو فیکٹری سے نکالنے کے بعد کچھ عرصہ تک پیرس کی حدود میں رکھا جائیگا۔ اوور۔۔۔"

"میں سوچ رہی ہوں کہ جب ملایا پہنچ ہی گئی ہوں تو کیوں نہ چیانگ شی کا سے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہاں اُس نے ہماری تنظیم کو خاصا نقصان پہنچایا ہے۔ آپ میرے مزاج سے واقف ہیں کہ میں کسی کی بدتمیزی تسلیم نہیں کرتی۔ میں چیانگ شی کا کو خاک میں ملا دوں گی۔ اوور۔۔۔"

"تم یقیناً اسے خاک میں ملا سکتی ہو۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔ مجھے امید ہے تم انتظار کرو۔ میں سپر ماسٹر سے اجازت حاصل کرتا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

اُن کی گفتگو ختم ہوتے ہی میں دوسری طرف سے آنیں کرنے والے ماسٹر کے ذہن میں پہنچ گیا۔ اب وہ ایک مخصوص مشین پر انسمیٹر کو آن کرنے کے بعد کہہ رہا تھا۔ "مسیح ڈیلیکارڈ فار ایس، ایم ... اوور ...."

وہ سپر ماسٹر کے نام پیغام ریکارڈ کرا رہا تھا۔ دوسری طرف سے جاپانی گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ ماسٹر تھوشی یو کہہ کر اپنی باتیں ریکارڈ کرانے لگا۔ یعنی دوسری طرف سپر ماسٹر موجود نہیں تھا۔ اگر موجود ہوتا۔ تب بھی اُس نے گھنٹی بجا کر اشارہ کیا تھا کہ اپنا پیغام ریکارڈ کرا دیا جائے۔ بہرحال میں سپر ماسٹر تک نہیں پہنچ سکتا تھا، اس لئے ماسٹر کی کھوپڑی سے

واپس آ گیا۔

مادام زہریلی کے ماتحت رُومانہ کی نگرانی کر سکتے تھے۔ اُسے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ لہٰذا میں رُومانہ کی طرف سے ابھی مطمئن تھا۔ ابھی میں دوسروں کی خیریت بھی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ریڈ پاور کے باس سے پیچھا چھڑانا ضروری تھا۔ اب ریڈ پاور کا وہی ایک آدمی مجھے فراہم کے طور پر جانتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا "گاڑی روکو۔"

اُس نے گاڑی روک دی۔ میں اور وان دے کار سے باہر آ گئے۔ پھر میں نے اُس سے کہا "اب تم آزاد ہو، اپنی مرضی سے کہیں بھی جا سکتے ہو۔"

باس حیرانی اور بے یقینی سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "دیکھ لیا ہو اس سے پہلے کہ میرا فیصلہ بدل جائے، یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

اُس نے فوراً ہی کار اسٹارٹ کی اور تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا ہم سے دُور ہوتا چلا گیا۔ جس سڑک پر ہم کھڑے ہوئے تھے، وہ ایک موڑ پر بہت دُور تک نظر آ رہی تھی۔ دوسری طرف ایک جھاری جھرکی نظر آ رہا تھا۔ وان دے نے کہا۔ "آپ کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ آپ نے دشمن کو معاف کر دیا۔"

میں نے باس کی کار کی طرف سے انگلی اٹھا کر کہا۔ "موت کسی کو معاف نہیں کرتی۔ اس گاڑی کو دیکھتے رہو۔"

یہ کہنے کے بعد میں باس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وان دے دیکھ رہا تھا۔ باس کی کار انتہائی تیز رفتاری سے بھاگتی ہوئی جا رہی تھی۔ سڑک اتنی کشادہ تھی کہ آنے والے ٹرک کو یہ آسانی سے اس کیا جا سکتا تھا۔ لیکن وان دے ایک دم سے فرار کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے دُور باس کی گاڑی ایک زبردست دھماکے کی آواز پیدا کرتی ہوئی ٹرک سے ٹکرا گئی تھی۔

وہ ریڈ پاور کا باس جو دشمن ممالک کے عوام میں نشے کا زہر عام کرتا تھا، ہمیشہ کے لئے تمام ہو گیا۔ وان دے نے میرے پیروں پر گرتے ہوئے کہا۔ "رحم۔ میں مرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے مرنے نہیں دیتے۔ آپ نے اب تک بغیر کسی ہتھیار کے کتنے ہی دشمنوں کو ہلاک کر دیا۔ آپ کے ظاہری رویّے سے پتہ نہیں چلتا کہ آپ کس طرح دوسروں کو موت کی نیند سُلا رہے ہیں۔ میں دہشت سے مر جاؤں گا۔ مجھے فوراً مار دیجئے، یا پھر مرنے کی اجازت دیجئے۔"

میں نے ڈانٹ کر کہا۔ "بزدل! اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہیں نہیں ماروں گا۔"

وہ ڈرتے ڈرتے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اُسے اپنے زندہ رہنے کی امید نہیں تھی۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا کہ میں نے اپنے دشمنوں کو خود ہی مارنے اور مرنے پر مجبور کیا تھا۔ میں نے اس کے شانہ کو تھپک کر کہا۔ "بیوقوف! میں دشمنوں کو معاف نہیں کرتا۔ اور اگر معاف کر دُوں تو پھر انہیں نقصان نہیں پہنچاتا۔ یاد رکھو، آئندہ کبھی مجھے دھوکا دینا چاہو گے تو میں تمہیں بڑی بے رحمی سے مار ڈالوں گا۔"

وہ میرے قدموں سے لپٹ کر بولا۔ "میں اپنے بچے کی قسم کھاتا ہوں کہ آئندہ کبھی آپ سے غداری کا تصور بھی نہیں کروں گا۔ آپ کے قدموں کی خاک بن کر رہوں گا۔"

"اچھا اٹھو اور یہ بتاؤ کہ ہم شہر تک کیسے پہنچیں گے؟"

اُس نے اٹھ کر کہا۔ "دو میل پیچھے ایک پٹرول پمپ ہے، وہاں سے واپس جائیں تو وہاں سے میں فون کر کے اپنی گاڑی منگوا لوں گا۔ ہم واپس چلنے لگے۔ میں نے وان دے سے کہا۔ "تم پہلے کی طرح اپنے فرائض ادا کرتے رہو گے۔ جنگل کے اُس زمین دوز اڈے میں موٹر وائل ایڈی اور عمر سعید نہیں رہے۔ وہ پہنچ چکے ہیں۔ ڈبل جوئیل بھی وہاں جانے والی ہیں۔ لہٰذا آئندہ تم ٹائیگر کو پیش آنے والے خطرات کی اطلاع کرو گے۔ آجکل وہی اُس اڈے کا انچارج ہے۔"

بہت اچھا جناب!

ہم جس سڑک کے کنارے چل رہے تھے وہاں دُور تک انسان نہیں تھی۔ میں نے خاموشی سے چلتے ہوئے دوبدن سے رابطہ قائم کیا۔ پیدل پے نانگ شہر کی طرف جا رہا تھا اور دوبدن پہلے ہی فونی بوتھ میریا کے ساتھ اُس شہر میں پہنچ گئی تھیں۔ انہوں نے آسانی سے برداشت نہیں کی تھی۔ اور نہایت تیزرفتاری سے ڈاکٹر کے ساتھ اس چلی آئی تھیں۔ میں نے دوبدن اور ڈاکٹر فینی کے خیالات پڑھ جو باتیں معلوم کیں، وہ کچھ یوں ہیں۔

میں دوبدن کو نیند کی حالت میں چھوڑ کر آیا تھا۔ جب بیدار ہوئیں تو تیز رفتار سے اٹھ کر اس باس مثالثی نظروں سے دیکھنے لگیں۔ ان کی نظریں سرہانے کی میز پر رکھے ہوئے خط پر پڑ گئیں۔ انہوں نے کر پڑھا تو غصّے سے چیخنے لگیں۔ "تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ نہیں جا سکتے۔ تم مذاق کر رہے ہو۔ کہاں چھپے ہو، سامنے آ جاؤ۔"

ٹائیگر نے آہ کر کہا۔ "مادام وہ دو گھنٹے پہلے گئے ہیں، ہیں نہیں کہاں جا رہے ہیں۔"

تم نے اُسے روکا کیوں نہیں۔ میں تم لوگوں کو جان سے مار دوں گی۔"

وہ مارنے کے لئے دوڑیں۔ ٹائیگر اپنی جان بچانے کے لئے وہاں سے بھاگتا ہوا۔ بولا۔ "مادام! ہم سب بے قصور ہیں، جو آپ کو چھوڑ کر آپ اُن سے جواب طلب کریں۔"

مگر وہ غضبناک اور غصّہ ور تھیں۔ بہت دیر تک چیختی چلاتی رہیں۔ ٹائیگر اور دوسرے ساتھیوں کو پریشان کرتی رہیں۔ پھر ہانپ کر بیٹھ گئیں۔ انہیں یہ سوچنے کو توہین کا احساس ہو رہا تھا کہ میں نے دو جوانیوں سے کھیلا۔ پھر کچھ کہے سُنے بغیر چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ بھی ہر عیاری کی چھٹی پڑھ کر ہی ڈوبتے دل کو سہارا دیا جاتا ہے۔ انہوں نے میرے خط کو پڑھا اور خط کے مضمون نے ڈھارس بندھائی کہ میں

ہے اور میں بہت جلد امریکہ میں اُن سے دوبارہ ملوں گا۔

میں نے اُس خط میں لکھا تھا کہ تہہ خانے کے اوپر اصلی ڈاکٹر فینی اپنی بیٹی میریا کے ساتھ کاٹیج میں پہنچ گیا ہے۔ ڈاکٹر فینی دوبدن کو بھی ایک باپ کی طرح چاہتا ہے۔ اگر وہ ڈاکٹر کے ساتھ امریکہ جانا چاہیں گی تو میں بھی بہت جلد وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اب مجھ سے ملنے کا واحد ذریعہ وہی ایک ڈاکٹر تھا۔ اس لئے وہ اسی رات اپنا ضروری سامان سمیٹ کر زمین دوز اڈے سے باہر جانے لگیں۔

ٹائیگر نے انہیں سمجھایا کہ مان نہ کی بستی والے راستے سے باہر جانا چاہئے۔ وہ غُرا کر بولیں۔ "نہیں میں کاٹیج کے راستے سے جاؤں گی۔"

"مادام! آپ خود سمجھدار ہیں۔ لیکن اس طرح فوجیوں کو اس تہہ خانے کا علم ہو جائے گا۔"

"ہو جانے دو مجھے اس تہہ خانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

مگر عازم صاحب کو دلچسپی ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اس تہہ خانے کو ہمیشہ قالینوں کی نظروں سے چھپا کر رکھیں گے۔ یوں بھی آپ انہیں پیرونی دُنیا میں تلاش کرنے جا رہی ہیں۔ اگر وہاں اُن سے ملاقات نہ ہو سکی تو کبھی آپ کو تلاش کرتے ہوئے یہاں آ سکتے ہیں۔ اس جگہ کو محفوظ رہنا چاہئے۔"

یہ باتیں دوبدن کی سمجھ میں آ گئیں۔ وہ تہہ خانے سے نکل کر مان نہ کی بستی میں پہنچیں۔ پھر فوجیوں کی نظروں میں آ گئیں۔ انہوں نے پوچھا۔ تم دونوں کہاں سے آ رہی ہو؟"

"کون دونوں؟ ہم تو ایک ہیں۔"

تمام فوجی دوبدن کو حیرانی سے ایک ساتھ بولتے اور ایک ساتھ حرکتیں کرتے دیکھ رہے تھے۔ وہ ایک ساتھ بولیں۔ "مجھے چند بدمعاشوں نے ایک جھونپڑی میں قید کر دیا تھا۔ عازم نامی ایک نوجوان نے مجھے ان لوگوں سے نجات دلائی۔ وہ ابھی میرے ساتھ ہی آ رہا تھا۔ راستے میں ہم ذرا آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔ ذرا دیر کے لئے میری آنکھ لگ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو وہ وہاں نہیں تھا۔ میں اُسے تلاش کرتی ہوئی یہاں پہنچ گئی۔ اب اپنے کاٹیج میں جانا چاہتی ہوں۔"

چند فوجی جوان دوبدن کو ایک جیپ میں بٹھا کر کاٹیج تک لے گئے۔ وہاں ڈاکٹر فینی اپنی ڈبل جوئیل کو زندہ سلامت دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ کاٹیج کے قریب پمپ لگانے والا فوجی افسر تعجب سے کہہ رہا تھا۔ "جو بھی زندہ سلامت ہمارے پاس پہنچتا ہے۔ وہ عازم کی دلیری اور ہمدردی کی داستانیں دہراتا ہے۔ ایشیا اور یورپ کے تین بڑے سرمایہ داروں نے بھی عازم سے عقیدت ظاہر کی۔ جہاز کے دوسرے مسافر بھی اُس کی پناہ میں رہے تھے۔ ڈبل جوئیل کو بھی اُس نے خیریت سے یہاں پہنچا دیا۔ مگر وہ خود کہاں ہے؟"

فوجی افسر کے اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ ڈاکٹر فینی اور جوئیل کو کاٹیج کے اندر لے آیا۔ وہاں اُس نے میریا سے دوبدن کا تعارف کرایا۔ وہ بولیں۔ "ڈاکٹر! میریا بات میں نے فوجیوں کو نہیں بتائی۔ تمہیں بتا رہی ہوں کہ عازم مجھے امریکہ میں ملے گا۔ مجھے ابھی وہاں لے چلو۔"

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بیٹی! امریکہ اس جنگل میں نہیں ہے۔ وہ دُنیا کے آخری سرے پر ہے۔ میں تمہیں تلاش کرنے کے لئے یہاں ٹھہر گیا تھا۔ اب تم مل گئی ہو تو ہم کل صبح ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

دوبدن نے ضد کی۔ "نہیں کل صبح تک دیر ہو جائے گی۔ عازم وہاں پہنچ کر مجھے تلاش کرے گا۔ یہ دیکھو وہ میرے نام یہ خط لکھ کر گیا ہے۔"

انہوں نے وہ خط نکال کر بڑھا دیا۔ ڈاکٹر نے اُسے پڑھنے کے بعد حیرانی کا اظہار کیا۔ "تعجب ہے بُزدل! اس خط میں عازم نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر اپنی بیٹی میریا کے ساتھ کاٹیج میں پہنچ گیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اُسے میری آمد کا علم کیسے ہوا؟"

"پتہ نہیں، وہ بہت ہی عجیب و غریب انسان ہے۔ اس نے راکی فیلر جیسے بہادر کو پنجے کر مار ڈالا۔ ایک بدمعاش تمہارے سیف اپ میں آیا تھا اور مجھے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ عازم کے سامنے پہنچ کر بالکل ہو گیا۔ اور آپ نے سلاخوں سے سر ٹکرا ٹکرا کر مر گیا۔ میں دوسروں کی بات کیا کہوں، میں خود اس کی دیوانی ہو گئی ہوں۔ اگر وہ امریکہ میں نہ ملا تو میں بھی دیواروں سے سر ٹکرا کر مر جاؤں گی۔"

ڈاکٹر فینی نے دونوں ہاتھوں سے دوبدن کے دو الگ الگ شانوں کو تھپک کر تسلی دی۔ میریا دوبدن کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ "تم جھوٹی ہو گی۔ میرے ساتھ کچن میں آؤ۔ کچھ کھا لو، پھر آرام سے سو جانا۔ ہم کل صبح ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

وہ کچن میں چلی گئیں۔ ڈاکٹر نے فوجی افسر کے پاس آ کر کہا۔ "کل ہمارے ساتھ ڈبل جوئیل بھی جائیں گی۔ لیکن شہر میں پہنچ کر تماشہ نہ بن جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ فوجی جوان ہمیں ایئرپورٹ تک پہنچا کر آ جائیں۔ یا پھر ہمیں تماشائیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے شہر کی پولیس کو ہمارے تحفظ کے لئے مقرر کر دیں۔"

دوسری صبح فوجی انہیں پے نانگ کے ایئرپورٹ تک چھوڑنے آئے۔ سیرو ویٹنگ رُوم کے باہر پولیس کا پہرہ لگا کر وہ واپس چلے گئے۔ اب دوبدن ڈاکٹر اور میریا کے ساتھ طیارے کے انتظار میں وہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں اُن کے دماغ سے نکل آیا۔

سڑک کے کنارے چلتے چلتے میں نے دیکھا، بہت دُور ایک پٹرول پمپ نظر آ رہا تھا۔ وان دے نے ندامت سے کہا۔ "جناب! میں بہت ہی ذلیل انسان ہوں۔ میری وجہ سے آپ کو پیدل چلنے کی زحمت اٹھانا پڑ رہی ہے۔"

"زحمتیں، مصیبتیں اور دشواریاں ہم ایک دوسرے کے لئے پیدا کرتے ہی رہتے ہیں۔ ویسے میں پھولوں کی سیج پر سوتا ہوں اور کانٹوں بھری راہوں پر چلتا رہتا ہوں۔ تم میری فکر نہ کرو۔"

وہ سر جھکا کر خاموشی سے چلتا رہا۔ میں نے چلتے چلتے دس دفعہ کی خبر لی۔ وہ واپسی کی رہائش گاہ میں تھی۔ ایک آرام دہ بستر پر آرام سے بیٹھی موسم کے تازہ پھل کھا رہی تھی۔ میں نے اُسے مخاطب کیا۔ "ہیلو رمی دفعہ"۔

وہ چونک گئی۔ اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد اُس کی سوئی نے پوچھا۔ "کل سے کہاں غائب ہو؟"

"ایک مصیبت میں پھنس گیا تھا۔"

"وہ مصیبت یقیناً حسین اور جوان ہوگی؟"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ ایک دشمن نے میری لاعلمی میں حملہ کیا تھا۔ میرے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ میں کئی گھنٹے تک بے ہوش پڑا رہا۔ ہوش میں آنے کے بعد پتہ چلا کہ ریڈ پاور کے لوگوں میں آپھنسا ہوں۔ بڑی مشکلوں سے ان لوگوں سے پیچھا چھڑایا ہے۔ اب شہر تک پہنچنے کے لئے پیدل چل رہا ہوں۔ خیر میری بات چھوڑو۔ اپنا حال بیان کرو۔ تمہاری سوچ سے یہ تو چل رہا ہے کہ اب ذرا تاؤ محسوس کر رہی ہو۔"

"ہاں، اب اٹھنے بیٹھنے لگی ہوں۔ مگر دماغ ابھی تک کمزور ہے میں نے سوچ کے ذریعے تمہاری خیریت معلوم کرنا چاہی۔ مگر سوچ کی لہریں تمہارے دماغ تک نہ پہنچ سکیں۔"

"تمہیں ابھی خیال خوانی کی کوشش نہیں کرنا چاہئے۔ اچھی طرح علاج ہونے دو۔ خوب کھاؤ پیو۔ انشاء اللہ جلد ہی تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہو جائیں گی۔"

اس نے پوچھا۔ "سونیا اور رومانہ کا کیا حال ہے؟ کیا وہ ابھی تک عازم کو فراڈ سمجھ رہی ہیں؟"

"ہاں صرف سونیا دھوکا کھا رہی ہے۔ رومانہ کو ایک اخبار کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے کہ ایک عازم طیارے کے جنگل میں ہے۔ اُس کے ساتھ اُس کی بیوی شبانہ بھی تھی، جو اگلے فیرے میں واپس چلی گئی ہے۔ جو عازم سونیا کے ساتھ ہے وہ کئی بار کہہ چکا ہے کہ شبانہ اُس کی بیوی ہے۔ اس طرح رومانہ نے سمجھ لیا ہے کہ میں نے عازم کے پاسپورٹ پر طیارہ تک کا سفر کیا ہے، اور جو اصلی عازم ہے، وہ سپر ماسٹر کا شکار بن گیا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ رومانہ اب تمہاری تلاش میں طیارہ تک جائے گی نہیں، یہاں پہنچ بھی چکی ہے۔"

"تو پھر دن کو عیاری رات کو شب برات منائو۔ میرے دماغ میں کیوں گھسے ہوئے ہو۔ جاؤ یہاں سے....."

میں نے مسکرا کر کہا۔ "ارے تم تو ناراض ہو گئیں۔ دیکھو میں دنیا کے دوست ہیں۔ محبوب اور محبوبہ نہیں ہیں۔ میں جانتا ہوں جن کی بے شمار گرل فرینڈز ہیں، تم اُسے اپنا محبوب کبھی نہیں بناؤ گی۔"

"تم نے ٹھیک سمجھا ہے۔ اب جاؤ یہاں سے....."

"میں جا رہا ہوں، مگر واپس آؤں گا۔ جب تک تم پوری طرح صحت یاب نہیں ہو جاؤ گی، میں تم سے دوستی نبھاتا رہوں گا۔ اچھا خدا حافظ....."

میں وان دے کے ساتھ پٹرول پمپ کے احاطے میں پہنچ گیا۔ وہاں مال بردار ٹرک میں پٹرول بھرا جا رہا تھا۔ وان دے فون کر کے کے اندر چلا گیا۔ میں نے ٹرک ڈرائیور سے پوچھا۔ "یہاں سے پٹرول کتنی دُور ہے؟"

وہ مجھے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے اپنے شدید ہونٹ بھینچ کر نفی میں سر ہلایا۔ میں سمجھ گیا۔ وہ اگنیتی زبان نہیں تھا۔ وان دے نے واپس آ کر کہا۔ "سر، یہاں کا فون خراب ہے۔ جیپ سے لفٹ لینا ہوگا۔"

وہ ٹرک ڈرائیور مقامی زبان میں باتیں کرنے لگا۔ ڈرائیور بل ادا کرنے کے بعد اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ چھوڑ گاڑی گھوم کر کے وان دے کو کچھ کہتا ہوا چلا گیا۔ وان دے نے مجھے بتایا کہ گاڑی اگلی سیٹ پر ڈرائیور، کلینر اور گاڑی کا مالک بیٹھے ہوئے ہیں اور مال لدا ہوا ہے۔ سہارے کے لئے وہاں گنجائش نہ تھی۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک ٹیکسی پٹرول پمپ کے احاطے میں داخل ہوئی۔ وان دے نے خوش ہو کر کہا۔ "کام بن گیا۔ لیکن پچھلی سیٹ لیڈی نظر آ رہی ہے۔"

ٹیکسی آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی پمپ کے سامنے آ کر رک گئی۔ میں جھک کر پچھلی سیٹ کی جانب دیکھا تو بے اختیار میرے ہونٹوں سے آگئی۔ پیچھے بہت ہی خطرناک، بہت ہی خوبصورت اور دل دہلا دینے والی آدھی بیٹھی ہوئی تھی۔ رومانہ ...

یعنی وہ وہی ٹیکسی تھی جس میں بیٹھ کر وہ والا پور سے بھاگی تھی اور جس کا ڈرائیور ملٹریوں کی تنظیم کا اداکار تھا۔ ڈرائیور باہر آ کر پٹرول پمپ کے مالک سے کہہ رہا تھا کہ گاڑی کی ٹنکی بھروا لے۔ پھر وہ جیب سے نوٹ نکال کر گننے لگا۔ وان دے نے اُس کے کہا۔ "ہمیں پٹرول دے دو، منہ مانگا کرایہ ادا کریں گے۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ "ٹیکسی زنانہ سواری کے ساتھ دو اجنبی مردوں کو نہیں بٹھا سکتا۔"

میں نے ٹیکسی کے پچھلے دروازے کے پاس جا کر کہا۔ "ہیلو مس، ہم بے ضرر انسان ہیں، شہر تک لفٹ چاہتے ہیں۔"

"سوری۔" وہ بولی۔ "آپ دوسری گاڑی کا انتظام کریں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "کیا مصیبت ہے ہم بھٹکتے ہوئے یہاں پہنچے، اب انسانی آبادی میں بھی بھٹک رہے ہیں۔"

رومانہ نے چونک کر مجھے دیکھا۔ اُسے ایسے ہی کسی آدمی کی جو جنگل میں اُس کی رہنمائی کر سکے۔ اور میری بڑبڑاہٹ ظاہر کہ میں جنگل کے اندرونی حصے سے بھٹک کر آ رہا ہوں۔ وہ فوراً کھول کر باہر آ گئی۔ پھر آہستگی سے بولی۔ "کیا تم جنوبی جنگل سے

میں نے اوپر سے نیچے سر ہلایا۔ وہ بولی۔ "خدا اُدھر چلو، میں کچھ ضروری باتیں پوچھنا چاہتی ہوں۔"

میں اُس کے ساتھ ٹیکسی سے دراُدھر اُدھر چلا گیا۔ رومانہ نے پوچھا۔ "کیا یہ جنگل بہت ہی گھنا ہے؟ اخبار والے کہتے ہیں کہ یہاں کے راستے سمجھ میں نہیں آتے۔"

میں نے جواب دیا۔ "اخبار والے ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ میں وہاں دو دن تک بھٹکتا رہا۔ پھر میں نے سمجھ لیا کہ وہاں کے جنگلی باشندے درختوں کے ذریعے راستہ پہچانتے ہیں۔"

"تم وہاں کس لئے گئے تھے؟"

"میں! میں نے آپ سے لفٹ مانگی ہے۔ آپ نے میرا انٹرویو لینا شروع کر دیا۔"

"لفٹ مل جائے گی۔ میرے سوال کا جواب دو، تم وہاں کیوں گئے تھے؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ آپ ایسی بات نہ پوچھیں۔ ویسے میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ میرے کام آئیں گی، تو میں آپ کے کام آؤں گا۔"

"میں اُس جنگل میں جانا چاہتی ہوں۔ اگر تم میری راہنمائی کرو گے تو میں تمہیں دس ہزار ڈالر دوں گی۔"

"دس ہزار....؟ میں نے شدید حیرانی کا اظہار کیا۔ "دس ہزار کے لئے میں جنگلی بلکہ کیا جہنم تک بھی راہنمائی کے لئے جا سکتا ہوں مگر....."

"مگر کیا؟"

"یہ کہ پہلے میں شہر جاؤں گا۔ وہاں سے اپنے دوست کی کار میں بیٹھ کر ایک ذاتی بستی کی پانچ منزلہ عمارت میں جاؤں گا۔ پھر وہاں سے آدھی رات کے بعد جنگل کی طرف جاؤں گا۔"

"آدھی رات کے بعد کیوں؟"

"یہ بھی میرا ذاتی معاملہ ہے۔ آپ ایسی بات نہ پوچھیں۔ آپ جنگل میں جانا چاہتی ہیں، میں آپ کو وہاں پہنچا دوں گا۔ آپ میری شرافت دیکھیں اور میں آپ سے جنگل میں جانے کی وجہ نہیں پوچھ رہا ہوں۔"

وہ مجھے گھور رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ میں تم جیسوں کی شرافت کو خوب سمجھتی ہوں۔ الّو کے پٹھے تم جنگل میں لے جا کر اپنی ننگی دکھاؤ گے۔ چلو میں بھی تمہیں دکھاؤں کہ بعض دفعہ لڑکیاں تنہائی، بے یاری و بے مددگاری میں بھی تم جیسوں کو زندہ دفن کر سکتی ہیں۔

اتنے میں ڈرائیور نے آواز دی۔ "مس! کم آن....."

رومانہ نے مجھ سے کہا۔ "آؤ راستے میں باتیں ہوں گی۔"

میں نے کہا۔ "نہیں، میں نہیں چاہتا کہ وہ ٹیکسی ڈرائیور بھی ہماری باتیں سنے۔ اور کہیں جا کر مخبری کرے کہ میں جنگل کے کنارے لگا یا گیا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم کسی اسرار سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہو؟"

"میرا ذاتی معاملہ ہے، آپ ایسی بات نہ پوچھیں۔"

وہ چڑ کر بولی۔ "چلو بیٹھو گاڑی میں۔"

میں جلدی سے آ کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وان دے میرا بیگ لے کر اگلی سیٹ پر چلا گیا۔ ڈرائیور نے پوچھا۔ "یہ کیا آپ ان لوگوں کو لفٹ دے رہی ہیں؟"

رومانہ نے پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں تم اپنے کرائے سے مطلب رکھو۔"

گاڑی ہسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ ہم سب خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ تقریباً ڈھائی میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ٹرک اور ریڈ پاور کے باس کی کار نظر آئی جن کا آپس میں تصادم ہو گیا تھا۔ کار کا اگلا حصہ بالکل ہی پچک گیا تھا۔ اور ریڈ پاور کا باس بھی اُس کار کے اندر دب کر رہ گیا تھا۔ لوگ وہاں پہنچ گئے تھے۔ وہاں سے گزرنے والی گاڑیاں بھی رکتی جا رہی تھیں۔ رومانہ مجھ سے تنہائی میں باتیں کرنے کے لئے بے چین تھی۔ اُس نے ڈرائیور کو حکم دیا۔ "یہاں ٹھہر کر وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً آگے بڑھو۔"

ٹیکسی پھر آگے بڑھ گئی۔ اس دوران رومانہ کئی بار کن انکھیوں سے میری جانب دیکھ چکی تھی۔ عورت کی ایک حس ہوتی ہے، جو مبہم سے انداز میں اُسے کچھ سمجھاتی رہتی ہے۔ رومانہ کی حس کہہ رہی تھی۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے اجنبی کا ڈیل ڈول فراڈ جیسا ہے۔ مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ میں پہلے بھی اس کے پاس بیٹھ چکی ہوں۔

میں جتنی وضاحت سے یہ باتیں لکھ رہا ہوں، رومانہ کی حس اتنی وضاحت سے اُسے نہیں سمجھا رہی تھی۔ محض اُسے اشارے مل رہے تھے۔ اور وہ کچھ سمجھتے ہوئے بھی نہیں سمجھ رہی تھی۔ یہ بڑی دلچسپ آنکھ مچولی تھی۔ میں اُس کے پہلو میں چھپا ہوا تھا اور وہ مجھے ڈھونڈ رہی تھی۔ میں اُس کے سامنے خود کو ظاہر کر سکتا تھا۔ لیکن میری اصلیت ظاہر ہوتے ہی وہ خوشی سے باؤلی ہو کر لپٹ جاتی۔ اور لپٹنے جھپٹنے کی وہ موزوں جگہ نہ تھی۔ میں نے فی الحال اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیا۔

اب سونیا اور جیمز حیران رہ گئے تھے جو پچھلی رات سے میرے دماغ کی اسکرین پر نہیں آئے تھے۔ میں نے خیال خوانی کا ایک بٹن آن کیا تو وہ نظر آنے لگی۔ وہ ایک قدِ آدم آئینے کے سامنے کھڑی لباس پہن رہی تھی۔ لباس پہننے سے پہلے اُس نے پلٹ کر دُور بیٹھے ہوئے عازم سے پوچھا۔ "کیسی لگ رہی ہوں؟"

وہ نظریں جھکا کر شرما رہا تھا۔ سونیا اُس کے قریب آ کر بولی۔ "عورتوں کی طرح نہ شرماؤ۔ مجھے چھو کر دیکھو۔"

"نن۔ نہیں۔ یہ گندی بات ہے۔" وہ ایک طرف ہٹ گیا، ذرا سہم گیا جیسے سونیا اُس کی عزت پر حملہ کرنے والی ہو۔

"دیکھو فراڈ! میں تمہیں دوبارہ فراڈ بنا کر رہوں گی۔ تمہارے

سامنے مسل کروں گی تمہارے سامنے لباس تبدیل کروں گی، تمہارے ساتھ سویا کروں گی۔ مجھے یقین ہے، ڈاکٹر نے بھی یقین دلایا ہے کہ تم رفتہ رفتہ نارمل ہو جاؤ گے۔ میں نے اس مقصد کے لئے رُومانہ کو یہاں سے بھگا دیا ہے۔ میں تمہیں یہاں سے بھی دُور لے جاؤں گی۔ اور تمہیں اپنے بدن کی گرمی پہنچاتی رہوں گی۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"اتنے نادان نہ بنو۔ مجھے کی کوشش کرتے رہو گے تو تمہارے علاج میں آسانی رہے گی۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ دشمنوں تمہیں کسی بہت بڑے آپریشن سے نہیں گزارا تھا۔ تمہارے جذبات کو سرد کرنے کے لئے انہوں نے تمہارے جسم میں ایسا انجکشن لگایا تھا جس کے زیرِ عمل کو تم اُس وقت برداشت نہ کر سکتے، اس لئے تمہیں بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ اب تمہارے ڈاکٹر نے جو انجکشن اور دوائیں تمہارے لئے تجویز کی ہیں، اُن کے استعمال سے اور میرے نفسیاتی یا جنسیاتی علاج سے تم جلد ہی ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

اُن کی باتیں سن کر مجھے مادام زہریلی کی باتیں یاد آئیں۔ زہریلی نے رُومانہ سے کہا تھا کہ حسنِ فریاد جیسے سحری جہاز سے پکڑ کر لے گئے تھے، (جب کہ وہ عازم تھا) اُسے پیرس پہنچا دیا گیا ہے اور پہنچ کر ایک نئے کو فریاد بنا کر سونیا کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اب مجھے معلوم کرنا تھا کہ عازم واقعی پیرس میں ہے یا نہیں؟ اس مقصد کے لئے میں نے عازم کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔

اگر وہ پیرس میں ہوتا تو میں اُس کی سوچ کے ذریعے پیرس کے کسی مقام کو دیکھ لیتا۔ مگر عازم سونیا کے سامنے موجود تھا۔ وہ نقلی فریاد ضرور تھا لیکن نقلی عازم نہیں تھا۔ مادام زہریلی نے جھوٹ کہا تھا، وہ رُومانہ کو بہلا پھسلا کر پیرس پہنچانا چاہتی تھی۔

اب مجھے اس بات کی فکر ہو گئی کہ عازم باقاعدہ علاج کے بعد نارمل ہو جائے گا تو سونیا اپنے پن میں وہ سب کچھ اس کے حوالے کر دے گی، جو صرف میرے لئے ہے۔ میرے ساتھ وقت گزار کر جانے والی حسین سے حسین عورت کی میں نے پروا نہیں کی۔ مگر سونیا میرے لئے اتنی ضروری تھی جیسے جسم کے لئے جان ضروری ہوتی ہے۔ اُس سے دُور ہونے کے بارے میں نہ اُسے بھولی سکتا تھا، نہ اُسے چھوڑ سکتا تھا۔ نہ اُسے دھوکہ سے کسی غیر کی آغوش میں جاتے دیکھ سکتا تھا۔

میں سوچنے لگا کہ سونیا کو کس طرح عازم سے دُور رکھا جائے، میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ سونیا کو عازم کی اصلیت معلوم ہو تو وہ اسے چھوڑ کر میری تلاش میں نکل پڑے۔ میں عازم کو لاعلاج اور بے یار و مددگار چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ اُسے اُس کی اصل شخصیت کی طرف واپس لے جانا میرا فرض تھا۔

بہرحال اس وقت میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کس طرح سونیا کو عازم کے ساتھ رکھتے ہوئے بھی اُس سے دُور رکھا جائے۔ میں نے سونیا کی سوچ میں کہا: "اب مجھے لباس بدل لینا چاہیئے۔ ذرا باہر جہاں سے فریاد کے بارے میں باتیں کروں گی۔"

سونیا کی سوچ نے کہا۔ "ایں۔ یہ میں کیا سوچ رہی ہوں تو رس ونتی کو اغوا کرنے گیا ہے۔ میں نے یہ جانتے ہوئے بھی سوچا؟"

وہ عازم کو گھور کر بولی۔ "اے تم تو کہتے تھے کہ ٹیلی پیتھی نہیں ہو۔ اگر جانتے بھی تھے تو بھول چکے ہو۔ کیا تم ابھی میری نہیں بہکا رہے تھے کہ میں لباس بدلنے کہاں سے چلی جاؤں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ میں نے چُپ بیٹھا ہوں۔"

"ارے تمہاری جیب کے پیچھے ہزاروں ہتگامے جنم لیتے رہے میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا کہ جہاں رس ونتی کو دانیال کے گھر گیا ہے اس لئے اب تم سے غلطی ہو گئی۔ تم نے میری سوچ میں مجھے باہر جا کر جہاز سے تمہارے بارے میں باتیں کرنا چاہیئے میں جانتی ہوں کہ جہاز یہاں نہیں ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "یہ سوچ میں کیسے کہا جاتا ہے کہ باپ نے بھی سوچ کے ذریعے باتیں کی تھیں۔"

وہ گہری سنجیدگی سے عازم کو دیکھتے ہوئے سوچنے ہے، میں نے بے سبب ایسی بات کیوں سوچی، جو میں کبھی نہیں سکتی تھی۔ میں فریاد کی مکاری کو خوب سمجھتی ہوں۔ دماغ میں ابھی بول رہا تھا۔"

یہ سوچتے ہی اُس نے عازم سے پوچھا۔ "جلدی بتاؤ کیا سوچ رہی تھی؟"

"ارے تم میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی ہو۔ خدا کے سے جاؤ۔"

سونیا اس کا گریبان پکڑ کر بولی۔ "تمہارا برین واش صرف جذبات سرد کئے گئے ہیں۔ تم اب بھی خیالات پڑھ ابھی ابھی تم میرے دماغ میں بول رہے تھے۔ دیکھو فریاد نہ چھپاؤ ورنہ تمہارا سر توڑ دوں گی۔"

"توڑ دو میرا سر ہمیشہ کے لئے تم سے نجات مل جا مجھے فریاد کہتی ہو۔ اگر میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں تو بھی بک کیوں نہیں جانتا۔"

"بکواس زبان نہیں اُردو زبان۔ تم اُردو زبان جانتے بوجھ کر انجان بن رہے ہو۔"

وہ دُعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یا خُدا! میں ثابت کر سکوں گا کہ میں عازم ہوں۔ تُو چاہے تو میری بیگڑی کم سے کم اس پٹڑیل سے نجات دلا سکتا ہے۔ اور کچھ نہیں

پہن کر رہنے پر مجبور کر سکتا ہے۔"

وہ بات بنتی ہوئی بولی۔ "اچھا میں دیکھوں گی کہ تم کب تک خود کو چھپاؤ گے۔ میں ابھی اپنے کپڑوں میں تیل چھڑک کر آگ لگا دوں گی۔ میں نے بارہا تمہیں موت کے منہ سے بچایا ہے، آج تم مجھے خودکشی سے باز رکھو گے۔ خیال خوانی کے ذریعے میری خودکشی کو ناکام بناؤ گے۔ اور اگر تم میری محبت کو، میری وفاؤں کو بھول چکے ہو تو پھر الوداع میرے ہرجائی میں ابھی اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔"

سونیا کی ضدی طبیعت کو میں اچھی طرح سمجھتا تھا، وہ میری طرح خودکشی بھی کر گزرتی تھی۔ میں پریشان ہو گیا کہ اُسے خودکشی سے کیسے باز رکھوں۔ وہ ٹیلی کے گیراج کی طرف جا رہی تھی کہ وہاں سے پٹرول لے کر اپنے بدن پر ڈال لے۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "پہلے مجھے دیا سلائی یا لائٹر حاصل کرنا چاہیئے۔"

وہ جاتے جاتے رُک گئی۔ "ہاں میں تو بھول گئی تھی۔ دیا سلائی کچن میں ہو گی۔"

وہ کچن کی طرف جانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ دیا سلائی لے کر گیراج میں پہنچی تو وہاں عازم پہلے سے پہنچ کر اپنے بدن پر پٹرول چھڑک رہا تھا۔ وہ غصہ سے بولی۔ "یہ تم کیا کر رہے ہو؟"

وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔ "سونیا! تم نے مجھے فریاد سمجھ کر ہی ہی، مگر میرا ساتھ دیا ہے۔ کل المانیہ کے اسٹیج پر خطرناک غنڈوں سے میری عزت بچائی تھی۔ تمہارے کہنے سے میں نے غوریوں والی بولی چھوڑ دی۔ تم مجھے مرد بنانا چاہو تو شاید میں مرد بن جاؤں۔ مگر فریاد نہیں ہوں۔ اگر تم مجھے فریاد سمجھ کر جان دو گی تو میں بھی تمہارے ساتھ جل کر مر جاؤں گا۔"

وہ عورتوں کی طرح چھوٹ چھوٹ کر رو رہا تھا۔ سونیا نے اُسے اٹھنے کے لئے سہارا دیا، پھر بولی۔ "اچھی بات ہے میں خودکشی نہیں کروں گی، مگر تمہیں آزماؤں گی۔ تمہاری اصلیت تک ضرور پہنچوں گی، تم غسل کرو۔ پٹرول کی بُو آ رہی ہے۔"

تسلی ہو گیا کہ اب سونیا خودکشی کی حماقت نہیں کرے گی، وہ نہ ہی عازم کی اصلیت کو سمجھے بغیر اُس کی تنہائی میں جاتے کی مگر وہ مطمئن تھا۔ مجھے موقعہ مل گیا تھا کہ میں سونیا کو عازم سے دور رکھنے کی تدبیر سوچ لوں۔ یہ تو ظاہر تھا کہ خیال خوانی کا سہارا لیتے ہی وہ شبہات میں مبتلا ہو جاتی۔ فی الوقت اسکندر یہ تین ایک ہی ساتھی تھی جو سونیا کو کسی طور عازم کے متعلق مشکوک بنا سکتی تھی۔

میں رس ونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔ اس کے اطراف وہ نقاب پوش ریوالور لے کر سیدھے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے جمشید جہاں کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بھی دانیال کی کوٹھی میں تھا اور ڈرائنگ روم میں بیٹھا دانیال سے کہہ رہا تھا۔ "بیس کھرب ڈالر کوئی معمولی رقم نہیں ہے۔ مجھے اس یہودی کا پتہ بتا دو جس رس ونتی کو خریدنا چاہتا ہے۔"

دانیال نے غائبانہ سے کہا۔ "یقین کرو جہاز! میں اس کا پتہ ٹھکانا نہیں جانتا ہوں۔ اس یہودی کے ایجنٹ نے مجھ سے فون پر بات کی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ ایک ہفتہ تک رس ونتی کا علاج کراؤ۔ ایک ہفتہ بعد وہ نقد رقم لے کر آئیگا اور رس ونتی کو ساتھ لے جائیگا۔"

جہاز نے کہا۔ "اچھی بات ہے میں رس ونتی کو لے جا رہا ہوں۔ وہ ایجنٹ آئے تو میرے پاس بھیج دینا۔"

دانیال نے کہا۔ "میں نے کبھی تمہارے شکار پر ہاتھ نہیں ڈالا۔ تم میرا شکار چھین کر لے جا رہے ہو، یہ اصُول کے خلاف ہے۔"

"بیٹے دانیال! یہ بھی اصُول کے خلاف ہے کہ ایک جنگل میں دو شیر اور ایک ملک کے دو بادشاہ رہیں۔ تم مجھ کھٹنے کے اندر اسکندر یہ چھوڑ دو، ورنہ تمہیں ماسٹر زورا کی طرح نقصانات اٹھا کر بھاگنا ہو گا۔ فی الحال میں تمہارا ٹرانسمیٹر لے جا رہا ہوں۔ ٹیلیفون کے تار کاٹ دیئے گئے ہیں۔ ہمارے جانے کے بعد آدھے گھنٹہ تک کوٹھی سے باہر نہ نکلنا، ورنہ تمہیں سے بھی ایک اندھی گولی آ کر تمہاری زندگی کو بے نور کر دے گی۔"

میں انہیں چھوڑ کر دوبارہ رس ونتی کے پاس پہنچ گیا۔ "ہیلو رس ونتی! میں نے اُسے مخاطب کیا تو اُس نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا دشمنوں کو پہچان رہی ہو؟"

"نقاب میں کیسے پہچانوں گی۔ پھر ان کی زبان بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ کیا تم اتنی دیر سے چپ چاپ تماشہ دیکھ رہے تھے؟"

"نہیں۔ سوچ رہا تھا تمہیں مخاطب کروں یا نہیں۔ کیونکہ تم نے مجھے اپنے دماغ سے بھگا دیا تھا۔"

"اب باتیں نہ بناؤ، فوراً انہیں بے نقاب کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ گولی چلا دیں۔"

"اطمینان رکھو یہ تمہاری جان کے دشمن نہیں ہیں۔ سونیا اور عازم کو پناہ دینے والا جشید جہاز نہیں لینے آیا ہے۔ تم ان لوگوں کے ساتھ چپ چاپ چلی جاؤ۔ تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"اچھا اب سمجھی۔ سونیا نے انہیں سمجھایا ہو گا کہ میرے سامنے نقاب پہن کر اور گونگے بن کر آئیں۔"

"یقیناً سونیا نے ہی سمجھایا ہو گا۔ بہرحال میں ایک انجمن میں ہوں۔ تم میرے لئے کچھ کرو۔"

"اپنی انجمن بتاؤ۔"

"ایک تمہارے کار ڈاکٹر عازم کا علاج کر رہا ہے۔ اُسے یقین ہے کہ عازم جلد ہی اپنی مردانہ شخصیت کی طرف لوٹ آئیگا۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ لیکن ایک گڑبڑ ہونے والی ہے۔ سونیا اُسے فریاد سمجھ کر بہت

زیادہ فیتی ہو رہی ہے۔ بعد میں عازم بھی فری ہو گا تو ۔۔ تو میں کیا کہوں؟ بس میں نہیں چاہتا کہ وہ انجلینڈ میں کسی بیگر کی تنہائی میں جائے۔"

وہ بولی۔ "تو اس میں بُرائی کیا ہے؟ تم بھی تو بیگر عورتوں کی تنہائی میں آتے جاتے رہتے ہو۔"

"آں؟" میں نے جھینپ کر کہا۔ "میری بات چھوڑو۔ میں سونیا کی بات کر رہا۔۔۔"

"تمہاری بات کیوں چھوڑوں؟ کیا اس لئے کہ تم مرد ہو، دہری بے ایمانی کرو گے تو وہ بے ایمانی نہیں ہو گی۔ مرد اسے فطرت کا تقاضہ کہیں گے اور عورت اپنے تقاضے سے مجبور ہو کر ایک سے دوسرے کے پاس جاتے تو وہ بے حیا کہلائے گی۔"

"تم نے تو بحث شروع کر دی۔ دیکھو تم سچی اور کھری باتیں کر رہی ہو۔ میں تسلیم کرتا ہوں مگر سونیا کو غیر کی آغوش میں برداشت نہیں کر سکتا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سونیا کو سب سے زیادہ چاہتے ہو۔"

اگر یہ سوال کوئی مرد کسی نازنین دل کی گہرائیوں کو چاہنے کے باوجود میں سونیا کی چاہت کسی کو نہ دے سکوں گا۔ لیکن یہ بات میں رس وتی یا کسی بھی محبوبہ سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ کیونکہ دُنیا کی کوئی بھی عورت اپنا سب کچھ ایک مرد کو سونپ کر اُس کی زبان سے کسی دوسری عورت کی تعریف نہیں سُن سکتی۔ پھر یہ کہ آج نہیں تو کل کبھی نہ کبھی رس وتی بھی میرے آگے موم ہونے والی تھی، مجھے ابھی سے راستہ ہموار کرنا تھا اس لئے میں نے کہا۔

"سونیا کو سب سے زیادہ یا سب سے کم چاہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ محبت کسی بھی رشتے کی ہو، وہ ترازو میں تولی نہیں جاتی اور نہ ہی کسی مشین پر ناپی جاتی ہے، اس لئے محبت میں کمی یا بیشی کبھی نہیں ہوتی۔"

"میرے سامنے باتیں نہ بناؤ۔ ہمارے دُنیاوی رشتوں میں کوئی ایسا عزیز ترین ترین ہستی ایسی ہوتی ہے جسے ہم سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ اگر تمہاری بات دُرست ہے تو بتاؤ تم سب سے زیادہ کسے چاہتی ہو؟"

"اپنے بھگوان، اپنے رب کو۔۔۔"

"ابھی ہم دُنیاوی رشتوں کی بات کر رہے ہیں۔"

وہ بولی۔ "اس دُنیا میں پیدا ہوتے ہی ماں باپ نے مجھے مندر کی داسی بنا کر دُنیاوی رشتہ توڑ دیا۔ مندر والوں نے ان دیکھے دیوتاؤں سے میرا رشتہ جوڑ دیا۔ مجھے اس دُنیا میں ابھی تک ایسی کوئی ہستی نہیں ملی، جسے میں سب سے زیادہ چاہوں۔"

میں نے کہا۔ "یہی بات میں اپنے لئے بھی کہہ سکتا ہوں کہ ہستیاں تو بہت ملیں مگر ایسی نہ ملی، جسے سب سے زیادہ چاہوں۔ شاید اسی لئے میں تمام محبوباؤں کو نہ کم نہ زیادہ بلکہ انصافاً برابر محبت دیتا ہوں۔ کوئی ایسی آئے گی جسے تم جتنا سب سے زیادہ محبت دے سکوں گا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہستی میری زندگی میں آچکی ہے۔ مگر وہ ابھی میرا پیار قبول کرنے سے ہچکچا رہی ہے۔"

یہ بات سُنتے ہی وہ بدک گئی، چڑ کر بولی۔ "تم بڑے بدھو ہو۔ میں تمہاری نیت کو خوب سمجھتی ہوں۔ جاؤ یہاں سے۔ مجھ سے فری ہونے کی باتیں کیا کرو۔"

"سچی تم تو ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتی ہو۔ میرے کہنے کا یہ مطلب ۔۔۔"

"اپنا مطلب کسی دوسری کو سمجھاؤ۔ میں ہاتھ جوڑتی ہوں، اب وہ نہ کہتی، تب بھی مجھے وہاں سے واپس آنا پڑتا۔ کیونکہ کان کے قریب رُومانہ کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ "اے سٹرے سو رہے ہو؟"

میں نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں ایک بیری بُری شاہول۔ کنڈے ٹیکسی رُک گئی تھی۔ ملایا کا خوبصورت شہر پینانگ نظر آیا۔ رُومانہ ٹیکسی کا بل ادا کر رہی تھی۔ میں ٹیکسی کا دروازہ کھول کر جیسے آیا، میری نظر فی آئی اے کے نیون سائن پر پڑی۔ پی آئی اے کے ساتھ پاکستانی پرچم کو لہراتے دیکھ کر دل بے اختیار دھڑکنے لگا۔ آپ ہی آپ اٹھا۔ میں نے پرچم کو سلام کیا۔ پھر چشم زدن میں ہم شاہ کوٹ کی گلیاں اور بازار نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے۔ وہاں جان کا انتقال ہو چکا تھا۔ زرینہ دو بچوں کی ماں بن گئی تھی۔ اس کے بیٹے بیٹیاں مجھ سے دشمنی بھول کر اپنی روش پر زندگی گزار رہے تھے۔ کچھ دیر کے لئے اپنے وطن عزیز کی پُرانی یادوں میں کھو جانا چاہا۔ رُومانہ کی آواز نے چونکا دیا۔ "تم اس پرچم کو کیوں دیکھے جا رہے ہو؟ پہچانتے ہو کہ وہ پاکستانی پرچم ہے۔ کیا تم پاکستانی ہو؟"

میں ایک ساعت کے لئے جھجک گیا۔ پھر فوراً ہی بات بنا دی۔ "میرا ایک محسن پاکستانی ہے۔ کل رات جنگل میں اس پاکستانی نے مجھے بچایا تھا، یہ پرچم دیکھ کر وہ یاد آ گیا۔"

رُومانہ ایکدم سے مضطرب ہو کر بولی۔ "تم اس جنگل میں کیسے سے مل چکے ہو، اس کا نام کیا ہے؟"

میں نے ہونے سے کہا۔ "عازم ۔۔۔"

وہ تڑپ گئی۔ میرے بازو کو جھنجھوڑ کر بولی۔ "میں اسی کی تلاش میں آئی ہوں۔ مجھے ابھی اس کے پاس لے چلو۔"

میں نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔ "عازم نے جنگل میں کوئی ٹھکانہ نہیں کھول رکھی ہے کہ جب جی چاہے ملاقات ہو جائے گی۔ اسے فوجی تلاش کر رہے ہیں، مگر وہ کسی کو نظر نہیں آتا۔ ہاں خوب اخبار دیکھنا چاہئے۔"

دُور ایک بس سٹینڈ نظر آ رہا تھا۔ میں اُدھر چلنے لگا۔ وان نے میرا بیگ اٹھائے پیچھے آ رہا تھا۔ رُومانہ ساتھ چلتی ہوئی بول رہی تھی۔ "میں نے اخبار پڑھ کر معلوم کیا ہے کہ عازم جنگل میں ہے۔ میں کئی ماہ سے اُسے تلاش کر رہی ہوں۔ اگر تم مجھے اس کے پاس پہنچا دو گے تو وہ بہت خوش ہو گا، تمہارا احسان مند ہو گا۔"

اُن دنوں ملایا کے جنگل کی خبریں بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ شائع کی جاتی تھیں۔ لوگ ہر صبح نئی چونکا دینے والی خبریں پڑھنے کے لئے اخبارات کا بے چینی سے انتظار کرتے تھے۔ پہلے تو طیارے کے اغوا کی خبریں شائع ہوئیں۔ دوسرے دن اخبارات نے بتایا کہ اغوا شدہ طیارہ جس میں تقریباً دو سو مسافر تھے، لاپتہ ہے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ طیارہ برما، ملایا، سنگاپور یا کسی آس پاس کے جزیرے میں اُتارا گیا ہے۔

مزید دو دنوں تک سنسنی پھیلتی رہی۔ تمام دُنیا کے اخبارات چیختے اور پوچھتے رہے کہ اتنا بڑا مسافر بردار طیارہ کہاں گم ہو سکتا ہے؟ پھر چند مسافر چھپتے چھپاتے پینانگ شہر پہنچ گئے۔ اُن کے بیانات میں پہلی بار عازم کا نام آیا۔ کئی دنوں تک میں نے ہر طیارے سے میں پہلی بار فائرنگ کر کے جیروں کو بھگانے پر بھروسہ کیا تھا۔ ملایائی زبان اور تلفظ کے مطابق میرا نام عازم کے بجائے آجم چوب گیا۔ دوسرے ممالک کے اخبارات نے بھی شاید یہ سمجھا ہو گا کہ آجم کسی شخص کا نام ہو سکتا ہے اس لئے ابتدا سے اب تک میرا نام آجم ہی شائع ہوتا آ رہا تھا۔

لوگوں کی دلچسپی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ملایا کے جنگل کا حدود اربعہ اور اس کی تاریخ پیش کی گئی۔ پھر موجودہ دور میں ڈاکٹر فینی بلیگارڈ کا نام آیا کہ وہ اپنے ایک عجوبہ ڈبل جوئیل کی پرورش کے لئے وہاں کا ٹیچ بنا کر رہتا ہے۔ ڈبل جوئیل کے متعلق تفصیلات شائع ہوئیں کہ وہ ایک نہیں دو عدد ہیں، ہم شکل ہیں، ہم مزاج ہیں، ایک ساتھ بولتی ہیں، دونوں کا وجود ایک ہی مادے کے سوئچ سے آن ہوتا ہے۔ ایسی عجیب و غریب باتیں تھیں کہ اخبارات ہاتھوں ہاتھ فروخت ہونے لگے۔ شاید ہی کوئی ایسا ہو گا جو ڈبل جوئیل کو ایک نظر دیکھنے کی آرزو نہ کرتا ہو گا۔

اس کے بعد میرا نام اخبارات میں آنے لگا کیونکہ میں نے باقی ماندہ مسافروں کو مانگلا کی بستی میں پناہ دے دی تھی اور مسلح دشمنوں کو مار بھگایا تھا۔ میرے بہت سے کارناموں کے باوجود جنگل میں کیمپ لگانے والے نیچی سرخ شکل تک نہیں دیکھ سکے تھے۔ آخر انہوں نے میری تلاش کے بعد تھک کر یہ حیلہ دیا تھا کہ آجم کسی خاص وجہ سے فانوس کی نظروں سے چھپ چھپ رہا ہے۔

جب میں رُومانہ اور وان دے کے ساتھ بس سٹینڈ پر پہنچا تو وہاں کھڑے ہوئے انگریزی اخبارات کی سرخیوں میں پھر آجم کا نام شائع ہوا تھا۔ ریڈیو اور ریڈیو سے تین بڑے دشمنوں نے آجم کو فرشتہ رحمت کہا تھا۔ اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے تھے۔ پھر فوجی افسر کا

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے

ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

قیمت ۲۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارکانِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۱۲۴ کراچی

بیان تھا کہ آہجم نے ڈبل جوئیل کو بھی جوہوں کے چنگل سے نکال کر ڈاکٹر فینی کے کاٹیج تک بحفاظت پہنچا دیا تھا۔ اب فوج کے جوان پھر ایک بار بڑی تندہی سے آہجم کو جنگل میں تلاش کر رہے تھے۔

رُومانہ نے ایک اخبار اٹھا کر کہا۔ "یہ دیکھو آہجم کا نام شائع ہوا ہے، اصل تلفظ عازم ہے۔ لیکن میں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ آہجم ہی میرا عازم ہے۔ اسی نے تمہاری بھی جان بچائی تھی نا؟"

میں نے ہولے سے ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اپ۔ کیا تم یہاں عازم سے میرا کوئی تعلق ظاہر کر کے فوجیوں کی تحویل میں مجھے پہنچانا چاہتی ہو؟"

رُومانہ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ وہ بولی۔ "سوری، اُس سے ملنے کی دیوانگی نے مجھے ہوش میں رہنا بھلوا دیا تھا۔ اب تحمل سے کام لو۔ چلو ہم کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر باتیں کریں۔"

میں نے وان ھے سے اپنا بیگ لے کر کہا۔ "ہم اس ریسٹورنٹ میں بیٹھیں گے۔ تم اپنے گھر جا کر اپنی کار لے آؤ۔"

قریب ہی ایک "پے تھے ریسٹورنٹ" تھا۔ میں نے رُومانہ کے ساتھ اُس طرف بڑھتے ہوئے ٹیکسی ڈرائیور کے ملغ کو ٹٹولا۔ وہ گاڑی ڈرائیو کرنے کے دوران اندھی اندر کر رہا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو اطلاع دینا چاہتا تھا کہ رُومانہ دو اجنبیوں کے ساتھ پی اے کار لوگ کے دفتر کے سامنے ہے لیکن یہ اطلاع دینے سے پہلے ہی ایک پولیس آفیسر اُس کی ٹیکسی میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ اب وہ آفیسر کو ایئرپورٹ کی طرف لے جا رہا تھا۔ فی الحال اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔

پے تھنگ میں شام کے وقت بڑی پُرسکون ٹھنڈک ہوتی ہے۔ ہم کھلے ریسٹورنٹ میں فٹ پاتھ کے کنارے ایک میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے کھانے کے لئے کچھ طلب کیا۔ اُس کے بعد کافی کا آرڈر دیا۔ پھر رُومانہ سے کہا۔ "مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟ میں تم پر بھروسہ کئے بغیر تمہیں عازم کے پاس نہیں لے جاؤں گا۔"

وہ مجھے بتانے لگی کہ کتنے عرصہ سے وہ عازم کے لئے ایک ملک سے دوسرے ملک بھٹکتی رہی ہے۔ میں تو اُس کے متعلق سب کچھ جانتا ہی تھا۔ اُس سے پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ ذرا وقت گزارتا رہے۔ وہ بولتی رہے اور میں خیال خوانی کے ذریعے دوسروں کی خبر لیتا رہوں۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ ٹیکسی ڈرائیور رُومانہ کے متعلق کہاں اطلاع پہنچاتا ہے۔ اُس وقت وہ ٹیکسی ایئرپورٹ کے احاطے میں پہنچ گئی تھی۔ ڈرائیور کی سوچ سے پتہ چلا کہ وہاں بہت بھیڑ ہے۔ یہ سب پھیل گئی تھی کہ ڈاکٹر فینی اپنے عجوبہ ڈبل جوئیل کو جنگل سے لے آیا ہے اور پے ناگ ایئرپورٹ کے ویٹنگ روم میں اس عجوبہ کے ساتھ موجود ہے۔ اسی لئے لوگ وہاں پہنچ رہے تھے۔ اتنی بھیڑ لگ گئی تھی کہ پولیس کی کئی ٹیمیں وہاں کے مجمع کو کنٹرول کرنے کے لئے پہنچ گئی تھیں۔ لوگ ڈبل جوئیل کو منظرِ عام پر لایا جائے۔

میں نے دو بدن کے ملغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ڈاکٹر فینی سے کہہ رہی تھیں۔ "ڈاکٹر! کہہ رہا تھا۔ "میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ جوئیل انسانوں میں پہنچ کر تماشہ بن جائے گی۔ یہ بھیڑ لگانے والے تو مصیبت ہیں۔ میں نے لابی میں جا کر دیکھا ہے۔ وہاں نیچے سامنے والے احاطے میں پانچ ہزار آدمی ہیں۔ اور بھی سینکڑوں کی تعداد میں لوگ آ رہے ہیں۔"

اتنے میں ایک پولیس آفیسر نے آ کر کہا۔ "ڈاکٹر! ہمیں لوگوں کا مطالبہ پورا کرنا ہوگا۔ اگر آپ اپنی دونوں جوئیل کو منظرِ عام پر نہیں لائیں گے تو لوگ آؤٹ آف کنٹرول ہو جائیں گے۔"

ڈاکٹر نے اعتراض کیا۔ "آفیسر! جوئیل نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ جنگل میں دیکھا ہے۔ اگر وہاں ڈبل جوئیل کے مزاج کے خلاف کوئی حرکت ہوئی تو یہ بھڑک جائیں گی۔ خون خرابے کا اندیشہ ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں، ہم نے حفاظتی انتظامات کر لئے ہیں۔ دونوں جوئیل لابی میں جا کر مجمع کو مخاطب کریں گی۔ مائیک اور لاؤڈ اسپیکر کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ دونوں جوئیل کے اطراف مسلح پولیس کے جوان ہوں گے۔ لابی سے تمام مسافروں کو ہٹا دیا جائے گا۔"

ڈاکٹر فینی راضی ہو گئی۔ پھر وہ اور اس کی بیٹی میسی یا دونوں سمجھانے لگیں کہ وہ مجمع کو مخاطب کر کے کس قسم کی باتیں کریں گی۔

ریسٹورنٹ میں واپس آ گیا۔ رُومانہ میری جُدائی کی المیہ داستان کا حصہ میں پہنچ گئی تھی۔ میں اس کے سامنے چپ چاپ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ جب اُس کی داستان ختم ہو گئی تو میں نے کہا۔

"تم نے اپنے محبوب سے جُدائی کی بڑی دردبھری داستان سنائی۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم عازم کے دشمنوں کی آلۂ کار نہیں ہو۔ رات تمہیں اُس سے ملاؤں گا۔"

"کہاں ملاؤ گے؟ وہ بے ہینی سے کرسی پہلو بدل کر بولی۔ "کہاں ہے؟"

"وہ کہاں ہے، میں نہیں جانتا۔ لیکن آدھی رات کے بعد پلازہ میں ملے گا۔"

چیانگ پلازہ" دس عمارت تھی۔ جہاں میں قیدی بنا اور وہاں کے تمام خبیث آتما اور شیطانوں سے واقف ہو گیا تھا۔ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "یہ چیانگ پلازہ میں نے اس شہر میں کہا۔ "اس شہر میں نہیں۔" میں نے کہا۔ "شہر سے دُور جس پر ہماری ملاقات ہوئی تھی، وہاں سے تقریباً پانچ میل دُور ہے۔"

"وہ تم سے وہاں کیوں ملے گا؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ تم مجھ سے یہ بات نہ پوچھو۔"

وہ گھور کر بولی۔ "ٹھیک ہے یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔ مجھ سے دھوکہ کیا تو موت تمہیں بچھتانے کی بھی مہلت نہیں دے گی۔"

"ارے واہ! تم تو دھمکی دے رہی ہو۔ مجھ پر بھروسہ نہیں ہے تو جاؤ یہاں سے۔ میں تنہا عازم کے پاس نہیں لے جاؤں گا۔"

"تمہارے تو ٹکڑے بھی لے جائیں گے۔"

"کر دی زبردستی ہے۔"

"ہاں۔ میں سایہ کی طرح تمہارے پیچھے لگی رہوں گی۔ میں چاہوں تو اب تم سے پہلے چیانگ پلازہ پہنچ سکتی ہوں۔ مگر نہیں، تم میرے ساتھ وہاں جاؤ گے۔ اگر دھوکہ دیا تو وہاں سے کبھی واپس نہیں آؤ گے چلو کھانا شروع کرو۔"

"کیسے کھاؤں؟ مجھے کھاتے وقت باتیں کرنے کی عادت نہیں ہے اور تم باتیں کئے جا رہی ہو۔"

رُومانہ نے خاموش رہنے کا عہد کیا۔ میں موقع سے فائدہ اٹھا کر کھانے کے دوران دو بدن کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایئرپورٹ بلڈنگ کی لابی میں ایک مائیک کے سامنے کھڑی تھیں اور بے شمار لوگوں کے سامنے ہیجکچاتی ہوئی کہہ رہی تھیں۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میں آپ لوگوں کی طرح انسان ہوں۔ سب لوگ مجھے دو کہتے ہیں۔ لیکن میں نے آج تک خود کو دو نہیں پایا۔ میں اپنے سامنے اپنے آپ کو دیکھتی ہوں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ اپنے سامنے اپنے آپ کو کیوں نہیں دیکھ سکتے؟ مجھے عجوبہ کیوں کہتے ہو؟"

کسی نے کہا۔ "تم عجوبہ ہو۔" کسی کی آواز آئی۔ "تم ایک ساتھ بولتی ہو۔ ایک ساتھ حرکت کرتی ہو۔" پھر کوئی چیخ کر بولا۔ "تم انسان نہیں، اگر ویا ہو۔"

تم دونوں کو ایک ساتھ جاپانی دے کر چلنے پھرنے اور بولنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔"

دو بدن نے کہا۔ "دُنیا میں ایک ہی شخص ہے عازم۔ میرا عازم۔ مجھے عجوبہ نہیں کہتا۔ میں اُس سے ملنے امریکہ جا رہی ہوں۔ اب مجھے دو۔"

وہ جانا چاہتی تھی۔ لوگ چیخنے لگے۔ "ٹھہر جاؤ۔ رُک جاؤ، عازم کے متعلق بتاؤ۔" اخبارات میں کل رات تک کی رپورٹ یہ ہے کہ عازم نے تمہاری اور تین سرمایہ داروں کی جان بچائی ہے۔ پھر وہ اتنی جلدی امریکہ کیسے چلا گیا؟"

ان سوالات کا جواب دینے کے لئے ڈاکٹر فینی بیوگارڈ مائیک کے سامنے آ گئی۔ اس کے ساتھ ہی خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ وان ھے ہماری میز کے قریب آ کر کہہ رہا تھا۔ "سر! میں اپنی کار لے آیا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

وہ ایک کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "میں محسوس کر رہا ہوں کہ ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔ میں یہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنی کوٹھی کی طرف گیا تھا ایک نیلے رنگ کی گاڑی برابر ٹیکسی کے پیچھے لگی رہی۔ جب میں اپنی کار میں بیٹھ کر واپس آ رہا تھا، اُس وقت بھی وہی نیلے رنگ کی گاڑی تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئی ہے۔ آپ پارکنگ ایریا میں دیکھیں۔"

میں نے دیکھا۔ تین شخص ایک نیلے رنگ کی کار سے باہر نکل رہے تھے۔ انہوں نے ہماری جانب دیکھا۔ میں سر جھکا کر کھانے لگا۔ دوسری بار سر اٹھایا تو ایک قد آور پہلوان جیسا شخص ریسٹورنٹ کی طرف آ رہا تھا۔ دوسرا پارکنگ ایریا میں کھڑا تھا۔ تیسرا اس کار کو ڈرائیو کرتے ہوئے دُور جا رہا تھا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کے ملغ میں جھانکا۔ وہ ایک ٹیلی فون بوتھ میں کھڑا کسی سے کہہ رہا تھا۔ "جناب! آپ میری مجبوری کو سمجھیں۔ میں پولیس آفیسر کو ایئرپورٹ نے جانے سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ جو کچھ بھی ہوا جان دیجئے۔ میں رُومانہ اور اُس کے اجنبی ساتھیوں کو ابھی ڈھونڈ نکالوں گا۔"

دُوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم کیا تلاش کرو گے، ہم تمہاری طرح غافل نہیں رہتے۔ رُومانہ ابھی پے تھے ریسٹورنٹ میں ہے۔ ہمارے آدمی اُس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ تم اُس ریسٹورنٹ سے ایک ٹیلنگ کے فاصلے پر رہنا۔ کسی وقت بھی تمہاری ٹیکسی کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ رُومانہ مجھے مخاطب کر رہی تھی۔ میں نے چونک کر اُسے دیکھا۔ اُس نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟ کیا انگلی کو کرنے والے غنڈوں سے ڈر لگ رہا ہے؟"

میں نے کہا۔ "ہاں ڈر تو لگ رہا ہے۔ ذرا مجھے سوچنے دو کہ میں کس طرح اُن سے پیچھا چھڑا سکتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "کسی ویرانے کی طرف چلو، وہاں میں ان لوگوں سے نمٹ لوں گی۔"

"کیا تم کسی ڈان مین کی بیٹی ہو جو ایسی ڈینگیں مار رہی ہو۔ میں نے تو صرف فلموں میں دیکھا ہے کہ ایک ہیروئن تنہا کئی غنڈوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد اپنے ہیرو سے شادی کر لیتی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میری بات مانو اور یہاں سے کسی ویرانے کی طرف چلو۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے کہا۔ "بیٹھی ذرا دیر تو بیٹھو۔ کھانے کا بل تو ادا کرنے دو۔"

وہ بیٹھ گئی۔ وان دے بل ادا کرنے ریسٹورانٹ کے ان ڈور کاؤنٹر کی طرف گیا۔ میں نے فوراً ہی اُس شخص کے ملازم میں پہنچ گیا جو تھوڑی دیر پہلے فون پر ٹیکسی ڈرائیور سے باتیں کر رہا تھا۔ میں بڑے موقعے سے وہاں پہنچا۔ وہ شخص ٹرانسمیٹر کے ذریعے مادام زہریلی سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اُس کے دماغ کے ریسیور سے زہریلی کی آواز سُنی وہ کہہ رہی تھی۔ "جو لوگ رُومانہ سے پٹرول پمپ پر ملے، وہ اجنبی نہیں ہو سکتے۔ رُومانہ کا ان سے پہلے سے اپوائنٹمنٹ تھا۔ شہر تک لفٹ مانگنے والے اجنبیوں سے وہ اس طرح گھل مل کر ریسٹورنٹ میں نہیں بیٹھے گی۔ وہ اُس کے پُرانے ساتھی ہیں۔ اوور۔۔۔"

اُس شخص نے کہا۔ "مادام! ایک اور اہم اطلاع ہے۔ ریڈیو پارکنگ کار کے حوالہ میں بلاک ہو گیا ہے۔ اطلاع ملتے ہی میں جائے حادثہ تک گیا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اُس کی لاش دیکھی ہے۔ اب چیانگ شی کا یقیناً چیانگ پلازہ میں آنا ہوگا، وہ عمارت ہماری نظروں میں مقفل ہے۔ اگر حکم ہو تو آج رات ہم چیانگ شی کا کار وہاں گھیرنے کی کوشش کریں۔ اوور۔۔۔"

"میرا انتظار کرو۔ چیانگ شی کا میرا شکار ہے۔ میں رات کے نو بجے تک پینانگ پہنچ جاؤں گی۔ رُومانہ کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دو۔ اوور اینڈ آل۔"

میں نے سر اٹھا کر رُومانہ کو دیکھا وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے مایوسی سے کہا۔ "کوئی مذہبی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ چلو تمہاری ہی بات مان کر کسی ویرانے کی طرف چلتے ہیں۔ بس ایک بات کا ڈر ہے کہ ان میں سے کسی کی جیب میں ریوالور نہ ہو۔"

وہ مجھے حقارت سے دیکھنے لگی۔ "لعنت ہے تمہاری بُزدلی پر۔"

"دیکھو مجھے تاؤ نہ دلاؤ۔ ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کیا کر لو گے؟"

"میں ان غنڈوں سے دوستی کر لوں گا۔"

"میں تمہارا اسمگلنگ توڑ دوں گی۔"

وہ قدآور غنڈہ ہماری سیٹ کے قریب ہی دوسری میز پر بیٹھا پی رہا تھا۔ میں تیزی سے اٹھ کر اُس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دراصل کچھ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اس طرح اچانک اُس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اندازہ میں مغالطہ کروں گا۔ اُس نے بے اختیار یہ مغالطہ کیا۔ پھر اپنا ہاتھ کر میرا ہاتھ جھٹکتے ہوئے بولا۔ "کون ہو تم؟ میں۔ میں تمہیں نہیں جانتا۔"

"کوئی بات نہیں، اب جان جاؤ گے — ہم بل ادا کر کسی ویرانے کی طرف جائیں گے۔"

میری باتوں کے دوران رُومانہ آ گئی۔ میں نے اس سے کہا۔ "تم یہی کہہ رہی تھیں کہ ہم کسی ویرانے کی طرف جائیں گے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے نمٹ لو تو ہم ان سے نمٹ لو گی۔ دیکھو بیٹی جاسوسی تعاقب کرنے کے جو اصول ہوتے ہیں، اُن اصولوں کے خلاف ایسا سے پہلے تم لوگ اپنی نیلی کار میں چل پڑو اور ہمیں تمہارا تعاقب نہیں پہلے ہم جا رہے ہیں۔"

وان دے بل ادا کر کے آ چکا تھا میں اُس غنڈے کی نہیں آیا تھا کیونکہ کبھی کبھی دشمنوں پر ایسا نفسیاتی حملہ بھی کرنا رُومانہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چل پڑا۔ وہ اپنا ہاتھ چھڑانے تم پاگل ہو یا مسخرا پنے کی کوشش کر رہی ہے؟"

"اس میں مسخرے پن کی کیا بات ہے۔ وہ تو ہمیں پیچھا کرتے۔ لہٰذا باقاعدہ پیچھا کرنے کی دعوت دے دی۔ ہم وان دے کی کار کے پاس آ گئے۔ میں رُومانہ کے سیٹ پر بیٹھنا چاہتا تھا۔ وہ فوراً ہی دروازہ بند کرتے ہوئے جاؤ۔"

وقت وقت کی بات ہوتی ہے جو مجھ پر جان دیتی تھی وہ مجھے بھگا رہی تھی۔ میں اگلی سیٹ پر آ گیا۔ وان دے کرتے ہوئے کہا۔ "وہ دیکھیے۔ وہ لوگ خالی ٹیکسی حاصل کر ادھر اُدھر دیکھ رہے ہیں۔"

میں نے حکم دیا۔ گاڑی اُن کے قریب لے جا کر روکو۔ وان دے نے یہی کیا۔ بالکل اُن کے قریب پہنچ کر لگائے۔ میں نے کہا۔ "یار۔۔۔ نیلی کار کہاں بھیج دی۔ اتنی تعاقب میں مزا نہیں آئے گا۔ وہ دیکھو تمہاری اپنی ٹیکسی پیچھے پیچھے ہی ڈرائیور اپنی ٹیکسی لے کر آ رہا تھا۔ وہ اُدھر بھاگتے چلے گئے۔ میں نے وان دے کہ آگے بڑھنے ٹیکسی ڈرائیور کے دماغ میں جا کر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے ٹیکسی

اُس کا بوٹ کھول کر پٹرول کی ٹنکی کے ڈھکن کو کھولنے لگا۔ دونوں غنڈوں نے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا کر رہے ہو؟ چلو! اُس کار کا پیچھا کرو۔"

ڈرائیور نے بونٹ گرا دیا۔ وہ پٹرول ٹنکی کے ڈھکن کو بند کرتا ہوا پھول گیا تھا۔ یعنی میں نے اُسے بھلا دیا تھا۔ اُس کا دماغ میری مٹھی میں تھا۔ اس نے ڈرائیو کرنا شروع کیا۔ ہماری آگے جانے والی کار انہیں نظر آ رہی تھی۔ ایک موڑ پر ہم نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ وہ جھنجھلا کر بولے۔ "رفتار بڑھاؤ۔ فاسٹر فاسٹر۔۔۔"

ان نے رفتار بڑھا دی۔ ٹنکی کا پٹرول یقیناً چھلک چھلک کر گر رہا ہوگا۔ وہ موڑ کاٹنے کے بعد ہماری کار پھر انہیں نظر آنے لگی۔ تھوڑی دیر تک یہی طرح چاک و چوبند جاری رہی۔ ڈرائیور میری سوچ کے مطابق ٹیکسی کی رفتار سست کرنے لگا۔ ایک غنڈہ غصے سے بولا۔ "کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

ڈرائیور نے کہا۔ "مجھے نہیں ٹیکسی کو کچھ ہو گیا ہے۔"

اُس نے گاڑی روک دی۔ باہر آ کر بونٹ اٹھایا۔ وہ دونوں بھی بونٹ کے پاس آئے۔ پھر تو دیکھ کر وہ غصے سے قابو ہو گئے کہ پٹرول کی ٹنکی کھلی ہوئی تھی۔ اس کا ڈھکن کہیں رہ گیا تھا۔ انہوں نے ڈرائیور کی پٹائی شروع کر دی۔ وہ مار کھا کر بھاگنے لگا۔ ڈرائیور ضروری نہیں تھا ہمارا تعاقب ضروری تھا۔ اس لئے انہوں نے ڈرائیور کو بھاگنے دیا اور ٹیکسی میں آ کر بیٹھ گئے۔ جو بدمعاش اسٹیئرنگ سنبھالنے بیٹھا، میں نے اُس کے دماغ کو سنبھال لیا۔ اب وہ کار اسٹارٹ کرتا تھا تو انجن گھر گھر کی آواز پیدا کرنے کے بعد خاموش ہو جاتا تھا۔ اُس نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "دھکا لگاؤ جلدی کرو۔"

دوسرا فوراً ہی گاڑی سے باہر آیا۔ پھر دھکا لگانے لگا۔ ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر تیزی سے دوڑ چلی گئی۔ اس کا ساتھی دوڑتے ہوئے چیخنے لگا۔ گاڑی روکے لے تو فی! یہ کیا مذاق ہے۔ گاڑی روکو۔۔۔"

مگر گاڑی بھاگتی چلی گئی۔ تقریباً چار میل تک بھگاتے رہنے کے بعد میں نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ فوراً ہی ٹیکسی کو سڑک کے کنارے روک کر پریشانی سے سوچنے لگا۔ "ہائیں، یہ میں نے کیا کیا؟ ڈرائیور کو مار کر بھگا دیا۔ بونٹ کو دھکا دینے کے لئے اور پھر اُسے بھی چھوڑ کر چلا آیا۔ آگے رُومانہ کی کار نظر نہیں آ رہی ہے۔ پیچھے میرے ساتھی کہیں گم ہو گئے ہیں۔ مجھے واپس جا کر بونٹ کو ساتھ لینا چاہیے۔ کیوں کہ اب میں اکیلا ہوں اور رُومانہ کے ساتھ دو اجنبی ہیں۔"

یہ سوچ کر اُس نے ٹیکسی کو واپس موڑ دیا۔ میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ وان دے اطمینان سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ میرے خاموش بیٹھے رہنے کو بہت خوفناک سمجھ رہا تھا اور پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تعاقب کرنے والوں کا تختہ ہو رہا ہے۔ میں چند لمحوں تک وِنڈ اسکرین سے باہر دیکھتا رہا۔ وہ بندر کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ وہ ٹاکرا اور مریا کے خطوط سے سوار ہو گئی تھیں اور امریکہ کی طرف اُن کا سفر شروع ہو چکا تھا۔ میرے سر سے جیسے بہت بڑا بوجھ اُتر گیا۔ وہ بدن کو سوماتیلا کے آداب سکھانے کے لئے میں نے انہیں ڈاکٹر فینی اور میرو کے بہترین گھریلو ماحول میں پہنچا دیا تھا۔

وان دے نے پوچھا۔ "سر! وہ تعاقب کرنے والے نظر نہیں آ رہے ہیں۔ اب ہم کدھر جائیں گے؟"

"چیانگ پلازہ کی طرف چلو۔ پلازہ سے سو گز اِدھر گاڑی روک دینا۔ میں تنہا اس عمارت میں جاؤں گا۔ تم پہلی منزل کی پہلی کھڑکی کو دیکھتے رہنا۔ جب کھڑکی سے بار بار بجلی جیسی روشنی دکھائی دے تو میں پچھلی سیٹ کے ساتھ اندر چلے آنا۔"

میں نے رُومانہ سے پوچھا۔ "میں ابھی تک تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔ یا بتایا ہو تو میں بھول گیا ہوں۔"

"میرا نام جاننا ضروری نہیں ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ عمارت کے اندر جاؤں گی۔"

"تم میرے ساتھ نہیں، وان دے کے ساتھ آؤ گی۔ اگر ضد کرو گی تو میں دھوکہ دینا جانتا ہوں۔ ایسا پکڑ لوں گا کہ پچھتانا ہوگا۔ جب تم اپنی منزل تک پہنچ ہی رہی ہو تو راہنما کی ہدایت پر عمل کرو۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ میں سوچنے لگا۔ "یہ ٹھیک کہتا ہے، منزل کے قریب پہنچ کر جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے۔ میں وان دے کے ساتھ جاؤں گی۔"

رُومانہ نرم پڑ گئی۔ بولی۔ "کیا عازم وہاں موجود ہوگا؟"

"نہیں۔ میں نے پچھلی رات جنگل میں عازم سے وعدہ کیا تھا کہ آج اندھیرا ہوتے ہی میں چیانگ پلازہ میں اُس کے پہنچنے کے انتظامات کروں گا۔ سو میں اپنا وعدہ پورا کرنے جا رہا ہوں۔"

رُومانہ خاموش رہی۔ اُس وقت رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ پیچھے بہت دُور پینانگ شہر کے رنگ برنگے قمقمے نظر آ رہے تھے۔ اور آگے اُن مضافاتی بستی کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں، جہاں چیانگ پلازہ کی پانچ منزلہ عمارت تھی۔ میں نے رُومانہ سے کہا۔ "اُس عمارت میں دشمنوں سے نمٹنا ہوگا۔ تمہارے پاس ریوالور ہے؟"

"نہیں۔" وہ بولی۔ "مجھے اپنی ذہانت اور صلاحیتوں پر بھروسہ ہے۔ ریوالور کی گولیاں ختم ہو سکتی ہیں، ذہانت مرتے دم تک ختم نہیں ہوتی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کہیں سے ایک گولی ٹھائیں کہہ کے آئے گی تو ذہانت اپنی موت سے پہلے ہی مر جائے گی۔"

"ہاں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میں اس عمارت تک پہنچنے سے پہلے تمہارا سر توڑ دوں۔ لہٰذا خاموش رہو۔"

میں خاموش رہا۔ دس منٹ بعد وان دے نے چیانگ پلازہ سے تقریباً سو گز دُور گاڑی روک دی۔ اس عمارت کی نیچے سے اوپر تک چند کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں۔ رُومانہ نے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ عازم

کے چھپنے کے لئے اتنی بڑی عمارت کا انتخاب کیوں کیا گیا ہے۔ یہاں تو کئی کمرے روشن ہیں۔ ابھی وہاں بہت سے لوگ ہوں گے۔"

میں نے کہا۔ "جبھی میں سمجھ رہا تھا کہ شام کے بعد یہاں کے تمام دفاتر بند ہو جاتے ہوں گے۔ کیوں کہ قانون کی نظر میں یہ کاروباری دفاتر ہیں لیکن شاید یہاں نائٹ شفٹ میں بھی کاروباری مصروفیات ظاہر کی جاتی ہیں۔ بہرحال اب گاڑی عمارت کے سامنے لے چلو۔ ہم تینوں ایک ساتھ وہاں جائیں گے۔"

گاڑی آگے بڑھ کر پلازہ کے داخلی دروازے کے سامنے رُک گئی۔ میں نے ریڈیو روم کے باس کی لیڈی سیکریٹری کو تیر بہ کیا۔ اُسے مین شین کی اسکرین پر دیکھ چکا تھا اس لئے اُس کی سوچ تک پہنچنا آسان تھا۔ اُس وقت بھی وہ دانت پیس رہی موجود تھی۔ اتنی دیر تک حاضری دینے کا سبب یہ تھا کہ وہاں باس کی موت کی خبر پہنچ گئی تھی اور اس عمارت کے تمام لوگ وہاں ماسک مین کے احکامات کے منتظر تھے۔

پلازہ کے داخلی دروازے کے دو مسلح گارڈ ہماری کار کو دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ہم کار سے اُترے اُن کے قریب پہنچ گئے۔ پھر میں نے ذرا تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "کمرہ نمبر سات میں سیکریٹری سے رابطہ قائم کرو۔ کم آن ہری اپ ....."

ایک گارڈ نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر کمرہ نمبر سات سے ٹیلی فون کا رابطہ قائم کیا۔ پھر ریسیور میرے ہاتھ میں بڑھا دیا۔ دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔ "ہیلو بھائی و یر ٹو کال می....."

میں نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر اور اپنے منہ پر بیک وقت ہاتھ رکھتے ہوئے زنانہ لہجہ میں آہستگی سے کہا۔ "میں چیانگ شی کا میک اَپ میں ہوں۔ گارڈ کو حکم دو کہ وہ مجھے میرے دو ساتھیوں کے ساتھ آنے کی اجازت دیں۔"

یہ کہہ کر میں نے جواب سُنے بغیر ریسیور گارڈ کے حوالے کر دیا۔ وہ چند لمحوں تک سیکریٹری کی آواز سنتا رہا۔ پھر اُس نے ریسیور رکھ کر ہمیں عمارت کے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ ہم تینوں زینے کے راستے پہلی منزل پر پہنچے۔ لیڈی سیکریٹری سات نمبر کے کمرے سے باہر آ رہی تھی۔ وہ وان دے کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ میں نے کہا۔ "میں ہوں چیانگ شی کا۔ کمرہ نمبر ۴۵ میں چلو۔"

وہ لفٹ کی جانب مُڑ گئی۔ پینتالیس نمبر کا کمرہ وہی تھا جو خفیہ مشینیں تھیں۔ ہم چاروں لفٹ کے ذریعہ تیسری منزل پر پہنچ گئے۔ میں نے سیکریٹری سے پوچھا۔ "کیا ابھی اُس کمرے میں کوئی ہے؟"

"جی ہاں۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ پرسنل اسسٹنٹ وہاں بیٹھا ماسک مین کے احکامات کا انتظار کر رہا ہے۔"

میں اب پیش آنے والے سنگین لمحات سے گزرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ کیونکہ وہ پرسنل اسسٹنٹ جہاں بیٹھا ماسک مین کے احکامات کا انتظار کر رہا تھا وہیں ہم نے مشینوں کے آس پاس چار لاشیں چھپائی تھیں۔ بلا مدہوش ہونے کے بعد وان دے مشکوک ہو گیا تھا۔ میں اُس کے ساتھ میں نکلا تھا۔ لیڈی سیکریٹری نے مجھے پہلے نہیں دیکھا تھا لیکن وہ میں تھی۔ میں نے دروازے کے سامنے پہنچ کر دستک دی۔ چند خاموشی کے بعد راہداری کے اسپیکر سے آواز آئی۔ "یس ریناہ ساتھ کون ہیں؟ انہیں سراغ لگانے کے لئے کہو۔"

وہ پرسنل اسسٹنٹ اسکرین پر ہمیں دیکھ رہا تھا۔ اس لئے وان دے سر جھکائے ہوئے تھے۔ میں نے سر اٹھاتے ہی پرسنل اسسٹنٹ کو داخلی جھٹکا پہنچایا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کرسی کے سامنے میز کے وسط میں آ گیا، پھر دوسرے جھٹکے میں وہ دروازے سے ٹکرا گیا۔ اس کا دماغ چھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ اُس نے میری سوچ تک ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا۔ جیسے ہی وہ سامنے نظر آیا، میں نے پیٹ پر زور سے لات ماری۔ ایک ہاتھ سے لیڈی سیکریٹری رینا دبا کر اسے کھینچتے ہوئے کمرے میں لے آیا۔ وان دے اور رومانہ نے آگے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

یہ سب کچھ جیسے چشم زدن میں ہو گیا۔ میں نے رینا کو ایک طرف دھکیل کر کہا۔ "اسے سنبھالو، یہ شور نہ مچائے۔"

وہ شور مچانے کے لئے منہ کھول ہی رہی تھی کہ رومانہ نے اس کے ہاتھ رسید کیا۔ ایسا ہاتھ شہزوروں کے لئے رسید کیا جاتا ہے۔ ایک نازک سی دوشیزہ تھی۔ ایک دم سے سہم کر خوش پر گری اور بے ہوش ہو گئی۔ رومانہ لاپروائی سے بولی۔ "اپنا کام کرو۔ اب یہ شور نہیں مچائے گی۔"

پرسنل اسسٹنٹ اپنا پیٹ پکڑ کر فرش پر سے اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس میں چیخنے چلانے کی سکت نہیں تھی۔ اور جرأت بھی نہ تھی کیوں کہ وان دے ریوالور لئے کھڑا تھا۔ میں نے مشینوں کی طرف دیکھا۔ عمارت کے اندرونی نقشہ کے مطابق میں نے باری باری تمام نمبروں کے سوئچ آن کئے۔ اور ہر کرسی اور مراہداری کے مناظر اسکرین پر دیکھتا رہا۔ پھر میں نے پرسنل اسسٹنٹ کی سوچ تک پہنچا کہ ماسک مین ابھی اُس سے رابطہ قائم کرنے والا ہے۔

میں نے اُس سے کہا۔ "چلو کمپیوٹر کے سامنے جاؤ اور ماسک مین سے رابطہ قائم کرو۔"

وہ ذرا ہچکچایا۔ میں وان دے سے ریوالور لے کر اُس پر تاننے لگا۔ وہ بے ہوش پڑی ہوئی رینا کی طرف دیکھتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اُٹھ کر آپریٹر پر بیٹھنے لگا۔ کمپیوٹر کی اسکرین روشن تھی۔ اس اسکرین پر گراف بنتے ہوئے تھے۔ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے ہوئے الفاظ کے جملے آواز کی ارتعاشی لہریں اپنے اندر چھپائے ہوئے میں دیکھ رہا تھا کہ کسی دوسری جگہ پر پہنچی تھیں۔ اس کمپیوٹر کا رابطہ وضاحت سے کئی ماہ پہلے کر چکا ہوں۔ بہرحال پرسنل اسسٹنٹ

کو ماسک مین کے آئندہ کے لئے احکامات پوچھنے۔ جواب میں کمپیوٹر کے ایک حصہ سے روشنی کی ایک لہر نکلنے لگی۔ اُس لہر میں الفاظ کی صورت میں جواب طلب کیا جا رہا تھا۔ پرسنل اسسٹنٹ نے کمپیوٹر کو آف کر دیا۔ میں نے آگے بڑھ کر لہر میں سے نکلتا ہوا پرنٹ کاغذ کو وہاں سے اٹھا کر پڑھنے لگا۔

ماسک مین نے لکھا تھا۔ "ایسے باس کو کتے کی موت ہی مرنا چاہئے تھا۔ اس کے غلط منصوبے کے باعث کوئی دشمن اس عمارت میں گھس آیا۔ اُس نے ہمارے تین مسلح گارڈ اور ایک بینک ایجنٹ کی لاشیں مشینوں کے ساتھ خفیہ خانوں میں چھپا دیں۔ تم کیسے غافل اور ناکارہ ہو کہ اُس عمارت میں کسی کو اس واردات کی بھنک نہ ہونے دی۔

ہاؤ اور دشمن بہت چالاک تھا۔ یقیناً اس کا تعلق ماسٹروں کی ٹیم سے ہو گا۔ ان خفیہ مشینوں کے ذریعہ اس عمارت کے بہتیرے اندرونی راز معلوم کر چکا ہو گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ دوبارہ واپس آئے گا۔ میرے کمرے کو نذرِ آتش کیا جائے۔ عمارت کے تمام اہم کمروں اور وہیں چھتوں میں ڈائنامیٹ کا جال بچھا دیا جائے۔ ڈائنامیٹ کے بلاسٹنگ پوائنٹ اس سے دُور کسی خفیہ مقام پر لے جاؤ۔ اگر دشمن وہاں غالب آ جائے کسی طرح اس عمارت پر قابض ہو جائے تو اس عمارت کو ایک ہی دھماکہ سے تباہ کر دینا۔ بصورتِ دیگر چیانگ شی کا۔ وہاں پہنچنے والا ہے۔ اسے جالاک دشمنوں کو مات دینے کے لئے وہ تنہا کافی ہے۔ اس سے پہلے ڈائنامیٹ کا جال بچھا دینا چاہئے۔ ویٹس آل۔"

ماسک مین کا حکم پڑھنے کے بعد میں نے وان دے سے کہا۔ "تم کمپیوٹر آپریٹ کرو اور ماسک مین کو خوش خبری سُناؤ کہ اس کے تمام آلۂ کار عمارت چھوڑ کر بھاگنے والے ہیں۔"

وان دے نے کمپیوٹر کو آن کیا۔ اسکرین کے گراف روشن ہو گئے اور وان دے کی کھوپڑی میں بیٹھ گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ٹائپ کرنے لگا۔ ماسک مین، تم نے میرے دوبارہ یہاں آنے کی پیشین گوئی کی اور کہا تھا ہم کہوں ——— اور وہیں چھتوں میں ڈائنامیٹ کا جال بچھانے کے لئے کہا۔ میں تمہارے آلۂ کاروں کے دماغوں کو خوف و دہشت کے ڈائنامیٹ سے اُڑا رہا ہوں اور وہ عمارت چھوڑ کر بھاگنے والے ہیں۔ اگر تمہیں چیانگ شی کا پہلا تازیانہ لگے تو اُسے کسی بڑے کام کے لئے بچا کر رکھو۔ یہاں آؤ گے تو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاؤ گے۔ کیونکہ وان دے نے کمپیوٹر کو آف کر دیا۔ کمپیوٹر کے اوپر ایک مُرغ تھا۔ اس کے لئے کمپیوٹر کو آن کرنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ میں نے اُسے ذرا رُکنے کا اشارہ کیا۔ پھر ٹائپ کرنے لگا۔ ماسک مین، تم نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ آگے بڑھ کر اُس نے ایک مشین کی اسکرین کو روشن کیا۔ پھر باری باری مختلف کمروں کے بٹن دبانے لگا۔ وہ کمرے یکے بعد دیگرے اسکرین پر نظر آ رہے تھے اور نانک ہر کمرے کے افراد سے کہہ رہا تھا۔ "فوراً بڑے ہال میں پہنچو۔ ہم سب خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔"

دی جائے؟"

وہ سہمی ہوئی التجا آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "ایک شرط پر تمہیں زندہ چھوڑ دیا جائے گا۔"

وہ عاجزانہ لہجے میں بولا۔ "میں آپ کی ہر شرط مان لوں گا۔ مجھے اپنی جان بھی بہت عزیز ہے۔ مگر میری ایک التجا ہے کہ آپ رینا کو چھوڑ دیں۔ اسے کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔"

"اچھا، اسے جان سے زیادہ چاہتے ہو؟"

"آں۔ ہاں۔ آپ غلط نہ سمجھیں، یہ میری چھوٹی بہن ہے۔"

میرے اندر ایک دم سے مقدس رشتے کا درد پیدا ہوا۔ میں نے رینا کی جانب دیکھا۔ وہ ہوش میں آ رہی تھی۔ رومانہ دوڑ کر باتھ روم سے پانی لے آئی۔ اس کے دل میں بھی ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ رینا کو سہارا دے کر اٹھا رہی تھی۔ میں نے اُس کے جھاگ سے پوچھا۔ "تمہارا نام؟"

"میرا نام نانک سدھارتھ ہے، ہم بدھسٹ ہیں۔"

میں نے نانک سے کہا۔ "مہاتما بدھ اس وقت کے پیغامبر تھے تم اُن کے ماننے والے ہو اور ریڈیو جیسی بدترین تنظیم کے لئے کام کرتے ہو اور اپنی بہن کے ساتھ یہاں جرائم زندگی گزار رہے ہو۔"

"میں اور رینا بہت مجبور ہو کر یہاں آئے ہیں۔"

میں اُس وقت اُن کی مجبوریوں کی داستان نہیں سُن سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ "مشین آپریٹ کرو اور ہر کمرے کے افراد سے کہو کہ ماسک مین کے حکم سے یہ عمارت تباہ کر دی جائے گی لہٰذا جتنی جلدی ممکن ہو، وہ یہاں سے دُور چلے جائیں۔ تم یہاں تالم تم رکھنے کے بعد سب سے آخر میں عمارت سے نکلو گے۔"

نانک نے بڑی لجاجت سے کہا۔ "آپ رینا کو یہاں سے جانے دیں میں جانتا ہوں کہ آپ اس عمارت کو تباہ نہیں کریں گے۔ بعد میں تنظیم کے لوگ مجھے جھوٹا اور فریبی کہیں گے۔ میں جب بھی اس عمارت سے نکلوں گا وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ میری بہن کو فریبی نہ سمجھیں۔ یہ پہلے ہی یہاں سے چلی جائے۔"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "تمہارے جھوٹ اور فریب کا انتقام لینے والے تمہاری بہن کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم دونوں بہن بھائی کی بھلائی اسی میں ہے کہ اب ہمارے ساتھ رہو، ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔"

نانک مجبور تھا۔ انکار کی صورت میں ہم اُسے گولی مار دیتے۔ اس لئے اُس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ آگے بڑھ کر اُس نے ایک مشین کی اسکرین کو روشن کیا۔ پھر باری باری مختلف کمروں کے بٹن دبانے لگا۔ وہ کمرے یکے بعد دیگرے اسکرین پر نظر آ رہے تھے اور نانک ہر کمرے کے افراد سے کہہ رہا تھا۔ "فوراً بڑے ہال میں پہنچو۔ ہم سب خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔"

آخر میں اُس نے جُت ہال کے بٹن کو دبایا۔ اسکرین پر وہ ہال نظر آنے لگا۔ مرد عورتیں پریشانی کی حالت میں وہاں تیزی سے چلے آ رہے تھے۔ کیونکہ نائک نے اُن کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی۔ جب تمام لوگ وہاں جمع ہو گئے تو نائک نے مائیک کو آن کرتے ہوئے کہا۔ "سامیو! ابھی ابھی مسٹین نے حکم دیا ہے کہ یہ عمارت فوراً خالی کر دی جائے کیوں کہ دشمنوں کو ہماری خفیہ مشینوں اور خفیہ سرگرمیوں کا علم ہو چکا ہے۔ وہ کسی وقت بھی قانون کے محافظوں کو اس عمارت میں بھیج سکتے ہیں یا اپنے طور پر ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ موجودہ حالات کے پیشِ نظر مسٹین کا حکم ہے کہ اس عمارت کو فوراً تباہ کر دیا جائے۔ تم لوگ کے یہاں سے نکلتے ہی میں مخصوص مقامات پر ٹائم بم رکھ کر باہر چلا آؤں گا۔ تم یہاں سے جتنی دُور جا سکتے ہو۔ چلے جاؤ۔ سری اَب ...."

مائک کی بات ختم ہوتے ہی وہ بڑا ہال خالی ہونے لگا۔ میں نے آگے بڑھ کر مختلف کمروں کے سوئچ آن کرتے ہوئے اسکرین پر دیکھا۔ وہ لوگ اپنے اپنے کمروں سے اپنی اپنی ضروریات کا سامان سمیٹ کر وہاں سے بھاگے جا رہے تھے۔ بیس منٹ کے بعد نائک نے ہر کمرے کے سوئچ کو آن کرتے ہوئے آواز دی۔ "کوئی ہے؟ کوئی ہے؟ کوئی ہے تو وہ نکل آئے۔"

کہیں سے جواب نہ ملا۔ کمرے اور تمام راہداریاں اسکرین پر خالی اور ویران نظر آ رہی تھی۔ میں نے نائک سے کہا۔ "اب یہاں سے جاؤ اور عمارت کے داخلی دروازے کو اندر سے بند کر دو۔"

وہ چلا گیا۔ اُس سے دھوکہ کھانے کا اندیشہ نہیں تھا کیوں کہ اس کی بہن ہماری حراست میں تھی۔ پھر یہ کہ میں مختلف سوئچ آن کرتے ہوئے اُسے اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ مشین کے ساتھ اندرونی عمارت کا جو نقشہ تھا۔ اُس کے سب سے پہلے سوئچ کا تعلق داخلی دروازے سے تھا۔ میں نے اُسے آن کر کے دیکھا۔ نائک اُس بڑے دروازے کو اندر سے بند کر رہا تھا۔ جب وہ بند کر کے واپس آنے لگا تو میں نے کہا۔ "اب اس کمرے میں جاؤ جہاں اسلحہ جات رکھے ہوئے ہیں۔"

وہ پہلی منزل کے کمرہ نمبر دس میں گیا۔ میں نے دس نمبر کا سوئچ آن کیا۔ اس عمارت میں تمام کمروں کی چھتوں پر پنکھے لگے ہوئے تھے۔ وہ پنکھے دراصل خفیہ خانوں کی کنجیاں تھے۔ پنکھوں کے بلیڈ ہوا دینے کیلئے دائیں سے بائیں گھومتے تھے۔ اور اگر اُن پنکھوں کو بائیں سے دائیں گھمایا جائے تو میکانکی عمل شروع ہو جاتا تھا۔ نائک نے اُسی میکانکی عمل سے خفیہ خانہ کھولا۔ وہاں ریوالور، رائفلیں، مشین گنیں وغیرہ نظر آنے لگیں۔ میں نے کہا۔ "دو ریوالور۔ سائیلنسر اور کارتوس کی پیٹیاں لے آؤ۔"

وہ میری مطلوبہ چیزیں اٹھا کر لانے لگا۔ میں نے پہلی منزل کے تمام کمروں کو چھوڑ کر باقی تمام کمروں کو مشینی سوئچ لاک کے ذریعہ مقفل کر دیا۔ نائک نے واپس آ کر دو ریوالور اور کارتوس کی پیٹیاں رُومانہ اور وان دے کے حوالے کر دیں۔ میں نے نائک سے کہا۔ "تم رینا کے ساتھ رہو جاؤ۔ وہاں کچن ہے۔ اپنی مرضی سے کچھ پکا کر کھا لینا۔"

وہ رینا کا ہاتھ تھام کر وہاں سے چلا گیا۔ میں اسکرین پر جب وہ دونوں کمرہ نمبر چالیس میں داخل ہو گئے تو میں نے اُن کی مشینی سوئچ لاک کے ذریعہ مقفل کر دیا۔ پھر رُومانہ سے کہا۔ "ذرا یہ پانچویں منزل میں جاؤ۔ وہاں کمرہ نمبر باون کے پنکھے کو آپریٹ کرو۔ خفیہ خانہ میں میک اَپ اور گٹ اَپ کا سامان ہے۔ میک اَپ کے لئے اپنی پسند کا سامان وہاں سے لا کر پہلی منزل کے سات نمبر کمرے میں رکھ دو۔"

وہ اپنا ریوالور اور کارتوس کی پیٹی لے کر چلی گئی۔ میں نے باقی کمروں کو مشینی سوئچ لاک سے مقفل کرنے لگا۔ وان دے نے کہا۔ "تم پہلی منزل کے پہلے کمرے میں آرام کرو۔ جب کوئی خطرہ آئیگا تو تمہارا دماغ تمہیں کمرے سے باہر نکلنے پر مجبور کر دے گا۔"

وہ بھی چلا گیا۔ اسکرین پر رُومانہ کمرہ نمبر باون میں نظر آئی۔ خفیہ خانہ کو کھول کر میک اَپ کے سامان کا انتخاب کر رہی تھی۔ مشینی سوئچ لاک کے ذریعے وان دے کے لئے کمرہ نمبر ایک کھولا۔ جب رُومانہ سامان لے کر نکلی تو کمرہ نمبر باون کو مقفل کر دیا۔ اب میں نے پڑھ کر جھت کے پنکھے کے ذریعے تمام مشینیں بند کیا۔ کمرے سے باہر آ کر اُسے چابی کے ذریعے مقفل کیا اور نیچے کی طرف چل پڑا۔

رُومانہ لفٹ کے ذریعے پہلی منزل کے کمرہ نمبر سات میں گئی۔ ایک وفتری کمرہ تھا۔ اس دفتر کے اندرونی دروازے کو کھولنے چھت میں پہنچ گئی۔ وہ ایک پُرتکلف بیڈ روم تھا۔ اُس خواب ایک باتھ روم اور کچن بھی تھا۔ وہ سوچنے لگی۔ عازم کے کا سامان اس کمرے میں لانے کے لئے کہا گیا۔ اس کا مطلب اسی کمرے میں آتے گا۔"

وہ تھکن کا احساس کرتی ہوئی نرم کے ملائم بستر کوالالمپور سے پے نائک تک کا طویل فاصلہ طے کرنے کے آرام کرنیکا موقعہ نہیں ملا تھا۔ وہ تھکی تھکی انگڑائی لینے حُسن میں کچھ زیادہ ہی جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پیدا ساحُسن لگتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اپنے بانہوں میں سمیٹ کی ایسی تیسی کر دی جائے۔

ہر عورت اپنی جوانی میں بڑے پیار سے اپنی اپنے محبوب کے تصور میں سوچتی ہے کہ وہ چاہنے والا آتے سے اُدھر کر دے۔ اِدھر کلی تھی، اُدھر پھول کر دے۔ رُومانہ سوچ رہی تھی، جو کلی ہے، وہ پھول کیسے بن جاتی ہے یا کیسے یہ تو جادوگری ہے۔ کہاں ہو میرے جادوگر! میں بہت دُور

انگڑائی کی اٹھان پر وہ جھک گئی۔ پھر ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی کیونکہ میں کمرہ نمبر چھبیس اور سات کے درمیانی دروازے پر کھڑا بدمعاشوں کی طرح سے ہانپتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ غرا کر بولی۔ "کیا تم آنے سے پہلے دستک نہیں دے سکتے تھے؟"

میں نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ "دستک دیتا تو تمہاری ہوشربا چیخ سنائی نہ دیتی۔"

رُومانہ کی پیلاہٹ بھری انگڑائی دیکھ نہ پاتا۔ قمیص سے پٹا خہ ہو چکا تھا۔ ...

اُس کا غصہ گھل گیا۔ وہ یک بیک مسکراتی ہوئی بستر سے اٹھتی ہوئی بولی۔ "اچھا تو اب کہو نا۔ تم اس پٹاخے کی آتش فشانی دیکھنا چاہتے ہو؟ اب دل تھام کر دیکھو۔"

وہ دونوں بانہیں پھیلا کر آگے بڑھی۔ اُس کی سوچ کچلی کھا چی تھی کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔ پھر اُس نے وہی کیا، قریب آتے ہی ۔ دلانگ کک ماری۔ یعنی گھومتی ہوئی ٹانگیں چلائیں، پہلے بائیں لات پھر گھوم کر بائیں لات۔ اُس کا وار کبھی خالی نہیں جاتا تھا۔ مگر خالی آئیں گھوم کر رہ گئی تھیں۔ میں ایک قدم پیچھے جا کر مسکرا رہا تھا۔

اُس نے مجھے بے یقینی سے دیکھا۔ اب وہ جمناسٹک کے کرتب کرنا چاہتی تھی۔ لیکن بلاؤز اور اسکرٹ پہنے ہوئے تھی۔ کرتب کے دوران اسکرٹ الٹ کر منہ پر آ جاتا تھا۔ اس لئے وہ مجھے گھورتی ہوئی اپنا لباس اتارنے لگی۔ میں نے خوشی کا اظہار کیا۔ "شاباش! میں یہی چاہتا تھا کہ لباس کا تکلف ختم کر دو۔ بڑی سمجھدار ہو۔"

وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ لباس کے اندر جمناسٹم کا مخصوص مختصر سا لباس تھا۔ جمناسٹک کی انگلیوں سے تراشا ہوا بصورت بدن کلاب کی طرح کھل کر سامنے آ گیا تھا۔ بدن کی نشیب و فراز جوانی کی گونگی زبان سے چیخ رہے تھے۔ میں چند لمحوں کے لئے سب بھول کر اس کے وجود کی جھلمل جھلیوں میں گم ہو گیا۔ ایسے وقت میں کھا جانا مگر "ہاپ ہپ ہپ ..." کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"ہپ ہپ۔ ہاپ" وہ کبھی ہاتھوں کے بل الٹ رہی تھی، کبھی سر کے بل پلٹ رہی تھی۔ ابھی اِدھر تھا ابھی اُدھر میری نگاہوں کو ٹٹکا رہی تھی تاکہ میں اُس کے حملے کے صحیح وقت کا تعین نہ کر سکوں۔ میں نے اُس کی وہ چال بھی سمجھ لی۔ آہستہ آہستہ جگہ بدل کر بلنگ کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے اپنے لائن آف ایکشن کے مطابق بڑی زبردست فلائنگ کک ی یقیناً اس کی زد میں آنے والے کا منہ ٹوٹ جاتا مگر اُس نے مزے کی کھائی۔ عین وقت پر بیٹھ کر اٹھ گیا۔ وہ فضا میں اُڑتی ہوئی، میرے سر کے اوپر گزرتی ہوئی نرم کے ملائم بستر پر چت ہو گئی۔

وہ بجلی کی طرح اِدھر سے اُدھر لپکتی تھی کبھی گرتے ہی چشم زدن قدم بڑی رہ گئی۔ اُس کا دماغ چیخ رہا تھا۔ "یہ فریاد ہے۔ یہ فریاد ہے۔ فریاد قسم دُنیا کا کوئی شخص اتنا پھرتیلا نہیں ہو سکتا کہ میرے حملے کے صحیح وقت کو سمجھتے ہوئے اپنا بچاؤ کر سکے۔ یہ فریاد ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ سمجھ لیتا ہے۔"

یہ سوچ کر وہ بستر پر بیٹھ گئی۔ پھر اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ میں نے بڑے اطمینان سے ڈاڑھی مونچھ اور مصنوعی ناک اپنے چہرے سے الگ کر اس کی طرف اچھال دی۔ وہ فرطِ مسرت سے چیخ پڑی۔ "فریاد ...." نوم کے بستر سے اُٹھ اچھلا۔ اس کے قدم فرش پر آئے۔ پھر فرش سے بھی قدم اچھلے۔ دوسرے ہی لمحہ وہ آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ خیالی خوانی نے مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ اس طرح دیوانہ وار آئے گی۔ میں اُسے سنبھالنے کے لئے اپنا توازن برقرار رکھ سکتا تھا۔ مگر ایسے وقت میں گرنے ہی میں مزہ آتا ہے۔ لہٰذا میں اُسے لئے ہوئے قالین پر گر پڑا۔

مارے خوشی کے اُس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے میرے چہرے کو ٹٹول ٹٹول کر یقین کر رہی تھی کہ ایک طویل عرصہ کا بچھڑا ہوا ملنے والی تلاش کے بعد اُس نے مجھے پا لیا ہے۔ اور مجھے اس کا پتہ ہوا بدن چھو رہا تھا۔ جگہ جگہ سے دستک دے رہا تھا۔ اپنے اندر کی آنچ سے بول رہا تھا۔ "میں تمہیں پہچان رہی ہوں، تم مجھے پہچانو۔ میں ہوں سمندر کی بیٹی۔ طوفانی لہروں کی پروردہ۔ سات سمندر تجھے پہچانتے ہیں۔ تم بھی مجھے پہچان لو گے۔ جب میرے شباب کی آندھی بولے گی۔"

میں نے اُس آندھی کو سمیٹ لیا۔ اُس کی تند و تیز سانسوں پر اپنی سانسوں کا گھیرا ڈال دیا۔ ہونٹوں کی ظالم انگلیوں سے کھمن جیسے چہرے کی چٹکیاں بھرنے لگا۔ پہلے وہ گلابی تھی، جذبوں کی آگ میں تپ کے سُرخ ہونے لگی۔ اُس کے سینے کی دھڑکنیں میرے سینے کی دیوار سے ٹکرا رہی تھیں، ضدی بچے کی طرح مچل رہی تھیں۔ پس وہ کھلونا چاہتے۔ ایک سال سے سو سال تک ہر عمر کا بچہ اپنی پسند کا کھلونا چاہتا ہے۔ وہ مجھ سے کھلونا چاہتی تھی۔ میں اس سے کھلونا چاہتا تھا۔ انسان جب تک زندہ رہتا ہے، اپنی خواہش کے کھلونے کا مطالبہ کرتا رہتا ہے۔ جب مل جائے تو آپس میں چھینتا جھپٹتا رہتا ہے۔ تھکتا بانٹتا رہتا ہے۔ پھر یاد کرتے کرتے ایک دوسرے کو جیت کر نڈھال ہو جاتا ہے۔

سمندر کی طوفانی لہریں تھک ہار کر شانت ہو گئیں۔ ہم ساحل پر آ کر سستانے لگے۔ اسی لمحے دروازے پر دستک سُنائی دی۔ ابھی ہم دونوں ایک دوسرے میں جذب رہنا چاہتے تھے۔ میں نے سوچ کے ہاتھوں سے دستک دینے والے کے دماغ کا دروازہ کھولا۔ اُس بند عمارت میں وان دے کے سوا کوئی دوسرا دستک دینے نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعہ پوچھا۔ "کیا بات ہے وان دے؟"

میں نے پہلی بار سوچ کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کیا تھا، اس لئے وہ حیرانی سے اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ میں نے کہا۔ "تعجب نہ کرو۔ تم دیکھ چکے ہو کہ میں کس طرح دوسروں کی کھوپڑی گھما دیتا ہوں۔ کیا ابھی تک تمہیں ٹیلی پیتھی کا اندازہ نہیں ہوا؟"

وہ ہاں کہنے کے لئے اوپر سے نیچے سر ہلانے لگا۔ میں نے کہا۔ "وہاں

"تو پھر بتاؤ کس لئے رُکے رہے ہو؟"

وہ سوچ کی بجائے زبان سے بولنے لگا۔ "سر! اس عمارت سے بھاگنے والوں میں سے دو شخص واپس آئے تھے۔ پہلے انہوں نے دُور سے ٹارچ کی روشنی پھینکی۔ میں کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا تھا، انہیں نظر آ گیا۔ میری موجودگی سے وہ سمجھ گئے کہ عمارت ابھی تباہ نہیں کی جائے گی۔ وہ قریب آ گئے۔ مجھے آوازیں دینے لگے۔ میں نے کہا یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ عمارت پولیس والوں کی نظروں میں آ چکی ہے۔ وہ بحث کرنے لگے کہ میں پولیس کا آدمی نہیں ہوں تو پھر یہاں کیا کر رہا ہوں؟ تب میں نے ریوالور میں سائیلنسر لگا کر ایک شخص کو گولی کا نشانہ بنایا۔ مگر نشانہ چوک گیا۔ وہ دونوں بھاگ گئے۔ اب ہمکتا ہے کہ پوری ٹیم کے ساتھ واپس آئیں۔"

میں نے کہا۔ "انہیں آنے دو۔ تم جا کر آرام کرو۔"

وہ واپس چلا گیا۔ رُومانہ خاموشی سے میرا منہ تک رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "تم ٹیلی پیتھی کے ذریعہ باتیں کر رہے تھے؟"

"ہاں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ....."

وہ میری بات کاٹ کر مجھے دھکا دیتی ہوئی بولی۔ "ٹیلی پیتھی جانتے ہوئے تم نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں قائم کیا؟"

"کیا تھا۔ میں ہمیشہ تمہارے پاس موجود رہا ہوں۔ تم بحری جہاز میں ٹوراگون، سونیا اور عازم کے ساتھ تھیں۔ جب آبدوز والے عازم کو پکڑنے آئے تھے۔ اس وقت میں نے عازم کے ذریعے بحری جہاز میں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا تھا۔ تم سونیا کے ساتھ اسکندریہ گئیں۔ وہاں ہوٹل الماسیہ کے اسٹیج پر جب اُس نری اسٹائل چمپئن نے تمہاری ٹانگوں کو لاک کر کے تمہیں بے بس بنا دیا تھا، اُس وقت میں نے ہی اُس پہلوان کو دماغی طور سے ذرا کمزور کر دیا تاکہ تم اُس کے داؤ سے نکل سکو۔ مگر تم نے تو اُس بیچارے کی آنکھیں پھوڑ دیں۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر غصّے سے بولی۔ "تم اتنے عرصے تک خاموشی سے ساتھ رہے۔ میری بیقراری اور میرے تڑپنے کا تماشہ دیکھتے رہے؟"

"ہاں۔ میں چاہتا تھا کہ تم خود ہی مجھے پہچان کر میرے پاس آؤ۔ حُسن اور شباب تو مجھے کہیں بھی مل جاتا ہے۔ میں تمہیں اور سونیا کو اس لئے وہاں وہاں سے جانا ہوں کہ تم دونوں دلیر، بے باک، ذہین اور باصلاحیت ہو۔ اور دیکھو کہ تم اپنی ذہانت سے مجھے پہچان کر یہاں چلی آئیں۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "سونیا بھی کبھی آ جائے گی۔"

"ہاں۔ وہ حسد اور جلاپے میں عازم کو فریب دے کر اُسے اپنی ملکیت بنانے کی دُھن میں اور تمہیں وہاں سے بھگانے کی ہیرا پھیری میں اپنی ذہانت کو ذرا زنگ لگا چکی ہے۔ مگر اب تمہارے چلے آنے کے بعد پھر اُس کی ذہانت لوٹ رہی ہے اور وہ اب عازم پر کسی حد تک غصّہ کر سکے۔"

"پھر تو کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتی ہے۔"

"تم اُس کی فکر نہ کرو۔ زندگی کے چند بہت مختصر لمحات میں ہی انہیں خوبصورتی سے خرچ کر دو۔"

میں نے ایک بار پھر اُسے خرچ کرنے کے لئے اپنے بازو پھیلانا چاہا۔ مگر وہ کروٹ بدل کر، منہ پھیر کر بولی۔ "مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔ تم سونیا اور مے یون سے کھیلتے رہے اور مجھے بھی بہلاتے رہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر اُداسی سے کہا۔ "مے یون دُنیا میں نہیں ہے۔"

رُومانہ کے ذہن کو جھٹکا لگا۔ وہ مے یون کو بہت چاہتی تھی۔ اُسے بتانا لگا کر وہ بیمار رہ کر طبعی موت مر گئی۔ اُن دونوں کی صلاحیتیں گم تھیں۔ اس لئے میں اُس کی خبر نہ لے سکا۔ مے یون بہت ہی نازک مزاج تھی۔ کانچ کی گڑیا تھی۔ تم کے روگ نے اُسے مار ڈالا۔"

"ہاں۔ وہ میری جُدائی کے صدمہ سے بیمار پڑ گئی تھی۔"

"کیا اب بھی تم اپنے ہر جائی پن سے باز نہیں آؤ گے؟ اسی طرح مر جاؤں تو؟"

"موت کسی کو کسی طرح آتی ہی ہے۔ تمہاری موت آئی تو میں کیا کر سکوں گا۔ صرف یہی کہ تمہیں یاد کر کے آہ بھر لیا کروں گا۔"

"مگر اپنی عیاشیوں سے باز نہیں آؤ گے؟"

"تم اسے عیاشی کہتی ہو اور میں اسے اپنی ضرورت۔ مجھے دولت نہیں چاہئے۔ میں چاہوں تو ہر ملک کے ہر شہر کے لئے ایک ایک شیش محل بنا لوں۔ میں چاہوں تو دُنیا کی ہر شے سے بالاتر ہو کر سُپر پاور بن جاؤں۔ لیکن میری طبیعت میں ہے میں ایک حسین ساتھی کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا۔ کیا یہ فطرت کی بات نہیں ہے کہ میں ساری دُنیا کو ٹھکرا کر تمہیں سمجھتا ہوں۔"

"پھر میرے بعد کوئی دوسری تمہارا دل بہلانے لگے تو مجھے بھول جاؤ گے۔"

"سونیا سے میرا بہت پرانا رشتہ ہے۔ کیا میں اُسے نہیں، تم اور سونیا دو ایسی ہستیاں ہیں، جنہیں میں مر کے بھی نہیں بھول سکتا ہوں۔ نہ زندہ دنوں تک تم لوگوں سے جُدا رہ سکتا ہوں۔"

"سونیا کی جُدائی کب ختم کر رہے ہو؟"

"جب وہ تمہاری طرح ذہانت سے کام لے کر مجھے ڈھونڈ لے۔"

"ایک نیم میں دو ملاقاتیں کیسے رہیں گی؟"

"تمہاری مثال پرانے زمانے کی ہے نئے دور کی بات

ہیں۔ چند گویں رہتی ہیں۔ ابھی ریسٹ چیمبر میں صرف دو ہیں۔"

تمہاری باتیں زہر اگل رہی ہیں۔"

"جو بھی ہے اسے چھوڑو۔ وہ میرا پیار کیسا لگا؟"

اس کی سوچ اُن لمحات کو یاد کرنے لگی۔ "جب میرا پیار اُس کے بدن میں سفر کر رہا تھا۔ وہ اندر سے جذبوں کی بارش میں بھیگ گئی۔ وہ پسند ذرا ہٹا کر بولی۔ "اونہہ۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اوپر سے اونہہ، اندر سے ہائے کیا جھوٹی ہیں اندر کی بولیاں سُنتا ہوں۔"

واقعی وہ بھول گئی تھی کہ میں اس کی سوچ پڑھ سکتا ہوں۔ میں نے دلایا تو ایک دم شرما کر مُنہ چھپانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا منہ سے تمہاری سوچ اور تمہاری محبت چھپ جائے گی؟"

وہ سوچنے لگی۔ "کیا مصیبت ہے۔ دوسری عورتیں اپنا ظاہر بھی چھپاتی ہیں اور میں اپنے باطن کی ایک بات بھی نہیں چھپا سکتی۔ ہائے رے پالا پڑا ہے؟"

وہ بیک کروٹ بدل کر میری آغوش میں چھپ گئی۔ پھر التجا بھرے لہجے میں بولی۔ "تم جیسے بھی ہو، میرے رہو۔ اب مجھے کبھی چھوڑ کر نہ جانا۔ تم جانتے ہو تمہارے سوا اس دُنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔"

میں جانتا ہوں اور تمہارے دل میں میرے لئے جو پیار کی انتہا ہے اسے بھی سمجھتا ہوں۔ میں تمہیں کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ لیکن ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے ہاتھوں میں کھیلتے رہیں گے۔ اگر کبھی عارضی جُدائی ہو بھی تو کوششوں سے فوراً آ ملیں گے۔"

اور یہی حقیقت مجبوری جب تک مل نہ سکیں گے، اس وقت تک ایک دوسرے کے لئے بے قرار بے قابو رہا کریں گے۔"

میں نے وعدہ کیا۔ "میں خواہ کچھ بھی ہو جاؤں، تم سے دماغی رابطہ رکھوں گا۔ اگر تم سے پیتھی کہتی ہو کہ میری اس دماغی زندگی میں تمہارا اور سب سے زیادہ روشن رہے گا۔ جب تک میرا دل دھڑک رہا زندہ ہوں، جب تک تم دونوں میری حیات میں دھڑکتے رہو دوسرا تن بھی زندہ اور روشن رہے گی۔"

وہ خوشی کے مارے اُس کھلونے کی طرح میری آغوش میں اترانے لگا۔ جسے بچہ اگر چھوڑ دیتا ہے۔

وہ پیار کی زبان سمجھ گئی تھی۔ اسی لئے تو میں سونیا اور رُومانہ پر جان دیتا ہوں۔ وہ صرف سیکس ہی نہیں، زندگی کے اسٹیج پر بجلی کی طرح لپکتی ہیں۔ اب میرے ایکشن کی باری تھی۔ میں جب چاہ بستر سے لڑھک کر فرش پر بچھے ہوئے قالین پر آ گیا۔ چھ آواز کے بغیر کھڑکی کی جانب رینگنے لگا۔ وہاں سے تین قدم کا فاصلہ تھا۔ مگر رینگ کر فاصلہ طے کرنے میں خاصا وقت لگ جاتا ہے۔ جب میں وہاں پہنچا تو کھڑکی کے باہر ایک انسانی سایہ نظر آیا۔ وہ ایک رسی کو تھام کر لٹکا ہوا کھڑکی تک پہنچ گیا تھا اور اب کھڑکی کے شیم پر اپنے پاؤں جما رہا تھا۔ پھر اُس کی آواز سنائی دی۔

"اس کمرے میں پہلی روشنی تھی، اب اندھیرا ہو گیا ہے۔ میں جانتا ہوں یہاں ضرور کوئی ہے۔ بہرحال یہ عمارت چاروں طرف سے گھیر لی گئی ہے۔ میں چھپنے والوں سے کہتا ہوں کہ وہ نیچے جا کر دروازہ کھول دیں ورنہ....."

بات پوری ہونے سے پہلے ہی اُس کے حلق سے ایک فلک شگاف چیخ نکلی۔ رسّی اُس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی اور وہ اڑتا کرتا نیچے چلا گیا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ وہ بجلی کا شاک پہنچنے سے۔ بعد میں پتہ چلا کہ رُومانہ نے بجلی کے تنکے کو اُس تک پاؤں سے لگا دیا تھا۔

بہرحال وہ پہلی منزل سے نیچے گرا تھا۔ ایک تو اُسے سخت چوٹیں آئی تھیں، دوسرے بجلی کے جھٹکے نے اُس کے دماغ میں تاریکیاں بھر دیں۔ اُس کے بے ہوش ہونے سے پہلے میں نے اُس کے ڈوبتے ہوئے ذہن سے دوسرے لوگوں کی آوازیں سُنیں۔ ایک کہہ رہا تھا۔

دوسرے نے کہا۔ "کمرہ نمبر سات کی کھڑکی سے کسی نے اسے دھکا دیا ہے۔"

کھڑکی سے گرنے والا بے ہوش ہو چکا تھا۔ میں دوسرے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔ "تم اسے دیکھو۔ میں دوسروں کو محتاط رہنے کی تاکید کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اُس نے ایئر فون کانوں میں لگا لیا۔ ایئر فون کے سلسلہ لگا ہوا ایک مائیک اُس کے منہ کے سامنے آ گیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ عمارت کے چاروں طرف رسّیاں لٹک رہی ہیں۔ جن میں دو رسّیوں کے ذریعے کئی مسلح جوان عمارت کی مخالف منزلوں کی کھڑکیوں تک پہنچ رہے ہیں۔ میں نے فوراً ہی اطلاع کر دی۔ "کمرہ نمبر سات کا دشمن فوراً باہر کی طرف لٹکا ہوا ہے۔ کمرہ نمبر پینتالیس میں پہنچو۔ دشمن مختلف کھڑکیوں کے ذریعے اندر آ رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر میں بھاگتا چلا گیا۔ کمرے کا دروازہ کھول کر لفٹ کی جانب دوڑنے لگا۔ وان دے میرے پاس آ رہا تھا۔ وہ بھی میرے ساتھ ہو گیا۔ لفٹ میں پہنچ کر میں نے اسے بتایا کہ دشمنوں نے ریچنگ ٹاور کے گن سے عمارت کی چھت پر بہت سی گیندیں پھینکی ہیں۔ اور اب وہ مختلف منزلوں کی مختلف کھڑکیوں کے راستے عمارت میں داخل ہو رہے ہیں۔

چوتھی منزل پر پہنچ کر میں نے لفٹ نیچے بھیج دی تاکہ رُومانہ آ جائے۔ کمرہ نمبر پینتالیس کے دروازے پر وان دے کو کھڑا کیا۔ پھر اندر آ کر چھت کے پنکھے کے میکانزم پر عمل کیا۔ خفیہ خانہ کھل گیا۔ شیرنیوں باہر آ گئیں۔ میں نے اسکرین کی آن کرنے کے بعد سب سے پہلے سات نمبر کے کمرے کا سوئچ آن کیا۔ رُومانہ کمرے میں نہیں تھی۔ میں نے سوئچ کے ذریعے معلوم کیا وہ لفٹ میں تھی اور میری طرف آ رہی تھی۔ میں مطمئن ہو کر باری باری ہر کمرے کو اسکرین پر دیکھنے لگا۔

کمرہ نمبر دس میں نانک اور رینا کو بند کیا گیا تھا۔ وہاں کھڑکی کے راستے ایک نوجوان پہنچ گیا تھا۔ وہ نانک سے کہہ رہا تھا: "تمہارا پھینکا ہوا کاغذ کا گولا ہمیں مل گیا تھا۔ تم نے لکھا ہے کہ صرف ایک نوجوان لڑکی اور دو مردوں نے اس عمارت پر قبضہ کیا ہے۔ آخر وہ ہیں کون؟ کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟"

جواب میں نانک نے کھڑکی کی طرف پیٹھ پھیر لی۔ اس نے نوجوان کے منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ نوجوان نے جواباً ایک گھونسہ مارتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

نانک نے اس پر حملہ کرنے کے لئے ایک گلدان اٹھا لیا۔ نوجوان نے مجھ پر گولی چلا دی۔ اِدھر نانک زمین پر گرا، اُدھر میں نے مسلح نوجوان کو جھٹکا پہنچایا۔ وہ پیچھے کی جانب لڑکھڑاتا ہوا کھڑکی کے پاس گیا۔ دوسرے جھٹکے میں وہ آدھا کھڑکی سے باہر جھول گیا۔ میں نے رینا کی سوچ میں کہا: "کم بخت میرے بھائی کا قاتل..."

رینا جھنجھلا کر دوڑتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی۔ پھر نوجوان کی دونوں ٹانگیں اٹھا دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک مختصر سی چیخ کے ساتھ باہر جا چکا تھا۔ رُومانہ میرے پاس آ گئی تھی۔ وان دے ریوالور لئے دروازے پر کھڑا تھا۔ ہم تینوں چوتھی منزل پر تھے۔ اس لئے میں نے چوتھی منزل کے کمروں کو اسکرین پر دیکھا۔ کمرہ نمبر اڑتالیس میں ایک نوجوان آ گیا تھا۔ میں نے وان دے سے کہا: "اڑتالیس نمبر کے دروازے کو دیکھو۔ جونہی باہر آئے۔ شوٹ کر دو۔"

پھر میں نے اڑتالیس نمبر کے اسکرین کو آن کر کے کہا: "ہیلو ہم پینتالیس نمبر میں پہنچ گئے ہیں۔ باس کا حکم ہے کہ سب اوپر آ جائیں۔ تم بھی آ جاؤ۔"

میں نے اڑتالیس نمبر کا سوئچ لاک جلا دیا۔ اُس مسلح نوجوان کے لئے موت کا دروازہ کھل گیا۔ جیسے ہی وہ باہر آیا۔ وان دے نے گولی چلا دی۔ اس کے ساتھ ہی کہیں دوسری طرف سے گولی چلنے کی آواز آئی۔

وان دے کمرے میں آ کر گرا۔ رُومانہ نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ وان دے کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ بھی میرے ساتھ ہو گیا۔ لفٹ میں پہنچ کر میں نے اسے بتایا کہ دشمنوں نے ریچنگ ٹاور کے گن سے عمارت کی چھت پر بہت سی گیندیں پھینکی ہیں۔ اور اب وہ مختلف منزلوں کی مختلف کھڑکیوں کے راستے عمارت میں داخل ہو رہے ہیں۔

چوتھی منزل پر پہنچ کر میں نے لفٹ نیچے بھیج دی تاکہ رُومانہ آ جائے۔ کمرہ نمبر پینتالیس کے دروازے پر وان دے کو کھڑا کیا۔ پھر اندر آ کر چھت کے پنکھے کے میکانزم پر عمل کیا۔ خفیہ خانہ کھل گیا۔ شیرنیوں باہر آ گئیں۔ میں نے اسکرین کی آن کرنے کے بعد سب سے پہلے سات نمبر کے کمرے کا سوئچ آن کیا۔ رُومانہ کمرے میں نہیں تھی۔ میں نے سوئچ کے ذریعے معلوم کیا وہ لفٹ میں تھی اور میری طرف آ رہی تھی۔ میں مطمئن ہو کر باری باری ہر کمرے کو اسکرین پر دیکھنے لگا۔

کمرہ نمبر دس میں نانک اور رینا کو بند کیا گیا تھا۔ وہاں کھڑکی کے راستے ایک نوجوان پہنچ گیا تھا۔ وہ نانک سے کہہ رہا تھا: "تمہارا پھینکا ہوا کاغذ کا گولا ہمیں مل گیا تھا۔ تم نے لکھا ہے کہ صرف ایک نوجوان لڑکی اور دو مردوں نے اس عمارت پر قبضہ کیا ہے۔ آخر وہ ہیں کون؟ کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟"

جواب میں نانک نے کھڑکی کی طرف پیٹھ پھیر لی۔ اس نے نوجوان کے منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ نوجوان نے جواباً ایک گھونسہ مارتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

نانک نے اس پر حملہ کرنے کے لئے ایک گلدان اٹھا لیا۔ نوجوان نے مجھ پر گولی چلا دی۔ اِدھر نانک زمین پر گرا، اُدھر میں نے مسلح نوجوان کو جھٹکا پہنچایا۔ وہ پیچھے کی جانب لڑکھڑاتا ہوا کھڑکی کے پاس گیا۔ دوسرے جھٹکے میں وہ آدھا کھڑکی سے باہر جھول گیا۔ میں نے رینا کی سوچ میں کہا: "کم بخت میرے بھائی کا قاتل..."

رینا جھنجھلا کر دوڑتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی۔ پھر نوجوان کی دونوں ٹانگیں اٹھا دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک مختصر سی چیخ کے ساتھ باہر جا چکا تھا۔ رُومانہ میرے پاس آ گئی تھی۔ وان دے ریوالور لئے دروازے پر کھڑا تھا۔ ہم تینوں چوتھی منزل پر تھے۔ اس لئے میں نے چوتھی منزل کے کمروں کو اسکرین پر دیکھا۔ کمرہ نمبر اڑتالیس میں ایک نوجوان آ گیا تھا۔ میں نے وان دے سے کہا: "اڑتالیس نمبر کے دروازے کو دیکھو۔ جونہی باہر آئے۔ شوٹ کر دو۔"

پھر میں نے اڑتالیس نمبر کے اسکرین کو آن کر کے کہا: "ہیلو ہم پینتالیس نمبر میں پہنچ گئے ہیں۔ باس کا حکم ہے کہ سب اوپر آ جائیں۔ تم بھی آ جاؤ۔"

میں نے اڑتالیس نمبر کا سوئچ لاک جلا دیا۔ اُس مسلح نوجوان کے لئے موت کا دروازہ کھل گیا۔ جیسے ہی وہ باہر آیا۔ وان دے نے گولی چلا دی۔ اس کے ساتھ ہی کہیں دوسری طرف سے گولی چلنے کی آواز آئی۔

ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر گر پڑا۔ اُس نے ایک مردہ ساتھی کی اسٹین گن اٹھا لی۔ دوسرے لمحے میری ہدایت کے مطابق اُس نے بھی پھینک دیا۔

وہ اپنا سر تھام کر سوچنے لگا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟

میں نے حکم دیا۔ "وہاں جتنی لاشیں ہیں، انہیں اٹھا کر کمرہ نمبر اڑتالیس کی کھڑکی سے باہر پھینک دو۔ ورنہ تم اپنا ریوالور لو۔ اٹھا کر خود کشی کر لو گے۔"

اُس نے سوچا۔ "میں احمق نہیں ہوں کہ خود کشی کر لوں گا۔"

میں نے اس کی سوچ کو کنٹرول میں لیا تو اُس نے ریوالور کو اٹھا کر اپنی نال اپنی کنپٹی سے لگا لی۔ پھر میں نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اُس نے ریوالور کو پھینک دیا۔ سوچ کر بولا۔ "میں نے لاشیں کھڑکی سے باہر پھینکنی ہیں۔ ابھی۔ ابھی پھینک رہا ہوں۔"

وہ فوراً ہی ایک لاش کو گھسیٹتے ہوئے آخری کمرہ نمبر اڑتالیس کی طرف چلا گیا۔ میں نے پہلی منزل کی راہداری کا سوئچ آن کیا۔ وہاں جانے والے لفٹ کے پاس پہنچ گئی تھی۔ اور زندہ بچنے والا شخص اپنے ساتھیوں کو جان چکا تھا کہ اپنا ہی آدمی فائرنگ کر رہا ہے۔ انہوں نے لفٹ میں پڑی لاشیں نکال لیں۔ پھر ایک نے کہا۔ "چوتھی منزل پر ہمارے لئے ہے۔ ہم لفٹ کے ذریعے تیسری منزل تک جائیں گے۔ پھر زینے کے ذریعے پانچویں چوتھی منزل پر پہنچیں گے۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

چھ ساتھیوں نے تائید کی۔ پھر وہ سب لفٹ کے اندر چلے گئے۔

رُومانہ نے کہا۔ "وان اسٹین گن لے کر لفٹ کے سامنے جاؤ۔ دروازہ ہی فائر کھول دینا۔"

وہ کمرے سے باہر آ گئی۔ لفٹ میں چھ آدمی تھے۔ ایک شخص لفٹ آپریٹ کرنے کے لئے سوچ بورڈ کے پاس کھڑا تھا تاکہ تیسری منزل پر پہنچ کر وہی بٹن دبا کر لفٹ کو روک دے۔ لیکن وہ میری سوچ کے مطابق تیسری منزل کا بٹن نہ دبا سکا۔ چوتھی منزل کے بٹن پر اُس کی انگلی گئی۔ اُس کے ساتھیوں نے اعتراض کیا کہ اس منزل پر خطرہ ہے، وہاں نہیں جانا چاہئے۔ مگر وہ لفٹ کو روک چکا تھا۔ لفٹ کے رکتے ہی دروازہ کھلا۔ اس کے ساتھ ہی رُومانہ نے اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ لفٹ کا دروازہ بند ہو گیا۔ وہ پھر ایک بار نیچے جا رہی تھی۔ نیچے کھڑے ہوئے ساتھیوں نے اس موت کی لفٹ سے ایک زندہ اور پانچ مردوں کو وصول پایا۔ رُومانہ میرے پاس واپس آ گئی۔ راہداری میں وہ بڑی ذمہ داری سے ساتھ کام کرنے جانے میں مصروف تھا۔ میں نے داخلی دروازے کا آنکھیا۔ وہاں تین آدمی تھے۔ ایک آدمی بیڈ گاؤن پہنے ہوئے تھا۔ انہوں نے پینتالیس نمبر پر قبضہ جما رکھا ہے۔ جہاں آدمی گزر رہے ہیں، وہ اسکرین پر انہیں دیکھ لیتے ہیں۔ تم پانچویں منزل کی کوشش کرو۔ اور وہاں کے تین سوئچ کو آف کر دو۔ پھر تاریک ہو جائے گی۔ پینتالیس نمبر کی مشینیں کام نہیں کر سکیں گی۔ اوور۔"

اس کے ایئر فون سے دوسری طرف کی آواز سنائی دی: "میں نے جو کمند پھینکی ہے، اُس کی رسّی کمرہ نمبر اڑتالیس کے پاس سے گزرتی ہے۔ اُس کمرے کی کھڑکی سے لاشیں تھوڑے تھوڑے وقفے سے نیچے گر رہی ہیں۔ اب تک سات لاشیں گر چکی ہیں اور یہ سب ہمارے ہی آدمی تھے۔ اب ان لاشوں کو کہاں چھپایا جائے، یہ ہمارے لئے مسئلہ بن جائیں گی، کیونکہ جلد یا بدیر اس عمارت پر ہمارا قبضہ ہو گا۔ کل دن کے اُجالے میں اگر ایک بھی لاش نظر آئے گی تو قانون کے محافظ ہم سے باز پرس کریں گے۔ اوور۔"

"ہاں، یہ ایک مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ بہرحال ابھی تو رات آ جائے گی۔ عمارت کے اندر اور باہر کی تمام لاشیں یہاں سے دُور لے جا کر پھینک دی جائیں گی۔ تم جلد از جلد پانچویں منزل پر پہنچو۔ اس کے لئے دوسری کمند استعمال کرو۔ کچھ اور کہنا چاہتے ہو؟ اوور۔"

"ہاں۔ اوپر سے اور دو لاشیں آئی ہیں۔ اب لفٹ میں نو ہو گئیں۔ تھوڑی دیر پہلے تم نے بتایا تھا کہ لفٹ میں پہلے دو اور پھر پہنچے لاشیں آئی ہیں۔ ایک کمرہ نمبر سات کی کھڑکی سے گرا، دوسرا کمرہ نمبر دس کی کھڑکی سے گرا۔ مگر یہ حساب کیا جائے تو ہمارے اٹھارہ ساتھی جان دے چکے ہیں۔ ہم انسان ہیں، حیوان نہیں ہیں کہ جان بوجھ کر ان دیکھے قصائی کی چھری تلے جائیں۔ میرا مشورہ ہے کہ واپس چلو۔ میں پانچویں منزل تک جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ اس قلعے کو اب صرف بیانگ شی کا ہی فتح کر سکتا ہے میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

چوتھی منزل کی راہداری سے لاشیں نیچے پھینکنے والا اڑتالیس نمبر کے کمرے کی کھڑکی سے آخری لاش پھینک رہا تھا۔ میں نے اُس کی کھوپڑی میں بیٹھ کر کہا۔ "اے اولڑا نسعیر بربات کرنے والے تو کہاں جا رہا ہے؟ ٹھہر جا میں بھی آ رہا ہوں۔ بس یہ آیا...."

اُس نے کھڑکی سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ نیچے کھڑا ہوا شخص چیختا ہوا وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ کیوں کہ اب تک اُس نے اوپر سے لاشوں کو گرتے دیکھا تھا۔ زندہ آدمی کو بھی اتنی بلندی سے چھلانگ لگاتے دیکھ کر اس کا دل دہل گیا۔ گرنے والے کا انجام تو طے ہی تھا۔ وہ بھاگتا ہوا ایک کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اُس کی سوچ چیخ رہی تھی: "مجھے بیانگ شی کے پاس فوراً پہنچنا چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے اس عمارت میں کوئی انسان نہیں بلکہ بھوت گھس آیا ہے۔"

اُس نے کار اسٹارٹ کی۔ میں نے اس کی سوچ میں نام پوچھا۔ اس کا نام ایرک تھا۔ میں نے اُسے جانے دیا۔ اس کے بعد کمرہ نمبر دس کا سوئچ آن کیا اور اس کے دروازے کو کھول دیا۔ وہاں رینا اپنے بھائی کی لاش کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ میں نے اُس کمرے کے اسپیکر کو آن کرتے ہوئے کہا۔

"رینا! میں نے وعدہ کیا تھا کہ تم دونوں بھائی بہن کی حفاظت کروں گا۔ مگر تم لوگوں نے کاغذ میں لکھ کر اس کا گولہ بنا کر اپنے آدمیوں کے

پاس بھیج دیا۔ انہیں یہ بتا دیا کہ ہم صرف تین ہیں۔ بہرحال میں تمہیں مارنا نہیں چاہتا۔ کمرے سے باہر جاؤ۔ نیچے تمہارے لوگ ہیں۔ ان سے کہو کہ وہ تمہارے بھائی اور دوسرے ساتھیوں کی لاشیں اٹھا کر لے جائیں۔"

وہ کمرے سے باہر جانے لگی۔ میں نے رُومانہ سے کہا: "تم یہاں آ کر مشین آپریٹ کرو۔ عمارت کے اندرونی حصّوں کو اسکرین پر دیکھتی رہو۔ خاص طور سے پانچویں منزل کے مین سیکچ کی نگرانی کرتی رہو۔ اور وان سے تم باتھ رُوم سے پانی لے جا کر ہماری میں پھیلے ہوئے لہو کو صاف کر دو۔"

وہ دونوں اپنے کاموں میں لگ گئے۔ میں نے ایک سگریٹ نکالا۔ پھر اسے سلگا کر ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ گیا۔ ذرا سکون سے دوچار کش لگانے کے بعد میں نے ایرک کی سوچ پڑھی۔ وہ دُور کسی عمارت کی چھت پر کچھ لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوا آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ رات کے وقت آسمان پر تارے ہی نظر آتے ہیں۔ لیکن اُن کی نگاہوں کے سامنے چیانگ شی کا تاریک فضاؤں میں اُڑتا ہوا تھا۔ چاندنی رات نہیں تھی۔ مگر نیم تاریکی میں چیانگ شی کا فلائنگ کائیٹ کی ریلنگ پر کھڑا نظر آ رہا تھا۔ پہلے وہ ایرک وغیرہ کے قریب چھت سے ذرا بلندی پر اڑتا رہا پھر اُن سے دور جاتے ہوئے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

ایرک کی سوچ بتا رہی تھی کہ چیانگ شی کا فلائنگ کائیٹ کے ذریعے پرواز کرتے ہوئے چیانگ پلازہ کی چھت پر پہنچے گا یعنی ہم جس عمارت میں تھے اس کی دہری چھت پر وہ پہنچنے والا تھا۔ پہلی چھت پر پہنچنے کے بعد وہ زینے کے راستے پانچویں منزل پر آئے گا اور سب سے پہلے مین سوئچ کو آف کرے گا تاکہ پوری عمارت اندھیرے میں ڈوب جائے اور ہم مشین کی اسکرین پر اُسے نہ دیکھ سکیں۔ اس نے انفرا ڈارک نائٹ کا چشمہ پہن رکھا تھا جس کے ذریعے وہ اندھیرے میں بآسانی دیکھ سکتا تھا۔

میں ایرک کے دماغ کو پڑھ کر چیانگ شی کا کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا۔ چیانگ شی کا کی خُوبیاں یہ تھیں کہ وہ دلیر تھا اور ذہین بھی۔ ریڈ پاد۔ کی تنظیم میں اُس کا رابطہ کارڈ تھا کہ وہ ماسٹرز کے خلاف جس مہم پر جاتا تھا، فاتح بن کر واپس آتا تھا۔ اُس کی لغت میں شکست اور ناکامی کے الفاظ نہیں تھے۔ وہ کہتا تھا: "دلیر آدمی بعض اوقات بحالتِ مجبوری میدان چھوڑ تا ہے۔ لیکن میدان چھوڑنے سے پہلے دُشمنوں کو ایسے شدید نقصانات پہنچاتا ہے کہ پھر وہ کم از کم چیانگ شی کا کے مقابلے میں دوبارہ آنے کی جُرأت نہیں کرتے۔"

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ محض دلیر اور ذہین ہی نہیں ضدی اور مکار بھی تھا۔ زندہ سلامت رہ جانے والے دشمنوں کو نقصان پہنچانے کے ہتھکنڈے جانتا تھا۔ اس سے بڑی دلچسپ اور بڑی خطرناک طاقات ہونے والی تھی۔ ایرک کی سوچ پڑھنے کے دوران مجھے رُومانہ کی آواز سنائی دی۔ وہ حیرانی سے بولی۔ "مادام زہریلی ....."

میں نے چونک کر دیوار سے کی طرف دیکھا۔ رُومانہ بولی۔ "یہاں اسکرین پر دیکھو۔ وہ اس عمارت میں پہنچ گئی ہے۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اسکرین کے سامنے آیا۔ واقعی مادام زہریلی نظر آ رہی تھی۔ اس کے آس پاس تین چار مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے۔ اُن کے حلیے اور اُن کی حرکات کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ مارنے یا مرجانے والے لوگ ہیں۔ میدان چھوڑ کر بھاگنے کے خلاف ہے۔ وہ تینوں اپنی مادام کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے بڑھ رہے تھے۔ میں نے وہاں کے اسپیکر کو آن کرتے ہوئے کہا۔ "زہریلی! فوراً رُک جاؤ۔"

وہ سب رُک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگے۔ آواز کہاں سے آئی؟ میں نے پوچھا۔ "کیا تم لوگوں کو باہر کسی نے نہیں روکا؟"

مادام زہریلی نے حقارت سے کہا۔ "راستہ روکنے والی لاشیں اٹھا کر لے گئے ہیں۔ میں سمجھ گئی ہوں کہ اس عمارت میں ایکسپورٹ کنٹرول چیانگ شی کا ہی ہو سکتا ہے۔ اور وہ تم ہو۔"

وہ مجھے چیانگ شی کا سمجھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "نہیں ہوں، تم چیانگ شی کا سے انتقام لینے آئی ہو، وہ تمہیں اس چھت پر ملے گا۔ میں تمہاری راہنمائی کرتا ہوں۔ تم لفٹ کے ذریعے منزل پر پہنچو گی۔ پھر زینے کے راستے چھت پر پہنچ جاؤ۔"

"تم کون ہو؟" اُس نے پوچھا۔

"میں لاشوں کا ایکسپورٹر ہوں۔ چیانگ شی کا کا کام کرنے آیا تھا۔ وہ نہیں ملا۔ میں نے اُس کے آدمیوں کو جہنم اب اطلاع ملی ہے کہ وہ فلائنگ کائیٹ میں پرواز کرتا ہوا چھت پر پہنچنے والا ہے۔"

"یہ اطلاع تمہیں کہاں سے ملی؟"

"یہ میرا ذاتی رابطہ ہے۔ تمہیں یقین نہ ہو تو چھت پر پہنچنے ہی والا ہے۔ اگر تم نے وہاں پہنچنے میں دیر کر دی تو مین سوئچ آف کر دیا گیا ہے۔ یہ عمارت تاریکی میں ڈوب جائے گی۔ تم نہیں دیکھ سکو گی۔ وہ اپنی ڈارک نائٹ کے ذریعے سے دیکھ رہے گا۔"

وہ کہنے لگی۔ "فکر نہ کرو، ہم بھی تمام آلات سے لیس ہیں۔ وہ تاریکی میں ہم سے چھپ نہیں سکے گا۔ ابھی تو ہم تمہیں باہر نکالیں گے۔"

میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ تو جا کر ڈھونڈ لو۔"

وہ اپنے محافظوں کے ساتھ لفٹ کی طرف جانے لگی۔ سوچ میں کہا۔ "پتہ نہیں کون بول رہا تھا اور کہاں سے بول رہا تھا۔ لوگوں کو اکٹھا کر کے منزل پر جانا چاہیے۔"

انہوں نے اپنے ایک محافظ سے کہا۔ "ڈیوڈ! تم پانچویں منزل پر جاؤ۔ چھت پر پہنچ کر دیکھو۔ کوئی قابلِ ذکر بات ہو تو ہمیں فوراً اطلاع دو۔"

وہ سب پہلی منزل میں پہنچے۔ ڈیوڈ اُس لفٹ کو لے کر پانچویں منزل پر چلا گیا۔ میں نے رُومانہ سے کہا۔ "تم اسکرین پر زہریلی کو دیکھتی رہو۔ دماغ کی اسکرین پر ڈیوڈ کو دیکھوں گا۔"

میں بھی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ ڈیوڈ پانچویں منزل پر پہنچ گیا تھا اور زینے طے کرتے ہوئے چھت پر جا رہا تھا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں ریوالور اور دوسرے ہاتھ میں پاکٹ سائز ٹرانسمیٹر تھا۔ وہ چھت پر پہنچنے کے بعد محافظوں کو آس پاس دیکھنے لگا۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے آسمان کی طرف بھی دیکھنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ فلائنگ کائیٹ کے ذریعے آ رہا ہو۔"

وہ سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ تاروں کی مدھم سی روشنی میں چھت کسی حد تک نظر آ رہی تھی۔ مگر نیم تاریک فضاؤں میں دُور تک کچھ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اُس نے اپنی پشت پر بندھی ہوئی رائفل کو کھول کر اینٹی ڈارک نائٹ کا چشمہ نکالا۔ پھر اُسے آنکھوں پر چڑھا کر دیکھنے لگا۔

اُسی وقت رُومانہ نے کہا۔ "فوراً! وہ زہریلی سات نمبر کمرے میں پہنچ گئی ہے۔ میں جلدی میں وہاں اپنا بیگ چھوڑ آئی تھی ....."

میں فوراً ہی اسکرین کے سامنے پہنچ گیا۔ زہریلی رُومانہ کا بیگ دیکھ رہی تھی۔ میں نے کمرہ نمبر سات کے ساؤنڈ کو آن کیا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہی تھی۔ "ارے یہ تو رُومانہ کا بیگ ہے۔ یہ یہ وہ کولالمپور سے یہ بلاؤز اور پینٹی کوٹ پہن کر آئی تھی۔ اُونہہ....."

وہ منہ بنا کر پینٹی کوٹ کو ایک طرف پھینکتی ہوئی بولی۔ "اس سے پتہ چل رہا ہے کہ وہ اپنے کسی یار کے ساتھ یہاں عیش کر رہی ہے۔ شاید وہ یار ہی ہو۔ جو پٹرول پمپ میں اُسے ملا تھا اور اپنے ناگ کے ساتھ گھما رہا تھا۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی ایک محافظ نے پاکٹ ٹرانسمیٹر اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مادام، آپ کی کال ہے۔"

زہریلی نے ٹرانسمیٹر کو آن کرنے کے بعد کہا۔ "یس یور مادام۔ اوور۔"

دوسری طرف سے ڈیوڈ نے کہا۔ "مادام! میں دُور ایک فلائنگ کائیٹ کو پرواز کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ یہ کائیٹ اس عمارت سے دُور جس طرف پرواز کر رہی ہے۔ اُس کائیٹ کی ریلنگ پر ایک انسانی سایہ بھی نظر آ رہا ہے۔ اوور۔"

"میں آ رہی ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

وہ اپنے محافظوں کے ساتھ تیزی سے دوڑتی ہوئی کمرے سے نکل کر لفٹ میں پہنچی۔ رُومانہ نے کہا۔ "اس حرامزادی کو یہاں میری موجودگی کا علم ہو گیا ہے۔"

میں نے شرارت سے آنکھ مار کر کہا۔ "یہ بھی تو معلوم ہو گیا ہے کہ میرے ساتھ عیش کر رہی تھیں۔"

اُس نے جھینپ کر منہ پھیر لیا۔ میں نے پانچویں منزل کا سوئچ آن کیا۔ زہریلی زینہ طے کرتے ہوئے اپنے آدمیوں کے ساتھ چھت پر جا رہی تھی۔ اوپری چھت کا کوئی سوئچ نہیں تھا۔ میں نے رُومانہ سے کہا۔ "تم پانچویں منزل کے مین سوئچ پر نظر رکھو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے انہیں دیکھوں گا۔"

میں کرسی پر بیٹھ کر چھت پر پہنچ گیا۔ انسان کی کھوپڑی اُس کے جسم کی چھت ہوتی ہے۔ میں زہریلی کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُن تمام لوگوں نے اپنی ڈارک نائٹ کے چشمے پہن لیے تھے۔ اور زینے کے اوپری سرے پر تقریباً چھپے ہوئے اُس فلائنگ کائیٹ کو دیکھ رہے تھے۔ جو تاریک اُس چھت کے قریب آتی ہوئی نیچی پرواز کر رہی تھی۔ ایسے وقت زہریلی کا ذہن الجھا ہوا تھا۔ وہ فلائنگ کائیٹ کو دیکھ رہی تھی اور میرے متعلق سوچ رہی تھی۔ وہ بولنے والا یقیناً رُومانہ کا یار ہے۔ وہ میرا نام جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ میں چیانگ شی کا سے انتقام لینے آئی ہوں۔ جب کہ میں نے رُومانہ کے سامنے چیانگ شی کا کا ذکر تک نہیں کیا تھا۔ پھر وہ میرے آنے کے مقصد کو کیسے سمجھ گیا۔ اور تو اور اُسے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ کونسی فلائنگ کائیٹ کے ذریعے چھت پر اُترنے والا ہے۔

وہ آگے نہ سوچ سکی کیونکہ فلائنگ کائیٹ چھت پر اُتر چکی تھی۔ ایک شخص سر سے پاؤں تک سیاہ لباس میں چھپا ہوا تھا۔ آنکھوں پر اینٹی ڈارک نائٹ کا چشمہ تھا۔ پشت پر ایک کٹ بندھی ہوئی تھی۔ کچھ جدید طرز کے آلات کمر سے لٹکے ہوئے تھے۔ وہ فلائنگ کائیٹ کو فولڈ کر کے چھت پر ایک طرف رکھ رہا تھا۔ زہریلی زینے سے اُوپر آ کر بولی۔ "خوش آمدید۔ چیانگ شی کا ....."

وہ تیزی سے پلٹ کر دیکھنے لگا۔ زہریلی کے تینوں محافظ چھت پر اِدھر اُدھر آگے بڑھتے ہوئے چیانگ شی کا کو دُور سے گھیر رہے تھے۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "کیوں چیانگ شی کا۔ میں نے تمہیں پہچاننے میں غلطی کی ہے؟"

اُس نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولی۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ تم چیانگ شی کا ہی ہو۔"

وہ اقرار میں سر ہلانے لگا۔ زہریلی نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔ "اس کے چہرے سے نقاب نوچ لو۔"

وہ تینوں آگے بڑھے۔ چیانگ شی کا ہوا میں اُچھلنے لگا جیسے ورزش کے طور پر ایکسرسائز کر رہا ہو۔ ان تینوں میں سے ڈیوڈ پہلے اس کے قریب پہنچا مگر اُسے ہاتھ نہ لگا سکا۔ چیانگ شی کا ٹانگیں بلند ہو کر اُس کے سر پر سے گزرتا ہوا دوسرے کے سامنے پہنچا۔ دوسرا بھی اسے پکڑ نہ سکا۔ وہ قلابازی کھاتا ہوا تیسرے کے سامنے گیا۔ وہاں سے پلٹ کر فضا میں قلابازی کھاتا ہوا زہریلی کے پاس آیا۔ بڑی پھرتی سے

زہریلی کا اینٹی ڈارک نائٹ کا چشمہ اتارتا ہوا چہرا ان چاروں کے درمیان آکر کھڑا ہو گیا۔ مگر اس طرح کہ وہ ساکت نہیں تھا مسلسل دونوں ٹانگوں پر اُچھلتا جا رہا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ اسپرنگ دار جوتے پہنے ہوئے تھا اسی لئے ایک جگہ جم کر کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ جوتوں کی اسپرنگ اُسے ہولے ہولے اچھالتی رہتی تھی۔

ڈیوڈ نے ریوالور نکال کر کہا۔ "مادام کا چشمہ واپس کر دو ورنہ"

زہریلی نے کہا۔ "اسے وارننگ نہ دو، آگ لگا دو"

اُس کا سمجھنے ہی ڈیوڈ نے ٹریگر دبا دیا۔ ریوالور کی نال سے گولی نہیں چلی صرف شعلے نکلے۔ اور چیانگ شی کا سیاہ لباس سے لپٹ گئے۔ وہ شعلوں میں گھر گیا تھا۔ مگر اسی طرح الھینان سے اچھل رہا تھا۔ پھر وہ اچھلتا ہوا ڈیوڈ کے پاس آیا۔ وہ گھبرا کر بھاگنے لگا کیونکہ آگ کے شعلے اُسے بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے۔ آگ کے شعلے اب فضاء میں قلابازی کھاتے ہوئے دوسرے کے پاس پہنچے، وہ بھی دور بھاگنے لگا۔ زہریلی اُسے غصے سے دیکھتی ہوئی سوچ رہی تھی۔ "یہ کمبخت فائر پروف لباس پہن کر آیا ہے۔ میں اسے گولی مار دوں گی"

اُس نے ریوالور نکال کر فائر نہ کیا۔ ٹھائیں ٹھائیں گولیاں چلیں۔ مگر وہ اچھلتا رہا۔ ثابت ہو گیا تھا کہ وہ بلٹ پروف شیلڈ پہن کر بھی آیا ہے۔ زہریلی نے سوچا۔ لگا کر مصیبت مول لی تھی۔ اس کے تینوں محافظ اپنی حفاظت کے لئے اِدھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے۔ مگر وہ ہر بھاگنے والے کی رفتار سے زیادہ تیز رفتار تھا۔ جس کے قریب جانا چاہتا، اس کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ دشمنوں سے مذاقاً کھیل رہا ہے۔ پھر وہ اچانک ہی ایک محافظ سے لپٹ کر الگ ہو گیا۔ جس طرح چراغ سے چراغ روشن ہوتا ہے۔ اس طرح اُس نے اپنی آگ سے اُسے آگ لگا دی۔ اب وہ محافظ چیختا ہوا چھت پر اِدھر سے اُدھر بھاگ رہا تھا۔ وہاں ایک کے بجائے دو ہیبتناک شعلہ بداماں تھیں۔ ایک اپنے کپڑے اتارنے کی ناکام کوشش کرتا ہوا بدحواسی میں دوڑ لگا رہا تھا۔ دوسرا بھی اس کے پاس کبھی اُس کے پاس اچھل کر پہنچ رہا تھا۔ زہریلی اور اُس کے دو محافظوں کی حالت قابلِ دید تھی۔ وہ سب چیانگ شی کا کی جان لینے آئے تھے۔ اب اپنی جان بچانے چھپ رہے تھے۔ جب بھی وہ بھاگنے کے لئے زینے کی طرف رہنا چاہتے۔ چیانگ شی کا اچھل کر اُن کے راستے میں شعلوں کی دیوار بن جاتا تھا۔

بڑا دلچسپ تماشہ تھا۔ لیکن رُومانہ کی آواز نے مجھے اپنی طرف بُلا لیا۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "اتنی دیر سے خاموش کیوں بیٹھے ہو، وہاں چھت پر کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے کہا۔ "وہاں بڑی مضحکہ خیز جنگ جاری ہے۔ چیانگ شی کا اپنی حفاظت کی مکمل تیاریوں کے بعد یہاں آنا ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ وہ گونگا بنا ہوا ہے۔ میں فی الحال اُس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اُس کے لباس کے اندر بُلٹ پروف شیلڈ ہے اور لباس فائر پروف ہے۔ باتوں کا وقت نہیں ہے۔ مجھے وہاں کی خبر رکھنا چاہیئے"

رُومانہ نے کہا۔ "فرہاد! یہ عمارت فساد کا باعث بن گئی ہے۔ اطمینان سے پناہ نہیں لے سکیں گے۔ بہت خون خرابہ ہو چکا ہوتا رہے گا۔ ہمیں یہاں سے چلنا چاہیئے"

میں نے سوچا رُومانہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ میں یہاں اپنے دماغ تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ اُس کے کسی آدمی کو آواز دے کر اُس کی سوچ کو گرفت میں لے سکتا ہوں۔ میں نے رُومانہ سے کہا۔ "سات منٹ کے لئے مجھے اپنا سامان سمیٹ کر پانچویں منزل کے کمرہ نمبر ۵ آڈیٹوریم کے پاس پہنچنا ہے۔ تم وہیں چلو، تم ہیلی کاپٹر کے پائلٹ بن سکتے ہو؟"

"جی ہاں۔ لیکن ہم کہاں جائیں گے؟"

"ابھی جہنگل میں۔ کل رات جہاں سے آئے تھے۔ وہی ہمارے لئے مناسب ہو گی"

"سر! اگر آپ چاہیں تو میں کوالالمپور کے ایک خفیہ اڈے پر ہیلی کاپٹر کو اُتار سکتا ہوں"

"ٹھیک ہے۔ تم دوسری چھت پر ہیلی کاپٹر کو جا کر چیک کرو، آ رہا ہوں"

ہم تینوں کمرہ نمبر پینتالیس کو اُسی حالت میں چھوڑ کر باہر آئے۔ وہاں سے ایک لفٹ کے ذریعے اوپر گیا۔ ہم دوسری لفٹ کے ذریعے منزل میں آئے۔ اس دوران میں زہریلی کے دماغ میں موجود ہر اُس کا ایک محافظ جل کر مر گیا تھا۔ چیانگ شی کا بدستور اِدھر سے اُدھر نچا رہا تھا۔ زہریلی ہانپتی ہوئی بولی۔ "تمہارے لباس سے لپٹے ہوئے شعلے اب سمجھ رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ اب خود کے لئے پیش کر دو۔ میں قسم کھا کر آئی ہوں کہ تمہیں سپر ماسٹر کے سامنے کے رہوں گی"

چیانگ شی کا چھت کی منڈیر کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ جوتے اُسے مزید نہ اچھال سکیں۔ پھر اُس نے ایک قلم نکال کر ہتھیلی پر کچھ لکھا۔ اس کے بعد اُس ہتھیلی کو زہریلی کے سامنے کر دیا۔ زہریلی نے اپنے ساتھی کا اینٹی ڈارک نائٹ کا چشمہ پہن کر اُسے پڑھا۔ لکھا تھا۔ "اپنا اور اپنے ساتھیوں کا مکمل تعارف کرا دو۔ لوگوں کا تعلق سپر ماسٹر سے ہے"

اُس وقت میں اور رُومانہ پانچویں منزل میں پہنچ گئے تھے۔ نے دوسری چھت تک پہنچنے کے لئے زینے کو کھلا رکھا تھا۔ جب ہم تو وہ ہیلی کاپٹر کے تیل اور انجن کو چیک کر رہا تھا۔ اُس نے اطمینان کیا۔ پھر وہ اور رُومانہ کاک پٹ کے اندر چلے گئے۔ میں اوپر ہی چھت کے لئے ایک دیوار کے پاس آیا۔ وہاں ایک وائرلیس سیٹ لگا ہوا تھا جسے گھما کر اوپر کی چھت کھلتی چلی جاتی تھی۔

اُسے گھمانے سے پہلے میں نے زہریلی کی سوچ پڑھی۔ وہ بول رہی تھی۔ "تم ہتھیلی پر کیوں لکھ رہے ہو۔ کیا زبان سے بول نہیں سکتے؟ میں جانتی ہوں تم گونگے نہیں ہو"

اس بار اُس نے اپنی ہتھیلی پر لکھا۔ "تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں فلائنگ کاپٹ کے ذریعے چھت پر آنے والا ہوں"

زہریلی نے کہا۔ "فرہاد کی ایک مجبوبہ رُومانہ یہاں دو آدمیوں کے ساتھ کہیں چھپی ہوئی ہے۔ اُس کے ایک ساتھی نے خفیہ اسپیکر کے ذریعے اطلاع دی اور مشورہ دیا کہ اگر میں چیانگ شی کا سے انتقام لینا چاہتی ہوں تو چھت پر چلی جاؤں"

یہ سُنتے ہی چیانگ شی کا نے دوڑ لگا دی۔ میں نے فوراً ہی دیوار کے آہنی ہینڈل کو گھمایا۔ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ چھت کھلنے لگی۔ میں تیزی سے دوڑتا ہوا کاک پٹ میں پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر کے پنکھے گردش میں آ چکے تھے۔ چھت کھلنے کے باعث سب ہی لڑھکتے ہوئے زینے پر لگے تھے۔ گوگڑاہٹ کی آواز نے سمجھا دیا تھا کہ ہم ہیلی کاپٹر کے ذریعے جا رہے ہیں۔ زہریلی کی سوچ بتا رہی تھی کہ چیانگ شی کا اسی نمبر کمرے کے سامنے والے بلب کو گھما کر اس خفیہ دروازے کو کھول کا تھا جہاں سے ایک زینہ اس دوسری چھت کی طرف آتا تھا مگر اُن کے لئے زینے پر اسپرنگ دار جوتے مصیبت بن گئے تھے۔ اُسے زینے پر سے اچھال کر چھت سے ٹکرا رہے تھے۔

جب وہ کسی نہ کسی طرح دوسری چھت پر پہنچا تو ہیلی کاپٹر چھت کی بلندی پر پہنچ گیا تھا۔ وہ اپنے جسم کا توازن برقرار رکھتے ہوئے اچھل اچھل کر اسپرنگ دار جوتے بڑا کام دکھا رہے تھے۔ اُسے فضا میں پرواز کرا رہے تھے۔ اُس نے اُڑتے ہوئے ہیلی کاپٹر کے نچلے حصے کو چھو لیا۔ مگر اسی لمحہ ہیلی کاپٹر کچھ اور بلند ہو گیا تھا۔ زمین کی کشش چیانگ شی کا کو نیچے لے آئی۔ جوتوں نے اُسے پھر اُچھالا۔ مگر اب ہم اُس کی پہنچ سے دُور ہو چکے تھے۔

رُومانہ نے میرے شانے پر دستک دیتے ہوئے پوچھا۔ "اب بتاؤ وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"ہو گیا کیا؟ چیانگ شی کا نے سمجھ لیا ہے کہ فرہاد نے اُس عمارت پر قبضہ کیا تھا۔ اور اب وہ ہیلی کاپٹر میں جا رہا ہے"

"اسے کیسے معلوم ہو گیا؟"

"میرا خیال ہے اُسے پہلے ہی شبہ ہو گیا تھا۔ ہم نے اتنی لاشیں عمارت کے باہر بھیجی ہیں کہ شبہ لازمی تھا۔ کیونکہ جس انداز سے انہوں نے لاشوں کو گھیرا تھا، ہم تینوں وہاں سے زندہ سلامت نہیں نکل سکتے تھے۔ اُن کے مطابق ہم نے کسی پُراسرار قوت یا علم سے کام لیا ہے۔ ان حالات میں ایسے لوگوں کے ذہن میں میرا نام گونجنے لگتا ہے۔ شاید اسی لئے چیانگ شی کا نقاب میں آیا تھا اور گونگا بنا ہوا تھا"

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں!

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دے گی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجئے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجئے!

قیمت -/۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

رُومانہ نے کہا۔ "مگر تم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ اس نے تمہیں پہچان لیا ہے۔"

"یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے جب زہریلی نے یکھا کہ فرہاد کی ایک مجسمہ رُومانہ کے ساتھی نے چیانگ شی کا کی آمد کی اطلاع دی تھی تو وہ تجھ گیا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی اس کی آمد کو سمجھا گیا ہے۔ اس لئے وہ تیزی سے میرے مقابلے پر آ رہا تھا مگر بے چارے کو دیر ہو گئی۔"

وہ بولی۔ "پھر تو ہمیں فرار نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ یہ بزدلی ہے۔"

"بزدلی کیسے ہوئی؟"

"وہ تمہارے مقابلے پر آ رہا تھا۔ تم فرار ہو گئے۔"

"اسے فرار نہیں مصلحت کہتے ہیں۔ دشمن کو سمجھے بغیر اُس کے چیلنج کو قبول نہیں کرنا چاہیئے۔ دُنیا کے تمام پہلوان اپنے مدِ مقابل کے انداز اور اُن کے داؤ پیچ کو سمجھے بغیر چیلنج قبول نہیں کرتے۔ ویسے تو یہ ہوتی کہ میں اور چیانگ شی کا نہتے ہو کر مقابلہ پر آتے۔ لیکن وہ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے بچنے کے لئے سر سے پاؤں تک چھپ کر گونگا بن کر آیا۔ فائر پروف اور بلٹ پروف ہونے کے علاوہ جدید ترین ہتھیاروں سے لیس تھا۔ ہم جسمانی طاقت سے نہیں، ذہانت یا اپنی مکاریوں سے لڑنے والے لوگ ہیں، ہمارا مقابلہ جلد ہی ہو گا۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بولی۔ "کیا چیانگ شی کا اور زہریلی کی دوستی ہو گئی ہے؟"

"اس وقت تو دوستی نہیں ہوئی تھی، اب دیکھتا ہوں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

میں آنکھیں بند کر کے زہریلی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پریشان تھی۔ اُس وقت اُس کا آخری محافظ چیانگ شی کا سے مقابلہ کر رہا تھا اور بُری طرح مار کھا رہا تھا۔ حالانکہ وہ چیانگ شی کا کی طرح بلٹ پروف اور فائر پروف جسم کا مالک تھا۔ پھر زہریلی بھی وہ کہ جسے کر رہی تھی۔ چہرہ اور جسم کے تمام حصے بلٹ پروف نہیں ہو سکتے تھے، اس لئے وہ ایسی ہی کسی جگہ گولی مارنا چاہتی تھی۔ لیکن اسپرنگ دار جوتے اس کا نشانہ خطا کر رہے تھے۔ اس نے جب لگاتار مسلسل فائرنگ کی۔ نتیجہ اس کے خلاف نکلا۔ اس کا اپنا ہی ساتھی فنا نہ ہو گیا۔ پھر بدنصیبی یہ کہ ریوالور خالی ہو گیا۔ خود کو تنہا محسوس کرنے ہی وہ جھلکنے لگی۔

اُسے جھلکتے دیکھ کر بے اختیار چیانگ شی کا کے حلق سے قہقہے اُبلنے لگے۔ خوشی کے جذبات جب اُبھرتے ہیں تو انسان بے اختیار ہنسنے لگتا ہے۔ اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا۔ وہ فتح کے نشہ میں مخمور ہوئے بولا پڑا۔ "رُک جاؤ میری جان! مجھ سے بچ کر کہاں ....."

اتنا کہتے ہی وہ ٹھٹک گیا۔ ہونٹ سی گیا۔ غلطی کا احساس ہو گیا کہ وہ بول پڑا ہے۔ اس نے فوراً ہی دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا پھر اپنے دماغ کے اندر محسوس کرنے لگا کہ کہیں زہریلی وہاں پہنچ تو نہیں گئی ہے؟

اس کے اندر سے ایک یقین اُبھرا۔ "نہیں زہریلی وہاں نہیں پہنچی ہے۔ اُس نے میری آواز نہیں سُنی ہے۔ اگر وہ سُن لیتا تو وہیں پہنچ کر ٹھہرا نہ رہتا۔ مجھے زہریلی کا پیچھا کرنا چاہیئے۔"

وہ دوڑتا ہُوا لفٹ کے پاس آیا۔ وہ نیچے جا رہی تھی۔ لفٹ میں پہنچ گیا۔ پھر دونوں لفٹ آگے پیچھے چلی مگر نہ مل سکے لیکن۔ دونوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ جب وہ نیچے دروازے کے باہر زہریلی کار کا دروازہ کھول کر بیٹھ رہی تھی نے ریوالور نکالا۔ کار اسٹارٹ ہو چکی تھی۔ لیکن ٹائروں کی آ ہی کار کا پچھلا پہیہ ایک دھماکہ سے بیٹھ گیا۔ کار کھا کر گھومتے ہی کھڑی ہو گئی۔

زہریلی کو مجبوراً گاڑی سے باہر آنا پڑا۔ چیانگ شی کا اندر آنے کا اشارہ کیا۔ اِدھر میں نے کوشش کی کہ پڑوسن رُومانہ نے مجھے "کیا سمجھ گئے ہو؟"

میں نے آنکھیں کھولے بغیر کہا۔ "ابھی مجھے مخاطب رہی ہوں اور تم دماغ کی اسکرین پر فلمیں دیکھ رہے ہو۔"

میں نے کہا۔ "میری جان! بڑی ضروری فلم ہے۔ اپنے کشمنوں کے فائن آف ایکشن کو سمجھتا ہوں۔ پلیز تھوڑا بور ہوتی رہو۔ پھر میں تمہارا دل بہلاؤں گا۔ رائٹ؟"

وہ خاموش رہی۔ میں دوبارہ آنکھیں بند کر کے چیانگ زہریلی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں کمرہ نما سیارات کے بیڈ روم میں چیانگ شی کا اب بہت زیادہ محتاط تھا کہ اُس کی زبان سے کوئی آواز نہ نکلے۔ اُس نے ایک کاغذ پر لکھ کر زہریلی سے کہا۔ "میں چہرہ دیکھوں گا۔ تم خود ہی ماسک اتارو گی یا میں زحمت اٹھاؤں؟"

زہریلی بغاوت پر اُتر آئی۔ بے بسی سے دیکھ رہی تھی مگر سوچ رہا تھا کہ وہ کس طرح چیانگ شی کا کی جیت کو سکتی ہے۔ وہ دیکھ رہا تھا۔ "تمہاری جان، تمہارا انداز اور تم کہاں رہا ہے کہ تم توڑ ہی نہیں ہو۔ کس احمق نے تمہیں اس پر بوڑھی عورت کا میک اپ کرنے کا مشورہ دیا تھا؟ میں تمہارا اصل رُوپ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ میک اپ اتارنے کے لئے باتھ روم میں چلی گئی۔ باتھ رُوم کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ وہ چہرے پر سے ماسک ہٹاتی ہوئی سوچ رہی تھی۔ "میں نے آج تک اپنے کنوارے پن کو کسی مرد یا مرد کے سامنے نہیں لانے کی یہی شرط پیش کی تھی کہ میں مرد سے نفرت کرتی ہوں، اس لئے کوئی مجھے ہاتھ نہ لگائے۔ جب تک سلامت رہوں گا، میں اس تنظیم کے لئے جان کی بازی لگاتی رہوں گی۔ ماسٹر کے خوف سے اس تنظیم کے شیطان بھی میری عزت کرتے ہیں۔

شیطان مجھے نہیں چھوڑے گا۔"

اُس نے پریشان ہو کر آئینے میں اپنی صورت دیکھی۔ اب آئینہ میں انتہائی حسین و خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی۔ "میں اس شیطان چیانگ شی کا کا ریکارڈ پڑھ چکی ہوں۔ یہ کئی درجن حسین عورتوں کا حلیہ بگاڑ دیتا ہے۔ آج میری ساری حسین دلربائیں کا حلیہ بگاڑ دیتا ہے۔ میں لمحے لمحے دار باتوں سے دشمنوں کو چھاننس لیا کرتی ہوں۔ کیا میں کچھ نہیں سمجھ پا رہی ہوں کہ میں کس طرح باتیں بنا کر اس کی کمزوری جان لوں۔ کاش کہ وہ غیر اداکی ہوتی نے چیانگ شی کا کی آمد کی پیش گوئی کی اور ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر چلا گیا۔ کاش کہ وہ میری سوچ کو پڑھ رہا ہے میری چالبازیوں کو سمجھ رہا ہے۔ ..... اوہ!"

چیانگ شی کا نے پیچھے سے اُس کا بازو پکڑ کر کھینچ لیا۔ پھر اپنی نگاہوں کے سامنے اپنے بالکل قریب اُس جگمگاتے ہوئے حُسن کو دیکھ کر چند لمحوں کے لئے گم صم رہ گیا۔ اُس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ جیسی خوبصورتی شیلی جی دیکھنے میں آئی ہے۔ ایسا رنگ، ایسا رُوپ، ایسی چکناہٹ، ایسا آنکھوں کی ایسی گہرائی، لبوں کی ملائمت اور گالوں کے گلابی نشیب و فراز کے حصے میں آئے ہیں۔ چیانگ شی کا اُسے کھینچتے ہوئے باتھ کا میں لے گیا۔ پھر اُسے پلنگ کی طرف دھکیل دیا۔ وہ چیخ کر نرم و ملائم بستر پر گر پڑی۔

وہ ہاتھوں کے اشارے سے بولا۔ "اپنا لباس اتار دو۔"

زہریلی انکار میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔ "مجھے لباس کے پیچھے کوئی دیکھ سکتا۔ ماسٹروں کی تنظیم کے عیاش فطرت لوگ لیڈر ماسٹر کے سوا کسی کے ہاتھ نہیں لگا سکتے تھے۔ اس لئے مجھے زہریلی کہتے تھے۔ زہریلی نام پڑ گیا۔ میں تمہیں بھی سمجھاتی ہوں کہ میں — زہر ہوں مجھ سے دور رہو۔"

چیانگ شی کا جیسے عیاش حسن و شباب کو ہیرے کی طرح پرکھنا تھا۔ جب اُس نے زہریلی کے حسن و شباب کی تعریف جذبہ کے تحت کی تو میری طبیعت مچل گئی۔ میں ہیت کی اس کنی کو اپنے لئے کرنا چاہتا تھا۔ یہ موقعہ تھا کہ میں اُسے چیانگ شی کا کے لئے زہر دوں۔ اس وقت وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر اسپرنگ دار جوتے اتار رہا تھا۔ جوتے اتارنے کے بعد اُس نے چہرے پر سے نقاب اتار دی۔ پھر اس نے منہ دھونے کا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ زہریلی کسی کے لباس دیکھے۔ اس لئے وہ ناک کی نوک پھولتا تھا، پھر میری سوچ کے مطابق بند کر دیتا تھا۔ جب لباس ہٹا تو وہ بوکھلا کر زہریلی کو دیکھنے لگا۔ اسے دیکھ کر پھر رال ٹپکی۔ اس نے پھر زپ نیچے کی۔ میں نے پھر زپ اوپر چڑھا دی۔ اُس نے پتلون کو نوچ ڈالا۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھ بالوں تک پہنچ کر اپنے سر کے بال نوچنے لگا۔

اب زہریلی اُسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ سر کے بال نوچتا ہُوا آگے بڑھا۔ پھر اپنے سر کو نہ نوچ سکا تو دیوار سے ٹکرا کر پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ سینٹرل ٹیبل پر اُس کا نقاب اور ریوالور رکھا ہُوا تھا۔ زہریلی نے فوراً ہی ریوالور کو اٹھا لیا۔ چیانگ شی کا فرش پر سے اٹھ رہا تھا۔ اُس کے سر سے بہتا ہُوا خون چہرے پر پھیل رہا تھا۔ زہریلی کے ہاتھ میں ایک سنہری موتمنا کہ خود اُگوں جلاد ت مگر میری سوچ کو ریوالور کو اس کے ہاتھ سے اُچھال کر چیانگ شی کا کے پاس

میں نہیں چاہتا تھا کہ چیانگ شی کا جیسا ولیر ہیرو سب ہی جانتے آسانی سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مر جائے۔ میں آئندہ کسی کو استقلال سے کی حسرت پوری کر کے اُسے جینے یا مرنے کا موقعہ دینا چاہتا تھا۔ زہریلی کی سڑک ریوالور چیانگ شی کا کے پاس گیا تو زہریلی کے ہوش اُڑ گئے ہو جاتی ہے یا اٹھا کر بولا۔ "میں سمجھ رہا ہوں کہ فرہاد میرے ساتھ دلی طور پر دوستی پہلے کہ وہ مجھے مار ڈالے، میں تمہیں مار ڈالوں۔"

اُس نے زہریلی کا نشانہ لیا۔ پھر سامنے بہت دور ایک بائیسنک اس کے ہاتھ سے ریوالور اچھال کر زمین کے لئے کسی فیکٹری میں تیار ہو پاؤں پہنچتے ہوئے چیخنے لگا۔ "یہ کیا ہے؟ جب دشمنوں نے مجھے توڑ ڈالنے نچے جانی ہے۔ ریوالور کبھی ادھر آ ٹھہرا ہو گا کے ماہر ہے، جنہوں نے میری زہریلی تمام خوف و دہشت کو بھول کر نہتے ہو کر ایک بار پھر نیچی کہہ رہا تھا۔ "فرہاد! بزدل کہیں۔ چپ کر مذاق نہ اُڑاؤ۔ مقابلہ ہوتا ہے سامنے آ کر مقابلہ کرو۔"

زہریلی کی زبان میری سوچ کے مطابق کہنے لگی۔ "تم بھی سر سے پاؤں تک نقاب میں چھپ کر آتے تھے۔ اُس وقت تمہاری ولیری کہاں گئی تھی؟ تم فائر پروف اور بلٹ پروف ہو سکتے ہو۔ میں ٹیلی پیتھی پروف نہیں بن سکتی۔ فرہاد نے تمہاری سوچ کا گھور دیکھ لیا ہے، وہ تمہیں جان سے نہیں مارے گا، تم خود ہی خیال خوانی کی دہشت سے مر جاؤ گے۔ تم جس مہم پر جا رہے ہو، فرہاد اُسے ناکام بنا رہا ہے گا۔ تمہیں بتا رہا ہے گا کہ تم کس قدر کمینے ہو۔"

وہ قہقہہ لگاتی ہوئی پلنگ کے پاس گئی۔ پھر فوم کے پلنگ پر لیٹتی ہوئی بولی۔ "تم میں ہمت ہے تو میرے بدن کو اکر جھنجھوڑ۔ ہا ہا ہا ہا جی چاہتا ہے خوشی سے ناچنا شروع کر دوں۔"

میں چیانگ شی کا کے دماغ سے زہریلی کی دیوانہ وار مستیوں دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میں کسی بھی لمحے اس سے غافل ہو سکتا ہوں۔ شاید میں زہریلی کے تھہوتوں میں گم ہو جاؤں۔ لہٰذا اسے فوراً ہی ریوالور اٹھا کر زہریلی کا کام تمام کر دینا چاہیئے۔ وہ دوڑتا ہُوا فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کی طرف گیا۔ پھر ریوالور کے پاس سے قلابازی کھا کر پلنگ کے قریب پہنچ گیا۔ وہ ہنس رہی تھی۔ اور وہ پریشان بیٹھا ہُوا تھا۔ پھر اُس نے سچے آواز دی۔

"فرہاد! تم مجھے جان سے نہیں مارو گے۔ لیکن میری اس مہم کو

ناکام بنا دوں گے۔ اب مجھے ہر جگہ ذلیل کرو گے۔ بتاؤ اس وقت تم کیا چاہتے ہو؟"

زہریلی بیری سوچ کے مطابق کہنے لگی۔ "فرہاد ابھی تمہیں یہاں سے بھگا دے گا۔ اس کے بعد تم یا ریڈ پاور کا کوئی فرد یہاں نہیں آئے گا۔ دیکھو وہ تمہیں بھلکنے پر مجبور کر رہا ہے۔"

یہ کہتے ہی میں چیانگ شی کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ پھر میں نے سوچ کی وہ تیزی سے سپید کی۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر وہاں سے بھاگتا ہوا کمرہ نمبر

وہ بولی۔ "آ رہا ہے۔ وہ بھاگتا ہوا زینے سے اترتا ہوا عمارت کے باہر

"بدبودی کیو" میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بے بسی سے اس تمام

"وہ تمہارا اس کی ضدی سوچ کہہ رہی تھی کہ دوبارہ اندر جا کر اپنی مار کر

"اسے فوراً ہی میں بدلنا چاہئے۔ مگر کیلی پیتھی کے ہاتھوں تماشہ بننے کو قبول نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے دماغ نے سمجھایا۔ "اب یہاں سے چلے جانا ان کے داؤ پیچ کو سمجھنے میں مدد دے گا۔ کبھی نہ کبھی فرہاد کی شہ رگ تک پہنچنے کا

میں اور چیانگ شی کا نہتے ہو کر

سے بچنے کے لئے سر پہ بازو رکھ کر چھپتے سے دور جانے لگا۔ میں زہریلی کے بال

پلٹ پروف ہونے کے علاوہ جدید ترین ہتھیاروں سے لیس دیکھ رہی تھی۔ چیانگ شی کا

طاقت سے نہیں، وہ نہت یا اپنی مکاریوں۔ وہ خوشی سے بے حال ہو رہی تھی۔

جلد ہی ہو گا۔"

ے۔ عزت بھی

وہ چند لمحوں میں تکمیل ہو گئی تھی۔ اس کا دل اس کا دماغ کہہ رہا تھا۔ "فرہاد۔ فرہاد۔ تم گریٹ ہو۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی ..."

میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"مونا ..." اس نے جواب دیا۔

"اور کچھ؟"

وہ بولی۔ "جس کے والدین زندہ ہوں، وہ لڑکی شادی سے پہلے اپنے نام کے ساتھ باپ کا نام لگاتی ہے۔ شادی کے بعد شوہر کے نام سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میں اکیلی مونا ہوں۔"

"اچھا یہ بتاؤ اکیلی رہو گی یا مجھے ساتھی بناؤ گی؟"

وہ ہچکچانے لگی۔ پھر بولی۔ "میں سپر ماسٹر کی آلہ کار ہوں۔ اس کے باوجود تم نے میری جان اور میری عزت بچائی ہے، میں بھی تمہارے کام آنا چاہتی ہوں۔ لیکن مرد کی دوستی کے پیچھے ایک لالچ ہوتا ہے، میں تم لوگوں کی ہوس پرستی سے ڈرتی ہوں۔"

"میں تمہیں ڈرانا نہیں چاہتا۔ تم ملنے کی تمنا کرو گی تو ملوں گا۔ ورنہ ہمارے درمیان صرف دماغی رابطہ قائم رہے گا۔"

"اوہ فرہاد۔ تم کتنے اچھے ہو۔ تم صرف تنہائی میں میری تمنا نہیں کرو گے تو میں تمہارے لئے سپر ماسٹر سے بغاوت کر دوں گی۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔ مگر بغاوت کا اعلان نہیں چاہتا۔ تم بظاہر سپر ماسٹر کی وفادار رہو اور اس تنظیم میں میرے لئے

تم جو کرو گے، وہی کروں گی۔"

اچھا اب چوتھی منزل کے پینتالیس نمبر کے کمرے

کی مشینوں کو آپریٹ کرنا سیکھو۔"

"کیسے سیکھوں گی؟"

"تم اپنا بزنس سوٹ اتار کر جلو، میں کاپی کرا دوں

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے کہا۔

پہنچنے تک "انسمٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو کہہ دینا

بتا دو کہ تم نے ریڈ پاور کے قدم اکھاڑ دیئے ہیں اور اب

قابض رہنے کے لئے وہاں ایک ماسٹر اور اس کے ماتحت

ہے۔"

وہ بہت خوش تھی۔ ٹرانسمٹر کے ذریعے ایلفا

خوبصورت رنگ و بو سے سجے ہوئے پھول کی جڑ توڑ لینا

اس کی راضی سے، اس کی خوشی سے اپنے ہاتھوں کے گلے

بڑی بات ہے۔ وہ پھول کی طرح سنجیدہ، باوقار اور

سے محاط تھی۔ ایسی ویکٹیریوں کی میں قدر کرتا ہوں۔

کی طرح سدا کھلتی پھولتی دے دی۔ وہ دوا

ہوں گی تو ملیں گی۔ ورنہ کوئی بات نہیں، فرہاد دعا ہمیشہ کرتا

تلخ مزہ چکھنا چاہئے۔"

پھر کہ ویسی جیسی حسین ساتھی کا ساتھ تھا

کہ جس کے ساتھ میں دنیا بھی منا سکتا تھا اور

کر سکتا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا، اس کا سر

لٹکا ہوا تھا اور وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ مجھے بڑا

سے جاگتی رہی تھی۔ اور اب مجھے پا لینے کے بعد اطمینا

دنیا میں پہنچ گئی تھی۔ کوئی خطرہ۔ کوئی خوف نہیں تھا

محافظ اس کے پہلو میں تھا۔

میں نے اسے سونے دیا اور مونا کے پاس پہنچ گیا

میں پہنچ کر مختلف مشینوں کو دیکھ رہی تھی اور بار بار

نے کہا۔ "ہیلو، میں آ گیا ہوں۔ تمہاری آواز یا تمہاری

تک پہنچے گی۔ اس لئے مجھے پکارا نہ کرو۔ میں اپنے

رہتا ہوں۔ جب بھی فرصت ملا کرے گی، میں تمہارے

اچھا اب میں گائیڈ کر رہا ہوں۔ تم ان مشینوں کو آپ

میں اس کی راہنمائی کرنے لگا۔ اس نے

کے بعد ماسک میں کو مخاطب کیا۔ اسے یہ بتانے

پر اسے نہ ملا تھا۔ وہ بری طرح شکست کھا کر بھاگ گیا

پلازہ پر سپر ماسٹر کا قصبہ ہے۔ ریڈ پاور کا کوئی بھی آدمی

زندہ واپس نہیں جائیگا۔"

اس کے جواب میں کمپیوٹر کے ایک حصہ سے کاغذ کی ریل نکلنے لگی۔

یہ جواب ٹائپ کیا ہوا تھا۔ ماسک نے کہا تھا۔ "مجھے پہلے ہی یہ

یہ جواب ٹائپ کیا ہوا تھا۔ ماسک نے کہا تھا۔ "مجھے پہلے ہی یہ

ہے۔ چیانگ شی کا نے بتایا ہے کہ فرہاد تمہاری ہدایت پر ہی کر رہا

یہ حقیقت میں جانتا ہوں کہ سپر ماسٹر نے اصل فرہاد کو نسخہ بنا دیا ہے۔

اس کی جگہ ایک بایونک فرہاد تیار کیا ہے۔ میں جلد ہی تمہارے اس

فرہاد کو تباہ کر دوں گا۔ وِیلکم آل۔ ماسک مین۔"

مونا کے دماغ سے ماسک مین کا وہ جواب پڑھنے کے بعد میں نے

یہ بایونک فرہاد کیا چیز ہے؟"

میں نے کمپیوٹر آف کرنے کے بعد کہا۔ "میں تمہیں سپر ماسٹر کا کوئی

پہچان دوں گی۔ پہلے اتنا بتا دو کہ جسے نسخہ بنایا گیا ہے، وہ فرہاد

ہے؟"

وہ بیچارہ میرا ہم شکل ہے۔ میری جگہ پھنس گیا۔ اب تم بتاؤ۔"

وہ کرسی پر بیٹھ کر کہنے لگی۔ "سپر ماسٹر کی تنظیم میں تمہاری طرح

اور جوان حسین، ذہین، دلیر اور بہترین فائٹر تسلیم کیا جاتا تھا۔

سٹر کے فیصلہ کے تحت دنیا کے بہترین تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس

کو کتنے ہی خطرناک آپریشن سے گزارا ہے۔ پلاسٹک سرجری کے

ں کے چہرے کو فرہاد کا چہرہ بنایا گیا ہے۔ اس کے دماغ کو کمپیوٹائز

نے دبایا۔ آپریشن کیا گیا۔ پہلے ایک برس سے وہ نوجوان زندگی

ی کشمکش میں مبتلا رہا۔ اب ڈاکٹروں نے سپر ماسٹر کو

سنائی ہے کہ وہ بایونک فرہاد تمام تجربات سے گزر چکا ہے۔ اب

لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ڈاکٹروں نے اس کی زندگی کی ضمانت

ی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم نے اس بایونک فرہاد کو دیکھا ہے؟"

نہیں۔ ابھی اصطلاحی الفاظ میں کہا جاتا ہے کہ وہ فرہاد ابھی

تا ہے۔ اسے تمہاری چال، تمہارا انداز اور تمہارا لب و لہجہ سکھایا

ہ باتیں کہاں تک درست ہیں؟ محض افواہ تو نہیں ہے۔"

نہیں حقیقت ہے۔ تنظیم کی تمام اہم حادثہ اور ماسٹروں کو دو

رمیں میں طلب کیا گیا ہے۔ وہاں ایک خفیہ آپریشن تھیٹر

ردی کی نمائش ہو گی۔ سنا ہے کہ وہ اپنے دماغ کے کمپیوٹر سے

اور کی آواز میں سن لیتا ہے۔ اس کی آنکھیں ٹرانسمیٹر ہیں۔

اور بہت سی بڑی عمارتوں کے آر پار دیکھ لیتا ہے۔ تقریباً پانچ اس

فتار سے دوڑتا ہے۔ اس کے دماغ کے کمپیوٹر کو ٹیلی پیتھی

نہیں سکتیں۔"

ونا کی باتیں سن کر میں اپنے کھوپڑی سہلانے لگا۔ میت مقابل

فرہاد تیار کیا گیا تھا۔ اس میں کتنی خطرناک خوبیاں تھیں،

نوں کے بعد معلوم ہو جاتا۔ مگر میرے لئے یہ لمحۂ فکریہ تھا کہ

میری ٹیلی پیتھی اس کے دماغ کو چھو نہیں سکے گی۔

میں ہر حال میں مطمئن رہنے والا فرہاد زندگی میں پہلی بار نکر

اور اندیشوں میں گھر گیا۔

زندگی

ایک سیدھی سڑک نہیں ہے۔ یہ سب ہی جانتے ہیں اور سب ہی بڑی جوانمردی اور استقلال سے زندگی کے تمام نشیب و فراز سے گزرتے رہتے ہیں لیکن زندگی کی سڑک ٹوٹ جائے تو کیا ہو؟ میرے خیال میں یا تو موت واقع ہو جاتی ہے یا پھر آدمی مرتے مرتے ٹوٹی ہوئی سڑک کو بنا کر پھر زندگی سے دوستی کر لیتا ہے۔

یہ تمہید اس لئے ہے کہ میرے سامنے بہت دور ایک بایونک فرہاد میری زندگی کے راستے کو توڑ ڈالنے کے لئے کسی ٹیکری میں تیار ہو چکا تھا۔ میری زندگی میں ایسے موڑ بھی آئے، جب دشمنوں نے مجھے توڑ ڈالنے کی انتہائی کوششیں کر ڈالیں میرے مقابل یوگا کے ماہر تھے، جنہوں نے میری خیال خوانی کی راہیں مسدود کر دیں۔ میں نے ہمت نہیں ہاری۔ ایک بار میں نے میرے لئے بہت بڑا خطرہ بن کر آئی۔ اگر میں ذرا بھی حوصلہ ہار جاتا تو وہ جڑی بوٹیوں کے ذریعے میرے دماغ کو کند کر کے مجھے اپنا غلام بنا لیتی لیکن وہ جو میری بدترین دشمن تھی۔ اب وہ بہترین دوست بنی ہوئی تھی اور میرے تعاون کی محتاج تھی۔

بہر حال میں راہِ حیات کے ہر نشیب و فراز سے گزر گیا مگر بایونک فرہاد ایک ایسا چیلنج بن گیا تھا جس سے نمٹنے کی فی الحال کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں بہت دیر تک گم صم بیٹھا رہا۔ پیلی کوپٹر کو الاپلمور کی طرف پرواز کرتا جا رہا تھا۔ تھکی ہاری رُومانہ میرے پہلو میں گہری نیند سو رہی تھی۔ اچانک مجھے احساس ہوا کہ میں اپنی فطرت کے خلاف فکر و پریشانی میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ دو دن بعد جب بایونک فرہاد کی اسٹڈی کا موقع ملے گا تو میں ان معلومات کے مطابق اپنے بچاؤ کی تدبیر کروں گا۔

میں نے مونا کے دماغ پر دستک دی۔ وہ چونک کر بولی۔ "اوہ فرہاد میں بھی تم جا چکے ہو۔"

"ہاں۔ میں اپنی سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ تم نے بایونک فرہاد کا ذکر کر کے مجھے ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کیا ہے۔"

"وہ بایونک فرہاد تمہارے لئے بہت بڑی مصیبت بن جائے گا۔ بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کروں؟"

"تم مجھ سے اسی طرح دوستی نبھا سکتی ہو کہ میرے لئے معلومات

کا ذریعہ بنی رہو۔ یہ بتاؤ دو دن بعد بائیونک فرہاد کی جو نمائش ہونے والی ہے۔ کیا تمہیں اس نمائش میں مدعو کیا گیا ہے؟"

"ہاں۔ میں بھی پیرس جاؤں گی۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ میں تمہارے دماغ کی آنکھوں سے اس فرہاد کو دیکھوں گا۔"

"اوہ میں تو بھول ہی گئی تھی کہ تم چپ چاپ میرے دماغ میں بیٹھ کر اس بائیونک فرہاد کی تمام خصوصیات کو دیکھ سکتے ہو۔"

"ہاں صرف دیکھ سکتا ہوں لیکن اس کے خلاف کچھ کر سکوں گا یا نہیں؟ یہ فیصلہ تقدیر ہی کرے گی۔ بہرحال تم مشینوں کے پاس جاؤ۔ مالک مین سے رابطہ قائم کرنے والے کمپیوٹر کو تم نے سمجھ لیا ہے۔ اب دوسری مشینوں کو سمجھ لو۔ ان مشینوں کے ساتھ اس عمارت کا پورا نقشہ موجود ہے نقشے کے ساتھ عمارت کی ہر منزل کے ہر کمرے اور راہداری کے نمبر اس پر لگے ہوئے ہیں۔ پہلے تم مشین کو آن کرو۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ پھر ایک ایک سوئچ کو باری باری آن کر کے اسکرین پر مختلف کمروں کے اندرونی مناظر دیکھتی رہی اس کے بعد میں نے اسے بتایا کہ ہر کمرے کی چھت پر جو پنکھے لگے ہوئے ہیں، ان کے ذریعے کس طرح مختلف کمروں کے خفیہ خانے کھولے جا سکتے ہیں۔ میں بڑی دیر تک اس کی رہنمائی کرتا رہا۔ پھر اس سے رخصت ہو گیا۔ کیونکہ وان نے اطلاع دے دی تھی کہ ہم کولالمپور کے قریب پہنچ گئے ہیں۔

وان نے آگے بیٹھا پائلٹ کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ میں اور رومانہ پچھلی سیٹ پر تھے۔ وہ سو رہی تھی۔ سویا سویا سا کھویا کھویا سا حسن بڑا ہی جاذب نظر تھا۔ یعنی نظروں کو اپنے مغرور حسن میں جذب کر لیتا تھا۔ میں اسے بیدار کرنے کے لئے اس کے خواب زدہ چہرے پر جھک گیا۔ سنا ہے کہ مور کے خوش رنگ اور ملائم پروں سے حسین شہزادیوں کے چہروں کو سہلا کر نیند سے جگایا جاتا تھا۔ میں اپنی گرم سانسوں کی انگلیوں سے اس کے مکھڑے کو گدگدانے لگا۔

آئے دن خطرات سے کھیلنے والی حسینہ کچی نیند سونے کی عادی تھی اس لئے ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔ خطرہ نہیں تھا میں۔ اس لئے وہ ہڑبڑانے کے بجائے تھم گئی۔ میرے ہونٹوں کے سائے سائے جم گئی۔ ہیلی کاپٹر کے پنکھے کان پھاڑ ڈالنے والی آوازوں سے چیخ رہے تھے۔ لیکن ان سے زیادہ دل کی دھڑکنیں شور مچا رہی تھیں۔ میں نے لب ہائے خنداں کی گلابیوں کو نچوڑتے ہوئے کچھ کہا سن نہ سکی۔ جواب میں کچھ کہا بھی ہو تو سانسوں کی ٹکراؤ میں صرف ہائے سنائی دی۔

آخر میں نے سوچ کے ذریعے کہا "میری جان! ہیلی کاپٹر اب لینڈ کرنے والا ہے۔ پیاری اس قسط کو اسی جذباتی موڑ پر چھوڑ دو۔ کسی منزل پر پہنچ کر اگلی قسط شروع کی جائے گی۔"

وہ مسکرا رہی تھی مگر آنکھیں شرمائی شرمائی سی تھیں۔ ہماری منزل کہاں ہے؟ ہم کہاں پہنچنے والے ہیں؟ اس کی ہمیں فکر نہیں تھی ہماری عادت بن گئی تھی۔ جاری خوشیاں، ہمارا سکون اور ہمارا کہ ہمیں ایک دوسرے کا پیار مل رہا تھا۔ ایسے وقت ساری دنیا کی نظروں میں، پچ تھیں۔

وان نے اطلاع دے چکا تھا کہ ہم کسی انجانی منزل ہیں۔ اس لئے اب محبتوں کو بھول کر عداوتوں کو یاد کرنا پڑا۔ ہی دشمن تھا۔ چیانگ شی کا، جو چیانگ پلازہ سے بُری طرح تھا۔ شکست کھانے والے دشمن خاموش نہیں بیٹھتے کچھ کر نہ سکیں تب بھی منصوبے بناتے ہیں۔ دماغ کے میں خیالی گھوڑے دوڑاتے رہتے ہیں۔

چیانگ شی کا اپنی کسی رہائش گاہ میں پہنچ گیا بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ایک تنومند سا نوجوان اس کے سر کے کے سرکی مالش کر رہا تھا۔ میں نے جو اسے ذہنی جھٹکے پہنچائے کے باعث اب تک اس کا سر بُری طرح دُکھ رہا تھا۔ میری مرضی کے مطابق سوچنے لگا۔

"آہ۔ میں بہت محتاط ہو کر چیانگ پلازہ کی چھت چہرے کو نقاب میں چھپا کر گولڈن گیا تھا تاکہ نہ کوئی مجھے آواز سن سکے۔ آخر میں اتنا محتاط کیوں رہتا ہوں؟"

میں نے اس کی سوچ میں یہ سوال کیا تو وہ بے اختیار لگا۔ میں ہمیشہ محتاط رہنے کا عادی ہوں۔ زندگی کے سکھایا ہے کہ دشمن کو کمزور یا مُردہ نہ سمجھو۔ پہلے ایک بار پہنچ کر جہاں کے ایک جیل خانے میں فائرنگ اسکواڈ نے فرہاد ہے۔ وہ مر چکا ہے۔

پھر زمانہ میں مادام سونیا نے ٹیلی پیتھی کے کرتب دکھا مالک مین سے اپنے شبہے کا اظہار کیا تھا۔ فرہاد کے ساتھ مطلب یہ نہیں ہوتا کہ سونے والی کو ٹیلی پیتھی آ جاتی ہو۔ تھی مگر مالک مین نے میرے شبہے کو اہمیت نہیں دی۔ حقیقت کھل گئی کہ فرہاد زندہ ہے اور سپر ماسٹر نے عبرتناک لئے اسے ترنخہ بنا دیا ہے۔

ریڈ پاور کے جاسوس اسکینڈ یہ گئے تھے۔ وہاں المیہ کے بیٹھے پراپنی آنکھوں سے فرہاد کو زخموں کے اس وقت بھی مجھے یقین نہیں آیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ یہ چال ہے۔

اسی دن ہمارے ایک فرانسیسی جاسوس نے اطلاع ماسٹروں کی تعلیم کے ایک خفیہ اڈے سے فرہاد کو نکلتے دیکھا بہت ہی نامور اور تجربہ کار ڈاکٹروں کے ساتھ ایک کار میں ہمارے جاسوس نے ان کا تعاقب کیا۔ اپنے ساتھیوں کو اطلاع

کی کار کو نظر میں رکھیں۔

اتنا سوچنے کے بعد چیانگ شی کا، ذرا رک گیا۔ مالش کرنے والے نوجوان سے بولا۔ "بس کرو۔ بیئر کی ٹرے لے آؤ۔"

نوجوان چلا گیا۔ میں نے اس کی پچھلی سوچ کو تازہ کیا۔ وہ دوبارہ تسلسل سے سوچنے لگا۔ "ہمارے کئی جاسوسوں نے یکے بعد دیگرے فرہاد کا تعاقب کیا تاکہ اسے تعاقب کا شبہ نہ ہو۔ بالآخر اس کی کار پہاڑیوں کے درمیان ایک وسیع میدان میں پہنچ کر رک گئی۔ ہمارا جاسوس ایک پہاڑی پر درختوں کے جھنڈ میں چھپ کر دُور بین سے فرہاد اور ان ڈاکٹروں کو دیکھنے لگا۔

وہ لوگ اپنی کار سے باہر آ کر چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ فرہاد ان کے قریب تن کر کھڑا ہوا تھا ایک ڈاکٹر اسٹیتھ سکوپ کو اپنے کانوں سے لگا کر فرہاد کے دل کی دھڑکنیں سمجھنے لگا۔ پھر وہ شاید مطمئن ہو گیا۔ اس نے فرہاد کو اشارے میں کچھ کہا تو فرہاد نے اسکیپنگ شروع کر دی یعنی پاؤں کے دونوں پنجوں پر کھلاڑیوں کی طرح اچھلنے لگا۔

اس کے بعد ایک ڈاکٹر نے اسے ایک گیند دی۔ اس نے گیند ہاتھ میں لے کر اس کے وزن کا اندازہ کیا۔ پھر اسے پوری قوت سے آسمان کی طرف اچھال دیا۔ کوئی بھی انسانی قوت اس گیند کو اتنی بلندی تک نہیں پھینک سکتی تھی لیکن اس کے بعد جو حیرت انگیز تماشہ نظر آیا۔ اس تماشے کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی ذہن تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔

ہوا یہ کہ گیند کے بلندی پر جاتے ہی فرہاد نے اس کی بلندی کی سمت خود چھلانگ لگائی۔ جیسے تیر زمین سے آسمان تک اپنی رفتار دکھاتا جاتا ہے ویسے ہی وہ فضا میں بلند ہو رہا تھا گیند اس سے بہت آگے تھی مگر فرہاد کے اچھلنے کی قوت ناقابل فہم تھی ویسے ایک ڈاکٹر اسپیڈ میٹر سے گیند اور فرہاد کی رفتار کو ریکارڈ کر رہا تھا۔ ہمارے جاسوس کے اندازے کے مطابق جب گیند ایک مخصوص بلندی سے واپس آ رہی تھی تو فرہاد نے اسے تقریباً تیس فٹ کی بلندی پر پکڑ کر لیا تھا اور بالکل صحیح و سلامت زمین پر واپس آ گیا تھا۔

چیانگ شی کا کی سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس کا ایک ملازم اس کے سامنے بیئر کا گلاس بڑھا رہا تھا۔ میں چند لمحوں تک حیران و پریشان اس بائیونک فرہاد کے متعلق سوچتا رہا۔ سنا تھا کہ شیطان کی چھلانگ سے اونچی ہوتی ہے۔ وہ صرف ساتویں آسمان تک نہیں پہنچ سکتا۔ باقی چھ آسمانوں کو چھو لیتا ہے۔ پتہ نہیں وہ بائیونک فرہاد خلا میں کتنی بلندی تک اچھل سکتا تھا۔ ریڈ پاور کے جاسوس نے تیس فٹ کی بلندی کا محض اندازہ کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اونچی سے اونچی عمارت کی چھتوں تک بآسانی پہنچ سکتا تھا۔

چیانگ شی کا پھر ایک بار میری مرضی کے مطابق سوچنے لگا۔ "مالی کا کڑا میرا ہی تسلیم نہیں کرتا کہ کوئی انسان واقعی ایسا سپر مین بن سکتا ہے بہرحال ہمارے جاسوس نے یہ نظارہ دیکھتے ہی اپنے ساتھی کو دُور بین دی۔ پھر جیپ سے ٹرانسمٹر نکال کر پیرس کے باس سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے بتایا کہ فرہاد کی صلاحیتیں ناقابل فہم ہیں۔ اس کے ریکارڈ میں جن صلاحیتوں کا ذکر نہیں ہے، وہ ان صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

اسی وقت دُور بین سے دیکھنے والے ساتھی نے کہا۔ "وہ دیکھو! فرہاد ہماری سمت ایسے دیکھ رہا ہے جیسے ہمیں ٹریس آؤٹ کر رہا ہو۔ وہ کان لگا کر کچھ سن رہا ہے۔"

وہ دونوں اُدھر دیکھنے لگے۔ ان کے اور فرہاد کے درمیان تقریباً ایک میل کا فاصلہ تھا۔ اور اب فرہاد ان کی جانب اتنی تیزی سے دوڑتا آ رہا تھا جیسے بندوق کی گولی آتی ہے۔ وہ دونوں بوکھلا کر بھاگنے لگے کسی طرح گرتے پڑتے اپنی کار تک پہنچے فرہاد کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جب ان دونوں نے کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا تو وہ ان سے آدھ فرلانگ کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔

کار آگے بڑھی اور اس کی رفتار بھی بڑھتی چلی گئی۔ پچاس میل فی گھنٹے کی رفتار کے بعد انہیں مطمئن ہو جانا چاہئے تھا مگر ڈرائیور کرنے والا عقب نما آئینے میں دیکھ کر بوکھلا رہا تھا۔ ٹرانسمٹر کے سامنے بیٹھا رہا تھا۔ "باس! یہ فرہاد بائیونک بن گیا ہے۔ پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑا چلا آ رہا ہے۔ مالک مین اسے زندہ حاصل کرنا چاہتا ہے مگر وہ ہماری موت بن کر چلا آ رہا ہے۔"

باس نے ہدایت دی کہ کار کی رفتار بڑھا کر اس سے نجات حاصل کرو۔ مگر اس پر فائر نہ کرو۔

کار کی رفتار بڑھ گئی۔ ساٹھ میل، ستر میل، پھر نوّے میل فی گھنٹہ کی رفتار کے بعد بائیونک فرہاد پیچھے رہ گیا۔ اور ایک موڑ پر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس روز ہمارے دونوں جاسوس صحیح و سلامت واپس آ گئے۔ مگر وہ فرہاد کیا تھا؟ کیا واقعی بائیونک تھا؟ اس دن کے بعد ہمارے ذہین جاسوسوں نے اس فرہاد کو ہیتر اتلاش کیا لیکن سپر ماسٹر کے کسی خفیہ اڈے میں بھی اس کا سراغ نہ ملا۔ قیاس ہے کہ بائیونک فرہاد کی رہائش گاہ بدل دی گئی ہے۔

چیانگ شی کا کے دماغ سے رابطہ ٹوٹ گیا کیونکہ ہیلی کاپٹر زمین پر اتر کر ٹھہر گیا تھا۔ ہم اک پٹ کا اٹھا کر باہر آ گئے۔ مونا نے مجھے بائیونک فرہاد کے متعلق بتایا تھا کہ وہ میلوں دُور کی آواز یں سن لیتا ہے اور اس کی آنکھیں ٹرانسپیرنٹ ہیں۔ وہ دیوار کے آر پار بھی دیکھ سکتا ہے۔ چیانگ شی کا کی سوچ پڑھ کر یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ جب ریڈ پاور کا جاسوس اپنے باس سے ٹرانسمٹر پر گفتگو کر رہا تھا اس وقت بائیونک فرہاد نے اپنی حیرت انگیز قوتِ سماعت کے ذریعے ایک ایک لفظ سن لیا تھا۔

بہرحال اب موقعہ نہیں تھا کہ میں چیانگ شی کا سے رابطہ قائم کر سکتا کیونکہ وان نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہمیں کسی اجنبی جگہ پہنچا دیا تھا۔

رومانہ نے بھی سوال دُہرایا۔ "ہم کہاں ہیں؟"

میں نے کہا۔ "ہم وہاں ہیں، جہاں کی خبر ہمیں نہیں معلوم....."

اس نے وان سے پوچھا۔ "یہ کون سی جگہ ہے؟"

"ہم کوالالمپور سے بائیس میل کے فاصلے پر ہیں۔ یہ پہاڑی علاقہ ہے آپ آگے بڑھیں گی تو شہر نظر آجائے گا۔"

ہم اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ رومانہ نے اپنے بیگ کو شانے سے لٹکاتے ہوئے مجھ سے پوچھا: "مجھے چیانگ شی پلازہ کے بارے میں بتاؤ۔"

"بتاؤں گا۔ مجھے چیانگ شی کا سے کچھ اور معلومات حاصل کرنے ہیں۔ تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔ پھر میں تم سے باتیں کروں گا۔"

وہ چپ رہی۔ میں چیانگ شی کا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنی شکست کو وقتی طور پر بھولنے اور تھکن اتارنے کے لئے بیئر سے شغل کر رہا تھا مگر انسان کی دلچسپی جس چیز میں ہوتی ہے وہ اسے نہیں بھولتا۔ بیئر کے ہلکے ہلکے سُرور میں اسے مادام زہریلی (مونا) یاد آرہی تھی وہ اتنی حسین اور پُرشباب تھی کہ چیانگ شی کا چشم تصوّر میں اسے دیکھ رہا تھا۔ اپنی سوچ کی انگیٹھیوں سے اس کے شباب کے ایک ایک حصّے کا آپریشن کر رہا تھا اور محظوظ بھی ہو رہا تھا کہ زندگی میں پہلی بار ایک حسین رقاصہ اس کی مٹھی سے گیلے صابن کی طرح پھسل گئی تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا: وہ سالی بچ نہیں سکتی تھی۔ یہ سب کچھ فرہاد کی بدمعاشی سے ہوا۔"

وہ دانت پیس کر سوچنے لگا: "میں اس بدمعاش کے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا۔"

میں نے کہا: "مگر مجھے اس بات کی تصدیق پہلے کر لینا چاہئے کہ اس بدمعاش کی اصلیت کیا ہے۔ وہ سچ مچ فرہاد تھا۔ یا بائیونک فرہاد یہاں پہنچ گیا ہے۔"

"اں۔۔۔۔۔" وہ سوچنے لگا: "وہ۔ وہ اصلی فرہاد تھا۔ بائیونک فرہاد ہوتا تو سامنے آکر مقابلہ کرتا مگر وہ کہیں بیٹھا خیالی خرابی کے ذریعے میرے دماغ کی چولیں ہلا رہا تھا۔ وہ یقیناً ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد تھا۔"

اس نے بیئر کے گلاس کو منہ سے لگا لیا۔ میں نے کہا: "مگر نہیں۔ مجھے ہر پہلو کو اچھی طرح جائزہ لینا چاہئے۔ فرہاد اور سپر ماسٹر ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں۔ فرہاد کبھی اس تنظیم کی کسی مادام کی مدد نہیں کرے گا جبکہ اس نے زہریلی کی مدد کی اور اس طرح چیانگ پلازہ کو سپر ماسٹر کا ایک اڈا بنا دیا۔"

وہ سنجیدگی سے سوچنے لگا۔ میں نے کہا: "میں نے کوالالمپور میں سپر ماسٹر کی تنظیم کو اکھاڑ پھینکا تھا اس کا انتقام لینے زہریلی جیسی کمزور عورت تنہا یہاں نہیں آسکتی تھی یقیناً بائیونک فرہاد اس کی پشت پر ہے۔"

وہ قائل ہو کر سوچنے لگا: "میں یہ اہم نکتہ بھول گیا تھا کہ فرہاد علم رمل کو بھی جانتا ہے مگر اسے چیانگ پلازہ کی مالکہ بنا کر یہاں سپر ماسٹر کے قدم نہیں جما سکتا دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ یہاں زہریلی جیسی کمزور عورت کے پیچھے کوئی بہت بڑی طاقت چھپی گئی ہے اور سپر ماسٹر کی سب سے بڑی طاقت فی الحال بائیونک فرہاد ہے۔ مگر وہ ٹیلی پیتھی۔۔۔۔۔؟"

وہ ٹیلی پیتھی کے متعلق سوچنے لگا۔ جس کے باعث اس کی کھوپڑی گھوم کر رہ گئی تھی میں نے کہا: "بائیونک فرہاد میں کوئی ایسی ذہنی صلاحیت پیدا کی گئی ہے جس کے ذریعے وہ دوسروں کے دماغوں کو متاثر کرتا ہمارے جاسوسوں نے اسے صرف بلندی پر اچھلتے اور چالیس پچاس میل کی رفتار سے دوڑتے دیکھا ہے۔ یہ تو رفتہ رفتہ معلوم ہوگا کہ اس میں اور کیا حیرت انگیز خوبیاں ہیں کیا یہ حیرت انگیز عمل نہیں تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد کسی طرح میرے دماغ سے کھیلتا رہا؟"

وہ اپنی کھوپڑی سہلاتے ہوئے سوچنے لگا: "ہاں۔ یہ تو مگر مجھ سے بڑی بھول ہوئی میں نے ماسک مین کے پاس ریلوے بھیج دی کہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اصلی فرہاد ملایا میں موجود ہے اور ملادام زہریلی کی حمایت میں ہمارا دشمن بنا ہوا ہے۔"

چیانگ شی کا کی سوچ پڑھ کر مجھے غصہ آیا۔ میں اتنی دیر سے اسی کوشش میں تھا کہ ملایا میں میری موجودگی ایک راز ہی رہے۔ میرا گروپ ہو چکی تھی۔ اب یہ اطمینان سے ہی سوچا جا سکتا تھا کہ میں آئندہ کو دشمنوں سے کیسے چھپا سکتا ہوں۔ اسی وقت چیانگ شی کا گلاس کو سے لگائے بیئر کا گھونٹ لے رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں اوپر کی سانس کو کھینچا۔ اس کے ساتھ ہی اسے زور کا ٹھسکا لگا۔ بیئر دماغ کی نلکی کے راستے نکلنے لگی۔ وہ مسلسل کھانس رہا تھا اور اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر آگے کی طرف جھکتا جا رہا تھا۔ میں اس کی کھوپڑی سے

اندھیری رات جارہے ساتھ چل رہی تھی۔ وان دے آگے کی روشنی سے راستہ دکھا تا چل رہا تھا کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم جگہ پہنچ گئے جہاں سے میلوں دور کوالالمپور کا روشن شہر جگنوؤں کی جگمگاتا نظر آرہا تھا۔ اس وقت اس شہر تک پہنچنے کا کوئی راستہ ہمارے میں نہیں آیا۔ کیونکہ جس بلندی پر ہم کھڑے ہوئے تھے اس کے وسیع و عریض پستی تھی۔ ایسی پستی کہ تاریخ کی روشنی اس کی گہرائی نہیں پہنچ سکتی تھی۔

وان دے نے کہا: "یہ گہرائی کئی میل دور تک ہے لیکن چوڑائی ڈیڑھ میل ہے۔"

"تم تو صرف ڈیڑھ میل ایسے کہہ رہے ہو جیسے ڈیڑھ قدم ہو چھلانگ لگا کر دوسری پہاڑی پر پہنچ جائیں گے۔"

"نہیں جناب! اب ہم بائیں طرف چلیں گے۔ یہاں سے تین کے فاصلے پر ایک پیک ٹرام کا اسٹیشن ہے۔"

تب ہماری سمجھ میں آگیا کہ ہم کوالالمپور کیسے پہنچیں گے میں بھی ایسی پیک ٹرام دیکھ چکا تھا۔ جو ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک پہنچاتی ہے۔ ہم بائیں طرف گھوم کر چلنے لگے۔ وان نے دُور تک اپنی روشنی پھینکتے ہوئے کہا، یہ ایک پُرفضا قدرتی ہے یہاں کے قدرتی حُسن سے لطف اندوز ہونے کے لئے کوالالمپور روزانہ ہزاروں مرد عورتیں اور بچے پیک ٹرامیوں کے ذریعے آتے

کے باعث ابھی آپ یہاں کے حسن کو نہیں دیکھ سکیں گے۔"

میں نے رومانہ کی جناسٹک کمر میں ہاتھ ڈال کر پوچھا: "کیا تمہارے بعد کسی اور حسن کو دیکھا جا سکتا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی: "ہر بھائی بھنوے سے صاحب! میں نے یونن جیسی معصوم اور سونیا جیسی خطرناک عورتوں کو ہنس کر برداشت کر لیا۔ پھر بھلا قدرتی حسن سے کیا سوتیا ڈاہ دکھاؤں گی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم کافی فراخ دل ہو۔"

"مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ اپنی ٹیلی پیتھی کے سمی وقت بھی میری کوچ پڑھ کر دیکھ لو۔ میں جلنے کڑھنے والی لڑکی نہیں ہوں۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ مجھے یاد آیا کہ رومانہ نے آج تک میری دوسری محبوباؤں کی طرح کبھی ہرجائی پن کی شکایت نہیں کی تھی۔ کبھی یہ دعوہ نہیں کیا تھا کہ فرہاد تم صرف میرے ہو اور دوسری لڑکیوں سے پرہیز کرنا شروع کر دو۔ یہ عجیب سی بات تھی وہ عورت ہو کر عورت کی فطرت کے خلاف بول رہی تھی۔

میں نے کہا: "تعجب ہے تم عورت کی فطرت کے خلاف بول رہی ہو۔"

"میں عورت کب تھی۔ بحری جہاز میں ایک مرد کی طرح زندگی گزار رہی تھی۔ تم نے وہاں پہنچ کر میرے اندر سوئی ہوئی عورت کو بیدار کرنا شروع کر دیا۔ میں تم سے متاثر تھی۔ رفتہ رفتہ میں نے محسوس کیا کہ عورت بن کر تم سے ہار جانے میں مجھے جیت کا مزہ آئے گا۔ ایسے وقت تم نے پہلی بار مجھ سے ہرجائی پن کی بات کہی کہ تم شادی نہیں کر سکتے۔ البتہ ساری عمر دوستی نبھا سکتے ہو۔"

میں نے کہا: "ہاں مجھے یاد ہے رومانہ! مگر میں ہر لڑکی سے ساری عمر دوستی نبھانے کا وعدہ نہیں کرتا۔ اگر وعدہ کیا ہو تو اس وقت یاد نہیں آرہا ہے میں نے ابتدا میں یونن سے کترانے کی بہت کوشش کی مجھے اس کی معصومیت دیکھ کر ترس آتا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ کمزور دل کی لڑکی میری جدائی برداشت نہیں کر سکے گی۔ آخر وہی ہوا۔ اسے میری جدائی نے مار ڈالا۔"

رومانہ نے افسوس کیا: "آہ۔ بڑی پیاری بڑی بھولی بھالی سی لڑکی تھی۔ مجھے اکثر یاد آتی ہے۔"

ہم سے یونن کی یاد میں چند لمحوں تک خاموش رہے پھر میں نے کہا: "یقین کرو رومانہ! تم اور سونیا ایسی چی دار ہو کہ میں آخری سانس تک تم دونوں کو فراموش نہیں کر سکتا۔ کبھی تم دونوں کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔"

"تب ہی ہمیں چھوڑ کر یہاں جنگل میں چھپے ہوئے تھے۔"

"مجبوری تھی۔ خیال خوانی کی صلاحیت سے محروم ہونے کے بعد میں بدھو بنک گیا تھا۔"

"کوئی شبہ؟" جھنکار رہی تھی۔

"ہاں! مجھے نازم سمجھ کر گلے پڑ گئی تھی۔"

رومانہ نے مسکرا کر پوچھا: "کیسی تھی؟"

"اچھی تھی۔ میں کسی ایسی ویسی کی طرف مائل نہیں ہوتا اور جو بہتر ہوں ہوا سے بھی ہمیشہ کے لئے گلے کا ہار نہیں بناتا۔ شبانہ آنے جانے والیوں کی فہرست میں تھی اس لئے میں نے چلتا کر دیا۔"

"بڑے سنگدل ہو۔ بے چاری مزاق یار میں کہیں تڑاپ رہی ہوگی۔ ذرا ملاحظہ کی اسکرین پر اسے دیکھ لو۔"

"ایسی تو بہت سی بے چاریاں ہیں۔ میں بے چارہ وقت ضائع نہ کرتا۔"

"سونیا سے کب مل رہے ہو؟"

"جب حالات سازگار ہوں گے۔"

"کیا ایسے یہاں نہیں بلا سکتے؟"

"یہاں تم ہو۔ تم اسے برداشت کر لوگی۔ مگر وہ کسی کو میرے قریب برداشت نہیں کرتی۔ یہاں آتے ہی جگہ کا مشروع کر دے گی۔"

"ہاں۔ میں دیکھ چکی ہوں۔ وہ تمہیں اپنی جاگیر سمجھتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ عورت پہلے اپنے مرد کی فطرت کو سمجھ لے۔ اگر وہ کلی منڈلانے والا بھنورا ہے تو ذرا انجان بن کر اسے ڈھیل دے دے مگر اپنے حقوق اور اپنے حصّے کی محبت حاصل کرتی رہے۔"

"تم واقعی سمجھ دار ہو رومانہ۔"

"شاید اس لئے سمجھ دار ہوں کہ خود کو بیوی نہیں دوست سمجھتی ہوں۔ تم کسی سے بھی دلچسپی لو۔ میں تمہارے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کروں گی۔ بشرطیکہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑ دو۔"

"اب تو تمہیں چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو عورت

علامتوں کی شناخت کر کے اپنی زندگی سنوارنے کے سنہرے اصول ضرور پڑھیں

ماہنامہ

باخبر دنیا

قیمت ۱۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

علامتوں کا انتخاب نہ صرف آپ کو صورت حال سے آگاہ کرے گا بلکہ یہ بھی بتائے گا کہ ان حالات میں معقول ترین راہِ عمل کیا ہو سکتی ہے۔

ہر اچھے بک سٹال سے طلب کریں یا ہم سے منگوائیں

مکتبہ عمران ڈائجسٹ 36 اردو بازار کراچی

اپنے مرد پر پابندیاں عائد نہیں کرتی وہ ہمیشہ دل کی دھڑکن بنی رہتی ہے"

ہم چلتے چلتے رک گئے۔ بہت دور ہماری نگاہوں کے سامنے اِدھر اُدھر روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ وان ڈے نے کہا: "ہم پیک ٹرام کے اسٹیشن کے قریب پہنچ رہے ہیں لیکن یہ ٹرامز دن کے آٹھ بجے سے رات کے آٹھ بجے تک چلتی ہیں۔ ہمیں صبح آٹھ بجے تک کہیں وقت گزارنا ہوگا۔"

رومانہ نے پوچھا: "یہاں ہوٹل وغیرہ ہوں گے؟"

"ہاں کئی جدید طرز کے مہنگے ہوٹل ہیں لیکن ہر جگہ ہم سے پوچھا جائے گا کہ ہم رات کے تین بجے کہاں سے آ رہے ہیں جبکہ آٹھ بجے پیک ٹرام کی سروس ختم ہو جاتی ہے۔"

رومانہ نے مجھ سے پوچھا: "کیا خیال ہے۔ ٹیلی پیتی کام آئے گی؟"

"پتہ نہیں اگر ہوٹلوں کے ملازمین اور پولیس افسران مقامی زبان بولیں گے تو مشکل ہو جائے گی۔"

وان ڈے نے کہا: "یہاں غیر ملکی سرمایہ دار اور سیاح آتے ہیں اس لئے یہاں کے مقامی باشندے انگریزی بولنے کے عادی ہیں۔ آپ کا کام چل سکتا ہے اور اگر آٹھ بجے تک کسی جگہ چپ چاپ وقت گزارنا چاہیں تو پھر ہم کو لالپور سے آنے والے لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔ پھر ہم پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔"

رومانہ نے کہا: "آٹھ بجنے میں ابھی پانچ گھنٹے باقی ہیں۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔"

میں نے اسے مکمل کر دیکھا میں بھی کسی آرام دہ بیڈ میں اس کے ساتھ تھکن اُتارنا چاہتا تھا۔ راحت حاصل کرنے کے لئے پہلے کچھ تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ میں نے کہا: "ہاں میں بھی بہت تھک گیا ہوں۔ آگے بڑھتے چلو۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

ہم آگے بڑھ گئے۔ اب بہت سی عمارتوں کی کھڑکیاں اور اسٹریٹ الیکٹرک لیمپ روشن نظر آ رہے تھے۔ تاہم وہ آبادی ابھی ہم سے دور تھی۔ چلتے چلتے ایک بنگلہ نظر آیا۔ میں نے وان ڈے سے کہا: "بہتر ہے کہ اسی بنگلے کے مکینوں کے متعلق کسی طرح معلومات حاصل کی جائیں یہاں ٹھکانہ مل جائے گا تو ہم پولیس والوں سے دور ہی رہیں گے۔"

میں نے آگے بڑھتے ہوئے رومانہ سے کہا: "جان من! تم ہم سے آگے نکل جاؤ۔ اگر گیٹ پر دربان ہو تو اس سے پناہ مانگو۔ وہ جواباً کچھ کہے گا تو میں اس کی کھوپڑی میں پہنچ جاؤں گا اور اگر کوئی نہ ہو تو بے دھڑک بنگلے کے دروازے پر پہنچ کر دستک دینا....."

رومانہ نے کہا: "جس بنگلے میں دربان یا چوکیدار نہیں ہوتے وہاں کتے ہوتے ہیں اور کتے ٹیلی پیتی والے فرہاد کی محبوبہ کا لحاظ نہیں کریں گے۔"

"وان ڈے سے ریوالور اور سائلنسر لے لو۔"

میری بات سن کر وان ڈے نے ریوالور کے ساتھ سائلنسر پھر اسے رومانہ کے حوالے کر دیا۔ وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی ہم سے نکل گئی۔ میں پیچھے تھا مگر۔ اس کا ہم دماغ بنا اس کے اندر موجود تھا۔ منٹ کے بعد بنگلے کے گیٹ پر پہنچ گئی۔ گیٹ پر کوئی چوکیدار نہیں تھا۔ وہاں ایک زنجیر لگی ہوئی تھی۔ میں نے رومانہ کی سوچ کے ذریعے پڑھا۔ وہ چھلانگ کا خطرہ نہیں ہے۔ تعریف لے آئیں۔"

رومانہ حیرانی سے سوچ کے ذریعے بولی: "تم نے یہ عیب دار پڑھ لی ہوگی؟"

"ہاں واقعی عجیب بات ہے۔ سارے جہاں کے مالک مکان اپنے مہمانوں کو کتوں سے ڈراتے ہیں مگر وہاں تو آدھی رات کے بعد خوش آمدید کہا جا رہا ہے۔"

وہ بولی: "شاید بنگلے کا مالک یہ چاہتا ہو کہ ہم بے دھڑک چلے جائیں۔ پھر اچانک ہی کتوں کو ہم پر چھوڑ دیا جائے۔"

"ہاں۔ یہ ممکن ہے۔ ٹھہرو ہم آ رہے ہیں۔"

میں نے وان ڈے کو بتایا کہ وہاں کس قسم کی عبارت لکھی ہوئی ہے۔ اس نے بھی یہی کہا: "چوروں کو یا ہم جیسے بن بلائے مہمانوں کو للکارنا یہ خوبصورت انداز ہے۔ اس عبارت کو پڑھنے کے بعد خطرہ اور بڑھ گیا۔"

ہم رومانہ کے پاس پہنچ گئے۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ پہلے میں چاہتا تھا مگر رومانہ آگے نکل گئی۔ وان ڈے تیزی سے قدم بڑھا کر رومانہ سے بھی آگے نکل گیا۔ رومانہ تو خیر مجھ پر جان دیتی تھی میرے سامنے ڈھال بن کر چلنا چاہتی تھی۔ لیکن وان ڈے کی وفا نے مجھے متاثر کیا ہم چاروں طرف محتاط نظروں سے دیکھتے ہوئے کے دروازے پر پہنچ گئے۔

دروازے پر دستک دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی کہ بٹن کے پاس ہی ایک لفافہ لٹکا ہوا تھا۔ اس پر جلی حروف میں لکھا ہوا تھا: "یہ آپ کے لئے ہے۔"

میں نے اس لفافے کو لے کر کھولا۔ ایک تہہ کیا ہوا کاغذ تھا۔ اس کاغذ کو کھولا تو تحریر بولنے لگی۔

"مسٹر فرہاد! خوش آمدید۔ آپ اپنے دوستوں میں آئیں بے خوف و خطر اندر تشریف لے آئیں۔ ڈرائنگ روم کے سینٹر ٹیبل سے تفصیلی گفتگو ہوگی۔"

میں نے وہ رقعہ رومانہ کی طرف بڑھا دیا۔ وہ پڑھنے کے بعد بولی: "یا حیرت۔ یہ پُراسرار دوست کہاں سے پیدا ہو گئے؟"

میں نے جواب دینے کے بجائے دروازے کو آہستگی سے دھکیلا۔ وہ آہستہ آہستہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے خوبصورتی سے سجا ہوا ڈرائنگ روم تھا مگر وہ مکینوں سے خالی تھا۔ میں نے دروازے پر کھڑے ہو کر اندر کا جائزہ لیا۔ کوئی ذی روح نظر نہیں آیا۔ میں نے پھر کہا: "دوست بن کر خوش آمدید کہہ رہے ہو تو سامنے آ جاؤ۔"

خالی ڈرائنگ روم میں میری آواز گونج کر رہ گئی۔ وان ڈے کمرے میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر وہ ڈرائنگ روم سے گزر کر دوسرے دروازے سے ایک راہداری میں پہنچ گیا۔ میں اسے پڑھ رہا تھا۔ وہ بنگلہ ایک ڈرائنگ روم اور دو بیڈ روم پر مشتمل تھا۔ وہ بیڈ روم، باتھ روم اور کچن وغیرہ میں جھانک آیا۔ جہاں سوا وہاں کسی بھی انسانی کا وجود نہ تھا۔

میں اور رومانہ ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ سینٹر ٹیبل پر ایک اور لفافہ رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر کھولا۔ رومانہ ریوالور لئے مستعد کھڑی تھی۔ میں نے آرام دہ صوفے پر اطمینان سے بیٹھ کر پڑھنے لگا۔ سب سے پہلے میرانی یہ بات بتا دوں کہ وہ خط اردو زبان میں لکھا ہوا تھا۔

میری نگاہوں کے سامنے جیسے پھول کھلنے لگے۔ رنگ بکھرنے لگے۔ یادوں کے دریچے وا ہونے لگے۔ صدیوں بعد اپنی محبوب اردو کا حسین چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ خط دوستی لائے گا یا دشمنی۔ مگر میں نے اس زبان کو خوش آمدید کہہ دیا۔ رومانہ نے حیرانی سے پوچھا: "کسی محبوبہ نے لکھا ہے کیا؟"

"محبوبہ نہیں، ماں ہے۔ یہ خط میری مادری زبان میں لکھا ہوا ہے۔" یہ کہہ کر میں اسے پڑھنے لگا۔ لکھا ہوا تھا۔

"محترمی فرہاد صاحب!

آپ آئے ہمارے گھر میں خدا کی قدرت ہے کیونکہ آپ کو پانا اور آپ کی میزبانی کا شرف حاصل کرنا خدا کی قدرت ہی سے ممکن ہے۔

اب آپ کام کی بات سن لیں۔ شاید آپ نے آج شام کا اخبار دیکھا ہے اسی لئے اپنا اصلی چہرہ لئے آزادی سے گھوم رہے ہیں پسند کریں کہ سینٹر ٹیبل کے نیچے آج شام کا اخبار رکھا ہوا ہے پہلے صفحہ پر ایک نظر ڈال لیں....."

میں نے خط کو ادھورا چھوڑ کر سینٹر ٹیبل کے نیچے دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر اخبار وہاں سے نکال لیا۔ اس کے پہلے صفحے پر میری بڑی سی تصویر شائع کی گئی تھی۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ان دنوں ملایا کے اخبارات کے مجموعات افواہ اڑانے والے ہوائی جہاز ڈبل جوئیل اور آہم (عازم) تھے۔ اسی لئے عازم کی بڑی سی تصویر شائع کی گئی تھی۔

ظاہر تھا کہ شبانہ نے وہ تصویر اقرہ پریس کو دی ہوگی۔ جو پریس کے ذریعے ملایا پہنچ گئی تھی۔ مجھے جاننے تھا۔ کہ میں خیال خوانی کے ذریعے شبانہ کو تصویر پریس تک پہنچانے سے روک دیتا مگر میری ہزارہا مصروفیات نے اس بھید کو ذہن سے نکال دی تھی۔ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں کھیت.....

اخبار میں میری تصویر کے ساتھ ان کارناموں کی تفصیل بیان کی گئی تھی جو میں نے ملایا کے جنگل میں انجام دیئے تھے۔ میں وہ تفصیل کیا پڑھتا۔ جو اخبارات کی اشاعت میں اضافہ کرتی ہیں انہیں بارہ مسالے کی چاٹ بنا کر پیش کیا جاتا ہے میرے سمجھنے کی بات صرف یہ تھی کہ اس تصویر کی اشاعت نے میرا کباڑا کر دیا تھا۔ عام لوگ تو اسے عازم کی تصویر سمجھتے ہیں۔ لیکن ٹیڑ پاور اور ماسٹروں کی تنظیمیں اس تصویر کے پیچھے اصلی فرہاد کو دیکھ لیتی ہیں۔ مکہ اب تک سب ہی دیکھ اور سمجھ چکے ہوں گے۔

میں نے وہ اخبار رومانہ کی طرف بڑھا دیا۔ پھر اس خط کا سلسلہ جہاں سے ٹوٹا تھا وہاں سے پڑھنے لگا میرے اجنبی میزبان نے لکھا تھا۔

"جی ہاں فرہاد صاحب! یہ آپ کی تصویر ہے اسے سامنے رکھ کر سوچیں سپر ماسٹر کو اب تک معلوم ہو چکا ہوگا کہ اس نے عازم کو زنخہ بنا دیا ہے۔ ماسک مین کو پتہ چل گیا ہوگا کہ چیانگ شی کا جیسے عیار، ضدی اور ناقابل شکست انسان کو آپ نے ہی چیانگ پلازہ سے بھگا دیا ہے۔ اور ایم ریلی کمپنی کی عمارت کی مالکہ بنا کر ٹیڑ پاور کو لاکھوں ڈالر اور بے شمار انسانی جانوں کا نقصان پہنچایا ہے کیا دونوں تنظیموں کے نکتے آپ کو جھنجھوڑ ڈالنے کے لئے تلاش نہیں کر رہے ہوں گے؟

آپ کا آزادی سے گھومنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے میں نے آپ کی حاضری رہائش کا انتظام کر دیا ہے۔ یہاں کھانے پینے اور جینے اڑھنے کا تمام سامان موجود ہے۔ آپ شراب نہیں پیتے۔ آپ کے ساتھ ایک حسینہ موجود ہے اس لئے میں نے دوسری کا انتظام نہیں کیا۔ جب بھی آپ چاہیں گے، حسیناؤں کی قطاریں لگا دی جائیں گی۔

صبح ایک ملازم حاضر ہو جائے گا۔ بے چارہ گونگا اور بہرہ ہے۔ وہ دنوں کی صفائی کرے گا۔ آپ کو مزید جن چیزوں کی ضرورت ہو اس ملازم کو دیدیں۔ مختلف ماسک اور میک اپ کا سامان صبح پہنچا دیا جائے گا۔ آپ جو بہروپ بھریں گے اسی روپ میں آپ کی تصویریں آپ کے لئے انٹرنیشنل پاسپورٹ بنا دیا جائے گا۔

جب تک میں زندہ ہوں۔ ٹیڑ پاور کا ماسک مین اور ماسٹروں کا

لاکھوں قارئین کے دلوں کی دھڑکن

محی الدین نواب

کی ۱۰ سنسنی خیز کہانیوں کا مجموعہ

ایمان فروش

منگوانے کا پتہ

مکتبہ نفیسہ

پوسٹ بکس ۹۴۲ کراچی

قیمت ۸۰/- روپے

شائع ہو چکا ہے!

قریبی بکسٹال سے طلب کریں یا براہ راست منگوائیں

سپر ماسٹر آپ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ آپ بے فکر ہو کر اطمینان سے آرام کریں۔ میں اپنی ہزار آنکھوں سے آپ کا پہرہ دے رہا ہوں۔

فقط۔ آپکا خیر خواہ...."

میں خط پڑھنے کے بعد صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا عجیب الو کا پٹھا ہے۔ جب خیر خواہ ہی ٹھہرا تو پھر منہ کیوں چھپا رہا ہے۔ خوب مہربان تھا کہ اپنا نام تک نہ لکھا۔

- - - - - - - - - - - -

میں نے وان ڈے سے کہا: "تم ایک بیڈ روم میں جا کر آرام کرو۔ صبح جس وقت چاہو، اٹھ کر چلے جانا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم پے نانگ میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ایک ہفتہ گزارو۔ اس کے بعد بہت محتاط ہو کر فائیو سٹار آفیسر سے ملاقات کرنا۔ کوئی تمہارا تعاقب یا نگرانی نہ کر سکے اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد زمین روز اڈے میں ٹرانسمٹر کے ذریعے ٹائیگر سے رابطہ قائم کرنا، اب جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ رومانہ نے کہا: "صوفے ہنساتے ہیں، مگر یہ تو کوئی سنجیدہ مسخرا ہے۔ بڑی سنجیدگی سے مذاق کر رہا ہے۔ کوئی آئیڈیا ہے کہ یہ کون ہو سکتا ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلایا: "نہیں۔ یہ خط پڑھنے سے پہلے میں سمجھ رہا تھا کہ یہ سپر ماسٹر مارک مین کی چالیں ہیں مگر اس انجانے خیر خواہ کا تعلق دونوں خطرناک تنظیموں سے نہیں ہے۔ کیسی تیسرے گروہ کا خطرناک مسخرا ہے۔ یہ جو میرے لئے اتنی زحمتیں اٹھا رہا ہے تو ضرور مجھ سے کوئی بڑا فائدہ حاصل کرنا چاہے گا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا مقصد کسی کے لئے کچھ نہیں کرنا۔ وہ صرف مجھے گمراہ کر کے اس دنیا میں کوئی بے مقصد کسی کے لئے کچھ نہیں کرتا۔"

میں صوفے سے اٹھ کر خواب گاہ میں آیا۔ وہ خواب گاہ آرائش اور ضرورت کے تمام سامان سے آراستہ تھی وہ نادیدہ میزبان صرف میری ضرورت کو ہی نہیں، میری فطرت کو میرے ذوقِ حسن کو بھی خوب سمجھتا تھا۔ شاید اسی لئے چاروں طرف دیواروں پر عمر خیام کے مشراب و شباب کی حذبات انگیز تصویریں آویزاں کی گئی تھیں۔

میں نے ریڈیو گرام کو آن کیا۔ رومانی ماحول کی رنگین فضا میں ہلکی ہلکی موسیقی سرگوشیاں کرنے لگیں۔ ایک گلوکارہ ہولے ہولے بول رہی تھی: "اے مسافر! دم بہ دم چلتے رہنے والے مسافر ذرا تھم جا.....

دیکھ تیرے لئے ریشمی زلفوں کا سایہ اور گوری باہوں کا ٹیکہ ہے۔

سو جا.....

میں جانتی ہوں تو آگ اور خون کے دریا سے ہر لمحہ گزرتا رہتا ہے۔

مگر تیری زندگی کا کوئی لمحہ میری جوانی کے نام بھی ہو تو میں بے نام نہیں رہوں گی۔

تیرے نام سے امر ہو جاؤں گی.....

خواب گاہ کے دروازے کے حریری پردے لہرانے لگے۔ ان لہروں کے درمیان رومانہ سپنوں کی شہزادی کی طرح جھک رہی تھی۔ [illegible] کر دیا۔ اندھیرا چھا گیا۔ میں نے سوئچ آن کر دیا ہلکی نیلی روشنی خوابوں کے دھندلکے کی طرح پھیل گئی۔ میں فوم کی ملائم سیج پر وہ نیلی دھند کے غبار میں چور جذبوں کی طرح ہولے ہولے ریڈیو گرام کے پیچھے سے کوئی گلوکارہ دھیمی سی گنگنا رہی تھی۔

"دم بہ دم چلتے رہنے والے مسافر!

تجھے نہیں معلوم میں تیرے لئے صرف تیرے لئے پچپن سے تیرے لئے پروان چڑھتی رہی۔

جب پچپن کے تن سے جوانی کا بدن جھانکنے لگا تو

ہاں پہلی بار دل نے سمجھایا کہ یہ سارا مال و اسباب

تو کبھی آئے گا اور میرے وجود کی دھرتی سے سرسبز

ایک دانہ چگ لے گا۔

اور تو ابھی آ گیا ہے....."

میں اس کے لئے آ گیا تھا۔ وہ میرے لئے آ گئی تھی

کے لئے آئے تھے۔ مگورات جا رہی تھی۔ چار بج چکے تھے اور

ہونے والی تھی میرے انجانے میزبان سے ایک غلطی ہو گئی۔

دیوار گھڑی لگا دی تھی۔ جس کے باعث ہمیں گزرتے ہوئے

ہو گیا۔ حالانکہ ایسے وقت مدھوں پرانے بوڑھے وقت کو

بند کر دیا جاتا ہے اور شباب کی بوتل کھول دی جاتی ہے۔

میں نے سوئچ آف کر دیا۔ نیلی روشنی بھی بجھ گئی

گم ہو گئی۔ وقت ہر گیا۔ ملائم سیج کی ہتھیلی پر صرف ہم زندہ

سوچ کی پہلی کرن آنکھ نہ کھولتی تب تک رات بھی جاگتی رہتی

میرے پڑھنے والے میرے حالات سے اچھی طرح واقف

تصور کر سکتے ہیں کہ جلتے سورج کے نیچے تپتے ہوئے ریگستان

چھاؤں اور ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا نصیب ہو جائے تو اس

لئے زندگی کا وہ سب سے بڑا انعام ہوتا ہے۔ اس وقت رومانہ

میرا انعام بن کر آئی تھی۔

وہ سمندر کی سطح کی طرح پُرسکون بھی تھی اور سمندر کا

طوفان پر دبی بھی تھی۔ وہ موذ زور لہروں کی طرح آتی تھی۔ خ

پلٹ کر گرفت سے نکل جاتی تھی۔ بڑی دلکش اور عجیب ادا

لجاتی تھی۔ مگر ترساتی نہیں تھی۔

جوانی میں سب پر جوانی آتی ہے۔ البتہ حسن کسی کسی

کو نہیں ملتا۔ حسن اور جوانی کے باہمی ملاپ سے دلکشی پیدا

زندگی میں ایسی ہی بلائیں آتی ہیں جو بیک وقت حسین بھی تھیں

لیکن رومانہ ان سب سے سوا تھی۔ خود کو پیش کرنے کے دوران

ایسی دلربائی ہوتی تھی کہ جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا

بیان کرنا چاہتا ہوں تو بیان سے پہلے ہی اس کی اداؤں کے طلسم ہوشربا میں گم ہو جاتا ہوں اور الفاظ الجھ کے پیاسے رہ جاتے ہیں۔

ہر شخص ظاہراً اپنے منہ سے اپنی تھوڑی بہت تعریف ضرور کرتا ہے اپنے منہ میاں مٹھو بننا کہتے ہیں آج میں ذرا سا مٹھو بن کر یہ کہتا ہوں ہر مستقل مزاج اور قوتِ ارادی کا مالک ہوں اگرچہ حسین عورتیں میری کمزوری ہیں لیکن میں کسی کو ڈھول بنا کر گلے سے نہیں لٹکاتا۔ اس لئے جسے گلے لگانا چاہتا ہوں اور جس ہاتھ سے رخصت کر دیتا ہوں لیکن چند ملاقات کے بعد رومانہ میری دائمی ضرورت بن گئی میں نے بارہا اسے بھلانے یا اس سے دور رہنے کی کوششیں کیں لیکن میں دانستہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ دوسری بات ہے کہ حالات نے ہمیں عارضی طور پر جدا کر دیا۔ مگر میں ہی اس سے ملنے کی صورت نکالتا رہا۔ یعنی اس کی طلب نے بار بار مجھے مجبور کیا تو میں نے زندگی میں پہلی بار دیوانگی کو سمجھا۔

بہر حال دیکھتے ہی دیکھتے صبح ہو گئی۔ میں نے اپنی دلنواز محبوبہ کو اپنے بازو کا تکیہ دیا وہ میرے سینے سے لگ کر سو گئی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ڈسٹرب میں نے کر ہدایت دی کہ وہ چھ گھنٹے تک آرام سے سوتی رہے۔ اس کے بعد سونیا کی خبر لینا تھی بہت دیر ہو چکی تھی۔ تقریباً بارہ گھنٹے کے بعد مجھے سونیا اور رس ونتی سے رابطہ قائم کرنے کا موقع نہیں ملا تھا موقع ملتے ہی میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

پچھلی بار جب میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا تھا اس وقت زخم کے متعلق شبہے میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس کا یہ شبہ ختم ہو سکتا وہ عازم کافرستان ہی سمجھتی رہتی لیکن میں یہ معلوم کر کے پریشان ہو گیا عازم کا زخم نہ ہو عارضی تھا جمشید جبران کے خاص ڈاکٹر نے اس کا علاج کرنے کے بعد یقین سے کہا تھا کہ دوبارہ آپریشن کے ذریعے عازم کی مردانہ صلاحیتوں کی طرف لوٹ آئے گا۔

میں بھی یہی چاہتا تھا بے چارہ اپنی گمشدہ مردانگی کو پا لیتا۔ میرا دل بن کر پیدا ہونا ایک جرم ہو گیا تھا۔ وہ بڑی شرمناک سزا پا چکا تھا۔ اس لئے یہ بات تشویشناک تھی کہ سونیا اسے فرہاد سمجھ کر اس کے [illegible] ہو گئی تھی۔ جب وہ آپریشن کے بعد نارمل ہو جائے گا تو یقیناً اپنی پہلی [illegible] سونیا پر بھی آزمائے گا۔

اس لئے یہی صورت رہ گئی تھی کہ میں سونیا کو اس کی طرف سے [illegible] کر دوں اور آپریشن کا نتیجہ سامنے آنے سے پہلے سونیا کو کسی [illegible] کی اصلیت بتا دوں۔ فی الحال اطمینان تھا کہ آپریشن کے بعد عازم کو [illegible] نارمل ہونے میں کچھ دن لگیں گے اسی عرصے میں مطمئن ہو کر سونیا کی طرف [illegible] گھنٹے تک غافل رہا تھا۔

[illegible] گھنٹے پہلے ایک اور اہم واقعہ پیش آیا تھا۔ سونیا نے جمشید جبران [illegible] کی راہ پر لگا دیا تھا اسے بتا دیا تھا کہ رس ونتی ٹیلی پیتھی جاننے والی خطرناک حد تک ہے مگر ان دونوں کسی حادثے کے باعث عارضی طور پر خیال خوانی کی صلاحیت سے محروم ہو گئی ہے دانیال اسے کسی یہودی کے پاس کروڑوں ڈالر کے عوض فروخت کر رہا ہے۔

خواتین اور کنیزوں کو فروخت کرنے کے سلسلے میں حرم کے بازار کو تاریخی حیثیت حاصل ہے شاید وہاں کی آب و ہوا کچھ ایسی ہو گی کہ دانیال بھی.... رس ونتی کو بیچ رہا تھا۔ کسی یہودی سے سودا طے ہو چکا تھا لیکن اس سے پہلے ہی جبران نے اپنے آدمیوں کے ساتھ دانیال کی کوٹھی پر چھاپہ مارا، اور رس ونتی کو وہاں سے لے جا کر اپنے ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دیا۔

سونیا نے جبران کو سمجھا دیا تھا کہ رس ونتی کی خیال خوانی کی صلاحیت کسی وقت بھی واپس آ سکتی ہے اس لئے جبران اس کا سامنا نہ کرے اور نہ ہی اپنی آواز سنائے۔ جبران نے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ جب وہ دانیال کی کوٹھی میں رس ونتی کو حاصل کرنے گیا تو نقاب پہنے ہوئے تھا لیکن وہ پردے میں رہنے کا عادی نہیں تھا۔ رس ونتی کو اپنے خفیہ اڈے میں پہنچانے کے بعد وہ سونیا کے پاس آیا۔ چونکہ ٹیلی پیتھی کے متعلق زیادہ معلومات نہیں تھیں اس لئے وہ بھول گیا تھا کہ سونیا کے سامنے جا کر باتیں کرے گا۔ تو رس ونتی سونیا کے ذریعے اس کے دماغ تک پہنچ جائے گی۔

سونیا نے جبران کو دیکھتے ہی ہاتھ کے اشارے سے کہا: "واپس جاؤ۔"

جبران کی سمجھ میں نہ آیا کہ اشارے میں واپس جانے کے لئے کیوں کہہ رہی ہے؟ اس نے آہستگی سے پوچھا۔ "کیا بات ہے سونیا! کیا یہاں ہمارے لئے کوئی خطرہ ہے؟"

سونیا نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا: "کیا تمہیں یاد نہیں ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ مجھ سے باتیں کرو گے تو وہ چڑیل میری سوچ کے ذریعے تمہاری آواز اور لہجے کو اپنی گرفت میں لے لے گی۔ پھر تمہارے دماغ تک پہنچ جائے گی۔"

جبران ایک صوفے پر بیٹھ کر سوچنے لگا پھر اس نے کہا: "ہاں، میں بھول گیا تھا لیکن اس بھول کے باوجود مجھے اطمینان ہے کہ وہ میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گی۔"

"یہ اطمینان کیسے ہوا؟"

"میں نے رس ونتی کو دیکھا ہے وہ بیمار اور کمزور ہے اگر اس کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہوتا تو وہ بستر پر آرام سے لیٹے ہی لیٹے دانیال کو سودے بازی کی سزا ضرور دیتی۔ اب کہ اس کی طرف سے دانیال کے کسی آدمی کو نقصان نہیں پہنچا ہے۔"

سونیا نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا: "اگر یہ درست ہے تو رس ونتی کو اپنے طور پر بھی آزمالو۔ اپنے کسی آدمی کو اس کے سامنے بے نقاب بھیجو۔ تمہارا آدمی اس کے مزاج کے خلاف کوئی حرکت کرے گا تو وہ غصے میں آ کر بے اختیار ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرے گی۔ اگر ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گی تو بے بسی سے صرف رو دی رہ جائے گی۔"

جبران نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا "ہاں۔ اس طرح اسے آزمایا جا سکتا ہے۔ سونیا! ایک بات ہے رسی دنتی کا سن و شباب ایسا عالم ہے کہ شائیں سے گولی کی طرح لگتا ہے سچ پوچھو تو میں گھائل ہو گیا ہوں۔"

سونیا مسکراتی ہوئی اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔ "اچھا، تو تم گھائل ہو گئے ہو۔ اب صاف صاف بتا دو۔ کیا خود ہی جا کر اسے چھیڑنے کا ارادہ ہے؟"

"ہاں۔ میرا دل یہی کہتا ہے کہ میرے سوا کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے۔"

"اگر تمہیں پسند ہے تو اسے چھیڑنے کا خطرہ مول لو۔ مگر میری ایک بات یاد رکھنا اس کی مرضی کے خلاف اس کی عزت کی طرف ہاتھ نہ بڑھانا۔ میں اسے پسند نہیں کروں گی۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو سونیا! جبکہ وہ تمہارے فرہاد سے دشمنی کر چکی ہے۔"

"میں اسے گولی مار کر انتقام لے سکتی ہوں مگر ایک عورت کے ناطے اس کی عزت کی دشمن نہیں بنوں گی۔"

"اگر وہ مجھے پسند کر لے تو.....؟"

"میوں۔ تم خوبرو اور اسمارٹ ہو، وہ تمہیں پسند کر سکتی ہے۔"

"پھر تو تم انتقام لینے کے لئے اسے گولی نہیں مارو گی؟"

وہ ہنس کر بولی۔ "تم اچھے دوست ہو تمہاری خاطر میں اسے معاف کر دوں گی۔"

اتنے میں ڈاکٹر زبیری آ گیا۔ "ہیلو سونیا! ہیلو جبران!"

جبران نے کہا۔ "کم آن ڈاکٹر! فرہاد بخیریت ہے نا؟"

"جی ہاں۔ سونیا کے لئے خوش خبری ہے آپریشن کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ میں جوانمخش دے رہا ہوں۔ ان کاری ایکشن ظاہر کر رہا ہے کہ فرہاد ہفتے دو ہفتے میں اپنی مردانہ شخصیت کی طرف لوٹ جائے گا۔"

سونیا مسکرا کر بولی۔ "تھینک یو ڈاکٹر۔ آپ واقعی بھرے کار اور اعلیٰ ڈاکٹر ہیں۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "ایک بات بتاؤ۔ کیا فرہاد کا کوئی ہم شکل بھائی بھی ہے؟"

"نہیں۔ اس کا اپنا کوئی سگا بھائی نہیں ہے، آپ نے یہ سوال کیوں کیا؟"

"ابھی میں پبلک لائبریری سے آ رہا ہوں۔ وہاں میں نے لندن سے شائع ہونے والے ایک اخبار میں عزہ کی تصویر دیکھی ہے۔ اس تصویر کے نیچے اس کا نام اعجم لکھا ہے۔"

اعجم جیسا نام سن کر سونیا کے ذہن میں عازم کا نام ابھرا۔ عازم بھی بارہا کہہ چکا تھا کہ وہ فرہاد نہیں عازم ہے وہ بولی۔ "ڈاکٹر! ہو سکتا ہے کہ اخبار میں عازم لکھا ہو آپ نے اسے اعجم پڑھ لیا ہو۔"

ڈاکٹر اس کی بات سن کر چونک گیا۔ پھر اس نے کہا۔ "نہیں۔ اس نے اعجم آئی۔ ایم اعجم لکھا ہوا ہے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "تو پھر آپ عازم کا نام سن کر کیا"

وہ بولا۔ "پرسوں شام میں یہاں فرہاد کا معائنہ کر [illegible] وقت اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ فرہاد نہیں عازم ہے۔ فرہاد زبان بولتا اور لکھتا ہو گا مگر مجھے ترکی، عربی، انگریزی اور فرانسیسی علاوہ کوئی پانچویں زبان نہیں آتی ہے۔"

سونیا نے صوفے پر بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔ "شائع ہونے والی تصویر کے بارے میں کچھ لکھا ہو گا؟"

"ہاں۔ ایک ہفتے پہلے ایک طیارے کو اغوا کر کے [illegible] پہنچایا گیا تھا۔"

"کیا عازم نے طیارے کو اغوا کیا تھا؟"

"نہیں۔ چند نامعلوم مجرموں نے ایسا کیا۔ آجم یا عازم [illegible] کی حیثیت سے شائع کی گئی ہے۔ اخبار میں لکھا ہے کہ عازم [illegible] کے بے شمار مسافروں کی جانیں بچائیں۔ یورپ اور ایشیا کے [illegible] سرمایہ داروں کو اس نے مجرموں کی قید سے رہائی دلائی۔ وہ جنگلی [illegible] کارنامے انجام دے رہا ہے لیکن وہاں کی حکومت اور قانون کے [illegible] اب تک اس نے رابطہ قائم نہیں کیا ہے وہ دوسرے لفظوں میں [illegible] ہونے کے باوجود چھپتا پھر رہا ہے اس کی تصویر شائع ہونے سے اسے صورت سے نہیں پہچانا جا سکتا تھا۔"

جبران نے پوچھا۔ "اخبار والوں کو اس کی تصویر کہاں [illegible]"

ڈاکٹر نے جواب دیا۔ "لندن کے اخبار نے تصویر کے پریس کا حوالہ دیا ہے اور الفقرہ میں رہنے والی عازم کی بیوی شائع کیا ہے۔"

چند ساعتوں کے لئے سونیا کا منہ کھلا رہ گیا پھر وہ بولی۔ "فرہاد یہاں، زیر علاج ہے وہ جسے ہم کئی بار کہہ چکے ہیں کہ [illegible] ہے وہ الفقرہ کا رہنے والا ہے اور اس کی بیوی کا نام شبانہ ہے۔"

"کیا واقعی؟" جبران نے حیرانی سے کہا۔ "یہ ڈاکٹر [illegible] کہہ رہے ہیں کہ جسے ہم فرہاد کہہ رہے ہیں اس نے خود کو عازم [illegible] مطلب یہ ہوا کہ سپرنٹنڈنٹ اور ہم سب اب تک دھوکہ کھاتے [illegible] ہم واقعی دھوکہ کھا رہے ہیں تو دوسری طرف الفقرہ میں عازم [illegible] بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ اس شخص کو عازم سمجھ رہی ہے، [illegible] میں ہے۔"

"ملایا.....؟" سونیا ایکدم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ "پیس کر بولی۔ "سؤر کی بچی.....؟"

جبران نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم کسے گالی دے رہی ہو؟"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی۔ "رومانہ کو۔ وہ حرامزادی یہاں سے ملایا گئی ہے۔ کیا تم نے اس کے لئے کوالالمپور تک [illegible] نہیں کروائی تھی؟"

رومانہ نے تعجب سے پوچھا۔ "تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ رومانہ کو پرسوں ہی پتہ چل گیا تھا کہ اصل فرہاد ملایا میں ہے؟"

"ہاں۔ اس مکار نے کتنی معصومیت سے کہا تھا کہ فرہاد اب اس قابل نہیں رہا کہ میں اس کی شریک حیات یا محبوبہ بننے کے خواب دیکھ سکوں۔ میں اپنی زندگی برباد نہیں کروں گی۔ کوئی اچھا ساتھی ملا تو میں اسے جیون ساتھی بنا لوں گی۔ وہ کمینی یہ باتیں بنا کر چلی گئی اور میں اس خوش فہمی میں مبتلا رہی کہ میرے اور فرہاد کے راستے کا ایک بڑا کانٹا نکل گیا ہے؟"

"لیکن رومانہ کو کیسے پتہ چلا کہ اصل فرہاد ملایا میں ہے؟"

"شاید یہاں کے اخبار میں اغوا شدہ طیارے اور عازم کے متعلق کوئی خبر شائع ہوئی ہو۔ میں نے کئی دن سے اخبار نہیں پڑھا ہے۔"

جبران نے کہا۔ "پرسوں میں ماسٹر زدرا کو شکست دینے میں اس قدر مصروف تھا کہ اخبار نہ دیکھ سکا اور رومانہ بھی پرسوں گئی ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے ملازم کو بلا کر کہا۔ "پرسوں کا اخبار لے آؤ۔"

ملازم نے کہا۔ "وہ تو گھر میں نہیں ہے جناب! اسے رومانہ صاحبہ لے گئی ہیں۔"

سونیا غصے سے بولی۔ "دیکھا جبران! وہ کتنی مکار ہے۔ اس نے ہیں اخبار کی ہوا بھی نہ لگنے دی۔ چلو اٹھو۔ میرے لئے آج کی پہلی فلائیٹ ملایا کے لئے سیٹ ریزرو کراؤ۔ اب میں یہاں ایک منٹ بھی نہیں رہ سکوں گی۔"

جبران اپنی جگہ سے [illegible] کے پاس گیا۔ ریسیور اٹھا کر کسی [illegible] کے نمبر ڈائل کئے پھر بولا۔ [illegible] جمشید جبران بول رہا ہوں [illegible] آفیسر کو فون دے دو۔"

تھوڑے وقفے کے بعد اس نے کہا۔ [illegible] ی! آج ہی کی کسی [illegible] فلائیٹ سے کوالالمپور کا ایک ٹکٹ چاہئے۔ [illegible] یا بجودی نہیں سنوں گا۔"

وہ دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔ پھر اس [illegible] یہ ادا کر کے ریسیور رکھنے کے بعد کہا۔ "سونیا! آج رات دو بجے آ [illegible] ہازر بہانک جائے گا پھر وہاں سے تم بی ایر اے سی کے ذریعے کوالا [illegible] پہنچ سکتی ہو۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ تو عجیب چکر ہو گیا یعنی اب میں [illegible] دیا کے فرہاد کا نہیں بلکہ کسی شبانہ کے عازم کا علاج کر رہا ہوں۔"

سونیا نے کہا۔ "پلیز ڈاکٹر! آپ میرے ساتھ پبلک لائبریری چلیں میں [illegible] کے متعلق شائع ہونے والی خبریں پڑھنا چاہتی ہوں۔"

"ذرا ایک منٹ۔" جبران نے کہا۔ "ڈاکٹر! میری سبز کوٹھی میں ایک [illegible] مریضہ ہے وہ میرے لئے بہت اہم ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ خصوصی توجہ سے اس کا علاج کریں۔"

ڈاکٹر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں سونیا کو پبلک لائبریری پہنچا کر مریضہ کو اٹینڈ کروں گا۔"

سونیا ڈاکٹر کے ساتھ جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت ملازم نے آ کر جبران سے کہا۔ "جناب! ٹرانسمیٹر پر کوئی ماسٹر آپ کو اور حضور سونیا کو کال کر رہا ہے۔"

وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے کوٹھی کے آخری کمرے میں پہنچے۔ وہاں جبران کا ایک ماتحت ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کر رہا تھا۔ جبران نے ٹرانسمیٹر کے سامنے پہنچ کر ایئر فون پہنا۔ پھر مائیک کو منہ کے سامنے لا کر کہا۔ "یس جبران اسپیکنگ۔ یور انٹروڈکشن پلیز۔ اوور۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میرا تعارف اتنا ہی کافی ہے کہ میں سپر ماسٹر کا ادنیٰ غلام ہوں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں کہ بہت تیز نہ کھاؤ۔ منہ کے بل گرو گے۔ تم نے سونیا کو پناہ دی، ہم خاموش رہے۔ تم نے اسکندریہ سے ماسٹر زدرا کے قدم اکھاڑ دیئے، ہم خاموش تماشائی بنے رہے۔ ابھی دو منٹ پہلے تم نے ہمارے سامنے دم توڑتے ہوئے بتایا ہے کہ رسس دنتی تمہاری قید میں ہے۔ فرہاد کے بعد وہ دوسری ہیبت جیتنے والی دوسری ہستی ہے۔ ہم اس دنیا کے کسی بھی برّ اعظم کے عوض اسے خرید سکتے ہیں۔ تمہاری دانشمندی یہ ہو گی کہ ہماری دشمنی کو چیلنج نہیں کرو گے۔ رسس دنتی کی منہ مانگی قیمت لے کر اسے ہمارے حوالے کر دو اور بڑی خوشی سے اسکندریہ کے بے تاج بادشاہ بنے رہو۔ ہم کبھی تمہارے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے ہم تمہیں صرف دس منٹ تک سوچنے کی مہلت دیتے ہیں دس منٹ کے لئے مائیک سونیا کو دے دو۔"

جبران نے سونیا کو مائیک اور ایئر فون دے دیا، وہ بولی۔ "ہیلو۔ میں سونیا بول رہی ہوں۔ اوور۔"

"ہیلو سونیا! تمہیں اب تک معلوم ہو چکا ہو گا کہ ہم سب کسی عازم کو فرہاد سمجھتے رہے اگر یہ نہ معلوم ہوا ہو تو آج کا کوئی غیر ملکی اخبار پڑھ لینا اور پڑھنے کے بعد ملایا کی طرف جانے کی زحمت نہ اٹھانا۔ ہم تمہیں خوشخبری سناتے ہیں کہ کل صبح دس بجے فرہاد اسکندریہ پہنچنے والا ہے۔ کیا تم کل دس بجے تک ہماری بات کا یقین کر لو گی؟ اوور۔"

"میں کیسے یقین کر لوں کہ تم درست کہہ رہے ہو یا کل تک کسی خاص پلاننگ کے تحت مجھے یہاں روکنا چاہتے ہو۔ اوور۔"

"ہم تمہیں جھوٹ نہیں روکیں گے۔ تم یہاں سے بخیریت ملایا جاؤ گی پھر تمہیں پریشان ہو کر واپس آنا پڑے گا۔ ہم کوشش کریں گے کہ تمہاری واپسی تک ہم فرہاد کو یہاں روکے رکھیں مگر تم دونوں کب کسی کے روکنے سے رکتے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ یہاں آ کر کسی دوسرے ملک کی طرف نکل جائے۔ اوور۔"

"وہ یہاں کیوں آ رہا ہے؟ سپر ماسٹر کو اس کی آمد کا علم کیسے ہوا؟"

"دور ــــ"

"ہمیں جیسے ہی معلوم ہوا کہ وہ ملایا کے جنگل میں روپوش ہے ہم نے وہاں کے قریب ترین نائٹ کلب میں دنیا کی حسین ترین لڑکیاں بھیج دیں۔ فرہاد کو پھانسنے کا یہی آزمودہ نسخہ ہے۔ اطلاعات میں یہ کہا گیا تھا کہ عازم کو کسی شکل و صورت سے نہیں پہچانا جا سکتا ہے شاید سی نے فرہاد کے اصلی روپ

میں آزادی سے گھوم رہا تھا ہماری ارسال کردہ ایک حسین لڑکی نے اسے پھانس لیا ہے۔ لڑکی نے اسے اپنی دردبھری داستان سنائی ہے، کہ چند بدمعاش اس کی چھوٹی بہن کو اغوا کر کے اسکندریہ لے گئے ہیں۔ سونیا! تم سمجھ سکتی ہو کہ فرہاد حسین لڑکیوں کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ بس وہ چلا آ رہا ہے۔ یقین کرو یا نہ کرو۔ اوور۔"

سونیا کو بڑا غصہ آیا کہ میں اپنی عیاشی کے باعث دشمنوں کی چال میں آ رہا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے غصے کو برداشت کرتی ہوئی بولی۔

"اچھا۔ تو تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ مجھے اور فرہاد کو ایک ساتھ اسکندریہ میں پھانس لیا جائے۔ اوور۔"

"نہیں۔ ہم یہاں آخری بار تم دونوں کو دوست بنانے کی کوشش کریں گے۔ انکار کی صورت میں فرہاد یا تو ہمیشہ کی طرح ہمارے جال سے نکل بھاگے گا۔ یا پھر ہمارے ہاتھوں یہاں دفن ہو جائے گا۔ کیا تم اس کے ساتھ مرنا پسند کرو گی؟ اچھی طرح سوچ لو اور اب ذرا مائیک جمشید جبران کو دے دو۔ اوور۔"

سونیا نے جبران کو مائیک دے دیا۔ وہ ایئر فون پہننے کے بعد بولا۔ "ہیلو سپر ماسٹر کے کتے! دس منٹ گزر چکے ہیں اگر میں رس ونتی کو تمہارے حوالے نہ کروں تو تم کس طرح مجھ پر بھونکنا شروع کرتے ہو۔ اوور۔"

مہاری وہ کوٹھی چاروں طرف سے گھیرلی گئی ہے۔ تمہارے لئے فرار کا کوئی رستہ نہیں ہے۔ کہیں سے بھی فرار ہونے کی کوشش کر دیکھو۔ اوور۔"

"میں اسی کوٹھی میں صحیح سلامت رہوں گا۔ تم اپنے ہیڈکوارٹر سے آزمالو۔ اوور اینڈ آل۔"

یہ کہہ کر اس نے مائیک اور ایئر فون کو اپنے ماتحت کے حوالے کیا پھر سونیا کے ساتھ روسٹرم کے کمرے میں آیا۔ وہاں چاروں طرف چار ٹی وی سیٹ لگے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان ایک میز پر بڑا سا سوپر لوڈ رکھا ہوا تھا۔ وہ چاروں ٹی وی آن کرنے کے بعد سوپر لوڈر کے پاس بیٹھ گیا۔

چاروں ٹی وی کے اسکرین پر کوٹھی کے باہر چاروں طرف کے مناظر دکھائی دے رہے تھے۔ ادھر اُدھر کتنے ہی لوگ سٹین گنیں لئے کھڑے تھے جبران نے ایک مائیک کو آن کر کے کہا۔ "ہیلو ظاہر بیگ! کیا سچویشن کو سمجھ گئے ہو؟"

جواب ملا۔ "یس باس! چاروں طرف کی کوٹھیوں میں ہمارے مسلح آدمی تیار بیٹھے ہیں۔ آپ کے حکم کا انتظار ہے۔"

جبران نے حکم دیا۔ "بیک وقت چاروں طرف کی کوٹھیوں سے فائرنگ کرو تاکہ وہ بھاگتے ہوئے میری کوٹھی کی طرف آنے پر مجبور ہو جائیں۔ دیر نہ کرو ورنہ وہ شیل پھینک کر ہمیں یہاں سے نکلنے پر مجبور کریں گے۔ اوور اینڈ آل۔"

حکم صادر ہونے کے چند لمحے بعد ہی اچانک فائرنگ کی آوازیں چاروں طرف سے آنے لگیں۔ چاروں اسکرین پر سپر ماسٹر کے [illegible] بھاگتے ہوئے کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوتے نظر آ رہے تھے [illegible] بنانے کے لئے کوئی دوسری جگہ نہ تھی۔ ایسے ہی وقت جبران [illegible] سوپر لوڈر کے چار سوپر آن کئے۔ کوٹھی کے احاطے میں ہر [illegible] ہونے لگے۔ ماسٹروں کی تنظیم کے مسلح جوان دھماکوں کی زد میں آ [illegible] لہے تھے۔ چیخ رہے تھے۔ دشمنوں کا یہ انجام دیکھ کر سونیا کی [illegible] کوٹھی کے چاروں طرف ہارووی سرنگیں بچھائی گئی تھیں۔ جو [illegible] کام آ رہی تھیں۔

ذرا سی دیر میں سناٹا چھا گیا۔ چاروں اسکرین پر [illegible] لاشیں نظر آ رہی تھیں۔ کچھ زخمی حالت میں پڑے تھے یا رینگ [illegible] جو صحیح سلامت رہ گئے تھے انہیں جبران کے آدمی حراست میں [illegible]

ڈاکٹر زبیری نے کہا۔ "جبران صاحب! آپ واقعی ناقابل شکست کا قانون بھی آپ کے آگے بے بس ہے۔ بڑے دو....."

جبران نے مسکرا کر سونیا اور ڈاکٹر کو ساتھ آنے کے لئے کہا۔ ڈرائنگ روم کی طرف جاتے ہوئے اپنے ایک ملازم سے بولا۔ "باہر [illegible] کو یہاں آنے کے لئے کہو۔"

وہ تینوں ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ جبران نے ٹیلی فون پر [illegible] ڈی آئی جی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارے ملک میں [illegible] آئے دن تخریبی کارروائیاں کر رہی ہے۔ پچھلے دن میں نے ماسٹر [illegible] سے بھگایا تھا۔ آج پھر مجھ پر باجماعت حملہ کیا گیا ہے۔ میری [illegible] والی کوٹھی میں فوراً تشریف لائیں۔ کچھ زندہ مجرم یہاں زیر حراست [illegible]

اس نے رسیور رکھ دیا۔ ظاہر بیگ نے ڈرائنگ [illegible] اسے سلام کیا۔ اس نے کہا۔ "ڈی آئی جی پریس پارٹی کے ساتھ یہاں [illegible] والوں کے ساتھ لاشوں اور زیر حراست مجرموں کی تصویریں اس [illegible] میں یہ کوٹھی نظر آئے۔ آج ہی تمام تصویریں تیار کر کے وزیر [illegible] پاس بھیج دی جائیں..... جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا نے جبران سے کہا۔ "تمہارے ملک [illegible] ریڈ پاور کی حمایت میں ہے۔"

"ہاں۔ اسی لئے یہاں جب بھی کسی ماسٹر کی موجودگی کا [illegible] میں اس کے قدم اکھاڑ دیتا ہوں۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیا تم ریڈ پاور کے باس ہو؟"

"بالکل نہیں۔ میں محبِ وطن ہوں۔ اگر میری حکومت ریڈ پاور کو بھی ماسٹروں کی طرح یہاں سے بھگایا جائے تو میں کو بھی یہاں نیست و نابود کر دوں گا۔"

"کیا یہاں ریڈ پاور کے کسی باس سے تمہارا رابطہ ہے؟"

"بالکل ہے۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ فرہاد علی تیمور کی خفیہ میری پناہ میں ہے۔"

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"تم نے پہلے کیوں نہیں پوچھا؟"

"تم نے پہلے کیوں نہیں پوچھا؟"

وہ ہنسنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے ریڈ پاور کے مالک مین کو یہ بھی معلوم ہو چکا ہو گا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی رس ونتی تمہاری قید میں ہے۔"

"ہاں۔ مالک مین کا مبارکباد کا پیغام میرے نام آیا تھا۔ تمہیں پناہ میں رکھنے، ماسٹر زورا کو یہاں سے بھگانے اور رس ونتی جیسی ہم ہستی کو قیدی بنا کر رکھنے کے سلسلے میں مبارکباد دی گئی ہے۔"

"صرف مبارکباد؟"

"نہیں۔ ہمارے ملک کو سیاسی فائدے بھی حاصل ہو رہے ہیں۔"

"اوہ....." سونیا کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

جبران نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

"یہی کہ تم محبِ وطن ہو۔ اپنے ملک کے سیاسی مفادات کے لئے رس ونتی کو مالک مین کے حوالے کر سکتے ہو۔"

"ہم اس موضوع پر بھی گفتگو کریں گے۔"

"تم کتر رہے ہو؟"

"نہیں۔ میں ابھی موجودہ حالات پر غور کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ ڈاکٹر! پر کسی ماسٹر نے تم سے کیا کہا تھا؟"

سونیا نے کہا۔ "اس نے جو کچھ بھی کہا ہے اگر وہ درست ہے تو تم ملکی مفادات کے لئے رس ونتی کو واپس کر نہیں سکو گے۔"

"تم خواہ مخواہ رس ونتی کی بات رہنے دو۔ ہیلو! مجھے ذکر ماسٹر کیا بکواس کر رہا تھا۔"

"وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے سولہ آنہ نہیں جانا چاہئے۔"

"ہوں۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "تم کہہ رہی تھیں کہ وہ تمہیں فرہاد کو اسکندریہ میں پھانسنا چاہتے ہیں۔ اس کا مطلب کیا ہوا۔ کیا بلاوہاں آ رہا ہے؟"

"ہاں۔ وہ ماسٹر یہی کہہ رہا تھا۔"

"تمہیں یقین نہیں ہے کہ وہ درست کہہ رہا ہے؟"

"ایک طرح سے یقین آ جاتا ہے کہ ایک نہایت ہی حسین لڑکی اسے فریب کر کے یہاں لا رہی ہے۔ میں فرہاد کی عیاشی سے عاجز آ چکی ہوں۔ بے شک ٹیلی پیتھی کا علم تھا۔ وہ مگر مار لڑکیوں کی سوچیں پڑھتا رہتا تھا۔ اتم تو بھلا گیا۔ عیاشی راس نہ آئی۔ مجھے کل تک اس کا انتظار کرنا ہی پڑے گا میں اسے عورتوں سے دور رکھنے کی کوشش کرتی رہتی ہوں۔ اس کے باوجود بھی ہوں کہ اس ناقابل شکست انسان کو کوئی چیونٹی جیسی حسین عورت عاجز آ غوش میں مسل ڈالے گی۔"

جبران نے ہنستے ہوئے رسیور اٹھایا۔ پھر ایئر ویز کے ایک آفیسر سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بولا۔ "فلائیٹ کا ریزرویشن کینسل کر دو۔ سفر ملتوی ہو گیا ہے۔"

اس نے رسیور رکھ کر ڈاکٹر زبیری سے کہا۔ "ڈاکٹر! آپ یہاں سے جا کر اس مریضہ کو اٹینڈ کریں تو بہتر ہے۔ اس مریضہ کا نام رس ونتی ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد سونیا کے ساتھ وہاں آؤں گا۔"

ڈاکٹر معذرت کر کے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد سونیا نے پوچھا۔ "تم رس ونتی کے متعلق گفتگو کرنے سے کیوں کترا رہے ہو؟"

"کترا رہا تھا۔ کیونکہ ڈاکٹر موجود تھا۔ تم نہیں جانتیں میرے آس پاس کتنے دوست ہیں آتے ہی حکومت کے جاسوس بھی ہیں۔ شاید ریڈ پاور کے بھی جاسوس ہوں۔ تمہیں دوست بنانے سے پہلے میں کسی کی پروا نہیں کرتا تھا۔ مگر اب وزارت خارجہ کے افسروں کی طرف سے مجھ پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔"

اس نے ایک سگریٹ نکال کر سلگایا۔ پھر ایک کش لینے کے بعد بولا۔ "پہلے مجھ سے کہا گیا کہ میں اپنی نگرانی میں اس فرہاد کا علاج کراؤں جسے زخم بنایا گیا ہے۔ اور تمہیں دوست بنا کر یہاں سے کہیں جانے نہ دوں۔ پھر رس ونتی کے متعلق سرکاری حکم ملا کہ میں اس کی اصلیت معلوم کروں۔ آیا وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا نہیں؟ تم نے یہ اچھا طریقہ بتایا کہ رس ونتی کے مزاج کے خلاف کوئی حرکت کی جائے۔ وہ جھنجلا کر ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرے گی۔"

سونیا نے کہا۔ "فی الحال اس کے ٹیلی پیتھی جاننے یا نہ جاننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آج نہیں تو کل فرہاد اور رس ونتی دونوں ہی ہمیں دوبارہ حاصل کریں گے مگر میں نہیں چاہتی کہ رس ونتی دو خطرناک تنظیموں میں سے کسی کے بھی ہتھے چڑھ جائے۔"

"میں خود نہیں چاہتا۔ اگرچہ اوپر سے مجھ پر دباؤ پڑ رہا ہے لیکن خدا جانتا ہے کہ میں فرہاد سے بہت متاثر ہوں۔ وہ تنہا دنیا کی خطرناک تنظیموں سے ٹکراتا رہتا ہے۔ مجھے یہ حوصلہ ہوتا ہے کہ مجھے کسی طاقت کے زیر اثر نہیں رہنا چاہئے۔ اگر تم چاہتی ہو کہ رس ونتی فرہاد کے کسی دشمن کے ہتھے نہ چڑھے تو پھر یہی ہو گا۔"

"تم پر تمہاری حکومت کا عتاب نازل ہو گا۔"

"ہونے دو۔ میں سمجھ لوں گا اگر فرہاد کل یہاں پہنچ جائے تو میرے حوصلے اور بلند ہو جائیں گے۔ یہ فیصلہ فرہاد پر چھوڑ دو کہ رس ونتی کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔"

سونیا پریشان ہو کر بولی۔ "فرہاد حسین عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے یہ میں بتا چکی ہوں۔ رس ونتی اتنی حسین ہے کہ وہ پچھلی دشمنی بھول کر اس کا دیوانہ بن جائے گا۔ یہ بھول جائے گا کہ وہ عورت دوبارہ اپنی ملاقاتیں حاصل کرنے کے بعد اسے غلام بنا لے گی یا پھر مار ڈالے گی۔"

"تو پھر کیا کیا جائے؟"

"تم نے تھوڑی دیر پہلے کہا تھا کہ وہ تمہیں اچھی لگتی ہے اگر تم

اسے پسند نہ کرو تو میں اسے قتل کردوں اور اگر سچ مچ دل سے مجبور ہو تو اسے ایسی جگہ چھپا دو۔ جہاں فرہاد، سپر ماسٹر اور ماسک مین تو کیا، کوئی پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔"

"یہ کام میرے لئے مشکل نہیں ہے۔ میں خود چاہتا ہوں کہ رس ونتی پر میرے سوا کسی کا سایہ نہ پڑے۔"

"تو پھر دیر کس بات کی ہے۔ چلو اٹھو اسے فوراً کہیں غائب کردو۔"

جبران نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اسے غائب کرنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ اپنی حکومت سے بھی فراڈ کرنا ہوگا۔ چلو ہم راستے میں باتیں کریں گے۔"

وہ دونوں کوٹھی سے باہر آئے۔ باہر ہونے والے زبردست دھماکوں کے باعث لوگوں کی بھیڑ لگ گئی تھی پولیس والے مردہ اور زخمی آدمیوں کو اپنی گاڑی میں لے جا رہے تھے۔ جبران نے ظاہر بیگ سے کہا۔ "میں باہر جا رہا ہوں۔ تمام گارڈز کو الرٹ رہنے کا حکم دو۔"

ظاہر بیگ ٹرانسمٹر کے ذریعے احکامات صادر کرنے کے لئے کوٹھی کے اندر چلا گیا۔ جبران سونیا کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ ایک ڈرائیور اور مسلح باڈی گارڈ اگلی دو سیٹوں پر آ گئے۔ دو منٹ کے بعد کار کے اندر ٹرانسمٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ جبران نے سائیڈ ہاتھ میں لے کر دوسری طرف کی آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "ہیلو باس ہم تیار ہیں۔ ہیلو باس! ہم تیار ہیں۔۔۔"

جبران نے کہا۔ "آل رائٹ۔ ہماری منزل سبز کوٹھی ہے — وہ ٹیس آل —"

اس نے مائیک رکھ کر ٹرانسمٹر کو آف کیا۔ ڈرائیور کو گاڑی بڑھانے کا حکم دیا۔ پھر دائیں طرف لگے ہوئے بٹن کو دبانے لگا۔ سونیا نے دیکھا۔ کار کے درمیانی حصے سے دبیز شیشہ کی دیوار اٹھ رہی تھی۔ وہ دیوار اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان کھڑی ہوگئی۔ کھڑکیوں کے شیشے پہلے ہی چڑھے ہوئے تھے۔ جبران نے کہا۔ "یہ شیشے کی دیواریں ساؤنڈ پروف ہیں۔ جس آواز ڈرائیور اور باڈی گارڈ تک نہیں پہنچے گی۔"

کار کوٹھی کے احاطے سے باہر نکل رہی تھی۔ جب وہ سامنے گلی میں پہنچی تو دوسری گلی سے ایک کار مڑتی ہوئی اس کے آگے چلنے لگی۔ سونیا نے پیچھے گھوم کر دیکھا۔ پیچھے بھی ایک کار چلی آ رہی تھی۔ وہ اپنی سیٹ پر سیدھی بیٹھتی ہوئی بولی۔ "بڑی شاندار زندگی گزار رہے ہو۔ کسی فوجی جنرل کے باڈی گارڈ بھی اتنے مستعد نہیں ہوتے ہوں گے۔"

وہ بولا۔ "میں روڈ پر پہنچ کر محافظوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔ آگے پیچھے چلنے والی ان دو کاروں کی جگہ دوسری گاڑیاں آ جائیں گی۔ اس طرح دشمن دھوکہ کھا جاتے ہیں اور ہمیں تعاقب کرنے والوں کا علم ہو جاتا ہے۔ بہرحال یہ بتاؤ۔ کل فرہاد کا استقبال کیسے کرنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی۔ "سپر ماسٹر مجھے اور فرہاد کو ایک ساتھ ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ دشمنوں کی نظروں میں نہ آؤں۔ چھپ چھپ کر نگرانی کروں اور اسے کسی مکار حسینہ کے جال سے نکال کر دشمن سے ادھیل کر دوں۔"

"ہاں۔" وہ سوچتے ہوئے بولا۔ "سپر ماسٹر تمہاری مدد چاہتا ہے کہ تم فرہاد کو دیکھتے ہی اس کے پاس چلی جاؤ گی۔ اس طرح جبران کا جال کمزور پڑ جائے گا۔"

"ہاں۔ یہی بات ہے۔ میں اور رس ونتی تمہاری پناہ میں فرہاد کو چارے کے طور پر پیش کر کے دیکھیں گے کہ وہ مجھے تمہارے پاس سے لے گا اور رس ونتی کے لئے تو وہ خون خرابے پر اتر آئے ہیں۔ آج جو نقصان تم نے انہیں پہنچایا ہے۔ میرا خیال ہے اس کے بعد اب وہ کو سمجھنے کے لئے یہ چھوٹے موٹے حملے کر رہے ہوں۔ مجھے بہت زیادہ رہنے کی ضرورت ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "اگر میں تمہارے ساتھ ٹریپ میں فرہاد سے کہیں ملاقات ہو گئی تب بھی دشمن مجھ پر شبہ کریں گے اور میرا تعاقب کریں گے۔"

جبران نے یک بیک چونک کر پوچھا۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم ٹریپ کرنے کے لئے وہ ایک نقلی فرہاد کو سامنے لا رہے ہوں۔"

"میں انسانی جسموں کی مختلف بُو میں تمیز کر لیتی ہوں۔ فرہاد سے سیکڑوں میل دور سے سونگھ سکتی ہوں۔"

پھر عزم کو کیوں نہیں پہچانا تھا؟

"مجھے شبہ ہوا تھا۔ مگر فرہاد سے اتنی گہری مشابہت ہے دماغ میں الٹے سیدھے دلائل پیدا ہونے۔ ہارمونز کی کمی بیشی بدن کی بُو میں ذرا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی سوچ کر میں فرہاد سمجھتی رہی۔"

"یعنی اب تم دھوکہ نہیں کھاؤ گی۔"

"ہاں مجھے یقین ہے کہ جیسے ہی فرہاد معرکہ زمین پر قدم اس کی بُو پالوں گی۔"

پھر تو ٹھیک ہے۔ میں تمہیں ایسے خفیہ اڈے میں پہنچا دوں میری حکومت کا بھی کوئی جاسوس نہیں پہنچ سکے گا۔ وہاں وفادار تمہارے ساتھ رہیں گے۔ تم ٹرانسمٹر کے ذریعے مجھ سے ترقی رابطہ کرتی رہنا۔"

سونیا نے کہا۔ "یہی طریقہ کار مناسب رہے گا۔ یہ بتاؤ اڈے میں پہنچ کر کیا کرنا پڑے گا؟"

"وہیں رہ کر نیل کے ساحل پر ایک خوبصورت کوٹھی ہے ایک بوڑھی ماتحت مریم ایک مالدار بیوہ کی حیثیت سے رہتی ہے ساتھ اس کی بیٹی داماد رہتے ہیں۔ یہ سب دکھاوے کے شہ

وہ سب نیز دن فائیٹر ہیں تم یہاں سے ایک نوجوان کے ساتھ جاؤ گی۔ وہ نوجوان مریم کا بیٹا اور تم ہو کہا جائے گا۔ تم اپنے چہرے پر معمولی سی تبدیلی کر لینا کوئی تمہیں نہیں پہچانے گا۔"

"میں مقامی زبان نہیں جانتی ہوں۔"

"مریم عیسائی ہے اور تم سب انگریزی زبان سے ہی کام چلاؤ گے۔"

سونیا نے تائید میں سر ہلایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سبز کوٹھی کے احاطے میں پہنچ گئے۔ اس دوران اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا باڈی گارڈ ٹرانسمٹر کے ذریعے دوسرے محافظوں سے رابطہ قائم کرتا رہا تھا۔ اسے اطمینان دلایا گیا تھا۔ کہ جبران کا تعاقب نہیں ہو رہا ہے۔

سونیا نے جبران کے ساتھ کوٹھی میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔ "یہاں تمہارے سوا کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ کیا یہاں بھی باردی سرنگیں بچھائی گئی ہیں؟"

"نہیں۔ یہ ایک عام سی کوٹھی ہے۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ دشمن کے اندر آتے ہی تمام دروازے مقفل ہو چکے ہیں۔ میری مرضی کے بغیر کوئی اندر نہیں آ سکے گا۔"

"دروازے توڑے بھی جا سکتے ہیں۔"

"اس وقت تک ہم غائب ہو جائیں گے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ایک خواب گاہ میں پہنچے۔ کمرے کے وسط میں ایک پلنگ پر رس ونتی لیٹی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر زیری ایک کرسی پر بیٹھا اس سے باتیں کر رہا تھا۔ جبران کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا۔ "مریضہ بہت کمزور ہے۔ اس کے علاج کے لئے خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔"

جبران نے کہا۔ "ڈاکٹر! اسے جلد از جلد صحت یاب ہونا چاہئے ہماری حکومت اس چیز میں گہری دلچسپی لے رہی ہے۔"

ڈاکٹر نے نسخہ پڑھتے ہوئے کہا۔ "یہ انجکشن اور دوائیں اس کے لئے بے حد مفید ہیں۔ میں پھر آؤں گا۔ مجھے اجازت دیجئے۔"

وہ مصافحہ کر کے چلا گیا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "ہیلو! رس ونتی، تم اچھا سوانگ بھرتی ہو۔"

وہ نقاہت سے مسکرا کر بولی۔ "اچھی ہوں۔ یہاں میری زبان سمجھنے والا کوئی نہیں ہے۔ تمہارے منہ سے ہماری بولی عجیب لگتی ہے۔ بھگوان کی یہ بھی کرپا ہے۔"

جبران نے رس ونتی کو بڑے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بھئی انگریزی بولو۔ تاکہ میں بھی سمجھ سکوں۔"

سونیا نے کہا۔ "وہ جبران! میں یہ بتانا بھول گئی تھی کہ یہ صرف پاکستانی ہندوستانی زبان جانتی ہے۔ تم انگریزی میں عشق نہیں کر سکو گے۔"

"واقعی؟ یہ تم سچ کہہ رہی ہو؟ یا میرے عشق کا مذاق اڑا رہی ہو۔"

"تم خود ہی دیکھ لو۔ رس ونتی کا سوالی چہرہ بتا رہا ہے کہ وہ ہماری باتیں نہیں سمجھ رہی ہے۔"

جبران نے اس رس ونتی کو دیکھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ اس کے قریب جھک کر بولا۔ "رس ونتی! تم سے بے حد محبت ہو۔ تم پہلی لڑکی ہو جسے پانے کی میں تمنا کر رہا ہوں۔ کیا تم میری محبت کا جواب محبت سے دو گی؟"

رس ونتی چپ چاپ اس کا منہ تک رہی تھی۔ سونیا نے کہا۔ "اسے سینس کے آگے بین بجانا کہتے ہیں۔"

"بھئی تم ہی میرے عشق کا ترجمہ اسے سنا دو۔"

سونیا نے کہا۔ "رس ونتی! یہ مسٹر جبران بوبٹ سیریف آدمی ہے۔ تم سے محبت کرنا مانگتا ہے۔"

رس ونتی نے پہلی بار جبران کو ناگواری سے دیکھا۔ سونیا بولی۔ "یہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔ اس کا دامن میں تم کو معاف کریں گے تم اس کا ساتھ میں شادی بناؤ۔ نہیں تو میں تم کو قتل کر دیں گے۔"

رس ونتی نے پریشان ہو کر دونوں کو باری باری دیکھا پھر بولی۔ "سونیا! وقت وقت کی بات ہے جب میرے پاس طاقت تھی۔ میں نے تمہیں اور فرہاد کو خوب پریشان کیا۔ اب میں کمزور ہوں اور تمہارے پاس طاقت ہے۔ تم مجھے قتل کر سکتی ہو۔ آج اپنے کو مجبور اور بے بس دیکھ کر یہ سبق مل رہا ہے کہ اس سنسار میں آدمی اور آدمی کی شکتی مٹ جانے والی چیزیں ہیں۔ ہمیں اس پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے۔ تم بھی یہ سبق سیکھ لو، تو بہتر ہو گا۔"

سونیا ہنستی ہوئی بولی۔ "جب تمہارا طاقت تم کو واپس ملے گا تو یہ سبق یاد رہے گا۔"

"ہمیشہ یاد رہے گا۔ اگر زندہ رہ گئی تو خواہ مخواہ کسی کو کبھی پریشان نہیں کروں گی۔ اب میری ایک ہی تمنا ہے کہ کہیں دور جا کر تمہارے ساتھ گزارا کروں۔"

"سب عورت ایک لائف پارٹنر مانگتا ہے۔ جبران بہت ہینڈسم ہے۔ اس کو اپنا پارٹنر بنا لو۔"

"سونیا! تم عورت ہو۔ کیا تم اپنے مزاج کے خلاف فرہاد کو چھوڑ کر کسی کو پارٹنر بنا سکتی ہو؟"

"میرا بات مت کرو۔ میں تم سے انتقام لیں گے۔ تم فرہاد کا ٹیلی پیتھی چھین لیا ہے۔"

رس ونتی نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ جانتی تھی کہ فرہاد کی خیال خوانی کی صلاحیت سلامت ہے وہ بولی۔ "اگر تمہیں یہی شکایت ہے تو میں فرہاد کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس لے آؤں گی۔"

سونیا نے جلدی سے قریب آتے ہوئے پوچھا۔ "کیسے؟"

"یہ راز میں نہیں بتا سکتی۔"

"تم فراڈ کرنا مانگتی ہے۔ جھوٹ بول کے اپنا جان بچانا مانگتی ہے۔"

"میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔ تمہاری تسلی کے لئے صرف اتنا بتا سکتی ہوں کہ جن جڑی بوٹیوں کے ذریعے اس کے دماغ کو کمزور

بنایا گیا ہے ان کا توڑ میں ہی کر سکتی ہوں۔ عبادت میں ایک ایسی بوٹی ہے جس کا عرق نکال کر اسے پلایا جائے تو کھوئی ہوئی صلاحیتیں واپس آجائیں گی۔"

سونیا کبھی یقین سے اور کبھی بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ میری صلاحیتیں واپس لانے کے لئے وہ رس دنتی پر بھروسہ کرنے پر مجبور ہو رہی تھی۔ جبران نے پوچھا۔ "تم دونوں کیا باتیں کر رہی ہو؟ مجھے بھی تو بتاؤ۔"

"یہ کہہ رہی ہے کہ کسی بوٹی کے ذریعے فرہاد کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس لا سکتی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "یہ تو بہت بڑی خوش خبری ہے۔"

"مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ اپنی جان بچانے کے لئے ابھی جھوٹ بول رہی ہو۔ یہ اپنے محت مند ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔ جب یہ لوگا کے ٹاور پر سالس روکنے کے قابل ہو جائے گی تو اس کی اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آجائیں گی۔ پھر ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

جبران سرد آہ بھر کر بولا۔ "کس حسینہ پر دل آیا ہے۔ یہ تو میرے لئے بھی مصیبت بن جائے گی۔"

"جبران! اس کا خیال دل سے نکال دو۔ میں اسے مجبور کروں گی کہ یہ فرہاد کی کھوئی ہوئی صلاحیت کو واپس لائے۔"

"کیسے مجبور کرو گی؟"

"اسے میرے ساتھ مریم کے پاس بھیج دو۔ میں اسے اپنی نگرانی میں رکھوں گی۔ صرف دو وقت کھانے کے لئے دوں گی مگر اسے صحت یاب نہیں ہونے دوں گی۔ یہ ہمیشہ بیمار رہے گی تو ہم پر کبھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار نہیں آزمائے گی۔"

وہ پس و پیش میں پڑ گیا پھر ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "دل نہیں مانتا کہ ایسی حسین عورت کو بیمار رکھا جائے۔"

"اچھی طرح سوچ لو۔ تم اپنے دل پر جبر کر کے مجھ پر اور فرہاد پر بہت بڑا احسان کر سکتے ہو۔"

"ایک شرط پر تمہاری بات مان لوں گا۔ جب فرہاد کو اس کی صلاحیت واپس مل جائے تو رس دنتی کا باقاعدہ علاج کرایا جائے گا۔"

"مجھے منظور ہے۔"

رس دنتی دونوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس کے خلاف کس قسم کی سازش ہونے والی ہے مگر وہ سمجھ نہ سکی۔ سوچ کے ذریعے مجھے پکارنے لگی۔

"فرہاد! تم کہاں ہو؟ میں بہت پریشان ہوں۔ مجھے بتاؤ یہاں کیا ہو رہا ہے؟ فرہاد..... فرہاد....."

☆

میں رس دنتی کی آواز سے بہت دور تھا۔ جس وقت وہ سوچ کے ذریعے مجھے پکار رہی تھی، اس وقت میں چیانگ پلازہ میں مصروف تھا پھر ساری مصروفیات کے بعد رومانہ کے ساتھ مصروف ہو گیا تھا۔

اب وہ میرے بازو کے تکیے پر سو رہی تھی۔ میں نے آہستگی سے اپنا بازو اس کے سر کے نیچے سے نکال لیا۔ مجھے بھی نیند آرہی تھی۔ صبح کا اجالا پھیل چکا تھا۔ میری معلومات کے مطابق ہم سے ہزاروں میل دور سونیا، رس دنتی کو لے کر دریائے نیل کے کنارے مریم کے پاس پہنچ گئی تھی۔ رس دنتی پریشان تھی۔ مگر اس کی جان کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔

میرے لئے سب سے اہم بات یہ تھی کہ کسی مارٹر کے بیان کے مطابق کوئی فرہاد اسکندریہ پہنچنے والا تھا۔ یہ جھوٹ بھی ہو سکتا تھا مگر میں اسے سچ سمجھ رہا تھا کیونکہ رس دنتی جیسا نایاب ہیرا اسکندریہ میں موجود تھا سپر مارٹر اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کو حاصل کرنے کے لئے اپنی آخری قوت بھی صرف کر سکتا تھا اور فی الوقت اس کی آخری قوت بائیو نک فرہاد کی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق وہ بائیو نک فرہاد وہاں پہنچنے والا تھا۔

میں نے دیوار گھڑی کو دیکھا۔ صبح کے چھ بج رہے تھے۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں دو منٹ یاموتا کی خیریت دریافت کرتا یا اپنے انسان میزبان کے متعلق سنجیدگی سے غور کرتا۔ میں نے اپنے دماغ کی ٹائم پیس میں ساڑھے آٹھ بجے جاگنے کا وقت مقرر کیا۔ پھر آنکھ بند کر کے نیند کی وادیوں میں پہنچ گیا۔

اس وقت میں ڈھائی گھنٹے کی نیند پوری کر رہا تھا۔ دشمنوں کے لئے یہ نادر موقع ہوتا ہے۔ وہ چاہیں تو ایسے وقت میری گردن اتار کر لے جاتے ہیں بشرطیکہ میں غفلت کے لمحات کہاں گزار رہا ہوں، انہیں معلوم ہو جائے۔ میں انہیں موقعہ نہیں دیتا کہ میرے سونے جاگنے کا وقت معلوم کر سکیں۔ ہاں، اب پہلی بار ایک انسان میزبان میری غفلت کو دیکھ رہا ہوگا۔ مگر دیکھ رہا تھا۔

جب میری آنکھ کھلی تو سرہانے کی میز پر تازہ اخبار رکھا ہوا تھا۔ اخبار کے اوپر رکھی ہوئی ایک پرچی میں لکھا ہوا تھا۔ "بیل بجا کر بیڈ ٹی طلب کریں۔"

میں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔ دروازہ اندر سے بند کیا گیا تھا۔ مگر اس وقت کھلا ہوا تھا پہلی بار میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ میری غنودگی کے دوران کوئی میرے سرہانے تک آکر چلا گیا تھا۔ میرے سینے میں خنجر اتارنے یا ٹھائیں سے گولی مار دینے میں کتنی دیر لگتی؟ صرف ایک سیکنڈ۔ اس کے بعد فرہاد ملی ٹیمو ایک حقیر چیونٹی کی طرح مٹی میں مل جاتا اور اس مثال کی تصدیق کر جاتا کہ ہاتھی کو کبھی ایک چیونٹی مار ڈالتی ہے۔

میں چند لمحوں تک اپنی حماقت پر کڑھتا رہا۔ اگر میں سونے سے پہلے اپنے دماغ کو یہ ہدایت دے دیتا کہ کمرے میں کسی تیسرے کی موجودگی سے میری آنکھ کھل جائے تو خواب گاہ کا دروازہ کھلتے ہی میری آنکھ کھل جاتی لیکن ایک تو تھکن تھی۔ دوسرا رومانہ کی قربت کا نشہ تھا۔ تیسری بات یہ کہ دروازے کو اندر سے بند پا کر اطمینان ہو گیا تھا کہ کوئی اسے باہر سے نہیں کھول

سکے گا۔

بہر حال بہت بڑی حماقت ہو چکی تھی۔ میں نے کان پکڑے کہ آئندہ سونے سے پہلے دماغ کو بیدار رکھوں گا۔ ویسے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر یہ آزمایا تھا کہ میرا انجانا میزبان دشمنوں میں سے نہیں ہے وہ سچ مچ دوستی نبھا رہا تھا۔ ایسی دوستی جو میری سمجھ سے باہر تھی۔ یہ سب ہی سمجھتے ہیں کہ دوستی خواہ کتنی ہی پُرخلوص اور سچی ہو، اس کی ایک حد ہوتی ہے۔ کوئی اپنے دوست اور اس کی بیوی کی خلوت میں نہیں آتا جبکہ وہ انجانا دوست میری اور رومانہ کی تنہائی میں چلا آیا تھا۔

مجھے بہت برا لگا۔ میں بستر سے اٹھ کر دروازے پر آیا۔ دائیں بائیں کارپٹڈ دالان پڑا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر ڈرائنگ روم میں دیکھا وہاں کوئی نہ تھا۔ دوسرے بیڈ روم کے سامنے پہنچا۔ اس کا دروازہ اندر سے بند تھا میں نے دان دے کا خیال پڑھا۔ وہ اندر سو رہا تھا میرے حکم کے مطابق اب تک اسے یہاں سے چلا جانا چاہئے تھا مگر اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ بہت تھکا ہوا ہے۔ اس لئے اب تک سو رہا ہے میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ بیدار ہونے کے بعد پہلے ناشتہ جانے سے پہلے مجھ سے ملاقات ضرور کرے۔

میں وہاں سے مڑ کر کچن کی طرف گیا۔ وہاں کسی کی موجودگی کا پتہ چل رہا تھا۔ نلکے سے پانی گرنے اور ایک آدھ برتن کے ٹکرانے کی آواز آرہی تھی۔ میں نے کچن کے دروازے پر پہنچ کر دیکھا۔ ایک مقامی عورت کچن کی صفائی میں مصروف تھی۔ میری آہٹ پاتے ہی اس نے مڑ کر دیکھا پھر مجھے دیکھتے ہی اس کی بتیسی نکل گئی۔ وہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ اس نے میرے سامنے سر کو جھکایا، پھر اٹھایا یعنی سلام کر رہی تھی۔

میں نے ذرا عنودہ کھاتے ہوئے پوچھا۔ "ہیڈ لیو بن ان مائی بیڈ روم (کیا تم میری خواب گاہ میں گئی تھیں؟)"

اس نے میرا منہ دیکھا۔ پھر کچھ بولنے لگی۔ اس کی آواز کچھ ایسی تھی "می آشتیا نکو رایا باندر باندر....."

میں نے اپنے سینے پر انگلی رکھ کر کہا۔ "بندر نہیں آدمی ــــ میں آدمی ہوں۔"

وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں نے اس کا بازو پکڑ لیا پھر اسے کھینچتے ہوئے بیڈ روم کی طرف جانے لگا۔ وہ بہت موٹی تھی۔ مجھے بوجھ لگ رہا تھا جیسے کسی ٹرک کو کھینچ کر لے جا رہا ہوں۔ خوامخواہ سردرد نے پر پہنچ کر میں نے اشاروں سے پوچھا۔ "کیا تم اس بیڈ روم میں آئی تھیں؟"

وہ سر ہلا کر بولی۔ "بیدروم۔ بیدروم....."

میں نے پھر ہاتھ کے اشاروں سے پوچھا۔ "دروازے کے پیچھے پٹخنی پڑھی ہوئی تھی۔ تم نے اسے باہر سے کیسے کھولا؟"

اس نے میرے سوال کو سمجھ لیا۔ آگے بڑھ کر اس نے پٹخنی چڑھا دی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ صرف چٹخنی چڑھی ہوئی تھی۔ مولی ملازمہ نے دروازے کے پیچھے وہاں اپنا ہاتھ رکھا، جہاں دوسری طرف چٹخنی تھی۔ میں نے دیکھا ملازمہ کے ہاتھ رکھتے ہی دوسری طرف چٹخنی کھٹ کی ہلکی آواز سے سیدھی ہو گئی۔ ملازمہ کا ہاتھ دروازے سے لگا ہوا ایک انچ نیچے آیا۔ چٹخنی بھی نیچے آکر رک گئی۔

یہ سمجھ میں آگیا کہ بند دروازے کے دوسری طرف سے چٹخنی کو کس طرح کھولا گیا تھا؟ میں نے مولی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اس کی ایک انگلی میں فولادی انگوٹھی تھی۔ وہ بتیسی دکھاتی ہوئی بولی۔ "میگ نیت۔ میگ نیت....."

وہ میگنٹ یعنی مقناطیس کہہ رہی تھی۔ میں نے اس کی انگلی سے انگوٹھی اتار لی۔ اس کی انگلیاں کافی موٹی تھیں۔ وہ انگوٹھی میری انگلی میں بیٹھ گئی میں نے ہاتھی کی بچی کو ایک طرف ہٹا کر دروازے کو بند کیا۔ پھر ایک قدم پیچھے جا کر انگوٹھی کا رخ دروازے کے ہینڈل کی طرف کیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ مقناطیسی انگوٹھی ہینڈل کو کھینچنا چاہتی ہے۔ میں نے ہاتھ کو ذرا نیچا کیا تو اس کے ساتھ ہی ہینڈل نیچے کو جھک گیا۔ کھٹاک کی آواز سنی، دروازہ ایک جھٹکے سے کھل کر میرے ہاتھ اور منہ پر لگا اور میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر قالین پر گر پڑا۔

"ہی ہی ہی ہی....." وہ دانت نکال کر ہنسنے لگی۔ میں نے ڈانٹ کر کہا۔ "گیٹ آؤٹ....." وہ ہاتھ کے اشارے کو سمجھ کر باہر نکل گئی۔

میں قالین پر سے اٹھ گیا۔ کھلا ہوا دروازہ میرا منہ چڑا رہا تھا۔ میں نے انگوٹھی والے ہاتھ کو اپنے پیچھے رکھا اور دوسرا ہاتھ بڑھا کر دروازے کو بند کرنا چاہا۔ اچانک ہی میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ کوئی گرم سی چیز آکر انگوٹھی والے ہاتھ سے چپک گئی تھی۔ میں نے گھوم کر اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ پلنگ کے سرہانے بیڈ ٹی کی ٹرے رکھی ہوئی تھی۔ ٹرے پر رکھی ہوئی اسٹیل کی کیتلی اور چمچے آٹھ فٹ کے فاصلے سے آکر انگوٹھی سے گلے مل رہے تھے۔

گرم چائے کے چھلکنے کے باعث میری ہتھیلی جل گئی تھی۔ میں نے جلدی سے کیتلی اور چمچوں کو انگوٹھی سے الگ کر کے کافی دور پھینک دیا۔ پھر "ہی ہی ہی" کی آواز سنائی دی۔ دروازے پر مولی ہنس رہی تھی۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ اپنی انگلی کو پکڑ کر کچھ سمجھانے لگی۔ میں سمجھ نہ سکا اس نے قریب آکر میری انگلی پکڑ کر انگلی کے اوپری حصے کو میری ہتھیلی کی طرف گھما دیا۔ پھر اشارے سے سمجھایا کہ اب سب ٹھیک ہے۔

میں نے آدھی مٹھی باندھ کر دروازے کے ہینڈل کو اور کیتلی وغیرہ کو آزمایا۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ رہے۔ مولی نے کیتلی اور چمچے اٹھا کر انہیں ٹرے پر رکھا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ ہم بیڈ ٹی پینے کے عادی نہیں ہیں ناشتہ تیار کرو۔

وہ چلی گئی۔ میں دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد ایک کرسی پر

بیٹھ گیا۔ وہ مانہ آرام سے گہری نیند سو رہی تھی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا وہ ایک ٹرانسمیٹر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے لور پر اسے سوچنے کے لئے مجبور کیا وہ سوچنے لگی۔ "ابھی تک مجھے فراد کی لو نہیں ملی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی وہ یہاں نہیں پہنچا ہے اور اگر کوئی نقلی فراد آ رہا ہے تو اسے دیکھنے اور پہچاننے کے لئے جبران کے جاسوس ایئرپورٹ میں موجود ہیں۔ وہ لوگ جبران کو حالات سے آگاہ کریں گے۔ جبران ٹرانسمیٹر کے ذریعے مجھے آگاہ کرے گا۔ پتہ نہیں وہ کب آئے گا؟ اصل نہیں تو نقل ہی آ جائے۔ دل کی بے چینی تو ختم ہو جائے گی....."

میں سونیا کو چھوڑ کر رس ونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک آہنی کرسی پر نیم دراز تھی۔ سونیا کے حکم سے رات کو اسے صرف دو سلائس کھانے کے لئے دیئے گئے تھے۔ اب وہاں صبح کے چار بجے تھے۔ بھوک کی وجہ سے اس کی آنکھ کھل گئی تھی اور وہ بستر سے اٹھ کر کرسی پر نیم دراز سو گئی تھی۔

مجھے اس کی بے بسی پر بڑا ترس آیا۔ میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو رس ونتی!"

وہ ایک دم سے چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "میری جان! آرام سے بیٹھی رہو۔"

اس وقت رس ونتی نے "میری جان" کہنے کا برا نہیں منایا۔ اس کے برعکس وہ ایک دم سے مطمئن ہو گئی۔ کہ کوئی اس کا اپنا مدد کے لئے آ پہنچا ہے۔

اس کے باوجود اس نے غصہ دکھایا "تم اب تک کہاں تھے؟ کیا دوستی ایسے ہی نباہی جاتی ہے؟"

"مجھے افسوس ہے کہ میں تم سے بڑی دیر تک دور رہا۔ میری اپنی کچھ مجبوریاں تھیں بہرحال بعد میں باتیں ہوں گی۔ پہلے میں تمہارے کھانے کا بندوبست کر دوں۔ تم آرام سے لیٹی رہو۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سونیا کے پاس آیا پھر اس کی سوچ میں بولا "کیا حماقت ہے۔ میں صبح چار بجے سے فراد کے انتظار میں بیٹھ گئی ہوں ہا۔ہا۔ہا۔ہا۔۔۔"

میں نے اس کی سوچ میں جماہی لینے کی خواہش پیدا کی۔ وہ جماہی لینے لگی۔ میں نے کہا "چائے پینا چاہئے۔"

اس نے آواز دی "مدر! پلیز سلومی کو بیدار کریں۔ میں چائے پینا چاہتی ہوں۔"

مریم نے کہا "بیٹی سلومی! اس وقت ورزش کرنے جاتی ہے میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

میں مریم کی کھوہ نما جگہ میں پہنچ گیا۔ وہ کچن کی طرف جا رہی تھی صرف اپنے قدموں سے جا رہی تھی اس کے اپنے دماغ کا ساتھ نہیں تھا میری سوچیں تھیں اس کا عمل تھا۔ اس نے فریج کھول کر پھلوں کی ٹوسے اور دودھ کی بوتل نکالی۔ پھر کھانے کا وہ سامان لے کر رس ونتی کے کمرے میں پہنچ گئی رس ونتی مسکرانے لگی۔ مریم اس کے سامنے ایک تپائی لا کر اس پر پھلوں کی ٹرے اور دودھ کی بوتل رکھنے کے بعد کمرے سے باہر آ گئی۔ میں اس کے ساتھ رہا کیونکہ اس کے دماغ کو آزاد چھوڑتے ہی وہ واپس جا کر رس ونتی کا ناچین لیتی۔

وہ کچن میں آ کر چائے بنانے لگی مجھے رس ونتی کی خاطر مریم کے ساتھ کافی وقت ضائع کرنا پڑا جب وہ کچن سلائس اور چائے لے کر سونیا کے پاس پہنچی تو تقریباً بیس منٹ گزر چکے تھے۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا وہ ایک دم سے بوکھلا کر سوچنے لگی "ایں! پھل اور دودھ۔ میں نے رس ونتی کے پاس پہنچا دیا ہے۔ کیوں پہنچا دیا؟ مادام سونیا نے سختی سے منع کیا تھا؟"

وہ پریشان ہو کر سونیا کو دیکھنے لگی۔ سونیا سر جھکائے سلائس چبا رہی تھی۔ مریم کے دماغ نے کہا "مجھے فوراً وہاں جا کر رس ونتی سے کھانا چھین لینا چاہئے۔"

میں اس سے پہلے وہاں پہنچ گیا "ہیلو رس ونتی! پیٹ بھر گیا؟"

وہ ہلکی سی ڈکار لے کر بولی "شکریہ! اب ذرا جان میں جان آئی ہے یہ تمہاری سونیا ہے کار میری دشمن بن گئی ہے۔"

"نہیں رس ونتی! وہ خواہ مخواہ دشمنی نہیں کر رہی ہے۔ تم نے اس محبوب کو جسمانی اور ذہنی طور پر نقصان پہنچایا۔ اگر تم اس کی جگہ ہوتیں تو تم بھی اپنے پیار کی خاطر یہی کرتیں۔"

"میں ہاں کی جگہ ہوتی۔ تب بھی تمہیں اپنی انگلی پکڑنے کا موقعہ نہ دیتی تم سے دور کی دوستی ہی بھلی....."

مریم وہاں پہنچ گئی۔ اس نے دودھ کی خالی بوتل اور پھلوں کی ٹوکری کو دیکھا پھر گھور کر بولی "مادام سونیا نے کہا تھا کہ تم بیماری کے باوجود خیال خوانی کے قابل نہیں رہیں۔ مجھے بتاؤ میں تمہارے لئے کھانے کی چیزیں کیسے لے آئی؟"

رس ونتی اس کی زبان نہیں سمجھ سکتی تھی لیکن مریم کے بولنے کے ساتھ ساتھ میری سوچ اسے سمجھاتی رہی۔ دنیا کی کوئی بھی زبان انسان کی زبان سے نہیں بولتا، دماغ سے بولتا ہے۔ دماغ کسی بھی لفظ کے تلفظ اور مفہوم سمجھاتا ہے تب زبان اسے ادا کرنے کے لئے حرکت میں آتی ہے۔

رس ونتی کی زبان حرکت میں آ گئی۔ میرے دماغ میں وہ انگریزی بولنے لگی "یس مریم! میں بیمار نہیں صرف کمزور ہوں۔ اب بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ اگر تم خیریت چاہتی ہو تو میرے اس علم کو راز رکھو۔ یا پھر کردو تو تمہیں ننگی کا ناچ نچا دوں۔"

"لڑکی! تم نے ابھی مریم کو سمجھا نہیں ہے۔ میں فولاد ہوں فولاد"

وہ حملہ کرنے کی نیت سے آگے بڑھی مگر ایک جھٹکے سے پیچھے گر گئی۔ اسے پہلی بار پتہ چلا کہ ٹیلی پیتھی کا ملہ نچہ دماغ پر کیسے پڑتا ہے

ایسا چیخ پھنسی تھی۔ اب تک فولاد بن کر دشمنوں سے لڑتی آئی تھی۔ اس نے اپنے ہوتے ہوئے رس ونتی کو غصے سے دیکھا۔ وہ اچانک ہی بھولنگ لگا کر اسے کھانے لگی تھی۔ لہٰذا اس رس ونتی پر چڑھ بیٹھنا چاہتی تھی، اس کا گلا دبوچنا چاہتی تھی۔ لہٰذا اس نے اپنے وقت میں اچانک ہی چھلانگ لگائی تھی لیکن جیسے حساب کے مطابق اوندھے منہ اور اچھل کر فرش پر گر پڑی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں آگے بڑھ کر حملہ نہیں کر سکتی۔ مگر یاں دے سکتی ہوں۔"

اس نے گالی دینے کے لئے منہ کھولا۔ میں نے اس کے ہونٹ بند کر دیئے نے جھلا کر ہونٹوں کو کھولا۔ وہ یہی کہنا چاہتی تھی۔ کہی۔۔۔ہم۔۔۔" اس ہونٹ پھر بند ہو گئے۔

رس ونتی کی زبان نے کہا "افسوس! تم گالی بھی نہیں دے سکتیں۔ یہ تمہیں نقل آئی ہے یا نہیں؟"

"میں جبران سے تمہارا کوئی راز چھپا نہیں سکتی۔ میں غدار نہیں ہوں۔"

"غداری اس وقت ہو گی۔ جب میں جبران یا سونیا کو نقصان پہنچاؤں دیکھو مجھے بیٹی سمجھ کر مجھ پر بھروسہ کرو۔"

رس ونتی چیخ پڑی "میں چاہوں تو ابھی خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر یہاں بلا سکتی ہوں۔ مالک مین کو چشم زدن میں بتا سکتی ہوں کہ جبران نے یہاں چھاپا دیا ہے لیکن نہیں میں جبران کو پسند کرتی ہوں اسے نقصان نہیں پاؤں گی اور تم دیکھ رہی ہو کہ میں نے سونیا کو بھی اب تک پریشان نہیں ہے۔"

مریم فرش پر سے اٹھتی ہوئی بولی "تم دوست اور دشمن سب ہی ہو نہ کھٹے کر سکتی ہو۔ پھر اس طرح قیدی بن کر یہاں کیوں پڑی ہو؟"

"میں فوراً آرام کرنا چاہتی ہوں۔ تم ماں بن کر خود ہی سوچو کیا تمہاری کرنی الحال بھگاموں سے دور نہیں رہنا چاہئے؟"

وہ پہلی بار مسکرا کر بولی "ہاں بیٹی! تم بہت کمزور ہو تمہیں آرام کرنا چاہئے اب تم اطمینان رکھو۔ میں تمہارے لئے کھانا چوسا کر لے آیا کروں گی۔"

وہ پھلوں کی ٹرے اور دودھ کی خالی بوتل اٹھا کر چلنے لگی۔ میں اس فریج پڑھ لیا تھا۔ اس کے ذہن میں رس ونتی کے خلاف کوئی سازش نہیں کمرے سے چلی گئی۔ میں نے رس ونتی سے کہا "اب اطمینان رکھو۔ وہ اخلاص خیال رکھا کرے گی۔"

"تم میری زبان سے انگریزی بول رہے تھے۔ میں ٹیلی پیتھی کے کمالات جانتی ہوں لیکن اس کے باوجود مجھے عجیب سا لگ رہا تھا۔ مجھے بتاؤ۔ میں انگریزی میں کیا بول رہی تھی؟"

میں اسے بتانے لگا۔ میری بات ختم ہونے کے بعد وہ بولی "اگر تم فولاد ہو اور مریم نے یہاں آ کر بات کی تو میں جواب کیسے دوں گی؟"

"میری غیر حاضری میں وہ آئے تو تم فوراً ہی دھیان گیان میں ہو جانا۔ اسے اشارے سے کہہ دینا کہ کھانا رکھ کر فوراً چلی جائے۔ وہ سمجھ دار ہے سمجھ لے گی کہ تم عبادت میں مصروف ہو۔"

"فراد! تمہارے جیسا مکار اور ہیرا پھیری کرنے والا میں نے آج تک نہیں دیکھا مجھے بھی یہی سکھا رہے ہو؟"

"ہماری دنیا کے نصف انسان مکاری اور ہیرا پھیری سے روٹی کھاتے ہیں۔ یہ طریقہ پسند نہ ہو تو بھوکی رہو۔"

وہ مسکرانے لگی۔ پھر بولی "ایک بات بتاؤں۔ اپنے دل کی بات ہے۔"

"ہئے! دل کی بات؟ جلدی بتاؤ، دل دھڑک رہا ہے؟"

"جبران بہت ہی خبردار اور اسمارٹ ہے۔"

"ایں۔ کک کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ مجھے اچھا لگتا ہے؟"

میں تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو گیا۔ رس ونتی اپنے تصور میں جبران کو دیکھ رہی تھی۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ جبران کے متعلق سوچنے لگی ہے۔ پھر وہ اچانک تصور سے ہٹ کر بولی "کیا میری سوچ پڑھ رہے ہو؟"

"ال۔ہاں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم اسے پسند کرنے لگی ہو۔"

"تم خود کو فلاں سمجھتے ہو۔ اس لئے تمہیں یقین نہیں آئے گا۔ ایسی لڑکیوں نے تم پر عاشق ہو کر تمہیں خوش فہمی میں مبتلا کر دیا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ میں بھی کسی نہ کسی دن تم پر مر مٹوں گی؟"

"میں تمہیں سمجھ گی سے چاہتا ہوں؟"

"اور میں اسے چاہتی ہوں جس نے آج تک کسی لڑکی سے سستی دوستی نہیں کی۔ جبران واقعی چاہے جانے کے قابل ہے کیا میری صاف گوئی کے بعد تم دوستی نباہو گے؟"

"میں کم ظرف نہیں ہوں۔ جب تک تم میری محتاج ہو میں تمہارے برے وقت میں کام آتا رہوں گا۔"

"دیکھو۔ بات بدل رہے ہو۔ پہلے دوستی کا دعویٰ کر رہے تھے اب محض کام آنے کی بات کر رہے ہو؟"

"مصیبت کے وقت دوست ہی کام آتے ہیں؟"

"مصیبت کے وقت باڈی گارڈز اور وفادار ملازم بھی کام آتے ہیں۔ تم باتیں بنانا نہیں چھوڑو گے؟"

"تم نے تو بس ایک بات پکڑ لی ہے۔ بھئی میں تمہارا دوست ہوں اور ہمیشہ رہوں گا۔"

"شکریہ۔ میرا ایک کام کرو گے؟"

"دوست سے التجا نہیں کی جاتی۔ دوستی آزمائی جاتی ہے۔ کام بتاؤ۔"

وہ بولی "ذرا جبران کے ذہن کو کرید کر معلوم کرو۔ بیاد تمنا وہ کس قسم کا شریف ہے کہ آج تک کسی لڑکی سے دوستی نہیں کی؟ مجھے یقین نہیں۔ کہ اتنا دولت مند، دلیر اور خوبرو جوان پارسا ہو سکتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

"ایک بات اور۔ ذرا یہ بھی معلوم کر دو کہ وہ مجھے دل سے چاہتا ہے یا محض وقتی محبت ہے۔"

"اچھا، انتظار کرو۔ تھوڑی دیر بعد تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

میں رس ونتی کے دماغ سے نکل کر سوچنے لگا۔ میں حاسد نہیں ہوں۔ مگر جبران کی خوش قسمتی پر رشک آ رہا تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے میری بہت ہی قیمتی چیز ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ چھیننے والا جبران ہے جو ہر حال میں میرا دوست رہے گا۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ جبران نے سونیا اور رو مانہ کو دوست بنا کر اپنے ہاں پناہ دے کر مجھے بھی دوست بنا لیا۔ پھر اپنے ہی ملک کی خارجہ پالیسی کے خلاف اس نے سونیا اور رس ونتی کو چھیننے کے لئے دریائے نیل کے کنارے پہنچا دیا۔ صرف اس لئے کہ رس ونتی کسی بڑی طاقت کی آلۂ کار بن کر فرار کو نقصان نہ پہنچائے۔

اب میری باری تھی کہ میں جبران کے دل کی آواز سنتا۔ میں احسان کا بدلہ چکانے کے لئے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ ایک کمرے میں تنہا بیٹھا سگریٹ سلگا رہا تھا۔ اس وقت وہ بہت پریشان تھا۔ سگریٹ کا ایک لمبا کش لے کر دھواں چھوڑنے لگا اس کے ساتھ ہی اس کی پریشانی منہ سے بولنے لگی اسکندریہ کے بے تاج بادشاہ جمشید جبران کو اس کی حکومت نے نظر بند کر رکھا تھا۔ اس وقت وہ اس کمرے میں قید کر دیا گیا تھا۔

جمشید جبران جیسی شخصیت قیدی کی حیثیت میں رہے۔ یہ بات سوچی بھی نہیں جا سکتی تھی اس کی سوچ نے بتایا کہ حکومت کے اعلیٰ افسران اس سے رس ونتی کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اس مطالبے سے پہلے ہی جبران رپورٹ دے چکا تھا کہ سونیا نے اس کی پناہ میں رو کر اسے دھوکہ دیا ہے اور رس ونتی کو اس کی قید سے نکال کر لے گئی ہے۔ اس کے تمام آدمی اسکندریہ سے قاہرہ تک دونوں خواتین کو تلاش کر رہے ہیں۔ مگر وہ اب تک لاپتہ ہیں۔

میں نے جبران کی سوچ میں کہا: "بڑی مشکل ہے۔ اب تو میری حکومت کے جاسوسوں کے علاوہ ریڈ پاور کے جاسوس بھی سونیا اور رس ونتی کو تلاش کر رہے ہوں گے۔"

"ہاں ——" جبران کی سوچ نے کہا۔ "بڑی مشکل ہے میرا پاکٹ ٹرانسمٹر بھی چھین لیا گیا ہے۔ میں سونیا کو خطرے سے آگاہ نہیں کر سکتا۔ صرف ظاہر بیگ کی وفاداری پر یقین ہے۔ شاید اس نے سونیا اور مریم کو میری نظر بندی کی اطلاع دے دی ہو۔"

میں نے سونیا اور جبران کی زبان سے ظاہر بیگ کا ذکر سنا تھا۔ مگر کبھی ان کے ذریعے اس کے لب و لہجہ تک نہیں پہنچا تھا اس لئے ظاہر بیگ سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ سونیا کو موجودہ حالات سے کس طرح آگاہ کیا جائے۔ اگر میں براہ راست سونیا کو مخاطب کرتا تو پھر وہ بار بار مجھے رابطہ قائم کرنے کے لئے مجبور کرتی۔ ابھی یہی مناسب تھا کہ وہ مجھے مجبور سمجھ کر صبر کر رہی تھی۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد میں مریم کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جبران کے مجسمے کے سامنے سر جھکائے زیر لب دعائیں مانگ رہی تھی۔ ہر روز کے دوران دعائیہ کیفیتوں کی ایک مخصوص وجن ہوتی ہے۔ میں اس کے دماغ کے اندر گنگنانے لگا۔ وہ حیرانی سے حضرت یسوع کو دیکھنے لگی۔ میں گنگنانے کے دوران اس کے اندر نامعلوم کشمکش کے احساسات پیدا کر رہا تھا۔

وہ پریشان ہو کر اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنانے لگی۔ "مصلوبِ مقدس! میرا دل کیوں گھبرا رہا ہے؟"

میں نے گنگنانے کے دوران سرگوشی کی: "جبران۔ میرا بچہ۔ کیا میرا بچہ کسی مصیبت میں ہے؟"

وہ پھر ایک بار سینے پر صلیب کا نشان بناتی ہوئی پیچھے جاتی ہوئی عبادت کے کمرے سے باہر آ گئی۔ پھر ایک گیلری عبور کر کے سونیا کے پاس پہنچ گئی۔ سونیا اب تک ٹرانسمٹر کے پاس بیٹھی رہی تھی۔ مریم نے پوچھا: "جبران کی کال آئی؟"

"نہیں —— میں بور ہو رہی ہوں۔ جبران نے اپنی فرینڈ سے ہے صدر میں اسے کال کرتی۔"

"تم ذرا ہٹ جاؤ۔ میں ظاہر بیگ کو کال کرتی ہوں۔"

سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: "لیکن جبران نے تھا کہ تمہیں اور تمہارے جملہ خاندان کو ظاہر بیگ جیسا دوست نہیں جانتا ہے۔"

مریم ٹرانسمٹر کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی: "ہاں۔ میں کوئی مجھے نہیں جانتا ہے۔ پھر بھی ظاہر بیگ شاید کو ڈور یہ سمجھ لے کہ اپنی ہی ٹیم کی کوئی عورت جبران کی خیریت اس نے باتوں کے دوران ٹرانسمٹر کو آپریٹ کیا لگی: "ہیلو ہیلو۔ مدر کالنگ ہرس۔ ہیلو مدر کالنگ ہرس۔ ا

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر آواز سنائی دی تمہارا بیٹا اٹینڈ کر رہا ہے۔ اپنا کوڈ نمبر بتاؤ۔ اوور۔"

مریم کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ وہ بولی: "ماں کا ہوتا۔ کوئی نام نہیں ہوتا وہ صرف ماں ہوتی ہے۔ دو لفظ کی خیریت بتاؤ۔ اوور۔"

"جبران صاحب کے متعلق کسی اجنبی کو کچھ نہیں بتاتا تم اپنی شناخت کراؤ۔ اوور۔"

میں اتنی دیر میں ظاہر بیگ تک پہنچ گیا تھا۔ فوجی افسر بیٹھے ٹرانسمٹر پر ہونے والی گفتگو سن رہے تھے ظاہر بیگ نے مائیک لے کر کہا: "یو مان سنس؛ تم اپنا نام اور پتہ بتاؤ حکم ہے۔ اوور۔"

دوسری طرف سے مریم نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ پریشان ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور کسی کی اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ کوئی مجھے ۔۔۔ حکم نہیں دیتا

منی کہہ رہے۔ سونیا! ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ جبران کسی مصیبت میں گرفتار ہے؟

یقیناً۔ اسی لئے اس نے اب تک ہیں کال نہیں کیا ہے۔ تمہیں معلوم ہے رومانیا کی بڑی طاقتوں کے لئے رس ونتی کتنی اہم ہے اسے اپنے کے لئے خود یہاں کی حکومت جبران کا محاصرہ کر سکتی ہے۔"

رس ونتی کا نام سن کر مریم چونک گئی۔ فوراً ہی اس کے ذہن میں آئی کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جبران کی خیریت معلوم کرنا چاہئے ۔ یہ پوچھ کر اس نے سونیا سے کہا: "تم یہاں ٹرانسمٹر کے پاس بیٹھو۔ میں اسے رابطہ قائم کرنے کی کوئی تدبیر کرتی ہوں۔"

میں رس ونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بستر پر لیٹی آنکھ بند کر کے سوچ رہی تھی۔ میں نے کہا: "ہیلو۔ میں آ گیا ہوں۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی: "کیا خبر ہے؟"

"میں ابھی جبران کے ذہن کو کریدنہ سکا کیونکہ وہ تمہیں بڑی طاقتوں سے بچانے کے سلسلے میں خود سیتیں اٹھا رہا ہے۔ اسے ایک جگہ نظر بند کر دیا گیا ہے۔ کیا تم اسے چھوڑ کر مجھے کوئی خوش خبری سنانے آئے ہو؟"

"رس ونتی! طعنے نہ دو۔ میں تمہاری حفاظت کرتا آیا ہوں۔ تمہاری بھی حفاظت کروں گا۔ فی الحال مریم آ رہی ہے میں اسے تمہاری زبان لگانا چاہتا ہوں۔"

اسی وقت مریم پہنچ گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتی۔ رس ونتی کی سے اشاروں پر بولنے لگی: "یس مریم! میں جانتی ہوں تم کیوں آئی ہو؟ ریگ نے ٹرانسمٹر پر تمہارے کوڈ نمبر پوچھا تھا۔ جس نے تمہیں فان سنس کہا۔ فوجی افسر تھا۔ اب تمہارا شبہ درست ہے کہ جبران پر مصیبت آئی ہے۔"

مریم نے فوراً ہی آگے بڑھ کر رس ونتی کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ "بیٹی! وہ کہاں ہے؟ خیریت سے تو ہے نا؟"

"ابھی تک خیریت ہے۔ اسے ایک کمرے میں قید کر دیا گیا وہ اس بات سے ہے کہ اپنی حکومت کے اور ریڈ پاورز کے جاسوس ہیں تلاش کرتے پھر ہیں۔ وہ تم سے کہنا چاہتا ہے کہ ہر حال میں میری اور سونیا کی حفاظت ئے۔"

"میں حفاظت کروں گی۔ جاسوس یہاں آنے کے باوجود تم دونوں کو نہیں سکیں گے۔ وہ خود جانتا ہے کہ میں تم لوگوں کو کہاں چھپاؤں گی اسے زدہ پریشان ہونے کے بجائے اپنے بچاؤ کی تدبیر کرے۔"

رس ونتی میری سوچ کے مطابق مسکرائی۔ پھر اس کی زبان نے کہا: "میں نظر بندی کے لئے مراقبے میں جا رہی ہوں۔ اب تم مداخلت نہ کرنا۔ یہاں جاؤ۔"

وہ لیٹ کر چلی گئی۔ رس ونتی نے مجھ سے پوچھا: "تم نے اسے کیا بتایا ہے؟"

"یہی کہ اب تم مراقبے میں جا رہی ہو۔ خیال خوانی کے ذریعے جبران کو مصیبت سے نجات دلانے کی کوشش کرو گی۔ لہٰذا مراقبے کے دوران مداخلت نہ کی جائے اچھا اب میں جبران کے پاس جا رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی: "سچے مچ دوستی نباہ رہے ہو۔ ایسے عاشق ہوتے ہیں جو اپنے دل کا خون کر کے اپنے رقیب کی سلامتی کے لئے دشمنوں سے لڑتے ہیں تمہارے دل کا کیا حال ہے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ کیونکہ وہ میری ناکامی و نامرادی کا مذاق اڑا رہی تھی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ میں دوستوں کے لئے دل کا خون بھی کر سکتا ہوں۔ وہ بھی دوست تھی اور جبران بھی دوست بن چکا تھا۔ پھر رقابت کیسی؟

میں جبران کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہ کمرے میں تنہا نہیں تھا چند فوجی افسران اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک افسر کہہ رہا تھا: "مسٹر جبران! حکومت نے آپ کو بہترین دماغوں اور بہترین فائٹروں کی پرائیویٹ فوج رکھنے کی اجازت دی ہے۔ آپ کے پاس خیمہ نما خانے، ٹرانسمٹر اور لباس کے اسلحہ کا ذخیرہ ہے۔ آپ جتنے محفوظ [illegible] ہیں۔ ہم ان کے لئے ایک ایک سوٹ کرتے ہیں اور تخریب کاروں کے قدم اکھاڑ دیتے ہیں۔ اتنی آپ تار دیئے۔ سر پر میں نہیں کی جا سکتی۔ حکومت کی نظروں میں آپ کی قدر ہے۔ ایک اسے کھو بیٹھا۔ وہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کا یہ مقام ہمیشہ قائم رہے۔"

جبران نے کہا: "میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ کوشش کرتا ہوں کہ میری حکومت کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو۔ میرے حب الوطنی جذبات اور پچھلی وفاداری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ لوگوں کو یقین کر لینا چاہئے کہ میں نے سونیا اور رس ونتی کو فرار ہونے کا موقعہ نہیں دیا ہے۔"

"ہم کیسے یقین کر لیں۔ تمہاری اپنی زبردست تنظیم ہے۔ تمہارے تمام افراد کی نگرانی اتنی سخت ہوتی ہے کہ تمہاری اجازت کے بغیر نہ کوئی داخل ہو سکتا ہے اور نہ باہر نکل سکتا ہے۔ پھر سونیا، رس ونتی کو لے کر کیسے فرار ہو گئی؟"

"میں بتا چکا ہوں کہ سونیا نے فرار ہونے کے لئے رس ونتی کی ٹیلی پیتھی کا سہارا لیا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ ڈاکٹر زبیری کا بیان ہے کہ رس ونتی جسمانی اور دماغی طور پر کمزور ہے صرف صحت مند دماغ ہی ایسے علم سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

"ڈاکٹر زبیری کسی بیماری کو تو سمجھ سکتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کو نہیں سمجھ سکتے۔"

دوسرے افسر نے کہا: "تم بھی ٹیلی پیتھی کو نہیں سمجھتے ہو۔ سبز کوٹھی کے اطراف پہرہ دینے والے کا بیان ہے کہ انہوں نے سونیا اور رس ونتی کو کوٹھی سے باہر نکلتے نہیں دیکھا۔ یقیناً کوٹھی کے اندر کہیں تہہ خانہ اور سرنگ ہے۔ تم نے اسی راستے سے انہیں بھگا دیا ہے۔"

جبران نے کہا: "آپ لوگ سبز کوٹھی کو اچھی طرح دیکھ چکے ہیں آپ کے ماہرین رپورٹ پیش کر چکے ہیں کہ کوٹھی کے فرش تہ خانہ نہیں ہے کیا آپ مجھے خواہ مخواہ غدار ثابت کرنا چاہتے ہیں؟"

تیسرے افسر نے کہا: "ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں مگر اپنے ملک کی بھلائی کے لئے سمجھا رہے ہیں۔ تمہاری غلطی ہم معاف کر دیں گے۔ صرف اتنا بتا دو کہ رس دنتی کو کہاں چھپایا ہے۔ تم نہیں جانتے۔ ریڈ پارٹی کا ماسک مین صرف ایک رس دنتی کے بدلے میں ایک ارب ڈالر کی فوجی امداد دے گا۔ اور یہاں بڑی بڑی صنعتیں قائم کرنے کا معاہدہ کر چکا ہے۔"

ایک اور افسر نے کہا: "ایک پیرا ڈائر کا بیان ہے کہ کل رات دو بجے سبز کوٹھی کے گیراج سے ایک ویگن کا رنگل کر گئی تھی۔ پہرہ دار نے تم پر بھروسہ کرتے ہوئے سرسری چیکنگ کی تھی۔ بظاہر اس میں ایک ہی ڈرائیور بیٹھا ہوا تھا۔ کیا تم نے اس گاڑی میں ان دونوں کو چھپا کر نہیں بھیجا تھا؟ اب تک یہ لوٹ چکے ہیں کہ وہ ڈرائیور بھی واپس نہیں آیا۔"

جبران نے کہا: "میں خود جبران ہوں کہ وہ ویگن کار میرے گیراج سے وہ بہت پریشان ہوا۔ وہ ڈرائیور کون تھا؟ کیا یہ ٹیلی پیتھی کا کمال نہیں ہو سکتا؟" اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں ختم ہوتے ہی کمرے کا دروازہ کھلا۔ ایک فوجی افسر داخل ہوا۔ جمشید جبران تازہ رپورٹ ہے۔ ظاہر ہے بیگ کے پاس جو ڑا انسٹرومنٹ ہے اس کے ذریعے اس نے کال کرتے ہوئے جبران کی خیریت دریافت کی تھی۔"

وہ افسر تفصیل سے بتانے لگا کہ مریم اور ظاہر بیگ کے درمیان کیا گفتگو ہوئی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ اب جبران چھیننے والا ہے مجھے یہ منظور نہ تھا۔ آپ جیسے دوست کا ثبوت عیاں ہو جائے۔ افسر کی تفصیلی رپورٹ کے دوران میں ایک افسر کے دماغ میں گھس گیا۔ پھر رس دنتی کا رول ادا کرنے کے لئے ایک نسوانی قہقہہ لگایا۔

تمام افسران چونک کر اس افسر کو دیکھنے لگے۔ جبران بھی حیران تھا وہ افسر نسوانی آواز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا: "ہی ہی ہی۔ میں رس دنتی بول رہی ہوں۔ ہی ہی ہی ہی۔۔۔۔"

میں اس کے دماغ سے نکل گیا۔ اب وہ جھینپ کر اپنے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔ میں دوسرے افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر رپورٹ سنانے والے افسر کے سامنے گیا۔ پھر اس کے منہ پر تڑاخ سے ایک طمانچہ جڑ دیا۔ میں طمانچہ کھانے والے کی کھوپڑی میں بیٹھ گیا۔ وہ مار کھا کر نسوانی آواز میں ہنستے ہوئے بولا: "ہی ہی ہی۔ یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے کل رات دو بجے میں نے جبران کو ٹرانس میں لے کر اسے غافل بنا دیا تھا۔ میں ویگن کار کی سیٹوں کے درمیان چھپی ہوئی تھی۔ سونیا موچھیں لگا کر مردانہ گیٹ اپ میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی تھی۔ ہی ہی ہی ہی۔۔۔۔۔"

میں اس کی کھوپڑی سے نکل کر جبران کے پاس پہنچ گیا۔ تمام افسران جھینپے ہوئے تھے۔ جن کے دماغوں کو میں نے نہیں چھیڑا تھا۔ ان میں سے ایک افسر نے کہا: "ہم مان گئے کہ تم یہاں موجود ہو۔ اب ہمیں تماشہ نہ بنانا۔"

میں نے اس کے سر پر سوار ہو کر کہا: "اوئی میں مر گئی۔ ابھی بتانا باقی ہے کہ میں نے ہی مدد بن کر ظاہر بیگ کو ٹرانسمیٹر چھیڑا تھا۔ کچھ اور بتاؤں کہ کیوں چھیڑا تھا؟"

میں پھر جبران کے پاس آ گیا۔ سب ایک آواز ہو کر بولے: "نہیں۔ اب نہیں۔ نہ بتاؤ۔ ہم سمجھ گئے ہیں۔"

جبران نے سر اٹھا کر کہا: "میں رس دنتی سے درخواست کروں گا کہ وہ معزز افسران کو شناسا شہ نہ بنائے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ افسران خوفزدہ ہو کر بظاہر مجھے سچا کہیں اور دل ہی دل میں مجھے غدار سمجھتے رہیں۔"

ایک افسر نے کہا: "مسٹر جبران! میں کسی خوف اور کسی دباؤ کا ذکر نہیں کرتا ہوں۔ ہم نے تمہیں غدار سمجھ لیا تھا۔ اب ہم رس دنتی تمہیں ٹرانس میں لانے کے بعد سونیا کے ساتھ گئی ہوئی دوسرے افسران بھی اس کی تائید کرنے اور جبران سے معافی کا اظہار کرنے لگے۔

میں نے نسوانی لہجہ اپنا کر جبران کے دماغ میں کہا: "ظاہر بیگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ذرا اکڑ دکھاؤ۔ اعلیٰ حکام تک یہ پتا چلا دو۔ کہ اب کوئی فرض ادا نہیں کرے گے۔ وہ کوئی دوسرا جبران ڈھونڈ لیں ہوں۔ پھر کسی وقت آؤں گی۔۔۔۔"

مجھے مجبوراً وہاں سے جلدی واپس آنا پڑا۔ میں رس دنتی کے پاس بھی نہ جا سکا کیونکہ ملاقاتی گھڑیوں میں دس بج چکے تھے اپنے وقت پر بیدار ہو گئی تھی۔ دوسری طرف موٹی ورانے پر رہی تھی۔

میں نے مسکرا کر مسیح بخیر کہتے ہوئے رومانہ کو دور سے بھر اٹھ کر دروازے کو کھول دیا۔ موٹی ملازمہ ناشتے کی ٹرے لئے کھلتے ہی اس کی بتیسی نکل گئی۔ میں نے رومانہ سے کہا: "یہ بتیسی دکھا کر ڈرا رہی ہے۔ کیا تم اسے کسی طرح سمجھا سکتی ہو؟"

رومانہ اپنا لباس درست کرتے ہوئے بستر سے اٹھ آئی پھر بولی: "موٹی ہے تو کیا ہوا؟ جوان تو ہے۔ کیا اس نہیں ہے؟"

"میرے پاس اتنا موٹا دل نہیں ہے۔"

وہ موٹی اپنے سر کو جھکا جھکا کر اپنے دل کی طرف اشارا نظر اس کے بلاؤز پر گئی۔ بلاؤز کے گریبان سے ایک تہہ رہا تھا۔ رومانہ نے ہاتھ بڑھا کر اسے گریبان سے نکال لیا۔ اجنبی میزبان کی طرف سے آیا تھا۔ اسے کھول کر ہم پڑھنے

"مرزا و صاحب! موٹی ملازمہ کا نام اشتیا ہے۔ نہیں سمجھ سکیں گے گونگے اشاروں کی بین الاقوامی زبان سکتا ہے۔ ایک گونگا ملازم آپ کے لئے کچھ تحفے لے کر آ میں اس سے ملنے سے پہلے آج کے اخبار کے پہلے صفحے کے

ب۔ فقط آپ کا اپنا۔"

میں اخبار پڑھنے بستر کے سرہانے گیا۔ رومانہ موٹی اشتیا کو لگی۔ رومانہ بھی وہاں آ گئی۔ ایک پیکٹ میں مردانہ اور دوسرے پیکٹ میں زنانہ سوٹ تھے۔ جوتے، سینڈل، ہیٹ، سن گلاس، لیڈیز پرس، مردانہ ٹورسٹ بیگ، میک اپ کا سامان غرضیکہ وہاں بہت کچھ موجود تھا۔

وہ تمام سامان دیکھنے کے دوران میں نے سوچ کے ذریعے رومانہ سے کہا: "جانِ من! میری بات توجہ سے سنو۔ بیڈ روم میں جا کر لائٹ میک اپ کے ذریعے اپنے چہرے میں معمولی سی تبدیلی کر دو۔ اضافات کے لئے چند پوڈر اپنے پاس رکھ لو۔ کچن کے پچھلے دروازے سے چھپ کر باہر جاؤ۔ اور سیدھی ٹیکسی اور ریسٹورنٹ پہنچ جاؤ۔ یہ گونگا میرا خط لے کر اس ریسٹورنٹ کے تیسرے کیبن میں جائے گا۔ تم دور کسی میز پر بیٹھ کر ناشتہ کرنا اور وہیں ناشتہ کر لینا۔ گونگا کیبن سے باہر جائے تو اسے نظر انداز کر دینا۔ اس کے بعد جو بھی کیبن کے اندر جا کر باہر نکلے اس کا تعاقب کرنا۔ اس طرح ہم اس انجانے میزبان تک پہنچ جائیں گے۔"

میری باتیں سن کر رومانہ وہاں سے میک اپ اور لباس کے پیکٹس اٹھا کر چلی گئی۔ میں وقت ضائع کرنے کے لئے ایک ایک سوٹ نکال کر دیکھنے لگا۔ اپنے لئے آئے ہوئے جوتے پہننے پھر اتارنے۔ سر پر ہیٹ اور آنکھوں پر سن گلاس پہن کر دیکھا۔ گونگے کو دیکھ کر مسکرا دیا۔ وہ بھی جواباً مسکرانے لگا۔

میں نے اشارے سے پوچھا: "چائے پیئو گے؟"

اس نے بڑی عاجزی سے سر ہلا کر انکار کیا۔ پھر لفافے کی طرف اشارہ کرنے لگا۔ میں لفافہ اٹھا کر کھولتے ہوئے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ رومانہ کی سوچ بتا رہی تھی کہ اتنی دیر میں اس نے اپنے چہرے میں کافی تبدیلی کر لی ہے۔ ناک کے نتھنوں میں تھوڑی سی اسپرنگ فٹ کرنے کے باعث اس کی ناک چوڑی اور چپٹی ہو گئی۔ گورے اور گلابی چہرے پر سانولے رنگ کا میک اپ کیا ہے۔ بالوں کا اسٹائل بدل دیا ہے۔ سیاہ چشمہ اور ٹنکوں کا ہیٹ پہننے کے بعد کوئی اسے پہچان نہیں سکے گا۔

میں نے ملائم ہو کر لفافے کے اندر سے نکلے ہوئے کاغذ کو کھول کر پڑھنا شروع کیا مگر وہاں وہ لکھا ہوا تھا۔ مجھے کچھ اور وقت ضائع کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے معذرت چاہی کہ وہ دیر تک سوتا رہا۔ میں نے نرمی سے کہا: "کوئی بات نہیں۔ ہم بھی دیر تک سوتے رہے۔ اب تم فسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتہ کرو۔ پھر ہے نائٹ کلب چلے جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں خط پڑھنے لگا۔ مسخرے میزبان نے لکھا تھا۔

"مرزا و صاحب! آپ نے آج کا اخبار پڑھ لیا ہو گا۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کا ملایا سے باہر جانا قریباً ناممکن ہے۔ یہاں کی ایٹلی جنس کے علاوہ ریڈ پارٹی اور سپر ماسٹر کے کتے آپ کی بُو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ آپ پہلی فرصت میں اپنے چہرے میں تبدیلی پیدا کر لیں

تو بہتر ہوگا۔

ایک بات عرض کردوں۔ آپ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے لیئے جو کام ناممکن ہے۔ وہ میں اپنے لئے ممکن بنا لیتا ہوں۔ میں آپ کو آج رات بلایا ہے نکال کر بنکاک پہنچا سکتا ہوں۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ یہاں سے نکل جائیں۔ یہ جگہ زیادہ پسند ہو تو کچھ عرصے بعد واپس آجائیں۔ ایسے وقت جبکہ ملایا کی انٹیلی جنس، ماسکو مین اور سپر ماسٹر سب ہی آپ کو گھیرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ کا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔

ویسے آپ سوچ بچار میں۔ سوچ سمجھ کر جواب دیں۔ اگر بنکاک جانا پسند کریں تو بیڈروم کی ایک دراز میں ایک ڈائری اور ایک بڑی سی تصویر ہے یہ تصویر بنکاک کے ایک سرمایہ دار نوجوان شراک جونیئر کی ہے۔ اس کے متعلق تفصیلی معلومات ڈائری میں درج ہیں۔ شراک جونیئر کا پاسپورٹ اور ویزا بالکل تیار ہے۔

آپ اپنی ساتھی حسینہ کے متعلق بتائیں۔ کیا وہ آپ کے ساتھ جائے گی؟ کیا اسے ماسکو مین اور سپر ماسٹر پہچانتے ہیں؟ کیا اس کے پاس اپنا پاسپورٹ ہے؟ اگر وہ لڑکی آپ کے لئے ضروری ہو تو اسے بھی آپ کے ساتھ بھیجنے کے انتظامات کئے جاسکتے ہیں۔ دوسری صورت میں آپ کے لئے دوسری حسین لڑکیاں فراہم کردی جائیں گی۔.....؟"

وہ انجانا میزبان اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ اس نے میری کمزوری کو سمجھ لیا ہے۔ مجھے حسین دوشیزاؤں کی اندر سبھا میں پہنچا کر خوش کرسکتا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ میں ماضی میں جاسوسوں کی تنظیم کی کتنی ہی سیڑھیوں کو ٹھکرا چکا ہوں۔ کسی مقصد کے لئے یا دولت کے لئے کھنچے والیوں کو میں نے اپنے قریب آنے ہی نہیں دیا۔

وہ رقعہ پڑھنے کے بعد میں نے گونگے سے اشاروں میں کہا "یہاں انتظار کرو۔ میں خط کا جواب لکھ کر لا رہا ہوں۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ میں وہاں سے خواب گاہ میں آیا۔ ڈیانا اپنی مہم پر روانہ ہوچکی تھی۔ بارہا ایسے مواقع آتے ہیں کہ مجھے سونیا اور ڈیانا کی بے اختیار تعریفیں کرنی پڑتی ہیں۔ وہ صرف دلیر اور بے باک ہی نہیں بے مثال ذہانت بھی رکھتی ہیں۔ روما نامہ نے انجانے میزبان کے بھیجے ہوئے کسی بھی لباس کو استعمال نہیں کیا تھا۔ اس طرح وہ کسی کی نظروں میں بھی آسکتی تھی۔ اس نے اپنے بیگ سے لباس نکال کر پہنا تھا۔ وگ پہننے کے بجائے بالوں کا اسٹائل بدل دیا تھا۔ مختصر یہ کہ وہ اس طرح گئی تھی کہ انجانا میزبان یا اس کے آدمی اپنی بھیجی ہوئی چیزوں کے ذریعے اسے پہچان نہیں سکتے تھے۔

میں نے خط کا جواب لکھا "میرے مسخرے میزبان! تم جس انداز میں میزبانی کررہے ہو وہ مضحکہ خیز ہے۔ بے لوث اور پرخلوص دوست منہ نہیں چھپاتے۔ میں تمہاری میزبانی کو قبول کررہا ہوں مگر تمہاری دوستی میرے نزدیک دشمنی سے زیادہ خطرناک ہے۔

دشمن کے مشوروں کے پیچھے اس کا اپنا کوئی مفاد چھپا ہوتا ہے نے مجھے بنکاک جانے کا مشورہ دیا ہے۔ میں اس لئے جانے پر مجبور ہوں قدم قدم پر میرے لئے پہرے بٹھادیئے گئے ہیں۔ میں شراک جونیئر روپ میں اپنی موجودہ حسین ساتھی کے ساتھ بنکاک جاؤں گا۔

اگر تم میری دوستی کے خواہاں ہو تو سامنے آجاؤ۔ ورنہ تمہیں مہنگا پڑے گا۔ فقط ـــــ فرہاد.....۔"

میں خط لکھ کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ گونگا مجھے دیکھتے ہی کھڑا ہوگیا۔ میں نے وہ خط اسے دیدیا۔ وہ پلٹ کر چلنے لگا۔ اچانک ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا۔ ایک شخص تیزی سے اندر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ تھا۔ اس نے وہ کاغذ میری طرف بڑھایا۔ میں نے اسے لے کر پڑھا۔ اجنبی میزبان نے لکھا تھا۔

"مسٹر فرہاد! ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ ریڈ پاور کے ایک چیانگ پلازہ پر قابض ہونے والے سپر ماسٹر کے تمام ساتھیوں کو چیانگ آج اندھیرا ہونے سے پہلے وہ چیانگ پلازہ کو خالی کردیں۔ ورنہ ان میں سے کوئی زندہ واپس نہیں آئے گا۔

میں آپ کو یہ اطلاع اس لئے دے رہا ہوں کہ مادام زہریلی ہے۔ آپ نے اسے چیانگ پلازہ کی فاتح بنایا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ پسند کو وہاں نقصان پہنچے۔ ویسے آپ جو مناسب سمجھیں کریں۔ میں فرض ادا کردیا۔ فقط۔ آپ کا اپنا....."

میں نے وہ خط لانے والے کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ نظریں جھکالیں۔ وہ بھی گونگا تھا۔ میں ایک صوفے پر بیٹھ کر مونا لیزا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر لباس تبدیل کرنے کے لئے بیٹھ رہی تھی۔ میں نے کہا "ہیلو مونا....."

وہ چونک کر کھڑی ہوگئی۔ ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھامے گھورنے لگی۔ اس کی سوچ نے کہا، شاید فرہاد مجھے مخاطب کررہا ہے۔

میں نے کہا "ہاں۔ میں تم سے مخاطب ہوں۔ تمہیں میرے بارے سے پتہ چل گیا ہوگا۔ کہ کتنے منظم طریقوں سے مجھے تلاش کیا جارہا ہے بہت مصروف ہوں اس لئے تم سے رابطہ قائم نہ کرسکا۔ ابھی پتہ چلا کہ چیانگ پلازہ میں تمہارے ساتھیوں کو کسی باس نے دھمکی دی ہے یہ درست ہے؟"

"ہاں۔ ہم سے کہا گیا ہے کہ شام تک ہم یہ عمارت خالی کردیں یہاں سے کوئی زندہ سلامت باہر نہیں نکل سکے گا۔ میں تمہیں یہ اطلاع کررہی تھی۔ یہ دھمکی سننے کے بعد بے چینی اور گھبراہٹ محسوس کررہی تھی۔ یہ دھمکی سننے کے بعد بے چینی اور گھبراہٹ محسوس کررہی تھی کہ تمہیں تلاش کرلوں؟"

"نکلنہ کرو۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ ریڈ پاور کا باس خلوف کیا کرنا چاہتا ہے؟ آرام سے ناشتہ کرو.....؟"

ریڈ پاور کے اقدامات کا پتہ چلانے کے لئے میں نے ذہنی رابطہ قائم کیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت ساری دنیا صبح کا ناشتہ کررہی تھی۔ ایک میں ہی، اب تک بھوکا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کھانے میں مصروف تھا۔ کھانے کے دوران میری مرضی کے مطابق سوچنے لگا۔ "ہوں مادام زہریلی کو کسی طرح چیانگ پلازہ سے نکالنا چاہئے۔ ورنہ عمارت کے ساتھ اس کی جوانی کے بھی پرخچے اڑ جائیں گے۔ میں اس حسین حرماندی کو مرد و رجال کردوں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "کوئی ضروری تو نہیں کہ عمارت تباہ ہوجائے۔"

اس نے تائید میں سر ہلایا "ہاں ضروری نہیں ہے۔ اگر وہ لوگ شرافت سے عمارت خالی کردیں گے تو ہم ان قیمتی شیشوں کو تباہی سے بچا لیں گے۔ ورنہ عمارت کے فرش تلے بچھے ہوئے ڈائنامائٹ کو بلاسٹ کر دیا جائے گا۔"

وہ سوچنے لگا کہ چیانگ پلازہ کے فرش تلے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کس طرح ڈائنامائٹ کا جال بچھایا گیا ہے اس خفیہ جال کا علم ریڈ پاور کے کسی باس کو نہیں ہے۔ آج ریڈ پاور کے جس باس نے مادام زہریلی کو بلیغ کیا ہے۔ وہ بھی نہیں جانتا کہ چیانگ پلازہ کو کس طرح ڈائنامائٹ سے اڑایا جائے گا۔

میں نے اس کی سوچ میں سوچنا شروع کیا "ہوں۔ اوں۔ اگر... ہر کمرے کی کسی ذہین ماتحت نے کسی طرح زیر زمین ڈائنامائٹ کا سراغ لگالیا۔ تو پھر کیا ہوگا۔ وہ فرش کو ادھیڑ کر تمام ڈائنامائٹ کو فیوز کر دیں گے۔"

وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگا "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں؟ وہاں فرش کو ادھیڑتے ہی تباہی شروع ہوجائے گی۔ نان سنس یہ میں کیسی مہمل باتیں سوچ رہا ہوں۔"

میں نے ڈائنامائٹ کے متعلق اسے مزید سوچنے پر مجبور نہیں کیا۔ اتنی ہی معلومات کافی تھیں کہ چیانگ پلازہ کی تہہ میں ڈائنامائٹ کا جال بچھا ہوا ہے اور فرش کا بلاسٹر کچھ ایسا ہے کہ اسے چھیڑتے ہی ڈائنامائٹ کے دھماکے شروع ہوجائیں گے۔ یہ معلومات میں نے مونا لیزا کے ذہن میں پہنچادیں۔ وہ پریشان ہوکر بولی "اوہ فرہاد! تم فرشتۂ رحمت ہو۔ تم نہ ہوتے تو یہاں اب اسی عمر قدر میں مارے جاتے کہ عمارت کے باہر سے حملے ہوں گے اور ہم ان حملوں کو پسپا کردیں گے۔"

"ملن۔ اب حملہ زیر زمین سے ہوگا۔ تمام دفاعی کوششیں بے کار ہوں گی۔"

"فرہاد! تم بہت کچھ کرسکتے ہو۔ تمہارے لئے کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔"

"نہیں مونا! صرف خداوند کریم کی ذات ایسی ہے جو ناممکن کو ممکن کرتا ہے ایک عام خیال ہے کہ کوئی انسان دلوں اور دماغوں کے راز پڑھنے کا علم حاصل کرلے تو نعوذ باللہ وہ ساری خدائی کا مالک بن جاتا ہے میرا ذاتی تجربہ ہے کہ میں تمہارے دماغوں کی تہہ تک پہنچنے کے باوجود ایک بے بس اور مجبور بندہ ہوں۔ کوئی دشمن کسی وقت بھی۔ غافل پاکر مجھے قتل کرسکتا ہے۔ کوئی بیماری مجھے دیمک کی طرح چاٹ سکتی ہے پھر یہ کہ میں نفس کا غلام ہوں۔ سونیا درست کہتی ہے کہ کسی دن کوئی حورت مجھے اپنی جوانی کی چکی میں مسل ڈالے گی اور بنیادی بات یہ ہے کہ جس دماغ سے میں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرتا ہوں۔ اسی دماغ کو آوارگی سے روک نہیں سکتا۔ ایک پرسکون گھر نہیں بنا سکتا۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھاگتا ہی رہتا ہوں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میں کب تک بھاگتا رہوں گا؟ یہ میں سمجھ نہیں سکتا۔ شاید قدرت مجھے لاچار ہی رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ فرہاد مجبور اور بے بس ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ناممکن کو ممکن نہیں بنایا جاسکتا۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ۔ میں کیا کروں؟"

"کسی بہانے اس عمارت سے چلی جاؤ۔"

"ہاں۔ یہ پیغام میں نے پہنچا دیا ہے کہ جہاں خون خرابہ ہونے والا ہے وہاں سے مجھے جانے کی اجازت دی جائے۔ میں آج شام سے پہلے کوالالمپور جانا چاہتی ہوں۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ سپر ماسٹر مجھ پر مہربان رہتا ہے۔ مجھے اجازت مل جائے گی۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ اب مجھے اطمینان ہے گا کہ تم محفوظ ہو۔"

"فرہاد! تم میرا کتنا خیال رکھتے ہو۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تمہارے جیسا عظیم مگر خطرناک شخص میرا ہمدرد بن جائے گا۔"

"مونا! میں بالکل فرہاد کے متعلق کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ ذرا انتظار کرو۔ میں یہاں کے ایک معاملے سے نمٹ لوں۔ ابھی آتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ پہلا گونگا میرا خط لے کر جاچکا تھا۔ دوسرا گونگا دوسرے خط کے جواب کے انتظار میں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے بیڈروم میں آکر جواب لکھا۔

"میرے اجنبی میزبان! تمہاری معلومات کی داد دینی پڑتی ہے، فرہاد! سپر ماسٹر اور ماسک مین تم بیک وقت تینوں پر نظر رکھتے ہو۔ یہ بھی جانتے ہو کہ مادام زہریلی میری پسند ہے۔ اور یہ بھی جانتے ہو کہ ریڈ پاور اور ماسٹروں کی تنظیم کے درمیان چیانگ پلازہ کے سلسلے میں کیسے چپقلش ہورہی ہے۔

بہرحال تمہارا شکریہ۔ میں نے اپنی زہریلی پسند کو سمجھا دیا ہے وہ شام سے پہلے چیانگ پلازہ چھوڑ دے گی۔ ویسے میں کسی حد تک سمجھ رہا ہوں۔ کہ تم کون ہو۔ ذرا انتظار کرو جلد ہی تمہیں تمہاری اصلیت بتادوں گا.....

فقط فرہاد"

میں نے ڈرائنگ روم میں آکر وہ خط گونگے کو دیا۔ وہ چلا گیا تو لمحے میرے دماغ میں جو بات آرہی تھی۔ وہ یہ ہے کہ سپر ماسٹر دوسری چال چل رہا ہے۔ ایک طرف جانی دشمن ہے۔ دوسری طرف دوست بن کر میری دانستگی

میں مجھے اپنا آلۂ کار بنا رہا ہے اور اس مقصد کے لئے مجھے مونا عرف زہریلی کے ذریعے پھانس رہا ہے۔

یعنی فی الوقت سپر ماسٹر مجھے اپنا آلۂ کار اس طرح بنا رہا تھا کہ اس کے اچھے بھی یہ معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ ریڈ پاور والے چیانگ پلازہ پر کس طرح حملہ کریں گے۔ ان کی دھمکی میں وزن تھا کہ سپر ماسٹر کا کوئی آدمی اس عمارت سے زندہ سلامت نہیں نکلے گا۔ اس قسم کی دھمکیاں سستی کہ تخریب پسند تنظیموں کا ذہن ہمیشہ باردی دھماکوں کی طرف جاتا ہے۔

لیکن وہ باردی دھماکے کس طرح ہوں گے؟ یہ معلوم کرنے کے لئے سپر ماسٹر نے ایک خط کے ذریعے مجھے اطلاع دی کہ چیانگ پلازہ میں میری پسند خطے میں ہے۔ میں دوبارہ مونا تک دوڑ گیا۔ اسے یہ بتا دیا کہ اس عمارت کے فرش تلے ڈائنامائٹ کا جال بچھا ہوا ہے اور اس جال کو توڑنے کے لئے فرش کو توڑا جائے گا۔ توڑ دھاکے شروع ہو جائیں گے۔

اس طرح میں سپر ماسٹر کے لئے معلومات کا ذریعہ بن گیا تھا۔ اب اس کی دہری چال کو سمجھنے کی ایک صورت یہ تھی کہ میں شام تک انتظار کروں۔ اگر مونا کے علاوہ سپر ماسٹر کے دوسرے اہم ماتحت بھی چیانگ پلازہ کو چھوڑ دیں گے تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ سپر ماسٹر میرا انجانا میزبان بنا ہوا ہے۔

دوسری صورت یہ تھی کہ میں چپ چاپ مونا کے خیالات پڑھتا رہوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ حسینہ اپنی معصومیت سے مجھے فریب دے رہی ہو۔ کچھ دماغ ایسے ہوتے ہیں، جو ہم ترین رازوں کو تحت الشعور کے خانے میں کامیابی سے چھپا لیتے ہیں۔ اگر مونا بھی ایسی ہی تھی تو اسے نیند کے دوران ٹرانس میں لا کر اس کے تحت الشعور کو کریدا جا سکتا تھا۔

اس وقت میں سطحی طور سے اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ میرے متعلق سوچ رہی تھی اس کے خیالات میں بلاشبہ معصومیت تھی۔ وہ ذرا رومانی سے سوچ رہی تھی "فرہاد، مجھ پر مہربان ہے۔ چیانگ شی کا پرچہ مجھے غالب کر کے اور اس اہم عمارت کا قبضہ دلا کر اس نے مجھے سپر ماسٹر کی نظروں میں بہت بلند کر دیا ہے۔ میں اس کی جتنی بھی قدر کروں، وہ کم ہے مگر ڈر لگتا ہے اس کا ریکارڈ بتاتا ہے کہ وہ حسین عورتوں سے ضرور دوستی کرتا ہے۔ کیا وہ اسی لئے دوستی کر رہا ہے؟"

وہ ذرا پریشان ہو کر پہلو بدلنے لگی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اگر وہ میرے حسن و شباب کی قدر کر رہا ہے تو اس میں حرج کیا ہے؟ آخر کسی کسی قدر دان کو ایک دن قبول کرنا ہی ہے۔"

"نہ۔ نہیں۔ فرہاد کی پسند ثابت ہوتی ہے۔ وہ آئے گا، پھر چلا جائے گا۔ میں ہمیشہ کے لئے ویران ہو جاؤں گی۔ میں آگے بڑھ جانے والے مسافر کو نہیں، ساتھ چلنے والے ہم سفر کو قبول کروں گی۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ یہ دوسری رس دنتی ہے۔ میرے ہر جائی پن سے گھبراتی ہے۔ ابھی اسے بھی ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے۔ یہ پرچہ [illegible] میں گھما۔ "میں سپر ماسٹر کو بتا دوں کہ یہاں فرش تلے ڈائنامائٹ کے جال بچھے ہوتے ہیں!"

وہ جلدی سے سوچنے لگی "نہ۔ نہیں۔ یہ سراسر حماقت ہوگی۔ سپر ماسٹر سوال کرے گا کہ مجھے فرش کے نیچے بچھے ہوئے ڈائنامائٹ کا [illegible] ہو گیا؟ تب میں کوئی بات نہیں بنا سکوں گی۔ نہیں فرہاد کا شمار [illegible] میں سپر ماسٹروں کی تنظیم میں اہم رول ادا کروں اور درپردہ فراہم [illegible] معلومات کا ذریعہ بنتی رہوں۔"

وہ سو فیصد میری حمایت میں سوچ رہی تھی سپر ماسٹر سے [illegible] چھپا رہی تھی کوئی بھی انسان ہو، سوچ کے آئینے میں اس کی [illegible] نظر آ جاتی ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ مجھے دھوکہ نہیں [illegible]

میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گئی "ہیلو مونا! [illegible] حسین ہو، تمہارا دل بھی اتنا ہی خوبصورت ہے۔ میں تمہاری سوچ [illegible] رہا ہوں۔ تم اپنے وعدے پر قائم ہو کہ سپر ماسٹر کو ہماری دوستی کا علم [illegible]

وہ پریشان ہو کر بولی "تم۔ تم ابھی میری سوچ پڑھ رہے [illegible]

"ہاں۔ پریشان کیوں ہو؟ بھئی میرا ذوق اطلاع اور [illegible] ہے۔ مگر میں جبراً کبھی کسی کو اپنی تنہائی میں نہیں بلاتا۔ میں تمہیں [illegible] نہیں کروں گا۔ میں ایسے معاملات میں ٹیلی پیتھی کو ہتھیار نہیں بناتا۔"

"اگر ایسا ہے تو تم واقعی قابلِ تعریف ہو۔ خدا کے لئے [illegible] پر قائم رہنا۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ رس دنتی جہاں [illegible] پکی تھی۔ میں نے اسے مجبور نہیں کیا۔ میں مونا جیسی وفادار [illegible] نہیں کر سکتا تھا کسی کی مجبوریوں سے کھیلنا میری طبیعت کے [illegible] میں نے کہا "مجھ سے نہ ڈرو۔ اب کام کی بات کرو۔ کیا تم [illegible]

"نہیں۔ اطلاع ملی ہے کہ پیرس میں مادام اور ما [illegible] سامنے جس بالیونک فرہاد کی نمائش ہونے والی تھی۔ وہ پروگرام [illegible] کر دیا گیا ہے۔"

میں نے کہا "میرا بھی یہی خیال تھا کہ وہ پروگرام ملتوی [illegible] ہو گا کیونکہ سپر ماسٹر کو اچانک ہی اطلاع ملی ہے کہ رس دنتی [illegible] میں ہے۔"

مونا نے پوچھا "یہ رس دنتی کیا چیز ہے؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک خطرناک لڑکی ہے۔ [illegible] ہر حال میں حاصل کرنا چاہتا ہے۔ شاید اس مقصد کے لئے [illegible] کو آج اسکندریہ پہنچا رہا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی کوئی لڑکی ٹیلی [illegible] سکتی ہے؟"

"ہاں یہ علم ہپناٹزم سے اس کی گھٹی میں ڈالا گیا ہے وہ [illegible] زیادہ خطرناک ہے۔ اچھا میں چلتا ہوں۔"

"پھر کب باتیں کرو گے؟"

"جب بھی فرصت ملے گی۔ اوکے۔ سو فار [illegible]

ہو گیا۔ مونا کی [illegible] چار گھنٹے کم کے ماحول میں آ گیا۔ مونا کی [illegible] ثابت ہو گیا تھا۔ کہ وہ خلوص اور عقیدت کے ساتھ میرے [illegible] ہے یعنی سپر ماسٹر کی آلۂ کار نہیں ہے۔ اس جنبی دوست کے [illegible] سے ہی سوچا جا سکتا تھا۔ اس وقت رسمانہ کی خبر رکھنا [illegible] تھا۔ اس لئے میں اس کے پاس چلا گیا۔

وہ ٹاور ریسٹورنٹ کے گوشے میں بیٹھی ناشتہ کرنے کے بعد [illegible] رہی تھی۔ میں نے کہا "ہیلو!"

"ہیلو۔" وہ بولی "اتنی دیر سے کیا کر رہے تھے؟"

"سوچ نگر کی سیر کر رہا تھا۔ ابھی مجھے اسکندریہ پہنچنا ہے۔ تم....

"اسٹاپ۔"

"وہ گونگا کیبن نمبر تین میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے جانے کے بعد دیکھوں گی کہ اس کیبن میں داخل ہوتا ہے۔ کیا اسکندریہ میں کوئی خاص مسئلہ [illegible] ہے یا سونیالی یاد ستا رہی ہے؟"

ابھی تک رسمانہ کو یہ بتانے کا موقع نہیں ملا تھا کہ اسکندریہ میں کوئی [illegible] فراد رس دنتی کو ٹریپ کرنے کے لئے وہاں پہنچنے والا ہے۔ میں نے [illegible] تفصیلی واقعات بتائے۔ رسمانہ نے کہا "ان واقعات میں ایک ہی اہم [illegible] ہے تم میری سوچ پڑھے بغیر بتاؤ کہ وہ اہم بات کون سی ہے؟"

میں نے کہا "یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ فرہاد بالیونک کا خطرناک [illegible] اہم ہے۔"

"اوں۔ ہونہہ۔ پھر تو جھوٹ۔"

"بھئی۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں۔ شاید تم اس بات کو اہمیت دے رہی ہو جو سے زیادہ رس دنتی کی اہمیت ہے۔ وہ خطرناک تنظیمیں اس کے لئے [illegible] میں مصروف ہیں۔"

"اوں۔ ہونہہ۔ یہ بات بھی نہیں ہے۔ میں اشارہ دیتی ہوں۔ اب [illegible] تم ان واقعات کے دوران ایک زبردست بازی ہار چکے ہو۔"

"ایں۔ یہ کیا بات ہوئی؟ اسکندریہ میں وہاں کے وقت کے [illegible] رس بجے اور یہاں کے مطابق تین بجے دوپہر کو خطرناک کھیل شروع [illegible] ہے۔ بھلا میں ابھی سے بازی کیسے ہار سکتا ہوں؟"

وہ بولی "میرا ہنسنے کو جی چاہ رہا ہے مگر اس بھرے پورے ریسٹورنٹ [illegible] ہنستی ہوئی پاگل لگوں گی۔ بہرحال تم اعتراف کر دیانہ کرو۔ فرہاد [illegible] کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ رس دنتی جیسی البیلی حسینہ [illegible] جہاں کی طرف چلی گئی ہے۔ پچ پچ پچ۔ یہ بازی ہارنے کا مجھے [illegible] افسوس ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "افسوس بھی کر رہی ہو اور مذاق بھی اڑا [illegible]"

"غلط سمجھ۔ مذاق نہیں اڑا رہی ہوں صرف مذاق کر رہی ہوں۔ [illegible] میں ذرا ہنسنا بولنا بھی چاہئے۔ میں جانتی ہوں کہ تم رس دنتی کی موجودہ بیماری اور کمزوریوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ اور یہ بھی جانتی ہوں کہ تم ایسا نہیں کرو گے۔ وہ عورت ہی کیا جو اپنے مرد کے مزاج کو نہ سمجھ سکے۔ میں سمجھتی ہوں۔"

"میں بہت خوش ہوں کہ تم مجھے اتنی دور تک سمجھتی ہو۔ اچھا اب میں جاؤں؟ ابھی تک ناشتہ نہیں کیا ہے؟"

"اوہ۔ تو پھر جاؤ۔ فوراً ناشتہ کرو۔ میں بخیریت واپس آ جاؤں گی۔"

میں نے واپس بیڈ روم میں آ کر لباس اتارا۔ پھر باتھ روم میں چلا گیا۔ سب سے پہلے شیو کرنا ضروری تھا۔ میں نے شیونگ ریزر کی اسٹک کو اٹھانا چاہا تو وہ اچھل کر میری ہتھیلی سے چپک گئی۔ اتنی دیر بعد یاد آیا کہ میں نے مقناطیسی انگوٹھی پہنی ہوئی ہے اگرچہ انگوٹھی کے اوپری مقناطیس کو گھما کر میں ہتھیلی کی طرف لے آیا تھا۔ اس طرح کوئی فولادی چیز متاثر نہیں ہو سکتی تھی۔ تاہم کسی فولادی چیز کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا جائے تو ایسے وقت مقناطیس کا عمل لازمی ہو جاتا تھا۔

میں نے شیونگ اسٹک کو کھینچ کر الگ کیا۔ مٹھی بانڈھ کر خوابگاہ میں آیا۔ پھر اس انگوٹھی کو تکیے کے نیچے رکھنے کے بعد غسل خانے میں واپس چلا گیا۔ وہاں میں نے اطمینان سے ایک گھنٹہ گزارا۔ جب ان کی سوچ پڑھ کر اطمینان ہو گیا تھا کہ ابھی بالیونک فرہاد وہاں نہیں پہنچا ہے۔ جہاں کے اندازے کے مطابق حکومت اور ریڈ پاور کے جاسوس رس دنتی کو تلاش کر رہے ہوں گے لیکن وہ رس دنتی تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر میں نے تگڑا ناشتہ کیا۔ گرما گرم کافی پی۔ اس کے بعد خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد پاجامہ بدلنے کے لئے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے بیٹھ گیا۔ ٹیبل کی ایک دراز کو کھول کر شرلاک جونیئر کی تصویر اور ڈائری نکالی۔ تصویر بتا رہی تھی کہ وہ اچھا خوبرو اور اسمارٹ نوجوان ہے۔ میں ڈائری کھول کر پڑھنے لگا۔

شرلاک بہت بڑا سرمایہ دار تھا۔ بنکاک اور سنگاپور میں اس کی عالی شان کوٹھیاں، نئے نئے ماڈل کی کاریں اور دنیا کے مختلف ممالک میں اربوں ڈالر کا بنک بیلنس تھا۔ اس کے قدآور جسامت کی پیمائش عین میرے مطابق تھی۔ عمر چھتیس برس، اس کا باپ شرلاک سینیئر لندن سے آ کر وہاں آباد ہو گیا تھا۔ وہ عیسائی تھا مگر اس کا بیٹا شرلاک جونیئر بدھ مذہب کی طرف مائل تھا۔

میں ڈائری کو چھوڑ کر تصویر کو دیکھنے لگا۔ تصویر کی آنکھیں مجھے شرلاک جونیئر کے ذہن تک پہنچانے لگیں۔ وہ مجھ سے تین میل دور کولالمپور کی شاہراہوں پر کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک مقامی لڑکی بیٹھی ہوئی مسکرا کر پوچھ رہی تھی "کیا آج میری خاطر ایک رات کے لئے رک نہیں سکتے؟"

"تمہاری خاطر میں یہاں آیا ہوں اور تمہاری آغوش میں یہیں مر سکتا ہوں۔ مگر تم جانتی ہو۔ میرا ایک چارٹرڈ طیارہ ہے اور یہاں کی آبادی جس

کی طرف سے ذاتی طیارہ رکھنے والوں کو نوٹس جاری کیا گیا ہے کہ وہ شام ہونے سے پہلے ایئرپورٹ سے اپنے طیارے اڑا کر لے جائیں۔ ان کا خیال ہے کہ عازم اس ملک سے فرار ہونے کے لئے کسی چارٹرڈ طیارے کو استعمال کر سکتا ہے۔"

وہ جھوم کر بولی۔ "عازم۔ آہ... کتنا فینٹاسٹک کیریکٹر ہے اس کے کارنامے بتلاتے ہیں، کہ وہ مجرم نہیں ہے مگر حکومت کی ساری انٹیلی جنس حرکت میں آ گئی ہے جیسے کسی بین الاقوامی خطرناک سیکرٹ ایجنٹ کو تلاش کیا جا رہا ہو۔"

شرلاک نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا بات ہے اس کے نام سے پگھل رہی ہو کیا؟"

"کیا تم جل رہے ہو؟"

"ہاں۔ مگر اس جلن میں دشمنی یا رقابت نہیں ہے۔ میں رشک کرتا ہوں۔ تھائی لینڈ سے ملایا تک میں اس کا چرچا سنتا آ رہا ہوں۔ خوبصورت لڑکیاں پاگل نظر آتی ہیں گھر سے لے کر کالج تک اسی کا تذکرہ کرتی ہیں۔"

وہ بولی۔ "مجھے یوں لگتا ہے کہ فارایسٹ کی تمام لڑکیاں صرف اس کے خواب دیکھنے کے لئے سوتی ہیں۔ خود میرے پرس میں اخبار سے تراشی ہوئی اس کی تصویر رکھی ہے۔ ایسے ہی کسی نے پرس میں اور کسی نے اپنی انگیا میں اس کی تصویر چھپائی ہوگی۔"

شرلاک ہنسنے لگا۔ "وہ کم بخت دیکھتے ہی دیکھتے نازک خیالوں کا آئیڈیل بن گیا ہے آج تو بازاروں میں واٹر کلر اور آئل کلر سے بنائی ہوئی اس کی تصویریں فروخت ہو رہی ہیں۔ سچ پوچھو تو وہ میرا بھی آئیڈیل ہے کہیں وہ مل جائے تو میں اسے ہر قیمت پر دوست بنا لوں گا۔"

"ہائے شرلاک! کتنا مزہ آئے گا۔ میں اسے قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"تمہیں بھی۔ میں اپنا نقصان نہیں کروں گا۔"

"تم مرد لوگ بڑے خشکی ہوتے ہو۔ کیا میرے دل میں ایک بہن کے جذبات نہیں ہو سکتے؟ کبھی سامنا ہونے دو۔ میں اسے اپنا بھائی بنا کر رہوں گی۔"

اس کی بات سنتے ہی ایک دم سے "منترا" میری نگاہوں کے سامنے آ گئی۔ فارموسا میں میں نے منترا نامی ایک لڑکی کو بہن بنایا تھا۔ اس نے نامور اسے شادی کی تھی۔ میں اپنی بہن اور بہنوئی کے ساتھ سمندر کے ساحل پر ایک کاٹیج میں تفریح کی غرض سے آیا تھا۔ اسی ساحل پر مے فیون اور لیڈی سارا عرف ردمانہ سے ملاقاتیں ہوئی تھیں چونکہ منترا ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہی تھی اس لئے میں مطمئن ہو کر مے فیون کے ساتھ ردمانہ کے بحری جہاز میں آ گیا تھا۔ دوسری صبح خیال خوانی کے ذریعے پتہ چلا کہ ڈائمنڈ نامی ایک دشمن نے میری بہن اور بہنوئی کو بے دردی سے قتل کر دیا ہے۔

میں نے زندگی میں پہلی بار کسی کو بہن بنایا تھا۔ وہ تھے۔ ایک بہن کے رشتے کی حفاظت کی بڑی ذمہ داری اور ذرا سی غفلت نے مجھے سمجھا دیا تھا کہ میں ایسی تقدیر سنبھال نہیں سکتا۔ آنے جانے والی محبوبائیں صرف بھولے بسرے آ جاتی ہیں لیکن جانے والی بہنیں بہت یاد مجھ جیسا آدمی جو کبھی گھر یلو زندگی نہیں گزار پوری کرنے کا اہل نہیں ہوتا کیونکہ دشمن ایسے مقدس رشتے بنا لیتے ہیں شرلاک جونیئر کے ساتھ بیٹھی ہوئی وہ لڑکی جانتا تھا۔ اس کا نام بھی معلوم کرنا نہیں چاہتا تھا میرے تھا کہ میں ماؤں اور بہنوں سے دور رہوں۔

میں شرلاک کے مذاق سے نکل آیا۔ یہ بات کا سوانگ بھر کر بنکاک جاتا تو میرا اجنبی دوست اصلی لگا دیتا۔ تاکہ وہ کبھی میرے راستے میں نہ آئے۔ اور میں

اب مجھے انتظار تھا کہ اجنبی میزبان سے کے متعلق باتیں کر لوں۔ میں آرام سے بستر پر لیٹ کر گیا۔ وہ میرے پاس پہنچ رہی تھی۔ اس بنگلے میں سے گزرتی آ رہی تھی۔ پھر اس نے خواب گاہ کے میں نے مقناطیسی انگوٹھی کو انگلی کے گرد گھما کر ہاتھ دروازے کی سمت بڑھا دیا۔

میرے اندازے کے مطابق دروازہ دس منٹ کے چڑھی ہوئی چٹخنی، انگوٹھی کے دائرہ کشش میں آ گئی آواز کے ساتھ چٹخنی سیدھی ہو گئی۔ میں نے ہاتھ ذرا نیچا میں نے آواز دی۔ "دروازہ کھلا ہے۔ آ جاؤ۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی۔ پھر اس نے جیرت مجھے اور دوسری بار دروازے کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "تم نے یہ کیسے کھول لیا؟"

میں نے کہا۔ "میرے اور دروازے کے درمیان بتاتا ہوں۔"

وہ ایک طرف ہٹ گئی۔ میں نے ہاتھ آگے بڑھا ہینڈل انگوٹھی کی زد میں آتے ہی میں نے ہاتھ کو ذرا دھکا دیا۔ دروازہ ایک جھٹکے سے بند ہو گیا۔ ردمانہ دیکھنے لگی۔ میں نے ہاتھ کو اوپر اٹھا کر چٹخنی چڑھا دی۔ بند ہونا، چٹخنی کا آپ ہی آپ اوپر چڑھ جانا بظاہر کوئی کر رہا تھا۔

وہ حیرانی سے بولی۔ "تم تو ساری جادو گر بنتے جا رہے کیسی انگوٹھی پہن رکھی ہے؟"

ردمانہ نے جو بیٹے پہن رکھا تھا۔ اس پر

میں نے ہاتھ کو اوپر اٹھایا تو وہ جھٹ اس کے سر سے ذرا بلند ہوا۔ وہ ردمانہ میں کی طرف لانا چاہتا تھا مگر ردمانہ نے "اوئی" کہہ کر اسے دھتکار سے دوبارہ سر پر دلوچ لیا۔ پھر ہنستے ہوئے بولی۔ "بس کرو بے بازی۔ کہاں سے پالیا ہے اسے؟"

میں نے انگوٹھی کو اپنی ہتھیلی کی طرف گھماتے ہوئے بتایا کہ اس کی کنڈلی موٹی ملازمہ دروازہ کھول کر ہماری خواب گاہ میں آ گئی میں نے اسے یہ انگوٹھی لے لی ہے۔

ردمانہ میرے پاس آ کر تھکے ہوئے انداز میں بستر پر گر پڑی چا۔ "تمہاری مہم کا کیا رہا؟"

کچھ نہیں رہا۔ میں دیر تک دھن بیٹھی رہی پھر اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ میں فریج میں سے چائے کے خالی برتن لے جانے والا ہیرا وہ خط لے گیا ہے ریسٹورنٹ میں اس ہیرے کو تلاش کیا مگر وہ نظر نہیں آیا۔ ری...."

کوئی بات نہیں۔ آخر وہ اجنبی میزبان کب تک خود کو چھپائے اسے جلد ہی بے نقاب کروں گا۔"

وہ میری طرف کروٹ بدل کر بولی۔ "یہ مسخرا پن سمجھ میں نہیں آیا رماٹر ایسا ذہنہ دل نہیں ہے۔ وہ پہلی فرصت میں تمہیں گولی مار چاہتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں۔ ابھی سپر جاسوس کی تمام دلچسپیاں مجھ دنیا سے دور مجھے ٹریپ کرنے کے بجائے بائیونک فراڈ کو اسکندریہ بھیج رہا ملاسک میں بھی وہاں مصروف ہے۔ یہاں صرف سپر جاسوس اور... بیٹی کے پیچھے رہ گئے ہیں۔"

"کیا اس اجنبی میزبان کا تعلق کسی تیسری تنظیم سے ہے؟"

میں نے ردمانہ کو اپنے دل کے قریب کھینچ لیا۔ "اگر یہ کوئی تیسری ہے تو پھر اس کا سر براہ بے حد طاقتور اور زبردست منصوبہ باز ہے اپنے کام آ رہا ہے۔ پتہ نہیں اپنا کام کب نکالے گا؟"

ردمانہ کی طرف جھک گیا۔ اس نے اپنے سر کو مکا سا خم دیا۔ والا ہے۔ جہاں میں پہنچنا چاہتا ہوں۔ وہاں سے مجھے بھگا دیتی ہو۔"

"میں نے زندگی سے یہ سبق سیکھا ہے کہ جو چیز آسانی سے حاصل جائے، وہ اپنی قدر کھو دیتی ہے اور جو مسلسل جدوجہد کے ذریعے ملتی رہے کشش ہمیشہ سلامت رہتی ہے۔"

اس کی ان باتوں کے آئینے میں اس کی دل لبھانے والی اداؤں کو محاسبہ سمجھا جا سکتا تھا۔ میں اسی لئے بار بار اس کی تمنا کرتا تھا کہ وہ فاصلے مجھے اپنی انگلی بھی پکڑنے نہیں دیتی تھی۔ مجھے جدوجہد اور محنت پر مجبور کرتی تھی۔ اپنے بدن کے شہر میں بلاتی تھی مگر گلی گلی بھٹکاتی پھرنے کہا۔ "تم تھکی ہوئی آئی ہو۔ مجھے بھی نہ تھکاؤ۔ مان جاؤ۔"

"فرہاد! میں کوئی چلتے پھرتے کھانے کی چیز نہیں ہوں۔ محبت کا ایک مزاج، ایک ماحول اور ایک وقت ہوتا ہے۔ دھیمی دھیمی سی موسیقی ہو، بجھا بجھا سا اندھیرا ہو۔ ہم ایک دوسرے کے پاس ہوں اور ایک دوسرے کو ڈھونڈتے ہوں کبھی پاتے ہوں، کبھی کھو دیتے ہوں۔ ہماری جوانی، ہمارے جذبے کبھی سمجھ میں آتے ہوں، کبھی سمجھ میں نہ آتے ہوں۔ محبت کی اس آنکھ مچولی میں جولذت ہے وہ دن کے اجالے میں کہاں؟ خبردار مجھ سے بے وقت ایسی باتیں نہ کرنا۔"

میں ٹھنڈا پڑ گیا۔ فی الوقت یہی بہت تھا کہ وہ میرے پاس تھی۔ اپنی ذہانت سے میرے لئے صرف اپنی قربت کو اہم بنا رہی تھی۔ جیسے بچے کو سمجھایا جاتا ہے کہ پہلے سبق پڑھو پھر ٹافی ملے گی۔ میری تسلی ہو گئی کہ ٹافی میری ہے، مجھے ہی ملے گی۔

میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میری نیند پوری نہیں ہوئی ہے سونے کی اجازت ہے نا؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "تم ایسے پوچھ رہے ہو جیسے بڑے فرمانبردار بن گئے ہو۔ چلو آنکھیں بند کرو۔ میں سر سہلاؤں گی تو نیند آ جائے گی۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ سرکنے کی طرف کھسک گئی مجھ پر جھک گئی۔ میرے سر کو محبت بھرے سینے سے لگا لیا۔ آہ! کیا بتاؤں۔ یہ کیسا انداز تھا؟ اس محبوبانہ انداز میں مستی محبت نہیں، ہمدمی ممتا تھی۔ میں نہیں جانتا کہ ماں کی ماممتا کیا ہوتی ہے؟ کیونکہ میری پیدائش کے بعد ہی میری والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ ہاں! ایک بار چھوٹی جان نے میرے سر کو اپنے سینے سے لگایا تھا۔ اس وقت ذرا ممتا کی لذت ملی تھی۔

اس کے بعد میری زندگی میں دو عورتیں آئیں۔ سونیا اور ردمانہ۔ یہ دونوں اپنی ذات میں سمندر تھیں۔ وہ سترنگی زندگی تھیں۔ وہ پاؤں تلے زمین تھیں کہ میں چلتا رہوں۔ میرا آسمان تھیں کہ مجھ پر سایہ کیے میرے آگے پیچھے سیسہ پلائی ہوئی دیوار تھیں۔ ان کی بات اور ہے، جو اپنی جوانی کی سوغات پیش کر کے گزر جاتی ہیں اور میں انہیں بھول جاتا ہوں۔ مگر یہ دو ایسی تھیں کہ ان کے آگے میں خود کو بھول جاتا تھا۔ شاید اس لئے کہ ان میں صرف محبوبیت ہی نہیں، ممتا بھی تھی۔ وہ مجھے سمجھاتی تھیں۔ جیسے میں کوئی بچہ ہوں، مجھے پچکارتی تھیں اور میرے سر کو اپنے سینے پر رکھ کر سلاتی تھیں۔

ایسی گرم گرم اور ٹھنڈی چھاؤں میں شاید میں سو جاتا لیکن میرے مقدر میں ٹھنڈی چھاؤں لمحہ بھر کے لئے آتی ہے۔ اچانک کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے آنکھ کھول دی۔ اس نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ "تم لیٹے رہو، میں جا کر دیکھتی ہوں؟"

اس نے میری پیشانی کا بوسہ دیا، مسکرا کر دیکھا۔ پھر اٹھ کر چلی گئی۔ میرا خیال تھا کہ اجنبی میزبان کا کوئی پیغا مبر آیا ہوگا۔ اس بنگلے میں کسی اور کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ ردمانہ نے دروازے کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ "باہر کون ہے؟"

باہر سے جواب میں کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا۔ "اگر گونگا ہوگا تو تمہاری آواز نہیں سن سکے گا؟"

وہ بولی: "اگر گونگا نہ ہو تو؟"

"اچھا ٹھہرو۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے اس گونگے کی آنکھوں کا تصور کیا جس کے مماثل کی تصویر اسکرین پر میں نے اس کے گونگے خیالات پڑھ چکا تھا۔ بے شک وہی اپنے گونگے ساتھی کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے تصور کے مطابق دو نوجوان گونگوں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے اور ان کے درمیان ایک نوجوان مرد اور ایک نوجوان لڑکی قیدی کی حیثیت سے کھڑے ہوئے تھے۔

میں نے رومانہ کو باہر کی سچویشن بتانے کے بعد کہا: "دروازہ کھول دو۔"

وہ دروازہ کھول کر ایک طرف ہٹ گئی۔ دونوں گونگے دونوں قیدیوں کو ریوالور کی زد میں رکھتے ہوئے اندر آ گئے۔ رومانہ نے دروازے کو بند کرنے کے بعد قیدیوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بہت پریشان نظر آ رہے تھے۔ ایک نے کہا: "مس! ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم سے یہ کیسی دشمنی ہو رہی ہے؟"

رومانہ کے ذریعے اس کی آواز اور لہجے کو پکڑتے ہی میں مسکرانے لگا۔ رومانہ نے اس سے پوچھا: "تم کون ہو؟"

وہ بولا: "میرا نام شرلاک ہے جو نیئر ہے اور یہ میری فرینڈ بے فی ہے ہم یہاں ٹورسٹ گارڈن میں تفریح کے....."

وہ اپنی تعریفی روداد سنانے لگا۔ میں اپنی روداد کیا سناؤں؟ بہن کے پاکیزہ رشتے سے دور رہنا چاہتا تھا۔ مگر تقدیر بے فی کو بہن بنانے کے لئے پاس لے آئی تھی۔ بے فی کہہ رہی تھی: "ہم گارڈن کے ایک گوشے میں جا رہے تھے۔ یہ دونوں مکھی الموت کی طرح آ پہنچے۔ ریوالور دکھا کر اشارے سے حکم دیا کہ ہمیں ادھر آنا ہے۔ یہ دونوں گونگے بنے ہوئے ہیں۔ ہماری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔"

ایک گونگے نے ایک لفافہ رومانہ کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے کھول کر پڑھنے لگی، لکھا تھا: "مسٹر فرہاد! یہ شرلاک جو نیئر حاضر ہے۔ میں نے اس کے پرسنل سیکرٹری کو خرید لیا ہے۔ وہ آپ کے اشاروں پر چلے گا۔ اور شرلاک کے چارلڈ ملایا رے تک آپ کو پہنچا دے گا۔ آپ کے یہاں سے روانہ ہونے تک شرلاک کو بنگلے میں قید رکھا جائے گا۔ اس کے بعد میں اس کی قسمت کا فیصلہ کر دوں گا۔

ایک مقامی لڑکی کی تصویر لفافہ میں موجود ہے۔ اس لڑکی کا نام ریتا ہے۔ ریتا کا پاسپورٹ اور ویزا اجالے کے پاس ہے۔ آپ اپنی ساتھی لڑکی کو ریتا کے ٹیک اپ میں تیار رکھیں۔ اسے بذریعہ ٹرین بنکاک بھیجا جا سکتا ہے۔ شرلاک آپ کے لئے دردِ سر نہیں بنے گا۔ یہ دو گونگے اسے گونگا بنا کر رکھیں گے۔ فقط آپ کا خادم.....۔"

رومانہ خط پڑھنے کے بعد ریتا کی تصویر دیکھنے لگی میں نے کہا۔ "رومانہ! تمہیں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ میں پہلے ہی شرلاک اور بے فی کے دماغوں تک پہنچ چکا تھا۔ یہ دونوں میرے حقیقت مند بھائی بہن بننا چاہتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟"

وہ بولی: "مجھے یاد ہے۔ تم نے منتزانامی ایک لڑکی کو آج دوسری بار تمہاری سوچ میں ایک بہن کا نام پڑھ رہی ہو اور آج مہنگا پڑے گا۔ نہ تم انہیں نقصان پہنچاؤ گے، نہ علاج سکو گے۔"

"دیکھا جائے گا۔ میں خط کا جواب لکھ رہا ہوں۔ تم وہ کو پڑھنے دو۔"

میں کاغذ قلم لے کر لکھنے لگا: "مسٹر خادم! میں اپنے شریف اور بے ضرر شہریوں کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ شرلاک محبت کرنے والا دل رکھتے ہیں۔ میں تمہیں ان کی قسمت کا فیصلہ دوں گا۔ یہ دونوں بخیریت اپنے گھروں کو جائیں گے۔

میری ساتھی کا نام رومانہ ہے۔ سونیا کے بعد یہ دوسری ہے جسے سپر ماسٹر ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ یہ میرے ساتھ ملایا گی۔ اگر تمہارے لئے یہ ناممکن ہے تو خاموشی سے یہیں رہو۔ میں یہاں خود کوشش کروں گا۔ میں تمہارے گونگے آلہ کاروں کو واپس اگر شرلاک اور بے فی باہر نکلیں تو انہیں نقصان نہیں پہنچنا چاہئے خط لکھنے کے بعد میں نے رومانہ کو کال کیا۔ اس نے خط آ کر کہا: "شرلاک اور بے فی وہ خط پڑھ کر رہے ہیں۔ کہ انہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ میں نے انہیں تسلی دی ہے مگر وہ زیادہ میں نے وہ خط دیتے ہوئے کہا: "گونگے کو یہ خط دے اسے شرلاک کو پڑھنے دو۔ ہم ان کا خوف دور کریں گے۔ باہر بھیج دو۔ میں آ رہا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے بے فی کی سوچ پڑھی۔ وہ شرلاک "ہم کہاں آ کر پھنس گئے ہیں۔ اس خط سے ظاہر ہو رہا ہے تمہارے چارلڈ ملایا رے میں ملایا سے باہر جائے گا۔"

شرلاک نے آہستگی سے کہا: "بے فی! میرے ذہن خیال آ رہا ہے۔ ایک ہی ہے جسے انٹیلی جنس والے باہر جانے پکڑنا چاہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ فرہاد اس کا رضی نام ہو۔"

وہ فوراً چپ ہو گیا۔ کیونکہ رومانہ وہاں پہنچ گئی تھی کو میرا لکھا ہوا جواب پڑھنے دیا۔ بے فی بھی قریب ہو کر پڑھنے تحریر بڑی حوصلہ افزا تھی انہوں نے مسکرا کر رومانہ کو دیکھا۔ ان اطمینان ظاہر تھا مگر میں ان کے سہمے ہوئے دل و دماغ کو پڑھ لہجے تھے شاید یہ بھی کوئی چال ہو۔

رومانہ اشاروں کی زبان سے گونگوں کو سمجھا رہی تھی کہ لے کر چلے جائیں۔ ایک گونگے نے ظاہر کیا کہ وہ قیدیوں کی نگرانی رہیں گے۔ رومانہ نے انکار میں سر ہلایا۔ انہیں سمجھایا کہ ان

نہیں ہے۔ ساری باتیں خط میں لکھ دی گئی ہیں۔

شاید ہمارے اجنبی میزبان نے انہیں سمجھا دیا تھا کہ وہ ہماری نافرمانی نہ کریں اسی لئے وہ باہر چلے گئے۔ میں نے رومانہ سے کہا: "اپنے پرس سے ریوالور نکال کر شرلاک کو دے دو۔ ان کا خوف دور ہو جائے گا۔"

وہ مسکرا کر بولی: "مسٹر شرلاک! میں آپ کو یقین دلانا چاہتی ہوں کہ اب آپ دوستوں میں ہیں۔ یہ لیجئے۔"

اس نے پرس کھول کر ریوالور نکالا۔ پھر اسے شرلاک کے قریب صوفے پر پھینک دیا۔ شرلاک نے اسے جلدی سے اٹھا کر چیک کیا پھر حیرانی سے رومانہ کو دیکھنے لگا۔ وہ بولی: "اچھی طرح دیکھ لو، چیمبر فل ہے پوری چھ گولیاں ہیں۔"

شرلاک نے بائیں ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ ریوالور کا رخ رومانہ کی طرف کرتے ہوئے بولا: "یہ دوستی ہماری سمجھ سے باہر ہے پہلے ہمیں قیدی بنا کر یہاں لایا گیا اور اب تم یہ بھرا ہوا ریوالور دے کر ہمیں اکسا رہی ہو یعنی دوست بنا کر یہاں قید کھنا چاہتی ہو؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی: "بھرا ہوا ریوالور کسی قیدی کے ہاتھ میں نہیں رہتا۔ تم نے فرہاد کا لکھا ہوا جواب پڑھا ہے اس نے لکھا ہے کہ باہر نکلنے کے بعد تم دونوں کو نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ تھوڑی دیر انتظار کرو۔ جب وہ خط ہمارے انجانے میزبان تک پہنچ جائے گا تو تم چلے جانا۔"

"یہ انجانے میزبان کا مطلب کیا ہوا؟"

"کوئی پراسرار نظر ناک مسخرا ہم سے خط وکتابت کے ذریعے رابطہ قائم کرتا ہے۔ یہ تم ابھی دیکھ چکے ہو۔ وہ پیغامبری کے لئے گونگوں کو استعمال کرتا ہے تاکہ ہم ان کی پٹائی کریں تب بھی ان کی زبان اپنے پُراسرار باس کا نام نہ بتا سکے۔"

اس نے پوچھا: "یہ فرہاد کون ہے؟"

میں ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچ گیا تھا۔ رومانہ نے مسکراتے ہوئے دوسری جانب ہاتھ کا اشارہ کیا۔ انہوں نے اشارے کو دیکھا۔ پھر ایک دم سے چونک گئے۔ دونوں نے یک زبان ہو کر کہا: "عازم۔۔۔ آپ۔۔۔۔"

میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا: "ہاں۔ میں ہوں۔ تم لوگ اخبارات میں پڑھتے آئے ہو کہ عازم نے مظلوم اور مصیبت زدہ لوگوں کو ملایا کے جنگل سے نکال کر انہیں ان کے گھروں تک پہنچایا ہے۔ کیا مجھ پر بھروسہ کرو گے کہ میں تمہیں بخیریت گھر تک پہنچاؤں گا۔"

وہ دونوں سحر زدہ سے ہو کر مجھے دیکھے جا رہے تھے جیسے سارا گلا تلاش کر رہا تھا۔ جیسے منظر عام پر لانے کے لئے دنیا کے اخبارات چیخ عجیب سے کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ ذہنی طور پر خود کو تیار کر رہے تھے۔ ضرور سمجھ رہے تھے کہ ان کے سامنے عازم ہی کھڑا ہوا ہے۔

میں نے مسکرا کر پوچھا: "بھئی۔ مجھے کب تک دیکھتے رہو گے؟"

وہ دونوں چونک گئے۔ بے فی مسرت سے لرزتی ہوئی آواز میں بولی: "آ۔ آپ عازم ہیں نا؟"

"ہاں۔ مگر میرا اصل نام فرہاد ہے۔ اصل نام اس لئے بتا رہا ہوں کہ چار روز میں میری اصل ہسٹری شائع ہو جائے گی۔"

شرلاک نے کہا: "میں ابھی سوچ رہا تھا کہ فرہاد کے پیچھے عازم کی شخصیت ہو سکتی ہے اب عازم کے پیچھے فرہاد کی شخصیت ظاہر ہو رہی ہے۔"

بے فی مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ وہ ہچکچاتی ہوئی بولی: "میں۔ میں۔ آپ کے چھو لوں؟"

میں نے انجان بن کر پوچھا: "کس رشتے سے؟"

"برادر۔" وہ ایک قدم آگے بڑھ کر بولی: "چھوٹا منہ ہے۔ بات بڑی کہہ رہی ہوں۔ آ۔ آپ میرے بھائی بنیں گے؟"

میں نے مسکرا کر دونوں بازو پھیلا دیئے۔ وہ کھنچی چلی آئی۔ پہلے اس نے میرے ہاتھ کو چھو کر دیکھا۔ پھر آگے بڑھ کر میرے چہرے کو دونوں ہتھیلیوں میں سجا لیا۔ مجھے اپنی طرف جھکا کر میرے گالوں کو میری پیشانی کو چومنے لگی۔ بولے ہوئے بڑبڑانے لگی۔ میں نے اخبار میں پڑھا ہے۔ تم نے ایک چھوٹے بچے کو اس کی ماں کی گود میں واپس پہنچایا تھا۔ تم کتنے عظیم ہو میرے بھیا آؤ میں تمہیں اپنی گود میں چھپا لوں۔ تمہیں کسی کی نظر نہ لگنے دوں۔"

کیسا پیار تھا۔ کیسی پاکیزگی تھی۔ میں بے فی کے آگے پگھل کر رہ گیا۔ رومانہ مسکرا کر بولی: "شرلاک! تم فوراً ہی مجھے بہن بنا لو۔ کیونکہ جہاں تقدس اور اعتماد ہوتا ہے، وہاں ریوالور کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔"

شرلاک نے ریوالور کو صوفے پر پھینک کر رومانہ کے ہاتھ کو تھام لیا: "میں سچ کہتا ہوں، جو خوشی آج مجھے مل رہی ہے، اس میں اپنی ساری دولت کے بدلے بھی کبھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔"

"دولت سے کبھی کوئی سچی خوشی خریدی نہیں جا سکتی۔" رومانہ نے مسکرا کر کہا: "یہ خوشی صرف دل کے شہر میں ملتی ہے۔"

وہ دونوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ میں نے موٹی اشتیا کو کافی لانے کے لئے کہا۔ پھر بے فی کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ گیا، وہ بولی — "بھائی! آپ چھپنا کیوں پسند کرتے ہیں؟ آپ پبلک میں آئیں۔ میں ساری دنیا کو بتانا چاہتی ہوں کہ آپ میرے بھائی ہیں۔"

"میں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں۔ تم ساری دنیا کے سامنے فخر کرنا چاہتی ہو۔ تم جہاں جاؤ گی عورتیں تم پر رشک کریں گی۔ میرے ساتھ دیکھ کر حسد کریں گی۔ اگر کوئی حاسد عورت برداشت نہ کر سکی تو تمہیں کچا چبا جائے گی۔"

رومانہ اور شرلاک ہنسنے لگے۔ پھر شرلاک نے پوچھا: "واقعی آپ ردولش کیوں ہیں؟"

میں نے رومانہ سے سوچ کے ذریعے پوچھا: "کیا خیال ہے۔ انہیں سچ بتا دوں؟"

"ہاں ادھر عازم اسکندریہ سے شبانہ کے پاس الفقرہ پہنچے گا تو حقیقت کھل جائے گی کہ تم فرہاد ہو۔ یوں بھی سپر ماسٹر اور مارک مین تمہاری شخصیت

کو چھپنے نہیں دیں گے۔"

میں نے زمانہ کی تائید کی پھر انہیں بتانا شروع کیا کہ دنیا کی دو بڑی طاقتیں میری دوست بھی ہیں اور بدترین دشمن بھی۔ اور یہ محض اس لئے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔

"واقعی؟" وہ دونوں مجھے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ اشتیانے کافی کی ٹرے لاکر رکھ دی میں نے کہا "ہاں۔ جب تم شرلاک کے ساتھ کاریں بیٹھی ہوئی تھیں۔ تب ہی میں نے تم دونوں کے خیالات پڑھ لئے تھے۔"

میں بتانے لگا کہ ان دونوں کے درمیان کیا گفتگو ہوئی تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہے تھے۔ جیسے کوئی مافوق الفطرت ہستی ان کی نگاہوں کے سامنے ہو۔ میں نے شرلاک سے کہا "تم کوئی بات سوچو۔ میں بتا دوں گا۔"

اس نے سوچا "میری تو کھوپڑی گھوم رہی ہے اس وقت کافی کے چند گھونٹ سہارا دے سکتے ہیں۔"

میں نے زمانہ سے کہا "بھئی شرلاک کو جلدی سے کافی پلاؤ۔ ان کی کھوپڑی گھوم رہی ہے۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر بولا "بائی گاڈ میں یہی سوچ رہا تھا۔"

میں نے بے فی کو دیکھا۔ پھر کہا "تم سوچ رہی ہو۔ میں اپنے بھائی پر جتنا بھی اثر اؤں کم ہے۔ خدا نے مجھے کتنا بڑا انعام دیا ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی میرے بازو سے لگ گئی "میں آپ کو نہیں چھوڑوں گی۔ اپنے گھر لے جاؤں گی۔"

ہم کافی پینے لگے۔ "نہیں بے فی! یہاں میرے لئے قدم قدم پر پہرے لگا دیئے گئے ہیں۔ میرے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتی ہو تو بنکاک چلو۔"

بے فی نے سوالیہ نظروں سے شرلاک کو دیکھا۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "میں بے فی کو وہاں نہیں لے جا سکتا۔ ہم نے یہاں چوری چھپے شادی کی ہے۔"

وہ کافی کی خالی پیالی میز پر رکھتے ہوئے بولا "اصل بات یہ ہے کہ بے فی کے پیالے نے مجھے بدھ مذہب کی طرف مائل کر دیا۔ میرے ڈیڈی کٹر عیسائی تھے۔ انہوں نے مرنے سے پہلے وصیت لکھ دی تھی کہ میں ہرگز عیسائی رہوں گا اور ان کے دوست کی بیٹی جولیا سے شادی کروں گا۔ تو ان کی ساری دولت اور جائیداد میرے نام منتقل ہو جائے گی ورنہ مجھے صرف بنکاک کی جائیداد اور ان کے وسیع کاروبار کا صرف پچیس فیصد منافع ملے گا۔"

میں نے پوچھا "کیا تمہارے ڈیڈی کا وکیل اور جولیا کے خاندان والے بے فی کو جانتے ہیں؟"

"ہاں۔ ہمارا ڈھانس وہاں بہت مشہور ہو گیا تھا۔ اس لئے میں نے بے فی کے لئے یہاں کوٹھی خریدی۔ اس کے آرام و آسائش کے انتظامات کئے۔ پھر چپ چاپ شادی کر لی۔ اب یہ بات کھلے گی تو میں تمام دولت اور جائیداد سے محروم ہو جاؤں گا۔"

"تو پھر کیا سوچا ہے؟ دولت اور جائیداد کے لئے جولیا سے شادی کرنی پڑے گی؟"

شرلاک نے بے فی کو دیکھا۔ وہ جواباً آنکھیں دکھا کر بولی "ذرا شادی کے لئے ہاں کہو۔ اپنی جان لے لوں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اس معاملے میں ہم کئی بار جھگڑا کر چکے ہیں بہتر ہے کہ فراد صاحب پر فیصلہ چھوڑ دیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اب تو فیصلہ میرے ہی حق میں ہو گا۔ کیوں بھائی اپنی بہن کا نقصان نہیں چاہتا۔"

میں نے کہا "ہاں۔ چونکہ بہن کی زندگی بہنوئی سے وابستہ ہوتی ہے اس لئے بہنوئی کا بھی نقصان نہیں چاہتا۔"

"ایں؟" بے فی پریشان ہو گئی۔

میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "تمہاری کوئی سوکن نہیں آئے گی۔ اور انشاء اللہ شرلاک تمام دولت اور جائیداد کا مالک بنے گا تم میرے ساتھ بنکاک چلو گی۔"

وہ خوشی سے اچھل پڑی میرے بازو سے لپٹ گئی۔ میں نے "مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دو۔ میں ذرا اسکندریہ جا رہا ہوں۔"

"ایں اسکندریہ؟"

"ہاں۔ ایک آدھ گھنٹے میں واپس آ جاؤں گا۔"

"ایک آدھ گھنٹے میں؟" دونوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔

رومانہ نے کہا "فراد! تم جاؤ۔ میں انہیں سمجھا دوں گی۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا "تم تینوں اس مسئلے پر غور کرو کہ ہم کس طرح بنکاک جا سکتے ہیں۔ میں ابھی آ جاؤں گا۔"

میں خواب گاہ میں آ گیا۔ ابھی اسکندریہ کے وقت کے مطابق دن کے پچھتر منٹ باقی تھے جبکہ یہاں سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ میں نوم کے ملائم بستر پر آرام سے بیٹھ کر جبران کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایئرپورٹ کی عمارت کی ایک بالکونی میں دوربین لئے بیٹھا تھا۔ اس کے آس پاس وزارت خارجہ کا چیف سیکرٹری اور دو فوجی افسر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے ان کی باتوں سے پتہ چلا کہ طیارہ آدھ گھنٹہ لیٹ ہے۔

ابھی ذرا فرصت تھی۔ میں نے جبران کے ذہن میں رس دنتی کے تصور کو بیدار کیا۔ وہ بڑے پیالے سے اس کے متعلق سوچنے لگا۔ اپنے دماغ کی اسکرین پر اس کا سراپا دیکھنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ رس دنتی نے پہلے اس کی زندگی میں صرف ایک لڑکی آئی تھی۔ دو برس تک دنتی نباہ کے بعد وہ بیمار پڑ کر ہسپتال میں مر گئی۔ جبران عورتوں سے کتراتا تھا۔ اجنبی محتاط رہتا تھا۔ لیکن رس دنتی نے آ کر پھر ایک بار اس کے دل میں پیار جگا پیدا کر دی تھیں۔

مجھے جبران کی پاکبازی پر بڑا پیار آیا۔ بے شک اس دنتی کے قبضے پاگل تھا مگر ایسے بیش قیمت ہیرے کی قدر پر ایک پاگل سے زیادہ ایک

سوچ تھا۔ رس دنتی بھی یہی چاہتی تھی کہ اس کا محبوب یا ہونے والا جون ساتھی صرف اسی کا پرستار ہو۔ میری طرح اور ادھر ادھر دل نہ پھینکتا ہو۔

میں نے رس دنتی کے لہجے میں جبران کو مخاطب کیا "ہیلو جبران!"

وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ایک فوجی افسر نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"آں وہ۔ وہ رس دنتی مجھے مخاطب کر رہی ہے۔"

تمام افسران اپنی اپنی کرسیوں پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ سب کی نگاہیں پوچھ رہی تھیں "کیا کہہ رہی ہے؟"

جبران نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر دماغ کے رسیور سننے لگا میں نے کہا "جاؤ میں نہیں بولتی۔ تم نے تو سب کو خبر کر دی۔"

"میں کیا کروں۔ تم نے اچانک مخاطب کیا تو میں چونک پڑا۔"

ایک افسر نے پوچھا "کچھ ہمیں بھی بتاؤ۔ کیا کہہ رہی ہے؟"

وہ بولا "پلیز ذرا خاموش رہیں۔ میں ابھی بتاؤں گا۔ ہاں رس دنتی میں کہہ رہا تھا کہ....."

میں نے قطع کلامی کی "زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے صرف سوچ کے ذریعے گفتگو کرو۔"

اس کی سوچ نے پوچھا "کیا تم میری سوچ کو پڑھ رہی ہو؟"

"ہاں۔ بہت دیر سے پڑھ ہی ہوں۔ تم مجھے تصور میں کیوں دیکھ رہے تھے؟"

"میں۔ میں کیا کروں؟ دل کے ہاتھوں مجبور ہوں رس دنتی کیا تم اپنے دل میں مجھے تھوڑی سی جگہ دو گی؟"

"پہلی نظر میں محبت کرنے والوں کی چاہت دیر پا نہیں ہوتی میں سوچوں گی تم میرے ہم سفر بن سکتے ہو یا نہیں؟"

"میں بن سکتا ہوں۔ میں ثابت کر دوں گا۔ تم مجھے کسی طرح بھی آزما لو۔"

"کیا تم میری ہندی زبان سیکھو گے؟"

"ہاں ضرور سیکھوں گا۔"

"میں انگریزی نہیں جانتی۔ ابھی ایک انگریز لڑکی کو ڈرائنس میں اگر تم سے باتیں کر رہی ہوں۔"

"اچھا۔ وہ کیسے؟"

"تم نہیں سمجھو گے۔ یہ ٹیلی پیتھی کی ایک تکنیک ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں جیسے اس زبان میں تم سے باتیں نہیں کر سکوں گی۔"

"اچھا آج ہی سے میں ہندوستانی ٹیوٹر رکھ کر تمہاری زبان سیکھنا شروع کر دوں گا۔"

اس کی باتوں کے دوران ایک افسر نے دوسرے افسر سے کہا۔ "جبران بہت خوش نظر آ رہا ہے شاید وہ دوست بن رہی ہے۔"

جبران نے پوچھا "میں ان لوگ کے سوالوں کو کیا جواب دوں؟"

"انہیں ایک اہم اطلاع دو کہ ابھی فلائیٹ سے نقلی فراد آ رہا ہے۔"

"نقلی فراد؟" وہ زور سے بول پڑا۔

"ہاں۔ فار البیٹ کے اخبارات دیکھو۔ پتہ چل جائے گا۔ کہ اصلی فراد عازم کس نام سے ملایا میں موجود ہے۔"

"اچھا۔" جبران نے افسران سے کہا "آپ فوراً ملایا کا کوئی اخبار طلب کریں۔ رس دنتی اہم اطلاع دے رہی ہے کہ فراد عازم کے نام سے ملایا میں موجود ہے اور ابھی فلائیٹ سے ایک نقلی فراد آ رہا ہے۔"

ایک افسر فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر ملایائی سفارت خانے سے رابطہ قائم کرنے چلا گیا۔ میں نے پوچھا "جبران! یہ بتاؤ کیا تمہارے آس پاس کوئی ریڈ پاور کا نمائندہ ہے؟"

وہ بولا "میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ ریڈ پاور کے جاسوس ہماری فوج میں بھی گھسے ہوئے ہیں۔"

میں تھوڑی دیر سوچنے لگا۔ سوچنے سے ایک بات سمجھ میں آئی۔ ملایا میں ریڈ پاور کو معلوم تھا کہ فراد یہاں موجود ہے یقیناً ماسک مین نے اسکندریہ کی ریڈ پاور برانچ کو بتا دیا ہو گا کہ سپر ماسٹر کسی نقلی فراد کو بھیج رہا ہے ایسی اطلاع کے بعد ریڈ پاور کے جاسوسوں کی دلچسپی برائے نام بھی آنے والے نقلی فراد کے ساتھ نہ ہو گی۔ ان کی ساری توجہ رس دنتی کی طرف ہو گی۔

یہ سوچ کر میں نے ان افسران کے دماغوں کو ٹٹولنا شروع کیا۔ جنہیں آج صبح خیال خوانی کے ذریعے تماشہ بنا دیا تھا۔ ان میں سے دو افسر جبران کے پاس موجود تھے۔ ایک افسر کو میں نے پکڑ لیا۔ وہ جبران سے بہت دور ریڈ پاور کے پاس سے غصے کی حالت میں کہہ رہا تھا۔

"یہ کیا بدحواسی ہے۔ میں چھ برس سے یہاں کی فوج میں رہ کر تمہارے لئے جاسوسی کر رہا ہوں۔ اپنے وطن سے غداری کر رہا ہوں۔ کیا اس کا انعام یہی ہے کہ مجھے مار ڈالا جائے؟"

اس افسر کے آس پاس تین نقاب پوش ریوالوروں میں سائیلنسر لگائے کھڑے تھے۔ سامنے ریڈ پاور کا باس بھی نقاب میں تھا۔ وہ سب گرنگ بنے ہوئے تھے افسر نے ہاتھ اٹھا کر کہا "ٹھہرو۔ مجھے ذرا سی مہلت دو۔ اتنا بتا دو کہ میرا قصور کیا ہے؟"

اتنے میں بہت سارے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ اس افسر کی سوچیں مجھے بتا رہی تھیں کہ چار نوجوان آٹھ کتوں کو زنجیر کے ذریعے قابو میں رکھے ہوئے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ اس افسر کو کتے بھنبھوڑ کر رکھ دیں گے لیکن اچانک ہی افسر کے دماغ نے بتایا کہ اس کے سینے میں گولی لگی ہے۔ اس کے بعد وہ دماغ تاریکی میں ڈوب گیا اور اس کے ساتھ ہی وہاں کا ماحول میری سوچ کی مدد سے اوجھل ہو گیا۔

میں سمجھ گیا۔ اس افسر کو اس لئے بلاک کیا گیا تھا کہ میں آج صبح اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ رسس دنتی اس افسر کے ذریعے ریڈیو اور کے دوسرے لوگوں کو ٹریپ کرے گی۔ یہی سوچ کر اس افسر کے دماغ کو ہمیشہ کے لئے سلا دیا گیا تھا۔

میں جبران کے پاس پہنچ گیا۔ مجھ سے کچھ پہلے طیارہ وہاں پہنچ گیا تھا۔ مسافروں کو اتارنے کے لئے سیڑھی لگائی جا رہی تھی۔ جبران نے آنکھوں سے دوربین لگائی۔ وہ سوچ رہا تھا: اب اس نقلی فرہاد سے کیا لینا ہے؟ صرف یہ دیکھنا ہے کہ سپر مارشل اس فرہاد کے ذریعے سونیا اور رسس دنتی تک کیسے پہنچنا چاہتا ہے؟"

میں نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو جبران! میں ذرا دوسری معلومات کے لئے چلی گئی تھی۔ یہ بتاؤ تمہارے جاسوس نقلی فرہاد کی نگرانی کریں گے؟"

"ہاں۔ انٹیلی جنس کے تین نامور سراغرساں اس کی نگرانی کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔"

"تم فوراً ان سے رابطہ قائم کرو۔ میں چپ چاپ ان کے دماغوں تک پہنچ جاؤں گی۔"

جبران نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے افسر سے کہا: "آپ ذرا اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کریں۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ مستعد ہیں یا نہیں۔"

افسر نے ٹرانسمٹر سے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور میں دوسری طرف پہنچ گیا۔ وہ کہہ رہا تھا: "جناب! میں نے کار نمبر ای ایس ٹو۔ون۔ٹو۔ٹو کے ڈرائیور کی جگہ سنبھال لی ہے۔ فرہاد اسی کار میں بیٹھنے آئے گا۔ کار کا اصل ڈرائیور پولیس کی حراست میں ہے۔ اوور۔"

افسر نے کہا: "شاباش! تم اچھے فاسٹ جا رہے ہو۔ اوور اینڈ آل۔"

میں پھر جبران کی دماغی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ وہ دوربین لگائے دیکھ رہا تھا۔ مسافر طیارے سے باہر آ رہے تھے۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا جس کا انتظار تھا۔ مسافر یکے بعد دیگرے طیارے کے دروازے پر آ رہے تھے اور زینے سے اتر رہے تھے۔ جبران ابھی نہیں جانتا تھا کہ کوئی بائیونک فرہاد آ رہا ہے۔ چونکہ میں جانتا تھا۔ اس لئے مجھے بے چینی تھی اور انتظار کی طوالت پریشان کر رہی تھی۔

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے..... جبران ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ طیارے کے دروازے پر فرہاد نظر آ رہا تھا اس کے ساتھ ایک نیگرو لڑکی تھی۔ سونیا کو بتایا گیا تھا کہ کوئی حسین لڑکی فرہاد کو پھانس کر لا رہی ہے۔ وہ نیگرو رسس رنگ کے اعتبار سے حسین نہیں تھی مگر جوان قد آور اور پرکشش تھی۔

فرہاد اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے زینے سے اتر رہا تھا۔ سر سے پاؤں تک اس میں ایسی کوئی بات نہ تھی، جو اسے دوسروں سے مختلف بناتی وہ مکمل فرہاد تھا۔ ایک عام سا طیارے کا مسافر تھا چونکہ جبران پہلی بار کسی فرہاد کو دیکھ رہا تھا اس لئے اس کی ظاہری وجاہت اور شخصیت کو دیکھ دیکھ کر متاثر ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ نیگرس کے ساتھ چلتا ہوا لاؤنج سے گزر گیا۔ جبران کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

جبران وہاں سے اٹھ کر نیچے ہنگامہ خیز ہال کی طرف جانے لگا۔ زینے کے آخری سرے پر ایک فوجی افسر مل گیا۔ اس نے کہا: "جبران! ابھی پتہ چل جائے گا کہ وہ فرہاد اصلی ہے یا نقلی؟"

"کیا اس کا میک اپ چیک کیا جائے گا؟"

"نہیں۔ کسٹم چیکنگ کے دوران انفنی ایم یو انسٹانٹ کیمرے سے تصویر لی جائے گی۔ وہ کیمرہ میک اپ کے آر پار اصلی چہرے کی تصویر اتار لے گا۔"

جبران خوش ہو کر تائید کرنا چاہتا تھا۔ میں نے فوراً کہا: "نہیں جبران وہ میک اپ میں نہیں ہے۔ اس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی گئی ہے۔ میں تمہیں ایک اور اہم اطلاع دوں کہ وہ بائیونک مین ہے۔"

"بائیونک مین؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

افسر نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

"رسس دنتی کہہ رہی ہے کہ وہ میک اپ میں نہیں ہے۔ اس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی گئی ہے۔"

"ابھی پتہ چل جائے گا۔ بہرحال انفنی ایم یو کا رزلٹ بھی ہوتا ہے کہ میک اپ ہو تو اس کے پیچھے گوشت پوست کے اصلی چہرے کی تصویر آ جاتی ہے اور اگر اصلی چہرہ ہو یا پلاسٹک سرجری ہو تو اسکیرے کی طرح صرف چہرے کی ہڈیوں کی تصویر آتی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کسٹم آفس کی طرف شور سنائی دیا۔ دونوں ادھر دوڑتے چلے گئے۔ کچھ لوگ ادھر سے بھاگتے آ رہے تھے۔ والے ایک افسر نے ہانپتے ہوئے کہا: "فرہاد نے تصویر اتارنے پر ہنگامہ کر دیا ہے اس نے کیمرے کو چھین کر اسے توڑ ڈالا ہے۔ دو فوجی جوانوں سے پکڑنا چاہا۔ مگر اس نے دونوں کی مرمت کر دی۔ مائی گاڈ! بہت فائٹر ہے۔ اپنے مقابل آنے والوں کو ہاتھ لگانے کا موقعہ تک نہ دیا۔ دو ہی ہاتھ میں فرش پر سلا دیا۔"

وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے دفتر میں پہنچے۔ اب وہاں فاصلہ کئی نوجیوں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ اور ان کے درمیان فرہاد نیگرس کو سینے سے لگائے کھڑا تھا۔

ایک کسٹم آفیسر غصے سے کہا: "تم نے یہاں آتے ہی فائرنگ حملہ جرکیتی کی ہے۔ ہم تمہارے ملک کے سفارت خانے سے رابطہ اسی وقت تک تم حراست میں رہو گے۔"

بائیونک فرہاد نے ٹھہر ٹھہر کے بھیجے ہوئے لہجے میں کہا: "ان سے حرکت کی ہے۔ جب پاسپورٹ اور ویزا میں میری تصویریں موجود میری اجازت کے بغیر ان میری تصویر کیوں اتاری جا رہی ہیں سو [illegible]

"میں ایک بات جاننا چاہتا ہوں کہ کسی کی اجازت کے بغیر اس کی تصویر اتارنا خلاف قانون ہے۔ اگر آپ کے ملک میں یہ خلاف قانون نہیں ہے تو آپ پہلے میرے ملک کے سفیر سے اجازت حاصل کریں۔"

بائیونک فرہاد کی باتیں سن کر جبران ہونقوں کی طرح دیکھنے لگا۔ وہ ہو بہو میرے لہجے اور میرے انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔ پھر اچانک اس کی نظر جبران پر پڑی۔ وہ مسکرا کر بولا: "ہیلو مسٹر جبران! کیا ہم ایک دوسرے سے متعارف نہیں ہیں؟"

جبران کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ایسے وقت کیا کہنا چاہئے؟ میں نے اسے سنبھالا۔ وہ جواباً مسکرا کر آگے بڑھا۔ پھر مصافحہ کرتے ہوئے بولا: "جی ہاں! سونیا کے ذریعے آپ کا غائبانہ تعارف ہو چکا ہے۔ لیکن آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "کسی ماسٹر نے میرے پاس آپ کی تصویر بھیجی تھی۔ مجھے بتایا تھا کہ سونیا آپ کے پاس محفوظ ہے۔ آپ نے میری جان کی حفاظت کی۔ میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"میں نے کوئی احسان نہیں کیا لیکن آپ برا نہ مانیں تو کہوں۔ سونیا نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "وہ کیسے؟"

"وہ مجھے کوئی اطلاع دیئے بغیر رسس دنتی کو لے کر کہیں چلی گئی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "کوئی بات نہیں۔ میں ان دونوں کو پندرہ منٹ کے اندر ڈھونڈ نکالوں گا۔"

اتنے میں بائیونک فرہاد کے ملک کا سفیر وہاں پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

اسے بات بتائی گئی۔ سفیر نے کہا: "آپ خود مقل سے سوچیں کہ میرے ملک کے ایک سیاح کو خواہ مخواہ پریشان کیا گیا۔ اسے مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے تحفظ کے لئے آپ کے آدمیوں پر ہاتھ اٹھائے۔ آپ اس کی تصویر چاہتے ہیں تو میرے سفارت خانے سے طلب کریں۔ بگ برادر مہربانی اسے چھوڑ دیں۔ ورنہ ہمارے سفارتی تعلقات میں بدمزگی پیدا ہو جائے گی۔"

تھوڑی دیر بعد فرہاد کو چھوڑ دیا گیا۔ وہ اپنی نیگرس اور جبران کے درمیان چلتا ہوا عمارت سے باہر چلا گیا۔ ایسے وقت میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کی سوچ کو گرفت میں لیا۔ پھر جو ہی احمق بن گیا کیونکہ بائیونک فرہاد کی آواز انداز اور لہجہ سب میری طرح تھا۔ میں اس لہجے کو گرفت میں لے کر فوراً اپنے دماغ کی سوچ کی طرف واپس آ گیا۔

نیگرس اور اس کے دماغ میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ صرف لہجے کی یکسانیت نے مجھے میری طرف پہنچا دیا تھا۔ ایک اہم نکتہ اور ہے۔ وہ لہجہ کسی سوچ تک بھی پہنچا سکتا تھا۔ یعنی میں بیک وقت اپنی اور اس کی سوچ پر متوجہ رہ سکتا تھا۔ لیکن ادھر ستاتا رہا جیسے اس نے اپنے دماغ کے دروازے مقفل کر دیا ہو۔

پھر اس کی سوچ سنائی دی۔ وہ جبران سے کہہ رہا تھا: "مسٹر جبران! رسس دنتی میرے خیالات پڑھنے کی کوشش کر رہی ہے مگر افسوس بے چاری نہیں پڑھ سکے گی۔ بہتر ہے کہ وہ تمہارے ذریعے میری باتیں سنتی رہے۔"

میں نے پھر اس کی سوچ کو گرفت میں لیا۔ چشم زدن میں اس کا دماغ مقفل ہو جاتا تھا۔ میں پھر اپنی طرف واپس آ گیا تھا۔ مجبوراً میں نے جبران کا ہی سہارا لیا۔ اس کی سوچ کے ذریعے اس فرہاد کو دیکھتا رہا۔ وہ اپنی نیگرس اور جبران کے درمیان چلتا ہوا عمارت کے باہر آیا۔ سڑک کے کنارے کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ اچانک وہ فرہاد اپنے دائیں بائیں نیگرس اور جبران کے بازو تھام کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے شیر نے شکاری کی آہٹ سن لی ہو۔

ایک کار تیز رفتاری سے گزرتی جا رہی تھی۔ بائیونک فرہاد کی سماعت اور بصارت بے یقینی کی حد تک حیرت انگیز تھیں۔ اس نے نیگرس اور جبران کو دو طرفہ زور کا دھکا دیا۔ اسی لمحے گزرنے والی کار کی کھڑکی سے تڑا تڑ فائرنگ ہوئی۔ نیگرس اور جبران دو دو زمین پر گرے ہوئے تھے۔ فائرنگ کی زد سے محفوظ رہے۔ جبران نے گرنے کے بعد اتنا ہی دیکھا تھا کہ وہ فرہاد حیرت انگیز طور پر فضا میں اچھل کر بندی پر گیا تھا پھر جو کار فائرنگ کرتی ہوئی جا رہی تھی اس کی چھت پر پہنچ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

اس ناگہانی فائرنگ سے بھگدڑ مچ گئی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے راستہ ویران ہو گیا تھا۔ ایک فوجی موٹر سائیکل اسٹارٹ کر رہا تھا۔ جبران دوڑتا ہوا اس کے پاس پہنچا پھر اس کے پیچھے بیٹھتے ہوئے بولا: "ہری اپ! وہ کار نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔....."

موٹر سائیکل اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی۔ پھر اس کی تیز رفتاری بڑھتی چلی گئی۔ کسی تیز رفتار گاڑی کی چھت پر کھڑے رہنا ناممکن ہے لیکن وہ قدم جمائے کھڑا تھا جیسے آندھیوں کی زد میں قد آور چٹان کھڑی ہو۔ پھر وہ کود کر کار کے پیچھے سڑک پر آ گیا۔ کار نیزی سے آگے بھاگتی چلی گئی۔ لیکن وہ کتنی دور جا سکتی تھی۔ فرہاد اس کے پیچھے دوڑ لگا رہا تھا، پچیس میل، تیس میل، چالیس میل پھر پچاس میل فی گھنٹے کی رفتار سے دوڑتا چلا جا رہا تھا۔

جبران کے ہوش گم تھے اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کے سامنے بائیونک فرہاد دوڑ لگا رہا ہے۔ پھر جبران نے دیکھا وہ کار کے پہیے تھے کو کر اسے روک رہا تھا۔ پختہ سڑک پر اس کے جوتوں کے تلے سرر سرر... گھستے جا رہے تھے جیسے جوتوں سے بریک لگا رہا ہو۔

بریک لگ گئے۔ کار اس طرح رکی کہ اس کے پہیے بدستور گھوم رہے تھے کیونکہ کار چلانے والے نے بریک نہیں لگائے تھے۔ شاید کار میں بیٹھے والوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس قسم کا بھوت ان کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ گاڑی سے نکل کر اس پر فائرنگ کرتے۔ اس نے کار کے پچھلے حصے کو دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھا دیا۔ اوپر۔ اور اوپر۔ حتیٰ کہ کار دوسری طرف

الٹ گئی۔

اندر سے چیخ و پکار سنائی دی۔ الٹی ہوئی کار سے دروازہ کھول کر جو پہلے باہر نکلا۔ اس کے منہ پر بائیونک فلائنگ رنگ لگی۔ اس کی آستین گن ہاتھ سے نکل گئی۔ دوسروں کو باہر نکلنے میں ذرا دقت لگا۔ جب وہ باہر نکلے تو ان کی ٹانگوں پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ تاکہ وہ جلد نہ مر سکیں۔ اگر زندہ بھی رہیں تو اپاہج بن کر.....

جبران قریب پہنچ گیا تھا۔ فوجی نے گاڑی کے انجن کو بند کرتے ہوئے کہا "مسٹر فرہاد! آپ قانون کو ہاتھ میں نہ لیں۔ انہیں قتل نہ کریں میں انہیں عدالت تک پہنچاؤں گا۔"

فرہاد نے آسٹین گن کو فوجی جوان کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا "آپ ان کے ساتھ جو بھی سلوک کریں۔ میں نے دشمنوں کو پہچان کر سزا دے دی۔ ماسک مین کے لئے یہ اپاہج تحفے کافی ہوں گے۔"

اس نے سر اٹھا کر دور سے آنے والی کار کو دیکھا۔ کار نمبر ای آئی ڈبلیو ڈبلیو آر ہی تھی۔ اس میں مقامی جاسوس ڈرائیور کے روپ میں تھا اور پچھلی سیٹ پر نیگرس بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کار جبران اور فرہاد کے قریب آ کر رک گئی۔ نیگرس نے دشمنوں کا بگڑا ہوا حلیہ دیکھ کر کہا "ہ... چ... چ... یہ چاچے۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ پھر پچھلی سیٹ سے ایک بریف کیس اٹھا کر بولی "ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اب تک ہمیں سونیا اور رس ونتی کے پاس پہنچ جانا چاہئے تھا۔"

یہ کہہ کر اس نے بریف کیس کو کھولا۔ پھر اس میں سے ایک زنانہ لباس نکال کر فرہاد کی طرف بڑھا دیا۔ فرہاد اس لباس کو ہاتھ میں لے کر سونگھنے لگا۔ جبران نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا ہے؟"

نیگرس بولی "یہ سونیا کا لباس ہے۔ سمجھی جہاز میں چھوڑ کر گئی تھی....."

یہ بات سنتے ہی میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ بائیونک فرہاد کی مختلف صلاحیتیں ظاہر ہو رہی تھیں۔ وہ سونیا کے لباس کو ایک طرف پھینک کر سر اٹھائے فضا میں سونیا کی بو سونگھ رہا تھا۔ اس بو کی سمت کا تعین کر رہا تھا۔

پھر وہ کار کو چھوڑ کر ایک ڈھلان کی طرف دوڑنے لگا۔ اسی وقت مجھے خیال آیا کہ ریڈ پاور کے نقاب پوش باس کے سامنے بھی کتے لائے گئے تھے۔ سونیا اپنا لباس روسانیہ میں بھی چھوڑ کر آئی ہو گی اور وہ لباس ان کتوں کی رہنمائی کرے گا۔

ایک طرف ریڈ پاور کے کتے دوسری طرف سپر مارٹر کا کتا صرف ایک رس ونتی کو حاصل کرنے سونیا کی بو کی سمت دوڑے جا رہے تھے۔ پچیس میل، تیس میل، چالیس میل، پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے.....

میرا ذہن چیخنے لگا "سونیا بھاگو۔ بھاگو سونیا۔ آ۔ آ۔ آ....."

بے شک وہ حیرت انگیز رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ بچاس میل فی گھنٹہ ہو سکتی تھی۔ بجلی کی تیزی نہیں ہو سکتی تھی۔ بجلی کی رفتار سے تیز نہیں جا سکتا تھا۔ میں تڑپ جھپک ہی دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجانے پہنچ گیا۔

حالانکہ ایسے وقت مجھے براہ راست سونیا کے پاس تھا لیکن میں ابھی سونیا سے اپنی ٹیلی پیتھی چھپانا چاہتا تھا رس ونتی کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ کچھ بے چین سی تھی مگر بے چینی کو کریدنے کا موقعہ نہیں تھا۔ میں نے فوراً ہی اسے ٹیلی پیتھی! فوراً اٹھو۔ سونیا کو بتاؤ کہ سپر مارٹر کا بائیونک ریڈ پاور کے کتے سونیا کی بو سونگھتے ہوئے وہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔

وہ بستر سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر ذرا پریشانی سے بولی فرہاد! سونیا پوچھے گی کہ مجھے یہ اطلاع کیسے ملی؟"

"مجبوری ہے۔ تم کہہ دینا کہ تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت جاگ آئی ہے۔"

"پھر وہ مجھ سے بدک جائے گی اور زیادہ دشمن بن جائے گی۔ ڈالنے کا منصوبہ بنائے گی اور میں غفلت میں ماری جاؤں گی۔"

"فکر نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

"تم ہمیشہ ساتھ نہیں رہتے ہو اور وہ دشمن سامنے کی طرح رہتی ہے۔"

"تم بحث میں وقت ضائع کر رہی ہو۔ وہ بائیونک بلا والی ہے۔"

وہ نہیں چاہتی تھی مگر حالات سے مجبور ہو کر سونیا کے پہنچ گئی۔ پھر بغیر کسی تمہید کے بولی "سونیا! میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت واپس آ گئی ہے۔"

سونیا چونک کر اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی۔ پھر بے یقینی زبان میں بولی "تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

میں نے اس کے دماغ کو معمولی سا جھٹکا پہنچایا۔ وہ تلملا گئی۔ ذرا سا ڈگمگا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ رس ونتی نے میری ہدایت کے مطابق کہا "یہ میں نے ہلکا سا جھٹکا پہنچایا ہے۔ تاکہ تم فوراً ہی یقین کر لو باتوں پر عمل کرو۔ تم نے اپنا لباس روسانیہ کی ایک رہائشی گاہ میں بحری جہاز میں چھوڑ دیا تھا۔ بائیونک فرہاد اور ریڈ پاور کے کتے اسی لباس کے ذریعے تمہاری بو سونگھتے ہوئے یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے سونیا کے دماغ میں اس کی سوچ میں کہا "مجھے اس دشمن عورت کی باتوں کا یقین کرنا پڑا کیونکہ یہ خود اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہے۔ تنہا کہیں بھاگ نہیں سکتی۔ یہ اب بھی میری مدد کی محتاج ہے۔ اس لیے مجھے خطرے

ہی ہے۔ بہر حال مجھے فوراً ہی فرہاد کی تکنیک استعمال کرنی چاہیے۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی سونیا نے مریم کو آواز دی۔ مریم کے آنے پر اس نے بتایا کہ کتے اس کی بو سونگھتے آ رہے ہیں۔ لہٰذا گھر میں جتنی خوشبو کی بوتلیں ہیں۔ اس کے سامنے فوراً حاضر کی جائیں۔

میں نے سونیا کی اس بلانگ، پلانگ کی سانس لی۔ فی الحال حالات کے ٹل جانے کی امید پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں یہ سمجھا کہ اس کے جتنے استعمال شدہ کپڑے ہیں انہیں فوراً ہی دھو دیا جائے یا ان پر خوشبو چھڑک دی جائے۔ تاکہ بدن کے پسینے کی انہیں بو ہو جائے۔ سونیا جو ہدایات کر رہی تھی۔ میں نے ان کے متعلق رس ونتی کو بتایا۔ وہ بولی "اب سونیا ٹیلی پیتھی کے متعلق مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرے گی۔"

میں نے پوچھا "مثلاً؟"

"مثلاً وہ چاہے گی کہ میں سوچ کے ذریعہ تمہارا پتہ لگاؤں۔"

"کوئی بات نہیں میرے متعلق من گھڑت باتیں بتا دینا مگر وہ باتیں اخباری اطلاعات کے مطابق ہونی چاہئیں۔ مثلاً یہ کہ میں ملایا میں ہوں۔ سپر مارٹر، ماسک مین اور وہاں کی انٹیلی جنس والے مجھے تلاش کر رہے ہیں اور میں ایک شخص کے بھروسے میں بنکاک جا رہا ہوں۔"

"یہ تو اخباری اطلاعات ہوں گی۔" رس ونتی نے چوٹ کی "من گھڑت باتیں میں تمہارے ساتھ کسی لڑکی کا ذکر ہونا چاہیے کیونکہ سونیا تمہیں شرافت کا پتلا نہیں سمجھتی ہے۔"

"بھئی تمہارے لیے میں شریف بن گیا ہوں۔"

"ہاں۔ انگوٹھے ملنے پر ایک لومڑی نے اسی طرح شرافت سے کھٹا سمجھ لیا تھا۔"

"یعنی میری شرافت پر بھی طعنے؟ کوئی بات نہیں ابھی میں بحث میں کر سکتا۔ بائیونک بلا کو دیکھنے جا رہا ہوں۔ خدا تمہیں قتل کرے۔"

"تم پر عاشق ہونے والی عقل نہ دے....."

وہ کچھ اور بھی کہتی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ بائیونک فرہاد کے دماغ تک پہنچنے کا مسئلہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اس سلسلہ کی دو باتیں میں پھر عرض کر دوں۔ ایک تو اس کی آواز اور لہجہ بالکل میرے ہی جیسا تھا۔ فرق برابر فرق نہ تھا۔ اس لیے اس لہجہ کو گرفت میں لے کر میں خود اپنے دماغ اور اپنی سوچ کی طرف واپس آ جاتا تھا۔ دوسری بات یہ کہ بائیونک شخص کا صنعتی دماغ انسانی دماغ میں نہیں آیا تھا۔ وہ دماغ سائنسی تجربہ گاہ میں ایجاد کیا گیا تھا۔ اس دماغ میں کچھ ایسی لہریں کی گئی تھیں کہ نیلی پیتھی کی لہروں کو محسوس کرتے ہی وہ دماغ الجھ جاتا تھا۔ یا پھر خطرہ کا الارم اسے محتاط کر دیتا تھا۔

بہر حال میں اس بائیونک مین کے پاس براہ راست نہیں پہنچ سکتا تھا اس لیے میں جبران کے پاس پہنچا۔ وہ شہر کی طرف واپس جا رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ جب بائیونک فرہاد بو سونگھنے کے بعد ایک سمت بھاگتا چلا گیا تو جبران نے نیگرس سے کہا "تمہارے پاس کار ہے۔ ہمیں فرہاد صاحب کے پیچھے جانا چاہیے۔"

نیگرس نے جواب دیا "تم فرہاد کی فکر نہ کرو اور میں کسی اجنبی کے ساتھ کار میں سفر نہیں کروں گی۔ ڈرائیور! گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

وہ بڑی بے رخی سے جبران کو چھوڑ کر اپنی کار میں چلی گئی۔ جبران نے اسے جانے دیا۔ ایک تو اس لیے کہ نیگرس اور بائیونک فرہاد کو اس ملک کے سفیر کی پشت پناہی حاصل تھی۔ دوسرے یہ کہ جبلان کا ایک ذہین جاسوس ڈرائیور کے روپ میں نیگرس کے ساتھ موجود تھا۔ اسے اس جاسوس کے ذریعہ اطلاعات ملتی رہتیں۔

نیگرس کی آواز اور اس کا لہجہ میرے ذہن میں محفوظ تھا۔ میں اس کے سہارے اس کالی حسینہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ کار ایک طرف آہستہ آہستہ جا رہی تھی۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی گود میں ایک بالشت کاٹی دی رکھا ہوا تھا۔ اس کے اسکرین پر بائیونک فرہاد کہیں دور دوڑتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس کے سر پر ایک فولادی ٹوپی تھی۔ نیگرس کی سوچ نے سمجھایا کہ اس فولادی ٹوپی کے ساتھ ایک ایسا ننھا سا کیمرہ ہے جو بائیونک مین کی تصویر اور اس کے ماحول کو ٹی وی اسکرین تک نشر کرتا ہے۔

میں نے رس ونتی کے لہجہ میں جبران کو مخاطب کیا "میلہ جبلان! اپنے فوجی افسران کو فوراً اطلاع دو کہ وہ ٹی وی سیٹ آن کر کے مختلف چینل کو آزمائیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بائیونک فرہاد اسکرین پر نظر آئے گا۔"

"کیا واقعی؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں دیر نہ کرو۔"

وہ شہر کی حدود میں پہنچ گیا تھا۔ اب میری ہدایت کے مطابق ایک ٹیلیفون بوتھ کی طرف جا رہا تھا۔ میں نیگرس کے پاس واپس آ گیا۔

اب وہ پریشان نظر آ رہی تھی۔ کیونکہ اسکرین پر بائیونک فرہاد بھی کچھ پریشان سا تھا۔ ایک جگہ کھڑے ہو کر چاروں طرف سونگھ رہا تھا اور اسے اپنی مطلوبہ بو نہیں مل رہی تھی۔

اگر میں ریڈ پاور کے ان گرگے جوانوں تک پہنچ سکتا، جو کتوں کو سونیا کی طرف لے جا رہے تھے تو میں وہاں بھی یہی تماشا دیکھ سکتا تھا۔ یعنی ان کے کتے بھی دوڑتے دوڑتے اپنا سانس تھم گئے ہوں گے اور مطلوبہ بو کو تلاش کرنے کی ناکام کوششیں کر رہے ہوں گے۔

میں نے ٹی وی اسکرین پر بائیونک مین کی آواز سنی۔ میری ہی آواز میرا ہی لہجہ تھا۔ اس نے نیگرس کو اس کے نام سے مخاطب کیا۔

"مانسوری۔ زن! تم سمجھ گئی ہو کہ سونیا محتاط ہو گئی ہے؟"

مانسوری زن نے ٹی وی کا ایک بٹن آن کرنے کے بعد کہا

"ہاں سمجھ رہی ہوں۔ سابقہ ریکارڈ کے مطابق ایک بار فرہاد نے خوشبوؤں میں گم ہو جانے کی تدبیر کی تھی۔ سونیا اُس تدبیر پر عمل کر رہی ہے۔"

وہ بولا۔ "ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔ وہ چوبیس گھنٹے خوشبو میں بسی نہیں رہے گی۔"

"ہاں۔ اب یا تب وہ خوشبو سے باہر آئے گی۔ ایک بات بتاؤ۔ کیا خوشبو کا تجزیہ کیا جائے؟"

"کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"تم وقت سے پہلے کیسے کہہ سکتے ہو؟ دیکھو، اس وقت اسکندریہ اور اُس کے مضافات میں بے شمار لوگوں نے خوشبو لگائی ہوگی۔ شنیل، یوڈی کلون، پرفیسی، ایلنگ ان پریس، ایپل بلوسم اور بہت سی خوشبوؤں کا تجزیہ تم کر سکتے ہو کہ تمھارے آس پاس میلوں دور تک کون سی خوشبو کتنے حصّے تک ہے اور ایسی کون سی خوشبو ہے۔ جو بار بار لگانے کے باعث وقفہ وقفہ سے پھر تازہ اور شدید ہو جاتی ہے۔"

بالونک ین نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "میں ایسا کر سکتا ہوں مگر میں تمھیں یہ بتانا بھول گیا کہ ایئر پورٹ میں رس دنتی نے میرے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ ناکام ہونے کے بعد اب وہ تمھاری سوچ کے ذریعہ مجھے دیکھ رہی ہوگی۔ میں جتنی خوشبوؤں کا تجزیہ کروں گا وہ میرے ذہن کو سمجھتی رہے گی اور سونیا کو بتاتی رہے گی۔"

"اب وہ کچھ نہیں بتا سکے گی۔ میں تم سے رابطہ ختم کر رہی ہوں، تمھارا رابطہ دوسری برانچ سے رہے گا۔"

مانسوری دی نے کوئی جواب سنے بغیر رابطہ ختم کر دیا۔ ٹی وی کو آف کر کے اُسے ایک چمکیلے غلاف میں چھپایا۔ اب وہ ٹی وی کے بجائے لیدر بریس نظر آ رہا تھا۔ وہ بریس کو اپنے قریب سیٹ پر رکھ کر مسکراتی ہوئی بولی۔ "ہیلو رس دنتی! اب تمھارا باپ بھی میرے فراڈ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اگر میری باتیں سن رہی ہو تو میرا مشورہ مان لو۔ میرے فراڈ کو تم دوڑاؤ۔ ہماری دوستی برقرار رہے گی تو تم سپر ماسٹر کے تعاون سے ساری دنیا پر حکومت کر سکو گی۔"

میرا جی چاہتا تھا کہ مانسوری دی سے باتیں کروں لیکن اُسے اِس اُلجھن میں مبتلا رکھنا بہتر تھا کہ واقعی رس دنتی نے بالونک فراڈ تک پہنچنے کے لیے اُسے واسطہ بنایا تھا یا نہیں؟ اُس نے اپنی دانست میں اپنے فراڈ سے رابطہ قائم کر کے بے تکی ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ اب بالونک فراڈ کے آس پاس ایسا کوئی نہیں تھا جس کا سہارا لے کر میں وہاں تک پہنچ سکتا۔

لیکن خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے تھوڑی سی ذہانت مجھے بھی دی ہے۔ پہلے میں نے جبران کو ٹٹولا، پھر اُن فوجی افسران کو ٹٹولا جن کے دماغوں کو میں پہلے سمجھ چکا تھا۔ اُن میں سے دو افسران ایک ٹی وی کے سامنے بیٹھے اُس کے اسکرین پر بالونک فراڈ کو دیکھ رہے تھے۔ اسکرین پر بہت ساری لکیریں پڑ رہی تھیں۔ وہ کبھی غائب تھا اور کبھی مٹ جاتا تھا۔ اُس کے ساؤنڈ سسٹم میں بھی ہلکی ہلکی پیدا ہو رہی تھی۔

یہ پریشانی کی بات تھی۔ بالونک مین تک پہنچنے میں ناکام ہو تو وہ خوشبوؤں کا تجزیہ کرنے کے بعد سونیا تک پہنچ جاتا۔ رس دنتی کے پاس آیا۔ وہ اطمینان سے ایک صوفہ پر آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ کیا خیال خوانی خروج کر گئی؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی۔ "خیال خوانی کی ایکٹنگ کر رہی ہوں۔ سونیا کو اسی طرح یقین آئے گا کہ میری صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں۔"

"اچھا۔ سونیا سے پوچھو۔ مریم کے گھر میں کتنی قسم کی خوشبوئیں ہیں۔"

"وہ سوال کرے گی کہ میں یہ سوال کیوں کر رہی ہوں؟"

"بالونک فراڈ خوشبوؤں کا تجزیہ کر رہا ہے۔ شہر اسکندریہ دریائے نیل تک گڈمڈ ہونے والی خوشبوؤں کو وہ الگ الگ سمجھ سکتا ہے۔ اُن میں سے ایسی خوشبوؤں کو چھانٹ کر علیحدہ کرے گا۔ جو اُس کی طرف سے آ رہی ہیں جس سمت سے سونیا کی بُو بلا رہی تھی۔"

"اِس سلسلہ میں سونیا کیا کرے گی؟"

"مریم کے ہاں مختلف خوشبوئیں نہ ہوں تو ابھی وہاں کے سب سے خوشبوؤں کا اسٹاک خرید لیا جائے۔ اُس کے بعد تم، سونیا، مریم، سلوی اور وہاں اور کوئی ہو تو سب علیحدہ علیحدہ خوشبو لگائیں گے۔ اس طرح بہت سی خوشبوئیں اسکندریہ سے آنے والی خوشبوؤں کے ساتھ گڈمڈ ہو جائیں گی۔"

رس دنتی نے آنکھ کھول دی۔ اُس کے سامنے اور آس پاس صوفوں پر سونیا، مریم، سلوی اور دو نوجوان بیٹھے ہوئے تھے۔ رس دنتی نے سونیا سے کہا۔ "مریم سے پوچھو۔ یہاں کتنی قسم کی خوشبوئیں ہیں۔ بالونک فراڈ خوشبوؤں کا تجزیہ کر رہا ہے۔ اُسے الجھانے کے لیے بہت سے اقسام کی ضرورت ہے۔"

سونیا مریم سے انگریزی میں بولنے لگی۔ مریم نے کہا۔ "میں اور سلوی دو طرح کی خوشبوئیں استعمال کرتی ہیں اور یہ سب تمھارے سامنے ہے۔ کیا ان کے علاوہ بھی چاہیے؟"

سونیا نے رس دنتی سے پوچھ کر جواب دیا۔ "ہاں۔ ابھی جتنی خوشبوئیں منگوا سکتی ہو۔ فوراً منگوا لو۔"

ایک نوجوان اُٹھ کر بولا۔ "میں ابھی بازار کا سارا اسٹاک خرید لے آؤں گا۔"

سونیا نے کہا۔ "ذرا سوچ سمجھ کر خریداری کرنا۔ ریڈ پاور کے جاسوس یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ آج اچانک ہی بہت سا اسٹاک خرید کون لے گیا ہے اور کہاں لے گیا ہے؟"

وہ نوجوان چلا گیا۔ مریم نے کہا۔ "سونیا! عجیب بات ہے۔ یہ رس دنتی مجھ سے انگریزی زبان میں باتیں کر چکی ہے۔ اب یہ صرف ہندوستانی زبان کیوں بول رہی ہے؟"

سونیا نے چونک کر پوچھا۔ "یہ۔ اِس نے تم سے انگریزی میں باتیں کی تھیں؟ ناممکن....."

"میں سچ کہتی ہوں، آج صبح چائے اُس نے مجھے ٹریپ کیا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ مجبور کیا کہ میں اسے کھانا کھلاؤں۔"

سونیا نے پوچھا۔ "تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا؟"

"اِس نے دھمکی دی تھی کہ اگر سونیا کو یہ بات بتائی گئی تو میں اور جبران کو نقصان پہنچائے گی۔ میں اس کی شکایت نہیں کر رہی ہوں۔ میں تو احسان مند ہوں۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ ہماری حکومت اور ریڈ پاور کے لوگوں نے جبران کو نظر بند کھا ہے اور جاسوس ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔"

سونیا کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ اُس نے رس دنتی کو گھور کر انگریزی میں سوال کیا۔ "کیا یہ سچ ہے؟ تم یہ زبان بولتی ہو؟"

رس دنتی کی زبان میری سوچ کے ذریعہ انگریزی بولنے لگی۔ "میں یہ زبان نہیں جانتی۔ اُس کے باوجود یہ زبان بول رہی ہوں۔ یہ ٹیلی پیتھی کی ایک تکنیک ہے۔"

سونیا نے بے یقینی سے پوچھا۔ "ذرا مجھے بھی یہ تکنیک سمجھاؤ۔"

وہ بولی۔ "یہاں اسکندریہ میں ایک ہندوستانی لڑکی ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعہ اُس کے ذہن کو اپنے ذہن سے منسلک کر لیا ہے۔ اِس وقت وہ ہندوستانی لڑکی میری زبان سے بول رہی ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسی تکنیک ہے۔ فرہاد نے کبھی ایسا نہیں کیا۔"

"فرہاد بہت سے معاملات میں مجھ سے پیچھے ہے۔ وہ پرانی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ تک پہنچنے سے نہیں روک سکتا۔ میں گویگا کے ذریعہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے آگے دیوار کھڑی کر دیتی ہوں۔ اگر کوئی ہندوستانی بہت سی زبانیں بول سکتا ہے تو میں اُسے اپنا معمول بنا کر اُس کے ذریعہ مختلف زبانیں بول سکتی ہوں۔ میں بہت زیادہ باصلاحیت ہوں، اسی لیے فرہاد کو چیونٹی بنا کر رکھ دیا تھا۔"

سونیا غصّہ سے مٹھیاں بھینچ کر بولی۔ "چیونٹی نہیں چیونٹا بولو۔ جو تمھاری صلاحیتوں پر تھوک کر تمھیں بیمار بنا کر چلا گیا۔ رس دنتی! میں بہت قدر دان ہوں۔ تیری ٹیلی پیتھی سے خوف زدہ نہیں ہو سکتی۔ اگر اب تُو نے فرہاد کو گم کر کے تو میں تیری ٹیلی پیتھی کے ہاتھوں مرتے مرتے بھی تجھے مار ڈالوں گی۔"

اگر اس وقت رس دنتی ٹیلی پیتھی جانتی اور سونیا کے جملے کو سمجھ سکتی تو دونوں ہی سر نے لانے پر آمادہ ہو جاتیں مگر اُس کی زبان انگریزی بول رہی تھی۔ دماغ اُس کا مفہوم نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ وہ میری سوچ کی زبان سے بولی۔ "سونیا! غصّہ نہ دکھاؤ۔ ابھی ہماری دشمنی ہم سب کے لیے مہنگی پڑے گی۔"

وہ بولی۔ "سپر ماسٹر اور مانک میں سب ہی تمھیں حاصل کرنے کے لیے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اگر تم مر جاؤ تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔"

"میں مر جاؤں گی تو تمھیں فراڈ کے متعلق کون بتائے گا کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟"

سونیا جیسے ایک دم سیدھی ہو گئی۔ "آں ہاں۔ ابھی میں یہ پوچھنا ہی چاہتی تھی۔ وہ کہاں ہے؟"

"وہ ٹیلی پیتھی سے محروم ایک عام آدمی ہے۔ اگر مجھ ملایا میں اُس نے بڑے کارنامے دکھائے ہیں مگر وہ خطرناک تنظیموں کے جال میں وہ پھنسنے ہی والا ہے۔ صرف میں اُس کی مدد کر سکتی ہوں۔"

سونیا میرے لیے بڑی سے بڑی بازی ہار سکتی تھی۔ وہ عاجزی سے بولی۔ "مجھے اُس کے بارے میں بتاؤ؟"

"بالونک فراڈ کا خطرہ ٹل جانے دو۔ پھر بتاؤں گی۔ اب میں مراقبہ میں جا رہی ہوں۔"

اس کے بعد رس دنتی نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے اُسے بتایا کہ ابھی وہ انگریزی زبان میں سونیا سے جو باتیں کرتی رہی تھی وہ بولی۔ "یہ سونیا بڑی بدمزاج ہے۔ کسی دن میرے ہاتھوں سے مرے گی۔"

میں نے کہا۔ "بہتر ہے کہ مجھے مارنے کے متعلق سوچو۔ کیونکہ اُس کی موت میری موت ہوگی۔"

"تمھارے جیسا ہرجائی سونیا کے ساتھ اتنی شدت سے وابستہ ہو۔ یقین نہیں آتا۔"

"تم میرے ہرجائی پہلو کو دیکھتی ہو۔ سونیا کی شدتِ وفا کو دیکھ کر سمجھ لو کہ میرے اندر کوئی ایسا سچا اور کھرا آدمی چھپا ہے، جس پر وہ اب تک جان دے رہی ہے۔"

"اپنی تعریف نہ کرو۔ مجھے زہر لگتی ہے۔"

"میں تمھارے آپ حیات مجید جبران کے پاس جا رہا ہوں۔ خوش ہو جاؤ۔"

"ٹھیرو۔ یہ بتاؤ۔ میں آنکھیں کھولنے کے بعد سونیا سے کیا کہوں گی؟"

"آنکھیں بند رکھو۔ میں معلومات حاصل کر کے ابھی آتا ہوں۔"

میں اُس افسر کے پاس پہنچ گیا۔ جو ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اسکرین پر اب بھی لکیریں پڑ رہی تھیں۔ کبھی کبھی بالونک فراڈ کی جھلک نظر آ جاتی تھی۔ پھر وہ دبیز لکیروں میں گم ہو جاتا تھا۔ لیکن اِس دوران اُس افسر کے ماتحت نے ساؤنڈ ٹریک پر بالونک مین کی آواز میں وضاحت پیدا کر لی تھی۔ وہ کسی سے کہہ رہا تھا۔ "ابھی سونیا اور رس دنتی دونوں ہی محتاط ہیں اور رس دنتی یہ سن چکی ہوگی کہ میں خوشبوؤں کا تجزیہ کرنے والا ہوں۔ یقیناً وہ دونوں احتیاطی تدابیر کریں گی۔"

کسی دوسرے کی آواز سنائی دی۔ "تم درست کہہ رہے ہو۔ میرا خیال ہے کہ ابھی دونوں کو ڈھیل دی جائے۔ تم نیل کے ساحل پر جاؤ۔ وہاں تمہاری رہائش کا انتظام ہے۔ وہاں آرام سے بیٹھ کر دونوں کو ٹریس آؤٹ کرتے رہنا۔"

یہ اور زیادہ خطرے کی بات تھی کہ بالونک مین دریائے نیل کی سلسلی آبادی میں پہنچ جاتا۔ میں اُس شخص کی کھوج پڑی میں پہنچ گیا۔ جو بالونک مین کو شوٹنگ دے رہا تھا۔ وہ بھی ایک ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کے آس پاس ماسٹروں کی تنظیم کے کچھ اور اہم لوگ تھے۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک شخص شراب کا جام ہاتھ میں لیے کہہ رہا تھا۔ "رس ونتی نے مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعہ سونیا کو اطلاعات پہنچا رہی ہے اور سونیا اُس کی حفاظت کر رہی ہے۔"

دوسرے شخص نے کہا۔ "مگر اب رس ونتی صرف مانسوری ہی تک محدود رہے گی۔"

"نیستر نے کہا۔ "میرا خیال ہے۔ مانسوری۔ دی کو بالونک فرہاد سے دُور کر دیا جائے۔ ڈاکٹر! تمہارا کیا خیال ہے؟"

بالونک فرہاد کی صحت اور دماغی حالت کا جائزہ لیتے رہنے کے لیے وہاں ڈاکٹر اور سائنسداں وغیرہ بھی پہنچے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے طور پر ایک مکمل فرہاد بنایا ہے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں اصل فرہاد جنس زدہ ہے۔ ہم نے اپنے فرہاد کی بھی ایسی ہی ذہنیت رکھی ہے تاکہ دونوں میں کوئی فرق نہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا فرہاد مانسوری ہی کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اُس کی جگہ کسی دوسری حسینہ کو فرہاد کے پاس بھیجا جا سکتا ہے مگر اس کی کیا ضمانت ہے کہ رس ونتی اُس دوسری حسینہ کے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گی؟"

ایک نے کہا۔ "دوسری حسینا میں اُس کے پاس آتی جاتی رہیں گی لیکن مانسوری۔ دی کو اس مہم میں باقاعدہ فرہاد کی پارٹنر بنا کر یہاں بھیجا گیا ہے!"

"وہ برابر اُس کے ساتھ رہے گی تو رس ونتی جانے فرہاد کی مہم کو کیا کیا بناتی رہے گی۔"

"بہتر ہے کہ مانسوری۔ دی صرف اُس کی خلوت میں رہے۔ پھر مباشرتی عمل کے دوران اُس سے دُور ہو جائے۔"

سب نے اِس بات کی تائید کی۔ میں نے ڈاکٹر کے ذہن میں ایک سوال پیدا کیا۔ ڈاکٹر نے ایک شخص سے وہی سوال کیا۔ "مسٹر وارڈ! اپنے فرہاد کو نیل کی ساحلی آبادی میں کیوں رہنے کے لیے کہا جا رہا ہے؟"

وارڈ نے جواب دیا۔ "ہمارا فرہاد۔ سونیا کی بُو پاتے ہوئے دریائے نیل کی سمت دوڑ لگا رہا تھا۔ پھر اچانک بُو ختم ہو گئی۔ اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سونیا اور رس ونتی ساحلی آبادی کی طرف ہیں۔"

ڈاکٹر نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "یہ اندازہ درست ہے لیکن سونیا نے بھی ہمارے فرہاد کی سمت کو سمجھنا ہو گا۔ وہ عارضی طور پر اپنی بُو کو ختم کرنے کے بعد سب سے پہلے وہ جگہ اور وہ سمت بدل کر کہیں اور سے یہاں آ جائے گی۔"

"یقیناً وہ ایسا کرے گی مگر ہم کیا کریں؟ ابھی مجبوری ہے۔ اپنے فرہاد کو کہیں تھوڑی دیر قیام کرنا ہے۔ اِس لیے وہ ساحلی آبادی میں قیام کرے گا۔"

اُن کی باتوں سے میں سمجھ گیا کہ بالونک مین ساحلی آبادی میں ہی قیام کرے گا۔ میں نے یہ اہم اطلاع دینے سونیا اور رس ونتی کے پاس پہنچا۔ رس ونتی چونک کر سوچنے لگی۔ "کیا مصیبت ہے؟ یہ سونیا کہیں کی بند ہو گئی ہے؟"

میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے رس ونتی؟"

"اوہ فرہاد! تم آ گئے۔ میں بڑی پریشان ہوں۔ میں نے سونیا سے پوچھا کہ وہ کمرے میں بند ہونے کیوں جا رہی ہے تو اُس نے جواب دیا اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعہ معلوم کر لو کہ میں کمرے میں پہنچ کر کیا کرنے والی ہوں۔"

"اچھا میں معلوم کرتا ہوں۔ مریم اور سلوی کہاں ہیں؟"

وہ بولی۔ "ہم سب مختلف خوشبوؤں لگا کر اس کمرے کے جالوں طرف ہیں جس کے اندر سونیا گئی ہے۔"

میں کمرے کے اندر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کھڑکی دروازے بند کرنے کے بعد اسکیننگ کر رہی تھی۔ یعنی دونوں پاؤں کے پنجوں پر اچھل رہی تھی۔ ایسی ورزشیں کر رہی تھی کہ اُس کے جسم کا لباس پسینے سے تر ہوا تھا۔ قریب ہی ایک طرف گتے کے کارٹن، سیلفن کاغذ کے تھیلے اور رسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ پسینے سے تربتر ہونے کے بعد وہ ننگی ہو گئی۔ اپنا لباس اُتارتے ہی اُسے سیلفن کے ایک تھیلے میں ٹھونس کر اُس کا منہ چھوٹے سے کارٹن میں بند کر دیا۔ دوسرے لفظوں میں اپنے بدن کی خصوصی بُو کو ایک جگہ پیک کر دیا۔ کارٹن کو رسیوں سے باندھ دیا۔

پھر وہ دوسرا لباس پہننے کے بعد دوبارہ ورزش کرنے لگی۔ میں اُس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ میں سونیا کی ذہانت کی تعریف کیا کروں؟ میری داستانِ حیات پڑھنے والوں نے بارہا پڑھا ہے کہ دشوار گزار مراحل میں جبکہ اچھے اچھے لوگ حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے وقت اُن کی اولوالعزمانہ دلیری کے علاوہ بے مثال ذہانت کا ثبوت دیتی ہیں۔

سونیا اُس وقت بالونک فرہاد کو گمشدہ بچگر بنانے کی تدبیر پیش کر رہی تھی۔ تدبیر یہ تھی کہ وہ اپنے پسینے سے بھیگے ہوئے ملبوسات کو مختلف کارٹن میں پیک کر کے مریم، سلوی اور دو جوانوں کے ذریعہ مختلف مقامات پر بھیج کر کارٹن کھولنے کے لیے کہتی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ بالونک مین کو ہر سمت سے دُور دُور تک سونیا کی بُو ملتی رہتی اور وہ پریشان ہوتا رہتا کہ اُسے کس سمت جانا چاہیے۔

بہت عمدہ تدبیر تھی۔ میں نے چند لمحوں تک غور کیا۔ پھر رس ونتی کے لیے میں اُسے مخاطب کیا۔ "سونیا! میں تمہارے طریقۂ کار کو سمجھ گئی ہوں۔ پہلے ایک اہم بات بتا دوں۔ بالونک فرہاد اس علاقہ میں عارضی رہائش کے لیے آ رہا ہے۔ میں پریشان تھی کہ اُس سے کس طرح دُور رہا جا سکتا ہے۔ تم نے بہت عمدہ تدبیر نکالی ہے۔ اس سلسلہ میں میں ایک عمدہ مشورہ دینا چاہتی ہوں۔ تم اپنا ایک لباس ایک بریف کیس میں پیک کرو۔ میں جبران سے رابطہ قائم کرتی ہوں۔ اُس بریف کیس کو ائیرپورٹ پہنچایا جائے گا۔"

"ہوں۔" سونیا کی سوچ نے کہا۔ "تمہارا مشورہ میری سمجھ میں آ رہا ہے۔ اگر میرا لباس کسی ایسے طیارے تک پہنچایا جائے۔ جو پرواز کرنے والا ہو تو بالونک مین یہی رائے قائم کرے گا کہ میں اُس طیارے کے ذریعہ اسکندریہ سے باہر جا رہی ہوں۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "ہاں۔ میں یہی چاہتی ہوں۔ اِس طرح یہ بالونک مین اسکندریہ سے چلا جائے گا۔ اچھا اب میں جبران کے پاس جا رہی ہوں۔"

میں نے رس ونتی کو سونیا کے ساتھ ہونے والی باتیں بتائیں۔ پھر جبران کے پاس پہنچ گیا۔ "ہیلو جبران! کیا میرا انتظار کر رہے ہو؟"

"اوہ رس ونتی! اب ہر لمحہ تمہارا ہی انتظار رہتا ہے۔ یہی سوچتا رہتا ہوں کہ ہم ایسے وقت دماغی طور پر قریب آئے ہیں جب مسائل نے ہمیں جسمانی طور پر دُور کر دیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اب قریب ہونے کی ایک تدبیر ہے۔ بالونک مین سونیا کی بُو پر جاگ رہا ہے۔ مقصد میرا حصول ہے۔ ہماری تدبیر ہے کہ سونیا کے پسینے سے بھیگا ہوا ایک لباس کسی ایسے طیارے تک پہنچایا جائے جو ابھی چند گھنٹوں میں پرواز کرنے والا ہو۔"

جبران نے تائید کی۔ "اچھی تدبیر ہے۔ بالونک فرہاد ائیرپورٹ کی طرف دوڑا آئے گا۔ دیکھو اُس لباس کو پیک کرنے کے بعد یہاں بھیجو۔ میں انتظام کرتا ہوں کہ لباس کی وہ پیکنگ ایسے وقت کھولی جائے جب طیارہ کا انجن اسٹارٹ ہو جائے۔"

"ہاں یہی تدبیر کی جائے۔ سونیا کا لباس پیک ہو چکا ہے میں ابھی بھیج رہی ہوں۔ اب میں چلی۔۔۔۔"

میں نے رس ونتی کے پاس آ کر کہا۔ "ہیلو۔ اب مریم سے کہو کہ وہ اپنے ایک جوان ساتھی کو سونیا کے لباس والا بریف کیس دے کر ائیرپورٹ بھیج دے۔ جبران اُس کا انتظار کر رہا ہے۔ تیار ہو جاؤ۔ تمہاری زبان انگریزی بولنے والی ہے۔"

دوسرے لمحہ مریم سے انگریزی میں باتیں کرنے لگی۔ سونیا لباس بدل کر اور خوشبو میں نہا کر کمرے سے باہر آ گئی تھی۔ مریم نے وہ بریف کیس ایک نوجوان کے ذریعہ جبران کے پاس بھیج دیا۔ سونیا نے کہا۔ "رس ونتی! آواب اطمینان سے بیٹھ کر فرہاد کے متعلق بتاؤ۔"

میری سوچ نے رس ونتی کی زبان سے کہا۔ "ابھی اطمینان کہاں؟ وہ بالونک مین اس علاقہ میں آ چکا ہے۔ میں اُس کی نگرانی کرنے جا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر رس ونتی اپنے کمرے میں آ گئی۔ اُس نے پوچھا۔ "فرہاد! تمہاری سوچ مجھے میرے کمرے میں کہیں لے آئی ہے؟"

"سونیا تم سے میرے متعلق باتیں کرنا چاہتی تھی۔ تم نے اُسے کہہ دیا کہ بالونک فرہاد اس علاقہ میں موجود ہے۔ اِس لیے اُس کی نگرانی کرنے جا رہی ہو۔"

وہ بستر پر لیٹ کر انگڑائی لینے لگی۔ میں نے کہا۔ "یوں غضب کی انگڑائی نہ لو۔ ورنہ میں تمہارے دماغ سے اُڑ جاؤں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تم رس ونتی بن کر جبران سے باتیں کرتے ہو۔ وہ یقیناً لگاوٹ کی باتیں کرتا ہو گا۔"

"ہاں ابھی وہ کہہ رہا تھا کہ تم دماغی طور پر اُس کے قریب آئی ہو مگر مسائل نے تم دونوں کو جسمانی طور پر دُور کر دیا ہے۔"

"اُس کی پیار بھری باتیں میرے لیے ہیں۔ تم کیوں سنتے ہو؟"

"مجبوری ہے۔ وہ مجھے رس ونتی سمجھتا ہے۔"

"تم نے اُسے یہی سمجھایا ہے۔ تاکہ ہم دونوں کے دل کی باتیں معلوم کرتے رہو۔"

"خواہ مخواہ الزام دے رہی ہو۔ تم نے خود ہی کہا تھا کہ میں جبران کے دل کا حال معلوم کروں۔"

"اُس کے دل کا حال معلوم کر کے تمہارے دل پر قیامت گزر رہی ہو گی۔"

"میں ایسا کروں نہیں ہوں کہ تمہیں نہ پا کر عشقیہ ماتم شروع کر دوں۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے اپنے دل و دماغ سے تمہارا خیال نکال دیا ہے۔"

"بڑا حوصلہ ہے۔ ذرا یہ تو بتاؤ۔ دل کا گھر خالی کرتے وقت کیسی چوٹ لگی؟"

"رس ونتی! تم بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہو۔ میرے دل پر چوٹ کیسے لگے گی۔ جبکہ تمہاری جیسی حسینائیں آئے دن مجھ پر مرتی رہتی ہیں۔"

میں نے محسوس کیا۔ جیسے اُس کا دل ڈوب رہا ہو۔ پھر وہ مضمحل کر بولی۔ "اوہ۔ تم یہ کہہ کر میری توہین کرنا چاہتے ہو۔ دیکھو میں کچھ نہیں ہوں۔ دُنیا میں تمہارے لیے ایک سے بڑھ کر ایک حسین بکھرا پڑا ہے مگر نیلش تمہارے دل میں ہمیشہ رہے گی کہ رس ونتی تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔ کبھی نہیں۔۔۔۔"

"میرے دل میں خلش نہیں اطمینان ہے کہ تم میرے دوست کی امانت ہو۔ اچھا میں چلوں اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔۔۔۔"

اُس نے آواز دی۔ "ٹھیرو۔ میری بات سنو۔"

میں خاموش رہا۔ مجھے تشنہ ہو گیا تھا کہ وہ مجھے تڑپانے اور للچانے کے لیے خود کو جبران سے وابستہ کر رہی ہے۔ اُس نے مجھے پھر آواز دی۔ میں ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اُس کے دماغ سے جا چکا ہوں۔ وہ آنکھیں بند کیے دماغ کی تاریکی میں مجھے ڈھونڈتی رہی۔ دماغ کے کسی چور گوشہ سے ایک دھیمی دھیمی سوچ اُبھر رہی تھی۔ "نہیں ابھی فرہاد موجود ہے۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "نہیں۔ وہ چلا گیا ہے۔"

وہ سوچنے لگی۔ "میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ وہ موجود ہے مگر اُس کی موجودگی یا عدم موجودگی سے کیا فرق پڑتا ہے؟ میں تو اپنے جبران کے متعلق سوچتی رہوں گی۔"

اُس نے جبران کا تصور کیا۔ میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ چند لمحوں کے لیے توقف کیا۔ پھر اچانک ہی اُس کی سوچ کے دائرے میں پہنچ گیا۔ تب میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ وہ ہولے سے چونک کر سنبھل گئی ہے۔ جیسے میری سوچ کی لہروں نے اُسے میری آمد کی اطلاع دے دی ہو۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں دنتی، تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔"

"آں۔ نہیں تو۔ میں بھلا کیا چھپاؤں گی؟"

میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "تمہاری خیال خوانی کی صلاحیتیں.... واپس آگئی ہیں۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "آہ۔ کاش ایسا ہوتا۔"

"یعنی تم انکار کر رہی ہو؟"

"فرہاد! تمہیں تشنہ کیوں ہونا ہے؟ تم دوست بھی ہو اور بہت بڑے محسن بھی۔ میں بھلا اپنی نیلی پیتھی تم سے کیوں چھپاؤں گی؟ میں تو خود چاہتی ہوں کہ یہ صلاحیت واپس آئے اور میں تمہارے ساتھ مل کر دشمنوں سے مقابلہ کروں۔"

"دیکھو دنتی، تم یوگا کی ماہر ہو۔ میں پہلے بھی آزما چکا ہوں کہ جب بھی میری سوچ کی لہریں تمہارے دماغ تک پہنچتی تھیں تیر چونک جایا کرتی تھیں۔ اپنے دماغ کے دروازے کو بند کر لیتی تھیں۔ ابھی میں نظارہ آیا ہوں تو تم چونک گئی تھیں۔"

"تم غلط نہیں کہہ رہے ہو۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ یوگا کی پرانی مشقیں اثر دکھا رہی ہیں۔ بھابی کے بعد میری حس میں پھر بیداری آ رہی ہے۔ تم اب سے پہلے بھی میرے دماغ میں آئے تو میں چونک گئی تھی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں نے خیال خوانی شروع کر دی ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہیں یوگا کے فوائد دوبارہ حاصل ہو رہے ہیں۔ اس کے باوجود نیلی پیتھی سے محروم ہو؟"

"تم خود سمجھ سکتے ہو فرہاد! یوگا اور نیلی پیتھی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یوگا کی مشقیں اس حد تک آسان ہیں کہ ہماری دنیا کے ہزاروں لوگ یوگا کے ماہر نظر آتے ہیں لیکن میرے اور تمہارے سوا شاید ہی کسی نے نیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہو۔ کوئی مستقل مزاج اور قوتِ ارادی کا مالک بھی یہ علم حاصل نہیں کر سکے گا۔ تاوقتیکہ اُس کے دماغ کی ساری کمزوریاں دُور نہ ہو جائیں۔ یہ سچ کہتی ہوں میرا دماغ ابھی تک ایسا کمزور ہے کہ سوچ کی لہروں کو پرواز کرانا چاہتی ہوں تو ایک قدم سے سر نکالنے لگتا ہے۔"

"تمہاری یہ دماغی کمزوری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"میں خود نہیں سمجھ سکتی۔ ویدا ج زندہ ہوتے تو میری حالت پر ضرور غور کرتے۔ نیپال میں ایک اور ویدا ج ہیں وہ میرا علاج کر سکتے ہیں۔ فرہاد! کوشش کرو کہ میں اور سونیا یہاں سے نکل کر ہندوستان چلے جائیں۔"

"کیا جبران کو چھوڑ کر جاؤ گی؟"

وہ مسکرائی پھر بولی۔ "عجت کا کچا دھاگا اُسے مضبوطی سے باندھ کر وہاں پہنچا دے گا۔"

"اچھا۔ تم اپنے دھاگے سے باندھو میں جا رہا ہوں۔ یہاں ملایا میں میری مصروفیتیں مجھے بلا رہی ہیں۔"

"ٹھیرو۔ پہلے یہ تو معلوم کر لو کہ سونیا کا سہنے والا کپڑا بایو نک کو دھوکا دے سکتا ہے یا نہیں؟"

"میں معلوم کر لوں گا۔ کوئی خطرہ پیش آیا تو میں یہاں پہنچ جاؤں گا۔ بس اب خدا حافظ...."

یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میں اس دنتی کے دماغ میں چور کی طرح چھپ کر نہیں رہ سکتا۔ فی الحال اُس کا کوئی بھید معلوم کرنے کی دلچسپی بھی نہیں تھی۔ اس لیے میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔

●

میں ملایا میں اپنے ایک انجانے میزبان کا مہمان تھا اور اُس میزبان کے ایک بنگلہ کے بیڈ روم میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ ڈرائنگ روم میں میری منہ بولی بہن بے فی، رُدمانہ اور شرلاک جونیئر بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑی دیر ہو گئی تھی۔ جب میں اسکندریہ جانے کے لیے رُدمانہ وغیرہ سے رخصت ہوا تھا اُس وقت ملایا کے وقت کے مطابق پونے تین ہو رہے تھے۔ اب دیواری گھڑی چھ بجا رہی تھی۔

تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ شرلاک جونیئر سے نئی دوستی ہوئی تھی۔ بے فی اب بھی ابھی بہن بنی تھی۔ وہ دونوں میری تین گھنٹے کی غیر حاضری پر بور ہو سکتے تھے۔ مگر رُدمانہ میرے پھیلے کارنامے کچھ اس انداز سے سنا رہی تھی کہ وہ دونوں ہر لمحہ ایک نئی دلچسپی سے سننے جا رہے تھے اور انھیں وقت گزرنے کا احساس تک نہیں ہو رہا تھا۔

میں نے رُدمانہ کو مخاطب کیا۔ "ہیلو! میں واپس آ گیا ہوں۔"

وہ بولی۔ "تھکے ہو۔ تمہیں ہمارا خیال تو آیا۔"

"میری جان! اسکندریہ میں بایو نک فرہاد نے بڑی آفت مچائی ہے۔ سونیا اور دس دنتی ایک جگہ چھپی بیٹھی ہیں۔ مجھے پھر تھوڑی دیر کے لیے جانا ہوگا۔ بے فی سے کہو۔ میں اُسے مخاطب کر رہا ہوں۔"

رُدمانہ نے بے فی سے کہا۔ "تمہارے بھائی تم سے مخاطب ہو رہے ہیں۔"

اُس کے ساتھ ہی میں نے مخاطب کیا۔ "ہیلو بے فی! کیا غلط ہو رہی ہو؟"

"اوہ میرے بھائی!" وہ خوش ہو کر بولی۔ "اپنے دماغ میں آپ کو محسوس کر کے عجیب سا لگ رہا ہے۔ یہاں ہمارے بور ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رُدمانہ آپ کے کارنامے سنا رہی ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے ساری زندگی سنتی رہوں۔ آپ یہاں آ جائیں ناں!"

"تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔ شرلاک سے کہو میں اُسے مخاطب کر رہا ہوں۔"

بے فی نے شرلاک سے کہا۔ وہ ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔ "مسٹر شرلاک! آپ کچھ خیال نہ کریں۔ میں بہت مصروف ہوں۔"

شرلاک نے کہا۔ "ایک شرط پر کچھ خیال نہیں کروں گا کہ آپ مجھے آپ اور مسٹر کہہ کر مخاطب نہ کریں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم بھی مجھے آپ سے مخاطب نہ کرو۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "ابھی مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں ٹیلیفون کے ذریعہ دماغی سماعت میں تمہاری آواز سن رہا ہوں۔ بے فی نے ٹھیک ہی کہا کہ تمہیں اپنے دماغ میں محسوس کر کے عجیب سا لگتا ہے۔ اچھی آپ آ رہے ہیں؟"

"تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔ تھوڑی مصروفیت اور رہ گئی ہے۔ اُسے نبٹا کے۔"

میں نے اُن سے رخصت ہو کر مونا عرف ماہم زہر یلی کی خبر لی۔

آج شام کے بعد جیانگ پلازہ کی عمارت تباہ ہو سکتی تھی۔ مونا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ شام سے پہلے اس عمارت کو چھوڑ دے گی۔ مونا سے رابطہ قائم کرنے کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ میں اپنے اجنبی میزبان کی چھپی ہوئی شخصیت کو معلوم کرنا چاہتا تھا۔

میسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں مجھے سپر ماسٹر اور ماسک مین پر شبہ تھا کہ اُن میں سے کوئی ایک بہت دنوں سے گہری چال چل رہا ہے۔ اگر وہ میرا اجنبی میزبان دونوں ہی کو گالیاں دیتا تھا اور اُن دو تنظیموں کے خلاف میری مدد کر رہا تھا۔ میرے خیال میں یہ بھی ایک چال ہو سکتی تھی کہ خود کو گالیاں دے کر اور میری دوستی کا شرف حاصل کر کے مجھ سے معلوم نہ معلوم حاصل کیے جاتے۔

اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اجنبی میزبان کا تعلق اُن دو شیطانوں سے ہو۔ وہ کسی تیسری تنظیم کا سربراہ ہو اور میری دوستی کے ذریعہ اپنی ذاتی تنظیم کے مفادات حاصل کر رہا ہو۔ بہرحال وہ جو کوئی بھی تھا، اندھیرے میں تھا اور اندھیرے میں میں صرف حسین عورتوں سے دوستی کرنا ہمارا دل مجھے یقین تھا کہ وہ اجنبی میزبان عورت نہیں ہے۔ اُسے روشنی میں آنا ہوگا اور میں اُسے اپنے سامنے لاؤں گا۔

میرا ایک خیال یہ تھا کہ سپر ماسٹر نے مونا کو آلۂ کار بنا کر مجھے اُس کے حسن و شباب سے للچا رہا ہے اور اُس کے ذریعہ معلومات حاصل کر رہا ہے۔ دوسری طرف کسی کو میرا اجنبی میزبان بنایا ہے۔ اس میزبان نے مجھے اطلاع دی کہ جیانگ پلازہ میں دو تنظیموں کا ٹکراؤ ہونے والا ہے اور میری پسند مونا کو وہاں نقصان پہنچ سکتا ہے۔

یہ اطلاع ملتے ہی میں نے جیانگ شی کا کی سوچ کے ذریعہ معلومات حاصل کیں اور مونا کو بتایا کہ جیانگ پلازہ کے فرش کی تہہ میں اس طرح ڈائنامائٹ کا جال بچھا ہوا ہے کہ فرش کو اگھاڑنے کی کوشش کی جائے تو دھماکے شروع ہو جائیں گے۔ مونا نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ تمام ہونے سے پہلے سپر ماسٹر سے کوئی بہانہ کر کے اس عمارت سے چلی جائے گی۔

میں مونا کی چور سوچیں بھی پڑھ چکا تھا۔ وہ مجھ سے کسی قسم کا فراڈ نہیں کر رہی تھی۔ سپر ماسٹر کی تنظیم میں رہ کر میرے لیے وفاداری سے کام کرنا چاہتی تھی۔ بے شک وہ پُرخلوص اور وفادار تھی لیکن سپر ماسٹر مونا کے انجانے پن میں بھی اُسے آلۂ کار بنا کر رکھ سکتا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ مونا کے اُس عمارت سے باہر جانے کے بعد گروہ سپر ماسٹر اور اہم افراد بھی اس عمارت سے نکل جاتے تو پھر تقریباً سپر ماسٹر گیری چال چل رہا ہے اور میری خفیہ معلومات سے فائدے اُٹھا رہا ہے۔

میں مونا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پے نانگ شہر میں تھی اور اب وہاں سے کوالالمپور جانے والی تھی۔ میں نے اُسے مخاطب کیا۔ "ہیلو مونا! میں آ گیا ہوں۔ اپنا حال سناؤ۔"

"اوہ فرہاد! اس طرح اچانک مخاطب کیا کرو۔ میں چونک جاتی ہوں۔ کلیجہ دھک سے رہ جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اب میں غیر شعوری طور پر ہر لمحہ تمہارا انتظار کرتی ہوں کہ اب تم میرے دماغ میں آنے ہی والے ہو۔ پھر ہر لمحہ مایوسی ہوتی ہے۔ مایوسی کے دوران اچانک ہی مخاطب کرتے ہو تو میرا دل گھبرانے لگتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "مونا! تمہارے لاشعور میں یہ بات ہے کہ تم عورت ہو اور ایک مرد کا انتظار کر رہی ہو۔ آج تک تم نے اپنی ذات پر کسی کو ترجیح نہیں دی اور اب اپنی ذات کو بھول کر میرا انتظار کرتی رہتی ہو۔ اندھی اندر ڈرتی رہتی ہو کہ ایک محبت کرنے والی عورت کی طرح تمہیں انتظار کا روگ لگ رہا ہے۔"

وہ بولی۔ "ہاں تم دماغ میں جھانک کر دل کی کتاب بھی پڑھ لیتے ہو میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گی کہ میں تمہاری شخصیت سے متاثر ہو چکی ہوں مگر متاثر ہونے کے باوجود میں کبھی یہ نہیں چاہوں گی کہ تم ہوس پرست ہو کر میری ذات کی توہین کرو۔ فرہاد! دُنیا کی ہر عورت سستی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے حسن، اپنے شباب، اپنا وجود اور اپنی ذات کو ایسا قیمتی سرمایہ سمجھتی ہے، جسے صرف اپنے مرد پر لٹایا جاتا ہے اور تم صرف میرے مرد کبھی نہیں بن سکو گے۔ تم اپنی عادت

سے مجبور ہو رہا ہوں میں ایک عورت کی نرم لکھنے پر مجبور ہوں۔"

"مونا! تم بہت اچھی ہو۔ میں نے تمہیں اب تک ٹیلی پیتھی کے ذریعہ مجبور نہیں کیا اور نہ ہی کبھی کروں گا۔ میں تو صرف تمہاری اندرونی کشمکش کو ظاہر کر رہا تھا۔ آئندہ میں تمہیں بڑی آسانی اور سہولت سے مخاطب کروں گا۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے ساتھ سپر ماسٹر کے کتنے آدمی چیانگ پلازہ سے نکل آئے ہیں؟"

"کوئی نہیں۔ میں تنہا آئی ہوں۔"

یہ کیا تم نے محسوس کیا ہے کہ تمہارے اچانک چلے آنے سے وہاں کسی ماسٹر وغیرہ کو حالات کی سنگینی کا علم ہو گیا ہو یا کسی قسم کا شبہ ہوا ہو؟"

"کسی کو شبہ نہیں ہوا۔ سپر ماسٹر مجھے پہلے بھی ایسے مقامات سے دور کر دیا کرتا تھا جہاں خطرات کا اندیشہ ہوتا تھا۔ چیانگ پلازہ میں اب بھی ایک ماسٹر اور تنظیم کے جانباز موجود ہیں۔ اب بھی ان کا یہی خیال ہے کہ ریڈ پاور والے چیانگ پلازہ کو گھیر کر حملہ کریں گے۔ انہیں فرش کے نیچے بچھے ہوئے ڈائنامائٹ کا علم نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

"تھوڑا فراد اسپر ماسٹر کی طرف سے پوچھا گیا ہے کہ میں کہاں جانا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا کہ کوالالمپور پہنچ کر جواب دوں گی۔ تم بتاؤ کہ مجھے کہاں رہنا چاہیے؟"

"جہاں تمہیں مناسب سمجھو۔ تم کہیں بھی رہو گی تو میں تم سے رابطہ قائم کر لیا کروں گا۔"

"یہ تو میں جانتی ہوں۔ تمہارے لیے کام کرتی رہوں گی تو تم رابطہ قائم کرتے رہو گے لیکن میں تم سے زیادہ دور نہیں رہنا چاہتی۔ جانے کیوں مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"عجیب بات ہے میرے انتظار کا روگ لگے تو ڈر لگتا ہے مجھ سے دور رہنے کے خیال سے بھی تمہیں ڈر لگتا ہے۔ اب تم خود ہی اپنا نفسیاتی تجزیہ کرو۔ تمہارے اس ڈر کے پیچھے عورت کی وہ کمزوری چھپی ہے جو کسی مرد کو اپنا محافظ بنانے پر مجبور کرتی ہے۔"

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "خیر۔ پہلے میری پوری بات سن لو۔ میں تمہارا نفسیاتی تجزیہ اس لیے نہیں کر رہا ہوں کہ اس طرح باتوں کی بھیر بھیری میں تمہیں اپنی طرف مائل کر لوں بلکہ میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ خدا نے تمہیں غیر معمولی حسن دیا ہے چیانگ شی کا — نہیں اور زندہ تمہارا دلدادہ ہے۔ میں بھی تمہاری تمنا کرتا ہوں مگر جبراً نہیں۔۔۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تم تنہا کب تک اپنے حسن و شباب اپنے غرور اور اپنی ذات کے قیمتی سرمایہ کو بچا کر رکھو گی۔ کوئی اچانک ہی شب خون مار سکتا ہے۔ بہتر ہے کسی سے شادی کر لو۔"

وہ چند لمحوں تک چپ رہی۔ پھر بات بدل کر بولی۔ "تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ اب مجھے کہاں جانا چاہیے؟"

"میں جواب دے چکا ہوں۔ جہاں مناسب سمجھو چلی جاؤ۔ میں ہر جگہ تمہارے قریب رہوں گا۔"

"شکریہ فراد! مجھے حوصلہ ملے گا۔"

میں اس سے رخصت ہو گیا۔ ابھی اس بات کی تصدیق کرنا تھی کہ مونا کی معلومات کے مطابق کوئی ماسٹر اور تنظیم کے جانباز چیانگ پلازہ میں موجود ہیں یا نہیں؟ اس مقصد کے لیے میں چیانگ شی کا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ چیانگ پلازہ سے تقریباً ایک میل دور ایک عمارت کی تیسری منزل میں بیٹھا ٹیلیفون پر باتیں کر رہا تھا۔ کسی سے کہہ رہا تھا۔ "اچھی طرح سوچ لو۔ یہ دھمکی نہیں ہے۔ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد تم سب اس عمارت کے ساتھ تباہ ہو جاؤ گے۔ میری گھڑی سے وقت ملا لو۔ اس وقت چھ بجکر پچیس منٹ ہوئے ہیں۔۔۔"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "بکواس مت کرو۔ ہمیں اپنی تباہی منظور ہے۔ ہم سپر ماسٹر کے حکم پر اپنی آخری سانس تک نگرانی موت کا انتظار کرتے ہیں تم ہم سے یہ عمارت خالی نہیں کرا سکو گے۔"

اتنا کہنے کے بعد ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں کہنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تنظیم کا ماسٹر تھا اور سوچ رہا تھا۔ "آخر وہ کس طرح عمارت کو تباہ کر سکتے ہیں؟ اوپر سے بمباری کر سکتے ہیں یا پھر اس عمارت میں بارودی سرنگیں ہو سکتی ہیں لیکن نہیں۔ یہ عمارت کوڑیوں ڈالر کی لاگت سے تیار کی گئی ہوگی۔ یہاں کی مشینیں بھی کروڑوں ڈالر کی ہیں، سپر ماسٹر خوب سمجھتا ہے کہ ماسک مین اتنی قیمتی عمارت کو تباہ نہیں کرے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "وہ اس لیے تباہ کر سکتا ہے کہ وہ قیمتی مشینیں سپر ماسٹر کے کام نہ آئیں۔"

وہ سوچنے لگا۔ "ہاں ایسا ممکن ہے مگر تم جیسا ماسٹر اور اس عظمت میں مورچہ بنانے والے جانباز بھی سپر ماسٹر کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ سپر ماسٹر ہم سب کو اناج اور خدمت کے منہ میں نہیں ڈھکیلے گا۔ اسے یقین ہے کہ فتح ہماری ہوگی اور دشمنوں کی دھمکیاں محض عمارت خالی کرانے کے لیے ہیں۔"

ماسٹر کی سوچ نے تصدیق کر دی کہ سپر ماسٹر اس عمارت کی تہہ میں چھپے ہوئے ڈائنامائٹ سے بے خبر ہے۔ اگر سپر ماسٹر میرا اجنبی مہمان بنے رہنے کے لیے مونا کو آلہ کار بنا رہا ہوتا تو فوراً ہی اپنے ماسٹر اور دوسرے جانبازوں کو عمارت سے باہر نکلنے کا حکم صادر کر دیتا۔ اس کے برعکس تنظیم کے اہم افراد پندرہ منٹ کے بعد اس کی عمارت کے ساتھ تباہ ہونے والے تھے۔

میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں پندرہ منٹ کے بعد ان کی تباہی کا تماشا دیکھتا۔ میں واپس جبران کے پاس پہنچا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اسے سونیا کا بریف کیس مل گیا ہے۔ ایک جہاز وہاں سے دو گھنٹے بعد فرانس، انگلینڈ اور پھر امریکہ جانے والا ہے۔ اس کی ایک ایئر ہوسٹس جبران کی احسان مند بلکہ عقیدت مند ہے۔ ماضی میں اس نے ایئر ہوسٹس کی بے لوث مدد کی تھی۔ بہرحال ایئر ہوسٹس نے اس کے منصوبے کے مطابق وعدہ کیا تھا کہ پرواز سے پہلے جب طیارے کا دروازہ بند ہونے لگے گا تو وہ سونیا کا لباس نکالے گی۔ دروازہ بند ہونے تک وہ لباس اس کے ہاتھ میں رہے گا۔ اتنی دیر میں وہ بالوک میں اس بوگو ایئر پورٹ کی طرف دوڑ لگائے گا۔ پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑنے کے باوجود وہ آدھ گھنٹہ سے پہلے ایئر پورٹ نہیں پہنچ سکے گا۔ اس وقت تک طیارہ پرواز کر چکا ہوگا۔

میں نے رس ونتی کو اس منصوبہ سے آگاہ کیا۔ اس نے سونیا اور مریم کو بتایا کہ دو گھنٹے بعد سونیا کے پسینہ آلود لباس کا نتیجہ ظاہر ہوگا۔ سونیا نے کہا۔ "رس ونتی! ہمیں دو گھنٹے تک محتاط رہنا ہے۔ چلو اس وقت تک فراد سے رابطہ قائم کرو۔"

رس ونتی کی زبان نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "میں فراد کے بارے میں تمہیں تسلین دلاتی ہوں کہ وہ خطرات میں گھرا ہوا ہے مگر جرأت ہے میں خیال خوانی کے ذریعہ اس کی مدد کروں گی مگر اس سے رابطہ قائم نہیں کروں گی۔"

"کیوں؟" سونیا نے پوچھا۔

"میں اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتی ہوں۔ اس نے میرے سر پر اسی لیے حملہ کیا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی سے محروم ہو جاؤں۔ وہ اب بھی یہی سوچ رہا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اگر میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہوتی تو میں اس سے انتقام لینے کے لیے اس کے ذہن کو ضرور نقصان پہنچاتی۔"

سونیا نے پوچھا۔ "میں یہ سوال کرتی ہوں کہ تم نے مجھ سے اور فراد سے انتقام کیوں نہیں لیا؟"

"میرا مزاج بدل گیا ہے۔ حالات نے سکھا دیا ہے کہ مجھے زیادہ سے زیادہ دوست بنانا چاہیے۔ ورنہ فراد جیسے آہنی ارادے کے لوگ میری غفلت میں مجھے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اسی لیے میں تمہیں اور فراد کو دوست بنا رہی ہوں۔"

"تو پھر دوست بن کر فراد سے رابطہ قائم کرو۔"

"نہیں۔ میرا اپنا ایک طریقہ کار ہے۔ جب میں ضروری سمجھوں گی تو اس سے رابطہ قائم کروں گی۔ میں فی الحال تمہارے اور اس کے کام آگر دوستی کا ثبوت دے رہی ہوں۔ اچھا اب میں دو گھنٹے بعد ملاقات کروں گی۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ سونیا نے کہا۔ "سنو! تم نے کہا تھا کہ عبادت میں کوئی ایسی دوا ہے۔ جس کے استعمال کے بعد فراد کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہو سکتی ہیں مجھے بتاؤ۔ میں اس دوا کے لیے ہندوستان جاؤں گی۔"

"ہم وطنوں کو اب یہاں سے ہندوستان کی طرف ہی جانا چاہیے۔ میں فراد کو بالواسطہ مجبور کروں گی کہ وہ بھی وہاں کسی نہ کسی طرح پہنچ جائے۔"

سونیا خوش ہو کر بولی۔ "اوہ رس ونتی! یہ کہہ کر تم نے میرا دل جیت لیا۔ تم فراد کو مجبور کرو کہ وہ ہم سے ہندوستان میں ملاقات کرے۔"

"ہاں میں ایسا ہی کروں گی۔"

وہ جانے لگی۔ سونیا اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولی۔ "ایک بات اور بتا دو۔ کیا رومانہ اس کے پاس پہنچ گئی ہے؟"

"نہیں۔" میں نے رس ونتی کی زبان سے جھوٹ کہا۔ "وہ فراد کی تلاش میں بھٹک رہی ہے۔ فراد کو بھی علم نہیں ہے کہ رومانہ اس کی تلاش میں ملایا پہنچ گئی ہے۔"

سونیا نے جلدی سے آگے بڑھ کر خوشامدانہ انداز میں رس ونتی کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "میری بہن! فراد کو جلد از جلد ہندوستان پہنچنے پر مجبور کرو۔ نہیں تو وہ حسام زادی اسے ڈھونڈ نکالے گی۔"

"تم اطمینان رکھو۔ میں اسے فراد سے ملنے نہیں دوں گی۔"

رس ونتی اپنا ہاتھ چھڑا کر اپنے بیڈ روم میں آ گئی۔ میں اسے بتانے لگا کہ وہ سونیا سے کیا باتیں کر چکی ہے۔ وہ کرسی پر بیٹھ کر مسکراتی ہوئی بولی۔ "اچھا تو رومانہ تمہارے پاس نہیں ہے؟"

میں نے کہا۔ "بھتیجی بعض حالات میں اپنوں کو بھی اپنا راز بتایا نہیں جاتا۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ سونیا کیسے مزاج کی عورت ہے۔ میں اس عورت سے سچی محبت کرتا ہوں مگر جھوٹ بول کر گزارہ کر رہا ہوں۔"

"بس لفاظی نہ کرو۔ کام کی باتیں کرو۔ فراد! میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ ہم ہندوستان میں ملیں۔"

"یہ مجھ سے نہیں جبران سے کہو۔ تمہیں اسی سے ملتے رہنا ہے۔"

"کیا حل کر لیا ہے تم نے؟ میرا اور جبران کا معاملہ الگ ہے۔ تم اپنی بات کرو۔ میں تمہیں اپنے دیس میں آنے کی دعوت دیتی ہوں۔"

"اچھا دعوت قبول ہو گئی۔ میں جا رہا ہوں۔ پھر آؤں گا۔"

"کیا مجھے جبران کے متعلق کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"دو گھنٹے بعد۔۔۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ میں نے ایک منٹ میں وان ڈے کی خیریت معلوم کی۔ وہ اپنے بیوی بچوں میں بخیریت وقت گزار رہا تھا۔ میں بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ بے فی مجھے دیکھتے ہی خوشی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے قریب آ کر اسے اپنے پاس صوفہ پر بٹھا لیا۔ "اچھا تو رومانہ تم دونوں کو میری رام کہانی سنا رہی ہے۔"

شرلاک نے مسکرا کر کہا۔ "باقی گاڈ فراد! تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ جو کارنامے دکھائے ہیں انہیں سن کر عقل حیران ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعہ میرے مرحوم باپ کی ساری دولت اور جائداد مجھے دلاؤ گے۔"

بے فی نے شرلاک سے کہا: جی ہاں۔ یہ بھی یقین کرلو کہ اب ہم جولیا سے شادی نہیں کرسکو گے۔"

میں اور رومانہ بے اختیار ہنسنے لگے۔ شرلاک نے جھینپ کر کہا۔ "بے فی تم خواہ مخواہ قسمہ کرتی ہو۔ میں جولیا سے شادی کرنا ہی کب چاہتا تھا۔ ایسی نک چڑھی لڑکی سے بھگوان بچائے۔"

رومانہ نے کہا: ایسی نک چڑھی لڑکی اگر بے حد حسین ہے تو بھگوان سب کو بچائے گا مگر فرہاد کو نہیں بچائے گا۔ دیکھ لینا یہ حضرت شکار ہو جائیں گے۔"

بے فی نے کہا: میرا بھائی ایسا نہیں ہے۔ جولیا پر تھوکے گا بھی نہیں۔"

رومانہ بولی: "یہی تو میں کہہ رہی ہوں۔ تمہارے بھائی صاحب جولیا پر نہیں تھوکیں گے۔"

"رومانہ کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو؟ کیا سونیا کا دل ہوا کرلی ہو؟"

بے فی نے کہا: ہاں بھائی! ابھی تمہاری داستان میں سونیا کا ذکر ہو رہا تھا۔ کیا تم ابھی اسی کے پاس تھے؟"

رومانہ نے کہا: ہاں فرہاد! ہمیں بتاؤ۔ وہاں اسکندریہ میں کیا ہو رہا ہے؟"

میں شروع سے اب تک سارے حالات تفصیل سے بتانے لگا۔ بے فی اور شرلاک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بابو نیک فرہاد کے متعلق سن رہے تھے۔ میری بات ختم ہونے کے بعد بے فی سہم کر بولی: "بھائی! وہ بابو نیک بدمعاش تمہیں مارنے کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ ہے نا؟"

"ہاں۔ سپر ماسٹر کے دو مقاصد ہیں۔ وہ یہ کہ ہر قیمت پر رس وتی کو... حاصل کیا جائے اور ہر قیمت پر مجھے مار ڈالا جائے۔"

بے فی نے جلدی سے آٹھ صوفہ پر گھٹنے ٹیک دیے پھر دونوں ہاتھوں سے مجھے میٹ کر میرے سر کو اپنے سینے میں چھپا لیا۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ بول رہی تھی: "وہ کاروں کی رفتار سے بھاگتا ہے۔ انسان کی بو سونگھ لیتا ہے۔ میلوں دور کی آوازیں سن لیتا ہے۔ دیواروں کے آر پار دیکھ لیتا ہے۔ ہائے میں کیا کروں۔ بھائی! میں تمہیں کہاں چھپا لوں؟"

میں فوراً ہی اسے تسلی دے سکتا تھا مگر مجھے بہن کے ممتا بھرے سینے میں چھپ کر سکون مل رہا تھا۔ اس لیے میں چپ رہا۔ دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ میرے سر پر پلو میرے مکان کے پاس اس کے آنسو ٹپک رہے تھے میرے لیے رونے والا ایک مقدس رشتہ پیدا ہو گیا تھا۔

رومانہ بے فی کو سمجھا رہی تھی: "جسے اللہ رکھتا ہے اسے کوئی نہیں چکھتا۔ تم ایک دلیر بھائی کی بہن ہو۔ تمہاری آنکھوں میں آنسو اچھے نہیں لگتے۔ فرہاد! تم چپ کیوں ہو؟ اس پگلی کو سمجھانے کیوں نہیں؟"

میں نے سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے بے فی کو دیکھا۔ پھر کہا: "بہنیں اپنے بھائیوں کے لیے روتی ہوئی اچھی لگتی ہیں۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں بے فی کی بانہوں میں اپنے گھر پہنچ گیا ہوں۔"

وہ میری پیشانی کو چوم کر بولی: "بھائی! تم مسکرا رہے ہو۔ حالانکہ موت سے کیا تمہیں ڈر نہیں لگتا؟"

"جو مرتے ہیں وہ مرتے ہیں اور میں ابھی جینا چاہتا ہوں۔"

وہ بڑی معصومیت سے بولی: "کیا ایسا کوئی بابو نیک طریقہ نہیں ہو سکتا کہ میری عمر تمہارے پاس ٹرانسفر ہو جائے؟"

شرلاک نے ہنستے ہوئے کہا: اگر تمہاری عمر ڈینٹ کی وہ گئی تو فرہاد کو کیا فائدہ پہنچے گا؟"

رومانہ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا: بری بات ہے کسی کے ہارٹ بیٹ پر ہنسنا نہیں چاہیے۔"

پھر میں نے بے فی کو دوبارہ اپنے پاس بٹھا کر اس کے آنسو پونچھے اور پوچھا: اچھا یہ بتاؤ تم لوگوں نے بنکاک جانے کی کوئی تدبیر سوچی ہے یا نہیں؟"

شرلاک نے کہا: ہم نے ایک تدبیر پر اتفاق کیا ہے۔ وہ یہ کہ تم میرے میک اپ میں میرا چارٹرڈ طیارہ لے کر چلے جاؤ۔ میں یہاں رہ جاؤں گا۔"

میں نے کہا: تمہارے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ امیگریشن والے سوال کریں گے کہ تم یہاں ہو تو پھر چارٹرڈ طیارے میں کون شرلاک گیا ہے؟"

"تم میک اپ کے ماہر ہو۔ میرا حلیہ بدل دینا۔ میں کسی اجنبی کے میک اپ میں نیا پاسپورٹ بنوا کر جلد ہی بنکاک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

"یہ تدبیر بڑی حد تک قابل قبول ہے لیکن شرلاک تم نے اور تمہارے مرحوم ڈیڈی نے کاروباری دنیا میں دولت حاصل کرنے کے لیے بڑے بڑے اسٹادی گروپ سیکھے ہوں گے۔ جرائم کی دنیا میں وہ گر کام نہیں آتے۔ یہاں بڑی مکاری اور چالبازی کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرے یہاں سے جانے کے بعد تم کسی نئی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ میری یا رومانہ کی رہنمائی تمہارے لیے لازمی ہے۔"

رومانہ نے کہا: فرہاد! میں تم سے دور ہونے کا تصور نہیں کرسکتی اور یہاں تمہارے اطراف قانون اور مجرموں کا گھیرا تنگ ہونے سے بھی دیکھ سکتی ہے۔ بڑی بڑی کار کوٹ ایمنی ایم کیمرے ہیں جو شہر کی تمام چوکیوں میں نصب کر دیے گئے ہیں۔ تم میک اپ میں جہاں جاؤ گے تمہاری فرہاد کی صورت کیمرے کی آنکھیں دیکھ لیں گی۔"

شرلاک نے کہا: رومانہ! میں کہہ چکا ہوں کہ بیلے میں کیمرے کے سامنے سے گزر کر ایئرپورٹ میں داخل ہوں گا۔ پھر آگے جا کر بہانہ کروں گا کہ اپنے بیکر بڑی کو ایک ضروری فون کرنا بھول گیا ہوں۔ ٹیلیفون بوتھ ٹرمینس والے دروازے سے الگ ہے۔ میں ایگزٹ والے دروازے سے باہر جاؤں گا۔ دس منٹ بعد اسی ایگزٹ والے دروازے سے فرہاد ایئرپورٹ میں داخل ہو جائے گا۔"

میں نے کہا: اس منصوبہ پر عمل کے دوران رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ ایگزٹ والے دروازے پر کھڑے ہوئے فوجی مجھے یہ کہہ کر واپس کر دیں گے کہ دوبارہ انٹرنس والے دروازے سے جاؤ۔ جہاں وہ جاسوس میرا منتظر کیا گیا ہے۔"

رومانہ بولی: ہم اس پہلو پر بھی غور کر چکے ہیں کسی بھی منصوبہ میں خطرے بہت خدشات کھٹکتے ہی ہیں۔ تمہیں یہ خطرہ مول لینا ہوگا۔ دیکھو! جب تمہیں ایگزٹ والے دروازے سے اندر جانے سے روکا جائے تو تم واپس ٹائلٹ میں آجانا۔ شرلاک ٹائلٹ سے نکل کر انسٹرنس کی طرف جائے گا۔ اپنے طیارے میں بنکاک چلا جائے گا۔ تم ناکام ہو جاؤ گے تو دوسری تدبیر سوچی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ خطرہ مول لیا جائے گا۔ ابھی تو زور کی بھوک لگی ہے پہلے پیٹ کھلاؤ۔ پھر میں شرلاک بنوں گا اور شرلاک کو کسی دوسرے بہروپ میں لاؤں گا۔"

ڈنر کا وقت ہو رہا تھا۔ رومانہ کچن کی طرف چلی گئی۔ اتنے میں کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں صوفہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس آیا۔ یقین تھا کہ باہر کوئی دشمن نہیں ہوگا۔ میں نے دروازہ کھولا تو باہر بڑی آنکھوں والا ایک اجنبی کھڑا تھا۔ اس نے اندر آکر ایک بڑا سا لفافہ میری طرف بڑھایا۔ اس لفافہ میں تصویریں تھیں اور جن کی تصویریں تھیں ان کے پاسپورٹ اور ان کے متعلق تفصیلات موجود تھیں۔ ایک رقعہ بھی تھا۔ میں نے کھول کر پڑھا۔ ہمارے اجنبی میزبان نے لکھا تھا۔

"مسٹر فرہاد! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ شرلاک جونیئر اور اس کی ساتھی لڑکی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ ہم شرلاک کے سیکرٹری انتونی کو یہاں روک رہے ہیں۔ انتونی کی تصویر، پاسپورٹ اور دیگر تفصیلات لفافہ میں موجود ہیں۔ اسی طرح ایک نوجوان لڑکی روزی میکڈونلڈ کی تصویریں وغیرہ بھی موجود ہیں۔ آپ اور رومانہ دس بجے رات انتونی اور روزی کا سوانگ بھر لیں۔ ٹھیک دس بجے آپ دونوں ہمارے آدمی کے ذریعہ والا لمپور جائیں گے۔ وہاں ایک کار جس کا نمبر یہ ہوگا دو سو ستر ہے۔ آپ کے لیے ہوگی۔ اس کا ڈرائیور آپ لوگوں کو ریلوے اسٹیشن پہنچائے گا۔ ایک ٹرین سوا گیارہ بجے بنکاک کے لیے روانہ ہوگی۔ آپ دونوں کے لیے ایگزیکٹو کوچ کا ریزرویشن ہو چکا ہے۔ ریلوے اسٹیشن کے انٹرنس کے پاس جو اینٹی ایم کیمرے لگے ہیں اور جن افسران کی وہاں ڈیوٹی ہے۔ دس بجے انہیں ہٹا دیا جائے گا۔ ان کی جگہ ایسے افسران ڈیوٹی پر آئیں گے جنہیں میں نے اپنی رقم کے عوض خرید لیا ہے۔ آپ اور رومانہ بے دھڑک کیمرے کے سامنے سے گزر سکتے ہیں۔ وہ افسران آپ لوگوں کو نظر انداز کر دیں گے۔ اور کچھ معلومات حاصل کرنا چاہیں تو اپنے سوالات لکھ بھیجیں۔ فقط آپ کا فرمانبردار دوست ....."

دوست واقعی خوب تھا۔ میں نے وہ خط شرلاک اور بے فی کو دیا۔ وہ دونوں پڑھنے لگے۔ میں انتونی اور روزی کی تصویریں دیکھ کر دیگر معلومات حاصل کرنے لگا۔ بے فی نے خط پڑھنے کے بعد کہا۔ "بھائی! یہ انجانا دوست کہیں فوجیوں کے سامنے پہنچا کر پھانسا تو نہیں چاہتا ہے؟"

میں نے کہا: یہ اجنبی دوست فی الحال میرا دشمن نہیں ہے۔ آج صبح ہم بے خبر سو رہے تھے۔ اس وقت وہ چاہتا تو ہمیں ہلاک کرسکتا تھا۔ فوجیوں کو اطلاع دے کر اس بنگلہ کا گھیراؤ کرسکتا تھا۔ اگر یہ دوستی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ تاہم اس دوستی کا فائدہ اٹھا کر میں اس ملک سے باہر نکل جاؤں گا۔"

رومانہ نے اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے۔ ہم سب کھانے کی میز کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔ بے فی بضد تھی کہ وہ میرے ساتھ ٹرین میں سفر کرے گی۔ میرا بھی جی چاہتا تھا کہ پیاری سی بہن کو اپنے ساتھ رکھوں۔ میں نے اجنبی دوست کو لکھ بھیجا کہ ہم تیار رہیں گے۔ اگر شرلاک اور بے فی کے لیے بھی ایگزیکٹو کوچ کا ایک کمپین ریزرو ہو جائے تو بہتر ہوگا۔

میں نے کھانے کے دوران بے فی سے کہا: اگر وہ اجنبی مہربان تم دونوں کے لیے بھی ریزرویشن حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو سفر کے دوران ہمارا وقت اچھا گزرے گا۔ ورنہ مجبوراً تم شرلاک کے ساتھ بذریعہ ہوائی جہاز چلی جانا۔ ہم بنکاک میں ملیں گے۔"

ہم نے ساڑھے سات بجے کھانا ختم کیا۔ پھر میک اپ میں مصروف ہو گئے۔ سوا نو بجے بے فی اور شرلاک جونیئر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمیں دیکھنے لگے کیونکہ فرہاد اور رومانہ گم ہو گئے تھے اور اب ان کے سامنے شرلاک کا سیکرٹری انتونی ایک نوجوان لڑکی روزی کے ساتھ نظر آرہا تھا۔

بابی گاڈ فرہاد! تمہیں دیکھ کر خدا کرنا پڑتا ہے کہ اس نے انسانوں کو کیسی کیسی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ تم واقعی حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ ہمارے دھرم میں دیوتاؤں کا جو تصور ہے تم اس تصور کی زندہ تصویر ہو۔"

رومانہ نے اس سے کہا: شرلاک! اتنی تعریف بھی نہ کرو کہ یہ صاحب مغرور ہو جائیں۔"

میں نے کہا: واقعی قدم قدم پر کسی کی تعریفیں کرتے رہو تو وہ سوائے مغرور بننے کے اور کسی کام کا نہیں رہ جاتا۔ تعریف سے حوصلے کی بلندی بھی ملتی ہے اور ذلت کی پستی بھی۔ ....."

اتنے میں پھر وہ گونگا ایک بڑا سا لفافہ لے کر آگیا۔ معلوم ہوتا

تھا کہ وہ اجنبی میزبان ملایا کا بے تاج بادشاہ ہے اس کا ہر کام چٹکی بجاتے ہی ہو جاتا تھا۔ بے فی اور شرلاک کے لیے بھی ریزرویشن ہو چکا تھا۔ بے فی خوشی سے کھل رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا "اب تم شرلاک کے ساتھ جاؤ اور اپنا سامان پیک کر کے ریلوے اسٹیشن پہنچ جاؤ۔ ہم وہیں ملیں گے۔" میں نے کہا یہ رہے تمہارے ٹکٹ اور ریزرویشن کی پرچی۔"

یہ چیزیں لفافے میں آئی تھیں۔ میں نے اپنے اور رومانہ کے ٹکٹ رکھ کر انھیں لفافہ دے دیا۔ پھر ہم انھیں باہر تک چھوڑنے گئے۔ میں نے کہا "بے فی! تم مجھے پاگل خوشی سے پاگل ہو رہی ہو۔ اپنے اس پاگل پن میں کسی سگنل یا رشتہ دار کے سامنے بھی یہ فخریہ نہ کرنا کہ تم میری بہن بن چکی ہو۔"

"بھائی! میری جان بھی چلی جائے مگر یہ بات میری زبان پر نہیں آئے گی۔"

انھیں رخصت کرنے کے بعد ہم بنگلہ میں واپس آئے۔ رومانہ سامان پیک کرنے لگی۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ کر مشہد حیران کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بہت خوش تھا اور دماغی رابطہ کے لیے رس ونتی کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اس کی آرزو پوری کر دی۔

"ہیلو حیران! کیسا رہا؟"

"اوہ رس ونتی! میں بڑی دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں۔ بریف کیس کے متعلق بتاؤ۔"

"ایئر ہوسٹس نے میرے منصوبہ کے مطابق عمل کیا تھا۔ پرواز سے پہلے طیارے کا دروازہ بند ہونے کا وقت آیا تو اس نے سونیا کے ہاتھ والا بریف کیس کھول دیا۔ تقریباً دس منٹ تک دروازہ کھلا رہا۔ پھر بند ہو گیا۔ بیس منٹ کے بعد طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔ میں بالکونی میں کھڑا دوربین لگائے دیکھ رہا تھا۔ بیچارہ بالیونک میں پتہ نہیں کتنی تیز رفتاری سے آیا ہو گا۔ میں نے اسے رن وے کی طرف دیکھا۔ وہ آسمان کی جانب سر اٹھائے دور بلندی پر طیارے کو نگاہوں سے اوجھل ہوتے دیکھ رہا تھا۔ رس ونتی! ہمارا منصوبہ کامیاب ہو چکا ہے۔ اب وہ یقیناً اسکندریہ سے چلا جائے گا۔"

"پھر وہیں خدا ان کا پروگرام معلوم کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر میں تنظیم کے اہم فرد ماسٹر کے پاس پہنچا۔ جو بہت پہلے ٹی وی اسکرین پر بالیونک میں کو دیکھ رہا تھا اور اس سے باتیں کر رہا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہ تنظیم کے اہم افراد کے ساتھ ایک کونے میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ یہ اہم سوال زیر بحث تھا کہ سونیا تنہا اسکندریہ گئی ہے یا رس ونتی بھی اس کے ساتھ ہے؟

ایک نے کہا "یہ سوچنا سراسر حماقت ہے کہ وہ رس ونتی کو ہمارے لیے یہاں چھوڑ دے گی۔"

دوسرے نے کہا "رس ونتی کے متعلق ہماری معلومات یہ ہیں کہ وہ بچپن سے مندروں میں داسی رہی ہے۔ سادھی کے سوا کوئی دوسرا لباس پہننا نہیں جانتی۔ وہ انڈین عورت اپنے چہرے، اپنی چال اور اپنی کے باعث ہزاروں میں پہچانی جا سکتی ہے۔ پھر سونیا اسے طیارے کیسے لے گئی؟"

ماسٹر ایک فائل کھول کر ایک حسین لڑکی کی تصویر دیکھ رہا تھا۔ کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ رس ونتی کی جڑواں بہن وسنتی کی تصویر دیکھ رہا ہے۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ یوگا کے ماسٹر تن یانگ کے جڑواں بیٹیاں پیدا ہوئی تھیں۔ ایک وسنتی اور دوسری رس ونتی۔

دونوں بہنیں ہم شکل تھیں۔ اسی لیے ماسٹروں نے ان کی فائل میں وسنتی کی تصویر رکھی تھی۔ اسی تصویر سے وہ رس ونتی کو پہچان سکتے تھے۔ ماسٹر وسنتی کی تصویر کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا "ہم نے رس ونتی سے دوستی کرنے کی خاطر وسنتی اور تن یانگ کو آزاد کیا تھا۔ وہ باپ بیٹی ہندوستان میں ہیں۔ اس کے باپ نے کہا تھا کہ اس کی صرف ہندی زبان جانتی ہے۔ یہاں ہمارے ایک جاسوس نے بتایا ہے کہ وہ انگریزی جانتی ہے۔ اسکندریہ کے چند فوجی افسروں کو اس زبان سے مخاطب کر چکی ہے۔ یقیناً اس دوران سونیا نے اسے کچھ سکھا دیا ہو گا۔ اب وہ خالص ہندوستانی عورت نہیں رہی۔ کے ساتھ کسی عیسائی لڑکی کے بھیس میں یہاں سے گئی ہے۔"

دوسرے ماسٹر نے کہا "وہ اصل فرہاد اور سونیا کے ریکارڈ بہت سی کمی رہ گئی ہے۔ مثلاً یہ کہ ہمارا بالیونک میں سونیا کی آواز ہے مگر اس کی آواز کے ذریعہ اس کے پاس نہیں پہنچ سکتا۔"

ایک نے تائید کی "ہاں۔ اگر ہمارے پاس سونیا کی آواز ٹیپ ہوتا تو بالیونک میں اسے ایک بار سننے کے بعد یہاں آواز میلوں دور سے سن لیتا۔"

ماسٹر نے کہا "دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے پاس فرہاد کا ٹیپ موجود ہے جس کے ذریعہ ہم نے بالیونک میں کو فرہاد کا لہجہ سکھایا ہے لیکن فرہاد کی آواز ہمارے پاس ریکارڈ کے طور پر نہیں ہے۔"

ایک ماسٹر نے کہا "ابھی فرہاد کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ہمارے رس ونتی اہم ہے۔ وہ طیارہ تین گھنٹے بعد پیرس پہنچے گا۔ ہمارے طیارے کی مسافر عورتوں کو چیک کریں گے۔ یعنی جتنی مسافر عورتیں ہوں گی۔ ان کی رہائش کا پتہ لگائیں گے۔ اس وقت تک ہم بالیونک میں کے ساتھ چارٹرڈ طیارے میں پیرس پہنچ جائیں گے طرح لندن اور نیویارک جانے والی عورتوں کو بھی چیک کیا جائے گا۔"

"ہاں چیک کیا جائے گا مگر یہ ماننا پڑتا ہے کہ سونیا سب کو نچا رہی ہے۔"

"تنہا نہیں۔ رس ونتی کی ٹیلی پیتھی اسے سہارا دے رہی ہے۔ اس کے مقابلے میں ہم بالیونک میں کو ساتھ لائے۔ اس کی

ذہنیں کرتی پھر بھی وہ سونیا اور رس ونتی تک پہنچنے میں ناکام رہا۔"

ماسٹر نے رائے پیش کر کے کہا "ابھی تو ابتدا ہے اور ابتدا میں صرف بے فی کا کھیل کھیلا جاتا ہے۔ وہ دو عورتیں آخر کتنے جھکنڈے لڑائیں گی۔ بالیونک میں تھکنا نہیں جانتا۔ وہ تو دنیا کے آخری سرے تک فرہاد کا تعاقب کرتا رہے گا۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ اس رس ونتی سے رابطہ قائم کرنے کے بعد اسے ساری باتیں بتا دیں۔ وہ بولی "میں ایسی بدنصیب ہوں کہ پیدا ہوتے ہی ماں باپ سے جدا ہو کر مندر کے آشرم میں پہنچ گئی۔ جوان ہونے کے بعد ماں باپ اور بہن سے ملنا چاہتی تھی مگر ہمارے دیس کی حکومت کی بیرونی ملکی پہنچی سے فائدہ اٹھانے کے لیے پہلی بار مجھے دیس سے باہر بھیج دیا۔ میں نے سوچ کے ذریعہ اپنے باپ اور وسنتی سے باتیں کیں۔ بگلاب تک انھیں روبرو نہ دیکھ سکی۔ مجھے ہندوستان جانا ہی ہو گا۔"

میں نے کہا "بہتر ہے۔ اب تم سونیا سے اپنی زبان میں باتیں کر کے ہندوستان جانے کی پلاننگ کرو۔"

"نہیں۔ تم میری زبان سے اسے انگریزی میں سمجھا دو۔"

"رس ونتی! ابھی میں بہت مصروف ہوں۔ سونیا مجھ سے ملاقات کے لیے سر کے بل بھاگے، دیس جائے گی۔ تم باتیں کرو۔"

"مگر وہ انگریزی میں باتیں کرنا چاہے گی۔"

"اب اس سے کہہ دینا جس لڑکی کو تم معمول بنا کر انگریزی بولتے تھے، وہ مر گئی ہے۔ اس لیے جب تک تم کسی دوسری لڑکی کو معمول نہیں بناؤ گی اپنی ہی زبان میں باتیں کرو گی۔ اچھا میں چلتا ہوں۔"

میں چپ ہو گیا جیسے اس کے دماغ سے جا چکا ہوں۔ اس نے آواز دی "فرہاد! ابھی نہ جاؤ۔ ایک بات اور سن لو۔"

مگر میں خاموش رہا۔ وہ بھی خاموش رہی۔ پھر سوچنے لگی "کیا مصیبت ہے سونیا کی اردو زبان سن کر وحشت سی ہوتی ہے مگر سمجھ لیتی ہے اس کے نیز مجھے میرے الفاظ سننے ہی پڑیں گے۔"

رس ونتی کی چور سوچ کو میں نے پکڑ لیا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میں اس کے دماغ میں موجود ہوں۔ ہمارے آپ کے سوچنے کے دوران ایک ظاہر کرنے کی سوچ ہوتی ہے جسے بہت کم لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر کوئی سوچتا ہے کہ وہ اپنی محبوبہ کی گلی میں جائے گا تو سوچ کے پیچھے خوف ہوتا ہے کہ محلے والے دیکھ لیں گے۔ یہ خوف دراصل سوچ کا حصہ ہوتا ہے۔ کیونکہ خوف بے باکی خوشی یا غم کی کوئی لہر سوچ کے بغیر پیدا نہیں ہوتی۔

ٹھیک اسی طرح میں نے رس ونتی کی سوچ کے دوران سمجھ لیا کہ وہ اپنے دماغ میں میری موجودگی کو محسوس کر رہی ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ مجھ سے کچھ چھپا رہی ہے اور چھپائے گی کیا؟ میرا خیال ہے کہ اس کی یوگا کی مہارت پوری طرح بحال ہو گئی تھی یا پھر یہ ہو سکتا تھا کہ خیال خوانی کا خطرناک ہتھیار اسے واپس مل گیا ہو۔

عورت اپنی فطرت سے مجبور ہوتی ہے۔ جسے دل و جان سے چاہتی ہے اس سے بھی اپنے دل کی کوئی بات چھپاتی ہے۔ میں اس کا محبوب نہیں تھا۔ اس کا محسن تھا۔ وہ میری دشمن نہیں تھی۔ میری ممنون تھی۔ اگر اس کی یہی خوشی تھی کہ وہ مجھ سے کوئی راز چھپا کر رکھے تو میں اس کے خلاف ضد نہیں کر سکتا تھا اور اس کی کسی چوری کو پکڑنے کی فرصت بھی نہیں تھی۔ اس لیے میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

رومانہ سفر کی تیاری مکمل کر چکی تھی۔ ہمارے لیے بنگلے کے سامنے ایک گاڑی بھی آ گئی تھی۔ گونگا ہمارا سامان اٹھا کر لے گیا۔ میں اور رومانہ گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔ صرف دو میل کا فاصلہ تھا۔ اس کے بعد ہم لپک کر ٹرام میں سوار ہو گئے۔ گونگا ہمارے سامان کے ساتھ ٹرام کے دوسرے جھولے میں تھا۔ بڑا ہی آرام دہ جھولا تھا۔ رومانہ میرے پہلو میں جھول رہی تھی۔ نیچے بہت فٹ ٹو رسٹ گارڈن کے قمقمے سکارلٹین کی طرح روشن تھے۔ آگے بہت دور کوالالمپور کی بھی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔

رومانہ کی قربت الجھا رہی تھی۔ وہ روزی کے میک اپ میں بھی آگ بھڑکا رہی تھی۔

میں اس کے مزاج کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔

اس لیے بڑے ہی سہانے انداز میں اسے رام کرنا پڑتا تھا۔

میرا ایک ہاتھ اس کے شانہ پر تھا میں نے ہولے سے اس کے بازو کو سہلانا شروع کیا۔

وہ ہمک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ ایک اجنبی لڑکی کی طرح دیکھتی ہوئی بولی "یہ کیا حرکت ہے؟"

"تم پر مجھے پیار آ رہا ہے رومانہ!"

"رومانہ؟" وہ تعجب سے بولی "میرا نام رومانہ نہیں روزی ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ہاں میں بھول گیا تھا۔ اب تمہارا نام روزی ہے۔"

میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ ہاتھ جھٹک کر بولی "آپ کا مطلب کیا ہوا؟ میرا تو پیدائشی نام ہی روزی ہے۔"

"بھئی میں مانتا ہوں تم پیدائشی روزی ہو مگر ایسی بے رخی تو نہ دکھاؤ۔"

اس کی بھنویں تن گئیں۔ اس نے ناگواری سے پوچھا "کیا تم مجھے کوئی سوسائٹی گرل سمجھتے ہو؟"

"نہیں تم دُنیا کی سب سے دبنگ لڑکی ہو جسے صرف فرہاد ہاتھ لگا سکتا ہے۔"

"کون فرہاد؟" اُس نے تعجب سے پوچھا۔

اب میرے حیران ہونے کا مقام تھا۔ اُس کی سنجیدگی، ناگواری اور اجنبیت بتا رہی تھی کہ وہ رُومانہ نہیں ہے۔ میں نے فوراً ہی اُس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی: میں کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔ یہ کبھی مجھے رُومانہ کہتا ہے اور کبھی کسی فرہاد کا ذکر کرتا ہے۔ یہ۔ یہ اگرچہ خوبرو ہے۔ اسمارٹ بھی ہے لیکن میں اسے اپنا ہاتھ پکڑنے نہیں دوں گی۔ میں سستے جذبوں کے بازار میں بکنے والی لڑکی نہیں ہوں۔۔۔"

وہ تیزی سے سوچتی جا رہی تھی۔ اُس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ رُومانہ نہیں روزی ہے۔ میرا فرض تھا کہ میں فوراً ہی سوچ کا سفر طے کر کے رُومانہ کے پاس پہنچتا۔ اُس کی خیریت معلوم کرتا کہ وہ کہاں رہ گئی ہے؟ اور کس حال میں ہے؟

وہ جہاں بھی تھی۔ بخیریت تھی۔ ابھی اُس کے ذکر سے کیا فائدہ؟ ابھی نگاہوں کے سامنے روزی اینڈرسن کا شباب سلگ رہا تھا۔ ایک نیا حسن کروٹ لے رہا تھا کہ اُسے بڑے صبر و تحمل سے آہستہ آہستہ اپنی طرف مائل کیا جا سکتا ہے۔ میں نے بڑی شرافت سے سر جھکا کر کہا: "روزی! مجھے افسوس ہے میں نے تمہیں رُومانہ سمجھ کر ہاتھ پکڑا تھا۔"

وہ نرم پڑ گئی۔ میرے پاس آرام سے بیٹھتے ہوئے بولی: "کوئی بات نہیں۔ میں سمجھ گئی ہوں کہ ابھی تم غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔"

ہمارے درمیان تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ اس لمحہ پتہ چل رہا تھا کہ دوستانہ گفتار میرے لیے کتنا مشکل کام ہے۔ اب تک یہی ہوتا رہا تھا کہ کسی نے حسن کو جب بھی دیکھا، پسند کیا۔ دونوں راضی ہوئے پھر ایک دوسرے کی آغوش میں پہنچ گئے۔ سونیا اور رُومانہ کو میں نے دل سے پسند کیا تھا مگر میری چاہت سے زیادہ اُن کی چاہت تھی۔ دونوں بڑی تیزی سے میرے قریب آئی تھیں۔ رس دنیا نے بہت دنوں تڑپا کر راستہ بدل لیا تھا مونا میری شخصیت سے سہمی ہوئی تھی۔ مجھ سے کترانے کی ناکام کوششیں کر رہی تھی۔ فی الحال مجھے اُس کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لیے میں بھی ڈھیل دے رہا تھا۔

لیکن روزی تو زمین نگاہوں کے سامنے تھی میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ پہلو میں آگ روشن ہو تو اُس کی آنچ آتی اور ہولے ہولے جلاتی رہتی ہے۔ میں روزی کو ڈھیل نہیں دے سکتا تھا۔ کیونکہ ٹرین میں بنکاک تک اُس کے ساتھ ایک لمبا سفر طے کرنا تھا اور یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دوستی کرنے کے لیے پہلے کیسی باتیں چھیڑنا چاہئیں۔

سوچتے سوچتے ہم کوالالمپور کے ایک اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ میں شدید دردوں کو اُٹھا کر اُس پہاڑی سے نیچے پھینک سکتا تھا مگر روزی جیسی کمزور حسینہ کو اُٹھا کر سینے سے لگانے کے لیے عشق کا طے نہیں کر سکتا تھا۔ بیک اسٹیشن کے پارکنگ ایریا میں ہماری وہ کار موجود تھی۔ اُس کے ڈرائیور کو یقیناً انتونی اور روزی کی تصویریں دکھائی گئی ہوں گی۔ کیونکہ اُس نے ہمیں دیکھتے ہی اُس کے کار کا دروازہ کھول دیا تھا۔

روزی میرے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "میں کبھی کسی لڑکی کے ساتھ اتنی دیر فراموش نہیں رہا۔ اتنی دیر سے سوچ رہا ہوں مگر بات کرنے کے لیے موضوع نہیں مل رہا ہے۔ کچھ تم ہی میری مدد کرو۔"

وہ مسکرانے لگی: "مسٹر انتونی! میں سمجھتی ہوں کہ جو شخص کسی لڑکی کا دل جیتنا نہ جانتا ہو، وہ کچھ نہیں جانتا۔"

"ہاں اس وقت مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ ایکم اُلو کا پٹھا ہوں۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں نے چاہت سے دیکھتے ہوئے کہا: "تمہاری ہنسی میں رس ہے۔ ترنم ہے۔"

وہ مسکرا کر دوسری طرف کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ اُس کی گھنی زلفیں شانوں پر سے گزر کر سینے کی بلندیوں پر سایہ فگن ہو رہی تھیں۔ اُس کے نکھرے نکھرے چہرے پر لبوں کی لالی مسکرا رہی تھی اور آنکھوں کا کاجل شرما رہا تھا۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ ایسے رومانس میں کتنی چاشنی ہوتی ہے، جو رفتہ رفتہ اپنی منزل کو پاتا ہے۔

میں نے کہا: "ٹرین میں ہمارے دو ہم سفر ساتھیوں نے ہمیں شوہر و بیوی سمجھا ہوگا۔ میں تمہاری اجنبیت کو برداشت کر رہا ہوں مگر وہ کیا سوچ رہے ہوں گے۔"

وہ تھوڑی دیر چپ رہی، پھر بولی: "میں ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں پہنچتے ہی اپنے کیبن میں جا کر دروازہ اندر سے بند کر لوں گی۔ تم اُن سے کہہ دینا کہ میری طبیعت خراب ہے۔ میں صبح اُن سے ملاقات کروں گی۔ تم ان دونوں کے کیبن میں تھوڑی دیر وقت گزار لینا۔ واپس آ کر دستک دو گے تو میں دروازہ کھول دوں گی۔"

"شکریہ۔ میں تو سمجھ رہا ہوں کہ تم مجھے بھی کیبن سے باہر رکھو گی۔"

وہ بولی: "ایسا ہی ہوتا مگر مجبوری ہے۔ وہ کیبن ہم دونوں کے نام سے ریزرو کیا گیا ہے۔"

ہماری کار اسٹیشن کے احاطہ میں پہنچ گئی۔ میں نے کہا: "اس جاسوس کیمرے کے سامنے سے گزرنے کا مرحلہ آ رہا ہے۔"

"یہ مرحلہ تمہارے لیے ہے۔ میں روزی اینڈرسن ہوں۔ کیمرہ مجھے کچھ نہیں کہے گا۔"

میں نے مسکرا کر دل ہی دل میں کہا: کیا تجاہل عارفانہ ہے۔ واقعی تم روزی کی طرح تھوڑی تھوڑی سی مجھے مل رہی ہو۔

ہم کار سے باہر آ گئے۔ دو دو ہی سے پتہ چل گیا کہ اسٹیشن داخلی دروازے کی طرف فوج کا سخت پہرہ ہے۔ روزی کی بات درست نکلی کہ کیمرہ اُسے کچھ نہیں کہے گا۔ ہم نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ ایک بڑے سائز کا کیمرہ ایسی جگہ نصب کیا گیا تھا کہ دروازے کی طرف جاتے وقت اُس کے سامنے سے گزرنا پڑتا تھا۔ عورتوں اور بچوں کے گزرنے کے لیے دوسرا راستہ تھا۔ فوجی جوان صرف مرد مسافروں کو کیمرے کے سامنے سے گزرنے کا حکم دیتے تھے۔ کیونکہ انھیں صرف ایک مفرور مرد عازم کی تلاش تھی۔

روزی نے پوچھا: "کھڑے کیا سوچ رہے ہو۔ آگے بڑھو۔"

میں نے کہا: "ٹھیرو۔ ذرا چند مسافروں کو گزر جانے دو۔"

اُس نے طنزیہ پوچھا: "کیا طل گھبرا رہا ہے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "تم احتیاط کو گھبراہٹ سمجھ رہی ہو۔"

اتنے میں وہ گونگا تامت آ گیا۔ وہ ہمارا سامان اُٹھائے ہوئے تھا۔ اُس نے اپنی شرٹ کی جیب سے اجنبی میزبان کا ایک خط نکالا۔ اس میں لکھا تھا: "ہمارے سارے انتظامات مکمل ہیں۔ آپ بے جھجک آگے بڑھتے ہوئے کیمرے کے سامنے سے گزر جائیں۔ آپ یقین کریں۔ کیمرے کے پیچھے اسکرین کے سامنے بیٹھے ہوئے افسران آپ کو نظر انداز کر دیں گے۔ فقط گونگا۔"

اچانک وہ گونگا لکھنا پڑھنا بھی جانتا تھا۔ ابھی مجھے پس و پیش میں دیکھ کر اُس نے ابھی یہ پرچی لکھی تھی۔ میں نے ایک سگریٹ نکال کر سلگایا۔ اس جلتی ہوئی تیلی سے اس پرچی کو جلا دیا۔ اُس کے بعد روزی کے بانہیں بانہہ ڈال کر داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

کیمرے کے قریب پہنچنے سے پہلے ایک فوجی افسر نے ہمیں روک کر روزی کو دوسرے دروازے سے جانے کے لیے کہا۔ پھر ہم دونوں کے ٹکٹ اور پاسپورٹ طلب کیے۔ میں نے اپنے ڈپلومیٹک بیگ سے اُس کا مطلوبہ پیپر نکال کر دے دیں۔ وہ انھیں لے کر کیمرے کے پیچھے بیٹھے ہوئے افسران کے پاس چلا گیا۔ ایک فوجی جوان نے مجھے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

میں نے سگریٹ کا ایک کش لگایا۔ پھر دھواں چھوڑتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ ٹھیک کیمرے کی آنکھ کے سامنے پہنچ کر چند سیکنڈ کے لیے کھڑا ہونا پڑا۔ حکم یہی تھا۔ میں نے کیمرے کے پیچھے بیٹھے ہوئے افسران کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دیکھی۔ اُس کے بعد آگے بڑھ کر داخلی گیٹ کے پاس آ گیا۔ میرے ٹکٹ پر مہر لگا کر واپس کیا گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ مجھے چیک کر لیا گیا ہے۔

روزی پلیٹ فارم پر کھڑی ہوئی میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ دور ایک ایئر کنڈیشنڈ کوچ کے دروازے پر بے فی کھڑی ہوئی ہاتھ ہلا رہی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعہ کہا: بے فی! یہاں ہماری مہمان نوازی کسی پنج ستارہ ہوٹل سے بہتر ہے۔ تم شرلاک کے ساتھ اپنے کیبن میں رہو۔ ٹرین چلنے کے بعد میں تمہارے پاس آؤں گا۔

"اچھا میں جا رہی ہوں۔" اُس کی سوچ نے کہا۔ پھر وہ دروازے سے ہٹ کر اندر چلی گئی۔

روزی نے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا: "یہ کیمرے کے پیچھے بیٹھے ہوئے افسران ہمیں دیکھ رہے ہیں۔"

میں نے شرارت سے کہا: "دیکھنے کی چیز تم ہو۔ لوگ پتھر کو نہیں پھول کو دیکھتے ہیں۔"

"تم باتیں خوب کرتے ہو۔"

"نگاہوں کے سامنے صورت خوب ہو تو خوب سے خوب باتیں نکلتی ہیں۔"

وہ مسکراتی ہوئی کمپارٹمنٹ میں داخل ہوئی۔ میں نے بھی اندر آ کر دروازے کو بند کیا۔ ہمارے سامنے ایک لمبی راہ داری تھی راہ داری کے دونوں طرف مختلف نمبروں کے کیبن تھے۔ ہمارے کیبن کا نمبر چار تھا۔ ٹھیک ہمارے کیبن کے مقابل بیس نمبر کا کیبن تھا۔ جس کے بند دروازے کے نیچے لمبی اور خراک تھے۔ گونگا ہمارے کیبن میں سامان رکھ رہا تھا۔ اُس کے جانے کے بعد میں نے دروازے کو بند کیا۔ روزی انگڑائی لے کر برتھ پر دراز ہوتی ہوئی بولی: "ہائے میں تو تھک گئی ہوں۔"

میں نے اپنی برتھ پر بیٹھ کر کہا: "ہاں۔ رات آرام کے لیے ہوتی ہے مگر مجھے ابھی بے فی سے جا کر ملنا ہوگا۔ ورنہ وہ یہاں آ جائیگی۔"

"تو پھر جاؤ۔ یہاں بیٹھے کیوں ہو؟"

"جانے کو جی نہیں چاہتا۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر اُٹھتے ہوئے کہا: "مگر جانا ہی پڑے گا۔"

میں نے دروازہ کھولتے ہوئے اُس پر ایک نظر ڈالی۔ ایک نظر کی بات ہے، آتے تو نظر بھر کر دیکھنے سے بھی دل نہ بھرتا۔ وہ برتھ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک شباب کی دکان سجائے لیٹی ہوئی تھی۔ وہ گھور کر بولی: "ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔ جاؤ۔"

میں مجبوراً کیبن سے باہر آ گیا۔ پھر سامنے والے دروازے پر دستک دی۔ بے فی میرے ہی انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس نے فوراً ہی دروازہ کھول دیا۔ اُسی وقت ٹرین چل پڑی۔ بے فی نے پوچھا: "رُومانہ کہاں ہے؟"

میں نے اندر آ کر پوچھا: "اُس کے سر میں درد ہے۔ تھکن محسوس کر رہی ہے۔"

"میں جا کر خیریت معلوم کرتی ہوں۔"

وہ جانے کے لیے پلٹ گئی۔ میں نے اُسے اپنی طرف پلٹا کر کہا: "وہ لائٹ آف کر کے سو رہی ہے۔ اُسے تنہا آرام کرنے دو۔"

شرلاک نے کہا: "میں بے فی سے یہی کہہ رہا تھا کہ آدھی رات ہونے والی ہے۔ فرہاد کو بھی سونے کا موقعہ دیا جائے۔"

میں نے بے فی کے ساتھ ایک برتھ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "خراٹوں کا جب تک ہم اِس میک اَپ میں رہیں گے۔ ہمیں انتونی اور روزی کہہ کر ہی مخاطب کیا کرو۔ تنہائی میں بھی ہمارا اصل نام نہ لو۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اب ہم محتاط رہیں گے مسٹر انتونی۔ ویسے روزی کی طبیعت زیادہ خراب تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ تشویش کی بات نہیں ہے۔ رات بھر آرام کرنے کے بعد ٹھیک ہو جائے گی۔"

بے فی نے کہا۔ "بھائی! میں ظالم نہیں ہوں۔ آپ کو بھی آرام کرنے کا موقعہ دوں گی۔ بس ایک کپ کافی پی کر چلے جائیں۔"

میرا دھیان روزی کی طرف لگا ہوا تھا۔ بے فی ... ایک خاص، میرے لیے گھر سے تیار کر کے لائی ہے۔ میں نے چند لمحوں کے لیے روزی کی سوچ پڑھی۔ میرے سامنے بے رُخی دکھانے والی پیچھے مجھے یاد کر رہی تھی اور زیرِ لب مسکرا رہی تھی۔

بے فی نے کافی کی پیالی میری طرف بڑھائی تو مجھے واپس آنا پڑا۔ میں نے کافی کا ایک گھونٹ لے کر تعریف کی۔ وہ خوش ہو گئی۔ واقعی ایسی مزیدار کافی میں نے پہلے کبھی نہیں پی تھی۔ اگرچہ میرا دھیان روزی کی طرف تھا۔ لیکن ایسی پیاری خوشیاں مدتوں بعد نصیب ہوئی تھیں کہ ایک بہن نے میرے لیے خاص طور پر ایک پیالی کافی تیار کی ہو۔ میں نے کہا۔ "بے فی! کاش میں کہہ سکتا کہ میں صرف تمہارے ہاتھوں کا کھانا کھاؤں گا اور تمہارے ہاتھوں کی بنائی ہوئی کافی پیا کروں گا۔"

وہ خوشی سے کھل رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر اُن سے رخصت ہو کر اُن کے کیبن سے باہر آ گیا۔ کیبن نمبر چار کے دروازے پر دھڑکتے ہوئے دل سے دستک دی۔ اُس کی سوچ سے پتہ چلا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں ہے۔ میں نے ہینڈل پر ہاتھ ڈالا تو وہ کھل گیا۔ اُس کے ساتھ ہی خوشبو کا ایک جھونکا آیا۔ اندر دھیمی دھیمی روشنی تھی۔ وہ کھڑکی کے پاس یوں کھڑی تھی جیسے میری آمد کا علم ہو۔ وہ گلابی رنگ کے بابکِ کپڑے کی نائٹی پہنے ہوئے تھی۔ نائٹی کے نیچے اُس کے بدن کی گلابیت صاف اشارے کر رہی تھی۔

میں نے دروازہ بند کیا تو اُس نے ایک ذرا سر گھما کر دیکھا۔ پھر منہ پھیر کر کھڑکی کے بار دیکھنے لگی۔ میں نے کھڑکی کے پاس آ کر پوچھا۔ "باہر اندھیرے میں کچھ نظر آ رہا ہے کیا؟"

"ہاں۔ تاریکی میں دیکھو تو خیالی تصویریں روشن ہو کر نگاہوں کے سامنے چلنے پھرنے لگتی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ہم دونوں بھی دو تصویریں ہیں۔ کہو تو اندھیرا کر دوں۔ ہم بھی روشن ہو جائیں گے۔"

وہ چپ رہی۔ میں نے کہا۔ "تم اتنی حسین ہو کہ تمہارے حسن کی تعریف کے لیے لفظوں سے کرنا کنجوسی ہو گی۔ فیاضانہ تعریف یہ ہے کہ تمہیں چھو کر فلک کو چھو لوں۔"

میں نے اُس کے شانہ پر ہاتھ رکھا۔ تعجب ہے کہ نائٹی اُس کے بدن پر کہیں نہیں پھسل رہی تھی؟ میرا ہاتھ پھسل رہا تھا۔ اُس کی گردن کے پاس سنہری زلفوں کے سائے میں ڈوب رہا تھا۔ میں نے قدرے قریب ہو کر آہستگی سے کہا۔ "تمہارے وجود سے معمور کر دینے والی خوشبو اٹھ رہی ہے۔"

ریل گاڑی پٹریاں بدل رہی تھی۔ کھٹ کھٹا کھٹ۔ کھٹا کھٹ۔ کھٹ کھٹا کھٹ۔ اُسے بھی بے رُخی کی پٹڑی بدلنا پڑی۔ بے رُخی تو محض دکھاوا تھی۔ محض اس لیے تھی کہ میں روسائس کے مرحلے طے کرتا ہوا اُس کے قریب پہنچوں۔ اسی لیے اُس نے اپنے اندازوں کو چھپا لیا تھا۔ مکمل روزی بن گئی تھی۔ میرے لیے نئے حسن کی سوغات پیش کر رہی تھی۔ سوچنے کی بات ہے جب چہرہ روزی کا تھا تو انداز اور لہجہ بھی بدلا ہوا تھا تو مجھے اُس کی ذات سے نیاز کیوں نہ ملتا؟

البتہ جب پہلی بار پیک ٹرام میں اُس نے ضد کی کہ وہ رُدمانہ نہیں روزی ہے تو میں نے اُس کی سوچ کے ذریعہ اصلیت معلوم کر لی تھی۔ وہ روزی بن کر سوچ رہی تھی۔ لیکن میں نے رُدمانہ کی سوچ کو پکڑ لیا تھا۔ اُس کے بعد جان بوجھ کر انجان بن گیا تھا۔ مجھے اچھا لگ رہا تھا میرے پہلو میں ایک نئی لڑکی تھی اور میرے اس جذبے کی تسکین کر رہی تھی جو نئے حسن کی طرف جھکتا ہے۔

کیبن کی لائٹ نے آنکھ بند کر لی۔ ہلکی تاریکی چھا گئی۔ ایک! اُس نے کہا تھا۔ "فریاد! میں کوئی چلتے پھرتے کھانے کی چیز نہیں ہوں۔ محبت کا ایک مزاج ایک ماحول اور ایک وقت ہوتا ہے۔ دھیمی دھیمی سی موسیقی ہو۔ جگمگاتا سا اندھیرا ہو۔ ہم ایک دوسرے کے پاس ہوں اور ایک دوسرے کو ڈھونڈتے ہوں کبھی پاتے ہوں۔ کبھی کھو دیتے ہوں۔ ہماری جوانی ہمارے جذبے کبھی سمجھ میں آتے ہوں کبھی سمجھ میں نہ آتے ہوں۔ محبت کی اس آنکھ مچولی میں جو لذت ہے وہ دن کے اُجالے میں کہاں؟"

واقعی جس ماحول اور جس انداز کی بات کی تھی۔ اُسی ماحول اُسی انداز سے مل رہی تھی۔ بڑی دیر تک للچایا تھا۔ انتظار کرایا تھا۔ تاکہ مجھے اُس کی قدر و اہمیت کا اندازہ ہو اور مجھے ہوا تھا۔ لے تو دیوانہ بنا کر رکھ دیا تھا۔ ایسے ماحول میں ریل گاڑی کی کھٹا کھٹ بھی ہی سُر تال والی موسیقی لگتی ہے۔ تاریکی میں ریل کی پٹڑی تقدیر بھی ہوتی تھی۔ اُس کی قسمت میں بچھونے کی طرح بچھی رہنا تھا۔ اُس پر سے گزر رہی تھی۔ ٹرین کی قسمت میں دندناتے ہوئے گزرنا تھا۔

کھٹ کھٹا کھٹ۔ کھٹ کھٹا کھٹ۔

وقت اور فاصلہ کا دھیان نہ رہا۔ پتہ ہی نہ چلا کہ کتنا سفر طے ہو گیا۔ وہ میرے سینے پر سر رکھے لیٹی ہوئی تھی۔ ذرا حواس درست ہونے کے بعد اُس نے پوچھا۔ "سچ سچ بتاؤ۔ میں کیسی لگی؟"

"رُدمانہ! تم ہر لحظہ نئی اچھوتی اور ناقابلِ فراموش لگتی ہو۔"

"اچھا تو تم میری سوچ پڑھ کر معلوم کر چکے تھے کہ میں روزی کا رول ادا کر رہی ہوں۔"

"میں نے صرف ایک بار تمہاری ... سوچ پڑھی۔ تم بڑی کامیابی سے روزی بن کر سوچ رہی تھیں۔ تم نے نیا پن پیدا کرنے کے لیے بہت اچھا رول ادا کیا ہے۔"

وہ اندھیرے میں مسکرانے لگی۔ میں نے اُسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ "اب سو جاؤ۔"

وہ میرے سر میں اپنی انگلیوں سے کنگھی کرتی ہوئی بولی۔ "نہیں چلے تمہیں سلاؤں گی۔ چلو سو جاؤ۔"

"ابھی میں سونیا اور رس ونتی کی خیریت معلوم کروں گا۔ پتہ نہیں کتنا وقت گزر جائے تم سو جاؤ۔ تاکہ صبح اٹھ کر بے فی اور خراٹوں کے ساتھ وقت گزار سکو۔ میں صبح دیر تک سوتا رہوں گا۔"

وہ راضی ہو گئی۔ میں اُٹھ گیا۔ دوسری برتھ پر آ کر آرام سے پھیل کر لیٹ گیا۔ رُدمانہ تھکا دیتی تھی۔ وہ روزی بننے کے بعد بھی اپنی یاد دلاتی تھی۔ اُس کی طلسماتی اداؤں میرے ذہن میں نقش ہو کر رہ گئی تھیں۔ جی مچل رہا تھا کہ پھر حسن کے حضور پہنچ جاؤں اور یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ کھانا ٹھنڈا ہو جانے کے بعد وہ نہیں کھلاتی ہے۔ پہلے وہ آنچ پر پکاتی ہے۔ ایک ایک ڈش کی اہمیت جتا کر سامنے لاتی ہے۔ پھر گرما گرم کھانے کی عبادت دیتی ہے۔ اُس نے میرے سوچنے کا انداز بدل دیا تھا۔ جب میں سوچتا تھا کہ وہ ابھی نہیں ملے گی تو اُس کی اہمیت بڑھ جاتی تھی۔ میں اُسے خیالوں میں بسا کر اُس کے متعلق سوچتا رہ جاتا تھا۔

اچانک مجھے احساس ہوا کہ واقعی اب دنیا والوں کے سونے کا اور میری خیال خوانی کا وقت ہے اور میں جاگ رہا ہوں اور تاریکی میں رُدمانہ کے متعلق سوچتا جا رہا ہوں۔ میں نے اُسے ذہن سے جھٹک دیا۔ فوراً ہی خیال خوانی کا سفر شروع کر دیا۔ دلِ ناداں کو بہلانے کے لیے دوسرے کھلونے کی طرف پہنچ گیا۔

اسکندریہ میں رات کے دس بجے تھے۔ رس ونتی اپنی خواب گاہ میں سو رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ اُسے میری آمد کا علم نہیں ہو سکا ہے۔ للن کو جاگتے وقت میری سوچ کی لہریں اُس کے دماغ کو چھو لینا چاہتیں تو وہ کھٹک جاتی تھی۔ فوراً ہی سمجھ لیتی تھی کہ میں اُس کی سوچ پڑھنے لگا ہوں لیکن اس وقت وہ اپنے بستر پر بے حس پڑی ہوئی تھی۔

پہلے خیال آیا کہ گہری نیند کے باعث اُسے میری آمد کا علم نہ ہو سکا لیکن نہیں یوگا کے ماہر اپنی سانسوں پر ایسی قدرت حاصل کر لیتے ہیں کہ گہری نیند کی حالت میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی چونک جاتے ہیں۔ اُس کا مطلب یہ تھا کہ رس ونتی کی یوگا کی صلاحیتیں پوری طرح بحال نہیں ہوئی تھیں۔ ابھی اُس کا دماغ اندر سے اس حد تک کمزور تھا کہ وہ نیند کی حالت میں بے سُدھ ہو جاتی تھی۔ ذہنی صلاحیتیں بھی سو جاتی تھیں۔

یہ توقعہ تھا کہ میں اُس کے دماغ کے چور خانہ میں داخل ہو کر اُس راز کو معلوم کر سکتا تھا جسے وہ مجھ سے چھپا رہی تھی۔ اس لمحہ اُس کا دماغ بہت ہی پُرسکون تھا۔ کوئی خواب ہی نہ تھا۔ ہلکی ہلکی دُھند چھائی ہوئی تھی جیسے خلا میں رنگ مرتے بنتے بنتے بنتے ہوا ہے اور سناٹا چھایا رہتا ہے۔ اُس سناٹے میں میری سوچ ایک پجاری کی طرح سرگوشی کرنے لگی۔ "ہری اوم۔ ہری اوم ہے بھگوان تیری پجارن تیرے چرنوں میں آئی ہے۔ ...."

اس سوچ کے ساتھ ہی خواب کی اسکرین پر رس ونتی نے خود کو پجارن کے روپ میں دیکھا۔ اُس کے سامنے بھگوان کی مورتی تھی اور مندر کی گھنٹی ہی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ انسانی سوچوں کی یہ خاصیت ہے کہ کسی بھی سوچ کو فاسا چھیڑ دو تو پھر وہ اس سوچ کے تسلسل سے سوچتا ہی چلا جاتا ہے۔

میں نے رس ونتی کے ساتھ بھی یہی کیا۔ اُس کی بھگوان بھگتی کو چھیڑ کر چپ ہو گیا۔ بھگتی یا عبادت جمت کا وہ سانبھ ہے۔ رس ونتی کے خوابوں میں پھول کھل رہے تھے۔ پھول جو بھگوان پر چڑھائے جاتے ہیں اور محبوب کو پہنائے جاتے ہیں۔ وہ ہاتھ جو ذکر کیا کرتے تھے۔

"ہے کرشن مراری! میں بڑی ابھاگن ہوں۔ بچپن سے جوانی کی دہلیز تک دیوتاؤں کی داسی بنی رہی۔ ایسے دیوتا جو ساجن کے رُوپ میں نہیں مل سکتے تھے۔ اب یہ نادان دل دھڑکتی کے جس دیوتا کے لیے پاگل ہو رہا ہے، وہ بڑا ہی کٹھور ہرجائی ہے۔ وہ اپنا ہرجائی پن نہیں چھوڑے گا۔ میں اپنے پریم کی پوتر تا (تقدس) کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی ہے نسبی والے! میں نے اٹھارہ برس تک تیری پوجا کی ہے۔ آج میں اس پوجا کی سبھتا (فضیلت) چاہتی ہوں۔ اُس کٹھور کے ہردے (دل) کو صرف میرے لیے دھڑکنا سکھا دے اور وہ دنیا کی ساری عورتوں کو بھول جائے تو چاہے تو وہ میرے سوا اس کو بھول جائے گا۔"

رس ونتی کی پرارتھنا سن کر میرے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ یہی وہ راز تھا جسے وہ مجھ سے چھپا رہی تھی۔ اُس کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ اور اس کچھ ہی کے پیچھے وہ میرے متعلق بہت کچھ سوچتی رہتی تھی۔

میں نے اُس کے دماغ کی اسکرین سے پوجا والا خواب مٹانے کے لیے سوچ کی سرگوشی میں جبران کا نام لیا۔ اِس کے ساتھ ہی اُس کے خواب میں جبران کا مکمل سراپا نظر آنے لگا۔ وہ کچھ پریشان سی ہو گئی۔

پھر سنبھل کر بولی: "تم تم میرے کمرے میں کیسے آ گئے؟"

میری سوچ نے جبران کے لہجہ میں کہا: "جب میں تمہارے محل میں آ گیا ہوں تو کیا کمرے میں نہیں آ سکتا؟"

"یہ جھوٹ ہے میں نے۔ میں نے کبھی تم سے دل کی بات نہیں کی۔"

"رس ونتی! تم میرے خیالوں میں آ کر بولتی تھیں تم نے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔"

"میں نے نہیں فرہاد نے ——— رس ونتی بن کر تم سے مذاق کیا ہے۔"

"رس ونتی! دل لگی اچھی ہوتی ہے مگر دل کی لگی کو دل لگی بنانا ظلم ہے۔ سچ بتاؤ کیا تم نے فرہاد سے یہ کہا تھا کہ تم جبران کو پسند کرنے لگی ہو؟"

"کہا تھا اب بھی فرہاد کو یہی کہوں گی۔ اُسے چڑ کر لگاؤں گی کہ اُس کے ہرجائی پن نے مجھے دوسرے کی محبت میں مبتلا کر دیا ہے۔"

"کیا تم نے یہ نہیں سوچا کہ تم ایک طرف فرہاد کو چڑ کے لگا رہی ہو۔ دوسری طرف میرے دل کی دُنیا کو ذرا آباد کر کے اُجاڑ رہی ہو۔"

وہ ایک سوآہ بھر کر بولی: "سب ہی اپنے اپنے دل سے مجبور ہوتے ہیں۔ میں اپنا دل بہت پہلے ہار چکی ہوں۔ تم اسے جیت نہیں سکو گے۔ بس یہ مذاق تھا۔ اسے بھول جاؤ۔ ورنہ۔ ورنہ میں خیال خوانی کے ذریعہ تمہارے دماغ سے عشق کا بھوت اُتار دوں گی۔"

"خیال خوانی؟" میں نے جبران کے لہجہ میں حیرانی سے پوچھا مگر تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں تو گم ہو چکی ہیں۔"

وہ مسکراتی ہوئی بولی: "اگر یہ صلاحیتیں نہ ہوتیں تو میں تمہارے دماغ میں کیسے بولتی؟"

میں اُلجھ کر رہ گیا۔ جبران کے دماغ میں رس ونتی کی طرف سے میں بولتا تھا مگر اُس کا خواہیدہ دماغ کہہ رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ رابطہ قائم کرتی رہی ہے۔ کیا وہ درست کہہ رہی تھی؟ یا خواب کی حالت میں بڑبڑا رہی تھی؟

میں نے اُس کے خواب سے جبران کو مٹا دیا۔ خود رس ونتی کے لہجہ میں سرگوشی کی: "میں ہوں تیری ہم زاد۔ دیکھ اپنی ہم زاد کو دیکھ....."

وہ دماغ کی اسکرین پر اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ میں نے اُس کی ہم زاد کے لہجے میں پوچھا: "کیوں ری! کیا تو اپنی ٹیلی پیتھی کا راز چھپا رہی ہے؟"

"ہاں۔ میں چاہتی ہوں کہ اب یہ راز کسی کو معلوم نہ ہو۔"

"میں تمہارا انٹرویو لے رہی ہوں تم نے کب سے خیال خوانی شروع کی ہے؟"

"میں اپنی بیادی کے دوران کوشش کرتی رہی تھی مگر میرا دماغ تھک جاتا تھا۔ پھر یوں ہوا کہ فرہاد کی سوچ کے ذریعہ میری زبان [illegible] بولنے لگی۔ اُس کا اقرار صرف زبان پر ہی نہیں میرے دماغ پر بھی ہوتا تھا۔ مجھے ذہنی پرواز کے لیے فرہاد کی سوچ کا سہارا ملتا رہتا تھا۔ میری سوچ اُس کے سہارے اس طرح پرواز کرنے لگی جیسے ننھے بچے اپنے والدین کے سہارے رفتہ رفتہ اُڑنا سیکھ لیتے ہیں۔"

"اچھا تو تم نے فرہاد کی ناد انستگی میں اُس کا سہارا لے کر گویائی کی صلاحیتوں کو حاصل کر لیا ہے لیکن فرہاد تو تمہارا صرف دوست ہی نہیں دلدار بھی ہے۔ اُس سے اپنی ٹیلی پیتھی کیوں چھپا رہی ہو؟"

"میں چھپاؤں گی۔ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً یہ کہ فرہاد میری لاعلمی میں اُن چور خیالات کو نہیں پڑھ سکے گا، جو اُس کے لیے ہوتے ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ اُسے میری محبت کا علم ہو۔"

"ایسا کب تک ہوگا؟"

"جب تک وہ اپنے ہرجائی پن سے باز نہیں آئے گا۔"

"اچھا دوسرا فائدہ کیا ہے؟"

"یہ کہ میں چپکے چپکے خیال خوانی کے ذریعہ سونیا اور رومانہ کا ذہنی توازن بگاڑ دوں گی۔ اس طرح فرہاد اُن کے ذہنوں سے نکل جائے گا۔ فرہاد اُن کے ذہنی توازن کو برقرار رکھنا چاہے گا تو میں پھر گڑبڑ کر دوں گی۔ اُسے کبھی پتہ نہیں چلے گا کہ یہ گڑبڑ میری طرف سے ہو رہی ہے۔"

رس ونتی کے سازشی خیالات پڑھ کر میں پریشان ہو گیا۔ بھول گیا تھا کہ محبت میں دو عورتیں یا دو عدد ایک دوست کی رقابت میں جانی دشمن بن جاتے ہیں۔ وہ بھگوان کے سامنے ہرا رہتا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ فرہاد کے سوا ساری دُنیا کی عورتوں کو بھول جائے اور وہ سارا دن عورتوں کو میرے سامنے سے مٹانے کے لیے بہت آہستہ آہستہ اپنے منفی پر عمل کرنے والی تھی تاکہ مجھے شبہ ہو کہ یہ سب کچھ اُس کی ٹیلی پیتھی کے کارنامے تھے۔

یہ رس ونتی اچانک ہی بالیونک بین کی طرح خطرناک بن گئی تھی وہ جسمانی طور پر ناقابلِ شکست تھا۔ یہ ٹیلی پیتھی کے اعتبار سے بے حد برتر تھی۔ اُس کی مخالفت شروع ہوتی تو میں اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا۔ وہ اُسے مجھ سے ذاتی دشمنی نہیں تھی۔ وہ میرے لیے جان دے سکتی تھی مگر محبوبا کی جان لے سکتی تھی اور مجھے یہ گوارا نہ تھا۔

میں حتی الامکان یہی کوشش کرتا رہا کہ دوستی اور محبت کے دوسرے پہلو سے مصیبت بن گئی تھی۔ رس ونتی کا مزاج مجھے سمجھا رہا تھا کہ دوستی میں بالکل ہی خلوص نہیں ہونا چاہیے۔ تھوڑی سی خود غرضی [illegible]

[illegible] دوست بنا کر اُس کی کمزوری کا سراغ لگانا چاہیے۔

میں نے اُس کی ہم زاد کے لہجہ میں کہا: "دس ونتی! تو فرہاد کی [illegible] میں ہے۔ خواہ مخواہ اُس سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں [illegible] بن گئی ہے جب کہ وہ بیچاریاں بھی تیری طرح اپنے اپنے دل [illegible] ہوئی ہیں۔"

"میں صرف اپنے دل کو سمجھتی ہوں میری پہلی اور آخری خواہش ہے کہ فرہاد پر صرف میری حکومت ہو۔"

"تو اپنے آپ کو بہت طاقتور سمجھنے لگی ہے۔ فرہاد تیری کسی [illegible] سے کھیل سکتا ہے۔"

"میری کوئی کمزوری نہیں ہے۔"

"سوچ۔ سوچ اچھی طرح۔ ہر انسان میں ایک نہ ایک کمزوری ہوتی ہے۔"

وہ سوچنے لگی۔ میں نے اُسے غنودگی کی حالت میں کسمساتے ہوئے محسوس کیا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے اپنی کسی کمزوری کو تلاش کر رہی تھی۔ پھر ایک بائے کے ساتھ بولی: "ہائے میری کمزوری تو بڑی سنگدل ہے۔ اُسے اپنے دماغ سے دھتکار دینے کے لیے کتنے ہی جتن کیے۔ اُس نے ایک مسلمان کہہ کر نفرت کرنے کی کوشش کی۔ دشمن بن کر گالیاں دیں۔ بعد میں یوں لگا کہ وہ گالیاں مجھے لگ رہی ہیں اُس کو گالی تھپڑ کہہ کر لگنے پر مجبور ہو گئی۔ اب میرے سامنے یہی راستہ ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ تمام لڑکیوں کو اُس کے پاس جانے سے روکتی رہوں۔"

"ہاں تم ہم زاد کے ذریعہ کہا: "تو اُسے اس قدر چاہتی ہے اگر [illegible] نفرت کرنے لگے تو تیری کمزوری مجھے مار ڈالے گی۔"

وہ بولی: "وہ مجھ سے کبھی نفرت کر ہی نہیں سکتا۔ میں اُس کی [illegible] رہتی ہوں۔ اگر وہ اُس نے جبران کو دوست اور محسن سمجھ کر [illegible] بے رخی کو برداشت کر لیا ہے مگر اُس کے چور خیالات [illegible] نہیں سہہ سکے ہیں۔ میں اُس کے لاشعور میں بک رہی ہوں۔"

"درست کہہ رہی تھی ہم دونوں ہی ایک دوسرے کی کمزوری [illegible] تھے۔ اب سونیا اور رومانہ کی خاطر مجھے بڑی قوتِ ارادی سے [illegible] کرنا تھا کہ آئندہ رس ونتی میرے دل اور دماغ کی دُنیا سے [illegible] جائے۔ میں بظاہر اُس سے دوستی کروں مگر اُسے اپنی کمزوری [illegible] دُنیا میں ایک سے ایک حسن و شباب بکھرا پڑا ہے۔ کیا ضروری [illegible] رس ونتی کی تمنا کروں؟ بس یہ فیصلہ ہو گیا کہ اُس سے صرف [illegible] رہے گا۔ دل کا کوئی رابطہ نہیں رہے گا۔

ابھی اُس نے کہا تھا کہ وہ میری سوچ پڑھتی رہی ہے ہاں کا [illegible] تھا کہ وہ میری سوچ کے ذریعہ مونا، رومانہ، بے فی، خرلاک اور [illegible] زبان وغیرہ کو بھی جانتی ہے۔ میں نے اُس کی ہم زاد کے ذریعہ پوچھا: "جب تو فرہاد کی سوچیں پڑھتی ہے تو یہ بھی جانتی ہوگی کہ کوئی پراسرار شخص اُس کا گمنام دوست بنا ہوا ہے؟"

"ہاں۔ میں اُس کی سوچ کے ذریعہ یہ تماشے دیکھ رہی ہوں۔ فرہاد کی طرح میں بھی اس پراسرار اجنبی کے دماغ تک نہیں پہنچ سکی۔ کیونکہ وہ گونگے ملازموں کو سامنے رکھ کر خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ قائم کرتا ہے۔"

"تیرا کیا خیال ہے؟ کیا وہ بڑی تنظیموں میں سے کسی ایک کی ایجنٹ نہیں ہو سکتی؟"

"ہو سکتی ہے۔ میں نے فرہاد کے قصبہ کے مطابق مونا کے دماغ میں جگہ بنائی۔ فرہاد کسی کے دماغ میں پہنچ کر اُس کی سوچ پڑھ سکتا ہے مگر یہ نہیں معلوم کر سکتا کہ جس کے دماغ میں موجود ہے اُسی دماغ میں کوئی اور بھی موجود ہے۔ مثلاً میں فرہاد کے دماغ میں رہتی ہوں۔ وہ نہیں جانتا۔ میں مونا کے دماغ میں تھی وہ نہیں جانتا مگر میں جانتی ہوں کہ مونا کے دماغ میں میرے اور فرہاد کے علاوہ کوئی تیسری ہستی بھی چھپی رہتی ہے۔"

یہ چونکا دینے والی بات تھی۔ میں نے حیرانی سے سوال کیا: "یہ تو کیا کہہ رہی ہے؟ مونا کے دماغ میں تیسری ہستی کون رہتی ہے؟"

وہ بولی: "میں اس خوش فہمی میں تھی کہ میرے علاوہ صرف فرہاد ٹیلی پیتھی جانتا ہے مگر ایک اور بزدل ہے جو ہم سے چھپ رہا ہے۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہوں مگر اس سوچ کا لہجہ سنے بغیر اُسے گرفت میں نہیں لے سکتی۔ وہ تیسری ہستی چھپ رہتی ہے فرہاد اور مونا کی باتیں خاموشی سے سنتی رہتی ہے۔ یقیناً وہ میری ہستی ہمارے مقابلے میں احساسِ کمتری کا شکار ہے اور ڈرتی ہے کہ کہیں ہم اُس کے دماغ تک پہنچ کر اُسے اپنی گرفت میں نہ لے لیں۔"

"کیا وہ پراسرار اجنبی میزبان ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا؟"

"ممکن ہے۔ وہ تیسری ہستی وہی ہو۔ فرہاد کے دماغ کو بھی چھپ چھپ کر پڑھتا ہو اور اُسے دھوکہ دینے کے لیے محض خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ رکھ رہا ہو۔"

میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ خطرہ یہ نہیں تھا کہ کوئی شخص ہمارے مقابلے میں ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ہم پر جارحانہ حملے کرے گا۔ نہیں رس ونتی کا خیال درست لگ رہا تھا کہ وہ ہمارے مقابلہ میں کمتر ہے۔ وہ ہم سے چھپ کر ہی رہے گا۔ خطرہ یہ تھا کہ وہ چھپ کر میری سوچیں پڑھ رہا تھا۔

اچانک ذہن میں یہ بات آئی کہ جو شخص چھپ کر میرے دماغ سے تمام معلومات حاصل کر رہا ہو۔ وہ بھلا اجنبی میزبان بننے کی زحمتیں کیوں اُٹھائے گا؟ میرے لیے گونگے ملازم کیوں رکھے گا؟ افسران کو ہزاروں ڈالر کی رشوت دے کر مجھے بحفاظت بنکاک کیوں پہنچائے گا؟ وہ اجنبی

میزبانی بنے بغیر بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعہ گمنام رہ کر میرے لیے راستے ہموار کر سکتا ہے۔

اس معاملہ پر غور کرنے کا وقت نہیں تھا۔ ابھی مجھے رس ونتی کی گہری نیند سے فائدہ اٹھانا تھا۔ میں نے اس کی ہم زاد کے ذریعہ سوال کیا۔ "رس ونتی اموناک بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟"

"وہ بہت اصول پسند لڑکی ہے۔ کسی فریبی مرد کو اپنا نہیں سکتی۔ اُس نے فرہاد کی سوچ سے معلوم کیا ہے۔ وہ پوری سنجیدگی سے فرہاد کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ میں اُس کی مدد کروں تو وہ فرہاد سے بچنے میں کامیاب ہو جائے گی لیکن میں اپنی سوچ کو اُس کے دماغ میں ظاہر نہیں کرنا چاہتی سوا میسری سہتی جو اُس کے دماغ میں موجود رہتی ہے اُسے اسی دھوکے میں رہنا چاہیے کہ صرف فرہاد و مونا سے سوچ کے ذریعہ رابطہ قائم کرتا ہے۔"

اس کی ہم زاد نے سوال کیا۔ "رمانہ کے متعلق کیا خیال ہے؟"

وہ بولی۔ "وہ فرہاد کے دل و دماغ پر چھا رہی ہے میرا بس چلے تو پہلے اسی کا ذہنی توازن بگاڑ دوں مگر اس کی زبان اور لہجہ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"یاد کر رس ونتی ایڈنبرس آئی لینڈ کے ایک کھنڈر میں سونیا اور رمانہ کا مقابلہ ہوا تھا۔ تو نے دونوں کو ذہنی جھٹکے پہنچائے تھے۔ اس وقت رمانہ کے دماغ تک کیسے پہنچ گئی تھی؟"

رس ونتی نے کہا۔ "کیا تو میری ہم زاد ہو کر نہیں جانتی؟ اس وقت میں نے فرہاد کے دماغ کو کمزور بنا دیا تھا۔ اس کی خیال خوانی کی پرواز ختم ہو چکی تھی۔ وہ میری قید میں بیٹھا سونیا اور رمانہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اُس وقت میں نے اس کی سوچ کو کنڈرتک پرواز کرایا تھا۔ فرہاد یہ بات ابھی تک نہیں جانتا ہے کہ میں نے اُس کی کمزور سوچ کے سہارے سونیا اور رمانہ کو ذہنی جھٹکے پہنچائے تھے۔ اب میں سونیا کے روبرو اُس کی آنکھوں میں جھانک کر اسے ذہنی اذیتیں پہنچا سکتی ہوں مگر رمانہ مجھ سے دور ہے۔ میں فرہاد کے دماغ میں بیٹھ کر اُس کی آواز سنتی ہوں مگر صرف آواز سننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کسی کی سوچ میں سمانے کے لیے اُس کے لہجے کو پکڑنا ضروری ہوتا ہے اور وہ اتنی روانی سے انگریزی بولتی ہے کہ اُس کا ایک لفظ بھی میرے پلے نہیں پڑتا۔"

مجھے اطمینان ہوا کہ رمانہ اس کی ٹیلی پیتھی کے حملوں سے محفوظ رہے گی۔ میں نے اس کی ہم زاد کے ذریعہ سوال کیا۔ "اب تو ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اگر تیرا سامنا بالیونک میں سے ہو جائے تو؟"

وہ بولی۔ "فرہاد کی رپورٹ ہے کہ سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک نہیں پہنچتیں۔ شاید اس کا دماغ مقفل ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ اُس بالیونک فرہاد کی آواز اور لہجہ فرہاد جیسا ہے۔ میں اس لہجہ کو گرفت میں لے کر حملہ کروں گی تو فرہاد کو نقصان پہنچے گا۔"

میں نے آخری سوال کیا۔ "تیری خیال خوانی بحال ہونے کے بعد تو نے اور کتنی اہم معلومات حاصل کیں؟"

وہ چند لمحوں کے لیے خاموش رہی۔ پھر بولی۔ "میں نے کو... نہیں بھول سکتی تھی۔ انھوں نے میری بیماری سے عزت سے کھیلنے کی کوشش کی تھی۔ وہ دونوں ہندوستان انھوں نے سرکاری رپورٹ تیار کی تھی کہ میری بیماری کے غنڈوں نے ان دونوں کو زخمی کر دیا تھا اور رس ونتی کو

وہ ذرا خاموش رہنے کے بعد پھر بولی۔ "میں منزلہ عمارت کی چھت سے چھلانگ لگا کر خودکشی کے سمیت رائے کے دماغ میں ایسے زلزلے پیدا کیے کہ وہ اپنی رپورٹ بدلنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے سچ سچ بتا دیا ویدراج کو قتل کیا تھا اور ان کی وجہ سے رس ونتی نکل کر سونیا اور رمانہ کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تھی۔ سمیت مار دی گئی مگر اس دوران وہاں بہت ہی اہم معلومات

وہ پھر چند لمحوں کے لیے چپ ہوئی۔ اُس کے بعد ویس کی سرکار ریڈ پاور کی دوست ہے۔ وہاں یہ کہ میں اسکندریہ میں سونیا کے ساتھ ہوں۔ اگر ہندوستان مُوئے کپڑے بھیج دیے جائیں تو شکاری کتے ان کپڑوں کے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

رس ونتی کو بھانپنے کے لیے جال کے تار دور دور تھے۔ مجھے پھر ایک سوال کرنا پڑا۔ "رس ونتی! تیرے دل بھی ملکی مفاد کے لیے ریڈ پاور والوں سے تیرا سودا کرنے کیوں جانا چاہتی ہے؟"

اُس نے کہا۔ "وہاں میرے ماں باپ ہیں۔ تاکہ میں اُن کی رہائی کے لیے سرکار کے سامنے گھٹنے ٹیک

"اچھا تو تُو گھٹنے ٹیکنے جا رہی ہے؟"

"نہیں۔ وہاں میں نے فرہاد کو بلانا ہے۔ میں چھپ اور فرہاد کے ذریعہ اپنے خاندان والوں کو قید سے آزاد کرا انھیں سرحد پار دوسرے کسی ملک میں پناہ دینے کے لیے

"یہ کام فرہاد تنہا کر سکتا ہے۔ تُو وہاں جائے گی تو فرہاد میں پھنس جائے گی۔"

"لیکن میں وہاں فرہاد کو ملنے کے بہانے بلا سکتی ہوں۔ سکتی کہ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اپنے خون کے دیکھا ہے۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی کا راز فرہاد پر ظاہر نہیں

"ٹھیک ہے۔ ظاہر نہ کر مگر فرہاد سے اتنا کہہ دے باپ اور اپنی بہن کے لیے پریشان ہے۔ وہ خود ہی کسی کی خیریت معلوم کرے گا اور جب خیریت نظر نہیں آئے مدد کے لیے وہاں پہنچ جائے گا۔"

رس ونتی قائل ہو کر بولی۔ "اچھی بات ہے۔ اب فرہاد مجھ سے ہے گا تو میں اپنی پریشانی ظاہر کروں گی۔"

ہے بات نکلتی ہے میرے ذہن میں سوالات پیدا ہو رہے ایک اور سوال داغ دیا۔ "کیا تو ہمیشہ ایسی ہی گہری نیند سوتی ہے؟"

بیماری کے بعد ایسی ہی گہری نیند آنے لگی ہے۔"

ایسی نیند کے دوران فرہاد تیری سوچ پڑھنے آ جائے تو تجھے

ہو گی۔ یوگا میں مہارت حاصل کرنے کا یہی فائدہ ہے۔ نیند پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوتی ہے اور آنکھ کھل جاتی ہے۔"

رس ونتی کی یہ بات غلط ثابت ہو رہی تھی میری سوچ کی لہروں دیدراج کو قتل کیا تھا اور ان کی وجہ سے رس ونتی ان کے چونک کر آنکھ نہیں کھولی تھی۔ ویسے میری اپنی معلومات نے درست کہا تھا۔ یوگا کے ماہر نیند کی حالت میں بھی لہروں سے چونک جاتے ہیں۔ پھر ایسی کیا بات تھی کہ ر نہیں ہو رہی تھی؟

کی ذہنی حالت بتا رہی تھی کہ وہ بیہوش نہیں ہے۔ میں نے احساس ہے کہ تو خلافِ معمول بہت ہی گہری نیند سو رہی ہے میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔ رات کو کھانے کے بعد بہت ہو رہی تھی۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ مجھے بہت اچھا بستر پر آرام سے لیٹ گئی تھی۔ اب آرام سے سو رہی ہوں۔"

تشویش ہوئی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ مجھے معلوم کرنا گہری نیند کیوں سو رہی ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لیے وہاں میرا ذریعہ بن سکتی تھیں۔ میں نے سونیا کے دماغ میں داخل کیا۔ اب وہاں آدھی رات گزر چکی تھی۔ سونیا بھی اپنے بستر چھوڑنے کے بعد آرام سے سو رہی تھی اور خواب میں ایک بہت ہی خوفناک بلا اس کے پیچھے پڑ گئی تھی اور چھپ کر اپنی جان بچا رہی تھی۔ پھر اس نے دیکھا کہ وہ اس خراب بلا رہی ہے۔ بہت زیادہ خراب پینے کے سونیا اس بیہوشی کے دوران اس بلا کے لانبے لانبے تاکہ وہ آئندہ پنجے نہ مار سکے۔

خواب کا نفسیاتی پس منظر یہ تھا کہ وہ رس ونتی کو ایسی بلا کے ٹیلی پیتھی کے پنجے مارنے شروع کر دیے تھے سونیا رس ونتی یوگا میں مہارت حاصل کرنے کے بعد ٹیلی پیتھی کے ذریعہ سونیا سے برتر ہے اور کسی وقت بھی وہ فرہاد کو اپنا غلام بنا فرہاد کو سونیا سے دور لے جا سکتی ہے۔

سونیا کی خوابیدہ حالت میں اس سے سوالات کیے جواب دماغ کو کمزور بنانے پر تُل گئی ہے۔ اس نے مریم نیند کیپسول میں ایک دوا کی شیشی دیکھی تھی۔ اس دوا کی خاصیت یہ تھی کہ اس کے چند قطرے چائے کافی یا کسی سوئٹ ڈش میں ملا کر کھائے جائیں تو ہلکا سا خواب آور سُرور محسوس ہوتا ہے اور تمام اعضا سُست پڑ جاتے ہیں۔ دماغ سوچنے کے بجائے سو جانے کو ترجیح دیتا ہے۔ ایسی صورت میں سوچ کی پرواز ممکن نہیں ہوتی۔

سونیا نے سوئٹ ڈش میں وہی دوا رس ونتی کو کھلا دی تھی۔ رس ونتی نے بڑے مزے سے کھایا تھا اور بڑے مزے سے سو رہی تھی اُس کا دماغ اس حد تک سُست پڑ گیا تھا کہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکا۔

رس ونتی کے پاس خیال خوانی والا خطرناک دماغ تھا۔ سونیا کے پاس شکست نہ کھانے والی مکار ذہانت تھی۔ جو اپنے پسینہ آلود کپڑے کے ذریعہ بالیونک مین کا راستہ بدلنے کی مکاری دکھا سکتی تھی۔ وہ بھلا رس ونتی کو کب خاطر میں لاتی؟ لہٰذا اب وہ اُس کی ٹیلی پیتھی کا کباڑا کرنے پر آمادہ ہو گئی تھی۔

میں کشمکش و پنج میں مبتلا ہو گیا۔ کیسے سمجھاؤں کہ ایک دوسرے کے خلاف انتقامی کارروائی نہ کی جائے۔ کوئی میری بات سمجھنے کے لیے تیار نہ ہوتی۔ سونیا کے خطرناک منصوبے کو میں خیال خوانی کے ذریعہ سمجھ گیا تھا۔ ایک طرح سے مجھے سونیا کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اگر وہ رس ونتی کو اتنی گہری نیند نہ سلاتی تو میں رس ونتی کے خطرناک منصوبے کو سمجھ نہ پاتا جو سونیا اور رمانہ کے خلاف تھے۔

سونیا نے بہت اچھا کیا تھا مگر میں رس ونتی کا بُرا نہیں چاہتا تھا کچھ تو اس لیے کہ وہ اپنے دماغ کے تہہ خانہ میں چھپ کر میری پرچھائی کرتی تھی اور کچھ اس لیے کہ رس ونتی جیسے زبردست مہرے کو اپنے ہاتھ میں رکھنا دانشمندی ہوتی۔ وہ میرے کسی بُرے وقت میں ضرور کام آتی۔ میں نے سونیا کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لے کر کہا۔ "تم آئندہ وہ دوا رس ونتی کے کھانے میں نہیں ملاؤ گی۔"

"میں آئندہ وہ دوا رس ونتی کے کھانے میں نہیں ملاؤں گی۔"

"اب تم انگوٹھا اور اس دوا کو اپنے سوٹ کیس میں اپنے کپڑوں کے نیچے چھپا کر رکھ دو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ دوا اُس کے بیڈ روم میں تھی سوٹ کیس بھی وہیں تھا۔ اس شیشی کو کپڑوں کے نیچے چھپانے کے بعد وہ سوٹ کیس بند کر کے دوبارہ بستر پر آ کر لیٹ گئی۔

میں نے کہا۔ "آنکھیں بند کر لو۔"

اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے کہا۔ "اب تم بھول جاؤ گی کہ تم نے وہ شیشی کہاں رکھی ہے۔"

"میں بھول جاؤں گی۔"

"بس اب آرام سے سو جاؤ۔"

وہ فوراً ہی سو گئی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ٹرین رکی ہوئی

تھی صبح کا اُجالا کھڑکی کے راستے ہمارے کیبن میں داخل ہو رہا تھا۔ رُومانہ آنکھ کھولے مجھے دیکھ رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی وہ اُٹھ کر میرے پاس آگئی۔ پھر میرے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی: "مانی گڈ مارننگ تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟"

"ہاں۔ اتنی ساری معلومات حاصل ہو رہی تھیں کہ ابھی تک سونے کی فرصت نہیں ملی۔"

"اوہ فرہاد! اس طرح تو تمھاری صحت خراب ہو جائے گی۔ چلو اب سو جاؤ۔"

"دس منٹ اور۔ ذرا بالونک مین کے متعلق کچھ معلوم کر لوں۔"

"جہنم میں جائے وہ سب کچھ۔"

"تھانے کے مشورے پر عمل کر کے جہنم میں پہنچ جاؤں گا۔ بس ایک منٹ....."

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اسکندریہ کے ایک ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ بالونک فرہاد ایک چارٹرڈ طیارے کے ذریعہ پیرس گیا ہے۔ میں نے بالونک فرہاد کے ساتھ رہنے والے ڈاکٹر کی سوچ ٹٹولی۔ وہ سوچ رہا تھا: "کیا مصیبت ہے۔ سونیا پیرس اور لندن میں بھی نظر نہیں آئی۔ اب نیویارک آخری منزل ہے۔ ہم اس مکار عورت کو وہاں ضرور پکڑ لیں گے۔"

یہ معلوم ہو گیا کہ بالونک فرہاد نیویارک کی طرف سفر کر رہا ہے اور اسکندریہ میں فی الحال سونیا کی جُوسو سنگھنے والے صرف ریڈیاور کے کتے رہ گئے ہیں۔ میں سونیا اور رس ونتی سے یہ پوچھنا بھول گیا تھا کہ وہ اسکندریہ سے کب فرار ہونے والی ہیں؟ بہرحال مجھے بعد میں معلوم ہو جاتا۔ میں تھک گیا تھا۔ اب آرام سے سو جانا چاہتا تھا۔ اِس لیے رُومانہ کے پاس واپس آگیا۔

میں نے کہا: "چند ضروری معلومات ہیں۔ میں سونے سے پہلے تمھیں بتا دینا چاہتا ہوں۔ پہلی اہم بات یہ ہے کہ رس ونتی سوچ پڑھنے لگی ہے۔"

"اچھا؟" وہ حیرانی سے بولی: "پھر تو وہ تمھارے لیے مصیبت بن جائے گی۔"

"ہاں میں اپنی کوئی اہم بات اُس سے نہیں چھپا سکوں گا۔ وہ میری جان کی دشمن نہیں ہے لیکن تمھارا اور سونیا کا ذہنی توازن بگاڑ دینا چاہتی ہے تاکہ تم دونوں کسی قابل نہ رہو۔"

"کیا اُس نے تم سے کہا ہے؟"

"نہیں۔ سونیا نے اُسے اعصاب شکن دوا کھلا دی ہے۔ وہ بے سُدھ ہو کر سو رہی ہے۔ ایسی حالت میں اُس کی یوگا کی مشقیں میری سوچ کی لہروں کو نہیں روک سکتیں۔ میں نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر یہ معلومات حاصل کی ہیں۔ ورنہ وہ تو مجھ سے بھی اپنی ٹیلی پیتھی کا راز چھپا رہی ہے۔"

"فرہاد! اُس کی دوستی میں خلوص نہیں ہے تم اُس کا [illegible] کیا نہیں کیا؟ مگر وہ تم سے بھی ڈبل گیم کھیل رہی ہے۔"

"بیچاری اپنے عشق سے مجبور ہے۔ ابھی یہ راز کی [illegible] کہ وہ مجھے جلانے کے لیے جبران سے لگاوٹ کا اظہار کر [illegible] حقیقت یہ ہے کہ وہ مجھے ہر جائی پن سے باز رکھنے کے لیے میری تمام دوست لڑکیوں کو مجھ سے دُور کر دینا چاہتی ہے۔"

"مبارک ہو۔ جو ہاتھ سے پھسل گئی تھی، وہ پھر ہاتھ [illegible]" میں مسکرانے لگا۔ وہ بولی: "ہائے کیا مسکراتا ہے [illegible] اپنے گلفام ہونے پر....."

"بھئی میں اِس لیے مسکرا رہا ہوں کہ تم میری واحد [illegible] میری دوسری محبوباؤں سے نہیں جلتی ہو۔"

"مجھے اپنی صحت کا خیال ہے۔ میں خواہ مخواہ اپنا [illegible] نہیں چاہتی۔ مجھے یقین ہے تم جہاں بھی جاؤ گے واپس [illegible] پاس آؤ گے۔"

"ایک بات ہے رُومانہ! فی الحال رس ونتی تمھارے [illegible] نہیں پہنچ سکے گی۔ اب کوشش یہ ہونا چاہیے کہ اُس کا [illegible] سامنا کبھی نہ ہو۔ میں ہندوستان جاؤں گا تو تم کسی دوسرے [illegible] میرے ساتھ رہو گی مگر مجھ سے دُور رہو گی۔ وہ اعصاب شکن [illegible] خبیثی غرور کبھی ہمیشہ اپنے پاس رکھو۔ پتہ نہیں کب حالات ہو کر رس ونتی کو ٹریپ کرنا پڑے۔"

پھر میں نے اُسے ہندوستان جانے کی وجوہات بتلائیں۔ بتایا کہ بالونک مین سونیا اور رس ونتی کی تلاش میں نیویارک [illegible] اُس کے بعد یہ طے پایا کہ میں سو جاؤں گا۔ رُومانہ دروازہ بند [illegible] بے فی اور شرلاک کے پاس چلی جائے گی۔ اُس نے مسکرا کر میرے [illegible] میں انگلیاں پھیریں پھر میرے چہرے پر جھک [illegible]

اتنے میں دروازے پر دستک ہونے لگی۔ میں نے اُٹھ کر پھر کھول کر کہا: "بے فی پریشان ہے۔ جلدی دروازہ کھولو۔"

رُومانہ نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ بے فی تیزی سے [illegible] ہوئی بولی: "بھائی! کچھ پتہ ہے۔ ٹرین آدھی دیر سے کیوں [illegible]"

"کوئی پریشانی کی بات ہے کیا؟"

"ہاں۔ ملایا اور تھائی لینڈ کے درمیان یہ جو جنگل ہے [illegible] کمیونسٹ گوریلا جنگ میں مصروف رہتے ہیں۔ آج [illegible] ٹرین کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔"

میں نے برتھ پر سے اُٹھ کر کھڑکی کے پار دیکھا۔ دُور [illegible] ناریل کے درخت اور بانسوں کا جنگل دکھائی دے رہا تھا۔ [illegible] جھاڑیوں کے آس پاس کتنے ہی مسلح لوگ نظر آئے۔ وہ [illegible] فوج کے گوریلا سپاہی تھے۔ میں نے پوچھا: "شرلاک کہاں [illegible]

اتنے میں شرلاک آگیا۔ اُس نے کہا: "ہیں ٹرین کے گارڈ سے [illegible] ہم خطرات میں گھر گئے ہیں۔ [illegible] کے پہلے تو ڈائننگ کے [illegible] بجا دیے گئے ہیں۔ مسافروں کو سگریٹ پینے کی ممانعت ہے۔ [illegible] کی پٹڑی کے نیچے دُور تک بارود بچھی ہوئی ہے۔"

معاملہ بہت ہی سنگین تھا۔ میں نے پوچھا: "کیا ملایا اور تھائی لینڈ [illegible] میں ایسی ناقص ہے کہ کمیونسٹ اس جنگل میں معصوم اور بے ضرر [illegible] کو روک کر پریشان کر رہے ہیں؟"

شرلاک نے کہا: "یہ تنازعہ دو سال کے عرصہ میں پہلی بار ایسا ہوا ہے۔ ملایا اور تھائی لینڈ کے فوجی اقدامات یہاں بہت سخت ہوتے ہیں۔ کمیونسٹ اس جنگل سے گزرنے والی ریل لائن کے قریب نہیں آتے تھے مگر پتہ نہیں کیسے آج کمیونسٹ گوریلوں کا پلہ بھاری ہو گیا ہے۔ آخر وہ مسافروں کو روک کر کیا حاصل کریں گے؟"

"ریلوے گارڈ نے بتایا ہے کہ تھائی لینڈ کی سرکار نے گوریلا لیڈر کے ایک لیفٹیننٹ اور دس جانبازوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ وہ اُن کی رہائی کے لیے یہ ہنگامہ بنائے ہیں۔ انھوں نے اعلان کر دیا ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اُن کے جانبازوں کو رہا نہ کیا گیا تو اس ٹرین کا ایک مسافر بھی زندہ سلامت تھائی لینڈ نہیں پہنچ سکے گا۔"

رُومانہ نے کہا: "یہ لمبا چکر ہے۔ چوبیس گھنٹے تک دہشت زدہ مسافر کھانا پینا اور سونا بھول جائیں گے۔"

شرلاک نے کہا: "کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر گوریلا فوج نے اس ٹرین کے کچن پر قبضہ جما لیا ہے۔ انھیں جنگل میں اچھی خوراک نہیں ملتی۔ تھائی لینڈ والے لذیذ کھانوں سے اپنی حسرت پوری کریں گے۔"

رُومانہ میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر بولی: "میں نے تم سے کہا تھا کہ رات کو نیند پوری کر لو مگر تم نے خیال خوانی میں صبح کر دی۔ اب تمھیں سکون سے نیند آئے گی؟"

بے فی میرے پاس بیٹھ کر بولی: "بھائی! آپ تمام رات جاگتے رہے ہیں۔ ایسے تو آپ کی صحت خراب ہو جائے گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "مکر نہ کرو۔ طوفان تو آتے ہی رہتے ہیں۔ میں سو جاؤں گا۔ میری حفاظت کے لیے یہ روزی کافی ہے۔ حالات مزید سنگین ہوئے تو میں بیدار ہو جاؤں گا۔"

بے فی نے کہا: "تو پھر لیٹ جائیں۔ میں آپ کو تھپک کر سُلا دوں گی۔"

رُومانہ اور شرلاک دوسری برتھ پر بیٹھ گئے۔ میں اپنی برتھ پر لیٹ گیا۔ بے فی نے مجھ پر جُھک کر میرا سر سہلانے لگی۔ باہر زندگی اور موت کا سامان دہشت طاری کرنے والے ہنگامے ہوں گے مگر ہمارے کیبن میں خاموشی تھی۔ پھر اس خاموشی میں بے فی کی مترنم آواز گنگنانے لگی۔ وہ مجھے سُلانے کے لیے ہولے ہولے کوئی گیت گا رہی تھی۔ گیت کے بول اُس کی زبان میں تھے۔ جنھیں میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ لیکن گیت کے پیچھے محبت کی مٹھاس کو سمجھ رہا تھا۔ ایک بہن کے مقدس اور سُریلے جذبے نغمے کے بھنور میں اُتر رہے تھے۔

کیبن کا دروازہ کھلا رہ گیا تھا۔ باہر سے کسی نے سخت لہجہ میں کہا: "یہاں ہم سب کی جان پر بنی ہے اور اس کیبن میں گیت گائے جا رہے ہیں۔"

رُومانہ اُٹھ کر باہر گئی۔ پھر اپنے منہ پر اُنگلی رکھ کر بولی: "ششش! شور نہ مچاؤ۔ وہ اپنے بچے کو لوری دے کر سُلا رہی ہے۔ جاؤ یہاں سے۔"

اُس نے اندر آکر دروازے کو بند کر دیا۔ ہاں وہ لوری ہی تھی، جو میرے دماغ میں ممتا کا سحر پھونک رہی تھی۔ میری پیدائش کے بعد میری والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ وہ مجھے لوری دے کر سلانے سے پہلے ہی.... اس جہاں سے گزر گئی تھیں۔ یعنی لوری کا قرض باقی تھا۔ جسے بے فی کا بہنا پا ادا کر رہا تھا۔

میں نے بہن کو محبت اور عقیدت سے دیکھا۔ پھر آنکھیں بند کر لیں۔ سوچ کے ذریعہ رُومانہ سے کہا: "میں کم از کم تین گھنٹے تک سونا چاہتا ہوں۔ ذرا ہوشیار رہنا۔"

وہ بولی: "اپنی نیند کا وقت خدود نہ کرو۔ آٹھ سے سوتے رہو۔ اوّل تو تمھیں یہاں کوئی پہچانتا نہیں ہے۔ تمھارا کوئی ذاتی دشمن نہیں ہے۔ اگر ہوا بھی تو میں اُسے کیبن میں داخل ہونے کا موقعہ نہیں دوں گی۔"

مجھے اطمینان ہو گیا۔ اُس کے باوجود میں نے کہا: "رُومانہ! تم نے بے فی سے کہو کہ میں سو گیا ہوں۔ تم تینوں کو دوسرے کیبن میں وقت گزارنا چاہیے۔ تم لوگوں کے جانے کے بعد میں اپنے دماغ کو ہدایت دوں گا کہ میری نیند کے دوران کوئی اس کیبن میں داخل ہو تو میری آنکھ کھل جائے۔ ہمیں ہر پہلو سے محتاط رہنا چاہیے۔"

رُومانہ نے بے فی کو آہستگی سے بتایا کہ اُس کا بھائی سو رہا ہے۔ اب انھیں بے فی کے کیبن میں وقت گزارنا چاہیے۔ وہ تینوں اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ رُومانہ نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ میں نے حسبِ معمول اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میں آرام سے سو رہا ہوں گا۔ مجھے رُومانہ اگر بیدار کرے گی یا پھر کوئی بھی کیبن میں داخل ہو تو میری آنکھ کھل جائے اور اگر کوئی مداخلت نہ کرے تو نیند پوری ہونے کے بعد آنکھ خود بخود کھل جائے۔

ہر ممکن احتیاط برتنے کے بعد سو گیا۔ مسلسل خیال خوانی ہوتی رہے تو دماغ تھک جاتا ہے۔ ایسی تھکن کے بعد یقیناً گہری نیند آتی ہے۔ میں آرام سے سو رہا تھا۔ رُومانہ مجھے جگانے کے لیے نہیں آئی۔ کوئی دشمن بھی کیبن میں داخل نہیں ہوا۔ ایسی صورت میں میری آنکھ اُسی وقت کھلتی جب نیند پوری ہو جاتی اور نیند پورے نو گھنٹے کے بعد پوری ہوئی۔

آنکھ کھلتے ہی میں نے محسوس کیا کہ ٹرین بہت تیز رفتاری سے چلنے لگی ہے۔ شاید تھائی لینڈ کی حکومت نے کمیونسٹ گوریلوں کا مطالبہ

تسلیم کر کے اُن کے لیڈر اور جانبازوں کو رہا کر دیا۔ اسی لیے اب تمام مسافر بخیریت اپنی منزل کی طرف جا رہے تھے۔ میں ایک انگڑائی لے کر اُٹھ بیٹھا۔ رُومانہ اور بے فی وغیرہ نے مجھے اسی لیے سوتے رہنے کی ڈھیل دے دی تھی کہ اب کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا۔

میں نے بے فی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ خرلاک اور رُومانہ کے ساتھ تاش کھیلنے میں مصروف تھی۔ خرلاک نے رومانہ سے کہا۔ "بھئی تم کیا سوچ رہی ہو۔ پتا پھینکو۔"

بے فی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "رومانہ کا دھیان میرے بھائی کی طرف لگا ہے۔"

خرلاک نے کہا۔ "تم نے پھر رُومانہ کہا؟ تمھارے بھائی نے سمجھا تھا کہ اس سفر کے دوران ان دونوں کو انتونی اور روزی کہہ کر مخاطب کرنا چاہیے۔"

"سوری بھول گئی تھی۔ اب میں روزی کہوں گی۔"

میں مسکراتے ہوئے برتھ پر سے اُٹھ کر ٹائیلٹ میں چلا گیا۔ غسل کرنے کے بعد بدن ہلکا ہو گیا۔ دماغ تازگی محسوس کرنے لگا۔ میں نے اجنبی میزبان کے بھیجے ہوئے نئے جوتے اور نیا سوٹ پہنا۔ پھر آئینے کے سامنے اپنا جائزہ لینے لگا۔ اتنے میں دروازہ کھل گیا۔ دہلیز روزی کھڑی تھی۔ اُس نے سنہرے بالوں سے میچ کرتی ہوئی سنہرے رنگ کی میکسی پہنی ہوئی تھی۔ میکسی پر سیاہ اور نارنجی رنگ کے پھولوں کی چھاپ تھی۔ وہ پھول اُس کے بدن کے نشیب و فراز کے ساتھ کھل رہے تھے۔ جی میں آرہا تھا کہ پھولوں کی انجمن میں دونوں ہاتھوں سے لوٹ مار مچا دوں۔

مگر وہ حسبِ عادت پھر اجنبی بن گئی تھی مجھ پر کہرے نیلے رنگ کا سوٹ رچ رہا تھا ——— کیونکہ مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ چند لمحوں تک مجھے دیکھتی رہ گئی تھی۔ پھر سنبھل کر اُس نے نظریں ہٹا لیں۔ اجنبی سی بن کر اندر آئی۔ میں نے پوچھا۔ "تم نے یہاں آکر مجھے جگایا نہیں؟"

وہ برتھ پر پڑے تکلف سے بیٹھتے ہوئے بولی۔ "میں گاڑی چلنے کے بعد یہاں آنا چاہتی تھی مگر تاش کی بازی ادھوری تھی۔ وہ ختم ہونے کے بعد آئی ہوں۔ مجھے شرمندگی ہے کہ آپ میرا انتظار کر رہے تھے اور میں کھیل رہی تھی۔"

میں مسکرانے لگا۔ وہ آپ والے تکلف سے گفتگو کر رہی تھی۔ خود کو ایک نئی لڑکی ثابت کرنے کی لپڑی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "مجھے بھوک لگی ہے۔ چلو ڈائننگ کار میں چلیں۔"

میں نے اپنا ایک ہاتھ بڑھایا۔ تاکہ وہ میرے ہاتھ کا سہارا لے کر برتھ پر سے اُٹھ جائے مگر وہ بیٹھی رہی۔ کہنے لگی۔ "مسٹر خرلاک نے کہیں میں کہا تھا کہ آرڈر دیا جائے تو کھانے کا آرڈر دے دیا جائے۔ میں آپ کو جگاؤں اور تیار ہونے کے لیے کہوں۔ آپ تو پہلے ہی سے تیار ہیں۔"

"تو پھر چلو۔ بے فی کے پاس چلتے ہیں۔"

وہ اُٹھ کر دروازے کی طرف جانے لگی۔ میں راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ "میری جان! بار بار یہ اجنبیت اچھی نہیں لگتی۔ مجھے تمھارا روپ ہی پسند ہے۔"

میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا۔ "آؤ رومانہ!"

"رومانہ؟" وہ حیرانی سے بولی۔ "اس کیبن میں بے فی نے مجھے رومانہ کہا تھا۔ میں رُومانہ نہیں ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بہت اچھا رول ادا کر رہی ہو مگر یہ بہتر ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے اداکاری بھول جاؤ۔ تمھیں سینے سے لگانے کے لیے مچل رہا ہے۔"

میں نے آگے بڑھ کر بڑی نرمی سے اُس کے دونوں بازو تھام لیے۔ وہ اتنی ہی سختی سے ہاتھ جھٹک کر پیچھے ہٹاتی ہوئی دیوار سے لگ گئی۔ ہی لمحوں اُس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر چھوٹا سا پستول نکال لیا۔ "مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ ورنہ ہوس میں مارے جاؤ گے۔"

کھٹ کھٹاکھٹ۔ کھٹ کھٹ کھٹاکھٹ۔ ٹریگر کی رفتار سے پستول کی گولی اپنی رفتار دکھاتی ہے۔ ہوس میں مرنا منظور نہ تھا۔

اور گولی کی رفتار سے زیادہ سوچ کی رفتار ہوا کرتی ہے۔ میں سامنے کھڑی ہوئی روزی کی آنکھوں کے راستے اُس کے دماغ میں جھانک سکا کیونکہ اُس کی آنکھوں پر روزی کی مصنوعی آنکھوں کے آئینے چڑھے ہوئے تھے اور جس روزی کے میک اَپ میں رُومانہ سفر کر رہی تھی، وہ نہ جانے کب کی مرکھپ چکی تھی۔

میں نے اُس اجنبی حسینہ کے لہجہ کو بھانپ لیا۔ چونکہ میں اب تک اسے رُومانہ کی اداکاری سمجھ رہا تھا۔ اس لیے اجنبی لب و لہجہ پر دھیان نہ دے سکا تھا۔ اُس وقت بھول گیا۔ بہرحال اُس پستول والی سے بعد میں بھی نمٹ سکتا تھا۔ مجھے رُومانہ کی فکر تھی کہ وہ کہاں چلی گئی ہے۔ مجھے فوراً ہی اس کے پاس پہنچنا تھا۔

اس سے پہلے کہ میں رُومانہ سے دماغی رابطہ قائم کرتا، وہ حسینہ بول پڑی۔ "مسٹر انتونی! آج تک مجھے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں اس کیبن میں محفوظ رہوں گی لیکن تم مجھے اپنی محبوبہ سمجھ کر حد سے آگے بڑھنا چاہتے ہو۔"

میں نے اُس کے لہجے کی ڈور کو تھام لیا مگر خود کسی عورت سے ہار جانے میں ہتک محسوس کر رہا تھا۔ وہ اپنے پتے کا کان پکڑ کر اُسے ڈانٹ رہی تھی۔ یعنی وہ پستول والی کا اپنا لہجہ نہیں تھا۔ وہ اب تک اسرار کے پردے میں چھپی ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔ "تم روزی نہیں ہو؟"

وہ بولی۔ "اگر تمھاری روزی ہوتی تو پستول نہ دکھاتی۔"

"پھر تم کون ہو؟"

"یہ بنکاک پہنچ کر بتاؤں گی۔"

میں نے کہا۔ "ہم بنکاک تک ہم سفر میں رہیں گے۔ کیا ہی اچھا ہوتا

تم اپنے لہجے میں باتیں کرتیں۔"

وہ مجھے گھور کر دیکھنے لگی۔ کچھ سوچ رہی تھی۔ پھر بولی۔ "تمھاری ذہنی حالت مجھے اُلجھا رہی ہے۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ مجھے ہدایت دی گئی ہے کہ میں اپنے مخصوص لہجے میں انتونی سے باتیں نہ کروں اور تم میرے مخصوص لہجہ کی بات کر رہے ہو۔ مجھے بتاؤ کہ میرے مخصوص لہجہ کو اتنی اہمیت کیوں حاصل ہو گئی ہے۔"

میں نے جواب دیا۔ "شاید اس لیے کہ میں تمھیں تمھارے لہجہ سے پہچان لوں گا۔"

"میں تمھیں نہیں پہچانتی۔ کیا تمھارا یہ اصل رُوپ نہیں ہے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں اصل آدمی نظر نہیں آرہا ہوں۔"

وہ مجھے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "تمھیں دیکھ کر میک اپ کا شبہ نہیں ہو رہا ہے مگر کبھی کبھی تمھارا لہجہ کچھ کھویا کھویا سا لگتا ہے۔"

میں نے ذرا محتاط ہو کر کہا۔ "شاید ہم پہلے کبھی مل چکے ہوں۔ ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنا چاہیے۔"

"میں ایک سوال کرتی ہوں۔ صرف اتنا بتا دو۔ کیا تم فرہاد ہو؟"

میں نے چونک کر اُسے دیکھا۔ پھر فوراً ہی سنبھل کر پوچھا۔ "فرہاد؟ کون فرہاد؟ کیا تمھارا کوئی بوائے فرینڈ ہے؟"

وہ سخت لہجے میں بولی۔ "میں نے کبھی کسی مرد سے دوستی نہیں کی۔ مجھے کبھی کبھی تمھارا لہجہ فرہاد کی طرح لگتا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا فرہاد کوئی ایسا محبوب ہے جس کے سامنے لہجہ بدل کر گفتگو کی جاتی ہے؟"

حسینہ نے کہا۔ "یہی بات مجھے اُلجھا رہی ہے کہ تمھارے سامنے آنے سے پہلے مجھے آنکھوں پر لینس چڑھانے اور لہجہ بدلنے کے لیے کیوں کہا گیا؟"

"کس نے تمھیں کہا ہے؟"

"میں تمھیں کیوں بتاؤں؟ تم میرا اصل رُوپ دیکھنا چاہتے ہو۔ وہ بنکاک میں دیکھ لو گے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تمھیں ہدایات دینے والے یہ چاہتے ہیں کہ میں بنکاک پہنچنے تک زندہ رہوں۔"

اُس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ میں نے پوچھا۔ "تو پھر تم مجھے کیسے مار سکو گی؟"

"ایں؟" وہ گڑبڑا گئی۔ پھر جلدی سے بولی۔ "میں تمھارے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو گی تو گولی مار دوں گی۔"

"تمھارے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں ہو گی۔"

یہ کہتے ہوئے میں کھڑکی کی طرف جانے کے لیے گھوم گیا۔ مقصد یہ تھا کہ اسرار میک اَپ کو میری لات کتنے فاصلے سے پستول پر پڑے گی۔ فائرنگ کے دوران ایک ایک انچ کے فاصلے اور ایک ایک لمحہ کا حساب بڑی اہمیت رکھتا ہے اور میں ایسے حساب کتاب کا عادی ہو گیا تھا۔ میری لات ٹھیک اُس کی کلائی پر پڑی۔ پستول ہاتھ سے نکل کر برتھ پر اچھل گیا۔ جوتے کی ٹھوکر پڑتے ہی وہ تکلیف سے چیخ پڑی۔ تکلیف محسوس ہونے کے بعد تنہا ہونے کا احساس ہوا۔ وہ پلٹ کر کیبن سے بھاگنا چاہتی تھی۔ مگر اتنی دیر میں میں نے اُسے بازو سے پکڑ کر اپنی آغوش میں بھر لیا۔

وہ میری آغوش سے نکلنے کے لیے خاموشی سے جدوجہد کرنے لگی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اپنی آواز، اپنے لہجہ میں بولے۔ اُسے بولنے پر مجبور کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ پہلے اُس کے لبوں پر مہر لگا دی جائے۔ پھر جیسے بوتل سے کاک اُٹھا ہے، اُسی طرح اُس کے لب کھل جائیں گے۔

"اُوں۔ وں۔ وں۔۔۔" جیسے الف لیلوی بوتل میں جن بند ہوتا ہے۔ ویسے اُس کی آواز قید ہو گئی تھی۔ وہ سر کو جھٹک کر میری گرفت سے نکلنا چاہتی تھی مگر اُس کا سر میرے ہاتھوں کے تکیہ میں تھا۔

میں نے اچانک اُسے چھوڑ دیا۔ اچانک ہی زلزلہ آگیا۔ وہ غصہ سے بے قابو ہو کر مجھے مارنے اور گالیاں دینے لگی۔ "ذلیل کمینے، بدمعاش، میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تجھے مار ڈالوں گی یا خود مر جاؤں گی۔"

میں نے اُسے دھکا دے کر برتھ پر گرا دیا۔ پھر برتھ پر سے پستول اُٹھا لیا۔ اُس کے غصے کے بے قابو ہونے والے لہجے نے بتا دیا تھا کہ وہ موتا ہے۔

وہ برتھ پر گرنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رو رہی تھی۔ اس لیے رو رہی تھی کہ آج تک کوئی اُس تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ میں اُس کی زندگی میں پہلا ظالم تھا۔ میں کیا کروں؟ اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ وہ موتا ہے تو میں اُس کے غرور کو کبھی ٹھیس نہ پہنچاتا۔ غلطی اُس کی تھی۔ ایک نوگولی مارنے کی دھمکی دے رہی تھی۔ دوسرے نمبر پر اسرار بن رہی تھی اور میں کسی بھی نمبر پر اسرار ہم سفر کے ساتھ بنکاک تک کا فاصلہ طے نہیں کر سکتا تھا۔

وہ رونے کے دوران سوچ کے ذریعہ مجھے پکار رہی تھی۔ "فرہاد! تم کہاں ہو، کل سے مجھے جھولے ہوئے ہو۔ اب تو آجاؤ۔ اس کمینے کو ایسی ڈانٹ افتیں بھیجو کہ یہ میرے سامنے تڑپ تڑپ کر مر جائے۔"

میں سچ کہتا ہوں۔ اُس وقت میرے دل میں اُس کے لیے بڑا درد پیدا ہوا۔ میں نے بڑے دُکھ سے سوچا کہ انجانے میں سہی مگر ایک پارسا لڑکی پر میں نے ظلم کیا ہے۔ پہلے سوچا کہ اپنی اصلیت ظاہر کر دوں۔ پھر خیال آیا۔ اُس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی۔ وہ بڑے اعتماد سے مجھے پکار رہی تھی۔ میں جو ارادہ کر چکا تھا۔ میں جو وعدہ کر چکا تھا کہ اُسے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اپنی طرف مائل ہونے پر مجبور نہیں کروں گا۔

میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "میں اب تمھیں ہاتھ بھی

نہیں لگاؤں گا۔ مجھے معاف کر دو۔"

وہ اپنے چہرے پر سے ہاتھ ہٹا کر غصّہ سے دیکھنے لگی۔ پھر مٹھیاں بھینچ کر بولی: "مجھے وہ پستول دو، میں تمہیں مار ڈالوں گی۔"

"میں ابھی یہ پستول تمہیں نہیں دوں گا، مگر مجھے اپنی صفائی میں کچھ کہنے دو۔ تمہیں اپنی عزت پیاری ہے۔ مجھے اپنی جان عزیز ہے۔ میں جان بچانے کے لیے غصّہ میں ایسی حرکت کر بیٹھا۔ تم خود ہی سوچو غصّہ میں انسان سب کچھ بھول جاتا ہے۔ تم بھی بھول کر اپنے اصل لہجے میں بول رہی ہو۔"

وہ چونک کر سوچنے لگی: "آں۔ میں۔ میں سچ مچ اپنی آواز میں اتنی دیر سے بول رہی ہوں۔ مجھے ماسٹر نے سمجھایا تھا کہ یہ سپر ماسٹر کا حکم ہے۔ مجھے انتونی کے سامنے آواز اور لہجہ بدل کر بولنا چاہیے مگر کیوں؟ کیا یہ مجھے میرے لہجہ سے پہچان رہا ہے؟"

اُس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر اُسے جارحانہ انداز یاد آیا۔ وہ غصّہ سے دیکھنے لگی میں نے کہا: "میں اپنی غلطی کی معافی مانگ لیا ہوں۔ تم بھی اپنی غلطی کا اعتراف کرو۔ مادام زہریلی۔"

وہ ایک دم سے اُچھل کر کھڑی ہو گئی: "کون ہو تم؟ مجھے کیسے پہچانتے ہو؟"

"میں فرہاد کا ایک جانثار دوست ہوں جب تم اسکندریہ سے ماسٹر زوندا کے ساتھ کولالمپور آ رہی تھیں تو اُس طیارے میں میں بھی موجود تھا۔ تمہارے باس نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ میں تمہاری آواز اور لہجے سے تمہیں پہچان لوں گا۔"

وہ مجھے تولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی: "اچھا تو اُس طیارے میں رُومانہ بھی تھی اور ابھی بے فی اور تم نے مجھے رُومانہ کہا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہارے ساتھ اس کیبن میں رُومانہ سفر کر رہی تھی۔"

"ہاں ہم دونوں فرہاد کو تلاش کرنے ملایا آئے تھے۔ اب بنکاک جا رہے ہیں۔ اب تم سچ سچ بتا دو کہ رُومانہ کو کہاں غائب کیا گیا ہے اور تم اُس کی جگہ کیسے آ گئیں؟"

وہ بولی: "میں نے اس ٹرین میں رُومانہ کو دیکھا تک نہیں ہے۔ میں اپنے کیبن نمبر گیارہ میں تھی۔ بنکاک کا ایک ماسٹر جیسے میں صورت شکل سے نہیں پہچانتی ہوں۔ اُس نے کوڈ ورڈ کے ذریعہ اپنا تعارف کرایا۔ پھر ایک سوٹ کیس کھول کر ہوزی کی تصویر اور میک اپ کا سامان میرے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔ سپر ماسٹر کا حکم ہے۔ ہوزی کا میک اپ کرو۔ یہ لڑکی کیبن نمبر چار میں ایک انتونی نامی شخص کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ اِسے ہم نے غائب کرنا ہے۔ لہٰذا مجھے بنکاک تک رُومانہ کا رول ادا کرنا ہوگا۔ میں اپنی آواز اور لہجے میں نہ بولوں۔ ورنہ تم مجھے پہچان لو گے۔ مکمل راز داری کے لیے آنکھوں پر یہ آئی لینس بھی چڑھا دیے گئے۔"

اس دوران میں اُس کے ذہن کو پڑھتا رہا۔ وہ دُرست کہہ رہی تھی۔ میں نے چہرے پر پشیمانی ظاہر کی جیسے سوچ رہا ہوں کہ آگے میں میری سوچ کی لہریں رُومانہ تک پہنچ گئی تھی۔ وہ باس کی ایک ہدایت میں ایک بستر پر آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے کہا: "ہیلو رُومانہ! کہاں پہنچ گئیں؟"

"اوہ فرہاد! اتنی دیر بعد تمہیں میرا خیال آیا ہے۔ کیا تمہیں کوئی حادثہ پیش آ گیا تھا؟"

"نہیں میں خیریت سے ہوں۔ تفصیلی باتیں تھوڑی دیر بعد کریں گے۔ اتنا بتا دو تمہارے لیے کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟"

"فی الحال خطرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ شاید میں اُسی جنگل میں ہوں جہاں ٹرین روکی گئی تھی۔"

"تم کوئی ترکیب تو نہیں ہو کہ جنگل والے تمہیں مرش دھماس میں آسانی سے نکل لینے۔ کیا ہوا تھا؟"

"میں ڈائننگ کار میں کافی پی رہی تھی۔ پینے کے بعد احساس ہوا کہ کوئی مُنہ زیادہ خمار آلود دوا میرے حلق سے اُتر چکی ہے۔ پھر مجھے کچھ یاد نہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔ آرام کرو۔ میں ابھی رابطہ قائم کرتا ہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں دماغی طور سے مونا کے سامنے کیبن میں حاضر ہو گیا۔ اب بھی مجھے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا: "مونا! تھوڑی دیر پہلے تم مجھ پر فرہاد ہونے کا شبہ کر رہی تھیں۔ کیا تم فرہاد سے مل چکی ہو؟"

"ہاں۔ مجھے اُسی کا انتظار ہے۔ وہ سوچ کے ذریعہ رابطہ قائم کرے تو میں تمہیں عبرتناک سزا دلاؤں گی تم شیطان کے بچے۔۔۔"

میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا: "تم زیادتی کر رہی ہو۔ اپنی غلطی کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ بہرحال میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ میرا فیصلہ ہوگا کہ ہم صرف انسان کی صورت کو دیکھتے ہیں۔ وہ انسان کی نیت کو پڑھتے ہے اور میری نیت نہ تو پہلے تم پر خراب تھی اور نہ اب ہے۔"

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ بے فی کی آواز سنائی دی۔ مونا نے دروازہ کھول دیا۔ بے فی نے کہا: "بھائی چلیے کھانا آ گیا ہے۔" مونا سامنے والے کیبن میں چلی گئی۔ میں نے بے فی کو اندر آہستگی سے کہا: "دیکھو یہ روزی ہے۔ اُس کے سامنے مجھے فرہاد بھائی کہہ دینا۔ یہ رُومانہ نہیں ہے۔"

"اچھا!" وہ حیرانی سے بولی: "پھر کون ہے؟ رُومانہ کہاں ہے؟"

"میں بعد میں سب کچھ بتا دوں گا۔ تم شراک کو بُلا کر یہی سمجھانا کہ مجھے فرہاد کہہ کر مخاطب نہ کیا جائے۔ اب چلو۔"

میں اُس کے ساتھ اُن کے کیبن میں آیا۔ بے فی نے کہا: "شراک ذرا ایک منٹ۔ میری بات سُن لو۔"

شراک باہر چلا گیا۔ پھر تھوڑی دیر میں وہ دونوں واپس آ کر کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ میں نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا: "شراک

میں ایک چونکا دینے والی بات کر رہا ہوں۔ یہ جو جائے ساتھ روزی بھی ہے۔ یہ نہ تو روزی ہے۔ نہ رُومانہ۔۔۔"

"کیا واقعی؟" شراک اور بے فی دونوں نے حیرانی کا اظہار کیا۔

میں نے کہا: "بے فی! میں نے اپنے ایک دوست فرہاد کا ذکر کیا تھا۔ یاد ہے نا؟"

وہ بولی: "ہاں۔ ایسے عجیب و غریب شخص کو کون یاد نہیں رکھے گا۔ یہ بتاؤ کہ کون ہیں؟"

"یہ مونا ہے میرے دوست فرہاد کی دوست ہے۔"

"اچھا۔ پھر تو مونا سے مل کر ہمیں خوشی ہو رہی ہے مگر رُومانہ کہاں ہے؟"

میں نے کہا: "تم لوگوں کو اُس کی فکر ہوگی لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ اب کی چھالیہ ہے۔ اُسے کوئی چھا نہیں سکے گا۔ میں بنکاک پہنچتے ہی دوسری ٹرین سے واپس اُسی جنگل میں پہنچوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ رُومانہ کو اغوا کر کے اُسی جنگل میں لے جایا گیا ہے۔ ہاں اب مجھے اُس نے وہ بتھیں معلوم ہے کہ میں کھاتے وقت باتیں نہیں کرتا۔"

بے فی اور شراک سمجھ گئے کہ میں خیال خوانی شروع کر رہا ہوں۔ مونا چپ چاپ سر جھکائے کھانے میں مصروف تھی۔ میں رُومانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ رابطہ قائم ہوتے ہی بولی: "فرہاد! میں اِس جھونپڑی میں ایک بوڑھی عورت اور اُس کے جوان بیٹے کے ساتھ ہوں۔ نوجوان ابھی کہہ رہا تھا کہ فرہاد رابطہ قائم کرے تو اُسے اطلاع دی جائے۔ لیوا فوج کا ایک کمانڈر تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

"اُسے بتا دو میں آ گیا ہوں۔ وہ اپنے کمانڈر کو بُلائے۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر باہر جانے لگی۔ اُٹھنے کے بعد اُس کا سر ذرا لڑکھڑانے لگا تھا۔ میں نے پوچھا: "کیا اُس دوا کا اثر ابھی تک ہے؟"

"ہاں۔ ہلکا ہلکا سا سُرور ہے۔ میں نے کبھی نشہ کی کوئی چیز استعمال نہیں کی۔ اس لیے ایسا محسوس کر رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد نارمل ہو جاؤں گی۔"

وہ جھونپڑی کے باہر آئی۔ وہ جھونپڑی بانس کے جھنڈ میں چھپی ہوئی تھی۔ اس جھنڈ سے پرے اکّا دُکّا مسلح گوریلے نظر آ رہے تھے۔ جھونپڑی کے سامنے میں ایک پیتل کی تھال ٹنگ رہی تھی۔ اُس کے ساتھ لکڑی کا ایک ہتھوڑا تھا۔ رُومانہ نے اس ہتھوڑے کو لے کر تھال پر مارا۔ ٹن کی آواز جنگل کے سناٹے میں دُور تک لرزتی لہراتی چلی گئی۔

ایک منٹ بعد ایک مسلح جوان بانس کی جھاڑیوں سے گزرتا ہوا اُن کے سامنے آ کر سپاہیانہ ادب سے کھڑا ہو گیا: "یس مادام؟"

"اپنے کمانڈر کو اطلاع دو۔ رابطہ قائم ہو گیا ہے۔"

"آل رائٹ مادام" وہ ابادوٹ ٹرن ہو کر چلا گیا۔

رُومانہ جھونپڑی کے اندر کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے اُسے بتایا کہ اُس کے اغوا کے بعد مونا، روزی کے میک اپ میں میرے پاس پہنچ گئی ہے۔ وہ مسکرا کر بولی: "اللہ شکر خورے کو شکر دیتا ہے۔ مبارک ہو، نئی شکر برآمد ہو گئی ہے۔"

"نہیں رُومانہ! میں اُسے ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"میرے سامنے پارسائی نہ جتاؤ۔"

"پارسائی نہیں مونا ہے۔ تم جانتی ہو جو راضی نہ ہو میں اُس کی رضا پر اُسے چھوڑ دیتا ہوں۔"

میں نے اُسے بتایا کہ وہ کس طرح پستول تان کر مُیا سارا بن ہی تھی اور میں نے کس طرح اُسے اسرار کے پردے سے باہر نکالا تھا اور وہ روتی ہوئی فرہاد کو پکار رہی تھی۔ رُومانہ نے کہا: "وہ سچ مچ اچھی لڑکی ہے مگر پھنس جائے گی۔ کیونکہ ایسے وقت میں تمہیں ہی یاد کرتی ہے۔"

میں نے اس موضوع سے ہٹنے کے لیے کہا: "تم نے کس بحث میں اُلجھا دیا ہے۔ ہمیں موجودہ سچویشن پر بحث کرنا چاہیے۔"

وہ بولی: "پہلے کمانڈر سے مذاکرہ ہو جائے۔ پھر اُس کی روشنی میں بحث ہوگی۔"

اُسی وقت کمانڈر جھونپڑی میں داخل ہوا۔ اُس کے پیچھے دو مسلح جوان تھے۔ اُس نے بڑی نرمی سے پوچھا: "مادام! کیا مسٹر فرہاد موجود ہیں؟"

"ہاں۔ اب تم سے باتیں کریں گے۔"

کمانڈر نے رُومانہ کے سامنے الرٹ ہوتے ہوئے اپنے جوانوں کو حکم دیا: "الرٹ اینڈ ہیوا ے سیلوٹ ان ریسپیکٹ آف گریٹ فرہاد ملی ٹینٹ۔"

کمانڈر اور اُس کے مسلح ماتحت میرے اعزاز میں فوجی سیلوٹ ادا کر رہے تھے۔ دوسرے لفظوں میں مجھے مکھن لگا رہے تھے۔ میں نے کہا: "میجر کمانڈر! فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہے۔"

اُس نے بوکھلا کر اپنے سر کو تھام لیا: "اِس۔ میں سوچ رہا ہوں یا واقعی مسٹر فرہاد مجھ سے مخاطب ہیں؟"

میں نے کہا: "اب تمہاری سوچ تمہاری نہیں ہے۔ کہو تو ثبوت پیش کرنے کے لیے تمہیں مُرغا بنا دوں؟"

"آں۔ نن۔ نہیں۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سُنا ہے۔ آپ نے سونیا کے ذریعہ رُومانہ میں جو کمالات دکھائے ہیں اُن کی ریکارڈ کی کاپیاں تنظیم کی تمام شاخوں میں موجود ہیں۔"

"اچھا تو پھر کام کی باتیں کرو۔ مجھے بتاؤ کہ رُومانہ کو قیدی کیوں بنایا گیا ہے؟"

"باغی گاڈ مادام قیدی نہیں ہیں۔ یہ جس وقت جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔ البتہ آپ کی یہ شکایت دُرست ہوگی کہ ہم مادام کو اغوا کر کے یہاں لے آئے۔ آپ یقین کریں کہ یہ سب کچھ غلط فہمی کی بنا پر ہوا ہے۔"

"غلط فہمی کی وضاحت کرو۔"

وہ کہنے لگا۔ "جناب! یہ سلسلہ چیانگ پلازہ سے شروع ہوتا ہے۔ وہاں ریڈ پاور کے ایک باس نے سپر ماسٹر کے ستون کو چیانگ پلازہ سے جھگانے کے لیے ڈائنامیٹ کے دھماکے کیے تھے۔ ابتدائی دھماکے معمولی سے تھے۔ ماسک مین کو یہ منظور نہ تھا کہ وہاں کی قیمتی مشینیں تباہ ہوجائیں۔ اس لیے انھیں ابتدائی دھماکوں سے دہشت زدہ کیا گیا۔ نچلی منزل کی تباہی دیکھ کر وہ وہاں سے فرار ہونے لگے مگر ایک ماسٹر ہمارے ہاتھ آگیا۔"

وہ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "ہم اس ماسٹر کو اپنے ایک آپریشن ٹھیٹر میں لے کر آئے۔ وہاں دشمنوں کو ایسی اذیتیں دی جاتی ہیں کہ بڑے بڑے شہ زوروں کا پتا پانی ہوجاتا ہے۔ ماسٹر کرائی تنظیم کا راز اگلنا پڑا۔ ہمارا سب سے اہم سوال یہ تھا کہ اسکندریہ میں بالیونک مین رس ونتی کو حاصل کرکے کہاں لے جائے گا؟"

ماسٹر نے جواب دیا۔ "سونیا بالیونک مین کی گرفت میں نہیں آسکی۔ وہ اسکندریہ سے فرار ہوگئی ہے۔ بالیونک مین اس کے تعاقب میں ہے۔ رس ونتی کا کوئی پتہ نہیں ہے۔"

ہم نے ماسٹر کی باتوں کا یقین نہیں کیا۔ یہ اطلاع ہمیں مل چکی تھی کہ بالیونک مین اور سونیا چور سے بلی کا کھیل کھیل رہے ہیں اور اس کھیل کے دوران رس ونتی کو چپ چاپ اسکندریہ سے باہر کہیں بھیج دیا گیا ہے۔ ہم نے ماسٹر کو مزید اذیتیں پہنچائیں۔ تب اس نے کہا۔

"بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔" وہ مجسمۂ حیران نے رس ونتی کو اپنے ایک ماتحت کے ساتھ کوالالمپور بھیج دیا ہے۔ اب وہ دو گھنٹے بعد بذریعہ ٹرین بنکاک جائیں گے۔ جیلان کا ماتحت انتونی نامی ایک شخص کے میک اپ میں ہے اور رس ونتی روزی کے بہروپ میں اس کے ساتھ رہے گی۔"

کمانڈر کی باتیں سن کر میں نے پوچھا۔ "اچھا تو تم رومانہ کو... رس ونتی سمجھ کر رہے تھے ہو؟"

"جی ہاں۔ پہلے ہمیں یقین نہیں تھا مگر ہم نے اس ٹرین میں ماسٹروں کی تنظیم کی ایک اہم ماہر مادام زہریلی (مونا) کو دیکھا۔ ہمارے قیدی ماسٹر نے بتایا تھا کہ مادام زہریلی ٹرین میں رس ونتی پر کڑی نظر رکھنے کے لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود رہے گی۔ یہ سب کچھ دیکھنے اور یقین کرنے کے بعد ہم نے ٹرین کو جنگل میں روک دیا تھا۔ بظاہر یہ مطالعہ تھا۔ ہمارے ایک لیڈر اور جانبازوں کو رہا کیا جائے۔ لیکن حقیقتاً اس دنیا کی دو بڑی تنظیموں کا داعد اور اہم مطالبہ رس ونتی ہے۔"

"اچھا پھر کیا ہوا؟"

"پھر میں ایک ماسٹر بن کر مادام زہریلی کے کیبن میں گیا۔ مجھے ماسٹر اور مادام کے تعارفی کوڈ ورڈز معلوم ہیں۔ میں نے مادام زہریلی سے کہا۔ یہ کیونٹ گو لیے رس ونتی کو اغوا کرسکتے ہیں۔ اس لیے ٹرین میں ہی رس ونتی کو روزی کے میک اپ کی بجائے میک اپ میں چھپا دیں گے۔ سپر ماسٹر کا حکم ہے کہ مادام زہریلی روزی کا رول ادا کرے۔"

میں نے کمانڈر سے سوال کیا۔ "مادام زہریلی سے یہ کیسے کہا تھا کہ وہ اپنی آواز اور لہجے میں گفت گو نہ کرے؟"

"اس لیے کہ مادام زہریلی اسکندریہ میں جیلان کے ماتحت "مکلو بیکی تھی۔ ہم نے سوچا۔ رس ونتی کے ساتھ سفر کرنے والا زہریلی کو اس کے چہرے سے آنکھوں سے یا آواز سے پہچان لے گا۔ ہم نے زہریلی کو پُراسرار بنا دیا۔"

"اس مقصد کے لیے مادام زہریلی کو کیوں استعمال کیا گیا؟"

"ہم نے سپر ماسٹر کے ساتھ ایسا مذاق کیا تھا کہ وہ ہالی تک بھنجلاہٹ میں مبتلا ہوجاتا۔ ہماری معلومات کے مطابق ٹرین میں رس ونتی روزی بن کر سفر کررہی تھی۔ بنکاک میں سپر ماسٹر آدمی جب روزی کے میک اپ کے پیچھے رس ونتی کو دیکھتا تو انھیں اپنی ہی مادام زہریلی نظر آتی۔"

میں نے کمانڈر سے کہا۔ "سپر ماسٹر بیوقوف نہ بن سکا تھا بن کر میری رومانہ کو لے گئے۔"

"مجھے افسوس ہے فرہاد صاحب کہ ہماری ذات سے آپ کو تکلیف میں نے کہا۔ "جو کچھ بھی ہوا رومانہ کو اب بنکاک پہنچا دو۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ مگر پہلے آپ ہمارے ماسک کا پیغام سن لیں۔"

"سناؤ۔"

"یہ ماسک مین کی دوستانہ اطلاع ہے کہ سپر ماسٹر آپ کے خلاف آپ کی لاعلمی میں کوئی گہری چال چل رہا ہے۔"

کمانڈر کی بات درست معلوم ہوئی۔ کیونکہ رس ونتی کی حالت میں یہ راز ظاہر ہوا تھا کہ مونا کے دماغ میں خیال خوانی کرنے والی تیسری ہستی موجود رہتی ہے۔ میں نے پوچھا۔ "تمھارے ماسک مین سپر ماسٹر کی کسی چال کا کیسے علم ہوا؟"

"جناب! یہ میں نہیں جانتا۔ ماسک مین نے مجھے آپ تک پہنچانے کے لیے کہا ہے کہ سپر ماسٹر بظاہر آپ کو نظر انداز کرکے رس ونتی کے پیچھے پڑا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی سازشی منصوبے کے مطابق آپ کے ساتھ ہے۔ آپ کو ملایا سے نکال کر بنکاک لانے میں اسی کا ہاتھ ہے۔"

ماسک مین کی اطلاع میرے شبہ کے مطابق درست تھی۔ میں نے پوچھا۔ "تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ میں بنکاک میں ہوں؟"

"یہاں ہمارے پاس مادام رومانہ کی موجودگی یہ ثابت کررہی ہے۔ انتونی کے روپ میں بنکاک جارہے ہیں۔ اگر مادام کو اغوا کرنے کے بعد یہ اطلاع مل جاتی تو میں ٹرین میں آپ سے ضرور ملاقات کرتا۔ بہرحال ماسک مین کا مشورہ ہے کہ آپ بنکاک میں زیادہ قیام نہ کریں۔ سپر ماسٹر کسی گہری سازش کے تحت آپ کو وہاں پہنچا رہا ہے۔"

"ہوں۔ میں ماسک مین کے اس مشورے پر غور کروں گا۔"

وہ بولا۔ "جناب! تھائی لینڈ کا راستہ ہمارے لیے بند ہے۔ ہم بنکاک نہیں پہنچا سکیں گے۔ ابھی ہماری ایک ٹیم کوالالمپور پہنچا ہے۔ ہم مادام کو اس ٹیم کے ساتھ بھیج دیں گے۔ چونکہ آپ کوالالمپور نہیں جاسکیں گے۔ اس لیے مادام اس ٹیم کے ساتھ ہندوستان چلی جائیں گی۔ آپ کے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ مناسب سمجھیں تو بنکاک سے ہندوستان چلے جائیں۔ امید ہے کہ آپ ہماری مجبوری سمجھیں گے۔"

سونیا اور رس ونتی نے بھی ہندوستان کا قصد کیا تھا۔ رس ونتی وہاں بلانا چاہتی تھی۔ اپنے ماں باپ اور بہن کو میک ہندوستان سے باہر لانا چاہتی تھی۔ کیا یہ بھی ایک اتفاق تھا کہ وہ لوگ اسی دیس میں پہنچا رہے تھے۔

نہیں۔ اتفاق نہیں۔ گہری سازش تھی۔ بہت دور سے جال بچھائے جارہے تھے کہ میں، سونیا، رومانہ اور رس ونتی سب ایک جگہ ہوجائیں۔ میں نے چند لمحوں تک غور کیا۔ پھر جواب دیا۔ "اچھی بات ہے۔ رومانہ کو ہندوستان بھیج دو۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"تھینک یو مسٹر فرہاد! اور کوئی حکم؟"

"حکم نہیں گزارش ہے کہ رومانہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔"

"جناب! ہم شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔ آپ کی عزیز ہستی ہمارے دلوں کی مسند پر بیٹھ کر ہندوستان پہنچائیں گے۔"

"شکریہ۔ اب میں جارہا ہوں۔ او کے سو فار..."

میں رومانہ کے وجود میں پہنچ گیا۔ کمانڈر اپنے ماتحتوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے رومانہ سے کہا۔ "وہ بیوقوف اونچی آواز میں مجھ سے مخاطب تھا۔ تم نے ساری باتیں سمجھ لی ہوں گی۔"

"ہاں سمجھ گئی ہوں مگر اس کے باوجود اور بھی سمجھنے کے لیے بہت کچھ ہوگیا ہے۔ مثلاً یہ کہ ریڈ پاور جیسی تنظیم کے لیے مجھے بنکاک اتنا اہم نہیں ہے جیسا کہ وہ ظاہر کررہے ہیں۔ اس بہانے وہ مجھے ہندوستان بھیج رہے ہیں۔"

"بہت خوب رومانہ تم بہت ذہین ہو۔ آگے بتاؤ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"یہ کہ میں ٹرین رس ونتی کے لیے نہیں تمھارے لیے روکی گئی تھی۔ میں براہِ راست چھیڑا نہیں جاتے تھے۔ اس لیے مجھے لے آئے۔ ہندوستان پہنچایا جائے تو تم بھی مجبوراً میری خاطر وہاں پہنچ جاؤ۔"

"تم ٹھیک میری لائن پر سوچ رہی ہو۔"

وہ بولی۔ "جیسا کہ میں ابھی کہہ چکی ہوں۔ وہ تمھیں براہِ راست چھیڑنا نہیں چاہتے۔ میری اس بات کو اہمیت دے کر سوچو کہ وہ اجنبی میزبان تمھیں براہِ راست نہیں چھیڑ رہا ہے۔ پھر وہ بالواسطہ چھیڑنے والا اجنبی مہربان کیا ماسک مین نہیں ہوسکتا؟"

اس نے بڑی چونکا دینے والی بات کہی تھی۔ میں نے کہا۔ "رومانہ! میں تھوڑی دیر کے لیے اس اجنبی مہربان کو بھول گیا تھا۔ تمھاری بات دل کو لگ رہی ہے۔ بھیجو۔ ذرا مجھے سوچنے دو۔"

میں سوچنے کے لیے دماغی طور سے بے فی اور شرلاک کے کیبن میں حاضر ہوگیا۔ مونا کھانے سے فارغ ہوکر جارہی تھی۔ میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ بولی۔ "سردی میں ذرا تنہائی چاہتی ہوں۔ کیبن میں آرام کروں گی۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ بے فی نے دروازہ بند کرتے ہوئے رومانہ کی خیریت دریافت کی۔ میں نے کہا۔ "وہ خیریت سے ہے۔ ریڈ پاور کا ماسک مین اسے ہندوستان بھیج رہا ہے۔ اب رومانہ کے لیے مجھے بھی وہاں جانا ہوگا۔"

وہ ایک دم سے اداس ہوکر بولی۔ "بھائی! کیا ہم ساتھ نہیں رہ سکیں گے؟"

"بے فی! تم میری داستانِ حیات سن چکی ہو۔ سننا اور بنے دیکھنا اور ہے۔ دیکھ لو کہ مجھے ایک پل کا ثبات حاصل نہیں ہے۔ تقدیر میری پیٹھ پر کوڑے مار مار کر ادھر سے اُدھر بھگاتی رہتی ہے۔"

"کیا آپ رومانہ کو ہندوستان سے بنکاک نہیں بلا سکتے؟"

"ایسا ہوسکتا ہے لیکن رس ونتی کا خاندان وہاں مصائب میں گھرا ہوا ہے۔ میرا وہاں جانا ضروری ہے۔"

وہ بولی۔ "میں دعا کروں گی کہ ان کی مصیبتیں دور ہوجائیں اور آپ میرے ہی پاس رہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں بھی دعا کروں گا کہ تمھاری دعا قبول ہوجائے۔ اچھا اب تم شرلاک سے باتیں کرو۔ میں ذرا موجودہ حالات پر غور کروں گا۔"

میں برتھ کی پچھلی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ پہلے میں نے مونا کی سوچ پڑھی۔ وہ میرے کیبن میں گئی اور اس نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا تھا۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اب اس اجنبی مہربان کے متعلق سوچنا تھا۔ اس نے بظاہر حد سے زیادہ دوستی کا ثبوت دیا تھا۔ وہ چاہتا تو اس بنگلے میں صبح کے وقت مجھے نیند کی حالت میں قتل کرسکتا تھا۔ مونی ملازمہ کے ذریعہ میرے کھانے میں زہر ملا سکتا تھا۔ یہ باتیں دوستی کا مظہر تھیں۔

لیکن سیاست یہ تھی کہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے اور میری ذات

سے اُسے فائدے پہنچتے رہیں۔ بقولِ رُمانہ وہ مجھے براہِ راست نہیں چھیڑ رہا تھا۔ میری ساتھی رُمانہ کو آلۂ کار بنا رہا تھا تاکہ میں ہندوستان میں رس ونتی تک پہنچوں اور وہ میرے ذریعہ رس ونتی تک پہنچ جائے۔

ایک سوال یہ ہے کہ اجنبی مہربان کو یہ اطلاع کیسے ملی کہ ہندوستان میں رس ونتی کے رشتے داروں کو نظر بند رکھا گیا ہے؟

نظر بندی کے اس خاص اور اہم راز کو صرف وہاں کی سرکار جانتی تھی۔ چونکہ اُس دیس میں ریڈ پاور کا اثر ہے اس لیے مالک مین وہاں کے سرکاری راز کو جانتا ہے۔

مالک مین جانتا ہے کہ رس ونتی اپنے ماں باپ اور بہن کی رہائی کے لیے وہاں پہنچے گی تو سونیا اُسے ہزار پردوں میں چھپا کر رکھے گی۔ لہٰذا فرہاد کو بھی وہاں پہنچایا جائے۔ مالک مین وہاں بھی فرہاد کا اجنبی میزبان اور دوست بن کر معلومات حاصل کرتا رہے گا کہ کہیں کہیں تو دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ملاقات ہوگی۔ جب بھی وہ کسی ایک مقام پر یکجا ہوں گے۔ انھیں گرفتار اور بے بس کنجوں میں جکڑ لیا جائے گا۔

موجودہ حالات کا اس طرح تجزیہ کرنے سے وہ اجنبی میزبان یقین کی حد تک مالک مین نظر آ رہا تھا۔ وہ بڑی محبت اور خوبصورتی سے مجھے ٹریپ کر رہا تھا۔ ایک بات اور سمجھ میں آئی۔ اُس نے مجھے اپنے بنگلے میں میزبان بنا کر چیانگ پلازہ کی عمارت سے دُور رکھا تھا۔ تاکہ ریڈ پاور کو دوبارہ اُس عمارت کا قبضہ آسانی سے مل جائے۔ اُنھوں نے دو بیچارہ دھما کے وہاں کیے۔ پیسٹر ماسٹر کے آدمیوں کو وہاں سے بھگایا اور اب وہ چپ وہاں کے مالک تھے۔

اُسی نے مجھے اطلاع دی تھی کہ چیانگ پلازہ میں میری پسندیدہ خطے میں ہے اور میں نے مونا کو وہاں سے ہٹا دیا تھا۔ یعنی وہ مالک مین کے اُس پاس رہنے والے ساتھیوں سے فائدہ اُٹھا رہا تھا۔ وہاں ملایا میں میری ساتھی رُمانہ رہی مونا رہی اور وان دے۔۔۔۔

وان دے کا خیال آتے ہی میں نے اُس سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ پھر ایک دم سے دل ڈوبنے لگا۔ اُس کا دماغ موت کی تاریکیوں میں گم ہو چکا تھا۔ وہ اچانک کیسے مر گیا؟ وہ تو اچھا خاصا صحت مند تھا۔ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ وقت گزار رہا تھا۔ چند سیکنڈ کے لیے میرے اندر ماتمی سکوت طاری رہا۔ میں اُس کے بیوی بچوں کے غم میں شریک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ کبھی اُن سے رابطہ نہیں رہا تھا۔

ملایا میں ریڈ پاور کا ایک اہم شخص میری سوچ کے شکنجے میں آ سکتا تھا اور وہ تھا چیانگ شی کا۔ میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ جہاں پہنچا ہوا تھا۔ اُس کی توقع میں نہیں کر سکتا تھا وہ کمبخت ملایا کے جنگل میں رُمانہ کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ ریڈ پاور کی جو ٹیم رُمانہ کو کوالالمپور اور پھر ہندوستان پہنچانے والی تھی۔ چیانگ شی کا اُس ٹیم کا لیڈر تھا۔ وہ جنگل کے کچے راستے پر جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔ اُس کے ساتھ والی سیٹ پر رُمانہ بیٹھی تھی اور پیچھے مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے۔

چیانگ شی کا خراب و شباب کا رسیا تھا۔ اِس لیے رُمانہ کے حسن و شباب کے متعلق لوچا کر سوچ رہا تھا۔ مالک مین کے کہنے پر رُمانہ کو ہاتھ لگانے اور اُس کے مزاج کے خلاف کوئی بات کرنے کی ممانعت تھی۔ اِس لیے وہ اپنے دل پر جبر کر رہا تھا۔

میں نے رُمانہ کو مخاطب کیا: "ہیلو رُمانہ! یہ چیانگ شی تمھارا ہم سفر بن گیا ہے؟"

"ہاں۔ ابھی تمھارے متعلق بکواس کر رہا تھا۔"

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"کہہ رہا تھا کہ تم سے مقابلہ کرنے کی حسرت ہے۔ اگر تم ٹیلی پیتھی ہتھیار استعمال نہ کرو تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے تمھارا حشر کر دے گا۔"

میں اُسے اپنی حسرت پوری کرنے کا موقعہ دوں گا۔ ایک بُری خبر سُنو۔ بیچارہ وان دے مر گیا ہے۔"

وہ افسوس کرتے ہوئے بولی: "اوگاڈ! ابھی بی بی سی پر سُنا کیسے مر گیا؟"

"یہی تو معلوم کرنے کے لیے میں چیانگ شی کے دماغ میں پہنچا تو اُس کے ساتھ نظر آ گئیں۔ میرا خیال ہے وہ بیچارہ ریڈ پاور کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔"

"ٹھیرو۔ میں معلوم کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اُس نے چیانگ شی کو مخاطب کیا: "تم میرے ساتھیوں کے اور کتنے ساتھیوں کو دیکھ چکے ہو؟"

اُس نے جواب دیا: "میں فرہاد کے تمام ساتھیوں کو جانتا ہوں لیکن اُس رات چیانگ پلازہ میں مجھے تمھاری اور وان دے کی موجودگی کی اطلاع ملی تھی۔"

"وان دے کہاں ہے؟"

"یہ تم مجھ سے پوچھ رہی ہو جبکہ وہ تم لوگوں کے ساتھ تھا۔"

"ہم نے اُسے پے۔ ٹانگ واپس بھیج دیا تھا۔"

"تو پھر وہ پے۔ ٹانگ میں ہوگا۔ چونکہ وہ فرہاد کے ساتھ رہا ہے۔ اِس لیے مالک مین اُسے ہمیشہ نظروں میں رکھے گا۔ مگر میں جانتا۔ تم فرہاد سے پوچھ لو۔"

رُمانہ نے مجھ سے پوچھا: "کیا اِسے بتا دوں کہ وہ مر گیا ہے؟"

"نہیں۔ میں چیانگ شی کا کے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔ وہ وان دے کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔ میں اُس کی موت کا سبب معلوم کرنے کی فکر میں ہوں۔ تم بے فکر رہو۔ چیانگ شی کا تمھیں بھی نہیں لگائے گا۔ مالک مین نے اُسے سختی سے منع کیا ہے۔"

وہ بولی: "تمھارا کیا خیال ہے فرہاد! اگر مالک مین آ کے نہ کرتا تو وہ مجھے موم کی طرح پگھلا دیتا؟"

"نہیں میری جان! تم لوہے کا چنا ہو۔ وہ چبا نہیں سکے گا۔ اچھا میں پھر آؤں گا۔"

میں اُس کے دماغ سے نکل کر سوچنے لگا۔ مجھے کسی ذریعے سے وان دے کی موت کا سبب معلوم کرنا تھا۔ اچانک یاد آیا کہ میں نے ٹائیگر کو جنگل کے خفیہ زمین دوز اڈے کا انچارج بنایا تھا شاید وان دے نے اپنی موت سے پہلے ٹائیگر سے رابطہ قائم کیا ہو۔ یہ سوچتے ہی میں ٹائیگر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

میں بڑی جدوجہد کے بعد خفیہ زمین دوز اڈے کا مالک بن گیا تھا۔ ارادہ تھا کہ کبھی کبھی وہاں جا کر وقت گزاروں گا۔ لیکن ٹائیگر کی سوچ پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہاں دو سے نامعلوم لوگ گھس آئے ہیں اور ٹائیگر اُن کا محکوم اور وفادار بن کر اُس اڈے کے متعلق اُنھیں معلومات بہم پہنچا رہا ہے۔ میں ٹائیگر کے ذریعہ نامعلوم افراد کے دماغوں تک پہنچ سکا۔ کیونکہ سب گونگے بنے ہوئے تھے۔ اُن میں سے ایک شخص کاغذ پر لکھ کر سوالات کرتا تھا اور ٹائیگر جواب دیتا تھا۔

جب میں وہاں پہنچا تو ٹائیگر سے آخری تحریری سوال کیا گیا۔ ٹائیگر کی سوچ نے اُس آخری سوال کو پڑھا۔ لکھا تھا: "اب تم مرنے سے پہلے اپنی آخری خواہش بیان کرو۔"

وہ موت کے ڈر سے گھگھیانے لگا: "نہ۔ مجھے نہ مارو۔ میں نے یہاں کے متعلق ساری باتیں سچ سچ بتا دی ہیں۔ میں آئندہ بھی تم لوگوں کا وفادار بن کر رہوں گا۔ مجھے آزما کر دیکھ لو۔"

اُس کے سامنے کھڑے ہوئے شخص نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا۔ پھر اُس کی طرف بڑھا دیا۔ اُس کی سوچ نے پڑھنا شروع کیا: "بے وقوف! تم وفادار ہو۔ جب ہم نے وان دے کے ننھے سے بچے کو اُلٹا لٹکا کر پانی میں بار بار ڈبویا تھا تو اُس نے بھی وفادار رہنے کا عہد کیا تھا مگر افسوس ہم کسی بھی ایسے شخص کو زندہ نہیں رکھ سکتے جس کی سوچ کے ذریعہ فرہاد ہم تک پہنچ جائے۔"

ٹائیگر نے وہ تحریر پڑھنے کے بعد سر اُٹھا کر کچھ کہنا چاہا۔ اُسی وقت ٹھائیں کی آواز سنائی دی اور اُس کی سوچ مجھ سے کٹ کر موت کے گلے لگ گئی۔

میں نے ایک ہاتھ سے اپنا سر تھام لیا۔ میں غصے کو حرام سمجھتا ہوں مگر مجھے غصہ آ رہا تھا۔ مالک مین نے اجنبی مہربان کا رول ادا کر کے مجھ سے خوب فائدے اُٹھائے تھے۔ چیانگ پلازہ کو دوبارہ حاصل کیا تھا اور دوسرا ایک بہت ہی اہم خفیہ اڈے پر قابض ہو گیا تھا اور اب ہندوستان میں میرے ذریعہ رس ونتی کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔

میں نے رُمانہ کے پاس پہنچ کر اُسے بتایا کہ مالک مین نے دوست بن کر کیسی شاطرانہ چالیں چلی ہیں میرے خفیہ اڈے پر قابض ہو کر مجھے ملایا سے باہر نکال دیا ہے۔ وہاں کی فوجی ناکہ بندی کے باعث میں واپس بھی نہیں جا سکتا۔ مانقاما مالک مین کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ ابھی رُمانہ اُن کے گھیرے میں ہے۔

رُمانہ نے کہا: "اور تم نقصان پہنچا بھی کیسے سکتے ہو؟ سوچ کے ذریعہ صرف چیانگ شی کا اور اُس کا ہینڈ کمانڈر نقصان پہنچا سکتے ہو اور ہاں میں تو بتانا ہی بھول گئی۔ وہ کمانڈر بھی ہماری اس جیپ میں پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔ یعنی اُسے گوریلا فوج سے ہٹا دیا گیا ہے۔ تاکہ تم اُس کے ذریعہ تمام گوریلا فائیٹ کرنے والوں تک پہنچ جاؤ۔"

"یہ مالک مین میری توقع سے زیادہ شاطر نکلا۔"

"کوئی بات نہیں فرہاد! تم ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود مجبور تھے۔ وہ تمھاری لاعلمی میں چالیں چلتا رہا۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "اب میری چال شروع ہوگی۔ میں مالک مین کو محسوس نہیں ہونے دوں گا کہ اُسے اجنبی کی حیثیت سے پہچان چکا ہوں۔ میں دوست بن کر اُس کی چالیں اُسے واپس کروں گا۔"

"کیا ارادے ہیں؟"

میں نے کہا: "تم ہندوستان پہنچ کر چیانگ شی کا کی ٹیم سے بچھڑ جاؤ گی۔"

"میں ہندوستان کی زبان اور وہاں کی تہذیب کو نہیں سمجھتی ہوں۔ وہاں خود کو چھپانا مشکل ہو جائے گا۔"

"دیکھو تم چیانگ شی کا سے کہو گی کہ فرہاد ہندوستان میں نیپال کے ایک شہر کھٹمنڈو میں ملاقات کرے گا۔ اس طرح تمھیں بقینی کھٹمنڈو پہنچایا جائے گا۔ وہاں مغربی ممالک سے سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں ہپی لڑکیاں آتی ہیں تم ہپی کے رُوپ میں چھپ جاؤ گی۔ میں تمھیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

"کیا تم میں آؤ گے؟"

"ابھی میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ اگر بحالتِ مجبوری وہاں جانا پڑا تو کسی کی آنکھ مجھے پہچان نہیں سکے گی۔"

"ٹھیک ہے فرہاد! اب بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"اچھا اب جا رہا ہوں۔ پھر کسی وقت تمھارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

میں واپس آ گیا۔ پھر میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا میرے سامنے والے برتھ پر بے فی اور شراک خاموشی سے بیٹھے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میری آنکھ کھلتے ہی دونوں مسکرانے لگے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا: "ارے تم دونوں اتنی دیر سے خاموش بیٹھے ہو۔"

"یہ بے فی کہہ رہی تھی کہ باتیں کرنے سے تمھاری خیال خوانی میں گڑبڑ ہوگی۔"

"بالکل نہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ ہمگاموں کے دوران بھی اپنی سوچ کو کسی ایک دماغ پر مرکوز کر دیتے ہیں۔ تم آرام سے باتیں کرو۔ ابھی میرا کام ختم نہیں ہوا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ مونا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنی دانست میں سپر ماسٹر کے حکم کے مطابق انتونی کے کیبن میں آکر سو گئی تھی اور بنکاک پہنچنے تک بے چینی سے وقت گزار رہی تھی۔ میں نے اُسے مخاطب کیا تو وہ اچھل کر بستر پر اُٹھ بیٹھی "فرہاد! اوہ فرہاد! تم کہاں رہ گئے تھے۔ میں تمہارے کہنے کے مطابق سپر ماسٹر کے احکامات کی تعمیل کر رہی ہوں مگر اب مجھ سے یہ نہیں ہوگا تم مجھے اس منحوس کیبن سے نکالو۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "کیا ہوا؟ تم کس کیبن کی بات کر رہی ہو؟ تمہاری سرخ سے پتہ چل رہا ہے کہ کسی ٹرین میں سفر کر رہی ہو۔ مجھے اپنے حالات بتاؤ۔"

اُس نے وہی باتیں بتائیں جو مجھے معلوم ہو چکی تھیں۔ پھر وہ یہ کہتے کہتے رُک گئی کہ انتونی نے۔۔۔۔ اُس کے ہاتھ سے پستول گرانے کے بعد کیا سلوک کیا تھا۔ میں نے پوچھا "یہ کیا ہوا؟ تم رُک کیوں گئیں؟"

"مم۔ میں کیا بتاؤں؟ ہماری تہذیب میں بوسے بازی معیوب نہیں ہے مگر میں معیوب سمجھتی ہوں۔ اُس بدمعاش نے زبردستی مجھے کس کیا (چوم لیا) ہے۔"

"مونا! تم معمولی سی بات کو اتنی اہمیت دے رہی ہو۔"

"یہ معمولی بات نہیں ہے میرے لبوں تک آج تک کوئی نہیں پہنچ سکا تھا۔"

"تمہیں اِس دور میں پیدا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ تعجب ہے تم اتنی خطرناک تنظیم میں رہ کر خود کو کیسے بچائے رکھتی ہو۔"

"سپر ماسٹر کے اہم احکامات میں سے ایک حکم یہ ہے کہ کوئی مجھے ہاتھ نہ لگائے۔"

"ایک طرف اُس نے ایسا حکم دیا۔ دوسری طرف تمہیں انتونی کے کیبن میں بھیج دیا۔ یہ دوغلی پالیسی ہے۔"

وہ بولی "میں حیران ہوں۔ اب سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا جب میں کسی مرد کے قریب گئی۔ میری حفاظت خاص طور سے اور خفیہ طور سے ہوتی رہی۔ سپر ماسٹر خود چاہتا ہے کہ میرا حسن اور میرا جسم اچھوتا رہے۔ پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ کوئی مجھے انتونی کی زیادتی سے بچانے نہیں آیا۔"

"میری بات سمجھو مونا! تمہارے ساتھ دوہری چال چلی جا رہی ہے۔ تمہیں جان بوجھ کر بلا بھیجا گیا تھا۔ "تاکہ کسی طرح تم سے میرا سامنا ہو جائے اور میں تمہارے حسن و شباب کو دیکھ کر اپنا دل ہار جاؤں تم سے دوستی کرلوں۔ دوستی تو ہو ہی چکی ہے۔ اب جانتی ہو کہ ہماری دوستی سے سپر ماسٹر کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے؟"

"مجھے بتاؤ۔ میں جاننا چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا "سپر ماسٹر کے پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص ہے جو چپ چاپ تمہارے دماغ میں موجود رہتا ہے اور تمہارے دماغ سے میری باتیں سُن کر میرے متعلق معلومات حاصل کرتا رہتا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں۔ شاید اِس وقت بھی وہ ہماری باتیں سُن رہا ہے۔"

وہ اپنا سر تھام کر بولی "اوہ میں کیا کروں؟ کیا تم اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی سوچ تک نہیں پہنچ سکتے؟"

"میں نہیں پہنچ سکتا۔ مگر رس ونتی پہنچ جائے گی۔ اُسے لوگارٹ میں مہارت حاصل ہے۔ وہ تمہارے دماغ سے اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نکال دے گی۔ بلکہ اُسے اِس دُنیا سے باہر نکال دے گی۔"

"تو پھر رس ونتی کو بلاؤ۔"

"وہ کل صبح مجھ سے رابطہ قائم کرے گی۔"

"اچھا یہ بتاؤ۔ میں اس کیبن میں انتونی کے ساتھ کیسے رات گزار سکتی ہوں۔ سُنا ہے کہ ٹرین کل صبح بنکاک پہنچے گی۔"

"فکر نہ کرو۔ انتونی میرا وفادار ہے۔ ابھی میں اُسے سمجھا دیتا ہوں۔ وہ تمہارے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں کرے گا۔"

"شکریہ۔ تمہاری باتوں سے مجھے حوصلہ ہو رہا ہے۔ کیا تم بنکاک میں ہو؟"

"میں کہاں ہوں۔ یہ بتا نہیں سکتا۔ تمہارے دماغ میں چھپا ہوا جاسوس سُن لے گا۔ کیا یہ کافی نہیں ہے کہ تم سے دُور ہو کر بھی تم سے قریب ہوں۔"

"ہاں۔ مگر پتہ نہیں کیوں میں خود کو تنہا تنہا سی محسوس کرتی ہوں۔ تم آتے ہو تو لگتا ہے جیسے ساری دُنیا میرے ساتھ ہے۔"

"کسی بھی عورت کے ایسے احساسات صرف اپنے مرد کے لیے ہوتے ہیں۔ تم غور کرو۔ میں جا رہا ہوں۔"

میری بات سُن کر اُسے خیال آیا کہ اُس نے اپنے احساسات بتا کر نادانستگی میں اپنے دل کی بات کہہ دی ہے۔ وہ ایک دم سے جھینپ کر گھبرانے لگی۔ گھبراہٹ اِس بات کی تھی کہ وہ اپنے ضبط اور اختیار کے باوجود بے اختیار میری طرف جھکی جا رہی تھی۔ پھر وہ سنبھل کر بولی "نہ۔ نہ تم میرے احساسات کو غلط رنگ دے رہے ہو۔ میں عام عورتوں کے انداز میں تمہارے متعلق نہ سوچتی ہوں۔ نہ کبھی سوچوں گی۔ سُن لیے ہو نا؟"

میں خاموش رہا۔ اُس نے بار بار آواز دی۔ پھر اُسے یقین ہو گیا کہ میں جا چکا ہوں۔ وہ ایک گہری سانس لیتی ہوئی بستر پر لیٹ گئی۔ سوچنے لگی کہ میرے متعلق نہیں سوچے گی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اُس کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے خیالات پڑھ لوں گا۔ اُس وقت اُس کی سوچیں کچھ ایسی ہی تھیں۔۔۔

"میں بنکاک پہنچ کر سپر ماسٹر سے شکایت کروں گی کہ مجھے انتونی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔"

چور خیالات یہ تھے "وہاں بنکاک میں فرہاد سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

وہ ذہن کو جھٹک کر سوچنے لگی "مجھے سپر ماسٹر کے متعلق سوچنا چاہیے۔"

چور خیالات "فرہاد نے بتایا ہے کہ سپر ماسٹر کا جاسوس میرے دماغ کو ٹٹولتا رہتا ہے۔ یقیناً اُس جاسوس نے سپر ماسٹر کو بتایا ہوگا کہ میں فرہاد کے لیے کام کر رہی ہوں۔ اُس کی دوست بن گئی ہوں۔ ہائے اُس کی دوستی سے کیا اعزازی فخر حاصل ہوتا ہے۔ ساری دُنیا کو ایک پلڑے پر رکھو اور اُس کی دوستی کو دوسرے پلڑے پر تو اُس کی دوستانہ شخصیت سے دل کا پلڑا جھک جاتا ہے۔۔۔"

میں مسکراتا ہوا اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ دُنیا کا ہر انسان سوچ کی گہری میں بھٹکتا ہے۔ وقتاً فوقتاً بے خیالی میں چور خیالات کی رو میں بہتا چلا جاتا ہے۔ میری بات کرایک عام آدمی یوں سمجھ سکتا ہے کہ آدمی کے دماغ میں ایک حاضر سوچ ہوتی ہے اور ایک غائب سوچ۔ یعنی حاضر سوچ کے دوران ہم حاضر و مافی سے سوچتے اور کام کرتے رہتے ہیں اور غائب سوچ ہمیں غائبانہ طور پر بہلا کر کسی اور دُنیا میں لے جاتی ہے جسے ہم جاگتی آنکھوں کا خواب کہتے ہیں۔

بہرحال میں نے اُسے غائب سوچ کی رَو میں بہنے کے لیے چھوڑ دیا۔ یہاں میں اب تک اپنے موجودہ حالات کو سمجھنے اور اُن سے نمٹنے کا طریقہ کار سوچنے میں اِس قدر مصروف رہا تھا کہ سونیا اور رس ونتی کی طرف نہ جا سکا۔ اُن کی طرف سے ذرا اطمینان اس لیے تھا کہ رس ونتی کی خیال خوانی نے مجھے تقویت پہنچائی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ خود کو اور سونیا کو ہر طرح سے محفوظ رکھ سکے گی۔ پھر یہ کہ میری معلومات کے مطابق بالو نک بین نیویارک کی طرف گیا تھا۔

اسکندریہ میں شام کے چھ بجنے والے تھے۔ جب میں رس ونتی کے دماغ میں پہنچا تو وہ زیرِ لب مسکرا رہی تھی۔ خود ہی مجھے مخاطب کیا۔

"فرہاد! ابھی میری یاد آئی ہے؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "پتہ نہیں تمہاری ٹیلی پیتھی سے کب واپس آئے گی۔ اگر تم میرے خیالات پڑھ سکتیں تو پتہ چل جاتا کہ میں یہاں کس قدر مصروف رہتا ہوں۔"

اب میں رس ونتی سے باتیں کرنے کے دوران محتاط رہتا تھا کہ میری غائب سوچ یا چور سوچ اُبھرنے نہ پائے۔ پھر اُس سے رابطہ منقطع کرنے کے بعد میری یہی کوشش ہوتی تھی کہ ہمہ وقت انگریزی زبان میں سوچتا رہوں۔ اِس طرح رس ونتی میرے چور خیالات تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

وہ بولی "میں جانتی ہوں۔ تمہاری مصروفیات تو کبھی ختم نہیں ہوتیں۔"

میں نے کہا "تم جو چاہے سمجھ لو۔ ابھی تو مجھے اپنا پروگرام بتاؤ۔"

"میں تمہیں بتانے کے لیے ہی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ میں سونیا کے ساتھ ہندوستان جا رہی ہوں۔ تم بھی آجاؤ۔"

"ہاں تم نے سونیا سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے ہندوستان بلا کر اُس سے ملاؤ گی۔"

"ہاں یہی سمجھ لو۔ کب مُل پہنچ رہے ہو؟"

"کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ میں تم دونوں کی خواہش کے مطابق وہاں پہنچ جاؤں۔"

"کیا تم میری بات نہیں مانو گے؟"

"تمہیں مجھ سے نہیں ہمدان سے اپنی باتیں منوانے کا حق ہے۔"

"رقابت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم سے صرف دماغی رابطہ ہے۔ دل کی دُنیا سے میں تمہیں نکال چکا ہوں۔"

میں نے صاف محسوس کیا کہ اُس کے دماغ کو ہلکی سی ٹھیس پہنچی ہے۔ اِسے عام طور پر دل کو ٹھیس پہنچنا کہتے ہیں۔

وہ جبراً مسکرا کر بولی "یہ میرے لیے خوشخبری ہے کہ میں تمہارے دل کی کال کوٹھری سے نکل چکی ہوں مگر اُس کا مطلب نہیں ہے کہ تم مجھے اور سونیا کو ہندوستان میں تنہا چھوڑ دو۔ وہاں ہم پر نہ جانے کیسی کیسی مصیبتیں نازل ہوں گی۔"

"میں جانتا ہوں رس ونتی! وہاں تمہارے ماں باپ اور تمہاری بہن وسنتی کو نظر بند رکھا گیا ہے۔ تاکہ تم اُن کی رہائی کے لیے وہاں آنے پر مجبور ہو جاؤ۔"

رس ونتی نے چونک کر پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہاں میرے گھر کے رشتوں کو قید کیا گیا ہے؟"

"یہاں میرے ساتھ بھی یہی سازش ہو رہی ہے۔ میں نے مالک مین کے ایک باس کی سوچ پڑھی ہے۔ اُس کے ذریعہ علم ہوا کہ میرے پاس سے رُمانہ کو اغوا اِس لیے کیا ہے کہ اُسے ہندوستان پہنچایا جائے۔ اِس طرح اُس کے پیچھے میں بھی وہاں پہنچ جاؤں۔ دیکھو اُن کی سازش یہ ہے کہ ہم سب کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ ہم کسی ایک جگہ آسانی سے اُن کی گرفت میں آسکیں گے۔"

"اوہ میں نہیں جانتی تھی کہ تمہارے ساتھ بھی ایسی ہی کوئی سازش ہو رہی ہے۔ اب تم نے کیا سوچا ہے؟"

"یہی کہ تمہیں ہندوستان نہیں جانا چاہیے۔"

"مگر میرے ماں باپ اور بہن۔۔۔۔"

"انہیں میں تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔"

"تم وہاں تنہا جاؤ گے اور میں یہاں بے چین رہوں گی کہ پتہ نہیں وہاں تم پر کیا گزرتی ہوگی۔"

وہ بڑی معصومیت سے اپنی ٹیلی پیتھی کا راز چھپا رہی تھی میں نے کہا۔ "میں وہاں پہنچ کر بھی تم سے دماغی رابطہ رکھوں گا۔"

"نہیں فرہاد! ایسا کرو۔ میں ہندوستان جاؤں گی اور تم دور رہ کر خیال خوانی کے ذریعہ میری راہنمائی کرو گے۔ خیال خوانی والے کو دشمنوں کے ٹارگٹ سے دور ہی رہنا چاہیے۔"

میں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "اچھی بات ہے۔ تم کب جا رہی ہو؟"

"میں سونیا، مریم اور سلوی سب ہی سفر کے لیے تیار بیٹھی ہیں۔ جہاز کی طرف سے کسی وقت بھی اطلاع ملے گی اور ہم روانہ ہو جائیں گے۔ ہم بھی نہیں کہہ سکتے کہ خشکی، بحری اور فضائی راستوں میں سے کون سا راستہ ہمارے لیے کھلے گا۔"

"اچھا۔ میں ذرا وہاں کے ماسٹر کے پاس پہنچ کر دیکھتا ہوں کہ بالونک میں کہاں پہنچا ہوا ہے؟"

میں اسکندریہ کے اس ماسٹر کے دماغ تک پہنچ گیا۔ جو ٹی وی اسکرین پر بالونک فرہاد کو سونیا کی بُو پر دوڑتے ہوئے دیکھتا رہا تھا اور ٹرانسمٹر کے ذریعہ اس سے باتیں کرتا رہا تھا۔ وہ ماسٹر اپنے ملک کے سفیر سے گفتگو کر رہا تھا۔ "جناب! مجھے یہ بتایا جائے کہ بالونک فرہاد کا رابطہ ہم سے کیوں توڑ دیا گیا۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے، ہم نے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔"

سفیر نے کہا۔ "غلطی ہو چکی ہے۔ پہلی غلطی تو یہ کہ مانسوی۔ ری کا دماغ رس ونتی کا شکار ہو گیا۔ ہم نے مانسوی۔ ری سے بالونک میں کا۔ رابطہ ختم کیا۔ لیکن تم لوگ یہ بھول گئے کہ رس ونتی نے ٹی وی اور ٹرانسمٹر والے رابطے کو سمجھ لیا ہے۔ وہ تم لوگوں کے دماغوں تک پہنچ گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سونیا نے نیویارک کی طرف جانے کا فریب دیا۔"

"فریب؟" ماسٹر نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں۔ سونیا اور رس ونتی نیویارک نہیں گئی ہیں۔ اس سے آگے خود ہی نہیں جانتا۔"

اس کی بات سنتے ہی میں نے بالونک مین کے خاص ڈاکٹر کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ نیویارک کی ایک رہائش گاہ میں کافی پیتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ "مائی گاڈ! اتنا لمبا سفر اور اس بڑھاپے میں؟ تھکن سے بدن ٹوٹ رہا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "بالونک میں بھی تھک گیا ہو گا؟"

"لعنت ہے بالونک مین اور سونیا پر۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ سونیا ہم سے آگے جانے والے طیارے میں سفر کر رہی ہے اور بالونک میں — ایک اجنبی کے میک اپ میں میرے ساتھ طیارے میں کہیں موجود ہے مگر سونیا پیرس، لندن اور نیویارک میں نہیں ملی۔ غصہ مجھے اس بات پر ہے کہ مجھے کیوں تھکایا گیا۔ نیویارک پہنچ کر معلوم ہوا کہ بالونک مسیحے ساتھ آیا ہی نہیں۔ وہ اسکندریہ میں ہی ہے۔"

اس کی جھنجلاہٹ کو پڑھتے ہی بک بک ٹھٹکے کا احساس ہو گیا۔ میں پوری حاضر دماغی سے سوچنے لگا کہ اگر بالونک مین اسکندریہ میں موجود ہے تو مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کس جگہ ہے اور کیا کر رہا ہے؟

ماسٹر اور اس کے ملکی سفیر اور ڈاکٹر کے دماغوں کو پڑھتے پڑھتے ایسے ہی ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔ میں نے سوچا بھی ایک بار سفیر کے چور خیالات کو پڑھنے کی کوشش کی جائے گی۔ وہ سوچ رہا تھا بالونک مین سے بے خبر تھا۔ اچانک مانسوی۔ ری کا خیال آیا۔ شاید اس سے کچھ معلوم ہو سکے۔ اگرچہ اسے بالونک میں سے الگ کر دیا گیا تھا تاہم ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔

وہ بحری جہاز کی ریلنگ کے پاس کھڑی شیشے کے سامنے خراب کی چسکی لے رہی تھی۔ اس کی نظریں ساحل پر بالونک فرہاد کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ جہاز کی سیڑھیاں تیزی سے طے کرتا ہوا اسی کی طرف آ رہا تھا۔

میں نے مانسوی۔ ری کی سوچ میں سوال کیا۔ "بالونک فرہاد سے میرا رابطہ تو توڑ دیا گیا تھا۔ پھر یہ رابطہ کیسا؟"

اس سوال کا مجھے خاطر خواہ جواب مل جاتا لیکن بالونک مین اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کہاں ہے سونیا؟"

میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ سونیا کی شہ رگ تک پہنچ گیا تھا۔

مانسوی۔ ری نے ہاتھ اٹھا کر کیبن نمبر ۱۰۴ کی طرف اشارہ کیا۔ بالونک مین تیز نظروں سے اس کیبن کو دیکھنے لگا۔ مانسوی۔ ری کی سوچ بتا رہی تھی کہ بالونک مین کی نگاہوں کے سامنے ٹھوس دیواریں ٹرانسپیرنٹ ہو جاتی ہیں۔ وہ دیوار کے دوسری طرف سونیا کو دیکھ رہا تھا۔

پھر بالونک مین نے خوش ہو کر کہا۔ "ہاں سونیا آدھی برتھ پر ایک سوٹ کیس رکھ رہی ہے۔ اس کے ساتھ ایک لڑکی ساڑھی پہنے ہوئے ہے اور وہ رس ونتی ہے۔ تھینک یو مانسوری۔ ری۔"

چند ساعتوں تک ذرا بدحواس سا رہا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بالونک موت اتنی جلدی اس طرح خلاف توقع سونیا اور رس ونتی تک پہنچ جائے گی۔ اور مجھے کچھ سوچنے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔

سونیا اور رس ونتی کے بھی بدحواس ہونے کی باری تھی۔ ابھی تک وہ یہاں بالونک مین کی آمد سے بے خبر تھیں۔ سونیا کیبن کے اندر سامان سلیقے سے رکھ رہی تھی۔ رس ونتی ایک برتھ پر لیٹی ہوئی تھی۔ کیبن کی چار دیواری میں بڑا ہی سکون اور اطمینان تھا۔

طوفان کی آمد سے پہلے سمندر کی لہریں بھی بڑی پُرسکون نظر آتی ہیں۔ پر نہیں اس بحری جہاز میں کیسا طوفان آنے والا تھا۔ میں نے اب تک مانسوری۔ ی کی دماغی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ ایسی سچوئیشن میں مجھے راہی رس ونتی کے پاس پہنچ کر اسے خطرے سے آگاہ کرنا چاہیے تھا تاکہ سونیا پوری طرح محتاط ہو جاتی لیکن میں ایک لمحے کے لیے بھی مانسوری۔ ی کے دماغ کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ بالونک مین کسی بھی پل کوئی ساحبی خطرناک قدم اٹھا سکتا تھا۔ میں فی الحال اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا مگر مانسوی۔ ی کے ذریعہ اسے تھوڑی دیر کے لیے روک سکتا تھا۔

مانسوی۔ ری نے بالونک مین سے کہا۔ "تم دیوار کے آر پار دیکھ لیتے ہو۔ میک اپ کے آر پار بھی چھپے ہوئے چہروں کو دیکھ لیتے ہو۔ پہلے بتصدیق کر لو کہ تم سونیا اور رس ونتی کو ہی دیکھ رہے ہو۔"

وہ کیبن کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔ "سونیا سامان رکھتے ہوئے ادھر ادھر حرکت کر رہی ہے۔ وہ صاف طور سے نظر آ رہی ہے۔ وہ میک اپ میں نہیں ہے اور میں اس کی بُو کو پہچان رہا ہوں۔ رس ونتی ساڑھی پہنے برتھ پر لیٹی ہے۔ اس کا منہ دیوار کی طرف ہے۔ وہ دوسرے کیبن کی مشترکہ دیوار ہے۔ اس کا منہ دیکھنے کے لیے ہمیں دوسرے کیبن میں جانا پڑے گا۔"

"اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ سیدھے رس ونتی کے کیبن میں پہنچ جاؤ۔"

"نہیں اچانک جاگنے سے بیچاریاں دہشت سے مر جائیں گی۔ ایسی لہریں بھی کیا ہے۔ جہاز کو چلنے دو۔ ذرا سمندر میں پہنچنے دو۔ تاکہ فرار کی ایک دستم ہو جائیں۔ تب مزہ آئے گا۔"

"اگر اس دوران ٹیلی پیتھی کے ذریعہ رس ونتی تمہیں یہاں دیکھ لے تو؟"

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اوّل تو میں رس ونتی کو اس جہاز سے اترنے نہیں دوں گا۔ دوم یہ کہ تم جہاز کے دوسرے حصے میں چلی جاؤ۔ وہ تمہیں ٹیلے کے ذریعہ ہی میری حرکات کو دیکھ سکتی ہے۔"

"اچھی بات ہے جب جہاز سوئز کنال سے نکل کر کھلے سمندر میں پہنچ گا، تب میں تمہارے پاس آؤں گی۔"

وہ جانے لگی۔ اس نے کہا۔ "میرے۔ اپنا ٹرانسمیٹر دو۔ میں ماسٹر کو اطلاع کر دوں گا۔ رس ونتی کو بیچ سمندر سے لے جانے کے انتظامات کرنے کے لیے انہیں کہوں گا۔"

وہ اپنا پاکٹ ٹرانسمٹر اسے دے کر چلی گئی۔ اس کے ساتھ مجھے بھی جانا پڑا۔ کیونکہ بالونک مین کے پاس رہنے کے لیے میں اس کی سوچ کو گرفت میں نہیں لے سکتا تھا۔ اس کا غیر معمولی حساس دماغ میری موجودگی کو سمجھ لیتا اور میں ابھی اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔ میں سونیا کو خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے رس ونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ سکتے میں آ گئی۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، وہ اپنے دماغ میں میری موجودگی کو محسوس کر لیتی تھی۔ پہلے تو میں نے اطمینان کی سانس لی کیونکہ رس ونتی بحری جہاز میں نہیں تھی۔ وہ ایک طیارے میں مریم کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ اس دوران اس نے چپکے چپکے میری سوچ پڑھی ہو گی مگر کچھ سمجھ نہ سکی ہو گی۔ اس لیے کہ اب میں ہمہ وقت انگریزی زبان میں سوچتا تھا۔ جب سے اپنا وطن چھوڑا تھا، انگریزی بولنے والوں سے ہی سابقہ پڑتا رہا تھا۔ دن رات یہ زبان بولتے بولتے اسی زبان میں سوچنے کا عادی ہو گیا تھا۔ اس علت سے اب فائدہ پہنچ رہا تھا۔ رس ونتی چوری چھپے میرے سوچ خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔

اس وقت وہ طیارے میں سفر کرنے کے دوران اس بات سے بے خبر تھی کہ سونیا بالونک مین کی زد میں آ گئی ہے۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "مہلو رس ونتی! مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرنے کے بعد بھی انجان بنی ہوئی ہو۔"

"میں چاہتی تھی کہ تم مجھے مخاطب کرو۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ ایک مدت کے بعد اپنے دیس واپس جا رہی ہوں۔ ویسے پہلے ہم برما جائیں گے۔"

"اپنی باتیں ابھی روک دو۔ وہ بالونک مین سونیا کے قریب پہنچ گیا ہے۔"

وہ چونک کر اپنی سیٹ پر سیدھی بیٹھ گئی۔ میں اسے بتانے لگا کہ میں کس طرح بالونک مین کی خبر رکھنے کے لیے مختلف دماغوں میں بھٹکتا ہوا مانسوری۔ ری کے دماغ تک پہنچ گیا تھا اور اب اس کے ذریعہ میں نے اس خوف ناک شخص کو بحری جہاز میں پا لیا ہے۔

"اب کیا ہو گا فرہاد؟"

میں نے رس ونتی کے لاشعور میں چھپی ہوئی خوشی دیکھی۔ اس کے دماغ کے چور گوشے میں یہ بات تھی کہ بالونک مین سونیا کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس پوشیدہ مسرت کے باوجود وہ بظاہر پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔ "اب کیا ہو گا فرہاد؟"

میں نے بڑے عزم سے کہا۔ "سونیا کو کچھ نہیں ہو گا۔ اگر میں بالونک مین کا کچھ نہیں بگاڑ سکا اور سونیا کی زندگی خطرے میں پڑ گئی تو میں اس کی زندگی اور سلامتی کے لیے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کروں گا۔ سپر ماسٹر اور بالونک مین بخوشی سونیا کو نقصان پہنچانے سے باز آ جائیں گے۔"

اس کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ میں سونیا کو قتل

جان سے چاہنے کے باوجود ہزاروں میل کی دُوری سے اُس کی موت کا تماشا بے بسی سے دیکھتا رہ جاؤں گا۔ اپنی تمام صلاحیتوں کے باوجود سونیا کو بچا نہیں سکوں گا۔ وہ بولی۔ "فرہاد! بے شک تم مجھے چاہتے ہو، اُس کے لیے اپنی زندگی کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہو مگر یہ تمہارے پیانکی دیوتا کی حماقت کہلائے گی۔"

میں نے کہا۔ "میں ہزار کارنامے دکھاؤں اور جان پر کھیل جانے والی ایک مجبور بہن کو نہ بچا سکوں تو میری ساری زندگی کی جدوجہد بے مقصد بے معنی ہو جائے گی۔"

"فرہاد! تم ذہین ہو، سمجھ سکتے ہو کہ سپر ماسٹر یہی چاہتا ہے، سونیا کو خطرے میں ڈال کر تمہیں سامنے آنے کی دعوت دینے والا ہے۔"

"میں اُس کی خواہش پوری کروں گا۔"

وہ چڑ کر بولی۔ "سونیا پر مرنا چاہتے ہو اور میرے پاس وقت ضائع کر رہے ہو۔ جاؤ اُس کے پاس۔"

"ابھی تھوڑی دیر تک وہ محفوظ رہے گی۔ میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر تمہاری کوئی عزیز ہستی سونیا کی طرح مصیبت میں مبتلا ہوتی تو کیا تم اسی طرح خاموش بیٹھی رہتیں؟"

"میں تم سے امداد کی التجا کرتی۔ کیا میرے عزیز شتے دار ہندوستان میں مصیبتیں نہیں جھیل رہے ہیں؟ کیا میں نے تم سے مدد نہیں مانگی ہے؟"

"تم دوست کہہ رہی ہو، تم مجبور ہو۔ اگر تمہاری ٹیلی پیتھی بحال ہوتی تو تم شاید بالونک مین کے مقفل دماغ کو جھٹکے پہنچا سکتی تھیں۔ میری معلومات کے مطابق تم بوگا کے علم کی جس انتہا کو پہنچی ہو وہاں سے بالونک مین کے دماغ کی کھڑکیاں ہلا سکتی ہو۔"

"تمہاری معلومات درست ہیں، کاش یوگا کی وہی مہارت مجھ میں ہوتی مگر بنیادی بات یہ ہے کہ میرا دماغ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔"

"تو پھر بات نہیں تم اپنی جگہ مجبور ہو اور میں اپنی وفا سے مجبور ہوں۔ خود کو داؤ پر لگانے جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ اب وہ خود ہی سوچے گی کہ میں سونیا کے لیے سپر ماسٹر کے سامنے بازی ہارنے والا ہوں اور فیصلہ کرے گی کہ میری چاہت اور خفاظت کی خاطر وہ سونیا کی مدد کرے گی یا نہیں؟

بس سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اُس کے ساتھ ساڑھی پہنی ہوئی دوشیزہ سلوی تھی۔ سونیا اُسے برتھ پر سے اُٹھنے کے لیے کہہ رہی تھی اور وہ جواباً کہہ رہی تھی۔ "ساڑھی ہیں کر لینے دیجیے کرنی چاہتا ہے۔ پتہ نہیں یہ انڈین عورتیں ساڑھی پہن کر کس طرح چلتی پھرتی ہیں۔ میرے لیے تو جہاز کی سیڑھیاں چڑھنا دشوار ہو گیا تھا۔"

سونیا نے کہا۔ "جہاز اب چلنے لگا ہے۔ چاہو تو ساڑھی اتار دو۔"

ہمارا پیچھا کرنے والے کتوں میں سے کسی نے تمہیں دیکھا ہو گا۔ رس ونتی سمجھ کر جہاز میں آ چکا ہو گا۔ اگر کسی نے نہیں دیکھا تو بھی یہ بہروپ زیادہ دیر نہیں رہا۔"

سلوی ساڑھی اتارتی ہوئی بولی۔ "رس ونتی نے ہمارے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا۔ خدا کرے وہ بخریت ہو۔"

میں نے رس ونتی کے لہجے میں کہا۔ "سلوی! میں بخریت ہو کے ساتھ سفر کر رہی ہوں۔"

سلوی چونک کر بولی۔ "سونیا! رس ونتی بول رہی ہے۔"

میں نے سونیا سے کہا۔ "سونیا! بہت بری خبر سنانے والا ہوں وہ بالونک مین تمہارے جہاز میں پہنچ گیا ہے۔"

وہ بے یقینی سے بولی۔ "ایں۔ وہ یہاں کیسے پہنچ سکتا ہے۔ تم نے تو کہا تھا کہ وہ اپنے چار ٹرپڈ طیارے میں میری بُو کا تعاقب کرتا ہوا امریکہ کی طرف گیا ہے۔"

"ہاں، صرف میں ہی نہیں، اسکندریہ کا ماسٹر اور سفید چہرے والے بھی دھوکا کھا رہے تھے۔ دراصل جس طرح ہم انھیں فریب دے رہے تھے، اسی طرح سپر ماسٹر ہمیں فریب دیتا آ رہا ہے۔ بالونک مین اسکندریہ میں ہمیں تلاش کرتا رہا تھا۔ اتفاق سے مانسوری رہی نے تمہیں اور سلوی کو بحری جہاز میں دیکھ کر اپنے بالونک فرہاد کو وہاں بُلا لیا ہے۔"

سونیا کے تیور بدل گئے۔ "یوں کہنا چاہیے کہ تم ہور بگوڈ کے بچے کبھی خوف کھانے کا سبق نہیں سیکھتے۔ سونیا نے بھی شیرنی کا دودھ پیا تھا۔ خوف کی ہلکی سی لہر بھی اُسے چھو کر نہیں گزری تھی جبکہ بالونک مین جیسا غیر معمولی مشینی انسان اُس کی موت بن کر آیا تھا۔ وہ اب تک ناقابلِ شکست بنی رہی مگر اب شکست کا زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر موت آخری فیصلے کے لیے آ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ سونیا کی زندگی کا وہ آخری موڑ اور آخری فیصلے کی گھڑی تھی۔ مگر وہ وانت پیس کی سوچ رہی تھی۔ "الو کا پٹھا میں زندہ آغوش میں پہنچے ہندوستان جا رہی ہوں اور وہ اتنی جلدی میرے پاس آ گیا ہے۔"

میں نے رس ونتی کے لہجے میں پوچھا۔ "تم کیا کر سکو گی سونیا؟"

"میں نہیں جانتی کہ کیا کر سکوں گی۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ وہ ضرور پہنچوں گی۔ رس ونتی! مجھے نہیں معلوم کہ تم کتنی دیانت داری میرے کام آ سکتی ہو۔ یاد کرو۔ ایک بار میں نے اور رمانہ نے تمہیں قید میں جانے سے بچایا تھا۔ اس احسان کا بدلہ میں یہ چاہتی ہوں کہ مدد کرو۔ ایسا نہ کرو لیکن جب بالونک مین میرے دماغ پر حملہ آور ہونا شروع ہو جائے تو وقت میرے دماغ سے نہ کھیلنا۔ ایک بار مجھے فرہاد سے مل لینے دینا۔ تم اپنا انتقام لیتی رہنا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو سونیا! مجھے انتقام لینا ہوتا تو خیال خوانی

عمل میں آیا ہے۔ اسکندریہ میں سونیا نے اُسے بچا کر رکھ دیا۔ اب مقابلے کا دوسرا راؤنڈ اس جہاز میں ہو گا۔ ہمیں اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ بالونک فرہاد غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے اور سونیا کو چوٹی کی طرح مسل ڈالے گا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ لباس بدلنے کے بعد باتھ روم سے نکل کر کیبن میں آئی۔ پھر اوپر سامان رکھے ہوئے برتھ پر اپنی کہنی ٹیک کر سوچنے لگی۔ میں یہی چاہتا تھا کہ وہ اندیشوں میں گھر کر بالونک مین کی حفاظت کے لیے اپنے طور پر منصوبے بنائے اور میں اُن منصوبوں کو پڑھ لوں۔

پہلے تو اُس نے اپنے متعلق سوچا۔ میں سونیا سے کسی طرح کم تر نہیں ہوں، جتنے عرصہ تک میرے بالونک محبوب کو عقل فرہاد بننے کی ٹریننگ دی گئی۔ اتنے ہی عرصہ تک مجھے سونیا کے تمام داؤ پیچ سکھائے گئے ہیں۔ سپر ماسٹر کہتا ہے فرہاد سونیا کے بغیر اور سونیا فرہاد کے بغیر نامکمل ہے۔ لہٰذا بالونک فرہاد کے ساتھ بھی سونیا کی ایک ہم پلہ لڑکی ہونا چاہیے اس مقصد کے لیے سونیا کے قد و قامت اور رنگ روپ کی نو لڑکیاں ٹریننگ کے لیے منتخب ہوئیں۔ میں دسویں لڑکی تھی۔ سونیا کی طرح سانولی نہیں گالی ہوں۔ اس لیے ابتدا میں مجھے نظر انداز کیا گیا لیکن ٹریننگ کے دوران میں ہر مقابلے میں اوّل آتی رہی۔ فائنل مقابلہ بھی میں نے جیت لیا۔ اس طرح بالونک محبوب کو جیت کر یہاں تک آ پہنچی ہوں۔"

مانسوری رہی کی سوچ پھر سونیا کی طرف واپس آ گئی۔ وہ سوچنے لگی۔ "اگر میرے محبوب نے مجھے موقع دیا تو میں اُسے بے بس کر کے رکھ دوں گی لیکن مقابلے کے دوران میرا یہ بھاری ہو گا کہ تو رس ونتی میرے دماغ کو نقصان پہنچائے گی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ ابھی میری سوچ کو پڑھ رہی ہو؟"

اُس نے ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام لیا۔ میں نے اُس کی سوچ میں اُسے تسلی دی۔ "نہیں رس ونتی اب میری طرف رُخ نہیں کرے گی، اُسے معلوم ہو چکا ہے کہ مجھے بالونک فرہاد سے الگ کر دیا گیا ہے اور وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ بالونک فرہاد سونیا کی لُوک کے پیچھے امریکہ کی طرف گیا ہے۔ وہ اس جہاز میں نہیں آئے گی۔"

ایسے ٹھوس دلائل سے وہ قائل ہو کر سوچنے لگی۔ "ہاں جب تک بالونک فرہاد سے سامنا نہیں ہو گا یا وہ مجھے اس جہاز میں نہیں دیکھے گی تب تک مطمئن رہے گی۔"

اتنے میں دروازے پر دستک سنائی دی۔ اُس نے دروازہ کھولا۔ سامنے بالونک فرہاد کھڑا ہوا تھا۔ اُس کے پیچھے ایک بیرا کافی کی ٹرے لیے ہوئے تھا۔ وہ دونوں کیبن کے اندر آ گئے۔ مانسوری رہی بیرے کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک بیرے کو کافی کی ٹرے رکھ دینے کا حکم دے رہا تھا۔ جب وہ واپس جانے لگا تو وہ بولی۔ "سنو تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ اوسبے بولا۔ "ماداٹ! خادم کو خادم بیگ کہتے ہیں، میں ترکی کا باشندہ ہوں۔"

"اچھا تمھیں یہاں کتنی تنخواہ مل جاتی ہے؟"

"یوں تو چار سو امریکی ڈالر ملتے ہیں مگر آپ لوگوں کی دی ہوئی ٹپ آمدنی آٹھ نو سو ڈالر تک پہنچ جاتی ہے۔"

"کیا تم یہاں کے تمام کمبنوں میں کھانے پینے کی چیزیں پہنچاتے ہو؟"

"جی ہاں ہم دو ملازم کمبنوں کے لیے فضوں میں ہماری ڈیوٹی بدلتی رہتی ہے۔"

"اگر میں تمھیں ابھی دس ہزار ڈالر دوں تو میرا کام کروگے؟"

"دس ہزار؟" لالچ کا منہ حیرانی سے کھل گیا۔

مانسوری رسی ایک انگلی کھول کر اس کے سامنے رکھتی ہوئی بولی۔ "اس میں سے ابھی دس ہزار گن کر نکال لو۔"

"کک۔ کام کیا ہے؟"

مانسوری رسی نے ایک سوٹ کیس کھول کر ایک سیاہ رنگ کی شیشی نکالتے ہوئے کہا۔ "یہ کیبن نمبر پانچ میں دو عورتیں ہیں جب بھی ان کے لیے کھانے کی چیزیں لے جاؤ۔ ان چیزوں میں ایک پنسلی سفوف اس شیشی سے نکال کر ملا دیا کرو۔"

"مگر ان عورتوں کو کچھ ہو گیا اور جہاز کے ڈاکٹر نے ان کا معائنہ کیا تو پکڑا جاؤں گا۔"

"یہ زہر نہیں ہے۔ ڈاکٹر کبھی اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے گا کہ کھانے کی چیز میں کوئی چیز ملا کر دی گئی ہے۔ تم خود سوچو تم پھنسو گے تو ہم بھی پھنسیں گے اور ہم اتنے احمق نہیں ہیں کہ پھنسنے کا کوئی کام کریں۔"

خادم بیگ راضی ہو گیا۔ اس نے دس ہزار کے نوٹ گن کر شیشی لی۔ ان سب کو ایک بڑے سے رومال میں چھپایا۔ پھر کیبن سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بالونک بین نے پوچھا۔ "کیا چکر چلا رہی ہو؟"

"میں نے تمھیں بتایا تھا کہ میری ماں وچ ڈاکٹر تھی۔ میرا باپ جنگل کی جڑی بوٹیوں سے مضر رساں دوائیں تیار کرتا تھا۔ یہ سفوف جو میں نے خادم بیگ کو دیا ہے۔ اس کے استعمال سے سونیا اور رس دتی کے دماغ کمزور ہو جائیں گے اس طرح وہ ہم پر مہلی جتھی کا حملہ نہیں کر سکے گی۔"

"ہم پر نہیں تم پر۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ ویسے یہ احتیاطی تدبیر اچھی ہے۔"

مانسوری رسی نے پوچھا۔ "تم اچانک میرے کیبن میں کیسے آ گئے؟"

وہ بولا۔ "جہاز مل چکا ہے۔ وہ دونوں یہاں سے فرار نہیں ہو سکیں گی۔ پھر میں دیکھ رہا ہوں کہ رس دتی بہت مطمئن ہے اگر اسے یہاں میری موجودگی کا علم ہوتا تو وہ سونیا کو ضرور بتاتی اور سونیا کی فطرت ایسی ہے کہ ایسے حالات میں وہ کیبن کے اندر کبھی سکون سے نہ بیٹھتی۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ رس دتی مطمئن ہے تو ہم سونیا کی بُو کا پیچھا کرتے ہوئے امریکہ گئے ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "ہاں جب تک وہ مطمئن ہے۔ تب تک آؤ ہم بھی اطمینان کے خوب صورت لمحات گزار لیں۔ میں بے چارہ کل سے بھٹک رہا ہوں۔"

اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ مانسوری رسی کا سیاہ چکنا سڈول بدن ایسے چمک رہا تھا۔ جیسے کالے جونے کو مالش کے بعد روغن ہو۔ بالونک فرہاد اس کا تمنائی تھا۔ جبکہ کالا جن بے زبان تھا مگر وہ بالونک مین سے بری عقل تھا۔ باوجود بنیادی طور پر مزاجا مجھ سے مختلف تھا صرف تربیت کے ذریعہ میری کاپی نقل کر رہا تھا۔

اس بالونک فرہاد کی اپنی ایک پیدائشی عادت اپنی اور زبان اپنا لہجہ اور اپنی سوچ ہو گی۔ میں نے اسی کی بنیاد کو گرفت میں گرفتا۔ مانسوری رسی کے دماغ میں یہ سوچ پیدا کی۔ "میں دوسری کی آغوش میں ہوں۔ یہ بیک وقت فرہاد بھی ہے اور فرہاد کے روپ کے پیچھے....."

میں نے سوچ ادھوری چھوڑ دی۔ وہ آپ ہی آپ چیخ اٹھی۔ "ہاں۔ اس روپ کے پیچھے دوسری شخصیت ہے لیکن سپر ماسٹر نے اس سے منع کیا ہے کہ اس شخصیت کا ذکر کبھی زبان پر نہ آئے اور نہ ہی اپنے اصل لہجے میں کبھی بات کی جائے۔"

میں نے کہا۔ "مگر میں چاہتی ہوں کہ دونوں روپ سامنے آئیں ایک ٹکٹ میں دو کھیل کا لطف آئے۔"

وہ گہری سنجیدگی سے سوچنے لگی۔ "ہاں میں سوچتی ہوں کہ فرہاد کی شخصیت سے متاثر ہوں یا اپنے محبوب کی اصل شخصیت سے چھپی ہوئی شخصیت کو آشکار کرے۔"

وہ ایک لمحہ کے لیے چپ ہوئی۔ پھر سوچنے لگی۔ "جب میری شناسائی آندھی کی زد میں آتا ہے اور دیوانہ وار بولتا جاتا ہے تو اس کی آواز اور اصل لہجہ بدل جاتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہی اس کی اصل آواز اور اصل لہجہ ہے۔ بعد میں وہ اس حقیقت سے انکار کرتا ہے۔ سپر ماسٹر کا تو پہلا حکم یہی ہے کہ اس کے آرگا رانی حقیقت کا کبھی اعتراف نہ کرے۔"

میں نے کہا۔ "مگر میں اعتراف کراؤں گی۔ میرا محبوب ایسے تو نہیں مانے گا لیکن جذبوں کی سان پر زبان کی چھری رکھی جائے گی تو چنگاریاں ضرور اڑیں گی اور میں چنگاریاں ضرور اڑاؤں گی۔"

آنکھ کہہ کر میں نے پھر اسے سوچ کے تیز بہاؤ پر چھوڑ دیا۔ بالونک فرہاد سے بولی۔ "تم اچھی طرح جانتے ہو میں گونگا پیار پسند نہیں کرتی ایسے وقت میں بولتی رہتی ہوں۔ تم بھی بولتے رہو۔ بولو میرے محبوب۔"

پہاڑ بولنے لگا۔ میں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ پہاڑ مراقبہ پر بولتا ہے۔ ایک اس وقت جب کوئی اس کی طرف صدا لگاتا ہے۔ وہ اس کی صدا کرا پنے گونجتے ہوئے تیور سے واپس

ہے۔ ہر بازگشت کہتے ہیں۔ دوسرا موقع وہ ہوتا ہے جب وہ دیا کی سیلابی لہریں اس کے قدموں سے ٹکراتی ہیں اور وہ غرا کر انھیں واپس اپنی گود میں اچھال دیتا ہے۔ پہلے وہ ندی اس کی طرف منہ کیے لہریں لگاتی رہی۔ پہاڑ کی دھیمی دھیمی صدائے بازگشت سنائی دیتی رہی۔ پھر ندی چیخنے لگی۔ سیلابی لہریں پہاڑ کے قدموں میں چھم چھا چھم بجنے لگیں جذبوں کے رقص پاسے پاگل بولی تو ساز بھی بولنے لگا۔ جذبے کی ادائیگی کی آواز اور جنون کا لہجہ چھپائے نہیں چھپتے۔ جنون اسے کہتے ہیں جو امر ماورا کے پردوں کو چاک کر کے آدمی کی اصلیت کو بے نقاب کر دیتا ہے۔

میں اس کی اصل آواز سن رہا تھا اور اس کے اصل لہجے کو ایک اہم ہستی کی طرح یاد کر رہا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کی آواز اور لہجے کی ادائیگی کا آرڈر کبھی کبھی دے دینا۔ جب وہ کھانا آئے تو چپکے سے اسے ضائع کر دینا۔ دشمنوں کو خوش فہمی میں مبتلا رکھو۔ کبھی تازہ کھانے کا دل چاہے تو اس وقت ڈائننگ ہال میں جانا۔ جب میں تم سے۔ اے دماغ میں موجود رہوں گی۔"

"رس دتی! جیسے تم میرا ساتھ دے رہی ہو ویسے ہی ہندوستان میں تم خاموشی سے تماشہ دیکھنا کہ میں تمھارے لہو کے تشنہ کو کس طرح سرکاری نظربندی سے نکال کر سرحد پار لے جاؤں گی۔ میں سونیا ہوں محبت کا جواب محبت سے دیتی ہوں۔"

"میں جانتی ہوں سونیا! تمھارا دل بہت خوب صورت ہے۔ اچھا میں جا رہی ہوں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

میں نے مانسوری رسی کے کیبن میں پہنچ کر بالونک مین کو دیکھا۔ جہاز ابھی سونہ کنال سے نکل کر کھلے سمندر میں نہیں پہنچا تھا۔ اس لیے وہ دونوں کیبن میں آرام کر رہے تھے میرے اندازے کے مطابق ایک گھنٹے بعد سونیا اور بالونک مین کا سامنا ہونے والا تھا۔

میں رس دتی کے پاس آ گیا وہ طیارے میں اطمینان سے مچھلی میم کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہی تھی۔ مجھے یاد آیا کہ ملایا اور تھائی لینڈ کے درمیان رات کے بارہ بج رہے ہیں۔ میں ٹرین میں سفر کرتا ہوا اپنی مین بے فی کے کیبن میں موجود تھا اور بے فی شراب کے ساتھ خاموشی سے میری خیال خوانی کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ دونوں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ بے فی مجھے آنکھ کھولتے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے کہا۔ "بے فی! تم سوچ رہی تھیں کہ میرے ساتھ اس سفر میں بڑا مزہ آئے گا۔ مگر دیکھ لو۔ مجھے خیال خوانی سے فرصت نہیں مل رہی ہے۔ دشمن نہیں چاہتے کہ میں سکون سے ذرا وقت گزاروں۔"

وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ میرا ہاتھ تھام کر بولی۔ "بھائی! ایسے تو آپ بیمار پڑ جائیں گے۔ آپ کو آرام کرنا چاہیے۔"

"دنوں کا اسٹاک محفوظ کر لو۔"

وہ سلوی کے ساتھ شاپنگ کے لیے نکل گئی۔ میں نے اسے بتایا کہ بالونک مین ابھی مانسوری رسی کے ساتھ کیبن میں وقت گزار رہا ہے۔ جس نے ایک بیرے خادم بیگ کے ذریعہ ان کے کھانوں میں ایسی دوا ملا کر انھیں کھلانے کا بندوبست کیا ہے۔ جسے کھانے کے بعد سونیا اور سلوی کے دماغ کمزور ہو جائیں گے۔

سونیا نے کہا۔ "رس دتی! اگر ایسے موقعہ پر فرہاد ہوتا تو وہ ان کی چال ان پر الٹ دیتا۔ کیا تم خادم بیگ کے ذریعہ ان کی دوا انھیں استعمال نہیں کرا سکتیں۔"

"میں موقعہ کی تاک میں ہوں ایسا ہی کروں گی مگر ابھی تمھیں احتیاطاً کھانے کا فاضل اسٹاک اپنے پاس رکھنا چاہیے۔ تم کھانے کے لیے کیبن میں کھانے کا آرڈر کبھی کبھی دے دینا جب وہ کھانا آئے تو چپکے سے اسے ضائع کر دینا۔ دشمنوں کو خوش فہمی میں مبتلا رکھو۔ کبھی تازہ کھانے کا دل چاہے تو اس وقت ڈائننگ ہال میں جانا۔ جب میں تم سے۔ اے دماغ میں موجود رہوں گی۔"

میرے اور رس دتی کے لیے ایک خوش آئند بات یہ تھی کہ بالونک مین پیدائشی طور پر ہندوستانی تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ ایسی عیسائی ہے۔ اس کے ہندوستانی ماں باپ نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور وہاں کے ہندوستانیوں کی طرح ہندی زبان ہی بولتے رہے تھے۔ بالونک مین غصے، جوش اور جنون کی حالت میں ملی ہوئی زبان بے اختیار بولنے لگتا تھا۔

بہرحال رس دتی ہی بالونک مین سے محکم سکتی تھی بشرطیکہ وہ سونیا کی حفاظت کرنا چاہتی جس کے لیے سب سے زیادہ پریشانی کی بات یہ تھی کہ رس دتی، سونیا اور روما نہ ایک دوسرے کی جانی دشمن تھیں کسی بھی موقعہ پر وہ کسی کی جان لے سکتی تھیں یا خاموشی سے ان کی جان جانے کا تماشہ مزے لے لے کر دیکھ سکتی تھیں۔

ان لمحوں میں روما نہ نارمل تھی میرے ایک اشارے پر دونوں کو نظر انداز کر سکتی تھی یا کسی موقعہ پر فراخدلی سے ان کی مدد بھی کر سکتی مگر رس دتی ملنے والی چیز نہیں تھی۔ سونیا بھی آتشی خود دار تھی کہ اس نے رس دتی سے مدد نہیں مانگی۔ اتنا کہا کہ جب وہ بالونک مین سے محکرائے تو رس دتی اتفاقاً کوئی قدم نہ اٹھائے مختصر یہ کہ ان کے آپس کے بھگڑے میرے لیے مشکلات پیدا کر لیے تھے اب مجھے کوئی ایسی تدبیر کرنا تھی کہ رس دتی کسی طرح مجبور ہو کر سونیا کی مدد کے لیے تیار ہو جائے۔

پہلے تو میں رس دتی کے لہجے میں سونیا کے دماغ تک پہنچ گیا۔ "اسے سوال کیا۔" کیا تم لوگوں نے کھانے پینے کی کسی چیز کا آرڈر دیا ہے؟"

"ابھی میں سوچ رہی تھی کہ کسی بیرے کو کال کروں۔"

"ابھی کال نہ کرو۔ کیبن سے نکلو اور اس جہاز کے جنرل اسٹور سے کھانے پینے کے مرتبان خریدو اور ٹوکریاں خرید لو۔ جتنے دن کا سفر ہو اتنے

میں نے کہا۔ میں دن کے وقت آٹھ گھنٹے تک سوتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رُسوا نہ مجھ سے بھڑ گئی، اب آرام کروں گا تو خدا نخواستہ سونیا ہمیشہ کے لیے مجھ سے بچھڑ جائے گی، آج میرا رت جگا ہے تم ایسا کرو میرے کیبن میں جا کر سو جاؤ۔"

"نہیں۔ میں بھی آپ کے ساتھ جاگتی رہوں گی۔"

"پھر تو یہ احساس میرے لیے تکلیف دہ بن جائے گا کہ میری خاطر تم دونوں یہاں جاگ رہے ہو۔"

"آپ کو ایسا احساس نہیں ہونا چاہیے۔ ہم تو خوشی سے جاگ رہے ہیں۔"

شرلاک نے کہا۔ "انتونی! یقین کرو کہ ہم تمہیں قریب پا کر کھانے پینے اور سونے کے بغیر خوش رہ سکتے ہیں۔ ہم سے ہماری خوشیاں نہ چھینو۔ تم آرام سے خیال خوانی کرتے رہو۔ بے فکری یہاں آجاؤ۔"

بے فکری میرے پاس سے اُٹھ کر پھر شرلاک کے پاس چلی گئی۔ میں نے آرام سے برتھ پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے کیبن میں مونا کو دیکھا، وہ جاگ رہی تھی۔ اِس خیال سے نہیں سو رہی تھی کہ میں ایک اجنبی اُس کیبن میں آ کر رات گزارنے والا تھا میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اُسے سمجھا دیتا۔ اُسے اُس کے حال میں چھوڑ کر میں رس ونتی کے پاس پہنچ گیا۔

رس ونتی ایک لقمہ چباتی ہوئی بولی۔ "کیا بات ہے ابھی تم میرے دماغ میں آ کر واپس چلے گئے تھے؟"

میں نے کہا۔ "میں تم سے باتیں کرنے سے پہلے اپنے ماحول کا ایک جائزہ لینا چاہتا تھا۔ یہاں سب خیر سے ہے۔ اِس لیے جلد ہی تمہارے پاس واپس آ گیا۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "کھانا کھاؤ گے بڑا لذیذ ہے۔"

"میں خود اتنا لذیذ ہوں کہ مجھے فکر کھا رہی ہے۔"

"زیادہ نہ بنو فرہاد! تمہارے جیسے پتھر کو فکر اور پریشانیاں نہیں چبا سکتیں۔ چلو بتاؤ سونیا پر کیا گزر رہی ہے؟"

"تم جانتی ہو، میں تمہاری آواز اور لہجے میں سونیا سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ میں نے بالونک مین کے متعلق اُسے بتایا ہے۔ سانسوی ری ایک دوا اُس کے کھانے کی چیزوں میں ملا کر اُس کا دماغ کمزور بنانا چاہتی ہے۔ سونیا محتاط ہے اور تمہاری احسان مند ہے۔"

"میں نے اُس کے لیے کچھ نہیں کیا۔ میٹھے بھائے اُس کی محسنہ بن گئی۔"

"تم چاہو تو بہت کچھ کر سکتی ہو۔"

"کاش میں اِس قابل ہوتی۔"

میں نے اُس کے اندر تجسس پیدا کرنے کے لیے کہا۔ "بالونک مین کی اصلیت مجھے معلوم ہو گئی ہے۔ وہ ہندوستانی ہے اور تمہاری زبان بولتا ہے۔"

"سچ؟" اُس کے ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر پلیٹ پر گر پڑا۔

"ہاتھ نہ روکو، کھاتی رہو، میں بول رہا ہوں۔"

میں نے اُسے بتایا کہ بالونک مین کیسے جنون کی حالت میں پیدائشی زبان بول رہا تھا۔ رس ونتی ناراض ہو کر بولی۔ "تمہیں شرم نہیں آتی، کسی کی تنہائی میں جھانکنا خلافِ تہذیب ہے۔"

"میں نے پہلے کبھی ایسا نہیں کیا مگر تم ہی سوچو، اُس شیطان سے نمٹنے کے لیے شیطانی طریقہ اختیار نہ کرتا تو اُس کے اصل لب و لہجے کو کبھی نہ پہنچ سکتا۔"

"ذرا اُس کا لب و لہجہ مجھے سناؤ۔"

"تم سن کر کیا کرو گی، تم تو ٹیلی پیتھی سے محروم ہو۔"

"اِس" وہ ذرا گڑبڑائی۔ پھر سنبھل کر بولی۔ "میرا مطلب ہے کہ کس وقت میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہو جائے مجھے اس ایک شیطان کے لہجے کو یاد رکھنا چاہیے۔"

"اچھا تو بھر یاد کرو۔ میں بول رہا ہوں۔"

میں اُس کے دماغ میں بالونک مین کے اصل لہجے میں بولنے لگا۔ وہ یاد کرنے لگی۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے متنی زبانیں سیکھتے ہیں اُن زبانوں کے ایک ایک حرف کو مخرج کو سمجھتے اور برتتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ رس ونتی نے اُس کے لب و لہجہ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینے کے بعد جھوٹ موٹ اپنے شوق کا اظہار کیا۔ "ہائے اگر مجھے خیال خوانی آتی تو ابھی اُس کے دماغ تک پہنچ جاتی۔"

میں نے کہا۔ "تمہارا یہ شوق ضرور پورا ہو گا تم خیال پڑھو گی۔"

"کیا مطلب؟" وہ ذرا چونک گئی۔

"مطلب کہ تم صحت مند ہو، تمہارا دماغ بھی کمزور نہیں ہے تم بے پریشان نہیں دیکھ سکتیں، تم یہ بھی نہیں چاہو گی کہ میں سونیا کو بچانے کے لیے خود کو سپر ماسٹر کے حوالے کر دوں۔ اِس لیے میری خاطر صرف میری خاطر تم سونیا کی حفاظت کرو گی۔"

"کیسے حفاظت کروں گی؟ تم گول مول باتیں کر رہے ہو۔"

وہ اضطراب میں مبتلا ہو گئی، سوچنے لگی کہ میں اُس کے ایک بھید کو سمجھ گیا ہوں۔ میں نے سوال کیا۔ "تمہاری چور سوچ کسی بھید سے متعلق ہے۔ وہ بھید کیا ہے؟"

وہ جلدی سے بولی۔ "یہ میرا اور جبران کا بھید ہے تم جا بھی چکو۔"

یہ کہتے ہی اُس نے سانس روک لی۔ مجھے اپنے دماغ سے باہر نکال دیا۔ میں اپنی عادت کے مطابق انگریزی زبان میں سوچنے لگا۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ مجھے دماغ سے نکالتے ہی میری سوچ پڑھے گی اور معلوم کرنے کی کوشش کرے گی کہ میں نے اُس کی ٹیلی پیتھی کے راز کو سمجھ لیا ہے یا نہیں؟

اچانک ہی میرے اندر میری سوچ نے اُردو زبان میں کہا۔ "مجھے

مادری زبان کو نہیں بھولنا چاہیے۔ میں دن رات انگریزی بولتا ہوں مگر سوچتے وقت اپنی زبان میں سوچنا چاہیے۔"

صاف ظاہر تھا کہ یہ میری سوچ نہیں تھی۔ رس ونتی میری سوچ مجھے مادری زبان میں سوچنے کی طرف مائل کرنا چاہتی تھی۔ میں نے سوچ کر کہا۔ "خوب ادا ہے کہ اپنے گھر سے نکال کر میرے گھر آئمیں خوش آمدید کہنے کے لیے شعر عرض ہے۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے۔

وہ خاموش رہی۔ میں نے کہا۔ "ایک خرمیلی میری سوچ کی سچ مچ رُم جھم برسنے سوچ رہی ہے۔ ہائے ری دیا! کا برُوں؟ بُولوں تو نوٹ لٹ بالم گلے پڑ جائے ہے۔"

آخر وہ بول پڑی۔ "فرہاد! تمہارے جیسا مکار میں نے نہیں دیکھا۔ تم سب کے میری خیال خوانی کو سمجھ رہے ہو اور کیسے؟"

"کل رات تم گہری نیند سو رہی تھیں۔ تمہیں کچھ یاد ہے؟"

وہ کچھ سوچ کر بولی۔ "ہاں صبح اٹھنے کے بعد مجھے ایسا لگا جیسے میں سوئی نہیں، بلکہ مر گئی تھی۔ مجھے موت کی طرح گہری نیند پہلے کبھی نہیں آئی۔ بعد میں حساب کیا تو معلوم ہوا میں نو گھنٹے تک سوتی رہی تھی۔"

"تم بھول رہی ہو، ہماری کے دوران تم کبھی دو دن کبھی ایک دن بے سُدھ ہو کر سوتی رہی ہو۔"

"ہماری کی بات اور ہے اب تو میں صحت مند ہوں۔"

"تم ڈاکٹر نہیں ہو، تمہاری کل کی نیند بتا رہی ہے کہ جسمانی طور پر تو تم ٹھیک ہو مگر دماغ میں اب بھی ایسی کمزوریاں ہیں جنہیں تم سمجھ نہیں سکتیں۔"

"اے میں تمہاری رگ رگ کو پہچانتی ہوں، تم اس لیے اتنی گہما پھرا کر باتیں کر رہے ہو کہ میں تمہاری کسی چال کو نہ سمجھ سکوں۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، تم نے سونیا وغیرہ کے ذریعے مجھے کسی طرح خواب آور دوا کھلائی ہو گی۔"

"واہ کیا سمجھداری ہے۔ مجھ پر الزام لگانے کے پیسے نہیں لگتے اور دو چار الزامات مانگ کر دو۔"

"تم سچ نہیں بولو گے؟"

"ایسا ہی سوال میں کرتا ہوں، کیا میری سچائی کو نہیں سمجھو گی؟"

"سچائی تو تمہیں چھو کر نہیں گزری، میرا خیال ہے جب سے تم پیدا ہوئے ہو جھوٹ ہی بولتے آئے ہو۔"

"یہ کھیلا فی باتیں ہیں، تم نے سمجھ لیا ہے کہ تمہاری گہری نیند کے دوران میں نے تمہارے جھوٹ سچ کرا بھی طرح گڑبڑ لیا ہے۔ تمہارے دھڑکتے ہوئے دل کا جو خوب صورت فیصلہ میرے دل میں دھڑک رہا ہے، اس سے تم انکار نہیں کر سکو گی۔ اِس لیے جھگڑا ختم کر رہی ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ نیند سے بھرا ہوا دماغ غلط فیصلہ کرتا ہے۔ میں ہوش و حواس میں رہ کر تم سے نفرت کرتی ہوں۔"

"نفرت بھی اپنوں سے کی جاتی ہے۔"

"دیکھو میں ابھی تمہاری کھوپڑی میں زلزلے پیدا کر دوں گی۔ لمحوں کے بعد وہ جھوٹ بولی۔ "جمشید جبران مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے میں اُس کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تم سے کچھ نہیں چھپا رہی ہوں۔"

میں نے اجنبی زبان میں سوچا۔ کنواری لڑکیاں خصوصاً محبت کے معاملے میں رس ونتی کی طرح خرمانے والی لڑکیاں اپنے دل کے خفیہ خانے میں بڑے متین سے اپنے محبوب کو چھپا کر رکھتی ہیں۔ اپنے محبوب کے سامنے بھی محبت کا بھید نہیں کھولتیں۔ اِس لیے میں نے رس ونتی کو جھوٹی نہیں کہا۔ کیونکہ اُس کے جھوٹ کے پیچھے میرا ہی پیار چھپا ہوا تھا۔

میں نے کہا۔ "مجھے تمہاری قسم پر یقین ہے۔"

"تو پھر بتاؤ کہ سچ میری خیال خوانی کو سمجھ رہے ہو اور کیسے؟"

"کل رات تم گہری نیند سو رہی تھیں، تمہیں کچھ یاد ہے؟"

وہ کچھ سوچ کر بولی۔ "ہاں صبح اٹھنے کے بعد مجھے ایسا لگا جیسے میں سوئی نہیں، بلکہ مر گئی تھی۔ مجھے موت کی طرح گہری نیند پہلے کبھی نہیں آئی۔ بعد میں حساب کیا تو معلوم ہوا میں نو گھنٹے تک سوتی رہی تھی۔"

"تم بھول رہی ہو، ہماری کے دوران تم کبھی دو دن کبھی ایک دن بے سُدھ ہو کر سوتی رہی ہو۔"

"ہماری کی بات اور ہے اب تو میں صحت مند ہوں۔"

"تم ڈاکٹر نہیں ہو، تمہاری کل کی نیند بتا رہی ہے کہ جسمانی طور پر تو تم ٹھیک ہو مگر دماغ میں اب بھی ایسی کمزوریاں ہیں جنہیں تم سمجھ نہیں سکتیں۔"

"اے میں تمہاری رگ رگ کو پہچانتی ہوں، تم اس لیے اتنی گہما پھرا کر باتیں کر رہے ہو کہ میں تمہاری کسی چال کو نہ سمجھ سکوں۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، تم نے سونیا وغیرہ کے ذریعے مجھے کسی طرح خواب آور دوا کھلائی ہو گی۔"

"واہ کیا سمجھداری ہے۔ مجھ پر الزام لگانے کے پیسے نہیں لگتے اور دو چار الزامات مانگ کر دو۔"

"تم سچ نہیں بولو گے؟"

"ایسا ہی سوال میں کرتا ہوں، کیا میری سچائی کو نہیں سمجھو گی؟"

"سچائی تو تمہیں چھو کر نہیں گزری، میرا خیال ہے جب سے تم پیدا ہوئے ہو جھوٹ ہی بولتے آئے ہو۔"

"یہ کھیلا فی باتیں ہیں، تم نے سمجھ لیا ہے کہ تمہاری گہری نیند کے دوران میں نے تمہارے جھوٹ سچ کرا بھی طرح گڑبڑا لیا ہے۔ تمہارے دھڑکتے ہوئے دل کا جو خوب صورت فیصلہ میرے دل میں دھڑک رہا ہے، اس سے تم انکار نہیں کر سکو گی۔ اِس لیے جھگڑا ختم کر رہی ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ نیند سے بھرا ہوا دماغ غلط فیصلہ کرتا ہے۔ میں ہوش و حواس میں رہ کر تم سے نفرت کرتی ہوں۔"

"نفرت بھی اپنوں سے کی جاتی ہے۔"

"دیکھو میں ابھی تمہاری کھوپڑی میں زلزلے پیدا کر دوں گی۔

مجھے غصہ نہ دلاؤ۔"

"میرے دماغ کا کباڑا کر کے تمھارا غصہ دور ہو سکتا ہے تو سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔"

"سلور فرہاد! اب میں اپنی نیند کو دماغ کے کنٹرول میں رکھوں گی۔ آیندہ تم کبھی میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکو گے اور جاگتے رہنے کے دوران بھی میں تمھیں اجازت نہیں دوں گی کہ سوچ کے ذریعہ گفتگو کرو۔ اب ہمیشہ کے لیے تم سے رابطہ ختم کر رہی ہوں۔"

"رس ونتی! غصہ تھوک دو۔ سونیا کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"اس چڑیل کو بالونک مین کے ہاتھوں ہی مرنا چاہیے۔ تمھاری تمام چاہنے والیوں کو سسک سسک کر مرنا چاہیے۔"

"اپنے آپ کو بددعا نہ دو۔"

اس کا غصہ انتہا کو پہنچ گیا، کیونکہ میرے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچا تھا۔ جیسے عورت اپنے مرد کو پیار سے اور نخرے سے "جاؤ میں نہیں بولتی" کے انداز میں نازک ہاتھوں سے مارتی ہے۔ اسی طرح اس نے ٹیلی پیتھی کے ہاتھوں سے نازک سا جھٹکا پہنچایا، میری آنکھ کھل گئی۔

میں ایک برتھ پر لیٹا ہوا تھا۔ دوسری برتھ پر شرلاک اور بے بی باتوں میں مصروف تھے۔ انھوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ میں نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ رس ونتی کی سوچ نے کہا: "مجھے مجبور نہ کرو کہ ان جھٹکوں میں شدت آجائے۔"

میں نے گہری سنجیدگی سے کہا: "اگر تم نے محبت سے ایسا کیا تھا تو میں محبت سے برداشت کر رہا ہوں اور اگر یہ تمھارا چیلنج ہے تو فرہاد کسی کا چیلنج برداشت نہیں کرتا۔ اپنے الفاظ واپس لو۔ یا پھر میرے دماغ سے نکل جاؤ۔"

"ہاں ہاں میں جا رہی ہوں، کبھی واپس نہ آنے کے لیے۔۔۔۔"

"گیٹ آؤٹ"۔ میں نے ناگواری سے کہا۔

شاید وہ چلی گئی۔ میرے دماغ میں خاموشی رہی۔ میرا موڈ خراب ہو گیا۔ ایک تو میں سونیا کے لیے فکرمند تھا۔ بالونک موت کا راستہ کاٹنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ رس ونتی سے امید تھی کہ وہ کچھ کر گزرے گی لیکن اس کے غرور کو ٹھیس پہنچی تھی کہ میں اس کے دماغ کے تحفظ خانے میں کیوں پہنچ گیا؟

یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی، میں اسے سمجھا منا لیتا۔ محبت سے عورت سر چڑھے تو میں چڑھا لیتا ہوں مگر چیلنج کرے تو میں اس کی برتری برداشت نہیں کر سکتا۔ اصل بات یہ تھی کہ بحری جہاز میں سونیا اپنی زندگی کے آخری لمحات گزار رہی تھی۔ رس ونتی اس سچویشن کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ اس کی دلی خواہش تھی کہ میری چاہنے والیاں ایک ایک کر کے ایسے ہی فنا ہو جائیں۔ اگر ایسے وقت وہ دوست بن کر رہتی تو اسے میری دوستی کی خاطر سونیا کی حفاظت کرنی پڑتی۔ اس لیے اس نے بگڑا کر نئے اور مجھ سے رابطہ ختم کرنے کا بہانہ ڈھونڈ لیا تھا۔

اور اب وہ عملاً رابطہ ختم کر چکی تھی اور میں ایسا نہیں ہوں کہ کوئی مجھ سے منہ موڑ کر جائے اور میں خوشامدانہ انداز میں اس کے پیچھے جاؤں۔ میں نے اس وقت رس ونتی کو نظر انداز کر دیا۔ سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس دوران سلوی نے بند ڈبوں کا تھوڑا سا کھانا اسٹاک کر لیا تھا۔ انھیں کیبن میں لا کر چھپا دیا تھا اور اب وہ ٹیلون اور شرٹ پہن کر دوبارہ کیبن سے باہر جانے والی تھیں۔

میں سمجھ گیا، کیبن کسی سے مقابلے کی توقع ہو تو سونیا اکثر چیتوں کی بنیان یا شرٹ پہن کر رہتی تھی۔ سلوی کے لیے بھی اب ساڑھی لازمی نہیں تھی۔ وہ رس ونتی کے میک اپ میں نہیں تھی، صرف اس کا لباس پہن کر آئی تھی۔ تاکہ بھیجا کرنے والے اسے رس ونتی سمجھیں۔ سونیا فرہاد کا خیال تھا کہ رس ونتی کو کوئی چہرے سے نہیں پہچانتا ہے جبکہ اسے پہچاننے کے لیے سپر سائرا اور اس کے ہاتھوں رس ونتی کی ہم شکل بہن دستی کی تصویر موجود تھی۔

بہرحال جب وہ دونوں کیبن سے نکل کر ڈائننگ ہال کی طرف جانے لگیں تو بہت سے مسافر انھیں دلچسپی سے دیکھنے لگے۔ کسی کی نگاہوں میں سوال تھا کہ وہ دو چھلیڑیاں کون ہیں؟ کوئی ان کی چال کو انداز کو تعریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور کسی کی نگاہوں میں ان کے لیے ہوس تھی۔ وہ دونوں ڈائننگ ہال کے دروازے پر پہنچ گئیں۔

ہال کے ایک خوب صورت سے پارٹیشن کے پیچھے بار روم تھا۔ بار روم کے دروازے سے بالونک فرہاد کو دیکھ لیا۔ وہ بار کاؤنٹر کے پاس ایک خوب صورت عورت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مانسوری رس ونتی اور ایک جام اٹھا میں لیے شراب کی چسکیاں لے رہی تھی۔ بالونک مین نے بھی اسے دیکھ لیا۔ اس نے مانسوری رس ونتی سے کچھ کہا۔ میں مانسوری رس ونتی کے پاس پہنچ گیا۔

وہ شیشے کے جام کو چہرے کے سامنے لا کر سونیا اور سلوی کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر آہستگی سے بولی: "یہ سونیا کے ساتھ خوب صورت سی لڑکی کون ہے؟"

بالونک مین نے کہا: "اس کے ساتھ رس ونتی کو ہونا چاہیے۔ شاید وہ میک اپ میں ہے۔ میں ابھی دیکھتا ہوں۔"

میں نے مانسوری رس ونتی کی سوچ کے ذریعہ سمجھا کہ بالونک مین پلکیں جھپکائے بغیر سونیا کی ساتھی کو دیکھ رہا تھا جو سونیا کے ساتھ بنی ہوئی بار روم کے تقریباً ایک میز کی طرف آ رہی تھی۔ پھر وہ بولا: "یہ رس ونتی نہیں ہے۔"

"پھر یہ کون ہو سکتی ہے؟ کیا رس ونتی اپنے کیبن میں ہے؟"

"چپ رہو۔ میں ان کی باتیں سن کر معلوم کرتا ہوں۔"

وہ غیر معمولی قوتِ سماعت کا مالک تھا۔ چپ چاپ کان لگا کر سننے لگا۔ میں نے سونیا کو مخاطب کیا: "سونیا! بالونک مین کان لگا کر تمھاری باتیں سن رہا ہے۔ تم سلوی سے ایسی باتیں کرو جس سے ظاہر ہو جائے کہ میں تمھارے ساتھ سفر نہیں کر رہی ہوں۔"

وہ بولی: "اچھا تم سلوی کو بھی سمجھا دو کہ وہ سوچ سمجھ کر باتیں کرے۔"

یہ کہہ کر سونیا ویٹر کو کھانے کا آرڈر دینے لگی۔ میں نے سلوی کے دماغ میں جھانک کر کہا: "ہیلو سلوی! میں رس ونتی بول رہی ہوں جیسا کہ تمھیں معلوم ہے۔ بالونک مین دور کی آوازیں سن لیتا ہے۔ اب بھی اس کے کان تم دونوں کی طرف لگے ہیں۔ میں نے سونیا سے کہہ دیا ہے کہ وہ اس جہاز میں میری غیر موجودگی ظاہر کرنے والی گفتگو چھیڑے۔ تم اسی مناسبت سے جواب دینا۔"

وہ بولی: "اچھی بات ہے، میں ہی بات چھیڑتی ہوں۔"

یہ کہہ کر سلوی نے سونیا سے کہا: "تعجب ہے۔ رس ونتی نے ہمیں رخصت کرنے کے بعد اب تک دماغی رابطہ قائم نہیں کیا۔ کہیں سونیا! تمھیں تشویش نہیں ہے؟"

سونیا نے جواب دیا: "ہاں۔ میں بہت دیر سے سوچ رہی ہوں کہ رس ونتی کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو گئی ہو۔"

سلوی نے کہا: "میں نے پہلے ہی مخالفت کی تھی کہ رس ونتی کو اسکندریہ میں نہ چھوڑا جائے اور مجھے ساڑھی پہنا کر رس ونتی نہ بنایا جائے۔"

سونیا ہنستی ہوئی بولی: "بھئی تمھیں ساڑھی میں کہ چلنا دشوار ہو گیا تھا۔ تم کارٹون لگ رہی تھیں مگر میری یہ پلاننگ کامیاب رہی۔ میں سوچ رہی تھی کہ بالونک مین امریکہ کی طرف چلا گیا ہے۔ اب صرف ریڈ پاور والے رس ونتی کا پیچھا کریں گے مگر تمھیں ایک چونکا دینے والی بات بتاؤں؟"

"بتاؤ۔ میں چونکنے کی کوشش کروں گی۔"

"سلوی تم مذاق سمجھ رہی ہو۔ یہاں کوئی ریڈ پاور کا آدمی تو نظر نہیں آیا مگر تمھیں رس ونتی سمجھ کر بالونک مین یہاں پہنچ گیا ہے۔"

سلوی نے ایک دم سے چونکنے کا مظاہرہ کیا: "نہیں۔ بالونک مین اور یہاں؟ نہیں وہ تو امریکہ۔۔۔۔"

سونیا بات کاٹ کر بولی: "ہم دھوکا کھا رہے تھے۔ بالونک مین اسکندریہ میں ہی تھا۔ تمھارا پیچھا کرتا ہوا اس جہاز میں آگیا ہے۔ میں نے ابھی اسے بار روم میں دیکھا ہے۔"

"کیا واقعی؟ یعنی وہ ہمارے اتنے قریب ہے۔"

بالونک مین کی آواز سنائی دی: "چاہو تو مجھے اور اپنے قریب رکھ کر دیکھ سکتی ہو۔"

سونیا نے نظریں اٹھائیں۔ سلوی نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ مسکرائے نئے سونیا سے بولا: "ہیلو سونیا!"

سونیا نے زہریلی مسکراہٹ سے کہا: "ہیلو ہیرو پنے۔ آؤ سونیا کے ساتھ بیٹھنے کا شرف حاصل کر لو۔"

وہ قریب ہی کرسی کے پاس آکر بولا: "میں شرف حاصل نہیں کرتا۔ جہاں چاہتا ہوں بیٹھ جاتا ہوں۔۔۔۔"

وہ کرسی پر بیٹھ رہا تھا۔ بات ادھوری ہی تھی کہ سونیا نے کرسی پر ایک لات ماری۔ وہ بیٹھتے بیٹھتے گرنے والی کرسی کے ساتھ گر پڑا۔ ہال میں ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔ سب لوگ ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سونیا غرا کر بولی: "اپنے الفاظ واپس لو۔ ورنہ میرے پاس نہیں بیٹھ سکو گے۔"

بالونک مین۔ دنیا کا سب سے خطرناک انسان۔ تقدیر کی طرح پتھر موت کی طرح اٹل۔ وہ ایک عورت کی ہلکی سی جنبش سے گر جائے اور وہاں قیامت نہ آئے، یہ ممکن نہ تھا اور یہ بھی ممکن نہ تھا کہ سونیا زندہ سلامت اپنی جگہ بیٹھی رہ جائے۔

پہلے تو وہ فرش پر چند لمحوں تک بیٹھا رہا، ادھر ادھر دور و نزدیک کتنے ہی مردوں اور عورتوں کے ہنسنے کی آوازیں آئیں۔ وہ قہقہے طبلی پر تیل چھڑکنا چاہتے تھے۔ ان چند لمحوں میں مانسوری رس ونتی بار روم سے دوڑتی ہوئی آئی۔ وہ سونیا پر جھپٹنا چاہتی تھی، مگر پھر ایک دم سے رک گئی۔

بالونک مین نے اسے ڈانٹ کر رکنے کے لیے کہا تھا۔ وہ غصہ سے چیخ کر بولی: "یو فرہاد! کیا ہو گیا ہے تمھیں؟ کیا اپنی توہین کا احساس نہیں ہو رہا ہے؟"

وہ فرش پر سے اٹھتے ہوئے اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے ادھر ادھر ہنسنے والوں کو دیکھنے لگا۔ سب کے قہقہے رک گئے۔ پھر اس کے سفید چمکیلے دانت نظر آئے۔ اس نے دانت پیس کر بڑی ہی مؤثر نظروں سے سونیا کو دیکھا۔ سنا ہے موت کے ہاتھ بھی بڑے مؤثر ہوتے ہیں۔ میں سونیا کے دماغ میں بالکل تیار تھا کسی بھی لمحے کچھ ہونے والا تھا۔

بالونک مین نے سونیا پر سے نظریں ہٹا کر بار پارٹیشن کے دروازے کو دیکھا۔ دروازے کے اوپر وہ ٹیڑھا منگ کے طور پر دو لمبے فولادی راڈ لگے ہوئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ پھر اس نے ایک آہنی راڈ کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ دوسرے ہی لمحہ کڑکڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ آہنی راڈ اپنی جگہ سے اکھڑ رہا تھا۔ پارٹیشن کے ورد و یوار لرز رہے تھے۔ جہاز کے دو اسٹیوارڈ دوڑے ہوئے آئے: "لے مسٹر! یہ کیا کر رہے ہو؟"

مانسوری رس ونتی اچھل کر دونوں اسٹیوارڈ کے سامنے آگئی: "رک جاؤ۔ میرے آدمی سے دور رہو۔ یہاں توڑ پھوڑ ہو گی۔ ہم تمھاری منہ مانگی رقم سے اس نقصان کی تلافی کریں گے۔"

اتنی دیر میں بالونک مین وہ آہنی راڈ لے کر سونیا کے سامنے پہنچ گیا۔ سونیا پر تولنے کے لیے بالکل تیار تھی۔ راڈ کا ایک سرا بالونک مین کے

ہاتھ میں تھا۔ دوسرے سر سے کو وہ سونیا کے چہرے کے سامنے آہستہ آہستہ دائیں بائیں لہرا رہا تھا۔ سونیا محتاط انداز میں حساب لگا رہی تھی کہ اڈو کا وہ سر اگر دھڑ سے منہ پر پڑنا چاہے گا اور وہ کدھر جھکائی دے گی۔

پھر اچانک ہی سونیا نے اس راڈ کو لپک کر مضبوطی سے تھام لیا۔ خلافِ توقع بالونک بین نے راڈ کو چھوڑ دیا۔ اُسے دانستہ سونیا کے حوالے کرتے ہوئے بولا: "یہ سنہرا موقع ہے۔ اپنی سلامتی کے لیے مجھ پر حملہ کرو۔"

سونیا نے کہا: "کوئی ضروری نہیں ہے کہ میں حملہ کروں۔"

وہ سرد لہجے میں بولا: "جو موت کو بھگا نہیں سکتے، موت انھیں زندگی سے بھگا دیتی ہے۔"

وہ آہنی راڈ کو ایک طرف پھینکتی ہوئی بولی: "جب موت بن کر آؤ گے تو دیکھا جائے گا۔"

"دیکھو سونیا! تم نے اپنی خرارت سے مجھے گرا کر میری انسلٹ کی ہے۔ میں جواباً تمھارا کچھ نہ کچھ تو مرنکال سکتا ہوں لیکن اپنی طاقت، اپنی مردانگی ثابت کرنے کے اور بھی طریقے ہیں۔ میں ان ہنسنے والوں کو یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ فریاد عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتا۔"

"فریاد عورتوں کے مزاج کے خلاف کوئی بات بھی نہیں کہتا۔ جبکہ تم جبراً میرے پاس بیٹھنے کا دعویٰ کر رہے تھے۔"

بالونک بین نے اُس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ڈائننگ ہال کے تمام حاضرین کو مخاطب کیا: "یہاں کوئی ایسا شخص زور رہے جو مجھ سے کسی بھی انداز میں مقابلہ کرے۔ میں ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنی انسلٹ کا بدلہ لے سکتا ہوں۔"

ہال میں سناٹا چھا گیا۔ وہاں اچھے خاصے صحت مند لوگ تھے۔ اپنی آن پر مرنے والے بھی، مگر جتھے میں شریف لوگ خواہ مخواہ کسی کا چیلنج قبول نہیں کرتے۔ اُس نے تمام لوگوں پر حقارت کی سرسری نظر ڈالتے ہوئے کہا: "اگر پانچ منٹ کے اندر کسی نے میرا چیلنج قبول نہ کیا تو میں مجبوراً اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے اِس عورت کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گا۔"

سونیا اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولی: "کیوں مداری کا تماشہ کر رہے ہو؟ آؤ مجھے سمندر میں پھینک دو۔ ذرا دیکھو کہ ہم دونوں میں سے کون وہاں ڈبکیاں لگاتا ہے۔"

بالونک بین نے اُس کی طرف گھوم کر اُسے یوں دیکھا جیسے چیونٹی کو دیکھ رہا ہو۔ پھر بولا: "اس سے پہلے میں پوچھوں گا کہ اس دنیا کہاں ہے؟"

سونیا کے جواب دینے سے پہلے ہال کے دروازے سے آواز آئی: "اے مسٹر فریاد! ابھی تمھارے چیلنج کے پانچ منٹ نہیں گزرے۔ اُس عورت کو ہاتھ نہ لگاؤ۔"

سب کی نگاہیں اُدھر اُٹھ گئیں۔ ہال کے دروازے پر دو شخص نظر آئے جس نے بالونک بین کو فریاد کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ وہ ایک دبلا پتلا سا بوڑھا تھا۔ دوسرا شخص میرا اور بالونک بین کا ہم عمر تھا۔ قد ہم سے نکلتا ہوا تھا۔ جسامت میں بھی ہم سے سوا تھا۔ میں اُس دُبلے پتلے بوڑھے کے دماغ میں پہنچ کر اُس قد آور جوان کو سمجھ رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ پاؤں ایسے سخت اور پتھر لگ رہے تھے، جیسے کسی چٹان کو تراش کر آدمی بنا دیا گیا ہو۔ اُس کے چہرے کی سفاکی اور بے رحمی کو دیکھ کر اذیت پسند عورتیں اُس پر مرمٹی ہوں گی لیکن شہ زور اُسے دیکھ کر تھرا جاتے ہوں گے۔

اُس نے اپنے بوڑھے ساتھی سے اجنبی زبان میں کچھ کہا۔ بوڑھے نے انگریزی میں اُس کا ترجمہ پیش کیا: "میرا آقا کہتا ہے، یہاں شریف آدمیوں کو پریشان نہ کرو۔ جہاز کے پروجیکشن ہال میں آجاؤ۔ وہاں تمھارا حسرت پوری ہو جائے گی۔"

ترجمہ پیش کرنے کے بعد وہ بوڑھا اپنے آقا کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ میں سونیا کی سوچ سے بالونک بین کو سمجھنے لگا۔ وہ بہت خوش نظر آرہا تھا جیسے اُسے من پسند شکار مل گیا ہو۔ اُس نے سونیا سے کہا: "او میری جان! اپنی سلامتی کی خوشی میں میرے ساتھ چل کر مجھے کہ میں اپنے شکار سے کیسے کھیلتا ہوں۔"

مانسوری رمی اپنے بالونک فرہاد کے پاس آگئی۔ سونیا نے سلومی کو ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ وہ کچھ پریشان نظر آرہی تھی۔ وہ سونیا کے ساتھ جانے لگی۔ میں سونیا کے دماغ سے نکل کر اُس کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی: "اڈو آقا سبحانی کو اُس سے مقابلہ ——— نہیں کرنا چاہیے۔ وہ نہیں جانتا ہے کہ اُس کے مقابل ایک بالونک بین ہے۔"

سلومی کی سوچ نے بتایا کہ وہ اُس قد آور دیو زندے کو جانتی ہے۔ اُس کا نام آقا سبحانی ہے۔ ہوا یوں کہ ایک گھنٹہ پہلے سلومی اپنے کیبن سے تھوڑی دیر کے لیے باہر گئی تھی۔ وہاں عرشے پر آقا سبحانی نظر آیا۔ اُس کی شخصیت ایسی تھی کہ عورتیں متوجہ ہوئے بغیر نہیں رہتی تھیں۔ سلومی بھی ہزار ضبط کے باوجود اُسے دیکھتی رہی۔ جب وہ قریب آیا تو اُس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ اُسے یوں لگا جیسے وہ انسان نما درندہ اُس کے حواس پر چھا گیا ہے۔ اُس کے وجود کے اندر سما گیا ہے۔ اُسے مجرمجھری سی محسوس ہوئی۔

وہ اجنبی زبان میں کچھ بولا۔ سلومی سمجھ نہ سکی۔ پھر وہ کوئی دوسری زبان بولا۔ وہ سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھتی رہی۔ آخر میں اُس نے مصری زبان میں پوچھا: "کیا تم یہ زبان سمجھتی ہو؟"

وہ بے اختیار مسکرانے لگی۔ جواباً آقا بھی مسکرایا۔ اُس کی مسکراہٹ سے بھی بے رحمی جھلکتی تھی۔ وہ بولا: "کتنی ہی حسین عورتیں میں دوست بننے کے لیے مجھے پریشان کرتی رہتی ہیں۔ میں سب کو دھتکار دیتا ہوں۔ پتہ نہیں تم کیا چیز ہو، میں زندگی میں پہلی بار آپ ہی آپ کھنچا چلا آیا ہوں۔

اپنا نام بتاؤ۔ میں تمھیں اپنے نام کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اس کی بے باکی سے گھبرا گئی۔ گھبرانے کی وجہ خوف نہیں تھا بلکہ یہ پریشانی تھی کہ وہ بھی اپنے مزاج کے خلافِ زندگی میں پہلی بار ایک شخص سے اچانک ہی متاثر ہو گئی تھی۔ وہ اپنے دل کے اس ناٹک سے معاملہ کو سمجھنا چاہتی تھی۔ اس لیے جلدی سے پلٹ کر دُور ہو گئی۔ وہاں جا کر اُس نے دیکھا۔ آقا سبحانی کسی درندے کی طرح اپنی تنہیی دکھا رہا تھا۔ شاید یہ اُس کی رضامی مسکراہٹ تھی۔ سلومی کامل ڈول رہا تھا۔ وہ ڈولتی ڈگمگاتی ہوئی کیبن میں واپس چلی گئی۔

اب وہ سونیا کے ساتھ پروجیکشن ہال کی طرف جا رہی تھی۔ اُس کے آس پاس بالونک بین، مانسوری رمی اور جہاز کے بہت سے مسافر تھے۔ سب ہی لوگ وہ تماشہ دیکھنے جا رہے تھے۔ وہ پروجیکشن ہال اسی لیے بنایا گیا تھا۔ وہاں ہر رات ایک فلم دکھائی جاتی تھی اور اسٹیج شو ہوا کرتے تھے لیکن دو درندوں کا ٹکرانے والا اسٹیج شو پہلی بار ہو رہا تھا۔

جہاز کا کیپٹن یہ خبر ملتے ہی ریزرو پولیس کے ساتھ دوڑا آیا۔ آقا سبحانی اسٹیج کے کنارے پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوا تھا۔ بالونک بین اسٹیج کے قریب پہنچ رہا تھا کہ کیپٹن نے کہا: "ٹھیرو! ہمارے جہاز میں ایسے مقابلوں کی ممانعت ہے۔"

بالونک بین نے کہا: "ساری دنیا میں ایسے مقابلے ہوتے ہیں، تمھارا جہاز بھی اسی دنیا میں ہے۔"

مانسوری رمی بولی: "کیپٹن! خواہ مخواہ اعتراض نہ کرو۔ یہاں اسپیشل کی شرائط کے مطابق مقابلہ ہو گا۔"

سونیا نے ریزرو پولیس کے افسر سے کہا: "یہاں سب ہی یہ چاہتے ہیں۔ آپ اس مقابلے کا فیصلہ کرنے کے لیے دو جارج مقرر کر دیں۔ جہاز کا ڈاکٹر بھی موجود ہے۔ فوری طبی امداد مہیا کی جا سکتی ہے۔"

دوسرے مسافر مرد عورتوں کو بھی ہونے والے مقابلے سے دلچسپی تھی، سب ہی تائید کرنے لگے۔ آقا سبحانی خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کا بوڑھا ساتھی اُسے بتا چکا ہوگا کہ وہاں کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ سلومی بے اختیار آقا کے پاس آکر اپنی زبان میں کچھ بولنے لگی۔ میں نے سوچ کے ذریعہ اُسے قائل کیا کہ وہ اپنی بولی کو شعور کے دوسرے خانہ میں انگریزی زبان میں بھی دہراتی جائے۔

وہ آقا کو بتا رہی تھی کہ اُس کے مقابلے میں بالونک بین ہے جسے شاید دنیا کا کوئی شہ زور شکست نہیں دے سکتا۔ آقا نے سر گھما کر اسٹیج پر کھڑے ہوئے بالونک بین کو دیکھا۔ وہاں آقا کا بوڑھا ساتھی بھی تھا۔ اور جارج انھیں مقابلے کی شرائط سنا رہے تھے۔ آقا نے سلومی سے کچھ کہا۔ سلومی کی سوچ نے اُس کا ترجمہ پیش کیا۔ وہ کہہ رہا تھا: "لڑکی! تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔"

"میرا نام سلومی ہے مگر یہ مقابلہ۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا: "وعدہ کرو تم مجھے انعام میں مل جاؤ گی تو میں یہ مقابلہ جیت لوں گا۔"

"تم پاگل ہو۔ میں تمھیں خطرے سے آگاہ کر رہی ہوں اور تم نہیں میں ایسا کوئی وعدہ نہیں کروں گی۔"

"سلومی! میری جو ضد پوری نہیں ہوتی، میں اُسے جبراً پوری کر لیتا ہوں۔ تو میرے باپ نے مجھے سمجھایا تھا کہ عورتوں سے دُور رہنا اور اگر کبھی کوئی پسند آجائے تو بڑی محبت سے اُس کی محبت کو حاصل کرنا۔ میں تمھیں ہانک سکتا ہوں، تم پر ظلم نہیں کر سکتا۔"

اتنے میں وہ بوڑھا آگیا۔ آقا نے اُس کی زبان بولنے لگا۔ آقا وہاں سے اُٹھ کر اسٹیج پر آگیا۔ تمام جج وغیرہ اسٹیج سے باہر جا کر بیٹھ گئے تھے۔ دو سرے تمام مسافر بھی اُس تھیٹر کی کرسیوں پر دُور تک بیٹھے ہوئے تھے۔ سونیا، سلومی اور مانسوری رمی اگلی قطار میں تھیں۔ ایک ایمپائر بالونک بین اور آقا سبحانی کی جامہ تلاشی لے رہا تھا۔ دونوں کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ دونوں ننگے تھے۔

پھر ایمپائر اسٹیج کے ایک گوشہ میں چلا گیا۔ دونوں شہ زور ایک دوسرے کے مقابل تن کر کھڑے ہوئے تھے۔ میں سلومی کے دھڑکتے ہوئے دل اور اندیشوں بھری سوچ کے ذریعے اسٹیج کے حالات معلوم کر رہا تھا۔ وہ یقین کی حد تک سوچ رہی تھی کہ بالونک بین شرائط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آقا کو مار ڈالے گا۔ اُسے قتل کی سزا سے بچانے کے لیے اُس کی پشت پر ایک بہت بڑی تنظیم تھی۔

مقابلے کے ابتدائی لمحات بڑے سنسنی خیز تھے۔ بالونک بین مسکرا رہا تھا۔ آقا نے شاید مسکرانا کبھی نہیں سیکھا تھا۔ بالونک بین نے ذرا جھک کر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ آقا نے اپنا ہاتھ پیش کر دیا۔ پھر دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے میں گم ہو گئے۔ صاف پتہ چل رہا تھا کہ بالونک بین آقا کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے رفتہ رفتہ اپنی قوت میں اضافہ کر رہا ہے۔

اسٹیج کے ایک طرف آقا کے بوڑھے ساتھی نے کھڑے ہو کر کمنٹری شروع کی: "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! امیر آقا گینڈے کی طرح طاقتور اور چیتے کی طرح پھرتیلا ہے۔ یہ آگے بڑھنے والے ہیوی ٹرک کو پیچھے سے پکڑ کر روک لیتا ہے۔۔۔"

وہ بوڑھا یقیناً درست کہہ رہا ہوگا کیونکہ مجھے بالونک بین کی قوت کا اندازہ تھا۔ پتہ نہیں وہ کتنے ہارس پاور کا زور لگا کر آقا سبحانی کو اپنی طرف کھینچ رہا ہوگا اور وہ تھا کہ اپنی جگہ قدم جمائے کھڑا تھا۔ اُس کے سرخ چہرے والے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بھی بالونک بین کی کوشش کو ناکام بنانے کے لیے اپنی قوت صرف کر رہا ہے۔

مانسوری رمی اپنی جگہ سے اُٹھ کر اسٹیج پر آئی اور بولنے لگی۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میرا فرہاد انسان ہے۔ میں اس مغرور بوڑھے کی طرح

اپنے مرد کو گنیڈا اور جیتا نہیں کہوں گی ہاں بھی آپ خود ہی دیکھیں گے کہ میرا آدمی اپنے جسم میں حیرت انگیز قوتیں رکھتا ہے۔ تھوڑی دیر میں یہ اپنے مقابل کی گردن توڑ کر۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ کیونکہ تمام تماشائی زوردار قہقہے لگا رہے تھے۔ ہوا یہ تھا کہ بالونک مین آقا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے کے بجائے ایک جھٹکے سے لڑکھڑاتا ہوا اپنے ہی زور میں پیچھے چلا گیا تھا۔ اس کا گرنا لازمی تھا مگر وہ لڑکھڑانے کے دوران ہی بڑی مشاقی سے سنبھل گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں آقا کا دستانہ پھنسا ہوا تھا۔

تب پتہ چلا کہ آقا سجانی نے اپنے چلد کی زنگت سے ملتا جلتا کسی جانور کی باریک کھال کا دستانہ پہن رکھا تھا۔ پھر کھینچا تانی کے دوران آقا نے کمال چالاکی سے اپنا ہاتھ اس میں سے نکال لیا تھا اور وہ دستانہ بالونک مین کے ہاتھ میں رہ گیا تھا اس مضحکہ خیز سچوئیشن پر تمام حاضرین قہقہے لگا رہے تھے۔

بالونک مین نے سونیا کی شرارت برداشت کر لی تھی لیکن آقا کا یہ مذاق برداشت نہ کر سکا۔ اس نے اچانک ہی بڑی پھرتی سے حملہ کیا۔ تابڑ توڑ کئی گھونسے آقا کے منہ پر، سینے پر اور شانے پر لگے۔ آقا مار کھاتا ہوا پیچھے ہٹنے کے دوران اپنے جیکٹ کے بٹن کھولتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے جیکٹ کو دونوں ہاتھوں سے یوں پھیلایا جیسے پرندہ پر پھیلا رہا ہو۔ بالونک مین کے حملہ کرنے والے دونوں ہاتھ جیکٹ کے اندر گھس گئے۔

آقا سجانی نے وہ کون سا داؤ استعمال کیا تھا، پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا، کیونکہ وہ خود بھنس گیا تھا۔ بالونک مین نے اُسے دونوں ہاتھوں سے لپیٹ کر سینے سے لگا لیا تھا اور اسے پوری بالونک قوتوں سے بھینچ کر اپنا شکار مار رہا تھا۔ وہ یقیناً آقا کی ریڑھ کی ہڈی توڑنے والا تھا۔

مگر یکایک پورا ہال بھرے ایک بار قہقہوں سے گونجنے لگا۔ کوئی اپنا میٹ چیئر کر اور کوئی اچھل اچھل کر قہقہے لگا رہا تھا۔ تماشائیوں کے سامنے آقا سجانی اسٹیج پر مسکراتا ہوا اپنے جبڑے کو سہلا رہا تھا۔ بالونک مین کے گھونسوں نے بہرحال اپنا اثر دکھایا تھا لیکن ہنسنے کی بات یہ تھی کہ بالونک مین کے دونوں ہاتھ جیکٹ کے اندر پھنسے ہوئے تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ آقا کس طرح بالونک گرفت سے پھسل کر اپنے جیکٹ کے اندر سے نکل گیا تھا۔

وہ چمڑے کا جیکٹ تھا۔ بالونک مین اس کے چیتھڑے اڑا کر اس سے نجات حاصل کر سکتا تھا مگر کوئی انجھن تھی کہ وہ دونوں ہاتھوں سے کام نہ لے کر اپنے دانتوں سے اس جیکٹ کو تار تار کر رہا تھا۔ اتنی دیر میں آقا کو اپنے بدن کی چوٹیں سہلانے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ متاثرہ حصوں کا مساج کرتے ہوئے اپنی زبان میں بڑبڑا رہا تھا۔

اس کے بوڑھے ساتھی نے کہا: "لیڈی اینڈ جنٹلمین! میرا آقا کہہ رہا ہے کہ اس کا مقابل بالونک مین ہے، یعنی یہ ایسا آدمی ہے جسے غلیظ کرنے والے سائنسداں دعوے کرتے ہیں کہ یہ خدا کے پیدا کردہ اشرف المخلوقات سے زیادہ اشرف اور برتر ہے مگر آج میرا آقا ثابت کرے گا کہ خدا نے انسان کو جو عظمت اور حوصلہ دیا ہے، اس کے آگے ایسے آہنی بُت زمین بوس ہو جاتے ہیں۔۔۔"

چمڑے کا جیکٹ تار تار ہو چکا تھا۔ سب نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ بالونک مین کی دونوں کلائیوں میں نائیلون کی ہتھکڑی لگی ہوئی تھی۔ آقا سجانی انسانی ذہانت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ وہ صرف طاقت ور ہی نہیں بے انتہا چالاک بھی تھا۔ بالونک دشمنوں یا شیطانی قوتوں کو بے بس کرنے کے حربے پہلے سے تیار رکھتا تھا۔

اب بالونک مین اپنے تیز دانتوں سے نائیلون کی ہتھکڑی کو کاٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آقا نے گھوم کر ایک لات اس کے منہ پر ماری، وہ ڈگمگاتا ہوا دو قدم پیچھے چلا گیا۔ مانسوری ری نے چیخ کر کہا: "معزز جج صاحبان! یہ مقابلہ کی شرائط کے خلاف جنگ ہے۔ کوئی اپنے مقابل کے ہاتھوں کو باندھنے کا حق نہیں رکھتا۔"

سونیا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر بولی: "معزز جج صاحبان! بالونک مین کا وجود ہی شرائط کے خلاف ہے۔ سائنس کی اصطلاح میں یہ بظاہر انسان اور بباطن مشین ہے۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ انسان ایک مشین سے ٹکرا رہا ہے۔ ایسی صورت میں اسے یہ حق حاصل ہے کہ یہ صرف طاقت سے ہی نہیں ذہانت سے بھی کام لے۔۔۔"

ججوں نے فوراً ہی فیصلہ سنایا کہ وہ مقابلہ روک دیا جائے لیکن مقابلہ تو اب شروع ہوا تھا۔ وہ دونوں مرنے مارنے پر تل گئے تھے۔ بالونک مین کے ہاتھ اب آپس میں بندھے ہوئے تھے۔ اُسے نائیلون کے بندھنوں سے نکلنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ تاہم وہ آقا کے حملوں سے بچ رہا تھا۔ جیسا کہ وہ فضا میں بالونک چھلانگیں لگانے کا عادی تھا۔ اب انھی چھلانگوں کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ تماشائی حیرانی سے دیکھ رہے تھے اور تسلیم کر رہے تھے کہ وہ واقعی بالونک مین ہے۔ وہ فضا میں اچھل کر آقا کے سر کے اوپر سے گزرتا تھا، فضا میں قلابازی کھاتا تھا۔ پھر اسٹیج کے دوسری طرف پہنچ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ اس دوران نائیلون کے بندھے کو دانتوں سے چباتا بھی رہتا تھا۔

مانسوری ری نے اس کی مشکل آسان کر دی۔ دوڑتی ہوئی اس کے پاس گئی۔ پھر اپنے پرس سے چاقو نکال کر بندھے کو کاٹنے لگی۔ میں مانسوری ری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مجھے شبہ ہوا کہ وہ اپنا چاقو اپنے بالونک یار کو دے کر آئے گی۔ اس وقت آقا کے بوڑھے ساتھی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: "اٹینشن پلیز۔ میرا آقا کہتا ہے کہ اس کا مقابل ایک عورت کی مدد حاصل کر رہا ہے۔ بہتر ہے کہ وہ کسی مرد سے مقابلہ نہ کرے۔۔۔"

اچانک مانسوری ری کے دماغ میں ٹک ٹک کی آواز محسوس ہوئی۔ اپنے یار سے بولی: "فرہاد! ٹرانسمٹر پر اشارہ مل رہا ہے۔ میں ابھی بیڈ کر کے آتی ہوں۔"

بالونک مین پھندے سے نجات پا چکا تھا۔ مانسوری ری تیزی چلتی ہوئی ہال کے باہر جا رہی تھی۔ میرے لیے اس مقابلے سے زیادہ مانسوری ری اہم تھی۔ اس لیے میں اس کے ساتھ پروجیکشن ہال سے باہر آیا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے کچھ تماشائی مجھے پہچان گئے تھے۔ وہ فرنچ زبان میں چیخے: "ہیلو مانسوری ری! ہیلو فرہاد!"

مانسوری ری نے ہاتھ ہلا کر جواب دیا۔ میں اس کے ساتھ تھا۔ وہاں کیپٹن نے ہیلی کوپٹر والوں سے دو چار سوالات کیے پھر اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا کہ لینڈنگ ڈیک پر ہیلی کوپٹر کو اترنے کا سگنل دیا جائے۔

دوسری طرف وہ درجنے بھی لڑتے ہوئے اوپر لینڈنگ ڈیک کی طرف جا رہے تھے۔ شاید دونوں کا یہ خیال تھا کہ اپنے حریف کو جہاز کی سب سے بلندی سے سمندر میں پھینک سکیں گے۔ اس جنگ میں آقا سجانی بلاشبہ تعریف و تحسین کا مستحق تھا۔ گوشت پوست کا انسان ہو کر ایک ایسے انسان سے ٹکرا رہا تھا جسے سائنسدانوں نے مشین بنانے کی کوشش کی تھی۔

میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں کہ یہ بالونک مین کیا ہوتا ہے؟ یہ ایک ناقابل شکست ہستی کا تصور ہے یا بگڑے ہوئے مقدر کا ایک روپ ہے۔ اکثر ہم سب کا مقدر اسی طرح بالونک بلا بن کر ہمیں آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔ کوئی فرد عملی تیمور اور کوئی آقا سجانی اپنے حوصلوں سے یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان نے ہمیشہ اپنے بالونک مقدر کو شکست دے کر اپنی عظمت کو قائم رکھا ہے۔

میری یہ بات کوئی اُلجھا ہوا فلسفہ نہیں ہے۔ یہ ہماری آپ کی زندگی کی ناقابل انکار سچائی ہے۔ اگر ہم اپنی داستان میں بالونک آدمی پیش کرتا ہوں تو یہ جھوٹ اور من گھڑت کردار نہیں ہے۔ آپ دیکھ چکے ہوں گے یا پھر دیکھیں گے کہ آج نہیں تو کل تقدیر آپ کو بھی ایسے ہی بالونک انداز میں آزمائے گی۔ خدا ہمارے انسانی حوصلوں کی لاج رکھے۔ آمین!

وہ دونوں لڑتے ہوئے لینڈنگ ڈیک پر پہنچ گئے تھے۔ اُن کے پیچھے آنے والے تماشائی نیچے ہی رُک گئے۔ کیونکہ اوپر ہیلی کوپٹروں کے گھومتے ہوئے پنکھوں سے طوفانی ہوائیں چل رہی تھیں۔ صرف سترہ سلوی مانسوری ری اور کیپٹن ریلنگ کو تھامے ہوئے طوفانی ہواؤں میں سنبھلتے ہوئے کبھی آسمان کی طرف اور کبھی عرشے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عرشے پر وحشیانہ زور ختم ہونے والی جنگ میں مصروف تھے اور آسمان پر دو ہیلی کوپٹر ایک دوسرے سے ذرا فاصلہ پر اِدھر سے اُدھر چکر لگا رہے تھے۔ دونوں ہی عرشے پر اترنے کے لیے پہل کرنا چاہتے تھے۔

پھر اچانک ہی فائرنگ شروع ہو گئی۔ دونوں ہیلی کوپٹر والے ایک دوسرے کی طرف گولیاں چلا رہے تھے۔ عرشے پر فلیگ سگنل دینے والا اپنی جان بچانے کے لیے نیچے بھاگ گیا۔ حالانکہ گولیاں اوپر چل رہی تھیں۔ ایسے ہی وقت بالونک مین کی چیخ سنائی دی۔ میں نے سلوی کی آنکھوں سے دیکھا۔ آقا سجانی کے ہاتھوں میں ایک آہنی راڈ آ گیا تھا۔

اُس نے بالونک مین کے سَر پر ضرب لگائی تھی اور اب اُس کے سینے پر دوسری ضرب لگا رہا تھا۔

آہنی راڈ۔ اور آقا سجانی کی ظالمانہ ضرب نتیجہ خیز تھی۔ بالونک مین کا سَر اور چہرہ لہو میں چھپ رہا تھا۔ سینے پر لگنے والی ضرب ایسی تھی کہ منہ سے خون اُبل پڑا لیکن بالونک آفت برداشت واقعی حیرت انگیز تھی۔ تیسرے حملے کے وقت اُس نے آہنی راڈ کو پکڑ لیا۔ پھر دونوں اُس راڈ کو حاصل کرنے کے لیے کھینچا تانی کرنے لگے۔

بالونک مین اتنے شدید زخم کھانے کے بعد خونخوار درندہ بن گیا تھا۔ پورے جوش و جنون سے اپنی بے پناہ قوت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں وہ آقا پر حاوی ہونے لگا۔ آہنی راڈ کو دونوں ہاتھوں سے تھامے اُسے نیچے دھکیلنے لگا۔ آقا صرف اپنی جسمانی قوت سے نہیں، جنگی چالوں اور مکاریوں کو آزماتے ہوئے لڑ رہا تھا۔ اُس نے بالونک مین کو غالب آنے دیا۔ راڈ کو دونوں ہاتھوں سے تھامے دھکے کھاتا ہوا ریلنگ کی طرف گیا۔ پھر اچانک گر پڑا۔ اُس کا مقابل اُس کے اوپر آیا۔ پھر اُس کی ٹانگوں کی زد میں اچھل کر ریلنگ پر سے گزرتا ہوا سمندر کی طرف چلا گیا۔

پھر ایک بار اُس کی چیخ سُنائی دی۔ سلومی دوسروں کے ساتھ دوڑتی ہوئی دوسرے ریلنگ کی طرف آئی۔ بحری جہاز کے اطراف اتنی تیز و تند لہریں تھیں کہ آدمی خنجر نگلے کی طرح بہہ کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتا۔ بالونک مین نظر نہیں آیا۔ سب نے یہی سمجھا کہ وہ سمندر کی گہرائی میں ڈوب چکا ہے۔ مگر کئی منٹ کے بعد وہ بہت دُور سمندر کی سطح پر ہاتھ مارتا نظر آیا۔ ایک ہیلی کوپٹر اُس کے سَر پر پہنچ گیا تھا اور ہیلی کوپٹر سے اُس کے لیے سیڑھی لٹکائی جا رہی تھی۔

مجھے مانسوری رِی کا خیال آیا۔ سلومی نے میری سوچ کے اشاروں پر سر گھما کر دیکھا۔ وہ نیچے جانے والے زینے کے پاس کھڑی ٹرانسمٹر مکو اپنے پرس میں رکھ رہی تھی۔ میں نے مانسوری رِی کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ اُسی نے ٹرانسمٹر کے ذریعہ ہیلی کوپٹر والوں کو بتایا تھا کہ بالونک مین سمندر میں گر پڑا ہے۔ اس کی طرف سے اطلاع ملتے ہی وہ ہیلی کوپٹر بالونک مین کی مدد کے لیے اُس کے پاس پہنچ گیا تھا۔

ان حالات میں دوسرے ہیلی کوپٹر کو اُس ڈیک پر اُترنے کا موقع مل گیا۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ حیرانی سے سلومی کو دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ سلومی بے اختیار آقا سجانی کی گردن میں باہیں ڈال کر اُس قد آور پہاڑ کی بلندی سے لٹک رہی تھی اور اُس کے چہرے کو چومتے ہوئے دیوانہ وار کہہ رہی تھی تم جرأت اور دلیری کی زندہ مثال ہو۔ انسانی عظمت کا مینار ہو۔ میں تمہارے لیے مرجانا چاہتی ہوں۔ مجھے اپنے بازوؤں میں لے کر مار ڈالو۔"

آقا نے اُسے دونوں بازوؤں میں اُٹھا کر اپنے چٹان سے سینے

لگاتے ہوئے کہا۔ "تم میرے لیے مقدس جرأت ہو۔ بس مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

ڈیک پر اُترنے والے ہیلی کوپٹر کا گردش کرتا ہوا پنکھا تھم گیا تھا۔ اس میں مسلح افراد باہر آ رہے تھے۔ پھر وہ ڈیک کے آخری سرے پر سونیا کو دیکھ کر رُک گئے۔ اُس کا مطلب یہ تھا کہ وہ سونیا کو پہچانتے تھے۔ دنیا کی دو بڑی تنظیموں کا کوئی فرد ایسا نہ تھا جو اُسے اور مجھے نہ پہچانتا ہو۔

ہیلی کوپٹر سے آنے والے مسلح افراد کے ایک لیڈر نے سونیا کے سامنے پہنچ کر اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا پھر اُسے سونیا کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اُسے ہاتھ میں لے کر پڑھنے لگی۔ لکھا تھا۔ "مادام سونیا! میں آج بھی آپ کا دوست ہے۔ آپ سے دوستانہ انداز میں رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ آپ اُس ہندوستانی دوشیزہ کو میرے آدمیوں کے حوالے کر دیں۔ میرے یہ تمام ماتحت گونگے ہیں۔ ان کی آنکھوں پر آنکھیں پٹیاں چڑھے ہوئے ہیں۔ دس دنتی اور فرہاد صاحب انھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ٹریپ نہیں کر سکیں گے۔ آپ سے درخواست ہے کہ بحری جہاز پر حملہ نہ کریں۔ یہ لوگ ہر حال میں رس دنتی کو ہیلی کوپٹر میں لے جائیں گے فقط۔ ماسک مین۔"

سونیا نے اُس کے خط کے کئی پُرزے کیے۔ پھر اُن پرزوں کو ہتھیلی پر رکھ کر اُس لیڈر کے منہ کی طرف پھونک دیا۔ خط کے پرزے اُس کے چہرے کے سامنے تتلیوں کی طرح اُڑنے لگے۔ پھر وہ بولی۔ "جاؤ ہمارے بحری جہاز کی تلاشی لو۔ رس دنتی مل جائے تو اُسے لے جاؤ۔"

وہ ناگواری سے سونیا کو دیکھنے لگا۔ وہ بولی۔ "جانتے ہو، تم ابھی سمندر میں ڈبکیاں لگا رہا تھا اور جسے سُپر ماسٹر کا ہیلی کوپٹر ڈوبنے سے بچا رہا تھا۔ وہ کون ہے؟"

لیڈر اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "ہمارا ساتھی مین تھا۔ یہاں رس دنتی کو حاصل کرنے آیا تھا مگر میرے اس محسن آقا سجانی نے اُسے سمندر میں پھینک دیا۔"

لیڈر نے بے یقینی سے آقا کو سر سے پیر تک دیکھا۔ آقا نے سلومی کی زبان میں اُس سے پوچھا۔ سلومی کے دماغ نے حسبِ ہدایت سُنایا۔ آقا نے اُس سے پوچھا تھا۔ "یہ ہیلی کوپٹر والے کیا چاہتے ہیں؟"

سلومی نے اُسے بتایا کہ رس دنتی نام کی ایک ہندوستانی لڑکی ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس لیے دو بڑی تنظیمیں اُسے حاصل کرنے کے لیے اتنے ہنگامے کر رہی ہیں۔ آقا نے پوچھا۔ "کیا رس دنتی اس جہاز پر موجود ہے؟"

"نہیں۔ ہم اُسے اسکندریہ میں چھوڑ کر آئے تھے۔ آقا! میں تمہیں اس کے متعلق بعد میں بتاؤں گی۔ فی الحال تو بالونک مین کے بھتیجے مصیبت بن کر آ گئے ہیں۔"

وہ لاپروائی سے بولا۔ "مصیبت بننے دو۔ پھر دیکھا جائے گا۔"

اُن کی باتوں کے دوران وہ لیڈر کاغذ پر کچھ لکھ رہا تھا۔ پھر اُس کاغذ کو سونیا کو دیا۔ اس میں لکھا تھا۔ "میں تمہارے محسن آقا سجانی کو پہچانتا ہوں۔ اُس کے ساتھ باتیں کرنے والی لڑکی نے اُن دانستگی میں تصدیق کر دی ہے کہ یہاں سچ مچ رس دنتی نہیں ہے پھر بھی ہم جہاز کی تلاشی لینے کے بعد مطمئن ہو کر واپس جائیں گے۔"

سونیا نے اُس کاغذ کو مٹھی میں بھینچ کر سمندر میں پھینک دیا۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جہاز کے اگلے حصے میں رس دنتی کو ڈھونڈنے چلی گئی۔ دو مسلح جوان ہیلی کوپٹر کے پاس پہرہ دینے کے لیے موجود تھے سونیا اور آقا نیچے جانے لگے۔ سونیا نے زینے سے اُترتے ہوئے سلومی سے پوچھا۔ "یہ مانسوری رِی کہاں چلی گئی؟"

"میں مانسوری رِی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے کیبن کے اندر بیٹھی ہنڈیکے ٹرانسمٹر کے ذریعے ہیلی کوپٹر والوں سے رابطہ قائم کیے ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ میں اتنی دیر سے کال کر رہی تھی مجھے اس طرح نظر انداز کیوں کیا جا رہا ہے؟ اوور۔"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "مادام! تھوڑی دیر پہلے میں نے آپ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ ہیلی کوپٹر کو جہاز کے عرشے پر اُتارنے کے لیے آپ کے تعاون کی ضرورت تھی مگر ہمارا وہ مقصد پورا نہ ہوا۔ ہم اچھی طرح سمجھ رہے ہیں کہ رس دنتی تمہارے ذریعہ میرے دماغ تک پہنچ گئی تھی۔ بہرحال اس وقت ہم بالونک مین کو طبی امداد پہنچانے کے لیے اپنے ہیلی کوپٹر میں لے جا رہے ہیں۔ رس دنتی مجھے اپنا معمول بنا کر اس ہیلی کوپٹر کو تباہ کر سکتی ہے۔ اس لیے مجھے ایک گوشے میں بٹھا دیا گیا ہے۔ میرا ایک ساتھی مجھ پر ریوالور تانے میرے سامنے بیٹھا ہے جیسے ہی رس دنتی میرے ذریعہ کوئی گڑبڑ کرنا چاہے گی۔ یہاں مجھے گولی مار دے گی۔ اگر رس دنتی نے مجھ پر کرم کیا اور کوئی گڑبڑ نہ کی تو مجھے بحفاظت واپس بھیجنے کے بعد پھر اس ہیلی کوپٹر کا کوئی فرد تم سے بات کرے گا۔ اوور۔"

"میرا کیا ہو گا؟ میں یہاں اکیلی رہ گئی ہوں۔ سونیا مجھے فوراً یہاں سے لے بھی امداد پہنچنا چاہیے۔ اوور۔"

اس بار بالونک مین کی آواز سُنائی دی۔ وہ گہری گہری سانسیں لیتا ہوا بمشکل بول رہا تھا۔ "میں آقا کو تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔ تم اپنا خیال رکھو۔ یہ معلوم کرو کہ وہ کون ہے اور کہاں جا رہا ہے۔ تم اس جہاز میں ہم سے رابطہ قائم کرو گی۔ پھر وہیں پہنچ جاؤں گا۔ رس دنتی کو اُس کی لاش پر سے گزر کر لاؤں گا اور اینڈرال۔"

مانسوری رِی ٹرانسمٹر کو آف کر کے پرس میں رکھتے ہوئے بڑبڑائی۔ "بڑی مشکل ہے۔ ابھی سونیا کے غرور کی کوئی حد نہ ہو گی۔ اس سے دوستی کرنا چاہوں گی تو وہ حقارت سے دھتکار دے گی۔ میں کیا کروں؟"

وہ اُٹھ کر چلنے لگی۔ برموجود حالات سے نمٹنے کے لیے کئی طرح کی تدبیریں اُس کے دماغ میں آ رہی تھیں۔ پھر اُسے یہ تدبیر پسند آئی کہ آقا سجانی سے دوستی کرے۔ اُسے اپنی جوانی کی سوغات پیش کرے اُسے اپنے آپ پر نازاں تھا۔ وہ بالونک مین اور آقا سجانی جیسے درندوں کو اپنے کالے شباب کے کالے جادو کی طرح تسخیر کر لیتی تھی۔

اس نے کال بیل کے ذریعہ خادم بیگ کو طلب کیا۔ وہ خادم بیگ کو اپنا جاسوس بنا کر یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ آقا کب اپنے کیبن میں سونے کے لیے جائے گا۔ مجھے خیال آیا کہ سونیا، سلومی اور آقا فتح کی خوشی میں کھانے بیٹھیں گے تو خادم بیگ اُن کے کھانوں میں وہ دوا نہ ملا دے۔ میں اس ملازم کے دماغ میں پہنچ گیا۔

کچن کے ایک گوشہ میں خادم بیگ سہما کھڑا تھا اور سونیا اُس سے کہہ رہی تھی۔ "تم نے اس کالی عورت کے عاشق کا انجام دیکھ لیا۔ کہو تو تمہیں بھی سمندر میں پھینک دیا جائے۔"

وہ خوف سے کانپتے ہوئے بولا۔ "میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں مجھ پر رحم کرو۔ میں وہ دوا اور دس ہزار ڈالر تمہیں دے دوں گا۔ میری جان بخش دو۔ میں تمہارا غلام بن کر رہنے کو تیار ہوں۔"

"اچھا میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔ دس ہزار ڈالر بھی تم رکھ لو۔ وہ دوا مجھے دے دو۔"

وہ فوراً ہی کچن سے ملحقہ ایک کمرے میں گیا۔ پھر دواؤں سے دوا کی دو شیشی لا کر سونیا کو دے دی۔ وہ اُسے اپنے پرس میں رکھتی ہوئی بولی۔ "تم ایک کام اور کرو گے۔ جب وہ کالی عورت کھانے پینے کا آرڈر دے تو کھانے پینے کی ٹرے میرے پاس لانا۔ میں یہ دوا ڈال کر دوں گی۔ پھر وہ ٹرے اُس کے پاس پہنچانا۔۔۔"

خادم بیگ نے وعدہ کیا۔ سونیا وہاں سے چلی آئی۔ ڈائننگ ہال میں بڑی چہل پہل تھی۔ ایک نوجوان ہاتھ میں گٹار لیے آقا سجانی کی شان میں ایک گیت گا رہا تھا۔ ایک عورت رقص کر رہی تھی۔ ہال میں بیٹھنے والے آرکسٹرا کی دھن کے مطابق ٹھیر ٹھیر کر تالیاں بجا رہے تھے۔ سلومی مسکرا رہی تھی اور آقا اُسے بڑے پیار سے چاہ جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سونیا اُن کے پاس آ کر کھانے کے لیے بیٹھ گئی۔

میں نے رس دنتی کے لہجے میں سونیا سے کہا۔ "سونیا! میں خاموشی سے یہ سارے تماشے دیکھتی رہی۔ تمہارے لیے کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس لیے خاموش رہی۔ اب مجھے سونے کی اجازت دو مگر اس سے پہلے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اب آہستہ آہستہ آقا سجانی کو گرمانے کی کوشش کرو۔ معلوم کرو کہ وہ کون ہے اور کہاں جا رہا ہے؟"

"ہاں مجھے بھی یہ تجسس ہے۔ سلومی آقا کے بہت قریب ہو گئی۔ کیوں نہ اُس سے کام لیا جائے؟"

"نہیں۔ میں سلومی کی سوچ اچھی طرح پڑھ چکی ہوں۔ وہ آقا کے لیے ایسی دیوانی ہو رہی ہے کہ اُس سے کھانا بھی نہیں کھایا جائے

گا۔ آفاقے کے ہاتھوں میں کھیلنے والی ہماری لیے سنجیدگی سے کام نہیں کرسکے گی۔ اُسے ابھی الگ ہی رکھو۔ یہ کام تم ہی کرو۔"

سونیا راضی ہوگئی۔ میں اُس بحری جہاز سے واپس آگیا۔ دل گاڑی تھائی لینڈ کے کسی سرحدی اسٹیشن پر رُکی ہوئی تھی۔ کیبن کی دوسری برتھ پر بے فی اور شرلاک بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ میری آنکھ کھلنے ہی بے فی مسکرانے لگی۔ شرلاک نے کہا۔ "نہ مسکراؤ۔ تمھارے بھلی صاحب پھر مراقبے میں چلے گئے۔"

میں نے مسکرا کر اٹھتے ہوئے کہا۔ "کافی پینے کے لیے مل جائے تو اتنی جلدی واپس نہیں جاؤں گا۔"

بے فی ایک پیالی میں کافی اُنڈیلتے ہوئے بولی۔ "بھائی! آپ کی مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ اُدھر سونیا کی طرف خیریت ہے۔"

"ہاں ابھی خیریت ہے مگر میری وجہ سے تم دونوں کی خیریت نہیں ہے۔ ابھی تک جاگ رہے ہو۔"

میں نے اپنی رسٹ واچ دیکھی۔ تھائی لینڈ کے وقت کے مطابق ایک بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے۔ میں بے فی کے ہاتھ سے کافی لے کر پینے لگا۔ اس نے فرمائش کی کہ میں بحری جہاز کے واقعات سناؤں۔ میں نے کہا۔ "دس منٹ انتظار کرو۔ میں ڈرائیور مانہ کی خیریت دریافت کرلوں۔"

میں نے کافی کی ایک چسکی لی اور ڈرائیور مانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ آرام سے سو رہی تھی۔ اُس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا کہ وہ کوالالمپور کے انٹرکان کے ایک کمرے میں بخیریت ہے۔ صبح سات بجے کی فلائٹ سے وہ چیانگ مئی کا کی ٹیم کے ساتھ فیپال جائے گی۔ میں نے پوچھا۔ "چیانگ مئی کا کا رویہ کیسا ہے؟"

وہ بولی۔ "بظاہر شریفانہ رویہ ہے۔ بے چارہ مجھے دیکھ دیکھ کر للچا رہا ہے اور صبر کر رہا ہے۔"

"جب تک صبر کرتا ہے کرنے دو۔ اُس پاگل کتے کے گلے میں ماسک میں نے زنجیر ڈال رکھی ہے۔"

"فرہاد! میں نے سوچا ہے کہ فیپال پہنچنے تک اُس سے ہلکا پھلکا رومانس شروع کروں گی۔ اس طرح وہ آگے بڑھے گا تو مجھے جھگڑا کرکے اُس کی ٹیم سے فرار ہونے کا بہانہ مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے میں صبح ملاقات کروں گا۔ آرام سے سوتی رہو۔"

کافی کی پیالی خالی ہوگئی۔ میں نے پیالی کو تڑے پر رکھتے ہوئے بے فی کو رومانہ کی خیریت بتائی پھر بحری جہاز کے واقعات سنانے لگا۔ رات گزرتی جارہی تھی۔ دو بجے میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اب ہمیں آرام کرنا چاہیے۔ میں صبح آؤں گا۔"

بے فی میرے ساتھ دروازے تک آکر بولی۔ "مزا تو سوگئی ہوگی۔"

"میں اس کا خیال پڑھ کر معلوم کرلوں گا۔ اگر وہ سو رہی ہوگی تو میں بھی سو جاؤں گا۔ صبح اُٹھنے کے بعد وہ کبھی سوچے گی بھی نہیں کہ رات اُس نے نیند کی حالت میں دروازہ کھولا ہوگا۔"

وہ بچوں کی طرح خوش ہوکر بولی۔ "بھائی آپ ٹیلی پیتھی کیسے تماشے کرتے ہیں۔ بائی گاڈ بڑا مزا آتا ہے۔"

میں مسکراتا ہوا کیبن سے باہر آگیا۔ بے فی نے شب بخیر کہہ کر دروازہ بند کرلیا۔ اُس وقت ٹرین چلنے لگی تھی۔ میں ایگزیکٹو فرسٹ کلاس کی راہ داری میں کھڑا ہوا تھا۔ راہ داری کے دونوں طرف مختلف کیبن تھے جن میں مسافر آرام کر رہے تھے۔ راہ داری دو فٹ تک سنسان تھی۔ میں نے ایٹ سگریٹ نکال کر سلگائے۔ ہوئے مزے کے دماغ کو ٹٹولا۔ وہ کیبن میں نہیں تھی۔ بولنے کار میں بیٹھی کافی پی رہی تھی۔ اُس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ مجھ جیسے اجنبی کے ساتھ کیبن میں رات نہیں گزارے گی۔ وہ رات بھر صبح تک بیٹھی رہے گی۔

میں بولنے کار کی طرف جانے کے لیے راہ داری سے گزرنے لگا۔ اُس کے پاس کے کیبن بالکل خاموش تھے۔ بڑے بڑے سرمایہ دار عیاشی کی نیند سو رہے تھے۔ ایک کیبن کے قریب سے گزرتے ہوئے میں ٹھٹک گیا۔ اُس کیبن کے دروازے پر اندر سے دھکا لگ رہا تھا۔ ٹرین تیز رفتاری سے کھٹا کھٹ کا شور مچاتی بھاگی جارہی تھی۔ اتنے شور میں کیبن کے اندر کی آواز سنائی نہیں دے سکتی تھی۔ میں نے دروازے سے کان لگا دیے۔ اُس دروازے کو زور زور سے دھکے لگ رہے تھے۔ یہ اندازہ ہوا کہ اندر دو یا دو سے زیادہ ہستیاں جدوجہد میں مصروف ہیں۔ میں بلا تامل دروازے پر دستک دینے لگا۔

دروازے کے پیچھے جیسے جدوجہد تھم گئی تھی۔ شاید وہ لوگ سوچ رہے تھے کہ دستک دینے والا کون ہوسکتا ہے؟ میں نے دوبارہ دستک دی۔ ہم سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے انتظار کرنے لگا۔ سگریٹ کا تیسرا کش لگانے ہی دروازہ ذرا سا کھلا۔ ایک ادھیڑ عمر کا چہرہ نظر آیا۔ اُس کا سر منڈا ہوا تھا۔ آنکھیں سُرخ جیسے انگارہ تھیں۔ بڑا ہی خون آشام درندہ لگ رہا تھا۔ وہ ایسا تھا کہ اُسے دیکھ کر کمزوروں کے دل دہل جاتے۔

اُس کا ہاتھ دروازے کے پیرے پر تھا تاکہ وہ ذرا سا کھلا رہے اور میں اندر نہ جھانک سکوں۔ وہ غرا کر بولا۔ "کیا بات ہے؟ کون ہو تم؟"

میں نے سگریٹ کا ایک کش لے کر اس کی سلگتی ہوئی آگ کو اچانک ہی اُس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ ایک "ہے" سے ملا گیا۔ دروازہ کھلا اور کھلا۔ میں نے ایک دھکے میں اُسے پوری طرح کھول دیا۔ آگ کی جلن سے وہ سنبھلنے نہ پایا تھا۔ اس لیے دروازے کے ساتھ دھکا کھاتا ہوا پیچھے چلا گیا۔

اندر ایک برتھ پر دس برس کا ایک لڑکا سو رہا تھا۔ دوسری برتھ پر ادھیڑ عمر کی عورت آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔ شاید وہ بچے کی ماں تھی۔ وہاں تو سکون ہی سکون تھا۔ گویا ہوئے کسی ہنگامے کا پتہ ہی نہیں چل رہا تھا۔ وہ سر منڈا غصہ سے بولا۔ "یہ کیا بدمعاشی ہے۔ شرافتیں یہیں گھس آئے ہو۔ میں ریلوے پولیس کو کال کروں گا۔"

میں نے کہا۔ "میں نے یہاں سے گزرتے ہوئے محسوس کیا تھا کہ دروازے پر کسی نے دھکے لگ رہے ہیں۔ کیا تم دھکے مار رہے تھے؟"

"ہاں۔" یہ پیشنی جام ہوگئی تھی۔ میں دروازے کو دھکے مار کر اُسے کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

اُس نے بڑا معقول جواب دیا تھا مگر بھلا ہو ٹیلی پیتھی کا۔ وہ اندر کے جھوٹ کو اگل دیتی ہے۔ وہ سُرخ آنکھوں والا سر منڈا اندر سے عذاب میں مبتلا تھا اور اُس کا ایک ہاتھ تپلون کی جیب میں بند چاقو کو تھامے ہوئے تھا۔ میں نے معذرت چاہتے ہوئے کہا۔ "میں خطرے کی بُو سونگھ کر آیا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو پریشان کیا۔ سوری۔"

یہ کہہ کر میں واپس جانے کے لیے دروازے کی طرف پلٹ گیا۔ وہ بھی دروازے تک آنے کے لیے آگے بڑھا۔ اسی وقت میں نے اچانک قلم کا ایک اُلٹا ہاتھ اُس کے منہ پر رسید کردیا۔ "اوئک" کی آواز کے ساتھ اُس کا منہ اوپر اٹھا۔ میرا دوسرا گھونسہ اُس کی ٹھوڑی پر پڑا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑھکتا ہوا اُس عورت کے اوپر جا گرا۔ وہ ہم از کم ڈھائی من کا تو ضرور ہوگا۔ اُس کا بوجھ پڑنے کے باوجود وہ عورت بیدار نہیں ہوئی اس نے فراٹے کسمسا کر دم توڑ دیا۔

میں نے پوچھا۔ "یہ عورت بیہوش پڑی ہے۔ معاملہ کیا ہے؟"

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ ایک کھٹکے کی آواز کے ساتھ اُس کے ہتھیار چاقو کھل گیا تھا۔ میں ٹائیلٹ کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ اپنی بھلائی کے لیے مجھے ختم کردینا چاہتا تھا تاکہ میں باہر جاکر اُسے قانون کے حوالے نہ کرسکوں۔ اُس نے یک بیک حملہ کیا۔ وہ دو سُروں کے لیے ناگہانی ہو سکتا تھا مگر مجھے تو اُس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ میرے جسم پر کہاں اور کس لیے چاقو اُتارنا چاہتا ہے۔

چاقو اُترگیا۔ اتنا بھرپور وار تھا کہ چاقو کا پھل ٹائیلٹ کی لکڑی کی دیوار میں کھب گیا۔ اسی وقت ٹائیلٹ کے اندر سے کسی لڑکی کی سہمی ہوئی سی گھٹی گھٹی سی آواز سنائی دی۔ "آں۔ نن۔ نہیں۔ ہپ۔" لگتا ہے شاید ہپ۔ کتنے ہی اپنے ہونٹوں کو سختی سے بند کرلیا تھا یا کسی نے جبراً اس کا منہ بند کردیا تھا۔

وہ سر منڈا فوراً ہی لکڑی کی دیوار سے چاقو نہ نکال سکا۔ میں نے کل سیکنڈ کھوپڑی پر ایک چپت لگا کر ایک زلزلہ کی پھونک ماری۔ ایسا ویسا زلزلہ نہیں ہوں کہ کسی کو پھونک سے اُڑا دوں۔ وہ اُس کی کھوپڑی کے اندر ٹیلی پیتھی کی پھونک تھی۔ وہ بدحواسی میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ خیال خوانی پھر اُسے آگے لائی تاکہ میرا گھونسہ اُس کی ناک پر پڑے۔

وہ ناک پکڑ کر بیٹھنے لگا۔ میں نے اُس کے پیٹ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ بیٹھنے سے پہلے ہی فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔ سر منڈا ایسا نازک اندام نہیں تھا کہ اتنی آسانی سے مار کھا تا چلا جاتا۔ میری خیال خوانی اُسے مار رہی تھی۔ وہ ایسا موقع نہ تھا کہ میں ٹیلی پیتھی کو ایک طرف رکھ کر اُس سے مردانہ وار مقابلہ کرتا۔ اگر میں ایسا کرتا تو اچھی خاصی جنگ ہوتی۔ جوڑ توڑ کے مقابلے میں اُس کوچ کے تمام مسافر بیدار ہو جاتے بڑا ہنگامہ برپا ہوجاتا۔ اس لیے میں خاموشی سے نمٹ رہا تھا۔

میں نے اس کی ننگی کھوپڑی پر ایک ٹھوکر مارتے ہوئے پوچھا۔ "ٹائیلٹ میں کون ہے؟"

میرے اتنے زبردست جملوں کا اس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ گھنٹوں مقابلے پر ٹھیر سکتا تھا مگر سوچ رہا تھا اگر لڑائی جاری رہی تو میں پکڑا جاؤں گا۔ میرا مقابل اب تک خاموشی سے لڑ رہا ہے۔ شاید یہ معقول رشوت لے کر اسی طرح خاموشی سے چلا جائے۔"

اُس نے سر اٹھایا۔ اُس کی ناک سے خون بہتا ہوا ہونٹوں اور ٹھوڑی پر پھیل رہا تھا۔ وہ ہانپتے ہوئے بولا۔ "دوستی کرلو۔ میں دوستوں کے لیے جان دیتا ہوں۔ تمھارے کسی بُرے وقت۔ کام آؤں گا۔"

میں نے سخت لہجے میں پوچھا۔ "ٹائیلٹ میں کون ہے؟"

"ایک لڑکی ہے۔ وہ بہت خوبصورت ہے۔ میں نے اُسے دھمکی دی تھی کہ وہ شور مچائے گی تو میں اُس کی ماں اور اُس کے بھائی کو قتل کردوں گا۔ اس لیے وہ منہ دبا کر ٹائیلٹ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ تم میری مان لو۔ اس معاملہ میں نہ پڑو۔ تم جتنی بھی رقم کا مطالبہ کرو گے میں ایک گھنٹہ کے اندر ادا کردوں گا۔"

میں نے کہا۔ "وہ عورت کسمسا رہی ہے۔ اُس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارو۔"

وہ دانت پیس کر سخت لہجے میں بولا۔ "میں کہتا ہوں اس معاملے میں نہ پڑو۔"

میں نے اُس کے منہ پر ایک ٹھوکر لگائی۔ وہ دوسری طرف الٹ کر ڈنمے کی طرح ڈکرانے لگا۔ میں نے کہا۔ "ایسا نہ ہو کہ مجھے تمھارے منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے پڑیں۔"

وہ آہستہ آہستہ اُٹھتے ہوئے مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ میں اُس کے حملوں سے کیسے بچ گیا۔ اُس نے اُٹھنے کے دوران اچانک ہی میری ٹانگوں میں ٹانگیں پھنسا کر مجھے گرانا چاہا۔ اس سے پہلے ہی میں اُچھل کر اُس کی ٹانگوں پر سوار ہوگیا۔ میرے بوجھ سے اُس کے گھٹنے جیسے ٹوٹنے والے تھے۔ بے اختیار اُس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میں دوبارہ اُچھل کر ایک قدم پیچھے گیا پھر ایک قدم آگے بڑھ کر ایک اور ٹھوکر اُس کے منہ پر لگائی۔ وہ چاروں

شانے چیت ہوگیا۔

اب اُس کی کھوپڑی اُسے سمجھا رہی تھی کہ اُس کے آگے سمندر ہے اور وہ اُسے عبور نہیں کر سکے گا۔ وہ سُرخ سُرخ دیدے پھیلا کر مجھے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے میں اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہوں۔ پھر وہ آہستگی سے اٹھا، میز پر سے پانی کا جگ اُٹھا کر بڑی فرماں برداری سے اِس بے ہوش عورت کے منہ پر چھینٹے مارنے لگا۔

وہ عورت پہلے ہی ہوش میں آنے کے لیے کسمسا رہی تھی ٹھنڈے پانی سے اُس کی آنکھ کھل گئی۔ ذہن کھل گیا اور وہ اپنے حواس میں آکر کیبن کے اس ماحول کو سمجھنے لگی۔ اُس نے اپنے دشمن کو دیکھا پھر مجھے دیکھا پھر ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ اِس کے دماغ میں یہی بات آئی تھی کہ دشمن اب ایک سے دو ہوگئے ہیں۔

میں نے کہا: "میں دشمن نہیں دوست ہوں آپ اپنے دشمن کے بگڑے ہوئے حلیے سے سمجھ سکتی ہیں کہ آپ کی بے ہوشی کے دوران یہاں کیسی جنگ ہو چکی ہے۔"

وہ مطمئن ہوگئی نرمی بھرے لہجے میں بولی: "بیٹا تم کون ہو؟"

"میں آپ کی طرح ایک مسافر ہوں۔ شاید آپ بے ہوشی ہونے سے پہلے ایسی جدوجہد میں مصروف تھیں کہ دروازہ پر دھکا لگنے کے باعث مجھے یہاں خطرے کا احساس ہوگیا ویسے آپ بے ہوش کیسے ہوگئی تھیں؟"

"اس شیطان نے میرے سر پر چاقو کا دستہ مارا تھا۔"

میں نے پیچھے ہٹ کر ٹائیلٹ کا دروازہ کھولا۔ وہاں ایک نوعمر نوجوان لڑکی دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ کو دبائے سہمی ہوئی بیٹھی تھی میں نے اس عورت سے پوچھا: "کیا یہ تمہاری بیٹی ہے؟"

وہ جلدی سے اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ پھر تیزی سے اُٹھ کر ٹائیلٹ کے اندر گئی۔ لڑکی ماں کو دیکھتے ہی دوڑ کر لپٹ گئی۔ روتے ہوئے کہنے لگی: "ممی مجھے یہاں سے لے چلو یہ لوگ ہمیں مار ڈالیں گے۔"

وہ اپنی بیٹی کو تھپکتے ہوئے بولی: "حوصلہ کرو۔" نائیہ ہم ابھی محفوظ ہیں۔" میں نے بھی اُسے تسلی دی: "یہاں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اپنی ممی کے ساتھ وہاں جا کر بیٹھو۔"

وہ اپنی ماں کے ساتھ ٹائیلٹ سے باہر آئی پھر اس دشمن کے خون آلود چہرے کو دیکھ کر چیخ مارتی ہوئی ماں سے لپٹ گئی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا: "تم تو بہت ہی بزدل ہو۔ دیکھو تمہارا چھوٹا بھائی کتنے آرام سے سو رہا ہے۔"

وہ اپنی ممی کے سینے میں منہ چھپا کر بولی: "میں اُسے نہیں دیکھوں گی اُسے بھگا دو یہاں سے بھگا دو۔"

وہ بہت زیادہ دہشت زدہ تھی معلوم ہوتا تھا بہت ہی نازونعم میں پلی ہوئی ہے پہلی بار زندگی کا بگڑا ہوا چہرہ دیکھ رہی ہے۔ اُس کی ممی نے کہا: "خاتون اگر اپنے دشمن سے کوئی حساب کتاب لینا ہو تو میں آپ کے سامنے اس کا محاسبہ کرتا ہوں ورنہ تا نیہ سہم کر ایک طرف ہے میں اس شخص کو باہر رخصت کر کے آؤں گا۔"

"نہیں بیٹے مجھے اس بدمعاش سے کچھ لینا دینا نہیں تم اسے قانون کے حوالے کر دو۔"

"دیکھیے قانون کا چکر بہت لمبا ہوتا ہے میں ایک مسافر ہوں آپ کو اس مصیبت سے بچا سکتا ہوں لیکن تھانے پولیس کے چکر میں نہیں پڑ سکتا۔"

"تم جو چاہو کرو مگر اس منحوس کو یہاں سے لے جاؤ۔"

میں نے دروازہ کھول کر منحوس کو باہر بلا لیا۔ وہ اپنے ڈھل سے چہرے کا لہو پونچھتا ہوا میرے ساتھ راہ داری میں چلتا ہوا بولا: "دوست تم خواہ مخواہ اس پھڈے میں پڑ رہے ہو۔ یقین کرو میں تمہیں بڑی سے بڑی رقم دوں گا تم اس کیبن کا راستہ بھول جاؤ۔"

"مجھے رقم نہیں چاہیے اتنا بتا دو کہ ان لوگوں سے کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں ہماری خاندانی دشمنی ہے۔"

"تم اپنے چہرے اور ڈبل ڈول کے مطابق جانوروں کے خاندان سے لگتے ہو اور وہ معزز گھرانے کے لوگ ہیں۔"

وہ غرا کر مجھے دیکھنے لگا میں سمجھ گیا کہ وہ آسانی سے سچ نہیں بولے گا۔ ہم آخری کیبن سے مڑ کر کوچ کے دروازے پر آگئے میں نے کہا: "میں آسانی سے تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ میں یہ دروازہ کھلا رہا ہوں۔ تم مجھے چلتی گاڑی سے باہر پھینک کر مجھ سے پیچھا چھڑا سکتے ہو۔"

یہ کہتے ہوئے میں نے دروازہ کھولا دروازے سے زیادہ اس کا کھلا ہوا ذہن میری خیال خوانی کی ہتھیلی پر رکھا ہوا تھا اس نے مجھے دھکا دینے سے پہلے میری گردن پر کراٹے کا ہاتھ مارنا چاہا مگر اُس کی کھڑکی ہتھیلی دروازہ پر پڑی۔ ٹرین پتہ نہیں کتنی رفتار سے بھاگی جا رہی تھی تیز ہوا کے جھونکے ہمیں سو سکے پتوں کی طرح اُڑا دینا چاہتے تھے۔ میں نے اُس کی ہتھیلی پر زور سے کہنی ماری۔ وہ پسلی کو پکڑ کر فرش پر جھکا میں بیٹھ گیا وہ مجھ پر آوندھا ہو گیا۔ میں نے ایک جھٹکے سے اُٹھ کر دھوبی پاٹ کا داؤ آزماتے ہوئے پے کاندھے پر سے اُسے گراتے ہوئے باہر پھینک دیا۔ اُس کی چیخیں دُور ہوتی جا رہی تھیں۔ میں نے دروازے کو بند کر دیا۔

میں نے اپنا لباس درست کرتے ہوئے بوڑھی عورت کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ نائیہ کہہ رہی تھی: "ممی آپ وہ کاغذات جلا کر پھینک دیں نہیں تو وہ ہمیں مار ڈالیں گے۔"

"نائیہ دنیا میں ڈر کر جینے والے کتنی جیسی زندگی گزارتے ہیں

ں نے وہ کاغذ تھما کے چچا کے حوالے کر دیے یا انھیں جلا ڈالا پھر اپنے مرحوم باپ کی جائداد میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ میں یہ ثابت کر کھوں گی کہ میری اُن سے شادی ہوئی تھی اور تم اُن کی بیٹی ہو دیکھو خدا ہماری مدد کر رہا ہے ایسا نہ ہوتا تو وہ اجنبی فرشتہ بن کر ہماری مدد کو نہیں آتا۔"

"نائیہ گھبرا کر بولی: "ممی وہ اجنبی پھر آئے گا۔ نہیں اب دروازہ کھولیں۔ مجھے اُس سے بھی ڈر لگتا ہے۔ آپ دروازہ نہ کھولیں۔"

میں نے مسکرا کر سوچا میرا فرض ادا ہو گیا اب انھیں کوئی خطرہ نہیں ہے بہتر ہے کہ اب میں اس معاملے میں نہ پڑوں میرے تجربات نا بہ میں کہ جس معاملہ میں پڑتا ہوں وہ شیطان کی آنت کی طرح لمبا ہوتا چلا جاتا ہے۔ پھر یہ کہ رات سونے اور آرام کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ آرام کرنے کا خیال آیا تو موناخیالوں میں آگئی اُس کی پارسائی نے مجھے حیران کر رکھا تھا پتہ نہیں کس آلو کے پتے نے اس کو مشورہ دیا تھا کہ وہ خطرناک مجرموں کے ماحول میں رہ کر کام کرے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ کوئی اُس کے جسم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ سپرنٹنڈنٹ کے حکم سے اس کی باقاعدہ نگرانی اور حفاظت کی جاتی ہے۔

شاید پہلی بار اُس کا دعویٰ غلط ہو رہا تھا۔ وہ میرے کیبن میں آکر سنسنی گئی تھی۔ میں نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ میں اُس لڑکی کو جبراً اُس کے مزاج کے خلاف حاصل نہیں کروں گا ویسے کوئی کسی کی کہاں تک حفاظت کر سکتا ہے۔ وہ بے حد حسین تھی اور بدن کے نشیب و فراز تو ہر کسی کو ہی اُسے لوٹ کا مال سمجھ سکتا تھا۔

اُس وقت بھی وہی ہوا۔ وہ بولنے کار میں بیٹھ کر صبح کرنا چاہتی تھی مگر وہاں ایک عاشق مزاج نوجوان اُس کی میز کے سامنے آبیٹھ گیا تھا اور اُس سے راہ و رسم بڑھانے کے لیے بازاری انداز میں بات کر رہا تھا۔ موناؤ نے دھمکی دی: "مجھے تنہا نہ سمجھو میرے محافظوں نے تمہیں دیکھ لیا تو وہ تمہارا قیمہ بنا کر رکھ دیں گے۔"

وہ بڑا ڈھیٹ ثابت ہوا۔ کہنے لگا: "میں اس دُنیا میں تنہا ہوں میرے مرنے پر کوئی نہیں روئے گا۔ البتہ میرے ہاتھوں سے تم مر گئیں تو پہلے بہت سے عاشق تمہاری جوانی کا ماتم کریں گے۔"

وہ بل ادا کرنے کے بعد غصے سے اُٹھ کر کیبن کی طرف آنے لگیں تیزی سے چلتا ہوا اس سے پہلے اپنے کیبن میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ ں نے موناؤ کی سوچ پڑھی اب اس کے پیچھے ایک کے بجائے دو ہنسے تھے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی پریشان ہو کر بار بار پلٹ کر دیکھ رہی ں نے اُسے مخاطب کیا: "ہیلو موناؤ! گھبراؤ نہیں میں تمہارے ساتھ ں مکراتی رہوں اور کیبن کے دروازے پر پہنچ کر اُن میں سے ایک عاشق کو اندر آنے کی دعوت دو۔"

وہ خوش ہوگئی۔ میری ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ میں ٹائیلٹ کے اندر چلا گیا۔ اسی وقت وہ کیبن کا دروازہ کھولتی ہوئی مسکرا کر بولی۔ "میں کسی ایک کے ساتھ اس کیبن میں رہ سکتی ہوں۔"

جو شروع سے اُسے چھیڑ رہا تھا وہی آگے بڑھا۔ موناؤ اندر آ گئی۔ عاشق صاحب نے پہلے دروازے پر کھڑے ہو کر کیبن کا جائزہ لیا۔ وہاں کسی کو نہ پایا تو اطمینان سے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔ موناؤ میری ہدایت کے مطابق اٹھلاتی ہوئی بستر پر جا کر بیٹھ گئی وہ آگے بڑھا تو میں ٹائیلٹ کا دروازہ کھول کر اُس کے پیچھے پہنچ گیا۔ آہٹ پاتے ہی وہ تیزی سے گھوما۔ میرا ہاتھ بھی گھوم گیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا اپنا توازن نہ سنبھال سکا۔ موناؤ کے قدموں کے پاس جا گرا موناؤ نے اس پر تھوک دیا۔ وہ اچھا خاصا تگڑا جوان تھا مگر نرول تھا۔ ایک ہاتھ پڑتے ہی گھگھیانے لگا: "مجھے معاف کر دو میں یہاں بُری نیت سے نہیں آیا ہوں۔"

میں نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا: "مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اُسے اپنی بہن سمجھ کر آئے ہو۔ جاؤ بیٹے فیڈر سے دودھ پی کر تم سو جاؤ۔"

وہ جلدی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اُس کے لیے دروازہ کھول دیا۔ وہ تیر کی طرح وہاں سے نکلا موناؤ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ اُس وقت وہ بھول گئی تھی کہ میں بھی اس کے لیے ایک اجنبی ہوں جب میں نے دروازہ بند کیا تو اُس کی ہنسی پر بریک لگ گیا وہ اک دم سے چپ ہو گئی۔ وہ سنجیدگی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پہلے وہ مجھے دیکھ کر پریشان ہو جاتی تھی میں نے یہی محسوس کیا کہ وہ سنجیدہ تو ہے مگر میری موجودگی سے پریشان نہیں ہے۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دوسری برتھ پر آ کر بیٹھ گیا اس دوران وہ سوچ رہی تھی۔ فرہاد نے سوچ کے ذریعے مجھے سمجھایا تھا کہ وہ میری حفاظت کرے گا مگر اس انٹوفی نے میری حفاظت کی۔ کیا فرہاد نے مجھے پیش آنے والے خطرے سے انٹوفی کو آگاہ کر دیا تھا۔ نہیں مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ میرے سامنے فرہاد موجود ہے۔

میں نے اُس کی سوچ میں مداخلت نہیں کی۔ آرام سے برتھ پر لیٹ گیا۔ وہ اپنی دھن میں سوچتی جا رہی تھی۔ ماسٹر نے مجھے اس کیبن میں بھیجتے وقت کہا تھا کہ میں انٹوفی کو اپنی آواز نہ سناؤں اور میری آنکھیں چھپانے کے لیے مجھے یہ آئی لینس پہنایا گیا ہے اپنی احتیاطی تدابیر صرف فرہاد کے ڈر سے کی جاتی ہیں۔ مجھے اس کیبن میں آتے ہی خبہ ہوا تھا مگر اس انٹوفی نے یہ کہہ کر مجھے مطمئن کر دیا تھا کہ اُس نے میری آواز اسکندریہ سے آتے وقت طیارہ میں سنی تھی اور وہ آواز سے چھپی ہوئی شخصیتوں کو پہچان لیتا ہے مگر یہ آئی لینس کیوں؟

میں تو اس کے متعلق پوچھنا ہی بھول گئی تھی۔"

اس نے سر اٹھا کر میری جانب دیکھا۔ میں آنکھیں بند کیے ہوئے لیٹا تھا اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "مسٹر انٹونی تم نے کہا تھا کہ تم نے طیارہ میں میری آواز سنی تھی یہ ٹھیک ہے کہ تم مجھے آواز سے پہچان لیتے لیکن ماسٹر نے مجھے یہ آئی لنیس پہننے کو کیوں کہا ہے؟"

"اس لیے کہ روزی کی آنکھیں بھوری تھیں اور تم روزی کے میک اَپ میں ہو۔"

وہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگی میں نے معقول جواب دیا تھا مگر وہ اندر سے مطمئن نہیں تھی۔ ایک شبہے نے جڑ پکڑ لی تھی۔ وہ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "مسٹر تم بھی میک اَپ میں ہو یہ تمہارا اصلی چہرہ نہیں ہے۔"

"شاید۔ اس دُنیا میں ہر جگہ ملاوٹ پائی جاتی ہے ہو سکتا ہے کہ مجھ میں بھی ملاوٹ ہو مگر تمہاری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا تم آرام سے سو جاؤ۔"

وہ ذرا جھنجلا کر بولی۔ "کیسے سو جاؤں؟ میں نہیں جانتی کہ تقدیر مجھے کس کے پاس لے آئی ہے تم نے میری اصلیت جان لی اس لیے مطمئن ہو مجھے بھی میرے اطمینان کے لیے اپنی اصلیت بتانی چاہیے۔"

"تمہارے ماسٹر نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ جس انٹونی کے پاس جا رہی ہو اس کا اصل چہرہ کوئی نہیں دیکھ سکتا۔"

"کیا تمام عمر میک اَپ میں منہ چھپائے رہتے ہو؟ ایسا تو ممکن نہیں ہو سکتا۔"

"میں نے کہا نا آرام سے سو جاؤ۔"

"اور میں کہہ چکی ہوں کہ اجنبیت ختم کرو اپنا چہرہ دکھا دو۔"

"کیا چہرہ دکھانے سے اجنبیت ختم ہو جائے گی؟ کیا تم پورے اطمینان اور اعتماد سے سو سکو گی؟"

"ہاں سو سکوں گی بشرطیکہ تمہارا چہرہ خوفناک نہ ہو۔"

میں نے اُسے ٹالنے کے لیے ایک سوال کیا۔ "تم کہہ رہی تھیں کہ فرہاد سے تمہاری اچھی واقفیت ہے کیا اُس نے تم سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا؟"

"تم مجھے ٹال رہے ہو۔"

"نہیں میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ دماغی رابطہ قائم ہو تو فرہاد سے میری اصلیت معلوم کر لو۔"

وہ تھوڑی دیر تک گہری اور ٹٹولتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں بدستور آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا اور اُس کی الجھی ہوئی سوچوں کو پڑھ رہا تھا اُس کا دماغ چیخ چیخ کر اُس سے کہہ رہا تھا کہ اُس کے سامنے فرہاد علی تیمور ہے۔ پھر وہ ایک گہری سانس چھوڑتے ہوئے بولی۔ "کیا تمہارا دوست فرہاد اپنوں کے سامنے آ کر بھی منہ چھپاتا ہے؟"

"بعض حالات میں اُن اپنوں کے سامنے منہ چھپانا پڑتا ہے جو فرہاد اس بچاؤ سے اپنائیت کو ظاہر کرتے ہیں مگر اپنے اندر کی بدترین باتیں چھپاتے ہیں۔"

"کیا مونا بھی دل کی بات چھپاتی ہے؟"

"ہاں یہیں بے اختیار ہاں کہتے ہی گڑبڑا گیا۔ کیونکہ ہپناٹزم کی حیثیت سے یہ نہیں جان سکتا تھا کہ مونا فرہاد سے اپنے دل کی دھڑکنیں چھپا رہی ہے۔

وہ ایک دم سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ مجھے ایسے دیکھنے لگی جیسے میں ایک پردہ ہوں اور وہ ابھی اس پردہ کو اُٹھا کر اس کے پیچھے چھپے ہوئے کو دیکھ لے گی۔ عورت جب شک کی ہو جاتی ہے تو اس شک کو مٹانے کے لیے پکی ہو جاتی ہے اُس کا پکا اعتماد و تیقن زائل نہیں ہوتا اُس نے برتھ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ بڑی نرمی اور اعتماد سے میرے ایک ہاتھ کو تھام لیا۔ پھر سرگوشی میں جیسے دُور سے بولی۔ "فرہاد!"

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ بہت ہو چکا اب نہ میں چھپ سکتا تھا اور نہ وہ چھپنے دینا چاہتی تھی۔ میرا ایک ہاتھ اُس کے ہاتھ میں تھا میں نے اُس کی طرف کروٹ بدل کر اپنا دوسرا ہاتھ اُس کے ہاتھوں پر رکھ دیا۔ پھر آہستگی سے بولا۔ "ہاں۔ میں فرہاد ہوں تمہارے اس لیے چھپ رہا تھا کہ میری موجودگی سے تمہاری الجھنیں بڑھ جائیں تم بظاہر مطمئن رہتیں کہ میری پناہ میں محفوظ ہو مگر تمہارا دل و دماغ اُلجھا ہوا رہتا میں مرد ہوں۔ تم سمجھتی ہو نا؟ میں کیا بتاؤں تم اپنے اندر جس طرح اپنے آپ سے لڑتی رہتی ہو۔ اس لڑائی کا سب حال میں جانتا ہوں۔"

اب اس کے ہاتھ میرے ہاتھوں کی پناہ میں لرزنے لگے تھے اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اگر وہ مجھے اجنبی سمجھ کر ری کیبن میں اپنی گزار لیتی تو ہر لمحہ یہ دھڑکا نہ رہتا کہ میں اُس کے بہت قریب ہوں اُس کے چور جذبوں کو پڑھ رہا ہوں۔

وہ جلدی سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اُس نے ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھوں کو چھڑایا تھا جیسے نہ چھڑاتی تو ان ہاتھوں کے ساتھ میرا میرے ہاتھوں میں چلی آتی۔ وہ پلٹ کر اپنی برتھ پر گئی پھر ایک گوشے میں سمٹ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "تم نے انٹونی کے رُوپ میں مجھ پر ظلم کیا تھا۔"

وہ مجھے یاد دلا رہی تھی جب پہلی بار وہ رُومانہ کی جگہ روزی کے میک اَپ میں یہاں آئی تھی اور اپنی آواز اور لہجے کو بدلے ہوئے تھی تو میں نے اُسے یک بارگی اپنی آغوش میں سمیٹ کر اُس کے منہ کے خلاف اُسے غصہ دلایا تھا وہ غصہ سے بے قابو ہو کر اپنے اصلی

لہجے میں بولنے لگی تھی۔ ابھی اُس کی شکایت سن کر میں نے اپنی صفائی پیش کی۔

"دیکھو مونا اس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ تم مونا ہو۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری مرضی کے خلاف کبھی تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا انصافی اس سچویشن کو سمجھو تم پُراسرار بن رہی تھیں اور تمہیں کے پردے سے باہر لانے کی وہی ایک تدبیر تھی۔"

وہ منہ پھیر کر منہ پھلائے بیٹھی تھی۔ اُس کے دماغ کی اسکرین ہی منظر تھا۔ وہ میرے شکنجے سے نکلنے کے لیے تڑپ رہی تھی مجھے لی شاد رہی تھی۔ پھر میں نے اُس کے لبوں پر خاموشی کی مہر ثبت تھی۔ وہ لڑکی جو کبھی کسی کا سایہ برداشت نہیں کر سکتی تھی اس رانی منظر کو برداشت کر رہی تھی۔

میں نے کہا۔ "یقین کرو مونا میں آج بھی تمہاری عزت کرتا وہ جو کچھ بھی ہوا محض ایک دوسرے کی اجنبیت کے باعث جب مجھے پتہ چلا کہ تم مونا ہو تو مجھے بے حد ندامت محسوس ہوئی۔ میں اپنی زبان کا دھنی ہوں تم سے کیے ہوئے وعدہ پر آج بھی قائم ہوں۔ اس انجانی غلطی کو بھول جاؤ۔ یہاں ہمارے درمیان میرے وعدے پورا حائل ہے گی۔"

یہ کہہ کر میں پھر برتھ پر لیٹ گیا۔ اُسے آرام سے سونے کے لیے کہہ کر دیوار کی طرف منہ پھیر لیا۔ اُس کی آواز سنائی دی۔ "میں بچی ہوں۔ جانتی ہوں کہ تم سونے کا بہانہ کر رہے ہو مگر مجھے نیند آئے گی۔"

"کیا مشکل ہے میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ "تمہیں نہ اس کروٹ چین ہے کلاوٹ۔ تم نے یہ جو پارسائی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے نا آخر یہ ملاکب تک رہے گا؟ تم حسین ہو جوان ہو میں تمہیں بار ہا مشورے پکا ہوں کہ کسی کو اپنا ہمیشہ ساتھی بنا لو میں ہر جائی ہوں مجھے اپنے ل کی جنت سے نکال دو مگر تم نہ تو مجھے دل سے نکالتی ہو اور نہ ہی ہمیشہ ساتھی بناتی ہو۔" میں اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "مونا جرائم کے اس ماحول سے نکل جاؤ ایک عورت ہو تمہیں تو میں یہ مشورہ نہ دیتا مگر جرائم کی دُنیا میں زیادہ عرصہ تک اب پر ہی ڈالے جاتے ہیں مگر تم نہیں سمجھو گی بہر حال میں نے باہر کہیں بھی رات گزاروں گا تم دروازے کو اندر سے بند کر کے سو جاؤ۔"

میں نے ایک جھٹکے سے دروازے کو کھولا پھر راہ داری میں آ کر آواز دے سے اُسے بند کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دور جانے کے اس کی آواز سنائی دی۔ "فرہاد۔ سنو فرہاد۔۔۔۔"

مگر میں تیزی سے بڑھتا ہوا اس کوچ سے نکل کر دوسری کوچ میں پھر وہاں سے بونے کار میں آ گیا مجھے غصہ نہیں آتا میں نے صرف مونا کو سمجھانے کے لیے اور اپنے مشوروں کی اہمیت جتانے کے لیے اُسے غصہ دلایا تھا میں نے کافی کا آرڈر دیا پھر ایک سگریٹ سُلگا کر اُس کے کش لگانے لگا۔ بے شک میں حسن پرست ہوں مگر میں پرست نہیں ہوں۔ فطرت کا حسن ہر جگہ بکھرا پڑا ہے۔ اُسے دیکھنا اُسے اپنے کرنا اور اُس کی قدر کرنا ایک طرح کی شاعری ہے۔ کسی قصائی کا نے کا آپریشن نہیں ہے میں مونا کے حسن و شباب کا قدر دان ہوں مگر جو پھول میرے کالر میں سجے میں اُسے توڑنا بھی پسند نہیں کرتا۔

کافی آ گئی میں نے سوچا۔ وقت گزارنے کے لیے خیال خوانی کی جائے۔ کولالمپور میں رُومانہ بخیریت تھی۔ آرام سے سو رہی تھی۔ بحری جہاز میں سونیا بھی اپنے کیبن میں سونے کے لیے چلی گئی تھی۔ میں نے رس ونتی کے لہجہ میں اُسے مخاطب کیا۔ "ہیلو سونیا کیا آقا سجانی کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوئیں؟"

وہ اپنے بستر پر لیٹ کر انگڑائی لیتی ہوئی بولی۔ "آقا سجانی تو ایک معمہ ہیں ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا اور اتنی جلدی کیا خاک سمجھوں گی وہ اور سلوی لیلیٰ مجنوں بن گئے ہیں۔"

"اچھا تو سلوی اُسی کے کیبن میں ہے؟"

"ہاں۔ وہ دونوں جیسے مجھے بھول گئے ہیں۔ اپنے آپ میں گم ہیں۔ آقا سجانی تمہاری طرح ہندی زبان نہیں جانتا تم کسی انگریز عورت کو ٹریپ کر کے انگریزی زبان کی سو چیں پڑھ لیتی ہو۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم سلوی کو ٹریپ کر کے اُس کی مصری زبان کو سمجھ سکو؟ آقا بھی وہی زبان بولتا ہے۔"

"میں صرف اسی کو ٹریپ کر سکتی ہوں جو ہندی زبان کے علاوہ دوسری زبانیں جانتی ہو کیونکہ اُن کے لاشعور میں ہندی زبان کا ترجمہ ہوتا رہتا ہے اور سلوی ہندی نہیں جانتی۔"

"پھر تو مشکل ہے۔ میں کل تک کوئی تدبیر سوچوں گی۔ ہاں ایک تدبیر ہے تم فرہاد سے رابطہ قائم کیوں نہیں کرتیں؟ میرا جیری اور چالبازیوں میں اُس کا جواب نہیں ہے۔ وہ تمہیں ضرور کوئی اچھی چال بتائے گا۔"

"وہ کیا چال بتائے گا۔ وہ تو میری چال بگاڑنے پر تلا ہوا ہے۔ تم اُسے لگام نہیں دے سکتیں؟ ہندوستان میں جب اُس سے سامنا ہو تو اُسے اچھی طرح سمجھا دینا کہ رس ونتی اُس کے جال میں پھنسنے والی لڑکی نہیں ہے۔ اگر وہ باز نہ آیا تو میں اُسے ذہنی اذیتیں پہنچاؤں گی۔"

سونیا میری عاشق مزاجی سے پریشان رہتی تھی مگر اُسے یہ گوارا نہ تھا کہ رس ونتی مجھے ذہنی اذیتیں پہنچانے کا چیلنج کرے۔ اس ناگواری سے منہ بنایا پھر یہ سوچ کر سنبھل گئی کہ رس ونتی اُس کی ناگواری کی تہہ میں پہنچ رہی ہو گی۔ میں نے کہا۔ "اچھا اب تم سو جاؤ

میں صبیح رابطہ قائم کروں گی۔ اوکے بائے۔"

میں سونیا کے دماغ سے نکل کر سوچنے لگا۔ سلومی کا دماغ میرے سامنے مصری زبان کا ترجمہ پیش کرتا تھا۔ میسوپوٹیمیا میں آیا کہ میں اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ جاؤں لیکن وہ آقا سبحانی کے ساتھ بند کیبن میں سنسنی خیز لمحات گزار رہی تھی۔ ایسے وقت کسی کی تنہائی میں جھانکنا تہذیب کے منافی ہے۔ اب کسی دوسرے وقت ہی سلومی کے دماغ کو ٹٹولا جا سکتا ہے۔

میں نے اپنی رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔ تین بج کر پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔ صبح ہونے تک خاموش بیٹھے بیٹھے وقت گزارنا دوبھر ہو رہا تھا۔ تفریح کے خیال سے میں کتنے ہی دماغوں کو پڑھ سکتا تھا۔ وہ ہستیاں جو مجھ سے ملتی رہیں اور بچھڑتی رہیں۔ انھیں میں پھر اپنے دماغ کی اسکرین پر دیکھ سکتا تھا مگر میں اپنے شناساؤں سے کتراتا تھا اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ میں بے مروت ہوں۔ اصل بنیادی وجہ یہ ہے کہ جس شناسا سے بھی دماغی رابطہ قائم کرتا ہوں اس کی ذاتی الجھنوں میں خود الجھ جاتا ہوں۔ ان کے جو مسائل ہوتے ہیں ان کا حل پیش کرنے کے لیے پھر مجھے کئی سمت بھاگنا پڑتا ہے۔ میرے لیے سب سے زیادہ سونیا اور رومانہ اہم تھیں۔ رتی دنتی سے بھی اپنائیت تھی لیکن ابھی اس سے سرد جنگ جاری تھی۔

میرے کہنے کا مطلب ہے کہ میں سونیا، رومانہ اور رتی دنتی تین سمتوں میں بھاگتا رہتا ہوں۔ چوتھی سمت میری اپنی ہے کہ مجھے اپنے حالات سے بھی نمٹنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر میں بچھڑنے والوں سے رابطہ قائم کروں تو اور زیادہ سمتیں بکھرتی جائیں گی اور میں بیک وقت کسی کے لیے بھی چارہ گر نہ بن سکوں گا۔

کافی کی پیالی خالی ہو گئی۔ میں نے دوسرا سگریٹ سلگایا پہلا کش لگا کر دھواں چھوڑتے ہی اس کی دھند میں روزی کا چہرہ نظر آیا۔ روزی جس کے پیچھے مونا کا چہرہ تھا وہ میز کے دوسری طرف میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر نظریں جھکا کر بولی۔ "میں بھی جاگتی رہوں گی۔"

"یہ رت جگا بے معنی ہے کسی کا بھلا نہیں ہوگا۔"

"تم جا کر سو جاؤ۔ مجھے یہ سوچ کر ندامت ہو رہی ہے کہ تم جب تک جاگتے رہتے ہو مصائب سے گزرتے رہتے ہو یہ تھالے آرام کرنے کا وقت ہے اور میں تم سے تمھارا آرام اور سکون چھین رہی ہوں۔"

"نہیں مونا مجھے کانٹوں کے بستر پر بھی نیند آ جاتی ہے۔ تم نازک بدن ہو تمھیں کیبن میں جا کر سو جانا چاہیے۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ اچھا چلو میں وہاں بیٹھی رہوں گی تم سو جانا۔"

میں کافی کا بل ادا کر کے اٹھ گیا۔ ہم خاموشی سے کیبن کی طرف جانے لگے۔ بظاہر خاموشی تھی مگر پیچھے مونا کے اندر کا طوفان مچلے رہا تھا۔ وہ گھبرائی ہوئی سی تھی۔ وہ ایسی گھبراہٹ تھی جو کسی مرحلہ پر ہوتا ہے۔ جھجک ہوتی ہے۔ کسی کے لیے مر جانے کو جی چاہتا ہے۔ مرحلہ ہوتا ہے کہ مرنے سے خوف نہیں آتا مرنے اپنے اصل مقام پر دھکا دیتے رہتے ہیں۔

ہم کیبن میں آ گئے۔ میں نے کوئی بات نہیں چھیڑی۔ بات کرنے سے جذبے بھڑک جاتے ہیں۔ میں چپ چاپ بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی رہی۔ میں نے کہا۔ "میں مجھے نیند نہیں آئے گی۔ لائٹ آف کر دو۔"

وہ پھر اندر سے کانپ گئی۔ لائٹ آف کرنے کی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں جو چونکہ اس کا دل چور جذبوں سے دھڑک رہا تھا اس لیے اس کے دماغ نے لائٹ آف کرنے کے چور معنی نکالے تھے۔ بہرحال اس نے سوئچ آف کر دیا۔

تیز رفتار ٹرین ریل کی پٹڑی پر دھڑکنوں کی طرح بجتی جا رہی تھی۔ وہ چپ کھڑی تھی۔ میں نے دوسری طرف منہ پھیرتے ہوئے کہا۔ "میں سو رہا ہوں بہتر ہے کہ تم بھی عقل سے کام لو۔ شب بخیر۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں دماغ کا دریچہ کھلا رکھا۔ دریچے سے جھانک کر اسے کیبن کی تاریکی میں دیکھتا رہا۔ میں سو جانے کے بعد اسے ایک معلوم سی جھنجلاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ چاہتے ہوئے بھی یہ چاہتی تھی کہ میں بے خبر ہی نہ دکھاؤں کیونکہ ایسا کسی بھی عورت کو اپنی بے قدری کا احساس ہوتا ہے۔

وہ آہستگی سے اپنی برتھ پر بیٹھ گئی۔ اسے کسی قدر اطمینان ہو گیا تھا کہ اس بند کیبن میں میرے پاس اکیلی ہونے کے باوجود مطمئن ہو کر سو نہیں سکتی تھی۔ عجیب چیز تھی۔

پھر وہ اچانک ہی دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ اندر سے آندھی کی طرح شور مچاتے ہوئے اور اوپر آنکھیں معصومیت کا زور ہاتھوں سے روکنے کی کوشش کی جائے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ پھر رونا آ جاتا ہے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آہٹ پا کر اس نے چہرے پر سے ہاتھوں کو ہٹایا۔ ٹرین کسی آباد علاقے سے گزرتی جا رہی تھی۔ کیبن کی کھڑکی سے روشنیاں بھی گزرتی جا رہی تھیں وہاں اندھیرا تھا۔ اس کی آنکھ مچولی ہو رہی تھی۔ وہ سہم کر کھڑی ہو گئی۔ جیسے میں اندھیرے کی آنکھ مچولی کھیلنے آ گیا ہوں لیکن میں نے خلاف توقع اس کے خوف پر ایک طمانچہ جڑ دیا۔ وہ بستر پر گر پڑی۔ زور زور سے رونے لگی۔

میں نے ڈانٹ کر کہا۔ "چپ چاپ سو جاؤ صرف تم ہی پارسا نہیں ہو۔ بے شک میں ہرجائی ہوں مگر تمھاری لاج رکھنے کے لیے یہاں ثابت قدم رہ سکتا ہوں لیکن تمھاری یہ ادائیں مجھے دھوکوں کو سمجھ سکتا تھا۔ اسے میرے جذبات کا پتہ نہ تھا۔ خود مجھے پتہ نہ تھا کہ میرے اندر کا وہ رنگیلا فرہاد کیسے سو رہا ہے۔

میں اپنے ایک ہاتھ سے اس کے ایک ہاتھ کو پیار سے تھپک کر کیبن سے باہر آ گیا۔ بینی اور شرلاک بیدار ہو چکے تھے میں نے دروازے پر دستک دی۔ بینی نے دروازہ کھول دیا۔ کیبن کی محدود فضا میں کافی کی مہک اٹھ رہی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس کھینچ کر کہا۔ "بڑے اچھے موقعے پر آیا ہوں جلدی سے ایک پیالی پلا دو۔"

میں ایک برتھ پر بیٹھ گیا۔ شرلاک نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر پوچھا۔ "رات کیسے گزری میرا خیال ہے وہ لڑکی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "پچھلی رات اس نے بہت پریشان کیا۔ وہ اپنے آپ کو بہت ہی بچا کر رکھنے والی لڑکی ہے۔"

شرلاک نے بھرمعنی خیز سوال کیا۔ "تو بچ گئی؟"

بینی نے شرلاک کو گھورتے ہوئے کہا۔ "شرم نہیں آتی ایسی باتیں کرتے ہوئے؟ میرا بھائی ایسا نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں۔ میں ایسی لڑکیوں کی قدر کرنا جانتا ہوں۔ وہ سہمی ہوئی تھی رسوا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے ٹیلی مینیتھی کی لوری سنا کر سلا دیا۔"

"یہ ٹیلی مینیتھی بھی خوب ہے کبھی لوری سناتی ہے کبھی دھمکی کرتی ہے۔"

ہم کافی پیتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ ایک گھنٹہ بعد مونا کی سوج نے بتایا کہ وہ لباس وغیرہ تبدیل کر چکی ہے۔ میں کیبن میں واپس آیا تو اسے دیکھ کر ایک ذرا ٹھٹک گیا۔ کیونکہ اس نے روزی کا میک اپ اتار دیا تھا۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ اپنے اصل روپ میں بلا کی حسین تھی۔ اس نقاب کے آگے روزی وغیرہ کی صورتیں ستاروں کی طرح بجھ جاتی تھیں۔ میں چند لمحوں تک اس شاہکار حسن کو دیکھتا رہ گیا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں ایسی کھلائی ہوئی تھیں کہ سیدھی دل میں اترتی تھیں۔ ستواں ناک اس کے غرور کی طرح اٹھی ہوئی تھی۔ گلابی لبوں کی پنکھڑیاں بڑی خوب صورتی سے تراشی گئی تھیں۔ چہرہ جیسے مکھن کو کاٹ کر بنایا گیا تھا۔ اس وقت میرے دھڑکتے ہوئے دل نے بتایا کہ میرے اندر کا رنگیلا فرہاد ایسے چیلنج کرنے والے حسن و شباب کے آگے سو نہیں سکتا۔

تب میں نے پچھلی رات کی پارسائی کا تجزیہ کیا تو یہ حقیقت سمجھ میں آئی کہ روزی کا چہرہ میرے لیے نیا اور آزمودہ تھا۔ اس لیے میں سنبھلا ہوا تھا۔ دھوپ میں کوئی بھی کھڑا رہ سکتا ہے۔ انگاروں میں کھڑا رہنا ناممکن ہے۔ میں نے اس سے نظریں چراتے ہوئے پوچھا۔ "یہ

چپ ہو گئی تھی مگر آہستہ آہستہ سسکیاں بھر رہی تھی۔

کہا۔ "دیکھو مونا! اگر میں بھڑک گیا تو اپنے دعوے پر قائم نہ رہ سکوں گا۔ بہتر ہے کہ چپ چاپ سو جاؤ میں یہاں کھڑا ہوں اب اٹھو گی تو دلوج گوں گا۔"

وہ سہمی سہمی سی پڑی رہی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے آہستہ اس کے ذہن کو تھپکنے لگا۔ اس کی بھٹکنے والی سوچوں کو لگام دینے لگا ایک ہی سوچ پر لا کر ٹھیرا دیا کہ اب اسے سو جانا چاہیے۔ بہت دیر اس کے ذہن کو تھپکتے رہنے کے بعد وہ سو گئی۔ میں نے اطمینان کا سانس لی پھر آ کر اپنی برتھ پر لیٹ گیا۔ میں بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرا ہوں مگر اس رات جیسے بڑی آزمائش یہی تھی کہ حسن و شباب کا مجسمہ میرے پاس تھا اور میں کوئی زیادہ شریف آدمی نہیں تھا۔ لیکن کبھی کبھی ایک برا آدمی بھی کسی کی شرافت کو تحفظ دینا چاہتا ہے۔ مجھے خوشی تھی کہ میں ایک بہت بڑی آزمائش سے اپنے بستر پر کنارہ ہی سو گیا۔

سونیا اور رومانہ سے یہ بات کہی جاتی تو وہ کبھی یقین نہ کرتیں کہ اکیلی جوان لڑکی کے پاس یوں شرافت سے منہ گھما کر سو جائے گا۔ ان باتوں سے بے نیاز میرے دماغ نے میری ہدایت کے مطابق مجھے جگا دیا مجھ سے پہلے ہی بیدار ہو گئی تھی اور اپنے بستر پر بیٹھی کچھ حیران و پریشان ہو کر میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مارننگ۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ ایک ٹک مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ پھر وہ میری برتھ کے پاس میرے قدموں پر آ کر بیٹھ گئی۔ میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "تم بہت عظیم ہو۔ بہت بلند ہو۔ تمھارے قدموں میں رہ کر تمھاری بلندی کو سمجھا جا سکتا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اچھا اب جاؤ غسل کرو لباس تبدیل کرو میں باہر جا کر دیکھتا ہوں۔ شاید بینی اور شرلاک بھی جاگ رہے ہوں گے۔"

وہ فرہاد میں بہت دیر سے تمھارے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ تم نے کتنی لڑکیوں سے دوستی کر چکے ہو۔ میں سمجھتی ہوں کہ وہ سب تمھاری ٹیلی مینیتھی کی صلاحیتوں سے متاثر ہوئی ہوں گی مگر مجھے تمھاری ان باتوں نے مار ڈالا ہے میں تمھیں کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"ہاں۔ دوستی ایسی ہی ہو جو بھلائی نہ جا سکے اور ہماری دوستی ایسی ہی ہوگی۔"

میں نے اپنے گھٹنوں پر رکھے ہوئے اس کے ہاتھوں کو تھام لیا پھر اٹھ کر ساتھ اٹھ کر کھڑا ہو گیا ہم دونوں روبرو تھے۔ میں اس کی

تم نے کیا کیا؟"

"کیا؟" وہ بڑی معصومیت سے مجھے دیکھنے لگی۔

"تمھیں روزی کے ٹیک آپ میں رہنا چاہیے تھا۔"

"میں بہروپ سے بیزار ہو گئی ہوں۔ یہ زندگی مجھے ایک ہیجان اور خشک صحرا نظر آتی ہے۔ اگر میں کچھ روز اور اس طرح زندہ رہی تو یہ زندگی مٹ جائے گی۔"

"شکر ہے کہ تمھیں اپنی ویرانی کا احساس ہوا۔ اب بولو کیا ارادہ ہے؟"

"میں جرائم کے ماحول سے کہیں دور جانا چاہتی ہوں۔ میں نے تمھاری باتوں پر غور کیا ہے۔ اگر میں سپر ماسٹر کے لیے کام کرتی رہی تو کوئی نہ کوئی درندہ مجھے کھا جائے گا۔ میں سپر ماسٹر سے کہوں گی کہ وہ مجھے اپنی تنظیم سے خارج کر دے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "وہ ایسا نہیں کرے گا۔ تنظیم کو چلانے والے ماسٹر یا سپر ماسٹر کسی پر اس قدر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ خارج کیے جانے والے باہر جا کر تنظیم کے اہم راز اگل سکتے ہیں۔"

"میں ایسی نہیں ہوں۔"

"میں جانتا ہوں مگر سپر ماسٹر جاننا نہیں چاہے گا۔"

"پھر میں کیا کروں؟"

"کسی خوبرو، اسمارٹ اور دولت مند شخص سے شادی کر لو۔ جب تم بچے کھلانا شروع کر دو گی تو شاید اس وقت سپر ماسٹر تمھیں کچھ ڈھیل دے دے گا۔ ایسے کام نہیں لے گا۔ جو تمھارے مزاج کے خلاف ہوتے ہیں۔"

وہ منہ پھیر کر سوچ رہی تھی کہ اگر میں چاہوں تو اسے سپر ماسٹر سے کہیں دور پہنچا کر پناہ دے سکتا ہوں۔ میں نے انجان بن کر پوچھا: "کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ آہستگی سے بولی: "انجان نہ بنو تم میری سوچ پڑھ رہے ہو۔"

"میں ہر لمحہ کسی کی سوچ نہیں پڑھتا۔ خود کو حاضر دماغ رکھنے کے لیے اپنے دماغ میں حاضر رہتا ہوں۔"

وہ میرے جھوٹ کو سچ سمجھ کر بولی: "سونیا اور رومانہ تمھاری پناہ میں رہتی ہیں۔ سپر ماسٹر ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کیا تم میری حفاظت نہیں کر سکتے؟"

"جب سے دوستی ہوئی ہے۔ میں تمھاری حفاظت کر رہا ہوں۔ میں نے چیانگ پلازہ کے خطرے سے تمھیں نکالا۔ کل رات سے اس کیبن میں تمھاری عزت بحال رکھی۔ میں تو تمھاری حفاظت کر ہی رہا ہوں لیکن تم جس ذہنی عذاب میں مبتلا ہو۔ اس عذاب سے شادی کے بعد ہی نجات مل سکتی ہے۔"

وہ چپ چاپ سر جھکائے کھڑی رہی۔ اس کے دماغ میں کشمکش جاری تھی۔ اس کی سوچ اس سے سوال کر رہی تھی: "میں کس کس سے شادی کروں؟ جو ایک بار پسند آ گیا اس کے بعد کوئی دوسرا من پسند نہیں ملے گا۔"

میں نے کہا: "میں سمجھ رہا ہوں مونا! مگر میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں شادی اور گھر گرہستی کی جھنجٹوں میں نہیں پڑ سکتا۔ ساری عمر کی دوستی مل سکتی ہے مگر گھر اور بچے نہیں مل سکتے۔"

وہ لوٹ ہی پلٹ کر تیزی سے چلتی ہوئی کیبن سے باہر نکل گئی۔ وہ اپنی کمزوریوں کو سمجھ گئی تھی کہ میری قربت ایک چٹان ہے۔ اگر یہ بھی جاتی تو پہاڑ تلے دب کر وہ جاتی۔ میں نے اسے جانے دیا۔

ٹائیٹ میں پہنچ کر میں نے سونیا کی خیریت معلوم کی۔ اس کی رات کا پچھلا پہر تھا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں سلوی کے فلیٹ میں پہنچ گیا۔ وہ آقا سبحانی کے سائے میں سو رہی تھی۔ وہ دونوں بھی گہری نیند میں ڈوبے ہوئے تھے۔ سلوی سہانا خواب دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کا خوابیدہ تصور میں سونیا کر اجاگر کیا۔ تاکہ وہ سیبیلیس کے درمیان ہونے والے راز و نیاز کی باتیں ہو سکیں۔

میں نے سونیا کے لہجے میں پوچھا: "کہو سلوی آقا سبحانی کیا پہنچ گئی ہو کیسا وقت گزرا؟"

سلوی خواب کی اسکرین پر خود کو بھی دیکھ رہی تھی۔ وہ انگڑائی لیتی ہوئی بول رہی تھی: "ہائے مت پوچھو مجھ سے بتایا نہ جائے گا۔"

میں نے سوال کیا: "یہ آقا سبحانی کون ہیں؟"

"میرا محبوب۔"

"محبوب تو ہے مگر اس کی ہسٹری کیا ہے؟ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اور کہاں جا رہا ہے؟"

"میں کون ہوں؟ اور کدھر بہتی جا رہی ہوں؟ مجھے اپنی خبر نہیں ہے۔ میں اس کے بارے میں کیا بتاؤں؟"

"ایسی بے خودی اچھی نہیں تم جمشید جہران کے حکم پر پرل دفتی کے ایک مشن پر جا رہی ہو۔ تمھارا فرض ہے کہ آقا سبحانی جیسی شخصیتوں کی آنکھ بند کر کے قبول نہ کرو۔ بے تک تمھیں اپنی آسودگی کے لیے تفریح کا حق ہے مگر اس کی اصلیت کو بھی کرید نا چاہیے۔"

وہ بولی: "سونیا تم اپنے فرہاد کی اچھائیوں اور برائیوں کو اپنی نیک سمجھ کر چھپا لیتی ہو۔ رس رتنی کے مشن پر جانے کے لیے تم فرہاد کے کردار کا حساب نہیں کرو گی۔ آقا سبحانی بھی میرے لیے اتنا ہی اہم ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کون ہے؟ اور کیا ہے؟ تب بھی میں اس کے متعلق کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔"

اس کے خیالات پڑھ کر پتہ چل گیا کہ وہ آقا سبحانی کی کسی قدر دیوانی بن گئی ہے۔ اپنی تنہائیوں کا راز وہ سونیا کو بتا سکتی تھی لیکن سبحانی کے خلاف کوئی بات زبان سے نہ نکالتی۔ میں نے کہا: "اپنے محبوب سے وفاداری لازمی ہے آئندہ میں تم سے اس کے بارے

میں پوچھوں گی مگر دوستانہ مشورہ دیتی ہوں کہ اپنے محبوب کی زندگی کے ہر پہلو اپنی نظر میں رہنا چاہیے تاکہ محبت میں ملنے والی دھوپ چھاؤں کو اچھی طرح سمجھ سکو۔ اچھا میں جا رہی ہوں۔"

خواب کی اسکرین سے سونیا غائب ہو گئی مگر میں اس کے ذہن میں موجود رہا۔ وہ سنجیدگی سے سوچ رہی تھی کہ اپنے مرد کے ماضی کو بھی ٹٹولنا چاہیے اور اب وہ ضرور سمجھے گی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ میں آئندہ کبھی اس کی حاصل کردہ معلومات تک پہنچ سکتا تھا۔

دن کے آٹھ بج رہے تھے۔ رومانہ کا سفر شروع ہو چکا تھا۔ وہ طیارہ میں چیانگ شی کاک کے ساتھ بیٹھی ہوئی کافی کی چسکیاں لے رہی تھی۔ چیانگ شی کاک کے ہاتھ میں شراب کا جام تھا اور وہ ٹرانس کی حالت میں رومانہ کے حسن کی تعریفیں کر رہا تھا۔ رومانہ زیر لب مسکراتی ہوئی یہ سوچ رہی تھی کہ وہ عام لڑکیوں کی طرح اپنی تعریفیں سن کر پگھل رہی ہے۔ چیانگ شی کاک نے بڑے ہی رومانٹک انداز میں اس کا ہاتھ تھام لیا۔

وہ اپنا ہاتھ چھڑاتی ہوئی بولی: "یہ مجھے پسند نہیں ہے۔"

وہ بڑے ڈرامائی انداز میں بولا: "میں ہرجائی نہیں ہوں۔ تم کو ناراض ہوں۔ ساری عمر تمھاری قدر کروں گا۔"

"میں نہیں چاہتی کہ تمھاری ٹیم کے دوسرے لوگ یہ رومانس دیکھیں۔"

"کوئی بات نہیں ہم تنہائی میں پیار کریں گے۔"

وہ خرخرانے لگی۔ میں نے کہا: "تمھیں تو فلمی اداکارہ بننا چاہیے تھا۔"

"شکریہ۔" وہ بولی: "تم آ گئے؟"

"ہاں پچھلی رات تم نے نیند کی حالت میں مجھے بتایا تھا کہ صبح تمھارا سفر شروع ہو رہا ہے۔"

"اچھا خیر و۔ پہلے مجھے اپنے اس عاشق سے نجات حاصل کرنے دو۔ مجھے انتظار فرمائیے۔" کہہ کر اس نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا: "ہائے میں رات بھر سو نہ سکی۔ کبھی فرہاد کے بارے میں اور کبھی تمھارے بارے میں کیا سوچ رہی تھیں۔"

"یہی کہ تمھاری شخصیت فرہاد سے زیادہ متاثر کرتی ہے شاید کسی کی طرح دلیر بھی ہو۔"

"شاید کیا۔ میں فرہاد جیسے چار فرہادوں سے اکیلا نمٹ سکتا ہوں۔"

"مگر میں نے تو آنکھوں سے تمھارا کوئی کارنامہ نہیں دیکھا۔"

"میں پیرس پہنچتے ہی دکھاؤں گا۔"

"ایک اور بات ہے۔ فرہاد ابھی سو رہا ہے۔ مجھے اس کا ذہنی اثر قائم ہو گا تو تم محبت کی باتیں نہ کرنا۔ ورنہ وہ تمھاری کھوپڑی خراب کر دے گا۔"

وہ غصہ سے بولا: "وہ بزدل ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے لڑتا ہے اور تم اسے دلیر کہتی ہو۔ کوئی بات نہیں۔ جب تم اشارہ کرو گی تو میں تم سے رومانس نہیں کروں گا۔"

وہ جماہی لیتی ہوئی بولی: "مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"آہ! تم سو جاؤ گی تو میں تمھارہ جاؤں گا۔"

"اچھا تو تم خود غرض ہو۔ تمھیں اپنی تنہائی کی فکر ہے۔ میری نیند کا خیال نہیں ہے۔"

"اُں۔ نن۔ نہیں جانِ من! تم سو جاؤ۔ میں تو بس یونہی کہہ رہا تھا۔ تم سو جاؤ۔"

رومانہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی سیٹ پر پھیل کر آنکھیں بند کر لیں۔ پھر مجھے مخاطب کیا۔ میں نے کہا: "اب تم انتظار فرمائیے میں ذرا چیانگ شی کا کی نیت سمجھ لوں۔"

وہ دو مرا جام بھرنے کے بعد رومانہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے وہ بھرے ہوئے جام کی طرح لبالب بھری تھی۔ اس کے چکنے چکنے گلابی چہرے سے حسن کی نرمی نہیں، غرور کی سختی جھلکتی تھی۔ اس کا حسن متاثر کرتا تھا مگر اس سے زیادہ مرعوب کرتا تھا۔ وہ ایسی چند حسینائوں میں سے ایک تھی جنھیں چھیڑنے کے لیے بڑے حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔

میں اس کے دماغ میں واپس آ گیا۔ اس نے پوچھا: "وہ شیطان کیا کر رہا ہے؟"

میں نے کہا: "اپنی نگاہوں کی انگلیوں سے تمھارے حسن و شباب کو ٹٹول رہا ہے۔"

"میں تمھاری ہوں، تمھیں غیرت نہیں آ رہی ہے؟"

"ان حالات میں کسی مرد کو غیرت نہیں آنا چاہیے۔ جو لوگ کسی دوسرے سے اس بات پر لڑتے ہیں کہ وہ ان کی عورت کو میلی نظروں سے کیوں دیکھ رہا تھا تو یہ ان کی حماقت ہے۔ کیونکہ کسی بھی عورت کو دیکھ کر سر جھکا کر گھورنے والے لوگ کم ہوتے ہیں۔ ان سر جھکانے والوں میں بھی ایسے لوگ زیادہ ہوتے ہیں جو سر جھکانے کے بعد اس ایک نظر کے دیکھے ہوئے حسن و شباب کو تصور کی اسکرین پر تفصیل سے دیکھتے ہوئے اندر ہی اندر لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ اگر شریف آدمیوں کے منہ پر یہ کہا جائے تو وہ کبھی تسلیم نہیں کریں گے مگر میں کیا کروں۔ میں خیالات پڑھتا ہوں۔ لوگوں کے اندر کی کمزوریوں کو سمجھتا ہوں۔ اس لیے میں اوروں سے غیرت مند نہیں بن سکتا۔ کیوں کہ انسانوں کے اندر جو شجر ممنوعہ پھلتا پھولتا رہتا ہے اسے میں جڑ سے اکھاڑ کر نہیں پھینک سکتا۔"

وہ بولی: "واقعی تم انسان کے اندر کے انسان کو خوب سمجھتے ہو۔"

بہرحال یہ بتاؤ۔ کیا رس ونتی ہندوستان جارہی ہے۔ سونیا کا کیا علاج ہے؟"

میں نے اُسے بتایا۔ رس ونتی سے کشیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ تم اور سونیا کچھ اس طرح میری زندگی سے دُور ہوجاؤ کہ تم دونوں کی تباہی کا الزام اُس پر نہ آئے اور میں دل ہی دل میں اُس کی پوجا کرتا رہوں۔"

سونیا بحری جہاز میں بالونک مین سے ٹکرا گئی تھی۔ ہمارے لیے یہ بات خوش آئند ہے کہ بالونک مین ہندوستانی زبان جانتا ہے۔ رس ونتی لیوگا فی مہارت کے ذریعے اُس کے دماغ تک پہنچ سکتی ہے۔ میں نے رس ونتی کو اُس کی آواز اور لہجہ اچھی طرح یاد کرا دیا ہے۔ وہ میرے لیے بالونک مین کے دماغ کا کباڑا کرسکتی ہے مگر سونیا کی مدد کرنے سے اُس نے انکار کردیا ہے۔"

"کیا کہہ رہی تھی؟"

"صاف طور سے انکار نہیں کرسکتی تھی۔ اِس لیے مجھ سے جھگڑا کر لیا۔ کہنے لگی کہ نہ وہ میری سوچ پڑھے گی نہ مجھے اپنے دماغ تک پہنچنے دے گی۔ میں سمجھتا ہوں۔ اُس نے اُس وقت تک کے لیے بالطہ ختم کیا ہے جب تک کہ سونیا بالونک مین کے ہاتھوں ختم نہ ہوجائے۔"

"یہ تو کھلی خود غرضی ہے۔ سونیا اور بالونک مین کے متعلق بتاؤ۔"

"جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے۔ وہاں آقا سجانی نام کا ایک پہاڑ بالونک مین کے سامنے حائل ہوگیا ہے۔"

میں رُسانہ کو آقا سجانی اور بالونک مین کے مقابلے کی روداد سنانے لگا۔ وہ دلچسپی سے سن رہی تھی۔ پھر بولی۔ "واقعی حوادثِ انسان کو شرف المخلوقات یونہی ۔۔۔ نہیں بنا دیا۔ سائنسی ترقی کا جو شیطانی پہلو ہے انسان اُس کے خلاف اپنی عظمت اور حوصلوں کی پامُردی ثابت کرتا جارہا ہے۔"

"ہاں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ آقا سجانی کیا چیز ہے؟"

"کب دیکھو گے؟ کب سمجھو گے؟"

"معلومات کا کوئی سورس (ذریعہ) نہیں مل رہا ہے۔ سونیا سلوی اور آقا سجانی کو نیند سے بیدار ہونے دو۔ پھر کوئی راستہ نکالوں گا۔"

"یہ مجھے اس وقت پر غصہ آرہا ہے۔ اب کیا ضروری ہے کہ میں اُس کی مدد کے لیے ہندوستان جاؤں؟"

"نہیں رُسانہ! ہم مصلحت سے کام لیں گے۔ ہندوستان میں جہاں رس ونتی ناکام ہوگی۔ وہاں ہم اُس کے کام آئیں گے۔ اُسے احساس دلائیں گے کہ مہاتی زندگی گزارنے کے لیے صرف ٹیلی پیتھی کی نہیں فرہاد کی بھی اُسے ضرورت ہے۔"

"یوں کہو نا کہ تمھارے دل کو اُس کی ضرورت ہے۔"

"دیکھو۔ میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاتا۔ ایک نہ ایک دن اُسے ضرور حاصل کروں گا۔ اِس بات سے قطع نظر ہماری یہ دانشمندی ہوگی کہ ہم اُسے دوست بنا کر رکھیں۔"

"میں پیش گوئی کرتی ہوں کہ اِس دوستی کی آڑ میں تم اُسے بھی مجھے اور سونیا کو یا تو مار ڈالے گی یا ہمارا ذہنی توازن بگاڑ دے گی۔"

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

"زیادہ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی فرہاد!"

"یہ خوش فہمی نہیں، حکمتِ عملی ہے۔ میں نے سوچ رکھا ہے جب تک وہ تم دونوں کو دوست نہیں سمجھے گی، میں اُس کی دوستی قبول نہیں کروں گا۔"

"پھر وہ دعوے کیسے پورا ہوگا کہ تم اُسے ایک نہ ایک دن ضرور حاصل کرو گے؟"

"میں اس دعوے سے باز آجاؤں گا۔ میں حسن پرست ہوں، لذت پرست نہیں ہوں۔ اِس کا ثبوت یہ ہے کہ مونا جیسا قیامت برپا کرنے والا حسن و شباب تمام رات میرے پاس بند کیبن میں رہا، میں نے اُسے ہاتھ نہیں لگایا۔ کوئی سی بھی ہوس میری قوتِ ارادی کو چیلنج نہیں کرسکتی۔"

اُس نے مسکرا کر میری قوتِ ارادی کو تسلیم کیا۔ میں نے بھی مسکرانے سے پرہیز کردو۔ وہ چیانگ شی کا سمجھ لے گا کہ مجھ سے غلطی ہورہی ہے۔"

اُس نے چہرے پر سنجیدگی طاری کرلی۔ میں نے سوچا۔ "نیلا کب پہنچ رہی ہو؟"

"شاید تین بجے تک۔۔۔"

"شاید اس وقت میں بھی بنکاک پہنچ جاؤں۔ اب اجازت دو۔ میں بے فی کے پاس جاؤں گا۔"

میں اُس سے رخصت ہوگیا۔ اُس وقت تک میں غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر چاکلیٹ کلر کا سوٹ پہن چکا تھا۔ دوسروں کے دماغوں میں جھانک کر میں اُن کے چہرے دیکھتا ہوں۔ آئینے میں جھانک کر خود کو دیکھا تو مسٹر انتونی کو بے حد اسمارٹ پایا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی آئینہ دیکھ کر بھی خود کو دیکھ لو سمجھ نہیں پاتا۔ میں آئینے سے رخصت ہوکر کیبن سے باہر آگیا۔

مونا دوسرے کیبن میں بے فی اور شرلاک کے پاس بیٹھی باتیں کررہی تھی۔ انھیں بتا رہی تھی کہ اُس نے مجھے فرہاد کے طور پر پہچان لیا ہے۔ وہ بے فی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی۔ اِس لیے کہ وہ میری بہن تھی اور اُس بہن کے لیے شدید ترین ایثار کا جذبہ محسوس کررہی تھی۔ میں نے اُس کیبن میں جانے کا ارادہ ترک کردیا۔ اپنے کیبن میں آگیا۔ میری رسٹ واچ کہہ رہی تھی کہ سونیا کے پاس پہنچنے کا وقت ہوچکا ہے۔

وہ بحری جہاز عدن کی بندرگاہ پر لنگر انداز تھا۔ میں ٹھیک وقت پر وہاں پہنچا۔ وہاں حالات اچانک ہی سنگین ہوگئے تھے۔ میں سلوی کے معلومات حاصل کررہا تھا۔ وہ آقا سجانی کے کیبن میں پریشان ہورہی تھی۔ کیونکہ دو گونگے اسٹین گن لیے دروازے پر کھڑے تھے۔ اُن نے ایک تحریر کے ذریعہ وارننگ دی تھی کہ آقا سجانی اپنی برتھ سے اٹھنے کی کوشش کرے گا تو مزید وارننگ کے بغیر اسٹین گن کی گولیاں اُسے بھون کر رکھ دیں گی۔

دشمنی کی وجہ ظاہر تھی۔ سپر ماسٹر کی طرف سے بالونک مین کی سلامتی کا بدلا لیا جانے والا تھا۔ آقا سجانی آرام سے لیٹا ہوا بیٹھا اپنا بلڈ پریشر ناپ رہا تھا جیسے دونوں گونگوں کو اسٹین گن سمیت چھار ہا ہو۔ میں اُسے چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کیبن کے باتھ روم میں لباس بدل رہی تھی۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ بالونک مین واپس آگیا ہے اور اپنے کیبن میں بیٹھا اِس انتظار میں ہے کہ وہ لباس بدل کر اُس کے ساتھ ڈائننگ ہال میں جائے گی۔

خود بالونک مین نے سونیا سے کہا تھا کہ وہ بہترین لباس پہن کر میرے ساتھ کیبن سے باہر چلے۔ سونیا کسی کا حکم ماننے والی بندی نہیں تھی لیکن وہ اس لیے راضی ہوگئی کہ بالونک مین نے دوستانہ انداز میں کہا تھا۔ چونکہ اس سے نمٹنے کے لیے مناسب موقعے کا انتظار کررہی تھی، اُسے بھی اُس کا بھی انتظار تھا۔ میں اُس کے دماغ میں خاموش رہا۔ کتنا بھی کیا بالونک رس ونتی کے لیجے میں اُسے دھوکہ دے رہا تھا اور رس ونتی کے ہر وار ٹلنے کی ذرا سی بھی توقع نہیں تھی۔

وہ لباس بدل کر باتھ روم سے آگئی۔ اُس کی نگاہوں نے بتایا کہ بالونک مین کے سر سے ٹھوڑی کے نیچے تک پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ آقا سجانی نے آہنی راڈ سے جیسی شدید ضربیں لگائی تھیں، کوئی دوسرا مار گیا ہوتا، مگر وہ بالونک قوتِ برداشت والا آدمی زندہ بیٹھا تھا۔ وہ سونیا کو للچائی ہوئی تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "اے میری شہد کی مکھی! تمھارے ڈنک مارنے سے بھی لطف حاصل ہوا ہوگا۔"

سونیا نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر طعنہ دیا۔ "یہ شہد کی مکھی کھارے ہلکا ڈسنے والوں کو ڈنک مارنا اپنی توہین سمجھتی ہے۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ "مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ میں ابھی جہاز کے تمام عملے کو تماشہ دکھاؤں گا کہ وہ آقا کس طرح کھارے پانی میں ڈوب کر مرتا ہے۔"

"وہ تو تم کہتی ہوئی کیبن سے باہر آگئی۔ بالونک مین نے کہا۔ "میرے حکم سے اُس ملازم نے مانسوری دی کے کھانے میں وہ دوا ملائی تھی۔ میری ساتھی کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔ وہ تمھیں مجھے دے کر واپس جائے گی۔"

"وہ شیشی میں نے سمندر میں پھینک دی۔"

"میں تمھیں بھی پھینک دوں گا۔ بہتر طریقہ وہ شیشی میرے حوالے کردو۔"

سونیا کے تیور بگڑ گئے۔ وہ حقارت سے بولی۔ "کیا بالونک بندر کیا پیر ماسٹر نے تمھیں نہیں بتایا کہ میں کسی کا چیلنج برداشت نہیں کرسکتی اگر تم انسان کی طرح میرے ساتھ ڈائننگ ہال تک چل سکتے ہو تو چلو ورنہ۔۔۔"

"میں چل رہا ہوں۔" اچانک وہ نرمی سے بولتا ہوا اُس کے ساتھ چلنے لگا۔ "مجھے فرہاد کی طرح دماغ کو ٹھنڈا رکھنا سکھایا گیا ہے۔ مجھے تمھارے غصے پر غصہ نہیں آئے گا۔"

وہ بولی۔ "چلو، تمھیں فرہاد کے طفیل عقل آتی ہے تو تمھارے ہی حق میں بہتر ہوگا۔"

"سونیا! میں بہت پہلے سے جانتا ہوں کہ تم ٹیڑھی کھیر ہو۔ فرہاد کے راستے میں کھڑی ہوئی سب سے اُونچی دیوار ہو۔ سپر ماسٹر کا سب سے پہلا حکم یہی ہے کہ میں تمھیں پہلی فرصت میں ختم کردوں۔"

"تمھیں وہ پہلی فرصت کب ملے گی؟"

"میں دل سے مجبور ہوں۔ تم یقین نہیں کرو گی سونیا! میں تم سے بہت متاثر ہوں۔ تمھیں ہر قیمت پر اپنانا چاہتا ہوں۔ یقین کرو سمندر میں گرتے وقت میرے تصور میں تمھاری تصویر تھی۔ اس لمحے میں نے دعا مانگی تھی کہ اوگاڈا مجھے سونیا کے لیے زندگی دے اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے تمھارے ہی نام سے یہ دوسری زندگی ملی ہے۔"

"اگر میں رس ونتی تمھارا دماغ پڑھ سکتی تو میں اُس سے پوچھتی کہ تمھارے اِن روحانی مکالموں میں جھوٹ کتنا ہے۔"

"کسی کے دل کی سچائی کو سمجھنے کے لیے ٹیلی پیتھی ضروری نہیں ہے۔ تم مجھے کسی وقت بھی کسی طرح بھی آزما سکتی ہو۔"

وہ ریلنگ کے پاس ٹھیر کر تعجب سے بولی۔ "میں خوب صورت نہیں ہوں۔ نوخیز لڑکی بھی نہیں ہوں۔ تم مجھ پر کیوں مرے جارہے ہو؟"

"یہ ہم جیسے مرد جانتے ہیں کہ تم کتنی حسین ہو۔ میں نے یورپ میں گورے رنگ کی بے اثر حسن بہت دیکھا ہے۔ میں پیدائشی طور پر ہندوستانی ہوں اور تمھارے سانولے سلونے چہرے کو پوجتا ہوں۔"

سونیا نے انجان بن کر پوچھا۔ "اچھا تم ہندوستانی ہو؟ ذرا وہاں کی زبان بولو تو؟"

وہ آہستگی سے بولا۔ "میں ضرور بولوں گا۔ تمھاری خاطر فرہاد اور رس ونتی کو اپنی اصل آواز اور لہجہ سنا دوں گا۔ تم اپنی مجبوری کو تو میں سپر ماسٹر کی تعظیم سے بھی بغاوت کردوں گا مگر مجھے یقین ہونا چاہیے کہ تمھارا دل، تمھارا دماغ تمھاری محبت اور تمھاری وفا سب میرے لیے ہے۔"

وہ حیران ہوکر سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ پھر بے یقینی

سے بولی۔ "کیا تمھاری بائیونک قوتیں ختم ہوگئی ہیں کہ اب محبت کا جال بچھائے ہو؟"

"بائیونک قوتیں دشمنوں پر آزمانے کے لیے ہیں۔ سونیا! مجھے ڈاکٹروں اور سائنسدانوں نے ناقابلِ تسخیر بنایا ہے۔ آفاسیحانی جیسے شخص زود مجھے موت کی طرف لے جاتے لے جاتے تھک جائیں گے۔ میں بار بار زندگی کی طرف لوٹ آؤں گا۔ میری حالیہ شکست کا مطلب میری کمزوری نہیں، میری ناتجربہ کاری ہے۔ تم ایک باکمال فائٹر ہو۔ اتنا جانتی ہو کہ تجربات کے دوران بار بار مارکھانے اور غالب آنے کی ڈھٹائی اور مکاری پیدا ہوتی ہے۔ میں تمھیں اس لیے بھی دل و جان سے چاہتا ہوں کہ تم زندگی کے عملی میدان میں بھی میری قوتوں اور صلاحیتوں کے فنا یابن نشان ہو۔"

میں بہت دیر سے اُس کی باتیں سُن رہا تھا۔ سونیا کے لیے اُس کے جذبات میں اتنی سچائی تھی کہ اُس نے میری آواز اور لہجے کی نقاہت ترک کردی تھی۔ وہ اپنے مخصوص لہجے میں بول رہا تھا۔ "اگر اس وقت ہماری تنظیم کا کوئی جاسوس میری آواز اور لہجہ سُن رہا ہوگا تو ابھی یہ بات سپر مارسٹر تک پہنچ جائے گی اور میں غدار قرار دیا جاؤں گا مگر میں کیا کروں؟ میں اپنے دل کے جذبات فرہاد کی آواز میں بیان نہیں کرسکتا۔ جب تمھارے لیے دل پیار سے تو زبان بھی میری ہی رہے گی۔"

سونیا اُلجھ کر رہ گئی تھی۔ بلاشبہ بائیونک میں کی سچائی اُسے متاثر کر رہی تھی۔ وہ دوستانہ جذبہ سے اُس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ "تم فرہاد کے لہجے میں بولو۔ میں تمھارے دلی جذبات کی قدر کرتے ہوئے یہ چاہتی ہوں کہ تم ابھی سپر مارسٹر سے دشمنی مول نہ لو۔"

"اوہ سونیا! مائی سویٹ ہارٹ! یہ کہہ کر تم نے مجھے خرید لیا ہے۔ اب تو میں تمھاری خاطر ساری دنیا سے دشمنی مول لے لوں گا۔"

"دیکھو۔ جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔ میں جب تک تمھیں آزماؤں گی اُس وقت تک اپنا پیار تمھارے نام نہیں کروں گی۔"

میں چونک گیا۔ کیونکہ وہ گہری سنجیدگی سے اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے رسمی دنتی کے لہجے میں پوچھا۔ "سونیا! یہ کیا؟ تمھارا دل تو سچ مچ اُس کی طرف جھک رہا ہے۔ کیا تم فرہاد کو بھلا دو گی؟"

اُس کی سوچ سے ایک آہ نکلی۔ وہ ٹوٹے ہوئے دل سے بولی۔ "فرہاد نے میرا دل توڑ دیا ہے۔ میں اُس سے دُور رہ کر بھی اُس کی پروا کرتی تھی۔ مجھے اُس پر ترجمان تھا مگر کل شام کا اخبار پڑھ کر یقین ہوگیا کہ وہ مجھے محبت کے نام پر بیوقوف بنا رہا ہے۔"

"تم نے شام کے اخبار میں کیا پڑھا ہے؟"

وہ پھر ایک آہ بھر کر بولی۔ "میں نے بار بار پیار محبت سے التجا کی تھی کہ مجھے ایک بچے کی خواہش ہے۔ میں اُس کا بچہ اپنی گود میں کھلانا چاہتی ہوں مگر اُس نے سختی سے مخالفت کی۔ صاف کہہ دیا کہ وہ بچے اور گھر گرہستی کی مصیبت نہیں پالے گا مگر اب وہ دوسری عورت کے بچوں کا باپ بن رہا ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں نہیں، اخبارات کہہ رہے ہیں۔ ملایا کے جنگل میں ڈبل جوئیل (دو بدن) سے اُس کے تعلقات تھے۔ اب وہ ڈبل عورت امریکہ میں ہے اور وہ دونوں عورتیں بیک وقت اُس کے بچوں کی ماں بننے والی ہیں۔"

میری کھوپڑی گھوم کر رہ گئی۔ دو بدن سے تعلقات کے مناظر نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے۔ کیا وہ دونوں۔ کیا بیک وقت وہ دونوں میرے لیے دو بیٹیاں یا دو بیٹے پیدا کرنے والی ہیں؟

مہینے آئے دن یہ جوڑ نگین اور سنگین الجھنوں کا شکار ہوتا رہتا ہوں تو اس کی وجہ میں خود ہوں۔ میں نے اپنے نظر انداز کیے سارے بکھیڑے بھیلا رکھے ہیں کہ اس کا صحیح یا غلط نتیجہ سامنے آتا رہتا ہے۔ لوگ بھیڑ بکریاں اور مرغیاں پالتے ہیں اور میں محبوبائیں پالتا ہوں۔ پھر یہی ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی دن کوئی نہ کوئی محبوبہ میرے لیے عذاب جان بن جاتی ہے۔

میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دو بدن میرے بچوں کی مائیں بننے کی تیاریاں کر رہی ہوں گی۔ میں نے تو اس دوہری محبوبہ کو بھلانے کی کوشش کر ڈالی تھی لیکن وقت کسی کو نہیں بھلاتا۔ گزرے ہوئے عمل کا نتیجہ سامنے آتا ہے اور اب وہ نتیجہ بچوں کی صورت میں سامنے آرہا تھا۔

میں ابتدا ہی سے بیوی بچے اور گھر گرہستی کی مصیبتوں سے کتراتا آیا ہوں۔ عیش و عشرت کے اندھے محلات میں بھی میں نے احتیاط سے کام لیا تاکہ کوئی بچہ میرے لہو کا حساب کرنے کے لیے پیدا نہ ہو اور اب وہ چونکا دینے والی اطلاع ملی تھی کہ یک نہ شد دو شد۔ ایک نہیں دو بچے یک وقت جنم لینے والے تھے۔ وہ دو بدن جو ایک ساتھ سوتی تھیں اور ایک ساتھ ایک جیسی حرکتیں کرتی تھیں اور ایک ساتھ سوتی تھیں اور ایک ساتھ جاگتی تھیں، جیسے وہ دو جسم ہوں اور بجلی کے ایک ہی سوئچ سے منسلک کردی گئی ہوں۔ قدرت کے ایک ہی سوئچ سے اُن کو ہوکر وہ جاگتی تھیں اور اسی ایک سوئچ کے آف ہونے پر وہ سو جاتی تھیں۔ جب میں ان کی محبت کی سیج پر گیا تو دونوں نے میرے ساتھ ایک ہی وقت میں ایک ہی انداز میں محبت کا سفر طے کیا تھا۔ حماوۃ ایک ہی تیر سے دو شکار کھیلنے کی باتیں کی جاتی ہیں لیکن حقیقتاً میں نے ایک ہی تیر سے دو شکار کھیلے تھے۔ ویسے میں اپنی داستان میں پہلے بھی اس شکار کی تفصیلات پیش کرچکا ہوں۔

دو بدن کے ڈاکٹروں اور سرپرستوں نے انتہائی کوششیں کر ڈالی تھیں کہ کسی طرح دو بدن کے ذریعے ایسی نسل پیدا کی جائے جو دو بدن کی طرح ایک ہی جیسی حرکتیں کرتی ہو۔ مگر وہ برسوں کی کوششوں کے باوجود ناکام رہے تھے۔ شاید قدرت کو یہی منظور تھا کہ فرہاد علی تیمور کی نسل آگے بڑھے۔ میں بے شک بچے نہیں چاہتا تھا مگر جب بیج پڑ ہی چکا تھا اور ایک اچھی فصل کے آثار نظر آرہے تھے تو مجھے اُن اَن دیکھے جنم لینے والے بچوں سے بے انتہا محبت کا احساس ہو رہا تھا۔

میری محبت کے اس احساس کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ پہلی بار میرے لہو کی ایک بوند اچھل کر اس کرۂ ارض پر آئی تھی۔ میں نے اب تک اپنے اور پرائے سبھی سے محبت کی۔ سبھی کے کام آتا رہا۔ کسی سے دشمنی بھی ہوئی کسی سے دوستی بھی ہوئی مگر ان سارے تعلقات کے درمیان میرے لہو کا ذرّہ کبھی نہیں رہا۔ زندگی میں پہلی بار خود میرا دل میرے لہو کی طرف کھنچتا جا رہا تھا۔

قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے، یہ بچوں والی اطلاع مجھے اس وقت ملی جب سونیا میرا ساتھ چھوڑ رہی تھی۔ سونیا سے جیسے میرا صدیوں کا ناطہ تھا مگر وہ بڑی سنجیدگی سے اب بائیونک مین کی طرف مائل ہو رہی تھی۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس معاملے میں کس حد تک سنجیدہ ہے لیکن مجھے دو بدن سے دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ میں نے تھوڑی دیر کے لیے سونیا کا ساتھ چھوڑ دیا اور دو بدن کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کہیں ایک آرام دہ بستر پر سو رہی تھیں۔ وہاں رات کے تقریباً دو بجے تھے۔ میں نے ان کی گہری نیند میں انہیں بھیانک روپ دیکھا تو وہ بکھرے بکھرے سے پہنے دیکھ رہی تھیں میں نے ان کے خوابیدہ خیال کے ذریعے اپنے تصور کو اُبھارا۔ وہ دماغ کے اسکرین پر مجھے دیکھنے لگیں۔ نیند میں کسمسانے لگیں کیونکہ وہ خواب کے اسکرین پر مجھے ہوتی مجھ سے آکر لپٹ رہی تھیں اور شکایتیں کر رہی تھیں۔

"کہاں وہ گئے تھے تم جو تم نے میرا ساتھ کیوں چھوڑ دیا ہو تم نگدل ہو، میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ دیکھو فرید! میں تمھارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

میں نے باتیں بناتیں۔ "ڈیر! میں بہت سی مصیبتوں میں گھرا ہوا ہوں اسی لیے تمھاری طرف آ نہ سکا۔ جیسے ہی مجھے ان مصائب سے نجات ملے گی میں تمھارے پاس آجاؤں گا۔"

وہ مجھے جھنجھوڑتی ہوئی بولیں۔ "اب میں تمھیں جانے نہیں دوں گی۔ تم جاؤ گے تو میں بھی تمھارے ساتھ جاؤں گی۔ تم جانتے ہو کہ میں کیسی ضدی ہوں۔ اپنی بات منوا کر ہی رہتی ہوں۔"

ہاں میں جانتا تھا کہ وہ کیسی ضدی ہے۔ میں جو کچھ اسے سمجھانا چاہتا تھا وہ حالات کے مطابق سمجھا نہیں چاہتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اُن کا ساتھ چھوڑ دیا۔ میں ایسی کسی لڑکی کا ساتھ نہیں دے سکتا جو میری ہم مزاج نہ ہو اور میرے سمجھانے کے مطابق حالات کو نہ سمجھتی ہو۔ ایسی لڑکیاں مصیبت بن جاتی ہیں۔

وہ کہہ رہی تھیں۔ "میرے پیارے! کہہ رہے تھے کہ تم کوئی پُراسرار علم جانتے ہو اور انسان کے خوابوں میں چلے آتے ہو۔ ایک بار تم نے چاہا کے خواب میں آکر انہیں نیند میں بیدار کیا اور کہا تھا کہ وہ خود آ ہی" ملایا کے جنگل میں پہنچیں کیونکہ ان کی اپنی بیٹی اس جنگل میں موجود ہے۔ شاید یہ جو کچھ میں دیکھ رہی ہوں یہ بھی خواب نہیں ہے، یہ حقیقت ہے اور اگر حقیقت نہیں ہے تو پھر تم اسی پُراسرار علم کے ذریعے میرے خواب میں آئے ہو۔ بتاؤ۔ مجھے بتاؤ پھر واپس تو نہیں جاؤ گے؟"

وہ تقریباً سمجھ گئی تھیں کہ میں کسی علم کے ذریعے اُن کے خواب میں آیا ہوں۔ انہوں نے پوچھا۔ "میں تمھیں کس نام سے پکاروں۔ تم بہت بڑے بہروپیے ہو۔ تمھارا نام فرید ہے، تمھارا نام عازم ہے۔ تمھارا نام فرہاد علی تیمور بھی ہے۔ میں تمھیں کس نام سے پکاروں؟ یہ بتا سکتے ہیں کہ تمھارا اصل روپ فرہاد علی تیمور کا روپ ہے؟"

اب میری اصلیت چھپی نہیں رہی تھی۔ اخبارات کے ذریعے عام ہو چکی تھی۔ "ہاں میرا اصل نام فرہاد ہے مگر ایک بات کو اچھی طرح گرہ میں باندھ

لو کہ جب تک تم انسانی سوسائٹی میں رہ کر اچھی طرح تہذیب اور سلیقہ نہیں سیکھو گی اس وقت تک میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔"

وہ جلدی سے بولیں: "میں سیکھ رہی ہوں سکھنے ہی تو میرے لیے رکھے گئے ہیں۔ بہت سی گورنس اپنے اپنے وقت کے مطابق آتی ہیں اور کوئی نہ کوئی بات سکھاتی رہتی ہیں۔ میں اب پہلے جیسی نہیں رہی۔ تمہاری جدائی نے اب مجھے بہت بڑا سبق دیا ہے۔"

میں نے سر ہلا کر کہا: "ہاں! یہ اچھا ہے کہ مجھ سے دور رہ کر تم کچھ سیکھ لو، اور جو سب سے اہم بات تمہیں سیکھنی ہے وہ یہ کہ بے جا ضد نہ کیا کرو۔ اس طرح تم میری راہ کی رکاوٹیں نہ بنتی رہا کرو گی۔ جب میں اچھی طرح مطمئن ہو جاؤں گا کہ تم میری راہ کا پتھر نہیں پھول ہو تو میں تمہیں اٹھانے کے لیے آجاؤں گا۔"

وہ دونوں دانت پیس کر مجھے دیکھنے لگیں۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "دیکھو دیکھو تمہیں غصہ آرہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے دماغ کی گرمی ابھی دور نہیں ہوئی ہے۔ تم دنیا والوں کو تو ایک طرف رکھو۔ جسے چاہتی ہو اس محبوب کی باتوں کو بھی نہیں سمجھتیں اور نہ ہی اس پر عمل کرنا چاہتی ہو۔"

وہ فوراً ہی سنبھل کر بولیں: "نہیں نہیں مجھے غصہ نہیں آرہا ہے میں تو سوچ رہی تھی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "میں نے دانت پیس کر سوچتے ہوئے آج تک کسی کو نہیں دیکھا۔ بہرحال اب میں جاؤں گا۔"

انہوں نے میرے ہاتھوں کو تھام لیا، پھر بولیں: "کیا اپنے بچوں کو دیکھنے بھی نہیں آؤ گے؟"

اس وقت مجھے بڑا عجیب سا لگا کہ میں بچوں کا باپ بن گیا ہوں اور ان کی مائیں اپنے بچوں کے باپ سے اپنے حقوق مانگ رہی ہیں میں نے کہا: "ہاں! اپنے بچوں کو دیکھنے ضرور آؤں گا اور تم سے بھی ملاقات کروں گا بس اب مجھے جانے دو۔"

وہ دونوں مجھ سے لپٹ گئیں۔ مجھے قید کرنے کے لیے دو طرف سے پیار کے بندھنوں میں باندھنے لگیں۔ وہ بڑا ہی خوبصورت بندھن تھا لیکن میں ایسے پیار کو اس وقت تسلیم نہیں کرتا جب وہ میرے حالات کے مطابق نہیں ہوتا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ مجھے اس طرح نہیں جانے دیں گی مگر وہ تو خواب کی اسکرین پر ایک تماشہ ہو رہا تھا۔ میں نے ان کے خیال کے زیر اثر اپنے تصور کو گم کر دیا۔ خواب کے اسکرین سے میں بھی غائب ہو گیا۔ وہ دونوں تنہا رہ گئیں۔

میرے جاتے ہی وہ ہڑبڑا کر بستر پر اٹھ بیٹھیں۔ دونوں کی آنکھوں سے نیندیں اڑ چکی تھیں اور وہ اپنے اپنے دھڑکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھے سوچ رہی تھیں کہ وہ سپنا تھا۔ جھوٹ تھا مگر اس جھوٹ اور اس سپنے کے پیچھے وہ ضرور اُن سے ملنے آیا تھا۔ اُن کی سوچ نے بتایا کہ اخبارات میں اسی لیے یہ خبریں شائع کی گئی تھیں تاکہ دنیا بھر کے اخبارات میں جب اس بات کا چرچا ہو کہ کوئی دیو ہیکل فرہاد علی تیمور کے بچوں کی مائیں بننے والی ہیں تو یہ خبر فرہاد علی تیمور تک بھی پہنچے گی۔

اس کے پیاڈ اکٹر فینی نے اسے سمجھایا تھا کہ فرہاد اپنے بچوں کی خاطر ان سے ملنے ضرور آئے گا اور اگر یہ نفس نفیس نہ آیا تو خواہوں کے راستے سے گزر کر ضرور ان سے رابطہ قائم کرے گا اور وہ دیو ہیکل ہی سوچ رہی تھیں کہ فرہاد ابھی ان کے پاس آیا تھا اور بڑی سنگدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے واپس چلا گیا۔

وہ دیو ہیکل سنگدل، بے رحم، مغرور اور ناقابل شکست عورتیں کبھی نہیں روتیں۔ مگر پہلی بار ان کے دل ٹوٹے تھے اور وہ دونوں خود کو تسلیاں دے رہی تھیں کہ وہ پھر آئے گا۔ اس نے وعدہ کیا ہے وہ پھر آئے گا۔ ان کی یہ پریشانیاں، یہ جذبات دیکھ کر میں متاثر ہوا لیکن یہ تاثر میرے اندر پائیدار ہو جاتا تو پھر میں نہ ادھر کا رہتا نہ ادھر کا۔ میں اپنے حالات سے پیچھا چھڑا کر صرف انہی کا بن کر نہیں رہ سکتا تھا۔ میری جو ذمہ داریاں ہیں، انہیں نبھانے کے لیے میں نے سوچ لیا کہ میں پھر ان سے رابطہ قائم کروں گا لیکن ان کے جذبات سے مجھے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ یہ سوچ کر میں ان کے دماغ سے نکل آیا۔

اسی لمحے بے اختیار میرا دماغ اردو زبان میں سوچنے لگا کہ اب مجھے سونیا کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہیے وہ میرے ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے۔

پھر میرے دماغ نے سوچا: "اگر وہ میرے ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے تو اس میں میرا قصور ہے کیونکہ میں نے ایک عرصے سے اسے چھوڑ رکھا ہے۔ کبھی اسے قریب آنے کا موقع نہیں دیا۔ جذبات کے انگاروں میں بہنے اور جلنے والی اگر بایونک مین کی طرف مائل ہو رہی ہے تو یہ عین فطری تقاضوں کے مطابق ہے۔ مجھے فوراً فضا کا ثبوت دینا چاہیے۔ جب میں اتنی عورتوں سے مل نہیں سکتا۔ ان کے لیے مخصوص اوقات مقرر نہیں کر سکتا تو مجھے یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ میں کسی کے راستے میں رکاوٹ بنوں، حتیٰ کہ سونیا جس راہ پر چلنے والی ہے اس راہ پر بھی مجھے دیوار نہیں بننا چاہیے۔"

میں بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ میرے اندر ایسی کھلبلی مچی ہوئی تھی جیسے میری کوئی عزیز ترین چیز چھینی جا رہی ہو اور میں اسے اپنی ملکیت بنائے رکھنے میں ناکام ہو گیا ہوں۔ میں کم از کم سونیا کے متعلق اتنی فراخدلی سے یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ کر اپنی محبت کسی دوسرے کو دے۔ مگر پھر میرے دماغ نے مجھے سمجھایا: "اگر میں اپنی ضد پر اور اپنے جذبات پر قائم رہ کر سونیا کو واپس لانے کی کوشش کروں گا تو یہ قدرتی تقاضوں کے خلاف ہوگا۔ جو بات ہونی ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔ سونیا مجھ سے بدظن ہو چکی ہے اور اس کا بدظن ہونا بھی جائز ہے کیونکہ میں نے اس کے ایک بچے کی خواہش پوری نہیں کی تھی اور اسے طلاق دلانے کے لیے دوسری طرف دو بچوں کا باپ بن رہا ہوں۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ اپنے بالوں کو سختی سے جکڑ لیا۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ دل اور دماغ کے درمیان بعض اوقات کیسی جنگ ہوتی ہے۔ میرا دل سونیا کے لیے دھڑک رہا تھا، اور دماغ بضد تھا کہ سونیا کلاس کے مزاج اور اس کی خواہشات کے مطابق چھوڑ دیا جائے۔ وہ اپنی محبت اور اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرے گی۔ دماغ رہ رہ کر میرے اندر میری سونیا کے خلاف چیخ رہا تھا۔

تب میں اچانک ہی ٹھٹھک گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ دوسری طرف سے وہ سنبھلتی، میں نے فوراً ہی اسے مخاطب کیا: "رسونتی! تم۔ میں سمجھ گیا۔ تم میرے دماغ میں میری آواز اور میرے لہجے میں بول رہی ہو۔ مجھے سونیا کے خلاف بھڑکا رہی ہو۔"

جواب میں خاموشی رہی۔ میں نے تھوڑا سا انتظار کیا پھر کہا: "دیکھو رسونتی! میں نادان نہیں ہوں۔ اب میری سمجھ میں آگیا کہ میں اچانک ہی اردو میں کیوں سوچنے لگا تھا۔ یہ تحریک تم نے پیدا کی تھی اور تم مختلف سوچوں کے ذریعے میرے اندر انتشار پیدا کر رہی تھیں۔"

میرے دماغ میں خاموشی رہی۔ میں نے ناگواری سے کہا: "تمہیں اپنی صلاحیتوں پر بڑا ناز ہے۔ تم نے میرے بڑے وقت میں کام آنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب پھر چھپ چھپ کر میرے معاملات میں مداخلت کر رہی ہو۔"

تب میں نے اس کی ہنسی محسوس کی وہ بولی: "نہیں فرہاد! میں نے تمہارے آڑے وقت میں کام آنے سے کبھی انکار نہیں کیا۔ کبھی ایسا وقت آئے گا تو میں جان کی بازی لگا کر تمہارے کام آؤں گی۔ ہاں! سونیا یا تمہاری دوسری محبوباؤں کی ذمہ داریاں مجھ پر عائد نہیں ہوتیں۔"

"اگر ایسا ہے تو پھر سونیا کے خلاف مجھے کیوں بھڑکا رہی ہو؟"

"یہ بھڑکانا نہیں ہے، میں حقیقت بیان کر رہی ہوں۔ جو کچھ بھی میں نے سونیا کے بدلتے ہوئے خیالات اور رجحانات کے متعلق کہا ہے اس میں کوئی غلط بات نہیں ہے۔ یہ تمہاری زیادتی تھی جس کے نتیجے میں وہ دوسری طرف لڑھک رہی ہے۔ اگر تم اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑ دو گے تو آنے والا وقت بتائے گا کہ تم فطرت کے خلاف کبھی جا نہیں سکو گے۔"

"یہ بھی فطرت کے عین مطابق ہے کہ تم سوکن والے جلاپے سے کام لے رہی ہو۔ تم مجھے صرف اپنی ملکیت بنانے کے لیے یہ چاہتی ہو کہ میں دنیا اس طرح پیار و محبت سے دوسری طرف چل جائے۔"

وہ بولی: "یہ خوش فہمی اپنے دل سے نکال دو کیونکہ میں نے تمہیں ہمیشہ کے لیے دل سے نکال دیا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں ایک قہقہہ لگایا پھر کہا: "رسونتی! تم فطری تقاضوں کی بات کرتی ہو اور اپنے معاملے میں ان تقاضوں سے انکار کرتی ہو۔ اگر تم نے مجھے دل سے نکال دیا ہے تو یہ رابطہ کس سلسلے میں ہے۔ میں تمہارا کون ہوتا ہوں جو تم مجھے اس طرح سونیا کے راستے سے ہٹانے کی کوشش کر رہی ہو۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ میں کسی کو تم سے دور کرتا پھروں۔ میں جو یہ رابطہ قائم کر رہی ہوں تو محض اس لیے کہ میں تم سے دوستی قائم رکھنا چاہتی ہوں۔ تم میری دکھ بھلاری میں کام آتے رہے تھے۔ میں تمہیں بھول نہیں سکتی اور تمہیں مصائب میں گھرا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ اکثر تمہارے دماغ میں جھانک کر یہ معلوم کرتی رہتی ہوں کہ تم خیریت سے ہو یا نہیں بس یہی تعلق ہے۔"

"تم ایسی سیدھی نہیں ہو جیسا کہ تم ظاہر کر رہی ہو۔ میں نے خواب کی حالت میں تمہاری پراسرار سوچوں کو اچھی طرح پڑھ لیا ہے۔"

اس کی طرف سے خاموشی رہی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کاش کہ میں تمہارے دماغ میں جھانک کر تمہاری سوچ کو پڑھ سکتا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت تمہیں مجھ پر غصہ آرہا ہے کہ میں نے کیوں تمہارے چور خیالات پڑھ لیے۔"

ان باتوں کے دوران اچانک ہی میرے دماغ نے ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے فوراً ہی سوال کیا: "رسونتی! کہیں ایسا تو نہیں کہ تم بایونک مین اور سونیا کے خیالات کو روحانی کی طرف موڑ رہی ہو اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے دلچسپی پیدا کر رہی ہو؟"

"میں ایسا کیوں کروں گی اور میں ایسا کر بھی نہیں سکتی۔ تم جانتے ہو کہ سونیا تو ٹوٹی پھوٹی اردو بولتی ہے۔ میں اس کے لہجے میں اس کے دماغ کو کسی دوسری طرف مائل نہیں کر سکتی۔ اسے پوری طرح کنٹرول کرنے کے لیے اس کی زبان کو سمجھنا بہت ضروری ہے اور وہ زبان میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

میں نے کہا: "لیکن تم بایونک مین کی زبان تو سمجھ سکتی ہو۔ وہ ہندوستانی زبان بہت اچھی طرح جانتا ہے اور اس کا لب و لہجہ بھی میں تمہیں اچھی طرح یاد کرا چکا ہوں۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم بایونک مین کے دماغ میں آگ کی آگ بھڑکا رہی ہو۔ اسے سونیا کی طرف مائل کر رہی ہو۔"

وہ بولی: "اوہ! اب تو تم ایسے ہی الٹے سیدھے الزامات مجھ پر عائد کرو گے۔ اب بھلا میں اس الزام کا کیا جواب دے سکتی ہوں؟"

"دیکھو رسونتی! اب آہستہ آہستہ تمام باتیں میری سمجھ میں آرہی ہیں۔ بایونک مین جب اس بھری جہاز میں مانسوی ری کے بلانے پر پہنچا تھا تو اس وقت اس نے سونیا میں دلچسپی نہیں لی تھی نہ ہی اس کے دماغ پر عشق کا بھوت سوار ہوا تھا اور نہ ہی اس نے ایک ہلکی سی بھی دلچسپی سونیا کے لیے ظاہر کی تھی۔ اب وہ اچانک ہی کیسے اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا؟ یہ ساری ہیرا پھیری تمہاری ہے۔"

"دیکھو فرہاد! میں نے اس بات کی واضح دلیل دی ہے کہ میں سونیا کو اس کی زبان کے ذریعے کسی کی طرف مائل نہیں کر سکتی۔ اگر میں نے بایونک مین کو بھڑکایا ہوتا تو اس کی زبان میں بولتی۔ اس کے لہجے میں بولتی۔ اس کے دماغ میں جھانک کر اس کی سوچ کو پڑھ کر اس کے مطابق بولتی۔ اس کے لیے مجھے سونیا کی زبان سیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر اس کی سوچ کو پڑھا ہے۔ اس کی سوچ میں ہندوستانی زبان کا کوئی لفظ نہیں ہے۔ اس کی سوچ میں صرف اس کی زبان کے الفاظ ہیں۔ اس کی سوچ میں

کے ساتھ ایسا کیا ہے تو تم جواب دو کہ سونیا کیسے اس کی طرف مائل ہو رہی ہے؟"

میں نے جواب دیا: "یہ میری غلطی ہے۔ سونیا مجھ سے بدظن ہو کر دوسری طرف بھٹکنے والی ہے لیکن میں اسے سنبھال لوں گا۔ لیکن طیکہ تم مداخلت نہ کرو۔"

"میں تو بس اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ تم خواہ مخواہ مجھ پر شبہ کر رہے ہو۔"

میں نے اس سے مزید بحث کرنا فضول سمجھا۔ اسے چھوڑ کر فوراً ہی سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بایونک مین کے ساتھ ایک میز پر بیٹھی ہوئی تھی اور وہ لوگ ویٹر کو کھانے کا آرڈر دے رہے تھے۔ وہ رہ رہ کر بایونک مین کو دیکھ رہی تھی۔ وہ میری مکمل نقل تھا۔ بالکل میری شکل، صورت، قد و قامت سب کچھ میرا ہی تھا۔ گویا میں اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اسے فرہاد سمجھ کر بہل سکتی تھی۔ جب ویٹر آرڈر کی تعمیل کے لیے چلا گیا تو اس نے پوچھا: "بایونک فرہاد! تمہارا اصل نام کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا: "میرا نام ہیمز براٹ ہے۔ میرے حلقے کے لوگ مجھے جمی کہہ کر بلایا کرتے تھے۔"

تب سونیا نے میری سوچ کے مطابق سوال کیا: "جمی! یہ بتاؤ کہ تم اچانک ہی مجھ پر عاشق کیوں ہو گئے ہو؟ اس سے پہلے جب تم مانوری ری کے ساتھ یہاں آئے تھے تو تم نے مجھ میں دلچسپی نہیں لی تھی؟"

"سونیا! جب سے میں نے تمہاری تصویر دیکھی ہے اور جب سے میں نے تمہارا تمام ریکارڈ پڑھا ہے، اُس وقت سے میں تمہاری تمنا کر رہا ہوں اور یہ تمنا اب ایک عبادت بن گئی ہے۔ میں اکثر سوچتا رہا کہ اگر تم میری بن جاؤ گی تو میں جیسے ساری دنیا کو فتح کر لوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی: "یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔"

جمی نے سر ہلا کر کہا: "تمہاری بات کا جواب یہ ہے کہ جب میں مانوری ری کے ساتھ یہاں آیا تو مجھ پر بڑی پابندیاں تھیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم سے دلچسپی ظاہر کروں اور مانوری ری حسد اور جلاپے کے باعث پیٹر ماسٹر تک رپورٹ پہنچا دے۔ پھر یہ کہ پہلے میں نے غلط اندازہ میں سوچا تھا کہ تمہیں فراعنہ دکھا کر اور اپنی صلاحیتوں سے متاثر کر کے تمہیں جیت لوں گا۔ میرا یہ خیال غلط نکلا۔ اس لیے میں اب محبت سے تمہاری محبت مانگ رہا ہوں۔"

وہ کمبخت جمی بڑے ہی خوبصورت انداز میں دلائل پیش کرتے ہوئے اپنی محبت کا ثبوت دے رہا تھا۔ میں نے سونیا کی سوچ میں کہا: "مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ سچ مچ مجھ سے محبت کرنے لگا ہے۔ یہ بہت چالاک ہے اور اپنی معصومیت دکھا کر میرا دل جیتنا چاہتا ہے۔"

سونیا کی اپنی سوچ نے کہا: "نہیں! یہ مجھ سے فراڈ نہیں کر رہا ہے اگر یہ فریب ہوتا تو اپنی اصل آواز اور اپنا اصل لہجہ مجھے کبھی نہ بتاتا۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ یہ ابھی میرے ایک اشارے پر پیٹر ماسٹر کے خلاف کھڑا ہو جائے گا لیکن میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گی۔"

میں الجھ کر رہ گیا کیونکہ سوچ کے ذریعے سونیا کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا تھا مگر وہ سچ مچ اس سے متاثر ہو ہی تھی اور یہ درست بھی تھا کہ دل و جان سے اس سے محبت کر رہا تھا اور قدم قدم پر محبت کا ثبوت پیش کرنے کے لیے تیار تھا۔

اتنے میں سونیا نے دیکھا وڈانگ ہال کے انٹرنس سے سولومی اور آقا سبحانی داخل ہو رہے تھے۔ ان کے پیچھے چار مسلح نوجوان تھے اور ان کی اسٹین گنوں کا رُخ آقا سبحانی کی طرف تھا۔ سونیا نے حیرانی سے پوچھا:

"جمی! یہ کیا حرکت ہے؟"

جمی نے پلٹ کر آنے والوں کو دیکھا پھر سونیا سے بولا: "اس آقا سبحانی کو ممندر میں پھینکا جائے گا۔ میں نے پیٹر ماسٹر سے کہا ہے کہ میں باقاعدہ اس کا مقابلہ کروں گا کیونکہ پہلی بار میں نے جوش اور جذبے میں بلکہ اپنی صلاحیتوں کے گھمنڈ میں بہت سی غلطیاں کیں جن کی وجہ سے مجھے شکست کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ مگر اب میں ثابت کر دوں گا کہ آقا سبحانی نے کس طرح کھلونے کی طرح کھیل کر میں اسے ممندر کی تہہ میں پہنچا سکتا ہوں۔"

"نہیں جمی! اس دشمنی کو فی الحال بھول جاؤ۔ یہ کوئی دلیری نہیں ہے کہ تم اس دیو آدمی کو چاروں طرف سے گھیر لو۔ اسے اس احساس میں مبتلا کر دو کہ اگر وہ فتح یاب ہوا تو اسے اسٹین گنوں سے بھون دیا جائے گا۔"

وہ میز پر جھک کر بولا: "سونیا! تمہیں آقا سبحانی کی حقیقت معلوم ہونی چاہیے۔ اسے محض اس لیے اسٹین گنوں سے گھیر کر رکھا ہے کہ وہ ریڈ پاور کا بہت ہی اہم آدمی ہے۔"

سونیا نے چونک کر آقا سبحانی کی طرف دیکھا۔ اس وقت وہ جان کے قریب آ گیا تھا اور مسلح جوانوں کے حلقے میں وہیں ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ سولومی سونیا کے پاس ایک کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی: "سونیا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ لوگ آقا کو مار ڈالنا چاہتے ہیں۔"

سونیا نے کہا: "سولومی! اگر تمہیں آقا کی محبت پر ناز ہے تو اس سے کہو کہ یہ اپنی حقیقت نہ چھپائے۔ ابھی صاف صاف بتا دے کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اور کہاں جانا چاہتا ہے؟"

سولومی نے جواب دیا: "میں نے پوچھا تھا۔ یہ فلاڈیلفیا کی طرف تفریح کی غرض سے جا رہا تھا۔ مجھ سے ملاقات ہوئی تو اب یہ دہلی جائے گا جہاں میں جاؤں گی۔ یعنی یہ اب ہمارے ساتھ ہندوستان جائے گا۔"

سونیا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "نہیں سولومی! یہ تمہیں دھوکہ دے رہا ہے۔ یہ دراصل پہلے ہی ہندوستان جانے کے ارادے سے جہاز میں سوار ہوا ہے تاکہ یہ ہم سے دوستی کرے اور دوستی کی آڑ میں جہاز کے ساتھ ہندوستان پہنچ کر سونمتی تک پہنچ جائے۔"

"پھر بھی ہو سکتا ہے آقا سبحانی اس بایونک شیطان سے بہتر ہے۔ ایسے وقت میں جب ہم بے یار و مددگار ہیں۔ رسوئی بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارا ساتھ نہیں دے رہی ہے تو یہ آقا سبحانی ہمارا محافظ بنا ہوا ہے۔ ہمیں اس کی

دوستی کو قبول کرتے رہنا چاہیے۔"

"نہیں! میں ایسی دوستی کی قائل نہیں ہوں جس کی آڑ میں دشمنی ہوتی رہے۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ اس بایونک مین سے میری دوستی ہو گئی ہے۔"

سولومی طنزیہ انداز میں مسکراتی ہوئی بولی: "کیسی دوستی ہے کہ یہ بایونک مین دوستی کی آڑ میں دشمنی نہیں کرے گا؟ تمہارے ساتھ ہندوستان پہنچ کر سونمتی کو حاصل نہیں کرے گا؟"

سونیا نے بڑے یقین اور اعتماد سے کہا: "ہمیں! اگر میں اسے دوستی کا واسطہ دوں تو یہ اپنا راستہ بدل لے گا۔ میں خود اپنا راستہ بدل دوں گی۔ تم اپنی محبت اور دوستی کو آزماؤ اور آقا سے بوجو کہ ہم ہندوستان نہیں جائیں گے۔ اگر اسے تم سے محبت ہے اور بایونک مین کو مجھ سے لگاؤ ہے تو یہ دونوں اپنے راستے بدل دیں گے۔ یوں سمجھو کہ یہ محبت کی آزمائش کا وقت ہے۔"

اُن کی باتیں جمی سمجھ رہا تھا لیکن آقا سبحانی کچھ سمجھتے ہوئے اُن کا منہ تک رہا تھا۔ سولومی نے اسے مصری زبان میں مخاطب کیا۔ وہ دونوں تھوڑی دیر تک اس اجنبی زبان میں گفتگو کرتے رہے۔ پھر سولومی نے سونیا سے کہا: "آقا مجھے بے حد چاہتا ہے۔ میرے کہنے کے مطابق یہ اپنا راستہ بدل سکتا ہے لیکن کہہ رہا ہے کہ ہندوستان ابھی بہت دور ہے اس کا فیصلہ ہم بعد میں بھی کر سکتے ہیں کہ اب ہماری منزل کونسی ہو گی۔"

سونیا نے کہا: "سولومی! یہ تمہیں ٹال رہا ہے۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے کہ اس کا تعلق ریڈ پاور سے ہے۔"

سولومی نے بے یقینی سے سونیا کو دیکھا اور کہا: "پتہ نہیں تم کیوں آقا کی مخالفت کرنے لگی ہو۔ پہلے اس کی دوستی پر شبہ کیا اب اسے ریڈ پاور کا آدمی کہہ رہی ہو جبکہ اسی نے بایونک مین سے تمہاری جان بچائی تھی۔"

سونیا نے سولومی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے نرمی سے تھپتھپاتے ہوئے کہا: "طیش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تم سے پہلے بھی کوئی دشمنی نہیں تھی اور نہ ہی میں تمہارے پیار سے جلتی ہوں۔ میں تمہیں سمجھا رہی ہوں۔ جو معلومات میرے پاس ہیں اس کے مطابق تم آقا کا محاسبہ کرو ورنہ پچھتاؤ گی۔"

وہ تیور بدل کر ناگواری سے بولی: "بھلا کیسے پچھتاؤں گی؟ یہ کیا تمہارا بایونک مین مجھے مار ڈالے گا؟ یہ کوئی دلیری تو نہیں ہے کہ آقا جیسے نڑور کو اسٹین گنوں کی زد میں رکھ کر مجبور کر دیا جائے۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا: "پگلی میں لڑنے کے انداز میں یہ نہیں کہہ رہی ہوں کہ تم شکست کھا کر پچھتاؤ گی۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر تم نے آقا کا محاسبہ نہ کیا تو یہ آگے چل کر تمہیں زبردست دھوکہ دے سکتا ہے یا مالک مین کا وفادار ہے۔ تمہارے عشق کا پابند نہیں رہے گا۔"

سولومی تلخ لہجے میں بولی: "سونیا! تمہیں فرہاد پر بڑا ناز تھا۔ وہ تمہیں دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک چکا ہے۔ ایک عرصہ سے تمہاری خبر نہیں لی۔ یہاں تمہاری مدد کے لیے بھی نہ پہنچ سکا۔ پھر کیا تم پچھتا رہی ہو؟ یہ میرا خیال ہے تم پچھتانے والی عورتوں میں سے نہیں ہو۔ فرہاد چھوٹ گیا کوئی پروا نہیں، اب تم بایونک مین کی طرف مائل ہو رہی ہو۔ کبھی میری زندگی میں بھی پچھتانے کا موقع آئے گا تو میں بھی راستہ بدل کر دوسرا ساتھی ڈھونڈ لوں گی۔"

اتنے میں آقا سبحانی نے سولومی کو اپنی زبان میں مخاطب کیا۔ وہ دونوں تھوڑی دیر تک نہ جانے کیا باتیں کرتے رہے پھر سولومی نے بایونک مین سے کہا: "آقا تم سے براہِ راست گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ تم کون کونسی زبان جانتے ہو۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی ایک زبان آقا بھی جانتا ہو۔"

بایونک مین مسکرا کر بولا: "رسوئی اور فرہاد جتنی زبانیں جانتے ہیں۔ اُن زبانوں میں تمہارا آقا نہیں بولے گا۔ یہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ زبان کھولتے ہی ٹیلی پیتھی کی زد میں آ جائے گا۔"

"اونہہ!" سولومی نے کہا: "یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔"

جمی عُرف بایونک مین میرے مخصوص لہجے میں طنز کرتے ہوئے بولا: "تم ایسی نادان تو نہیں ہو کہ میرا جواب نہ سمجھ سکو۔ آقا نے تمہیں بالغ بنا دیا ہے۔ چلو واضح طور پر سمجھ لو کہ میں فرہاد کی طرح ہندوستانی زبان کے علاوہ انگریزی اور جاپانی زبان بول لیتا ہوں۔"

سولومی آقا سے مخاطب ہوئی۔ پھر اس کا جواب سُن کر اس نے کہا: "آقا یہ زبانیں نہیں جانتا ہے۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا: "یہ جانتا ہے مگر ٹیلی پیتھی کے خوف سے نہیں بولے گا۔"

جمی نے مسکراتے ہوئے کہا: "سولومی! اپنے مسخرے سے بوجو کہ وہ ہمیں انٹرپریٹر بنا کر باتیں کرے۔"

سولومی ناگواری سے بولی: "یہ مسخرا ہے یا ناقابلِ شکست چٹان ہے آئینے میں اپنی مرہم پٹیوں کو دیکھ کر سمجھ لو۔"

جمی غصہ سے سُرخ ہو کر بولا: "کیا ابھی بتاؤں کہ میں چٹان کو کس طرح پارا پارا کر سکتا ہوں؟"

سونیا نے جلدی سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "جمی! برداشت کرو، غصہ مجھے پسند نہیں ہے۔"

وہ ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ پر رکھے ہوئے سونیا کے ہاتھ کو دیکھا۔ پھر بڑے پیار سے اسے تھام کر کہا: "سوری سونیا! اب میں اپنا دماغ ٹھنڈا رکھوں گا۔"

سونیا نے جاپانی زبان میں اس سے کہا: "ہاں جمی! تمہیں خاص طور پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آقا نے لڑنے کے دوران مسخرا پن کرتے ہوئے تمہیں کئی بار شکست دلوائی تھا اور تمہارے غصہ اور جھنجلاہٹ سے فائدہ

اٹھا رہا تھا۔"

"ہاں! میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، لوگ غصہ کی حالت میں عاقبت اندیش نہیں رہتے وہ میدان ہار جاتے ہیں۔ اب کی بار میں آقا کے ہوش اڑا دونگا۔"

آقا نے سولمی سے کچھ کہا۔ سولمی نے جمی سے کہا: "میرا آقا صحیح معنوں میں مرد ہے۔ یہ کہہ رہا ہے کہ تم بُری طرح زخمی ہو چکے ہو لہٰذا یہ کبھی کی زخمی سے نہیں لڑتا۔ تمہاری صحت یابی کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔"

جمی نے مسکرا کر سونیا سے کہا: "دیکھا سونیا! ابھی میں آقا سے مقابلہ کی بات کر رہا تھا۔ اگر یہ جاپانی زبان نہیں سمجھتا ہے تو اس نے مقابلہ والی بات کا جواب کیسے دے دیا؟"

سونیا نے تائید کی۔ "اپنی اصلیت کو دیر تک چھپائے رکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ اسے خوش فہمی میں مبتلا رہنے دو۔ ایک بات کہوں؟"

"ہزار بات کہو، سر تسلیم خم ہے گا۔"

"آقا پر سے اسٹین گنوں کا پہرہ ہٹا دو۔ یہ تمہارے شایانِ شان نہیں ہے۔"

"یقین کرو سونیا! یہ حرکتیں میری نہیں، سپر ماسٹر کی ہیں۔ سپر ماسٹر یہ نہیں چاہتا کہ ریڈ یادر کا کوئی آدمی تمہارے پیچھے ہندوستان جائے۔ وہ یہ دیکھ کر خوش ہوگا کہ میں نے تمہیں ہلاک کرنے کے بجائے تم سے دوستی کی ہے اور اس دوستی کی آڑ میں تمہارے ساتھ روس تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سطح جوان ہندوستان پہنچنے سے پہلے آقا کو ختم کر دیں گے۔"

"ہاں! راستے کا پتھر ہٹا لیا ہی جاتا ہے۔ میری مرغابی کا لقمہ یہ ہے کہ میں مردانہ وار آقا سے مقابلہ کروں۔ ہم میں سے موت کو جس طرف آنا ہوگا آجائے گی۔ لیکن آقا کا فیصلہ معلوم ہو گیا ہے کہ ابھی یہ مجھ سے مقابلہ نہیں کریگا نتیجہ یہ ہوگا کہ تنظیم کے لوگ اسے مار ڈالیں گے۔"

سونیا نے فیصلہ کُن انداز میں کہا: "میں آقا جیسے دلیر شخص کو یوں بے بسی کی موت مرنے نہیں دوں گی۔"

جمی نے پریشان ہو کر کہا: "تمہارا یہ فیصلہ میرے لیے مشکلات پیدا کر دے گا۔ تنظیم کے لوگ تمہارے خلاف قدم اٹھائیں گے تو میں خاموش تماشائی بن کر نہیں رہ سکوں گا۔ میں یہ بھی نہیں سوچوں گا کہ آقا میرا دشمن ہے تمہاری خاطر مجھے بھی اس کی حفاظت کے لیے لڑنا پڑے گا۔"

سونیا سوچنے لگی۔ "عجیب سچویشن ہے۔ جمی اور آقا آپس میں دشمن ہیں۔ جمی میرے دل میں جگہ بنا رہا ہے اور آقا نے بھی میری خاطر جمی سے مقابلہ کر کے مجھ پر ایک احسان کیا ہے۔ میں دونوں کی سلامتی چاہتی ہوں اور دونوں کے لیے یہ چاہتی ہوں کہ یہ ہندوستان نہ جائیں تو بہتر ہوگا۔"

وہ سولمی سے بولی: "فی الحال بابونک میں بھی تمہارے آقا سے مقابلہ نہیں کرے گا۔ میں آقا کی قدر کرتی ہوں کیونکہ جب بابونک میں میرے خلاف تھا تب آقا نے ہماری حفاظت کی تھی۔"

"مجھے یہ سُن کر خوشی ہوئی ہے کہ تم میرے آقا کا احسان مان رہی ہو۔"

"سولمی! بظاہر آقا نے مجھ پر احسان کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ آقا در سولمی کو حاصل کرنے کے لیے ہماری حفاظت کے لیے مجبور تھا۔ میں صرف اس لیے اس کی قدر کر رہی ہوں کہ میں اس کے بُرے وقت میں کام آؤں گی تو وہ بھی میری قدر کرے گا۔ جن کے پاس جرأت اور حوصلہ ہوتا ہے وہ اسی طرح ظاہری احسان کا بدلہ چکاتے ہیں۔"

سولمی نے جھجکتے ہوئے لہجے میں پوچھا: "تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

"سولمی! مجھے جلدی غصہ نہیں آتا۔ تمہیں سمجھاتی ہوں کہ لچھے دار گفتگو کر کے باتیں کرو۔ میرے لیے نہ سہی اپنے آقا کی سلامتی کے لیے مصلحت سے کام لو۔ کیا ان اسٹین گنوں کے سامنے اس کی دلیری کام آئے گی؟"

سولمی نے سنجیدگی سے اسٹین گنوں کی جانب دیکھا۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ واقعی مصلحت سے کام لینا ہوگا، وہ بولی: "سوری سونیا! ان لوگوں سے نجات حاصل کرنے کی کوئی تدبیر ہو تو بتاؤ۔"

"ایک ہی راستہ ہے۔ ہم ہندوستان نہ جائیں۔ آگے کراچی کی بندرگاہ آئے گی۔ ہم آقا کے ساتھ وہاں اپنا سفر ختم کر دیں گے۔"

سولمی نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد آقا کو یہ بات سنائی۔ پھر آقا کا جواب سُن کر خوشی سے بولی: "آقا مجھ پر جان دیتا ہے۔ میں جہاں جاؤں گی یہ وہیں جائے گا۔"

میں نے سولمی کے چہرے خیالات پڑھے۔ ان خیالات کے مطابق آقا موجودہ پوزیشن کی نزاکت کو سمجھ رہا تھا۔ موت اٹل نظر آ رہی تھی اس لیے وہ خیالی سولمی کے ساتھ اپنا سفر ختم کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔

جمی نے پوچھا: "سونیا! کیا پاکستانی بندرگاہ پر پہنچ کر میرا ساتھ چھوڑ دو گی؟"

وہ مسکرا کر بولی: "میں تمہارے جیسے دوست کو چھوڑ نہیں سکتی۔ تم سپر ماسٹر سے اپنی روداد سنا سکتے ہو۔ ایک تو یہ کہ زخم مندمل ہونے کے بعد تم آقا سے باقاعدہ مقابلہ کر کے اپنی شکست کا انتقام لو گے۔ اس وقت تک آقا کو جانی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ دوسری بات یہ کہ تم سونیا کے ساتھ پاکستان جاؤ گے۔ اس مقصد کے لیے یہ بات بنا سکتے ہو کہ سونیا کا اچانک ہی کراچی میں ٹھہر جانا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ روسی خفیہ ایجنسی سونیا سے ملنے کا پروگرام بنایا ہو۔"

جمی نے کہا: "سپر ماسٹر اچھی طرح جانتا ہے کہ روسی اپنے عزیزوں کی مدد کے لیے ہندوستان جائے گی۔ مجھ سے یہی کہا جائے گا کہ میں تمہیں پاکستان جانے دوں اور خود ہندوستان چلا جاؤں۔"

"تم سپر ماسٹر کو اپنی باتوں سے قائل کرنے کی کوشش تو کرو۔ جب وہ نہیں مانے گا تو کوئی دوسرا راستہ نکالا جائے گا۔"

جمی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا: "میں ابھی تنہائی میں جا کر اس سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ وہ مان جائے۔"

وہ وہاں سے جانے لگا۔ ڈائننگ ہال میں بیٹھے ہوئے مسافر اپنا کھانا بیچ چھوڑ کر بہت پہلے ہی وہاں سے چلے گئے تھے اور باہر کھڑے ہو کر تماشہ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے آقا سمجھانی کو اسٹین گنوں کی زد میں دیکھ کر سمجھ لیا تھا کہ وہاں زبردست ہنگامہ شروع ہونے والا ہے۔ سونیا نے سولمی سے کہا: "دوسرے مسافر ناحق پریشان ہو رہے ہیں۔ تم آقا کے ساتھ کیبن میں چلی جاؤ تو بہتر ہوگا۔"

وہ بولی: "ہم یہاں کھانے کے لیے آئے تھے۔ کوئی بات نہیں کھانا کیبن میں منگوا لیں گے۔"

اس نے شاید آقا کو سمجھایا تھا کہ ان کی وجہ سے دوسرے مسافر پریشان ہو رہے ہیں۔ سونیا نے مسلح جوانوں سے بھی یہی کہا۔ بات معقول تھی۔ وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی مسافر دو دو، چار چار کی ٹولی بنا کر اپنی اپنی میز پر آ گئے۔ کچھ عورتیں سونیا سے پوچھنے لگیں: "کیا دونوں نوجوروں کے درمیان سمجھوتہ ہو رہا ہے یا جھگڑا بڑھنے والا ہے؟"

"کیا یہ اسٹین گن والے آقا سمجھانی نمودار ہوئے ہیں؟"

"یہ ظلم ہے! آقا کو زندہ رہنا چاہیے۔ وہ زندہ رہے گا نا؟"

سونیا سے طرح طرح کے سوالات کیے جا رہے تھے۔ اس نے اندازہ لگایا کہ مرد و عورتیں سب ہی آقا سمجھانی کی سلامتی چاہتے ہیں اور بابونک کو ظالم سمجھتے ہیں۔ جمی نے ابتدا میں کچھ ایسی حرکتیں کی تھیں کہ اس کے خلاف لوگوں کی نفرت یقینی تھی۔ سونیا نے اپنے طور پر انہیں سمجھا دیا: "خواتین حضرات! بابونک میں کا مزاج اب بدل گیا ہے۔ پہلے وہ میرے بھی خلاف تھا مگر مجھ سے دوستی ہو گئی ہے اور اب میں آقا سمجھانی سے اس کی صلح کرانے کی بھرپور کوشش کر رہی ہوں۔"

سب ہی خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ سونیا کی یہ باتیں اس حقیقت کی غماز تھیں کہ وہ لوگوں کی نظروں میں جمی کا وقار بلند کرنا چاہتی تھی۔ ادھر میں پریشان ہو رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ہائے یہ مجھے کیا ہو گیا ہے دل جمی کو لوگوں کی نفرتوں سے یوں بچا رہی ہوں جیسے وہ میرا اپنا ہو۔ کیا میرا دل و جان سے اسے چاہنے لگی ہوں؟"

"ہاں۔" اس کی سوچ نے کہا: "جمی کے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے دل اس کے پیار کا جواب پیار سے دیتی رہو گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا: "کیا میں اس کی آغوش میں چلی جاؤں گی؟ کیا اپنا سب کچھ اس کے حوالے کر دوں گی؟"

وہ سر کو جھٹک کر سوچنے لگی: "یہ میں کیسی واہیات باتیں سوچ رہی ہوں؟ میں ایسے کمزور دماغ کی عورت نہیں ہوں کہ جمی کو قابلِ اعتماد انسانوں سے گزارے بغیر اس کی جھولی میں گر جاؤں۔ جمی نے ابھی تک ہمارا ریکارڈ پڑھا ہے۔ مجھے پڑھتا رہے گا تو اس کے ہوش اڑ جائیں گے پھر وہ خود فیصلہ کرے گا کہ میں اس کے لیے سستی پڑ رہی ہوں یا مہنگی۔"

میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ یہ بات دل سے نکل گئی کہ وہ ابھی جمی کے ہاتھوں ملی نہیں ہو گی۔ ایسے ہی وقت میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں جمی کیبن میں بیٹھا ہوا تھا اور وہاں موجود اپنے حسن و شباب کی شرسار یوں کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ ریل گاڑی تیز رفتاری سے بھاگی جا رہی تھی۔ میں پلک جھپکتے ہی بحری جہاز کا سفر چھوڑ کر ریل کا سفر شروع کر چکا تھا۔

وہ بولی: "سوری تم خیال خوانی میں مصروف تھے۔ میں نے مداخلت کی، کہو تو چلی جاؤں؟"

"نہیں مونا! آؤ بیٹھو۔ فی الحال میری کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ میں اسے نظر بھر کر دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر وہ قدرت کا ایسا حسین شاہکار تھی کہ نگاہیں خود بخود اسے دیکھنے کے لیے مچلی تھیں۔ وہ انگور کی بیلوں کی طرح رس بھری تھی۔ ایک نظر سے دل بھر جاتی تھی۔ مشکل یہ تھی کہ وہ انگور کی طرح حلال تھی مگر اس انگور کی شراب حرام ہو جاتی تھی۔

وہ سامنے والی برتھ پر بیٹھ گئی۔ اس کے اٹھنے بیٹھنے اور چلنے میں بلا کی نزاکت اور نسائیت تھی۔ میں برداشت کر رہا تھا۔ مگر چیخے چیخے کہہ رہا تھا۔ اگر فریاد کی جا سکتی کہ یہ رس بھریاں کسی طرح خاموشی سے ونڈ لیتی ہیں تو تہذیب اس ووٹ مار کو تسلیم نہیں کرے گی۔ اور جب میں لوٹنے پر آتا ہوں تو فوراً ہی ٹیڑا کہلانے لگتا ہوں۔ مونا نے مجھے بڑے مذاب میں مبتلا کر رکھا تھا۔

ہمارے درمیان تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر وہ سر جھکا کر بولی: "میں بہت پریشان ہوں۔"

"ہاں! تمہاری سوچ بتا رہی ہے کہ تم کیوں پریشان ہو۔ اب تم سنجیدگی سے کسی کو جیون ساتھی بنا کر پُر سکون زندگی گزارنا چاہتی ہو مگر وڈر یہ ہے کہ سپر ماسٹر تمہیں آزاد نہیں چھوڑے گا۔"

"تم مجھے مشورہ دو کہ میں اس سلسلے میں سپر ماسٹر سے بات کروں؟"

"تمہیں خود ہی اس سے بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ سپر ماسٹر کے پاس ایسا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے جو چپ چاپ تمہارے دماغ میں موجود رہتا ہے۔ اور ہماری باتیں سنتا رہتا ہے مجھے یقین ہے کہ اس وقت بھی وہ سُن رہا ہوگا۔ سپر ماسٹر ہمارے ایک ایک پل کی باتوں اور حرکتوں سے واقف رہتا ہے۔"

مونا نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر بوجھ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا: "کون ہے۔ میرے دماغ میں؟ میرے دماغ میں چھپ کر رہنے والے میں تم سے مخاطب ہوں۔ پلیز مجھ پر مہربانی کرو۔ سپر ماسٹر سے سفارش کرو کہ وہ مجھے سیدھی سادی زندگی گزارنے کی اجازت دے دے۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "ناممکن۔ تم ایک طرف خود کو سپر ماسٹر کی وفادار ثابت کرتی رہیں اور دوسری طرف مجھ سے دوستی نباہتی رہی ہو۔ سپر ماسٹر ایک عرصے تمہاری دوہری چال کو سمجھ رہا ہے۔ وہ کبھی یقین نہیں کرے گا کہ تم تنظیم سے الگ ہو کر غیر جانبدار رہو گی وہ

یہی سمجھے گا کہ تم میرے ساتھ رہ کر اس کے خلاف تحریکی کارروائیاں کروگی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔ تم سے بہت دور چلی جاؤں گی۔ تمہاری دوستی نے مجھے بڑے عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ تم ایک ایسا مقمر ہو، جس کی لذت کو میں سمجھتی ہوں مگر اگل نہیں سکتی۔ اس لقمے کے زہریلے اثر کو سمجھتی ہوں مگر اگل نہیں سکتی۔ خدا کے لیے مجھے کوئی ایسی جگہ بتا دو جہاں تمہاری سوچ بھی نہ پہنچ سکتی ہو۔ میں تم سے اور تمہاری سوچ کی حدود سے دور، بہت دور چلی جاؤں گی۔"

وہ بڑے کرب سے بول رہی تھی اور اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ جیسے میں مجرم تھا۔ نہ ٹوٹتے ہوئے اسے لوٹ رہا تھا اور وہ رو رو کر فریاد کر رہی تھی۔ میری زندگی میں عجیب و غریب موڑ آتے ہیں۔ میں نے سونیا سے ٹوٹ کر محبت کی مگر اسے بیوی بنانے اور بچوں کا باپ بننے سے انکار کیا۔ دوسرے موڑ پر دوبدن نے مجھے بچوں کا باپ بنا دیا اس موڑ پر سونیا مجھ سے بچھڑنے لگی۔ اور ایک موڑ پر مونا کھڑی ہوئی تھی میں حسن و شباب کے اس حسین شاہکار کو بھی بیوی بنا کر پناہ نہیں دے سکتا تھا اور اس پیار کا مجرم بن رہا تھا جو وہ مجھ سے کر رہی تھی کیونکہ وہ پیار کسی نتیجے پر نہیں پہنچ رہا تھا۔

میں نے تھک ہار کر کہا۔ "تم بنکاک پہنچنے کے بعد مجھ سے جدا ہو جاؤ۔ پھر کہیں بھی چلی جاؤ۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ جہاں جاؤ گی، وہاں میری سوچ نہیں پہنچے گی۔ جب سپر ماسٹر کو یہ یقین ہو جائے گا کہ میرا تمہارا رابطہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا ہے اور تم اپنے شوہر کے ساتھ سیدھی سادی زندگی گزار رہی ہو تو وہ بھی تمہیں نظر انداز کر دے گا۔"

میں سر جھکائے کہہ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اس کا دل ڈوب رہا ہے کیونکہ اب تک میں توقع کر رہی تھی کہ میں اس کی محبت کی انتہا اور ذہنی کرب کو بھی طرح سمجھنے اور متاثر ہونے کے بعد اس سے شادی کروں گا۔ اس کے برعکس میں اس کے کسی نادیدہ شوہر کی بات کر رہا تھا۔

وہ شکستہ دلی سے سوچ رہی تھی۔ "یہ آدمی نہیں پتھر ہے۔ ایسا پتھر جسے ٹھوکر مارنا چاہو تو اپنے ہی پاؤں ٹوٹ جائیں۔ آہ! میں اس کے لیے کیوں ٹوٹ رہی ہوں۔ یہ کیا ستم ہے کہ میری جوانی مجھ کو ہی جلا رہی ہے اور اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔"

اچانک ہی وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی، پھر فیصلہ کن لہجے میں بولی۔ "اب میں اپنے آپ کو تباہ کروں گی اور میری تباہی کے ذمے دار تم ہو گے۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگی تو میں نے پوچھا۔ "تم جان بوجھ کر خود کو تباہ کرو گی تو میں ذمے دار کیسے ہو سکتا ہوں؟"

وہ دروازے کے پاس سے پلٹ کر بولی۔ "میں جانتی ہوں کہ کسی سے شادی کر کے خوش نہیں رہ سکتی۔ میں سپر ماسٹر کے لیے کام کرتی رہوں گی۔ جرائم کے ماحول میں رہوں گی۔ جو لوگ بھی میری عزت سے کھیلنے آئیں گے، ایسے وقت میں آنکھیں بند کر کے تمہارا تصور کروں گی اور تمہارے نام سے تباہ ہوتی رہوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ میں کھلے ہوئے دروازے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہ گیا۔ ابھی زبردستی تھی۔ میں ساری عمر اسے گفتگو نہیں دے سکتا تھا۔ اسے ایک گھریلو ماحول نہیں دے سکتا تھا اس لیے وہ بدستور جرائم کے ماحول میں رہ کر میرے نام سے اپنی عزت کی دھجیاں اڑانا چاہتی تھی۔ عجیب و حکمی تھی۔

میرے ضمیر نے کہا۔ "فرہاد! اس حقیقت سے نظریں چرا کر پیار اسے انکار بنائے رکھنے کے لیے حسین چہرہ یاد کرنے اور ہمیشہ اس کے پیار کاٹ کر گندے ماحول میں رکھنے گا۔ تمہارے سوا کوئی اس کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ تم سے مایوس ہو کر وہ صرف تباہی کے راستے پر ہی چل سکتی ہے۔"

میں نے جواباً سوچا۔ "میں کیا کروں؟ وہ دنیا میں کتنی ہی حسین اور پرکشش لڑکیاں بے یار و مددگار ہیں۔ کیا میں سب کا ٹھیکیدار بن جاؤں؟"

میرے دل نے ضد کی۔ "مونا جیسا لاجواب حسن بے مثال شباب ایسے طوفانی جذبے اور ایسی تڑپنے والی وفائیں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی ہیں۔"

میں نے دل کو سمجھایا۔ "حسن و وفا کی قدر کرنے کے لیے سونیا اور دو ماہ کافی ہیں۔ یہ مقام میں اور کسی کو نہیں دینا چاہتا۔ دینا چاہوں گا تو وفا کرنے والی حسیناؤں کی ایک فوج تیار ہو جائے گی۔"

میں ذہن کو جھٹک کر وہاں سے اٹھ گیا۔ تنہائی میں بیٹھ کر سوچوں کی یلغار شروع ہو جاتی ہے۔ میں نے اپنے کیبن سے نکل کر بے فی کے کیبن کے دروازے پر دستک دی۔ شرلاک نے دروازہ کھول کر مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "اچھا! اب تمہیں ہماری یاد آئی ہے؟"

میں اندر آ گیا۔ بے فی مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ "بھائی! گیارہ بج رہے ہیں۔ آپ نے تو ناشتہ نہیں کیا ہو گا؟"

میں نے اس کے پاس بیٹھ کر اپنے ایک بازو میں اسے سمیٹ لیا۔ پھر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ "میری گڑیا میرے کھانے پینے کا کتنا خیال رکھتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ دنیا میں بے غرض اور بے لوث رشتہ صرف ماں اور بہن کا ہوتا ہے۔"

بے فی نے کہا۔ "آپ تعریفیں کر کے مجھے نہ بہلائیں۔ یہ بتائیں کہ آپ خود اپنا خیال کیوں نہیں رکھتے ہیں؟"

میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "یہ خیال خوانی فرصت ہی نہیں دیتی۔ تم کل سے دیکھ رہی ہو کہ تم سے باتیں کرنے کی فرصت بھی کم ہی ملتی ہے۔"

شرلاک نے کہا۔ "اب بھی باتیں کرتے رہو گے تو کھانے کی فرصت نہیں ملے گی۔ چلو باہر کار میں چلتے ہیں۔ وہ مونا کہاں ہے؟"

میں نے آنکھ بند کر کے معلوم کیا۔ شرلاک نے عجلت سے کہا۔ "اسے رہنے دو۔ پھر خیال خوانی شروع کر دی۔ بھئی ہم مونا کو نہیں پوچھ رہے ہیں۔ واپس آ جاؤ۔"

میں نے آنکھ کھول کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "مونا اس کیبن میں چلی گئی ہے

واس کے اپنے نام سے ریزہ دے ہے۔"

ہم کیبن سے باہر آئے۔ اسے لاک کیا۔ پھر کار ریڈ ورسے گزرتے ہوئے بے فی نے کہا۔ "ہاں۔ اس نے مغذی کا میک اپ اتار دیا ہے شاید اسی لیے اپنے کیبن میں چلی گئی ہے۔"

میں نے ٹالنے کے لیے کہا۔ "ہاں یہی بات ہے۔"

شرلاک ہمارے آگے آگے چل رہا تھا۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بھئی مجھے زوال میں کچھ کالا نظر آتا ہے۔ تم دونوں کی آپس میں دال نہیں گلی ہو گی اس لیے چلی گئی۔"

بے فی کی سمجھ میں بات نہیں آئی، وہ بولی۔ "یہ دال گلنا کیا ہوتا ہے تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ تمہارے بھائی نے کوئی شرارت کی ہو گی، وہ بھاگ گئی۔"

وہ بولی۔ "یو شٹ اپ! ایسی باتیں کرتے شرم نہیں آتی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم برا کیوں مانتی ہو۔ شرلاک زندہ دل ہے اسے مذاق کرنے دو۔"

ہم بوئنگ کار میں پہنچ کر ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ شرلاک میرے لیے ناشتہ طلب کرنا چاہتا تھا، میں نے کہا۔ "ناشتہ نہیں، میں پیٹ بھر کر کھاؤں گا۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میرے کھانے پینے اور سونے جاگنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ پتہ نہیں تھوڑی دیر بعد میرے حالات مجھے دوپہر کا کھانا کھانے کا موقع دیں گے یا نہیں۔"

شرلاک میرے لیے کھانے کا اور اپنے اور بے فی کے لیے ہلکے ناشتہ کا آرڈر دینے لگا۔ بے فی نے پوچھا۔ "خیال خوانی کا ایک طویل سلسلہ جاری ہے آخر یہ کبھی ختم بھی ہو گا یا نہیں؟"

"جب تک دوستی اور محبت کے رشتے سلامت ہیں، دشمنوں کی نفرتیں اور عداوتیں جاری ہیں خیال خوانی کا سلسلہ جاری رہے گا۔ میں ہزاروں میل دور جانے والی محبتوں کو بھلا نہیں سکتا۔"

"اب کس کا خیال پڑھنا ہے؟"

شرلاک نے کہا۔ "اب تمہارا خیال پڑھا جائے گا۔ تم اپنے دل کی ہمت کی باتیں مجھ سے چھپاتی ہو۔ فرہاد! بیزفرد! بے فی کے خیالات جلدی سے پڑھو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میری بہن کا چہرہ اس کے دل کی طرح صاف ہے۔ یہ کوئی بات دل میں نہیں رکھتی۔ منہ پر صاف کہہ دیتی ہے۔"

بے فی شرلاک کو ٹھنگا دکھا کر بولی۔ "سن لیا نا، اب تو تسلی ہو گئی۔"

وہ ڈھٹائی سے بولا۔ "جی نہیں۔ بھائی تو اپنی بہن کی برائی ضرور سنے گا۔ میں کسی دوسرے ٹیبل پر بیٹھے جانے والے سے رجوع کروں گا خیال خوانی والے بازار میں بہت مل جاتے ہیں۔"

اس کی بات پر ہم سب دل کھول کر ہنسنے لگے۔ عام لوگوں کے لیے یہ ہنسنے ہنسانے کی بات شاید نہ ہو لیکن مجھے ایسے پُرخلوص رشتوں کا حصول کبھی کبھی ملتا ہے اس لیے سیدھے سادے مذاق پر بھی دل کھول کر ہنسنے لگتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد کھانا آ گیا۔ میں چند لمحوں کے لیے روما نہ کے پاس پہنچا۔ وہ نیپال کے شہر کھٹمنڈو پہنچ گئی تھی۔ میں اس سے یہ وعدہ کر کے واپس آ گیا کہ جلد ہی پھر دماغی رابطہ قائم کروں گا۔

کھانے کے دوران ہماری میز کے پاس وہ آ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ تانیہ! تانیہ کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ پھر یاد دلاؤں کہ پچھلی رات جب میں بوئنگ کار کی طرف آنے کے لیے کیبنوں کے درمیان راہداری سے گزر رہا تھا تو ایک کیبن کے دروازے کے پیچھے سے کچھ ایسی آوازیں سنائی دی تھیں جیسے دو افراد وہاں جدوجہد میں مصروف ہوں۔ میں نے اس دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلنے میں دیر لگی کیونکہ اندر گڑبڑ جاری تھی۔ ایک قد آور اور بھاری بھرکم ڈیل ڈول والے بدمعاش نے ایک بوڑھی عورت کو بیہوش کر کے ایک برتھ پر سلا دیا تھا۔ دوسری برتھ پر دس بارہ برس کا ایک لڑکا گہری نیند سو رہا تھا۔ اور یہ سولہ یا سترہ برس کی کمسن لڑکی تانیہ جو اس وقت ہماری میز کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی، پچھلی رات اس بدمعاش نے اسے ٹائیلٹ میں بند کر دیا تھا۔

تانیہ میں چند خوبیاں تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ جوان تھی مگر بچی لگتی تھی۔ کسی بھی اجنبی کو دیکھ کر سہم جاتی تھی اور اس کا سہما ہوا حسن بڑا ہی پیارا لگتا تھا۔ اسے دیکھ کر صرف یہی سوچا جا سکتا تھا کہ یہی لڑکی ستائیس گی جوانی میں جوانوں کو خواں ہو گی۔۔۔ بہرحال میں نے پچھلی رات اسے دماغ سے نکال دیا تھا۔ ان ماں بیٹی کو اس بدمعاش سے نجات دلائی تھی۔ پھر ان کے پاس پلٹ کر نہیں گیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ جتنے تعلقات بڑھاؤ، اتنی ہی خیال خوانی کی الجھنیں بڑھتی جاتی ہیں۔ میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اب دوستی اور دشمنی کے دائرے محدود کرتا جاؤں گا۔

تانیہ نے مجھ سے کہا۔ "آپ بہت اچھے ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ آپ کا شکریہ کس طرح ادا کرنا چاہیے۔ وہاں میری ممی بیٹھی ہیں آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔"

اس نے ایک میز کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے ادھر دیکھا۔ بوڑھی خاتون مجھے دیکھ کر مدھم سے انداز میں مسکرا رہی تھیں۔ ان کے ساتھ ان کا بارہ برس کا بیٹا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے جواباً مسکرا کر احتراماً ذرا سر جھکایا پھر تانیہ سے کہا۔ "اپنی ممی سے کہو میں کھانے کے بعد ملاقات کروں گا۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ میں نے سر جھکا لیا۔ اسے جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ خواہ مخواہ نظریں اس کی چال پر شاعری کرنے لگتیں۔

بے فی نے پوچھا۔ "یہ کون تھی؟"

میں نے لقمہ چباتے ہوئے کہا۔ "خیال خوانی کی نئی مصیبت۔" میں بے فی اور شرلاک کو پچھلی رات کا واقعہ سنانے لگا۔ پھر آخر میں بولا۔ "اگر میں ان ماں بیٹی سے میل جول رکھوں گا تو میرا تجربہ بتاتا ہے کہ خیال خوانی کی مصروفیات اور بڑھ جائیں گی۔"

"بھائی! آپ ان سے ملاقات نہ کریں۔ میں وہاں جا کر بوڑھی

خاتون کو سمجھا دیتی ہوں کہ آپ بہت مصروف رہتے ہیں۔"

بے بی کی معروفیات کے باعث پہلے ہی فکرمند تھی۔ میرا جواب سُنے بغیر وہاں سے اٹھ کر بوڑھی خاتون کے پاس چلی گئی۔ میں نے سوچا ٹھیک ہے اس طرح میں مفید سمجھا جاؤں گا۔ مگر کئی مصیبتوں سے نجات ملتی رہے گی۔"

کھانے کے بعد کافی کا دور چلنے لگا۔ بے بی اُس خاتون کے پورے خاندان کے ساتھ آئی تھی لیکن قریب پہنچ کر خاتون مجھے مسکراتے ہوئے دیکھ کر اپنے بچوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی اور بوڑھے کا سہارا بن کر چلی گئی۔ بے بی نے میرے پاس بیٹھ کر اپنی بیالی میں کافی انڈیلتے ہوئے کہا۔ "جانی! سہولیت اسی کو کہتے ہیں جو پیچھا نہ چھوڑے۔ وہ خاتون بڑی التجا کر رہی ہیں۔ گڑگڑا رہی ہیں کہ صرف پندرہ منٹ کے لیے ہم ان کے کیبن میں آئیں۔"

"مگر کیوں؟ تم نے پوچھا نہیں؟"

"پوچھا تھا۔ وہ ہمیں چونکا دینے والی باتیں سنانا چاہتی ہیں۔"

میں نے ایک سرد آہ بھری۔ "آہ! میری زندگی بھی کیا ہے۔ جتنے لوگ ملتے ہیں اپنے چونکا دینے والے حالات کے ساتھ ملتے ہیں۔"

شرلاک نے کہا۔ "ابھی تو ہم کافی پی رہے ہیں۔ اُس بڑھیا کے پاس جانے سے پہلے تم ہمیں مجھ کو معلوم کرو کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔"

واقعی تجسس تھا کہ وہ خاتون ہمیں کس طرح چونکانا چاہتی ہیں۔ میں سر جھکا کر تنایہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ماں بیٹی باتیں کرتی ہوئی اپنے کیبن میں داخل ہو رہی تھیں۔ میں ان کی باتیں سنتا رہا۔ خاتون کے خیالات کو بھی کریدتا رہا۔ پھر سر اٹھا کر شرلاک کو دیکھنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ خیریت تو ہے؟"

میں نے بے بی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس خاتون کے ساتھ وہ ہو چکا ہے جو آج بے بی کے ساتھ ہو رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟ بھئی پہیلیاں نہ بجھواؤ، صاف صاف کہو۔"

میں نے کہا۔ "شرلاک! تمہاری عینک تیز ہو گیا ہے۔ تمہارے آنجہانی ڈیڈی کی وصیت کے مطابق تم جو پیسے سے شادی کرو گے تو تمہیں باپ کی ساری جائداد سے ملے گی۔ ورنہ اس جائداد کا تھوڑا سا حصہ ملے گا۔ تم جو پیسا لاؤ اور اس کے خاندان والوں کو ٹرخا رہے ہو۔ اُن سے چھپ کر تم نے بے بی سے شادی کر لی ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں مگر تم ہماری بات کیوں لے بیٹھے؟ بات اس خاتون کی ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "اس خاتون کا قصہ بھی بے بی کی طرح ہے۔ آج سے سترہ برس پہلے ایک سرمایہ دار نے اس خاتون سے چھپ کر شادی کی تھی اُس سرمایہ دار سے اس کے دو بچے ہوئے۔ ایک لڑکا ایک لڑکی، جنہیں ہم ابھی دیکھ چکے ہیں۔"

بے بی نے چبھتی ہوئی سوالیہ نظروں سے شرلاک کو دیکھا۔ اس لیے دیکھا کہ اس پوری چھپی ہوئی شادی کے بعد شرلاک بچے چاہتا تھا اور پہلی بیوی تھی کہ جب تک شادی کا اعلان نہ ہو گا بچے پیدا نہیں ہونے چاہئیں اس نے پوچھا۔ "کیا اس سرمایہ دار نے اس شادی کا اعلان بعد میں بھی کیا؟"

"نہیں! اس سرمایہ دار کی کمزوری صرف اپنی بیوی میں شادی کی جائی ہے۔ اگر وہ شادی کا اعلان کرتا تو اپنے باپ کی دولت اور جائداد سے محروم ہو جاتا۔"

شرلاک نے کہا۔ "اوہ! اُس بوڑھی کی داستان بالکل ہمارے جیسی ہے۔"

میں نے کہا۔ "تمہارے جیسی نہیں بلکہ تمہارے ہی خاندان کی ڈھائی سیریز۔ وہ بوڑھی خاتون تمہاری ماں ہے۔"

"کیا؟" شرلاک کے ہاتھ سے بیالی چھوٹتے چھوٹتے رہ گئی۔

بے بی نے بھی حیرانی سے پوچھا۔ "جانی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میری بہن! میں درست کہہ رہا ہوں۔ شرلاک کے ڈیڈی نے پہلے اپنے خاندان میں شادی کی۔ وہاں یہ شرلاک پیدا ہوا۔ پھر سترہ برس پہلے اس کے ڈیڈی نے پیرس میں اُس خاتون سے شادی کی۔ وہ ہر دوسرے تیسرے ماہ وہاں جاتے تھے۔ دو ہفتے خاتون کے پاس قیام کرتے تھے اپنی مجبوری بیان کرتے تھے کہ اگر خاتون نے اعلانیہ اپنے ازدواجی حقوق مانگے تو وہ اپنے والد کی جائداد سے محروم ہو جائیں گے۔"

شرلاک الجھا ہوا تھا، اس نے پوچھا۔ "مگر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ میرے ڈیڈی نے اس سے شادی کی تھی؟"

"تمہارے ڈیڈی نے تمہاری والدہ اور تمہاری تصویریں خاتون کو دی تھیں۔ ابھی یہاں تمہیں میرے ساتھ بیٹھے دیکھ کر انہوں نے تمہیں پہچان لیا۔ وہ اپنے کیبن میں بیٹھی اپنے بچوں تنایہ اور ماسٹر ڈمی کو تمہارے بارے میں بتا رہی ہیں۔"

شرلاک نے سر کو جھٹکا لیا۔ ہمارے درمیان ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔ صرف تیز رفتار ٹرین کی کھٹاکھٹ کانوں میں بج رہی تھی۔ پھر بے بی نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "شرلاک! تم نے اپنے ڈیڈی کی داستان میرے ساتھ دہرائی۔ اس خاتون کو دیکھ کر مجھے اپنا انجام نظر آ رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "بے بی! میرے ہوتے ہوئے تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ بولی۔ "بے شک! بہن اپنے بھائی پر ناز کرتی ہے۔ مگر بھائی! اگر آپ نے شرلاک کو میرے ازدواجی حقوق کے لیے مجبور کیا تو یہ نہ بھولیے گا محبت نہیں ہو گی۔ محبت تو وہ ہوتی ہے جو مرد دل سے اپنی عورت کو پوری تابہ محبت مانگنے والی عورتیں بھائی اور باپ کی امداد حاصل کرتی ہیں۔ محبت چھیننے والی عورتیں بازاروں میں بیٹھتی ہیں۔ میرا کیا مقام ہے شرلاک میں؟"

شرلاک نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم مذبذبانی ہو رہی ہو۔ ورنہ تم خود دیکھ رہی ہو کہ میں اب تک سچائی سے ساتھ نباہتا

آ رہا ہوں۔"

"تمہارے ڈیڈی بھی اس خاتون کا ساتھ نباہتے آ رہے تھے میں بھی اس خاتون کی طرح یہ نہیں چاہتی کہ تم باپ کی جائداد سے محروم ہو جاؤ۔ میں اور وہ خاتون ایک ہی کشتی پر سوار ہیں۔ اس نے شوہر کے انصاف کا انتظار کرتے کرتے شوہر کو ہی کھو دیا۔ بتاؤ میرے انتظار کی حد کیا ہے؟"

"بے بی مجھے شرمندہ نہ کرو۔ میری مجبوریوں کو بھی سمجھو۔ مگر یہ مجبوریاں ختم ہونے والی ہیں۔ فریاد ہمارے ساتھ ہے۔ جیت تمہاری ہو گی بے بی!"

میں نے کہا۔ "شرلاک! صرف بے بی کی جیت نہیں اس خاتون کو اور ان بچوں کو بھی ان کے جائز حقوق ملنے چاہئیں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "میں ابھی اپنی اس ماں سے ملوں گا۔"

میں اور بے بی بھی اُٹھ گئے۔ میں نے بوٹے کار سے نکلتے ہوئے کہا۔ "کہیں جاتے ہی ممی نہ کہہ دینا۔ تمہیں تو خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوا ہے، وہاں جب تک بات نہ کھلے انجان بنے رہنا۔"

ہم تینوں باتیں کرتے ہوئے، تنگ راہداری سے آگے پیچھے گھومتے ہوئے اس کیبن کے سامنے پہنچ گئے۔ دستک دینے کی حد درجہ کھل گیا۔ بوڑھی خاتون نے مجھے دیکھتے ہی خوش ہو کر کہا۔ "بیٹا! میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ تم اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود آئے ہو۔ آؤ اندر آ جاؤ۔"

ہم سب اندر آ کر بیٹھ گئے۔ بے بی ایک برتھ پر تنایہ اور اس خاتون کے ساتھ بیٹھ گئی۔ میں اور شرلاک ماسٹر ڈمی کے ساتھ دوسری برتھ پر بیٹھے۔ خاتون نے کہا۔ "کل رات تم نے ہم تینوں کی جانیں بچا کر جو احسان کیا ہے اس کا بدلہ میں کبھی نہیں دے سکوں گی۔"

میں نے کہا۔ "آپ ہمیں کچھ چونکا دینے والی باتیں بتانا چاہتی ہیں۔"

"ہاں بیٹا! اگرچہ مجھے سوتیلے رشتوں کے سامنے یہ باتیں نہیں کہنا چاہئیں ڈرتے کہ پھر ہماری جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ مگر تمہاری دلیری اور شرافت پر بھروسہ کرتے ہوئے بول رہی ہوں۔ پہلے تو مجھے اس بات پر حیرانی ہے کہ کل رات تم اس بدمعاش کو پکڑ کر لے گئے پھر واپس نہیں آئے۔"

"تنایہ سہمی ہوئی تھی، اس لیے میں نے یہاں واپس آنا مناسب نہیں سمجھا۔"

خاتون نے کہا۔ "پھر بھی تمہیں تجسس تو ہونا چاہیے کہ وہ بدمعاش ہمارا دشمن کیوں بن گیا تھا؟"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں تجسس تو ہے اب آپ بتلائیں۔"

"بیٹے! سترہ برس پہلے بنکاک کا ایک بہت بڑا سرمایہ دار پیرس آیا تھا۔ وہاں اس نے مجھ سے شادی کی۔ وہ کردار کے لحاظ سے شریف اور سچا تھا۔ اس نے بتا دیا تھا کہ پہلے اس کی شادی ہو چکی ہے اور وہ برادری کے باہر کسی سے شادی نہیں کر سکتا مگر اس نے وعدہ کیا کہ کوئی مناسب موقع دیکھ کر ہماری شادی کا اعلان کرے گا۔ اس انتظار میں تقریباً سولہ برس گزر گئے۔ شادی کے اعلان سے پہلے وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔"

میں نے افسوس کا اظہار کیا۔ "آپ نے محبت اور شوہر پرستی میں بڑے دکھ اٹھائے ہیں۔ میری ہمدردی آپ کے ساتھ ہے۔ بتائیے میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

وہ خوش ہو کر بولیں۔ "مجھے تم سے یہی امید ہے۔ میں بنکاک پہنچ کر اپنے بچوں کے جائز حقوق چاہتی ہوں۔ مجھے دولت کی ہوس نہیں ہے۔ تنایہ کے باپ نے اپنی زندگی میں میرے لیے ایک بہت بڑے بزنس سنٹر میں چھ منزلہ جنرل اسٹور کھولا تھا۔ اس اسٹور سے مجھے سالانہ ستر اسی لاکھ ڈالر ملتے ہیں۔ میرے بچوں کا مستقبل محفوظ ہے مگر میں اپنے بچوں کے لیے شرلاک خاندان کا نام اور برتری چاہتی ہوں۔"

شرلاک نے پوچھنے کی ایکٹنگ کی۔ "یہ تو میرا خاندان ہے۔"

خاتون نے سنجیدگی سے مسکراتے ہوئے شرلاک کے ڈیڈی کی ایک تصویر پیش کی۔ "ہاں بیٹے! میں اسی خاندان کی بہو ہوں۔ تمہارے ڈیڈی میرے شوہر تھے۔"

شرلاک نے پوچھا۔ "آپ کے پاس اپنے بیان کی سچائی کا اور کوئی ٹھوس ثبوت ہے؟"

"ایک نہیں کئی ثبوت ہیں۔ میرے پاس نکاح نامہ ہے۔ کاروباری دستاویزات ہیں جو میرے نام سے ہیں مگر ان پر تمہارے ڈیڈی کے دستخط ہیں اور ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے بہت سے خطوط بھی ہیں۔ میں نے ابھی بولنے کا رہ جو تمہارے تصویر سے پہچانا ہے۔ یہ دیکھو تمہاری تصویر!"

شرلاک نے اپنی تصویر کو دیکھی۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر خاتون کے سامنے پہنچ کر کہا۔ "میں آپ کو اپنی ماں تسلیم کرتا ہوں۔ کیا آپ مجھے بیٹا کہیں گی؟"

"بے شک کہوں گی مگر تمہاری زبان میں سچائی نہیں ہے اگر ہوتی تو کل رات تم اس بدمعاش کو یہاں نہ بھیجتے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" وہ حیرانی سے بولا۔ "میں تو اب سے پہلے آپ کو جانتا تک نہیں تھا۔"

بے بی نے تائید کی۔ "ممی! میں یقین دلاتی ہوں کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ کم از کم آپ میرا یقین کریں میں آپ کی بہو ہوں۔"

"بہو؟" خاتون ایک دم سے گھبرا کر ذرا پیچھے ہٹ کر بولیں۔ "تم... تم جولیا ہو؟"

"نہیں میرا نام بے بی ہے۔ شرلاک نے اپنی برتھ سے باہر جھانک کر مجھ سے شادی کی ہے۔ میری اور آپ کی زندگی ایک جیسی ہے۔"

خاتون بے یقینی سے بے بی کو دیکھ رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ "ممی! یہ بے بی میری منہ بولی بہن ہے اور اس کے سوا دنیا میں میرا کوئی عزیز نہیں ہے۔ اگر آپ مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیں تو میں یقین دلاتا ہوں کہ شرلاک اور بے بی محبت کرنے والا دل رکھتے ہیں۔ یہ اب سے پہلے آپ کو نہیں جانتے تھے۔ یقیناً انجانے دشمن آپ کو غلط فہمی میں مبتلا کر رہے ہیں۔"

خاتون نے کہا۔ "بیٹا! تم شرلاک جونیئر سے پوچھو۔ کیا اس نے جولیا کے

باپ کو میرے پاس پیرس نہیں بھیجا تھا۔ کیا دھمکی نہیں دی تھی کہ اگر میں اس کے باپ کو بدنام کرنے کے لیے بنکاک آ کر نکاح نامہ دکھاؤں گی اور بچوں کے خاندانی حقوق مانگوں گی تو ہمیں بنکاک پہنچنے سے پہلے قتل کر دیا جائے گا؟"

میں نے کہا: "یہ سراسر جھوٹ ہے۔ شرلاک پر بے بنیاد الزام ہے۔ آپ میری بات اس طرح سمجھ سکتی ہیں کہ شرلاک کے تعلقات جولیا اور اس کے باپ سے بہتر ہوتے تو بے بی نے شادی نہ کرتا۔ جولیا کے گھر والوں سے تو اس کی دشمنی ہے۔"

خاتون کی بدگمانی کسی قدر کم ہوئی۔ وہ کبھی شرلاک کو اور کبھی بے بی کو دیکھ کر سوچنے لگی: "پتہ نہیں یہ واقعی بے بی نے بیاہ لیا ہے یا نہیں۔ میں نے بوجیا کو دیکھا نہیں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مگر مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ جولیا انگوریڈ سے شرلاک کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے جبکہ یہ بے بی صورت شکل سے تھائی لینڈ کی مقامی لڑکی لگتی ہے۔"

خاتون ذرا اور قائل ہو گئیں۔ میں نے کہا: "ممی! اگر میری بہن مدر شرلاک آپ کے دشمن ہوتے تو کل رات میں اس قاتل سے آپ دونوں کو نہ بچاتا۔ میں تو یہی چاہتا کہ میری بہن جس دولت اور جائداد کی مالکہ بننے والی ہے اس کا کوئی حصہ دار نہ رہے۔"

وہ اپنی پیشانی کو سہلاتی ہوئی بولیں: "میں ایسے حالات سے گزر رہی ہوں کہ اچھی طرح سوچے سمجھے بغیر کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔"

میں نے کہا: "بے شک آپ کی پریشانی اور بے اعتمادی بجا ہے۔ جب تک آپ کو ہم پر مکمل اعتماد نہیں ہوگا ہم آپ سے دور ہی رہیں گے۔"

"یہی تو بات ہے بیٹا! کل رات کے بعد میں تم پر اتنا بھروسہ کرنے لگی ہوں کہ اب تمہارے سوا کوئی میرا اپنا نظر نہیں آتا۔ میں نے اس لیے یہاں بلایا ہے کہ تم ابھی اسی لمحہ ہم ماں بچوں کی زندگی اور موت کا فیصلہ کر دو۔ ہم دشمنوں کے خوف سے سہم سہم کر زندگی نہیں گزارنا چاہتے۔ ہم چپ چاپ مر جائیں گے ہمیں مار ڈالو۔"

تانیہ ماں سے لپٹ کر رونے لگی۔ ماسٹر رومی دلیر تھا، وہ تیور بدل کر بولا: "مائی برادر شرلاک! یہ دلیری نہیں ہوگی۔ مجھے بھی ایک پستول دو، پھر دیکھو کہ کون کس کو مار تا ہے۔"

شرلاک مسکرانے لگا۔ میں نے خوش ہو کر کہا: "شاباش بیٹے! تم سچ مچ دلیر ہو۔ مگر دو بھائیوں کے درمیان پستول نہیں پیار ہونا چاہیے۔"

شرلاک نے دونوں بازو پھیلا کر کہا: "میرے منے منے بھائی! اگر اتنے ہی دلیر ہو تو بے دھڑک میرے بازوؤں میں آ جاؤ۔"

ماسٹر رومی بے باکی سے تن کر کھڑا ہوا۔ شرلاک ہنستے ہوئے اسے بازوؤں میں اٹھا کر چومنے لگا۔ خاتون کے چہرے سے اطمینان بھری مسکراہٹ کا اظہار ہوا۔ بے بی نے ان سے کہا: "ممی! ہم نے بھی اپنا ایک اہم راز آپ کو بتانا ہے اگر آپ بنکاک پہنچ کر کسی کو یہ نہ بتائیں گی کہ شرلاک نے مجھ سے شادی کی ہے تو شرلاک جائداد سے محروم ہو جائیں گے۔"

خاتون نے بے بی کی پیشانی کو چوم کر گلے لگایا: "تم میری بہو بنو اور تم سے پہلے میں تمہارا دکھ اٹھا چکی ہوں، اطمینان رکھو، ہماری زبان خاموش رہے گی۔"

ماسٹر رومی شرلاک کے بازوؤں میں تھا۔ بے بی خاتون کے گلے لگی ہوئی تھی۔ اچانک ہی تانیہ آگے بڑھ کر مجھ سے لگ گئی۔ اگر وہ میرے قد تک پہنچ سکتی تو گلے لگ جاتی اور اس طرح لگنے میں محض اپنائیت کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ ایک دم سے چہک کر بولی: "تم بہت اچھے ہو۔ کل اس دشمن سے ہمیں بچایا آج تم نہیں دشمن سمجھ رہے تھے انہیں ہمارا اپنا بنا دیا۔"

کاش وہ مجھ سے یوں نہ چپک جاتی۔ دراصل اسی وقت پتہ چلا کہ وہ بچی نہیں ہے۔ یعنی ایسی بھی لڑکیاں ہوتی ہیں جو اپنی جوانی کو بدن کی تجوری میں چھپا کر رکھتی ہیں۔ اوپر سے ڈھیلے لباس کا غلاف چڑھا کے رکھتی ہیں۔ میں سمجھ تو گیا کہ کسی نہ کسی بہانے کسی نہ کسی جوانی کا تجزیہ کرنے بیٹھ جاتا ہوں۔ توبہ ہے پھول خوبصورت سانسوں میں آ کر نہ مہکے تو کون اس کا تجزیہ کرے۔ ہیں خواہ مخواہ ایسا نہیں کرتا۔ یہ گل مجھے گل چیں بنا دیتے ہیں۔

اچانک ہی یاد آیا کہ تانیہ اب کوئی اجنبی لڑکی نہیں ہے۔ یہ شرلاک کی سوتیلی بہن ہے۔ مجھے اس سے دور رہنا چاہیے، اور اس کے حسن و شباب پر تبصرہ نہیں کرنا چاہیے ورنہ کل ون شرلاک اسے میرے گلے کا ہار بنانا چاہے گا۔ اصولی بات یہی ہوگی کہ اس نے میری بہن کو شریکِ حیات بنا کر رکھا ہے تو مجھے بھی بدلے کا رشتہ قبول کرنا چاہیے۔ (خطرہ)

میں فوراً ہی تانیہ کو اپنے سے الگ کرتے ہوئے بولا: "تانیہ! ہم سب تمہارے اپنے ہیں۔ جاؤ پہلے اپنی بھابی کو پیار کرو۔"

وہ میرے پاس سے ہٹ کر بے بی سے لپٹ گئی۔ دراصل وہ ذہنی طور پر بچی تھی۔ اپنے دل سے دہشت دور ہوتے ہی وہ ایک ایک سے لپٹ کر اپنے تحفظ اور سلامتی کا یقین کر رہی تھی۔ وہ بے بی کے بعد شرلاک کے پاس آئی۔ شرلاک نے اپنی تہذیب کے مطابق بہن کے رخسار کا بوسہ لیکر اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

پھر سب بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ اب ان کی خاندانی باتیں لاطائل ہو سکتی تھیں۔ میں نے کہا: "ممی! اب مجھے اجازت دیں۔ آپ اپنے بیٹے اور بہو سے باتیں کریں۔ مجھے ضروری کام ہے۔"

ممی اور تانیہ مجھے روکنا چاہتی تھیں مگر بے بی اور شرلاک میری خیال خوانی کی مصروفیات کو سمجھتے تھے اس لیے جلد ہی مجھے وہاں سے چھٹی مل گئی۔ میں اس کیبن سے نکل کر بلا روک ٹوک سے گزرنے لگا۔ ٹرین کے گارڈ سے سامنا ہو گیا۔ میں نے پوچھا: "ٹرین کب تک بنکاک پہنچے گی؟"

اس نے بتایا ہم تین بجے تک بنکاک میں ہوں گے۔ اس وقت گیارہ بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ میں نے اپنے کیبن میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ایک بڑھیا پر آرام سے لیٹ کر رومانہ کے پاس پہنچ گیا۔

ہلٹمنڈو کے بازار میں گھوم رہی تھی۔ وہ شہر گویا یتیم لڑکیوں اور لڑکوں کا بتا ہے۔ جہاں نظر اٹھا کر دیکھو غیر ملکی بہتی نظر آتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ دولت اور نشے کا سامان جہاں ہوتا ہے وہاں جرائم زیادہ ہوتے ہیں، قانون پنجیاں پر قرار رہتی ہیں۔ اس کے باوجود مجرم اپنا کام دکھاتے رہتے ہیں۔

غیر ملکی کھٹمنڈو کو جنس کی جنت سمجھتے ہیں۔ اس جنت میں جہنم کے بن الاقوامی شیطان ہوتے ہیں۔ نیپال کی حکومت سے اپنی مجرمانہ شخصیت چھپانے کے لیے سیاحوں، تاجروں اور ہپیوں کے نقاب میں وہاں جاتے ہیں۔ میں نے رومانہ کو مخاطب کیا: "ہیلو جانی! میں تمہارے ساتھ یہ شہر دیکھ رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "میں بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ یہاں لے تنہائی نصیب نہیں ہو رہی ہے۔ ریڈ پاور کا ایک آدمی میرے ساتھ لگا ہوا ہے۔"

میں نے پوچھا: "جیانگ شی کا کہاں ہے؟"

"اسے ایک بیتی لڑکی پسند آ گئی ہے۔ چونکہ وہ مجھ سے عشق کرتا تھا میرے سامنے اس لڑکی کے پیچھے نہیں جا سکتا تھا اس لیے میں نے ہی کہہ دیا کہ میں تنہا شاپنگ کے لیے جا رہی ہوں۔ اس کی مراد پوری ہو گئی ہوگی۔ میں یہاں آئی ہوں، وہ یقیناً اس لڑکی کے پیچھے گیا ہوگا۔"

"اب کیا چاہتی ہو؟"

"میں کسی بہتی سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ فرار ہونے کے بعد کہیں پناہ لینے کے لیے پہلے سے ٹھکانہ ڈھونڈ لینا چاہیے۔"

"اچھا۔ ریڈ پاور کا جو آدمی تمہارے ساتھ ہے اس سے باتیں کرو۔" رومانہ نے اس شخص سے کہا: "جیری! اگر تمہاری ٹیم کا لیڈر ماسک مین کے حکم کی خلاف ورزی کرے تو ماسک مین تک کیسے شکایت پہنچائی جائے گی؟"

وہ بولا: "اس صورت میں میں اس سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں۔ تم جانتی ہو کہ ماسک مین باتیں نہیں کرتا مگر ہماری باتیں سن لیتا ہے اور کسی نہ کسی ہدایت ہم تک پہنچا دیتا ہے۔"

رومانہ نے کہا: "تو پھر ماسک مین تک یہ بات پہنچا دو کہ جیانگ شی کا خیال بھی خاموشی سے چھیڑ رہا ہے لیکن اس نے دست درازی کی تو اس کے حق میں بہت برا ہوگا۔"

"مادام! آپ اطمینان رکھیں۔ میں ابھی ماسک مین تک یہ خبر پہنچاؤں گا۔ ریسٹورنٹ میں بیٹھنا پسند کریں گی یا میں پندرہ منٹ کے لیے جاؤں پھر آپ کے پاس آ جاؤں گا؟"

رومانہ نے کہا: "میں وہ سامنے والے ریسٹورنٹ میں انتظار کروں گی۔"

جیری اس کا ساتھ چھوڑ کر دوسری طرف جانے لگا۔ میں نے کہا: "رومانہ! جیری کے ساتھ جا رہا ہوں، اسے واپس آنے سے روکوں گا تم آزاد ہو۔"

جیری سوچتا جا رہا تھا: "مادام رومانہ نہ کہتی تب بھی میں سمجھتا ہوں کہ جیانگ شی کا دماغ ہے۔ حسین عورت کو دیکھ کر ہوس میں مبتلا ہو جاتا ہے، وہ رومانہ کو ضرور چھیڑے گا۔"

وہ ذرا دور جا کر ایک دکان کے سامنے میں کھڑا ہو گیا۔ اس ریسٹورنٹ کی جانب دیکھنے لگا جہاں رومانہ انتظار کرنے جا رہی تھی۔ یعنی وہ دور رہ کر رومانہ کی نگرانی کر رہا تھا مگر اس کی سوچ سے پتا چلا کہ اس کے علاوہ ریڈ پاور کے دو اور آدمی رومانہ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اب ان میں سے ایک بدستور رومانہ پر نظر رکھے گا اور دوسرا آدمی جیری کے پاس آئے گا۔ ایک منٹ کے بعد ایسا ہی ہوا۔ ایک آدمی اس کے قریب آ کر بولا: "کیا بات ہے جیری؟"

جیری نے اسے باب کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے رومانہ کی شکایت سنائی، پھر اس سے بولا: "یہاں کے باس کو اطلاع دے دو کہ جیانگ شی کا کی عیاشی سے مادام رومانہ ناراض ہو جائیں گی۔ فرہاد پھر دشمن بن جائے گا۔"

باب واپس جانے لگا۔ میں نے رومانہ کے پاس پہنچ کر کہا: "جانِ من! تمہاری نگرانی کے لیے دور تک جال بچھا ہوا ہے۔ جیری کے علاوہ دو اور آدمی تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔ وہاں ریڈ پاور کا ایک باس تمہارے متعلق ایک ایک پل کی خبر رکھتا ہے۔ ماسک مین کو پورا یقین ہے کہ میں تمہارے پاس ہندوستان آؤں گا اور ہم سونتی کی مدد کریں گے۔"

رومانہ نے ویٹر کو کافی کا آرڈر دینے کے بعد کہا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی مجھے یہاں کسی سے دوستی نہیں کرنا چاہیے۔ میرے دوست! تم کب آ رہے ہو؟"

"ابھی تو ٹرین کا سفر تم نہیں ہوا ہے۔ بنکاک پہنچ کر سوچوں گا۔"

"کیا رسونتی ہندوستان پہنچ گئی ہے؟"

"یقیناً پہنچ گئی ہوگی۔"

"کیا اس سے رابطہ قائم نہیں کرتے ہو؟"

"نہیں، وہ بڑی دشمن چالیں چل رہی ہے۔ تمہارے لیے ایک اطلاع یہ ہے کہ اس نے بابو نک مین کے دماغ میں گھس کر اسے سونیا کا عاشق بنا دیا ہے۔"

"کیا واقعی؟" اس نے مسکرا کر پوچھا: "سونیا کا ردعمل کیا ہے؟"

"وہ بھی بابو نک مین کی طرف مائل ہو رہی ہے۔"

"مجھے بے وقوف نہ بناؤ۔ سونیا مر جائے گی مگر تمہارے سوا کسی کا تصور نہیں کرے گی۔"

"یقین کرو رومانہ! وہ مجھ سے بدظن ہو گئی ہے کیونکہ میں دو بدن کے دو بچوں کا باپ بننے والا ہوں۔"

"فرہاد! میرا جی چاہتا ہے کہ زور زور سے ہنسنا شروع کر دوں مگر یہ ریسٹورنٹ میں۔ بیٹھے ہوئے لوگ مجھے پاگل سمجھیں گے۔ تم اور باپ بن رہے ہو یہ کیسی مضحکہ خیز بات ہے۔"

"میرا باپ بننا مضحکہ خیز کیسے ہو گیا؟"

"اب میں کیا کہوں۔ تصور میں بچوں کو فیڈر سے دودھ پلاتے نظر آ رہے ہو اور ان بچوں کے مستقبل کی فکر میں بوڑھے ہوتے دکھائی دے رہے ہو۔"

"مجھے تم بات کو کہاں سے کہاں لے گئیں۔ میں نے باپ بننے کے متعلق کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ یہ اپنی ہونہار حماقت سے ایسا ہو گیا۔ اس سے پہلے سونیا نے کئی بار رضامند ہونا چاہا مگر میرے بچے اس کی گود میں نہیں، دوسروں کی گود میں کھیلیں گے۔ اس لیے وہ مجھ سے بددل ہو گئی ہے۔ سمجھ رہی ہے کہ میں جان بوجھ کر اس سے کترا تا ہوں۔ اسے ہمیشہ اپنے سے دور رکھتا ہوں اور اس سے زیادہ دوسروں کو اہمیت دے رہا ہوں۔"

"وہ غلط نہیں سمجھ رہی ہے۔ تم نے بچوں کے سلسلے میں اپنی حماقت تسلیم کی۔ یہ بھی تسلیم کر لو کہ تم نے ایک طویل عرصے سے سونیا کو چھوڑ رکھا ہے۔"

"چلو اپنی یہ غلطی تسلیم کر لیتا ہوں۔"

"اب پہلی فرصت میں سونیا کی غلط فہمی دور کر دو۔"

"نہیں روما نہ! زندگی کے نشیب و فراز کو سمجھنا دشوار ہوتا ہے اس سے زیادہ محبت کے نشیب و فراز کو سمجھ کر ثابت قدم رہنا دشوار ہو جاتا ہے۔ میں خاموش تماشائی ہوں۔ سونیا کو خود ہی معقل آ سے گی کہ اپنا مرد دوسری باہوں میں جا کر بھی اپنا ہی رہتا ہے۔ پھول کو اڑنا نہیں آتا وہ اپنی شاخ پر رہتا ہے۔ بھنورا اڑتا ہے مگر گھوم پھر کر اس پھول کے پاس ہی آتا ہے۔"

"تمہاری محبت کا یہ فلسفہ سونیا کو بابونک مین کی جھولی میں ڈال دیگا۔"

"نہیں! ابھی مجھے اطمینان ہے۔ ابھی وہ میری امانت بابونک مین کے حوالے نہیں کرے گی۔"

"تمہیں اطمینان ہے تو میں خواہ مخواہ بحث نہیں کرنا چاہتی۔ چلو یہاں کے حالات پر باتیں کریں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک خوبرو جوان اس کی میز کے پاس آ کر بولا "اگر تم مائنڈ نہ کرو تو میں یہاں بیٹھ جاؤں۔"

روما نہ نے گہری سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ میں نے کہا "مسکرا دو اور اسے لفٹ دو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں کیسے مائنڈ کر سکتی ہوں۔ ریسٹورنٹ والوں نے یہ کرسیاں ہم سب کے لیے رکھی ہیں۔ البتہ تم مائنڈ کرو تو میں چلی جاؤں۔"

وہ بیٹھتے ہوئے بولا "ارے نہیں میں تو تمہارے ہی لیے یہاں آیا ہوں۔ بہت دیر سے تمہارے پیچھے پیچھے بازار میں گھوم رہا تھا مگر تمہارے ساتھ کوئی تھا۔"

روما نہ نے کہا "ہاں، ابھی وہ واپس آنے والا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں جب تک نہ چاہوں وہ واپس نہیں آ سکے گا۔ میرے آدمی اسے اٹھا کر لے گئے ہیں۔"

"اچھا!" وہ سنجیدگی سے ویسے کاروباری انداز میں بولی "کیا تم آدمیوں کو اٹھا کر کہیں سپلائی کرتے ہو؟"

"کیا تم مذاق سمجھ رہی ہو؟"

"نہیں میں تو یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کیا عورتوں کو بھی اٹھا کر لیجانے کا کاروبار ہے یہ؟"

"نہیں ڈیئر لنگ! میں حسین عورتوں کی قدر کرتا ہوں۔ بہت کم سچ بولتا ہوں اور یہ سچ بول رہا ہوں کہ تمہارا حسن اور شباب دونوں ہی غضب ناک ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ تم جانشاک کی مشق کرتی ہو۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے۔"

"آج کل لڑکیاں بڑے شوق سے جوڈو کراٹے سیکھتی ہیں۔"

"ہاں میں بھی سیکھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"کہاں سے آئی ہو؟"

"کیا ضروری ہے کہ میں تمہارے سارے سوالوں کا جواب دوں؟"

"کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ تم مجھ سے میرے متعلق پوچھو میں جواب دوں گا۔"

روما نہ نے کہا "میں قیافہ شناس ہوں۔ اپنے سامنے والے کے متعلق کچھ پوچھتی، اس کا چہرہ پڑھ لیتی ہوں۔"

"اچھا یہ تو پھر اپنا کمال دکھاؤ۔ میں اور زیادہ تمہاری قدر کرنے لگوں گا۔"

"ابھی بتاتی ہوں۔" وہ مسکرا کر اس کا منہ تکنے لگی جیسے چہرہ پڑھ رہی ہو۔ اس نے سوچ کے فدیہ مجھے مخاطب کیا "کیا خیال ہے۔ تم اس کے متعلق کچھ جاننا چاہو گے یا میں قیافہ شناسی والی بات مذاق میں اڑا دوں؟"

میں نے کہا "میں بول رہا ہوں۔ تم ٹھہر ٹھہر کر بولتی جاؤ۔"

وہ بولنے لگی "تم ہندوستانی ہو مگر تمہارے ماں باپ میں کوئی ایک انگریز تھا۔"

وہ سر ہلا کر بولا "درست ہے۔ میری ماں انگریز تھی، باپ ہندوستانی۔ میں زیادہ ماں کے پاس مغربی ممالک میں رہا۔ بظاہر انگریز نظر آتا ہوں مگر میرا دل ہندوستانی ہے۔"

روما نہ نے کہا "یہ سب کچھ تمہارے چہرے پر لکھا ہوا ہے۔ ایک نام بتاؤ۔"

"کنور راج پال۔" وہ ہنستے ہوئے بولا "کیا یہ نام چہرے پر نہیں لکھا ہے؟"

"نہیں۔" وہ بولی "چہرے نام نہیں کام بتاتے ہیں۔ تم ایک ٹھنڈے دماغ رکھنے والے ہو مگر گرم و سرد برتے ہوئے ہو۔"

"بہت خوب! آگے بولو۔"

"تم فولادی ارادوں کے مالک ہو۔ میرے لیے جو بھی ارادہ کیا ہے اسے فولادی رکاوٹوں کے باوجود پورا کر دو گے۔"

"کمال ہے۔" میں بہت دیر سے ہمتیں تاڑ رہا تھا۔ میرا تجربہ کہتا تھا کہ تم بہت کام کی لڑکی ہو۔ اور تم میری توقع سے زیادہ باکمال ہو۔ اب میرا ارادہ سن لو۔ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں اور تمہارے علم نے بتایا ہوگا کہ میں یہ بھی سمجھ چکا ہوں گا کہ میں تمہیں لے جا کر ہی رہوں گا۔ بہتر ہے کہ اب خاموشی سے چلی چلو۔"

"میں انکار نہیں کروں گی مگر میں کسی پراسرار گروہ کے لوگوں میں گھری ہوئی ہوں۔ تم نے جس آدمی کو میرے پاس واپس آنے سے روکا ہے وہ اسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ ادھر ادھر پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ یقیناً ہم دونوں کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "میں سمجھ رہا تھا کہ تمہیں زبردستی لے جانا ہوگا مگر اب تم تعاون کر رہی ہو تو کسی کا باپ بھی مجھے نہیں روک سکے گا۔ چلو اٹھو۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی "ایک منٹ! کراؤن ہوٹل میں میری اٹیچی ہے۔ اسے وہیں لے کر آؤں گی کیونکہ اس میں میرا پاسپورٹ ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "پاسپورٹ اور قانون سیدھے سادے شریف لوگوں کے لیے ہوتے ہیں۔ تم چلو، میں تمہارے لیے ڈھیر سارے پاسپورٹ بنوا دوں گا۔"

"میرے لیے ایک ہی پاسپورٹ کافی ہے۔ میں اپنی اٹیچی لیے بغیر نہیں جاؤں گی۔"

*

"یہ تمہاری ضد ہے۔ کیا میرا چہرہ تمہیں یہ نہیں بتا رہا ہے کہ میں کسی کی ضد برداشت نہیں کرتا؟"

"ہاں۔ تمہارا چہرہ یہ بھی بتا رہا ہے کہ تم عورتوں کی جائز بات مان لیا کرتے ہو۔"

وہ مسکرانے لگا "اچھی بات ہے چلو، مگر یہ نہ سمجھنا کہ وہاں ہوٹل میں تمہارے آدمی مجھے کوئی نقصان پہنچا سکیں گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولی "میں بتا چکی ہوں کہ وہ میرے آدمی نہیں ہیں مگر تمہیں بتلائے دیتی ہوں کہ وہ سب خطرناک ہیں۔"

"کتنے ہیں یہ کمرہ نمبر بتاؤ۔"

"کمرہ نمبر تین اور چار میں چار آدمی ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اور بھی ہوں گے جنہیں میں نہیں جانتی۔"

"میں سب سے نمٹ لوں گا۔ اب تو چلو۔"

وہ بیرے کو کافی کے بل کے طور پر ایک بڑا سا نوٹ دے کر کنور راج پال کے ساتھ چلنے لگی۔ وہ ساتھ چلتے ہوئے بولا "تم اتنی پرکشش اور باوقار ہو کہ تمہارے ساتھ چلتے ہوئے شاہانہ شان و شوکت کا احساس ہوتا ہے۔ تم یقیناً کسی اونچے خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔"

وہ بولی "میرے خاندان میں دو ہی افراد ہیں۔ ایک میں، دوسرا میرا محبوب ہے۔"

"اس محبوب کو بھول جاؤ۔ اب میں آ گیا ہوں۔"

"میری محبت بڑی ہٹکی پڑتی ہے۔ اگر تم یہ ہٹکائی برداشت کر لو گے تو پھر ہو چوں گی۔ ابھی تم مجھے یہاں سے بخیریت لے جانے کے متعلق ہو چو۔"

وہ ایک سڑک پار کر کے دوسری طرف پہنچے۔ وہاں سرخ رنگ کی ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں دو جوان کھڑے ہوئے تھے۔ کنور راج پال نے ان سے ہندوستانی زبان میں کہا "کراؤن ہوٹل کے کمرہ نمبر تین اور چار میں چار آدمی ہیں، وہاں سے ایک اٹیچی لے کر آنا ہے۔"

کنور نے گھوم کر روما نہ سے پوچھا "اٹیچی کی پہچان بتاؤ۔ وہ کس کمرے میں ہے؟"

"کمرہ نمبر تین میں سرخ رنگ کی اٹیچی ہے۔"

کنور نے اپنے آدمیوں سے پوچھا "سن لیا نا؟ میں دھرم شالہ کے پیچھے میدان کی راستے پر انتظار کروں گا۔ اپنے ساتھ جتنے آدمی لے جانا چاہو لے جاؤ۔ میں آدھے گھنٹے کا وقت دے رہا ہوں جاؤ۔"

وہ لوگ دوسری کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔ روما نہ کنور کے ساتھ سرخ رنگ کی کار میں بیٹھ گئی۔ کنور نے ایک ٹین دیا ہلڈ بیش بورڈ کا خانہ کھل گیا۔ اندر شراب کی بوتل، ٹرانسمٹر، ریوالور اور نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے دو سرا ٹین دبایا۔ ایک ٹرے میں شراب کی بوتل اور دو گلاس سرکتے ہوئے سامنے آ گئے۔ اس نے کہا "جام بناؤ۔"

"میں کسی نشہ کو ہاتھ نہیں لگاتی۔ میرا محبوب ایسی چیزوں کو پسند نہیں کرتا۔"

"وہ کھڑکی کے باہر تھوکتے ہوئے بولا "پھر تو وہ نامرد ہوگا۔"

روما نہ ایکدم سے گرم ہو گئی۔ وہ ایک اٹھا ہاتھ اس کے منہ پر مارنا چاہتی تھی مگر میں نے روک دیا "نہیں روما نہ! غصہ نہ دکھاؤ۔ ذرا برداشت کرو۔ اس کے ساتھ جا کر تم پیڈ پاور والوں سے دور جا سکو گی۔"

روما نہ کی سوچ نے کہا "تمہیں نامرد کہلانا پسند ہے تو میں برداشت کر لیتی ہوں۔"

"میری جان! اس کے کہنے سے کیا ہوتا ہے یہ تم تو اپنے مرد کو پہچانتی ہو نا؟"

وہ بے اختیار مسکرانے لگی، کنور نے پوچھا "تم میرے ریمارک پر مسکرا رہی ہو۔ کیا واقعی وہ کمبخت مرد نہیں ہے؟"

وہ شوخی سے بولی "وہ تو ایسا ہے کہ اس کے تصور سے اس کی جھاڑوں کو جھرجھری سی آ جاتی ہے۔"

وہ ناگواری سے سخت لہجے میں بولا "میرے سامنے کسی کا قصیدہ مت پڑھو۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟ میں اس کی زندگی ختم کر دوں گا۔"

"کنور! کیا تم سمجھتے ہو کہ اس دنیا میں کوئی تم پر حاوی نہیں ہو سکتا؟"

"میرا اپنا تجربہ یہی ہے۔ میرے سامنے آج تک جو بھی حاوی آیا میں نے اسے سوا چھٹانک کا بھی رہنے نہیں دیا۔ بہرحال میں آگے بڑھنے سے پہلے ایک پیگ پینا چاہتا ہوں۔ میرے حسین ساتی! جام بڑھاؤ۔"

"میں ساقی نہیں ہوں، میرا نام روما نہ ہے اور روما نہ نے آج تک کسی کے لیے جام نہیں بنایا۔"

وہ غرا کر دیکھنے لگا۔ وہ مسکرانے لگی "کیا تم دیکھنا چاہتی ہو کہ میں کیسا جابر ہوں؟"

"کسی دوسرے وقت دیکھ لوں گی۔ ابھی سر عام تماشہ بننے سے کیا فائدہ؟"

اس نے چبھتی ہوئی نظروں سے روما نہ کو دیکھا۔ پھر ایک ٹین دبایا۔ شراب کی ٹرے خانے کے اندر چلی گئی۔ ٹیلنٹ بورڈ بند ہو گیا۔ پھر وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "یہ ٹھیک ہے۔ میں سر عام تمہیں تماشہ نہیں بنانا چاہتا۔ ابھی ہم جہاں جا کر تمہاری اٹیچی کا انتظار کریں گے، وہاں تم میرے

...یے جام بنا دوں گی۔"

وہ خاموش رہی۔ کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھتی رہی۔ کونر نے کہا۔ "میں تمہارا ٹائپ سمجھ گیا ہوں۔ تم اذیت پسند عورت ہو۔ مرد کو غصہ دلاتی ہو تاکہ وہ تمہاری پٹائی کرے۔ تمہیں خوب اذیتیں پہنچاتے۔ تمہارے مسیحی عورتوں کو بے ہوشی کی حد تک مار کھا کر تسکین حاصل ہوتی ہے۔"

"ہائے کونر! تم نے مجھے بالکل ہی سمجھ لیا ہے۔ میرا محبوب مجھے بڑی اذیتیں پہنچاتا ہے۔ اتنی اذیتیں کہ میں تھک ہار کر اس کی آغوش میں چل جاتی ہوں۔ اب تم بھی سُن لو۔ جب تک تم مجھے اذیتیں نہیں پہنچاؤ گے میں تمہارے لیے جام نہیں بناؤں گی۔"

وہ گاڑی کے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے بولا۔ "ایک نیلے رنگ کی کار بہت دیر سے ہمارے پیچھے چلی آ رہی ہے۔ پیچھے دیکھ کر بتاؤ کیا وہ تمہارے ساتھیوں کی کار ہے؟"

وہ بولی۔ "ہم آج دو پہر کو یہاں پہنچے ہیں۔ اب تک ہمارے پاس کوئی کار نہیں تھی۔ ویسے تم جنہیں میرا ساتھی کہہ رہے ہو۔ وہ سب ایک بہت ہی خطرناک تنظیم کے لوگ ہیں۔ ساری دنیا میں ان کے ایسے ذرائع ہیں کہ منٹوں میں اپنے لیے کار، کرنسی اور ہتھیار وغیرہ مہیا کر لیتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "اس دنیا میں کتنی ہی خطرناک تنظیمیں ہیں۔ ان میں سے آج تک کسی نے فرہاد علی تیمور کا کچھ نہیں بگاڑا۔ کیا تم نے فرہاد کا نام کبھی سنا ہے؟"

رومانہ نے ہونٹوں پر آنے والی مسکراہٹ کو چھپاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہ فرہاد تمہارا کوئی ساتھی ہے؟"

"کیا تم اخبارات نہیں پڑھتی ہو؟ آج کل [illegible] میں اس کی تصویریں اور اس کے کارنامے شائع ہو رہے ہیں۔ کولالمپور میں اس کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔ اگر اخبار کی رپورٹ کے مطابق وہ نیلی بیٹھی جانتا ہے تو اپنے علم کے ذریعہ [illegible] کی خطرناک تنظیم بھی بیٹھی والی بات ناقابلِ یقین ہے۔ یہ بھی کوئی یقین کرنے کی بات ہے کہ وہ دو مرد کی سوچ پڑھ لیتا ہو؟"

وہ بولی۔ "میں نے تو سنا ہے کہ نیلی بیٹھی ایک باقاعدہ علم ہے جسے سیکھا جا سکتا ہے۔"

"بکواس ہے۔ جب یہ اخبارات والے کسی کو شہرت کی بلندیوں پر اچھالنا چاہتے ہیں تو سچائی میں تھوڑا سا جھوٹ ملا کر اسے ہیرو بنا دیتے ہیں۔ فرہاد کے ساتھ بھی نیلی بیٹھی کا دم چھلا لگا کر اسے ایک پُراسرار شخص بنا دیا ہے۔ میں نے کہا تم بھی خود ہی فرہاد کو ہیرو بنا رہے تھے کہ دنیا کی خطرناک تنظیمیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔"

"ہاں! اخبارات پڑھنے سے وہ فولاد ہی معلوم ہوتا ہے۔ میں ایسے اصول ہیروں کی تلاش میں رہتا ہوں۔ میں نے اپنے جاسوس کو الالمپور میں پھیلا دیتے ہیں۔ وہ کسی طرح فرہاد کو تلاش کر کے میرے پاس لے آئیں گے۔"

کونر باتوں کے دوران عقب نما آئینے میں دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ نیلی کار برابر تعاقب کر رہی تھی۔ رومانہ نے پوچھا۔ "اچھا تو فرہاد جیسے لوگ تمہارے لیے انمول ہیرے اور مجھ جیسی لڑکیاں قیمتی نگینہ کہلاتی ہیں یہ تم ایسے جوہری بن کر کیا کرتے ہو؟"

"جوہری دولت ہی کمایا کرتے ہیں۔ اب یہ نہ پوچھنا کہ کیسے دولت کمائی جاتی ہے۔ تم ابھی نہیں سمجھ سکو گی۔"

"وہ تو میں سمجھتی ہوں کہ تم ناجائز دھندے کرتے ہو۔ جگہ دھندوں کی بھی قسمیں ہوتی ہیں۔"

"تم قیافہ شناس ہو خود معلوم کر لو۔"

رومانہ نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "تمہاری سانسوں سے چرس کی بو آ رہی ہے۔ دھندا یہی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "بے شک یہی دھندا ہے مگر میں نے چرس منہ نہیں لگایا۔"

"پہلے میری پوری بات سُن لو۔ تم رئیس اعظم ہو مگر کسی کے ماتحت کام کرتے ہو۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "تمہاری قیافہ شناسی غلط ہے۔"

"کونر! چہرے جھوٹ نہیں بولتے۔ تمہارے چہرے پر بظاہر رعب اور دبدبہ ہے مگر میں پڑھنے والی جانتی ہوں کہ یہ ایک مکھوٹا ہے۔"

"مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ میں کسی سالے کا حکم نہیں مانتا۔"

وہ ایک دھرم شالہ کے پیچھے ایک میدان میں پہنچ گئے۔ کونر نے گاڑی روک دی۔ وہاں دور تک کتنے ہی پختہ سایوں کی بڑی بڑی دیگیں کاریں نظر آ رہی تھیں۔ کھلے میدان میں بہت سے بچی لڑکے لڑکیاں چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی صورت میں ادھر ادھر بیٹھے ہوئے چرس کا دم لگا رہے تھے۔ وہ نیلی کار بھی وہاں پہنچ گئی۔ اس کا دروازہ کھلنے کے بعد چانگ شی کا نظر آیا۔ کونر اور رومانہ بھی کار سے باہر آ گئے تھے۔ چانگ شی کا نے دور سے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ "رومانہ کیا یہ نیلی بیٹھی والا ہے؟"

رومانہ آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ "ہاں بیٹے! تمہاری اماں جان نے مجھے پسند کر لیا ہے۔"

چانگ شی کا ہنستے ہوئے بولا۔ "بہتر ہے کہ ہم دونوں بے وقوف نہ بنیں یہ لڑکی سب کی اماں جان ہے۔ اس سے دور ہو جاؤ۔ نہ فرہاد علی تیمور کو اپنا باپ بنانا پڑے گا۔"

کونر نے چونک کر پوچھا۔ "کیا مطلب ہے کیا تم فرہاد کو جانتے ہو؟"

چانگ شی کا نے رومانہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں! یہ فرہاد کی جاگیر ہے۔"

کونر نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیوں رومانہ! کیا یہ درست ہے کہ تم قیافہ شناس نہیں ہو؟"

"قیافہ شناس ہے۔" چانگ شی کا نے زبردست قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

...نایا اس نے تمہارا چہرہ پڑھ کر تمہارے راز کی باتیں تمہیں بتائی ہوں گی...
...ہا ہا... اے احمق! فرہاد تمہاری سوچیں پڑھ چکا ہے۔ اس وقت بھی اس لڑکی کے ذریعے اپنی دماغی آنکھوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہا ہے۔"

وہ بے یقینی سے بولا۔ "میں نہیں مانتا کہ نیلی بیٹھی کا علم اتنا ایڈوانس ہو چکا ہے کہ وہ کہیں بیٹھا ہوا ہماری سوچیں پڑھ رہا ہوگا اور ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔"

"تمہیں یقین نہیں ہے تو اس لڑکی کو چھیڑ کر دیکھ لو، تمہاری کھوپڑی گھوم جائے گی۔"

رومانہ کار سے ٹیک لگائے کھڑی... مسکرا کر انہیں دیکھ رہی تھی۔ کونر سوچ رہا تھا۔ "مجھے یقین کر لینا چاہیے کہ میرے ساتھ نیلی بیٹھی کا چکر چل رہا ہے۔ میرے اس راز کو کوئی نہیں جانتا کہ میں کسی کے ماتحت رہ کر کام کرتا ہوں۔ سب مجھے بگ باس اور خیال کا بے تاج بادشاہ کہتے ہیں لیکن رومانہ نے سمجھ لیا کہ میں کسی کا محکوم ہوں۔ کیسے سمجھ لیا؟"

وہ رومانہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کی سوچ کو پڑھ رہی تھی اس پُراسرار آدمی نے مجھ سے معاہدہ کیا تھا۔ میرے پاس رومانہ کی تصویر بھی تھی کہ یہ لڑکی آج کھٹمنڈو پہنچ رہی ہے۔ اسے اس کے ساتھیوں سے الگ کر کے میرے پاس چھپا کر وہیں پہنچا دینا۔ اس کام کا معاوضہ [illegible] لاکھ روپے تک سکتا ہے۔"

اس کی سوچ کے دوران چانگ شی کا نے رومانہ سے کہا۔ "جب تک فرہاد تمہیں لینے یہاں نہ آ جائے تم ہمارے پاس اس کی امانت ہو آؤ چلو۔"

اتنے میں تیسری گاڑی وہاں آ کر رک گئی۔ کونر کے چار ماتحت گاڑی سے اتر رہے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں رومانہ کی اٹیچی تھی کونر نے چانگ شی کا سے کہا۔ "مسٹر! یہ اپنی دیکھ کر تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ رومانہ میرے ساتھ جا رہی ہے۔ بہتر ہے تم اسے بھول جاؤ۔ ورنہ میرے آدمی تمہیں کھا جائیں گے۔"

رومانہ اپنی اٹیچی کے ساتھ کونر کی کار میں بیٹھ رہی تھی۔ چانگ شی کا کو روکنے کے لیے آگے بڑھا۔ چار آدمیوں نے اس کا راستہ روک لیا۔ پھر دھکم پیل شروع ہو گئی۔ کونر نے اسٹیئرنگ سیٹ کے پیچھے بیٹھ کر کار اسٹارٹ کی۔ گیئر کی ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے چلنے لگا۔ رومانہ نے کہا۔ "اس کا چانگ شی کا ہے۔ بہت ہی خطرناک فائٹر ہے۔ تمہارے چار آدمیوں کی ہڈیاں توڑ کر رکھ دے گا۔"

"میرے آدمیوں کو جب شکست ہوگی تو وہ ریوالور نکال لیں گے۔"

"وہ لباس کے نیچے بلٹ پروف شیلڈ پہنتا ہے۔"

اس نے ڈیش بورڈ سے ٹرانسمٹر نکال کر کسی سے رابطہ قائم کرنے کے [illegible] راج محل کی سڑک پر سیاہ رنگ کی کاروں کے [illegible] کو فوراً پہنچو۔ ہری اپ۔ [illegible]"

وہ ٹرانسمٹر کو واپس رکھتے ہوئے بولا۔ "میں تمہیں ایک کاٹیج میں پہنچا دوں گا۔ وہاں تمہارا حلیہ بدل کر دو گھنٹے بعد ہیپتوں کی ایک جماعت کے ساتھ تمہیں مرملی بھیج دیا جائے گا۔"

دس منٹ کے بعد وہ راج محل کی سڑک پر پہنچ گئے۔ وہاں سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔ وہ دونوں سرخ رنگ کی کار چھوڑ کر اس میں بیٹھ گئے گاڑی پھر آگے بڑھ گئی۔ اسی وقت ٹرانسمٹر پر کال ہوصول ہوئی۔ ایک ماتحت نے بتایا کہ چانگ شی کا آدمی نہیں شیطان ہے۔ اس نے تین کو مار گرایا۔ چوتھے نے اس پر فائرنگ کی مگر اس پر اثر نہ ہوا۔ اس چوتھے آدمی نے فرار ہو کر اپنی جان بچائی تھی اور ٹرانسمٹر کے ذریعہ اب رپورٹ سنا رہا تھا۔

کونر نے ٹرانسمٹر کو بند کر کے رکھ دیا۔ اسے اطمینان تھا کیونکہ وہ کار بدل چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد رومانہ روپ بدلنے والی تھی۔ چانگ شی کا اب اس کی گرد کو بھی نہ پا سکتا تھا۔ رومانہ نے مجھ سے کہا۔ "فرہاد! یہ تو خود ہی مجھے مرملی پہنچا رہا ہے۔"

"ہاں ایک پُراسرار شخص نے کونر سے ایک لاکھ روپے میں سودا کیا ہے اس کے عوض وہ تمہیں مرملی پہنچا رہا ہے۔ یقیناً اس شخص کو معلوم تھا کہ تم آج کھٹمنڈو پہنچ رہی ہو۔ یہ بات صرف ریڈ پاور کے آدمی جانتے تھے اور تم ریڈ پاور والوں کے درمیان تھیں۔ تمہیں ان سے چھیننے والا وہ پُراسرار آدمی سپر ماسٹر سے تعلق رکھتا ہوگا۔"

"لیکن سپر ماسٹر کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں کا سفر کر رہی ہوں؟"

"ہاں۔ یہ غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ دونوں تنظیمیں ہمارے متعلق کیسے معلوم کر لیتی ہیں؟"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ ہم دونوں غور کر رہے تھے۔ پھر رومانہ نے کہا۔ "تم سپر ماسٹر کے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھول رہے ہو جو مونا کے دماغ میں چھپ کر رہتا ہے۔ کیا وہ چپکے سے تمہاری سوچیں نہیں پڑھتا ہوگا؟"

میں نے اچانک جاپانی زبان میں کہا۔ "تم نے خوب یاد دلایا۔ ہمیں آئندہ اسی زبان میں پراگندہ باتیں کرنا چاہئیں۔ وہ شاید یہ زبان نہ جانتا ہو۔"

اس نے پوچھا۔ "اب کیا ہوگا؟ پپر ماسٹر کے آدمی تو مجھے دہلی میں دیکھتے رہیں گے۔ میں جن ہیپتوں کے ساتھ جانے والی ہوں وہ شاید سپر ماسٹر کے سپرد ہتے ہوں۔"

"ہونے دو۔ تم دہلی پہنچو پھر دیکھا جائے گا۔"

کونر نے ایک کاٹیج کے سامنے گاڑی روک دی۔ رومانہ اپنی اٹیچی لیکر اتر گئی۔ کونر ٹرانسمٹر اٹھا کر دروازے پر آیا۔ پھر جیب سے چابیاں نکال کر اسے کھولتے ہوئے مسکرا کر بولا۔ "یہ میری عیاشی کی جگہ ہے۔ یہاں صرف حسین لڑکیاں میرے ساتھ آتی ہیں۔"

وہ جواباً مسکرا کر بولی۔ "تمہاری صورت ہی بتا دیتی ہے کہ پکے حرامی ہو۔"

اس نے دروازہ کھول کر کہا۔ "بعض لڑکیاں پہلے گانا سنا کرتی ہیں، پھر میرے تلوے چاٹنے لگتی ہیں، اندر چلو۔"

وہ اندر آ گئی۔ کونر نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد ٹرانسمٹر

کے فدیہ کسی کو حکم دیا کہ ایک نہایت ہی خوبصورت لیڈیز پرس اور اٹیچی خرید کر لائی جائے۔ پھر وہ ٹرانسمٹر بند کرتے ہوئے بولا "وہ چیانگ شی کا کچھ نہیں تمہارے پرس اور اٹیچی سے پہچان سکتا ہے لہٰذا یہ چیزیں بھی بدل جانا چاہئیں۔"

وہ کافی بڑی خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔ دیواروں پر بڑی بڑی نیکی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ وہ خواب گاہ میں پہنچ کر بولا "میں بستر پر سے جانے سے پہلے پیتا ہوں۔ وہ رہا شراب کا کیبنٹ، اسے کھول کر میرے لیے جام بناؤ، میں انکار نہیں سنوں گا۔"

وہ لڑکی اور پرس کو ایک طرف رکھ کر بہ آواز بلند مجھ سے بولی۔

"کیوں فرہاد! انکار کی صورت میں مجھے ہاتھ پاؤں بلانا ہوگا یا تم نٹ لوگے؟"

میں نے کہا "یہ کنور بھی زبردست فائٹر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم ہی بازی لے جاؤ گی مگر لڑائی بھگیڑے میں بڑا وقت ضائع ہوگا۔ تم خاموشی سے میک اپ کرنا شروع کرو، میں اسے مینیڈل کرتا ہوں۔"

رومانہ نے ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آکر دیکھا۔ وہاں میک اپ کا تمام سامان موجود تھا۔ وہ آئینے کے سامنے بیٹھ گئی۔ کنور مسکراتے ہوئے آگے بڑھا، تاکہ اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے شراب کے کیبنٹ تک لے جائے۔ وہ رومانہ کے پیچھے پہنچا مگر اپنے ہی سر کے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر خود کو کھینچتا ہوا شراب کے کیبنٹ تک پہنچ گیا۔ پھر میں نے اس کے دماغ کو اپنی مٹھی سے آزاد کر دیا۔ وہ بوکھلا کر کبھی خود کو اور کبھی رومانہ کو دیکھنے لگا۔ وہ آرام سے بیٹھی میک اپ میں مصروف ہو گئی تھی اور کنور سوچ رہا تھا کہ وہ خود اپنے ہی بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر رومانہ کے پاس سے واپس کیوں آگیا ہے؟

اس نے سوچا۔ کیا یہ فرہاد کی ٹیلی پیتھی ہے؟ نہیں، یہ ٹیلی پیتھی نہیں ہے میں ابھی جا کر اس مغرور جوانی کو دوچ دوں گا۔"

میں اس کے دماغ میں پھر بیٹھ گیا۔ وہ رومانہ کی طرف بڑھا میں نے اسے واپس گھما دیا۔ وہ ضد میں آکر پھر پلٹ گیا۔ میں نے پھر اسے پلٹا دیا۔ اب وہ سنجیدگی سے ٹیلی پیتھی کے رسے میں سوچنے لگا۔ پھر اس نے رومانہ سے پوچھا "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ آئینے میں دیکھتی ہوئی بولی "یہ تمہاری عیاشی کی جگہ ہے کوئی تمہارے ساتھ عیاشی کر رہا ہوگا۔"

وہ آگے بڑھ کر بولا "کیا فرہاد مجھے تمہارے پاس آنے سے روکنا چاہتے ہے؟"

"تم تو میرے پاس آہی گئے ہو۔"

اس نے اچانک ہی رومانہ کو طمانچہ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا مگر وہ ہاتھ چہرے کے قریب سے گزر گیا۔ دوسری بار اس کا ہاتھ رومانہ کے سر کے اوپر سے گزرا۔ وہ بولی "ٹھیک ہے کھیاں اڑاتے رہو۔"

اس نے جھلا کر اس پر چھلانگ لگائی۔ وہ سامنے بیٹھی ہوئی تھی اور چھلانگ اس کی مرضی کے خلاف پیچھے کی طرف لگی۔ وہ فرش پر گر پڑا۔ پھر فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پاس رکھے ہوئے ایک پیتل کے گلدان کو اٹھایا۔ اس کا ٹارگٹ رومانہ کا سر تھا۔ اس کے برعکس وہ اپنے سر پر گلدان سے مزاحمت کرنا ایک بار، دو بار، چار بار وہ ساری مزاحمت رائیگاں تھیں۔ اس کے سر سے ہاتھ ہٹا اور چہرے کو اگل کر رہا تھا۔ پھر وہ ایک صوفے پر گر کر ساکت ہو گیا۔

رومانہ نے میک اپ کرتے ہوئے پوچھا "اچھا آپا ہی میرے عیاشی کرتے ہو؟"

وہ مجھی بھٹی آنکھوں سے دھ بیٹھی ہوئی رومانہ کو دیکھ رہا تھا کہ رہا تھا "جب میرا دماغ ہی میرے بس میں نہیں رہتا تو میں کیا کروں؟ یہ ضد میں آکر زخمی ہو گیا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے ہلاک بھی کر سکتا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "ہاں میں ایسے مادیدہ دشمن کو فوراً ہاتھ نہیں لگا سکتا جو موجود نہ ہو اور موجود ہو۔ مجھے فوراً ہی اپنی مرہم پٹی کرنا پڑے گی۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باتھ روم میں آگیا۔ فرسٹ ایڈ باکس کھول کر پوچھتے ہوئے اس نے سوچا "کیا فرہاد یہاں باتھ روم کے اندر بھی ہوگا؟ مجھے معلوم کرنا چاہیے کہ وہ یہاں ہے یا نہیں؟"

اس نے یک بیک اپنے مزید ایک زوردار کا طمانچہ رسید کیا۔ میں نے اس کے ذہن کو آزاد چھوڑا تو وہ بوکھلا کر بولا "آں۔ ہاں۔ ہے، وہ یہاں موجود ہے۔"

پھر وہ بڑی شرافت سے اپنی مرہم پٹی میں مصروف ہو گیا۔ میں اس کے ساتھ لگا رہا۔ مرہم پٹی کے بعد میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں اس کی ذلت اٹھانے کے بعد رومانہ کو اپنے سامنے برداشت نہیں کر سکوں گا۔ بہتر ہے کہ اس کا میک اپ ختم ہوتے ہی اسے موقع دے کر رخصت کر دیا جائے۔"

اس نے ٹرانسمٹر اٹھا کر رابطہ قائم کیا۔ کسی کو حکم دیا کہ وہ بیتی ٹیٹی کار کے ساتھ کاٹج کے سامنے آجائے۔ وقت سے پہلے روانگی ہوگی اور اس کے تمام دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے بیرونی دروازے کو کھولا۔ اس کا محافظ رومانہ کے لیے پرس اور اٹیچی لے کر آیا تھا۔ کنور شراب کی بوتل لے کر ٹال بیٹھ گیا۔ اپنے محافظ کے ہاتھوں سے پرس اور اٹیچی کو رومانہ کے پاس بھیج دیا۔ خود اس سے سامنا کرنے سے کترا رہا تھا۔

آدھ گھنٹہ بعد بیتیوں کی ایک ٹیم وہاں پہنچ گئی۔ رومانہ نے ایک پاسپورٹ کی تصویر کے مطابق میک اپ کیا تھا۔ اب وہ سلمان سے ملنے والی ایک بیتی لڑکی لگ رہی تھی اور اس کا نام مارتھا ایڈوانی تھا۔ تب کنور نے اس کا سامنا کیا۔ کیونکہ جس رومانہ کے سامنے جاتے ہوئے جھینپ رہا تھا اب وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ بہرحال وہ بیتیوں کے ساتھ وگن کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئی۔ کنور سے پیچھا چھوٹ گیا۔

میں نے چیانگ شی کا کی خبر لی۔ وہ ایئرپورٹ پہنچ گیا تھا تاکہ کوئی نیا کو کسی طیارے کے ذریعے نہ لے جائے۔ اس نے ریڈیو براڈ کے دوسرے آپریٹروں کو مختلف راستوں کی ناکہ بندی پر مامور کر دیا تھا۔ ہائی وے پر اس کے آدمی گزرتی ہوئی گاڑیوں کو روک کر اندر جھانکتے تھے۔ کسی لڑکی پر شبہ ہوتا اس کے چہرے کو چھو کر ٹٹول کر میک اپ کا اندازہ کرتے تھے، پھر انہیں جانے کی اجازت دے دیتے تھے۔ رومانہ کی گاڑی کو بھی روکا گیا۔ اگر وہ رومانہ پر شبہ کرتے ان کے تبے کو سوچ لے نیلے یقین میں بدل دیتا، مگر ایسا نہیں ہوا۔ شاید بے شمار گاڑیوں کے مسافروں کو چیک کرتے کرتے اکتا گئے تھے، انہوں نے سرسری نظروں سے دیکھ کر انہیں جانے کی اجازت دے دی۔

میں نے کہا "رومانہ! اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم سفر جاری رکھو۔ میں جا رہا ہوں۔"

ہم بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ اپنی معروفیت کے باعث میں کتنی ہی باتیں بھول جاتا ہوں۔ اس دوران میں اس اجنبی میزبان کو بھول گیا تھا جس نے کوالالمپور کی اس بڑی بے لوث دوستی اور مہمان نوازی کا ثبوت دیا تھا مگر اس کی مہمانی نے ہی مجھے اب تک چھپا ہوا تھا۔ مجھے دوستی کا فریب دے کر ملایا کے خفیہ تہہ خانہ پر قابض ہو گیا تھا۔ چیانگ پلازہ پر بھی دو بلڈ پیٹرول فیلنہ ہو گیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اجنبی میزبان ریڈیو پاور کا کوئی ت ہی چالاک باس یا خود ماسک مین ہے۔

یہاں یہ ذکر چھیڑنے کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت میں انتونی کے میک اپ ہوا اور وہ اجنبی میزبان مجھے اس روپ میں پہچانتا تھا۔ یقیناً وہ یا اس کے یر میزبانی کر رہے ہوں گے۔ میں چاہتا تھا کہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو ول مگر فی الحال یہ ممکن نہ تھا۔

شرلاک کی بڑی خواہش تھی کہ مجھے اپنے خاندان والوں میں لے جائے ان میں اس کے سیکرٹری انتونی کے میک اپ میں تھا۔ انتونی کو اس کے تمام خاندان والے جانتے تھے۔ وہاں شرلاک میرے ساتھ بے تکلفی سے باتیں نہیں رسکتا تھا۔ پھر یہ کہ ابھی بے بی کو بھی اپنے خاندان والوں سے دور رکھنا تھا۔ ہ یہ کہ سوتیلی ماں اور سوتیلے بھائی بہن کا ایک نیا خاندان پیدا ہو گیا تھا۔ آخر شرلاک یا کہ ہم سب شرلاک کی ایک پرائیویٹ کوٹھی میں ٹھہریں گے۔

مختصر یہ کہ ہم اس پرائیویٹ کوٹھی میں پہنچ گئے۔ شرلاک سے تنہائی ملاقات ہوئی۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ شام تک میرے لیے میک اپ کا لان لے کر آئے گا۔ پھر میں اپنا حلیہ بدل دوں گا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے کہا "میں تقریباً ایک گھنٹے سے تمہارے ساتھ ہوں۔ اب تم اپنی اس وغیرہ سے باتیں کرو۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔"

"بھائی اب تو اب میک اپ بدل دیں گے۔ ممی اور تانیہ اور ر دی یہ سب کچھ دیکھیں گے خواہ مخواہ عتاب میں مبتلا رہیں گے۔ آپ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ ممی قابل اعتماد ہیں یا نہیں ہے اگر اعتماد کے قابل ہ آپ انہیں اپنی اصلیت بتا دیں۔"

میں نے کہا "ممی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے مگر تانیہ ٹورپ لگ ہے ڈاکٹر ل بچہ ہے وہ کسی نہ کسی کے سامنے میری اصلیت اگل دیں گے۔"

"تو پھر وہ لوگ آپ کو دوسرے میک اپ میں دیکھ کر کیا سوچیں سے دوسرا کی میٹھی پر بیٹھو۔"

گے؟"

"میں چپ چاپ دوسرا میک اپ کروں گا اور ان کے سامنے آئے بغیر یہاں سے شرلاک کے ساتھ چلا جاؤں گا۔"

"یعنی مجھے بھی چھوڑ کر چلے جائیں گے؟"

"نہیں، جب تک اس ملک میں ہوں کسی نہ کسی بہانے تمہارے قریب رہوں گا۔"

وہ خوش ہو کر چلی گئی۔ میں نے ایک کمرے میں آکر دروازے کو بند کرنے کے بعد پردے کھینچ دیئے۔ اس کمرے اور باتھ روم کا جائزہ لیا پھر اطمینان سے بیٹھ کر سونیلے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے کیبن میں تنہا تھی۔ جہاز ایک گھنٹے بعد کراچی کی بندرگاہ پر پہنچنے والا تھا۔ وہ سوٹ کیس کھول کر اپنا ایک لباس تہہ کر کے رکھ رہی تھی۔ میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ اب سوچ کے ذریعے اس سے گفتگو کرنا چاہیے۔ اب اس سے دوری ایک دوسرے سے دائمی جدائی کا باعث بن سکتی تھی۔

میں نے اسے ہولے سے مخاطب کیا۔ وہ حیرت سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پہلے اسے یقین نہیں آیا کہ اس کے دماغ میں میرا لہجہ ابھر رہا ہے۔ میں نے کہا "میری جان! یہ میں ہوں، تمہارا فرہاد۔ یقین کرلو۔"

یقین کرتے ہی وہ ناگواری سے بولی "کہو میری یاد کیسے آگئی؟"

میں نے کہا "تمہاری یاد کب نہیں آئی۔ ہر سانس کے ساتھ آئی مگر میں خیال خوانی سے محروم تھا۔"

"مجھے تمہاری خیال خوانی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "بھئی غصہ کیوں دکھا رہی ہو؟"

وہ طنزیہ انداز میں بولی "ہاں مجھے غصہ نہیں، خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تمہیں بچوں کا باپ بننے کی مبارکباد دینا چاہیے۔"

"بچوں کا باپ؟ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"اسے میرے سامنے انجان نہ بنو۔ اگر میرے سامنے ہوتے تو میں تمہارا منہ توڑ دیتی۔"

"تمہاری جان کی قسم! یہ بچوں والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ مجھے سمجھاؤ کہ مجھے کون سے بچوں کا باپ بنا رہی ہو کیا تم ماں بننے والی ہو؟"

"دیکھو فرہاد! تمہاری اس بدحواسی والی معصومیت پر مجھے غصہ آرہا ہے۔ میں کبھی مان نہیں سکتی کہ تم نے اخبارات میں اپنے متعلق کچھ پڑھا نہ ہو۔"

"میں نے کل سے اخبار کا منہ نہیں دیکھا ہے۔ ملایا کی سرحد پار کرنے کی فکر میں لگا تھا۔ اب یہاں تھائی لینڈ پہنچ گیا ہوں۔ یہاں مجھے تھوڑی بہت کا موقع مل گیا۔ ٹیلی پیتھی واپس آگئی۔ واپس آتے ہی سب سے پہلے تم مخاطب ہو رہا ہوں۔ میں تمہارے لیے دیوانہ رہتا ہوں اور تم مجھے پرانے زمانے کی بجائے تھکی سمجھ کر اڑا دیتی ہو۔"

"میری نظروں میں تمہاری حقیقت مکھی سے زیادہ نہیں۔ جاؤ یہاں

"وہ بدن پہ" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "اچھا، ہاں آج کل اخبارات میں میرا خوب تذکرہ ہو رہا ہے۔ وہ بدن کا بھی ذکر ہوا تھا۔ تم اتنی ڈبل جوئیل کا لطیفہ سنا رہی ہو؟"

وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر بولی "وہ ڈبل جوئیلز یاں تمہارے بچوں کی مائیں بن رہی ہیں؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "کسی نے تمہیں میرے خلاف بھڑکایا ہے۔"

"بکواس مت کرو، تمام دنیا کے اخبارات جھوٹ نہیں بول سکتے۔ یقین نہ ہو تو پچھلے دن کا اخبار کہیں سے حاصل کر کے پڑھو۔ میں تمہارے بچوں کی ماں بننے کے قابل نہیں تھی۔ ڈبل جوئیل کے پاس ڈبل حسن، ڈبل ادائیں تھیں اس لیے تم انہیں اپنے ڈبل بچوں کی مائیں بنا رہے ہو۔ خدا کی پناہ! سامنے آؤ، میں تمہاری ایسی کی تیسی کر کے رکھ دوں گی۔"

میں نے بدستور اپنی پارسائی جتاتے ہوئے کہا "تمہارے غصے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بچوں والی بات درست ہے مگر تمہیں بھی یقین کرنا چاہیے کہ ایسا انجانے پن میں ہو گیا۔"

وہ ذرا چپ ہو کر سوچنے لگی۔ یہ بات اس کے دل کو ذرا لگی تھی کہ میں انجانے پن میں خواہ مخواہ باپ بن رہا ہوں۔ میں نے اپنی بات پر زور پیدا کرنے کے لیے کہا "تم خود ہی سوچو، اگر ڈبل جوئیل سے ولی لگاؤ ہوتا تو وہ امریکہ میں نہ ہوتیں، میرے ساتھ تھائی لینڈ میں رہتیں۔"

"یہ تو میں جانتی ہوں کہ تمہیں ولی لگاؤ کسی سے نہیں ہے۔ آئے دن نئی جوئیل جاتی ہے۔"

"جان! تمہاری قسم مجھے صرف تم سے ولی لگاؤ ہے۔"

"اسے مجھے جان نہ کہنا۔ اسی زبان سے روُمانہ کو بھی جان کہتے ہو گے۔"

"آہ روُمانہ!" میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "اس نے میری جدائی سے تنگ آ کر دوسرا ساتھی ڈھونڈ لیا ہے۔"

سونیا اندر سے خوش ہو گئی۔ پھر چونک کر بولی "جھوٹے مکار! ابھی تو تم نے کہا تھا کہ خیال خوانی واپس آتے ہی پہلے مجھ سے رابطہ قائم کیا ہے۔ پھر یہ روُمانہ کے متعلق کہاں سے معلومات حاصل ہو گئیں؟"

اس ذہین عورت نے بڑی خوبصورتی سے میرا جھوٹ پکڑ لیا تھا۔ میں ایک ذرا گڑبڑا گیا۔ لیکن عورت خواہ کتنی ہی ذہین ہو اسے بیوقوف بنانے میں دیر نہیں لگتی۔ میں نے کہا "بھئی میں نے روُمانہ سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا۔ وہ تو یہیں تھائی لینڈ میں ایک خوبرو جوان کے ساتھ ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا ہے۔ میں اپنے اصلی روُپ میں نہیں ہوں اس لیے وہ مجھے پہچان نہ سکی۔"

"سچ پوچھو تو میں بھی تمہارا اصلی روُپ اب تک پہچان نہ سکی۔"

میں نے مدھر سے لہجے میں کہا "میرا اصلی روُپ یہ ہے کہ میں ہارے ہوئے جواری کی طرح واپس نہیں ہی جیتنے کے لیے آتا ہوں۔ سونیا! میں تمہارے علاوہ مے یوُن اور روُمانہ کو چاہتا تھا۔ مے یوُن مر چکی ہے۔ روُمانہ نے بے وفائی کی۔ یہ سبق ملا کہ صرف تم ہی مجھ سے سچی محبت کرتی ہو۔ میرا اول ایسا آؤٹ گیا ہے کہ خدا نخواستہ جس دن تم مجھے چھوڑو گی، اس دن میں یہ دنیا ہی چھوڑ دوں گا۔"

وہ ایک دم سے پگھل گئی۔ میں جھوٹ بول بول کر اس کی محبت مانگ رہا تھا اور وہ سچ مچ مجھے یکا و تنہا اور دل برداشتہ پا کر سرنڈر ہو جاتی تھی۔ میرے لیے کھڑ جاتی تھی۔ تنکا تنکا ہو کر مجھے اپنے وجود کے ہر تنکے میں سمیٹ کر چھپا لینا چاہتی تھی۔ بظاہر میں اس سے جھوٹ بولتا تھا۔ حقیقتاً وہ ایسے تیز و تند مزاج کی عورت تھی کہ جھوٹ سچ کی ملاوٹ سے ہی اس کی نفرت کو محبت میں بدلا جا سکتا تھا۔ نفرت میں نے غلط کہا۔ وہ مجھ سے نفرت کر ہی نہیں سکتی تھی۔ ہاں اپنی عادت سے مجبور ہو کر غصہ دکھاتی رہتی تھی۔

بہرحال میں نے اسے جیت لیا۔ جیسے میں نے یہ کہا کہ اگر وہ مجھے چھوڑ دے گی تو میں دنیا چھوڑ دوں گا۔ تو وہ اندر سے تھرا گئی تھی۔ ایک سوچ اشارہ پا کر دماغ سے گزر گئی کہ فریاد کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ بایونک مین سے برائے نام دلچسپی لے رہی تھی۔ میرے فریاد کا دل ٹوٹ جائے گا۔ میں نے چپ چاپ مسکراتے ہوئے پوچھا "چپ کیوں ہو؟ ابھی میں نے ذرا دیر کے لیے تم سے رابطہ ختم کر دیا تھا یہاں خیال خوانی میں مداخلت ہوتی تھی۔ تم نے کچھ کہا ہو تو میں سُن نہ سکا۔"

"آں" وہ مطمئن ہو کر بولی "میں بایونک مین کے متعلق کہہ رہی تھی کہ وہ مجھ میں دلچسپی لے رہا ہے۔"

"ہاں۔ رسونی نے مجھے بتایا تھا کہ بایونک مین تمہارے پیچھے پڑ گیا ہے اور تم رسونی کو اس سے چھپاتی پھر رہی ہو۔"

سونیا نے کہا "یہ قصہ پرانا ہو گیا ہے۔ رسونی ہندوستان چلی گئی ہے اور بایونک مین میرا دوست بن گیا ہے۔ وہ مجھ میں دلچسپی لے رہا ہے کیا میں اس دلچسپی کا مطلب سمجھا کروں؟"

"نہیں، میں صرف اتنا سمجھتا ہوں کہ میری جان کو صرف مجھ سے دلچسپی ہے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ اپنے تمام حالات بتانے لگی۔ میں سب کچھ جانتا تھا مگر انجان بن کر سنتا رہا۔ آخر میں اس نے بتایا کہ جمی عرف بایونک مین اس پر بُری طرح عاشق ہو گیا ہے۔ ایسا عاشق کہ اس کی خاطر سپر مارسٹر سے بغاوت کر سکتا ہے اور اس کی خاطر وہ اس کے ساتھ کراچی کی بندرگاہ پر اترے گا۔

میں نے کہا "سونیا! ذرا سوچو، سپر مارسٹر کیسے راضی ہو گیا کہ جمی ہندوستان رسونی کے پیچھے جانے کے بجائے تمہارے ساتھ پاکستان چلا جائے؟"

وہ بولی "جمی کا دعویٰ ہے کہ سپر مارسٹر اس کی ہر بات مان لیتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ سپر مارسٹر اور ماسک مین دونوں ہی رسونی تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ وہ لوگ صرف میرے ذریعے ہی اسے تلاش کر سکتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ آج نہیں تو کل میں رسونی کی مدد کے لیے ہندوستان مرزبوم جاؤں گی یا پھر شاید میں کہیں اس سے ملاقات کروں گی۔ اس لیے سپر مارسٹر نے جمی کو میرے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔"

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ پھر جمی کی آواز سنائی دی۔ میں نے جمی سے کہا "تم کمرے میں ذرا معلومات کے دوسرے ذرائع استعمال کرتا رہو۔ میں آدھ گھنٹے میں آؤں گا۔"

اس نے کیبن کا دروازہ کھول دیا۔ جمی نے اندر آ کر دروازے کو بند کیا پھر سونیا سے کہا "ایک بری بات سنو۔ آقا سبحانی پر سے پہرہ اٹھا دیا گیا ہے۔"

"اچھا۔ یہ تو تعجب کی بات ہے۔"

جمی نے پرتھ پر بیٹھتے ہوئے کہا "میرا اندازہ ہے کہ سپر مارسٹر اور ماسک مین میں مصالحت ہو گئی ہے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی ہے کہ دو ہمارے میں لڑائی دیں گی تو کوئی رسونی تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس لیے آقا سبحانی کو تمہارے ساتھ لگا رکھا ہے۔"

سونیا نے تائید کی "ہاں! یہ ایسا ہی ہے جیسے دو طاقتوں کے درمیان جنگ ہو گئی ہو کہ کوئی ایک دوسرے کی راہ میں حائل نہیں ہو گا۔ ان میں سے پہلے چاند تک پہنچ جائے۔"

سونیا اور جمی کے خیالات سے میں بھی متفق تھا اس کے علاوہ بھی کچھ اور باتیں۔ سپر مارسٹر اور ماسک مین دونوں ہی روُمانہ کو ہندوستان میں دیکھ چکے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ میں جلد ہی تھائی لینڈ سے نکل کر روُمانہ کے پاس ہندوستان پہنچوں گا۔ اس طرح انہیں امید تھی کہ وہ میرے اور روُمانہ کے ذریعے رسونی کو پا لیں گے۔ انہوں نے ہر طرف جال پھیلا رکھا تھا۔ فی الحال سالسے اس لیے صرف اس لیے تھے کہ وہ رسونی تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے تھے۔

میری سوچ نے رسونی کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے ایک دم سوچ کی رو روک لی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ میں اچانک ہی اس کی کسی لڑائی میں واپس آ گیا۔ پھر وہ میرے دماغ میں آ کر بولی "اچھا تم ہو! تم نے کہا "تم بہت چالاک بن رہی ہو۔ مجھے اپنے دماغ میں پہنچ کر تمہیں کوسنے کا موقع نہیں دے رہی ہو۔"

حقیقت میں وہ اس بات سے ڈرتی تھی کہ میں اس کے دماغ میں گھس کر باتیں کروں گا تو باتوں کے دوران اس کے لاشعور میں چھپے ہوئے پورے راز بھی پڑھ لیا کروں گا۔ اسی لیے وہ میری طرف آتی تھی اور اپنی طرف کے دروازے بند کر دیتی تھی۔

اس نے کہا "تمہاری چالاکیاں بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ اب تم نے انگریزی زبان میں سوچنے کی عادت ڈال لی ہے تاکہ میں چوری تمہارے خیالات نہ پڑھ سکوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "محبت کرنے والی لڑکیاں چوری چھپے محبوب کے در پر آتی ہیں۔ کیا تم چھپ چھپ کر اسی رستے سے میرے ذہن کے دریچوں میں جھانکتی ہو؟"

"فضول باتیں کرو گے تو چلی جاؤں گی۔"

"اچھا تو کام کی باتیں ہو جائیں۔ آؤ ہم وعدہ کریں کہ میں تمہاری خاطر اپنی ناموری زبان میں سوچا کروں گا اور تم مجھے اپنے دماغ میں بُلا کر باتیں کیا کرو گی، بولو منظور؟"

"نہیں تم سے دوری کی دوستی بھلی ہے۔ چلو بتاؤ مجھے کیوں مخاطب کیا ہے؟"

میں نے ایک آہ کے ساتھ کہا "تم یقین نہیں کرو گی، تمہاری یادیں بہت تڑپاتی ہیں کہ میں تمہیں مخاطب کرنے کے لیے بے چین ہو گیا۔"

"مجھے یقین ہے فریاد! تمہارے سینے میں کیسا تڑپنے والا بے حیا دل ہے۔ تھوڑی دیر پہلے روُمانہ کے پاس تڑپ رہا تھا پھر سونیا کے پاس پہنچ کر تڑپنے لگا۔ اب میرے پاس تڑپ رہا ہے۔ باتے تم کتنے مظلوم ہو۔ ہر نئی چھوکری کے لیے مر جاتے ہو اور آئندہ نئی چھوکریوں کے لیے زندہ بھی رہتے ہو؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا "تمہیں کیسے پتہ چلا کہ تھوڑی دیر پہلے میں روُمانہ اور سونیا کے پاس تھا۔ تم انگریزی نہیں جانتی ہو؟"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ زبان بدلنے سے نام تو نہیں بدل جاتے جب تم انگریزی سوچ کے دوران روُمانہ، سونیا اور مونا کا نام لیتے ہو اور دوسری طرف سے جواباً ان کی سوچ کا لہر سنائی دیتا ہے تو میں سمجھ لیتی ہوں کہ فلاں وقت تم فلاں محبوبہ سے عشق کا ڈرامہ کھیل رہے ہو۔"

میں جھینپ کر اپنا سر کھجانے لگا۔ وہ ہندی کے علاوہ کوئی دوسری زبان نہیں جانتی تھی مگر میری رگ رگ سے واقف تھی۔ اجنبی زبان میں بھی لڑکیوں کے نام سُن کر میرے عشقیہ کھیل کو سمجھ لیتی تھی۔ میں نے اپنی صفائی پیش کی "رسونی! میں اپنے حالات سے مجبور ہو جاتا ہوں۔ لڑکیاں ایسے انداز میں ٹھکراتی ہیں کہ میں سنبھل نہیں پاتا۔ یہ ایک عالمی حقیقت ہے کہ حسین عورت سے ٹکرانے کے بعد مرد پہلے گرتا ہے۔"

"گرتا نہیں پھسلتا ہے۔ سچائی بیان کرتے وقت لفظوں کا فریب نہ دو۔"

"چلو یہی سہی۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ میں پہلے لڑکیوں سے ٹکرانے کی حتی الامکان کوششیں کرتا ہوں۔ مونا سے کترانے کی مثال سامنے ہے۔ میں نے اس کے ساتھ ایک کیبن میں پچھلی رات گزاری مگر اسے ہاتھ نہیں لگایا وہ کتنی حسین اور کتنی پُرشباب ہے یہ میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں۔"

وہ ذرا چپ رہی۔ میری بات سے تھوڑا بہت متاثر ہوئی ہو گی۔ میں نے اس کی سوچ کو پڑھنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی، پھر بولی "اسے ادھر آنے کی کوشش نہ کیا کرو۔ میں صرف اس لیے تمہاری قدر کرتی ہوں کہ تم پہلے بھی میرے کام آتے رہے۔ اب بھی روُمانہ کو ہندوستان پہنچا کر میرے ماں باپ اور بہن کو وہاں سے نکال لانا چاہتے ہو۔"

میں نے پوچھا: "کیا تم ہندوستان پہنچ گئی ہو؟"

"ابھی میں رنگون میں ہوں۔ آج رات نو بجے کی فلائٹ سے دہلی جاؤں گی۔"

"کیا میک اپ میں ہو؟"

"ہاں۔ مریم کے ساتھ عیسائی لڑکی بن گئی ہوں۔ میں نہ تو بلاؤز اسکرٹ پہننا پسند کرتی ہوں اور نہ ہی اونچی ایڑی کے سینڈل پہن کر چل سکتی ہوں۔ اس لیے دیسی عیسائی کی طرح بدستور ساڑھی پہنتی ہوں۔ صرف چہرہ بدل لیا ہے۔"

"عیسائیوں کی طرح انگریزی کیسے بولو گی؟"

"میں گونگی لڑکی کا رول ادا کر رہی ہوں۔ دہلی پہنچ کر کسی بڑے ہوٹل میں قیام کروں گی۔"

"رمونی! میرا ایک مشورہ ہے۔ تم ہندوستان نہ جاؤ۔ تمہارے عزیزوں کو محض اس لیے نظر بند رکھا گیا ہے کہ تم وہاں جاؤ گی۔ تمہارے اور میرے لیے وہاں زبردست جال بچھایا گیا ہے۔ تمہارا وہیں رنگون میں رہنا مناسب ہے۔"

سہیر میں نے کچھ سوچ کر کہا: "ٹھہرو! پہلے یہ بتاؤ۔ وہ شخص جو تمہارے دماغ میں چھپ کر رہتا تھا۔ کہیں وہ اس وقت ہماری باتیں تو نہیں سن رہا ہے؟"

"نہیں! وہ میرے دماغ تک پہنچ ہی نہیں سکتا اور اگر تمہارے دماغ میں چھپا ہوا ہوتا تو میں اسے محسوس کر لیتی۔ میں پوری طرح مطمئن ہو کر تمہیں اپنا پروگرام بتا رہی ہوں۔ رہ گئی میرے رنگون میں رہنے والی بات تو اصل بات یہ ہے کہ میں اپنی بہن اور ماں باپ سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہوں۔"

"تم ایک عملی زندگی گزار رہی ہو۔ بے چینی اور بے صبری نقصان پہنچایا کرتی ہے۔ دیکھو میری بلا تانگ یہ ہے کہ ہم دونوں ہندوستان سے باہر رہیں گے۔ رومانہ کے بعد اب سونیا دہلی پہنچے گی۔ وہ دونوں وہاں اپنا کام دکھائیں گی۔ ہم صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں گائیڈ کریں گے۔"

وہ کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی: "فرہاد! کیا حرج ہے اگر میں وہاں جاؤں تم دور رہ کر میری حفاظت کر سکتے ہو؟"

"تم دو خطرناک تنظیموں کی چالیں نہیں سمجھ رہی ہو۔ ایک تو وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم دونوں ہندوستان پہنچیں گے اور ہمیں وہاں ایک ساتھ گھیرا جائے گا۔ دوسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ تم دو نوں تنظیموں کے درمیان فساد کا ذریعہ بنی ہوئی ہو۔ انہیں آپس میں لڑنے دو۔ تمہاری ہر ممکن کوشش یہی ہونا چاہیے کہ وہ تمہیں تلاش کرتے رہیں اور تم نایاب رہو۔"

"اچھی بات ہے۔ تم کہتے ہو تو میں یہیں ٹھہر جاتی ہوں۔ ابھی مریم سے بات کرتی ہوں کہ فلائٹ کا ریزرویشن کینسل کرا دے۔"

"رمونی! تم یہ انگریزی الفاظ اچھی طرح ادا کر رہی ہو۔ کیا بات ہے مریم تمہیں انگریزی سکھا رہی ہے کیا؟"

"ہاں! میں جھوٹ نہیں بولوں گی کیونکہ تم مریم کی سوچ کے ذریعے میری انگریزی تعلیم کو سمجھ لو گے۔"

"سنو رمونی!" میں نے کہا: "اب میں جاپانی زبان میں سوچنے کی عادت ڈالوں گا۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی: "میں رفتہ رفتہ ہر زبان میں تمہارا مذاق اڑانے لگوں گی۔"

"اسی کو محبت کہتے ہیں۔"

میں نے چھیڑا۔ اس کی ہنسی کو بریک لگ گیا۔ خاموشی چھا گئی۔ جب خاموشی ناقابل برداشت ہوئی تو میں نے اسے آواز دی۔ پر تلاش بھاگ گئی ہے۔ میری سوچ نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ وہ چوکنا ہو کر دماغ میں آ کر بولی: "تم کام کی باتیں کم اور بکواس زیادہ کرتے ہو۔"

"اچھا کام کی بات پوچھ رہا ہوں۔ تم نے اپنی بہن اور ماں باپ سے دماغی رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ہاں۔ ماتا جی ہمارے لیے بہت پریشان ہیں۔ رمونی بھی کافی سی رہتی ہے۔ سرکاری قدموں بظاہر انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جا رہی مگر دن رات ان لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ رمونی ان سے کب رابطہ قائم کرتی ہے؟ وہ کیا کہتی ہے؟ ہندوستان کب آ رہی ہے؟ ابھی وہ کہاں ہے؟ میرے ماں باپ انکار کرتے ہیں۔ انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہمارا رابطہ قائم نہیں کر رہی ہوں مگر سرکاری طور پر دھمکی دی گئی ہے کہ اگر دن کے اندر ہندسرکار کے سامنے حاضر نہ ہوئی تو میرے تمام عزیزوں کو جیل میں بھیج دیا جائے گا۔ اور انہیں اذیتیں پہنچائی جائیں گی۔"

"انہیں کہاں نظر بند رکھا گیا ہے؟"

"فوجی چھاؤنی کے ایک بنگلے میں۔ اس بنگلے کا نمبر تاتیس ہے۔ دو منزلہ ہے۔ اوپری منزل میں میری بہن اور والدین کو رکھا گیا ہے۔ نچلی منزل میں میجر وشوانا تھ رہتا ہے۔ اس بنگلے کے آس پاس دوسرے فوجی افسران کے بنگلے ہیں۔ وہاں چاروں طرف سخت پہرہ ہے۔ کوئی شہری وہاں نہیں رکھ سکتا۔ یہاں تک کہ فوجی افسران کو بھی بنگلہ نمبر تاتیس تک جانے کی خصوصی اجازت حاصل کرنی پڑتی ہے۔"

میں نے پوچھا: "تمہارے عزیزوں کو کھانا پہنچانے کے لیے وہاں ضرور ہوں گے؟"

"ہاں۔ نقاب پوش گونگے ملازم ہیں۔ میرے ماں باپ سے تحریری ذریعے سوالات کرتے ہیں۔"

"کیا تم کسی فوجی کے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں؟"

"ابھی تک کامیابی نہیں ہو سکی۔ وہاں گہری خاموشی رہتی ہے۔ منزل میں باتیں کرنے والا کوئی بھی فوجی پہلے ریڈیو یا ریکارڈ کو ہوسٹل دیتا ہے تاکہ ان کی باتوں کی آواز اوپنے آر کسٹرا میں گم ہوتی ہے۔"

"رمونی! میں نے ایک بار تمہارے پتاجی کی آواز سنی تھی۔ بہت ان کا لہجہ یاد نہیں رہا۔ تم مجھے اپنے دماغ میں پہنچنے دو اور ان سے بات کرو۔ میں ان کے لہجہ کے ذریعے تمہارے غلاموں والوں تک پہنچوں گا۔"

"تم وہاں پہنچ کر کیا کرو گے؟"

"جہاں عورت کا ذہن تھک جاتا ہے وہاں سے مرد کی ذہانت شروع ہے۔ ابھی میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ میں وہاں کیا کر سکتا ہوں۔ میں وہاں دل کو سمجھنے کے بعد ہی کچھ کہوں گا۔"

وہ بولی: "اچھا آؤ میرے پاس۔ میں پتاجی سے رابطہ قائم کر رہی ہوں۔"

اس نے اپنے دماغ کا دروازہ میرے لیے کھول دیا۔ پھر اپنی سوچ کی لہر اپنے باپ تن رنگ تک پہنچایا۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں تن رنگ بھارت میں اسٹاک کا جوہر دیکھتا تھا۔ بہت پہلے ماسٹروں کی تنظیم میں ایک فوج تیار کی تھی۔ رمونی نے اپنے باپ اور مہن کو پرائمسٹر کی قید سے نکال کر ہندوستان پہنچایا تھا۔ اب وہاں ہندسرکار نے ریڈ پاؤڈر کے ہزاروں ٹن بیجاپدس کو اپنے ہی دیس میں قیدی بنا کر رکھ دیا تھا۔

بہرحال میں رمونی کے دماغ میں پہنچ کر باپ بیٹی کی باتیں سننے لگا۔ تن رنگ بہت پریشان تھا۔ کہہ رہا تھا: "بیٹی! تمہاری ماں کی حالت خطرناک ہے۔ سرکار کی طرف سے ایک بہت ہی تجربے کار ڈاکٹر علاج کر رہا ہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ابھی آدھ گھنٹہ پہلے چند فوجی تیری ماں کو اسٹریچر پر ڈال کر ہسپتال لے گئے ہیں۔ میں نے اور دستی سے التجا کر کے کہا کہ ہمیں بھی مریضہ کے ساتھ جانے دیا جائے مگر ہمیں نہیں لے جانے نہیں دیا گیا۔ بیٹی! بھگوان جانے کیا ہونے والا ہے۔ تیری ماں کا آخری وقت ہے۔ ہم اتنے مجبور ہیں کہ صرف دعا ہی کر سکتے ہیں۔"

رمونی دستی کو تسلیاں دیتے ہوئے کہا: "پتاجی! آپ پریشان نہ ہوں۔ ماتا جی کو صحت دیں۔ میں ماتا جی کے پاس جا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ماں سے رابطہ قائم کیا۔ پھر ماں کی سوچ کی لہروں کو اپنی لہروں میں لینا چاہا مگر فقط ناکام ہو گئی۔ بوڑھی ماں کا دماغ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا تھا۔ رمونی کے دماغ کو ایک دھچکا سا لگا۔ میں نے جلدی سے کہا: "رمونی! صبر کرو، حوصلے سے کام لو۔"

وہ ایک ہیک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ مجھے مریم کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنی زبان میں پوچھ رہی تھی: "ارے کیا ہو گیا؟ تم اچانک اس طرح رو کیوں رہی ہو؟"

میں نے اسے آواز دی: "مریم! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ میں نے کہا: "یہ حیران ہونے کا وقت نہیں ہے۔ رمونی کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے اس لیے یہ رو رہی ہے۔ سنبھالو اسے۔"

مریم نے گہرے دکھ کے ساتھ کہا: "آہ بیٹی! یہ میں کیا سن رہی ہوں۔ میں آ کر سمجھ رہی تھی کہ تمہاری ماں ...."

اسے اچانک خیال آیا کہ رمونی انگریزی نہیں سمجھے گی۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر بولنے لگی: "یور مدر... ڈائیڈ... فرہاد... ٹولڈ می... یور مدر ڈائیڈ!"

رمونی انگریزی کے ایسے الفاظ سمجھ لیتی تھی جو ٹھہر ٹھہر کے بولے جاتے تھے۔ اس نے سمجھ لیا کہ فرہاد نے اس کے دکھ کو دور تک پہنچا دیا ہے۔ مریم تک پہنچا دیا ہے۔ اس کے دکھ کو دوسرے فلک اور دوسری قوم کی عورت سمجھ رہی ہے۔ ہم اسی لیے روتے ہیں کہ دوسرے ہمارے آنسوؤں کے حد کو سمجھ سکیں۔ میری اس حکمت عملی سے یہ فائدہ ہوا کہ رمونی کی ڈھارس بندھنے لگی۔ چونکہ میں اس کے دماغ میں موجود تھا اس لیے اس کے پور خیالات کو پڑھ رہا تھا۔ اس وقت وہ ماں کی ابدی جدائی میں بھول گئی تھی کہ میں اس کے جو رخیالات تک پہنچ رہا ہوں۔

اس کا لاشعور اسے تسلیاں دے رہا تھا کہ رشتے پیدا ہوتے ہیں اور بچھڑ جاتے ہیں۔ ایسے وقت دل کا رشتہ ہی دل کو سہارا دیتا ہے اور ہزار شکایتوں اور بے اعتمادیوں کے باوجود ایک فرہاد سے ہی دل کا رشتہ ہے۔ ہائے وہ میرے آنسوؤں کو کس طرح دوسرے فلک دوسری عورت یعنی مریم تک پہنچا رہا ہے۔"

یہ لاشعور کی باتیں ہیں جسے ہم آپ شعوری طور پر سمجھ نہیں سکتے۔

رمونی بھی اپنی ماں کی ابدی جدائی اور ماتم کے سیلاب میں یہ نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ وہ کس طرح لاشعوری طور پر فرہاد کا سہارا حاصل کر رہی ہے اور فرہاد جو اس کے دماغ میں متواتر جھانک رہا ہے اور فرہاد سے متعلق جو سہارا اور اعتماد ہے انہیں ہزار بار چھپانے کے باوجود وہ غیر شعوری طور پر اپنی محبت اور اعتماد کی گزرگی ظاہر کر رہی ہے۔

قارئین سمجھتے ہیں کہ رمونی ٹیلی پیتھی کے ہزار پردوں میں چھپ کر بھی میرے معاملے میں دل سے کمزور ہے۔ میں زیادہ تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ وہ خود ہی اپنی زندگی کے کسی نہ کسی جذباتی موڑ پر ایک مکمل کتاب کی طرح سامنے آ جائے گی۔ اس وقت مریم اس کا ہاتھ محبت سے تھامے اس کے سامنے بیٹھی تسلیاں دے رہی تھی۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھا اسے سمجھا رہا تھا: "رمونی! موت ایسی ہی ہوتی ہے۔ ہمارے جس رشتے کو چھین کر لے جاتی ہے پھر ہم ماتم میں سر پھوڑتے رہیں تب بھی اس رشتے کو واپس نہیں کرتی۔"

وہ روتی ہوئی بولی: "مجھے اس بات کا صدمہ ہے کہ ماں کا سایہ کبھی نصیب نہ ہوا۔ پیدا ہوتے ہی مجھے داسی بنا کر سمندر میں پھینک دیا گیا۔ اب میں اپنی صلاحیتوں کے بل پر ماں کی گود تک پہنچنا چاہتی تھی۔ ہائے یہ کیسی تقدیر ہے کہ ہم ماں بیٹی ایک دوسرے کو کبھی نہ دیکھ سکیں۔"

"یہ بدنصیبی دشمنوں کی لائی ہوئی ہے۔ آخری وقت دستی اور تمہارے پتاجی بھی تمہاری ماں کی آخری باتیں نہ سن سکے۔"

اس نے ایک سرد آہ بھری۔ میں نے کہا: "کچھ عرصہ پہلے جب میں نے پہلی بار تمہیں سابقہ پرائمسٹر باتیں کرتے سنا تھا اس وقت تم اپنے دیس کی بھلائی کے لیے اس سے دوستی کا معاہدہ کرنا چاہتی تھیں۔ شرط یہ تھی کہ

سپر ماسٹر تمہاری بہن اور بہنوئی کو آزاد کر کے ہندوستان بھیج دے۔ اُس وقت میں تمہیں سمجھانا چاہتا تھا کہ تمہیں اپنی ملکی سیاست سے دور رہنا چاہیے، لیکن اس وقت تم میری مخالف تھیں، میری نصیحت کو عداوت سمجھ لیتیں۔ آج میں تمہیں ضرور سمجھاؤں گا۔ سمجھ رہی ہو سونتی! تمہارے ہی ویس میں تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "ہاں! سمجھ رہی ہوں۔ میں ان دشمنوں کو عبرتناک سزائیں دوں گی۔"

"فی الحال دشمنوں کو بھول جاؤ، انہیں یاد رکھنے کے لیے میں تنہا کافی ہوں۔ اب تم اپنے پتاجی کے پاس جاؤ۔ انہیں اور دنکی کو تسلیاں دو۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔ میری اتنی سی نصیحت یاد رکھو کہ غصے، جوش اور جذبہ میں مجھ سے مشورہ کیے بغیر کوئی قدم نہ اٹھانا۔"

اس سے رخصت ہو کر میں نے رُومانہ کا خیال کیا۔ وہ بڑے آرام سے ہیتیوں کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ ان کے ساتھ ہنس بول رہی تھی۔ یہ معلوم کرنے کی فکر میں تھی کہ ان میں سے کتنے بہی اصلی ہیں اور کتنے نقلی ہے۔ میں مطمئن ہو کر وہاں سے واپس آ گیا۔ پھر میں نے وِنود شرما کو یاد کیا۔ وہ وِنود شرما جو ہندوستان کا اربوں پتی سرمایہ دار تھا، جس کے روپ میں ہانگ کانگ سے اسٹیول گیا تھا۔ پھر وہی وِنود شرما جو میرا جانی دشمن تھا، ملایا کے جنگل میں صعوبتیں اٹھانے کے بعد میرا دوست بن گیا تھا۔ اب مجھے اُس کی ضرورت تھی۔

اس وقت وہ اپنے محل نما بنگلے کے ایک تاریک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کمرا اس لیے تاریک تھا کہ سامنے چھوٹے سے اسکرین پر بلیو فلم چل رہی تھی۔ سائی کی آغوش میں ایک حسین لڑکی تھی اور وہ اس حسینہ کے ساتھ بلیو فلم کا کردار بنا ہوا تھا۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ایسے وقت مداخلت مناسب نہیں تھی۔ میں تھوڑی دیر بعد اسے مخاطب کر سکتا تھا۔

دوستو! اگر ہم تم اس قابل ہوتے کہ بیک وقت اس دنیا کے تمام گھروں میں جھانک کر دیکھ سکتے تو ہمیں ایک ہی وقت ایک ہی خطرے سے ملتے میں ہزاروں لاکھوں تماشے نظر آتے۔ چلیے بیچ کر ایک سیکنڈ پر سونتی کی ماں نے دم توڑ دیا۔ ٹھیک اسی ایک سیکنڈ میں وِنود شرما نے ایک جوانی کے نشے لوٹے اسی ایک سیکنڈ میں ایک ماں ایک بیٹی کو جن رہی تھی۔ دوسرے گھر... میں ایک بیٹی دو مددیوں کے لیے عزت بیچ رہی تھی۔ اسی ایک سیکنڈ میں ایک بیمار بچے کی جان بچائی گئی اسی ایک سیکنڈ میں ایک قاتل نے ایک بچے کو نیزے پر اچھال دیا۔ اس دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک صرف ایک سیکنڈ میں عبرت کے کراہ اور بے عبرتی کے قہقہے زیادہ ہوتے ہیں۔ اچھا ہوا کہ ہم یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ ورنہ خود کو جانور اور جانوروں کو اشرف المخلوقات کہنا ترک کر دیتے۔

پندرہ منٹ کے بعد میں نے پھر وِنود شرما کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ بلیو فلم ختم ہو چکی تھی۔ اب وہ لڑکی کے پہلو میں بیٹھا بیئر پی رہا تھا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "ہائے! شاباش یاد آ رہی ہے۔ کیسی خلاصیز تھی ملایا کے جنگل میں میرے ہتھے نہیں چڑھی۔ دراصل فرہاد سے متاثر ہو کر اس کسی لڑکی کو پھانسنا ممکن نہیں ہے۔"

اس سوچ کے دوران میرا نام آیا تو اس کے تصور میں میری صورت اُبھر آئی۔ پہلے شاباش کا تصور تھا جو مٹ گیا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ وہ مجھ سے کس قدر متاثر ہو چکا تھا۔ شاباش کو اہمیت دینے کے بجائے میرے متعلق سوچنے لگا۔ "اوہ! یہ فرہاد بھی کیا چیز ہے۔ پہلے تو میں سمجھ رہا تھا کہ وہ صرف ملایا کے جنگل سے گزرنے والا طوفان ہے لیکن بعد میں اخبارات نے انکشاف کیا کہ وہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کے لیے زلزلہ ہے۔ یہ اس کی حماقت ہے یا فراڈ؟ کہ وہ سیاست سے دور رہتا ہے۔ وہ نہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے چاہے تو جانے کیا کر دے۔"

آج کل اخبارات میں میری ٹیلی پیتھی کے چرچے بھی ہو رہے تھے۔ وِنود شرما کی سوچ کہہ رہی تھی "مگر یہ نہیں کہوں یہاں کے انٹیلی جنس والے میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ میں نے دہلی پہنچنے کے بعد اخبارات والوں کو بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ فرہاد عرف عازم نے میرے علاوہ دنیا کے اور دو بڑے سرمایہ داروں کی جانیں بچائی تھیں ورنہ ہم کبھی زندہ واپس نہ آتے۔ اس بیان کے بعد پرسوں دہلی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اس نے سرکاری حکم سنایا کہ میں اپنے رشتے داروں اور ملنے جلنے والوں کے ناموں کی فہرست پیش کروں۔

میں نے ڈائریکٹر جنرل سے کہا "دنیا کے ہر ملک میں میرے دوست احباب ہیں میں کتنوں کے نام پیش کروں؟"

اس نے کہا "صرف اُن لوگوں کے نام جو دہلی میں موجود ہیں۔ باہر رہنے والے دوست احباب میں اگر کوئی ملنے کے لیے دہلی آئے تو آپ اس سے ملاقات کرنے سے پہلے انٹیلی جنس والوں کو اطلاع دیں۔ ہم انہیں چیک کریں گے۔"

میں نے پوچھا "آخر یہ چیکنگ کس سلسلے میں ہے؟"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا "چلا گیا کہ یہ سب سرکاری معاملات ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ انٹیلی جنس والے فرہاد کے متعلق مجھ سے کیوں سوالات کرتے ہیں۔ فرہاد نے کبھی میرے سامنے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ظاہر نہیں کیں مگر مجھ سے سوالات کیے جاتے ہیں کہ وہ کس طرح میرے خیالات پڑھتا تھا؟ کیا وہ مجھ سے ملاقات کرنے دہلی آئے گا؟"

وِنود شرما ایسی سوچ کے دوران چونک کر یہ سوچنے لگا "ہاں! اب کچھ سمجھ میں آ رہا ہے۔ شاید انٹیلی جنس والے فرہاد کے متعلق مجھ سے کیوں سوالات کرتے ہیں۔ فرہاد نے کبھی میرے سامنے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ظاہر نہیں کیں مگر مجھ سے سوالات کیے جاتے ہیں کہ وہ کس طرح میرے خیالات پڑھتا تھا؟ کیا وہ مجھ سے ملاقات کرنے دہلی آئے گا؟"

وِنود شرما ایسی سوچ کے دوران چونک کر یہ سوچنے لگا "ہاں! اب کچھ سمجھ میں آ رہا ہے۔ شاید انٹیلی جنس والے فرہاد کے متعلق مجھ سے کیوں سوالات کرتے ہیں۔ فرہاد نے کبھی میرے سامنے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ظاہر نہیں کیں مگر مجھ سے سوالات کیے جاتے ہیں کہ وہ کس طرح میرے خیالات پڑھتا تھا؟ کیا وہ مجھ سے ملاقات کرنے دہلی آئے گا؟"

وِنود شرما کی سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس کے پاس بیٹھی ہوئی لڑکی پوچھ رہی تھی "باس! کیسی سوچ میں گم ہو گئے؟"

"ایں!" وہ چونک کر بولا "کچھ نہیں بس اچانک ہی فرہاد

کی یاد آ گئی۔"

وہ بولی "اچھا ہی فرہاد جس کے بارے میں ٹیلی پیتھی والے آپ کو ڈراتے رہتے ہیں؟"

"ہاں کلاڈیا! میری معلومات کے مطابق فرہاد سیاسی آدمی نہیں ہے پھر نہیں کیوں یہ سرکاری افسران میرے پیچھے پڑ گئے ہیں؟"

"اوہ باس! میری بڑی خواہش ہے کہ میں فرہاد سے ملوں اور اس سے باتیں کروں۔ جب وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ سے باتیں کرے تو..."

وِنود شرما نے اس کی بات کاٹ کر کہا "تو میں فرہاد سے کہوں کہ وہ ابھی سوچ کے ذریعے باتیں کریں۔ کلاڈیا! یہ بات تم مجھ سے تیسری بار کہہ رہی ہو اور کل سے تمہیں یہی جواب دے رہا ہوں کہ اخبارات والوں نے یہ غلط خبر اڑائی ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی یقین کرنے کی بات ہے کہ ایک دوسرے آدمی سے سوچ کے ذریعے باتیں کرتا ہو۔ فرہاد نے تو مجھ سے کبھی باتیں کی۔"

بہت سی باتیں مجھ سے ملنا اور باتیں کرنا چاہتی ہیں اور کچھ لڑکیاں ذاتی سے دلچسپی لیتی ہیں۔ اُس دلچسپی کے پیچھے دشمنی بھی چھپی ہوتی ہے۔ ماضی میں یہ سوال کلاڈیا مجھ سے کیوں پوچھنا چاہتی ہے؟ مجھے جانچنے سے کچھ نہیں لینا تھا اس لیے کہ میں باسی نہیں کھاتا۔ میں نے اس کے ماضی میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سوچ رہی تھی "یہ شرما یقیناً مجھ سے چھپا رہا ہے۔ فرہاد کے سارے دوست دشمن اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو مانتے ہیں۔ انکار کر رہا ہے۔ شاید فرہاد نے چپکے سے میری سوچ پڑھ لی ہو اور سمجھا دیا ہو کہ مجھ سے محتاط رہے۔"

میں مسکرانے لگا۔ کلاڈیا نے خود ہی اُگل دیا کہ وہ ایسی ہے کہ اس سے بچنا چاہیے۔ میں چپ چاپ اس کی سوچیں پڑھتا رہا اور اس کی شخصیت کا مطالعہ کرتا رہا۔ وِنود شرما نے ملایا سے واپس آنے کے بعد اسے پرسنل سیکرٹری کی ضرورت دی تھی۔ ایک بہت بڑے سرکاری افسر نے کلاڈیا کی سفارش کی۔ اس سرکاری افسر کی سفارش سے ہی یہ ظاہر ہو گیا کہ کلاڈیا سرکاری جاسوس ہے۔ وِنود شرما کے قریب رہ کر فرہاد اور اس کے ساتھیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا سیکرٹری بن کر آئی ہے۔

وِنود شرما پر وہاں کے افسران کا شبہ مدحت تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ میں سونیا کی ہمدرد ہوں میں دہلی پہنچیں گے چونکہ وِنود شرما میرا احسان مند ہے اس لیے وہاں خود کو چھپانے کے لیے اس کا سہارا لیں گے۔ اور میں نے ابھی ہی فراڈ رُومانہ کو دہلی کی طرف چل آ رہی ہے۔ اسے وِنود شرما کے ہاں پناہ دینا ہوگی۔ ہمارے لیے ہماری جانی پہچانی پناہ گاہوں پر پہلے ہی پہرے بٹھائے جائیں گے۔

میں نے رُومانہ سے رابطہ قائم کیا، وہ ایک چینی نوجوان سے باتیں کر رہی تھی۔ اس سے پوچھ رہی تھی کہ اس دیگن کار میں وہ کتنے دن میں دہلی پہنچے گی۔ میں نے آہستگی سے کہا "رُومانہ! دہلی نہیں جانا ہے۔ باہر سے آنے

والوں کے لیے وہاں بڑی سختیاں ہیں۔ تم اب علی گڑھ یا لکھنؤ میں اپنا سفر ختم کر دو گی۔"

اس نے پوچھا "کیا سونتی یہاں پہنچ گئی ہے؟"

مجھے اچانک خیال آیا کہ چاپانی زبان میں گفتگو کرنا چاہیے۔ میں نے زبان بدل کر کہا "کبھی میں بھول جاؤں تو تم یاد رکھا کرو۔ ہمیں اب اسی زبان میں رابطہ قائم کرنا ہے۔ سونتی کو میں نے ہندوستان جانے سے روک دیا ہے۔ شاید تمہارا... بھی وہاں رہنا دشوار ہو گا۔ لکھنؤ یا علی گڑھ پہنچنے سے پہلے میں تمہیں اپنا فیصلہ سناؤں گا۔"

میں سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ یہ کہ رُومانہ کو کلاڈیا بنا دیا جائے اور کلاڈیا کو غائب کر دیا جائے؟

میں کلاڈیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ وِنود شرما کے پاس سے اٹھ کر باتھ رُوم میں جا رہی تھی۔ وہ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں گئی، جو اس کے لیے مخصوص تھا۔ اس کی سوچ نے مجھے بتا دیا کہ باتھ رُوم جانے کا بہانہ ہے۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اپنی رسٹ واچ دیکھی۔ پانچ بجکر پانچ منٹ ہوئے تھے۔ ساتویں منٹ میں کہیں سے کال آنی تھی۔ اس نے اپنے پرس سے جیبی ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر کال کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ اس کے پاس سے یہ خیال آیا کہ دو منٹ کے بعد ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے ایک بٹن دبایا۔ پھر کہا "ہیلو... ہیلو... زیرو ون کالنگ۔ اوور۔"

کلاڈیا نے جواباً کہا "ہیلو۔ زیرو لیڈی وِس اینڈ۔ اوور۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "شرما کی سرگرمیاں بتاؤ۔ اوور۔"

وہ ناگواری سے بولی "وہ تو گھٹتا ہی نہیں ہے حالانکہ میں اپنے آپ کو پیش کر چکی ہوں۔ اس کی ایک ہی بات ہے کہ فراڈ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ یہ اخبارات والے اپنی تجارت بڑھانے کے لیے اس قسم کی خبریں شائع کرتے ہیں۔ اوور۔"

"شرما شروع سے یہی بیان دے رہا ہے کہ فرہاد ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔ ہو سکتا ہے واقعی شرما سچ کہہ رہا ہو۔ فرہاد نے کبھی اس کے سامنے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہ کیا ہو۔ مگر وہ شرما سے ضرور رابطہ قائم کرے گا کیونکہ رُومانہ یہاں پہنچ گئی ہے۔ ہمارے ایجنٹ نے اسے گھنٹہ دو سے دہلی کی طرف روانہ کیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ شرما کے پاس پہنچنے کے لیے آئے گی۔"

اُن کی باتیں سُن کر ساری بات مجھ میں آ گئی۔ کھٹمنڈو تک رُومانہ ریڈ پاور والوں کے ساتھ تھی۔ پھر سپر ماسٹر کے کسی ایجنٹ نے تنور لیچاں سے ایک لاکھ روپے میں سودا کر کے رُومانہ کو چانگ شی کا سے چھین لیا۔ وہ وِگن کار میں رُومانہ کے ساتھ بیٹھی تھی وہ سب سپر ماسٹر کے ماتحت تھے۔ کلاڈیا کے پہلے ہی سیکرٹری بنا کر وِنود شرما کے پاس بھیج دیا گیا تھا تاکہ رُومانہ وہاں پہنچ کر بھی سپر ماسٹر کے لوگوں کی نظروں میں رہے۔

ابھی صرف سپر ماسٹر کی سرگرمیاں تیز نظر آ رہی تھیں۔ ماسک مین پتہ نہیں کیا کر رہا ہوگا؟ اس کی خاموشی سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس ویس کی سرکار

جو کچھ کر رہی ہے وہ ماسک مین کے کیا پر ہو رہا ہے یعنی ہمارے خلاف میڈیا پاور اور سرکار کا ملا جلا محاذ تھا۔

میں بُری طرح اُلجھ گیا تھا۔ اتنا تو پہلے ہی سمجھ میں آ گیا تھا کہ وہاں کتنے ہی دشمنوں نے ہمارے خلاف محاذ بنا رکھے ہوں گے مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ دہلی جیسے بڑے شہر میں باہر سے آنے والوں کو سختی سے چیک کیا جاتا ہے گا۔ رسونی کے دوسرے رشتے داروں اور فرہاد کے دوستوں کے گھروں میں جاسوس چھوڑے جائیں گے۔ اور تن سنگ اور دستی کو فوجی چھاؤنی میں نظر بند رکھا جائے گا۔ فی الحال میری اس مہم کو تقریباً ناممکن بنایا جا رہا تھا۔

میں نے ایک سگریٹ نکال کر سُلگا لیا۔ پھر اس کے کش لگاتے ہوئے اطمینان سے موجودہ حالات کا تجزیہ کرنے لگا۔ جو لوگ پریشانیوں کو دماغ سے نکال کر سوچتے ہیں وہ کامیابی کے کسی نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ بظاہر پریشانیوں کو دماغ سے نکالنا ناممکن لگتا ہے، لیکن اس خیال پر قائم رہا جائے کہ یہ پریشانیاں ہر حال میں تباہی لائیں گی۔ جس طرح موت یقینی ہے ہم موت سے ڈرنا بھول جاتے ہیں اسی طرح تباہی یقینی ہے تو اسے بھی وقتی طور پر بھولنے کے لیے قہقہہ لگایا جا سکتا ہے۔ خود کو کسی خوشگوار معاملے میں اُلجھا دیں۔ دماغ کو ذرا تازگی دیں اس سے استنبول گیا تھا۔ انہوں کے ان پہلوؤں پر غور کریں جن کو ہم نے پہلے اہمیت ضرور دی۔ تیں دماغ کی تازگی اور فرحت کے لیے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بھری جماد کراچی کی بندرگاہ سے چند میل کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ دوسرے جہازوں کے بعد اسے بندرگاہ تک پہنچنے کا موقع ملتا۔ کراچی کی مصروف بندرگاہ تک پہنچنے کے لیے جہازوں کو کئی کئی دن تک سمندر میں کھڑے رہنا پڑتا ہے۔ بہرحال سونیا نے ایک بوٹ کے ذریعے جمی کے ساتھ کراچی شہر جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ جانے سے پہلے وہ اپنے کیبن کے باتھ روم میں غسل کر رہی تھی۔ اس کا بلے لباس بدن صابن کے جھاگ میں چھپا ہوا تھا۔

میں نے کہا: "سیلو جان من!"

وہ چونک کر بولی: "اسے شرم نہیں آتی، جاؤ بھاگو یہاں سے۔"

ناراض کیوں ہوتی ہو۔ کیا ہم کبھی ایک حمام میں نہیں رہے؟ کہو تو سوج کے ہاتھوں سے صابن بھیج دوں۔ بہت دنوں سے میل نہیں چھڑایا ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی: "تمہارے جیسا بدمعاش کوئی نہ ہوگا۔ پلیز مجھے نہ چھیڑو میں جھنجلا رہی ہوں۔ مجھے صبر ہی کرنے دو۔"

"یعنی دوسرے موقع پر بات کروں؟"

"ہاں یہ بتاؤ کب مل رہے ہو؟"

"میں تو ابھی اڑ کر آ جاؤں مگر حالات ساز گار نہیں ہیں۔"

"وہ تو کبھی نہیں ہوں گے اور میں انتظار کرتی رہ جاؤں گی۔ کبھی کبھی اپنی حماقت پر غصہ آتا ہے کہ میں کیوں تم پر مرتی ہوں۔ جی بھی تو وہی بالکل فراڈ ہے کیوں نہ اس کی آغوش میں چلی جاؤں۔"

"میری جان! عورت اپنے مرد کے ایک مخصوص مزاج کی عادی ہو جاتی ہے۔ مجھ میں جو سرقت ہے اور بے مروتی ہے خوش دل اور خوش اطوار تم میرے ایسے دوسرے روپ کی عادی ہو گئی ہو۔ کوئی دوسرا فرد تمہاری عادت کی تسکین نہیں کر سکے گا۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ مجھے چیلنج کر دو گے تو ابھی جمی میرے کیبن میں بیٹھا ہوا ہے، چلی جاؤں گی اس کے پاس۔"

"غیر کی آغوش میں بھی میں تمہارے دل کو اپنے نام سے دھڑکتا سنوں گا۔"

"بے غیرت! کیا میں دوسرے کے پاس اچھی لگوں گی؟"

"بے غیرت! جب خود ہی سمجھ رہی ہو کہ اچھی نہیں لگو گی تو ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو؟"

وہ جھنجلاہٹ بھری مسکراہٹ کے ساتھ بولی: "اسے تم کوئی دوسری بات نہیں کر سکتے؟"

"دوسری بات یہ ہے کہ دہلی شہر میں ہمارے خلاف سخت پہرہ بٹھایا گیا ہے۔ میں دو تین شرمائے کام لینا چاہتا تھا مگر اس کے اطراف ہی جاسوس پھیلے ہوئے ہیں۔ تم وہاں پہنچو گی تو تمہاری کڑی نگرانی کی جائے گی۔ اب بھی تمہارے اطراف سپر ماسٹر اور ماسک مین کے دو زبردست پیچھے ہیں ایک آقا سجانی، دوسرا جی ہرف بایونک مین۔۔۔"

"اے خبردار! جمی کو پیچھے نہ کہنا۔ ابھی وہ میری دوستی کے لسٹ میں ہے جب بھی تم یہ معاشی کرو گے میں اس سے دوستی شروع کر دوں گی۔"

"دیکھو تم پھر بھی باتیں بھٹک رہی ہو واپس آؤ۔"

اتنے میں باتھ روم کے دروازے پر دستک کے ساتھ جمی کی آواز سنائی دی: "سونیا! اگر تمہارے غسل کرنے کا یہی عالم رہا تو سمندر کا پانی کم ہو جائے گا۔ اب آ بھی جاؤ۔"

"سونیا نے کہا: "آ رہی ہوں۔" پھر سوچ کے ذریعے مسکرا کر بولی: "دیکھ لو! ادھر بھی فریاد بلند ہو رہی ہے، اُدھر بھی فریاد تڑپ رہا ہے۔ بات بڑا مشکل مرحلہ ہے۔ کس کا ہاتھ پکڑوں، کس کا ہاتھ جھٹک دوں؟"

میں سمجھتا تھا کہ ابھی وہ مذاق کر رہی ہے۔ مگر میرے دل میں ایک چھپا ہوا سا اضطراب تھا کہ سونیا کی یہ دل لگی جمی کے لیے دل کی لگی نہ بن جائے۔ میں اس اضطراب کو ظاہر کر کے اسے مضروب نہیں بنانا چاہتا تھا۔ میں نے بے نیازی سے کہا: "کام کی بات سنو۔ تمہارا ہندوستان جانا فضول ہوگا۔ لاکھوں ہزاروں آنکھیں تمہیں گھورتی رہیں گی۔"

"یہ تو مردوں کی بے حیائی ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں باحیا عورتیں گھورتے ہیں۔"

"کیا تم سنجیدگی سے باتیں نہیں کرو گی؟"

"سنجیدگی اور تم سے؟ یہ فرہاد میں تمہاری رگ رگ کو پہچانتی ہوں۔ میں ہندوستان جانے سے اس لیے رُک رہے ہو کہ میں وہاں تمہاری دولت کا تمہارے پیچھے پڑ جاؤں گی۔"

"جلدی سناؤ، مجھے جمی کے پاس جانا ہے۔"

میں نے کہا: "رسونی کہاں ہے؟"

وہ بگڑ کر بولی: "یہ رُمانہ کیوں یاد آ رہی ہے؟"

"تم پوری بات سننے سے پہلے ہی بگڑ جاتی ہو۔"

"میں اس کا نام بھی نہیں سننا چاہتی۔ وہ تم سے مایوس ہو کر دوسرے شکار کر رہی ہے۔ تم اس سے دماغی رابطہ قائم کرو گے تو وہ پھر تمہاری طرف آئے گی۔"

"میں اس سے دماغی رابطہ قائم نہیں کروں گا۔ پہلے میری بات تو سنو۔"

میں نے اپنے بوں کی سرخی کا جائزہ لیا۔ پھر ایک نیکلس پہنتے ہوئے سوچنے لگی: "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے درمیان معاہدہ ہو چکا ہے کہ رسونی کو حاصل کرنے تک ان کے آدمی آپس میں نہیں لڑیں گے۔ اس معاہدے کے مطابق بایونک مین مطمئن ہے اور سونیا کے ساتھ تنہا کراچی شہر جا رہا ہے ہم بھی دوستوں کی طرح ساتھ ہو جاتے ہیں گے۔"

اس نے اپنے بوں کی سرخی کا جائزہ لیا۔ پھر ایک نیکلس پہنتے ہوئے

سوچنے لگی۔ بایونک مین کو دھوکے سے ٹھکانے لگانے کا ایک معقول بہانہ ہاتھ آیا ہے آقا کو اطلاع ملی ہے کہ پیٹر ماسٹر کے آدمیوں نے کھٹمنڈو میں رُدمانہ کو ماسک مین کے آدمیوں سے چھین لیا ہے۔ جب وہاں معاہدے کی خلاف ورزی ہو سکتی ہے تو آقا یہاں بھی بایونک مین کی زندگی چھین سکتا ہے۔"

میں فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بایونک مین کو میرے متعلق بتا رہی تھی کہ وہ باتھ روم میں اتنی دیر باتیں کرتی رہی تھی۔ جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو جمی کہہ رہا تھا۔ "سونیا! اب تک مجھے یقین تھا کہ تم فرہاد سے دور رہ کر میری محبت کو قبول کر لو گی مگر تمہارے چہرے کی رونق بتا رہی ہے کہ تم اسے دوبارہ پا کر بہت خوش ہو۔"

"جمی! میں نے تم سے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں فرہاد کو بھول جاؤں گی۔ عورت کبھی اپنا پہلا پیار نہیں بھولتی۔"

"مگر تم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں تمہاری آزمائشوں کے بعد وفادار ثابت ہوا تو تم مجھے اپنی محبت دو گی۔"

"بے شک! میں اب بھی یہی کہتی ہوں۔ میری محبت اور اعتماد تمہارے لیے ہوگا۔ کیا تم مجھ سے بے غرض محبت نہیں کرو گے؟"

وہ حیرانی سے بولا۔ "یہ کیا بات ہوئی؟ مرد اور عورت کی محبت میں شادی اور ازدواجی رشتے کی غرض ہوتی ہے۔"

"ہاں اس عورت سے ہوتی ہے جس نے ازدواجی رشتہ کبھی نہ کیا ہو۔ میں تو فرہاد کے ساتھ اس رشتے سے گزرتی رہی ہوں۔ تم محبت سے میری جان مانگ سکتے ہو۔ رشتے کا طالب تو صرف فرہاد ہی کرتا ہے گا۔"

"اوہ سونیا! تم تھوڑی دیر پہلے والی سونیا نہیں لگ رہی ہو۔ فرہاد کو پاتے ہی تمہارے لہجے میں میرے لیے پرایا پن پیدا ہو گیا ہے۔"

"نہیں جمی! میں وہی ہوں۔ مایوسی نے تمہارے سوچنے کا انداز بدل دیا ہے۔"

وہ ایک سگریٹ نکال کر سلگانے لگا۔ بالکل میرا انداز تھا۔ میں بھی کسی مسئلہ میں الجھ کر اسی انداز سے سگریٹ سلگاتا ہوں اور کش لگانے کے بعد سوچتا ہوں۔ کاش کہ میں اس کے دماغ تک پہنچ کر اس کی سوچ کو پڑھ سکتا۔ پتہ نہیں وہ رقابت سے سوچ رہا تھا یا دوستانہ انداز میں۔ پہلے کوئی کمزور یا صلح پسند آدمی ہی محبت میں بازی ہارنا پسند کر لیتا ہو۔ جمی جیسے شہ زور ہارنا نہیں جانتے۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ "سونیا! میں ایک اہم اطلاع دینے آیا تھا کہ تم دونوں کی باتیں سنتا رہا۔ میرا خیال ہے جمی محبت کی بازی ہارنا پسند نہیں کرے گا۔"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ ریسونی نے بتایا تھا کہ بایونک مین کی سوچ نہیں پڑھی جا سکتی۔ یہ اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے۔"

"ہاں۔ اسی لیے میں محتاط ہوں۔ اس کے دماغ کو چھیڑنا نہیں چاہتا۔"

وہ بولی۔ "ٹھیک ہے۔ جمی جو سوچتا ہے سوچنے دو۔ وہ دیکھ لے گا کہ تمہاری اہم اطلاع کیا ہے؟"

میں نے اسے آقا سبحانی کا منصوبہ بتایا۔ اس نے جمی کے دماغ سے کہا۔ "جمی! میں نے تمہیں ابھی بتایا ہے کہ آقا سبحانی کے ارادے خطرناک ہیں۔ وہ کسی وقت بھی تم سے چھیڑ کرے گا۔"

جمی نے بے یقینی سے کہا۔ "آقا سبحانی بے وجہ معاہدے کی خلاف ورزی کیوں کرے گا؟"

"فرہاد نے بتایا کہ کھٹمنڈو میں دونوں تنظیموں کا ٹکراؤ ہو گیا ہے۔ آقا سبحانی کو بھی معاہدے کے خلاف تم سے ٹکرانے کا بہانہ مل گیا ہے۔"

وہ سر ہلا کر بولا۔ "پھر تو وہ ضرور چھیڑ کرے گا۔ کوئی بات نہیں جب چاہے شروع ہو جائے۔ میں بھی پچھلا قرض چکانے کے لیے تیار ہوں۔"

میں نے سونیا سے کہا۔ "یہ دو پاگل ہاتھی ایک دوسرے سے ٹکرائے بغیر نہیں رہیں گے۔ کسی کو بھی نصیحت کرنا فضول ہے۔ تم احتیاطاً فرہاد کو اپنے پاس رکھو جس کے ذریعے تم نے مانوری رسی کا دماغی توازن بگاڑا تھا۔"

سونیا نے فوراً ہی میری ہدایت پر عمل کیا۔ اس نے جمی کی توجہ ہٹا کر کے اپنا سوٹ کیس کھولا۔ پھر اس میں سے دوا کی شیشی نکال کر اپنے پرس میں رکھ لی۔ جمی نے کہا۔ "سونیا! میری بڑی خواہش ہے کہ میں فرہاد سے بات کروں۔ اس سے کہو کہ مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرے۔"

میں نے اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچایا۔ اس سے پہلے کہ میں اسے مخاطب کرتا، وہ ایک دم سے چونک کر بولا۔ "اوہ فرہاد! تم آئے ہو؟"

"ہاں جمی! میں ہوں۔ کچھ سناؤ۔ میری نقل بن کر کیسی زندگی گزار رہے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میں بول رہا ہوں۔ سُن لو، تمہاری ہی آواز اور لہجہ۔ قد اور جسامت اور صورت شکل سب تمہاری ہے۔"

میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔ "مجھے بھی خوشی ہے کہ میری شخصیت کے سہارے تم ایک نئی زندگی گزار رہے ہو۔"

"جھوٹ نہ کہو فرہاد! تم خوش نہیں ہو سکتے۔ مجھے تو تمہاری صورت بنا کر منظرِ عام پر لایا گیا ہے۔ تمہیں خوشی نہیں دہشت ہوگی۔"

میں نے خوش دلی سے جواب دیا۔ "فرہاد بن گئے اور اتنا بھی برا نہیں سکے کہ فرہاد دہشت کو جوتوں کی طرح پہن کر چلتا رہتا ہے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک میرے قدموں تلے بارود بچھائی گئی ہے۔ اور میں چلتا جا رہا ہوں۔ میں نے کہا۔ کہ دہشت میرے قدموں تلے ہی رہے گی۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "افوس! میں تمہیں چیلنج نہیں کر سکتا۔ کیونکہ سونیا میری کمزوری بن گئی ہے۔"

میں نے کہا۔ "اور میں سونیا کی کمزوری ہوں۔"

وہ بولا۔ "ہاں اس طرح تم میرے رقیب ہو۔"

"پہلے تم پیٹر ماسٹر کے رشتے سے جانی دشمن بن کر آئے تھے۔ اب سونیا کے رشتے سے رقیب بھی بن گئے۔ بولو کیا ارادے ہیں؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "پتہ نہیں تم کتنی دور بیٹھے ہو۔ تم میرے پاس پہنچ جاتے ہو۔ میں تمہارے پاس نہیں پہنچ سکتا۔ جب ہم کبھی روبرو ہونگے تو میں اپنا ارادہ بتاؤں گا۔"

یہ بات وہ چیلنج کے انداز میں نہیں کہہ رہا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ میں اسے باتوں میں لگا کر اس کے لاشعور کو کریدتا رہا۔ وہ سونیا کی خاطر مجھ سے لڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے دماغ کے ایک گوشہ میں یہ بات چھپی ہوئی تھی کہ وہ دوستانہ انداز میں سونیا کو مجھ سے مانگ لے گا۔ میں پہلے ہی اس کی دیوانگی کو سمجھ گیا تھا۔ وہ تو سونیا کے لیے پیٹر ماسٹر سے بغاوت کرنے کو تیار تھا۔ اس کی خاطر وہ میرا جان نثار دوست بن سکتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ کسی چیز کی قدر و قیمت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب اس چیز کا دوسرا طلب گار بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

میرے دل میں سونیا کی اہمیت کبھی کم نہ ہوئی مگر اب وہ اہمیت اور بڑھ گئی۔ مجھے یہ پروا نہ تھی کہ اس کا دوسرا طلب گار آ گیا ہے۔ مجھے یہ فکر تھی کہ سونیا کبھی غصے میں غلط فیصلہ کر کے اُدھر نہ چلی جائے۔ جمی نے مخاطب کیا۔ "ہیلو فرہاد! خاموش کیوں ہو گئے؟ کیا سوچ رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "یہی کہ ہم کب اور کیسے ایک دوسرے کے روبرو آ سکتے ہیں؟"

"شاید ہندوستان میں سامنا ہو جائے۔"

میں نے کہا۔ "قد! سونیا سے پوچھو، کیا ہندوستان میں ہمارا ملنا مناسب ہوگا۔ میں تمہارے دماغ میں اس کا جواب سنتا رہوں گا۔"

وہ سونیا سے باتیں کرنے لگا۔ مجھے موقع ملا تو میں اس کے لاشعور کو پڑھتے ہوئے آہستگی سے بولا۔ "ٹیلی پیتھی کی رو کٹ تھام...!"

یہ چند الفاظ اس کے جوابِ خیال کو چھیڑنے کے لیے تھے۔ اس کے ساتھ ہی لاشعور کی دھیمی دھیمی سوچ اُبھرنے لگی۔ "فرہاد اور سونیا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی میں سانس روک لیتا ہوں۔"

میں نے ایک لفظ کی چنگاری چھوڑی۔ "یوگا!"

اس کی سوچ نے کہا۔ "آہ! یہی میری کمزوری ہے کہ یوگا کے فن میں مہارت حاصل نہ کر سکا۔ فرہاد کی طرح میں بھی شباب کا رسیا ہوں سگریٹ نوشی کی عادت ہے اس لیے ایک یا ڈیڑھ منٹ سے زیادہ سانس نہیں روک سکتا۔ بہرحال یہ بھی بہت ہے۔ اتنا تحفظ ہے کہ فرہاد یا سونیا کی اچانک ہی نیرے دماغ پر حملہ نہیں کر سکتے۔ میرا غیر معمولی حساس دماغ مجھے خطرے سے آگاہ کر دیتا ہے۔"

میں جمی کے لاشعور میں پہنچا ہوا تھا۔ اور وہ شعوری طور پر سونیا سے باتیں کر رہا تھا۔ ایسا ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔ باتیں کرنے کے دوران ہم غیر شعوری طور پر دوسری باتیں بھی سوچتے رہتے ہیں۔ سونیا اور جمی کی باتیں تھم گئیں تو لاشعور کی باتیں اُبھر کر شعوری طور پر جمی کے دماغ میں آئیں۔ اس نے سوچا کہ وہ سونیا سے باتیں کرنے کے دوران کیا سوچ رہا تھا؟

یک بیک اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ فوراً ہی بوجھ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "تم۔ تم میرے دماغ میں کیا کر رہے ہو؟ میں سمجھ گیا تم۔ تم میرے چھپے ہوئے خیالات کو کرید رہے تھے...!"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ مجھے اپنے دماغ سے باہر نکال دیا۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا۔ "اسے کہو کہ فرہاد نے اس کے چھپے خیالات کو نہیں چھیڑا ہے۔"

سونیا نے یہ بات کہہ دی۔ وہ ناگواری سے بولا۔ "سونیا! تم اُس کی وکالت کر رہی ہو۔ کیا یہی تمہاری دوستی یا محبت ہے کہ اپنے محبوب کی خاطر مجھ جیسے دوست سے جھوٹ بول رہی ہو۔ میں آج بھی تمہاری خاطر بڑی بڑی طاقتوں کی مخالفت مول لے سکتا ہوں۔ تم میرے اعتماد کو دھوکہ نہ دو۔"

سونیا نے سنجیدگی سے کہا۔ "ذرا صبر کرو جمی! میں ابھی فرہاد سے سچ اور جھوٹ کا حساب کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے جمی کے سامنے ہی مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "فرہاد! جب تک جمی دوست ہے میں اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔ مجھے بتاؤ کہ تم نے جمی کے کون سے خیالات پڑھے ہیں؟"

میں نے اسے بتا دیا۔ سونیا نے اسے بتایا، وہ سر ہلا کر بولا۔ "غلطی میری ہے، میں بھول گیا تھا کہ فرہاد کتنا مکار ہے۔ میں اس مکاری کے جواب

سب سے ڈائجسٹ کا مشہور اسلامی
(دو حصوں میں)
قیمت فی حصہ ۲۵ روپے علاوہ محصول ڈاک
دوسرا ایڈیشن تیار ہے
کتابیات پبلیکیشنز۔ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

میں اسے کیسے چیلنج کروں۔ تمہارا وجود ایک دیوار ہے جسے میں توڑ نہیں سکتا۔"

وہ بولی: "مجھے خوشی ہے کہ تم میری خاطر دماغ ٹھنڈا رکھتے ہو۔ بلیز جمی! فرہاد کے معقول صلح صفائی کے انداز میں سوچو۔ میں تم دونوں کو چاہتی ہوں اور تم میں سے کسی کا نقصان برداشت نہیں کر سکتی۔"

وہ چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا۔ اب میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے غصہ نہیں دلانا چاہتا تھا۔ اس نے گہری سنجیدگی سے کہا: "سونیا! فرہاد سے یہ میری پہلی ملاقات ہے۔ اس ابتدا کو دیکھ کر میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ تم میرے لیے محبت بنو، مسئلہ نہ بنو۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازے تک پہنچا۔ پھر اسے کھولتے ہوئے بولا: "میں باہر تمہارا انتظار کروں گا۔"

اس نے باہر جا کر دروازے کو بند کر دیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی سونیا نے پوچھا: "فرہاد! تم اپنی مکاریوں سے باز نہیں آؤ گے؟ آخر اسے چھیڑنے کی کیا ضرورت تھی؟"

میں نے جواب دیا: "مجھے امید نہیں تھی کہ وہ مجھے اپنے دماغ سے نکالے بغیر تم سے باتیں کرے گا مگر واقعی وہ تمہارے سامنے بہت سی احتیاطی تدابیر کو بھول جاتا ہے۔ جب اس نے تم سے باتیں کرنے کی دھن میں مجھے فراموش کر دیا تو میں اس سنہرے موقعہ سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا؟ کیا مجھے اپنے دشمن کی کمزوری سے واقف نہیں ہونا چاہیے؟"

"وہ کبھی دشمن تھا۔ میں اسے تمہارا دوست بنانے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"تمہاری کوششوں نے اسے رقیب بھی بنا دیا ہے۔"

"تم سمجھتے کیوں نہیں ہو میں رفتہ رفتہ یہ بات اس کے دماغ میں نقش کر سکتی ہوں کہ میری دوستی اور محبت کی انتہا اس کے لیے ہے۔ مجھ سے صرف ازدواجی رشتہ نہیں ہو سکے گا۔"

"ٹھیک ہے، اس بچے کو سمجھاتی رہو۔ آئندہ میں اسے نہیں چھیڑوں گا۔"

وہ اپنے کیبن سے باہر چلی گئی۔ میں اس کے دماغ سے باہر آ گیا۔

اب میں شرلاک کے اسی پرائیویٹ بنگلے میں تھا۔ اس کے ایک بند کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا باہر کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد مجھے پھر سونیا کے پاس پہنچنا تھا کیونکہ کراچی شہر میں جمی اور آقا سبحانی کے زبردست ٹکراؤ کی توقع تھی۔ میں نے دوسرا سگریٹ نکال کر سلگایا۔ اس کا کش لگاتے وقت میں نے اس بنگلے کے باغیچے میں دو عورتوں کو دیکھا۔ وہ دونوں گھاس پر بیٹھی ہوئی تھیں اور ان دونوں کی گود میں ایک ایک بچہ تھا۔

اس منظر نے اچانک ہی دو بدن کے تصور کو ابھار دیا۔ میرے دماغ نے کہا: "جب وہ مائیں بنیں گی تو ان کی گود میں بھی ایک ایک بچہ ہوگا۔"

مجھے دو بدن کی خیریت معلوم کرتے رہنا چاہیے تھا۔ اپنی مصروفیات میں بہت دیر سے انہیں بھولا ہوا تھا۔ بہرحال یاد آتے ہی میں فوراً ان کے حشر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک آراستہ بیڈ روم کے ایک گوشے میں کھڑی ہوئی کہہ رہی تھیں: "خبردار چڑیلو! میرے قریب آؤ گی تو میں اس چمٹے کی طرح تم سب کا بھی حلیہ بگاڑ دوں گی۔"

دو بدن کے سامنے تین نرسیں ڈرا دو سہمی کھڑی تھیں۔ چوتھی نرس فرش پر پڑی کراہ رہی تھی۔ دو بدن نے اس بے چاری کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ اسی وقت بیڈ روم کا دروازہ کھلا۔ ڈاکٹر فینی ایک اور نرس کے ساتھ کمرے میں داخل ہو کر بولا: "جویل! تم نے پریشان کر رکھا ہے۔ بیزا اپنا معائنہ کراؤ۔"

دو بدن ایک ساتھ بولیں: "مجھے یہ روز روز کا معائنہ پسند نہیں ہے۔ آخر یہ چڑیلیں میرے پیٹ کو گھورتی کیوں ہیں۔ کیا انہیں شبہ ہے کہ گولی کے بجائے میں کچھ اور پیدا کرنے والی ہوں؟"

ڈاکٹر فینی نے زخمی نرس کو دیکھا جسے باقی نرسیں سنبھال کر باہر لیا رہی تھیں، پھر وہ نرمی سے بولا: "بیٹی! بچے ہی ہوں گے مگر یہ ڈاکٹروں کو ہی بہتر سمجھتے ہیں کہ کس طرح تمہارا خیال رکھنا چاہیے۔ اوپر سے احکامات آئے ہیں کہ روزانہ تمہاری میڈیکل رپورٹ حاصل کی جائے۔"

وہ بولیں: "کون اوپر سے احکامات نازل کر رہا ہے اسے میرے پاس بھیجو، میں نمٹ لوں گی۔"

ڈاکٹر نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد دو بدن کے قریب آ کر کہا: "میں بڑی الجھن میں ہوں۔ سی آئی اے والوں نے میری کوٹھی کے چاروں طرف سخت پہرہ لگا دیا ہے۔ تمہارے لیے زیادہ سے زیادہ بڑی کوٹھی فراہم کر رہے ہیں۔ یوں سمجھو کہ انہیں فرہاد کے ان ہونے والے بچوں سے گہری دلچسپی ہے۔"

یہ بات سنتے ہی میرے دماغ میں دشمنوں کی سازشیں چیخنے لگیں ظاہر ہے وہاں وہ دشمن پیٹر ماسٹر ہی ہو سکتا ہے۔ وہی میرے بچوں سے دشمنی کی حد تک گہری دلچسپی لے سکتا تھا۔

میں نے ڈاکٹر فینی کے دماغ کو کریدنا شروع کیا۔ وہ شکست خوردہ انداز میں ایک صوفہ پر بیٹھتے ہوئے سوچنے لگا: "اوہ! میں کیا کروں؟ میں نے ڈبل جویل کی بڑی خدمت سے پرہیز کی۔ سوچا تھا کہ یہ جوان ہوگی تو اس کی شادی کراؤں گا۔ شاید ڈبل جویل سے امی کی طرح ایک مزاح کے دو بچے پیدا ہوں۔ اب میری یہ توقع پوری ہونے والی تھی مگر اب ہماری مہکار دلچسپی لے رہی ہے۔ مجھے اپنی زبان بند رکھنے کی شرط پر یہ بتایا گیا ہے کہ فرہاد کے بچوں کو پیدا ہوتے ہی وہ لوگ یہاں سے کہیں لے جائیں گے اور خود ان کی پرورش کریں گے۔۔۔"

ساری باتیں سمجھ میں آ گئیں۔ یقیناً پیٹر ماسٹر میرے بچوں کو زندہ نہیں چاہے گا۔ انہیں زندہ رکھ کر مجھے بلیک میل کرے گا۔ اوہ! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان بچوں کے پیدا ہونے سے پہلے انہیں میرے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ بنا دیا جائے گا۔

ڈاکٹر فینی

صوفے پر بیٹھا سر جھکائے سوچ میں گم تھا وہ خود نہیں چاہتا تھا کہ دو بدن سے سونے والے بچے کسی دوسرے کی تحویل میں جائیں۔ مگر وہ مجبور تھا۔ اس کی رہائش گاہ کے چاروں طرف سی آئی اے والوں کا سخت پہرہ لگا تھا۔ انہیں اس سے اور دو بدن سے پوچھتے رہتے تھے کہ فرہاد ان سے رابطہ قائم کرتا ہے یا نہیں؟

جواب میں "نہیں" سن کر انہیں شبہ ہوتا تھا کہ فرہاد سے خفیہ رابطہ قائم ہے اور ان سے چھپایا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر فینی بہرحال اپنی حکومت کا وفادار تھا۔ انسران کی نظروں میں دو بدن مشکوک تھیں۔ ان کے بارے میں خیال تھا کہ وہ اپنے عاشق سے سوچ کے ذریعے گفتگو کرتی ہیں اور وہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ بنا رہی ہیں۔ اسی لئے دو بدن کی کڑی نگرانی ہو رہی تھی۔ وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ دو بدن غصہ کی اور غصہ در ہونے کی اندیشہ تھا کہ وہ غصے کی حالت میں الٹی سیدھی حرکتیں کر کے نادانستگی میں عمل ضائع کر دیں گی پھر فرہاد کو بلیک میل کرنے کی ترپ چال ختم ہو جائے گی۔

میں سمجھتا ہوں شیرنی جو دوسروں کو کھا جاتی ہے، وہ اپنے بچے نہیں کھاتی۔ ماں ہزار غصہ کی اور غصہ ور ہونے کے باوجود اپنے بچوں کے لئے موم کی طرح پگھلتی ہے۔ انہیں کبھی ضائع نہیں کر سکتی۔ سب سے زیادہ پریشانی میرے لئے تھی۔ میرا ہوا چل کر اس دھرتی پر آنے والا تھا اور دشمن اسے بوتل میں ایک جن کی طرح بند کرنے والے تھے اب میرے سامنے یہی راستہ رہ گیا تھا کہ میں دو بدن سے براہِ راست رابطہ قائم کروں۔ اور پیٹر ماسٹر کے حصار سے اسے نکالنے کی کوشش کروں۔

ایسے بھی میرا نقصان تھا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دو بدن میرے پیچھے پڑ جاتیں۔ میرے ساتھ رہنے کی ضد شروع کر دیتیں۔ شاید انہیں اخبارات کی خبریں سنائی نہیں جاتی تھیں۔ ورنہ وہ میری تلاش میں دوبارہ ملایا جانے کے لئے ہنگامے شروع کر دیتیں۔ بہرحال ابھی میرے لئے سوچنے سمجھنے کا موقع تھا۔ میں نے سوچا کہ جب ڈاکٹر فینی وہاں نہیں رہے گا تو میں کسی وقت تنہائی میں دو بدن سے رابطہ قائم کروں گا۔

میں وہاں سے واپس آ گیا۔ اب میں شرلاک کے ایک پرائیویٹ بنگلے کے ایک کمرے میں کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ کھڑکی کے باہر بنگلے کے باغیچے میں وہی دو عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں، جن کی گود میں دو بچے دیکھ کر مجھے دو بدن یاد آ گئی تھی۔ میں نے کھڑکی سے پٹ کر ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر اس کے کش لگاتا ہوا ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ میرے دماغ کی اسکرین پر رمانہ نظر آ رہی تھی۔ ایک ٹیکسی کار میں چند ہپی اس کے ہم سفر تھے اور وہ ان کے ساتھ دہلی جا رہی تھی۔

مجھے رمانہ کے سلسلے میں کئی بار پلاننگ کو بدلنا پڑا۔ پہلی پلاننگ کے مطابق وہ ہپی لڑکی کے روپ میں دہلی جا رہی تھی۔ پھر پتہ چلا کہ اس شہر میں ہمارے لئے زبردست ناکہ بندی کی جا رہی ہے۔ باہر سے آنے والے اجنبی لوگوں کو خصوصاً غیر ملکیوں کو سختی سے چیک کیا جا رہا ہے ان حالات میں میں نے رمانہ سے کہا تھا کہ وہ دہلی پہنچنے سے پہلے ہی اپنا سفر ملتوی کر دے۔ میں اسے بتاؤں گا کہ وہ کس شہر میں قیام کرے مگر اب یہ ارادہ بھی بدل گیا کیونکہ رمانہ سپر ماسٹر کے آدمیوں کی کڑی نگرانی میں تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا، وہ مسکرانے لگی: "ہیلو فرہاد! کون کون سے نگری کی سیر کر کے آ رہے ہو؟"

میں نے کہا: "تم بھول گئیں۔ ہمیں جاپانی زبان میں باتیں کرنی چاہیے!"

"سوری! اب نہیں بھولوں گی۔ سونیا اور رسس دنتی کا حال سناؤ؟"

"رسس دنتی کی ماں اس جہانِ فانی سے گزر چکی ہے۔ اس کا باپ اور ہپی فوجی چھاؤنی کے ایک بنگلے میں نظر بند ہیں۔ وہاں اتنا سخت پہرہ ہے کہ فوجی افسران بھی خصوصی اجازت حاصل کئے بغیر چھاؤنی کے اس حصے میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ وہ باپ بیٹی کے سامنے جانے والے فوجی نقاب پوش گونگے ہوتے ہیں تاکہ میں اور رسس دنتی ان کے دماغوں تک پہنچ نہ سکیں۔"

رمانہ بولی: "یہ تو میں سمجھتی تھی کہ ایسے ہی سخت اقدامات کئے جائیں گے۔ کیا رسس دنتی ہندوستان پہنچ گئی ہے؟"

"نہیں۔ میں نے اسے ہندوستان جانے سے منع کیا ہے۔ میں بھی نہیں جاؤں گا۔ تم اور سونیا وہاں بھگا دے کر دی۔ دشمنوں کو یہی سمجھنا چاہئے کہ میں اور رسس دنتی تم دونوں کے پیچھے ہیں اور دہلی میں ہی نہیں پیچھے ہوئے ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں دہلی جاؤں گی؟"

"ہاں۔ اپنا میک اپ اتار دو۔ تمہارے آس پاس سپر ماسٹر کے آدمی ہیں۔ چھپنا بے کار ہے۔ یوں بھی دہلی شہر کی چوکیوں میں چیکنگ کے دوران تمہارا میک اپ ظاہر ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میک اپ ختم کر دوں گی۔ سونیا کے متعلق بتاؤ؟"

"وہ جمی کے ساتھ کراچی میں ہے۔ پھر ایک بار جمی اور آقا سبحانی کا زبردست ٹکراؤ ہونے والا ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں وہاں پہنچوں گا۔ دیکھو رمانہ! تم جانتی ہو کہ سونیا تمہیں برداشت نہیں کرتی۔ میں جھوٹ سچ بول کر اسے موم کر رہا ہوں۔"

"وہ جھوٹ سچ کیا ہے؟"

"بھلا سچ کیا ہو سکتا ہے، سب جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ اب تک میری تمہاری ملاقات نہیں ہوئی ہے اور یہ کہ تم مجھ سے بالکل ہی کسی ہندوستانی نوجوان سے عشق کرنے لگی ہو۔"

وہ مسکرانے لگی: "آگے بولو۔ اور اسے کیا سمجھایا ہے؟"

"یہی کہ تم اس ہندوستانی نوجوان کے ساتھ ہندوستان میں ہو۔ اتنے سارے جھوٹ بول کر میں نے سونیا کو راضی کر لیا ہے کہ وہ دہلی پہنچ کر تم سے دوستی کرے اور وہاں کی مہم سر کرنے کے لئے تمہارا تعاون حاصل کرے۔"

"اچھا تو تمہارے اس جھوٹ کو نباہنے کے لئے مجھے کسی ہندوستانی جوان سے عشق کرنا ہوگا۔"

"مجبوری ہے۔ کرنا ہی ہوگا۔"

"فرہاد! ایک بات میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ تم سونیا سے بہت ڈرتے ہو۔"

"ریہرسل کر رہا ہوں کہ اگر ایک شوہر ہوتا تو سونیا جیسی بیوی کو سمجھا منا کر رکھنے کے لئے کیسے کیسے پاپڑ بیلتا۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ سچ بتاؤ، ڈرتے ہو نا؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "مرد پھر مرد ہوتا ہے۔ اسے عورت نہیں ڈراتی، عورت کی محبت ڈراتی ہے۔ پتھر کہلانے والے مرد صرف محبت سے مرتے ہیں۔"

رومانہ اپنے بیگ سے ایک آئینہ اور ویٹنگ کریم نکالنے لگی۔ اب وہ اپنا میک اپ اتار رہی تھی۔ اس کے آس پاس بیٹھی ہوئی لڑکیاں بے حیرانی سے دیکھ رہی تھیں۔ ایک لڑکی تعریفی انداز میں بولی۔ "کمال ہے تم تو چہرے بدل لیتی ہو۔"

"ہاں۔ کھٹمنڈو میں مجھے دشمنوں سے خطرہ تھا۔ اس لئے میں نے خود کو چھپایا تھا۔"

اس کی بات سن کر اگلی سیٹ پر بیٹھنے والے جاپانیوں نے گاڑی روک دی۔ پیچھے گھوم کر وہ رومانہ کو دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "تم فراڈ ہو تم ہمارے ساتھ کسی مارتھا نامی لڑکی کے میک اپ اور پاسپورٹ میں آئی ہو۔"

"آئی تھی۔ اب میں مارتھا نہیں، رومانہ ہوں میرے پاس اپنا پاسپورٹ ہے۔"

اس نوجوان نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ اپنی اصلیت بتاؤ ورنہ ہم تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے۔"

میں نے رومانہ سے کہا۔ "یہ سب انجان بن رہے ہیں۔ خود کو سپر ماسٹر کے آلۂ کار ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ محض باتیں بنا رہے ہیں تاکہ میرا تمہارا رابطہ ظاہر ہوتا رہے۔"

رومانہ نے انہیں جواب دیا۔ "ٹھیک ہے اپنے ساتھ نہ لے جاؤ۔ میں آگے کسی شہر میں ساتھ چھوڑ دوں گی۔"

ایک نوجوان نے دوسرے سے کہا۔ "اوہ جانی! رومانہ اچھی لڑکی ہے۔ اسے ہم تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ کم آن گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ رومانہ مسکرانے لگی میں نے کہا۔ "تم بڑے آرام سے سفر کرو گی۔ مجھے اطمینان ہے۔ اس لئے اب جا رہا ہوں۔"

اس سے دو چار باتیں کرنے کے بعد میں نے رس ونتی کے کیبن تن سنگ کے دماغ میں جھانکنا چاہا۔ یوگا کے استاد نے اپنی سانس روک لی پھر آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے پوچھا۔ "بیٹی! یہ تم ہو؟"

"نہیں آپ کا بیٹا ہوں فرہاد! کیا ماتاجی کا کریا کرم (مرنے والی کی آخری رسوم) ہو چکا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "ہو رہا ہے بیٹے مگر مجھے اجازت نہیں ہے کہ میں اپنی بیوی کی چتا تک جا سکوں۔ کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ مرنے والی کو آخری بار بھی نہ دیکھ سکوں گا۔"

میں نے کہا۔ "دھیرج رکھیں۔ بھاگوں کا لکھا پورا ہوتا ہے۔ انشاء اللہ ہم جلد ہی آپ کو اور رس ونتی کو وہاں سے نکال لائیں گے۔"

"بہت مشکل ہے۔ یہاں ایسی سنتیاں ہیں کہ تم دونوں کی ٹیلی پیتھی کام نہ آ سکے گی۔"

"بے شک وہ لوگ مضبوط بند باندھ رہے ہیں مگر ہم دریا کا رخ دوسرا راستہ کاٹ کر، راستہ بدل کر آئیں گے۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

بڑھاتن سنگ، رس ونتی کے ساتھ پوجا کے لئے دوسرے کمرے میں جا رہا تھا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اتنے میں رس ونتی کی چیخ نے مجھے مخاطب کیا۔ "شکریہ فرہاد! تم میرے پتاجی کو تسلیاں دے رہے ہو مگر میں اب صبر نہیں کر سکتی جو کرنا ہے فوراً ہی کر گزرو۔"

"رس ونتی! جب بہت زیادہ ذہنی پریشانیاں ہوں تو آدمی بے چینی اور بے صبری سے غلط قدم اٹھا لیتا ہے۔"

"تمہیں اتنی ذہنی پریشانی نہیں ہے۔ تمہارا اٹھایا ہوا قدم غلط نہیں ہوگا۔"

"اگر تم مجھے اپنا سمجھتیں تو تمہارا دل گواہی دیتا کہ تمہاری پریشانیاں میری پریشانیاں ہیں۔ میں اپنے پتاجی اور اپنی بہن کو وہاں سے نکالنا چاہتا ہوں۔ یہ بہت بڑی ذمے داری ہے اور میں اس میں ناکام نہیں ہونا چاہتا۔"

وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "تمہاری باتیں دل جیت لیتی ہیں میں سوچ کر آئی تھی کہ تمہیں فوراً ہی کوئی قدم اٹھانے پر مجبور کروں گی مگر تمہارے دلائل نے مجھے مجبور کر دیا۔"

"دراصل میں سونیا کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ کراچی میں ہے۔ کل تک اسے دہلی پہنچا دوں گا ابھی میرے منصوبے کا پکا سا خاکہ یہ ہے کہ سونیا اور رومانہ دشمنوں کو وہاں الجھائیں گی اور میں چپ چاپ اپنے طور پر کچھ کرتا رہوں گا وہ کیسے الجھائیں گی اور میں کیا کرتا رہوں گا۔ یہ باتیں ابھی میرے ذہن میں واضح نہیں ہیں۔"

وہ چپ رہی۔ شاید کچھ سوچ رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا چلی گئیں؟"

"نہیں۔ سوچ ہی رہی تھی کہ تم ہمیشہ آڑے وقت پر میرے کام آئے ہو جہاں میری ٹیلی پیتھی بے بس ہوتی ہے، وہاں سے تمہارا سہارا شروع

ہوتا ہے۔"

اسے روحانی انداز میں چھیڑنے کا یہ اچھا موقع تھا مگر میں نے ضبط سے کام لیا۔ کیونکہ وہ اپنی ماں کا سوگ منا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "رس ونتی! تم تمام دشمنوں سے چھپنے میں کامیاب رہی ہو۔ آج رات ہی بھی دشمنوں کی نظروں سے اوجھل ہونے کی کوشش کروں گا۔"

اس نے پوچھا۔ "وہ کوالالمپور کا اجنبی میزبان کہاں ہے؟"

"وہ پچھلی رات سے خاموش ہے۔ مجھے ملایا کی سرحد پار کرانے والا مجھ سے غافل نہیں ہوگا۔ وہ مجھے شرلاک کے مہمان کی حیثیت سے دیکھ رہا ہوگا۔ وہ کم بخت خود کو میرے لئے معمہ بنا رہا ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ وہ ماسک مین کا آدمی ہے۔ اس کا طریقہ کار الیا ہے کہ مجھے اس کی کھوپڑی تک پہنچنے میں ناکامی ہو رہی ہے۔"

"تمہیں روپوش ہونے کے لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم دونوں تنہائیوں سے چھپ کر محفوظ ہو جاؤ اور وہ روپوش رہنے والا تمہیں چپ چاپ دیکھتا ہی رہے۔"

"میں محتاط رہوں گا۔ تم میرا ایک کام کرو تھوڑی دیر میں سونیا سے رابطہ قائم کرتی رہو۔ وہاں جمی اور آقا سبھانی پھر ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے والے ہیں۔ بس یہ خیال ہے کہ آقا سبھانی طلیسم میں آکر سونیا کو نقصان نہ پہنچائے۔ باقی دونوں پاگل ہاتھیوں کو لڑنے دو۔ اس طرح دو تنظیمیں ٹکراتی رہیں گی۔ تو ہمیں فائدہ پہنچتا رہے گا۔"

"ٹھیک ہے میں سونیا کا خیال رکھوں گی۔"

میں نے سوچا۔ وہ سونیا سے باتیں کرے گی تو سونیا رومانہ کے سلسلے میں ضرور کچھ بولے گی۔ یہ سوچ کر میں نے رس ونتی کو بتایا کہ میں نے سونیا کو سمجھانے منانے کے لیے کیسے کیسے جھوٹ بولے ہیں۔ میری تمام باتیں سننے کے بعد رس ونتی نے کہا۔ "تم ہر طرح سے قابل پرستش ہو مگر تمہاری یہ بدحواسیاں تمہاری اچھائیوں پر پانی پھیر دیتی ہیں۔ سونیا تمہیں دیوتا کی طرح سے گزر کر چاہتی ہے اور تم اسے فریب دیتے رہتے ہو۔"

"میں نے اسے نقصان پہنچانے والا فریب کبھی نہیں دیا۔"

"عورت کو صرف ایک ہی صورت سے نقصان پہنچتا ہے۔ وہ یہ کہ اس کا مرد اس سے دور رہے۔ تمہاری ذات سے سب سے زیادہ نقصان سونیا کو پہنچ رہا ہے۔"

"میں سونیا سے دور نہیں تھا ہم ہمیشہ ساتھ رہے مگر دشمن حالات بار بار ہمیں جدا کرتے رہے موجودہ جدائی طویل ہو گئی ہے ہم جلد ہی پھر ملیں گے اور پھر بچھڑ جائیں گے۔"

"تم جان بوجھ کر بچھڑ جاؤ گے۔"

"ہاں مجبوری ہے۔ سونیا مجھے آزاد نہیں رہنے دیتی۔"

"وہ آزادی نہیں دیتی یا عیاشی کی اجازت نہیں دیتی۔"

"یہ عیاشی ایک ہی صورت سے ختم ہو سکتی ہے۔"

"کیسے؟" رس ونتی نے پوچھا۔

"ایسے کہ تم میری بن جاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے بعد کوئی لڑکی میری زندگی میں نہیں آئے گی۔"

ادھر چپ لگ گئی۔ میں نے کہا۔ "تمہاری ماتاجی کا دیہانت (انتقال) ہو گیا ہے۔ ایسے وقت میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ مجھے ایک بار آزما لو۔"

جواب میں خاموشی رہی۔ میں نے آواز دی۔ "چپ کیوں ہو؟ میں سمجھنا چاہتا ہوں تم سمجھنا نہیں چاہتیں۔ یہی بات ہے نا؟"

بدستور خاموشی رہی۔ میں نے کہا۔ "پتہ نہیں تم شرما رہی ہو یا اس موضوع سے کترا رہی ہو۔ جلد موضوع بدل کر بات کریں گے۔ تم سونیا کے پاس جا رہی ہو نا؟"

کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے دو چار بار آوازیں دیں۔ پتہ چلا کہ وہ بھاگ گئی ہے۔ میں ایک سرد آہ بھرنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ میرے ہاتھ میں سگریٹ بجھ گیا تھا۔ اسے ایش ٹرے میں ڈال کر میں نے دوسرا سگریٹ سلگایا۔ شرلاک کی وہ کوٹھی بہت ہی خوبصورت تھی۔ میں جس خوابگاہ میں بیٹھا ہوا تھا وہ بڑی خوبصورتی سے سجائی گئی تھی دوسرے کمرے میں بے بی لوڈھی خاتون کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ تانیہ کچن میں رات کا کھانا تیار کر رہی تھی اور باتھ روم ڈریسنگ روم میں کھیل رہا تھا۔ وہ ماحول بڑا ہی پرسکون تھا۔ ابھی کوئی دشمن وہاں نہیں پہنچ رہا تھا۔ یا پھر وہ ابھی مجھے چھیڑنا نہیں چاہتے تھے۔

میں شرلاک کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کھانے کی میز پر جولیا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ جولیا کے ماں باپ، اس کا ماموں اور دو بچے بھی وہاں کھانے میں مصروف تھے۔ میں شرلاک کے دماغ سے جولیا کی باتیں سننے لگا۔ اس کی آواز اور لہجے کو اپنی یادداشت میں محفوظ کرنے لگا۔ شرلاک نے کھانے کے دوران کہا۔ "مجھے کوالالمپور میں ایک خاتون کی فون کال موصول ہوئی تھی۔"

یہ بات سن کر جولیا اور اس کے والدین چونک گئے۔ شرلاک نے کہا۔ "وہ خاتون کہہ رہی تھیں کہ تمہاری سوتیلی والدہ میں میرے ڈیڈی نے آج سے سترہ برس پہلے اس خاتون سے شادی کی تھی۔"

جولیا کی ماں نے کہا۔ "وہ بکواس کرتی ہے جولیا کے ڈیڈی ایک پیرس گئے تھے۔ وہاں بھی ایک خاتون دعویٰ کر رہی تھیں کہ وہ شرلاک سینئر کی بیوہ ہے اور اس کے دو بچے ہیں۔ بیٹے شرلاک! یہ سب تمہارے ڈیڈی کی دولت اور جائداد کا لالچ ہے۔ یہ بھی کوئی بات ہے کہ تمہارے ڈیڈی کے مرنے کے بعد انہیں بدنام کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے خاندان سے باہر دوسری شادی کی تھی۔"

شرلاک نے کہا۔ "مگر وہ خاتون دعویٰ کر رہی تھیں کہ ان کے پاس نکاح نامہ اور دوسرے ایسے دستاویزات موجود ہیں جن کے ذریعے وہ میرے ڈیڈی کی منکوحہ ثابت ہو جاتی ہیں اور وہ دونوں بچے ڈیڈی کی جائداد میں

میرے حصّے دار بن جاتے ہیں۔"

جولیا کے مذاق میں تھا۔ وہ دل ہی دل میں مسکراتی ہوئی سوچ رہی تھی۔ "اونہہ! وہ بڑھیا یہاں پہنچ ہی نہیں سکے گی۔ ماموں کے آدمی نے اسے اور اس کے بچّوں کو ٹرین میں ہی ہلاک کر دیا ہوگا۔"

اس کی سوچ سے معلوم ہو گیا کہ ٹرین میں تانیہ اور اس کی ماں پر حملہ کرنے والا وہ قاتل جولیا کے ماموں کا آدمی تھا اور اسے میں نے چلتی ٹرین سے باہر پھینک دیا تھا۔ یہی خوش فہمی تھی کہ وہ خاتون اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے اب نہیں آئے گی۔ جولیا کے ماموں نے کہا۔ "بیٹا وہ نکاح نامہ اور دستاویزات جعلی ہوں گے۔ دیکھ لینا وہ عورت اپنے بچوں کے ساتھ نہیں آئے گی۔"

شرلاک نے سر ہلا کر کہا۔ "اچھا ہے کہ نہ آئے۔ اور اگر آئے گی اور اس کے پاس دستاویزات درست ہوں گی تو پھر یہاں کی ساری جائداد میں ان بچّوں کو حصّہ دینا ہی ہوگا۔"

جولیا ناراضی سے بولی۔ "شرلاک! اتنے انصاف پسند نہ بنو۔ میں تو انہیں دھکے دیکر یہاں سے نکالوں گی۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "تم تو شادی سے پہلے ہی اپنی ہونے والی ساس پر زبانی حملے کر رہی ہو۔"

وہ بولی۔ "کیا تم اسے میری ساس اور اپنی ماں تسلیم کر رہے ہو؟"

"اس کا دعویٰ درست ہوگا تو تسلیم کر لوں گا۔"

جولیا کی ماں نے کہا۔ "بیٹی، تم خواہ مخواہ بحث کر رہی ہو۔ پہلے اس عورت کو بچّوں سمیت یہاں آنے تو دو۔"

جولیا کو غلطی کا احساس ہوا کہ جو عورت بچّوں سمیت ہلاک کر دی گئی ہے وہ اب نہیں آئے گی۔ ماں کو اسے شرلاک سے بحث نہیں کرنا چاہیے۔ وہ سب تھوڑی دیر تک خاموشی سے لقمے چباتے رہے۔ پھر شرلاک نے کہا۔ "پتہ نہیں یہ مائیک کہاں مر گیا ہے۔ میں نے اسے کہا تھا کہ وہ میری واپسی تک یہاں سے نہ جائے۔"

جولیا کے باپ نے کہا۔ "دوپہر کو مائیک نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا تھا۔ اس کے بعد باہر چلا گیا۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ تمہارے استقبال کے لیے ایئرپورٹ گیا ہے۔"

میں جولیا کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ خیالات یہ تھے کہ مائیک کو قتل کر دیا گیا ہے کیونکہ قتل کرنے والا، ہمارے راز کو آہستہ آہستہ کریدنے لگا۔ قصّہ یوں تھا کہ مائیک اسی خاندان کا ایک نوجوان تھا۔ اس کے ماں باپ مر چکے تھے۔ وہ شرلاک کے کاروبار کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ شرلاک کا وفادار تھا۔ مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر جولیا کو پسند کرنے لگا تھا۔ جولیا کی سوچ سے بتا رہی تھی کہ وہ ایک کے جذبات سے کھیل رہی تھی۔ اور اسے اپنی محبت کا جھوٹا یقین دلاتی رہی تھی کیونکہ کاروبار مائیک کے ہاتھ میں تھا۔

پچھلی رات ایسا ہوا کہ جولیا اپنی ماں، باپ اور ماموں کے ساتھ اپنے بیڈ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کی گفتگو کا موضوع شرلاک کی سوتیلی ماں اور سوتیلے بھائی بہن تھے۔ ماموں انہیں یقین دلا رہا تھا کہ ان ماں بچّوں کو ٹرین میں ہی ٹھکانے لگا دیا گیا ہوگا۔ یہ باتیں مائیک نے اس وقت سن لیں، جب وہ جولیا سے سننے اس کے بیڈ روم میں داخل ہو رہا تھا۔ ماموں کی نظروں میں یہ بات ان کے مفاد کے خلاف تھی۔ مائیک وفادار تھا اس بات کو شرلاک کے کانوں تک پہنچا سکتا تھا۔

جولیا نے تنہائی میں مائیک کو پیار و محبت سے بھگایا۔ مائیک نے کہا۔ "اگر گھر میں شرلاک سے کوئی بات نہیں چھپا تا۔ تاہم سوتیلے رشتہ داروں کے مرجانے سے شرلاک کو ہی فائدہ پہنچے گا۔ ساری جائداد شرلاک ہی کو ملے گی اس لیے میں تمہارے راز کو راز ہی رکھوں گا۔"

آج صبح ماموں نے جولیا سے کہا۔ "بے شک تم مائیک کو بے وقوف بنا رہی ہو لیکن جس دن اسے معلوم ہوگا کہ تم محبت کے جھوٹے وعدے کر کے اسے بہلا رہی ہو اسی دن یہ شرلاک کے سامنے ہماری سازشوں کو بے نقاب کر دے گا۔ اپنے راز میں اس احمق کو شریک نہیں کرنا چاہیے۔"

قصہ مختصر مائیک دوپہر کے کھانے کے بعد باہر گیا تو ماموں صاحب بھی پیچھے گئے شام کو واپس آکر بتایا کہ ٹرین کے ایک قاتل نے مائیک کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ اس کی لاش بھی کسی کو نہیں ملے گی۔ جولیا کے یہ خیالات پڑھ کر میں ماموں کے دماغ میں پہنچا۔ وہ کھانا ختم کرنے کے بعد ایک پیالی میں اپنے لیے کافی انڈیل رہا تھا۔ اس کے مزاج میں سختی تھی۔ وہ زبردست قوتِ ارادی کا مالک تھا۔ جو مقصود بے دماغ میں آتے تھے، انہیں فولادی ارادوں سے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیتا تھا۔

ویسے دماغ کتنا ہی مستحکم ہو، اگر اس میں سوچ کی لہر ذرا بھی اِدھر اُدھر ہو ہو جائے تو سارا استحکام دھرا کا دھرا رہ جاتا ہے۔ ماموں کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ میں نے سوچ کی ایک ہلکی سی پھونک ماری تو کیتلی سے انڈیلی جانے والی کافی اس کے لباس پر گر پڑی۔ وہ ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ سب ہی چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ اپنا سر ہلاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اچانک سے کیا ہو گیا تھا۔ اس کا دماغ کبھی بے قابو نہیں ہوتا تھا پھر اس کا ہاتھ کیسے بہک گیا؟

اس نے معذرت چاہی، پھر لباس بدلنے کے لیے اپنے کمرے میں جانے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "شاید میں لاشعوری طور پر پریشان ہوں کہ مائیک کے قتل کا بھید نہ کھل جائے۔"

اسی کی سوچ نے کہا۔ "میں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے مائیک کو ہلاک کیا ہے۔ میں نے پیچھے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ میری انگلیوں میں فولادی سُل چڑھا ہوا تھا۔ ایک ہی فولادی ضرب کافی ہوتی ہے مگر وہ جوان ذرا چوڑی دار تھا وہ لڑکھڑا کر گرا۔ اٹھنے لگا۔ میں نے اس کے چہرے پر دوسری ضرب لگائی وہ گرا تو پھر اٹھ نہ سکا۔ اسے ٹٹول کر دیکھنے پر اطمینان ہو گیا کہ وہ مر چکا ہے۔ میں نے اسے گھسیٹ کر گڑھے میں پھینک دیا۔ پھر اس کے آہنی ڈھکن کو اوپر سے لگا دیا۔ وہاں کچرا گلی میں کوئی نہیں دیکھنے والا نہیں تھا۔ پھر۔

پریشان ہونے والی کیا بات ہے؟"

وہ سوچتے سوچتے کمرے میں آیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "جولیا اللہ اس کی ممی ڈیڈی سمجھ رہے ہیں کہ مائیک کو کرائے کے قاتل نے ٹھکانے لگایا ہوگا۔"

"ہاں۔ اس کی سوچ نے کہا۔ "ان سے یہ جھوٹ کہ کر میں نے کرائے کے قاتل کا معاوضہ دس ہزار ڈالر وصول کیے ہیں۔ شرلاک کی وہ سوتیلی ماں جو اپنے بچّوں کے ساتھ یہاں آنا چاہتی تھی ان کے قتل کا معاوضہ پچیس ہزار ڈالر وصول کر چکا ہوں۔ کرائے کے قاتل کو صرف دو ہزار ایڈوانس دیئے تھے باقی تین ہزار اور دوں گا۔ مگر وہ کمبخت ابھی تک رقم لینے نہیں آیا۔"

ماموں لباس تبدیل کرنے لگا۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ بہت مکار اور لالچی ہے۔ جولیا کے مفاد کے لیے کام کرتا ہے اور اس کے ماں باپ سے بھی جھوٹ بول بول کر بڑی بڑی رقمیں حاصل کرتا ہے۔ اچانک فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اُٹھایا۔ اسی کو مٹھی کے دوسرے فون کا ریسیور بھی ایک ملازم اٹھا کر کسی سے پوچھ رہا تھا۔ "آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں؟"

دوسری طرف سے کسی نے کہا۔ "مسٹر ڈیوڈ کو بلاؤ۔"

ماموں کا نام ڈیوڈ تھا۔ اس نے ملازم سے ریسیور رکھنے کے لیے کہا پھر دوسری طرف سے فون کرنے والے سے بولا۔ "میں ڈیوڈ بول رہا ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

"میں ایک صدری شہر کا ڈاکٹر ہوں میرے ہسپتال میں ایک نسلی شخص آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ ہولڈ آن کریں۔"

وہ انتظار کرنے لگا چند لمحوں کے بعد اس سرمونڈے قاتل کی آواز سنائی دی جو ٹرین میں تانیہ، اس کی ماں اور بھائی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ ڈیوڈ ماموں نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم ہسپتال میں زخمی ہو؟"

وہ بولا۔ "ہاں شکر ہے کہ صرف زخمی ہوں مرتے مرتے بچ گیا۔ میں بھاگتی ہوئی ٹرین سے گر پڑا تھا۔"

ڈیوڈ نے غصے سے کہا۔ "او یونان سنس، کیسے گر پڑے تھے؟"

"میں فون پر نہیں بتا سکتا۔ چلنے پھرنے کے قابل ہو کر ہسپتال سے آکر ساری باتیں بتاؤں گا۔ میں ایک طویل بے ہوشی کے بعد ہوش میں آیا ہوں اور اطلاع دے رہا ہوں کہ وہ عورت اور بچے بنکاک پہنچ رہے ہیں۔"

ڈیوڈ نے جھنجھلا کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ سارے خواب چکنا چور ہو گئے۔ کامیابی سے بنایا ہوا منصوبہ درہم برہم ہو گیا۔ اس نے ملازم کو بلا کر کہا کہ وہ مسٹر جان اور مسز جان کو فوراً بلا کر لائے۔ جولیا کے ماں باپ جان اور مسز جان کہلاتے تھے۔ ڈیوڈ انہیں اپنے کمرے میں بُلا کر وہ منحوس خبر سنانا چاہتا تھا کہ شرلاک سینئر کی جائداد میں حصّہ لینے وہ خاتون اپنے بچوں کے ساتھ بنکاک پہنچ گئی ہے۔

میں نے ڈیوڈ کو چھوڑ کر شرلاک سے رابطہ قائم کیا۔ وہ کھانے کی میز سے اٹھ کر اپنی خوابگاہ میں آگیا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ چونک کر بولا۔ "فرہاد! یہ تم ہو؟"

"ہاں۔ بہت دیر سے تمہارے رشتہ داروں کی کھوپڑیوں میں گھوم رہا تھا۔ جو معلومات حاصل ہوئیں۔ وہ یہ ہیں کہ جولیا کے ماموں ڈیوڈ نے تانیہ دغیرہ کو ٹرین میں قتل کرنے کے لیے اس کرائے کے قاتل کو بھیجا تھا جسے میں نے ٹرین سے باہر پھینک دیا تھا۔"

شرلاک نے کہا۔ "یہ تو بڑی کمینگی ہے۔ یہ لوگ دولت اور جائیداد کے لالچ میں خون خرابے پر اُتر آئے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "آگے تو سنو۔ مائیک کو ان کی سازش کا علم ہو گیا تھا۔ ڈیوڈ نے اُسے بھی قتل کر دیا ہے۔"

شرلاک کو صدمہ پہنچا۔ وہ ایکدم صوفہ پر بیٹھ گیا۔ اس کے تصوّر میں مائیک نظر آرہا تھا۔ وہ مائیک کو بہت پسند کرتا تھا کیونکہ وہ بڑی ایمانداری سے اس کا کاروبار سنبھال رہا تھا۔ اس نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "میں ڈیوڈ انکل کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے کہا۔ "غصّہ تھوک دو۔ مرنے والا واپس نہیں آئے گا۔ مگر اس کا بدلا میں مائیک بن کر آؤں گا۔"

وہ چونک کر بولا۔ "تم؟ ہاں تم مائیک کا رول ادا کر سکتے ہو۔ میں ابھی میک اپ کے سامان کے ساتھ مائیک کی تصویر لیکر آؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "کاش! میں اس کی آواز اور لہجے سے بھی واقف ہوتا۔ بہرحال انکل ڈیوڈ نے مائیک کے چہرے پر فولادی سُل سے حملہ کیا تھا۔ میں زخمی حالت میں وہاں آؤں گا۔ پٹی کے منہ سے نکل آنے والے کی آواز بدلی ہوئی ہو سکتی ہے۔"

"فرہاد! آواز اور لہجے کی پروا نہ کرو۔ میرے ہاں کیسٹ لائبریری ہے۔ اس لائبریری میں میرے خاندان کے ہر فرد کی باتیں ریکارڈ ہیں۔ میری ممی اور ڈیڈی اب اس دنیا میں نہیں ہیں مگر میں ان کے کیسٹ کے ذریعے ان کی آوازیں سنتا ہوں۔ مائیک کا بھی ایک کیسٹ موجود ہے۔"

"بس ٹھیک ہے۔ تم میری ضرورت کا تمام سامان لے کر فوراً پہنچو۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ اچھا۔ بائی۔۔۔"

میں اپنی جگہ واپس آگیا۔ اب ارادہ تھا کہ ذرا آرام کروں۔ روما نہ کی طرف سے اطمینان تھا۔ سونیا کی گرانی رس رہی تھی۔ دو بدن سے میں اس وقت مالبلہ قائم کرتا جب وہ اپنے کمرے میں باکل تنہا ہوتی۔ میں اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس کمرے کا دروازہ ڈرائنگ روم میں کھلتا تھا۔ وہاں ماسٹر روی ٹیلیفون کا ریسیور اٹھائے کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے اپنے منہ پر انگلی رکھتے ہوئے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر دوبارہ ہاتھ کے اشارے سے مجھے قریب آنے کے لیے کہا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ یونہی اندازے سے کسی کے نمبر ڈائل کر چکنے کے بعد شرارتاً کسی سے باتیں کر رہا ہے۔

میں صوفے پر اس کے قریب بیٹھ کر اس کے کان کے پاس جھک گیا۔ جیسے ریسیور سے دوسری طرف کی باتیں سن رہا ہوں حالانکہ ماسٹر رومی کی سوچ کے ذریعے مجھے سب کچھ معلوم ہو رہا تھا۔ فون پر کوئی عورت پوچھ رہی تھی۔ "بیٹے! آخر تم چاہتے کیا ہو؟ کبھی اپنی کو پوچھ رہے ہو۔ کبھی فنی کی بات کر رہے ہو۔ بس نام کی لڑکیاں ہمارے پاس نہیں ہیں۔ پھر یہ کہ ہمارے مسلح اینڈ باتھ کے دفتر میں نمبروں کے ذریعے لڑکیاں طلب کی جاتی ہیں۔ مگر تمہاری آواز سے پتہ چلتا ہے کہ تم کم سن ہو۔ کیا اپنے باپ کے بے کوئی چھوٹی مانگ رہے ہو؟"

بنکاک میں مساج اینڈ باتھ کا ایک بہت بڑا شوروم ہے۔ اتنا بڑا کہ وہاں تقریباً دو سو لڑکیاں سج دھج کے ساتھ شوکیس میں بٹھائی جاتی ہیں۔ ایک سے لے کر دو سو تک ہر شوکیس کا نمبر ہے جو لوگ حمام میں نہانے جاتے ہیں وہ پہلے گھوم پھر کر ان میں سے کوئی لڑکی پسند کر لیتے ہیں۔ پھر کاؤنٹر پر اس شوکیس کا نمبر بتا دیتے ہیں۔ وہی لڑکی فوراً حاضر کر دی جاتی ہے۔ بنکاک زبردست عیاشی کا اڈہ ہے۔ وہاں ہر ملک اور ہر قوم کی لڑکیاں کسی بھی وقت دستیاب ہو سکتی ہیں۔

ماسٹر رومی نے اس عورت کو جواب دیا۔ "میرا باپ مر چکا ہے آپ مجھ سے بات کریں۔ مجھے ایک لڑکی کی ضرورت ہے۔ کیا آپ کے ہاں جو لڑکیاں ہیں وہ میری بہن بن سکتی ہیں؟"

"اوہ!" وہ عورت گڑبڑا گئی۔ اس کی زندگی میں پہلی بار ایک بارہ برس کا لڑکا گاہک بن کر فون کر رہا تھا۔ جہاں لڑکیوں کے جسم سے کپڑے اتارے جاتے ہیں وہاں وہ انہیں بہن بنانا چاہتا تھا۔ اس معصوم گاہک کے سامنے وہ بوڑھی گناہگار عورت پہلی بار اپنے اعمال سے کانپ گئی۔ اس نے فوراً ہی ریسیور رکھ دیا۔ فون کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

ماسٹر رومی نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا مصیبت ہے دنیا میں اتنی عورتیں ہیں مگر کوئی اچھی سی بہن نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔ "آدمی اگر بہنوں کے رشتے قائم کرنا چاہے تو یہ دنیا تمہاری طرح معصوم ہو جائے۔ آہ! مگر آدمی کسی کو بہن کے بجائے دوشیزہ کیوں بناتا ہے یہ بات ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ ابھی تمہاری عمر نہیں تلاش کرنے کی ہے۔ ویسے تانیہ اتنی اچھی اتنی خوبصورت بہن ہے۔ کیا اس سے جھگڑا ہو گیا ہے؟"

"وہ خود ہی جھگڑا کرتی ہے پھر یہ کہ کیا ان اس کی شادی ہو گی وہ مجھے چھوڑ کر چلی جائے گی۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔ بہنیں شادی کے بعد اپنا الگ گھر بنا لیتی ہیں۔"

وہ صوفہ پر سے اٹھ کر بولا۔ "اسی لیے تانیہ پر غصہ آتا ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلی جائے گی۔ شادی کرے گی۔ کیا میں باہر سے کسی بہن کو دلہن بنا کر نہیں لا سکتا؟"

میں اس کی معصومیت پر زور زور سے ہنسنے لگا۔ میری ہنسی کی آواز سن کر بے فی، تانیہ اور اس کی والدہ ڈرائنگ روم میں چلی آئیں۔ میں نے ماسٹر رومی کی باہر نہیں بتائیں تو وہ بھی ہنسنے لگیں۔ تانیہ نے اعلان کیا۔ "ڈائننگ ٹیبل پر کھانا تیار ہے رومی کے سوا سب کو کھانے کی دعوت دی جاتی ہے۔"

بے فی نے رومی کو بازوؤں میں لے کر کہا۔ "تانیہ پھر جھگڑے کی بات کر رہی ہے۔ رومی! آج سے میں تمہاری بہن ہوں۔ تمہارے بھائی نے مجھے دلہن بنایا ہے اس رشتے سے میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔" سب نے تائید کرتے ہوئے تالیاں بجائیں پھر کھانے کی میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے۔ بے فی میرے پاس آ کر بیٹھنا چاہتی تھی مگر اس سے پہلے تانیہ میرے ساتھ والی کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس لڑکی کا دل جانتا تھا کہ مجھے بار بار دیکھے میرے قریب رہے اور میرے ساتھ باتیں کرتی رہے اس کی ان خواہشات میں معصومیت تھی۔ ابھی وہ اپنے لاشعور کو ٹٹولنا نہیں جانتی تھی کہ وہ ایسا کیوں چاہتی ہے۔

میں دماغ کی چور کتاب کو پڑھتا ہوں مگر میں پہلے ہی فیصلہ کر چکا تھا کہ تانیہ سے دور رہوں گا۔ میری بہن بے فی شرلاک کی بیوی تھی۔ اس لیے میں شرلاک کی بہن سے دلچسپی لے کر اپنے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا اس سلسلے میں مجھ میں ایک برائی ہے اور ایک اچھائی ہے۔ برائی یہ کہ حسن و شباب پر مرتا ہوں۔ اچھائی یہ کہ دیوانگی سے توبہ کر لوں تو مونا جیسی قیامت خیز شباب والی حسینہ بھی میرے قدم ڈگمگا نہیں سکتی۔

بے چاری مونا کہاں ہو گی؟ کس حال میں ہو گی؟ میں اس کی خیریت نہیں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے حتی الامکان اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ مجھ پر ہی مرمٹنے کی راہ پر چل رہی تھی میرے بعض قارئین شکایتاً کہتے ہیں کہ میں خود کو گھاگھ بنا کر پیش کرتا ہوں۔ میری زندگی میں جتنی حسین لڑکیاں آئی ہیں میں ان پر عاشق ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ بھائیو! ذرا غور کرو گلفام میں نہیں، میری صلاحیتیں ہیں۔ لڑکیاں مجھ پر نہیں میری خیال خوانی پر مرتی ہیں۔ جب لڑکیاں آٹوگراف بکس لیکر کرکٹ کے کھلاڑیوں کے پیچھے بھاگتی ہیں کوئی فلمی اداکارہ کسی کھلاڑی کو میدان سے بھگا کر اپنے ساتھ لندن لے جاتی ہے تو آپ اندازہ کریں کہ مجھے کتنی لڑکیاں بھگا کر لے جانے کے لیے تیار بیٹھی ہی ہوں گی۔

مرد اپنی صورت سے کبھی خوبصورت نہیں ہوتا وہ اپنے کام سے اور بلندی پر جاتے ہوئے نام سے پوجا جاتا ہے جب تک میری خیال خوانی کی شہرت ہے اس وقت تک اس پر بڑھتے ہوئے سورج کی پرستش ہوتی رہے گی۔ وہ گئی میری عاشق مزاجی کی بات تو میں ہمیشہ تسلیم کرتا ہوں کہ میں ایسا ہوں۔ ہمارے ہاں اپنی داستان حیات لکھنے والے مرشد اخلاقی باتیں لکھتے ہیں اور اپنی غیر اخلاقی حرکتوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں میں قلم بیچ کر ایسا

نہیں کر سکتا۔ میں جیسا ہوں ویسا ہی خود کو پیش کروں گا۔ میری اب تک شائع ہونے والی داستان گواہ ہے کہ رومانس اور سیکس کے باوجود میں اخلاقی اور سماجی شعور کو بیدار کرنے والی باتیں کرتا رہتا ہوں۔

بہرحال مونا کی بات ہو رہی تھی وہ اپنے حسن و شباب کو اپنے شوہر کی امانت سمجھتی تھی اور یہ بھی اچھی طرح سمجھتی تھی کہ میں شوہر نہیں بن سکتا۔ کوئی دوسرا اس کے من میں سما تا نہ تھا اور میں ہر جائی اس کے شباب میں سما سکتا تھا، ہر میں نہیں۔ ان حالات کے پیش نظر میں اس کی خیریت معلوم کرتا اور اسے کسی مسئلہ یا خطرے سے دوچار ہوتے دیکھتا تو اس کی مدد کے لیے پہنچنا پڑتا۔ وہ جو دوری کی حاری ہو رہی تھی اسے پھر قربت کا چسکا پڑ جاتا۔

دنیا میں کتنی ہی حسین لڑکیاں اپنے مسائل اور ناگہانی خطرات کا سامنا کرتی رہتی ہیں۔ میں سب کے لیے خدائی فوجدار نہیں بن سکتا۔ یہی سوچ کر میں نے مونا سے رابطہ قائم نہیں کیا۔

کھانا ختم ہونے کے بعد قہوے کا دور چل رہا تھا۔ اسی وقت شرلاک ایک سوٹ کیس کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ تانیہ نے سوٹ کیس کو دیکھ کر پوچھا۔ "بھائی میرے لیے کچھ لائے ہو؟"

شرلاک نے قریب آ کر تانیہ کے رخسار پر بوسہ لیتے ہوئے کہا۔ "میری بہن کے لیے تو سارا بنکاک اور سارا پیرس ہے۔ کل تمہیں اور رومی کو اپنے ساتھ لے جا کر اتنی شاپنگ کراؤں گا۔ اتنی شاپنگ کراؤں گا کہ تھک جاؤ گی۔ اس سوٹ کیس میں رومی کی متوفی کا سامان ہے۔"

تانیہ رومی اور وہ خاتون مجھے متوفی کے نام سے جانتے تھے۔ قہوہ... پینے کے بعد تانیہ اور رومی اپنی خوابگاہ میں چلے گئے۔ خاتون ہمارے ساتھ ساتھ دردسے کمرے میں آ گئیں... وہاں شرلاک نے اپنی ممی کو اپنے موجودہ خاندانی حالات بتائے۔ یہ بھی بتایا کہ انکل ڈیوڈ نے انہیں ٹرین میں قتل کرنے کے لیے اس سرمنڈے قاتل کو بھیجا تھا۔ اور اس نے ٹیک کو بھی قتل کیا ہے۔ ممی نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "بیٹے! میں کہاں آ کر پھنس گئی ہوں۔ اگر ڈیوڈ کو پتا چلے گا تو میرے بچوں کو... نہیں نہیں بہتر ہے کہ میں بچوں کو لے کر پیرس واپس چلی جاؤں۔"

شرلاک نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔ "ممی! میں آپ کے ساتھ ہوں۔ بچوں پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

"بیٹے! تم دن رات نگرانی نہیں کر سکتے۔ دشمنوں کی ڈھکی چھپی چالوں کو نہیں سمجھ سکتے۔"

شرلاک نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بھئی تم ہی سمجھاؤ کہ تم دشمنوں کی ہر چال کو سمجھ لیتے ہو۔"

میں نے سوٹ کیس سے لیپ ٹاپ نکالنے کا سامان نکالتے ہوئے کہا۔ "ممی! آپ وعدہ کریں کہ میرا ایک راز آپ کے سینے میں محفوظ رہے گا تو ابھی میں آپ کو اپنا ایک راز بتاؤں گا۔"

ممی نے کہا۔ "بیٹا! تم نے مجھ پر اتنے احسانات کیے ہیں کہ تمہارا راز تو کیا میں تمہیں اپنے سینے میں چھپا کر رکھ سکتی ہوں۔"

"مجھے یقین ہے یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تانیہ اور رومی بچے ہیں انہیں میرا راز معلوم ہو گا تو وہ نادانی میں کسی کے سامنے اگل دیں گے۔"

"میں اپنے بچوں سے بھی تمہیں چھپاؤں گی۔"

"تو پھر میرا اصلی چہرہ دیکھئے۔" یہ کہہ کر میں اپنا لیپ ٹاپ اٹھانے لگا۔ وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگیں میں نے پوچھا۔ "ممی! کیا آپ نے اخبارات میں فرہاد یا عازم کے متعلق پڑھا ہے؟"

انہوں نے جواب دیا۔ "فرہاد کو پڑھنے کے لیے ہی میں نے اخبار پڑھنا شروع کیا ہے حالانکہ مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی ایسا پُراسرار آدمی ہو گا۔ جو مجرم نہ ہو اور مجرم کی طرح روپوش رہتا ہو۔ بس نے طیارے کے سینکڑوں مسافروں کی جانیں بچائیں اور کوئی مسافر اس کے اصلی روپ کو نہ جان سکا۔ دو دن پہلے اچانک ہی اخبارات میں اس کی تصویریں شائع ہو گئیں۔ یہ انکشاف کیا گیا کہ اسی کا نام فرہاد علی تیمور ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے بھلا یہ بھی کوئی یقین کرنے کی بات ہے کہ وہ دوسروں کی سوچ پڑھ لیتا ہے؟"

بے فی اور شرلاک مسکرانے لگے۔ شرلاک نے کہا۔ "ممی اگر یہ درست ہو کہ وہ سوچ پڑھ لیتا ہے تو آپ اور بچے اس کی پناہ میں محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ہاں؟"

ممی شرلاک اور بے فی کی طرف رخ کیے باتیں کر رہی تھیں۔ فرہاد اور ٹیلی پیتھی کا موضوع ان کے لیے ایسا دلچسپ نہ تھا کہ میری طرف سے ان کی توجہ ہٹ گئی۔ وہ بولی۔ "انسان جھوٹی کہانیاں پڑھ کر بھی یہ سوچنا ہے کہ الادین کا چراغ ہمیں مل جاتا تو ہم جن کو بلا کر اپنی ہر ضرورت پوری کر لیتے۔ میرا بھی یہی حال ہے اپنے بچوں کی سلامتی کے لیے اکثر سوچتی ہوں کہ مجھے بھی ٹیلی پیتھی آتی یا فرہاد کہیں مل جاتا تو اپنے دشمنوں پر غالب آ جاتی۔"

بے فی نے فخریہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "ممی میرے بھائی کا نام فرہاد ہے یقین نہ ہو تو ادھر دیکھ لیں۔"

بے فی اٹھ کر میرے پاس آئی اور میرے بازو سے لگ کر بیٹھ گئی۔ میرا لیپ ٹاپ تو بند ہو چکا تھا۔ ممی مجھے دیکھتے ہی "ہائیں" کہتی ہوئی صوفے کی پشت سے ٹک گئیں۔ صوفے کی پشت نہ ہوتی تو شاید وہ گر پڑتیں۔ وہ پلکیں جھپکانا بھول گئی تھیں۔ مجھے ایسے دیکھ رہی تھیں جیسے خواب میں الادین کا چراغ دیکھ رہی ہوں۔

بے فی نے کہا۔ "ممی! کیا دیکھ رہی ہیں آپ کی دعا قبول ہو گئی ہے۔"

شرلاک نے کہا۔ "آپ نے خواہش کی تھی۔ دیکھ لیجئے فرہاد آپ کے پاس آ گیا ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ممی سوچ رہی ہیں کہ انہوں نے اخبار میں فرہاد کی تصویر دیکھی تھی میں بالکل فرہاد لگ رہا ہوں اگر وہی ہوں تو میں ممی کی سوچ ضرور پڑھ رہا ہوں گا۔"

وہ ایکدم سے اٹھ کر کھڑی ہوگئیں۔ میں نے لفظ بہ لفظ وہی کہا تھا۔ جو وہ سوچ رہی تھیں۔ وہ تیزی سے میرے سامنے آئیں پھر قالین پر گھٹنے ٹیک کر میری گود میں منہ چھپا لیا اور زور زور سے رونے لگیں۔ "فرہاد! میرے بیٹے! میں اپنے بچوں کی سلامتی کے لیے اندھی لذرمرہی ہوں۔ میں تم سے کیا بتاؤں تم اندھی کی باتیں سمجھتے ہو میرے بیٹے! میں مل ہوں میرے بچوں کے محافظ بن جاؤ۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔ میں جیسے ایک باپ تھا۔ وہ بوڑھی خاتون ایک ممتی سی بچی تھیں اور میری گود میں اپنا منہ رگڑ رہی تھیں۔ یا میرے اللہ! میرے مالک و مختار! تو مجھے کیسی عزت و عظمت دیتا ہے۔ مٹھن منہ کی کھاتے ہیں اور دوست دعائیں دیتے ہیں۔ وہ خاتون مجھ سے آنسو بھری التجائیں کر رہی تھیں اور مجھے دعائیں دے رہی تھیں۔ میں خاموشی سے ان کے سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ ایسے جذباتی لمحات میں زبان سے کچھ نہیں بولا جاتا۔ صرف خاموشی کا انداز اور سر پر سایہ بیٹھے پر ہاتھ پھیرنے والی حرکتیں یقین دلا دیتی ہیں کہ ہم آنسو پونچھنے والوں میں سے ہیں۔

میں نے ممی کی سوچ میں کہا۔ "فرہاد کا ہاتھ میرے سر پر ہے۔ یقیناً یہ میرے بچوں کا سرپرست بنے گا۔ اب مجھے مطمئن ہو جانا چاہیے۔"

انھوں نے سر اٹھا کر آنسو بھری آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔ "آپ کی سوچ درست ہے اب آپ کو مطمئن ہو جانا چاہیے۔"

وہ آنسو پونچھتی ہوئی بولیں۔ "او گاڈ تم تو ذرا ذرا سی سوچ پڑھ لیتے ہو۔" میں نے ان کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اٹھایا۔ انھیں دوسرے صوفے تک لے گیا۔ پھر ان کی پیشانی کو چوم کر بولا۔ "خدا نے چاہا تو تانیہ اور رومی پر ذرا آنچ نہیں آئے گی۔ آپ یہاں اطمینان سے بیٹھیں اور میرے پروگرام کو تفصیل سے سنیں۔"

وہ بیٹھ گئیں۔ میں نے بے بی کے پاس آ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ابھی میں مائیک کا میک اپ کرنے والا ہوں۔ وہ لوگ مطمئن ہیں کہ وہ قتل ہو چکا ہے اور اس کی لاش گٹر میں چھپا دی گئی ہے۔ میں کل صبح تک مائیک بنکر وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

اتنی دیر میں پہلی بار ممی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی۔ وہ بولیں۔ "تمھیں مائیک کے روپ میں دیکھ کر ان کی جان ہی نکل جائے گی۔"

"سخت جانوں کی جانیں اتنی آسانی سے نہیں نکلتیں۔ ویسے وہ سب بری طرح بوکھلا جائیں گے۔ ایک تو انھیں یہ اطلاع مل گئی ہے کہ آپ اپنے بچوں کے ساتھ محفوظ ہیں یعنی قتل کا ایک مفروضہ ادھورا کام ہوا۔ دوسرے مائیک کو قتل کرنے کے بعد بھی وہ قتل ناکام ثابت ہوگا۔ وہ لوگ بوکھلاہٹ میں وہاں آئندہ ہمارے خلاف جو کچھ کریں گے انشاء اللہ میں اسے بھی ناکام بنا دوں گا۔ دیکھئے گا وہ تھک ہار کر گھٹنے ٹیک دیں گے اور جولیا شرلاک سے شادی کرنے کے خیال سے باز آ جائے گی۔"

ممی مجھے کامیابی کی دعائیں دینے لگیں۔ میں نے شرلاک سے کہا کہ وہ مجھے مائیک کی آواز سنائے۔ اور بے بی سے کہا کہ وہ ڈرائنگ روم سے ٹیلیفون اٹھا کر لے آئے۔ اس تھوڑے سے وقفے میں ٹِک نے جولیا کی سوچ پڑھی۔ وہ جھنجلا رہی تھی اپنے ڈیڈی سے کہہ رہی۔ "ڈیڈی! ہم نے بڑی حماقت کی۔ صرف انکل ڈیوڈ پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ بھول گئے کہ انکل ڈیوڈ کو اس میں ناکامی بھی ہو سکتی ہے۔"

اس کے باپ نے کہا۔ "ہاں، غلطی کے بعد ہی غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ مجھے چاہیے تھا کہ میں بھی چپکے سے ایک کرائے کے قاتل کو اس بڑھیا کے پیچھے لگا دیتا۔ وہ تو پتہ نہیں بنکاک پہنچ کر اپنے بچوں کے ساتھ کہاں قیام کر رہی ہوگی۔ آج کل میں مزور فاقنی کا رروائی کرے گی۔"

جولیا کی ماں نے کہا۔ "آپ بیٹھے کیا سوچ رہے ہیں اپنے آدمیوں کو بھال کے ہر چھوٹے بڑے ہوٹلوں میں دوڑائیں۔ وہ کسی ہوٹل کے سوا کہاں قیام کر سکتے ہیں؟"

جولیا کا باپ اٹھ کر ٹیلیفون کی طرف گیا۔ جولیا سوچ رہی تھی۔ "یہ شرلاک ڈنر کے بعد خلاف معمول باہر گیا ہے معلوم ہوتا ہے بے بی بنکاک میں ہے۔ اسی سے ملنے گیا ہوگا۔ کوئی بات نہیں انکل ڈیوڈ اس کے پیچھے گئے ہیں تھوڑی دیر میں شرلاک کی مصروفیات کا پتہ چل جائے گا۔"

جولیا کی سوچ پڑھتے ہی خطرہ محسوس ہوا کہ ڈیوڈ کہیں شرلاک کا پیچھا کرتے ہوئے ہمارے نشانے تک نہ آ گیا ہو۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ایک بار میں بیٹھا پی رہا تھا۔ اس کی سوچ کو کریدنے سے معلوم ہوا کہ وہ ایک کار میں شرلاک کا پیچھا کر رہا تھا اور شرلاک کی مختلف شاپنگ سینٹروں میں میری ضرورت کا سامان خریدتا پھر رہا تھا جب شرلاک ادھر ادھر آنے لگا تو ڈیوڈ بھی پیچھے آ رہا تھا۔ اس کی بدقسمتی کہ شرلاک جیسے ہی ایک چوراہے کو عبور کیا سرخ سگنل روشن ہو گیا۔ ڈیوڈ اس سے چار گاڑیوں کے پیچھے تھا۔ اسے اور ٹیک کر کے آگے بڑھنے اور ٹریفک کے اصولوں کے خلاف چوراہے کو پار کرنے کا موقع نہ ملا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شرلاک اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

میں نے شرلاک کو یہ بات بتائی۔ وہ بولا۔ "میں شروع ہی سے سمجھتا ہوں کہ میرے پیچھے جاسوس لگائے جاتے ہیں۔ میں گھر سے نکلتے وقت محتاط تھا۔ انکل ڈیوڈ کی کار بھی پہچانتا ہوں تعجب ہے کہ مجھے اس کے تعاقب کا علم نہ ہو سکا۔"

میں نے کہا۔ "ہو سکتا ہے ڈیوڈ نے کوئی دوسری کار استعمال کی ہو۔ بہرحال آئندہ تم ادھر کا رخ کرو گے تو پہلے مجھے اس کا علم ہونا چاہیے۔ میں معلوم کروں گا کہ آئندہ بھی کس طرح تمہارا تعاقب کیا جاتا ہے۔"

شرلاک نے کیسٹ ریکارڈر میری جانب بڑھا کر اسے آن کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد مائیک کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہیلو ایوری باڈی! مائیک

آپ سے مخاطب ہے جیسا کہ ہم آپ جانتے ہیں اس دنیا کی ہر چیز اپنی عمر پوری کر کے فنا ہو جاتی ہے اس دنیا کی سب سے عظیم مخلوق جسے انسان کہتے ہیں، اور جس کی ذہانت چاند تاروں پر کمند پھینک رہی ہے موت سے جنگ لڑا کر اسے شکست دینے کی تدبیریں محو ہے وہ بھی ایک دن مٹ جاتا ہے۔"

میں مائیک کی آواز اور لہجے کو ذہن میں نقش کر رہا تھا وہ کہہ رہا تھا۔ "ہم انسان چاہے بھی یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے بعد ہماری کچھ یادیں اس دنیا میں رہ جائیں۔ اس لیے وہ اپنی تصویروں کا البم تیار کرتا ہے اپنے نام کے اسکول اور شفاخانے تعمیر کراتا ہے۔ اب ہم سائنسی ترقی کے اس دور میں اپنے بعد اپنی آواز چھوڑ جاتے ہیں میرے عزیزو! میرے دوستو! آج میں اسی لیے بول رہا ہوں کہ میں نہ رہوں تو میری آواز ہے کبھی آپ بھولی بسری یادوں کو تازہ کرنا چاہیں کبھی میری یاد آئے تو میری یہ آواز بتائے گی کہ مائیک کون تھا کیونکہ آواز اور لہجہ انسان کے مختلف مزاج کی عکاسی کرتے ہیں۔ اگر آپ گہرا مطالعہ کریں تو لہجے کا اتار چڑھاؤ اس آدمی کے مزاج کے تار پڑھاؤ کی چغلی کھاتا ہوا ملے گا اور آواز کی ہلکی سی لرزش اس آدمی کے ڈگمگاتے ہوئے خیالات کی گواہی دے گی۔ انسان کے پیٹے اندر معلومات کی اتنی وسیع کائنات ہے کہ وہ خود کو سمجھتے سمجھتے ہزاروں برس گزارتا چلا آ رہا ہے اور ابتک اتنی سی بات نہیں سمجھ سکا کہ وہ اس قدر مہذب ہونے کے باوجود اخلاق اور تہذیب سے دور کیوں ہے؟ ہم شاید کبھی یہ سمجھ سکیں کیونکہ ہماری ذہانت میں سمجھنے والی سچائی نہیں ہے۔۔۔"

مائیک خوب بولتا تھا اور بولتا جا رہا تھا میں اس کی تصویر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ میری نگاہوں کے سامنے وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کی آواز میرے کانوں میں اتر رہی تھی۔ پھر پلک جھپکتے ہی اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔

یہ کیا؟ مرنے والے کا دماغ تو مردہ ہو جاتا ہے اور ٹیلی پیتھی کی لہریں مرنے والے کی روح تک کبھی نہیں پہنچتیں۔ جب میں پہنچ گیا تو انکشاف ہوا کہ مائیک انکل ڈیوڈ کے سامنے مرنے اور گٹر میں دفن ہونے کے باوجود زندہ ہے سانس لے رہا ہے۔ اس کے دماغ میں کمزور سی سنسناہٹ تھی۔ ایسی چوٹیں آئی تھیں کہ ذہن دھندلا رہا تھا۔ کمزور سی سوچیں بے ترتیب تھیں۔ شاید وہ اسی گٹر کی تہہ میں پڑا ہوا ہے۔

یہ مجھے معلوم تھا کہ وہ گٹر کچرا گلی میں ہے میں شرلاک کے ساتھ وہاں باآسانی پہنچ سکتا تھا مگر یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ ابتک اسی جگہ ہے یا کہیں سے اسے مدد پہنچ گئی ہے اور وہ کسی دوسری جگہ پہنچا دیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے میری سوچ کی لہریں اس کی کمزور سی سوچوں کو توانائی پہنچانے لگیں۔ جہاں وہ سوچیں ٹوٹ جاتیں وہاں میری سوچ ایک کڑی بن کر ان سوچوں کے سلسلے کو جاری رکھتیں اس طرح اس کا دماغ اس قابل ہو گیا کہ وہ اپنے کانوں تک پہنچنے والی آوازوں کو سن سکے۔

کوئی کہہ رہا تھا۔ "میں ڈاکٹروں کو کوئی گھسیارا نہیں چاہوں جب میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ زندہ رہے گا تو پھر اس کے باپ کو بھی زندہ رہنا پڑے گا۔"

"دوسری آواز سنائی دی۔" اس کے باپ کو تو زندہ رہنا ہی چاہیے۔ صنہ ہم اس کی واپسی کی شرط پر ہزاروں ڈالر وصول نہیں کر سکیں گے۔"

سمجھ میں آ گیا کہ مائیک اغوا کرنے والے گروہ کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔ وہ لوگ اس کی سلامتی کے لیے پوری توجہ سے علاج کرائیں گے کیونکہ وہ زندہ رہے گا تب ہی اس کی واپسی کی شرط پر ہزاروں ڈالر حاصل کیے جا سکتے تھے۔ وہ ڈاکٹر بھی اس گروہ میں شریک تھا۔ میں نے ڈاکٹر کے ذہن کو کریدنا شروع کیا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک میں نے حیرت انگیز معلومات حاصل کیں۔ پھر شرلاک کو مخاطب کیا۔ "شرلاک! ایک چونکا دینے والی خوشخبری ہے۔"

شرلاک بے فی اور ممی میرا منہ دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ "مائیک زندہ ہے۔"

شرلاک بے خوشی سے اچھل پڑا۔ "کیا واقعی؟"

میں نے کہا۔ "ہاں میرا خیال ہے کہ ڈیوڈ مائیک پر حملہ کرتے وقت بوکھلایا ہوا تھا۔ اسی لیے مائیک کی زندگی اور موت کے درمیانی لمحات کو نہ سمجھ سکا۔ مائیک بھی دل کی حرکت اس قدر سست ہوتی ہے کہ عام آدمی زندہ کو مردہ سمجھ لیتا ہے پھر یہ کہ ڈیوڈ اسے گٹر میں پھینکنے کے بعد مطمئن ہو گیا ہوگا کہ مائیک میں تھوڑی سی جان رہی تو بھی گٹر کی گہرائی سے اوپر آ کر آہنی ڈھکن کو نہیں کھول سکے گا۔ مختصر یہ کہ وہ مائیک کو مردہ سمجھ کر ہی کچرا گلی سے واپس آیا تھا۔"

شرلاک نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! تم اتنے اطمینان سے باتیں کر رہے ہو۔ ہمیں فوراً ہی مائیک کے پاس پہنچنا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ اس کا علاج پوری توجہ سے ہو رہا ہے۔"

"کون اس کا علاج کر رہا ہے؟"

"ان اغوا کرنے والے ایک گروہ کے دو بڑے آدمی مائیک کی سلامتی کے لیے دعائیں بھی مانگ رہے ہیں اور دوائیں بھی کر رہے ہیں۔ وہ اسے نہ دیکھ کر اس کے والدین یا سرپرستوں سے بہت بڑی رقم وصول کریں گے اور اس کے سرپرست تم ہو۔"

"میں انہیں بڑی سے بڑی رقم دوں گا۔ اور ان کا احسان مند بھی رہوں گا۔ وہ اغوا کرنے والے مجرم سہی لیکن انہوں نے مائیک کو موت کے منہ سے بچایا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اغوا کرنا یقیناً جرم ہے مگر وہ اغوا کرنے والے بڑے معصوم اور مظلوم معلوم ہوتے ہیں۔"

ممی نے کہا۔ "یہ کیا بات ہوئی؟ مجرم بھی کبھی معصوم اور مظلوم ہوتے ہیں؟"

"بعض حالات میں ہوتے ہیں ممی! اور ہماری دنیا میں کیا نہیں ہوتا۔ جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے ہو جاتا ہے۔ ایک حیران کرنے والی بات بتا رہا ہوں۔ یہاں بنکاک میں ایک تنظیم ہے جس کا نام "گٹر پیپلز" ہے۔ اس تنظیم کے سربراہ ایک ڈاکٹر اور ایک پروفیسر ہیں۔ ڈاکٹر جب ایک نوزائیدہ بچہ تھا اسے گٹر میں پھینک دیا گیا تھا کسی نے اسے وہاں سے اٹھا کر اس کی پرورش کی۔

لکھایا پڑھایا اور بہت بڑا ڈاکٹر بنا دیا۔ پروفیسر کا بھی یہی قصہ ہے ــــ زندگی کے ایک موڑ پر مڈھا کھڑا اور پروفیسر کی ملاقات ہوتی۔ انہوں نے عہد کیا کہ وہ گٹر کی دنیا میں جھانکتے رہیں گے انہوں نے ایسا کیا۔ بیس برس کے عرصے میں انہوں بے شمار ناجائز بچوں کو گٹر سے نکال کر ان کی پرورش کی جنہیں گٹر میں پھینکا گیا تھا۔ وہ دنیا میں پھر ایسے واپس آگئے جیسے بھٹکے آسمان سے واپس آتا ہے۔"

بے فی نے کہا۔ "بھائی! یہ ڈاکٹر اور پروفیسر تو بہت نیک کام کر رہے ہیں، پھر کس طرح اغوا کرنے کا کیا مطلب ہوا؟"

میں نے جواب دیا۔ "یہ ان کی مجبوری ہے گٹر سے پائے جانے والے بچوں اور جوانوں کی تعداد اتنی ہے کہ ان کی پرورش، تعلیم اور روزگار سے لگانے کے اخراجات ناقابلِ برداشت ہیں۔ پہلے انہوں نے بڑے بڑے سرمایہ داروں سے اپیل کی۔ کچھ سرمایہ داروں نے ناک بھوں چڑھا کر تھوڑی بہت خیرات دی پھر ہاتھ کھینچ لیا۔ مجبوراً وہ مجرمانہ حرکتوں پر اُتر آئے۔ اگر کسی طرح یہ پتہ چل جاتا کہ فلاں بچہ فلاں دولت مند کے گھر سے لاکر پھینکا گیا ہے تو وہ اس دولت مند کو بلیک میل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مائیک کی قمیص میں سونے کے بٹن تھے ہاتھ میں قیمتی گھڑی تھی۔ انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ مائیک کسی دولتمند گھرانے کا چشم و چراغ ہے جب وہ ہوش میں آئے گا تو ڈاکٹر اور پروفیسر اس کا پتہ ٹھکانا معلوم کریں گے۔"

ممی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "واقعی اس دنیا میں کیا نہیں ہوتا۔ کتنے ہی لوگ محبوراً برائی کے راستے سے گزر کر نیکی کرتے ہیں۔ میں ڈاکٹر اور پروفیسر کی اس تنظیم کو مالی امداد دوں گی۔"

شرلاک نے کہا۔ "ممی! صرف امداد نہیں، ہم باقاعدہ اس تنظیم کی سرپرستی کریں گے۔ تاکہ وہ جرائم کی راہ چھوڑ دیں۔ فرفادان کا پتہ بتاؤ۔"

میں نے ڈاکٹر کے دماغ کی ڈائری سے جو پتہ حاصل کیا تھا، وہ شرلاک کو بتا دیا۔ اس نے پوچھا کیا خیال ہے ساتھ چلو گے؟"

میں نے کہا۔ "صرف مجھے ہی جانا چاہیے۔ پتہ نہیں تمہاری نگرانی کے لیے ڈیوڈ نے کن لوگوں کو کہاں کہاں متعین کیا ہے کسی نے بھی کیا تو ڈیوڈ پھر مائیک تک پہنچ جائے گا۔"

"ہنگاک بہت بڑا شہر ہے اور تم یہاں اجنبی ہو۔"

"میں سوچ کے ذریعے تم سے ہمہ وقت حاصل کرتا رہوں گا ڈاکٹر کے پتے پر پہنچ جاؤں گا۔ یہاں سے جانے کے لیے تمہاری گاڑی مناسب نہیں رہے گی۔"

"یہاں گیراج میں بے فی کی کالے رنگ کی کار کا علم نہیں ہے۔ اس سوٹ کیس سے اپنا تمام سامان نکال کر دیکھو۔ اس کی پچھلی تہہ میں تمہارے اخراجات کے لیے پچاس ہزار ڈالر لایا ہوں۔ تم چاہو تو اس تنظیم کی سرپرستی کے لیے ساری رقم دے سکتے ہو۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میری ٹیلی پیتھی سلامت ہے۔ مجھے آج تک کبھی سکہ رائج الوقت کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ یہ ساری رقم اس تنظیم کی امانت ہے۔"

بے فی نے میری ہدایت کے مطابق وہ ساری رقم ایک بریف کیس میں رکھ دی۔ میں نے اوور کوٹ پہن کر کالر کھڑے کیے فلٹ ہیٹ کو پیشانی پر جھکایا تاکہ چہرہ چھپ جائے۔ میں اس وقت اپنے اصل روپ میں تھا اور اس روپ کو ساری دنیا نے جان لیا تھا فی الحال میں خود کو اسی طرح چھپا سکتا تھا۔ وہ پورا خاندان میرے ساتھ جنگلے کے باہر آیا۔ میرے لیے بے فی کی کار نکالی گئی پھر میں اس کا اسٹیرنگ سنبھال کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

وہ میرے لیے بالکل اجنبی شہر تھا۔ اگر راستے جانے پہچانے ہوتے تو میں خیال خوانی کرتا ہوا ان راستوں سے گزر جاتا۔ مگر اس شہر کو جانتا پہچانتا نہیں تھا اس لیے پوری توجہ سے شرلاک کی راہنمائی حاصل کر رہا تھا تقریباً دو گھنٹے بعد میں بھٹکتا ہوا شہر سے دور ایک پرانے طرز کے مکان تک پہنچ گیا۔ ڈاکٹر اور پروفیسر کی رہائش گاہیں شہر میں تھیں مگر کالے کاروبار کے لیے وہ اڈہ بنایا گیا تھا۔

اس اڈے کے سامنے گاڑی رُکتے ہی دو لمبے تڑنگے جوان باہر آئے۔ ایک نے گاڑی کے قریب آکر پوچھا۔ "کون ہے؟ کس سے ملنا ہے؟"

میں نے کہا۔ "پچھلی سیٹ پر ایک بریف کیس ہے اسے لے جا کر فرفادان آرتھر کو دے دو۔ کہنا ایک دوست ملنے آیا ہے۔"

اس نے پچھلی سیٹ کی جانب دیکھا۔ خود اسوچا۔ پھر پچھلا دروازہ کھول کر بریف کیس اٹھانے لگا۔ میں چپ چاپ منہ چھپائے بیٹھا رہا۔ اس نے پوچھا۔ "تمہارا نام؟"

میں نے حکمانہ انداز میں کہا۔ "کام کرو۔ نام نہ پوچھو۔"

"میں اطمینان کیے بغیر یہ بریف کیس کہیں نہیں لے جاؤں گا۔ اس میں ہلاکت کا سامان ہو سکتا ہے۔"

"بریف کیس کھلا ہے۔ اطمینان کر لو۔"

اس نے کھلی ہوئی کھڑکی پر بریف کیس کو رکھ کر کھولا تو حیرانی سے اس کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ شاید اس نے زندگی میں پہلی بار اتنے سارے نوٹ دیکھے تھے۔ وہ بریف کیس کو بند کر کے اسے لیتا ہوا، بھاگتا ہوا مکان کے اندر چلا گیا۔ میں مسکراتے ہوئے دماغ کی اسکرین پر تماشہ دیکھنے لگا۔ ڈاکٹر اور پروفیسر ایک نوجوان لڑکی کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے لڑکی ایک جسٹر میں گٹر پیپلز کی آمدنی اور اخراجات کی رقمیں درج کر رہی تھی۔ پروفیسر پریشان ہو کر کہہ رہا تھا۔ "غلط راہوں پر چل نکلنے سے آمدنی تو ہو رہی ہے مگر اخراجات دن بہ دن بڑھتے جا رہے ہیں۔ بچوں کی پرورش، کھانا کپڑا، جوان لڑکے لڑکیوں کے اخراجات اور زیادہ ہیں۔ کسی کی شادی کرنا ہے کسی کو روزگار سے لگانا ہے۔ کسی کی رہائش کا مسئلہ۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی کیونکہ کسی کے کار دروازہ ایک دھڑاکے سے کھلا۔ وہی جوان بریف کیس لیے ہانپتا کانپتا ہوا اندر آیا۔ "دولت بے شمار دولت۔ اس بریف کیس میں نوٹ ہی نوٹ ہیں فادر! آپ حیران رہ جائیں گے۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "یہ بریف کیس کہاں سے لاتے ہو؟"

نوجوان نے کہا۔ "فادر! باہر ایک شخص کار میں بیٹھا ہے۔ خود کو آپ کا دوست کہتا ہے اسی نے یہ بریف کیس دیا ہے۔"

ڈاکٹر نے حیرانی سے پوچھا۔ "اس کا نام کیا ہے؟ حلیہ بتاؤ۔"

"فادر! اس نے نام بتانے سے انکار کر دیا ہے۔ کار کے اندر اندھیرا ہے۔ اس کی صورت دکھائی نہیں دیتی۔"

پروفیسر نے پریشانی کا اظہار کیا۔ "کوئی گڑبڑ تو نہیں ہو گی۔ ہو سکتا ہے وہ کوئی غلط آدمی ہو۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "ہم کیا کرتے ہیں، کوئی نہیں جانتا۔ ہمارے خلاف کوئی ثبوت بھی نہیں ہے۔"

"ہے۔" پروفیسر نے کہا۔ "وہ رشمی دُوسرے کمرے میں پڑا ہے۔ ہمیں اس کے لیے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ ڈاکٹر! کوئی اتنی دولت یونہی نہیں بھیج دیتا۔ مجھے تو کسی گہری چال کا شبہ ہو رہا ہے۔"

ڈاکٹر نے کچھ سوچا میں جانتا تھا کہ کیا سوچ رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس کے کئی جوان مکان کے پچھلے دروازے سے نکل کر اندھیرے میں چھپتے ہوئے چاروں طرف پھیلنے لگے۔ مجھ کو گھیرا جا رہا تھا۔ انہیں ہدایت دی گئی تھی کہ جب تک میں غلط آدمی ثابت نہ ہو جاؤں، اس وقت تک مجھے چھیڑا نہ جائے۔ دس منٹ کے بعد ڈاکٹر تنہا مکان سے باہر آیا۔ اس نے کار کی جانب دیکھا پھر قریب آکر پوچھا۔ "میرے اجنبی دوست کون ہو تم؟"

کار کی تاریکی سے میری آواز اُبھری۔ "ڈاکٹر آرتھر! میں تم سے اور پروفیسر سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے پہلے اپنا چہرہ نہیں دکھاؤں گا۔"

"اس کی وجہ؟"

"میں بہت بدصورت ہوں۔ تم دونوں کے سوا کسی کو اپنی صورت نہیں دکھانا چاہتا۔ میں نے بغیر کسی شرط یا معاہدے کے تمہیں پچاس ہزار ڈالر دیے ہیں تمہیں بے چون و چرا میری بات مان لینی چاہیے۔"

"اچھا میں ابھی آتا ہوں۔" وہ واپس گیا۔ کمرے میں جو لڑکی تھی، اسے وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ میں کار سے نکل کر مکان میں داخل ہو گیا۔ اب وہاں مجھے کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ ڈاکٹر اپنے پروفیسر دوست سے کہہ رہا تھا۔ "تم اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ خطرہ محسوس ہوتے ہی کرسی کے نیچے سے خطرے کی گھنٹی بجا دینا۔ میں اسے بلا کر لا رہا ہوں۔"

اس وقت تک میں نے دروازے پر پہنچ کر کہا۔ "میں خود آگیا ہوں۔"

وہ دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ اوور کوٹ کے کالروں اور فلٹ ہیٹ کے سائے میں میرا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔ "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے اچھی صورت دی ہے۔ میں نے اس کمرے تک پہنچنے کے لیے بدصورتی کا بہانہ کیا تھا۔"

میں نے اوور کوٹ کے کالر گرا دیئے۔ فلٹ ہیٹ کو اوپر اٹھا دیا۔ اب وہ دونوں حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہے تھے۔ ان کے ذہن چیخ رہے تھے۔ "فرہاد۔ یہ فرہاد ہے۔ یہ فرہاد علی تیمور ہے۔ نہیں، یہ فریب نظر ہے۔"

"میں نے کہا۔ "دوستو! یہ فریب نظر نہیں ہے۔"

وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ میں نے باری باری ان کے خیالات کو پڑھنے کے بعد کہا۔ "پروفیسر! تم سوچ رہے ہو کہ اگر میں فرہاد کے بجائے کوئی بہروپیا ثابت ہوا تو تم خطرے کی گھنٹی بجا دو گے۔"

وہ میری بات تسلیم کرتے ہوئے بدحواسی میں جلدی جلدی سر ہلانے لگے۔ میں نے کہا۔ "ڈاکٹر! تم درست سوچ رہے ہو ایسی خطیر رقم فرہاد ہی دے سکتا ہے۔ اب اپنی اپنی سوچ کے آئینے میں دیکھو کہ فرہاد ہی تمہارے سامنے ہے۔ کوئی بہروپیا خیال خوانی نہیں کر سکتا۔"

وہ دونوں تائید میں سر ہلانے لگے۔ ان کے منہ سے بات نہیں نکل ہی تھی ــ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ انہیں اس وقت کیا کہنا چاہیے۔ میں نے آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں آنے سے پہلے میں تمہارے دماغوں میں بیٹھ کر تمام معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ تم دونوں بدی کے راستے پر چل کر نیکیاں کر رہے ہو۔"

پروفیسر نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو ہماری مجبوریاں بھی معلوم ہوں گی۔"

"ہاں، دولت کے بغیر تم اتنا بڑا مشن جاری نہیں رکھ سکتے۔ اب وہ دولت تمہیں مجھ سے ملا کرے گی۔"

وہ خوشی سے کھل اٹھے۔ انکی تنہائیاں یوں نکل گئی تھیں کہ منہ بند نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "تمہاری خوشیوں کا یہی حال رہا تو تم دونوں کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ اپنے جذبات کو قابو میں رکھو ورنہ تمہیں زندہ رکھنے کے لیے ذہنی اذیتیں پہنچاؤں گا پھر ساری خوشیاں کافور ہو جائیں گی۔"

وہ سہم گئے۔ انہیں قابو میں رکھنے والی دھمکی نے اثر دکھایا۔ میں نے کہا۔ "میں اس شرط پر اس تنظیم کی سرپرستی قبول کروں گا کہ آئندہ تم لوگ ناجائز ذرائع سے دولت حاصل نہیں کرو گے۔"

پروفیسر نے کان پکڑ کر کہا۔ "ہماری کیا مجال ہے۔ ہم خود پریشان تھے کہ ہمارے غلط اقدامات سے ہمارے بچوں پر غلط اثر پڑ رہا تھا۔"

"ہاں۔ جو بچے اور جوان تمہارے زیرِ سایہ پرورش پا رہے ہیں انہیں

یہی معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی بڑا سرمایہ دار ان کی سرپرستی کر رہا ہے حالانکہ میں سرمایہ دار نہیں ہوں۔ جو لوگ ناجائز دولت کماتے ہیں میں ان کی ہی مخبریاں تمہارے لیے خالی کروں گا۔ یہ مجرمانہ حرکت سہی مگر مجھے ہی ایسا کرنا چاہیے۔ تم سب صاف ستھرے انداز میں اپنے نیک مقاصد پورے کرتے رہو۔"

ڈاکٹر نے کہا: "ہم یہی کریں گے مگر آپ خود کو چھپانا کیوں چاہتے ہیں؟"

میں نے جواب دیا: "کیا تم نے اخبارات میں نہیں پڑھا کہ ملایا میں میری ناک بندی کی گئی ہے۔ بڑے بڑے سراغرساں کیمرے نصب کیے گئے ہیں تاکہ میں کوالالمپور سے باہر چھپ کر نہ جا سکوں۔ انہیں خوش فہمی ہے کہ میں ابھی تک کوالالمپور میں کہیں چھپا ہوا ہوں۔ اگر میں یہاں پر ظاہر ہو جاؤں گا تو بات کھل جائے گی کہ میں بنکاک پہنچ گیا ہوں پھر یہاں بھی میرے لیے پابندیاں لگ جائیں گی۔"

پروفیسر نے کہا: "ہم آپ سے بحث تو نہیں کر سکتے مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ آپ کو بڑے بڑے ممالک ہاتھوں ہاتھ لے کر آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیں گے۔۔۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا: "آسمان کی بلندیوں پر صرف خدا کو رہنا چاہیے۔ میں تمام ممالک کی حکومتوں سے صرف اس لیے چھپتا ہوں کہ سیاست میں پڑنا نہیں چاہتا۔ تم صرف اپنے مطلب کی باتیں کرو۔ میرا مشورہ ہے کہ شہر سے دور کسی بیل کا ویران علاقہ خرید لو اور وہاں اپنے جیسے گمراہ بچے جانے والے اور دنیا کے ٹھکرائے ہوئے انسانوں کی ایک کالونی بناؤ۔ انشاءاللہ کل تک تمہیں اور لاکھوں ڈالر مل جائیں گے۔"

وہ دونوں خوشی سے ڈگمگاتے ہوئے میرے سامنے فرش پر بیٹھ گئے۔ ایکنے میرے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "آپ ہمارے دیرینہ خواب پورے کر رہے ہیں۔"

دوسرے نے کہا: "ہم برسوں سے سوچ رہے تھے کہ ہمارا ایک سینما کا دیہات ہو اور ایک وسیع علاقہ میں ہماری آبادی ہو۔ آپ کی سرپرستی میں ہم یقیناً سب کچھ پا لیں گے۔"

اسی وقت دروازے پر کھٹک ہونے لگی۔ پھر ایک مرد کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ ڈاکٹر اور پروفیسر کو آواز دے رہی تھی۔ "فلورا! انکل! ہم سب پریشان ہیں اگر آپ دونوں بخیریت ہیں تو دروازہ کھول دیں۔"

ڈاکٹر نے کہا: "ہم بخیریت ہیں۔ ہمارا اجنبی دوست رحمت کا فرشتہ بن کر آیا ہے۔ جو الزام سے کہو کہ محاصرہ چھوڑ دیں اور آرام سے بیٹھیں۔"

پروفیسر نے مجھ سے کہا: "جناب! یہ لڑکی جو ابھی بول رہی تھی اس کا دعویٰ ہے کہ یہ آپ کو جانتی ہے اور آپ سے مل چکی ہے۔"

ویسے تو اب مجھے دنیا جان رہی تھی مگر دیارِ غیر میں کوئی ایسی لڑکی بھی تھی جو مجھ سے مل چکی تھی۔ میں نے پوچھا: "وہ کون ہے؟ کیا نام ہے اس کا؟"

"وہ جاپانی لڑکی ہے۔ اس کا نام وومی کو ہے کسی نے اپنی دانست میں اسے ہلاک کر کے گٹر میں پھینک دیا تھا۔ یہ تقریباً دو برس پہلے کی بات ہے۔ ہم اسے گٹر سے نکال کر لے آئے۔ دو برس میں ایسے دو واقعات ہمارے سامنے آئے ہیں۔ آج بھی کوئی قاتل ایک شخص کو مار کر گٹر میں ڈال کر چلا گیا تھا۔ وومی کو کی طرح وہ شخص بھی زندہ ہے اور ہم اس کا علاج کر رہے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں تم لوگ اس زخمی شخص کے سرپرستوں سے بڑی رقم وصول کرنا چاہتے تھے۔ اس کا نام مائیک ہے اور میں اس کا سرپرست ہوں۔"

"اوہ گاڈ! آپ اسی زخمی شخص کے ذریعے ہمارے داغوں تک پہنچے تھے۔ آپ اطمینان رکھیں وہ بخیریت ہے۔ صبح تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گا۔"

"مجھے اطمینان ہے تم اس لڑکی وومی کو کے بارے میں بتاؤ۔ چلو ایسا کرو تم اسے کسی بہانے مخاطب کرو۔ پہلے میں نے اس کی آواز اور لہجے پر توجہ نہیں دی تھی اب اس کے دماغ سے خود ہی پوچھ لوں گا۔"

اس نے وومی کو کو مخاطب کیا: "بیٹی! کیا تم موجود ہو؟"

"میں فادر! دروازے سے کان لگا کر سن رہی ہوں۔ باتیں سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں مگر اس اجنبی کی آواز یوں لگ رہی ہے جیسے میں فرہاد کو سن رہی ہوں۔"

ڈاکٹر نے میری سوچ کے مطابق کہا: "وومی کو! فرسٹ کلاس کافی بنا کر لاؤ۔ شاید یہ اجنبی تم سے ملنا پسند کرے۔"

وہ چلی گئی۔ میں اس کی سوچ کے ساتھ چلنے لگا۔ اب میں قارئین کو بھی ماضی کے اس دور میں لے چلوں جب میں جاپان میں تھا۔

قارئین کو یاد ہو گا کہ میں ایک بار جاپان میں ایک ایسے مکان کے کمرے میں قید کیا گیا تھا جس کے فرش پر گریس کی چکنائی تھی۔ اسی چکنائی کو توازن قائم نہ رکھنے سے اپنے پیروں پر کھڑے رہنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ ایسی جگہ دشمن ایکٹینگ کے پہنے جوتوں میں پہن کر اور ننگی تلواریں لے کر قتل کرنے آتے تھے۔

وہ گریس کا چکنائی والا مکان وہاں کی ایک حسین گیشا مس ہٹر فلائی کا تھا جو لوگ ننگی تلواریں لے کر قتل کرنے آئے تھے ان میں ایک مرد اور تین دوشیزائیں تھیں۔ ایک دوشیزہ کا نام سومی کو تھا۔ زندگی کے اس آرائشی موڑ پر سومی کو نے میرا ساتھ دیا تھا اور میرے لیے قید و بند کی تکالیف برداشت کی تھیں۔ اس کے برعکس مس ہٹر فلائی یوگا میں مہارت رکھتی تھی۔ تقریباً بیس منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ سپر ماسٹر کی یوگا آرمی میں ایک اہم رول ادا کر رہی تھی۔ وہ اور ماسٹر ین فان ان دنوں مجھ سپر ماسٹر کا دوست بنانے کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ایسے ہی وقت پتہ چلا کہ جاپان کے

ایک سینیٹرل جیل میں فرہاد علی تیمور کو گولی مار دی گئی ہے میرے مقتول ہونے کے ثبوت کے طور پر ایک دستاویزی فلم بھی پیرس ماسٹر تک پہنچ گئی تھی۔ قصہ مختصر یہ کہ اس کے بعد سومی کو اور مس ہٹر فلائی کے ذکر کا باب میری داستان میں گم ہو گیا تھا۔

بند کمرے میں ڈاکٹر اور پروفیسر میرے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور میں اس لڑکی کی سوچ پڑھ رہا تھا جو ہمارے لیے کافی تیار کرنے گئی تھی۔ وہ سپر ماسٹر کے یوگا آرمی کی بے حد خطرناک حسینہ مس ہٹر فلائی تھی۔ یہ بات حیران کن تھی کہ سپر ماسٹر کی تنظیم میں اہمیت رکھنے والی وہاں گرٹ پسلیز کی تنظیم میں موجود تھی۔ مگر یہ کوئی سازش نہیں تھی وہ صبح صبح سپر ماسٹر سے بدظن ہو کر وہاں پہنچی تھی۔

ان دنوں جو سپر ماسٹر تھا۔ وہ مصلحت اندیش نہیں تھا۔ اپنے ماتحتوں کی ناکامی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ہٹر فلائی مجھے سپر ماسٹر کا دوست بنانے میں ناکام ہوئی تو سب سے پہلے اس کے ساتھی ماسٹر ین فان کو گولی مار دی گئی۔ یہ کیا گیا کہ جب فرہاد مر چکا ہے تو تم دونوں بھی مر جاؤ۔ لیکن ہٹر فلائی فرار ہو کر بنکاک پہنچ گئی۔ کچھ روز تک چھپتی پھرتی رہی۔ پھر ایک دن اچانک کسی نے اس پر حملہ کیا۔ یقیناً وہ سپر ماسٹر کا آلہ کار ہو گا۔ اس نے ہٹر فلائی کو بری طرح زخمی کر کے گٹر میں پھینک دیا۔ شاید اس نے بھی یہی سمجھ لیا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔ بس کے نصیب میں زندگی تھی۔ اس لیے وہ ڈاکٹر اور پروفیسر کی پناہ میں آ گئی۔ اب وہ شاذ و نادر ہی باہر نکلتی تھی۔ اس مکان کی چار دیواری میں رہ کر گرٹ پسلیز کی آمدنی اور اخراجات کا حساب کتاب سنبھالے ہوئے تھی۔ ڈر یہ تھا کہ سپر ماسٹر کے کسی آدمی نے دیکھ لیا تو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

زخموں سے چور ہو کر گٹر میں گرنے کے بعد وہ کمزور ہو گئی تھی۔ سانس روکنے کی صلاحیت ختم ہو چکی تھی۔ رفتہ رفتہ صحت مند ہونے کے بعد بھی اس نے یوگا کی مشقوں کو دوبارہ شروع نہیں کیا۔ بس اس پریشانی میں مبتلا رہی کہ دشمن اسے ہلاک کرنے کے لیے اس پناہ گاہ تک پہنچ جائیں۔

اور اب پھر اس کی پریشانی بڑھ گئی تھی۔ اس کے دماغ میں یہ خیال تھا کہ بریف کیس میں ہزاروں ڈالر لے کر آنے والا اجنبی سپر ماسٹر کا آلہ کار ہو سکتا ہے کوئی قاتل اتنی بڑی رقم کا چارہ ڈال کر اس پناہ گاہ کا مکین اس کی شہ رگ تک پہنچ سکتا ہے۔ وہ موت سے سخت ڈرتی تھی مگر موت سے پہلے مرنا نہیں چاہتی تھی۔ لہٰذا پریشانی کی حالت میں اپنے تحفظ کی تدبیر کر رہی تھی۔

مجھے یاد تھا کہ وہ کس قدر حسین تھی۔ اس کی مخروطی انگلیاں بھی ایسی خوبصورت تھیں کہ سیلنے پر رکھ لو تو دل گرما جائے۔ وہ کافی تیار کرنے کے بعد اپنی ایک خوبصورت انگلی کے بڑھے ہوئے ناخن میں زہر ملا سفوف جما کر رکھنے لگی۔ اگر میں دشمن ثابت ہوتا تو وہ میری پیالی میں چینی حل کرنے کے دوران وہ زہریلی انگلی کافی میں ڈبو دیتی۔

میں مسکرانے لگا۔ اپنی زندگی کے لیے لڑنے اور ذہانت کا ثبوت دینے والی لڑکیاں مجھے اچھی لگتی ہیں۔ وہ کافی کی ٹرے اٹھائے آ رہی تھی۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا: "ہمارے لیے کافی آ رہی ہے۔ دروازہ کھول دو صرف اس لڑکی کو اندر آنا چاہیے۔"

وہ دروازہ کھولنے گیا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ اچانک مجھے دیکھے اور اس کے ہاتھوں سے کافی کی ٹرے چھوٹ جائے۔ ہٹر فلائی نے کمرے میں قدم رکھتے ہی مجھے دیکھا۔ میری صورت نظر نہیں آ رہی تھی اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس کا ذہن پیچ رہا تھا کہ سامنے دشمن ہے اس لیے منہ پھیر کر کھڑا ہوا ہے۔ اب وہ کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتی تھی۔ فوراً ہی ٹرے کو میز پر رکھ کر میرے حصے کی کافی میں زہر ملانا چاہتی تھی۔

اس نے ٹرے کو رکھا۔ میں نے کہا: "کسی کی پیالی میں انگلی ڈبونا گندی عادت ہے۔"

اس کا چونکنا جانا یقینی تھا کیونکہ اس نے صرف سوچا تھا۔ ابھی انگلی ڈبوئی نہیں تھی اور میں انکشاف کر رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ میں بھی اس کی طرف گھوم گیا۔ وہ لمحہ ایسا تھا کہ وہ سانس لینا بھول گئی۔ اسے یقین تھا کہ سامنے میں ہوں۔ اسے شبہ تھا کہ سامنے کوئی بہروپیا بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے مسکرا کر کہا: "کوئی بہروپیا نہیں جان سکتا صرف فرہاد ہی تمہارے زہریلے ناخن کو سمجھ سکتا ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ مڑتی ہوئی مجھے دیکھتی ہوئی میرے بالکل قریب آ گئی۔ ہاتھ بڑھا کر میرے چہرے کو ٹٹولا۔ میری گردن پر ہاتھ لے گئی۔ کہ شاید ماسک کا جوڑ محسوس ہو جائے۔ ایسی کوئی بات نہ تھی۔ پھر جیسے ہی اسے اطمینان ہوا وہ چیخ مار کر مجھ سے لپٹ گئی۔ ڈوبتے ڈوبتے اگر زندگی مل جائے تو خوشی سے چیخ مار کر رونے کو جی چاہتا ہے۔ وہ رو رہی تھی۔ یہ وہی تھی جو سوچ کے ذریعے بھی قریب نہیں آنے دیتی تھی۔ فوراً ہی سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو بھگا دیتی تھی۔ وہ رس رتی کی طرح نایاب اور اچھوتی تھی میں اس کے خیالی بدن کو چھو سکتا تھا۔ مگر اسے چھونا حال تھا۔ آج وہ خود ہی مجھ سے لپٹ گئی تھی۔ میرے وجود سے لگی جگہ جگہ سے دھڑک رہی تھی۔ جو نایاب ہو اور دستیاب ہو جائے تو جی چاہتا ہے دستیاب ہوتی چلی جائے۔ اسی لیے میں نے تھوڑی دیر اسے اسی حالت میں رونے دیا۔ پھر اسے تھپکتے ہوئے کہا: "تمہارے آنسو میری کافی ٹھنڈی کر رہے ہیں۔"

وہ الگ ہوئی۔ میں رومال نکال کر اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ اچھی چیز کو کسی نہ کسی بہانے چھونے کا دل چاہتا ہے میں نے کہا: "پہلے تو تم بڑی شہ زور تھیں۔ شہ زور کی آنکھ میں آنسو عجیب لگتے ہیں۔"

وہ پیالی اٹھا کر میری طرف بڑھاتی ہوئی بولی: "کوئی تنہا شہ زور نہیں ہوتا۔ تمہارے پیچھے خیال خوانی کا لشکر ہے میرے نتھنے سپر ماسٹر کی

فوج تھی۔ آج میں نہتی ہوں۔ ہم اور تم ذہانت اور دلیری سے جی سکتے ہیں مگر حفاظتی فوج یا ٹیل پیچھے کے بغیر ان دیکھے دشمنوں کے وار سے نہیں بچ سکتے۔"

"درست کہتی ہو۔" میں نے کافی کا ایک گھونٹ لیا۔

"معلوم ہوتا ہے تم میری سوچ کے ذریعے میرے حالات جان چکے ہو، اسی لیے یہ بات تسلیم کر رہے ہو۔"

"ہاں سپر ماسٹر تمہیں سزائے موت دینا چاہتا تھا۔ ابتک تم اپنی ذہانت اور قوتِ ارادی سے محفوظ ہو۔ ابھی میری جگہ کوئی دشمن ہوتا تو تمہارے زہریلے وار سے... بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔"

بٹر فلائی نے مسکرا کر کہنہ اس طویل روپوشی کے دوران میں نے سوتے جاگتے تمہیں یاد کیا ہے۔ میں دعا مانگتی تھی کہ ایک بار تمہارا سہارا مل جائے۔ تو میں اس دشمن تنظیم کی کئی شاخوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔ "تمہیں سپر ماسٹر پر بہت غصہ آرہا ہے؟"

"کیا مجھے غصہ نہیں آنا چاہیے؟"

"نہیں آنا چاہیے۔ غصے کی حالت میں کبھی کوئی اپنے دشمن پر غالب نہیں آسکتا۔"

"واہ۔ واہ۔ یہ دانشمندی کی باتیں ہیں۔" ڈاکٹر اور پروفیسر میری تعریفیں کرنے لگے۔

میں نے کہا۔ "بٹر فلائی! تمہارا خیال ہے کہ تم جاپان میں سپر ماسٹر کے بہت سے اڈوں کو جانتی ہو اور انہیں میری مدد سے تباہ کر سکتی ہو مگر وہ لوگ احمق نہیں ہیں۔ اب تک تمام اڈے بدل گئے ہوں گے پھر یہ کہ میں خیال خوانی کے ذریعے کتنے ہی ماسٹروں کو ٹریپ کر سکتا ہوں مگر نہیں کرتا۔ کیونکہ کوئی خاص نتیجہ حاصل نہیں ہوگا۔ میں ایک ماسٹر کو ہلاک کروں گا۔ اس کی جگہ دوسرا ماسٹر آجائے گا۔ ہماری جنگ اتنی سی ہے کہ سپر ماسٹر مجھے پھانسنا چاہتا ہے اور میں سپر ماسٹر تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ اس تنظیم کے مرکزی نظام تک پہنچ کر ان کا طریقہ کار اور دوسری اہم معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ مایوس ہو کر بولی۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ میں سپر ماسٹر سے انتقام نہیں لے سکوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں اور سپر ماسٹر ایک دوسرے سے انتقام لیتے چلے آرہے ہیں۔ اس کا نتیجہ دیکھ لو کہ ادھر اس کا سکون برباد ہے ادھر میں دوڑتی بھاگتی زندگی گزار رہا ہوں۔ ہم دونوں کو قرار نہیں ہے۔ لہٰذا تم اپنا سکون برباد نہ کرو۔ یہ سوچ کر صبر کر دو کہ میں تمہارے دشمن کے لیے عذاب بنا ہوا ہوں۔"

"میں یہ روپوشی کی زندگی گزارتے گزارتے بیزار ہو گئی ہوں۔"

"تم بوقتِ ضرورت میک اپ میں باہر جا سکتی ہو۔"

"ایسا کب تک ہوتا رہے گا؟ یہ روپوشی تو ساری زندگی رہے گی۔"

"مجبوری ہے۔ میک اپ میں رہ کر کسی پلاسٹک سرجری کے ماہر سے رابطہ قائم کرو۔ سرجری کے تمام اخراجات میں برداشت کروں گا۔ بلکہ اس دوران تمہیں اس قابل بنا دوں گا کہ تم اپنے بنک بیلنس کی مدد سے اپنے چہرے کو ہمیشہ کے لیے بندیل کرا لو گی۔"

وہ خوش ہو گئی۔ میرے پاس آکر اس نے اپنی گداز بانہیں میری گردن میں ڈال دیں۔ بانہوں کے بل اٹھ کر میرے قد تک پہنچنے کی کوشش کی وہ مجھے چومنا چاہتی تھی۔ جاپانی قدیم پیار کے ٹارگٹ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ چونکہ وہاں سرِعام بوسہ لینا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا، اس لیے میں نے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر اس کا چہرہ اپنے چہرے کے قریب لے آیا۔

ڈاکٹر اور پروفیسر مسکرا رہے تھے تھوڑی دیر بعد میں نے بٹر فلائی کو بستر فرش پر کھڑا کر دیا۔ وہ بولی۔ "مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔"

میں نے کہا۔ "میرے ساتھ چلو گی تو دشمن پک جھپکتے ہی تمہیں پہچان لیں گے۔ میں تمہارے ساتھ وقت گزاروں گا لیکن تمہیں گرفتار ہونے کے لیے کام کرتے رہنا چاہیے۔"

"تم جو کہو گے۔ وہی کروں گی۔ بس تمہاری توجہ چاہیے۔"

میں نے ڈاکٹر اور پروفیسر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے ایسے سرمایہ داروں کی فہرست چاہیے جو قومی اثاثہ ہوں۔ میں بٹر فلائی کے ذریعے ان کی تجوری خالی کروں گا۔"

وہ دونوں کاغذ قلم لے کر بیٹھ گئے اور سوچ سوچ کر سرمایہ داروں کے نام لکھنے لگے۔ میں نے بٹر فلائی سے کہا۔ "مجھے اس زخمی کے پاس لے چلو، جو یہاں کسی کمرے میں ہے۔ میں یہاں اور کسی کا سامنا نہیں کروں گا۔"

وہ بولی۔ "وہ زخمی بے ساتھ والے کمرے میں ہے۔ دروازہ بھی تمہارے سامنے ہے تمہیں اس کمرے سے باہر نہیں نکلنا پڑے گا۔"

بٹر فلائی میری ہدایت کے مطابق پہلے اس کمرے میں گئی۔ تاکہ وہاں کوئی شخص ہو تو اسے وہاں سے ہٹا دیا جائے۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ میں اطمینان ہونے کے بعد وہاں گیا۔ مائیک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ میں نے آواز دی۔ "مسٹر مائیک! کیسے ہو؟"

اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ نگاہوں کے سامنے فرہاد نظر آرہا تھا۔ دماغ کہہ رہا تھا۔ "نہیں یہ فرہاد نہیں ہو سکتا۔ میں موت کے منہ سے نکل آیا ہوں مگر یہ ادراک کمزور ہو گیا ہے چونکہ میں فرہاد کے کارناموں سے متاثر ہوں، اس لیے اسی کا روپ سامنے ہے۔"

یہ سوچتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

میں نے کہا۔ "وہی جس کے متعلق تم سوچ رہے ہو۔ تمہارا دماغ کمزور نہیں ہے۔ میں فرہاد ہوں اور میں نے شرلاک کو یہ خوشخبری سنا دی ہے کہ تم زندہ ہو۔"

"آپ؟ مگر آپ تو ملایا میں تھے۔ اخبارات یہی بتا رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اخبارات اپنی ناقص معلومات کی بنا پر ایسا کہتے ہیں۔ میرے یہاں میرے وجود پر تمہارا یقین کرنا ضروری نہیں ہے۔ اپنی غیریت بتاؤ۔ کب تک چلنے پھرنے کے قابل ہو سکتے ہو؟"

"میں آپ کو دیکھ کر اپنے آپ کو بھول گیا ہوں آپ میرے آئیڈیل ہیرو ہیں۔ بستر علیکہ یہ آپ ہی ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اس وقت میں تمہارے دماغ میں بیٹھ کر تمہارے زخموں سے اٹھنے والی ٹیسیں محسوس کر رہا ہوں۔ تم سونا چاہتے ہو مگر سو نہیں سکتے۔ ایسی حالت میں زیادہ باتیں کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں وہ تمہیں کوئی خواب آور دوا دے گا۔"

وہ جانے لگا۔ اس نے کہا۔ "میسیے! اگر آپ ہی فرہاد ہیں تو بعد میں ملیں گے لگا جیسے آپ خواب میں آکر چلے گئے ہیں۔"

"اطمینان رکھو۔ میں پھر تم سے ملوں گا۔"

میں بٹر فلائی کے ساتھ دوسرے کمرے میں آگیا۔ ڈاکٹر میرے کہنے پر مائیک کو خواب آور دوا کھلانے چلا گیا۔ پروفیسر نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! ہم نے سرمایہ داروں کو جانتے ہیں۔ یہ ان کی فہرست ہے۔"

بٹر فلائی میرے ساتھ وہ فہرست پڑھنے لگی۔ پھر اس نے ایک پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں اس دولت مند کو جانتی ہوں۔ میں ایک شام کو میک اپ میں چھپا کر اس کے پاس گئی تھی۔ گرفتار پیلپز کے لیے امداد مانگ رہی تھی۔ یہ مجھے ایک رات گزارنے کی قیمت دینا چاہتا تھا۔ میں ٹوک کر چلی آئی۔"

میں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ کل تم اسی میک اپ میں پھر اس کے پاس جاؤ۔ یہ تاثر دو کہ تم ضرورت سے مجبور ہو کر رات گزارنے آئی ہو۔ میں تمہارے دماغ میں موجود رہوں گا۔ اس کے بعد ہر روز ایک نئے شکار سے ملا جائے گا۔ رائٹ؟"

"رائٹ۔" وہ مسکرانے لگی۔ میں نے کہا۔ "اب میں جاؤں گا۔ پروفیسر اور ڈاکٹر والوں سے کہو کہ میرے گزرنے کے راستے سے ہٹ جائیں۔"

ڈاکٹر مائیک کے پاس سے آگیا تھا۔ پروفیسر تھوڑی دیر میں نقشہ صاف کر کے واپس آیا تو میں دونوں سے مصافحہ کرنے کے بعد بٹر فلائی کے ساتھ باہر اپنی کار میں آیا۔ وہاں تاریکی تھی میں نے اسے بانہوں میں اٹھا لیا۔ وہ میری گرفت میں مر جانا چاہتی تھی اور میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب جانے لگا تو وہ پھر گلے کا ہار بنی۔ اپنے دل بھرے لبوں کی سرگوشیوں سے میرے کان کو گدگداتے ہوئے بولی۔ "فرہاد! میں اب تک تمہارے لیے ایک کورا کاغذ ہوں۔ کیا اپنا نام اس پر لکھو گے؟"

میں نے کہا۔ "تم بے حد حسین ہو۔ میں جاپان میں ہی اپنا نام لکھنا چاہتا تھا۔ مگر وہاں تمہارا عمر بھر رہنا محال ہے۔ آج رات میں تمہارے صرف ہوں۔ حالات نے اجازت دی تو کل میں تمہیں مائیک کے سوپ میں ملوں گا۔"

میں اسے تسلیاں دے کر اس سے رخصت ہو گیا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بھوک ہوتی ہے۔ کھانا سامنے ہوتا ہے اور آدمی کھا نہیں سکتا۔ میں کار آگے بڑھا کر تھوڑی دور تک گیا۔ راستے اچھی طرح ذہن نشین نہیں ہوئے تھے۔ ارادہ تھا کہ رات بھائی کے لیے شرلاک کو مخاطب کروں۔ اسی وقت رس دتی نے مجھے مخاطب کیا۔ طنزیہ انداز میں پوچھا۔ "میرے بگلا بھگت! جاپانی گڑیا سے کھیل کر آگئے؟"

میں نے کار کی رفتار کو سست کرتے ہوئے کہا۔ "طعنے نہ دو۔ تم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ میں اسے ٹال کر آیا ہوں۔"

"ہاں میں نے دیکھا ہے اور تمہاری نیت کو بھی پرکھ چکی ہوں کہ کل تم اس سے ملنے کا وقت ضرور نکالو گے۔"

میں نے جھینپ کر کہا۔ "بڑی شکل ہے کہ تم نیت کو سمجھ لیتی ہو۔"

"فرہاد تم ایسے کیوں ہو؟ انسان کیوں نہیں بنتے؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ کسی بھی حسن شباب کے آگے مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ کیا اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ یہ حسین لڑکیاں خود ہی دعوت دیتی ہیں۔"

"میں مانتی ہوں کہ ایک وجہ یہ بھی ہے۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تم تالی بجانے کے لیے اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤ۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا انسان فطری تقاضوں سے مجبور نہیں ہوتا؟"

اس نے جواب دیا۔ "سونیا اور رومانہ کی زندگی میں تم سے بھی زیادہ طوفان آتے جاتے رہتے ہیں۔ کیا وہ فطری تقاضوں سے مجبور نہیں ہو سکتیں؟ کیا عورتوں کے سینے میں پگھلنے والا دل نہیں ہوتا؟"

"عورتیں بھی پگھلتی ہیں۔"

"میں سونیا اور رومانہ جیسی عورتوں کی بات کر رہی ہوں۔ سونیا ذرا دیر کے لیے بالونگ مین کی طرف مائل ہوئی تو تم پریشان ہو گئے۔ کیا تمہاری وجہ سے سونیا کو جو پریشانیاں ہوتی ہیں۔ تمہیں ان کا احساس نہیں ہے؟"

"مجھے احساس ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ اس کے باوجود بھی بہک جاتا ہوں۔ شاید اس لیے کہ مرد زیادہ جذباتی ہوتا ہے۔"

"یہ غلط ہے۔ عورتیں زیادہ جذباتی ہوتی ہیں مگر برداشت کر جاتی ہیں۔ مرد خود کو فولادی ارادوں کا مالک کہتا ہے پھر وہ فولاد پگھل کیوں جاتا ہے؟"

میں نے تھک ہار کر کہا۔ "ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ مرد بے لگام ہوتا ہے۔ بے چاری عورت حتی الامکان کوششیں کرتی ہے کہ اس کا آدمی صرف اس کا رہے۔ لیکن اس کی لاعلمی میں وہ آدمی کیا گل کھلاتا رہتا ہے۔ وہ نہیں جان سکتی۔"

"ہاں۔ اب تم اپنی مکاریوں کو تسلیم کر رہے ہو۔ افسوس کہ تسلیم

کرنے کے باوجود تمہیں شرم نہیں آرہی ہے۔"

"ارے کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ یہ بھی تو سمجھو کہ کسی گناہگار کو شرم آتی تو وہ گناہ کے اتنے برس بھی نہ چلتا۔ ایسے کسی گناہگار کو تمہاری جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہی قابو کر سکتی ہے۔"

وہ ذرا چپ رہی۔ میں نے اس کی دکھتی رگ پر انگلی رکھی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "چپ کیوں ہو گئیں؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

اس نے کہا۔ "ہاں۔ تم ٹیلی پیتھی کے سہارے سونیا کو دھوکا دیتے ہو۔ مجھے نہیں دے سکتے۔ صرف میں ہی خیال خوانی کے ذریعے تمہیں گناہوں کی دلدل سے نکال سکتی ہوں۔ اس لیے ایسے موقع پر تمہیں ٹوک دیتی ہوں۔"

"تمہارے ٹوکنے سے بات نہیں بنے گی۔ ہمارے درمیان ایک دوسرے کو ٹوکنے والا فرشتہ بھی ہونا چاہیے۔"

وہ پھر چپ رہی۔ شاید جھجک رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "یاد ہے چند گھنٹے پہلے تم نے کیا دعویٰ کیا تھا؟"

"ہاں یاد ہے۔ میں نے دعویٰ کیا تھا کہ تمہیں پانے کے بعد پھر کسی کی آرزو نہیں کروں گا۔ مگر تم نے کوئی جواب نہیں دیا تھا میرے دماغ سے بھاگ گئیں تھیں۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر فیصلہ کن انداز میں بولنے لگی۔ "فرہاد! میں جانتی ہوں کہ میرے لاکھ چھپانے کے باوجود تم میری چاہت کو سمجھتے ہو۔ مگر تمہیں اس چاہت کا اندازہ نہیں ہے۔ میں چاہت سے بھی آگے بڑھ کر تمہاری پوجا کرتی ہوں۔ لیکن جب یہ دیکھتی ہوں کہ تم گندی خواہشات کی دلدل میں دھنستے جا رہے ہو تو میری پوجا اور عقیدت کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ میں تمہیں اپنا دیوتا کہنا چاہتی ہوں۔ مگر ایک ناپاک آدمی دیوتا نہیں بن سکتا۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ میرے کردار پر بے لاگ تبصرہ کر رہی تھی۔ سچی اور کھری بات کر رہی تھی۔ بے شک میں انسان ہوں مگر انسان نما فرشتہ نہیں ہوں۔ جو لوگ خواہشات کی دلدل میں فرشتہ بن کر رہنے کی جدوجہد نہیں کرتے۔ وہ عام انسانوں کی طرح مر جاتے ہیں۔ مرنے کے بعد اپنے نام سے زندہ نہیں رہتے۔ اور اپنی زندگی میں رس ونتی جیسی مہذب اور با اصول حسینہ کے دل پر حکومت نہیں کر سکتے۔ اس گھڑی میرے اعمال کا حساب ہو رہا تھا۔

رس ونتی کہہ رہی تھی۔ "میرا دل ایک ضدی بچے کی طرح صرف تمہارے لیے مچلتا ہے۔ میرے بس میں ہوتا تو میں سینے میں دل کی جگہ پتھر رکھ لیتی اور ہمیشہ کے لیے تم سے منہ موڑ لیتی۔ میری اس طویل عرصہ کی خاموشی اسی وجہ سے تھی کہ میں تم سے دور بھاگنے کی کوششوں میں مصروف تھی مگر میں نفرت سے کہوں تو تم ایک ایسے مرض کی طرح لگ گئے جس سے مرنے کے بعد ہی پیچھا چھوٹتا ہے اور محبت سے کہوں تو تم میری ایسی عبادت ہو کہ میں سانس چھوڑ سکتی ہوں۔ تمہاری عبادت نہیں چھوڑ سکتی۔"

اس کی آواز بھرا گئی۔ میں نے سسکیوں کی آواز سنی۔ وہ آواز فوراً ہی ختم ہو گئی۔ یعنی وہ جلدی سے میرے دماغ سے نکل گئی تھی تاکہ سسکیوں کو روک سکے۔ آنسوؤں کو پونچھ سکے۔ اس وقت میں ایسا مادم ہو سا تھا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ چند لمحوں کے بعد میری سوچ نے اس کی جانب بھاگنا کا خیال تھا کہ ہمیشہ کی طرح وہ اپنے دماغ کا دروازہ بند رکھے گی مگر اب وہ میرے لیے کھلا ہوا تھا۔

میں نے بڑی محبت اور نرمی سے پکارا۔ "رس ونتی۔"

وہ آنسو پونچھ رہی تھی۔ اپنے اندر سسکیوں کو دبا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "مرس ونتی! میں نے تمہارا دل دکھایا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں شرمندگی کا اظہار کیسے کروں؟"

وہ بولی۔ "اگر یہ آخری شرمندگی ہے تو میں خود کو بھاگ وان (خوش نصیب) سمجھوں گی۔ میں کیا بتاؤں فرہاد۔ تمہیں صرف اپنا بنانے کے لیے میں نے سونیا اور رومانہ کو راستے سے ہٹانا چاہا مگر میرے اندر کی عورت نے سمجھایا کہ وہ دونوں عورتیں بھی میری طرح دل کی مجبور ہیں۔ میں نے بارہا آزمایا کہ تم ہی کسی طرح ان دونوں کو چھوڑ سکو۔ مگر تم بھی ہر جائی ہونے کے باوجود ان دونوں سے وفاداری کا ثبوت دیتے رہے۔ اس وفاداری نے بھی مجھے متاثر کیا۔ اگر تم کسی موڑ پر انہیں میری خاطر چھوڑ دیتے تو کبھی کسی دوسری کے لیے مجھے بھی چھوڑ سکتے تھے۔"

"خدا کا شکر ہے۔ تم کسی پہلو سے تو مجھے اچھا سمجھتی ہو۔"

"تم کسی پہلو سے برے نہیں ہو۔ اگر تم میں وہی ایک برائی نہ ہو۔"

"اب یہ برائی بھی نہیں رہے گی۔ آج تم نے پہلی بار اپنی زبان سے پیار کا تحفہ دیا ہے۔ میں بھی پہلی بار تمہیں وچن (وعدہ) دے رہا ہوں کہ میں محبت کی پاکیزگی کو اس طرح برقرار رکھوں گا کہ تم مجھے دیوتا کہنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔ اب کسی حسینہ کے لیے میرے آلودگی خواہش پیدا نہیں ہو گی۔"

"اگر ہو تو؟"

"تو مجھے ٹوک دینا۔ اب تو ٹوکنے کا رشتہ طے پا گیا ہے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ میں نے کہا۔ "تم محض میری محبت کو دل میں چھپائے رکھنے کے لیے اپنے دماغ کا دروازہ میرے لیے بند کر دیتی تھیں۔ اب تو یہ دروازہ کھلا ہے نا؟"

اس نے اقرار میں سر ہلایا۔ اچانک میں نے کار کو روکتے ہوئے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔ "ایسے ایسی تم سے باتیں کرنے کی دھن میں پتہ نہیں کہاں چلا آیا ہوں۔"

رس ونتی نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ راستہ بھٹک گئے ہو؟"

"ہاں بھٹک گیا ہوں۔ مگر شراک کے ذریعے منزل تک پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے کہا۔ "تم سے باتیں کرنے کی دھن میں میں بھی بھول گئی کہ تمہارے دماغ میں کیوں آئی تھی۔ وہاں بایونک مین اور آقا سبحانی میں لگاؤ ہو گیا تھا۔"

"اچھا کہیے؟ وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

وہ کہنے لگی۔ "سونیا اور جمی ایک ٹیکسی میں کراچی شہر کی سیر کر رہے تھے۔ کسی ویران علاقہ میں آقا سبحانی کی گاڑی نے سامنے سے آکر انہیں روک لیا۔ پہلے تو ان کے درمیان سوال جواب ہوتے رہے میں جمی عرف بایونک مین کے دماغ میں رہ کر سب کچھ سمجھ رہی تھی۔"

میں نے کہا۔ "ایک منٹ رس ونتی! میں ایک بار جمی کے دماغ میں پہنچا تھا۔ اسے پتہ چل جاتا ہے کہ اس کے دماغ میں پرائی سوچ موجود ہے۔ وہ تمہیں بھی یقیناً محسوس کرتا ہوگا۔"

"نہیں۔ جمی بھگا میں طفل مکتب ہے۔ جب میں سانس روکتی ہوں تو میری سوچ کی غیر مرئی لہروں کو وہ محسوس نہیں کرتا ہے۔ میں خاموشی سے ان کے لڑنے کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ اف! وہ دو پاگل بھاگیں کی لڑائی میں نے پہلی بار دیکھی ہے۔ دونوں ایک دوسرے پر بھاری پڑ رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک انہیں مسلسل لڑتے دیکھ کر میں بیزار ہو گئی۔ آخری وقت جمی کا پلہ بھاری ہو رہا تھا۔ اسے لڑکھڑاتے دیکھ کر اچانک سلومی نے فائر کر دیا۔ ریوالور کی گولی جمی کے شانے پر لگی۔ دوسری گولی اس کی ران میں پیوست ہو گئی۔ تیسرے فائر سے پہلے ہی سونیا نے پتھر کھینچ کر مارا۔ سلومی سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ سونیا نے اس کے ریوالور پر قبضہ کرتے ہی آقا سبحانی کو مخاطب کیا۔

"آقا! پہلے میں سمجھتی تھی کہ تم نے بحری جہاز میں میری حفاظت اور حمایت کے لیے بایونک مین سے مقابلہ کیا ہے۔ مگر یہ بھید کھل گیا کہ تم ماسک مین کے آلہ کار ہو اور اپنے مفاد کی خاطر ہمیں اعتماد میں لینے کے لیے بایونک مین کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ تم بے شک ایک نمبر کے شیطان ہو۔ آئندہ کبھی فرہاد کے سامنے بھی شیطان بن کر آؤ گے۔ اس لیے میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

سونیا نے گولی چلا دی ٹھیک سلومی کی طرح پہلے آقا کے شانے کو زخمی کیا۔ وہ درندے کی طرح غراتا ہوا آگے بڑھا تو دوسری گولی اس کی ران میں پیوست ہو گئی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا دونوں شانہ زور ایک ہی طرح زخمی ہو کر زمین پر پڑے غرا رہے تھے جبھی تھا تھ اٹھا کر بولا۔ "شکریہ سونیا! اگر اسے ہلاک نہ کرنا۔ اسے زندہ رہنے دو میرے رقم بھرنے دو یہ میرے ہاتھوں سے مرے گا۔"

"سوری جمی! مجھ کو فرہاد اور رس ونتی کے دہلی تک پہنچنے کے لیے راستے کے کانٹوں کو صاف کرنا ہوگا۔ میں نہیں چاہتی کہ کوئی کانٹا فرہاد کے پاؤں میں چبھ جائے۔"

سونیا نے آقا سبحانی کا نشانہ لیا۔ جمی نے کہا۔ "ٹھہرو سونیا! اگر فرہاد ابھی تمہارے دماغ میں موجود ہوتا تو کیا تمہیں اجازت دیتا کہ ایک لیبر آدمی کو اتنی آسانی سے گولی مار دو؟"

"نہیں فرہاد کبھی اجازت نہ دیتا۔ اچھا ہے کہ وہ موجود نہیں ہے آقا کو اس طرح ہلاک کرنا بزدلی اور کم ظرفی ہے تو یہ بدنامی میرے سر آئے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے آقا کے سینے میں گولی اتار دی۔ وہ اچھل کر پھر زمین پر گر پڑا۔ ذرا سا رینگتا ہوا سونیا کی طرف بڑھا لیکن آخری گولی نے اس کی پیشانی میں سوراخ بنا دیا تھا۔ وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ دوسری طرف جمی زمین پر پڑا کراہتا ہوا بیہوش ٹرانسمیٹر کے ذریعہ اپنے ماتحتوں کو حکم دے رہا تھا کہ وہ اب قریب آجائیں اور فوری طبی امداد پہنچائیں۔ مجھے اطمینان تھا کہ سونیا کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے اس لیے میں تمہیں اطلاع دینے آگئی۔"

رس ونتی کی بات ختم ہوتے ہی میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ ہوٹل کراس ہسپتال کے اسپیشل وارڈ میں جمی کے پاس تھی۔ وہ بیہوش ہو گیا تھا۔ مگر وہ خوش لباس امریکی سونیا سے سوالات کر رہے تھے۔ یہ ظاہر تھا کہ وہ سپر ماسٹر کے آدمی تھے۔ بظاہر ایجنٹ بن کر ہے تھے مگر سونیا کو خوب پہچانتے تھے۔ میں سونیا کو مخاطب کر کے ان کی اصلیت بتانا چاہتا تھا کہ میری سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

میں نے جس ویران راستے کے کنارے گاڑی کو روک رکھا تھا، اس گاڑی کے پیچھے ایک ٹارچ روشن ہوئی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا کوئی ٹارچ روشن کرتا ہوا میری طرف آرہا تھا۔ میں نے اوور کوٹ کے کالر کھڑے کیے۔ فلٹ ہیٹ چہرے پر جھکائی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ آنے والا کوئی ٹریفک پولیس کا آدمی ہوگا لیکن جب وہ قریب آیا تو اسے دیکھ کر بڑا غصہ آیا۔ وہ وہی گونگا تھا جو میرے اجنبی میزبان کے بغلات میرے پاس لایا کرتا تھا۔

میں نے رس ونتی کو مخاطب کیا۔ "تم میری سوچ پڑھ رہی ہو نا؟"

وہ بولی۔ "ہاں وہ اجنبی میزبان ملایا سے تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اس سے ہمیں جان کا خطرہ نہیں ہے۔ تم کہو تو میں سونیا کے پاس جاؤں؟"

"ہاں اسے بتا دو کہ اس کے آس پاس سپر ماسٹر کے آدمی ہیں جمی کو صحت یاب ہونے میں ہفتوں لگیں گے۔ سونیا کو کراچی سے طیارے کے ذریعے جلد از جلد دہلی پہنچا چاہیے۔"

رس ونتی چلی گئی۔ میں نے کار کی کھڑکی کے شیشے کو نیچے سرکایا۔ گونگے نے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ بڑھا دیا۔ میں نے اسے لے کر کار کی اندرونی لائٹ آن کی۔ پھر اس کاغذ کو کھول کر پڑھنے لگا۔ اس اجنبی میزبان نے لکھا تھا۔

"مسٹر فرہاد! میں بنکاک میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں میں سمجھ رہا تھا کہ شراک جیسے دوست کی موجودگی میں شاید آپ کو میری ضرورت نہیں پڑے گی مگر ابھی آپ

راستے سے بھٹک گئے ہیں، اس لیے آپ کی راہنمائی کے لیے اپنے گونگے خادم کو بھیج رہا ہوں۔ یہ آپ کو شراک کے بنگلے تک پہنچا دے گا۔ فقط

——— آپ کا بے لوث خادم!"

وہ کمبخت اجنبی خادم سائے کی طرح پیچھے لگا ہوا تھا میں ساری دنیا سے چھپ رہا تھا مگر اس پُراسرار اجنبی کی آنکھیں مجھے شراک کے بنگلے سے گھورتی ہوئی گئر پسلینز کے خفیہ اڈے تک پہنچی تھیں اور وہاں ویران راستے پر بھی وہ ایک آسیب کی طرح نظر نہ آنے کے باوجود موجود تھا۔ میں نے اشاروں کی زبان میں گونگے سے کاغذ اور قلم طلب کیا۔ اس نے جیب سے ایک قلم اور نوٹ بک نکال کر دی میں نے لکھا۔

"میرے آستین کے سانپ! تمہارا چھپنا فضول ہے تم ریڈ پاور کا ایک قابل قدر جاگتا ہوا ذہن ہو۔ تم نے اجنبی دوست بن کر بڑی سہولت سے چیانگ پلازہ کو دوبارہ حاصل کر لیا اور ملایا کے جنگل میں جس خفیہ زمین دوز اڈے پر میرا قبضہ تھا وہاں بھی تم نے ریڈ پاور کی ایک ٹیم کو بھیج کر میرے آدمیوں کو ہلاک کرایا اور ریڈ پاور کو ایک ایسے اڈے میں پہنچا دیا جہاں سپر ماسٹر کے فرشتے بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔

بہرحال تم نے دوست بن کر نقصان پہنچایا ہے، اور میں نقصان برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں مجھے فدا ہونا ہی مشن سے واپس آنے دو، پھر میں تم سے سمجھ لوں گا ——— فقط۔ فریاد!"

میں نے لکھنے کے بعد قلم اور نوٹ بک کو واپس کیا۔ اسے اشارے سے سمجھایا کہ مجھے راہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ میری نظروں سے دُور ہو جائے۔ اس کے بعد میں نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی، پورا یقین تھا کہ اس پُراسرار آدمی کی گھورتی ہوئی آنکھیں میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔ میں نے شراک کو مخاطب کیا۔ اسے بتایا کہ میں ایسے راستے سے گزر رہا ہوں جس کے اطراف ناریل کے درخت ہیں اور کہیں کہیں بانس کی جھونپڑیاں نظر آ رہی ہیں۔

شراک نے کہا "ارے تم تو بنکاک شہر سے دور نکل گئے ہو گاڑی کو واپس موڑ دو۔ ایک آدھ گھنٹے کے بعد تم شہری حدود میں داخل ہو جاؤ گے۔"

میں نے گاڑی کو واپس موڑ دیا۔ شہر کی طرف جانے لگا۔ تقریباً ایک میل کا ویران راستہ طے کرنے کے بعد ایک کار اپنی طرف آتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ میری کار کو دیکھ کر رک گئی تھی۔ جب میں اسے کراس کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا تو عقب نما آئینے میں اس کی ہیڈ لائٹس کی روشنی نظر آئی۔ وہ کار بھی گھوم کر پیچھے آ رہی تھی۔ سمجھ میں آ گیا کہ وہی گونگا میرا پیچھا کر رہا تھا۔

ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ ایک ڈیڑھ میل کا فاصلہ رکھ کر کیسے تعاقب کر رہا تھا۔ اتنے فاصلے سے میں کسی دوسرے راستے پر مڑ کر اسے ڈاج دے سکتا تھا۔ پہلے بھی دائیں بائیں کئی موڑ آئے تھے مگر وہ ایک میل دُور سے سمجھتا رہا تھا کہ میں ایک ہی راستے پر کار ڈرائیو کر رہا ہوں۔

میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ اب تعاقب کرنے والی کار کی روشنی نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں اچانک کار کی رفتار بڑھا کر اور زیادہ سے زیادہ فاصلہ قائم کرنے لگا۔ پندرہ منٹ بعد میں ایک راستے پر مڑ گیا کار کی تیز رفتاری برقرار رکھی۔ ایک جگہ سڑک کے کنارے درختوں کا جھنڈ نظر آیا۔ میں کار کو سڑک سے اتار کر اس جھنڈ میں لے کر چھپ گیا۔ اب اس سڑک سے کوئی بھی گزرنے والا میری کار کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

یا حیرت! میں نے ذرا دیر بعد اس تعاقب کرنے والی کار کو دیکھا۔ وہ سڑک کے اس حصے پر آ کر رک گئی تھی جہاں سے اتر کر میری کار درختوں کے جھنڈ میں آ کر چھپی تھی۔ اس کار کے وہاں رکنے کا مطلب یہی تھا کہ اجنبی کی پُراسرار آنکھیں مجھے روپوش ہونے کے باوجود دیکھ رہی تھیں۔ وہ پُراسرار اجنبی کہاں ہے؟ کہاں سے وہ مجھے دیکھ رہا ہے؟

میں اپنی کار میں بیٹھا درختوں کے پیچھے سے دیکھ رہا تھا وہ سڑک زیادہ دور نہیں تھی۔ وہاں کھڑی ہوئی کار کے اندر روشنی تھی اور میں اس گونگے کے سائے کو پہچان سکتا تھا۔ وہ تنہا تھا۔ آس پاس اس کا کوئی ساتھی نہ تھا۔ اس گونگے کو تعاقب سے باز رکھنے کے لیے اسے مار کو پھینک دینا میرے لیے کوئی بڑی بات نہ تھی مگر اس طرح کوئی بات نہ بنتی۔ وہ پُراسرار اجنبی برابر میرے ساتھ سائے کی طرح لگا رہتا۔

سوال یہ تھا کہ وہ کس طرح دور ہونے کے باوجود میرے قریب پہنچ جاتا ہے؟ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا کہ میری طرح ایک جگہ بیٹھ کر میلوں دُور کے حالات معلوم کر لیتا۔ اس کے پاس کوئی ایسا سائنسی مہارا ہو سکتا تھا جس کے ذریعے وہ میرے قریب پہنچ جاتا تھا۔ میں نے رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔ بارہ بجکر پچیس منٹ ہو رہے تھے۔ آج صبح سے پہلے مجھے مکمل روپوشی اختیار کرنا تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ پُراسرار اجنبی مجھے نئے روپ میں پہچان لے۔

میں نے کار اسٹارٹ کی۔ درختوں کے جھنڈ سے نکل آیا۔ ابھی پیچھا چھڑانے کی کوئی تدبیر ذہن میں نہیں تھی۔ میں نے تعاقب کرنے والے گونگے سے بھی کچھ نہیں کہا۔ اس کی کار کے پاس سے چپ چاپ گزر گیا وہ بھی اپنے کام سے کام رکھتا تھا۔ اس نے بھی مجھ سے چھیڑنے کی نہیں پوچھی۔ چپ چاپ اپنی کار میرے پیچھے بڑھا دی۔ عجیب مخمصہ میں تھا۔

آگے بڑھ کر میں نے سوچا۔ خیال خوانی کے ذریعے شراک کی راہنمائی کرنے کے بجائے اسی گونگے کو راہنما بنانا چاہیے۔ ویسے بھی وہ پیچھے پیچھے آتا۔ لہٰذا آگے آگے چلے تو بہتر ہے۔ میں کار سے اتر کر اس کے پاس گیا۔ اس کی بھی گاڑی رکی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی سے باہر آ گیا۔ میں نے اشاروں سے اسے سمجھایا کہ وہ کار آگے بڑھا کر میری راہنمائی کرے اور ذرا تیزی سے چلے۔ مجھے جلدی گھر پہنچنا ہے۔ وہ بڑی فرمانبرداری سے سر ہلا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ میں اپنی کار میں آ گیا۔

پھر ہماری گاڑیاں آگے پیچھے دوڑنے لگیں۔ وہ آگے تیز رفتاری سے جا رہا تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ میں پیچھے چلا آ رہا ہوں۔ وہ پُراسرار اجنبی شاید کہیں بیٹھا ہوا اُس گونگے کو گائیڈ کر رہا تھا۔ اسے کسی طرح بتا رہا تھا کہ میں اب شرافت سے اس کے پیچھے آ رہا ہوں مگر وہ گونگے کو کیسے بتا رہا ہوگا، جبکہ وہ ٹرانسمیٹر کی آواز نہ سن سکتا ہے نہ جواباً بول سکتا ہے۔ پھر اس پُراسرار اجنبی کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ پہلے میں کہاں چھُپ گیا تھا اور اب کیسے گونگے کے پیچھے چل رہا ہوں؟

ہماری گاڑیاں تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھیں۔ اس کمبخت نے مجھے بُری طرح الجھا دیا تھا۔ اگر یہی سلسلہ رہتا تو میں کسی دوسرے روپ میں بھی اس کی نظروں سے نہیں چھپ سکتا تھا۔ میری خواہش تھی کہ پُراسرار ماسک میں جس طرح روشنی کو ڈھونڈ نکالنے میں ناکام ہو رہے ہیں اسی طرح آج رات کے بعد مجھے بھی کوئی تلاش نہ کر سکے۔ فی الحال یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی۔

جب میں مایوس ہوتا ہوں جب آگے کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا۔ تب میں نے اکثر اپنے خدا کو اپنے ساتھ دیکھا ہے۔ وہ کسی نہ کسی بہانے میری مشکل آسان کر دیتا ہے۔ ہم بڑی تیز رفتاری سے جا رہے تھے۔ پتہ نہیں اس گونگے کی ذہنی رو کیسے بہک گئی۔ ڈرائیونگ کے دوران اگر اسٹیرنگ ذرا بھی ادھر سے اُدھر ہو جائے تو تیز رفتاری گُل کھلاتی ہے۔ اچانک ہی آگے والی گاڑی سڑک سے اتر کر ایک درخت سے ٹکرا گئی۔ اس حادثے سے اگر وہ گونگا مر جاتا اور میرا تعاقب جاری رہتا۔ تب بھی اس پُراسرار اجنبی کے لیے کوئی فرق نہ پڑتا۔ مگر میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ حادثہ قدرت کی طرف سے میری بھلائی کے لیے ہوا تھا۔

میں نے قریب پہنچ کر گاڑی روکی۔ پھر اُدھر دوڑتا ہوا گیا۔ درخت سے ٹکرانے سے پہلے گونگے نے حاضر دماغی سے کام لے کر رفتار سُست کر دی تھی، اس لیے دھماکہ خیز حادثہ نہیں ہوا۔ کار کے اگلے حصے کو ذرا نقصان پہنچا۔ گونگا زندہ تھا۔ مگر اسٹیرنگ سے سر ٹکرانے کے باعث بیہوش ہو گیا تھا۔ پیشانی اور ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے اسے اگلی سیٹ پر لٹا دیا۔ سر کو ذرا نیچے ڈھلکا دیا تاکہ ناک سے خون بہنا بند ہو جائے۔

اس دوران میں نے ڈیش بورڈ میں مائلج دو فیول میٹر کے قریب ایک سرخ رنگ کا اسکرین دیکھا۔ وہ اسکرین نیم تاریک تھا مگر ایک نقطے سے نقطہ جیسی روشنی اسپارک کر رہی تھی جیسے کوئی انڈیکیٹر ہوتا ہے اور سمت کی نشاندہی کرتا ہے، ویسے ہی وہ نقطہ جل بجھ رہا تھا جب میں گونگے کو اٹھانے کے لیے اسٹیرنگ کی طرف گیا تو وہ نقطہ اسکرین کے دائیں سمت روشن تھا۔ پھر میں گونگے کو ٹھکانے کے لیے اگلی سیٹ کے ایک طرف سے دوسری طرف گیا تو وہ نقطہ بھی دائیں سے بائیں کھسک گیا۔

میں نے ذرا قریب جھک کر دیکھا تو دماغ روشن ہو گیا۔ اسکرین پر پورے بنکاک اور اس کے مضافاتی علاقوں کا نقشہ تھا اور وہ نقطہ یقیناً اس علاقے کی نشاندہی کر رہا تھا جہاں میں گونگے کے ساتھ موجود تھا یعنی راڈر سسٹم سے تعلق رکھنے والی کوئی ایسی چیز میرے پاس تھی۔ جو اس نقطہ کو روشن رکھتی تھی۔ میں جس راستے، جس موڑ سے گزرتا تھا وہ نقطہ اسکرین کے نقشہ پر اسی راستے، اسی موڑ سے اسپارک کرتا ہوا گزرتا تھا۔

مجھے کسی بات کو سمجھنے کے لیے ایک ہلکا سا اشارہ کافی ہوتا ہے اس کے بعد میرا ذہن کھُل چلا جاتا ہے۔ میں سمجھ گیا۔ اس پُراسرار اجنبی نے میرے پاس کوئی ایسی چیز چھوڑی ہے جو اسے میرا پتہ بتاتی رہتی ہے میں نے اپنے لباس کو ٹٹولتے ہوئے دیکھا۔ اسکرین پر نقطہ ایک ہی جگہ تھرک رہا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ نیچے گرا دیئے۔ نقطہ ذرا نیچے سرک کر ٹھہر گیا۔ میں نے بایاں ہاتھ اوپر اٹھایا۔ نقطہ ذرا اوپر اٹھ کر ٹھہر گیا۔

میرے بائیں ہاتھ کی ایک انگلی میں مقناطیسی انگوٹھی تھی۔

جب میں ملایا میں تھا اور پیک ٹرام اسٹیشن کی آبادی میں پہلی بار اس پُراسرار اجنبی نے اجنبی میزبان بن کر مجھے اور رُومانہ کو ایک بنگلے میں پناہ دی تھی۔ اس بنگلے میں میں نے وہاں کی موٹی ملازمہ اشتیا سے وہ مقناطیسی انگوٹھی حاصل کی تھی۔ اس نے مقناطیسی انگوٹھی کے ذریعے ہماری خواب گاہ کے اس دروازے کو کھول لیا تھا جسے ہم نے اندر سے بند کیا تھا لہٰذا وہ انگوٹھی میں نے اس سے لے لی تھی۔ تب سے وہ میری انگلی میں تھی۔

میں نے اسے اتار کر ایک طرف رکھا۔ روشن نقطہ ایک طرف ٹھہر گیا۔ میں نے بایاں ہاتھ ادھر سے اُدھر کیا۔ خود بھی کار کے اندر اس دروازے سے اُس دروازے تک گیا لیکن وہ روشن نقطہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ میں بے اختیار مسکرانے لگا۔ میرے دماغ سے ایک بوجھ اتر گیا تھا۔

اس پُراسرار اجنبی نے اشتیا کو اسی مقصد کے لیے انگوٹھی دی تھی کہ وہ میرے لیے ڈیسی کا باعث بنے اور واقعی میں نے ڈیسی ہا۔ اسے پہن کر بنکاک تک چلا آیا۔ میں نے اسے دوبارہ اٹھا کر پہن لیا۔ ابھی اس سے نجات حاصل کرنا دانشمندی نہ ہوتی۔ میں نے اسے پہن کر غور سے دیکھا۔ بظاہر وہ ایک عام سی انگوٹھی تھی۔ اس کا اوپری حصہ دبیز اور پھولا ہوا تھا۔ اس کے اندر کوئی ایسی چیز ہوگی جو پتا نہ انڈیکیٹر اسکرین تک پہنچاتی ہوگی۔

گونگے کی سانسیں اعتدال پر آ رہی تھیں۔ وہ کسمسا رہا تھا۔ میں

کار سے باہر نکل کر اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اپنے ماحول کو سمجھ رہا تھا۔ پھر اس نے میری جانب دیکھا۔ میں نے اپنی کار اسٹارٹ کی۔ اس کی جانب دیکھتا رہا۔ اگر وہ مجھے رکنے کا اشارہ کرتا تو میں رُک جاتا۔ وہ خاموش رہا۔ میں کار کی رفتار بڑھا کر وہاں سے روانہ ہوگیا۔

ایک گھنٹے بعد شرلاک کی راہنمائی حاصل کر کے بنگلے تک پہنچ گیا۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ مگر ممی بے بی اور شرلاک میرے لیے جاگ رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "ممی! آپ سفر کی تھکی ہوئی ہیں آپ کو سو جانا چاہیے تھا۔"

وہ سنجیدگی سے بولیں۔ "بیٹا گھر سے باہر ہو تو ماں کو نیند نہیں آتی۔"

میں نے مسکرا کر دیکھا پھر ایک بڑے سے آئینے کے سامنے میک اپ کا سامان لے کر بیٹھ گیا۔ میک اپ کے دوران میں نے انہیں گزشتہ اور پُراسرار اجنبی کی باتیں بتائیں۔ یہ بھی بتایا کہ میری انگلی میں جو انگوٹھی ہے وہی مصیبت کا سبب بنی ہوئی ہے۔

بے بی نے پوچھا۔ "بھائی! آپ اس انگوٹھی کو پھینک کیوں نہیں دیتے؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "پہلے یہ انگوٹھی باعث زحمت تھی اب باعث رحمت ہوگی۔ شرلاک یہاں سے جاتے وقت اسے پہن کر جائے گا۔"

شرلاک نے کہا۔ "ٹھیک ہے پہن کر چلا جاؤں گا۔ ابھی رات کے اندھیرے میں وہ مجھے فرہاد سمجھ کر میری کوٹھی تک پیچھا کریں گے، لیکن دن کے اُجالے میں جب وہ دیکھیں گے کہ وہ انگوٹھی میری انگلی میں ہے تو وہ پھر اس بنگلے تک ہماری تلاش میں آئیں گے۔"

میں نے کہا۔ "تم پُراسرار اجنبی کے نقطۂ نظر سے سوچو۔ وہ نہیں جانتا ہے کہ میں اس انگوٹھی کی خاصیت کو سمجھ گیا ہوں۔ وہ مجھے نادان سمجھ رہا ہے لہٰذا یہی سمجھتا رہے گا کہ میں شرلاک بن کر تمہاری کوٹھی میں رہتا ہوں۔"

"لیکن فرہاد! وہ اس بات کی تصدیق کریں گے کہ اصلی شرلاک یہاں موجود ہے یا نہیں۔"

میں نے آئینے میں اپنے نئے روپ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تصدیق ہو جائے گی۔ اس نئے روپ میں۔ میں اصلی شرلاک سمجھا جاؤں گا۔ پھر ان کے نقطۂ نظر سے سوچو کہ صرف یہ انگوٹھی فرہاد کی نشاندہی کرتی ہے فرہاد کتنے ہی روپ بدل لے ان کی دانست میں یہ انگوٹھی اس کی انگلی میں رہے گی۔ تم اسے پہن کر جاؤ گے تو تم ہی فرہاد سمجھے جاؤ گے۔ یہاں میرے متعلق سوچا جائے گا کہ میں نے اصلی شرلاک کو چھپانے کے لیے تمہیں اس نئے روپ میں ڈھال دیا ہے۔"

شرلاک [illegible] گہری سانس لے کر کہا۔ "بڑی چکر بازیاں ہیں۔ اب میں سمجھ رہا ہوں۔ لاؤ انگوٹھی۔۔۔"

میں نے انگوٹھی اس کے حوالے کر دی۔ وہ اسے پہنتے ہوئے بولا۔ "تم اس اجنبی کو چکر دینے میں کامیاب ہو جاؤ گے مگر تمہاری پراپوگنڈا کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ تمہیں نئے روپ میں شرلاک کے طور پر رہنا ہوگا۔ وہ تم پر بھی نظر رکھیں گے۔"

"بھئی میں خیال خوانی کے ذریعہ تم سے ایسی حرکتیں کراؤں گا کہ وہ تمہیں فرہاد سمجھ کر مجھے بالکل نظر انداز کر دیں گے۔ خدا دیکھتے جاؤ کیا سمجھ آگے ہوتا ہے کیا؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "اچھا تو اب میں چلوں؟"

"خدا ٹھہرو، وہ جولیا، اس کے والدین اور انکل ڈیوڈ آرام سے سو رہے ہوں گے۔ میں ذرا ان کی نیندیں حرام کر دوں۔ اس کے بعد تم چلے جانا۔ چلو اپنی کوٹھی کا نمبر ڈائل کرو اور ریسیور مجھے دو۔"

شرلاک نے نمبر ڈائل کیے پھر ریسیور میرے ہاتھ میں دیا۔ ممی اور بے بی میرے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بجتی جا رہی تھی۔ سب سو رہے تھے۔ ایک ملازم کی آواز سنائی دی۔ میں نے کراہتے ہوئے کہا۔ "میں مائیک بول رہا ہوں جولیا کو بلاؤ۔"

وہ ریسیور رکھ کر جولیا کی خواب گاہ کی طرف گیا۔ میں نے اپنے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اب وہ لوگ نیند سے اٹھ کر سنیں گے کہ مردہ زندہ ہو گیا ہے۔"

بے بی قہقہہ لگانے لگی۔ ممی بھی ہنس رہی تھیں۔ شرلاک نے محظوظ ہو کر کہا۔ "تم واقعی ان کے رونگٹے کھڑے کر دو گے۔ خدا دیکھو وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے دماغ کی اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہا۔ "جولیا جاگ رہی ہے کہ ملازم نے اسے نیند سے کیوں بیدار کیا۔ ملازم کہہ رہا ہے کہ مسٹر مائیک فون پر بُلا رہے ہیں۔ جولیا ایک دم سے چونک گئی ہے۔ بے یقینی سے ملازم کو دیکھ کر بول رہی ہے۔ "کیا وہ اپنی قبر سے فون کر رہا ہے؟"

پھر جولیا کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ سوچ رہی ہے کہ مائیک کی موت ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی ہے اس لیے ملازم کے سامنے ایسی باتیں نہیں کرنا چاہیے۔ جب وہ جاگ ہی گئی ہے تو اسے فون اٹینڈ کر لینا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ ٹیلی فون کی طرف آ رہی ہے۔ اچھا بے بی اپنی ہنسی بند کرو، میں جولیا سے بات کر رہا ہوں۔"

اسی وقت جولیا کی آواز ریسیور سے سنائی دی۔ "ہیلو آپ کون ہیں۔ اتنی رات کو کسی کی نیند خراب کرنا کہاں کی شرافت ہے؟"

میں نے زنانی مائیک کی کراہتی ہوئی آواز میں کہا۔ "جولیا! اس دنیا میں شرافت کہاں رہی ہے مجھے آواز سے پہچان سکتی ہو تو پہچان لو۔"

جولیا کے ہاتھ میں ریسیور کانپنے لگا۔ اس نے ایک ہاتھ بڑھا کر سینٹر ٹیبل کے نیچے رکھے ہوئے ریکارڈر کو آن کر دیا۔ وہ ریکارڈنگ ٹیلیفون

سے منسلک تھا۔ اب میری باتیں اس میں ریکارڈ ہو رہی تھیں۔ اس نے اپنے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر ملازم سے کہا۔ "جلدی جاؤ، ممی ڈیڈی اور انکل کو بلا کر لاؤ۔"

میں اپنے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر اپنے لوگوں کو بتا رہا تھا کہ جولیا وہاں کیا کر رہی ہے۔ ملازم کے جانے کے بعد اس نے ریسیور سے ہاتھ ہٹایا تو میں نے بھی ادھر ہاتھ ہٹا لیا۔ وہ حیرانی سے بولی۔ "مائیک یہ۔۔۔ یہ تم ہو، میں تمہاری آواز پہچان رہی ہوں۔ تم اب تک گھر کیوں نہیں آئے؟ یہ کہاں سے بول رہے ہو؟"

"جولیا! جب تم نے مجھے آواز سے پہچان ہی لیا ہے کہ میں مائیک ہوں تو پھر خود ہی سمجھ لو کہ میں گھر سے بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے گھبرا گئی۔ گھڑی کے حوالے سے پوری طرح ثابت ہو گیا کہ مائیک ہی بول رہا ہے۔ وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ "یہ۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

پھر وہ جبراً مسکراتی ہوئی بولی۔ "اچھا۔ سمجھ گئی۔ مذاق کر رہے ہو۔ بڑے شریر ہو۔ بس اب بتا دو کہاں ہو؟"

میں نے کہا۔ "میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہارے انکل ڈیوڈ نے تمہیں میری موت کی خوشخبری سنائی ہوگی۔ وہ تم لوگوں کی پہلی بدبختی تھی کہ شرلاک کی دوسری ممی اور ان کے بچے تم لوگوں کی سازشوں سے مر نہ سکے۔ یہ تمہاری دوسری بدبختی ہے کہ میں ڈیوڈ کے ہاتھوں مر گیا مگر میری روح ابھی تک اس دنیا میں موجود ہے۔ میں تنہا یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ تم سب کی روحیں میرے ساتھ جائیں گی۔"

وہ رونے کے انداز میں سنسناتی ہوئی بولی۔ "کیوں بچوں کو ڈرانے والی باتیں کر رہے ہو۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہاری روح ٹیلی فون کے ذریعے باتیں کر رہی ہے؟"

"ہاں۔ مگر میرے پاس کوئی ٹیلیفون نہیں ہے۔ ریسیور تمہارے ہاتھ میں ہے اور میں تمہارے بالکل سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔ تم مجھے دیکھ نہیں سکو گی مگر میں اپنی موجودگی کا ثبوت دے سکتا ہوں۔"

وہ سہمی ہوئی سی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے دیکھ رہی تھی۔ مائیک نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے ممی ڈیڈی اور انکل وہاں پہنچ گئے تھے۔ میں نے کہا۔ "دیکھو میں موجود ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ یہ سالا ڈیوڈ تمہارے ٹائیں ٹائیں اگر تمہارے ریسیور سے کان لگا رہا ہے۔ تمہارے ڈیڈی سامنے سے چلے آ رہے ہیں۔ انہیں منع کرو ادھر نہ آئیں۔ میں تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔"

جولیا نے جلدی سے چیخ کر کہا۔ "ڈیڈی رُک جائیے۔ آپ آگے نہ بڑھیں یہاں سامنے مائیک بیٹھا ہوا ہے۔"

اس کے باپ نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "بیٹی! کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ یہ صوفہ تو خالی ہے۔"

"یہ خالی نہیں ہے۔ مائیک یہاں بیٹھا دیکھ رہا ہے کہ انکل ڈیوڈ نے میرے دائیں طرف آ کر اس ریسیور سے کان لگایا ہے۔ وہ آپ کو بھی اس صوفہ کی طرف بڑھتے دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں آپ کو وہاں بیٹھنے سے منع کروں۔"

"کیا بکواس ہے۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔ دیکھو میں بیٹھ کر دکھاتا ہوں۔"

وہ صوفہ کے سامنے آ کر بیٹھنے لگا۔ اس سے پہلے میں اس کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ اب میں اسے ہمہاں بٹھاتا وہیں بیٹھتا۔ وہ صوفہ کے سامنے بیٹھتے بیٹھتے گر پڑا۔ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ جھلا اٹھا۔ دوسری بار اسی صوفہ پر بیٹھنے کی کوشش کی مگر صوفہ کے کنارے پر بیٹھ قالین پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔ "جولیا! میری روح کو باتیں کرنے کا کوئی وسیلہ چاہیے۔ ابھی میں نے اس ریسیور کو واسطہ بنایا ہے۔ اب تم لوگوں میں سے کسی کو واسطہ بنا کر باتیں کروں گا۔ یہ ریسیور رکھ دو اور ریکارڈنگ میں ریکارڈ ہونے والی گفتگو اپنے بزرگوں کو سنا دو۔"

وہ حیران تھی۔ روح یا آسیب کے معاملات کو فراڈ سمجھتی تھی مگر آنکھوں کے سامنے ثبوت مل رہے تھے۔ اس کا باپ اس صوفہ پر نہیں بیٹھ پایا تھا جہاں میرے بیان کے مطابق مائیک کی روح بیٹھی تھی۔ پھر یہ کہ اگر کوئی کہیں سے ٹیلیفون کے ذریعے مائیک کی آواز میں باتیں کر رہا ہوتا تو اسے یہ نہ معلوم ہوتا کہ ٹیلیفون پر ہونے والی گفتگو ریکارڈ ہو رہی ہے۔

وہ بُری طرح سہمی ہوئی تھی۔ اس نے کیسٹ کو ریوائنڈ کرنے کے بعد اسے آن کیا۔ سب لوگ توجہ سے سننے لگے۔ وہ پہلے ہی جولیا کے باپ جان کا تماشہ دیکھ چکے تھے۔ ریکارڈ سے ابھرنے والی مائیک کی آواز بھی یہی کہہ رہی تھی کہ مائیک اس صوفہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ جولیا کی ماں کھڑی نہ رہ سکی۔ دہشت زدہ ہو کر قالین پر گر پڑی۔ خالی صوفہ کو دیکھتی ہوئی گڑگڑانے لگی۔ "بیٹے مائیک! خدا گواہ ہے ہم تمہاری موت کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ تم خود جانتے ہو، ڈیوڈ نے تمہیں ہلاک کیا ہے۔"

جولیا نے بے اختیار میری سوچ کے مطابق ریکارڈنگ کے بٹن دبا دیئے۔ ان کی باتیں ریکارڈ ہونے لگیں۔ میں جولیا کے دماغ میں موجود رہا۔ اسے سوچنے کا موقع نہیں دیا کہ وہ بے خیالی میں ریکارڈنگ کی مرتکب ہو رہی ہے۔

ڈیوڈ نے جولیا کی ماں سے کہا۔ "مسز! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم نے اور جان نے مجھے اس بات کے لیے رقم نہیں دی تھی کہ کسی کرائے کے قاتل کے ذریعے مائیک کو قتل کرا دوں۔ ہم سب اس سازش میں شریک ہیں۔"

جولیا کی ماں نے کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ میں مائیک کو اپنے بیٹے کی طرح چاہتی تھی۔"

میں نے مسٹر جان کے دماغ کو کنٹرول میں لیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق مائیک کے لہجے میں بولنے لگا۔ "جھوٹ سے باز آجاؤ۔ میں مائیک ہوں اور مسٹر جان کے اندر سے بول رہا ہوں۔ تم میں سے کسی کی مکاریاں مجھ سے چھپی نہیں رہ سکتیں۔ اپنی اپنی سلامتی کے لیے سچ بولتے رہو۔۔۔"

جولیا کی ماں چیخیں مارتی ہوئی قالین پر سسکتی ہوئی اپنے شوہر سے دُور چلی گئی کیونکہ وہ مائیک کے لہجے میں بول رہا تھا اور سب ہی کو دہشت زدہ ذہن کی آنکھ سے وہ مُردہ مائیک نظر آرہا تھا۔ میں نے جان کی زبان سے کہا۔ "چیخنے چلانے سے نجات نہیں ملے گی۔ تم سب کی بھلائی اسی میں ہے کہ خاموش رہ کر سکون سے سوچو کہ صبح سے پہلے مزا چاہتے ہوئے یا میں تمہیں زندگی کی بھیک دیدوں۔"

جولیا اور اس کے ماں باپ ایک ساتھ گڑگڑانے لگے۔ "ہمیں معاف کردو۔ آئندہ ہم کسی کے خلاف کوئی سازش نہیں کریں گے۔"

انکل ڈیوڈ مضبوط اعصاب کا آدمی تھا۔ اس نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا۔ "یہ سب ناقابلِ یقین ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ ہمیں کالے جادو سے ڈرایا جارہا ہے۔"

میں ڈیوڈ کے دماغ میں گھس گیا۔ وہ اچانک قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "کالا جادو۔ ہا ہا ہا۔ اگر میری روح کے اس عمل کو جادو سمجھتے ہو تو اس جادو سے بھی نجات نہیں ملے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے سینٹر ٹیبل پر رکھے ہوئے گلدان کو اٹھا کر اپنے سر پہ دے مارا۔ شیشے کا گلدان چکنا چُور ہوگیا۔ پھول اور پتے کھِر گئے۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اب وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سوچ رہا تھا کہ یہ اس سے کیسی حرکت سرزد ہوئی تھی۔ اس کے سر سے لہو بہتا ہوا چہرے پر پھیل رہا تھا۔ جولیا اور اس کی ماں مارے دہشت کے ایک دوسرے سے لپٹ گئی تھیں۔ مائیک کی روح سے معافیاں مانگ رہی تھیں۔

میں نے ڈیوڈ کی زبان سے کہا۔ "تم سب جانتے ہو کہ میں اپنی زندگی میں شرلاک کا وفادار رہا۔ مرنے کے بعد بھی میری وفاداری قائم ہے۔ تمہارے لیے اب دو راستے ہیں۔ اس گھر میں رہ کر موت قبول کرو یا شرلاک سے ہمیشہ کے لیے تعلقات ختم کردو۔ میں تم لوگوں کو زندہ چھوڑ دوں گا۔"

سب ہی باری باری یقین دلانے لگے کہ صبح ہوتے ہی وہ کوٹھی چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ میں نے کہا۔ "شرلاک کو وصیت کی رو سے جولیا سے شادی کرنے کا پابند بنایا گیا ہے۔ لہٰذا جولیا، مسٹر اور مسز جان تم تینوں کو پکے کاغذ پر یہ لکھنا ہوگا کہ جولیا اپنی مرضی سے شرلاک سے شادی نہیں کرنا چاہتی ہے۔ مسٹر اور مسز جان بھی تائید کرتے ہیں اور شرلاک برادری سے باہر شادی کرے تو اب وہ اعتراض نہیں کریں گے۔"

جان اپنے بریف کیس سے پکا کاغذ نکالنے کے لیے وہاں سے دوڑتا چلا گیا۔ میں نے کہا۔ "یاد رکھو جولیا! جب تک اس پکے کاغذ پر قانونی کارروائی مکمل نہیں ہوگی، اس وقت تک میں تمہارے ساتھ سائے کی طرح لگا رہوں گا۔ تم مجھ ہی ہو نا؟"

وہ مجھنے کے انداز میں زور زور سے سر ہلانے لگی۔ میں نے ڈیوڈ کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے منہ سے عجیب عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں۔ کچھ تو وہ زخم کی تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ کچھ سمجھ میں آنے والی مصیبت کے زیرِ اثر اس کے منہ سے آوازیں خارج ہو رہی تھیں۔ وہ شکست خوردہ انداز میں صوفہ پر بیٹھ گیا۔

میں نے وہاں سے واپس آکر شرلاک ممی اور بے بی کو تمام واقعہ سنایا۔ وہ سب ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوئے جا رہے تھے۔ ان کے خوش ہونے کے دوران میں جولیا کے دماغ میں بھی وقفہ وقفہ سے جھانکتا رہا۔ ایکبار اس نے مائیک کی روح کو مخاطب کرکے پوچھا۔ "مائیک! ہمیں بتاؤ کہ ہم اس پکے کاغذ پر کیا لکھیں؟"

میں نے کہا۔ "تھوڑی دیر انتظار کرو۔ میں شرلاک کو تلاش کرتا ہوں، اسے یہاں بھیجوں گا۔ پھر وہ جو کچھ بولے وہی لکھ دینا۔ اچھا میں جا رہا ہوں مگر یہ نہ سمجھنا کہ واپسی کا راستہ بھول جاؤں گا۔"

یہ محض اتفاق ہے کہ اسی وقت ایک پلاٹو کرے میں کہیں تھا وہ اچھل کر روشن دان پر پہنچ گیا۔ جولیا کی ماں نے کہا۔ "وہ دیکھو، وہ جا رہا ہے۔"

وہ بلّے کو مائیک سمجھ رہے تھے۔ اس نے عادتاً روشن دان سے سر گھما کر انہیں دیکھا۔ ہولے سے غرایا۔ وہ سب سہم کر پیچھے ہٹ گئے جیسے مائیک وارننگ دے رہا ہو۔ وہ سر گھما کر روشندان سے باہر چلا گیا۔ جولیا اطمینان کا سانس لے کر بولی۔ "وہ چلا گیا۔۔۔"

میں نے ہنستے ہوئے بے بی کو یہ بات بتائی تو پھر قہقہے بلند ہو گئے۔ وہ بولی۔ "بھائی! آپ نے تو وہاں ایسی دہشت طاری کر دی ہے کہ وہ کئی راتوں تک سو نہیں سکیں گے۔"

میں نے کہا۔ "تم کئی راتوں کی بات کر رہی ہو۔ وہ لوگ صبح تک وہ کوٹھی چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ مائیک کی روح نے ان سے کہا ہے کہ ایک پکے کاغذ پر وہ ماں باپ اور بیٹی یہ لکھ دیں کہ جولیا شرلاک سے شادی نہیں کرنا چاہتی ہے اور شرلاک نے برادری سے باہر شادی کی تو وہ لوگ اعتراض نہیں کریں گے۔ اب وہ لوگ پکا کاغذ لیے بیٹھے ہیں کہ تم وہاں جا کر ان سے جو لکھوانا چاہو وہ وہی لکھیں گے۔"

شرلاک خوشی سے اچھل پڑا۔ وہ مجھ سے آکر لپٹ گیا۔ "زبردست تم نے تو کمال کر دیا۔ جولیا کے اس اعتراف نامے کے بعد اب ساری دولت اور جائداد مجھ کو، تائید اور ردی کو ملے گی۔"

ممی نے آکر میری پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔ "بیٹے! میں سوچ سکتی تھی کہ تم ایک جگہ بیٹھے بیٹھے اتنا بڑا مسئلہ حل کر دو گے۔" ماں نے سچ کہا ہے بیٹے! وہ بہت عظیم ہوگی۔"

بے بی میرے سینے سے لگ کر خوشی سے روتی ہوئی بولی۔ "بھائی! بھائی کا حق ادا کر دیا۔ مجھے یقین تھا کہ تمہاری موجودگی میں میری بون نہیں آئے گی۔ آج تم اسے میرے شوہر کے گھر سے بھگا رہے ب وہ میرا گھر ہوگا۔"

اس وقت میں کتنا مسرور تھا۔ یہ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں، جو یوں کی مشکلیں آسان کر کے نیکی سے حاصل ہونے والی مسرتیں حاصل ان۔ شرلاک ہم سے رخصت ہو کر جانے لگا۔ میں نے کہا۔ وش پر اسرار اجنبی کے لیے اب تم فرہاد ہو۔ اگر اس کے ہاتھوں سے ملاقات ہو اور وہ کوئی پیغام لے کر آئیں تو پہلے ظاہر کرنا۔ پھر یوں شکست تسلیم کر لینا جیسے اس پُراسرار اجنبی سے ں ناکام رہے ہو۔"

شرلاک نے پوچھا۔ "میں اس کے پیغام کا جواب تمہارے فریم میں کیسے دے سکوں گا؟"

"جب میں تمہارے دماغ میں رہوں گا تو وہاں صرف میری میرا لہجہ اور میری حرکتیں ہوں گی۔ تمہارے ہاتھ میرا اندازِ تحریر ارین گے کیونکہ ہاتھ صرف تمہارا ہوگا مگر میرا دماغ اس ہاتھ ن حرکت کے مطابق لکھائے گا۔ اگر کسی وقت رابطہ قائم نہ رکھ ا تو بتانا۔" کے جواب میں خط ٹائپ کر کے بھیجنا، اب جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ بنگلے سے باہر نکل کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر اپنی ہوگیا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "شرلاک! یہ بھی یک کی زندگی اور موت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ا کے سامنے انجان بنے رہنا۔ دیکھو کہ وہ لوگ اپنے کرتے ہیں یا نہیں؟"

"ٹھیک ہے۔ میں سہولت سے تعلقات ختم کروں گا۔" ں نے کہا۔ "اچھا اب ذرا آئینے میں دیکھو۔"

ں نے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہاں دیکھ رہا ہے کار میرے پیچھے آرہی ہے۔ تمہارا خیال درست تھا۔ ھی کے باعث وہ مجھے فرہاد سمجھ رہے ہیں۔"

اس اب ان کے لیے فرہاد ہی بنے رہو۔ میں جولیا کے پاس ں۔"

ں نے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے ممی سے کہا۔ "چاند بجنے والے اب آپ کو آرام کرنا چاہیے۔"

"بیٹا! آج نیند نہیں آئے گی۔ اب تم سامنے ہو تو شرلاک کہوں میں گیا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تم اس کے دماغ میں ہوگے۔ ہمیں کامیابی ہوگی مگر میں کامیابی کا چہرہ دیکھ کر سونا چاہتی ہوں۔"

"ہاں بھائی! مجھے بھی نیند نہیں آئے گی۔ اگر آپ تنہائی چاہتے ہوں تو ہم اپنے کمرے میں چلے جائیں۔"

"بالکل نہیں۔ میرے ہی پاس رہو۔ بلکہ ایسا کرو کہ کافی کا ایک دور چلا دو۔ جاگنے کا مزہ آئے گا۔"

ممی اور بے بی کچن کی طرف چلی گئیں۔ شرلاک ابھی اپنی کار میں سفر کر رہا تھا۔ میں نے روزمانہ کی خبریں۔ اس نے لکھنؤ شہر پہنچ کر کسی ہوٹل میں قیام کیا تھا اور اب گہری نیند سو رہی تھی۔ پھر میں نے سونیا کو دیکھا۔ وہ ہسپتال میں جمی کے بستر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اسی وقت رسونتی نے مجھ سے کہا۔ "میں نے سونیا سے کہا تھا کہ وہ پہلی فلائٹ سے دہلی پہنچے مگر وہ جمی کو اس حال میں چھوڑ کر جانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ یہ جمی کے سلسلے میں بڑی جذباتی ہو رہی ہے۔ تم ہی اسے سمجھا سکتے ہو۔"

میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ "ہیلو سونیا! جمی اب کیسا ہے؟"

وہ ناگواری سے بولی۔ "اتنی دیر بعد تمہیں ہمارا خیال آیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "خیال ہمیشہ رہتا ہے۔ اب تک میں اور رسونتی باری باری تمہارے ساتھ رہے ہیں۔"

"جب تم ساتھ رہے ہو تو جمی کی حالت کیوں پوچھ رہے ہو؟ بتاؤ اسے کتنی گولیاں لگی ہیں؟"

"ایک ران میں اور ایک شانہ میں لگی ہے۔ شانے سے گولی پار ہوگئی ہے۔ ران میں پیوست ہوگئی تھی۔ وہ گولی نکال دی گئی ہے اور کوئی سوال کرو۔ جب امتحان میں پاس ہو جاؤں تو مجھے کچھ باتیں کرنے کا موقع دینا۔"

"تم صرف اپنے مطلب کی باتیں کرو گے۔ وہ میں رسونتی سے سُن چکی ہوں اور تم بھی میرا جواب سُن چکے ہوگے۔"

"ہاں سُن لیا ہے، تم جمی کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتیں مگر کیوں؟ وہ بے یار و مددگار نہیں ہے۔ اس کا علاج کرنے اس پر توجہ دینے رہنے کے لیے پُرسا سٹر کے تجربہ کار ڈاکٹر اور خدمت گار موجود ہیں۔"

وہ بولی۔ "کسی بھی بیمار کو ڈاکٹر اور خدمت گار سے زیادہ اپنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسروں سے دوا ملتی ہے۔ اپنوں سے محبت اور دعا ملتی ہے اور جمی اتنی بڑی دنیا میں صرف مجھے ہی اپنا سمجھتا ہے۔"

"سونیا! تم دہلی جاؤ ہم خیال خوانی کے ذریعے جمی سے رابطہ رکھیں گے۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ جمی کو صرف میری ضرورت ہے۔"

"اور مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"وہ ضرورت رسونتی سے پوری ہو جائے گی۔"

میں اس کے طنز کو سمجھ رہا تھا مگر انجان بن کر بولا۔ "رسونتی دہلی

نہیں جائے گی۔ میں وہاں تم سے کام لینا چاہتا ہوں۔"

"میں ضرور تمہارے کام آؤں گی لیکن ابھی جمی کی ضرورت اہم ہے۔ رسونتی کا خاندان اگھڑ ہاں قبیلہ ہے تو وہ لوگ دو چار روز اور قید میں رہ کر گزار سکتے ہیں لیکن جمی میرے بغیر ہسپتال میں نہیں رہ سکے گا۔ میں اسے تنہا نہیں چھوڑوں گی۔"

"کیا تم میری بات نہیں مانو گی؟"

"فرہاد! کیا تم مجھے انسان نہیں سمجھتے؟ کیا تم سوچ نہیں سکتے کہ یہاں میرے سامنے ہسپتال کے بستر پر ایک فرہاد موت سے لڑ رہا ہے یہ سرے سے تم ہی تم ہو۔ اس کا نام جمی ہے مگر صورت اور شخصیت فرہاد کی ہے۔ مجھے خدا نہیں ملا مگر میں پتھر کو بھگوان بنا کر تو اس کی پوجا کر سکتی ہوں۔ یہ میری پوجا ہے۔ یہی میرا دھرم ہے جب تک یہ صحت یاب نہ ہو گا تب تک میری زندگی کی ایک ایک سانس اس کے لیے ہے۔ میری خدمت میری عبادت اس کے لیے ہے۔ چلے جاؤ یہاں سے، تم میرے جذبات کو کبھی نہیں سمجھ سکو گے۔"

میں نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ چپ چاپ سوچنے لگا۔ شاید اس کے مزاج کو میں خوب سمجھتا تھا۔ بلاشبہ وہ ہسپتال کے بستر پر مجھے موت اور موت کی کشمکش میں مبتلا دیکھ رہی تھی اور مجھ بیمار کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی۔

رسونتی نے کہا۔ "تم ٹھیک سوچ رہے ہو فرہاد! میں ہمدردیوں میں گھبتی ہوں۔ ہم دیکھنا چاہیں تو پتھر میں بھی بھگوان نظر آتا ہے۔ سونیا کے دل میں تمہاری عبادت ہے اور اس عبادت سے گزرنے کے لیے وہ جمی کی خدمت سے گزر رہی ہے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔"

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ اب سونیا کے بغیر ہی ویلی کی مہم سر کی جائے گی۔ اب سے چھ یا سات گھنٹے بعد ہم دونوں فضائی طور سے تمہاری بہن اور چاچی کے پاس موجود رہیں گے۔ بہتر ہے کہ اب تم سو جاؤ۔ تھوڑی دیر بعد میں بھی نیند پوری کر لوں گا۔"

"تم تو ابھی شراک کے سلسلے میں جاگتے رہو گے۔"

"ہاں۔ زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹے کا جاگنا ہے۔"

"تو پھر میں بھی جاگتی رہوں گی۔ اب میرا یہ کہنا تو فرض ہے کہ تمہارے آرام کا خیال رکھوں۔ میں تمہیں سلانے کے بعد سوؤں گی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "کیا ہی اچھا ہو تالکا پاس آ کر سلا تیں۔"

"بس زیادہ پاؤں نہ پھیلاؤ۔ چلو شراک کے پاس چلیں۔"

بے بی اور ممی کچن سے کافی لے آئی تھیں۔ میں نے اپنی پیالی اٹھاتے ہوئے بے بی سے کہا۔ "تم ممی سے باتیں کرو میں شراک کے پاس جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں وہاں پہنچ گیا۔ رسونتی میرے ساتھ موجود تھی۔ شراک اپنے گھر پہنچ گیا تھا اور ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھا ہوا جولیا اور اس کے والدین کی باتیں سن رہا تھا۔ اس وقت جان کہہ رہا تھا۔ "بیٹے شراک! تمہارے باپ نے اپنی زندگی میں کہا تھا کہ تم سے اور جولیا سے ہمارا خاندان بڑھے اور پھیلے گا مگر ہم سمجھ گئے ہیں کہ یہ شادی ناممکن ہو گی۔ تم جولیا سے دلچسپی نہیں لے رہے ہو اور جولیا بھی اب شادی کے لیے راضی نہیں ہے۔"

شراک نے حیرانی کا اظہار کیا۔ "میں آپ لوگوں کے فیصلے کا ساتھ دیتا آ رہا ہوں۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ آپ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں۔ بے شک یہ دنیا مکر و فریب سے بھری ہے۔ میرے خلوص پر شبہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر آپ نے جو الزام مجھ پر لگایا ہے میں اس سے بہت پریشان ہوں۔ کئی بار سوچا کہ آپ کے سامنے خود کو پیش کر دوں تاکہ آپ میرے ذہن کو پڑھ کر میرے خلوص پر ایمان لے آئیں۔ مگر افسوس کہ میں گمنام ہوں۔ آپ شاید یقین نہ کریں میرا کوئی وجود بھی نہیں ہے۔ میں ابھی مرد ہوں نہ عورت، انسان ہوں، وہاں انگریزی زبان چل رہی تھی۔ ان کی باتیں اس لیے سمجھ میں آ رہی تھیں کہ جان میں سرسنگھ لگا تاکہ رسونتی وہاں کے معاملات سمجھتی رہے۔

شراک کہہ رہا تھا۔ "جولیا! میں تمہیں نئے ساتھی کی مبارکباد دیتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم جلد از جلد اس سے شادی کر لو تاکہ تم اپنے ڈیڈی کے وصیت نامہ کی اس پابندی سے آزاد ہو جاؤ۔"

"میں شادی جلدی نہیں کر سکتی مگر ہاں ابھی پکے کاغذ پر یہ لکھ دوں گی کہ میں خود ہی تم سے شادی سے انکار کر رہی ہوں۔ ممی ڈیڈی اور انکل ڈیوڈ بھی اس پر دستخط کر دیں گے۔"

وہ ذرا رکا پھر بولا۔ "مجھے منظور ہے۔ نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ لکھ دو۔"

وہ کاغذ سامنے نہ رکھ کر لکھنے لگی۔ اس کی ماں نے کہا۔ "شراک ابھی ہم یہ گھر چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

شراک نے بے نیازی سے کہا۔ "آپ کی مرضی ہے۔ آپ گھر چھوڑنے کی فوراً تیاری کر لیں۔ میں رات بھر کا جاگا ہوا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کال بیل کی آواز سنائی دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک ملازم نے آ کر شراک سے کہا۔ "سر! ایک گونگا آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔"

شراک فوراً ہی اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ پھر اس گونگے کو دیکھ کر چونک گیا۔ اس نے یہ ظاہر کیا جیسے میک اپ کے باوجود فوراً پہچانا گیا ہو۔ گونگے نے ادب سے ایک لفافہ اس کی جانب بڑھایا۔ اس نے اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا، لکھا تھا۔

"صد احترام فرہاد صاحب!

آپ میرے گونگے ماتحت کے ہوش میں آنے تک اس کے پاس ہی موجود رہے۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں آپ اتنی عظیم شخصیت ہو کر بھی ایک معمولی سے ماتحت کی نگرانی کرتے رہے۔ یہ آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔"

میں نے شراک کے دماغ میں کہا۔ "یہ بیٹا کھن لگا رہا ہے میں بڑی سختی سے لکھا تھا کہ میں اس کی اصلیت پہچان گیا ہوں۔ یہ میری تعریفوں کے ذریعے خوشامد پر اتر آیا ہے۔"

شراک مسکرا کر آگے پڑھنے لگا۔ مسکابانہ نے لکھا تھا۔ "جناب! پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ان دو بڑی طاقتوں سے میرا عقد کا بھی طے نہیں ہے۔ بلکہ میں ان کا ایسا دشمن ہوں کہ ان کے خلاف آپ کا ساتھ دینا آ رہا ہوں۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ آپ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں۔ مگر حیران ہوں کہ اچانک آپ لوگوں کو خانہ بربادی کا احساس کیسے ہو گیا؟"

جولیا نے جھوٹ کہا۔ "بس یونہی میں نے دوسرا چوتھا جملہ لکھ دیا تھا۔ اللہ تاکہ آپ میرے خلوص پر ایمان لے آئیں۔ مگر افسوس کہ میں گمنام ہوں۔ آپ شاید یقین نہ کریں میرا کوئی وجود بھی نہیں ہے۔ میں ابھی مرد ہوں نہ عورت، انسان ہوں، فی الحال میں ایسی پابندی میں ہوں کہ اپنی حقیقت بتا نہیں سکتا۔ میری خاموشی کی ایک معیاد ہے۔ وہ معیاد پوری ہو جائے گی تو زندگی آپ کے سامنے کھل کر کتاب ہو گی۔ آپ حیران ہو جائیں گے۔ مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہیے مگر آپ کے ماندگرہ نے مجھے اتنا لکھنے پر مجبور کر دیا۔ یاد رہے کہ لالہ پور میں پہلی بار جو خط تمہارے پاس آیا تھا، وہ اردو زبان میں تھا۔ مجھے ایک پراسرار ہستی نے ڈکٹ دیا کہ آئندہ اردو زبان میں خط نہ لکھوں ورنہ تم مجھے پہچان لو گے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ فی الحال آپ مجھے پہچاننے کی کوشش نہ کریں اور نہ ہی مجھ پر شبہ کریں۔

یقیناً آپ الجھ گئے ہوں گے۔ میں کیا کروں۔ اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے میرے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا۔ وہ جو چیانگ پلانہ اور اس کے جنگل کا زمین دوز اڈہ آپ کے ہاتھ سے گیا ہے تو اس کا مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔ آپ کے پاس نہ دولت کی نہ پناہ گاہوں کی کمی ہے۔ وہ اڈہ آپ کو بہت پسند ہے تو مجھے ملا یا واپس جانا ہو گا۔ دشمنوں کو دھوکے سے بھگانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ویسے اب وہ اڈہ راز نہیں رہا۔ ممکن ہے دوبارہ آپ کا قبضہ ہونے کے بعد ریٹ پادر والے اکثر چھاپے مارتے رہیں گے۔ بہرحال جیسا آپ کہیں۔

فقط

آپ کا اور صرف آپ کا!"

خط پڑھنے کے بعد شراک نے کہا۔ "فرہاد! یہ سب تمہیں الجھانے کی کوشش ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی یقین کرنے والی بات ہے کہ خط لکھنے والے کا کوئی خاص وجود نہ ہو۔"

میں نے کہا۔ "میں اس بکواس پر سنجیدگی سے غور کر رہا ہوں۔ تم جواب لکھو۔"

وہ کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ لہٰذا اس کے ہاتھ کا قلم میرے ہی انداز میں لکھنے لگا۔

"میرے اجنبی دوست!

تم نے اپنی طرف سے جو الجھا دینے والی صفائی پیش کی ہے، میں اس پر شبہ نہیں کروں گا بشرطیکہ تم میرے صرف ایک سوال کا جواب دے دو، اور سوال یہ ہے کہ تم اپنی پیدائش کے وقت مرد تھے یا عورت؟ باقی باتیں آئندہ ہوں گی۔ میرا دعویٰ ہے کہ تمہارے جواب میں جھوٹ اور فریب ہو گا تو میں اسے سمجھ لوں گا ——— فقط فرہاد!"

شراک نے وہ خط تہہ کر کے گونگے کے حوالے کیا۔ گونگے کے جانے کے بعد اس نے کہا۔ "فرہاد! تمہارا یہ جوابی خط سمجھ میں نہیں آیا۔"

میں نے کہا۔ "اس الجھن کو میرے لیے چھوڑ دو۔ جولیا کے پاس جاؤ۔ اس معاملے سے نمٹ کر تم سونے جاؤ گے تو یہاں ہم بھی مطمئن ہو کر سو سکیں گے۔"

وہ جولیا اور اس کے والدین کے پاس چلا گیا۔ رسونتی نے مجھ سے کہا۔ "تمہاری اردو زبان کی سوجھ بتا رہی ہے کہ تمہارے ذہن میں ایک بچھڑے ہوئے ساتھی کا نام ہے۔ اس سوال کا جواب آتے ہی تم اس پراسرار اجنبی کو پہچان لو گے۔"

"ہاں پہچاننے کے باوجود بھی بہت سے الجھے ہوئے سوالات جواب طلب رہیں گے۔ میرا دماغ تھک گیا ہے۔ میں سوچنا نہیں سونا چاہتا ہوں۔"

ہم دونوں شراک کے پاس پہنچے۔ وہاں پکے کاغذ پر دستخط ہو رہے تھے۔ شراک جولیا کی علیحدگی والے اعتراف نامے کو پڑھ کر مطمئن ہو گیا تھا۔ اور اس کاغذ کو لے کر اپنی خواب گاہ میں یہ کہہ کر چلا گیا کہ جولیا یہاں سے جتنا سامان لے جانا چاہے بچا سکتی ہے۔ اب وہ سونے جا رہا ہے۔

اس کے جانے کے بعد میں نے مائیک بن کر انکل ڈیوڈ کے ذریعے کہا۔ "جولیا! میں ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔"

وہ سب پھر ایک بار سہم کر ڈیوڈ کو دیکھنے لگے۔ ڈیوڈ کے ہلتے ہوئے ہونٹوں اور چلتی ہوئی زبان نے کہا۔ "تم لوگوں کو اب مجھ سے ڈرنا نہیں چاہیے کیونکہ تم میری شرط پر عمل کر رہے ہو۔ میں جولیا کے اعتراف نامے پر قانونی کارروائی ہونے تک تم لوگوں کی نگرانی خاموشی سے کرتا رہوں گا چلو اب اس گھر سے رخصت ہو جاؤ۔"

یہ کہہ کر میں واپس چلا آیا۔ ممی اور بے بی کو بتایا کہ تحریری کارروائی

مکمل ہو چکی ہے اور شراک اپنی خواب گاہ میں سونے کے لیے چلا گیا ہے۔

ممی نے پوچھا: "کیا وہ بلائیں وہاں سے ٹل گئی ہیں؟"

"ہاں وہ لوگ جا رہے ہیں۔ ان کے دلوں میں دہشت ہے کہ مایک کی روح ان کی نگرانی کر رہی ہے لہٰذا وہ جاتے جاتے وہاں کوئی تخریبی کارروائی نہیں کریں گے۔ اب آپ کو بھی اطمینان سے سو جانا چاہیے۔"

وہ دونوں میرے پاس آئیں۔ پھر باری باری میری پیشانی کو چوم کر چلی گئیں۔ اس کے بعد میں بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ جوتے اتار کر سونے کا ارادہ تھا۔ اسی وقت رسونتی نے کہا: "ٹھہرو فرہاد! تمہاری سیوا میرا دھرم (خدمت میرا ایمان) ہے۔ میں جوتے اتاروں گی۔ اپنا داہنا پاؤں میرے حوالے کر دو۔"

دوسرے ہی لمحے میں دماغی طور پر گم ہو گیا۔ اب سے پہلے میں دوسروں کے دماغ پر قابض ہوتا رہا تھا۔ پہلی بار ذاتی تجربہ ہوا کہ اس عمل سے وقتی طور پر ہم اس دنیا سے فنا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ دماغ اپنا نہ ہو تو اپنا جسمانی وجود جہاں بھی رہے وہ اپنا نہیں رہتا۔ رسونتی میری ذات میں سما کر میرے ہاتھوں سے میرے جوتے کھول رہی تھی۔ میری جرابیں اتار رہی تھی۔

جب میں اپنے آپ میں آیا تو دیکھا، جوتے اور موزے اتر چکے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی: "میں دس منٹ کے لیے جا رہی ہوں لباس بدل لوں گی تو آواز دوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ رسونتی کے پیار کی ابتدا انتہائی دلچسپ تھی۔ وہ میرا خواب تھی، تعبیر بن رہی تھی۔ ایسی تعبیر جو سیدھے راستے پر لے جاتی ہے۔ وہ موجود نہیں تھی مگر میری خدمت کر رہی تھی۔ دنیا میں روحانی واقعات ہوتے رہے اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے مگر ہماری مثال کہیں نہیں کبھی نہیں ملے گی۔ دوسرے محبت کرنے والے ایک دوسرے سے دور رہ کر ایک دوسرے کے تصور سے بہلتے ہیں مگر وہ میرے اندر رہ سکتی تھی اور میں اس کے اندر سما سکتا تھا۔ وہ میرے جوتے اتار سکتی تھی میں اس کا جوڑا کھول سکتا تھا۔

میں لباس بدل کر بستر پر لیٹ گیا۔ اپنی تنہا سیج پر جیسے دلہن کی آمد کا انتظار تھا۔ پورے دس منٹ کے بعد اس کے لمبے کی نازک سی لچک سنائی دی۔ وہ میٹھی سرگوشی میں بولی: "میں آ گئی ہوں۔ میرے دے۔ و۔ تا۔۔۔۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے دیکھا۔ وہ میرے اندر تھی۔ میری رگوں میں لہو کی طرح بہہ رہی تھی۔ وہ بولی: "بری بات ہے۔ اتنی گہرائی سے مجھے محسوس نہ کرو۔ یہ سونے کا وقت ہے۔"

"کیا تم میرے ساتھ سو رہی ہو؟"

"میرے دماغ کا دروازہ تو اب تمہارے لیے کھلا رہتا ہے۔ خود ہی دیکھ لو۔"

میں نے دیکھا، وہ اپنے بستر پر لیٹی شرما رہی تھی۔ ہمارے درمیان میلوں دوری تھی مگر ہم پاس پاس تھے۔ ایسی حالت میں اس کو اداس کرنا شرمانا ہی جیسے تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر بولی: "بس اب میں تمہارے پاس آ رہی ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ وہ میرے پاس آ کر دھیمے سوز کے لہجے میں گنگنانے لگی۔ بڑی رس بھری آواز تھی۔ گیتا پاٹھ کرنے والی، بھجن کے دھائیہ بول گانے والی کی آواز میں درد بھی تھا، مٹھاس بھی تھی اور ایسا سحر تھا کہ میں سنتے سنتے نیند کی وادیوں میں پہنچ گیا۔

زندگی کے ایسے حسین لمحات حافظہ کی کتاب میں نقش ہو جاتے ہیں۔ ایک بار میری بہن بے بی نے مجھے لوری سنا کر سلایا تھا۔ دوسری بار بوڑھی نرس نے عجوبانہ انداز میں اپنی سترنم آواز سے نیند کا سحر پھونکا تھا۔ بڑی گہری نیند آئی۔ شاید پہلی بار میں نے اپنے دماغ کو ہدایت نہیں دی کہ فلاں وقت بیدار کیا جائے۔ میں بڑی بے اعتیاطی سے سوتا رہا۔ اگر یہ درست ہے کہ حسین عورت کی آغوش میں بڑے پیار سے موت آ جائے تو میں رسونتی کے سائے میں مر چکا تھا۔

بعد میں پتہ چلا کہ رسونتی نے میرے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ نے میری نیند کے لیے پانچ گھنٹے وقف کیے تھے۔ اس دوران گولیوں پر دستک ہوتی یا کوئی خاموشی سے کمرے میں گھس آتا تو میری آنکھ کھل جاتی۔ ایسا نہیں ہوا۔ وقت سے پہلے چار گھنٹے پینتالیس منٹ کے بعد اچانک ہی میری آنکھ کھل گئی۔ کوئی کمرے میں داخل ہوا تھا حالانکہ دروازے سے بند تھا۔

میں نے کھڑکیوں کی جانب دیکھا۔ پھر روشندان پر نظر گئی۔ وہاں بیٹھی ہوئی تھی، مجھے دیکھ رہی تھی۔ شاید اس علاقے میں بلیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ وہ روشندان سے کود کر صوفہ پر آئی۔ وہاں سے قالین پر کودی، پھر بستر کے پاس میرے سامنے آ کر ٹھہر گئی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ وہ اچھل کر میری گود میں آ گئی۔ اس کے بال ریشم کی طرح ملائم تھے۔ ایسی سفید اور اجلی سی تھی جیسے خود کو حسین اور جاذب نظر رکھنے کا سلیقہ جانتی ہو۔

میں نے اسے ایک بازو میں لے کر سینے سے لگایا۔ دوسرے ہاتھ سے اسے سہلانے لگا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا۔ بہت سی یادوں نے مجھے گھیر لیا تھا۔ وہ بھی مجھ سے لگی ہوئی تھی جیسے چپ چاپ مجھے کلیجے سے لگا رہی ہو۔ عجیب سے تاثرات تھے۔ لگتا ہوں کے سامنے خواب خواب کا سا سماں تھا۔ مجھے رسونتی نے مخاطب کیا: "بس اب خواب کی دنیا سے واپس آ جاؤ۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "تم نے مجھے خوب سکھایا۔ اب تو تمہارے

رس بھرے گیت سنے بغیر نیند نہیں آیا کرے گی۔"

"میں یہی چاہتی ہوں کہ تمہاری راتوں میں میرے گیت رہیں اور میرے نام سے تمہاری صبح ہوا کرے۔ چلو اب غسل کرنے جاؤ۔ اس وقت میں مریم سے انگریزی بولنا سیکھ رہی ہوں۔ تھے آئی گو ناؤ۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: "تمہاری زبان سے انگریزی کتنی میٹھی لگ رہی ہے۔ جی چاہتا ہے تمہاری زبان کو چوم لوں۔"

وہ اپنے سر کو ہولے سے خم دے کر بولی: "اونہہ! تعریف بھی کرتے ہو تو اپنے مطلب کی بات ضرور کرتے ہو۔ اچھا میں پھر آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے بلی کو سہلاتے ہوئے کہا: "تم بہت پیاری ہو بہت خوبصورت ہو۔ اب آ گئی ہو تو مجھے چھوڑ کر نہ جانا۔"

اس نے سر کو اٹھا کر "میاؤں" کہا۔ جیسے وعدہ کر رہی ہو۔ میں اسے کمرے میں چھوڑ کر باتھ روم میں چلا گیا۔ گھر کے دوسرے افراد بیدار ہو گئے تھے۔ ممی تانیہ اور مارشر دومی کو تیار ہی تھیں کہ مسٹر انتونی کل رات یہاں سے چلے گئے ہیں اور اب اس کمرے میں شراک کا ایک دوست قیام کر رہا ہے۔ اب میں انتونی کے بجائے ایک اجنبی روپ میں تھا۔ اس لیے ممی... اپنے بچوں کو اس انداز میں سمجھا رہی تھیں۔

میں نے بے بی کو مخاطب کیا: "میری بہنا! میں بیدار ہو گیا ہوں۔ آدھ گھنٹے بعد کمرے سے باہر آؤں گا۔ میرے لیے ناشتہ تیار کرو۔ ابھی میں شراک کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں نے شراک کو دیکھا۔ وہ جولیا اور اس کے والدین کے خالی کمروں میں جا کر دیکھ رہا تھا کہ وہ لوگ کتنا سامان سمیٹ کر لے گئے ہیں وہ مطمئن تھا کیونکہ دشمنوں کا بوجھ دماغ سے اتر گیا تھا۔ میں نے مخاطب کیا: "ہیلو شراک مارننگ! کیا اس پُراسرار اجنبی کا جواب موصول ہوا تھا؟"

اس نے کہا: "میں سو رہا تھا۔ خایدہ اجنبی بھی سو رہا ہوگا۔ اب تک کوئی جواب نہیں ملا۔"

"اچھا، بے بی کو فون کر کے خوشخبری سناؤ کہ بلائیں ٹل گئی ہیں۔"

"فرہاد! اب تو کوئی خطرہ نہ رہا۔ کیوں نہ ممی وغیرہ کو یہاں بلا لیا جائے؟"

"ایسی غلطی نہ کرنا۔ جولیا وغیرہ کو شبہ ہو جائے گا کہ بے بی کو اور ممی اور بچوں کو یہاں لانے کے لیے ہم نے انہیں بھگایا ہے۔ جب تک جولیا کے اعتراف نامے پر قانونی کارروائی مکمل نہ ہو جائے تب تک کسی بھی دشمن کے دل میں شبہ کی گنجائش پیدا نہ کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں بے بی سے فون پر بات کرتا ہوں۔"

وہ ٹیلیفون کی طرف گیا۔ میں رومانہ کے پاس چلا گیا۔ وہ اسی ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ میں نے پوچھا: "ہیلو خیریت تو ہے؟"

"نہیں ہے۔ میں ہوٹل کے اس کمرے میں نظر بند رکھی گئی ہوں۔ کمرے کے باہر دو مسلح فوجی پہرہ دے رہے ہیں۔"

"اچھا تو انہوں نے تمہیں مکھنو میں ہی روک لیا ہے؟"

"ہاں۔ ایک گونگے فوجی افسر نے تحریر کے ذریعے مجھ سے گفتگو کی تھی۔ اس کا حکم ہے کہ میں اس شہر سے آگے نہ بڑھوں۔ دہلی شہر میں میرا داخلہ ممنوع ہے۔"

"بڑی مشکل ہے۔ سونیا بھی ہندوستان نہیں آ رہی ہے۔ تم بھی دہلی نہیں پہنچ سکو گی۔ مجھے پھنسے کوئی دوسرا منصوبہ بنانا پڑے گا۔"

"فرہاد! ان لوگوں کے رویے سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ مجھے بطور یرغمال رکھیں گے۔ تم رسونتی کے عزیزوں کو ان کی قید سے نکال کر لے جانا چاہو گے تو وہ مجھے نقصان پہنچائیں گے۔"

"فکر نہ کرو، خاموشی سے قیدی بنی رہو۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ رسونتی کے دماغ میں جھانک لیا۔ وہ مریم کے پاس بیٹھی انگریزی پڑھ رہی تھی۔ اچانک سکرانے لگی کیونکہ میری موجودگی کا علم ہو گیا تھا۔ میں نے کہا: "ٹھیک ہے پڑھتی رہو۔ ہم ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر ایک گھنٹہ بعد ہندوستان جائیں گے۔"

اس نے پوچھا: "ابھی کیا کر رہے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں۔ تم ناشتہ سے فارغ ہو کر چلی آنا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ ہندوستان کی مہم شروع کرنے سے پہلے اب صرف دو بہن کی خیریت معلوم کرنے کا فرض رہ گیا تھا۔ میں ہاں پہنچا تو وہ مجھے بیہوشی کی حالت میں نظر آئیں۔ ان کے دماغ بے عجیب سا سناٹا تھا۔ ان کی کوئی سوچ لفظوں میں نہیں ڈھل رہی تھی۔ میں نے ان کی سوچ میں کچھ کہنا چاہا تو وہ ہولے سے کراہ کر رہ گئیں۔ میں نے فوراً ہی ڈاکٹر فینی کے دماغ سے رابطہ قائم کیا۔

وہ دوبن کے لیے بے حد پریشان تھا۔ بڑے بڑے ڈاکٹروں کے ساتھ بیٹھا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ میں نے اسے کریدنا شروع کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ منہ میں آگ تھیں۔ ان کے اطراف جو پہرہ لگایا گیا تھا وہ ان کے مزاج کے خلاف تھا۔ انہوں نے تفریح کے لیے باہر جانے کا بہانہ کیا۔ ان کی خواہش پوری کرنے کے لیے ان کی کار کے آگے پیچھے مسلح فوجیوں کی دو گاڑیاں لگا دی گئیں۔ راستے میں انہوں نے کار روکنے کے لیے کہا۔ پھر کار سے اتر کر بھاگنے لگیں۔ یہ دوبن کی حماقت تھی۔ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ فرار ہونے کے باوجود اس ملک سے باہر نہیں جا سکیں گی۔ سپاہیوں نے پہلے نرمی سے روکنے کی کوشش کی مگر دوبن نے انکی پٹائی شروع کر دی۔ سپاہیوں کو حکم دیا گیا تھا کہ دوبن کو نقصان نہ پہنچایا جائے مگر وہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہی تھیں۔ انہوں نے ایک سپاہی کو ایسے

ہاتھ جائے کہ وہ زمین پر گر کر دم توڑنے لگا۔

اسی دم توڑنے والے نے انتقاماً اپنے ریوالور سے گولی چلادی۔ وہ گولی دو بدن کے ایک بدن کو لگی مگر دونوں ہی فرش پر گر کر تڑپنے لگیں۔ انہیں فوراً اٹھا کر ہسپتال پہنچایا گیا۔ ہسپتال پہنچتے ہی دو بدن کا ایک بدن ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگیا۔ دوسرے بدن میں زندگی کی حرارت تھی مگر اس پر سکتہ طاری تھا۔ تقریباً چار گھنٹے سے ڈاکٹر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس کا ایک بدن ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا تھا دوسرا بدن زندہ تھا مگر زندگی قبول نہیں کر رہا تھا۔

میں نے اپنی سوچ کی لہروں سے اسے پکارا۔ مگر اس کے دماغ پر اثر نہ ہوا۔ ایسا لگتا تھا جیسے دماغ آدھا رہ گیا ہے۔ اس دنیا کی تباہوں کو بھول گیا ہے۔ لفظوں کی زبان وہ پہچان نہیں رہی۔ جیسے کسی جانور کا دماغ ہوتا ہے۔ جانور دیکھتا ہے مگر نظاروں کی شعریت کو نہیں سمجھتا سنتا ہے مگر بات پلے نہیں پڑتی۔ اس بے چاری کا دماغ بھی کورا کاغذ بن گیا تھا اور ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ اس سادہ دماغ کے ساتھ زندہ رہ سکے گی یا نہیں یہ پتہ چل گیا کہ اب وہ میرے بچے کی حامل نہیں رہی تھی۔

میں وہاں سے واپس آگیا۔ وہ ڈاکٹروں کی کوششوں سے ہی شاید زندہ رہ سکتی تھی۔ میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ بچوں کے لیے مجھے افسوس تھا مگر ایک طرح سے دماغ کا بوجھ اتر گیا۔ میرے مائنڈ اب مجھے ٹریپ نہیں کر سکتا تھا۔ میں ہاتھ رومہ سے باہر آگیا "میاؤں" کی آواز سنائی دی۔ وہ میرے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے منہ پھیر لیا۔ میں ہاتھ رومہ سے بے لباس نکلا تھا۔ مجھے حیرانی ہوئی اس کے منہ پھیرنے کی کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی تھی یا پھر وہ میری بے لباسی کو سمجھ رہی تھی۔

میں نے لباس پہننے کے بعد کنگھی کرتے ہوئے آئینے میں دیکھا۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ مجھے پُراسرار اجنبی کا خیال آیا۔ اس نے ابھی تک میرے سوال کا جواب نہیں دیا تھا۔ اسی وقت میرے مسلک کے ساتھ بے بی کی آواز سنائی دی "بھائی! شرلاک کا فون آیا ہے آپ بات کر لیں۔"

میں نے سوچ کے ذریعہ کہا "اچھا وہ ریسور کریڈل پر رکھ دو، میں بات کر رہا ہوں۔"

میں دوسرے ہی لمحے شرلاک کے پاس تھا۔ اس نے بتایا کہ گونگا ڈرائنگ روم میں ہے۔ وہ جواب لے کر آیا ہے۔ میں نے کہا "پڑھو میں سن رہا ہوں۔"

وہ کاغذ کھول کر پڑھنے لگا۔ لکھا تھا "فرہاد صاحب! میں سمجھ نہیں سکا کہ آپ اپنے سوال کے جواب سے کس نتیجے پر پہنچنا چاہتے ہیں۔ آپ یقین کریں میں خود اپنے اس اسرار کو نہیں سمجھ پاتا کہ میں ابتدا میں مرد تھا یا عورت۔ وہ ویسے ابتدا ہی سے میرا انداز مردانہ ہے۔ آپ سے مجھے بقا کرید تے رہیں گے آپ کی مایوسی بڑھتی جائے گی۔ دیکھیے میں نے آج تک آپ کو ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میری دوستی سے جب تک آپ کو فائدہ پہنچ رہا ہے تب تک آپ میرے متعلق مجھ سے کوئی سوال نہ کریں۔ کوالالمپور میں جس نقصان کی بات آپ کر رہے ہیں اس کے لیے بتایئے کہ میں کیسے تلافی کروں، یہ فقط آپ کا خادم!"

میں نے شرلاک سے کہا "یہ شخص خود کو پُراسرار بنا کر مجھے الجھانا چاہتا ہے۔ کل رات میں واقعی الجھ گیا تھا کیونکہ بہت پہلے میری زندگی میں ایک بہت ہی پُراسرار لڑکی آئی تھی۔ شاید وہ پُراسرار اجنبی میرے اور اس لڑکی کے تعلقات کو جانتا ہے۔ یہ بھی جانتا ہے کہ وہ لڑکی میری داستانِ زندگی سے کہیں گم ہوگئی ہے۔ ان معلومات کی بنا پر وہ وجود اور عدم وجود کا قصہ چھیڑ رہا ہے تاکہ میں یہ سوچوں کہ وہ لڑکی جو جسم بدل لیا کرتی تھی اور جس کا کوئی خاص وجود نہ تھا، وہ پُراسرار اجنبی بن کر مجھے غائبانہ امداد پہنچاتی رہتی ہے۔"

شرلاک نے کہا "بے شک یہی بات ہے۔ اس الو کے پٹھے کو تباہ کہ تم اس کے چکر میں نہیں آؤ گے۔"

"نہیں اسے خوش فہمی میں مبتلا رہنے دو۔" پھر میں نے ہنستے ہوئے کہا "اس کمبخت بے وجود اجنبی کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ فرہاد وہاں ہے یا یہاں، وہ اس انگوٹھی سے وہ خود دھوکا کھا رہا ہے۔ اچھا اب لکھو۔"

وہ کاغذ قلم لے کر لکھنے لگا "میرے مجہول اجنبی دوست! میں تم سے تمہارے متعلق کبھی کوئی سوال نہیں کروں گا۔ مجھے چیانگ پلازہ اور جنگل کے زمین دوز اڈے پر قابض رہنے کا شوق نہیں ہے مگر ہاں اس زمین دوز اڈے کے ایک خفیہ خانہ میں دنیا کے نایاب ہیرے اور جواہرات کا ذخیرہ ہے۔ وہ سب کچھ میں اپنی بہن کو دینا چاہتا ہوں۔ کیا تم اپنے پُراسرار ذرائع استعمال کر کے وہ ذخیرہ مجھ تک پہنچا سکتے ہو؟ یہ دعویٰ بات یہ کہ کل رات جس ویران علاقے کے مکان میں میں گیا تھا، وہاں آج شام تک ایک لاکھ ڈالر نقد کی ضرورت ہے۔ کیا یہ ضرورت پوری کر سکتے ہو؟ یہ آج میں بہت مصروف رہوں گا اس لیے اپنے گونگے کو رات سے پہلے نہ بھیجنا۔ فقط فرہاد!"

شرلاک نے وہ خط گونگے کے حوالے کر دیا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے کہا "میں جولیا کے اعتراف نامے کے سلسلے میں ابھی ریل سے ملنے جا رہا ہوں۔ میں نے بے بی سے کہہ دیا ہے۔ تم ساتھ ہی لنچ کریں گے۔"

"شرلاک! تم میری نگرانی میں ہی یہاں کام کرنا۔ میں شاید تمام دن مصروف رہوں۔ اس لیے ہم سب لنچ کے وقت نہیں ڈنر کے وقت ملیں گے۔ میں ابھی بے بی سے یہ بات کہہ دوں گا۔"

میں اس سے رخصت ہوگیا۔ وہ سنگار میز پر بیٹھی سر کو اٹھائے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی سبز آنکھوں میں بڑی کشش تھی۔ اگر وہ مجھ

ہوتی تو میں ان آنکھوں کو سبز جھیل سے تشبیہہ دیتا۔ میں اسے بازوؤں میں لے کر پیار کرتا ہوا کمرے سے باہر آگیا۔ ممی اور بے بی مجھے دیکھ کر خوشی سے مسکرانے لگیں۔ تانیہ جلدی سے میرے پاس آئی۔ پھر بلی کو مجھ سے لے کر اسے سہلاتی ہوئی بولی "ہائے کتنی پیاری بلی ہے۔ تم میرے شرلاک بھائی کے دوست ہو نا؟"

میں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔ پھر ناشتے کے لیے بیٹھ گیا۔

وہ بولی "تمہارا نام کیا ہے؟"

تانیہ نے الجھا دینے والا سوال کیا تھا۔ کیونکہ میں نے ڈپ تو بدل لیا تھا مگر اپنا کوئی نام نہیں سوچا تھا۔ مگر کچھ تو کہنا تھا۔ اس لیے بزرگانہ انداز میں مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا "میرا نام مسٹر بے نام ہے۔"

رومی اور تانیہ نے ایک ساتھ کہا "ہائیں یہ کیسا نام ہے؟"

"بھئی تانیہ! میں نے سوچ رکھا تھا کہ جب تک تمہارے جیسی خوبصورت سی بچی میرا کوئی نام نہیں رکھے گی تب تک میں بے نام رہوں گا۔"

وہ ناراضگی سے بولی "اے مسٹر! کیا میں تمہیں بچی لگتی ہوں۔ ممی! آپ گواہی دیں، میں جوان ہوگئی ہوں نا؟"

ممی نے کہا "خواہ مخواہ! عقل نام کو نہیں ہے۔ جوان کیسے ہو جاؤ گی؟"

وہ معصومیت سے بولی "واہ! آپ خود کہتی ہیں کہ جب پپلے آپ کی شادی ہوئی تو آپ ناداں تھیں مگر جوان تو تھیں نا؟"

میں نے اور بے بی نے زور کا قہقہہ لگایا۔ ممی نے جھینپ کر کہا "بیٹی! ذرا کم بولا کرو۔"

میں نے کہا "تانیہ! میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں اور یہ تسلیم کرتا ہوں کہ تم جوان ہو اور اپنی عقل سے میرا کوئی اچھا سا نام رکھو گی۔"

بے بی نے کہا "اب بولو تانیہ! تمہاری عقل کا امتحان ہے۔ دیکھیں ان کی شخصیت کی مناسبت سے کیا نام رکھتی ہو۔"

"اوں وُوں..." وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگی۔

مسٹر ڈمی نے کہا "اوں وُوں تو کوئی نام نہ ہوا۔"

سب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ رسونتی کی سوچ نے کہا "میں بہت دیر سے سن رہی ہوں۔ کسی حد تک ان کی باتیں سمجھ رہی ہوں۔ بڑا اچھا گھریلو ماحول ہے فرہاد!"

"ہاں" زندگی کی دھوپ میں دوڑتے دوڑتے گھنی چھاؤں مل گئی ہے۔ دماغ تازگی اور فرحت محسوس کر رہا ہے۔ تم موجود رہو۔ ابھی ہم اپنی مہم پر روانہ ہوں گے۔"

اتنے میں تانیہ نے چٹکی بجا کر کہا "سوچ لیا۔ ونڈر فل نیم یعنی ایسا نام ہو جو دنیا میں کسی کا نہ ہو۔ میری عقل میں ایسا ہی ایک نام آیا ہے۔"

"بھئی اتنی لمبی تمہید ختم کرو، نام بتاؤ۔"

وہ بولی "ان کا نام مسٹر بے نام ہونا چاہیے۔ ایسا نام دنیا میں کسی کا نہ ہوگا۔"

ماسٹر ڈمی نے پوچھا "تم نے دنیا دیکھی کتنی ہے؟ کیا یہ بلی بے نام نہیں ہے؟"

سب نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔ رسونتی بھی ہنس رہی تھی کیونکہ میں یہ باتیں اب اس کی زبان میں سوچتا جا رہا تھا۔ ناشتے کے بعد میں نے کافی سے لطف اٹھایا۔ اس دوران میں سوچ کے ذریعے بے بی سے کہہ دیا کہ شرلاک سے ڈنر کے وقت ملاقات ہوگی۔ اب میں اپنے کمرے میں جاؤں گا۔ بچوں کو اس کمرے سے دور رکھا جائے۔ یہ کہہ کر میں جانے کے لیے اٹھ گیا۔ اچانک وہ بلی تانیہ کی گود سے اچھل کر میرے قدموں کے پاس آگئی۔ تانیہ نے جھک کر اسے پچکارتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس نے غرا کر پنجہ مارا۔ تانیہ چیخ کر پیچھے ہٹ گئی "اے ہے یہ تو بڑی خونخوار ہے۔ مسٹر بے نام! اسے سمجھاؤ کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔"

میں نے بلی کو بازوؤں میں اٹھایا۔ بڑی حیرانی کی بات تھی کہ یہ تھوڑی سی دیر میں مجھ سے مانوس ہوگئی تھی۔ مجھے چھوڑ کر کسی اور کے پاس جانا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے اس کے ملائم بالوں پر ہاتھ پھیر کر پچکارتے ہوئے کہا "بُری بات ہے، اس طرح کسی کو پنجے نہیں مارنا چاہیے۔ تانیہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ تم اس کے پاس رہو۔ اب میں اپنے کمرے میں سونے جا رہا ہوں۔"

تانیہ نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے۔ بلی اس کی آغوش میں چلی گئی۔ جیسے میری بات اس کی سمجھ میں آگئی ہو۔ کمال ہے یہ کمبخت تو وہ کہ کر مجھے سامی کی یاد دلا رہی تھی۔

میں نے اپنے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ رسونتی نے پوچھا "سامی بہت یاد آ رہی ہے؟"

میں نے کہا "ماضی کا قصہ ہے کوئی یاد دلائے تو مزہ دیتا ہے۔ اس بلی کی حرکتیں سامی کی یاد دلا رہی ہے۔"

"کیا بہت پہلے تم نے سامی کے دماغ کو نہیں پڑھا تھا؟ کیا اب نہیں پڑھ سکتے ہو؟"

"نہیں بہت عرصہ گزر چکا ہے۔ اس دوران سینکڑوں لوگوں کے خیالات پڑھے۔ تم خود سمجھ سکتی ہو کہ اتنی ریڈنگ کے بعد تمام لوگوں کے لب و لہجے مستقل یاد نہیں رہتے۔ کبھی فرصت کے وقت میں توجہ سے اس بلی کی اسٹڈی کروں گا۔ بہرحال آداب ہم چلیں۔"

میں چلنے کے لیے فوم کے ملائم بستر پر بیٹھی مار کر بیٹھ گیا۔ دوسری طرف رسونتی فرش پر چٹائی بچھا کر بیٹھی مالا جپ رہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ پوجا کے انداز میں جوڑ کر آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا "اوم شری اوم۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ "خدایا! میری خیال خوانی میری ذہانت کی لاج تیرے ہاتھ ہے۔ ہم تین مہاتما کی فوجی توتوں سے ٹکرا کر اپنی مراد حاصل کرنے والے ہیں۔ ہم ذہانت کام میں لاتے ہیں تو کامیابی عطا کر آمین!"

میں اور رسونتی اس کے باپ تن سنگ کے دماغ میں پہنچ گئے وہ پوجا میں مصروف تھا مگر سمجھ گیا کہ ہم اس کے پاس آگئے ہیں۔ میں اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ رسونتی نے کہا۔ "ابھی رُک جاؤ۔ دیکھتے نہیں تپاجی پوجا میں مصروف ہیں۔"

میں نے کہا۔ "کیا تم نہیں دیکھ رہی ہو کہ پوجا کے دوران وہ اپنی قید کے متعلق بھی سوچ رہے ہیں۔ رسونتی! خواہ وہ کسی مذہب کی پوجا یا عبادت ہو مگر اور پریشانیوں میں گھر کر عبادت کرنے والا بے شک خدا کے حضور مؤدب ہوتا ہے مگر اپنی پریشانیوں کے متعلق ہی سوچتا رہتا ہے۔"

وہ قائل ہو گئی اس لیے کہ ہر انسان کے ساتھ ایسا ہوتا ہے اس لیے کہ اس کا باپ بھی پوجا کر رہا تھا۔ اپنی جوان بیٹی دسنتی کے لیے پریشان ہو رہا تھا۔ ہم دونوں چپ چاپ خیالات پڑھتے رہے۔ کچھ تو پہلے سے معلوم تھا وہاں ایسا سخت پہرہ لگایا گیا تھا کہ وہاں خیال خوانی کا پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ انہوں نے ہماری خیال خوانی کو صرف تن سنگ اور دسنتی تک محدود کر دیا تھا۔ ان دونوں کے سامنے کھانے پینے اور دوسری ضرورت کی چیزیں پہنچانے جو خدمت گار آتے تھے وہ گونگے بہرے بن جاتے تھے تاکہ ہم ان کے دماغ تک نہ پہنچ سکیں۔

تن سنگ اور دسنتی نے بارہا کوششیں کی تھیں کہ کسی طرح کوئی خدمت گار بے اختیار بول پڑے مگر ناکامی ہوئی تھی۔ انہیں فوجی چھاؤنی کی ایک عمارت کی دوسری منزل پر نظر بند رکھا گیا تھا میں نے دسنتی کے دماغ کو کریدتے ہوئے معلومات حاصل کیں۔ پتہ چلا کہ اوپری منزل میں چار کمرے ہیں۔ نیچے سے اوپر جانے کے لیے جو زینہ تھا۔ اس زینے کے اوپر پہلے کمرے میں دو مسلح سپاہی رہتے تھے۔ اس کے بعد دو کمروں میں تن سنگ اور دسنتی کی رہائش تھی۔ وہاں کھڑکیوں میں آہنی جالیاں لگی ہوئی تھیں تاکہ وہ کھڑکی کے راستے فرار نہ ہو سکیں وہاں کوئی چاقو یا کیل کانٹا نہیں رکھا گیا تھا۔ کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔

مگر میں نے خدا کی مدد مانگی تھی۔ ویسے وقت وہاں پہنچا تھا، جب تن سنگ پوجا کر رہا تھا۔ جگوان کی مورتی کے سامنے ایک دیا روشن تھا۔ پوجا ختم ہوتے ہی میں نے رسونتی سے کہا۔ "اپنے تپاجی سے کہو کہ اس کمرے کے دروازے کھڑکیوں کے پردوں، بستر کی چادروں اور صوفوں میں آگ لگا دیں۔ اس دیئے کی آگ سے فائدہ اٹھائیں۔ پھر دسنتی کو لے کر سامنے والے کمرے میں جا کر صرف ایک بلب جلتے ہوئے "آگ" کہیں اور گھبراہٹ کا مظاہرہ کریں۔"

رسونتی نے کہا۔ "بڑی خطرناک چال ہے مگر کوئی تو چال چلنا ہی ہے۔ میں تپاجی کو سمجھاتی ہوں کہ آگ لگاتے ہی پہلے دسنتی کو اپنے کی طرف بھگا دیں اور ایک ہی بار "آگ" کا لفظ استعمال کریں۔"

رسونتی نے باپ کو سمجھایا۔ وہ تو پہلے ہی جان سے بیزار بیٹھا تھا۔ اس نے دسنتی کو بُلا کر اسے حوصلے اور حواس سے کام لینے کی تلقین کی۔ پھر ایک دیئے سے دوسرا دیا جلایا گیا۔ پھر دونوں دیوں کی آگ پردوں اور بستروں تک پہنچائی گئی۔ اس کے بعد دونوں باپ بیٹی وہاں سے بھاگنا چاہتے تھے۔ اس سے پہلے ہی بڑھتی ہوئی آگ کو کسی نے نیچے سے دیکھ کر چیخ ماری "آگ۔ اوپر آگ لگی ہے۔"

میں نے رسونتی سے کہا۔ "اوپر سے جو سپاہی بوتے چیختے چلاتے تم ان کے دماغ سے دماغ تک پہنچو۔ میں دوسری طرف جا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں اس چیخنے والے کے دماغ تک پہنچ گیا اب وہ بھاگتا ہوا نیچے میجر وشوانا تھ کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس سے کہہ رہا تھا۔ "بندیوں (قیدیوں) کے کمروں میں آگ بھڑک رہی ہے میں نے یہاں نیچے سے دیکھا ہے۔"

میجر نے اپنے اطمینان کے لیے پوچھا۔ "یعنی تن سنگ اور دسنتی نے تمہاری آواز نہیں سنی ہوگی؟"

"بالکل نہیں جناب! میں تو نیچے تھا۔ وہ بھلا کیسے سُن سکتے ہیں۔"

میجر وشوانا تھ نے فوراً ہی فائر بریگیڈ والوں سے فون پر رابطہ قائم کرتے ہوئے انہیں وہاں پہنچنے کے لیے کہا۔ ساتھ ہی ساتھ سختی سے کہا کہ سب گونگے بہرے ہیں۔ لیکن میں فائر بریگیڈ کے شعبے تک پہنچ گیا۔ وہاں ایک خاکروب فرش پر جھاڑو دے رہا تھا۔ اس نے پوچھا "کہاں آگ لگ گئی ہے باؤجی؟"

میں نے خاکروب کے سب دلیے کو خاص طور پر یاد کیا۔ تھوڑی دیر بعد جب آگ بجھے گی اور وہ لوگ محتاط انداز میں ایسے سپاہیوں اور افسروں کو اس علاقے سے باہر نکالیں گے جن کے منہ سے کوئی نہ کوئی بات نکل گئی تھی۔ تب بھی ان کا دھیان اس خاکروب کی طرف نہیں جائے گا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ فائر بریگیڈ کے شعبہ میں ایک مہتر نے بھی کچھ بے اختیار پوچھا ہوگا اور رسونتی یا فرہاد اس ہنگامہ میں بڑے افسران کو ٹریپ کرنے کے دوران ایک ذلیل مہتر کے دماغ کو اپنا محاذ بنا سکتے ہیں۔

لوگو! تم اپنی ذہانت کو آزماؤ، میں تمہاری نفیات سے اب کھیلنے آ رہا ہوں!

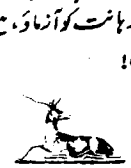

وہ بڑے مستعد اور چاق و چوبند تھے۔ انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے اوپری منزل کی آگ پر قابو پا لیا۔ اب [illegible] نہیں تھی، صرف دھواں اُٹھ رہا تھا۔ چند نقاب پوش فوجیوں نے [illegible] اور تن سنگ کو دُور ایک عمارت کے کمرے میں بند کر دیا تھا۔ آگ بجھاتے اور افراتفری میں آتے جاتے وقت بے نقاب سپاہیوں سے ان کا سامنا نہ ہوا اور نہ ہی وہ کسی کی آواز سُننے پائیں۔ بڑی احتیاط بڑی خاموشی سے آگ بجھائی گئی تھی۔ انہیں کسی [illegible] یقین تھا کہ ان کے اندر ٹیلی پیتھی کی آگ نہیں پھیل رہی ہے۔ [illegible] کے باوجود وہ پوری طرح مطمئن ہونا چاہتے تھے۔ میجر وشوانا تھ نے [illegible] سے پہلے اسی سپاہی کو بُلایا جس نے آگ کی اطلاع دی تھی۔ اس [illegible] سے کہا۔ "تم آگ دیکھتے ہی چیختے ہوئے میرے پاس آئے تھے۔ تمہاری آواز تن سنگ اور دسنتی تک نہیں پہنچی ہوگی؟"

اس نے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے سر! میری آواز اوپری منزل [illegible] میں پہنچی تھی۔"

میجر نے اس سپاہی کو بُلایا جس کی ڈیوٹی اوپری منزل پر تھی۔ [illegible] سپاہی نے کہا۔ "سر! میں نے اس کی آواز سُنی تھی۔ اس کی آواز [illegible] کر ہی مجھے پتہ چلا کہ پوجا کے کمرے میں آگ لگ گئی ہے اس [illegible] بعد دسنتی بھاگتی ہوئی آئی تھی۔"

میجر نے پہلے سپاہی کو گھور کر کہا۔ "اُلو کے پٹھے! تمہاری بیوقوفی سے دسنتی اور فرہاد ضرور ہمارے دماغوں تک پہنچ گئے ہوں گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر ٹرانسمیٹر پر کسی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "میجر ہیپناٹزنگ! میرے جواب میں کچھ نہ کہا جائے۔ صرف آرڈر نوٹ کرو۔ ہمیں شبہ ہے کہ آگ لگنے کے بعد وہ دونوں ہمارے دماغوں تک پہنچ گئے ہیں لہٰذا مجھے اور فائر بریگیڈ کے [illegible] اسٹاف کو یہاں سے نکال دیا جائے۔ یہاں سے نکالے جانے والوں کی [illegible] ابھی میں تیار کر رہا ہوں۔ فوراً ہی نئے اسٹاف متعین کیے جائیں۔"

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ [illegible] ان سب کو دہلی شہر سے باہر بھیج دیا جائے گا۔ میں رسونتی کے پاس [illegible] وہ اپنے باپ سے باتیں کر رہی تھی۔ اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرتے اس نے کہا۔ "ہیلو فرہاد! کیا خبر ہے؟"

میں نے کہا۔ "یہاں کا تمام اسٹاف تبدیل ہو رہا ہے۔ اب نئے [illegible] گونگے بن کر آئیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "اب کیا ہوگا؟" میں ایک کمپلیٹن اور چار [illegible] کے دماغ تک پہنچ چکی ہوں۔ یہ لوگ یہاں سے چلے جائیں [illegible] ہماری کوششیں ناکام ہو سکتی ہیں۔"

"یعنی خواہ مخواہ تم نے اتنے ہنگامے کرائے؟"

"خواہ مخواہ نہیں! ایک طرح ناکامی ہوئی۔ دوسری طرح انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔ میں نے خاص طور پر ایک مہتر کے دماغ کو ٹریپ کیا ہے اس حقیر آدمی کی طرف کسی کا دھیان نہیں جائے گا۔ کیونکہ وہ آگ لگنے والے مقام سے بہت دور تھا۔ اس نے کسی سے پوچھا تھا کہ کہاں آگ لگی ہے؟ اس کے سوال پر کسی نے دھیان نہیں دیا۔ تب ہی تو میں نے سوچا کہ جو توجہ کے قابل نہیں بنے اسی پر مجھے توجہ دینا چاہیے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "اوہ فرہاد! تم واقعی ذہین ہو۔ بے شک ٹیلی پیتھی کے لیے حاضر دماغی بہت ضروری ہے۔ تم نہ ہوتے تو میں اندھیروں میں بھٹکتے لگتی۔"

"اچھا میں ذرا جا کر دیکھوں کہ یہاں سے جانے والوں کی فہرست میں کتنے نام لکھے گئے ہیں۔ تم کسی کے دماغ کو غصے کی حالت میں بھی نہ چھیڑنا میں ابھی واپس آتا ہوں۔"

پھر میں میجر وشوانا تھ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ابھی تک سپرچ پر سپرچ کرنام لکھتا جا رہا تھا۔ فائر بریگیڈ کا ایک افسر بتا رہا تھا کہ اس کے شعبے میں کتنے لوگوں نے باتیں کی ہوں گی۔ کتنے لوگ ٹیلی پیتھی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ وہ میجر کی فہرست میں بہت سے نام شامل کر رہا تھا، مگر وہ مہتر اسے یاد نہ رہا۔ میں اس افسر کے دماغ میں موجود رہا تاکہ۔۔۔ وہ مہتر اسے یاد آئے تو میں اس کی یاد دہن سے مٹا دوں۔ نقار خانے میں طوطی کی آواز کوئی نہیں سُنتا۔ آگ لگنے کے ہنگاموں اور چیخ و پکار میں مہتر کی آواز کسی نے نہیں سنی تھی۔

وہاں سے مطمئن ہونے کے بعد میں اس مہتر کے پاس پہنچا۔ اس کا نام چرن داس تھا وہ اپنے کوارٹر میں بیٹھا تمباکو کے پتے کو ہتھیلی پر رگڑ کر کھینی بنا رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ چھاؤنی کے اس حصے میں تمام لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ سب اپنے بیرک میں رہیں اور ایک دوسرے سے باتیں نہ کریں ورنہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک پہنچ جائیں گے۔ چرن داس بھی اپنے کوارٹر کا دروازہ بند کیے بیٹھا تھا۔

رسونتی میرے پاس آگئی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں بھی تمہاری سوچ کے ذریعے چرن داس کے خیالات پڑھ رہی ہوں۔"

"ابھی یہاں تبادلے والی کارروائی میں بڑی دیر لگے گی۔ جب نئے فوجی افسران وہاں آئیں گے تو ہم چرن داس کے ذریعے ان کے دماغ میں پہنچیں گے۔"

"اس کے بعد کیا کرو گے؟"

"اس کے بعد ان کے دماغوں : تمام فوجی اڈوں تک پہنچیں گے۔ ان کی بڑی بڑی کمزوریاں اپنے ہاتھوں میں لے لی جائیں گی۔ اس کے بعد ہم سودا کریں گے کہ آؤ ایک بین اور ایک باپ کو آزاد کر دو ورنہ ٹیلی پیتھی کی بارُود سے تمام فوجی اڈے تباہ کر دیئے جائیں گے، لاکھوں فوجی ہلاک ہوں گے اور کروڑوں روپے کا جنگی سامان خاک ہو جائے گا۔"

"بہت اچھے۔ واقعی یہ پلاننگ انہیں دہلا کر رکھ دے گی۔ ابھی تو

ہیں فرصت ہے اگر کہو تو میں تھوڑا وقت دستی کے ساتھ گزار دوں۔"

"ہائے میں بھی تو وقت گزارنا چاہتا ہوں مگر ان حالات میں دستی کی دلجوئی بہت ضروری ہے ٹھیک ہے آپ تشریف لے جائیں۔"

"تم بہت اچھے ہو۔ ہاؤ سویٹ یو آر۔ بتاؤ انگریزی لفظوں کی ادائیگی درست ہے نا؟"

"ایکزیکٹ ہے۔ تم مجھے حیران کر رہی ہو۔"

وہ خوش ہو کر چلی گئی میں شرلاک کی پرائیویٹ کوٹھی میں ماضی طور پر حاضر ہو گیا۔ میرے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ مجھے ماسٹر رُومی کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ میں نے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ تانیہ کے ساتھ دروازے کے دوسری طرف کھڑا سرگوشی میں کہہ رہا تھا۔ "میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ بلی مسٹر بے نام کے کمرے میں ہے۔"

تانیہ نے کہا۔ "ہاں ہم نے تو سارے گھر میں تلاش کر لیا۔ اب اسی کمرے میں ہو سکتی ہے مگر ممی نے منع کیا ہے کہ ہم اس دروازے پر دستک دیں۔"

رُومی نے کہا۔ "دستک دینے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اس دروازے سے ٹکرا جاتا ہوں۔ پوچھا جائے گا تو کہوں گا کہ تم سے جھگڑا ہو رہا تھا۔ تم نے مجھے دھکا دیا تو میں دروازے سے ٹکرا گیا۔"

"ارے واہ! مجھے ڈانٹ پڑے گی کہ میں نے تمہیں دھکا کیوں دیا۔"

"میری بہن! جھگڑے میں ایک دوسرے کو دھکے لگتے ہی ہیں۔"

"رومی! زیادہ چالاک نہ بنو۔ اگر ایسا ہے تو میں دروازے سے ٹکرا جاتی ہوں۔ پوچھا جائے تو کہوں گی کہ تم نے مجھے دھکا دیا ہے۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس آیا۔ رومی کچھ سوچ کر بولا۔ "کوئی بات نہیں میں اپنے سر الزام لے لوں گا۔ بلی تو مل جائے گی نا! چلو ٹکرا جاؤ۔"

وہ ذرا سنبھل کر دروازے سے ٹکرا گئی۔ ہلکی سی دھپ سنائی دی۔ ماسٹر رُومی نے کہا۔ "مسٹر بے نام کو کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ بھئی زور سے ٹکراؤ۔"

وہ دو چار قدم پیچھے ہٹ گئی۔ پھر دوڑتی ہوئی زور سے ٹکرانے کی کوشش کی۔ اسی وقت میں نے دروازہ کھول دیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی وہ چیختی ہوئی لڑکھڑاتی ہوئی کمرے کے اندر آ کر قالین پر اوندھے منہ گر پڑی۔ ماسٹر رُومی قہقہے لگانے لگا۔ اچھل اچھل کر تالیاں بجانے لگا میں لپک کر تانیہ کے پاس پہنچ گیا۔ اسے سہارا دے کر فرش پر سے اٹھاتے ہوئے بولا۔ "اسے یہ کیا۔ تم دوڑتی آ رہی تھیں؟"

وہ جھنجلا کر بولی۔ "میں سب جانتی ہوں مسٹر بے نام! تم نے رُومی سے مل کر مجھے بے وقوف بنایا ہے۔"

"بھئی خواہ مخواہ الزام نہ دو۔ میں تو کمرے کے اندر تھا رومی کے ساتھ تمہارے خلاف کیسے سازش کر سکتا تھا یہ تو محض اتفاق ہے کہ جیسے ہی میں نے دروازہ کھولا تم دوڑتی ہوئی اندر آ گریں۔"

اُس کی چیخ اور رُومی کے قہقہے سن کر بے فی اور ممی آ گئیں۔ ممی نے کہا۔ "بیٹا ان دونوں نے تمہیں ڈسٹرب کیا ہے۔ یہ بہت بدتمیز ہو گئے ہیں نے کہا۔ "نہیں ممی! انھوں نے کچھ نہیں کیا ہے۔ میں نے کمرے سے نکل کر ایک کپ کافی پیوں گا۔ یہ سوچ کر میں نے جیسے ہی دروازہ کھولا۔ یہ تانیہ اندر آ گریں۔"

بے فی نے پوچھا۔ "تو بے تانیہ تم اندر کیسے جا گریں؟"

رُومی نے کہا۔ "یہ بلی کو ڈھونڈنے کے لیے اس کمرے کا دروازہ کھولنا چاہتی تھیں۔"

تانیہ اسے مارنے کے لیے دوڑی۔ رُومی بھاگا۔ وہ اس کے پیچھے چل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے ممی اور بے فی کو بتایا کہ تانیہ اور رُومی کس طرح یہ دروازہ کھلوانا چاہتے تھے اور میں نے ان کے ساتھ کیا کیا۔ واقعہ سن کر وہ دونوں ہنسنے لگیں۔ میں ان کے ساتھ کچن میں کافی پینے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب میں کافی پی رہا تھا۔ تب تانیہ اور رُومی میرے پاس آئے ماسٹر رُومی نے کہا۔ "مسٹر بے نام! تانیہ سے صلح ہو گئی ہے مگر ایک پرابلم ہے۔"

میں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ تانیہ بولی۔ "وہ تمہاری بلی ہمارے ہاتھ نہیں آ رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "میرے پاس آ جاتی تو میں اسے تمہیں دے دیتا۔"

"وہ تو تمہارے ہی کمرے میں چھپی ہوئی تھی۔ ہمیں دیکھتے ہی روشندان پر چڑھ گئی۔"

میں کافی کا آخری گھونٹ پینے کے بعد اُن کے ساتھ کمرے میں وہاں بلی نہیں تھی۔ روشندان بھی خالی پڑا تھا۔ تانیہ اور ماسٹر رومی نے پلنگ کے نیچے اور الماری وغیرہ کے پیچھے تلاش کیا مگر وہ نظر نہیں آئی۔ میں نے کہا۔ "بچو! انہیں پریشان نہ کرو، جاؤ یہاں سے۔"

وہ دونوں مایوس ہو کر چلے گئے۔ ممی اور بے فی بھی یہ کہہ کر چلی گئیں کہ میرے لیے لنچ تیار ہے گا۔ میں جب چاہوں کھانا طلب کر سکتا ہوں۔ ان کے جانے کے بعد میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی میاؤں کی آواز سنائی دی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ مجھے روشندان سے دیکھ رہی تھی۔ میں مسکرایا تو وہ کود کر فرش پر آ گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کیا شرارت ہے، تم تانیہ اور رومی کو پریشان کر رہی ہو؟"

"میاؤں" اُس نے جیسے کوئی جواب دیا ہو۔ اپنی سنہری آنکھوں سے دیکھنے لگی جیسے آنکھوں سے کہہ رہی تھی کہ میرے پاس ہی رہنا چاہتی ہو۔

میں نے کہا۔ "دیکھو میں بالکل تنہائی چاہتا ہوں۔ تم تانیہ کے پاس چلی جاؤ۔"

"میاؤں" وہ میرے ایک بازو پر سر رگڑنے لگی۔ وہ ایسی حرکات سے اظہار کرتی تھی۔ ایسی ادائیں دکھاتی تھی کہ میرا دل کھنچا جاتا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ اسے سینے سے لگا کر سہلاتا رہوں لیکن اس وقت مجھے تنہائی کی ضرورت

ں نے اسے فرش پر چھوڑ دیا۔ وہ میرے قدموں کے پاس آ کر اچھلنے میں پھر بازوؤں میں اٹھا لوں۔

میں نے اسے اٹھا کر پچکارتے ہوئے کہا۔ "ضد اچھی نہیں ہوتی۔ اچھا ں تمہارا ایک خوبصورت سا نام رکھتا ہوں۔ تم چلی جانا، جب میں اسے پکاروں تو چلی آنا۔ ٹھیک ہے؟ آج سے تمہارا نام سامی ہے۔"

وہ بیاؤں کر کے ایک بار پھر ادائیں دکھانے لگی۔ میں نے کہا۔ اب جاؤ۔"

اس نے ایک بار مجھے دیکھا پھر میرے بازوؤں سے نکل کر وہاں گئی وہاں سے صوفے پر پہنچ کر پھر ایک بار دیکھا، اس کے بعد روشندان پر پہنچ گئی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "اطمینان رکھو۔ میں بلاؤں گا سامی!"

وہ جیسے مطمئن ہو کر چلی گئی۔ عجیب چیز تھی۔ جانے کیوں مجھے اچھی لگی تھی۔

میں نے اطمینان سے ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر اس کے دو چار لگانے کے بعد رومانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہ لکھنؤ کے اُس کمرے میں نہیں تھی کسی حویلی نما مکان میں تھی اور ایک آئینے سامنے بیٹھی میک اپ کے ذریعے اپنا چہرہ بدل رہی تھی۔ میں نے "ہیلو۔ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ چونک کر بولی۔ "اوہ فرہاد! تم کہاں لگے تھے؟ میں موتیے سے نکل کر آئی ہوں۔"

رومانہ! میں بہت تھکا ہوا تھا۔ تقریباً پانچ گھنٹے تک سوتا رہا۔ رہنے کے بعد تم سے رابطہ قائم کیا تھا۔ مجھے اطمینان تھا کہ وہ لوگ حراست میں رکھیں گے۔ فی الحال کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہ بولی۔ "تم نے اپنے طور پر سوچ لیا تھا۔ یہاں سب گونگے بہرے ہوئے ہیں۔ تم ان کی سوچ نہیں پڑھ سکتے، ان کے چہرے دلوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ یہ تو میری قسمت اچھی تھی کہ صوبائی وہ ایک چیف سیکرٹری میرا دوست بن گیا۔"

"تو بڑے کام کی بات ہو گئی۔"

"ہاں وہ دیوانگی کی حد تک رس ونتی کا پرستار ہے اور تم سے کا بھی خواہش مند ہے۔"

"اور تم نے وعدہ کیا ہو گا کہ مجھ سے ملاقات کراؤ گی؟"

"ہاں۔ اُس کا نام راجیش متر ا ہے۔ وہ ابھی گورنر سے ملاقات ہے میں اُس کی آواز سنا تی ہوں فوراً اس کے دماغ تک پہنچو۔"

وہ اٹھ کر ٹیپ ریکارڈر کی طرف جانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا اس کا مکان ہے؟"

"نہیں راجیش کی سسرال ہے یعنی اس کی بیوی کا مکان ہے۔ میں ابھی اس کی بیوی کا میک اپ کر رہی ہوں، میں یہاں کیسے پہنچی، یہ بعد میں معلوم کرتے رہنا۔ لو آواز سنو۔"

اس نے ریکارڈر کو آن کیا۔ تھوڑی دیر بعد آواز سنائی دی۔ راجیش مجھے مخاطب کر رہا تھا۔ "شریمان فرہاد صاحب! ہنستے ایسے سے جب کہ اس دیس کے اہم لوگ اپنے آپ کو چھپا رہے ہیں۔ میں آپ کے سامنے خود اپنی آواز سنا کر بے نقاب ہو رہا ہوں۔ میں نے رومانہ دیوی سے پرارتھنا کی ہے کہ آپ کو میری آواز سنانے کے بعد اس ٹیپ سے میری آواز مٹا دیں۔ ورنہ میں کسی وقت پکڑا جا سکتا ہوں میرا خیال ہے مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرنے کے لیے اتنی باتیں کافی ہوں گی۔"

میں نے رومانہ سے کہا۔ "یہ آواز فوراً شاودر میں بھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں راجیش کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ گورنر کے ساتھ ایک لنچ پارٹی میں شریک تھا۔ وہاں صوبائی حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار موجود تھے۔ اور اُن کی گفتگو کا موضوع رومانہ تھی۔ پولیس سپرنٹنڈنٹ کہہ رہا تھا۔ "لکھنؤ اور مضافات کے تھانے سرگرم عمل ہیں۔ ایک ایک گھر کی تلاشی لی جا رہی ہے جلد ہی رومانہ کو گرفتار کر لیا جائے گا۔"

گورنر صاحب کی آواز سنائی دی۔ "چار گھنٹے گزر چکے ہیں یہ نام اپنے دیس کی کوئی کنوار عورت نہیں ہے کہ چھپنے کے لیے اسی شہر میں ٹھہر گئی ہو گی۔ جو اتنے سخت پہرے کے باوجود ہوٹل کے کمرے سے نکل سکتی ہے وہ دیکھتے ہی دیکھتے اس شہر سے باہر بھی جا سکتی ہے۔ اُس

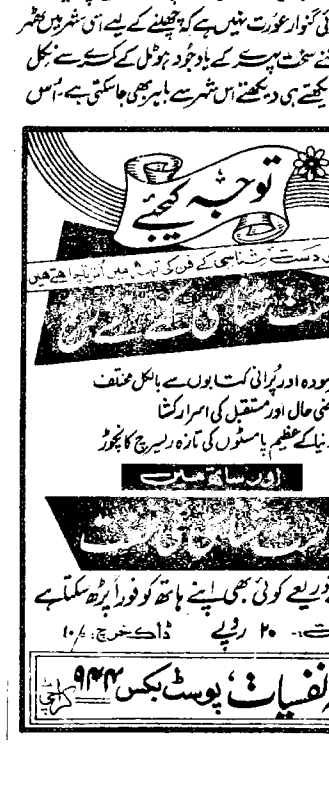

وقت تمام تھانیدار محتاط نہیں تھے؟ اس وقت اسے شہر سے نکلنے کا اچھا موقع ملا ہوگا۔"

ڈی آئی جی نے کہا۔ "یہ ساری باتیں ہمارے ذہن میں ہیں۔ ان چار گھنٹوں میں ہم نے تمام فضائی اور خشکی کے راستوں کی ناکہ بندی کرادی ہے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا اتنے حفاظتی انتظامات کے باوجود یہ لوگ ہاتھ کیوں نہیں آتے؟ آتے بھی ہیں تو گیلے صابن کی طرح پھسل جاتے ہیں۔"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "رومانہ کے ساتھ دو باتیں ہیں۔ ایک تو اس کے پیچھے ٹیلی پیتھی کام کرتی ہے دوسرے وہ خود ایک اچھی فائٹر ہے۔ ہم نے سنا تھا فرہاد کے ساتھ رہنے والی سونیا اور رومانہ لاجواب فائٹر ہیں مگر ایسی لاجواب ہو سکتی ہیں یہ تو ہم نے سوچا بھی نہ تھا۔ اس کے ہوٹل کے کمرے والے دروازے پر دو بیٹے کے فوجی جوان اسٹین گن لیے کھڑے تھے ان میں سے ایک مارا گیا دوسرا بے ہوش پایا گیا۔"

"اس نے ہوش میں آنے کے بعد کیا بیان دیا؟"

"اس کا بیان ہے کہ رومانہ کسی ضرورت کے لیے دروازے کو اندر سے پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ ایک فوجی جوان اندر گیا۔ جب دس منٹ گزر گئے اور وہ واپس نہ آیا تو دوسرا محتاط انداز میں اندر گیا۔ کمرے میں اس کے ساتھی کی لاش پڑی تھی۔ رومانہ نظر نہیں آئی۔ وہ دروازے کے پیچھے بھی نہیں تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ باتھ روم میں چھپی ہوگی مگر وہ دروازے کی چوکھٹ کے اوپر بنی ہوئی محراب میں نہ جانے کیسے پہنچی ہوئی تھی۔ وہاں سے اس نے اس جوان پر چھلانگ لگائی اور اس کے ہاتھوں سے اسٹین گن چھینتی ہوئی جمناسٹک کے کرتب کھاتی ہوئی دور جا کر کھڑی ہو گئی۔ فوجی جوان کا بیان ہے کہ ایسی پھرتی اس نے آسمان کی بجلیوں میں دیکھی ہے۔ اس کے سنبھلنے اور شور مچانے سے پہلے ہی اسٹین گن کا دستہ سر پر لگا۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔"

"یقین نہیں آتا کہ کوئی عورت اتنی پھرتیلی ہو سکتی ہے۔"

"جناب عالی! سونیا اور رومانہ اپنے فائٹنگ کے انداز میں عالمی شہرت رکھتی ہیں۔"

"کیا سونیا بھی ہمارے دیس میں پہنچ گئی ہے؟"

"نہیں۔ حالیہ رپورٹ کے مطابق وہ ابھی کراچی میں ہے۔"

"بات رومانہ کی ہو رہی تھی۔ وہ ہوٹل سے باہر کیسے گئی؟ جبکہ باہر فوجیوں کی تعداد زیادہ تھی۔"

فوجی افسر نے کہا۔ "ہمارا خیال ہے کہ فرہاد یا رس ونتی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے بتایا ہوگا کہ ہوٹل سے پچھلے دروازے پر صرف ایک مسلح جوان ہے۔ باقی پہرہ باہر لان میں کھانے گئے ہیں۔ رومانہ نے اس تنہا سپاہی کو سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کی گولی سے ہلاک کیا۔ اس کے بعد پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں غائب ہو گئی۔"

"آخر وہ سائیلنسر لگا ہوا ریوالور رومانہ کو کہاں سے ملا؟ کس نے دیا؟"

"جناب عالی! صرف معتبر لوگوں کو رومانہ کے سامنے جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ چیف سیکریٹری راجیش مترا صاحب بھی آپ کے حکم سے وہاں معائنہ کرنے گئے تھے۔ ہمیں اپنے کسی آدمی پر شبہ نہیں ہے یہ بھی دراصل ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جس کے دماغ کو ٹریپ کیا جاتا ہے اسے اپنی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کون ہے اور کیا کر رہا ہے۔ اس کے دماغ سے فرہاد یا رسونتی اپنا کام لیتے ہیں۔ ہمارے ایسے ہی کسی ٹریپ کیے جانے والے آدمی نے لاعلمی میں وہ ریوالور رومانہ کے پاس پہنچایا ہوگا۔"

"تو پھر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ رومانہ کے پاس جانے والا کون آدمی تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر غیر حاضر ہو گیا تھا؟"

"ہم نے پوچھ گچھ کی ہے مگر سب ہی کہتے ہیں کہ وہ دماغی طور پر حاضر رہے تھے۔"

"تعجب ہے۔" وہاں کتنے ہی لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا۔

ایک نے کہا۔ "تعجب تو اس بات پر بھی ہے کہ وہ ہوٹل سے نکلتے ہی کہاں غائب ہو گئی۔ یقیناً ٹیلی پیتھی کے ذریعے فرار ہونے کے لیے کسی کا انتظام کیا گیا ہوگا۔"

میں راجیش مترا کے دماغ میں بیٹھا ساری باتیں سن رہا تھا۔

میں نے راجیش کو مخاطب نہیں کیا کیونکہ پہلی بار سوچ کے ذریعے گفتگو کرنے سے وہ چونک جاتا۔ کچھ گڑبڑا جاتا لہٰذا میں اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ کریدنے لگا۔ اس کے ذریعے پتہ چلا کہ وہ یقین ہیں رس ونتی کے باپ تن سنگ کا شاگرد رہ چکا ہے۔ تن سنگ جڑی بوٹیوں سے دوائیں بنانے کا بھی ماہر تھا۔ اس نے ایک بار اپنی دواؤں کے ذریعے راجیش کے باپ کی جان بچائی تھی۔ دوسری بار خود راجیش کو ایک زہریلے سانپ نے کاٹا تھا۔ تن سنگ نے اسے بھی زہر کے اثرات سے بچا کر نئی زندگی دی تھی۔ گویا راجیش کا پورا خاندان تن سنگ کا احسان مند تھا۔ یہ کوئی بیس برس پہلے کی بات تھی۔ تن سنگ نیکیاں کر کے بھول گیا تھا۔ آدمی نیکی بھول جاتا ہے مگر نیکیاں آدمی کو نہیں بھولتیں۔ وہ بیس برس کے بعد بھی اپنا انعام دیتی ہیں۔ آج راجیش چوری چھپے ان تمام لوگوں کے کام آنا چاہتا تھا جو تن سنگ یا رسونتی کو آزاد کرانا چاہتے تھے اسی لیے وہ رومانہ کے کام آیا تھا۔

راجیش اپنی حکومت کے اس خفیہ حکم سے باخبر تھا کہ رومانہ قتل کیا جائے گا۔ اس طرح فرہاد اور رسونتی کے دلوں میں یہ بات پختہ ہو جائے گی کہ رس ونتی نے اگر خود کو ہندوستان کے حوالے کیا تو تن سنگ اور رسونتی کو بھی چھوٹا نہیں دی جائے گی۔ ان دونوں کو بھی بے دریغ قتل کر دیا جائے گا۔ یہ معلوم ہونے کے بعد ہی وہ اک بوالہوس سائیلنسر چھپا کر رومانہ سے ملنے گیا تھا۔ فوجی افسران کے سامنے اس نے ایک کاغذ

پر چند سوالات لکھے تھے، جن کے جواب رُومانہ سے حاصل کرنے تھے۔ رُومانہ کے سامنے کوئی زبان نہیں کھولتا تھا۔ تحریری سوالات ہوتے تھے، رُومانہ زبانی جوابات دیتی تھی۔

بہرحال جب وہ رومانہ کے کمرے میں گیا تو باڈی گارڈ کے طور پر ایک فوجی جوان ساتھ تھا۔ دونوں نے سیاہ چشمے پہن رکھے تھے۔ راجیش نے ایک نظر رُومانہ پر ڈالی۔ پھر کمرے کی تلاشی لینے لگا۔ وہ یہ تاثر دے رہا تھا کہ ایک چیف سیکرٹری کی حیثیت سے وہ مطمئن ہونا چاہتا ہے کہ وہاں کوئی آلہ یا ایسی چیز نہ ہو جس کی مدد سے وہ قیدی عورت فرار ہو سکے وہ اپنے فرض کی نمائش کرتا ہوا باتھ رُوم میں گیا۔ باڈی گارڈ مشین گن اٹھائے رومانہ کے پاس کھڑا تھا۔

راجیش نے باتھ رُوم کے ایک کیبنٹ میں ریوالور اور سائیلنسر کے ساتھ ایک تہہ کیا ہوا خط رکھا۔ کیبنٹ کو بند کیا، پھر باتھ رُوم سے نکل کر رُومانہ کے سامنے تحریری سوالات پیش کرنے لگا۔ اس دوران راجیش کے ہاتھوں میں اسٹین گن تھی کیونکہ باڈی گارڈ سر جھکائے رومانہ کے جوابات نوٹ کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت جب وہ لکھنے میں مصروف تھا۔ راجیش نے پھینکے سے کاغذ کی ایک چھوٹی سی گولی رومانہ کی طرف رازدارانہ انداز میں بڑھائی۔ رُومانہ نے اسے چھپا لیا۔

میں نے راجیش کے دماغ سے اتنی باتیں اگلوانے کے بعد رُومانہ کو مخاطب کیا۔ اس کا میک اپ مکمل ہو چکا تھا۔ راجیش کی ساس اسے مارواڑی عورتوں جیسا لباس پہنا رہی تھی۔ اشاروں کی زبان سے سمجھا رہی تھی کہ ان کی قوم میں عورتیں کس طرح لانبا سا گھونگٹ نکال کر چلتی ہیں۔ میرے سوال کرنے پر رُومانہ سوچ کے ذریعے کہنے لگی "جب راجیش اس باڈی گارڈ کے ساتھ میرے کمرے سے چلا گیا، تو میں نے کاغذ کی اس گولی کو کھول کر پڑھا، لکھا تھا کہ میں باتھ رُوم کا کیبنٹ کھول کر دیکھوں۔ میں نے فوراً ہی باتھ روم میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کیا کیبنٹ کو کھول کر دیکھا۔ ریوالور اور سائیلنسر کے ساتھ ایک خط لکھا ہوا تھا۔ اس میں لکھا تھا۔

"رومانہ! میں رسونتی کے باپ تن سنگ کا شاگرد ہوں۔ فرہاد اور رسونتی یہ نہ جان سکیں گے کہ تمہیں آج شام تک قتل کر دیا جائے گا۔ لہٰذا اس ریوالور کی مدد سے فرار ہونے کی کوشش کرو۔ ہوٹل کے پچھلے دروازے کے باہر میرے پالتو غنڈے محاذ بنا چکے ہیں۔ تمہارا راستہ روکنے والوں سے وہ لوگ نمٹ لیں گے۔ یہ پنج کا وقت ہے اور یہی وقت فرار ہونے کے لیے مناسب ہے۔ ہوٹل کے پیچھے ایک مُرغ قیمص والا جدھر بھاگتا ہوا جا کر جس گاڑی میں بیٹھے، تم اسی گاڑی میں بیٹھ جانا، وقت ضائع نہ کرو۔ اگر میرے منصوبے سے اختلاف ہو تو میری دونوں تحریروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے باتھ رُوم کے ٹب میں بہا دینا۔ اتنی مہربانی ضرور کرنا، ورنہ میں پکڑا جاؤں گا۔"

یہ خط پڑھ کر میں ذرا دیر کے لیے الجھ گئی۔ میں چاہتی تھی کہ تم سے رابطہ پیدا ہو اور میں کوئی مشورہ لوں لیکن امید نہیں تھی کہ تم مجھ سے جلد ہی رابطہ قائم کرو گے اور یہاں جلد ہی کسی فیصلے پر پہنچنا تھا۔ آخر میں نے اپنی خود اعتمادی سے راجیش کے مشورے پر عمل کیا اور یہاں پہنچ گئی۔"

میں نے رُومانہ سے پوچھا "تم وہاں کی زبان نہیں جانتی ہو۔ کیا گونگی بن کر رہو گی؟"

"ہاں" وہ بولی۔ "راجیش کی بیوی پیدائشی گونگی ہے۔ اس چیف سیکرٹری نے بڑی ذہانت سے پلاننگ کی ہے جیسے ہی اسے پتہ چلا کہ مجھے کسی وقت قتل کر دیا جائے گا تو اس نے سب سے پہلے اپنی بیوی کو چھوٹے بھائی کے ہمراہ کلکتہ بھیج دیا۔ وہاں راجیش کے والدین رہتے ہیں۔ آج رات راجیش گورنر صاحب کے ساتھ کلکتہ جائے گا۔ میں راجیش کے ساتھ جاؤں گی۔ دوسرے لفظوں میں یہاں کے گورنر کے ساتھ اسپیشل کلاس میں سفر کروں گی تو کوئی مجھے چیک نہیں کرے گا۔"

میں نے مسکرا کر کہا "بڑی عمدہ پلاننگ ہے۔ جو سرکار تم پر پابندیاں عائد کر رہی ہے اسی کے سائے میں رہو گی تو کوئی شبہ نہیں کرے گا کہ راجیش نے بتایا ہے کہ کلکتہ پہنچنے کے بعد وہ کیا کرے گا، کیونکہ وہاں دو گونگی بیویاں ہو جائیں گی۔"

میں راجیش کی کوٹھی میں پہنچ کر سیکرٹ ایجنٹ آپریٹو کی طرح رُوپوش رہوں گی۔ اس دوران راجیش غیر ملکی سفارتخانوں کے اہم افراد سے ملتا ہے گا ہے ملاقات کرتا رہے گا۔ تم ان افراد کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرو گے کہ کس کی بیوی یا بیٹی ہندوستان سے باہر جانے والی ہے پھر میں اس کی جگہ سفر کروں گی۔"

"ٹھیک ہے میں راجیش کے دماغ میں رہوں گا۔ تم وہاں کے لباس میں چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے کے طریقے سیکھو۔ میں پھر ملوں گا۔"

اب میں پھر راجیش کے پاس جانا چاہتا تھا۔ رس ونتی نے مجھے مخاطب کیا۔ "ہیلو۔ میں ابھی فوجی چھاؤنی سے آ رہی ہوں۔ اس مہتر چرن داس کے دماغ نے بتایا ہے کہ وہاں کا اسٹاف بدل گیا ہے۔ میں اس کے ذریعے ایک فوجی جوان کے دماغ تک پہنچی پھر دوسرے تیسرے دماغوں سے ہو کر فوجی افسر تک پہنچنا چاہا مگر اس کا انگریزی لہجہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اتنا معلوم ہو گیا ہے کہ وہ کوئی روسی فوجی افسر ہے۔"

میں نے کہا "ان فوجی جوانوں تک چلو میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

یہ کہہ کر میں رس ونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دوسرے ہی لمحہ ہم ایک فوجی جوان کے پاس تھے وہ اپنے افسر اور چند ساتھیوں کے ساتھ تن سنگ کی طرف جا رہا تھا۔ افسر اس جوان کو سمجھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "بہت ہوشیار اور محتاط رہنا۔ ان سے سوالات کرتے وقت دونوں باپ بیٹی کی حرکات و سکنات کا خاص خیال رکھنا۔ ان کے چہرے کے

تاثرات سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغ میں موجود ہیں یا نہیں؟"

"یس سر! ہم سب محتاط رہیں گے۔"

تن سنگ اور وسنتی کو پھر اسی جگہ اوپری منزل پر پہنچا دیا گیا تھا جہاں آگ لگی تھی۔ اتنی دیر میں اس کمرے کا فرنیچر اور پردے وغیرہ بدل دیئے گئے تھے۔ رس ونتی نے درست کہا تھا کہ فوجی افسر روسی باشندہ ہے۔ وہ اوپری منزل پر پہنچ کر زینے کے پاس پہلے کمرے میں ٹھہر گیا۔ دو نقاب پوش نوجوان آگے بڑھتے ہوئے تن سنگ کے کمرے میں چلے گئے۔ وہ فوجی افسر ایک میز پر چڑھ کر ایک روشندان سے دوسرے کمرے میں جھانکنے لگا۔

دوسرے کمرے میں تن سنگ اور وسنتی ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نقاب پوش نے تن سنگ کی طرف ایک کاغذ بڑھایا میں تن سنگ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ رس ونتی وہاں پہلے سے موجود تھی اس کاغذ پر پہلا سوال یہ تھا۔ "مسٹر تن سنگ! تم نے جان بوجھ کر رُوچا کے کمرے میں آگ لگائی تھی تاکہ ہم اچانک شور مچائیں اور وہ ٹیلی پیتھی والے ہم کو ٹریپ کریں۔ جواب دو کہ تمہیں اس حماقت کی کیا سزا دی جائے؟"

تن سنگ نے کہا۔ "پوچھا کے دوران وسنتی کی چٹیا ہوا سے اڑ کر دیتے تک پہنچ گئی تھی۔ اس نے گھبرا کر چٹیا کو ایک طرف پھینکا تو وہ کھڑکی کے پردے سے جا لگی۔ میں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ رس ونتی نے ایتک مجھ سے بات نہیں کی ہے۔ مجھے اس کا اسٹرائک ہوتا تو شاید میں وہی کرتا، جس کا شبہ مجھ پر کیا جا رہا ہے۔ ابھی میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔ مجھے سزاؤں کی دھمکی نہ دو۔"

ایک ٹیپ ریکارڈر میں اس کا جواب ریکارڈ کیا جا رہا تھا۔ دوسرا سوال تھا۔ "بھلے دیو! میں فرہاد علی تیمور کی موجودگی ظاہر ہو چکی ہے وہ لکھنؤ میں اپنی ایک ساتھی کو قید سے نکال کر لے گیا ہے۔ ہم نہیں مان سکتے کہ فرہاد کے ساتھ رس ونتی موجود نہ ہو گی۔ تم برابر جھوٹ بولتے آ رہے ہو ہم ایک بار پھر یقین دلاتے ہیں کہ ہم رس ونتی کے دشمن نہیں ہیں۔ اسے اور اس کے خاندان کو دوست بنانا چاہتے ہیں۔ اس سے صرف اتنا کہو کہ وہ ہمارے کسی نمائندے سے بات کرلے۔ ہم ایسی دوستانہ شرائط پیش کریں گے کہ ساری مخالفتیں ختم ہو جائیں گی۔"

تن سنگ نے جواب دیا۔ "میں خود یہی چاہتا ہوں کہ ہم دوست رہیں اور اپنے دیش کے کام آئیں۔ میں حیران ہوں کہ رس ونتی ہم سے دُور کیوں ہے؟ اگر فرہاد اس دیش میں موجود ہے تو مجھ سے بات کرا دیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ اپنی جوان بیٹی کے ساتھ قیدیوں جیسی زندگی نہیں گزار سکتا۔"

اس کاغذ کا آخری سوال تھا، بلکہ دھمکی تھی۔ "اب تمہیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دی جاتی ہے۔ یہ آخری مہلت ہے۔ کل اسی وقت تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہاری بیٹی کو اذیتیں دے کر ہلاک کیا جائے گا۔"

تن سنگ نے گھبراہٹ کا مظاہرہ کیا۔ "یہ سراسر ظلم ہو گا۔ میں کہتا ہوں ایک بار مجھے رس ونتی یا فرہاد سے بات کر لینے دو۔ وہ ضرور دوست بنیں گے انہیں دوستی کی پیش کش کیے بغیر ہماری ہلاکت کا سامان کرنا دانش مندی نہیں ہو گی۔ اگر میری بیٹی کو کسی نے ہاتھ لگایا تو میں آتما ہتیا کر لوں گا۔"

اُس کے جوابات ریکارڈ کرنے کے بعد وہ نقاب پوش جانے لگے میں نے تن سنگ کی سوچ میں کہا۔ "آپ اسی طرح گھبراتے اور پریشان ہوتے رہیں۔ آپ کو چھپ کر دیکھا جا رہا ہے۔"

اس بوڑھے نے عمدہ اداکاری کا مظاہرہ کیا۔ اپنی بیٹی وسنتی سے لپٹ کر رونے لگا۔ "ہائے بیٹی! ہم پر یہ بیتا آپڑی ہے۔ پتہ نہیں سونتی کب ہماری خبر لے گی۔ میں تمہیں ان ظالموں کے ہاتھوں میں نہیں جانے دوں گا۔ اس سے پہلے ہی تمہارا گلا گھونٹ کر ہاڑوالوں گا۔"

وسنتی بھی باپ کے ساتھ رونے اور دہائی دینے لگی۔ وہ فوجی افسر میز پر کھڑا روشندان سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ میز سے اُتر کر اُس کمرے سے باہر آ گیا۔ اب وہ اپنے دفتری کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ اور تن سنگ کے مسلسل سوچ رہا تھا۔ اپنے دفتر میں پہنچنے کے بعد وہ ایک بڑی سی میز کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اُس کے ماتحت... ریکارڈ کیے ہوئے جوابات کا انگریزی ترجمہ اُسے سُنانے لگے۔ وہ خاموشی سے سنتا رہا اور غور کرتا رہا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ ٹرانسمٹر کے ذریعے کس سے باتیں کرنے والا ہے۔

میں نے رس ونتی سے کہا۔ "ٹرانسمٹر کے دوسری طرف جو باتیں وہ کر رہا ہے، میں اس کے لاشعور میں پہنچ کر اردو ترجمہ کرتا رہوں گا۔ اگر وہ ہندوستانی افسر ہو گا تو تم میرے ذریعے اسے ٹریپ کر سکو گی؟"

"ہاں کر لوں گی۔"

تھوڑی دیر بعد اس روسی افسر نے ٹرانسمٹر آن کیا۔ پھر کوڈ ورڈ میں اپنا تعارف کرانے کے بعد خاموش ہوا تو دوسری طرف سے آواز سُنائی دی۔ وہ اپنے کوڈ ورڈ بتانے کے بعد پوچھ رہا تھا۔ "کیا تن سنگ سے جوابات موصول ہو گئے؟ اوور۔"

"ہاں۔ وہی پرانے جوابات ہیں کہ رس ونتی نے ابھی تک اس سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے باپ کے دماغ میں موجود رہتی ہے۔ اوور۔"

"ہمیں بھی شبہ ہے اور تمہیں یقین ہے۔ پلیز اپنے یقین کی وضاحت کریں۔ اوور۔"

روسی افسر نے جواب دیا۔ "جب سے تن سنگ کو قید کیا گیا ہے، میں اس کے جوابات کی اسٹڈی کر رہا ہوں۔ اسے دو دن پہلے وہ انگریزی میں جواب دیا کرتا تھا۔ پرسوں سے وہ ہندی میں جواب دیتا ہے تاکہ

رس ونتی وہ جوابات سُنتی رہے اور اُسے مشورے دیتی رہے۔ کیا یہ بات رس ونتی کے ریکارڈ میں نہیں ہے کہ وہ انگریزی نہیں جانتی ہے؟ اوور"

واقعی وہ روسی افسر بڑی ذہانت کا ثبوت دے رہا تھا۔ دوسری طرف سے بات کرنے والا افسر اپنی عادت کے مطابق ہندی زبان میں سوچنے لگا۔ "ہاں۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ پہلے تن سنگ انگریزی میں جواب دیتا تھا اب ہندی بولتا ہے کیوں؟ اُس نکتے پر غور کرنا چاہیے۔"

میں نے رس ونتی سے پوچھا۔ "کیا اس کی سوچ پڑھ رہی ہو؟"

"ہاں اب یہ میری گرفت میں رہے گا۔"

میں روسی افسر کے پاس آگیا۔ ہندوستانی افسر کہہ رہا تھا۔ "اچھی بات ہے۔ میں اس نکتے کو بورڈ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل"

ٹرانسمٹر کی گفتگو ختم ہوگئی۔ میں نے رس ونتی سے کہا۔ "وہ افسر شاید فوجی افسران کے بورڈ ممبران کو کال کرے گا۔ تم اس کے ساتھ رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ روسی افسر تھوڑی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا اس کی سوچ پڑھ کر میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں ایک بڑا [illegible] کر سرکرنے والا تھا۔ اسی لیے میں اس کے ذہن سے چپک کر رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر باتھ روم میں آیا۔ اس کا دروازہ بند کرنے کے بعد وہ آئینہ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ اس کی داڑھی کے بیشتر بال قدرتی طور پر سفید ہوئے تھے اس نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر دو عدد پتلے تار نکالے۔ ان میں سے ایک ایئر فون تھا۔ اس نے اسے ایک کان سے لگا لیا

وہ اپنے دوسرے نیفہ کو دو دو ڑ میں کسی کو مخاطب کرنے لگا۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "کون کوڈ ورڈ بتانے کے بعد کہہ رہا تھا۔ "میں نمائندہ بول رہا ہوں۔ کیا تم مطمئن ہو کہ تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ نہیں کیا گیا ہے؟ اوور"

اس روسی افسر نے جواب دیا۔ "میں بتا چکا ہوں کہ یہاں کا تمام اسٹاف تبدیل ہو چکا ہے۔ انہوں نے جتنے ذہانوں کو ٹریپ کیا ہوگا وہ سب اس علاقے سے دُور جا چکے ہیں۔ رونتی اور فرہاد مجھ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ میں نے تن سنگ اور اس کی بیٹی کا بھی سامنا نہیں کیا ہے صرف نئے اسٹاف کے۔۔۔ وہ خاص ماتحتوں سے میں نے گفتگو کی ہے میں پوری ذمے داری سے کہتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی والے ہمیں دماغ تک نہیں پہنچ پائے ہیں۔ اوور"

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد میری خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ دوسری طرف سے اب ماسک مین بول رہا تھا۔

نعوذ باللہ کیا کوئی خدا بن سکتا ہے؟ کیا فرعون اور شداد اپنی خدائی نہ منوا سکے؟ اے۔ خدا خدا کے لیے ہے۔ کوئی دوسرا پیدا ہو کر رہنا چاہے تو اس کی نقاب کشائی کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے حقیر بندوں سے کام لیتا ہے۔ اب مجھ جیسا حقیر بندہ اس ماسک مین تک پہنچ گیا تھا جس نے خود کو پُراسرار بنانے کے لیے ایسی مشینیں ایجاد کی تھیں جن کے کمپیوٹر کے ذریعے وہ دوسروں کی سوچ کو کراف لائنوں سے محو کر لیتا تھا۔ مگر اپنی سوچ اور اپنے سامنے تک کسی کو نہیں پہنچنے دیتا تھا۔ اس کے ملک کی انٹیلی جنس کے ذمے دار افسر اسے نہیں جانتے تھے۔ حتیٰ کہ مجھ جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اب تک بے بس رہا تھا۔

میں اب تک بے بس کیوں رہا؟ اور اب وہ اچانک کیسے ظاہر ہو گیا؟ ان سوالوں کے جوابات کے لیے خداوند کریم کی قدرت کا شعور کچھ نہ کچھ رکھنا ضروری ہے۔ اس معبود کی قدرت یہ ہے کہ مجھ جیسے دماغوں کو پڑھنے والے کو بھی وہ جب تک چاہتا ہے بے بس بنا کر رکھتا ہے یہ بلا شک و شبہ درست ہے کہ دلوں کے راز صرف خدا جانتا ہے۔ اس نے تھوڑی سی یہ صلاحیت مجھے دی اور اب وقتاً فوقتاً میری بے بسی سے یہ سمجھ لیا کہ میں بھی ذرہ ہوں، ذرہ ہی رہوں گا ایسی ہی پُراسرار بننے کی تھوڑی سی صلاحیت ماسک مین کو دی۔ اب اُسے معلوم ہونے والا تھا کہ قیامت تک صرف خدا کی ذات ہی اسرار کے پردوں میں رہ سکتی ہے۔

ایک اور سوال یہ کہ انسان اچانک ہی اپنی تمام صلاحیتوں کو کیوں کر کس طرح محض ایک خاک کا بے مُدعا پتلا بن کر رہ جاتا ہے؟

محض اسی طرح انسان کائنات کو تسخیر کر سکتا ہے۔ اپنے دماغ پر نکس طور پر قابو نہیں پا سکتا۔ قدرت جب چاہتی ہے اسے بے قابو کر دیتی ہے کبھی نشے اس کے ضوابط سے ہٹا دیتی ہے کبھی اس کے مزاج کے خلاف اس سے کوئی حرکت کرتی ہے بعد میں وہ اپنی غلط حرکت پر سوچتا ہے اور پچھتاتا ہے۔ زندگی اپنی ہی بے تکی غلطیوں سے گزرتی ہے۔ ایک دن وہ ماسک مین بھی اپنی غلطی پر پچھتائے گا۔

اس وقت ماسک مین روسی افسر سے کہہ رہا تھا۔ "یہ نکتہ۔۔۔ واقعی اہم ہے۔ اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ رس ونتی اپنے باپ کے دماغ میں موجود رہتی ہے۔ ایک اور بات ظاہر ہوتی ہے کہ فرہاد نے تن سنگ سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔ اگر کرتا تو تن سنگ بدستور انگریزی میں جوابات دیتا پھر فرہاد ان جوابات کا ترجمہ رس ونتی کو سُنا دیتا۔ سپنسر ہم سب تمہاری ذہانت پر فخر کرتے ہیں۔ اپنا خیال بتاؤ کہ فرہاد تن سنگ سے دُور کیوں ہے؟ اوور"

"میرا خیال ہے کہ فرہاد اور رس ونتی الگ الگ محاذ بنا کر تن سنگ اور رس ونتی کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں۔ یعنی رس ونتی اپنے باپ کے ساتھ لگی رہتی ہے اور فرہاد، سونیا اور رُومانہ کی پشت پر کام کر رہا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ کھنڈوہ میں رُومانہ کو گرفتار کیا گیا تھا۔ میں نے یہاں کی سرکار پر دباؤ ڈالا تھا کہ رومانہ کو قتل کر دیا جائے۔ فرہاد کی ایک ساتھی قتل ہوگی تو رس ونتی پر بھی یہ دہشت طاری رہے گی کہ اُس کے باپ، ماں بہن کو بھی بے دریغ قتل کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال رومانہ وہاں سے فرار

ہوگئی ہے اسے سخت پہرے سے نکالنے والا فرہاد ہی ہو سکتا ہے۔ اب آپ میری بات سمجھ گئے ہوں گے۔ اوور"

"ہاں۔ وہ دونوں مختلف محاذوں سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اور کوئی رپورٹ؟ اوور"

"ہم نے تن سنگ کو جو بیس گھنٹے کی آخری مہلت دی ہے۔ اس مہلت کے بعد پہلے دستی کو شوٹ کیا جائے گا اوور"

"ٹھیک ہے۔ اوور اینڈ آل"

ماسک مین نے ٹرانسمٹر کا مائیک اپنے نمائندے کو دیا۔ پھر ایک آراستہ صوفے پر بیٹھ کر اپنے لیے واڈکا کا ایک پیگ بناتے ہوئے سوچنے لگا۔ "فرہاد نے رومانہ کے فرار ہونے میں مدد کیسے کی؟ جبکہ وہ آج صبح سے خیال خوانی میں مصروف نہیں ہے"

اس کی سوچ نے مجھے سوچنے پر مجبور کیا کہ وہ میرے متعلق یہ کیسے کہہ رہا ہے کہ میں نے صبح سے خیال خوانی نہیں کی ہے؟

ماسک مین نے ایک گھونٹ پینے کے بعد سوچا۔ "کیا بنکاک میں ہمارا ایجنٹ دھوکا کھا رہا ہے؟"

میں نے ماسک مین کی سوچ میں کہا۔ "ہاں ہو سکتا ہے۔ مجھے بنکاک کے ایجنٹ سے پھر تصدیق کرنا چاہیے"

اس خیال کے ساتھ ہی ماسک مین نے اپنے ماتحت سے کہا۔ "بنکاک زیرو نائن تھری سے رابطہ قائم کرو۔"

اب مجھے معلوم ہونے والا تھا کہ بنکاک میں ایسا کون ایجنٹ ہے جو میری مصروفیات کا علم رکھتا ہے اور غلط معلومات رکھتا ہے۔

وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے صبح سے خیال خوانی نہیں کی جبکہ میں برابر خیال خوانی میں مصروف رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ماسک مین کے نمائندے کی آواز سنائی دی۔ وہ ٹرانسمٹر پر کہہ رہا تھا۔ "ہیلو۔ اٹ از نمبرون بین فار ماسک مین۔ یور کوڈز پلیز۔ اوور"

میں نے نمائندے کے دماغ میں پہنچ کر سُنا۔ کوئی دوسری طرف سے کہہ رہا تھا۔ "ہیلو۔ اٹ از زیرو نائن تھری۔ ماسک مین سے کہو میں حاضر ہوں۔ اوور"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم ٹریپ نہیں کیے جا رہے؟ اوور"

"مجھے پورا یقین ہے فرہاد میرے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ میں مکمل اعتماد سے بول رہا ہوں۔ اوور"

نمائندے نے وہ باتیں ماسک مین تک پہنچائیں۔ ماسک مین اپنی جگہ سے اُٹھ کر آیا پھر ایک ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا۔ "ہیلو زیرو نائن تھری! تمہاری رپورٹ کے مطابق فرہاد خیال خوانی نہیں کر رہا ہے۔۔۔ ہمارے ستائی اطلاعات کے مطابق وہ خیال خوانی کے ذریعے رومانہ کی مدد کر رہا ہے۔ زیرو نائن تھری! مجھے یقین ہے کہ تم دھوکہ کھا رہے ہو۔ اپنی صفائی پیش کرو۔ اوور"

"آنریبل ماسک مین! میں دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ فرہاد اپنے دوست شراک کے بیک اپ میں ہے۔ اس نے روپ بدل لیا ہے مگر وہ امنڈ بیکیر انگوٹھی اس کی انگلی میں ہے۔ میرا گونگا ملازم دوبار پیغام لے کر اس کے پاس گیا۔ دوبار اسی گونگے ملازم کے سامنے بیٹھ کر اس نے جواب لکھا اور وہ تحریر بلا شبہ فرہاد کی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں تحریر شناخت کرنے کا ماہر ہوں۔ اوور"

ماسک مین نے کہا۔ "پھر تمہارے جاسوس دھوکا کھا رہے ہیں۔ وہ کہیں تنہائی میں بیٹھا خیال خوانی کر رہا ہے۔ اوور"

"آنریبل ماسک مین! فرہاد نے میرے آخری خط کے جواب میں لکھا تھا کہ وہ شام تک مصروف رہے گا۔ لیکن اس کی اب تک کی مصروفیات یہی ہیں کہ وہ شراک کے خاندانی وکیل کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ اس کے ساتھ دوپہر میں دو بجے تک رہا۔ شراک کے کاروبار سے تعلق رکھنے والے اہم افراد سے ملتا رہا۔ پہلے مجھے شبہ ہوا کہ یہ شراک بن کر شراک کے کاروباری معاملات کیسے نمٹا رہا ہے۔ پھر خیال آیا کہ اصل شراک سے خیال خوانی کے ذریعے کاروباری معلومات حاصل کر رہا ہے۔ اوور"

"ایک بات کا جواب دو۔ کیا وہ شراک بن کر شراک کے چیک یا اہم دستاویزات پر دستخط کر رہا ہے؟ اوور"

"جناب عالی! وہ ابتک کاروباری لوگوں کے ساتھ آؤٹ ڈور میں ہے۔ ابھی تک دفتر میں اسے بیٹھنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ شام تک اگر اس نے آفس ورک کیا تو اس کے دستخط کے بارے میں آپ کو اطلاع دوں گا اوور"

"ٹھیک ہے۔ مگر محتاط رہو کہ اس نکتہ پر غور کرو کہ فرہاد کے ساتھ سونیا، رومانہ اور رس ونتی کے اہم مسائل ہیں۔ وہ ان تمام مسائل سے غافل ہو کر صرف شراک کے معاملات میں مصروف نہیں رہ سکتا۔ ضرور کوئی چال چلی جا رہی ہے۔ مجھے ایک گھنٹے کے اندر صحیح حالات کا علم ہونا چاہیے"

ماسک مین نے اوور اینڈ آل کہہ کر اپنے نمائندے کو مائیک دیدیا۔ پھر اپنی جگہ آکر واڈکا پیتے ہوئے اسی نکتہ پر غور کرنے لگا کہ فرہاد صرف شراک کے کاروباری معاملات میں کیوں اُلجھا ہوا ہے۔ پھر اس نے چونک کر سوچا۔ "ہیں اصل شراک کے بارے میں بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کس میک اپ میں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

اس نے اپنے ماتحت کو حکم دیا کہ دوبارہ زیرو نائن تھری سے رابطہ قائم کرے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ماسک مین نے ٹرانسمٹر کے پاس آکے کہا۔ "ہیلو۔ تم نے یہ نہیں بتایا کہ اپنی فیملی میں رہ کر اصلی شراک کیا کر رہا ہے؟ اوور"

"وہ کوٹھی کے اندر اپنی فیملی کے ساتھ ہے۔ کبھی کبھی ایک دبلی پتلی سی جوان لڑکی ایک دس بارہ برس کے لڑکے کے ساتھ کھیلتی ہوئی کوٹھی کے لان میں آتی ہے۔ باقی افراد اندر ہی رہتے ہیں۔ میں نے نگرانی کرنے والے سے کہا

ہے کہ اصلی شرلاک باہر جانے کے لیے نکلے تو اس کا تعاقب کیا جائے۔
اوور۔"

"مجھے اس کے باہر جانے سے دلچسپی نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ وہ کوٹھی کے اندر کیا کر رہا ہے؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ مقناطیسی انگوٹھی شرلاک کو پسند آ گئی ہو اور وہ اسے پہن کر اپنے کاروباری معاملات میں مصروف ہو؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ فیملی کے ساتھ صبح سے کوٹھی کے اندر رہنے والا شخص فراڈ ہو؟ اوور۔"

"آنریبل ماسک مین! فراڈ کو اس انگوٹھی کی اہلیت معلوم نہیں ہو سکتی۔ ہاں، یہ ہو سکتا ہے شرلاک کو وہ انگوٹھی پسند آ گئی ہو اور وہ اسے پہن کر اپنی نمائندگی میں ہمیں فریب دے رہا ہو مگر اس انگوٹھی والے شرلاک نے میرے دو خطوط کے جواب دیئے ہیں اور وہ تحریر بلاشبہ فراڈ کی تھی۔ آپ مجھے تھوڑا وقت دیں۔ میں ابھی اس الجھاؤ کو آپ کے سامنے سلجھا کر پیش کر دوں گا۔ اوور۔"

ماسک مین نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب میں اس بنگاک کے ہیڈ آفس کے دماغ میں تھا۔ دوسرے لفظوں میں میں اپنے چینی مہربان تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے کوالالمپور سے بنگاک تک مجھے بڑے چکر دیئے تھے۔ اپنے ماسک مین سے بھی زیادہ پُراسرار بن گیا تھا۔ مگر نقاب والوں کو کہیں نہ کہیں بے نقاب ہونا پڑتا ہے۔ وہ میرا چینی مہربان اور وہ ہندستان کا روسی افسر دونوں ریڈ پاور کے بہت ہی اہم افراد تھے۔ اتنے اہم کہ ماسک مین سے ٹرانسمٹر کے ذریعے گفتگو کرتا تھا اور نہ ماسک مین کی آواز اب تک کسی اور نے نہیں سُنی تھی۔ ٹرانسمٹر کے ذریعے گفتگو کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ماسک مین ہر ملک میں ہر جگہ کمپیوٹر مشین استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

اب جتنی بھی وجوہات ہوں، ان کی رابطہ قائم کرنے والی مجبوریوں نے مجھے بڑے بڑے اہم دماغوں تک پہنچا دیا تھا۔ اس چینی مہربان کا اہم پروفیسر واسکو وچ تھا۔ اس وقت واسکو وچ سوچ رہا تھا کہ شرلاک نے وہ انگوٹھی پہنی ہے تو پھر وہ فراڈ کا رول کیسے ادا کر رہا ہے؟ کیا ٹیلی پیتھی کا یہ کمال ہو سکتا ہے کہ کسی کے دماغ میں بیٹھ کر اس کے ہاتھ سے اپنی طرزِ تحریر میں خط لکھایا جا سکے؟ اگر یہ ممکن ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ فراڈ انگوٹھی کی اصلیت کو سمجھ گیا ہے۔ اس نے جان بوجھ کر شرلاک کو وہ انگوٹھی پہنائی ہے اور... دماغی رابطے کے ذریعے شرلاک فراڈ کا رول ادا کر رہا ہے۔

پروفیسر واسکو وچ آرام سے بیٹھا سوچ رہا تھا۔ اچانک گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ دماغ میں یہ بات آئی کہ اس کا گونگا ماتحت شرلاک کی نگرانی کر رہا ہے اور اصلی فراڈ اس گونگے کی نگرانی کرتا ہوا کسی بھی وقت پروفیسر واسکو وچ تک پہنچ سکتا ہے۔ پروفیسر کو اب تک مجھ سے خطرہ نہیں تھا کیونکہ انگوٹھی بتا دیتی تھی کہ میں کہاں ہوں؟ اب انگوٹھی میرے پاس نہیں تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ جاتا تب بھی وہ مجھ سے بے خبر رہتا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ گھبرا رہا تھا۔

وہ فوراً ہی ٹرانسمٹر اور کچھ ضروری سامان اپنے نتیجی کیس میں رکھ کر اس کوٹھی سے باہر آ گیا۔ پھر کار میں بیٹھ کر دوسرے خفیہ اڈے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کو اس کا گونگا ملازم اور دوسرے ماتحت نہیں جانتے تھے اور اب اسے اطمینان تھا کہ میں بھی کسی کے سہارے وہاں تک نہیں پہنچ سکوں گا جیسی خوش فہمی بھی وہ مکار شاطر اجنبی میزبان مجھے اپنے دماغ میں بٹھا کر اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔ تمام راستے وہ عجب نما آئینے میں دیکھتا رہا۔ شہر سے دور ایک چھوٹے سے کاٹیج میں پہنچ کر اس نے آنکھوں سے دوربین لگائی۔ دور دور تک دیکھتا رہا۔ پھر اسے اطمینان ہو گیا کہ فراڈ ابھی اس کے تعاقب میں نہیں ہے۔

اس نے کاٹیج کے اندر آ کر ٹرانسمٹر کو آن کیا۔ مگر سامنے سے کوئی آواز نہ نکلی۔ مائیک کے سامنے چند بٹن لگے ہوئے تھے۔ انہیں مخصوص انداز میں انگلیوں سے دبانے لگا۔ "ہیلو، ہیلو۔" ٹک ٹک ٹکا ٹک۔ یہ بھی اشاروں کی پیغام رسانی تھی۔ وہ کسی خاص ماتحت سے کہہ رہا تھا کہ وہ پروفیسر واسکو وچ کی کوٹھی میں جا کر اس کی جگہ کام کرے۔ فراڈ سے محتاط رہے۔ اندیشہ ہے کہ وہ کسی وقت وہاں پہنچ سکتا ہے۔ یہ خطرہ مول لیا جائے۔ دیکھا جائے کہ فراڈ کیسی چالیں چل رہا ہے۔

پروفیسر کا طریقہ کار بتا رہا تھا کہ وہ بھی ماسک مین کی طرح کسی سے براہِ راست گفتگو نہیں کرتا ہے۔ بہرحال ان محتاط اقدامات کے بعد اس نے ماسک مین سے رابطہ قائم کیا۔ "آنریبل ماسک مین! میں نے یہ فرض کیا ہے کہ فراڈ کو انگوٹھی کی حقیقت معلوم ہو گئی ہے اور وہ شرلاک کو انگوٹھی پہنا کر مجھے دھوکہ دے رہا ہے۔ یہ باتیں فرض کر لینے سے یہ الجھاؤ سلجھ جاتا ہے۔ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی دوسرے کے ہاتھ سے اپنی طرزِ تحریر پیش کی جا سکتی ہے۔ بہرحال اس فریب کا شبہ ہوتے ہی میں نے جگہ بدل دی ہے۔ اب میں انتظار کروں گا کہ فراڈ میرے گونگے ملازم کا تعاقب کرتا ہوا میرے سابقہ اڈے تک پہنچتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ نہیں پہنچے گا تو پھر یہ اطمینان ہو جائے گا کہ وہ انگوٹھی فراڈ کی ہی انگلی میں ہے اور وہ شرلاک کے روپ میں ہے۔ اوور۔"

ماسک مین نے کہا: "زیرو نائن تھری! تم فراڈ کے چینی دوست بن کر بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہے ہو۔ تم نے چیانگ پلازہ کو دوبارہ حاصل کیا۔ ملایا کے جنگل کے خفیہ اڈے کو ہماری ملکیت بنا دیا۔ فراڈ دیدہ و دانستہ ہمارا دوست کبھی نہیں بنے گا۔ صرف تم ہی اجنبی دوست بنکر اس کے ذریعے ریڈ پاور کو فائدے پہنچاتے رہو گے۔ تمہیں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ فراڈ کو کسی طرح بھی اپنی مٹھی سے نکلنے نہ دو۔ اوور۔"

پروفیسر واسکو وچ عرف زیرو نائن تھری نے کہا: "فراڈ نے ایک لاکھ ڈالر کا مطالبہ کیا تھا۔ میں نے اسے خوش کرنے کے لیے دو لاکھ ڈالر گفٹ پیلیز تک پہنچا دیئے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ جنگل کے خفیہ اڈے کے ایک خفیہ خانے میں بقول فراڈ دنیا کے نایاب ہیرے جواہرات موجود ہیں۔ یہ ساری چیزیں وہ اپنی بہن کو دینا چاہتا ہے۔ اگر میرے جواہرات اس کی بہن تک پہنچا دیئے گئے تو فراڈ کا شبہ تقویت حاصل کرے گا۔ کہ میرا تعلق ریڈ پاور سے ہے۔ میں نے فی الحال یہ کہہ کر ٹال دیا ہے کہ ملایا واپس جاؤں گا تو اس کے لیے وہ خزانہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ آپ اس سلسلے میں کوئی مشورہ دیں گے؟ اوور۔"

"ابھی فراڈ کو ٹالتے ہی رہو۔ بعد میں سوچا جائے گا۔ اوور اینڈ آل۔"

رس وتی نے مجھے مخاطب کیا: "فراڈ! میں تمہارے لاشعور میں ان کی باتوں کا تاثر جذب کر رہی ہوں۔ آج کا دن ہمیشہ یاد رہے گا۔ آج میں اس دیس کے بڑے بڑے فوجی افسروں کے دماغوں تک رسائی بنا چکی ہوں۔ تم ماسک مین تک پہنچ گئے ہو، اس اجنبی میزبان تک بھی پہنچ چکے ہو، جو تمہارے لیے دوسرا بنا ہوا تھا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "یہ لوگ ہماری زندگی کے ایک ایک واقعہ کو ریکارڈ بنا کر رکھتے ہیں۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ کبھی سامی نامی ایک پُراسرار لڑکی سے میری دوستی تھی۔ سامی کا کوئی خاص وجود نہ تھا۔ مرد، عورت یا کسی بھی جانور کے جسم میں اس کی روح سما جاتی تھی اکثر وہ بلی کے روپ میں رہی۔ وہ چینی مہربان جس کا نام پروفیسر واسکو وچ ہے اس نے اسی سامی کے واقعات کی آڑ لیکر پُراسرار بننے کی کوشش کی تھی۔ مجھے خط میں لکھا تھا کہ اس کا یعنی پروفیسر کا کوئی خاص وجود نہیں ہے وہ کسی پُراسرار قوت کا پابند ہے لہٰذا مجھے اپنی اصلیت نہیں بتا سکے گا۔"

رس وتی نے کہا: "اور اس کا خط پڑھ کر تم نے پروفیسر کو سامی سمجھ لیا تھا۔"

"ہاں۔ وہ خط ایسا معنی خیز تھا کہ میرا دھیان سامی کی طرف ہی جا سکتا تھا۔"

"اب بھی ایک بلی تمہارے ساتھ لگی ہوئی ہے اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میں خیال کیا ظاہر کروں؟ یہ بلی کبھی کبھی سامی جیسے تجربے دکھاتی ہے، میں اسے فرصت میں آزماؤں گا۔ تمہارے پتاجی اور وستی کا کیا حال ہے؟"

"آخری مہلت دی گئی ہے اس لیے وہ بہت پریشان ہیں۔"

"اچھا۔ اب تم بڑے بڑے افسروں کے دماغ تک پہنچو۔ میں انہیں پڑھوں گا۔ ابھی شام ہو چکی ہے انشاء اللہ رات تک ہم انہیں قید سے چھڑا لیں گے۔"

"میں تمہیں اُن کے دماغوں تک پہنچاؤں گی۔ پہلے کچھ کھا لو۔ تم نے دوپہر کے کھانے کا وقت یونہی گزار دیا۔"

"تم نے کھا لیا ہے؟"

"ہمارے دھرم میں عورت مرد سے پہلے نہیں کھاتی۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "میرا ایمان یہ ہے کہ خود کھاتے وقت عورت کو بھوکا نہ رکھو۔ لہٰذا ہم ایک ساتھ کھانا شروع کریں گے چلو میں کھانے کے لیے جا رہا ہوں۔"

میں نے خیال خوانی ختم کر دی۔ آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سامنے صوفے پر سامی بیٹھی ہوئی مجھے دیکھ رہی تھی۔ آنکھیں کھولتے ہی وہ دوڑتی ہوئی آئی۔ پھر اچھل کر میری گود میں پہنچ گئی۔ میں نے اسے پیار کیا۔ پھر اپنے بازوؤں میں اٹھا کر کمرے سے باہر آ گیا۔ رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ بے فی پالنے کرے میں آئینے کے سامنے بیٹھی سنگار کر رہی تھی۔ کیونکہ شرلاک رات کے کھانے کے وقت یہاں آنے والا تھا۔ متی تانیہ اور رومی ایک کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "متی! مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

وہ فوراً ہی اٹھ گئیں۔ میں ان کے ساتھ کچن کی طرف جانے لگا۔ تانیہ اور رومی میری گود میں سامی کو دیکھ کر مچل گئے۔ دونوں اس بلی کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا: "دیکھو، آج سے اس کا نام سامی ہے۔ یہ سامی ابھی میرے پاس آئی ہے۔ تھوڑی دیر اسے میرے پاس رہنے دو۔ پھر میں سامی سے درخواست کروں گا کہ یہ تم لوگوں کے ساتھ کھیلے۔"

ماسٹر رومی نے مجھ سے پوچھا: "مسٹر بے نام! یہ سامی صرف تمہیں کیوں پسند کرتی ہے؟"

"یہ راز کی بات ہے کسی کو بتاؤ گے تو نہیں؟"

رومی اور تانیہ نے وعدہ کیا کہ یہ راز کسی کو نہیں بتائیں گے۔

میں نے کہا: "یہ سامی دراصل میری بیوی ہے۔"

"ہائیں، بیوی؟" وہ دونوں تعجب سے کبھی مجھے اور کبھی سامی کو دیکھنے لگے۔

ہم کچن میں پہنچ کر باتیں کرنے لگے۔ متی نے میری فرمائش پر تھوڑا ابالا ہوا گوشت اور ایک پیالہ دودھ سامی کے سامنے رکھ دیا۔ وہ کھانے پینے میں مصروف ہو گئی۔ رومی نے مجھ سے پوچھا۔ "یہ تمہاری بیوی تم سے باتیں کرتی ہے؟"

"نہیں، بیچاری گونگی بیوی ہے مگر فرمانبردار ہے جو کہتا ہوں وہ کرتی ہے۔"

میں نے سامی کو مخاطب کیا: "سامی ادھر دیکھو۔"

سامی نے سر اٹھا کر دیکھا۔ میں نے کہا: "رومی کو ہیلو کہو۔"

وہ رومی کی جانب سر جھکا کر بولی: "میاؤں۔۔۔"

رومی خوش ہو کر تالیاں بجانے لگا۔ میں بچہ گی سے سامی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کمبخت سامی کی طرح میری ہر بات سمجھتی تھی۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ رومی کون ہے تبھی اس کی طرف دیکھ کر اس نے

میاؤں کہا تھا۔

تانیہ بے یقینی سے بولی "مسٹر بے نام! میں نادان بچی نہیں ہوں۔ یہ تمہاری بیوی کیسے ہو سکتی ہے؟ کیا یہ تمہارے ساتھ بیوی کی طرح سوتی ہے؟"

میں جھینپ گیا۔ ممی نے پیار سے کہا۔ "بیوقوف لڑکی! ایسی باتیں نہیں پوچھا جاتیں۔"

اتنے میں بے نی آ گئی۔ اس نے بڑی خوبصورتی سے سنگھار کیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم لی۔ وہ میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "بھائی! اب آپ کو کھانے کی فرصت ملی ہے۔ ایسے تو آپ کی صحت خراب ہو جائے گی۔"

میں نے کہا۔ "مجبوری ہے۔ آج کل مجھے نیند زیادہ آتی ہے — کھانے کے بعد پھر سونے کے کمرے میں جاؤں گا۔"

میں تانیہ اور رومی کے سامنے خیال خوانی کی بات نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے نیند کا بہانہ کیا۔ تانیہ نے کہا۔ "میں سمجھ گئی۔ نیند کا بہانہ ہے تم اپنی بیوی کے ساتھ کمرے میں چھپ کر رہتے ہو مگر وہ تمہارے ساتھ کیسے ہو گی؟"

"تانیہ!" ممی نے سخت لہجے میں کہا۔ "چلو ادھر آؤ۔ بھائی کے لیے میز پر کھانا رکھو۔"

میں بے نی کے ساتھ باتیں کرتا ہوا ڈرائینگ روم میں آ گیا — بے نی نے کہا۔ "یہ تانیہ کیا بکواس کر رہی تھی؟"

میں نے اسے بلی کے بارے میں بتایا تو وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "بھائی! شراک کا فون آیا تھا۔ اب اسے فرصت ہے۔ وہ یہاں آنا چاہتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی اپنی نگرانی میں اسے یہاں بلاتا ہوں۔"

پہلے میں نے رس ونڈی کے داغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنے کھانے کی میز پر بیٹھی بیزار انتظار کر رہی تھی کہ ادھر میں کھانا شروع کروں تو ادھر وہ بھی لقمہ اٹھائے۔ میں نے کہا۔ "میں بسم اللہ کر رہا ہوں۔"

اس نے کھانے کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بھگوان کا شکر ادا کیا پھر کھانے لگی۔ میں نے لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے شراک کو دیکھا وہ یہاں آنے کے لیے میرا منتظر تھا۔ جولیا، اس کے والدین اور انکل ڈیوڈ پر شبہ... تھا کہ وہ بدترین نکست کے باوجود شراک کی ٹوہ میں رہ سکتے ہیں — میں نے باری باری تمام دشمنوں کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سب بالے ہوئے جواری کی طرح اپنے گھر بیٹھے سوچ رہے تھے کہ وہ اچانک اتنی جلدی بازی کیسے ہار گئے؟ اور کیا وہ آئندہ کبھی بازی جیت سکیں گے؟

میں نے شراک سے کہا۔ "شراک! کوئی متحدا تعاقب نہیں کر رہا یہاں چلے آؤ۔"

وہ فوراً ہی اپنی کوٹھی سے نکل کر کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا آج تم نے کسی چیک پر یا کاغذات پر دستخط کیے ہیں؟ اس جنبی دوست کا خیال ہے کہ تم فریاد ہو تو شراک کے دستخط نہیں کر سکو گے۔"

شراک نے جواب دیا۔ "آج اتفاق سے میں نے کسی کاغذ پر دستخط نہیں کیے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، اب وہ انگوٹھی میں پہنوں گا جب تم یہاں سے واپس جا کر کاروباری کاغذات پر دستخط کرو گے تو اصلی شراک ہی سمجھے جاؤ گے۔"

"سمجھ گیا۔ وہ سمجھیں گے کہ فریاد اب بے نی اور ممی وغیرہ کے ساتھ کوٹھی میں رہتا ہے۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد بے نی کو بتایا کہ وہ آ رہا ہے۔ وہ خوش ہو گئی۔ میں نے رومانہ کی خیریت معلوم کی۔ اس وقت وہ راجیش کا ہاتھ مقامے طیارے کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ ہر نر مادہ گھا گھرا اور برملے سے گھونگھٹ میں اس کے لیے جلنا، اور سیڑھیاں چڑھنا دوبھر ہو گیا تھا جب وہ فرسٹ کلاس کی آرام دہ سیٹ پر سر ہلا کر بیٹھ گئی تو میں نے پوچھا۔ "کیا حال ہے؟"

وہ بولی "اُف مائی گڈنس۔ اس گھونگھٹ سے تو میرا دم گھٹ رہا ہے۔ پتہ نہیں یہاں کی عورتیں اس لباس میں کیسے زندگی گزارتی ہیں؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "چند گھنٹوں کی بات ہے۔ لکھنؤ پہنچنے کے بعد تمہارا میک اپ اور لباس سے نجات مل جائے گی۔"

اس نے کچھ باتیں کیں، پھر میں اس سے رخصت ہو گیا۔ سامی اپنا پیٹ بھرنے کے بعد کچن سے آ کر میرے پاس بیٹھ گئی۔ میرا کھانا ختم ہوا تو وہ کافی لائی۔ اس کے ساتھ ہی شراک بھی آ گیا۔ بے نی نے اس سے کہا۔ "دیکھو۔ ابھی تھوڑی دیر بعد ہم رات کا کھانا کھائیں گے اور بھائی نے دوپہر کا کھانا کھایا ہے۔ آخر یہ کب تک ایسی بے ترتیب زندگی گزارتے رہیں گے؟"

شراک نے کہا۔ "ہاں فریاد! تم نے میری، اپنے نی کی، ممی اور بچوں کی زندگیاں سنوار دیں۔ ہم بھی تمہارے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ بہتر طریقہ تم فرمانروا بچے کی طرح ہمارے مشوروں پر عمل کرو۔"

"وہ مشورے کیا ہیں؟"

"پہلے ہیں ممی اور بے نی سے آج رات اس موضوع پر گفتگو کرو۔ پھر ہم سب تم جیسے بگڑے بچے کو سدھاریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر ابھی میری شادی کی بات نہ چھیڑنا۔"

"کیوں؟" بے نی نے کہا۔ "میں سب سے پہلے شادی کی ضد کروں گی۔"

"میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا۔ میری زندگی میں ایک بہت ہی حسین لڑکی آ رہی ہے۔"

بے نی اور شراک نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ میں پہلے سے ہی کچھ کے ذریعہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ دونوں تانیہ کو میری دلہن بنانا چاہتے تھے۔ شراک نے جلدی سے کہا۔ "بے نی! ابھی اس سلسلے میں کچھ نہ سوچو۔ رومانہ تمہارا بھائی ہمارے

ارادوں کو سمجھ لے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں ہر خیال خوانی نہیں کرتا ہوں۔ بھائی بہن کا رشتہ مقدس ہوتا ہے۔ اس لیے میں کم از کم بے نی کی سوچ کبھی نہیں پڑھتا۔ پھر ضرورت بھی کیا ہے۔ بے نی کے جو دل میں ہوتا ہے، وہ زبان پر ہوتا ہے۔ میں تو جھوٹوں اور فریبیوں کے خیالات پڑھتا ہوں۔"

کافی پینے کے بعد میں اٹھ گیا۔ سامی کو گود میں لے کر کہا۔ "آج بڑی مصروفیت ہے۔ ذرا بھی فرصت ملی تو میں کافی پینے آؤں گا۔"

بے نی نے پوچھا۔ "بھائی! آپ کی زندگی میں آنے والی وہ حسین لڑکی کون ہے؟"

میں نے سامی کے ملائم ریشمی بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اس کی رس ونڈی؟" بے نی اور شراک نے تعجب سے مجھے دیکھا پھر بے نی نے کہا۔ "مگر آپ کہہ رہے تھے کہ وہ سونیا اور رومانہ سے نفرت کرتی ہے۔"

"ہاں کبھی کبھی نفرت کرتے کرتے محبت کرنا آ جاتا ہے۔ میری محبت نے اسے دو سردل سے محبت کرنا سکھا دیا ہے۔"

یہ کہہ کر میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ رس ونڈی نے کہا۔ "اچھا تو تم میری چاہت کا اعلان کر رہے ہو۔"

"یوں کہو۔ میں اپنی چاہت کا اعلان کر رہا ہوں۔ دنیا کو معلوم ہونا چاہیے کہ تم نے میرے جملہ حقوق اپنے نام محفوظ کر لیے ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ شرما رہی تھی، مسکرا رہی تھی۔ دماغ کی اسکرین پر میری صورت دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے فوراً ہی جھینپ کر منہ چھپا لیا۔ دماغ کے دروازے بند کر دیئے کیوں کہ ایسے وقت ایک کنواری کیا کچھ سوچتی ہے، اسے اپنے ہونے والے مرد کو بتانا نہیں چاہتی۔

میری زندگی میں کتنی ہی کنواریاں آئیں، وہ میری خیال خوانی کو سمجھتے ہوئے بھی جذباتی کی ڈوائی میں بھول جاتی تھیں کہ میں ان کی ملنے جانے کی تنہائی کی سوچیں پڑھ رہا ہوں۔ اگر انہیں ایسے وقت خیال خوانی کا علم ہو جاتا تو وہ مارے شرم کے، مارے گھبراہٹ کے مجھ سے دور بھاگ جاتیں۔ کیوں کہ عورت اپنا جیسے بدن دے دیتی ہے مگر سونے والی سوچ کا پتہ نہیں دیتی۔

پتہ نہیں، میں تو پہنچ کے بغیر پہنچ جاتا ہوں۔ صرف رس ونڈی ایسی تھی کہ اس کے چور خیالات پڑھنے سے پہلے ہی وہ دماغ کے دروازے بند کر دیتی تھی رس بستہ پر اگر لیٹ گیا سامی میرے پاس تھی، میں نے اسے سہلاتے ہوئے کہا۔ "میری جان! رس ونڈی کا پیار بڑا پُراسرار رہے گا۔ وہ تو خوب ترسائے گی، پھر پیار کی منزل تک پہنچے گی۔ آؤ تم ہی مجھے پیار کرو۔"

وہ اپنی سیج سے اٹھی، میرے شانے کے پاس منہ پر آئی۔ پھر موسے ہوئے نے پیار سے اپنا منہ میرے چہرے پر لگڑنے لگی۔ یا حیرت! یہ تو پیار کو اور پیار کے الہام انفلاز کو بھی سمجھتی تھی۔ دن بستر پر کبھی کبھی کے بل اٹھ کر اسے پیار سے چھیڑنے لگا۔ اچانک نسوانی ہنسی سنائی دی۔ پہلے تو یوں لگا کسی اور نے ہنسی ہے مگر رس ونڈی ہنستے ہوئے بولی رہی تھی۔ "میں نے ایک بلی سے عشق کرنے والا عاشق آج ہی دیکھا ہے۔"

میں نے مظلومیت سے کہا۔ "کیا کروں؟ تم جب چاہتی ہو، اپنے گھر کے دروازے بند کر دیتی ہو۔ اپنے ذہن کے مطابق میں کسی دوسری کا دروازہ نہیں دیکھ سکتا۔ مجبوراً بلی سے عشق کر رہا ہوں۔"

"یہ کمبخت تم سے کیسے لگی ہوئی ہے، جیسے برسوں بعد مل رہی ہو۔"

میں نے پھر سامی کو دیکھا۔ اس کی سبز بلوریں آنکھیں مجھے حسرت سے دیکھ رہی تھیں جیسے وہ مجھ سے مل کر بھی ملنے کی حسرت میں جل رہی ہو —

رس ونڈی نے پوچھا۔ "کیا وہ واقعی ایسی ہی حسرت سے تمہیں دیکھتی ہے؟"

"ہاں۔ کاش تم اس بلی کی سوچ پڑھ سکتے، کیا یہ ممکن ہے؟"

"ممکن نہیں لگتا۔ میں پتاجی سے پوچھوں گی۔"

جیسا کہ میں نے سنا تھا۔ رس ونڈی کا باپ تن سنگ یوگا کے عمل میں گھنٹوں سانس روک لیتا تھا۔ سانس روکنے کے بعد اس کا جسم بالکل بے جان لگتا تھا —

رس ونڈی نے کہا۔ "پتاجی کہتے ہیں اس عمل کے دوران جیسے روح جسم سے آزاد ہو جاتی ہے۔ آنکھیں بند ہوتی ہیں مگر روح ہزار آنکھوں سے کائنات کے جلوے دکھاتی ہے۔ وہ جگدان کی کیسی رنگا رنگ وسیع کائنات کو دیکھتے ہیں، جسے انسانی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی کی روح سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔"

"کیا جانور کی روح سے بھی؟"

"پتہ نہیں، میں پتاجی سے پوچھوں گی۔ ویسے مجھے یقین نہیں ہے کہ تمہاری سامی بلی کے روپ میں ہو گی؟"

"یقین کیوں نہیں ہے؟ تمہارے دھرم میں تو انسان مرنے کے بعد دوبارہ انسان یا حیوان کے روپ میں جنم لیتا ہے۔"

"ہاں آواگون نظریہ کے مطابق آدمی مرنے کے بعد پھر جنم لیتا ہے، مگر تمہارے بیان کے مطابق سامی مری نہیں تھی۔ وہ سب کچھ کالے جادو کا چکر تھا اور میں اسے نہیں مانتی۔"

میں نے کہا۔ "بہرحال یہ بعد کی باتیں ہیں، دیکھا جائے گا۔ ابھی تو مجھے تم سے شکایت ہے۔"

"کیسی شکایت؟"

"یہی کہ تم نے وعدہ کیا تھا میرے لیے کبھی دماغ کا دروازہ بند نہیں کرو گی، مگر تم نے شرما کر مجھے دھوکا دیا تھا۔"

"ٹھیک کیا میں نے۔ کسی کی شرمیلی سوچ کو پڑھنا کہاں کی شرافت ہے؟"

"دیکھو مرد عورت کے درمیان شریفانہ بدمعاشی کا رشتہ ہوتا ہے۔ اس لیے ہمارے درمیان شرافت کی بات نہ کرو۔"

"اے غنڈے مجھ سے غنڈوں جیسی باتیں نہ کرو۔ تمہارے یہی خیالات ہیں تو میں تم سے دور ہی رہوں گی۔"

"دور رہ کے بھی چین نہ آیا تو کیا کرو گی؟"

"مر جاؤں گی، پر تمہیں کبھی نہیں آنے دوں گی۔"

"شادی سے پہلے لڑکیاں ایسے ہی دعوے کرتی ہیں۔"

"میں شادی ہی نہیں کروں گی!"

"اچھا تو کیا شادی کے بغیر ہی میری عزت سے کھیلو گی؟ یہ کہاں کی شرافت ہے؟"

"تم سے بھگوان سمجھے۔ چلو میرے دماغ میں آؤ میں تمہیں ان فوجی افسروں کے دماغوں تک پہنچاؤں گی۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ہماری اہم مصروفیات شروع ہوگئیں۔ میں رس وتی کے ساتھ باری باری ایسے دماغوں تک پہنچ سکا تھا جو اس ولیس کے اہم شعبوں کی کنجیاں تھے۔ ایک ایک دماغ کو کھنگالنے کے دوران ہم ایک ایسے سرکاری افسر تک پہنچ گئے جو ٹرنک کال کے ذریعہ برما میں ہندوستانی سفارت کار سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے رس وتی سے کہا۔

"ہم اتنے سارے لوگوں کے لہجوں کو اپنے ذہنوں میں محفوظ نہیں رکھ سکیں گے۔ بہتر ہے کہ تم ٹیپ ریکارڈروں میں باری باری تمام لہجوں کو ریکارڈ کر لو جسے ہم بھیلس گے اس کے لیے کوئیپ پر سن کر دوبارہ یاد کر لیں گے؟"

رس وتی نے مریم کو ٹیپ ریکارڈ لانے کے لئے کہا۔ پھر مجھ سے بولی "تم بھی وہاں ریکارڈنگ کرو؟"

میں نے کہا "ریڈیو پاور والے میرا ٹھکانہ جانتے ہیں۔ یہاں کبھی اچانک حملہ کریں گے تو ہو سکتا ہے کہ وہ ٹیپ ریکارڈنگ ان کے ہتھے لگ جائے۔ تم ساری دنیا کے لئے لاپتہ ہو، ایسی اہم چیز تمہارے پاس محفوظ رہے گی؟"

مریم نے رس وتی کے سامنے ٹیپ ریکارڈ سیٹ کر دیا۔ رس وتی ہاتھ میں مائیک لے کر مختلف لہجوں کو ریکارڈ کرنے لگی۔ جس کا لہجہ ریکارڈ ہوتا اس کے ساتھ اس کا نام اور عہدہ بھی ریکارڈ کیا جاتا۔ جب اس کی معلومات کے مطابق ریکارڈنگ ہو گئی تو میں نے کہا "رس وتی! اب تم اپنے دماغ کو پوری طرح میرے کنٹرول میں دے دو۔ میں تمہاری سوچ میں جو کہوں گا، وہی تمہاری زبان کہے گی، اور یہ ریکارڈنگ بھی ہوتی رہے گی؟"

رس وتی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر مائیک میں کے لہجے میں بولنے لگا۔ رس وتی کی زبان وہ لہجہ ادا کر رہی تھی۔ اور ٹیپ میں وہ سب کچھ محفوظ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے بعد میں اپنی زبان پر پروفیسر اسکوویچ کے لہجہ کو بھی ریکارڈ کیا ہم دونوں تقریباً دو گھنٹے تک مصروف رہے۔ پھر میں نے رس وتی سے کہا۔ "اب تم برما میں ہندوستانی سفیر تک پہنچ کر اس کے ذریعہ دوسرے ممالک میں ہندوستانی سفیروں کو ٹیپ کرو۔ وہ سب لوگ اپنی اپنی زندگی میں ہندی بولتے ہوں گے۔ یہ کام تم کرو گی۔ میں انگریزی بولنے والے افسروں کی خبر لیتا ہوں؟"

میں اس سے رخصت ہو کر تمام اہم شعبوں کے افسران کے دماغوں کو چھ ایک بار باری باری ٹٹولنے لگا۔ ان میں سے ایک افسر ایئر پورٹ کے ایک طیارے کو چیک کر رہا تھا۔ اس طیارے کے فرسٹ پائلٹ سے باتیں بھی کر رہا تھا معلوم ہوا کہ صبح پانچ بجے ولیسی فوج کے چار بڑے افسران ریڈیو پاور کے ملک کا ایک فوجی جنرل، ایک ایئر اور ایک معروف سیاسی لیڈر اس طیارے میں سفر کرنے والے تھے، وہ سب ایک خفیہ اجلاس میں شریک ہونے جا رہے تھے، دنیا کے دوسرے بڑے ممالک سے اجلاس کا پورا شیڈول رکھا گیا تھا۔ ایئر پورٹ کے اس حصے میں جگہ جگہ خفیہ مسلح رسالوں کا انتظام لگائے گئے تھے تاکہ کسی دشمن ملک کے ایجنٹ وہاں سے گذرنا چاہیں تو ان کی نشاندہی کر سکیں۔ غرض یہ کہ بڑی راز داری برتی جا رہی تھی لیکن میں ان کا راز دار بن چکا تھا۔

دن تو میں دن رات خیال خوانی میں مصروف رہتا آیا ہوں، مگر وہ رات ہمارے لئے بڑی آزمائش کی تھی اور وہ رات دشمنوں کے لئے قیامت کی صبح لانے والی تھی۔ میں نے رس وتی کے پاس پہنچ کر دیکھا اس وقت وہ ایران کے ایک ہندوستانی سفیر کے لہجے کی ریکارڈنگ کر رہی تھی جب ریکارڈنگ ہو گئی تو میں نے کہا۔

"سفارتخانوں کے صرف اہم لوگوں کو اہمیت نہ دو۔ وہاں کے عملے کے کسی معمولی ملازم کے لہجے کو بھی ریکارڈ کرو۔ کیونکہ بعض اوقات کبھی کا سفیر بدل جاتا ہے مگر عملہ وہی رہتا ہے؟"

اس نے کہا "اچھی بات ہے۔ اہم لوگوں سے نمٹنے کے بعد معمولی ملازموں کو بھی ٹیپ کروں گی؟"

میں نے اس کے ریکارڈ میں طیارہ چیک کرنے والے فوجی افسر اور فرسٹ پائلٹ کے لہجوں کو ریکارڈ کیا۔ رس وتی نے ایک ملک کے سفیر کے دماغ میں بیٹھ کر اس کی سوچ میں یہ ضرورت پیدا کی تھی کہ وہ دوسرے ملک کے سفیر سے ٹیلیفون پر ضروری گفتگو کرے۔ اس طرح وہ دوسرے ملک کے سفیر تک پہنچ گئی تھی۔ میں نے بھی یہی حربہ اختیار کیا۔ ایران اور ترکی کے ہندوستانی سفیروں کے درمیان رشتہ داری تھی ایک سفیر نے رشتہ دار کی حیثیت سے فون پر دوسرے کی خیریت دریافت کی اس طرح وہ دوسرا بھی ہمارے دام میں آ گیا۔

ہم نے رات کے دو بجے تک چھ ممالک کے سفیروں کو ٹیپ کیا۔ انہیں ٹیپ میں ریکارڈ کیا پھر رس وتی نے کہا "اف میں تو تھک گئی ہوں۔ جائے پیوں گی؟"

وہ انگڑائی لینے لگی میں نے کہا "ہائے کیسی ظالم انگڑائی ہے؟"

وہ انگڑائی کے دوران مڑ توڑ گئی۔ فوراً ہی مجھے دماغ سے نکال دیا۔ پھر میرے دماغ میں پہنچ کر غصہ سے بولی "تم کیسے آدمی ہو۔ اتنی مصروفیات کے باوجود شرارت سے باز نہیں آتے۔ میں تھک کر چور ہو گئی ہوں۔ تمہارے ساتھ رہ کر انگڑائی لینا بھی مشکل ہے؟"

"بھئی تم انگڑائی لے کر تھکن اتارتی ہو اور انگڑائی دیکھ کر میری تھکن دور ہوتی ہے۔ مگر تم چاہتی ہو کہ تمہاری ذات سے مجھے ذرا بھی فائدہ نہ پہنچے؟"

"فرہاد، تمہارے لئے یہ سزا ہے کہ میں چائے پینے تک تم سے بات نہیں کروں گی، اب اکیلے رہو؟"

"اکیلے میں بہت یاد آؤں گا۔ خدا حافظ؟"

وہ چلی گئی۔ میں واقعی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ سامنے میرے بستر پر سو رہی تھی۔ بیچاری جانے کب تک انتظار کرتی رہی تھی کہ میں آنکھیں کھول کر اسے دیکھوں گا۔ پھر شاید مجھے سوتا ہوا دیکھ کر خود بھی سو گئی تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی وہ بجکر اس منٹ ہوئے تھے۔ مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ میں چپ چاپ بستر سے اٹھ گیا تاکہ سامی سوتی رہے لیکن جب میں نے باہر جانے کے لئے دروازہ کھولا تو وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔ میں نے آگے بڑھ کر گود میں لیتے ہوئے کہا۔

"میری جان، تم تو بیوی کی طرح پہریدارن گئی ہو، اب بالکل آواز نہ کرنا۔ ہم چپ چاپ کچن میں جا کر کچھ کھائیں پئیں گے پھر یہاں آ کر سو جائیں گے؟"

"بیاؤں؟ اس نے میرے بازو میں منہ چھپا لیا۔ میں دبے قدموں سے چلتا ہوا کاریڈور سے گذرتا ہوا کچن کے دروازے پر رک گیا۔ وہاں تاریکی نظر آئی۔ وہ دروازے کی طرف پشت کئے فریج سے جیلی نکال کر سلائس کے ساتھ کھا رہی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ممی اسے زیادہ میٹھا کھانے سے روکتی ہیں اس لئے وہ چوروں کی طرح آدھی رات کو کچن میں آ کر اپنا شوق پورا کر رہی تھی۔

میں خاموشی سے اس کی چوری کا تماشا دیکھنا چاہتا تھا لیکن سامی نے "میاؤں" کہا تو وہ ہلکی سی چیخ مار کر ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کا ایک کان پکڑتے ہوئے کہا "اچھا تو چوری کی جا رہی ہے؟"

"چھوڑو میرا کان۔ یہ میرا گھر ہے۔ میں کچھ بھی کروں تم کون ہوتے ہو بولنے والے؟"

"ہاں مجھے تم سے کچھ نہیں بولنا چاہیے۔ ممی کو رپورٹ دینا چاہیے؟"

میں اس کا کان چھوڑ کر جانے لگا۔ اس نے لپک کر میرا بازو

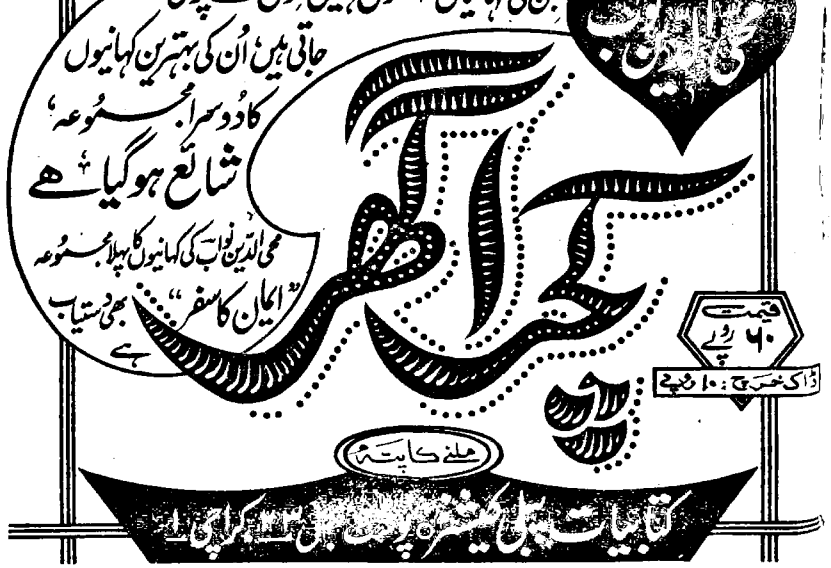

تھام لیا۔ "پلیز جتی کو نہ بتانا۔ ورنہ وہ ساری میٹھی چیزوں کو لاک کر دیں گی۔"

"ابھی تو تم مجھ پر رعب جما رہی تھیں۔"

"سوری۔ مجھے معاف کر دو۔"

وہ التجا آمیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ بڑی پیاری پیاری گڑیا سی لگ رہی تھی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "دراصل میں بھی چوری کرنے آیا ہوں۔"

"سچ؟" وہ خوش ہو گئی۔ پھر تعجب سے بولی۔ "مگر تمہیں چوری کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ گھر میں سب ہی تمہاری تعریفیں کرتے ہیں۔ جیسے تمہاری پوجا کرتے ہوں۔ تم جو مانگو گے مل جائے گا۔ پھر چوری کرنے کیوں آئے ہو؟"

"میں دراصل نفسیاتی مریض ہوں۔ تمہاری طرح بچپن سے آدھی رات کے بعد اٹھ کر کھانے کا عادی ہوں۔ اپنے ہی گھر میں چوری کر کے کھانے سے بڑا مزہ آتا ہے۔"

وہ مزے لے کر بولی۔ "سچی بڑا مزہ آتا ہے۔ بولو کیا کھاؤ گے؟"

"اپنے ہاتھوں سے چوری کا لطف آتا ہے۔ میں خود نکال کر کھاؤں گا۔ ہاں تم میرے لئے کافی تیار کر سکتی ہو؟"

میں نے ایک پیالے میں سامی کے لئے دودھ نکالا۔ پھر ایک پلیٹ میں کھانا فریج سے نکالنے لگا۔ وہ چولہا جلاتے ہوئے بولی۔

"مسٹر بے نام! یہ بتاؤ کہ یہ سارے گھر والے تمہاری تعریفیں کیوں کرتے ہیں؟"

"تم اسی طرح باتیں کرتی رہو گی تو ہماری چوری پکڑی جائے گی۔"

"ممی آئیں گی تو میں کہہ دوں گی تمہارے لئے کافی بنا رہی ہوں۔ میں بہت چالاک ہوں۔ ہاں؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہاں بہت چالاک ہو۔"

"اسے تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ یہ ممی، بے فی اور شرلاک بھیا تمہیں اتنا چاہتے کیوں ہیں۔ تم میں ایسی کوئی خاص بات تو نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔ "دراصل میں بہت خوبصورت ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تم اور خوبصورت؟ معلوم ہوتا ہے آئینہ نہیں دیکھتے ہو۔ بھونڈی سی شکل ہے۔ میں تو تم سے کبھی شادی نہ کروں۔"

"تم آئینہ دیکھتی ہو؟"

"ہاں آئینہ بھی دیکھتی ہوں۔ ممی بھی کہتی ہیں کہ کوئی لڑکی میرے جیسی حسین نہیں ہے۔"

"ہر ماں اپنی بیٹی کی تعریف کرتی ہے۔"

"اسے کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں خوبصورت نہیں ہوں تم کیا جانو کہ میں کیا چیز ہوں۔ جب غسل کرتے وقت باتھ روم کے آئینے میں دیکھتی ہوں نا تو میں کیا بتاؤں؟ ممی کہتی ہیں غیر مردوں کے سامنے ایسی باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔"

میں نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "بس آگے نہ بولو۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم بے حد حسین ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "میرے لئے تو کوئی شہزادہ ہونا چاہئے نا؟"

"ہاں۔ تم نے کسی کو پسند کیا ہے؟"

"ہائے پسند تو کیا تھا۔ انتونی ہمارے ساتھ بنکاک آیا تھا۔ پھر اچانک جانے کہاں چلا گیا۔"

وہ میری ہی بات کر رہی تھی جب میں انتونی کے میک اپ میں تھا تو وہ مجھے اکثر چاہت سے دیکھتی تھی۔ وہ مایوس ہو کر بولی۔

"مگر یہ گھر والے سازش کر رہے ہیں۔ میں نے چھپ کر سنا ہے۔ یہ تمہارے ساتھ میری شادی کرنا چاہتے ہیں اور تم مجھے بالکل پسند نہیں ہو؟"

میں نے کھانا ختم کیا۔ اس نے کافی کی پیالی بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اے تم یہاں سے بھاگ جاؤ تو بہتر ہے، ورنہ میں کسی دن کافی میں زہر ملا کر تمہیں پلا دوں گی؟"

میں نے سہم کر کہا۔ "فار گاڈ سیک، ایسا نہ کرنا۔ میں کل تک یہ گھر چھوڑ کر چلا جاؤں گا؟"

"تم کتنے اچھے آدمی ہو۔ مجھے بزدل آدمی بالکل پسند نہیں ہیں مگر تم چلے جاؤ گے تو میں تمہیں پسند کروں گی؟"

میں مسکرا کر کافی پیتے ہوئے سوچنے لگا کہ میں نے جو چہرہ بدل رکھا ہے، اب اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ماسک مین اور پروفیسر واسکو وچ جانتے تھے کہ میرا قیام بنکاک کی کس کوٹھی میں ہے۔ پھر مسٹر کو شاید میری موجودہ رہائش کا علم نہ ہو مگر وہ بھی اتنا جانتا تھا کہ میں کوالالمپور یا بنکاک میں ہوں؟

اگر چہ میں میک اپ میں چھپے رہنے کا عادی ہو گیا تھا تاہم ہر شخص کو اپنے چہرے سے محبت ہوتی ہے۔ میں بھی آئینے کے سامنے اپنا ہی چہرہ دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ اپنے اصلی روپ میں رہنے سے صرف یہ دشواری پیش آتی کہ میں اس چار دیواری سے باہر آزادی سے تفریح نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں پہچان لیا جاتا تو سارا بنکاک مجھے دیکھنے کے لئے امنڈ آتا۔ یہ مصروفیات میں شائع ہوتی۔ اس کے بعد دوسرے تمام ممالک سے دولتمند سیاح صرف میرے دیدار کے لئے یہاں آنے لگتے۔ کوئی بین الاقوامی شہرت یافتہ فلمی ہیرو ہو یا کرکٹ کا کھلاڑی ہو، یا فرہاد علی تیمور ہو، ان کے پیچھے حسین لڑکیوں کا سیلاب آتا ہے۔ دنیا میں وہی چیزیں ہیں، عورت اور موت، یہ آدمی کا

پیچھا کبھی نہیں چھوڑتے۔

ان دشواریوں سے بچنے کے لئے میں گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی لا سکتا تھا۔ نانیا اور ماسٹر روی کو ڈانٹ ڈپٹ کر سمجھایا جا سکتا تھا کہ وہ باہر کسی سے میرا ذکر نہ کریں۔ میں سوچنے کے دوران اپنے آپ کو قائل کر رہا تھا کہ اب میک اپ ضروری نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں میک اپ سے اکتا گیا تھا۔

رس ونتی کا لہجہ سنائی دیا۔ "جب اکتا گئے ہو تو میک اپ ختم کر دو۔ کوئی مصیبت آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ اور مصیبت کیا آنا ہے۔ تمہارے اصلی روپ کو دیکھ کر یہ لڑکیاں ہی مصیبت بن جاتی ہیں۔ پتہ نہیں یہ حرامزادیاں تم پر کیوں مرتی ہیں؟"

میں نے کہا۔ "ارے ارے۔ تم خود کو گالی کیوں دے رہی ہو؟"

میرے دماغ میں خاموشی رہی۔ یقیناً وہ جھینپ گئی تھی۔ میں نے کافی کا آخری گھونٹ پی کر پیالی رکھی۔ پھر سامی کو اٹھا کر تانیہ سے کہا۔ "اچھا، یہ ہماری آخری ملاقات تھی۔ صبح تم مجھے یہاں نہیں دیکھو گی۔ بائی؟"

"بائی۔" وہ ناگواری سے بولی۔ میں اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے سوچنے لگا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تانیہ کی طرح دوسری لڑکیاں بھی مجھ سے پیچھا چھڑا لیا کرتیں۔ صرف سونیا، ردمانہ اور رس ونتی تین حرامزادیاں رہ جاتیں؟

اچانک رس ونتی نے میرے دماغ میں چیخ مار کر کہا۔ "اے میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ میری چاہت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں تمہارے منہ سے گالیاں سنوں؟"

میں نے معصومیت سے کہا۔ "اچھا۔ یہ گالی ہے۔ دراصل میں تمہارے منہ سے یہ سن کر سمجھ رہا تھا کہ محبت کرنے والیوں کو حرامزادی کہا جاتا ہے؟"

"زیادہ معصوم نہ بنو۔ میں نے تمہارے جیسا بدمعاش کہیں نہیں دیکھا ہے؟"

"یعنی محبت کرنے والا مرد بدمعاش کہلاتا ہے؟"

"تم سے کچھ بولنا اپنا دماغ خراب کرنا ہے۔ ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں کہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ معاف کرو اور بحث کو ختم کر دو؟"

میں نے سامی کو قالین پر چھوڑ کر دروازے کا اندر سے بند کیا پھر ایک ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھ کر ایک سگریٹ سلگایا۔ اس کے بعد ایک طویل کش لے کر دھواں چھوڑتے ہوئے بولا۔ "رس ونتی! ابھی تین بجکر تیس منٹ ہوئے ہیں۔ خفیہ اجلاس میں شریک ہونے والے بڑے بڑے لوگ تھوڑی دیر بعد اس طیارے میں سوار ہوں گے۔ طیارے کا نمبر ہے ایس آر فورٹی ٹو۔ میں تھوڑی دیر بعد اس طیارے میں پہنچوں گا۔ اور تم اپنے پتاجی کے ذریعہ اعلان کراؤ کہ تم ان کی رہائی کے لئے متعلقہ افسران سے مذاکرات کرنا چاہتی ہو؟"

"میں تنہا مذاکرات نہیں کر سکوں گی۔ تمہیں گائیڈ کرنا ہو گا؟"

"ابھی میں تمہارے ساتھ ہوں۔ بعد میں میرا کچھ وقت اس آر فورٹی ٹو میں صرف ہو گا۔ پھر ہم جگہ بدلتے رہیں گے۔ جب میں مذاکرات کی جگہ آؤں گا تو تم طیارے کو کنٹرول کرو گی۔ ٹھیک ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہے؟" وہ اپنے پتاجی کے دماغ میں پہنچ کر بولی "پتاجی! اب آپ اعلان کر دیں کہ میں نے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اور میں ان لوگوں سے باتیں کرنا چاہتی ہوں؟"

تن سنگ خوش ہو گیا۔ میں اس چھاؤنی کے روسی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ کیوں کہ وہ اطلاع اس کے سامنے پہنچنے والی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک سپاہی نے آ کر سیلوٹ کیا اور رس ونتی کی آمد کی خوشخبری سنائی۔ افسر نے فوراً ہی ٹیلیفون کے ذریعہ وزارتِ خارجہ کے سیکرٹری سے رابطہ قائم کیا۔ تن سنگ نے گونگے سپاہیوں سے جو کچھ کہا تھا وہ ایک کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ اس نے فون پر کہا۔

"رس ونتی باتیں کرنا چاہتی ہے۔ مذاکرات کے لئے فوراً ہی کسی ذمہ افسر کو مقرر کیا جائے۔ مشاورتی ٹیم میں میں بھی شریک رہوں گا؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "کیا رس ونتی ہمارے مقرر کردہ افسر کے دماغ میں پہنچ کر باتیں کرے گی؟"

"ہاں۔ کسی ایک افسر کو ٹیلی پیتھی کا شکار ہونے دیا جائے۔ باقی مشاورتی ٹیم کے افراد سیاہ چشمہ پہنے گرگٹ بنے رہیں گے اور تحریر کے ذریعہ اس افسر کو مشورہ دیتے رہیں گے۔ بعد میں اس افسر کو نظر بند کر دیا جائے گا۔ تاکہ رس ونتی اس کے ذریعہ دوسروں تک نہ پہنچ سکے؟"

بڑی زبردست احتیاطی تدابیر کی جا رہی تھیں۔ رس ونتی اپنے باپ کے پاس تھی۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر بتایا کہ مذاکرات کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اب کوئی مزید سوالات کرنے کے لئے تو ان سے کہنا کہ تم اپنی بہن وسنتی کے دماغ میں رہ کر باہمیں کرو گی۔ جہاں مذاکرات ہوں گے، وہاں وسنتی کو عزت و احترام سے پہنچایا جائے۔ جب وسنتی جانے لگے تو مجھے اطلاع دینا۔ میں جا رہا ہوں؟"

میں اس سے رخصت ہو کر طیارے کے ذمہ دار افسر کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہاں اہم فوجی افسران، انجینئر اور سیاستداں تھوڑی دیر میں پہنچ رہے تھے۔ وہ افسران کا استقبال کر رہا تھا اور ان سے باتیں کرتا ہوا ان کی مخصوص سیٹوں تک انہیں پہنچا رہا تھا اور میں باری باری ان کے دماغوں تک پہنچتا جا رہا تھا۔ وہ سب خفیہ مہم پر جانے کے لئے احتیاطی تدابیر سے مطمئن تھے۔ لوگ زندگی کی ساتھیں لیتے وقت سمجھ نہیں سکتے کہ موت ان کے برابر بیٹھی ہے۔

میں نے رس ونتی سے کہا۔ "تم اپنے پتاجی سے تھوڑی دیر کے لئے رخصت ہو کر طیارے کے اہم افراد کی آوازیں ریکارڈ کرو۔ میں ان

کے لہجے میں بول رہا ہوں۔ رس ونتی نے وہاں سے رخصت ہو کر مریم سے ٹیپ ریکارڈ طلب کیا۔ پھر ہم ایک ایک کر کے ان اہم افراد کو ٹیپ میں ریکارڈ کرنے لگے۔ آدھ گھنٹے کے بعد جب ہم تن سنگ کے پاس پہنچے تو دسنتی وہاں سے رخصت ہونے والی تھی۔ رس ونتی نے اسے سمجھایا "ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اطمینان سے جاؤ۔"

دسنتی اوپری منزل سے اتر کر نیچے ایک کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ وہ روسی افسر بھی سیاہ چشمہ پہنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ طیارے کی روانگی کے لئے ابھی آدھ گھنٹہ باقی تھا۔ پندرہ منٹ بعد دسنتی کو ایک عمارت کی چوتھی منزل پر پہنچایا گیا۔ ایک ہال نما کمرے میں لانبی سی میز کے اطراف بارہ آدمی سیاہ چشمے پہنے بیٹھے تھے۔ روسی افسر ان میں شامل ہو گیا۔ میز کی تیسری طرف دسنتی بیٹھ گئی۔ چوتھی طرف ایک نمائندہ بیٹھا ہوا تھا جو رس ونتی سے براہ راست بات کرنے والا تھا۔

رس ونتی نے اپنی بہن کے دماغ کو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں لے کر کہا "اب میں دسنتی نہیں ہوں، رس ونتی آپ سے مخاطب ہوں۔ میں اپنی سرکار سے پوچھتی ہوں کہ میرے پتاجی اور میری بہن کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے؟"

نمائندہ افسر نے جواب دیا "کوئی جرم نہیں ہے اور نہ ہی ہم انہیں قیدی سمجھتے ہیں۔ ہم نے آپ سے رابطہ قائم کرنے کے لئے انہیں محض ایک ذریعہ بنایا ہے۔"

• مجھ سے رابطہ قائم ہو گیا ہے، اب فرمائیے؟

وہ بولا۔ "میں عرض کرتا ہوں۔ آپ ہمارے دیس کی سب سے اہم اور قابل فخر ناری ہیں۔ ایسا سرمایہ ہیں، جس کے ذریعہ ہمارا دیس دنیا کے بڑے بڑے ملکوں اور بڑی طاقتوں میں شمار ہو سکتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ کے دل میں بھی دیس بھگتی لازمی ہو گی؟"

• جی ہاں۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے ذریعہ میرا دیس ترقی کرے مگر جہاں سیاست آڑے آئے گی وہاں میں اپنی سرکار کا ساتھ نہیں دوں گی؟

• کیا میں انکار کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟

" ہاں۔ فرہاد علی تیمور میرا ساتھی ہے۔ وہ پاکستانی ہے اور ہم ہندوستان، جب تک دونوں ملکوں کے سیاسی مفادات ایک نہ ہوں گے، ہم دونوں سیاست سے الگ رہیں؟"

• فرہاد علی تیمور سے کس حد تک آپ کی وابستگی ہے، کیا آپ ایک دوسرے کے جیون ساتھی بن گئے ہو؟"

• ابھی نہیں، مگر ہاں بن جائیں گے؟

• ہم نے پڑوسی ملک کے ساتھ ہمیشہ دوست بن کر رہنا چاہا۔ مگر وہ ایسا نہیں چاہتے؟

• پاکستان کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ ہماری سرکار ایسا نہیں چاہتی۔ مجھ سے آپ سیاسی بحث نہ کریں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ جب دونوں ملک ہم خیال ہو جائیں گے تو میں اپنی سرکار کی ہم خیال بن جاؤں گی؟

مشاورتی ٹیم کے ایک سیاہ چشمے والے نے کچھ لکھ کر نمائندہ افسر کی طرف کاغذ بڑھایا۔ افسر نے اسے پڑھتے ہوئے کہا: "رس ونتی! ہم آپ کے وعدے پر یقین کرتے ہیں اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے دیس میں آ کر رائے عامہ ہموار کریں۔ آپ یہاں جس شہر میں جس انداز میں رہنا چاہیں گی آپ کو شخصی آزادی حاصل ہو گی؟"

• میں شخصی آزادی کے مطابق ملک سے باہر آنا ہوں سے ہوں کبھی ضرورت ہوئی تو اپنے دیس کی دھرتی کو چومنے ضرور آؤں گی؟

روسی افسر نے کچھ لکھ کر دیا۔ نمائندے نے اسے پڑھ کر سنایا "دوسرے بڑے ممالک کو آپ سے اور فرہاد سے خطرہ ہے وہ چاہتے ہیں کہ آپ دونوں کسی ایک جگہ رہیں تاکہ آپ سے آسانی رابطہ قائم ہوتا رہے؟"

میں نے رس ونتی کو مشورہ دیا۔ وہ بولی "ہاں ہم دونوں رہائش کے لئے کوئی ایک جگہ مقرر کریں گے۔ اس سلسلے میں ہم تمام بڑے ممالک سے معاملات طے کریں گے۔"

• یہ معاملات کب تک طے ہو سکتے ہیں؟

• جب میرے پتاجی اور بہن کو اس دیس سے باہر بھیج دیا جائے گا۔ اور ہم میں سے کسی کی نگرانی نہیں کی جائے گی؟

" یہ مناسب نہیں ہے، یہاں تن سنگ اور دسنتی کی موجودگی میں ہمارے درمیان معاہدہ ہونا چاہیئے؟"

" میرے باپ اور بہن کو یرغمالی بنا کر دوستی نہیں کی جا سکے گی؟

• ہماری سرکار اسی انداز میں دوستی کرنا چاہتی ہے۔ اس سلسلے میں پہلی شرط یہ ہے کہ تم فرہاد کے ساتھ اپنے دیس میں آ کر رہو گی؟

میں نے فرسٹ پائلٹ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ طیارہ پرواز کے لئے رن وے پر دوڑ رہا تھا۔

نمائندہ افسر نے کہا: "دوسری شرط یہ ہے کہ تم دونوں ہمارے دیس کے سیاسی مفادات کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے؟"

طیارے نے زمین چھوڑ دی۔ پرواز کرتے ہوئے فضا میں بلند ہونے لگا۔

نمائندہ افسر نے کہا: "تیسری شرط یہ ہے کہ تم کمپیوٹر سے ہی دیوتاؤں کی داسی بنائی گئی ہو۔ ایک مسلمان سے شادی نہیں کرو گی۔ اگر فرہاد ہمارا دھرم اختیار کر لے تو ہمیں اعتراض نہیں ہو گا؟"

رس ونتی نے میرے مشورے کے مطابق کہا: "میں ان تینوں شرائط پر غور کرنے کے لئے پندرہ منٹ کا وقت چاہتی ہوں؟"

اسے وقفہ دیا گیا۔ نمائندہ افسر کے سامنے ایک فون رکھا ہوا تھا میں نے اس کی سوچ کے ذریعہ اس فون کا نمبر معلوم کیا۔ پھر طیارے میں فرسٹ پائلٹ کے پاس پہنچ گیا۔ طیارہ اب کئی ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ تمام لوگ اپنے اپنے سیفٹی بیلٹ کھول کر آرام سے بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے، سگریٹ، سگار اور شراب سے شغل کر رہے تھے۔ میں نے فرسٹ پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔

میں کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بولنے لگا۔ "ہیلو آفیسر انچارج میں ایس آر فورٹی ٹو سے فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں ہیلو..... ہیلو میری باتوں کا جواب دو ورنہ یہ طیارہ اغوا ہو جائے گا۔"

آفیسر انچارج نے حیرانی سے پوچھا "فرسٹ پائلٹ مسٹر مہتہ آپ یہ کیا مذاق کر رہے ہیں۔ میں آپ کی آواز پہچانتا ہوں؟"

• بے شک پہچانتے ہو۔ میں تمہارے مسٹر مہتہ کی آواز اور چہرہ میں بات کر رہا ہوں۔ اس وقت مہتہ کا دماغ اور طیارہ میرے کنٹرول میں ہے۔ میں ایک فون نمبر بتا رہا ہوں۔ اس نمبر پر اطلاع دو کہ خفیہ مہم کا راز فاش ہو گیا ہے اور یہ طیارہ میری مٹھی میں ہے۔"

اس نے پہلے ایک اعلیٰ افسر کو اطلاع دی۔ اعلیٰ افسر کو پسینہ چھوٹ گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ رس ونتی سے مذاکرات جاری ہیں۔ اس نے فوراً ہی میرے بتائے ہوئے نمبر پر رنگ کیا۔ میں نے ذہنی دباؤ کے لئے فرسٹ پائلٹ کے دماغ کو آزاد کیا۔ وہ چونک کر سوچنے لگا کہ ابھی وہ دماغی طور پر کیسے غیر حاضر ہو گیا تھا۔ میں نے رس ونتی سے کہا۔

• تم فرسٹ پائلٹ کے دماغ میں رہو، میں دسنتی کے پاس رہوں گا۔"

ہم نے اپنی جگہ بدل لی۔ میں نے دسنتی کے دماغ میں بیٹھ کر دیکھا نمائندہ افسر حیرانی سے فون کال سن رہا تھا اور پریشانی سے کبھی دسنتی کو اور کبھی مشاورتی ٹیم کے ممبران کو دیکھ رہا تھا۔ میری سوچ کے مطابق دسنتی نے ہلتے ہوئے کہا۔

" اپنے لوگوں کو بتا دو کہ طیارے ایس آر فورٹی ٹو پر فرہاد کا قبضہ ہے؟

سب لوگ چونک کر دسنتی کو دیکھنے لگے۔ وہ کہہ رہی تھی "اس بات کا یقین دلانے کے لیے کہ واقعی فرہاد وہاں موجود ہے۔ میں طیارے میں سفر کرنے والی اہم شخصیتوں کے نام بتا رہی ہوں، تم تصدیق کر لو۔"

وہ سب کے نام بتانے لگی۔ روسی افسر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اضطراب کی حالت میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پھر عقل آ گئی کہ ٹیلی پیتھی کا شکار ہو جائے گا۔ ادھر نمائندہ افسر نے تصدیق کر لی تھی کہ طیارے میں دو ممالک کی دو اہم شخصیات ہیں اور کوئی بھی ملک ان میں سے کسی کی موت برداشت نہیں کر سکے گا۔ روسی افسر ایک یخ عذیہ یہ لکھ کر چلا گیا کہ وہ باتھ روم میں جا رہا ہے۔ اس کی سوچ نے مجھے بتایا کہ وہ خفیہ طور پر ماسک مین کو اطلاع دینے جا رہا ہے۔

نمائندہ افسر نے دسنتی سے کہا "دسنتی! فوراً ہی فرہاد کو اس جماقت سے باز رہنے کو کہو۔ ورنہ تمہارے باپ اور بہن یہاں سسک سسک کر مر جائیں گے۔"

دسنتی نے جواب دیا "میرے پتاجی اور دسنتی کی زندگیاں ویسے ہی داؤ پر لگی ہوئی تھیں۔ اب تم لوگوں کے سوچنے کی باری ہے کہ تم لوگ کتنی اہم شخصیتوں کی زندگیاں داؤ پر لگا سکتے ہو۔ اس وقت طیارہ تین ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا ہے۔ جب تک فرہاد نہیں چاہے گا وہ طیارہ دنیا کے نقشے میں کہیں لینڈ نہیں کریگا تم سب جتنی قدبیریں آزما سکتے ہو آزما لو۔"

ہماری دھمکی زور دار تھی۔ اب وہ تن سنگ اور دسنتی کو ہاتھ لگانے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ دسنتی نے کہا "مسٹر! متعلقہ افسران سے رابطہ قائم کر کے معلوم کرو کہ طیارے میں کتنا ایندھن ہے جتنی دیر کا ایندھن ہو گا اتنی دیر میں فیصلہ کرو گے تو اس طیارے کا انجام کیا ہو گا، خود سمجھ لو۔"

وہ ٹیلی فون کے ذریعے متعلقہ افسران سے بات کرنے لگا۔ ذرا سی دیر میں اعلیٰ حکام تک کھلبلی مچ گئی۔ میں نے دسنتی سے کہا "تم خاموش

خواب سب دیکھتے ہیں۔

لیکن یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم خواب کیوں دیکھتے ہیں؟ سچے خواب کیا ہوتے ہیں؟ خوابوں کی تشریحات کیسے کی جا سکتی ہیں؟ ان کی تعبیریں کیا ہیں؟ خواب آدمی کی زندگی میں کیا اہمیت رکھتے ہیں؟ ان کی راسپھائی سے مستقبل کی تعمیر میں کیا مدد لی جا سکتی ہے؟ کیا وہ ہماری الجھنوں کے مکاس ہوتے ہیں؟ یا وہ ہماری الجھنوں کا حل بھی پیش کرتے ہیں؟

خوابوں کے بارے میں ماہرین کے کیا رائے ہے؟

خوابوں کے بارے میں مذاہب عالم کیا کہتے ہیں؟ یا اور ایسے لاتعداد سوالوں کے مکمل جواب کے لئے ——— پڑھیئے!

خوابوں کے اسرار

قیمت ۱۵ روپے — ڈاک خرچ ۱۰ روپے

لے: ایس صدیقی کے قلم سے

اردو میں پہلی بار ——— ایک ہر لحاظ سے منفرد کتاب

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۴۴۹ کراچی

بیٹھی رہو۔ تم سے کوئی سوال کیا جائے تو کہنا کہ تمہاری بہن فرہاد سے مشورے کر رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد جواب ملے گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر ماسک مین کے پاس پہنچ گیا۔ اسے طیارے کے اغوا کی اطلاع مل چکی تھی۔ شاید وہ زندگی میں کبھی اتنا پریشان نہ ہوا ہوگا۔ جیسا کہ اس وقت ہو رہا تھا۔ بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہلتا ہوا سوچ رہا تھا۔ طیارے کی ایک ایک اہم شخصیت کو بچانا بے حد ضروری ہے۔ تعجب ہے کہ فرہاد وہاں تک کیسے پہنچ گیا؟ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اور رس ونتی اتنی دور پہنچ کر بازی جیت لیں گے۔"

ماسک مین کے دماغ میں سوال پیدا ہوا۔ "کیوں نہ فرہاد کو گھیر لیا جائے۔ وہ بنکاک کی اس کوٹھی میں ہو جو ہے۔"

"نہیں۔" اس نے خود ہی تردید کی۔ "کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اسے ٹریک کرنے سے پہلے وہ ایک دماغی جھٹکے سے طیارے کو تباہ کر دے گا۔ پھر یہ کہ پروفیسر اسکوچ بہت خوبصورتی سے اس کی نادانستگی میں اُسے دوست بنا رہا ہے اُسے دوست بنانے کی پالیسی پر ہی عمل کرنا چاہیے۔"

اس نے ٹرانسمٹر کے ذریعے بند سرکار سے رابطہ قائم کیا اپنے مُلک کی طرف سے پیغام پہنچایا کہ فرہاد اور رس ونتی سے فوراً سمجھوتہ کر کے طیارے کو زمین پر اتارا جائے۔ میں نے مطمئن ہو کر رسونتی سے کہا۔ "تم وسنتی کے پاس جاؤ۔ انہیں ابھی یہ نہ بتانا کہ ہم طیارے کو اغوا کرنے کے علاوہ اس دیس کے نمبر اور دوسرے ممالک کے سفارتخانوں میں کیسی تباہیاں مچا سکتے ہیں۔ صرف طیارے کے معاملے میں فیصلہ ہو جائے تو باقی باتیں ہم رازیں رکھیں گے۔"

وہ وسنتی کے پاس چلی گئی۔ فرسٹ پائلٹ بہت پریشان تھا۔ رسونتی اُسے بتا چکی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی کا شکار ہو چکا ہے لہٰذا خاموشی سے اپنی ڈیوٹی انجام دیتا ہے۔ میں نے طیارے میں بیٹھے ہوئے ایک اہم شخص رس دیو کے دماغ میں پہنچ کر اسے سیٹ پر سے اُٹھایا۔ وہ اُٹھ کر بولنے لگا۔ "جنٹلمین! میرا خیال ہے کہ آپ سب فرہاد علی تیمور کے نام سے واقف ہیں۔"

کتنے ہی افراد نے "ہاں" کے انداز میں سر ہلایا۔ ایک بڑے ٹنک کے فوجی جنرل نے کہا۔ "اس شیطان کو کون نہیں جانتا۔"

میں نے رس دیو کی زبان سے کہا۔ "وہ شیطان اس وقت آپ کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ میں فرہاد علی تیمور رس دیو کو ٹریپ کرنے کے بعد بول رہا ہوں۔"

چند لمحوں کے لیے ایکدم سے سناٹا چھا گیا۔ میں نے کہا۔ "آپ لوگوں کو یقین نہیں آ رہا ہے۔ میں اپنی موجودگی کا ثبوت دے رہا ہوں۔ یہ جنرل جس نے مجھے شیطان کہا ہے نہ کچھ شیطانی حرکتیں کرے گا۔"

میں جنرل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے اچانک مُکا کر اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک شخص کو طمانچہ رسید کر دیا۔ پھر اپنے سر کے بال نوچتا ہوا اس جگہ آیا جو سیٹوں کے درمیان گزرگاہ تھی۔ اس کے بعد وہ اپنے کپڑے اتارنے لگا۔ کچھ لوگ اسے اس حرکت سے روکنے لگے مگر اس نے سب کو جھڑک دیا۔ جب وہ بالکل ننگا ہو گیا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

اس نے بوکھلا کر اپنے آپ کو دیکھا پھر جلدی سے اپنا لباس اٹھا کر پہننے لگا۔ جسے طمانچہ پڑا تھا، اس نے اٹھ کر جنرل کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے کہا۔ "اب میں فرہاد ہوں۔ میں تم میں سے ہر ایک کے دماغ میں گھس کر تم لوگوں کو پاگل بنا سکتا ہوں لہٰذا خاموشی سے اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ کوئی اپنی جگہ سے اٹھ کر فرسٹ پائلٹ سے ملنے نہ جائے ورنہ اس طیارے سے اس کی لاش باہر جائے گی۔"

مجھے ڈسٹ پائلٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مسٹر فرہاد! کنٹرول ٹاور کے افسران آپ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

میں مستہ کے دماغ میں پہنچ کر بولنے لگا۔ "ہیلو۔ میں فرسٹ پائلٹ کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "مسٹر فرہاد! ہم آپ سے مذاکرات کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ طیارے کو واپس دہلی ایئرپورٹ میں اُتارنے دیں۔"

میں نے کہا۔ "رس ونتی سے مذاکرات ہو رہے ہیں۔ وہاں رسونتی کے ساتھ جو فیصلہ ہوگا وہ مجھے منظور ہوگا۔"

"آپ طیارے کو لینڈ کرنے دیں۔"

"سوری۔ اس میں آنا ایڈمن ہے کہ یہ تقریباً آٹھ گھنٹے پرواز کر سکتا ہے۔ ابھی تو صرف ایک گھنٹہ گزرا ہے۔ ان اہم شخصیتوں کی سلامتی چاہتے ہو تو رس ونتی سے جلد از جلد فیصلہ کر لو۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں کہ رس ونتی کی شرائط کے مطابق فیصلہ ہوگا آپ طیارے کو اُترنے کا موقع دیں۔"

"نہیں۔ یہ زمین اور آسمان کے بیچ میں رہے گا مجھ سے بحث کرنا فضول ہے آپ فوراً رس ونتی سے فیصلہ کریں۔"

وہ لوگ مجبور ہو کر نمائندہ افسر سے رابطہ قائم کرنے لگے میں نے رس ونتی سے کہا۔ "اپنی جگہ جاؤ میں اُن سے شرائط منواؤں گا۔"

وہ میری جگہ چلی گئی میں وسنتی کے دماغ میں آ کر بیٹھ گیا۔ نمائندہ افسر بار بار ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر اعلیٰ حکام کے مشورے قبول کر رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "رسونتی! ہمیں بتاؤ کہ کن شرائط پر تم ہمارے کو اترنے کا موقع دو گی؟"

میں نے وسنتی کی زبان سے کہا۔ "میری پہلی شرط یہ ہے کہ تن سنگ اور وسنتی کو فوراً ہی ایک خصوصی طیارے کے ذریعے پہلے کلکتہ بھیجا جائے وہاں ڈم ڈم ایئرپورٹ پر رومانہ اس طیارے میں سوار ہو گی۔ پھر وہ طیارہ نیپال بنکاک پہنچائے گا۔"

نمائندہ افسر نے کہا۔ "اپنی شرائط میں ذرا سی لچک پیدا کرو۔ ہم تن سنگ اور وسنتی کو رہا کر رہے ہیں۔ تم اس دیس کے جس شہر میں جاؤ گی وہاں انہیں عزت اور احترام سے رکھا جائے گا۔"

"اس شرط میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی۔ تم لوگ بحث میں وقت ضائع کرو گے تو تمہیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔"

اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کیا، پھر اس سے باتیں کرتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے آدھ گھنٹے بعد ایک خصوصی طیارہ تن سنگ اور وسنتی کو لے کر یہاں سے روانہ ہو جائے گا۔ وسنتی یہاں سے چلی جائے گی پھر تم کس کے ذریعے ہم سے گفتگو کرو گی؟"

"میں تمہارے دماغ میں بیٹھ کر بھی تم سے باتیں کر سکتی ہوں۔ اس تیسری شرط پر فوراً عمل کرو۔"

نمائندہ افسر نے نمبر ڈائل کیے پھر کسی کو حکم دیا کہ تن سنگ کو ایئرپورٹ پہنچاؤ۔ ہمارا ایک آدمی خصوصی اجازت نامہ لے کر وسنتی کے ساتھ آ رہا ہے دونوں باپ بیٹی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔

اس نے دوسری طرف کی کچھ باتیں سنیں پھر رسیور رکھ کر اپنے خاص آدمیوں کو حکم دیا کہ وسنتی کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ وسنتی ان کے ساتھ چلی گئی۔ میں نے نمائندہ افسر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "اب میں تمہارے سامنے موجود ہوں بولو کیا بولتے ہو؟"

اس نے کہا۔ "رس ونتی جب فریقین آپس میں سمجھوتے کے لیے بیٹھتے ہیں تو صرف ایک طرفہ شرائط تسلیم نہیں کی جاتیں۔"

"مسٹر۔ تھوڑی دیر پہلے تم ایک طرفہ شرائط منوا رہے تھے اس وقت تمہارے خواب و خیال میں بھی یہ نہ تھا کہ ہم تمہاری اتنی بڑی کمزوریوں سے کھیل سکتے ہیں، اس دنیا میں جس کی لاٹھی ہوتی ہے اُسی کی بھینس ہوتی ہے۔ پہلے تم بلیک میل کرنا چاہتے تھے، اب ہم کر رہے ہیں۔"

"رس ونتی جو کچھ ہم نے کیا وہ یقیناً غلط تھا لیکن بعض حالات میں غلط قدم اٹھا کر صحیح راستے تک پہنچا جاتا ہے۔ ہماری نیت بُری نہیں تھی۔ ہم بلیک میل کر کے سہی مگر بہر حال تمہیں اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں۔ آؤ ہم سمجھوتے کا ایسا راستہ اختیار کریں کہ ہم میں سے کوئی غلط اندازے سے ایک دوسرے پر حاوی نہ ہو۔"

میں نے کہا۔ "ہاں! ایسا راستہ نکالا جا سکتا ہے مگر اس کے لیے کافی وقت تک انتظار کرنا ہوگا جب تک تن سنگ، وسنتی اور رومانہ بحفاظت بنکاک نہیں پہنچ جائیں گی۔"

نمائندہ افسر نے کہا۔ "ہم تمہاری شرائط مان کر تمہارے لوگوں کو یہاں سے روانہ کر رہے ہیں، اب تو اس طیارے کو اترنے کا موقع دیا جائے۔"

میں نے کہا۔ "جب تن سنگ، وسنتی اور رومانہ بحفاظت سے روانہ ہو جائیں گے تو تمہارے طیارے کو اترنے کی اجازت مل جائے گی۔"

وہ پھر اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ وہ ہماری ہر بات ماننے پر مجبور تھا اس لیے جلد از جلد انہوں نے تن سنگ اور وسنتی کو ایئرپورٹ پہنچایا۔ آدھ گھنٹے بعد طیارہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ میں نے نمائندہ افسر سے کہا۔ "اب ہم طیارے میں تمہاری اہم شخصیتوں کے ساتھ رہیں گے جب تمہارا خصوصی طیارہ رومانہ کو لے کر روانہ ہو گا تو ہم اس آرفورٹی ٹو کو اُترنے کی اجازت دے دیں گے۔"

ان لوگوں کو خاموش ہونا پڑا وہ مجبور تھے۔ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت سے پہلے اس آرفورٹی ٹو کو ہم سے نجات نہیں مل سکتی تھی اور نہ ہی ہم مذاکرات پر آمادہ ہو سکتے تھے۔ میں نے رس ونتی سے کہا۔ "تم اپنی بہن اور پتاجی کے پاس رہو۔ میں یہاں فرسٹ پائلٹ کے دماغ میں رہوں گا۔"

وہ بہت خوش ہو کر ہنسنے لگی۔ "میرے سر سے ایک بہت بڑا بوجھ اُتر گیا ہے بھگوان سے پرارتھنا ہے کہ پتاجی وسنتی اور رومانہ خیریت سے ہمارے پاس پہنچ جائیں۔ واقعی تم نے بہت عمدہ چال چلی ہے اب یہ لوگ تلملاتے رہیں گے۔"

وہ چلی گئی۔ میں اس آرفورٹی ٹو کے اندر کبھی اس کے اور کبھی اُس کے دماغ میں گھومتا رہا۔ سب لوگ پریشان بیٹھے ہوئے تھے۔ اگر طیارہ زمین پر ہوتا تو انہیں اتنی پریشانی نہ ہوتی مگر اب ہر لمحہ اُن کے دلوں میں یہ اندیشہ تھا کہ فرہاد کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو گی تو طیارہ ہزاروں فٹ کی بلندی سے نیچے گرے گا اور سب طیارے کی چتا میں راکھ ہو جائیں گے۔

دو گھنٹے بعد کنٹرول ٹاور سے مجھے مخاطب کیا گیا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "اس آرفورٹی ٹو میں کوئی فنی خرابی پیدا ہو گئی ہے اسے اُترنے کی اجازت دی جائے ورنہ اہم شخصیتوں کو نقصان پہنچے گا تو پھر سمجھوتے کی راہیں مسدود ہو جائیں گی۔"

میں فرسٹ پائلٹ کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ پتہ چلا کہ جب میں اس کے دماغ سے غیر حاضر تھا تو اس وقت کنٹرول ٹاور والوں نے چالاکی سکھائی تھی کہ وہ جہاز میں فنی خرابی کا بہانہ پیش کرے۔ میں نے اسی پائلٹ کی زبان سے جواب دیا۔ "ہیلو! میں تم لوگوں سے مخاطب ہوں اور تم لوگوں کو آخری وارننگ دیتا ہوں کہ میرے سامنے چالاکی بننے کی کوشش نہ کرو۔ شاید تم لوگ ٹیلی پیتھی کی اس خصوصیت کو نہیں سمجھتے ہو کہ خیال خوانی کے ذریعے لاشعور میں چھپی ہوئی باتیں بھی پڑھ لی جاتی ہیں۔ تمہارا فرسٹ پائلٹ مبتہٰ تمہاری سکھائی ہوئی چالاکی کے مطابق شعوری طور پر فنی خرابی کے متعلق سوچ رہا ہے مگر اس کا لاشعور چغلی کھا رہا ہے کہ کوئی خرابی نہیں ہے۔"

اُن لوگوں کو پھر ایک بار چپ سی لگ گئی۔ چار گھنٹے بعد وہ خصوصی طیارہ تن سنگ اور وسنتی کو لے کر کلکتہ پہنچ گیا۔ رومانہ اپنے اصلی رُوپ میں تھی۔ مگر امیش کی کوٹھی کی چار دیواری میں چھپی ہوئی

تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو! رومانہ وہ راجیش کہاں ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "صبح اٹھ کر کہیں گیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اپنا بیگ اٹھا کر گھر سے نکل پڑو۔ راجیش کی ماں سے کہدو تم جا رہی ہو، انھیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ تم باہر جا کر راجیش سے ملاقات کرو گی۔ ان سے کہو کہ تمہیں کوٹھی کے پچھلے حصے سے باہر پہنچا دیں۔"

وہ اپنا بیگ سنبھالتی ہوئی بولی۔ "مجھے یہاں سے نکل کر کہاں جانا ہوگا؟"

"تم میرے پاس آ رہی ہو۔"

وہ خوشی سے پھول اٹھی۔ "سچ! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اچانک اتنی جلدی تم سے ملاقات ہو سکے گی۔"

وہ بیگ اٹھا کر دوسرے کمرے میں راجیش کی ماں کے پاس آئی۔ اسے اپنی روانگی سے متعلق بتایا تو بوڑھی عورت پریشان ہو گئی۔ وہ انگریزی نہیں سمجھتی تھی۔ راجیش کا چھوٹا بھائی رومانہ کی ترجمانی کر رہا تھا۔ اپنی ماں کو سمجھا رہا تھا۔ "ماں جی گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں رومانہ کے ساتھ جا رہا ہوں، ہو سکا تو بھیا سے باہر ملاقات کر لیں گے۔"

راجیش کا بھائی باہر جا کر ٹیکسی لے آیا۔ حالانکہ کوٹھی میں دو کاریں کھڑی تھیں لیکن سرکاری گاڑیوں میں رومانہ سفر کرتی تو راجیش پر شبہ ہوتا۔ میں نے رومانہ کو بتا دیا کہ سیدھی ایئرپورٹ پر پہنچے۔

اس سے رخصت ہو کر میں راجیش کے پاس آیا۔ وہ اپنے دفتر میں بیٹھا ایک فائل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک پڑا۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "راجیش! میں تمہارے دشمن تیمور نہیں، میں اب تک بہت مصروف رہا اس لیے تم سے رابطہ قائم نہ کر سکا۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "میرے اپنے دماغ میں آپ کا ابھرا عجیب سا لگ رہا ہے۔ رومانہ نے مجھے بتایا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ سے ہم کلام ہو جاتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں تمہیں ایک خوشخبری سنا رہا ہوں۔ تمہارے گروہ تن سنگ اور وسنتی آزاد ہو گئے ہیں اور ایک خصوصی طیارے سے کلکتہ پہنچ گئے ہیں۔ رومانہ بھی اب اسی طیارے میں سفر کرے گی۔ تمہارا بھائی اسے ٹیکسی میں ایئرپورٹ پہنچا رہا ہے وہ لوگ میرے پاس بنکاک پہنچنے والے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "واقعی اس سے بڑی خوشخبری میرے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ میرے گروہ کو میرا پرنام کہہ دیجیے۔"

"کہہ دوں گا۔ تم نے جتنی دلیری اور خلوص سے ہمارا ساتھ دیا ہے اسے ہم کبھی نہیں بھولیں گے۔ میں اور رس ونتی کتنے ہی لوگوں کے کام آتے رہتے ہیں تمہیں یہ فخر حاصل ہے کہ تم ہمارے کام آئے۔"

"شکریہ فرہاد! آئندہ بھی میری ضرورت پڑے گی تو میں آپ لوگوں کے لیے بڑے سے بڑے خطرات مول لوں گا۔ میرا دل تڑپ رہا ہے کہ میں ایئرپورٹ جا کر اپنے گروہ سے ملاقات کروں مگر سمجھتا ہوں کہ اس طرح سرکار میرے گلے میں پھانسی کا پھندا... ڈال دے گی۔"

"کوئی بات نہیں راجیش ابھی صبر کرو۔ زندگی رہی تو تمہارے گروہ سے تمہیں ضرور ملاؤں گا۔ اچھا مجھے اجازت دو۔ انشاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔"

میں اس سے رخصت ہو گیا۔ رومانہ ٹیکسی میں بیٹھی ایئرپورٹ پہنچنے والی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔ "ٹیکسی روک کر راجیش کے بھائی کو رخصت کر دو۔ ایئرپورٹ کے حدود میں جاسوس ہوں گے۔ راجیش کا بھائی پہچان لیا جائے گا۔"

اس نے ٹیکسی روک کر راجیش کے بھائی کو سمجھایا کہ اس کا آگے جانا مناسب نہیں ہے۔ وہ ابھی دفتر جا کر اپنے بھائی سے ملاقات کرے۔ وہ ٹیکسی سے اتر کر چلا گیا۔ رومانہ کی ٹیکسی آگے بڑھی۔ آگے واقعی فوجیوں کا سخت پہرہ تھا۔ رومانہ کی ٹیکسی کو روکا گیا۔ رومانہ ٹیکسی سے اتر گئی۔ چند فوجی اسے اپنی گاڑی میں بٹھا کر طیارے تک لے گئے۔ رومانہ کو گرفتار کرنے کے لیے سب دیس کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی۔ اب رومانہ خود ان کے ہاتھ آئی تھی مگر وہ اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے تھے۔

وہ طیارے کے اندر پہنچ گئی۔ میں نے تن سنگ اور وسنتی سے اس کا تعارف کرایا۔ وہ تینوں بہت خوش تھے۔ اس کے باوجود دلوں میں تھوڑا سا خوف بھی تھا کہ کہیں بازی پلٹ گئی تو وہ پھر مصائب میں گھر جائیں گے۔ میں نے اور رس ونتی نے انہیں تسلیاں دیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہونے لگا۔ اب اس کی منزل بنکاک تھی۔

میں ایس آر۔ فورٹی ٹو میں واپس آ گیا۔ کنٹرول ٹاور سے مجھے بار بار پکارا جا رہا تھا۔ میں نے جواب دیا۔ "میں حاضر ہوں اور یہ دیکھ چکا ہوں کہ ہمارے تینوں ساتھی کلکتے سے روانہ ہو چکے ہیں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا کہ اب آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ سات گھنٹے گزر چکے ہیں۔ ایس آر۔ فورٹی ٹو کو اب لینڈ کرنا چاہیے۔

میں نے کہا۔ "میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں مگر اب ہماری دوسری شرط سن لو کہ طیارہ جس رن وے پر پہنچے گا وہاں تمہارا کوئی بندہ نہ ہو جب تک ہم نہ کہیں تب تک اس طیارے کا دروازہ کھولا نہیں جائے گا۔ اور نہ ہی کوئی اس طیارے کے قریب جائے گا۔

ادے سے کہا گیا۔ "یہ بے تکی شرط ہے آپ کے تینوں ساتھی پہنچ چکے ہیں، اب ہمارے ساتھیوں کو بھی رہائی ملنی چاہیے۔"

"رہائی مل جائے گی مگر ذرا صبر کرو۔ جب تک میں اجازت نہ دوں ایس آر فورٹی ٹو کے قریب کوئی نہ جائے ورنہ نتیجے کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔ اب تم فرسٹ پائلٹ سے رابطہ قائم کرو۔ وہ طیارے کو نیچے لائے گا۔"

میں نے ان لوگوں سے رابطہ ختم کرنے کے بعد رس ونتی سے کہا۔ "آؤ ہم اب تھائی لینڈ میں ہندوستانی سفیر کے پاس چلیں۔ ان سے وہاں بنکاک کے ایئرپورٹ میں ضرور اپنے جاسوس بھیجنے کو کہوں گے۔"

"یہ تو کوئی ناداں بھی سمجھ سکتا ہے کہ مجبوراً آزادی دینے والے کسی طرح غلام... بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ لوگ نگرانی کرنا چاہتے تھے۔ تن سنگ وسنتی اور رومانہ کہاں قیام کریں گے۔ شاید اس طرح بنکاک پہنچنا چاہتے تھے۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ ماسک مین تھا کہ میرا قیام کہاں ہے؟ اور وہ سارے دشمن ماسک مین کے شرکتے۔ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مگر بنکاک میں رہنے والے ہندوستانی سفیر نے وہاں کے ایئرپورٹ پر جاسوسوں کا جال بچھا دیا

رس ونتی وہاں کے ایک ایک جاسوس کو تاکنے لگی۔ میں ایس آر فورٹی ٹو میں واپس آ گیا۔ وہ دہلی ایئرپورٹ کے دور افتادہ گوشے میں کھڑا ہوا تھا۔ طیارے کے تمام اہم افراد اپنی جگہ گم صم بیٹھے ہوئے تھے۔ فرسٹ پائلٹ ٹھہر ٹھہر کر مجھے کال کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "ٹھہرو۔ پہلے میں مطمئن ہونا چاہتا ہوں۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ میں کنٹرول ٹاور کے افسروں کو ٹٹولنے لگا۔ جیسے حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔ کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ سے کا دروازہ کھول کر مسافروں کو باہر نکال سکتا۔ میں نے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "چور چوری سے جاتا ہے مگر ہیرا پھیری نہیں جاتا۔ اب تم لوگ بنکاک میں جال بچھا رہے ہو۔ میں وارننگ دیتا ہوں اگر آدھ گھنٹے کے اندر بنکاک کے ایئرپورٹ سے جاسوسوں کو ہٹایا نہ گیا تو ان میں سے کوئی زندہ نہیں بچے گا۔"

آفیسر نے گھبرا کر کہا۔ "ہم نہیں جانتے ہیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ اگر آپ کی باتیں درست ہیں تو سرکار کی طرف سے ابھی وہاں پہنچ کر ایسی حرکتوں سے روکا جا سکتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اور سنو۔ بنکاک کے سفیر سے کہدو کہ وہ چوبیس گھنٹے اپنی رہائش گاہ سے باہر نہ نکلے۔ کسی سے ملاقات نہ کرے اور فون، کال یا اشاراتی پیغام ارسال نہ کرے اور نہ وصول کرے۔

میں ہر طرف سے مطمئن ہونے کے بعد ایس آر فورٹی ٹو کا دروازہ کھولنے کی اجازت دوں گا۔"

وہاں کی پوری سرکاری مشینری حرکت میں آ گئی تھی۔ کتنی ہی جگہ فون کالیں ہو رہی تھیں اور کتنی ہی جگہ ٹرانسمٹر سے پیغامات پہنچائے جا رہے تھے۔ میں نے ماسک مین کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اپنے ملک کے چند اہم افراد کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ وہ لوگ اپنے فوجی جنرل اور ایک اہم سیاسی شخصیت کے لیے پریشان تھے کیونکہ میں نے ان دونوں کو بھی ایس آر فورٹی ٹو میں یرغمالی بنا رکھا تھا۔

ماسک مین نے کہا۔ "ایس آر فورٹی ٹو کے فرسٹ پائلٹ کو ٹریپ کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ فرہاد ہمارے فوجی جنرل اور سیاسی شخصیت تک پہنچ گیا ہے، ہمیں ان دونوں کی سلامتی عزیز ہے۔ میں نے ہندوستانی سفیر تک پیغام پہنچا دیا ہے کہ بنکاک میں رس ونتی کے رشتے داروں کی نگرانی کی جائے۔ وہاں فرہاد ہماری نظروں میں رہتا ہے لیکن ایک بات ہے جب ہماری دونوں اہم شخصیتیں زندہ سلامت

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں بھینگی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟

تو کتاب

کم نظری اور اس کا علاج

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

آپ کو بتائے گی کہ

عینک سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بغیر دواؤں کے اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں بہت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جا سکتا ہے۔

ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

مکتبہ [illegible] کراچی ۱

واپس آجائیں گی تو دونوں کو فوج اور سیاست سے علیحدہ رکھنا ہوگا ورنہ فرہاد ان کے ذریعے ہمارے مُلک کے اہم افراد تک پہنچے گا اور بہت سے رازوں تک پہنچتا رہے گا۔"

ایک نے ماسک مین سے کہا۔ "آپ خواہ مخواہ فرہاد کو چھوٹ دے رہے ہیں اُسے ختم کر دیا جائے سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔"

ماسک مین نے جواب دیا۔ "ابھی حال ہی میں ہم نے فرہاد سے دو بڑے فائدے حاصل کیے ہیں۔ آئندہ بھی ہم اسے دوسری بڑی طاقت کے خلاف استعمال کرنے والے ہیں وہ ہمارے لیے اس قدر اہم ہے کہ اسے دوست بنائے رکھنے کے لیے ہمیں اپنے ملک کے بڑے بڑے لوگوں کی قربانیاں دینے کا حوصلہ رکھنا چاہیے۔"

میں نے رس ونتی سے کہا۔ "ٹیپ ریکارڈر نکالو۔ ماسک مین کے ملک کے اہم شعبوں کے اہم افراد کی گفتگو ریکارڈ کی جائے گی۔"

وہ ٹیپ ریکارڈر لے کر بیٹھ گئی۔ میں اس کی زبان سے باری باری ایک ایک شخص کے لہجے کو ریکارڈ کرنے لگا۔ ریکارڈنگ کے بعد رس ونتی نے کہا۔ "پچھلی رات سے ابتک ہم نے ایک سو پانچ افراد کے لہجوں کو ریکارڈ کیا ہے اور ان کا تعلق بارہ ممالک کے اہم شعبوں سے ہے اب کوئی ہمیں ٹریپ کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

میں نے کہا۔ "ہاں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح ہم نے ریکارڈنگ کر کے صحیح معنوں میں ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔ ہمارا دوسرا بڑا کارنامہ یہ ہوگا کہ ہم سپر ماسٹر تک بھی پہنچ جائیں۔"

وہ بولی۔ "ایک دن سپر ماسٹر کی شہ رگ تک بھی پہنچیں گے اب یہ بتاؤ کہ میں اپنے دیس کی سرکار سے کس قسم کا سمجھوتہ کروں گی؟"

"تمہاری باتیں صرف تمہارے دیس والوں سے نہیں ہوں گی، کیونکہ اس دیس کی آڑ میں ریڈیو اور دیس والوں سے مذاکرات ہوں گے۔ ماسک مین چاہتا ہے کہ ہم سے دوستی کر کے ہمیں اپنا آلۂ کار بنا کر رکھے۔ دوسری طرف سپر ماسٹر کی بھی یہی خواہش ہے کہ ہم یا تو ان کے آلۂ کار بن جائیں یا پھر دنیا سے مٹا دیئے جائیں۔"

"ہاں۔ وہ دونوں بڑی تنظیمیں دوست نما دشمن ہیں — یہ لوگ ہمیں کہیں چین سے رہنے نہیں دیں گے۔"

"ہوں۔" میں نے ایک سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ "ہم مذاکرات میں اپنے تحفظ کا مطالبہ کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی ہم جو چاہیں ان سے منوا سکتے ہیں۔"

میں نے سگریٹ کا کش لگا کر دھواں چھوڑتے ہوئے کہا "ایک کام کرو۔ ذرا خصوصی طیارے کے پائلٹ سے معلوم کرو، وہ لوگ بنکاک کب پہنچیں گے؟"

میں نے گھڑی دیکھی۔ دن کے گیارہ بجے تھے۔ شرلاک وہ مقناطیسی انگوٹھی بے نی کو دے کر چلا گیا تھا کیونکہ اسے وکیس کے ساتھ کچہری حاضر ہونا تھا۔ جولیا کے تحریری انکار کے بعد اب وہ اپنے باپ کی دولت اور جائیداد کا مالک بننے والا تھا۔ رس ونتی نے مجھے بتایا کہ وہ طیارہ ڈیڑھ یا دو بجے تک بنکاک پہنچے گا۔ میں نے اس سے کہا کہ "اب تم بنکاک کے سفیر کے پاس جاؤ۔ اس کی معروفیت کا خیال رکھو۔ ایئر پورٹ کی طرف کوئی جاسوس نہ ہو۔ میں تمہارے پتاجی اور وسنتی کے لیے یہاں رہائش کا انتظام کرتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہی ہوں۔ رومانہ کی آمد پر بڑے خوش ہو رہے ہو۔ یوں لگتا ہے تمہیں بہت بڑی دولت ملنے والی ہو۔"

میں نے پوچھا۔ "میں تمہارے دماغ میں جھانک کر دیکھوں؟ یا خود ہی بتا دو۔ کیا میرے اور رومانہ کے ملاپ سے تمہیں دُکھ ہوگا؟"

"ہاں۔ میں اپنے دل کو سمجھا نہیں سکتی۔ میں تمہیں کسی عورت کے قریب نہیں دیکھ سکتی لیکن مجبور ہوں کہ تم سونیا اور رومانہ سے وفا کرو۔ میں تمہیں بے وفائی کے لیے نہیں کہہ سکتی۔ تمہیں یہ سبق پڑھاؤں گی تو تم یہ سبق مجھ پر بھی دُہرا سکتے ہو۔ اور میں — اُف! میں کیا کہوں؟ کبھی اپنے آپ کو کوستی ہوں کہ تمہاری محبت میں گرفتار کیوں ہو گئی؟ یہ فرہاد! یہ اچھا ہی ہے کہ میں تم سے دُور ہوں۔ دل تمہاری محبت میں تڑپتا ہے۔ تڑپتا ہی رہے گا۔ میں دُور ہی رہوں گی تو کچھ میں کسی سوکن کو برداشت نہیں کر سکوں گی۔"

میں نے پوچھا۔ "تم ناراض ہو؟"

"میں کون ہوتی ہوں ناراض ہونے والی؟ جب تک رومانہ تمہارے ساتھ رہے گی میں تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گی۔ کوئی بہت ضروری کام ہو تو تم مجھے مخاطب کر لیا کرنا۔ میں سفیر کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ یہ درست ہے کہ کوئی مرد اپنے رقیب کو، اور کوئی عورت اپنی سوکن کو برداشت نہیں کر سکتی۔ رس ونتی میری شریکِ حیات بننے کی خواہش نہیں کر سکتی۔ کبھی دل سے مجبور ہو کر میری طرف بڑھتی تھی۔ پھر رومانہ وغیرہ کو میرے قریب پا کر دُور ہو جاتی تھی۔ میں رومانہ جیسی محبت کرنے والی لڑکی کو چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ وہ اپنی قربت اور اداؤں سے مجھے ایسے جہانوں میں پہنچا دیتی تھی کہ میں بھول نہیں سکتا تھا۔ رومانہ ایسی چیز تھی کہ کیف و سُرور کے لیے کسی شراب کا نام لیا جاتا تو اس شراب دو آتشہ کا نام رومانہ ہوتا۔

میں نے سوچا، ابھی رس ونتی کو سوچنے اور سمجھنے کا موقع دیا جائے۔ رومانہ اور سونیا سے جو دل لگاؤ ہے وہی لگاؤ رس ونتی کو متاثر کرنے کے لیے قریب لائے گا۔ میں نے شرلاک سے رابطہ قائم کر کے پوچھا۔ "کیا تمہارے کاروباری اداروں میں کوئی ہندو ملازم ہے؟"

"ہاں۔ کئی ملازم ہیں۔"

"ان میں سے ایک ملازمہ کو تن سنگ اور وسنتی کی خدمات کے لیے مامور کر دو۔ وہ ایک خصوصی فلائٹ میں یہاں پہنچ رہے ہیں۔ مجھے بتاؤ ان کی رہائش کا کیا انتظام ہو سکتا ہے؟"

اس نے کہا۔ "کوئی پرابلم نہیں ہے۔ اس شہر میں میری کئی کوٹھیاں ہیں میں اپنے وکیل سے ایک ضروری بات کر لوں۔ پھر ملازموں کو لے کر اس کوٹھی کی صفائی کراؤں گا۔ مہمانوں کے استقبال کے لیے ایئر پورٹ چلا جاؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "ایک خوشخبری یہ بھی ہے کہ ان کے ساتھ رومانہ بھی آ رہی ہے۔"

وہ شرارت سے مسکرا کر بولا۔ "ہائے۔ تمہارے لیے تو عید ہو گئی۔ میں بہت سمجھ دار ہوں۔ رومانہ کو تمہارے ہی پاس پہنچاؤں گا۔"

میں بے اختیار ہنسنے لگا۔ واقعی میرے دل میں مسرتیں بھر گئی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے رومانہ میری جوانی کی پہلی رات کی طرح آ رہی ہو یعنی اب سے پہلے وہ رات نہ آئی ہو۔ اب وہ دُلہن رات آ رہی ہو۔ میں نے خیالات سے چونک کر سپر شرلاک کو مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ "فرہاد میں سوچ رہا تھا کہ تمہیں حسین تصورات سے چونکانے کے لیے فون کروں گا۔ بھی پہلے مجھے بتاؤ کہ میں بے نی کو اپنے ساتھ ایئر پورٹ لے جا سکتا ہوں یا نہیں؟ پھر تم رومانہ کو تصور میں دیکھتے رہنا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بے نی کو ساتھ لے جانا۔ ان ملازموں سے ہوشیار رہنا۔ وہ تن سنگ اور وسنتی کے لیے ہندوستانی پکوان کا سامان خرید کر لے آئیں۔"

شرلاک سے رخصت ہو کر رس ونتی کے پاس پہنچا۔ اس نے کہا۔ "ایئر پورٹ کے تمام جاسوس نکالے گئے ہیں۔ بنکاک کا سفیر اپنی رہائش گاہ تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اب تم خود ہی معلومات حاصل کر لو کہ وہ لوگ اور کس طرح ہمیں فریب دے سکتے ہیں۔"

"میں خود ہی معلوم کر لوں یعنی تم میرے دماغ میں رہ کر معلومات چیک نہیں کرو گی۔ دیکھو تم خواہ مخواہ اپنا موڈ خراب کر رہی ہو۔"

"میرا موڈ ٹھیک ہے۔ اگر تمہیں دقت ہو تو ایس آر فورٹی ٹو کے یہ خیالوں کی بھی ذرا خبر لے لو۔"

"طنز کر لو مگر تم دل سے جانتی ہو کہ تمہارے لیے مجھے جو دقت مل جاتی ہے تم ناراض رہو گی تب بھی دن رات تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

میں یہ کہہ کر فرسٹ پالمٹ کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں کے فوجی افسر سوچ رہے تھے کہ فرہاد بہت دیر سے خاموش ہے۔ شاید وہ اس وقت تک رابطہ قائم نہیں کرے گا جب تک طیارہ بنکاک نہ پہنچ جائے۔

میں نے کہا۔ "ہاں۔ پہلے تن سنگ، وسنتی اور رومانہ کو محفوظ مقام تک پہنچایا جائے گا۔ میں اور رسونتی اچھی طرح اطمینان کریں گے جب یقین ہو جائے گا کہ ہمارے لوگوں کی نگرانی نہیں ہو رہی ہے، تو تمام یرغمالی آزاد کر دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد تین بجے مذاکرات کا دَور شروع ہوگا۔"

یہ کہنے کے بعد میں دماغی طور پر اپنے بیڈ روم میں حاضر ہو گیا۔ مجھے اپنے اندر سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ سامنے میرے ایک پاؤں کا تلوا چاٹ رہی تھی۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا اُسے گود میں لے کر بولا۔ "اوہو۔ مجھے تو پتہ ہی نہ تھا کہ تم کب سو گئیں اور کب جاگیں۔ اب تو آدھا دن گزرنے والا ہے شاید تم ابھی تک میرے انتظار میں بھوکی ہو۔ جاؤ میری بہن بے نی کے پاس جاؤ وہ تمہیں کچھ کھانے کے لیے دے گی۔"

وہ میاؤں کہہ کر بیٹھ رہی۔ میں نے کہا۔ "دیکھو سامی! میں کھانا نہیں سونا چاہتا ہوں، کل سے جاگ رہا ہوں۔"

بھورے رس ونتی نے کہا۔ "تمہیں کم از کم دو تین گھنٹے کے لیے سو جانا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "تم بھی تو کل سے جاگ رہی ہو تمہیں بھی سونا چاہیے۔"

وہ کہنے لگی۔ "پتہ نہیں یہ مذاکرات وغیرہ کا سلسلہ کب چلے گا۔ یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ کس حالات پیش آنے والے ہیں۔ ہمیں باری باری نیند پوری کرنا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے تم پہلے سو جاؤ۔ میں جاگتا رہوں گا۔"

میں بستر سے اٹھ کر آئینے کے سامنے آیا اور چہرے کا نیک ایج اتارنے لگا۔ رس ونتی نے کہا۔ "نہیں پہلے تم سو جاؤ۔"

میں نے چھیڑتے ہوئے کہا۔ "اچھا یاد آیا۔ تمہارے دیس میں عورت پہلے اپنے مرد کو کھلاتی پلاتی اور سُلاتی ہے۔"

"نہیں۔ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔ میں تمہیں اس لیے پہلے سونے کے لیے کہتی ہوں کہ ابھی اِدھر اُدھر دشمنوں کی نگرانی کرنا ہے کہ وہ کوئی چال نہ چلیں۔ یہ میں کر لوں گی لیکن مذاکرات کے لیے تمہیں تازہ دم ہو کر دماغی طور پر حاضر رہنا ہے لہٰذا تم سو جاؤ۔"

"ہاں۔ یہ اچھی دلیل ہے۔ ٹھیک ہے میں سو جاتا ہوں۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد بیدار ہو جاؤں گا۔"

میں نے سامی سے کہا۔ "سامی! میری بات مان لو۔ روشندان سے باہر جاؤ اور کچھ کھا پی کر واپس آ جاؤ۔ اب میں سونے جا رہا ہوں۔"

وہ آئینے کے سامنے سے اُٹھ کر چلی گئی۔ میں نے میک اپ صاف کرنے کے بعد منہ ہاتھ دھویا۔ پھر بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ ابھی دشمنوں سے جنگ جاری تھی۔ ہمیں اِدھر سے اُدھر کتنے ہی محاذوں پر پہنچ کر لڑنا پڑا تھا۔ اب تک ہماری جیت ہو رہی تھی مگر میں اور رس ونتی اس دُنیا میں سانس لے رہے تھے جہاں زمینوں اور سمندروں پر دو خطرناک تنظیموں کی حکمرانی تھی۔ وہ لوگ ہماری جیت کو کسی بھی وقت ہار میں تبدیل کر سکتے تھے۔ ایسے وقت آرام حرام تھا مگر میں سو گیا۔

پھر ایسی نیند آئی کہ میں سو تا ہی رہ گیا حالانکہ میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ ٹھیک ڈیڑھ گھنٹے بعد میری آنکھ کھل جائے۔ مگر میں نے خواب میں رسونتی کو دیکھا وہ مجھ پر جھکی ہوئی گنگنا رہی تھی۔ میرے سر کو اپنی مخروطی انگلیوں سے سہلا رہی تھی۔ اس کی قربت نے مجھے مدہوش کر رکھا تھا اس لیے میں بیدار ہونا بھول گیا۔

ٹھیک چار گھنٹے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ رس ونتی کہہ رہی تھی۔ "اب اٹھ جاؤ۔ میں نے مذاکرات کے لیے پانچ بجے کا وقت مقرر کیا ہے تم ایک گھنٹہ کے اندر غسل کرنے اور کھانے سے فارغ ہو جاؤ۔"

میں نے بستر سے اٹھ کر غسل خانے کی طرف جاتے ہوئے پوچھا۔ "رس ونتی! آج میرے دماغ نے میری ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ کیا تم نے کوئی شرارت کی تھی؟"

"میں نے کوئی شرارت نہیں کی۔ میں نے سوچا۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے کی نیند سے تمہاری تھکن دور نہیں ہوگی اس لیے میں تمہارے خوابیدہ ذہن پر حاوی رہی جو تمہارے بیدار ہونے کا وقت تھا۔ اس وقت میں نے پھر تمہارے دماغ کو تھپک کر سلا دیا۔"

"میں بہت خوش نصیب ہوں کہ تم میرے آرام کا اتنا خیال رکھتی ہو۔"

"تمہاری خوش نصیبی کے کیا کہنے ہیں۔ کتنی ہی خیال رکھنے والیاں ہیں۔ میں جا رہی ہوں ٹھیک پانچ بجے آؤں گی۔"

"جانے سے پہلے یہ تو بتاؤ کہ میری نیند کے دوران کیا ہوتا رہا؟"

مجھے جواب نہیں ملا۔ وہ جا چکی تھی۔ اس کا اتنا ہی جواب کافی تھا کہ مذاکرات کے لیے پانچ بجے کا وقت مقرر ہے یعنی مجھے اور کسی بات کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا، واقعی فی الحال فکر یا پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔ تن سنگ اور دسنتی ایک آرام دہ کوٹھی میں محفوظ تھے۔ اور رُومانہ بے نی اور ممّی کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "خوش آمدید رُومانہ!"

وہ ایک دم سے خوش ہو کر مسکرانے لگی۔ اسے خوش دیکھ کر بے نی نے پوچھا۔ "کیا بھائی بیدار ہو گئے ہیں؟"

میں نے بے نی سے کہا۔ "ہاں۔ میں ٹھیک ساڑھے چار بجے کمرے سے باہر آؤں گا۔ میرے لیے کھانا تیار رکھو۔ پھر چار بجکر پچپن منٹ میں واپس کمرے میں چلا آؤں گا۔"

میں نے غسل خانے سے نکل کر سورج کے ذریعے رومانہ کو بلایا۔ اور دروازے کو کھول دیا۔ رُومانہ آ گئی۔ ہائے۔ وہ کیسا کھلا ہوا گلاب تھی۔ رخساروں پر قدرتی سُرخی تھی۔ باقی چہرہ گلابی گلابی تھا۔ جمناسٹک کی انگلیوں سے تراشا ہوا بدن میرے سامنے آ کر ٹھہر گیا۔ میں اس کے ناز و انداز کے بارے میں پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ بڑے پیار سے ہاتھ آتی تھی اور بڑی اداؤں سے گیلے صابن کی طرح ہاتھ سے پھسل جاتی تھی۔

اپنے حسن و شباب کی اہمیت کا احساس دلاتی تھی۔

لیکن جدائی کے بعد ملن کی گھڑی ایسی تھی کہ وہ بے اختیار میری گردن میں بانہیں ڈال کر لپٹ گئی۔ ہم سانسوں کی ہلچل میں بولنے لگے جذبوں کی برسات ایسی ہوتی ہے، کہ بھیگتے رہو، پیاس بڑھتی رہتی ہے۔ دُوری کے بعد ہم گلے لگ گئے تھے، گلے لگنے کے بعد بھی دُوری لگ رہی تھی۔ اب ایک دوسرے میں گم ہو جانے کو جی چاہتا تھا۔

لیکن وہ فوراً ہی میری قربت سے پھسل گئی۔ کہنے لگی۔ "بس اب میں یہاں بھاگی تو نہیں جا رہی ہوں۔ بے نی کہہ رہی تھی کہ کل سے تم نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ اب کمرے سے باہر نکلو۔"

رُومانہ کے الگ ہوتے ہی جیسے میں خالی سا ہو گیا۔ وہ حسینہ میرے اندر زندگی کی طرح بھر جاتی تھی۔ سامی میرے قدموں کے پاس اچھلنے لگی۔ مُطالبہ تھا کہ اسے بھی آغوش میں لیا جائے۔ میں نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ رُومانہ اس پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔ "آہا۔ کتنی خوبصورت بلّی ہے۔ کہاں سے مل گئی؟"

"اس کا نام سامی ہے۔ خود ہی مجھے تلاش کرتی ہوئی آ گئی۔"

ہم کمرے سے باہر آ گئے۔ بے نی میرے بازو سے آ کر لگ گئی۔ میں نے ممّی کو سلام کیا۔ وہ دعائیں دینے لگیں۔ ماسٹر رومی نے حیرت سے کہا۔ "آپ کون ہیں؟ میں نے پہلے بھی آپ کو کہیں دیکھا ہے۔"

تانیہ حیرانی سے چیخ کر بولی۔ "ارے آپ، آپ تو فرہاد علی تیمور ہیں۔ ممّی میں نے اخبار کی تصویر کاٹ کر رکھی تھی، وہ ابھی تک میرے پاس ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں میں فرہاد ہوں۔ ماسٹر رومی اور تانیہ میری بات کو اچھی طرح سن کر یاد رکھو۔ باہر کسی سے نہ کہنا کہ تمہارے گھر میں فرہاد رہتا ہے ورنہ یہاں لوگوں کی بھیڑ لگ جائے گی۔"

ماسٹر رُومی نے کہا۔ "بھیڑ ہونے دو۔ بڑا مزہ آئے گا۔ ہم ٹکٹ لگا دیں گے، بڑی آمدنی ہو گی۔"

ممّی نے ڈانٹ کر کہا۔ "فضول باتیں نہ کرو۔ اگر تم دونوں میں سے کسی نے کسی سے فرہاد کا ذکر کیا تو میں تمہاری ممی نہیں بنوں گی۔ تم لوگوں کو چھوڑ کر کہیں چلی جاؤں گی۔"

ماسٹر رومی ممّی سے لپٹ کر وعدہ کرنے لگا کہ وہ کسی کے سامنے میرا ذکر نہیں کرے گا۔ میں کھانے کے لیے بیٹھ گیا۔ تانیہ مجھے ایک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھا تو کہنے لگی۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم فرہاد ہو۔ اخبار میں لکھا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے خیالات پڑھ لیتا ہے، کیا تم پڑھ سکتے ہو؟"

"ہاں مگر تمہارے خیالات پڑھوں گا تو تم شرمندہ ہو جاؤ گی۔"

"میں نے شرمندہ ہونے کا کوئی کام ہی نہیں کیا ہے۔"

ایسا کہتے وقت اسے یاد آیا کہ پچھلی رات وہ چوری چھپے فریج سے میٹھی ڈش نکال کر کھا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "دیکھو۔ تم سوچ رہی ہو کہ کل رات تم نے ممّی کی نیند سے فائدہ اٹھایا۔ فریج سے میٹھی ڈش نکالی اور..."

تانیہ چیخ کر بولی۔ "اے خبردار! جھوٹ نہ بولنا۔ میں بھلا اپنے گھر میں کیوں چوری کروں گی۔"

بے نی اور رُومانہ ہنس رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ "کل رات یہاں کوئی اجنبی مسٹر بے نام تھا۔ وہ بھی تمہارے ساتھ کھانا چُرا کر کھا رہا تھا۔ تم نے اس سے کہا تھا کہ وہ اس گھر سے چلا جائے ورنہ تم کسی دن کھانے میں زہر ملا کر اسے کھلا دو گی۔"

"ہائے ہائے کتنا جھوٹ بول رہے ہو آخر تمہیں مجھ سے دشمنی کیا ہے؟"

ممّی نے اُس کا کان پکڑتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر نے تمہیں میٹھا کھانے سے منع کیا ہے اور رات کو اٹھ کر چوری کرنے لگی ہو۔ یہ فرہاد میرا بیٹا ہے سمجھیں۔ یہ بالکل درست کہہ رہا ہے کمبخت تمہیں جو پسند نہ آئے اُسے کیا زہر دے کر مار ڈالا کرو گی؟"

"ممّی کان چھوڑ دیجیے۔ میں نے تو جھوٹ موٹ دھمکی دی تھی۔ وہ بیچ بچ بھاگ گیا۔ اپنی جگہ پانے سے بڑے دشمن کو یہاں بھیج دیا۔ یہ تو میرے دماغ میں چھپی ہوئی ساری باتیں پڑھے گا۔"

"اری کمبخت! فرہاد کو دشمن کہہ رہی ہے چل میرے ساتھ چل میں تجھے بتاؤں کہ فرہاد کیا ہے۔۔۔"

وہ اسے کھینچتی ہوئی اپنے کمرے میں لے گئیں۔ ماسٹر رُومی بھی چلا گیا۔ ممّی اپنے بچوں کو بتانا چاہتی تھیں کہ میں نے ان بچوں کے لیے اور ان کے خاندان کے لیے کیسے کیسے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ میں نے سوچا اچھا ہے کہ بچے احسان مند ہو کر ہی اپنی زبانیں بند رکھیں۔ کھانے کے دوران میں رومانہ اور بے نی خوب باتیں کرتے رہے۔ کافی پینے کے بعد میں رومانہ کے ساتھ اپنے کمرے میں آ گیا۔

پانچ بجنے والے تھے۔ رومانہ نے کہا۔ "تم آرام سے خیال خوانی میں مصروف رہو۔ میں تھکی ہوئی ہوں ذرا سونا چاہتی ہوں۔"

وہ جانے لگی میں نے اسے ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ "کہاں جا رہی ہو؟ کیا یہاں آرام دہ بستر نہیں ہے؟"

"ہے مگر تمہاری نیت کے کانٹے مجھے لگے۔ طیارے میں رسونتی نے اپنے باپ کو بتایا تھا کہ پانچ بجے ہم مذاکرات جوڑنے والے ہیں ایسے وقت تمہیں بالکل تنہا رہنا چاہیے۔"

یہ کہہ کر

وہ فوراً ہی خود کو چھڑا کر بھاگ گئی۔ میں نے دروازے کو بند کیا۔ سامی مجھے حسرت سے دیکھ رہی تھی۔ میں اسے گود میں لے کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سگریٹ کا کش لیتے ہی رسونتی پہنچ گئی۔ "میلہ فرہاد! پانچ بج گئے۔"

دُوسرے ہی لمحے ہم دہلی کی اس عمارت کی چوتھی منزل پر تھے جہاں ایک کمرے میں مذاکرات کا پہلا دور ختم ہوا تھا۔ وہاں اہم فوکس سیاہ چشمہ پہنے بیٹھے ہوئے تھے۔ نمائندہ افسر کے مقابل میز کے دُوسری طرف ایک لڑکی کو بٹھا دیا گیا تھا تاکہ رسونتی اسے اپنی گفتگو کا ذریعہ بنا سکے حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ بہرحال رسونتی نے اس لڑکی کی زبان سے کہا۔ "ہیلو جنٹلین! رس ونتی اور فرہاد موجود ہیں۔"

سب لوگ اپنی اپنی کرسی پر سنبھل کر بیٹھ گئے۔ نمائندہ افسر نے کہا۔ "ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ لوگوں نے وعدے کے مطابق ایس آر فورٹی ٹو کے مسافروں کو آزاد کر دیا ہے۔ ہم دوستی اور انسانی برادری کے نئے جذبے کے ساتھ تمیں اور فرہاد علی تیمور صاحب کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

رس ونتی نے کہا۔ "ہم آپ کے نیک اور برادرانہ جذبات کی قدر کرتے ہیں مگر اصل جب تک ایک دوسرے سے ہمیں تحفظ کا یقین نہ ہو، اس وقت تک بے یقینی کی فضا میں دوستی مشکوک ہے گی۔"

نمائندہ افسر نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بے شک! آپ دونوں اپنے تحفظ کے لیے جو شرائط پیش کریں گے وہ ہمارے لیے قابلِ قبول ہوں گی۔"

رسونتی خاموش رہی۔ میں نے کہنا شروع کیا۔ "ہم چاہتے ہیں کہ سیاست سے ہمیشہ دور رہیں اور کوئی ملک اپنے سیاسی مفاد کے لیے ہم سے دوستی نہ کرے۔"

وہ لوگ ہماری باتوں کو دستاویز کی صورت میں لکھ رہے تھے۔ نمائندہ افسر نے کہا۔ "ہمیں منظور ہے، ہم جانتے ہیں کہ آپ لوگوں نے ایٹک جیسی دوسری طاقت کا ساتھ بھی نہیں دیا ہے۔ آپکی یہ شرط ہم اس شرط پر منظور کر رہے ہیں کہ آپ دونوں اسی طرح خیر خیریت سے رہیں گے۔"

میں نے کہا۔ "دوسری شرط یہ ہے کہ ہمیں اپنی رہائش کے لیے ایک ایسا علاقہ چاہیے جہاں صرف ہمارے اپنے اعتماد کے لوگ رہیں جہاں ہمارا قانون ہو اور ہمارے عدالتی فیصلے ہوں۔ دوسرے لفظوں میں —— فرہاد علی تیمور اور رسونتی کا ایک علیحدہ ملک ہو گا۔ ایک علیحدہ حکومت ہو گی۔ آپ لوگوں سے محض مفارقی تعلقات قائم رہیں گے۔"

نمائندہ افسر اور دُوسرے لوگ بوکھلا گئے۔ وہ اس ناقابلِ تسلیم شرط کو تسلیم نہیں کر سکتے تھے۔ اور میں عہد کر چکا تھا کہ اس دُنیا کے نقشہ میں فرہاد اور رسونتی کی ایک علیحدہ مملکت ہو گی۔

اب ایک نئی جوڑ توڑ کا میدان اور بڑی بڑی طاقتوں کو دہلا دینے والی مملکت کے قیام کا جھگڑا شروع ہو چکا تھا۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات
یا نچوین حصہ میں ملاحظہ فرمائیں

سسپنس ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ

دیوتا

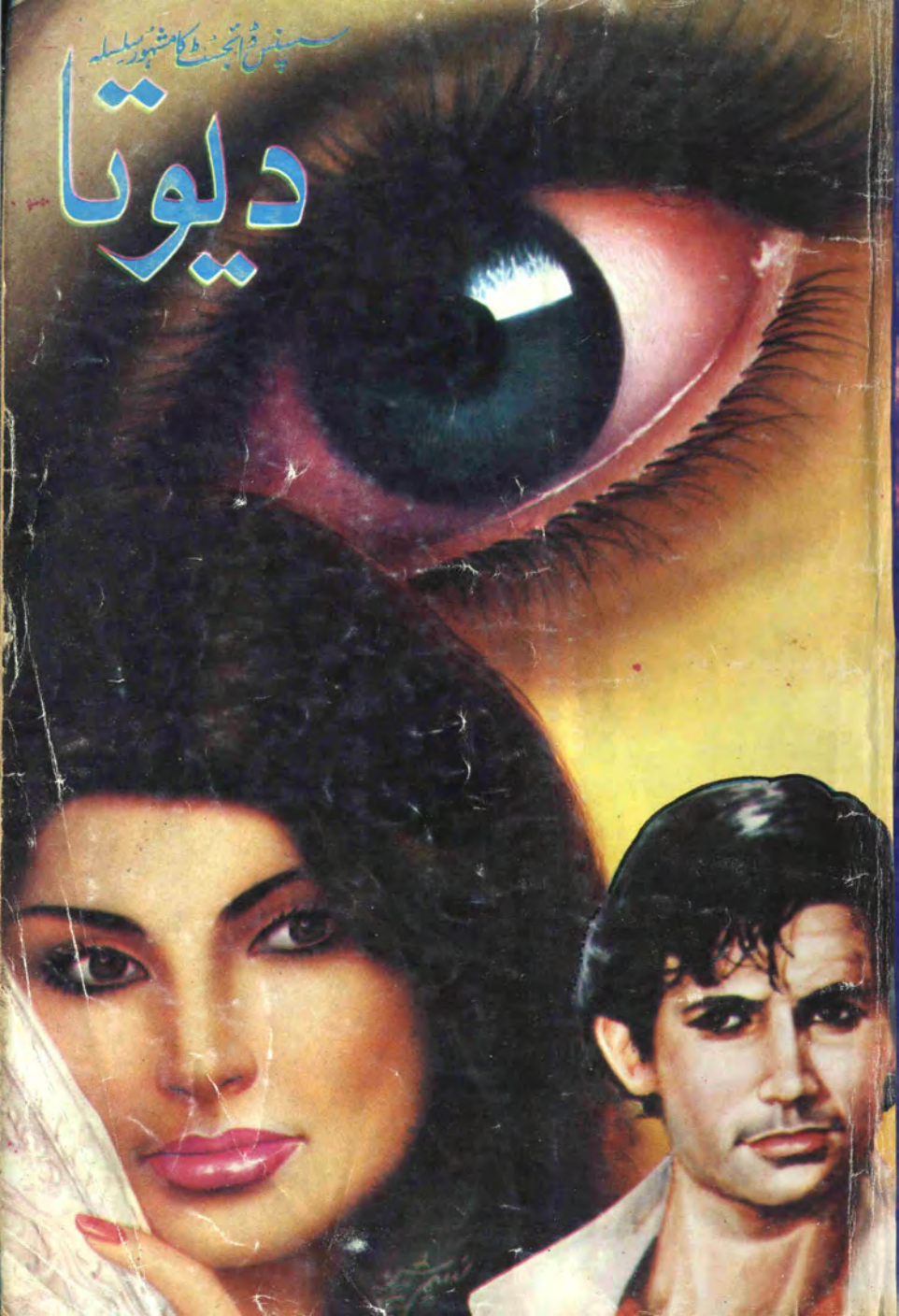

سسپنس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی

سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

دیوتا

پانچواں حصّہ

راوی:۔ فرہاد علی تیمور

مُصنّف:۔ محیّ الدّین نواب

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ - کراچی - ۱

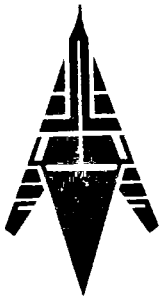

چند لمحوں کے لیے مذاکرات میں حصہ لینے والوں کو چپ سی لگ گئی تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ فرہاد اور رس ونتی اپنی ایک علیحدہ مملکت کا مطالبہ کریں گے۔ نمایندہ افسر نے اپنی کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"یہ شرط مضحکہ خیز ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کوئی بڑا ملک اسے تسلیم نہیں کرے گا۔"

میں نے کہا "یہ کوئی بڑا ملک تسلیم کرے گا یا نہیں؟ یہ ہم سمجھ لیں گے۔ ابھی آپ کے ملک میں ہمارے مطالبے کا آغاز ہوا ہے۔ آپ جواب دیں۔"

نمایندہ افسر نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر اعلیٰ حکام میں سے کسی سے باتیں کرنے لگا۔ مشاورتی کمیٹی کے ممبران اپنے سامنے رکھے ہوئے کاغذات پر اپنی طرف سے کچھ لکھ کر نمایندہ افسر کے سامنے رکھتے جا رہے تھے۔ فون پر باتیں کرنے کے بعد نمایندہ افسر نے تمام کاغذات پر لکھے ہوئے مشوروں کو باری باری پڑھا۔ پھر رس ونتی سے مخاطب ہوا۔ "شریمتی رس ونتی دیوی! آپ کے مطالبے نے ہمیں الجھن میں مبتلا کر دیا ہے۔ یہ مطالبہ وضاحت طلب ہے۔ کیا آپ وضاحت فرمائیں گی کہ آپ کس علاقے کو اپنی جاگیر بنانا چاہتی ہیں؟ کیا اس علاقے کے لوگ آپ کو یا فرہاد کو اپنا حاکم تسلیم کریں گے؟"

نمایندہ افسر کے مقابل میز کے دوسری طرف ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ تاکہ رس ونتی اس لڑکی کی زبان سے گفتگو کرے۔ اسی لیے مذاکرات کے دوران رس ونتی کو مخاطب کیا جاتا تھا۔ حالانکہ میں جو جوابات پیش کر رہا تھا اور وہ جوابات وہی معمولہ بنائی گئی لڑکی کی زبان پیش کر رہی تھی۔ بہرحال میں نے اس لڑکی کی زبان سے کہا "ہم نے ابھی کسی علاقے کا انتخاب نہیں کیا ہے مسٹر نمایندہ! مخالفے دیس کے پیچھے ریڈ پاور کی طاقت ہے۔ اس وقت مخاری مشاورتی کمیٹی اور اعلیٰ حکام کے خفیہ اجلاس میں ریڈ پاور کے اہم افراد موجود ہیں اور ہماری تمام باتیں یقیناً ماسکو تک پہنچیں گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ مذاکرات کا تیسرا دور شروع ہونے تک ہمارے اس مطالبے پر غور کیا جائے۔ اس وقت ہم سپر ماسٹر کے سامنے بھی یہی مطالبہ پیش کریں گے۔"

سپر ماسٹر کے ذکر پر وہ لوگ چونک گئے۔ محتاط ہو گئے۔ وہ یہ کبھی پسند نہ کرتے کہ ہم اس سلسلے میں دوسری بڑی طاقت سے مذاکرات شروع کریں۔ مشاورتی کمیٹی میں بیٹھے ہوئے روسی افسر نے کچھ لکھ کر آگے بڑھایا۔ نمایندہ افسر نے اسے پڑھ کر کہا۔ "دیوی جی! اگر ہماری سرکار اور ریڈ پاور چند شرائط کے ساتھ آپ کا مطالبہ قبول کر لے تو کیا اس کے بعد بھی آپ سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کریں گی؟"

میں نے کہا "ہاں۔ ہمارے ملک کی خارجہ پالیسی یہی ہوگی کہ تمام ممالک ہمارے دوست رہیں۔"

"ایسا سب ہی کہتے ہیں مگر دوست ممالک کے جھگڑوں میں الجھ کر اپنی پالیسی بھول جاتے ہیں۔"

"ہمارا ملک دنیا سے نرالا ہوگا۔ کیونکہ کسی سیاسی سازشیں ہم پر اثر نہیں کریں گی۔ ہم مثلی چیتھی کے ذریعے سمجھ لیں گے کہ کن حالات میں کون سا ملک راستی پر ہے اور کون زیادتی پر اتر آیا ہے ہمارا

ملک کیا ہوگا اور کیسا ہوگا؟ اُس کی وضاحت ہم آئندہ کریں گے۔ پہلے ہمارا مطالبہ تسلیم کیا جائے۔"

"کیا آپ سپر ماسٹر سے براہِ راست گفتگو کرتی ہیں؟"

اِس بار رس ونتی نے جواب دیا۔ "میں ایک بار سپر ماسٹر کے دماغ تک پہنچ گئی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس سپر ماسٹر کو ریٹائر کر دیا گیا۔ اب اُس کی جگہ کوئی نیا آیا ہے۔"

میں نے رس ونتی کو آگے کہنے سے روک دیا۔ پھر خود کہا۔ "ہم آج تک ماسک مین کے دماغ تک نہیں پہنچ سکے۔ ابھی ہم اُس کے نمایندوں سے باتیں کر رہے ہیں۔ اسی طرح اب نئے سپر ماسٹر کے نمایندوں سے باتیں کریں گے۔"

میں نے ماسک مین کو خوش فہمی میں مبتلا رکھنے کے لیے کہہ دیا تھا کہ ہم اُس کے دماغ تک پہنچنے میں ناکام رہے ہیں۔ نمایندہ افسر نے کہا۔ "آپ اپنے قائم ہونے والے ملک کی خارجہ پالیسی میں ذرا سی تبدیلی کر لیں۔ صرف ہمارے دوست بن جائیں۔ ہم آپ کو کسی ایک ملک کا حکمراں بنا دیں گے اور ہر طرح کی اقتصادی امداد دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "ہمارا مطالبہ آپ کی سمجھ میں نہیں آیا۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ ہم کسی ملک کے حکمراں بنیں گے۔ ہمارا عزم یہ ہے کہ ہم کسی غیر آباد و ویران علاقے کو ایسے لوگوں سے آباد کریں گے، جن پر ہمارا اعتماد ہو۔ اس مقصد کے لیے ہم ماسک مین اور سپر ماسٹر سے درخواست کریں گے کہ وہ ہمارے معاملے میں متحد ہو جائیں اور آپس میں مشورہ کر کے ہمیں ایسا وسیع علاقہ دیں، جس کی آب و ہوا صحت کے لیے مفید ہو۔ جہاں کھیتی باڑی ہو سکے اور صنعتیں قائم ہو سکیں۔ ہمارے ملک کی سرحدیں خشکی بھی ہوں اور سمندری بھی۔ جو ملک ہماری ضروریات کے مطابق ہمیں امداد دے گا۔ ہم جواباً اُس کے کسی بڑے منصوبے میں کام آئیں گے لیکن نہ تو ہم اسلحہ خریدیں گے اور نہ ہی اپنے ملک میں فوج رکھیں گے۔ کیونکہ فرہاد اور رس ونتی صرف دو بندوں کی فوج دُنیا کی تمام افواج پر بھاری رہے گی۔"

ایسا کہتے وقت میں نے اُس معمول لڑکی کی آنکھوں سے دیکھا۔ روسی افسر اپنے چہرے سے پسینہ پونچھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "میں اس سلسلے میں ماسک مین سے درخواست کروں گا کہ وہ سپر ماسٹر سے اپنے طور پر رابطہ قائم کریں اور یہاں مذاکرات میں اُن کے نمایندوں کو بھی شرکت کی دعوت دیں۔"

روسی افسر کے مشورے کے مطابق نمایندہ افسر نے پوچھا۔ "اگر سپر ماسٹر مذاکرات میں شریک ہونے سے انکار کرے تو؟"

میں نے کہا۔ "سپر ماسٹر کے ملک کو ایٹمی دھماکے سے جو نقصان پہنچا ہے۔ وہ اُسے بھول نہیں سکتا۔ تم لوگوں نے تن سنگ اور رستی کو یرغمال بنا کر ہمیں مذاکرات کے لیے مجبور کیا تھا۔ ہم نے ایس آر فور فی لو کی اہم شخصیتوں کو یرغمال بنا کر تم لوگوں کو مجبور کیا۔ اب ایک بار پھر ہم سپر ماسٹر کی اہم شخصیتوں کو اپنی مٹھی میں بند کریں گے۔ اگر وہ مذاکرات میں شریک ہونے سے انکار کرے گا تو دوسری بار اُسے زبردست نقصان اُٹھانا پڑے گا۔"

نمایندہ افسر پھر فون پر باتیں کرنے لگا۔ مشاورتی کمیٹی کے ممبران اپنے اپنے مشورے کاغذ پر لکھنے لگے۔ آخر میں نمایندہ افسر نے کہا۔ "ہم سفارتی سطح پر سپر ماسٹر سے گفت گو کریں گے۔ کیا یہ کافی ہے۔ اگر کل صبح دس بجے مذاکرات کا تیسرا دور شروع کیا جائے؟"

میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ کل صبح دس بجے ہم یہاں حاضر ہو جائیں گے۔"

وہ اجلاس دو سو دن کے لیے ملتوی ہو گیا۔ رس ونتی نے پوچھا۔ "فرہاد! یہ بھلا ہے دماغ ہیں ایک علیحدہ مملکت قائم کرنے کا خیال کیسے آ گیا؟"

"ایسے کہ یہاں بھلا ہے پتاجی اور دوستی ہیں میری بہن۔۔۔ بے فی ہے۔ بے فی کے رشتے سے دوستو تم لوگ اہم ہیں۔ صرف میرا بھلا ہے مسئلہ ہوتا تو ہم دشمنوں سے چھپتے اور اپنی پناہ گاہیں تبدیل کرتے رہتے لیکن ہمارے عزیز رشتے آئندہ ہمارے لیے پریشانیوں کا باعث بنتے رہیں گے۔ دشمن ہماری لاعلمی میں انھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ پھر کبھی انھیں یرغمال بنا سکتے ہیں۔ ہم انھیں کسی ملک کسی شہر میں رکھیں وہ ہمہ وقت محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ ان حالات کے پیشِ نظر ہمیں ایک ایسے علاقے کی ضرورت ہے جہاں صرف ہمارے اعتماد کے لوگ ہوں۔ ہماری اجازت کے بغیر کوئی اُس علاقے میں داخل نہ ہو۔"

"ہاں۔ اچھا آئیڈیا ہے مگر میں سمجھتی ہوں کہ اس علاقے میں بھی دشمن کے جاسوس چھپ کر رہیں گے۔ ہم سب ہی لوگوں کے دماغ تو نہیں پڑھ سکتے؟"

"تم بھول رہی ہو۔ ہمارے علاقے میں جو لوگ آباد ہوں گے، اُن سب کے لیے ہمارے پاس ریکارڈ رہیں گے جو شخص بھی چھپ کر رہے گا۔ وہ آخر کسی نہ کسی سے تعلق رکھے گا۔ ہم اسے [illegible] کوئی نہ کوئی کسی جاسوس کو ہم سے چھپا کر نہیں رکھ سکے گا۔ شاید میری باتیں تمھاری سمجھ میں ابھی نہ آئیں۔ وقت آنے پر سمجھتی جاؤ گی۔ یہ مملکت قائم کرنے کے دوران کبھی ناکامیوں کا بھی منہ دیکھنا پڑے گا۔ خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ ناکامیاں عارضی ہوں گی۔"

"بھگوان کرے ہمیں ناکامی نہ ہو۔ ویسے مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ میں جا کر پتاجی کو یہ خوش خبری سناتی ہوں۔"

"اپنے پتاجی اور دوستی سے کہنا کہ میں رات دس بجے اُن کے پاس آؤں گا اور رات کا کھانا انہی کے ساتھ کھاؤں گا۔"

"وہ تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔ میں جا کر اُن سے کہتی ہوں۔ اب میں دس بجے آؤں گی۔"

وہ رخصت ہو گئی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ میرا سایہ میری پرچھائیں سامی میرے سامنے موجود تھی۔ تنہائی میں جب کوئی نہ ہوتا تو وہ میرے ساتھ ہوتی تھی۔ تنہائی کے معنی غلط کر دیتی تھی۔

اب اُس نے میرے ایک ایک انداز کو سمجھ لیا تھا جب میری آنکھیں بند ہوتیں تو وہ سمجھ لیتی کہ میں مصروف ہوں میرے سامنے میاؤں کی آواز بھی نہیں نکالنا چاہیے۔ جب میں آنکھ کھولتا تو وہ اُٹھ کر کھڑی ہو جاتی۔ اپنے دونوں ملگجے پنجے آگے بڑھا کر جسم میں کھنچاؤ پیدا کرتی، دُم کو اُوپر اُٹھا لیتی جیسے ہاتھ اُٹھا کر انگڑائی لے رہی ہو۔ میرا خیال ہے عورت کی دُم ہوتی تو وہ بھی اِسی طرح انگڑائی لیتی۔

وہ میری گود میں آ کر بیٹھ گئی۔ میرے اندر جھرجھری سی پیدا ہوئی۔ جانے کیوں جب وہ اتنے پیار سے آ کر میری گود میں بیٹھتی تھی تو مجھے یوں لگتا تھا جیسے وہ "وہ" نہیں ہے، کوئی اور ہے۔ ایسے احساس نے کہا کہ مجھے رُومانہ کی ضرورت ہے۔ میں نے اُس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سو رہی تھی۔ حالانکہ وہ پچھلی رات راجیش کے ہاں آرام سے سوتی رہی تھی۔ ابھی اُسے جگایا جا سکتا تھا۔

مجھے شرارت سوجھی۔ پہلے میں نے گھر کے دوسرے افراد کو دیکھا ممی اور بے فی کچن میں کھانا تیار کر رہی تھیں۔ شرلاک ایک کمرے میں تانیہ اور ماسٹر وومی کو میرے کارنامے سُنا رہا تھا۔ میری شرارت کے لیے راستہ صاف تھا۔ میں نے بہت عرصے بعد ہپناٹزم کا عمل کیا۔ رُومانہ کے خوابیدہ دماغ کو اپنے کنٹرول میں لے کر کہا۔ "تم سو رہی ہو اور بدستور سوتی رہو گی۔"

وہ نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سے بولی۔ "میں سو رہی ہوں اور بدستور سوتی رہوں گی۔"

میں نے ایک عامل کے رعب سے کہا۔ "اب تم آنکھیں کھولو گی اور نیند میں رہو گی۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ ہوش میں نہیں تھی، نیند کے نشے میں تھی۔ میری ہدایت کے مطابق وہ بستر سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر بستر سے اُتر کر اُس نے اپنی اچکن اُٹھا لی۔ اُس کے بعد نیند کی حالت میں چلتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ اب وہ میرے کمرے کی طرف آ رہی تھی۔ میں نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ رُومانہ کو اس انداز میں اچکن اُٹھا کر گزرتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔ سب اپنی اپنی جگہ مصروف تھے۔ وہ میرے کمرے میں آ گئی۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

میری ہدایات جاری تھیں۔ ان ہدایات کے مطابق اُس نے اٹیچی کو ایک طرف رکھا۔ اٹیچی کا بوجھ کم ہو گیا۔

میں بھی ایک دم سے ہلکا ہو کر آرام سے لیٹ گیا۔ ذرا دیر بعد وہ آ گئی۔ آگ رہ ہوش میں رہتی تو اپنی عادت کے مطابق بڑے نخرے دکھاتی۔ پتنگ کی طرح ڈھیل میں آتی۔ ذرا حاصل ہوتی۔ پھر وہ پتنگ تن کر اڑ جاتی۔ رومانہ اداؤں کی زبردست آرٹسٹ تھی۔ ٹھہر ٹھہر کر کبھی حاصل اور کبھی لاحاصل ہوتی تھی تاکہ میری یادوں اور آرزوؤں میں ہمیشہ زندہ رہے۔

اُس وقت وہ میری معمولہ تھی۔ میرے احکامات کی پابند تھی۔ میں نے حکم دیا تھا کہ وہ اداؤں کی کھلی چھٹی کر دے۔ لہٰذا اُس نے پَر کھول دیے تھے۔ میرے ساتھ ساتھ پرواز کر رہی تھی۔

ایسے وقت کمرے کی خاموشی میں ہلکی ہلکی سی مانمی آواز سنائی دی۔ میں نے آواز کی سمت دیکھا۔ سامی جیسے کراہ رہی تھی۔ بڑی حسرت سے مجھے شباب کے آنگن میں کھیلتے دیکھ رہی تھی۔ اُس کے دیکھنے کے انداز میں حسرت بھی تھی اور ناگواری بھی۔ جیسے وہ رُومانہ یا کسی بھی ہستی کو میرے پہلو میں دیکھنا نہ چاہتی ہو۔

آہ سامی! تم کیا ہو؟ کیا بھلا ہے پاس سوچنے اور تڑپنے والا دل ہے؟ کیا تم رُومانہ کو میرے پہلو میں دیکھ کر کُڑھ رہی ہو۔ ایک سوکن کی طرح؟

وہ دیکھ رہی تھی۔ جب کہ میری تنہائی کی رنگینیوں کو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ صوفے کے گدے پر اپنے چہرے کو اِدھر سے اُدھر رگڑ رہی تھی جیسے آگ۔ بھا رہی ہو اور راکھ ہو رہی ہو۔ میں نے بولے سے اُسے مخاطب کیا۔ "سامی! کیا بات ہے؟"

اُس نے میاؤں کہا۔ پھر دائیں بائیں سر ہلانے لگی۔ جیسے کسی بات سے منع کر رہی ہو۔

کیا مصیبت ہے، سُونیا، رُومانہ سے جلتی تھی۔ رس ونتی بھی کسی کو میرے پاس برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اب اعتراض کرنے والیوں میں ایک بلّی کا اضافہ ہو گیا تھا۔ میں نے نرمی سے کہا۔ "سامی بُری بات ہے۔ تمھیں اب یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ تھوڑی دیر کے لیے باہر چلی جاؤ۔"

اُس نے جیسے جھلا کر سر جھٹکتے ہوئے "میاؤں" کہا۔ صوفے پر اُسی طرح بیٹھی رہی۔

میں نے کہا۔ "میری جان! میں سب سے زیادہ تمھیں چاہتا ہوں۔ تم بہت حسین ہو۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ جانا۔ شاباش اب جاؤ۔"

وہ اُٹھی مگر میرے پہلو میں سوکن کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی۔ اس لیے صوفے پر گھوم کر منہ چھپا کر بیٹھ گئی۔ جیسے کہہ رہی ہو۔ "لو میں نہیں دیکھتی۔۔۔"

واقعی سوچنے کی چیز تھی کہ وہ کیا چیز ہے؟ لیکن مجھے سوچنے

کی فرصت نہیں تھی۔ میں رُومانہ کو توجہ سے پڑھنے لگا۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ برسوں کے بعد ملی ہو۔ ہم زندگی میں کتنے ہی راستے بدل بدل کر چلتے ہیں۔ وہ بالکل نئی راہ لگ رہی تھی۔ میں اُس راہ کے نشیب و فراز میں جھومتا، گھومتا اور بچکچاتا رہا۔

میں غسل خانے میں گیا۔ پھر شاور کھول کر ٹھنڈے پانی کی بارش میں بھیگنے لگا۔ بڑا سکون ملا۔ دل و دماغ کو ٹھنڈک پہنچ گئی۔ میں نے اُسی جگہ نومی عمل کو ختم کرتے ہوئے رُومانہ کے دماغ کو حکم دیا کہ وہ نیند سے بیدار ہو جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ اُس نے پہلے آنکھیں بند کیں پھر کھول دیں۔ دوسری بار آنکھ کھلتے ہی نیند کا نشہ کافور ہو چکا تھا۔

اُس نے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ جیسے گہری نیند کا رہا سہا خمار اُتار رہی ہو لیکن وہ انگڑائی بیچ میں ٹوٹ کر رہ گئی۔ اُس کے ذہن کو جھٹکا سا جھٹکا لگا۔ یہ وہ کمرہ نہیں تھا۔ جہاں وہ نیند کی آغوش میں گئی تھی۔ یہ۔ یہ تو فرہاد کی خواب گاہ تھی۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ ادھر اُدھر حیرانی سے دیکھنے لگی۔ سامی نے کہا۔ میاؤں یعنی وہ اپنی موجودگی سے ثابت کر رہی تھی کہ یہ تو فرہاد ہی کا کمرہ ہے۔

میں شاور کے نیچے گنگنانے لگا۔ رُومانہ بستر سے اُتر کر دبے قدموں چلتی ہوئی باتھ روم کے دروازے تک آئی۔ دروازہ ذرا کھلا ہوا تھا۔ اُس نے ذرا سا جھانک کر دیکھا۔ میں انجان بنا غسل کرنے میں مصروف رہا۔ گنگناتا بھی رہا۔ وہ گلابی لبوں کو بھینچ کر سوچنے لگی۔

"میں یہاں کیسے پہنچ گئی؟"

پھر اُس نے فیصلہ کُن انداز میں سوچا۔ "میں نیند میں چلنے کی عادی نہیں ہوں۔ یہ فرہاد کی شرارت ہے۔"

وہ غصّے میں باتھ روم کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "اے معاش! بے فی اور ممی سو چتی ہوں گی کہ میں بہت بے حیا ہوں۔ خود ہی تمہاری خواب گاہ میں چلی آئی۔ یہ کیا بدمعاشی ہے؟"

بے شرم کہیں کے۔ باہر آؤ۔ میں تمہارا منہ توڑ دونگی۔"

میں تولیہ لپیٹ کر باتھ روم سے باہر آگیا۔ وہ غصّے میں آئے بڑھتے ہوئے بولی۔ "تعلقات میں میری مرضی شامل ہونا چاہیے۔ تم نے میری رضامندی حاصل کیے بغیر ایسی حرکت کیوں کی؟"

"اس غلطی پر میں خود پچھتا رہا ہوں۔ چلو غصّہ تھوک دو۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی۔ "نہیں۔ یہ عورت کی توہین ہے کہ اُس پر جبر کیا جائے۔"

"اے جبر تو مجھ پر ہوا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں بدلہ لوں گی۔ جب تک تمہیں ہاتھ کا ایک پنچ یا فلائنگ کک رسید نہیں کروں گی۔ مجھے قرار نہیں آئیگا۔"

وہ مجھ سے تھوڑے فاصلہ پر پینترا بدلنے لگی۔ میں نے تولیے کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "دیکھو حملہ کرو گی تو تولیہ کھل کر گر پڑے گا۔ کیا تمہیں اچھا لگے گا؟"

وہ پینترے بازی چھوڑ کر بولی۔ "جلدی لباس پہنو۔ میں بدلہ ضرور لوں گی۔"

"میرا دماغ تو خراب نہیں ہوا ہے کہ لباس پہن کر تمہیں حملہ کرنے کی دعوت دوں۔ چلو آؤ بے شرم بن کر حملہ کرو۔ یا باہر جا کر غصّہ ٹھنڈا کر لو۔"

"تمہارے جیسا ڈھیٹ میں نے نہیں دیکھا اور میرے جیسی ضدی بھی کوئی نہ ہوگی۔ لو سنبھلو۔"

یہ کہتے ہی اُس نے "ہاپ ہپ" کی آواز نکالی۔ جنا ٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی میرے بائیں سے دائیں گئی۔ پھر مجھے فلائنگ کک مارنے کے لیے دہاں سے دوڑتی ہوئی آئی۔ میں خیال خوانی کے ذریعہ ساری حرکتوں کو سمجھ رہا تھا اور عین وقت پر اپنا بچاؤ کر سکتا تھا مگر اُس کی ضربت ہی پیش نہیں آئی۔ ایک تماشا ہوا۔ رُومانہ فلائنگ کک مارنے کے لیے اُچھلنا چاہتی تھی مگر پنچ مار کر ایک دم سے پیچھے ہٹ گئی۔ سامی نے غرّا کر حملہ کیا تھا۔ اُچھل کر رُومانہ کو پنجہ مارتی ہوئی دوسری طرف قالین پر پہنچ گئی۔ وہاں سے پھر وہ غرّا کر پلٹ گئی۔ تیور بتا رہے تھے کہ وہ دوبارہ حملہ کرے گی۔ میں فوراً ہی رُومانہ کے سامنے ڈھال بن کر بولا۔ "نہیں سامی! یہ رُومانہ میری دشمن نہیں ہے۔ یہ حملہ نہیں مذاق کر رہی تھی۔"

سامی تن کر کھڑی تھی۔ میری بات سُن کر ذرا ڈھیلی پڑ گئی۔

"شاباش۔ تم بہت اچھی ہو۔ آؤ میری آغوش میں آجاؤ۔"

وہ اچھل کر میرے بازوؤں میں پہنچ گئی۔ میں نے بڑی محبت اور عقیدت سے اُسے پیار کیا۔ رُومانہ اُسے بڑی حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ اُس نے بڑی پھرتی سے پنجے کے وار کر بایاں ہاتھ بڑھا کر روک لیا تھا۔ ورنہ سامی اُس کے حسین چہرے پر خراشیں ڈال دیتی۔ وہ حیرانی سے بولی۔ "یہ بلی ہے یا تمہاری ٹیلی پیتھی کی کوئی ایجاد ہے؟"

میں نے کہا۔ "ٹیلی پیتھی جانوروں کے دماغ تک نہیں پہنچتی۔ نہ ہی یہ بائیونک قسم کی کوئی چیز ہے۔ یہ خالص بلی ہے۔"

"مگر یہ تمہاری باڈی گارڈ کیسے بن گئی ہے؟"

"یہ خدا ہی جانتا ہے۔" میں نے اُس کے ملائم بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "مجھے یوں لگتا ہے جیسے میرا اِس کا جنم جنم کا ساتھ ہے۔ بھیس بدل کر حیرانی ہوگی کہ یہ میری کسی محبوبہ کو میرے قریب پھٹکنے نہیں دیتی ہے۔"

میں نے سامی کو آئینے کے پاس بٹھایا پھر الماری سے لباس نکال کر پہننے لگا۔ اس دوران میں رُومانہ کو بتاتا رہا کہ بہت عرصے پہلے سامی نام کی ایک حسین لڑکی میری زندگی میں آئی تھی۔ اُس کے ساتھ کالے جادو کا کچھ چکّر تھا۔ اُس کی رُوح کسی کے بھی جسم میں داخل ہو جاتی تھی۔ وہ اکثر ایک بلی کے رُوپ میں رہی۔ پھر وہ مجھ سے بچھڑ گئی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے یا مر چکی ہے مگر یہ بلی بالکل ویسی ہی حرکتیں کرتی ہے۔ اُسی کی طرح میری باتیں سمجھتی ہے اور ویسی ہی دیوانگی سے مجھے چاہتی ہے۔

رُومانہ سر ہلا کر بولی۔ "اُس کی دیوانگی اور جاں نثاری دیکھ چکی ہوں۔ تمہاری حفاظت کے لیے کیسے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ اُف بڑی خطرناک ہے۔"

سامی نے غرّا کر اُسے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "نہیں سامی! بُری بات ہے۔ رُومانہ سے دوستی کرو۔ یہ میری جان ہے۔ اسے نقصان پہنچاؤ گی تو مجھے دُکھ پہنچے گا۔"

وہ رُومانہ کی طرف سے منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ رُومانہ ہنستے ہوئے بولی۔ "او گاڈ! کتنی پیاری ادائیں ہیں۔ کوئی بلّا دیکھے گا تو ہزار جان سے عاشق ہو جائے گا۔"

میں نے ایک بہترین سوٹ پہنا۔ نک ٹائی باندھی جوتے پہنے۔ پھر سامی کو گود میں لے کر کہا۔ "چلو رُومانہ سے ٹیک ہینڈ کرو۔"

رُومانہ اپنا ہاتھ بڑھاتی ہوئی بولی۔ "میں دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں۔ سامی! تم بہت پیاری ہو دوستی کر لو۔"

سامی نے اُس کے ہاتھ کو دیکھا۔ پھر اپنا ایک پنجہ بڑھا کر بڑی بے نیازی سے مصافحہ کر لیا۔ رُومانہ نے کہا۔ "تم بہت اچھی ہو۔ دیکھو میں تمہارے فرہاد کے سینے سے لگتی ہوں۔ تم میرے سینے سے لگ جاؤ۔"

اُس نے دونوں ہاتھ بڑھائے سامی اُس کے پاس چلی گئی۔ اُس نے اُسے پیار کیا۔ پھر سینے سے لگا کر مجھ سے پوچھا۔ "اتنے بن سنور کر کہاں جا رہے ہو؟"

"تن سنگ اور وسنتی سے ملنے جا رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "وسنتی بے حد حسین لڑکی ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں ایک ڈال کے ایک ہی پھول کو پسند کرتا ہوں اور وہ ہے رس ونتی۔"

"اچھی عادتیں سیکھ رہے ہو۔"

"ہاں۔ رس ونتی نے اپنی چاہت کی یہی شرط رکھی ہے کہ میں صرف تم سے اور سونیا سے مل سکتا ہوں۔ آئندہ کسی نئی لڑکی سے دوستی کروں گا تو وہ میرا محاسبہ کرے گی۔"

"یعنی رس ونتی کا حصول اتنا شدید ہے کہ راہِ راست پر آتے جا رہے ہیں؟"

"ہاں ایک تو رس ونتی کو اپنا بنانے کی تمنا ہے۔ دوسرے یہ کہ کوئی ایسی عورت ہونا چاہیے جو مجھے غلط راستے پر ٹوک دیا کرے یہ صرف رس ونتی ہی خیال خوانی کے ذریعہ کر سکتی ہے۔"

ہم خواب گاہ سے باہر جانے لگے۔ رُومانہ نے کہا۔ "رس ونتی تمہیں کنٹرول کرنے میں کامیاب رہے تو اچھا ہے مگر مجھے یقین نہیں آتا کہ تم زیادہ عرصے تک خرافت سے رہ سکو گے۔"

مجھے جواب دینے کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ خواب گاہ سے باہر آتے ہی ہم گھر کے افراد میں گھر گئے۔ ماسٹر ردمی دوڑتا ہوا آیا۔ پھر میرا دایاں ہاتھ پکڑ کر جبراً مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "ہیلو مسٹر فرہاد۔ ملی تمہور آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں کسی سے نہیں کہوں گا کہ ہمالے ساتھ آپ رہتے ہیں۔ تانیہ کے لیے یقین نہیں دلا سکتا۔ وہ پیٹ کی ہلکی ہے۔"

سب لوگ ہنسنے لگے۔ تانیہ بگڑ کر بولی۔ "تم خود پیٹ کے ہلکے ہو۔ میں تو کتنی ہی باتیں چھپا لیتی ہوں۔ کبھی کسی سے نہیں کہتی۔"

ماسٹر ردمی نے جواب دیا۔ "ہاں میٹھی ڈش چرانے والی بات واقعی چھپا لیتی ہو۔"

اِس بات پر پھر زوردار قہقہے بلند ہوئے۔ نتراک نے ردمی کو گود میں اُٹھا کر پیار کرتے ہوئے کہا۔ "تم بہت شریر ہو۔ اپنی بڑی بہن کو تنگ نہ کیا کرو۔"

بے فی نے مجھے مقناطیسی انگوٹھی دیتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کہیں جا رہے ہیں؟"

"ہاں۔ رس ونتی کے رشتے داروں سے ملنے جا رہا ہوں۔ کھانا

بھی وہیں کھاؤں گا۔ شرلاک! اُن کی رہائش گاہ کتنی دُور ہے؟"

شرلاک نے جواب دیا: "یہاں سے سب منٹ کا راستہ ہے۔"

"تم کار لے جاؤ۔ سوچ کے ذریعہ مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہنا۔"

"نہیں میں ذرا خیال خوانی سے پرہیز کرنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے وہاں تک پہنچا دو۔ پھر دو گھنٹے بعد کسی ڈرائیور کو بھیج دینا۔"

شرلاک نے کہا: "میں نے مسٹر تن سنگ اور اُن کی صاحبزادی کے لیے وہاں ایک ایرکنڈیشنڈ کار کھڑی کر دی ہے۔ اُس کا ڈرائیور تمھیں یہاں واپس پہنچا دے گا۔ ابھی میرے ساتھ چلو۔"

تانیہ نے کہا: "ٹھیرئیے۔ مسٹر فرہاد! میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے گھڑی دیکھ کر کہا: "ہاں تھوڑا سا وقت ہے۔ بولو۔"

وہ بولی: "سب کے سامنے نہیں۔ یہ راز کی بات ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کیں۔ پھر چند سیکنڈ کے بعد آنکھیں کھول کر ہنستے ہوئے کہا: "اچھا۔ مجھے وہ راز کی بات معلوم ہو گئی ہے۔"

سب لوگ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ تانیہ حیرانی سے بولی: "ایسے مجھے پتہ ہی نہیں چلا اور آپ نے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ معلوم کر لیا کہ میں ٹیلی پیتھی سیکھنا چاہتی ہوں....."

کتنے کتنے اُس نے اپنی زبان دانتوں تلے داب لی۔ اُسے اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ وہ راز کی بات خود ہی اُگل رہی ہے۔

ممی نے کہا: "اچھا تم ٹیلی پیتھی سیکھنا چاہتی ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "یہ رومی سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے فرہاد بننا چاہتی ہے۔"

سب لوگوں نے اتنی زور کا قہقہہ لگایا کہ تانیہ زچ ہو کر وہاں سے بھاگ گئی۔ بے فی نے پوچھا: "بھائی! ہم بھی ساتھ چلیں؟"

رُومانہ نے کہا: "میں بھی بنکاک شہر دیکھنا چاہتی ہوں۔ تم تھائے کھانے کی پارٹی میں شریک نہیں ہوں گے۔ مجھیں وہاں چھوڑ کر ذرا تفریح کریں گے۔"

میں نے کہا: "ابھی بڑے بڑے ممالک سے مذاکرات جاری ہیں۔ میں اور رس ونتی اُن سے جو شرائط منوا رہے ہیں۔ وہ اُن کے لیے قابلِ قبول نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ تم میں سے کسی کو یرغمال بنانا چاہیں۔ لہٰذا تم سب کو فی الحال اسی کوٹھی میں محدود رہنا چاہیے۔"

بے فی نے پریشان ہو کر پوچھا: "بھائی! شرلاک ابھی آپ کو چھوڑ کر تنہا واپس آئیں گے۔"

میں نے بے فی کو تسلی دی: "جب تک شرلاک یہاں بخیریت واپس نہیں آئے گا۔ میں خیال خوانی کے ذریعہ نگرانی کرتا رہوں گا۔ یہاں تو تم لوگوں کی حفاظت کے لیے رُومانہ کافی ہے۔ خدانخواستہ یہاں کوئی گڑبڑ ہوئی تو مجھے اطلاع مل جائے گی۔"

پھر میں نے سامی کے بدن کو سہلاتے ہوئے کہا: "میں ایک ہندو برہمن کے گھر جا رہا ہوں۔ برہمن اپنے گھر کی دہلیز میں کسی جانور کو پلنے نہیں دیتے۔ آئندہ میں کہیں جاؤں گا تو تم میرے ساتھ رہو گی۔ اچھی بیبی رہو۔"

میں نے جھک کر اُسے پیار کیا۔ اُس نے میاؤں کہہ کر شاید الوداع کیا۔ میں شرلاک کے ساتھ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ جب ہماری کار کوٹھی کے احاطے سے باہر نکلی تو گونگے نے سامنے آ کر راستہ روک لیا۔ وہ اجنبی مہربان ابھی تک اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ پراسرار بن کر مجھے ایک احمق دوست بنا رہا ہے۔ میں نے کھڑکی کے شیشے کے نیچے سرکایا۔ گونگے نے ایک لفافہ بڑھا دیا۔

پروفیسر واسکوچ عرف اجنبی دوست نے لکھا تھا: "فرہاد صاحب! ایک ضروری اطلاع دے رہا ہوں۔ تھائی لینڈ کی حکومت کو بنکاک میں آپ کی موجودگی کا علم ہو گیا ہے۔ آپ کی رہائش گاہ کے آس پاس جتنی کوٹھیاں ہیں۔ وہاں تھائی لینڈ کے مامور جاسوس آپ کی نگرانی کے لیے مامور کیے گئے ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں میری نظر اُن سب پر ہے۔ میں نے آپ کے محفوظ راستے کی تنظیم میں دو لاکھ ڈالر پہنچا دیے ہیں۔ مزید خدمات سے آگاہ کریں۔ آپ کا بے لوث خادم....."

میں نے ڈیش بورڈ سے کاغذ قلم نکال کر لکھا: "اجنبی دوست! تم واقعی دوستی کا حق ادا کر رہے ہو۔ میں نے ایک لاکھ کی فرمائش کی تھی۔ تم نے دو لاکھ ڈالر پہنچا دیے۔ شکریہ۔ یہاں کے سرکاری جاسوسوں کے متعلق اطلاع دے کر تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم بے شک دشمن سے خیر خواہ ہو۔ جی چاہتا ہے کہ میں بھی تمھارے کسی کام آؤں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بلا تامل بتاؤ۔ فقط فرہاد۔"

میں نے وہ جوابی خط گونگے کو دیا۔ شرلاک نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا: "عجیب مخمصہ دوست ہے۔ اُس کی دوستی سمجھ میں نہیں آتی۔"

"رفتہ رفتہ سمجھ میں آ جائے گی۔"

میں نے شرلاک کو یہ نہیں بتایا کہ میں اُس اجنبی دوست کے دماغ تک پہنچ چکا ہوں۔ کسی کو اپنا ہمراز بنانا ضروری نہیں ہوتا۔ میں نے رومانہ کو مخاطب کیا: "سنو رُومانہ! اس کوٹھی کے آس پاس والی کوٹھیوں سے کچھ لوگ ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔ یہ بات بے فی اور ممی وغیرہ کو نہ بتانا۔ تم احتیاطاً میری واپسی تک جاگتی رہنا۔"

پھر میں نے شرلاک سے کہا: "گھر والوں کو یہ نہ بتانا کہ جاسوس ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔ عورتیں اور بچے خواہ مخواہ پریشان ہوں گے۔"

شرلاک نے وعدہ کیا کہ اس سلسلے میں اپنی زبان بند رکھے گا۔

میں نے رس ونتی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی: "میں تمھارے ہی پاس ہوں۔ دس بجنے ٹالے ہیں۔ ٹھیک وقت پر وہاں پہنچو گے۔ بتاجی تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا: "رس ونتی! اس وقت میں خیال خوانی سے ذرا پرہیز کرنا چاہتا ہوں۔ تمھیں یاد ہو گا۔ ہم نے بنکاک میں ہندوستانی سفیر کے دماغ کے ذریعہ تھائی لینڈ کے اعلیٰ حکام کی سوچیں پڑھیں اور ریکارڈ کی تھیں۔ تم وہ ٹیپ سُن کر دوبارہ اُن کے دماغوں کو ٹٹولنا شروع کرو۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ لوگ ہماری لاعلمی میں ہمارے اطراف کس طرح کا جال بچھا رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم آرام سے بتاجی کے پاس پہنچو۔ میں معلومات حاصل کر رہی ہوں۔"

مجھے اطمینان ہو گیا۔ میں سیٹ کی پشت پر ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھ گیا۔ بنکاک رات کو بھی جاگتا ہے۔ رنگ برنگی روشنیوں میں خوب صورت عمارتیں اور زیادہ خوب صورت لگتی ہیں۔ شرلاک مجھے بتا رہا تھا کہ ہم شہر کے کس حصے سے گزر رہے ہیں۔ ہمارے دائیں طرف سے دوڑتی ہوئی سمندر کے ساحل راستے پر آ گئی۔ اچانک ہمیں پتہ چلا کہ ہمارے پیچھے دو گاڑیاں سائے کی طرح لگی ہیں اور آگے دو گاڑیاں آہستہ آہستہ اپنی رفتار سُست کرتی ہوئی ہمیں اپنی گاڑی کو روکنے پر مجبور کر رہی ہیں۔

شرلاک نے کار کو روکتے ہوئے کہا: "یہ کیا مصیبت ہے؟"

میں نے آگے پیچھے دیکھتے ہوئے کہا: "یہ مصیبت چار گاڑیوں میں آئی ہے۔ خاموش بیٹھے رہو۔ دیکھتے ہیں کس کا جلوہ نظر آتا ہے۔"

چند لمحے بعد ہی انکل ڈیوڈ کا جلوہ نظر آیا۔ وہ جولیا کے ماموں تھا۔ اُس کے ماموں اور اُس کے باپ مسٹر جان نے کرائے کے قاتل کے ذریعہ نہ تانیہ اور ماسٹر ڈومی کو ٹرین میں ہلاک کرانے کی کوشش کی پھر اطمینان سے شرلاک کے کزن مائیک کو ہلاک کرا دیا تھا۔ اب یہ ہی انکل ڈیوڈ شرلاک کو گھیر چکا تھا۔

ڈیوڈ اگلی کار کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ پھر اطمینان سے چلتا ہوا ہماری کار تک پہنچ گیا۔ اُس وقت تک میں اُس کی سوچ کے ذریعہ معلوم کر چکا تھا کہ جولیا اور اُس کا باپ بھی کار میں موجود ہے۔ اُن کے علاوہ چاروں گاڑیوں میں کرائے کے مسلح ریوالور لیے بیٹھے ہیں۔ ڈیوڈ کو یقین تھا کہ شرلاک اس محاصرے سے نکل نہیں سکے گا۔

وہ بڑی رعونت سے بولا: "شرلاک! اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنی گاڑی چھوڑ کر چپ چاپ میری گاڑی میں آ کر بیٹھ جاؤ اور یہ دوسرا شخص کون ہے؟"

شرلاک نے کہا: "یہ میرا ایک دوست ہے۔"

"اچھا۔ شاید یہ تمھاری سوتیلی ماں اور بھائی بہنوں کا ساتھی ہے۔ یہ بھی ہمارے ساتھ چلے گا۔"

شرلاک نے پوچھا: "آخر بات کیا ہے؟"

"انجان نہ بنو۔ تم نے اپنی سوتیلی ماں اور بچوں کو پناہ دی ہے۔ کہلے جاؤ کے ذریعہ تم نے جولیا کو مجبور کیا کہ وہ تھائے تحقوق سے دست بردار ہو جائے۔ اب ہم معلوم کریں گے کہ وہ کالا جادو گر کون ہے؟"

میں نے کہا: "میں ہوں وہ جادوگر۔ اور میں اب بھی جادو کے ذریعہ بتا سکتا ہوں کہ ان چار گاڑیوں میں کرائے کے قاتل ریوالور لیے بیٹھے ہیں۔ ہم بھاگنا چاہیں گے تو ہمیں گولی مار دی جائے گی اور جس کار سے تم نکل کر آئے ہو۔ اُس میں جولیا اپنے باپ کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے۔"

وہ حیرانی سے سُن رہا تھا۔ میں نے کار کی اندرونی لائٹ آن کر دی۔ روشنی میں میری صورت دیکھتے ہی اُس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ اُس کی سوچ نے حیرت سے کہا: "فرہاد؟ اور یہاں؟ شرلاک کے ساتھ؟ نہیں آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔"

میں نے کہا: "شیطان کے بچے! ابھی تمھیں یقین آ جائے گا۔ میں چاہتا تھا کہ تم لوگوں کو عبرت ناک سبق سکھا کر زندہ رہنے دوں مگر تمھاری زندگی میری بہن کا سہاگ اُجاڑنے کی۔"

وہ فوراً ہی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالنا چاہتا تھا مگر میں اُس کے دماغ پر تابض ہو گیا۔ اُس نے ریوالور نکال کر شرلاک کے حوالے کر دیا۔ پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا پچھلی گاڑیوں کی طرف گیا۔ ایک شخص کو مخاطب کرتے ہوئے بولا: "شرلاک سے صلح ہو گئی ہے۔ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ وہ جو میں نے پیشگی رقم دی تھی اُسے میں واپس نہیں لوں گا۔ اب جاؤ۔"

کرائے کے قاتلوں کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ وہ دونوں گاڑیاں واپس چلی گئیں۔ پھر انکل ڈیوڈ اگلی گاڑیوں کی طرف گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سے بھی ایک گاڑی رخصت ہو گئی۔ آخری گاڑی میں جولیا اپنے باپ کے ساتھ بیٹھی تھی۔ وہ دونوں باہر آ گئے۔ جولیا نے ڈیوڈ سے پوچھا: "انکل! کیا بات ہے۔ آپ نے ان سب کو رخصت کیوں کر دیا؟"

ڈیوڈ نے کہا: "میرے ساتھ ذرا پیدل چلو۔ میں بتاتا ہوں۔"

وہ تینوں سمندر کی طرف چلنے لگے۔ ڈیوڈ نے کہا: "ہم شرلاک کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اُس کے ساتھ فرہاد ولی تیمور بیٹھا ہوا ہے۔"

وہ دونوں باپ بیٹی ٹھٹک گئے۔ مسٹر جان نے بے یقینی سے کہا: "فرہاد؟ نہیں وہ یہاں کیسے ہو سکتا ہے؟"

ڈیوڈ نے کہا: "چلتے رہو۔ ابھی یقین آ جائے گا۔ جولیا! وہاں کوٹھی میں جو کچھ ہوتا رہا۔ ہم اُسے کالا جادو سمجھتے رہے مگر وہ فرہاد

کی نیلی چیونٹی کا کارنامہ تھا۔"

جولیا نے کہا۔ "میں اُس سے ملوں گی۔ اُسے ہر قیمت پر اپنا دوست بناؤں گی۔"

"بنالینا۔ پہلے اُس کی نیلی چیونٹی کا تماشا دیکھ لو۔"

سمندر کی لہریں اب اُن کے قدموں کو چھو رہی تھیں۔ ڈیوڈ نے کہا۔ "ہم بہت روز ایک ساتھ حرامی زندگی گزار لیے ہے۔ اب میں حرام موت مرنے جا رہا ہوں۔ دیکھو میں کس طرح دوڑ لگاتا ہوں۔"

وہ دوڑتے ہوئے سمندر کی تہ بہ تہ گہرائی کی طرف جانے لگا۔ جولیا اور اُس کا باپ چیخ چیخ کر اُسے بلانے لگے مگر وہ موت کے بلاوے کی طرف دوڑتا رہا۔ آتی ہوئی لہروں نے اُسے روکنا چاہا جاتی ہوئی لہروں نے اُسے سمندر کی طرف اُچھال دیا۔ وہ ڈوب رہا تھا۔ اُس کا دم گھٹ رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے دُنیا تاریک ہوچکی تھی۔ میں اُس کے دماغ سے نکل گیا۔ کیونکہ دماغ بھی تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔

اب میں جولیا کے باپ مسٹر جان کے دماغ میں تھا۔ دونوں باپ بیٹی واویلا کر رہے تھے۔ وہاں کچھ لوگ جمع ہوگئے۔ میں نے مسٹر جان کے دماغ کو اپنے قبضہ میں لیا تو وہ کہنے لگا۔ "بیٹی! ہم بہت ذلیل اور کمینے ہیں۔ ہم نے کتنے ہی بے گناہوں کو جان سے مار ڈالنا چاہا مگر تم ہمیں جوتے مارتی رہی۔"

جولیا حیرانی سے بولی۔ "ڈیڈی! یہ آپ اتنے لوگوں کے سامنے کیسی بے تکی باتیں کر رہے ہیں؟"

"نہیں بیٹی! انسان زندگی کے آخری لمحوں میں بے تکی نہیں سچی باتیں کرتا ہے۔ تم بھی اعتراف کرو کہ تمھارے ہی لیے قتل کے منصوبے بنائے گئے اور ان منصوبوں میں تم برابر کی شریک ہو۔"

جولیا گھبرا کر لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ جان نے جھک کر بیٹی کے کان میں آہستگی سے کہا۔ "فرہاد علی تیمور کا حکم ہے کہ ڈیوڈ کے بعد میں خود کشی کروں۔ میں جا رہا ہوں۔ تم اپنی باری کا انتظار کرو۔"

یہ کہتے ہی وہ سمندر کی طرف بھاگنے لگا۔ جولیا نے چیخ کر کہا۔ "پکڑو میرے ڈیڈی کو پکڑو۔ یہ پاگل ہوگئے ہیں۔"

لوگ اُسے پکڑنے کے لیے دوڑے مگر جان بہت آگے نکل چکا تھا۔ آگے موت کی بستی کی طرف جا چکا تھا۔ جولیا ایک دم سے چھاتی پیٹ کر اپنے بال نوچنے لگی۔ ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔ اُس نے اپنے ماں اور باپ کو اپنی آنکھوں کے سامنے ڈوبتے دیکھا تھا۔ موت کے انکار سے اُس کے دماغ میں زلزلے کے جھٹکے پیدا کر رہے تھے۔ وہ ذہنی توازن کھو بیٹھی تھی۔ اپنے کپڑے پھاڑتی ہوئی چیختی ہوئی ساحلی سڑک کی جانب بھاگتی آ رہی تھی۔ کچھ لوگ اُس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔

شرلاک نے دور سے اسے دیکھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔ "اے یہ جولیا کو کیا ہوگیا؟ فرہاد! وہ دیکھو اُس کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ بال بکھرے ہوئے ہیں۔ وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہی ہے۔"

میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "جولیا کے دو مضبوط بازو ڈیوڈ اور جان اُس کی آنکھوں کے سامنے سمندر میں ڈوب گئے ہیں۔ موت کے سمندر میں....."

شرلاک کانپ گیا۔ سہمے ہوئے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے ایک سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ "گاڑی آگے بڑھاؤ۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

اُس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اُس کے ہاتھ اسٹیئرنگ پر کانپ رہے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "تم مجھے فرہاد سے ڈر لگ رہا ہے۔ مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔ یہ تو میرا دوست ہے۔ میری ہونے کو بہن کہتا ہے۔ مجھے نہیں ڈرنا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "شرلاک! کیا تمھارا دماغ خراب ہو رہا ہے؟ میرے دوست! تم اور بے فی مجھے جان سے زیادہ عزیز ہو۔"

وہ جھینپ کر جبراً ہنستے ہوئے بولا۔ "ہاں ٹھیک ہے ٹھیک ہے مگر یہ تہ نہیں کیوں تم سے خوف محسوس ہو رہا ہے۔"

"اس لیے کہ تمھارا تعلق بدھ مذہب سے ہے۔ تمھارے مذہب میں ایک چیونٹی کو مارنا بھی پاپ (گناہ) ہے۔ ہمارے مذہب میں بھی چیونٹی کو اس وقت تک نہیں مارتے جب تک وہ کاٹتی نہیں لیکن سانپ کو ڈسنے سے پہلے مار دیتے ہیں۔ یہ دانشمندی ہے۔ تم مجھے درندہ سمجھ رہے ہو مگر یہ سوچو کہ میں نے دشمنوں کو کتنی ڈھیل دی۔ انھوں نے ٹرین میں ممی پر قاتلانہ حملہ کیا۔ تمھارے کزن مائیک کو بھی قتل کرنا چاہا۔ اور آج وہ تمھیں مار ڈالنا چاہتے تھے۔ آج میں نے سمجھ لیا کہ ان سانپوں کو کچلا نہ گیا تو یہ میری بہن کے سہاگ کو ڈس لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم نے ٹھیک ہی کیا۔"

"تم دل سے نہیں کہہ رہے ہو۔ تم دشمنوں کو معاف کر دینے کے عادی ہو۔ تمھیں اپنے رشتے داروں کے مرنے کا دُکھ ہے۔ یہ تمھاری بدقسمتی ہے شرلاک کہ میں بے فی کا بھائی بن گیا۔ یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا کہ جو میری بہن کو نقصان پہنچانا چاہے گا۔ وہ زندہ نہیں بچے گا خواہ وہ تمھارا کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو۔"

وہ بولا۔ "بے فی مجھے سارے رشتے داروں سے زیادہ عزیز ہے۔ انکل جان اور ڈیوڈ جو رشتے دار تھے۔ اس لیے اُن کی موت کا دُکھ ایک فطری امر ہے۔ مجھے یہ سوچ کر تسکین ہو جائے گی کہ بُروں کا انجام بُرا ہوتا ہے۔"

کار اُس کوٹھی کے سامنے رُک گئی۔ جہاں تن سنگ اور دسنتی کا قیام تھا۔ میں نے کار سے اُترتے ہوئے کہا۔ "پُرسکون رہنے کی کوشش کرنا جب تک تم بے فی کے پاس نہیں پہنچو گے۔ میں تمھارے دماغ میں موجود رہوں گا۔ اب جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ میں مسلسل اُس کے دماغ میں نہیں رہ سکتا تھا لیکن خراک سے ایسا اس لیے کہا کہ وہ میری موجودگی کے احساس سے منفی سوچ کو دماغ میں جگہ نہ دے۔ کوٹھی کے احاطے والے گیٹ پر دربان تھا۔ میں نے تن سنگ سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ پہلے تو اُس بوڑھے نے سانس روک لی۔ پھر پوچھا۔ "کون بیٹی رس ونتی ہو؟"

میں نے کہا۔ "آپ کا بیٹا فرہاد ہوں۔ بیس منٹ لیٹ ہوگیا۔ آپ دربان سے کہہ دیں کہ مجھے اندر آنے کی اجازت دے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "ہم تمھارا ہی انتظار کر رہے ہیں۔ میں تمھارے سواگت (استقبال) کے لیے دسنتی کو بھیج رہا ہوں۔"

میں نے دسنتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ آ رہی تھی۔ کمرے سے نکل کر کوٹھی کے برآمدے سے گزر رہی تھی۔ پھر باغیچے کی روش پر چلتی آ رہی تھی۔ اُس کے بعد گیٹ کے دوسری طرف سے اُس کی رس بھری آواز آئی۔ "دربان! دروازہ کھولو۔ ہمارے مہمان آئے ہیں۔"

آہنی دروازے کے کھلنے کی آواز آئی۔ پھر اُس کے ہونٹوں پٹ کھلنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی اُن کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ میرے سامنے رس ونتی کھڑی ہوئی تھی۔

رس ونتی میرے سامنے؟ یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں پلکیں جھپکنا بھول گیا تھا۔

مگر رس ونتی تو بالکا کے شہر رنگون میں تھی۔

تب مجھے یاد آیا کہ رس ونتی اور دسنتی ہم شکل بہنیں ہیں۔ دونوں پانچ منٹ کے وقفے سے پیدا ہوئی تھیں۔ رس ونتی اپنی بہن دسنتی سے پانچ منٹ بڑی تھی۔ میں نے رس ونتی کو پہلی بار دیکھا تھا۔ اب دسنتی کو دیکھ کر کہہ سکتا تھا کہ دونوں کی صورت اور قد و قامت میں ذرا سا بھی فرق نہ تھا۔ دسنتی سیاہ بارڈر والی نارنجی رنگ کی ساڑھی پہنے ہوئے تھی۔ ساڑھی پہننے کے انداز میں ایسی دلکشی تھی کہ نظریں دلکشی پر جم کر رہ جانا چاہتی تھیں۔ سیاہ بلاؤز میں بدن کی گوری رنگت چاندنی کی طرح چمک رہی تھی۔ کاجل کے بیچ آنکھوں کے کنول کھلے ہوئے تھے۔ وہ ایک ٹک مجھے دیکھ رہی تھی۔

جیسے کے اُجلے رنگ میں گلابیت تھی۔ ساڑھی کے نارنجی رنگ کا عکس چہرے پر اور غضب ڈھا رہا تھا۔ سیاہ بالوں کا جوڑا باندھنے کا انداز بھی خوب تھا۔ جوڑے کے اطراف پھولوں کی وینی خوشبو اُڑا رہی تھی ساتھ کے بیچ سنہری بندیا چمک رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "تم دسنتی ہو؟"

وہ کہیں کھو گئی تھی۔ ایک دم سے چونک کر ذرا جھجک گئی۔ پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر سر کو جھکا کر کہا۔ "نمستے۔ آئیے۔ پدھاریے (تشریف لائیے)"

میں آگے بڑھا۔ وہ میرے ساتھ چلتی ہوئی بولی۔ "دیدی (رس ونتی) آپ کی بڑی تعریفیں کرتی ہیں۔"

مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے رس ونتی میرے ساتھ چل رہی ہے اور میں اُس کی رس بھری آواز سن رہا ہوں۔ دونوں بہنوں کی چال بھی ایک جیسی تھی۔ چلتے وقت شاخِ گل کی طرح لہرا رہی تھیں۔ اس لچک میں کوئی بناوٹ نہ تھی۔ قدرت کا عطیہ تھا۔ میں نے کہا۔ "تمھاری دیدی بس یونہی تعریفیں کرتی تھیں۔ تم خود دیکھ رہی ہو میں عام آدمی جیسا ہوں۔"

"جانے بھی دیں۔ میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ آپ سب سے الگ ہیں۔ میں آپ کی تعریفیں سن کر سوچتی تھی کہ آپ ایسے ہوں گے۔ آپ ویسے ہوں گے مگر آپ تو ایسے ویسے سے بھی کچھ ویسے نکلے۔ یعنی بہت سندر (خوبرو) ہیں آپ کو دیکھتی ہی رہ گئی۔ اب میں کیا کہوں۔ جانے بھی دیں۔"

اُس کا تکیہ کلام تھا۔ "جانے بھی دیں۔"

ہم کوٹھی کے برآمدے سے گزر کے کمرے میں پہنچے۔ تن سنگ مجھے دیکھتے ہی شفقت سے مسکرایا۔ میں نے ایک ہندو کے انداز میں دونوں ہاتھ جوڑے اور ایک مسلمان کے انداز میں "آداب" کہا۔ اُس نے میرے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "خوش رہو۔ جگ جگ جیو۔ تمھیں لمبی عمر ملے۔ آؤ بیٹھو بیٹھو۔"

دسنتی نے کہا۔ "جانے بھی دیں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے اور آپ انھیں بٹھا رہے ہیں۔"

تن سنگ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میری بیٹی آٹھ بجے کھاتی ہے اور دس بجے تک سو جاتی ہے۔ آج تمھارے کارن ساڑھے دس بجے تک بھوکی بیٹھی ہے۔"

"پتاجی! بیٹھی کہاں ہوں کھڑی ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مجھ سے پہلی ملاقات کی پہلی منزل رہی ہے۔ چلو پہلے کھائیں گے۔ باتیں تو ہوتی ہی رہتی ہیں۔"

وہ سکراتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئی۔ تن سنگ نے ڈائننگ روم کی جانب میری راہنمائی کرتے ہوئے پوچھا۔ "بڑی دیر سے رس ونتی نے بات نہیں کی۔ کہاں رہ گئی ہے وہ؟"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے رس ونتی سے ٹیلی پیتھک انداز میں پوچھا۔ "کہاں رہ گئی ہو؟"

وہ ٹیپ ریکارڈر کے سامنے بیٹھی کچھ نئی آوازیں اور لہجے ریکارڈ کر رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ "پتاجی سے کہہ دو میں ذرا دیر بعد باتیں کروں گی۔"

میں نے تن سنگ سے کہہ دیا۔ ہم کھانے کی میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا۔ "میں بھی آپ کو پتاجی کہوں؟"

"ہاں بیٹے! مجھے خوشی ہوگی۔"

میں نے کہا۔ "پتاجی! اس عمر میں آپ کی صحت قابلِ رشک ہے۔"

وہ مسکرا کر بولے۔ "یہ یوگا میں مہارت حاصل کرنے کا انعام ہے۔ اپنی جوانی میں میں نے اپنے شاگردوں کے سامنے کئی بار گھنٹوں

سانس روکنے کا مظاہرہ کیا۔ اب بڑھاپے میں بمشکل آدھے منٹ سانس روک سکتا ہوں۔"

"اتنی دیر سانس روکنے کے دوران کیسا لگتا ہے؟"

انھوں نے کہا "سانس روکنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ سانس اندر کھینچ کر روک لی جائے۔ اس کے بعد نہ تو دوسری سانس لی جائے اور نہ اندر سے سانس کے ذخیروں کو چھوڑا جائے۔ یہ آسان طریقہ ہے۔" رس دنتی ایسا ہی کرتی ہے۔ دوسرا طریقہ بہت مشکل ہے۔ مکمل سانس باہر چھوڑ کر پھیپھڑوں کو سانسوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ ایک ذرا سی ہوا بھی جسم کے اندر داخل نہیں ہوتی۔ بس یوں لگتا ہے کہ روح اپنے جسم سے پرواز کر گئی ہے۔"

مجھے اچانک سامی یاد آ گئی۔ میں نے کہا "رس دنتی نے مجھے بتایا ہے کہ آپ سانس روکنے کے بعد اس کائنات میں کسی بھٹکتی ہوئی روح کو دیکھ سکتے ہیں۔"

"ہاں۔ ایک بار میں نے نور کا ہالہ دیکھا تھا۔ میرے گرو نے بتایا کہ وہ کسی کی آتما (روح) ہے۔"

"سنا ہے آپ جیسے یوگا کے ماہر روح کی ہزار آنکھوں سے اس کائنات کو دیکھتے ہیں۔ کیا اس وقت ہم انسانوں کو بھی دیکھتے ہیں؟"

"ہاں جب کائنات کا ذرہ ذرہ دیکھتے ہیں تو انسانوں کو بھی دیکھتے ہیں۔"

"کیا انسان کے اندر دیکھ سکتے ہیں؟ یہ مطلب ہے انسان کے باطن کو، ضمیر کو، یا روح کو دیکھنا ممکن ہے؟"

"ممکن ہے۔ جس طرح تم شیلی ہپناٹی کے ذریعہ انسانی دماغ کو پڑھ لیتے ہو، اسی طرح میں کسی کے باطن میں جھانک کر دیکھ لیا کرتا ہوں۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "میرے پاس ایک بلی ہے۔ جانور اشاروں کی زبان سمجھتے ہیں مگر وہ اردو اور انگریزی زبان سمجھ لیتی ہے۔ جو زبان سے کہتا ہوں اسی کے مطابق عمل کرتی ہے۔"

"تعجب ہے۔" پتاجی نے دلچسپی سے پوچھا "اس کی کوئی غیر معمولی حرکت بتاؤ؟"

"ایک بار میں لباس بدل رہا تھا۔ وہ منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ ایک بار میں نے کہا کہ وہ بچوں کے ساتھ ہے۔ ان کا دل بہلائے بعد میں میرے پاس آ جائے۔ وہ تھوڑی دیر بعد روشن دان کے راستے سے میرے کمرے میں آ گئی۔ جب میں خیال خوانی میں مصروف رہتا ہوں تو وہ میاؤں کی آواز تک پیدا نہیں کرتی۔ خاموش بیٹھی رہتی ہے۔"

پتاجی سنجیدگی سے سن رہے تھے۔ اتنے میں وسنتی کھانوں کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی آئی۔ آتے ہی بولی "کھانے میں پانچ منٹ لگتے ہیں۔ پکانے میں پانچ گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ کھانے والوں کو پکانے والی کی محنت اور لگن کا اندازہ اس سے ہوتا ہے، جب کھانا مزیدار ہو۔ جانے بھی دیں فرہاد جی! آپ ہی بچھ کر بتائیں کہیں میری محنت اکارت تو نہیں گئی؟"

بندوستانی کھانا تھا۔ پہلے اس نے پیتل کی تھالی رکھی۔ پھر اس تھالی پر کھانے کی چیزیں پروسنے لگی۔ وہ لوگ خالص برہمن تھے گوشت نہیں کھاتے تھے۔ مختلف سبزیوں کی بھاجی تھی۔ سرسوں کا ساگ۔ بھات اور گرما گرم پوریاں۔ آم کا اچار اور گڑ مرے پاپڑ تھے۔ پتاجی نے کھانے سے پہلے ہاتھ جوڑ کر آنکھیں بند کیں۔ زیر لب کچھ پڑھا۔ پھر مجھ سے کہا "شروع کر دیجئے!"

میں نے بسم اللہ کہہ کر ایک لقمہ منہ میں رکھا۔ واہ مزہ آ گیا۔ ایک نوالہ ایک عرصہ بعد مشرقی یکجان منہ کو لگا تھا۔ پھر وسنتی کے ہاتھوں میں غضب کی پکوانی صلاحیتیں تھیں۔ میں نے کہا "وسنتی! بہت خوب۔ ایسا لذیذ کھانا میں پہلی بار کھا رہا ہوں۔"

وہ خوشی سے کھل گئی "جانے بھی دیں۔ آپ نگر نگر کی سیر کرتے ہیں۔ نگر نگر کے کھانے کھاتے ہیں۔ بس یونہی میرا دل رکھنے کے لیے تعریف کر رہے ہیں۔"

"تم تعریف کی مستحق ہو۔ دیکھ لینا ابھی کیسے پیٹ بھر کر کھاؤں گا۔"

وہ جاتے ہوئے بولی "بس تو پھر کھانے رہنا۔ میں گرم گرم پوریاں چھان کر (تل کر) لا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ پتاجی نے ہنستے ہوئے کہا "تم سے ملنے کے لیے بہت بے چین تھی۔ تمھارے دوست شرلاک نے ہندو باورچی کو یہاں رکھا ہے۔ مگر وسنتی نے کہا۔ میں فرہاد جی کو اپنے ہاتھوں کا کھانا کھلاؤں گی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے موضوع بدل کر پوچھا "اس بلی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

"ہمم۔" وہ لقمہ چباتے ہوئے سوچنے لگے۔ پھر کہا "ہم آواگون کے نظریے کو مانتے ہیں کہ آدمی مرنے کے بعد آدمی یا جانور کے روپ میں دوبارہ جنم لیتا ہے۔ اس بلی کی حرکتیں مجھے یہی سوچنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ اسے میرے پاس لاؤ۔ میں دیکھوں گا۔"

میں نے سامی کا ذکر کیا۔ کالے جادو کا عمل کرنے والی چھپکلی کا بھی ذکر کیا۔ یہ بتایا کہ سامی اکثر بلی کے روپ میں رہ کر اپنا پہلا جنمی جسم حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔

پتاجی نے کہا "مسلمان علماء ہندو پنڈت یا کسی بھی مذہب کے دانشور لوگ کالے جادو کو پاپ سمجھتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم ایمان کی قوت سے کالے جادو کو ناکام بنا سکتے ہیں۔ اگر اس بلی پر کالے جادو کا اثر ہے تو بھگوان مجھے شکتی دیں۔ میں سامی کی آتما کو بلی کے شریر (جسم) سے آزاد کرا دوں گا۔"

میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے سوچا اگر وہ میری سامی ہو گی تو اب کالے جادو کے اثر سے نجات پا لے گی۔ اگر محض کسی کی تربیت یافتہ بلی ہو گی تو پھر میرے لیے محض ایک وفادار بلی ہی ہو گی۔ اس طرح ذہن سے ایک بوجھ اتر جائے گا۔

وسنتی پھر گرم گرم پوریاں لے کر آ گئی۔ میں نے کہا "یہ کافی ہیں۔ اب تم بھی کھانے میں ساتھ دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "سوری۔ میں بھوکی نہیں رہ سکتی تھی اس لیے پکانے کے دوران کھاتی رہی۔ میرا پیٹ بھر گیا ہے۔"

پتاجی نے کہا "یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ تمھیں فرہاد کے ساتھ کھانا چاہیے تھا۔"

"پتاجی! میں نے جھوک کی حالت میں سوچا کہ پہلے کھانے کی غلطی کر لوں۔ پھر معافی مانگ لوں گی۔ فرہاد جی! جانے بھی دیں۔ معاف کر دیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تم سے ایک رشوت لینا ہے۔ اس لیے معاف کرتا ہوں۔"

"کیسی رشوت؟" وہ مسکراتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

اس کی آنکھوں میں بڑی چمک تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے تن من سے دیکھ رہی ہو۔

میں نے کہا "مجھے تمھارے یہ دو ہاتھ بہت پسند آئے ہیں۔ اس لیے تم جب تک یہاں رہو گی۔ میں ایک وقت کا کھانا یہاں آ کر کھایا کروں گا۔"

اس نے خوشی سے تالی بجانے کے انداز میں دونوں ہاتھ ملائے جھوم کر بولی "میری محنت سپھل ہوئی۔ میں تو روز نئے نئے کھانے کھلاؤں گی۔ پتہ نہیں یہاں کون کون سی ہندوستانی سبزیاں ملتی ہیں۔ آپ کریلا کھاتے ہیں؟ بہت کڑوا ہوتا ہے۔ جانے بھی دیں کل میں کچھ اور پکاؤں گی۔..."

پتاجی نے کہا "فرہاد! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارا ٹھکانہ کہاں ہو گا؟ ہم کب تک یہاں رہیں گے؟"

میں نے کہا "میں اور رس دنتی کوشش کر رہے ہیں کہ ہمارا ایک الگ مخصوص علاقہ ہو۔ وہاں ہم سب ساتھ رہیں گے۔"

"جانے بھی دیں۔ بڑا مزہ آئے گا۔ میں تو دل سے چاہتی ہوں کہ آپ ساتھ رہیں۔"

"بیٹی! ذرا کم بولا کرو۔ مجھے بھی باتیں کرنے دو۔"

یہ کہتے ہی پتاجی چپ ہو گئے۔ کچھ سننے لگے۔ میں نے ان کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ رس دنتی بول رہی تھی۔ پھر وہ اپنے بارے کے دماغ میں میری سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی بولی "فرہاد! مجھے دیر ہو گئی۔ ایک تو مجھے بھی بھوک لگ رہی تھی۔ دوسرے مریم سے انگریزی بولتی رہی۔ اب مجھے چھٹی ملی ہے۔ بہرحال اب کام کی باتیں سنو۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ وسنتی بول پڑی تھی "پتاجی، فرہاد جی! آپ دونوں ایک دم سے چپ ہو گئے، دیدی آ گئی ہیں۔"

پتاجی نے کہا "ہاں۔ تم برتن اٹھا کر لے جاؤ۔ ہمیں باتیں کرنے دو۔ پھر دیدی تم سے بھی باتیں کرے گی۔"

وہ میز پر سے برتن اٹھانے لگی۔ رس دنتی نے کہا "میں بیکاک میں ہندوستانی سفیر کے پاس گئی تھی۔ وہ اپنی رہائش گاہ سے باہر نہیں نکلتا ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا کہ وہ تھائی لینڈ کے حکام سے کسی طرح رابطہ قائم کر کے باتیں کرے۔ اس نے جواب دیا کہ بھارت کی سرکار نے سختی سے حکم دیا ہے کہ رس دنتی اور فرہاد سے جب تک مذاکرات نتیجہ خیز نہ ہوں، سفیر کو کسی سے رابطہ قائم نہیں کرنا چاہیے۔"

میں نے کہا "ہاں۔ وہ سب محتاط ہیں کہ ہم ایک کے ذریعہ دوسرے کے دماغ تک پہنچ جائیں مگر ہم تو پہلے ہی اس سفیر کی لاعلمی میں تھائی لینڈ کے حکام کے دماغوں تک پہنچ گئے تھے۔ تمھارے پاس ٹیپ میں ان کا ریکارڈ موجود ہے۔"

وہ بولی "مجھے معلوم ہے مگر وہ لوگ ایسی روانی سے انگریزی بولتے ہیں کہ میں ان کے لہجوں کی نقل نہیں کر سکتی اور تم خیال خوانی سے کترا رہے تھے۔ اس لیے میں نے سفیر کو مجبور کیا تاکہ وہ انگریزی بولنے والوں سے باتیں کرے اور میں اس کے لاشعور میں ان باتوں کا ہندی ترجمہ سن سکوں۔"

"اچھا تو تم نے ان کی باتیں سنیں؟"

"ہاں۔ سفیر وہاں کے ایک حاکم سے براہِ راست ملاقات کرنے گیا۔ وہاں جو باتیں ہوئیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کوٹھی میں تم بے فی وغیرہ کے ساتھ ہو اس کے آس پاس کوٹھیوں میں بنکاک کے نامور جاسوس موجود ہیں۔ انھوں نے اپنے افسران کو اطلاع دی ہے کہ تم شرلاک کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ کر اس کوٹھی سے نکلے۔ راستے میں چار گاڑیوں نے تمھاری کار کو گھیر لیا تھا۔ کیا دُرست ہے؟"

میں نے کہا "ہاں، وہ شرلاک کے دشمن تھے۔ میں نے ایک دشمن کو ٹریپ کیا۔ اس کے ذریعہ تین گاڑیوں کو واپس بھیج دیا۔ دو دشمنوں نے سمندر میں خودکشی کی۔ تیسری دشمن ایک نوجوان لڑکی جولیا ہے۔ وہ وقتی طور پر ذہنی توازن کھو بیٹھی ہے۔"

رس دنتی نے کہا "جاسوسوں نے ٹھیک یہی رپورٹ اپنے افسران تک پہنچائی ہے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ تم جنوبی ساحلی علاقہ کی ایک کوٹھی میں گئے ہو اور شرلاک اپنی کار میں واپس چلا گیا ہے۔ میں سمجھ گئی کہ پتاجی اور وسنتی اسی کوٹھی میں ہیں۔"

"ہاں۔ ہم ابھی اسی کوٹھی میں ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ یہاں کے حکام کے عزائم کیا ہیں؟"

"وہ بنکاک میں بھی نہیں چھوڑیں گے۔ ایک بڑے ملک سے احکامات صادر ہوئے ہیں کہ تن سنگ وسنتی، فرہاد اور فرہاد کے دوسرے ساتھیوں کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ دیا جائے۔ دُور سے نگرانی ہوتی رہے اور یہ معلوم کیا جائے کہ رس ونتی کہاں رُوپوش ہے۔"

"ہُوں۔" میں نے کہا۔ "اب تمام بڑے ممالک کے جاسوس تمھاری تلاش میں ہوں گے۔ وہ چاہیں گے کہ آیندہ مذاکرات شروع ہونے سے پہلے تم بھی ہماری طرح اُن کی نظروں میں آجاؤ۔"

پتاجی نے کہا۔ "بیٹی! تمھیں بہت ہوشیاری سے رہنا چاہیے وہاں زنگوں میں بھی جاسوس تمھیں ڈھونڈ رہے ہوں گے۔"

رس ونتی نے کہا۔ "آپ اطمینان رکھیں، یہاں مجھے کوئی پہچان نہیں سکے گا۔ میں یہاں ایک گونگی عیسائی لڑکی ہوں۔ مریم کبھی اپنے ساتھ مکان سے باہر لے جاتی ہے تو میک اپ کے ذریعے میرے چہرے کو کسی حد تک تبدیل کر دیتی ہے۔ فی الحال میں گھر سے باہر قدم نہیں نکالوں گی۔"

میں نے کہا۔ "رس ونتی! تمام دشمن صرف تمھاری رُوپوشی سے سہمے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ مجھ پر کسی وقت بھی چھُپ کر حملہ کر سکتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ میں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کروں، وہ مجھے اچانک موت کی نیند سُلا سکتے ہیں مگر وہ سمجھتے ہیں کہ اِدھر وہ مجھے ہلاک کریں گے اُدھر تم اُنھیں ناقابلِ برداشت نقصانات پہنچاتی رہو گی۔"

"فرہاد! بھگوان نہ کرے کہ وہ تمھیں ہلاک کریں یا تمھیں یرغمال بنا کر مجھے مجبور کریں۔ تمھاری سلامتی کے لیے مجھے اُن کے سامنے آنا پڑے گا۔"

"رس ونتی! کبھی دشمنوں کے سامنے آنے کی غلطی نہ کرنا۔ وہ مجھے حراست میں رکھ سکتے ہیں۔ اذیتیں پہنچا سکتے ہیں لیکن مجھے قتل کرنے کی حماقت نہیں کر سکتے۔ دشمنوں کی بڑی بڑی سیاسی، فوجی اور اقتصادی کمزوریاں ہمارے علم میں ہیں۔ تم ٹیپ سُن کر اُن شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کو اپنی انگلیوں پر نچا سکتی ہو۔"

وہ بولی۔ "ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا مگر فرہاد! ایسا وقت کیوں آئے؟ کیا تم میری طرح رُوپوش رہنے کی کوشش نہیں کر سکتے؟"

"ہاں۔ جب تک مذاکرات کا سلسلہ جاری رہے گا۔ مجھے رُوپوش ہی رہنا چاہیے تم میری معروفیات دیکھ رہی ہو۔ مجھے خود کو چھپانے کا موقع نہیں ملا۔ اب میں کوئی تدبیر سوچتا ہوں۔"

وسنتی کی آواز سُنائی دی۔ وہ چائے کی ٹرے اُٹھائے آرہی تھی اور رس ونتی کو مخاطب کر رہی تھی۔ "دیدی! اگر تم موجود ہو تو ٹیلی پیتھی کو چائے بھی دو۔ میں فرہاد کو سبز پتی کی چائے پلا رہی ہوں۔"

رس ونتی نے مجھ سے کہا۔ "یہ باتونی لڑکی ہمیں باتیں کرنے نہیں دے گی۔ اُس کی زبان بند رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میں اُس کے دماغ میں بیٹھ کر تم سے باتیں کروں۔"

دُوسرے ہی لمحے وسنتی ہنسنے لگی۔ اُس کی زبان سے رس ونتی بول رہی تھی۔ "پتاجی! میں رس ونتی بول رہی ہوں۔ یہ وسنتی اب چُپ رہے گی۔"

پتاجی ہنستے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔ "بیٹی! تم جانتی ہو۔ میں کھانے کے بعد چائے نہیں پیتا۔ ذرا چہل قدمی کرتا ہوں۔ میں ابھی باغیچے میں ٹہل کر آجاؤں گا۔ تم لوگ باتیں کرو۔"

وہ چلے گئے۔ اب میرے سامنے وسنتی کا وجود تھا لیکن میں رس ونتی کے سامنے تھا۔ اُس نے پوچھا۔ "فرہاد! تم پہلی بار وسنتی کو دیکھ کر چونک گئے ہو گے؟"

"ہاں۔ مجھے بتانے کا موقع نہیں ملا۔ وسنتی میرے سامنے آئی تو میں چند لمحوں تک یہی سمجھتا رہا کہ تم مجھے چونکانے کے لیے آگئی ہو۔ پھر یاد آیا کہ تم ہم شکل جنہیں ہو۔ جڑواں لوگوں میں بس ایک ہی فرق ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تکیہ کلام۔ وسنتی بات بات پر۔ جانے بھی دیں یا جانے بھی دو۔ کہتی ہے۔"

رس ونتی ہنسنے لگی۔ میں نے کہا۔ "مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔ تم سراپا میرے سامنے ہو مگر میں تمھارا ہاتھ تھامنا چاہوں گا تو وہ وسنتی کا ہاتھ ہو گا۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "بس دُور ہی رہنا۔ یہ میری بہن کا شریر (جسم) ہے۔"

"اِسی لیے تو میں دُور ہوں اور تم دیکھو گی کہ میں دُور ہی رہوں گا مگر میرے ساتھ بڑا ظلم ہو رہا ہے۔"

"کیسا ظلم؟"

"یہی کہ اب تک تم سوچ نگر میں اپنی آواز اور لہجے سے بہلا رہی تھیں۔ آج نگاہوں کے سامنے آکر بھی پرائی ہو۔ پتہ نہیں یہ فاصلہ کب مٹے گا۔"

"میں تو پُوجا کے وقت بھگوان سے یہی منتی (التجا) کرتی ہوں کہ ہم سب بچھڑے ہوئے ساتھی جہاں بھی ہیں، جیسے بھی ہیں، ہمیں موقع ملے کہ ہم ایک محفوظ علاقہ حاصل کر لیں گے۔"

"جب تک ہمارے ملنے کی صورت پیدا نہیں ہوتی، وعدہ کرو کہ کبھی کبھی وسنتی کے دماغ میں آکر ملتی رہو گی۔ اِس وقت میں اپنی خوشی بیان نہیں کر سکتا۔ دل کو اطمینان ہے کہ دُور ہی دُور سے تمھیں پا رہا ہوں۔"

وہ مسکرانے اور خرانے لگی۔ میرے سامنے شاید اپنے حسن اور اس کی نزاکت اور اُس کی حیا تھی۔ لوگ شاعری کو لفظوں سے سمجھتے ہیں

میں شاعری کی حسن ادا کو جلووں کی مہربانی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ منہ پھیر کا بولی۔ "تمھاری سوچ بڑی شاعرانہ ہے۔ میں سنتی رہوں گی تو بے کل پڑھتی رہے گی۔ میں جا رہی ہوں۔"

"بیٹھو۔ تھوڑی دیر تو خوش ہو لینے دو۔"

"نہیں فرہاد! یہ دل بہلانے کا موقع نہیں ہے۔ پہلے خود کو رُوپوش رکھنے کی تدبیر کرو۔"

وہ چلی گئی۔ اُس کے جانے کا علم یوں ہوا کہ وسنتی بولنے لگی۔ "جانے بھی دیں۔ یہ میری چائے کی پیالی خالی کیسے ہو گئی؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "اور کیسے ہو گی؟ تم ابھی میرے سامنے چائے پی رہی تھیں۔"

وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولی۔ "ہاں منہ تو میٹھا میٹھا لگ رہا ہے مگر مجھے یاد نہیں آرہا ہے کہ میں نے یہ چائے کب..."

وہ ایک دم سے چونک کر بولی۔ "ہائیں دیدی۔ ہاں دیدی۔ جانے بھی دیں میں سمجھ گئی۔ دیدی میرے دماغ میں آگر آپ سے باتیں کر رہی تھیں۔ ہے نا یہی بات؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہاں ہم ضروری باتیں کر رہے تھے۔ اِس لیے تمھارے بولنے پر پابندی لگائی گئی تھی۔"

"یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ میں دیدی سے جھگڑا کروں گی۔"

واہ کیا وہ آپ کے دماغ میں رہ کر باتیں نہیں کر سکتی تھیں۔ میں اچھی نہیں لگتی ہوں تو جانے بھی دیں۔ چلی جاتی ہوں۔"

وہ اُٹھنے لگی۔ میں نے کہا۔ "ارے نہیں بیٹھو۔ تم تو بہت اچھی ہو۔ ناراض ہو کر نہ جاؤ۔"

"مجھے غصہ کبھی نہیں آتا۔ میں پیالیاں اُٹھا کر لے جا رہی ہوں اب جانے بھی دیں۔"

وہ چائے کی پیالیاں سمیٹ کر کچن کی طرف چلی گئی۔ میں نے رُومانہ کے پاس پیغام بھیج دیا۔ وہ سب وہاں بخیریت تھے۔ میں نے رس ونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں بنکاک میں ہندوستانی سفارت خانے کا جو عملہ ہے۔ وہاں کسی ایسے شخص کا انتخاب کرنا چاہیے جو میرے قد و قامت کا ہو۔ میں اُس کے رُوپ میں چھُپ کر رہ سکتا ہوں۔"

رس ونتی نے کہا۔ "وہاں چار شخص تمھاری طرح قد آور ہیں۔ آؤ ہم باری باری ایک ایک شخص کو ٹریپ کریں۔"

وہ ٹیپ ریکارڈر کے پاس گئی۔ پھر اُس نے ایک ٹیپ ریل کو اُس میں سیٹ کرنے کے بعد فہرست دیکھی۔ اس فہرست کے مطابق ٹیپ ریل میں ساتویں آواز سفارت خانے کے ایک ہندوستانی شخص کی تھی۔ رس ونتی نے وہ آواز مجھے سنائی۔ پھر مجھ سے کہا۔ "تم اس شخص کے پاس جاؤ۔ میں کسی دوسرے کو ٹریپ کرتی ہوں۔"

میں اُس ہندوستانی شخص کے پاس پہنچ گیا۔ سفارت خانے کے سب ہی لوگ چھٹی پر تھے۔ کیونکہ مذاکرات ختم ہونے تک سفیر کو اُس کی رہائش گاہ میں محدود کر دیا گیا تھا۔ جس شخص کے پاس میں گیا وہ بھی اپنی رہائش گاہ میں تھا۔ اُس کی ماں بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور وہ پاس بیٹھا ہوا ماں کا سر داب رہا تھا۔ دوسرے کمرے سے بیوی کے بڑبڑانے کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ "میں صبح سے شاپنگ کے لیے کہہ رہی ہوں مگر تمھیں تو ماں کی خدمت کرنے سے فرصت نہیں مل رہی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔" وہ ڈانٹ کر بولا۔ "جب تک ماں جی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہو گی۔ میں تمھارے ساتھ باہر نہیں جاؤں گا۔"

میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ جو شخص ماں کے بڑھاپے میں اُس کی خدمت کر رہا ہو۔ میں اُس کے رُوپ میں آکر اُسے ماں سے جُدا نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے رس ونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ دوسرے شخص کی سوچ پڑھ رہی تھی۔ اُس شخص کا نام داس دیلو تھا۔ داس دیلو ایک گارڈن کے پارکنگ ایریے میں ایک کار کے اندر بیٹھا ہوا ایک انگریز شخص کی باتیں سُن رہا تھا۔ رس ونتی، داس دیلو کے لاشعور میں ہندی ترجمہ سُن رہی تھی۔

میں اُس انگریز کے دماغ میں پہنچا۔ معلوم ہوا کہ اُس کا تعلق سُپر ماسٹر کی تنظیم سے ہے۔ داس دیلو اپنے سفارت خانے کی اہم خفیہ باتیں اُس تنظیم کے ماسٹر تک پہنچاتا تھا اور اُن سے بھاری رقمیں حاصل کرتا تھا۔ رس ونتی نے کہا۔ "فرہاد! یہ اپنے دیس کا غدار ہے۔ اِسے سزا ملنا چاہیے۔ تم اُس کی جگہ آجاؤ۔"

میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ یہ کمبخت تنظیم کے ماسٹر تک پتاجی اور وسنتی کی رہائش کا ایڈریس پہنچا رہا ہے۔ تم اُس کی گھر والی، سماجی اور ذاتی زندگی کے متعلق معلومات حاصل کرو۔ میں اُسی انگریز کے ساتھ رہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے رُومانہ سے رابطہ قائم کیا۔ "ہیلو رُومانہ! خیریت ہے؟"

"بالکل خیریت ہے۔ کب آرہے ہو؟"

"تم شرلاک کے ساتھ یہاں آؤ۔ وہاں میک اَپ کا جتنا سامان ہے وہ لے آؤ۔ تم مردانہ لباس میں آؤ گی۔ دُور سے نگرانی کرنے والوں کو دھوکا کھانا چاہیے کہ شرلاک کے ساتھ کوئی مرد اُس کوٹھی سے نکل کر اِس کوٹھی میں آیا ہے۔ اوکے؟"

اُس نے "اوکے" کہا۔ میں نے رس ونتی کو مخاطب کیا۔ "تم داس دیلو کے دماغ کو جکڑ لو۔ اُسے ہمارے پاس پہنچا دو۔"

وہ کام رس ونتی کے سپرد کرنے کے بعد میں اُس انگریز کے ساتھ ہو گیا۔ وہ بنکاک میں تنظیم کے ماسٹر سے ملنے جا رہا تھا۔ آج بھی ساری رات جاگنا تھا جس طرح ہم ریڈ پاور کے ماسک میں اور اہم شخصیتوں تک پہنچ گئے تھے، اسی طرح آج رات سُپر ماسٹر کی تنظیم

کہ اہم شخصیتوں تک پہنچنا ضروری تھا۔ تاکہ کل صبح دس بجے مذاکرات شروع ہونے سے پہلے سپر ماسٹر کے خلاف ہمارے ہاتھوں میں ترپ چال کے پتے رہیں۔

ویسے سپر ماسٹر کے ملک کے دو اہم فوجی افسروں کے دماغوں تک میں بہت پہلے پہنچ چکا تھا۔ اُن میں سے ایک آبدوز کا کرنل اور دوسرا کیپٹن والٹر آبدوز کی مسلح فوج کے ساتھ بحری جہاز میں آئے تھے اور عازم کوز نخہ بنانے کے لیے آبدوز میں لے گئے تھے۔ تب ہی میں نے کرنل اور کیپٹن کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔

اس انگریز نے تنظیم کے ماسٹر سے ملنے کے لیے ایک بہت عالی شان کوٹھی کے سامنے کار روک دی۔ کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ ماسٹر بھوانی کے پاس چار خطرناک قسم کے بلڈ ہاؤنڈ ہیں۔ جو اپنے شکار کی بُو پاکر اُس پر باز کی طرح جھپٹتے ہیں۔ اُس نے مخصوص انداز میں کار کا ہارن بجایا۔ وہ آواز سننے کے بعد کوئی کمپاؤنڈ کے اندر کتوں کو پچکار رہا تھا۔ انھیں اپنے کنٹرول میں کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد احاطے کا گیٹ کھل گیا۔ وہ انگریز کار ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کے پورچ میں آیا۔ پھر کار سے اُتر کر برآمدے میں پہنچا۔ وہاں دو مسلح گارڈ کھڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے اُس کے لیے کوٹھی کا دروازہ کھول دیا۔ اندر کاریڈور میں بھی دو مسلح گارڈ موجود تھے۔ ایک نے اُسے دیکھ کر انٹرلنک فون کا رسیور اُٹھایا۔ پھر ایک بٹن کو دبانے کے بعد بولا۔ "جناب! مسٹر کارسن تشریف لائے ہیں۔"

میں مسلح گارڈ کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "کارسن کو ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔"

میں دوسری طرف بولنے والے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ نبکاک میں تنظیم کا ماسٹر بھوانی راجپت راؤ تھا۔ اُس کا سر ایک حسین عورت کی گود میں تھا اور وہ عورت بچوں کے فیڈر سے اُسے شراب پلا رہی تھی۔ اس دُنیا میں عجیب عجیب عیاش مسخرے ہیں جیں بوتل سے نیچے دودھ پیتے ہیں۔ اس بوتل کی نپل کو منہ میں دبائے وہ شراب پی رہا تھا۔ انسان دودھ کے تقدس کو بھی پامال کرتا ہے۔ دودھ ماں پلاتی ہے۔ وہاں ایک رنڈی اپنی گود میں اُسے فیڈر سے شراب پلا رہی تھی۔

وہ گود سے سر اُٹھا کر بولا۔ "جانی! بس کرو۔ میں کارسن سے باتیں کر کے آتا ہوں۔"

وہ اُٹھ کر لباس پہننے لگا۔ بہت ہی قد آور تھا۔ فیڈر منہ میں لے کر کاریڈور میں آگیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں آیا۔ کارسن اُسے دیکھتے ہی ادب سے کھڑا ہو گیا۔ بھوانی نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے محکمانہ انداز میں پوچھا۔ "رپورٹ؟"

کارسن نے کہا۔ "سر! ہمارے سپر ماسٹر کے لیے بہت ہی اہم معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ فرہاد اور رُومانہ سدھارنا اسٹریٹ کی ایک کوٹھی نمبر پندرہ اے میں شرلاک کی فیملی کے ساتھ رہتے ہیں۔ سمندر کے جنوبی ساحلی علاقے میں جو لگژری بنگلوز ہیں۔ وہاں کے ایک بنگلے ڈی ون میں رس ونتی کی بہن اور باپ نے رہائش اختیار کی ہے۔"

بھوانی نے حکم دیا۔ "ایک کاغذ پر دونوں ایڈریس کے ساتھ رپورٹ لکھ کر جاؤ۔"

کارسن نے حکم کی تعمیل کی۔ سینٹر ٹیبل پر رکھے ہوئے لیٹر پیڈ اور قلم کو اُٹھا کر مختصر سی رپورٹ لکھی۔ شرلاک کی دونوں کوٹھیوں کے پتے لکھے۔ پھر وہاں سے چلا گیا۔ اُس کے جانے کے بعد بھوانی سینٹر ٹیبل کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ ٹیلی فون کا رسیور اُٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہونے پر بولا۔ "دو ایڈریس نوٹ کرو۔ ان پتوں پر فرہاد علی تیمور اور رس ونتی کے رشتے دار رہتے ہیں۔ آدھے گھنٹے کے اندر تصدیق کر کے مجھے ملنے والی معلومات دُرست ہیں۔"

اُس نے ایڈریس نوٹ کرانے کے بعد ریسیور رکھ دیا۔ پھر اُس کا دماغ سوچنے لگا۔ سوچ یہ تھی کہ آٹھ بجے رات کو سپر ماسٹر کے چیف سیکریٹری نے بھوانی کے ٹرانسمٹر پر چند اطلاعات نشر کی تھیں۔ پہلے اطلاع یہ تھی کہ فرہاد علی تیمور کل صبح دس بجے ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں سپر ماسٹر کو اہم مذاکرات کے لیے مدعو کر رہا ہے۔ مذاکرات کی دعوت دینے میں چیلنج ہے کہ شرکت سے انکار کیا گیا تو تنظیم کو ناقابلِ برداشت نقصان پہنچے گا۔

دوسری اطلاع یہ تھی کہ رس ونتی کے باپ تن سنگ اور بہن وسنتی کو رہا کر دیا گیا ہے اور وہ لوگ دوپہر کو نبکاک پہنچ گئے ہیں۔

تیسری قیاس آرائی تھی کہ فرہاد نے جب تن سنگ اور وسنتی کو نبکاک پہنچانے کے لیے کہا ہے تو یقیناً فرہاد اور رس ونتی بھی نبکاک میں ہوں گے۔ لہٰذا وہاں کے ماسٹر بھوانی راجپت راؤ سے کہا گیا کہ وہ تن سنگ اور وسنتی کی رہائش گاہ معلوم کرے اور وہاں فرہاد اور رس ونتی کو تلاش کرے۔

آخر میں ہدایت کی گئی تھی — کہ فرہاد، رس ونتی اور اُن کے رشتے داروں اور ساتھیوں کو چھیڑا نہ جائے۔ پہلے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ فرہاد کیسے کیسے نقصانات پہنچا سکتا ہے۔

بھوانی راجپت راؤ اُس وقت ٹیلی فون کے پاس بیٹھا سوچ رہا تھا۔ رس ونتی نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد! اس دیو کے پاس پہنچو۔ ہم وہاں باتیں کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "یہ تنظیم کا ماسٹر بھوانی راجپت راؤ ہندوستانی ہے۔ تم اُس کی سوچ پڑھ کر آؤ۔"

میں ڈائننگ روم سے اُٹھ کر داس دیو کے پاس آیا۔ وہاں تاجی اور شرلاک کے ایک ملازم نے اُسے باندھ کر ایک کرسی میں بٹھایا ہوا تھا۔ داس دیو مجھے دیکھتے ہی گھبرا گیا۔ میں نے کہا۔ "بھارت سرکار نے تم سفارت خانے والوں کو تاکید کی تھی کہ ہم میں سے کسی کو چھیڑا نہ جائے مگر تم نے ماسٹر بھوانی تک ہمارے متعلق معلومات فراہم کر دیں۔"

وہ گڑگڑا کر معافی مانگنے لگا۔ اُسی وقت وربان نے اطلاع دی کہ شرلاک صاحب اپنے ایک دوست کے ساتھ اندر آنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ "اُنھیں اندر بھیج دو۔"

وربان چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد شرلاک ایک اجنبی کو لے کر آیا۔ اُس کے ساتھ داڑھی والا شخص تھا۔ چہرے پر فلٹ ہیٹ جھکی ہوئی تھی۔ اُس نے داڑھی نوچ کر ہیٹ اُتاری۔ وہ رُومانہ تھی۔ میں نے کہا۔ "میرے سامنے آئینہ اور میک اپ کا سامان رکھو۔"

رُومانہ میک اپ کے لیے انتظامات کرنے لگی۔ رس ونتی نے کہا۔ "میں نے ماسٹر بھوانی کا لہجہ ذہن نشین کر لیا ہے۔ کیا اسے بھی ریکارڈ کروں؟"

میں نے کہا۔ "کوئی ضروری نہیں ہے۔ ابھی ماسٹر بھوانی ایک فون کال اٹینڈ کرے گا۔ اُس کے بعد وہ ٹرانسمٹر کے ذریعہ سپر ماسٹر کے چیف سیکریٹری تک ہمارے ایڈریس پہنچائے گا۔ جب وہ ٹرانسمٹر کے پاس جائے تو مجھے بُلا لینا۔ تم ابھی ماسٹر بھوانی کے پاس رہو۔"

میں میک اپ میں مصروف ہو گیا۔ داس دیو کو میرے سامنے بٹھا دیا گیا تھا۔ میں اُسے دیکھ دیکھ کر آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے رُوپ بدل رہا تھا اور چپ چاپ اُس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ "ہے بھگوان! یہ ٹیلی پیتھی کیا چیز ہے؟ مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ میں کار ڈرائیو کرتا ہوا اِدھر کیسے آگیا۔ پھر میں کار سے اُتر کر اس کمرے میں کیسے آیا؟ اُن لوگوں نے میرے ہاتھ پاؤں کب باندھے؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا جادو ہے؟"

یہ سوچتے ہوئے اُس نے مجھے دیکھا۔ پھر کہا۔ "فرہاد بھیا! آپ دیو تا ہیں۔ آپ مجھے موقع دیں۔ میں آپ کا سیوک (خدمت گار) بن کر رہوں گا۔"

میں نے کہا۔ "جیسے ماسٹر بھوانی کے سیوک بن کر رہتے ہو، ویسا مت کرو۔ خواہش مٹیے رہو۔"

وہ چُپ رہ کر سوچنے لگا۔ "ہے بھگوان! ایک بار مجھے اُن لوگوں سے بچا لے۔ ہاں یاد آیا۔ مسٹر کارسن نے ماسٹر بھوانی کو یہاں کا پتہ بتا دیا ہوگا۔ ماسٹر بھوانی سے بچ نکلنا بہت مشکل ہے۔ اُس کے آدمی اس بنگلے کو تھوڑی دیر میں گھیر لیں گے۔ ان لوگوں کو اسٹین گنوں سے بھون کر رکھ دیں گے۔ مجھے یہاں سے صحیح سلامت نکال کر لے جائیں گے۔ مجھے دھیرج اور ہمت سے کام لینا چاہیے۔"

میں اُس دوغلے کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ میں ایسے لوگوں کو معاف نہیں کرتا، جو زبان سے مجھے دیوتا کہتے ہیں اور دل سے میری موت کی تمنا کرتے ہیں۔ پندرہ منٹ بعد رس ونتی نے اطلاع دی کہ بھوانی ٹرانسمٹر کے پاس جا رہا ہے۔ میں نے رس ونتی سے کہا۔ "تم ٹیپ ریکارڈر کے پاس بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں دماغی طور سے ماسٹر بھوانی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک کمرے میں ٹرانسمٹر آن کرنے کے بعد کال کر رہا تھا۔ "ہیلو۔ ہیلو۔ لبے بی فیڈر کالنگ۔ ہیلو ہیلو۔۔۔"

فیڈر سے شراب پینے والے کا کوڈ ورڈ "بے بی فیڈر" تھا۔ تھوڑی دیر میں دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "ہیلو بے بی فیڈر۔ تھیس سی ایس فار ایس ایم اٹینڈ کر رہا ہے۔ رپورٹ دو! اوور۔"

سی ایس فار ایس ایم کا مطلب تھا۔ چیف سیکریٹری فار سپر ماسٹر۔ یعنی کامیابی میرے قدم چوم رہی تھی۔ میں سپر ماسٹر کے ایک خاص نائب تک پہنچ گیا تھا۔ ماسٹر بھوانی ہماری دونوں رہائش گاہ کے پتے بتانے کے بعد کہہ رہا تھا۔ "میں اپنے ایک چالاک ماتحت سے کہا کہ وہ ان پتوں پر فرہاد کی موجودگی کی تصدیق کرے۔ بیس منٹ بعد اُس نے معذرت چاہتے ہوئے کہا۔ دونوں رہائش گاہوں کے اطراف تھائی لینڈ کے جاسوس ہیں۔ اُس ماتحت کا راستہ روک لیا گیا۔ اگر میرے ماتحت کو اجازت دی جائے تو وہ جبراً فرہاد اور اُس کے ساتھیوں تک پہنچ جائے گا۔ اوور۔"

"نہیں ماسٹر بھوانی! تھائی لینڈ کے جاسوسوں کی موجودگی تیار رہی ہے کہ فرہاد کی ... نگرانی کی جا رہی ہے۔ اپنے ماتحت سے کہو کہ آپریشن کرتا، جو زبان سے مجھے دیوتا کہتے ہیں اور دل سے میری موت کی تمنا کرتے ہیں۔ پندرہ منٹ بعد رس ونتی نے اطلاع دی کہ بھوانی ٹرانسمٹر کے پاس جا رہا ہے۔ میں نے رس ونتی سے کہا۔

پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ میں دوسرا واس ولیو اُس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اُس کی آواز اور لہجے میں پوچھا۔ "بتاؤ واس ولیو تم ہو یا میں ہوں؟"

وہ ہکلاتے ہوئے بولا "تم۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے آئینہ دیکھ رہا ہوں۔"

"واس ولیو میں تم سے چند سوالات کر رہا ہوں۔ اُن کے جوابات میں پہلے ہی سوچ کے ذریعہ معلوم کر چکا ہوں۔ لہٰذا جھوٹ نہ بولنا۔ پہلا سوال یہ ہے کہ تمہاری سرکار تھائی لینڈ میں ریڈ پاور کی خارجہ پالیسی کو متحکم بنانے کے لیے ایک خفیہ مہم چلا رہی ہے۔ اس مہم کی مکمل رپورٹ ریڈ فائل میں ہے۔ وہ ریڈ فائل کہاں ہے؟"

وہ بولا "جی وہ تو بہت اہم فائل ہے۔ ہمارے سفیر صاحب کی تحویل میں رہتا ہے۔"

میں نے اُس کے ذہن کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ میں نے کہا "سفیر سے زیادہ اُس کا سیکریٹری اہم ہوتا ہے۔ اُس ریڈ فائل کی مکمل فوٹو اسٹیٹ کاپی تمہاری خواب گاہ کی الماری میں ہے اور اُس کا علم سفیر اور بھارت سرکار کو نہیں ہے۔ فرہاد اور رس ونتی کا ہنگامہ ختم ہونے کے بعد تم سیدھے راستے سے پانچ لاکھ ڈالر میں اُس ریڈ فائل کا سودا کرنا چاہتے ہو۔"

وہ ذہنی جھٹکا لگنے سے فرش پر گر پڑا تھا اور گڑگڑا رہا تھا۔ "مجھے معاف کر دو۔ اب میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔"

رس ونتی نے مجھے مخاطب کیا "فرہاد! اُس کے ساتھ وقت برباد نہ کرو۔ جو کرنا ہے جلد کر گزرو۔ واس ولیو کے بارے میں میں بہت کچھ تمہیں بتا سکتی ہوں۔"

میں نے کہا "اچھا چلو۔ وہ ٹیپ ریل نکالو جس میں انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل کا لمبا ریکارڈ ہے۔ میں سُنوں گا۔"

پانچ منٹ کے بعد رس ونتی نے وہ لمبا سُنایا۔ میں انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے ماتحت افسروں کے ساتھ جاگ رہا تھا۔ اُن کے سامنے ایک میز پر بنکاک شہر کا نقشہ پھیلا ہوا تھا — وہ افسران تھوڑی تھوڑی دیر میں ٹیلیفون اور ٹرانسمٹر کالیں وصول کر رہے تھے اور جوابات دے رہے تھے۔ وہی کیا، اُس رات دُنیا کے بڑے بڑے ممالک کے حکام جاگ رہے تھے۔ تمام اہم شعبوں کے ذمے دار افسران اور تمام ممالک کی وزارتِ خارجہ دفاتر میں رت جگا تھا۔ جیسے وہ زندگی کی آخری رات ہو۔ دوسری صبح فرہاد اور رس ونتی قیامت کا فیصلہ کرنے والے تھے۔

بہرحال ابھی صبح ذرا دُور تھی۔ میں نے انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل کے خیالات پڑھے معلوم ہوا کہ تقریباً دو گھنٹے پہلے ایک جاسوس نے رپورٹ دی تھی کہ ایک نیلے رنگ کی کار بنگلہ نمبر ڈی ون کے سامنے آ کر رُکی۔ اُس میں سے ایک شخص اُتر کر بنگلے کے اندر گیا تھا۔ ابھی تک باہر نہیں آیا ہے۔ وہ کار بنگلے کے سامنے کھڑی ہے۔

بات سمجھ میں آ گئی۔ نیلی کار میں واس ولیو یہاں آ کر پھنس گیا تھا۔ جاسوس کی رپورٹ کے مطابق رات کی تاریکی میں نیلی کار کا نمبر نہیں پڑھا جا سکا اور نہ ہی وہ واس ولیو کو پہچان سکا۔ اب الارم تھا کہ وہ نیلی کار بنگلے سے واپس جائے گی تو اُس کا تعاقب کیا جائیگا۔

کوٹھی نمبر پندرہ اے جہاں بے فی ممتی وغیرہ تھیں۔ وہاں آس پاس کی کوٹھیوں کے ایک جاسوس نے اطلاع دی تھی کہ شرلاک پھر اپنی کار میں ایک اجنبی مرد کے ساتھ بنگلہ نمبر ڈی ون کی طرف گیا ہے۔ بنگلہ ڈی ون کی نگرانی کرنے والے جاسوس کی بھی تقریباً یہی رپورٹ تھی کہ شرلاک کسی اجنبی کے ساتھ تن تنگ اور فرہاد سے ملنے آیا ہے اور ابھی تک واپسی نہیں ہوئی ہے۔

جاسوس درست رپورٹ دے رہے تھے۔ رُدمانہ اجنبی مرد کے رُوپ میں شرلاک کے ساتھ آئی تھی۔ ہم سب ایک ہی بنگلے پر جمع ہو گئے تھے۔ اِس لیے انٹیلیجنس والوں کی تمام توجہ بھی اس بنگلے تک مرکوز تھیں۔ وہ ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد اعلیٰ حکام تک رپورٹ پہنچاتے تھے۔ بڑے ممالک کے سفیر اُن اعلیٰ حکام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے متعلق جو خبریں موصول ہو رہی تھی۔ وہ سفیرانِ خبریں کو اپنے ممالک کے حکام تک پہنچا رہے تھے۔ دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گفت و شنید کا سلسلہ جاری تھا۔

میں نے شرلاک سے کہا "تم واس ولیو سے اُس کے مکان کی چابیاں لو اور سفارتخانے کے تمام افراد کی رہائش گاہ کے پتے نوٹ کرو۔"

شرلاک نے اُس کی جیب سے چابیاں نکال کر مجھے دیں۔ پھر تمام پتے نوٹ کرنے لگا۔ اُس کے بعد میں نے رُدمانہ سے کہا "داڑھی لگا لو۔ فلٹ ہیٹ پہن لو اور واس ولیو کو اپنے ساتھ شرلاک..... کی کار میں تفریح کے لیے لے جاؤ۔ واس ولیو تمہیں یہاں کے راستوں اور مقامات کی پہچان کرائے گا۔"

دس منٹ بعد رُدمانہ واس ولیو کے ساتھ باہر جانے لگی۔ میں انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل کے پاس پہنچ گیا۔ چند لمحوں کے بعد ڈائریکٹر جنرل نے فون کال اٹینڈ کی۔ ایک جاسوس رپورٹ دے رہا تھا کہ شرلاک کی کار میں دو شخص رُدمانہ ہو رہے ہیں۔ ہماری ایک پٹرولنگ کار اُن کے تعاقب میں بھیجی جا رہی ہے۔ تمام پولیس چوکیوں کو شرلاک کی کار کا نمبر بتایا جا رہا ہے۔

میں رپورٹ دینے والے جاسوس تک پہنچ گیا۔ اُس کی ڈیوٹی یہی تھی کہ فون کے ذریعہ اپنے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ قائم رکھتا تھا۔ میں نے میک اَپ کا سامان اَنجی میں رکھا۔ رُدمانہ میرا لباس بھی لے آئی تھی۔ میں نے وہ سب سمیٹ کر شرلاک سے کہا "مجھے واس ولیو کے مکان تک پہنچا دو۔ تم ڈرائیو کرو گے۔ میں خاموش بیٹھا رہوں گا۔"

میں نے پنجابی سے مصافحہ کیا۔ وسنتی نے مسکرا کر نمستے کہا پھر میں شرلاک کے ساتھ باہر آ گیا۔ باہر آتے ہی میں نے فون پر رابطہ قائم کرنے والے جاسوس کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ وہ آنکھوں سے دوربین لگائے دیکھ رہا تھا۔ رات کے وقت بنگلے کی بیرونی روشنی ہماری شناخت کے لیے کافی نہیں تھی۔ بس اتنا ہی نظر آ رہا تھا کہ دو اشخاص بنگلے سے نکل کر کار میں بیٹھ رہے ہیں۔ اُس جاسوس نے... دوربین آنکھوں سے ہٹا کر ایک ہاتھ ٹیلیفون کی طرف بڑھایا مگر رابطہ قائم کرنے کے لیے ریسیور کو اُٹھا نہ سکا۔ کیونکہ وہ اب میرا معمول بن چکا تھا۔

ہماری کار بنگلے سے کافی دُور نکل گئی تھی۔ میں نے جاسوس کے دماغ سے فون کی گھنٹی سُنی۔ اُس نے ریسیور اُٹھا کر سُنا۔ پٹرولنگ کار کا ایک افسر کہہ رہا تھا "ایک نیلے رنگ کی کار ساحلی سڑک پر جا رہی ہے۔ کیا ہم تعاقب کریں؟"

میں نے جاسوس کی زبان سے کہا "نہیں۔ آپ لوگ اپنی جگہ رہیں۔ میں نے اگلی پولیس چوکی والوں کو اطلاع دے دی ہے وہ لوگ تعاقب کریں گے۔"

پٹرولنگ کار سے رابطہ ختم ہو گیا۔ پانچ منٹ کے بعد ایک مسلح افسر نے کمرے میں آ کر اُس جاسوس سے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ تم نے ساحلی سڑک کی پٹرولنگ کار والوں سے کہا کہ وہ تعاقب نہ کریں۔ اگلی چوکی والے کریں گے۔ میں نیچے اسپیکر سے تمہاری باتیں سُن رہا تھا۔ تم نے اب تک اگلی چوکی والوں کو اطلاع نہیں پہنچائی۔ جلدی کرو۔ وہ کار نواب تک ٹریفک کے ہجوم میں پہنچ گئی ہو گی۔"

جاسوس خاموش رہا۔ افسر نے اُسے غصہ سے دیکھتے ہوئے اپنا ریوالور نکال لیا۔ میں نے جاسوس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اُس نے چونک کر سوچا کہ ابھی تک نیلی کار کی رپورٹ نہیں دی گئی۔ فوراً پٹرولنگ کار والوں کو بھی اطلاع دینا چاہیے۔ اُس نے ریسیور اُٹھایا۔ اُسی وقت افسر نے ریوالور دکھاتے ہوئے جاسوس سے کہا "خبردار! ریسیور رکھ دو اور خاموش رہو۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

جاسوس نے سہم کر ریسیور رکھتے ہوئے پوچھا "آفیسر! آپ مجھے میری ڈیوٹی سے روک رہے ہیں؟"

افسر نے ریوالور سے نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں آفیسر نہیں، اِس وقت فرہاد علی تیمور ہوں۔"

"ایں؟" اُس نے چونک کر دیکھا۔ پھر بے یقینی سے کہا "نہیں آفیسر! میں آپ کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔"

وہ بولا "لیکن اُس فرہاد کو نہیں پہچانتے، جو جاسوس تھا۔ ڈاکخانوں میں گھر بنا لیتا ہے۔ فرہاد نے وارننگ دی تھی کہ اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو چھیڑا نہ جائے۔ اب اُس کا تعاقب کیا جائے گا تو وہ ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

جاسوس نے بھرپور یقین سے پوچھا "کیا اس وقت وہ آپ کے دماغ میں ہے؟"

"ہاں۔ بہتر ہے کہ تم خاموش بیٹھے رہیں۔ میں بیوی بچوں والا آدمی ہوں۔ وہ میرے پورے خاندان کو تباہ کر دے گا۔"

اُس کی بات پوری ہوتے ہی جاسوس نے اچانک ہی اُس کے ریوالور پر ٹھوکر ماری۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر فرش پر پہنچ گیا۔ پھر ایک فلائنگ کِک افسر کے منہ پر پڑی۔ افسر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ پھر اُس کے سنبھلنے سے پہلے جاسوس نے فرش پر سے ریوالور اُٹھا لیا۔ "خبردار! تم آفیسر ہو یا فرہاد مجھے میری ڈیوٹی سے روک کے تو گولی مار دوں گا۔"

وہ تیزی سے ٹیلیفون کی طرف گیا مگر ریسیور نہ اُٹھا سکا۔ میں آفیسر کو جھٹکا دے کر اُس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ آفیسر نے سر کو جھٹک کر جاسوس کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

"فرہاد ہو رہا ہے۔"

"کیا ہم اپنی ڈیوٹی انجام نہیں دے سکیں گے؟"

"نہیں۔ ہماری بہتری خاموشی میں ہے۔"

آفیسر نے ایک گہری سانس لے کر کہا "اچھی بات ہے میرا ریوالور مجھے دے دو۔ میں خاموش رہوں گا۔"

جاسوس نے کہا "ریوالور جس کے ہاتھ میں جائے گا۔ فرہاد اُس کے دماغ میں پہنچے گا۔ لہٰذا اسے میرے ہی ہاتھ میں رہنے دو۔"

اِتنے میں شرلاک نے مجھے مخاطب کیا "فرہاد! ہم واس ولیو کے بنگلے تک پہنچ گئے ہیں۔"

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ شرلاک کار سے اُتر کر احاطے کا گیٹ کھول رہا تھا۔ میں اسٹیئرنگ سنبھال کر کار کو اندر لے گیا۔ شرلاک نے گیٹ کو دوبارہ بند کر دیا۔ اتنی دیر میں جاسوس اور اُس آفیسر نے دماغی طور سے آزاد ہو کر اپنے افسرانِ بالا تک رپورٹ پہنچا دی ہو گی۔ اب وہ جو بھی کرتے، مجھے اُن کی پروا نہیں تھی۔ میں نے رُدمانہ اور واس ولیو کی خبر لی۔ وہاں حالات بگڑ گئے تھے۔

رُدمانہ کو فوجیوں نے گھیر لیا تھا۔ حالانکہ اس کی توقع نہیں تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ اپنی روپوشی کا اطمینان ہوتے ہی میں واس ولیو سے نمٹ لوں۔ لیکن جب رُدمانہ واس ولیو کو اپنے ساتھ لے جا رہی تھی، تب فوجی گاڑیوں نے آگے پیچھے دوڑ لگاتے ہوئے کار کو رُکنے کا حکم دیا تھا۔ واس ولیو نے چیخنا شروع کیا تو رُدمانہ نے دو چار ہاتھ میں اُسے سُلا دیا لیکن راستہ روک لیا گیا تھا۔ اُسے بھی کنایہ

میں نے خرلاک سے کہا: "یہاں سے نکل چلو۔ خطرہ ہے۔"

ہم داس دیو کے بنگلے سے نکل کر فٹ پاتھ پر تیزی سے چلنے لگے۔ میں نے کہا: "ایسی ٹیکسی میں مجھے بٹھاؤ جس کا ڈرائیور انگریزی جانتا ہو۔"

پھر میں نے اُسے بتایا کہ رُومانہ گرفتار کر لی گئی ہے۔ پریشانی صرف یہ تھی کہ داس دیو ہوش میں آتے ہی میرے اس نئے رُوپ کے بارے میں بتائے گا۔ اتنے میں رس ونتی نے کہا: "فرہاد! اطمینان سے نئی جگہ تلاش کرو۔ میں داس دیو کو اپنے قابو میں رکھوں گی۔"

مجھے اطمینان ہو گیا۔ پندرہ منٹ کے بعد ایک ٹیکسی مل گئی۔ اُس کا ڈرائیور انگریزی جانتا تھا۔ میں نے خرلاک سے کہا: "تم دوسری ٹیکسی میں اب گھر جا کر آرام کرو۔ میں بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔"

میں اچھی لے کر ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی کی اندرونی لائٹ روشن نہیں تھی۔ ڈرائیور نے میری صورت نہیں دیکھی تھی اور اُسے دیکھنا بھی نہیں چاہیے تھا۔ میں نے فلٹ ہیٹ کو پیشانی پر جھکا لیا۔ اُس نے ٹیکسی کو آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "کہاں جائیں گے صاحب؟"

میں نے کہا: "میں پردیسی ہوں۔ ایسی جگہ لے چلو کہ تمھارے بنکاک کو ہمیشہ یاد رکھ سکوں۔"

اُس نے پوچھا: "شراب اور شباب سے دلچسپی ہے؟"

"میں تو ایسی چیزوں کا دیوانہ ہوں۔"

"صاحب! بیس ڈالر میرے ہوں گے۔"

"چیز اچھی ہوئی تو پچیس ڈالر دوں گا۔"

وہ خوش ہو گیا۔ میں نے کہا: "مگر ایک بات ہے۔ کوئی عورت مجھے پسند نہیں کرتی۔ میرے چہرے کا آدھا اُوپری حصّہ جل گیا تھا۔ میں آدھا بدصورت ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "مرد صورت سے نہیں دولت سے خوب صورت ہوتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو مگر میں روشنی میں کسی کو اپنا چہرہ نہیں دکھاتا۔ اپنے آدھے چہرے پر فلٹ ہیٹ جھکائے رکھتا ہوں۔"

"صاحب! آپ جیسے چاہیں چہرے کی فراخی چھپا لیں آپ کو یہ تجربہ تو ہو گا کہ سالی عورتیں نخرے کرتی ہیں، بدصورتی کی وجہ سے معاوضہ زیادہ لیں گی۔"

"معاوضے کی پروا نہ کرو۔"

وہ سوچنے لگا: "مگرمُرغا ہے۔ اِسے امجد کے پاس لے جانا چاہیے۔ سالا بہت دِلوں سے بول رہا ہے کہ کوئی غیر ملکی دولتمند ملے گا تو اپنے گھر سے دھندا شروع کرے گا۔ اُس کی بہن اتنی خوب صورت ہے کہ میرے پاس دولت ہوتی تو میں بھی شروع ہو جاتا۔"

جہاں بہن کی بات آئے، وہاں پتہ نہیں کیوں میں ایسے حالات میں غصّے سے کھول جاتا ہوں۔ بھلا نکہ میری کوئی سگی بہن نہیں ہے لیکن رشتوں کا تقدس میرے لہو میں ہے۔ جی میں آیا کہ ڈرائیور کی سوچنے والی کھوپڑی توڑ دوں مگر میں نے صبر سے کام لیا۔ اپنے غصّے کو بہلانے کے لیے رُومانہ کے پاس چلا گیا۔ اُس وقت ایک فوجی افسر رُومانہ سے پوچھ رہا تھا: "جواب دو۔ ورنہ تمھاری خاموشی تمھیں مہنگی پڑے گی۔ یہ مسٹر داس دیو خاموش کیوں بیٹھے ہیں؟ کیا انھیں ہپناٹائز کیا گیا ہے؟"

رس ونتی نے داس دیو کو خاموش کر رکھا تھا۔ وہ مریم سے انگریزی کے دو چار فقرے پوچھ رہی تھی۔ پھر وہ فقرے وہ داس دیو کی زبان سے ادا کرنے لگی۔ داس دیو بول رہا تھا: "آفیسر! میں جو نتی بول رہی ہوں۔ اگر اپنے ملک کو تباہی سے بچانا چاہتے ہو تو رُومانہ سے کوئی سوال کیے بغیر اُسے فوراً رہا کر دو۔"

کتنے ہی فوجی اور افسران اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اب میں نے داس دیو کی زبان سے کہا: "آفیسر! تم پیش آنے والے خطرے کو نہیں سمجھ سکتے۔ اگر سمجھنا چاہتے ہو تو اپنے گورنر سے فوراً رابطہ قائم کرو۔"

آفیسر نے ریسیور اُٹھا کر رابطہ قائم کیا۔ گورنر کے سیکرٹری نے کال اٹینڈ کی۔ آفیسر اُسے بتانے لگا کہ انھوں نے رُومانہ کو حراست میں لے لیا ہے۔ داس دیو ہپناٹزم کا شکار ہے اور رس ونتی کا چیلنج ہے کہ رُومانہ کو رہا نہ کیا گیا تو بُرے نتائج سامنے آئیں گے۔

سیکرٹری نے فوراً ہی یہ بات گورنر تک پہنچائی۔ گورنر نے ریسیور لے کر سخت لہجے میں کہا: "آفیسر! آپ لوگوں کو ہدایات دی گئی تھیں کہ فرہاد اور رس ونتی کے کسی ساتھی کو نہ چھیڑا جائے۔"

آفیسر نے جواب دیا: "جنابِ عالی! رُومانہ بھارتی سفارت خانہ کے سیکرٹری کو جبراً اپنے ساتھ کہیں لے جا رہی تھی۔ ہمیں مجبوراً اُسے حراست میں لینا پڑا۔"

حکم ہوا: "رُومانہ کو فوراً رہا کر دو۔ ان لوگوں سے دُور رہو۔"

آفیسر نے ریسیور رکھ کر ناگواری سے کہا: "رُومانہ صاحبہ! آپ جا سکتی ہیں۔"

رومانہ مسکراتی ہوئی وہاں سے اُٹھ گئی۔ میں نے رس ونتی سے کہا: "رومانہ کار میں بیٹھ کر چلی جائے تو تم اِدھر بے فی اور اُدھر پتاجی کا خیال رکھنا۔ کوئی گڑبڑ ہو تو مجھے بتا دینا۔ میں ابھی اپنے لیے پناہ گاہ تلاش کر رہا ہوں۔"

میں وہاں طور پر ٹیکسی میں حاضر ہو گیا۔ ڈرائیور مجھے انجانے راستوں سے انجانی منزل کی طرف لے جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا: "اور کتنی دُور جانا ہے؟"

"بس ہم پہنچ رہے ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے بولا: "آپ بے فکر رہیں۔ آپ کی صورت کوئی نہیں دیکھے گا۔ گناہ کرنے والے تاریکی پسند کرتے ہیں۔ امجد بھی پسند نہیں کرے گا کہ اُس علاقے میں کوئی اُسے دلال کے رُوپ میں دیکھے۔ وہ اپنے کاٹج کے باہر کی روشنیاں بجھائے گا۔"

ٹیکسی ایک ایسے علاقہ میں داخل ہوئی جہاں دُو رویہ اُونچے اور کڑیل درختوں کے کاٹج بنے ہوئے تھے۔ ڈرائیور نے ایک کاٹج کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے کہا: "میں ابھی اپنے دوست کو بُلاتا ہوں۔ آپ بیٹھے رہیں۔"

میں بیٹھا رہا اور اُس کے دماغ میں چلتا رہا۔ اُس نے کاٹج کے دروازے پر پہنچ کر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ چند سیکنڈ کے بعد ایک قدآور نوجوان دروازہ کھول کر باہر آیا۔ ڈرائیور نے سرگوشی میں کہا: "امجد! فرسٹ کلاس دولت مند گاہک لایا ہوں۔"

"اِیں۔ سچی؟" امجد خوش تو ہوا مگر گھبرا کر بولا: "کوئی گڑبڑ تو نہیں ہو گی۔ میرا مطلب ہے وہ کوئی پولیس کا آدمی تو نہیں ہے؟"

"ارے وہ باہر کے ملک سے آیا ہے۔ اُس کی اٹیچی میں کافی رقم ہو گی۔ میں نے بات کی ہے۔ وہ عیاشی کے لیے بڑی سے بڑی رقم دے سکتا ہے مگر پہلے تم میرا کمیشن دے دو۔"

"یار صبح لے لینا۔ ابھی جیب خالی ہے۔"

"نہیں۔ اُدھار نہیں چلے گا۔ میں اس موٹی اسامی کو دوسرے اڈّے پر لے جاؤں گا۔"

دونوں میں ذرا بحث ہوئی۔ آخر امجد نے اُسے چھ ڈالر دے کر کہا: "بس اب مان جا۔ باقی صبح لے لینا۔ اُسے اندر لے آ۔"

ڈرائیور نے اُسے سمجھا دیا کہ گاہک بدصورت ہے۔ آدھا چہرہ فلٹ ہیٹ سے چھپائے رکھتا ہے۔ لہٰذا اُس کی صورت نہیں، دولت دیکھی جائے۔ یہ سمجھا کر وہ میرے پاس آیا۔ پھر بولا: "صاحب! میں نے سارے معاملات طے کر لیے ہیں۔ میرا کمیشن دے دیجیے۔"

میں نے اُس سے بحث نہیں کی کہ وہ کام سے پہلے دام کیوں مانگ رہا ہے۔ چپ چاپ اُسے پچیس ڈالر گن کر دیے۔ پھر اُس کی راہنمائی میں کاٹج کے دروازے تک پہنچ گیا۔ امجد نے خوشامدانہ انداز میں مسکرا کر مجھے اندر آنے کے لیے کہا۔ ڈرائیور چلا گیا۔ میں کاٹج کے اندر آیا۔ وہاں پُرانا فرنیچر بکھرے کئی حالت بتا رہی تھی کہ وہاں رہنے والے مفلسی اور محتاجی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ میں اٹیچی کو فرش پر رکھ کر ایک کُرسی پر بیٹھ گیا۔

وہ خوشامدانہ انداز میں اپنے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے بولا: "ڈرائیور نے بتایا ہے کہ آپ سے معاملہ طے ہو گیا ہے مگر میں لڑکی دکھانے سے پہلے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کتنی رقم خرچ کر سکتے ہیں؟"

میں نے جھک کر اٹیچی کھولی۔ نوٹوں کی ایک پتلی سی گڈی نکالی۔ وہ تقریباً پانچ سو ڈالر ہوں گے۔ میں نے اُس کی طرف بڑھا دیے۔ اُس نے گڈی لے کر جلدی جلدی گننا شروع کیا۔ پھر حیرانی سے مجھے دیکھنے لگا۔ اُس کا باپ بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ ایک رات میں اتنی دولت مل سکتی ہے۔ وہ بولا: "آپ بیٹھیے، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں سے کاٹج کے آخری کمرے میں پہنچ کر آواز دی: "ثمینہ اُٹھو۔ جلدی سے ذرا میک اَپ کر لو۔"

ثمینہ سو رہی تھی۔ اُس نے جھنجھوڑ کر اُٹھایا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ وہ بولا: "میرا ایک دوست آیا ہے۔ چلو اٹھو۔ بہت سوچی ہو۔"

وہ سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ کر بولی: "بھیّا! آپ کیوں میری عزّت کے دشمن بن گئے ہیں؟"

"بکواس مت کرو۔ آج دولت خود چل کر میرے گھر آئی ہے۔"

"غیرت سے بڑی کوئی دولت نہیں ہوتی۔ میں آپ کی بات نہیں مانوں گی۔"

امجد نے جیب سے چاقو نکال کر کھولا۔ پھر قاتلانہ سفاکی سے کہا۔ "کیا بھول گئی ہو کہ میں نے کاٹج کے پیچھے تمھارے لیے قبر کھود رکھی ہے۔ چپ چاپ قتل کر کے اُس گڑھے میں تمھاری لاش کو چھپا دوں گا۔"

"بھیّا! آپ بھی قانون سے نہیں بچیں گے۔ لوگ پوچھیں گے کہ آپ کی بہن کہاں ہے؟"

وہ ثمینہ کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر بولا: "وہ دو ماہ پہلے تم مجھ سے جھگڑا کر کے گھر سے بھاگ گئی تھیں۔ میں تمھیں پھر پکڑ کر لے آیا تھا۔ یہ بات اِس علاقے کے لوگ جانتے ہیں۔ تمھاری لاش کو چھپا دینے کے بعد میں واویلا کروں گا کہ تم پھر کہیں بھاگ گئی ہو۔"

ثمینہ نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ جان دے دے گی مگر اپنی عزّت پر آنچ نہیں آنے دے گی۔ میں نے اُسے ایسا کہنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق نرم پڑ گئی۔ چپ چاپ بستر سے اُٹھ کر منہ ہاتھ دھونے کے لیے باتھ روم میں آ گئی۔ اُس کی سوچ مجھے بتا رہی تھی کہ وہ اور امجد سوتیلے بھائی بہن ہیں۔

امجد کا باپ ایک لکھ پتی بزنس مین تھا۔ بنکاک میں ایک بہت بڑے جنرل اسٹور کا مالک تھا۔ امجد کی ماں کے انتقال کے بعد اُس نے دوسری شادی کی۔ دوسری بیوی سے ثمینہ پیدا ہوئی۔ امجد بچپن ہی سے غلط صحبتوں میں پڑ گیا تھا۔ جوانی میں باپ مر گیا تو اُس کا کاروبار سنبھال لیا۔ تمام آمدنی عیاشی اور تاش کے پتوں میں ضائع کرنے لگا۔ ثمینہ کی ماں نے کاروبار اپنے ہاتھ میں لینا چاہا تو امجد نے توہین کرتے ہوئے کہا: "اتی! آپ پہلے حج کی سعادت حاصل کر کے آجائیں۔ پھر یہ کاروبار سنبھال لیں۔"

اُس نے سوتیلی ماں کو سمجھا بجھا کر حج بیت اللہ کے لیے راضی کر دیا مگر انھیں بیٹی کے پاس واپس آنا نصیب نہ ہوا۔ ثمینہ کو شبہ تھا کہ امجد نے اُس کی والدہ کو کہیں ٹھکانے لگا دیا ہے اب وہ تنہا اپنے بھائی کے شکنجے میں تھی۔ سوتیلے بھائی کے سوا اُس کا کوئی نہ تھا۔ اس دنیا میں بھٹکنے سے ڈرتی تھی کہ جانے گھر سے باہر کیسے کیسے ظالموں سے سابقہ پڑے۔ لہٰذا ظالم بھائی کے سائے میں رہی۔ اس اُمید پر کہ کبھی خون جوش مارے گا اور وہ سوتیلے پن سے شاید باز آجائے گا۔

دو ماہ پہلے وہ اپنے ایک دوست کو گھر لایا تھا۔ ثمینہ کے انکار پر اُسے قتل کی دھمکی دی تھی۔ وہ بظاہر راضی ہو گئی لیکن موقع پاکر وہاں سے فرار ہو گئی۔ اُس کا اندیشہ درست تھا کہ گھر کے باہر سوتیلے بھائی سے بھی زیادہ درندے ملتے ہیں۔ دوسری صبح وہ بھائی کے قدموں میں لوٹ آنا چاہتی تھی۔ اچانک امجد اُسے تلاش کرتا ہوا خود اُس کے پاس پہنچ گیا۔ اُسے سجی سنا کر گھر لے آیا۔

گھر لے آنے کے بعد پھر امجد کے تیور بدل گئے۔ کیونکہ وہ باپ کی ساری دولت جوئے شراب اور عورتوں میں پھونک چکا تھا اور اب ثمینہ کو آمدنی کا ذریعہ بنانا چاہتا تھا۔ اُس نے کاٹج کے پیچھے ایک گڑھا کھودنے کے بعد کہا: "ثمینہ! یاد رکھنا۔ اگر کبھی تم نے میرے حکم سے انکار کیا تو یہ گڑھا تمھاری قبر بنے گا۔"

وہ خاموش رہی مگر دل میں عہد کیا کہ کبھی بے غیرتی کا مقام آئے گا تو اب گھر سے نہیں بھاگے گی۔ اپنی جان پر کھیل جائے گی۔ آج وہ اسی عہد کو دہرا کر نا چاہتی تھی۔ میں نے موقع نہیں دیا۔ اس نے میری معمولہ بن کر منہ ہاتھ دھویا۔ پھر ہلکا سا میک اپ کیا۔ امجد مطمئن ہو کر میرے پاس آگیا۔ میں نے فلیٹ ہیٹ اُتار دی تھی۔ وہ حیرانی سے بولا: "میرا دوست کہہ رہا تھا کہ آپ کا اُوپری آدھا چہرہ جلا ہوا ہے۔"

"اُس نے درست کہا تھا۔ ہر انسان آدھا بدصورت ہوتا ہے۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو پورے کے پورے بدصورت ہوتے ہیں مگر انھیں اپنی بدصورتی کا احساس کبھی نہیں ہوتا۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟"

"بھئی۔ زندگی کی سچائیاں فلسفے کی طرح سمجھ میں نہیں آتیں۔ سیدھی بات یہ کہ میں نے چہرے کے جلے ہوئے حصّے کو میک اپ کے ذریعہ چھپا لیا ہے تاکہ کوئی عورت مجھ سے نفرت نہ کرے۔"

"یہ آپ نے بہت اچھا کیا۔ میرے ساتھ آئیے۔"

میں اپنی اٹیچی اٹھا کر اُس کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا۔ اُس نے کاٹج کے آخری کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "آپ بے جھجک تشریف لے جائیں۔" میں تشریف لے گیا۔

ہم اتنی ذلیل دنیا میں جی رہے ہیں کہ زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر اپنی ماں اور بہنوں کی خواب گاہ میں تشریف لے جاتے ہیں۔ کوئی بھی بھتہ ہے کوئی جاتا ہے۔ دلدل میں آنے جانے کا مثل مرد کا زیادہ ہوتا ہے اور الزام عورت پر آتا ہے۔ ایسے الزامات مردوں کے دامن پر گراں گزرتے ہیں۔ بقول وسنتی: "جانے بھی دیں۔"

ثمینہ میری آہٹ سنتے ہی منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی تھی۔ میں نے خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ وہاں ایک پرانی سنگھار میز تھی۔ میں اُس کے آئینے کے سامنے بیٹھ گیا۔ اٹیچی کھول کر ویشنگ کریم نکالی۔ پھر اطمینان سے وائس ویلو کے میک اپ کو اپنے چہرے سے اتارنے لگا۔

وہ بدستور منہ پھیر کر مٹھیاں بھینچے کھڑی ہوئی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ میں فریب جاؤں گا تو پہلے مجھے انسانیت کا واسطہ دے کر سمجھائے گی۔ اگر میں نہیں مانوں گا تو وہ دوسری طرف کا دروازہ کھول کر کچن میں جائے گی۔ وہاں سبزیاں کاٹنے کا چاقو رکھا ہے۔ وہ چاقو اپنے سینے میں اُتار لے گی۔ میں نے کہا: "پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ میں ایک شریف آدمی ہوں۔ مجھ سے باتیں کرو۔"

وہ سخت لہجے میں بولی: "شریف آدمی کو کسی اجنبی لڑکی کے کمرے میں نہیں آنا چاہیے۔"

میں نے چہرے کو تولیے سے رگڑ کر اچھی طرح صاف کرتے ہوئے کہا: "اگر تم میری بہن بن جاؤ تو پھر اجنبیت نہیں رہے گی۔"

وہ چونک کر پلٹ گئی۔ اُسے یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی گاہک بن کر آنے والا اُسے بہن بنا سکتا ہے۔ میں گھوم کر اُس کے روبرو ہوا تو وہ ایک قدم سے حیرت زدہ ہو کر پیچھے ہٹی۔ لڑکھڑا کر بستر پر بیٹھ گئی۔ اُس کا دماغ اندھے سے چیخ چیخ کر میرا نام لے رہا تھا۔ پچھلے دنوں ساری دنیا کے اخبارات نے میری تصویریں شائع کی تھیں۔ بچوں سے لے کر بوڑھے تک مجھے صورت سے پہچاننے لگے تھے۔ پھر وہ کیسے نہ پہچانتی۔

اچانک وہ بستر سے اُٹھی تیزی سے چلتی ہوئی الماری کے پاس گئی۔ اُسے کھول کر ایک البم نکالا۔ اُس البم میں ایک اخبار سے تراشی ہوئی میری ایک تصویر تھی۔ وہ کبھی تصویر کو اور کبھی مجھ کو دیکھنے لگی۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "میں وہی تصویر والا ہوں۔"

"آ۔آ۔آپ۔ فریدہ صاحب۔۔۔" وہ ہکلانے لگی۔

میں نے کہا: "صاحب نہیں بھائی۔"

یک لخت اُس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ابھی عزت لٹنے کا اندیشہ تھا۔ ابھی مر جانے کا ارادہ تھا۔ اب عزت کا محافظ اور زندگی گنوا لینے کا بہت بڑا سہارا سامنے تھا۔ پھر آنکھوں میں آنسو کیوں نہ آتے؟ اُس کے اندر یک لخت اتنی خوشیاں سما گئی تھیں کہ

اُنہی بار دو ہوتی تو وہ پھٹ پڑتی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے؟ کیسے آگے بڑھ کر میرے قدموں پر گر پڑے؟ وہ اپنی جگہ سے ہلنا بھول گئی تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "تم میری ننھی منی سی بہن ہو۔ مجھے بھائی کہو۔"

یک بیک اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ شاید اُس کا سر چکرا رہا تھا۔ میں نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

وہ جواب نہ دے سکی۔ چکرا کر بستر پر گر پڑی۔ میں نے جلدی سے اُسے بستر پر لٹایا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اُسے چکر کیوں آیا؟ سُنا ہے خوشی کی شدت سے بھی سر چکرا جاتا ہے۔ میں نے اُس کی پیشانی پر مالی سوچ کو پڑھا۔ پھر جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔ وہ بچوں کی نہیں تھی۔ بیہوش نہیں تھی۔ بہانہ کر رہی تھی۔

اُس وقت وہ بھول گئی تھی کہ میں خیال پڑھ سکتا ہوں۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ وہ مجھے بھائی نہیں کہہ سکتی۔

کیوں نہیں کہہ سکتی؟

اِس لیے کہ آج تک دُنیا کی کسی لڑکی نے کسی اجنبی کو بھائی بنانے کے لیے اُس کی تصویر اپنے البم میں نہیں سجائی۔ ثمینہ بھی میری تصویر کو کبھی البم میں اور کبھی تکیہ کے نیچے چھپا کر رکھتی تھی۔ بھائی کو اس طرح کبھی نہیں چھپایا جاتا۔ وہ میرے سینے دیکھتی رہی اور سینے یار کے دیکھے جاتے ہیں۔

ابھی میں نے کہا تھا کہ ہم مرد بے غیرت ہوتے ہیں۔ بہنوں کی خواب گاہوں میں تشریف لے جاتے ہیں۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ ہم مرد ایسے بھی ہیں کہ کسی کو بہن بنانے کے لیے اُس کی خواب گاہ میں جاتے ہیں مگر لڑکیاں کبھی بہن نہیں بننا چاہتیں۔ دلدل اُن کے دماغوں میں بھی ہوتی ہے۔ بھائی نہیں بولنا چاہتیں۔ محبوب بولنے کی صلاحیت حاصل کرنے کے لیے بیہوش ہو جاتی ہیں ویسے ہم مرد اور عورت دونوں ہی غلیظ راستے بناتے جاتے ہیں۔ دونوں ہاتھوں سے تالی بجتی ہے کسی ایک کو کیا الزام دیا جائے۔ بقول وسنتی: "جانے بھی دیں۔"

میں نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر اُسے آواز دی: "ثمینہ! کیا تم نے اخبارات میں یہ نہیں پڑھا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ کسی کی بھی سوچ پڑھ لیتا ہوں؟"

اُس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ پھر خیال آیا کہ وہ بیہوش ہے۔ دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ پھر حماقت کا احساس ہوا کہ ایک بار آنکھ کھولنے کے بعد بیہوشی کا ناٹک ختم ہو چکا ہے۔ وہ منہ پھیر کر نظریں چرانے لگی۔ میں نے اُس کے قریب پڑے ہوئے البم کو اُٹھایا اور کھولا۔ میں امجد کی تصویر چاہتا تھا۔ البم کے ایک صفحہ پر اُس کی ایک بڑی سی تصویر مل گئی۔

ثمینہ آہستگی سے اُٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی۔ سر جھکا کر دھیمے دھیمے لہجے میں کہنے لگی: "میں نے جب سے اخبارات میں پڑھا ہے تب سے آپ کے بارے میں دن رات سوچتی رہتی ہوں۔ آپ کی تصویر کو دیکھتی رہتی ہوں۔ آپ کو دیکھتے رہنا ہی میری عبادت بن گئی ہے۔"

میں نے کہا: "عبادت میں پاکیزگی شرط ہے۔"

وہ التجا آمیز لہجے میں بولی: "میرا آپ دل نہ توڑیں۔ کیا میں جوان اور حسین نہیں ہوں؟ کیا میں ایسی نہیں ہوں کہ آپ کی نظروں میں سما سکوں؟"

"ہاں مگر وہی رشتہ اٹل ہے گا، جو ایک بار میری زبان سے نکل چکا ہے۔"

وہ بولی: "زبان سے نکلا ہوا نہیں، دل میں بسا ہوا رشتہ اٹل ہوتا ہے۔ کیا میں اپنا دل چیر کر دکھاؤں؟ بھیا! آپ کتنی ہی بار میری عزت کا سودا کرنا چاہا۔ اِس علاقے کے کتنے ہی لوگ میرے حسن کے دیوانے ہیں مگر میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میرا آئیڈیل آپ ہی رہیں گے۔ خدا کو ہمارا ساتھ منظور ہے میرے مرشد نے آپ کو میرے پاس پہنچایا۔ اگر میں آپ کے معیار پر پوری نہ اُتر سکی تو آپ کے قدموں کی دھول بن کر رہوں گی۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر میرے قدموں میں آنا چاہتی تھی۔ میں نے اُسے اٹھنے کا موقع نہیں دیا۔ بستر پر لٹا دیا۔ اُس کی آنکھیں بند کر دیں۔ دھیرے دھیرے ٹیلی پیتھی کی لوری سنانے لگا۔ یہ ایسی لوری ہوتی ہے کہ ضدی بچے بھی سو جاتے ہیں۔ پندرہ منٹ کے اندر وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

بے شک وہ حسین تھی، جوان تھی مگر مجھے تو مونا کا قیامت خیز حُسن اور دھماکہ خیز شباب بھی ڈگمگا نہ سکا تھا۔ بیچاری ثمینہ کیا چیز تھی؟ اگر میں ثمینہ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعہ قائل کرتا کہ وہ بھائی بہن کے رشتے کو قبول کر لے تو وہ وقتی طور پر تو قائل ہو جاتی مگر اُس کے لاشعور میں عاشقانہ تعلقات کی چاہت کانٹے کی طرح چبھتی رہتی۔ لہٰذا میں نے اُس کے لیے دوسرا طریقہ کار سوچ لیا تھا۔

میں نے آئینے کے سامنے تمام میک اپ کا سامان نکال کر رکھا۔ امجد کی تصویر بھی رکھی۔ پھر میک اپ شروع کرتے ہوئے امجد کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ کاٹج کے پہلے کمرے میں بیٹھا شراب سے شغل کر رہا تھا۔ ایک رات میں پانچ سو ڈالر حاصل کر کے ہوائی قلعے بنا رہا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ اب ثمینہ کا ریٹ گرنے نہیں دے گا۔ میرے ہی جیسے لوگوں کو بھانسا کرے گا۔ میں اُس کی سوچ کو کریدتے ہوئے یہ معلومات حاصل کرنے لگا کہ اُس کی روز کی معروف کیا ہیں؟ کون لوگوں سے کس قسم کے تعلقات ہیں۔ علاقے میں جن لوگوں سے واقفیت ہے اُن کے نام کیا ہیں؟

یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے دوران رس ونتی نے مخاطب کیا۔ "فرہاد! یہ ساری معلومات میں ایک ڈائری میں نوٹ کر رہی ہوں۔ کبھی بھولو گے تو میں بتا دیا کروں گی۔ ٹھیک ہے نا؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "شکریہ جانِ من! تم ایک بہترین سیکریٹری ہونے کا ثبوت دے رہی ہو۔"

اُس نے میری شرارت کا جواب خرارت سے نہیں دیا۔ کہنے لگی۔ "تمہاری مقناطیسی انگوٹھی پتاجی کے پاس ہے۔ اُس کا کیا کیا جائے؟"

"میں نے جان بوجھ کر وہ انگوٹھی وہاں چھوڑ دی ہے۔ پتا جی سے کہو اُسے پہنے رہیں۔ پروفیسر اسکوچ عرف اجنبی میزبان کو خوش فہمی میں مبتلا رہنا چاہیے کہ میں پتاجی اور رس ونتی کے ساتھ ہوں۔"

"اُسے یہ خوش فہمی نہیں رہے گی۔ واس دیو نے یہ بیان دے دیا ہے کہ تم اُس کے رُوپ میں فرار ہونے والے تھے۔ یہاں کے انٹیلیجنس والے تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ میں نے ٹریفک سے کہہ دیا ہے کہ وہاں تمہارے جتنے کپڑے ہیں، سب جلا دیے جائیں۔ تمہارا ایک رُومال تک نہ رکھا جائے۔ جس بستر پر تم سوتے رہے۔ اُسے بھی جلا دیا گیا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "آخر یہ سب کیوں؟"

وہ بولی۔ "تم یہ بھول گئے تھے کہ بنکاک میں تنظیم کا جو ماسٹر بھوانی ہے اُس کے پاس بہترین تربیت یافتہ کتے ہیں۔ اگر انھیں تمہارا ایک رُومال بھی مل جائے تو وہ تیر کی طرح تمہاری پناہ گاہ تک پہنچ جائیں گے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "تھینک یو رس ونتی! تم نے بروقت ذہانت سے کام لیا ہے۔ اب بہت رات ہو چکی ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔"

"ہاں۔ مجھے نیند آ رہی ہے مگر پہلے تمہیں سونا چاہیے۔"

"ابھی مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔ شاید صبح ہو جائے۔ آج تم اس اصول کو بالائے طاق رکھ دو کہ ہندوستانی عورت پہلے مرد کو کھلاتی پلاتی اور سُلاتی ہے۔ ابھی تم سو جاؤ گی تو تمہارے جاگنے کے بعد میں صبح نو بجے تک سو تا رہوں گا۔ پھر دس بجے تک مذاکرات کے لیے تیار ہو جاؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں سونے کے لیے جا رہی ہوں۔ ہاں یاد آیا۔ وسنتی تمہیں یاد کر رہی تھی۔ ذرا اُس سے بات کر لینا۔ ورنہ وہ مجھ سے ناراض ہو گی کہ میں نے اُس کا پیغام تمہیں نہیں پہنچایا۔"

"اچھا میں فرصت ملتے ہی اُس سے بات کروں گا۔ فی الو اب آرام سے سو جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ فوراً ہی چلی جاتی ہے یا چپ چاپ میری سوچ پڑھنے کے بعد مخصت ہوتی ہے۔ بہرحال اس وقت میرا دھیان امجد کی طرف تھا۔ مجھے اتنی فرصت نہیں تھی کہ میں وسنتی سے باتیں کر سکتا۔ میں نے آئینے میں خود کو دیکھا۔ میرا حلیہ سے پرکھا۔ میک اَپ مکمل ہو چکا تھا۔ میں نے وہاں سے اُٹھ کر کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ پھر آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ کر سگریٹ سُلگاتے ہوئے امجد کے دماغ پر قابض ہو گیا۔

امجد نے شراب کی بوتل بند کی۔ وہاں سے اُٹھ کر جیسے نیند کی حالت میں چلتا ہوا ٹیرس کی خواب گاہ کا دروازہ کھول کر میرے سامنے آیا مگر ابھی وہ مجھے نہیں پہچان سکتا تھا۔ کیونکہ میں تو اُس کے دماغ میں تھا۔ وہ فرہاد کے دماغ سے سامنے بیٹھے ہوئے امجد کو دیکھ رہا تھا۔ یعنی میں امجد تھا اور وہ فرہاد تھا۔ اُس نے اپنی سے میرے کپڑے اور نوٹوں کی گڈیاں نکالیں۔ انھیں لے کر اپنے کمرے میں گیا۔ اپنی الماری کھول کر کپڑے اور نوٹوں کی گڈیاں رکھیں۔ اپنی جیب سے پانچ سو ڈالر کی گڈی بھی نکال کر رکھ دی۔ الماری کو لاک کیا۔ پھر اُس کی چابیاں لا کر مجھے دے دیں۔

دوسرے حصے پر وہ شراب کی بوتل اور گلاس اُٹھا کر لایا۔ انھیں میری اٹیچی میں رکھ دیا۔ سنگھار میز سے میرے میک اپ کا تمام سامان سمیٹ کر انھیں بھی اٹیچی میں بند کر دیا۔ پھر اٹیچی اُٹھا کر کاٹج کے پیچھے جانے لگا۔ میں بھی اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ کاٹج کے پیچھے جو گھڑا کھودا گیا تھا۔ اُس گھڑے میں امجد نے اٹیچی کو پھینک دیا۔ اُس کے بعد اُس کا دماغ آزاد ہو گیا۔

اُس نے چونک کر اپنے آس پاس دیکھا۔ حیرانی سے سوچنے لگا کہ اپنے کمرے سے اُٹھ کر وہاں کیسے پہنچ گیا؟ وہ بھی اپنے کھودے ہوئے گڑھے کے کنارے؟ وہ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اتنے میں میں کاٹج کے پچھلے دروازے سے نکل کر اُس کے سامنے آ گیا۔ اُس کے پاگل ہونے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے سامنے ایک دوسرے امجد کو دیکھ رہا تھا۔ اپنے جیسے کو ٹٹول رہا تھا۔ پھر اُس نے شدید حیرانی اور پریشانی سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "میں امجد خاں ہوں۔"

وہ بولا۔ "بکواس مت کرو۔ تم کوئی بہروپیے ہو۔"

"نہیں۔ ہم دونوں ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔ میں امجد خاں غیرت مند ہوں۔ میں نے اپنی بہن ثمینہ کو غیرت کی لوری دے کر سُلا دیا۔ تم امجد خاں بے غیرت ہو۔ بے غیرتی جہاں ملے، اُسے مار ڈالنا چاہیے۔ میں تمہیں موت کی نیند سُلا دوں گا۔"

اُس نے فوراً ہی جیب سے چاقو نکال کر کھول لیا۔ میں نے دیکھا کاٹج کے پیچھے دُور دُور تک رات کا سناٹا تھا۔ چاندنی جوبن پر تھی

مگر ہم دونوں کو کوئی دیکھنے والا نہ تھا۔ ایسے وقت اُس کہاوت کو درست ہونا تھا کہ آدمی خود اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں گرتا ہے۔

❁

بڑی گہری نیند آئی تھی۔ رات کے تین بجے میں نیند کی آغوش میں گیا تھا۔ میرے دماغ نے میری ہدایت کے مطابق ٹھیک چار گھنٹے بعد جگا دیا۔ میں نے بھرپور انگڑائی لے کر بدن کو توڑا مروڑا۔ پھر اُٹھ بیٹھا۔ میری کلائی میں امجد کی گھڑی بندھی ہوئی تھی۔ صبح کے سات بج چکے تھے۔ میں وہاں سے اُٹھ کر باتھ روم میں چلا گیا۔

میں نے سب سے پہلے سپر ماسٹر کی تنظیم کو اہمیت دی۔ آج کے مذاکرات میں اُن لوگوں سے ہی نمٹنا تھا۔ اُس کے لیے میں نے آبدوز کے کرنل اور کیپٹن والٹر کے دماغوں کو ٹٹولنا شروع کیا۔ وہاں ابھی رات تھی۔ اس لیے وہ دونوں ابھی تک سو رہے تھے۔ دونوں کے خوابیدہ خیالات نے مجھے بتایا کہ وہ ملازمت سے ریٹائر کر دیے گئے ہیں۔ چند ہفتے پہلے جب اُس بات کا انکشاف ہوا تھا کہ جیسے آبدوز میں لے جا کر زخمہ بنایا گیا ہے۔ وہ فرہاد نہیں عازم ہے تو سپر ماسٹر نے ایسے تمام فوجیوں کو ملازمت سے نکال دیا تھا، جو آبدوز سے تعلق رکھتے تھے۔

مجھے مایوسی ہوئی۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ کرنل اور کیپٹن کو تربیت کروں گا جب سپر ماسٹر مذاکرات سے انکار کرے گا تو میں آبدوز کو تباہ کرنے کی دھمکی دوں گا۔ لیکن آدمی کی سوچی ہوئی تمام باتیں پوری نہیں ہوتیں۔ فی الحال میرے ہاتھ میں ایسی کوئی بڑی چال نہیں تھی جس کے ذریعہ میں سپر ماسٹر کو مجبور کر سکتا۔

میں نے ماسک مین کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بھی سو رہا تھا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اُس نے ہمارے سلسلے میں سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا تھا یا نہیں؟ ماسک مین کا ذہن خواب کی حالت میں بھی ہیجان تھا۔ پریشانی یہ تھی کہ ہم نے علیحدہ مملکت کا مطالبہ کیا تھا۔ پریشانی یہ تھی کہ ہم کسی چھوٹے سے ملک کے حکمراں بن کر موجودہ بڑی طاقتوں سے بھی سپر ہو جاتے اور دُنیا کا کوئی بڑا ملک ہماری برتری نہیں چاہتا تھا۔ ہمارے مطالبے نے سب ہی کو پریشان کر رکھا تھا۔

دُوسرے حکمرانوں کی طرح ماسک مین کی بھی نیند اُڑ گئی تھی۔

دو گھنٹے پہلے وہ خواب آور دوا استعمال کرنے کے بعد سویا تھا اور اُس کا ماتحت ایک گھنٹے بعد اُسے نیند سے جگانے والا تھا۔ اُس ایک گھنٹے کے اندر میں نے آہستہ آہستہ اُس کے ذہن کو کرید کر معلومات حاصل کیں۔ اُس کے خوابیدہ خیالات نے بتایا کہ دس گھنٹے پہلے بڑے عالک کے ایسے بڑے لوگوں کا خفیہ اجلاس ہوا تھا، جن کے متعلق یقین تھا کہ فرہاد اُن کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اُن بڑے لوگوں میں ماسک مین اور سپر ماسٹر قابلِ ذکر ہیں۔

لیکن ماسک مین خود کو پُراسرار بنا کر رکھنے کا عادی تھا۔ اُس نے اپنے ہاں کے ایک ذہین سیاست داں کو ماسک مین بنا کر اجلاس میں شرکت کے لیے بھیجا تھا۔ وہ سیاست داں زبردست ہپناٹسٹ اور نقال بھی تھا۔ اُس نے خفیہ اجلاس میں شریک ہو کر سپر ماسٹر کی آواز اور لہجے کو ہو بہو نقل کیا تھا۔ پھر اجلاس سے واپس آ کر اُس لہجے کو ریکارڈ کر لیا تھا۔

ریکارڈ کرنے کی ایک اہم وجہ تھی۔ ماسک مین اُس اجنبی میزبان کے ذریعہ میری لاعلمی میں مجھے دوست بنائے ہوئے تھا۔ اب وہ میری دوستی کو مستقل کرنے یا اجنبی میزبان کو میرا سچا دوست ثابت کرنے کے لیے مجھے سپر ماسٹر کی آواز اور لہجہ سُنانا چاہتا تھا تاکہ میں اُس تنظیم کو جوڑ سے اکھاڑ کر پھینک دوں۔ میرے لیے یہ بات خوش آیند تھی۔ یہ چلا کہ سپر ماسٹر کی آواز کا وہ ٹیپ اُس نمائندے کے پاس تھا، جو ماسک مین کی ٹرانسمیٹر کالیں اٹینڈ کیا کرتا تھا۔

میں نے رس ونتی کو مخاطب کیا۔ وہ ناشتہ کرنے کے دوران مُرغ سے انگریزی میں باتیں کرنا سیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "رس ونتی! مجھے ماسک مین کے اس نمائندے کی آواز سُناؤ، جو کوڈورڈ میں نمبر ون۔ مین فار ماسک مین۔۔۔"

رس ونتی نے تھوڑی دیر میں وہ آواز سُنا دی۔ میں اُس نمائندے تک پہنچ گیا۔ میں اُس کے دماغ پر قابض نہیں ہونا چاہتا تھا تاکہ اُسے شُبہ ہو جاتا کہ فرہاد نے اُسے ٹریپ کیا ہے۔ تو ماسک مین کو بھی ٹیلی پیتھی کا شکار ہونے کا شبہ ہو جاتا۔ اس طرح وہاں کا ماسک مین بھی اپنے عہدہ سے الگ ہو جاتا۔ کوئی نیا اجنبی ماسک مین اُس کی جگہ آ جاتا۔ میں ایسی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں نے بڑی سہولت سے اُس نمائندہ کی سوچ کے ذریعہ اُس میں یہ شوق پیدا کیا کہ اُسے سپر ماسٹر کی آواز سُننا چاہیے حالانکہ وہ نمائندہ اپنے ماسک مین کی لاعلمی میں ایسا کام نہیں کرتا تھا مگر شوق بھڑک جائے تو آدمی اُس کی تکمیل کے لیے مجبور ہو جاتا ہے۔ اُس نے ٹیپ کو ریکارڈر میں لگا کر آواز سُنی۔ میں نے اس آواز اور لہجے کو ذہن میں نقش کیا۔

دوسرے ہی لمحہ میں سپر ماسٹر کے دماغ میں تھا۔

مگر نہیں۔ یہ میری اور ماسک مین کی خوش فہمی تھی۔ سپر ماسٹر کوئی نادان بچہ نہیں تھا۔ اُس نے بھی اُس خفیہ اجلاس میں اپنے ایک ذہین ماتحت کو سپر ماسٹر بنا کر شرکت کے لیے بھیجا تھا۔ یعنی اُس وقت میں اسی ذہین ماتحت کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔

بڑی مایوسی ہوئی۔ آج صبح بیدار ہونے کے بعد مسلسل ناکامیوں کا منہ دیکھ رہا تھا۔ بہرحال میں نے سپر ماسٹر کے ماتحت مسٹر کارنل وڈ

کے دماغ کو کھنگالنا شروع کیا۔ کارنل وُوڈ نے خفیہ اجلاس کی رپورٹ پیش کی اس کے اہم نکات یہ تھے۔ پہلا یہ کہ سپر ماسٹر کی تنظیم کا ایک ماسٹر مذاکرات میں خریک ہو کر فرہاد سے صرف یہ پوچھے گا کہ وہ تنظیم کو کون سا نقصان پہنچانے کی دھمکی دے رہا ہے؟

دوسرا نکتہ یہ کہ سپر ماسٹر کو فرہاد سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ بہت پہلے ہی احتیاطی تدابیر کر چکا ہے اور اب فرہاد اور رس ونتی سے پوری طرح نمٹ سکتا ہے۔

خفیہ اجلاس میں شریک ہونے والے نقلی ماسک مین نے کہا تھا۔ جنٹلمین! اصل مسئلہ علیحدہ مملکت کا ہے۔ سپر ماسٹر خود کو محفوظ سمجھ کر فرہاد اور رس ونتی سے نمٹ سکتا ہے مگر ہم دو سو بڑے ممالک کو علیحدہ مملکت کا مطالبہ تسلیم کرنا ہوگا۔ ویسے اس مطالبے کو ٹھکرانے کے لیے سپر ماسٹر اہم رول ادا کر سکتا ہے اور اگر سپر ماسٹر نے ہمارا ساتھ نہ دیا تو ایک دن سپر ماسٹر کو بھی علیحدہ مملکت کی برتری تسلیم کرنی پڑے گی۔"

نقلی سپر ماسٹر کارنل وُوڈ نے کہا۔ "میں علیحدہ مملکت کے خطرے کو سمجھ رہا ہوں۔ ہمارے سامنے ایک ایسا جن ہے جسے ہم سب مل کر بھی ... بوتل میں بند کر سکتے ہیں۔ ایسے وقت ہمیں آپس کے اختلافات کو بھول کر متحد ہو کر کسی خفیہ محاذ سے فرہاد اور رس ونتی کو زیر کرنا ہوگا۔"

ایک بڑے ملک کے حاکم نے کہا۔ "سپر ماسٹر نے اپنے ملک کے بچاؤ کی احتیاطی تدابیر کی ہیں۔ وہی فرہاد اور رس ونتی کو نیلیج کر سکتا ہے۔"

نقلی ماسک مین نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ فرہاد اور رس ونتی یقیناً بنکاک میں ہوں گے۔ ہم انھیں تلاش کریں گے تو وہ دونوں ہمیں بلیک میل کریں گے۔ لہٰذا مذاکرات میں سپر ماسٹر کی طرف سے فرہاد کو چیلنج کیا جائے کہ اُسے بنکاک میں ڈھونڈ کر گولی مار دی جائے گی۔"

ماسک مین دوسری چالیں چل رہا تھا۔ وہ اپنے منصوبے کے مطابق سپر ماسٹر کے لوگوں کو میری تلاش میں بھیج رہا تھا۔ تاکہ میں ماسک مین کو الزام نہ دے سکوں۔ اس کا دوسرا منصوبہ یہ تھا کہ ہماری علیحدہ مملکت کا مطالبہ زور پکڑے گا تو وہ اجنبی میزبان کے ذریعہ مجھے قتل کرا دے گا۔ بے شک وہ مجھے دوست بنانا چاہتا تھا مگر کسی ملک کا حکمران بنتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میرا منصوبہ یہ تھا کہ اگر میرے قتل میں ناکامی ہو۔ سپر ماسٹر بھی ناکام ہو جائے تو اجنبی میزبان سچی دوستی ثابت کرنے کے لیے میرے پاس سپر ماسٹر کی آواز کا ٹیپ پہنچائے گا۔

سیاست کی بساط پر خوب چالیں چلی جا رہی تھیں۔ مائی ہائر چال بازوں تک ابھی یہ خبر نہیں پہنچی تھی کہ فرہاد اب بنکاک میں بھی انھیں نہیں مل سکے گا۔ جب ماسک مین وقت مقررہ پر بیدار ہوا تو اس کے ماتحت نمبر ون نے پہلی خبر یہی سنائی کہ فرہاد بنکاک والی رہائش گاہ سے فرار ہو کر کہیں روپوش ہو گیا ہے۔

یہ خبر ماسک مین کے لیے زبردست دھماکا تھی۔ وہ غصے سے دہاڑا کر بولا۔ "فرہاد کیسے روپوش ہو گیا؟"

نمبر ون نے کہا۔ "جنابِ عالی! پروفیسر اسکوچ کا بیان ہے کہ اس نے اجنبی مہربان کی حیثیت سے ابھی تھوڑی دیر پہلے فرہاد کے نام ایک خط لکھا تھا۔ گونگا وہ خط لے کر گیا تھا۔ رس ونتی کے باپ تن سنگ نے وہ خط پڑھ کر جواب لکھا کہ فرہاد وہاں سے جا چکا ہے۔ واپس آئے گا تو وہ خط اُسے دے دیا جائے گا۔"

ماسک مین نے پوچھا۔ "وہ گونگا دھوکا کیسے کھا گیا، جبکہ وہ مقناطیسی انگوٹھی کے اشارے پر فرہاد تک پہنچ جاتا ہے؟"

"جنابِ عالی! گونگے نے اشاروں کی زبان سے بتایا ہے کہ اب وہ مقناطیسی انگوٹھی تن سنگ کی انگلی میں ہے۔"

"تو اس کا مطلب ہے کہ فرہاد کو اس انگوٹھی کا راز معلوم ہو چکا ہے؟"

"میں نے پروفیسر اسکوچ سے یہی سوال کیا تھا۔ پروفیسر یقین سے کہتا ہے کہ فرہاد انگوٹھی کے راز کو ابھی تک نہیں سمجھ سکا ہے۔ قیاس یہ ہے کہ فرہاد نے چہرے اور ہاتھوں پر میک اَپ چڑھانے کے لیے انگوٹھی اُتاری ہوگی۔ پھر اُسے پہننا بھول گیا۔ تن سنگ نے امانت کے طور پر انگوٹھی کو اپنے پاس رکھا ہے۔ فرہاد سے ملاقات ہوگی تو وہ انگوٹھی پھر اس کی انگلی میں پہنچ جائے گی۔"

ماسک مین نے ناگواری سے کہا۔ "یہ خود کو جھوٹی تسلیاں دینے والی باتیں ہیں۔ پروفیسر سے رابطہ قائم کرو۔ پروفیسر اسکوچ کے پاس فرہاد کا وہ لباس محفوظ ہے، جسے وہ کوالالمپور کے جنگل میں چھوڑ کر گیا تھا۔ وہ لباس شکاری کتوں کے آگے ڈالا جائے۔ وہ کتے اُسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

کتنی دُور دُور سے چالیں چلی جا رہی تھیں۔ میں نے کبھی اس بات پر دھیان نہیں دیا تھا کہ میری اترن بھی دشمنوں کے کام آسکتی ہے۔ بچاری رس ونتی مطمئن تھی کہ اس نے میرے پہنے ہوئے سارے کپڑے جلا دیے ہیں۔ اس نے ذہانت کا ثبوت دیا تھا مگر دشمن بھی ذہین ہوتے ہیں۔

میں پروفیسر اسکوچ کے پاس پہنچ گیا۔ نمبر ون اپنے ماسک مین کا وہی حکم اُسے سنا رہا تھا۔ پروفیسر حکم سنتے ہی اس کی تعمیل کے لیے ایک اسٹور روم میں گیا۔ وہاں ایک الماری میں پلاسٹک کے تھیلے کے اندر میرے لباس کو محفوظ رکھا گیا تھا تاکہ میرے پسینے کی بُو اُڑنے نہ پائے۔ اس نے پلاسٹک کے تھیلے کو نکال کر الماری بند کر دی۔ دوسرے کمرے میں آکر ایک ٹائپ رائٹر کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر ایک خط ٹائپ کرنے لگا۔

خط کا مضمون تھا۔ پلاسٹک کے اس تھیلے میں فرہاد کے کپڑے ہیں۔ بھاگتے کتے ان کپڑوں کے ذریعہ فرہاد تک پہنچ جائیں گے۔ جتنی جلدی ہو سکے، فرہاد کو زندہ یا مُردہ حاصل کرو۔ فقط ماسک مین۔

پروفیسر اسکوچ نے خط ٹائپ کرنے کے بعد اُسے لفافہ میں رکھا۔ لفافہ پر باس میکوٹسن کا پتہ لکھا۔ پھر گونگے ملازم کو بلا کر اشاروں میں سمجھایا کہ پلاسٹک کا تھیلا اور وہ خط میکوٹسن نامی ریڈ پاوو کے باس تک پہنچا دے۔ گونگا وہ سامان لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ میں نے رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔ نو بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ ٹھیک ساڑھے نو بجے گونگے نے وہ سامان میکوٹسن تک پہنچا دیا۔ وہ باس خنزیر سے شغل کر رہا تھا۔ اس نے نشے کی حالت میں اس خط کو پڑھا۔ پھر گونگے سے بولا۔ "ٹھیک ہے تم جاؤ۔ میرے کتے کل رات سے بھوکے ہیں۔ فرہاد کی بوٹیاں نوچ لیں گے۔"

پھر وہ سنبھل کر بولا۔ "اوہ میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تم گونگے ہو۔ یہ لو میں ہاتھ کے اشارے سے بولتا ہوں۔ دفع ہو جاؤ۔"

گونگا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میں ساتی بن کر اُسے پلانے لگا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ کتے بڑے خونخوار ہیں۔ وہ خود کتوں کے سامنے نہیں جاتا تھا۔ اُن کے لیے ایک خاص ملازم رکھا گیا تھا۔ وہ درندے صرف اسی ملازم کو پہچانتے تھے اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ میرے لیے اتنی معلومات کافی تھیں۔ میں باس میکوٹسن کے دماغ پر قابض ہو گیا۔

اس کے بعد اس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر پلاسٹک کے تھیلے کو لیا۔ پھر باتھ روم میں جا کر میرے کپڑے نکالے اور انھیں ایک ایک کر کے جلانے لگا جو کپڑے راکھ ہو جاتے تھے، وہ انہیں اکٹھا کر کے کموڈ کے اندر ڈال دیتا تھا۔ جب سارے کپڑے راکھ ہو کر کموڈ کے اندر پہنچ گئے تو اس نے فلش کے ذریعہ ساری راکھ زمین کی تہہ میں پہنچا دی۔ شراب کی گرمی اور اس محنت کے باعث کچھ پسینہ تو نکلنا ہی تھا۔ اس نے پسینے سے بھیگے ہوئے کپڑے اُتار کر پلاسٹک کے تھیلے میں بند کیے، پھر نیا لباس پہنا۔ پھر اس نے ملازم کو بلا کر کہا۔ "گیراج سے کتوں کو لے جانے والی گاڑی نکالو اور ڈاگ ماسٹر کو بلاؤ۔"

ملازم چلا گیا۔ ڈاگ ماسٹر کے کہا جاتا تھا جو ان کتوں کی نگرانی کرتا تھا اور انھیں لینے ... قابو میں رکھنے کے گُر جانتا تھا۔ تھوڑی دیر میں ڈاگ ماسٹر حاضر ہو گیا۔ میکوٹسن نے پلاسٹک کا تھیلا اس کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا۔ "یہ فرہاد علی تیمور کا لباس ہے۔ اُسے کتوں کو سونگھنے دو اور انھیں گاڑی میں لاد دو۔ وہ جدھر منہ کر کے بھونکتے رہیں گے ہم اُدھر گاڑی لے جائیں گے۔"

ڈاگ ماسٹر نے بے یقینی سے پوچھا۔ "کیا ہم مسٹر فرہاد تک پہنچ جائیں گے؟"

"یقیناً۔ ہاں ایک بات یاد رکھو کہ جب کتے اُسے ڈھونڈ نکالیں تو ہم ایسے وقت گرنیڈ بن جائیں گے۔ تاکہ وہ ہمیں ٹریپ نہ کر سکے۔ وہ زندہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کتوں کو وہ اشارہ دینا جس اشارے پر وہ اپنے شکار کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ سمجھ گئے؟"

وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ چونک کر بولا۔ "جی ہاں۔ سمجھ گیا۔ بالکل سمجھ گیا۔"

میں سمجھنے والے ڈاگ ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پلاسٹک کا تھیلا لے کر باہر جا رہا تھا۔ اس کی سوچ میرے لیے غیر متوقع تھی۔ یعنی وہ میرا پرستار تھا۔ دشمنوں کے درمیان بھی ہمارے چاہنے والے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کا کرم ہے۔ وہ ڈاگ ماسٹر پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ "میں اور مسٹر فرہاد کا قاتل بنوں؟ نہیں۔ میں ایسی ہستی پر اپنی جان نچھاور کر سکتا ہوں۔ اس کے دشمنوں کو ہلاک کر سکتا ہوں۔ میری دیرینہ آرزو ہے کہ وہ میرا آقا ہو اور میں اس کا غلام بنا رہوں۔"

وہ چلتے چلتے رُک گیا۔ مٹھیاں بھینچ کر پلٹ گیا۔ وہ واپس جا کر میکوٹسن کا گلا گھونٹنا چاہتا تھا۔ وہ میرا پرستار نہ ہوتا تب بھی میکوٹسن میری چال سے مرجھاتا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "رُک جاؤ۔"

ڈاگ ماسٹر ٹھٹک گیا۔ میں نے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

وہ حیرت سے بولا۔ "نہیں۔ میرا دماغ بول رہا ہے۔"

"نہیں ڈاگ ماسٹر! میں اپنی موجودگی کا ثبوت دے رہا ہوں تم پلاسٹک کے تھیلے کو کتنی ہی مضبوطی سے تھام کر رکھو۔ وہ تمھارے ہاتھوں سے چھوٹ جائے گا۔"

اس نے تھیلے کو مضبوطی سے تھام لیا۔ میں نے چند سیکنڈ کے لیے اس کے دماغ کو اپنے قابو میں کر کے پھر آزاد چھوڑ دیا۔ وہ سر کو جھٹک کر حیرانی سے دیکھنے لگا۔ تھیلا زمین پر پڑا تھا۔ چند سیکنڈ کے دوران اسے پتہ ہی نہ چلا کہ اس نے تھیلے کو کب ہاتھوں سے چھوڑ دیا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ میں اس کے دماغ میں موجود ہوں۔ وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ اس عقیدت سے اور مسرت سے کانپنے لگا کہ اس کا نیا آقا اس کے دماغ کے غریب خانے میں ... بیٹھا تھا۔

میں نے کہا۔ "سنو! میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ میکوٹسن کے ہاتھوں اپنے کپڑے جلوا لیے۔ اب اس پلاسٹک کے تھیلے میں میکوٹسن کے کپڑے ہیں۔ انھیں کتوں کے سامنے لے جاؤ۔"

"ایں۔" وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "آقا! میں آپ کو دماغ میں سمجھ رہا ہوں۔ دیکھ نہیں رہا ہوں۔ ابھی پوری طرح دماغ میں آنے والی باتوں پر عمل نہیں کرنا چاہتا۔ ڈرتا ہوں کہ کوئی گڑبڑ ہوئی اس

پلاسٹک کے تھیلے میں آپ ہی کے کپڑے لے کر آیا تھا تو وہ کتے آپ کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ آپ مجھے اجازت دیں۔ میں آپ کے سامنے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں اپنی کھڑکی ہتھیلی کے صرف ایک وار سے میکولسن کی کھوپڑی توڑ کر دکھاؤں گا۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "مجھ سے بحث نہ کرو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ کتوں کے پاس جاؤ۔"

وہ اُس عالی شان کوٹھی کے پیچھے ایک کوارٹر میں پہنچا جہاں کتوں کو باندھ کر رکھا جاتا تھا۔ میں نے کہا۔ "ڈاگ ماسٹر! میں بہت عجلت میں ہوں۔ تمہارے پاس ٹھیر نہیں سکتا۔ پھر کسی وقت تم سے ملاقات کروں گا۔ میں جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ اُس نے پوچھا۔ "آقا! میں آپ کے قدموں میں رہنا چاہتا ہوں۔ کیا میری یہ خواہش پوری ہو گی؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ میری نیم موجودگی میں میرے احکامات کا پابند رہتا ہے یا نہیں؟ اُس کے مزاج میں واقعی غلاموں جیسی فرمانبرداری تھی۔ وہ کوارٹر کا دروازہ کھول کر کتوں کو پچکارتا ہوا اندر گیا۔ پھر پلاسٹک کے تھیلے سے کپڑے نکال کر دو کتوں کے سامنے باری باری لہرانے لگا۔ زنجیر سے بندھے ہوئے درندے اچھل رہے تھے۔ کپڑوں کو سونگھ رہے تھے۔ جس پسینے کی بُو پا رہے تھے اُس کے لمحوں تک پہنچنے کے لیے تڑپ رہے تھے پھر ڈاگ ماسٹر نے ان کپڑوں کو اُن کے درمیان فرش پر ڈال دیا۔ وہ دونوں لباس پر پل پڑے اپنے دانتوں سے پکڑ کر اپنی اپنی طرف کھینچنے لگے لباس کے حصّے اُڑانے لگے جیسے شکار کی بوٹیاں نوچ رہے ہوں۔

تھوڑی دیر بعد ڈاگ ماسٹر نے آہنی پنجوں سے زنجیروں کو نکال کر اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ کتے کوٹھی کی طرف جھپٹتے ہوئے تیزی سے جانے لگے۔ ڈاگ ماسٹر ان کی زنجیریں کھینچ کر انہیں قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُن کے پیچھے چلتا جا رہا تھا۔ کوٹھی کے اگلے حصّے کی طرف میکولسن گاڑی میں بیٹھنے کے لیے برآمدے تک آگیا تھا۔ اُس وقت ڈاگ ماسٹر نے کتوں کی زنجیر چھوڑ دی۔

میکولسن نے دہشت زدہ ہو کر اپنی طرف آنے والے خون آشام درندوں کو دیکھا پھر چیختا ہوا پلٹ کر کمرے کی طرف بھاگنے لگا۔ مگر وہ نہ تو رفتار تھے۔ لمبی چھلانگیں لگا کر شکار کو دبوچنا جانتے تھے۔ انھوں نے ایک ہی جست میں اُسے دبوچ لیا۔ اُس کی چیخیں بُلند ہوتے ہی میں وہاں سے چلا آیا۔

رس ونتی کی سوچ سُنائی دی۔ "فرہاد! تمہیں ڈھونڈ نکالنے کے سارے راستے بند ہو گئے ہیں۔ آؤ مذاکرات کا وقت ہو چکا ہے۔"

میں نے کہا۔ "ایک چھوٹا سا کام اور رہ گیا ہے۔ ٹمینہ جاگنے کے بعد مجھے بھائی سمجھ کر مجھ سے پوچھنے آئے گی کہ رات کو آنے والا فرہاد کہاں چلا گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ اُسے۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "میں نے تمہاری مصروفیت کے دوران تمہارے دوسرے کام نمٹا دیے ہیں۔ ٹمینہ کو بھی مزید دو گھنٹوں کے لیے سُلا دیا ہے۔"

میں اطمینان کی سانس لے کر رس ونتی کے ساتھ دہلی کی اُس عمارت میں پہنچ گیا۔ جہاں چوتھی منزل کے ایک ہال نما کمرے میں بڑے ممالک کے نمائندے بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کے علاوہ ایک عورت تھی جس کی زبان سے میں اور رس ونتی بولنے والے تھے۔ وہ سب بے چینی سے اپنی اپنی گھڑی دیکھ رہے تھے۔ میری گھڑی کے مطابق ٹھیک دس بجے رس ونتی نے اُس عورت کی زبان سے کہا۔ "ہیرو! الوری باڈی! رس ونتی اور فرہاد حاضر ہیں۔"

سب نے چونک کر اُس عورت کو دیکھا۔ پھر نمائندہ افسر نے مسکرا کر ہمیں خوش آمدید کہا۔ اُس کے بعد مذاکرات میں شریک ہم والوں کا تعارف کرانے لگا۔ اب اُن سب کی آنکھوں پر سیاہ چشمے نہیں تھے اور انھوں نے گونگا بننا بھی چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ اُن بوٹ والوں کے اعلیٰ حکام سے اُن کا براہِ راست تعلق نہیں تھا۔ وہ لوگ مذاکرات کی رپورٹ تحریر یا کوڈ ورڈز کے ذریعے اپنے ممالک کو پہنچا سکتے تھے مگر اپنے ممالک کے فوجی دار افسران سے ملاقات کر سکتے تھے، نہ فون وغیرہ پر باتیں کر سکتے تھے۔

بڑی احتیاطی تدابیر پر عمل کرنے کے بعد مذاکرات کا تیسرا دور شروع ہو رہا تھا۔ نمائندہ افسر نے کہا۔ "شریمتی رس ونتی دیوی اور شریمان فرہاد جی! آپ کا پیغام سُپریم تنظیم تک پہنچا دیا گیا تھا، جیسا کہ میں ابھی آپ سے تعارف کرا چکا ہوں۔ یہاں سُپر ماسٹر کے مانند ماسٹر تارا چند موجود ہیں۔ یہ آپ سے براہِ راست باتیں کریں گے۔"

ماسٹر تارا چند اپنی کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اُس کے بولنے سے پہلے ہی میں نے کہا۔ "ماسٹر تارا چند! تم مجھ سے کہنا چاہتے ہو کہ مذاکرات میں ابھی تمہاری یہ عارضی شرکت ہے۔ تم کسی وقت بھی مذاکرات کا بائیکاٹ کر کے یہاں سے جا سکتے ہو مگر جانے سے پہلے مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو کہ اگر ہمارا مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا تو میں کس طرح کس قسم کا نقصان پہنچاؤں گا۔"

ماسٹر تارا چند کی حیرانی بتا رہی تھی کہ میں وہی بات کہہ رہا ہوں جو وہ کہنا چاہتا تھا۔ اُس نے سر ہلا کر مذاکرات کمیٹی کے ممبران سے کہا۔ "میں یہی پوچھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے جواب دیا۔ "تمہارا سُپر ماسٹر اُس آبدوز سے کنٹرول کیپٹن والٹر کو ہٹا کر سمجھتا ہے کہ احتیاطی تدابیر پر عمل کر چکا ہے۔ اُس نادان بچے کو سمجھنا چاہیے کہ فضائی، بحری اور بری افواج، جنرل اور افسران کی تصویریں اور کارنامے اخبارات میں شائع ہوتی ہیں۔ اُس کے ملک کے اعلیٰ حکام ریڈیو اور ٹیلی وژن کی اسکرین، انٹرویو یا تقاریر کے سلسلے میں آتے ہیں۔ بڑے بڑے پروجیکٹ کے انجینئر اور سائنسدان ایسے ہی ذرائع سے مجھے اپنے چہرے دکھاتے اور اپنی آوازیں سُناتے چلے آئے ہیں۔ اُن سب کے دماغ میری مٹھی میں ہیں میرے وار سے بچنے کے لیے پوری فوج کا سائنس اور ٹکنالوجی کے اہم شعبوں کا ڈھانچہ تبدیل کرنا ہو گا۔ ملک میں نئے سرے سے انتخابات کرا کے وہاں کے تمام حکام کو تبدیل کرنا ہو گا اور اتنی جلدی یہ سب کچھ ممکن نہیں ہے۔"

وہ لوگ حیرانی اور پریشانی سے میرے چیلنج کو سُن رہے تھے۔ میں خود حیران تھا کہ اچانک یہ باتیں میرے دماغ میں کیسے آگئیں میں واقعی اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی کے ذرائع استعمال کر کے فوجی افسران سائنسدان اور اعلیٰ حکام تک پہنچ سکتا تھا۔ ویسے میرے اس چیلنج سے یہ دہشت طاری ہو گئی کہ بڑی بڑی اہم شخصیتیں ہماری میلی بیٹھی کی مٹھی میں بند ہیں۔

میں نے کہا۔ "یہاں بیٹھے ہوئے تمام ممالک کے نمائندے اپنے اپنے حکام کو یہ ذہن نشین کرا دیں کہ جس طرح وہ خفیہ اجلاس منعقد کرتے ہیں اُس طرح اپنے ممالک میں خفیہ اتحادیات نہیں کرا سکتے، نئے منتخب ہونے والوں کو بھی عوام کے سامنے آنا پڑتا ہے اور عوام کے سامنے آنے کے لیے اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی اسکرین سے گزرنا ہوتا ہے۔ میں آخری وارننگ دے رہا ہوں کہ ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔ اپنے جاسوس کتوں کو ہماری تلاش میں نہ بھیجو۔ بنکاک میں جتنے ممالک کے سفارتخانے اور سیکرٹ ایجنٹ ہیں۔ اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ایک گھنٹے بعد وہ سب موت کی نیند سو جائیں گے۔"

ایک ملک کے نمائندے نے سوال کیا۔ "فرہاد صاحب! ایک ملک کا سیکرٹ ایجنٹ خود کو ہمالیہ یا کسی دوسرے ملک سے منسوب کر سکتا ہے۔ اس طرح کیا آپ ایک کی غلطی کی سزا ہمالیہ یا کسی دوسرے ملک کو دیں گے؟"

میں نے جواب دیا۔ "کسی کی غلط بیانی سے تم لوگ دھوکا کھا سکتے ہو۔ میں اور رس ونتی کسی کی زبان پر بھروسہ نہیں کرتے۔ اُس کے اندر چھپے ہوئے چور خیالات کو پڑھتے ہیں جس ملک کا جاسوس ہمارے پیچھے آئے گا۔ وہی ملک تباہی و بربادی سے گزرے گا۔"

دوسرے ملک کے نمائندے نے سوال کیا۔ "اگر وہ جاسوس گونگا بہرا ہو تو آپ کیسے سمجھیں گے کہ وہ کس ملک سے تعلق رکھتا ہے؟"

بڑی دوبانت سے سوال کیا گیا تھا۔ واقعی گونگے بہرے جاسوس کے ممالک کی شناخت نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے جواب دیا۔ "ہمارا محاسبہ کرنے والے سامنے گونگے مار دیے جائیں گے تاکہ بولنے والے سامنے آئیں۔"

رس ونتی نے کہا۔ "غیر ضروری باتیں ہو رہی ہیں۔ یہاں صرف ہمارے مطالبے کے سلسلے میں باتیں کرو۔"

نمائندہ افسر نے کہا۔ "آپ لوگوں کے مطالبے کے سلسلے میں تمام نمائندہ ممالک کی کانفرنس ہو گی۔ ہم وہاں فیصلہ کریں گے۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "فیصلہ ہم کر چکے ہیں اور اس سلسلے میں کسی کے محتاج نہیں ہیں۔"

رس ونتی نے کہا۔ "تم لوگ اپنی سیاسی چالیں اپنے پاس رکھو۔ ہم جانتے ہیں کہ عوام کو بیوقوف بنانے کے لیے کیسی بڑی بڑی کانفرنس منعقد کی جاتی ہیں اور ایک مسئلے کو برسوں تک ٹالا جاتا ہے۔"

ایک ملک کے نمائندے نے کہا۔ "ایک علیحدہ مملکت کا مطالبہ معمولی نہیں ہے۔ اسے تسلیم کرنے کے لیے اصولی طور سے تمام ممالک کو متفق ہونا چاہیے۔ ہمیں اتنا وقت تو چاہیے کہ ہم اپنی اپنی حکومت کے قیام کے بعد آپ کا ملک اتنی بڑی دنیا میں تنہا نہیں رہ سکتا۔ علمی، تہذیبی، اقتصادی اور سیاسی تعلقات لازمی ہوں گے۔ اس لیے آپ اور ہم اس مسئلے کو دوستانہ انداز میں حل کریں تو بہتر ہو گا۔"

میں نے جواب دیا۔ "ہم دوستانہ انداز کو سمجھتے ہیں۔ یہ انداز ایسا ہو گا کہ ہم کسی کا تعاون حاصل کیے بغیر اپنی پسند کے ایک علاقے کو اپنی ملکیت بنائیں گے۔ وہ ممنوعہ علاقہ ہو گا جو ہماری اجازت کے بغیر اُدھر کا رُخ کرے گا۔ وہ اپنی موت اپنے ساتھ لائے گا۔ وہ علاقہ کہاں ہے؟ اس کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ جو ممالک دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہتے ہیں وہ مجھ سے بات کرنے کا وقت نوٹ کر لیں۔"

"تمام نمائندے کاغذ قلم سنبھال کر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔ "بنکاک کے وقت کے مطابق رات کے ٹھیک نو بجے میں تھائی لینڈ کی انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل کے پاس رہوں گا اور ہر ملک کے سربراہ کو گفتگو کے لیے صرف دس منٹ کا وقت دوں گا۔ دس منٹ سے زیادہ گنجائش نہیں لے سکوں گی۔ مجھ سے رابطہ قائم کرنے والے صاف اور سیدھے انداز میں اپنا فیصلہ سنائیں گے کہ وہ ہم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں یا نہیں؟ اب ہم جا رہے ہیں۔ ہمارا خدا حافظ ہے۔"

نمائندہ افسر نے جلدی سے کہا۔ "ایک منٹ فرہاد صاحب! میں آپ سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے اور رس ونتی نے کوئی جواب نہیں دیا جس عورت کو وہاں کا رابطہ کا ذریعہ بنایا گیا تھا۔ وہ اپنی ساڑھی کے آنچل سے چہرے کا پسینہ پونچھ رہی تھی۔ نمائندہ افسر نے اُس سے پوچھا۔ "کیا وہ لوگ چلے گئے؟"

عورت نے جواب دیا۔ "شاید چلے گئے ہیں۔ تبھی میں اپنے ہوش و حواس میں بول رہی ہوں۔"

ایک ملک کے نمائندے نے غصّے سے کہا۔ "نان سنس! یہ لوگ خود کو سمجھتے کیا ہیں؟ اپنی مرضی سے آتے ہیں اور اپنی مرضی سے جاتے ہیں۔ ایڈیٹ۔"

رس ونتی نے اس عورت کی زبان سے کہا۔ "تم نے گالی دی۔ چلو اُٹھو چوتھی منزل کی کھڑکی سے نیچے چھلانگ لگاؤ۔"

"نن۔ نہیں۔" اُس نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

میں اُس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ یک بیک وہ اپنی جگہ سے اُٹھا۔ کرسی پیچھے فرش پر اُلٹ گئی۔ وہ دوڑتا ہوا کھڑکی کے پاس گیا۔ پھر پردہ ایک طرف ہٹا کر کھڑکی کی چوکھٹ پر چڑھ کر نیچے کود گیا۔ وہاں کھلبلی مچ گئی۔ سب ہی دوڑتے ہوئے کھڑکی کے پاس گئے۔ وہ اُس کا انجام دیکھنا چاہتے تھے۔ میں نے اُس عورت کی زبان سے کہا۔ "سنو! کوئی ضروری نہیں کہ چوتھی منزل سے گرنے والا مر ہی جائے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اپاہج ہو جائے۔ میرا خیال ہے اتنا سبق کافی ہوگا۔ تم لوگوں کو پیچھے جا کے بولنے کا سلیقہ آجائے گا۔"

ہم وہاں سے چلے آئے۔ رس ونتی نے کہا۔ "اے تم نے مجھے ابھی تک نہیں بتایا کہ کس علاقے کو اپنی ملکیت بنانا چاہتے ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں خود نہیں جانتا۔ دنیا کے نقشے میں کوئی جگہ تلاش کروں گا۔ کیوں نہ ہم مریم، شرلاک اور بے فی وغیرہ کو اس کام کے لیے تقرر کریں۔ وہ کتابیں پڑھ کر جغرافیائی معلومات کے مطابق اپنی اپنی رائے پیش کریں گے۔ ہم اُن آراء کی روشنی میں کسی علاقے کو اپنے لیے پسند کر لیں گے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ میں مریم سے کہتی ہوں۔"

"میں شرلاک کے پاس جا رہا ہوں۔"

ہم سوئچ نگر سے جدا ہو گئے۔ میں شرلاک کے پاس پہنچا۔ وہ غصّے میں تھا۔ ماسٹر رومی کو ڈانٹ رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے شرلاک؟"

وہ چونک گیا۔ پھر ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "ابھی ایک گھنٹے پہلے دو گونگے آئے تھے۔ وہ تحریر کے ذریعہ ہمیں مجبور کر رہے تھے کہ ہم تمھارا پتہ بتائیں۔ ہم نے قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ ہم تمھارے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ وہ ایک کے بعد میں ہم سب کو فرداً فرداً بلا کر پوچھ لیے تھے۔ ماسٹر رومی کو بھی تنہا کمرے میں بلا کر پوچھا گیا۔ اس نے جواب دیا کہ اس کی بات تم سے نہ ہو سکی۔ مگر اُس کی بلی بھی اُسے تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ ماسٹر رومی کی یہ بات سنتے ہی انھوں نے بلی کو پکڑ لیا۔ اُسے اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔"

"اچھا تو وہ سامی کو لے گئے ہیں۔"

"ہاں۔ تم خود سمجھ سکتے ہو کہ وہ بلی کیسی عجیب چیز ہے۔ تم میک اَپ میں چھپے رہو گے۔ تب بھی تمھیں پہچان لے گی۔"

واقعی خطرہ تھا۔ جس طرح بیوی اپنے شوہر کے بدن کو اور اُس کے پسینے کی مہک کو سمجھتی ہے۔ اسی طرح سامی مجھے ہر روپ میں پہچان لیتی تھی۔ وہ میری جُدائی سے پریشان ہو گی۔ گونگے دشمنوں کے ساتھ اُدھر آئے گی تو پہچانتے ہی بے اختیار اچھل کر میری گود میں پہنچ جائے گی۔ یا میرے قدموں میں لوٹنے لگے گی۔

پالتو جانوروں کی وفاداری مثالی اور قابلِ تعریف ہوتی ہے۔ بعض حالات میں یہ وفاداری مہنگی بھی پڑتی ہے۔ میں نے خونخوار کُتوں سے بچنے کے لیے اپنے کپڑے جلا لیے۔ اب سامی کی محبت اور دلجوئی سے بچنے کے لیے اپنے پسینے کو جلا دینا ممکن نہ تھا۔ میں نے شرلاک سے کہا۔ "بڑے بڑوں سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ رومی تو ایک بچہ ہے۔ اُسے ڈانٹنا نہیں چاہیے۔ چلو اُسے پیار کرو۔"

وہ بولا۔ "فرہاد! مجھے شرمندگی ہے کہ....."

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ "یار! غیروں کی طرح ندامت کا اظہار نہ کرو۔ پھر تو مجھے بھی نادم ہونا چاہیے کہ میری وجہ سے یہاں کی انٹیلی جنس والے تمھیں اور تمھارے سارے خاندان کو پریشان کر رہے ہیں۔ بس اب اس بچے کا دل نہ دُکھاؤ۔"

اُس نے مسکرا کر ماسٹر رومی کو گود میں اُٹھا لیا۔ پھر پیار کرتے ہوئے بولا۔ "کوئی بات نہیں۔ غلطی سب سے ہوتی ہے۔ آئندہ احتیاط سے جتنی بات پوچھی جائے اتنا ہی جواب دیا کرو۔"

پھر اُس نے مِتی بے فی اور رُومانہ کو بتایا کہ فرہاد یہاں موجود ہے۔ سب خوش ہو گئے۔ میں نے باری باری سب سے باتیں کیں۔ پھر شرلاک کو بتایا کہ ہم ایک علیحدہ مملکت قائم کرنے کی مہم چلا رہے ہیں۔ اُس کے لیے وہ بے فی اور مِتی کتابیں پڑھ کر قسم قسم کے جغرافیائی معلومات فراہم کریں۔ ہم دُنیا کے نقشے میں کس علاقے کو اپنی ملکیت بنائیں گے۔ یہ سُن کر سب ہی خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ رُومانہ نے کہا۔ "فرہاد! میری طرف سے پیشگی مبارک باد قبول کرو۔ تم اپنے منصوبے میں کامیاب ہو کہ اب علیحدہ مملکت قائم کر کے ہی رہو گے۔"

میں نے کہا۔ "یہ تم لوگوں کی محبت اور وفاداری ہے کہ ہر مہم پر کامیابی ہوتی ہے۔"

اُس نے پوچھا۔ "کیا تم نے سونیا کو یہ خوشخبری سنائی ہے؟"

مجھے چُپ سی لگ گئی۔ لبوں پر لگا جیسے سونیا سے بچھڑے صدیاں گزر گئی ہیں۔ رُومانہ نے پوچھا۔ "کیا وہ چلے گئے؟"

"ہاں۔ ہاں۔ میں اُسے خوشخبری سنانے جا رہا ہوں۔"

میں رُومانہ سے رخصت ہو گیا۔ اگر دوست کم ہوں دشمن زیادہ ہوں تو دوستوں سے ملنے کا موقع نہیں ملتا۔ رس ونتی، رُومانہ وغیرہ ساتھ تھے۔ میرے معاملات میں میری پریشانیوں میں شریک تھے۔ اس لیے اُن سے برابر رابطہ قائم تھا۔ سونیا نے میری موجودگی سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ لہٰذا معاملات سے ہٹ کر اُس سے باتیں کرنے کا موقع نہ ملا۔ اُس وقت بھی میں فوراً ہی اُس سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ سامی کا مسئلہ اہم تھا۔ گونگے جاسوس کسی وقت بھی تلاش کرتے ہوئے سامی کو لے میرے سامنے پہنچ سکتے تھوڑی دیر پہلے میں بڑے ممالک کے نمائندوں سے باتیں کر چکا تھا۔ وہ لوگ ابھی میری یاد داشت میں محفوظ تھے۔ میں نے باری باری سب کو مخاطب کیا۔ سب کو وارننگ دی کہ ایک گھنٹے کے اندر وہ بلی جہاں سے پکڑ کر لے جائی گئی ہے وہیں واپس پہنچا دی جائے۔ میں یہ تفتیش نہیں کروں گا کہ وہ گونگے جاسوس کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں ایک بلی کی خاطر سب کو نقصان پہنچاؤں گا۔

پھر میں نے تھائی لینڈ کی انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ قائم کیا۔ اُس نے بوکھلا کر پوچھا۔ "کیا واقعی مسٹر فرہاد مجھ سے مخاطب ہیں؟" میں نے کہا۔ "ہاں۔ آج کے مذاکرات میں یہ طے پایا ہے کہ بڑے ممالک کے نمائندے آج رات نو بجے آپ سے رابطہ قائم کریں گے۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے گفتگو کرنے کے لیے آپ کو ریلا بطہ بنایا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

میں نے کہا۔ "لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک گھنٹے بعد زندہ نہیں رہیں گے۔"

"کیوں؟" اُس نے گھبرا کر پوچھا۔ "مجھ سے کیا غلطی ہو گئی؟"

"غلطی یہ کہ آپ کے محکمہ کی موجودگی میں غیر ملکی گونگے جاسوس میری ایک بلی کے ذریعے مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ میں یہ نہیں سمجھوں گا کہ اس سلسلے میں آپ بے قصور ہیں۔ آپ کے ملک میں غیر ملکی جاسوسوں کی سرگرمیاں جاری رہیں تو آپ بے قصور نہیں سمجھے جا سکتے۔ آپ اپنی پوزیشن صاف کرنا چاہتے ہیں تو نوکاک کے چپے چپے پر اپنے آدمیوں کی ڈیوٹی لگا دیں۔ جہاں کچھ لوگ بلی کے ساتھ..... خانہ تلاشی میں مصروف نظر آئیں۔ انھیں گرفتار کر کے بلی کو شرلاک کے ہاں پہنچا دیا جائے۔ میں ایک گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ ایک گھنٹے بعد دنیا کے کتنے ہی ممالک میں تباہی و بربادی کا تماشا نظر آئے گا۔ اُن میں آپ کا ملک بھی شامل ہے۔ دس بج کر پانچ منٹ پر میں ٹھیک پانچ بج کر دس منٹ کے بعد موت بن کر آؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں اُس کے دماغ میں سے نکل آیا۔ اُس کے بعد میں نے مالک بین کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گونگے جاسوس اُس کے ملک سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ پھر میں نے سپرنٹنڈنٹ کے چیف سیکریٹری کو ٹٹولا۔ وہ بھی اُن گونگوں کو نہیں جانتا تھا۔ میں مایوس ہو کر چیف سیکریٹری کے دماغ سے نکلنا چاہتا تھا۔ اسی وقت ٹیلیفون کی گھنٹی سنائی دی۔ سیکریٹری کی سوچ نے بتایا کہ وہ خفیہ کال ہے۔ اُس کا تعلق کسی ٹیلیفون ایکسچینج سے نہیں ہے۔ اُس نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "ہیلو سی ایس فار ایس ایم وِس اینڈ۔"

دوسری طرف سے جھنجلاتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "آپریشن ٹائن تھری کا فائل کھولو۔"

چیف سیکریٹری نے میز پر سے ایک فائل اُٹھا کر کھولا۔ پھر کہا۔ "جی ہاں۔"

آواز آئی۔ "اُس فائل پر پنک کلر کے کاغذ پر جو تحریر ہے اُس کا آخری پیراگراف پڑھ کر سناؤ۔"

چیف سیکریٹری ورق گردانی کرنے لگا۔ میں دوسری طرف اُس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا، جو جھنجلاتی ہوئی آواز میں بول رہا تھا۔ اب دوسری طرف سے چیف سیکریٹری کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ پیراگراف پڑھ کر سنا رہا تھا۔ وہ سب کچھ کوڈ ورڈز میں تھا۔ میری مٹھی میں بسنے والے دماغ نے تشریح کی کہ ایک جدید ترین کی آبدوز بحرِ اوقیانوس کی گہرائی میں تھی۔ اُس کے کیپٹن سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کوڈ ورڈز اُس پیراگراف میں درج تھے۔ وہ پیراگراف ختم ہونے کے بعد فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ میں اُس جھنجلائی ہوئی آواز والے کو ٹٹولنے لگا۔ پھر ایک بار کامیابی کی اُمید بندھی۔ میں رفتہ رفتہ سپرنٹنڈنٹ کے قریب پہنچ رہا تھا۔ وہ شخص سپرنٹنڈنٹ کا خاص نائب جونیئر سپرنٹنڈنٹ تھا۔

تنظیم کے تمام قابلِ اعتماد ماسٹر اُسی جونیئر کو اپنا سپرنٹنڈنٹ سمجھتے تھے۔ چیف سیکریٹری بھی یہی سمجھتا تھا۔ حتیٰ کہ اُس ملک میں انتخابات میں جیت کر اقتدار سنبھالنے والے حکام بھی جونیئر کو سپرنٹنڈنٹ سمجھ کر اُس کی داخلہ اور خارجہ پالیسیوں پر عمل کرتے تھے۔ اصل سپرنٹنڈنٹ پردۂ راز میں رہتا تھا۔ وہ جہاں رہتا تھا، وہاں تک کون لوگ پہنچ سکتے تھے؟ اُس کا علم مجھے نہیں تھا، مگر یقین تھا کہ ایک دن میں بھی وہاں تک پہنچوں گا۔

اُن کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ پردۂ راز میں رہنے والا سپرنٹنڈنٹ منصوبے بناتا تھا۔ وہ منصوبے جونیئر سپرنٹنڈنٹ کے پاس پہنچائے جاتے تھے۔ وہ جونیئر سپرنٹنڈنٹ دنیا کے تمام ممالک میں پھیلی ہوئی تنظیم کے ماسٹروں سے اُس منصوبے پر عمل کراتا تھا۔ یعنی اپنے مفادات کی خاطر وہ لوگ ساری دُنیا میں جو کچھ کرتے تھے، اُن کا رپورٹ جونیئر سپرنٹنڈنٹ کی تحویل میں رہتا تھا۔ اب میں اُس جونیئر کے ذریعہ اُن کی تمام سیاسی چالوں کو سمجھ سکتا تھا۔

اُس وقت جونیئر ایس۔ ایم (سپرنٹنڈنٹ) ٹیلیفون کا ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ اٹلی کے ماسٹر فرانسس کو کال کر رہا ہے۔ رابطہ قائم ہوتے ہی وہ ہونٹ سیکنڈ کر ایک مخصوص دھن میں سیٹی بجائے گا۔ جواب میں اٹلی کی لوک دھن سیٹی میں سنائی دے گی۔ اُس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ کسی کی ٹیلی پیتھی کا شکار نہیں ہوا ہے اور اس کے آس پاس کوئی اُن کی گفتگو سننے والا نہیں ہے۔ اس اطمینان کے بعد وہ اپنے مطلب کی گفتگو کرے گا۔

ٹیلیفون سے رابطہ قائم ہو گیا۔ جونیئر سپرنٹنڈنٹ نے مخصوص انداز میں سیٹی بجائی۔ جواب میں اُسے سیٹی بجا کر مطمئن کیا گیا۔ تب جونیئر

ایس۔ ایم نے کہا: "ہیلو ماسٹر فرانسیس ٹرانسمٹ کے ذریعہ بحری جہاز سیون اوسیون کے آفیسر انچارج سے رابطہ قائم کرو۔ اُسے ہدایت دو کہ مجرا وقیانوس کی آبدوز کے کیپٹن فوکس ہاکر سے رابطہ قائم کرے اور اُسے ہدایت دے کہ آبدوز کے ڈاکٹر تھامس کو آبدوز سے واپس نیوی ہیڈ کوارٹر میں بھیج دیا جائے۔ اُس کے لیے ہیلی کوپٹر بھیجا جائے۔ آدھ گھنٹے کے اندر ڈاکٹر کو واپس آجانا چاہیے۔ وٹیس آل۔"

جونیئر ایس ایم نے ریسیور رکھ دیا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ ابھی سپر ماسٹر نے اطلاع بھیجی تھی کہ ڈاکٹر تھامسن اُس کیپٹن والٹر کا ایک نسشتہ دار ہے۔ جیسے میں ٹیلی پیتھی کا نسخہ کار بنا سکتا تھا، اُس کیپٹن والٹر کو بھی ٹرانکولائزر دیا گیا تھا۔ اُس کے رشتے داروں اور ملنے جلنے والوں کو بھی فوج کے اہم عہدوں سے الگ کر دیا گیا تھا صرف اس اندیشے سے کہ فرہاد کیپٹن والٹر کے ذریعہ اُن تمام لوگوں تک پہنچ گیا ہوگا۔ اُن کی تفتیش میں کچھ خامی رہ گئی تھی۔ اب اتنے دنوں بعد جانے سپر ماسٹر کو کیسے معلوم ہو گیا کہ دوسری آبدوز کا ڈاکٹر تھامسن بھی کیپٹن والٹر کا رشتے دار ہے۔

اب ڈاکٹر کونیوی ہیڈ کوارٹر میں بُلا کر اُس سے یہ اگلوانا تھا کہ وہ کیپٹن والٹر سے کتنی بار مل چکا ہے؟ اور کیا اُس کے دماغ نے کوئی غیر معمول سی بات محسوس کی ہے؟ کیا اُس نے کبھی محسوس کیا ہے کہ وہ اپنے مزاج کے خلاف سوچ رہا ہے یا عمل کر رہا ہے؟ مختصر یہ کہ وہ نفسیاتی حربے استعمال کر کے ڈاکٹر کے دماغ میں فرہاد علی تیمور کو ڈھونڈنا چاہتے تھے۔

میں نے رس ونتی کو مخاطب کیا: "ہیلو رس ونتی! ریکارڈر نکالو۔ چند اہم شخصیتوں کو ریکارڈ کرنا ہے۔"

یہ کہہ کر میں ماسٹر فرانسیس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بحری جہاز سیون اوسیون کے آفیسر کو ہدایات دے رہا تھا۔ پھر وہ آفیسر انچارج آبدوز کے کیپٹن فوکس ہاکر سے رابطہ قائم کرنے کے بعد باتیں کرنے لگا۔ پندرہ منٹ کے بعد میں نے رس ونتی کے پاس پہنچ کر جونیئر ایس ایم آئل کے ماسٹر فرانسیس بحری جہاز کے آفیسر انچارج اور آبدوز کے فوکس ہاکر کے لہجوں کو ریکارڈ کر لیا۔ اُس کے بعد تھکے ہوئے انداز میں بستر پر گر پڑا۔

ایسی دماغی محنت ہو رہی تھی کہ سر دُکھنے لگا تھا۔ ایسے وقت لوگ تفریح کرتے ہیں میرے پاس تفریح کے لیے وقت نہیں تھا۔ لوگ پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے شراب پیتے ہیں میں کبھی شراب کو منہ نہیں لگاتا تھا۔ میں صرف حسن کی چاندنی اور شباب کی سیج پر بہلتا تھا مگر رس ونتی کی پابندیوں نے مجھے اُس سے بھی محروم کر دیا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ آہ! میں کتنا اکیلا تھا؟

رس ونتی نے مجھے مخاطب کیا: "فرہاد! تم اس وقت سچ مچ اکیلے ہو۔ سامنے تمھارے پاس نہ کوئی خوشی ہے نہ دماغی سکون ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو میں تمھیں اتنی خوشیاں دیتی، اتنی خوشیاں دیتی کہ تم تھوڑی دیر کے لیے موجودہ مسائل اور پریشانیوں کو بھول جاتے۔"

"میری جان! پیار بھری باتیں کرتی رہو۔ میں سب کچھ بھول جاؤں گا۔"

"جھوٹ بول کر مجھے نہ بہلاؤ۔ میں تمھارے ہر خیالات کو سمجھ رہی ہوں۔ تمھیں بہت تیز نشے کی ضرورت ہے۔ ایسی تفریح کی ضرورت ہے جو تمھیں جذبوں کی جنت میں پہنچا دے۔ میں تم پر ظلم کر رہی ہوں فرہاد!"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ آخر مجھ میں کیا رکھا ہے؟ میری جگہ تمھیں ایک سے بڑھ کر ایک حسینہ ملتی رہے گی۔"

"مجھے تمھارے بعد اور کسی کی چاہت نہیں ہے۔"

"مگر تم تنہا نہیں رہ سکتے ہیں تمھارے کرب کو سمجھ رہی ہوں۔"

"تم بھی تنہا ہو میرے انتظار کے کرب سے گزر رہی ہو۔ انشاء اللہ ہم جلد ہی ملیں گے۔ میں صبر کر رہا ہوں۔ مجھے حوصلہ دو۔"

"تم بہت اچھے ہو فرہاد! یہ سچ ہے کہ صبر کرنے سے گناہ کا اور کمزور پڑ جاتے ہیں۔ میں دل کی گہرائیوں سے تمھاری قدر کرتی ہوں۔"

ہم مزید باتیں نہ کر سکے۔ میں امجد کے رُوپ میں آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا۔ ایک آہٹ سُنتے ہی چونک پڑا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا۔ دروازے پر ثمینہ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بہت پریشان نظر آرہی تھی کیونکہ بیدار ہوتے ہی اُس نے کاٹج کے ہر کمرے میں فرہاد کو تلاش کیا تھا اور اُس کا وہ آئیڈیل فرہاد کہیں غائب ہو گیا تھا۔ میری آنکھ کھلتے ہی اُس نے پوچھا: "بتاؤ! وہ۔ وہ فرہاد جسے کہاں ہیں؟"

"پچھلی رات وہ مجھے بھائی نہیں کہنا چاہتی تھی۔ اب خود کو سمجھا کر یہ کہہ رہی تھی۔ میں نے کہا: وہ تو صبح ہونے سے پہلے ہی چلا گیا۔"

"کہاں چلا گیا؟ نہیں وہ نہیں جا سکتا۔ تقدیر اُسے میرے پاس لائی تھی۔"

"تقدیر اُسے واپس لے گئی۔ اُس نے جاتے وقت کہا ہے کہ اس ملک کی پولیس اور فوج کے لوگ اُسے تلاش کر رہے ہیں۔ وہ چند گھنٹے یہاں چھپنے آیا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ کسی کے سامنے اُس کا نام نہ لیا جائے۔"

وہ آگے بڑھ کر بولی: "ہم کسی سے ذکر نہیں کریں گے۔ ہمارے یہاں چھپا سکتے تھے۔ آپ نے اُسے روکا کیوں نہیں؟"

"جسے پولیس اور فوج نہیں روک سکتی، اُسے میں کیسے روک لیتا۔ اُس نے مجھے ایسے ذہنی جھٹکے پہنچائے ہیں کہ دماغ کی چولیں ہل گئی ہیں۔"

"ہوں۔" وہ ناگواری سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی: "بھیا! آپ ضرور اُس کے مزاج کے خلاف بات کی ہوگی۔"

میں نے اپنے سر کو دباتے ہوئے کہا: "ہاں۔ اُس کی اٹیچی میں نوٹوں کی گڈیاں تھیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ اُسے قتل کر کے وہ دولت حاصل کر لوں گا۔ اُسی وقت اُس نے صاف جھٹکا پہنچاتے ہوئے کہا: میں تمھاری سوچ پڑھ رہا ہوں۔"

ثمینہ نے سر ہلا کر کہا: "ہاں۔ اُس نے میری سوچ بھی پڑھی تھی۔ اچھا ہوا کہ آپ کو سزا دینے والا لوکوئی آیا تھا۔ ہائے اب میں اُسے کہاں تلاش کروں؟"

"وہ پھر آئے گا۔"

یہ سُنتے ہی وہ خوشی سے کھل گئی۔ دوڑتی ہوئی میرے بستر کے پاس آکر فرش پر بیٹھ گئی۔ میں نے اُسے اپنے آنے کی جھوٹی تسلی دی تاکہ وہاں دشمن مجھے تلاش کرنے آئیں تو ثمینہ مجھ سے ملنے کی آس میں جھوٹا بیان دے کہ میں وہاں کبھی نہیں آیا تھا۔ اگر میں اُس لڑکی کو ٹھکرانے والا رویہ اختیار کرتا تو وہ انتقاماً میرے خلاف بیان دیتی۔ اُس کا بھائی امجد دلال ثابت ہوتا اور وہ مجھے امجد سمجھ کر حراست میں لیتے۔ انھیں میرے موجودہ رُوپ پر شبہ ہوتا تو وہ میک اپ کی تہہ تک پہنچ سکتے تھے۔

اِن خواہ مخواہ کے ہنگاموں سے بچنے کے لیے میں نے اُسے دوسری بار اپنی آمد کا سپنا دکھایا۔ اُس نے بڑے اضطراب سے پوچھا: "وہ کب آئیں گے؟"

میں نے جواب دیا: "جب دشمنوں کو یقین آجائے گا کہ وہ بنکاک سے باہر چلا گیا ہے۔"

وہ دشمنوں کو کوستی ہوئی بولی: "پتہ نہیں ان حرامیوں کو کب یقین آئے گا۔ کہیں فرہاد سچ مچ بنکاک سے باہر نہ چلا جائے۔"

"وہ اسی شہر میں رہے گا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ وہ اپنی پناہ گاہیں بدلتا ہوا دو چار روز میں پھر یہاں سے گزرے گا۔ یہاں ایک رات رہ کر پھر چلا جائے گا۔"

"سچ؟" اُس نے خوش ہو کر اپنے دھڑکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔

"ہاں۔ کل رات اُس نے مجھ سے بڑی محنت کرائی۔ میں نے تمھیں قتل کر کے چھٹکارا پانے کے لیے جو گڑھا کھودا تھا۔ اُسے پھر مٹی سے بھرنا پڑا۔ ایک بار میں نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو اُس نے مجھے دماغی اذیتیں پہنچائیں۔ اُف میں کہہ نہیں سکتا کہ دماغ کیسے پھوڑے کی طرح دکھنے لگتا ہے۔ اُس نے مجھے وارننگ دی ہے کہ اگر میں تمھیں گناہ کے راستے پر لگاؤں گا تو وہ میرا ذہنی توازن بگاڑ کر مجھے پاگل بنا دے گا۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ بولنے لگی: "وہ چاہتا ہے کہ مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ میں صرف اُس کی امانت ہوں۔"

وہ ایسی حسین تھی کہ کوئی بھی امانت میں خیانت کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے میں ایک حسین ساتھی کی ضرورت محسوس کر رہا تھا مگر ثمینہ کے لیے میرے ذہن میں ایک مقدس رشتے کا خیال آگیا تھا اور وہ خیال پتھر کی لکیر تھا۔ میں نے اُس سے کہا: "پتہ نہیں وہ تمھیں کیا سمجھتا ہے جو دولت میں اُسے قتل کر کے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ تمھارے لیے وہ ساری دولت چھوڑ کر گیا ہے۔"

وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی: "کہاں ہے وہ دولت؟ آپ نے پہلے کیوں نہ بتایا۔ یاد رکھیں۔۔۔۔ آپ میرا حق چھینیں گے تو فرہاد آپ کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

میں نے کان پکڑ کر کہا: "میری توبہ۔ میری کیا مجال کہ اب میں تم سے دشمنی کروں۔ میں نے اب تک تم پر جو زیادتیاں کی ہیں اُس کے لیے مجھے معاف کر دو۔"

وہ ناگواری سے بولی: "اونہہ۔ جاؤ معاف کر دیا۔ بتاؤ وہ دولت کہاں ہے؟"

میں نے امجد کی الماری کی چابی دیتے ہوئے کہا: "میری الماری میں ہے۔"

وہ چابی لے کر وہاں سے بھاگتی چلی گئی۔ اس وقت رس ونتی کی سوچ نے میرے دماغ کو خوش کیا۔ کہنے لگی: "میرے ولی تاج پرستش کے قابل ہو۔ ایسی تڑپانے والی تنہائی میں ایک لڑکی تمھارے قریب ہے اور تم اُس سے مقدس رشتہ قائم کر رہے ہو۔"

میں نے کہا: "تخیلیت انسان مجھ میں ہوس ہے۔ ہوس پرستی نہیں ہے۔"

"ہاں مجھے یقین ہو گیا ہے علیحدہ مملکت کا فیصلہ جلد کرو۔ فرہاد میں تمھارے قدموں میں آنا چاہتی ہوں۔ مجھ سے یہاں رہا نہیں جاتا۔"

"تمیں تھوڑا اور انتظار۔ ملن کی گھڑی آنے ہی والی ہے۔ آج رات دیکھنا کتنے ہی ممالک ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے مریم لے فی اور شرلاک جغرافیائی معلومات کے ساتھ مشورے دیں گے کہ ہمارے لیے کون سا علاقہ مناسب ہوگا۔ انشاء اللہ کل دُنیا کے سارے اخبارات ایک نئی مملکت کے قیام کے سلسلے میں خبریں شائع کریں گے۔"

اتنے میں ثمینہ واپس آگئی۔ وہ بہت خوش نظر آرہی تھی۔ کہنے لگی: "اوہ ڈیڈی کے مرنے کے بعد میں نے پہلی بار اتنی رقم اکٹھی دیکھی ہے۔ خُدا کا شکر ہے کہ آپ فرہاد کے خوف سے اس دولت کو ہاتھ نہیں لگائیں گے مگر میں آپ کی ضرورتوں کا خیال رکھوں گی۔ آپ نوچنے کے عادی ہیں۔ شراب کے بغیر نہیں رہیں گے۔ یہ لیجیے

پانچ ڈالو میں بازار سے کھانے کا سامان خریدنے جا رہی ہوں۔"

میں نے اپنے کان پکڑتے ہوئے کہا۔ "نہیں۔ فرہاد نے سختی سے کہا ہے کہ جب تک جوان بن کھوہ میں ہے۔ مجھے باہر جا کر بھی نہیں پینا چاہیے۔ میں چھپ کر پیوں گا تو وہ میرا دماغ الٹ دے گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولی۔ "فرہاد نے آپ کو آدمی بنا دیا ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی کاٹج کے باہر گئی۔ رس ونتی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ لڑکی تمھیں بھائی نہیں کہنا چاہتی تھی۔ اب دل سے بھیا کہہ رہی ہے۔ ہماری دنیا میں اکثر لوگ بیوقوف بن کر اخلاقی قدروں کو برتنا چاہتے ہیں۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرے الٹی میٹم کا ایک گھنٹہ پورا ہونے والا ہے۔ اب میں معلوم کرتا ہوں کہ ان گونگے جاسوسوں کو میری تلاش سے باز رکھا گیا ہے یا نہیں؟ اگر وہ باز نہ آئے ہوں گے تو ہم بھی جوابی کارروائی کریں گے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ثمینہ گھبرائی ہوئی آئی۔ آتے ہی بولی۔ "بھیا! وہ لوگ فرہاد کو تلاش کر رہے ہیں۔"

میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ پریشان ہو کر بولا۔ "دشمن یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

ثمینہ نے کہا۔ "یہ لو بھیا! آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے کچھ جانتے نہیں ہیں۔ ایک فراری گنگ آگے بڑھ کر اس شہر کی آخری چوکی ہے۔ بڑے بڑے مجرم اسی راستے سے فرار ہوتے ہیں۔ کیا پولیس والے ادھر اکثر تلاشی کے لیے نہیں آتے ہیں؟"

میں نے پوچھا۔ "کیا وہ لوگ تم سے کچھ پوچھ رہے تھے؟"

"نہیں۔ ابھی تو وہ چڑیوں کو کہہ رہے تھے کہ گھر میں چھپے مردوں۔ باہر نکل آئیں۔ میں آپ کو سمجھانے آئی ہوں کہ خوب سمجھ سمجھ کر باتیں کیجیے گا۔ اگر آپ نے فرہاد کے حکم کے خلاف کچھ کھایا تو وہ زندہ نہیں چھوڑے گا اور پھر ادھر۔۔۔ کبھی واپس نہیں آئے گا۔"

جو بات میں اُسے سمجھانا چاہتا تھا، وہی وہ مجھے سمجھا رہی تھی۔ رس ونتی نے کہا۔ "فرہاد! تمھیں اس کاٹج میں پناہ لینے سے پہلے وہاں کے محل وقوع کو سمجھنا چاہیے تھا۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "محض شہر کی آخری چوکی ہونے کے باعث وہ اتنی جلدی یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

میں نے کھڑکی کا پردہ ذرا سا سرکا کر دیکھا۔ چھ مسلح افراد تقریباً پچاس گز کی دوری پر ایک مکان کے سامنے نظر آئے تھے۔ ایک ساعی کو بازوؤں میں اٹھا رکھا تھا۔ پیڑوں کی ایک عورت اور دو مرد ان کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ مسلح افراد پیڑوں کے اسی مکان کے اندر چلے گئے۔ ایک مسلح شخص ساعی کو اٹھائے ان موآدمیوں کے قریب گیا۔ پھر ساعی کو ان کے پاس چھوڑ دیا۔ ان آدمیوں سے کچھ کہا گیا۔ وہ باری باری ساعی کو بازوؤں میں اٹھانے لگے مگر ساعی ان کی آغوش سے نکلنے کے لیے کسمسا رہی تھی۔ مسلح شخص نے ساعی کو ان سے واپس لے کر کچھ سوالات کیے۔ اتنے میں مسلح جوان اس مکان کے اندر سے واپس آ گئے۔ انھیں اطمینان ہو گیا تھا۔ اب وہ ہمارے کاٹج کی طرف بڑھ رہے تھے۔

رس ونتی نے پوچھا۔ "فرہاد! کیا ہو گا؟ کیا ساعی تمھیں میک اَپ میں پہچان لے گی؟"

"ہاں۔ اس بلی کی سمجھ بوجھ اور عجیب و غریب حرکتیں دیکھ کر ہی میں نے اس کا نام ساعی رکھا ہے۔ یہ کم بخت یقیناً اس میک اَپ میں بھی مجھے پہچان لے گی۔"

میں نے کھڑکی کے پاس سے ہٹ کر ثمینہ سے کہا۔ "آؤ ہم باہر چلیں۔"

موت سامنے آئے تو سامنا کرنا ہی پڑتا ہے۔ میں بھاگنا چاہتا تو بات بگڑ جاتی۔ ثمینہ کے بھائی امجد کے بھاگنے کا کوئی جواز نہ تھا۔ پہلے میں کاٹج سے باہر آیا۔ پھر ثمینہ آئی۔ وہ مسلح افراد کاٹج کے احاطے کا گیٹ کھول کر اندر آ رہے تھے۔ دوسرے لفظوں میں ساعی میری طرف آ رہی تھی۔ دنیا جہان کی آنکھیں مجھے نہیں پہچان سکتی تھیں۔ اس بلی کی پہچاننے والی آنکھیں قریب آ رہی تھیں۔

وہ لوگ ہمارے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے جس کی گود میں ساعی تھی، وہ میرے روبرو رُکا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "اس کاٹج میں اور کون ہے؟"

ساعی اپنی سبز آنکھوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

میں نے جواب دیا۔ "کوئی نہیں ہے۔ یہاں ہم بھائی بہن رہتے ہیں۔"

دو مسلح جوان تلاشی کے لیے کاٹج کے اندر چلے گئے۔ ان چھ افراد میں سے صرف ایک ہی شخص بول رہا تھا۔ اس نے ساعی کو زمین پر چھوڑ کر مجھ سے کہا۔ "اس بلی کو اٹھاؤ۔"

ساعی میرے پیروں کے اطراف آنے جانے لگی۔ وہ تمام لوگ سیاہ چشمے پہنے ہوئے تھے۔ میں ان کی آنکھوں میں نہیں جھانک سکتا تھا۔ اسی بولنے والے شخص نے حکم دیا۔ "بری اب اسے اٹھاؤ۔"

میں ساعی کو اٹھانے کے لیے جھک گیا۔ وہ جس انداز میں میرے قدموں کو جھپکتے ہوئے سونگھ رہی تھی۔ اس سے اندازہ ہو گیا کہ گود میں لیتے ہی مجھے پہچان لے گی۔ میں نے اسے اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ اچھل کر ذرا دور چلی گئی۔ پلٹ کر مجھے دیکھنے لگی۔ مجھے اطمینان ہوا کہ اس نے نہیں پہچانا ہے۔

اس مسلح جوان نے مجھے ڈانٹ کر کہا۔ "اے کیا تم ایک بلی کو نہیں اٹھا سکتے؟"

میں آگے بڑھ کر اسے بازوؤں میں اٹھانے لگا۔ وہ ایک دم

چھلانگیں لگاتی ہوئی، دوڑتی ہوئی، احاطہ کی چھوٹی سی دیوار کو پھلانگتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ تین افراد اس کے پیچھے بھاگتے چلے گئے۔ بولنے والا شخص چیخ رہا تھا۔ دیکھو بھاگنے نہ پائے۔۔۔ وہ کم بخت ہمیں بہت پریشان کر رہی ہے۔"

دو مسلح جوانوں نے کاٹج سے باہر آ کر انکار میں سر ہلایا۔ اشارے سے بتایا کہ کاٹج کے اندر اور کوئی نہیں ہے۔ پھر وہ تینوں دوڑتے ہوئے احاطہ کے باہر گئے۔ ثمینہ بڑبڑانے لگی۔ "تعجب ہے یہ لوگ بلی کے پیچھے کیوں بھاگ رہے ہیں؟ اونہہ۔ میں بازار سے سودا لانے جا رہی ہوں۔"

وہ جانے لگی۔ میں وہیں کھڑا ہوا منہ دیکھتا رہ گیا۔ بولنے والے شخص کے دماغ میں جھماکا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد ایک مسلح جوان ہانپتا ہوا آیا۔ اشاروں میں کچھ سمجھانے لگا۔ بولنے والے شخص نے جھلا کر کہا۔ "ٹھیک ہے جتنی جلدی ہو سکے چھوٹو۔ وہ سالا فرہاد ہمیں سننے نہیں آ رہا ہے۔"

ہانپنے والے نے کہا۔ "ٹھیک ہے جتنی دیر میں لکھ کر سمجھاؤں گا۔ وہ بلی اس کار میں دُور جا بھی چکی ہو گی۔ جلدی گاڑی اسٹارٹ کرو۔"

وہ سب گاڑی میں بیٹھنے لگے۔ وہ بول رہا تھا۔ "اگلے موڑ پر جو ٹرک میوزیم کی طرف جاتی ہے۔ وہاں سے ایک کار گزر رہی تھی۔ وہ بلی دوڑتی ہوئی اس کی چھت پر پہنچ گئی۔ میں نے چیخ کر کار روکنے کے لیے کہا۔ شاید ڈرائیور نے نہیں سنا۔ میں نے ریوالور نکال کر اس کے پہیے کو برسٹ کرنا چاہا۔ نشانہ چوک گیا۔ فائرنگ سے گھبرا کر ڈرائیور نے کار کی رفتار اتنی بڑھا دی کہ میں دوسرا فائر نہ کر سکا۔ چلو وہ زیادہ دُور نہیں گیا ہو گا۔"

میں نے اطمینان کی ایک لمبی سانس لی۔ ایک بڑی مصیبت ٹل گئی تھی۔ پھر ہنسی اس بات پر آئی کہ ساعی انھیں خوب پریشان کر رہی تھی۔ رس ونتی نے کہا۔ "فرہاد تمھاری نقد یہ اچھی ہے کہ ساعی نے تمھیں نہیں پہچانا۔ ورنہ ایک نیا ہنگامہ شروع ہو جاتا۔ وہ دو گونگے تو بول ہی چکے ہیں۔ آؤ ہم باقی گونگوں سے بھی مُٹھ لیں۔"

دوسرے ہی لمحہ ہم گونگوں کی گاڑی میں پہنچ گئے۔ ایک گونگا بڑی تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ دوسرے نے کہا۔ "مجھے بولنا نہیں چاہیے تھا مگر یہ بھی درست ہے کہ ہم فرہاد تک پہنچ کے ہیں نہ وہ ہم تک پہنچ سکے گا۔"

تیسرے نے تائید کی۔ "ہاں۔ اس گاڑی میں صرف ہم ہیں۔ وہ کوئی حادو گر نہیں ہے کہ یہاں پہنچ کر ہماری باتیں سن لے گا۔"

پھر دوسرے گونگے نے کہا۔ "وہ دیکھو وہ سفید رنگ کی کار جا رہی ہے۔ رفتار بڑھاؤ۔ بلی اسی کار کی چھت پر تھی۔"

"ہو سکتا ہے۔ کار کے اندر چلی گئی ہو۔"

اس وقت تک چار گونگے بول چکے تھے اور اس وقت تک وہ سفید گاڑی کو اوورٹیک کر کے اس کا راستہ روک چکے تھے۔ کار والا بہت گھبرایا ہوا تھا۔ ان چھ مسلح افراد نے اپنی گاڑی سے اُتر کر اسے گھیر لیا تھا۔ سب نے اپنے ریوالورز نکال لیے تھے۔ ایک کار کے اندر جھانکتے ہوئے پوچھا۔ "وہ بلی کہاں ہے؟"

"بلی؟ آ۔۔۔ آپ لوگ اس بلی کے لیے میرا پیچھا کر رہے تھے؟ میں نے اسے ڈرائیونگ کے دوران کار کی چھت سے کودتے دیکھا تھا۔ کار کے احاطہ میں جاتے ہوئے دیکھا تھا۔"

ایک نے پوچھا۔ "اس کا مطلب ہے کہ ہم اسے پیچھے چھوڑ آئے ہیں؟"

میں دوسرے کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ بولا۔ "ہم سب کتے کے بچے ہیں۔ خواہ مخواہ ایک بلی کے پیچھے بھاگ رہے ہیں اور ہاں یہ تم دونوں ابھی تک گونگے کیوں بنے ہوئے ہو؟ چلو میں ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹھائیں ٹھائیں گولیاں چلاتے ہوئے دو گونگوں کو نشانہ بنا دیا۔ سب بوکھلا گئے تھے۔ اپنا ہی آدمی انہیں کو قتل کر رہا تھا۔ کچھ سمجھنے اور سنبھلنے سے پہلے اس نے ایک اور ساتھی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ چوتھے نے خطرے کو سمجھتے ہی فائرنگ کرنے والے پر فائر کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چار لاشیں زمین پر گر چکی تھیں۔ دو رہ گئے تھے۔ ایک نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے۔ فرہاد اس کم بخت کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اگر میں اسے قتل نہ کرتا تو۔۔۔۔"

وہ بات ادھوری چھوڑ کر ہنستے ہوئے بولا۔ "اے فرہاد تو میرے دماغ میں بھی ہے اور ہم دو گونگے ایک دوسرے کے سامنے ہیں۔ چلو دیکھیں کون پہلے فائر کرتا ہے۔"

ظاہر ہے دوسرا گونگا اپنے بچاؤ کے لیے فائر کرتا۔ دونوں طرف سے دو فائر ایک ساتھ ہوئے۔ دو لاشیں ایک ساتھ گریں۔ پھر ایک دم سے سناٹا چھا گیا۔ وہ کار والا حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ چھ لاشیں۔۔۔۔؟ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

میں دماغی طور پر کاٹج کے سامنے حاضر ہو گیا۔ پھر کاٹج کے اندر جانے لگا۔ رس ونتی نے کہا۔ "ہمگونوں کا لشکر ہے۔ اب کوئی تمھارا پتا گاہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ مگر ایک غلطی ہو گئی۔ تمھیں معلوم کرنا چاہیے تھا کہ کس ملک سے ان گونگوں کا تعلق تھا۔"

"وہ کرائے کے ٹٹو تھے۔"

یہ کہتے ہوئے میں کاٹج میں داخل ہوا۔ پھر ایک دم سے ٹھٹھک گیا۔ کمرے کے پرانے صوفہ پر ساعی بیٹھی ہوئی تھی۔

ہائے آفت کی پرکالہ! تو نے مجھے پہچان لیا تھا۔ ہم انسان حواس خمسہ رکھتے ہیں۔ کیا تم چھٹی حس کی مالک ہو؟ بہروپ کے پیچھے اصل رُوپ کو پہچان لیتی ہو؟

میری جان! تمھاری ذہانت کی حد کیا ہے؟ تم محض اس

لیے دشمنوں کے ساتھ ہوگئی تھیں کہ اُن کے ساتھ مجھے تلاش کرنا چاہتی تھیں۔ میں مل گیا تو تم نے چالاک دشمنوں سے زیادہ چالاکی دکھانی۔ انہیں آگے بھیجا کہ پیچھے سے پاس چلی آئیں۔

تمہاری محبت اور وفاداری دیکھ کر انسانوں کو شرم آنے لگی۔ آؤ میرے دل کی دھڑکنوں سے لگ جاؤ۔

وہ انجیل کریمے یازدوں میں آگئی میرے سینے سے لگ گئی۔ میں دیوانہ وار اُسے چومنے لگا۔

رس ونتی نے ہنستے ہوئے کہا۔ تمہارا اور سامی کا جوڑا فینٹاسٹک ہے۔ لیلیٰ اور مجنوں بھی ایسی دیوانگی سے کبھی نہ ملے ہوں گے۔"

میں ایک صوفہ پر بیٹھ گیا۔ مسکرا کر سامی کو سہلاتا رہا۔ پیار کرتا رہا۔ رس ونتی نے کہا۔ بھئی ہم بھی پیار کے حق دار ہیں۔ ہم سے بھی باتیں کرو۔"

"ہاں بولو۔ میں سن رہا ہوں۔"

وہ بولی۔ بہت دیر سے میرے ذہن میں یہ سوال کلبلا رہا ہے کہ ہم اپنی مملکت کا نام کیا رکھیں گے؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ ہمارا ملک مثالی ہوگا۔ لوگ وہاں آنے کے لیے تڑپیں گے مگر ہماری اجازت کے بغیر اُس کی سرحد میں قدم نہیں رکھ سکیں گے۔ ہمارے ملک کا نام ہوگا۔ سوچ نگر۔۔۔۔"

فرہاد اور رس ونتی کا سوچ نگر۔

رسونتی نے خوش ہو کر کہا۔ ہائے سوچ نگر بڑا خوبصورت نام ہے۔ ہماری صلاحیتوں کے عین مطابق ہے۔ فرہاد! آج ہی اپنی اس مملکت کے نام کا اعلان کر دو۔ بڑا مزہ آئے گا۔ دنیا کے سارے اخبارات دھماکہ خیز خبریں شائع کریں گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ ہاں میں بین الاقوامی سطح پر پریس کانفرنس منعقد کرنے والا ہوں۔ آج ہی رات اُس کانفرنس کے بعد تم ملکہ منظر کہلاؤ گی۔"

وہ شرمیلے لہجے میں بولی۔ اور تم؟"

"میں صرف ملکہ کا مالک بن کر رہوں گا۔ میرے لیے تمہارے حسن و شباب کی مملکت کافی ہے۔"

وہ چپ رہی۔ یقیناً شرما رہی ہوگی۔ حسن و شباب کی مملکت کے مفہوم کو دور تک سمجھ رہی ہوگی۔

میں نے پوچھا۔ کیا سوچ رہی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں ہمارا سپنا کب پورا ہوگا۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ ہمارے راستے میں ایسی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں جو ہمارے لیے بالکل غیر متوقع ہوتی ہیں۔ ہمارے دشمن شیطان کے چیلے ہیں پتہ نہیں ہماری لاعلمی میں کیسی شیطانی چالیں چل رہے ہوں گے جن کا علم ہمیں بعد میں ہوگا۔"

"درست کہتی ہو۔ صرف سپر ماسٹر کو چھوڑ کر ہم نے بڑی بڑی شخصیتوں کے لہجوں کو ریکارڈ کیا۔ بڑی بڑی معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود وہ گونگے جاسوس میرے لیے مصیبت بن گئے تھے۔ ابھی مجھے ذرا سکون ہے مگر اطمینان نہیں ہے۔ کسی وقت بھی کوئی نئی مصیبت کھڑی ہو سکتی ہے۔"

"فرہاد! ہمیں معلوم کرنا چاہیے تھا کہ وہ گونگے جاسوس کس ملک نے بھیجے تھے؟"

"ان گونگوں سے معلومات حاصل نہ ہو تیں۔ وہ سب کرائے کے قاتل تھے۔ خود نہیں جانتے تھے کہ انہیں کس نے بھاری معاوضہ دے کر اس کام۔۔۔۔ پر لگایا تھا۔ بہرحال اس کی سزا ہم تمام دشمنوں کو دیں گے تاکہ وہ آئندہ ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی جرأت نہ کریں۔"

رسونتی نے کہا۔ وہ گونگے دشمن اگر ہمیں پہچان لیتے تو بے دریغ گولی مار دیتے۔ اس قتل کی سزا ہے کہ ہر ملک کا ایک دشمن موت کا مزہ چکھے۔ میں اپنے دیس میں کسی ایک اہم شخص کو ہلاک کرنے جا رہی ہوں۔"

"میں بھی اس مشن پر روانہ ہو رہا ہوں۔ ہم پھر ملیں گے۔"

میں تھائی لینڈ کے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کیا۔ ہیلو آفیسر! ایک گھنٹہ پورا ہو گیا۔ میں نے کہا تھا کہ ان گونگے جاسوسوں کو میری تلاش میں بازر کھو مگر تمہاری انتظامیہ نے بے حسی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ گونگے مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس کے بدلے تمہارے ملک کی کس اہم شخصیت کو مرنا چاہیے مجھے بتاؤ۔"

اس نے پریشان ہو کر التجا آمیز لہجے میں کہا۔ فرہاد صاحب ہمیں ان گونگوں کو گرفتار کرنے کے تمام ذرائع استعمال کیے مگر وہ ہاتھ نہیں آئے۔ ابھی اطلاع ملی ہے کہ میوزیم والی سڑک پر ایک جیپ کار کے پاس چھ مسلح افراد کی لاشیں پائی گئی ہیں۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہی لوگ آپ کے دشمن تھے۔ آپ نے انہیں مار ڈالا ہے۔"

"تم ٹھیک سمجھ رہے ہو، اب تمہاری باری ہے۔"

"نہیں۔" وہ سہم کر کرسی سے اٹھ گیا۔ میں نے اسے بٹھا دیا۔ وہ پھر اٹھ گیا۔ فرہاد صاحب! آپ پہلے میری بات سن لیں۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے میں حکم کا بندہ ہوں۔ اوپر سے آٹھ آیا تھا کہ گونگے جاسوسوں کو گرفتار نہ کیا جائے۔ فرہاد کو یہ تاثر دیا جائے کہ ہم بڑی جانفشانی سے ان گونگوں کو تلاش کر رہے ہیں اور وہ ہاتھ نہیں آ رہے ہیں۔"

"اچھا تو اوپر سے آرڈر آیا تھا۔ کون ہے وہ آرڈر دینے والا؟"

اس نے نام اور عہدہ بتایا، میں نے کہا۔ اس سے فون پر رابطہ قائم کرو۔ یہ کہنا کہ فرہاد ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرہ نمبر۔۔۔ میں ہے۔ وہ میک اپ میں ہے لیکن اس بلی کی وجہ سے پہچانا جا سکتا ہے۔ وہ بلی اس کے ساتھ ہے۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ فون پر رابطہ قائم ہوتے ہی میری بات دہرائی۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اپنے سادہ لباس والوں کو حکم دو کہ اس پر کڑی نظر رکھیں تاحکم ثانی اسے چھیڑا نہ جائے۔"

ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں حکم دینے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اعلیٰ افسر کا پی اے تھا۔ ایک کاغذ پر اپنے افسر کا نام لکھنے لگا۔ وہ تحریر کے ذریعہ فائیو اسٹار ہوٹل میں فرہاد کی موجودگی کی رپورٹ بھیج رہا تھا۔ پی اے کو سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ وہ اعلیٰ افسر کے سامنے نہ آتے۔ کوئی بھی تحریری رپورٹ گونگے چپراسی کو دے وہ چپراسی اس رپورٹ کو بڑے صاحب کے پاس پہنچائے گا۔

چپراسی وہ رپورٹ لے کر دوسرے کمرے میں جاتا تھا۔ ایک انٹرنک فون کے کریڈل پر دستک دیتا تھا۔ اس کے بعد۔۔۔ اس کے بڑے صاحب کے دفتر کا دروازہ کھل جاتا تھا۔ اس طرح سے صرف چپراسی ہی داخل ہو سکتا تھا۔ اسی احتیاطی تدبیر کے مطابق صاحب کے پی اے نے وہ رپورٹ چپراسی کے حوالے کی۔ پھر میں اس کے اعصاب پر سوار ہو کر دبے قدموں دوسرے کمرے میں پہنچا۔ اس وقت چپراسی نے ٹیلی فون کے کریڈل پر دستک دینے کے بعد ریسیور رکھ دیا تھا اور دفتر کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ ذرا سا کھلا۔ بڑے صاحب ہاتھ بڑھا کر وہ رپورٹ لینا چاہتے تھے۔ میں نے چپراسی کی کمر پر ایک لات ماری۔ وہ آگے کی طرف لڑھکتا ہوا اور دروازے سے ٹکراتا ہوا اندر گیا میں بھی اندر پہنچ گیا۔ بڑے صاحب نے غصہ سے جھلا کر اپنے پی اے سے پوچھا۔ نان سنس! یہ کیا حرکت ہے؟ کیا تم پاگل ہو؟"

بڑے صاحب کو اچانک اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ انہیں بولنا نہیں چاہیے تھا۔ غصہ اسی لیے حرام ہوتا ہے کہ حماقتیں سرزد ہوتی ہیں۔ میں نے پی اے کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ سر جھٹک کر اپنے آس پاس حیرانی سے دیکھتا ہوا بولا۔ ہم۔۔۔ میں یہاں کیسے پہنچ گیا؟"

بڑے صاحب کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ انہوں نے اشارے سے ہاتھ ہلا کر باہر جانے کے لیے کہا۔ پی اے اور چپراسی باہر گئے صاحب نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ تب ایک خوبصورت سی نسوانی آواز سنائی دی۔ ڈیڈی! یہ آپ کے پی اے کے دماغ میں چل گیا ہے کیا؟"

بڑے صاحب نے وہ مختصر سی تحریری رپورٹ پڑھی۔ ان کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اندیشے کہ سب سے کتے کہ فرہاد پہنچ گیا ہے۔

"کیا بات ہے ڈیڈی، آپ پریشان نظر آ رہے ہیں؟"

"آں۔ ہاں، وہ میرا خیال ہے کہ پی اے نہیں، فرہاد آیا تھا۔"

"اوہ ڈیڈی! فرہاد آپ کے دماغ پر آسیب کی طرح حاوی ہے۔ میں کتنی دیر سے سمجھا رہی ہوں۔ آپ اس عہدے سے استعفیٰ دے دیں۔ فرہاد سے دشمنی مہنگی پڑے گی۔"

بڑے صاحب نے سر و چہرہ یعنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو ٹٹولنے لگے۔ وہ اپنی کھوپڑی کے اندر فرہاد کو ڈھونڈ رہے تھے۔ ان کی بیٹی انہیں غور سے دیکھ رہی تھی۔ پھر تجسس بھرے لہجے میں پوچھا۔ ڈیڈی! کیا وہ موجود ہے؟"

وہ اپنے دل کو تسلی دینے کے انداز میں بولے۔ نہیں میرا وہم تھا۔ مجھے معلوم کرنا چاہیے کہ پی اے سے ایسی حرکت سرزد کیوں ہوئی ہے؟"

لڑکی نے کہا۔ وہ بہت زیادہ پیتا ہے۔ یقیناً نشے میں ہوگا۔"

"نہیں اسے خود علم نہیں تھا کہ وہ یہاں تک کیسے پہنچ گیا ہے؟"

"اوہ ڈیڈی! جیسے بھی پہنچا ہو۔ اگر فرہاد ہوتا تو آپ ابھی سکون سے بیٹھے نہ ہوتے۔"

"ہاں۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ اس سکون سے اطمینان ہو رہا ہے کہ وہ نہیں ہے۔"

وہ جذباتی انداز میں بولی۔ ہائے کیسا ہیرو بنا کہیں آرام سے بیٹھا ہے اور بڑے بڑے اقتدار والے کانٹوں کی۔۔۔ کرسیوں پر کراہ رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ وہ ناراض ہو کر بولے۔ کیا تم میرا مذاق اڑا رہی ہو؟"

"نہیں میں بڑی طاقتوں کا مذاق اڑا رہی ہوں۔ ہائے وہ کیا چیز ہے۔ میں آپ ہی آپ اس کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں اگر حساب لگایا جائے تو سو فیصد لڑکیاں اس کے لیے پاگل ہو گئی۔"

"اسی لیے تم چاہتی ہو کہ میں اس سے دوستی کروں اور اُسے داماد بناؤں۔"

"آپ کیا بنائیں گے۔ وہ مجھے کہیں مل جائے تو میں ہی بنا کر لے آؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ بڑے صاحب نے آنکھیں سکیڑ کر اپنی بیٹی لی نا کو دیکھا پھر کہا۔ وہ فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرہ نمبروں میں ہے کیا تم اسے ٹریپ کر سکو گی؟"

"سوری ڈیڈی! میرا آپ سے شروع سے اختلاف رہا ہے وہ میرا آئیڈیل ہیں۔ میں اس سے ایک بار ملنے کے لیے اپنی جان بھی دے سکتی ہوں مگر اس کی جان لینے کی بات ہو تو اس سے ایکبار بھی نہیں ملوں گی۔"

میں نہیں جانتا کہ دنیا میں ایسی کتنی لڑکیاں ہیں جو محبوب بن کر ملنا چاہتی ہیں۔ موت بن کر ملنا ہو تو اپنی محبت کو کچل دینا بہتر سمجھتی ہیں۔ یہ محبت کی انتہا ہے۔ کس کو پا لینا ہی سب کچھ نہیں ہے۔ کسی کے لیے خاموشی سے کچھ کر گزرنا محبت کی معراج ہے۔ لی نا! کی باتوں نے مجھے خوش کر دیا۔ اگر میں دنیا بھر کی لڑکیوں کے خیالات پڑھتا جاؤں تو کتنی ہی مجھے خوش کرتی نظر آئیں گی۔ افسوس ہوا! انہیں خوش کرنے کی مجھے فرصت نہیں تھی۔

بڑے صاحب کو میں نے اب تک اس لیے نہیں چھیڑا کہ وہ خود ہی اس بڑے ملک کے نمائندے سے رابطہ قائم کرنے کے لیے سوچ رہا تھا جس نے گونگے جاسوس میرے پیچھے لگائے تھے، اور وہ سپر ماسٹر کا ملک تھا۔ لی نا کا باپ سوچ رہا تھا۔ پہلے اس اطلاع کی تصدیق ہو جائے کہ فرہاد فائیو اسٹار ہوٹل میں موجود ہے۔ تصدیق ہو جانے کے بعد وہ سپر ماسٹر کے نمائندے سے رابطہ قائم کرے گا۔

میں نے لی نا کے دماغ میں کہا: "ہیلو! اگر تم چونک نہ جاؤ تو یہ یقین کر لو کہ میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر اپنے باپ کو دیکھنے لگی۔ وہ سر جھکائے سوچ رہا تھا۔ مجھے وہ میری سوچ کی مٹھی میں رہ کر اس فضا کے پچھلے دروازے سے نکلی۔ اس کمرے میں پہنچی جہاں اس کا باپ دفتری معاملات سے تھک جانے کے بعد آرام کرتا تھا۔ وہاں تنہائی میں میں نے اس کے دماغ کو اپنی مٹھی سے آزاد کر دیا۔ وہ حیران ہو کر اس کمرے کو دیکھنے لگی۔

میں نے پوچھا: "کیا یقین آیا کہ فرہاد تمہارے پاس موجود ہے؟"

اس نے مسرت سے لرزتے ہوئے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیے: "فرہاد! فرہاد صاحب مجھے یقین آ گیا۔ مگر اپنی خوش قسمتی پر یقین نہیں آ رہا ہے۔ آپ۔ آپ میرے پاس ہیں۔ ہاتھ میں خوشی سے مر جاؤں گی۔"

میں نے کہا: "زیادہ خوشی اور زیادہ توقعات اکثر زیادہ دکھ پہنچاتے ہیں۔"

"میں دکھ مصیبت کو خاطر میں لانے والی لڑکی نہیں ہوں آپ خواہ دشمن بن کر آئے ہوں مگر آپ سے بات کرنے کی آرزو پوری ہو گئی۔"

"میں تمہارا نہیں، تمہارے باپ کا دشمن ہوں۔ میں نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اس نے میرے قتل کا سامان کیا۔ تم بتاؤ کہ تمہارے باپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

وہ پریشان ہو کر بولی: "میں ڈیڈی کو سمجھاتی رہتی ہوں کہ آپ کی مخالفت میں نہ رہیں مگر وہ ایک بڑے ملک کے زیر اثر ہیں۔ وہ مجبور ہیں۔"

"ہاں وہ دشمنی پر مجبور ہیں۔ میں دشمنوں سے انتقام لینے پر مجبور ہوں۔"

"میں التجا کرتی ہوں۔ اس بار انہیں معاف کر دو۔ میں انہیں مجبور کروں گی کہ وہ اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیں۔"

"لی نا! کسی کے خیالات اچھے ہوں یا برے، مجھ سے چھپے نہیں رہ سکتے۔ میں جانتا ہوں کہ تم جان دینے کی حد تک مجھے چاہتی ہو۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ میں نے کہا: "میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارا باپ سپر ماسٹر کا وفادار ہے، میری دشمنی سے باز نہیں آئے گا تمہارے مجبور کرنے سے وہ تھائی لینڈ کے سرکاری عہدے کو چھوڑ دیگا مگر سپر ماسٹر کو نہیں چھوڑے گا اور میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔"

لی نا کا خوشی سے کھلا ہوا چہرہ مرجھانے لگا۔ میں نے کہا: "لیکن میں تمہاری خاطر اپنے فیصلے میں کچھ گنجائش پیدا کر سکتا ہوں۔"

وہ پھر کھلاب ہو گئی۔ اس نے خوش ہو کر پوچھا: "سچ؟"

"ہاں۔ تم میری حمایت میں اپنے باپ سے لڑتی رہو۔ تم نے فائیو اسٹار ہوٹل جانے سے محض اس لیے انکار کیا کہ تمہارے ذریعہ میرے دشمنوں کو مجھ پر جال پھینکنے کا موقعہ مل جاتا حالانکہ تمہارا دل مجھ سے ملنے کے لیے تڑپ رہا ہے۔"

اس کا دل جذبوں کی ہلچل سے دھڑکنے لگا۔ آنکھوں میں خمار اتر آیا۔ وہ ایک ہاتھ کے ساتھ بولی: "آپ تو دل میں اتر کر جذبوں کو بھی پڑھ لیتے ہیں۔"

"ہاں، مگر ابھی جذبوں کی نہیں، تمہارے باپ سے انتقام لینے کی بات ہو رہی تھی۔"

"آپ ڈیڈی کو ایک بار معاف کر دیں یہ میری پہلی التجا ہے۔ دوسری التجا ہے کہ مجھے ایک بار ملنے کا موقعہ دیں۔"

"میں تمہاری چاہت کے جذبات دیکھتے ہوئے تمہارے باپ کو زندہ چھوڑ سکتا ہوں۔ وہ دشمن زندہ رہے گا تو میں دشمن کی بیٹی سے نہیں ملوں گا۔ دو میں سے کوئی ایک بات پسند کر لو۔ اپنے باپ کی زندگی یا مجھ سے ملاقات؟"

"آہ! یہ شرط نہیں ظلم ہے۔ میں ڈیڈی کو بہت چاہتی ہوں اور آپ کی پرستش کرتی ہوں۔ فار گاڈ سیک آپ مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔"

"میں تمہیں سوچنے اور فیصلہ کرنے کی مہلت دے رہا ہوں مجھے فرصت ملے گی تو میں پھر کسی وقت تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس وقت تک تمہارا باپ زندہ رہے گا۔ جلتے جلتے یہ سمجھا دوں کہ اپنے باپ کے سامنے یہاں میرے آنے اور جانے کا ذکر نہ کرنا۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ شاید اس نے مجھے پکارا ہوگا اور مایوس ہوئی ہوگی۔ میں نے سپر ماسٹر کے ملک کے اس نمائندے کو مخاطب کیا جو مذاکرات کے آخری دور میں شریک ہوا تھا۔ اس نے چونک کر پوچھا۔ آ... آپ فرہاد صاحب ہیں؟"

"ہاں، میں تمہارے سپر ماسٹر کا باپ ہوں۔ میرا چیلنج اس کے پاس پہنچاؤ۔ اس سے کہنا کہ اس کے چھ گونگے کرائے کے قاتلوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعہ میں نے چاٹ لیا ہے۔ کرائے کے یہ مرد مار ہیں تو سپر ماسٹر کو غم نہیں ہوگا۔ میں ٹھیک بیس منٹ کے بعد اسے زبردست صدمہ پہنچاؤں گا۔ وہ تیار رہے، تم گھڑی دیکھ لو۔"

میری گھڑی میں دن کے ساڑھے گیارہ بجے تھے۔

میں نے ماسک مین کے ملک کے نمائندہ سے کہا: "سنو! وہ گونگے جاسوس سپر ماسٹر نے بھیجے تھے اور تمہارا ماسک مین مجھ پر خونخوار کتے چھوڑنے والا تھا۔ میں اس کی عبرتناک سزا دوں گا۔ اپنی گھڑی کا وقت دیکھو اور ماسک مین کو سزا کا وقت سنا دو۔ اب سے ٹھیک پینتیس منٹ کے بعد میں اس کے ملک کے ایک اہم سیاست داں مائیکل وسکی کو قتل کروں گا۔ اس مرنے والے کے لیے جو حفاظتی اقدامات کر سکتے ہو کر لو۔ دیٹس آل۔"

اس کے بعد میں نے دوسرے بڑے ممالک کے نمائندوں کو باری باری مخاطب کر کے کہا: "پینتالیس منٹ کے اندر دو بڑے ممالک ناقابل برداشت صدمات سے دو چار ہوں گے۔ اس کے بعد تمام پر سرافتدار لوگوں کو عقل آ جائے گی کہ فرہاد اور روسی کے خلاف اقدامات کا مطلب اپنی اپنی موت کو دعوت دینا ہے۔ میں نے آج رات بنکاک کے وقت کے مطابق نو بجے یہ دعوت دی ہے کہ جو ملک ہماری علیحدہ مملکت کو تسلیم کرنا چاہتا ہے وہ تھائی لینڈ کے ڈائریکٹر جنرل کے ذریعہ... مجھ سے رابطہ قائم کرے۔ میں اس ملک کو دوست بناؤں گا۔ دوسری بات یہ کہ آج شام چھ بجے میں بنکاک میں ایک پریس کانفرنس طلب کر رہا ہوں جس ملک کے صحافی بطور رپورٹر اس کانفرنس میں شریک نہیں ہوں گے اور جو ملک میری پریس کانفرنس کی تفصیلی رپورٹ شائع کرنے کے لیے اپنے اخبارات پر پابندیاں عائد کرے گا اس ملک کو صبح تک ناقابل برداشت نقصانات اٹھانے پڑیں گے۔ دیٹس آل۔"

پریس کانفرنس کا اعلان کرنے کے بعد میں نے تھائی ینیٹ کے نشر و اشاعت کے ایک اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا۔ اسے حکم دیا کہ وہ آج شام چھ بجے بنکاک میں بین الاقوامی پریس کانفرنس کے انتظامات کرے۔ کسی ملک کو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دینا ضروری نہیں ہے۔ تمام ممالک سے صحافی رپورٹر خود ہی آئیں گے یہ حکم دینے کے بعد میں نے گھڑی دیکھی۔ مجھے اپنے پہلے چیلنج پر عمل کرنے کے لیے صرف پندرہ منٹ رہ گئے تھے۔

بحر اوقیانوس کی گہرائی میں کئی کروڑ ڈالر کی لاگت سے تیار کی ہوئی آبدوز رواں دواں تھی۔ میں اس آبدوز کے کیپٹن نوکس ہاکر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کنٹرول روم میں مشینوں کے درمیان کھڑا ہوا کافی پی رہا تھا۔ مشینوں کو آپریٹ کرنے والے ماہرین اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ ایک آلہ بتا رہا تھا کہ وہ سمندر کی کتنی گہرائی میں ہیں۔ ایک مشین کے اوپر بڑے سے اسکرین پر سمندر کا وہ اندرونی حصہ نظر آ رہا تھا جہاں سے وہ آبدوز گزر رہی تھی۔ آبدوز کے نیچے بہت دور کائی بھری جھاڑیاں اور پتھریلی چٹانوں کے پہاڑ نظر آ رہے تھے۔

میں نے کیپٹن کی سوچ میں کہا: "گولے بارود کے ذخائر کو چیک کرنا چاہیے۔"

کیپٹن نے ایک آپریٹر کو حکم دیا: "رابرٹ سے کہو کہ اسلحہ خانے کے درجۂ حرارت کو چیک کرے۔"

آپریٹر نے حکم کی تعمیل کی۔ رابرٹ سے رابطہ قائم کیا۔ میں رابرٹ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ آبدوز کے آخری سرے میں ایک آلے کو دیکھ کر جواب دے رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے ماتحت سے باتیں کیں میں نے اس کے ماتحت کو بھی ذہن میں نوٹ کر لیا۔ اب اپنے چیلنج کو پورا کرنے کے لیے صرف پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ اس پانچ منٹ میں میں نے رابرٹ کو غافل بنایا۔ اس کے ماتحت کو انجن روم کے پاس بھیجا۔ اس کی ٹوپی کے اندر ایک ہینڈ گرنیڈ رکھا ہوا تھا دوسرا ہینڈ گرنیڈ ایک چھوٹے سے تولیے میں تھا جیسے وہ آبدوز کی لانڈری میں تولیے دھلوانے جا رہا ہو۔

چار منٹ گزر گئے۔ پانچویں منٹ میں انجن روم کی طرف زبردست دھماکہ ہوا۔ آبدوز کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہلچل سی مچ گئی۔ وہ لوگ دھماکے کی وجہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اسی وقت دوسرا دھماکہ ہوا۔ کیپٹن ٹرانسمیٹر کے پاس کھڑا چیخ رہا تھا سمندر کی سطح پر بحری جہاز سیون او سیون سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بتا رہا تھا کہ آبدوز میں اچانک دھماکے ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف ایک مشین کے پاس ایک شخص چیخ کر کہہ رہا تھا کہ انجن کے پرخچے اڑ گئے۔ آبدوز تہہ میں بیٹھ رہی ہے۔ یہاں پانی تیزی سے بھرتا جا

رہا ہے ہم ڈوب رہے ہیں۔"

میں رابرٹ کو لے کر... رابطہ قائم کرنے والی ان مشینوں کے پاس پہنچ گیا۔ رابرٹ نے ایک ہینڈ گرینیڈ کی سیفٹی پن نکالی پھر اسے مشینوں کے درمیان کیبٹن کی طرف اچھال دیا۔ دوسرے لمحے وہاں بھی دھماکہ ہوا۔ میں رابرٹ کے دماغ سے نکل آیا۔ اب وہاں کسی کا دماغ مجھے پناہ دینے کے قابل نہیں رہا تھا۔

اب سپر ماسٹر کو دل کے دورے پڑیں گے کیونکہ اس سے پہلے میں نے گرین لینڈ کے شمال میں جو ایٹمی دھماکہ کیا تھا اس سے اربوں ڈالر کا نقصان ہوا تھا۔ برسوں کی محنت برباد ہوئی تھی۔ اس ملک کے عظیم سائنسداں مارے گئے تھے اور ایٹمی تجربات کے سلسلے میں وہ بڑا ملک بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ دوسرا دھماکہ آبدوز کا تھا۔ اس کے بعد یقیناً سپر ماسٹر کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ ابھی میرے پاس اس کی جھکی ہوئی کمر دیکھنے کا وقت نہیں تھا۔

میں ماسک مین کے ملک کے بہت بڑے سائنسداں مائیکل وسکی کے پاس پہنچ گیا۔ ایک بہت بڑی عمارت میں سخت پہرہ تھا کسی کو وہاں چھوٹا سا اسلحہ لے جانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ ڈر تھا کہ اسلحہ رکھنے والا کوئی بھی افسر ٹیلی پیتھی کا شکار ہو کر مائیکل وسکی کو قتل کر سکتا ہے۔ اس عمارت کے ایک کمرے میں حکومت کے کئی ذمے دار افسران تھے۔ انہوں نے مائیکل وسکی کو ایک کرسی پر بٹھا کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے تاکہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے مائیکل کو اس جگہ سے ہلانہ سکوں اور اسے اوپری منزل سے کود کر خودکشی کے لیے مجبور نہ کر سکوں۔

تمام افسران باری باری مجھے پکار رہے تھے۔ التجا کر رہے تھے کہ میں مائیکل وسکی کو ہلاک نہ کروں۔ اس اہم شخصیت کو چھیڑنے سے پہلے ذرا ان لوگوں سے باتیں کروں۔ میں نے گھڑی دیکھیں۔ انہوں نے ایسے انتظامات کر رکھے تھے کہ میں مقررہ وقت پر اسے ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا ان سے باتیں کر کے فراوقت ضائع کر کے اپنے ٹیچنگ پر عمل کرنے کا راستہ ڈھونڈنا پڑا۔

میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا: "میں فرہاد علی تیمور موت بن کر آچکا ہوں۔"

وہ سب نوجی انداز میں الرٹ ہو گئے۔ ایک افسر نے کہا۔ "یور ہائی نس فرہاد علی تیمور! ہم آپ کی علیحدہ مملکت کو تسلیم کرتے ہوئے فوجی سیلوٹ ادا کرتے ہیں۔"

تمام لوگ ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ وہ فوجی سلام پیش کرنا چاہتے تھے۔ میں نے اس افسر کو بڑبڑانے پر مجبور کیا۔ وہ فرش پر گرتے گرتے سنبھل گیا۔ میں نے کہا: "تمہارے ماسک مین کے بھیجے ہوئے کتے مجھے نوچ لیتے تو آج تم جشن منا رہے ہوتے۔ میں دوستی کا ہاتھ قبول کرتا ہوں۔ دشمنوں کا مجبور سلام قبول نہیں کرتا۔"

افسر نے کہا: "ہم سے ایک غلطی ہو گئی۔ بڑے بڑے حکمراں ایسی سیاسی غلطیوں کو نظر انداز کر کے مصلحت اندیشی سے کام لیتے ہیں بگڑے ہوئے دشمنوں کو دوست بنا کر اپنے مفادات حاصل کرتے ہیں آپ ایک عظیم حکمراں ہیں۔ آپ ایک..."

میں نے سخت لہجے میں کہا: "میں اپنی تعریف سننا نہیں چاہتا مجھے تم جیسوں کی غلطیوں کو نظر انداز کرنے کی عادت نہیں ہے۔ میرا سخت قانون تم لوگوں کو ہمیشہ یاد رہے گا کہ میں معافی کی گنجائش نہیں رکھتا ہوں۔ تم سب کی بہتری اسی میں ہے کہ مائیکل وسکی کو خود گولی مار دو۔ اس کی موت اٹل ہے۔ تھوڑی دیر بعد تمہیں یہ اطلاع بھی ملے گی کہ سپر ماسٹر کی وہ آبدوز جو بحر اوقیانوس میں تھی اسے میں نے تباہ کر دیا ہے۔"

وہ سب سہمی ہوئی نظروں سے اس افسر کو دیکھ رہے تھے جس کی زبان سے میں بول رہا تھا۔ گویا وہ لوگ اس افسر کی صورت میں نادیدہ فرہاد کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں اس بات کی خوشی ہو سکتی تھی کہ میں نے ان کے دشمن سپر ماسٹر کی کمر توڑ دی۔ لیکن ایک اہم سیاسی شخصیت کی ہونے والی موت ان کی بھی کمر توڑنے والی تھی۔

آخر میں مائیکل وسکی نے کہا: "یور ہائی نس فرہاد علی تیمور! مجھے ایک دن مرنا ہے۔ آپ کی ضد بتا رہی ہے کہ وہ آج ہی کا دن ہے۔ آفیسر میرے ہاتھ پاؤں کھول دو۔ تم میں سے کوئی مجھے بچا نہیں سکتا۔ میں ہز ہائی نس کی مرضی کے مطابق جان دوں گا۔"

وہ لوگ بچانے لگے۔ مگر میں جس افسر کے دماغ میں تھا اس نے آگے بڑھ کر مائیکل وسکی کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے۔ وہ آزاد ہو کر بولا: "یور ہائی نس! ٹیلی پیتھی اور ملکی سیاست میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ دنیا کو زیر کر سکتے ہیں۔ ایک ڈکٹیٹر بن سکتے ہیں۔ اگر کبھی ٹیلی پیتھی میں کوئی کمزوری پیدا ہو جائے یا آپ اور ہز ہائی نس رسونتی اپنی عمر گزار کر اس دنیا سے رخصت ہو جائیں تو آپ دونوں کے بعد سیاسی دانشمندی ہی کام آئے گی اور اس کے کام آئے گی کہ آپ دونوں ابھی سے سیاسی سمجھوتہ بازی سے کام کریں تاکہ تمام ممالک آپ کے بعد بھی آپ کے ملک کے دوست بنے رہیں۔"

وہ واقعی ذہین سیاست داں تھا۔ مجھے بڑے پتے کی بات سمجھا رہا تھا۔ یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ میری اولاد بھی ٹیلی پیتھی کر سکے۔ یہ گھر کی کھیتی نہیں ہے کہ ہمارے بچے بھی اس کھیتی سے اگائیں گے۔ ٹیلی پیتھی ایسی ہی آسان ہوتی تو نسل در نسل چلتی۔ وسکی درست کہہ رہا تھا۔ ہم جو مملکت قائم کر رہے تھے اگر اس کی سیاست داں نہ بنتے تو میرے اور رسونتی کے بعد وہ مملکت قائم رہتی اور سیاست داں بننے کے لیے مصلحت اندیشی سیکھنا لازمی تھا۔

مائیکل وسکی نے کہا: "ہم بڑے ممالک کبھی ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے ہیں، کبھی مصلحت اندیشی سے کام لے کر دوستانہ معاہدے کرتے ہیں۔ جب آپ اپنے ملک کی باگ ڈور سنبھالیں گے تو میری باتیں آپ کی سمجھ میں آئیں گی۔ یور ہائی نس! میرے ملک کی طرف سے آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ ہم اپنی اس سیاسی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں۔ آپ انتقام کا راستہ اختیار کرنے میں حق بجانب ہیں۔ میں مرنے سے پہلے آپ کو مصلحت اندیشی کا مشورہ دیتے ہوئے دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ آپ صرف ایکبار ہماری دوستی پر اعتماد کریں۔ ہمارا ملک سب سے پہلے اخبارات ریڈیو اور ٹیلی وژن وغیرہ کے ذریعے اعلان کرے گا کہ ہم نے آپکی علیحدہ مملکت کو تسلیم کر لیا ہے۔ سب سے پہلے ہم آپ کی مملکت کا پرچار کریں گے۔"

میں نے افسر کی زبان سے کہا: "مسٹر مائیکل وسکی! آپ نے مجھے متاثر کیا ہے۔ میں دلی مسرت کے ساتھ آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔"

میں نے مصافحے کے لیے افسر کا ہاتھ بڑھایا۔ مائیکل وسکی نے گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "ہماری دوستی پائیدار رہے گی ہمارے ہاتھ ہمیشہ ایک دوسرے کے ہاتھ میں رہیں گے۔ آج سے آپ کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔ میں آپ کو اور ہز ہائی نس رسونتی کو زندہ باد اور آپ کی مملکت کو پائندہ باد کہتا ہوں۔"

تمام افسران پرجوش انداز میں نعرے لگانے لگے۔ مائیکل وسکی نے پوچھا: "کیا آپ نے اپنی مملکت کے لیے کسی علاقے کا انتخاب کیا ہے؟"

میں نے جواب دیا: "انشاء اللہ آج شام تک ہم انتخاب کر لیں گے۔ آج کی پریس کانفرنس میں آپ اپنے ملک کے صحافیوں کو ضرور شریک کریں۔"

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ ہم آپ کے ہر معاملہ میں پیش پیش رہیں گے اور میں سب سے پہلے آپ کو اور ہز ہائی نس کو اپنے ملک کا دورہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

"میں دعوت قبول کرتا ہوں۔ ہماری مملکت کا قیام عمل میں آتے ہی ہم دورے کی تاریخ مقرر کریں گے۔ اچھا اجازت دیجئے۔ انشاء اللہ پھر کبھی رابطہ قائم کروں گا۔"

ان لوگوں نے بڑے ہی خلوص اور محبت بھرے کلمات ادا کرتے ہوئے مجھے رخصت کیا۔ میں ذہنی طور پر ثمینہ کے کاٹج میں حاضر ہو گیا۔ سامی میری گود میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا: "اوہ سوری سامی! میں نے ابھی تک تمہیں کھانے پینے کے لیے نہیں پوچھا مگر کھاؤ گی کیا؟ ثمینہ ابھی کھانے پینے کا سامان خریدنے بازار گئی ہے۔"

کہتے ہیں کہ شیطان کا نام لو تو وہ حاضر ہو جاتا ہے۔ ثمینہ اسی وقت کاٹج میں داخل ہوئی۔ مجھ سے بولی: "بھیا! میں نے پورے دو سو ڈالر کا سامان خریدا ہے۔ باہر گاڑی میں سارا سامان رکھا ہے آپ خدا اٹھا کر اندر لے آئیں۔"

پھر اس کی نظر سامی پر پڑ گئی۔ وہ حیرانی سے بولی: "ارے یہ تو وہی بلی ہے۔ وہ مسلح دشمن شاید اسی بلی کے ذریعہ فرہاد کو تلاش کر رہے تھے۔"

میں نے کہا: "ہاں یہ فرہاد کی پالتو بلی ہے۔ اپنے مالک کو میک اپ میں بھی پہچان لیتی ہے۔"

"آپ کیسے جانتے ہیں اس بلی کے بارے میں؟"

"ابھی مسٹر فرہاد میرے دماغ میں آئے تھے، انہوں نے بتایا ہے۔"

"سچ؟" وہ جلدی سے میرے پاس آکر بیٹھ گئی۔

"ہاں، وہ کہہ رہے تھے کہ یہ بلی ان کی وفادار ساتھی ہے۔ ہمارے پاس امانت کے طور پر رہے گی۔ اس کے کھانے پینے کا خاص خیال رکھا جائے۔"

"میں تو دن رات اس کا خیال رکھوں گی۔"

ثمینہ نے خوش ہو کر سامی کو گود میں لینے کے لیے دونوں ہاتھ بڑھائے۔ اس سے پہلے کہ سامی انکار کرتی میں نے اسے پچکار کر کہا۔ "جاؤ سامی! یہ فرہاد کا حکم ہے کہ تمہیں ثمینہ کے پاس بھی رہنا چاہیے۔"

وہ اس کی گود میں چلی گئی۔ اس نے کہا: "ہائے سامی کتنا پیارا نام ہے۔ اب آپ جایئے گاڑی سے سامان لے آیئے۔"

"میں سامان اٹھانے کا کام نہیں کرتا۔ ٹھہرو! میں تیمور کو ایک ڈالر دے دو، وہ لے آئے گا۔"

"بھیا! آپ تو سدا کے کام چور ہیں۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی سامی کو اٹھا کر باہر جانے لگی۔ میں نے کہا۔ "ٹھہرو، فرہاد نے کہا ہے کہ سامی کو گھر سے باہر نہیں جانا چاہیے ورنہ تاک میں رہنے والے دشمن سمجھ لیں گے کہ فرہاد نے ہمارے کاٹج کو اپنی پناہ گاہ بنایا ہے۔"

وہ سر ہلا کر بولی: "ہاں۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔ اس بلی کو باہر نہیں جانا چاہیے۔ لعنت ہے دشمنوں پر۔۔۔"

وہ سامی کو میرے پاس چھوڑ کر باہر چلی گئی۔ میں نے رسونتی کو مخاطب کیا۔ اسے خوشخبری سنائی کہ ماسک مین کے حکمراں نے ہماری علیحدہ مملکت کو تسلیم کر لیا ہے۔ میں نے مائیکل وسکی سے ہونے والی باتیں تفصیل سے بتائیں۔ وہ خوش ہو کر بولی: "آج کا دن یادگار بن کر رہے گا۔"

میں نے کہا" دن سے زیادہ آج کی رات اہم ہے۔ ابھی دوسرے ممالک گھٹنے ٹیکنے والے ہیں۔ آج کی رات کل ہمارے لیے نئی مملکت کا آفتاب طلوع کرے گی۔"

رسونتی نے کہا" مریم جغرافیہ کی ایک کتاب پڑھ رہی ہے وہ شام تک کوئی اچھا مشورہ دے سکے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ آج رات آٹھ بجے ہم اپنی اپنی جگہ دنیا کا نقشہ لے کر بیٹھیں گے اور کسی علاقہ کا انتخاب کریں گے۔"

"فرہاد! وسنتی شکایت کر رہی تھی کہ تم اسے بھول گئے ہو۔ اس سے ذرا باتیں کرو۔"

"بھئی اسے سمجھاؤ، فرصت ملے گی تو باتیں ہی باتیں ہوں گی تم دیکھ رہی ہو کہ میں صبح سے کتنے محاذوں پر جا رہا ہوں۔ ابھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا ہے۔ اب میں ذرا سپر ماسٹر کی پریشانیاں دیکھنے جا رہا ہوں۔"

رسونتی سے رخصت ہو کر پہلے میں نے شرلاک کو دیکھا۔ وہ بے فی اور رومانہ جغرافیائی معلومات حاصل کرنے کے لیے مختلف کتابیں پڑھ رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا" آج رات آٹھ بجے ہم اپنی اپنی جگہ نقشہ لے کر بیٹھیں گے اور تمام کی متفقہ رائے سے ایک علاقے کا انتخاب کریں گے۔"

وہاں ممی بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ مجھے دعائیں دے رہی تھیں۔ وہاں سب ہی خوش نظر آ رہے تھے۔ ایک نئی مملکت کے سلسلے میں دلچسپ بحث کر رہے تھے۔ میں مسکراتے ہوئے ان لوگوں سے رخصت ہو کر جونیئر سپر ماسٹر کے پاس پہنچا۔ وہ میز پر جھکا ہوا ایک فائل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ کچھ دیر پہلے وہ فائل سپر ماسٹر نے بھیجا تھا۔ اس فائل میں آبدوز کی تباہی کا ذکر تھا۔ اس تباہی کے پیش نظر نئے احکامات جاری کیے گئے تھے۔

وہ کچھ یوں تھے کہ فرہاد اور رسونتی کو اب قطعی نہ چھیڑا جائے۔ تمام ممالک کے ماسٹروں خصوصاً نبکاک کے ماسٹر بھوالی راجپت راتے کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ فی الحال اپنی تمام سرگرمیاں ختم کر دے۔ وہ پتلی پتلی جاننے والے ہزار پردوں کے پیچھے پہنچ جاتے ہیں لہٰذا اب یہ سمجھنا نادانی ہے کہ وہ دونوں ہماری کسی خفیہ چال کو نہیں سمجھ سکیں گے۔

دونا قابل برداشت نقصانات اٹھانے کے بعد سپر ماسٹر میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ مزید کوئی نقصان برداشت کر سکتا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ اس کے ملک کے پریس رپورٹرز نبکاک میں فرہاد علی تیمور کی پریس کانفرنس میں شرکت کریں۔ اور نو بجے تھائی لینڈ کے انٹیلی جینس کے ڈائریکٹر جنرل کے ذریعہ فرہاد اور رسونتی کی نئی مملکت کو تسلیم کیا جائے اور اپنے ملک کی طرف سے ہر طرح کی امداد کی پیش کش کی جائے۔ کوشش یہ ہونا چاہیے کہ فرہاد پھیلی دشمنی کو بھول کر ہماری دوستی پر اعتماد کرے۔

میں نے خوش ہو کر ایک زوردار انگڑائی لی۔ ہر طرف کامیابی میرے قدم چوم رہی تھی۔ سامی نے کہا" مبارکباد دے رہی ہو۔ سامی میری جان! میں بہت عرصہ تک زندگی کی دھوپ میں جلتا رہا۔ میرا کوئی گھر نہیں تھا جس کے دروازے پر میری کوئی چاہنے والی انتظار کرتی ہو۔ اب میرا ایک ملک ہوگا اور وہاں ایسا عالیشان محل ہوگا جس کے ایک دروازے پر رسونتی میرا انتظار کرے گی دوسرے دروازے پر روحانہ خوش آمدید کہے گی۔ تیسرے دروازے پر سونیا...."

ایک دم سے اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ میں نے اپنی معروفیات میں سونیا کو بھلا دیا ہے۔ اس دوران کئی بار سوچا کہ اس سے رابطہ قائم کروں۔ اس کی اور جمی (بایونک مین) کی خیریت دریافت کروں لیکن کسی کی خیریت پوچھنے کی رسم فرصت میں ہی ادا کی جاتی ہے۔ اب میرے سامنے ایک نئی مملکت کے مسائل تھے۔ آئندہ بھی فرصت پانے کی امید نہیں تھی۔ لہٰذا میں نے اسی وقت سونیا سے ملنے کا تھوڑا سا وقت نکال لیا۔

سونیا اور جمی پیرس کے خوبصورت شہر میں تھے لیکن ایک چھوٹے سے کاٹیج میں قیدی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔ بڑا افسوس ہوا۔ سونیا نے خود ہی یہ کہہ کر مجھ سے کنارہ کشی اختیار کی تھی کہ جب تک جمی صحت یاب نہیں ہوگا، وہ میری کسی مہم میں شریک نہیں ہوگی۔ اس کے اس فیصلہ کے پیش نظر میں اپنی موجودہ مہم سے فارغ ہو کر ہی اس سے رابطہ قائم کر سکتا تھا۔ بہرحال جب میں سونیا کے پاس پہنچا تو وہ کچن میں تھی اور جمی کے لیے چکن سوپ تیار کر رہی تھی۔

میں نے اسے مخاطب کرنے سے پہلے چپ چاپ اس کے سینے میں ان دیکھا خنجر پیوست ہو گیا ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ جمی کی قربت میں اتنی دور تک بہک جائے گی۔

بہک جانے کی بات میں نے غلط کہہ دی۔ اس لیے کہ وہ کیپرس کے سب سے بڑے ہسپتال میں پہنچایا جاتے اور اس کا دان نہیں تھی۔ اس نے پورے دل و جان سے جمی کو قبول کیا تھا علاج پر خصوصی توجہ دی جائے۔ جمی نے تنہا پیرس جانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہا تھا کہ وہ مجھ سے دور ہو گئی ہے۔ اس کی سوچ بتا کیا۔ وہ سونیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا اس طرح بات کھل گئی۔ یہی تھی کہ وہ فرہاد کی آغوش میں ہے۔ فرہاد کے سینے پر اس کا سینہ وہ سونیا پر ہزار جان سے عاشق ہے اور یہ عشق سپر ماسٹر کے خلاف کھڑا ہو رہا تھا، اور فرہاد کے بوسہ پر اس کے ہونٹ پھڑک رہے خلاف تھا کیونکہ جمی اس طرح سونیا کے ناطے سے فرہاد کا دشمن بن جاتا۔ وہاں اس کے جذبات کی نگرگنی میں ہی میں تھا، اور یہاں سونیا کی ذات سے خالی ہو چکا تھا۔

جمی کو بایونک مین بنانے کے سلسلہ میں... کیپٹر قرض کی گئی تھی۔ ورنہ سپر ماسٹر اسے ختم ہی کر دیتا۔ لہٰذا مصلحتی اس کے ساتھ پیرس بھیج دیا گیا۔ اس مصلحت اندیشی کے پیچھے میں نے خیال خوانی ختم کر دی۔ ثمینہ کے کاٹیج میں واپس آ گیا سپر ماسٹر دکھ رہا تھا۔ میرا دل دکھ رہا تھا۔ میں نے ناکامی کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ کبھی کسی خواہش کی تکمیل سے محروم نہیں رہا۔ آج زندگی میں

پہلی بار سونیا جیسی عزیز ہستی سے محروم ہو گیا تھا۔ وہ زندہ تھی مگر میرے لیے مر چکی تھی اور دل اس کی موت اور اس سے محرومیت کو تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ ہر خواہش کی تکمیل نے میرے دل کو عادتاً بگاڑ دیا تھا۔ اس لیے یقین نہیں آ رہا تھا کہ سونیا نے میری جگہ کسی اور کو دے دی ہے۔

دنیا کی کوئی جگہ کسی کے لیے خالی نہیں رہتی۔ ہم مرنے کے بعد جو جگہ چھوڑ جاتے ہیں، وہاں کوئی دوسرا آ جاتا ہے۔ انسان کے دل سے بھی کوئی جاتا ہے تو دوسرا پیار کرنے والا آ جاتا ہے۔ میرے دماغ نے سوال کیا" فرہاد! تم سونیا کے دل سے نکالے گئے ہو؟"

میں نے جواب دیا" میری طویل جدائی نے مجھے اس کے دل سے نکال دیا۔"

"یہ غلط ہے" میرے دماغ نے سمجھایا" طویل جدائی کے باوجود عورت اپنے مرد کی جگہ کسی کو نہیں دیتی۔ اگر عورت کو صرف اتنا یقین دلا دیا جائے کہ اس کا مرد صرف اس کا ہے اور وہ دوسری عورتوں کی جوانیوں میں اپنی عورت کو نہیں بھلائے گا۔ سونیا کو مایوس کرنے والے، سونیا کے اعتماد کو قتل کرنے والے تم ہو۔"

میں نے بستر پر گر کر آنکھیں بند کر لیں۔ تب میری کنپٹی جس نے بتایا کہ میرے اندر رسونتی بول رہی ہے۔ جب میں پہچان گیا تو وہ بولی" ہاں فرہاد! اگر میں غلط کہہ رہی ہوں تو جواب دو۔ سونیا تمہاری خاطر جان دینے کے لیے تیار رہتی تھی۔ اسے مایوس اور بددل کس نے کیا؟"

میں نے شکست خوردہ انداز میں کہا" میں نے کیا۔ میں اس قابل نہیں ہوں کہ کسی سے ساری زندگی ساتھ نبھانے کا وعدہ کر سکوں۔ وعدہ کیا تو وہ بھی کبھی پورا نہ ہوگا۔"

"تم چاہو تو ضرور پورا ہوگا۔"

"میرے چاہنے سے میرے حالات میرے دشمن نہیں بدل سکتے۔ تم کیا سمجھتی ہو، یہ کیا میں شرافت سے ایک جگہ گھر بنا کر زندگی گزاروں تو یہ بڑی بڑی خطرناک تنظیمیں میری شرافت کا یقین کر لیں گی؟ یہ تنظیمیں کبھی مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دیں گی۔"

"ہم اور تم اپنے نئے ملک میں سکون سے رہ سکیں گے اب تو بڑے بڑے ممالک ہم سے خوفزدہ ہیں۔ وہ دوست بن کر رہیں گے، دشمنی کی جرأت نہیں کریں گے۔"

"رسونتی! یہ تمہاری نادان سوچ ہے کہ خوفزدہ رہنے والے ہماری جیسی ہستیوں کو ہمیشہ اپنے سر پر مسلط دیکھیں گے۔ اس نئی مملکت کا قیام اس لیے عمل میں آ رہا ہے کہ ہم اپنے لیے ایک زبردست محاذ بنا کر رکھیں۔ تمہارے رشتے دار اور ہمارے دوسرے احباب... محفوظ رہ سکیں مگر وہاں میرا اور تمہارا پرسکون رہنا

ممکن نہیں ہے۔ آئے دن نئے مسائل اور مصائب سامنے آئینگے۔"

"فرہاد! تم ابھی سے میرے دل میں اندیشے پیدا کر رہے ہو۔"

"تمہاری صلاحیتوں کے آگے تمام اندیشے پانی ہو جائیں گے۔ صرف ایک اندیشہ پتھر ہے۔ اور وہ یہ کہ جس طرح حالات نے مجھے سونیا سے دور رکھا۔ اسی طرح تم سے بھی مجھے دور کر سکتے ہیں۔"

"میں ٹیلی پیتھی کے سہارے تمام حالات سے گزر کر پھر تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے سہارے تقدیر سے نہیں لڑ سکو گی۔"

"تم میرا دل دھلانے والی باتیں کر رہے ہو۔"

"اپنے تجربات بیان کر رہا ہوں۔ سونیا، رُومانہ اور تم دل و جان سے مجھے چاہنے والی ہستیاں ہو۔ مگر میری چاہت ایسی ہے کہ اپنی چاہنے والیوں پر جان دینے کے باوجود میں ہمیشہ ساتھ نہیں رہ سکتا۔ تم نے ابھی صرف دل ہارا ہے۔ میری آغوش میں آکر اپنی جوانی ہارنے سے پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔ سونتی کہ بعض اوقات تقدیر ٹیلی پیتھی کے ٹھوکروں میں اڑاتی ہے۔ خدا نہ کرے کبھی تم بھی سونیا کی طرح مایوس ہو سکتی ہو۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے ذریعہ میرے چور خیالات پڑھ سکتی ہو۔ میرے دل میں چور نہیں ہے۔ میں تمہیں اپنا بنانے کے لیے بڑی بڑی آزمائشوں سے گزر سکتا ہوں جیسا کہ سونیا اور رُومانہ کے ساتھ ہر آزمائش سے گزرتا آرہا ہوں۔ میں تو تمہیں اچھی طرح سوچنے سمجھنے کی دعوت دے رہا ہوں۔ مجھے اپنے آپ پر اعتماد ہے کہ میں تمہارے ساتھ ساری عمر گزار دوں گا اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ حالات میرے آج کے وعدہ کو پورا نہیں ہونے دیں گے۔"

وہ تائید کرتے ہوئے بولی "تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہم اور تم تقدیر سے نہیں لڑ سکتے۔ پتہ نہیں آئندہ حالات کیا ہوں گے جو مجھے واقعی سوچ سمجھ کر تمہاری طرف بڑھنا چاہیے۔ میں اپنے دل کو سمجھانے جا رہی ہوں کاش یہ دل عقل کی بات سمجھ لے۔۔۔"

"دل سمجھتا ہے جب ٹھوکر لگتی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ کبھی تمہیں ٹھوکر کا احساس ہو۔"

مجھے جواب نہیں ملا۔ وہ جا چکی تھی۔ میں نے سوچا، اُسے مخاطب کروں مگر اسے مخاطب کرنا گویا اپنی محبت کی طرف بلانا تھا سونیا کی طرح اسے بھی فریب دینا تھا۔ میں فریبی ہوں۔ مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ایسی ٹوٹ کر پیار کرنے والی ہستی کو فریب دوں۔ آج رسونتی کا دل ٹوٹنے سے وہ خوب روئے گی آج رو لینا ٹھیک ہے۔ دل کا غبار دُھل جائے گا ورنہ بعد میں پچھتاوے کے آنسو ساری عمر بہتے رہیں گے۔ ٹھیک ہے۔ ابھی دو گھڑی کا رونا ٹھیک ہے۔"

میں سوچتے سوچتے تھک گیا۔ سوچا کہ اب کچھ نہیں سوچوں گا، آنکھیں بند کیے خاموش پڑا رہوں گا۔ لیکن آدمی جب تک زندہ رہتا ہے تب تک اس کا دماغ سوچ سے خالی نہیں ہوتا۔ سونیا بہت یاد آرہی تھی۔ میرے دماغ نے سمجھایا کہ میں اس کی جدائی کو مردانہ وار برداشت کروں۔ اب اس کی خوشی میں خوش رہنا بہتر ہوگا۔

میں بہت دیر تک سوچتا رہا۔ اپنے اندر سونیا کی کمی سے لڑتا رہا۔ پھر میں نے سپر ماسٹر کے ایک نمائندہ کو مخاطب کیا "ہیلو مسٹر! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ میرا ضروری پیغام اپنے سپر ماسٹر تک پہنچاؤ۔"

وہ بولا "یور ہائی نس! میں سوچ ہی رہا تھا کہ کسی طرح آپ سے رابطہ قائم ہو جاتے۔ میں آپ کو خوشخبری سنانا چاہتا ہوں۔ سپر ماسٹر نے آپ کی علیحدہ مملکت کو تسلیم کر لیا ہے۔ تم اپنے ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لیے ہر طرح کی امداد دینے کے لیے تیار ہیں۔"

میں نے کہا "میں اس قسم کی باتیں کرنے کے لیے وقت مقرر کر چکا ہوں۔ ابھی میرا ایک حکم نامہ سپر ماسٹر کے نام جاری کرو۔ وہ یہ کہ آدھ گھنٹے کے اندر جمی اور سونیا پر سے پہرہ اٹھا دیا جائے اور ہیرس کے معروف اور تجربہ کار ڈاکٹر، جمی کے علاج کے لیے مقرر کیے جائیں۔ اگر ان دونوں کی آئندہ نگرانی کی گئی اور جمی کے علاج میں ذرا بھی کوتاہی ہوئی تو تمہارے ملک کو تیسرا ناقابل برداشت نقصان پہنچے گا۔ جلو فوراً پیغام پہنچاؤ۔"

وہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے ملک کی وزارت خارجہ کے سیکرٹری سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی میرا حکم نامہ وزارت خارجہ کے سیکرٹری نے اس سے پوچھا "کیا آپ نے فرہاد ہماری دوستی کا پیغام دیا تھا؟"

"جی ہاں۔ وہ کہتے ہیں اس سلسلہ میں مقررہ وقت پر باتیں ہوں گی۔ بہتر ہے کہ آدھ گھنٹہ کے اندر حکم کی تعمیل ہو جائے۔"

سیکرٹری نے ہیرس کے ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اسے حکم دیا گیا۔ جمی اور سونیا پر سے پہرہ اٹھایا جائے اور وہ ماسٹر خود اسی وقت معروف اور تجربہ کار ڈاکٹروں کو لے کر جمی کی رہائش گاہ پر پہنچ جائے۔ نرسوں اور ملازموں کا معقول انتظام بھی ہونا چاہیے۔ ہم انسان کے کام آتے ہیں۔ جب تک سپر پاور ڈنڈا نہ برسائے ہم دوسرے انسان کے کام آتے رہیں گے۔ بہر حال ایک ملک سے دوسرے ملک تک رابطہ قائم ہونے کے لیے ضرورتیں تھے کہ آدھ گھنٹے کے اندر ہیرس کا ماسٹر ایک تجربہ کار ڈاکٹر، ایک نرس، ایک ملازمہ اور ایک ملازم کو لے کر جمی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے سونیا سے کہا "میں یہاں ہیرس میں تنظیم کا ماسٹر ہیری اولڈ مین ہوں۔ اب آپ دونوں پر سے تمام پابندیاں اٹھا دی گئی ہیں۔ جلدی میں صرف ایک ہی ڈاکٹر مل سکا۔ اگر آپ چاہیں گی تو میں ایک گھنٹہ کے اندر ہیرس کے تمام تجربہ کار ڈاکٹروں کو یہاں لے آؤں گا۔"

سونیا خوش تھی کہ اب جمی کا باقاعدہ علاج ہوگا لیکن اس نے حیرانی سے پوچھا "یہ ہم پر اچانک مہربانیاں کیوں ہو رہی ہیں؟"

ماسٹر اولڈ مین نے جواب دیا "پتہ نہیں مادام! بس سپر ماسٹر کا یہی حکم ہے۔"

وہ بولی "اس حکم کے پیچھے ضرور کوئی بدمعاشی ہوگی۔"

"ہائی گاڈ! بالکل نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہز ہائی نس فرہاد علی تیمور سے دوستی ہو گئی ہے۔"

سونیا نے چونک کر پوچھا "کیا تم فرہاد کو ہز ہائی نس کہہ رہے ہو؟"

"جی ہاں۔ کیا ہز ہائی نس نے آپ کو نہیں بتایا کہ وہ ایک علیحدہ مملکت کے حکمراں بن بیٹھے ہیں؟"

سونیا نے اچانک ہی قہقہہ لگایا "فرہاد اور حکمراں بنے ہا ہا ہا ہا۔ جو کبھی اپنا ایک گھر نہیں بنا سکتا، وہ ملک بنائے گا ہا ہا ہا ہا۔ اسے تم سب اوتار سمجھے ہو۔ فرہاد کو فرہاد ہی رہنے دو۔ اسے ہز ہائی نس کہو گے تو وہ کارٹون لگے گا۔ ہا ہا ہا ہا۔۔۔"

میں اپنا سر کھجانے لگا۔ ساری دنیا میں وہی ایک عورت تھی جو مجھے مذاق بنا کر قہقہے لگا سکتی تھی۔ ماسٹر اولڈ مین نے کہا۔ "مادام! آپ مذاق سمجھ رہی ہیں۔ تمام ممالک کے اخبارات کل خصوصی ایڈیشن شائع کرنے والے ہیں۔ وہ تہناتی مملکت قائم نہیں کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ہز ہائی نس رسونتی دیوی ہیں۔"

سونیا ایک سرد آہ بھر کر بولی "وہ بے چاری ہز ہائی نس سر پکڑ کے روتے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے جمی کی طرف دیکھا۔ ڈاکٹر اس کا معائنہ کرتے ہوئے اس سے باتیں کر رہا تھا۔ سونیا مطمئن ہو کر کچن کی طرف جانے لگی، تب میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو سونیا! کارٹون آگیا۔"

وہ ایک کمرے سے گزر رہی تھی، فوراً ہی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کا دل بے اختیار دھڑکنے لگا تھا۔ میں نے آہستگی سے پوچھا "کیا میری آواز پر دل دھڑک رہا ہے؟"

وہ بولی "دھڑکنوں پر نہ جاؤ۔ یہ ایک فطری امر ہے۔ کوئی بچھڑا ہوا راستہ اچانک مل جاتے تو ہر انسان کی یہی حالت ہوتی ہے۔ یہ دھڑکنیں وقتی ہیں۔ ابھی قرار آجائے گا۔ مجھے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ تم نے میرے جمی کے علاج کے لیے سہولتیں فراہم کی ہیں۔"

"میرے سامنے تمہارے جمی کی حیثیت ثانوی ہے۔ میں نے تمہاری خوشیوں کے لیے سہولتیں فراہم کی ہیں۔ سونیا! ہمارا جسمانی رشتہ ختم ہوا ہے۔ دوستی اور محبت ختم نہیں ہو سکتی۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں، پھر کرب سے کہا "ہاں۔ میں آج بھی تمہارے لیے جان دے سکتی ہوں۔ تم کو اپنا بنا کر یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ ہندو دھرم میں لوگ پتھر کو بھگوان بنا کر اسکے قدموں میں کیوں جھکتے ہیں؟ اس لیے کہ بھگوان دور دور رہتا ہے۔ جی سدا میرے پاس رہے گا۔"

"سونیا! مجھے تمہاری جسمانی جدائی کا بہت دکھ ہے ساتھ ہی اپنی غلطی کو بھی سمجھ رہا ہوں۔"

"اگر سمجھ رہے ہو تو میرا ایک مشورہ مان لو۔"

"ضرور مانوں گا، بولو۔"

وہ بولی "تم کسی ایک جگہ ٹھہر جانے والے بندے نہیں ہو۔ یہ بات رسونتی کو اچھی طرح ذہن نشین کرا دو، ورنہ وہ اپنا کنوار پن تمہیں سونپنے کے بعد تمہاری زبردست پیریدار بن جائے گی۔ اس وقت تمہارے دماغ پر اس کی حکمرانی تمہیں گراں گزرے گی تم ایک عورت کی برتری اور اس کی روک ٹوک کو برداشت نہیں کرو گے۔ انجام کار تمہارے اور رسونتی کے درمیان زبردست دشمنی شروع ہو گی بہتر ہے کہ شروع میں ہی اس سے دو ٹوک باتیں کر دو کہ تم ساری عمر کسی کو شریک حیات بنا کر پابند نہیں رہ سکتے۔"

"سونیا! میں نے ہمیشہ تمہاری ذہانت کو تسلیم کیا ہے۔ تم بالکل درست کہہ رہی ہو۔ رسونتی شریک حیات بن کر میرے دماغ پر حاوی ہو جائے گی۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے رسونتی کو سمجھایا ہے کہ میرے حالات مجھے ہرجائی بنا دیتے ہیں۔ اسے میری طرف بڑھنے سے پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ لینا چاہیے۔ جگر وہ دعویٰ کرتی ہے کہ میں اس سے کبھی بچھڑ جاؤں گا تو وہ اپنی ٹیلی پیتھی کے سہارے میرے پاس پہنچ جائے گی۔"

سونیا ہنستی ہوئی بولی "کبھی میں بھی ایسی ہی دیوانی تھی۔ سمجھتی تھی کہ میرے پیار کا مقناطیس تمہیں میرے ہی پاس کھینچے رکھے گا۔ پھر میں نے تمہاری جدائی کو برداشت کرنا سیکھ لیا۔ لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ دو بدن تمہارے بچوں کی مائیں بن رہی ہیں تو میں غصہ سے سُلگ اٹھی۔ میں نے عام عورتوں کی طرح سوچا کہ مجھ میں کوئی کمی تھی۔ اس کمی کو دو بدن نے پورا کیا ہے۔ میرے مقابلہ میں دو بدن نے تمہیں جیت لیا ہے۔ پھر بعد میں پتہ چلا کہ وہ بھی تمہیں جیت نہ سکیں۔ میں نے ایک بدن کی موت کی خبر سنی ہے۔ تمہارے بچے پیدا ہونے سے پہلے نابود ہو گئے، اور تم ویسے کے ویسے ہی ہرجائی رہے۔ تب میری سمجھ میں آیا کہ مجھ میں کوئی کمی نہیں ہے۔ تمہاری فطرت

ہی ایسی ہے۔"

میں نے کہا۔" ہاں یہ بات ابھی رسونتی کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

وہ بولی۔" اگر اس نے سمجھداری سے کام نہ لیا تو یہ بات سمجھ میں آجائے گی۔ پھر وہ ایک طرف پچھتائے گی اور دوسری طرف ٹیلی پیتھی کے ذریعہ تمہیں غلام بنانے رکھنے کی کوشش کریگی۔ تمہیں ایسے ہی انجام سے دوچار ہی

"تمہیں یاد ہے رسونتی پر ریسیڈ میں ایک بار مجھے غلام بنا کر رکھنے کی ناکام کوششیں کر چکی ہے۔ میں دوسری بار یہ موقعہ نہیں دوں گا۔ تمہارا مشورہ میرے ذہن میں نقش رہے گا اب دوسرے موضوع پر گفتگو کرو۔"

میں نے موضوع بدل کر اسے بتایا کہ کس طرح ہم نے تن سنگ اور وسنتی کو رہائی دلا کر نبکاک پہنچایا ہے۔ کس طرح ماسک مین اور سپر ماسٹر کے حامک کی اہم شخصیتوں کو ترتیب کرنے کے بعد اپنی نئی مملکت کا مطالبہ منوایا ہے۔ یہ ساری باتیں بتانے کے بعد میں نے سونیا سے کہا۔" سپر ماسٹر کو یقین ہو گیا ہے کہ میں نے تمہارے ذریعہ جمی کو دوست بنا لیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں جمی آسٹینم سے غداری کر رہا ہے۔ سپر ماسٹر میری لاعلمی میں اس کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتا ہے۔ بہتر ہے کہ تم جمی کے ساتھ ہمارے نئے ملک میں آجاؤ۔"

"ضرور آؤں گی۔ مگر وہ ملک ہے کہاں پر؟"

"آج شام کو میں، رسونتی، شرلاک، بے بی، رومانہ اور مریم اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر ٹیلی پیتھی کے رابطے سے دنیا کے نقشہ پر ایک علاقہ کا انتخاب کریں گے۔ تم اور جمی بھی نبکاک کے وقت کے مطابق پانچ بجے شام کو دنیا کا ایک نقشہ لے کر بیٹھ جانا۔ میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

"اچھی بات ہے اور کچھ؟"

"وہاں پیرس میں جب چیز کی ضرورت ہو ماسٹر اولڈ مین کو حکم دو۔ اس کا باپ بھی تمہارے حکم کی تعمیل کرے گا۔ اچھا اب چلتا ہوں۔ پھر آؤں گا۔"

میں نے اس سے رخصت ہو کر خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کیا۔ سونیا سے جسمانی رشتہ ٹوٹنے کے باعث میرے دل میں جو صدمہ اور دماغ پر جو بوجھ تھا وہ بوجھ سونیا کی خوشی میں خوش ہو کر اتر گیا۔ اس کے کام آکر جمی سے رقابت کا جذبہ سرد پڑ گیا۔ سونیا آج بھی میرے لیے اتنی اہم اور ایسی آزمودہ تھی کہ میں اب بھی آنکھیں بند کر کے اس پر بھروسہ میں اعتماد کر سکتا تھا اور ابھی ابھی میں نے فیصلہ کیا تھا کہ نئی مملکت کو ہمیشہ قائم رکھنے کے سلسلے میں سونیا اہم رول ادا کرے گی۔

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ کاٹج کے ایک بستر پر سامی میرے ساتھ لیٹی ہوئی تھی۔ اس وقت احساس ہوا کہ کمرے کی روشنی اور بھی ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا کہ دروازے پر کھڑی مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ میں نظریں چرا کر اس کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی۔" یہ اچانک بھیا کی عادتیں کیسے بدل گئی ہیں۔ ہمیشہ بستر پر اوندھے منہ لیٹے رہتے تھے۔ ادھ کھلی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھتے رہتے تھے۔ مگر اب یہ گھنٹے بھر سے چاروں شانے چت پڑے ہیں۔ کل تک سگریٹ کا برانڈ کچھ اور تھا۔ اور اب کوئی اور برانڈ پی رہے ہیں۔ اور بلی ان سے یوں لگی ہے جیسے برسوں کی جان پہچان ہو۔ مجھے بس ایسا لگ رہا ہے کہ بھیا ایک دم سے اجنبی بن گئے ہیں۔"

اسے مجھ پر شبہ ہو رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔" بھیا میرے بھیا اجنبی کیسے ہو سکتے ہیں اگر اجنبی ہیں تو مجھے آزمانا چاہئے مگر کیسے آزماؤں۔"

وہ سوچنے لگی۔ اسے یاد آیا کہ اس کا امجد بھیا جھینگے کا سالن پسند نہیں کرتا ہے۔ اس نے مجھے مخاطب کیا۔" بھیا! آج میں نے جھینگے کا سالن تیار کیا ہے۔ آپ تو بہت پسند کرتے ہیں۔ کھانے آجائیے۔"

میں نے کہا۔" مجھے جھینگوں سے نفرت ہے۔ تم اچھی طرح جانتی ہو۔ جاؤ میں نہیں کھاؤں گا۔"

اسے اطمینان ہو گیا۔ وہ مسکرا کر بولی۔" میں تو مذاق کر رہی تھی میں نے آپ کی پسندیدہ ڈش بیف برین تیار کیا ہے۔"

یعنی گائے کا مغز پکایا تھا۔ جو مجھے سخت ناپسند تھا۔ بھلا گائے کے سر میں مغز ہوتا تو وہ سیدھی سادی گائے کیوں کہلاتی۔ اپنے میل کو سینگ نہ مارتی ہے میں نے بہانہ کیا۔" آج میرا پیٹ خراب ہے۔ میں نہیں کھاؤں گا۔ جاؤ سامی تم کھا لو۔"

سامی بھوکی تھی۔ ثمینہ کے ساتھ چلی گئی۔ پچھلی رات میں نے اپنی جیب میں پانچ سو ڈالر چھپا کر رکھ لیے تھے۔ اب ارادہ تھا کہ کہیں باہر جا کر اپنی پسند کا کھانا کھاؤں گا اور کسی طرح سامی کو بھی ساتھ رکھوں گا۔ تاکہ حالات میرے موافق نہ ہوتے اور مجھے دوسری پناہ گاہ کی طرف جانا پڑا تو سامی کا ساتھ نہ چھوٹے۔ میں نے سامی کا انتظار کرنے کے لیے رسونتی سے رابطہ قائم کیا۔ رابطہ قائم نہ ہوا۔ اس نے اپنے دماغ کے دروازے بند کر دیئے تھے۔ میں نے اسے دانشمندی سے غور کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ ناراض ہو گئی۔ ایسے وقت جبکہ ہم ساری دنیا کے لیے ایک علیحدہ مملکت قائم کر رہے تھے۔ تو یہ ناراضگی آئندہ کے اختلافات نقصان دہ ثابت ہو سکتے تھے۔ ناراضگی دور کرنا ضروری تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر مریم کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔

تب پتہ چلا کہ رسونتی رو رہی تھی۔ مریم اسے سمجھا رہی تھی۔ "بیٹی! بے شک تم کم عمر ہو۔ اس کم عمری میں تم زہاد کے بہلاوے ایک نئی حکومت قائم کر رہی ہو۔ تمہیں بچوں کی طرح رونا نہیں بلکہ بوڑھوں کی طرح ہر مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔"

وہ بولی۔" ممی! میری سنجیدگی دل کے معاملہ میں کام نہیں آرہی ہے۔ میں کیا کروں؟"

میں نے پہلی بار رسونتی کو انگریزی بولتے سنا۔ وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔ مگر بولنا آگیا تھا۔ مریم نے کہا۔" میرا مشورہ مانو فرہاد کو صرف ایک دوست سمجھو۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے جیون ساتھی بنانے کے لیے تمہیں فرہاد سے زیادہ خوبرو اور باصلاحیت لوگ ملیں گے۔"

"میں اب کبھی شادی کے متعلق نہیں سوچوں گی۔"

"چلو نہ سوچنا۔ مگر موجودہ معاملات پر غور کرو۔ اگر تم نے ایک علیحدہ مملکت کے سلسلہ میں فرہاد سے تعاون نہ کیا تو تمہارا نقصان زیادہ ہے۔ تمہارے باپ اور بہن کو کسی بھی ملک میں تحفظ حاصل نہ ہوگا۔ تم خود یہاں رنگون میں کب تک چھپی رہو گی۔ فرہاد ایک عرصہ سے آوارہ بھٹکتے رہنے کا عادی ہے۔ یہ تمہیں ماننا پڑے گا کہ وہ تمہارے اور تمہارے رشتے داروں کے تحفظ کے لیے ایک نیا ملک وجود میں لا رہا ہے۔"

"میں مانتی ہوں ممی! وہ یہ سب کچھ میرے ہی لیے کر رہا ہے اور اب سے پہلے بھی اس نے اتنے احسانات کیے ہیں کہ میں اس کے خلوص اور بے لوث محبت سے انکار نہیں کر سکتی۔ اس کا دل آئینہ کی طرح صاف نہ ہوتا تو وہ مجھے صاف طور سے نہ سمجھاتا کہ وہ ہر جائی ہے۔ وہ مجھے اپنی طرف بڑھنے سے روک رہا ہے اور جانے کیوں مجھے اپنی توہین کا احساس ہو رہا ہے۔"

مریم نے کہا۔" تم عجیب لڑکی ہو۔ وہ تمہاری بھلائی چاہتا ہے اور تمہیں یہ سوچ کر توہین محسوس ہوتی ہے کہ وہ تمہیں اپنے قابل نہیں سمجھتا۔ تم پاگل ہو۔"

"ہاں مجھے اسی لیے رونا آرہا ہے کہ میرا یہ پاگل پن دل سے نہیں جاتا۔ مجھے تھوڑا وقت دیدو۔ پھر میں اپنا دل پتھر کر لوں گی۔ فرہاد سے صرف نئی مملکت کے معاملات کی حد تک دوستی رکھوں گی۔ اپنے ذاتی معاملات میں اسے شریک نہیں کروں گی۔"

مریم نے تائید کی۔" ہاں یہ دانائی کی باتیں ہیں۔ اپنے رفتہ گاروں کی خاطر اسے دوست بنائے رکھو۔"

میں وہاں سے واپس آگیا۔ رسونتی میری طرف سے دل کو سخت کرے تو بہتر ہی ہوگا۔ مجھے بھی عقل آگئی تھی کہ رسونتی لاکھ حسین اور دلنشیں سہی مگر مجھے ہمیشہ اسے اپنے سر پر مسلط نہیں رکھنا چاہیے صرف ایک دوسرے کے کام آنے والی دوستی ہی بھلی ہوگی۔ اس طرح ہمیں کبھی ایک دوسرے سے شکایت پیدا نہیں ہوگی۔

سامی کھانے پینے کے بعد میرے پاس آگئی۔ میں نے اسے سہلاتے ہوئے کہا۔" میری جان! اچھا ہوا کہ تم جاگ رہو۔ تم پر میرے ہر جائی پن کا اثر نہیں ہوگا۔ تم میرا ساتھ نہیں چھوڑو گی۔ اور اب میں بھی تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ ٹھیک ہے نا؟"

"میاؤں!" جیسے اس نے تائید کی۔

میں نے اسے گود میں اٹھا کر سرگوشی میں کہا۔" اب میں آوارگی کے لیے باہر نکلوں گا۔ شام کے پانچ بجے تک فرصت ہے۔ تم میرے ساتھ رہو گی۔"

وہ میرے چہرے پر اپنا چہرہ رگڑنے لگی۔ میں نے آہستگی سے کہا۔" غور سے سنو۔ پہلے تم کاٹج سے نکل کر اتنی دور چلی جانا کہ میں باہر نکلوں تو تم مجھ پر نظر رکھ سکو۔ ہم دور دور رہیں گے مگر ایک دوسرے کی نظروں میں رہیں گے۔ جب میں بائیں ہاتھ سے سر کھجاؤں تو تم میرے پاس آجانا۔ اگر ناک کھجاؤں تو دور چلی جانا ٹھیک ہے نا؟"

"میاؤں!" وہ سمجھ گئی۔ میری گود سے اتر کر فرش پر پہنچ گئی۔ میں نے سر کے اشارے سے باہر جانے کے لیے کہا۔ وہ چلی گئی۔ میں نے لباس تبدیل کیا، جوتے پہنے۔ آئینہ دیکھا، کنگھی کی۔ ثمینہ کچن میں مصروف تھی۔ میں باہر آگیا۔ کھلی فضا میں آزادی کی سانس لینا نصیب ہو رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس آزادی کا انجام کیا ہوگا۔ پتہ نہیں نبکاک کے پُر رونق شہر میں کتنے ہنگامے میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں اپنی مسلسل روپوشی سے تنگ آچکا تھا۔ اس لیے سوچا، جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

میں نے کاٹج کے احاطے سے نکل کر دیکھا۔ دور بہت دور سامی کھڑی میری جانب دیکھ رہی تھی۔ میں آگے بڑھا تو وہ اسی سمت آگے بڑھنے لگی۔ چند گز کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ پلٹ کر دیکھ لیا کرتی تھی۔ وہ ایک صاف ستھرا علاقہ تھا۔ دور دور پر کاٹج بنے ہوئے تھے۔ وہاں کتنے مکانوں میں گھریلو صنعتیں قائم کی گئی تھیں۔ مرد عورتیں کام کرتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ ایک جگہ ایک عورت نے دوسری جگہ دو مردوں نے مجھے امجد کے نام سے مخاطب کیا۔ ان کی مقامی زبان میرے پلے نہیں پڑی۔ میں دور ہی سے ہاتھ ہلاتا ہوا یوں تیز رفتاری سے گزر گیا جیسے جلدی میں کہیں جا رہا ہوں۔

تقریباً آدھ میل کا فاصلہ پیدل طے کرنے کے بعد ایک پختہ

کشادہ سڑک نظر آئی۔ سامی وہاں ٹھہر گئی تھی۔ مجھے بھی ایک جگہ رکنا پڑا کیونکہ ایک نوجوان سانولی سی لڑکی نے میرا راستہ روک لیا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی مجھ سے اپنی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ میں الجھن میں پڑ گیا کہ کیا سمجھوں اور کیا جواب دوں لہٰذا میں اس سے کترا کر آگے بڑھنے لگا۔ اس نے میری آستین پکڑ لی۔ ناراض ہو کر کچھ کہنے لگی۔

عجیب مصیبت تھی۔ اتنا سمجھ میں آیا کہ وہ اور امجد ایک دوسرے کو اتنی بے تکلفی سے پہچانتے ہیں کہ وہ امجد کی آستین تک پہنچ جاتی ہے۔ پتہ نہیں امجد کہاں تک پہنچا ہوگا۔ وہ بے تکان بولے جا رہی تھی۔ میں نے کہا: "ہمیں انگریزی بولنا چاہیے۔"

وہ چپ ہو کر سوالیہ نظروں سے تکنے لگی۔ میں نے پوچھا: "کیا تم میری بات نہیں سمجھ رہی ہو؟"

وہ پھر اپنی زبان میں شروع ہو گئی۔ میں نے بایاں ہاتھ اٹھا کر کہا: "سامی دوڑتی ہوئی چلی آئی۔" میں نے کہا: "سامی! میں اس لڑکی سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔ ذرا اسے ڈراؤ تو۔۔۔"

یہ سنتے ہی اس نے غرا کر لڑکی پر چھلانگ لگائی۔ وہ چیخ کر اپنا بازو سہلاتی ہوئی بھاگی۔ سامی نے بازو پر پنجہ مارا تھا۔ تھوڑی دور بھاگنے کے بعد لڑکی نے پلٹ کر دیکھا۔ سامی پھر غراتی ہوئی دوڑی۔ وہ پھر چیختی ہوئی بھاگنے لگی۔ میں نے سامی کو آواز دی: "واپس آجاؤ۔ بہت ہو چکا۔"

سامی پلٹ کر آنے لگی۔ پختہ کشادہ سڑک پر گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ میں خالی ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا۔ کالج سے نکلتے ہی کام بگڑ گیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ امجد مقامی زبان بولتا ہے کیونکہ کالج میں اس نے دلال کی حیثیت سے انگریزی میں باتیں کی تھیں اور ٹھینہ سے وہ گھر میں اردو بولتا تھا۔ باہر آکر میں نے مقامی زبان بولنے والوں کو دور ہی سے ٹال دیا تھا مگر اب وہ لڑکی وہاں جا کر اپنے لوگوں کو ضرور بتائے گی کہ مقامی زبان سمجھنے والا امجد اس کی زبان نہیں سمجھ سکا۔ یہ بات محلے والوں کی زبان سے ٹھینہ تک بھی پہنچ سکتی تھی۔

اگر میں اس مقامی لڑکی سے پیچھا چھڑا کر بھاگتا تو وہ میرے پیچھے بھاگی آتی۔ اسے خوفزدہ کرنے کے لیے سامی سے کام لینا پڑا۔ اب یہ فکر بھی چلے گا کہ ایک بلی نے اسے بھگایا تھا۔ پھر محلے والوں کو وہ مسلح اوراد یاد آئیں گے جو ایک بلی کے ذریعہ فرہاد کو تلاش کر رہے تھے۔ اس طرح بات ایک بلی اور مقامی زبان سے نا آشنا امجد تک پہنچے گی۔ کم از کم ٹھینہ کے شبہ کی تصدیق ہو جائے گی۔ یعنی نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ سر منڈاتے ہی اولے پڑے۔ کالج سے باہر آتے ہی واپس جانے کا راستہ بند ہو چکا تھا۔

سڑک کے کنارے دس منٹ گزر گئے۔ خالی ٹیکسی نظر نہیں آئی۔ اچانک ایک کار میرے سامنے سے گزرتی ہوئی ذرا دور جا کر رک گئی۔ ایک خاتون ڈرائیو کر رہی تھیں۔ وہ گاڑی کو پیچھے ڈرائیو کرتی ہوئی میرے سامنے آکر رک گئی۔ خاتون ادھیڑ عمر کی تھیں۔ میک اپ کا انداز بتا رہا تھا کہ جوان بننے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہ سامی کو دیکھتی ہوئی تجربہ سے بولیں: "کیا یہ بلی تمہاری ہے؟"

"جی ہاں۔ یہ بلی شہر تک جانا چاہتی ہے۔ کیا ہمیں لفٹ مل سکتی ہے؟"

وہ مجھے گہری تولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ پھر انہوں نے ذرا سی سوچ پر نہ لی۔ وہ اس بلی کو دیکھ کر میرے میک اپ کے پیچھے فرہاد کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ میں سنبھل گیا، وہ بولیں: "نوجوان! میں تمہیں دوست بنانا چاہتی ہوں مگر مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تم کون ہو؟"

میں نے کہا: "خاتون! عمر کے لحاظ سے میں آپ کا بیٹا بن سکتا ہوں۔"

انہوں نے غصہ سے دیکھا۔ پھر اچانک نرم پڑ کر بولیں: "مجھے شبہ ہے کہ تم فرہاد علی تیمور ہو۔"

"کون فرہاد علی تیمور؟ یہ کیا وہی جس کا ذکر اخباروں میں ہو رہا ہے؟"

"ہاں۔ انجان نہ بنو۔"

"نہیں بنوں گا۔ میں شہر تک جانے کے لیے فرہاد بھی بن سکتا ہوں۔ گاڑی میں بیٹھ جاؤں؟"

انہوں نے حقارت سے مجھے دیکھ کر گاڑی آگے بڑھا دی۔ ڈرائیو کرتی ہوئی سوچنے لگیں: "اگر یہ فرہاد ہوگا تو مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ واپس بلا لے گا۔ فرہاد تو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے لیے میرے ذریعہ شہر پہنچنا معمولی سی بات ہوگی۔"

یہ بات عام نہیں ہوئی تھی کہ گونگے جاسوس ایک بلی کے سہارے مجھے تلاش کر رہے تھے اور سب کے سب مارے گئے تھے۔ خاتون کی سوچ نے بتایا کہ وہ ایک فوجی افسر کی بیوی ہے۔ اس کے شوہر نے اسے بتایا تھا کہ فرہاد کے ساتھ اس کی ایک پالتو بلی ہوتی ہے۔ وہ خاتون کنواری چھوکریوں کی طرح مجھے اپنا آئیڈیل بنائے ہوئے تھیں۔ لاحول ولا قوۃ۔۔۔

میں نے ایک گزرنے والی گاڑی کو ہاتھ دکھایا، وہ گزر گئی مگر اس کے پیچھے آنے والی ایک کار میرے قریب آکر رک گئی۔ ایک نوجوان لڑکا اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ مسکراتے ہوئے بولا: "کم آن ینگ مین! کہاں جاؤ گے؟"

اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے سامی کو گود میں لے کر بیٹھتے ہوئے دروازے کو بند کیا: "شکریہ! میں شہر تک جانا چاہتا ہوں۔"

وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولا: "بنکاک تو بہت بڑا ہے۔ ساری دنیا میں اپنی شہرت کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ تم جاؤ گے کہاں؟"

"مجھے بھوک لگی ہے۔ کسی اچھے سے ہوٹل میں جاؤں گا۔ کسی مسلمان ہوٹل پہنچا دو تو مہربانی ہوگی۔ میں یہاں اجنبی ہوں۔"

"او۔ تو ایسے کہو نا۔ ایک تو اجنبی ہو۔ دوسرے مسلمان ہو۔ اوپر سے ایک مسلمان کو کہہ رہے ہو کہ ہوٹل پہنچا دو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میرا نام محمد یوسف ہے۔ اپنا نام بتاؤ۔ کہاں سے آئے ہو؟"

"امجد خان۔ پاکستان سے آیا ہوں۔"

"او۔ پاکستان سے آئے ہو۔ خوش آمدید۔ مجھے ہندوستان اور پاکستان جیسے ملک پسند ہیں۔"

"کیوں پسند ہیں؟"

"اس لیے کہ ہندوستان میں شرمیلا ٹیگور رہتی ہے اور پاکستان میں بھولو پہلوان ہوتے ہیں۔"

میں ہنسنے لگا، وہ بولا: "میری عمر بیس برس ہے۔ میری امی کہتی ہیں کہ تیس برس سے پہلے شادی نہ کرنا۔ میں دس برس کے بعد تیس برس کا ہو جاؤں گا پھر فوراً ہی پاسپورٹ بنوا کر ہندوستان جاؤں گا۔ شرمیلا ٹیگور سے ضرور شادی کروں گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "اس وقت تک وہ بوڑھی ہو جائے گی۔"

وہ سر ہلا کر بولا: "ہاں اسی لیے میں بھولو پہلوان کی تصویر سامنے رکھ کر صبح شام ورزش کرتا ہوں۔ اگر میں دو چار برس میں پہلوان بن جاؤں گا تو شرمیلا ٹیگور مجھے بچہ نہیں سمجھے گی۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے کار کی رفتار ذرا سست کر دی کیونکہ ایک جوان لڑکی کار ڈرائیو کرتی ہوئی گزر رہی تھی۔ یوسف اس کی کار کے برابر اپنی کار ڈرائیو کرتے ہوئے ہونٹوں سے سیٹی بجانے لگا۔ لڑکی نے اس کی طرف دیکھا تو وہ بولا: "ہنی! آئی لو یو۔"

"یو شٹ اپ۔" لڑکی نے غصے سے رفتار بڑھائی۔ یوسف نے بھی رفتار بڑھا دی۔ وہ بولی: "اے تم مجھے چھیڑ کر پچھتاؤ گے۔"

یوسف نے مجھ سے کہا: "دیکھا تم نے۔ یہ لڑکی بھی شاید مجھے بچہ سمجھتی ہے۔ ذرا تم چھیڑ کر دیکھو لو۔"

میں نے آہستگی سے کہا: "دراصل تمہیں چھیڑنا نہیں آتا۔ پہلے اس کے حسن کی تعریف کرو، وہ ابھی مسکرائے گی۔"

یوسف نے میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اس سے کہا: "سوئٹی! تم میک اپ کے بغیر اتنی حسین لگ رہی ہو کہ میں تمہارا دیوانہ بن گیا ہوں۔"

اس وقت میں لڑکی کے دماغ پر قابض ہو گیا تھا۔ وہ مسکرانے لگی۔ یوسف نے خوشی سے نعرہ لگایا: "وہ مارا!" پھر آہستگی سے بولا: "یار امجد! آگے بتاؤ، کیا بولوں؟"

"اسے گاڑی روکنے کے لیے کہو اور اس کے پاس پہنچ جاؤ۔"

یوسف نے یہی کیا۔ لڑکی کا دماغ میری مٹھی میں تھا۔ اس نے گاڑی روک دی۔ یوسف بھی کار روک کر باہر نکلا۔ لڑکی کے پاس پہنچ کر کار کی کھڑکی پر جھک کر بولا: "میں ابھی گھر جا کر آئینہ دیکھوں گا۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ میں بانع ہو گیا ہوں۔ تم ایک بوسہ دے کر مجھے یقین دلاؤ۔"

لڑکی نے چہرہ آگے بڑھایا۔ یوسف کھڑکی کے اندر سر گھسا کر اسے چومنے جا رہا تھا۔ میں نے لڑکی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چونکی۔ پھر تڑاخ سے ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ بڑی زوردار آواز تھی۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑاتا ہوا اپنی کار سے ٹکرا کر گر گیا۔ لڑکی نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھائی۔ پھر رفتار بڑھاتی ہوئی دور چلی گئی۔ وہ یقیناً سوچے گی کہ تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر غیر حاضر کیسے ہو گئی تھی۔

یوسف کھسیانی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے بولا: "یہ لڑکیاں بڑی زندہ دل ہوتی ہیں۔ بس ایسے ہی مذاق کرتی ہیں۔ بس کچھ سمجھ میں نہیں آتیں۔" وہ مسکرائی تھی۔ ایک بوسے کا آفر بھی دیا تھا۔ پھر پتہ نہیں کیسے اتنی بڑی نیکی سے بھٹک گئی۔"

میں نے تسلی دی: "کوئی بات نہیں کسی دوسری کو آزما لینا۔"

اس نے کان پکڑ کر کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا: "اب میں دو چار برس پہلوانی کروں گا۔ پھر لڑکیاں خود ہی مجھے آزمایا کریں گی۔"

میں نے اسے ایک طمانچہ کھلا کر ذرا عقل مندی سے جینا سکھا دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہم بنکاک کی پُررونق سڑکوں پر سے گزر رہے تھے۔ یوسف نے پوچھا: "یار تم پردیسی ہو، تمہارا سامان کہاں ہے؟"

"ایک چھوٹے سے ہوٹل میں ہے۔ میں اتنے بڑے شہر میں راستہ بھول گیا ہوں۔ وہ ہوٹل مجھے نہیں مل رہا ہے اسی لیے کسی دوسرے ہوٹل میں کھانے جا رہا تھا۔"

"وہ ہوٹل کا نام بتاؤ۔ میں پہنچا دوں گا۔"

"نام یاد رہتا تو میں دوسروں سے پوچھ کر وہاں پہنچ جاتا۔"

اس نے ایک بہت بڑے شاپنگ سینٹر کے سامنے کار روکتے ہوئے کہا: "آؤ یہاں کا شاندار شاپنگ سینٹر دکھاؤں۔ میں کچھ چیزیں بھی خریدوں گا۔"

"نہیں دوست! میں یہاں بیٹھا رہوں گا۔ تم چیزیں خرید کر آجاؤ۔"

وہ کار کی چابی لے کر چلا گیا۔ میں نے سامی سے کہا: "میری

جان! یہ لڑکا اس ہوٹل کو تلاش کرنے کے لیے مجھے سارا دن کار میں گھماتا رہے گا۔ بہتر ہے کہ ہم یہاں سے نکل چلیں۔"

اس نے "میاؤں" کہہ کر تائید کی۔ میں نے کہا "دیکھو، پہلے میں کار سے نکل کر فٹ پاتھ پر جاؤں گا۔ بعد میں تم کار کی کھڑکی سے نکل کر آنا۔ پھر مجھ سے ذرا دور پیچھے پیچھے چلتی رہنا۔ اور وہ دُور رہنے اور قریب آنے کے اشارے یاد ہیں نا؟"

اس نے پھر میاؤں کہا۔ اچانک میں نے سر اٹھا کر دیکھا مجھے کار سے باہر نکلنا تھا مگر ٹھٹھک گیا۔ کار کے بائیں کے پاس ایک نہایت ہی حسین دوشیزہ کھڑی ہوئی مجھے یوں دیکھ رہی تھی جیسے مجھے پہچانتی ہو۔ یا پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ وہ سیاہ چشمہ پہنے ہوئے تھی۔ میں اس کی آنکھوں کے راستے دماغ میں جھانک کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کون ہے؟ کیا سوچ رہی ہے اور مجھے کیوں دیکھ رہی ہے؟

ایک ہی صورت تھی کہ وہ کچھ بولے۔ اپنی آواز اور لہجہ سنائے۔ میں نے اس سے پوچھا "ویل مس! کیا تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ سامی پر ایک نظر ڈالی۔ پھر میرے سامنے سے گزر گئی۔ میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ وہ کار کے پیچھے جا کر پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔ پھر وہاں سے بھی آگے بڑھ گئی۔ عقب نما آئینے میں اب نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایک حسین جلوہ گم ہو گیا تھا۔ بہت دنوں بعد میں نے ایسا حسن و شباب دیکھا تھا کہ ایک بار پھر دیکھنے کو دل مچل رہا تھا مگر دماغ سمجھا رہا تھا کہ وہ چشمہ کے پیچھے سے مجھے پہچان رہی تھی۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ امجد کو پہچانتی ہو۔

ہاں۔ شاید وہ مجھے امجد سمجھ رہی تھی۔ میں نے کار سے باہر آ کر دروازہ بند کیا۔ کار کے پیچھے دور تک دیکھا۔ اب وہ نظر نہیں آ رہی تھی پتہ نہیں اتنی جلدی کہاں غائب ہو گئی تھی۔ فٹ پاتھ پر پیدل چلنے والوں کی بھیڑ تھی۔ ویسے وہ لاکھوں میں ایک تھی۔ میں اسے بھیڑ میں بھی دیکھ لیتا اگر وہ نظر آتی۔ میں فٹ پاتھ پر آ گیا۔ پھر ایک سمت بڑھنے لگا۔ ذرا دور جا کر میں نے گھوم کر دیکھا۔ سامی مجھ سے کچھ فاصلہ رکھے چلی آ رہی تھی۔

ہم آگے پیچھے چلتے ہوئے دوسری سڑک کے فٹ پاتھ پر مڑ گئے۔ آس پاس دکانیں بڑی خوبصورتی سے سجائی گئی تھیں۔ سجاوٹ میں ایسی دلکشی تھی کہ رُک رُک کر دیکھنے کو جی چاہتا تھا۔ دنیا کے کتنے ہی ملکوں کی عورتیں نظر آ رہی تھیں۔ مرد بھی تھے ——— انہیں عورتیں دیکھتی ہوں گی۔ میں تو رنگا رنگ حسین چہرے دیکھ رہا تھا جو ساری دنیا سے آ کر بنکاک کے گلدستے میں سج گئے تھے۔ آخر بھٹکتے بھٹکتے ایک ہوٹل نظر آ گیا۔ سائن بورڈ پر ہوٹل کے مالک کا نام فیض عالم لکھا ہوا تھا۔ خوشی ہوئی کہ اپنی پسند کا کھانا ملے گا۔

میں نے بائیں ہاتھ سے سر کو سہلایا۔ سامی قریب آ گئی۔ میں اس کے بازوؤں میں اٹھا کر دروازہ کھولتے ہوئے ہوٹل میں داخل ہوا۔ ایسا لگا جیسے پاکستان کے کسی ہوٹل میں پہنچ گیا ہوں۔ ایک بیرا باورچی خانے کی طرف منہ کر کے کہہ رہا تھا "ایک جگہ مرغ بریانی، ایک جگہ مٹر پلاؤ، کٹ کٹ نان اور ایک جگہ دو پیالی چائے مارو۔"

دوسرا بیرا کاؤنٹر کی طرف منہ کر کے بول رہا تھا "وہ بڑی مونچھوں والے صاحب سے چھ ڈالر لو۔ دوسرا صاحب کھایا پیا کچھ نہیں گلاس توڑا، اُس کو باہر دھکا مارو۔۔۔"

وہ یہی یا مالا بار کے بیرے تھے، خوب بول رہے تھے۔ کاؤنٹر کے پاس بیٹھے ہوئے ایک موٹے بھدے آدمی نے مجھے دیکھا، وہ جلدی سے اٹھ کر میری طرف آتے ہوئے بولا "اے مسٹر! سوری۔ ویری سوری۔ ہوٹل میں جانور کو لانا منع ہے۔"

میں نے سامی کو سہلاتے ہوئے کہا "یہ جانور نہیں ہے۔"

"ایں جانور نہیں ہے؟" موٹے نے گھور کر سامی کو دیکھا۔ پھر تمام ملازموں اور گاہکوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "اے بھائی لوگ! اسے دیکھو، یہ اپن کو اندھا سمجھتا ہے۔ بولتا ہے یہ بلی جانور نہیں ہے۔"

تمام لوگ مجھے اور سامی کو دیکھنے لگے۔ میں نے اونچی آواز میں موٹے سے کہا "میں سچ کہتا ہوں، یہ جانور نہیں ہے۔ میری بیوی ہے۔۔۔"

تمام لوگ قہقہے لگانے لگے۔ اسی وقت سامی نے موٹے کو دیکھ کر اپنی ایک آنکھ دبائی۔ موٹا اُچھل کر بولا "ارے تمہارا جورو کو آنکھ مارتا ہے رے۔"

پھر ایک بار قہقہے گونجنے لگے۔ اتنی دیر میں میں نے موٹے کی تھوڑی سی سوچ پڑھ لی۔ وہ کنجوس اور لالچی تھا اور وہی ہوٹل کا مالک فیض عالم تھا۔ اس نے کہا "دیکھو اُدھر مسخری مت کرو۔ کام کی بات کرو۔ باہر گاڑی پارک کرنے سے گورنمنٹ ٹیکس لیتا ہے۔ ہوٹل کے اندر بتی کو پارک کرنے کا ہم ایک ڈالر لیتا ہے۔ بولو منظور ہے؟" میں نے ایک میز کے پاس کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "منظور ہے۔" سامی کو میز پر بٹھا دیا۔ بیرے کو کھانے کا آرڈر دے دیا۔ وہ گیا تو فیض عالم نے میری میز کے دوسری طرف بیٹھتے ہوئے پوچھا "تم کدھر سے آیا ہے؟"

"جدھر سے سب آتے ہیں۔"

"اے بھائی! ہم پوچھتا ہے کون ملک سے آیا ہے؟"

میں نے میز پر جھک کر آہستگی سے کہا "میں انگلش ہوں۔ کسی سے نہ کہنا۔"

اس نے سرگوشی میں پوچھا "تم کالا دھندا کرتا ہے؟"

میں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ خوش ہو کر بولا "ارے تو ایسا بولو نا۔ تمارا جیسا لوگ کبھی کبھی ہمارے پاس میں چھپنے کو آتا ہے ہم وہ لوگ کو ایسا جگہ گھسا دیتا ہے کہ سالا پولیس کا باپ بھی اُدھر جانے نہیں سکتا۔ تم بولنے سے ہم تم کو بھی گھسا دے گا۔"

میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا "خدا کے لیے ایسی شاندار آفر نہ دو۔ میرے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔"

وہ اداس ہو کر بولا "ہم سالا دھوبی کا کتا ہے۔ ٹھیک سے اردو نہیں بولتا۔ ٹھیک سے انگریزی نہیں بولتا۔ تم مطلب کی بات کرو۔ ہمارے پاس میں چھپنا مانگے گا تو ہم روز پچیس ڈالر لے گا۔ ادھر میں وارو ملے گا، چھوکری ملے گا۔ پولیس والا نہیں ملے گا۔ بولو منظور ہے؟"

میں نے پوچھا "وہ چھپنے کی جگہ کہاں ہے؟"

بیرا کھانے کی پلیٹیں میرے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ موٹے فیض عالم نے کہا "ہم جگہ بتائے گا۔ پہلے معاملہ طے کرو۔"

میں نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا "مجھے پانچ منٹ سوچنے دو۔"

یہ کہہ کر میں اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ وہاں سے پانچ میل دور رچرڈسن اسکوائر میں رہتا تھا۔ اس عمارت میں بیس فلیٹ تھے۔ ایک فلیٹ میں وہ رہتا تھا۔ گیارہ فلیٹ ایسے تھے جن کا کرایہ بنکاک کے بڑے بڑے رئیس ادا کرتے تھے اور کبھی کبھی اپنی گرل فرینڈز کے ساتھ وہاں عیاشی کے لیے آتے تھے۔ باقی آٹھ فلیٹ اس لیے خالی رکھے جاتے تھے کہ بیرونی ممالک سے آنے والے ضرورت مند خصوصاً جرائم پیشہ لوگ وہاں پچیس ڈالر یومیہ کے حساب سے رہ سکیں۔ بڑے بڑے رئیسوں کا اثر و رسوخ اعلیٰ حکام تک تھا۔ اس لیے پولیس والے اُدھر کا رُخ نہیں کرتے تھے۔

فیض عالم خالص کاروباری آدمی تھا۔ دولت کی ہوس میں جرائم پیشہ لوگوں کا محافظ بنا ہوا تھا۔ اس نے کہا "پانچ منٹ پورا ہو گیا۔ اب بولو؟"

میں نے سر ہلا کر جواب دیا "مجھے منظور ہے۔ میں ابھی چار دن کا کرایہ سوڈالر ایڈوانس دوں گا۔ مجھے وہاں کی چابی دو اور پتہ بتا دو۔ میں جب مناسب سمجھوں گا وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر دیا "اس میں ایڈریس لکھا ہے۔ اُدھر فلیٹ نمبر سات میں یہ کارڈ دکھانے سے تم کو ایک فلیٹ کا چابی مل جائے گا۔"

میں نے کھانے کے بعد سامی سے پوچھا "دودھ پیو گی؟"

سامی نے ذرا سا منہ پھیر لیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ فیض عالم سامی کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو اپنے قبضہ میں لیا۔ اس نے اپنی جیب سے ایک سو ڈالر نکال کر میرے آگے میز پر رکھ دیئے۔ پھر سامی کو اسی طرح دلچسپی سے دیکھنے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر میز پر سے رقم اٹھالی۔ اس نے اپنے سر کو تھام کر کہا "ارے ہم تو اس بلی کو دیکھتا پڑا ہے۔ یہ ہمارا مغز کو کیا ہو گیا؟"

میں نے اس کے سو ڈالر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ ایڈوانس کی رقم ہے۔"

وہ نوٹ گننے لگا۔ باقی دس ڈالر میں نے کھانے کا بل ادا کیا۔ بیرے کو ٹپ دی۔ موٹے عالم سے رخصتی مصافحہ کیا۔ پھر سامی کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے آہستگی سے کہا "سامی! میں دروازہ کھولتا ہوں۔ تم باہر جاؤ، میں آ رہا ہوں۔"

میں نے سامی کو فرش پر چھوڑ کر دروازہ کھولا، وہ باہر چلی گئی۔ میں نے فیض موٹے کو مسکرا کر دیکھا۔ وہ بھی جواباً مسکرانے لگا۔ اسطرح میں چند سیکنڈ ضائع کرنا چاہتا تھا تاکہ سامی ذرا دور جا کر میرا انتظار کرے جب میں دروازہ کھول کر باہر آیا تو ایک دم سے ٹھٹھک گیا۔ وہی حسین دوشیزہ سیاہ چشمہ پہنے فٹ پاتھ پر نظر آئی۔ وہ سامی کو گود میں لیے اسے پیار سے سہلا رہی تھی، اسے چوم رہی تھی۔ پھر وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ مجھے میک اپ کے باوجود پہچان گئی ہے۔ آخر وہ کون تھی؟

میں آگے بڑھ کر اس کے روبرو پہنچ گیا۔ اس کے ریشمی لباس سے ایک بہت ہی مہنگا پرفیوم اپنی خوشبو لٹا رہا تھا۔ ریشمی لباس سے زیادہ اس کے بدن میں چکناہٹ تھی۔ نظریں پھسل پھسل جاتی تھیں بدن کے نشیب و فراز ایسے بکھرتے ہوئے ایسے چمکتے ہوئے تھے جیسے کہہ رہے ہوں۔ آؤ ہماری بوٹی بوٹی کر دو۔ میں نے پوچھا "کون ہو تم؟"

دوشیزہ نے بدستور مسکراتے ہوئے اپنے بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈالا۔ پھر ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا "فرہاد صاحب! میں آپ کے لیے جان بھی دے دینے والی لڑکی ہوں۔ آپ مجھے جانتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ ٹیلی پیتھی کے بغیر مجھے بوجھ لیں۔ اگر مجھ پر اعتماد کر سکیں تو میری کار میں آ جائیں۔ میں صرف اس لیے پہیلی بن گئی ہوں کہ آپ اس پہلی ملاقات کو ہمیشہ یاد رکھ سکیں۔۔۔"

وہ تحریر پڑھنے کے بعد میں نے اسے دیکھا۔ وہ خاموشی سے سامی کو میرے حوالے کر کے اپنی کار کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ پھر ڈیش بورڈ سے کاغذ قلم نکال کر کچھ لکھنے لگی۔ میں نے گھڑی دیکھی، تین بجکر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ سامی کو سہلاتے ہوئے پوچھا۔

"تعجب ہے سامی! تم اس اجنبی لڑکی کے پاس کیسے چلی گئی تھیں چلو تھوڑا وقت ہے۔ اس پہیلی کو بوجھ لیں۔"

میں آگے بڑھ کر کار کا دروازہ کھول کر دوشیزہ کے برابر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے لے کر پڑھا، لکھا تھا: "آپ کی بلّی دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے۔ جب یہ موٹل سے باہر آئی تو میں نے پچکار کر بلایا۔ یہ کترا کر دور جانے لگی۔ میں نے اس کے پیچھے جاتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ میری جان رُک جاؤ۔ میں فرہاد کی دوست ہوں۔ دشمنوں سے اس کی حفاظت کرنے آئی ہوں۔ یہ سنتے ہی یہ بلّی میرے پاس آگئی۔ کیا یہ ہم انسانوں کی بولی سمجھتی ہے؟"

میں نے پڑھنے کے بعد کہا: "ہاں۔ یہ سب کچھ سمجھتی ہے۔ تم ابھی دیکھ لو۔"

یہ کہہ کر میں نے سامی کو حکم دیا: "سامی! اب میری گود سے اٹھ کر پچھلی سیٹ پر چلی جاؤ۔"

وہ اٹھی، پھر اگلی سیٹ پر سے اُچھل کر پچھلی سیٹ پر چلی گئی۔ دوشیزہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں نے کہا: "تم نے ابھی لکھا ہے کہ ایک پہیلی بن کر اس پہلی ملاقات کو یادگار بنانا چاہتی ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم پہلے کبھی نہیں ملے۔"

اس نے تائید میں سر ہلایا۔ میں نے کہا: "ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ایک ادھیڑ عمر کی عورت نے سامی کی وجہ سے شبہ کیا کہ میں فرہاد ہوں اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ ایک فوجی افسر کی بیوی ہے۔ اس کے فوجی شوہر نے اسے بتایا تھا کہ فرہاد کے ساتھ ... ایک بلّی بہت اہم ہے۔ چھ گونگے جاسوس ہمارے گئے، وہ اسی بلّی کے سہارے فرہاد کو تلاش کر رہے تھے۔ اے حسین دوشیزہ! تم بھی یہاں کے کسی بہت بڑے افسر کی بیوی، بہن یا بیٹی ہو...؟"

ایسا کہتے وقت میری یادداشت نے اپنا کام دکھایا۔ مجھے اس اعلیٰ افسر کی بیٹی یاد آئی، جو میری حمایت میں اپنے باپ سے لڑتی تھی۔ اس کا نام لی نا تھا۔ میں نے فوراً ہی لی نا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو انکشاف ہوا کہ وہ میرے برابر بیٹھی کار چلا رہی تھی۔ اور سوچ رہی تھی: "فرہاد صاحب بولتے بولتے چپ کیوں ہو گئے؟ کیا مجھے پہچان لیا ہے یہ کیا میرے خیالات پڑھ رہے ہیں؟"

اس نے کن انکھیوں سے میری جانب دیکھا۔ میں انجان بن کر یوں سوچ میں ڈوب گیا جیسے پہیلی کو بوجھنے کی ناکام کوشش کر رہا ہوں۔ اسے ذرا اطمینان ہوا کہ وہ جیت رہی ہے۔ میں نے کہا۔ "ابھی میرا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔ آج رات گیارہ بجے تک میں بہت بڑی مہم سر کرنے والا ہوں۔ میرا ذہن ان اہم معاملات میں الجھا ہوا ہے۔ ویسے یہ پہیلی والا کھیل بھی دلچسپ ہے۔ میرے لیے ایک تفریح بن گیا ہے۔ اگر تم اسے جاری رکھنا چاہو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ گیارہ بجے کے بعد تمہیں بوجھ لوں گا۔ آدھی رات تک تو جہاں رہو گی وہاں پہنچ جاؤں گا۔ بولو ٹھیک ہے؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر سڑک کے کنارے گاڑی روک کر ایک پرچی لکھی اور میری طرف بڑھا دی اس نے لکھا تھا: "کیا بوجھنے کا وعدہ پورا ہونے تک آپ اپنی سامی کو میرے پاس چھوڑ سکتے ہیں؟ پھر آپ آکر اپنی امانت واپس لے جا سکتے ہیں۔"

میں نے کہا: "اچھی بات ہے۔ میں سامی کو سمجھا دوں گا۔ تو میرا ایک کام کر دو۔ کسی دکان سے دنیا کا ایک نقشہ خرید کر دو اور مجھے اس پتہ پر پہنچا دو۔"

میں نے فیض عالم موٹے کا کارڈ اسے دکھایا۔ اس نے پتہ ذہن نشین کر لیا۔ ایک دکان سے ایک نقشہ خرید۔ میں نے سامی کو اپنے پاس بُلا کر سمجھایا: "سامی! یہ اجنبی دوشیزہ ہماری دوست ہے آج رات تم اس کے پاس رہو۔ پھر میں وہاں آکر تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

سامی اپنی اداؤں سے ظاہر کرنے لگی کہ وہ مجھے چھوڑنا نہیں چاہتی ہے۔ مگر میں نے پیار محبت سے اسے لی نا کے ساتھ رہنے پر راضی کر لیا۔ لی نا نے ریکس اسکوائر کے سامنے گاڑی روک دی۔ سامی کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ وہ اپنی دانست میں بہت پُراسرار بن گئی تھی۔ سامی کو اپنے پاس رکھ کر اسے اطمینان ہو گیا تھا کہ میں آدھی رات تک ضرور اسے بوجھنے اور سامی کو واپس لینے آؤں گا۔ میں نے کہا: "اوکے۔ یہ تفریح بڑی دلچسپ ہے۔ میرا انتظار کرنا۔ میں تمہیں پہچان کر رہوں گا۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے ریکس اسکوائر کے فلیٹ نمبر سات میں پہنچ کر ایک موٹی بھدّی سی عورت کو فیض عالم کا کارڈ دکھایا۔ یقیناً موٹے عالم کی بیوی تھی۔ اس نے میرے لیے فلیٹ نمبر پانچ کا دروازہ کھول کر کہا: "دیکھو مین! تم کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو کال بیل کا بٹن دبا دو۔ ہم تم کو وہ چیز سپلائی کرے گا۔"

میں نے کہا: "میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ اب سو جاؤں گا بس اتنا خیال رکھو کہ میرے دروازے پر کوئی دستک نہ دے۔"

وہ بولی: "تم چار دن تک سوتا رہیں گا۔ کوئی نہیں اٹھائے گا۔ پانچواں دن ہمارا آدمی کرایہ لینے کے لیے اٹھائیں گا، پھر ٹلا دیں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اس فلیٹ میں ایک بیڈ روم، ڈرائنگ ڈائننگ روم، کچن اور باتھ روم کچھ تھا۔ بڑی آرام دہ جگہ تھی۔ میں نے بستر پر لیٹ کر وقت دیکھا۔ چار بجکر بیس منٹ ہوتے تھے۔ ٹھیک چالیس منٹ کے بعد:

رسونتی، سونیا، رُومانہ، شرلاک اور بے نی دماغی رابطہ پر یکجا ہونے والے تھے۔ میں نے مریم کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پتہ چلا کہ رسونتی خوب جی بھر کے رونے کے بعد سو گئی ہے۔

وہ مجھ سے ناراض تھی، مجھے اپنے دماغ تک پہنچنے نہ دیتی۔ اس لیے میں نے مریم کو اپنا ذریعہ بنایا تھا۔ اچھا ہوا کہ وہ سو رہی تھی۔ لی نا کے ساتھ میری سوچ پڑھ لیتی تو اس کی ناراضگی اور بڑھ جاتی۔ میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ جمی کے بیڈ روم میں تھی۔ اب وہاں پیرس کے کہتے ہی ڈاکٹر جمع ہو گئے تھے۔ وہ ڈاکٹر سونیا اور جمی کو تسلیاں دے رہے تھے کہ تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک ہفتہ کے اندر جمی کے زخم بھر جائیں گے۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا: "ہیلو! کیا تمہیں تمام سہولتیں حاصل ہو رہی ہیں؟"

"ہاں فرہاد! معلوم ہوتا ہے جیسے سارا پیرس ہم پر مہربان ہو گیا ہے۔ ہمیں کہیں سے بچ اور کہیں سے ڈنر کی دعوتیں دی جا رہی ہیں۔ یہاں کے وزیر خارجہ خود تشریف لائے تھے۔ وہ ہمارے ساتھ ایک شام گزارنا چاہتے ہیں۔ ماسک مین کے ملک کے ایک سفیر نے ہمارے لیے نئے ماڈل کی کار بھیجی ہے۔ چونکہ تمہاری وجہ سے ہمارا تعلق ایک نئے ملک سے ہے اس لیے سرکاری طور پر ہم سے اس محل میں منتقل ہونے کے لیے درخواست کی جا رہی ہے جہاں بیرونی ممالک کے حکام بطور مہمان قیام کرتے ہیں۔"

میں نے کہا: "وہ لوگ اپنے طور پر سرکاری فرائض ادا کرنا چاہتے ہیں۔ تم ان سے کہو کہ فرہاد کے نئے ملک میں جب تک تمہیں اور جمی کو سرکاری عہدے نہیں ملیں گے تم کسی ملک سے سرکاری نوعیت کی سہولتیں اور دعوتیں قبول نہیں کرو گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہی جواب دوں گی۔ یعنی میں صرف ماسک مین اور پرُماسٹر سے اپنی ضروریات کے مطابق مطالبات منوا سکتی ہوں۔"

"ہاں۔ انشاء اللہ یہ دونوں ہمیشہ ہمارے مطالبات پورے کرتے رہیں گے۔ تمہیں میرا مقرر کیا ہوا وقت یاد ہے؟"

"یاد ہے۔ نبکاک کے وقت کے مطابق پانچ بجے یعنی یہاں پیرس میں دن کے بارہ بجے میں اور جمی نقشہ سامنے رکھ کر بیٹھ جائیں گے۔ ابھی گیارہ بجکر چالیس منٹ ہوتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔ میں پھر آؤں گا۔"

"ہیلو فرہاد!" رسونتی کا لہجہ سنائی دیا۔ "کیا ہماری یہ نئی مملکت قائم رہ سکے گی؟"

میں نے کہا: "نئی مملکت کے سلسلے میں اس قدر آگے بڑھ جانے کے بعد تم یہ سوال کر رہی ہو۔ پہلے تم جوش اور جذبوں سے بھرپور تھیں۔ اب تمہارے سوال سے مایوسی جھلکتی ہے۔ میرا جواب یہ ہے کہ ہم جذبات سے نہیں عقل سے کام لیتے رہے تو یہ مملکت قائم رہے گی۔"

وہ طنزیہ لہجے میں بولی: "میرے پاس زیادہ عقل نہیں ہے۔ میں صرف اتنا سمجھتی ہوں کہ دو انسان ہم مزاج نہ ہوں تو ایک گھر آباد نہیں کر سکتے۔"

"رسونتی! ہمارے مشرقی گھرانوں میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ میاں بیوی کے مزاج آپس میں نہیں ملتے۔ وہ تمام زندگی ایک دوسرے سے شکایت کرتے ہیں لیکن اپنے گھر کو آگ نہیں لگاتے۔ اس گھر کو باہمی سمجھوتے سے آباد رکھتے ہیں۔ اپنے بچوں کا شاندار مستقبل بناتے ہیں۔ اسی طرح ایک ملک میں اسمبلی کے تمام ممبران ہم مزاج نہیں ہوتے۔ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر سب لڑتے ہیں۔ اور جب ملک کے تحفظ اور سلامتی کی بات آتے آتے تو متحد ہو جاتے ہیں۔"

وہ چپ رہی شاید کوئی معقول جواب سوچ رہی تھی میں نے کہا: "رسونتی! تم جذباتی انداز میں کہہ سکتی ہو کہ ہمارے مزاج مختلف ہیں میں آوارہ ہوں، بدچلن ہوں۔ اس کے باوجود ہمارے مفادات ایک ہیں۔ ہم دونوں کو ایک ایسی پناہ گاہ کی ضرورت ہے جہاں دشمن ہماری لاعلمی میں پہنچ نہ سکیں جہاں تمہارے رشتے دار اور میرے دوست محفوظ رہ سکیں۔ اگر ہم نے اپنا کوئی معقول ٹھکانہ نہ بنایا تو میں ایک عرصہ سے بھٹک ہی رہا ہوں۔ تم بھی چھپتی پھرتی رہو گی۔ کسی دن کسی بڑی طاقت کے زیر اثر آ جاؤ گی۔ کوئی بھی بڑا ملک بظاہر تمہیں سر پر بٹھا کر رکھے گا لیکن تمہاری حیثیت ایک کٹھ پتلی کی سی ہو گی۔ تمہاری انا، تمہارا غرور اور تمہاری آزادی یہ سب کچھ برائے نام رہے گا۔ اور میں... میں بھی کب تک دشمنوں سے بچتا پھروں گا۔ کوئی بڑی طاقت کسی دن مجھے بھی کچل دے گی اور میں مٹی میں مل جاؤں گا۔ بولو کیا ارادہ ہے؟ ہم جان بوجھ کر تباہ ہو جائیں؟"

وہ گہری سنجیدگی سے بولی: "کوئی جان بوجھ کر تباہ نہیں ہونا چاہتا اور اپنے ساتھ اپنے چاہنے والوں کی بربادی نہیں دیکھ سکتا۔ ہماری وہ نئی مملکت ضرور قائم ہو گی۔ میں تمہارے ساتھ ملکی معاملات میں برابر شریک رہوں گی۔ مگر ہم اپنے ذاتی معاملات میں ایکدوسرے سے دور رہیں گے۔"

میں نے کہا: "مجھے اپنی ذات سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے سونیا میری ذات سے باہر نکل گئی۔ تم بھی نکل رہی ہو۔ ایک دن رُومانہ بھی دور ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود تم تینوں میری جان کے اتنے قریب ہو کہ جان رہنے تک میں تم ہی لوگوں کے کام آتا رہوں گا۔ تمہارا یہ فیصلہ دانشمندانہ ہے کہ ملکی معاملات میں برابر میری شریک رہو گی۔ چلو اب پانچ بج رہے ہیں۔ مریم سے کہو نقشہ دیکھ کر اپنی

رائے پیش کرے۔"

میں نے بستر پر بیٹھ کر نقشے کو کھولتے ہوئے شرلاک سے کہا: "میں رسونتی کی گورنس مریم کی رائے حاصل کر رہا ہوں تھوڑی دیر میں تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں نے شرلاک کے بعد رومانہ سے کہا: "تم کاغذ قلم لے کر ضروری باتیں نوٹ کر دو گی۔ چھ بجے سے پریس کانفرنس کی رپورٹ بھی تمہیں تیار کرنا ہے۔ ایک ٹیپ ریکارڈر اور ٹیپ ریلیں تیار رکھو۔"

اس کے بعد میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ میری موجودگی کا احساس ہوتے ہی رسونتی نے مریم سے کہا: "یس مئی! فرہاد موجود ہے۔ آپ اپنی اسٹڈی کے مطابق بتائیں۔"

مریم نقشہ پر جھک کر بتلانے لگی۔ عرض البلد اور طول البلد کی لکیروں نے مجھے اس مقام تک پہنچایا، جس کا حدود اربعہ مریم بیان کر رہی تھی۔ وہاں کی مٹی اور آب و ہوا کی تفصیلات بیان کر رہی تھی۔ وہاں کی آبادی بھی برائے نام تھی۔ صرف سیکڑوں کی تعداد میں مرد عورتیں وہاں کھیتی باڑی کرتے تھے۔ مریم کا خیال تھا کہ دور افتادہ علاقوں میں جہاں زندگی گزارنے کی سہولتیں میسر نہیں ہوتیں وہاں بھی تھوڑی بہت آبادی ہوتی ہے۔ ہمیں کوئی غیر آباد علاقہ نہیں ملے گا۔

میں نے شرلاک سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے ایک ایسے سرسبز و شاداب علاقہ کی نشاندہی کی جس کے مشرق و مغرب جنوب کی طرف سمندر تھا اور شمالی حصہ گھنا جنگل تھا۔ وہاں گھنے جنگلات بھی تھے اور وہ علاقہ کمیونسٹ گوریلوں کی پناہ گاہ تھا۔ ہم ماسک مین سے کہہ کر وہ علاقہ خالی کرا سکتے تھے۔

مجھے یہ مشورہ پسند آیا۔ میں نے رسونتی سے پوچھا: "تمہارا کیا خیال ہے؟"

اس نے جواب دیا: "وہ علاقہ اچھا ہے۔ مگر ماسک مین شاید اتنا اہم علاقہ خالی نہ کرے یا پھر خالی کرنے سے پہلے ہمارے سامنے اپنی شرائط پیش کرے گا۔"

"رسونتی! ابھی تو ہمیں اپنے طور پر ایک علاقہ کو منتخب کرنا ہے۔ ہمارے انتخاب پر دوسرے کیا کہیں گے، یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔"

وہ بولی: "ابھی پریس کانفرنس کے لیے آدھ گھنٹہ باقی ہے اگر تم ماسک مین کے نمائندہ سے رابطہ قائم کر کے پہلے ہی اس معاملہ کو طے کر لو تو مناسب ہوگا۔ پھر ہم پریس کانفرنس میں سوچ سمجھ کا اعلان کر سکیں گے۔"

میں ماسک مین کے ملک کے ذہین میاستداں مائیکل وسکی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پریشانی کے عالم میں ادھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ مجھ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے بے چین ہے۔ مجھے یہ اطلاع دینا چاہتا ہے کہ میری اور اس کی دوستی میں ایک بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ کسی نامعلوم شخص نے دھمکی دی ہے کہ فرہاد اور رسونتی کی نئی مملکت کو تسلیم نہ کیا جائے اور پریس کانفرنس میں اپنے نمائندے نہ بھیجیں۔ یہی دھمکیاں وہ دوسرے بڑے بڑے ممالک کو بھی دے چکا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے کے اندر فرہاد علی تیمور کو زندہ یا مُردہ دنیا والوں کے سامنے لے آئے گا۔ اگر چوبیس گھنٹے سے پہلے کسی بھی ملک نے فرہاد سے دوستی کی تو اس ملک میں تخریبی کارروائیوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ رسونتی میرے لاشعور میں اس کا ترجمہ سن رہی تھی۔ وہ بولی: "یہ کون کمبخت ہمیں چیلنج کر رہا ہے؟"

میں نے کہا: "ٹھہرو میں معلوم کر رہا ہوں۔"

میں نے معلومات حاصل کیں۔ ایک گھنٹہ پہلے مائیکل وسکی کے سیکرٹری نے ایک فون کال اٹینڈ کی تھی۔ کسی نے کہا تھا کہ وہ اس دنیا کو فرہاد اور رسونتی کے طلسم سے بچائے گا۔ اس سلسلہ میں مائیکل وسکی سے باتیں کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ سیکرٹری نے وہ فون کال مائیکل وسکی کی طرف بڑھا دی تھی، اور فوراً ہی ایکسچینج سے اس کال کے متعلق دریافت کیا۔ ایکسچینج والے پہلے ہی یہ اطلاع انٹیلی جنس برانچ تک پہنچا چکے تھے کہ کہیں ٹیلیفون کے پول سے مائیکل وسکی کے فون کے ساتھ کنکشن ملایا گیا ہے لیکن وہاں کے جاسوس جب اس پول کو تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچے تو وہاں کے تار کٹے ہوئے تھے۔ فون کرنے والا جا چکا تھا۔

میں نے ماسک مین کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بھی اس سلسلہ میں پریشان تھا۔ پریشانی یہ تھی کہ میں اسے ماسک مین کی سازش سمجھ کر پھر ان کا دشمن نہ بن جاؤں۔ جبکہ ماسک مین واقعی اس سازش میں شریک نہیں تھا۔ میں نے جونیئر سپر ماسٹر کی خبر لی وہ بھی خاصہ پریشان نظر آیا۔ چونکہ ماسک مین اور جونیئر سپر ماسٹر کی اس خوش فہمی میں تھے کہ فرہاد ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا وہ تنہائی میں مجھے دھوکہ دینے کے انداز میں نہیں سوچ رہے تھے۔ وہ سب حقیقتاً پریشان تھے۔ میری طرف سے مزید نقصانات برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ وہ سمجھے ہوئے تھے کہ میری پریس کانفرنس ناکام ہوئی تو میں اتمتاً پھر انہیں نقصان پہنچاؤں گا۔

دوسرے بڑے ممالک کے حکام بھی یہی سوچ رہے تھے۔ بڑے بڑے نامور ذہین سراغرساں ایسے لوگوں کو تلاش کر رہے تھے جنہوں نے بیک وقت کئی ممالک کو دھمکیاں دی تھیں اور میرا پریس کانفرنس کا خیال ہی ان کے لیے ایک نئی دھمکی تھا۔ وہ اس کوشش میں تھے کہ پریس کانفرنس کو ناکام بنانے کی کوششیں کریں۔ وہ واقعی وہ اپنی بڑی کوششوں میں کامیاب ہو چکے تھے۔ جب میں اور رسونتی نبکاک کے پریس کلب میں پہنچے تو وہاں اخبارات کے رپورٹر نہ نہیں تھے۔ بڑے ممالک کے صرف نمائندے فریادی بنے بیٹھے تھے میں نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا: "دوستو! میں رسونتی کے ساتھ حاضر ہوں۔ یہاں آنے سے پہلے ہم نے اطمینان حاصل کیا ہے کہ اس پریس کانفرنس کی ناکامی میں تمہارے ممالک کے سربراہوں کا ہاتھ نہیں ہے۔ کچھ نامعلوم لوگ ہیں جو میرے لیے نامعلوم نہیں رہیں گے۔ میں بہت جلد ان کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔"

نمائندوں کی بھیڑ میں اچانک ایک شخص نے قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا: "فرہاد! ان نامعلوم لوگوں میں سے ایک میں ہوں۔ ہم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے مگر تم ہماری ذہانت تک نہیں پہنچ سکو گے سنو! میرا نام کالی بلا ہے۔ ہماری تنظیم کے ہر مرد اور عورت کا نام کالی بلا ہے۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعہ کسی بھی کالی بلا کو اپنا معمول یا آلۂ کار نہیں بنا سکو گے۔ کیونکہ میرے لباس کے اندر ایک چھوٹا سا الیکٹرونک بم میرے سینے کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ تم مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ شکار کرنا چاہو گے تو یہ بم اچانک ہی پھٹ پڑے گا۔۔۔"

میں نے اس کی سوچ پڑھی۔ اس کے سینے سے سچ مچ ایک چھوٹا سا بم بندھا ہوا تھا جہاں سے وہ بندھا ہوا تھا اگر اس حصہ کو کھولنے کے لیے ہاتھ لگایا جاتا تو الیکٹرونک انڈیکیٹر کے ذریعے کہیں دوسری جگہ بیٹھی ہوئی کالی بلا کو اطلاع مل جاتی۔ وہ دوسری کالی بلا وہاں بیٹھے بیٹھے اس بم کو بلاسٹ کر سکتی تھی۔ مختصر یہ کہ جو "کالی بلا" مجھ سے مخاطب تھی یا تھا۔ میں اس کے دماغ کو کنٹرول میں لے کر اس بم سے اُسے نجات دلانا چاہتا تو وہ مجھ سے مزید باتیں کرنے کے لیے زندہ نہ رہتا لہٰذا میں بڑے صبر سے اس کی باتیں سنتا رہا۔

وہ اپنی رسٹ واچ کو دیکھ کر کہہ رہا تھا: "فرہاد! میری عمر صرف تین منٹ کی ہے۔ جب میں اپنی باتیں پوری کر لوں گا تو یہ بم پھٹ پڑے گا۔ میرے جسم کے ٹکڑے بکھر جائیں گے۔ آئندہ تم مجھے ٹریپ نہیں کر سکو گے۔ ہم کالی بلائیں ہیں۔ ہم تمہیں مارنے آئیں گے یا خود فنا ہو جائیں گے۔ آئندہ یہی ہوتا رہے گا۔"

وہ ایک ساعت کے لیے چپ ہوا، پھر بولا: "میری موت کے بعد تمہیں اور رسونتی کو پندرہ منٹ کی مہلت دی جائے گی اس پندرہ منٹ کے اندر تم دونوں جہاں ہو جس ملک اور جس شہر میں ہو وہاں کے ریڈیو اسٹیشن سے رابطہ قائم کر کے فرہاد اپنی رہائش گاہ کا پتہ نشر کرو۔ اگر اس حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو سولہویں منٹ پر تن سنگ اور دسنتی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔ اس وقت پانچ کالی بلائیں بنگلہ نمبر ڈی ایٹ میں ہیں۔ ایک کالی بلا اسٹین گن لیے تن سنگ اور دسنتی کے سامنے کھڑی ہے۔ باقی چار بلائیں بنگلہ کے آس پاس اور چھت پر موجود ہیں۔ کوئی بھی اس بنگلہ کے قریب آنے کی حماقت کریگا تو مارا جائے گا۔"

رسونتی پریشان ہو کر اپنی بہن اور باپ کے پاس چلی گئی۔

وہ بول رہا تھا: "ان پانچ کالی بلاؤں کے سینے سے بھی بم منسلک ہیں۔ تن سنگ اور دسنتی کو ہلاک کرنے کے بعد وہ پانچوں بھی میری طرح مر جائیں گے تاکہ نبکاک کی فوج یا پولیس والے انہیں گرفتار نہ کر سکیں۔ جب وہ قصہ تمام ہو جائے گا تو اٹھارویں منٹ پر رومانہ کی باری آئے گی۔ پھر رومانہ کے بعد سونیا اس دنیا سے رخصت ہو جائے گی۔

میں نے پوچھا: "تم کالی بلاؤں کو ہم سے کیا دشمنی ہے؟ کیا تم اپنے سربراہ تک میرا جواب پہنچا دو گے؟"

وہ بولا: "ہم تمام کالی بلائیں اپنی اپنی جگہ خود سربراہ ہیں۔ ہم خود اپنی زندگی اور موت کا فیصلہ کرتے ہیں اور دوسروں کو جو فیصلہ سناتے ہیں وہ رہتی دنیا تک اٹل رہتا ہے۔ اب میں مرنے والا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد میرا یہ فیصلہ اٹل رہے گا کہ تمہیں اور رسونتی کو پندرہ منٹ کے اندر اپنے اپنے شہر کے ریڈیو اسٹیشن پہنچنا ہے ہماری بلاننگ کے مطابق تمام ممالک کے تمام شہروں کے ریڈیو اسٹیشنوں میں تم دونوں کا انتظار کیا جا رہا ہے۔"

اس کی موت کا آخری منٹ شروع ہو چکا تھا۔ وہ تمام ممالک کے نمائندوں سے چیخ کر بولا: "چلے جاؤ۔ اس ہال سے نکل کر دور چلے جاؤ ورنہ سب کے سب ماریں جائیں گے۔"

ایک دم سے بھگدڑ مچ گئی۔ سب ہی اس ہال سے باہر کی طرف بھاگ رہے تھے۔ میں نے اُسے بچانے کی اُمید میں اس کے دماغ کو کنٹرول میں لیا۔ اس کے ہاتھ سے اس بیلٹ کو کھولنا چاہا جس سے بم منسلک تھا۔ ہاتھ وہاں پہنچتے ہی ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ میں اس کے مُردہ دماغ سے نکل کر ایک نمائندہ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ دھماکہ سے دہشت زدہ ہو کر گر پڑا تھا۔ پھر اٹھ کر بھاگ رہا تھا۔ بے شمار لوگوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں آ رہی تھیں یعنی یہ ثابت ہو گیا تھا کہ وہ بلائیں مجھے اور رسونتی کو منظر عام پر لانے کے لیے ہنستے کھیلتے موت سے کھیلتی رہیں گی۔

زندگی میں پہلی بار اتنے خطرناک چیلنج کا سامنا تھا کہ جن سے سامنا تھا وہ سامنے نہیں تھے۔ ان کا انداز تبادلہ خیال کا تھا کہ انہیں کسی بھی حالت میں بے نقاب کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ فوراً مر جائیں گے۔ کون تھے یہ لوگ؟ ماسک مین، سپر ماسٹر اور دوسرے ممالک کے سربراہ اگرچہ پس پردہ ان کالی بلاؤں کی پشت پناہی کرتے تو مجھ سے یہ سازشیں چھپی نہ رہتیں۔ کیونکہ میں تمام ممالک کے

اہم دماغوں کو تسخیر کر چکا تھا۔

میں نے تن سنگ اور رسونتی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ دونوں واقعی اسٹین گن کی زد میں تھے۔ اسی وقت رسونتی نے مجھ سے کہا "فرہاد! میں مریم کے ساتھ ریڈیو اسٹیشن کی طرف جا رہی ہوں، ورنہ وہ لوگ سچ مچ انہیں مار ڈالیں گے۔"

میں نے کہا "بے شک تم ریڈیو اسٹیشن کی طرف جاؤ، مگر بارہ منٹ تک خود کو ظاہر نہ کرنا۔ مجھے کوشش کرنے دو، شاید میں تمہارے عزیزوں کو بچا سکوں۔"

"فرہاد! تم نے ہمارے لیے بہت کچھ کیا ہے مگر اب کچھ نہیں کر سکو گے۔ وہاں چاچی اور دسنتی کے سامنے وہ اسٹین گن والا بے دھڑک بول رہا ہے۔ تم اس کے دماغ میں پہنچ سکتے ہو، مگر اسے چھیڑ نہیں سکتے۔ چھیڑو گے تو اس کے سینے سے لگا ہوا بم پھٹ پڑے گا۔ چاچی اور دسنتی بھی اس بم کی زد میں کھڑے ہوتے ہیں میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ خود کو ظاہر کر کے ہی انہیں سلامت رکھ سکوں گی۔"

وہ ریڈیو اسٹیشن کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے مایوس ہو کر اسٹین گن والی کالی بلا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ واقعی کسی کالی بلا کو ہماری ٹیلی پیتھی کا خوف نہیں تھا۔ وہ بڑی بے باکی سے تن سنگ اور دسنتی کے سامنے بولتا جا رہا تھا۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اسے وہاں سے ہٹا کر دور لے جانا چاہتا تو اس کی جگہ دوسری کالی بلا آ جاتی۔ پھر انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ ٹیلی پیتھی کا عمل شروع ہو گیا ہے، وہ خطرہ محسوس کرتے ہی مقررہ وقت سے پہلے تن سنگ اور دسنتی کو ہلاک کر دیتے۔

میں ہار گیا۔ رسونتی کے سامنے واقعی یہی صورت رہ گئی تھی کہ وہ خود کو ظاہر کر دے۔ وہ اپنی زندگی، اپنی آزادی داؤ پر لگا رہی تھی۔ میں نے رُومانہ کے پاس پہنچ کر اسے اسٹین گن والے کی کالی بلا میں ہلاک کرنے کا حکم دیا۔ سونیا نے مجھ سے پوچھا "کیا یہ درست ہے کہ سپر ماسٹر نے ہماری حفاظت کے لیے یہ پہرہ لگایا ہے؟"

"ہاں۔ اگرچہ سپر ماسٹر دشمن ہے تاہم میرے خوف سے وہ تمہاری حفاظت کے انتظامات کر رہا ہے۔ ہم ان دیکھے خطرات میں گھر گئے ہیں سونیا۔۔۔"

میں نے سونیا کو کالی بلاؤں کے متعلق مختصراً بتایا۔ پھر واپس آنے کا وعدہ کر کے رُومانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر دیکھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا "کسی نے تمہیں گھر سے نکلتے وقت روکا تھا؟"

"نہیں، شرلاک کی بہن کے آس پاس کوئی مجھے روکنے والا اور میرا تعاقب کرنے والا نہ تھا۔ ساحلی سڑک پر چار ٹیکسیاں کھڑی تھیں میں وہیں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر نبکاک سے باہر جاؤں گی مگر چیک پوسٹ سے گزرنا ہوگا۔"

"ساحل سے کوئی موٹر بوٹ حاصل کرو۔ اس طرح تم کسی خیریت سے منزل پر پہنچ جاؤ گی۔"

وہ بولی "یہ ڈرائیور انگریزی نہیں جانتا ہے صرف مقامی زبان بولتا ہے۔ بہرحال میں کوشش کرتی ہوں کہ اسے اپنی بات سمجھا سکوں۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ مقررہ وقت کے چودہ منٹ پورے ہو گئے تھے۔ رسونتی رنگون کے ریڈیو اسٹیشن سے اعلان کر رہی تھی نبکاک کے ریڈیو اسٹیشن سے مخاطب ہو کر کہہ رہی تھی۔ میں رسونتی ریڈیو رنگون سے بول رہی ہوں۔ نبکاک میں جو لوگ مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ ان کے آدمی مجھ سے رنگون میں ملاقات کر سکتے ہیں۔"

میں نے تن سنگ اور دسنتی کے پاس پہنچ کر دیکھا وہ دونوں ابھی تک اسٹین گن والے کے سامنے کھڑے تھے۔ اس کمرے میں ریڈیو آن تھا۔ انسٹنٹ ریکارڈنگ کے ذریعہ نبکاک ریڈیو سے رسونتی کا پیغام سنایا جا رہا تھا۔ اتنے میں دوسری کالی بلا نے کمرے میں داخل ہو کر کہا "ابھی ابھی پیغام ملا ہے کہ رنگون میں ہماری ایک کالی بلا، سونتی سے ملاقات کرنے والی ہے۔ اس ملاقات تک تن سنگ اور دسنتی کو زندہ رکھا جائے۔ ان کے زندہ رہنے تک ہم اپنی کالی بلاؤں کی عمر بھی چند منٹ کے لیے بڑھ گئی ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران میں نے ایک اور کالی بلا کی آواز سنی وہ ریڈیو نبکاک سے مجھے مخاطب کر رہا تھا "فرہاد! میں بھی اپنے پر بم باندھے تمہیں مخاطب کرنے آ گیا ہوں۔ تم یا نبکاک کی پولیس والے مجھے چھیڑو گے تو میرے ساتھ یہ ریڈیو اسٹیشن تباہ ہو جائے گا فرہاد! غور سے سنو۔ رسونتی نے ہمارے فیصلہ پر عمل کیا ہے، اسکے نشتر اب سلامت رہیں گے۔ تمہاری روپوشی رومانہ کی موت ہے۔ تمہارے پاس اب بھی دو منٹ کا وقت ہے۔ مجھے بتا دو کہ تم کہاں ہو ورنہ تمہاری ضد تمہیں مہنگی پڑے گی۔ اب ایک منٹ پینتیس سیکنڈ رہ گئے ہیں۔"

میں نے رومانہ کی خیریت۔ ٹیکسی کا ریڈیو بھی آن تھا۔ کالی بلا کی آواز سنائی دے رہی تھی "اب ایک منٹ پچیس سیکنڈ رہ گئے ہیں۔"

رومانہ اب اگلی سیٹ پر آ گئی تھی۔ ڈرائیور کو اشارہ سے زبان میں سمجھا رہی تھی کہ وہ کسی ایسے گھاٹ پر لے چلے جہاں کوئی موٹر بوٹ ملتی ہو۔

وہ اشارے کی زبان میں بولا "وہ گھاٹ بہت دور ہے۔"

رومانہ نے کہا "کوئی بات نہیں گاڑی کی رفتار بڑھاؤ۔"

رفتار بڑھ گئی۔ میں نے کہا "رومانہ! پیچھے دیکھو، تعاقب تو نہیں کیا جا رہا ہے؟"

وہ سر گھما کر دیکھنے لگی۔ دور تک کوئی گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی وہ ساحلی سڑک ویران تھی۔ ریڈیو سے آواز آ رہی تھی "ایک منٹ اکیاس سیکنڈ۔ اٹھاون۔ ستاون۔ چھپن۔ پچپن۔۔۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا "رُومانہ! بڑے اعتماد سے چیلنج کے ساتھ وقت بتایا جا رہا ہے یقیناً موت قریب ہے۔ وہ مقامی ڈرائیور کالی بلا ہو سکتا ہے۔ اسے چھیڑے بغیر ٹیکسی سے چھلانگ لگاؤ۔"

رومانہ نے ایک جھٹکے سے دروازے کو کھولا۔ دوسرے ہی لمحہ اس نے باہر کی طرف چھلانگ لگا دی۔ سڑک کے کنارے آ کر گری۔ پھر زمین پر لڑھکتی ہوئی ایک ناریل کے درخت سے ٹکرا کر رک گئی۔ بڑی سخت چوٹیں آئی تھیں۔ ایک پاؤں کا گھٹنا اور دائیں کی شدت سے چیخ رہا تھا۔ وہ فوراً ہی اٹھ نہ سکی۔ دوسری طرف ذرا دور جا کر ٹیکسی رُک گئی تھی۔ وہ مقامی ڈرائیور اپنی قمیص اتارتا ہوا اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ رومانہ نے دیکھا۔ اس کے سینے سے ایک بیلٹ بندھا ہوا تھا اور اس بیلٹ سے کوئی چیز منسلک تھی یقیناً وہ چھوٹا سا بم تھا۔ یہ دیکھتے ہی رومانہ نے اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی، مگر بڑے کرب سے کراہتے ہوئے لنگڑانے لگی کالی بلا تیزی سے قریب آتی جا رہی تھی۔

میرے اندر کھلبلی سی پیدا ہوئی۔ رومانہ کو ایسی چوٹ آئی تھی کہ وہ جمناشک کے کرتب نہیں دکھا سکتی تھی۔ تیزی سے بھاگ کر کالی بلا سے دور نہیں رہ سکتی تھی۔ پھر آخری منٹ کا آخری سیکنڈ پورا ہوا۔ پھر جیسے میری کھوپڑی میں زبردست دھماکہ ہوا ہو، جیسے زمانہ کی چیخ میری زندگی کی آخری چیخ بن گئی ہو۔ ایک دم سے میری آنکھ کھل گئی، مگر اٹھنے کی سکت نہ رہی تھی۔ مجھ پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا تھا۔

رومانہ۔ رومانہ! تم کہاں ہو؟

میں نے موت کے بے شمار تماشے دیکھے تھے۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے بھی ایک دن فنا ہو جانا ہے مگر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ موت اتنی جلدی رومانہ کو لے گئی ہے۔ وہ خیال کی اسکرین پر بحری جہاز پر نظر آ رہی تھی، جب وہ لڑکا بن کر رہنا پسند کرتی تھی۔ پھر مجھے دکھائی دیا، وہ میری قربت کی آنچ میں پگھل کر لڑکی بن رہی تھی۔ جب اس کے باپ نے مجھے جہاز کے ایک کیبن میں قید کیا تھا تو وہ پہلی بار میری آغوش میں آئی تھی۔ اس پہلے دن سے آج آخری دن تک اس نے ایسا بھرپور پیار دیا تھا، ایسی وفاداری کا ثبوت دیا تھا کہ موت اسے میرے اندر نہیں مار سکتی تھی۔

مگر اس کی صورت تو اب کبھی نظر نہیں آئے گی۔ صدمہ کی شدت سے میرے دل میں درد پیدا ہوا۔ بڑا ہی ناقابل برداشت درد تھا۔ میں بستر سے لڑھک کر فرش پر گر پڑا۔ پختہ فرش پر مکے مارنے لگا۔ یہ جنونی حرکتیں تھیں۔ میں گھونسے مار رہا تھا اور دانت پیس کر بول رہا تھا "میں دشمنوں سے کھیلنے والا احمق ہوں۔ میں نے کیوں نہ سوچا کہ جو ہستی مجھے چاہے گی، وہ کبھی نہ کبھی دشمنوں کے ہاتھوں ماری جائے گی۔ مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میں کسی سے محبت کروں۔ اس کے جذبات سے کھیلوں۔ پھر اسے کھلونے کی طرح ٹوٹ جانے کے لیے چھوڑ دوں۔"

میں نے ٹھنڈے فرش پر چہرے کو ٹیک دیا جیسے بچہ ماں کی گود میں سر رکھ کر دکھ بیان کرتا ہے۔ ویسے ہی میں آہستہ آہستہ کراہنے لگا۔ شیخ بینی کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہزار صدمات کے باوجود ذہنی انتشار دیر تک نہیں رہتا۔ دماغ ٹھہر ٹھہر کر مجھے سمجھانے لگا "بس کرو۔ ہوش میں رہ کر سوچو، سمجھو اور عہد کرو کہ جو غلطی ہو چکی ہے، وہ آئندہ نہیں ہو گی۔"

"ہاں۔" میں نے ایک گہری سانس چھوڑتے ہوئے دل ہی دل میں کہا "آج میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا، اتنی بڑی دنیا میں تنہا رہوں گا۔ مجھے کسی سے محبت نہیں ہو گی۔ کبھی کسی سے کوئی رشتہ قائم نہیں ہو گا۔ جو رشتے تھے، وہ سب آج ختم ہو چکے ہیں۔ آج سے، ابھی سے ایک نیا فرہاد جنم لے رہا ہے یہ فرہاد دنیا والوں کے لیے بالکل اجنبی ہے گا۔"

میرے ضمیر نے دماغ پر دستک دی "پرانے رشتوں کو منجدھار میں چھوڑنا انسانیت نہیں ہے۔"

ہاں۔ میری وجہ سے بے فی اور شرلاک پر بھی مصیبت آ سکتی تھی۔ کیا وہ کالی بلائیں انہیں بھی نشانہ بنائیں گی؟

میں پریشان ہو کر فرش پر بیٹھ گیا۔ رسونتی نے ایک کالی بلا کے فیصلے پر عمل کیا تھا، اس کے رشتے داروں کو زندگیوں کی ضمانت مل گئی تھی۔ اب رسونتی ہی ان کالی بلاؤں سے دوستانہ سمجھوتہ کر کے بے فی اور شرلاک کی بھی حفاظت کر سکتی تھی۔ میں نے اس سے دماغی رابطہ قائم کرنے کے لیے سوچا۔ اسی وقت اس کا لہجہ سنائی دیا۔

"میں تمہارے پاس ہوں فرہاد! مجھے افسوس ہے کہ رُومانہ موت ماری گئی۔ دراصل تم پُرامید تھے کہ ہمیشہ کی طرح دشمنوں سے نجات حاصل کر لو گے۔ رومانہ پر آنچ نہیں آئے گی۔ میں یہی سمجھ رہی تھی مگر ان کالی بلاؤں نے خشکی، سمندر کی اور فضائی راستوں کی بندش ناکہ بندی کی ہے۔ میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں فرہاد! میں یہی کہہ سکتی ہوں کہ صبر کرو اور بہت محتاط رہو۔"

میں نے پوچھا "تم اس وقت کہاں ہو؟"

"برمی حکومت کی پناہ میں ہوں۔ میری درخواست پر تپاجی اور دسنتی کو یہاں رنگون میرے پاس پہنچایا جا رہا ہے۔"

"بے بی اور شرلاک کا کیا ہوگا رسونتی؟"

وہ بولی "تم میرے رشتے داروں کے لیے دن رات جدوجہد کرتے رہے تھے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ بے بی شرلاک اور ان کے خاندان کو تباہ نہیں ہونے دوں گی۔ اس وقت میں ایک کرکری عمارت میں ہوں۔ ایک کالی بلا ہمیشہ میرے قریب رہتی ہے اس کالی بلا کا کہنا ہے کہ جب تک فرہاد ہاتھ نہیں آئے گا اس وقت تک ایک نہ ایک بلا میرے پاس رہا کرے گی۔ یعنی جب تمہیں گرفتار کر کے میرے پاس پہنچا دیا جائے گا اور بڑے ممالک ہمارے متعلق کوئی دانشمندانہ فیصلہ کریں گے تو وہ کالی بلائیں ہمیشہ کے لیے غائب ہو جائیں گی۔"

اس کے بولنے کے دوران کمرے کا دروازہ کھلا۔ دوسری کالی بلا اندر آئی۔ اس نے کہا "رسونتی! ابھی ہمیں اطلاع ملی ہے کہ فرہاد ہمارے آدمیوں کے نرغے میں آگیا ہے۔ وہ ایک موٹر بوٹ میں سمندری راستے سے فرار ہو رہا تھا۔ اس احمق کو یہ نہیں معلوم تھا کہ کالی بلائیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ تم اس سے رابطہ قائم کرو۔ اسے سمجھاؤ کہ اپنا ریوالور پھینک کر خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرے۔ ہم اسے مارنا نہیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔"

اس کی بکواس سُن کر رسونتی پہلے حیران ہوئی تھی۔ پھر سمجھ گئی کہ وہ کسی دوسرے کو فرہاد سمجھ رہے ہیں۔ وہ بولی "میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ فرہاد نے اپنے دماغ کے دروازے بند کر رکھے ہیں۔ میں نے تمہارے فیصلے پر عمل کیا ہے اس لیے وہ ناراض ہے۔"

وہ ذرا چپ ہوئی تو میں نے کہا "کالی بلا سے کہو، جن لوگوں نے فرہاد کو گھیر رکھا ہے ان میں سے کسی کی آواز سنائی جائے۔ تم اس آواز والے کے ذریعے فرہاد کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرو گی۔"

رسونتی نے یہی کیا۔ اس کالی بلا نے ایک ٹرانسمٹر آن کر کے اپنے ایک ساتھی سے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ہم سب اسی پوزیشن میں ہیں۔ فرہاد کی طرف بڑھ نہیں سکتے۔ ہمارا ایک ساتھی موٹر بوٹ کو ڈرائیو کر رہا ہے اور وہ فرہاد کے ریوالور کی زد پر ہے۔ ہم سب موت کو گلے لگا سکتے ہیں لیکن ہمارے ساتھ فرہاد بھی مر جائے گا۔ ہمیں بتایا جائے کہ ہم کیا کریں؟"

میں اس بولنے والے کالی بلا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ رسونتی کے پاس سے کالی بلا کی آواز موٹر بوٹ کے ٹرانسمٹر پر سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "انتظار کرو۔ رسونتی ٹیلی پیتھی کے ذریعہ تمہارے پاس آ رہی ہے۔ وہ فرہاد کو سمجھائے گی۔"

میں نے موٹر بوٹ میں دیکھا۔ ایک لانبے قد کا صحت مند جوان ہاتھ میں ریوالور لیے بوٹ ڈرائیور کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ ان سے پوچھ رہا تھا "تم لوگ فرہاد کو گرفتار کیوں کرنا چاہتے ہو اور مجھے فرہاد کیوں سمجھ رہے ہو؟"

کالی بلا نے کہا "تم قریب آ کر صرف اتنا یقین دلا دو کہ تم فرہاد نہیں ہو۔ تم نے میک اپ نہیں کیا ہے۔"

میں اس ریوالور والے جوان کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ قریب جا کر اپنا چہرہ نہیں دکھانا چاہتا تھا کیونکہ وہ میک اپ میں تھا۔ اپنے ایک دشمن کو قتل کرنے کے بعد دو دن تک میک اپ میں خود کو چھپائے رکھا۔ اب اسی میک اپ میں سمندری راستے سے فرار ہو رہا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا "میں تم لوگوں کے قریب جانے کی حماقت نہیں کر سکتا۔ چلو میں اقرار کرتا ہوں کہ میں فرہاد ہوں۔"

ایک کالی بلا نے فوراً ہی ٹرانسمٹر کو آن کرتے ہوئے کہا "یہ فرہاد اپنی اصلیت کا اقرار کر رہا ہے۔ رسونتی ابھی تک نہیں پہنچی؟"

رسونتی نے اپنے پاس کھڑی ہوئی کالی بلا سے کہا "میں فرہاد کے دماغ میں ہوں۔ اسے ریوالور پھینکنے کے لیے کہہ رہی ہوں۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔"

کالی بلا نے ٹرانسمٹر پر کہا "رسونتی ٹیلی پیتھی کے ذریعہ فرہاد سے باتیں کر رہی ہے۔ تم بھی فرہاد کو یقین دلاؤ کہ ہم اسے مارنا نہیں چاہتے ہیں۔ ہم اس سے دوستی کرنے کے لیے اس کی شرائط مان لیں گے۔"

میں نے اس قاتل جوان کی زبان سے کہا "یہ ٹرانسمٹر پر رومانہ میری زندگی تھی، وہ نہیں رہی تو اب میں بھی تمہارا دوست بن کر نہیں رہوں گا۔ آؤ ہم اپنی لاشوں کے ٹکڑے کر کے انہیں کی تہہ میں پہنچا دیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے کالی بلا کے سینے پر فائر کر دیا۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی بم کا دھماکہ سنائی دیا۔ یقیناً پرانے کپڑے کی موٹر بوٹ کی دھجیاں اڑی ہوں گی۔ مجھے وہ تماشہ دکھانے کے لیے وہاں کوئی دماغ زندہ نہیں تھا۔ میں نے رسونتی سے کہا "نہ رہو۔ فرہاد کی موت پر ماتم کرو۔"

یک بیک وہ چیخ کر بولی "فرہاد! نہیں نہیں۔ فرہاد نہیں مر سکتے۔ نہیں مر سکتے۔۔۔۔"

یہ کہتے ہی وہ دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ کالی بلا نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا ہوا؟ تم کیوں رو رہی ہو؟"

وہ چھاتی پیٹ کر بولی "وہ صنتی تھا۔ مجھ پر احسانات کر رہا تھا۔ بتاتے کیسا صنتی تھا۔ مجھے اپنے کام آنے کا موقعہ نہیں دیا۔

یقین نہیں آ رہا ہے۔ نہیں نہیں تمہیں موت نہیں آ سکتی نہیں نہیں۔"

وہ جنونی انداز میں اپنا سر انکار میں ہلانے لگی۔ اپنے بال نوچنے لگی۔ کالی بلا نے ٹرانسمٹر آن کر کے بوٹ والی بلاؤں سے رابطہ قائم کرنا چاہا۔ تب تصدیق ہو گئی کہ فرہاد کے ساتھ سب ہی فنا ہو چکے ہیں۔

اگرچہ بڑے بڑے ممالک کو میری موت کا یقین تشکل ہی سے آئے گا۔ اب سے پہلے بھی ایک بار دستاویزی فلم کے ذریعہ میری موت کی تصدیق ہوئی تھی۔ دوسری بار میری موت کا یقین نہیں آئے گا۔ لیکن یہ اطمینان مجھے تھا کہ کالی بلائیں یقین کر لیں گی۔ ٹرانسمٹر کے ذریعہ ان کے ساتھیوں نے مرنے سے پہلے یقین دلایا تھا کہ وہ فرہاد کے ساتھ مر رہے ہیں۔ مزید یہ کہ رسونتی کی ماتمی آہ و زاری سے بناوٹ نہیں جھلک رہی تھی۔ وہ روتے روتے بیہوش ہو کر گر پڑی تھی۔

وہ دونوں کالی بلائیں اس پر جھک گئیں۔ اس کی نبض ٹٹولنے اور اس کی بیہوشی کو سمجھنے لگیں۔ رسونتی کو سانس روکنے میں مہارت حاصل تھی۔ بیہوشی کا ناٹک خوب کھیل رہی تھی۔ ان دونوں میں سے ایک ڈاکٹر کو بلانے کے لیے دوڑا۔ دوسرا سوچ رہا تھا کہ ہیڈ کوارٹر تک اس واقعہ کی اطلاع پہنچانا چاہیے۔ وہ ٹرانسمٹر آن کر کے رابطہ قائم کرنے لگا۔ اس کی سوچ نے بتا دیا کہ وہ صرف واقعہ کی اطلاع دے گا۔ دوسری طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوگا۔ وہ فرہاد کی موت اور رسونتی کی بیہوشی کے باوجود محتاط اور سہمے ہوئے تھے۔ چند کالی بلاؤں کو ہیڈ کوارٹر سے باتیں کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ دوسری کالی بلائیں چپ رہنے کی پابند تھیں۔ وہ پیغامات سُن سکتی تھیں۔ جواب نہیں دے سکتی تھیں۔

مختصر یہ کہ میں اور رسونتی ہیڈ کوارٹر کی کسی بلا تک نہیں پہنچ سکے۔ ڈاکٹر وہاں آیا۔ اس کے آنے سے پہلے ہی رسونتی ہوش میں آ گئی۔ لیکن اس طرح کہ سکتے کی حالت میں چھت کو گھورے جا رہی تھی۔ میں نے کہا "شکریہ رسونتی! بہت عمدہ پرفارمنس ہے۔ اب ذرا وہاں کے گورنر کے دماغ میں پہنچو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے سلسلہ میں کیا ہو رہا ہے؟"

برما کے گورنر سے رسونتی کی باتیں پہلے ہو چکی تھیں۔ اسی نے رسونتی کو سرکاری عمارت میں پناہ دی تھی۔ میں اس کے ذریعہ اس حاکم کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ تمام بڑے ممالک کے سفیر یکے بعد دیگرے ملاقات کے لیے آ رہے تھے۔ کوئی سفیر درخواست کر رہا تھا کہ رسونتی کو اس کے ملک میں پہنچایا جائے۔ کوئی دھمکی دے رہا تھا کہ رسونتی اس کے ملک میں نہ پہنچائی گئی تو جنگ چھڑ جائے گی۔ ایسے ہی وقت اطلاع پہنچی کہ فرہاد موت کی نیند سو چکا ہے۔ ایک کالی بلا کہہ رہی تھی کہ جب تک ہیڈ کوارٹر سے کوئی آخری فیصلہ نہیں سنایا جائے گا، وہ کالی بلائیں رسونتی کے ساتھ ایسے کی طرح لگی رہیں گی۔

میں نے کہا "رسونتی! چند گھنٹے بعد میری موت کی خبر عام ہوگی۔ بڑے ممالک کے سربراہوں کو بھی کسی حد تک یقین آ جائے گا تو سب کی توجہ صرف تم پر ہوگی اور وہ سب تمہیں زندہ رکھنے اور اپنے ملک میں تمہیں رکھنے کے لیے آپس میں کتوں کی طرح لڑیں گے۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا جائے گا۔ تم پہلی فرصت میں بے بی اور شرلاک کی حفاظت کے لیے شرائط پیش کرو۔ یہ اچھا موقعہ ہے۔ تمام ممالک تمہاری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بے بی اور شرلاک کے محافظ بن جائیں گے۔"

"فرہاد! میں بڑے سہانے سپنے دیکھ رہی تھی۔ اپنی اس نئی مملکت میں راج کر رہی تھی جسے میں قائم نہیں کر سکوں گی۔ تم بتاؤ کیا بازی ہار گئے ہو؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "ابھی میں اپنے اندر کی ضد کو کچل رہا ہوں۔ یہ ضد مجھے کسی کے آگے ہار ماننے نہیں دیتی۔ اس ضد کے ہاتھوں میں آئے دن اپنے دشمنوں کی تعداد بڑھاتا رہا۔ کبھی میں اپنی داستان لکھوں گا تو پڑھنے والے بور ہو جائیں گے کہ میری داستان میں یکسانیت پیدا ہو گئی ہے۔ میں مجبوریاں پالتا ہوں اور دشمنوں کی ایک ٹیم سے نمٹ کر دوسرے نئے دشمن پیدا کر لیتا ہوں۔"

میں نے ایک سگریٹ نکال کر سلگایا۔ پھر ایک گہرا کش لیکر دھواں چھوڑتے ہوئے کہا "سچ تو یہ ہے کہ میری زندگی گزارنے کے انداز میں جو یکسانیت پیدا ہو گئی ہے اس سے میں خود بیزار ہو گیا ہوں نئی مملکت حاصل کرنے والی بازی ابھی میرے ہاتھ میں ہے۔ اب میں مُردہ فرہاد بن کر ایک ایک کالی بلا کو چُن چُن کر مار سکتا ہوں۔ رومانہ جیسی عزیز ہستی کو کھونے کے بعد اب کچھ ہارنے کے لیے نہیں رہا۔ بے بی اور شرلاک تمہاری حفاظت میں رہیں گے۔ جس طرح تم نے حالات کے مطابق دشمنوں سے سمجھوتہ کیا۔ سونیا بھی مصلحت اندیش ہے۔ وہ بھی اسی طرح دشمنوں کو شاید دوست بنا لے گی۔ اب میں تنہا ہوں، آزاد ہوں۔ دشمنوں کی دانست میں مُردہ ہوں۔ ان کی نظروں میں زندہ بھی ہوا تو اب وہ مجھے بلیک میل نہیں کر سکیں گے۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر تم سمجھ سکتی ہو کہ میں نے بازی نہیں ہاری۔ کچھ عرصہ مُردہ بن کر کالی بلاؤں سے نمٹ کر پھر بڑے ممالک سے بازی جیت سکتا ہوں مگر اب جیتنا نہیں چاہتا۔"

رسونتی نے کہا "میں سمجھ رہی ہوں رومانہ کی موت نے تمہیں بہت متاثر کیا ہے۔"

"ہاں۔ میں یہ کبھی نہیں بھولوں گا کہ بازی جیتنے کی ضد میں رومانہ کو ہار گیا۔ اتنا بڑا نقصان اٹھانے کے بعد اب میں زندگی گزارنے کا انداز بدل رہا ہوں۔ اب میں سوچوں گا کہ میں کسی نئے روپ میں زندگی کیسے گزار سکتا ہوں۔ ایسے کہ اب میرا کوئی دشمن نہ ہو۔ میں

چپ چاپ ایک پُرسکون زندگی گزاروں۔ میرے اندر جو انتقامی جذبات ہیں انہیں ہمیشہ کے لیے کچل ڈالوں۔ انسانوں کے اس جنگل میں پتہ نہیں کتنے مرد عورتیں اور بچے اجنبی فرہاد کی زندگی میں آئینگے کوئی فرہاد کو کبھی نہیں پہچان سکے گا۔ کوئی فرہاد کا دوست اور رشتہ دار نہیں بن سکے گا۔ اب میں رومانہ کی طرح کسی کی زندگی کو داؤ پر نہیں لگاؤں گا۔"

"آہ! رسونتی نے کہا۔ سچ میں دشمنوں سے سمجھ تو کر رہی ہوں تو تم چپ چاپ پُرسکون زندگی گزارنے کا فیصلہ کر رہے ہو۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم ایک ملیلدہ ملک کے بجائے ایک چھوٹا سا گھر بناتے اور ہم دونوں وہاں چین سے زندگی بسر کرتے۔"

"رسونتی! میں اب بھی وہ گھر نہیں بناؤں گا۔ جہاں ایک بیوی اور بچے ہوتے ہیں۔ میں نے کہا نا کہ کوئی رشتہ نہیں ہوگا۔ کوئی رومانہ کی طرح نہیں مرے گی۔"

"فرہاد! آئندہ کیا ہوگا یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔ تم یہ بتاؤ کہ اب کہاں جاؤ گے؟ کیا کرو گے؟"

"مجھے سوچنے دو، پھر بتاؤں گا۔"

رسونتی سے تھوڑی دیر بعد رابطہ ختم ہوگیا۔ میں دوسرا سگریٹ سلگا کر سوچنے لگا۔ اس دنیا میں بے شمار لوگ گمنامی کی پُرسکون زندگی گزارتے ہیں۔ شہرت حاصل کر کے مصیبتیں مول نہیں لیتے۔ اگر میں دوسروں کی نظروں میں آنے والا کوئی کام نہ کروں۔ اگر میں کسی کے سامنے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہ کروں تو نہ کوئی مجھے پہچانے گا اور نہ ہی کوئی میری ذات میں دلچسپی لے گا۔

انسان فطرتاً تجسس پسند ہے۔ وہ اسی فکر میں رہتا ہے کہ دوسرے اس کے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں یہ بھی کچھ بھی سوچ رہے ہوں۔ اگر دوسروں سے زیادہ توقع نہ رکھیں، دوسروں کے محتاج نہ رہیں اپنے کام سے کام رکھیں تو ہمیں کبھی یہ سوچنا نہ پڑے کہ دوسرے ہمارے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ٹیلی پیتھی عذاب لاتی ہے۔ آئندہ میں کسی کے خیالات نہ پڑھوں۔ ایک عام شخص کی طرح اپنے حالات سے گزرتا رہوں۔ ہاں اگر کبھی ایسی مصیبت نازل ہو کہ نجات حاصل کرنے کے لیے بہت مجبور ہو کر ٹیلی پیتھی کا سہارا لینا پڑے تو میں مجبوراً صرف اسی حد تک خیال خوانی کروں گا کہ اپنی ذات کے نقصان سے بچ سکوں۔ اس کے بعد پھر ٹیلی پیتھی کو اپنے دماغ کے اسٹور روم میں مقفل کر دوں گا۔

اس فیصلہ سے مجھے تقویت پہنچی۔ دماغ نے سمجھایا: "مجھے ابھی خیال خوانی کو ترک کر دینا چاہیے۔ رسونتی اپنے وعدہ کے مطابق بے فی اور شرلاک کی حفاظت کرتی رہے گی۔ میں ان کی فکر نہیں کروں گا۔ اور نہ ہی خیالات پڑھوں گا۔ بے فی کو صدمہ ہوگا مگر یہ سوچ کر رفتہ رفتہ صبر کرے گی کہ مرنے والے واپس نہیں آتے۔ سونیا کو بھی یہ جائے گا۔ ویسے بھی اسے سمجھ کے پیار کا سہارا مل چکا ہے۔ کسی مصیبت میں گرفتار ہوگی تو دیکھا جائے گا۔"

اپنے فیصلہ پر سختی سے عمل کرنے کے لیے میں نے سوچا کہ رسونتی سے بھی خیال خوانی کے ذریعے گفتگو نہیں کروں۔ ہاں وہ میرے دماغ میں آ کر باتیں کرے تو یہ دوسری بات ہوگی۔ اسی وقت رسونتی کی آواز سنائی دیا: "ٹھیک ہے فرہاد! پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے، یہ تم سے باتیں کر لیا کروں گی۔ تم اپنے فیصلہ پر عمل کر کے دیکھو۔ میرے لیے یہی تمہارے لیے زندہ رہو گے۔ میں بھی نہ کبھی تمہارے پاس ضرور آؤں گی۔"

میں نے زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا: "تم جب بھی آؤ، یہ آنے والا وقت بتائے گا۔"

رسونتی نے کہا: "فرہاد! کچھ لوگ ملنے آ رہے ہیں۔ ذرا دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔"

میں نے کہا: "ان کی باتیں سننے کے لیے مجھے تمہارے دماغ میں پہنچنا ہوگا اور میں خیال خوانی سے پرہیز کرنے لگا ہوں۔ میرا مشورہ ہے کہ تم آنے والوں سے باتیں کرو اگر تمہیں کوئی الجھن یا پریشانی ہو گی تو مجھے بلا لینا۔ مجبوری کی حالت میں میں تمہاری سوچ تک پہنچ سکتا ہوں۔"

وہ میرے مشورے کو مان کر رخصت ہوگئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے سوچا کہ کبھی سامی ملے تو پلاسٹک سرجری کے متعلق سوچنا شروع کیا۔ اس کے اچھے برے ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن وہ سچ مچ میری پہچان کا خدشہ بن جائے تو میں ہزار بہروپ میں پہچان لیا جاؤں گا۔ پہلوؤں پر غور کرنے لگا۔ دشمنوں سے ساری عمر چھپے رہنے کے لیے تھی۔ وہ میرے ساتھ ہو گی تو میں بے زبان جانور کا بھی ساتھ چھوڑ دوں۔ پھر انسان! انسان ایسا ساتھ رہ سکتی تھی۔ کافی دیر تک غور کرنے کے بعد ایسے ڈاکٹر کی تلاش کا مرحلہ آیا جو پلاسٹک سرجری کا ماہر ہو۔ اس مسئلہ پر تھوڑی دیر اور میں نے انسانی رشتوں سے دور رہنے کا عہد کر لیا ہے مگر سامی۔ دور رہوں گا تو میرا ضمیر مجھے ملامت کرے گا۔ خدا کرے کوئی ایسا پیدا ہو کہ سامی کا ساتھ نہ چھوٹے۔"

"ساتھ نہیں چھوٹے گا تو تمہارے چہرے سے میک اپ چھڑا کر دشمن تمہیں پہچان لیں گے۔"

میں نے سامی کی جاہت میں کہا: "کوئی ایسا میک اپ کبھی نہ چھوٹے۔ یا پھر میں اپنا چہرہ بگاڑ لوں تاکہ پہچانے جانے کا اندیشہ ہی نہ رہے۔"

ایسا کہتے وقت میرے دماغ میں اچانک ایک تدبیر آئی۔ میں نے کہا: "رسونتی! میں پلاسٹک سرجری کے ذریعہ ہمیشہ کے لیے اپنا چہرہ تبدیل کروں گا۔"

"آں۔ یہ تمہیں کیا سوجھ رہی ہے۔ اتنے اچھے چہرے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتے ہو۔ میں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔"

"تم اس لیے ایسا کہہ رہی ہو کہ تم اس چہرے سے محبت کرتی ہو؟ اسے پوجتی ہو۔"

"ہاں۔ تمہاری صورت میرے ذہن میں نقش ہے۔"

"ذہن پر جو نقش ہو کبھی نہیں مٹتا۔ صورتیں بنتی بگڑتی رہتی ہیں۔ اگر میں پلاسٹک سرجری کے مراحل سے گزر جاؤں تو آئندہ کبھی میک اپ کرنے اور روپ بدلنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"درست کہتے ہو۔ ساری عمر نئے چہرے کے ساتھ زندہ رہنا ہو تو پلاسٹک سرجری سے گزرنا ٹھیک ہے لیکن سرجری کے بعد بھی تم نے خیال خوانی کی تو فرہاد کی حیثیت سے پہچان لیے جاؤ گے۔ بہتر ہے پہلے خود کو تول لو کہ اپنے فیصلہ پر اٹل رہ سکتے ہو یا نہیں؟"

"میں فیصلہ کر چکا ہوں۔ میرا یہ ارادہ فولادی رہے گا یا نہیں، یہ آنے والا وقت بتائے گا۔"

بعد کی باتیں ہیں۔ تم نے ابھی تک یہ نہیں سوچا کہ اب کیا کرو گے تم جہاں ہو وہ تمہاری مستقل پناہ گاہ نہیں بن سکتی۔"

"ہاں! لی نا مجھے اس عمارت تک چھوڑ کر گئی ہے۔ سامی ہے کہ تم آنے والوں سے باتیں کرو اگر تمہیں کوئی الجھن یا پریشانی ہو گی تو مجھے بلا لینا۔ مجبوری کی حالت میں میں تمہاری سوچ تک پہنچ سکتا ہوں۔"

"فرہاد! سامی تمہاری پہچان بن گئی ہے۔"

"سامی۔ میری وفادار سامی۔ میں نے سوچا تھا کہ کبھی سامی ملے تو پلاسٹک سرجری کے متعلق سوچنا شروع کیا۔ اس کے اچھے برے ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن وہ سچ مچ میری پہچان کا خدشہ بن جائے تو میں ہزار بہروپ میں پہچان لیا جاؤں گا۔ پہلوؤں پر غور کرنے لگا۔ دشمنوں سے ساری عمر چھپے رہنے کے لیے تھی۔ وہ میرے ساتھ ہو گی تو میں بے زبان جانور کا بھی ساتھ چھوڑ دوں۔ پھر انسان! انسان ایسا ساتھ رہ سکتی تھی۔ کافی دیر تک غور کرنے کے بعد ایسے ڈاکٹر کی تلاش کا مرحلہ آیا جو پلاسٹک سرجری کا ماہر ہو۔ اس مسئلہ پر تھوڑی دیر اور میں نے انسانی رشتوں سے دور رہنے کا عہد کر لیا ہے مگر سامی۔ دور رہوں گا تو میرا ضمیر مجھے ملامت کرے گا۔ خدا کرے کوئی ایسا پیدا ہو کہ سامی کا ساتھ نہ چھوٹے۔"

"ساتھ نہیں چھوٹے گا تو تمہارے چہرے سے میک اپ چھڑا کر دشمن تمہیں پہچان لیں گے۔"

میں نے سامی کی جاہت میں کہا: "کوئی ایسا میک اپ کبھی نہ چھوٹے۔ یا پھر میں اپنا چہرہ بگاڑ لوں تاکہ پہچانے جانے کا اندیشہ ہی نہ رہے۔"

ایسا کہتے وقت میرے دماغ میں اچانک ایک تدبیر آئی۔ میں نے کہا: "رسونتی! میں پلاسٹک سرجری کے ذریعہ ہمیشہ کے لیے اپنا چہرہ تبدیل کروں گا۔"

"آں۔ یہ تمہیں کیا سوجھ رہی ہے۔ اتنے اچھے چہرے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتے ہو۔ میں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔"

"تم اس لیے ایسا کہہ رہی ہو کہ تم اس چہرے سے محبت کرتی ہو؟ اسے پوجتی ہو۔"

"ہاں۔ تمہاری صورت میرے ذہن میں نقش ہے۔"

"ذہن پر جو نقش ہو کبھی نہیں مٹتا۔ صورتیں بنتی بگڑتی رہتی ہیں۔ اگر میں پلاسٹک سرجری کے مراحل سے گزر جاؤں تو آئندہ کبھی میک اپ کرنے اور روپ بدلنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"درست کہتے ہو۔ ساری عمر نئے چہرے کے ساتھ زندہ رہنا ہو تو پلاسٹک سرجری سے گزرنا ٹھیک ہے لیکن سرجری کے بعد بھی تم نے خیال خوانی کی تو فرہاد کی حیثیت سے پہچان لیے جاؤ گے۔ بہتر ہے پہلے خود کو تول لو کہ اپنے فیصلہ پر اٹل رہ سکتے ہو یا نہیں؟"

"میں فیصلہ کر چکا ہوں۔ میرا یہ ارادہ فولادی رہے گا یا نہیں، یہ آنے والا وقت بتائے گا۔"

رسونتی نے کہا: "فرہاد! کچھ لوگ ملنے آ رہے ہیں۔ ذرا دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔"

میں نے کہا: "ان کی باتیں سننے کے لیے مجھے تمہارے دماغ میں پہنچنا ہوگا اور میں خیال خوانی سے پرہیز کرنے لگا ہوں۔ میرا مشورہ ہے کہ تم آنے والوں سے باتیں کرو اگر تمہیں کوئی الجھن یا پریشانی ہو گی تو مجھے بلا لینا۔ مجبوری کی حالت میں میں تمہاری سوچ تک پہنچ سکتا ہوں۔"

وہ میرے مشورے کو مان کر رخصت ہوگئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے سوچا تھا کہ کبھی سامی ملے تو پلاسٹک سرجری کے متعلق سوچنا شروع کیا۔ اس کے اچھے برے ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن وہ سچ مچ میری پہچان کا خدشہ بن جائے تو میں ہزار بہروپ میں پہچان لیا جاؤں گا۔ پہلوؤں پر غور کرنے لگا۔ دشمنوں سے ساری عمر چھپے رہنے کے لیے تھی۔ وہ میرے ساتھ ہو گی تو میں بے زبان جانور کا بھی ساتھ چھوڑ دوں۔ پھر انسان! انسان ایسا ساتھ رہ سکتی تھی۔ کافی دیر تک غور کرنے کے بعد ایسے ڈاکٹر کی تلاش کا مرحلہ آیا جو پلاسٹک سرجری کا ماہر ہو۔ اس مسئلہ پر تھوڑی دیر اور میں نے انسانی رشتوں سے دور رہنے کا عہد کر لیا ہے مگر سامی۔ دور رہوں گا تو میرا ضمیر مجھے ملامت کرے گا۔ خدا کرے کوئی ایسا پیدا ہو کہ سامی کا ساتھ نہ چھوٹے۔"

"ساتھ نہیں چھوٹے گا تو تمہارے چہرے سے میک اپ چھڑا کر دشمن تمہیں پہچان لیں گے۔"

میں نے سامی کی جاہت میں کہا: "کوئی ایسا میک اپ کبھی نہ چھوٹے۔ یا پھر میں اپنا چہرہ بگاڑ لوں تاکہ پہچانے جانے کا اندیشہ ہی نہ رہے۔"

ایسا کہتے وقت میرے دماغ میں اچانک ایک تدبیر آئی۔ میں نے کہا: "رسونتی! میں پلاسٹک سرجری کے ذریعہ ہمیشہ کے لیے اپنا چہرہ تبدیل کروں گا۔"

کالج انڈسٹری کی ابتدا ہو چکی تھی۔ اس سلسلے میں وہ اتنی رات تک اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے کاروبار اور آمدنی بڑھانے کی پلاننگ کر رہے تھے۔

بٹر فلائی نے میرے وعدہ کے مطابق میرا انتظار کیا ہوگا اور پھر مایوس ہوگئی ہوگی۔ وہ بھی پُرماسٹر کے آدمیوں سے چھپتی پھر رہی تھی۔ میں نے ایک بار اسے شور دیا تھا کہ وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا چہرہ تبدیل کر لے۔ میں نے ڈاکٹر آرتھر کی سوچ کے ذریعہ پلاسٹک سرجری کی بحث چھیڑ دی۔ ڈاکٹر نے وُدمی کو عرف بٹر فلائی سے کہا: "ارے ہاں یاد آیا۔ مسٹر فرہاد نے تمہیں صورت بدل کر رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ پتہ نہیں وہ پُراسرار شخص کہاں گم ہوگیا ہے؟"

بٹر فلائی نے سرد آہ بھر کر کہا: "وہ آگے جانے کے بعد پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھتا ہے۔ پھر بھی اس کا بڑا احسان ہے اس نے گرٹروڈ پیلیز کے مستقبل کو شاندار بنا دیا ہے۔ رہ گئی میری صورت بدلنے کی بات تو یہ ممکن نہیں ہے۔ سنا ہے پلاسٹک سرجری کے مرحلوں سے گزرنے کے لیے لاکھوں ڈالر لگتے ہیں۔"

ڈاکٹر آرتھر نے کہا: "یہاں نبکاک میں ایک عالمی شہرت یافتہ ماہر سرجن ہے مگر بے حد عیاش اور لالچی ہے۔ یقیناً بڑی رقم کا مطالبہ کرتا ہوگا۔"

میں نے آرتھر کی سوچ میں کہا: "خدا معلوم کرنا چاہیے کہ پلاسٹک سرجری کے اخراجات کیا ہوتے ہیں؟"

میرے اکسانے پر اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ اس کے ذہن میں ایک جاپانی ڈاکٹر ہوما گاچی کا نام تھا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ڈاکٹر ہوما گاچی کے سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔ وہ آرتھر کا سوال سننے کے بعد جواب دے رہا تھا: "سوری ڈاکٹر ہوما گاچی اگلے موسم بہار تک مصروف ہیں۔ فی الحال وہ کوئی کیس نہیں لیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اب وہ سیکرٹری جاپانی زبان میں سوچ رہا تھا: "ادہنہ! ڈاکٹر کو تو عیاشی سے ہی فرصت نہیں ملتی وہ کیس کیا لے گا۔ بہ ایک سال میں زیادہ سے زیادہ دو جوڑوں کی سرجری کرتا ہے اور عیش کرتا ہے۔ اس وقت بھی کسی مقامی لڑکی کے ساتھ منہ کالا کر رہا ہے۔ اوہ! میں تو بھول ہی گیا۔ مادام سوبورا کا پیغام پہنچانا ہے۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دوسری طرف سے ڈاکٹر ہوما گاچی کی دہاڑتی ہوئی آواز سنی: "تور کے بچے! کیا تم نہیں جانتے کہ اس وقت میں کوئی فون کال برداشت نہیں کرتا۔"

سیکرٹری نے ہکلاتے ہوئے کہا: "جج... جناب! وہ مادام سوبورا کا ضروری پیغام ہے کہ..."

پھر شری خیال خوانی کی بات آئی۔ میں ڈاکٹر آرتھر کی سوچ پڑھ کر ہی معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ چونکہ یہ ایک اہم مسئلہ تھا اس لیے میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ رات کے دس بجنے والے تھے۔ ڈاکٹر آرتھر ایک شاندار آفس میں بیٹھا ہوا پروفیسر اور بٹر فلائی سے باتیں کر رہا تھا۔ گرٹروڈ پیلیز کی امداد کے لیے شرلاک نے پچاس ہزار ڈالر اور میرے اجنبی مہربان نے ماسک مین کی طرف سے دو لاکھ ڈالر دیئے تھے۔ اتنی کثیر رقم حاصل کرنے کے بعد انہوں نے ایک بہت بڑی انڈسٹری قائم کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ عورتوں اور بچوں کے لیے

ڈاکٹر نے مادام کو ایک زبردست ننگی گالی دے کر ریسیور پٹخ دیا۔ وہ بہت زیادہ پیتے ہوتے تھا اور اپنی خواب گاہ میں ایک پینے والی کے ساتھ خود ایک گالی بنا ہوا تھا۔ ایسے وقت مجھے وہاں نہیں رہنا چاہیے تھا لیکن میرے پاس وقت نہیں تھا۔ میں نے اس کے نشے ذہن کو بھڑکا یا۔ اس نے غصہ میں لڑکی کی پٹائی شروع کر دی۔ وہ خوف زدہ ہو کر چیختی ہوئی اپنا لباس سمیٹ کر وہاں سے بھاگ گئی۔ تب میں نے ڈاکٹر کے ذہن کو کریدنا شروع کر دیا۔

وہ نشہ میں بے حال ہو کر بستر پر اوندھے منہ پڑا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ ایک ساحلی بنگلہ نمبر ایس فورٹی ٹو میں ہے، وہ بنگلہ صرف عیاشی کے لیے مخصوص تھا۔ اس کا علم صرف اسکے سیکرٹری کو تھا۔ ڈاکٹر کی بیوی مادام سوبُرا کہلاتی تھی، وہ بھی اس بنگلہ کے متعلق نہیں جانتی تھی۔ میں فرش پر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دنیا کا نقشہ اٹھا کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کیے۔ باتھ روم میں جا کر اسے گیلا کر میں بہا دیا۔ اس کے بعد فلیٹ سے نکل کر زینے کے پاس آیا۔ موٹے فیض عالم کی موٹی بیوی سے سامنا نہیں ہوا۔ یہ اچھا ہی ہوا۔ میں تیزی سے زینہ اتر کر عمارت سے باہر آ گیا۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ میں تنہا ڈاکٹر ہوما گاچی سے نمٹ نہیں سکوں گا۔ وہ یقیناً ٹیلی پیتھی کا شکار ہو گا۔ لیکن سرجری کے دوران جب میں ہوش و حواس میں نہیں رہوں گا تو وہ انتقاماً مجھے مار ڈالے گا۔ یا مجھے میرے دشمنوں کے حوالے کر دے گا۔

میں عمارت سے دور جا رہا تھا۔ ایسے وقت رہنوتی کام نہیں آ سکتی تھی، کیونکہ وہ جاپانی زبان نہیں جانتی تھی۔ ڈاکٹر کو ٹریپ نہیں کر سکتی تھی۔ یوں بھی وہ بڑے ممالک کے درمیان تنازعہ کا باعث بنی رہے گی۔ دن رات مجھ پر توجہ نہیں دے سکے گی۔ پلاسٹک سرجری کا عمل کئی ماہ تک جاری رہنے والا تھا۔ مجھے ایک مستقل محافظ کی ضرورت تھی۔ ایسا محافظ جو دن رات ڈاکٹر کے سر پر مسلط رہے۔

میں تھوڑی دور جا کر رک گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ میں کسی کو دوست یا رشتہ دار نہیں بنانا چاہتا تھا۔ مگر اب ایک قابل اعتماد ساتھی کی ضرورت پیش آ گئی تھی، اور اس اجنبی شہر میں کوئی ایسا نہ تھا جس پر میں اعتماد کر سکتا۔ یعنی اسے اپنا راز دار بنا لیتا کہ وہ مجھے نئے رُوپ میں بھی پہچانا رہے اور یہ مجھے منظور نہ تھا۔

دس منٹ بعد میں نے لی نا کی کار دیکھی۔ اس کار کو میں اچھی طرح پہچانتا تھا۔ دور سے اسے دیکھتے ہی مزید پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ کار گزر گئی آگے جا کر ریکن اسکوائر کی عمارت کے سامنے رک گئی۔ لی نا کار سے اتر کر مجھ سے ملنے میرے فلیٹ کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے اپنی ضرورت کے مطابق سوچ کے ذریعہ معلوم کیا کہ وہ سامی کو کار میں چھوڑ کر گئی ہے

میں تیز قدم اٹھاتا ہوا کار کی سمت بڑھنے لگا۔

ایک خیال آیا کہ میں لی نا کو راز دار بناؤں۔ مگر یہ خیال کار تھا۔ وہ بڑی ڈاکٹر ہو ما گاچی کو اپنے قابو میں نہیں رکھ سکتی تھی، کار کے قریب پہنچ کر عمارت کی جانب دیکھا۔ لی نا آتی دکھائی نہیں آ سکتی تھی۔ سامی مجھے دیکھتے ہی کار کے اندر اچھلنے لگی۔ دروازہ کھول کر اسے بازو میں اٹھایا۔ پھر دروازے کو بند کر کے سے دوڑ تا چلا گیا۔

تھوڑی دُور جا کر میں رک گیا۔ راستہ بدل کر تیزی سے گلیوں کو عبور کرنے لگا۔ ایک گلی میں ایک کتا بھونکنے لگا۔ میں گلی سے مڑ کر دوسری گلی میں پہنچ گیا۔ لیکن اس کتے کے بھونکنے کا فائدہ ہوا۔ اچانک مجھے وہ ڈاگ ماسٹر یاد آ گیا، جو بنکاک میں باس کے خونخوار کتوں کو اپنے قابو میں رکھتا تھا۔ وہ میرا عقیدت مند تھا۔ میرا علم ان کر بنا چاہتا تھا۔ اس کے باس نے مجھے دیا تھا۔ خونخوار کتے مجھ پر چھوڑے جائیں لیکن ڈاگ ماسٹر نے اس باس کتوں کا نشانہ بنا دیا تھا۔

ہاں، وہی ایک فرمانبردار شخص ایسا تھا جو غلامی کی حد میرا راز دار بن کر رہ سکتا تھا۔ میں فوراً ہی اس کے پاس پہنچ گا سونے کے لیے اپنے کمرے میں جا رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب وہ خوشی سے اچھل کر بولا: "آقا! یہ... یہ آپ ہیں؟"

میں نے کہا: "ہاں، مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"حکم دیں آقا! آپ کے قدموں کی خاک کہاں ہے؟ جان دینے کے لیے پہنچ سکتا ہوں۔"

میں نے پوچھا: "تمہارے پاس ریوالور ہے؟"

اس نے بتایا کہ ریوالور ہے اور وہ اپنے باس کی کار تک پہنچ سکتا ہے۔ میں نے پوچھا: "نیا باس کون ہے؟"

وہ بولا: "ابھی نئے باس کا انتخاب نہیں ہوا ہے۔"

"ڈاگ ماسٹر! یہ فیصلہ کر کے آؤ کہ اب مجھے چھوڑ کر قدموں سے مجھے موت ہی لے جائے گی۔ لیکن یہاں سے میرے تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ہو گی۔ میں اپنے تمام کپڑے جلا تاکہ وہ کتے میری بُو نہ پا سکیں۔"

"شاباش! تمام احتیاطی تدابیر کے ساتھ آؤ۔ تم وہاں تو میں ملاقات کی جگہ بتاؤں گا۔"

وہ وہاں سے روانگی کی تیاریاں کرنے لگا۔ میں سا میں اٹھائے مختلف گلیوں میں بھٹکتا ہوا ایک کشادہ سڑک آدھی رات ہونے کو تھی مگر راستے روشن تھے۔ گاڑیاں خال میں آتی جاتی نظر آ رہی تھیں۔ دن رات کھلی رہنے والی دکا

خوردہ فروخت جاری تھی۔ میں کچھ کھانے اور وقت گزارنے کے لیے ایک کیفے میں داخل ہو گیا۔ کچھ لوگ کھاتے پیتے نظر آ رہے تھے۔ رات کو دھندے کے لیے نکلنے والی عورتیں بھی تھیں۔ میں نے سینڈوچز اور کافی کا آرڈر دیا۔ سامی نے کچھ کھانے سے انکار کیا۔ اتنے میں ایک حسینہ نے قریب آ کر مسکرا کر پوچھا: "کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

میں نے خشک لہجے میں جواب دیا: "سوری، میرا ایک ساتھی آنے والا ہے۔"

وہ ناکامی سے ہونٹ سکیڑ کر مٹکتی ہوئی کاؤنٹر کے پاس چلی گئی۔ میں نے دماغ کی اسکرین پر ڈاگ ماسٹر کو دیکھا۔ وہ اپنے تمام میلے کپڑے جلا ڈالنے کے بعد ایک اٹیچی لے کر کار میں چل پڑا تھا۔ میں نے کہا: "سنو! میں ڈے اینڈ نائٹ شاپنگ سینٹر کے پاس کیفے و کٹوریا میں بیٹھا ہوا ہوں۔ میری پہچان یہ ہے کہ میرے پاس ایک بلی ہے ویسے تم کیفے میں داخل ہو گئے تو میں خود ہی اٹھ کر تم سے مصافحہ کروں گا۔"

"آقا! میں آپ کے ہاتھوں کو چوم لوں گا۔"

"ایسی حماقت نہ کرنا۔ میں حلیہ سے آقا نظر نہیں آتا ہوں۔ پھر کبھی غلام بن کر ہاتھوں کو چوم لینا۔ ابھی ہم دو دوستوں کی حیثیت سے ملیں گے۔"

وہ مایوس ہو کر بولا: "میں پہلی بار آپ کے سامنے آ رہا ہوں۔ آپ کے سامنے گھٹنے ٹیکنا چاہتا ہوں اور آپ مجھے میرے حق سے محروم کر رہے ہیں۔ آقا! میں آپ کی برابری نہیں کر سکتا۔ میں آپ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ کیفے کے باہر آپ کا منتظر رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تمہارا باہر ہی رہنا بہتر ہے۔"

میں نے تھوڑے سے سینڈوچز کھائے پھر کافی پینے لگا۔ عورتیں مجھے بار بار دیکھ رہی تھیں اور ادائیں دکھا رہی تھیں تاکہ میں مجبور ہو کر کسی ایک کو تنہائی دور کرنے بلا لوں۔ میں تنہا نہیں تھا۔ میرے ساتھ رُوما کا غم تھا۔ دماغ کے کسی گوشہ میں کسی عورت کی خواہش نہیں تھی۔ اسی لیے لی نا جیسے حُسن و شباب کو بھی نظر انداز کر دیا تھا۔ کافی پینے کے بعد میں نے بل ادا کیا۔ پھر سامی کو اٹھا کر باہر آ گیا۔ کیفے کے سامنے ہی ایک کار کے پچھلے دروازے کے پاس ایک لمبا تڑنگا نہایت ہی بدصورت حبشی کھڑا ہوا تھا۔ اس کی صورت ایسی بھیانک تھی کہ کمزور دل کے لوگ نیم تاریکی میں اسے دیکھ کر ڈر جاتے۔

اس نے مجھے دیکھا۔ پھر سامی کو دیکھتے ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر فٹ پاتھ پر دوزانو ہو گیا۔ سر کو جھکا کر ایک ہاتھ سینے پر رکھ لیا۔ میں بوکھلا کر تیزی سے چلتا ہوا پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اچھا ہوا کہ آدھی رات کو یہ تماشہ دیکھنے والے زیادہ لوگ نہیں تھے۔ قریب ہی فٹ پاتھ پر سے گزرنے والے کچھ لوگ ٹھٹھک گئے تھے۔ وہ کمبخت اپنی غلامانہ ذہنیت سے باز نہیں آیا تھا۔ اس نے فٹ پاتھ سے اٹھ کر پچھلی سیٹ کے دروازے کو بند کیا۔ پھر ٹھٹھکنے والے لوگوں کی طرف دیکھ کر غرّایا: "گٹ اَوے فرام ہیئر۔ بھوں۔ بھوں۔ بھوں۔"

مجھے ایسا ہی محسوس ہوا جیسے خونخوار کتا بھونک رہا ہو۔ اس کی صورت بھی ایسی بھیانک اور خونخوار قسم کی تھی کہ لوگ سہم کر پیچھے چلے گئے۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کی۔ دوسرے ہی لمحہ ہم وہاں سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ میں نے کہا: "میں حالات سے مجبور ہو کر چھپتا پھر رہا ہوں۔ مگر تمہارا یہ غلاموں جیسا انداز دنیا والوں کو میری طرف متوجہ کر لے گا۔"

وہ انکساری سے بولا: "آقا! آپ میرے جذبات کو سمجھیں۔ میں اب تک آپ کو خیال خوانی میں پوجتا رہا ہوں۔ آپ کو سامنے دیکھ کر میری کیا حالت ہو رہی ہے۔ آپ ٹیلی پیتھی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ویسے آئندہ میں دنیا والوں کے سامنے محتاط رہوں گا۔"

میں نے اسے بتایا کہ ہم کس مہم پر جا رہے ہیں اور اسے میرے ساتھ ایک طویل عرصہ تک روپوش رہ کر کس طرح کا رول ادا کرنا ہے وہ سمجھ رہا تھا اور اچھی طرح سمجھنے کے لیے سوالات کر رہا تھا۔ میں نے کہا: "تمہارے بہت سے سوالات کے جواب میں نہیں دے سکتا، کیونکہ پلاسٹک سرجری کے متعلق میری معلومات محدود ہیں۔ ابھی تم ڈاکٹر سے معلومات حاصل کریں گے۔ ویسے ڈاگ ماسٹر تمہارا اپنا کیا نام ہے؟"

"ٹرنگورا۔ را۔" اس نے جواب دیا: "غلام کا نام ٹرنگورا۔ را ہے۔"

میں جنوبی افریقہ کے ایک مقام کنتکا میں پیدا ہوا۔ بچپن سے جوانی تک گھنے جنگلوں میں رہا۔ ایک بار ایک انگریز شکاری نے مجھے ننگے ہاتھوں ایک شیر سے لڑتے دیکھ کر اپنا ملازم رکھ لیا۔ میں نے انگریزی بولنا اور انگریزی کپڑے پہننا سیکھ لیا۔ وہ شکاری مجھے یوگنڈا لے گیا وہاں ایک انگریز خاتون بہت خراب تھی۔ مجھے اپنے ساتھ سونے کے لیے کہتی تھی اور خونخوار کتوں کو سدھاتی تھی ——— ایک بار میں اس عورت کو سیدھا کر رہا تھا کہ اس کا انگریز صاحب آ پہنچا وہ گوری عورت کے ساتھ مجھ جیسے کالے کو برداشت نہ کر سکا۔ فوراً ہی ریوالور نکال کر مجھ پر فائر کیا۔ گولی میری ران میں لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ دوسرا فائر کرتا، میں نے چیتے کی طرح چھلانگ لگا کر اسے دبوچ لیا۔ میں جنگل کے درندوں کو دو ہاتھوں سے دبوچتا ہوں۔ انگریز بہادر کی گردن ایک ہی ہاتھ میں آ گئی۔"

میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا ٹرنگورا کی باتیں سن رہا تھا۔ اسٹیئرنگ کو تھامنے والے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔ واقعی اس کے دونوں ہاتھوں کے پنجے اتنے بڑے اور ایسے فولادی لگ رہے تھے کہ انسانی گردنوں کے لیے اس کا ایک ہی فولادی پنجہ کافی ہوتا ہو گا۔ وہ بول رہا تھا: "آدمی ہو یا جانور اسے ننگے ہاتھوں سے مسل مسل کر مارنے

میں بڑا مزہ آتا ہے۔ مجھے بھوک لگی ہو۔ تب بھی کسی کو ہلاک کرنے کی خوشی میں میں اور چوبیس گھنٹے بھوکا رہ سکتا ہوں۔"

میں نے کہا: "یہ درندگی صرف جنگلوں میں بھلی لگتی ہے۔"

"آقا! جنگل کے درندوں نے مجھے سکھایا کہ میں انہیں ہلاک نہیں کروں گا تو وہ مجھے چبا جائیں گے۔ مہذب دنیا میں آکر تجربہ ہوا کہ انسانوں کا جنگل سب سے خطرناک ہے۔ وہ درندے بھوک سے مجبور ہو کر حملہ کرتے ہیں۔ انسان بھوک سے، غرور سے، رنگ و نسل کی برتری سے اور اقتدار کے لالچ سے مجبور ہو کر حملے کرتا ہے۔ اس لیے میں جواباً حملے کرتا ہوں۔ میں نے آج تک کسی کمزور کو نقصان نہیں پہنچایا۔"

میں نے کہا: "شاباش! تم بہت اچھے ہو۔ ہاں وہ تمہاری ران میں گولی لگ گئی تھی پھر کیا ہوا؟"

"وہ انگریز عورت مجھے ہسپتال لے جانا چاہتی تھی۔ میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے اپنا لانبا سا چاقو نکالا۔ پھر ران کا تھوڑا سا گوشت کاٹ کر گولی نکال لی۔۔۔"

وہ سسکاری لے رہا تھا جیسے اپنا گوشت کاٹنے سے بھی مزہ آتا ہو۔ ہماری دنیا میں ایسے اذیت پسند لوگ ہوتے ہیں جو درندوں کی طرح اپنا گوشت بھی چبا لیتے ہیں۔ میرا خیال ہے کوئی جانور اپنا گوشت نہیں کاٹتا ہوگا۔ ایسا انسان ہی کر سکتا ہے بہرحال مجھے ایک اچھا وفادار دوست ملا تھا۔ وہ اپنے متعلق مزید کچھ نہ بتا سکا کیونکہ ہم ڈاکٹر ہوما گاچی کے بنگلے کے سامنے پہنچ گئے تھے۔ میں نے کہا: "یہاں ہماری آمد کے آثار نہیں رہنے چاہئیں۔"

"سمجھ گیا آقا! میں اس کار کو بہت دور چھوڑ کر آؤں گا۔"

"ہاں پیدل واپس آنا۔ خواہ کتنی ہی دیر ہو جائے۔ اس بنگلہ کا دروازہ تمہارے لیے کھلا رہے گا۔"

میں کار سے اتر گیا۔ وہ کار اپنے ساتھ لے گیا۔ بنگلہ کے احاطہ کا مین گیٹ کھلا ہوا تھا۔ بنگلہ کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا کیونکہ وہ لڑکی ڈاکٹر سے مار کھا کر اسی راستے سے بھاگی تھی۔ اس کے بھاگنے کے بعد ڈاکٹر اوندھے منہ بستر پر گر پڑا تھا۔ جب میں اس کی خواب گاہ میں پہنچا تو وہ اسی طرح نشہ کی حالت میں سو گیا تھا۔ میں نے اس بنگلہ کے ایک ایک حصہ میں سامی کے ساتھ پہنچ کر اطمینان حاصل کیا۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ تمام کھڑکیاں بند تھیں۔ میں نے دروازوں کو بھی بند کر دیا۔ ٹرنگورا۔ را کے لیے صرف بیرونی دروازے کو کھلا چھوڑ دیا۔

پھر میں نے میک اپ سے نجات حاصل کی۔ غسل خانہ میں اچھی طرح منہ ہاتھ دھونے کے بعد میں نے ڈاکٹر ہوما گاچی کو بستر سے اٹھا کر کاندھے پر لادا۔ پھر اسے باتھ روم کے ٹب میں لا کر بٹھا دیا۔ اس کے بعد ٹھنڈے پانی کے شاور کو کھول دیا۔ اس نے بڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں ابھی کچھ نشہ تھا۔ اسے میرا چہرہ دھندلا سا نظر آیا۔ اس نے کہہ رہا تھا کہ وہ خواب میں فریاد علی تیمور کو دیکھ رہا ہے۔

میں نے کہا: "ڈاکٹر! ہوش میں آؤ۔ میں فریاد ہوں۔ تمہارے سامنے کھڑا ہوا ہوں۔"

اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ اپنی کوہ پھر باتھ ٹب سے نکلنے کے لیے اٹھنے لگا۔ میں اسے خواب گاہ میں لایا۔ وہ سر ہلا کر بولا: "ہاں میں خواب میں ہوں۔ تم سچ مچ فریاد ہو۔"

میں نے کہا: "چلو آرام سے بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ کس کے ذریعہ میرے چہرے کو تبدیل کرنے میں کتنا وقت لگے گا۔"

وہ بین الاقوامی شہرت یافتہ ڈاکٹر تھا۔ شاید اس غرور میری اہمیت اور شہرت کو بھول گیا۔ ناگواری سے بولا: "ہو۔ رات کے دو بج رہے ہیں۔ یہ میرے آرام کا وقت ہے۔"

"میری باتوں کا جواب دو، ورنہ پانی کے ٹب میں رہے ہو گے۔"

"کیا یہ شریفوں کا طریقہ ہے؟"

"تم کتنے شریف اور انسان دوست ہو ڈاکٹر! تم نے چھٹی دے کر اپنے دوست احباب اور بیوی بچوں کو یہ یقین دلاؤ کہ آدمی پلاسٹک سرجری کے لیے آئے تو تم اسے کیسے جھٹ سے اچانک ہی باہر جانے ہو؟ اس لیے کسی سے ملاقات نہیں کر سکو گے۔ میں تمہارے کھانے پینے، سونے جاگنے کے اوقات مقرر کروں گا۔ تم میرے بتائے ہوئے ٹائم ٹیبل کے مطابق اس وقت تک زندگی گزارو گے، جب تک میں یہاں رہوں گا۔ اس کے بعد تمہیں خود تک چلا گیا۔ اس نے پھر پہلی دروازہ کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر ہاتھ بڑھانے سے پہلے اس کی ایک دراز کو کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور تم ٹیبل پر جھک کر آؤں گا۔"

ہاتھ میز کی سطح پر چلا گیا۔ اس نے جھلا کر میز پر مکا مارا۔ میں نے ساری زندگی وہ دراز کھول کر بیرو اور نہیں نکال سکو گے۔"

وہ بستر کے سرے پر بیٹھ کر بے بسی سے مجھے دیکھنے لگا۔

"واقعی تم تیلی پتھی جانتے ہو۔ کیا تم اپنی اس صلاحیت سے کوئی کام لینا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ میں اپنے چہرے میں تبدیلیاں لانا چاہتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر میرے روبرو آیا۔ میرے چہرے کو غور سے بولا: "اچھی صورت ہے خواہ مخواہ بدلنا چاہتے ہو۔ خود کو چھپانے کے لیے ماسک میک اپ کا سہارا کیوں نہیں لیتے؟"

"ماسک بھی پہچان لیا جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جا سکوں۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ جبراً سرجری کے مراحل سے گزار کر تمہارے ساتھ یہ سلوک کروں گا؟"

"ہاں۔ تم نے جبر کے باوجود کوئی بدمعاشی دکھائی تو تمہیں سزا دوں گا۔"

"ہاتھوں سے مرد گے۔"

"سرجری سے پہلے تمہیں ایسی دوائیں دی جائیں گی جن کے اثر سے تم پر غنودگی طاری ہوگی۔ ایسے وقت تمہاری حفاظت کون کرے گا؟"

خواب گاہ کا دروازہ کھلا۔ ٹرنگورا۔ را تبسم دکھاتا ہوا اندر آیا۔ بھیانک سیاہ چہرے کے پیش منظر میں سفید چمکتے ہوئے دانت ایسے لگ رہے تھے جیسے کچا چبانا جانتے ہوں۔ ڈاکٹر نے سہمے ہوئے انداز میں تھوک نگل کر پوچھا: "تم کون ہو؟"

وہ بولا: "میں تمہاری موت ہوں۔ اپنے آقا کی غفلت کے دوران تمہاری ہر حرکت کے ساتھ رہوں گا۔"

میں نے ٹرنگورا۔ را سے کہا: "اس اوپر والے دروازہ میں ریوالونگ اسے اپنے پاس رکھ لو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا: "تم ابھی سے سرجری کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس کے لیے ضروری سامان ہے وہ تمام سامان تم ابھی ٹرنگورا۔ را کے ساتھ جا کر اپنے پرائیویٹ آپریشن تھیٹر میں منتقل کر سکو گے۔ میں تمہارے کھانے پینے، سونے جاگنے کے اوقات مقرر کروں گا۔ تم میرے بتائے ہوئے ٹائم ٹیبل کے مطابق اس وقت تک زندگی گزارو گے، جب تک میں یہاں رہوں گا۔ اس کے بعد تمہیں خود آزاد کر دیا جائے گا۔"

ڈاکٹر نے کہا: "میں آج تک کسی کا پابند نہیں رہا۔ اگر تم اچھی صورت واپس جانا چاہتے ہو تو میرے مزاج کے مطابق میرا احترام کرو۔ مجھ پر پابندیاں عائد نہ کرو۔"

"جو با صلاحیت اور قابل اعتماد ہوتے ہیں ان کی عزت کرتا ہوں۔ تم بہت بڑے مکار ہو۔ چلو اٹھو ورنہ ٹیلی پیتھی تمہیں اٹھائے گی۔"

وہ مجھ سے بحث کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ بستر کے سرے پر بیٹھا ہوا تھا۔ چیختا ہوا فرش پر گر پڑا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر کراہنے لگا: "یہ ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ اب تم مجھ لوگے کہ دماغ کیسے پھوڑے کی طرح دکھنے لگتا ہے۔ اب بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو بولو۔ میں تمہیں ذہنی اذیتوں کی انتہا تک پہنچا دوں۔"

ٹرنگورا۔ را نے کہا: "آقا! آپ زحمت نہ کریں۔ مجھے حکم دیں۔ اسے یہ سزا کروں گا۔"

میں نے کہا: "ڈاکٹر! بھی سرجری کا سامان لانے تمہارے ساتھ باہر جائے گا۔ تمہارے ہاتھوں سے اسے جسمانی چوٹیں پہنچیں گی تو باہر اس کے ملنے والے تشہات میں مبتلا ہوں گے لہٰذا اسے نوچنی اذیتوں سے گزرنا چاہیے۔"

ڈاکٹر ہوما گاچی فرش پر پڑا ہماری باتیں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس کی ضد اور اس کا غرور کام نہیں آئے گا۔ ابھی وہ اعلیٰ حکام تک اپنے اثر و رسوخ کے ذریعہ مجھے گرفتار نہیں کرا سکے گا۔ لہٰذا مصلحت سے کام لیتے ہوئے ابھی میرے حکم کی تعمیل کرے گا۔ بعد میں موقعہ ملتے ہی مجھ سے انتقام لے گا۔ میں نے پھر اسے ذہنی اذیت پہنچائی وہ فرش پر تڑپنے لگا۔ میں نے کہا: "تم جب بھی دشمن بن کر سوچو گے، تمہاری یہی حالت ہوگی۔"

"میں۔۔۔ میں دشمن بن کر نہیں سوچ رہا ہوں۔ تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تو دوست بن کر۔۔۔"

اس کی بکواس ادھوری رہ گئی۔ میرے ایک ذہنی جھٹکے سے وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا: "میں کسی کی زبان پر بھروسہ کر کے اسے دوست نہیں مانتا۔ میں تمہارے دماغ کے چور گوشوں میں موجود ہوں۔ یاد رکھو جب تک تم آزادی سے چلتے پھرتے رہو گے، میں ہر لمحہ تمہارے دماغ میں رہ کر تمہاری بدمعاشیوں کا حساب چکاتا رہوں گا۔ اور جب میں موجود نہیں رہوں گا تو ٹرنگورا۔ را تمہارے ہاتھ پاؤں باندھ کر تمہارے سر پر مسلط رہا کرے گا۔ اب جاؤ۔ سرجری کے سارے انتظامات کرو۔ اس کے بعد میں تمہیں سونے اور آرام کرنے کا موقع دوں گا۔"

وہ جانے لگا۔ میں نے کہا: "ایسے نہیں۔ پہلے آدمی کی طرح حلیہ بناؤ۔ اچھا سا لباس پہنو۔ مسکرا کر باتیں کرتے رہو۔ یہاں سے جانے اور واپس آنے تک ہشاش بشاش رہو۔ یہ نہ بھولنا کہ کسی وقت بھی تمہاری کھوپڑی میں زلزلہ پیدا ہو سکتا ہے۔"

اور وہ بلا چون و چرا میرے احکامات کی تعمیل کرنے لگا۔ آدھ گھنٹہ بعد وہ ایک فلمسٹار کی طرح ٹرنگورا۔ را کے ساتھ چلا گیا۔ ڈاکٹر ہوما گاچی بڑا ہی خبطی اور بدمزاج تھا۔ اس پر ایک لمحہ کے لیے بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے میں ہر لمحہ اس کے دماغ سے چپکا رہا۔ ٹرنگورا۔ را اس کی کار چلاتا رہا اور وہ ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا سرجری کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اگر کسی حادثہ میں کسی کا چہرہ بگڑ جاتا ہے اور چہرے کی ہڈیوں کو نقصان پہنچتے تو ہڈیوں کی مرمت میں اور ایک نئے چہرے کی تخلیق میں پورا سال گزر جاتا ہے۔ فریاد کا کیس مختلف ہے۔ اس کے چہرے کی صرف جلد میں تبدیلیاں لانی ہوں گی۔ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ دو ہفتے لگیں گے اور دو ماہ کے اندر چہرے کی پلاسٹر پٹیاں کھول دی جائیں گی۔ دو ماہ کے دوران مجھے کبھی نہ کبھی اتنا موقعہ ضرور ملے گا کہ میں انٹیلی جنس والوں کو اطلاع دے سکوں۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی میں نے اس کا سر کار کے ڈیش بورڈ سے ٹکرا دیا۔ وہ حواس باختہ ہو کر بولا: "نن۔ نہیں۔ میں کسی کو اطلاع نہیں دوں گا۔ ایسا میں نے عادت سے مجبور ہو کر سوچا تھا۔ رفتہ رفتہ غلط انداز میں سوچنے کی عادت ختم ہو جائے گی۔"

"رفتہ رفتہ تمہیں ذہنی جھٹکے ملتے رہیں گے تو جلد ہی سیدھے ہو جاؤ گے۔"

وہ اپنا سر سہلاتا رہا۔ چالیس منٹ کے بعد وہ ژنگورا رائے کے ساتھ اپنے ایک پرائیویٹ ہسپتال میں پہنچا۔ میں نے ژنگورا رائے کی زبان سے کہا: "رات کو میری صورت دیکھ کر ہسپتال والے سہم جائیں گے۔ میں یہاں کار میں بیٹھا رہوں گا۔ میرا آقا تمہارے ساتھ رہے گا ڈاکٹر! اب جاؤ۔"

ڈاکٹر ہوما گاچی ہسپتال میں داخل ہوا۔ رات کی ڈیوٹی انجام دینے والا اسٹاف اسے دیکھ کر سلام کرنے لگا۔ اس نے ایک خاص اسسٹنٹ کو بلا کر سرجری کے سامان اور دواؤں کی فہرست بتائی۔ پھر حکم دیا کہ وہ تمام چیزیں باہر کھڑی ہوئی کار کی ڈگی میں رکھ دی جائیں۔ پھر اس نے ایک مریضہ کو دیکھا، جس کے چہرے کے کئی پلاسٹر کھول دیئے گئے تھے۔ دو مرے دن باقی پلاسٹر کھلنے والے تھے۔ اس نے چہرے کا معائنہ کرتے ہوئے کہا: "میں ہنگاک سے باہر جانے والا ہوں۔ شاید کل نہ آسکوں۔ ڈاکٹر شیفرڈ تم اس چہرے کی باقی پٹیاں کھول دینا۔"

وہ ہدایات دے کر مریضہ کے کمرے سے باہر آیا۔ اس کے ذہن کے چور گوشہ میں یہ بات تھی کہ ہسپتال کا اسٹاف کسی طرح اس کی مجبوریوں کو سمجھ لے اور میرے تسکین سے کوئی اسے رہائی دلا دے۔ اس نے سوچ کے ذریعہ کہا: "مسٹر فرہاد! میں ٹائٹ میں جانا چاہتا ہوں، ایسی جگہ آپ کو میرے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔"

"کیوں نہیں رہنا چاہیے ہے؟"

"بھئی یہ شرم کی بات ہے۔ ٹائٹ میں آدمی اکیلا ہی جاتا ہے۔"

"تمہارے جیسے بے شرم اپنی خواب گاہ میں عورتوں سے نہیں شرماتے، مجھ سے ٹائٹ میں کیوں شرماؤ گے۔"

اسے مجبوراً ٹائٹ میں جانا پڑا۔ اس نے واپس آکر اپنے سیکرٹری کو فون کیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کہ فرہاد جاپانی زبان جانتا ہے کوئی اشارے بازی نہیں چلے گی۔ اس نے سیکرٹری سے کہا: "میری کچھ مصروفیات ایسی ہیں کہ میں دو ماہ تک غیر حاضر رہوں گا۔ اپنے پرائیویٹ بنگلے کے ٹیلیفون کا کنکشن کاٹ رہا ہوں لہٰذا تم بھی مجھ سے رابطہ نہ کھنا۔"

سیکرٹری نے پوچھا: "اگر مادام نے کچھ پوچھا تو؟"

"تو کہہ دینا کہ میں ہنگاک سے باہر گیا ہوں۔ اور کسی دن اس سے فون پر بات کروں گا۔ تمہاری ڈائری میں جتنے لوگوں سے اپائنٹمنٹ

ہیں، انہیں دو ماہ کے لیے ملتوی کر دو۔ ویٹس آل۔"

سیکرٹری کو ساری باتیں سمجھانے کے بعد وہ ہسپتال سے باہر آیا۔ اپنے خاص ماتحت ڈاکٹر سے رخصتی مصافحہ کر کے کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس بدمزاج ڈاکٹر کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔ اسے ذرا بھی ڈھیل دیتا تو میرے خلاف قانون کی پناہ میں پہنچ جاتا۔ اس لیے میں ایک گھنٹہ بعد بھی اس سے غافل نہیں رہا۔ چالیس منٹ بعد وہ اور ژنگورا رائے پاس پہنچ گئے۔ میں نے کہا: "ڈاکٹر! یہ مرحلے ہو گیا۔ اب تباؤ کہ بنگلہ میں دو ماہ کا راشن موجود ہے؟"

اس نے جواب دیا: "نہیں۔ کبھی کبھی راشن اور دواؤں کے بنگلے سے باہر جانا ہوگا۔"

میں نے کہا: "کوئی ضروری نہیں ہے۔ دوائیں لا کر فریج میں رکھی جا سکتی ہیں۔ راشن بھی اسٹاک کیا جا سکتا ہے۔ کھانے کی چیزیں منگوا لی جاتی ہیں وہ خریدی نہ جائیں۔ اس وقت ڈے اینڈ نائٹ شاپنگ سینٹر سے ضرورت کی تمام چیزیں خریدی جا سکتی ہیں۔ جانے یہ مرحلہ بھی طے کر کے آجاؤ۔"

وہ پھر چلے گئے۔ میں نے سامی کو سہلاتے ہوئے کہا: "میری جان! تم آرام سے سو جاؤ۔ جب میں سونے جاؤں گا تو تمہارے پہرہ دیتی رہوں گی۔ ٹھیک ہے نا؟"

وہ ڈاکٹر کے بستر پر جا کر بیٹھ گئی۔ میں ڈاکٹر کے دماغ میں گھس گیا۔ اب وہ میرے خلاف سوچنے سے پرہیز کر رہا تھا۔ کوئی سازشی سوچ پیدا ہوتی تو اسے فوراً ہی دماغ سے جھٹک دیتا تھا۔ میں اسے نہیں چھیڑ رہا۔ اسے خود ہی اپنی مخالفانہ سوچ سے روکنے کے لیے چھوڑ دیا۔ دکانوں میں خریداری کے دوران اس نے سوچا: "ایک بار فرہاد نے مجھے مخاطب نہیں کیا ہے۔ کیا وہ سو رہا ہے؟"

اس نے سوچ کے ذریعے آواز دی۔ مجھے پکارا۔ میں خاموش رہا۔ تب اس کے اندر سازشی تحریک پیدا ہوئی۔ اس نے دکان سے انجکشن کرنے والی دوا خریدی جو جسم میں پہنچ کر آہستہ آہستہ زہر کی طرح پھیلتی تھی، اور دماغی طور پر ناکارہ بنا دیتی تھی۔ اس نے دوا خرید کر دوسری دواؤں کے ساتھ رکھ لی۔ جب وہ ژنگورا رائے کا ساتھ راشن اور دوائیں لے کر واپس آیا تو میں نے کہا: "ڈاکٹر! سلوپوزن والی دوا نکال کر ژنگورا رائے کو دے دو۔"

وہ ایک دم سے گھبرا گیا۔ جلدی سے وہ دوا نکال کر بولا: "مم... مجھے معاف کر دو۔ میں دراصل..."

میں نے اس کے دماغ کو کنٹرول میں لیا تو وہ باتیں بھول گیا۔ سامنے والی دیوار سے جا کر سر کو ٹکرا دیا۔ پھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ درد کی شدت سے کراہنے لگا۔ میں نے ایک دماغی جھٹکا دیا۔

چیخنے لگا۔ معافی مانگنے اور قسمیں کھانے لگا کہ آئندہ وہ کبھی میری مخالفت میں نہیں سوچے گا۔

ژنگورا رائے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا: "میرا آقا دماغوں کی دنیا کا بادشاہ ہے۔ اس کے قہر سے ڈرو۔ توبہ کرو۔ قسمیں کھاؤ۔ دوسری غلطی نہ کرو۔ دوسری غلطی کے بعد زندہ رہنے کی غلطی نہیں کر سکو گے۔"

میں نے کہا: "ڈاکٹر! جہاں کھڑے ہو وہیں فرش پر لیٹ جاؤ۔ میں تمہیں پانچ گھنٹے تک سونے کی اجازت دوں گا۔ اس کے بعد میں چار گھنٹے کی نیند حاصل کروں گا۔ یعنی نو گھنٹے کے بعد تم جاگو تو سرجری کا پہلا عمل شروع کر سکتے ہو۔"

وہ سہما ہوا تھا، فوراً ہی فرش پر لیٹ گیا۔ ذہنی جھٹکے کھانے کے باعث اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ میں نے اسے ٹرانس میں لے کر گہری نیند سلا دیا۔ ژنگورا رائے بھی میرے حکم کے مطابق دوسرے کمرے میں سونے چلا گیا۔ سامی بھی سو رہی تھی۔ تب روحانی نے کہا: "فرہاد! میں نے کئی بار تمہیں مخاطب کرنا چاہا۔ پھر یہ دیکھ کر چپ رہی کہ اس بد دماغ ڈاکٹر کی نگرانی کر رہے ہو۔ مجھے مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے، اپنا حال سناؤ۔"

"ابھی تک خیریت ہے۔ پتاجی اور دستی میرے پاس پہنچ گئے ہیں۔ بری طرح ہمت میری وجہ سے بہت پریشان ہے۔ اس کی سرحدوں پر بڑی طاقتیں مورچہ بنا رہی ہیں۔ بڑے ممالک کے نمائندے کل صبح دس بجے فرداً فرداً مجھ سے ملاقات کریں گے۔ میں پہلے سے بتا دوں۔ ہر ایک کی خواہش یہ ہوگی کہ میں ان کے ملک میں پناہ لوں۔"

"تم کہاں رہنا چاہتی ہو؟"

"مستقل رہائش کے لیے میں اپنے دیس کو پسند کرتی ہوں۔"

میں نے کہا: "ماسک مین بھی یہی چاہے گا کہ تم ہندوستان میں رہو۔ مگر پرمانٹر نہیں حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانے گا۔"

"فرہاد! تم کیا مشورہ دیتے ہو؟"

"تمہیں اپنے ہی دیس میں رہنا چاہیے۔ اب میں بھی پاکستان واپس جاؤں گا۔"

"تم ہندوستان آجاؤ۔ اب تمہیں کوئی نہیں پہچانے گا۔ ہم وہاں اجنبی کی حیثیت سے ملیں گے۔ لوگوں کی دانست میں رفتہ رفتہ دوستی گہری کریں گے۔ کوئی تم پر شبہ نہیں کرے گا۔"

"روحی! تقدیر کو منظور ہوگا تو ضرور تمہارے پاس آؤں گا۔ فی الحال میں ماضی کے تمام رشتے توڑ کر دشمنوں کو بھول کر اور نئی دوستی کے جذبوں سے توبہ کر کے اپنے وطن میں کچھ عرصہ گزارنا چاہتا ہوں۔"

"اپنے وطن سے بھی پیار کرتے ہیں۔ میں تمہیں وہاں جانے سے نہیں روکوں گی۔ لیکن اپنی آنکھوں سے جب مجھے نجات مل جائے گی۔ تو تمہیں اپنے پاس ضرور بلاؤں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "پہلے سے منصوبہ نہ بناؤ۔ نئی مملکت کے منصوبہ کی طرح ناکامی ہو سکتی ہے۔"

"فرہاد! میرا تمہارا خواب ضرور پورا ہوگا۔ میں ایک دن نئی مملکت ضرور قائم کروں گی۔"

"ہاں۔ تم کر سکتی ہو۔ مگر میں کہہ چکا ہوں کہ پرانے دشمن میرے لیے مر چکے ہیں، اور میں نئے دشمن نہیں بناؤں گا۔ بس اب میں تنہا ہے رہ کر بقیہ پوری زندگی گزاروں۔ بہت رات ہو چکی ہے، اب سو جاؤ، باتیں پھر ہوتی رہیں گی۔"

میں نے پتاجی اور دستی کو تمہاری موت کے بارے میں بتایا ہے، وہ بہت دکھی ہیں۔ کل کے اخبارات میں بے فی شرلاک اور سونیا بھی تمہاری موت کی خبر پڑھیں گے۔ کسی کو یقین نہیں آ رہا ہوگا، میں یہی تاثر دے رہی ہوں کہ اب تم اس دنیا میں نہیں رہے۔"

"شکریہ روحی! میں بھی یہی چاہتا ہوں۔"

وہ سونے کے لیے چلی گئی۔ میں نے ڈاکٹر ہوما گاچی کی طرف دیکھا وہ فرش پر گہری نیند سو رہا تھا۔ میری ہدایت کے مطابق اس کا دماغ اسے پانچ گھنٹے بعد بیدار کرنے والا تھا۔ میں نے اس کی جیب سے چابیاں نکالیں۔ سب سے پہلے آئرن سیف کو کھول کر دیکھا۔ اندر ایک خانے میں نوٹوں کی گڈیاں تھیں۔ دوسرے خانہ میں چوری چھپے کی بندھی ہوئی تھیں۔ انہیں کھول کر دیکھا۔ ان میں بیش قیمت ہیرے جواہرات تھے۔ تیسرے خانہ میں بہت سارے ٹیوبس رکھے ہوئے تھے ان میں فیس کریم تھی، چہرے کی جلد کو ملائم رکھنے کے لیے اس کریم سے مساج کیا جاتا تھا۔ ایسی چیزیں ٹھنڈی جگہ پر رکھی جاتی ہیں۔ ٹیوبس پر بھی لکھا ہوا تھا۔ تجوری میں چھپا کر رکھنے کی کوئی خاص وجہ ہو سکتی تھی۔

ڈاکٹر ہوما گاچی کے خوابیدہ ذہن کو کریدنے سے معلوم ہوا کہ ہر ٹیوب میں کریم بھری ہوئی ہے اور کریم کے درمیان ننھے ننھے قیمتی ہیرے چھپا کر رکھے گئے تھے۔ وہاں بیس عدد ٹیوبس تھے اور وہ تمام ٹیوبس اپنی بیوی مادام سوبورا کے ذریعہ جاپان اسمگل کرنے والا تھا۔ میں نے تجوری بند کر دی۔ پھر ایک آہنی الماری کھولی۔ اس میں فائلیں...؟ خوبصورت دوشیزاؤں اور خوبرو مردوں کی بے شمار تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ کئی تصویروں کے خاکے بنے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر پلاسٹک سرجری سے پہلے ایسے ہی خاکے تیار کرتا تھا۔

میں ایک ایک فائل کھول کر تصویریں دیکھنے اور انکی پروفائل

پڑھنے لگا۔ ایک فائل میرے مطلب کا نکلا۔ اس میں ایک خوبرو پاکستانی جوان طارق محمود کی تصویر اور اس کی سرجری رپورٹ تھی۔ ٹرین کے ایک حادثے میں طارق محمود کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ طارق کی بیوی شہناز اسے ڈاکٹر ہوما گاچی کے پاس لائی تھی۔ شہناز اتنی حسین تھی کہ ڈاکٹر نے فوراً ہی وہ کیس لے لیا۔ بلکہ اسی بنگلہ میں پاکستانی میاں بیوی کو مہمان بنا کر ٹھہرایا۔ رپورٹ کے مطابق سرجری کے ذریعہ طارق محمود کے چہرے کی مرمت ہو گئی تھی۔ پھر دونوں میاں بیوی ہنسی خوشی پاکستان واپس چلے گئے۔

مجھے اس رپورٹ پر یقین نہیں آیا۔ کیونکہ اسی فائل میں شہناز کی تصویر تھی۔ اس کے حسن کو دیکھ کر یہ شبہ ہوتا تھا کہ ڈاکٹر ہوما گاچی جیسے ہوس پرست نے اس حسینہ کو فیس کے طور پر حاصل کیا ہو گا۔ میرے اندر تجسس پیدا ہوا کہ صحیح معلومات حاصل کروں۔ اگرچہ میں غیر ضروری خیال خوانی سے پرہیز کرتا رہتا تھا۔ تاہم اب کسی کسی طور پر خیال خوانی کرتا رہا تھا۔ یوں کہنا چاہیے کہ ایک عادت سی ہو گئی اور عادت سے آہستہ آہستہ ہی پیچھا چھڑایا جا سکتا ہے۔

میں نے سوچا۔ خیال خوانی میری ایک انمول صلاحیت ہے۔ مجھے اس طرح خیالات پڑھنے چاہئیں کہ کسی کو خیالات پڑھے جانے کا علم نہ ہو۔ میں چپ چاپ اپنے فائدے کے لیے معلومات حاصل کروں۔ پھر جس کے خیالات پڑھوں اسے نظر انداز کر دوں۔ میں نے شہناز کی تصویر دیکھی۔ اس کی کنول کٹورہ جیسی گہری سیاہ آنکھوں میں جھانکا اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس وقت پاکستان میں چار بجکر پانچ منٹ ہوتے تھے۔ صبح ہونے والی تھی۔ شہناز گہری نیند سو رہی تھی۔ صبح کے سہانے خواب دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں ڈاکٹر ہوما گاچی کا نام لیا۔ خواب کی اسکرین پر ڈاکٹر نظر آنے لگا۔ وہ شہناز کا ہاتھ تھام کر اسے آغوش میں لینا چاہتا تھا لیکن وہ کترا کر نکل گئی۔ کہنے لگی "میری مرضی کے بغیر میرا شوہر بھی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ تم کس کھیت کی مولی ہو۔"

وہ بولا "میں یہاں کا سب سے دولت مند ڈاکٹر ہوں۔ تمہاری ہر خواہش پوری کر سکتا ہوں۔"

اس نے تجوری کھول کر بیسیوں جواہرات دکھائے۔ شہناز کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ وہ بولی "ابھی طارق کے چہرے کو مرمت کرنے میں مہینوں لگیں گے۔ مجھے کچھ روز سوچنے کی مہلت دو۔ میرا ضمیر مجھے اجازت دے گا تو میں تمہاری آغوش میں آ جاؤں گی۔"

ڈاکٹر راضی ہو گیا۔ شہناز نے اس دن سے ادائیں دکھا دکھا کر ڈاکٹر کو للچا للچا کر نیم پاگل سا بنا دیا۔ جب وہ سرجری میں مصروف تھا۔ تب شہناز نے ایک اسیر دیزا ایجنٹ کے پاس جا کر پاکستان واپس جانے کے لیے ایک فلائٹ میں سیٹ ریزرو کرائی۔ دوسری صبح چار بجے روانگی تھی۔ اسی شام سے اس نے ڈاکٹر کو للچانا اور شراب پلانا شروع کیا۔ رات دس بجے تک وہ ڈاکٹر کے ساتھ کار میں گھومتی رہی۔ اگلی سیٹ پر میٹھی میٹھی باتیں کرتی رہی۔ ڈاکٹر اسے ایک بار چھونے کی خواہش کرتا تو وہ کہتی "ابھی صبر کرو۔ میں اپنے ضمیر کو سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

گیارہ بجے وہ بنگلے میں واپس آئے۔ طارق کی حالت بہت نازک تھی۔ مگر وہ دونوں خواب گاہ میں چلے گئے۔ ڈاکٹر نے نشہ کی گولی میں زبردستی شروع کی۔ مگر شہناز کی تیزی و طراری کے آگے ڈاکٹر ہوما گاچی بھیگی بلی بننے لگا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ غصہ میں اور زیادہ پیتا تھا۔ اور شراب کی خاصیت ہے کہ غصہ میں نشہ اور بڑھاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس پر نیم بے ہوشی کی حالت طاری ہو گئی۔ شہناز نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ پھر جیب سے چابیاں نکال کر تجوری صاف کر دی۔ ہیرے جواہرات کو میک اپ کے سامان میں چھپا کر رکھا۔ پھر تمام سامان کے ساتھ نوٹوں کی گڈیاں اپنی میں رکھ کر وہاں سے فرار ہو گئی۔

اس نے طارق کو چھوڑ دیا۔ میرے جواہرات نے میاں بیوی کے رشتے کو توڑ دیا۔ میں نے اس کی خوابیدہ سوچ سے پوچھا "طارق کہاں ہو گا؟ کس حال میں ہو گا؟"

اس کی سوچ نے کہا "پتہ نہیں کہاں مر گیا ہے۔ اسے اب تک واپس آ جانا چاہیے تھا۔ میں پہلے بھی اسے چھوڑ کر چلی جاتی تھی۔ وہ میرے پیچھے پیچھے دوڑا آتا تھا۔ میں یہی سوچ کر اسے چھوڑ آئی تھی کہ وہ میرا دیوانہ ہے۔ اپنے علاج کے بعد واپس آ جائے گا۔ دس بارہ گھنٹے چکے ہیں اب تک نہیں آیا۔ شاید علاج مکمل نہیں ہوا ہے۔"

میں نے طارق محمود کی تصویر دیکھی۔ اس کی آنکھوں میں جواب اس کی سوچ کو تلاش کیا مگر وہ اپنی تمام سوچوں کے ساتھ فنا ہو چکا تھا۔ میں نے ڈاکٹر ہوما گاچی کے خوابیدہ دماغ سے معلومات حاصل کیں۔ ڈاکٹر نے شہناز کو حاصل کرنے کی خاطر اسے بے تحاشا دولت دی تھی۔ اس وقت وہ دولت کی دھن میں اس کے علاج پر توجہ نہیں دی تھی۔ اس وقت وہ شہناز کو پکار رہا تھا۔ پینے کے لیے دو گھونٹ پانی مانگ رہا تھا۔ ڈاکٹر غصہ اور جھنجھلاہٹ میں اس کی گردن دبوچ لی۔ طارق پہلے زخموں سے چور تھا۔ بیمار تھا۔ کمزور تھا۔ اس نے زندہ رہنے کے کمزوری جدوجہد کی پھر ٹھنڈا پڑ گیا۔

ڈاکٹر بڑبڑاتا رہا۔ اس کا گلا گھونٹا یار" سور کے بچے، تو نے میری بیوی نے مجھے لوٹ لیا ہے۔ وہ چور کی اولاد بھاگ گئی کمینی

زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

بعد میں ڈاکٹر اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ وہ جنون کی حالت میں قاتل بن گیا تھا۔ تفتیش کرنے والے معلوم کر لیتے کہ گلا گھونٹ کر مارا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ پوری کی رپورٹ میں وہ میرے جواہرات کا ذکر نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سب اسمگل ہونے والا مال تھا۔ یوں بھی اس کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا تھا کہ وہ تھانے اور عدالت کے لیے کچھ وقت نکال سکتا۔ ایک تو پلاسٹک سرجری کا پیشہ تھا۔ دوسرے ماورائے سوبور کے ذریعہ ہیروں کی اسمگلنگ کا دھندا تھا۔ اس نے قانونی الجھنوں سے بچنے کے لیے مُردہ طارق کے چہرے سے پلاسٹک کی پٹیاں نوچ لیں۔ کار کے حلوتہ میں چہرہ ایسا بگڑ گیا تھا کہ وہ پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کی لاش کو کار کی ڈگی میں بند کیا۔ پھر فرد جرائم اسے پھینک آیا۔

میں جس بنگلہ میں پلاسٹک سرجری کے لیے آیا تھا وہاں دکھتی اور قتل کا بہت بڑا ڈرامہ کھیلا جا چکا تھا۔ میں نے مقتول طارق محمود کی تصویر کو دیکھا۔ اب مقتول کی شخصیت کو دوبارہ زندہ رکھنا میرا کام تھا۔ اس الماری میں طارق محمود کا پاسپورٹ، ڈائری اور دوسرے کاغذات رکھے ہوئے تھے جیسے میرے ہی لیے رکھے گئے ہوں۔ ڈاکٹر کو چاہیے تھا کہ وہ بحیثیت ایک قاتل ان تمام کاغذات کو ضائع کر دیتا۔ اپنے خلاف کوئی ثبوت نہ رکھتا۔ یہ تمام ثبوت سنبھال کر رکھنے کی یقیناً کوئی خاص وجہ ہو سکتی تھی۔

ڈاکٹر کے خوابیدہ ذہن نے مجھے بتایا کہ وہ کسی ایسے ضرورت مند شخص کی تلاش میں ہے جو طارق محمود کی طرح قد آور ہو اور اردو انگریزی بولنا جانتا ہو۔ وہ ایسے شخص کو اعتماد میں لے کر اور بھاری معاوضہ دے کر اسے پلاسٹک سرجری کے ذریعہ طارق محمود بنائے گا۔ اسے پاکستان روانہ کرے گا۔ شہناز تقریباً بائیس لاکھ ڈالر کے ہیرے لے گئی تھی۔ پاکستانی کرنسی کے مطابق تقریباً ڈھائی کروڑ روپے بنتے تھے۔ ڈاکٹر نقلی طارق کے ذریعہ وہ تمام مال واپس حاصل کر سکتا تھا، اور شہناز کو قتل کرا سکتا تھا۔

ڈاکٹر ہوما گاچی اور شہناز کے ٹکراؤ سے مجھے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے والا فریاد اپنی ظاہری شخصیت کو ختم کر رہا تھا۔ دو ماہ بعد میں طارق محمود کہلاؤں گا اور اپنے وطن پاکستان کی مٹی کو چومنے جاؤں گا۔ ذرا یہ بھی دیکھوں کہ دنیا والے مجھے خرافات سے جینے دیتے ہیں یا نہیں؟

میں بستر کے سرہانے مریضوں کی طرح ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ میرے سامنے تقریباً بیس فٹ کی دوری پر مخالف سمت کی دیوار پر قدِ آدم آئینہ لگا دیا گیا تھا۔ اس آئینے میں میں خود کو لیٹتے ہوئے اور بیٹھتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ مگر اپنی صورت نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ ابھی میری کوئی صورت نہیں تھی۔ ابھی میری کوئی پہچان نہیں تھی کیونکہ ابھی میرا تمام چہرہ پلاسٹر کی پٹیوں میں چھپا ہوا تھا۔ صرف آنکھیں دیکھنے کے لئے آزاد تھیں۔

اگر ہم اپنے آپ پر غور کریں تو یہ انکشاف ہو گا کہ اکثر ہمارے پاس اپنا چہرہ اور اپنی پہچان نہیں ہوتی۔ ہم دوسروں کی طرح بالوں کا اسٹائل بدلتے ہیں جہاں ہماری فطرت ہمیں مسکرانے کو کہتی ہے وہاں ہم رعب طاری کرنے والی سنجیدگی اختیار کرتے ہیں۔ ہم جو اندر سے ہیں، وہ باہر چہرے سے ظاہر نہیں کرتے تو پھر وہ چہرہ ہمارا کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ بناوٹی چہرہ ایک بہروپ ہوتا ہے اور ہم سب دانستہ یا نادانستہ بہروپے بن کر زندگی گزارتے ہیں۔

میں نے چہرے کی پٹیوں پر ہاتھ رکھا۔ اتنا معلوم تھا کہ ان پٹیوں کے پیچھے فرہاد علی تیمور کا پیدائشی چہرہ نہیں رہا تھا۔ اب وہاں سے طارق محمود کا چہرہ طلوع ہونے والا تھا۔ تقریباً چھ ہفتے گزر گئے تھے۔ میں، ڈاکٹر ہوما گاچی، سامی اور میرا خود ساختہ غلام ژنگورا۔ را چھ ہفتے سے سب کے سب اس بنگلے کی چار دیواری میں محدود ہو گئے تھے۔ دن کو بند کھڑکیوں اور دروازوں پر پردے پڑے رہتے تھے۔ رات کو کسی کمرے میں بتی نہیں جلائی جاتی تھی۔ البتہ تاریکی میں..... کھڑکیاں کھول دی جاتی تھیں۔ ڈاکٹر نے ایک آدھ بار باہر چہل قدمی کی اجازت مانگی۔ مگر ہم نے اسے کھڑکی سے باہر جھانکنے کا بھی موقع نہیں دیا۔

ڈاکٹر اب بید کی طرح سیدھا ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس دوران اس کی کئی سازشیں ناکام ہوئی تھیں اور وہ تاقابلِ بیان ذہنی اذیتوں سے گزرنے کی سزائیں پا چکا تھا۔ ایک تو میری ٹیلی پیتھی نے اسے بے بس کر رکھا تھا۔ دوسرے ژنگورا۔ را کو دیکھ کر وہ خوف سے لرزنے لگتا تھا۔ تیسری سامی ایک عجوبہ تھی۔ ڈاکٹر کے تیور بدلتے تو وہ غرانے لگتی۔ ایک بار اس نے اچھل کر اس کے منہ پر پنجہ بھی مارا تھا۔ تب سے ڈاکٹر سمجھ گیا تھا کہ وہ ایسی پُراسرار ہستیوں کے درمیان پھنسا ہوا ہے۔ جنہیں انسانی عقل نہیں سمجھ سکتی۔

اس جنگلہ کے اندر ہماری ایک محدود دنیا تھی۔ اس سے باہر ساری دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ اس کی ہمیں پروا نہیں تھی۔ ڈاکٹر ہوما گاچی ژنگورا۔ را اور سامی کا رشتہ باہری دنیا سے ٹوٹ گیا تھا۔ صرف رس رہتی سے میرا رابطہ کبھی کبھی قائم ہو جاتا تھا۔ ان چھ ہفتوں کے دوران جو کچھ ہوتا رہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رس فتی کو حاصل کرنے کے لئے مالک مین

اور سپر ماسٹر کے درمیان ٹھن گئی تھی۔

میری روپوشی کی دوسری صبح اخبارات نے میری موت کی خبر شائع کی تھی۔ ہفتہ یا دس دنوں تک اخبارات میں میرے زندہ اور مُردہ رہنے کی بحثیں جاری رہیں۔ پھر رفتہ رفتہ میرا ذکر ختم ہونے لگا۔ بڑے ممالک کے درمیان رس ونتی تنازعہ کا باعث بن گئی تھی اگرچہ وہ اعلان کر چکی تھی کہ ہندوستان میں رہائش اختیار کرے گی لیکن اس دیس میں ماسک مین کا بول بالا تھا اور سپر ماسٹر کو وہاں رس ونتی کی رہائش منظور نہیں تھی۔

صورتِ حال یہ تھی کہ ایک ملک رس ونتی کو ہندوستان پہنچانا چاہتا تھا۔ دوسرا ملک اسے روکنا چاہتا تھا۔ رس ونتی خود بھی جا سکتی تھی۔ مگر کالی بلاؤں نے اسے گھیر رکھا تھا۔ وہ بلائیں کون رات سوتے جاگتے اس کے ساتھ موجود رہتی تھیں۔ ہر چھ گھنٹے کے بعد ان کی ڈیوٹی بدلتی تھی اور کوئی دوسری بلا رس ونتی کے پاس پہنچ جاتی تھی۔ رس ونتی باتھ روم وغیرہ میں تنہائی چاہتی تو کوئی عورت اپنے سینے سے وہی بم باندھے باتھ روم کے دروازے پر کھڑی ہو جاتی تھی۔

میں نہیں جانتا تھا کہ اپنے تاجی اور بہن کی سلامتی کے لئے رس ونتی ایک دن اسی طرح بے بسی سے قید ہو کر رہ جائے گی۔ میں اور رس ونتی ٹیلی پیتھی سے انہیں دہشت زدہ کر سکتے تھے، جو موت سے ڈرتے ہیں۔ مگر وہ کالی بلائیں خود ہی موت کو اپنے سینے سے لگائے پھرتی تھیں۔ انہیں نقصان پہنچانے کا مطلب یہ ہوتا کہ رس ونتی بھی ان کے ساتھ بم کے پھٹنے سے فنا ہو جاتی۔

میرا خیال تھا کہ ان کالی بلاؤں کی پشت پر سپر ماسٹر ہے۔ بڑی طاقتوں میں وہی ایک ایسا تھا جس کے دماغ تک میں نہیں پہنچ سکا تھا۔ ویسے کالی بلاؤں کے مطالبات سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سپر ماسٹر کی حمایت میں ہیں۔ ان کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ رس ونتی کسی بھی ایسے ملک میں نہ رہے جہاں ماسک مین کا اثر ہے۔ دوسرا مطالبہ تھا کہ رس ونتی امریکہ، انگلینڈ، فرانس، آسٹریلیا اور جاپان میں سے کسی ایک ملک میں رہے۔ یہ مطالبہ پورا ہوتے ہی کالی بلائیں اس کا پیچھا چھوڑ دیں گی۔

میں نے رس ونتی کو مشورہ دیا کہ وہ کالی بلاؤں کا مطالبہ مان لے۔ اس طرح ان سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔ دوسرے کسی ملک میں بھی اس کی کڑی نگرانی کی جائے گی لیکن کالی بلاؤں کی طرح کوئی سایہ بن کر نہیں رہے گا کبھی وہ اپنی رہائش گاہ سے باہر جائے گی تو سرکاری باڈی گارڈز ہوں گے اور سیکرٹ ایجنٹ دُور بھی دُور سے اس کی نگرانی کو رہیں گے۔

رس ونتی نے کہا "اگر میں ان کے مطالبات تسلیم کر دوں تو... ماسک مین کی پوری تنظیم اور اس کے حمایتی ممالک رکاوٹ بن جائیں گے۔"

"ہاں۔ یہ تو ہو گا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ تم اعلانیہ مطالبات تسلیم نہ کرو۔ کسی کالی بلا سے کہو کہ وہ چپ چاپ کہیں، تمہارے تاجی کو اور دستی کو اغوا کر کے لندن پہنچا دیں۔ اس وقت تک تم یہی دیں رہو کہ تم اپنے خاندان کے ساتھ اپنے ہی دیس میں رہنا پسند کرتی ہو۔"

رس ونتی نے یہی کیا۔ کالی بلائیں خوش ہو گئیں۔ انہوں نے یقین دلایا کہ وہ جلد ہی اسے اور اس کے رشتے داروں کو لندن پہنچا دیں گی۔ مگر یہ اتنا آسان نہ تھا۔ ماسک مین کے سیکرٹ ایجنٹ بھی کالی بلاؤں سے دُور رہ کر رس ونتی کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ آخر یہ طے ہوا کہ رس ونتی روزانہ وقت بدل بدل کر تفریح کے لئے باہر جایا کرے گی۔ مریم بھی ساتھ جایا کریں گی اور ایک بڑی سی کار میں کالی بلائیں بھی اُن کے ساتھ رہیں گی اور یہ محسوس نہ ہونے دیں گی کہ رس ونتی کے اندازِ حرکت پر دور کے لوگ نگرانی کر رہے ہیں۔ ان کے طریقۂ کار کو سمجھنے کے بعد اغوا کے منصوبے پر عمل کیا جائے گا۔

یہ تو اضافی خوشی اخذ ہونے والی باتیں تھیں۔ رس ونتی کا مطالبہ مان لیا گیا تھا کہ بے بی اور شرلاک کے خاندان کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ دوسری طرف سپر ماسٹر سونیا پر مہربان تھا۔ شاید اس لئے کہ وہ میری لاش کو اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر میری موت کا یقین نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں کچھ عرصے کے لئے روپوش ہو گیا ہوں۔ اس سے پہلے جو سپر ماسٹر تھا، اس کے دور میں بھی میری موت کے ثبوت فراہم کئے گئے تھے۔ اس سپر ماسٹر نے مجھے مردہ سمجھ کر سونیا سے دشمنی کی تھی اور ایٹمی دھماکے کا ناقابلِ برداشت نقصان اٹھایا تھا۔ سپر ماسٹر کے عہدہ سے خارج کر دیا گیا تھا۔ موجودہ سپر ماسٹر ایسی حماقت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے سونیا کے ساتھ مہربانی سے پیش آ رہا تھا۔

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ فراڈ کی پہلے والی ظاہری شخصیت ختم ہو چکی ہے۔ میں ماضی سے رشتہ توڑ چکا ہوں۔ ابھی ماضی کے رشتوں کے متعلق جو بات کہہ چکا ہوں تو یہ محض احتیاط پر مبنی تھی۔ سونیا وغیرہ کا ذکر ایسے وقت آئے گا جب خدانخواستہ اُن پر کوئی آفت آئے گی۔ دوسری صورت میں میں ایک گمنام مسافر کی طرح زندگی کے راستے پر چلتا رہوں گا۔ اس نئے راستے پر میرے دو ہم سفر ہیں۔ ایک دوسرا ژنگورا۔ را۔ پتہ نہیں فقیر ان دونوں کو کب تک میرا ساتھی بنائے رکھے گی۔

ٹھیک چھ ہفتے بعد ڈاکٹر ہوما گاچی نے میرے چہرے پر آہستہ آہستہ پلاسٹر کو ادھیڑتے ہوئے کہا "مسٹر فراڈ! آپ نے جو وعدہ کیا ہے، اسے پورا کریں گے؟"

"میں اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گا۔ شہناز تمہارے کھیت کے ہیرے جواہرات لے گئی ہے۔ میں وہ سارا مال اس سے چھین کر اور اس مال کے ساتھ شہناز کو بھی تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔"

"تھینک یو۔ آپ واقعی زبان کے سچے ہیں۔"

تھوڑی دیر میں میرا چہرہ پٹیوں سے آزاد ہو گیا۔ سامی اور ژنگورا را ایک ٹک مجھے دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر کسی لوشن سے میرے چہرے پر ساج کر رہا تھا۔ چند منٹ کے بعد میرے چہرے کو تولیے سے اچھی طرح پونچھنے کے بعد بولا "اب آئینہ دیکھئے۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر آئینے کے سامنے پہنچ گیا۔ آئینے میں میرے روبرو طارق محمود کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اپنے چہرے کو جگہ جگہ سے چھو کر دیکھا۔ چہرے کی جلد جیسے قدرتی تھی۔ پلاسٹک سرجری کا کمال تھا۔ اب مجھے تلاش کرنے والے اینٹی میک اپ کیمرے کی آنکھ سے بھی دیکھتے تو انہیں فراڈ کہیں نظر نہ آتا۔ فرہاد میرے راز میں چھپا ہوا تھا۔ دنیا کی کوئی بھی ایکسرے مشین مجھے اب باہر سے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

میں نے آئینے کی طرف سے پلٹ کر کہا "ڈاکٹر! تم واقعی باکمال آرٹسٹ ہو مگر تمہیں ایک کام اور کرنا ہو گا۔"

وہ عاجزی سے بولا "ضرور کروں گا۔ میں تو حکم کا بندہ ہوں۔"

میں نے کہا "پاکستان جا کر شہناز سمیت تمام مال واپس لانا مجھ اکیلے کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ ژنگورا۔ را بھی ساتھ جائے گا۔ لہٰذا اس کے چہرے کو بھی تھوڑا بدل دو۔ یہ نیگرو ہے۔ نیگرو ہی رہے گا مگر میں چاہتا ہوں کہ یہ دنیا کا سب سے خوبصورت نیگرو دکھائی دے۔"

ڈاکٹر نے پریشان ہو کر کہا "اس کے لئے پھر ایک ڈیڑھ ماہ درکار ہو جائے گا۔ اس کے چہرے کو بدلنا کیا ضروری ہے؟"

"بہت ضروری ہے۔ یہ اپنے پرانے آقاؤں کو چھوڑ کر میرے پاس آیا ہے۔ یہ اپنی موجودہ شکل میں میرے ساتھ رہے گا تو دشمن مجھ پر شبہ کریں گے۔"

ڈاکٹر نے کہا "مسٹر فراڈ! میں اس بنگلے میں قیدی کی حیثیت سے بیزار ہو گیا ہوں۔ کچھ روز اور قید رہا تو مر جاؤں گا۔"

"میں تمہیں اتنی جلدی مرنے نہیں دوں گا۔ آج سے تم میرے ساتھ باہر تفریح کے لئے جایا کرو گے۔ چلو اب ژنگورا۔ را کے چہرے کے لئے خاطر خواہ میک اپ کا ڈرائنگ بناؤ۔ تم جانتے ہو کہ میں بحث پسند نہیں کرتا۔"

میں سامی کو گود میں لے کر پیار کرنے لگا۔ ڈاکٹر ہوما گاچی جو اشارہ ایک بار پھر پلاسٹک سرجری کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ میں ہفتے دو ہفتے کے مطابق رات کے وقت ڈاکٹر کو ساتھ لے کر باہر جانے لگا۔ سامی بھی ساتھ رہتی تھی۔ ژنگورا۔ را بنگلے میں رہتا تھا کیونکہ اس کے چہرے پر پلاسٹر کی پٹیاں چڑھی رہتی تھیں۔

دو ہفتے کے بعد رس ونتی نے اچانک مخاطب کیا "یہ کالی بلائیں یہاں سے لے جا رہی ہیں۔ فی الحال ہم محفوظ ہیں لیکن خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ تم نے کہا تھا کہ ضرورت کے وقت میرے دماغ میں پکارنا۔ اب آ جاؤ۔ میں پریشان ہوں۔"

مَیں نے رس ونتی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اپنے باپ، بہن اور مریم کے ساتھ تیز رفتار کار میں بیٹھی ایک میدان سے گزر رہی تھی۔ چاندنی رات میں دُور ایک طیارہ نظر آ رہا تھا۔ ایک کالی بلا کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ ان کی سوچ سے پتہ چلا کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ کہیں سے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے وارننگ دی جا رہی تھی۔ کہ رس ونتی کو طیارے کے پاس زندہ لایا جائے لیکن وہ کار طیارے سے پہلے پہنچ کر رُک گئی تھی۔ رس ونتی اپنے لوگوں کے ساتھ کار سے نکل کر طیارے کی سیڑھیوں پر چڑھتی ہوئی اندر جا رہی تھی۔

پھر طیارے کے سامنے دُور سے ایک گاڑی آتی دکھائی دی۔ اسے رُکنے کے لئے اچانک دو سمت سے کالی بلاؤں کی گاڑیاں نمودار ہوئیں اس کے ساتھ ہی فائرنگ کا تبادلہ شروع ہو گیا۔ طیارے کی سیڑھیاں ہٹا دی گئی تھیں۔ دروازے مقفل ہو گئے تھے اور طیارے کا انجن بیدار ہو گیا تھا دُور کاروں سے یوں فائرنگ ہو رہی تھی جیسے ٹینک ایک دوسرے پر آگ برسا رہے ہوں۔ پھر زوردار دھماکے ہوئے جیسے ہینڈ گرینیڈ استعمال کئے گئے ہوں۔ اتنی دیر میں طیارہ دوڑتا ہوا زمین کو چھوڑتا ہوا، جلتی ہوئی کاروں پر سے پرواز کرتا ہوا فضا میں بلند ہوتا چلا گیا تھا۔

رس ونتی، دستی، مریم اور تن سنگ اپنی اپنی سیٹ پر پریشان حال بیٹھے ہانپ رہے تھے۔ تن سنگ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "بڑھاپے میں یہ دن بھی دیکھنے تھے۔"

دستی بولی "جینے بھی دیں۔ آخر ہم کب تک دشمنوں میں گھرے رہیں گے۔ کیا ہمیں کہیں سر چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی۔"

رس ونتی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ پھر بڑے دکھ سے بولی۔ "یہ ساری مصیبتیں ٹیلی پیتھی کی وجہ سے ہیں۔ کاش میں ایک معمولی عورت ہوتی۔"

میں نے اس کے دماغ میں کہا "ہاں! میں بھی اکثر یہ سوچتا تھا کہ میں ایک معمولی آدمی ہوتا۔ اب یہ آرزو پوری ہو سکتی ہے۔ میں طارق محمود ہوں جو ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔"

وہ بولی "طارق محمود بن جانے سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیت نہ تو ختم ہو گی اور نہ ہی تم اس کے استعمال سے باز آ سکو گے۔ کوئی نہ کوئی ضرورت یا مجبوری تمہیں خیال خوانی پر اکسائے گی اور نئی مصیبتوں کو بلائے گی۔ ابھی مجھ سے بحث نہ کرنا۔ آنے والا وقت خود ہی نہیں سمجھائے گا۔"

"میں بحث نہیں کروں گا۔ یقیناً آنے والا وقت بتائے گا کہ اگر میں خیال خوانی کو صرف اپنے بچاؤ کے لئے اس طرح استعمال کروں کہ دوسروں کو ٹیلی پیتھی کا علم نہ ہو تو مجھے یقین ہے کہ میرا یہ علم میرے لئے باعثِ زحمت نہیں باعثِ رحمت رہے گا۔"

"فراڈ! پہلے تم نے ایک بات کہی تھی۔ میں اس سے متفق ہوں۔ یعنی یہ کہ اب تمہیں نئے رشتے اور نئے دوست نہیں بنانے چاہئیں۔ ورنہ آج میں اپنے رشتوں کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوں۔"

کل تم پر یہ مصیبت آسکتی ہے۔"

"اس کے لئے تو میں نے قسم کھائی ہے۔ اس دنیا میں میرا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہوگا۔ سامی بے زبان جانور ہے اور ٹرنگورا۔ را خود کو ایک غلام سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتا۔ لقد یہ کبھی ان سے مجھے یا مجھے ان سے جدا کرے گی۔ بزرگ ملنے بچھڑنے کا کھیل ہے۔ یہ کھیل ہنستے کھیلتے رہیں تو اچھا ہے۔"

"میں عورت ہوں، برسوں سے بچھڑنے کا کھیل کبھی نہیں کھیل سکوں گی۔ تم مرد ہو، سنگدل ہو۔ ایسا کرلو گے۔"

میں خاموش رہا۔ مجھے دستی کی آواز سنائی دی۔ وہ رس دستی سے کہہ رہی تھی۔ "دیدی! آپ نے کہا کہ فرہاد جی کا دیہانت (انتقال) ہو گیا ہے۔ مگر آپ کو چپ دیکھ کر لگتا ہے۔ جیسے ٹیلی پیتی کے ذریعے فرہاد جی کی آتما (روح) سے باتیں کر رہی ہیں۔ جانے بھی دیں۔ بے چارے بہت اچھے دیوتا سمان (جیسے) تھے۔"

میں نے رس دستی سے کہا۔ "مجھے اجازت دو۔ میں ڈاکٹر ہوما گاچی کے ساتھ باہر جا رہا ہوں۔"

وہ اپنی بہن دستی سے باتیں کرنے لگی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کمرے میں آیا جو ٹرنگورا۔ را کے لئے مخصوص تھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ڈاکٹر ہوما گاچی کو گھور رہا تھا۔ تمام چہرہ پٹیوں سے چھپا ہوا تھا۔ صرف آنکھیں گھومتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ ڈاکٹر کے پیچھے سامی الماری کے اوپر بیٹھی ہوئی تھی۔ بے چارہ ڈاکٹر دونوں کے درمیان دہشت زدہ زندگی گزار رہا تھا۔

مجھے دیکھتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا۔ "مسٹر فرہاد! آپ مجھے اپنی ہی نگرانی میں رکھا کریں۔ یہ ایک آگے سے ایک پیچھے سے۔ یہ دونوں ایسے گھورتے ہیں جیسے مجھ پر جھپٹنے والے ہوں۔"

میں نے تسلی دی۔ "گھبرائیں نہیں۔ دو ماہ سے یہ تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔ یہ میری اجازت کے بغیر تمہارے قریب نہیں آئیں گے۔ ہاں تم نے کوئی بدمعاشی کی تو یہ میری اجازت کے بغیر ہی تمہاری بوٹیاں نوچ لیں گے۔ آؤ۔ باہر گھوم کر آئیں۔"

"مسٹر فرہاد! میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ٹیلی پیتی کے ذریعے گہری نیند سلا دیتے ہیں۔ جب تک سوتا رہتا ہوں۔ ان خونخوار پہریداروں سے نجات مل جاتی ہے۔ مجھے پتہ نہیں چلتا کہ یہ میرے پاس موجود رہتے ہیں یا نہیں۔"

میں اس کے ساتھ باتیں کرتا ہوا اس کے بیڈروم میں آیا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ پندرہ دن کے اندر ٹرنگورا۔ را کی پٹیاں کھل جائیں گی۔ میں نے پوچھا۔ "ٹرنگورا۔ را کے پاسپورٹ کا مسئلہ کیسے حل ہوگا؟"

وہ بولا۔ "مجھے باہر جانے دیں۔ میں ایک دن میں پاسپورٹ بنوا دوں گا۔"

میں تمہارے ساتھ جاؤں تو کیا نقصان ہوگا؟"

"وہ آفیسر کسی اجنبی کی موجودگی میں یہ کام نہیں کرے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ پہلے ٹرنگورا۔ را کے نئے چہرے کی تصویر اتار جائے گی۔ پھر میں تمہیں اس آفیسر کے پاس جانے دوں گا۔ جسمانی پر میرا ساتھ ضروری نہیں ہے۔ میں تمہارے دماغ میں موجود رہوں گا۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے اُسے سُلا دیا۔ اس کے دماغ کو بیدار کر دی کہ وہ صبح سات بجے بیدار ہوگا۔ ٹرانس میں لا کر جو ہدایات دی ہیں ان کے مطابق معمول عمل کرتا ہے۔ صبح سات بجے تک ٹرنگورا۔ را آ جاتا تو وہ بیدار نہ ہوتا۔ میں نے اس کی تجوری سے نوٹوں کی گ نکال کر اپنے لباس کی مختلف جیبوں میں تقسیم کرلی۔ ٹرنگورا۔ را آ کر کہا۔ "میں باہر جا رہا ہوں۔ ڈاکٹر صبح سات بجے تک سوتا رہے گا۔ ویسے احتیاطاً تم اور سامی اس کے کمرے میں باری باری سوتے جاگتے رہنا۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لئے اٹھ گیا۔ مگر سامی میرے قدموں سے لپٹ گئی۔ میں نے اسے اٹھا کر چومتے ہوئے کہا۔ "میری جان! تقریباً زیادہ ڈیوٹی ضروری ہے۔ تمہیں ٹرنگورا۔ را کے ساتھ رہ کر ڈاکٹر نگرانی کرنا ہے۔ میں جلد ہی واپس آؤں گا۔"

میں نے اسے دوبارہ فرش پر چھوڑ دیا۔ وہ ڈاکٹر بیڈروم میں چلی گئی۔ میرے باہر نکلنے کے بعد ٹرنگورا۔ را نے دروازہ کو اندر سے بند کرلیا۔ ڈاکٹر کی کار گیراج میں بند تھی۔ اسے میرا ساتھ نہیں کرسکتا تھا۔ شہر میں بہت سے لوگ ڈاکٹر کی گاڑی کو پہچانتے تھے۔ میں پیدل چلتا ہوا سمندر کی ساحلی سڑک پر آگیا۔ رات سے پہلے کرائی ہے۔ اور ایک دن بڑھاپے کی گود میں جا کر کھانستی بج رہے تھے۔ آسمان پر پورا چاند اپنی بھری جوانی کی آب و تاب دکھا رہا تھا۔ وہاں پورے چاند کی رات میں ساحل پر میلہ سا لگتا تھا۔

چاندنی رات میں سمندر جوار بھاٹا کے جوش و خروش سے چٹگھاڑ رہا تھا۔ ساحل پر موسیقی گونج رہی تھی۔ کتنے ہی حسین جوڑے میرے آگے کے اونچے طبقے سے تعلق رکھنے والے مرد عورتیں، بیرونی ممالک سے آنے والے سیاح وہاں یادگار رات گزارتے تھے۔ سرکاری طور پر چھپے چل رہے تھے۔ سمندر کی آتی جاتی لہروں کا کھیل دیکھ رہے تھے تمام قمقمے، ہیڈ لائیٹس اور سرچ لائیٹس دفیرہ کا معقول ہر ملک کے لباس کی رنگینیاں جھلک رہی تھیں اور ہر قوم کی بولیاں سنائی رنگ برنگی گشتی گاڑیوں میں کھانے سجی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر ہوما نے مجھے بتایا تھا کہ آج ساحل پر کوئی بوڑھا یا بچہ نظر نہیں آئے گا۔ کیونکہ بچے جوانی کی خرمستیوں کو نہیں سمجھتے

سڑک کے کنارے کئی میل دور تک کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں سڑک کے کنارے چلتا رہا۔ کتنی ہی کاروں کے اندر سرگوشیاں سنائی دیں۔ سرگوشیوں میں کہیں کہیں دبی دبی ہنسی تھی

میں سڑک چھوڑ کر سمندر کی طرف بڑھ گیا۔ ساحل پر ہی کار کا دروازہ کھلا۔ پھر ایک مردانہ آواز نے ڈانٹ کر مجھے مخاطب کیا۔ "یو ناٹی سنس! ادھر آؤ۔ تم نے یہ حیل پنکچر کر دیا ہے۔"

میں رُک کر اس کی طرف پلٹ گیا۔ کار کے اندر سے ایک سنائی دی۔ "ڈیئر آجاؤ۔ دیکھ جھگڑا نہ کرنا۔"

مجھے لکانے والا دبلا پتلا نائٹے قد کا آدمی تھا اگر وہ شہ زور ہوتا، تب بھی میں جھگڑا نہ بڑھاتا۔ دنیا والوں کے سامنے ہیرو بننے کی خواہش بڑی مہنگی پڑتی ہے۔ میں نے عاجزی سے کہا۔ "پہلوان! غصہ تھوک دو۔"

وہ سر اٹھا کر میرے قد اور ڈیل ڈول کو دیکھ رہا تھا۔ اپنی مجبوبہ کے سامنے شیخی دکھاتے ہوئے اس نے مقابل کو دیکھے بغیر للکارا تھا۔ اب دھونس میں آگیا تھا۔ حالانکہ میں نے جواباً جھگڑنے والی بات نہیں کہی تھی۔ وہ پیچھے ہٹ کر ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا۔ "اچھا جاؤ۔ بھاگ جاؤ۔ خبردار ادھر مڑ کر آنا۔۔۔"

میں پلٹ کر چلنے لگا۔ وہ اپنی مجبوبہ کے پاس پہنچ کر بولا۔ "تمہارے کہنے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ نہیں تو اسے ایک ہی ہاتھ میں تالے دکھا دیتا۔"

اس کی مجبوبہ نے کہا۔ "تعجب ہے۔ ایسا پہاڑ جیسا آدمی اور بزدل! لعنت ہے ایسی بزدلی پر۔۔۔"

میں مسکرا کر رہ گیا۔ اب یہ پرانی بات ہو چکی ہے کہ لوگ شرافت کو بزدلی سمجھتے ہیں۔ مجھے اس کی مجوبہ سے دلیری کا تمغہ حاصل نہیں کرنا تھا اس لئے آگے بڑھتا رہا۔ آگے دُور تک یوں لگ رہا تھا جیسے خالق کائنات نے اس دنیا کو صرف جوانوں کے لئے بنایا تھا۔ یا پھر اس دنیا کے عیاش بڑھاپے کے تقدس اور بچوں کی معصومیت کو قتل کر کے وہاں اپنی جنت آباد کر رہا تھا۔ شہر میں بہت سے لوگ ڈاکٹر کی گاڑی کو پہچانتے تھے۔ جوانی کو یاد نہیں رہتا کہ وہ بچپن سے ہو کر آئی ہے۔ اور ایک دن بڑھاپے کی گود میں جا کر کھانستی

میں تمہارے ساتھ جاؤں تو کیا نقصان ہوگا؟"

"وہ آفیسر کسی اجنبی کی موجودگی میں یہ کام نہیں کرے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ پہلے ٹرنگورا۔ را کے نئے چہرے کی تصویر اتار جائے گی۔ پھر میں تمہیں اس آفیسر کے پاس جانے دوں گا۔ جسمانی پر میرا ساتھ ضروری نہیں ہے۔ میں تمہارے دماغ میں موجود رہوں گا۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے اُسے سُلا دیا۔ اس کے دماغ کو بیدار کر دی کہ وہ صبح سات بجے بیدار ہوگا۔ ٹرانس میں لا کر جو ہدایات دی ہیں ان کے مطابق معمول عمل کرتا ہے۔ صبح سات بجے تک ٹرنگورا۔ را آ جاتا تو وہ بیدار نہ ہوتا۔ میں نے اس کی تجوری سے نوٹوں کی گ نکال کر اپنے لباس کی مختلف جیبوں میں تقسیم کرلی۔ ٹرنگورا۔ را کے آ کر کہا۔ "میں باہر جا رہا ہوں۔ ڈاکٹر صبح سات بجے تک سوتا رہے گا۔ ویسے احتیاطاً تم اور سامی اس کے کمرے میں باری باری سوتے جاگتے رہنا۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لئے اٹھ گیا۔ مگر سامی میرے قدموں سے لپٹ گئی۔ میں نے اسے اٹھا کر چومتے ہوئے کہا۔ "میری جان! تقریباً زیادہ ڈیوٹی ضروری ہے۔ تمہیں ٹرنگورا۔ را کے ساتھ رہ کر ڈاکٹر نگرانی کرنا ہے۔ میں جلد ہی واپس آؤں گا۔"

میں نے اسے دوبارہ فرش پر چھوڑ دیا۔ وہ ڈاکٹر بیڈروم میں چلی گئی۔ میرے باہر نکلنے کے بعد ٹرنگورا۔ را نے دروازہ کو اندر سے بند کرلیا۔ ڈاکٹر کی کار گیراج میں بند تھی۔ اسے میرا ساتھ نہیں کرسکتا تھا۔ شہر میں بہت سے لوگ ڈاکٹر کی گاڑی کو پہچانتے تھے۔ میں پیدل چلتا ہوا سمندر کی ساحلی سڑک پر آگیا۔ رات سے پہلے کرائی ہے۔ اور ایک دن بڑھاپے کی گود میں جا کر کھانستی بج رہے تھے۔ آسمان پر پورا چاند اپنی بھری جوانی کی آب و تاب دکھا رہا تھا۔ وہاں پورے چاند کی رات میں ساحل پر میلہ سا لگتا تھا۔

چاندنی رات میں سمندر جوار بھاٹا کے جوش و خروش سے چٹگھاڑ رہا تھا۔ ساحل پر موسیقی گونج رہی تھی۔ کتنے ہی حسین جوڑے میرے آگے کے اونچے طبقے سے تعلق رکھنے والے مرد عورتیں، بیرونی ممالک سے آنے والے سیاح وہاں یادگار رات گزارتے تھے۔ سرکاری طور پر چھپے چل رہے تھے۔ سمندر کی آتی جاتی لہروں کا کھیل دیکھ رہے تھے تمام قمقمے، ہیڈ لائیٹس اور سرچ لائیٹس دفیرہ کا معقول ہر ملک کے لباس کی رنگینیاں جھلک رہی تھیں اور ہر قوم کی بولیاں سنائی رنگ برنگی گشتی گاڑیوں میں کھانے سجی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر ہوما نے مجھے بتایا تھا کہ آج ساحل پر کوئی بوڑھا یا بچہ نظر نہیں آئے گا۔ کیونکہ بچے جوانی کی خرمستیوں کو نہیں سمجھتے

سڑک کے کنارے کئی میل دور تک کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں سڑک کے کنارے چلتا رہا۔ کتنی ہی کاروں کے اندر سرگوشیاں سنائی دیں۔ سرگوشیوں میں کہیں کہیں دبی دبی ہنسی تھی

میں سڑک چھوڑ کر سمندر کی طرف بڑھ گیا۔ ساحل پر ہی کار کا دروازہ کھلا۔ پھر ایک مردانہ آواز نے ڈانٹ کر مجھے مخاطب کیا۔ "یو ناٹی سنس! ادھر آؤ۔ تم نے یہ حیل پنکچر کر دیا ہے۔"

میں رُک کر اس کی طرف پلٹ گیا۔ کار کے اندر سے ایک سنائی دی۔ "ڈیئر آجاؤ۔ دیکھ جھگڑا نہ کرنا۔"

مجھے لکانے والا دبلا پتلا نائٹے قد کا آدمی تھا اگر وہ شہ زور ہوتا، تب بھی میں جھگڑا نہ بڑھاتا۔ دنیا والوں کے سامنے ہیرو بننے کی خواہش بڑی مہنگی پڑتی ہے۔ میں نے عاجزی سے کہا۔ "پہلوان! غصہ تھوک دو۔"

وہ سر اٹھا کر میرے قد اور ڈیل ڈول کو دیکھ رہا تھا۔ اپنی مجوبہ کے سامنے شیخی دکھاتے ہوئے اس نے مقابل کو دیکھے بغیر للکارا تھا۔ اب دھونس میں آگیا تھا۔ حالانکہ میں نے جواباً جھگڑنے والی بات نہیں کہی تھی۔ وہ پیچھے ہٹ کر ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا۔ "اچھا جاؤ۔ بھاگ جاؤ۔ خبردار ادھر مڑ کر آنا۔۔۔"

میں پلٹ کر چلنے لگا۔ وہ اپنی مجوبہ کے پاس پہنچ کر بولا۔ "تمہارے کہنے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ نہیں تو اسے ایک ہی ہاتھ میں تالے دکھا دیتا۔"

اس کی مجوبہ نے کہا۔ "تعجب ہے۔ ایسا پہاڑ جیسا آدمی اور بزدل! لعنت ہے ایسی بزدلی پر۔۔۔"

میں مسکرا کر رہ گیا۔ اب یہ پرانی بات ہو چکی ہے کہ لوگ شرافت کو بزدلی سمجھتے ہیں۔ مجھے اس کی مجوبہ سے دلیری کا تمغہ حاصل نہیں کرنا تھا اس لئے آگے بڑھتا رہا۔ آگے دُور تک یوں لگ رہا تھا جیسے خالق کائنات نے اس دنیا کو صرف جوانوں کے لئے بنایا تھا۔ یا پھر اس دنیا کے عیاش بڑھاپے کے تقدس اور بچوں کی معصومیت کو قتل کر کے وہاں اپنی جنت آباد کر رہا تھا۔ شہر میں بہت سے لوگ ڈاکٹر کی گاڑی کو پہچانتے تھے۔ جوانی کو یاد نہیں رہتا کہ وہ بچپن سے ہو کر آئی ہے۔ اور ایک دن بڑھاپے کی گود میں جا کر کھانستی

کیا میری طرح تم بھی جوان نہیں ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں ہی جوان ہیں ۔۔۔ مگر تنہا ہیں۔"

وہ نشے میں لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے بولا۔ "اے خبردار! مجھے جوان مت بولو۔ یہ جوانی میرے لئے ایک کالی بن گئی ہے۔ اِدھر آؤ۔ میں تمہیں بتاؤں کہ جوانی نے میرے منہ پر کیسا جوتا مارا ہے۔"

وہ مجھے بازو سے تھام کر پھینکتا ہوا ایک طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "میں بہت دولت مند ہوں۔ بڑے بڑے ٹریکٹر اور ویگن کاریں امپورٹ کرتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں کہ میری بے انتہا دولت اور میری جوانی کا خزانہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ مگر ایک وقت آیا کہ میں اچانک ہی بوڑھا ہو گیا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیوں مذاق کرتے ہو۔ تم بوڑھے نہیں ہو۔ میری طرح جوان ہو۔"

"میں جوان نہیں ہوں۔ یہ جو جوانی تم دیکھ رہے ہو۔ یہ میں نے دولت سے خریدی ہے۔"

"تم بڑی عجیب اور دلچسپ باتیں کر رہے ہو۔"

"میں نشے میں نہیں ہوں، سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ تم کھو گے کہ میرے چہرے پر جھُریاں نہیں ہیں۔ میری کمر جھکی ہوئی نہیں ہے۔ میری صحت اچھی ہے اور جو صحت مند ہوتے ہیں وہ بوڑھے نہیں ہوتے مگر میں ستر سال کا بوڑھا ہوں۔"

میں نے اس کی سنجیدگی دیکھ کر اسے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اچھی خوراک ہو، نیند نکری ہو تو صحت اچھی رہتی ہے مگر نیند نہیں جھگتی۔ یہ دیکھو میں بالکل سیدھا کھڑا ہوں۔"

اُس نے سینہ تان کر اکڑتے ہوئے اپنی کمر کو سیدھا کیا مگر نشے نے اسے پیچھے کی طرف گرا دیا۔ میں نے اسے اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ وہ بولا۔ "دیکھ لیا نا۔ یہ بڑھاپا کیسے گرا دیتا ہے؟ مجھے نہ اٹھاؤ ٹھنڈی ریت پر بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں گا۔"

میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔ "میرے چہرے کو اور میرے بدن کو چھو کر دیکھو۔ تمہیں بڑھاپے کی ایک شکن نظر نہیں آئے گی۔ جانتے ہو کیوں؟ میں نے ساٹھ ہزار ڈالر خرچ کر کے پلاسٹک سرجری کرائی ہے۔"

اس بار میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس بار یقین آگیا کہ اس نے دولت کے ذریعے یہ نمائشی جوانی خریدی ہے۔ وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "جب میری جوانی ڈھلنے لگی چہرے سے بڑھاپا جھلکنے لگا۔ حسین لڑکیاں مجھے چچا میاں اور بڑے میاں کہنے لگیں تو میرے جی میں آیا کہ میں خودکشی کرلوں۔ مجھے گوارا نہ تھا کہ میں بوڑھا کہلاؤں اور جوانی کے حسین لمحات مجھ سے چھن جائیں۔ ہم اپنی موت پر رونے کے قابل نہیں رہتے۔

مگر جوانی کی موت پر تسلم بڑھاپا روتے گزرتا ہے۔ ہم آہیں بھر بھر کر جوانی کے دن یاد کرتے ہیں۔ مجھے یہ گوارا نہ تھا۔ میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے اور اپنے جسم سے بڑھاپے کے تمام آثار مٹا دیئے۔ اب لڑکیاں مجھے ینگ مین خوبرو نوجوان کہتی ہیں۔"

میں نے سر ہلا کر کہا۔ "ہاں۔ ہاں میں بھی تمہیں ینگ مین سمجھ رہا تھا مگر تم نے مجھ جیسے اجنبی کو اپنی مصنوعی جوانی کا یہ راز کیوں بتا دیا؟"

"اس لئے کہ یہاں جوانی کے میلے میں ایک تم ہی اکیلے نظر آئے ہیں کسی کے سامنے اپنے دل کا غبار نکالنا چاہتا تھا۔ مجھے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ تم میری بکواس سننے کے لئے اپنی جوانی کے قیمتی لمحات ضائع کر رہے ہو۔ کیا تم بالکل تنہا ہو؟"

میرے جواب دینے سے پہلے ایک دوشیزہ ہمارے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے باتوں کے دوران دھیان نہیں دیا تھا کہ وہ کدھر سے آئی ہے۔ اچانک سامنے دیکھ کر یوں لگا جیسے ہوا پری سمندر سے نکل کر سیدھی ہم سے ملنے آ گئی ہو۔ اسی لمحے میں نے آنکھ بند کر لی۔ کیونکہ اسی لمحے اُس نے پاؤں سے ڈھیر ساری ریت ہمارے منہ پر اچھال دی تھی۔ ینگ مین کے بڑبڑانے کی آواز سنائی دی۔ اس کی آنکھوں میں ریت پڑ گئی تھی میں نے آنکھ کھول کر دیکھا۔ دوشیزہ اُس بوڑھے ینگ مین کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا رہی تھی۔ دوسرے لمحے اس نے جوڈو کا داؤ استعمال کیا۔ بوڑھا دھڑ سے ریت پر جا گرا۔ اپنی کمر پکڑ کر کراہ رہا تھا۔

پھر اس نے بجلی کی پھرتی سے میرے منہ پر ٹھوکر ماری۔ شاید پہلی بار اس کا وار خالی گیا۔ وہ جھلا گئی تھی۔ میں نے سر جھکا کر اٹھا لیا تھا۔ اس کی ٹھوکر میرے سر کے اوپر سے گزر گئی تھی۔ میں نے سوچا۔ اگر اس کی سوچ نہ پڑھی تو اس کے دوسرے حملے مجھ پر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ یا تو سوچ پڑھنا تھا۔ یا پھر باقاعدہ مقابلے کے لئے اس کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہونا تھا۔ میں ایک عورت کے مقابلے پر کھڑا ہو جاؤں، یہ مجھے گوارا نہ تھا۔ پہلے وہ خاموش تھی۔ پھر اجنبی زبان میں کچھ بولنے لگی۔

بوڑھے ینگ مین نے درد سے کراہتے ہوئے کہا۔ "نیلما! وہ ہماری بولی نہیں سمجھتا ہے میرے دوست کو انگریزی میں گالیاں دو۔"

نیلما انگریزی میں گالیاں دیتی ہوئی بولی۔ "تم ایک بوڑھے حرامی کے حرامی دوست ہو۔ مجھ سے بچ کر نہیں جا سکو گے۔"

میں نے کہا۔ "میری خوبصورت چڑیل! اپنی زبان کو قابو میں رکھو میں اس بوڑھے کا دوست نہیں ہوں۔ ہماری ملاقات ابھی ہوئی ہے مجھے یہ تو بتاؤ کہ تمہیں غصہ کس بات پر آ رہا ہے؟"

اس نے جواب دینے کے بجائے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں نے ریت پر لیٹ کر روٹ لی۔ وہ دھپ سے میرے بازو پر آ کر گر پڑی۔ میں چاہتا تو اسے دبوچ کر بے بس کر دیتا لیکن اس کے مقدر میں ویسے ہی ناکامیوں کی بے بسی تھی۔ میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "میری بجلی! اب تو بتاؤ کیوں پلک ہی ہو؟"

اس نے کراٹے کا ہاتھ دکھایا۔ میں نے ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے پیٹ میں گھٹنا مارنا چاہا۔ میں نے ٹانگ پھنسا لی۔ تب وہ بے بسی سے... دیکھنے لگی، سوچنے لگی: "یہ حیرت انگیز طور پر ہر میرے ہر حملے سے پہلے بچاؤ کی تدبیر کر لیتا ہے۔ اس نے اب تک جوابی حملہ نہیں کیا۔"

وہ میرے سمجھنے میں تھی۔ میں نے لیٹے ہی لیٹے اسے اچانک دُور ریت پر پھینک دیا۔ بوڑھا ینگ مین تالیاں بجاتا ہوا قریب آ گیا۔ نیلما! اب میں تمہاری رقم ادا کر دوں گا بلکہ دوگنی رقم ادا کر دوں گا۔ شرط وہی جس طرح تم نے میری پٹائی کی تھی، اسی طرح اس جوان کی بھی پٹائی کر دو۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ مجھے خونخوار نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر ایک طرف تھوک کر حقارت سے بولی۔ "اسے کیبن میں بھیج دو۔ زندہ واپس نہیں آئے گا۔"

وہ پلٹ کر سڑک کے کنارے جانے لگی۔ وہاں ایک بڑی ویگن ٹریلر کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ یعنی وہ ایک گشتی مکان تھا۔ یا سرمایہ دار ایسے ہی گشتی مکان میں رہ کر ایک ملک سے دوسرے ملک سفر میں ہیں۔ بوڑھے ینگ مین نے کہا۔ "وہ گشتی مکان میری ملکیت ہے۔ دوست اس حرامزادی کا کچومر نکال دو، آج اس نے مجھے بہت کیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہ بہت غصے میں ہے میں ایک عورت سے مار کیوں کھاؤں؟"

"مجھے یقین ہے وہ تمہاری پٹائی نہیں کر سکے گی۔ تم جیت یا مار جاؤ۔ میں ہر صورت میں تمہیں پانچ سو ڈالر دوں گا۔"

"پانچ سو ڈالر میں تمہیں مے سکتا ہوں۔ جاؤ مار کھا کر آ"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "تم جو چاہو معاوضہ لے لو۔ اس کی پٹائی ضرور کرو۔ ورنہ یہ سوسائٹی میں میری نمائشی جوانی کو پیٹ رہے گی۔"

میں نے پوچھا۔ "قصہ کیا ہے؟"

"آج صبح نیلما سے دوستی ہوئی۔ میں جوان کے میلے میں گزارنے کے لئے اسے ساتھ لے آیا۔ یہاں آ کر اس کے تیور بدل گئے میں خوب جانتی ہوں کہ تم ستر برس کے بوڑھے ہو۔ تم پر جوانی چڑھی ہے۔ اندر سے بالکل کھوکھلے ہو۔ آہ! دوست کیا چھپاؤں۔ میں واقعی کھوکھلا ہوں۔ اونچی سوسائٹی میں جو ہیں، ان کے سامنے میں اپنی جوانی کا بھرم رکھنا چاہتا ہوں ہے کہ کسی دولت مند بوڑھے نے میرا پول کھولنے کے لئے پیچھے لگا دیا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ کسی نے نیلما کو تمہارے پاس بھیجا ہے؟"

"نیلما کی حرکتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔" وہ بولی۔ "اگر تو اپنی جوانی کا بھرم رکھنا چاہتا ہے تو میری زبان بند رکھنے کے لئے ہر ماہ دس ہزار ڈالر ادا کرنے پڑیں گے۔ ورنہ کلبوں میں تقریبات میں جہاں تو جائے گا میں تیری جوانی کو چیلنج کرنے پہنچ جاؤں گی۔"

"ہاں۔ تو یہ تمہیں بلیک میل کر رہی ہے۔ ہر ماہ دس ہزار ڈالر بہت ہوتے ہیں بہتر ہے کہ تم خود ہی اپنے بڑھاپے کا اعلان کر دو۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ "نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا۔ ایسا کروں گا تو جوان لڑکیاں مجھ بوڑھے سے دوستی نہیں کریں گی۔"

"وہ تم سے دس ہزار ڈالر ماہانہ لے رہی ہے۔ میں ابھی واپس جا کر تم سے پانچ ہزار ڈالر لوں گا۔ بولو منظور ہے؟"

"نہیں۔ میں یہ چھوڑنے پر راضی ہو جائے تو میں تمہارا مطالبہ پورا کر دوں گا۔"

میں وہاں سے پلٹ کر گشتی مکان کی طرف جانے لگا۔ ریت پر آہستہ آہستہ قدم رکھتے ہوئے میں نے نیلما کی سوچ پڑھی۔ وہ کھڑکی پر دوبارہ ایک طرف سرکا کر مجھے آتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ اسے پورا یقین تھا کہ وہ مجھے مار مار کر میرا کچومر نکال دے گی۔ ناکامی کا بھی ذرا اندیشہ تھا۔ اس اندیشے کے تحت اس نے ایک بڑا سا چاقو بستہ کے سرہانے چھپا رکھا تھا۔

گشتی مکان کے آگے اسے کھینچنے والا ٹرالر لگا ہوا تھا۔ پیچھے دروازہ تھا۔ میں یہ دروازہ کھول کر داخل ہوا۔ دائیں ہاتھ کی طرف کچن تھا۔ بائیں ہاتھ کی طرف ضروری سامان کا اسٹور رہتا۔ میں چار فٹ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد خاص کمرے کے دروازے پر پہنچا۔ ابھی دروازہ بند تھا مگر میں نے دیکھ لیا کہ کمرے کے ایک طرف کھڑکی کے پاس چھ فٹ لمبا پلنگ تھا جسے فولڈ کر دینے سے وہ بیٹھنے کا صوفہ بن جاتا ہے دوسری طرف کی کھڑکی کے پاس لکھنے پڑھنے کے لئے میز کرسیاں تھیں جوڈو فائٹنگ بیل بھی بن جاتی تھی۔ شراب کا کیبنٹ، ٹی وی، ریڈیو گرام اور گلدان وغیرہ سجے سجائے تھے۔ کھڑکیوں اور دروازوں پر خوبصورت پردے لگے ہوئے تھے۔ نیلما نے دروازے کا پردہ ہٹا دیا تھا۔ ذرا پیچھے ہٹ کر انتظار کر رہی تھی کہ میں دروازہ کھول کر اندر آنے ہی والا ہوں۔

میں دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھے کھڑا رہا۔ اسے تجسس میں مبتلا کرتا رہا۔ وہ غصے سے بولی۔ "بوڑھے فول تم کہاں مر گئے؟ اندر آ جاؤ۔"

میں نے جواب دیا۔ وہ دروازے سے کان لگا کر میری آہٹ سننے کے لئے آگے بڑھی۔ مجھے اسی وقت کا انتظار تھا۔ میں نے ایک جھٹکے سے ہینڈل پر باڈی ڈال کر دروازے کو زور کا دھکا دیا۔ دروازہ اس کے ماتھے پر لگا۔ وہ چیختی ہوئی، لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے گئی۔ میں اندر پہنچ گیا۔

اس کے منہ سے گالیوں کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ میں نے اندر پہنچتے ہی گھوم کر ایک لات اُس کی کمر پر جمائی۔ گالیاں حلق میں گھٹ کر رہ گئیں۔ وہ تکلیف کی شدت سے آگے کو جھکی۔ میں نے دوسری لات اس کے منہ پر ماری۔ وہ پیچھے کی طرف الٹ کر فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچ رہے تھے۔ اس کا ہاتھ بستر کے سرہانے پر تھا اور وہ تکیے کے نیچے سے چاقو نکالنے والی تھی مگر ابھی میری ٹھوکروں کی لذت سے ذرا چکرا رہی تھی۔

میں نے کہا۔ "تم نے باہر مجھ پر بار بار حملے کئے۔ میں عورتوں پر جوابی حملے نہیں کرتا۔ تم نے مجھے یہاں بلا کر مجبور کر دیا۔ اب میں تمہیں اتنا ماروں گا کہ تم حسین دوشیزہ کے بجائے چڑیل نظر آنے لگو گی بہتر ہے کہ مجھے اپنی ہسٹری بتا دو۔"

وہ اچانک اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ کھٹاک کی آواز کے ساتھ اس کے ہاتھ میں چاقو کھل گیا تھا۔ وہ میری طرف تھوک کر بولی۔ "میری ہسٹری یہ ہے کہ مجھ پر حاوی ہونے والا کوئی مرد زندہ نہیں رہتا۔ اب تک میں دو بدمعاشوں کو خالی ہاتھوں سے جہنم میں پہنچا چکی ہوں۔ تم پہلے شیطان ہو جس کے لئے میں چاقو کا سہارا لے رہی ہوں۔ کیفے بدمعاش اب یہاں سے تمہاری لاش باہر نکلے گی۔"

"کیا تم نے دنیا جہان کے بدمعاشوں کو مار ڈالنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے؟"

"ہاں۔ میں نے اسی مقصد کے لئے جوڈو کراٹے کا فن سیکھا ہے میں اس بوڑھے کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ یہاں سے مار کھا کر گیا تھا یقیناً اُس نے تم سے سودا کیا ہو گا۔ بتاؤ! وہ مجھے قتل کرنے کا کتنا معاوضہ دے گا؟"

"میں حسین لڑکیوں کو قتل نہیں کرتا۔ اپاہج بنا کر چھوڑ دیتا ہوں اسی نیک کام کے مجھے پانچ ہزار ڈالر ملیں گے۔"

نیلما کے دماغ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کس انداز میں حملہ کرے گی۔ اچانک وہ دائیں بائیں چاقو لہرانی۔ رقص کے انداز میں بل کھاتی میرے سامنے آئی۔ پھر ایک دم سے گھوم گئی۔ جیسے واپس جانا چاہتی ہو۔ مگر یہ دھوکہ تھا۔ اس نے یکبارگی دوبارہ گھوم کر ٹھیک میرے سینے کی طرف چاقو سے حملہ کیا۔ میں نے پیچھے ہٹ کر پھر اس کی کمر پر ایک لات رسید کی۔ وہ ڈگمگا کر گرنے والی تھی کہ میں نے چاقو والے ہاتھ کو تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا

میں نے اس کی کلائی کو مروڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ چاقو گر پڑا وہ یقیناً اچھے داؤ پیچ جانتی تھی۔ اگر ہم کسی دیرانے میں ہوتے تو میں ٹیلی پیتھی کے بغیر مقابلے میں رہ کر اسے داؤ پیچ آزمانے کا موقع دیتا میں نے کہا۔ "ایک بات یاد رکھو کہ تم کوئی سپر مین کی بیٹی نہیں ہو۔ دنیا میں ایک سے ایک شہ زور پڑے ہیں۔ میری طرح کوئی اور مل گیا تو تمہارا بھرتہ بنا دے گا۔"

وہ ضدی، سرکش، بے لگام گھوڑی کسی کے قابو میں آنا نہیں جانتی تھی۔ وہ پوری قوت سے خود کو چھڑانا چاہتی تھی۔ میں نے اچانک اُسے چھوڑ دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک الٹا ہاتھ منہ پر رسید کیا گلابی گلابی ہونٹ لہو کی سرخی میں نہا گئے۔ کوئی اور ہوتا تو اب تک چکرا کر ڈھیر ہو جاتا۔ اس آفت کی پرکالا نے جوابی حملہ کیا۔ میں نے ہاتھ پکڑ کر اسے دوسری طرف گھماتے ہی ایک کراٹے کا ہاتھ اس کی گردن پر مارا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ بہت ہو چکا تھا۔ اب یہ کھیل ختم ہونا چاہئے تھا۔ میں نے تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ ہاتھوں سے، لاتوں سے محاط رہ کر ٹیائی کی۔ صنف نازک کی نزاکت کا خیال رکھتے ہوئے اپنے ہاتھ کے وزن میں بھی ذرا نزاکت رکھی۔ ذرا سی دیر میں وہ بے جان سی ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گئی۔

میں نے ایک ٹھوکر مار کر کہا "اٹھو!" وہ اٹھ نہ سکی۔ اس کے حلق سے بڑی دردناک کراہیں نکل رہی تھیں۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھایا اور اسے بستر پر پھینک دیا۔ وہ سر سے پاؤں تک پسینے میں بھیگ رہی تھی۔ چہرے پر لہو پھیلا ہوا تھا۔

میں نے رسٹ واچ دیکھی۔ گھڑی کے کانٹے آدھی رات سے گزر رہے تھے۔ میں نے کھڑکی کا پردہ سرکا دیا۔ چاندنی اندر آ گئی۔ باہر سمندر شور مچا رہا تھا۔ ریڈیو اور ریکارڈر سے ابھرنے والی موسیقی دُور تک لہرا رہی تھی اور بوڑھا ہانگ مین سر جھکائے ریت پر بیٹھا ہوا تھا اور دھیرے دھیرے شکست خوردہ آواز میں گا رہا تھا۔

"ایک بوڑھا، ہزار سال بوڑھے سمندر کے کنارے بیٹھا ہے اور لہو چوس رہا ہے۔"

اے سمندر تیری جوانی کا راز کیا ہے؟

آدمی دھیرے دھیرے کائنات کو تسخیر کر رہا ہے۔

لیکن اپنے اندر اپنی جوانی کو سنبھال کر نہیں رکھ سکتا۔

میں نے دولت کے سہارے اوپر کی جوانی خرید لی۔ مگر اندر ڈھلے کا کینسر مجھے کھا رہا ہے۔"

بوڑھے ہانگ مین کو اب اپنے دائمی بڑھاپے کا یقین ہو گیا تھا میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر اس کے اندر کے کرب کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے مجھ سے سودا کیا تھا کہ میں معاوضہ لے کر نیلما کی زبان ہمیشہ کے لئے بند کر دوں گا۔ مگر اب اس کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ لہو لہو ہے کو کاٹتا ہے۔

وہ دولت سے جوانی کو نہیں کاٹ سکتا۔ میں اور نیلما جوان تھے۔ سمجھوتہ جوانوں سے ہوتا ہے، بوڑھوں سے نہیں ہوتا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ بازی ہار چکا ہے۔ اب اسے نیلما کو ماہانہ دس ہزار ڈالر دینے ہوں گے ورنہ اس کی سوسائٹی میں اس کی کھوکھلی جوانی کا پول کھلتا رہے گا۔

وہ بڑبڑانے کے انداز میں کسی سُر تال کے بغیر گا رہا تھا۔

اے سمندر! میں جوان ہوں مگر جوانوں کے میلے میں بوڑھا بھٹکتا جاتا ہوں۔

میں بوڑھا ہوں مگر دنیا کے بوڑھے مجھے مضحکہ خیز جوان سمجھتے ہیں۔

میں دو غلا ہوں۔

میرے بچوں اور آئندہ نسلوں کے دلوں میں میری توقیر کی کوئی جگہ نہیں رہے گا۔

انسان کی آخری عمر جو محترم ہوتی ہے، میں اس کا قاتل ہوں۔

میں نے خدا کی خدائی کا ایک طریقہ بدلنا چاہا۔

اور تماشہ بن گیا۔

کل سے ساری خدائی مجھ پر ہنسے گی۔"

اچانک ہی وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگا۔ مجھے شانوں پر نیلما کے ہاتھ محسوس ہوئے میں نے آہستگی سے کہا۔

"نیلما!"

"ہوں....." وہ کھوئی ہوئی تھی۔

"تم اس بوڑھے کو بلیک میل کیوں کر رہی ہو؟"

وہ میرے پیچھے دوزانو بیٹھی تھی۔ پھر گھٹنوں کے بل کھڑی ہو کر میرے شانے پر سر رکھ کر بولی "اس حسین رات کی قسم! میں بلیک میل نہیں ہو رہی اس بوڑھے کی بیوی کو آنٹی کہتی ہوں۔ آنٹی کا دُکھ مجھے دیکھا نہ گیا۔ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ اب تک ٹیڑھے کو سیدھا کیا جاتا رہا ہے میں بوڑھے کی کمر جھکا کر رہوں گی۔ میں نے اسے پریشان کرنے کے لئے دس ہزار ڈالر کا مطالبہ کیا ہے۔ میں جانتی ہوں۔ یہ ہرجانہ اتنی بڑی رقم ادا نہیں کر سکے گا۔"

میں نے پوچھا "اگر ادا کر دے تو؟"

"تو میں وہ رقم آنٹی کو دے کر دوسری لڑکی کو اس کے پیچھے لگا دوں گی۔ وہ بھی دس ہزار ڈالر کا مطالبہ کرے گی۔ دیکھ لینا یہ جلد ہی خود نمائش سے باز آ جائے گا۔"

میں نے کہا "ہم لوگوں کی یہ عادت ہے کہ دوسروں کو اپنا پرلانا چاہتے ہیں اور خود کو غلط راہ پر محسوس نہیں کرتے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اپنی طاقت کے غرور اور جوڈو کراٹے کی مہارت کی وجہ سے تمہیں بھی باز آ جانا چاہئے۔"

میں اس کی طرف گھوم گیا۔ وہ میرے سینے میں منہ چھپا کر بولی "تم نے میرا غرور نہیں رکھا۔ اب اور شرمندہ نہ کرو۔"

"یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔"

"اچھا۔ اب کبھی کسی کو چیلنج نہیں کروں گی۔ تم نے اب تک نام نہیں بتایا۔"

"مجھے طارق محمود کہتے ہیں۔ پاکستان سے آیا ہوں۔ دو ہفتے بعد واپس چلا جاؤں گا۔"

"جانے کی بات اب نہ کرو۔ کیا مجھے چھوڑ کر جا سکتے ہو؟"

"تم اس قدر حسین ہو کہ تمہیں پانے والا اپنا راستہ بھول جائے گا۔ مگر میں نہیں بھولتا۔ صبح ہونے سے پہلے ہمارے راستے الگ ہو جائیں گے۔"

وہ غصے سے الگ ہو کر بولی "دیکھو آج تک کسی نے مجھے ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کی۔ مگر آج تم نے مجھ پر ایسے ایسے ظلم کئے ہیں کہ سارا بدن پھوڑے کی طرح دُکھ رہا ہے۔ میں فیصلہ کر چکی ہوں کہ تمہارے سوا کوئی مجھ پر حاوی نہیں ہو گا۔ تم اسی ملک میں رہو گے۔ یا پھر میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

"میں تمہیں دوست بنا سکتا ہوں۔ محبت بن کر میرے ساتھ رہنے کا خواب نہ دیکھو۔"

"میں مصیبت نہیں، راحت بن کر رہوں گی۔ تمہیں اتنی خوشیاں دوں گی۔ اتنی خوشیاں....."

"بس بس آگے نہ بولو۔ پہلے ہی بہت ساری خوشیوں نے مجھے زخمی کر رکھا ہے۔ میں حوالوں کے اس میلے میں رات گزار کر صبح گم ہو جاؤں گا۔"

اسے بڑی جلدی غصہ آ جاتا تھا۔ ایک تو وہ حسین تھی، دوسرے قیامت کا بدن رکھتی تھی۔ یہ دو خوبیاں ہوں تو عورت فطرتاً مغرور ہو جاتی ہے۔ اس کی تیسری خوبی یہ تھی کہ اس نے کراٹے کے فن میں بلیک بیلٹ حاصل کیا تھا۔

وہ میرے بازو میں ناخن گاڑ کر بولی "میں کوئی بازاری عورت نہیں ہوں کہ تم چھیڑ کر چلے جاؤ گے۔"

وہ میرے بالکل قریب تھی۔ میں نے پیشانی سے پیشانی پر ٹکر ماری۔ وہ پیچھے گئی۔ میں نے ایک ہاتھ رسید کرنا چاہا۔ اس نے ہاتھ روک کر جوابی حملہ کیا۔ میں نے اس کا ہاتھ روک لیا "نیلما! تم عورت ہو عورت رہو۔ کسی بھی مرد پر ہاتھ اٹھا کر تم مرد نہیں بن سکتیں۔ سیدھی طرح بیٹھ کر باتیں کرو۔ ورنہ اس بار پہنچ پر تمہارا ٹھمرتہ بنا کر چلا جاؤں گا۔"

وہ دانت پیس کر بولی "میں مر جاؤں گی مگر تمہیں جانے نہیں دوں گی۔ اگر جانا ہی تھا تو....."

"باہر ایک گواہ موجود ہے۔ تم نے مجھے یہاں بلایا تھا۔ اگر یہاں بھی میرے مقابلہ ہوا تو میں اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر چلا جاتا۔ تم عورت ہو۔ اس لئے تمہیں توڑ پھوڑ کر بھی سلامت رکھا ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ کسی کریہہ معاش کو کہہ کر اس کی بدمعاشی سے بچ جاؤ گی؟"

"میں تمہارے جیسے بدمعاش پر تھوکتی ہوں۔"

میں نے فوراً ہی گردن ایک طرف جھکا لی۔ اس کا تھوک میرے پیچھے کھڑکی سے باہر گیا۔ شامت کا مارا بوڑھا ہانگ مین آ رہا تھا۔ تھوک اس کے منہ پر گیا۔ وہ دردناک آواز میں بولا "میں اسی قابل ہوں کہ مجھ پر تھوکا جائے۔ آہ! میں نے ہنس کی چال چلی، کوا رہا نہ ہنس....."

اِدھر میں نے تھوک کا جواب تھپڑ سے دیا۔ وہ ایک دم سے مچل کر حملے کرنے لگی۔

اب میں نے پے در پے حملے کئے۔ اس کے دونوں ہاتھوں کو پشت کی جانب موڑ کر اسے پر گرا دیا۔ پھر سر سے منہ پر ٹکر ماری تو وہ تکلیف کی شدت سے چیخ پڑی۔

میں نے مچھر اس کے منہ پر ٹکر ماری۔ وہ بلبلانے لگی

میں نے دماغ کی اسکرین پر اس بوڑھے کو دیکھا۔ وہ تھر تھرا رہا تھا۔ ریت کو مٹھیوں میں بھینچ رہا تھا۔ مگر اسے قرار نہیں آ رہا تھا۔ وہ ریت پر اوندھے منہ گر پڑا۔ یوں دھڑ پاؤں مار رہا تھا جیسے خیالی ندی کے بہاؤ پر تیر رہا ہو۔ یہ حضرت انسان کیا ہے؟ زندگی کے آخری موڑ پر بوجھ ہوتا ہے۔ اور ڈھول کی طرح بجنا چاہتا ہے

اس نے اٹھ کر ریت پر گھٹنے ٹیک دیئے، دونوں ہاتھوں کے بل چوپایہ بن گیا۔ سر کو یوں جھٹکے دیئے جیسے کتا دونوں کان جھاڑتا ہے۔ پھر وہ ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل ریت پر اِدھر اُدھر دوڑنے لگا، سکون تلاش کرنے لگا۔ کوئی مانے یا نہ مانے تشنہ خواہشات کی انتہا تک پہنچ کر آدمی گتا بن جاتا ہے۔

یہ سوچ کر وہ بولی "طارق! میں غلطی پر تھی۔ مجھے تمہارے راستے کی دیوار نہیں بننا چاہئے۔ تم شہزور ہو، اپنی مرضی کے مالک ہو۔ میں تمہیں ہنستے بولتے رخصت کروں گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "شاباش! تم نے میرا دل خوش کر دیا۔ بولو کیا چاہتی ہو؟ میں تمہارے ملک سے جانے سے پہلے تمہاری کوئی خواہش پوری کروں گا۔"

"میری ایک ہی خواہش ہے کہ جانے سے پہلے میرے ساتھ ایک ملاقات اور کر لو۔"

"یہ کونسی بڑی بات ہے۔ ٹھیک ایک ہفتے بعد میں یہیں سمندر کے کنارے رات کے دس بجے ملوں گا۔"

"تم اپنا پتہ بتا دو۔ میں وہاں آ جاؤں گی۔"

"میرا کوئی پتہ ٹھکانہ نہیں ہے۔ میں اس شرط پر ایک ہفتے بعد ملوں گا کہ تم میرا پیچھا نہیں کرو گی، مجھے تلاش نہیں کرو گی۔"

میں بڑی مشکل سے پیچھا چھڑا کر گشتی مکان سے نکل آیا۔ پیچھا چھڑانے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے نیلما کوئی یونہی سی لڑکی ہو۔ حالانکہ اس کا حسن و شباب مثالی تھا۔ ایک عرصے تک اس کا نشہ بھلایا نہیں جا سکتا تھا۔ چونکہ میں بھولنے کا اصول اپنا چکا تھا۔ اس لئے اُس سے پیچھا چھڑا لیا تھا۔

مگر یہ دنیا والے آسانی سے پیچھا چھوڑنا نہیں چاہتے۔ میں نے ریت پر چلتے ہوئے دماغ کی اسکرین پر دیکھا۔ نیلما مجھے رخصت کر جلدی جلدی لباس پہن رہی تھی۔ گشتی مکان سے نکل کر دیکھنا چاہا

کر میں کود جاتا ہوں۔ لباس پہننے کے دوران وہ کھڑکی سے مجھے دُور جاتا دیکھتی رہی۔ پھر دوڑ کر دوستوں سے باہر آئی۔ آگے دو نوجوان جوڑے مستی میں رقص کر رہے تھے۔ لوگوں کی بھیڑ لگی تھی۔ سب کے سب تالیاں بجا بجا کر رقص کے لئے تال دے رہے تھے۔ میں اس بھیڑ میں گم ہو کر دوسری طرف نکل گیا۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی لوگوں کی بھیڑ میں آئی۔ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے اِس بھیڑ کے دوسری طرف جانا چاہئے۔"

وہ دائیں طرف سے آگے بڑھی۔ میں بائیں طرف سے بڑھتا ہوا، ریت پر دوڑ لگاتا ہوا گاڑیوں کے پیچھے سڑک پر پہنچ گیا۔ وہ مایوس ہو کر سڑک کی جانب آنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے دوسری طرف گھما دیا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ دُور کوئی شخص تنہا جا رہا ہے۔ شاید ہی طارق ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ہاں! یقیناً اِس میلے میں وہی تنہا ہے مجھے فاصلہ رکھ کر تعاقب کرنا چاہئے۔"

وہ کسی اجنبی کے پیچھے آہستہ آہستہ جانے لگی۔ دونوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ اتنی دُور سے اجنبی کے لباس کا رنگ واضح نہ تھا۔ اگر ہوتا بھی تو میں نیلما کے دماغ کو لباس اور رنگ کے متعلق سوچنے کا موقع نہ دیتا۔ میں اسے مغرب کی طرف بڑھاتا رہا اور خود مشرق کی سمت سڑک کے کنارے کنارے چلتا رہا۔ اس طرح جانے کے درمیان اتنا طویل فاصلہ قائم ہو گیا کہ وہ پلٹ کر آتی تو مجھ تک پہنچ نہ پاتی۔ میں اطمینان سے پونے چار بجے ڈاکٹر کے بنگلے تک پہنچ گیا۔

اس وقت بنگلے کے اندر سامی جاگ کر پہرہ دے رہی تھی۔ ٹرنگورا۔ را سو رہا تھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اسے کھلوانے کے لئے اس بے چارے کو نیند سے جگانا پڑتا۔ سامی میری آواز سن کر آ سکتی تھی، مگر دروازہ نہیں کھول سکتی تھی۔ میں نے سوچا تھوڑی دیر اور ٹرنگورا۔ را کو آرام سے سونے دیا جائے۔ میں باہر ہی بیٹھ کر ذرا آئندہ کے لئے منصوبے بناؤں گا۔

مجھے اس بوڑھے کا وہ گشتی مکان بہت پسند آیا تھا۔ میں نے خشکی کے راستے ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کبھی نہیں کیا۔ اب جی میں آ رہا تھا کہ ایسے ایک گشتی مکان میں پہلے پاکستان تک سفر کروں۔ اگر یہ مہماتی سفر دلچسپ رہا تو پھر مشرقِ وسطیٰ سے یورپ تک کا بھی سفر جاری رکھوں گا۔ گشتی مکان خریدنے کے لئے ڈاکٹر ہوما گاچی کی تجوری میں کافی نقد رقم تھی۔ خشکی کے راستے سفر کرنے کے لئے مختلف سفارت خانوں سے خصوصی اجازت حاصل کرنا لازمی تھا اور یہ کام ابھی تب ہو سکتا تھا، جب ٹرنگورا۔ را کے نئے روپ میں اس کا پاسپورٹ بن جاتا۔

میری سوچ کے دوران رس دتی نے مجھے مخاطب کیا: "ہیلو فرہاد! ذرا میرے پاس آ جاؤ۔ دیکھو کہ ہم کہاں پہنچ گئے ہیں۔"

میں نے کہا: "ذرا ٹھہرو۔ یہاں صبح کا اُجالا پھیلنے والا ہے۔ بنگلے کے اندر جا کر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے ٹرنگورا۔ را کو نیند سے جگایا۔ اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیا۔ سامی بھی آئی تھی۔ میں نے اسے گود میں لے کر ٹرنگورا۔ را سے کہا: "دروازہ بند کر دو، اور ڈاکٹر کی نگرانی کرو۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

میں سامی کے ساتھ اپنے بیڈ روم میں آیا۔ اُسے بستر پر بٹھایا، لباس اتارتے ہوئے رس دتی کو مخاطب کیا: "ہیلو! میرا غسل کرنے کا ارادہ ہے۔ باتھ روم میں جا رہا ہوں۔ تمہاری سوچ سے پتہ چلے کہ تم مکھڑیوں سے بنے ہوئے کسی کاٹج میں ہو۔ دوسرے کمرے میں دنیا سے بے خبر سو رہی ہیں۔ اور سامنے والے کمرے میں دو انگریز مریم کے ساتھ محوِ استراحت ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک انگریز ہندوستانی جانتا ہے۔ سب کچھ ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں ٹھیک ہے۔" وہ ایک کھڑکی کھولتی ہوئی بولی: "دیکھو دُور تک ویرانی ہے۔ نہ کوئی مکان ہے، نہ ہی کوئی انسان نظر آتا ہے۔ وہ انگریز کہہ رہے ہیں کہ یہ برِ اعظم آسٹریلیا کا ایک دُور دراز علاقہ ہے۔ یہاں سے وہ ہمیں لندن پہنچائیں گے۔ لیکن اس سے پہلے نے ایک مشورہ دیا ہے جسے کہتے ہیں کہ میں چاہوں تو اپنی نئی حکومت قائم کر سکتی ہوں۔ اِس مقصد کے لئے وہ ایک خوبصورت سا جزیرہ نام کر سکتے ہیں۔"

"وہ جزیرہ کہاں ہے؟"

"ہوائی جزائر کے قریب جہاں ۱۵ عرض البلد اور ۱۵۰ طول البلد کے خطوط ملتے ہیں، وہاں وہ جزیرہ ہے۔"

اتنے میں ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ رس دتی نے کہا: "سپر ماسٹر کا خاص نمائندہ مجھ سے باتیں کرنے آ رہا ہے۔ میں نے تمہیں بلایا ہے۔ تم میرے دماغ میں رہ کر مجھے مشورے دیتے رہو۔"

میں سوچنے لگا۔ رس دتی کا کسی جزیرے میں قیام کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اس جزیرے میں بظاہر اس کی حکومت ہو گی۔ بنگلور کی کٹھ پتلی حکومت ہو گی۔ میں نے رس دتی کو یہ بات سمجھانی چاہی۔

"فرہاد! میں بھاگ دوڑ سے بیزار ہو گئی ہوں۔ اب اپنے رشتے دار کے ساتھ کہیں سکون سے رہنا چاہتی ہوں۔ تم ایسی شرائط بتاؤ کہ سپر ماسٹر سے تسلیم کرانے کے بعد آزادی سے اس جزیرے میں رہ سکوں۔"

"یہ بات میں ابھی سے کہہ سکتا ہوں کہ تم وہاں بالکل آزاد ہو گی۔ لیکن جزیرے کے باہر جانا چاہو گی تو شاید پابندیاں عائد کی جائیں۔"

ہیلی کاپٹر کی آواز بند ہو چکی تھی۔ تھوڑی دیر بعد [illegible]

"بیٹی! سپر ماسٹر کا وہ خاص نمائندہ آ چکا ہے۔ کیا تم [illegible] کرو گی؟"

رس دتی اپنے کمرے سے نکل کر سامنے والے کمرے میں پہنچی۔ تمام انگریز احتراماً الرٹ کھڑے ہو گئے۔ ہندی بولنے والے انگریز نے خاص نمائندے سے تعارف کرایا۔ وہ مصافحہ کرنا چاہتا تھا مگر رس دتی نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔ پھر وہ اپنی پتی کرُ سیوں پر بیٹھ گئے۔ نمائندے نے کہا: "آج میں دنیا کی عظیم شخصیت سے ملنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ سپر ماسٹر نے آپ کے لئے خیر سگالی کا پیغام بھیجا ہے اور فرہاد علی تیمور کی بے وقت موت پر گہرے صدمے کا اظہار کیا ہے۔"

ایک فوٹو گرافر مختلف زاویوں سے ان کی تصویر اتار رہا تھا۔ میں نے اس نمائندے کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ میری موت پر ظاہری صدمے کا اظہار کر رہا تھا۔ ورنہ دماغ میں یہ بات تھی کہ فرہاد موت کے بعد پھر ایک بار روپوش ہو گیا ہے۔ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ سپر ماسٹر میری لاش اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر کبھی میری موت کا یقین نہیں کرے گا۔

نمائندے نے کہا: "یور ہائی نس! آپ اپنے دیس والوں کو آزما چکی ہیں۔ انہوں نے آپ کی بہن اور والد کو یرغمال بنا کر ایک عرصہ تک آپ کو پریشان کیا ہے۔ آپ یہ بھی جانتی ہیں کہ آپ کی تمام پریشانیوں کے پیچھے مارک مین کا ہاتھ رہا ہے۔"

ہندی جاننے والا انگریز ترجمانی کر رہا تھا۔ رس دتی نے سر ہلا کر کہا: "ہاں۔ میں جانتی ہوں۔ اسی لئے میں نے ایک کالی بلا سے چھپ چھپ کر بھاگتا کہ وہیں اُن کی حدود سے نکال کر لے جائیں۔"

نمائندے نے کہا: "ہم آپ کے بے حد مشکور ہیں کہ آپ نے ہم پر اعتماد کیا۔ موجودہ حالات کو ہم سب سمجھ رہے ہیں۔ آپ اس دنیا کے کسی بھی خطے میں جائیں گی تو دشمن آپ کو پہچان لیں گے۔ آپ فی الحال لندن میں قیام کرنا چاہتی ہیں۔ وہاں ہم بے شک آپ کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ آپ کے لئے مخالفوں سے لڑ سکتے ہیں لیکن ان جگہوں کے باعث آپ اپنی رہائش گاہ تک محدود ہو کر رہ جائیں گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کا قیام ایسی جگہ ہو جہاں آپ تفریح کے لئے اور تقریبات میں شریک ہونے کے لئے بغیر کسی پابندی، بغیر کسی محافظ کے آزادی سے آتی جاتی رہیں۔"

رس دتی نے کہا: "ہاں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ میرے لئے ایسا ایک جزیرہ مخصوص کیا جا رہا ہے۔"

"وہ جزیرہ سرسبز و شاداب ہے۔ وہاں کے قدرتی مناظر سے آپ لطف اٹھائیں گی اگر کبھی جزیرے سے باہر کسی بھی ملک میں سیر و سیاحت کی غرض سے جانا چاہیں گی تو ماسک میک اپ کے ذریعے آپ کا چہرہ بدل دیا جائے گا۔ اس طرح آپ آزادی سے دوسرے ممالک میں سفر کر سکیں گی، کوئی دشمن آپ کو پہچان نہیں سکے گا۔"

رس دتی نے میری ہدایت کے مطابق سوال کیا: "آپ کی حکومت برطانیہ مہربان کیوں ہے؟"

"ہم آپ کے قابلِ اعتماد دوست بننا چاہتے ہیں۔ دوستی کا مقصد یہ ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے آئندہ کوئی نقصان اٹھانا نہیں چاہتے۔ آپ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائیں گی تو یہ آپ کی مہربانی ہو گی۔ ہم کبھی آپ کے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں کہیں گے۔ یہ درست ہے کہ ہر دوستی کے پیچھے کوئی غرض چھپی ہوتی ہے۔ ہماری غرض یہی ہے کہ ہم آپ کے غصّہ سے محفوظ رہیں۔ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو آپ نظر انداز ہی کریں ہم فوراً ہی اس کی تلافی کریں گے۔"

"کیا وہ جزیرہ آباد ہے؟"

"وہاں بسے ہوئے نام آبادی ہے۔ پچھلے برس کی مردم شماری کے مطابق مردوں، عورتوں اور بچوں کی کل تعداد دو سو نوّے ہے۔ وہ مقامی بے ضرر لوگ ہیں۔ آپ کو ملکہ تسلیم کریں گے۔ جو آپ کا تابعدار نہ ہو، آپ اُسے موت کی سزا دے سکتی ہیں یا جزیرے سے باہر نکال سکتی ہیں وہ جزیرہ تقریباً سو میل کے رقبہ تک پھیلا ہے۔ آپ کی رضامندی حاصل ہوتے ہی وہاں آپ کے لیے شاندار محل تعمیر کیا جائے گا۔ سڑکیں بنوائی جائیں گی۔ وہاں آپ کے لیے ایک ہیلی کاپٹر اور ایک طیارہ مخصوص رہے گا۔ ایک مختصر سی مسلح فوج ہو گی، جو آپ کے احکامات کی پابند ہو گی۔ اس جزیرے میں آپ کی اجازت سے ہمارا صرف ایک سفارت خانہ ہو گا۔"

میں نے رس دتی سے کہا: "تسلیم کر لو۔ ہم تنہائی میں اس موضوع پر بحث کریں گے۔"

وہ نمائندے سے بولی: "آپ واقعی دوست بننے کا ثبوت دے رہے ہیں۔ میں آپ کی تمام باتیں تسلیم کرتی ہوں۔ آپ اپنے اعلیٰ حکام سے کہیں کہ رس دتی بھی دوستی کا حق ادا کریگی۔"

وہاں بیٹھے ہوئے تمام افراد ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ پھر نمائندے کی راہنمائی میں رس دتی کے سامنے فوجی انداز میں سلام پیش کرتے ہوئے کہا: "قابلِ صد احترام ملکۂ عالیہ! ہم اپنے اعلیٰ حکام اور اپنے ملک کے عوام کی جانب سے آپ کو سلام کرتے ہیں اور آپ کو اپنی دوستی، وفاداری اور آئندہ خدمات بجا لانے کا یقین دلاتے ہیں۔"

رس دتی نے ان کے روبرو کھڑے ہو کر جواب دیا: "جب تک میری آزادی اور خود داری کو چھیڑا نہ جائے گا، اُس وقت تک میں بھی دوستی کا حق ادا کرتی رہوں گی۔"

اس بار اُس نے نمائندے سے دوستانہ انداز میں مصافحہ کیا۔ پھر پوچھا: "ہم جزیرے میں کب جائیں گے؟"

"ایک گھنٹہ بعد یہاں سے روانہ ہو جائیں گے اور سہ پہر تین بجے تک وہاں پہنچ جائیں گے۔"

"میں چاہتی ہوں کہ وہاں ہندی اُردو بولنے والے موجود ہوں۔"

"آپ کی خواہش کا احترام کیا جائے گا۔"

رس ونتی اُن سے رخصت ہو کر اپنے کمرے میں آئی۔ مریم سے کہا کہ اس کی بہن اور بہنوئی کو جگا دو اور سب لوگ سفر کی تیاری کریں۔ مریم کے جانے کے بعد اس نے مجھ سے کہا: "ہاں۔ اب بتاؤ کہ یہ سمجھوتہ کہاں تک رہتا ہے؟"

"رس ونتی! تم اپنے عزیزوں کے ساتھ کہیں ایک جگہ سکون سے رہنا چاہتی تھیں۔ تمہاری یہ خواہش پوری ہو رہی ہے۔"

وہ بولی: "میری خواہش کو نظر انداز کرتے ہوئے اس سمجھوتے پر روشنی ڈالو۔"

میں نے کہا: "یہ سمجھوتہ ہر حال میں ہونا ہی تھا۔ سینے پر بم باندھ کر مر جانے کا حوصلہ کرنے والے اور تمہیں وہاں تک پہنچانے والے تمہاری آخری سانس تک تمہارا پیچھا نہ چھوڑتے۔ اگر یہ سمجھوتہ نہ ہوتا، اگر تم لندن میں رہنے کی ضد کرتیں تو وہ ضد پوری کر دی جاتی مگر کالی بلائیں تمہارے ساتھ سائے کی طرح لگی رہتیں۔ میری عقل کہتی ہے کہ حالات کے مطابق یہ سمجھوتہ درست ہے۔"

"مرزا! تم میرے اندیشوں کو محسوس کر سکتے ہو کہ میرے دماغ سے ایک بوجھ اُتر گیا ہے۔"

"ہاں! ان فکر انداز یشوں کا بوجھ اتر گیا ہے کہ تمہارے شتر داں کا کیا ہوگا؟ اب کچھ نہیں ہوگا۔ سب آرام اور سکون سے رہیں گے! ابھی اُس جزیرے میں سپر ماسٹر کی فوج اور خدمت گار رہیں گے۔ وہ تمہارے حکم پر جانیں قربان کرنے کے لئے تیار رہیں گے۔ تمہاری ذاتی آزادی اور خود داری کو ٹھیس نہیں پہنچائیں گے۔ اب تمہارا کام یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ اردو اور ہندی بولنے والوں کو اس جزیرے میں آباد کرو گی۔ انگریزی بولنے والوں میں سے جو ناپسندیدہ افراد ہوں، اُن پر الزامات ثابت کرنے کے بعد انہیں جزیرے سے نکال دیا کرنا۔ اس طرح پُر مکمل کو اعتماد میں لینے کا موقع نہیں ملے گا اور تمہارے اعتماد کے لوگ تمہارے اطراف میں جمع ہوتے رہیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "میں ایسا ہی کروں گی۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ میں نے صرف تمہارے سہارے یہ سمجھوتہ کیا ہے۔"

"ہاں۔ یہ سوچ کر کہ وہاں تم پر مصیبت آئے گی یا تمہیں غلامی کا احساس ہوگا تو میں تم لوگوں کو اس جزیرے سے نکال لاؤں گا اور یہ ہوگا، تم اطمینان رکھو!"

میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر بستر پر آ گیا وہ بولی: "تم بہت تھکے ہوئے ہو۔ چلو آنکھیں بند کرو۔ میں تمہیں سلاتی ہوں۔"

میں نے سامی کو جوم کر کہا: "میری جان! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میری ایک جان اور ہے۔ جو کبھی دوستی کرتی ہے، کبھی ناراض ہو جاتی ہے کبھی ارادہ کرتی ہے کہ اپنے دل سے مجھے نکال دے گی اور کبھی بڑے پیار سے تھپک کر گنگنا کر مجھے سُلانے آ جاتی ہے۔ اچھا سامی! خدا حافظ۔"

رس ونتی نے مسکرا کر کہا: "کرنی بکواس۔ بس اب آنکھیں بند کرو۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے میرے دماغ کو ہدایت دی کہ میں پانچ گھنٹے تک آرام سے سوتا رہوں۔ اگر کوئی کمرے میں داخل ہو تو مقررہ وقت سے پہلے آنکھ کھل جانے۔ اس ہدایت کے بعد وہ گنگنانے لگی۔ جانے کیسی میٹھی رس بھری آواز تھی۔ جیسے رس ونتی کا رس بھرا وجود سارا کا سارا پگھل کر میری رگوں میں بہہ رہا ہو۔ وہ میرے اندر بہتی رہی۔ جانے میں کب سو گیا۔ کچھ ہوش نہ رہا۔

○

اس جزیرے کا ایئر پورٹ دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ بڑے ہی شاہانہ انداز میں استقبال کیا گیا۔ مسلح فوج کے دستوں نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔ اکیس توپوں کی سلامی دی گئی۔ ایسے ہندوستانی جو سپر ماسٹر کے وفادار تھے، اس استقبالیہ میں موجود تھے۔ ایک فوجی جنرل نے سپاس نامہ پیش کرتے ہوئے رس ونتی کو یقین دلایا کہ وہ سب اس کے وفادار رہیں گے۔

ایک ہندو پنڈت نے کہا: "ظہری متی رس ونتی دیوی کے طفیل سے یہاں ہماری ایک نئی حکومت قائم ہو چکی ہے۔ اس لیے یہاں سب سے پہلے ایک مندر تعمیر ہونا چاہیے۔"

رس ونتی نے کہا: "یہ صرف میری نہیں فرہاد علی تیمور کی بھی مملکت ہے۔ اگرچہ وہ اس دنیا میں نہیں رہا۔ تاہم میرے شانہ بشانہ مذہب اسلام چلے گا۔ مندر کے ساتھ مسجد بھی تعمیر ہوگی۔ یہاں مسلمان بھی ہوں گے۔ جب مسلمانوں کا وفد میرے پاس آئے گا، تب میں دونوں مذاہب کو اُن کی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت دیدوں گی۔ فی الحال میں بڑی مسرت کے ساتھ یہ اعلان کرتی ہوں کہ میری اس نئی مملکت کا نام سوچ نگر رہے گا۔"

تمام حاضرین "سوچ نگر زندہ باد" کے نعرے لگانے لگے۔۔۔

رس ونتی نے کہا: "میں ڈیفنس آفیسرز کو دعوت دیتی ہوں کہ میرے ملک کے پرچم کا ایسا ڈیزائن تیار کریں، جو فرہاد اور رس ونتی کے اشتراک کا مظہر ہو۔۔۔۔"

پُر جوش تالیوں کے شور میں وہ تقریر کرتی رہی۔ دوسرے دن اُس نے ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر پورے جزیرے کی سیر کی۔ اپنی مملکت کے قدرتی حُسن کو دیکھتی رہی۔ جب ہیلی کوپٹر زمین پر اترا تو اچانک رس ونتی کا سر چکرانے لگا۔ اس وقت میرا اس سے رابطہ نہیں تھا۔ بعد میں اس نے مجھے مخاطب کیا۔ اس وقت وہ ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے بتایا کہ پچھلی رات بھی ایک بار اُس کا سر چکرایا تھا۔ اور اب وہ خود کو بیمار سی محسوس کر رہی ہے۔ ایک تجربہ کار ڈاکٹر اس کا علاج کر رہا ہے۔ دوسرے ڈاکٹر بھی جزیرے میں پہنچنے والے ہیں۔

شام تک دُوسرے ڈاکٹر بھی پہنچ گئے۔ رس ونتی کی طبیعت بگڑ رہی تھی۔ ڈاکٹروں نے تشویش ظاہر کرتے ہوئے کہا: "یہاں کے جراثیم اور خون وغیرہ ٹیسٹ کرنے کا انتظام نہیں ہے۔ رس ونتی دیوی کو فوراً ہی سپر ماسٹر کے ملک میں پہنچایا جائے۔"

رس ونتی کو وہاں سے بحفاظت لیجانے کے انتظامات ہونے لگے۔ روانگی سے پہلے ڈاکٹروں نے کہا کہ اسے ایک گلاس دودھ پلایا جائے۔ رس ونتی کے کھانے پینے کی چیزوں کو ڈاکٹری معائنہ کرتے رہنے کے لئے ایک قابل اعتماد ڈاکٹر مقرر کیا گیا تھا لیکن ان حالات میں کسی پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ باہر سے آنے والے ایک ڈاکٹر نے دوبارہ دودھ کا معائنہ کیا تو اس میں کسی ایسی دوا کی آمیزش پائی گئی۔ جس کے استعمال سے دماغی قوتیں مفلوج ہونے لگتی ہیں۔

فوراً ہی مسلح افراد کچن کی طرف دوڑتے ہوئے گئے۔ رس ونتی کے کانوں کا معائنہ کرنے والا ڈاکٹر وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا: "ڈاکٹر تمہارا معائنہ کیا ہوا دودھ زہریلا ہے۔ خود کو بے گناہ ثابت کرنے تک تم جاری حراست میں رہو گے۔"

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا: "جیسے قریب آنے کی کوشش نہ کرنا۔ یہ دیکھو۔۔۔۔"

اس نے اپنا گریبان کھول کر دکھایا۔ اس کے سینے سے ایک بیلٹ بندھا ہوا تھا وہ بولا: "اپنے سپر ماسٹر سے کہنا کہ صرف اس کی کالی بلائیں خودکشی کرنا نہیں جانتی ہیں۔ ہم بھی جان پر کھیلنا جانتے ہیں میرے سینے پر جو بم بندھا ہوا ہے اس میں اتنی قوت ہے کہ اس کے پھٹنے سے یہ پورا بنگلہ تباہ ہو جائے گا۔ رس ونتی اس کے ملبے میں دب کر رہ جائے گی۔"

وہ ایک نئی بلا پیدا ہو گئی تھی۔ اب سے پہلے کتنی ہی کالی بلاؤں نے اپنی جان پر کھیل کر سپر ماسٹر کے لئے رس ونتی کو حاصل کیا تھا۔ اب مالک مین کے لئے جان دینے والوں نے بھی وہی جان لیوا طریقہ اپنا لیا تھا اور ان میں سے وہ ایک شخص اپنی موت کو اپنے سینے سے لگائے آ گیا تھا ایک مسلح افسر نے کہا: "ڈاکٹر! تم ایک ادنیٰ عرصے ہمارے ملک کے مفاد پر ہے۔ سپر ماسٹر کو تم پر بڑا اعتماد تھا۔ اگر تم اب بھی غدار ہی ہو تو جاؤ! تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔"

وہ بولا: "جان دینے والے معافی حاصل کرنے کے لئے اتنا خطرناک قدم نہیں اٹھاتے۔ میں بیس برس سے مالک مین کا نمک خوار ہوں اور تمہارے ملک میں رہ کر سپر ماسٹر کا اعتماد حاصل کرتا رہا ہوں۔"

افسر نے پوچھا: "کیا مالک مین چاہتا ہے کہ رس ونتی دیوی کا دماغی توازن بگڑ جائے اور کوئی ملک اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ نہ اٹھائے؟"

ڈاکٹر نے کہا: "میں نہیں جانتا کہ مالک مین کیا چاہتا ہے۔ مجھے صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں اس وقت تک وہ دوا رس ونتی کے کھانے میں ملاتا رہوں، جب تک وہ بیمار ہو کر تم لوگوں کو تشویش میں مبتلا نہ کر دے۔ بہرحال میں نے حکم کی تعمیل کی۔ میرا کام مکمل ہو گیا۔ اب مجھے خودکشی کر لینی چاہئے۔ میں اس دروازے سے باہر جا رہا ہوں۔ اگر چاہتے ہو کہ یہ بنگلہ تباہ نہ ہو تو مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ میں یہاں سے بہت دُور جا کر خود کو موت کے حوالے کر دوں گا۔"

وہ گھوم کر کچن کے پچھلے دروازے سے باہر جانے لگا۔ مسلح افراد فاصلہ رکھتے ہوئے اس کے پیچھے جانے لگے۔ بنگلے کے باہر پہنچ کر تمام لوگ رُک گئے۔ ڈاکٹر سر جھکائے اپنی موت کی طرف چلا جا رہا تھا۔ دور بہت دور جب وہ گھنی جھاڑیوں کے پیچھے نظروں سے اوجھل ہو گیا تو اچانک ہی دل ہلا دینے والے دھماکے کی آواز سنائی دی۔ جھاڑیوں کی شاخیں اور پتیاں کاغذ کے پُرزوں کی طرح فضا میں منتشر ہو کر دہاں کے منظر کو دھندلا رہی تھیں۔

اب وہاں کے ذمے دار لوگ پہلے سے زیادہ محتاط ہو گئے تھے۔ سب ایک دوسرے کے گریبان کھول کر چیک کر رہے تھے کہ اُس جزیرے میں موت سے کھیلنے والا اور کوئی دشمن ہے یا نہیں؟ وہاں فوج کے ایک ایک سپاہی اور ایک ایک مقامی باشندے کو چیک کیا گیا۔ سینے پر بم باندھنے والا کوئی دشمن نظر نہیں آیا۔ میں واپس رس ونتی کے پاس گیا۔ وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی۔ میری باتیں نہ سمجھ سکتی تھی اور نہ ہی جواب دے سکتی تھی۔ میں نے ونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بہن کے لئے روتی رہی تھی۔ تن سنگ بھی پریشان نظر آ رہا تھا۔ میں ان کے لئے مُردہ تھا۔ انہیں تسلی نہیں دے سکتا تھا۔

میں نے ایک مسلح افسر کے پاس پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ فیتہ دار افسران کے ہنگامی اجلاس میں شریک تھا۔ اور وہاں اس موضوع پر بحث ہو رہی تھی کہ رس ونتی کو کس طرح بحفاظت جزیرے سے باہر لے جایا جا سکتا ہے ایک بہت ہی قابل اور تجربے کار ڈاکٹر نے کہا: "رس ونتی دیوی کی جان کا خطرہ نہیں ہے۔ البتہ علاج میں دیر ہوئی تو دماغ پر بُرا اثر پڑے گا۔"

ایک افسر نے کہا: "ہماری کوشش یہی ہے کہ یہ جو بیمار دیوا طیارہ پہنچنے ہی والا ہے۔ اس کی آمد پر ہی ہم کوئی اہم قدم اٹھا سکتے ہیں۔"

وہ لوگ کسی دوسرے طیارے کا انتظار کر رہے تھے۔ میں بھی انتظار ہی کر سکتا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے رس ونتی کے کسی بھی کام آنا ممکن نہ تھا میں دماغی طور سے ڈاکٹر ہو ما گاچی کے بنگلے میں واپس آ گیا۔ مجھے خوشی کے راستے سفر کرنے کے لئے خصوصی اجازت نامے حاصل کرنے تھے۔ اس کے لئے میں کئی سفارت خانوں کے مخصوص فارم پُر کر چکا تھا۔ میں نے حسب معمول ڈاکٹر کو ٹنگوا رہا اور سامی کی نگرانی میں چھوڑا۔ ایک چھوٹے سے بریف کیس میں ضروری کاغذات اور نوٹوں کی گڈیاں رکھ کر بنگلے سے باہر آ گیا۔

مجھے کچھ دُور پیدل چلنا پڑا۔ وہاں بڑے بڑے دولت مندوں۔۔۔ کے لگژری بنگلے تھے ان کی اپنی قیمتی کاریں تھیں۔ اس لئے وہاں ٹیکسیاں شاذ و نادر ہی نظر آتی تھیں۔ میں نے پیدل چلتے ہوئے رس ونتی کی خبر لی۔ وہ ہوش میں تھی۔ مگر باتیں کرنے اور سوچنے کے قابل نہیں تھی۔ میں نے اسے تسلی دی: "رس ونتی! حوصلہ رکھو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم جلد ہی ٹھیک

ہو جاؤ گی۔"

اُس کی بہت ہی کمزور سی سوچ سنائی دی۔ "آہ! یہ میرے دماغ میں کیسی آواز گونج رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے، کوئی بول رہا ہے۔ اوہ بھگوان میرا سر۔ میرا سر پھٹا جا رہا ہے۔"

میں چپ ہو گیا۔ اس کا دماغ اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ اُسے اپنی کمزور سی سوچ بھی بھاری لگ رہی تھی۔ میری سوچ کی قوت کو اس کا دماغ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ان حالات میں انسان پر نیم بے ہوشی کی حالت طاری رہتی ہے۔ میں نے اس کے ڈاکٹر کے پاس پہنچ کر معلومات حاصل کی۔ معلوم ہوا کہ رس دنتی کا خون ٹیسٹ کیا جا رہا ہے۔ اس کے سینے اور دماغ کا ایکسرے بھی کیا گیا ہے۔ تھوڑی دیر میں رپورٹ ظاہر ہو گی۔

مجھے تعجب ہے کہ اتنی جلدی رس دنتی کو جزیرے سے باہر لے جا کر رپورٹ کیسے حاصل کی جا رہی ہے۔ میں سیکورٹی آفیسر کے پاس پہنچا تو اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ جو دوسرا طیارہ جزیرے میں پہنچا تھا اس میں ایکسرے مشین اور طبی لیبارٹری اور تمام ماہرین موجود تھے۔ رس دنتی کا علاج اسی جزیرے میں ہو رہا تھا۔ دشمنوں کی ایک چال سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ رس دنتی کو دماغی مریضہ بنا کر سپر ماسٹر کو مجبور کرنا چاہتے تھے کہ رس دنتی کو وہ مجبور کر کے جزیرے سے نکالے اور کسی بڑے ملک میں اسے علاج کے لئے پہنچائے۔ تاکہ دشمن اس دماغی مریضہ کو اغوا کرنے کے مواقع حاصل کر سکیں۔

اس سیکورٹی آفیسر کی سوچ نے بتایا کہ وہ فوری طور پر رس دنتی کا علاج کرنا اور اس کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔ حفاظتی اقدامات کے لئے بڑے پیمانے پر سیکرٹی فوج اس جزیرے کو گھیر رہی تھی لیکن اس کے لئے وقت درکار تھا۔ اس وقت تک دشمنوں کو فریب دینا اور خوش فہمی میں مبتلا رکھنا ضروری تھا۔ اس دھوکا دہی کے لئے انہوں نے پہلے طیارے سے ایک دوسری رس دنتی کو جزیرے سے باہر پہنچا دیا تھا۔۔۔ وہ دوسری رس دنتی کون تھی؟

وہ دنتی تھی۔ بڑے بڑے افسران نے دنتی اور تن تنگ کو بھایا تھا کہ رس دنتی اپنے رشتوں کے لئے بڑے مصائب سے گزر چکی ہے۔ اب اسے دشمنوں سے اسی طرح بچایا جا سکتا ہے کہ دنتی اس کی جگہ بیمار بن کر اس جزیرے سے باہر دوسرے ملک میں جائے۔ جو لوگ دنتی اور رس دنتی سمجھ کر اغوا کرنے آئیں گے ان سے سپر ماسٹر کے آدمی منٹ میں لیں گے۔

دنتی بہن کی حفاظت کے لئے راضی ہو گئی۔ دونوں جڑواں بہنیں تھیں۔ ایک جیسی صورت اور قد و قامت رکھتی تھیں۔ میں بنکاک میں ایک بار دنتی کو دیکھ کر اسے رس دنتی سمجھ بیٹھا تھا۔ بہر حال وہ لوگ دنتی کو اسٹریچر پر ڈال کر طیارے میں لے گئے۔ اس ڈرامے کے مطابق بیمار بیٹی کے ساتھ باپ کا جانا لازمی تھا۔ اس لئے تن تنگ بھی اس طیارے میں دنتی کے ساتھ چلا گیا۔ دشمن اچھی طرح جانتے تھے کہ جزیرے کو علاج کی سہولتیں پہنچائی نہیں جا سکتیں۔ رس دنتی کو مجبوراً جزیرے سے باہر لایا جائے گا۔ اور اس طرح وہ جزیرے سے باہر پرواز کرنے والے طیارے پر نظر رکھ سکیں۔ یہ اطمینان ہو جائے گا کہ ان کا منصوبہ کامیاب ہے۔

میں نے دنتی کی خیر لی۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ طیارے میں آرام سے بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ وہ باپ بیٹی نہیں جانتے تھے کہ انہیں کس منزل پر پہنچایا جا رہا ہے۔ میں مطمئن تھا کہ سپر ماسٹر ان کی حفاظت کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھے گا۔ میں ان کے پاس سے واپس آ گیا۔ خیال خوانی کے دوران میں پیدل چلتا ہوا سمندر کی ساحلی سڑک پر آ گیا تھا۔ وہاں سیر کے وقت اچھی خاصی چہل پہل تھی۔ مقامی لوگوں کے علاوہ دیگر ممالک کے سیاح کیمروں سے تصویریں اتارتے نظر آ رہے تھے۔ مجھے ایک ٹیکسی مل گئی۔ میں ڈرائیور کو پاکستانی سفارت خانے کا پتہ بتا کر پچھلی سیٹ پر آرام سے بیٹھ گیا۔ اب وہ چوبیس گھنٹے کی خیال خوانی نہیں رہی تھی صرف رس دنتی کے سلسلے میں کبھی کبھی توجہ دیتا تھا۔ دنتی تھی اور ڈاکٹر ہو گا چی کے چور خیالات کو پڑھنے اور اسے کنٹرول کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً ٹیلی پیتھی کا سہارا لیتا پڑتا تھا۔ پہلے بہت ساری قنوطی باتیں تھیں۔ اب میں اپنے ضمیر کے آئینے کسی رشتہ دار اور دوست کے لیے جواب دہ نہیں تھا۔ اس لیے آزادی سے سوچ سکتا تھا۔ اس کے بجائے حقیقی دنیا کی سیر کرتا تھا میں دماغی طور پر عاجز وہ بنکاک شہر کے حسن کو دیکھتا ہوا سفارت خانے کے دفتر پہنچ گیا۔

وہاں بہت سے پاکستانی نظر آئے۔ ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں۔ سب کے سب ایک دوسرے سے اجنبی تھے۔ وہاں میں گفتگو کرنے سے مجھے یوں لگا جیسے پاکستان پہنچ گیا ہوں۔ میں جانتا تھا کہ مجھے اپنا کام کس طرح [illegible] کرنا ہے۔ میں نے [illegible] سے اس بہانے گفتگو کر کے کہ۔ کچھ لوگ وہاں قیام کرنے کی مدت بڑھانا چاہتے تھے۔ ایک پاکستانی نے بنکاک کی ایک لڑکی سے شادی کی تھی اور اب دلہن کو پاکستان لے جانے کا اجازت نامہ حاصل کرنے آیا تھا۔ ایک خاتون نے اتنی زیادہ شاپنگ کی تھی کہ ان کے پرس میں واپسی کا کرایہ تک نہیں رہا تھا مگر خاتون نے پاکستانی سفیر کے نام درخواست کا حوالہ دے کر اتنا ہی کہا تھا کہ انہیں پاکستان واپس بھیجا جائے پاکستان پہنچ کر وہ تمام اخراجات ادا کریں گی۔ اپنی حد سے زیادہ شاپنگ والی بات چھپائی تھی۔ کیونکہ عورتوں والی کمزوری ظاہر ہوتی تھی۔ وہ ندامت سے بچنا چاہتی تھیں۔

سفارت خانے کے عملے میں کچھ لوگ بڑے آرام طلب تھے۔ اپنے پاکستانی بھائیوں سے شاہانہ رعب اور دبدبے سے باتیں کرتے تھے۔ ان کے کاغذات میں ایسی غلطیاں نکال کر انہیں پریشان کرتے تھے۔ جنہیں بڑی آسانی سے درست کیا جا سکتا تھا۔ میں چاہتا تو ایسے کلرکوں کے خلاف

میں بیٹھ کر تمام لوگوں کے کاغذات درست کرا دیتا، کتنی ہی درخواستیں منظور کرا دیتا لیکن بعد میں عملے کے افراد یہ سوچنے لگتے کہ وہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ خواہ مخواہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرنے سے کوئی نئی مصیبت پیدا کر سکتا تھا۔

میں ایک بیڈ کلرک کے کمرے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک پاکستانی سے کہہ رہا تھا: "دیکھو میاں! میں نے تمہارا کام کرا دیا ہے اب تم اسلام آباد پہنچے ہی میرا سامان میرے گھر والوں تک پہنچا دینا۔"

اسلام آباد جانے والا وعدہ کر رہا تھا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ میں بیڈ کلرک کے لاشعور سے اس کی ذاتی زندگی کے حالات معلوم کر رہا تھا۔ جب وہ اسلام آباد جانے والا دوں سے اٹھ کر باہر آنے لگا تو میں نے اندر پہنچ کر ہیڈ کلرک کو سلام کیا۔ وہ ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ غصے سے بولا "تم کس کی اجازت سے اندر آئے ہو؟"

میں نے کہا: "آپ بحیثیت مسلمان سلام کا جواب دیں۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔"

اس نے ہونٹ بھینچ کر مجھے دیکھا۔ پھر بدستور غصے سے بولا۔ "جواب نہیں ملے گا۔ تم لوگوں کو میں خوب سمجھتا ہوں۔ طرح طرح کے بہانے کر کے پریشان کرنے آ جاتے ہو۔ ادھر کاؤنٹر پر جاؤ۔ جہاں سب کھڑے ہیں۔ تم یہاں کوئی گورنر نہیں لگے ہو۔ جاؤ یہاں سے۔۔۔۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا: "یہ ایک اسلامی حکومت کا سفارت خانہ ہے۔ تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو سلام کا جواب دو۔ ورنہ میں تمہارے جیسے کافر کو اٹھا کر باہر پھینک دوں گا۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "تم۔ تم یہاں فنڈے بن کر آئے ہو۔ میں ابھی تمہیں حوالات میں بھجوں گا۔"

اس کے پیچھے ایک کمرے کا بند دروازہ تھا۔ یعنی چوکھٹ کا اوپری اور نچلا حصہ خالی تھا درمیان میں دو چھوٹے پٹ لگے ہوئے تھے۔ جو کھولنے کے بعد خود بند ہو جاتے ہیں۔ ایسے دروازوں کو دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے ننگی چوکھٹ کو انڈر ویئر پہنایا گیا ہو۔ وہ کمرہ پاکستانی سفیر کے سیکرٹریٹ کے لئے مخصوص تھا۔ بیڈ کلرک غصے سے طمطماتا ہوا اس کمرے میں گیا۔ اس کی آواز باہر تک سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: "سر! ایک بدمعاش زبردستی دفتر میں گھس آیا ہے اور مجھے مارنے کی دھمکی دے رہا ہے۔"

سیکرٹری کی آواز سنائی دی: "اگر اس نے تمہیں نہیں مارا تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ یو آر ایڈیٹ! باہر جا کر اسے سلام کا جواب دو۔ یا پھر اپنا استعفیٰ پیش کر دو۔ گیٹ آؤٹ!"

میں نے فوراً ہی سیکرٹری کی سوچ میں کہا: "پتہ نہیں وہ کون ہے۔ اُسے اندر بلانا چاہتے ہیں۔"

ہیڈ کلرک سر جھکائے کمرے سے باہر آ رہا تھا۔ سیکرٹری نے کہا "اُن صاحب کو اندر بھیج دو۔"

اس نے باہر آ کر ناگواری سے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا: "اندر تشریف لے جائیے۔"

میں نے انڈر ویئر دروازے کو کھول کر داخل ہوتے ہی سلام کیا۔ سیکرٹری نے سلام کا جواب دیتے ہوئے اٹھ کر مصافحہ کیا پھر کہا: "تشریف رکھئے۔ ہمارے دفتر کے آدمی نے آپ کے ساتھ غلطی کی۔ آپ بھی اعتراف کریں کہ بغیر اجازت آپ نے بھی دفتر میں داخل ہو کر غلطی کی ہے۔"

میں نے کہا: "میں اعتراف کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ ہر شخص اپنا کوئی کام نکالنے کے لئے اپنی صلاحیت کے مطابق کوئی قدم اٹھاتا ہے میرے پاس ایک ایسی صلاحیت ہے جس کے سہارے میں بڑے بڑے افسران کو دوست بنا لیتا ہوں۔ آپ صاحب ایمان ہیں۔ میری سچائی کو پسند کریں گے۔ سچائی یہ ہے کہ میں اپنا کام نکالنے کے لئے آپ سے شناسائی پیدا کرنا چاہتا تھا۔"

سیکرٹری نے مسکرا کر پوچھا: "وہ بڑے افسران کو دوست بنانے والی صلاحیت کیا ہے؟"

میں نے جواب دیا: "میں ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر ماضی، حال اور مستقبل کے حالات بتا دیتا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "میں اتنا جانتا ہوں کہ انسان اپنی جدوجہد سے اپنی تقدیر بناتا ہے مگر میں آپ کو آزماؤں گا۔ اگر آپ نے صحیح حالات بتائے تو میں آپ کا کام کرا دوں گا ورنہ آپ کو باہر کاؤنٹر کے پاس جا کر قطار میں کھڑا ہونا پڑے گا۔"

"مجھے منظور ہے۔ لائیے ہاتھ۔"

سیکرٹری نے اپنا دایاں ہاتھ پیش کیا۔ میں ہاتھ کی لکیریں دیکھنے کے بہانے اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ بولا: "یہ نئی تلی باتیں سب ہی نجومی کہتے ہیں کہ ہاتھ دکھانے والا پہلے میں ایک بار سخت بیمار پڑا تھا۔ جوانی میں کسی سے محبت ہوئی تھی۔ بہت اونچی ملازمت ملنے والی ہے۔ دشمن دوست بن جائیں گے اور برسوں کی ایک آرزو پوری ہونے والی ہے۔ ایسی خرافات میں سننا نہیں چاہتا ہوں گا۔"

میں نے کہا: "آپ نو برس کے تھے۔ تب کسی نے آپ کو دریا میں ڈبونے سے بچایا تھا۔"

وہ سر ہلا کر بولا: "ہاں میرے والد صاحب نے مجھے ڈوبنے سے بچایا تھا۔ آگے بتائیں۔"

میں نے ہاتھ کی لکیروں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا: "آپ پندرہ برس کے تھے، تب آپ آنکھ مچولی کھیلتے ہوئے ایک پتنگ کے نیچے چھپ گئے تھے۔ وہاں پہلے ہی ایک لڑکی چھپی ہوئی تھی۔ وہ آپ سے تقریباً چار برس بڑی تھی۔ اس نے اسی جگہ آپ کو بھی چار برس بڑا بنا دیا تھا۔"

سیکرٹری نے جلدی سے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ بڑی حیرانی سے مجھے دیکھنے لگا۔ "کیا علم نجوم گڑے مردے اکھاڑ دیتا ہے؟ وہ بیچاری ایک سال بعد مر گئی تھی۔ میرے پہلے گناہ کو

میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آج اس نجومی نے جان لیا۔ اوہ! میں نے ہاتھ دکھا کر بڑی غلطی کی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ کیا آپ ہاتھ نہیں دکھائیں گے؟ کیا میرا علم جھوٹا ہے؟"

"آں۔ نہیں۔ آپ واقعی ماہر نجومی ہیں۔ آپ یہ بھی جان گئے ہوں گے کہ وہ بے چاری مر چکی ہے۔ آپ یہ بھی سمجھتے ہوں گے کہ یہ بات کسی تیسرے کو معلوم ہو گی تو بے چاری مرحومہ....."

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ "آپ اطمینان رکھیں۔ ہم کبھی ایک کا راز دوسرے کے سامنے زبان پر نہیں لاتے۔ لائیے ہاتھ....."

"نن۔ نہیں۔ ٹھیک ہے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اس صلاحیت کے ذریعے بڑے بڑے انسان کو کیسے دوست بنا لیتے ہیں۔ آپ اپنے کاغذات نکالیں۔"

میں نے پاسپورٹ، ویزا اور وہ درخواست سامنے رکھ دی جس میں خشکی کے راستے سفر کرنے کی اجازت مانگی گئی تھی۔ جب تک وہ کاغذات کا مطالعہ کرتا رہا۔ میں اس کے دماغ کی کتاب پڑھتا رہا۔ وہ ایک شریف آدمی تھا۔ وہ مرحومہ اسے بہت یاد آتی تھی۔ کوئی بھی شخص جوانی کی پہلی حسین ملاقات کو بھلا نہیں سکتا۔ اب اس نے فیصلہ کیا تھا کہ جلد ہی شادی کر لے گا۔ اس کے ایک چچا کی لڑکی اور ایک پھوپھی کی لڑکی ان دنوں بنکاک آئی ہوئی تھیں۔ دونوں اسے پسند کرتی تھیں اور وہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ دونوں میں سے کون قابلِ اعتماد شریکِ حیات بن سکے گی۔

اب وہ میرے ذریعے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کاغذات پڑھنے کے بعد پوچھا۔ "مسٹر طارق! خشکی کے راستے کیوں سفر کرنا چاہتے ہیں؟"

میں نے جواب دیا۔ "میں اپنی زندگی میں تھوڑا سا ایڈونچر چاہتا ہوں۔ دوسری بات یہ کہ میں نے ابھی جس صلاحیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کے ذریعے ہر ملک سے دولت کماتا ہوا گزرتا رہوں گا۔ تیسری بات یہ کہ میں ایک طویل سفر نامہ لکھنا چاہتا ہوں۔"

اس نے کہا۔ "اس قسم کا اجازت نامہ حاصل کرنے کے لئے بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں جن ممالک سے آپ گزرنا چاہتے ہیں۔ ان تمام ممالک کے سفارت خانوں سے آپ کو رجوع کرنا ہو گا۔"

"میرے لئے واقعی دشواریاں پیش آئیں گی۔ مگر آپ اپنے تعلقات کی بنا پر یہاں بیٹھے ہی بیٹھے میری مشکل آسان کر سکتے ہیں۔"

وہ مجھے ٹالنے کے لئے کوئی بہانہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے جلدی سے کہا۔ "انکار کرنے سے پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ میں بھی آپ کی کوئی مشکل آسان کر سکتا ہوں۔ آپ نے مجھے اپنے ہاتھ کی لکیروں کو آگے پڑھنے کا موقع نہیں دیا۔ آپ موقع دیں تو میں آپ کو مشورہ دے سکتا ہوں کہ آئندہ آپ کو اعلیٰ عہدے تک پہنچنے کے لئے یا ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟"

اس کے ذہن میں پھر وہ دو لڑکیاں گھومنے لگیں۔ اس نے کہا۔ "ہاں۔ آپ میری ایک مشکل آسان کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں۔"

"آپ بتائیں گے تو پھر میرا کمال کیا ہو گا؟ آپ صرف اپنا ہاتھ دکھائیں۔"

"مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ باکمال آدمی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ دو لڑکیاں آپ کو ہاتھ دکھائیں۔"

میں نے کہا۔ "لڑکیاں ہاتھ دکھاتی ہیں تو مرد کو تالسے نفو آنے لگتے ہیں۔"

اس نے زور کا قہقہہ لگایا۔ جنی میں اس طرح کا ہاتھ دکھانے والی بات نہیں کر رہا ہوں۔ وہ دونوں میری کزن ہیں۔ دونوں حسین اور تعلیم یافتہ ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ان کے ہاتھ کی لکیریں پڑھ کر بتائیں۔ ان میں سے کون میری شریکِ حیات بننے کے قابل ہے۔ میں حاضر ہوں۔ آپ جب چاہیں گے ان دونوں کی پوری ہسٹری بتا دوں گا۔"

خدا کے لئے اُن کے سامنے صاف گوئی سے لکیریں نہ پڑھیں آپ نے میرے منہ پر میرا وہ راز کہہ دیا جسے کوئی نہیں جانتا اور لڑکیاں تو یہ برداشت ہی نہیں کرتیں کہ کسی کو ان کی کمزوریاں معلوم ہو جائیں۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میں اُن کے سامنے ہیشہ دور خوبصورتیوں کی انہیں خوش کرنے والی باتیں کہوں گا۔ بعد میں آپ کو حقیقت بتا دوں گا۔"

"ہاں۔ یہی میں چاہتا ہوں۔ روزینہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور ایک گھنٹہ بعد میرے لئے اپنے ہاتھوں سے لنچ تیار کر کے لائے گی۔ آپ بھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہیں۔ کھانے کے بعد آپ اُن کے ہاتھ کی لکیریں پڑھیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میرا کام کب تک ہو جائے گا؟"

"انشاء اللہ کل شام تک آپ کو اجازت نامہ مل جائے گا۔ لیکن آپ کے کاغذات میں کمی دیکھتا ہے۔ آپ نے بنکاک میں طویل قیام کیا ہے۔ یہ یکسی ہے کہ آپ ڈاکٹر ہوما کا پی کے زیرِ علاج رہے ہیں۔ انہوں نے آپ کا میڈیکل سرٹیفکیٹ پیش کریں۔ دوسری بات یہ کہ آپ جس گاڑی کے ذریعے خشکی کے راستے سفر کریں گے۔ اس گاڑی کے مکمل کاغذات کی فوٹو اسٹیٹ کاپی لے آئیں۔"

ڈاکٹر ہوما کا پی کا میڈیکل سرٹیفکیٹ میرے پاس تھا۔ میں نے اسے کاغذات سے منسلک کرنا بھول گیا تھا۔ میں نے وہ سرٹیفکیٹ نکال کر سیکریٹری کے حوالے کیا۔ پھر سیکریٹری فاروق احمد کا نام اور فون نمبر معلوم کر کے یہ وعدہ کیا کہ دو بجے تک میں لنچ کے لئے آ جاؤں گا۔ باہر آ کر میں اس عمارت کے سامنے فٹ پاتھ پر کھڑا ہو گیا۔

بھی کا انتظام تھا اور میں بوڑھے یک مین کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ اپنی بہت بڑی موٹر کمپنی کے شوروم میں موجود تھا۔ میں نے اس کے دماغ کی لہروں سے وہاں کا پتہ ذہن نشین کیا۔ پھر ایک جیسی میٹھے کر شوروم تک پہنچ گیا۔

بوڑھے یک مین نے مجھے دیکھتے ہی گرم جوشی سے مصافحہ کیا پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ایئر کنڈیشنڈ دفتر میں لے آیا۔ وہاں تنہائی میں اس نے بولا۔ "نیلما تمہیں ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔ بے چاری جوانی میں ہی تمہارے جیسا تھا۔ لڑکیاں مجھے ڈھونڈتی رہتی تھیں۔"

میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "نیلما کو گولی مارو۔ میں یہاں کچھ خرید نے آیا ہوں۔"

"بکواس ہے۔ میں اسے گولی مار سکتا۔ وہ کم بخت میرے پیچھے پڑ گئی ہے کہتی ہے کہ میں تمہارا پتہ ٹھکانا جانتا ہوں اگر میں نے اسے تمہارے پاس نہ پہنچایا تو وہ میری اس بناسپتی جوانی کا پول کھول دے گی۔"

"اسے بکنے دو۔ تمہیں ہمی یہ جوانی کا ڈھونگ نہیں رچانا چاہئے۔"

"ہاں۔ مجھے عقل آ گئی ہے۔ میں اپنے بڑھاپے کو تسلیم کر رہا ہوں مگر پتہ چلے کہ نیلما میری بیوی کو آنٹی کہتی ہے۔ میری بیوی کی پُر زور خواہش ہے کہ میں نیلما کی خاطر تمہیں تلاش کروں۔ اچھا ہوا کہ تم خود آ گئے۔ میں ابھی نیلما کو فون کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں نے کہا۔ "ٹھہرو! فون ذرا ٹھہر کر کرنا پہلے میرے کام کی باتیں کرو۔"

وہ ریسیور کو چھوڑ کر سیدھا ہو بیٹھ گیا۔ بولا۔ "کیا خریدنے آئے ہو؟"

"مجھے وہ تمہاری گشتی گاڑی پسند ہے۔ اس کی قیمت لگاؤ۔ یا پھر کوئی دوسری گشتی گاڑی تیار ہو تو مجھے دکھاؤ۔"

اس نے پوچھا۔ "نیلما کہہ رہی تھی کہ تم پاکستان واپس جانے والے ہو۔ کیا خشکی کے راستے جانے کا ارادہ ہے؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بولا۔ "یہاں سے برما تک راستہ ٹھیک ہے۔ برما سے آسام تک پہاڑی راستے ہیں۔ آسام میں بارش کی زیادتی سے راستے دلدلی ہو جاتے ہیں۔ اتنی بڑی اور وزنی گشتی گاڑی تمہارے لئے مصیبت بن جائے گی۔ بھئی آرام سے طیارے میں بیٹھو اور چند گھنٹوں میں اپنے وطن پہنچ جاؤ۔ بستر طبیعت نیلما تمہارا بیچھا چھوڑ دے۔"

میں نے کہا۔ "نیلما تمہارے مصاب پر سوار ہے۔ تم گشتی گاڑی کی بات کرو۔"

وہ بولا۔ "آہ! گشتی گاڑی تمہارے مصاب پر سوار ہے۔ میں اپنی گاڑی اپنی ضرورت کے لئے رکھتا ہوں۔ آؤ تمہیں دوسری گاڑی دکھاؤں۔"

ہم دالان سے لوٹ کر شوروم میں آئے۔ اس نے ایک گشتی گاڑی دکھائی۔ وہ بالکل بنگ مین والی گاڑی جیسی تھی۔ صرف اندر کی سجاوٹ باقی تھی۔ میں نے قیمت پوچھی۔ اس نے کہا۔ "تمہارے لئے بائیس ہزار ڈالر....."

میں نے پوچھا۔ "اگر میں نیلما سے ملنے سے انکار کر دوں تو؟"

"بھئی ایسا غضب نہ کرنا۔ وہ اللہ کی بیٹی مجھے بلیک میل کرے گی۔ اب تم سے کیا چھپاؤں، میں بڑھاپے کو تسلیم تو کرتا ہوں مگر ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔"

"تو پھر قیمت کم کرو۔ میں اس سے ملوں گا۔"

"یار تم بھی بلیک میل کرنے لگے۔ چلو بیس ہزار ڈالر دے دینا۔"

"اتنی قیمت پر میں صرف ایک بار نیلما سے ملوں گا۔"

ہم دفتر کی طرف جانے لگے وہ بولا۔ "کیا مصیبت ہے؟ مجھے ایسی گاڑی سے پانچ ہزار ڈالر کا منافع ہوتا ہے۔ تم اس منافع کے ساتھ نیلما کو لے جاؤ۔ یعنی مجھے سترہ ہزار دے دو۔"

میں نے دفتر میں پہنچ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "چلو گاڑی کے کاغذات تیار کرو۔ اور میرے نام ایک ڈرائیونگ لائسنس جاری کرا دو۔"

"لائسنس کے لئے پچاس ڈالر لگیں گے۔"

میں بریف کیس کھول کر نوٹ گننے لگا۔ اگر میں چاہتا تو بنگ مین کے دماغ کو کنٹرول میں لے کر دو چار ہزار اس کے سامنے رکھ کر اس سے سترہ ہزار گنوا لیتا لیکن وہ سچ مچ اپنی قیمتِ خرید پر مجھے وہ گاڑی دے رہا تھا۔ اور وہ جو رقم میں اسے دے رہا تھا، وہ کون سی میری تھی؟ ڈاکٹر ہوما کا پی کی تجوری کا کام آ رہی تھی۔ میں نے سترہ ہزار پچاس ڈالر بنگ مین کے سامنے رکھ دیئے۔ پھر مزید ایک ہزار دیتے ہوئے کہا۔ "یہ میری گشتی گاڑی کو اندر سے ڈیکوریٹ کرنے کے لئے ہے۔ کھڑکیوں اور دروازوں پر خوبصورت پردے، کشنز، ریڈیو، ٹی وی اور کھانے پینے کا تمام سامان اس میں موجود ہونا چاہئے۔ گاڑی کے فائل پہیے اور تمام سامان بھی ہونا چاہئے۔ یہ سب کچھ کتنے دنوں میں ہو جائے گا؟"

"تین دن کے بعد تم مکمل گاڑی لے جا سکتے ہو۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ ایک بج کر پچیس منٹ ہو چکے تھے۔ دو بجے تک سیکریٹری فاروق احمد کے پاس پہنچنا تھا۔ میں نے بنگ مین سے نیلما کا فون نمبر معلوم کیا پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا۔ "میں نیلما سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ خشک لہجے میں بولی۔ "مس صاحبہ کا موڈ ٹھیک نہیں ہے وہ کسی سے بات نہیں کریں گی۔"

"وہ طارق محمود سے بات کریں گی۔ میرا نام بتاؤ۔"

وہ عورت ریسیور رکھ کر نیلما کے بیڈ روم میں گئی۔ نیلما کے غصے سے بڑبڑانے کی آواز سنائی دی۔ پھر وہ عورت ریسیور لے کر واپس آئی۔ بولی۔ "مس صاحبہ کسی طارق محمود کا فون سننے کو تیار نہیں۔"

ہے۔ وہ آپ سے .....؟"

نیلا ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ عورت نے سمجھا کہ مس صاحبہ غصے میں مارنے آئیں گی۔ وہ وہاں سے بھاگتی ہوئی چیختی ہوئی بولی "بابی کلاڈ مس صاحبہ! اب میں کبھی آپ کو ڈسٹرب نہیں کروں گی .....؟"

وہ بدحواسی میں بھاگتے کے دوران ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گر پڑی۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھ سکتی، نیلا دوڑتے ہوئے اس پر سے چھلانگ لگا کر گزرتے ہوئے ٹیلی فون کے پاس پہنچی۔ پھر جلدی سے رسیور اٹھا کر حیرت اور مسرت سے چیختی ہوئی بولی "ہیلو طارق! یہ تم ہو؟"

میں نے کان میں انگلی ڈال کر کھاتے ہوئے کہا "آہستہ بولو۔ کان کا پردہ پھٹ رہا ہے۔ میں طارق محمود ہوں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ ایک ہفتے بعد تم سے اسی جگہ ملوں گا۔ شہ۔ ولیکن تم مجھے تلاش نہ کرو۔ مگر تم رنگ میں کود پریشان کر رہی ہو۔"

"میں اپنی غلطی مانتی ہوں۔ میں تمہاری شرط پر قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ تمہارے رخصت ہوتے ہی میں نے تمہارا تعاقب کرنا چاہا مگر تم نہیں ملے۔ تب سے مجھے یوں لگ رہا ہے کہ تم نہیں ملو گے تو میں مر جاؤں گی۔"

ہیرو نے کہا "زیادہ نہ بولو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ ابھی دو بجے مجھے پاکستانی سفیر کے سیکرٹری کے ساتھ لنچ کرنا ہے۔ رنگ میں سے ایک گاڑی خرید لی ہے۔ تم اس کے دفتر آؤ۔ یہاں سے میری گاڑی کے مکمل کاغذات لے کر ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کرا لو۔ پھر یہ تمام چیزیں لے کر پاکستان کے سفارت خانے میں پہنچو۔ میں وہاں سیکرٹری فاروق احمد کے دفتر میں موجود رہوں گا۔"

اس نے پوچھا "یہ کیا چکر ہے۔ تم دھوکہ تو نہیں دو گے؟"

"بکواس مت کرو۔"

میں رسیور رکھ کر رنگ میں سے رخصت ہو گیا۔ فاروق احمد کے دفتر دس منٹ دیر سے پہنچا۔ وہاں روزینہ موجود تھی۔ اچھی خوبصورت اور اسمارٹ لڑکی تھی۔ میں نے کہا "میں دس منٹ لیٹ پہنچنے پر شرمندہ ہوں۔"

فاروق احمد نے کہا "کوئی بات نہیں۔ ان سے ملئے۔ یہ مس روزینہ میری کزن ہیں اور روزینہ یہ مسٹر طارق محمود ہیں۔ ان کا ذکر میں کر چکا ہوں۔"

پہلے رسمی باتیں ہوئیں۔ پھر روزینہ میز پر ہمارے لئے کھانے کی چیزیں رکھنے لگی۔ فاروق احمد سے مہذب انداز میں گفتگو کی باتیں کرنے لگی۔ میں اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ کھانے کے دوران دفتر کے چپراسی کو بلا کر کہا کہ نیلا نام کی کوئی لڑکی آئے تو اسے کسی کمرے میں بٹھا دیا جائے۔ روزینہ نے کہا "مسٹر طارق! یہ ہمارے فاروق صاحب آپ کی بڑی تعریفیں کر رہے تھے۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو کہوں کہ نجومی حضرات ہزار باتیں کہتے ہیں۔ ان میں سے کبھی ایک بات درست ہو جاتی ہے۔"

میں نے کہا "وہ سڑک چھاپ نجومی ہوتے ہیں۔ میں جو کچھ کہتا ہوں، وہ سو فیصد درست ہوتا ہے۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولی "کوئی فرشتہ بھی آسمان سے اتر کر تمہارا کمال نہیں بتا سکتا۔"

"آپ فرشتوں کو جانتی ہوں گی۔ میں انسانوں کو جانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتنی ذہانت اور صلاحیتیں دی ہیں کہ ہم بکھری ہوئی تفصیلات کو سمجھ سکتے ہیں اور اپنی بیگانگی کو بنا سکتے ہیں۔ جو بنا نہیں جانتے۔ انہیں تفصیلات بڑی پُراسرار لگتی ہے۔"

کھانے کے بعد روزینہ نے اپنا بایاں ہاتھ میرے سامنے ٹیبل پر رکھا۔ میں لکیروں کو غور سے سمجھنے کے بہانے ذرا دیر تک اس کی زندگی کے اہم واقعات معلوم کرتا رہا۔ وہ بولی "اللہ! آپ تو سسپنس میں مبتلا کر رہے ہیں۔ جلدی بولیں مجھے الجھن ہو رہی ہے۔"

میں نے پوچھا "کہاں سے شروع کروں۔ بچپن سے یا جوانی سے؟"

"کہیں سے بھی شروع کریں۔ کچھ بولیں تو سہی۔"

میں نے کہا "آپ دل کی بہت اچھی ہیں۔ ہر ایک سے محبت کرتی ہیں۔"

"یہ بات مجھے خوش کرنے کے لئے ہے۔ سڑک چھاپ نجومی ایسی ہی باتیں کرتے ہیں۔"

"آپ نے میری پوری بات نہیں سنی۔ میں کہہ رہا ہوں کہ آپ ہر ایک سے محبت کرتی ہیں کسی ایک سے نہیں کرتیں۔"

وہ اندر ہی اندر ذرا گھبرائی۔ کیونکہ وہ صرف فاروق احمد سے محبت نہیں کرتی تھی۔ اس سے پہلے کئی جوان اس کے آئیڈیل رہ چکے تھے پہلا آئیڈیل کرکٹ کا ایک کھلاڑی تھا۔ کھلاڑی نے کچھ روز کھیل کر چھوڑ دیا۔ پھر ایک فلمی ہیرو سے رومانس چلا۔ اس ہیرو کو ایک فلمی ہیروئن نے جیت لیا۔ اس کے بعد ایک صنعت کار کے بیٹے نے دولت کی چمک دکھائی۔ ان ہی دنوں اچانک ہی فرہاد علی تیمور کی شہرت ہونے لگی۔ ان نے سوچا کہ ایک بار کسی نہ کسی طرح فرہاد سے ملاقات کرنا چاہئے اگر اس پر حسن کا جادو چل جائے تو ساری دنیا کی دولت اس کے قدموں میں ہوگی۔

فاروق احمد نے پاکستان میں اپنے چچا کو خط لکھا تھا۔ گھر والوں کو لکھنے کے علاوہ اس نے خط میں فرہاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ بنکاک کے اعلیٰ حکام اور غیر ممالک کے سفیروں کی سرگرمیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ فرہاد بنکاک میں ہے اور جلد ہی وہ خود کو ظاہر کر دے گا۔ یہ خط پڑھتے ہی صنعت کار کے بیٹے کو کچھ روز کے لئے فرہاد کو بنکاک کی فلم فرہاد کو دیکھنے اور پالینے کی امید تھی مگر ایک دن اخبارات میں اس کی موت کی خبر شائع ہوئی تو روزینہ مایوس ہو کر فاروق احمد کی طرف مائل ہو گئی۔ کیونکہ سرکاری حلقے میں یہ کہا جا رہا تھا کہ فاروق احمد ایک سال کے اندر سفیر بن کر کسی یورپی ملک میں جائے گا۔

یہ روزینہ کی ابتدائی جوانی کی مختصر سی ہسٹری تھی چونکہ اس کے دل میں چور تھا۔ اس لئے وہ میری زبان سے یہ سن کر گھبرا گئی کہ وہ ہر ایک سے محبت کرتی ہے کسی ایک سے نہیں کرتی۔ اس نے تیور بدل کر ناگواری سے کہا "آپ گول مول باتیں کر رہے ہیں۔"

"میں اس اعتماد سے گول مول باتیں کرتا ہوں کہ سمجھنے والے سمجھ لیتے ہیں۔"

ایسا کہتے وقت میں نے اسے معنی خیز نظروں سے دیکھا تو وہ اپنا ہاتھ کھینچ کر بولی "یہ ہاتھ کی لکیریں کچھ نہیں کہتیں۔ سب بکواس ہے۔ میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔"

اتنے میں چپراسی نے آ کر بتایا کہ نیلا آ گئی ہے۔ میں نے فاروق احمد سے کہا "میں ابھی گاڑی کے کاغذات لے کر آتا ہوں۔"

ایک ویٹنگ روم میں بہت سے پاکستانی بیٹھے ہوئے تھے نیلا بھی وہیں تھی۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہ ایک دم سے دوڑتے ہوئے آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ بوسے کے لئے اپنا چہرہ میرے چہرے کے قریب لے آئی۔ میں نے خود کو چھڑاتے ہوئے کہا "یہ پاکستانی سفارت خانہ ہے یہاں سرِعام بوسہ بازی ممنوع ہے۔ چلو وہ کاغذات نکالو۔"

اس نے ناگواری سے آس پاس دیکھا۔ پھر ہینڈ بیگ میں سے کاغذات نکال کر میرے حوالے کئے۔ میں نے اسے وہیں انتظار کرنے کے لئے کہا۔ پھر فاروق احمد کے پاس پہنچ گیا۔ روزینہ واپس جا رہی تھی۔ میں نے کاغذات کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں فاروق احمد کے سامنے رکھ دیں۔ اس نے ایک نظر کاغذات پر ڈالنے کے بعد کہا "انشاء اللہ کل شام تک آپ کا کام ہو جائے گا۔ چلیں اب حقیقت بتائیں۔ روزینہ جا چکی ہے۔"

ہماری دنیا میں کوئی آدمی عیب سے خالی نہیں ہے۔ ایک ذرا سی برائی ہر شخص میں ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ برائی نظر آتی ہو۔ میرے ضمیر نے اجازت نہیں دی کہ میں کسی کے بھی سامنے روزینہ کو بے آبرو کروں۔ میں نے کہا "فاروق صاحب! آپ کی روزینہ مستقل مزاج نہیں ہے۔ اس میں خود غرضی کچھ زیادہ ہی ہے۔ یہ آپ کی شریکِ حیات بننے کے لئے موزوں نہیں رہے گی۔"

فاروق احمد نے کہا "روزینہ نے میری طرح پریشان ہو کر آپ سے ہاتھ چھڑا لیا تھا۔ آپ یقیناً اس کے کسی راز تک پہنچ گئے تھے۔"

"دیکھئے فاروق صاحب! ہر شخص اپنی ذات کے خول میں چھپا رہتا ہے۔ کبھو کو اور آپ کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی کے بے نقاب کریں۔ حق تو یہ ہے کہ پہلے ہم خود کو بے نقاب کریں اور ہم نہیں کرتے۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا "آپ درست کہتے ہیں۔ میں آگے کچھ نہیں پوچھوں گا۔ میرے لئے اتنا اشارہ کافی ہے کہ روزینہ میرے معیار کے مطابق نہیں ہے۔ اب میری پھوپھی کی لڑکی شہلا رہ گئی ہے:"

میں نے کہا "آپ میری طرف سے آج ڈنر کی دعوت قبول کریں اور شہلا کو ساتھ لے آئیں۔ میں وہاں شہلا کا ہاتھ دیکھ لوں گا۔"

میں نے ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھا کر پرنس ہوٹل کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر تین افراد کے ڈنر کے لئے میز ریزرو کرائی۔ اور کاؤنٹر کلرک کو یقین دلایا کہ ایک گھنٹے کے اندر ایڈوانس کی رقم ادا کر دوں گا۔ پھر میں فاروق احمد سے رخصت ہو کر نیلا کے پاس آیا۔ وہ اپنی ایک اسپورٹس کار لے کر آئی تھی۔ میں نے باہر آ کر اس خوبصورت سی ننھی سی کار میں بیٹھتے ہوئے کہا "میں ساڑھے سات بجے تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ مجھے جہاں لے جانا چاہو لے چلو۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتی ہوئی بولی "ساڑھے سات بجے کے بعد کہاں جاؤ گے؟"

"آٹھ بجے ایک ڈنر میں شریک ہونا ہے۔ پھر کس گیارہ بجے تک گھر واپس جا کر سو جاؤں گا۔"

"میرے ہوتے ہوئے گھر جا کر سو جاؤ گے۔ کیسی غیر رومانی باتیں کرتے ہو؟"

"رومانس بے کار لوگوں کا مشغلہ ہے۔ میں اپنے ٹائم ٹیبل کے مطابق کام کرتا ہوں۔ آج میرے سونے کے لئے گیارہ بجے کا وقت مقرر ہے۔ میں ٹھیک اسی وقت سو جاؤں گا۔"

وہ ناراض ہو کر بولی "اگر زلزلہ آ جائے تو وقت کی پابندی کیسے کرو گے؟"

"زلزلہ دو چار منٹ کے لئے آتا ہے۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی مصلحت سمجھ کر دو چار منٹ بعد سو جاؤں گا۔"

وہ بڑے فخر سے بولی "یہاں جو ڈوڈو کراٹے کے اسکولوں میں مجھے بنکاک کا زلزلہ کہا جاتا ہے۔"

میں نے سگریٹ نکالتے ہوئے کہا "اسکول کے بچوں نے ابھی اپنے ... باپ کو نہیں دیکھا ہے اس لئے ماں کو زلزلہ سمجھ بیٹھے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "یہ رکشہ مجھے دل و جان سے پسند ہے۔ اسے ہیڈ قائم رہنا چاہئے۔"

میں نے سنجیدگی سے سمجھایا "نیلا! اگر تم ایک خوشگوار زندگی گزارنا چاہتی ہو تو آج کی ملاقات کے بعد مجھے بھول جاؤ۔"

"تمہارے لئے کہنا آسان ہے۔ میرے لئے بھولنا مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ اے میری محبت سمجھ لو یا ضد کہہ لو۔ میں بچپن سے جس چیز کو چاہتی ہوں اسے اپنا بنا کر رکھ لیتی ہوں اور تم میری جوانی کی پہلی اور آخری منہ ہو۔ تمہیں اپنے پاس رکھنے کے لئے مجھے اپنی زندگی کی قیمت بھی

ادا کرنا پڑے تو میں جان سے گزر جاؤں گی۔"

میں خاموشی سے سگریٹ سلگانے لگا۔ وہ جھنجلا کر سوچنے لگی۔ "اس شخص کی خاموشی کتنی گہری ہے کیسا پُراعتماد ہے۔ گویا میں کچھ اس کو رہی ہوں مگر میں یہ موقعہ نہیں گنوا ؤں گی۔ آج یہ کم ہوگا تو پھر کبھی نہیں ملے گا۔"

یہ سوچنے کے بعد اس نے کہا۔ "طارق! اگر تم محبت سے قائل نہیں ہونا چاہتے تو اپنی بڑی سے بڑی قیمت بتاؤ۔ میرے باپ کے پاس اتنی دولت ہے کہ میں تمہیں یہاں کا بے تاج بادشاہ بنا سکتی ہوں۔ تم پاکستان میں ہی رہنا پسند کرو گے تو میں وہاں ایک عالیشان محل بنا کر تمہارے ساتھ رہوں گی۔ تم نے گشتی گاڑی خریدی ہے۔ اگر خشکی کے راستے حیات کا شوق ہے تو میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمہارے ساتھ چلوں گی۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں کہ تم میرے کان نہ کھاؤ۔ یا پھر دوسرے موضوع پر گفتگو کرو۔"

وہ چڑ گئی۔ مگر اب اپنا غصہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ایک ہی رات میں اچھا خاصا تجربہ ہو چکا تھا کہ غصے۔ نفرت، جوڈو کراٹے اور طاقت سے وہ مجھے زیر نہیں کر سکے گی۔ وہ جبراً غصہ پی کر مسکرانے لگی۔ ایک ٹیلی فون بوتھ کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے بولی۔ "تم بیٹھو۔ میں گھر والوں کو بتا دوں کہ دیر سے آؤں گی۔"

وہ کار سے نکل کر ٹیلی فون بوتھ کے اندر چلی گئی۔ میں نے ایک سگریٹ سے دوسرا سگریٹ جلایا اور اس کے کش لگاتا ہوا خیال خوانی کے ریسیور سے نیلما کی باتیں سننے لگا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے بار بار سر گھما کر سڑک کی جانب دیکھ رہی تھی۔ پھر مجھے کار میں بیٹھے دیکھ کر مطمئن ہو جاتی تھی۔ وہ واقعی ضدی تھی۔ ہر قیمت پر مجھے قائل کرنا چاہتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ مسکراتی ہوئی آئی۔ کار میں بیٹھ کر بولی۔ "میرے ڈیڈی بہت آزاد خیال ہیں۔ انہوں نے شام تک گھومنے پھرنے کی اجازت دے دی ہے۔"

کار آگے بڑھ گئی۔ میں نے کہا۔ "تمہارے ڈیڈی صرف گھومنے پھرنے کی ہی نہیں، جوا لوں کے میلے میں بھی رات گزارنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔"

وہ ذرا سٹپٹائی پھر بولی۔ "وہ تو آنٹی نے میرے ڈیڈی سے کہہ دیا تھا کہ وہ رات میں آنٹی کے ساتھ گزاروں گی۔"

میں چپ رہا۔ وہ پیار محبت کی باتیں کرنے لگی پھر ایک اوپن ریسٹورانٹ میں بیٹھ کر ہم کافی کی ایک ایک پیالی پیتے ہوئے وقت گزارنے لگے۔ دراصل وہ ایک گھنٹہ گزار کر مجھے اپنی ایک منزل کی طرف لے جانا چاہتی تھی۔ کافی پینے کے بعد ہم پھر کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ اس نے گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہم صدیوں پرانے کھنڈرات کی طرف جائیں گے۔ بڑی رومانٹک جگہ ہے۔ سیکڑوں سال پہلے شہزادے اور شہزادیاں وہاں محبت کے رنگین لمحات گزارا کرتے تھے۔ آج ہم محبت کی ان داستانوں کو دہرائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "کھنڈرات ہمیں بہت کچھ سکھاتے ہیں شکستہ عمارتوں کو دیکھ کر سبق ملتا ہے کہ دنیا میں کوئی ثابت و سالم نہیں رہتا۔ ایک ان ٹوٹ پھوٹ کر زمیں بوس ہو جاتا ہے۔ جو اپنی طاقت، اقتدار اور اختیارات پر گھمنڈ کرتے ہیں۔ وہ اپنے وقت سے پہلے فنا ہو جاتے ہیں۔"

"میں محبت کی باتیں کر رہی ہوں۔ تم موت کا ذکر چھیڑ بیٹھے ہو۔"

"موت کو یاد کرتے رہنا چاہئے۔ پتہ نہیں وہ ہم میں سے کس کے پاس پہلے آئے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "میں تو ابھی نہیں مروں گی اور نہ ہی تمہیں مرنے دوں گی۔"

شہر سے دور پرانے زمانے کی شکستہ عمارتیں تھیں۔ ان کھنڈرات کے درمیان گاڑیوں کی آمد و رفت کے لئے پختہ سڑکیں بنائی گئی تھیں۔ میں اسپورٹس کار میں بیٹھا ادھر ادھر سر اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ ان عمارتوں کے ڈیزائن اور ان کی بلندیاں تھائی لینڈ کے عظیم الشان ماضی کی گونج کی داستانیں سنا رہی تھیں۔ نیلما نے ایک جگہ کار روکنے کے بعد کہا۔ "آؤ میں تمہیں ایک ایسی جگہ لے جاؤں جسے ہم پھول بھلیاں کہتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر باہر نکلنے کا راستہ نہیں ملتا۔"

میں نے کہا۔ "باہر نکلنے کا راستہ ہی نہیں ہوگا۔"

"ہے۔ مزہ ہے۔ ذرا بھٹکنے کے بعد راستہ مل جاتا ہے۔"

میں اپنا بریف کیس اٹھا کر کار سے آ گیا۔ پھر اس کے ساتھ چلتا ہوا ایک شکستہ عمارت میں داخل ہوا۔ نیلما بتانے لگی کہ کس دور کے بادشاہ نے وہ عمارت تعمیر کرائی تھی۔ تاریخی داستانوں سے مجھے دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے اس عورت کی مکاریوں سے دلچسپی تھی۔ وہ باتیں کرتے ہوئے مجھے ایک دروازے تک لائی۔ وہ آہنی سلاخوں سے بنا ہوا دروازہ تھا۔ چوکھٹ سے ذرا دور نیلما نے ایک کل کو دبایا تو وہ دروازہ اوپر اٹھتا چلا گیا۔

"آؤ۔ اندر چلیں۔"

وہ میرا ہاتھ تھام کر چوکھٹ کے پار لے گئی۔ اسی وقت دروازہ ایک جھٹکے کے ساتھ اوپر سے نیچے آ کر بند ہو گیا۔ وہ زور دار قہقہہ لگاتے ہوئے بولی۔ "اب یہ دروازہ نہیں کھلے گا۔ اسے صرف باہر سے ہی کھولا جاتا ہے۔"

میں نے اس پاس کا جائزہ لیا۔ ہم ایک تنگ سی راہداری میں تھے۔ وہ اتنی تنگ تھی کہ صرف دو شخص شانہ بشانہ وہاں سے گزر سکتے تھے۔ اس کی چھت کو میں ہاتھ اٹھا کر چھو سکتا تھا۔ نیلما میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "کیا سوچ رہے ہو۔ میں تمہیں اپنے ساتھ ایسی ہی جگہ رکھنا چاہتی ہوں۔ جہاں سے تم کبھی باہر نہ جا سکو۔"

وہ پنجوں کے بل اٹھ کر میرے قد کے برابر ہو کر میرے ہونٹوں تک پہنچنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "تمہارے ہونٹوں سے بو آ رہی ہے موت کی بو۔۔۔۔؟"

یہ کہہ کر میں نے اسے دھکا دیا۔ وہ دیوار سے ٹکرا گئی۔ میں پلٹ کر آگے بڑھ گیا۔ تنگ سی راہداری میں میرے جوتوں کی آواز کھٹ کھٹ گونجنے لگی۔ وہ میرے پیچھے آتے ہوئے بولی۔ "چھ سو سال پہلے شہنشاہ جانگھو ساما نے ایک چینی ماہر سے یہ بھول بھلیاں تعمیر کرائی تھیں۔ وہ خطرناک مجرموں کو موت کی سزا دینے کے لئے یہاں چھوڑ دیتا تھا۔ اس کے بعد اس کے حکم سے شیر کا کھرہ کھول دیا جاتا تھا۔"

نیلما کی آواز اور میرے جوتوں کی کھٹ پٹ گونج رہی تھی۔ میں نے مڑ کر دیکھا۔ اوپر ایک چھوٹی سی آہنی جالی نظر آئی۔ جالی کے پار نیلا آسمان نظر آ رہا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر جالی کو پکڑ کر ہلانا چاہا۔ وہ بہت مضبوط تھی۔ کوئی ہرکولیس بھی اسے اس کی جگہ سے اکھاڑ نہیں سکتا تھا۔ میں آگے بڑھ گیا۔ نیلما جالی کی طرف منہ کر کے اونچی آواز میں بولی۔ "کھڑے کا دروازہ کھول دو!"

چند سیکنڈ بعد ہی میں ٹھٹھک گیا۔ شیر کے دہاڑنے کی آواز گونج رہی تھی۔ نیلما نے کہا۔ "یہاں ایسے وقت خطرناک مجرموں کو اپنی جان بچانے کے لئے بھاگنا پڑتا تھا۔ بھاگو، ورنہ شیر بہیں چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر تیزی سے چلنے لگا۔ وہ نفسیاتی طریقوں سے میرے اعصاب کو کمزور بنانا چاہتی تھی جس طرح بلی چوہے کو کھانے سے پہلے کھیلتی ہے، اسی طرح وہ مجھے سے کھیل رہی تھی۔ تنگ سی راہداری کبھی دائیں اور کبھی بائیں گھوم رہی تھی۔ پتہ نہیں وہ کیسا چکرا دینے والا راستہ تھا۔ شیر برستور گرج رہا تھا۔ ہر لمحہ یوں لگتا تھا جیسے وہ دوسری راہداری سے گزر کر ہمارے قریب پہنچ رہا ہو۔

لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ مجھے دہشت زدہ کرنے اور بدحواسی میں مبتلا کرنے کے لئے مختلف آہنی جالیوں کے پاس سے شیر کی آواز کا کیسٹ بنایا جا رہا تھا۔ جب میں کسی جالی کے نیچے سے گزرتا تو وہاں کا کیسٹ بند کر دیا جاتا۔ تاکہ میں نفسیاتی چالوں کو نہ سمجھ سکوں ویسے یہ درست تھا کہ کسی زمانے میں وہاں مجرموں کے پیچھے سچ مچ شیر چھوڑے جاتے تھے۔ مجرم اپنی سلامتی کے لئے ان بھول بھلیوں میں بے تحاشہ بھاگتے رہتے تھے۔ ان کے آگے دو ہی راستے ہوتے تھے یا تو شیر انہیں چیر پھاڑ کر رکھ دیتے تھے۔ یا پھر وہ کسی طرح باہر نکلنے والے دروازے تک پہنچ جاتے تھے۔ وہ دروازہ ایک بڑے اسٹیڈیم کے میدان میں کھلتا تھا۔

اسٹیڈیم کے ایک مرتفع تخت پر بادشاہ وقت بیٹھا تھا۔ اس کے آس پاس معمار جین ہوتے تھے۔ باقی اسٹیڈیم شہریوں سے بھرا ہوتا تھا۔ وہ سب لوگ مجرموں کی موت کا تماشہ دیکھنے کے منتظر رہتے تھے جو مجرم شہریوں سے بچ کر اسٹیڈیم تک پہنچ جاتے تھے۔ وہاں اسٹیڈیم کے میدان میں اپنے وقت کے ناقابل شکست پہلوان اور جنگجو سپاہی ہتھیاروں سے لیس کھڑے رہتے تھے۔ مجرموں کو ان سے مقابلہ کرنے کا موقعہ دیا جاتا تھا اور اس مقابلہ میں وہ یقیناً مارے جاتے تھے۔

میں بھول بھلیوں میں بھٹکتا ہوا دوسرے دروازے پر پہنچا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور دروازے کے اس پار کتنے ہی موجودہ دور کے پہلوان میدان میں میرے منتظر دکھائی دے رہے تھے۔ سب کے سب کراٹے کے عالمی لباس میں تھے۔ کسی کی کمر سے زرد، کسی کی کمر سے براؤن اور کسی کی کمر سے سیاہ بیلٹ بندھے ہوئے تھے۔ وہ سب تین قطاروں میں کھڑے اپنے استاد کے سامنے عبادتی ورزشوں میں مصروف تھے۔

ان کا استاد قد آور تھا۔ اس کا سرخی بدن شام کی ڈھلتی دھوپ میں سونے کی طرح چمک رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے فولاد کو تراش کر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو۔ نیلما نے ٹیلی فون بوتھ کے اندر جا کر اسی استاد کو کال کیا تھا۔ میں اس کے تمام منصوبے پہلے ہی پڑھ چکا تھا۔ استاد کا نام کوکا لوئی تھا۔ کراٹے کی دنیا میں وہ پہلوانِ ناقابل تسخیر نام تھا۔ یہ درست ہے کہ بڑے بڑے پہلوان، بڑے بڑے پہلوان سے چت نہیں ہوتے مگر ایک حسین عورت انہیں اوندھا کر دیتی ہے۔

کوکا لوئی اپنی شاگرد نیلما کا دیوانہ تھا۔ وہ اس حسینہ کی خاطر میرے ہاتھ پاؤں توڑ کر مجھے اپاہج بنانے آیا تھا۔ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود میں وہاں چلا آیا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے دیکھتے ہی ورزش ترک کر دی۔ کوکا لوئی بڑی سفاکی سے مسکرا کر مجھے دیکھنے لگا۔ نیلما مجھ سے ذرا دور جاتے ہوئے بولی۔ "طارق! میں نے تم سے کہا تھا۔ جو چیز مجھے پسند ہوتی ہے۔ میں ہر قیمت پر اسے پاس رکھ لیتی ہوں۔"

وہ کراٹے باز ساتھیوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے بولی۔ "میں نے تمہیں غصہ دکھایا۔ اپنے پیچ استعمال کئے۔ پھر محبت کا آخری حربہ بھی آزما کر دیکھ لیا اور یہ سمجھ میں آ گیا کہ تم مجھ کنا نہیں ٹوٹنا چاہتے ہو۔ وہ اپنے استاد اور عاشق کوکا لوئی کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر بولی۔ "اور آج تم ٹوٹ جاؤ گے۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا میں ٹوٹنے کے بعد تمہاری ملکیت بن جاؤں گا؟"

"ہاں۔ تمہیں اپاہج بنانے کے بعد میں ایک آہنی پنجرے میں تمہیں رکھوں گی۔ وہ پنجرہ میری خواب گاہ میں رہے گا۔ وہاں تم مجھے ماسٹر کوکا لوئی کے ساتھ سوتے جاگتے دیکھتے رہو گے۔"

میں نے پوچھا۔ "اگر میں اپاہج نہ بن سکا تو؟"

"تو پھر تمہاری لاش گرائی جائے گی۔ تمہارے مُردہ جسم میں مسالہ بھر کر شیشے کے شوکیس میں ممی بنا کر اپنی خواب گاہ میں رکھوں گی۔ بولو

تمہیں رکھوں گی۔ مزدور رکھوں گی۔ میری زندگی کی آخری سانس تک تم میری نظروں کے سامنے رہو گے۔ زندہ یا مُردہ.....؟"

میں نے ماسٹر کو کالوئی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ماسٹر! کراٹے بازی کے کچھ آداب، کچھ اصول ہوتے ہیں۔ بنیادی اصول یہ ہے کہ کبھی کسی پر حملہ نہ کیا جائے۔ کوئی حملہ آور ہو تو حتی الامکان اپنا بچاؤ کیا جائے۔ بحالتِ مجبوری حملے کا جواب حملے سے دیا جا سکتا ہے۔ میں نے نہ تو حملہ کیا ہے اور نہ ہی بالواسطہ کوئی نقصان تمہیں پہنچایا ہے۔"

ماسٹر لوئی نے سنجیدگی سے کہا: "تم نے ایک رات نیلما کو زخمی کیا تھا۔"

"نیلما نے کچھ سمجھے بوجھے بغیر مجھ پر بار بار حملے کئے۔ میں نے بار بار سمجھایا۔ مگر یہ اذیت پسند لڑکی تجھ سے کچھ اور چاہتی تھی۔ میں نے اس کی چاہت پوری کر دی۔"

نیلما نے کچھ میری طرف تھوک کر گالیاں دینے لگی۔ ماسٹر لوئی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا: "میں ابتدا سے تمہیں سمجھاتا آ رہا ہوں کہ کراٹے سیکھنے کے لئے غصّے کو کچل دینا ضروری ہے مگر تمہاری یہ کمزوری نہیں جاتی۔ تم خاموش رہو۔ مجھے باتیں کرنے دو۔"

وہ مجھ سے بولا: "نیلما نے تمہارے لڑنے کے انداز کی بڑی کی بڑی تعریفیں کی ہیں۔ تم نمونے کے طور پر اپنا انداز دکھاؤ۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔"

میں بریف کیس کو زمین پر رکھ کر آگے بڑھ گیا۔ ماسٹر لوئی نے اپنے ایک شاگرد کو میرے مقابلے پر آنے کا اشارہ کیا۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے سامنے جھک کر سلام کیا۔ میں نے بھی ایک کراٹے باز کی طرح جواباً جھک کر سلام کیا۔ مطلب یہ تھا کہ یہ دوستانہ مقابلہ ہے۔

پھر اس نے چیخ مارتے ہوئے کراٹے کا پوز بنایا۔ تیر کی طرح مجھ پر جھپٹ کر حملے کئے۔ کراٹے کے ایک ہاتھ دو ہاتھ میں نے روکے۔ اس نے گھوم کر لات چلائی۔ میں نے ایک لات سے روکا۔ اس نے دوبارہ گھوم کر لات چلائی۔ میں تمام حملوں کو روکتا رہا۔ پھر ماسٹر لوئی کی آواز سنائی دی۔ "ہالٹ۔"

حملے رک گئے۔ وہ ماسٹر لوئی کے اشارے پر واپس چلا گیا۔

دوسرا چیخ مار کر میدان میں آیا۔ وہ فلائنگ کِک مارنا چاہتا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کس انداز میں فلائی کرے گا۔ جیسے ہی وہ کِک لگانے کے لئے اڑتا ہوا آیا۔ میں نے جھک کر بڑی پھرتی سے اس کے سیاہ بیلٹ میں ہاتھ ڈالا۔ دوسرے ہاتھ میں اس کی گردن تھام کر اسے اسی انداز میں اپنے سر سے اونچا کئے اٹھائے رکھا۔ وہ ہاتھ پاؤں جھٹک رہا تھا۔ میں نے بآسانی زمین پر دے مارا لیکن میں نے بڑی آہستگی سے زمین پر کھڑا کر دیا۔ ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ "ہالٹ۔"

وہ دوسرا واپس چلا گیا۔ ماسٹر لوئی اب بڑی محبت سے مجھے دیکھتا ہوا مسکرا رہا تھا۔ اس نے سر ہلا کر کہا: "بہت پھرتیلے ہو۔ انداز بہت خوبصورت ہے۔ تمہارے ہاتھ پاؤں توڑنے کے بعد مجھے افسوس ہو گا۔"

میں نے کہا: "میری تمہاری دشمنی کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ ایک نامعقول وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ تم نیلما کا دل جیتنے کے لئے مجھے شکست دینا چاہتے ہو۔"

وہ بولا: "ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ دو پہلوان جب اکھاڑے میں اترتے ہیں تو وہ ذاتی طور پر ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہوتے۔ صرف انعام کی بھاری رقم جیتنے اور خود کو برتر ثابت کرنے کے لئے لڑتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ لڑائی کے دوران دونوں کو غصّہ آ جاتا ہے۔ وہ مقابلے خطرناک جان لیوا انجام کا سبب بن جاتا ہے۔"

اس نے کن انکھیوں سے نیلما کو دیکھا۔ پھر مجھ سے کہا: "مقابلے میں نیلما انعام کے طور پر ملے گی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "یہ انعام میرے لئے باسی ہو چکا ہے۔"

وہ اپنی عادت کے مطابق تھوکنا چاہتی تھی۔ میں نے ذرا سی کے لئے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے تھوک کو اس طرح باہر نکلنے جیسے سوڈا واٹر گیس بوتل سے نکل کر بوتل کے اطراف میں پھیل جاتا تھوک اس کے لبوں اور باچھوں سے نکل کر ٹھوڑی پر پھیلتا ہوا اس کی طرف بہنے لگا۔

وہ غصّے سے پاگل ہو گئی۔ مجھ پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھنا چاہتی تھی۔ ماسٹر کو کالوئی نے اسے پکڑ لیا۔ نیلما کا دماغ میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر دوسرا ہاتھ ماسٹر لوئی کے منہ پر رسید کر دیا۔ چند ساعتوں کے لئے سناٹا چھا گیا۔ تمام شاگرد حیرت زدہ نیلما کے خلاف حملے کے لئے پوز بنا لیا۔ کیونکہ وہ ماسٹر کی توہین برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

ماسٹر لوئی نے دونوں ہاتھ اٹھا کر شاگردوں سے کہا: "تم نیلما کے مزاج کو سمجھتے ہو۔ لہٰذا کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے۔ میں اسے سمجھاتا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی نیلما نے گھوم کر ماسٹر کی بائیں ٹانگ میں لات ماری۔ ماسٹر ایک قدم پیچھے گیا پھر تعجب سے بولا: "کیا ہو گیا ہے؟"

"پاگل تم ہو۔ پاگل تمہارا باپ ہے۔ یہ سالا طارق اتنی دیر میری توہین کرتا رہا ہے اور تم تماشہ دیکھ رہے ہو۔"

وہ بولا: "اچھا تم چپ چاپ کھڑی رہو۔ میں ابھی تمہاری توہین کا بدلہ لیتا ہوں۔"

وہ بولی: "تم کیا بدلہ لو گے؟ تم سالے ماسٹر نہیں ہیجڑے ہو۔ میں تنہا تمہاری پٹائی کر سکتی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے پھر حملہ کیا۔ ماسٹر نے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے نیلما کو دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ وہاں سے پلٹ کر

بھاگو محض سبق سکھانے کے لئے جوابی حملہ کیا۔ لیکن وہ محض نیلما نہیں تھی اس کے دماغ میں میں تھا۔ میں مقابل کے جوابی حملوں کو سمجھ سکتا تھا۔ اس لئے نیلما بڑی صفائی سے بچ گئی۔ ماسٹر لوئی نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر اس نے ایک حملہ کیا۔ دوسرا حملہ کیا۔ پھر تیسرا کیا۔ نیلما بچتی چلی گئی۔

وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے بولی: "تم اس طارق کے بچے کے مقابلے میں جیت کا انعام کے طور پر مجھے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ تمہیں کہیں کے۔ تمہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ عورت کو جیتنے کے لئے پہلوانی نہیں لڑنا پڑتا۔ بلکہ عورت کو اپنے قابو میں کرنا پڑتا ہے یاد رکھو میں اسی کے آگے جھک سکتی ہوں جو مجھے جھکانا جانتی ہو۔"

ماسٹر لوئی نے اچانک ایک ہاتھ رسید کیا۔ نیلما کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ میں اس کے دماغ سے نکل گیا تھا تاکہ اس کی دفاعی پسپائی خواہشات پوری ہوتی رہیں۔ ماسٹر نے اسے دو چار ہاتھ اور ہی زمین پر گرا دیا تھا۔ وہ درد سے تڑپ رہی تھی اور لذّت حاصل کرنے کے انداز میں سسک رہی تھی۔

میں نے کہا: "ماسٹر! تمہیں نیلما کی باتوں اور حرکتوں سے جو بولنا چاہئے کہ تشدد پسند کرنے والی عورتیں ظلم سہنے کے بعد ہی فائنل میں آتی ہیں۔ تم مجھے نہیں نیلما کو شکست دے کر اس کا کچومر نکال کر اسے جیت سکتے ہو۔"

یہ کہتے ہی میں نیلما کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ واقعی مار کھا کر بُرے نرغے سے کراہ رہی تھی۔ تھوڑا اور ظلم سہنا چاہتی تھی۔ اس لئے میں پیسے اٹھ کر مجھے گالیاں دینا چاہتی تھی۔ تاکہ میں اس رات کی طرح ظلم کروں۔ میں نے اس کی کھوپڑی ماسٹر لوئی کی طرف کھما دی وہ ماسٹر کو گالیاں دیتی ہوئی حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھی۔ پھر مار کھا کر پیچھے ہٹ گئی۔

مقابلے کی رفتار سُست پڑ گئی تھی۔ کیونکہ ماسٹر کو کالوئی کے دفاعی ہاتھ نیلما کو تھپڑ لگاتے تھے۔ وہ سنبھل سنبھل کر ظلم سہنا چاہتی تھی۔ اب میں ماسٹر لوئی کے دماغ میں تھا۔ اس کی سوچ میں اسے سمجھا رہا تھا۔ "میں اب تک نیلما کے مزاج کو سمجھتے ہوئے یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ یہ لات جوتے کھانے کے بعد آغوش میں آتی ہے آج اس پر ثابت کر دوں گا کہ میں طارق سے زیادہ زبردست ہوں۔"

ماسٹر لوئی کی سوچ نے کہا: "میں زبردست بنوں گا تو یہ مر جائے گی مجھے ہلکے ہاتھ جانا چاہئے۔"

وہ ماسٹر ٹھہر کر اپنے ہاتھ دکھانے لگا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد نیلما نڈھال ہو کر ماسٹر سے لپٹ گئی۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر وہ پرسکون ہو کر چند لمحوں تک کھڑی رہی۔ پھر اپنا لہولہان چہرہ اس کے سینے کی طرف بڑھا دیا۔ ماسٹر ہچکچایا۔ کیونکہ اس کے شاگرد دیکھ رہے تھے۔ اس نے نیلما کو دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ وہاں سے پلٹ کر جانے لگا۔

تمام شاگرد مسکرا کر میرے سامنے ذرا سر جھکا کر دوستانہ سلام پیش کرنے لگے۔ میں نے بھی جواباً سر جھکا کر سلام کیا۔ پھر پلٹ کر دیکھا۔ ماسٹر کو کالوئی، نیلما کو بازوؤں میں اٹھائے دروازے سے داخل ہوتے ہوئے بھول بھلیوں میں جا رہا تھا۔ جہاں کبھی شیر دھاڑتے تھے اور اندر آنے والے کو باہر جانے کا راستہ نہیں ملتا تھا۔

میں بڑے ہی دوستانہ انداز میں دشمنوں سے رخصت ہو کر سوئمنگ کے اسٹیڈیم سے واپس آ گیا۔ واپس شہر پہنچتے ہی میں نے پرنس ہوٹل میں کھانے کی میز ریزرو کرنے کے لئے پیشگی رقم جمع کی۔ اس وقت سات بجنے والے تھے۔ میں ایک گھنٹہ گزارنے کے لئے ہوٹل کے سامنے گارڈن میں آ کر بیٹھ گیا۔ میرے پاؤں تلے سبز گھاس دور تک قالین کی طرح بچھی ہوئی تھی۔ رنگ برنگے پھول اپنی بہار دکھا رہے تھے اپنے قبلے کے لوگ اِدھر اُدھر میزوں کے اطراف بیٹھے ہنسی اور ہیر سے شغل کر رہے تھے۔ خوشبوؤں میں بسی ہوئی حسینائیں بھی رنگا رنگ جیتی جاگتی ملبوسات میں نظر آ رہی تھیں۔ ایک باوردی بیرا میرے پاس آ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ میں نے ایک کولڈ ڈرنک کا آرڈر دیا تو اس نے حیرانی سے مجھے دیکھا پھر چلا گیا۔ وہاں لوگ کولڈ ڈرنک کی جگہ بھی بیئر پیتے تھے۔

اس کے جانے کے بعد میں نے رس ونتی کی خبر لی۔ اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک منتشر کیا۔ مجھے احساس ہوا کہ میری سوچ کی لہروں میں ہلکی سی لرزش پیدا ہوئی۔ تب یاد آیا کہ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔ رس ونتی کے بے ہوش دماغ تک پہنچنے سے پہلے میری سوچ برائے نام لڑکھڑاتی تھی پھر اپنی منزل تک پہنچ جاتی تھی۔ میں نے دیکھا۔ وہ ہوش میں تھی۔ آنکھیں کھول کر آس پاس دیکھ رہی تھی۔ مگر اپنے ماحول کو سمجھ نہیں سکتی تھی۔ پتہ چلا کہ وہ خود کو بھی نہیں پہچان رہی ہے۔

کبھی یہ ڈرامہ میرے ساتھ ہو چکا تھا۔ ایک بار میری یادداشت گم ہو گئی تھی۔ رس ونتی کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔ میں نے اسے ہولے سے مخاطب کیا: "رس ونتی! میں فرہاد بول رہا ہوں.....

رس ونتی!"

وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ پھر اپنے سر کو تھام کر سوچنے لگی: "یہ میرے سر میں کیا ہو رہا ہے؟ جیسے کوئی میرے اندر بول رہا ہو۔ وہ ڈاکٹر بھی مجھے رس ونتی کہہ رہا تھا۔ میرے اندر بھی وہی نام گونج رہا ہے کیا میرا نام رس ونتی ہے؟"

میں نے کہا: "ہاں۔ تمہارا نام رس ونتی ہے۔ وہ دوا بڑی مہلک تھی۔ تم بچ گئیں مگر دماغی طور سے مفلوج ہو گئیں۔ پریشان نہ ہو۔ رفتہ رفتہ نارمل ہو جاؤ گی۔"

وہ چپ چاپ بستر پر پڑی چھت کو گھور رہی تھی۔ ایک ہندوستانی نرس نے پوچھا "دیوی جی! آپ کچھ کھانا پسند کریں گی؟"

رس ونتی نے پوچھا "دیوی جی؟ کون دیوی جی؟ کبھی مجھے... رس ونتی کہا جاتا ہے، کبھی دیوی جی اور کبھی یور ہائی نس کہا جاتا ہے۔ آخر میرا نام کیا ہے؟ میں کون ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں؟"

نرس اسے سمجھانے لگی "آپ کا نام رس ونتی ہے۔ میں احتراماً آپ کو دیوی جی کہتی ہوں۔ دوسرے انگریز بھی احتراماً یور ہائی نس کہتے ہیں۔ آپ کو رفتہ رفتہ سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ابھی آپ کو دماغ پر زور نہیں ڈالنا چاہئے۔ میں آپ کے لئے دودھ لاتی ہوں۔"

نرس چلی گئی۔ رس ونتی نے آنکھیں بند کر لیں۔ میرے دماغ میں خیال آیا کہ سوچ کے ذریعے اس سے باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔ درندہ الجھن محسوس کرتی رہے گی۔ فی الحال اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے۔ ڈاکٹر دواؤں اور نفسیاتی طریقہ علاج کے ذریعے اس کی یادداشت واپس لے آئیں گے۔

میں نے رس ونتی کو چھوڑ کر دستی کی خبر لی۔ ان کا طیارہ رس جزیرے سے مغرب کی سمت پرواز کرتا ہوا جاپان کے راستے ہانگ کانگ پہنچ گیا تھا۔ وہاں دو چار گھنٹے قیام کا ارادہ تھا۔ کیونکہ طیارے کو ایندھن کی ضرورت تھی اور طیارے میں موجود رہنے والے محافظ دستی کا حلیہ بدلنا چاہتے تھے۔ بس کے لئے یہ کہا گیا تھا کہ ہانگ کانگ کے ایئرپورٹ پر پہلے ہی ایک ہندوستانی لڑکی کا انتظام کیا گیا تھا۔ طیارہ جیسے ہی وہاں پہنچا، بس لڑکی کو طیارے کے اندر پہنچا دیا گیا۔ دستی کے چہرے پر میک اپ کے ذریعے ہلکی سی تبدیلی لائی گئی۔ وہ لڑکی دستی کی جگہ آکر بیٹھ گئی۔ دستی طیارے سے باہر آ گئی۔ باہر اس کے لئے ایک گاڑی موجود تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھ کر کولون کی بندرگاہ تک پہنچ گئی جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ ایک بڑی سی کشتی کے کیبن میں بیٹھی ہوئی تھی اور ایک چینی میک اپ مین بڑی مہارت سے اس کے چہرے کو ایک نئے چہرے میں ڈھال رہا تھا۔

میں نے دستی کی سوچ میں پوچھا "آخر یہ چکر کب تک چلتا رہے گا؟ یہ بھاگتے رہنے اور چھپتے رہنے والا ڈرامہ کہاں جا کر ختم ہو گا؟"

وہ سرد آہ بھر کر سوچنے لگی "کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے پاؤں میں کیسے چکر پڑ گئے ہیں۔ مگر اب میری سمجھ میں آ گیا ہے کہ مجھے بھی اپنے طور پر ہاتھ پاؤں مارنا چاہئے۔ میں جلد ہی اس ڈرامے کو ختم کروں گی۔ اس مقصد کے لئے میں تمام راستے پتاجی سے ضد کرتی رہی کہ وہ دیدی (رس ونتی) کے پاس واپس چلے جائیں۔ پتاجی خود پریشان ہیں کہ انہیں کس بیٹی کے ساتھ رہنا ہے۔ دل اور دماغ کا فیصلہ ہے کہ

بیمار بیٹی کو باپ کی ضرورت ہے۔ مجھ کو سپر ماسٹر کے محافظوں سے چھوڑا جا سکتا ہے۔ میں تعلیم یافتہ ہوں۔ اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا خوب جانتی ہوں۔"

دستی کی سوچ نے بتایا کہ وہ اب تنہا رہے گی۔ تن سنگ کو سپر ماسٹر کے پاس جا رہا ہے۔ سپر ماسٹر کے آدمی تن سنگ کو کسی دوسرے ذریعے رس ونتی کے پاس بھیجیں گے۔ ڈاکٹر کی جو دستی کی جگہ اسے ہانگ کانگ کے ایک پرائیویٹ ہسپتال میں بھیجا جائے گا۔ سپر ماسٹر کو یہ فریب دینے کے لئے کہ رس ونتی کا علاج کیا جا رہا ہے۔ اور دستی میک اپ کے بعد ایک نیا روپ اختیار کرے گی تو دوبارہ اس طیارے میں واپس آ کر سفر جاری رکھے گی۔ دستی کو برما کے شہر رنگون میں پہنچا دیا جائے گا۔ اسی رنگون شہر سے رس ونتی کو کالی جا کر گئی تھیں۔ دستی یہ سوچ نہیں سکتے تھے کہ رس ونتی یا دستی دونوں اسی شہر میں آ کر قیام کریں گی۔ سپر ماسٹر کے آدمیوں کا خیال تھا کہ رنگون میں محفوظ رہے گی۔

میں دماغی طور پر پرنسس ہوٹل کے گارڈن میں حاضر ہوا۔ بیرا میرے سامنے کولڈ ڈرنک رکھ کر جا چکا تھا میں بوتل سے ایک گھونٹ پیتے ہوئے سوچنے لگا۔ دستی تنہا رہنے کے لئے جو بھی قدم اٹھائے گی اس کا نتیجہ تھوڑی دیر بعد معلوم ہو جائے گا۔ لیکن ایک بات عجیب تھی کہ دستی کا تکیہ کلام تھا "جانے بھی دیں" اور وہ دستی دشمنوں کو فریب دینے اور رس ونتی کا رول ادا کرنے کے لئے اپنا تکیہ کلام گئی تھی اور یہ بات خلافِ فطرت تھی۔

مجھے شبہ ہوا کہ وہ دستی نہیں، رس ونتی ہے اور جس وقت میں یہ سوچ رہا ہوں، وہ دستی ہے۔

مگر کیسے؟ کیا صرف تکیہ کلام کی ایک بھول سے اتنی بڑی تبدیلی فرض کیا جا سکتا ہے؟

سب سے اہم بات یہ تھی کہ اگر رس ونتی دماغی مریضہ نہ تھی تو مجھ سے قدم قدم پر مشورے مانگتی رہتی۔ چونکہ وہ دستی تھی۔ اس لئے خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے مشورے طلب نہیں کر سکتی تھی۔

وہ دستی ہی ہو سکتی تھی لیکن ایک تکیہ کلام کی بھول ایسی تھی جو کھٹک رہی تھی۔ حقیقت کیا ہے؟ یہ تن سنگ سے زیادہ کون جان سکتا تھا کیونکہ وہ باپ تھا۔ کون سی بیٹی کہاں ہے؟ یہ طرح جانتا ہو گا۔ میں اس کی سوچ کے ذریعے معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ باہر کے دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں پہنچتے ہی اس کو ہلکا سا جھٹکا لگتا تھا اور وہ سمجھ لیتا تھا کہ رس ونتی یا فریاد سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کرنے آگئے ہیں۔

لیکن میں ان کے لئے اور ساری دنیا کے لئے مر چکا تھا۔ میں کسی کے دماغ میں پہنچ کر اپنی زندگی کا ثبوت نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں

دماغی مریضہ تھی۔ اگر وہ واقعی رس ونتی تھی تو میں [illegible] تن سنگ کے دماغ میں رس ونتی بن کر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ پہنچے [illegible] مجبور ہو جاتا۔ کرنیلی پیتھی جاننے والی یہ دماغی طور پر مفلوج ہے۔ یہ کسی کے دماغ میں آنے والا فرد ہی ہو سکتا ہے۔

ایک دستی ہی تھی جس کے دماغ میں میں چپ چاپ پہنچ کر معلومات حاصل کر سکتا تھا (بشرطیکہ وہ دستی ہی ہو)

میں دستی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنی دیدی رس ونتی کے بارے میں سوچ رہی تھی میرے دل نے کہا "نہیں فرار! یہ دستی ہے۔ رس ونتی [illegible] نہیں دھوکہ نہیں دے گی۔ یہ خام خیالی دل سے نکال دو۔"

دستی کا میک اپ جاری تھا۔ کبھی وہ رس ونتی کے متعلق اور کبھی [illegible] کے متعلق سوچ رہی تھی۔ منصوبہ یہ تھا کہ وہاں سے رنگون پہنچنے [illegible] سپر ماسٹر کے آدمیوں کو دھوکا دے کر کہیں بھاگ جائے گی۔ اپنے [illegible] پوشیدہ رہنے کی کوشش کرے گی۔ اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ پُراسرار [illegible] روپوش ہونے پر سب اسے رس ونتی ہی سمجھیں گے۔ سپر ماسٹر [illegible] چاہتا تھا کہ اصل رس ونتی کا کامیاب علاج ہونے تک دشمن [illegible] رس ونتی سمجھتے رہیں۔

دستی کے دل میں یہ جذبہ تھا کہ وہ اپنی دیدی کی سلامتی کی [illegible] کے ہتھے چڑھ جائے گی۔ انہیں بے وقوف بنانے کی کوشش [illegible] دشمن اس کی ٹیلی پیتھی کو آزمانا چاہیں گے تو اس سے پہلے [illegible] کسی بہانے اپنی جان دے دے گی۔ اپنی موت سے انہیں یقین دلائے [illegible] رس ونتی مر چکی ہے۔

دستی کو جذبات میں آ کر ایسا منصوبہ نہیں بنانا چاہئے تھا۔ منصوبہ [illegible] ٹھیک ہی تھا کہ دشمن اسے رس ونتی سمجھتے رہیں مگر اپنی [illegible] الاؤ دوسرا حصہ غلط تھا۔ میں نے سوچا جب ایسا موقع آئے گا [illegible] دستی کو جان پر کھیلنے سے باز رکھوں گا۔ اگر رس ونتی اپنے [illegible] حواس میں رہتی تو اپنی بہن کی حفاظت کر لیتی۔ اب یہ ذمہ داری [illegible]

میں کولڈ ڈرنک کا بل ادا کر کے وہاں سے اٹھ گیا۔ ہوٹل کے ڈانسنگ [illegible] بالغ نیند کی ہوئی میز تک پہنچنے کا وقت ہو چکا تھا۔ خیال خوانی [illegible] کر فاروق احمد بھی شہلا کے ساتھ گھر سے نکل چکا ہے۔ تھوڑی [illegible] وہ دونوں میرے پاس پہنچنے ہی والے ہیں۔

میں نے ڈانسنگ ہال کی میز کے پاس بیٹھتے ہوئے ایک سگریٹ [illegible] پھر ایک کش لگانے کے بعد فاروق احمد کے دماغ میں پہنچ [illegible] ڈرائیو کرتا ہوا شہلا سے باتیں کر رہا تھا۔ جواباً شہلا کی گفتگو [illegible] میں اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ فاروق احمد کی [illegible] بے حد متاثر تھی۔ کیونکہ وہ اعلیٰ سرکاری عہدہ پر فائز تھا [illegible] ملک کا سفیر بن سکتا تھا۔ شہلا کو لالچی یا غرض کی بندی نہیں کہا جا سکتا تھا کیونکہ دنیا کی ہر لڑکی ایسے ہی شوہر کے خواب دیکھتی ہیں جو خوب کماتا ہو اور اسے سوسائٹی میں اونچا مقام دے سکتا ہو۔

شہلا کی خوبی یا شرافت یہ تھی کہ اس نے خود کو فاروق احمد کی امانت سمجھ کر کبھی کسی دوسرے شخص کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اپنی دوشیزگی کو سلامت رکھنا تھا فی زمانہ یہ بڑی بات ہے کہ کوئی لڑکی اپنی عزت کے سرمائے کو سنبھال کر رکھے۔ شہلا نے ایسا ہی کیا تھا اس لئے وہ فاروق احمد کی حقدار تھی۔ آٹھ بج کر دس منٹ پر وہ دونوں ڈانسنگ ہال میں داخل ہوئے۔ میں انہیں دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سیدھے میرے پاس چلے آئے۔ میں نے فاروق احمد سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میں آپ کے پنچ میں دس منٹ لیٹ پہنچا تھا۔ آپ نے بھی دس منٹ دیر سے آ کر بدلہ لے لیا۔"

فاروق احمد نے ہنستے ہوئے شہلا کا تعارف کرایا۔ شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا "آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔ فاروق صاحب تمام راستے آپ کی تعریفیں کرتے آئے ہیں۔"

میں نے کہا "تعریف اس خدا کی ہے جس نے مجھے تعریف کے قابل بنایا۔ تشریف رکھیں۔"

وہ دونوں بیٹھ گئے۔ میز پر مینو رکھا ہوا تھا۔ میں نے بیٹھے بیٹھے مینو کو شہلا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "آپ اپنی پسند کے کھانے کا آرڈر دیں۔"

وہ بولی "میں کیا جانوں کہ آپ کیا کھانا پسند کریں گے؟"

"میں وہی کھاؤں گا، جو فاروق صاحب کھائیں گے۔ لہٰذا کھانے کے انتخاب میں آپ فاروق صاحب سے مدد لیں۔"

ان دونوں نے آپس میں مشورہ کرتے ہوئے کھانے کا انتخاب کیا۔ پھر بیرے کو بلا کر آرڈر دیا۔ جب بیرا چلا گیا تو فاروق احمد نے پوچھا۔ "کیا خیال ہے مسٹر طارق! کھانا آنے تک آپ شہلا کا ہاتھ دیکھیں گے۔ میرا مطلب ہے ہاتھ کی لکیریں۔"

میں نے شہلا کو دیکھا۔ وہ میری طرف ہاتھ بڑھا کر بولی "لیجئے! ذرا میں بھی آپ کا کمال دیکھوں۔"

میں نے ہاتھ کی لکیروں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا "آپ بچپن میں چور تھیں۔ کھٹی چیزیں شوق سے اچار اور املی وغیرہ چرا کر کھایا کرتی تھیں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "بالکل درست ہے۔"

میں نے کہا "آپ کی ایک بہت بڑی کمزوری ہے کہ آپ کو اپنے کئے ہوئے فیصلوں پر اعتماد نہیں رہتا۔ مثلاً آپ کسی دکان میں جا کر کپڑے خریدنا چاہتی ہیں۔ یہ آپ اچھی طرح سمجھتی ہیں کہ آپ کے جسم پر گلابی لباس خوب کھلے گا لیکن کوئی عورت کہہ دے کہ گلابی نہیں نیلا رنگ خرید لو تو آپ کا فیصلہ بدل جائے گا۔ آپ نیلے رنگ کا کپڑا خرید لیں گی۔

یہ آپ کے فیصلے کی کمزوری ہے۔"

شہلا حیرانی سے اپنے نیلے لباس کو دیکھنے لگی۔ گھر سے چلتے وقت وہ گلابی لباس پہننا چاہتی تھی مگر روزینہ کی ماں نے نیلے رنگ کا لباس پہننے کا مشورہ دیا تو وہ ویسا ہی لباس پہن کر آگئی۔ فاروق احمد نے پوچھا "شہلا خاموش کیوں ہو؟ بتاؤ کیا مسٹر طارق درست کہہ رہے ہیں؟"

شہلا نے حیرانی سے وہی بات بتائی کہ وہ گلابی لباس پہن کر آنا چاہتی تھی۔ ممانی جان (روزینہ کی ماں) نے نیلا لباس پہننے کا مشورہ دیا۔ میں نے کہا "بچپن میں ایسی غلطی ہو تو اسے بھولپن کہتے ہیں۔ جوانی میں اسے خود اعتمادی کی کمزوری کہا جاتا ہے۔ اگر آپ کو شادی کے بعد آپ کے شوہر کے خلاف کسی نے بہکایا تو آپ آسانی سے بہک جائیں گی"

اس نے سر کو جھکا لیا۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ اسے شوہر کے خلاف کوئی نہیں بہکا سکتا۔ چونکہ ابھی شوہر والی نہیں تھی۔ اس لئے فاروق احمد کے سامنے کچھ کہتے ہوئے شرما رہی تھی۔ میں نے کہا "آپ میں یہ خوبی ہے کہ جس کمزوری پر قابو پانا چاہتی ہیں۔ اس کمزوری کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتی ہیں۔ آپ ارادے کی کمزوری پر قابو پانے کی کوشش کریں پھر جو آپ کا جیون ساتھی ہوگا، وہ آپ کو پاکر خود کو خوش نصیب سمجھے گا۔"

وہ خوش ہوگئی۔ فاروق احمد بھی مسکرا رہا تھا۔ میں نے کہا "آپ کو اپنی پسند کا جیون ساتھی ملے گا۔ ایک کالی بلی آپ کا راستہ کاٹ رہی تھی مگر وہ جیون ساتھی اس کالی بلی کو راستے سے ہٹا دے گا۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا۔ پھر شہلا نے نظریں جھکالیں۔ میرا سامنے سامنے سوپ کی پلیٹ لاکر رکھ رہا تھا۔ اس کے جانے کے بعد شہلا نے ایک پلیٹ میں سوپ ڈال کر میری طرف بڑھایا۔ دوسری پلیٹ فاروق احمد کے سامنے رکھ دی۔ میں نے کہا "فاروق صاحب! دوپہر کو روزینہ نے کھانے کی پلیٹ پہلے آپ کی طرف بڑھائی تھی حالانکہ میں مہمان تھا۔ میزبانی کے آداب یہ ہیں کہ پہلے مہمان کو دعوت دی جائے مگر وہ صرف آپ کو جیت لینے کی دھن میں رہتی ہے۔ تہذیبی اقدار کی پروا نہیں کرتی۔ حالانکہ عورت وہ ہے جو تہذیبی آداب کے ساتھ شوہر، گھر اور معاشرے کی ذمے داریاں انصافاً نبھاتی ہے۔"

فاروق احمد نے بڑی محبت سے شہلا کو دیکھا۔ وہ خوشی سے کھلی جارہی تھی۔ یقیناً وہ ایسی خوشیوں کی حقدار تھی۔

اس رات کھانا بڑا لذیذ اور ہماری صحبت بڑی پُرتکلف رہی۔ شہلا اور فاروق احمد مجھ سے ایسے بے تکلف ہوتے چلے گئے جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔ فاروق احمد نے کہا "کل برما کے سفارت خانے سے آپ کو اجازت نامہ مل جائے گا۔ بھارت والے ہم سے زیادہ کہتے ہیں ان کی سوچ یہ ہوگی کہ ایک پاکستانی اُن کے دیس میں خفیہ کے راستے سفر کرے گا۔ کہیں وہ پاکستانی جاسوس نہ ہو۔ میں نے یقین دلایا ہے کہ وہ آپ کی گشتی گاڑی اور تمام سامان کی تلاشی لے سکتے ہیں۔ آپ کے خلاف کوئی ثبوت مل جائے تو اجازت نامہ منسوخ کر سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ میں پرسوں تک انہیں راضی کرلوں گا۔"

فاروق احمد بڑے ہی دوستانہ انداز میں میری مشکلات حل کر رہا تھا۔ دو چار روز میں مجھے سفر کی سہولتیں حاصل ہونے والی تھیں۔ رات کے دس بجے ہم ہوٹل سے باہر آئے۔ فاروق احمد نے پیش کش کی کہ میں جہاں جانا چاہوں وہ مجھے اپنی گاڑی میں پہنچا دے گا۔

میں نے بہانہ کیا "آپ میری اس گرل فرینڈ کو جانتے ہیں۔ ابھی یہاں آنے والی ہے۔ ورنہ میں آپ کو ضرور زحمت دیتا۔"

وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ پھر شہلا کے ساتھ چلا گیا۔ میں نے ہوٹل کے احاطے سے باہر آکر ایک ٹیکسی لی۔ ڈرائیور کو سمجھا کر پرگلزری بنگلوز کی طرف جانے کے لئے کہا۔ پھر آرام سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر اپنی سوچ کی لہروں کو دستی کے دماغ تک پہنچایا۔ میری سوچ کی لہروں میں پھر وہی ہلکی سی لغزش پیدا ہوئی۔ مگر میں دستی کے دماغ تک پہنچ گیا۔

وہاں قصہ کچھ اور ہو گیا تھا۔ دستی کی جگہ لینے والی ایک لڑکی اور تن سنگ کو طیارے سے نکال کر ایک پرائیویٹ ہیلی کاپٹر تک پہنچانے کی بات تھی۔ اس کے بعد تن سنگ کو دوسرے طیارے سے رس دتی کے پاس پہنچایا جاتا۔ جب وہ لوگ ہنڈ ستانی کی سرحد پر ٹرال کر اسے بیمار رس دتی بنا کر ایئرپورٹ سے لے جاتے۔ اچانک دشمنوں نے حملہ کر دیا۔ ادھر اُدھر اسٹین گنوں سے گولیاں برسنے لگیں۔ اسٹریچر لے جانے والے لڑکی کو چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لئے بھاگے۔ حملہ آوروں نے فوراً آگے بڑھ کر اسٹریچر کو اٹھایا اور وہ بے ہوش سمجھا کہ صورت دیکھنے تک کی مہلت نہ ملی۔ دوسری طرف سے کوئی بھی نہیں چاہتے تھے کہ بھید کھل جائے۔ انہوں نے اسٹریچر لے جانے والوں پر ہینڈ گرینیڈ پھینکے۔ بڑے زبردست دھماکے ہوئے۔ ہر طرف خون پھیل گیا۔ جب وہ غبار چھٹا تو اسٹریچر لے جانے والوں کے ساتھ لڑکی کے بھی چیتھڑے اڑ چکے تھے۔

پتہ نہیں بے چاری کون تھی؟ کہاں سے کرائے پر حاصل کی گئی تھی۔ اب اس کی لاش کو بہچاننے والا اور اس کے لئے رونے والا کوئی نہ تھا۔ سپر ماسٹر کے محافظوں کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اب وہ رس دتی کی لاش بھی جاتی لیکن رس دتی اور دستی کے لئے ایک زبردست مصیبت آگئی۔ اس حملے میں بوڑھا تن سنگ مارا گیا۔ میرے ذہن کو جھٹکا لگا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ اتنی حفاظت اور کڑی نگرانی کے باوجود وہ مارا جائے گا۔

یہ باتیں مجھے دستی کی سوچ سے معلوم ہوئیں۔ جب میں ہسپتال پہنچا تو وہ کشتی کے بند کیبن میں تنہا تھی اور پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اسے اپنے باپ کی موت کی اطلاع مل گئی تھی۔ یہ المناک خبر سنتے ہی وہ تڑپ کر کشتی سے نکل کر باپ کی لاش تک پہنچنا چاہتی تھی مگر محافظوں نے مجبور ہو کر اسے کیبن میں بند کر دیا اور کشتی کو کھلے سمندر کی طرف چھوڑ دیا تاکہ دوسری کشتیوں والے دستی کی چیخ و پکار نہ سن سکیں۔

میں سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں دستی کو کس طرح تسلیاں دوں۔ ایک تو رس دتی یاد آ رہا تھا۔ بہن کا وہ رشتہ ہوتے ہوتے بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ دماغ مفلوج ہونے کے بعد وہ دستی کی بارہ مددگار نہیں ہو سکتی تھی۔ بڑھاپا باپ کسی کام نہ آتا۔ مگر ایک ننھی پھولی چھت کی طرح سر پر موجود تھا۔ اب وہ بھی نہ رہا۔ اتنی بڑی دنیا میں ایسی اچانک تنہائی نے دستی کو اندر سے توڑ کر رکھ دیا تھا۔

اسے ایک بہت بڑے اور مضبوط سہارے کی ضرورت تھی جس پر وہ اعتماد کر کے نئے سرے سے زندگی گزار سکے۔ میرے دل میں آیا کہ میں خود کو اس پر ظاہر کر دوں۔ ایک فریادی کا نام اسے سہارا دے سکتا تھا اور اس کے صدمات کو کم کر سکتا تھا لیکن میں نے فوراً ہی ہمدردی کے ایسے جذبے کو کچل دیا۔ میں کسی اور طرح بھی ہمدردی کر سکتا تھا۔ میں نے اپنے پیدائشی چہرے کو اس لئے تبدیل نہیں کیا تھا کہ کسی جذباتی موڑ پر جوڑ کو ظاہر کر دینے کی حماقت کروں۔ پچھلی دوستیوں اور رشتوں نے مجھے بڑے صدمے پہنچائے تھے۔ خوب سبق سکھایا تھا کہ آئندہ دور ہی سے پہلوتہی کر کے گزر جاؤ۔

میں نے دستی کی سوچ میں ایک سرد آہ بھر کر کہا "اب کیا ہو؟ میں اکیلی رہ گئی۔ اکیلی ہی رہوں گی۔ اب تو سارا جیون روتی رہوں گی۔ بھی پتا جی واپس نہیں آئیں گے۔"

اس کی سوچ نے کہا "ہاں! کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ مگر میں یادوں؟ ان کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ مجھے کوئی بھی تسلیاں نہیں دے سکتا تھا۔ بس روتے رہنے سے ہی شاید سکون مل جائے۔ شاید روتے روتے میں بھی مر جاؤں۔ مجھے رونا چاہئے۔ موت کا سکون حاصل کرنے کے لئے میں روتی رہوں گی۔ خوب روتی رہونگی۔"

وہ پلک جھپک کر رونے لگی۔ ایسے وقت تسلیاں کام نہیں آتیں۔ کسی بھی ہمدردی کا رومال آنسو نہیں پونچھ سکتا۔ یہی مناسب تھا کہ اسے جی بھر کر رونے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ میں نے نگرزی بلڈنگز کے علاقے میں سمندر کی ساحلی سڑک پر ٹیکسی رکوا دی۔ کرائے کی رقم ادا کی۔ پھر بریف کیس اٹھا کر سڑک کے کنارے پیدل چلنے لگا۔ رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ ایسے وقت دنیا کے کسی حصے میں بھی باذوق لوگ گھر سے نکلتے ہیں۔ یا پھر خوبصورت بدمعاش بڑے بڑے شکار پھانسنے کی جستجو میں رہتے ہیں۔ تھوڑی دور جانے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ ایک کار آہستہ آہستہ میرے پیچھے چلی آرہی ہے۔ میں چپ چاپ اپنی رفتار سے چلتا ہوا دوسرے راستے پر مڑ گیا۔ وہ کار اچانک تیزی سے چلتی ہوئی میرے قریب سے گزر گئی۔ ذرا دیر کے لئے میرے اطراف خوشبو ہی خوشبو پھیل گئی۔ اس کار کے اندر خوشبو میں بسی ہوئی عورتیں تھیں۔

کار ذرا آگے جا کر رُک گئی۔ ایک عورت دروازہ کھول کر سڑک کے کنارے کھڑی ہوگئی۔ میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچا۔ وہ مسکرائی میں حواس باختہ مسکراتا ہوا اس کے سامنے سے گزرنے لگا۔

وہ ہاتھ بڑھا کر راستہ روکتی ہوئی بولی "ٹھہرو۔ کون ہو تم؟ اتنی رات کو تنہا کہاں جارہے ہو؟"

میں نے کہا "میں ایک غیر ملکی ہوں قریب ہی ایک بنگلے میں ٹھہرا ہوا ہوں۔"

کار کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر دوسری عورت نکلتے ہوئے بولی "غیر ملکیوں کے کام آنا ہمارا فرض ہے۔ آؤ گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

میں نے جھک کر دیکھا۔ کار کے اندر مزید دو عورتیں تھیں۔ ایک اسٹیئرنگ سیٹ پر، دوسری پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ میں نے کہا۔ "معاف کرنا۔ مجھے عورتوں سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ میں پیدل ہی چلا جاؤں گا۔"

ایک نے پرس میں ہاتھ ڈال کر پستول نکالتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے پیدل ہی چلے جانا۔ مگر جیب میں اور بریف کیس میں جو کچھ ہے وہ نکال کر رکھ دو۔"

میں نے سہم کر کہا "وہ..... دیکھو گولی نہ چلانا۔ میں اپنی ساری پونجی تم لوگوں کو دے دوں گا۔"

میں نے بریف کیس کھولا۔ وہ دونوں میرے قریب آگئی تھیں نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر خوش ہو گئی تھیں۔ میں چاہتا تو بڑی آسانی سے پستول چھین کر ان کی پٹائی کر سکتا تھا۔ مگر عورتوں پر ہاتھ اٹھانا اچھا نہ لگا۔ بے چاریاں رات کے وقت تنہا مسافروں کو لوٹا کرتی تھیں۔ آج کے بعد شاید وہ خود ہی لوٹ کھسوٹ سے توبہ کر لیتیں۔ میں نے کہا۔ "یہ کاغذات میرے لئے اہم ہیں۔ تم یہ نقد رقم اٹھا لو۔"

ایک حسینہ نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے ساری گڈیاں سمیٹ لیں۔ میں ان کے ارادوں کو پڑھ چکا تھا۔ وہ صرف دھمکیاں دینے کے لئے پستول رکھتی تھیں۔ شکار آسانی سے پھنس جائے تو اسے لوٹ کر فرار ہو جاتی تھیں میرے ساتھ بھی یہی کیا۔ مال سمیٹ کر وہ کار میں بیٹھ گئیں۔ دوسرے ہی لمحے کار اسٹارٹ ہوئی۔ پھر مجھ سے دور ہوتی چلی گئی اب میں بھی دماغی طور سے کار کے اندر موجود تھا۔

ایک حسینہ نے پچھلی سیٹ سے اگلی سیٹ والی کو کہا "شینا! تم سارا مال چھین کر بیٹھ گئی ہو۔ کچھ ادھر بھی دو۔"

میں نے شینا کی زبان سے کہا "یہ تمہارے باپ کا مال ہے جو

مانگ رہی ہو؟"

میں پچھلی سیٹ والی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر شیانا کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کر دیا۔

[illegible] ڈرائیو کرنے والی نے غصے سے کہا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم آپس میں لڑیں گے تو یہ گینگ ٹوٹ جائیگا۔"

شیانا طمانچے کا جواب۔ سینے کے لیے پچھلی سیٹ والی سے الجھ گئی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے بال پکڑ کر نوچ رہی تھیں۔ اور ننگی ننگی گالیاں دے رہی تھیں۔ پستول والی نے کہا "ہم پانچ برس سے متحد ہو کر مالدار مرد فرنوں کو لوٹ رہی ہیں۔ ڈاکے ڈالنے والے مرد ہماری مثالیں پیش کرتے ہیں۔ پولیس والے آج تک ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ لیکن تم دونوں آج ہمیں حوالات میں پہنچا کر رہو گی۔"

شیانا نے پستول والی کے منہ پر تھوک دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لڑنے والیاں تین ہو گئیں۔ میں نے ڈرائیو کرنے والی چوتھی حسینہ کے دماغ کو کنٹرول میں لیا۔ اس نے جھک کر سیٹ کے نیچے سے نوٹوں کی گڈیاں اٹھائیں اور انہیں کھڑکی کے باہر پھینک دیا۔ پھر وہ کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی بولی۔ "حرامزادیو! تم سب لڑتی ہوا دیکھتی رہو۔ اسی لئے نوعمر لڑکیوں نے آج تک ڈکیتی میں اپنا نام پیدا نہیں کیا۔ میں اڈے میں پہنچ کر تم سب سے نمٹ لوں گی۔"

میں نے اس کے دماغ کو آہستگی سے آزاد چھوڑ دیا۔ وہ تعجب سے سوچنے لگی۔ "اوہ میں تو ڈرائیو کر رہی ہوں۔ میں نے کب گاڑی اسٹارٹ کی؟ اوہ ان کے جھگڑوں نے مجھے اپ سیٹ (پریشان) کر دیا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ میں ان لڑنے والی کتیوں کو درندے کی طرف لے جا رہی ہوں۔ مجھے ڈرائیو کرتے رہنا چاہئے....."

وہ سوچتی رہی۔ کار کے اندر جھگڑے ہوتے رہے۔ میں سڑک کے اس حصے میں پہنچ گیا جہاں نوٹوں کی گڈیاں پڑی ہوئی تھیں میں نے انہیں سمیٹ کر دوبارہ بریف کیس میں رکھا۔ پندرہ منٹ کے بعد میں ڈاکٹر ہوما گاچی کے بنگلے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ ٹرنکو را نے دروازہ کھولا۔ میں نے اندر پہنچ کر دروازے کو بند کر دیا۔ سامی آکر میرے قدموں سے لپٹنے لگی۔ میں [illegible] تھا۔ وہ یقیناً پریشان ہوتی رہی تھی۔ میں اسے اٹھا کر چومنے لگا۔

ڈاکٹر ہوما گاچی خاموشی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اسے اچھی طرح اپنی بے بسی کا یقین ہو گیا تھا۔ اس لئے مجبور قیدی کی طرح اس دن کا انتظار کر رہا تھا۔ جب ٹرنکو را کے چہرے سے پٹیاں کھلیں گی۔ ہم اس کے بنگلے سے جائیں گے اور وہ آزاد ہو جائے گا۔ میں نے کہا۔ "ڈاکٹر بہت رات ہو چکی ہے اب تمہیں سو جانا چاہئے۔"

وہ چپ چاپ اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ میں نے ٹرنکو را سے کہا۔ "تم بھی سو جاؤ۔ میں تمہیں صبح پانچ بجے جگاؤں گا۔ پھر خود آرام کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ ڈاکٹر اپنے بستر پر لیٹ گیا تھا۔ آنکھیں بند کر لی تھیں میں نے دس منٹ کے اندر اسے گہری نیند سلا دیا۔ اب وہ [illegible] بجے سے پہلے بیدار نہیں ہو سکتا تھا۔ میں اسی کمرے میں [illegible] سے دل بہلانے لگا۔ میں نے زنانہ ڈاکوؤں کی خبر لی۔ ان کا [illegible] جھگڑا کسی طرح ختم ہو گیا تھا اور اب وہ کار کے اندر نوٹوں کی [illegible] تلاش کر رہی تھیں۔ پھر سب نے شیانا کو الزام دیا۔ اپنا شبہ [illegible] کہ جھگڑے کے دوران شیانا نے نوٹوں کی گڈیاں کہیں سڑک [illegible] کنارے پھینک دی ہیں تاکہ بعد میں جا کر اس ویران راستے سے ساری دولت چن کر لے جائے۔

شیانا نے کہا۔ "میں تو جھگڑے میں الجھی ہوئی تھی۔ یہ [illegible] کرنے والی جولی کے قدموں کے پاس گڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔"

جولی نے غصے سے کہا۔ "مجھے الزام نہ دو۔ میں تمہاری طرح لالچی اور کمینی نہیں ہوں۔"

دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئیں۔ پچھلی سیٹ پر [illegible] والیوں نے چیخ پکار کرتے ہوئے کہا۔ "وہ ساری گڈیاں اگلی سیٹ کے نیچے تم دونوں کے قدموں کے پاس پڑی ہوئی تھیں۔ تم میں سے ایک نے وہ دولت چھپائی ہے۔"

ایک اور حسینہ نے کہا۔ "چلو ہم واپس چل کر اس ویران راستے [illegible] تلاش کریں۔ اگر وہ گڈیاں دائیں طرف پڑی ہوں گی تو جولی نے [illegible] اسٹیئرنگ سیٹ کی طرف سے پھینکا ہے۔ اگر بائیں طرف سڑک کے [illegible] ملیں تو وہ شیانا کا جرم ہو گا۔"

سب نے راضی ہو کر کار واپس موڑ لی۔ کار کی رفتار [illegible] سست رکھی گئی۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں راستہ صاف نظر آ [illegible] وہ چاروں عورتیں سراونچا کیے ونڈ اسکرین کے پار اتو کی طرح [illegible] پھیلا کر سڑک کو دیکھ رہی تھیں۔ گڈیاں تلاش کر رہی تھیں۔ ان کی [illegible] تلاش رہی تھیں کہ وہ دولت نہ ملی تو جولی شیانا کی پٹائی کرے گی [illegible] جولی کو زندہ نہیں چھوڑے گی۔ پچھلی سیٹ والی حسینائیں سوچ [illegible] تھیں کہ بلا سے ڈاکے ڈالنے والا وہ گینگ ٹوٹ جائے مگر وہ دو [illegible] مل کر شیانا اور جولی کی اچھی طرح مرمت کریں گی اور ان کے بدن [illegible] کپڑے نوچ کر رکھ دیں گی۔

بہرحال ابھی ان کے درمیان جو [illegible] دوست جنگ چھڑنے والی تھی اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے ان [illegible] بھیج دی۔

سامی آنکھیں بند کیے میری گود میں بیٹھی ہوئی تھی۔ [illegible] بستر پر ڈاکٹر گہری نیند سو رہا تھا۔ میرا بھی جی چاہتا تھا کہ آرام [illegible] بستر پر ہاتھ پاؤں پھیلا کر سو جاؤں۔

میں نے گھڑی دیکھی ایک بج کر دس منٹ ہو رہے تھے۔

اتنی دیر تک روتے رہنے کے بعد تھک گئی ہو گی۔ شاید سو گئی ہو گی۔

بیچاری دنیا میں تنہا رہ گئی تھی۔ اب اس کی خبر رکھنا اور اس کی حفاظت کرتے رہنا میرا فرض تھا۔ میں نے اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک نشر کیا۔ اس بار کوئی لغزش نہ ہوئی۔ سوچ کی لہریں سیدھی وسنتی کے دماغ تک پہنچ گئیں۔

مگر یہ کیا ہے وسنتی کا دماغ بے حد کمزور لگ رہا تھا۔ وہ سو رہی تھی سوچ کی لہریں اتنی کمزور تھیں کہ کوئی خواب نہیں بن رہا تھا۔ جب ایسی کمزوری ہو تو بے ہوشی کی طرح نیند آتی ہے۔ دماغ اس قابل نہیں رہتا کہ کوئی دھندلا سا ہی خواب دکھلا سکے۔ تقریباً ڈھائی گھنٹے پہلے وہ بالکل نارمل تھی۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ رس ونتی کی طرح اس کے دماغ کو بھی دانستہ کمزور بنایا گیا ہے۔"

میں اس کے دماغ میں سوچ کی لہروں کو ابھارا۔ اسے نرمی سے مخاطب کیا۔ "وسنتی! وسنتی.....!"

اس کا دماغ جیسے انگڑائی کے انداز میں بیدار ہوا۔ دماغ کی اسکرین پر خواب کا منظر دھندلا دیا۔ وسنتی کو دھندلا دھندلا سا کسی کا سراپا نظر آیا۔ اس کی سوچ نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "میں سپنا ہوں۔ تم کون ہو؟"

وہ بولی۔ "میں نہیں جانتی میں کون ہوں۔ کوئی مجھے رسونتی کوئی دیوی جی اور کوئی پورہائی نس کہتا ہے۔ ایک ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ میں اپنی پچھلی زندگی کو بھول گئی ہوں۔ وہ شاید میرا علاج کر رہا ہے۔"

میری بھوبڑی جگر اکر رہ گئی۔ جو اپنی پچھلی زندگی کو بھول گئی تھی وہ رس ونتی تھی اور میں نے اپنی سوچ کی لہریں وسنتی کے دماغ میں پہنچائی تھیں۔ مجھے وسنتی کے دماغ میں ہی پہنچنا چاہیے تھا جبکہ میں رس ونتی کے پاس پہنچ گیا تھا۔ شاید مجھ سے کوئی بھول ہو گئی تھی۔ میں نے دوبارہ وسنتی کے لب ولہجے کو اچھی طرح یاد کیا، پھر وسنتی کے دماغ میں پہنچا۔ تعجب کی بات تھی میں دوسری بار بھی اسی رس ونتی کے دماغ میں پہنچا جو اپنی یاد داشت گم کر چکی تھی۔

ٹیلی پیتھی کے ذریعے سوچ کی لہریں کبھی غلط رہنمائی نہیں کرتیں۔ ثابت ہو گیا کہ جسے میں اب تک رس ونتی سمجھ رہا تھا وہ وسنتی تھی۔

رس ونتی کے کھانے پینے کی چیزوں میں دماغ کو مفلوج بنانے والی دوا ملائی گئی تھی۔ ان کھانے پینے کی چیزوں کو وسنتی نے استعمال کیا تھا۔ جسے استعمال کیا تھا یہ کیوں استعمال کیا تھا یہ میں نے وسنتی کو اس کے دماغ کی اسکرین پر خواب دکھایا۔ اس کے سامنے اپنا اور رس ونتی کا ایک تھوڑائی سراپا پیش کیا مگر اس کے خواب میں ہمارے چہرے دھندلے اور ناقابل شناخت تھے کیونکہ اس کا دماغ ہم سب کو بھول چکا تھا۔ سب کچھ بھول جانے کے بعد وسنتی یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ رس ونتی کے بجائے وہ دشمنوں کا نشانہ کیسے بن گئی ہے؟

ویسے یہ بات مجھ میں آ گئی تھی کہ رس ونتی ہوش وحواس میں ہے۔

وہ حق سنگھ کے ساتھ سفر کرتی ہوئی خود کو وسنتی ظاہر کرتی ہوئی ہانگ کانگ پہنچی تھی۔ وہاں باپ کی موت کے بعد نشستی کے ایک بینک میں تنہا رہ گئی تھی۔ میرے اعمال کو مٹھیں پہنچی کہ وہ مجھ سے بھی اپنی اصلیت وچھپا رہی تھی۔

میں اس کا محاسبہ کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بوکھلا جانے والی نیند کی حالت میں بھی میری سوچ کی لہروں سے چونک جاتی تھی، مگر اس وقت گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "میں کیا ہوں ہے رس ونتی یا وسنتی ہے؟"

اس کی خوابیدہ سوچ نے کہا۔ "آہ! کاش میں وسنتی ہوتی۔ اس ٹیلی پیتھی نے تو میرا بھانڈا حرام کر دیا ہے۔"

"مگر میں وسنتی کا رول کیوں ادا کر رہی ہوں ہے؟"

"آں ہاں۔ میں وسنتی بنی پھر رہی ہوں۔ یہ پتاجی کا آئیڈیا ہے۔ جب کالی بلاؤں سے پیچھا چھوٹ گیا اور ہم جزیرے کی طرف سفر کرنے کے لیے طیارے میں سوار ہوتے تب ہمیں آزادی سے باتیں کرنے کا موقع ملا۔ پتاجی نے چپکے سے مجھ سے کہا۔ "بیٹی! میں نے اور وسنتی نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں دوبارہ دنیا والوں سے چھپایا جائے۔ موقع ملتے ہی وسنتی تمہاری جگہ لے لے گی۔ وہ رس ونتی بن کر ان محافظوں سے رابطہ رکھے گی اور تم خود کو وسنتی ظاہر کرتی رہو گی۔ کبھی ٹیلی پیتھی کے مظاہرے کا موقع آیا تو خیال خوانی کے ذریعے راہنمائی کرو گی۔"

میں نے پتاجی سے کہا۔ "مخالف گروہ کے لوگ وسنتی کو رس ونتی سمجھ کر نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

پتاجی نے جواب دیا۔ "تم دونوں میری دو آنکھیں ہو، کسی کو بھی نقصان پہنچے گا تو مجھے تکلیف ہو گی لیکن اس حال سے فائدہ یہ ہو گا کہ وسنتی کسی مصیبت میں گرفتار ہو گی تو تم محفوظ رہ کر اسے مصیبتوں سے نجات دلا سکو گی۔ تمہارا روپوش رہنا نہایت ضروری ہے۔"

پتاجی بڑی دانشمندی سے مشورے دے رہے تھے۔ دراصل میں بھی یہی چاہتی تھی کہ کسی طرح ایک بار پھر دنیا والوں کی نظروں سے چھپ جاؤں پھر فریادی کی طرح آزادو کردار سے اپنے [illegible]

[illegible] کے عالم میں بولتے بولتے چپ ہو گئی [illegible] نیند کا گہرا نشہ طاری تھا۔ اس لئے دماغ کے اسکرین پر خواب دھندلا پڑ جاتا تھا۔ سوچیں ادھر ادھر بھٹکتے بھٹکتے پھر ڈوب جاتی تھیں۔ میں نے پھر ایک بار اس کی سوچ کو بھڑکایا۔ وہ بولی۔ "جزیرے میں ہمارا شاہانہ استقبال کیا گیا تھا۔ وہاں میں نے تقریر کی تھی۔ لیکن بنگلہ میں پہنچ کر جب ہم باپ بیٹیوں کو تنہائی نصیب ہوئی تو میں نے اور وسنتی نے ایک کمرے میں جا کر ایک دوسرے کا لباس پہن لیا۔ جب ہم کمرے سے باہر آئے تو پتاجی بھی سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے کہ رس ونتی اور

دستی اب تک دبی ہیں یا بدل گئی ہیں۔ میں نے سوچ کے ذریعے انہیں حقیقت بتادی۔"

وہ خواہ مخواہ سوچ بچار میں گم ہوگئی۔ میں نے پھر اکسایا، وہ بولی۔ "ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہماری خوراک کا طبی معائنہ کرنے والا ڈاکٹر دشمنوں کا آدمی ہوگا۔ میز پر سالے بیسے جو کھانے چنے جاتے تھے وہ ہم سب مل کر کھاتے تھے۔ ان کھانوں میں مفرس ساں دوا کی آمیزش نہیں تھی۔ اس دودھ میں وہ دوا ملائی جاتی تھی جو میں سونے سے پہلے پیا کرتی تھی۔ دستی میرا دل ادا کرنے کے لیے میری خوابگاہ میں سونے گئی تھی ایسے میرے حصے کا دودھ پینا پڑا۔ آہ! مجھے افسوس ہے وہ اس طرح دشمنوں کا نشانہ بنی ہے کہ میں اس کے کسی کام نہیں آسکتی۔"

میں چپ چاپ سن رہا تھا۔ اس کی سوچ تھم تھم کر ابھر رہی تھی "میں خود کو تسلیاں دینے لگی کہ دستی کے لیے زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ پیٹر ماسٹر ایسے بیسیوں دستی سمجھ کر دنیا کے تجربہ کار ڈاکٹروں سے علاج کروا رہے گا۔ ہانگ کانگ پہنچنے تک میں نے محسوس کیا کہ پتاجی دوسری بیٹی کے لیے بہت پریشان ہیں۔ میں نے انہیں مجبور کیا کہ وہ بیمار بیٹی کے پاس واپس جائیں۔ میں تنہا رہ کر بھی تنہا نہیں رہوں گی خیال خوانی کے ذریعے ان لوگوں کے قریب آجایا کروں گی مگر ہماری تقدیر میں تنہائیاں لکھی ہیں۔ پتاجی اتنی دور جاچکے ہیں کہ ٹیلی پیتھی مجھے وہاں تک نہیں پہنچا سکتی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "آج میں بڑی گہری نیند سو رہی ہوں۔ ایسا لگتا ہے کہ دماغ میرے قابو میں نہیں ہے۔ پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔"

اس کی سوچ بڑبڑانے لگی۔ "میں گہری نیند سو رہی ہوں مگر کیسے؟ ہاں، یاد آیا۔ میں پتاجی کی موت کی خبر سن کر کشتی کے کیبن سے نکلنا چاہتی تھی مگر محافظوں نے مجھے کیبن میں بند کر دیا۔ بہت دیر بعد پتہ چلا کہ کشتی اب سمندر کے ساحل پر نہیں ہے۔ دور [illegible] مجھے بحری جہاز میں پہنچانا چاہتے تھے۔ اور میں چیخ رہی تھی کہ میں پتاجی کے کریا کرم (مرنے والے کی آخری رسم) میں شرکت ہونا چاہتی ہوں۔ مگر دو محافظوں نے مجھے سختی سے پکڑ لیا۔ تیسرے محافظ کے ہاتھ میں انجکشن دینے والی سوئی تھی۔ وہ سوئی میرے بازو میں کھب گئی۔ پھر میں نہیں جانتی کہ کیا ہوا۔ شاید میں بے ہوشی کی حد تک نیند میں مبتلا ہوگئی ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میں نے فرہاد کو بھی دھوکہ دیا کہ میں دستی ہوں، اگر وہ اچانک میرے دماغ میں پہنچے تو میری سالنس کو بھانپ جائے گا اور وہ پہچان لے گا کہ میں یوگا جانتی

والی رس دستی ہوں۔"

رس کی اپنی سوچ کہنے لگی۔ "نہیں۔ میں فرہاد کو یہ موقع نہیں دے رہی ہوں کہ وہ خوش فہمی قائم کرنے کے لیے میری طرف آئے۔ جب وہ پہلی رات سویا تھا تب میں نے بڑی خاموشی سے اس کے تحت الشعور میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ وہ اپنی مصر فیات پر رس دستی اور اس کے خاندان کو بھولا رہے گا۔ میں خود اس کے دماغ میں پہنچ کر جب رس دستی کی یاد دلاتی ہوں تو اس کی سوچ کی طرف پروانہ کرتی ہے اور میں اس پروانہ کو دستی کے مخلوط کی طرف موڑ دیتی ہوں جب وہ دستی کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تو میں اس کی سوچ کا رخ اپنی طرف پھیر لیتی ہوں مجھے معلوم فرہاد نے دو بار اپنی سوچ کی لہروں میں لغزش محسوس کی مگر یوگا کے کمال کو سمجھ نہیں سکتا کہ میں کتنی صفائی سے اس کی سوچ لہروں کا سمیٹنگ بدل دیا کرتی ہوں۔"

میں اپنی کھوپڑی سہلاتے ہوئے سوچنے لگا۔ اسے سارے روکنے میں ایسی مہارت حاصل ہے کہ وہ میری لاشعور میں میرے تحت الشعور کو اپنے تابع کر لیتی ہے یعنی پچھلے کئی گھنٹوں میں رستی سے اسی وقت رابطہ قائم کرتا ہوں جب وہ چاہتی ہے اور جہاں چاہتی ہے وہاں میری سوچ کی لہروں کو پہنچا دیتی ہے لیکن وہ اتنی ہیرا پھیری کیوں کر رہی ہے؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میرا دعویٰ ہے کہ میں دنیا میں سب سے زیادہ فرہاد پر بھروسا کرتی ہوں پھر دستی بن کر اس سے کیوں چھپ رہی ہوں؟"

وہ قدرے مایوس ہو کر بولی۔ "اس ہرجائی سے چھپ کر ہی بہتر ہے۔ میں اس کی سوچ کو دستی کی طرف بھٹکا تی ہوں پتہ نہیں اس بیچاری کی یاد داشت کتنے عرصے کے بعد بحال ہوگی بھی یا نہیں، کون جانتا ہے۔ فرہاد ایک دن مایوس ہو جائے کہ دستی کی یاد داشت واپس نہیں آئے گی۔ پھر وہ اپنی حیاتیاتی میں گم ہو رہے گا۔ رفتہ رفتہ مجھے بھول جائے گا۔"

میں نے پوچھا۔ "اگر وہ نہ بھولے۔ اگر دستی کی یاد داشت واپس آجائے تو؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "تو فرہاد کو معلوم ہو جائے گا کہ میں ہوں لیکن اس وقت تک میں خود کو مردہ ثابت کر چکی ہوں گی۔ اپنے دماغ کے دروازے بند کر دوں گی۔ فرہاد کی سوچ کبھی مجھے تلاش نہیں کر سکیں گی۔"

میں نے کہا۔ "میں ایک طویل عرصے سے جانتی ہوں کہ تم ہے۔ میں سیکڑوں بار اس سے دور رہنے کی کوشش کر چکی ہوں کامیاب نہیں ہو سکی خود کو مردہ ثابت کرنے کے بعد بھی کامیاب ہو جاؤں گی۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "آہ! میں جانتی ہوں کہ میں فرہاد پر ہی ہوں۔ سونیا نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ موت نے رومانہ سے چھین لیا۔ اب میں بھی اس کی دنیا سے گم ہو رہی ہوں۔ ان کی کتنی ہی محبوبائیں تھیں تو میں بھی تھی۔ اب کوئی نہیں ہے تمہیں۔ رہوں گی۔"

وں ہونہہ۔" اس کی سوچ نے کہا۔ "وہ کبھی تنہا نہیں رہے گا حسینوں کا میلہ لگے گا۔ ایک جائے گی تو دوسری آئیگی۔ لہ ہے کہ میں اب اس کی زندگی میں کبھی نہیں آؤں گی۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی وہ ہولے سے کسمسائی۔ چونکہ میں اس میں تھا اس لیے میں اس کی جسمانی کیفیات کو سمجھ سکتا تھا۔ سوس کیا کہ کوئی اس کے بدن کو ہاتھ لگا رہا ہے۔ کیا کوئی ت کا دشمن پہنچ گیا ہے؟"

سامنی میری گود میں تھی۔ میں بے چینی سے کرسی پر سیدھا رس دستی اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی۔ میں نے اس کے فوراً ہی وہ دوبارہ پہنچ کر اس کے لبوں کو حرکت دی۔ سخت پوچھا۔ "کون ہے؟ کون تجھے ہاتھ لگا رہا ہے؟"

سی نے جواب نہیں دیا مگر میں رس دستی کے اذہ رہ کو محسوس ی نے اس کے ایک بازو کو سختی سے پکڑا ہے۔ کون ہے وہ؟ وہ جو کوئی بھی تھا، جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا تھا۔ پھر نے گہری نیند کے باوجود مسکاری لی۔ اس کے بازو جھٹکا دی گئی تھی۔ دوسرے ہی لمحہ اس کے دماغ کی سکرین ٹ گیا۔ خواب مٹ گیا۔ اس کی کمزور سوچ میں زخمی پرندے پھڑپھڑا کر بے دم ہوگئیں۔

وہ جو کوئی بھی تھا۔ وہ رس دستی کی عزت کا دشمن نہیں تھا۔ کے لیے محض اس کے ذہن کو کند بنا رہا تھا۔ وہ زندہ تھی، عزت سلامت تھی مگر دماغی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ اور انجکشن سے کھیلنے والی پہلے دماغ کو بارتی جا رہی تھی۔

کاش!

[illegible] دستی [illegible] وہ اپنی تباہی ہوئے خود کو دستی ظاہر نہ کرتی۔ اگر وہ مجھ سے دماغی کھیل احتیاطاً اس کے آس پاس رہنے والوں کے خیالات پڑھ لیتا۔ پہلے کی سازشوں سے واقف ہو جاتا۔ رس دستی اگر میری سیکھ رہی تھی سمجھ گل دلانی سے بولنے والوں کے لب و لہجہ کو اجنبی گردت میں نہیں لے تھی۔ ان کی مخصوص محاورانی زبان اس کے پلے نہیں پڑتی تھی۔ اس لائٹ کا شکار ہوگئی۔

انجکشن کے بعد جب سے اس کا دماغ اندھیروں میں ڈوبا تھا تب سے میں بار بار اس کے دماغ تک پہنچتا تھا۔ آسا سمجھ میں آتا تھا کہ وہ زندہ ہے، مگر دماغ سے ہوش و حواس کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ رشتہ کوئی سا بھی ہو، ٹوٹنے کے لئے ہوتا ہے۔ اگر انسان اسے نہ توڑے تو موت توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ تقریباً سولہ گھنٹے تک موت رس دستی کو توڑ دینے کی کوشش کرتی رہی مگر وہ بڑی سخت جان تھی۔ پوری ایک رات گذارنے کے بعد صبح نو بجے اس نے آنکھیں کھول دیں۔

اس کے دماغ میں سناٹا ہٹ سی ہو رہی تھی۔ وہ نقاہت سے آنکھیں کھولے دیدے گھما کر دائیں بائیں دیکھ رہی تھی۔ لکڑیوں سے بنا ہوا چھوٹا سا کمرہ نظر آرہا تھا جو نہایت خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔ وہ جس بستر پر لیٹی ہوئی تھی وہ بہت ہی آرام دہ تھا اور وہ بائیں طرف کبھی اٹھ رہا تھا کبھی بائیں طرف جھک رہا تھا۔ جیسے کسی بچے کو جھولے میں جھلایا جا رہا ہو۔ میں سمجھ گیا کہ وہ بحری جہاز کے کیبن میں ہے۔

وہ نہیں سمجھ رہی تھی کہ وہ کہاں ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اپنی مٹھی بند کر رہی تھی اور کھول رہی تھی۔ خود کو محسوس کر رہی تھی کہ اس کا کوئی وجود ہے مگر وہ کون ہے؟ یہ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں افسوس کرنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ ایک طرف دستی دوسری طرف رس دستی۔ دونوں ہی نہیں اپنی یاد داشت کھو چکی تھیں۔ باپ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا تھا۔ دو بہنوں کے درمیان جو لمبو کا رشتہ تھا، وہ انہیں یاد نہیں آسکتا تھا۔ وہ زندہ تھیں مگر ایک دوسرے کے لئے مر چکی تھیں۔

ایک نرس نے اسے ہوش میں آتے دیکھا تو فوراً ہی قریب آکر اس کی نبض دیکھنے لگی۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی۔ "تھینکس گاڈ۔ تم آخر ہوش میں آگئیں۔ آرام سے لیٹی رہو۔ میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتی ہوں۔" وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "دیکھو اٹھنا نہیں....."

وہ کیبن سے باہر نکل کر ڈاکٹر کی طرف جانے لگی۔ میں بھی اس کے ساتھ چلنے لگا۔ ڈاکٹر جہاز کے میڈیکل چیمبر میں بیٹھا دو آدمیوں سے باتیں کر رہا تھا نرس نے آکر اطلاع دی۔ "ڈاکٹر! کیبن نمبر ۱۰۵ کی مریضہ ہوش میں آگئی ہے۔"

ڈاکٹر کے سامنے بیٹھے ہوئے دونوں شخص اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

ایک نے بے تابی سے کہا۔ "جلدی چلیں ڈاکٹر! اب شاید وہ بتا سکے کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آئی ہے؟"

میں اس بے تابی سے بولنے والے کی کھوپڑی میں بیٹھ گیا۔ وہ سب ڈاکٹر کے ساتھ تیزی سے چلتے ہوئے رس دستی کے پاس جا رہے تھے۔ میں اس شخص کے دماغ کو کرید رہا تھا۔ وہ ماسک مین کی تنظیم کا ایک باس نکلا۔ اس باس کو پہلی بار اطلاع ملی تھی کہ ایک سازشی والی کو ایک اسٹریچر پر لاد کر بحری جہاز میں پہنچایا گیا ہے۔ وہ جہاز ہانگ کانگ سے سوئزرلینڈ تک جا رہا ہے۔ بحری جہاز کا کیپٹن اور ڈاکٹر بے ہوش مریضہ کو لے جانا نہیں چاہتے تھے لیکن ٹیلیفون کال کے ذریعہ کسی اہم شخصیت نے انہیں جہاز میں مریضہ کو قبول

کرنے پر مجبور کر دیا۔

ماسک مین تنظیم کے باس کو یہ رپورٹ ملی تو وہ اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر بحری جہاز تک پہنچ گیا۔ اگر وہ جہاز ساحل پر ہوتا تو وہ باس رس ونتی کو ہانگ کانگ واپس لے جاتا لیکن وہ جہاز سمندر میں بہت دور نکل آیا تھا۔ جہاز میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ رس ونتی پر طویل بے ہوشی طاری ہے۔ باس نے کیبن نمبر ۵ میں پہنچ کر رس ونتی کے چہرے سے ماسک اپ کو صاف کیا تو اس کی اصلی صورت ظاہر ہو گئی۔ اب وہ تذبذب میں تھا کہ وہ رس ونتی ہے یا ونتی؟

باس کے کیپٹن سے پوچھا "اس لڑکی کو یہاں پہنچانے والے کہاں گئے؟"

کیپٹن نے جواب دیا "چند قلی اس کا اسٹریچر اٹھا کر لائے تھے۔ اس لڑکی کے ساتھ ایک ہندوستانی آدمی بھی تھا۔ اس نے سفر کرنے کے لئے ٹکٹ خریدا ہوا تھا لیکن جہاز چلنے کے بعد علم ہوا کہ لڑکی تنہا رہ گئی ہے۔ وہ آدمی اسے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"

تنظیم کے باس نے بحری جہاز کا ٹکٹ دیکھا۔ اس ٹکٹ کے مطابق رس ونتی کو ہندوستان بھیجا جا رہا تھا۔ وہ تذبذب میں رہا کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے۔ رس ونتی بے ہوش پڑی تھی۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ وہ کسی وقت بھی ہوش میں آ سکتی ہے۔ تنظیم کے باس نے ماسک مین تک یہ اطلاع پہنچائی۔ وہاں سے کہا گیا کہ یہ سپر جاسوس کی کوئی چال بھی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا رس ونتی کے ہوش میں آنے کا انتظار کیا جائے۔ اگر اس کی دماغی حالت درست ہو گی تو اس کے ذریعہ بہت سی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔

سولہ گھنٹے کے بعد وہ ہوش میں آ گئی تھی۔ تنظیم کے باس اپنے باڈی گارڈ اور ڈاکٹر کے ساتھ اس کیبن میں پہنچ گیا تھا اور رس ونتی سے طرح طرح کے سوالات کر رہا تھا اور جوابات سے مایوس ہو رہا تھا۔ آخر اس نے وہ تمام رپورٹ ماسک مین تک پہنچائی۔ وہ براہِ راست ماسک مین سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن میں وہاں تک پہنچ سکتا تھا۔

ماسک مین کے خیالات کچھ اور تھے۔ اس کے منصوبہ کے مطابق جزیرے میں جو سازش کی گئی تھی یعنی رس ونتی کے کھانے پینے کی چیزوں میں جو دوا ملائی گئی تھی، وہ دماغ کے لئے اتنی نقصان دہ تھی کہ اس دوا کو استعمال کرنے والی رس ونتی (اصل میں ونستی) کبھی اپنے آپ کو آئندہ نہیں پہچان سکتی تھی۔ یہ ماسک مین کی چال تھی۔ اسے یقین نہیں تھا کہ فرہاد مر چکا ہے۔ اگر وہ زندہ ہے تو کبھی نہ کبھی ظاہر ہو جائے گا۔ فی الحال ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی رس ونتی کے دماغ سے خیال خوانی کی صلاحیتوں کو ہمیشہ کے لئے مٹایا جا سکتا تھا تاکہ سپر جاسوس اسے اپنے مفاد کے لئے استعمال نہ کر سکے چنانچہ وہ رس ونتی (یعنی ونستی) اس سازش کا شکار ہو کر اپنی یادداشت کھو چکی تھی۔

اب ماسک مین یقین کی حد تک یہ سوچ رہا تھا کہ بحری جہاز میں جو لڑکی لائی گئی ہے وہ ونستی ہے۔ سپر جاسوس نے انہیں فریب دینے کے لئے وہی چال چلی ہے جس طرح ماسک مین نے اُدھر ایک بہن کی یادداشت مٹا کر اسے مشاق دی۔ اسی طرح سپر جاسوس نے دوسری بہن کی یادداشت مٹا کر اسے بحری جہاز میں لاوارث چھوڑ دیا ہے تاکہ دوسرے لوگ اس مسئلہ کو حل کرتے ہوئے کہ جہاز میں پائی جانے والی لڑکی ونستی ہے یا رس ونتی؟

ماسک مین نے اپنی تنظیم کے باس کو حکم دیا کہ وہ رس ونتی کو بحری جہاز میں سفر کرے اور ہندوستان میں جو اُن کی تنظیم ہے، وہاں پہنچ کر رس ونتی کو وہاں کے باس کے حوالے کرے۔ اس طرح وہ سپر جاسوس ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ لوگ احمق بن رہے ہیں اور بحری جہاز میں ہم ہوئی لڑکی کا مسئلہ حل کر رہے ہیں۔

یوں دیکھا جائے تو میری داستان سے ٹیلی پیتھی جاننے والی رس ونتی کا باب ختم ہو رہا تھا۔ دنیا کی دو خطرناک تنظیموں کو اب رس ونتی میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی لیکن میرا رشتہ میری دلچسپی بہرحال قائم تھی۔ اسے لاوارث کی طرح چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ ایسی بے یار و مددگار تھا۔ مگر اب میری داستان میں وہ حسین دلنشین ہو گی لیکن ٹیلی پیتھی سے خالی ہو گی۔

☆

ژنگورا۔ را کے چہرے سے پٹیاں کھل گئی تھیں۔

وہ بڑی حیرانی سے آئینہ کو دیکھ رہا تھا اور خود کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ پہلے بھی سیاہ فام تھا، اب بھی وہ صورت ہی نظر آ رہی تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں بھی وہی تھیں۔ وہ ایسی تھیں کہ اس کے مزاج کے ساتھ ساتھ تیور بدلتی تھیں۔ کالی میں کالا چہرہ چھپ جاتا تھا۔ صرف سفید دانت چمکتے اور سفید کسی بھوت کی طرح گھورتے دکھائی دیتے تھے۔ کمزور دل کے لوگ دیکھ کر تھرا جاتے تھے۔

وہ آئینہ کے سامنے اپنے چہرے کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھ رہا تھا۔ پہلے اس کی ناک چپٹی اور پھیلی ہوئی تھی، اب اونچی ہو گئی تھی جس کے نتھنوں کا پھیلاؤ کم نظر آتا تھا، پہلے موٹے موٹے ہونٹ بھی لٹکے ہوئے سے تھے، اب وہ اپنی جگہ بڑی خوبصورتی سے تراشے پھیلے ہوئے جبڑے چہرے کی ہڈیوں کی مناسبت سے موزوں ہو گئے۔ وہ اب بھی کالا تھا مگر جنسی کشش کم لگتا تھا، سیکسی زیادہ نظر آتا تھا۔

سب ہی لوگ گوری چمڑی والیوں پر جان دیتے ہیں۔ جنس زدہ اور جذباتی عورتیں کالے رنگ اور سفاک چہروں پر۔ ژنگورا۔ را پہلے ہی سفاک تھا۔ اب ڈاکٹر ہوما گاچی نے اس میں بڑی جنسی کشش پیدا کر دی تھی۔ اس کے تیکھے چہرے کو دیکھ کر کہہ سکتا تھا کہ اس کے روبرو آتے ہی دل والیوں کے سینے دھک کریں گے۔

وہ آئینے میں خود کو دیکھ کر خوشی سے کھل سا رہا تھا پھر وہ پلٹ کر اپنے سامنے آیا۔ اس کے بعد گھٹنے ٹیک کر بولا "آقا۔ آپ کا غلام کیا مانگ رہا ہے؟"

میں نے تعریف کی "بہت خوبصورت۔ کسی انگریزی فلم کے ہیرو لگ رہے ہو۔ یہ تو تم بار بار خود کو غلام کہتے ہو تو بہتر ہے کہ آج سے تمہارا نام ہی غلام ہے۔ ژنگورا۔ را جیسا نام تمہارے پچھلے آقاؤں کو خبات میں مبتلا کرے گا۔"

ڈاکٹر ہوما گاچی تھکے ہوئے انداز میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ چار پانچ ہفتوں سے اپنے بنگلے میں قیدی کی زندگی گزار رہا تھا۔ اور اب مرنے کی حد تک بیزار ہو گیا تھا۔ میں نے پوچھا "کیوں ڈاکٹر! اس غلام کا نام غلام کیسا ہے گا؟"

وہ جھنجھلا کر بولا "اس کا نام غلام رہے یا کالا شیطان۔ مجھے کیا فائدہ ہے؟ خدا کے لئے اب تو آپ مجھے آزاد کر دیں۔"

"ڈاکٹر! تم نے کہا تھا کہ غلام کا نیا چہرہ مکمل ہوتے ہی تم ایک دن میں اس کا انٹرنیشنل پاسپورٹ بنوا دو گے۔ تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ میں کل تمہیں ہمیشہ کے لئے آزاد کر دوں گا۔"

"کل میں آزاد ہو جاؤں گا؟" وہ آپ ہی آپ بڑبڑانے لگا "اوہ خدایا۔ میں تین ماہ دو ہفتے، یعنی چودہ ہفتوں سے یہاں قید ہوں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ کل میں آزاد ہو جاؤں گا۔"

بڑبڑانے میں وقت ضائع کرو گے تو آزادی کا کل کبھی نہیں آئے گا۔"

وہ بولا "مسٹر فرہاد! آپ نے مجھے یہاں ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا۔ آپ نے میری بحوری خالی کر دی۔ میں کیسے یقین کروں کہ آپ مجھے زندہ چھوڑ کر جائیں گے؟"

"یقین نہ کرنے کی وجہ بتاؤ؟"

"آپ سوچیں گے کہ مجھے زندہ چھوڑ کر جانے سے میں لاکھوں ڈالر کے ہیروں کی چوری کی رپورٹ درج کراؤں گا۔"

میں نے جواب دیا "تم کبھی چوری کی رپورٹ درج نہیں کراؤ گے کیونکہ وہ آنگل کے ہوئے ہیرے تھے۔"

وہ کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بولا "ٹھیک ہے، آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مگر میں آپ کے اس نئے چہرے، نئے مہروپ کا راز ظاہر ہوں۔ آپ کے دل میں یہ اندیشہ رہے گا کہ میں یہ راز دوسروں کو بتا دوں گا۔"

"نہیں بتا سکو گے۔ میں یہاں سے جانے کے بعد بھی تمہارے دماغ میں موجود رہوں گا۔ تمہیں بھی اپنی سلامتی عزیز ہے۔ تمہیں بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ کبھی مجھے غافل پا کر کسی کے سامنے میرا راز اگلو گے تو وہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہو گا؟"

"نہیں، میری زبان تک یہ راز کبھی نہیں آئے گا۔"

"تو پھر اٹھو، غلام کے ساتھ شہر جاؤ۔ پاسپورٹ وغیرہ کے لئے اس کی تصویریں اتروا لو۔ تمام کاغذات پر اس کا نام غلام احمد ہے گا۔ اس بنگلہ سے نکلنے کے بعد یہ یاد رکھنا کہ جب تک تم یہ کاغذات مکمل کر کے واپس نہیں آؤ گے میں تمہارے دماغ میں موجود ہوں گا۔ تمہاری ذرا سی چالاکی تمہاری جان کی دشمن بن جائے گی۔"

وہ چپ چاپ سر جھکا کر غلام کے ساتھ بنگلہ سے باہر گیا۔ اتنے عرصہ بعد اس نے گیراج کھول کر اپنی کار نکالی۔ غلام نے اس کی صفائی کی۔ ڈاکٹر نے اس کے انجن کو چیک کیا۔ پھر وہ دونوں کار میں بیٹھ کر شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب وہ کار نظروں سے اوجھل ہو گئی تو میں کھڑکی کی طرف سے پلٹ آیا۔ سامنے بنگلے کے اندر ادھر سے اُدھر بھاگی پھر رہی تھی۔ میں ایک اونچی چیئر پر بیٹھ کر ڈاکٹر کی نگرانی کرنے لگا۔

تین ماہ دو ہفتے کچھ کم نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر کی طرح میں بھی وہاں رہتے رہتے بیزار ہو گیا تھا۔ ہوما گاچی کے کسی عزیز اور شناسا کو اس بنگلے کا علم نہیں تھا۔ حتیٰ کہ ڈاکٹر کی بیوی بھی نہیں جانتی تھی۔ کہ اس بنگلے کو ڈاکٹر نے کرائے پر حاصل کیا ہے۔ بنگلے کا مالک بھی ڈاکٹر کو کرایہ دار کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔ ہوما گاچی کے سیکرٹری نے اسے کرائے پر حاصل کیا تھا۔ ایک فرضی کرایہ دار کا نام لکھایا گیا تھا۔ کیونکہ ہوما گاچی پلاسٹک سرجری میں عالمی شہرت کا مالک تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ ایک عیاش ڈاکٹر سمجھا جائے۔ بدنامی سے دُور رہنے کے لئے اس نے اپنے سیکرٹری کو اپنا راز دار بنا لیا تھا۔

ڈاکٹر ہوما گاچی کی ہوی یا پولیس والے اس سیکرٹری کے ذریعہ ہی بنگلہ تک پہنچ سکتے تھے۔ اب سیکرٹری کا قصہ یہ تھا کہ ڈاکٹر نے اسے دو ماہ بعد واپس آنے کو کہا تھا۔ دو ماہ کے بعد سیکرٹری نے مزید ایک ہفتہ اس کا انتظار کیا، جب ڈاکٹر واپس نہیں آیا، اس کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی تو اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے اس کی بیوی سے ملے گا۔ وہ بھی اس کی گمشدگی سے پریشان تھی۔ لیکن اس بنگلہ تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس سے پہلے کہ سیکرٹری معلومات کا ذریعہ بنتا میں نے اسے ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔

ڈاکٹر ہوما گاچی اس وقت غلام کے ساتھ شہر جاتے ہوئے بڑی پریشانی سے سوچ رہا تھا "آٹھ عرصہ ہو گیا ہے۔ میرے سیکرٹری نے میری خبر نہیں لی۔ وہ تو میرا وفادار اور راز دار ملازم ہے، وہ مجھ سے غافل نہیں رہ سکتا۔ پھر وہ کہاں مر گیا ہے؟ کیا فرہاد نے اسے مار ڈالا ہے؟"

ڈاکٹر اس سے پہلے اسی انداز میں سوچتا رہا تھا اور میں اس کی سوچ کے ذریعہ اسے مطمئن کرتا رہا تھا کہ اس کا سیکرٹری زندہ ہے۔ اور فرہاد نے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس کا راستہ روک رکھا ہے۔ ڈاکٹر

اپنے سیکرٹری کے سلسلے میں میرے خلاف زیادہ نہیں سوچنا تھا۔ اسے فوراً ہی خیال آجاتا تھا کہ میں اس کے دماغ میں موجود رستا ہوں وہ جسمانی اور دماغی طور پر قیدی بن کر رہا تھا۔ دہشت، فکر اور پریشانی ایسی تھی کہ چہرے سے بیمار نظر آنے لگا تھا۔ بظاہر بڑا بے چارہ سا لگتا تھا۔ اگر میرے خلاف ذرا سی بھی سوچنے کی گنجائش ہوتی تو سب سے پہلے میرے قتل کا منصوبہ بناڈالتا۔

بہرحال وہ خیال خوانی کی مٹھی سے نکل نہیں سکتا تھا۔ اس کی طرف سے کسی سازش کا اندیشہ نہیں تھا۔ اس دوران فاروق احمد سے کافی ملاقاتیں ہوئیں۔ وہ بڑا گہرا دوست بن گیا تھا۔ وہ ذاتی طور پر مختلف سفارتخانوں سے رابطہ قائم کرکے میرے لئے بنکاک سے پاکستان تک جانے کا اجازت نامہ حاصل کرچکا تھا۔ اب میں گشتی گاڑی میں خشکی کے راستے سفر کرسکتا تھا۔

اور میری وہ گشتی گاڑی تو دیکھنے کی چیز بن گئی تھی۔ اس گاڑی کے دو حصے تھے۔ اگلا حصہ ڈرائیونگ کیبن کہلاتا تھا۔ اس کیبن میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی کو چلایا جاتا تھا۔ دوسرا حصہ کیبن کہلاتا تھا وہ رہائش کے لیے مخصوص تھا۔ اس کا اندرونی حصہ ڈرائنگ روم اور بیڈ روم کی طرح سجا ہوا تھا۔ دروازے اور کھڑکیوں پر ہلکے آسمانی رنگ کے پردے لگائے گئے تھے۔ فوم کا ایک ملائم سا بستر بچھا رہتا تھا۔ اس پر سونے والے ہر کروٹ میں لپک لپک جاتے تھے۔ اس بستر کو فولڈ کرنے کے بعد وہ صوفہ بن جاتا تھا۔ بیٹری سے آن ہونے والے ٹی وی، ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر وغیرہ تھے۔ اس کیبن کے فرش پر بڑا ہی خوبصورت اور دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ سفر کی صعوبتوں کے دوران وہاں گھر کا مکمل آرام مل سکتا تھا۔

گشتی گاڑی کے باہر ڈرائیونگ کیبن کا رنگ سفید اور ٹرائلر کیبن کا رنگ نارنجی تھا۔ دور سے وہ گاڑی خطرے کا نشان نظر آتی تھی۔ چھت کے اگلے حصے پر ایک انٹینا لگا ہوا تھا۔ اوپر کیریئر پر گاڑی کے فاضل حصے، ضروری پرزے، مرمت کرنے کے آلات، کدال، بیلچہ دو کلہاڑیاں اور دوسرے ضروری سامان رکھے ہوئے تھے۔ اسٹور میں کھانے پینے کا سامان اسٹاک کیا گیا تھا۔ غرض یہ کہ گھر اور سفر کی ضروریات کی ہر چیز موجود تھی۔

کاغذات گاڑی کے مکمل ہو چکے تھے، لائسنس حاصل ہو چکا تھا۔ شہر کے باہر رہائی دے کے چیک پوسٹ کے دفتر کے سامنے ہماری وہ گشتی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ سفر کی تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ صرف غلام کا پاسپورٹ حاصل کرنا باقی رہ گیا تھا۔ رشوت کہاں نہیں چلتی؟ دنیا کے جس حصے میں بھی دولت کا حصول ایمان بن گیا ہو۔ وہاں رشوت کا لین دین ہوتا ہے۔ بنکاک بھی ایک ایسا شہر ہے، جہاں قسم کے ذریعہ ایک دن میں انٹرنیشنل پاسپورٹ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

غلام کا پاسپورٹ دوسرے دن شام کو مل گیا۔

رات کو کھانے کے دوران ڈاکٹر ہوما گاچی نے پوچھا "فرہاد! اب ہی کام ہو چکا ہے، اب آپ کب جائیں گے؟"

"کل صبح سورج نکلنے سے پہلے ہم روانہ ہو جائیں گے۔ تمہارا بیحد مشکور ہوں کہ تم نے مجھے اور غلام کو ناقابل شناخت بنا کر ہمارے مسائل حل کردیئے ہیں۔"

وہ جبراً مسکرا کر بولا "یہ تو میرا فرض تھا، جو میں نے پورا کردیا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "دنیا میں ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے جو حالات کے جوتے کھا کر فرض ادا کرتے ہیں۔"

وہ سٹپٹا کر رہ گیا۔ کھانے کے بعد غلام میری خواہش کے مطابق تیزاب کی بوتل لے کر باہر گیا۔ پھر گیراج سے گاڑی نکال کر لگا دی۔ میں نے ڈاکٹر کے دماغ پر قبضہ جمالیا، اسے کچھ پتلی بنا لیا، وہ بنگلہ سے نکل کر باہر گیا۔ پھر کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ غلام نے کار اسٹارٹ کی، بنگلہ سے نکلا، پھر کار کی رفتار بڑھاتا ہوا سمندر کے ساحل کی طرف جانے لگا۔

اس نے پوچھا "آقا! کیا خیال ہے؟ سمندر کے کنارے کنارے اس ڈاکٹر کو لے جاؤں، وہاں ویرانی ہے۔ کوئی نہیں دیکھے گا۔"

میں نے ڈاکٹر کی زبان سے کہا "ٹھیک ہے اسی طرف لے چلو۔ میرا حساب کتاب ایسی ہی جگہ ہونا چاہئے۔"

غلام نے خوش ہو کر کہا "آج صبح سے میرے ہاتھوں میں کھجلی ہو رہی تھی۔ ایک عرصہ سے میں نے کسی کا گلا نہیں دبایا تھا۔ میری پریکٹس پوری ہوگی۔ یہ تیزاب کی بوتل کس کام آئے گی؟"

ڈاکٹر نے کہا "میرا اکلا گھونٹنے کے بعد تیزاب سے بگاڑ دینا۔ تاکہ کوئی مجھے ڈاکٹر ہوما گاچی کی حیثیت سے پہچان نہ سکے۔"

ٹیلی پیتھی ایک ایسا ہتھیار بھی ہے، جس کے سامنے ہر منزا خود اپنی زبان سے سناتے ہیں۔ وہ کار کو دور دور تک پھیلے ہوئے ویران ساحل پر پہنچا کر رک گئی۔ ڈاکٹر دروازہ کھول کر کار سے نکلا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد کردیا۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھتا ہوا ریت پر لڑکھڑا کر گر پڑا۔

"میں — میں تو اپنے بنگلے میں تھا.... میں یہاں کیسے پہنچ گیا؟"

پھر اس کے دماغ نے کہا "میں سمجھ گیا.... یہ فرہاد بدمعاش ہے۔"

وہ سہم کر غلام کو دیکھنے لگا۔ رات اندھیری تھی، سمندر محو راہا تھا۔ آسمان پر ستارے مسکرا رہے تھے۔ ان ستاروں کی روشنی میں غلام ایک دیوہیکل بھوت نظر آرہا تھا۔ اس کے سارے دانت دو بیدے اور دانت چمکتے ہوئے نظر آرہے تھے، جیسے موت اپنے کالے وجود سے جھانک رہی ہو۔

وہ ریت پر گرا ہوا تھا۔ خوف و دہشت سے اٹھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ ریت پر پیچھے کی طرف گھسٹتے ہوئے بولا "کیا مجھے مارنا چاہتے ہو۔ میں نے تم لوگوں کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی، جو بولتے ہے وہ کرتا رہا۔ اب بھی ایک ادنیٰ خادم بن کر رہوں گا۔ مسٹر فرہاد! آپ مجھے جوتا بنا کر پہن لیں مگر زندہ رکھیں۔"

میں نے غلام کی زبان سے کہا "ڈاکٹر! بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل لیتی ہے۔ بڑی طاقت چھوٹی طاقت کو کچل دیتی ہے۔ یاد کرو اب سے تقریباً پانچ ماہ پہلے تم شہناز کی عزت سے کھیلنا چاہتے تھے۔ تم نے بے شمار عورتوں کی طرح احمق اور کمزور سمجھا تھا لیکن شہناز تم سے زیادہ چالاک اور رشہ دور ثابت ہوئی۔ تمہاری تجوری کا مال سمیٹ کر فرار ہوگئی۔"

ڈاکٹر لرزتے ہوئے اٹھنے لگا میں نے کہا "تم اتنے کمینے ہو کہ تم نے شہناز کی سزا اس کے شوہر طارق محمود کو دی۔ وہ بے چارہ زخموں سے چور تمہارے رحم و کرم پر پڑا تھا جیسے آج تم میرے رحم و کرم پر ہو۔"

"رحم — مجھے معاف کردیجئے، آپ بہت عظیم ہیں۔ مجھ پر تھوک کر مجھے معاف کردیجئے۔"

"کیا تم نے بے گناہ طارق محمود کو معاف کیا تھا؟ تمہیں شہناز نے دھوکا تھا۔ اور تم نے اس کے شوہر کا گلا گھونٹ کر مار دیا تھا۔ کیا تم نے میرے چہرے پر طارق کا چہرہ بناتے ہوئے یہ نہیں سوچا تھا کہ کبھی وقت اپنے آپ کو دہراتا ہے۔ وہی طارق فرہاد کے روپ میں زندہ ہو رہا ہے اور وہی تمہارا گلا اسی طرح گھونٹ دے گا۔ کیا تم نے یہ نہیں سوچا تھا؟"

ہوما گاچی پلٹ کر بھاگنے لگا لیکن بھاگ کر کہاں جاسکتا تھا غلام افریقی جنگلوں کا شہزادہ تھا۔ ایک چیتے کی طرح پھرتیلا۔ اس نے جھپاٹا مار کر اسے دبوچ لیا۔ یہ خطرناک جنگلات میں پلنے والا یہ فوجداتا تھا کہ شکار کو کس طرح دبوچا جاتا ہے۔ اس طرح کہ اس کے حلق سے آواز تک نہ نکل سکی۔ البتہ سمندر کی لہریں سر پٹخ پٹخ کر شور مچا رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد غلام کار ڈرائیو کرتا ہوا واپس آرہا تھا۔ تقریباً چھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد سامنے دور سے ایک ٹرک آتا ہوا دکھائی دیا۔ میں نے کہا۔

"غلام! اپنی کار اس ٹرک سے ٹکرا دو۔ لیکن اس طرح کہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

اس نے کہا "آقا کا حکم سر آنکھوں پر۔ ابھی لیجئے۔"

اس نے دائیں ہاتھ سے اسٹیرنگ کو سنبھالا۔ بائیں ہاتھ سے دروازے کو ذرا سا کھولنا ہوا تھامے رکھا۔ اور گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ ٹرک تیز رفتاری سے اپنی سائیڈ پر آرہا تھا اور تاکید ہی ہارن دے رہا تھا۔ دونوں کے درمیان فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ حادثہ کا امکان نہیں تھا کیونکہ دونوں اپنی اپنی سائیڈ پر ڈرائیو کرتے ہوئے ایک دوسرے کو کراس کرکے نکلنے والے تھے۔ تقریباً پندرہ فٹ کے فاصلے پر غلام نے کار کے اسٹیرنگ کو ٹرک کی سمت موڑتے ہی دروازے سے باہر چھلانگ لگا دی۔

ایک زوردار دھماکہ سنائی دیا۔ غلام سڑک کے کنارے گرنے کے بعد تھوڑی دور تک لڑھکتا گیا۔ پھر اٹھ کر دوڑ لگانے لگا۔ وہ جائے حادثہ سے بہت دور ہوتا جا رہا تھا۔

☆

ہماری گشتی گاڑی کی باقاعدہ چیکنگ ہو چکی تھی۔ ویسے بھی وہ تین دنوں سے چیک پوسٹ کے دفتر کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے وہاں کے افسر کو گاڑی کی چابی دے دی تھی تاکہ وہ جب چاہے اطمینان سے چیک کرتا رہے۔ روانگی کے وقت فاروق احمد میرے ساتھ تھا۔ ہم اسی کی کار میں بیٹھ کر ہائی وے کی چیک پوسٹ تک آئے تھے۔

ساری اکثر میری گود میں رہتی تھی۔ ایک بار فاروق احمد نے پچکار کر اسے اپنی گود میں بلایا تو اس نے "میاؤں" کہہ کر منہ پھیر لیا۔ کم بخت میرے سوا کسی کا سایہ تک برداشت نہیں کرتی تھی۔ جب ہم فاروق احمد کی کار سے باہر آئے تو وہ میرے بازوؤں میں تھی اور غلام کے ہاتھوں میں میرا بریف کیس تھا جس کے چور خانہ میں اندازاً آٹھ لاکھ ڈالر کے ہیرے چھپے ہوئے تھے۔ اگرچہ چیک پوسٹ کے افسر سے اچھی واقفیت ہو چکی تھی۔ مگر وہ بڑا ہی فرض شناس تھا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ بریف کیس کو کھول کر ضرور دیکھے گا۔

غلام میری ہدایت کے مطابق بریف کیس لے کر اس افسر کے دفتر کی طرف جانے لگا۔ میں نے فاروق احمد سے کہا "میرے بریف کیس میں پانچ ہزار ڈالر ہیں۔ شاید وہ افسر تھائی لینڈ سے باہر آنے پر بڑی رقم لے جانے نہیں دے گا۔"

فاروق احمد نے کہا "میں جا کر کوشش کرتا ہوں۔ شاید وہ آپ کو اجازت دے دے۔"

وہ بھی دفتر کی طرف چلا گیا۔ میں یہی چاہتا تھا۔ اس کے جاتے ہی تنہائی نصیب ہوئی تو میں اس افسر کے ذہن میں پہنچ گیا۔ غلام بریف کیس کو اس کی میز پر رکھ کر ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔ افسر چائے پینے اور کسی محترمہ سے گفتگو کرنے میں مصروف تھا۔ فاروق احمد نے وہاں پہنچ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"بھئی صرف ایک بریف کیس کی چیکنگ رہ گئی ہے۔ جلدی سے چھٹی کردو۔ میرے دوستوں کو لمبے سفر پر جانا ہے۔"

افسر نے بریف کیس کو کھسکا کر اپنے سامنے رکھا۔ پھر اسے کھول

کر دیکھنے لگا۔ اوپر میرے ضروری کاغذات رکھے ہوئے تھے میرے اور غلام کے پاسپورٹ وغیرہ بھی تھے۔ وہ نوٹوں کی گڈیاں اٹھاتے ہوئے بولا۔ "یہ کتنے ہیں؟"

غلام نے جواب دیا۔ "پانچ ہزار۔"

افسر نے غلام کو دیکھا۔ پھر فاروق احمد سے کہا۔ "یہ تو بہت بڑی رقم ہے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ میں قانوناً دو ہزار سے زیادہ کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"آپ چاہیں تو چھوٹ دے سکتے ہیں۔ یہ لوگ یہاں سے لے کر پاکستان تک ایک طویل سفر کریں گے۔ اس لحاظ سے تو یہ رقم بھی تھوڑی ہے۔"

ان کے درمیان تھوڑی دیر تک بحث ہوتی رہی۔ اگر وہ افسر رشوت خور ہوتا تو مان جاتا۔ فاروق احمد اسے قائل نہ کر سکا۔ افسر نے تین ہزار ڈالر سرکاری کھاتے میں لکھ دیئے، ہمیں صرف دو ہزار ڈالر لے جانے کی اجازت دی۔ پھر اس نے بریف کیس سے تمام سامان نکال کر خالی کیا۔ اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ ایسے وقت اس کا دماغ پوری طرح میری مٹھی میں تھا۔ میں نے اسے سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا کہ بریف کیس کی تہہ کے نیچے ایک اور تہہ ہے۔ اس نے اچھی طرح کھنگال کر اسے میز پر رکھ دیا۔ غلام آگے بڑھ کر اپنا تمام سامان سمیٹ کر بریف کیس میں رکھنے لگا۔

میں چاہتا تو اپنے تین ہزار ڈالر بھی بچا لیتا۔ لیکن وہ جتنی رقم دیکھ چکا تھا اس کے متعلق وہ بعد میں ضرور سوچتا۔ چونکہ اس نے چور خانہ میں چھپے ہوئے میرے نہیں دیکھے تھے، اس لئے ان کے متعلق سوچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ افسر نے اپنا فرض ادا کرنے کے بعد مجھ سے ملاقات کی۔ بڑی خوش اخلاقی سے چائے پلائی۔ وہ بڑا اصول پسند تھا اپنا فرض ادا کرنے کے بعد اخلاقیات کا مظاہرہ کرتا تھا۔

صبح 9 بجے فاروق احمد وغیرہ سے ہم نے مصافحہ کرنے کے بعد سفر کا آغاز کیا۔ میں ڈرائیونگ کیبن میں آکر بیٹھ گیا۔ غلام نے کہا۔ "آقا! یہ کام میرا ہے، آپ آرام سے سفر کریں۔ میں گاڑی چلاؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "ہم دونوں ہی باری باری ڈرائیو کریں گے اور باری باری آرام کریں گے۔ ابھی تم ٹریلر کیبن میں آرام کر سکتے ہو۔"

وہ آرام کرنے کے بجائے میرے برابر بیٹھ گیا۔ سامی اس کی گود میں چلی گئی۔ میں نے اللہ کا نام لے کر گاڑی اسٹارٹ کی اور ہمارے سفر کا آغاز ہو گیا۔

وہاں کا موسم عجیب تھا۔ دن بہت گرم تھا، رات بہت سرد رہتی تھی۔ دو گھنٹے بعد غلام نے میری جگہ لے لی۔ میں سامی کو لے کر ٹریلر کیبن میں چلا گیا۔ دھوپ اچھی خاصی تیز ہو گئی تھی، میں نے پردے ہٹا کر کھڑکیوں کے پٹ کھول دیئے تاکہ تازہ ہوا ملتی رہے۔ پھر میں بستر پر کراس لیٹ گیا۔ بڑا آرام دہ کیبن تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میں نے اپنا ایک گھر بنا لیا ہے۔ ایسا گھر جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ میرے پاؤں تلے سے ہر ملک اور ہر شہر کی زمین کھسکتی رہتی تھی۔ ویسا ہی میں نے ایک کھسکتا ہوا مکان بنا لیا تھا۔

میں کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ میرا مکان آگے جا رہا تھا۔ مناظر پیچھے گزرتے جا رہے تھے۔ ہم ساحلی راستہ پر شمال کی سمت سفر کر رہے تھے۔ ہمارے ایک طرف سمندر تھا۔ کبھی کبھی سمندر راستے سے اوجھل ہو جاتا تھا۔ پھر وہ راستہ گھوم پھر کر اسی سمندر کے قریب سے گزرنے لگتا تھا۔ میں نے آہستہ سے اٹھ کر چولہے پر ہانڈی کا ڈھکن سنبھال لیا۔ خانہ بدوشی میں یہ کام بھی مجھے کرنا پڑا۔ راستے میں کوئی ایسا ہوٹل نظر نہیں آیا جہاں ہم کچھ کھا پی کر گزارہ کر لیتے۔ دوپہر کے کھانے وقت ایسا منہ بنایا جیسے زبردستی حلق سے لقمہ اتار رہا ہوں۔ اس نے عاجزی سے کہا۔

"آقا! کھانا پکانا اور آپ کی ہر طرح خدمت کرنا میرا فرض ہے۔ آئندہ میں پکایا کروں گا؟"

شام ہوتے ہوتے ہم ٹاوے نام کی ایک بستی میں پہنچے۔ رات کا اندھیرا پھیلنے والا تھا اور اب سفر کرنا مناسب نہیں تھا۔ لئے وہ رات ہمنے ٹاوے میں گزاری۔ بستی کے مرد، عورتیں اور ہمیں دیکھنے آ رہے تھے۔ ان کے جسموں پر برائے نام لباس تھا۔ مرد عورتوں نے کپڑوں کی دھجیاں کمر سے نیچے باندھ رکھی تھیں۔ بوڑھی یا ادھیڑ عمر کی عورتوں کے سینے ننگے تھے۔ جوان لڑکیاں دوبالشت کے کمپڑیا اور ختوں کے پتوں سے جوانی کی بلندیوں کو غریبی کی پستی کو ڈھانپے ہوئے تھیں۔ میں نے ہنگاک کا وہ جہاں آئی دولت تھی کہ کتوں کو بھی کھانا مل جاتا تھا اور اس کی پولیسی بھی جہاں انسان کتوں سے بدتر زندگی گزار رہے تھے۔

ہم بستی والوں کی زبان نہیں سمجھ سکتے تھے اور نہ ہی وہ سمجھ رہے تھے۔ ہماری سمجھ میں یہ آیا کہ سپیوں کی جماعتیں اس سے اکثر گزرتی رہتی تھیں اور بستی کے ننگے بھوکے لوگ ان کی چیزیں مانگتے رہتے تھے۔ میں نے سفر کا آغاز کرتے وقت تھا کہ میں ایسے لوگوں کی ضروریات پوری کر سکتا ہوں۔ اسٹور روم میں کھانے پینے کا جتنا سامان تھا۔ اس کا آدھا حصہ ان لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ مگر ضرورت مند پھر بھی رہ گئے۔ لڑکیوں کی حرکتوں سے ظاہر ہوا کہ وہ کھانے کپڑے کے علاوہ ساتھ رات گزار سکتی ہیں لیکن میں نے یہ سودا نہیں کیا۔

بستی میں ایک بنیے کی دکان تھی۔ وہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی لیتا تھا۔ میں نے اس کی دکان پر پہنچ کر نوٹوں کی ایک چھوٹی

دکھاتے ہوئے کہا۔ "تم لوگوں میں راشن تقسیم کرتے رہو اور مجھ سے رقم لیتے رہو۔ آج میری جیب اور تمہاری دکان دونوں کو خالی ہونا چاہئے۔"

بستی میں جیسے عید اور شب برات آ گئی، مرد، عورتیں اور بچے سب ہی ہنستے بولتے نظر آ رہے تھے۔ وہ سب میرے پاس آ کر باری باری سلام کرتے تھے۔ پھر راشن لینے کے لئے قطار میں کھڑے ہو جاتے تھے دکان والا بنیا بہت کنجوس تھا، مجھ سے بولا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ جیسا کوئی دیالو (ہمدرد) مسافر یہاں سے گزرے گا تو میں اور زیادہ راشن اسٹاک کر لیتا۔ شہر سے کپڑے بھی خرید کر لے آتا۔ یہاں کپڑے کی دکان نہیں ہے۔ بھوکے رہنے والے بھلا کپڑے کیا خریدیں گے۔"

میں نے کہا۔ "تمہارے گھر میں جتنے کپڑے ہیں، ان میں سے اپنی ضرورت کے لئے صرف ایک ایک جوڑا رکھ کر تمام نئے پرانے لباس لے آؤ۔ مجھ سے منہ مانگا قیمت مل رہی تھی۔ اس لئے وہ بستر کی چادریں اور تکیے کے غلاف بھی لے آیا۔ بستی کا سردار بھی اچھی خوشحال زندگی گزارتا تھا میں نے اس کے گھر سے بھی کپڑے خرید لئے۔ میرے اور غلام کے کئی جوڑے، گشتی گاڑی کی کھڑکیوں، دروازوں کے پردے اور بستر کی چادریں بھی آ گئیں۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس رات مجھے کیسی ایمان افروز مسرت میں حاصل ہو رہی تھیں۔ ٹیلی پیتھی کی مصروفیات نے مجھے دکھ کے سوا کچھ نہیں دیا تھا۔ اس رات کی مصروفیات سے مجھے سچی اور کھری خوشیاں نصیب ہو رہی تھیں۔

یوں تو تمام گھروں میں اندھیرا رہا کرتا تھا۔ مگر اس رات کتنے ہی گھروں سے جلتی ہوئی مشعلیں باہر آئیں۔ مشعل بردار مرد اور عورتوں نے ہماری گشتی گاڑی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کچھ لوگوں نے لکڑی کے تختے بچھا کر اونچی سی مسند بنائی، اس پر سبز پتے بچھائے میں گشتی گاڑی کے باہر غلام کے ساتھ کھڑا ہوا یہ تماشہ دیکھ رہا تھا اچانک رات کی خاموشی جھنجھنا اٹھی۔ درختوں کے سائے میں رکھے ہوئے بڑے بڑے ڈھول بج رہے تھے۔ ایک منٹ کے بعد ہی بہت سی سریلی آوازیں فضا میں لہراتی ہوئی کانوں میں رس گھولنے لگیں۔ ہمنے ادھر ادھر دیکھا۔ ایسا لگا جیسے تاروں بھرے آسمان سے آوازوں کا رس ٹپک رہا ہے۔ پھر چاروں طرف درختوں کے پیچھے سے کتنی ہی کنواریاں گاتی جھومتی ہوئی نمودار ہوئیں۔ آج انہیں کسی حد تک تن ڈھانپنے کے کپڑے ملے تھے۔ ان کے گلے میں رنگ برنگے پھولوں کے ہار تھے۔ ہاتھوں میں گجرے اور کانوں میں سفید پھولوں کی بالیاں تھیں۔ وہ ایک آواز میں گاتی گنگناتی ہوئی ہمارے قریب آئیں۔ مجھے اور غلام کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ دو حسین لڑکیوں نے میرے ہاتھ تھام لئے اور غلام کو پکڑ لیا۔ وہ خوشی سے کھل گیا تھا۔ سیاہ چہرے پر سفید سفید دانتوں کی بہار دکھا رہی تھی۔

وہ لڑکیاں رقص کے انداز میں آگے بڑھتی ہوئی ہمیں اپنے ساتھ آگے بڑھاتی ہوئی مسند تک لے گئیں۔ بستی کے سردار نے مجھے مسند پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں وہاں بیٹھ گیا۔ میں نے اور رس دنتی نے ایک علیحدہ مملکت کا منصوبہ بنایا تھا۔ اگر وہ مملکت قائم ہو جاتی اور میں اپنے شاہی دربار میں تخت طاؤس لا کر اس پر بیٹھ جاتا۔ تب بھی مجھے وہ عزت، مرتبہ اور شاہانہ عظمت نصیب نہ ہوتی جو اس گھاس پھوس کے تخت پر نصیب ہو رہی تھی۔ اس لمحہ گیان حاصل ہوا کہ دنیا ایک چھوٹی اور حقیر سی چیز ہے۔ اس دنیا کو کتنے ہی حکمران فتح کرتے آئے ہیں۔ انسانوں کے دلوں کو جیتنا اور ان پر حکومت سب سے بڑا کمال ہے۔ اس مسند پر پہنچ کر میں اس کمال کو پہنچا تھا۔ اس لمحہ میرا یہ فخر بجا تھا کہ میں نے انسانوں کے دلوں کو فتح کیا ہے۔

ہمارے سامنے مٹی کی ہانڈیاں لا کر رکھی گئیں۔ ان میں دیسی شراب تھی۔ غلام نے میری طرف اجازت طلب نظروں سے دیکھا۔ میں اسے سچ مچ غلام نہیں سمجھتا تھا۔ اسے آزاد ہی سمجھتا تھا کہ وہ جو چاہے کرے۔ میں نے اسے اجازت دے دی۔ اس نے ایک ہانڈی کو اٹھا کر منہ سے لگا لیا۔ سردار نے مجھے بھی کہا۔ میں نے اشارے سے سمجھایا کہ میں شراب کو کبھی منہ نہیں لگاتا۔ پھر وہ اپنے زبان میں کہنے لگا۔ دکان والے بنیے نے مفہوم پیش کیا "سردار کہتا ہے کہ ان میں سے جتنی لڑکیاں پسند ہوں آپ اپنے ساتھ لے جائیں۔ نہ لے جانا چاہیں تو ایک رات کے لئے یا ایک لمحہ کے لئے انہیں اپنے ساتھ رکھ کر جھوٹ کو مار دیں۔ ان کا مان بڑھ جائے گا۔"

میں نے اپنے کان پکڑ کر توبہ کرتے ہوئے کہا۔ "خدا کے لئے مجھے آسمان پر نہ چڑھاؤ۔ میں نے جو کچھ کیا ہے، وہ محض انسانی ہمدردی کے جذبے کے تحت کیا ہے۔ میں گناہگار ضرور ہوں مگر یہاں کسی نوجوان لڑکی کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ تم لوگ خوشیاں منا رہے ہو۔ میں تمہاری خوشیوں میں شریک رہوں گا۔"

میں محض دکھاوے کے لئے پارسا نہیں بن رہا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ میں شاید کبھی پارسا نہ بن سکوں۔ لیکن اس رات حسین لڑکیوں کے جھمٹ میں بھی میرا دل بے لوث نیکیاں کر کے وہاں سے گزر جانا چاہتا تھا۔ وہ لوگ خوشیاں منا رہے تھے، ناچ رہے تھے، گا رہے تھے ناچنے والی لڑکیاں مجھے حسرت سے دیکھتی رہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہوس سے دیکھ رہی ہوں، ہو سکتا ہے کہ یہ سوچ کر دیکھ رہی ہوں کہ اگر میری لونڈی بن کر رہنے کا ہی موقع مل جائے تو انہیں ہمیشہ میرے پاس تین وقت کی روٹیاں کھانے کو مل سکتی ہیں۔ افسوس کہ میں ان کی حسرتیں پوری نہیں کر سکتا تھا۔

آدھی رات سے کچھ پہلے میں اس محفل سے اٹھ گیا۔ بستی والے... میرا دل بہلانا چاہتے تھے۔ لیکن میں یہ کہہ کر چلا آیا کہ صبح ہوتے ہی میں وہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ اس لئے سونا ضروری ہے، غلام اس جشن میں شریک رہا۔ میں گشتی گاڑی میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد سو گیا۔ وہاں کسی طرح کا خوف نہیں تھا۔ ساری بستی والے ہمارے محافظ تھے۔ اس لئے میں بے فکری سے سوتا رہا۔ ویسے حسب

معمول دماغ کو ہدایت کردی تھی کہ کوئی گشتی گاڑی میں قدم رکھے تو میری آنکھ فوراً کھل جائے۔

صبح پانچ بجے میری آنکھ کھل گئی۔ ٹھنڈا سویرا تھا۔ کھڑکی کے باہر ہلکی دھند چھائی ہوئی تھی۔ جشن منانے والے اپنے اپنے گھروں میں جاکر سو گئے تھے۔ گھاس پھونس سے سجی ہوئی مند ویران تھی۔ مشعلیں بجھی ہوئی تھیں اور درختوں کے سائے میں بڑے بڑے ڈھول خاموش تھے میں بستر سے اٹھ کر ٹرائلر کیبن سے باہر آیا۔ سامی اور غلام نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں نے ڈرائیونگ کیبن میں دیکھا، وہ خالی تھا۔ میں نے سوئے سے سیٹی بجائی سیٹی کی آواز سنتے ہی سامی گشتی گاڑی کے نیچے سے نکل کر آئی۔ میں نے زمین پر بیٹھ کر جھکتے ہوئے دیکھا۔ گاڑی کے نیچے شراب کی [illegible]

میں نے سامی کو اپنے ساتھ آنے کو کہا۔ پھر سردار کے مکان کی طرف جاتے ہوئے غلام کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا تو اس کا سر گاڑی کے نچلے حصے سے ٹکرا گیا۔ وہ پھر چاروں شانے چت ہوگیا۔ اس نے دیدے گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔ نیند کا خمار ٹوٹ گیا۔ سمجھ میں آگیا کہ وہ ایک دوشیزہ کے ساتھ گاڑی کے نیچے پڑا ہوا ہے۔ صبح ہوچکی ہے اور شاید آقا نے ابھی اسے اس حال میں نہیں دیکھا ہے۔ وہ جلدی سے لڑھکتا ہوا نیچے سے نکلا، کپڑے پہنے پھر اس لڑکی کی ٹانگیں پکڑ کر اسے بھی گھسیٹتے ہوئے وہاں سے نکالنے لگا۔

میں نے سردار کے ہاں غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر ناشتہ کیا۔ اتنی دیر میں خبر پھیل گئی کہ ہم وہاں سے جارہے ہیں۔ جب میں گاڑی کے پاس واپس آیا تو مرد عورتوں اور بچوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی، وہ سب اداس تھے۔ سب جانتے تھے کہ عید ایک ہی دن کے لئے آتی ہے۔ کل سے پھر فاقے ہوں گے۔ کنواریوں کے تن پر پھر بالشت بھر کے کپڑے ہوں گے۔ وہ جوانی کی بھری بہار میں خزاں کے دن گزاریں گی۔ میں وہاں کے جوانوں، بوڑھوں اور بچوں کے لئے مزید کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ وہاں ہمدرد لوگ نہیں تھے کہ میں ان کے لئے کانچ اندر دی قائم کر دیتا۔ میں نے دوسنجیدہ اور ذمہ دار نوجوانوں کو پانچ سو ڈالر دیئے، تاکہ وہ بستی والوں میں وہ رقم انصافاً تقسیم کردیں تاکہ وہ ایک دو روز اور فاقوں سے نجات حاصل کرلیں۔

میں نے ٹرائلر کیبن کو باہر سے بند کیا۔ پھر سامی کے ساتھ ڈرائیونگ کیبن میں آکر غلام کے پاس بیٹھ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئی۔ بہت سی روتی آنکھیں ہمیں الوداع کہہ رہی تھیں۔ وہ بے اختیار گاڑی کے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ بچے دوڑ رہے تھے گاڑی کی رفتار بڑھ گئی۔ وہ بہت آگے بڑھ گئی، وہ بہت پیچھے رہ گئے۔

دھوپ تیز ہورہی تھی۔ ونڈ اسکرین کے پار ہمیں دور تک پہنچانے والا راستہ مہربان بانہوں کی طرح کھلتا جارہا تھا۔ غلام انتہائی اطمینان سے گاڑی چلا رہا تھا۔ ہم بیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جا رہے تھے۔ ساٹھ میل تک سفر کرنے کے بعد غلام نے گاڑی روک دی۔ پٹرول ختم ہورہا تھا۔ ہم سب گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ چھت کے اوپر کیریئر میں دوسرے سامان کے ساتھ پٹرول کے کئی ٹن بھرے ہوئے تھے۔ غلام گاڑی کی ٹنکی میں پٹرول ڈالنے لگا۔ میں ٹرائلر کیبن کے دروازے کے پاس جاتے ہوئے سامی کو پکار کر بولا۔ "میرے جانے تم میرے بستر پر جاکر آرام کرو اب میں ڈرائیو کروں گا۔"

میں نے دروازہ کھول کر اسے اندر جانے دیا۔ پھر چاروں طرف ہرے بھرے جنگل کو دیکھتے ہوئے غلام سے باتیں کرنے لگا۔ اچانک ایک نسوانی چیخ سنائی دی۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ کھلے ہوئے دروازے کے ساتھ کچن اور اسٹور روم تھا۔ اس کے دہانے پر دوسرا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ کھلے ہوئے دروازے سے میرا فرش کا کچھ حصہ نظر آرہا تھا۔ سامی بستر کے نیچے جھانکتی ہوئی غرا رہی تھی۔ وہ غصے سے قالین پر دایاں پنجہ مار مار کر غرا رہی تھی۔ کوئی پلنگ کے نیچے تھا۔ وہ تھی۔ اس کی ڈری ڈری سہمی سی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

میں نے کہا۔ "سامی! وہ تمہارے ڈر سے باہر نہیں نکلے گی میرے پاس آجاؤ۔"

سامی پیچھے ہٹ گئی، مگر غراتی رہی۔ اپنے شکار کو [illegible] کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "آجاؤ۔ ورنہ میں ناراض ہوجاؤں گا۔"

وہ پلٹ کر آگئی۔ پھر میں نے اس لڑکی کو دیکھا۔ وہ سکڑے ہوئے انداز میں بستر کے نیچے سے سر نکال کر مجھے اور سامی کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے سامی کو اپنی گرفت میں رکھ کر اس لڑکی کو اشارے سے کہا۔

"آؤ — باہر آجاؤ۔"

وہ پلنگ کے نیچے سے قالین پر ناگن کی طرح رینگتی ہوئی اندر والے دروازے کے پاس پہنچ کر بیٹھ گئی۔ غلام نے کہا۔ "ارے یہ تو اسی بستی کی لڑکی ہے یہ ہماری گاڑی میں کیسے پہنچ گئی؟"

ہم نے اس سے سوال کیا، مگر بے سود، وہ ہماری زبان نہیں سمجھتی تھی، ہمیں رحم طلب نظروں سے دیکھتی رہی۔ میں نے کہا۔ "بہت جلاک ہے۔ میرے خیال میں یہ ہماری گاڑی میں پھیل [illegible] ہوئی تھی، تمام بستی والے جشن منا رہے تھے، ہم ان کے [illegible] سے لطف اٹھا رہے تھے، اس لڑکی نے سمجھ لیا تھا کہ میں کسی کو [illegible] نہیں لے جاؤں گا، اس لئے چپ چاپ پلنگ کے نیچے جا [illegible] گئی تھی۔"

غلام نے کہا۔ "آپ حکم دیں، میں اسے اٹھا کر باہر [illegible] دیتا ہوں۔"

"یہ اکیلی جنگل میں کہاں جائے گی، اس کی بستی تو سا [illegible] پیچھے رہ گئی ہے۔"

غلام نے کہا۔ "یہی سوچ کر تو یہ آئی ہے کہ ہم اس پر ترس کھا کر ساتھ لے جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "ہم اگلی کسی بستی تک اس سے ہمدردی کریں گے یقیناً بھوک اور ننگے پن سے گھبرا کر ہمارے ساتھ آئی ہے، ہم کسی بڑی بستی کے گھر میں اس کا ٹھکانہ بنا دیں گے۔ ابھی اسے رہنے دو۔"

میں باتیں کرتا ہوا ڈرائیونگ کیبن میں آکر بیٹھ گیا۔ غلام کو حکم دیا کہ وہ لڑکی سے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور دوپہر کا کھانا تیار کرے سامی کو لے کر ٹرائلر کیبن میں چلا گیا۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کردی۔ ہماری گاڑی میں چھوٹے سیل کا ٹیلیفون لگا ہوا تھا۔ ہم فون کے ذریعہ ڈرائیونگ کیبن سے ٹرائلر کیبن میں اپنے ساتھی کو کال کر سکتے تھے۔ ضروری باتیں کر سکتے تھے۔ دن کے دو بجے فون کی گھنٹی سنائی دی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر سنا، غلام کہہ رہا تھا۔ "آقا! کھانا تیار ہے — تشریف لے آئیں۔"

میں نے ایک درخت کے سائے میں سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ انجن بند کرکے گاڑی کے پچھلے حصہ میں آگیا۔ منہ ہاتھ دھو کر کھانے کی چوکی پر بیٹھا تو وہاں مشرقی طرز کا کھانا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ہم جس بستی سے دو چار مرغیاں لے آئے تھے، میز پر دال بھات (اُبلا ہوا چاول)، اور مرغ کا سالن رکھا ہوا تھا۔ غلام نے کہا۔ "آقا! رینا نے کھانا تیار کیا ہے، مجھے تو بے حد لذیذ لگا، آپ کو پسند نہ آئے تو آملیٹ تیار کردوں گا۔"

"اچھا۔ اس کا نام رینا ہے۔" میں نے کھانا شروع کیا۔ رینا ٹہنی کی آڑ سے آنکھوں سے مجھے دیکھے جارہی تھی۔ میں نے لقمہ چباتے ہوئے منہ ہی منہ میں کہا۔ "واہ مزہ آگیا، یہ تو بالکل ہمارے گھر جیسا کھانا ہے۔"

وہ میری بات نہ سمجھ سکی مگر اندازہ لگا لیا کہ کھانا پسند آیا ہے۔ وہ خوش ہوکر ننھی بچی کی طرح تالیاں بجانے لگی۔ یہ لڑکیاں کیسی کیسی اداؤں کا ذخیرہ اپنے پاس رکھتی ہیں۔ اس لمحہ وہ بہت اچھی لگی۔ شاید اس کے کچھاں اور سلیقے سے متاثر ہوا تھا۔ غلام نے کہا۔ "آقا! ہمیں ایک کھانے والی کی ضرورت ہے، یہ بہت اچھی ہے، بہت سے کام کرلیتی ہے، کیوں نہ اسے رکھ لیا جائے؟"

میں نے تحکمی سے کہا۔ "نہیں۔ اس گاڑی میں اور کسی کی گنجائش نہیں نکلے گی۔ خواہ کوئی مرد ہو یا عورت۔ رشتے پیدا ہوں گے۔ الجھنیں بڑھیں گی۔ ہم اسے کسی اگلی بستی میں چھوڑ دیں گے۔"

میں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ رینا برتن دھونے اور کچن صاف کرنے چلی گئی۔ چاول کھانے کے بعد غنودگی طاری ہورہی تھی۔ میں بستر پر بانہیں پھیلا کر لیٹ گیا۔ نیند کا غلبہ تھا۔ مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ کب آنکھ لگ گئی۔ گاڑی چل رہی تھی، رینا بستر کے کنارے بیٹھی ہولے ہولے میرے پاؤں دبا رہی تھی۔ میرے اندر سرے پاؤں تک جیسے بجلی سی دوڑ گئی۔ میں نے فوراً ہی ٹانگیں سمیٹ کر کہا۔ "دور ہٹو، اٹھ جاؤ یہاں سے۔"

وہ بات نہ سمجھ سکی، میرے تیور دیکھ کر مایوسی سے مجھے تکنے لگی۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا۔ وہ اٹھ کر دور کھڑی ہوگئی میرے سامنے عاجزی سے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ مجھے عجیب سا لگا۔ میں نے سرہانے رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھایا۔ کریڈل کو نک کیا۔ دوسری طرف سے غلام کی آواز سنائی دی۔ "فرمائیے آقا؟"

میں نے کہا۔ "رینا کو بلا کر ڈرائیونگ کیبن میں بٹھاؤ۔"

"آقا! کیسے بٹھاؤں؟ اس کے بدن پر برائے نام لباس ہے کسی گاڑی والے نے ہمیں دیکھ لیا تو یہی سمجھے گا کہ ہم اسے بھگا کر لے جارہے ہیں۔ اگلی کسی آبادی تک اسے چھپائے رکھنا بہتر ہے۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ معقول بات کہہ رہا تھا۔ میں نے کن انکھیوں سے رینا کو دیکھا۔ وہ سانولی سلونی لڑکی ہماری زبان بھی نہیں جانتی تھی۔ جنگلوں میں گشت کرنے والی پولیس کی کوئی جماعت ہمارے متعلق شبہ میں مبتلا ہوسکتی تھی۔

وہ سمجھ لی [illegible] اس کی موجودگی پسند نہیں کرتا ہوں۔ اس نے دل برداشتہ ہوکر سر کو جھکا لیا۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازہ کھول کر کچن کی طرف چلی گئی۔ دروازہ بند ہوگیا۔ میں اس کی زبان کی سوجھ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ پتہ نہیں وہ کیا سوچ رہی تھی۔ اچھا ہے کہ اسے زیادہ ہمدردی نہ ملے، وہ مایوس ہوکر پیچھا چھوڑ دے گی۔ میرے پاس دو جوڑے لباس [illegible] گئے تھے۔ گرمیں اسے پہنا دیتا تو وہ کارٹون نظر آتی۔ یہ بات چھپ نہ سکتی کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

میرے سوچنے کے دوران گاڑی رک گئی۔ مجھے کسی کار کا ہارن سنائی دیا۔ میں نے اٹھ کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ ہماری گاڑی کے سامنے ایک لانچی سی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا ڈرائیور غلام کو اشارے سے سمجھا رہا تھا کہ گشتی گاڑی پیچھے لے آئے، میں نے باہر جانے کے لئے دروازہ کھولا۔ رینا فرش پر بیٹھی آئل اسٹو کو صاف کررہی تھی۔ اس میں یہ بڑی خوبی تھی کہ سمجھی خاموش بیٹھتی نہیں تھی۔ کچھ نہ کچھ کرتی ہی رہتی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ کام کرتے کرتے رک گئی۔ نظریں جھکا کر میرے قدموں کو تکنے لگی۔

میں نے کہا۔ "اندر آجاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی تمہیں یہاں دیکھ لے۔"

وہ میرا اشارہ سمجھ کر اندر آگئی۔ میں نے دروازے کو باہر سے بند کیا۔ پھر ٹرائلر کیبن سے باہر آکر اس بیرونی دروازے کو بھی بند کردیا۔ غلام کار کے پاس پہنچ کر انہیں سمجھا رہا تھا کہ گشتی گاڑی کو پیچھے موڑنا مشکل ہوگا بہتر ہوگا کہ وہ اپنی کار کو پیچھے ہٹا لیں۔ میں نے حالات کا جائزہ لیا۔ وہ سیدھی شمال کی طرف جانا چاہتی تھی۔ ہماری گاڑی نے اس راستے پر

جنوب کی طرف مڑتے ہوئے ان کا راستہ روک لیا تھا۔ ایک شخص نے کار سے باہر آکر غصہ میں غلام سے کہا۔ "اے مسٹر! کیا تم نہیں جانتے کہ یہ سارلو اسٹیٹ ہے، شہزادی ایدنانہ کا راستہ کاٹنے والوں کی گردنیں اڑا دی جاتی ہیں۔"

میں نے قریب پہنچ کر دیکھا، کار کی اگلی سیٹ پر ایک معمولی ناک نقشہ والی لڑکی بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سی سختی تھی۔ رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں۔ جسم قیمتی لباس تھا۔ گلے اور کانوں کے زیورات میں بیش قیمت ہیرے جگمگا رہے تھے۔ اس کے وہاں بیٹھنے اور وہاں سے مجھے دیکھنے کے انداز میں شاہانہ رعب اور دبدبہ تھا۔ میں نے غلام سے کہا۔ "بیشک ہماری گاڑی کو پیچھے موڑنے میں دشواری ہوگی۔ لیکن یہاں ایک شہزادی کے غرور کا معاملہ ہے، دو پیچھے نہیں ہٹے گی، لہٰذا ہمیں ہٹنا ہوگا۔"

وہ شخص جو انگریزی بول رہا تھا اسے شہزادی ایدنانہ نے مخاطب کر کے اپنی مقامی زبان میں کچھ کہنے لگی۔ میں نے اس آدمی کی کھوپڑی میں پہنچ کر اس کے لاشعور کو ترجمہ پیش کرنے پر مجبور کیا۔ شہزادی ایدنانہ کہہ رہی تھی۔ "ان مسافروں کو ڈاک بنگلے لے چلو، میرے دماغ میں ایک ترکیب آئی ہے۔"

وہ شخص شہزادی ایدنانہ کا سیکریٹری تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ ہم کون ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے اسے جواب دیا اور سوچتا رہا کہ اس مغرور شہزادی کے دماغ میں کونسی ترکیب آئی ہے؟ اور اس ترکیب کا ہم سے کیا تعلق ہے۔ سیکریٹری کہہ رہا تھا کہ شہزادی کے دماغ میں کیا ہے؟ اس نے کلائی کی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر طارق! تین گھنٹے بعد رات کی تاریکی پھیل جائے گی۔ آگے جنگل ہی جنگل ہے۔ رات گزارنے کے لئے آپ کو کوئی بستی نہیں ملے گی۔ میری خواہش ہے کہ آج رات آپ ہمارے مہمان رہیں۔"

ایک اجنبی دوسرے اجنبی کو کبھی مہمان نہیں بناتا۔ سیکریٹری تو شہزادی کے حکم کا پابند تھا اور شہزادی کو کوئی تدبیر مجبور کر رہی تھی ہماری مجبوری یہ تھی کہ رات ہونے کے بعد آگے ہمیں قیام کے لئے کوئی بستی ملنے والی نہیں تھی، میں نے پوچھا۔ "یہ جنگلات کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"یہ برما کے سرحدی جنگلات ہیں۔ شہزادی ایدنانہ تین دن کے بعد اس اسٹیٹ کی مالکہ بننے والی ہیں۔"

"برما کا شہر مولمین کتنی دور ہے؟"

"یہاں سے ساڑھے چار سو میل دور ہے۔ آپ پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جائیں گے تو آدھی رات کے بعد وہاں پہنچیں گے۔ لیکن رات کو ان جنگلات سے گزرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔"

"پھر تو آپ کی پیش کش قبول کرنا ہوگی۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "ہمارے پیچھے آئیے، یہاں سے ایک میل کے فاصلہ پر ڈاک بنگلہ ہے، ہم تھوڑی دیر وہاں ٹھہرنے کے بعد آگے بڑھیں گے۔"

میں ڈرائیونگ کیبن میں آکر بیٹھ گیا۔ غلام نے گاڑی پیچھے لی تھی۔ شہزادی کی کار آگے بڑھی تو میں نے غلام سے کہا۔ "اس کار کے پیچھے چلو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بولا۔ "آقا! آپ نے راستہ دیا ہے؟"

"ہاں شہزادی کسی خاص مقصد کے تحت ہمیں اپنا مہمان بنا رہی ہے۔ ہمیں محتاط رہنا ہوگا، کوئی ایسی حرکت نہ کرنا جس سے انہیں غصہ آجائے۔"

"لیکن ان کا مہمان بننا کیا ضروری ہے؟"

"یہ شہزادی چاہتی ہے، اگر میں انکار کرتا تو شاید یہ ہمیں اپنی اسٹیٹ سے گزرنے نہیں دیتے۔ پانی میں رہ کر مگرمچھ سے بیر نہیں کرنا چاہئے۔"

ہم ڈاک بنگلہ تک پہنچ گئے۔ شہزادی ایدنانہ ایک آراستہ کمرے میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اس کمرے میں بلایا گیا۔ غلام کو ساتھ کمرے میں جانا چاہتا تھا مگر اسے روک دیا گیا۔ میں نے غلام سے کہا۔ "یہاں اس پاس جھونپڑیاں نظر آرہی ہیں۔ تم رہنے کے لئے لباس خرید لو، اسے پہننے کے لئے دو۔ میں ابھی آجاؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں کمرے میں داخل ہوا۔ شہزادی ایدنانہ ایک صوفہ پر سینہ تانے گردن اکڑائے بیٹھی تھی۔ سیکریٹری نے مجھے دوسرے صوفہ پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ "مسٹر طارق! یہاں تشریف رکھیں، کیا آپ شہزادی کے کسی کام آنا پسند کریں گے؟"

"ضرور۔ کام کیا ہے؟"

"شہزادی کو ایک مسئلہ درپیش ہے۔ اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔"

"آپ مسئلہ بتائیں۔"

اس نے اجنبی زبان میں شہزادی سے کچھ کہا۔ جواباً شہزادی نے کہا۔ پھر وہ بولا۔ "شہزادی ایدنانہ انگریزی نہیں جانتی ہیں۔ یہ خود بیان نہیں کر سکتیں۔ بات یہ ہے کہ ایدنانہ کا باپ سارلو رنگون کا مالک سارلو رنگون والا تھا۔ یہاں سے ٹیک کی لکڑیاں بیرونی ملک بھیجتا ہے۔ اس جنگل کی سالانہ آمدنی پچاس ہزار ڈالر ہے۔ سارلو نے تین لاکھ ڈالر نقد چھوڑ کر گیا ہے۔ اس دولت اور جائیداد کے تین حصہ دار ہیں۔ ایک شہزادی ایدنانہ اور اس کے دو سوتیلے بھائی۔ بڑے بھائی کا نام تورلا ہے، چھوٹے بھائی کا نام مارلو ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا جائیداد کا جھگڑا پانچ برس سے چل رہا ہے؟"

"نہیں۔ یہ جھگڑا پچھلے دو ماہ سے شروع ہوا ہے، یعنی جب سے ایدنانہ شادی کے قابل ہوئی ہے، میرا مطلب ہے جب سے یہ بالغ ہوئی ہے۔"

میں نے شہزادی پر نظر ڈالی، مجھے وہ کچھ زیادہ ہی بالغ نظر آئی۔ سیکریٹری نے کہا۔ "سارلو رنگون والا کی وصیت کے مطابق ان وارثوں کو بیس لاکھ ڈالر اس وقت ملیں گے جب ایدنانہ کی شادی ہو جائے گی۔"

میں نے سر ہلا کر کہا۔ "اچھا سمجھ گیا، ایدنانہ کے بالغ ہونے میں پانچ برس لگ گئے۔"

"جی ہاں۔ قضیہ یوں ہے کہ سارلو رنگون والا نے ایدنانہ کی ماں کو بانجھ سمجھ کر تورلا کی ماں سے شادی کی تھی۔"

میں نے پوچھا۔ "جب وہ ایدنانہ کی ماں تھی تو بانجھ کیسے ہوئی؟"

"بھئی ایدنانہ کی پیدائش سے پہلے کی بات کر رہا ہوں کہ وہ بانجھ تھی۔ تورلا کی ماں بیوہ تھی مگر بڑی حسین، بڑی طرح دار تھی جب سارلو اسے بیاہ کر لایا تو تورلا دو برس کا تھا، ایک برس بعد مارلو پیدا ہوا۔"

"ایدنانہ کی ماں کہاں گئی؟"

"وہ اپنے میکے جا کر رہنے لگی تھی۔ سارلو کبھی کبھی اس سے ملنے جایا کرتا تھا۔ چھ برس بعد اس پہلی بیوی سے ایدنانہ پیدا ہوئی۔ اس حساب سے ایدنانہ اور مارلو اپنی ماؤں کی طرف سے سوتیلے ہیں مگر باپ کی طرف سے گئے ہیں اور ایدنانہ اور تورلا ماں اور باپ دونوں کی طرف سے سوتیلے ہیں اور ایک دوسرے کی صورت دیکھنے کے روادار نہیں ہیں۔"

میں نے کہا۔ "بہرحال! ایدنانہ سب سے چھوٹی ہے۔ اس کے بالغ ہونے کے لئے دونوں سوتیلے بھائیوں کو پانچ برس تک انتظار کرنا پڑا۔ آپ یہ بتائیں کہ میں اس سلسلہ میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"ابھی بتاتا ہوں۔ یہاں سے دس میل کے فاصلے پر سارلو رنگون والا کا تعمیر کیا ہوا ایک قلعہ ہے۔ مرنے والے کی وصیت کے مطابق سالانہ گوشادی کے ابتدائی تین دن اور تین راتیں اپنے شوہر کے ساتھ قلعہ میں گزارنے ہوں گے۔ صرف نکاح نامہ قابل قبول نہ ہوگا۔ قلعہ میں ایدنانہ کے دونوں سوتیلے بھائی، ایک خاندانی وکیل، وہاں کی ایک گورنس اور مارلو کی ماں رہیں گے۔ وہ سب تصدیق کریں گے کہ ایدنانہ اپنے شوہر کے ساتھ تین دن اور تین راتیں گزار رہی ہے، تب وہ دوسری وصیت کھولی جائے گی اور بتایا جائے گا کہ وہ بیس لاکھ ڈالر ان وارثوں میں کس طرح تقسیم کئے جائیں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "آپ دوسری وصیت کی بات کر رہے ہیں۔ پہلی وصیت کیا ہے؟"

"پہلی وصیت کے مطابق ان لوگوں کو ماہانہ اخراجات ملتے ہیں۔ ایدنانہ اور مارلو کو ایک ایک ہزار ڈالر ملتے ہیں کیونکہ وہ سارلو کی اپنی اولاد ہیں۔ تورلا سوتیلا بیٹا ہے، اس لئے اس کو اور اس کی ماں کو ماہانہ پانچسو ڈالر دیئے جاتے ہیں۔"

"آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ یہ سب کچھ مجھے کیوں بتایا جا رہا ہے؟"

"میں ابھی بتا رہا ہوں۔ وہ یہ کہ ایدنانہ نے شادی کی تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ وصیت کے مطابق اپنے شوہر کے ساتھ تین دن اور تین راتیں یعنی بہتر گھنٹے اس قلعہ میں گزارتی کسی نے پہلی ہی رات اس کے شوہر کو ختم کر دیا۔"

"اوہ۔ اس کا مطلب کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔ "بیس لاکھ ڈالر میں سب سے بڑا حصہ ایدنانہ اور مارلو کو ملے گا۔ اگر کوئی لالچی رشتہ دار قاتل ہے تو وہ ایدنانہ اور مارلو کو قتل کرے گا۔ ایدنانہ کے شوہر کو قتل کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "پہلی وصیت کے مطابق ایدنانہ نے اگر بالغ ہونے کے بعد ایک سال کے اندر شادی نہ کی تو بیس لاکھ ڈالر میں سے اسے حصہ نہیں ملے گا۔ کوئی ایدنانہ کو قتل کرنے کے بجائے اسے اس کے حقوق سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ کوئی چاہتا ہے کہ وہ قلعہ کے اندر ازدواجی زندگی کے بہتر گھنٹے نہ گزار سکے۔ وصیت پر عمل نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ قاتل نے سہاگ کی پہلی رات اس کے شوہر کو غائب کر دیا۔"

"غائب کرنے کا مطلب کیا ہوا؟"

"ایدنانہ کے شوہر کی لاش نہیں مل سکی، اسے ہم غائب کرنا ہی کہیں گے۔"

"اچھا پھر کیا ہوا؟" میں سگریٹ سلگانے لگا۔ ایدنانہ نے سگریٹ کو گھور کر دیکھا۔ شاید اسے سگریٹ نوشی پسند نہیں تھی۔ مگر وہ برداشت کر رہی تھی۔

"پھر ایک ماہ بعد ایدنانہ نے دوسری شادی کی۔ وصیت کا تقاضا پورا کرنا تھا۔ قاتل نے بھی اپنے تقاضے پورے کر دیئے، وہ دوسرا شوہر بھی غائب کر دیا گیا۔ یعنی قتل کر دیا گیا۔"

"کیا قانون کے محافظ اس قاتل کو گرفتار نہیں کر سکے؟"

"نہیں۔ دونوں قتل ثابت نہیں ہو سکے، مقتول شوہروں کی لاشیں نہیں مل سکیں۔ یہاں سے قریبی پولیس اسٹیشن پچاس میل کے فاصلہ پر ہے تھانے کے انچارج نے یہ کہہ کر اس کیس سے منہ موڑ لیا کہ دونوں شوہر کہیں بھاگ گئے ہیں۔ یا انہیں ڈرا دھمکا کر کہیں بھگا دیا گیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ سچ مچ بھاگ گئے ہوں۔"

"شہزادی ایدنانہ جیسی دولت مند بیوی کو کوئی احمق ہی چھوڑ کر بھاگ سکے گا۔ وہ دونوں شوہر آپ کی طرح ہٹے کٹے اور قد آور تھے، بڑے جیدار تھے۔ کوئی انہیں ڈرا دھمکا کر بھگا نہیں سکتا تھا

جمیں یقین ہے کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے؟"

میں نے پوچھا: "اچھا تو اب یہ شہزادی تیسری شادی کرے گی؟"

"کرے گی نہیں، کر چکی ہے، لیکن اب یہ اپنے شوہر کو چھپا کر رکھنا چاہتی ہے۔ اس کا نام اور اس کی صورت بھی کسی کو بتانا نہیں چاہتی ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے قلعہ میں بہتر گھنٹے گزارنے کے لئے شوہر کو اپنے ساتھ لے جانا ہوگا؟"

"ہاں وہ اپنے ساتھ لے جائے گی لیکن نقلی شوہر کو....."

"نقلی شوہر؟" میں نے حیرانی سے پوچھا: "یعنی وہ قاتل کے سامنے اپنے شوہر کے بجائے کسی کرائے کے شوہر کو چارہ بنائے گی؟"

"ہاں کسی کو چارہ بنانا ہی کہہ سکتے ہیں، لیکن آپ شہزادی کی پریشانیوں کو سمجھتے ہوئے خود فیصلہ کریں کہ ان حالات میں یہ شہزادی نہیں ایک معمولی مجبور لڑکی ہے۔ دشمنوں میں گھری ہوئی ہے۔ نہ باپ کی دولت حاصل کر سکتی ہے، نہ سہاگ کی ایک رات اپنے کسی شوہر کے ساتھ گزار سکتی ہے۔ آپ کو دیکھ کر شہزادی کے ذہن میں یہی تدبیر آئی ہے کہ وہ آپ کو کرائے کا شوہر بنا لے؟"

"ہیں — میں کرائے کا شوہر؟" میں نے شہزادی ایدانہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ پہلی بار ہولے سے مسکرائی۔ سیدھے چڑھے ہوئے زیورات کی چمک دمک میں وہ مسکراہٹ بڑی خاموشی سے دعوت دے رہی تھی کہ میں سہاگ کی پہلی رات گزارنے کا خطرہ مول لے لوں؟

سیکرٹری نے کہا: "آپ کو اس کام کے لئے بھرپور معاوضہ دیا جائے گا، مگر آپ کسی معاوضے کے محتاج نہیں ہیں تو انسانیت کے ناطے آپ شہزادی کا یہ مسئلہ حل کر دیں۔ آپ کو ایک ریوالور دیا جائے گا تاکہ آپ وہاں اپنی حفاظت کر سکیں؟"

"یہ ٹھیک ہے کہ آپ میرے لئے حفاظتی انتظامات کریں گے۔ لیکن کرائے کا شوہر بنانے کے لئے میرا انتخاب کیوں کیا گیا؟"

اس نے جواب دیا: "پہلے کسی کو کرائے کا شوہر بنانے کا خیال آتا تو شہزادی ایدانہ شہر مولمین سے کسی ضرورت مند نوجوان کو کرائے پر لے آتی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ کو دیکھ کر ایدانہ کے دماغ میں یہ بات آئی۔ شہزادی کے دل کی بات میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس نے آپ کا انتخاب کیوں کیا ہے، یا آپ پر اعتماد کیوں کر رہی ہیں؟"

میں تذبذب میں پڑ گیا۔ میری زندگی بے شمار اہم اور خطرناک واقعات پیش آئے۔ لیکن موجودہ معاملہ کا تعلق سراغرسانی سے تھا۔ قلعہ میں پہنچتے ہی کوئی قاتل میرا منتظر ہوتا۔ مجھے اپنی حفاظت کے علاوہ ایک قاتل کو بے نقاب کرنا تھا۔ میں نے پوچھا: "کیا قلعہ میں رہنے والے انگریزی یا ہندوستانی جانتے ہیں؟"

"نہیں، صرف میں اور وہاں کا ایک خاندانی وکیل انگریزی جانتے ہیں۔ آنجہانی سارلو کا پورا خاندان اس جنگل میں رہتا آیا ہے۔ ان کے پاس اتنی دولت اور عیش و آرام ہے کہ کسی نے پرائی زبان سیکھنے کی ضرورت ہی گوارا نہیں کی؟"

میں سوچ میں پڑ گیا کہ وہاں ٹیلی پیتھی زیادہ کام نہیں آسکتی۔ وہ شخص جو انگریزی جانتے ہیں، ان کے ہی دماغوں سے میں دوسروں کی باتیں سمجھ سکوں گا اور شاید ان کے ہی ذریعہ کسی قاتل تک پہنچ سکوں گا۔ لیکن اتنی دردسری مول لینے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ مجھے تو بس میں بیٹھ کر اپنی راہ پر چلنا چاہئے۔"

شہزادی ایدانہ نے شاید میرے چہرے پر تذبذب کو پڑھ لیا تھا۔ وہ اپنے صوفہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر آہستہ آہستہ چلتی اٹھلاتی ہوئی میرے سامنے آ گئی۔ میں بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ہم دونوں تھے۔ ہمارے درمیان دو بالشت کا فاصلہ تھا۔ اس نے دونوں اپنی گردن پر لے جا کر ہیرے کے جگمگاتے ہوئے نیکلس کو کھولا اور آگے بڑھا کر میرے ہاتھ کو تھام لیا۔ اس قیمتی ہار کو میری ہتھیلی پر رکھ کر بولنے لگی۔

سیکرٹری نے کہا: "یہ بول رہی ہے کہ یہ نیکلس کے علاوہ ہونے والی اپنی جائیداد میں سے حصہ بھی دے سکتی ہے۔ آپ کی ہر مطالبہ پورا کر سکتی ہے۔ آپ اسے منجدھار میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔"

میں نے دیکھا۔ وہ بہت فکرمند تھی۔ بڑی التجا سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس لمحہ ایک شہزادی کا غرور فنا ہو گیا تھا۔ جو گہر وہ ہولے گرانا مانگی نہیں ہے۔ میں نے مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے کہا: "میں تیار ہوں۔"

وہ خوش ہو کر پلٹ گئی۔ سیکرٹری سے کچھ کہنے لگی۔ سیکرٹری اپنا بیگ کھول کر کاغذات نکالے، پھر انہیں میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا: "کل مولمین شہر کی عدالت میں ایدانہ کا نکاح ہوا تھا۔ یہ نکاح نامہ ہے۔ تمہارے شوہر کا نام کارل فرینک ہے، یعنی اب یہ آپ کا نام ہے۔"

"یہ کارل فرینک کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں۔ میں نے صرف عدالت میں اسے شہزادی کے ساتھ دیکھا تھا۔ پھر وہ کہیں روپوش ہو گیا۔ ایدانہ اپنے سائے کو بھی تمہارے شوہر نہیں بنائے گی۔ قلعہ میں رہنے والا کوئی شخص کارل فرینک نہیں ہے۔ وہ آپ ہی کو ایدانہ کا تیسرا شوہر سمجھیں گے۔"

"میں نے پوچھا: میرے ساتھیوں کا کیا بنے گا؟"

"وہ یہاں ڈاک بنگلہ میں رہیں گے، آپ کی گاڑی میں جائیں گی۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کے ساتھیوں کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے گا۔"

سیکرٹری کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ حقیقتاً پوری طرح غلام اور رہنما کا خیال رکھے گا۔ اس کے باوجود میں نے دماغی رابطہ قائم کیا۔ اسے حکم دیا کہ وہ میری واپسی تک محتاط رہے۔ میں تین قاتل سہاگ رات میں گزارنے کے لیے جا رہا ہوں گا۔"

دن کا اجالا کھنچی ہوئی اپنے پر سمیٹ رہا تھا، رات اپنی زلفیں کھول رہی تھی۔ نیم تاریکی میں وہ قلعہ دور سے یوں نظر آ رہا تھا جیسے کوئی چین بول سے آزاد ہو کر اکڑوں بیٹھ گیا ہو۔ کار کی اگلی سیٹ پر سیکرٹری ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور پچھلی سیٹ پر میں شہزادی ایدانہ کے ساتھ ذرا فاصلہ رکھے بیٹھا تھا۔ وہ خود ہی مٹی ہوئی تھی۔ حالانکہ اسے بیوی کا رول ادا کرنا چاہئے تھا۔ شاید بیوی بن کر شرما رہی تھی۔ لیکن شرمانے کی کوئی ادا نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے ایک آوارہ سیاح اور خود کو شہزادی ہمیں کر فاصلہ رکھے ہوئے تھی۔

کار قلعہ کے دروازے کے سامنے رک گئی۔ ڈرائیور ہارن بجانے لگا۔ وہ دروازہ تقریباً پچیس فٹ اونچا اور پندرہ فٹ چوڑا ہوگا۔ اسے دیکھ کر قلعہ کے مکینوں کا رعب اور دبدبہ طاری ہوتا تھا۔ بدخیال آتا تھا کہ وہاں رہنے والے پتہ نہیں کتنے اونچے کتنے مغرور ہوں گے۔ ناک پنکھی نہیں بیٹھنے دیتے ہوں گے۔ وہ دروازہ چڑچڑاہٹ کی آواز کے ساتھ آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔ اندر دور تک ایک سرسبز و شاداب باغ نظر آ رہا تھا۔ کار آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی قلعہ کے احاطے میں داخل ہوئی، باغ کے درمیانی راستے سے ہوتی ہوئی پیدل طے کے پورچکو میں پہنچ کر رک گئی۔ سیکرٹری نے اتر کر شہزادی کے لئے دروازہ کھولا۔ مجھے خود دروازہ کھول کر کار سے باہر آنا پڑا۔ پہلی بار احساس ہوا کہ کرائے کا آدمی ہوں۔

اسی وقت قلعہ کا اندرونی دروازہ کھلا۔ اب تک عورت نظر آئی۔ شہزادی ایدانہ نے خود کو میری بیوی ظاہر کرنے کے لئے جلدی سے آگے بڑھ کر میرے بازو میں اپنا بازو ڈال لیا۔ مجھ سے لگ کر آگے بڑھنے لگی۔ سیکرٹری نے آہستہ سے کہا۔

"یہ یہاں کی گورنس ہے۔ اس کا نام مسز وٹس ہے۔ آنجہانی سارلو کی نرس رہی ملازمہ تھی۔ پہلی وصیت کے مطابق اسے یہاں کی اہم ہستی سمجھا جاتا ہے۔"

گورنس مسز وٹس اگر سارلو کے زمانہ سے تھی تو اچھی خاصی عمر والی ہوگی۔ لیکن شہزادی ایدانہ کی ہمجولی لگ رہی تھی۔ اس کے بھڑکیلے لباس کو دیکھ کر کوئی اسے ملازمہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس کا لباس گردن سے کمر تک ایسا چست تھا کہ پتلی کمر کا تخمہ لگا ہوں کی محفل میں آ جاتا تھا۔ اکثر خوبیوں کو دعوت دینے کے لئے ہی ایسا لباس پہنتی ہیں۔

اس نے ہمارے سامنے آ کر دوبارہ جھک کر سلام عرض کرنا تھا۔ ایدانہ اپنی زبان میں کچھ کہنے لگی۔ سیکرٹری کی سوچ نے ترجمانی کی کہ وہ اپنے شوہر کی حیثیت سے میرا تعارف کرا رہی ہے۔ گورنس مسز وٹس نے ذرا جھک کر ہاتھ کے اشارے سے اندر آنے کے لئے کہا۔ پھر ہم سے فاصلہ رکھ کر ہمارے ساتھ قلعہ کے بڑے ہال میں داخل ہوئی۔ وہ مجھے کن انکھیوں سے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے اس کی تیز نظریں لباس پھاڑ کر مجھے اندر سے تول رہی ہوں۔ اتنی سی دیر میں میرے دماغ نے کہا: "خود یہ خطرناک عورت ہے۔"

اتنے بڑے قلعہ میں اس وقت اور کوئی نظر نہیں آیا۔ شہزادی ایدانہ کا موڈ بگڑ گیا کہ دوسرے رشتے دار اس کے نئے شوہر کا استقبال کرنے نہیں آئے تھے۔ وہ بڑبڑاتی ہوئی مجھے اپنے ساتھ لیتی ہوئی ایک کمرے کے دروازے تک آئی۔ ہم سے پہلے ملازم سامان لے کر وہاں پہنچ گئے تھے۔ وہ کمرہ خواب گاہ کے طور پر بڑی خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔ یہ وہ خواب گاہ تھی جہاں ایدانہ اب تک سہاگ رات نہیں منا سکی تھی۔ اس خواب گاہ کو ایسے سجایا گیا تھا جیسے بقرعید سے پہلے بکرے کو سجایا جاتا ہے۔ دو بکرے قربان ہو چکے تھے، اب تیسرا لایا گیا تھا۔ میں اس خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔

گورنس مسز وٹس اور سیکرٹری چلے گئے۔ ملازم بھی سامان رکھ کر رخصت ہو گئے۔ ایدانہ نے خواب گاہ کو اندر سے بند کر دیا۔ میں اس قربان گاہ کا تفصیلی جائزہ لینے لگا۔ شمال کی سمت خواب گاہ سے ملحقہ ایک بالکونی تھی۔ وہاں بیٹھ کر باغیچہ کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ ضرورت پڑنے پر وہاں سے چھلانگ لگائی جا سکتی تھی کیونکہ وہ صرف چھ فٹ اونچی بالکونی تھی۔ جنوب کی سمت باتھ روم اور اسٹور روم تھے۔ اس خواب گاہ کے مشرق میں ایک اور دروازہ تھا، اسے کھولنے پر ایک اور کمرہ نظر آیا۔ وہ بیک وقت لائبریری اور ڈریسنگ روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

ایدانہ خاموش کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔ روشنیوں کی روشنی میں بڑی بھرپور بڑی پراسرار نظر آ رہی تھی۔ میں نے کہا: "یہ خواب گاہ مکمل بالکونی کے ساتھ ہے، یہاں سے قتل آسانی آ سکتا ہے۔"

وہ میرا منہ تک رہی تھی۔ مجھے خیال آیا کہ جنس کے سامنے میں بھاگ رہا ہوں۔ میں نے اشاروں کی بین الاقوامی زبان میں اسے سمجھایا۔ وہ اپنی بہت واچ دکھاتی ہوئی بولی اور جواباً اشارہ میں مجھے بتانے لگی کہ آٹھ بجے کھانا کھاتے ہیں، تو نے خواب گاہ میں واپسی ہے۔ آدھ گھنٹہ ہم بالکونی میں بیٹھیں گے وس بجے ہی خواب گاہ میں [illegible] کر میں مشغول ہو جائیں گے۔ میں مطمئن ہو کر اشاروں کی زبان میں کہا: "میں کارل فرینک تمہارا شوہر، تم ایدانہ ہو۔" میں اس کی طرف انگلی بڑھا کر بولا: "تم بیوی ہو؟"

وہ اپنے سینے پر انگلی رکھ کر بولی: "ایدانہ۔ بیوی؟"

میں نے اشارہ میں سر ہلا کر اشاروں میں پوچھا: "بیوی کو تم لوگ کیا کہتے ہو؟"

وہ پھر اپنے سینے پر انگلی رکھ کر بولی: "بیوی — جوجو؟"

میں سمجھ گیا ان کی زبان میں بیوی کو جوجو کہا جاتا ہے۔ میں نے اپنے سینے پر انگلی رکھ کر پوچھا: "شوہر کو کیا کہا جاتا ہے۔ میں تمہارا شوہر ہوں —"

وہ میرے سینے پر انگلی رکھ کر بولی: "شوہر؟"

میں نے جھینپ کر کہا: "شوہر نہیں شوہر — شوہر؟"

وہ اپنا تلفظ درست کرتے ہوئے بولی: "شو — ہر، شو — ہر

جاجا ...."

یعنی ہیوی کو جو جو اور شوہر کو جاجا کہا جاتا تھا۔ گویا بچگانے والی بات تھی جاجا۔ مگر میں دوسرے شوہروں کی طرح جاجا گنے نہیں آیا تھا۔ میں نے اس کے شانہ پر ہاتھ رکھا۔ وہ بڑی آہستگی سے بڑی نزاکت سے بل کر کھا کر کترا گئی۔ میں نے اپنی جیب سے بیڑوں کا ہار نکالا۔ اشاروں سے سمجھا کر میں اسے پہنانا چاہتا ہوں۔ وہ اشاروں سمجھانے اور سمجھانے لگی کہ وہ ہار مجھے معاوضہ کے طور پر دے چکی ہے۔

گونگے اشاروں سے اپنا مفہوم ادا کرنے میں بڑی دیر لگتی ہے۔ میں نے کسی طرح سمجھا ہی دیا کہ جو کچھ میں نے معاوضہ کے طور پر حاصل کیا ہے۔ اب اسے جاجا کی حیثیت سے اپنی جو جو کو پہنانا میرا فرض ہے۔ اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ میں اس کے قریب آکر اس کی گردن کی طرف جھک کر اسے ہار پہنانے لگا، بڑی ہلکی گردن تھی، دھیمے دھیمے پھڑک رہی تھی، دل کی طوفانی دھڑکنیں پورے بدن کو لرزا رہی تھیں۔

دو شوہروں کی محبت سے محروم رہ جانے والی "جو جو" تھر تھرا کانپ رہی تھی۔ پھر وہ ایک دم سے تڑپ کے الگ ہو گئی۔ جیسے وحشت زدہ ہرنی جذبوں کے صحرا سے جاگ گئی ہو اور ویسے ہی وہ ہانپ رہی تھی۔ اچانک وہ پلٹ کر بھاگتی ہاتھ رحم میں گھس گئی۔ اس کا دروازہ ایک دھڑاکے سے بند ہو گیا۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا۔ اندر شاور سے پانی گرنے کا شور سنائی دے رہا تھا۔

ٹھیک آٹھ بجے میں اور ایدنانہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ڈائننگ ہال میں داخل ہوئے۔ ڈائننگ ہال کا شاہانہ اہتمام مثالی تھا۔ چھت پر موی شمعوں کا فانوس جگمگا رہا تھا۔ لانبی سی میز پر پُرتکلف کھانے کی ڈشیں چنی گئی تھیں۔ میز کے اطراف ایدنانہ کے بہت سے رشتے دار بیٹھے ہوئے نظر آرہے تھے، وہ لوگ ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے، ہمیں دیکھتے ہی سب چپ ہو گئے، ایدنانہ میری طرف اشارہ کرتے ہوئے میرا تعارف کرانے لگی۔

سب لوگوں نے باری باری مجھے دیکھ کر سر ہلایا۔ جیسے مجھے وہ ایدنانہ کا شوہر تسلیم کر رہے ہوں۔

ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے انگریزی میں کہا "میں یہاں کا خاندانی پلیڈر (وکیل) ہوں میرا نام کریگ پیٹن ہے۔ تم شاید انگریزی سمجھ لیتے ہو گے؟"

میں نے مسکرا کر کہا "میں انگریزی ہی سمجھتا ہوں۔ شہزادی ایدنانہ کی زبان نہیں سمجھ سکتا۔"

ہم اپنی اپنی کرسی پر بیٹھنے لگے، وہ بولا "تعجب ہے آپ دونوں ایک دوسرے کی زبان نہیں جانتے پھر میاں بیوی کیسے بن گئے؟"

میں نے جواب دیا "ہمارے دل کی زبان ایک ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "پھر بھی آپ دونوں میاں بیوی کے ایٹی کیٹ تک کیسے پہنچ گئے؟"

میں نے کہا "شہزادی ایدنانہ نے مجھ پر کچھ پابندیاں عائد کی ہیں اس کا جواب آپ میری جو جو سے طلب کریں۔"

وہ ایدنانہ سے اس کی زبان میں باتیں کرنے لگا۔ میں نے اس رشتہ داروں کو... باری باری دیکھا۔ لانبی میز کے ایک سرے پر گورنر مے وش بڑی شانِ بے نیازی سے بیٹھی ہوئی تھی۔ میز کے دوسرے سر پر ایک بوڑھی خاتون نظر آئیں۔ خاتون کو ماما وانہ کہتے تھے۔ وہ ایدنا کی سوتیلی ماں اور تورلا اور مارلو کی سگی ماں تھی۔ وہ ماں کو ماما کہتے تھے۔ وانہ اس کا نام تھا، اس لئے ماما وانہ کہلاتی تھی۔ اس نے مجھے اچھی نظروں سے نہیں دیکھا۔

میرے بائیں طرف ایدنانہ بیٹھی ہوئی تھی اور دائیں طرف اس کا سوتیلا بھائی مارلو تھا۔ مارلو باپ کی طرف سے سگا اور ماں کی طرف سے سوتیلا بھائی تھا۔ وہ ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا اور دوسروں کو متبسم تھا یا اپنی باتوں سے انہیں جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیتا تھا۔ وکیل کریگ پیٹن کی سوچ نے بتایا کہ وہ مجھ پر اور ایدنانہ پر طنز کر رہا ہے۔ ایدنانہ کبھی کبھی گھور کر اسے دیکھتی تھی۔

میرے ٹھیک سامنے میز کے دوسری طرف تورلا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ماں اور باپ دونوں طرف سے ایدنانہ کا سوتیلا بھائی تھا۔ تورلا اور مارلو دونوں بھائی قد اور جسامت میں ایک جیسے تھے۔ دونوں ہی سخت مزاج اور چڑچڑے نظر آتے تھے۔ البتہ مارلو اپنے چڑچڑے پن کو مزاح میں بدل کر دوسروں کو طنز کا نشانہ بنایا کرتا تھا۔

بہرحال اس پُراسرار قاتل تک پہنچنے کے لئے جو لوگ میرے سامنے تھے، ان کی فہرست یہ ہے۔ ماما وانہ، گورنس مے وش، تورلا، مارلو، وکیل کریگ پیٹن، میں نے اپنی اس فہرست میں شہزادی ایدنانہ کا نام شامل کیا کیونکہ بعض اوقات مظلوم نظر آنے والی ہستی بھی مکار قاتل ثابت ہوتی ہے۔ ویسے وہ بہتر گھنٹے میرے ساتھ رہنے والی تھی۔ اس کی کسی چال کو سمجھنا نسبتاً آسان ہوتا۔ میں نے ایدنانہ کے سیکریٹری کو شامل نہیں کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ رات کو قلعہ سے باہر چلا جاتا ہے، ٹاک بنگلہ میں سوتا ہے۔ دن کو ایدنانہ کی خدمت کے لئے حاضر ہو جاتا ہے۔

کھانے کے دوران میں وکیل کریگ کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ وہاں جو لوگ اپنی مادری زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ کریگ کا لاشعور ان کی انگریزی ترجمہ پیش کر رہا تھا۔ اس وقت میں ان کی گفتگو کا موضوع بنا ہوا تھا۔ تورلا نے اپنی سوتیلی بہن ایدنانہ کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "اس بار ایدنانہ نے ایسے شخص کو شوہر بنایا ہے جو ہماری زبان بالکل نہیں سمجھتا ہمارے درمیان یہ گدھا لانگ رہا ہے۔"

ایدنانہ نفرت سے بولی "ٹھیک اسی طرح یہ تمہیں گدھا سمجھ رہا ہوگا۔ کیونکہ تمہاری بولی اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔"

مارلو نے طنزیہ لہجہ بولی کے لحاظ سے یہ تمہیں بھی گدھی سمجھ رہا ہوگا بہتر گھنٹے کی گدھی ...."

ایدنانہ نے غصہ سے چمچہ پھینک کر مارا، چمچہ مارلو کے منہ پر لگا وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کرسی پیچھے کی طرف الٹ گئی۔ وہ ایدنانہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں نے آہستگی سے اپنی ایک ٹانگ بڑھا دی وہ الجھ کر اوندھے منہ فرش پر گرپڑا پھر وہ جلدی سے پٹر پٹر اکر اٹھا۔ میں نے پیچھے ہاتھ بڑھا کر اپنی کرسی اس پر اچھال دی۔ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ پھر ایک بار گر پڑا۔ چاروں شانے چت ہو گیا، کرسی اس کے اوپر تھی۔ میں نے فوراً ہی پلٹ کر کرسی پر اپنے پاؤں کا دباؤ اس طرح ڈالا کہ کرسی کی پشت کا ایک سرا مارلو کے گلے پر آگیا۔ یوں جیسے کرسی اس کا گلا گھونٹ رہی ہو۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا، وہ تڑپ رہا تھا، ماما وانہ چیخ چلاتی آئی، مجھے اپنے بوڑھے ہاتھوں سے مارنے لگی۔ میں نے اس کے بیٹے کو چھوڑ دیا

مارلو کے [illegible] وہ اپنے گلے کو سہلاتے ہوئے گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ ماما وانہ مجھے گالیاں دیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی ایدنانہ۔ تیسرا یہ تیسرا شوہر میرے ہاتھوں قتل ہوگا۔"

تورلا بڑی سفاکی سے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا "یہ تیسرا شوہر سچ مچ گدھا ہے۔ ہاتھ آئے ہوئے شکار کو زندہ چھوڑ دیا۔ بھئی جائیداد کے حقداروں کو کسی بہانے ختم ہوتے رہنا چاہئے۔"

ماما وانہ چیخ کر بولی "تورلا! کیا تو مارلو کو قتل ہوتے دیکھنا چاہتا ہے۔ شرم کر اس نے تیرے بھائی کو مارڈالنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ اور تو تماشہ دیکھ رہا ہے؟"

تورلا نے لقمہ چباتے ہوئے کہا "ماما سے معاف کر دو۔ کیونکہ ایدنانہ کے شوہروں کی زندگی چند گھنٹوں کی ہوتی ہے۔"

میں نے ان کی باتوں سے انجان بنتے ہوئے کہا "تم سب اچھی طرح دیکھ لو جو میری جو جو کو آنکھ بھی دکھائے گا اس کا حشر مارلو جیسا ہوگا۔ سمجھے؟"

ایدنانہ خوش ہو کر میرے بازو سے لگ گئی۔ مے وش اپنی جگہ بیٹھی دانت پر دانت جمائے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے مجھے یوں دیکھ رہی تھی جیسے میرا وہ گلا گھونٹنے والی بے رحمی اسے پسند آئی ہو۔ اس کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں مگر چہرے پر بلا کی سختی تھی۔ بولی۔

"سارلو نے مرنے سے پہلے کتے کے بچے پیدا کرائے ہیں۔ ہمیشہ آپس میں بھونکتے لڑتے اور کاٹتے رہتے ہیں۔"

مے وش نے سارلو اور اس کے پورے خاندان کو بہت بڑی گالی دی تھی۔ لیکن اس ملازمہ کو جواباً کسی نے کچھ نہیں کہا۔ ہاں ماما وانہ نے کہا "تو ہو گی کتیا۔ حرامزادی"! اپنا ننگا پن بھول گئی؟ وہ ماسک وہ زنجیریں ..... وہ چابک ...."

مے وش ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی، وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر غصہ کی شدت سے کہہ نہ سکی، پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

میں وکیل کریگ سے کہنا چاہتا تھا کہ ماما وانہ سے کہو اپنا فقرہ پورا کرے یہ ماسک، زنجیریں اور چابک کا مطلب کیا ہوا؟ لیکن میرے پوچھنے کا مطلب یہ ہوتا کہ میں ان کی زبان سمجھ رہا ہوں۔

وہ وکیل خود ہی بڑبڑانے لگا۔ میری معلومات کے مطابق مے وش اذیت پسند عورت ہے اور آنجہانی سارلو اذیت ناک مرد تھا۔ ماہر نفسیات کہتے ہیں کہ ایسے مرد اور عورتوں کے درمیان زنجیروں اور چابکوں کا خیر مہذب کھیل کھیلا جاتا ہے، مے وش سارلو کی مرحومہ ملازمہ تھی۔ وصیت میں درج ہے کہ مے وش باعزت طریقہ سے قلعہ میں رہا کرے گی، اپنے معاملات میں خود مختار رہے گی، اسے نہ تو ملازمہ سمجھا جائے اور نہ ہی خاندان کا کوئی فرد اس سے گستاخی کرے، ورنہ مے وش ہتک عزت کا دعویٰ کر کے اپنے مخالف کو ملنے والی جائیداد کے حصہ میں سے پانچ فیصد کی کمی کرا سکتی ہے۔

اب سمجھ میں آیا کہ مے وش کیوں اتنی خود سر اور تند مزاج تھی۔ اس خاندان کے لوگ اس کی گالیاں سن کر بھی خاموش رہتے تھے۔ اپنے حصے کی جائیداد میں پانچ فیصد کی کمی نہیں کرانا چاہتے تھے۔ ڈائننگ ہال کا ماحول ذرا پرسکون ہو گیا تھا۔ مارلو ٹھنڈا پڑ گیا تھا، اپنی ماں کے پاس جا کر بیٹھ گیا تھا۔ مارلو کی خاموشی اپنے نام کی مناسبت سے کہہ رہی تھی جتنا چاہے مارلو۔ لیکن میں جانتا تھا کہ اس خاموش سمندر کے اندر انتقام کا بھیانک سمندر چھپا ہوا ہوگا۔

ماما وانہ نے دوبارہ کھانا شروع کرتے ہوئے وکیل کریگ سے کہا "آج کی رات فیصلہ کن ہے۔ ایدنانہ کو آج سہاگ رات گزار لینا چاہئے اور اگر یہ ناکام ہوئی تو مسٹر کریگ آپ بتائیں کہ ایدنانہ کتنی شادیاں کرتی رہے گی؟ ہم کب تک دوسری وصیت کے کھلنے کا انتظار کرتے رہیں گے؟"

کریگ نے جواب دیا "میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ پہلی وصیت کے مطابق ایدنانہ کو ایک سال کے اندر سہاگن بن جانا چاہئے، خواہ اس کے لئے وہ سال بھر میں ہزار شادیاں کرتی رہے۔ اگر آپ سب یہ چاہتے ہیں کہ دوسری وصیت کل ہی کھول دی جائے تو پھر سب مل کر ایدنانہ کے موجودہ شوہر کی حفاظت کریں۔ اس بات کا موقعہ دیا جائے کہ یہ دونوں ازدواجی تعلقات قائم کر لیں۔"

ازدواجی تعلقات کو بڑی اہمیت دی جا رہی تھی۔ وہاں سب کو یقین تھا کہ میں چند گھنٹوں کا مہمان ہوں۔ میں بھی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ وہاں کریگ پیٹن کے سوا کسی کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اگر

یہ ممکن ہوتا تو اب تک وہ ماخوں کی سرنگ سے گزرتا ہوا قاتل تک پہنچ جاتا۔ موجودہ حالات میں وہ قاتل کہیں سے بھی چھپ کر اچانک حملہ کر سکتا تھا خصوصاً خواب گاہ کا وہ بالکونی والا حصّہ ایسا تھا جہاں سے قاتل میرے پاس پہنچ سکتا تھا۔

ایدنانہ کا مشورہ تھا کہ ہم خواب گاہ کے مشرقی کمرے میں بند ہو کر رات گزار لیں گے لیکن وہ کمرہ ساری رات سونے اور آرام کرنے کے لئے موزوں نہیں تھا، چاروں طرف سے بند تھا، وہاں گھٹن کا احساس ہوتا خواب گاہ میں رہ کر صبح کرنے کے لئے لازمی تھا کہ بالکونی والے حصّے کو بند کر دیا جاتا اور آتی جلدی وہاں دیوار چن کر قاتل کا راستہ روکا نہیں جا سکتا تھا۔

کھانا ختم کرنے کے بعد میں نے کریگ سے پوچھا "آبجہانی سارلو کی وصیت میں یہ پابندی سمجھ میں نہیں آئی کہ ایدنانہ کو اپنے شوہر کے ساتھ یہاں بہتر گھنٹے گزارنا چاہئیں"

کریگ نے جواب دیا "ایدنانہ بچپن سے مغرور اور ضدّی ہے وہ کسی رشتے دار کو خاطر میں نہیں لاتی، کسی کے آگے جھکنا نہیں چاہتی۔ پھر کسی کو شوہر بنا کر اپنی ذات پر کیسے مسلط کر سکتی تھی۔ سارلو کو یقین تھا کہ اسے جائیداد کا بڑا حصّہ مل جائے گا تو یہ کبھی شادی نہیں کرے گی"

اچانک میرے دماغ میں خیال پیدا ہوا کہ ایدنانہ ہی اپنے پہلے دو شوہروں کی قاتل ہے۔ وصیت سے مجبور ہو کر شادی کرتی ہے پھر اس سے پہلے کہ شوہر اس پر مسلط ہو وہ اسے ختم کر دیتی ہے، یہ ایک اہم نکتہ تھا، لیکن کمزور تھا۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کرتی رہتی تو ایک سال بعد جائیداد سے محروم ہو جاتی۔ اب تو جائیداد کے حصول کے لئے صرف آٹھ ماہ رہ گئے تھے۔ اگر وہ ایسی حماقت کرتی رہتی تو ساری جائیداد تو بیلے بھائیوں کو مل جاتی۔

اس لحاظ سے یہ نکتہ کمزور ہو گیا تھا۔ پھر یہ کہ خواب گاہ میں نکلیس پہناتے وقت اس کے جذبات چغلی کھا رہے تھے۔ وہ ایسی جھری ہوئی تھی کہ کسی بھی لمحہ اپنا غرور بار جانے کو تیار تھی، وکیل کریگ کہہ رہا تھا۔

"آبجہانی سارلو نے اسی لئے یہ پابندی عاید کی ہے، جب تک وہ سہاگن نہیں بنے گی، اس وقت تک جائیداد اور بیس لاکھ ڈالر نقد کی رقم تقسیم نہیں ہو گی"

میں نے کہا "کورٹ میرج کے بعد وہ سہاگن بن ہی چکی ہے اگر وہ کسی قاتل کی وجہ سے سہاگ رات نہ گزار سکے تو اس میں ایدنانہ کا کوئی قصور نہیں ہے"

میں نے کن انکھیوں سے ایدنانہ کو دیکھا، وہ سر جھکائے کافی پینے میں مصروف تھی، ہماری باتیں نہیں سمجھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہم ڈائننگ ہال سے باہر آ گئے۔ دوسرے کمرے میں تورلا اور مارلو کسی بات پر جھگڑا کر رہے تھے۔ ماما وانڈہ دونوں بیٹوں کے درمیان بیٹھی گلاس بڑھاتے ہوئے بول رہی تھی۔

"تم ساری زندگی لڑتے جھگڑتے رہو گے، بے شک تم دونوں سوتیلے ہو۔ لیکن مارلو میں تیری ماں ہوں۔ کہا تو یہ سوچ کر تو رلا کو عزت نہیں کر سکتا کہ تورلا کو میں نے جنم دیا ہے"

مارلو نے کہا "ماما! تو یہ بھول گئی کہ تھوڑی دیر پہلے یہ کتے کھانے دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ تو میرے باپ کی بیوی رہی ہے، تو میری عزت کرتا ہوں۔ مگر یہ نہیں بھول سکتا کہ تو نے تورلا کی شکل میں حرام کے پلّے کو جنم دیا ہے"

تورلا نے غصّے سے اپنے گلاس کی ساری بیئر مارلو کے منہ پر پھینک دی۔ مارلو نے گلاس پھینک کر مارا۔ پھر اس سے پہلے کہ دونوں کتوں کی طرف لپٹ پڑتے، ماں ان کے درمیان آ گئی۔ مے وش خیمہ کہتی تھی کہ سارلو کی اولادیں کتوں کی طرح لڑتی ہیں۔ ماما وانڈہ نے گرج کر دونوں کو ٹھنڈا کر دیا۔

وکیل کریگ نے شراب کی بوتل اٹھا کر جام بناتے ہوئے مجھ سے پوچھا "مسٹر کارل! آپ کونسی پینے ہیں؟"

میں نے جواب دیا "میں سونے سے پہلے ڈیزل پیتا ہوں یا گریس چاٹتا ہوں"

وہ ہنسنے لگا۔ میں نے یقین دلایا "مسٹر کریگ! میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ ڈیزل یا گریس نہ ہو تو مجھے نیند نہیں آتی"

وہ دوسروں کے سامنے میری باتوں کا ترجمہ کرنے لگا، سب قہقہے لگانے لگے، ایدنانہ نے حیرانی سے مجھے دیکھا۔ وکیل سے پوچھا "کیا شوہر سنجیدہ ہے؟"

کریگ نے یہی بات مجھ سے پوچھی، میں نے کہا "ہاں، ایک گیلن ڈیزل آئل سے کام چل جائے گا"

تورلا نے ہنستے ہوئے کہا "اس مسخرے کی خواہش میں پوری کر دوں گا۔ ہمارے گیراج میں ڈیزل کا ایک بھرا ہوا ٹن موجود ہے"

یہ کہتے ہوئے وہ کمرے سے چلا گیا۔ میں نے کریگ سے کہا "سارلو خاندان کے پانچ افراد ہیں۔ ایدنانہ کے شوہر کی حیثیت سے میرے چھ ہے۔ تم ساتویں فرد ہو، باقی تین بے ضرر ملازم ہیں۔ کیا ان کے علاوہ بھی کوئی اس قلعہ میں موجود ہے؟"

"نہیں مسٹر کارل! آج شام چھ بجے سے قلعہ کا بڑا دروازہ ہر مہم کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ ایدنانہ کا سیکریٹری کسی ضرورت سے آئے گا اس کے لئے دروازہ کھولا جائے گا۔ یا اگر قتل کر دیئے گئے تو پولیس والوں کے لئے وہ دروازہ کھلے گا۔ ویسے ہمارے علاوہ کوئی آدھا شخص اس قلعہ میں داخل نہیں ہو سکتا"

میں نے کہا "یہ زندگی اور موت کا کھیل دلچسپ بھی ہے اور

خطرناک بھی، میں دیکھوں گا کہ میری جان کا دشمن کون ہے"

مے وش ہاتھ میں ایک شمعدان اٹھائے اس کمرے کے دروازے کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی رک گئی۔ مارلو نے مسکرا کر پوچھا۔

"مے وش تمہارا کیا خیال ہے، ہمارا یہ تمیرا بہنوئی صبح تک زندہ رہے گا؟"

مے وش نے پہلے ایدنانہ کو دیکھا، پھر مجھے دیکھا، اس کے پیچھے راہداری کا اندھیرا تھا۔ آگے شمع کی... اس کی پھیلی ہوئی وحشت زدہ آنکھوں میں جگمگا رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے قلعہ کی تاریکی سے موت جھانک رہی ہو، وہ چبھتی ہوئی، گونجتی ہوئی آواز میں بولی "کوئی بوجھ سے شرط لگائے، ایدنانہ کا یہ مرد تیسرے گا۔ قاتل کا آخری وقت آ گیا ہے"

ماما وانڈہ چیخ کر بولی "اگر تو زندہ رہ جائے تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ پہلے دو قتل تو نے کئے ہیں اور تمیرے کو مارنے کے بجائے خود اس پر مرمٹی ہے"

مے وش نے ایک گہری سانس کھینچ کر مجھے دیکھا، پھر ماما وانڈہ کو دیکھ کر فرش پر تھوک دیا، وہاں سے پلٹ کر چلی گئی۔ ماما وانڈہ گالیاں دینے لگی۔

"حرامزادی! سارلو کی زندگی میں بھی میری توہین کرتی تھی، میں بوڑھی ہو گئی تھی تا، ہگ لگ جائے اس کی جوانی کو ....."

میں ایدنانہ کے ساتھ اس کمرے سے باہر آ گیا۔ راہداری میں اندھیرا تھا، آگے ایک ملازم شمعدان اٹھائے ہمارے آگے چلنے لگا۔ پتھروں کی کسی مال ویلا دیوں پر ہمارے حرکت کرتے ہوئے سائے بھوتوں کی طرح تھرکتے ہوئے ہمارا پیچھا کر رہے تھے۔ ہماری خواب گاہ کے دروازے پر تورلا ایک بھوت کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مسکرا کر دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے ہم سے کچھ کہا۔ اگر کریگ وہاں ہوتا تو میں اس کے منہ سے ترجمہ سن لیتا۔ تورلا نے جب جھک کر فرش پر سے ٹن کا ڈبہ اٹھایا تو مجھے میں آیا کہ میری خواہش کے مطابق میرا بدانی لڑنے کے لئے ڈیزل آئل لے کر آیا ہے۔ میں نے مسکرا کر "تھینک یو" کہتے ہوئے وہ ڈبہ لے لیا۔

ایدنانہ جھنجھلا کر پاؤں پٹختی ہوئی خواب گاہ میں چلی گئی۔ میں نے تورلا سے کہا "مجھے شرم نہیں آتی یہاں کھڑا ہوا ہے۔ میں تیری بہن کا جاجا ہوں، چل یہاں سے جا جا جا"

اس نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھا کر مٹھی بند کی۔ پھر کھولی۔ وہ مجھے دکھا رہا تھا کہ اس کے ہاتھ کے پنجے کتنے چوڑے اور انگلیاں کیسی فولادی ہیں، پھر اس نے دور ایدنانہ کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اپنے سینے پر ہاتھ مارا۔ وہ ظاہر کر رہا تھا کہ ایدنانہ اس کی ہے، میری نہیں ہو سکتی۔ اس طرح سے وہ چیلنج کرنے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔

یہ نیا انکشاف ہوا کہ وہ ایدنانہ پر اپنا حق سمجھتا ہے۔ تورلا اور ایدنانہ ایک باپ سے نہیں تھے۔ مائیں بھی الگ الگ تھیں۔ میں نے اس پہلو سے غور نہیں کیا تھا کہ ان دونوں میں ازدواجی رشتہ ہو سکتا ہے۔

میں نے خواب گاہ میں داخل ہو کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ ایدنانہ ڈیزل آئل کے ڈبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے زور زور سے کچھ کہہ رہی تھی۔ شاید آتی خوبصورت اور رنگین خواب گاہ میں ڈیزل آئل لانے کی وجہ سے غصّہ دکھا رہی تھی۔

میں نے اشارے سے سمجھایا کہ ہم وہ رات اس مشرقی کمرے میں نہیں بلکہ اس خواب گاہ میں گزاریں گے۔ وہ ہاتھ کے اشارے سے انکار کرنے لگی۔ یہ بتانے لگی کہ ہم دونوں الگ الگ کمرے میں سوئیں گے۔ میں مشرقی کمرے میں اور وہ خواب گاہ میں رہ کر صبح کریں گے، یہ جتا کر وہ لباس بدلنے کے لئے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ بالکونی میں چند کرسیاں دریبانی میز اور پھولوں کے گلدان رکھے ہوئے تھے۔ میں نے وہاں سے ایک ایک چیز اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دی۔ بالکونی کا قالین بھی ہٹا دیا۔ باہر باغیچہ میں اندھیرا تھا۔ اچانک وہاں ہلکی سی روشنی محسوس ہوئی۔ وہ بالکونی باغیچہ کی زمین سے چھ فٹ اونچی تھی، وہ وہاں سے صاف نظر آئی۔

وہ مے وش تھی۔ باغیچہ کی کھلی ہوا میں موٹی شمع کی لو تیزی سے تھرتھرا رہی تھی، اس کی روشنی مے وش کے چہرے پر ادھر سے اُدھر ناچ رہی تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں بھوکی شیرنی کی طرح مجھے تک رہی تھیں جیسے وہ مقناطیس بن کر مجھے اپنی طرف کھینچ لینا چاہتی ہوں۔ پھر اس کا ہاتھ بلاؤز کے گریبان پر پہنچا، ایک دم شمع کی لو بھڑک کر بجھ گئی۔ وہاں اب تاریکی چھا گئی۔ کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے باوجود تصوّر کی آنکھوں میں دنیا گول گول گھوم رہی تھی۔

دوسرے کمرے سے ایدنانہ کی آواز سنائی دی۔ وہ بالکونی کے سامان کو دیکھتی ہوئی بڑبڑا رہی تھی۔ یقیناً پوچھ رہی ہو گی کہ میں نے وہ سامان ادھر سے اٹھا کر اُدھر کیوں رکھ دیا۔ میں نے بالکونی سے پلٹ کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے اشارے سے سمجھایا۔

"ذرا ٹھہرو، میں ابھی بتاتا ہوں"

وہ مجھے گھورنے لگی۔ میں ڈیزل آئل کا ڈبہ اٹھا کر بالکونی میں گیا۔ پھر ڈبے کو کھول کر وہاں کے فرش پر ڈیزل آئل انڈیلتا ہوا چاروں طرف پھیلاتا ہوا خواب گاہ میں واپس آ گیا۔ ایدنانہ شاید مجھے پاگل سمجھ کر بڑبڑا رہی تھی۔ میں نے ہاتھ پاؤں کی حرکتوں سے سمجھایا کہ اب جو بھی قاتل بالکونی کے راستے سے آئے گا، وہ ایک بار پھسلنے کے بعد دوبارہ اٹھ نہیں سکے گا، جتنی بار اٹھنا چاہے گا آتی بار گرتا رہے گا۔

اس نے ایک دم سے اٹھ کر تعریفی نظروں سے مجھے دیکھا، وہ باریک نائٹی پہنے ہوئے تھی، نائٹی ایسی گھیر دار تھی کہ بدن کہیں چھپ رہا تھا اور کہیں سے جھانک رہا تھا۔ میں ڈیزل کا ٹن ایک طرف رکھ کر ہاتھ دھونے کے لئے باتھ روم میں چلا گیا۔ جب میں واپس آیا تو خواب گاہ کا فانوس بجھا ہوا تھا

صرف ایک موی شمع ایک کونے میں روشن تھی۔ وہ ننھی سی روشنی اتنی بڑی خواب گاہ کو بہت ہی پراسرار اور رومان پرور بنا رہی تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ شہزادی نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ خود پُراسرار بن گئی۔

میں نے آواز دی: "ایدنانہ۔ ایدنانہ۔"

جواب نہیں ملا۔ مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ میں فوراً ہی ریوالور نکال کر دیوار سے لگ گیا۔ جب میں باتھ روم میں تھا، تب کسی نے ایدنانہ کو قابو میں کر کے فانوس کو بجھایا ہوگا۔ مگر خواب گاہ میں کوئی کیسے آ سکتا تھا؟ دروازہ اندر سے بند کیا گیا تھا۔ بالکونی کے راستے کو میں نے بند کر دیا تھا۔ وہاں داخل ہونے کا کوئی تیسرا راستہ نہیں تھا۔ میں دیوار سے لگ کر ایک طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگا۔ مشرقی کمرے کے دروازے پر جو پردہ پڑا ہوا تھا، اس کے پیچھے سے گھٹی گھٹی سی آواز سنائی دی۔ یوں لگا کہ کسی نے ایدنانہ کے منہ کو دبا رکھا ہے۔

میں نے ریوالور کا رُخ پردے کی طرف رکھتے ہوئے للکارا: "میرے ہاتھ میں ریوالور ہے، مجھے ایدنانہ کی پروا نہیں ہے، میں اپنے دشمن کو بے نقاب کرنے کے لئے اندھا دھند فائرنگ کرتا ہوا اس کمرے میں پہنچ جاؤں گا، اپنی خیریت چاہتے ہو تو سامنے آ جاؤ۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی، پھر پردے میں حرکت ہوئی۔ پھر ایدنانہ کا ہاتھ پردے سے باہر آیا۔ اس کے منہ سے "اوں اوں" کی آواز نکل رہی تھی۔ وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے دوسرا ہاتھ آگے بڑھا کر پردے کو ذرا ہٹایا۔ اسی ٹہکے کسی کی زبردست ٹھوکر میرے سینے پر پڑی۔ ریوالور میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ میں پیچھے کی طرف لڑھکتا ہوا ایک کارنر کی میز پر جا کر گرا۔ وہاں رکھی ہوئی الکوئی موی شمع بجھ گئی۔

اندھیرا۔ گھور اندھیرا، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا میں پوری حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے وہاں سے کھسک گیا، جہاں گرا تھا۔ اسی وقت کارنر میز پر کھٹکا سنائی دیا۔ حملہ آور نے اندازے سے ٹھوکر ماری ہوگی اور اس کی لات میز سے ٹکرائی ہوگی کیونکہ اس کی کراہ سنائی دی تھی۔ میں نے آواز کی سمت ایک لات ماری، میرا نشانہ خالی نہیں گیا۔ کوئی آہنی سی چیز بالکونی کے ننگے فرش پر جا کر گری۔ اس کی آواز سے اندازہ ہوا کہ دشمن کے ہاتھ سے چاقو نکل کر ادھر گرا ہے، اطمینان ہو گیا کہ وہ بھی اب نہتا ہے۔

وہ مجھ سے لپٹ گیا تھا۔ ہم ایک دوسرے کو گرانے کی کوشش کرنے لگے، زور لگاتے ہوئے اِدھر سے اُدھر ہونے لگے۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ ننگا ہے اور سر سے گردن تک ماسک پہنے ہوئے ہے، ماما وانڈہ کی بات یاد آئی۔

• ماسک۔ زنجیریں۔ اور چابک۔۔۔؟

ان میں سے ایک ماسک والا آ کر مجھ سے ٹکرایا تھا۔ اچانک اس نے میرے سر پر ٹکر ماری۔ میری گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ پھر اس نے دوسری ٹکر ماری لیکن اس سے پہلے ہی میں نے سر جھکا لیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی ناک میرے سر سے ٹکرائی، وہ بلبلا کر رہ گیا۔

اسی وقت ایک ٹارچ کی روشنی ہوئی۔ روشنی میرے پیچھے سے آئی اور اس کے چہرے پر پڑی۔ میں نے ایک گھونسہ اس کی ناک پر دے دیا۔ وہ زخمی درندے کی طرح غرّانے لگا، میں دوسرا گھونسہ بھی اس کی ناک پر جمانا چاہتا تھا۔ اگر ٹیلی پیتھی کام آ سکتی تو میں اس کی طرف سے ہونے والے حملوں کو پہلے ہی بھانپ لیتا۔ وہاں صرف طاقت اور حاضر دماغی کام آ سکتی تھی۔ وہ بلاشبہ طاقتور اور پھرتیلا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ناک پر دو زبردست مکّے کھانے کے بعد بھی مشتعل ہو کر اچانک اس نے میرا ہاتھ تھام کر ایک جھٹکے سے دوسری طرف گھما دیا۔ میں اس کی طرف دوبارہ پلٹنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اس نے فوراً ہی پیچھے سے میرے ایک ہاتھ کو گرفت میں لے کر دوسرا ہاتھ میری ٹانگوں کے درمیان سے لا کر مجھے اپنے شانوں پر اٹھا لیا۔

میں ہاتھ پاؤں مارنے لگا، اس کی گرفت سے نکلنے کے لئے تڑپنے لگا اور ایسا ممکن نہ تھا۔ اگر وہ کپڑے پہنے ہوتا تو میں اس کے کمر بند یا لنگوٹ میں ہاتھ ڈال کر اسے اس خطرناک داؤ کو آزمانے سے باز رکھتا۔ وہ مجھے اٹھائے ہوئے گول گھوم رہا تھا۔ اب ٹارچ کی روشنی ہم پر نہیں تھی کیونکہ ایدنانہ چیختی ہوئی بھاگتی ہوئی دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر کا اندھیرا میرے لئے سازگار رہا۔ میرا مخالف یہ اندازہ نہ کر سکا کہ مجھے گول چکر دینے کے بعد کدھر پھینک رہا ہے، اس نے پھینک دیا۔ میں تاریک فضا میں اڑتا ہوا ملائم بستر پر آ گرا۔

میری کمر کی ہڈی دکھ رہی تھی۔ اگر وہ مجھے پختہ فرش پر پٹختا تو ہڈی ٹوٹ ہی جاتی، میں نے کراہ کر کروٹ بدلتے ہوئے دیکھا۔ ایدنانہ دروازے کو پیٹ رہی تھی، اپنی زبان میں آوازیں دے رہی تھی۔ اس دروازے کو باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ پھر اس نے پلٹ کر ہماری طرف ٹارچ کی روشنی پھینکی وہ ماسک پوش مجھے اندھیرے میں ڈھونڈ رہا تھا۔ روشنی ہوتے ہی میں بستر سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ تیزی سے آ رہا تھا۔ اس کی تیزی بتاتی تھی کہ لڑنے والا فلائنگ کک کے لئے پر تول رہا ہے، میرے لڑنے کا یہ مجرّب غلط نہیں تھا۔ وہ فلائنگ کک کے لئے اڑتا ہوا آیا۔ میں نے جھک کر اس کے پیٹ کے نیچے ایک گھونسہ رکھ دیا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ فرش پر گر کر دونوں ہاتھ ٹانگوں کے درمیان رکھ کر بُری طرح تڑپ رہا تھا۔

ٹارچ پھر بجھ گئی۔ پھر گہری تاریکی چھا گئی۔ ایدنانہ کے دروازہ پیٹنے اور چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ میرے سامنے فرش پر تڑپ رہا تھا۔ میں نے اندازے سے ٹھوکر ماری۔ شاید وہ دوسری طرف سرک گیا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر دو چار ٹھوکریں ماریں لیکن وہ نشانہ نہ بن سکا۔ اسی وقت باہر سے دروازہ

کھلنے کی آواز سنائی دی۔ دوسرے ہی لمحے خواب گاہ روشن ہو گئی۔ تینوں ملازم تین شمعدان اٹھائے اندر آئے ان کے ساتھ ماما وانڈہ تھی۔

اس عورت نے مجھے حیرانی سے دیکھا جیسے میرے زندہ سلامت رہ جانے کی توقع نہیں تھی۔ میں نے اس سے نظریں پھیر کر پہلے دشمن کو دیکھا۔ وہ نہیں تھا۔ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں دوڑتا ہوا مشرقی کمرے میں گیا کیونکہ وہ بالکونی کے راستے فرار ہوتا تو پھسلنے کے بعد اٹھ سکتا تھا۔ خواب گاہ کا دروازہ باہر سے بند تھا جو ابھی کھولا گیا تھا لہٰذا وہ مشرقی کمرے کی طرف ہی جا سکتا تھا لیکن وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ اس کمرے میں کوئی دوسرا دروازہ باہر نکلنے کے لیے نہیں تھا۔ کھڑکیوں پر لوہے کی جالیاں تھیں۔ پھر وہ کہاں غائب ہو گیا؟

خواب گاہ کی روشنی اس کمرے تک پہنچ رہی تھی۔ ایدنانہ ٹارچ اور میرا ریوالور لے کر آ گئی۔ میں نے پوچھا: "وہ شیطان کہاں چلا گیا؟"

وہ میرا منہ تکنے لگی۔ ماما وانڈہ بڑبڑاتی ہوئی آئی۔ مجھے یاد آیا کہ میں ان کی بولی نہیں سمجھتا اور نہ یہ عورت میری باتیں سمجھ سکے گی میں نے کہا: "وہ تمہارا وکیل، بلیڈر کریگ پیٹن کہاں ہے؟ سمجھتی ہو آئی جسٹ وانٹ ڈیٹ فیلو کریگ پیٹن۔ وہ تم لوگوں کی اٹلی میدھی بولی مجھے سمجھائے گا۔ کریگ پیٹن کو جلدی بلاؤ۔"

آگ بجھ جانے کے بعد ایدنانہ کی سمجھ میں آیا۔ اس نے مرعوب ہو کر مجھ سے پوچھا: "کریگ پیٹن؟"

"ہاں، کریگ پیٹن۔ تعجب ہے اس فیملی میں تین مرد ہیں لیکن یہاں کوئی نظر نہیں آ رہا ہے معلوم ہوتا ہے سب اپنے کانوں میں روئی ٹھونس کر سو رہے ہیں۔"

میری باتوں کے دوران ایدنانہ نے ایک ملازم کے سامنے کریگ پیٹن کا نام لے کر کچھ کہا۔ وہ وہاں سے چلا گیا۔ میں ایدنانہ کے ہاتھ سے ٹارچ لے کر اس مشرقی کمرے کے ایک ایک حصے کو دیکھنے لگا۔ وہ دشمن کوئی بھوت نہیں تھا کہ غائب ہو جاتا اس کمرے ہی میں وہ چھپ سکتا تھا مگر وہ چھپا ہوا نہیں تھا لہٰذا ایک ہی خیال آتا تھا کہ اس کمرے سے نکل بھاگنے کے لیے کوئی خفیہ دروازہ ہے۔

فرش پر قالین جوں کا توں بچھا ہوا تھا۔ اگر کوئی زمین دوز راستہ ہوتا تو قالین کہیں سے بے ترتیب اور الٹا ہوا ہوتا۔ بھاگنے والے کو زیادہ سے زیادہ ایک منٹ کی مہلت ملی تھی۔ میں نے دیوار پر روشنی پھینکتے ہوئے دیکھا بھاگنے والا علبت اور بدحواسی میں دیوار کی ایک تصویر کو ترچھا چھوڑ گیا تھا۔ اگر وہ تصویر کو سیدھا کر دیتا تو۔۔۔ مجھے وہ آہنی کیل نظر نہ آتی۔

میں نے آگے بڑھ کر اشاروں کی زبان میں پوچھا: "اس آہنی کیل کا مطلب کیا ہوا؟"

وہ لاعلمی ظاہر کرنے لگی۔ ماما وانڈہ اس تصویر کے پیچھے دیکھتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔ میں نے اس آہنی کیل کو ہاتھ لگایا پھر اسے اِدھر اُدھر ہلایا لیکن کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا۔ اتنے میں کریگ پیٹن آ گیا۔ ایدنانہ اور ماما وانڈہ اسے تمام واقعہ سنانے لگیں۔ میں نے آہنی کیل کی طرف کھینچنے کے لیے ایک جھٹکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ہلکا سا کھٹکا سنائی دیا۔ تصویر سے دو فٹ کے فاصلے پر گرگٹ گرا ہٹ سنائی دی۔ ایدنانہ سہم کر مجھ سے لپٹ گئی۔ دیوار کا ایک حصہ ایک طرف سرک رہا تھا۔ اس دیوار کے پیچھے سے ایک تاریک برآمدہ نمودار ہو رہا تھا اور ٹارچ کی روشنی میں وہاں کی تاریکی چھٹ رہی تھی۔

میں نے کریگ پیٹن سے پوچھا۔ "مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا گیا کہ اس کمرے میں چور دروازہ ہے؟"

کریگ نے یہی سوال ایدنانہ اور ماما وانڈہ سے کیا۔ وہ دونوں تیں کھانے لگیں کہ انھوں نے آج ہی اس خفیہ دروازے کو دیکھا ہے۔ میں نے پوچھا: "کیا یہ خواب گاہ اور مشرقی کمرہ ایدنانہ کے لیے مخصوص رہتا ہے؟"

"نہیں، جب یہ بہتر گھنٹے اس قلعہ میں گزارنے آتی ہے تو یہ کمرہ اور وہ خواب گاہ سہاگ رات گزارنے کے لیے ایدنانہ کے نام کیے جاتے ہیں۔ پانچ برس پہلے قلعہ کا یہ حصہ آنجہانی سارو لو کے لیے مخصوص تھا۔"

میں نے وکیل کریگ پیٹن کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "تم اب تک کہاں تھے؟"

"میں اپنے کمرے میں سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے شہزادی ایدنانہ کے چیخنے اور دروازہ پیٹنے کی آوازیں اپنے کمرے سے سنی تھیں۔"

"کیا یہ تمہارا فرض نہیں تھا کہ تم فوراً ہی مدد کے لیے آتے۔ کیا یہ کہلانے پر یہاں آئے ہو؟"

اس نے مجھ سے کہا: "مسٹر کارل! قتل اور خون خرابے کے معاملے میں کوئی بیرو ٹانگ اڑا سکتا ہے۔ میں وکیل ہوں۔ جب جرم ہو جاتا ہے، کیس بن جاتا ہے اور مجھے بلایا جاتا ہے تب میں آتا ہوں۔ دنیا کے سارے وکیل، بیرسٹر یہی کرتے ہیں۔"

میں نے اسے گھور کر کہا: "ماما وانڈہ سے پوچھو۔" اس کے دونوں بیٹے کہاں ہیں؟"

اس نے پوچھا۔ ماما وانڈہ نے جواب دیا: "میرے بچے اپنے اپنے کمرے میں سو رہے ہیں۔"

کریگ نے مجھ سے کہا: "پتہ نہیں وہ اپنے کمرے میں موجود بھی ہیں یا نہیں؟ بہتر ہے کہ ہم اس خفیہ راستے کو دیکھیں، آگے یقیناً تہہ خانہ ہوگا۔ شاید تمہارا دشمن وہاں چھپا ہوا ہو۔"

ماما وانڈہ نے کہا: "میں ایسی جگہ نہیں جا سکتی پرانی یادیں میرا کلیجہ چھلنی کر دیتی ہیں۔"

کر گیئے نے پوچھا "پرانی یادوں کا مطلب کیا ہوا؟ کیا تم تہہ خانے کے بارے میں پہلے سے جانتی ہو؟"

وہ گہری سنجیدگی سے سر ہلا کر بولی "ہاں مگر یہ خفیہ راستہ میرے لیے نیا ہے جب سارلو زندہ تھا تو مجھے کچن کے ایک خفیہ راستے سے وہاں لے گیا تھا۔ مجھے وہاں جاتے ہوئے وحشت ہوتی ہے۔ میں نہیں جاؤں گی۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ وہاں ہم سب کو گواہ کے طور پر یہ جاننا چاہیے۔ وہ پراسرار تہہ خانہ پتہ نہیں کیا چیز ہوگا۔ کسی کا بھی تنہا جانا مناسب نہیں ہے۔"

ایدنانہ نے بھی اس عورت کو سمجھایا۔ آخر وہ راضی ہوگئی۔ ہم سب اس چور دروازے سے گزر کر تنگ راہداری میں پہنچے۔ وہاں دیوار میں دلدل ہی آہنی کنڈل لگی ہوئی تھی جسے کھینچنے سے چور دروازہ بند ہو جاتا تھا۔ ہم مارچ کی روشنی میں آگے بڑھے۔ راہداری تنگ تھی بیک وقت دو آدمی شانہ بشانہ گزر کر جا سکتے تھے۔ میں اور ایدنانہ آگے تھے وانڈہ اور کریگ ہمارے پیچھے آ رہے تھے۔ ذرا آگے جا کر ایک زینہ نیچے کی طرف جاتا دکھائی دیا۔ وہاں ہم ٹھٹک گئے۔ دور کہیں سے زنجیر بجنے کی آواز سنائی دی۔

"ماسک۔ زنجیریں۔ چابک۔۔۔" یہ بات ماما وانڈہ نے مے وش سے کہی تھی۔ ہم نے ماما وانڈہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اسی وقت بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ کوئی تنگ راہداری میں تہہ خانے کے متاثیے میں پاؤں کی دھب دھب بچھائی جا سکتی تھی۔ میں تیزی سے زینے اترنے لگا۔ بائیں ہاتھ میں ٹارچ اور دائیں ہاتھ میں ریوالور تھا۔ جب تک وہ الفاظ آتے ہی میں اس کی ٹانگ پر گولی مار چکا تھا۔

وہ نظر نہیں آیا۔ ہم زینے سے اتر کر ایک وسیع تہہ خانے میں پہنچ گئے وہاں کئی موٹی شمعیں روشن تھیں۔ دیواروں پر لٹکتی بڑی بڑی تلواریں تھیں۔ بعض تصویروں میں مرد کو عورت پر درندوں جیسا ظلم کرتے دیکھا گیا تھا اور کچھ تصویریں ایسی تھیں کہ عورت مرد پر ظلم کر رہی تھی۔ ہم نے ایک جیتی جاگتی ظلم دیکھا۔ مے وش چاروں شانے چت ننگے فرش پر پڑی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے اور ایک تیر طے کا چابک اس کے سینے پر لگا تھا۔

ہم نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ اس کے خوبصورت جسم پر چابک کے کتنے ہی آڑے ترچھے نشانات بنے ہوئے تھے۔ بعض تو ابھی کہیں تازہ تھے۔ بعض خشک ہو چکے تھے۔ کسی سے بعض پھیلے ہوئے تھے۔ ہم اسے دیکھ سکتے تھے۔ اب وہ ہمیں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ظلم و تشدد کی انتہا نے اسے مار ڈالا تھا۔

☆

وہاں سے قریبی تھانہ پچاس میل کے فاصلے پر تھا۔ ہمارے مشورے کے مطابق ایدنانہ نے ایک ملازم کو ڈاک بنگلے بھیجا تاکہ اس کا سیکرٹری تمام حالات سے باخبر ہو کر تھانے کے انچارج کو ساتھ لے آئے۔ تہہ خانے سے باہر آتے ہی سب سے پہلے میں نے تو لا کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ دوسری دستک پر دروازہ کھل گیا۔ میں کمرے میں داخل ہو کر دیکھا اس کے بستر پر ایک شکن تک نہ تھی۔ کریگ نے میری طرف سے سوال کیا تو میں نے جواب دیا کہ وہ سویا نہ تھا۔

ایدنانہ کی خوابگاہ میں ہونے والے شور کو سن نہ سکا۔

میں نے کریگ کو بستر دکھایا۔ "مسٹر کریگ! یہ جاگ" باتھ اور اپنے کمرے میں موجود نہیں تھا۔ اگر یہ سوتا رہتا تو بستر کی چادر پر کچھ سی شکن ضرور ہوتی۔ شراب کی بوتل بھری ہوئی ہے۔ اس نے بھی پی بنایا ہے اور ایش ٹرے خالی ہے۔ سگریٹ بھی ابھی اس نے پی ہے۔ کیا ان باتوں سے ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ کمرے میں نہیں تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے یہ یہاں آیا ہے۔"

کریگ نے تو لا سے یہ حقائق بیان کیے، وہ بولا "میں کہہ سکتا ہوں کہ میں گہری نیند سو رہا تھا ایک خواب نے پریشان کیا تو آنکھ کھل گئی۔ میں نے بستر سے اٹھ کر چادر درست کی۔ نیند نہیں آ رہی تھی اس لیے شراب کی یہ بوتل کھول لی۔ سگریٹ بھی ابھی سلگایا ہے۔"

ماما وانڈہ نے نفرت سے کہا "وہ عمر اندی افریت پسند تھی۔ قاتل نے اذیت پہنچا دی۔ اس کا یہی انجام ہونا تھا۔ اس نے میرے بیٹے پر شبہ نہ کرو۔"

میں نے وہاں سے مارلو کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہا "ماما وانڈہ سے پوچھو کہ سارلو سے تہہ خانے میں کیوں گیا تھا۔"

کریگ نے پوچھا تو ماما وانڈہ نے جواب دیا "مجھے معلوم نہیں سارلو زندہ اور خاصے تو میں اس سے شادی نہ کرتی۔ مارلو کے دس سال بعد وہ مجھے کچن کے راستے تہہ خانے میں لے گیا تھا۔ وہ وحشی کھیل کھیلنا چاہتا تھا مگر میں ایک ہی چابک کھا کے بے ہوش گئی اس کے بعد پھر اس نے مجھے کبھی مجبور نہیں کیا۔ وہ ہر وہ چابک ظلم کرنے کے لیے کسی عورت کو پکڑ لاتا تھا اس کی زندگی کی عورت مے وش تھی۔ اس عمر اندی نے سارلو کو جیت لیا تھا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تمہارے حسد اور جلاپے نے قتل کیا ہو؟"

"ہاں میں نے ان کمزور اور بوڑھے ہاتھوں سے اسے گلا گھونٹ کر اور اسے چابک مار مار کر ایدنانہ کے اس شوہر کو ہلاک کرنے گئی تھی۔"

میں نے چونک کر سوچا۔ ماما وانڈہ کو کیسے معلوم ہوا کہ ایدنانہ حملہ کرنے والا ماسک پہنے ہوئے تھا۔ میں نے کریگ کے کان میں وضاحت چاہی تو وہ بولی کہ ایدنانہ نے اسے بتایا تھا۔ ہم نے

کمرے کے پاس پہنچ کر دستک دی، جب دو چار مرتبہ دستک کے بعد دروازہ نہ کھلا تو ہم نے دروازہ پیٹنا شروع کیا۔ اندر سے مارلو کے دہاڑنے کی آواز آئی "یہ کیا بدتمیزی ہے، کسی کی نیند خراب کرنا کہاں کی شرافت ہے؟ چلے جاؤ یہاں سے۔۔۔"

ماما وانڈہ نے کہا "بیٹے! وہ حرامزادی قتل کر دی گئی ہے۔ یہ وکیل اور ایدنانہ کا شوہر تم سے سوالات کرنا چاہتے ہیں۔"

اندر سے آواز آئی "ماما! میں کسی کے آگے کسی بات کا جواب دہ نہیں ہوں۔ جب پولیس والے آئیں گے تو وہ مجھ سے بیان لے سکیں گے تم سب دفع ہو جاؤ یہاں سے۔"

مجھے اس نوجوان پر بڑا غصہ آیا۔ کاش کہ میں ان دونوں بھائیوں کی سوچیں پڑھ سکتا۔ ایک بار میں نے اجنبی میزبان کے گونگے ملازم کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تھا۔ اس گونگے کے تصور کو دیکھا تھا۔ چونکہ کوئی مخصوص زبان نہیں تھی اس لیے میں اپنی سوچ کے ذریعے اپنی مطلوبہ معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سچویشن اس قلعے میں بھی میں ہال اجنبی بولی بولنے والوں کے تصورات کو کسی حد تک سمجھ سکتا تھا مگر انھیں اپنی مطلوبہ معلومات کی طرف موڑ نہیں سکتا تھا۔ اس کے لیے ان کی زبان کو سمجھنا ضروری تھا۔

اس دوران میں نے ماما وانڈہ، تو لا، مارلو اور ایدنانہ کی آنکھوں میں وقفہ وقفہ کے بعد جھانک کر دیکھا تھا۔ ہر ایک کے تصور میں اسکیزیں چابک، تہہ خانہ، چور دروازہ اور کچھ کا غذات تھے شاید وہ وصیت کے متعلق زیادہ سوچتے تھے لیکن ان سب کے تصورات میں کوئی ربط نہیں تھا۔ ایسا ربط جو ان میں سے کسی کو قاتل ثابت کر دیتا۔ میں نے گریگ کے ذریعے ماما وانڈہ سے سوال کیا۔ "ماما وانڈہ کو تہہ خانے کے بارے میں پہلے سے علم تھا کیا اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو اس کے بارے میں بتایا تھا؟"

وانڈہ کا جواب ملا "ہاں، جب بیٹے جوان ہو گئے تو میں نے بتایا تھا لیکن اس سے پہلے ہی سارلو نے کچن کے چور دروازے کو توڑ کر اپنے ہاتھوں سے وہاں ٹھوس دیوار چن دی تھی۔ وہ راتوں کو یہ کام خود کرتا تھا کسی ملازم کو بھی خبر نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد مے وش یہاں گورنس بن کر آئی تھی۔ ابھی جس خوابگاہ میں ایدنانہ رہ رہی ہے وہاں سارلو تنہا رہتا تھا۔ اسے پہلے دوسری خوابگاہ تھی مجھے شبہ تھا کہ سارلو اور مے وش کے ناجائز تعلقات تھے کیونکہ وہ رفتہ رفتہ سرچڑھی ملازمہ بنتی جا رہی تھی۔ میں ماسک، زنجیروں اور چابک کا حوالہ دے کر اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتی تھی مگر وہ بہت گہری تھی۔ اس نے کبھی ظاہر نہیں ہونے دیا کہ سارلو کی خوابگاہ کے مشرقی کمرے میں بھی ایک چور دروازہ ہے۔"

میں نے کہا "مسٹر کریگ! خواہ مخواہ نیند حرام کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ پولیس والے خود ہی سمجھ لیں گے میں سونے جا رہا ہوں۔"

میں نے ایدنانہ کے ساتھ خوابگاہ میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ مے وش کی لاش پولیس والوں کے انتظار میں وہیں تہہ خانے میں پڑی تھی۔ مشرقی کمرے کا وہ دروازہ جو ہماری خوابگاہ میں کھلتا تھا، اسے میں نے مقفل کر دیا۔ ایدنانہ کچھ گھبرائی ہوئی پریشان سی تھی میں نے اسے کھینچ کر سینے سے لگاتے ہوئے پوچھا "پریشان کیوں ہو؟"

وہ میری زبان کیا سمجھتی، کسمسا کر الگ ہو گئی۔ میں نے اشاروں سے پوچھا۔ اس نے ہاتھ روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سمجھایا کہ وہاں سے بھی کوئی دشمن نکل کر آ سکتا ہے۔ اس کا شبہ درست ہو سکتا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر باتھ روم کے دروازے کی چٹخنی باہر سے لگا دی۔ پھر ایدنانہ کے قریب آ کر اس کی کمر پر ہاتھ ڈالا۔ وہ گھوم کر دور نکل گئی۔

میں نے اشاروں میں پوچھا "اب کیا ہوا؟"

اس نے الگنی اٹھا کر اسٹور روم کی طرف اشارہ کیا۔ میں حیران ہو کر کہا "پلنگ کے نیچے بھی دیکھ لو شاید کوئی دشمن چھپا ہو۔"

میں یہ فرضی جھنجھلاہٹ پر مسکرانے لگی۔ میں اسٹور روم کی طرف گیا۔ اسی وقت موٹی شمعیں بجھ گئیں۔ میں نے پلٹ کر دیکھا ایدنانہ نے اسے بجھایا تھا۔ صرف ایک شمع روشن تھی۔ اس وسیع و عریض خوابگاہ میں ایک شمع کی روشنی کافی نہیں تھی۔ اس روشنی میں ایدنانہ کا وجود کچھ مبہم تھا۔ کچھ مٹا مٹا سا تھا۔ میں نے اسٹور روم کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ اسی لمحے ایدنانہ کا وجود بالکل ہی مٹ گیا آخری شمع بھی بجھ گئی۔

میں نے پریشان ہو کر کہا "یہ کیا حماقت ہے۔ یہ تاریکی پہلے ہی میرے لیے مصیبت بن گئی تھی تم نے اندھیرا کیوں کر دیا؟"

یہ محض میری بڑبڑاہٹ تھی کیونکہ وہ میری بات نہ سمجھ سکتی تھی۔ نہ ہی اب اندھیرے میں اشاروں سے کچھ سمجھا جا سکتا تھا۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں اس ہیجان کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ ایدنانہ بھی اس تاریکی سے فائدہ اٹھا کر مجھے ہلاک کر سکتی ہے اگر جبہ اس کے قاتل بننے کا کوئی معقول جواز نہ تھا پھر بھی مجھے ہوشیار رہنا چاہیے تھا۔ ایسا ممکن تھا کہ ایدنانہ اس اندھیرے میں مشرقی کمرے کا دروازہ کھول کر قاتل کو دوبارہ خواب گاہ میں پہنچنے کا موقعہ دیتی۔ اگرچہ ایسا سوچنے میں خود اس کا اپنا نقصان تھا۔ وہ وصیت کے مطابق ملنے والی دولت سے محروم ہو جاتی۔ اس کے باوجود میں اسے شبہ سے بالاتر نہیں سمجھتا تھا۔

میں نے اندازے سے مشرقی کمرے کی سمت بڑھنا شروع کیا۔ اگر ایدنانہ ادھر آتی تو میں اسے پکڑ لیتا۔ چند قدم کا فاصلہ طے کرنے

کے بعد میں بیٹھ گیا۔ گھٹنوں کے بل چلنے لگا تاکہ نامانوس جملوں سے محفوظ رہ سکوں۔ میں نے بیٹھے ہی بیٹھے ادھر ادھر دونوں ہاتھ پھیلا کر اندھوں کی طرح ٹٹولنا شروع کیا۔ ایک جگہ میرا ہاتھ ٹکرایا۔ میں نے گھوم کر دونوں ہاتھوں سے محسوس کیا۔ اس کے چکنے چکنے پاؤں تھے وہ کھڑی ہوئی تھی جیسے آہٹ یکی کا ٹھوس وجود ہو۔ وہ ہولے ہولے لرز رہی تھی۔

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ٹارچ ایدنانہ کے پاس تھی جسے اس نے فرش پر کہیں چھوڑ دیا تھا۔ آخر ایک جگہ ٹکرا کر میں بستر پر گرا۔ ایدنانہ نے ہلکی سی چیخ ماری پھر ہنسنے لگی۔ اس سے رات بڑی نفیس اور خوشگوار ہو رہی تھی۔ باغیچے کے پھولوں کی خوشبو بالکونی کے راستے ہم تک پہنچ رہی تھی۔ اور ہماری سانسوں میں سما رہی تھی۔

تب بالکونی کے فرش پر دھپ دھپ کی آواز سنائی دی۔ ایدنانہ سہم کر آنے والے کو دیکھنا چاہتی تھی مگر میرے سائے سے نکل نہ سکی۔ بالکونی تک پہنچنے والے کی غراہٹ سنائی دی۔ ایدنانہ کچھ بڑبڑائی اور میں نے اس کے لبوں پر خاموشی کی مہر لگا دی۔ بالکونی سے پھر غراہٹ سنائی دی "غاؤں۔ غاؤں، غاؤں" ایک بلا غرا رہا تھا اور ڈیزل آئل پر پھسل رہا تھا۔

بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں قدم جمانے کے باوجود پھسلنا پڑتا ہے۔ بالکونی کی سطح بڑی ہی چکنی تھی۔ بلا سنبھلنے کے باوجود پھسل رہا تھا۔ ایدنانہ نے پھر کچھ کہا۔ میں جواب میں "غاؤں غاؤں" غرایا۔ وہ سہم کر لپٹ گئی۔ بلا پھسلتے پھسلتے ٹھہر گیا تھا۔ پنجے گاڑ دینے کے بعد سنبھلنے اور پھر ٹھہر جانے کا موقعہ مل جاتا ہے چند لمحوں کے لیے ماحول پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ پھر وہ پنجوں کے بل چلنا ہے پر سے چھلانگ لگا کر باہر نکل گیا۔

○

میں نے گھڑی دیکھی۔ رات کے دو بجے تھے۔ ایدنانہ میرے سینے میں منہ چھپائے گہری نیند سو گئی تھی۔ میں نے بڑی آہستگی سے اسے الگ کیا۔ اس وقت چاند نکل آیا تھا۔ چاندنی بالکونی کے راستے آ کر خوابگاہ کو دھیرے دھیرے اجاگر کر رہی تھی۔ میں نے وہاں سے اٹھ کر ٹارچ کو تلاش کیا پھر اسے ایک جگہ فرش سے اٹھا کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد ٹیلی پیتھی کو آزمانا شروع کیا۔

سب سے پہلے میں نے تورلا کی آنکھوں کو تصور میں دیکھا۔ مارلو اور ماما وانڈہ کی آنکھیں بھی میری یادداشت میں محفوظ تھیں۔ ان آنکھوں کے دیکھنے، مسکرانے اور حقارت ظاہر کرنے کے جو انداز تھے وہ مجھے یاد تھے۔ انسان کے پورے وجود میں آنکھیں بڑی چغاخور ہوتی ہیں۔ دماغ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ آنکھیں بتا دیتی ہیں بشرطیکہ کوئی آنکھوں کی زبان سمجھ سکے۔

میں ان لوگوں کی مادری زبان نہیں سمجھ سکتا تھا۔ آنکھوں کی زبان سمجھنے لگا۔ ان ماں بیٹوں کے دماغوں میں خوابوں کا لبسیرا تھا۔ میں بڑے گرمجوشی خواب تھے دماغ کی سکرین پر جو تصویریں تھیں، وہ بنتی اور بگڑتی تھیں میں نے ماری ایری ان کے دماغوں میں مے وش کا نام لیا تو وہ خواب میں مے وش کی لاش دیکھنے لگے۔ میں نے سوچا تھا شاید تورلا اور مارلو اپنے خواب میں اپنے ہاتھوں سے مے وش کو قتل کرتے ہوئے دیکھیں گے۔ لیکن وہ ایک ماسک پر مٹی کو دیکھ رہے تھے جو ہاتھ میں چاقو لیے لاش کے پاس کھڑا ہوا تھا۔

چہرہ ماسک کے پیچھے چھپا ہوا تھا اس کے قاتل کو پہچاننا مشکل تھا۔ وہ تورلا یا مارلو ہو سکتا تھا۔ خواب میں ان کی سوچ پر پردہ تھی شاید وہ خواب کے عالم میں اعتراف کر لیتے ہوں کہ ماسک پہننے والے وہ خود ہیں۔ میں سمجھ نہیں سکتا تھا کہ وہ کیا بول رہے ہیں۔

ہاں۔ میں نے ماما وانڈہ کے خواب میں دو بار سارلو کا نام لیا تو اس نے مرنے والے شوہر کو دیکھا۔ وہ سارلو ماسک پہنے ہوئے مے وش کو زنجیروں سے باندھ رہا تھا پھر اسے چابک سے مار رہا تھا۔ مے وش کا خوبصورت بدن ہوس میں بھیگ رہا تھا۔ پھر ماما وانڈہ نے دیکھا اس کا شوہر لہولہو میں بھیگے ہوئے بدن سے درندوں جیسا سلوک کر رہا ہے۔

اس خواب کا تجزیہ مشکل تھا۔ یہ سوچا نہیں جا سکتا تھا کہ سارلو زندہ ہے اور تہہ خانے میں اب بھی وہی شرمناک کھیل کھیلتا ہے۔ ماما وانڈہ کے خواب سے یہی سمجھا جا سکتا تھا کہ وہ اس وقت کے واقعات دیکھ رہی ہے، جب سارلو زندہ تھا۔

میرا سر دکھنے لگا۔ میں نے ایک سگریٹ سلگا کر اس کے کئی گہرے کش لگائے۔ دماغ نے تازہ دم ہو کر کہا۔ "قاتل دراصل سے کوئی ایک ہے۔ تورلا یا مارلو۔ اور ماما وانڈہ کسی ایک بیٹے کے جرم میں شریک ہے۔ تینوں ماں بیٹے مے وش سے خار کھائے تھے اور وہی تینوں ماں بیٹے ایدنانہ کے کسی شوہر کو زندہ نہیں رکھنا چاہتے ہیں۔ ایدنانہ بہتر گھنٹے تک سہاگن بنے رہنے میں ناکام ہو گی تو وہ سوتیلی لڑکی کے حصے کی تمام جائیداد ان ماں بیٹوں کے حصے میں آ جائے گی۔

ایسی باتیں میرا دماغ سوچ رہا تھا۔ اور ایسی باتیں سب درست ہو سکتے تھے کیونکہ وکیل کرگ پیٹن ان معاملات میں ملوث نہیں تھا۔ میں اس کے ہر خیالات پڑھ چکا تھا۔ وہ جائداد میں سے اپنا حصہ حاصل کرنے کے لیے بے چین تھا لیکن اس کی ذہنیت مجرمانہ نہیں تھی۔ ویسے پولیس والے ایدنانہ پر بھی شبہ کر سکتے تھے لیکن قتل کی کسی وجہ پر روشنی نہیں ڈال سکتے تھے۔ ایدنانہ مے وش کو قتل کر کے دولت یا اپنا کوئی مفاد حاصل نہیں کر سکتی تھی۔

میں نے ایک سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلگاتے ہوئے

ایدنانہ کی طرف دیکھا۔ وہ میری طرف کروٹ لیے سو رہی تھی۔ چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی پھینکی۔ میں نے اس کی آنکھوں کو بہت قریب سے دیکھا تھا بلکہ اس کے وجود میں سما کر اسے دیکھا تھا لہٰذا میں اس کے خواب تک پہنچ گیا۔ وہ اس کے سہاگ کی پہلی رات تھی۔ بڑے ہی خوبصورت اور کٹھن مرحلے سے گزر کر سو رہی تھی میں بھی اسی مرحلے سے گزر رہی تھی۔

میں نے اس کے خواب میں مے وش کا نام لیا۔ دماغ کی اسکرین پر مے وش ابھر آئی۔ ایدنانہ غصے کی حالت میں مے وش سے کہہ رہی تھی مے وش بھی کچھ کہنے لگی جواب میں ایدنانہ نے اس کے منہ پر تھوک دیا۔ تھوکتے ہی مے وش مر گئی۔ زنجیروں سے بندھی ہوئی اس کی لاش نظر آ رہی تھی اور ایدنانہ خوش ہو کر میرے سینے میں بانہیں ڈال کر مجھ سے لپٹ رہی تھی۔

میں نے خواب کا تجزیہ یہ کیا کہ مے وش اذیت پسندی کے لیے پسند کر رہی تھی۔ ایدنانہ نے یہ بات محسوس کر لی مے وش سے نفرت کرنے لگی کہ وہ میرے شوہر کو چھین لینا چاہتی ہے۔ اس نے موقع ملتے ہی مے وش کو تھوک دیا۔ تھوکتے ہی مے وش مر گئی۔

حقیقتاً دیکھا جائے تو مے وش کا قاتل کوئی مرد ہی ہو سکتا تھا۔ کوئی عورت اسے آسانی سے زنجیروں میں جکڑ کر ہلاک نہیں کر سکتی تھی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے مجھ پر حملہ کرنے والا اور اسے قتل کرنے والا ایک ہی شخص ہو۔ تورلا یا مارلو۔۔۔!

ماما وانڈہ اپنے دونوں بیٹوں سے بڑے بڑے کام لے سکتی تھی شہزادی ایدنانہ کا کوئی مرد ساتھی نہ تھا۔ دو شوہر قتل ہو چکے تھے چونکہ ان کی لاشیں نہیں ملی تھیں اس لیے یہ کہنا چاہیے کہ وہ لاپتہ تھے اور وہ دونوں ایدنانہ کے آلہ کار یا ساتھی نہیں بن سکتے تھے۔ ایسا ہی لگا تھا ان میں سے کوئی شوہر بن کر رہتا۔ ایدنانہ کے دشمنوں سے نمٹ کر ایدنانہ کی جوانی اور دولت سے مالا مال ہوتا۔

ان معاملات میں اتنی دیر سر کھپانے کے بعد شہادت کا مرکز اور مارلو ہی بنتے تھے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر پلنگ کے ایک بے پر لیٹ گیا۔ وہ شاہانہ انداز کا پلنگ وسیع و عریض تھا۔

پلنگ کے دوسرے سرے پر محو خواب تھی۔ میں نے دماغ کو سزا دی کہ کوئی کرے میں داخل ہو یا ایدنانہ کروٹ بھی بدلے تو آنکھ کھل جائے۔ اس کے بعد میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

گہری نیند کے دوران دو بار میری آنکھ کھلی۔ کیونکہ ایدنانہ بار بار ادھر سے ادھر کروٹ بدلتی تھی تیسری بار پتہ چلا کہ صبح ہونے والی ہے۔

کسی نے خواہ مخواہ اتنی صبح دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ ایدنانہ جھلا کر کچھ بولنے لگی۔ جواب میں دوسری طرف سے بوکھیاں سنائی دیں۔ وہ میرے سائے میں پڑی تھی اور دروازے کی طرف منہ کیے غصے میں کچھ بول رہی تھی۔ باہر سے وکیل کرگ پیٹن نے مجھے مخاطب کیا۔ "مسٹر کابل! شہر سے انسپکٹر دوسا تشریف لائے ہیں مے وش کی لاش کا معائنہ کرنا چاہتے ہیں اور تہہ خانے تک پہنچنے کا یہی ایک راستہ ہے۔ دروازہ کھول دیجیے۔"

وہ غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں چلی گئی تو میں نے خوابگاہ کا دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی انسپکٹر دوسا نے مجھے گھونسہ دکھلاتے ہوئے کہا۔ "میں باکسر ہوں تمہاری ناک توڑ دوں گا۔ اس قلعہ میں ایک لاش کہیں پڑی ہے اور تم رنگ رلیاں منا رہے ہو۔"

اس کی باتوں کے دوران ماما وانڈہ، تورلا اور مارلو سب کے سب بڑبڑاتے ہوئے خوابگاہ میں داخل ہو گئے تھے۔

انسپکٹر دوسا بدمزاج نہیں تھا مگر اپنی انسپکٹری کا رعب جمانے کے لیے سخت لہجے میں بول رہا تھا اس نے کہا۔ "میرا وقت بہت قیمتی ہے مجھے فوراً وہ لاش دکھائی جائے۔"

میں نے آگے جا کر مشرقی کمرے کے دروازے کو کھولا۔ انسپکٹر نے پوچھا۔ "پرنسس ایدنانہ کہاں ہے؟"

میں نے شرارت سے آنکھ مار کر جواب دیا۔ "باتھ روم میں۔۔۔"

اس نے گھور کر مجھے دیکھا پھر مشرقی کمرے میں گھس کر پوچھا "کہاں ہے تہہ خانہ؟"

میں نے ہنس کر کہا۔ "تہہ خانہ زمین کے نیچے ہوا کرتا ہے۔ تم اس کمرے میں تلاش نہ کرو۔"

"وہ گرج کر بولا۔ "میں جانتا ہوں، جانتا ہوں۔ مذاق اڑانے کے انداز میں بات کرو گے تو ہاں خبردار، میں باکسر ہوں سمجھے۔"

وہ دیوار کے پاس جا کھڑا ہوا اسے معلوم نہیں تھا کہ تہہ خانے کا راستہ اسی دیوار سے شروع ہوتا ہے جیسے ہی میں نے آہنی کل کو پکڑ کر کھینچا اور دروازے نے گڑگڑاہٹ کے ساتھ ایک طرف سرکنا شروع کیا۔ انسپکٹر چیخ مار کر اچھل پڑا جیسے دیوار اس پر گر رہی ہو وہ وہاں سے بھاگ کر وکیل کرگ پیٹن سے لپٹ گیا تھا۔ کرگ نے کہا۔ "تہہ خانے کا دروازہ کھل چکا ہے۔"

وہ جلدی سے الگ ہو کر اپنی وردی درست کرتے ہوئے گرون اکڑا کر بولا۔ "یہ نہ سمجھنا کہ میں ڈرپوک ہوں، باکسروں۔ دراصل ہم پولیس والوں کو محتاط رہنا سکھایا گیا ہے۔"

میں چور دروازے سے گزر کر راہداری میں پہنچ گیا۔ انسپکٹر نے پہلے دو سپاہیوں کو آگے کیا پھر ان کے پیچھے ہو گیا۔ اس کے

تورلا نے ایک لقمہ چباتے ہوئے کہا "کتا بھونکتا ہو تو آدمی کو چپ رہنا چاہیے"

"کتا تو ہے تیرا باپ ہے" مارلو غصے سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تورلا بھی مقابلے پر آگیا۔ میں، وکیل اور سیکرٹری ان کے درمیان آنا نہیں چاہتے تھے۔ انسپکٹر دوسا اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اس سے پہلے ہی دونوں ایک دوسرے سے الجھ گئے تھے۔ تورلا تابڑ توڑ گھونسے مار رہا تھا۔ مارلو نے سنبھل کر حملہ کیا تو تورلا بچ گیا۔ وہ گھونسہ انسپکٹر کے منہ پر پڑا وہ لڑکھڑا کر میری طرف آیا۔ میں نے اسے سنبھالتے ہوئے کہا "یہ نہ بھولو کہ تم باکسر ہو"

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ریوالور نکال کر بولا "خبردار! لڑائی جھگڑا بند کرو، ورنہ میں باکسر ہوں ایک ایک کی ناک توڑ دوں گا"

ریوالور دیکھ کر تورلا پیچھے ہٹ گیا۔ مارلو کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ اسٹین سے مہو پونچھتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ ماما وانڈہ نے اسے آواز دی۔ وہ دروازے کے پاس سے پلٹ کر بولا "تم میری ماں نہیں ہو۔ تم نے میرے دشمن کو پیدا کیا ہے یہ میرے ہاتھوں ہی سے مرے گا"

یہ کہتے ہی وہ ایک دھڑاکے سے دروازے کو بند کرتا ہوا چلا گیا۔ چند لمحوں تک خاموشی رہی پھر انسپکٹر دوسا نے پوچھا "تورلا! کیا یہ درست ہے کہ تم دشمن کی اذیت پسندی سے لچسپی رکھتے تھے؟"

تورلا نے ایڈیانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "میں نے زندگی میں صرف ایڈیانہ کو چاہا ہے آج بھی چاہتا ہوں کہ ایڈیانہ میری بن جائے"

ایڈیانہ نفرت سے بولی "اور اسی لیے تم میرے شوہروں کو قتل کرتے ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ میں تمہاری گندی آغوش میں چلی آؤں گی۔ ذلیل کمینے تو تو یہ بھی نہیں جانتا کہ تیرے کتنے باپ تھے"

ماما وانڈہ چیخ کر بولی "تو مجھے گالی دے رہی ہے میں تیری زبان کھینچ لوں گی"

ایڈیانہ غصے سے کہا "کمبخت بڑھیا اس سے پہلے ہی تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں گے۔ یہ تو ہے کہ تورلا کو شہ دیتی ہے تو چاہتی ہے کہ تیرا یہ لاوارث بیٹا مجھ سے شادی کرنے کے بعد اس خاندان کا اہم فرد بن جائے مجھے، بیوی بنا کر میرے باپ کی دولت پر عیش کرے۔ تیرا یہ خواب کبھی پورا نہیں ہو گا۔ میں نے سوچ سمجھ کر تیسرے شوہر کا انتخاب کیا ہے یاد رکھ تورلا کا آخری وقت آپہنچا ہے"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک چھناکے کی آواز سنائی دی ـــــ کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا تھا۔ اس سے پہلے کہ ہم میں سے کوئی سچویشن کو سمجھتا، ٹھائیں سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ تورلا کرسی پر سیدھا بیٹھا ہوا تھا میز پر اوندھا ہو گیا۔ گولی اس کی پیشانی پر لگی تھی۔ ماما وانڈہ کی چیخ سے پہلے باہر بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سُنائی دی تھیں۔ میں نے فوراً آنکھیں بند کر لیں۔

میں تصور میں مارلو کی آنکھیں دیکھ رہا تھا۔ اور اُس کی آنکھوں کے راستے اس کے گونگے تصور کو چھو رہا تھا۔ میں اس کی بولتی ہوئی سوچ کو نہیں پڑھ سکتا تھا مگر بھاگتی ہوئی سوچ کو سمجھ سکتا تھا۔ مارلو بھاگ رہا تھا۔ باغیچے کے کسی گوشے میں گھاس پر لیٹا ہوا تھا جب کہ اجنبی قاتل کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دی تھیں۔

مجھے یقین ہو گیا کہ مارلو قاتل نہیں ہے لیکن وہ بُری طرح پھنسنے والا تھا کیونکہ قلعے کے اندر وہی ایک مرد ایسا تھا جو جائے واردات سے دُور ہم سب کی نظروں سے اوجھل تھا۔ کسی اور پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو صرف میری ٹیلی پیتھی نے مجھے بھی سمجھایا تھا کہ اس خاندان کے کسی سے کوئی قاتل نہیں ہے۔ باہر کا کوئی آدمی اس قلعے میں کہیں چھپا ہوا ہے۔

میں نے آنکھیں کھول دیں سب لوگ اپنی کرسیاں چھوڑ کر کھڑے تھے۔ ماما وانڈہ دھاڑیں مار کر رو رہی تھی۔ اسے بیٹے کی لاش کے قریب جانے سے روکا جا رہا تھا۔ مجھے افسوس ہوا، جو ایڈیانہ کا دشمن تھا شوہر اور تھا اور قاتل سمجھا جا رہا تھا، وہ خود قتل ہو گیا تھا۔ اس سے نفرت تھی، اتنی ہی ہمدردی ہو گئی۔ بیچارا نہ جانے کیوں مارا گیا۔

اس قتل کے سلسلے میں جو شور و غل ہونا تھا اور جو قانونی مراحل ہونے تھے، وہ ہوتے ہی رہے ان کے بعد مارلو کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔ ماما وانڈہ پر دورہ پر دورہ صدمات کا اثر تھا۔ ایک بیٹا قتل ہو گیا تھا۔ دوسرا بیٹا قتل کے الزام میں گرفتار ہو چکا تھا۔ اس بیچاری کو سکتے کا عالم طاری تھا۔ میں نے کہا "انسپکٹر! تم اپنے اطمینان کے لیے مارلو کو حراست میں رکھو مگر ابھی اسے قلعے سے باہر نہ لے جاؤ۔ میں ہر ایک بار یقین سے کہتا ہوں کہ یہ بے گناہ ہے"

انسپکٹر نے کہا "میں تم سے زیادہ قانون اور مجرموں کو سمجھتا ہوں یہ مارلو ابھی چیلنج کر کے گیا تھا کہ تورلا اس کے ہاتھوں سے مرے گا"

میں نے کہا "اگر تم قانون اور مجرم کو سمجھتے تو فائرنگ ہونے سے قاتل کا تعاقب کرتے لیکن تم ریوالور رکھنے کے باوجود اس کرسی سے نہیں نکلے۔ تمہارے نتھنے سیاہی بزدل ہیں قاتل کو آسانی سے فرار کا موقع مل گیا"

وہ بولا "میں جانتا تھا کہ قاتل مارلو ہی ہے، اسی لیے میں اطمینان سے بیٹھا رہا"

میں نے کہا "اور مارلو وہاں گھاس پر لیٹا رہا تاکہ آپ دوسرے جا کر اسے گرفتار کر لیں۔ کیا یہ اتنا احمق ہے کہ ایک کیل اور پولیس کے سامنے تورلا کو دھمکی دینے کے بعد قتل کر دے۔ انسپکٹر ذرا غور کرو۔ کسی کی دھمکی سے کسی قاتل نے فائدہ اٹھایا ہے؟"

ایڈیانہ ہماری باتیں نہیں سمجھ رہی تھی۔ سیکرٹری نے اسے سمجھایا تو حیرانی سے میرے بارے میں بولی "یہ کارل خواہ مخواہ مارلو کی حمایت کر رہا ہے۔ بھلا مارلو کے سوا اور کون یہاں قاتل ہو سکتا ہے؟"

سیکرٹری نے کہا "مسٹر کارل کو شبہ ہے کہ قاتل قلعے کے باہر سے آیا اور یہاں کہیں چھپا رہتا ہے"

وہ بولی "یہ فضول سا شبہ ہے قلعہ کا بڑا دروازہ ہم سب کے متفقہ فیصلے کے بعد کھلتا ہے۔ اٹھارہ گھنٹے کے دوران ماما وانڈہ کے سامنے صبح صرف وہ ایک بار کھولا گیا تاکہ تم اور انسپکٹر یہاں آسکو۔ کیا ماما وانڈہ نے کسی اور کو یہاں داخل ہوتے دیکھا تھا؟"

"ماما وانڈہ نے کسی اور کو نہیں دیکھا تھا" میں نے کہا۔ "ماما وانڈہ اور سیکرٹری یہ نہیں جانتے تھے کہ خواب گاہ کے مشرقی کمرے میں تہہ خانے کا دروازہ ہے اسی طرح یہاں کوئی یہ بھی نہ جانتا ہو کہ قلعہ میں گھس آنے کی کوئی چور دروازہ ہے۔ اور اگر قلعہ کا چور دروازہ نہیں ہے تو مے وش کی لاش راستے سے غائب کی گئی ہے؟"

"ہو سکتا ہے کہ وہ لاش قلعہ کے حدود میں کہیں دفن کر دی گئی ہو" میں نے پوچھا "کیسے دفن کی گئی جب کہ اس لاش کو باہر لے جانے کا صرف ہمارا خواب گاہ سے گزر تا ہے؟ آپ لوگ جس پہلو سے بھی تحقیقات کریں تمام بحث اس بات پر آکر ختم ہو گی کہ ایک اور چور دروازہ ہے جو قاتل ہماری لاعلمی میں استعمال کر رہا ہے"

میری باتوں میں اتنا وزن تھا کہ سب سوچنے لگے اور مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔ اتنی بحث کے دوران ماما وانڈہ اور مارلو کو پتہ نہیں ان کی حمایت میں لڑ رہا ہوں۔ مارلو شکریے کے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ ماما وانڈہ کی آنسو بھری آنکھیں التجا کر رہی تھیں کہ میں اس کے بیٹے کو قتل کے الزام سے بچا لوں۔

میں نے کہا "مسٹر کریگ ہیڈن اور انسپکٹر دوسا! آپ دونوں قانون کے محافظ اور برتتے ہیں۔ آپ ذرا غور کریں کہ جب تک مے وش کی لاش دریافت کرنے والا راز معلوم نہیں ہو گا، اس وقت تک مارلو کو مکمل طور پر قاتل نہیں کہا جا سکتا۔ انسپکٹر کو ابھی صرف تورلا کی لاش کے سلسلے میں کارروائی کرنی چاہیے اس قلعہ میں مارلو کی موجودگی لازمی ہے۔ ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ کوئی قاتل بے گناہ مارلو کو قاتل کیوں ثابت کرنا چاہتا ہے؟"

انسپکٹر دوسا میرا مشورہ کبھی نہ مانتا۔ وہ اپنے اعلیٰ افسران کو اپنا کارنامہ دکھانے کے لیے مارلو کو قاتل کی حیثیت سے پیش کرنا چاہتا تھا۔ اسسٹنٹ ٹیلی بھیجتی کے ذریعے قاتل کرنا شروع کیا۔ ایک سگریٹ سلگا کر کھا تھا اور جیب چاپ انسپکٹر کی سوچ میں داخل ہونے لگا تھا۔ اس کے انکار پیدا کر رہا تھا کہ مارلو قلعہ کے اندر ہی ہے گا۔ لاکھوں کی ہار جانے پر جھوٹ کر نہیں بھاگے گا۔ اسے مے وش کی گمشدہ لاش چور دروازے کے اسرار کو سمجھنا چاہیے۔

انسپکٹر بڑی دیر تک کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد بولا "اس کی ضمانت کون دے گا کہ ہتھکڑیاں کھولنے کے بعد مارلو یہاں سے فرار نہیں ہو گا"

ماما وانڈہ نے پیش کش کی کہ وہ بیٹے کی جگہ حراست میں رہ سکتی ہے۔ انسپکٹر نے انکار کر دیا۔ میں نے وکیل کریگ ہیڈن سے درخواست کی وہ بولا "سوری! اس خاندان کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے۔ کوئی شریف آدمی یہاں کسی کی ضمانت نہیں لے گا"

سیکرٹری نے ایڈیانہ کو مارلو کی ضمانت کے سلسلے میں سمجھایا۔ وہ غلاف توقع راضی ہو گئی۔ اس نے اور ماما وانڈہ نے اپنی زبان میں لکھ کر دیا کہ اگر مارلو فرار ہو گا تو وہ قانون کے سامنے جوابدہ ہوں گے اور بڑے سے بڑا جرمانہ ادا کریں گے۔ اس کے بعد مارلو کی ہتھکڑیاں کھول دی گئیں مارلو نے اپنی زبان میں شکریہ ادا کیا اور بیل بار دوستانہ انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا۔

شام تک بڑی مصروفیت رہی۔ قتل کے سلسلے میں سب کے بیانات قلمبند کیے گئے۔ قلعے کے باہر کچھ اور سپاہی موجود تھے۔ تورلا کی لاش ان کی تحویل میں دے دی گئی۔ تاکہ کسی قریبی شہر کے ہسپتال میں پوسٹ مارٹم کے بعد اسے دفن کرنے کی اجازت حاصل کی جائے۔ وہ پورے کو کھانے کی میز پر کوئی نہیں آیا۔ ایڈیانہ مجھ سے کھنچی کھنچی سی رہی۔ میں نے جو مارلو کی حمایت کی تھی وہ اسے ناگوار گزری تھی۔ وہ دوپہر کو اپنی خوابگاہ میں چلی گئی۔ میں نے کچن میں جا کر کچھ کھایا پھر مارلو کے ساتھ شام تک قلعے کے ایک حصے کا غور سے جائزہ لیتا رہا۔ لیکن وہ چور دروازہ کہیں نظر نہیں آیا۔

شام کو وکیل کریگ ہیڈن نے اچانک اعلان کیا کہ وہ دوسری وصیت پڑھ کر سنائے گا۔ کیونکہ شہزادی ایڈیانہ قانونی طور پر، اور خاندانی رسم کے مطابق سہاگن بن چکی ہے۔

چھ بجے اندھیرا پھیل جاتا تھا۔ قلعے کے آباد کمروں میں فانوس روشن ہو جاتے تھے۔ ڈرائینگ روم میں تمام لوگ جمع ہو گئے سب ہی وصیت سننے کے لیے بے چین تھے۔ صرف ماما وانڈہ بیٹے کے لیے رو رہی تھی۔ مارلو کی ضد پر ڈرائینگ روم میں آئی تھی۔ وکیل کریگ ہیڈن کے سامنے سنیئر ٹیبل پر موٹی سی جلد والی رکھی ہوئی تھی۔ میز پر ایک فائل رکھا ہوا تھا۔ وہ فائل کو کھولتے ہوئے پڑھنے لگا۔ وہاں گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ سب توجہ سے سُن رہے تھے۔

وصیت کا خلاصہ کچھ یوں تھا کہ اگر ایڈیانہ کی بلوغت کا ایک سال گزر چکا ہو اور اس نے شادی نہ کی ہو تو اسے خاندان کے افراد کے ساتھ نہ بٹھایا جائے۔ اور بیس لاکھ ڈالر کی رقم میں سے جو اس کا حصہ ہے وہ مارلو کے نام منتقل کر دیا جائے۔ یہ سن کر ایڈیانہ نے گھور کر مارلو کو دیکھا۔ یہ سوچا جا سکتا ہے کہ مارلو اپنی سوتیلی بہن کا حصہ ہڑپ کرنے کے لیے اس کے شوہروں کو سہاگ رات گزارنے سے پہلے غائب کر دیا کرتا ہے۔

وصیت میں آگے لکھا تھا کہ گورلس مے وش نے تن من سے سارلو

کی خدمت کی ہے اگر وہ ایدنانہ کے سہاگن بننے تک بقیدِ حیات رہے تو اسے (ڈے وش کو) ایک لاکھ ڈالر دیئے جائیں۔ اگر وہ مر چکی ہو تو اس کا حصہ بھی مارلو کو ملے گا۔ یہ سنتے ہی سب کی نظریں مارلو پر ٹھہر گئیں۔ مے وِش قتل ہو چکی تھی اب اس کا حصہ بھی مارلو کو ملنے والا تھا۔

ماما واندہ کے نام بھی ایک لاکھ ڈالر لکھے گئے تھے۔ شرط یہ تھی کہ اگر ماما واندہ زندہ نہ رہی تو وہ ایک لاکھ ڈالر بھی مارلو سے ملیں گے وصیت سے ظاہر ہوتا تھا کہ مارلو اپنے باپ کا لاڈلا بیٹا ہے۔ لیکن باپ کا وہ لاڈلا بیٹے کو مجرم اور قاتل کی حیثیت سے ملزم بنا یا تھا۔

وکیل کریگ پیٹن اور تورلا کے نام پچیس پچیس ہزار ڈالر لکھے گئے تھے۔ تورلا اگر زندہ نہ رہے تو اس کی رقم اس کی ماں واندہ کو ملے گی اس کے بعد ایدنانہ کا ذکر آیا۔ اس کے لیے ڈھائی لاکھ ڈالر مخصوص کیے گئے تھے۔

"صرف ڈھائی لاکھ؟" ایدنانہ چیختی ہوئی غصے سے اُٹھ گئی۔ "کیا میں سارلو کی نہیں کسی بھکاری کی اولاد ہوں۔ میں اتنی معمولی سی رقم نہیں لوں گی۔"

کریگ پیٹن نے کہا۔ "وصیت کے مطابق رقم کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تمہیں بے شک ہے۔ فی الحال آرام سے بیٹھ کر سن لو۔"

میں نے ایدنانہ کا ہاتھ پکڑ کر اشارے سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ وہ غصے سے کھسیاتی ہوئی بیٹھ گئی۔ وصیت کے آخر میں مارلو کا ذکر تھا۔ مارلو کے نام پندرہ لاکھ ڈالر لکھے گئے تھے۔ ایدنانہ ایک گہری سانس لے کر رک گئی۔ جیسے سانس رک گئی ہو۔ بیس لاکھ ڈالر نقد میں سے تین حصے مارلو کے نام تھے۔ چوتھے حصے کی رقم دو حصوں میں تقسیم کی گئی تھی دو حصوں کی موت کی صورت میں وہ رقمیں بھی مارلو کو مل جاتیں یعنی پوری وصیت پر مارلو چھایا ہوا تھا۔

وصیت کا اختتام تارلو علی خان کے دستخطوں سے ہوا تھا۔ آخر میں سارلو نے لکھا تھا۔ اگر ایدنانہ سہاگن بن جائے تو وہ خلکات کی آمدنی میں سے ہر ماہ دس ہزار ڈالر ایدنانہ کو دیا کریگا۔ اگر مارلو کی زندگی نے وفا نہ کی اور یہ ثابت ہو جائے کہ مارلو کی موت طبعی ہے یا خودکشی حادثاتی یا قاتلانہ موت ہے اور اس میں پولیس کی تفتیش کا دخل نہیں ہے۔ قانونی طور سے ایدنانہ کا دامن پاک ہے تو مارلو کے حصے میں جانے والی تمام رقم ایدنانہ کے نام منتقل ہو جائے گی۔

ایدنانہ کی آنکھیں حیرانی سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ تصور میں مارلو کے پندرہ لاکھ ڈالر دیکھ رہی تھی۔ اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ اٹارنی وکیل سے سوال کیا۔ "کیا یہ وصیت پہلی بار پڑھ کر سنائی گئی ہے؟"

کریگ پیٹن نے کہا۔ "ہاں یہ وصیت بینک کے لاکر میں رکھی ہے۔ میں اس قلعہ میں تیسری بار بہتر گھنٹے گزارنے آیا ہوں۔ بینک کے لاکر سے یہ وصیت نکال کر لایا ہوں۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ کی لاعلمی میں آپ کے سوٹ کیس یا بریف کیس سے یہ وصیت نکال کر پڑھ لی گئی ہو؟"

کریگ پیٹن نے جواب دیا۔ "ایسا ہو سکتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوا کیونکہ میرے سوٹ کیس کی چابی میری جیب میں رہتی ہے اگر یہاں کا کوئی فرد دوسری چابی سے سوٹ کیس کھول کر وصیت کھولتا اور پڑھتا تو مجھے پتہ چل جاتا۔ کیونکہ میں وصیت کے کاغذ پر ہلکا سا پاؤڈر چھڑک کر رکھتا ہوں۔ بظاہر وہ پاؤڈر محسوس نہیں ہوتا لیکن میں مخصوص شیشے سے انگلیوں کے نشانات دیکھ سکتا ہوں ہر کسی کی انگلیوں کے نشانات نہیں ملتے۔"

وکیل کریگ پیٹن کی چابی تھی اب اسے یقین ہو گیا کہ پہلی بار اس خاندان کے لوگوں کے سامنے پڑھی گئی۔ اس سے پہلے کسی نے وصیت کے مضمون کو نہیں جان لیا تھا۔ مارلو اور ایدنانہ پر شک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سب سے اہم بات یہ کہ وہ وصیت کی انگریزی زبان پڑھ نہیں سکتے تھے۔ بفرض محال اگر کوئی نے پڑھ کر سنایا ہو گا تو یہ یقین کرنا ہے کہ مارلو نے پورے بیس لاکھ ڈالر پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے کے دو شوہروں کو غائب کیا۔ پچھلی رات مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا کو ہلاک کیا کیونکہ رقم کے حصے میں سے جو دو خود زندہ نہ رہتے مارلو کو مل جاتا۔ صرف تورلا کے متعلق میں جانتا تھا کہ مارلو نے قتل نہیں کیا ہے۔

اسی طرح ایدنانہ کے متعلق سوچا جا سکتا ہے کہ وہ وصیت کے مضمون پہلے سن چکی تھی۔ اور بیس لاکھ ڈالر پانے والوں میں سے رہی تھی یا کرا رہی تھی لیکن یہ سب کچھ وہ پہلی شادی کے وقت کر سکتی تھی۔ تین شادیوں کا ڈرامہ کھیلنے کی قطعی ضرورت نہیں پڑتی تھی کہ وہ پہلے دو شوہروں کو خود ہی ہٹا دیتی ہٹا نے گی۔ وصیت کے مطابق اسے مارلو کے پندرہ لاکھ ڈالر ملتے بشرطیکہ مارلو طبعی موت مرے لہٰذا ایدنانہ کسی طرح پہنچانے والی دشمنی نہیں کر سکتی تھی۔

مختلف پہلوؤں سے سوچنے کے بعد یہی سمجھ میں آیا کہ ایدنانہ کسی کے خلاف سازش نہیں کر رہی ہے۔ میں نے [illegible] گھنٹے کے بعد کھانے کے وقت آجاؤں گا۔"

سیکرٹری نے ایدنانہ کو اس کی زبان میں میری بات سنائی۔ مارلو نے بھی سُنا۔ میں ڈرائینگ روم سے باہر آ گیا۔ لیکن باہر جانے کے بجائے اپنی پچھلی رات والی خواب گاہ میں آ گیا۔ پہلے دروازہ اندر سے بند کیا پھر تکیے کے نیچے سے ٹارچ نکال کر ایک ہاتھ میں لے کر مسہری کے میں پہنچ گیا۔ اب یہ بات واضح ہو رہی تھی کرائے کا قاتل ہو گا اور اسی قلعہ کی حدود میں کہیں چھپا ہوا ہو گا۔ ہو

رات پھر مجھ پر حملہ کرے۔ اس سے پہلے ہی میں تہہ خانے میں جا کر بیٹھنا چاہتا تھا۔ پچھلی رات حملہ کرنے والا تہہ خانے میں جا کر غائب ہوا تھا آج رات پھر وہاں سے ابھر سکتا تھا۔

میں نے اس چور دروازے سے گزرنے کے بعد اسے دوبارہ بند کر دیا۔ الماری کے اندھیرے میں ٹارچ روشن کی، پھر دبے پاؤں نیچے سے نیچے لگا۔ تہہ خانے میں روشنی تھی۔ پچھلی رات کی طرح کسی نے وہاں موم شمعیں روشن کی تھیں۔ میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ کوئی نظر نہیں آیا۔ چابک اور زنجیریں فرش پر پڑی ہوئی تھیں۔ ایک طرف بڑا سا پلنگ تھا۔ سلاخوں سے اپنے شکار کو اذیتیں پہنچانے کے بعد اس کے ساتھ اس پلنگ پر ہی رات گزارتا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا رہا۔ پھیپھڑے کی جگہ ایک ہی تھی۔ میں فرش پر لیٹ کر پلنگ کے نیچے پہنچ گیا۔

آدھ گھنٹے بعد میں نے ایدنانہ کے سیکرٹری کے دماغ میں جھانک کر دیکھا، وہ باغیچے میں مجھے تلاش کر رہا تھا۔ وکیل کریگ پیٹن کی موجودگی نے مجھے بتایا کہ سب لوگ کھانے کی میز پر پہنچ گئے ہیں اور وہاں میری کمی محسوس کی جا رہی ہے سیکرٹری نے ڈائننگ ہال میں پہنچ کر بتایا کہ کارل فریمنگ باغیچہ میں کہیں نہیں ہیں وہ شاید شہزادی ایدنانہ کی خواب گاہ میں ہے کیونکہ دروازہ اندر سے بند ہے۔ کئی بار دستک دینے کے باوجود جواب نہیں ملا۔

یہ سنتے ہی مارلو اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔ "یقیناً اس پر حملہ کیا گیا ہے۔ وہ قاتل اُسے زندہ یا مردہ تہہ خانے میں لے گیا ہو گا۔"

ایدنانہ اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی۔ "میری خواب گاہ کا دروازہ کسی طرح کھولا جائے۔" مجھ سے بڑی بھول ہوئی کہ میں نے کارل کو تنہا چھوڑ دیا ویسے اس کے پاس ریوالور ہے اور وہ دلیر ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ابھی زندہ ہو گا۔ وہ دروازہ کسی طرح کھولا جائے۔"

سب کے سب تیزی سے چلتے ہوئے اس خواب گاہ کے دروازے تک آتے اور اسے پیٹنا شروع کر دیا۔ وہ بہت مضبوط دروازہ تھا اس کے اطراف لوہے کی پتریاں لگی ہوئی تھیں۔ وہاں مارلو کے سوا کوئی ایسا زور آور نہیں تھا۔ جو دروازے کو توڑنے کی کوشش کرتا۔ مارلو نے کوشش کی مگر ناکام رہا۔ آدھ گھنٹہ اور گزر گیا وہ لوگ بالوں ہو کر ڈرائینگ روم میں آ گئے۔ میں ان کی گفتگو کا موضوع بنا ہوا تھا۔ مارلو نے کہا۔ "ہم بھی عجیب بدحواس لوگ ہیں یہ بھول گئے کہ بالکونی کے راستے خواب گاہ میں پہنچا جا سکتا ہے۔"

ایدنانہ نے کہا۔ "بالکونی کے فرش پر ڈبل آئل کلاتھ بچھا ہے۔ ہاں مگر پھسلنے کے باوجود خواب گاہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔"

اس نے فوراً ایک ملازم کو حکم دیا کہ وہ بالکونی کے راستے اندر جائے اور خواب گاہ کا دروازہ کھولے۔ ملازم باغیچہ کی طرف گیا اور وہ سب پھر ایک بار

خواب گاہ کے دروازے پر آ گئے۔ بالکونی پر پہنچنے والا ملازم یقیناً پھسلتا رہا ہو گا۔ مختصر یہ کہ اس نے کسی طرح خواب گاہ میں پہنچ کر دروازے کو کھول دیا۔ سب کے سب اندر آئے۔ مگر دوسرا مسئلہ پیش آیا۔ میں نے مشرقی کمرے کا دروازہ بھی اندر سے بند کر دیا تھا۔ وہ دوسری طرف سے اسے کھول نہیں سکتے تھے۔

ایسے ہی وقت میں میں نے تہہ خانے میں ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز سُنی۔ پلنگ کے قریب ہی دیوار ایک طرف سرک رہی تھی۔ پھر وہ دیوار ہٹ گئی۔ کسی کی آواز سنائی دی۔ میں نے اطمینان کی سانس لی، کیونکہ وہ انگریزی میں بول رہا تھا۔ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔ "ہاں، ژورو! ہمارا خیال درست ہے اور پشتی کمرے کے پاس شور سنائی دے رہا ہے۔ شاید وہ لوگ دروازہ پیٹ رہے ہیں۔"

ژورو کی آواز سنائی دی۔ "لیکن اس مشرقی کمرے کا دروازہ اندر سے کیسے بند ہو سکتا ہے مسٹر چارلی! کوئی تہہ خانے میں آنے والا اس دروازے کو اندر سے بند کر سکتا ہے اگر وہ دروازہ واقعی بند ہے تو پھر یہاں کوئی موجود ہے۔ پلنگ کے نیچے دیکھو۔"

میں پلنگ کے نیچے لڑھکتا ہوا اور ذرا دور ہو گیا۔ چارلی کا داغ میری گرفت میں تھا۔ اس نے دور سے جھک کر پلنگ کے نیچے دیکھا۔ موم شمع کی روشنی مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ میں اس کے دماغ میں کہہ رہا تھا۔ "کوئی نہیں ہے پلنگ کے نیچے مجھے صاف نظر آ رہا ہے، کوئی نہیں ہے۔"

وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد کیا تو اس نے سوچا۔ "اس۔ کیا میں نے ٹھیک سے نہیں دیکھا ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ٹھیک سے ہی دیکھا ہے۔ چلو پھر دیکھ لیتے ہیں۔"

وہ پھر جھکنے لگا۔ پھر اس کا دماغ میری مٹھی میں رہا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے بعد سیدھا ہو گیا۔ اس کے دماغ میں نے ڈھیل دے دی۔ وہ بھلا کر سوچنے لگا۔ "دو بار دیکھ چکا ہوں اور کتنی بار دیکھوں۔ میری کھوپڑی خراب ہو گئی ہے۔"

یہ سوچنے کے بعد وہ بولا۔ "ژورو آجاؤ کوئی نہیں ہے۔"

میں ژورو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ کیونکہ وہ بہت محتاط تھے۔ ژورو نے بھی احتیاطاً جھک کر پلنگ کے نیچے دیکھا۔ میں نے اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ وہ ایک بار دیکھ کر مطمئن ہو گیا کیونکہ اس کے ساتھی نے پہلے ہی تصدیق کر دی تھی۔ وہ بولا۔ "یہاں کوئی نہیں ہے اور اوپر دروازہ بند ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ دروازہ اِدھر سے کیسے بند ہوا؟"

چارلی نے اس کے بازو کو تھام کر کہا۔ "ٹھہرو۔ سنو، وہاں شاور کی آواز آ رہی ہے۔ ہمارے لیے پیغام ہے، آؤ چلیں۔"

وہ دونوں تہہ خانے سے واپس گئے۔ دیوار ہلکی گڑگڑاہٹ کے ساتھ اپنی جگہ واپس آ گئی۔ دیوار کے اس پار بھی تہہ خانے کے خفیہ کمرے تھے

وہ دونوں ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچے۔ اس کمرے کی ایک دیوار پانی سے بھیگی ہوئی تھی۔ پانی فرش پر پہنچ کر ایک نالی میں بہتا ہوا کمرے سے باہر چلا جاتا تھا۔ بیت الخلا کہ اس چھوٹے سے کمرے کے اوپر ایدنانہ کی خوابگاہ کا باتھ روم ہے۔ اس باتھ روم کے واش بیسن کا پانی وہاں تہ خانے کی اس چھوٹے سے کمرے میں آکر گرتا ہے۔ صرف پانی ہی نہیں گرتا تھا بلکہ واش بیسن پر جھک کر کچھ بولا جائے تو پائپ کے ذریعے آواز نیچے پہنچ جاتی تھی۔

ایدنانہ کی آواز نیچے پہنچ رہی تھی۔ میں ژورو اور چارلی کے دماغوں کے ذریعے اس کی باتیں سمجھ رہا تھا۔ وہ بول رہی تھی "ژورو! چارلی! وہاں نیچے کون ہے؟"

چارلی نے جواب دیا "ہم دونوں یہاں موجود ہیں۔"

ایدنانہ نے پوچھا "کارل فرینک کو کہاں لے جا کر رکھا ہے؟"

کارل ویلنگ یعنی تمہارا تیسرا شوہر؟" چارلی نے حیرانی سے کہا۔

"آج تو ہم نے کارل کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ کیا وہ قلعہ میں موجود نہیں ہے؟"

"قلعہ میں نہیں ہے۔ میں کیسے یقین کروں کہ ژورو نے اس پر حملہ نہیں کیا ہے؟ وہ بھلا آپ ہی آپ کہاں غائب ہو جائے گا۔ تہ خانے کے ہال میں دیکھو کیمیں وہ کوئی چال تو نہیں چل رہا ہے۔"

"ہم تہ خانے کے ہال میں جا کر دیکھ چکے ہیں۔ ایک پلنگ ہی ... ایسی جگہ ہے جس کے نیچے دیکھا جا سکتا ہے اور پلنگ کے نیچے کوئی نہیں ہے۔"

"تو پھر مشرقی کمرے میں جا کر دیکھو اگر وہ چھپا ہوا تو اسے زندہ نہ چھوڑو، وہ ہمارے لیے خطرہ بن گیا ہے۔ اسے قابو میں کرنے کے بعد مشرقی کمرے کا دروازہ کھول دینا۔ میں آؤں گی۔"

وہ دونوں حکم کی تعمیل کے لیے پھر میری طرف آئے۔ میں ایک سیکنڈ میں دونوں کے دماغوں میں باری باری چھلانگیں لگا رہا تھا تاکہ کوئی پلنگ کے نیچے جھانکنا چاہے تو میں اسے کنٹرول کر سکوں۔ یہ احتیاط کام آئی۔ چارلی وہاں سے گزرتا ہوا جھک کر پلنگ کے نیچے دیکھتا گیا۔ حسب دستور اس کے دماغ پر تیلی پیتھی کا پردہ پڑا رہا پھر وہ زینے پر چڑھتے ہوئے مشرقی کمرے میں پہنچ گئے۔

میں چھت کے نیچے سے نکل کر اس چور دروازے کے پار چلا گیا۔ اس چور دروازے کو کھولنے کے لیے آہنی کل صرف ایک طرف لگی ہوئی تھی یعنی تہ خانے کے بڑے ہال کی طرف سے اس دروازے کو کھولا نہیں جا سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں تلاش بسیار کے باوجود وہ چور دروازہ نظر نہیں آیا تھا۔ بہرحال میں نے چارلی کے ذریعے معلومات حاصل کیں۔ ان لوگوں نے مشرقی کمرے میں مجھے تلاش کرنے کے بعد دروازہ کھول دیا۔ ایدنانہ نے اندر آکر کہا "میں نے دروازہ سرکا بہانہ کر کے خواب گاہ کا دروازہ اندر سے بند کر دیا ہے ادھر کوئی نہیں آئے گا۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دروازے اندر سے کیسے بند ہو گئے تھے۔ چلو میں تہ خانے میں جا کر خود دیکھوں پھر مجھے اطمینان ہو گا۔"

وہ چارلی اور ژورو کے ساتھ اوپر والے چور دروازے سے گزر تنگ راہداری میں آئی پھر سیڑھیوں پر سے اترتے ہوئے بولی "ہو تم دونوں کے نہیں چھوڑا وہ خود غائب ہو گیا میری خواب گاہ کے بند دروازے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسی طرف آیا ہے۔"

وہ تینوں تہ خانے کے بڑے ہال میں آئے۔ میں نے اسپیکٹر ریڈر کی سوچ میں کہا۔ "وہ ایدنانہ ردمر کا بہانہ کر کے اپنی خواب گاہ کا دروازہ بند کر چکی ہے اس سے پہلے اس کے شوہر کارل نے شاید دروازہ بند کر لیا تھا۔ دونوں میاں بیوی شاید کسی اور سازش میں مصروف ہیں۔ میں مارلو کو ساتھ لے کر بالکونی کے راستے وہاں جاؤں تو نہیں کسی سازش کے دوران گرفتار کر سکتا ہوں۔

وہ فوراً ہی قائل ہو گیا۔ ادھر ایدنانہ جھک کر پلنگ کے نیچے دیکھ رہی تھی میں نے شرارتیں شروع کر دیں ژورو کے دماغ میں پہنچ کر میں اس کے پیچھے کمرے کے نیچے ایک لات ماری۔ وہ چیخ کر اوندھے منہ فرش پر گر پڑی۔ اپنی بے عزتی کے احساس سے فوراً ہی گالیاں دیتی ہوئی ژورو کا گریبان پکڑ کر اسے لونچا کھسوٹنا۔ ... چاہتی تھی۔ ژورو نے بازوؤں میں جکڑ کر چومنے اور کاٹنے لگا۔ ایک درندے کی طرح غصے ہوتے کہنے لگا۔ "میری جان! تمہارے حکم سے میں نے بے ہوش کو ختم کر دیا۔ اب اس عورت کی جگہ تمہیں لینا چاہیے۔ اب میں تمہیں زنجیروں سے جکڑ کر چابک سے ماروں گا۔ بڑا مزہ آئے گا۔"

چارلی نے ریوالور کی نال ژورو کی گردن پر رکھ کر کہا۔ "میری بیوی کو چھوڑ دو۔ بس یہ صرف میرا حق ہے۔"

ژورو نے غراتے ہوئے کہا "چارلی! ریوالور جیب میں رکھ لو۔ مجھ سے دشمنی مہنگی پڑے گی۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ایدنانہ کا پہلا شوہر میں ہوں۔"

چارلی نے کہا "تم ظالم اور سفاک بھیڑیئے ہو۔ تم سے وہ عورت کے قابل تھے اس لیے ایدنانہ نے تمہیں چھوڑ کر مجھ سے شادی کی میں اس کا دوسرا شوہر ہوں یہ مجھے پسند کرتی ہے۔"

ژورو نے اچانک ہی جھک کر اس کے پیٹ میں کہنی ماری۔ وہ تکلیف کی شدت سے جھکا۔ ژورو نے اس کے ریوالور والے ہاتھ کو پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے اسے اٹھا لیا۔ اپنے سر سے ... کے لمبے گول چکر دینے لگا۔ پھر اس نے چارلی کو زور کی چیخ ماری۔ پھر تکلیف کی شدت سے چیخنے لگا۔ شاید ریڑھ کی ہڈی کو نقصان پہنچا تھا۔ وہ دوبارہ اٹھ نہ سکا۔ اس ہنگامے سے فائدہ اٹھا کر ایدنانہ نے ریوالور فرش پر سے اٹھا لیا۔ پھر

ژورو کا نشانہ لیتے ہوئے بولی "میں تم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ کہاں فرینک اسپیکٹر کو سمجھا رہا تھا کہ اس قلعہ میں کوئی کرائے کا قاتل چھپا ہوا ہے۔ میں تم دونوں کو گولی مار کر اپنا دعویٰ سچا کر دوں گی۔ قانون سے معافی بھی سوچیں گے کہ مارلو نے تم دونوں کو کرائے پر حاصل کیا تھا کیونکہ تو لا کے قتل کا الزام اسی کے سر ہے۔"

چارلی نے فرش پر کراہتے ہوئے کہا "ایدنانہ! یہ کیا کہہ رہی ہو تم مجھے کیوں مارو گی جبکہ میں تمہارا وفادار رہا ہوں۔"

وہ بولی "کتوں کو وفادار ہونا ہی چاہیے مگر وہ کاٹنے لگیں تو گولی مار دینا چاہیے۔ اس سے پہلے کہ تم دونوں زندہ رہ کر میرے خلاف کوئی بیان دو، میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش کر دوں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے چور دیوار سے نکل کر فائر کیا ایدنانہ کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر ژورو کے قدموں کے پاس جا گرا۔ میں نے کہا "ژورو! ریوالور کو ہاتھ نہ لگانا اسے ٹھوکر مار کر میرے پاس پہنچا دو۔"

وہ ضدی اور شہ زور کبھی میرے حکم کی تعمیل نہ کرتا۔ لیکن ٹیلی پیتھی نے اسے مجبور کر دیا۔ اس کی ایک ٹھوکر سے ریوالور میرے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے اٹھا کر کہا "ایدنانہ! افسوس کہ ہم ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھ سکتے۔" ژورو! اس سے پوچھو کہ یہ دو شوہروں کو گولی مارتے وقت تیسرے کو کیوں بھول رہی تھی۔ سہاگ رات منانے والا فعلی شوہر تو یہ میں ہوں۔"

ژورو متعجبی زبان میں ایدنانہ کو میری بات سمجھانے لگا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کی آنکھ سے دیکھا۔ اسپیکٹر ڈوساما، مارلو، کریگ پیٹن اور ماماولیدہ تہ خانے کے زینے تک پہنچ کر رک گئے تھے اور چپ چاپ ہماری باتیں سن رہے تھے۔ ایدنانہ مجھ سے التجا کرنے لگی "کارل! میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ میں ایک ہی رات میں تن من دھن سے تمہاری ہو گئی ہوں۔ ان دونوں کو مار ڈالو میں ساری عمر تمہاری کنیز بن کر رہوں گی۔"

میں نے ژورو سے کہا۔ "اس سے کہو کہ یہ جو سازشی ڈراما کھیلتی چلی آ رہی ہے پہلے اس کی تفصیل بتائے۔"

ژورو نے کہا۔ "اس کی تفصیل میں بتاتا ہوں۔"

میں نے انکار میں سر ہلایا "نہیں ایدنانہ اپنی زبان سے بولے گی۔ اور تم انگریزی میں ترجمہ سناؤ گے۔"

تھوڑی دیر تک بحث کرنے کے بعد ایدنانہ بولنے لگی۔ "یہ سارا کھیل مسٹر وش نے شروع کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔ اس نے کہلا بھیجا کہ شوہر کے نام پر کسی کو حاکم نہیں بنانا چاہتی ہو تو کرائے کا شوہر حاصل کرو۔ تم میرے مشورے پر عمل کرو گی تو میں تمہیں مارلو کے حصے کی دولت بھی دلا دوں گی۔"

میں نے سوال کیا۔ "مشورہ کیا تھا؟"

ہمارے سوال و جواب ژورو کے ذریعے جاری تھے۔ ایدنانہ نے جواب دیا۔ "میں ابھی بتاتی ہوں پہلے مسٹر وش کی ہڈی سن لو۔ میرے باپ کے مرنے کے بعد وہ ایک ظالم مرد کی کمی محسوس کر رہی تھی۔ سارا لو خاندان کے تمام افراد یہاں سے پچیس میل دور ایک کوٹھی میں بستے ہیں۔ میں مولین شہر میں بستی تھی۔ اس قلعہ میں صرف مسٹر وش ملازموں کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ پہلی وصیت کے مطابق جب تک یہ قلعہ مارلو کے نام منتقل نہ ہوتا اس وقت تک مسٹر وش کو یہاں کی ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔ پچھلے تین ماہ میں ہم یہ تیسری بار بہتر گھنٹے گزارنے یہاں آتے ہیں۔"

"اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ تمہارے باپ کے مرنے کے بعد پانچ سال کے دوران مسٹر وش یہاں اذیت پسندی کا کھیل کھیلتا رہا ہے۔"

وہ بولی "ہاں یہ ژورو اس کا کھلاڑی تھا۔ مسٹر وش نے کہا کہ میں اس سے شادی کروں۔ وہ شوہر بن کر آئے گا مگر مسٹر وش کا مرد بن کر رہے گا۔ وہ سہاگ کی پہلی رات تہ خانے میں آ کر چھپ جائے گا۔ میں اپنے سوتیلے بھائیوں کو الزام دوں گی کہ ان میں سے کسی نے میرے شوہر کو قتل کر کے لاش چھپا دی ہے۔"

میں نے پوچھا "ژورو کو چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ بہتر گھنٹے کے لیے قلعے سے باہر چلا جاتا۔ پھر جب مارلو خاندان کے لوگ چلے جاتے تو وہ عیاشی کے لیے مسٹر وش کے پاس واپس آ جاتا۔"

"صرف عیاشی کی بات نہیں تھی۔ ژورو شہ زور۔ قاتل ہے۔ تو لا کو قتل کرنے کے لیے بہتر گھنٹے کے دوران اس کا یہاں چھپ کر رہنا ضروری تھا۔"

"تو لا کو تو صرف پچیس ہزار ڈالر ملنے والے تھے جبکہ مارلو پندرہ لاکھ ڈالر حاصل کر رہا ہے۔ پھر مارلو کے قتل کا منصوبہ کیوں نہیں بنایا گیا؟"

"میں ابھی بتاتی ہوں۔ پہلے یہ سن لو کہ میرے باپ نے ایک بار مسٹر وش سے کہا تھا کہ کوئی بھی وصیت کو وقت سے پہلے کھول کر نہیں پڑھ سکتا ان کاغذات پر وکیل نے باؤڈر چھڑک دیا ہے کوئی پڑھنا چاہے گا تو کاغذات پر اس کی انگلیوں کے نشانات رہ جائیں گے۔ ہم وصیت میں لکھی ہوئی تفصیلات معلوم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ہم انگریزی پڑھنا نہیں جانتے۔ ژورو بھی انگریزی بولتا اور سمجھتا ہے مگر پڑھ نہیں سکتا۔ تب مجبوراً مجھے انگریزی پڑھنے والے چارلی سے شادی کرنی پڑی۔"

"آہ۔ ہائے ہائے میں مر گیا۔" چارلی فرش پر پڑا کراہ رہا تھا۔

ایدنانہ کہنے لگی۔ "میری زندگی میں دوسری بار سہاگ رات آئی۔ اس رات مسٹر وش نے وکیل کریگ پیٹن کے کمرے میں جو شراب کی بوتل رکھوائی اس میں خواب آور دوا گھلی ہوئی تھی۔ اس رات کریگ پیٹن گہری نیند سویا۔ مسٹر وش نے دوسری ... چابی سے اس کے کمرے کا دروازہ کھولا پھر

سوٹ کیس کھول کر وہ فائل میرنی خواب گاہ میں لے آئی۔ وہاں چارلی نے ہمیں وصیت پڑھ کر سنائی۔ اس کے بعد ہم نے مور کے پر سے وصیت کے کاغذات کو صاف کیا۔ اس پر دوسرا پاؤڈر چھڑک دیا۔ مے وش نے اسے واپس بریف کیس کے سوٹ کیس میں پہنچا دیا۔"

میں نے سر ہلا کر کہا۔" اچھا اس طرح تمہیں معلوم ہو گیا کہ مارلو کو کسی سازش کے تحت نقصان پہنچے گا تو تمہیں اس کے حصے کی رقم نہیں ملے گی۔"

"ہاں۔ تو رلا اور مارلو ایک دوسرے سے شدید نفرت کرتے تھے اور لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ یہ مے وش کا منصوبہ تھا کہ تو رلا کو ایسے وقت قتل کیا جائے جب مارلو پر سارا الزام آ سکے۔ قانون کی طرف سے مارلو کو موت کی سزا ملے گی تو وصیت کے مطابق ہی فیصلہ ہو گا کہ میں نے کوئی سازش نہیں کی۔ لہٰذا ساری دولت اور جائداد مجھے ملے گی۔"

میں نے کہا۔" مے وش کیوں قتل کی گئی؟"

وہ بولی۔" میرے اور مے وش کے درمیان تحریری معاہدہ ہوا تھا کہ مے وش میرے لیے دولت اور جائداد حاصل کرنے کے راستے ہموار کرے گی جب تو رلا قتل ہو جائے گا اور مارلو پھانسی پر چڑھ جائے گا تو میں مے وش کو ساری دولت میں سے دس لاکھ ڈالر دوں گی اور یہ قلعہ اس کے نام کھ دوں گی۔"

میں نے کہا۔" وہ تحریری معاہدہ کہاں ہے؟"

ایذانا نے عاجزی سے کہا۔" معاہدہ کہیں بھی ہو تمہیں اس سے فائدہ نہیں پہنچے گا۔ تم پولیس والے نہیں ہو میرے شوہر ہو۔ میرے کام آؤ۔۔۔ سوالات نہ کرو۔"

"اگر تم مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاؤ گی تو شوہر بن کر تمہارے کام آؤں گا۔"

وہ بولی۔"مے وش کے مرنے کے بعد وہ معاہدہ بیکار ہو چکا تھا۔ تو رو ہو چکا تھا۔ میں نے اس معاہدے کو لاش کے ساتھ ہی دفن کر دیا۔"

"کہاں دفن کیا گیا ہے؟"

"اس تہ خانے کے دوسرے کمرے کے پیچھے کچی زمین ہے وہیں۔"

میں نے بلند آواز سے کہا۔" اوپر زینے پر میں نے کچھ آہٹیں سنی تھیں اگر مارلو اور انسپکٹر دوسا موجود ہیں تو یہاں آئیں اور دوسرے کمرے کے پیچھے جا کر لاش اور اس معاہدے کو برآمد کریں۔"

زینے پر قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ ایذانا نے چیخ کر کہا۔ "نہیں میں سازش نہیں ہوں، قاتل نہیں ہوں۔ انسپکٹر مجھے بچاؤ۔۔۔۔۔"

وہ مجھ سے بالوں ہو کر انسپکٹر دوسا کے پاس گئی پھر اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔" یہ میرا تیسرا شوہر قاتلوں کا ساتھ دے رہا ہے۔ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ مجھے بچاؤ۔"

مارلو نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گری

میں نے کہا۔" انسپکٹر! میں کرائے کا تیسرا شوہر ہوں، اس سے پوچھو کارل فرینک کون ہے جس کے ساتھ میرا نکاح نامہ تیار کیا گیا تھا۔"

انسپکٹر اس سے سوالات کرنے لگا۔ ژدرو نے اچانک ہی کچھ چھلانگ لگائی۔ ساتھ ہی میرے ایک ریوالور سے گولی چل گئی۔ وہ بیچارہ فرش پر گر پڑا۔ گولی اس کی ران میں پیوست ہوئی تھی۔ انسپکٹر اور مارلو میرے پاس سے گزرتے ہوئے دوسرے چور دروازے کے پار دوسرے کمرے کے پیچھے چلے گئے۔ مادانڈہ بڑبڑا رہی تھی۔ شہزادی ایذانا بھی آہستہ چلتی ہوئی پلنگ کے پاس گئی پھر اس کے سرے پر بیٹھ گئی۔

اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ دوسرے کمرے کے پیچھے کچی زمین پر کھدائی چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جیسے وہ کدال ایذانا کے سینے پر چل رہی ہو۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سینے کو تھام لیا پھر سسکیاں لینے لگی۔

انسانا

غداروں کی تلاش میں دُور دُور بھٹکتا ہے۔ اس زمین کی تہہ میں اترتا ہے حتیٰ کہ وہ سیلوں کی قید میں بھی کھود کر خزانے تلاش کرتا ہے۔ ماہ وش کی قبر کھودنے کے بعد اس کی لاش مل گئی تھی اور اس کی لاش کے ساتھ وہ کاغذات بھی برآمد ہوئے جن میں ماہ وش اور شہزادی ایذانا کے درمیان کیا ہوا معاہدہ تھا۔ ان دونوں کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی تحریریں تھیں۔ اس بات کا مکمل ثبوت تھا کہ شہزادی ایذانا ماہ وش کے ساتھ مل کر اپنے سوتیلے بھائی مارلو کے خلاف سازشیں کر رہی تھی اور دوسروں کو قتل کر کے ان کے الزامات مارلو پر عائد کر کے اس بیچارے کو پھانسی کے تختے تک پہنچانا چاہتی تھی۔

ساری سازشیں دھری کی دھری رہ گئیں۔ انسپکٹر دوسا نے اسے ہتھکڑی پہنا دی۔ اب میرا کام ختم ہو چکا تھا۔ تیسرا شوہر بننے کا رول میں ادا کر چکا تھا۔ شہزادی ایذانا نے مجھے یعنی کہ اپنے تیسرے شوہر کو بڑی سنجیدگی اور حسرت بھری نظروں سے دیکھا۔ وہ کچھ بھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ تیسرا شوہر ہی اسے پھانسی کے تختے تک پہنچا دے گا۔

اگرچہ میرا کام ختم ہو چکا تھا لیکن قانونی گتھیاں باقی رہ گئی تھیں یعنی یہ اتنا بڑا اور اہم کیس تھا کہ مجھے چشم دید گواہ کی حیثیت سے عدالت میں پیش ہونا ضروری تھا۔ مارلو میرا بہت ہی عقیدت مند بن گیا تھا۔ وہ خوشامد میں کرنے لگا کہ میں کچھ عرصے اس کے پاس مہمان کی حیثیت سے رہوں۔

مادانڈہ اپنی ممتا مجھ پر نچھاور کر رہی تھی۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا میں نے اس کے بیٹے کو خطرناک سازشوں سے بچایا تھا اور اب

مارلو کی ساری دولت اور جائداد مارلو کو ملنے والی تھی۔ یہ کہنے لگے کہ دونوں ماں بیٹے میرے قدموں میں بچھے جا رہے تھے۔ ہم سب اس قلعے کو چھوڑ کر مولمین شہر کی طرف روانہ ہوئے۔

قافلہ یوں چلا کہ سب سے آگے ایذانا کی ایئر کنڈیشنڈ کار تھی جس میں وہ پچھلی سیٹ پر ہتھکڑی پہنے انسپکٹر دوسا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اگلی سیٹ پر مادانڈہ اور وکیل کریگ بیٹھے ہوئے تھے۔ کریگ بیٹن کارڈ ڈیو کر رہا تھا۔ اس کار کے پیچھے پولیس والوں کی جیپ کار تھی جس میں سپاہی بیٹھے ہوئے تھے سب سے پیچھے ہماری گشتی گاڑی تھی۔ غلام مجھے زندہ سلامت دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا۔ اور بار بار کہہ رہا تھا کہ اب وہ آئندہ کسی مہم میں میرا ساتھ چھوڑ کر نہیں جائے گا۔

مارلو میرے ساتھ گشتی گاڑی کے کیبن میں اگر بیٹھ گیا تھا وہ گاڑی بہت پسند آئی تھی۔ دوسری بات یہ کہ اب وہ میرے ساتھ رہنا چاہتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ میں ساری عمر اس کے ساتھ رہوں۔ تیسری بات یہ تھی کہ وہاں رینا موجود تھی۔ وہی ہونولولو نامی بستی سے زبردستی ہماری ہمسفر بن گئی تھی وہاں وہ ہماری گشتی گاڑی میں چھپ گئی تھی۔ تقریباً ساٹھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہمیں پتہ چلا تھا کہ وہ ہماری گاڑی میں موجود ہے۔ بہرحال میں یہ سوچکر اسے ساتھ لے آیا تھا کہ اگلی کسی بستی میں اسے کسی اچھے گھر میں پہنچا دوں گا۔

میں نے محسوس کیا کہ مارلو بار بار اسے دیکھ رہا ہے اور اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔ بلاشبہ رینا ایک اچھی لڑکی تھی۔ خوبصورت تھی اور پرکشش بھی تھی۔ ڈھیلے ڈھالے لباس میں اگرچہ مقناطیسی رنگ رہتی تھی مگر وہ جو کشش ہوتی ہے۔ ہر لباس میں ہوتی ہے۔ مارلو اس کے متعلق کریدکرید کر سوالات کرنے لگا۔

ہم ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے مارلو کی بات سمجھنے میں بڑی دقت پیش آئی تھی۔ میں نے اشاروں کی زبان سے سمجھایا۔

"بھتی یہ تمہارے ہی علاقے سے ذرا دور ٹرافے کی بستی میں رہتی تھی۔ اگر تم وہ زبان جانتے ہو تو خود ہی سارے سوالات سے کر رہ سکتے ہو کہ تمہیں خاطر خواہ جواب مل جائے وہ جیسے اسی کی تلاش میں تھا۔ میری طرف سے ڈھیل ملتے ہی گشتی گاڑی کے کیبن میں رینا کے پاس چلا گیا۔

ہم تقریباً آٹھ گھنٹے کے بعد مولمین شہر پہنچ گئے۔ وہاں کی کارروائیاں ہوتی رہیں۔ ہم ہوٹل میں آ کر ایک کمرہ کرائے پر حاصل کر کے وہاں ٹھہر گئے۔ ہماری گشتی گاڑی شہر کی بیرونی پولیس چوکی پر روک دی گئی تھی کیونکہ اتنی بھاری بھرکم گاڑی کو شہر کی معروف شاہراہوں سے گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔ پولیس چوکی کے افسر نے ہمیں شہر کا نقشہ دکھاتے ہوئے بتایا تھا کہ وہ گشتی گاڑی لے کر ہمیں کس راستے سے گزرنا چاہیے۔

ویسے خشکی کے راستے سفر کرنے والوں کو کسی بھی شہر میں چوبیس گھنٹے سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہیں ملتی۔ لیکن ہمارے ساتھ معاملہ کچھ اور تھا اور ہمیں ایذانا کے مقدمے کے سلسلے میں وہاں رہنے کے لیے خصوصی اجازت مل گئی تھی۔ اس بڑے شہر میں اچھی خاصی تفریح ہوتی رہی۔ مقدمہ بھی چلتا رہا۔ پیشیاں بھی ہوتی رہیں۔ کبھی میں بیزار ہو جاتا تو مارلو مجھے برما کے سب سے بڑے اور بین الاقوامی شہرت رکھنے والے شہر رنگون لے جاتا تھا اور جہاں جاتا تھا وہاں رینا کو ساتھ لے جاتا تھا۔ میں نے چاہا تھا کہ رینا کسی بڑے گھر میں ملازمہ کی حیثیت سے رہ جائے تاکہ اسے دو وقت کی روٹی ملتی رہے۔ لیکن یہاں معاملہ کچھ اور تھا۔ مارلو اس پر تن من دھن سے عاشق ہو گیا تھا۔

رینا کا حال بھی بدل گیا تھا اور چال بھی بدل گئی تھی۔ اس کے جسم پر اب قیمتی ملبوسات ہوتے تھے۔ اونچی ایڑی کے سینڈل اور ہیرے جواہرات کی چمک دمک والے زیورات نے اس کی شخصیت کو زمین سے آسمان بنا دیا تھا۔ اب وہ کئی کئی وقت کے فاقے کرنے والی دیہاتی لڑکی نظر نہیں آتی تھی مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی کہ میری گشتی گاڑی میں بیٹھ کر آنے کے بعد اس کی تقدیر بدل گئی ہے اور مستقبل توقع سے زیادہ سنور گیا ہے۔

مقدمے کی صورت یہ تھی کہ ایذانا اور اس کے دو سابقہ شوہروں نے اقرار جرم کر لیا تھا۔ ان میں مسٹر ژدرو جو کہ پہلے شوہر کی حیثیت سے تعلق میں گیا تھا۔ وہ دراصل عملی طور پر قاتل تھا۔ قتل وہی کرتا تھا۔ سازشیں ایذانا اور مے وش کی ہوا کرتی تھیں۔ مسٹر چارلی کو دوسری بار محض اس لیے شوہر بنایا گیا تھا۔ کہ وہ دوسری وصیت کو پڑھ سکے کیونکہ ایذانا اور ماہ وش وصیت کی انگریزی زبان نہیں سمجھتی تھیں۔ بہرحال مسٹر چارلی کو دس سال قید بامشقت اور ایذانا کو عمر قید کی سزا سنائی گئی اور مسٹر ژدرو کے لیے نہ رہنے موت لکھ دی گئی۔

جس روز سزا نہیں سزا سنائی گئی۔ اس روز مارلو نے خوش ہو کر اپنی اور رینا کی شادی کا اعلان کیا۔ مادانڈہ اپنے بیٹے کی خوشی میں خوش تھی۔ اس لیے اس نے بھی رینا کو بہو کی حیثیت سے قبول کر لیا۔ اس روز رینا نے میرے پاس آ کر عقیدت سے پہلے مجھے دیکھا پھر میرے قدموں پر جھک کر میرے بائیں کو دونوں ہاتھوں سے

چھو کر کچھ کہنے لگی۔ میں اس کی زبان نہیں سمجھ سکتا تھا مگر اس کی عقیدت اور احسان مندی سمجھ میں آ رہی تھی۔ میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اب کسی کے قدموں میں نہ جھکنا کروبیٹے۔ خدا نے مجھے توفیق دی تو میں نے تمہیں بلندی پر پہنچایا اب اسی بلندی پر رہو۔"

مارلو اور ماماوانڈہ نے مجھ سے التجا کی کہ میں ان کی شادی تک اور وہاں قیام کروں لیکن ان کی شادی اپنے خاندانی رسم و رواج کے مطابق ان کے علاقے میں ہونے والی تھی۔ جو وہاں سے تقریباً ۱۰۰ میل کے فاصلے پر تھا۔ اور اب میں وہاں ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے معذرت چاہی اور انہیں بتایا کہ میرا آگے جانا کتنا ضروری ہے۔ بہرحال بدائگی سے قبل مارلو نے میرے لیے تمام سفری سامان خرید کر گشتی گاڑی میں رکھوایا۔ پھر ایک سادے چیک پر دستخط کرنے کے بعد میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جتنی رقم چاہو بنک سے نکال لو اور یہاں سے لے جاؤ۔"

میں نے صرف پانچ ہزار ڈالر کی رقم لکھی تو وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "بس یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہ رقم بھی میرے لیے غیر ضروری ہے لیکن ناگہانی ضروریات کے لیے رکھ لیتا ہوں۔"

جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو ماماوانڈہ نے آگے بڑھکر مجھے بہت ہی خوبصورت سا چھوٹا سا صندوقچہ دیا۔ میں نے اسے کھولکر دیکھا تو اس میں بیش قیمت جواہرات سے مزین ایک گلے کا ہار جگمگا رہا تھا۔ میں نے اسے بند کرتے ہوئے پوچھا۔ "اس کی کیا ضرورت ہے؟"

ماماوانڈہ نے مسکرا کر جو کچھ کہا وہ میں نے ایک پولیس انسپکٹر کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا۔ بوڑھی ماما کہہ رہی تھی۔ "بیٹے آج تم کنوارے ہو۔ کل تمہاری بھی کوئی شریک حیات ہوگی۔ اس وقت یہ ہار اسے پہنا دینا میں تمہیں یاد آجاؤں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے پنجوں کے بل اٹھ کر میرے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ میں اس کی طرف جھک گیا۔ وہ میری پیشانی پر بوسہ لینے کے بعد رونے لگی۔ ایک وقت تھا جب وہ بوڑھی عورت میری بدترین دشمن تھی۔ مجھے ایک آنکھ سے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ میں نے مارلو کی جان بچائی۔ اسے اس کے باپ کی ساری دولت اور جائیداد دلوائی تو میں اچانک اس کا اپنا ہو گیا۔ اس دنیا میں اگر ہم کسی کے لیے کچھ نہ کریں تو غیر ہو جاتے ہیں بلکہ دشمن سمجھے جاتے ہیں اور اگر کسی کے لیے کچھ کر گزریں تو پھر ہم سے بہتر ان کے لیے کوئی نہیں ہوتا۔ آج وہی ماماوانڈہ میرے لیے ایسے رو رہی تھی جیسے سگا بیٹا بچھڑ رہا ہو۔

سے روانہ ہوئے تھے
چھ ... تھے۔ اس سے پہلے ہم
میں بیٹھ کر مارلو ... سے ساتھ دوبارہ رنگون جا چکا تھا
باراس شہر کو دیکھنے کی کوئی خاص تمنا نہیں تھی۔ وہ اصل
ہوائی وے پر اپنا سفر جاری رکھتے ہوئے سابقہ شمالی
کی سرحد تک پہنچنا چاہتا تھا۔

دوپہر کو پھر گرمی کا احساس بڑھنے لگا۔ حالانکہ
جنگلات تھے۔ اونچے اونچے درخت خاموش کھڑے
کبھی کبھی ہوا کے جھونکوں سے ان میں زندگی کے آثار
تھے۔ میں آرام دہ بستر پر سامی کے ساتھ لیٹا ہوا تھا
سینے پر بیٹھی ہوئی عجب عجب تماشے دکھا رہی تھی
خوش کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ بہت دنوں کے
کو تنہائی نصیب ہوئی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے

"میری جان یہ تم نئے نئے سخن لے کہاں سے سیکھ

کیا بات ہے؟"

اس نے سر جھکا کر میاؤں کہا پھر میرے سینے سے
بستر کے گدے پر پہنچی اور وہاں ادھر سے ادھر لوٹنے لگی
دونوں بازو اٹھائے لیٹا ہوا تھا میرے بدن پر صرف شلوار
وہ لوٹ پوٹ کر میرے دائیں بغل کی طرف پہنچی تو وہ
چاٹنے لگی۔ اچانک مجھے جھرجھری سی محسوس ہوئی۔ گدگدی
احساس ہوا تو میں اچھل پڑا۔ تب اس نے ذرا دور جا کر میاؤں
جیسے پوچھ رہی ہو اب بتاؤ کیسے گدگدی کی میں نے

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ کمال ہے تم نے تو شرارتیں بھی
لی ہیں۔ چلو آؤ میرے پاس لیٹ جاؤ۔ میں نے پیٹ
ہے۔ مجھے تنہا رہنا ہے۔"

وہ ایک شانِ بے نیازی سے چلتی ہوئی میرے
آ کر بیٹھ گئی۔ اسی وقت دور کہیں جنگل سے مجھے فائرنگ
سنائی دی۔ میں نے کہنی کے بل اٹھ کر کھڑکی کے پار دیکھا۔ دور
پھر ٹھائیں کی آواز گونجتی ہوئی ہماری طرف آئی۔ اسی
میرے سرہانے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور
"کیا بات ہے غلام کیا تم نے بھی فائرنگ کی آواز سنی"

"جی ہاں آقا! میں نے اسی لیے فون کیا ہے۔ کیا
ایک طرف روک دوں یا رفتار بڑھا دوں؟"

میں نے کہا۔ "بہتر ہے کہ رفتار بڑھا دو۔ پتہ نہیں
فائرنگ ہو رہی ہے اور کہاں فائرنگ ہو رہی ہے
معاملات میں الجھنا نہیں چاہتے۔ خواہ مخواہ ہمارے سفر
دن ضائع ہو جائے ہیں۔"

ہم سکون سے سفر کر رہے تھے۔ اب اچانک سنسنی پھیل
تھی۔ غلام نے گاڑی کی رفتار بڑھا دی تھی۔ سڑک کے کنارے
بڑے بڑے درخت تیزی سے گزر
اچانک۔ باہر ... ایک
سنسنانے والے درخت کو چھو کر گزر گئی۔ میں کھڑکی کے پاس
ہٹ گیا۔ سامی بھی دبک کر بیٹھ گئی تھی۔

پھر میں نے سر کو ذرا آگے بڑھا کر دیکھا۔ کھڑکی کے باہر بڑی
درخت تیزی سے گزرتے جا رہے تھے۔ ان درختوں کے پیچھے
شخص نظر آیا جو تیزی سے دوڑ رہا تھا اور ہاتھ ہلا ہلا کر ہم سے
رہا تھا کہ ہم گاڑی روک دیں اور اسے اپنے ہاں پناہ دیں۔
نے فون کا ریسیور اٹھایا۔ کریڈل پر ٹنک دی تو دوسری
سے غلام نے پوچھا۔ "حکم آقا!"

میں نے کہا۔ "ذرا اپنے دائیں طرف دیکھو ایک شخص دوڑتا
ہوا رہا ہے اور ہمارے پاس پناہ مانگ رہا ہے۔ ذرا محتاط ہو کر
کر دیکھو اس کا تعاقب کرنے والے کہاں ہیں اور کتنی دور ہیں۔ یہ
بھاگنے والا بالکل تنہا ہے۔ یہ ہمارے لیے خطرہ نہیں
سکتا۔"

غلام ڈرائیونگ کیبن میں بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا میں ٹرائیکر
محتاط تھا پھر فون پر اس کی آواز سنائی دی۔ "آقا۔ اس کا
تعاقب کرنے والے نظر نہیں آ رہے ہیں۔ اب آپ حکم دیں کہ مجھے
کرنا چاہیئے؟"

میں نے کہا۔ "میں یہاں سے اٹھ کر پچھلا دروازہ کھولتے
ہو جاؤں۔ تم گاڑی کی رفتار سست کرو۔ وہ بھاگتا ہوا تمہاری
آتے گا تو میں اسے ٹرائیکیبن کے اندر بلا لوں گا۔"

تمہارے پاس رائفلیں نہیں تھیں۔ ورنہ ہم جوابی فائرنگ
کے بعد اس بیچارے کو حفاظت سے اپنے پاس بلا لیتے۔
گشتی گاڑی کے پچھلے دروازے کے کونے سے ذرا سا کھول کر دیکھا۔
جارہ بھاگتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ گاڑی کی رفتار سست ہوتی
تھی۔ اب وہ دوڑتے دوڑتے سڑک کے کنارے آ گیا تھا۔
تماشہ بھاگتا ہوا دونوں ہاتھ اٹھا کر ہمیں مدد کے لیے
ہوا ہماری طرف چلا آ رہا تھا۔ افسوس کہ میں گاڑی سے
کی طرف نہیں بڑھ سکتا تھا۔ ادھر ادھر سے آنے والی
گولیاں مجھے بھی ہلاک کر سکتی تھیں۔

کوئی ضروری نہیں ہے کہ فرہاد علی تیمور سپرد دینے والے کو
موت جس کا مقدر بن جاتی ہے اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔
ٹھائیں کی ایک آواز کے ساتھ ہی بھاگنے والے نے
ہماری پھر لڑکھڑا کر بیچ سڑک پر گر پڑا۔ ہماری گشتی گاڑی رک
گئی تھی۔ لیکن مجھ میں اور غلام میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ دائیں
طرف سے ہونے والی فائرنگ کو سمجھتے ہوئے بھی نہتے باہر نکل
پڑیں۔ ہم اپنی اپنی جگہ دبکے ہوئے تھے۔ وہ گولی کھا کر گرنے والا
اب سڑک پر گھسٹتا ہوا گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں نے
فون کے ذریعے غلام سے کہا۔

"غلام گاڑی کو پیچھے لے جاؤ عقب میں آئینے میں دیکھتے
رہو کہ وہ شخص سڑک کے کس حصے پر پڑا ہوا ہے۔ اسکے قریب
ہونے کی کوشش کرو۔ ہو سکتا ہے کہ ہم اس زخمی شخص کو بچا لیں۔"

غلام نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ پھر گاڑی کو اسٹارٹ کرنے
کے بعد آہستہ آہستہ پیچھے لے جانے لگا۔ وہ زخمی قریب آتا جا
رہا تھا۔ جب گاڑی بالکل قریب پہنچ گئی تو غلام نے اسے روک
دیا۔ وہ شخص سڑک پر ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا گشتی
گاڑی کے پچھلے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ صرف دو گز کا
فاصلہ تھا۔ اس دو گز کے فاصلے کو طے کرنے کے دوران دوسری
گولی نے اسے چاٹ لیا۔

پچھلے دروازے کے ساتھ دو پائیدان تھے۔ جس پر
چڑھ کر ہم گشتی گاڑی میں داخل ہوتے تھے۔ وہ شخص دوسری
گولی کھانے کے بعد اس پائیدان پر اوندھے منہ گر پڑا۔ دروازے
کے لیے بالکل سناٹا چھا گیا۔ میں دروازے کی آڑ سے دیکھ رہا تھا۔
دور دور تک قاتل نظر نہیں آ رہے تھے۔ گھنے درختوں کے جھنڈ میں
کہیں چھپے ہوئے تھے۔ میں دروازے کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ پھر
میں نے ایک ہاتھ باہر نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "کمان۔
ذرا ہمت سے کام لو میرے ہاتھ کو تھام لو میں تمہیں اندر گھسیٹ لوں گا۔"

اس کے بدن میں ہلکی سی جنبش ہوئی۔ ابھی اس میں جان باقی
تھی۔ اس نے تھر تھر کانپتے ہوئے سر کو اٹھا کر مجھے بڑی بے بسی سے
دیکھا۔ اس دوران اس کا ایک ہاتھ اپنے کوٹ کی جیب میں جا رہا
تھا۔ پھر وہ ہاتھ جیب سے باہر آیا تو اس میں ایک لفافہ تھا۔ وہ
بدستور کانپتے ہوئے کہا۔ "مم ... میری بہن ... میری ..."

اس کا لفافے والا ہاتھ آگے بڑھا پھر دروازے تک آ کر گٹے
ہوئے شہتیر کی طرح میرے سامنے گر پڑا۔ میں نے جھک کر اس لفافے کو
تھام لیا۔ اس کے ہاتھ سے لفافے کو لیتے وقت میں نے محسوس کیا
کہ وہ ٹھنڈا پڑ چکا ہے۔ اپنی زندگی سے بہت دور جا چکا ہے
اس نے دو چار الفاظ انگریزی زبان میں ادا کیے تھے۔ میں نے
اس کے دماغ تک پہنچ کر دیکھا۔ تو اب اس کا کوئی دماغ نہیں تھا۔
وہ واقعی مر چکا تھا۔

مجھے بہت افسوس ہوا اسی کو کہتے ہیں کہ ٹوٹی کہاں کمند؟
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا۔ وہ میری پناہ میں پہنچتے پہنچتے مر گیا

تھا۔ اور میں اسے سچا نہیں سکا تھا۔ بہرحال اب مجھے سوچنا تھا کہ کیا کیا جائے؟

ظاہر ہے کہ میں اس کی لاش کو اٹھا کر اپنی گاڑی میں نہیں لیجا سکتا تھا۔ خواہ مخواہ ایک قتل کے کیس میں ملوث ہو جاتا۔ میں نے عشقی گاڑی کے فرش پر لیٹ کر دور تک دیکھا۔ قاتل ابھی تک نظر نہیں آ رہے تھے۔ درختوں کے جھنڈ میں کہیں چھپے ہوئے تھے۔ میں نے دروازے کے باہر ہاتھ بڑھا کر اس شخص کی لاش کو زینے کے پائیدان کے نیچے لڑھکا دیا۔ مجبوری تھی ایسے وقت ایک لاش کا بھی احترام نہیں کیا جا سکتا تھا۔

میں نے پچھلے دروازے کو اندر سے لاک کر لینے کے بعد غلام سے فون پر رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "اب گاڑی کو تیزی سے آگے بڑھاؤ۔ وہ آدمی مر چکا ہے۔ ہمیں یہاں سے فوراً ہی بہت دور نکل جانا چاہیئے۔ ورنہ خواہ مخواہ ایک قتل کے کیس میں ملوث ہو جائیں گے۔ کم آن، ہری اپ"۔

غلام نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگا۔ تھوڑی دیر تک میں نڑاکر کیبن کے بستر پر بیٹھا ان حالات پر غور کرتا رہا۔ مجھے اس شخص کے مرنے کا بے حد افسوس تھا۔ بہرحال وہ مر چکا تھا اور اپنی ایک امانت میرے حوالے کر چکا تھا۔ وہ لفافہ اب تک میرے ہاتھ میں تھا اور وہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے اس میں سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا تو اس کے ساتھ ہی ایک لڑکی کی تصویر برآمد ہوئی۔ میں نے اس پر ایک نظر ڈالی۔ پھر اس تہہ کیے ہوئے کاغذ کو کھول کر پڑھنے لگا۔ وہ ایک ٹیلی گرام تھا اور لندن سے آیا تھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔

"ایزا بیلا منگل مترہ تاریخ کو تین بجے کی فلائیٹ سے رنگون ایئرپورٹ پر پہنچ رہی ہے۔ رامیشور کے پاس ایزا بیلا کی تصویر ہے تصویر پر اس سے حاصل کرو اور ایزا بیلا کا استقبال کرو"۔

ٹیلی گرام بھیجنے والے کا نام جے جے تھا اور رنگون میں جس شخص کو یہ ٹیلی گرام بھیجا گیا تھا۔ اس کا نام ایلین تھا اور وہ رنگون کے رچرڈسن اسٹریٹ کے مکان نمبر چھ میں رہتا تھا۔ میں رنگون پہنچنے کے بعد اس ایلین نامی شخص سے ملاقات کر سکتا تھا۔ فی الحال اس ٹیلی گرام پر میں غور کرنے لگا۔ کیونکہ آج ہی منگل کا دن تھا اور سترہ تاریخ تھی۔ گھڑی بتا رہی تھی کہ تین بج چکے ہیں اور رنگون کے ایئرپورٹ پر ایزا بیلا پہنچ چکی ہوگی۔ اس کا استقبال کون کریگا؟

میں نے اس لڑکی کی تصویر کو دیکھا۔ کیا یہ وہی ایزا بیلا تھی؟ اس لڑکی کے بال خوبصورتی سے تراشے ہوئے تھے۔ اس نے لپسٹک اور بلاؤز پہن رکھا تھا۔ بالکل ماڈرن قسم کی کوئی ہندوستانی لڑکی تھی اس کا نام ایزا بیلا نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے تصویر کو پلٹ کر دیکھا تو پیچھے لکھا ہوا تھا "آشا بیلا"۔

آشا بیلا خالص ہندوستانی نام تھا۔ میری سمجھ میں آیا کہ ٹیلی گرام بھیجنے والے نے آشا بیلا کے نام کو بگاڑ کر ایزا بیلا لکھ دیا ہے۔ اور یہی تصویر والی لڑکی آج رنگون پہنچ گئی ہوگی۔ اور یہی لڑکی اس مرنے والے کی بہن ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ٹیلی گرام میں لکھا ہوا تھا کہ ایزا بیلا کی تصویر رامیشور کے پاس ہے تو اس سے یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ اس مرنے والے کا نام ہی رامیشور ہے۔

کسی خبیث جاسوس کی طرح ان عقیدتوں کو سمجھنے کی بہتر یہ تھا کہ میں تصویر والی کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دل تک پہنچ جاتا۔ مجھے آسانی سے معلوم ہو جاتا کہ وہ رنگون پہنچنے ہے یا اب تک لندن میں بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ سوچکر میں نے تصویر کی طرف دیکھا۔ پھر اس سے کہا۔

"دیکھو میں بالکل خاموشی چاہتا ہوں۔ ابھی مجھے ڈسٹرب نہ کرنا"۔

سامی نے میاؤں کہتے ہوئے تصویر پر ایک پنجہ مارا۔ تصویر میرے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ میں نے اسے دوبارہ اٹھانا چاہا تو سامی نے اسے اپنے منہ میں دبوچ لیا۔ میں نے پوچھا۔

"یہ کیا شرارت ہے؟ چلو تصویر مجھے واپس کرو"۔

اس نے تصویر کو بستر کے ایک طرف رکھ دیا۔ پھر وہ اچھل کر دوڑتی ہوئی گشتی گاڑی کے پچھلے دروازے کی طرف گئی میں اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ لیکن میں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ دوبارہ دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی۔ مجھے ایک پنجہ مار کر واپس پچھلے دروازے کی طرف جانے لگی۔ پلٹ کر مجھے دیکھنے لگی۔ شاید وہ چاہتی تھی کہ میں اس کے ساتھ پچھلے دروازے کی طرف جاؤں۔ میں نے فون کا ریسیور اٹھا کر ڈرائیونگ پر دستک دی۔ دوسری طرف سے غلام نے پوچھا۔

میں نے کہا۔ "سامی مجھے پچھلے دروازے کی طرف جانے کے لیے کہہ رہی ہے۔ یقیناً کوئی بات ہے۔ ہم تو بہت دور آ گئے ہیں۔ گاڑی روک دو اور پچھلے دروازے کی طرف آؤ"۔

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ گاڑی رک گئی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر پچھلے دروازے کی طرف گیا۔ سامی وہاں پہلے ہی کھڑی تھی۔ میں نے دروازے کو کھولا تو وہ باہر نکل کر پائیدان پر چڑھ گئی۔ پھر ادھر ادھر پنجے مارنے لگی۔

تب میں نے حیرانی سے دیکھا۔ کہ اس پائیدان پر مقتول کے خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے اور وہ ہمیں سمجھا رہی تھی کہ دھبے صاف ہو جانے چاہئیں۔

میں نے سامی کو دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر سینے سے لگا چومنے لگا۔ غلام وہاں پہنچ گیا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

پانی سے اچھی طرح صاف کرو۔ لہو کا ایک چھینٹا بھی یہاں نہیں ہونا چاہیئے۔ ورنہ بری طرح پھنس جاؤ گے"۔

دس منٹ کے اندر وہاں کی صفائی ہو گئی۔ لہو کے تمام دھبے مٹا دیے گئے۔ پھر غلام ڈرائیونگ کیبن میں چلا گیا۔ میں نے پچھلے دروازے کو لاک کیا۔ سامی کو اٹھاتے ہوئے ٹرائلر کیبن کی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ میرے ہاتھ میں اس لڑکی کی تصویر تھی۔ میں نے سامی سے کہا۔

"دیکھو اب مجھے ڈسٹرب نہ کرنا میں خیال خوانی کے ذریعے اس لڑکی کے پاس پہنچ رہا ہوں۔ تم چپ چاپ اس بستر پر جا کر بیٹھ جاؤ"۔

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ بڑے ناز و انداز سے چلتی ہوئی بستر کے قریب پہنچی پھر اچھل کر وہاں بیٹھ گئی۔ میں نے لڑکی کی تصویر کو غور سے دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔ آنکھیں جو دل کی چھپی ہوئی باتوں کی چغلی کھاتی ہیں۔ دماغ میں چھپے ہوئے غم اور خوشی کے جذبوں کو چوری چوری ظاہر کرتی ہیں۔ میں اپنی آنکھوں کے ذریعے اس لڑکی کے دماغ تک پہنچ گیا۔

وہ لڑکی جس کا نام آشا بیلا یا ایزا بیلا تھا بہرحال جو کچھ بھی اس کا نام تھا۔ وہ تصویر والی لڑکی اب میری خیال خوانی کی مٹھی میں تھی۔ میں نے دیکھا وہ سانس لے رہی ہے۔ بہت آہستہ آہستہ سانس لے رہی ہے۔ ابھی اس کی زندگی باقی تھی لیکن وہ اپنی زندگی کو نہیں سمجھ رہی تھی کیونکہ ہوش و حواس میں نہیں تھی۔ اس کا دماغ اندھیرے میں گم تھا۔

میں نے گھڑی دیکھی اس وقت چار بج رہے تھے۔ ایزا بیلا کو یا تو طیارے میں ہونا چاہیئے تھا (بشرطیکہ طیارہ لیٹ ہو) یا پھر وہ ایئرپورٹ پر ہوتی۔ یا ایئرپورٹ سے نکل کر کسی ہوٹل میں قیام کرتی۔ یا پھر کسی عزیز کے ہاں پہنچی ہوتی۔ وہ جہاں کہیں بھی تھی اس وقت بے ہوش تھی۔

مجھے ہشم تصور میں وہ معقول نظر آیا جو میری گشتی گاڑی کے پائیدان پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ زندگی کی آخری سانسیں سمیٹ کر کہہ رہا تھا "میری۔ بہن ــــ مے ــ ری ....."

وہ شخص اپنی کسی بہن کے متعلق کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس کی جیب سے ملنے والی تصویر بتا رہی تھی کہ ایزا بیلا یا آشا بیلا اس کی بہن ہے اور اس کی بہن پر کوئی افتاد آ پڑی ہے۔ جس کے لیے وہ پریشان تھا۔ اور سمجھ رہا تھا کہ اس کی بہن کو بہت زیادہ خطرہ لاحق ہے۔ اس کے گڑگڑانے کا انداز یہی بتا رہا تھا کہ اس کی بہن کی حفاظت کی جائے۔ اس وقت پتہ نہیں رنگون سے کتنی دور تھا؟ اور آشا بیلا کہاں ہوگی؟ اگر وہ رامیشور کی بہن تھی یا نہ تھی بہرحال مرا اس کی کوئی حفاظت نہیں کر سکتا تھا اور اس کے خوابیدہ دماغ سے یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کس جگہ بے ہوش پڑی ہوئی ہے۔

انسان بے ہوشی کے عالم میں خواب نہیں دیکھ سکتا کیونکہ سوچنے اور خواب دیکھنے کا تعلق دماغی توانائی ہے۔ جب دماغ کمزور ہو جاتا ہے یا انسان دماغی طور پر بہت زیادہ تھک جانے کے بعد سو جاتا ہے تو تھکن زدہ نیند کے دوران خواب نظر نہیں آتے اس لیے کہ دماغ اس قابل نہیں رہتا کہ کچھ سوچ سکے اور الٹی سیدھی سوچوں کا مجموعہ ہی خواب کہلاتا ہے اس لڑکی کی بھی یہی حالت تھی۔ اس کا دماغ کہیں گم تھا۔ زندگی باقی تھی اور وہ نہ کچھ سوچ سکتی تھی۔ نہ میں اسے سوچنے پر مجبور کر سکتا تھا۔ میں نے بارہا تجربہ کیا ہے بے ہوش ہونے والے کسی بھی شخص کو جبراً سوچنے پر مجبور کیا جائے۔ تو اس کے دماغ میں اپنی سوچ کی لہریں ابھرتی ہیں مگر وہ بہت ہی کمزور اور ناقابل فہم ہوتی ہیں۔

تھوڑی سی دیر میں عجیب تجسس آمیز واقعات پیش آنے تھے پہلے تو ایک دہشت زدہ شخص بھاگتا ہوا دکھائی دیا جس پر نامعلوم افراد گولیاں چلا رہے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ اسے اپنی پناہ میں لوں گا تو سارا تجسس ختم ہو جائے گا اور میں اس کی جان بچالوں گا۔ پھر یہ قصہ ختم ہو جائے گا لیکن وہ شخص میرے پاس پہنچے پہنچتے مر گیا۔ اس کے پاس سے جو تصویر ملی اسے دیکھ کر یہ توقع ہوئی کہ شاید میں اس راز کو سمجھ سکوں کہ مرنے والا کون تھا اور اس کا تعاقب کون لوگ کر رہے تھے۔ اب تصویر والی بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ یہ گتھی سلجھنے کے بجائے اور الجھ گئی تھی۔

پتہ نہیں وہ کب سے بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ میں بار بار اس کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ پھر ایک بار پتہ چلا کہ وہ آہستہ آہستہ ہوش میں آ رہی ہے۔ اس وقت وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہی تھی۔ پھر یکایک بے ہوشی کی حالت میں اس کا ایک ہاتھ اپنے سر کی پشت پر پہنچا۔ پتہ چلا کہ وہاں سخت چوٹ آئی ہے۔ چوٹ آئی تھی یا کسی نے سختی سے ضرب لگائی تھی؟ بہرحال وہ پوری طرح ہوش میں آنے کے بعد ہی یہ باتیں سوچ اور سمجھ سکتی تھی۔

میں انتظار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ آنکھیں کھولنے کے بعد وہ تھوڑی دیر تک چپ چاپ لیٹی رہی۔ جیسے اپنے گھر کے آرام دہ بستر پر پڑی ہو۔ پھر اسے اچانک احساس ہوا کہ زمین سخت ہے اور اس کے چاروں طرف ہلکی سی روشنی ہے اور گہری سی تاریکی ہے اور وہ روشنی اور تاریکی کے سنگم پر کہیں پڑی ہوئی ہے۔ وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگی۔ ہاتھ بڑھا کر اس پاس کی جگہ کو ٹٹولنے لگی

تب اسے پتہ چلا کہ وہ کسی زینے کے ایک پائیدان پر پڑی ہوئی ہے۔ اس کا جسم سمٹا ہوا ہے اور ٹانگیں گھٹنے کی طرف سے مڑی ہوئی ہیں۔

وہ گھبرا گئی۔ پتہ نہیں وہ زینہ کتنی دور پستی کی طرف گیا ہوگا اگر وہ ذرا بھی حرکت کرے گی تو لڑھکتی ہوئی نامعلوم پستی میں پہنچ جائے گی۔ اس نے سنبھل کر اس پاس ٹٹولتے ہوئے زینے کی ایک ریلنگ کو تھام لیا پھر اس کے سہارے آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پہلے تو اس نے اپنے متعلق سوچا کہ وہ کون ہے اور اس جگہ کیسے پہنچ گئی ہے؟ وہ دماغ پر زور ڈال کر سوچنے لگی۔

'میں کون ہوں — میں کون ہوں۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ میں یہاں کیسے پہنچ گئی ہوں؟'

یہ سوچنے کے دوران پہلے اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ پھر سر کو اوپر کی طرف اٹھایا۔ وہ زینہ اونچائی پر ذرا دور تک گیا تھا۔ اس کی بلندی پر ایک روشندان تھا۔ جہاں سے دن کی روشنی اندر آرہی تھی۔ اسی روشنی نے اس تاریک زینے کو اور اس پاس کے ماحول کو کسی قدر روشن رکھا تھا۔ پھر اس نے نظریں جھکا کر نیچے دیکھا۔ روشندان سے آنے والی روشنی سیدھی نیچلے زینے پر پہنچ رہی تھی۔ وہاں دیکھنے ہی اس لڑکی کا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔

زینے کے نچلے سرے پر ایک اور لڑکی نظر آرہی تھی۔ وہ اوندھے منہ پڑی ہوئی تھی۔ اس کے لباس سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ عورت یا لڑکی ہے۔ اسے دیکھتے ہی پہلے تو وہ سہم گئی تھی کہ پتہ نہیں وہ کیوں اس انداز میں پڑی ہوئی ہے پھر اس نے ہمت کرتے ہوئے اسے آواز دی۔ "اے کون ہو تم... سنو! میری آواز سن رہی ہو نا؟ مجھے بتاؤ تم کون ہو اور میں یہاں کیسے آئی ہوں؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ مارے دہشت کے آشا بیلا کا برا حال تھا۔ ایک تو وہ دوسری لڑکی جواب نہیں دے رہی تھی۔ دوسری بات یہ کہ آشا بیلا خود کو نہیں پہچان رہی تھی۔ بار بار اپنا نام اور پتہ سوچ رہی تھی کہ وہ کون ہے؟ اور کہاں سے آئی ہے؟ اس نے پھر نیچے فرش پر پڑی ہوئی لڑکی کو دیکھا اور بیٹھے بیٹھے ایک پائیدان نیچے اتر گئی۔

"اے سنتی ہو۔ دیکھو مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ تم جواب کیوں نہیں دیتیں؟"

وہ ایک پائیدان اور نیچے اتر گئی۔ آہستہ آہستہ فرش کے قریب اس لڑکی تک پہنچ گئی۔ کیونکہ اسے پہنچنا ہی تھا۔ کچھ تو معلوم کرنا ہی تھا کہ وہ کون سی جگہ ہے اور اس جگہ وہ ایک اجنبی لڑکی کے ساتھ کیسے موجود ہے؟

فاصلہ سمٹ گیا۔ اب اس کے اور اجنبی لڑکی کے درمیان صرف ایک پائیدان اور ایک قدم کا فاصلہ رہ گیا۔ اتنے قریب آنے کے بعد اس نے دیکھا کہ لڑکی ہندوستانی تھی۔ کیونکہ اس نے ساڑھی پہنی ہوئی تھی۔ اور اوندھے منہ فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ جبکہ آشا بیلا یا ایزا بیلا بلاؤز اور اسکرٹ پہنے ہوئے تھی۔ یہ اس کی مناسبت سے بلاؤز اور اسکرٹ والی کو جو کہ اب ہوش میں نہیں تھی اس کا نام ایزا بیلا ہونا چاہیئے تھا اور جیسا کہ رامیشوراجی کہتے تھے کہ ہمیں میرے سامنے گرگٹ کا روپ اختیار کرنا ہوگا۔ تو اس ساڑھی والی کا نام آشا بیلا ہونا چاہیئے تھا۔ پتہ نہیں اب حقیقت کیا تھی۔ جس لڑکی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا فی الحال میں اسی کو آشا بیلا کہوں گا کیونکہ اس کی تصویر کے پیچھے یہی نام لکھا ہوا تھا۔

آشا بیلا رینگتے ہوئے اس ساڑھی والی کے قریب پہنچ گئی۔ اور اس کے بازو کو پکڑ کر جھنجھوڑا۔ اسے آواز دی۔ پھر ذرا زور لگایا تو ساڑھی والی ایک کروٹ ہو کر چاروں شانے چت ہو گئی۔ اس کے دیدے پھیلے ہوئے تھے۔ اسے دیکھتے ہی آشا بیلا دہشت سے چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ یہ سمجھ میں آ گیا کہ اس کی اجنبی ساتھی مر وہ ہے۔

ساڑھی والی کے سینے پر اور شانوں کے پاس فرش پر بیش قیمت موتی بکھرے ہوئے تھے۔ کسی نے اس کا گلا گھونٹ کر ہلاک کیا تھا۔ گلا گھونٹنے کے دوران خاصی جدوجہد ہوئی رہی ہوگی۔ جس کے نتیجے میں موتیوں کا ہار ٹوٹ کر بکھر گیا تھا۔ آشا بیلا دم سادھے وہ منظر دیکھتی رہی اور خوف سے تھر تھر کانپتی رہی بار بار یہ سوچنے کی کوشش کرتی رہی کہ وہ کون ہے؟ اور اب اسے کہاں جانا چاہیئے؟ کسے مدد کے لیے پکارنا چاہیئے؟ جب وہ اپنا نام نہیں جانتی تھی تو پھر وہ کسی مددگار کو کس نام سے پکارتی؟

دو اور بعد اسے ساڑھی والی کے قریب ایک پرس پڑا ہوا نظر آیا۔ اس نے اس پرس کو اٹھا لیا۔ اسے کھول کر دیکھنا چاہا۔ لیکن وہاں روشنی کافی نہیں تھی۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا کہ کس کا پرس ہے اور اس میں رکھی ہوئی چیزیں کس سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس مرنے والی سے یا آشا بیلا سے؟

اس نے پرس کو مضبوطی سے تھام لیا۔ وہاں سے اٹھ کر زینے پر چڑھنے لگی۔ انسان ہو یا جانور وہ فطرتاً روشنی کی طرف بڑھتا ہے اور اوپر ہی روشنی نظر آرہی تھی۔ اس کے پاؤں کانپ رہے تھے زینے کے ایک ایک پائیدان پر قدم رکھتے وقت وہ ڈگمگا رہی تھی کئی بار وہ گرتی مگر ریلنگ کو پکڑ کر سنبھل گئی۔ بڑی مشکلوں سے ہانپتی کانپتی وہ زینے کے اوپر پہنچی اور دائیں طرف ایک دروازہ کھلا ہوا نظر آیا۔ دروازہ شاید کبھی کھلا نہ رہتا لیکن اسے بند کرنے والی کنڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ شاید اس ساڑھی والی نے وہاں داخل ہوتے وقت اپنے قاتلوں سے جھگڑا کیا ہوگا۔ دیوار سے وہ یا قاتل اس طرح ٹکرائے ہوں گے کہ دروازے کی کنڈی ٹوٹ گئی ہوگی۔ بہرحال جو کچھ بھی تھا آشا کو وہاں سے باہر نکلنے کا موقع مل گیا تھا۔

باہر نکلنے کے بعد اسے ایک تنگ سی گلی نظر آئی۔ گلی کے اطراف اونچے اونچے پرانے طرز کے مکانات بنے ہوئے تھے۔ گلی دور تک ویران تھی۔ دو چار بچے ذرا فاصلے پر کھیلتے ہوئے نظر آرہے تھے آشا بیلا نے سوچا کہ اسے اس جگہ کا نام معلوم کرنا چاہیئے۔

لیکن ہیں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "نہیں — مجھے یہ حماقت نہیں کرنا چاہیئے۔ جس مکان سے میں نکل کر آئی ہوں وہاں ایک قتل ہو چکا ہے۔ اگر میں کسی بچے سے یوں باتیں کروں گی اور بعد میں صورت سے پہچانی جاؤں گی تو خواہ مخواہ ایک قتل کے کیس میں لوث ہو جاؤں گی۔ مجھے یہاں سے چپ چاپ چلے جانا چاہیئے۔

وہ بچوں کو مخاطب کیے بغیر دوسری طرف جانے لگی۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھا ہوا اسے اس پاس دیکھنے پر مجبور کر رہا تھا۔ تاکہ اس گلی کی کوئی شناخت ہے۔ اس مکان کا نمبر اس نے پڑھا نمبر چھ تھا۔ پیلی گرام میں ریکسن اسٹریٹ کے ایک مکان کا نمبر چھ لکھا ہوا تھا۔ جب وہ آگے بڑھتی ہوئی گلی کے سرے پر پہنچی تو اس بات کی تصدیق ہو گئی وہاں ریکسن اسٹریٹ کے نام کا ایک چھوٹا سا بورڈ لگا ہوا تھا۔

گلی سے نکلتے ہی بہت بڑی شاہراہ نظر آئی۔ بہت سی گاڑیاں ادھر سے ادھر دوڑ رہی تھیں۔ وہیں بس اسٹاپ بھی تھا وہ فٹ پاتھ پر آکر کھڑی ہو گئی اور سوچنے لگی کہ اب کیا کرے؟ میں خود سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے کہاں جانا چاہیئے ایک قتل ہو چکا تھا۔ سب سے ضروری بات یہ تھی کہ وہ خود کو پہچاننے اپنے آپ کو پہچاننے کے بعد ہی یہ گتھی بھی سلجھ جاتی کہ وہ اجنبی لڑکی کون تھی جو قتل کر دی گئی؟

پہلے میں نے سوچا تھا کہ اس لڑکی کے دماغ میں پہنچنے کے بعد ساری معلومات حاصل کروں گا۔ جب دماغ میں پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ ہوش و حواس میں نہیں ہے۔ پھر میں نے سوچا جب وہ ہوش میں آئے تو سب کچھ معلوم ہو جائے گا مگر تجسس باقی ہی رہتا تھا لہٰذا جب وہ ہوش میں آئی تو پتہ چلا کہ وہ اپنے آپ کو بھول چکی ہے۔ اس نے کئی بار خود کو پہچاننے کے لیے اپنے ذہن کھنگالا۔ میں نے بھی کوشش کی۔ اس کے لاشعور میں جھانکا۔ دونوں کو ٹٹولا اور ٹریدنا چاہا۔ لیکن لاشعور کے خانے میں وہ پراسرار اس قدر کمزور ہو گئی تھیں کہ میری سوچ کی لہریں انہیں اجاگر نہیں کر سکیں۔

وہ آہستہ آہستہ فٹ پاتھ پر چلتی رہی اور سوچتی رہی اب وہ پرس ہی ایسی چیز تھی۔ جس کو کھولنے کے بعد شاید کچھ معلومات حاصل کی جا سکتی تھیں لیکن سڑک کے کنارے پرس کھولنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے کسی قریبی ریسٹورنٹ میں جا کر چائے پینا چاہیئے۔ وہاں بیٹھ کر میں اطمینان سے پرس کی تلاشی لے سکتی ہوں اور اس پرس میں کم از کم اتنی رقم تو ضرور ہو گی کہ میں چائے یا کافی کا بل ادا کر سکوں۔"

اس نے ایک فٹ پاتھ سے دوسرے فٹ پاتھ کی طرف دیکھا۔ یہاں سے وہاں تک کوئی ریسٹورنٹ نظر نہیں آیا۔ حد نظر تک کچھ سرکاری عمارتیں نظر آئیں۔ پبلک لائبریری اور آرٹ گیلری جیسی عمارتیں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ دھیرے دھیرے آگے بڑھتی رہی۔ ایک ادھیڑ عمر کا آدمی بھیک مانگتا ہوا نظر آیا تھا۔ اس نے آشا بیلا کی طرف بھی اپنا ہاتھ پھیلایا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ اچھا موقع ہے اسے خیرات دینے کے بہانے پرس کھول کر کسی حد تک یہ تو دیکھا جا سکتا ہے کہ اس میں رقم کتنی ہے؟"

میری سوچ کے مطابق آشا بیلا نے پرس کو کھولنا شروع کیا اسی وقت اس کے ہاتھوں پر جیسے کوئی باز جھپٹ پڑا ہو۔ اس نے گھبرا کر پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ بھیک مانگنے والا اس کا پرس چھین کر بھاگا جا رہا ہے۔

"ہیلپ — ہیلپ —" آشا بیلا نے چیخنا شروع کیا۔ پھر اس کے پیچھے بھاگنے لگی۔ دیکھتے دیکھتے وہ اپنے پاس والی گلی میں گھس گیا۔ اس کی چیخ و پکار سن کر دو راہ گیر متفکر گئے تھے اور اس کے قریب پہنچ رہے تھے۔ ایک ادھیڑ نے حالات کو سمجھ لیا کہ وہ چیختے چلاتے والی لوٹ لی گئی ہے آشا بیلا اس گلی کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ دو آدمی دوڑتے ہوئے اس گلی میں چلے گئے۔

وہ ہانپ رہی تھی۔ آس پاس جمع ہو جانے والے لوگوں کو پریشان ہو کر دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ لوگ اس سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ پوچھ رہے تھے کہ اس کے پرس میں کیا تھا۔ کتنی رقم تھی؟

یہ سوالات بھی مصیبت بن گئے۔ کیونکہ وہ خود نہیں جانتی تھی کہ پرس میں کیا کیا تھا۔ اور کتنی رقم تھی۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "بس رقم معمولی سی تھی۔ لیکن اس پرس میں میرے اہم کاغذات تھے۔ وہ پرس مجھے ملنا چاہیئے۔ ورنہ میں پریشانیوں میں مبتلا ہو جاؤں گی۔"

ایک ادھیڑ عمر کی عورت نے اس کا بازو تھام کر ایک طرف

کھینچتے ہوئے لوگوں سے کہا۔ "دور رہنو۔ سب دور چلے جاؤ۔ اس لڑکی کو پریشان نہ کرو۔ میں اس کی پریشانیاں دور کروں گی۔ تم لوگوں کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ جو رد حرم کیا ہے اور اس کے پیچھے جانے والے کہاں تک اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔ مگر تم لوگوں کی تو عادت ہے جہاں خوبصورت لڑکی دیکھی وہاں بھیڑ لگا دی۔"

وہ عورت اسے ایک عمارت کے سائے میں لے آئی۔ لوگ دور کھڑے ہوتے تھے اور کچھ لوگ اپنی اپنی راہ پر جا رہے تھے اس عورت نے نرمی سے پوچھا۔ "بیٹی تمہارا نام کیا ہے؟"

آشا بیلا ایک دم سے بوکھلا گئی۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا نام بتائے یا اس عورت کو یہ حقیقت بتا دے کہ وہ اپنا نام تک بھول چکی ہے۔ لیکن یہ ایک مضحکہ خیز بات ہوتی۔ شاید وہ یقین کرتی میں نے اسے زیادہ سوچنے نہیں دیا اس کے دماغ کے ذریعے کہلوایا "جی میرا نام آشا بیلا ہے۔"

یہ نام اپنی زبان سے ادا کرتے وقت آشا بیلا کو یوں محسوس ہوا جیسے یہ نام اس کا جانا پہچانا ہے۔ وہ حیران ہو کر سوچنے لگی کہ یہ نام اس کی زبان سے کیسے ادا ہو گیا؟ دوسری طرف وہ ادھیڑ عمر کی عورت اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولی "تمہارا لباس انگریزوں جیسا ہے۔ تم انگریز یعنی کہ عیسائی نظر آتی ہو لیکن یہ نام تو ہندوستانی ہے۔ کیا تم ہندوستانی بولی سمجھتی ہو؟"

"آں؟ —— ہندوستانی بولی؟ وہ کیسی ہوتی ہے؟"

آشا بیلا کے سوال پر اس عورت نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "اچھا دیکھو میں اس وقت وہی ہندوستانی زبان بول رہی ہوں تمہارا نام کیا ہے؟"

ہندوستانی زبان سن کر آشا بیلا کے ذہن میں جیسے روشنی کی ایک کرن چھوٹی۔ اور پھر تاریکی چھا گئی۔ یہ سمجھ میں آ گیا کہ وہ ہندوستانی زبان جانتی ہے۔ اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں میں تمہاری زبان سمجھ رہی ہوں۔ تم میرا نام پوچھ رہی ہو۔ میرا نام وہی ہے جو میں تمہیں بتا چکی ہوں۔"

اتنے میں ایک پولیس انسپکٹر موٹر سائیکل پر بیٹھ کر وہاں آیا پھر فٹ پاتھ کے کنارے گاڑی روکتے ہوئے مؤدبت سے بولا۔ "مجھے افسوس ہے کہ وہ چور پکڑا نہیں جا سکا۔ میں بھی اس کے تعاقب میں گیا تھا۔ پتہ نہیں وہ کدھر نکل گیا۔ اس سامنے والی گلی کے بعد بہت سی پُرپیچ گلیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہم نے اسے کھو دیا ہے۔ ویسے آپ اطمینان رکھیں۔ اپنا پتہ ہمیں نوٹ کرا دیں۔ ہم جلد ہی اسے گرفتار کر کے آپ کو اطلاع دیں گے۔"

آشا بیلا پھر پریشان ہو کر سوچنے لگی کہ کیا پتہ بتائے؟ وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی رہائش اسی شہر میں ہے۔ یا وہ کہیں باہر سے اس شہر میں آئی ہے۔ اسے پریشان دیکھ کر ادھیڑ عمر کی عورت نے جلدی سے کہا۔ "انسپکٹر پتہ نوٹ کرو میں تمہیں بتاتی ہوں۔"

وہ عورت آگے بڑھ کر انسپکٹر کے قریب پہنچ گئی اور اسے اپنا پتہ بتانے لگی۔ انسپکٹر ایک نوٹ بک میں لکھتا جا رہا تھا۔ آشا بیلا نے اطمینان کا سانس لیا۔ کیونکہ وہ دنیا والوں کی نظروں میں مذاق نہیں بننا چاہتی تھی۔ اگر کسی کو بھی پتہ چل جاتا کہ وہ اپنی یادداشت کھو چکی ہے۔ تو لوگ اسے تماشہ بنا لیتے۔

پولیس انسپکٹر رخصت ہو گیا۔ اس عورت نے واپس آ کر کہا۔ "بیٹی گھبراؤ نہیں میں سمجھ گئی ہوں کہ تم کیوں اس قدر پریشان ہو۔ آؤ میرے ساتھ چلو میں تمہیں پناہ دوں گی۔"

وہ آشا بیلا کا ہاتھ تھام کر فٹ پاتھ پر آگے بڑھنے لگی۔ فٹ پاتھ کے کنارے جگہ جگہ خوبصورت کاریں کھڑی ہوئی تھیں اس عورت نے ایک کار کے قریب پہنچ کر اس کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "آؤ بیٹھو یہ میری گاڑی ہے۔ میں تمہیں اپنے گھر لے چلتی ہوں۔ وہاں اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"

وہ اس عورت کے ساتھ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی ہیں آشا بیلا کے دماغ سے واپس آ گیا۔ فی الحال اسے کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا۔ وہ عورت جو اس سے ہمدردی سے پیش آ رہی تھی میں نے اس کے دماغ کو کریدا دیکھ لیا تھا۔ اس ادھیڑ عمر کی عورت کا نام مس سلور تھا یعنی وہ بوڑھی ہو چکی تھی لیکن غیر شادی شدہ تھی اس لیے مس کہلاتی تھی۔ اس نے آشا بیلا کی پریشانیاں دیکھ کر یہ اندازہ لگایا تھا کہ یہ لڑکی گھر سے بھاگ کر آئی ہے۔ اور پولیس والوں کو اپنا صحیح نام اور پتہ نہیں بتانا چاہتی ہے۔ مس سلور ایسی ہی لڑکیوں کی تلاش میں رہتی تھی۔ وہ بہت بڑی ایکسپورٹر تھی اور اپنے ہاں دنیا بھر کی حسین لڑکیوں کو جمع کرتی تھی اور منہ مانگی قیمت وصول کر کے انہیں بیرونی ممالک بھیج دیا کرتی تھی۔ وہ جرائم کی دنیا میں حسین لڑکیوں کی سب سے بڑی اور کامیاب ایکسپورٹر کہلاتی تھی۔

میں نے آشا بیلا کو فی الحال مس سلور کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ کیونکہ آشا بیلا کو کہیں آرام سے بیٹھنے... لیٹنے اور کھانے پینے کی ضرورت تھی اسے کہیں رہائشی آرام و سکون ملتا تو شاید اسے پچھلی کچھ باتیں یاد آ جاتیں۔

غلام نے گاڑی روک دی تھی۔ میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا ہم کسی چھوٹی سی بستی میں پہنچ گئے تھے۔ غلام نے ڈرائیونگ کیبن سے باہر آ کر مجھ سے کہا۔ "آقا! یہاں کچھ ناشتہ کیا جائے اور چائے پی جائے۔ میرا دل چاہ رہا ہے کیا خیال ہے آپ کا؟"

"ضرور میں بھی چائے پیوں گا۔ چلو میں باہر آ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے سامنے... کو اٹھایا اور پھر گشتی گاڑی سے [illegible] بنی کے بچے گاڑی کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے [illegible] بوڑھے مرد اور عورتیں بھی ہمیں حیرانی سے دیکھ رہے تھے [illegible] ایک چھوٹا سا چائے خانہ تھا۔ غلام نے وہاں پہنچ کر [illegible] کا اڑا دیا۔ رنگون وہاں سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر [illegible] غلام ۲۵ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گاڑی چلاتا تھا۔ اس [illegible] ہم دو گھنٹے کے اندر رنگون پہنچنے والے تھے۔ میں [illegible] چاہتا تھا کہ جلد از جلد آشا بیلا تک پہنچ جاؤں۔

چائے پینے کے بعد میں گشتی گاڑی کی طرف جانے لگا۔ [illegible] مجھے مخاطب کیا۔ "آقا! یہ شخص ہم سے لفٹ مانگ رہا [illegible] کہتا ہے کہ صرف پانچ میل تک جانا ہے۔ آگے ایک [illegible] چھوٹی سی بستی ہے وہاں اس کے ماں باپ رہتے ہیں۔ اگر [illegible] ہو تو میں اپنے پاس بٹھا لوں۔ میں نے پلٹ کر... [illegible] کو دیکھا پھر اجازت دیتا ہوا گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔

پھر ہمارا سفر شروع ہو گیا۔ ہماری گشتی گاڑی بستی سے [illegible] لگی۔ میں نے آشا بیلا کی خبر لی۔ وہ مس سلور کے ایک [illegible] پہنچ گئی تھی۔ وہاں اسے پُرتکلف کھانے کھلاتے [illegible] اور اب وہ کھانے کے بعد آرام سے ایک ایزی چیئر پر [illegible] ہوئی تھی۔ مس سلور نے اس کے بعد اس سے کوئی سوال [illegible] کیا تھا۔ شاید اسے اچھی طرح کھلا پلا کر اپنے کاروبار کے لیے [illegible] کرنا چاہتی تھی۔

میں خفیہ طور پر مس سلور کی بھی خبر لیتا رہا۔ اور سامی کیساتھ [illegible] جا رہا تھا۔ گشتی گاڑی اپنی مخصوص رفتار کیساتھ فاصلے طے [illegible] جا رہی تھی پھر فون کی گھنٹی سنائی دی۔ میں نے ریسیور اٹھا [illegible]

"کیا بات ہے غلام؟"

غلام کی آواز آئی۔ "آقا! ہمدردی مہنگی پڑ رہی ہے۔ یہ [illegible] کو دیکھ کر ہی نکلا۔ اس نے ایک ریوالور میری پسلی سے لگا [illegible] انگریزی صحیح طریقے سے بول نہیں سکتا۔ مگر اتنا سمجھ [illegible] گاہ رہا ہے کہ آگے جہاں یہ کہے گاڑی روک دی جائے۔ [illegible] اس کے بہت سے ساتھی ہمیں لوٹنے کے لیے [illegible] انتظار کر رہے ہوں گے۔"

میں نے کہا۔ "بہت خوب۔ یہ دنیا والے نیکی کرنے والوں [illegible] کر کے دریا میں ڈالنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔ بیچارے [illegible] والوں کو ہی اٹھا کر دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ بہرحال [illegible] سبق حاصل کرنا چاہیئے بخشکی کے راستے پتہ نہیں کتنے عرصے تک ہمارا سفر جاری رہے گا۔ ہمیں آئندہ توبہ کر لینا چاہیئے کہ کسی کو اس طرح لفٹ نہ دی جائے۔ تم اس سے باتیں کرو تاکہ وہ تھوڑی بہت انگریزی بولنے پر مجبور ہو جائے۔"

غلام نے اس سے پوچھا۔ "تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

وہ پہلے تو خاموش رہا۔ غلام کو سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ غلط زبان میں کہنے لگا۔

"مدد آئی نائٹ انگلش ریاسٹاپ وین آئی سے۔"

میں اس کے انگریزی الفاظ اور اس کے لہجے کو نقل کرتے ہوئے اس کے دماغ میں دہرانے لگا۔ پھر میں نے غلام سے کہا۔ "تم ایک سے دس تک گنتے رہو۔ دس کے بعد تم اس سے ریوالور چھین لینا۔ میں اس کے دماغ میں رہوں گا۔"

میں پھر اجنبی لٹیرے کے دماغ میں پہنچ گیا اور وہی الفاظ [illegible] دہرانے لگا۔ پھر میں نے ویسے ہی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کہا۔

"آئی ایم گلنگ تھرو دی ونڈ اسکرین....."

وہ میرے الفاظ کے مطابق ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ میں نے اس کے دماغ کی اسکرین پر دیکھا۔ غلام اس کے ریوالور والے ہاتھ کی کلائی تھام چکا تھا اور اس سے ریوالور چھین چکا تھا۔ میں فوراً ہی اٹھ کر دوڑتا ہوا پچھلے دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر گشتی گاڑی سے باہر نکل کر دوڑتا ہوا ڈرائیونگ کیبن کے دروازے پر پہنچ گیا۔ جدھر وہ اجنبی لٹیرا بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے دروازہ کھول کر اسے باہر کھینچ لیا۔ ارادہ تھا کہ اس کی پٹائی کروں گا لیکن وہ پہلے ہی تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ پتہ چلا کہ غلام نے اس کے ہاتھ کی کلائی کو اسٹیئرنگ وہیل میں پھنسا کر توڑ دیا تھا۔ وہ ڈرائیونگ کیبن سے باہر آ کر بولا۔ "آقا مجھے تو گلا گھونٹ کر مارنے میں لطف آتا ہے۔ کیا آپ کی اجازت ہے؟"

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "اس سے معلوم کرو کہ آگے کتنے آدمی ہمیں گھیرنے والے ہیں اور وہ کن ہتھیاروں سے مسلح ہوں گے؟"

غلام اس سے اشاروں کی زبان میں پوچھنے لگا۔ پتہ چلا کہ ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد دس آدمی ہمیں گھیریں گے۔ جن میں سے دو کے پاس رائفلیں ہوں گی۔ باقی اپنے ہاتھوں میں چاقو اور ڈنڈے وغیرہ لیے ہوں گے۔ غلام نے کہا۔ "ہمیں واپس اسی بستی میں جا کر رپورٹ لکھوانا چاہیئے۔"

میں نے کہا۔ "نہیں ہم پچھلی بستی میں پولیس اسٹیشن کی حالت دیکھ چکے ہیں۔ وہاں صرف چار سپاہی تھے جن کی وردی بھی ٹھکانے کی نہ تھی۔ اور تھانے کا جو انچارج تھا اس کے پاس

ایک ریوالور بھی نہیں تھا۔ وہ ہاتھ میں ڈنڈا لیے گھوم رہا تھا۔ وہ بھلا ہماری کیا مدد کر سکتا ہے۔"

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر میں نے اس اجنبی لڑکے کو ایک لات مار کر کہا۔" جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن میں نے اسے ادھر نہیں جانے دیا۔ جدھر اس کے ساتھی اس کے منتظر تھے۔ وہ دوسری طرف بھاگا چلا گیا۔ پھر میں نے غلام سے کہا۔" تم ڈرائیو کرو میں گاڑی کی چھت پر رہوں گا۔"

غلام نے وہ ریوالور مجھے دیدیا۔ میں گنتی گاڑی کی چھت پر چلا آیا۔ وہاں میں نے سامان ذرا ادھر اُدھر ہٹا کر اپنے لیٹنے کے لیے جگہ بنائی۔ اتنی دیر میں غلام نے گاڑی سٹارٹ کی تو میں چھت پر اوندھے منہ لیٹ گیا۔ اب میں سامنے کی طرف گزرنے والے راستے کو دیکھ سکتا تھا۔ غلام نے کہا۔" آقا! میں سامنے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا ہوں وہ بآسانی مجھ پر فائر کر سکتے ہیں۔"

میں نے جواب دیا۔" پرواہ نہ کرو میں یہاں سے تمہاری حفاظت کروں گا وہ تم پر فائر نہیں کر سکیں گے۔"

غلام نے مطمئن ہو کر گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ ہم تیزی سے وہ فاصلہ طے کرنے لگے جہاں دشمن ہمارے منتظر تھے میں کود رہی سے انہیں دیکھ لیا۔ وہ پانچ یا چھ کی تعداد میں سڑک کے دونوں طرف کھڑے ہوتے تھے۔ میں نے غلام سے کہا۔" اب اسٹیئرنگ سیٹ کے نیچے بیٹھ جاؤ تاکہ وہ تمہیں دیکھ نہ سکیں۔"

غلام نے حیرانی سے کہا۔" آقا! گاڑی تیز رفتاری سے جا رہی ہے۔ میں نیچے بیٹھ کر ڈرائیو کیسے کر سکتا ہوں؟"

میں نے کہا۔" میں جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو، گاڑی کو مجھ پر چھوڑ دو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ میں فوراً غلام کے دماغ میں پہنچ گیا اب صورتحال یہ تھی کہ میں غلام کے دماغ میں تھا اور میری آنکھیں چھت پر تھیں جو راستہ دیکھ سکتی تھیں اور دماغ غلام کے ہاتھوں کے ذریعے اسٹیئرنگ کو کنٹرول کر سکتا تھا۔

ہمیں گھیرنے والے دور کھڑے حیرانی سے دیکھ رہے تھے کہ گاڑی بغیر ڈرائیور کے کیسے دوڑی چلی آ رہی ہے جو ڈرائیور کے آثار نہ تو انہیں ڈرائیور دکھائی دے رہا ہو گا اور نہ ہی وہ ساتھی جو گھیر کر ہمیں ان کے پاس لا رہا تھا۔ آگے ڈرائیونگ سیٹ تھی مگر بالکل خالی تھی۔ جیسے کوئی بھوت اس گاڑی کو چلا رہا ہو۔

ایسے ہی واقعات کو بھوتوں سے منسوب کیا جاتا ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ڈرائیونگ سیٹ کے نیچے غلام کے صرف دو ہاتھ دو پیر سٹیئرنگ کنٹرول کر رہے ہیں۔ اور میں اس کے دماغ کے ذریعے اور چھت پر آنکھوں سے دیکھتے ہوئے غلام کے ان ہاتھوں کو ہدایت دے رہا ہوں کہ کس طرح گاڑی کو کنٹرول رکھ کر تیز رفتاری سے آگے بڑھاتے رہنا چاہیئے۔

ہماری گاڑی ان کے قریب پہنچتی جا رہی تھی۔ لمحے ان کے پاس سے گزرنے والی تھی۔ میں نے دیکھا رائفل سیدھی کیے گاڑی کے ٹائر پر فائر کرنے کا ارادہ میں نے ریوالور سے گولی چلائی اس کے ہاتھ سے رائفل گر پڑی۔ دوسری طرف دوسرا رائفل والا موجود تھا۔ کی طرف بھی ایک فائر کیا۔ وہ اچھل کر سڑک کے نیچے دہر میں ہماری گاڑی دندناتی ہوئی ان کے قریب سے نکل گئی۔

میں نے غلام سے کہا۔" اب تم اپنی سیٹ پر واپس میں تمہارے دماغ سے جا رہا ہوں۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق اپنی سیٹ پر واپس چھت پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اتنی دیر میں وہ دونوں رائفل سنبھل گئے تھے اور گاڑی کے پہیوں پر فائرنگ کر رہے تھے۔ میں نے ان کی طرف پے در پے فائر کیے جو کہ وہ کھڑے ہوتے تھے۔ اس لیے انہیں پناہ لینے کے لیے بھاگنا پڑا۔ ہمیں اتنی ہی مہلت کافی تھی۔ اتنی دیر میں ہماری ان کی شوٹنگ رینج سے باہر نکل چکی تھی۔

تقریباً دو تین میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد غلام گاڑی روکدی۔ میں چھت پر سے نیچے اتر آیا۔ اصولاً گاڑی ڈرائیو کرنی چاہیئے تھی۔ کیونکہ غلام شروع ہی سے آ رہا تھا۔ لیکن مجھے خیالوں کی دنیا میں آشا بیلا کیساتھ رہنا اس لیے میں پھر ٹرالر کے کیبن میں آ کر بیٹھ گیا۔

آشا بیلا ایک کمرے میں بے چینی سے ادھر اُدھر ہو رہی تھی۔ وہ ہزاروں بار اپنے ذہن پر زور ڈال کر اپنے متعلق سوچ چکی تھی لیکن اسے یاد نہ آیا۔ وہ ٹہلنے کے دوران کبھی کھڑکی کے پاس آتی۔ وہاں اس نے دو سے کر دوں میں دوسری نوجوان اور حسین لڑکیوں کو دیکھا۔ بار بار انہیں دیکھنے کے سب سے پہلا خیال اس کے دماغ میں آیا۔ وہ یہ تھا کہ لڑکیاں ایک دوسرے کو نہیں جانتیں ہیں۔ جس کی وجہ سب ایکسپورٹ کا سامان تھیں اور مختلف علاقوں سے

آشا بیلا نے کھڑکی کے قریب سے گزرنے والی ایک لڑکی مخاطب کیا۔" سنو تم کون ہو؟ اور یہاں پر اتنی سادی کرتی ہیں؟ کیا مس سلور سے تم لوگوں کی دوستی یا دشمنی ہے؟"

وہ لڑکی ہنسنے لگی پھر بولی۔" ہاں عالمی دشمنی ہے۔ اسی طرح لڑکیاں میکے سے رخصت ہوتی ہیں۔ اسی

طرح ہم سسرال سے رخصت ہو کر بیرونی ممالک چلے جائینگے۔"

آشا بیلا نے حیرانی سے پوچھا۔" کیوں تم سب بیرونی ممالک کیوں جاؤ گی؟"

وہ بولی۔" یہاں سب ہی حالات کی ماری ہیں۔ کچھ ایسی چیز سے بھاگ کر آئی تھیں۔ کچھ ایسی ہیں جو محبت کا فریب کھا کر آئی ہیں۔ میں نے بھی ایک نوجوان سے محبت کی تھی۔ اس نے کہا کہ وہ یورپ جا رہا ہے۔ اگر میں مس سلور کے پاس جاؤں تو وہ مجھے بھی اس کے ساتھ یورپ بھیج دیں گی۔ اس کے مشورے پر یہاں آئی تو مس سلور مجھے چھ ماہ سے بھیج رہی ہیں اور نہ جانے کب تک مجھے یہاں رہنا پڑیگا۔ میں جانتی ہوں کہ کوئی میرا اونچا دام لگائے گا تو مجھے یہاں بھیج دیا جائے گا۔"

آشا بیلا نے حیرانی سے اور پریشانی سے پوچھا۔" اونچا لگانے کا مطلب کیا ہوا؟ کیا۔ کیا میں کسی غلط جگہ آ گئی ہوں؟"

"جب آ ہی گئی ہو تو صحیح کیا اور غلط کیا۔ اب دانشمندی یہی ہو کچھ تم سے کہا جائے اس پر سر جھکا کر عمل کر لینا۔ ورنہ وت ماری جاؤ گی۔"

آشا بیلا نے کھڑکی کے پاس سے ہٹتے ہوئے کہا۔" نہیں یہاں ایک لمحہ بھی ٹھہر نہیں سکتی۔ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

یہ کہکر وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دور اس لڑکی کا قہقہہ سنائی دے رہا دور کمرے سے نکل کر دوڑتی ہوئی دوسری طرف جانے لگی جہاں اندازہ تھا۔ اسے کھولنے کے بعد ہی باہر جانے کا راستہ تھا۔ لیکن وہ دروازہ بند تھا اور باہر مسلح پہرے دار تھے۔

وہ دروازے کو پیٹتے ہوئے چلانے لگی۔" دروازہ کھولو باہر جانا چاہتی ہوں۔ دروازہ کھولو۔۔۔۔"

دوسری طرف سے کسی نے کہا۔" لڑکی واپس اپنے کمرے جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ دروازہ کھولو۔ ورنہ میں شور مچا دونگی۔"

"بکواس مت کرو۔ واپس چلی جاؤ۔"

لیکن وہ واپس جانے کے لیے وہاں تک دوڑتی ہوئی نہیں تھی پھر چلائی اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ جیسے ہی وہ دروازے کو اپنے ہاتھوں سے پیٹنے کے لیے بڑھی دروازے سے بجلی کا جھٹکا لگا تھا اور وہ چیختی ہوئی دور گئی تھی۔ تب اس کی سمجھ میں آیا کہ اب اس آہنی دروازے میں کرنٹ دوڑایا جا رہا ہے۔

دوسرے کمرے میں چار لڑکیاں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ چند لمحوں کے لیے اس کے ہوش اڑ گئے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ پھر دماغ کام کرنے لگا۔ وہ سمجھ گئی کہ اسے بجلی کا جھٹکا پہنچایا گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کی سوچ میں اسے بتایا" جلد بازی سے نقصان پہنچے گا۔ مجھے صبر و تحمل سے مس سلور کی واپسی کا انتظار کرنا چاہیئے۔ میں دیکھوں گی کہ اسے بیوقوف بنا کر کس طرح یہاں سے نکل سکتی ہوں۔"

میری سوچ نے اسے حوصلہ دیا تو وہ اٹھ کر واپس اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ میں نے اس مسلح پہرے دار کی آواز کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھا۔ جو آہنی گیٹ کے دوسری طرف سے بول رہا تھا۔ ویسے میں چاہتا تو اس کے دماغ کو کنٹرول میں لے کر آشا بیلا کو وہاں سے آزاد کرا سکتا تھا۔ لیکن وہاں سے نکلنے کے بعد آشا بیلا [illegible] جہنم میں بھٹکتی پھرتی۔ دوسروں کی نظروں میں آتی رہتی کہ وہ اپنا ماضی بھول جانے والی لڑکی ہے جو تن تنہا شہر میں بھٹک رہی ہے۔ مس سلور کی طرح اسے قدم قدم پر غنڈے بدمعاش مل سکتے تھے۔ بہتر یہی تھا کہ وہ مس سلور کے ہاں پناہ لیتی اور جو حالات پیش آتے ان سے رفتہ رفتہ نمٹا جاتا۔

وہ کمرے میں واپس آ کر ایک صوفے میں دھنس گئی۔ اگر کوئی شخص پردیس میں پہنچکر بالکل ہی لٹ جاتے اور اس کا کوئی عزیز وہاں نہ ہو۔ اور نہ ہی کوئی انسانی ہمدردی کرنے والا ہو تو اس سے زیادہ بدنصیب کوئی نہیں ہوتا۔ لیکن یہ آشا بیلا کی انتہائی بدنصیبی تھی کہ اس کے پاس نہ تو رہنے کا ٹھکانہ تھا نہ ہی ایک وقت کے کھانے کا سہارا تھا۔ نہ کوئی ساز و سامان تھا۔ نہ ہی اسے کوئی جاننے پہچاننے والا تھا۔ بدقسمتی کی انتہا یہ تھی کہ وہ خود کو نہیں پہچان رہی تھی۔ ایسے میں آنکھیں رکھتے ہوئے بھی اسے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا لگ رہا تھا۔ کیونکہ روشنی ہو نظر آتا ہو اور راستہ سمجھ میں نہ آتا ہو تو وہ روشنی اندھیرے سے بھی بدتر ہوتی ہے۔

میں نے مس سلور کی خبر لی۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی اپنی رہائش گاہ کی طرف آ رہی تھی۔ اس کی ساتھ والی سیٹ پر ایک شخص پولیس کی وردی میں بیٹھا ہوا تھا۔ تین خطرناک قسم کے غنڈے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوتے تھے۔ مس سلور اپنے ساتھ بیٹھنے والے سے کہہ رہی تھی۔" لڑکی بالکل کوری ہے۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ شادی شدہ نہیں ہے اور گھر سے بھاگ کر آئی ہے اسے ذرا سی دھمکی دیجائیگی تو وہ قابو میں آ جائے گی۔"

اس کے ساتھ بیٹھنے والے نے ہنستے ہوئے کہا۔" مس

سلور تم تو وہ عورت ہو جو گنتے کی دم کو بھی سیدھا کر دیتی ہے۔ وہ لڑکی کس کھیت کی مولی ہے۔"

وہ فخریہ انداز میں مسکرانے لگی۔ اس وقت شام کے جھٹ پٹے تھے۔ اندھیرا پھیلنے ہی والا تھا۔ راستے کے کنارے نصب شدہ سنگ میل سے پتہ چلا کہ ابھی ہم رنگون شہر سے تیس میل دور ہیں۔ ادھر وہ مس سلور اپنی رہائش گاہ تک پہنچ چکی تھی۔ اس کے لیے آہنی گیٹ کھولا جا رہا تھا۔

مسلح دربان نے اسے رپورٹ دی کہ آشا بیلا وہاں سے بھاگنا چاہتی تھی۔ اسے بجلی کا جھٹکا پہنچایا گیا ہے۔ مس سلور فاتحانہ انداز میں مسکراتی ہوئی اپنے آدمیوں کے ساتھ آشا بیلا کے کمرے میں پہنچی۔ آشا بیلا اس کے ساتھ بدمعاش قسم کے پہلوانوں کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔ مس سلور نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"کیا تم بھاگنا چاہتی تھیں؟"

"ہاں مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم بہت بڑی دلالہ ہو۔ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

اس نے نفرت سے کہا۔ "اگر میں دلالہ ہوں تو تم کون سی اچھی لڑکی ہو۔ کیا تم گھر سے بھاگ کر نہیں آئی ہو؟ یہ پولیس آفیسر ہیں۔ ابھی تمہارا بیان لیں گے۔ اگر تم اپنا پتہ ٹھکانہ نہیں بتاؤ گی تو تمہیں جیل بھیج دیں گے یا پھر میرے رحم و کرم پر چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

آشا بیلا نے چیخ کر کہا۔ "میں گھر سے بھاگ کر نہیں آئی ہوں مجھے الزام نہ دو۔"

مس سلور نے کہا۔ "اگر بھاگ کر نہیں آئی ہو تو پھر اپنا صحیح نام پتہ اور ٹھکانہ بتاؤ۔"

آشا بیلا ذہنی دباؤ کے لیے اکھڑ گئی پھر اس نے سوچا کہ اب اپنی حقیقت بتا دینا چاہیئے۔ خواہ یہ لوگ اسے تسلیم کریں یا نہ کریں۔ اس نے کہا۔

"میں ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ میں گھر سے بھاگ کر نہیں آئی ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو بھول چکی ہوں۔ میں نے اپنا ایک فرضی نام بتایا ہے۔ پتہ نہیں آشا بیلا فرضی نام ہے یا اصلی نام ہے لیکن میں اپنے آپ کو اور اپنی پچھلی زندگی کو بالکل بھول چکی ہوں۔"

اس کی بات سن کر سب ہنسنے لگے۔ انسپکٹر نے کہا۔ "تم ہم سب کو کوئی دلچسپ کہانی سنا کر بے وقوف بنانا چاہتی ہو مگر ہم ایسے احمق نہیں ہیں کہ تمہاری یادداشت کھونے والی کہانی کو سچ سمجھ لیں۔"

آشا بیلا نے عاجزی سے کہا۔ "آفیسر! اگر آپ واقعی قانون کے محافظ ہیں تو میری بات کا یقین کریں اور اگر آپ کو مجھے اپنی حفاظت میں کسی دارالامان میں پہنچا دیں۔ یہ آپ کا تقاضہ بھی ہے۔"

مس سلور نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "ہم تمہیں پاگل بھی کو سمجھتے ہیں۔ آفیسر ہم یہاں سے جاتے ہیں تم اس کی کہانی تنہا رہ کر اس کی اصلیت اس سے اگلوا سکتے ہو۔"

یہ کہنے کے بعد وہ تینوں بدمعاشوں کے ساتھ باہر آ گئی۔ پولیس آفیسر نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔

"میں بحری پولیس کا ایک افسر ہوں۔ مس سلور دوسرے لڑکیوں سمندر پار بھیجتی ہیں۔ تمہاری تقدیر میں بھی یہی لکھا ہے۔ بہتر ہے کہ سیدھی طرح میرے بازوؤں میں آ جاؤ۔ میں تمہیں باہر جانے کا پاسپورٹ دے سکوں۔"

وہ سہم کر پیچھے ہٹنے لگی۔ شکار دام میں آتے ہی چڑیا ضرور ہے۔ چاروں طرف اونچی دیواریں تھیں۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔ دروازے کی طرف جانے کے راستے پر وہ آفیسر کھڑا تھا۔ اور اب آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر چوہے اور بلی کا کھیل شروع ہو گیا۔ ایک بھاگنے لگی۔ دوسرا پکڑنے مگر وہ بھاگ کر کہاں جا سکتی تھی۔ آخر اس نے اسے پکڑ لیکن وہ پکڑنا اسے مہنگا پڑا۔ اچانک اس کے منہ پر ایک طمانچہ پڑا۔ آفیسر کے منہ سے کراہ نکلی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے پھیرو تو اسے اپنے ہاتھ پر خون کے دھبے نظر آئے۔ وہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ آشا بیلا اتنا سخت ہاتھ جما سکتی ہے۔ وہ حیران تھی کہ اس کے ہاتھ میں اتنی قوت کہاں سے آ گئی۔ پھر اس کی سوچ میں کہا۔ "انسان اگر حوصلہ کرے تو وہ پہاڑوں کو سر کر لیتا ہے۔ مجھے یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ میں عورت ہوں۔ اب ثابت ہو ہی چکا ہے کہ میرا ہاتھ کوئی معمولی نہیں ہے۔ پھر پڑ جاتے وہ پناہ مانگے گا۔"

اسے حوصلہ دینے کے بعد میں نے اس آفیسر کی طرف دیکھا وہ اب اس پر جھپٹنا چاہتا تھا۔ میں فوراً ہی آشا بیلا کے پاس پہنچ گیا۔ جیسے ہی اس نے جھپٹ کر اسے پکڑنا چاہا آشا بیلا اچھل کر ایک طرف ہو گئی۔ وہ اوندھے منہ میز... پر گرا۔ وہ جلدی سے اٹھنے لگا۔ اٹھنے کے دوران اس کے منہ پر ٹھوکر پڑی۔ وہ پھر تلملا گیا۔ سنبھلنے سے پہلے آشا بیلا کے سر کے بالوں کو پکڑ کر دو بارہ میز... سے ٹکرایا۔ مسلسل اس کے سر کو ٹکراتی چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد میں مس سلور کے دماغ میں پہنچا۔ وہ

ہال میں ایک اونچی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ... تک کرسیاں بچھی ہوئی تھیں جن پر وہاں رہنے والی ... یہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ تین بدمعاش مس سلور کے پیچھے ... کھڑے ہوئے تھے۔ اور مس سلور ایک ایک لڑکی کا ... کر بتاتی جا رہی تھی کہ جن کے نام لیے جا رہے ہیں انہیں ... کے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں جن کے نام نہیں لیے ... ابھی اور کچھ روز یہاں رہ کر اپنی باری کا انتظار کریں ... بتانے کے بعد اس نے کہا۔ "آج ایک نئی لڑکی آئی ... جسے تم لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ کچھ ضدی سی لگتی ہے لیکن ... اس کا حشر تم لوگوں کے سامنے ہوگا۔ اگر وہ سیدھی طرح قابو ... آئے گی تو یاد ہے کہ یہاں سونا نے بھی ایسی ہی ضد ... تھی۔"

... دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی ایک لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ... کھڑی ہو گئی۔ اس کا نام سونا تھا۔ وہ سر جھکائے ہوئے ... مس سلور نے کہا۔ "سونا تمہیں یاد ہوگا کہ جب تم ایک ... کے قابو میں نہیں آئی تھیں تو یہاں میرے تین باڈی گارڈ نے ... کیا حشر کیا تھا۔ آج اس لڑکی آشا بیلا کے ساتھ بھی وہی ... ہوگا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ہال کا دروازہ کھلا اور وہ ... آفیسر لڑکھڑاتا ہوا ہال کے اندر آ گر پڑا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر مس سلور اکدم سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور حیرانی سے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ دروازے پر آشا بیلا اپنی کمر پر دونوں ہاتھ رکھے تن کر کھڑی ہوئی تھی۔

پھر اس نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ خاموشی سے یہ ظاہر کیا کہ وہ بھاگنے کے لیے نہیں آئی ہے بلکہ مقابلے کیلئے آئی ہے۔ ان میں سے ایک بدمعاش نے اپنی بیلٹ سے چاقو نکالا اور کڑکڑاتی ہوئی آواز کے ساتھ کھولا۔ مس سلور نے اس سے کہا۔ "تمہارا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے دل کا نشانہ لینا۔ میں اس لڑکی کو مارنا نہیں چاہتی۔ بس اسے ذرا زخمی کر دو پھر ہم پوچھوں گی کہ اس میں اتنی قوت کہاں سے آئی کہ یہ اپنے سے دگنے ڈیل ڈول کے آدمی کو مار دی ہوئی یہاں تک لے آئی ہے۔"

"مام کا حکم سر آنکھوں پر ابھی تماشہ دیکھیں یہ زخمی چڑیا کی طرح پھڑپھڑائے گی۔"

میں چاقو والے کے پاس پہنچ گیا۔ اس کا نشانہ شاید کبھی خطا ہوتا ہوگا لیکن میری وجہ سے اس کا ہاتھ بہک گیا۔ چاقو سنسناتا ہوا آشا بیلا کی طرف گیا۔ اور اس کے سر کے اوپر لکڑی کے دروازے میں پیوست ہو گیا۔

آشا بیلا نے فوراً ہی پلٹ کر چاقو کے دستے کو تھام کر اسے لکڑی کے دروازے سے باہر نکال لیا۔ پھر تن کر بولی۔ "آؤ پہلے کون مزا چکھنا چاہتا ہے؟"

اس کا انداز ایسا تھا کہ پورے ہال میں سنسنی پھیل گئی۔ وہ کیسی شہ زور ہے۔ اس کا ثبوت وہ آفیسر تھا۔ جو نیم مردہ حالت میں فرش پر پڑا ہوا تھا لیکن وہ تین بدمعاش قسم کے پہلوان ایک عورت سے خائف نہیں ہونا چاہتے تھے۔ دوسرا بدمعاش چاقو نکال کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔

تمام لڑکیاں سہم کر ایک طرف چلی گئی تھیں۔ مس سلور اور دو بدمعاش خاموشی سے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ ان کا ساتھی آشا بیلا کو گرا کر زخمی کر ڈالے گا لیکن دوسرے ہی لمحے انہیں اپنے ساتھی کی کراہ سنائی دی۔ آشا بیلا اس کے ایک بازو پر چاقو کا وار کرتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی تھی۔ پینترے بدلنے میں اس نے اپنے مقابل کو دھوکہ دیا تھا اور کامیاب رہی تھی۔ جس بدمعاش کا چاقو آشا بیلا کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"تم اپنا چاقو مجھے دو۔ میں اس لڑکی کو ایک ہی ہلے میں گرا دوں گا۔"

لیکن وہ زخمی ہونے والا اپنی شکست تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ جھومتا ہوا اس پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ اتنے میں مس سلور نے للکار کر حکم دیا۔ "بس رک جاؤ۔ میں سمجھ گئی ہوں کہ یہ لڑکی اندر سے بڑی خطرناک ہے۔ یہ چاقو چھری سے قابو میں نہیں آئے گی۔"

مس سلور نے اپنے پرس میں سے اپنا پستول نکال لیا تھا اور آشا بیلا کو نشانے پر رکھتے ہوئے آگے بڑھ کر بولی۔

"لڑکی! چاقو پھینک دو میں بہت سنگدل ہوں۔ میں نے کسی پر ترس کھانا نہیں سیکھا ہے۔"

میں نے آشا بیلا کی سوچ میں کہا۔ "مجھے مس سلور کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا چاہیئے۔ جیسے ہی اس کی نظر بہکے گی میں اس پر جھپٹ پڑوں گی۔"

مس سلور نے سختی سے کہا۔ "میں آخری وارننگ دے رہی ہوں چاقو پھینک دو۔"

آشا بیلا نے چاقو کو ایک طرف پھینکنے کے بجائے اسے بلندی پر اچھال دیا۔ اسی وقت میں نے مس سلور کی نظریں بہکا دیں۔ اس نے بے اختیار سر اٹھا کر بلند ہونے والے چاقو کو دیکھا۔ تب میں آشا بیلا کے پاس پہنچ گیا۔ اس میں جو بجلی کی سی پھرتی پیدا ہوئی اسے دیکھ کر سب دنگ رہ گئے۔ کیونکہ جب تک چاقو

نیچے آکر زمین پر گرتا اس وقت تک آشا بیلا پستول... جھپٹ کر دور چلی گئی تھی اور اب سارے دشمن اس کے پستول کی زد میں تھے۔

آشا بیلا دشمنوں کو بے بس کرنے کے بعد حیرانی سے سوچ رہی تھی کہ آخر اس میں اتنی پھرتی کہاں سے آگئی ہے اور وہ کس طرح بالکل پیشہ ور لڑاکوں کے انداز میں پینترے بدل کر مقابلہ کر رہی ہے اور اس نے کس بُری طرح اس آفیسر کو زخمی کیا ہے۔

"کیا۔ کیا میں ماضی میں کوئی اچھی فائٹر رہ چکی ہوں؟ کیا میں جوڈو کراٹے وغیرہ جانتی ہوں؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ابھی مجھے یہ باتیں نہیں سوچنا چاہئیں۔ دشمن کوئی بھی چال چل سکتے ہیں۔ چالاکی دکھا سکتے ہیں۔ مجھے ان سے محتاط رہنا چاہیئے۔"

مس سلور کا حاکمانہ انداز یا بالکل ختم ہو گیا۔ وہ گرگٹ کی طرح رنگ بدل کر مسکراتے ہوئے بولی۔ "آشا بیلا میں تمہاری دلیری سے بہت خوش ہوں۔ میں تمہاری قدر کرتی ہوں اور آج سے میں تمہیں اپنی بیٹی بناتی ہوں۔ آؤ دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ آشا بیلا نے الگا میں سر ہلا کر کہا۔ "مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے کہیں یہ لومڑی کی کہانی سنی ہے۔ تم بھی کچھ ویسی ہی لگتی ہو۔ میں تم پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔"

مس سلور نے کہا۔ "میں تمہیں بیٹی کہہ چکی ہوں۔ اگر تم مجھ پر بھروسہ نہیں کرنا چاہتیں تو نہ سہی۔ تم جو کچھ کھو گی وہی ہو گا۔ اگر یہاں سے جانا چاہو گی تو تمہارے لیے یہاں کے دروازے کھل جائیں گے۔ رہنا چاہو گی تو میں تمہاری ماں بن کر رہوں گی۔"

"مجھے ماں اور بیٹی کے رشتہ پر بھی یقین نہیں ہے۔ ہاں تم میرے ساتھ ہو گی اور ہمیشہ میرے پستول کی زد پر رہو گی میں تنہائی میں نہتی تمہارے لیے کافی ہوں۔ اپنے ان چیچوں سے کہو کہ وہ اس رہائش گاہ سے اور اس کے احاطے سے باہر نکل جائیں۔ اگر یہاں کوئی بھی مرد نظر آیا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ آفیسر کو اٹھا کر باہر... لے جائیں۔ آشا بیلا نے کہا۔ "ایسے نہیں یہاں سے چند لڑکیاں ان کے ساتھ جائیں گی اور انہیں باہر تک چھوڑ کر آئیں گی۔"

مس سلور نے چند لڑکیوں سے کہا کہ وہ ان بدمعاشوں کو باہر چھوڑ آئیں۔ آشا بیلا نے دھمکی دیتے ہوئے ان لڑکیوں سے کہا۔ "دیکھو واپس آکر مجھ سے جھوٹ نہ کہنا۔ اگر یہ اس رہائش گاہ میں کہیں چھپے ہے اور تم نے یہ بات مجھ سے چھپائی تو میں تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی اور اگر ان آدمیوں نے تم لوگوں کو سچ بولنے سے روکا۔ تو یہاں یہ مس سلور میرے ہاتھوں

سے نہیں بچے گی۔ اب جاؤ۔"

ان تین بدمعاشوں نے زخمی آفیسر کو اٹھایا۔ پھر [illegible] کے ساتھ ہال سے باہر نکل گئے۔ آشا بیلا نے [illegible] بیٹھتے ہوئے مس سلور کو حکم دیا کہ وہ اس کے سامنے [illegible] پر دوسری کرسی پر بیٹھ جائے۔ اور اپنی جگہ سے [illegible]

میں آشا بیلا کو چھوڑ کر ان بدمعاشوں کے پاس [illegible] وہ باہر جانے کے بعد ان لڑکیوں سے کہہ رہے تھے کہ [illegible] آشا بیلا کی حمایت نہ کریں اور انہیں اسی۔ رہائش گاہ [illegible] کا موقعہ دیں۔ تب وہ لوگ کسی طرح آشا بیلا سے [illegible] کرا سے اپنے قابو میں کر لیں گے مگر لڑکیوں نے انکار [illegible]

ایک بدمعاش نے دھمکی دی۔ "اگر تم انکار کرو گی [illegible] یہیں ختم کر ڈالیں گے۔"

ایک لڑکی نے جواب دیا۔ "ہمیں تمہارے [illegible] بھی ہو گا اور اگر تمہارا ساتھ دیں گے تو آشا بیلا [illegible] سے موت آئے گی۔ ہماری موت ہر حال میں یقینی ہے [illegible] ہم اپنے جیسی ایک لڑکی کا ساتھ دیں جو دلیری کا ثبوت دے رہی ہے۔ ہم تمہارا ساتھ مر کر بھی نہیں دیں گے اور اگر [illegible] گے تو ہم یہاں چیخنا شروع کر دیں گے۔"

ان بدمعاشوں کی مالکہ مس سلور کی زندگی خطرے میں [illegible] لڑکیوں کے انکار پر وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔ انہوں [illegible] آہنی دروازے کو کھلوایا اور باہر چلے گئے۔ جس لڑکی نے [illegible] سے انکار کیا تھا اس نے کہا۔

"تم لوگ اس گیٹ کو کھولکر دوبارہ [illegible] سکتے ہو۔ اس لیے اب اسے اندر سے بند کیا جائے گا۔ بند کرنے کے بعد گیٹ [illegible] کرنٹ نہ دوڑایا جائے ورنہ تمہاری مالکہ اپنی جان سے جائے گی۔"

گیٹ بند کر دیا گیا۔ لڑکیوں نے اسے اندر سے بھی لاک [illegible]

اس کے بعد وہ آشا بیلا کی طرف واپس جانے لگیں۔ اس کوٹھی [illegible] احاطے کی چہار دیواری پر اس طرح تار کانٹے بچھائے گئے تھے [illegible] کوئی دیوار پھاند کر نہیں آسکتا تھا۔ پھر بھی دشمنوں سے خطرہ [illegible] کیونکہ تار کانٹوں میں بھی کرنٹ دوڑانے والے وہی لوگ تھے [illegible] لوگ ان تار کانٹوں کو چپکے چپکے کاٹ کر ایک طرف ہٹا کر [illegible] کسی وقت بھی اندر آسکتے تھے۔

میں نے آشا بیلا کی زبان سے ایک سوال کیا۔ "کیوں [illegible] سلور جب تم اس کوٹھی کے اندر رہتی ہو اور باہر اگر مسلح دربان [illegible] اغوا نہ کرنا چاہو تو تم کیسے اس کوٹھی میں رہ کر اپنی حفاظت کرتی ہو؟"

یہ سوال کرنے کے بعد میں مس سلور کے دماغ میں پہنچ [illegible] جواب دینا چاہتی تھی۔ لیکن میں نے اسے گڑبڑا دیا۔ [illegible] کی سوچ میں کہا۔ "مجھے غلط جواب نہیں دینا چاہیئے۔ اگر [illegible] بھی شبہ ہو گا تو یہ بہت ضدی لڑکی ہے جو کہتی ہے وہ [illegible] ہے۔ یہ تو مجھے ٹھائیں سے مار ڈالے گی۔"

اس نے مجبوراً جواب دیا۔ "جب میں یہاں ہوتی ہوں [illegible] اپنے بیڈ روم میں بجلی کا وہ کنکشن ہے جہاں سے میں [illegible] باری کے تار کانٹوں میں کرنٹ دوڑا دیتی ہوں۔ باہر مسلح [illegible] موجود ہو یا نہ ہو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمام رات محفوظ [illegible] ہوں۔"

آشا بیلا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پستول سے اشارہ کرتے [illegible] کہا۔ "اٹھو اپنے بیڈ روم میں چلو اور ان تار کانٹوں میں کرنٹ [illegible] والا سوئچ آن کر دو۔ چلو جلدی کرو۔"

وہ مجبوراً وہاں سے اٹھ کر پستول کے آگے آگے چلنے لگی۔ [illegible] کے باہر واپس جانے والی لڑکیاں مل گئیں۔ انہوں نے یقین [illegible] کہ وہ بدمعاش باہر جا چکے ہیں اور انہوں نے آہنی دروازے [illegible] لاک کر دیا ہے۔ پھر وہ سب مل کر مس سلور کو دھکے [illegible] ہوئی اس کے بیڈ روم میں لے گئیں۔ وہاں اس نے وہ [illegible] آن کر دیا۔ جس کے بعد تار کانٹوں میں کرنٹ دوڑنے لگتا [illegible] وہاں سے مطمئن ہونے کے بعد آشا بیلا نے کہا۔ "اب کھانے [illegible] کا انتظام کرو۔ اس کے بعد ہم یہ سوچیں گے کہ آئندہ ہمیں کیا [illegible] چاہیئے۔ ہماری منزل کیا ہو گی یہ تم سب یا تو گھر سے بھاگی [illegible] ہوئی یا مجبوری کی حالت میں گھر چھوڑ کر آئی ہو۔ تم سب کو ابھی [illegible] کرنا ہے کہ واپس جاؤ گی یا پھر کوئی دوسری راہ اختیار کرو گی۔"

مجھے مجبوراً آشا بیلا سے دماغی رابطہ ختم کرنا پڑا۔ کیونکہ ہماری [illegible] گاڑی رنگون کے چیک پوسٹ پر پہنچ گئی تھی۔ غلام نے دفتر [illegible] قریب ہی ایک طرف گاڑی کھڑی کر دی تھی۔ میں مزدوری کا لفافہ [illegible] کر باہر آیا۔ خیال تھا کہ جلدی ہی فائنانس کارروائی مکمل ہونے کے [illegible] شہر میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی لیکن دفتر میں [illegible] کا ان کا اندراج ہونے کے بعد شہر چلا جاتا ہے رات کو [illegible] والی وہ گاڑیاں جن میں غیر ملکی موجود ہوتے ہیں انہیں روک دیا [illegible] ہے۔ کوئی بہت ہی اہم ضرورت ہو اور شہر میں داخل ہونا [illegible] ہو تو پھر فون کرنے کے لیے آفیسر سے رابطہ قائم کیا جاتا ہے۔

[illegible] ایک اسسٹنٹ سے درخواست کی کہ مجھے ٹیلی فون [illegible] دو باتیں کرنے کا موقعہ دیا جائے۔

اس قسم کے لوگ بھلا کسی کی درخواست پر... [illegible] گھبلتے ہیں۔ وہ مسلسل انکار کرتا رہا کہ اس وقت آفیسر کو ڈسٹرب [illegible] جا سکتا۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ ایسے نہیں مانے گا تو سگریٹ [illegible] سلگانے کے بہانے اس کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں لینے لگا۔

مجھے اس بات کی بے چینی تھی کہ کسی طرح آشا بیلا یہ پیغام پہنچ جاوے۔

چیک پوسٹ پر ڈیوٹی دینے والا اسسٹنٹ آفیسر سوچ رہا تھا۔ "اپنا صاحب تو فار گیٹ می ناٹ نامی کلب میں رات گزارے گا۔ بھلا ایسے سیاحوں کی کال پہ وہ کب آنے والا ہے۔ لیکن مجھے اس سیاح کا دل رکھنے کے لیے اس کی رہائش گاہ میں فون کرنا چاہیئے۔ میں اس آدمی سے کچھ رقم ہتھیا لونگا اور رہائش گاہ سے خبر ملے گی کہ صاحب گھر میں نہیں ہیں۔ تب یہ مایوس ہو کر ساری رات یہاں چیک پوسٹ پر گزارے گا۔"

میں نے اس کے خیالات پڑھنے کے بعد اس کی سوچ میں پوچھا۔ "فار گیٹ می ناٹ کلب کا فون نمبر کیا ہے؟ اُسے یاد ہے یا نہیں اسے دہرانا چاہیئے۔"

وہ اس کلب کا فون نمبر دہرانے لگا۔ اس وقت وہ ریسیور اٹھا کر رہائش گاہ کا نمبر ڈائل کرنا چاہ رہا تھا میں نے اس کی سوچ میں کلب کا نمبر گھما دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی پھر کسی کی آواز آئی "ہیلو"

اسسٹنٹ آفیسر نے ہیلو کہتے ہوئے پوچھا۔ "کیا مسٹر کرامت بیگ تشریف رکھتے ہیں؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہولڈ اون کریں میں انہیں بلاتا ہوں۔"

اسسٹنٹ ہولڈ اون کیے انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے آفیسر کرامت بیگ کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو کون بول رہا ہے؟"

اسسٹنٹ نے کہا۔ "جناب! میں آپ کا اسسٹنٹ ہوں۔ یہاں دو سیاح بنکاک سے آئے ہیں اور شہر میں داخل ہونے کی اجازت چاہتے ہیں جبکہ گاڑی کو صبح سے پہلے چیک نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری طرف سے کرامت بیگ نے دہاڑ کر کہا۔ "تمہیں کس نے کہا تھا۔ فون کرنے کے لیے؟ میں تمہیں منع کر چکا تھا۔"

اسسٹنٹ نے کہا۔ "جناب! آپ نے تو کہا تھا کہ آپ کلب میں رات گزاریں گے۔ میں نے رہائش گاہ میں فون کیا ہے تاکہ آپ رہائش گاہ میں فون پر ملیں لیکن آپ تو اپنے گھر میں ہیں۔"

دوسری طرف سے پھر دہاڑنے کی آواز سنائی دی۔ "تم گدھے ہو۔ میں اسی کلب سے باتیں کر رہا ہوں۔ جس کا ذکر کر چکا ہوں۔ تم نے کلب کا نمبر ملایا ہے اور مجھ سے کہہ رہے ہو کہ وہاں بیٹھے مجھ سے رہائش گاہ کے فون پر باتیں کر رہے ہو۔ کیا تم نے بہت زیادہ پی لی ہے۔"

اسسٹنٹ بوکھلا کر اپنا سر کھجانے لگا۔ پھر بولا۔ "سری سر

شاید میں غلطی سے کلب کا نمبر ڈائل کر گیا ہوں۔ ویری ویری سوری۔ میں ان سیاحوں کو کیا جواب دوں؟"

جواب میں وہاں ریسیور رکھ دیا گیا۔ اسسٹنٹ نے اپنا ریسیور رکھتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "سوری مسٹر! صاحب سخت ناراض ہیں۔"

میں سگریٹ کا کش لگاتا ہوا سخت ناراض ہونے والے صاحب کے دماغ تک پہنچ چکا تھا۔ وہ شراب کا جام اٹھاتے ایک میز کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جہاں ایک بری لڑکی مسکرا رہی تھی۔ وہ اس کے پاس بیٹھ کر شراب کے گھونٹ لینے کے بعد بولا۔

"یہ لوگ آرام کے وقت بھی پریشان کرتے ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ آنیوالے سیاح مالدار اسامی ہوں اور ان سے بھاری رقم مل سکے۔ کیوں نہ انہیں اس کلب میں بلا لیا جائے۔ یہاں معاملہ طے ہو جائے گا۔"

یہ سوچ کر اس نے بری لڑکی سے کہا۔ "تم ذرا بیٹھو میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر دوبارہ کاؤنٹر پر آیا۔ پھر کلاک ٹاور میں سے بولا کر چیک پوسٹ کا نمبر ملائے۔ وہ بات کرنا چاہتا ہے۔ کاؤنٹر مین نے اس کی ہدایت کے مطابق وہاں کا نمبر ملایا پھر ریسیور اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

میں اطمینان سے سگریٹ پیتے ہوئے اس اسسٹنٹ سے باتیں کر رہا تھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اسسٹنٹ نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ پھر اپنے آفیسر کی آواز سنتے ہی کرسی پر سیدھا بیٹھتے ہوئے بولا۔ "یس سر۔ جی جناب۔ ہاں جی ٹھیک ہے ہاں میں بھیج دوں گا۔ ایک سپاہی کے ساتھ۔ جی ہاں ایک سپاہی کے ساتھ بھیج دوں گا۔ اچھا ہاں یہ تو معلوم کرنا ہی ہوگا۔ ذرا ٹھہریے میں ابھی بتاتا ہوں۔"

اس نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے پوچھا "کیوں مسٹر اگر تمہیں شہر جانے کی اجازت دیدی جائے تو کچھ رقم خرچ کر سکو گے؟"

میں نے کہا۔ "ہاں ضرور کروں گا میرا شہر جانا ضروری ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "کتنی رقم ہے؟"

میں نے پوچھا۔ "کتنی رقم چاہیے؟"

اس نے کہا۔ "ٹھہرو۔۔۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔"

وہ پھر فون پر باتیں کرنے لگا۔ اپنے آفیسر سے پوچھنے لگا۔ اس کے بعد پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "ایک ہزار ڈالر دے سکو گے؟"

میں نے کہا۔ "یہ تو بہت ہیں اپنے آفیسر سے کہو میں پانچ سو دے سکتا ہوں۔"

وہ پھر فون پر باتیں کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کی بحث کے بعد وہ پانچ سو ڈالر پر راضی ہو گیا۔ اسسٹنٹ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر میری اور غلام کی جامہ تلاشی لی تاکہ ہم کوئی ہتھیار اپنے ساتھ لے جائیں۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ راستے میں ہم نے اس شخص سے چھیننا تھا۔ اسے ہم نے اپنے تحفظ کے استعمال کرنے کے بعد راستے ہی میں پھینک دیا تھا۔ کیونکہ پھر کے ہتھیار چیک پوسٹ پر مصیبت بن جاتے ہیں پھر بھلا پیتی کلاک کبھی ایسے ہتھیاروں کی ضرورت پیش نہیں

میں نے گشتی گاڑی کو لاک کیا۔ سامی کو گود میں اٹھا غلام کے ساتھ کار پولیس کی جیپ کار میں بیٹھ گیا۔ شہر کی طرف وقت میں نے آشا بیلا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ لڑکیوں کے ساتھ کھانا کھا رہی تھی۔ اور باتیں کر رہی تھی۔ لڑکیاں باری باری اپنا فیصلہ سنا رہی تھیں۔ کہ اب آئندہ وہ جانا چاہتی ہیں اور کیا کرنا چاہتی ہیں۔ ان میں بہت سی لڑکیاں تھیں جو اپنے گھر واپس جانا چاہتی تھیں۔ کچھ ایسی تھیں جو اپنے والدین یا رشتہ داروں کو منہ نہیں دکھانا چاہتی تھیں کچھ تھیں جو محبت کی چوٹ کھائی ہوئی تھیں۔ اب ان کا دل بھر گیا نہ انہیں رشتے داروں سے ملنے کی خوشی تھی نہ کوئی نئے رشتے بنانا چاہتی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ بس اس علاقے سے کہیں چلی جائیں تاکہ کوئی انہیں نہ ہو اور وہ کسی کو صورت نہ دکھا سکیں۔ ایسی بھی تھیں جو اپنا سب کچھ لٹانے کے بعد اب دولت حاصل کرنے کے لیے مزید برائی کے راستے پر چلنے کے لیے تیار تھیں۔

ایک لڑکی نے کہا۔ "آشا بیلا تم سب کی باتیں سن رہی ہو اپنا فیصلہ بھی تو سناؤ۔"

وہ فیصلہ کیا سناتی؟ تھوڑی دیر تک چپ رہی پھر ہچکچاتی ہوئی بولی۔ "میں اپنی بات بولوں گی تو شاید تم میں سے کسی کو یقین نہیں آئے گا۔"

کتنی ہی لڑکیوں نے کہا۔ "ایسی کیا بات ہے کہ ہم تمہیں یقین نہ کریں۔ تمہاری وجہ سے ہمیں آزادی حاصل ہوئی ہے ہمیں معلوم ہے جو کچھ تم کہو گی وہ جھوٹ نہیں ہوگا۔ جی کی

وہ اپنی کرسی پر سیدھی ہو کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "اپنی یادداشت کھو چکی ہوں۔"

سب نے حیرانی سے اور تقریباً بے یقینی سے اسے دیکھا۔

وہ بولی۔ "میں نے کہا تھا نا کہ تم لوگوں کو یقین نہیں آئے گا۔"

ایک لڑکی نے کہا۔ "واہ یقین کیوں نہیں آئے گا۔ تم ہماری باتوں کا جواب دو ہم بھی یقین کریں گے سب سے پہلے

سر تمہیں کب اس بات کا احساس ہوا کہ تم اپنی یادداشت کھو چکی ہو؟"

آشا بیلا کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ "آج ہی کوئی چار یا پانچ بجے سے دوپہر میں نے اپنے آپ کو اجنبی محسوس کیا۔ میں نے ذہن پر زور ڈال کر سوچا کہ میرا نام کیا ہے۔ مگر میں اپنا نام یاد نہیں کر سکی۔ اپنے کسی عزیز یا رشتہ دار کا چہرہ بھی میری آنکھوں کے سامنے نہیں پھرتا۔ میں نے پتہ ٹھکانہ بھی یاد کرنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔"

ایک اور لڑکی نے سوال کیا۔ "جب تم نے پہلی بار اپنے آپ کو اجنبی محسوس کیا تو اس وقت تم کہاں تھیں؟"

یہ بہت اہم سوال تھا اگر آشا بیلا اس کا صحیح جواب دیتی تو پھر یہ بتانا پڑتا کہ وہ اجنبی لڑکی کون تھی۔ جو قتل کر دی گئی۔ قتل کا معاملہ سب پر ظاہر ہو جاتا پھر کسی برے وقت میں انہی لڑکیوں میں سے کوئی دشمن بن کر اسے قتل کے کیس میں پھانسنے کی کوشش کرنے لگتی۔

وہ جلدی سے بات بناتے ہوئے بولی۔ "میں اس وقت شاید بے ہوش تھی یا گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو ایک خالی کمرے میں پایا۔ میں فرش پر پڑی ہوئی تھی اور اس کمرے میں کوئی سامان نہ تھا۔ وہاں میں نے اپنے آپ کو پہلی بار اجنبی محسوس کیا۔ بہت دیر تک جب میں خود کو نہیں پہچان سکی تو اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمروں میں جھانکنا چاہا لیکن دو کمرے مقفل تھے۔ وہ مکان ویران پڑا ہوا تھا۔ میں تیزی سے چلتی ہوئی گلی میں آئی دور تک دیکھا۔ وہ گلی میرے لیے انجانی تھی۔ میں وہاں سے نکل کر ایک سڑک پر آئی پھر... پتہ نہیں کہ میں کہاں کہاں بھٹکتی رہی۔ اور جہاں جاتی رہی اس جگہ کو پہچاننے کی کوشش کرتی رہی لیکن مجھے کچھ یاد نہ آیا۔ تب ایک شخص میرا پرس چھین کر بھاگ گیا۔ اسی وقت مس سلور سے ملاقات ہوئی۔ اور یہ مجھے میٹی بنا کر بہلا پھسلا کر یہاں لے آئی۔"

مس سلور ایک قیدی کی طرح ایک طرف بیٹھی ہوئی تھی دوسری تمام لڑکیاں آشا بیلا کی باتیں توجہ سے سن رہی تھیں۔ اس کے بعد وہ آپس میں باتیں کرنے لگیں اور اس کی گمشدہ یادداشت پر تبصرے کرنے لگیں پھر ایک لڑکی نے کہا۔ "میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے کیوں نہ ہم کل صبح آشا بیلا کو ساتھ لے کر پورے شہر میں گھومتے پھریں۔ اسے رنگون شہر کی ایک ایک جگہ دکھائی جائے۔ ایک ایک محلے میں پہنچایا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی جگہ کو دیکھ کر اسے اپنا ماضی یاد آجائے۔"

سب نے اس تجویز کو پسند کیا۔ وہ دوسری صبح ایک ٹیم بنا کر پورے شہر میں گھومنے کا پروگرام بنانے لگیں۔ لیکن اس سے پہلے یہ سوچنا ضروری تھا کہ مس سلور کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ ویسے ان کا فرض تھا کہ وہ اس عورت کو قانون کے حوالے کر دیتیں۔ لیکن یہ بات پولیس والوں تک پہنچتی تو ان لڑکیوں کے بھی بیانات لیے جاتے اور یہ کچا چٹھا کھل جاتا کہ کتنی لڑکیاں گھر سے بھاگ کر آئی ہیں اور کتنی ایسی ہیں جو کسی نہ کسی گناہ یا جرم میں ملوث ہو چکی ہیں۔ کوئی اپنا بھید نہیں کھونا چاہتا۔ اس لیے وہ کوئی آخری فیصلہ کرنے تک مس سلور کو قیدی بنا کر رکھے ہوئے تھیں۔

میں انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر دبے پاؤں طور سے جیپ کار میں حاضر ہو گیا۔ میرے اطراف رنگون شہر رات کے وقت جگمگا رہا تھا۔ ہم ایک کشادہ سڑک سے گزرتے ہوئے کلب کے احاطے میں داخل ہو رہے تھے۔ ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے سپاہی انگریزی نہیں جانتے تھے۔ پارکنگ ایریا میں گاڑی روکنے کے بعد ایک سپاہی نے شاروں کی زبان میں سمجھایا کہ ہم اسی گاڑی میں بیٹھے رہیں۔ وہ اپنے آفیسر کو بلانے جا رہا ہے۔

آفیسر کاؤنٹر کے پاس کھڑا ہوا کلب کا بل دیکھ رہا تھا کلب کا سیکرٹری اس سے کہہ رہا تھا۔ "مسٹر بیگ! آپ کا ادھار بہت زیادہ ہو گیا ہے آپ ذرا یہ بل دیکھ کر اندازہ لگائیں پورے تین ہزار ڈالر آپ پر واجب ہیں اسے جلد از جلد ادا کر دینا چاہیے۔"

آفیسر نے ہنستے ہوئے بل اس کی طرف بڑھا دیا۔ پھر کہا۔ "تین ہزار ڈالر میرے لیے کچھ نہیں ہیں۔ میں ابھی تمہیں کہ ازکم پانچ سو ڈالر دے دوں گا اور باقی کی دو ایک دن میں ادائیگی ہو جائے گی۔"

اتنے میں وہ سپاہی وہاں پہنچا۔ اسے دیکھتے ہی آفیسر اس کے ساتھ باہر آگیا۔ ہم اسی طرح جیپ کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آفیسر نے ہمارے قریب آکر پوچھا۔ "اچھا تو تم دونوں وہی غیر ملکی ہو؟"

"جی ہاں ہم وہی مسافر ہیں یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے یہاں تک آنے کی اجازت دے دی۔ ہم شہر میں رات گزارنا چاہتے ہیں۔ کل دن کے وقت آپ جب بھی ہماری گاڑی چیک کرنے کے لیے بلائیں گے ہم حاضر ہو جائیں گے۔"

یہ کہہ کر میں نے غلام کو اشارہ کیا کہ وہ بریف کیس کھول کر اس کا حساب چکا دے۔ غلام نے بریف کیس کھولنے کے بعد پانچ سو ڈالر گنے اور آفیسر کے ہاتھ میں پکڑا دیے۔ آفیسر نے کہا۔ "ٹھیک ہے پانچ سو ڈالر پر بات طے ہو گئی تھی۔ لیکن مجھے کچھ زیادہ کی ضرورت ہے۔ اس وقت تم مجھے کچھ اور رقم دے دو اس کے بدلے تم جو کام یہاں مجھ سے لینا چاہو گے میں تمہارا وہ کام کر دوں گا۔"

میں نے کہا۔ "میں یہاں اس شہر میں کچھ روز رہنا چاہتا ہوں اور قانون کے مطابق مجھے صرف چوبیس گھنٹے یہاں رہنا چاہیے۔ آپ اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں؟"

"اس وقت مجھے اور پانچ سو ڈالر دیدو۔ کل صبح میں تمہارے لیے اجازت نامہ حاصل کروں گا۔ تم یہاں کم از کم ایک ہفتہ رہ سکو گے۔"

میں نے پھر غلام کو اشارہ کیا۔ غلام نے مزید پانچ سو ڈالر گن کر اسے دے دیے۔ میں نے کہا: "آفیسر میرا یہ ساتھی شراب پینے کا عادی ہے۔ میں اس معاملے میں ذرا کوتاہ ہوں۔ بہرحال اگر ہو سکے تو میرے ساتھی کو کلب میں لے جائیں۔ یہ دو چار پیگ پینے کے بعد واپس چلا آئے گا۔"

غلام نے خوش ہو کر سیاہ چہرے کے پس منظر سے سفید دانتوں کی نمائش کی پھر بولا: "آفیسر! میری جیب میں بھی کافی رقم ہے۔ آج میں تمہیں اپنی جیب سے پلاؤں گا۔ بولو مجھے لے چلتے ہو کلب میں یا؟"

آفیسر نے خوش ہو کر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پھر غلام کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ لے کلب کی عمارت کے اندر لے گیا۔ میں جیپ کار سے اتر کر بریف کیس ہاتھ میں لیے وہاں کے لان میں آیا۔ ادھر اُدھر بہت سی کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

غلام اس آفیسر کے ساتھ کاؤنٹر تک پہنچ گیا تھا۔ اب وہاں سیکرٹری نہیں تھا۔ بارمین نے کہا کہ وہ اپنے دفتر میں مل سکتا ہے۔ انہوں نے بارمین سے دھکی کا ایک ایک پیگ طلب کیا۔ غلام نے دو پیگ کی قیمت ادا کی۔ پھر دونوں نے جام ٹکرا کر اسے دو چار گھونٹ میں خالی کر دیا۔ پھر وہ دونوں وہاں سے کلب کے دفتر میں گئے۔ سیکرٹری وہاں موجود تھا۔ آفیسر نے جیب سے رقم نکال کر گنتے ہوئے کہا: "میں وعدے کے مطابق ابھی پانچ سو ڈالر ادا کر رہا ہوں یہ لو۔"

سیکرٹری نے کہا: "مسٹر بیگ آپ کے پاس تو کافی رقم ہے۔ اگر آپ تمام بل ادا کر دیں تو آپ کے سر سے بوجھ اُتر جائے گا اور یہاں تو آپ کو ادھار ملتا ہی رہتا ہے۔"

آفیسر نے کچھ دیر سوچا پھر مزید چار سو ڈالر نکال کر دیتے ہوئے کہا: "میرے پاس صرف ایک ہزار ڈالر ہیں بلکہ تھے۔ نو سو تمہیں دے دیے۔ سو ڈالر میرے پاس رہنے دو۔ باقی بعد میں ادا کر دوں گا۔"

سیکرٹری نے نو سو ڈالر اس سے لے کر اپنی میز کی اوپری دراز میں رکھے۔ اسی وقت میں نے آفیسر کے دماغ میں بیٹھ کر اسے ٹائلٹ جانے کی ضرورت محسوس کرائی۔ اس نے غلام سے کہا: "مسٹر تم یہاں بیٹھو۔ سیکرٹری وصولی کی رسید بنا رہا ہے۔ میں ابھی ٹائلٹ سے واپس آتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں سیکرٹری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر میں نے سیکرٹری کی زبان سے غلام کو مخاطب کیا۔ میز کی اوپری دراز کھول کر نو سو ڈالر نکالتے ہوئے کہا: "غلام! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ یہ لو رقم اپنی جیب میں چھپا لو۔ میں نے اسی مقصد کے لیے تمہیں یہاں بھیجا تھا۔ بس اب زیادہ سے زیادہ ایک پیگ پینے کے بعد واپس چلے آنا۔"

غلام نے وہ رقم جیب میں رکھ لی جس وقت میں نے سیکرٹری کے دماغ کو گرفت میں لیا تھا اس وقت وہ میز پر جھکا ہوا وصولی کی رسید لکھ رہا تھا۔ میں نے پھر اسے اسی پوزیشن میں پہنچا دیا اور اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس کے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا سا لگا۔ وہ سر کو جھٹک کر سوچنے لگا جیسے وہ ایک ساعت کے لیے دماغی طور پر غیر حاضر ہو گیا ہو۔ اس نے کچھ ایسا ہی محسوس کیا مگر پوزیشن وہی تھی۔ سامنے رسید بک رکھی ہوئی تھی... وہ میز پر جھکا ہوا اور قلم کو رسید بک کے ایک صفحے پر رکھے ہوئے اسی طرح بیٹھا ہوا تھا جیسے ایک ساعت بھی نہ گزری ہو۔ پھر وہ رسید لکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد آفیسر ٹائلٹ سے واپس آیا۔ اس نے سیکرٹری سے سیدھا پھر غلام کے ساتھ باہر آ کر بیٹھ گیا۔ غلام نے دو رسید بیگ کا ڈرائیور اور وہ بیگ ان کے سامنے لے آیا۔ میں آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر میں نے آفیسر کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے آفیسر کی زبان سے کہا۔ غلام! یہ لو یہ باقی سو ڈالر بھی اپنے پاس رکھ لو۔ اور اب آفیسر کے لیے دو چار پیگ کا آرڈر دینے کے بعد میرے پاس واپس آ جاؤ بلکہ ایسا کرو کہ اس کی جیب میں کچھ اور رقم ہے....."

میں نے اس کی جیب ٹٹولی۔ بیس ڈالر اور نکل آئے۔ میں نے کہا۔ "یہ بیس ڈالر بھی رکھ لو اور چلتے وقت اسے یہ رقم دیکر اس پر احسان کر دینا۔"

غلام نے وہ رقم لے کر بھی اپنے پاس رکھ لی۔ میں نے آفیسر کے دماغ کو آزاد کر دیا۔ وہ چونک کر غلام کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اس پاس دیکھا۔ غلام نے پوچھا۔ "ویل آفیسر کیا بات ہے؟"

اس نے جھینپ کر مسکراتے ہوئے کہا: "کچھ نہیں بس ایسا لگتا ہے کچھ نشہ ہو گیا ہے۔ ابھی میں نے یہ محسوس کیا کہ میں جیسے ایک ساعت کے لیے دماغی طور پر غیر حاضر ہو گیا ہوں۔ یہ نشہ کچھ ایسے ہی تماشے دکھاتا ہے۔ ہی۔ ہی۔ ہی....."

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا۔ غلام نے اپنا پیگ خالی کرنے کے بعد اپنی جیب سے بیس ڈالر نکالتے ہوئے کہا: "آفیسر میرا آقا باہر میرا منتظر ہے۔ مجھے جانا چاہیے۔ آپ میری طرف سے یہ بیس ڈالر رکھیں اور آج کا بل اس رقم سے ادا کر دیں۔ کل صبح آپ سے چیک پوسٹ پر ملاقات ہو گی۔"

یہ کہہ کر اس نے مصافحہ کیا۔ بیس ڈالر میز پر رکھے پھر اس سے رخصت ہو کر میرے پاس آ گیا۔ میں نے کرسی پر سے اٹھتے ہوئے کہا: "یہاں کسی ٹیکسی والے سے بات کرو۔ کہ وہ ہمیں کسی مسلمان کے ہوٹل تک پہنچا دے۔ رات کا کھانا ہم وہیں کھائیں گے۔ میں خاموش رہنا چاہتا ہوں۔ تم ٹیکسی کا بل ادا کرنا اور کھانے کا آرڈر دینا جب تک میں تمہیں مخاطب نہ کروں مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

ہم دونوں کلب کے احاطے سے باہر آ گئے۔ وہاں فٹ پاتھ کے کنارے بہت سی ٹیکسیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر ہم بیٹھ گئے۔ غلام نے ٹیکسی ڈرائیور سے بات طے کر لی کہ وہ ہمیں کسی مسلمان کے ہوٹل تک پہنچا دے۔ جب ٹیکسی وہاں سے روانہ ہوئی تو میں نے اس بدمعاش کے دماغ کو ٹٹولا جو شاہ بیلا سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا اور جس کا چاقو شاہ بیلا کے قبضے میں آ گیا تھا۔ اس کا نام کانچا تھا۔

کانچا اپنے حلقے میں بہت ہی زبردست، ضدی اور ناقابل شکست غنڈہ سمجھا جاتا تھا۔ پھر بھلا وہ شاہ بیلا سے شکست کھانے کے بعد کس طرح چین سے بیٹھ سکتا تھا۔ اس وقت وہ ایک بہت ہی خوبصورتی سے آراستہ ڈانسنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اور بھی کچھ لوگ تھے اور وہ اچھے خوش پوش اور ظاہر مہذب انسان تھے لیکن ان تمام مہذب اور دولت مند لوگوں کا تعلق مس سلور سے تھا کیونکہ وہ ان کی ضرورت کے مطابق اچھے سے اچھا مال سپلائی کرتی تھی۔ کانچا نے انہیں بتایا تھا کہ مس سلور اس وقت آشا بیلا نامی ایک لڑکی کی قید میں ہے اور ہم اس کے خلاف کوئی فاؤنی چارہ جوئی نہیں کر سکتے جو کچھ ہمیں کرنا ہے وہ ہم اپنی طاقت اور بدمعاشی کے بل پر کر سکتے ہیں۔

ایک دولت مند نے کانچا سے سوال کیا۔ "تم مجھے بتاؤ کہ میں کیا کر سکتا ہوں مس سلور کو کسی نہ کسی طرح فوراً وہاں سے رہائی دلانا چاہیے۔"

کانچا نے کہا۔ "آپ صرف اس وقت کا انتظار کریں۔ جب بات بڑھ جائے اور معاملہ پولیس والوں تک پہنچ جائے۔ آپ اپنی دولت اور رسوخ سے ہماری پشت پناہی کر سکتے ہیں۔ ہم آدھی رات گزرنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم نے تمام انتظامات کر لیے ہیں۔ اس علاقے کی بجلی کی سپلائی آدھی رات کے بعد بند کر دی جائے گی۔ ٹیلی فون کے تار کاٹ دیے جائیں گے۔ اس طرح مس سلور کی رہائش گاہ کے احاطے میں داخل ہونے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہو گی۔"

میں ان کے پاس سے واپس آ گیا۔ ہماری ٹیکسی ایک مسلم ہوٹل کے سامنے پہنچ کر رک گئی تھی۔ وہاں بڑی بھیڑ نظر آ رہی تھی۔ دکان کی پیشانی پر بہت بڑا سائن بورڈ لگا ہوا تھا۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔ ملک کرم دین ہوٹل ایک پنجابی کا یہ ہوٹل دور دور تک مشہور تھا۔ باہر سے آنے والے مسلمان یہیں آ کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ ہم نے ٹیکسی والے کو رخصت کیا اور ہوٹل کے اندر آ کر ایک میز کے گرد بیٹھ گئے۔

ایک طویل مدت کے بعد میں نے وہاں نہاری اور بوٹیاں کھائیں۔ مزہ آ گیا۔ غلام نے بھی زندگی میں پہلی بار ایسی ڈش کو منہ لگایا تھا۔ اسے بھی یہ ڈش بہت پسند آئی۔ وہ خوب چٹخارے لے لے کر کھاتا رہا۔ کھاتے کے بعد میں نے چائے کا آرڈر دیا۔ پھر خاموش ہو کر ان بدمعاشوں کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لوگ اب وہاں سے اٹھ گئے تھے۔ کانچا اپنے ایک اسسٹنٹ کے ساتھ ایک گلی سے گزر رہا تھا اور ہر ممکن زبان میں اس سے باتیں کر رہا تھا۔ چونکہ وہ انگریزی بھی جانتا تھا۔ اس لیے میں اس کے دماغ کے چور خانے سے اس کی باتوں کا انگریزی ترجمہ سن رہا تھا۔

ہماری میز پر چائے سے بھری ہوئی پیالیاں آ گئیں۔ میں نے چائے کا ایک گھونٹ لینے کے بعد دیکھا۔ کانچا وہاں کے ایک بڑے بجلی گھر تک پہنچ گیا تھا۔ اور وہاں کے ایک آدمی سے باتیں کر رہا تھا۔ باتیں یہی تھیں کہ جس علاقے میں مس سلور کی رہائش گاہ ہے۔ وہاں کی بجلی ٹھیک بارہ بجے بند کر دی جائے گی۔ یہ سلسلہ دس منٹ تک جاری رہے گا۔ انجینئر نے کہا۔ "اگر ہم اس سے زیادہ بجلی کی سپلائی بند کریں گے تو وہاں اور بھی بڑے بڑے بارسوخ لوگ موجود ہیں۔ ان کی شکایتیں موصول ہونگی لہٰذا تمہیں جو کچھ کرنا ہے وہ دس منٹ کے اندر کر گزرنا۔" کانچا نے کہا۔ "میرے لیے دس منٹ کافی ہیں۔ ہم اتنی دیر میں سارے تار کاٹ ڈالیں گے۔ بہتر ہے کہ ہم اپنی گھڑیاں ملا لیں۔"

وہ دونوں اپنی گھڑی میں ایک ہی وقت ملانے لگے۔ اس وقت گیارہ بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ دونوں نے اپنی اپنی گھڑیوں میں یہی وقت رکھا۔ میں نے بھی اپنی گھڑی میں ٹھیک یہی وقت دیکھا میری گھڑی درست چل رہی تھی۔ میں چائے پینے کے بعد ایک سگریٹ سلگا کر اس کے کش لینے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کانچا اپنے ساتھی کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جا رہا تھا۔ اس وقت میں نے اس کے دماغ کو اپنی مٹھی میں لے لیا۔ اور پھر اس کی گھڑی کے کانٹے کو الٹا چلا دیا یعنی جو وقت ہو رہا تھا اس سے اس کی گھڑی کو پندرہ منٹ پیچھے کر دیا۔ پندرہ منٹ کے بعد وہ اپنے ان ساتھیوں کے پاس پہنچا جو آدھی رات کے بعد اس کی مہم میں شریک ہونے والے تھے۔ میں پھر کانچا کے دماغ میں

گھس بیٹھ گیا کیونکہ وہ ان سب کی گھڑیوں سے اپنی گھڑی کے مطابق وقت ملانے والا تھا۔ اس نے کہا یا دوسرے لفظوں میں میں نے اس کی زبان سے کہا۔

"ساتھیو! آفیسر سے ساری باتیں طے ہو چکی ہیں۔ وہ ٹھیک بارہ بجے وہاں کی بجلی بند کر دے گا۔ تم سب میری گھڑی کے مطابق وقت ملاؤ۔"

وہ لوگ اپنی اپنی کلائیوں سے گھڑیاں اتار کر وقت ملانے لگے۔ ایک نے کہا۔ "استاد تمہاری گھڑی تو پندرہ منٹ پیچھے ہے۔ صحیح وقت ہماری گھڑیوں میں ہے۔"

میں نے کانچا کی زبان سے کہا۔ "میں بجلی گھر کے آفیسر سے وقت ملا کر آ رہا ہوں۔ میری گھڑی کے مطابق مہم کا آغاز ہو گا لہٰذا صحیح اور غلط وقت کے سلسلے میں بحث نہ کرو۔"

ان سب نے خاموشی سے کانچا کی گھڑی سے وقت ملایا۔ پھر انہیں اپنی اپنی کلائیوں میں پہن لیا۔ کانچا نے اپنے دو ساتھیوں سے کہا۔ "تم دونوں ابھی مس سلور کی کوٹھی کے پاس پہنچ جاؤ۔ اور وہاں کی نگرانی کرتے رہو۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ لڑکی پولیس والوں سے رابطہ قائم کر سکتی ہے اور نہیں بھی کر سکتی ہے۔ مس سلور انہیں اس کا موقعہ نہیں دے گی۔ انہیں ضرور سمجھاتے گی کہ پولیس والوں سے رابطہ قائم کرنے میں ان لڑکیوں کا بھی نقصان ہے بہرحال تم دونوں وہاں اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ کوئی پولیس والا وہاں نہ پہنچے۔"

کانچا کے حکم کے مطابق وہ دونوں وہاں سے چل پڑے۔ راستے میں میں نے ایک شخص کو ٹریپ کیا۔ اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اسے ٹائلٹ جانے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ لہٰذا وہ آگے چلے اور وہ تھوڑی دیر بعد اس کے پیچھے مس سلور کی کوٹھی تک پہنچ جائے گا۔ اس کا ساتھی آگے بڑھ گیا اور وہ پیچھے رہ کر ہماری طرف آنے لگا۔

غلام میری خیال خوانی کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے چپ چاپ کھانے کا بل ادا کیا۔ پھر میں اس کے ساتھ خاموشی سے چلتا ہوا ہوٹل کے باہر آ گیا۔ میری خیال خوانی کے مطابق وہ شخص سیدھا سی ہوٹل کی طرف چلا آ رہا تھا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد وہ ہمارے پاس پہنچ گیا۔ یوں کہنا چاہیے کہ میں اس کے دماغ میں رہ کر اپنے ہی قریب پہنچ گیا۔ پھر اس نے کہا۔ غلام میں فرہاد بول رہا ہوں۔ ہم آگے جاؤ اور کسی ٹیکسی والے کو اینگیج کرو۔ ہم مس سلور کی رہائش گاہ تک جائیں گے اور میں فرہاد صاحب کا تابع فرمان ہوں۔ میں آپ لوگوں کو وہاں تک پہنچاؤں گا۔"

قریب ہی ایک ٹیکسی اسٹینڈ تھا۔ غلام اس طرف جانے لگا۔ میری ہدایت کے مطابق وہ شخص بھی اس طرف بڑھ گیا۔ کیونکہ وہی ٹیکسی ڈرائیور کو اس علاقے کا نام بتا سکتا تھا۔ مختصر یہ کہ پانچ منٹ کے بعد ہم تینوں ٹیکسی میں بیٹھے ہوئے تھے اور مس سلور کی رہائش گاہ کی طرف سفر کر رہے تھے۔ اس دوران میں نے آشا بیلا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ دوسری لڑکیوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھی۔ مس سلور بھی وہاں ایک طرف کرسی پر قیدی کی حیثیت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ لڑکیاں اسی موضوع پر بحث کر رہی تھیں کہ یاد داشت کیسے گم ہو جاتی ہے اور جب ایسا حادثہ پیش آ جائے تو یاد داشت کو کیسے واپس لایا جا سکتا ہے۔ ایک لڑکی نے کہا۔

"فی الحال تو وہی طریقہ ہے جس پر ہم سب متفق ہیں وہ یہ کہ ہم سب آشا بیلا کو اپنے ساتھ باہر لے جائیں اور اس شہر کے گلی کوچوں میں اسے گھماتے رہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی جانی پہچانی جگہ دیکھ کر اسے کچھ یاد آ جائے۔"

آشا بیلا نے کہا۔ "میرے اندر ایک عجیب سی بے چینی ہے۔ جب تک میں اپنے آپ کو پہچان نہیں لوں گی اور مجھے میرا ماضی اور میرے عزیز و اقارب یاد نہیں آئیں گے۔ اس وقت تک یہ بے چینی دور نہیں ہو گی۔ بہتر ہے کہ ہم تھوڑی دیر کے لیے باہر چلیں۔"

کئی لڑکیاں وہاں سے باہر جانے کے لیے مچل رہی تھیں کیونکہ کافی عرصہ تک وہ قیدی کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھیں۔ اب آشا بیلا کی یاد داشت واپس لانے کے بہانے ہی انہیں تفریح کا موقع ہاتھ آ سکتا تھا۔ آشا بیلا نے کہا۔ "ٹھیک ہے ہم باہر جائیں گے لیکن مس سلور کی کار میں چھ لڑکیوں سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے۔ باقی لڑکیاں یہاں رہیں گی۔ ہم مس سلور کو... رسیوں سے ..... باندھ کر جائیں گے اور یہاں رہنے والی لڑکیاں اس کی نگرانی کریں گی۔"

جب ہماری گاڑی مس سلور کی رہائش گاہ کے قریب پہنچی اس وقت آشا بیلا اور اس کی ساتھی لڑکیاں مس سلور کو رسیوں سے باندھ چکی تھیں اور گیراج میں پہنچ کر گاڑی اسٹارٹ کر رہی تھیں ظاہر ہے کہ وہ بیرونی آہنی گیٹ کو بھی کھولنے والی تھیں۔ ہم نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ دیکر وہاں سے رخصت کیا پھر ہماری رہنمائی کرنے والے شخص نے غلام سے کہا۔ "آؤ مجھے ذرا دور لے چلو۔ میں بیہوش ہونا چاہتا ہوں۔"

غلام سمجھ گیا کہ وہ شخص میرے اشارے پر یہ بات کہہ رہا ہے۔ وہ اسے وہاں سے دور لے گیا۔ ایک گلی میں لے جانے کے بعد غلام نے آس پاس دیکھا۔ چاروں طرف ویرانی اور سناٹا تھا۔ اس نے اس شخص کا گلا دبوچ لیا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "اے

...ہ کرتے ہو۔ مجھے جان سے نہ مارنا۔ کچھ ایسا ہاتھ دکھاؤ کہ ...ہوش ہو کر گر پڑوں۔"

غلام نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ ایک ہاتھ ایسا اس کی ...ہو جایا کہ وہ چکرا کر زمین پر گر پڑا۔ اس نے جھک کر بیہوش ...کی نبض ٹٹولی پھر وہاں سے میرے پاس چلا آیا۔ وہاں ان ...نے اس سوچ کو آف کر دیا تھا جس کے ذریعے تار کا ٹوں ...بجلی کی لہر دوڑائی جاتی تھی۔ اس کے بعد وہ لڑکیوں نے آ کر ...آہنی گیٹ کو کھول دیا۔ اس وقت تک میں اور غلام اس ...کے سامنے پہنچ چکے تھے۔ گیٹ کھلتے ہی وہ لڑکیاں چونک ...کے پیچھے گیراج سے وہ کار نکل رہی تھی جس میں چھ ...ان بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ گیٹ بند کیا جاتا ...دوڑ کر اندر آ گئے۔ ان میں سے ایک لڑکی چیختی ہوئی دوڑتی ...کار کی طرف جانے لگی۔ وہ وہاں پہنچنے کے دوران چیختی جا رہی ...آشا بیلا کو مخاطب کر رہی تھی اور اسے بتا رہی تھی کہ وہ اجنبی ...احاطے کے اندر گھس آئے ہیں۔

غلام نے آہنی گیٹ کو اندر سے بند کر دیا۔ دوسری طرف ...بیلا کار سے اتر کر میری طرف آ رہی تھی۔ اُنے کا انداز ایسا ...جیسے کوئی فوج کا جرنیل آ رہا ہو۔ کیونکہ اس کے ہاتھ میں پستول ...اور اس کے پیچھے لڑکیوں کی فوج تھی۔ پھر وہ میرے سامنے ...ٹھٹھک گئی۔ چند لمحوں تک ہم ایک دوسرے کو دیکھتے ...رہے۔ وہ ملاشبہ اس قدر حسین تھی کہ اس کے ہاتھ میں پستول ضروری ...تھا۔ مرنے والے اس حسینہ کی بے رخی سے ہی مر سکتے تھے۔

اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔ "کون ہو تم؟ اور زبردستی ...کیوں گھس آئے ہو؟ فوراً جواب دو ورنہ گولی مار دوں گی۔"

میں نے شدید حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "تم۔ تم وہی ...ہیں۔ میں تمہیں جانتا ہوں۔"

یہ سنتے ہی اس کا غصہ کافور ہو گیا۔ وہ مجھے سوالیہ نظروں ...دیکھنے لگی۔ اس کی ایک ساتھی لڑکی نے پوچھا۔ "کیا تم اسے ...جانتے ہو؟ اگر جانتے ہو تو اس کا نام بتاؤ۔"

میں نے جواب دیا۔ "اس حسینہ کا نام ایزا بیلا یا آشا بیلا ہے۔"

دوسری لڑکی نے کہا۔ "یہ کیا بات ہوئی؟ تم دو نام بتا رہے ...والا انسان میں سے ایک نام درست معلوم ہوتا ہے۔ تم ان ...اس کی وضاحت کرو۔"

میں نے کہا۔ "میرے پاس اس حسینہ کی ایک تصویر ہے ...پیچھے آشا بیلا لکھا ہوا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک ایسا ...ہے جو لندن سے آیا ہے اور اس میں کسی ایزا بیلا کا ذکر ...اگر تو وہ میں تم لوگوں کو دکھا دوں۔

یہ کہہ کر میں اپنی جیب سے اس تصویر اور ٹیلی گرام والے لفافے کو نکالنا چاہتا تھا۔ آشا بیلا نے ڈانٹ کر کہا۔ "خبردار اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔ اگر ذرا بھی حرکت کی تو گولی مار دوں گی۔ یہاں میرے سامنے کوئی چالاکی نہیں چلے گی۔"

میں نے اس کے حکم کے مطابق دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے۔ ایک لڑکی نے آگے بڑھ کر میری عینکوں کو ٹٹولا۔ پھر ایک لفافہ نکال کر اسے کھولتے ہوئے آشا بیلا کے پاس پہنچ گئی۔ پھر اس میں سے وہ تصویر نکال کر اسے دکھانے لگی۔ سب ہی اس تصویر کو حیرانی سے دیکھ رہے تھے کیونکہ وہ سچ مچ آشا بیلا کی ہی تصویر تھی۔ اور اس کے پیچھے اس کا نام لکھا ہوا تھا۔

میں چاہتا تو پلک جھپکتے ہی آشا بیلا سے اس کا پستول چھین سکتا تھا۔ لیکن وہ وہاں بڑی دیدار اور مار دھاڑ والی پیرٹن بنی ہوئی تھی جو جوڈو کراٹے کا تماشہ دکھا رہی تھی اور پستول کے سہارے دشمنوں کو بھگا چکی تھی۔ میں اس کا بھرم رکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے پستول کو اسی کے پاس رہنے دیا۔

آشا بیلا نے مجھے دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں وہ اپنائیت تھی جو اپنوں کو پا لینے کے بعد ہوتی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس کے ماضی سے تعلق رکھتا ہوں اور شاید اس کے عزیز یا دوست احباب میں سے کوئی شخص ہوں۔ اس نے پوچھا۔ "آپ کون ہیں۔ آپ کا نام کیا ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "میں ایک سیاح ہوں۔ میرا نام طارق محمود ہے اور وہ جو جہنی کھڑا ہوا ہے وہ میرا ہمسفر ہے۔ ہم دونوں خشکی کے راستے پاکستان جا رہے ہیں۔"

آشا بیلا نے کہا۔ "اس تصویر اور ٹیلی گرام سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم مجھے بہت قریب سے جانتے ہو۔ بتاؤ کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آئی ہوں؟"

میں نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "تعجب ہے کہ تم مجھ سے اپنے متعلق یوں پوچھ رہی ہو جیسے کہ تمہیں کچھ یاد نہ ہو۔"

کئی لڑکیوں نے ایک ساتھ کہا کہ واقعی آشا بیلا کو کچھ یاد نہیں ہے۔ وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ یہ اپنی یاد داشت کھو چکی ہے۔ اس پر میں نے مزید تعجب کا اظہار کیا۔ پھر اس سے پوچھا۔ "کیا یہاں کھڑے ہی کھڑے باتیں ہوں گی۔ بہتر ہو گا کہ ہم اندر بیٹھ کر اطمینان سے باتیں کریں۔ ہو سکتا ہے کہ میں تمہارے کسی عزیز کو یہاں ڈھونڈ نکالوں۔"

آشا بیلا نے کہا۔ "اتنا ہی کافی ہے کہ میں تمہیں اس کوٹھی کے احاطے میں برداشت کر رہی ہوں اور ہمارے حالات ایسے ہیں

کہ ہم میں سے کوئی بھی زندگی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے دشمنوں میں سے کوئی ہوا در کہیں سے میری یہ تصویر ریڈیلیگر حاصل کرنے کے بعد یہاں ہمیں پھانسنے کے لیے آئے ہو۔"

"میں ایک وقت میں اپنی ساری لڑکیوں کو نہیں پھانس سکتا۔ آج تک کسی نے ایسا ریکارڈ قائم نہیں کیا۔"

ایک لڑکی نے کہا۔ "اے مسٹر آشا بیلا کا یہ مطلب نہیں ہے ہم سب یہاں دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اس لیے تمہیں بھی دشمن ہی سمجھیں گے پہلے یہ ثابت کرو کہ تم آشا بیلا کو کیسے جانتے ہو اور یہ تصویر ریڈیگر نے تمہیں کہاں سے حاصل کیا ہے۔"

میں نے انہیں بتایا کہ ہم گشتی گاڑی میں سولمین شہر سے رنگون آ رہے تھے۔ راستے میں ایک شخص دہشت زدہ ہو کر بھاگا چلا آ رہا تھا اور دشمن کہیں سے اس پر گولیاں برسا رہے تھے۔ وہ ہماری گشتی گاڑی کے قریب آ کر رک گیا۔ اور اس نے اپنی کسی بہن کا حوالہ دیتے ہوئے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن موت نے اسے کچھ کہنے کی مہلت نہیں دی۔ اس نے ایک لفافہ میری طرف بڑھایا۔ میں نے اسے لے کر اپنی جیب میں رکھ لیا اس کے بعد وہ مر چکا تھا۔ یہ وہی لفافہ ہے جو اس وقت ان لڑکیوں کے ہاتھوں میں تھا۔

آشا بیلا نے بے یقینی سے کہا۔ "تمہاری اس فلمی انداز کی کہانی پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔"

میں نے کہا۔ "یقین کرنا یا نہ کرنا تم لوگوں کے اختیار میں ہے۔"

ایک لڑکی نے پوچھا۔ "چلو اگر ہم یہ درست تسلیم کر لیں تب بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ آشا بیلا ہی کو تمہیں ملے گی۔"

اس لڑکی نے بڑا ہی دانشمندانہ سوال کیا تھا۔ اس کا جواب میرے پاس پہلے سے موجود تھا۔ میں نے جواب دیا۔ "بات یہ ہے کہ ہم رنگون شہر کی سیر کو۔ پھر رہے تھے۔ اس علاقے سے گزر ہوا تو ہم نے بہت سے لوگوں کو اس کوٹھی کی طرف مشتبہ حالت میں پایا۔ ایک گلی میں دو آدمی کھڑے ہوتے باتیں کر رہے تھے۔ ان کی باتوں کا لب لباب یہ ہے کہ ابھی رات کو بارہ بجے یہاں کی بجلی چلی جائے گی۔ اس کے بعد وہ لوگ اس احاطے کے تاروں کو کاٹ کر اندر داخل ہو جائیں گے۔"

تمام لڑکیاں سہمے ہوئے انداز میں آشا بیلا کو دیکھنے لگیں کیونکہ وہی مار دھاڑ والی ہیروئن تھی۔ اور وہی ان بدمعاشوں سے... ان کی حفاظت کر سکتی تھی۔ میں نے کہا۔ "ان دو آدمیوں کی باتیں سننے کے بعد میں اس کوٹھی کے آہنی گیٹ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہاں چودو آدمی پہرہ دے رہے تھے ان میں سے ایک کو میرے ساتھی نے مار کر بے ہوش کر دیا ہے۔ تب ہی ہم آزادی سے اس دروازے تک پہنچ سکے تھے۔"

اب وہ سب مجھے تو تجھے اور امداد طلب نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے انہیں مزید یقین دلانے کے لیے کہا۔ "اس وقت بارہ بجنے میں بیس منٹ ہیں۔ بیس منٹ کے بعد یہاں کی بجلی چلی جائے گی اور دشمن یہاں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔ اس وقت تم لوگوں کو میری باتوں کی سچائی کا یقین ہو جائے گا۔"

ایک سہمی ہوئی لڑکی نے کہا۔ "ہمیں اندر جا کر کھڑکی دروازوں کو بند کر لینا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "بجلی کے تار کاٹ کر آنے والے دشمن کو روکا نہیں جا سکتا۔ ہم دروازوں کو تو بند کر سکیں گے۔ لیکن ایک پستول بھی انہیں سے نہیں روک سکے گا۔ بہتر ہے کہ ہم سب چھت پر چلے جائیں۔ وہاں چھپ کر آنے والوں کو مارنے سے زیادہ دشمنوں کو بھگانے کی کوشش کریں۔"

میری تجویز انہیں پسند آئی کیونکہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ سب بھاگتی ہوئی کوٹھی کی چھت پر جانے لگیں۔ آشا بیلا اور دو چار لڑکیوں نے مجھے پستولوں کی ریزرو گولیاں دیں۔ میں نے ایک لڑکی سے کوٹھی کے اندر پہنچ کر اس کی بجلی کا مین سوئچ آف کرنے کو کہا۔ جس کے دبتے ہی تار کاٹنے والوں میں بجلی کی ہر دو تاریں چلی جائیں گی۔ بعد میں اور خلاء ان کے ساتھ کوٹھی کی چھت پر گئے۔ سخت لہجے میں دھمکی دی۔ "دیکھو اگر تمہاری بات جھوٹ اور آدھی رات کے وقت بجلی نہ گئی تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

ہمیں چھت کے ایک گوشے میں کھڑے رہنے کے لیے کہا گیا۔ تمام لڑکیاں ہم سے دور ادھر ادھر ٹہلتی رہیں۔ آشا بیلا ایک کرسی لائی گئی تھی۔ وہ اس کرسی پر بیٹھ کر سگریٹوں کا شوق فرمانے لگی۔ میں اس کی طرف اس انتظار میں رہی۔ کہ بجلی جاتی ہے یا نہیں۔ بارہ بجے میری پیشین گوئی کے مطابق اس علاقے میں چاروں طرف تاریکی چھا گئی۔

چھت پر کھڑی ہوئی لڑکیاں سہم گئی تھیں۔ ایک حلق سے چیخ بھی نکل گئی تھی۔ میں نے کانچا کے ذہن کو پڑھنے کی کوشش کی۔ اس کی گھڑی پندرہ منٹ پیچھے تھی۔ اس کو کوٹھی کے چاروں طرف اس کے آدمی پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے ایک ساتھی نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ گھڑی کے وقت میں فرق ہے۔"

میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تمہاری گھڑی پندرہ منٹ پیچھے ہے۔ کانچا نے کہا۔ "میں نہیں مانتا۔ میں نے بجلی گھر کی گھڑی سے وقت ملایا تھا۔ اس وقت میں سمجھتا ہوں ٹیکنیکل خرابی کے باعث بجلی گئی ہے۔ اور وہ آئندہ بارہ بجے پھر یہاں کی بجلی غائب کرے گا۔"

اس کے ایک ساتھی نے کہا۔ "اس وقت بھی بجلی غائب ہونے سے ہم موقعہ سے فائدہ اٹھائیں اور ایک طرف سے تار کاٹ کر الگ کر دیں۔"

کانچا نے کہا۔ "یہ خطرناک بات ہوگی۔ اگر اچانک بجلی آنے تو تار کاٹنے والے کا کیا حشر ہوگا؟"

اس بات پر وہ سب سوچنے لگے۔ اپنے اپنے طور پر غور کرنے لگے۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ ایک شخص خطرہ مول لے کر بڑھے گا۔ اور ایک طرف سے تار کاٹنے کی کوشش کرے گا۔ میں نے معلوم کر لیا کہ وہ شخص دیوار کے کس حصے کی طرف آئے گا۔ میں نے اسی طرف دیکھتے ہوئے آشا بیلا سے کہا۔ "ادھر آؤ اور اس دیوار کی طرف دیکھو۔ مجھے کوئی سایہ سا دکھائی دے رہا ہے۔ کسی کے پاس ٹارچ ہے؟"

ادھر میں نے اشارہ کیا تھا۔ ادھر ایک لڑکی نے ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ آشا بیلا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ذرا جھکا وہاں ایک شخص کو بڑھتا ہوا تار کاٹنے کو اوزار سے کاٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آشا بیلا نے فوراً ہی ادھر گولی چلا دی۔ اس آدمی کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ دیوار کے دوسری طرف لڑھک گیا۔ اسے گولی لگی تھی وہ بدحواس ہو کر گر پڑا تھا۔

آشا بیلا نے میری طرف اب احتراماً دیکھا۔ اندھیرے میں اس کی نگاہیں سمجھ میں نہیں آ سکتی تھیں۔ لیکن میں سوچ کے ساتھ اس کے بدلے ہوئے مزاج کو سمجھ سکتا تھا۔ اب وہ مجھ سے اظہار کر رہی تھی۔ میں نے اسے چھوڑ کر کانچا کی طرف توجہ دلائی۔ اس آدمی کے گرنے کے بعد وہ جھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اپنے آدمیوں سے کہہ رہا تھا کہ اس کی گھڑی یا تو غلط ہو سکتی ہے یا وجہ سے لیٹ ہو گئی ہے۔ لہٰذا مزید خطرہ مول لینا چاہیے۔ اس نے چار آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ ادھر ادھر سے دیواروں پر چڑھ کر تاروں کو کاٹنے کی فوراً کوشش کریں۔

اس کے ساتھیوں نے حکم کی تعمیل کی۔ میں کانچا کے دماغ کے ذریعے اس بجلی گھر کے آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر وہ میری ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگا۔ ادھر جیسے ہی کانچا کے آدمیوں نے دیواروں پر چڑھ کر تار کاٹنے کی کوشش کی۔ بجلی گھر میں سوئچ آن کر دیا۔ میں نے آفیسر کے دماغ سے کہا تھا کہ دیوار پر چڑھنے والے چیخیں مار کر دوسری طرف گریں گے۔ اور وہ علاقہ دوبارہ روشن ہو گیا تھا۔ تار کاٹنوں کی چیخیں گونجنے لگی تھیں۔

روشنی میں کوٹھی کے احاطے کے باہر کا پنجرا نظر آیا۔ وہ ایک گلی میں جیپ کار کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس کے دوسرے ساتھی اپنے ان ساتھیوں کو سنبھال رہے تھے۔ جو بجلی کے جھٹکے کھا کر گر پڑے تھے۔ وہ انہیں اٹھا کر جیپ میں لا کر ڈال رہے تھے۔ کانچا ان سے کہہ رہا تھا۔ "جلدی کرو۔ یہ چیخیں سن کر سارے محلے والے جمع ہو جائیں گے۔ پولیس والے بھی آ سکتے ہیں۔"

پانچ منٹ کے اندر ہی وہ لوگ جیپ کار میں بیٹھ کر وہاں سے بھاگ گئے۔ تمام لڑکیاں خوش ہو کر تالیاں بجانے لگیں۔ پھر ہم سب چھت سے اتر کر کوٹھی میں واپس آئے۔ وہاں ایک کمرے میں مس سوکر کرسی پر بندھی ہوئی بیٹھی تھی اور خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ کیونکہ اس کے سامنے میز پر سامی بیٹھی ہوئی غرا رہی تھی۔ مس سلو نے ہمیں دیکھتے ہی کہا۔

"فار گاڈ سیک۔ اس بلی کو یہاں سے لے جاؤ۔ دشمنوں کی طرح مجھ پر غرا رہی ہے ایسا لگتا ہے جیسے میرا خون پی جائے گی۔"

آشا بیلا نے سامی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "آہا کتنی پیاری بلی ہے۔"

سامی نے اس کے ہاتھ پر پنجہ مارا۔ آشا بیلا بدک کر پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ میرے پاس کسی حسین عورت کو برداشت نہیں کرتی کیونکہ یہ میری بیوی ہے۔"

تمام لڑکیاں ہنسنے لگیں۔ ایک نے پوچھا۔ "یہ بلی کیا تمہاری بیوی ہے؟"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں یہی میری بیوی ہے ہم ایک دوسرے کے جیون ساتھی ہیں۔ یہ میرے ساتھ رہتی ہے، کھاتی ہے پیتی ہے اور میرے پاس سوتی ہے۔"

میری اس بات پر تمام لڑکیاں مسکرا کر ہنسنے لگیں تھوڑی دیر تک ہم ہنستے مسکراتے رہے پھر گرما گرم کافی آ گئی۔ تمام لڑکیوں نے اپنی اپنی ڈیوٹی سنبھال لی تھی۔ چند لڑکیاں کوٹھی کے باہر برآمدے میں اور کوٹھی کے پیچھے دائیں بائیں دو دو چار چار کی تعداد میں پہرے دار کی حیثیت سے کھڑی ہو گئی تھیں۔ پہرہ دینے کے لیے ڈیوٹی کے اوقات مقرر کر لیے گئے تھے تاکہ کوئی بھی خطرہ محسوس ہو تو ہمیں اطلاع دی جا سکے۔

کافی پینے کے دوران آشا بیلا نے مجھ سے کہا۔ "مسٹر طارق جب تم نے... رامیشور کا قصہ سنایا کہ وہ تمہاری گشتی گاڑی تک پہنچنے پہنچتے مر گیا تھا۔ اور انجان دشمن اس پر فائرنگ کر رہے تھے اور... رامیشور کے ہاتھ سے تم نے میری تصویر حاصل

کی تھی۔ تو یہ سب باتیں مجھے قصہ کہانیوں جیسی لگیں۔ مجھے یقین نہیں آیا تھا لیکن اب میں تم پر یقین کرتی ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "اب یقین کرنے کی وجہ؟"

"یہی کہ تمہاری پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ ٹھیک بارہ بجے بجلی چلی گئی تھی۔ اگر تم نہ ہوتے تو دشمن ہمیں دھوکا دے کر ہم پر غالب آجاتے۔"

میں نے کافی کا آخری گھونٹ حلق سے اتارنے کے بعد کہا۔ "جو واقعات میرے سامنے گزر چکے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ رامیشور تمہارا بھائی تھا۔ کیا تم ذہن پر زور ڈال کر ایسا کوئی نام یا ایسے نام والے کو یاد کر سکتی ہو؟"

وہ سر جھکا کر پوری توجہ سے سوچنے لگی۔ رامیشور کا نام یاد کرتے ہوئے کتنی ہی خیالی تصویریں اس کے تصور میں ابھرتی چلی گئیں۔ لیکن وہ رامیشور اسے یاد نہیں آرہا تھا جو میری گشتی گاڑی کے پچھلے پائیدان پر رہ گیا تھا۔ میں نے کہا۔

"دیکھو نیلی کرشنم کے مطابق ایزابیلا یہاں پہنچنے والی تھی۔ تم ہماری..... زبان بول لیتی ہو۔ اگر تم انگریز ہوتیں تو اتنی روانی سے یہ زبان نہ بول سکتیں۔ ایزابیلا انگریزی روانی سے بول سکتی ہے مگر تمہاری زبان نہیں بول سکتی۔ بولے گی بھی تو اس میں انجنیت پائی جائے گی....."

میں بات ادھوری چھوڑ کر سوچنے لگا میرے اندازے کے مطابق اس لڑکی کا نام ایزابیلا ہو سکتا تھا جو قتل کر دی گئی تھی۔ بس ایک ہی بات میرے خیال کی نفی کرتی تھی اور وہ یہ کہ قتل ہونے والی ساڑھی پہنے ہوئے تھی اور لندن سے آنے والی ایک انگریز لڑکی ایزابیلا ساڑھی نہیں پہن سکتی تھی۔ البتہ یہ سوچا جا سکتا تھا کہ بہت سی انگریز عورتیں شوقیہ مشرقی لباس پہن لیتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایزابیلا نے بھی شوقیہ وہ ساڑھی پہن لی ہو۔

میں آشا بیلا کے سامنے یہ ظاہر نہیں کر سکتا تھا کہ میں اس معاملہ کے بارے میں اتنا ہی جانتا ہوں۔ جتنا کہ وہ جانتی ہے۔ میں نے اشارتاً کہا۔ "لندن سے آنے والی ایزابیلا یقیناً یہاں پہنچ گئی ہے اور کہیں گم ہو گئی ہے۔"

آشا بیلا نے ذرا چونک کر نظر گھما کر مجھے دیکھا۔ پھر سنبھل کر بولی۔ "تو پھر رامیشور کے پاس اسی گم ہونے والی ایزابیلا کی تصویر ہونی چاہیے تھی لیکن اس کی جیب سے میری تصویر نکلی ہے اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟"

"فی الحال تمہارے سلسلے میں کسی بات کا مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا۔ تمہاری یادداشت کا واپس آنا بہت ضروری ہے اور اس کے لیے ہمیں یہاں سے باہر نکلنا ہوگا۔ تم پورے رنگون شہر کی سیر کرو گی اور کسی جانے پہچانے علاقے کو پہچان سکو گی تو شاید بات بن سکے گی۔"

"میں اپنے آپ کو پہچاننے کے لیے بڑی بے چین ہوں۔ اف کیا بتاؤں کہ تھکن سے بدن ٹوٹ رہا ہے۔ میں پتہ نہیں کتنی بے ہوش ہو گئی تھی۔ جب ہوش میں آئی تو مس سلور سو پڑ گئی۔ اس وقت سے اب تک آرام کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اب رات جیسے جیسے گزر رہی ہے۔ ویسے ہی تھکن بڑھ رہی ہے اور نیند آرہی ہے۔ بہتر ہوگا کہ ہم صبح یہاں سے چلیں ویسے بھی مس سلور ابھی ہمارے لیے پرابلم ہی ہوتی ہے۔"

وہ واقعی تھکی تھکی سی لگ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے ابھی آرام کرنا بہتر ہے۔ ویسے مس سلور کوئی پرابلم نہیں بنے گی جب ہم یہاں سے باہر جائیں گے تو میرا ساتھی غلام اس کی دیکھ بھال کو سنبھال لے گا۔ تم اس کی طرف سے بے فکر رہو۔ اور ابھی آرام سے سو جاؤ۔"

وہ مجھے احسانمندی سے دیکھتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ میں نے غلام کو ملا کر کہا۔

"دیکھو میں تین گھنٹے تک سوتا رہوں گا۔ اس وقت بجنے والے ہیں۔ میں پانچ بجے بیدار ہو جاؤں گا۔ پھر تین سے آٹھ بجے تک تم اپنی نیند پوری کر لینا۔ اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا۔ یہاں کچھ لڑکیاں تمہارے ساتھ قائم ہو گئی۔ اور وہ اس کوٹھی کے چاروں طرف گھومتی رہیں گی۔ اس احاطے میں داخل نہ ہو سکے۔ تم ذرا ہوشیار رہنا۔"

میں اسے ہدایات دیکر سامنی کے ساتھ ایک کمرے میں آگیا ایک بستر پر لیٹ گیا۔ حسب دستور میں نے اپنے لیے ہدایت دی اور تین گھنٹے کے لیے آنکھیں بند کر کے گہری نیند سو گیا۔ تین گھنٹے کے لیے میں اس دنیا کی اچھائیوں اور برائیوں سے دور ہو گیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ خود کو ذہین کہنے والا شخص سونے کے دوران بدی سے محفوظ رہتا ہے اور جاگنے کے بعد بدی سے مغلوب ہو جاتا ہے اور اس کی ذہانت دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ آشا بیلا مقناطیس تھی اور میں لوہے کے لیے اس کی مقناطیسی خوبیوں سے محفوظ ہو گیا تھا۔ اس کے ہوتے ذہن سے میں نے کئی بار یہ بچپنی لیتے ہوئے اس کو خود کو سوچا پھر اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا کیونکہ وہ خود کو پہچانتی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ غیر شادی شدہ ہے کی دھرم پتنی ہے۔ اسے ہاتھ لگانا مناسب نہ تھا۔

ٹھیک پانچ بجے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے دماغ

دیکھا۔ غلام چند لڑکیوں کے درمیان چھت پر بیٹھا ہوا اپنی طاقت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ایک لوہے کی سلاخ کو دونوں ہاتھوں سے موڑ رہا تھا۔ لڑکیاں حیران ہو کر اسے دیکھ رہی تھیں۔ کم بخت سیاہ نام تھا مگر لڑکیوں کے سامنے گلفام بن رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ "بہت ہیرو بن چکے اب واپس آجاؤ۔"

وہ واپس آگیا۔ میں نے اس سے کہا۔ "تمہیں تین گھنٹے تک سونے کی اجازت ہے۔ اس کے بعد گشتی گاڑی میں واپس چلے جانا وہاں افیسر کو تمام کاغذات دکھانے کے بعد اسے رشوت دے کر مجبور کر دینا کہ ہم یہاں ایک ہفتے تک قیام کریں گے۔"

جس بستر کو میں نے چھوڑا تھا۔ غلام اس پر جا کر لیٹ گیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی میں نے خیال خوانی کی لہریاں سا کر اسے سلا دیا۔ آشا بیلا اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔ میں مس سلور کے کمرے میں گیا۔ وہ اسی طرح کرسی پر بندھی ہوئی سو گئی تھی۔ میں نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑا تو اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔

اچانک بیداری نے اسے بوکھلا دیا تھا۔ وہ خود کو بندھا ہوا پا کر سمجھ گئی کہ آشا بیلا کی قید میں ہے۔ میں نے اسے مسکرا کر دیکھا تو وہ جبراً مسکرانے لگی پھر آہستگی سے بولی۔ "نوجوان تم کون ہو۔ اور آشا بیلا کی حمایت کیوں کر رہے ہو۔ مجھے اپنے متعلق کچھ بتاؤ۔ میں آشا بیلا سے زیادہ تمہاری دوست ثابت ہوں گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "اے بوڑھی دوشیزہ مجھے تم سے یا آشا بیلا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں ایک لٹیرا ہوں۔ تم مجھے اپنے خفیہ تجوری کا پتہ بتاؤ۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہاں کتنی دولت اور تمہارے کتنے اہم کاغذات رکھے ہوئے ہیں۔"

"میں تمہیں اتنی دولت دوں گی جتنی کہ تجوری میں بھی نہیں ہوگی۔ تم چوری کا خیال چھوڑ دو۔ میرا ساتھ دو۔ عیش ہی عیش کرو گے۔"

میں جواب دینے کے بجائے اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس سے معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس کی تجوری اسی کمرے میں تھی۔ وہ ایک آہنی الماری تھی جسے کھولنے کے بعد پتہ چلتا تھا کہ وہاں اس کے کپڑے لٹکے ہوئے ہیں لیکن کپڑے لٹکانے والی الماری کی دیوار کے پیچھے اس کی وہ خفیہ تجوری تھی جو نمبروں کی خاص ترتیب سے کھولی جاتی تھی۔ میں نے وہ نمبر اس کے ذہن سے چرا لیے پھر مسکرا کر بولا۔ "ٹھیک ہے تم مجھے اپنی تجوری کا پتہ نہیں بتا رہی ہو لیکن میں ابھی تمہاری آنکھوں کے سامنے اس تجوری کو کھولوں گا۔ یہ دیکھو....."

میں اس کے پاس سے چلتا ہوا الماری کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اسے کھولا تو مس سلور مطمئن تھی۔ خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ میں مایوس ہو جاؤں گا۔ میں نے اس کی الماری کے کپڑوں کو ادھر ادھر ہٹا کر کہا۔

"یہاں تو صرف کپڑے ہیں۔ اب بھی بتا دو کہ تجوری کہاں ہے؟"

وہ بولی۔ "تجوری یہاں نہیں ہے۔ میری دوسری رہائش گاہ یہاں سے کچھ فاصلے پر ہے۔ تم مجھے وہاں لے چلو۔ وہاں تمہاری مراد پوری ہو جائے گی۔"

میں نے اس کے دماغ میں بیٹھ کر جبراً اگلوایا۔ "میں یہ نہیں بتاؤں گی کہ وہ جو کپڑے ٹنگے ہیں۔ ان کے پیچھے خفیہ تجوری کی دیوار ہے اور میں نے اس کا نمبر چار چھ آٹھ سات ترتیب نہیں دیا ہے۔ وہ ان نمبروں سے نہیں کھلے گی۔"

اتنا کہتے ہی میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ چونک کر سوچنے لگی کہ ابھی وہ کیا کہہ رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "شکریہ تم نے اپنی باتوں کی روانی میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ عورت کو اپنی زبان قابو میں رکھنا چاہیے۔ زیادہ بولنے والی عورتیں اسی طرح اپنے راز اگل دیتی ہیں۔"

وہ گھبرا کر بولی۔ "نہیں نہیں۔ میں نے کچھ بھی نہیں کہا ہے۔ میں تو کچھ اور ہی بڑبڑا رہی تھی۔"

اس کے یہ کہنے کے دوران میں نے ان خاص نمبروں کی ترتیب سے اس تجوری کے پٹ کو کھول دیا۔ وہ بے اختیار چیخنے لگی۔ "نہیں تم اسے ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ تم اسے بند کر دو۔ ایک بار میری بات مان لو۔ اس تجوری میں جتنی رقم ہے میں اس سے دگنی رقم تمہیں دوں گی۔ اسے بند کر دو۔ فار گاڈ سیک — اسے بند کر دو۔"

میں تجوری کا منہ کھول چکا تھا اور وہاں کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس لیے التجا نہیں کر رہی تھی کہ اس تجوری میں بیش بہا خزانہ موجود تھا۔ نہیں بلکہ اس کی گھبراہٹ اور گڑگڑاہٹ محض اس لیے تھی کہ اس میں اس کے کیے ہوئے جرائم کے تحریری اور تصویری ثبوت بھی موجود تھے اور اس نے اب تک جتنی لڑکیوں کو دوسرے ملکوں میں بھیجا تھا۔ ان سب کے ریکارڈز موجود تھے۔ اور جو لڑکیاں باہر بھیجی جانے والی تھیں۔ ان کے بھی مکمل کاغذات وہاں رکھے ہوئے تھے۔

وہ گڑگڑا رہی تھی اور التجائیں کر رہی تھی۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر ایک زور کا طمانچہ رسید کیا۔ وہ ایکدم سے چپ ہو گئی۔ میں نے کہا۔ "تم نے اب تک بے شمار لڑکیوں کی زندگیاں برباد کی ہیں۔ کتنوں کے گھر اجاڑے ہیں اور دولت سمیٹتی رہی ہو۔ تمہیں کسی صورت سے معاف نہیں کیا جا سکتا ہے۔"

میں واپس تجوری کے پاس آگیا۔ وہاں بہت سے بلیک

میلنگ کے کاغذات اور تصویریں دیکھنے کے دوران میں نے خیال خوانی کے ذریعے آشا بیلا کو نیند سے بیدار کیا۔ اور اس کی سوچ میں یہ بات بٹھا دی کہ اسے ابھی مس سلور کے کمرے میں پہنچنا چاہیے۔ تھوڑی دیر بعد وہ جمائی لیتی ہوئی اس کمرے میں آ گئی۔ میں نے اسے بتایا کہ تجوری کے اندر سے کیسا کیسا مواد نکل رہا ہے۔ وہ غیرت سے مس سلور کی طرف دیکھتے ہوئے حیرانی سے تمام کاغذات پڑھنے لگی۔ تصویریں ایسی شرمناک تھیں کہ میری موجودگی میں انہیں دیکھتے ہوئے جھجکنے لگی۔ پھر اس نے تمام لڑکیوں کو اس کمرے میں بلایا اور ان سے کہا کہ یہاں جس جس کی تصویریں موجود ہیں وہ آئیں اور خود اپنے ہاتھوں سے انہیں جلا ڈالیں تاکہ اس چڑیل کے پاس بلیک میلنگ کا کوئی مواد باقی نہ رہے۔

مس سلور کے خلاف جو تحریری اور تصویری ثبوت تھے۔ میں انہیں لے کر اس کمرے سے باہر آ گیا کیونکہ وہاں میری موجودگی میں لڑکیاں جھجک رہی تھیں۔ شرما رہی تھیں۔ ایک گھنٹے بعد میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں تمام لڑکیاں جمع ہو گئی تھیں۔ کچھ ناشتہ کر رہی تھیں۔ کچھ باتیں کر رہی تھیں۔ تھوڑی دیر میں آشا بیلا بھی وہاں پہنچ گئی۔ اس نے کسی لڑکی سے ساڑھی مانگ کر پہن لی تھی۔ اس سے پہلے میں نے اسے بلاؤز اور اسکرٹ میں دیکھا تھا۔ اس لباس میں بھی وہ غضب ڈھا رہی تھی۔ اور اس مشرقی لباس میں بھی قیامت لگ رہی تھی۔ میں یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کہ اس سے متاثر ہو رہا ہوں۔ لہٰذا میں اس کی طرف دیکھنے سے پرہیز کرتا رہا۔ ناشتہ کرنے کے دوران آشا بیلا نے مجھ سے کہا۔ مسٹر طارق اگر تم نہ ہوتے تو ہم کبھی اس تجوری تک پہنچ سکتے۔ تم نے مس سلور کی بہت بڑی کمزوری ہمارے ہاتھوں میں دے دی ہے اور ان لڑکیوں کے ساتھ بھی بڑے احسانات کیے ہیں۔ اب انہیں کوئی بلیک میل نہیں کر سکے گا۔"

میں نے کہا۔ "ہاں بلیک میلنگ کی تمام تحریریں اور تصویریں مٹائی جا چکی ہیں۔ بہتر یہ ہو گا کہ یہ لڑکیاں اب اپنے اپنے گھر چلی جائیں جن کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ انہیں مس سلور کی تجوری میں سے حاصل ہونے والی دولت میں سے کچھ حصہ دے دیا جائے۔ تاکہ یہ اپنے طور پر کہیں زندگی گزار سکیں۔"

آشا بیلا نے کہا۔ "میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کہ مس سلور کی اس کوٹھی میں ہم زیادہ عرصہ نہیں رہ سکتے۔ کل رات تمہاری وجہ سے دشمن ہم پر غالب نہیں آ سکے مگر تم کب تک ہمارا ساتھ دو گے۔ لہٰذا ہر لڑکی کو اپنے اپنے ٹھکانے پر واپس چلا جانا چاہیے۔"

ناشتہ کرنے کے بعد مس سلور کی دولت تقسیم کی گئی۔ تمام لڑکیوں کے حصے میں اچھی خاصی رقم آئی۔ پھر یہ طے پایا کہ تمام لڑکیاں ہمارے ساتھ یہاں سے باہر جائیں۔ پھر جو رنگون شہر کی بسنے والیاں ہیں۔ وہ ٹیکسی وغیرہ میں بیٹھ کر اپنے گھروں میں پہنچ جائیں گی اور باقی لڑکیاں دور دراز کے علاقوں میں چلی جائیں گی۔ اس کے بعد صرف میں آشا بیلا اور غلام رہ جائیں گے۔ غلام کو میں نے ساڑھے آٹھ بجے نیند سے بیدار کیا۔ اسے سمجھا دیا کہ چیک پوسٹ کی طرف جائے۔ گشتی گاڑی چیک کرائے اور آفیسر کو رشوت دے کر ایک ہفتہ قیام کرنے کا اجازت نامہ حاصل کر لے۔

مس سلور کرسی پر بندھی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اسے آزاد کرتے ہوئے کہا۔ "اب تم آزاد ہو۔ جہاں چاہو جا سکتی ہو۔ ہمارے خلاف سازش کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ تمہاری کمزوریاں ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ ہم تمہیں چین سے جینے نہیں دیں گے۔ بہتر ہے کہ ہم سے دشمنی کا خیال اپنے دماغ سے نکال دو۔"

آشا بیلا نے پوچھا۔ "ہو سکتا ہے کہ اس کے آدمی احاطے کے باہر موجود ہوں۔ ہم کس طرح باہر نکلیں گے؟"

میں نے جواب دیا۔ "گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ ابھی دن کا وقت ہے۔ ان کی بدمعاشیاں کام نہیں آئیں گی۔ دوسری بات یہ کہ مس سلور آگے جا کر دروازہ کھولے گی۔ باہر اس کے آدمی موجود ہوں گے تو یہ انہیں اپنی زندگی کا واسطہ دیکر... ان کو بدمعاشیوں سے باز رکھے گی کیوں مس سلور ٹھیک ہے نا؟"

وہ سر جھکا کر کوٹھی کے باہر گئی۔ پھر احاطے کے آہنی دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔ اس وقت تک میں نے کانچا کے دماغ میں جھانک کر دیکھ لیا۔ وہ اور اس کے آدمی آہنی گیٹ کے باہر کھڑے ہوتے تھے اور اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ کوئی بھی اس کوٹھی سے ضرورت کے تحت باہر نکلے گا تو اسے پکڑ لیا جائے گا اور اس کے ذریعے مس سلور تک پہنچا جائے گا۔ اب مس سلور خود ان کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے آہنی دروازے کو کھول دیا۔

تمام لڑکیاں کھڑکیوں اور دروازوں سے چھانک کے آہنی گیٹ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ میں ان سے الگ دماغ کی اسکرین پر کانچا اور مس سلور کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ کانچا میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہوں میرے کیے ہوئے جرائم کے تمام ثبوت وہاں آشا بیلا اور اس کے ایک مرد ساتھی کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔ جب تک وہ ثبوت ان سے حاصل نہیں کیے جائیں گے۔ اس وقت تک میں ان کی محکوم بنی رہوں گی۔"

کانچا نے پوچھا۔ "آشا بیلا کا وہ حمایتی کون ہے؟"

"پتہ نہیں وہ کون شخص ہے۔ مجھے تو کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ میں اس کے سامنے تجوری کے نمبر وغیرہ بڑبڑانے لگی تھی۔"

کانچا نے کہا۔ "مادام آپ فکر نہ کریں۔ میں اس جادوگر کی بھی پہلی ایک کروں گا۔ آپ باہر آ چکی ہیں۔ اب اندر نہ جائیں ہم سنبھال لیں گے۔ ابھی چاروں طرف سے گھیر کر انہیں بھون کر رکھ دیں گے۔"

مس سلور نے کہا۔ "تمہارے پاس طاقت ہے مگر عقل نہیں ہے۔ تم یہاں ہنگامہ کرنا چاہتے ہو۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم ان پر غالب آ جاؤ۔ میں اس لڑکی آشا بیلا کے لڑنے کا انداز بھی دیکھ چکی ہوں اور اس کے حمایتی کی مکاریاں بھی سمجھ رہی ہوں۔ اگر تم انہیں گھیرنے میں اور ہلاک کرنے میں ناکام ہو گئے۔ تو معاملہ محلے والوں سے پولیس والوں تک پہنچے گا۔ پھر پورے جرائم کے وہ ثبوت عدالت تک پہنچ جائیں گے۔ نہیں ایسی حماقت نہ کرو۔ بہتر ہے کہ انہیں یہاں سے نکل جانے دو۔ چھپ چھپ کر آشا بیلا اور اس کے حمایتی کا تعاقب کرو۔ کہیں موقع غنیمت دیکھ کر ان کا محاصرہ کرو۔ تب بات بنے گی۔ یہاں جلد بازی سے میں جیل چلی جاؤں گی۔"

وہ کانچا اور اپنے دوسرے چیلوں کو وہاں سے دور لے گئی۔ سڑک کے کنارے ان کی ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ مس سلور نے کہا۔ "میں اب کسی ہوٹل میں جا کر قیام کروں گی اور کچھ دیر بعد اگر مل گی۔ مجھ سے بعد میں رابطہ قائم کرنا۔ میرے لیے ایک ٹیکسی منگواؤ اور تم ان دونوں کا تعاقب کرتے رہو بہرحال میں اور تمام کاغذات اور میری تصویریں مجھے واپس ملنی چاہئیں۔"

دس منٹ کے بعد راستہ صاف ہو گیا۔ وہ لوگ چلے گئے تھے۔ میں نے آشا بیلا اور دوسری لڑکیوں کی تسلی کے لیے غلام کو باہر بھیجا تاکہ وہ دیکھ آتے۔ غلام نے واپس آ کر بتایا۔ اب وہاں کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ میں کانچا اور اس کے ساتھیوں کو جانتا تھا کہ وہ چھپ کر ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔ بہرحال ہم سب احاطے سے باہر آ گئے۔

کچھ دور ٹیکسی اسٹینڈ پر پہنچ کر تمام لڑکیاں کچھ بعد دیگرے ہم سے رخصت ہو گئیں۔ سب نے اپنی اپنی منزل کا تعین کر لیا تھا۔ مس سلور کے خلاف جو ثبوت ہمارے پاس تھے وہ دوسرے لفافوں میں رکھے ہوئے تھے۔ میں نے وہ بریف کیس غلام کو دیا۔ کچھ نقد رقم اپنے پاس رکھ لی۔ آشا بیلا کے پاس بھی کافی رقم تھی۔ پھر غلام ہم سے رخصت ہو کر سامی کے ساتھ چیک پوسٹ کی طرف چلا گیا۔

ہم دونوں اتنے بڑے رنگون شہر میں اکیلے رہ گئے تھے۔ میں ایک مسافر تھا اور وہ چند گھنٹوں کے لیے یا چند دنوں کے لیے میری ہمسفر بن گئی تھی۔ میں اس شہر کے لیے اجنبی تھا اور اس کے لیے بھی یہ شہر بالکل انجانا تھا۔ جب تک اس کی یادداشت واپس نہ آتی وہ اس شہر کو نہ پہچانتی۔ اس وقت تک وہ میرے سہارے کی محتاج تھی۔

اس نے جھکی جھکی نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "تقدیر مجھے کس موڑ پر لے آئی ہے۔ میں تمہیں نہیں جانتی اور مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ خود کو بھی نہیں پہچانتی۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف تم ہی ایک شخص ہو کہ میں ہر حال میں تم پر بھروسہ کر سکتی ہوں۔ اب بتاؤ کہ ہم کدھر سے سفر شروع کریں گے؟"

میں نے وہاں ایک ایسے ٹیکسی ڈرائیور کا انتخاب کیا جو انگریزی اچھی طرح جانتا تھا۔ میں نے اس سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ تمام دن کے لیے ٹیکسی ہمارے لیے ریزرو رکھے۔ اور اس کا معقول کرایہ ہم سے لے لے۔ ڈرائیور نے فی گھنٹہ چھ ڈالر لینے کی بات کی۔ میں آشا بیلا کے ساتھ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ... پر بیٹھ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ ہوئی۔ پھر رنگون شہر ہمارے سامنے پھیلتا چلا گیا۔

میں سوچنے لگا کہ کیا دیکھوں؟ رنگون کو یا اس رنگین اداؤں والی کو جو میرے شانہ بشانہ بڑے ہی شاہانہ انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا انداز بڑا ہی دلربا تھا۔ گردن اکڑی ہوئی تھی گلابی گلابی چہرہ دھوپ کی وجہ سے تمتما رہا تھا۔ ریشمی بال کھڑکی سے آنے والی ہواؤں کی زد میں اڑ رہے تھے۔ اور میری طرف اس کے پسینے کی مہک پہنچا رہے تھے۔ اس ٹیکسی کا تو عجیب و غریب ہی ہو گیا تھا اور میں رنگون شہر کو بھولتا جا رہا تھا۔

ہماری ٹیکسی مختلف علاقوں سے گزرتی رہی۔ کہیں آشا بیلا کسی علاقے کو دلچسپی سے دیکھنے لگتی۔ تو میں ٹیکسی والے کو رکنے کے لیے کہتا۔ پھر ہم ٹیکسی سے اتر کر پیدل اس علاقے میں ادھر سے ادھر جاتے۔ بالآخر مایوسی ہوتی کیونکہ آشا بیلا کسی بھی علاقے کو نہیں پہچان رہی تھی۔

کانچا کی آنکھیں دور ہی دور سے ہماری نگرانی کرتی آ رہی تھیں۔ میں اس کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ صرف انجان بنا ہوا تھا۔ دن کے ایک بجے ہم ایک اوپن ریسٹورنٹ میں آ کر کچھ کھانے کے لیے ٹھہر گئے۔ آشا بیلا تھکے ہوئے انداز میں بیٹھ گئی۔ میں نے اس سے کہا۔ "تم ہندوستانی کھانے کا

آرڈر دو۔ میں ابھی ٹائلٹ سے واپس آرہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں ٹائلٹ کے اندر چلا گیا ——————

وہاں پہنچ کر میں نے کاپنچا کی خبر لی۔ وہ ایک جیپ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے چار ساتھی بھی گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کی گاڑی ریسٹورنٹ سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر تھی۔ وہ انتظار کر رہے تھے کہ ہم وہاں سے اٹھیں گے تو وہ ہمارا تعاقب شروع کر دیں گے۔

وہ خواہ مخواہ مصیبت بن کر ہمارے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اب ان سے پیچھا چھڑانا ضروری تھا۔ میں نے کاپنچا کے دماغ سے دیکھا۔ پتہ چلا کہ جس راستے کے کنارے وہ کھڑے ہوئے ہیں اس راستے سے گزرنے والے ٹریفک کو روکا جا رہا ہے۔ کاپنچا نے ایک کانسٹیبل سے پوچھا تو پتہ چلا کہ وزیر ٹرانسپورٹ کی سواری وہاں سے گزرنے والی ہے۔ لہٰذا اسے بھی کہا جاتا تھا کہ وہ اپنی جیپ کار کسی دوسری سڑک پر لے جائے۔

یہ معلومات حاصل کرتے ہی میں کاپنچا کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اب وہ میرے دماغ کی ہدایت کے مطابق گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ وہاں سے جیپ کار چلاتے ہوئے وہ اس طرف جانے لگا۔ جدھر سے وزیر ٹرانسپورٹ کی گاڑی آرہی تھی۔ کئی کانسٹیبلوں نے زور زور سے سیٹیاں بجائیں۔ اسے اشارے کیے کہ وہ راستہ چھوڑ دے۔ ایک انسپکٹر موٹر سائیکل اسٹارٹ کر کے اس کی جیپ کا تعاقب کرنے لگا۔ میں نے جیپ کی رفتار بڑھا دی۔ سامنے سے آنے والی وزیر ٹرانسپورٹ کی گاڑی کی رفتار کم ——— ہو گئی تھی اور سامنے آنے والی جیپ کار سے بچنا چاہتی تھی۔ لیکن میں نے اس کا موقع نہیں دیا۔ کاپنچا نے میرے حکم کے مطابق اپنی جیپ کار لے جا کر وزیر ٹرانسپورٹ کی گاڑی سے ٹکرا دی۔

ایک زوردار دھماکے کی آواز دور دور تک گونجتی چلی گئی۔ کاپنچا بری طرح زخمی ہوا تھا۔ اس حادثے کے بعد وہ اپنی جان بچانے کے لیے وہاں سے فرار نہ ہو سکا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اب اس کے متعلق کچھ معلوم کرنا فضول تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ اب پولیس کی حراست میں رہے گا۔ پھر شاید یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ اس کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے۔ لہٰذا اسے پاگل خانے بھیج دیا جائے گا۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوگا۔ فی الحال اس سے ہمارا پیچھا چھوٹ جائے گا۔

میں ٹائلٹ سے نکل کر باہر آیا۔ اس مرحلے سے گزرنے میں کافی وقت لگ گیا تھا۔ میں نے سوچا آشا بیلا پوچھے گی تو کہہ دوں گا کہ میرے پیٹ میں سخت درد ہو رہا تھا۔ میں ریسٹورنٹ سے باہر آیا۔ جہاں بہت سی میزیں دور دور تک بچھی ہوئی تھیں اور لوگ ان کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ جس میز کے پاس میں آشا بیلا کو چھوڑ کر گیا تھا۔ وہاں کی وہ کرسی خالی تھی —— آشا بیلا وہاں نہیں آرہی تھی۔

میری نظروں نے اسے ادھر ادھر ڈھونڈا۔ پھر دور تک گئیں وہ ریسٹورنٹ کے اندر بھی تھی اور کاؤنٹر کے پاس واپس آرہی تھی۔ جب وہ میرے قریب آئی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ بہت پریشان ہے۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر بے حد سہمے ہوئے انداز میں بولی "کوئی مجھے یہاں پہچانتا ہے۔ اس نے ابھی مجھے فون پر بلایا تھا۔ میں یہاں بیٹھی ہوئی تھی۔ تمہارے جانے کے بعد ایک شخص میرے پاس آیا۔ اس نے پوچھا "کیا میرا نام آشا بیلا ہے؟" میں نے ہاں کہہ کر سر ہلایا۔ اس نے کہا کہ میرے نام کی ایک کال ہے میں کاؤنٹر کے پاس جا کر وہ کال ریسیو کروں۔"

اس کی باتیں دلچسپی سے سنتے ہوئے میں اس کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ وہ بول رہی تھی۔ "جب میں نے کاؤنٹر کے پاس پہنچ کر ریسیور لے کر ہیلو کہا تو دوسری طرف سے کسی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا "آشا بیلا کیا تم مجھے میری آواز سے پہچان سکتی ہو؟"

میں نے آشا بیلا سے پوچھا "کیا تم نے اسے پہچان لیا؟"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں وہ مجھے دھمکیاں دے رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ جو کچھ میں نے ہوش میں آنے کے بعد اس ویران مکان میں دیکھا ہے۔ اس کا ذکر کسی سے نہ کروں ورنہ میں پھانسی کے تختے تک پہنچ جاؤں گی۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "پھانسی کا تختہ؟"

وہ روانی میں بولتی جا رہی تھی۔ میرے سوال پر چونک گئی۔ کراسے پھانسی کے تختے کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔ ورنہ میں اس سے پوچھ لوں گا کہ کس سلسلے میں اسے پھانسی کی سزا ہو سکتی ہے۔ وہ پریشان ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا "آشا بیلا شاید تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔ دیکھو مجھے اپنا بہترین دوست سمجھو۔ میں کوئی خودغرض اور لالچی انسان نہیں ہوں۔ میں ہر حال میں تمہارے کام آؤں گا۔ کیا بات ہے مجھے بتاؤ؟"

وہ پہلے تو ہچکچانے لگی پھر ندامت سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی "میں جن حالات سے گزرتی ہوئی یہاں تمہارے پاس پہنچی ہوں۔ ان کا تذکرہ میں یہاں کھلی جگہ نہیں کر سکتی۔ اگر کسی نے سن لیا تو میں واقعی پھانسی کے تختے تک پہنچ جاؤں گی۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "ایسی کیا بات ہے کہ قانون تمہیں مرنے موت سنا سکتا ہے؟"

ہیں کچھ ایسی ہی بات ہے۔ میں نے کہا کہ میں یہاں ہی بول سکتی ہے۔"

ہمارے سامنے کھانا آگیا۔ جب بیرا میز پر کھانا چن رہا تھا تو میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے پریشان ہونا چھوڑ دو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ پہلے کھانا شروع کرو۔ اس کے بعد ہم کسی ایسی جگہ جائیں جہاں تنہائی میں تم اپنے حالات بیان کر سکو۔"

تھوڑی دیر بعد اس نے کھانا شروع کر دیا۔ میں نے پوچھا۔ "وہ شخص اور کیا کہہ رہا تھا؟ تم دھیمی آواز میں مجھے بتا دو۔"

وہ آہستگی سے بولی۔ "وہ کہہ رہا تھا کہ میں اپنی انگلیوں کے نشانات وہاں چھوڑ آئی ہوں۔ پولیس والے ضرور ان نشانات سے مجھ تک پہنچ جائیں گے۔ لہٰذا جب تک میں زبان بند رکھوں گی کوئی مجھ پر شبہ نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی میرے فنگر پرنٹس یعنی میری انگلیوں کے نشانات طلب کریگا۔"

میں نے انجان بنتے ہوئے دھیمی آواز میں اس سے پوچھا۔ "ہاں تم ہوش میں آئی تھیں کیا وہاں کسی کا قتل ہو گیا تھا؟"

اس نے گھبرا کر سر اٹھاتے ہوئے مجھے دیکھا۔ میں نے اسے ڈرانے کی طرح پچکارتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ "گھبراؤ نہیں میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ مجھے بتاؤ کیا واقعی کسی کا قتل ہو گیا تھا؟"

اس نے اقرار کرتے ہوئے سر ہلایا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تمہارے ہاتھوں سے ہوا تھا؟"

وہ گھبرا کر "نہیں نہیں" کے انداز میں سر ہلانے لگی۔ میں نے کہا۔ "اطمینان رکھو تم بے قصور ہو۔ تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر تو پتہ چل گیا ہے کہ یہاں تمہیں جاننے والے موجود ہیں۔ انہوں نے بھی تمہیں فون پر بلایا تھا وہ تمہارے نام سے واقف تھا۔"

وہ بولی۔ "ہاں یہ معلوم ہو گیا کہ اس شہر میں مجھے جاننے والے ہیں۔ مگر وہ دوست نہیں ہیں۔ دوست ہوتے تو کبھی اس طرح دھمکیاں نہ دیتے۔"

میں نے پوچھا۔ "وہ اور کیا کہہ رہا تھا؟"

اس نے سر اٹھا کر پھر مجھے دیکھا اور آہستگی سے بولی۔ "وہ کہہ رہا تھا کہ میں تمہارا ساتھ چھوڑ دوں اور اس کے پاس آجاؤں۔"

"اس نے تمہیں کہاں بلایا ہے؟"

"وہ صرف مجھے تمہارا ساتھ چھوڑنے اور اپنے پاس آنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ میں نے جب یہ کہا کہ میں تم پر اعتماد کرتی ہوں جب تک میرا کوئی رشتہ دار یا شناسا نہیں ملے گا میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی تو میرا یہ جواب سن کر اس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔"

"آشا بیلا مجھے تمہاری زبان سے یہ سن کر خوشی ہوتی کہ تم مجھ پر اس حد تک بھروسہ کرتی ہو مگر اب میری ایک بات پر ضرور عمل کرنا۔ آئندہ کبھی وہ شخص تم سے رابطہ قائم کرے تو تم اس کی بات مان لینا۔ اس پر یہی ظاہر کرنا کہ تم میرا ساتھ چھوڑ رہی ہو اور اس کی طرف آنے پر راضی ہو۔ ۔ ۔ ۔"

وہ میری بات کاٹ کر بولی "نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں کسی کو جانے پہچانے اور اس پر اعتماد کیے بغیر اس کی طرف نہیں جا سکتی۔"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں یہ سب کچھ صرف دشمنوں کے خلاف چالیں چلنے کے لیے کہہ رہا ہوں ہم اسی طرح دوستوں اور دشمنوں تک پہنچ سکتے ہیں اور تمہارے خلاف قتل کا الزام کوئی دوست تو دشمنوں کو اپنی گرفت میں لے کر اس الزام کو ختم کر سکتے ہیں۔"

اس نے کھانا چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھی جھکی جھکی نظروں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ "پتہ نہیں کیوں میں تم پر آنکھیں بند کر کے بھی اعتماد کر سکتی ہوں۔ اور تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتی۔ فار گاڈ سیک —— جب تک مجھے میری منزل نہ ملے مجھے ایسی چالیں چلنے کے لیے نہ کہو جو مجھے تم سے جدا کر دیں۔"

وہ بے حد خوفزدہ تھی۔ اس کا خوف بجا تھا۔ ایک تو مس سلون نے اس سے دشمنی کی تھی۔ دوسری طرف کسی اجنبی نے فون پر دھمکیاں دی تھیں۔ تیسری طرف قانون اسے قاتل ٹھہرانے والا تھا۔ پھر یہ کہ اس کے لیے اس شہر کے لوگ بلکہ ساری دنیا کے لوگ جیسے نقاب پہنے ہوئے تھے۔ نقاب کے پیچھے چھپے ہوئے چہرے نظر نہیں آتے۔ اسی طرح آشا بیلا کو کوئی شناسا چہرہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

ہم سے سو گز کے فاصلے پر ابھی تک بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ وہاں کاپنچا نے جو حادثہ کیا تھا پولیس والے اسے گرفتار کرنے کے بعد اس کے ساتھیوں کو پولیس کار میں بٹھا رہے تھے۔ اور بھیڑ کو دور دور تک ہٹا رہے تھے۔ میں نے آشا بیلا سے کہا۔ "ادھر دیکھو وہاں کتنی بھیڑ لگی ہوئی ہے اور وہ شخص جو بہت دیر سے ہمارا پیچھا کر رہا تھا وہ گرفتار ہو گیا ہے۔ پولیس والے اپنی گاڑی میں اسے لے کر ادھر سے گزرنے ہی والے ہیں۔ تم پہچاننے کی کوشش کرو۔ کیا تم اس شخص کو پہچان سکتی ہو؟"

آشا بیلا کرسی پر گھوم کر سڑک کی طرف دیکھنے لگا۔ ۔ ۔ پولیس کی

گاڑی کا پنکھا اور اس کے ساتھیوں کو بھگاتے ہوئے ہمارے قریب سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ آشا بیلا نے خیرانی سے کہا: "ہاں اسے یہ تو وہی عورت ہے۔ جس سے پچھلی رات میں نے چانو چھین لیا تھا۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا: "تم نے اس آدمی کے ہاتھ سے چاقو کیسے چھین لیا تھا؟"

وہ ذرا فخریہ انداز میں بولی: "میں جوڈو کراٹے جانتی ہوں۔ یہ بات مجھے پہلے نہیں معلوم تھی۔ لیکن جب ان بدمعاشوں سے مقابلے کا موقع آیا تو اچانک ہی میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے لگی۔ اس کے بعد ہی مجھے پتہ چلا کہ میں جوڈو کراٹے جانتی ہوں اور اب سے پہلے بھی اچھی طرح دشمنوں کا مقابلہ کر چکی ہوں۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم عام عورتوں کی طرح کمزور نہیں ہو۔ تعجب ہے کہ اس کے باوجود بھی دشمنوں سے ڈرتی ہو۔ اور میری بتائی ہوئی چال پر عمل نہیں کرنا چاہتی ہو۔ اب تو تمہیں مطمئن ہو کر وہی کرنا چاہیے جو میں کہہ رہا ہوں۔ ایک تو تم جوڈو کراٹے جانتی ہو دوسری بات یہ کہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ سائے کی طرح رہوں گا۔ وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

وہ دور پولیس کی گاڑی کو جاتے ہوئے دیکھ کر بولی۔ "ہاں مجھے ایسا لگتا ہے کہ میری بدنصیبی کے باوجود میں نصیب والی ہوں میرے ساتھ پے در پے ایسے حادثے پیش آ رہے ہیں جو مجھے تباہ کر دینا چاہتے ہیں لیکن میرا مقدر مجھے بچا رہا ہے۔ تم نے تس سلور کی دشمنی میں اگر میری مدد کی ہے۔ یہاں پولیس والے اس بدمعاش کو اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ کر لے جا رہے ہیں۔ مجھے اب حوصلہ ہو رہا ہے۔"

میں نے اسے مسکرا کر تعریفی نظروں سے دیکھا۔ وہ بھی مسکرانے لگی۔ میں نے کھانے کا بل ادا کیا۔ پھر ہم وہاں سے اٹھ کر۔۔۔۔۔۔ اپنی ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا: "ہم دوپہر تک کتنے ہی علاقوں کی سیر کر چکے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اب تفریح گاہوں کی طرف چلیں۔ ہو سکتا ہے کہ ادھر سے کبھی تمہارا گزر ہوا ہو اور تم وہ جگہ پہچان لو۔"

آشا بیلا راضی ہو گئی۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ وہ ہمیں تفریح گاہوں میں لے چلے۔ آشا بیلا نے مجھ سے پوچھا: "تم خشکی کے راستے سفر کیوں کر رہے ہو؟"

"میں بہتا سفر کا تجربہ کر رہا ہوں۔ اگر یہ تجربہ دلچسپ رہا تو میں یورپ کی طرف اپنی گشتی کار لے کر جاؤں گا۔"

اس نے پوچھا۔ "تو پھر یہ تجربہ کیسا رہا؟"

میں نے اس کی طرف شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب

"یہ تجربہ تو بہت ہی خوبصورت ثابت ہو رہا ہے۔"

وہ جھینپ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ میں سمجھ گیا کہ کیسے تجسس بھرے اور خوبصورت دکھوں مجھے حالات پیش آ رہے ہیں۔ مجھے تمہاری جیسی ایک حسین لڑکی مل گئی ہے۔ جس کے پیچھے دشمن لگے ہوئے ہیں۔ قانون بھی دھمکیاں دے رہا ہے اور میں ایک فلمی ہیرو کی طرح اس کی مدد کرتا ہوا اس کے ساتھ انجانی منزلوں کی طرف رواں دواں رہا ہوں۔"

وہ مسکرانے لگی۔ میں نے کہا: "یہ بھی مسکرانے کی بات ہے۔ لیکن جب یہ تجسس اور اسرار ختم ہو گا کہ تم کون ہو اور تم ہو گا کہ تم کسی ریاست کی شہزادی یا کسی ملک کی ملکہ عالیہ ہو۔ مسکرا ہٹ معدوم ہو جائے گی اور تم ایک شان بے نیازی سے اپنی مسند پر بیٹھ کر مجھے دیکھو گی۔ پھر کہو گی کہ اس کا گائیڈ بہت ساتھ دیا تھا۔ میری رہنمائی کی تھی۔ اسے کچھ انعام و اکرام رخصت کر دو۔"

آشا بیلا نے بڑی بڑی آنکھوں سے گھور کر مجھے دیکھا۔ بولی۔ "میں ایسی بے حس اور بے مروت نہیں کہ اپنا ساتھ دینے والے کو اپنا گائیڈ سمجھ کر اسے معاوضہ ادا کر کے بھول جاؤں۔"

میں نے اس کی طرف ذرا سا جھک کر پوچھا: "تو اس کا مطلب ہے کہ تم مجھے کبھی نہیں بھولو گی؟"

اس نے جھینپ کر جلدی سے سر کو جھٹک دیا۔ شرمانے کی ادا میں بڑی دل کشی تھی۔ دل اس کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ میں نے اسے بڑے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا: "میں بھی تمہیں کبھی نہیں بھولوں گا۔ لیکن کسی دن تمہارا ساتھ چھوڑ کر جاؤں گا۔"

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ مجھے سوالیہ نظروں سے شکایت آمیز نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا: "میں ایک مسافر ہوں۔ میرا کام پیچھے راستوں کو چھوڑ کر اگلے راستوں پر چلنا ہے۔ میں اس وقت تک تمہارا ساتھ دوں گا۔ جب تک کہ تمہاری منزل تمہیں نہیں مل جائے گی۔ اس کے بعد مجھے تو آگے ہی جانا ہے یہ میری مجبوری ہے۔"

اس کی پلکیں جھک گئیں۔ وہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھ سوچنے لگی۔ وہ میرے سامنے زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی مگر اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "میں بھول گئی تھی کہ مسافر کو نہیں کرنا چاہیے۔ وہ آج ہے کل چلا جائے گا۔ بے شک اس وقت تک میرا ساتھ دے گا۔ جب تک کہ مجھے میرے بچھڑے نہ مل جائیں۔ لیکن — لیکن پتہ نہیں میرے دل کو کیا

ہی مجھے اپنوں سے زیادہ اپنا لگ رہا ہے۔ یہ چلا جائے ایک بار پھر میں اجنبی لوگوں کی دنیا میں پہنچ جاؤں گی۔ جو اپنے ہوں گے، اس اجنبی کے بغیر وہ سب اجنبی لگیں گے۔"

اس کی سوچ نے حوصلہ دیا تو میں نے اس کے ایک ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ وہ گورا گورا گلابی گلابی سا ہاتھ ہاتھوں میں ایک سہمی ہوئی چڑیا کی طرح کانپ رہا تھا۔ اس جذبے میری مخالفت کے جذبوں کی عکاسی کر رہا تھا۔ اگر جذبے میری مخالفت کرتے تو وہ ہاتھ چھڑا لیتی۔ مگر وہ اس ہاتھ کو پیش لفظ بنا کے اپنے وجود کو میری مٹھی میں دے دینا چاہتی تھی لیکن لیے وہ سوچ رہی تھی۔ سمجھ رہی تھی۔ فیصلے کر رہی تھی۔ اس کے فیصلوں میں رکاوٹ بننا نہیں چاہتا تھا۔ اسے حاصل تھا کہ وہ سوچ سمجھ کر میری طرف قدم بڑھائے۔

میں نے اس کی ہتھیلی کی پشت کو ہولے ہولے سہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے۔ یہاں مسافر ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور بچھڑ جاتے ہیں مگر جب تک ملتے رہتے ہیں اس وقت تک ایک کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں رہتا ہے اور ایک مسافر دوسرے کو سنبھالتا رہتا ہے۔ یہی اس دنیا کا دستور ہے۔ ہم ایک ہم راہ ہیں، ملنے کی باتیں سوچو۔ بچھڑنے کے بعد کی بات ایک ایسی بات ہوتی ہے جو صرف یاد کرنے کے کام آتی ہے۔"

وہ جواباً کچھ نہ کہہ سکی۔ ہماری ٹیکسی ایک گارڈن کے ٹکٹ گھر پھاٹک پر پہنچ کر رک گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ہماری طرف گھوم کر کہا: "جناب یہ اس شہر کا بہت بڑا گارڈن ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ ایک بہت بڑا جنگل ہے۔ یہاں تفریح کے لیے دور دور بڑے بڑے سرمایہ دار اپنی بیویوں یا محبوباؤں کے ساتھ آتے ہیں۔"

اس کی بات سن کر میں نے آشا بیلا کو دیکھا۔ وہ بیوی کہلانے پر شرما رہی تھی۔ شاید محبوبہ بننے والی تھی۔ اس نے پوچھا: "تو اس جنگل میں جا کر ہم کیا کریں گے؟"

ڈرائیور نے کہا: "یہاں تفریح کا بہت سامان ہے۔ یہاں جنگل میں شیر چیتے اور دوسرے خطرناک وحشی جانور آزادانہ گھومتے ہیں اور تفریح کرنے والے اپنی کاروں میں یا منی ٹرین میں بیٹھ کر جنگل کی سیر کرتے ہیں۔"

اس کی بات سن کر مجھے یاد آیا کہ کینیا میں ایسا ہی ایک جنگل ہے جو سیکڑوں میل تک پھیلا ہوا ہے۔ وہاں جانور اور پرندے آزادانہ گھومتے ہیں اور انسان گاڑیوں میں بند ہو کر جنگل کی سیر کرتے ہوئے ان درندوں کو دیکھتے ہیں میری معلومات کے مطابق رنگون شہر میں ایسا کوئی تفریحی جنگل نہیں تھا۔ شاید حال ہی میں افریقی جنگل کی نقالی کرتے ہوئے تفریح کی غرض سے مصنوعی جنگل بنایا گیا تھا۔

آشا بیلا کی نگاہوں نے مجھ سے پوچھا: "کیا خیال ہے تمہارا؟"

میں نے اس سے آہستگی سے کہا۔ "جس نے تمہیں فون کیا تھا۔ وہ یقیناً ہمارا تعاقب کر رہا ہو گا۔ آدمیوں کے اس بھرے جنگل میں ہم اس تعاقب کرنے والے کو دیکھ نہیں سکتے۔ جنگلی جانوروں کے اس جنگل میں جائیں۔ شاید وہ آدمی ہمیں تعاقب کرتا ہوا نظر آ جائے۔ ہمیں اسے پکڑنا ہے اور اس سے معلوم کرنا ہے کہ وہ کس حیثیت سے تمہیں جانتا ہے۔"

وہ قائل ہو کر میرے ساتھ ٹیکسی سے باہر آئی۔ ڈرائیور نے کہا: "جناب یہ کم از کم چار گھنٹے کی تفریح ہو گی۔ اس وقت تک میں انتظار نہیں کر سکوں گا۔ بہتر ہے کہ میری چھٹی کر دیں۔"

آشا بیلا نے اپنا پرس کھول کر اسے کچھ نوٹ گن کر دیے کچھ انعام بھی دیا۔ پھر ہم وہاں سے ٹکٹ گھر گارڈن کے پھاٹک کی طرف چلنے لگے۔ وہاں پھاٹک کے قریب پہنچتے ہی آشا بیلا ایکدم سے ٹھٹھک گئی۔ پھاٹک پر دربان کی حیثیت سے ایک جنگلی آدمی نیزہ لیے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کپڑے نہیں پہنے ہوئے تھے۔ صرف درختوں کے پتوں سے اپنے بدن کو ڈھانپ رکھا تھا۔

میں نے آشا بیلا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ اس جنگلی کی طرف انگلی اٹھا کر آہستگی سے بولی: "میں اسے دیکھتے ہی ایکدم سے چونک گئی ہوں۔ ایسا لگتا ہے کہ میں اسے پہلے بھی دیکھ چکی ہوں بلکہ یہاں پہلے بھی آ چکی ہوں۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: "یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ تمہارا ذہن تمہیں کچھ اشارے دے رہا ہے۔ آؤ آگے بڑھیں۔ شاید تمہیں کچھ اور یاد آ جائے۔"

جب ہم پھاٹک سے داخل ہونے لگے۔ تو جنگلی کا روپ اختیار کرنے والا دربان جھک جھک کر ہمیں سلام کرنے لگا۔ گارڈن کے اندر پہنچتے ہی ہمیں یوں لگا کہ جیسے ہم افریقہ کی کسی دیہاتی بستی میں چلے آئے ہیں۔ وہاں دور دور پر پھونس کی چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ چھوٹے دیہاتی ہوٹلوں کی طرح ہوٹلوں کے باہر لکڑیوں کے بنچ اور بیدکی کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ منی ٹرین کا بکنگ آفس بھی پھونس کی جھونپڑیوں سے بنایا گیا تھا۔ وہاں بڑے بڑے رئیس زادے اور زادیاں نظر آ رہے تھے۔ وہ واقعی ہنگی

تفریح تھی۔ غریبوں کا گزر ممکن نہیں تھا۔ ہم نے بکنگ آفس میں جا کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ جنگلوں میں جانے کے لیے جو خصوصی جیپ کاریں ہوتی ہیں وہ ریزرو ہو چکی ہیں اور ٹرین کے جو اسپیشل کمپارٹمنٹ ہوتے ہیں۔ وہ بھی ریزرو ہو چکے ہیں۔ ہمیں دوسرے دن کے لیے بکنگ کرانی ہوگی۔

آشا بیلا وہاں کے ماحول کو دور دور تک خوابیدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے ابھی سو کر اٹھی ہو اور جانے پہچانے ماحول کو از سر نو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ میں نے اس سے کہا "تمہاری یہ اچھی بات ہے۔ آہستہ آہستہ ذہن کو اس ماحول کے مطابق ڈھالتی رہو اور سوچتی رہو۔ تمہیں کچھ نہ کچھ ضرور یاد آتے گا۔"

وہ اچانک ہی بے اختیار میرے بازو کو تھام کر بولی "مجھے کچھ یاد آ رہا ہے۔ وہ جو ایک ریسٹورنٹ کا بورڈ لگا ہوا ہے اس ریسٹورنٹ کے پیچھے ایک پھونس کی جھونپڑی ہے۔ وہاں ایک ڈاکو (یعنی اقبالی جنگل کی ایک جادوگرنی رہتی ہے اور وہ معقول رقم لے کر لوگوں کو قسمت کا حال بتاتی ہے۔"

میں نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "آؤ ہم وہاں چل کر دیکھ لیتے ہیں کہ کہاں تک تمہارا یہ خیال درست ہے۔"

ہم دونوں وہاں سے تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے اس ریسٹورنٹ کے پیچھے گئے۔ دور ہی سے ایک جھونپڑی نظر آئی۔ جس کی پیشانی پر دوچ ڈاکٹر کا بڑا سا سائن بورڈ لگا ہوا تھا۔ آشا بیلا خوشی سے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں دباتے ہوئے بولی۔ "میری یادداشت واپس آ رہی ہے۔ دیکھو میری یادداشت سچ مچ واپس آ رہی ہے۔ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ درست نکلا۔"

میں نے کہا۔ "میلارٹیال ہے کہ تم کبھی اس دوچ ڈاکٹر کے پاس بھی گئی ہو۔ آؤ ہم وہاں بھی چلتے ہیں۔ شاید وہاں پہنچ کر تمہیں کچھ اور باتیں یاد آ جائیں۔"

وہ خوشی خوشی میرے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی جھونپڑی کے دروازے تک گئی۔ وہاں کچھ اور لوگ بھی تھے، مرد بھی تھے عورتیں بھی تھیں۔ ہم وہاں پہنچے تو ایک بڑے ہال میں وہ جادوگرنی اپنے بہت سے جادو کے آلات لیے فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔ آلات کیا تھے انسانی ہاتھ پاؤں کی ہڈیاں تھیں۔ اور انسانی کھوپڑیاں تھیں۔ مٹی کے پتلے بنے ہوئے تھے۔ ہال میں بڑے بڑے دولتمند اپنی اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے۔ جس وقت ہم وہاں پہنچے تو ایک مرد اور ایک عورت جادوگرنی کے سامنے ادب سے دوزانو ہو کر بیٹھے ہوئے تھے اور جادوگرنی ان سے کہہ رہی تھی۔ "آج کا دن تم میاں بیوی کے لیے منحوس ہے۔ تم دونوں کو گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے تھا۔ کہیں نہ کہیں حادثے کا امکان ہے۔ بہتر ہے کہ آج کا باقی دن دونوں گھر کی چہار دیواری میں گزارو اور ہو سکتا ہے کہ کل صبح تک تمہیں کوئی خوشخبری سننے کو ملے۔ کہیں سے زیادہ دولت کی توقع کی جا سکتی ہے۔"

یہ باتیں سن کر دونوں میاں بیوی پریشان ہو گئے۔ مرد نے کہا۔ "ٹھیک ہے ہم ابھی گھر واپس چلے جائیں گے۔ ہم نے جنگل کی سیر کرنے کے لیے منی ٹرین کا بہت مہنگا ٹکٹ لیا تھا۔ لیکن ہم اسے واپس کر دیں گے۔"

ہم بڑے اچھے وقت پر یہاں پہنچے تھے۔ ہمیں اس ٹکٹ کی ضرورت تھی۔ میں نے فوراً ہی جادوگرنی کے دائیں طرف چھلانگ لگائی۔ اس دوچ ڈاکٹر نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "تم اپنا ٹکٹ لے کر اس ہال کے دروازے پر جاؤ۔ وہاں تمہیں اس ٹکٹ کا خریدار مل جائے گا۔"

وہ دونوں میاں بیوی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے ڈاکٹر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ چونک کر سن رہی تھی۔ ابھی میں نے کیا کہہ دیا ہے۔ اس ہال کے دروازے پر بھلا کون خریدار آسانی سے مل سکتا ہے۔ اس تجسس کے سخت اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ تو مجھ سے نظریں ٹکرا گئیں۔ وہ دونوں میاں بیوی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازے پر پہنچ گئے۔ میں نے اس شخص کو مخاطب کیا۔ "مسٹر میں ابھی اس دوچ ڈاکٹر کی باتیں سن رہا تھا مجھے ٹکٹ کی ضرورت ہے۔ بولو کتنے میں نکال کر دو گے؟"

آشا بیلا نے اپنا پرس کھولا پھر اس کی بتائی ہوئی رقم ادا کر کے ٹکٹ کو اپنے پرس میں رکھ لیا۔ وہ دونوں میاں بیوی وہاں سے چلے گئے۔ دوچ ڈاکٹر ابھی تک ہماری جانب دیکھ رہی تھی۔ اس کے آگے اور دو شخص آ کر دوزانو ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ اس نے ان لوگوں سے ہٹ جانے کے لیے کہا پھر میری طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی طرف مجھے بلانے لگی۔

میں آشا بیلا کا ہاتھ تھام کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے سامنے پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بڑے رعب دبدبے سے بولی۔ "بیٹھ جاؤ۔"

میں اور آشا بیلا اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر وہ میری آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ گھور کر دیکھنے لگی۔ میں بھی اسے ٹک جھپکائے بغیر دیکھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا۔ کہ وہ ہپناٹائز کرنا جانتی ہے اور اس کے ذریعے اپنے پاس آنے والوں کو متاثر کر دیتی ہے کہ جو بات وہ کہتی ہے۔ آنے والے اسے مان کر واپس چلے جاتے ہیں۔

میں نے اسے ہپناٹائز کرنے والے انداز میں نہیں دیکھا۔ تاہم شیشہ بینی کے ذریعے میری آنکھوں میں اتنی گہرائی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ آنکھیں ذرا دیر ایک ٹک دیکھ لینے کے بعد دوسری آنکھوں کو اپنی گرفت میں لے لیتی تھیں۔ وہ دوچ ڈاکٹر میری نظر بازی سے ایک دم گڑبڑائی۔ جلدی سے دوسری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "کیا چاہتے ہو؟ کیا پوچھنے آئے ہو؟"

یہ پوچھتے ہوئے وہ آشا بیلا کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ میں نے کہا۔ "میں اس لڑکی کے متعلق پوچھنے آیا ہوں۔ اس کا نام آشا بیلا ہے۔ کیا یہ پہلے کبھی تمہارے پاس آئی تھی؟"

اس نے جواب دیا۔ "میرے پاس سیکڑوں ہزاروں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ میں یہ یاد نہیں رکھ سکتی کہ کون کس وقت آیا تھا۔ ہاں مگر یہ عورت انتہائی خوبصورت ہے۔ اس کا چہرہ میری نظروں میں رہ گیا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق یہ اسے چار یا پانچ ماہ پہلے ایک بھاری بھرکم شخص کیساتھ یہاں آئی تھی اور اب مجھے اچھی طرح یاد آ رہا ہے۔ مجھے اپنی یادداشت پر فخر ہے۔ اس شخص کا نام جے جوالا تھا۔"

یہ نام سنتے ہی میں چونک گیا۔ کیونکہ رامیشور کے دیے ہوئے لفافے سے جو ٹیلی گرام برآمد ہوا تھا۔ اس میں ٹیلی گرام دینے والے کا نام جے جے لکھا ہوا تھا اب معلوم ہوا کہ اس کا پورا نام جے جوالا ہے۔

میں نے آشا بیلا کی طرف دیکھا۔ وہ سوچ میں گم ہو گئی تھی۔ ایک طرف خلا میں گھورتی ہوئی جے جوالا کی صورت یاد کر رہی تھی۔ اس کے دماغ کی اسکرین پر ایک شخص کا خاکہ ابھر رہا تھا۔ لیکن وہ دھندلا سا تھا۔ چہرہ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ وہ بہت ہی قد آور اور ڈیل ڈول میں بہاڑ جیسا تھا۔ یقیناً وہ تصور میں جے جوالا کو دیکھ رہی ہوگی۔

میں نے اس دوچ ڈاکٹر کی فیس ادا کرنا چاہی۔ وہ لینے سے انکار کرتے ہوئے بولی "مسٹر میں تم سے تنہائی میں ملنا چاہتی ہوں۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"میلارٹیال اب کچھ بھی ہو۔ تمہیں اس سے دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔ مجھ سے مل کر تم اپنا وقت ضائع کرو گی۔ میں تمہارے ہتھکنڈے سمجھ گیا ہوں کہ کس طرح تم یہاں بیٹھ کر کمائی کرتی ہو۔ بس اب مجھے چپ چاپ چلا جانے دو۔"

وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں آشا بیلا کیساتھ وہاں سے اٹھ کر باہر آ گیا۔ آشا بیلا نے کہا۔ "مجھے کچھ کچھ یاد آ رہا ہے۔ جادوگرنی کے سامنے ابھی جہاں تم بیٹھے ہوئے تھے وہاں مجھے ایسا لگا کہ کبھی کوئی شخص میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا وہ قد میں بہت اونچا تھا اور بہت ہی بھاری بھرکم۔ بدھی موٹا تازہ آدمی تھا۔ لیکن مجھے یہ یاد نہیں آ رہا ہے کہ وہ کون تھا۔ لیکن میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ واقعی اسکا نام جے جوالا ہوگا۔"

میں نے اس کے شانے کو تھپتھپا کر کہا۔ "یہ بات اطمینان بخش ہے کہ رفتہ رفتہ تم بہت سی باتیں یاد کرتی جا رہی ہو۔ انشاء اللہ جلد ہی اپنے آپ کو پہچاننے لگو گی۔"

تھوڑی دیر بعد وہاں سے اعلان ہونے لگا کہ منی ٹرین پندرہ منٹ کے بعد روانہ ہونے والی ہے۔ مسافر پچھلی اپنی سیٹ پر پہنچ جائیں۔ میں نے آشا بیلا سے کہا۔ "اب پھر تمہاری آزمائش ہے۔ سوچ کر بتاؤ کہ منی ٹرین کا اسٹیشن کدھر ہے۔ ہم اسی طرف جائیں گے۔"

وہ سوچتے ہوئے ایک طرف بڑھنے لگی۔ میں اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ وہاں اونچی نیچی مصنوعی پہاڑیاں، ٹیلے اور بڑی بڑی چٹانیں رکھی ہوئی تھیں گھنی جھاڑیاں بھی لگائی گئی تھیں۔ ہمیں ادھر سے ادھر ان جھاڑیوں اور ٹیلوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ وہاں اور بھی بہت سے مہذب لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ گھوم رہے تھے لیکن ایسے جنگلی بھی موجود تھے جنہوں نے اپنے جسموں پر رنگوں سے نقش و نگار بنائے ہوئے تھے۔ اور ہاتھوں میں نیزے لیے ہوئے تھے۔ وہ اچانک ہی کبھی کسی جھاڑی یا ٹیلے کے پیچھے سے نکل کر سامنے پہنچ کر نیزے لہراتے ہوئے ناچنے لگتے تھے۔ وہاں تفریح کرنے والے پہلے تو ڈر جاتے پھر قہقہے لگانے لگتے تھے۔ بہرحال جب ہم ایک پہاڑی کے پیچھے پہنچے تو ایک ہال اسٹیشن نظر آیا جہاں ایک منی ٹرین روانگی کے لیے تیار کھڑی تھی۔

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "واہ تم نے تو کمال کر دیا۔ بالکل صحیح جگہ پہنچا دیا۔ اب مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ اسی جگہ تمہاری یادداشت واپس آ جائے گی۔"

ہال اسٹیشن پر اچھی خاصی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ کتنے ہی ملکوں کی عورتیں اپنے مردوں کے ساتھ نظر آ رہی تھیں۔ ان کا لباس ان کے زیورات اور ان کی سج دھج دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ وہ سب کی سب انتہائی دولت مند ہیں اور مہنگی تفریح کے لیے وہاں آئے ہوئے ہیں۔ تنہا سفر کرنیوالوں کے لیے الگ کمپارٹمنٹ تھے۔ ہر ایک کے لیے ایک ایک سیٹ ریزرو کی جاتی تھی اور جو لوگ اپنی بیویوں یا دوستوں کے ساتھ آتے تھے ان کے لیے اسپیشل کیبن ریزرو کیے جاتے تھے۔

میں نے جو ٹکٹ اس آدمی سے حاصل کیا تھا۔ اس کے مطابق میرے اور آشا بیلا کے لیے سترہ نمبر کا کیبن مخصوص تھا۔ وہ کیبن چھوٹا سا تھا مگر خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔ ایک طرف ایک چھوٹا سا بستر تھا۔ دوسری طرف کھڑکی کے ساتھ دو کرسیاں تھیں جن کے درمیان کھانے کے لیے ایک میز رکھی ہوئی تھی وہاں بیٹھ کر گزرتے ہوئے مناظر کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ آشا بیلا نے کہا۔ "یہاں کی ہر چیز جانی پہچانی لگ رہی ہے۔ یقیناً میں نے پہلے بھی اسی ٹرین میں سفر کیا ہے۔ اور اس سفر میں بھی جیسے تم میرے ہمسفر رہے تھے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں تو نہیں تھا۔ ہاں کوئی دوسرا ہو سکتا ہے۔ شاید تمہارا کوئی آئیڈیل چاہنے والا یا تمہارا شوہر۔ تمہارا ایسا کوئی ساتھی ضرور ہوگا۔ یاد کرنے کی کوشش کرتی رہو۔"

"شوہر — محبوب؟" وہ بڑبڑاتے ہوئے مجھے دیکھنے لگی۔ جیسے مجھے شوہر یا محبوب کے روپ میں پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر وہ زیرلب بڑی آہستگی سے بولی۔ "مجھے یقین نہیں آتا۔ کہ اب سے پہلے میں کسی کے اتنے قریب رہی ہوں۔ جتنا کہ تمہارے قریب آگئی ہوں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ میرا کوئی ساتھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں کوئی دوسرا رشتہ دار ہو سکتا ہے۔"

مجھے اس کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ واقعی اس کا کوئی دوسرا رشتہ دار بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی ضروری نہیں کہ یہاں سفر کرنے والا اس کا کوئی محبوب یا شوہر ہو۔

وہ میرے روبرو کھڑی ہوئی تھی۔ سر سے پاؤں تک ایک سانس لیتا ہوا مجسمہ غضب ڈھا رہا تھا۔ ساڑھی میں اس کے بدن کی خوبصورتی اتنے خوبصورت انداز میں اجاگر ہو رہی تھی کہ اسے دیکھتے رہنے کو جی چاہتا تھا۔ اچانک ٹرین ایک ہلکے جھٹکے سے آگے بڑھی تو وہ مجھ سے ٹکرا گئی۔

جیسے جیسے ٹرین آگے بڑھتی گئی جنگل گہرا ہوتا گیا۔ وہ ٹرین جنگل میں منگل منانے کے لیے ہی چلائی گئی تھی۔ لیکن منگل منانے سے پہلے ہی وہ ایک جھٹکے سے الگ ہو گئی۔ اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ وہ زور زور سے سانس لے رہی تھی۔ جیسے جذبوں کی ہلچل میں ہانپ رہی ہو۔ وہ مجھ سے دور ہوتے ہوئے پیچھے کی طرف ہٹتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر مجھ سے کہنے لگی۔ "میں بہت آگے بڑھ رہی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ تم سے دور رہنا چاہتی ہوں مگر نہیں رہ سکتی۔ پہلے وعدہ کرو کہ میرا ساتھ کبھی نہیں چھوڑو گے۔"

میں نے کہا۔ "تم بے حد حسین ہو۔ تمہیں سانسوں کے قریب پا کر ابھی پتہ چلا کہ بے مثال بھی ہو۔ تمہارے لیے کوئی بھی جھوٹی قسمیں کھا سکتا ہے۔ تمہیں حاصل کرنے کے لیے جھوٹے وعدے کر سکتا ہے لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں تمہیں چاہتا ہوں لیکن ہمیشہ ساتھی بن کر نہیں رہ سکتا۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں ایک مسافر ہوں اور میری گشتی گاڑی چیک پوسٹ پر کھڑی ہوتی ہے۔ تمہارا کام ختم ہوتے ہی تمہیں منزل پر پہنچاتے ہی میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

وہ منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھنے لگی۔ بظاہر وہ چپ تھی لیکن اس کے اندر آندھی چل رہی تھی۔ وہ اپنے جذبات پر قابو پانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ اور اپنے آپ کو سمجھا رہی تھی کہ ایک پردیسی کا پیار اسے بڑا مہنگا پڑے گا۔ اسے سمجھنا چاہیے اور اس پردیسی سے دور ہی دور رہنا چاہیے۔

لیکن قریب ہو کر دور ہونا آسان نہیں تھا۔ وہ کیبن ایک بند کمرے کی طرح تھا۔ میں تھا اور وہ تھی اور منہ زور جذبے تھے۔ ان جذبوں سے پیچھا چھڑانا تقریباً ناممکن تھا کیونکہ مجھ سے زیادہ وہ بھٹکی ہوئی تھی۔ اتنی بڑی دنیا میں اس کا کوئی نہیں تھا اور وہ صرف مجھے ہی اپنا سمجھ کر شاید پہلی بار اپنے آپ کو نچھاور کر دینا چاہتی تھی۔

وہ اچانک اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں جاؤں گی۔"

میں نے پوچھا۔ "کہاں جاؤ گی؟"

"بس یونہی کیبن سے باہر جاؤں گی۔ یہاں کہیں ریسٹورنٹ ہو گا وہاں بیٹھ کر کافی پیوں گی۔"

"چلو میں بھی چلتا ہوں۔"

"نہیں۔ مجھے جانے دو۔ میں تنہائی چاہتی ہوں۔"

"بہتر ہے کہ تم یہیں رہو۔ میں باہر چلا جاتا ہوں۔"

"نہیں — میں جاؤں گی۔ یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے میرا راستہ نہ روکو۔ سامنے سے ہٹ جاؤ۔"

میں ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ آگے بڑھی۔ مجھ سے کترائی ہوئی دروازے کی طرف گئی۔ پھر اسے کھول کر باہر نکلنا چاہتی تھی مگر لڑکھڑا کر واپس میری طرف آگئی۔ میں نے اسے پکڑ لیا۔ ورنہ وہ فرش پر گر پڑتی۔ اسے سہارا دینے کے لیے میں نے دروازے کی طرف دیکھا۔ تو ایک شخص ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑا تھا۔ وہ دروازے سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ تاکہ باہر سے

کوئی اندر نہ آسکے۔ اس نے بڑی سفاکی سے مگر آہستگی سے کہا۔ "خبردار! ذرا بھی آواز نہ نکلے۔ اگر کسی نے شور مچایا تو میں بے دریغ گولی مار دوں گا۔"

آشا بیلا مجھ سے چپک گئی تھی۔ میں نے اس انجانے دشمن کو دیکھا اس کا سر صاف تھا۔ مونچھیں دونوں پاچھوں کی طرف سے لٹک رہی تھیں۔ چہرے پر جاقوؤں سے حاصل ہونیوالے کئی زخموں کے نشان تھے۔ وہ صورت شکل سے ہی قاتل اور لٹیرا دکھائی دیتا تھا۔ اس کے ریوالور میں سائیلنسر لگا ہوا تھا۔

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتہ چلا کہ وہ ہر حال میں آشا بیلا کو قتل کر کے یہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔ آشا بیلا کی زندگی سے اسے نقصان پہنچنے والا تھا۔ آشا بیلا نے سہم کر پوچھا۔ "کیا تم وہی ہو جس نے ریسٹورنٹ میں مجھے فون کیا تھا؟"

اس نے جواب دیا۔ "ہاں میں وہی ہوں۔ تم نے کل سے مجھے چکر کر رکھ دیا ہے۔ میں نے آشا بیلا کا نام لے کر آج ریسٹورنٹ میں تمہیں فون کیا تھا۔ تو تم نے وہ کال اٹینڈ کی۔ مجھ سے فون پر باتیں کیں۔ تب مجھے یقین ہو گیا کہ تم وہی ہو جس کی مجھے تلاش تھی۔ افسوس تمہارے دھوکے میں میں نے دوسری عورت کو قتل کر دیا۔"

آشا بیلا نے پوچھا۔ "کیا وہ عورت جو زینے کے نیچے پڑی ہوئی تھی۔ اسے تم نے ہلاک کیا تھا؟"

"ہاں آشا بیلا کو قتل کرنے کے بعد مجھے پانچ سو ڈالر معاوضے کے طور پر ملنے والے تھے۔ مگر کل رات پتہ چلا کہ میں نے جسے قتل کیا ہے اس کا نام آشا بیلا نہیں بلکہ ایزابیلا تھا۔ اس ملتے جلتے نام نے مجھے الجھا کر رکھ دیا تھا۔ لیکن وہاں ریسٹورنٹ میں آشا بیلا کے نام سے فون کرنے پر جب تم نے فون اٹینڈ کیا تو اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ تم ہی میرا شکار ہو اور اب میں وہ پانچ سو ڈالر حاصل کرنے کے لیے تمہارا کام تمام کرنے آیا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کا رخ آشا بیلا کی طرف کر دیا وہ کسی قسم کی چھوٹ نہیں دینا چاہتا تھا۔ کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہر حال میں آشا بیلا کی موت اس کے لیے لازمی تھی۔ اسی وقت میں نے اس کے دماغ کو ایک ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ وہ ذرا سا لرز گیا۔ اسی وقت میں نے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ایک ٹھوکر ماری۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکلا پھر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ تو وہ میری طرف کھنچتا چلا آیا۔ میں نے اس کے پیٹ پر ایک گھٹنا مارا۔ وہ درد کی شدت سے جھک گیا۔ دوسری بار میں نے اس کے منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ وہ الٹ کر بستر کی طرف چلا گیا۔ زیادہ

ہنگامہ کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر فرش پر سے اس کا ریوالور اٹھا لیا۔

وہ بستر کے پاس گرنے کے فوراً بعد ہی اٹھ رہا تھا۔ لیکن میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ میں نے کہا۔ "بیٹے چپ چاپ فرش پر بیٹھے رہو۔ اور جو سوال کرتا ہوں اس کا صحیح جواب دیتے رہو۔ ورنہ ایک گولی تمہاری کھوپڑی میں اتر جائے گی۔ پہلا سوال یہ ہے کہ آشا بیلا کو قتل کرنے کے لیے کون تمہیں معاوضہ دے رہا ہے؟"

پہلے تو وہ پس و پیش میں رہا۔ پھر ریوالور کو دیکھ کر اسے اپنی موت نظر آئی۔ اس نے جواب دیا۔ "جے جوالا۔ اس کا نام جے جوالا ہے۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ آج رات لندن کی فلائیٹ سے یہاں دس بجے پہنچنے والا ہے۔ وہ آشا بیلا کی لاش کی تصویریں دیکھنے کے بعد معاوضہ ادا کر دے گا۔"

میں نے دوسرا سوال کیا۔ "وہ اس بے گناہ کو قتل کیوں کرانا چاہتا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ ہم صرف معاوضہ لے کر کام کرتے ہیں۔ کسی سے اس کا مقصد نہیں پوچھتے۔"

میں نے پوچھا۔ "یہ کیسے معلوم ہوا کہ ایزابیلا قتل کی گئی ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "جس مکان میں اسے قتل کیا گیا تھا وہاں گلی میں کچھ بچے گیند کھیل رہے تھے۔ ان کی گیند اس مکان کے ٹوٹے ہوئے دروازے سے گزر کر اندر چلی گئی۔ بچے جب اس گیند کو لینے گئے تو انہوں نے اس موہ عورت کو دیکھا پھر باہر آکر شور مچانے لگے۔ معاملہ پولیس تک پہنچ گیا۔ پولیس والوں نے تحقیقات شروع کی۔ تو ایک ٹیکسی ڈرائیور نے بتایا کہ وہ لڑکی ایئرپورٹ سے ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں تک آئی تھی۔ اس نے رنگین اسٹریٹ کے مکان نمبر چھ تک پہنچانے کے لیے کہا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ کوئی سامان نہیں تھا۔ پولیس والے سمجھ گئے کہ وہ اپنا تمام لگیج ایئرپورٹ کے لاکر میں رکھ کر گئی ہو گی۔ ایئرپورٹ پر پہنچ کر تحقیقات کی گئی۔ اس کے لاکر کو کھولا گیا۔ اس کے سامان کی تلاشی لی گئی۔ پتہ چلا کہ وہ لندن سے آئی تھی اور اس کا نام ایزابیلا تھا۔"

اس بار آشا بیلا نے سوال کیا۔ "تم نے مجھے فون پر کہا تھا کہ وہاں میری انگلیوں کے نشانات پائے گئے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟"

وہ شخص جواب میں "ہاں" کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کی سوچ پڑھی۔ بات درست نہیں تھی۔ میری خیال خوانی نے اسے سچ بولنے پر مجبور کیا۔ تو وہ بولا "نہیں۔ تمہاری انگلیوں کے نشان

وہاں ضرور رہے ہوں گے۔ لیکن پہلے وہ گیند کھیلنے والے بچے اس مکان میں آئے تھے۔ پھر محلے والے آتے جاتے رہے اور اس لڑکی کی تلاش دیکھتے رہے۔ پھر پولیس والے آئے۔ اتنے لوگوں کے آنے جانے میں تمہاری انگلیوں کے یا دوسرے لفظوں میں تمہاری موجودگی کے نشانات وہاں سے مٹ چکے تھے۔"

آشا بیلا نے اطمینان کی سانس لے کر کہا۔ "شکر ہے اب مجھ پر الزام عائد نہ ہو سکے گا۔"

میں نے اس غنڈے سے پھر ایک سوال کیا۔ "مجھے بتاؤ کہ تم نے ابزا بیلا کو آشا بیلا کیسے سمجھ لیا؟ اور وہاں اسے کس طرح ہلاک کیا۔ مجھے پوری کہانی تفصیل سے سناؤ۔"

وہ کہنے لگا۔ "میرے پاس آشا بیلا کی کوئی تصویر نہیں تھی۔ جن لوگوں سے قتل کا سودا ہوا تھا۔ وہ لیبنی جے جو الانڈن میں بیٹھا ہوا ہے۔ جو کہ آج رات کو یہاں پہنچے گا۔ وہ وقت پر آشا بیلا کی تصویر فراہم نہ کر سکا۔ ہمیں اس کا حلیہ بتایا گیا اور کہا گیا کہ پہلے اس لڑکی سے اس کا نام معلوم کیا جائے۔ جب وہ خود بتائے گی کہ اس کا نام آشا بیلا ہے۔ تب اس پر قاتلانہ حملہ کیا جائے پھر دوسری بات یہ کہ ہمیں ویکس اسٹریٹ کے مکان نمبر چھ کا پتہ دیا گیا تھا۔ اور یہ کہا گیا تھا کہ آشا بیلا تقریباً چار بجے شام کو اس مکان میں آئے گی۔

میں نے آشا بیلا کی طرف دیکھا۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "تمہیں کچھ یاد آرہا ہے کہ تم اس مکان میں چار بجے شام کو کیوں جانیوالی تھیں؟"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔"

میں نے اس قاتل سے پوچھا۔ "اچھا تم بتاؤ اس کے بعد کیا ہوا؟"

وہ پھر کہنے لگا۔ "میں چار بجے سے پہلے ہی اس مکان میں پہنچا تو اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندر کوئی نہیں تھا۔ میں زینے کے نیچے جا کر چھپ گیا۔ تھوڑی دیر بعد.... ایک لڑکی ساڑھی پہنے ہوئے، ہاتھ میں پرس لیے ہوئے اس مکان میں داخل ہوئی۔ میں زینے کے نیچے سے نکل آیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی ٹھٹھک گئی۔ میں نے اس سے پوچھا۔ تمہارا نام کیا ہے؟ وہ ذرا انگریزی لہجے میں شاید اترا کر بول رہی تھی۔ اس نے بتایا کہ اس کا نام ابزا بیلا ہے۔ میں نے سمجھا کہ یہ اپنے نام کو بگاڑ کر بول رہی ہے۔ آشا بیلا کے بجائے ابزا بیلا کہہ رہی ہے لیکن وہ ساڑھی پہنے ہوئے تھی۔ میں اسے انگریز نہیں سمجھ سکتا تھا۔ کیونکہ ایسے ہندوستانی عورتوں کی طرح چوٹی گوندھی ہوئی تھی۔ اور زبان بھی صاف طریقے سے بول رہی تھی۔ صرف نام ذرا غلط بتا رہی تھی۔ یعنی وہ نام غلط بھی نہیں تھا۔ ابزا بیلا سکتا شا بیلا ہی سمجھا جاسکتا تھا۔ اور پھر میں نے سوچا کہ اس وقت چار بجے شام کو وہاں صرف آشا بیلا ہی آنے والی تھی ـــــ کسی دوسری عورت کے آنے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔"

"اچھا تو تم نے اسے آشا بیلا سمجھ کر اس پر قاتلانہ حملہ کیا؟"

"ہاں میں نے اس پر حملہ کیا۔ وہ بڑی زوردار تھی۔ آسانی سے قابو میں نہیں آرہی تھی۔ بڑی جدوجہد کرنی پڑی۔ لڑنے جھگڑنے کے دوران وہ بار بار دروازے سے ٹکراتی رہی۔ کشمکش میں دروازے کی کنڈی بھی ٹوٹ گئی۔ بالآخر میں نے اس پر قابو پا ہی لیا۔ اور اس کا گلا گھونٹ کر اسے مار ڈالا۔ جب میں نے اسے پر چڑھتا ہوا ولیس اس مکان سے جا رہا تھا۔ تب میں نے دیکھا کہ آشا بیلا اس مکان کی طرف آرہی تھی۔ اس وقت یہ بلاؤز اور اسکرٹ پہنے ہوئے تھی۔ اور ویسی عیسائی لگ رہی تھی۔ اور کسی صورت سے اسے ہندوستانی آشا بیلا نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ جب یہ مکان میں داخل ہوئی تو مجھے دیکھتے ہی ٹھٹھک گئی۔ وہاں سے میں قتل کرنے کے بعد فوراً ہی نکل جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ ایک جھٹکے سے کھینچا۔ یہ لڑکھڑاتی ہوئی زینے کے اوپری قدمچے پر آئی۔ میں نے پیچھے سے اس کے سر پر زوردار ضرب لگائی۔ یہ کراہتی ہوئی زینے پر گری پھر لڑکھڑاتی ہوئی درمیانی زینے پر پہنچ کر ختم ہو گئی۔ میں نے چند سیکنڈ تک اسے دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ بے ہوش ہو گئی ہے۔ میں وہاں سے نکل کر بھاگ گیا۔"

میں نے پوچھا۔ "اب تمہارا کیا خیال ہے۔ یہاں سے زندہ سلامت بھاگ کر جا سکتے ہو؟"

اس نے جواباً کہا۔ "ہم قتل کرتے ہیں اس لیے کسی دن قتل بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ کھیل ہمارے لیے پرانا ہے۔ ویسے میں سمجھتا ہوں کہ تم مجھے قتل کرنے کی حماقت نہیں کرو گے کیونکہ تمہارے جیسے شہری قانون کو اپنے ہاتھوں میں لیا نہیں کرتے۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں تمہیں قتل نہیں کروں گا۔ لیکن ایک شرط ہے کہ تم اس کیبن سے نکل کر اس ٹرین میں نہیں رہو گے۔ اگلے کسی اسٹیشن پر اتر جاؤ گے۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "اب کیا دیکھتے ہو؟ دروازہ کھولو اور باہر نکل جاؤ۔"

آشا بیلا نے کہا۔ "طارق یہ تم کیا کر رہے ہو۔ اسے یونہی چھوڑ رہے ہو۔ یہ میری جان کا دشمن ہے۔ یہاں سے زندہ

بچے گا تو پھر کسی موقعہ پر مجھے قتل کرنے کی کوشش کرے گا۔"

میں نے کہا۔ "یہ اگر آئندہ ہمارے راستے میں آئے گا تو زندہ نہیں بچے گا۔ اسے جانے دو۔ تم فکر نہ کرو۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ آشا بیلا کو میرا یہ طریقہ کار پسند نہیں آیا۔ وہ اعتراض کر رہی تھی۔ میں نے اسے بیوقوف ہونے کو کہا۔ دروازہ اندر سے بند کرو۔ میں ذرا ٹائلٹ سے ہو آتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں ٹائلٹ کے اندر چلا گیا بمقصد یہ تھا کہ وہاں خاموش رہ کر اس قاتل کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں کر لوں۔

وہ کیبن میں چپ چاپ کھڑی ہوئی ٹائلٹ کے دروازے کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ میں نے جانے کتنی بھرتی بھالی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس قاتل کو ماریشٹ کر اس سے ہی کار و ولیور چھین لیا تھا۔ کیونکہ وہ خود کو جوڈو کراٹے جاننے والی ماہر سمجھتی تھی۔ اس لیے سوچ رہی تھی کہ وہ ایسی بھرتی یوں نہ دکھا سکی۔ دوسری طرف وہ قاتل باہر جاتے کے بعد میرے متعلق سوچ رہا تھا کہ اچانک وہ کیسے غافل ہو گیا تھا اور اس نے اس کی غفلت سے کیسے فائدہ اٹھا لیا تھا؟

وہ اب اپنی شکست کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں یہ خواہش پیدا کی کہ اسے چلتی ہوئی ٹرین سے باہر چھلانگ لگانی چاہیے۔ اس کی سوچ نے کہا۔ "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ یہ ٹرین مصنوعی جنگل سے گزر رہی ہے۔ لیکن یہاں کے درخت مصنوعی نہیں ہیں۔ یہ سنک شیر یا چیتے پالتو ہیں۔ پھر کیا یہ مجھ جیسے تنہا آدمی کو دیکھ کر ضرور حملہ کر دیں گے۔ دوسری صورت یہ کہ جب یہ ٹرین چل پڑتی ہے تو اس کے دروازے خود بخود ہی آپ لاک ہو جاتے ہیں۔ تاکہ کوئی مسافر نہ تو اپنا سر نکال سکے۔ اور نہ ہی کسی بھی ضرورت کے تحت دروازہ کھڑکھڑا سکے۔ اس ٹرین کے آخری کمپارٹمنٹ کا آخری گارڈ کے لیے مخصوص ہے۔ اس آخری ڈبے کا پچھلا دروازہ گارڈ بند کرتا گارڈ کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اس دروازے والی گھنٹی گارڈ کے پاس ہی رہتی ہے۔"

یہ معلومات حاصل کرتے کے بعد میں اس کے دماغ پر چھا گیا۔ اب وہ۔ وہ نہیں تھا۔ میں تھا۔ اور میں ایک کمپارٹمنٹ سے دوسرے کمپارٹمنٹ کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں سے بھاگ کر دوسری جگہ جاتے کے لیے اندر ہی اندر راستہ بنا رہا تھا۔ بالآخر میں گارڈ کے ڈبے میں پہنچا تو وہاں چار سپاہی بھی موجود تھے۔ وہ کسی ناگہانی مصیبت کے وقت گارڈ کی مدد کرنے کے لیے وہاں ڈیوٹی پر رہا کرتے تھے۔

انہوں نے وہاں مجھے دیکھ کر میری موجودگی پر اعتراض کیا۔ میں نے کہا۔ "میں سگریٹ پینا چاہتا ہوں اور میرے پاس ماچس نہیں ہے۔ پلیز یہ سگریٹ سلگا دو میں واپس چلا جاؤں گا۔"

میں نے جیب سے سگریٹ نکالا۔ سپاہی نے آگے بڑھ کر جیب سے ماچس نکالی۔ پھر ایک ہاتھ سے اسے میری طرف بڑھایا۔ میں نے ماچس لینے کے بجائے اس کی کلائی تھام کر ایک طرف جھٹکا دیا۔ تو وہ دوسروں طرف گھوم گیا۔ میں نے اس کی رائفل پر ہاتھ رکھا۔ اور پیچھے سے ایک لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دوسرے سپاہیوں پر جا گرا۔ رائفل میرے ہاتھ میں آگئی۔

پہلے تو وہ لوگ حیرانی سے مجھے تکتے رہے۔ پھر اپنی رائفل سنبھالنا چاہتے تھے لیکن اس سے پہلے ہی میں نے انہیں نشانے پر رکھ لیا۔ اور دھمکی دی۔ "خبردار اگر کسی نے اپنی رائفل اٹھائی تو میں فائر کر دوں گا۔"

پھر میں نے گارڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "چلو وہ دروازہ فوراً کھول دو۔"

گارڈ ہچکچانے لگا۔ وہ سپاہیوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سپاہی بے بس ہو گئے تھے۔ میں نے کہا۔ "دروازہ کھولو ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

گارڈ کو مجبور ہو کر دروازہ کھولنا پڑا۔ پچھلا دروازہ کھل گیا۔ میں دوڑتا ہوا اس دروازے کی طرف گیا۔ اور وہاں سے پلٹ کر میں نے ایک بار انہیں دیکھا۔ پھر ان کی رائفل ایک طرف اچھال دی۔ دوسرے ہی لمحے پلٹ کر میں نے اس دروازے سے ٹرین کے باہر چھلانگ لگا دی۔

وہ اس وقت چیخ رہے تھے۔ کھلے ہوتے دروازے سے باہر جھانک کر مجھے دیکھ رہے تھے اور میں ریلوے لائن کے کنارے پڑا ہوا تھا۔ تب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے بعد میں وہاں نہیں تھا۔ اب وہ ریلوے لائن کے کنارے پڑا ہوا تھا۔ اس نے چونک کر اپنے آس پاس دیکھا پھر جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے دور ٹرین بھاگتی جا رہی تھی۔ اگرچہ منی ٹرین کی رفتار زیادہ نہیں ہوتی ہے۔ پھر بھی وہ ٹرین بہت دور نکل گئی تھی۔ وہ ٹرین کی طرف دوڑنے لگا۔

میں گارڈ کے ڈبے میں ایک سپاہی کے دماغ میں پہنچا۔ وہ فون کال کے ذریعے انجن ڈرائیور سے کہہ رہا تھا کہ رفتار سست کرے۔ ایک مسافر گارڈ کے ڈبے سے باہر جنگل میں چلا گیا ہے۔

اس کا دماغی توازن درست نہیں ہے اور اب وہ پھر واپس دوڑتا آرہا ہے۔ دوسری طرف سے انجن ڈرائیور نے پوچھا "اس پاگل مسافر کے لیے گارڈ نے دروازہ کیوں کھولا تھا؟"

جواب میں اس نے کہا۔ "تفصیل بعد میں بتائی جائے گی۔ اس نیم پاگل آدمی کی زندگی خطرے میں ہے۔ گاڑی کی رفتار سست کرو۔"

گاڑی کی رفتار سست ہونے لگی۔ میں پھر اس قاتل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب وہ۔ وہ نہیں تھا۔ میں تھا اب میں ٹرین کی طرف دوڑنے کے بجائے اس کی دوسری سمت پلٹ کر بھاگنے لگا۔ یعنی جنگل کی طرف جانے لگا۔ گارڈ کے ڈبے سے سپاہی چیخ رہے تھے اور مجھے اپنی طرف بلا رہے تھے۔ لیکن میں بھاگتا چلا گیا۔ گھنے درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے دیکھنے والوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ایک منٹ کے بعد ہی اچانک ایک چیتے سے سامنا ہوا۔ وہ درندہ غرا کر اس پر جھپٹ رہا تھا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا صرف اس کی سوچ پڑھتا رہا۔ وہ ایکدم سے گھبرا گیا۔ پہلے تو اس نے خود کو ریلوے لائن کے کنارے پڑا ہوا پایا تھا۔ پھر وہ ٹرین کے پیچھے دوڑتا گیا تھا۔ اس کے بعد پھر غافل ہو گیا تھا۔ دوسری بار پھر ہوش میں آنے کے بعد اب ایک چیتے کو اپنے اوپر پایا تھا۔ وہ چیتا اسے بری طرح بھنبھوڑ رہا تھا۔ اس کے ہوش اڑ گئے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح ایسے وقت دلیری دکھائی جاتی ہے اور اپنی حفاظت کی جاتی ہے۔

پھر چیتے نے اپنے دانتوں کے درمیان اس کی گردن دبوچ لی۔ میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ ٹرین میں سفر کرنے والے عیاش پسند دولت مند اپنی نجویاؤں کے ساتھ یا تو بستر پر پڑے ہوں گے یا کھڑکی کے پاس بیٹھے شراب کے گھونٹ پیتے ہوئے باہر چلتے پھرتے درختوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ اور یہ سوچتے بھی نہیں ہوں گے کہ کبھی یہ درندے ان کے عیش کدے میں گھس آئیں۔ تو ان کا کیا حشر ہوگا۔ بہرحال ایک تو اس عیش کدے سے نکل کر درندے کے منہ میں پہنچ چکا تھا۔ اب دوسرے دن اخبارات میں مختلف قیاس آرائیوں کے ساتھ اس نیم پاگل کے متعلق خبریں شائع ہوں گی۔ میرا کام ہو چکا تھا۔

کیبن میں آشا بیلا اپنے بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں چپ چاپ کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر ہم دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے سامنے والی کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد آہستگی سے بولی۔ "میں غلطی پر تھی۔ مجھے تنہا اس کیبن سے نہیں جانا چاہیے تھا بلکہ میں اکیلی اس دنیا میں کہیں بھی نہیں جاؤں گی کیوں نہ میں صاف لفظوں میں کہہ دوں کہ میں تمہارے بغیر زندہ بھی نہیں چل سکتی۔ آہ میں کس قدر مجبور ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو چھپا لیا۔ اور رونے لگی۔ میں تھوڑی دیر تک چپ رہا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس گیا۔ اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "بیلا تم مجبور نہیں ہو میں ارادہ کر چکا ہوں کہ تمہیں تمہاری منزل تک پہنچا دوں گا۔ تمہاری تمام مجبوریاں دور ہو جائیں گی۔ یہ یقین رکھو۔ میں باہر ریسٹورنٹ میں جا رہا ہوں۔ تم اندر سے دروازہ کو بند کر لینا۔ جب تک میں دستک نہ دوں اور اپنی آواز نہ سنا دوں اس وقت تک دروازہ نہ کھولنا۔"

اس نے سر اٹھا کر آنسو بھری آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ میں پلٹ کر جانے لگا۔ اس نے آواز دی۔ "سنو۔ ٹھہر جاؤ۔"

میں رک گیا۔ لیکن اس کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے پیچھے آئی اور میرے بازو کو پکڑ کر بولی۔ "تم شاید ناراض ہو گئے ہو۔ باہر تو میں جانا چاہتی تھی تمہیں جانے کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟"

"میں چاہتا ہوں کہ تمہیں زیادہ دیر تک تنہائی نہ نصیب ہو اور تم خوب اچھی طرح اپنے بارے میں سوچ لو۔ اور کچھ پروگرام کرنے والا جذبہ اپنے اندر پیدا کرو۔"

وہ میرے پیچھے سے چلتی ہوئی آگے آگئی۔ پھر اس نے میرے دونوں شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "مجھے تم پر اعتماد ہے۔ مجھے تمہاری سچائی نے جیت لیا ہے۔ تم نے سچ کہا تھا کہ وعدے کر کے مجھے دھوکہ بھی دے سکتے ہو۔ تم نے ایسا جھوٹا وعدہ نہیں کیا۔ میں کبھی تم سے کوئی شکایت نہیں کروں گی۔ مزید دو گھنٹے کا سفر باقی تھا۔ آشا بیلا میرے شانے پر سر رکھے میرے سینے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔ "بیلا وہ قاتل واپس آرہا ہے۔ جب واپس آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ ابھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن وہ جو کچھ کہہ گیا ہے اس پر تمہیں غور کرنا چاہیے۔"

اس نے میرے شانے پر اپنے چہرے کو آہستہ سے رگڑتے ہوئے کہا۔ "اب تو تمہارے پاس رہ کر کچھ بھی سوچنے اور غور کرنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"تمہارے دل میں میرے لیے جو چاہت ہے وہ اچھی ہے۔ لیکن تمہیں اپنوں کو یاد کرنا ہے۔ اپنے گھر واپس جانا ہے۔ تمہارے کتنے رشتہ دار اور تمہارے کتنے چاہنے والے تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

"میں نہیں چاہتی کہ میرا کوئی گھر ہو اور دنیا بھر کے چاہنے والے میرا انتظار کر رہے ہوں۔ میرا صرف ایک چاہنے والا ہے اور وہ تم ہو۔ تمہارے سوا مجھے کسی کی چاہت نہیں چاہیے۔"

"لیکن وہ جو پراسرار انجن ہے اسے حاصل کرنا ضروری ہے۔"

"میرے لیے تو یہی میرے لیے ہی سوچو کہ کل شام چار بجے تم رنگیلن ہوٹل کے مکان نمبر چھ میں کیوں گئی تھیں؟ وہ کون تھا جس سے ملاقات کرنے کے لیے تم وہاں گئیں؟ اور اس مصیبت میں گرفتار ہو گئیں۔ تمہیں یہ ضرور سوچنا چاہیے یاد کرنا چاہیے۔"

وہ سوچنے لگی مگر اپنے حالات پر غور کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ میرے کہنے پر وہ جبراً سوچ رہی تھی۔ عورتیں فطرتاً ایسی ہی ہوتی ہیں کہ ایک مرد کے لیے اپنا سارا ماضی اپنی پچھلی محبتیں چھوڑ دیتی ہیں۔ صرف ایک مرد کو ہی یاد رکھنا چاہتی ہیں۔

میں سوچنے لگا کہ میں ذاتی طور پر اس حسینہ کی اصلیت کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ اس کے لیے ذرائع تلاش کرنے کی ضرورت تھی۔ میرے سامنے جو راستے تھے ان میں ایک راستے پر چلنا تھا۔ وہ آج رات دس بجے کی فلائیٹ سے یہاں سے چلا تھا۔ میں اسے صورت شکل سے نہیں جانتا تھا لیکن ایئرپورٹ پہنچنے کے بعد ہو سکتا تھا کہ کسی طرح کسی ذریعے سے پہچان لوں اور پھر اسے تعاقب کرنے کے بعد ساری معلومات حاصل کر لوں۔ دوسرا راستہ ربیعہ مجھے یاد آیا کہ وہ وچ ڈاکٹر میرے کام آسکتی ہے۔ کیوں نہ اس کے دماغ میں پہنچ کر پہلے میں اس کی صلاحیتوں کا پتہ چلا لوں۔ اس کے بعد اس وچ ڈاکٹر سے رابطہ قائم کروں۔

آشا بیلا نے سر اٹھا کر پوچھا۔ "چپ کیوں ہو، کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں تمہارے سوچنے کا انتظار کر رہا ہوں۔ بتاؤ کچھ یاد آیا؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔ میں زور کرتی ہوں اتنا ہی الجھتی جاتی ہوں۔ یہ تو بالکل ہی کچھ نہیں یاد آتا کہ اس ویران مکان میں جہاں اس لڑکی کا قتل ہوا تھا بھلا کیوں جاؤں گی؟ کس سے ملنے جاؤں گی؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

"دراصل تم میرے بارے میں زیادہ سوچ رہی ہو۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تمہاری یادداشت واپس آجائے۔ اس لیے یہ باتیں سوچنے کے لیے کہہ رہا ہوں۔"

میری بات سن کر وہ مجھ سے اور زیادہ چپک گئی۔ میں نے کہا۔ "دیکھو تھوڑی دیر کے لیے میرے بارے میں سوچنا چھوڑ دو۔ کم از کم پندرہ منٹ تک ہم خاموش رہیں گے۔ میں تمہیں پندرہ منٹ کا وقت دیتا ہوں۔ تم سوچتی رہو۔ اس کے بعد تم آزادی سے میرے بارے میں جو سوچنا چاہو سوچتی رہنا لیکن میری یہ بات مان لو۔"

وہ بولی۔ "اچھی بات ہے۔ میں پندرہ منٹ تک پوری توجہ سے اپنے معاملات پر غور کروں گی۔ اس کے بعد تمہیں مخاطب کروں گی۔"

یہ کہہ کر وہ چپ ہو گئی۔ میں دراصل یہ چاہتا تھا کہ وہ پندرہ منٹ تک خاموش رہے۔ تو میں اس وچ ڈاکٹر کے متعلق کچھ معلومات حاصل کر لوں۔ اس کے خاموش ہوتے ہی میں وچ ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کا نام مادام مارتھا تھا۔ وہ برازیل سے آئی تھی۔ اس کی عمر تقریباً ۴۰ برس تھی۔ اس نے زندگی کی بہت سی اونچ نیچ دیکھی ہوئی تھی۔ وہ قیافہ شناس تھی۔ انسان کے چہرے کو دیکھ کر اس کے ظاہری اور باطنی مزاج کو سمجھ لیتی تھی۔ کسی کی بھی آنکھوں میں جھانک کر اس کے ارادوں کو بھانپ لیتی تھی۔ تنویمی عمل کی خاصی مشق کی تھی۔ اس لیے کسی کی بھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے اپنا معمول بنا لیتی تھی۔

اس کی ایک اور خوبی یہ تھی کہ وہ ہاتھ کی لکیروں کو پڑھنا جانتی تھی۔ کسی کے بھی ہاتھ کی انگلیوں کو اور پاؤں کے انگوٹھوں کو دیکھ کر اس شخص کا کچا چٹھا بیان کر دیتی تھی۔

اس کی ایک صلاحیت یہ تھی کہ وہ چہرہ شناس رکھنے والی عورت تھی۔ کوئی غیر معمولی شخص اس کے سامنے آتے تو پہلی نظر میں اسے پہچان لیتی تھی۔ اور اس نے مجھے بڑی حد تک پہچان لیا تھا کہ میں اوپر سے کچھ ہوں اور اندر سے کچھ ہوں۔ اس کی چھٹی حس بڑی ہی تیز تھی۔ اگر کوئی دبے قدموں اس کے پیچھے سے آئے۔ تو وہ فوراً ہی چونک جاتی تھی۔ اس نے چالیس برس تک سائے پر اسرار علوم کو عملی طور پر آزمایا تھا اور بہت سارے تجربات کیے تھے۔ ان میں اسے پختہ ہو گئی تھی کہ پلک جھپکتے ہی اپنے سامنے والے کو بھانپ کر سمجھ لیتی تھی۔

جس وقت میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس وقت وہ ایک دولت مند شخص کو اپنے سامنے ایک بستر پر لٹائے ہوئے اس کا علاج کر رہی تھی۔ کچھ منتر وغیرہ پڑھ رہی تھی۔ اس پر یہ رعب ڈال رہی تھی کہ وہ جادو جانتی ہے اور منتروں کے ذریعہ اس کا علاج کر رہی ہے۔ وہ لوگوں کو بیوقوف بنانا اچھی

طرح جانتی تھی اور اس طرح سیکڑوں ہزاروں ڈالر کمالیا کرتی تھی۔ شام ہوتے ہی گاڑون کے اندر جو جھونپڑی تھی۔ اسے لاک کر دیا کرتی تھی۔ پھر شہر کی ایک رہائش گاہ میں چلی جاتی تھی۔ اس وقت شام ہو چکی تھی۔ اور وہ اپنی رہائش گاہ میں اس دولت مند کا علاج کر رہی تھی۔

میں نے مادام مارتھا کو اپنی یاد دلائی کہ میں آشا بیلا نامی ایک لڑکی کے ساتھ اس کے سامنے آیا تھا۔ میری یاد آتے ہی وہ سوچنے لگی۔ "پتہ نہیں کیا بات ہے۔ میری چھٹی حس کہتی ہے کہ میرے دماغ میں زبردستی کی سوچیں آ رہی ہیں اور وہ نوجوان بار بار مجھے یاد آ رہا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ وہ غیر معمولی آدمی ہے۔ اس نے تنہائی میں مجھ سے باتیں کرنے کے لیے انکار کر دیا تھا۔ لیکن اس کا چہرہ اس کی آنکھیں اور اس کا سراپا بتا رہا تھا کہ وہ انکار کے باوجود ایک بار پھر میرے پاس آئے گا اور ضرور آئے گا۔ میں اس کا انتظار کر رہی ہوں۔"

میں اس کی سوچ پڑھ کر بے حد متاثر ہوا۔ وہ درست سوچ رہی تھی۔ اس کا علم بڑا جاندار تھا کہ میں اس کے پاس جاؤں گا۔ واقعی مجھے اس کی ضرورت تھی۔ اور میں اس کے پاس جانے والا تھا۔

پندرہ منٹ گزر گئے۔ آشا بیلا نے مجھے مخاطب کیا۔ "طارق میں ساری زندگی اسی طرح سوچتی رہوں گی تو شاید کبھی یہ معلوم نہیں کر سکوں گی۔ کہ اس مکان میں کیوں گئی تھی؟ اور یہ لوگ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں؟ میں سوچتے سوچتے تھک گئی ہوں۔ میرا سر دکھنے لگا ہے۔"

میں نے کہا۔ "کوئی بات نہیں سہولت سے سب کچھ یاد آ جائے گا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی نہ سہی بعد میں پھر سوچنے کی کوشش کرنا اور اب آرام کرو۔"

آدھ گھنٹے بعد آنکھ کھلی تو باہر اندھیرا پھیل چکا تھا۔ جنگل تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔ لیکن درندوں کے گرجنے اور غرانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کبھی کبھی دور تاریکی میں کسی درندے کی دو آنکھیں چمکتی ہوئی نظر آتیں۔ پینتالیس منٹ کے بعد وہ منی ٹرین اسی ہل اسٹیشن پر واپس پہنچ گئی۔ جب ہم کیبن سے نکلے تو پتہ چلا کہ پوری ٹرین میں یہ بات پھیل گئی ہے کہ ایک شخص جنگل میں کسی درندے کا شکار ہو گیا ہے اور اس کے متعلق یہ خبر ہے کہ وہ نیم پاگل تھا۔ اس نے جبراً ایک سپاہی سے بندوق چھین لی تھی اور گارڈ کو مجبور کیا تھا کہ وہ تالا کھولے ورنہ اسے شوٹ کر دے گا۔

وہاں اس قاتل کے متعلق طرح طرح کی باتیں ہو رہی تھیں۔ ہم نے پلیٹ فارم پر پہنچ کر بھی اس کا ہی تذکرہ سنا اور اردلی کا حلیہ جس طرح بیان کیا جا رہا تھا اس سے آشا بیلا نے سمجھ لیا کہ اسی قاتل کا ذکر ہو رہا ہے۔ وہ حیران ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے جو حملے کے کیبن میں آیا تھا۔ بھلا۔ یہ پاگل کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ ایسا زندگی سے بیزار تو نہیں تھا کہ جنگل پہنچ کر خود کو درندوں کے حوالے کر دیتا۔"

میں نے کہا۔ "پتہ نہیں کیا بات ہے۔ ہو سکتا ہے کیبن سے باہر جانے کے بعد اس نے بہت زیادہ نشہ کیا ہو۔ نشے کی حالت میں اس نے گارڈ وغیرہ کو دروازہ کھولنے پر مجبور کیا ہو۔ نشہ بہت بری چیز ہے۔ اس کی زیادتی سے انسان پاگل ہو کر اسی طرح جان پر کھیل جاتا ہے۔"

وہ بولی۔ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ قاتل نے کبھی مجھ پر کیا مہربان ہو گئی ہے۔ دشمن خود بخود ہتھیار پھینک دیتا ہے۔ کاٹنا بھی خود ہی پولیس کی حراست میں چلا گیا تھا اور یہ قاتل ہی میری جان کا دشمن تھا۔ خود اپنی جان کا دشمن بن کر درندوں کا شکار بن گیا۔"

اس کی حیرانی بجا تھی۔ میں نے دونوں ہی بار اس کے دشمنوں کو اس کی توقع کے خلاف اچانک ہی سزا دی تھی اور ان کے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹا دیا تھا۔ ہم ہل اسٹیشن سے آ کر انکوائری آفس کے قریب پہنچ گئے۔ میں نے اسے ٹیکسی کے لیے کہا۔ "بہرحال جو کچھ ہو رہا ہے تمہارے لیے بہتر ہو رہا ہے تم انکوائری آفس میں جا کر اس وچ ڈاکٹر مادام مارتھا کا پتہ معلوم کرو میں ابھی اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

وہ آفس کے اندر چلی گئی۔ میں چاہتا تو مادام مارتھا کے ٹیلی فون کے ذریعے پتہ معلوم کر سکتا تھا لیکن یہ بھی آشا بیلا کے لیے نئی بات ہوتی کہ مجھے اس کا پتہ کیسے معلوم ہو گیا۔ میں نے رسٹ واچ دیکھی۔ سات بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ دس منٹ کے بعد ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر مادام مارتھا کی رہائش گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ آشا بیلا نے پوچھا۔ "اب اس وچ ڈاکٹر کی کیا ضرورت پیش آ گئی ہے؟ وہاں تم کیوں جا رہے ہو؟"

"میں وچ ڈاکٹر کے ذریعہ تمہارے بارے میں معلومات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ اس کی یادداشت بہت اچھی ہے۔ وہ جے جوالا کو بھی اچھی طرح پہچانتی ہے آج رات دس بجے یعنی تقریباً تین گھنٹے کے بعد وہ یہاں آنے والا ہے۔ مادام مارتھا اسے دیکھتے ہی پہچان لے گی۔"

آشا بیلا نے کہا۔ "اگر میں نے جے جوالا کو پہلے کبھی بار بھی دیکھا ہو گا تو یادداشت گم ہونے کے باوجود اسے پہچان لوں گی۔ تم نے تو دیکھا ہی ہے کہ یہاں آ کر جو چیز میری نظر سے پہلے گزری تھی اسے میں پہچانتی گئی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "تم ٹھیک کہتی ہو۔ لیکن مادام مارتھا اگر ہمارے ساتھ تعاون کرے تو بہتر ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری یادداشت واپس ایئرپورٹ پر کام نہ کرے اور اس کے علاوہ وہ وچ ڈاکٹر بڑی صلاحیتوں کی مالک ہے۔ وہ اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر تمہارے متعلق جو سوالات میرے ذہن میں کلبلا رہے ہیں۔ ان کے جواب تلاش کر سکے گی۔"

مادام مارتھا کی کوٹھی کے سامنے پہنچ کر ہم نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ دے کر رخصت کر دیا۔ اور وہاں دربان سے کہا کہ مادام تک ہمارے آنے کی اطلاع پہنچائے۔ ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ دربان نے آشا بیلا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ آپ کے ساتھ محترمہ ہیں آپ ان کا نام بتا دیں۔ میں نے ہم بتایا تو وہ پھاٹک کے برابر والے چھوٹے کیبن میں جا کر مادام مارتھا سے فون پر کہنے لگا۔ میلو مادام! آپ نے کہا تھا کہ آشا بیلا نامی عورت کے ساتھ جو بھی شخص آئے اسے اندر بھیج دیا جائے یہاں اسی نام کی ایک عورت ایک شخص کے ساتھ آئی ہے۔"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "ان دونوں کو اندر آنے دو۔ پڑھیں مادام کی سوچ کے ذریعہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ میرا انتظار کر رہی ہو گی اور اسے میرے آنے کی توقع ہے لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اتنے اعتماد سے انتظار کرے گی۔ اور آشا بیلا کے حوالے سے دربان کو پہلے ہی حکم دے کر باخبر رکھے گی۔"

جب ہم اندر گئے تو کوٹھی کا بیرونی دروازہ ہمارے لیے ایک ملازم نے کھولا اور اندر آنے کے لیے کہا۔ ہم ڈرائنگ روم میں پہنچے۔ وہاں مادام مارتھا کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "خوش آمدید۔ میں تمہارا نام نہیں جانتی لیکن اتنا جانتی تھی کہ تنہائی میں ملنے سے انکار کرنے والے تم ضرور میرے پاس آؤ گے سو آ گئے ہو۔"

میں نے بظاہر حیران ہو کر کہا۔ "تعجب ہے تم نے میری آمد کے متعلق پہلے سے کیسے جان لیا؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "تم بہت گہرے ہو۔ یہ جو تمہارے چہرے پر ہے۔ یہ بناوٹی ہے۔ مجھ سے کسی کا چہرہ نہیں چھپ سکتا۔ بہرحال میں اس اشتہا کیسا تھا انتظار کر رہی تھی کہ تم لوگوں کیلئے رات کا کھانا بھی تیار ہے اور میں جانتی ہوں تم دونوں انکار نہیں کرو گے اور میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ گے۔ جاؤ پہلے غسل کر لو۔"

اس ملازم کو اشارہ کیا۔ وہ آشا بیلا کو اپنے ساتھ لے گئی مادام نے مجھے اپنے ساتھ آنے کے لیے کہا۔ میں اس کے ساتھ چلتا ہوا اس کی اوطاقگاہ میں پہنچا۔ اس نے کہا۔ "یہ میرا پیڈ روم ہے۔ اور تم میرے بیٹے ہو۔ جاؤ باتھ روم میں جاؤ اور غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ڈرائنگ روم میں چلے آنا۔ باتھ روم میں تمہارا لباس وغیرہ موجود ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "اب کی بار میں صحیح طور پر حیران ہوں کہ آپ نے میرا لباس کہاں سے حاصل کر لیا؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میں انسان کو اس کی پیشانی سے لے کر اس کے پاؤں کے انگوٹھے تک پہچان سکتی ہوں۔ میں نے تمہارے لباس کے متعلق جو اندازہ کیا اس اندازے کے مطابق میں نے بازار سے ریڈی میڈ لباس منگوا لیا۔ تم پہن کر دیکھو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارے بدن پر پورا اترے گا۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چل دی۔ اب میں ذرا احترام سے مادام کا ذکر کروں گا۔ کیونکہ انہوں نے مجھے بیٹا کہا تھا۔ یوں بھی وہ عمر رسیدہ تھیں۔ اور مجھ سے کہیں زیادہ تجربات رکھتی تھیں اور مجھ سے زیادہ باصلاحیت تھیں۔ یہ درست تھا کہ وہ پاؤں کے انگوٹھے سے پیشانی تک جسم کے ایک ایک حصے کو دیکھ کر انسان کی ہسٹری معلوم کر سکتی تھیں۔ اس کے مطابق انہوں نے میرے بدن کا جو اپ سوچا تھا۔ بالکل درست تھا۔ میں نے غسل کرنے کے بعد جب اس لباس کو پہنا، تو میرے بدن پر واقعی پورا اترا۔ میں حیران رہ گیا کہ دنیا میں ایسے علوم بھی ہوتے ہیں جو انسان کو پراسرار اور حیرت انگیز بنا تے ہیں۔

ڈرائنگ روم میں مادام مارتھا میرا انتظار کر رہی تھیں۔ مجھے نئے لباس میں دیکھ کر خوش ہو گئیں۔ مجھ سے کہنے لگیں۔ بتاؤ میرا علم درست ہے یا نہیں یہ لباس تمہیں تنگ تو نہیں ہو رہا ہے۔

"نہیں مادام آپ کا علم واقعی سچا ہے۔ آپ نے بڑی لگن سے یہ علوم حاصل کیے ہیں۔ اب میں آپ سے کچھ مدد حاصل کرنے آیا ہوں۔"

وہ بولیں۔ "میرا اندازہ ہے کہ آشا بیلا کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو۔ وہاں گارڈن میں بھی تم مجھ سے اس کے متعلق ہی پوچھا تھا۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "آپ درست سمجھی ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ لڑکی اپنی یادداشت کھو چکی ہے۔ اسے اپنا ماضی یاد نہیں آ رہا ہے۔ یہ نہ تو کسی رشتہ دار یا دوست احباب کو پہچان سکتی ہے۔ اور نہ ہی اپنے متعلق کچھ جانتی ہے۔ کچھ لوگ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ شخص

جس کا نام جے جوالا ہے۔ اس نے کرایے کے قاتلوں کو اس کے پیچھے لگا دیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ ہی میری مدد کر سکتی ہیں۔ جے جوالا کو آپ ایکبار دیکھ چکی ہیں اور آشا بیلا کو بھی آپ نے دیکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ان دونوں کے متعلق کچھ معلومات حاصل کریں۔ ایسی معلومات جو آشا بیلا کو اس کی منزل تک پہنچا دیں۔"

مادام نے کہا: "مجھے جے جوالا کا چہرہ مخصوص سے یاد نہیں ہے تاہم ہلکا سا خاکہ ذہن میں ہے۔ اس کا قد اس کی آواز اس کے بھدے کا اتار چڑھاؤ اور اس کے سانس لینے کا انداز ایسا تھا کہ ورنہ دگی کا احساس ہوتا تھا۔ میرے سامنے جو لوگ آتے ہیں میں ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تنویمی عمل کرتی ہوں اور انہیں پہلے سے متاثر کر دیتی ہوں تاکہ وہ میری ہر بات بلا چون و چرا تسلیم کر لیں لیکن جے جوالا پر ہپناٹزم کا اثر نہیں ہو سکا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بڑی مضبوط قوت ارادی کا مالک ہے اور اندر سے بہت ہی سخت چٹان ہے اسے توڑنا بہت مشکل ہے۔"

یہ کہنے کے بعد وہ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگیں پھر بولیں: "میں نے مشکل کہا ہے ناممکن نہیں اور تم ان چند لوگوں میں سے ہو جو ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "آپ نہ جانے مجھے کیا سمجھ رہی ہیں۔ میں کوئی شعبدہ زور یا باصلاحیت آدمی نہیں ہوں۔"

وہ نہایت سنجیدگی سے بولیں: "بیٹے! تم بہت گہرے ہو۔ یہ میں جانتی ہوں کہ تمہارے اندر ایک دوسرا آدمی چھپا ہوا ہے اور وہی تمہارا اصل وجود ہے۔"

میں چونک کر مادام کو دیکھنے لگا، وہ بولیں: "دیکھو ابھی آشا بیلا یہاں نہیں ہے ہم دونوں اکیلے ہیں مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ بیٹے! میں جانتی ہوں تم ماں کی ممتا سے محروم ہو۔ کیا تم مجھے اپنی ماں سمجھ کر مجھے بھی ایک بیٹے کی ضرورت ہے۔"

انہوں نے بڑے پیار سے میرے ایک ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ میں نے بھی دوسرا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے کہا: "ہاں آپ بہت اچھی ہیں اور آپ کے چہرے سے ممتا کا نور ٹپکتا ہے۔ میں آپ کو اپنی ماں بنانے میں فخر محسوس کرتا ہوں۔ رہ گئی یہ بات کہ میں کون ہوں اور میرے اندر میری اصلیت کیسے چھپی ہوئی ہے؟ کیوں چھپی ہوئی ہے؟ تو کیا اس کا جاننا آپ کے لیے ضروری ہے؟"

وہ بولیں: "اصل بات یہ ہے کہ میں ہر ماہ اپنی قسمت کا حال معلوم کرتی ہوں باقاعدہ علم رمل کے ذریعے زائچہ بناتی ہوں۔ میرے زائچے کے مطابق اس ماہ کے آخری ہفتہ میں ایک بہت اہم شخصیت سے میرا سامنا ہونے والا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ وہ اہم شخصیت میرے سامنے آگئی ہے اور وہ تعلق قائم ہو رہا ہے۔"

میں حیرانی سے مادام کا منہ تکنے لگا۔ ان سے میری عقیدت بڑھتی جا رہی تھی۔ واقعی وہ بہت ہی باکمال تھیں لیکن اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا، آشا بیلا وہاں پہنچ گئی۔ مادام نے اس کے لیے سلاد، اور بلاؤز کا انتظام کیا تھا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ اس کا حسن ساڑھی میں خوب کھلتا تھا۔ وہ ہمارے پاس آ کر ڈریسنگ ٹیبل کی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ ملازم کھانا لگانے لگے۔ کھانے کے دوران میں نے مادام کی سوچ میں کہا: "مجھے آشا بیلا کے چہرے کو اور اس کی شخصیت کو دیکھ کر اس کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہیے۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی مادام چونک گئیں، میں بھول گیا تھا کہ ہر ایک کی چھٹی حس بہت تیز ہے۔ ان کے مزاج کے خلاف کوئی غیر معمولی بات ہو تو وہ محتاط ہو جاتی ہیں۔ گھر، ڈان کے کالج کی جب وہ اپنے گاہکوں کے سامنے بیٹھتی ان کی قسمت کا حال بتا رہی تھیں۔ ایک دولت مند نئی ٹرین کا ٹکٹ واپس کرنا چاہتا تھا اور میں نے مادام کی سوچ کے ذریعے اس ٹکٹ کو حاصل کرنا چاہا تھا، اس وقت بھی مادام غیر معمولی سوچ کی وجہ سے چونک گئی تھیں۔ اور یہ چھٹی حس کا کمال ہے کہ کسی بھی خلاف توقع بات سے یہ حس انسان کو چونکا دیتی ہے۔

اس وقت مادام نے سوچا: "عجیب بات ہے۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے یہ زبردستی سوچ میرے دماغ میں کہیں سے آ گئی ہے کہ مجھے آشا بیلا کے متعلق ابھی فیس ریڈنگ کرنی چاہیے۔"

میں نے مادام کا دھیان بٹانے کے لیے ان سے کہا: "مادام! آپ نے مجھے بیٹا بنایا ہے لہٰذا آج سے میں آپ کو ممی کہا کروں گا۔"

وہ مسکرا کے بولیں: "میں نے کہا: "ممی! ذرا آپ آشا بیلا کو دیکھ کر بتائیں کہ یہ اس لباس میں کتنی خوبصورت لگ رہی ہے؟"

آشا بیلا شرما کر مسکرانے لگی۔ ممی نے اس کی تعریف کی: "واقعی بہت حسین لگ رہی ہے اس لباس میں تو اور زیادہ حسن نکھر گیا ہے اگر میں غلط ہوتی تو اس لڑکی پر ضرور کوئی خوبصورت سا شعر کہتی۔"

میں نے ممی کا دھیان بٹا دیا تھا اس کے بعد ان سے پوچھا: "کیا خیال ہے ممی! ابھی کھانے کے بعد آپ میرے ساتھ ایئر پورٹ چلیں گی؟"

"ضرور چلوں گی۔ میرے بیٹے کا کام میں نہیں کروں گی تو اور کون کرے گا۔ باقی دی وے آشا بیلا کو اسی کوٹھی میں چھپ کر رہنا چاہیے، پتہ نہیں کتنے قاتل بدمعاش اس کی تلاش میں گھوم رہے ہوں گے۔"

آشا بیلا نے کہا: "ممی! طارق جب تک میرے ساتھ ہیں مجھے کسی دشمن کی پروا نہیں ہے۔ میں آپ لوگوں کے ساتھ ایئر پورٹ چلوں گی، یہاں تنہا نہیں رہ سکتی۔"

میں نے پوچھا: "تنہائی کی کیا بات ہے۔ ہم ایک آدھ گھنٹے میں واپس آ جائیں گے۔ بہتری اسی میں ہے کہ تم یہاں چھپ کر رہو۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی: "تم چند دنوں کے مہمان ہو، تمہیں کب یہاں سے چلے جاؤ گے جو بھی لمحات تمہارے ساتھ گزارنے کے لیے نصیب ہو رہے ہیں۔ میں تمہارے ساتھ ہی گزاروں گی۔ مجھے اپنی قربت سے محروم نہ کرو۔"

ممی نے پوچھا: "پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم دونوں محض دوست ہو یا آگے چل کر شادی کرنا چاہتے ہو؟"

میں نے جواب دیا: "ممی! آشا بیلا اپنے آپ کو پہچانتی نہیں ہے یہ کسی کی بیوی ہے یا نہیں۔ اگر اس کی شادی ہو چکی ہے تو میں شادی کے متعلق کیسے سوچ سکتا ہوں اور اگر شادی نہیں ہوئی ہے تب بھی میں ان بندھنوں میں نہیں بندھ سکتا کیونکہ میں ایک مسافر ہوں اور میرا کہیں ٹھکانہ نہیں ہے۔ میں بیوی اور بچوں کی مصیبت اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔"

آشا بیلا نے گھور کر مجھے دیکھا پھر پوچھا: "اچھا تو کیا میں تمہارے لیے مصیبت ہوں؟"

"ابھی نہیں ہو۔ عورت جب تک دوست ہے محبوبہ ہے اس وقت تک راحت جاں ہے اور جب بیوی بن جاتی ہے تو عذاب جاں بن جاتی ہے میں ابھی نہیں مصیبت نہیں کہ رہا ہوں۔ غصہ تھوک دو۔"

ممی ہنسنے لگیں۔ آخر طے یہ پایا کہ ممی آشا بیلا کو اپنے ساتھ لے کر ایئر پورٹ جائیں گی۔ میں دوسری کار میں وہاں پہنچوں گا اور دور ہی دور سے انہیں دیکھتا رہوں گا۔ جب جے جوالا لگیج سے اپنا سامان لے کر نکلے گا تو ممی اور آشا بیلا اس کے سامنے پہنچ جائیں گی۔ وہ یقیناً آشا بیلا کو پہچان کر اس سے باتیں کرے گا۔ اگر کسی وجہ سے وہ انجان بنے کی کوشش کرے گا تو ممی اسے مخاطب کریں گی اور میں دور ہی سے دیکھ کر پہچان لوں گا کہ وہی جے جوالا ہے۔

یہ تدبیر بہت اچھی تھی۔ میں نے پوچھا: "ممی! کیا آپ کے پاس دوسری کار ہے؟"

انہوں نے جواب دیا: "تم میری کار میں جاؤ گے تو دشمن تمہیں پہچان لیں گے۔ یہاں سے تم ٹیکسی میں تنہا جاؤ۔ میں کرایہ پر کار دینے والے دفتر کو ابھی فون کرتی ہوں۔ طارق محمود کے نام سے ایک کار بک کرا دی ہوں تم وہاں جا کر وہ کار حاصل کرو اور پھر ایئر پورٹ جاؤ۔"

ممی نے پروگرام کے مطابق رینٹل کار کے دفتر میں فون کیا پھر تنہا باہر چلا آیا۔ آشا بیلا مجھے برآمدے تک چھوڑنے آئی۔ وہ مجھ سے لگی ہوتی تھی۔ چاہتی تھی کہ کسی طرح مجھے اپنے حسن و شباب سے، اپنی اداؤں سے، اپنے خلوص و محبت سے متاثر کر دے تاکہ میں اسی کا ہو کر وہاں رہ جاؤں۔ اس نے بڑی محبت سے مجھے رخصت کیا۔ میں باہر آنے کے بعد ٹیکسی میں بیٹھ کر اس رینٹل کار کے دفتر میں پہنچ گیا۔ وہاں سے میں نے اپنی کار حاصل کی پھر لوگوں سے پتہ پوچھتا ہوا ایئر پورٹ پہنچ گیا۔

اتنی دیر میں ممی اور آشا بیلا وہاں پہنچ چکی تھیں۔ ہمارا یہ طے کر چکا تھا۔ میں ایک بک اسٹال کے پاس کھڑے ہو کر دور لگیج ہال کی طرف دیکھتا رہا۔ آشا بیلا ساڑھی میں خوب جچ رہی تھی۔ دور سے غضب ڈھا رہی تھی۔ میں نے ممی کے ذریعہ اس سے کچھ معلومات حاصل کرنی چاہی تھی لیکن اس کا موقع نہیں مل سکا۔ میرے ذہن میں یہ تجسس سب سے زیادہ تھا کہ آشا بیلا کون ہے؟

یوں تو ذہن میں بہت سے سوالات کلبلا رہے تھے۔ ان کا جواب لازمی تھا۔ پہلا سوال تو یہ تھا کہ ایئر پورٹ کون تھا، جو بن کے لیے گوگرا کر کچھ کہنا چاہتا تھا اور نہ کہہ سکا تھا۔ تو کیا وہ بہن آشا بیلا تھی؟

دوسرا سوال یہ کہ آشا بیلا اور ایزا بیلا کے درمیان کوئی تعلق تھا یا نہیں تھا اور اگر نہیں تھا تو وہ دونوں رنگین اسٹریٹ کے مکان نمبر چھ میں کیوں گئی تھیں؟

تیسرا سوال یہ کہ آشا بیلا اگر ایزا بیلا سے واقف نہیں تھی تو وہ خود تنہا کس سے ملنے اس مکان نمبر چھ میں گئی تھی؟

جے جوالا کون تھا اور وہ آشا بیلا کو کیوں قتل کرنا چاہتا تھا؟ اور اس نے لندن سے ایزا بیلا کو کیوں بھیجا تھا؟

جتنے بھی سوالات ذہن میں تھے ان کا تعلق آشا بیلا سے تھا۔ سب سے اہم آشا بیلا تھی کہ وہ کون ہے۔ جب تک یہ نہ معلوم ہوتا اس وقت تک کسی بھی سوال کا جواب نہ ملتا اور اب جے جوالا پہنچنے ہی والا تھا۔ امید تھی کہ اس کے ذریعہ تمام معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ آشا بیلا کی کچھ حقیقت اس کے ماضی کے ساتھ سامنے آئے گی تو ہر سوال پر سے پردہ اٹھتا جائے گا۔

پھر جے جوالا لگیج ہال سے باہر آ گیا۔ پہلے تو میں نے اندازہ لگایا کہ وہی جے جوالا ہو سکتا تھا۔ جیسا کہ میں نے اس کا حلیہ سنا تھا۔ وہ بہت ہی قد آور تھا۔ جسم پھیلا ہوا تھا، بالکل ہاتھی کا بچہ نظر آتا تھا۔ وہ اپنا سوٹ کیس دونوں ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے باہر آ رہا تھا۔ آشا بیلا اس کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے ٹھٹھک کر آشا بیلا کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ آشا بیلا نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو، کیا مہتدا نام جے جوالا نہیں ہے؟"

اس نے دونوں سوٹ کیس فرش پر رکھتے ہوئے کہا: "یس مس! میرا ہی نام جے جوالا ہے۔ فرمایئے؟"

آشا بیلا نے کہا: "میں اپنی یادداشت کھو چکی ہوں اور یہ بوڑھی خاتون کہتی ہیں کہ انہوں نے مجھے تمہارے ساتھ دیکھا ہے۔ تم میرا نام اور پتہ بتا سکتے ہو؟"

جے جوالا نے مادام مارتھا کی جانب دیکھا۔ ممی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے سامنے پہنچیں اور اس کے چہرے کو پڑھنے لگیں۔ ممی کے دماغ کو پڑھنے لگیں۔

تب ممی کی سوچ نے بتایا کہ وہ سر سے پاؤں تک قد و قامت کے لحاظ سے جے جوالا ہے لیکن جے جوالا نہیں ہے۔ اس کے چہرے پر میک اپ ہے جو چھپا نہیں جا سکتا لیکن ممی قیافہ شناس تھیں چہرے کے ایک ایک تار کو پڑھنا جانتی تھیں، اس لیے انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ جے جوالا کے روپ میں کوئی دوسرا شخص سامنے کھڑا ہوا ہے۔

میں مایوس ہوگیا۔ کتنی امیدیں تھیں کہ صرف اس بچے جوالا سے آشا بیلا کے متعلق بہت سارے انکشافات ہوں گے لیکن ناکامی ہوئی ہی تھی۔

بچے جوالا نے مادام مارتھا یعنی میری ممی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "مادام! یہ کیا مسئلہ ہے؟ یہ نوجوان لڑکی پتہ نہیں کس انداز میں میرا امتحان لینا چاہتی ہے۔ مجھ سے پہلی بھجوا رہی ہے کہ میں اسے پہچانوں جبکہ میں نے اسے کبھی دیکھا بھی نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے پھر آشا بیلا کی جانب دیکھا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ شاید وہ میک اپ میں پہچان لیا گیا ہے اور کچھ نامعلوم لوگ اس انداز میں اس سے سوالات کرکے ان عورتوں کے ذریعہ اسے بدحواس کرنا چاہتے ہیں۔

ممی نے اس سے کہا۔ "چلو یہ تو مان لیا کہ تم اس لڑکی کو نہیں پہچانتے ہو۔ مگر تم نے آشا بیلا کا نام تو ضرور سنا ہوگا نا؟"

آشا بیلا کا نام سنتے ہی وہ چونک گیا۔ اس نے آشا بیلا کو کچھ حیرانی سے اور کچھ پریشانی سے دیکھا۔ اس کا دماغ چیخ رہا تھا۔ "کیا یہ جوالا کی میرے سامنے کھڑی ہے اس کا نام آشا بیلا ہے؟ کیا یہ وہی ہے جسے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا؟ نہیں! یہ نہیں ہوسکتا۔ وہ آشا بیلا تو قتل کردی گئی ہوگی۔ یہ یقیناً مجھے پھانسنے کی چال چلی جا رہی ہے۔"

یہ سوچ کر اس نے کہا۔ "سوری! میں کسی آشا بیلا کے نام سے واقف نہیں ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں سوٹ کیس فرش پر سے اٹھائے پھر آشا بیلا اور ممی کے درمیان سے گزرتا چلا گیا۔ وہ دونوں چپ کھڑی رہیں۔ نظریں ادھر اُدھر دوڑاتے ہوئے مجھے تلاش کرنے لگیں۔ پھر آشا بیلا نے مجھے دیکھ لیا۔

اس نے مسکراتے ہوئے ممی سے کہا۔ "میں نے طارق کو دیکھ لیا ہے میں اس کے پاس جا رہی ہوں۔"

ممی نے کہا۔ "تمہارا اس کے پاس جانا مناسب نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے پیچھے لگے رہنے والے دشمن اس کا بھی تعاقب کریں۔"

آشا بیلا نے کہا۔ "میں سمجھتی ہوں کہ ہم دشمن سے کترا نہیں رہے ہیں بلکہ ٹکرا رہے ہیں۔ ابھی ہم جو جوالا سے ٹکرانے ہی آئے تھے تو پھر دوسروں سے کترانے کی کیا ضرورت ہے؟ طارق سے ان کا ٹکراؤ ہوگا تو میرے متعلق معلومات حاصل ہوں گی۔ مجھے طارق کے پاس جانا ہی چاہیے۔"

وہ میرے پاس آنے کے لیے بضد تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو ذرا سا جھٹکا دیا اور خود ایئر پورٹ کی بھیڑ میں گم ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا تو میں اسے کہیں نظر نہیں آیا۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ مجھے تلاش کرنے کے لیے سب سے پہلے پارکنگ ایریے کی طرف جائے گی۔ میں اس سے پہلے وہاں اپنی گاڑی میں پہنچ گیا پھر گاڑی کو ڈرائیو کرتا ہوا ایئر پورٹ سے دور ایک جگہ جا کر رُک گیا۔

ویسے آشا بیلا درست کہہ رہی تھی کہ ہم دشمن سے کترا نہیں رہے ہیں ٹکرا رہے ہیں لیکن ٹکرانے کا بھی ایک طریقہ ہوتا ہے۔ آشا بیلا اور ممی نے نقلی جوالا کا راستہ روک کر دشمنوں کے سامنے اپنا چوتھا وار پیش کردیا تھا۔ اب جو لوگ جوالا کا استقبال کرنے آئے تھے انہوں نے دفعہ ہی سے مختلف کاروں دونوں کو تاڑ لیا ہوگا۔ اگر آشا بیلا میرے پاس چلی آتی تو وہ لوگ مجھے بھی دیکھ لیتے۔ دانستہ میں نے یہ کوشش کی کہ میں ان لوگوں سے چھپ کر خیال خوانی کے ذریعہ اپنا کام کرتا رہوں۔

میں نے سب سے پہلے نقلی جوالا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اصلی جوالا نے اس کے لیے ایک کار بھیجی تھی۔ وہ اس کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ رہا تھا اور ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کرچکا تھا۔ میں نے ابھی اسے چھوڑ دیا۔ ممی کی خبر لی۔ ممی بھی اپنی گاڑی میں بیٹھ چکی تھیں۔ اسی وقت ان کی گردن پر کسی نے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے کہا۔ "آواز نہ نکالنا ورنہ گولی کھوپڑی کے آر پار ہو جائے گی۔"

ممی نے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

"میں جو کوئی بھی ہوں تم کھڑکی کا شیشہ چڑھا دو۔"

ممی نے حکم کی تعمیل کی۔ شیشہ چڑھا دیا۔ ریوالور والے نے کہا۔ "اب میں جدھر کہتا ہوں اُدھر ڈرائیو کرتی جاؤ۔ اگر میرے حکم کے خلاف کوئی بھی حرکت کی یا چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو پولیس والے اس گاڑی میں تمہاری لاش ہی پائیں گے۔"

ممی نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے اپنے علم کے ذریعے اس کی آواز کا تجزیہ کیا کہ آواز کے ذریعے یہ شخص ارادے کا پختہ معلوم ہوتا ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ یہ اندر سے کھوکھلا ہے۔ میں پلٹ کر نہیں دیکھ سکتی لیکن اندازے سے کہہ سکتی ہوں کہ کن انکھیوں سے سڑک کی طرف دیکھتا جا رہا ہے تاکہ کوئی پولیس والا اسے دیکھ نہ لے۔

میں نے اس ریوالور والے کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ ممی کی ریڈنگ سو فیصد درست تھی۔ وہ کن انکھیوں سے کبھی کار کی کھڑکی کے اُدھر سڑک کو دیکھ رہا تھا۔ کبھی اس کھڑکی کے اس پار دیکھ رہا تھا اور اندر سے سہما ہوا تھا کہ ممی کو ٹریپ کرتے وقت کہیں پکڑا نہ جائے۔ میں کی سوچ نے بتایا کہ باس سے صرف ٹریپ کرنے کا حکم ملا ہے ممی کو ہلاک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

میں ممی کو ان کے حال پر چھوڑ کر آشا بیلا کے پاس پہنچا۔ ایئر پورٹ میں مجھے تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ وہ دوسری بار مجھے دیکھ کے لیے پارکنگ ایریے کی طرف گئی وہاں ایک عورت اس کے سامنے آکر پھولوں کا گلدستہ پیش کرنے لگی۔ آشا بیلا مسکرا کر پھولوں کی طرف دیکھا۔ پھر ایک دم سے سہم گئی کیونکہ پھول کے درمیان ریوالور تھا اور ریوالور کی نال کا رُخ اس کی طرف تھا۔

وہ عورت آہستگی سے بولی۔ "چپ چاپ اس گاڑی میں بیٹھ جاؤ اگر بھاگنے کی کوشش کرنا چاہو تو پہلے ایک نظر چاروں طرف ڈال لو۔"

آشا بیلا نے ادھر اُدھر گھوم کر دیکھا چند قدم کے فاصلے پر ایک شخص کھڑا ہوا تھا اس نے آشا بیلا کو دیکھ کر... مسکراتے ہوئے اپنے سے فلٹ ہیٹ کو آدا اس فلٹ ہیٹ کے اندر ایک پستول نظر آیا۔ وہ کسی بھی لمحے اس پستول کو اپنی گرفت میں لے کر اس پر فائر کرسکتا تھا۔ اس نے دوسری طرف دیکھا تو وہاں بھی ایک شخص کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے کھڑا ہوا تھا اور اس جیب میں ریوالور کی نال صاف جھلک رہی تھی۔

تب آشا بیلا نے سوچا۔ "اچھا ہی ہوا کہ طارق نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا ورنہ وہ بھی ان لوگوں کی گرفت میں آجاتا۔ اب وہ جہاں کہیں بھی ہوگا میری حفاظت کے لیے مزید مستعد ہوگا۔"

وہ مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اس کے اس پاس دو شخص بیٹھ گئے۔ اگلی سیٹ پر صرف ایک ڈرائیور تھا۔ پھر وہ گاڑی وہاں سے چل پڑی۔ وہ سہمی ہوئی تھی۔ ان کے درمیان بیٹھ جانے کے بعد سوچ رہی تھی۔ "اگر طارق نے مجھے ٹریپ ہوتے ہوئے نہ دیکھا ہو تب میرا کیا بنے گا؟ ایک بار میرے دھوکے میں کوئی اغوا ہوا ماری گئی تھی اس بار یہ قاتل بدمعاش مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا کہ اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ مجھے اپنے قریب کسی کی آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "لعنت ہے تم پر! اتنی دیر سے سڑک کے کنارے گاڑی کھڑی کیے بیٹھے ہو آگے توڑ بھوڑ۔"

میں نے سر گھما کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ پر ایک شخص ریوالور لیے بیٹھا ہوا تھا۔ یعنی میں بھی ان کی نظروں سے بچا ہوا نہیں تھا۔ اب مجھے فیصلہ کرنا تھا کہ کیا کیا جائے؟ وہ لوگ ہم تینوں کو مختلف جگہوں سے گھیر کر یقیناً اپنے پاس تک پہنچانا چاہتے تھے۔ لڑائی جھگڑا کرنا مناسب نہیں تھا لیکن ان کے پاس کے سامنے جانا بھی ضروری نہ تھا۔ میں اتنے لوگوں کی آوازیں سن چکا تھا اور اتنے لوگوں کے علاوہ اس نقلی جوالا کے دماغ تک بھی پہنچ چکا تھا۔ میں ان کے ذریعے ان کے باس تک پہنچ سکتا تھا۔

یہ سب کچھ سوچنے کے بعد میں نے ریوالور والے سے کہا۔ "یار تم لوگوں نے کیا مذاق لگا رکھا ہے؟ لاؤ یہ ریوالور مجھے دیدو۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس نے ریوالور بڑھایا۔ میں نے لے لیا۔ اس کے بعد وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔ "ہاں اب ہاؤ کیا پروگرام ہے؟"

وہ بوکھلا کر کبھی اپنے آپ کو اور کبھی مجھ کو دیکھنے لگا۔ وہ حیران تھا کہ پچھلی سیٹ سے اگلی سیٹ پر کیسے آگیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم اپنا ریوالور تلاش کر رہے ہو؟ یہ ریوالور میرے پاس ہے۔"

میں نے اس ریوالور کو اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ حیران و پریشان ہو کر مجھے دیکھنے لگا۔ اپنا ہی ریوالور لیتے ہوئے ہچکچانے لگا۔ میں نے کہا۔ "گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں سچ مچ ریوالور دے رہا ہوں اور اس میں پوری چھ گولیاں ہیں۔ رکھ لو اپنے پاس کبھی کام آئیں گی۔"

اس نے جھجکتے ہوئے میرے ہاتھ سے ریوالور لے کر دیکھا۔ میں کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ واقعی ریوالور میں چھ گولیاں موجود ہیں تو اس نے فوراً ہی ریوالور کا رُخ میری جانب کرتے ہوئے کہا۔ "خبردار اب کوئی چالاکی نہ دکھانا۔"

میں نے کہا۔ "دانش مند کہتے ہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کو محبت سے تسخیر کرسکتا ہے مگر تم لوگ تو انسانیت کو سمجھتے ہی نہیں۔"

یہ کہہ کر میں پھر اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ کار کی رفتار سست کرتے کرتے روک دی۔ وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ پھر اس نے دروازے کو بند کردیا۔ میں نے کار اسٹارٹ کی اور اسے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا آگے بڑھاتا چلا گیا۔ وہ ہاتھ میں ریوالور لیے سڑک کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔ بہت دور ریوالور کی رینج سے باہر نکل جانے کے بعد میں اس کے دماغ سے بھی باہر آگیا۔ تب وہ چونک کر اپنے آپ کو سڑک کے کنارے دیکھنے لگا۔

کچھ دور جانے کے بعد میں ممی کی کار میں بیٹھے ہوئے اس شخص کے دماغ میں پہنچ کر کہنے لگا۔ "بس ٹھیک ہے بوڑھی خاتون! تم اپنی گاڑی یہاں سڑک کے کنارے روک دو۔"

ممی نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ شخص پچھلا دروازہ کھول کر باہر گیا۔ پھر اس نے دروازے کو بند کردیا اس کے بعد وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ "ٹاٹا! اب تم جا سکتی ہو۔" ممی نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ پھر کار اسٹارٹ کرتے ہی تیزی سے ڈرائیو کرتی دور نکلتی چلی گئیں۔

جب وہ بھی ریوالور کی شوٹنگ رینج سے دور ہوگئیں تو میں اس شخص کے دماغ سے نکل آیا۔ اب وہ بھی بوکھلا کر اپنے آپ کو سڑک کے کنارے دیکھ رہا تھا۔

ممی حیران تھیں کہ یہ کیا ہوگیا؟ وہ ان کے علم کے مطابق وہ سچ مچ انہیں ٹریپ کرنے آیا تھا اور وہ سمجھا ہوا بھی تھا لیکن یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ ریوالور والا فوراً ہی اپنا ارادہ بدل کر گاڑی سے اتر جائے گا۔ بہرحال جو کچھ بھی تھا۔ اب ممی سوچ رہی تھیں کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ مجھے وہ کہیں تلاش نہیں کرسکتی تھیں اس لیے وہ اپنی کوٹھی کی جانب جانے لگیں۔ وہ سمجھ رہی تھیں کہ میں انہی کے پاس واپس آؤں گا۔ وہ میری اصلیت معلوم کرنے کے لیے بے تاب تھیں میں جانتا تھا کہ ان کے دل میں واقعی میرے لیے بہت زیادہ ممتا ہے اور اگر میں اپنا مجید انہیں بتا دوں۔ اپنا اصل نام ظاہر کردوں تو وہ اس راز کو اپنے سینے میں مرتے دم تک دفن کیے رکھیں گی۔ پھر بھی میں

ممی کو ٹٹلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

بہرحال وہ اپنی کوٹھی کی طرف چلی گئیں۔ میں آشا بیلا کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں دو شخص اس کے آس پاس ریوالور لیے بیٹھے ہوئے تھے تاکہ وہ کسی وقت بھی شور نہ مچاسکے۔ آشا بیلا نے میری سوچ کے مطابق ان سے سوال کیا "تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

ایک ریوالور والے نے جواب دیا "تمہاری جگہ جہنم میں ہے۔ ہم تمہیں وہیں پہنچائیں گے۔"

دوسرے ریوالور والے نے کہا "کیوں بکواس کر رہے ہو۔ اتنی حسین عورت جہنم میں نہیں جنت میں رہتی ہے۔ یہ ہمارا دل بہلائے گی۔ پھر اس کے متعلق کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔"

میں نے ایک ریوالور والے کے دماغ کو اپنے قابو میں کیا۔ اس نے اپنے ساتھی سے کہا "بس یہاں کار روک دو۔ مجھے آگے نہیں جانا ہے۔"

اس کے ساتھی نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم باس کے پاس نہیں جاؤ گے؟"

اس نے کہا "نہیں، میں کہتا ہوں گاڑی روک دو۔"

ڈرائیور نے گاڑی روک دی۔ وہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ پھر دوسرے جھٹکے سے اس نے دروازے کو بند کر دیا کار میں بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "تمہاری شامت آئی ہے۔ تم باس کے پاس پہنچ کر اپنے اس رویے کے جوابدہ ہوگے۔"

یہ کہہ کر اس نے ڈرائیور کو گاڑی آگے بڑھانے کے لیے کہا۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ جب وہ بہت دور نکل گئی تو میں اس ریوالور والے کے دماغ سے باہر آ گیا تاکہ وہ خود کو سڑک کے کنارے کھڑا دیکھتا رہے۔ پھر میں آشا بیلا کے پاس کار کے اندر دوسرے ریوالور والے کے پاس پہنچا۔ کچھ دور جانے کے بعد اس ریوالور والے نے بھی گاڑی رکوائی اور باہر اتر گیا۔ اس نے دروازے کو بند کیا۔ پھر ڈرائیور کو حکم دیا کہ وہ گاڑی کو آگے لے جائے۔ ڈرائیور حکم کا بندہ تھا۔ وہ گاڑی کو آگے بڑھاتا چلا گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد میں نے آشا بیلا کی سوچ کے ذریعے ڈرائیور کی گفتگو سنی۔ پھر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا اب وہ آشا بیلا کو ممی کی کوٹھی کی طرف لے کر جا رہا تھا۔

تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ کار ممی کی کوٹھی کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ آشا بیلا نورآ کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہی بھاگتے ہوئے کوٹھی کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ پھر وہ کار وہاں سے آگے بڑھ گئی جب وہ اس علاقے سے باہر نکل گئی تو میں اس کے ڈرائیور کے دماغ سے باہر چلا آیا۔

ممی اور آشا بیلا کسی حد تک اس کوٹھی میں محفوظ ہو گئی تھیں پھر بھی اندیشہ تھا کہ دشمن ناکامی سے سمجھ لا کر اس کوٹھی میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔ ممی کو ہوشیار رہنے کی ضرورت تھی۔

میں ان کے دماغ میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ جہاندیدہ خاتون محتاط رہنا جانتی تھیں۔ انہوں نے ایک بھرا ہوا ریوالور اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ تمام کھڑکیوں اور دروازوں کو اندر سے لاک کر دیا تھا۔

آشا بیلا کہہ رہی تھی "فکر نہ کر ممی، میں جوڈو کراٹے جانتی ہوں۔ میں نے اپنے کئی دشمنوں کو ٹھکانے لگایا ہے۔ اگر یہاں کوئی آئے گا تو میں اس سے خالی ہاتھ نمٹ لوں گی۔"

میں مسکرانے لگا۔ بے چاری ابھی تک اس خوش فہمی میں مبتلا تھی کہ وہ جوڈو کراٹے جانتی ہے اور ماضی میں کوئی لڑاکا قسم کی عورت رہ چکی ہے۔ میں ان کی طرف سے کسی حد تک مطمئن ہو کر نقلی جے جوالا کے پاس پہنچ گیا۔

وہ کسی عمارت کے ایک بہت ہی سجے سجائے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور ٹیلیفون کا ریسیور کان سے لگائے کسی کی بات سن رہا تھا۔ فون پر دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا "ہم نے آشا بیلا کی تصویر تمہیں دکھانا ضروری نہیں سمجھا تھا تمہارا کام صرف اتنا تھا کہ تم جے جوالا کے پاسپورٹ میں یہاں سے لندن تک سفر کرتے اور وہاں سے واپس آجاتے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ آشا بیلا کے قتل کے الزام کو جے جوالا پر عائد کیا جا سکے لیکن آشا بیلا کی تصویر نہ ہونے کے باعث مغالطہ ہوا۔ جس شخص کو اس کے قتل کی ذمہ داری سونپی گئی تھی وہ گڑبڑا گیا۔ اس نے آشا بیلا کی جگہ ایزا بیلا کو ٹھکانے لگا دیا۔ تصویر نہ ہونے کی وجہ سے تم بھی ایئرپورٹ میں گڑبڑا گئے تھے۔ بہرحال ہم سب تماشہ دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں وہ آشا بیلا اور مادام مارتھا اور ان کا ایک حمایتی ابھی قیدیوں کی حیثیت سے ہمارے سامنے پہنچنے والے ہیں تمہارے لیے بھی یہ حکم ہے کہ جے جوالا کا پاسپورٹ وغیرہ لے کر یہاں پہنچ جاؤ۔"

اس فون کال سے یہ پتہ چل گیا کہ وہ جے جوالا کا میک اپ کر کے لندن کیوں گیا تھا اور اصلی جے جوالا یہیں رنگون شہر میں رہ گیا تھا۔ وہ اپنی موجودگی میں آشا بیلا کو قتل کرانا چاہتا تھا لیکن قتل کی واردات کے وقت اس سے دور رہنا چاہتا تھا اور قانون کی نظر سے بھی بچنا لازمی تھا۔ اس لیے ایک نقلی جے جوالا کی ضرورت پیش آگئی تھی۔

ٹیلی فون پر ان دونوں کی گفتگو جاری تھی۔ نقلی جے جوالا نے پوچھا "کیا واقعی آشا بیلا کی یادداشت گم ہو گئی ہے یا وہ کوئی چال چلنے کے لیے اس بوڑھی خاتون کے ساتھ میرا راستہ روکنے آگئی تھی؟"

دوسری طرف سے جواب ملا "کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آشا بیلا کل سے گم کیوں ہو گئی تھی؟ کہاں چھپی ہوئی تھی؟ اور اب وہ مادام مارتھا کیا کرتی پھر رہی ہے؟ ہمیں یقین نہیں آتا کہ اس کی یادداشت گم ہو سکتی ہے۔ ہم ابتدا ہی سے اسے جانتے ہیں کہ وہ بہت چالاک

اور بہت ہی خطرناک عورت ہے۔ اسی لیے جے جوالا ابھی منظر عام پر نہیں آنا چاہتا۔ آشا بیلا نے اگر اس کی بپتا لی تو وہ اس کا پیچھا ہمیں چھڑنے نہیں دے گی۔"

میں اپنا سر سہلانے لگا۔ یہ ایک نیا اور چونکا دینے والا انکشاف ہوا تھا کہ آشا بیلا چالاک ہے اور خطرناک ہے۔ اتنی خطرناک ہے کہ پہاڑ جیسا ڈیل ڈول رکھنے والا جے جوالا اس سے چھپتا پھر رہا تھا۔ اور ابھی منظر عام پر نہیں آنا چاہتا تھا۔ اسے اس وقت کا انتظار تھا جب وہ قتل کر دی جائے گی۔

میں پچھلی رات سے آشا بیلا کو دیکھ رہا تھا اس کی سوچ بھی پڑھتا آ رہا تھا۔ بے شک وہ اپنی یادداشت کھو چکی تھی۔ اس کے باوجود سوچ کے ذریعے وہ کبھی چالاک نظر نہیں آئی۔ پھر یہ کہ میں نے اس کے ساتھ رنگین اور سنگین لمحات گزارے تھے بہت قریب سے دیکھا تھا وہ کسی پہلو سے بھی خطرناک نہیں لگتی تھی۔ مانا کہ ایذا رسانی بھی بہت ہی معصوم دکھائی دیتی تھی اور خود کو مظلوم ظاہر کرتی تھی۔ میں ایذا رسانی سے بھی دھوکا کھا چکا تھا اور اس ایک تجربے کے بعد یہ یقین کر لینا چاہیے تھا کہ معصوم صورت والیاں زبردست فریب ہوا کرتی ہیں مگر میرا دل نہیں مانتا تھا کہ آشا بیلا چالاک اور خطرناک ہو سکتی ہے۔ بہرحال آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔ کیونکہ آشا بیلا کے دماغ پر میرا قابو نہیں تھا۔ میں اسے زبردستی چھیڑ کر اس کے ماضی کو اس کے گہرے سوتے ہوئے لاشعور سے بیدار نہیں کرا سکتا تھا۔

بہرحال آشا بیلا جو کچھ بھی ہو۔ اس لمحے بہت پُراسرار بن گئی تھی۔ میں نے فی الحال اس کے متعلق سوچنا ترک کر دیا اور اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جو ٹیلی فون پر نقلی جے جوالا سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ شخص باس کہلاتا تھا۔ اس کے حکم سے مجھے ممی اور آشا بیلا کو گھیرنے کی کوشش کی گئی تھی اور جے جوالا نے اس باس کے ماتحتوں کے ذریعہ آشا بیلا کو ٹھکانے لگانا چاہا تھا۔ اسی وقت جب اس نے فون کا ریسیور رکھا تو ایک شخص نے آ کر کہا "باس! ہمارے آدمی آشا بیلا اور اس کے ساتھیوں کو نہیں لا سکے۔ وہ لوگ خالی ہاتھ واپس آئے ہیں۔"

باس نے گرج کر پوچھا "کیا کہتے ہو، ان لوگوں کو اندر بھیجو۔"

پیغام دینے والا واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوگ کمرے میں حاضر ہوئے جو ہم تینوں کو گھیر کر لانے والے تھے۔ باس غرا کر ان کو دیکھ رہا تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا "باس ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے ساتھ کیا ہو گیا ہے؟"

باس نے گھورتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا۔ کیا وہ لوگ تمہیں چکمے میں مسل کر چلے گئے؟"

اس نے کہا "آپ پہلے ہماری بات سن لیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ لیکن آپ خود سوچیں کہ مادام مارتھا واقعی وہ بہت ہی خطرناک عورت ہے۔ اس نے کوئی جادو ٹونی عمل کیا تھا۔ میں اور ٹونی آشا بیلا کو گھیر کر لا رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے لیے ہم پتہ نہیں کیسے غافل ہو گئے یا ہمارا دماغ کہیں گم ہو گیا۔ جب ہمیں ہوش آیا تو ہم نے خود کو سڑک کے کنارے پایا۔ اور آشا بیلا کار کے ساتھ غائب ہو چکی تھی۔"

مجھے مخبر کرانے والے نے کہا "جناب! میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا ہے۔ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور آشا بیلا کے حمایتی کو ریوالور سے دھمکی دے رہا تھا۔ پھر پتہ نہیں کیا ہوا کہ پلک جھپکتے ہی میں پچھلی سیٹ پر نہیں تھا اگلی سیٹ پر پہنچ گیا تھا اور میرا ریوالور اس آدمی کے ہاتھ میں تھا۔ اس آدمی نے پھر میرا مذاق اڑانے کے انداز میں وہ ریوالور مجھے واپس کر دیا۔ میں نے دوبارہ اسے دھمکی دی۔ پھر پتہ نہیں کہ مجھے کیا ہوا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے دیکھا کہ میں سڑک کے کنارے کھڑا ہوا ہوں اور وہ کار سمیت کہیں غائب ہو گیا تھا۔"

ممی کو گھیرنے والے نے بھی تقریباً یہی بیان دیا۔ باس ایکدم سے جھنجھلا گیا۔ پاؤں پٹختا ہوا ایک کے پاس آیا اور اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کرتے ہوئے بولا "کیا تم لوگ مجھے احمق سمجھتے ہو کہ میں تم لوگوں کے مشترکہ بیان پر یقین کر لوں گا۔ تم لوگوں نے آپس میں کھچڑی پکائی ہے اور اپنی ناکامی کو چھپانے کے لیے یہ بیان گھڑ لیا ہے۔"

وہ سب قسمیں کھا کھا کر یقین دلانے لگے کہ ان کا بیان درست ہے۔ اتنے میں وہ ڈرائیور پہنچ گیا۔ اس نے بھی آتے ہی کہا "جناب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میرے ساتھ کیا ہو گیا۔ یہ دونوں پچھلی سیٹ پر آشا بیلا کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر آگے چل کر پہلے ٹونی کار سے اتر گیا۔ پھر اس کے بعد اور آگے چل کر یہ کار سے باہر چلا گیا۔ اور مجھ سے کہا کہ میں کار آگے بڑھا دوں۔ میں حکم کے مطابق ڈرائیو کرتا ہوا آگے جانے لگا۔ اس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہیں ہے کہ کیا ہوا؟ مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ سب پلک جھپکتے ہی ہو گیا ہو۔ جب میں نے سر کو جھٹک کر دیکھا تو میں کراؤن کالونی کے قریب کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو پچھلی سیٹ پر آشا بیلا نہیں تھی۔ پتہ نہیں وہ کب اتر کر چلی گئی تھی۔ میں اسے دور دور تک تلاش کرتا رہا۔ لیکن اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔ مجبور ہو کر میں یہاں واپس آیا ہوں۔"

اب وہ باس سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ اتنے سارے لوگوں کے بیانات غلط نہیں ہو سکتے۔ وہ مادام مارتھا واقعی وچ ڈاکٹر ہے، اور ہمارے ساتھ کوئی جادو ٹونی تماشہ دکھا رہی ہے۔ اس عورت کو پہلے ختم کرنا ہوگا۔ اور آشا بیلا یقیناً اسی کی پناہ میں ہوگی۔

یہ سوچ کر اس نے ان لوگوں کو وہاں سے جانے کا حکم دیا جب وہ چلے گئے تو اس نے حیراللہ نامی ایک شخص کو بلایا۔ اس کی سوچ بتا رہی

تھی کہ وہ جیرالڈ کی جسمانی قوت اور ذہنی صلاحیتوں پر بہت اعتماد کرتا ہے۔ جو کام دوسروں سے نہیں ہو سکتا۔ وہ انجام کار جیرالڈ ہی سے کرایا جاتا ہے۔ جب وہ کمرے میں حاضر ہوا تو اس نے کہا "جیرالڈ! تم کبھی اپنی کسی مہم میں ناکام نہیں رہے لیکن اس بار ایک جادوگرنی سے پالا پڑا ہے۔ مادام مارتھا کو تم جانتے ہو۔ ہم سمجھتے تھے کہ وہ کوئی فراڈ عورت ہے لیکن وہ صحیح معنوں میں درج ڈاکٹر ثابت ہو رہی ہے۔"

جیرالڈ نے کہا "باس! میرا نام جیرالڈ ہے میں اس کی ناک کے راستے سارا جادو نکال دوں گا۔ آپ مجھے حکم دیں۔"

"حکم یہ ہے کہ ابھی مادام مارتھا کی کوٹھی پر حملہ کر دو۔ آشا بیلا یقیناً وہاں پناہ لے رہی ہے۔ اپنے ساتھ جتنے آدمی لے جا سکتے ہو لے جاؤ۔"

وہ ناگواری سے بولا "باس! میری توہین نہ کرو۔ میں کبھی اپنے ماتحتوں کا محتاج نہیں رہتا۔ ایسے کام تنہا انجام دیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ ہمیں تم پر اعتماد ہے لیکن تم جانتے ہو کہ اگر آشا بیلا اس بار بھی ہمارے ہاتھوں سے بچ کر نکل گئی تو مجھے دس ہزار ڈالر کا نقصان ہوگا۔ میں یہ نقصان نہیں چاہتا۔ بہتر ہے کہ اپنے ساتھ دو چار اچھے چالاک اور دلیر قسم کے ماتحتوں کو لے جاؤ۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر وہاں سے پلٹ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ باس کی سوچ بتا رہی تھی کہ جیرالڈ نے آشا بیلا کو قتل کرنے کا معاوضہ دس ہزار ڈالر کی صورت میں دیا ہے اور باس نے اپنے ایک ماتحت کو پانچ سو ڈالر اس قتل کے سلسلے میں دیے تھے تاکہ وہ آشا بیلا کو مکان نمبر چھ میں ٹھکانے لگا دے۔ یہ دوہری قاتل تھا جو ہم سے ٹکر میں آ کر ٹکرایا تھا اور ایک دھندے کا نقصان کیا تھا۔ اب وہ باس ہر طرف سے مایوس ہو کر آخری بار جیرالڈ کو بھیج رہا تھا۔

میں نے کار وہاں سے موڑ دی۔ ممی کی کوٹھی کی طرف جانے لگا۔ راستے میں میں نے آشا بیلا کے متعلق اہم نکتے ذہن میں رکھے پہلی بات تو یہ کہ وہ چالاک اور خطرناک ہے حالانکہ میرا دل نہیں مانتا تھا۔ دوسری بات یہ کہ آخر اس کی حقیقت کیا ہے۔ کیا وہ معصوم اور مظلوم ہے؟ کیا وہ رامیشور کی بہن ہے؟

یہ گتھی بھی سلجھانا ضروری تھا کہ وہ رامیشور کی بہن ہے یا نہیں؟ کیونکہ رامیشور اپنی بہن کے لیے گڑگڑا رہا تھا اور اس نے جو تصویر پیش کی تھی وہ آشا بیلا کی تھی۔ اس کے گڑگڑانے سے یہ پتہ چلتا تھا کہ آشا بیلا کی زندگی خطرے میں ہے۔ وہ خود خطرات میں گھرا ہوا تھا۔ اس پر گولیاں برس رہی تھیں اور وہ ہانپتا ہوا ہماری طرف پناہ لینے آ رہا تھا۔ لفافہ پیش کرنے کا مقصد یہی تھا کہ وہ آشا بیلا کی تصویر مجھے مرغا چاہتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ یہ تصویر اس کے قاتلوں کے ہاتھ نہ لگے۔

اب اس تصویر کو مرکز بنا کر یہ سوچا جا سکتا تھا کہ جے جوالا سے لے کر اس باس تک اور باس سے اس کے ماتحت قاتل تک آشا بیلا کی تصویر نہیں تھی اور آشا بیلا کو پہچاننے کے لیے ایک تصویر لازمی تھی اور وہ تصویر رامیشور کے پاس تھی۔ اور رامیشور اس تصویر کی حفاظت کرتا ہوا دشمنوں کی نگاہوں سے اس تصویر کو بچاتا ہوا میرے پاس لے آیا تھا۔ ان باتوں کے پیش نظر یہ ثابت ہوتا تھا کہ آشا بیلا چالاک یا خطرناک نہیں ہے بلکہ معصوم ہے اور قاتل اسے قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں اور ابتدائی منصوبہ صرف اس لیے ناکام رہا کہ اس کی تصویر قاتل کے پاس نہیں تھی۔

میں جس پہلو سے بھی سوچتا تھا وہ حسینہ میرے دل میں سہلاتی تھی۔ دل سے اتر تی نہیں تھی۔ بس ایک پہلو ایسا تھا کہ سوچنے سے جواب نہیں ملتا تھا اور وہ یہ کہ جے جوالا اس سے کیوں چھپتا پھر رہا ہے جے جوالا کے متعلق میں نے بڑی بڑی رائے قائم کی تھیں کہ وہ بہت ہی خطرناک و پراسرار اور ناقابل شکست ہوگا۔ شاید اس سے تقابلے کی باری آئے تو مجھے ناکوں چنے چبوا دے، لیکن باس کی باتیں سننے کے بعد مایوسی ہو رہی تھی اگر وہ ایسا ہی بزدل نکلا تو سارا مزہ کرکرا ہو جائے گا۔

میری کار ممی کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئی۔ دربان نے مجھے دیکھتے ہی ٹیلیفون پر ممی کو اطلاع دی۔ ممی نے اسے حکم دیا کہ فوراً میرے لیے دروازہ کھولا جائے۔ احاطے کا بڑا پھاٹک کھلا اور میں کار ڈرائیو کرتا ہوا اندر پہنچ گیا۔ جیرالڈ ابھی تک وہاں نہیں پہنچا تھا۔ میں کار سے اتر کر اندر آیا۔ ممی اور آشا بیلا ڈرائنگ روم میں میرا انتظار کر رہی تھیں۔ ممی نے مجھے دیکھتے ہی کہا "تھینکس گاڈ! تم خیریت سے واپس آ گئے۔ کیا دشمنوں نے تمہیں بھی گھیر لیا تھا؟"

میں نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "ہاں ایک بدمعاش میری کار کی پچھلی سیٹ پر ریوالور لیے بیٹھا ہوا تھا۔ پھر پتہ نہیں کیا ہوا کہ وہ آگے جا کر کار سے اتر گیا اور اس نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔"

آشا بیلا نے شدید حیرانی سے کہا "بائی گاڈ ممی! ہم تینوں کے ساتھ یہی قصہ ہوا ہے۔ کیا وہ دشمن ہم سے مذاق کر رہے تھے؟"

ممی نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا وہ بڑی سنجیدگی سے میری آنکھوں میں جھانک رہی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ میری باتوں کو تول رہی ہیں۔ انسان کے جسم میں آنکھیں بڑی جھنجھوڑی ہیں۔ دل اور دماغ کی باتوں کی عکاسی کر دیتی ہیں۔ ممی کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ میرے متعلق پوری طرح فکر میں مبتلا ہیں اور میری اصلیت معلوم کرنے کے لیے بے تاب ہیں۔ ان کے علم کے مطابق میرا چہرہ میری آنکھوں سے مختلف ہے۔

اور ان کا علم درست تھا۔ وہ درست سوچ رہی تھیں کیونکہ میری آنکھیں پیدائشی تھیں اور میرا چہرہ مصنوعی تھا۔ پلاسٹک سرجری کا ہنر منت تھا لہٰذا جو قیافہ شناسی اور آنکھوں کی اسٹڈی کا علم رکھتے ہیں۔ وہ سمجھ سکتے ہیں کہ میری آنکھیں میرے چہرے سے مختلف ہیں۔

ممی نے آشا بیلا سے کہا "میرا بیٹا تھک کر آیا ہے اگر گرم مالٹ کا جوس بنا کر لے آؤ۔ گرما گرم چائے سے ذرا دماغ ٹھکانے ہو جائے گی۔"

آشا بیلا فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر کچن کی طرف چلی گئی۔ اسے خدمت کرتے ہوئے اچھا لگ رہا تھا۔ اس کے جاتے ہی ممی نے مجھ سے کہا "بیٹے! میں نے اب تک ہزاروں چہرے پڑھے ہیں لیکن تمہارا چہرہ سب سے مختلف ہے۔ میں نے آج تک ایسا چہرہ نہیں دیکھا جس کی آنکھیں اس کے اپنے چہرے سے مختلف لگتی ہوں۔ آنکھیں کچھ اور ہوتے ہیں۔ آنکھیں کچھ اور بولتی ہیں آخر اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ تمہارا یہ چہرہ مصنوعی ہے اور تم نے پلاسٹک سرجری کرائی ہے۔"

میں ان کی بات سن کر مسکرانے لگا۔ پھر میں نے آہستگی سے کہا "ممی! میں آپ کے علوم کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ سچ بات یہ ہے کہ ایک حادثے میں میں بری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ چہرہ ایک حد تک بگڑ گیا تھا۔ میں نے پلاسٹک سرجری کرائی تھی۔"

"کیا تمہارے پیدائشی چہرے کی کوئی تصویر تمہارے پاس ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "کوئی تصویر نہیں ہے۔ میں تو خانہ بدوشی کی حالت میں گھومتا رہتا ہوں بھلا یہ چیزیں میرے پاس کہاں سے محفوظ رہ سکتی ہیں؟"

ممی نے ایک سوال کیا "سچ سچ بتاؤ میں تمہاری ماں ہوں، اس سے کچھ نہ چھپانا کیا تم کوئی پراسرار علم جانتے ہو؟"

میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ کسی بھی علم کو پراسرار کیوں کہتے ہیں۔ جب علم جان ہی لیا تو پھر پراسرار کہاں رہا؟"

ممی نے کہا "بیٹے! مجھے باتوں میں نہ ٹالو۔ میری بات کا جواب دو۔ دیکھو بیٹے جھوٹ بولنے والا سمجھتا ہے کہ صرف اس کی زبان جھوٹ بول رہی ہے لیکن میں چہرے کی زبان پڑھتی ہوں۔ آنکھوں کی زبان پڑھتی ہوں۔ میں ایک ایک حرکت کی زبان سمجھتی ہوں۔ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ اس وقت تمہارا چہرہ، تمہاری آنکھیں بتا رہی ہیں کہ تم جھوٹ بولنے کے لیے پر تول رہے ہو۔"

میں ممی کے سامنے بارہا گیا۔ ان سے جھوٹ بولنا ناممکن تھا لہٰذا سوچا کہ جو اتنے خلوص سے اپنی محبت اور اپنی ممتا مجھ سے

رہی ہیں۔ اور میں جن کے ذہن کو اچھی طرح کھنگال چکا ہوں اور یہ کہ مجھ سے کبھی دغا نہیں کریں گی تو پھر اپنے آپ کو چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایک بوڑھی خاتون جو میری ماں کے فرائض ادا کر رہی ہیں۔ ان کا دل نہیں توڑنا چاہیے۔

یہ سوچ کر میں ان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور پھر میرے پاس صوفہ پر آ کر بیٹھ گئیں۔ میں نے ان کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ تب انہوں نے ایک دم سے چونک کر اس خالی صوفہ کو دیکھا جہاں وہ بیٹھی تھیں۔ پھر اپنے آپ کو دیکھا۔ پھر حیرانی سے مجھے تکنے لگیں۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "دیکھتے ممی! آشا بیلا کو ذرا بھی پتہ نہ چلے کہ میں یہ علم جانتا ہوں۔ آپ نے دیکھ لیا نا کہ آپ اس صوفے پر بیٹھی تھیں۔ میرے پاس اس صوفے پر آ گئیں۔ وہ جو قاتل آپ کو ریوالور دکھا رہا تھا۔ اسے میں نے کار سے نیچے اتار دیا تھا اور آپ کو یہاں بھیج دیا تھا۔ آشا بیلا کو بھی میں نے اسی طرح بچایا تھا اور اپنی حفاظت بھی اسی علم کے ذریعے کی۔"

وہ شدید حیرانی سے مجھے دیکھے جا رہی تھیں۔ پھر انہوں نے دونوں ہاتھوں سے میرے چہرے کو تھام لیا اور فرط محبت سے بولیں "بیٹے! یہ کون سا علم ہے۔ مجھے بتاؤ اس کا کوئی نام تو ہوگا؟"

میں نے آہستگی سے جواب دیا "ابھی میں نے ٹیلی پیتھی کا کمال دکھایا تھا۔"

وہ ایک ساعت کے لیے سکتے میں رہ گئیں پھر جوشیلے انداز میں کپکپاتے ہوئے لہجے میں بولیں "تم! میرے بچے! تم فرہاد علی تیمور ہو؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ چیخ کر مجھ سے لپٹ گئیں اور مجھے پیار کرنے لگیں۔ میرے بالوں کو مٹھی میں لے کر جھٹکنے لگیں کبھی میری پیشانی کو کبھی میرے گالوں کو کبھی میری آنکھوں کو چومنے لگیں۔ میں نے آہستگی سے کہا "ممی! اپنی محبت اور ممتا کو قابو میں رکھیں آشا بیلا آنے والی ہے۔"

وہ مجھ سے لگ کر بیٹھ گئیں۔ میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام لیا۔ جیسے سارے جہاں کی دولت دونوں ہاتھوں میں آ گئی ہو پھر بولیں "بیٹے میں تمہارے بارے میں دن رات سوچتی رہتی تھی۔ اتنا سوچتی تھی اتنا سوچتی تھی کہ میری وہ سوچ عبادت بن گئی تھی۔ میرا جی چاہتا تھا کہ میں کسی طرح تمہارے پاس پہنچ جاؤں اور تم چوراسی طرف سے دشمنوں سے گھرے رہتے ہو تو میں تمہارے سامنے سینہ سپر ہو کر اپنی پناہ میں تمہیں لے کر دشمنوں کا مقابلہ کروں۔ آج مجھے اس عبادت کا انعام مل گیا ہے۔ اب میں تمہیں جانے نہیں دوں گی۔ اگر جاؤ گے تو میں بھی تمہارے ساتھ دنیا

کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاؤں گی اور مرتے دم تک تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

میں نے ان کے بوڑھے ہاتھ کو تھپتھپاتے ہوئے کہا: "ممی! یہ آپ کے آرام کرنے کی عمر ہے۔ آپ بہت لمبی زندگی گزار چکی ہیں۔ میرے ساتھ سفر کی صعوبتیں برداشت نہیں کر سکیں گی۔ محبت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہمیشہ ساتھ رہیں۔ ہم سیکڑوں ہزاروں میل دور رہ کر بھی ایک دوسرے کے بالکل قریب رہ سکتے ہیں۔ دو انسانوں کی سوچ کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوتا۔ آپ جب بھی مجھے یاد کریں گی میں آپ کے پاس پہنچ جایا کروں گا۔"

ممی کوئی جواب نہ دے سکیں۔ آشا بیلا ایک ٹرے میں چائے کی تین پیالیاں رکھ کر لے آئی تھی۔ اس نے ہمارے سامنے سینٹر ٹیبل پر وہ پیالیاں رکھ دیں پھر مسکراتے ہوئے بولی: "ماں بیٹے میں کیا باتیں ہو رہی ہیں؟"

میں نے جواب دیا: "ہم تمہارے اندر سے تمہیں ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیوں ممی! آپ ابھی آشا بیلا کے چہرے کو پڑھ کر کچھ معلومات فراہم نہیں کر سکتیں؟"

ممی نے جواب دیا: "جب سے یہ آئی ہے میں وقتاً فوقتاً اس کے چہرے کو اور اس کی آنکھوں کو پڑھتی رہتی ہوں۔ اس کی حرکات و سکنات کا بھی جائزہ لیتی رہتی ہوں۔ میں نے یہ معلوم کیا ہے کہ یہ اپنی فطرت میں آگ بھی ہے اور پانی بھی۔ دھوپ بھی ہے اور چھاؤں بھی۔ جب تک اسے پُرسکون زندگی گزارنے کا موقع ملتا ہے، یہ چپ چاپ گزارے چلی جاتی ہے۔ اگر کوئی راکھ تلے دبی چنگاری کو بھڑکا دے تو کوئی اسے چھیڑے تو پھر یہ دوسروں کے لیے عذابِ جاں بن جاتی ہے۔ اس کے چہرے کی معصومیت کے پیچھے جو سختی ہے اس کی خوبصورت آنکھوں کے پیچھے جو گہرائی ہے ان سے یہی کچھ معلوم ہوتا ہے۔"

آشا بیلا اپنے بارے میں وہ رپورٹ بڑی حیرانی سے سن رہی تھی۔ اب مجھے بھی پتہ چلا کہ دشمن اسے چالاک اور خطرناک کیوں کہتے ہیں یعنی وہ معصوم تو تھی لیکن مخصوص حالات میں خطرناک بن جایا کرتی تھی۔

میں نے چائے کا گھونٹ حلق سے اتارتے ہوئے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولی: "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ میں شعلہ بھی ہوں اور شبنم بھی۔ میں تو اپنے آپ کو شبنم ہی سمجھتی ہوں۔"

اتنے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ممی نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے بیرونی پھاٹک کا دربان بول رہا تھا: "مادام آپ کے لیے ایک ٹیلی گرام آیا ہے۔ ٹیلی گرام لانے والا میرے دستخط پر وہ تار دینے کے لیے تیار نہیں۔ وہ آپکے حوالے کرنا چاہتا ہے۔"

ممی نے کہا: "ٹھیک ہے اسے یہاں بھیج دو۔"

یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر صوفے پر پڑے ہوئے پرس کو اٹھاتے ہوئے کہا: "بیٹے! میرے نام کوئی ٹیلی گرام آیا ہے، رسیو کرنے جا رہی ہوں۔"

ان کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر اچانک مجھے حیرالڈ کا خیال آیا۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ ٹیلی گرام دینے والے کے بہروپ میں اس کوٹھی کے دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ ممی کے جاتے ہی آشا بیلا نے کہا: "تم سے تنہائی میں بات کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا ہے۔"

میں نے کہا: "تم اپنی چائے کی پیالی لے کر بیڈ روم میں چلی جاؤ۔ میں ابھی ممی سے کوئی بات بنا کر تمہارے پاس آتا ہوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے صوفے پر سے اٹھ گئی اور اپنی پیالی لے کر بیڈ روم کی طرف چلی گئی۔ میں نے اسے ٹال دیا تھا تاکہ وہ میرے خیال خوانی کے دوران مداخلت نہ کرے۔ اس کے جاتے ہی میں حیرالڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب وہ دروازے پر آ گیا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اس سے کہہ رہی تھیں: "لاؤ وہ ٹیلی گرام مجھے دے دو۔"

حیرالڈ نے اپنے بیگ میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا۔ پھر بڑی صفائی سے کہا: "چپ چاپ اندر چلو اور مجھے آشا بیلا تک پہنچا دو۔"

ممی خاموشی سے پلٹ کر کمرے میں آ گئیں۔ حیرالڈ نے کہا: "ٹھہرو! پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا وہ حمایتی کہاں ہے؟"

ممی نے جھوٹ کہا: "وہ پتہ نہیں کہاں گیا ہوا ہے۔ ہمارے ساتھ ایئر پورٹ گیا تھا تب سے واپس نہیں آیا۔"

یہ کہہ کر وہ حیرالڈ کو دوسرے راستے سے بیڈ روم کی طرف لے جانے لگیں۔ میں نے پوری طرح حیرالڈ کے دماغ کو اپنے قبضے میں لے لیا تو اس نے کہا: "ممی ٹھہر جائیے۔ میں ادھر بیڈ روم کی طرف نہیں جانا چاہتا۔ میرا یہ ریوالور لے لیجیے اور مجھے ڈرائنگ روم میں لے جائیے۔ وہاں آپ کا بیٹا میرا انتظار کر رہا ہے۔"

اس کے بہلے ہوتے رویے کو دیکھ کر ممی نے اس کے چہرے پر نظریں جما دیں۔ پھر ان کی سمجھ میں آ گیا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ٹریپ کر چکا ہوں۔ انہوں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور لے لیا اور پھر اسے میرے پاس ڈرائنگ روم میں لے آئیں۔

میں اس کے دماغ کو آزاد چھوڑتے ہوئے صوفے پر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سر جھٹک کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمیں دیکھ رہا تھا اور اپنے ... ریوالور کو مادام کے ہاتھوں میں دیکھ کر بہت حیران ہو رہا تھا۔ یعنی بے بسی سے تلملا رہا تھا کہ وہ یہاں کیسے پہنچ گیا؟ یہ میں نے کہا: "کیوں تم نہیں جانتے؟ ممی کے ہاتھ میں کیسے پہنچ گیا؟" یہ میں نے کہا: "کیوں تم نہیں جانتے؟ ممی کے ہاتھ میں کیسے پہنچ گیا؟"

ایلم مار تھاورج ڈاکٹرین اور وہ جادوئی عمل سے تمہیں اٹھا تو بھی ہیں۔"

وہ بڑا ہی ضدی اور مرکش بندہ تھا۔ اس نے اچانک ہی ممی کے ہاتھوں پر ایک ٹھوکر ماری۔ ریوالور ان کے ہاتھوں سے نکل کر ہوا میں اڑتا ہوا دور قالین پر گر پڑا۔ پھر اس نے بڑی پھرتی سے اس کی طرف چھلانگ لگا دی۔ وہ ریوالور کے قریب پہنچ کر اوندھے ہو گرا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اس ریوالور کو اٹھانے لگا۔ لیکن میں نے اس کا موقع نہیں دیا۔ وہ بار بار ریوالور کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا۔ میں اس کا ہاتھ جھٹکا دیتا تھا۔ وہ جھنجھلانے لگا کہ ریوالور کیوں نہیں مل رہا ہے۔ میں نظر نہیں آ رہا ہے یا اس کا ہاتھ کیوں ریوالور کی طرف بڑھ رہا ہے۔ پھر وہ ایک دم سے پریشان ہو کر قالین پر بیٹھ گیا اور بے بسی سے دیکھنے لگا۔ اس بار ممی نے کہا: "چلو تم پر ہاتھ اٹھاؤ۔ میں اپنا جادوئی عمل دکھا رہی ہوں۔"

اس نے سوچا کہ ممی باتوں میں لگی ہوئی ہیں۔ موقع غنیمت ہے۔ اس نے اچانک ہی پلٹ کر پھر ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی۔ لیکن اٹھا نہیں سکا۔ وہ کم بخت گیا جانتا تھا کہ جادوئی عمل کی طرف سے نہیں ہو رہا ہے بلکہ میں خیال خوانی کا تماشہ دکھا رہا ہوں۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا: "اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو فرش پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاؤ اور ہمارے سوالوں کا جواب دو۔"

وہ اپنے باس کے سوا کسی کا حکم ماننا اپنی توہین سمجھتا تھا۔ اس بات ماننے کو تیار نہیں تھا۔ اس نے اپنی دانست میں اچانک پھر پر چھلانگ لگائی۔ میں فوراً ہی بیٹھ گیا۔ وہ فضا میں اڑتا ہوا میرے سر کے اوپر سے گزرتا ہوا سینٹر ٹیبل پر آ گرا۔ پھر وہاں سے قلابازی کھاتا ہوا دوبارہ قالین پر پہنچ گیا۔

میں نے سمجھ لیا کہ یہ سیدھی طرح قابو میں نہیں آئے گا۔ میں نے اٹھ کر اس کے اٹھنے سے پہلے ہی اس کے منہ پر ایک زوردار ٹھوکر لگائی۔ وہ جنگلی بھینسے کی طرح ڈکرانے لگا۔ میں نے دوسری ٹھوکر سے اس کا منہ لہولہان کر دیا۔ وہ تڑپنے لگا۔ مگر بڑے مضبوط جسم کا مالک تھا اور مار کھا کر مارنا بھی جانتا تھا۔ وہ تڑپتا ہوا فرش پر بیٹھ گیا اور مجھے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ اس کو ایسی زبردست چوٹیں پہنچی تھیں کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا رہا تھا اور میں اسے دھندلا دھندلا سا نظر آ رہا تھا۔ اگر میں اسے صحیح طور سے موقع دیتا تو یقیناً وہ جم کر مجھ سے لڑتا اور بڑا زبردست مقابلہ ہمارے درمیان ہوتا، لیکن مجھے اپنی قوت اور طاقت کا مظاہرہ کرنا نہیں تھا۔ میں جلد سے جلد آشا بیلا کے اسرار کو جاننا چاہتا تھا اس لیے میں نے پے در پے اس پر حملے کرنا شروع کر دیے اور اس کے ہاتھوں سے اس کی خوب پٹائی کرتا رہا حتیٰ کہ وہ بے دم ہو کر فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔

اب اس کے ہاتھ پاؤں میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ اٹھ کر بیٹھ سکتا۔ تاہم اس کے اندر ابھی تک ضد باقی تھی۔ وہ مجھ سے شدید نفرت کر رہا تھا اور کسی طرح میری جان لینا چاہتا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مرتے مرتے بھی میری باتوں کا صحیح جواب نہیں دے گا۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر اپنے سوالوں کے جواب سننے لگا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اسے آشا بیلا کے پاس پہنچ کر سب سے پہلے اس کا پرس حاصل کرنا ہوگا۔ اس کے بعد وہ اسے ہلاک کر دے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا: "لیکن پرس حاصل کرنا کیا ضروری ہے؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا: "جے جوالا نے دس ہزار ڈالر معاوضہ دیتے وقت یہ شرط رکھی تھی کہ آشا بیلا کو قتل کرنے سے پہلے اس کا پرس حاصل کیا جائے اور وہ جوں کا توں جے جوالا تک پہنچایا جائے۔ تب ہی وہ معاوضے کی پوری رقم ادا کرے گا۔"

وہ سوچتے سوچتے جھنجھلا گیا کہ مار کھا کر بری طرح زخمی ہو کر فرش پر پڑا ہوا ہے اور خواہ مخواہ آشا بیلا، جے جوالا اور اپنے باس کے متعلق سوچے جا رہا ہے۔ اسے تو کسی طرح اٹھ کر اس سامنے والے شخص سے بدلا لینا چاہیے۔ کسی طرح اسے ہلاک کرنا چاہیے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ہاں مجھے سب سے پہلے اسی شخص کو ہلاک کرنا چاہیے لیکن ابھی مجھ میں اٹھنے کی سکت نہیں ہے ذرا دیر اپنی طاقت بحال کرنے کے لیے مجھے اسی طرح آنکھیں بند کر کے پڑے رہنا چاہیے۔ پھر میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

وہ میری اس سوچ کے تحت قائل ہو گیا۔ میں نے پھر اس کے دماغ میں وہی آشا بیلا جے جوالا اور ان کے درمیان اس پرس والی بحث چھیڑ دی۔ وہ سوچنے لگا۔ یقیناً وہ پرس بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ میرے باس نے اس پرس کے متعلق سوال کیا تھا لیکن جے جوالا نے اسے جواب دیا تھا: 'تم آم کھاؤ پیڑ نہ گنو۔ اس پرس سے جو کچھ بھی برآمد ہوگا اس سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ وہ صرف جے جوالا کے کام آئے گا۔'

گذشتہ ماضی کی اس داستان میں میں نے اور آشا بیلا نے اس پرس کو بالکل ہی بھلا دیا تھا۔ اب اس کی اہمیت کا پتہ چل رہا تھا۔ جب آشا بیلا نے اس ویران مقتل میں آنکھیں کھولنے کے بعد خود کو اجنبی محسوس کیا تھا، تب وہاں اس نے دو چیزیں دیکھی تھیں۔ ایک ایرا بیلا کی لاش اور دوسرا وہ پرس جو لاش کے قریب پڑا ہوا تھا۔ اس نے بعد میں وہ پرس اٹھا لیا تھا اور اس مقتل سے باہر آ گئی تھی۔ باہر اس گلی کو عبور کرنے کے بعد جب وہ شاہراہ پر

پہنچی تو یہ بات دماغ میں آئی تھی کہ کسی ریسٹورنٹ میں آرام سے بیٹھ کر اس پرس کی تلاشی لینا چاہیے۔ اس پرس میں سے جو سامان برآمد ہوگا اُسے دیکھ کر شاید اس کی یادداشت واپس آجائے۔ مگر بدقسمتی سے ایک اُسکے نے وہ پرس آشا بیلا سے چھین لیا تھا اور وہاں سے بھاگتا ہوا ایسا غائب ہوا تھا کہ پھر اس کے متعلق کچھ پتہ ہی نہ چلا۔

سوچنے سے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ مقولہ ایزا بیلا کے پاس پڑا ہوا پرس ایزا بیلا کا ہی ہو سکتا تھا لیکن یہ بھی ہو سکتا تھا کہ آشا بیلا جب اس ویران محل میں داخل ہوئی تو اس کے ہاتھ میں بھی پرس ہوگا۔ اور ایزا بیلا جو لندن سے آئی تھی تو وہ بھی خالی ہاتھ نہ ہوگی۔ اس کے ہاتھ میں بھی ایک پرس لازمی ہوگا۔ تو وہاں دو پرس کا ہونا فضول تھا۔ دوسرا پرس کہاں گیا؟

اب تھہ یوں ہو سکتا ہے کہ جس قاتل کو آشا بیلا کے قتل کی ذمہ داری سونپی گئی تھی اسے یقیناً یہ سمجھایا گیا ہوگا کہ وہ آشا بیلا کا پرس ضرور ساتھ لے کر آئے۔ قاتل نے غلطی سے ایزا بیلا کو قتل کیا، اور اسے آشا بیلا کا پرس سمجھ کر باس کے پاس پہنچا دیا اور اُدھر اُس قاتل سے آشا بیلا کا جب ٹکراؤ ہوا تو آشا بیلا کے ہاتھ میں بھی پرس تھا لیکن قاتل نے اس پرس کو کوئی اہمیت نہیں دی ہوگی۔ اسے مار کر بے ہوش کیا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ یعنی.... آشا بیلا نے ہوش میں آکر ایزا بیلا کے پاس سے جو پرس اٹھایا تھا، وہ پرس آشا بیلا کا ہی تھا اور اس میں سے جو کچھ بھی برآمد ہوتا اس سامان کو دیکھ کر شاید آشا بیلا کے ماضی کے متعلق کچھ حالات کا علم ہو جاتا لیکن افسوس نہ تو وہ آشا بیلا کو ملا نہ جوالا کو، ایک اُچکا اسے لے گیا تھا۔

ایزا بیلا کا پرس جب جوالا کے پاس پہنچا ہوگا تو اس نے سمجھ لیا ہوگا کہ قاتل نے دھوکا کھایا ہے اور آشا بیلا زندہ بچ نکلی ہے اب اس پرس کے متعلق جیرالڈ کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس کا باس بھی نہیں جانتا تھا۔ آشا بیلا جانتی تھی مگر اس کی یادداشت کام نہیں کر رہی تھی۔ صرف ایک جوالا ہی ایسا تھا جس کے دماغ تک پہنچ کر میں یہ معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ میں نے جیرالڈ کی سوچ میں کہا: میں نے زندگی میں پہلی بار ایک شخص سے ایسی شکست کھائی ہے اور یہ سب کچھ جب جوالا سے سودے بازی کے باعث ہوا ہے۔ کیوں نہ میں جب جوالا کے پاس جا کر اس کا بدلہ اس سے لوں اور اس کی خوب پٹائی کروں۔"

جیرالڈ کی سوچ نے کہا: "پتہ نہیں وہ جب جوالا کس بل میں چھپا رہتا ہے۔ باس کے سوا کوئی اس سے رابطہ قائم نہیں کرتا اور شاید باس نے بھی ایک ہی بار اس سے ملاقات کی ہے۔"

اس کے بعد صرف ٹیلی فون پر اس سے رابطہ قائم ہوا کرتا ہے لیکن اپنی شکست کا بدلہ جب جوالا سے لینے کے لیے کیوں سوچ رہا ہوں یہ تو میری بزدلی ہے۔ میں مر سکتا ہوں لیکن یہاں سے شکست کھا کر نہیں جا سکتا۔ میں اس شخص کو قتل کر کے ہی جاؤں گا۔ ہاں اب مجھ میں کچھ توانائی محسوس ہو رہی ہے اب مجھے اٹھنا چاہیے۔"

یہ سوچتے ہوئے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پہلے میز کو دیکھا۔ پھر فرش پر اپنے ہاتھ کی کہنی ٹیک کر اٹھنے لگا۔ میں نے کہا: "بیٹے! ابھی ایک ٹھوکر مارو گا تو پھر چاروں شانے چت ہو کر پڑے سوچتے رہو گے۔ بہتر ہے کہ اب تم یہاں سے چپ چاپ چلے جاؤ۔"

وہ خاموشی سے جانے والا نہ تھا۔ میں اس کی سوچ کے ذریعہ اس کی فطرت کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہوا تو میں نے کہا: "اچھی بات ہے۔ تم وہ ریوالور وہاں سے اٹھا لو۔ میں تمہیں موقع دیتا ہوں کہ تم مجھے قتل کر دو یا پھر یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

پہلے تو اسے میری بات کا یقین نہ آیا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ قالین پر رینگتا ہوا ریوالور تک پہنچ گیا۔ اس نے ریوالور کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس بار اس کا ہاتھ ادھر اُدھر نہیں گیا بلکہ اس کی گرفت میں آگیا۔ وہ فوراً ہی پلٹ کر مجھ پر فائرنگ کرنا چاہتا تھا لیکن میں اس کے دماغ میں جا کر بیٹھ گیا۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور ہاتھ میں ریوالور لے کر سیدھا چلتا ہوا ڈریسنگ روم سے باہر گیا پھر کوٹھی سے باہر نکل کر تین چار تک جانے لگا۔ اس نے میری سوچ کے مطابق ریوالور کو جیب میں رکھ لیا تھا تاکہ پھاٹک پر کھڑے ہوئے دو لاڈربان..... اس ریوالور کو نہ دیکھ سکے۔ دربان نے اس کے لیے گیٹ کھول دیا تھا وہ باہر نکلتا چلا گیا۔ پھر وہ تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے اس علاقے سے باہر جانے لگا۔ مجھے اس وقت تک اس کے دماغ میں رہنا پڑا جب تک وہ اس علاقے سے دُور نہیں نکل گیا۔ پھر میں نے اس کے ریوالور کو جیب سے نکالا اس کی نال اس کی کنپٹی پر رکھی اور اس کی انگلی سے ٹریگر دبا دی۔ دھماکے کی آواز کے ساتھ ہی میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

اگرچہ یہ ایک ظالمانہ فعل تھا لیکن میں مجبور تھا۔ اتنی دیر تک اس کی پٹائی ہونے کے بعد بھی اس کی سوچ یہی بتاتی رہی کہ وہ ہار ماننے والا آدمی نہیں ہے۔ مجھے قتل کر کے ہی رہے گا۔ اگر میں اسے چھوڑ دیتا تو وہ اس اجنبی شہر میں میرے لیے مصیبت بنا رہتا اور مجھے اپنی حفاظت کے لیے دوسرے کام چھوڑ کر بار بار اس کی سوچ پڑھتے رہنا پڑتا۔

میں دماغی طور سے ڈرائنگ روم میں ممی کے سامنے حاضر ہو گیا۔ وہ صوفے پر آرام سے بیٹھے ہوئے بولا: "ممی! میں اس شخص کو معاف کر دینا چاہتا تھا لیکن بعض دشمن ایسے ہوتے ہیں جو ناقابلِ معافی ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی ہماری موت کا سبب بن جاتی ہے لہٰذا میں نے اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔"

ممی میرے پاس آکر بیٹھ گئیں۔ میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں: "میرے بیٹے پر ایسے سارے دشمن قربان ہو جائیں۔ تمہاری زندگی میرے لیے ایسی ہے جیسے میری زندگی میرے لیے ہے۔ بیٹے! آج میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ٹیلی پیتھی کیسے کیسے کمالات دکھاتی ہے۔ میں حیرانی سے دیکھ رہی تھی کہ وہ بار بار ریوالور کو گرفت میں لینا چاہتا تھا لیکن ایک چھوٹا سا ریوالور اس کے ہاتھ نہیں آسکا۔ جب تم نے چاہا تب ہی وہ ریوالور اٹھا سکا۔"

میں نے تھوڑی دیر کے لیے آشا بیلا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا وہ ہلکا سا میک اپ کر رہی تھی اور ہلکا سا لباس پہن رہی تھی کیونکہ میں نے اس سے بیڈ روم میں آنے کا وعدہ کیا تھا اس لیے وہ مجھے لبھانے کے لیے اور متاثر کرنے کے لیے بن سنور رہی تھی۔ میں نے ممی سے کہا: "آشا بیلا بیڈ روم میں میرا انتظار کر رہی ہے۔ آپ اس سے باتیں کریں اور اسے سمجھائیں کہ دشمن کا ایک آدمی باہر آیا ہے اور طارق اس سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ تھوڑی دیر بعد آئے گا۔ میں ذہنی خیال خوانی کے ذریعہ جب جوالا تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

ممی وہاں سے اٹھ کر آشا بیلا کو بہلانے پھسلانے چلی گئیں۔ میں ان کے جانے کے بعد باس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت رات کا ایک بجا تھا۔ باس اتنی رات تک جاگنے کا عادی نہ تھا لیکن بڑی بے تابی سے جیرالڈ کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا لہٰذا انتظار کرنے کے لیے اس نے شراب کی بوتل کھول کر بیٹھ گیا تھا اور آہستہ آہستہ پیتا جا رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں سوال کیا: "اگر جیرالڈ بھی اس مہم میں ناکام رہا تو پھر کیا کیا جائے گا؟"

وہ سوچنے لگا: "ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں اپنی کسی مہم میں ناکام رہا ہوں۔ جہاں قانون اندھے آتے ہیں، وہاں بھی ہم بڑے بڑے افسروں کو بڑی بڑی رشوتیں دے کر اپنی مٹھی میں کر لیتے ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ایک آشا بیلا کا ہمارا کوئی آدمی اب تک قتل نہیں کر سکا۔"

اس نے شراب کا ایک جام خالی کرتے ہوئے سوچا: "میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ وچ ڈاکٹر آشا بیلا کا مریض رہا ہے۔ اگر جیرالڈ ناکام ہوا تو ایک ہی صورت رہ جاتی ہے کہ لاکھ کروڑ سے بڑی رقم دے کر اس وچ ڈاکٹر کو خرید لیا جائے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مادام مارتھا کی آمدنی بہت زیادہ ہے۔ وہ معمولی رقم سے خریدی نہیں جا سکے گی۔ جب جوالا نے مجھے صرف دس ہزار ڈالر فیس دی اور میں سمجھتا ہوں کہ مادام مارتھا کو خریدنے کے لیے دس ہزار ڈالر ناکافی ہوں گے۔"

اس نے شراب کا جام بھرتے ہوئے اور تائید میں سر ہلاتے ہوئے سوچا: "ہاں اتنی رقم ناکافی ہوگی۔ میں جب جوالا سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں اصرار کیا: "جیرالڈ آتا ہے آتا رہے گا لیکن کیوں نہ پہلے سے میں جب جوالا کو کال کر دوں اور اس سے موجودہ حالات کے متعلق باتیں کروں۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ہم آشا بیلا کو قتل کرنے کے لیے کتنی جدوجہد کر رہے ہیں اور کتنی پریشانیوں سے گزر رہے ہیں۔"

وہ قاتل ہو کر اپنی جگہ سے اٹھا۔ پھر لڑکھڑاتا ہوا ٹیلی فون کے پاس پہنچا۔ اس نے ریسور اٹھایا۔ پھر سوچ سوچ کر جب جوالا کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں نے ان نمبروں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے گھنٹی بجنے لگی۔ ایک ملازم نے ریسور اٹھایا۔ باس نے کہا: "میں جب جوالا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ ان سے کہو کہ ایس ایس آر ان سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

ملازم نے جواب دیا: "مالک گھر پر نہیں ہیں۔ وہ صبح تک واپس آئیں گے۔ کوئی پیغام ہو تو آپ مجھے دے دیں، میں انہیں پہنچا دوں گا۔"

باس نے کہا: "کوئی بات نہیں، میں صبح ٹیلی فون پر بات کر لوں گا۔ ان سے کہہ دینا کہ ایس ایس آر نے کال کیا تھا۔ ہو سکے تو وہ جب بھی آئیں مجھے کال کر لیں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسور رکھ دیا۔ وہاں سے اٹھ کر لڑکھڑاتا ہوا پھر اپنی جگہ آیا اور شراب کا جام اٹھا کر پینے لگا۔ میری معلومات آگے بڑھتے بڑھتے رُک گئی تھیں کیونکہ جب جوالا صبح تک غیر حاضر تھا اس کی واپسی پر ہی اب کچھ معلومات حاصل کی جا سکتی تھیں۔ میں باس کے دماغ سے واپس آگیا۔ پھر میں نے ممی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا، وہ آشا بیلا سے باتیں کر رہی تھیں۔ میں نے ان کی سوچ میں کہا: "ہیلو ممی! میں آپ سے مخاطب ہوں کیا آپ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر رہی ہیں؟"

وہ ایک دم سے چونک گئی تھیں۔ زندگی میں پہلی بار دماغی رابطہ قائم ہوا تھا اور وہ کچھ عجیب سا محسوس کر رہی تھیں۔ آشا بیلا نے پوچھا: "کیا بات ہے آپ کیوں چونک گئی تھیں؟"

وہ فوراً ہی مسکرا کر بولیں: "کچھ نہیں، بس ایسے ہی کچھ خیال آ گیا تھا۔"

انہوں نے آشا بیلا کو ٹالنے کے بعد سوچ کے ذریعہ کہا: "ہاں بیٹے! میں تمہاری سوچ سن رہی ہوں۔"

ممی میں نے اس باس کے دماغ میں پہنچ کر جب جوالا تک پہنچنے

کی کوشش کی تھی لیکن پتہ چلا کہ وہ صبح تک کے لیے کہیں گیا ہوا ہے ویسے اس کا فون نمبر میں نے نوٹ کر لیا ہے۔ آپ بھی اپنے ذہن میں محفوظ کر لیں۔"

یہ کہہ کر میں نے جے جوالا کا فون نمبر انہیں سنایا اور وہ اسے اپنے ذہن میں محفوظ کرنے لگیں۔ پھر میں نے ان سے کہا "اب آپ آرام کریں۔ رات بہت گزر چکی ہے۔ صبح جلدی بیدار ہو کر ہم جے جوالا تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

وہ آشا بیلا کے پاس سے اٹھتے ہوئے بولیں "رات بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ میں وہاں جا کر طارق کو یہاں بھیج دیتی ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے آشا بیلا کے بیڈ روم سے باہر چلی گئیں۔

○

میں نے غلام اور سامی کی خبر لی۔

رات زیادہ گزر چکی تھی۔ وہ سامی کے ساتھ گشتی گاڑی کے اندر آرام سے گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے معلوم کیا کہ اس نے چیک پوسٹ کے آفیسر کو مزید ایک ہزار ڈالر رشوت کے طور پر دیے ہیں تب کہیں جا کر ہمیں رنگون شہر میں ایک ہفتے تک رہنے کی اجازت مل سکی ہے۔ میں مطمئن ہو کر اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر آشا بیلا کی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔

وہ ریشم کی ایک نائٹی پہنے میرا انتظار کرتے ہوئے کمرے کے وسط میں کھڑی ہوئی تھی مجھے دیکھتے ہی بولی "کہاں رہ گئے تھے؟ میں کب سے انتظار کر رہی ہوں۔"

میں نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا "دشمن کا ایک آدمی یہاں پہنچ گیا تھا۔ میں نے اس کی اچھی طرح پٹائی کی تو وہ بھاگ گیا۔"

یہ کہہ کر میں اس کے روبرو پہنچ گیا۔ اس کی ریشمی زلفیں شانوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سیاہ بالوں کے پس منظر میں اس کا گورا گلابی مکھڑا واقعی چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ سر سے پاؤں تک وہ اس تمنائی میں ایک قیامت لگ رہی تھی۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو یہ جلالہ کہ وہ جذبوں کی پٹیل میں ہولے ہولے لرز رہی ہے۔ میں اس کے متعلق اس سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے دماغ کو کریدنا چاہتا تھا لیکن وہ میرے ساتھ کسی اور جہاں کی سیر کرنا چاہتی تھی اس لیے میں نے اپنی معلومات کی خواہش کو دبا دیا۔ وہ چاہتی تھی کہ میں صرف اسے چاہوں اسے دیکھوں اور صرف اسے پڑھا کروں۔

بڑے بڑے دانشوروں نے کہا ہے کہ عورت کو سمجھنا بہت مشکل ہے وہ اپنے اندر تہہ در تہہ بڑی پُراسراریت ہوتی ہے۔ بظاہر ایک سیدھی سادی سی سمجھنے والی ہستی نظر آتی ہے مگر اپنے جذبات، احساسات، نفسیاتی عمل اور ردِ عمل کے لحاظ سے وہ مختلف پہلو رکھتی ہے مختلف طریقوں سے اسے سمجھنے کے لیے مختلف معلوماتی انسائیکلو پیڈیا کی طرح اسے پڑھنا پڑتا ہے۔

میں نے آشا بیلا کو پچھلی رات سے دیکھا اور پڑھا تھا اور ہاتھا مگر وہ مجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ایک گھنٹے بعد میں نے نئی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ ابھی تک جاگ رہی تھیں اور میرے متعلق سوچ رہی تھیں۔ ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا کہ فرہاد علی تیمور انہیں بیٹے کے روپ میں مل گیا ہے۔ مارے خوشی کے انہیں نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے ان کے دماغ میں پہنچ کر کہا "نئی! یہ اچھی بات نہیں ہے کہ آپ ساری رات میرے متعلق سوچتے ہوئے جاگتی رہیں۔ اب آپ کو سو جانا چاہیے۔"

وہ ممتا بھرے لہجے میں بولیں "بیٹا! مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔ جی چاہتا ہے ساری عمر تمہیں دیکھتی رہوں اور تمہیں چومتی رہوں۔"

میں نے کہا "میں آپ ہی کے پاس ہوں۔ آپ ہی کا بیٹا ہوں۔ اب کل صبح ملاقات ہو گی۔ آپ کو نیند نہیں آ رہی ہے تو میں ابھی پلک جھپکتے ہی آپ کو سُلا دوں گا۔ آپ آنکھیں بند کریں۔"

انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے انہیں خیال خوانی کی لوری سنانے لگا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ گہری نیند سو گئیں۔ انہیں سلانے سے پہلے میں نے ان کے دماغ کو ہدایت دی کہ کوئی بھی اگر اس کوٹھی کے اندر داخل ہونا چاہے تو ان کی آنکھ کھل جائے گی۔ ویسے وہ فیصلہ اپنے بیڈ روم کا دروازہ اندر سے بند کر چکی تھیں اور تکیے کے نیچے انہوں نے ریوالور رکھ لیا تھا۔

ان کی طرف سے مطمئن ہو کر میں نے پہلے آشا بیلا کو سلایا، پھر خود سونے سے پہلے اپنے دماغ کو بھی ہدایت دی کہ کوئی بھی اگر اس کوٹھی کے اندر داخل ہونا چاہے تو اس کے اندر آتے ہی میری آنکھ کھل جائے۔ یہ کہہ کر میں نے کروٹ بدلی اور پھر آنکھیں بند کر کے سو گیا۔

○

جب کوئی ناکام قتل ہوتا ہے تو قاتل کے بارہ بج جاتے ہیں۔ اس کے دن اور رات کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ ہر لمحہ یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ اس کے ہاتھوں سے بچ جانے والا یا بچ جانے والی کسی وقت بھی قانون کا پھندا اس کے گلے تک پہنچا سکتی ہے۔ یہی سوچ کر میں سونے سے پہلے محتاط رہا کرتا ہوں اور میں جانتا تھا کہ باس جیرالڈ کی غیر حاضری کے بعد سکون سے نہیں بیٹھے گا۔ جے جوالا بھی پریشان ہو گا اور یہ لوگ ضرور کوئی بہت بڑا قدم ہمارے خلاف اٹھائیں گے۔

اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ سونے سے پہلے ہماری خوابگاہ میں زیرو پاور کا بلب روشن تھا لیکن اب وہ بجھا ہوا تھا۔ میں نے سرہانے بیڈ لیمپ کو روشن کرنا چاہا مگر سوئچ دبانے کے باوجود وہ روشن نہیں ہوا۔ تب مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ خطرے کا احساس تو میں بھی ہو گیا تھا کہ خلاف توقع صبح سے پہلے میری آنکھ کھل گئی تھی۔ میں نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھا۔ ریڈیم ڈائل کے باعث وقت معلوم ہو گیا تھا۔ چار بجنے میں ۱۵ پندرہ منٹ تھے۔ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی۔ چاروں طرف گہری تاریکی تھی کیونکہ کھڑکی کے باہر بھی اندھیرا ہی نظر آ رہا تھا۔

میں آہستگی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر دبے قدموں چلتا ہوا خوابگاہ کے دروازے تک پہنچا، اور کان لگا کر سننے لگا۔ میرا دماغ میری ہدایت کے مطابق مجھے چوکنا کر دیتا ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ چوکنا کرنے کی وجہ کیا ہے۔ کوئی آوازِ در اس کوٹھی میں آیا ہے مگر کون آیا ہے کہاں سے آیا ہے اور اس وقت کوٹھی کے کون سے حصے میں ہے یہ معلوم کرنا مشکل تھا۔ اس کے لیے مجھے اس کمرے سے باہر نکلنا پڑتا۔

آنے والا کون ہو سکتا ہے یہ معلوم کرنے کے لیے میں باس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں گہری نیند سو رہا تھا۔ پھر میں نے ان تمام لوگوں کے دماغوں کو کھنگالنا شروع کیا، جنہوں نے مجھے نئی اور آشا بیلا کو مختلف گاڑیوں میں گھیر کر لے جانا چاہا تھا۔ ان میں سے کوئی بھی کوٹھی میں نہیں آیا تھا۔ آنے والا ہمارے لیے بالکل اجنبی تھا۔ میں پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ آخر یہ کون ہو سکتا ہے؟ پھر کچھ سوچ کر میں نے دوبارہ باس کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔

وہ بدستور گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو کریدنا شروع کیا۔ اس نے خواب کے عالم میں بتایا کہ رات کے دو بجے جے جوالا نے اسے فون ... کیا تھا اور اس سے حالات معلوم کیے تھے۔ باس نے اسے بتایا تھا کہ یہ مہم بڑی پُراسرار اور تکلیف دہ ثابت ہو رہی ہے۔ دشمن قدم قدم پر غالب آ رہے ہیں اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ وچ ڈاکٹر آشا بیلا کے ساتھ ہے۔ یہ سننے کے بعد جے جوالا نے کہا تھا کہ وچ ڈاکٹر کی کوٹھی کا پتہ بتایا جائے وہ خود ہی آشا بیلا سے نمٹ لے گا۔ اور اس کی فرمائش پر باس نے جے جوالا کو یہاں کا پتہ بتا دیا تھا۔

میں نے نئی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ بھی نیند سے بیدار ہو کر بستر پر بیٹھ گئی تھیں اور تکیے کے نیچے سے انہوں نے ریوالور نکال لیا تھا اور میرا انتظار کر رہی تھیں۔ میں نے مخاطب کیا "ہیلو آنٹی! میں نے آپ کے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ اگر کوئی کوٹھی کے اندر داخل ہو تو آپ کی آنکھ کھل جائے۔ آپ اسی لیے بیدار ہو گئی ہیں لیکن آپ کمرے سے باہر نہ نکلیں۔"

نئی نے پوچھا "تم کہاں ہو؟ تمہیں بھی محتاط رہنا چاہیے۔ اگر خوابگاہ میں ہو تو باہر نہ نکلو۔ جو بھی آیا ہے وہ میرے یا تمہارے کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔ اس وقت تم اسے ٹریپ کر لینا۔"

نئی نے دانش مندانہ بات کہی تھی۔ میں نے کہا "ٹھیک ہے میں یہی کروں گا۔ باس کے دماغ سے معلومات حاصل کرنے کے بعد مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ اس کوٹھی میں داخل ہونے والا جے جوالا ہے، بہرحال ہم اس کا انتظار کریں گے۔"

میں نئی کے پاس سے واپس آ کر سوچنے لگا۔ کوٹھی کی تمام کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند تھے۔ آنے والا یقیناً لاک بریکر ہو گا۔ اس نے بیرونی دروازے کے تالے کو توڑا ہو گا یا کسی دوسری چابی سے کھولا ہو گا اور بیرونی دروازے تک پہنچنے کے لیے یا تو اس نے دربان کو ہلاک کیا ہو گا یا بے ہوش کیا ہو گا یا پھر احاطے کی کسی دوسری دیوار سے کود کر اندر پہنچا ہو گا۔ اس طرح آنے والے کے ہاتھ میں یقیناً پھولوں کا گلدستہ نہیں ہو گا۔ وہ بھی ریوالور لے کر آیا ہو گا۔ اب وہ آہستہ آہستہ ہر ایک کمرے کے دروازے کو... آزمائے گا اور انہیں نقلی چابیوں سے کھولنے کی کوشش کرے گا۔

اس خیال سے ہی میں پھر نئی کے پاس پہنچ گیا۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ نئی کے دروازے کو بھی اسی طرح کھولنے کی کوشش کرے گا اور تھوڑی دیر کے بعد ایسا ہی ہوا۔ نئی نے دروازے پر کچھ آہٹ سی محسوس کی کچھ ایسی آوازیں آئیں جیسے مختلف چابیوں سے اس دروازے کے قفل کو آزمایا جا رہا ہو۔ نئی نے میری سوچ کے مطابق آنے والے سے کہا "بس رک جاؤ۔ میں مادام مارتھا وچ ڈاکٹر ہوں۔ میرا علم کہہ رہا ہے کہ تم چوری چھپے آنے والے جے جوالا ہو اور اگر تم نے اس دروازے کو کھول لیا تو اندر قدم رکھتے ہی تمہاری زندگی کی آخری سانس پوری ہو جائے گی۔"

یہ دھمکی سنتے ہی دروازے کی طرف سے آواز آنا بند ہو گئی۔ میں نے نئی سے پوچھا "کیا آپ کو وہ دروازہ نظر آ رہا ہے؟"

وہ بولیں "نہیں بڑی گہری تاریکی ہے۔ یقیناً اس آنے والے نے من سوئچ آف کر دیا ہے تاہم میں اپنے کمرے میں اندازے کے مطابق کہیں بھی پہنچ سکتی ہوں۔"

میں نے کہا "آپ ریوالور اپنے ہاتھ میں رکھیں اور اپنی جگہ سے اٹھ کر اندازے سے چلتے ہوئے دروازے کے پیچھے دیوار سے لگ کر کھڑی ہو جائیں۔ اس طرح کہ دروازہ کھلے تو آپ کو اس دروازے سے دھکا نہ لگے۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق اندازے سے جلتی ہوئی دروازے کے کنارے دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئیں اور کان لگا کر سننے لگیں۔ اب وہاں سے کوئی آہٹ سنائی نہیں دے رہی تھی۔ بڑی گہری خاموشی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ آنے والا دھمکی سے متاثر ہو کر اس دروازے سے واپس چلا گیا ہے۔

میں نے سوچا اگر وہ جے جوالا ہے اور واپس چلا جائے گا تو بات نہیں بنے گی۔ اسے گھیر نا ضروری ہے۔ کسی طرح اسے اپنے روبرو

لانا ہے تاکہ میں اس کے دماغ تک پہنچ سکوں۔ یہ سوچ کر میں نے آشا بیلا کو آہستگی سے بیدار کیا۔ وہ فوراً ہی ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔ پھر جلدی سے اندھیرا دیکھ کر بولی "طارق! تم کہاں ہو؟ یہ اتنا اندھیرا کیوں ہے؟"

میں نے کہا "ذرا آہستگی سے باتیں کرو۔ اس کوٹھی میں کوئی دشمن داخل ہوا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس کمرے کی طرف آئے لیکن میں اسے بُلانا چاہتا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا مطلب! تم دشمن کو بلانا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا "ہاں آؤ۔ جیسا میں کہتا ہوں ویسا ہی کرو۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور اندھیرے میں چلتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لیتے ہوئے دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ پھر میں نے... آہستگی سے کہا "اب تم مجھے جوالا کو آواز دو۔ اس پر ظاہر کرو کہ تم یہاں موجود ہو۔"

اس نے آہستگی سے پوچھا "کیا یہاں مجھے جوالا آیا ہے؟"

"میں اندازے سے کہہ رہا ہوں۔ بحث نہ کرو۔ جیسا کہہ رہا ہوں ویسا کرتی جاؤ۔"

یہ کہہ کر میں آشا بیلا کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اب وہ میری مرضی کے مطابق بول رہی تھی۔ اونچی آواز میں مجھے جوالا کو مخاطب کر رہی تھی "مجھے جوالا! تم کہاں ہو؟ مجھے سمجھ گئی ہوں کہ تم نے مین سوئچ آف کر دیا ہے اور خود اندھیرے میں بھٹکتے ہوئے میرے پاس پہنچنا چاہتے ہو۔ ادھر آؤ۔ میں اس کمرے میں موجود ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چپ ہو گئی۔ ہم دونوں خاموش رہ کر اس کے جواب کا انتظار کرنے لگے۔ میرا خیال تھا کہ وہ آشا بیلا کو کمرے میں تنہا سمجھ کر اس سے کچھ نہ کچھ بولنا چاہے گا، لیکن دوسری طرف خاموشی رہی۔ آشا بیلا نے پھر ایک بار بلند آواز سے اسے مخاطب کیا۔ اسے اپنے کمرے کی طرف آنے کی دعوت دی لیکن جواب میں وہی خاموشی رہی۔ آخر تھک ہار کر ہم واپس اپنے بستر پر آ کر بیٹھ گئے۔

آشا بیلا نے مجھ سے کہا "ہو سکتا ہے کہ تمہیں کسی کی آمد کا شبہ ہوا ہو۔"

میں نے جواب دیا "نہیں یقیناً کوئی آیا تھا اور واپس چلا گیا ہے۔ کھڑکی کے باہر دیکھو۔ دور سڑک کی روشنی دکھائی دے رہی ہے۔ صرف ہماری کوٹھی میں اندھیرا ہے۔ آنے والے نے مین سوئچ آف کر دیا تھا۔"

یہ باتیں کرنے کے دوران اچانک ہماری کوٹھی روشن ہو گئی پھر ہمیں دربان کی آواز سنائی دی۔ وہ مادام کو آواز دیتا ہوا ان کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ میں فوراً ہی دربان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ایک لحیم شحیم قد آور شخص مین گیٹ کے پاس آیا تھا اور اس نے ریوالور دکھا کر دربان کو اپنے قابو میں کر لیا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے تھے اور منہ میں رومال ٹھونس دیا تھا۔ پھر وہ کوٹھی کی طرف گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا پھر اس کے ہاتھ پاؤں کھولنے کے بعد اسے حکم دیا کہ جا کر مین سوئچ آن کر دے اور آشا بیلا سے کہہ دے کہ آج وہ ہوشیار رہے۔ جاگ رہی ہے لیکن میں دیکھوں گا کہ وہ کتنی راتوں تک جاگتی رہے گی میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ کہہ کر اس شخص نے دربان کو دیوار کی طرف مڑنے اور ہاتھ اٹھا کر کھڑے رہنے کا حکم دیا تھا اور اسے دھمکی دی تھی کہ وہ سو تک گنے سے پہلے اگر پلٹ کر دیکھے گا تو اسے گولی مار دی جائے گی لہٰذا دربان سو تک گنتا رہا۔ جب گنتی پوری ہو گئی تو اس نے پلٹ کر دیکھا وہ شخص کہیں غائب ہو چکا تھا۔ اس کے جانے کے بعد دربان وہاں ہوا اب تمی کے کمرے کی طرف پہنچا تھا۔ میں نے تمی کی سوچ میں کہا "اب خطرہ ٹل گیا ہے۔ دروازہ کھول دیجئے۔ دربان آپ کو رپورٹ سنانے آیا ہے۔"

مجھ سے ایک بڑی بھول ہوئی۔ میں نے دربان کو کمرے میں بھلا دیا تھا۔ اگر وہ میرے ذہن میں ہوتا اور میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا ہوتا تو پتہ چل جاتا کہ آنے والے نے دربان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور واپسی پر اگر وہ دربان سے باتیں کر رہا تھا تو میں اس سے باتیں کرنے والے کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا۔ بہرحال دربان نے جو حلیہ بتایا اس سے ظاہر تھا کہ آنے والا جوالا ہی تھا۔

تھوڑی دیر بعد تمی نے ہمارے دروازے پر دستک دی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ انہوں نے کمرے میں آ کر آشا بیلا کو دربان کی رپورٹ سنائی تو اسے یقین ہو گیا کہ واقعی کوئی کوٹھی میں داخل ہوا تھا اور اب زبردست دھمکی دے کر گیا ہے کہ وہ کتنی راتوں تک جاگتی رہے گی، جس رات بھی سو گئی اس رات جوالا موت بن کر اس کی شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔

میں نے کہا "بڑی مشکل ہے کہ آشا بیلا کو اپنا ماضی یاد نہیں آ رہا ہے اور اس جوالا سے میرا سامنا نہیں ہو رہا ہے۔ اس وقت وہ آیا بھی تھا تو ایسی صورت حال تھی کہ میں اس کے سامنے نہیں جا سکتا تھا۔ یقیناً وہ ریوالور کے ساتھ آیا ہوگا اور اندھیرے میں وہ مجھ پر فائر کر سکتا تھا۔ بہرحال آنے والا جا چکا تھا۔ میں نے سوچا ہے کہ آشا بیلا کو اس کوٹھی سے باہر لے جا کر پورے نگون شہر کا چکر لگانا ہوگا۔ دہلی ٹرین وغیرہ میں اسے بہت سی باتیں یاد آ گئی تھیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی اور جانی پہچانی جگہ پہنچ کر اسے اور کچھ یاد آ جائے۔"

تمی نے کہا "بیٹے! خطرہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ تمہارا باہر نکلنا مناسب نہیں ہے۔ آشا بیلا کو ساتھ لے کر جاؤ گے تو دشمن کہیں بھی اندھا دھند فائرنگ کر سکتے ہیں۔ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "میں دشمنوں کے خوف سے ایک مکان میں قید ہو کر نہیں رہ سکتا۔ ہمیں جوالا سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ ہو سکتا کہ کل صبح میں آشا بیلا کو لے کر نکلوں گا اور اس شہر سے فرار ہو جاؤں گا۔ دشمنوں نے تعاقب کیا تو آپ کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ میں ان سے نمٹنا جانتا ہوں۔"

ہم تینوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے وہاں سے نکل کر ڈرائنگ روم کی طرف گئے۔ ہم نے کوٹھی کے بیرونی دروازے کو دوبارہ اندر سے بند کیا۔ دوسرے کھڑکیوں اور دروازوں کو آزمایا۔ سب اندر سے بند تھے۔ پھر میں اور آشا بیلا تمی سے صبح ہونے تک رخصت ہو گئے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ ہم اپنے بیڈ روم میں آ گئے۔ وہاں میں نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

- - - -

اس کے بعد میں خواب گاہ سے نکل کر ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ پھر ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دوسری طرف فون کی گھنٹی سنائی دے رہی تھی' اس کے بعد ہیلو کی آواز سنائی دی۔ جے جوالا کا ملازم فون اٹینڈ کر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا" میں جے جوالا سے ملنا چاہتا ہوں۔"

اس نے جواب دیا" جناب وہ یہاں موجود نہیں ہیں صبح تک شاید واپس آئیں گے۔"

اس کا جواب سن کر میں نے رسیور رکھ دیا۔ اس کم بخت سے ملاقات ہی نہیں ہو رہی تھی۔ اس وقت چھ بج گئے تھے۔ باہر صبح کا اجالا پھیل رہا تھا۔ میں اپنے کمرے میں واپس آگیا۔ آشا بیلا گہری نیند سو رہی تھی۔ تمی بھی اپنے کمرے میں محوِ خواب تھیں۔ میں نے ان کے خوابیدہ دماغ کو ہدایت دی کہ صبح جب وہ بیدار ہوں گی تو میرا ایک ساتھی غلام ایک بلی کے ساتھ یہاں پہنچے گا۔ اسے آپ اندر آنے کی اجازت دیں' وہ قابلِ اعتبار ساتھی ہے۔ تمی کو یہ ہدایت دینے کے بعد میں غلام کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں بھی میں نے اس کو یہ ہدایت دی کہ صبح آٹھ بجے تک بیدار ہو کر وہ تمی کی کوٹھی میں آجائے۔ میں نے اسے تمی کی کوٹھی کا پتہ یاد کرا دیا۔

ان کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اپنے دماغ کو وہی دستور کے مطابق ہدایت دی کہ تین گھنٹے تک سوتا رہوں گا۔ اس دوران کوئی کمرے میں داخل ہو گا تو میری آنکھ کھل جائے گی ورنہ تین گھنٹے بعد خود ہی بیدار ہو جاؤں گا۔ یہ ہدایت دینے کے بعد میں گہری نیند میں ڈوب گیا۔

تین گھنٹے سے پہلے ہی میری آنکھ ایک بار کھل گئی حالانکہ کمرے میں کوئی داخل نہیں ہوا تھا لیکن آشا بیلا نے نیند میں کروٹ لی تھی۔ میری بھی آنکھ کھل گئی' اس نے نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ پھر میرے سینے سے اپنا سر لگا کر دوبارہ سو گئی۔ میں نے پھر اپنے دماغ کو وہی ہدایت دی اور دن کے دس بجے آنکھ کھل جانے کی بات اپنے دماغ میں نقش کر کے سو گیا۔ بے شک میں خدائی خدمت گار بن کر دوسروں کا درد اپنے سر میں مول لیتا ہوں اور ان کی وجہ سے خود کو کتنے ہی خطرات میں ڈالتا رہتا ہوں۔ انجانی دشمنیاں جھگتنے لگتا ہوں۔ اس کے باوجود جب آشا بیلا جیسا حسن ملتا ہے اور اس کی محبت کے سائے میں نیند آتی ہے تو ساری تھکن اور پریشانیاں اتنی دیر کے لیے دور ہو جاتی ہیں۔

دن کے دس بجے آنکھ کھلتے ہی میں نے معلوم کیا۔ غلام سامی کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا۔ اور ڈرائنگ روم میں بیٹھا میرے بیدار ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اسے سوچ کے ذریعے بتایا کہ میں بیدار ہو گیا ہوں اور ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔ یہی بات میں نے تمی کو بھی بتلائی پھر میں نے آشا بیلا کو نیند سے جگا دیا۔ وہ آنکھیں کھول کر مسکرائی۔ میں نے کہا۔

"چلو بہت دن نکل آیا ہے۔ غسل کرنے کے بعد ہمیں باہر نکلنا ہے پھر ہم غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر گیارہ بجے تک خواب گاہ سے باہر آگئے۔

تمی نے بڑی ذمہ داریوں کا ثبوت دیا تھا۔ صبح اٹھ کر انہوں نے جے جوالا کے فون نمبر پر اسے کال کیا تھا لیکن ملازم کی طرف سے جواب ملا کہ صاحب پچھلی رات سے گھر نہیں لوٹے ہیں۔ جب ڈرائنگ روم میں پہنچے تو سامی صوفے سے اچھل کر میرے قدموں میں آگئی۔ میں اسے اٹھا کر چومنے لگا اور اسے محبت سے سہلانے لگا۔ پھر ہم ڈرائنگ روم میں آئے وہاں تمی ہمارے لیے ناشتہ منگوا چکی تھیں۔ پھر ہم سب میز کے اطراف بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگے۔

ناشتے کے دوران ہم اپنے حالاتِ حاضرہ پر بحث کرتے رہے۔ آخر یہ طے پایا کہ آشا بیلا کو باہر لے جا کر رنگون شہر دکھانا چاہیے۔ اس کے لیے میں نے کہا کہ میں آشا بیلا کو لے کر باہر جاؤں گا۔ غلام کو یہاں بلانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ یہاں رہ کر تمی کی حفاظت کرے۔

ناشتے کے بعد میں نے غلام کو باہر بھیجتے ہوئے کہا کہ وہ اس باہر آہستہ آہستہ چکر لگائے اور یہ بھانپنے کی کوشش کرے کہ کوئی کوٹھی کی نگرانی کر رہا ہے یا نہیں پھر کوئی شخص مشکوک ہو تو غلام اسے مخاطب کرے اور میں غلام کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر آدمی کی حقیقت معلوم کر لوں گا۔

غلام میری ہدایت کے مطابق کوٹھی سے باہر چلا گیا اور جب تک وہ کوٹھی کے چاروں طرف ٹہلتا رہا۔ میں غلام کے ساتھ موجود رہا۔ ایک شخص اسے کچھ مشکوک نظر آیا کیونکہ وہ اس کے فٹ پاتھ پر ٹہل رہا تھا۔ غلام نے آگے بڑھ کر ایک سگریٹ نکالتے ہوئے اس سے کہا" مسٹر کیا آپ کے پاس ماچس ہو گی؟"

"ہاں ضرور۔" یہ کہہ کر اس نے ماچس نکالی اور غلام کا سگریٹ سلگانے لگا۔ اس وقت تک میں اس سگریٹ سلگانے والے کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ اس کا تعلق ہمارے دشمنوں سے نہیں تھا وہ دوسری ضرورت کے تحت وہاں ٹہل رہا تھا۔ میں نے غلام سے کہا کہ وہ کوٹھی میں واپس آجائے۔

غلام کے واپس آتے ہی میں نے سامی کو گود میں اٹھایا اور آشا بیلا کے ساتھ گیراج میں آکر اس رسیل کار میں بیٹھ گیا جو تمی نے میرے لیے کرائے پر حاصل کی تھی۔ غلام کو میں نے تمی کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا۔ تمی نے کار کی کھڑکی کے اندر جھک کر میری پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے محتاط رہنے کی نصیحت کی پھر میں کار ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی سے باہر نکل گیا۔ آشا بیلا سے تعلق رکھنے والے جتنے مقامات تھے اتنی ہی میری جیب میں تھی اور میں نے سوچ لیا تھا کہ سب سے پہلے میں ان کے مطابق اس کی رہائش گاہ میں اسے لے جاؤں گا' اور دیکھوں کہ

جیسے کہہ رہا تھا" تو میں نے تمہیں تمہاری منزل تک پہنچا دیا۔" آشا بیلا نے ملازم سے پوچھا" میرے لیے کون کون پریشان ہے؟"

"مالکن! وہ ہی شخص آپ کو زیادہ پوچھتے رہے۔ ایک تو جے جوالا صاحب ہیں۔ انہوں نے کئی بار فون کیا ہے۔ دوسرے پریم کمار صاحب ہیں۔ وہ برابر آتے ہیں اور آپ کو تلاش کرنے نکل جاتے ہیں۔ انہوں نے تھانے میں بھی رپورٹ لکھوائی ہے۔ آپ کو بڑے پیمانے پر تلاش کیا جا رہا ہے۔"

پتہ نہیں اب یہ پریم کمار کون تھا جو اس کے لیے بہت زیادہ پریشان ہو رہا تھا اور پولیس وغیرہ کے ذریعے اسے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ آشا بیلا نے ملازم سے پوچھا" اس کوٹھی میں اور کون ہے؟"

ملازم نے ایک ودا ہیرانی سے آشا بیلا کو دیکھا پھر کہا" مالکن! اور کون ہو سکتا ہے یہ مالک تو بیمار پڑے رہتے ہیں۔ بستر سے اٹھ نہیں سکتے۔ وہ آپ کو دن رات پوچھتے رہتے ہیں۔ پہلے پریم کمار صاحب آیا کرتے تھے مگر ان پر پابندی لگا دی گئی تھی۔ کیا آپ یہ باتیں بھول گئی ہیں؟"

آشا بیلا نے جلدی سے کہا" نن۔ نہیں! یہ باتیں بھلا بھولنے کی ہیں۔ میں تو بس یونہی پوچھ رہی ہوں کہ میری غیر موجودگی میں یہاں کیا کچھ ہوتا رہا ہے؟"

وہ ملازم سے سوالات کر رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ وہ مالک کون ہے جو بستر پر بیمار پڑا ہوا ہے۔ مالک ہونے کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ اس کوٹھی کا مالک ہے اور آشا بیلا کا شوہر ہے یا پھر آشا بیلا کا باپ۔ ان دو رشتوں میں کوئی ایک رشتہ اس مالک کا آشا بیلا سے ہو سکتا تھا۔

وہ ملازم آشا بیلا کو اور مجھ کو اس کمرے کی طرف لے جانے لگا جہاں اس کوٹھی کا بیمار مالک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ آشا بیلا کا دل دھڑ رہا تھا کہ پتہ نہیں وہ رشتہ میں اس کا کون ہو گا؟ اتنی دیر میں میں نے اس ملازم کے دماغ سے معلوم کر لیا تھا۔ جب ہم اس کمرے میں پہنچے تو بستر پر ایک بوڑھا شخص نظر آیا۔ وہ کسی بھی پہلو سے اس قابل نظر نہیں آتا تھا کہ کسی جوان عورت کا شوہر بن سکے۔ وہ باپ ہو سکتا تھا لیکن وہ آشا بیلا کا شوہر تھا۔

وہ بوڑھا آشا بیلا کو دیکھتے ہی بستر پر اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے آشا بیلا کو دیکھا۔ وہ حیران تھی اور پریشان تھی اور اس بوڑھے کو شوہر کی حیثیت سے پہچان چکی تھی لیکن اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھی کہ وہ اس کی بیوی ہے۔ وہ میری موجودگی میں کسی کا رشتہ قبول نہیں کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی اس کا اظہار مجھ پر کرنا چاہتی تھی۔

اس کے چھپانے یا اظہار نہ کرنے سے کیا فرق پڑتا تھا۔ اس بوڑھے نے اسے دیکھتے ہی مخاطب کیا تھا" آشا تم... تم کہاں رہ گئی تھیں؟ ہم

تمہارے لیے دن رات پریشان رہا۔ آؤ میرے پاس آؤ۔ تمہیں اپنے پتی کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے تھا۔"

آشا بیلا "نہیں" چیختی ہوئی دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی "یہ جھوٹ ہے تم میرے پتی نہیں ہو۔ میں تمہاری پتنی نہیں ہوں۔ میں اس رشتے کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتی۔ طارق! تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ میں یہاں ایک پل کے لیے بھی ٹھہرنا نہیں چاہتی چلو واپس چلو۔"

وہ پلٹ کر واپس جانا چاہتی تھی۔ میں نے اس کا بازو تھام لیا میں اس کے دماغ میں پہنچ کر سمجھ رہا تھا کہ وہ اب اچھی طرح اس کوٹھی کو اور اپنے شوہر کو پہچان چکی ہے۔ لیکن میرے سامنے اعتراف نہیں کرنا چاہتی۔ وہ مجھ پر ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ وہ غیر شادی شدہ ہے اور صرف میری ہو کر رہنا چاہتی ہے۔

میں نے اسے روک کر اس کے بوڑھے شوہر سے کہا "مسٹر! یہ اپنی یادداشت کھو چکی ہے اور آپ کو شوہر کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتی۔ اس کو اس کا ماضی یاد دلانا ہوگا۔"

اس کا شوہر پہلے تو آشا بیلا کے انکار سے اور اس کے مخالفانہ رویے سے پریشان نظر آ رہا تھا۔ پھر میری بات سن کر اسے ذرا تسلی ہوئی اس نے کہا "اچھا تو یہ بات ہے۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ میری آشا کو کیا ہو گیا ہے۔ پہلے تو یہ کبھی اس طرح مجھ سے بات نہیں کرتی تھی۔"

آشا بیلا نے چیخ کر کہا "خبردار! مجھے میری آشا نہ کہنا۔ بوڑھے کھوسٹ! تمہیں مجھے بیوی کہتے شرم نہیں آتی۔ تم میرے باپ کے برابر ہو۔ خبردار کبھی آئندہ مجھے اس انداز میں مخاطب نہ کرنا۔"

یہ کہہ کر اس نے میری گرفت سے اپنے بازو کو چھڑایا پھر وہاں سے تیزی سے چلتی ہوئی باہر جانے لگی۔ میں نے کمرے کے باہر پہنچ کر پھر اس کے بازو کو پکڑ لیا اور اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا "تم پاگل ہو گئی ہو، یا اپنے حالات کو اپنی حقیقت کو تسلیم کرنا نہیں چاہتی ہو۔ یہ بوڑھا یقیناً تمہارا شوہر ہی ہو سکتا ہے ورنہ اسے کیا پڑی ہے کہ وہ تمہیں بیوی کی حیثیت سے مخاطب کرتا۔ بیلا میری بات مان جاؤ غصہ تھوک دو۔ یہاں رہ کر ابھی ہم تمہارے ماضی کو مزید کریدیں گے کہ جو کچھ بھی تمہارے ساتھ ہوا وہ کیوں ہوا؟ یہ نہ بھولو کہ ایزا بیلا کے قتل کا الزام کسی طرح تم پر عاید کیا جا سکتا ہے۔ تمہیں اس الزام سے بچانا بھی ہے۔ آؤ چلو ہم اس بوڑھے کے پاس چلیں۔"

آشا بیلا نے بے بسی سے مجھے دیکھا پھر کہا "طارق! اگر یہ حقیقت بھی ہو، تو تم انصاف سے کہو۔ کیا یہ بوڑھا میرا شوہر بننے کے قابل ہے؟ میں کبھی اس بات کو تسلیم نہیں کروں گی، چاہے ہزار بار یہ حقیقت ہو۔ میں صرف تمہاری ہوں اور تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

میں نے اس کے شانے کو جھٹکتے ہوئے کہا "آئندہ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ ابھی جو حقیقتیں سامنے آ رہی ہیں تمہیں ان کا سامنا کرنا ہوگا تمہیں ان باتوں کو نہیں جھٹلانا چاہیے جو اب تمہارے سامنے آ رہی ہیں گی۔"

اس نے کہا "پہلے وعدہ کرو کہ تم میرا ساتھ نہیں چھوڑو گے چاہے جتنی بھی زہریلی سچائیاں ہوں گی میں ان کا سامنا کروں گی۔"

میں نے اسے تسلی دی کہ میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔

اس نے کہا "ٹھیک ہے تم اس بوڑھے کے پاس جاؤ اور مزید معلومات حاصل کرو۔ میں اس کوٹھی کے دوسرے حصوں کو دیکھنا چاہتی ہوں کہ اور مجھے کتنی باتیں یاد آ سکتی ہیں۔ میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ اس عالیشان کوٹھی سے نکل کر میں ریکن اسٹریٹ کے مکان نمبر چھ میں کیوں گئی تھی؟ شاید یہاں کی کسی چیز کو دیکھ کر کچھ پر روشنی پڑ سکے۔"

میں راضی ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا "ٹھیک ہے، تم کوٹھی سے باہر نہ جانا اور نہ دشمن تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

اس نے خوش پوش ملازم کو بلایا پھر اس کے ساتھ کوٹھی کے دوسرے کمروں میں جھانکنے چلی گئی۔ میں اس بوڑھے کے پاس کرسی پر بیٹھ گیا۔ پہلے میں نے اس سے اپنا تعارف کرایا۔ پھر اس سے سوال کیا "اس نے آشا بیلا سے کب شادی کی تھی؟"

اس نے جواب دیا "آج سے دو برس پہلے میں نے اس سے شادی کی تھی۔ میں بہت دولت مند ہوں اور یہاں کے کئی سرمایہ داروں میں میرا شمار ہوتا ہے۔ میں آج یہ تسلیم کرتا ہوں کہ دولت کے گھمنڈ میں میں نے اس لڑکی کو اپنی دشمن بنا لیا تھا۔ کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی لیکن یہ جتنی میرے پاس ہے یہ مجھے اس کا شوہر نہ بنا سکی۔ یہ ایک ہندو اور اور میری پوجا کرتی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس دل میں میرے لیے شدید نفرت ہے تم کو اپنی بڑی بے اور کرتی ہے لیکن آج یادداشت گم ہونے پر یہ بڑی بے سامنے مجھ سے نفرت کا اظہار کر رہی ہے اور میرے رشتے

میں نے پوچھا "آپ کو اتنی جلدی اس بات کا یقین کہ یہ اپنی یادداشت کھو چکی ہے؟"

بوڑھے نے جواب دیا "یہ اس کی بچپن کی کمزوری یادداشت شروع سے ہی کمزور ہے۔ یہ نہ زیادہ تعلیم حاصل صرف دماغی کمزوری کے باعث جو باتیں یہ کل کہتی جاتی ہے۔ ڈاکٹر کہتے تھے کہ اسے... دماغ کو قوت برابر استعمال کرنی چاہئیں۔ ورنہ یہ رفتہ رفتہ دماغی ہو جائے گی کہ اپنے آپ کو بھی بھولتی چلی جائے گی۔ میں

اس کی زندگی میں وہ وقت آ ہی گیا ہے جب یہ اپنے آپ کو بھول چکی ہے۔"

میں سمجھتا تھا کہ آشا بیلا حادثے کا شکار ہو کر یادداشت کھو چکی ہے۔ جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے لیکن اب یہ بات معلوم ہو رہی تھی کہ اس کا دماغ بچپن سے ہی کمزور تھا اور وہ اکثر ایسی باتیں بھول جایا کرتی تھی جو اس کے لیے بہت ضروری ہوتی تھیں۔ میں نے پوچھا۔ "جیسے جولا صاحب کون ہیں؟"

بوڑھے نے کہا "میں خود حیران ہوں کہ یہ کون شخص ہے جب سے آشا گم ہوئی ہے اس وقت سے اس کے کئی ٹیلی فون کال آ چکے ہیں۔"

میں نے کہا "اچھا تو یہ پریم کمار صاحب کون ہیں؟"

بوڑھے کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے۔ پھر اس نے کہا "یہ میرے ایک اچھے دوست کا لڑکا ہے۔ میں نے اس پر رحم کھا کر اپنا کاروبار اس کے حوالے کیا۔ یہ بے تحاشا ایمان دار ہے لیکن ایک لحاظ سے بے ایمان ثابت ہو رہا تھا۔ اور وہ یہ کہ یہ آشا کو میرے خلاف بھڑکا رہا تھا اور میری بیوی کو بُری نیت سے دیکھنے لگا تھا۔ میں نے اس کا یہاں داخلہ بند کر دیا۔"

میں سگریٹ سلگانے کے بہانے چپ رہا اور چپ چاپ اس بوڑھے کے دماغ کو کریدنے لگا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس بوڑھے اور آشا بیلا کے درمیان ازدواجی تعلقات کیسے رہے۔ پتہ چلا کہ جب وہ آشا بیلا کو بیاہ کر یہاں لایا تھا تو اس وقت اس کی عمر تقریباً ستر برس تھی اور یہ آشا بیلا کے پاس جب پہلی بار گیا تو کچھ دولہا بننے کی خوشی تھی اور کچھ ایسی گھبراہٹ تھی کہ ایک نوجوان دلہن کے سامنے جا رہا ہے اور خود ستر برس کا بوڑھا ہے۔ کچھ ایسے احساسات اور خیالات کا ہجوم تھا اور کچھ ایسا سہما ہوا تھا کہ وہ آشا بیلا کا گھونگھٹ اٹھاتے وقت پیچھے کو گر پڑا تھا۔ تب سے وہ اعصابی مریض بن گیا تھا۔ اس کا بڑھاپا اور بیماری کی عمر بڑھ گئی تھی اور وہ بستر پر دائمی مریض بن کر لیٹ گیا تھا۔ یعنی اس کی سوچ کا خلاصہ یہ تھا کہ اس کے خیال کے مطابق آشا بیچاری تک کنواری دلہن تھی جسے اس کے دولہا نے صرف نظروں سے چور کر دیکھا تھا۔

اس بوڑھے نے کہا "مجھے یہ شبہ تھا کہ آشا پریم کمار کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔ میں سخت پریشان تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ یہ پولیس میں رپورٹ نہیں کر سکتا تھا کہ میری بدنامی تھی۔ لوگ طرح طرح کے مذاق اڑاتے کہ ایک جوان لڑکی کے ساتھ شادی کا یہی انجام ہوتا ہے اور وہ جوان کے ساتھ بھاگ جاتی ہے۔"

میں نے کہا "آپ اطمینان رکھیں۔ آشا کے ساتھ واقعی ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ وہ مجبور ہو گئی تھی۔ میں اسے کل سے زنگون شہر میں لیے گھوم رہا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ وہ کسی جانی پہچانی جگہ کو دیکھ کر اپنے متعلق کچھ معلومات حاصل کرے گی۔ آج ابھی ادھر سے گزرتے ہوئے اس نے اس علاقے کو اس کوٹھی کو پہچان لیا۔ تب ہی میں اسے یہاں آپ کے پاس لے آیا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "آپ کا بڑا احسان ہے کہ آپ نے میرے لیے اتنی تکلیف اٹھائی۔"

اس کے دل میں میرے خلاف بھی شبہ تھا۔ اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا "کیا آشا دونوں تک تمہارے ساتھ رہی ہے؟"

میں نے کہا "ہاں میرے ساتھ رہی تھی۔ میری ایک ممی ہیں شاید آپ نے نام سنا ہوگا۔ بہت مشہور ہستی ہیں۔ مادام مارتھا۔"

بوڑھے نے چونک کر کہا "وہ وچ ڈاکٹر تمہاری ممی ہے لیکن آشا بیلا تمہیں کہاں مل گئی تھی؟"

میں نے کہا "شہر میں ایک بہت ہی بدمعاش عورت رہتی ہے۔ اس کا نام مس سلور ہے۔ وہ نوجوان لڑکیوں کی اسمگلنگ کرتی ہے آشا اس کے جھانسے میں چڑھ گئی تھی۔ میں اتفاق سے... سلور کی رہائش گاہ تک پہنچ گیا تب مجھے پتہ چلا کہ آشا بیلا کے ساتھ کس قسم کے حالات پیش آ رہے ہیں تو میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ میں اسے اسکی منزل تک پہنچا کر رہوں گا۔"

میں نے سوچا۔ وہاں بیٹھا رہوں گا تو اس بوڑھے سے باتیں کرنے میں وقت ضائع ہوتا رہے گا۔ جتنی معلومات حاصل کرنی تھیں وہ میں کر چکا تھا اور اس سے کوئی خاطر خواہ معلومات حاصل نہیں ہو رہی تھیں۔ بس اتنا ہی پتہ چلا تھا کہ آشا بیلا اس کی کنواری بیوی ہے۔

میں ٹائلٹ جانے کے بہانے وہاں سے اٹھ کر باتھ روم میں پہنچا پھر دروازے کو بند کر کے آشا بیلا کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ مختلف کمروں میں جھانکتی ہوئی اپنے خاص بیڈ روم میں پہنچ گئی تھی اور وہاں پہنچنے کے بعد ملازم کو چلے جانے کے لیے کہا تھا۔ ملازم کے جانے کے بعد... وہ وہاں کی ایک ایک چیز کو دیکھنے اور یاد کرنے لگی۔ پھر اسے کچھ یاد آیا تو اس نے ایک دیوار پر آویزاں تصویر کے پیچھے ہاتھ ڈال کر ایک چابی نکالی۔ وہ اس کی آہنی الماری کی چابی تھی۔ اس نے الماری کو کھولا۔ پھر اس میں سے ایک البم نکال کر تصویریں دیکھنے لگی۔ ان میں... کتنے ہی مردوں، عورتوں اور بچوں کی تصویریں تھیں لیکن پریم کمار کی تصویر دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔

پریم کمار ایک خوبرو نوجوان تھا۔ اس کی تصویر اس کے ماضی کی کچھ اور یادیں تازہ کرنے لگی۔ شادی کے بعد جب وہ کئی ماہ تک کنواری دلہن بنی رہی اور اس کا بوڑھا شوہر بستر پر پڑا رہا تو وہ آہستہ آہستہ پریم کمار کی طرف مائل ہونے لگی تھی۔ پریم کمار اس کے بوڑھے شوہر کا کاروبار سنبھالتا تھا اور اسی سلسلے میں کوٹھی میں آتا جاتا رہتا تھا۔ اسی دوران

وہ پریم کمار کے قریب ہوتی گئی۔ دونوں جوان تھے۔ دونوں ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ کو رفتہ رفتہ گرمانے کا منصوبہ بنایا۔ پریم کمار نے اپنے ایک بہت ہی رازدار ڈاکٹر سے مشورہ کرنے کے بعد اعصاب کو کمزور کرنے والی دوا حاصل کی اور اسے لاکر آشا بیلا کو دیا تاکہ وہ آہستہ آہستہ اپنے بوڑھے پتی کو وہ دوا کھلاتی رہے۔

آشا بیلا نے یہی کیا اور اپنے بوڑھے شوہر کو رفتہ رفتہ اعصابی مریض بناتی چلی گئی۔ وہ دن رات پلنگ پر پڑا رہتا تھا اور پریم کمار رات گئے چپ چاپ اس کے بیڈ روم میں چلا آتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے بوڑھے شوہر کو شبہ ہوگیا۔ شاید کسی ملازم کے ذریعے اسے پریم کمار سے تعلقات کا علم ہوگیا تھا۔ اس نے پریم کمار کو کوٹھی میں آنے سے منع کردیا۔ اس بات پر آشا بیلا نے اپنے شوہر سے خوب جھگڑا کیا۔ کئی دنوں تک ناراض رہی۔ آخر بوڑھے کو ہار ماننی پڑی کیونکہ جوان بیوی بہت بڑی کمزوری تھی اور اس کی ایسی کمزوری کو جانتی تھی جسے دنیا نہیں سمجھتی تھی۔ آخر اس نے پریم کمار کو کاروبار پر توجہ سنبھالنے کی اجازت دے دی اور کوٹھی میں آنے جانے کے لیے بھی کہہ دیا۔

آشا بیلا نے اپنے بوڑھے پتی کو اپنے قابو میں کرلیا تھا۔ بظاہر وہ ایک بے وفا بیوی تھی لیکن وہ بے وفائی کے لیے مجبور کی گئی تھی۔ اس بوڑھے نے اسے دولت کی زنجیروں میں باندھ کر رکھنا چاہا تھا۔ مگر جوانی قید کو برداشت نہیں کرتی۔ جائز راستہ نہ ملے تو ناجائز راستہ ہموار کرلیتی ہے۔ اس میں آشا بیلا کا بہت ہی کم اور اس بوڑھے کا بہت زیادہ قصور تھا۔

وہ پریم کمار جیسے نوجوان کی محبت میں سرشار ہوگئی تھی۔ اچانک ہی جے جوالا ان کے درمیان آگیا۔ اس نے ایک بار فون کے ذریعے آشا بیلا سے رابطہ قائم کیا اور اس سے کہا "میں تمہارے اور پریم کمار کے تعلقات کی ایک ایک تفصیل جانتا ہوں۔ تم لوگوں کی ایسی تصویریں میرے پاس ہیں جنہیں میں تمہارے پتی کو دکھاؤں یا دنیا والوں کے سامنے پیش کردوں تو تم اور تمہارا پتی دنیا والوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے۔ تم آج شام اُس گارڈن میں آؤ جہاں مادام مارتھا کا کاٹج ہے۔ میں وہ تصویریں اپنے ساتھ لے کر آؤں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ آشا بیلا نے پریم کمار سے مل کر یہ ساری باتیں بتائیں۔ پریم کمار نے کہا "ٹھیک ہے آج شام تم ہوٹل ڈیلیکس جاؤ اور دیکھو کہ وہ بلیک میل کتنی رقم چاہتا ہے۔"

شام کو جب اس نے ہوٹل میں پہنچ کر جے جوالا کو دیکھا تو اسے یاد آیا کہ وہ رنگون کے ایک مضافاتی علاقے کے ایک چھوٹے سے ہوٹل کا مالک تھا اور ایسے نوجوان جوڑوں کو گھنٹے دو گھنٹے کے لیے کمرے کرائے پر دیتا تھا جو چوری چھپے وہاں ایک دوسرے سے ملنے آتے تھے۔ ایک بار آشا بیلا بھی پریم کمار کے ساتھ اس ہوٹل میں ایک گھنٹے کے لیے گئی تھی۔

مادام مارتھا کے کاٹج میں دنیا جہاں کے لوگ قسمت کا حال معلوم کرنے آتے تھے۔ شام کو وہیں آشا بیلا نے جے جوالا سے ملاقات کی۔ پھر وہ ایک ہوٹل میں آتے جے جوالا نے جیب سے ایک فوٹو نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ اس لفافے میں ایک کیسٹ اور تصویریں تھیں۔ تصویروں کو دیکھتے ہی آشا بیلا ایک دم سے مارے شرم کے سرخ ہوگئی۔ وہ اس کی اور پریم کمار کی ایسی شرمناک تصویریں تھیں کہ کسی کے سامنے جاتیں تو وہ بھی ہوش میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔

جے جوالا نے کہا "یہ کیسٹ ہے اسے اپنے گھر لے جاؤ۔ میں سن لینا کہ تم نے اور پریم کمار نے جو باتیں ہوٹل کے اس کمرے میں کی تھیں، وہ سب اس میں موجود ہیں اور کیسٹ کے ذریعے پتہ چلتا ہے کہ تم دونوں عاشق و معشوق باہمی سازش کے ذریعے اس بوڑھے کو آہستہ آہستہ اعصابی مریض بنا کر اسے مار ڈالنا چاہتے ہو۔ تمہارے اور تمہارے عاشق کے جرائم کا مکمل ثبوت میرے پاس موجود ہے۔ یہ سب کچھ اس ثبوت کی نقل پیش کر رہا ہوں۔ تصویروں کے نیگیٹو اور اس کیسٹ کا اصل میرے پاس موجود ہے۔"

آشا بیلا نے پوچھا "یہ تصویریں تم نے کس طرح اتاری ہیں اور ہماری آواز کو کس طرح ریکارڈ کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں نے مضافاتی علاقے میں وہ چھوٹا ہوٹل اسی لیے قائم کیا ہے کہ تمہارے جیسے نوجوان جوڑے وہاں آئیں اور میرا شکار بن جائیں۔ اس ہوٹل کے ہر کمرے میں ایسے خفیہ کیمرے اور سراغ رساں آلات نصب ہیں کہ تصویریں اترتی ہیں اور اس کمرے میں باتیں کرنے والوں کی آوازیں ریکارڈ ہوتی رہتی ہیں۔ یہ میرا بہت پرانا دھندا ہے۔ میں اس کے ذریعے بڑے بڑے دولت مندوں کو اپنی مٹھی میں رکھتا ہوں اور ہزاروں لاکھوں ڈالر کماتا رہتا ہوں۔"

"تم تصویروں کے نیگیٹو اور اصل کیسٹ واپس کرنے کی کتنی رقم لوگے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "ابھی تو میں تمہارے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا ہوں۔ بہرحال میں نیگیٹو اور اصل کیسٹ واپس نہیں کروں گا۔ تم مجھے بارہ یا پانچ... ہزار ڈالر دے دیا کرو۔"

آشا بیلا کے لیے پانچ ہزار ڈالر کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اس کا بوڑھا پتی تقریباً ارب پتی تھا۔ اس نے اپنا پرس کھول کر رقم نکالی اور اسے گننے کے بعد کہا "اس وقت میرے پاس دو ہزار ڈالر ہیں۔ باقی تین ہزار میں تمہیں کل صبح تک ادا کردوں گی۔"

یہ کہنے کے بعد آشا بیلا نے اپنے پرس سے ایک چھوٹی سی ڈائری نکالی اور اس میں جے جوالا کا نام اور باقی تین ہزار کی رقم لکھنے لگی۔ جے جوالا نے یہ دیکھتے ہوئے پوچھا "تم میرا نام اور رقم کیوں لکھ رہی ہو؟"

اس نے جواب دیا "بچپن سے میری یادداشت کمزور ہے میں اس ڈائری میں اُن تمام کوٹھیوں اور اُن کلبوں اور ہوٹلوں کا پتہ لکھ کر رکھتی ہوں جہاں مجھے آنا جانا ہوتا ہے۔ میں تو اپنے گھر کا پتہ بھی بعض اوقات بھول جاتی ہوں۔"

جے جوالا نے کہا "تم جب کئی کوٹھیوں کی مالکہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خاصی دولت مند ہو۔ بہرحال میں زبان کا دھنی ہوں۔ اس بار پانچ ہزار لے رہا ہوں۔ آئندہ ماہ کم سے کم دس ہزار لوں گا۔"

وہ پریشان ہوگئی کہ آخر کب تک وہ ہر ماہ دس ہزار ڈالر ادا کرتی رہے گی۔ اس نے کہا "مجھے آئندہ ملاقات کے لیے کوئی دوسری جگہ بتاؤ۔ میں بار بار ہوٹل میں نہیں آسکوں گی۔"

جے جوالا نے اسے اپنی کوٹھی کا پتہ بتایا اور اس سے ملاقات کا وقت مقرر کیا۔ دوسرے دن جب وہ جے جوالا کی کوٹھی میں پہنچی تو پتہ چلا کہ وہ ابھی تک سو رہا ہے۔ اس کوٹھی میں ایک بارہ برس کی معصوم سی لڑکی کھیل رہی تھی۔ آشا بیلا نے اس سے پوچھا "تم کون ہو؟" اس نے بتایا کہ وہ جے جوالا کی بیٹی ہے اور اس کی ماں انگلینڈ میں رہتی ہے۔

اس نے پوچھا "تم کتنے بھائی بہن ہو؟"

"میرے تو ایک ہی بھیا ہیں۔ ان کا نام رامیشور ہے۔ وہ دیکھو نا میرے ہی میرے بھیا آگئے۔"

آشا بیلا نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ ایک نوجوان کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ آشا بیلا نے اس سے اپنا تعارف کرایا کہ وہ اس کے باپ جے جوالا سے ملنے آئی ہے۔ رامیشور بڑی خوشدلی سے اس سے باتیں کرتا رہا۔ جب جے جوالا نیند سے بیدار ہوکر آیا تو رامیشور وہاں سے چلا گیا۔

اس نے اپنے پرس میں سے باقی تین ہزار ڈالر کی رقم نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔ وہ اس رقم کو اٹھاتے ہوئے بولا "شاباش! میں کاروبار میں وعدہ خلافی پسند نہیں کرتا۔ تم اسی طرح میرے کے مطابق عمل کرتی رہو گی تو میری ذات سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

آشا بیلا نے عاجزی سے کہا "جے جوالا! مجھ سے جو غلطی ہوئی اس کی مجھے اتنی بڑی سزا نہیں چاہیے۔ آخر میں کب تک تمہیں دس ہزار ڈالر ادا کرتی رہوں گی۔ میں ایسی دولت مند نہیں ہوں جیسا تم سمجھ رہے ہو۔ دولت میرے خاوند کے پاس رہتی ہے اور اسے حاصل کرنا میرے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "ہر عورت جو میرے شکنجے میں آتی ہے وہ یہی رونا روتی ہے کہ دولت اس کے پاس نہیں، اس کے پتی یا پتا کے پاس رہتی ہے۔ بہرحال میں یہ ڈھکوسلے سننے کا عادی نہیں ہوں۔"

آشا بیلا بڑی دیر تک عاجزی کرتی رہی اسے سمجھاتی رہی کہ کچھ اور رقم لے کر ان تصویروں کے نیگیٹو اور اصل کیسٹ واپس کردے لیکن وہ راضی نہیں ہوا۔ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا "میرا وقت برباد نہ کرو۔ اب یہاں سے جاؤ۔ آئندہ میں تمہیں بتادوں گا کہ کب اور کہاں ملنا ہے۔"

وہ سر جھکا کر مایوسی سے واپس جانے لگی لیکن اس کے اندر لاوا پک رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کس طرح جے جوالا سے وہ سارے ثبوت چھین لے اور اگر نہ چھین سکے تو اسے ایسا نقصان پہنچائے کہ وہ ساری زندگی اسے یاد کرتا رہے۔ اس کوٹھی سے باہر نکلتے وقت اس نے دیکھا کہ وہ بارہ برس کی لڑکی باغیچے میں کھیل رہی تھی۔ تب اس کے دماغ میں بجلی سی کوندی۔ ایک خیال آیا کہ اسے اغوا کیا جاسکتا ہے اور اسے اپنے قابو میں رکھ کر اس کے باپ کو بلیک میل کیا جاسکتا ہے۔ یہ جے جوالا مجھے بلیک میل کر رہا ہے۔ میں اسے بلیک میل کروں گی۔ دیکھتی ہوں کہ کس کا پلہ بھاری رہتا ہے۔

یہ خیالات اس کے دماغ میں پک رہے تھے۔ وہ جے جوالا کی کوٹھی سے باہر آکر اپنی کار میں بیٹھی۔ پھر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی پریم کمار کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے پریم کمار کو ساری باتیں بتائیں کہ وہ شخص عاجزی خوشامد اور فریاد کرنے سے پگھلنے والا نہیں ہے۔ اسے اینٹ کا جواب پتھر سے دینا ہوگا۔ اور اس کے لیے میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔

پریم کمار نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ کر کہا "تم بہت پریشان نظر آتی ہو۔ بتاؤ کہ وہ کیا تدبیر ہے، میں اس پر عمل کروں گا۔"

اس نے اغوا والی تدبیر بتائی۔ جے جوالا کی بارہ برس کی لڑکی بہت ہی خوبصورت بہت ہی پیاری پیاری سی ہے اور اس کا باپ یقیناً اسے دل و جان سے چاہتا ہوگا۔ لڑکی بھی باپ کو چاہتی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ماں انگلینڈ میں ہے اور وہ باپ کے پاس رہتی ہے۔ میں باپ بیٹی کی محبت پر کاری ضرب لگاؤں گی۔

پریم کمار نے اس کے منصوبے کو بہت پسند کیا۔

پھر انہوں نے اس دن سے اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے اس شہر کے بڑے بڑے بدمعاشوں سے رابطہ قائم کیا اور ایسے بدمعاشوں کا انتخاب کیا جو اغوا کرنے اور قتل کرنے میں خاصے بدنام تھے۔

آشا بیلا نے انہیں منہ مانگی رقم دی پھر اس منصوبے کے مطابق ایک دن انہوں نے اس بچی کو اغوا کر لیا۔ آشا بیلا کے حکم کے مطابق اسے ایک مکان میں لے جا کر رکھا گیا تھا۔ وہ بچی اس مکان میں تنہا تھی اور اس کی نگرانی کرنے کے لیے صرف ایک بدمعاش کی ڈیوٹی لگا دی گئی تھی اور یہ کہا گیا کہ اگر معاملہ طے کرنے میں کافی دن لگ جائیں تو دو شخص باری باری ڈیوٹی دیتے رہیں لیکن بچی کو وہاں تنہا نہ چھوڑا جائے ورنہ وہ ہمارے خلاف چیخنا شور مچانا شروع کر دے گی۔

میں باتھ روم میں کھڑا ہوا آشا بیلا کی سوچ پڑھ رہا تھا اور وہ اپنے بیڈ روم میں الماری کے سامنے کھڑی ہوئی اپنم کو کھول کر پریم کمار کی تصویر کو دیکھتے ہوئے ماضی کی وہ ساری باتیں یاد کر رہی تھی میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "اس بچی کو کس مکان میں رکھا گیا ہے؟"

آشا بیلا اپنی سوچ کے مطابق غور کرنے لگی۔ پوری توجہ سے سوچنے لگی کہ اس نے بچی کو کس مکان میں رکھا ہے۔ اس کے ساتھ بڑی مشکل یہی ہے کہ وہ بھول جاتی تھی اور جب تک اپنی ڈائری میں محفوظ کی ہوئی یادداشت کو پڑھتی نہیں تھی اس وقت تک اسے کچھ یاد نہیں آتا تھا۔ میں نے سوچا شاید پریم کمار کو اس مکان کا پتہ معلوم ہوگا کیونکہ اس اغوا کی سازش میں وہ بھی اس کا شریک تھا۔ یہ سوچ کر میں نے آشا بیلا کے دماغ میں سوال کیا "پریم کمار کہاں مل سکتا ہے؟ اس کا فون نمبر تو مجھے یاد ہونا چاہیے۔"

وہ پھر ذہن پر زور ڈال کر پریم کمار کا فون نمبر یاد کرنے لگی۔ لیکن نہ تو اسے اپنے عاشق کا فون نمبر یاد آیا نہ ہی اس کا پتہ۔ اس کے ذہن تک اجاگر ہوا۔ آشا بیلا کے دماغ پر یکبارگی کرنا فضول تھا۔ اب یہی صورت تھی کہ اس کے بوڑھے شوہر یا اس ملازم سے پریم کمار کا پتہ ٹھکانہ معلوم کیا جائے۔ بہرحال یہ بعد کی چیز تھی میں پھر آشا بیلا کے ذہن کو کریدنے لگا کیونکہ وہ مسلسل اپنے ماضی کے متعلق سوچے جا رہی تھی۔ اس تسلسل سے اور بھی بہت سی باتیں معلوم کی جا سکتی تھیں۔

اس وقت وہ پریم کمار کی تصویر کو دیکھ رہی تھی اور ہونٹ اس کے چہرے کو اپنی انگلیوں سے سہلا رہی تھی۔ پریم کمار اس کے من مندر کا دیوتا تھا۔ وہ اس کی پوجا کرتی تھی اور پریم کمار بھی اسے دیوانوں کی طرح چاہتا تھا۔ اس وقت یادداشت واپس آنے پر وہ دوراہے پر کھڑی ہو گئی تھی۔ ایک طرف میرا بھی خیال تھا کہ میں اس کے ساتھ موجود ہوں اور وہ میرے پاس بھی اپنا تن من وار چکی ہے اور مجھے بھی اتنا ہی پسند کرتی ہے جتنا کہ پریم کمار کو۔ ایسے دوراہے پر کھڑے ہو کر وہ سوچ رہی تھی کہ کیا کرنا چاہیے؟

فی الحال اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہم دونوں میں سے کون بہتر ہے اور کون اس کے ساتھ سدا رہے گا۔ سدا رہنے کی [illegible] آئی تو خیال آیا کہ میں مسافر ہوں اور کسی دن ساتھ چھوڑ جاؤں گا۔ یہ بات اس کے دل پر پتھر کی طرح لگی کیونکہ کوئی عورت یہ نہیں چاہتی کہ جس کے پاس وہ اپنا سب کچھ ہار چکی ہے وہ بے [illegible] اسے چھوڑ کر چلا جائے۔ اس نے فی الحال یہ فیصلہ کیا کہ ابھی وہ اپنی یادداشت واپس آنے کے سلسلے میں کوئی بات ظاہر نہیں کرے گی اور اس بات کو چھپائے گی کہ وہ پریم کمار سے محبت کرتی رہی ہے۔ کچھ دنوں تک پہلے محبوب کو پہچاننے سے انکار کرتی رہے گی۔

میں اس کے خیالات پڑھ کر مسکرانے لگا۔ پھر میں نے رسٹ واچ دیکھی۔ باتھ روم میں آتے ہوئے بڑی دیر ہو گئی تھی۔ کمرے میں [illegible] پلنگ پر لیٹا ہوا میرا انتظار کر رہا ہوگا۔ وہ کیا سوچے گا کہ آنی دیر تک باتھ روم میں میں کیا کرتا رہا۔ میں نے بوڑھے کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا۔ سو نہیں رہا تھا۔ میں نے اسے خیال خوانی کی لوری سنا کر سلا دیا تاکہ جب وہ بیدار ہو تو اسے صحیح وقت کا اندازہ نہ ہو سکے کہ میں کب باتھ روم میں گیا تھا اور کب باہر آ گیا تھا۔

میں باہر آ کر اسی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ بوڑھا سو رہا تھا۔ میں نے سگریٹ سلگاتے ہوئے ملازم کے دماغ میں جھانک کر کہا "مجھے پریم کمار صاحب کو ٹیلیفون پر بتانا چاہیے کہ مالکن واپس آ گئی ہیں۔" ملازم اسی کمرے کی طرف آ رہا تھا۔ اس سوچ کے ساتھ ہی اس نے راستہ بدل کر ڈرائنگ روم میں گیا۔ پھر ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر پریم کمار کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے پریم کمار کی آواز سنائی دی "ہیلو میں پریم کمار بول رہا ہوں۔ آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں؟"

اس کی آواز سنتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ملازم اسے مالکن کے واپس آنے کی خوشخبری سنا رہا تھا۔ لیکن میں اس کے دماغ میں گڑبڑ... پیدا کر رہا تھا اور اس کے سننے میں فرق پیدا کر رہا تھا۔ وہ ملازم کی آواز نہیں سن پا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "فون پر صحیح آواز نہیں آ رہی ہے۔ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟" پھر میں نے اس کے دماغ میں جھنجھلاہٹ پیدا کی تو اس نے رسیور رکھ دیا۔

اب میں پریم کمار کے ساتھ تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "پتہ نہیں آشا بیلا کے ساتھ جو جوالا نے کیا سلوک کیا ہوگا؟ میرا شک یقین میں بدل رہا ہے کہ شاید اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ اب اس معصوم بچی کا کیا ہوگا؟"

اس کی سوچ نے کہا "پتہ نہیں کیا ہوگا۔ ہم کیا چاہتے تھے؟ کیا ہو گیا۔ وہ بچی بھی پتہ نہیں کہاں لے جا کر رکھی گئی ہے؟"

مجھے بڑا تعجب ہوا۔ آشا بیلا اور پریم کمار کی مشترکہ سازش سے ہی اغوا کی گئی تھی۔ پریم کمار کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ اسے کہاں لے جا کر رکھا گیا ہے؟ اور وہ ادھر یہ سوچ رہا تھا کہ اس جگہ کے متعلق نہیں جانتا ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں یہی سوال کیا "بچی کو جہاں رکھا گیا ہے وہ جگہ تمہیں معلوم ہونی چاہیے۔"

اس کی سوچ نے کہا "مجھے نہیں معلوم ہے۔ جس روز بچی اغوا کی گئی اس روز میں انکم ٹیکس کے معاملات میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔ آشا بیلا میری مصروفیات کو سمجھتی تھی اس لیے سارے معاملات وہی دیکھ رہی تھی اور اسے معلوم تھا کہ بچی کو کہاں لے جا کر رکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں جو دوسرے غنڈے ہمنے کرائے پر حاصل کیے تھے۔ وہ بھی اس جگہ نہیں جانتے تھے کیونکہ اغوا کرنے والا بدمعاش کوئی دوسرا تھا، اور ڈیشور کو قتل کرنے والے کوئی دوسرے تھے۔"

اب یہ راز کھلا کہ ڈیشور کو ان کے ہی کرائے کے قاتلوں نے قتل کیا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "آخر ڈیشور کو قتل کرنے کی ضرورت تھی؟"

پریم کمار کی سوچ نے کہا "وہ کبھی قتل نہ کیا جاتا اور نہ ہی کسی کو مالی نقصان پہنچانے کا ہمارا ارادہ تھا۔ ان قاتلوں کا کہنا ہے کہ کچھ حالات ایسے پیدا ہو گئے تھے۔ وہ ان کی گرفت سے نکل کر جنگل میں بھاگتا ہوا جا رہا تھا اور ایک گشتی گاڑی والوں کو مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ اگر اسے زندہ چھوڑ دیا جاتا تو وہ گشتی گاڑی والوں سے مدد حاصل کر کے ان قاتلوں پر جوابی حملہ کرتا۔ یہ سوچ کر کہ بچی کے اغوا کا راز نہ کھلے انہوں نے اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔"

پریم کمار کی سوچ پڑھ کر مجھے وہ منظر یاد آ گیا جب وہ گشتی گاڑی اور وائرلیس کھول کر ڈیشور کو اپنی طرف بلا رہا تھا اور وہ بے چارہ اپنی زندگی بچانے کے لیے بھاگتا آ رہا تھا۔ پھر گولی کھا کر وہ گشتی گاڑی کے پائدان پر گر پڑا تھا۔ آخری وقت اس نے لفافہ پڑھتے ہوئے مجھ سے التجا آمیز لہجے میں کہا تھا "میری۔ میری بہن..."

اب اس کی بہن کے متعلق پتہ چلا کہ اس کی بہن ژوایزا بیلا تھی۔ آشا بیلا تھی۔ وہ ایک معصوم بچی تھی۔ جو اپنے باپ کی پیک بھنک اور آشا بیلا کے انتقامی جذبے کی بھینٹ چڑھ رہی تھی۔

اس بچی کا نام پومی تھا۔ مجھے اب صرف پومی سے ہمدردی تھی۔ میں نے آشا بیلا، جو جوالا، پریم کمار اور ان سارے لوگوں کو بھول کر صرف پومی تک پہنچنا چاہتا تھا۔ میرا دل کہتا تھا کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔

میں نے پریم کمار کو اس بات پر مائل کیا کہ وہ تمام حالات پر ٹھنڈے دماغ سے غور کرے۔

وہ ابتدا سے سوچنے لگا۔ "جس دن پومی کو اغوا کیا گیا اس دن شام کو آشا بیلا نے مجھے اطلاع دی کہ پومی اغوا کر کے ایک محفوظ مقام پر پہنچا دی گئی ہے۔ جب وہ مجھ سے ملنے آئے گی تو اس مقام کا پتہ بتائے گی۔ پھر اس نے جوالا کو اس بات کی اطلاع دی کہ اس کی بیٹی پومی اس کے قبضے میں ہے۔ اگر وہ اپنی بیٹی کی زندگی چاہتا ہے تو اس کی تمام تصویریں نیگیٹو کے ساتھ اور وہ کیسٹ اسے واپس کر دے ورنہ وہ اپنی بچی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔"

اب جوالا کے لیے لمحۂ فکریہ تھا۔ وہ فون پر آشا بیلا کے سامنے گڑگڑانے لگا۔ آشا بیلا نے کہا "تم میری عزت پر کیچڑ اچھال رہے تھے اس وقت تم پر میری التجاؤں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اب تم سیدھی طرح جلد از جلد وہ تمام ثبوت جو میرے خلاف ہیں میرے پاس لا کر رکھ دو۔ میں انہیں دیکھوں گی پھر انہیں ضائع کروں گی۔ اس کے بعد میں کچھ روز تک اس بات کی صداقت کو سمجھنے کی کوشش کروں گی کہ تم نے میرے خلاف دوسرے ثبوت تو چھپا کر نہیں رکھے ہیں۔ جب مجھے یقین آ جائے گا کہ تم نے سب کچھ میرے حوالے کر دیا ہے تو میں پومی کو تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

دوسری صبح ان کی ملاقات کا وقت مقرر ہو گیا۔ آشا بیلا پریم کمار کے پاس آئی تو پریم کمار نے اس سے پوچھا "پومی کو کہاں رکھا گیا ہے؟"

آشا بیلا ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگی لیکن اسے یاد نہیں آیا۔ وہ بولی "اسے جہاں رکھا گیا ہے وہاں کا پتہ میری ڈائری میں موجود ہے تم گھر آؤ گے تو میں تمہیں وہ پتہ نوٹ کرا دوں گی۔"

پھر وہ دونوں جب جوالا کی کوٹھی میں پہنچے جہاں جوالا نے ان کے سامنے ان تمام تصویروں کے نیگیٹو اور وہ اصل کیسٹ لا کر رکھ دیے۔ آشا بیلا نے انہیں اپنے قبضے میں لینے کے بعد کہا "اب مجھے اپنا وہ اسٹاک دکھاؤ جہاں تم نے دوسرے دولت مندوں کو بلیک میل کرنے کا مواد چھپا رکھا ہے۔"

جوالا نے کہا "آشا بیلا ان کا تعلق تم سے نہیں ہے نہ میرے معاملات ہیں۔ میرا کاروبار ہے۔ تمہیں میرے کاروبار میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔"

"کیوں نہیں کرنا چاہیے۔ تمہارے اس کاروبار نے مجھے تباہ کر کے رکھ دیا ہوتا لیکن میں اپنی چالاکی سے بچ گئی۔ میری طرح دوسری عورتیں بھی کس قدر مجبور ہوں گی اور تمہارے مرنے کی دعائیں مانگتی ہوں گی۔ تو کیوں نہ میں تمہاری زندگی ہی میں انہیں تم سے نجات دلا دوں۔ میں زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتی۔ مجھے اپنا وہ اسٹاک دکھاؤ۔"

جوالا نے اپنی بے بسی ظاہر کرتے ہوئے کہا "میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ میں اپنا کاروباری اسٹاک تمہیں نہیں دکھا سکتا۔ میری

بہت سی مجبوریاں ہیں۔ میں کچھ ایسی معزز ہستیوں کو بھی بلیک میل کرتا ہوں کہ اگر ان کا بلیک میلنگ کا مواد ضائع ہوگیا تو وہ مجھے قانون کے شکنجے میں جکڑ دیں گے۔ وہ ابھی مجبور ہیں۔ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن جب انہیں پتہ چلے گا کہ ان کے مرسے میری بلیک میلنگ کی تلوار ہٹ گئی ہے تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میری بقا اسی میں ہے کہ میں اس اسٹاک کو اپنے پاس محفوظ رکھوں۔"

آشا بیلا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں چوبیس گھنٹے کا وقت دیتی ہوں۔ اس عرصہ میں تمہیں میری بات مان لینی چاہیے۔ نہ ماننے کی صورت میں پومی تمہیں واپس نہیں ملے گی۔"

جے جوالا غصے سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ "میں، میں تم دونوں کو شوٹ کر دوں گا۔"

آشا بیلا نے کہا۔ "ہم تمہارے گھر میں ہیں۔ ہمیں مزید گولی مار دو۔ لیکن کیا پومی مل جائے گی تمہیں؟"

وہ دھمکی دے کر پریم کمار کے ساتھ وہاں سے چلی گئی جے جوالا یقیناً اس فکر میں ہوگا کہ کسی طرح آشا بیلا کے شکنجے سے نکل جائے۔ چوبیس گھنٹے کی مہلت ملی تھی۔ پھر اسی دوران یہ ہوا کہ آشا بیلا اپنے گھر واپس چلی گئی۔ پریم کمار اپنے کاروباری معاملات میں الجھ گیا۔ شام کو اچانک آشا بیلا کے پاس ٹیلی فون کال آئی۔ اس اغوا کرنے والے نے اسے فون کیا تھا۔ "پومی جہاں قید کی گئی ہے وہاں بالکل خیریت سے ہے لیکن یہ لڑکی بہت چالاک ہے۔ ہماری ذرا سی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اس نے اپنے گھڑیالی فون کیا تھا اور کسی کو بتایا تھا کہ وہ کسی ایسے مکان میں قید کر کے رکھی گئی ہے جس کے چاروں طرف جنگلات نظر آتے ہیں۔ اسے کسی طرح یہاں سے نکالا جائے۔"

آشا بیلا یہ اطلاع سن کر پریشان ہوگئی۔ اس نے ان قاتلوں سے رابطہ قائم کیا اور اپنی ڈائری دیکھنے کے بعد انہیں بتایا کہ پہاڑیوں کی طرف جو جنگلات ہیں وہاں اس راستہ کی نگرانی کرتے رہو۔ اگر جے جوالا یا ریٹوریا ان کا کوئی آدمی ادھر کوئی مکان تلاش کرنے کے لیے پہنچے تو انہیں زندہ واپس نہ جانے دو۔ وہ سب قانون کے شکنجے میں آجائیں گے۔

پریم کمار سوچ رہا تھا اور میں سن رہا تھا۔ اس کی سوچ کے مطابق گزشتہ کل جے جوالا ریوالور لے کر اس کے پاس آیا تھا۔ ریوالور بھی بھرا ہوا تھا اور وہ بھی غصے میں بھرا ہوا تھا۔ اس نے پریم کمار سے کہا۔ "تم لوگ بہت ذلیل اور کمینے ہو۔ تم دونوں نے ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں میرے بیٹے اور میری بیوی کو قتل کیا ہے۔"

پریم کمار نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔ تمہارے بیٹے اور بیوی کو کیسے قتل کیا گیا ہے کیوں قتل کیا گیا ہے؟ ہم تو صرف آشا بیلا کا تحفظ چاہتے تھے۔ کسی کو قتل کرانا ہمارا مقصد نہ تھا اور نہ ہی ہم کسی کو جانی نقصان اب بھی پہنچا سکتے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ اپنی جان بچانے کے لیے انجان نہ بنو۔ تم نے کرائے کے قاتلوں کے ذریعے میرے بیٹے ریٹشور کو قتل کرایا ہے اور مکان نمبر چھ میں میں نے آشا بیلا کو ملاقات کے لیے بلایا تھا اور وہاں پہنچ نہ سکا لیکن میری بیوی جو لندن سے آرہی تھی وہ وہاں گئی تھی۔ آشا بیلا نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔"

پریم کمار نے پوچھا۔ "آشا بیلا اسے کیوں ہلاک کرے گی؟ اور تمہاری بیوی اس مکان نمبر چھ میں کیسے گئی تھی جبکہ تمہارے اور آشا بیلا کے سوا اس ملاقات کا اور اس مقام کا ذکر کسی نے نہیں سنا تھا۔"

جے جوالا نے کہا۔ "میری بیوی لندن سے آرہی تھی۔ میں نے ٹیلی فون کے ذریعہ اس سے کہا تھا کہ میں مکان نمبر چھ میں پہنچ نہیں سکوں گا۔ دوسرے معاملات میں الجھا ہوا ہوں۔ تم وہاں مکان نمبر چھ میں جاؤ اور آشا بیلا کے پرس میں ایک چھوٹی سی ڈائری ہے اس ڈائری میں جتنے بھی پتے نوٹ کیے ہوئے ہیں۔ وہ سب یا تو نوٹ کر لو یا آشا بیلا سے وہ ڈائری مانگ کر لے آؤ تاکہ ہم اپنی پوری ٹیم تک پہنچ جائیں۔"

پریم کمار نے اس کے ریوالور کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور تم بھی تک پہنچنے کے لیے یہ ریوالور لے کر آئے ہو کیسی احمقانہ باتیں کر رہے ہو۔ ریوالور جیب میں رکھ لو ورنہ پومی تمہیں کبھی واپس نہیں ملے گی۔"

جے جوالا نے بے بسی سے ریوالور کو دیکھا۔ وہ اپنے بیٹے اور اپنی بیوی کی زندگیاں ہار چکا تھا۔ صرف ایک بیٹی رہ گئی تھی اس کے لیے اگر وہ جوش میں آکر کوئی غلط قدم اٹھاتا تو پومی بھی اس سلسلہ میں قتل ہوتی۔ اس نے ریوالور کو جیب میں رکھ کر کہا۔ "بھگوان کے لیے مجھے میری بیٹی تک پہنچا دو۔"

پریم کمار نے کہا۔ "پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری بیوی مکان نمبر چھ میں کس طرح ہلاک ہوگئی۔ میں آشا بیلا کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں وہ ضدی اور چالاک ہے اور دشمنوں کو دماغی پریشانیوں میں مبتلا کر سکتی ہے لیکن کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم نے مکان نمبر چھ میں کوئی جال بچھایا تھا۔ آشا بیلا کو پھانسنا یا اسے ہلاک کرنا چاہا تھا اسی لیے تو اس کی جگہ تمہاری بیوی ہلاک ہوگئی۔ ضرور تمہاری چال میں کوئی گڑبڑ تھی۔"

جے جوالا نے پوچھا۔ "آشا بیلا کہاں ہے؟ تم نے اسے کہاں چھپا رکھا ہے؟ مجھ سے ملاؤ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی ہر شرط مان لینا چاہتا ہوں۔"

پریم کمار نے کہا۔ "میں نے اسے نہیں چھپایا ہے۔ میں خود پریشان ہوں کہ وہ کل سے کہاں غائب ہوگئی ہے۔ مجھے تم پر شبہ ہے

نے اسے غائب کیا ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ بڑی پریشانی کی بات ہے کہ وہ اچانک کہاں گم ہوگئی ہے؟"

جے جوالا نے کہا۔ "ہم آشا بیلا کو بعد میں بھی تلاش کر لیں گے تم میرے ساتھ پومی کے پاس چلو میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔"

"میں نہیں جانتا کہ پومی کس جگہ رکھی گئی ہے۔ میں نے آشا بیلا سے کہا تھا کہ مجھے اس جگہ کا پتہ بتا دے اور اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی ڈائری لے کر آئے گی لیکن پچھلے تین چار دن سے میں انکم ٹیکس کے معاملات میں بری طرح الجھا ہوا ہوں۔ اس نے کل مکان نمبر چھ کی طرف جاتے ہوئے فون پر کہا تھا کہ وہ پرس کے اندر اپنی ڈائری رکھ کر وہاں جا رہی ہے اور میں بھی وہاں پہنچوں۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ میں مکان نمبر چھ تک پہنچ جاؤں گا لیکن مجھے وقت نہیں ملا۔ مجھے وہاں پہنچنے میں بہت دیر ہوگئی تھی یعنی دو گھنٹے گزر چکے تھے اور اب میں تم سے نہیں چھپاؤں گا کہ محلے والے وہاں جب تمہاری بیوی کی لاش کو دیکھ رہے تھے تو میں بھی وہاں گیا تھا۔ مجھے شبہ تھا کہ آشا بیلا کو ہلاک کیا گیا ہے لیکن اس لاش کو دیکھ کر اطمینان ہوگیا کہ آشا بیلا زندہ ہے اور یہاں چھپی ہوئی ہے۔"

"پولیس والے مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ میرے بیٹے اور میری بیوی کو کس نے قتل کیا ہوگا؟ مجھے کس پر شبہ ہے؟ میں اگر تم دونوں کا نام لے دوں تو ابھی تم جیل کی سلاخوں کے پیچھے نظر آؤ گے۔"

"اور تم ہمارا نام نہیں لے سکو گے۔"

"ہاں ابھی میں مجبور ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ پولیس والوں کے سامنے کبھی تم لوگوں کا نام نہیں لوں گا۔ مجھے میری بیٹی تک پہنچا دو۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ مجھے وہ جگہ معلوم نہیں ہے ورنہ میں ضرور تمہارے ساتھ پہنچ جاتا۔"

جے جوالا نے غصہ اور بے بسی سے اسے دیکھا۔ پھر وہاں سے پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا۔ ان کے درمیان جو دشمنی جاری تھی اور جو بلیک میلنگ اور قتل و غارت گری کا کھیل کھیلا جا رہا تھا۔ اس میں جے جوالا کو زیادہ نقصان پہنچ رہا تھا۔ ایک جوان بیٹا اور ایک بیوی قتل ہو چکی تھی اور اب پومی کی باری تھی۔ مجھے پومی سے بے حد ہمدردی پیدا ہوگئی تھی اور میں کسی نہ کسی طرح اس بچی تک پہنچنا چاہتا تھا۔

میں دماغی طور پر اس بیڈ روم میں حاضر ہوگیا، جہاں آشا بیلا کا بوڑھا شوہر سو رہا تھا۔ میں وہاں سے اٹھ کر کمرے سے باہر آیا۔ پھر ایک کاریڈور سے گزرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ وہاں ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر جے جوالا کے نمبر ڈائل کیے۔ آٹھ گھنٹی کے بعد آخر وہ مل ہی گیا۔ دوسری طرف سے اس کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو میں جے جوالا بول رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "بہت اچھا بولتے ہو ذرا دیر اور بولتے رہو۔"

اس نے غصہ سے کہا۔ "کیا بکواس ہے؟ کون ہو تم؟ کس لیے فون کیا ہے تم نے؟"

میں نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ رابطہ ختم کر دیا لیکن رابطہ ختم نہیں ہوا کیونکہ میں جے جوالا کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے دو چار بار ہیلو ہیلو کہنے کے بعد رسیور کو پٹخ دیا تھا اور کمرے میں ٹہلنے لگا تھا۔ اس کمرے میں کچھ رشتہ دار بیٹھے ہوئے تھے اور ایک پولیس افسر بھی تھا۔ رشتہ دار اس کے بیٹے اور بیوی کا سوگ منانے آئے تھے اور پولیس آفیسر اس کے پیچھے صرف یہ نکتہ لیے پڑا تھا کہ اس کے بیٹے اور بیوی کے قتل ہونے کے بعد اب پومی کی باری ہے جسے اغوا کیا گیا ہے۔ یقیناً جے جوالا کا کوئی ایسا دشمن ہے جس کا نام لیتے ہوئے وہ گھبرا رہا ہے اور قانون کی مدد نہیں کر رہا ہے۔

جے جوالا کو پریشان دیکھ کر پولیس انسپکٹر نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ کس کا فون تھا؟"

وہ جھلا کر بولا۔ "پتہ نہیں کون بدمعاش تھا۔ اس نے فوراً ہی رسیور رکھ دیا تھا۔ میں بہت پریشان ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ سے کون دشمنی کر رہا ہے؟"

انسپکٹر نے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ دشمن کو اچھی طرح جانتے ہیں لیکن آپ کی یا تو کوئی کمزوری ہے یا آپ بہت زیادہ اپنے دشمن سے سہمے ہوئے ہیں کہ اس کا نام ہمارے سامنے لینا نہیں چاہتے۔"

"انسپکٹر آپ جو چاہے سمجھ لیں لیکن میرا دل جانتا ہے کہ اس وقت میری بچی کی جان خطرے میں ہے کسی وقت بھی دشمن اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ مجھے اس کی جان عزیز ہے اس کے لئے میں قانون کو تو کیا اپنے آپ کو بھی دھوکہ دے سکتا ہوں۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں سہما ہوا ہوں تو یہی سہی مگر بھگوان کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دیجئے مجھے تنہائی چاہئے۔"

انسپکٹر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اگر میں خاموش رہوں اور آپ سے تعاون کی درخواست نہ کروں تو بڑے افسروں اور قانون کے حوصلے بڑھیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ بے حد پریشان ہیں اور میں آپ کی پریشانی میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا ہوں اس وقت جا رہا ہوں لیکن پھر آؤں گا۔ آپ اس وقت تک اپنے ذہن کو پرسکون بنانے کی کوشش کریں۔ غصے یا پریشانی سے آپ کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ جے جوالا نے اپنے..... رشتہ داروں کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو، خدا کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دو۔ اس کے رشتے دار بھی وہاں سے اٹھ کر چلے گئے جب وہ تنہا رہ گیا تب میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے یہاں اطمینان

سے بیٹھ کر تنہائی میں یہ سوچنا چاہئے کہ آخر یہ کیسے حالات پیش آرہے ہیں اور مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

وہ آرام سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "پہلے تو مجھے یہ سوچنا چاہئے کہ میں کیوں پریشان ہوں؟ جبکہ میں آشا بیلا کی تمام شرائط پوری کر رہا ہوں۔"

رہ رہ کے ہوئے ہوائی کی طرح تھکے ہوئے انداز میں بولا۔ "ہاں میں آشا بیلا کی تمام شرائط پوری کر رہا ہوں مگر افسوس کہ اب آشا بیلا سے میرا اتنا گہرا تعلق نہیں رہا۔ آشا بیلا سے صرف اتنا تعلق ہے کہ میں اپنے بیٹے اور بیوی کا انتقام اس سے لے سکتا ہوں لیکن اب میری پوی اس کے رحم و کرم پر نہیں ہے۔"

میں اس کی سوچ سن کر چونک گیا۔ میں نے پھر اپنے یقین کے لئے اس کی سوچ میں پوچھا کہ پوی کا تعلق اب کس سے ہے؟

اس کی سوچ نے کہا "آشا بیلا سے اب پوی کا کوئی تعلق نہیں رہا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں؟ کیوں اس سے تعلق نہیں رہا۔"

اس کی سوچ نے کہا "ایک شخص نے مجھے فون کیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ آشا بیلا نے پوی کو اغوا کرنے کے لئے مجھے پانچ ہزار ڈالر کا آفر دیا تھا لہٰذا میں نے پوی کو وہاں سے ٹرانسفر کر دیا ہے اور اپنی ایک ایسی جگہ پہ لے آیا ہوں جہاں آشا بیلا یا تمہارے فرشتے بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اب میں آشا بیلا کا آلہ کار نہیں رہا۔ میں اس سے بغاوت کر رہا ہوں مجھے معلوم ہو چکا ہے جے حوالا کہ تم بہت ہی کروڑ پتی قسم کے آدمی ہو۔ لہٰذا اب میں تم سے براہ راست سودا کر رہا ہوں۔ میں تم سے پچاس لاکھ ڈالر لوں گا پھر تمہاری بیٹی کو واپس کر دوں گا۔"

جے حوالا نے فون پر اس کی یہ مضحکہ خیز اور ظالمانہ سودے بازی دیکھ کر کہا "نہیں تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ میں اتنا دولتمند نہیں ہوں۔ میں پچاس لاکھ ڈالر نہیں دے سکتا۔ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ پچاس لاکھ ڈالر تو کسی ملک کو فوجی امداد دے کر اپنا احسان مند بنایا جا سکتا ہے۔ تم ایسی احمقانہ سودے بازی سے باز آجاؤ۔"

اس فون کرنے والے نے کہا "جے حوالا! میں اچھی طرح معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ اتنے دن میں نے یونہی ضائع نہیں کئے۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم رنگون شہر کے مضافاتی علاقے میں جو ہوٹل قائم کئے ہوئے ہو اور وہاں جو کھیل کھیلتے ہو اور نوجوان جوڑوں کو بلکہ دولت مند لوگوں کو جس طرح پھانستے ہو اور بلیک میل کرتے ہو تو ہر ماہ کم از کم لاکھوں نہیں تو ہزاروں ڈالر کما لیتے ہو۔ اس حساب سے تمہیں کروڑ پتی ہونا چاہئے اور تم کروڑ پتی ہو۔ لہٰذا پچاس لاکھ ڈالر تمہارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ بے وقوف کے بچے! پورا سودا کر تمہارا جوان بیٹا مر چکا ہے۔ تمہاری وہ بیوی جو تم سے لڑ کر لندن چلی گئی تھی کر چکی ہے۔ اب صرف تمہارے لہو کے قطرے میں ایک ننھی سی بچی پوی رہ گئی ہے پچاس لاکھ ڈالر کچھ نہیں ہوتے تمہارے جیسے دولت مندوں اور عیاشوں کے لئے کچھ نہیں ہوتے قبول کر لو ورنہ بچی کی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔"

جے حوالا اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "میرا جوان بیٹا قتل ہو گیا اور بیوی بھی غلط فہمی کا شکار ہو کر موت کے گھاٹ اتار دی گئی۔ میں نے آشا بیلا کے لئے جال پھیلایا تھا۔ اس جال میں میری بیوی پھنس گئی۔ اب لے دے کر میری ایک معصوم بچی پوی رہ گئی ہے۔ میں اس کے لئے اپنی زندگی کی ساری کمائی لٹا سکتا ہوں لیکن مجبوری یہ ہے کہ تو بلیک کی آمدنی ہے وہ دوسرے دھندوں میں پھنسی ہوئی ہے اور بینک اکاؤنٹ میں میرے پاس پچاس لاکھ ڈالر نہیں ہیں پورا انکم ٹیکس والوں سے اپنی آمدنی چھپانے کے لئے کبھی اتنی رقم بینک میں نہیں رکھتا۔ اس لئے میں نے اس اغوا کرنے والے شخص سے چوبیس گھنٹے کی مہلت حاصل کی ہے اور اس چوبیس گھنٹے میں پچاس لاکھ ڈالر حاصل کرنے ہیں اور میں اسی فکر میں مبتلا ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے حساب کرنا چاہئے کہ اس نے جو چوبیس گھنٹے کی مہلت حاصل کی ہے۔ تو اب کتنے گھنٹے باقی رہ گئے ہیں۔"

وہ حساب کرنے لگا۔ حساب کرنے کے بعد اس کی سوچ نے کہا کہ اب بیس گھنٹے باقی رہ گئے ہیں اور اس وقت بنک بند ہو چکا ہے اور اپنے جو دوسرے کاروباری دوست ہیں یعنی ایسے دوست ہیں جن سے کاروباری مراسم ہیں تو اب میں ان سے ملاقات کرنے کے لئے جاؤں گا اور ان سے تھوڑی تھوڑی رقم جمع کر کے پچاس لاکھ ڈالر جمع کروں گا۔ پچاس لاکھ ڈالر کوئی معمولی رقم نہیں ہوتی لیکن پھر بھی میں امید کرتا ہوں کہ بیس گھنٹوں کے اندر میں یہ رقم جمع کر لوں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا "جب اس کی مطلوبہ رقم میرے پاس جمع ہو جائے گی تو کیا میں اسے ٹیلی فون پر کال کر سکوں گا؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا "نہیں۔ میں بھلا کیسے کال کر سکتا ہوں۔ اس نے کہا ہے کہ پورے چوبیس گھنٹے کے بعد یعنی اب سے بیس گھنٹے کے بعد وہ دن کے ایک بجے مجھے کال کرے گا۔ اور میں ہاں یا نہاں میں جواب دوں گا۔ اگر ہاں میں جواب دوں گا تو وہ کوئی ایسی جگہ مقرر کرے گا جہاں میں اس کی مطلوبہ رقم پہنچا سکوں اور وہ میری بیٹی کو مجھے واپس کر سکے۔"

یہ بیٹیاں کیا ہوتی ہیں۔ بہت ہی معصوم، بہت ہی پاکیزہ ہوتی ہیں لیکن عزت پر بن آئے تو پھر ان سے زیادہ خطرناک کوئی نہیں ہوتا۔ پوی اگر چہ بارہ برس کی بچی تھی لیکن جے حوالا کی غیرت کا سوال تھی اور تمام لہو کے رشتے ختم ہو جانے، قتل ہو جانے کے بعد وہی ایک ایسی رہ گئی تھی جس کے لئے وہ اپنی دولت، اپنا ایمان، اپنی جان سب کچھ داؤ پر لگا سکتا تھا۔

یہ تو میں نے سمجھ لیا کہ بازی الٹ گئی ہے پوی آشا بیلا کے ہاتھ سے نکل کر اس اغوا کرنے والے کے ہاتھ میں چلی گئی ہے پھر بھی بہت سے سوال ایسے تھے جو جواب طلب تھے۔ میں نے جے حوالا کے دماغ میں یہ سوال پیدا کیا کہ اس نے اپنی بیوی ایزا بیلا کو جو انگریزوں کی نسل سے تھی اور جس سے اس نے لندن میں شادی کی تھی اور اب اسے لاکر برما میں بسایا تھا۔ جس کے بطن سے رامیشور اور پوی پیدا ہوئے تھے وہ ناراض ہو کر لندن کیوں چلی گئی تھی۔ اور اگر چلی گئی تھی۔ تو وہ ایسے وقت واپس کیوں آئی جبکہ آشا بیلا کو مکان نمبر چھ میں اس سے ملنے کے لئے پہنچنا تھا اور ٹھیک اسی وقت ایزا بیلا بھی وہاں پہنچ رہی تھی۔

جے حوالا کی سوچ نے بتایا کہ اس کے اور ایزا بیلا کے درمیان طلاق ہو گئی تھی جب وہ ناراض ہو کر وہاں سے لندن گئی تو اپنے ساتھ اپنا سامان اور اپنی تصویروں کا البم بھی لے گئی تھی اس کی کوئی تصویر جے حوالا کے پاس نہیں تھی اور تصویر نہ ہونے کے سبب یہ سنگین واقعات پیش آئے تھے۔

جے حوالا سوچ رہا تھا "میں چھپ کر رہنا چاہتا تھا تاکہ پولیس والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ آشا بیلا کو میں نے قتل کیا ہے۔ اس قتل کا منصوبہ بناتے وقت میں نے اپنی ایک ڈمی تیار کی تھی اور اس کو لندن اپنے پاسپورٹ پر روانہ کر دیا تھا۔ تاکہ قانون کے محافظ سمجھیں کہ جے حوالا رنگون میں نہیں تھا بلکہ جس وقت آشا بیلا قتل کی گئی وہ لندن میں موجود تھا جو شخص میرے میک اپ میں لندن گیا تھا میں نے اس کے ذریعے ایزا بیلا تک یہ خبر پہنچائی تھی کہ پوی اغوا کر لی گئی ہے اسے آپس کے اختلافات بھلا کر فوراً رنگون پہنچنا چاہئے وہ رنگون پہنچے گی تو کوئی بھی اسے میری رہائش گاہ تک پہنچائے گا۔ اس سے پہلے جب جے حوالا نے ٹیلی گرام روانہ کیا تھا کہ ایزا بیلا فلاں تاریخ کو رنگون پہنچنے والی ہے۔ جس آلہ کار کو یہ ٹیلی گرام دیا گیا تھا۔ وہ ایزا بیلا کو نہیں جانتا تھا اس نے کہا گیا تھا کہ ایزا بیلا کی ایک تصویر رامیشور کے پاس ہے۔ وہ تصویر لے کر ایزا بیلا کو ایئر پورٹ میں ریسیو کرے۔"

یہ اتفاق ہی تھا کہ ایزا بیلا محض اس سبب سے ہوئی کہ جے حوالا اپنی زوجہ کے استقبال کے لئے ایئر پورٹ نہیں جا سکتا تھا۔ اگر جاتا تو کوئی نہ کوئی چشم دید گواہ پیدا ہو جاتا کہ جے حوالا لندن نہیں گیا تھا بلکہ رنگون میں موجود تھا۔ اسی لئے وہ اپنے گھر کی چہار دیواری میں چھپا ہوا قانون کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا تھا۔

یہ جے حوالا کی سوچیں تھیں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ رامیشور کے پاس ایزا بیلا کی تصویر ہونا چاہئے تھی لیکن اس کی جیب سے آشا بیلا کی تصویر نکلی۔ ایسا کیوں ہوا؟ وہ آشا بیلا کی تصویر لے کر اس جنگل کی طرف کیوں گیا تھا؟ میں بہت دیر تک اس نکتے پر غور کرتا رہا پھر یہی بات سمجھ میں آئی کہ یہ نکتہ زیادہ اہم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے وہ آشا بیلا کی تصویر محض اس لئے لے گیا ہو کہ جب پوی کو... حاصل کر لے گا تو... واپسی میں قانون کے محافظوں کو آشا بیلا کی وہ تصویر دکھا کر اس کے خلاف رپورٹ درج کرائے گا۔ بس یہی بات سمجھ میں آرہی تھی۔

یہ داستان جنگل میں رامیشور کی موت سے شروع ہوئی تھی اور جب آشا بیلا یاد داشت کھو بیٹھی تو یہ داستان بہت زیادہ پُراسرار اور دلچسپ بن گئی تھی۔ اب تمام اسرار کھلتے چلے گئے تھے۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ رامیشور کون تھا اس کی بہن کون ہے؟ اور آشا بیلا کو اپنے لوگ مل چکے تھے۔ لیکن اس داستان کا المناک پہلو یہ تھا کہ معصوم بچی کی زندگی کو خطرے میں ڈال کر یہ لوگ حرص، ہوس اور قتل و غارت گری کا کھیل کھیلا جا رہا تھا۔ وہ سب آپس میں الجھے ہوئے تھے اور ان سے دور بہت دور کہیں وہ معصوم بچی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھی۔

اس بچی کے لئے میرے دل میں عجیب سی کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔ اسے پہلے کسی بھی بچے کے لئے میرے دل میں ایسا لگاؤ پیدا نہیں ہوا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ میری زندگی کے راستے میں کوئی بچہ مجھے کبھی متاثر کرنے کے لئے نہیں آیا تھا۔ اب اگر ایک معصوم بچی مصائب میں گھر چکی ہو اور کوئی پُرسانِ حال نہ ہو کوئی یار و مددگار نہ ہو تو اس سے ہمدردی اور محبت پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ میں نے اپنے آپ کو سمجھایا کہ وہ جہاں بھی ہے کم از کم بیس گھنٹے تک محفوظ ہے۔ بیس گھنٹے کے بعد جے حوالا رقم لے کر جائے گا تو وہ بچی اسے واپس مل جائے گی۔

یہ میں خود کو تسلی دے رہا تھا۔ لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ مقررہ وقت سے پہلے کوئی گڑبڑ ہو جاتی ہے، حالات بدل جاتے ہیں جس کی واپسی کی توقع ہوتی ہے اس کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے ہو سکتا ہے کہ پوی وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرے اور دشمن اسے اپنے پنجوں کی خاطر ہلاک کر دیں۔ کیونکہ پوی کے متعلق یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ذہین ہے، چالاک ہے اگر وہ ایسی نہ ہوتی تو دشمنوں کی نظروں سے بچا کر اور انہیں فریب دے کر اپنے گھر ٹیلی فون نہ کرتی۔

اس کی چالاکی اس کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ جس قدر بھی چالاک ہوگی تو اس کی چالاکی میں بچگانہ پن ضرور ہوگا۔

بہرحال بیس گھنٹے تک تو انتظار کرنا ہی تھا۔ اس سے پہلے وہ انوا کرنے والا جے جوالا سے رابطہ قائم نہ کرتا۔ میں نے جے جوالا کو دیکھا تو وہ رقم کا انتظام کرنے کے لئے گھر سے نکل چکا تھا۔ میں نے آشا بیلا کی خبر لی۔ وہ ڈرائنگ روم کی طرف آہستہ آہستہ جا رہی تھی ملازم نے اسے اطلاع دی تھی کہ پریم کمار ملنے آئے ہیں۔

اس وقت وہ دوراہے پر تھی۔ ایک طرف پریم کمار کی محبت تھی، دوسری طرف وہ میری چاہت میں اپنا تن من وار چکی تھی۔ مجھ سے بھی لگاؤ تھا۔ پریم کمار کے لئے بھی دل و جان سے چاہت باقی تھی اور وہ سوچ رہی تھی کہ دونوں طرف کی محبت کس طرح نبھائے؟ کس کو چھوڑے اور کس کو پکڑے؟ کون اچھا ہے اور کون بہتر ہے؟ وہ تیزی سے سوچ رہی تھی اور فیصلہ کر رہی تھی پھر فیصلہ کر کے وہ.... ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی۔

وہ پریم کمار کو دیکھتے ہی دروازے پر ٹھٹک گئی۔ چونک جانے کی ایکٹنگ کر رہی تھی، یہ ظاہر کر رہی تھی کہ اس نے پریم کمار کو پہچانا نہیں ہے یعنی اس کی یادداشت ابھی تک گم ہے۔ پریم کمار نے اسے مخاطب کرتے ہوئے دونوں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا: "آشا! میری آشا تم کہاں گم ہو گئیں تھیں؟"

آشا بیلا نے فوراً ہی ایک قدم پیچھے ہٹ کر دروازے سے لگ کر پوچھا "تم.... تم کون ہو؟ اس طرح میرے قریب کیوں آ رہے ہو؟"

پریم کمار ٹھٹک گیا۔ حیرانی سے اُسے دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ کیا تم اپنے پریم کو نہیں پہچانتی ہو؟ تمہاری محبت ہوں تم نے جنم جنم ساتھ نبھانے کا وعدہ کیا تھا۔ کیا اتنی جلدی بھول گئیں؟"

ہاں وعدہ کیا تھا اور وعدے نبھائے جاتے ہیں مگر وعدے نبھانے کے دوران ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ وعدہ کرنے والے الجھنوں کا شکار ہو جاتے ہیں آشا بیلا اب بھی پریم کمار کو دل و جان سے چاہتی تھی۔ اس کے ساتھ جینا اور مرنا چاہتی تھی۔ لیکن میں بھی اسے اچھا لگ رہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ یہ بہت ہی غلط بات ہے کہ ایک عورت دو مردوں سے بیک وقت محبت نہیں کر سکتی لیکن اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا، کیوں نہیں کر سکتی؟ کیا ایک مرد دو عورتوں سے چار عورتوں سے اور سیکڑوں عورتوں سے.... محبت نہیں کرتا ہے؟ جب وہ سیکڑوں سے کرتا ہے تو کیا میں دو مردوں سے بیک وقت محبت نہیں کر سکتی۔

وہ باغیانہ انداز میں سوچ رہی تھی۔ اپنے لئے یہ گنجائش پیدا کر رہی تھی کہ وہ دو مردوں کو اپنا سکے اور فی الحال اپنائے رکھنے کے لئے اس نے بہت اچھا ناٹک کھیلنا شروع کیا تھا یعنی اگر وہ ظاہر کر رہی تھی کہ اس کی یادداشت واپس نہیں آئی ہے۔

پریم کمار کے سوالات کرنے پر وہ بتانے لگی کہ اس کے ساتھ پراسرار سنسنی خیز حادثہ پیش آیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے ماضی کو ہی بھول گئی ہے۔ اسے پہلے تو کچھ یاد نہیں آ رہا تھا لیکن جب سے اس کے پیچھے پڑ گئے تو پتہ چلا کہ اس کا نام آشا بیلا ہے اور طارق نامی ایک جوان نے کئی بار دشمنوں سے بچایا ہے۔ پھر وہ صوفے سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی پریم کمار سے کہا: "یہ ہیں مسٹر طارق۔ ان کے بڑے احسانات ہیں۔"

پریم کمار نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا پھر مسکراتے ہوئے "مسٹر طارق! واقعی آپ کے احسانات اتنے ہیں کہ ہم اس کا نہیں چکا سکتے لیکن افسوس کہ آشا بیلا کو یہاں تک پہنچانے کے میری آشا مجھے نہیں مل رہی ہے کیونکہ یہ مجھے نہیں پہچان

میں نے مسکرا کر آشا بیلا کو دیکھا اس نے جلدی سے جھکالیں جیسے اس کی چوری پکڑی جا رہی ہو۔ پھر میں نے کہا یہ اپنی یادداشت کھو چکی ہے میں کوشش کر رہا ہوں کہ یہ سب کو پہچان لے۔ میرا خیال ہے کہ جب میرے یہاں سے جانے وقت آئے گا تو یہ تمہیں بھی پہچان لے گی۔"

پریم کمار نے کہا: "مجھے اپنے آپ پر اعتماد ہے۔ میں اپنی کوساری باتیں یاد دلاؤں گا یہ یقیناً مجھے پہچان لے گی۔"

آشا بیلا نے کہا: "مسٹر آپ کون ہیں؟ اور مجھے کیوں کہہ رہے ہیں؟ میں یہ بے تکلفی بالکل پسند نہیں کرتی۔"

یہ کہہ کر اس نے مجھے مخاطب کیا: "طارق! تم مجھے کہاں آئے ہو؟ بے شک میں نے اس کوٹھی کو پہچان لیا ہے ہوں کہ یہ میری جگہ ہے، یہاں میں رہ چکی ہوں۔ بہت سے بھی جانے پہچانے لگ رہے ہیں وہ بوڑھا مجھے اپنی پتنی اور میرا پتی کہتا ہے۔ میں کبھی اس کو اپنا شوہر تسلیم نہیں کر سکتی طرح تو یہاں میری زندگی برباد ہو جائے گی۔ مجھے یہاں سے میں یہاں اب ٹھہرنا نہیں چاہتی۔"

میں نے کہا: "آشا جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔ ابھی ذہن ابھی اس ماحول کو قبول نہیں کر رہا ہے لیکن اس جگہ تم سے محفوظ رہ سکتی ہو۔ پریم کمار صاحب کی باتوں سے پتہ چلتا ہے تمہیں بہت قریب سے جانتے ہیں اور تمہارے بہت قریب چکے ہیں۔ جیسا کہ اس بوڑھے شوہر ہونے بتایا ہے کہ یہ ان کا کاروبار سنبھالتے ہیں اور ان کے دوست کے

اس تعلق سے بھی تمہیں پریم صاحب کے قریب رہنا چاہئے۔ انہوں کے قریب رہو گی تو اپنوں کو پہچانتی چلی جاؤ گی، دور بھاگو گی تو نہیں بھی اپنی منزل نہیں ملے گی۔"

مجھے ایسی منزل نہیں چاہئے۔ جہاں میں اپنوں کو پہچان نہ سکوں اور جہاں میری الجھنیں بڑھتی چلی جائیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں یہاں رہ کر پاگل ہو جاؤں؟ نہیں میں یہاں نہیں رہوں گی۔ تم پھر بھی اپنی بات منوالینا لیکن اس وقت مجھے یہاں سے لے چلو۔"

"کہاں لے چلوں؟ میں زیادہ سے زیادہ ممی کی کوٹھی تک لے جا سکتا ہوں ورنہ تم دیکھ چکی ہو کہ قدم قدم پر دشمن تمہارا پیچھا کر رہے ہیں۔ کیا تمہیں اپنی زندگی سے پیار نہیں ہے۔"

وہ میرے بازو کو تھام کر بولی "اس وقت تمہاری کوئی نصیحت کوئی مشورہ میری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ میں باہر جا کر دشمنوں کے ہاتھوں مر جانا پسند کروں گی۔ لیکن یہاں اس بوڑھے شوہر کے قریب نہیں رہوں گی، یہ گھر مجھے کاٹنے کو دوڑ رہا ہے۔ اگر تم مجھے نہیں لے جاتے تو میں خود تنہا جا رہی ہوں مجھے دشمنوں کے ہاتھوں مر جانے دو۔"

یہ کہہ کر وہ ڈرائنگ روم کو عبور کرتی ہوئی دوسرے دروازے کو کھول کر باہر جانے لگی۔ میں نے کہا: "ٹھہر جاؤ۔ میں آ رہا ہوں تمہارے ساتھ چلوں گا لیکن ایک شرط ہے۔"

وہ پلٹ کر بولی "میں تمہاری ہر شرط مان لوں گی۔"

میں نے کہا "شام کو میں تمہیں یہاں واپس پہنچا دوں گا۔ یہ تمہارا گھر ہے۔ تمہیں یہاں رہنا چاہئے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ دوسرے دن صبح آ کر پھر تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔"

آشا بیلا نے سر اٹھا کر پریم کمار کو دیکھا۔ اس کا دماغ سوچ رہا تھا: "چلو ٹھیک ہے، مجھے یہ شرط مان لینا چاہئے۔ شام کے بعد میں تو پریم کمار کے قریب رہوں گی لیکن ابھی یہی ظاہر کرتی رہوں گی کہ میں نے اسے پہچانا نہیں ہے۔ اگر میں نے پہچان لیا تو پھر پریم کمار مجھے طارق کے ساتھ جانے نہیں دے گا ابھی یہ مجبور ہے۔ اس طرح مجھے مجبور روک نہیں سکتا۔"

وہ مجھ سے بولی: "ٹھیک ہے مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔ میں یہاں آؤں گی اور اس بوڑھے آدمی کو اور اس نوجوان کو پہچاننے کی کوشش کروں گی۔"

یہ کہہ کر وہ دروازے سے باہر چلی گئی۔ یعنی اس نے باتوں ہی باتوں میں پریم کمار کی ڈھارس بندھا دی کہ وہ شام کو آئے گی اور اس قریب رہے گی۔ خواہ پہچاننے یا نہ پہچاننے۔ میں ڈرائنگ روم سے باہر نکل کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ سامی اس کوٹھی میں نہ جانے کہاں... ٹہل رہی تھی۔ ہمارے باہر نکلتے ہی میرے پاس آ گئی۔ پھر ہم تینوں ممی کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستے میں میں نے جے جوالا کی خبر لی۔ وہ اب تک دو چار سرمایہ داروں سے مل چکا تھا۔ ان میں سے کچھ دوست تھے اور کچھ اس کے شکار تھے۔ جنہیں وہ بلیک میل کرتا رہا تھا۔ شکاروں سے اسے دس دس ہزار روپے ملے۔ باقی سرمایہ دار دوستوں نے اپنی مجبوری کا اظہار کیا۔ کہ فی الحال اُن کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ وہ پانچ دس ہزار کی مدد کر سکیں... یعنی اتنی دیر میں اس نے صرف تیس ہزار روپے جمع کئے تھے۔ کہاں تیس ہزار روپے اور کہاں پچاس لاکھ ڈالر، وہ اس حد تک پریشان تھا کہ اب پاگل ہونا ہی چاہتا تھا۔

ہم ممی کی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں میں نے آشا بیلا سے کہا: "تم بیڈ روم میں چلو میں ابھی آ رہا ہوں۔"

آشا بیلا کے جانے کے بعد میں نے سامی کو گود سے اتار کر ممی سے کہا: "دو گھنٹے کے بعد شام ہونے والی ہے۔ میں آشا بیلا کو اس کے گھر پہنچا دوں گا۔ اس وقت تک آپ جے جوالا کے پاس جائیں اور اس سے کہیں کہ آپ اپنے علم کے ذریعے اس کی پریشانیاں معلوم کریں اور آپ اُس کی مدد کرنا چاہتی ہیں۔"

ممی نے پوچھا "بیٹے! اُسے کیا پریشانی ہے؟"

میں نے مختصراً بتایا کہ جے جوالا کا جوان بیٹا مارا گیا ہے بیوی ہلاک کر دی گئی ہے۔ اور اب اس کی چھوٹی بیٹی پومی کی زندگی خطرے میں ہے ممی نے بڑے دکھ کے ساتھ اس معصوم بچی کا قصہ سنا پھر حقارت سے بولیں: "لعنت ہے ایسے لوگوں پر جو دولت کے لالچ میں اور ایک دوسرے سے انتقام لینے کے جوش میں اندھے ہو کر معصوم بچوں کے دشمن بن جاتے ہیں جے جوالا کو اس کے کئے کی بہت ہی عبرتناک سزا مل رہی ہے لیکن اس بچی کو بچانا ہمارا فرض ہے۔"

میں نے کہا: "اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کے پاس جائیں۔ وہ پچاس لاکھ ڈالر حاصل نہیں کر سکتا۔ اسے آپ سستی دیں کہ آپ اسے صبح تک یہ رقم دے دیں گی۔"

ممی نے حیرانی سے پوچھا: "پچاس لاکھ ڈالر کہاں سے آئیں گے بیٹے؟"

میں مسکرانے لگا۔ میری مسکراہٹ دیکھتے ہی انہوں نے مجھے اپنے متاثر سینے سے لگا لیا۔ پھر بولیں: "میں بھول گئی تھی کہ فرہاد میرا بیٹا ہے اور اس کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔"

ممی! صبح تک کوئی چکر چلانا ہو گا اس بچی تک پہنچنا بہت ضروری ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ جے جوالا اتنی بڑی رقم کا بندوبست

نہ کر کے تو مایوس ہو کر اس اعزا کرنے والے سے اور زیادہ مہلت طلب کرے اور اس طرح بچی کی زندگی خطرے میں پڑ جائے لہٰذا آپ جے جوالا کو امید دلائیں بلکہ یقین دلائیں کہ کل صبح تک اسے ساری رقم مل جائے گی۔"

"اچھا میں جاتی ہوں مگر مجھے جے جوالا کی کوٹھی کا پتہ تو بتاؤ۔"

میں نے آنکھیں بند کیں۔ جے جوالا کے پاس پہنچا۔ وہاں اس کے دماغ میں اس کے گھر کا پتہ چرا کر واپس آ گیا۔ میں نے ممی کو وہ پتہ نوٹ کرایا۔ ممی وہاں سے روانہ ہو گئیں۔ میں آشا بیلا کے پاس بیڈ روم میں آ گیا۔

وہ بے چینی سے ادھر اُدھر ٹہل رہی تھی اور اس مسئلے پر غور کر رہی تھی کہ اسے پریم کمار سے زیادہ محبت ہے یا مجھ سے؟... یہ جو فیصلے کی گھڑی آئی ہے تو اسے کس طرف جھکنا چاہئے کس کا ساتھ ہمیشہ کے لئے پکڑنا چاہئے؟

اس کی ایک سوچ نے سمجھایا "طارق ہمیشہ ساتھ نہیں دے سکتا میں اسے پکڑ کر نہیں رکھ سکوں گی۔ وہ آج ہے اور کل چلا جائے گا... پریم کمار کے ساتھ ہی میری نبھ سکتی ہے۔"

اس کی دوسری سوچ نے کہا "بہتر ہے کہ ابھی ذرا جالا کی سے کام لیا جائے۔ پریم کمار تو اپنا ہی ہے۔ یہاں رہنے والا ہے۔ میں اس سے بعد میں بھی مل سکتی ہوں لیکن یہ طارق جب تک یہاں ہے۔ مجھے اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہئے۔ ورنہ حسرت رہ جائے گی بعد میں تشنگی کا احساس ہو گا۔ کہ جو قیمتی لمحات تھے انہیں میں نے ضائع کر دیا۔

وہ بیڈ روم میں ٹہل رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر رُک گئی۔ پھر تیزی سے میرے پاس آ کر اپنی باہیں میری گردن میں ڈال دیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میں ابھی سے دُور بھاگ رہا ہوں اور وہ مجھے بار بار دوڑ کر اپنی گرفت میں لے رہی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا "کیا بات ہے تم اتنی پریشان کیوں ہو؟"

"میں کیا بتاؤں میں تمہیں ایک پل کے لئے بھی چھوڑنا نہیں چاہتی مگر تم خواہ مخواہ شرط منوا لیتے ہو۔ میں واپس نہیں جاؤں گی۔"

"یہ بُری بات ہے تمہیں اپنی زبان سے نہیں پھرنا چاہئے۔ اگر تم وعدہ کر کے مُکر جاؤ گی تو پھر میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔ میں بھی تمہیں دھوکہ دے سکتا ہوں۔ اس لئے تم مجھے دھوکہ دینا نہ سکھاؤ۔"

وہ چُپ ہو گئی۔ میں نے اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ میری ہتھیلیوں کے گلدان میں اس کی من موہنی صورت پھول کی طرح کھل رہی تھی وہ بلاشبہ اتنی حسین اور ایسی ادائوں سے بھرپور تھی کہ بہت بھلی لگ رہی تھی۔ میں اس سے کترا نہیں سکتا تھا کترانے کی بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ جب اس کا محبوب اسے مل چکا تھا تو مجھے اس کے راستے سے ہٹ جانا چاہئے تھا لیکن یہ وہ مجھے مجبور کر رہی تھی اور راستہ بدلنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔ میں اس کے دعوت نامے کو قبول کیوں نہ کرتا۔ وہ میرے ساتھ کا اور کو قیمتی سمجھتی تھی۔ انمول نہیں سمجھتی تھی اگر اس کے لمحات انمول ہوتے تو شاید میں اسے اس کا کوئی مول نہ دے سکتا۔ لیکن وہ قیمتی سمجھتی تھی نے اس کے ایک ایک لمحے کی قیمت چُکا دی۔

وقت کیسے گزر گیا... پتہ ہی نہ چلا۔ شام ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ بھی اداس ہو گئی۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن میں نے سمجھا بجھا کر باہر گیرج تک لے آیا۔ وہاں سے میں نے گاڑی نکالی۔ پھر ہم دونوں بیٹھ کر اس کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئے۔ ویسے ہونا چاہئے تو اس پر بڑا ظلم ہو رہا تھا۔ میں اسے جوانی کی چھاؤں سے نکال کر بوڑھے شوہر کے سائے میں پہنچانے جا رہا تھا۔

پریم کمار اس کے انتظار میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ میرے ساتھ واپس گئی تو وہ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ شبہ ہو رہا تھا کہ اس کی محبوبہ میری طرف جھک گئی ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ میرے ساتھ کہاں گئی تھی؟ اور پچھلے دو دن سے میرے ساتھ کہاں وقت گزار رہی ہے؟

مجھے شبہات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ آشا بیلا سے جو بھی سوالات کرتا ہے۔ میں آشا بیلا کو وہاں چھوڑ کر وہ میرا صبح آنے کا وعدہ کر کے واپس آ گیا۔ جب میں کوٹھی میں پہنچا تو وہ واپس آ گئی تھیں۔ انہوں نے پوچھا "کیا آشا بیلا کو چھوڑ کر آئے ہو؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور ان سے پوچھا "آپ بتائیں جے جوالا کے ساتھ کیا رہا؟"

جو تم نے کہا وہی رہا۔ پھر وہ مسکرا کر بولیں "تم جے جوالا کو اب بھول جاؤ۔ اگر میں تمہیں پوری تک پہنچا دوں تو کیسا ہے؟"

میں نے انہیں چونک کر دیکھا۔ وہ جلدی سے بولیں "دیکھو میری سوچ نہ پڑھو۔ خود ہی سمجھ کہ میں تمہیں کس طرح پوری تک پہنچا سکتی ہوں؟"

میں نے سر کھجاتے ہوئے ذہن پر زور ڈالا۔ ممی کے پاس ایسا کوئی جادو نہیں تھا کہ مجھے وہ اس سچ تک پہنچا دیتیں۔ اچانک مجھے یاد آ گیا۔ میں نے کہا "ممی! میں سمجھ گیا۔ کیا آپ پوتی کی تصویر لائی ہیں؟"

وہ مسکرا کر سر ہلانے لگیں پھر انہوں نے پرس کھول کر پوتی کی ایک بڑی تصویر نکالی اور میری طرف بڑھا دی۔ میں بہت حیران ہوا۔ اس تصویر کے ذریعے اس سچ تک پہنچ سکتا تھا لیکن میرے ذہن سے یہ بات نکل گئی تھی کہ جے جوالا نے اس کی بیٹی کی تصویر ہال کرنا چاہئے لیکن ممی میرے علم کو سمجھتی تھیں۔ اس لئے انہوں نے تصویر لا کر بہت ہی دانش مندی کا ثبوت دیا تھا۔

میں اس تصویر کو نگاہوں کے سامنے رکھ کر دیکھنے لگا تصویر میں پوتی مسکرا رہی تھی، بہت ہی خوبصورت بچی تھی۔ آنکھوں میں ہوشیاری ذہانت تھی۔ میں اس کی آنکھوں میں اُترنے لگا اُترتے اُترتے اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔

وہ اندھیرے میں تھی۔ اس کے چاروں طرف ایسی گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ اس نظر کو دیکھنے سے ذرا فاصلے پر ایک چھوٹی سی کھڑکی کھلی ہوئی تھی کھلی ہوئی کھڑکی کے اس پار تاروں بھرا آسمان دکھائی دے رہا تھا اور وہ بستر کے پاس بیٹھی بستر کی چادر کو دانتوں سے پھاڑ رہی تھی اس چادر کو کاٹ رہی تھی اور اس چادر کی لمبائی کے حساب سے اس کے ٹکڑے کر رہی تھی۔

مجھے اس کی سوچ نے بتایا کہ اسے ایک ویران سے مکان کی تیسری منزل کے کمرے میں قید کیا گیا ہے اس کمرے میں صرف وہی ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی۔ جسے دن کے وقت بند رکھا گیا تھا... تاکہ جب ایک بدمعاش اسے روٹیاں دینے کے لئے آیا تو پوتی غلطی سے مجھے اس کمرے میں گھٹن سی ہو رہی ہے۔" فار گاڈ سیک اس لڑکی کو تو ذرا سا رکھول دو۔"

روٹیاں لانے والے نے کہا "ابھی نہیں جب اندھیرا چھا جائے تاکہ ہم کھڑکی کھول دیں گے تاکہ اندھیرے میں تمہیں یہ پتہ نہ چلے کہ ہم کہاں قید کئے گئے ہو؟"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا تھا لیکن اندھیرا ہونے کے بعد پھر آیا تھا اس نے اپنے طے کئے کے مطابق وہ کھڑکی کھول دی تھی کھڑکی تیسری منزل پر تھی اور یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ بارہ برس کی بچی بلندی سے چھلانگ لگا کر باہر جائے گی اور فرار ہو جائے گی یہ ناممکن سی بات تھی۔ اگر وہ کھڑکی سے کودنے کی کوشش کرتی تو اپنے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاتی یا پھر زندہ ہی نہ بچتی۔

لیکن میرے اندازے کے مطابق پوری واقعی چالاک نکلی بلکہ بہت ہی چالاک نکلی۔ وہ اندھیرے میں بیٹھی ہوئی چادر کے ٹکڑے کر رہی تھی ان ٹکڑوں کی لمبائی کو ایک دوسرے سے باندھتی جا رہی تھی اس طرح ایک رسی کی شکل بنتی جا رہی تھی۔ وہ چادر لمبائی میں چھ فٹ تھی اس چادر کی لمبائی کے حساب سے اس کے پانچ ٹکڑے کئے گئے تھے۔ اس طرح اس نے ایک رسی تیار کر لی تھی اور اب وہ اسے لے کر کھڑکی کے پاس جا رہی تھی۔

میں دماغ کی اسکرین پر بڑی حیرت آمیز مسرت سے وہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ ممی نے پوچھا "کیا بات ہے بیٹے، تم بڑے خوش نظر آ رہے ہو؟"

"ممی کمال ہو گیا... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ بارہ برس کی لڑکی اتنی زیادہ ذہین اور چالاک ہو گی۔ وہ بستر کی چادر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں رسی کی طرح باندھ کر تین منزلہ عمارت کی ایک کھڑکی سے نیچے اُترنے والی ہے۔ وہ وہاں سے فرار ہونا چاہتی ہے۔"

"واقعی؟" ممی نے حیرانی سے پوچھا "بیٹے اس طرح تو وہ خطرات کو دعوت دے رہی ہے کیا تم یہ نہیں معلوم کر سکتے کہ اس کی نگرانی کرنے والے کہاں ہیں کہیں وہ اسے دیکھ تو نہیں لیں گے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے وہ نگرانی کرنے والے ابھی پوتی کے آس پاس نہیں ہیں اس کے کمرے کے باہر کہیں ہوں گے۔ جب تک پوتی انہیں مخاطب نہ کرے یا وہ جب تک پوتی کو مخاطب نہ کریں۔ اس وقت تک میں ان کے پاس نہیں پہنچ سکتا۔ جب وہ تیسری منزل سے اترے گی تو دیکھا جائے گا۔ کہ کیا ہو سکتا ہے؟ اور مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

یہ کہہ کر میں پھر پوتی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی رسی کا ایک سرا کھڑکی کے ایک پٹ سے باندھ چکی تھی اور دوسرے سرے کو نیچے پھینکنے کے بعد اندھیرے میں دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی کہ وہ سرا کتنی دُور تک اسے نیچے لے جا سکتا ہے؟ اسے اندازہ نہیں تھا کہ تیسری منزل کی اونچائی کیا ہو گی؟ اور جو رسی اس نے بنائی ہے اس کی لمبائی تیسری منزل کے مطابق ہو گی یا نہیں؟

کچھ بھی ہو وہ ایک بچی تھی۔ بڑی عمر کے لوگ بھی ان حالات میں بدحواس ہو جاتے ہیں اور فرار کا کوئی بھی راستہ ملے تو اسے اختیار کرتے ہیں۔ اس نے بھی بغیر سوچے سمجھے اپنے اس منصوبے پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا اور کھڑکی پر چڑھنے کے بعد اب وہ اس رسی کو مضبوطی سے تھام کر آہستہ آہستہ نیچے کی طرف کھسک رہی تھی۔

میں نے اپنے طور پر رسی کی لمبائی کا حساب کیا۔ بستر کی وہ چادر چھ فٹ لمبی تھی۔ پوتی نے اس کی لمبائی کے مطابق پانچ ٹکڑے کئے تھے۔ ان پانچوں ٹکڑوں کو یکے بعد دیگرے باندھنے کے بعد تیس فٹ سے کچھ کم لانبی رسی تیار ہو گئی ہو گی۔ لیکن میں نے وہاں بہت سے مکانات کو دیکھا تھا۔ ان کی چھتیں بہت اونچی ہوتی تھیں میرے اندازے کے مطابق چودہ فٹ یا سولہ فٹ اونچی دیوار کے بعد بہت ہوا کرتی تھی اگر وہ مکان بھی ایسا ہی تھا تو اس رسی کی لمبائی کم پڑ سکتی تھی۔ میں نے پھر حساب کرنا شروع کیا لیکن اسی وقت پوتی دوسری منزل کی کھڑکی تک پہنچ گئی تھی۔ اس کھڑکی سے روشنی

آ رہی تھی۔ اس نے رسّی سے لٹکتے ہوئے کھڑکی کے اندر دیکھا۔ وہاں ایک کمرے میں دو شخص بیٹھے شراب پی رہے تھے اور تاش کھیل رہے تھے۔ پوی نے کھڑکی کی چوکھٹ پر پاؤں ٹیک کر ذرا دم لینا چاہا، کیونکہ اوپر سے بھسکتے ہوئے آنے کے بعد اس کی ننھی ہتھیلیاں جل رہی تھیں۔ پھر اسے کھڑکی سے آنے والی روشنی کی زد میں پہنچنے کے بعد باہر کی تاریکی اور زیادہ گہری لگ رہی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے نیچے بہت دُور تک اندھے کنوئیں کی طرح گہرائی ہے اور وہ گہرائی میں گرتی چلی جا رہی ہے۔

پوی نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ وہ نیچے اندھا دُھند نہیں اُترے گی۔ بلکہ اس کھڑکی کے راستے اس کمرے میں چلی جائے گی۔ جہاں وہ دو بدمعاش بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ یہ اس بچی کا بڑا خطرناک فیصلہ تھا۔ وہ لوگ اسے دیکھتے ہی پھر پکڑ کر تیسری منزل پر لے جاتے لیکن میں نے اس کے فیصلے کی نفی نہیں کی۔ میں نے بھی سوچ لیا کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ یُوں مجھے بھی ان بدمعاشوں کے دماغوں تک پہنچنا تھا۔ اگر وہ پوی کو دیکھ کر اسے مخاطب کرتے تو میرے ہاتھوں اُن کی شامت آ جاتی۔

وہ تیسری منزل کی کھڑکی کی چوکھٹ پر آہستگی سے بیٹھ گئی تھی اور بہت آہستہ آہستہ سانس لے کر ان دو بدمعاشوں کی طرف دیکھ رہی تھی وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے اپنے پتے دیکھ رہے تھے اور چال چلنے پر غور کر رہے تھے۔ پوی نے رسّی کو چھوڑ دیا۔ بڑی آہستگی سے کمرے کے فرش پر پاؤں رکھ کر بیٹھ گئی۔ پھر دونوں ہاتھ اور گھٹنے ٹیک کر آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی اس میز کے نیچے چلی گئی جس پر بیٹھے وہ لوگ تاش کھیل رہے تھے۔ اب وہ دونوں کے پیروں کے درمیان چھپی ہوئی تھی۔

ایک منٹ کے بعد ہی ایک عورت دروازہ کھول کر اس کمرے میں آئی اور اپنی مقامی زبان میں کچھ بولنے لگی۔ پوی کی سوجھ نے بتایا کہ وہ دونوں آدمیوں کو رات کا کھانا کھانے کے لئے کہہ رہی ہے جواباً وہ دونوں انکار کر رہے تھے اسے ٹال رہے تھے کہ تھوڑی دیر بعد کھائیں گے۔ انہیں کھیلنے سے زیادہ دلچسپی تھی۔ وہ بھی مقامی زبان بول رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا اگر یہ اسی طرح مقامی بولی بولتے رہے اور انگریزی زبان سے ناواقف رہے تو میں انہیں فریب نہیں کر سکوں گا اور پوی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گی۔

لیکن جو لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھتے اور جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں تقدیر ان کا ساتھ دیتی رہتی ہے۔ باہر کچھ تیز ہوائیں چل رہی تھیں اور چادر سے بنائی ہوئی وہ رسّی جو تیسری منزل سے لٹک رہی تھی۔ وہ ہوا کی زد میں گھڑی کے پنڈولم کی طرح اِدھر سے اُدھر ہو رہی تھی اور کھڑکی کے سامنے سے گزرتی جا رہی تھی۔ اچانک ہی تاش کھیلنے والے ایک شخص کی نظر کھڑکی کی طرف گئی۔ اس نے چونک کر اپنے ساتھی سے پوچھا۔ "ارے! وہ کیا ہے؟"

میں پوی کی سوچ کے ذریعے ان کی بولی سمجھ رہا تھا۔ دوسرے نے پلٹ کر کھڑکی کی طرف دیکھا پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ہلتے ہوئے کھڑکی کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "یہ تو کپڑے کی رسّی بنائی گئی ہے اور یہ تیسری منزل سے لٹک رہی ہے۔"

دونوں کھڑکی کے پاس آ کر باہر کی طرف جھک گئے۔ وہ رسّی کو تھام کر اوپر کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن باہر تاریکی تھی۔ کچھ بھی اور نیچے بھی، کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر وہ کھڑکی سے پلٹ کر دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "کیا وہ بچی اتنی چالاک ہے کہ فرار کے لئے یہ طریقہ اختیار کرے؟"

دوسرے نے کہا۔ "بیشک وہ چالاک لڑکی ہے اس کی حرکتوں سے پتہ چلتا ہے لیکن ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے ایسی کارروائی کرے گی اور فرار ہو جائے گی۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ ابھی زیادہ دُور نہیں گئی ہوگی۔ ہمیں دوسروں کو بھی اطلاع دینی چاہئے۔"

وہ دونوں دوڑتے ہوئے اس کمرے سے باہر چلے گئے۔ دیر بعد ہی وہاں شور مچ گیا کچھ لوگ دوڑتے ہوئے زینے سے اتر رہے ہیں۔ کچھ اونچی آوازیں بول رہے تھے۔ پوی میز کے نیچے سے نکال کر اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی ـــــ ہلکی ہلکی سی آوازیں اس کے کانوں تک پہنچتی تھیں جس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ لوگ اسے تلاش کرتے ہوئے باہر کی طرف بھاگے جا رہے ہیں کیونکہ وہ سوچ سکتے تھے کہ رسّی سے لٹک کر باہر کی طرف جانے کے بجائے لڑکی مکان کے اندر آ کر چھپ جائے گی۔

وہ دو جواری جو اس کمرے میں بیٹھے تاش کھیل رہے تھے وہ دھوئے سے کہہ سکتے تھے کہ پوی کھڑکی کے راستے ان کے کمرے میں داخل نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ وہ ہوش میں تھے اور ان کی موجودگی میں ایک بچی کی اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ کمرے میں آ کر چھپے۔ اس طرح پہلی منزل کے دروازے پر دو پہرے دار تھے۔ ان کا خیال درست ہو سکتا تھا کہ پوی اس دروازے سے مکان کے اندر نہیں گئی ہے اور پھر وہ کیوں آئے گی؟ بھاگنے والا باہر کا راستہ اختیار کرتا ہے جہاں سے فرار ہوتا ہے وہیں آ کر نہیں چھپتا جبکہ پوی نے الٹا چال چلی تھی اور اس چال کو وہ نہیں سمجھ سکتے تھے۔

وہ میز کے نیچے سے نکل کر بے قدموں چلتی ہوئی دروازے تک پہنچی۔ پہلی منزل سے ہیلو ہیلو کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کہ پوی کے فرار ہونے کی اطلاع پہنچا رہا تھا۔ پوی تھوڑی دیر دروازے کی آڑ میں کھڑی رہی۔ پھر اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ زینے کا کال بند ہو چکی تھی اور کوئی زینہ چڑھتا ہوا اوپر آ رہا تھا۔ وہ دم سادھے اپنی جگہ کھڑی رہی۔

قدموں کی چاپ اب آہستہ آہستہ قریب آتی جا رہی تھی پھر وہ آواز دروازے کے پاس آ کر رُک گئی۔ کوئی وہاں کھڑا ہو کر دروازے کے اندر دُور تک دیکھ رہا تھا۔ پوی اس کے قریب ہی دروازے کے پیچھے دیوار سے ٹیک لگائے سانس روکے کھڑی تھی۔ تھوڑی دیر بعد... آنے والا پلٹ گیا۔ قدموں کی آواز دوسرے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ پھر وہاں باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ اس عورت کو مخاطب کر رہا تھا جو تھوڑی دیر پہلے وہاں آ کر کھانا کھانے کی باتیں کر رہی تھی۔

میں پوی کی سوچ کے ذریعے ان کی باتیں سمجھنے لگا۔ عورت کہہ رہی تھی۔ "پتہ نہیں وہ چھوٹی سی بچی تیسری منزل سے کیسے اتر گئی۔ بڑی دلیر تھی۔"

اس مرد نے کہا۔ "وہ دلیر ہو گی۔ اسے ہونے دو۔ آج اچھا موقع ہے سب کے سب اس کی تلاش میں چلے گئے۔ مجھے پہریداری کے لئے بلکہ اس لئے یہاں چھوڑ دیا ہے کہ باس کا فون ... آئے تو میں اٹینڈ کروں۔"

وہ عورت بولی۔ "تو پھر نیچے جاؤ۔ ٹیلی فون نیچے ہے۔"

"مگر تم اُوپر ہو تم بھی نیچے آ جاؤ۔"

وہ بولی۔ "بکواس مت کرو۔ میں نہیں آؤں گی۔"

ان دونوں کے درمیان کچھ رُومانی مکالمے ہو رہے تھے کچھ زبردستی کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پوی دروازے کے پیچھے سے نکلی دبے قدموں چلتی ہوئی زینے پر پہنچ گئی۔ اور زینے کے ایک ایک دالان پر آہستہ آہستہ قدم جماتی ہوئی نیچے چلنے لگی۔

نیچے سے اوپر چلنے والے شخص نے بیرونی دروازے کو بند کرنے کے بعد اندر سے کنڈی لگا دی تھی۔ وہ کنڈی دروازے کے عین بیچ میں تھی جسے پوی نے آہستگی سے اور بڑی آسانی سے کھول لیا۔ پھر اس نے دروازے کو ذرا کھول کر باہر کی طرف دیکھا۔ باہر تاریکی اور گہرا سناٹا تھا۔ نہ کوئی نظر آ رہا تھا اور نہ کسی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ باہر آ گئی پھر اس نے اس دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔

میرا خیال خوانی کا سلسلہ تھوڑی دیر کے لئے منقطع ہو گیا کیونکہ پوی نے مجھے مخاطب کیا تھا۔ "بیٹے کیا ہو رہا ہے؟ کچھ مجھے بھی بتاؤ؟ میں بچی کے لئے پریشان ہوں۔"

"ممی! اس کے لئے پریشان ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے دوسروں کو پریشان کر رہی ہے۔ اس وقت اُس مکان سے نکل آئی ہے۔"

ممی نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا واقعی وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی ہے؟"

"ہاں! وہ صرف ذہین اور چالاک ہی نہیں بلکہ بڑی حوصلے اور اعتماد والی ہے۔ اسے اپنے آپ پر اس قدر بھروسہ ہے کہ کوئی بھی قدم ایک ذرا سے فیصلے کے بعد اٹھاتی ہے اور اس پر عمل کرتی چلی جاتی ہے۔"

"خداوند یسوع اس کی حفاظت کرے گا۔ بیٹے! تم اس کے ساتھ رہو۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔ پوی کی تصویر کے علاوہ اس کی تاریخ پیدائش اور خاندانی شجرہ لکھ کر لائی ہوں۔ اب میں اُس کی تقدیر کے حالات معلوم کروں گی۔ جب وہ خیریت سے کہیں پہنچ جائے یا تم اسے یہاں تک خیال خوانی کے ذریعے لا سکو تو پھر مجھے اطلاع دینا۔"

وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ میں پوی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ تاریکی میں ایک طرف بھاگی جا رہی تھی۔ پتہ نہیں کس سمت جا رہی تھی؟ میں اس کی رہنمائی نہیں کر سکتا تھا۔ صرف نگرانی کر سکتا تھا... کیونکہ میں اس جگہ سے بالکل ہی ناواقف تھا۔ اس کی سوچ سے پتہ چل رہا تھا کہ اب وہ دھان کے کھیت سے گزر رہی ہے۔

فصلیں پکی ہوئی تھیں۔ دھان کے خوشے اس کے قد سے اونچائی تک تھے۔ اور وہ اُن کے درمیان چھپتی ہوئی جا رہی تھی حالانکہ یوں بھی تاریکی تھی۔ کوئی اسے دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن وہ دلیر ہونے کے باوجود ذرا سہمی ہوئی تھی۔ ہر طرح سے محتاط رہنا چاہتی تھی۔ کہ کوئی اسے دیکھ نہ لے اسی لئے وہ کھیتوں سے ہو کر گزر رہی تھی۔

وہ دس منٹ تک کبھی دوڑتی رہی اور کبھی تیزی سے چلتی رہی۔ پھر اچانک ہی ٹھٹھک کر کھڑی ہو گئی۔ دُور کہیں ٹارچ کی روشنی لہرا رہی تھی۔ جس کھیت سے وہ گزر رہی تھی۔ اس کھیت کے کنارے دُور کہیں کوئی کھڑا ہوا ٹارچ کی روشنی اِدھر سے اُدھر پھینک رہا تھا۔

وہ بالکل ساکت ہو گئی تھی۔ اتنی دیر دوڑتے رہنے کی وجہ سے وہ ہانپ رہی تھی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ آنکھیں دہشت سے پھیلی ہوئی تھیں اور وہ تاریکی میں اِدھر سے اُدھر گھور رہی تھی دیکھ رہی تھی اور یوں سہم رہی تھی جیسے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے کوئی پہنچنے ہی والا ہے۔

میں نے اس کی سوچ میں اسے حوصلہ دیا۔ "میں دلیر ہوں میں مر سکتی ہوں مگر کسی سے ڈر نہیں سکتی۔ مجھے اسی حوصلے سے کام لینا چاہئے۔ جس حوصلے سے میں دشمنوں کو بے وقوف بنا کر یہاں تک بھاگتی ہوئی آئی ہوں۔ اب مجھے یہ دیکھنا چاہئے کہ روشنی کس سمت

سے آرہی ہے۔"

وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد پھر ٹارچ کی روشنی دکھائی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ روشنی کدھر سے ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں مشورہ دیا: "جدھر روشنی ہے۔ اس طرف مجھے نہیں جانا چاہئے۔ اس کے دوسری سمت مجھے آگے بڑھتے رہنا چاہئے۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق دوسری سمت آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔ کیونکہ تیزی سے بڑھنے کے دوران دھان کے پودے ایک دوسرے سے ٹکراتے تھے۔ اور رات کے سناٹے میں شور مچاتے تھے اس لئے وہ بہت محتاط ہو کر ٹھہر ٹھہر کر آگے بڑھ رہی تھی۔ اب میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا کہ وہ دشمنوں کے سامنے جائے اور اس کے ذریعے میں دشمنوں کے مراکز تک پہنچ جاؤں۔ ایسا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہ لوگ مقامی زبان بول رہے تھے اور میں خیال خوانی کے زعم میں اسے کسی مصیبت میں گرفتار نہیں کرانا چاہتا تھا۔

وہ بچی جن حالات سے گزر رہی تھی ان حالات میں اکثر بڑی عمر کے لوگ ہمت ہار جاتے ہیں۔ وہ بالکل تنہا ہے یار و مددگار حتیٰ اس کے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ بھاگنے کے لئے کوئی راستہ بھی سجھائی نہیں دیتا تھا۔ ہر طرف دشمنوں کا خوف تھا۔ تاریکی میں یوں لگتا تھا جیسے موت کا ہاتھ کسی طرف سے بھی بڑھنے والا ہے ایسے حالات میں وہ بڑے صبر و تحمل سے اور بڑے حوصلے سے آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی۔ مٹی کے چھوٹے بڑے ڈھیلے اس کے پاؤں تلے آ کر ٹوٹ رہے تھے اور اس کے ننھے سے پیروں میں چبھ رہے تھے۔ دھان کے خوشے اس کے نازک بدن سے لگ کر خراشیں ڈال رہے تھے۔ اس کے بال بکھر گئے تھے۔ چہرے پر عجیب سی سختی آ گئی تھی جیسے اس نے سمجھ لیا تھا کہ جب ہی مرنا ہے تو پھر جینے کے لئے جدوجہد کیوں نہ کی جائے۔

مجھے یاد آیا کہ اسے تین دن پہلے اس کا بڑا بھائی رامیشور بھی اسی طرح جنگلوں میں بھٹک رہا تھا اپنی زندگی کی خاطر موت سے پیچھا چھڑاتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ اپنی بہن کے تحفظ کے لئے اور دشمنوں سے بہن کو واپس لانے کے لئے وہ جان کے لئے کدھر کدھر بھاگتا ہوا میری نظروں کے سامنے آ گیا تھا اور میری پناہ میں آنا چاہتا تھا لیکن انسوں کہ موت نے اسے نگل لیا۔ اب اس کی ننھی سی بہن پوی کی باری تھی اور وہ بھی اسی طرح زندگی کی خاطر موت سے پیچھا چھڑاتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔

میں اس بچی کے ساتھ لگا رہا۔ اب میرا سونا جاگنا، میرا آرام اور میری تمنائیں اس بچی کے لئے وقف تھیں۔ جب تک وہ اپنی منزل تک نہ پہنچ جاتی یا کسی اچھی پناہ گاہ تک پہنچ کر تھوڑی دیر کے لئے محفوظ نہ ہو جاتی۔ اس وقت تک میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا تھا ایک گھنٹے کے بعد می ڈرائنگ روم میں آئیں پھر مجھے خیال خوانی میں مصروف دیکھ کر واپس جانا چاہتی تھیں۔ میں انہیں دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "رک کر بولیں لا کیا خبر ہے؟ بچی خیریت سے ہے نا؟ میرا دل یہی کہہ رہا ہے۔"

"آپ کا علم کیا کہہ رہا ہے ممی؟"

"ابھی میں اسٹڈی کر رہی ہوں۔ اس کے متعلق اور مہتاب میں بھی بڑی دلچسپ باتیں مجھے معلوم ہو رہی ہیں ــــ تم اس بچی کو کسی جگہ بخیریت پہنچا کر میرے پاس آنا میں تمہیں بہت باتیں بتاؤں گی۔ جب تک تم نہیں آؤ گے میں جاگتی رہوں گی۔ ساتھ ہی کھانا کھائیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ چلی گئیں میں پھر پوی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ تھکن سے نڈھال ہو رہی تھی۔ اس کے پاؤں ڈھل رہے تھے۔ وہ گرنے لڑکھڑا رہی تھی۔ اب وہ تمام کھیت گزر چکے تھے۔ وہ کسی طرف والی کچی سڑک پر پہنچ گئی تھی۔ اور سڑک کے کنارے آہستہ آہستہ ڈگمگاتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔

اس وقت اس کی اور میری ایک ہی تمنا تھی کہ کسی طرح کوئی ایک گاڑی وہاں سے گزرے اور اسے لفٹ مل جائے حالانکہ کچی سڑک پر کسی کار وغیرہ کے گزرنے کے امکانات کم تھے۔ اس کا عمر کا حساب کیا جائے تو اس کی جدوجہد بڑی تھکا دینے والی تھی۔ کافی دیر تک ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا اس کے دماغ میں جھانکتا رہا پھر بہت دور سے ایک گاڑی کی آواز سنائی دی لیکن وہ موٹر کار نہیں کوئی گھوڑا گاڑی تھی یہ آواز سنتے ہی پوی کے اندر جیسے پھر توانائی آ گئی۔ وہ ذرا تیز قدم بڑھاتے ہوئے آواز کی سمت چلنے لگی۔

جس طرح ہمارے ہاں بیل گاڑیاں ہوتی ہیں اسی طرح ایسی ہی گاڑی کو گھوڑے یا خچر کھینچتے ہیں۔ ایسی ہی ایک گھوڑا گاڑی اس کچے راستے پر چلی آ رہی تھی۔ گاڑی والے نے ٹارچ کی روشنی پوی کی طرف پھینکی۔ پھر اتنی رات کو اس اندھیرے میں ایک بچی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے گھوڑے کو لگام دی۔ اور گاڑی کو روکتے ہوئے دور ہی سے پوچھا: "اے تم کون ہو؟"

"میں پوی ہوں۔ ایک مصیبت زدہ لڑکی ہوں۔ مجھے بچا لو۔ میں تمہارے پاس آ رہی ہوں۔ مجھے اس گاڑی میں شہر تک پہنچا دو۔"

وہ دونوں مقامی زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ پوی کی آواز نے بتایا کہ وہ گاڑی والا سہما ہوا ہے۔ وہ اس سے پوچھ رہا تھا: "سچ سچ بتاؤ۔ انسان ہو یا چڑیل؟"

پوی نے چیخ کر کہا: "تم آدمی ہو یا اُلو؟ کیا میں تمہیں نظر نہیں آ رہی ہوں؟"

"نہیں۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ چڑیلیں انسانوں کا

بھیس بنا کر آتی ہیں اور رات کو راہ گیروں کا راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ میں گاڑی نہیں روکوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے گھوڑے کو ایک زور کی چابک رسید کی۔ گھوڑا ہنہنا کر تیزی سے بھاگنے لگا۔ پوی کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے کیسے روکے؟ اچانک اس نے اپنے پیروں کے پاس پڑے ہوئے ایک پتھر اٹھا لیا۔ وہ گاڑی تیزی سے دوڑتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھی اور اس کے قریب سے گزر جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت پوی نے کھینچ کر اسے پتھر مارا۔ دوسرے ہی لمحے اس کی چیخ سنائی دی۔ اور وہ لڑکھڑاتا ہوا نیچے زمین پر آ گیا۔

گھوڑا بدک گیا تھا۔ وہ بے تحاشہ دوڑتا ہوا اور گاڑی کو گھسیٹتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ پوی اس گاڑی والے کی طرف بڑھنے لگی وہ زمین پر پڑا ہوا تھا اور اب کچی سڑک پر گھسٹتا ہوا اور پیچھے کی طرف ہٹتا ہوا سہمے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا: "م... مجھے معاف کر دو۔ میں نے تمہاری بات نہیں مانی۔ دیکھو چڑیل صاحبہ! مجھے جان سے نہ مارنا۔ میری گاڑی اور گھوڑا دونوں لے لو، سب تمہارے ہیں مگر میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

پوی نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا: "اے کم بخت! اب تو دوش میں آ جا میں چڑیل نہیں انسان ہوں۔ چڑیلیں پتھر نہیں مارتیں۔ اگر بدبخت پہلے ہی میری بات مان لیتا تو تیرے سر پر چوٹ نہ لگتی۔ اور یوں زمین پر پڑا نہ رہتا۔ اب کیا کیا جائے؟ وہ گھوڑا تو تیری گاڑی لے کر جا چکا ہے تھکن سے میرا برا حال ہے جی چاہتا ہے کہ ایک پتھر اور تیرے سر پر دے ماروں۔"

"نہیں، نہ" وہ بوکھلا کر اپنے سر کو ٹٹولتے ہوئے بولا: "تم نے مجھے پتھر سے مارا تھا۔ میں نے..... میں نے سمجھا چڑیل نے میرے سر پر چپت ماری ہے۔ اس لئے میں خونخوار ہو کر گاڑی سے الٹ گیا تھا۔ تو یہ سچ ہے نا کہ تم نے پتھر مارا ہے؟"

وہ اپنے ہاتھ کو دیکھنے لگا۔ سر سے بہنے والا لہو اس کے ہاتھ میں لگا ہوا تھا۔ اسے یقین آ گیا کہ پتھر سے مارا گیا ہے۔ وہ اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے اپنے کپڑوں کو جھاڑتے ہوئے بولا: "تم اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔"

پوی نے بیزار ہو کر اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اس نے اس کے ہاتھ کو چھو کر دیکھا، پھر اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے کے بعد بولا: "اندھیرے میں تم ٹھیک طرح نظر تو نہیں آ رہی ہو لیکن مجھے یقین ہو چلا ہے کہ تم انسان کی بچی ہو۔"

پوی نے کہا: "اب تم انسان کے بچے بن جاؤ اور مجھے اپنے کاندھے پر بٹھا کر لے چلو۔ میں اتنی تھک گئی ہوں کہ اب ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتی۔ وہ گاڑی ہوتی تو کتنا آرام ملتا۔ تمہاری حماقتوں کی وجہ سے وہ گھوڑا کہیں بھاگ گیا ہے۔"

اُس نے کہا: "فکر نہ کرو۔ میرا گھوڑا میرے اشارے پر چلتا ہے وہ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا۔ دیکھو میں ابھی بلاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے منہ میں دو انگلیاں ڈال کر زور کی سیٹی بجائی رات کے سناٹے میں اس کی سیٹی کی آواز بہت دور تک لہراتی چلی گئی یہ عمل اس نے دو تین بار کیا۔ تھوڑی دیر بعد گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز آئی۔ گاڑی اُن کی طرف واپس آ رہی تھی۔ پوی نے اس سے کہا: "اب تم مجھے اس گاڑی میں بٹھا کر رنگون پہنچا دو۔"

"رنگون؟" اس نے تعجب سے پوچھا: "تم رنگون جانا چاہتی ہو۔ پھر تو تمہیں کسی کارمیں یا ریل گاڑی میں یا ہوائی جہاز میں بیٹھ کر جانا چاہئے۔ وہ شہر یہاں سے پچاس میل دور ہے۔ تم کہاں سے بھٹکتی ہوئی آ رہی ہو؟"

پوی سوچ میں پڑ گئی۔ کہ وہ اتنی دور کیسے آ گئی ہے؟ سوچنے سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ اسے جس مکان میں لا کر قید کیا گیا تھا۔ وہ پہلے ہی رنگون سے تقریباً پچاس میل دور تھا اور وہ اس مکان سے فرار ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ آدھ میل یا ایک میل تک چلتی ہوئی اس سڑک پر پہنچی ہوگی بہرحال گاڑی واپس آ گئی اور وہ گاڑی والے کے ساتھ اس پر سوار ہو گئی۔ اس نے کہا: "مجھے بھوک لگی ہے۔"

گاڑی والے نے کہا: "یہاں ایک ٹوکری میں کھانا بندھا ہوا رکھا ہے کھول کر کھا لو۔"

یہ کہہ کر اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ پھر کہنے لگا: "اس وقت ہم سمندر کے قریبی علاقے میں ہیں۔ میرا گاؤں سمندر کے ساحل پر ہے میں اسی طرف جا رہا ہوں۔ ہم تقریباً دو گھنٹے بعد وہاں پہنچ جائیں گے تم کھانا کھا کر آرام سے لیٹ جاؤ۔ وہاں پہنچنے کے بعد دیکھا جائے گا کہ تمہیں رنگون شہر کس طرح پہنچایا جا سکتا ہے۔"

پوی نے ایک کٹھری کھول کر کھانا نکال رہی تھی۔ مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب وہ بھوکی نہیں رہے گی اور دشمنوں سے اتنا خطرہ بھی نہیں رہے گا۔ وہ کسی کی پناہ میں آ گئی ہے۔ اور دشمنوں سے دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ یہ سوچ کر میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پھر می کے کمرے میں پہنچ گیا۔

وہ اپنی خواب گاہ کے قالین پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے سامنے تاش کے پتے یہاں سے وہاں تک پھیلے ہوئے تھے۔ بہت سے کاغذ بکھرے ہوئے تھے اور کچھ اِدھر اُدھر اڑ رہے تھے۔ لوپر ڈیسک پر بھی ایک کاغذ تھا جس پر میرا زائچہ بنا ہوا تھا۔ ان کے سامنے پوی کی ایک تصویر رکھی ہوئی تھی اور وہ اپنے علوم میں ڈوبی ہوئی حساب کتاب میں مصروف تھیں۔

"ہیلو می! آپ کی مصروفیات کے دوران مجھے مداخلت پر

کرنا چاہیئے لیکن آپکی سوچ بتا رہی ہے کہ آپ میری منتظر ہیں۔"

انہوں نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا پھر مسکرا کر بولیں: "بیٹے بڑی دلچسپ معلومات حاصل ہو رہی ہیں جی تو نہیں چاہتا کہ یہاں سے اٹھوں مگر بھوک لگ رہی ہے۔ تم بھی بھوکے ہو جاؤ علاوہ ازیں سے کھانا نکالنے کے لئے کہو میں ابھی آتی ہوں۔"

میں ان کے حکم کی تعمیل کے لئے کچن کی طرف چلا گیا۔ علاوہ میرا حکم سن کر کھانا گرم کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد جب کھانا میز پر لگایا جا رہا تھا تو ممی وہاں پہنچ گئیں۔ ہم دونوں میز کے اطراف آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا: "تمہارے اور پوپی کے تاثرات ایک دوسرے پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ پوپی کے آگے خطرات کا ایک لمبا سلسلہ ہے یوں دکھائی دے رہا ہے کہ وہ اگر ایک خطرے سے نکل گئی تو دوسرے میں الجھ جائے گی اور ان خطرات سے بچتے رہنے کا انحصار تمہارے تاثرات پر ہے۔ تم اس کی مدد کرتے رہو گے لیکن تمہاری ذرا سی غفلت اس بچی کی موت کا سبب بن سکتی ہے۔"

میں نے کہا: "اگر ایسی بات ہے ممی! تو میں اس کی طرف سے غافل نہیں رہوں گا۔ ابھی میں اس لئے مطمئن ہو گیا ہوں کہ وہ ایک پرانے ممی دیہاتی کے ساتھ اس کی گھوڑا گاڑی میں سفر کر رہی ہے اور اس کے آس پاس مجھے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا۔ احتیاطاً میں پھر دیکھ لیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے پوپی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ روٹیاں کھانے کے بعد آرام سے گاڑی میں لیٹ گئی تھی۔ اور اب آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں وہاں سے واپس آ کر ممی سے بولا: "وہ خیریت سے ہے۔ اب آپ آگے بڑھیں۔"

وہ بولنے لگیں: "جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے تم اس کی مدد کرتے رہو گے لیکن تمہارے لئے یہ بات دلچسپی کا باعث ہو گی کہ وہ ننھی سی بچی تمہارے کسی کام آئے گی۔"

"وہ بھلا میرے کیا کام آ سکتی ہے؟ کچھ اپنے علم سے مجھے بتائیں!"

انہوں نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "میں کسی کام کی نوعیت نہیں بتا سکتی اور نہ ہی یہ جانتی ہوں کہ وہ کس طرح تمہارے کام آئے گی ہاں البتہ تاش کے پتے کہہ رہے ہیں کہ تم کسی عورت کو بے انتہا چاہتے ہو اور وہ بھی تمہارے ساتھ ایک عرصے تک رہی ہے نظامِ وقتی طور پر تمہارا اس کا ساتھ چھوٹ گیا اور حالات کچھ ایسے پیش آئے کہ دائمی جدائی کا یقین ہو گیا لیکن وہ صدائی عارضی تھی اور وہ ہستی جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تمہاری طرف لوٹنے والی ہے۔ تاش کے پتوں کو دیکھنے اور پڑھنے کے بعد میں پھر پوپی کے ذہنیے کی طرف آئی۔

تو پتہ چلا کہ وہ ایسی جگہ پہنچنے والی ہے، جہاں تم پہلے تھے یا پہنچنے والے ہو۔ اس جگہ تمہارا کوئی دوست یا کوئی رشتہ دار وہاں تھا۔ اور وہیں پوپی کا اور تمہارا شاید پہلی بار سامنا ہو گا۔"

ممی کی باتیں سن کر ہی میرا ذہن فوراً ہی سونیا کی طرف گیا تھا۔ ایک بے اختیاری جذبہ اور بے اختیاری خیال تھا جو اپنی بچھڑی ہوئی محبت کی طرف خود بخود گیا تھا۔ بے شک میں اسے بہت چاہتا تھا اور وہی ایک ایسی ہستی تھی جو میرے ساتھ بڑے بڑے مصائب میں رہی۔ اس نے میرا بڑا ساتھ دیا اور وہی ایک ایسی ہے جس کی جدائی میں دائمی بھوگ رہا تھا۔ ممی کے الفاظ اسی کو میرے تصور میں پیش کر رہے تھے۔

میں نے ایک لقمہ چباتے ہوئے ممی کی طرف دیکھا! انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا: "کس کے متعلق سوچ رہے ہو۔ پوپی کے بارے میں یا اس ہستی کے بارے میں جس کے متعلق میں اشارے دے رہی ہوں؟ وہ ہستی تمہارے ذہن میں ہو تو مجھے اس کا نام بتاؤ۔"

"سونیا!" میں نے ایک گہری سانس لے کر اس کا نام لیا۔

ممی کھانے کے دوران دل ہی دل میں سونیا کے نام کا اعداد گننے لگیں۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اپنا چہرہ اور اپنی زندگی کے طریقے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ مانی کے تمام دوستوں اور دشمنوں سے حتیٰ کہ مجو باؤں سے رشتہ توڑ لوں گا۔ اور انکی طرف سے بے نیاز ہو جاؤں گا کبھی ان کے دماغ تک بھی نہیں پہنچوں گا۔ لیکن ممی نے جب سونیا کے متعلق اتنے واضح اشارے دیئے تو میرا دل مچل گیا۔ ایک دم سے وہ میرے دل میں آ کر دھڑکنوں کی طرح مچلنے لگی میں سمجھ نہیں سکتا تھا کہ وہ یا یونک مین سے متاثر ہونے کے بعد پھر کیسے واپس میری طرف آئے گی۔ جبکہ میں اس کی مندی طبیعت کو اچھی طرح سمجھتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ مجھ سے مایوس ہو چکی ہے اور ہمیشہ میرے ہر جائی پن سے نالاں رہتی ہے۔

مجھے یوں لگا جیسے اس سے رابطہ قائم کئے صدیاں گزر گئی ہیں اور اب میں اس کے دماغ میں پہنچوں گا تو پتہ نہیں وہ مجھے اپنی لگے گی یا نہیں؟ کیونکہ اس کے مزاج میں بہت ہی برا پن آ گیا تھا میں اس کے دماغ کی طرف پرواز کرنے کے لئے سوچ کے پر تولنا ہی چاہتا تھا کہ ممی نے مجھے مخاطب کیا: "میں نے سونیا کے نام کے اعداد نکالے ہیں۔ اب کھانے کے بعد اطمینان سے کچھ معلومات اس کے متعلق بھی حاصل کروں گی۔ لیکن ابھی تمہارے متعلق ہی کچھ کہنا چاہتی ہوں؟"

میں نے لقمہ چباتے ہوئے کہا: "بہتر ہے کہ آپ میرے ہی بارے میں کچھ بتائیں۔ کیونکہ میں بھی اپنے مستقبل کا حال معلوم کرنے کے لئے عام لوگوں کی طرح بے تاب ہوں۔"

ہر انسان اپنے آگے کی بات معلوم کرنا چاہتا ہے اور پیچھے کی باتیں بھول جانا چاہتا ہے۔ پیچھے خوشگوار یادیں رہ گئی ہوں۔ یا نہیں یاد کر لیتا ہے۔ ورنہ دنیا میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جو سب کچھ بھلا کر صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا آنے والا کل کیا ہو گا۔

وہ پانی کا ایک گھونٹ حلق سے اتارنے کے بعد بولیں: "تمہارا آنے والا کل تمہارا اصلی چہرہ دکھائے گا میرا علم کہتا ہے کہ یہ جو تم نے پلاسٹک سرجری کرائی ہے یہ ہمیشہ نہیں رہے گی۔ ایک وقت آنے والا ہے کہ تمہارا اصلی چہرہ تمہیں واپس مل جائے گا۔"

میں نے تعجب سے پوچھا: "یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ کوئی میک اپ تو نہیں ہے کہ اسے دھو لیا اور اصلی چہرہ ظاہر ہو گیا۔ یہ پلاسٹک سرجری ہے۔"

"میں جانتی ہوں اور پلاسٹک سرجری کے بعد جو چہرہ اس چہرے کے پیچھے مر چکا ہے۔ وہ اصلی چہرہ دوبارہ واپس نہیں مل سکتا لیکن میں کیا کروں۔ میرا علم مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں کہتا۔ یہ کہہ رہا ہے کہ زرداد علی تیمور کا اصلی چہرہ واپس آئے گا تو پھر ضرور آئے گا۔"

میں نے کھانا پینا چھوڑ کر کہا: "ممی! ٹھہریئے۔ ذرا ٹھہر کر بولیئے۔ آپ نے ورطے چونکا دینے والے انکشافات کر دیئے ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کسے سچ مانا جائے۔ کس پر یقین کیا جائے اور کس پر یقین نہ کیا جائے؟ میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مجھے آپ کے علم اور آپ کی صلاحیتوں پر شبہ ہے۔ بے شک آپ درست کہہ رہی ہوں گی مگر پہلے مجھے دل سے یقین کر لینے دیجئے۔ مجھے تو بتائیے کہ پوپی آج یا کل تک کیوں نہیں مل سکتی؟ جبکہ وہ ایک شخص کے ساتھ حفاظت سے رہ کر سفر کر رہی ہے۔ وہ ساحل علاقے تک پہنچے گی تو وہاں کوئی نہ کوئی تو انگریزی جاننے والا ہو گا جب وہ اس سے باتیں کرے گی تو میں اس انگریزی جاننے والے کے ذریعے جہاں تک اسے آنے پر مجبور کر دوں گا۔"

ممی نے کہا: "بے شک تم بہت کچھ کر سکتے ہو مگر کیا انسان جو کچھ سوچتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے؟ تم کیا جانو یا میں کیا جانتی ہوں کہ ابھی کیا کچھ سامنے آنے والا ہے۔ میں نے اتنے علوم پڑھے ہیں مگر ان علوم کے ذریعے مستقبل کے حالات کو اور مستقبل کے چونکا دینے والے واقعات کو سمجھ لینا۔ جان لینا۔ سمجھ لیا ہے لیکن اس سے فائدہ کیا پہنچا ہے؟ کیا سب کچھ جان لینے کے بعد ہم اپنی حفاظت کر سکتے ہیں؟ یا آنے والے مصائب کو ٹال سکتے ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہوتا۔ یہ علم ہمیں بس تماشا ہونا سکھا دیتا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

میں نے کہا: "اچھا آپنے اب تک جتنی پیش گوئیاں کی ہیں ان میں مجھے سونیا سے سب سے زیادہ دلچسپی ہے۔ لہٰذا میں پہلے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ بہت عرصے کے بعد سونیا کا تصور کیا۔ اس کے چہرے کے نقش و نگار دماغ کی اسکرین پر دیکھے۔ اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس کے لب ہلنے کو پکارا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کے پاس پہنچتے ہی میں نے عجیب نظارہ دیکھا۔ وہ سیاہ لباس پہنے ہوئے تھی۔ سر پر سیاہ ہیٹ تھا اور ایک پتلا جالی دار کپڑا نقاب کے طور پر اس کے چہرے پر پڑا ہوا تھا اور وہ ایسے مانی لباس میں قبر کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے آس پاس ادھر ادھر کچھ انگریز دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں فوجی افسر بھی موجود تھے۔ ایک پادری قبر کے سرہانے کھڑا بائبل کھولے کچھ پڑھ رہا تھا۔ جس قبر کے کنارے سونیا کھڑی ہوئی تھی۔ وہ قبر کھلی ہوئی تھی اور اس میں ایک تابوت اتارا جا رہا تھا اور ــــ اس تابوت کے اندر سونیا کی لاش رکھی ہوئی تھی۔

سونیا مر چکی تھی۔ اور قبر کی تہہ میں دفن کی جا رہی تھی۔ اور سونیا ماتمی لباس پہنے اپنی موت پر ماتم کرنے کے لئے اپنی ہی قبر کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔

دُنیا

میں ایسا کوئی نہیں جو مر چکا ہو اور اپنی لاش کو قبر میں اترتے دیکھ رہا ہو۔ ایسا تماشہ سوائے ہی دیکھ سکتی تھی۔ پتہ نہیں وہ کیسی مکاری دکھا رہی تھی اور کیا کھیل کھیل رہی تھی؟ دھیرے دھیرے اس کے دماغ کو پڑھنے کے بعد ہی کچھ معلوم ہو سکتا تھا۔

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ ممی کی جانب دیکھا تو انھوں نے پوچھا: "کیا بات ہے؟ کیا سونیا سے ملاقات ہو گئی ہے؟"

"ہاں ہو گئی۔ وہ قبر میں اتاری جا رہی ہے۔"

ممی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر انہوں نے سر ہلا کر کہا: "نہیں مجھ سے مذاق نہ کرو۔ میرا علم کہتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "یہ بھی درست ہے۔ وہ زندہ ہے اور اس وقت قبرستان میں موجود ہے اور اپنی قبر کے کنارے کھڑی ہوئی اپنے تابوت کو قبر میں اترتا دیکھ رہی ہے۔ اس پاس جتنے لوگ موجود ہیں۔ وہ سب یہی سمجھ رہے ہیں کہ اس تابوت کے اندر سونیا کی لاش رکھی ہوئی ہے۔ یقیناً اس میں کسی کی لاش تو ضرور ہو گی۔ پتہ نہیں وہ بے چاری کون ہو گی۔ یہ عورت بس ایسی ہی مکاریاں دکھاتی رہتی ہے۔"

"تو پھر میرا خیال ہے کہ پہلے اطمینان سے کھانا کھا لو ایک ایک کافی پی لو۔ پھر سونیا کے حالات معلوم کرتے رہنا۔"

"ممی میں نے سوچا تھا کہ اب ماضی کے تمام رشتوں سے دور رہوں گا۔ کبھی کسی کے دماغ میں جھانک کر نہیں دیکھوں گا۔ آپ اپنے

علم کے ذریعے سونیا کے متعلق ایسی پیشین گوئیاں کیں کہ مجھے اس سے دلچسپی لینا پڑی۔ بیشک میں اسے دل و جان سے چاہتا ہوں۔ لیکن اپنی ہر جائی نظرت سمجھنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اگر وہ جمی..... (بابونک مین) سے دلچسپی لے رہی ہے۔ تو مجھے اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے۔ جیسے میں تمام زندگی ساتھ نہیں رکھ سکتا اور اسے کوئی سہارا نہیں دے سکتا۔ اور اس سے کترا تا رہتا ہوں۔ تو پھر مجھے اس کی زندگی سے دُور ہو جانا چاہئے۔"

ممی نے پوچھا "تم اس سے کیوں کتراتے ہو؟ کیا وہ تمہیں پسند نہیں ہے۔ عجیب بات ہے کہ اسے دل و جان سے چاہنے کا دعویٰ بھی کرتے ہو۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "میں اسے چاہتا ہوں لیکن وہ عجب ضدی اور جھگڑالو قسم کی عورت ہے میرے سائے میں کسی دوسری عورت کا وجود برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لئے میں اس سے کتراتا رہا تھا ورنہ اس میں ایسی کوئی خامی یا خرابی نہیں ہے کہ میں اسے پسند نہ کروں۔ اس میں تو خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ زندگی میں ایسے موڑ بھی آئے جب میں بے دست و پا ہو گیا اور وہ میری حفاظت کے لئے میرے ساتھ رہا کرتی تھی۔"

ممی نے لقمہ چباتے ہوئے کہا "علم نجوم کے ماہرین کسی کے سامنے اس کی بُرائیاں پیش نہیں کرتے۔ صرف اس کے مستقبل کی اچھائیاں بیان کرتے ہیں اگر بحالتِ مجبوری کچھ بُرائیاں پیش کرنی پڑ جائیں تو اسے گول مول انداز میں۔ بیان کرتے ہیں لیکن میں تمہارے منہ پر واضح طور سے یہ کہہ دیتی ہوں کہ تم فطرت کے اعتبار سے بہت ہی بے مروّت اور سنگدل ہو۔ تمہارے مزاج میں بہت زیادہ تضاد ہے جتنی سنگدلی ایک طرف ہے اتنی ہی رحم دلی دوسری طرف ہے۔ کسی کو سامنے پا کر اس کے لئے جان دینے کو تیار ہو جاتے ہو۔ اور جب وہ ہستی تم سے دُور ہو جائے تو اسے یکسر بھلا دیتے ہو۔ سونیا کے ساتھ بھی تم نے ایسی ہی حرکت کی ہے۔ بہرحال اچھا ہوا کہ میرا علم تمہیں اس کی طرف واپس لے جا رہا ہے۔"

"ہاں! میں واپس جا رہا ہوں۔ لیکن تھوڑی دیر بعد آپ کے پاس بھی واپس آ جاؤں گا۔ آپ میرے لئے کافی مشکوانیں" یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ دوبارہ سونیا کے پاس پہنچنے سے پہلے میں نے پوپی کی خبر لی۔ وہ آرام سے گہری نیند سو رہی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ یقیناً اسی گھوڑا گاڑی میں سو رہی ہو گی۔ لیکن اتنی دیر گزر چکی تھی۔ مجھے اطمینان کر لینا چاہئے تھا کہ وہ اسی گھوڑا گاڑی والے کی پناہ میں ہے یا کسی دوسری جگہ سو رہی ہے؟ گاڑی والے کی زبان میرے لئے اجنبی تھی۔ اس لئے میں اس کی سوچ کے ذریعے کچھ بھی معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ صرف پوپی کے ذریعے معلوم حاصل ہو سکتی تھیں لیکن وہ آنکھیں بند کئے سو رہی تھی۔ جب تک وہ آنکھیں کھول کر آس پاس نہ دیکھتی اس وقت تک مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکتا۔

انسان بہت زیادہ تھک جانے کے بعد نڈھال ہو کر مُردے کی طرح سو جاتا ہے۔ پوپی بھی مسلسل بھاگتی رہی تھی۔ دشمنوں سے چھٹکارے کے لئے اس نے اپنی تھکن اور پریشانیوں کا خیال ہی نہیں کیا تھا۔ صرف یہی بات اس کے دماغ میں رہی تھی کہ دشمنوں سے محفوظ ہو جانے کے بعد آرام کرے گی اور اب اسے آرام کا موقع ملا۔ تو وہ بھی مُردے کی طرح سو رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو خوابیدہ کر دیا۔ صرف اس کی غفلت کو کم کرنے لگا۔ آہستہ آہستہ اسے کچھ چیتنا کی طرف لے آیا۔ کچی نیند کی حالت میں پوپی نے ادھر اُدھر ہاتھ پیر چلانے کئے۔ تب میں سمجھ گیا۔ کہ وہ اسی گھوڑا گاڑی میں سفر کر رہی ہے۔ پوری کچی نیند کی حالت میں گھوڑے کے ہنہنانے کی اور گاڑی کے پہیوں کے پتھریلی سڑک پر چلنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اُدھر سے مطمئن ہو کر میں نے پوپی کو تھپک کر گہری نیند سُلا دیا۔

چند لمحوں کے بعد میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھے سر جھکائے کھڑی ہوئی تھی۔ قبر کے سرہانے کھڑا زیرِ لب دُعائیہ الفاظ بڑبڑا رہا تھا۔ شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ سونیا خاموش کھڑی ہوئی سوچ رہی تھی۔

وہ قبرستان میں سیکڑوں قبروں کے درمیان کھڑی ہوئی موت کے متعلق نہیں سوچ رہی تھی۔ کیونکہ اس نے موت کو کبھی اہمیت نہیں دی۔ جب بھی وہ اس کی زندگی کے راستے پر آئی تو اس نے اسے شکست دی۔ اس وقت وہ چپ چاپ کھڑی ہوئی اپنی زندگی کا حساب کر رہی تھی "آہ میری بھی کیا زندگی ہے سچ کہتے ہیں دنیا والے کہ انسان اکیلا اس دنیا میں آتا ہے اور اکیلا جاتا ہے۔ کوئی سنگی ساتھی نہیں ہوتا۔ ہوتا بھی ہے تو تھوڑی دیر کی رفاقت اس سے ملتی ہے۔ پھر اس کا فریب اس کا سہارا بھی اس کی خود غرضیاں ہمیں جدائی کے صدمے دے کر تنہا چھوڑ جاتی ہیں آج میں اس بھری دنیا میں اکیلی ہوں۔ چلو اچھا ہے جو ہوا ہوتا اب میں گمنامی کی زندگی گزاروں گی۔"

وہ خود کو اس دنیا میں تنہا کہہ رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس سے جمی (بابونک مین) کا بھی ساتھ چھوٹ گیا ہے۔ اسی لئے وہ ایسی باتیں سوچ رہی تھی۔ میں نے اس بات کی تصدیق کے لئے اس کی سوچ میں ایک سرد آہ بھر کر کہا "آہ جمی ——— جمی!"

اس سوچ کے ساتھ ہی اس کا ذہن جمی کی طرف گیا۔ چشمِ تصور میں جمی کو مُردہ حالت میں دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کا تابوت نظر آیا۔ پھر اس تابوت کو اس کی آنکھوں کے سامنے قبر میں اتار دیا گیا۔ لیکن یہ وہ تابوت نہیں تھا۔ جو اس وقت اس کی نگاہوں کے سامنے قبر میں اتارا گیا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ جمی کی موت کو تقریباً دو ہفتے گزر چکے ہیں۔

کوئی اپنا نہ ہو تب بھی کسی کی موت پر تھوڑا بہت افسوس ضرور ہوتا ہے۔ لیکن جانے کیوں جمی کی موت کی خبر سنی تو بے اختیار میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں نے اپنا تجزیہ کیا۔ تو پتہ چلا میں مطمئن ہوں اور محض اس لئے کہ وہ میرا رقیب تھا۔ میرا نام شکل تھا۔ بہت زیادہ باصلاحیت تھا۔ سونیا کو میرا بدل مل گیا تھا۔ اب وہ فراد کی ڈمی ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی تھی۔ سونیا کا کھونا ٹوٹ گیا تھا۔ میں نے دوسری بار اطمینان کی گہری سانس لی۔

میں نے سونیا کی سوچ میں ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ وہ بڑا ہی سخت جان تھا۔ اور ناقابلِ شکست تھا۔ وہ صرف بھی موت مر سکتا تھا۔ کوئی دشمن اس پر غالب آ کر اسے موت کے گھاٹ نہیں اتار سکتا تھا۔"

میری اس سوچ کے ساتھ ہی سونیا کی پیشانی پر ذرا شکن پڑ گئی۔ وہ سوچنے لگی کہ میں ایسا کیوں سوچ رہی ہوں؟ جبکہ میں پہلے ہی فیصلہ کن انداز میں یہ سمجھ چکی ہوں کہ جمی کو سلویا نون کے ذریعے یا کسی اور سازش کے ذریعے بہت آہستہ آہستہ مارا گیا ہے کیونکہ وہ پُر اسرار طریقے سے بغاوت کر چکا تھا۔ اور جرائم کی زندگی گزارنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ پہلے فراد اور رسونتی کے خوف سے پُر اسرار طریقے پر بڑا مہربان رہا۔ پھر پتہ چلا کہ فراد مر چکا ہے۔

میری موت کی بات سُن کر وہ ایک ذرا چپ ہوئی پھر آپ ہی آپ "اُف" کہہ کر چیخنے لگی "دنیا والے کہتے رہیں کہ وہ مر گیا ہے مگر مجھے یقین نہیں آتا۔ میں ایک عرصہ اس کے ساتھ گزار چکی ہوں میں جمی کی موت کا یقین کر سکتی ہوں مگر فراد کو اپنے سامنے کبھی مرتے دیکھوں تو ایک عرصہ تک مجھے اپنی آنکھوں پر بھی یقین نہیں آئیگا"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "فراد انسان ہے بابونک مین کی طرح کوئی ایسی ڈمی نہیں ہے کہ آدھا انسان اور آدھا مشین ہو۔ جب سارے انسان مر سکتے ہیں۔ وہ ڈمی مر سکتی ہے تو فراد کوئی قیامت تک جینے کا ٹھیکہ لے کر اس دنیا میں نہیں آیا ہے۔"

اس کی سوچ نے کہا "ہاں یہ سچ ہے لیکن میں کیا کروں کہ مجھے یقین نہیں آتا میں نے بارہا آزمایا ہے کہ مجھے مصیبت میں دیکھ کر فراد اگر چپ چاپ میری سوچ پڑھ رہا ہو گا تو وہ میری مدد کرے گا۔ خصوصاً ایسے وقت جب مجھے شبہ ہوا کہ جمی کے خلاف آہستہ آہستہ سازش کی جا رہی ہے۔ تو میں نے فراد کو بہت یاد کیا اور سوچ کے ذریعے اسے پکارا کہ اس وقت میری مدد کرے۔ جمی کو سازشوں سے بچا لے لیکن وہ ہمیشہ میرے دماغ سے غیر حاضر رہا۔ ٹھیک ہے کہ میں نے اس کا ساتھ چھوڑ کر جمی کا ساتھ پکڑ لیا تھا۔ لیکن اس بات سے ناراض ہو کر فراد کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ میری خبر لینا ہی بھول جائے۔"

وہ اپنی جگہ دُرست سوچ رہی تھی لیکن بعض حالات میں انسان خود غرض ہو جاتے ہیں۔ کوئی کسی کی مجبوریوں کو نہیں سمجھتا میں بھی سونیا کی مجبوریوں اور پریشانیوں سے غافل ہو گیا تھا اور سونیا میری مجبوریوں کو نہیں سمجھ سکتی تھی کہ میں کن حالات سے دوچار ہو رہا تھا اور اُن حالات میں میں نے جذباتی انداز میں جھنجھلاہٹ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ ماضی کے رشتوں کی طرف جھانک کر نہیں دیکھوں گا۔ تو میرا وہ فیصلہ غلط ہو سکتا تھا۔ میں انسان ہوں۔ مجھ سے بھی غلطی ہو سکتی تھی۔ فی الوقت سونیا کی سوچ پڑھ کر مجھے اس غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ مجھے اپنی اس محبت سے بالکل ہی غافل نہیں ہو جانا چاہئے تھا۔

تجہیز و تکفین کی رسومات ادا ہو چکی تھیں۔ اب وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ وہاں سے واپس جا رہی تھی میرے نتھنوں میں کافی کی خوشبو پہنچی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ میرے سامنے میز پر ایک پیالی رکھی ہوئی تھی اور اس میں سے گرما گرم کافی کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ میں نے ممی کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ پھر پیالی اٹھا کر لب سے لگا لی۔ اور ممی کو سونیا کے متعلق بتلانے لگا۔

ممی نے کہا "جب وہ بالکل تمہارا نہ گئی ہے تو اب تمہیں اس سے چھٹنا نہیں چاہئے۔ تم خود کو اس پر ظاہر کر دو۔ اس کی تسلی کے لئے اور اسے سہارا دینے کے لئے۔ تاکہ وہ کم از کم زندہ ہو۔"

"ممی! میں نہ بتاؤں تب بھی اسے میری موت کا مکمل یقین نہیں ہے اور اگر میں یہ بات بتا دوں کہ میں اس کے دماغ میں موجود ہوں تو وہ بدک جائے گی۔ میں اس کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ وہ بہت زیادہ ناراضگی، غصہ اور جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کرے گی مجھ سے یوں کترائے گی جیسے کبھی واسطہ نہ رہا ہو۔ میں اس ناگن کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اس کے سامنے بڑی دیر تک بین بجانا پڑتی ہے۔ تب کہیں وہ مست ہو کر میرے اشارے پر ناچتی ہے میں اسے بعد میں ہینڈل کر لوں گا۔"

ممی نے پوچھا "ابھی کیا پروگرام ہے؟ کیا خیال خوانی کرتے ہوئے رات گزار دو گے؟"

"نہیں۔ میں سونیا کے دماغ میں جھانک کر اس کے متعلق مزید معلومات حاصل کروں گا کہ ابھی وہ کن حالات سے گزر رہی ہے۔ اس دوران پوپی کی خبر لیتا رہوں گا۔ جب مجھے دونوں کی طرف سے اطمینان ہو جائے گا۔ تو میں تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤں گا۔ اب آپ بتائیں! آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"میں بھی ابھی کچھ دیر جاگوں گی۔ تمہارے اور پوپی کے

متعلق دلچسپ معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ پھر یہ کہ میں نے سونیا کے نام کے جو اعداد نکالے ہیں ان کے متعلق بھی میں اپنے طور پر معلومات حاصل کروں گی۔"

ہم دونوں ڈرائنگ روم سے اٹھ کر باتیں کرتے ہوئے می کی خواب گاہ تک آئے۔ پھر میں نے می کو وہاں چھوڑ دیا۔ اور اپنی خواب گاہ میں واپس آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد میں نے ایک سگریٹ سلگایا اور اس کے کش لگاتا ہوا پھر ایکبار سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کار کی پچھلی سیٹ پر ایک نوجوان کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ نوجوان اس کا سماٹشی شوہر تھا۔ اگلی سیٹ پر کوئی دوسرا شخص کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نوجوان شوہر نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ڈارلنگ! یہ دُنیا ایک عجیب جگہ ہے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم میں سے کون اور کتنے لمحات تک زندہ رہ سکتا ہے؟ یہ سونیا اور اس کا فرینڈ جمی ایک ماہ پہلے ہمارے ہاں آئے تھے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے موت نے ان دونوں کو یکے بعد دیگرے نگل لیا۔ یقین نہیں آتا کہ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا۔ ابھی کل ہی کی بات لگتی ہے کہ وہ دونوں ہمارے ساتھ تھے۔"

سونیا نے جمی اور سونیا کی موت پر ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا "بون زو! کوئی دوسری بات کرو۔ ان کی موت نے میرے اعصاب پر بُرا اثر ڈالا ہے۔ تعجب ہے کہ موت یونہی کیسے چلی آتی ہے۔ جمی تو خیر جب سے ہمارے پاس آیا تھا بیمار ہی تھا۔ زخموں سے چُور تھا لیکن سونیا تو اچھی خاصی تندرست تھی۔ بس آج صبح اسے اچانک ہی دل کا دورہ پڑا اور وہ جانبر نہ ہو سکی۔ آہ افسوس!"

پہلے تو میں یہ سن کر حیران ہوا کہ جمی زخموں سے چُور تھا۔ پھر مجھے فوراً ہی یاد آ گیا۔ کہ پندرہ ماہ پہلے جمی اور آقا سبحانی کا زبردست مقابلہ ہوا تھا۔ جمی کو گولی لگی تھی اور یوں بھی بڑے شدید زخم آئے تھے۔ آقا سبحانی کو سونیا نے ہلاک کر دیا تھا تب سے جمی بستر پر پڑا رہتا تھا۔ اس کے جسم سے گولی نکال دی گئی تھی۔ لیکن زخم نہیں بھرے تھے۔ پھر ایک بار میرے کہنے پر جمی اور سونیا کا بہت زیادہ خیال رکھا جانے لگا۔ سپر ماسٹر اور اس کے آدمی اُن پر پوری توجہ دیتے تھے اور انہیں طبی امداد کے علاوہ ہر قسم کی آسائشیں پہنچاتے تھے۔ لیکن پھر میری خاموشی یا میری بھول کی موت نے شاید سپر ماسٹر کی نیت بدل ڈالی۔ شاید کیا یقیناً سپر ماسٹر نے سوچا ہو گا کہ اس بار فرہاد پیچ پر مر چکا ہے۔ سونیا مصیبت بن کر رہے گی۔ اُسے رفتہ رفتہ ختم کرنا چاہیئے۔ جمی تو زخموں سے چُور ہے۔ اسے بڑی آسانی سے ہلاک کیا جا سکتا ہے۔

میں سوچ رہا تھا کہ سونیا اور جمی پر کیا بیتی ہو گی۔ پھر سونیا بھی کہہ چکی تھی کہ جمی باغی ہو گیا تھا۔ یقیناً سپر ماسٹر نے اسے اپنے احکامات کا پابند بنانے کی کوشش کی ہو گی۔ اور اس نے مجرمانہ زندگی گزارنے سے انکار کر دیا ہو گا۔ ایسی صورت میں جمی اور سونیا اس خطرناک تنظیم کے لئے عذاب ہی بنے رہتے۔ پھر یہی ہوا کہ جمی کے زخموں کو بھرنے نہیں دیا گیا۔ سلو پائزن کے ذریعے وہ زخم جان لیوا ثابت ہوئے اور اس کے بعد سونیا کی باری آئی۔ لیکن سونیا کیسے بچ گئی؟ یہ معلوم کرنے کے لئے میں سونیا کے دماغ میں موجود تھا۔

تھوڑی دیر بعد پتہ چلا کہ میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر معلومات حاصل نہیں کر سکوں گا۔ کیونکہ وہ اپنے متعلق یہ نہیں سوچ رہی تھی کہ وہ مسٹر بون زو کی بیوی کیسے بن گئی تھی اور اس تابوت میں کس کی لاش دفنائی گئی تھی۔ ویسے اندازہ تو ہو گیا تھا کہ اس تابوت میں بون زو کی بیوی کی ہی لاش ہو گی۔ اب یا تو سونیا نے یہ حرکت بون زو کی لاعلمی میں کی ہو گی یا پھر بون زو کے ساتھ مل کر اس کی بیوی کو ہلاک کیا ہو گا۔

اگر یہ معلومات میں سونیا کے دماغ کو کُرید کُرید کر حاصل کرنا چاہتا تو وہ چالاک لومڑی سمجھ لیتی کہ میں ایک مدت کے بعد پھر اس کے دماغ میں بیٹھا اس کی سوچ کو اپنی مرضی کے مطابق اُکسا رہا ہوں اور معلومات حاصل کر رہا ہوں۔ میں ابھی اس پر اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے کسی مناسب موقع کی تلاش تھی۔ تاکہ وہ سہولت سے میرے قابو میں آ جائے۔

میں بون زو کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ کو اپنی معلومات کا ذریعہ بنانے لگا۔ وہ میرے قدموں پر سر جھکائے لگا۔ کہ اس کی بیوی سوزی بہت ہی لالچی عورت تھی اور اسے سپر ماسٹر کے آدمی بہت بڑی رقم کا لالچ دے کر اپنا آلۂ کار بنا رہے تھے۔ یہ بات بون زو کو پسند نہیں تھی۔ کہ سوزی آلۂ کار بن کر سونیا کو ہلاک کرے۔ کیونکہ بون زو دل ہی دل میں سونیا کو چاہنے لگا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ سونیا پر اس کی نیت خراب ہو گئی تھی اور وہ اپنی بیوی سوزی سے اکتا گیا تھا۔ اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ان حالات میں اس نے سونیا کو چُپ چاپ بتا دیا کہ سوزی ایسے ایسی دوا پلانے والی ہے جس کے استعمال کے بعد اس پر اچانک دل کا دورہ پڑے گا اور وہ مر جائے گی۔

سونیا نے اس سے پوچھا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے خلاف اس پر مہربانی کیوں کر رہا ہے۔ بون زو سونیا کی شخصیت سے متاثر تھا یا پھر وہ مناسب موقعہ پر اظہارِ عشق کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے صرف اتنا ہی کہا کہ وہ سوزی سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے۔

سونیا نے پوچھا "اس سے کیوں پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میں بعد میں بتاؤں گا۔ ابھی تم میرا اور اپنا فائدہ دیکھو۔ مجھے سوزی سے نجات مل جائے گی۔ تم موت کے پنجے سے نکل آؤ گی۔ بولو منظور ہے؟"

سونیا بھلا منظور کیسے نہ کرتی پھر دونوں کی سازش نے کام دکھایا۔ جو دوا سونیا کے حلق میں اترنے والی تھی وہ سوزی کے حلق میں اُتر گئی۔ انہوں نے میک اپ کا سامان تیار رکھا تھا اور سونیا کو تو میک اپ میں مہارت حاصل تھی۔ جب سوزی کا جسم ٹھنڈا پڑ گیا تو سونیا نے اپنی تصویر سامنے رکھ کر بڑی مشاقی سے سوزی کا میک اپ کیا اور اس کے چہرے کو مالک کے ذریعے اپنا چہرہ بنا دیا۔ پھر خود ہی نے اپنے سامنے سوزی کی تصویر رکھی اور آئینے کے سامنے اپنے چہرے پر مالک کے ذریعے سوزی کا چہرہ چڑھا لیا۔

اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ سوزی کی لاش پوسٹ مارٹم کے لئے جائے گی تو میک اپ کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ سونیا کو اور بون زو کو پورا یقین تھا کہ اسے پوسٹ مارٹم کے لئے نہیں بھیجا جائے گا۔ جب انہوں نے موت کی اطلاع دی تو سپر ماسٹر کی طرف سے ایک ڈاکٹر آیا تھا اور اس نے طبعی موت کا ڈاکٹری سرٹیفکیٹ دے دیا تھا۔ تجہیز و تکفین کے دوران سونیا اور بون زو ساتھ ساتھ رہے تھے تاکہ کسی وقت بھی ان کی چالاکی کا پتہ دوسروں کو چلے تو حالات کے مطابق کوئی قدم اٹھا سکیں۔ لیکن سوزی کے دفن ہونے تک ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ ان کی سازش کامیاب ہو گئی تھی۔۔۔ اور اب وہ قبرستان سے واپس آ کر اپنے گھر پہنچ گئے تھے۔

میں بون زو کے دماغ میں بیٹھا یہ ساری معلومات حاصل کر رہا تھا جب وہ اپنے بنگلے میں داخل ہوئے تو ڈرائنگ روم میں دو شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ سونیا اور بون زو انہیں دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ پھر سونیا نے بون زو سے کہا "تم بیڈ روم میں جاؤ۔ میں ان سے بات کر کے آتی ہوں۔"

بون زو دوسرے کمرے کی طرف چلا گیا۔ سونیا ان کے پاس ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ تب ایک شخص نے کہا "سوزی! تم نے ہمارا بڑا ساتھ دیا ہے۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ جب تم اس مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گی۔ تو ہم تمہاری منہ مانگی رقم تمہیں دیں گے اس برلیف کیس میں پچاس ہزار ڈالر موجود ہیں اور یہ تمہارے ہیں۔ ہم یہی انعام تمہیں دینے کے لئے آئے تھے۔"

سونیا نے برلیف کیس اٹھا کر اپنی گود میں رکھا پھر اسے کھول کر دیکھا۔ نوٹوں کی گڈیاں اندر رکھی ہوئی تھیں۔ اتنے سارے نوٹ دیکھ کر سونیا خوشی سے کھِل گئی۔ پھر سوزی کی آواز اور لہجے میں خوش ہو کر بولی "او مائی گاڈ! اتنی رقم میں زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔ آپ لوگ واقعی زبان کے دھنی ہیں۔ جو کہا تھا وہی کیا۔ میں ایک عرصے سے بون زو سے کہہ رہی تھی کہ مجھے پیرس لے چلو۔ میں وہ شہر دیکھنا چاہتی ہوں مگر وہ تو کنگال ہے۔ میری خواہش پوری نہ کر سکا۔۔۔ اب میں اسے پیرس لے کر جاؤں گی۔"

دونوں شخص اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولے "اب تم کہیں بھی جاؤ۔ ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں رہا۔ اور یاد رکھو۔ یہ بات کبھی تمہاری زبان پر نہ آئے کہ سونیا کو ہلاک کیا گیا تھا۔ اگر کبھی تم نے دیوار سے بھی یہ بات کہی اور ہمارے کانوں تک پہنچ گئی تو تم زندہ نہیں رہو گی۔"

وہ لوگ یہ دھمکی دے کر چلے گئے۔ سونیا نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے برلیف کیس کو بند کیا۔ پھر بیڈ روم میں آ کر۔۔۔ برلیف کیس کو بستر پر پھینکتے ہوئے کہا "بون زو یہ پچاس ہزار ڈالر ہماری کامیابی کا انعام ہیں۔"

بون زو نے برلیف کیس کو کھول کر دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرانی سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ شاید اس نے کبھی زندگی میں اتنی رقم یکمشت نہیں دیکھی تھی۔

سونیا نے کہا "دیکھتے کیا ہو بس اب پیرس چلنے کی تیاری کرو۔"

"پیرس؟" بون زو نے پوچھا "پیرس کیوں جائیں گے۔ تمہیں یہ شہر پسند نہیں ہے؟"

"میری پسند سے کچھ نہیں ہو گا۔ میں نے جو میک اپ چڑھایا ہوا ہے یہ عارضی ہے اور یہاں کسی وقت بھی اگر سپر ماسٹر کے آدمیوں کو شبہ ہو گیا کہ میں زندہ ہوں تو ساری کوششیں ناکام ہو جائیں گی میں یہاں سے نکل کر کسی دوسرے شہر میں۔ کسی دوسرے میک اپ میں روپوش ہو جانا چاہتی ہوں اور اس میک اپ کے بارے میں صرف تمہیں معلوم ہو گا۔"

وہ مسکراتا ہوا اس کے پاس آیا اور بولا "ہاں میں ساری زندگی تمہارا راز دار بن کر رہوں گا اور تم تو سمجھ دار ہو اور یہ جانتی ہو کہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے میں اپنا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ تم بھی تالی بجانے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔"

اس نے اپنا ایک ہاتھ بڑھایا سونیا نے اس کے ہاتھ پر اپنا ایک ہاتھ رکھ دیا جیسے اس کے فیصلے سے متفق ہو لیکن بون زو نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔۔۔ دوسرے ہی لمحے سونیا تڑپ کر الگ ہو گئی۔ پھر بولی "یہ کیا حرکت ہے؟"

بون زو نے کہا "تالی یوں بھی بجتی ہے۔ میں نے تمہاری زندگی بچانے کے لئے اپنی بیوی کو ہلاک کر دیا ہے۔ کیا تم میری بیوی کی جگہ نہیں لو گی؟"

"میں سمجھ گئی تھی۔ تم سوزی کو ہلاک کرنے کے بعد میری تمنا کرو گے۔

.... میں نادان نہیں ہوں لیکن میں شادی کے بغیر تمہارے قریب بھی نہیں آؤں گی۔"

لون زو نے کہا۔ "لیکن شادی کیسے ہو سکتی ہے؟ اس لئے کہ تم سوزی ہو اور تمہارے ساتھ میری شادی ہو چکی ہے۔ اگر سپرماسٹر یا اس کے آدمیوں نے ہمیں دوبارہ شادی کرتے دیکھا تو....."

سونیا نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "اسی لئے تو میں یہ شہر چھوڑ کر چلی جانا چاہتی ہوں۔ ہم دوسری جگہ جا کر وہاں شادی کریں گے۔ شادی کے بغیر تم میرے قریب نہیں آ سکو گے۔ یہ اچھی طرح یاد رکھو میری ضرورت ہے تو میرے کہنے پر عمل کرو۔"

لون زو خاموشی سے واپس جا کر بریف کیس کو کھول کر اس میں سے ایک گڈی نکالتے ہوئے بولا۔ "اچھی بات ہے۔ میں پیرس جانے والی فلائیٹ میں دو سیٹیں ریزرو کرا تا ہوں۔"

اس نے ایک گڈی جیب میں ٹھونس کر بریف کیس کو بند کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے ائیر پورٹ جانا ہو گا۔ تم تیاری کرو۔ ہو سکتا ہے۔ ہمیں صبح والی فلائیٹ میں جگہ مل جائے۔ یہاں ٹیلی فون ہوتا تو میں ٹیلی فون کے ذریعے معلومات حاصل کر لیتا۔"

یہ کہنے کے دوران وہ.... بریف کیس کو اٹھا کر اپنی الماری کی طرف گیا۔ چابی جیب سے نکال کر الماری کھولی اور اس کے اندر... بریف کیس کو رکھ کر الماری کو لاک کر دیا۔ سونیا نے پوچھا۔ "یہ کیا؟ تم نے ساری رقم لاک کیوں کر دی؟ کیا تمہاری غیر موجودگی میں مجھے ضرورت نہیں پڑ سکتی؟"

لون زو نے مسکرا کر کہا۔ "بھئی! برا نہ ماننا میں اپنے باپ پر بھی بھروسہ نہیں کرتا اور تمہارے ساتھ تو ابھی چار دن کی دوستی ہے اور اس دوستی میں ہم نے کتنی ہی مکاریاں کی ہیں۔ میں یہاں بریف کیس چھوڑ کر جاؤں گا تو ہو سکتا ہے کہ میرے آنے سے پہلے ہی تم اتنی دولت لے کر کہیں چلی جاؤ۔ میں نے اسے الماری میں بند کر دیا ہے۔ اب یہ ہم دونوں کے لئے محفوظ ہے اور ہم دونوں اسے ساتھ لے کر پیرس جائیں گے۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"اوہ مائی ڈیئر لون زو! تم کتنے چالاک ہو۔ اگرچہ میرے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے اور میں نہیں چھوڑ کر کہیں جانا نہیں چاہتی۔ پھر بھی تمہاری یہ چالاکی مجھے بہت پسند آئی ہے اور سچ پوچھو تو عورت چالاک اور دلیر مردوں ہی کو پسند کرتی ہے.... بائی گاڈ تم مجھے متاثر کرتے جا رہے ہو۔"

لون زو خوشی سے کھل گیا۔ سونیا نے دل ہی دل میں کہا۔ "الو کا پٹھا!"

ہیں خیال خوانی کے دوران مسکرانے لگا۔ کیونکہ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ پلک جھپکتے ہی لون زو کی جیب سے چابی نکال لے گی...

لیکن اس نے اُسے ڈھیل دے دی۔ وہ اس قسم کے تماشے دکھا کر لون زو کو اپنے سے بدظن نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کی وہ رات خیریت سے گزرنے والی تھی۔ سپر ماسٹر نے بالیو نگ مین کے ساتھ سونیا کو ہلاک کر کے اپنی دانست میں اطمینان حاصل کر لیا تھا۔ لون زو بھی فی الحال دوست بنا ہوا تھا۔ راز فاش ہونے کے امکانات نہیں تھے اور سونیا کو کوئی خطرہ درپیش نہیں تھا۔ میں مطمئن ہو کر اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔

میں نے پھر پوپی کی خبر لی۔ وہ ابھی تک سو رہی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ ذہن سے کچھ گڈمڈ سی آوازیں سنیں۔ کچھ لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ پوپی اگرچہ نیند میں تھی لیکن نیند ایسی گہری نہیں تھی۔ وہ بیدار ہونے کے مرحلے پر تھی۔ اس لئے میں اس کے ذہن کے آس پاس ہونے والی آواز سن سکتا تھا۔

اچانک ہی پوپی کی آنکھ کھل گئی۔ کسی نے اسے اٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد لیا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی پہلے تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کہاں سو رہی تھی؟ اور کہاں پہنچ گئی ہے؟ پھر اچانک ساری باتیں اور واقعات اس کے ذہن میں روشن ہو گئے کہ وہ مجرموں سے بھاگ کر اپنی جان بچاتے ہوئے کہیں پہنچی ہے۔ وہ فوراً ہی تڑپنے لگی۔ جس نے اسے کاندھے پر لاد لیا تھا۔ اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی پھر اسے اس گاڑی والے کی آواز سنائی دی۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "بھئی! تم لڑکی ہو یا آندھی؟ مگرمچھ بھی پانی میں اتنا نہیں تڑپتا ہو گا۔ سیدھی طرح لیٹی رہو یا اپنے پیروں پر چل کر میری جھونپڑی میں چلی جاؤ۔"

پوپی اس کی گرفت سے نکل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے آس پاس دو عورتیں تھیں۔ ایک نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "بیٹی گھبراؤ نہیں یہ ہمارا گھر ہے۔ جاؤ جھونپڑی میں آرام سے سو جاؤ۔"

دوسری عورت نے اسے جھگی کے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی جھگی کے اندر آ گئی جیسا کہ عام غریبوں کی جھگیوں میں ہوتا ہے۔ دیہی ہی وہاں غریبی تھی۔ فرش پر سوکھی گھاس کا بستر بچھا ہوا تھا۔ تین بچے ننگ دھڑنگ رہے تھے۔ پوپی کی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ وہ وہاں جا کر ان کے پاس ہی لیٹ گئی۔

میں اس کی طرف سے بھی مطمئن ہو گیا۔ پھر میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا سامنے میرے بستر پر بیٹھ کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ آنکھیں کھلتے ہی اس نے "میاؤں" کہہ کر جیسے شکایت کی۔ اس کی شکایت بجا تھی میں پچھلے تین دن سے اس قدر مصروف رہا تھا کہ اس کی طرف توجہ نہیں دے سکا تھا۔ وہ پلنگ سے کود کر فرش پر آئی۔ پھر شیرنی کی طرح چلتی ہوئی میرے قدموں تک پہنچ گئی۔ میں نے اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا اور اس کے نرم بالوں کو سہلانے لگا۔ ابھی

بیچارہ سو کر پچیس منٹ ہوئے تھے۔ میں اتنی جلدی سونا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے آدھ گھنٹے تک سامی کے ساتھ کھیلتا رہا وہ ادھر سے ادھر اچھل کر جاتی تھی، ذرا نخرے دکھاتی تھی۔ پھر میری گود میں واپس آ جاتی تھی۔

آدھ گھنٹے بعد میں بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ سونے سے پہلے میں نے ممی کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سونیا کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں مصروف تھیں۔ ان کی معلومات کے مطابق سونیا سفر کرنے والی تھی۔ واقعی ممی حیرت انگیز طور پر اپنے علوم میں مہارت حاصل کر چکی تھیں۔ یہ بات تو میں پہلے ہی معلوم کر چکا تھا کہ سونیا سفر کرنے والی ہے۔ ان کا علم بھی یہی کہہ رہا تھا۔ ان کی سوچ بتا رہی تھی کہ سونیا کو مشرق کی طرف سفر کرنا چاہئے۔ کسی دوسری سمت سفر کرنے میں خطرہ ہے۔

میں معلوم کر چکا تھا کہ سونیا اسکاٹ لینڈ میں ہے اور اب پیرس کا قصد کر رہی ہے۔ اس لحاظ سے پیرس اسکاٹ لینڈ سے مشرق کی جانب تھا اور وہ مشرق کی طرف سفر کرنے والی تھی اور یہ بات میرے لئے اطمینان کا باعث تھی۔

اچانک مجھے جے جوالا کا خیال آیا۔ وہ کل صبح اپنی بیٹی پوپی کو حاصل کرنے کے لئے بہت بڑی رقم کا انتظام کرنے والا تھا اور وہ رقم اغوا کرنے والے تک پہنچانے والا تھا۔ لیکن اب پوپی اس اغوا کرنے والے کے پاس نہیں رہی تھی۔ یہ اطلاع جے جوالا تک پہنچانا چاہیے تھی میں نے ممی کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "ہیلو ممی! ایک ضروری بات یاد آ گئی۔"

"ہاں بیٹے! بولو، کیا بات ہے؟"

"آپ جے جوالا کو ٹیلی فون پر بتا دیں کہ آپ کے علم کے مطابق اس کی بیٹی پوپی اغوا کرنے والوں کے پاس نہیں رہی اور کہیں دوسری جگہ چلی گئی ہے۔ لہٰذا جے جوالا اب کسی رقم کا انتظام نہ کرے۔"

میری بات سن کر ممی وہاں سے اٹھ گئیں۔ پھر وہ ڈرائنگ روم میں آ کر ریسیور اٹھا کر جے جوالا کے نمبر ڈائل کرنے لگیں۔ یہ بات میں براہ راست جے جوالا کے دماغ تک پہنچا سکتا تھا۔ چونکہ اس سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا۔ مگر ممی اپنے علوم کے حوالے سے جے جوالا کو بہت کچھ بتا چکی تھیں اور اسے بڑی سے بڑی رقم صبح تک لینے کا وعدہ کر چکی تھیں اس لئے ممی کا بات کرنا ہی مناسب تھا۔

ممی فون پر جے جوالا سے کہہ رہی تھیں کہ ان کے علم کے مطابق پوپی اب ان بدمعاشوں کے پاس نہیں رہی۔ اس لئے جے جوالا انہیں ایک کوڑی بھی نہ دے۔

جے جوالا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "میڈم مارتھا! آپ کی اطلاعات غلط نہیں ہو سکتیں۔ میں آپ کی صلاحیتوں کو مانتا ہوں لیکن میں کیسے یقین کر لوں کہ میری بیٹی وہاں نہیں ہے؟"

ممی نے کہا۔ "سیدھی سچی بات ہے تم اس اغوا کرنے والے سے کہو کہ وہ ٹیلی فون پر تمہیں پوپی کی آواز سنائے۔ اگر پوپی تم سے بات کرے گی تو میری بات غلط ہو جائے گی اور اگر اس کی آواز نہ سنائی دے اور اغوا کرنے والا کوئی بہانہ کرے تو سمجھ لینا کہ میری معلومات درست ہیں۔ کیا اس اغوا کرنے والے نے اس دوران تم سے رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ہاں! اس نے ٹیلی فون کیا تھا۔ مگر مجھ سے کہہ رہا تھا وہ چوبیس گھنٹے کی مہلت نہیں دے سکتا۔ اگر میں صبح چھ بجے اس کے بتائے ہوئے پتے پر رقم لے کر پہنچ جاؤں تو وہ میری بیٹی واپس کر دے گا۔"

ممی نے کہا۔ "تم وہاں ہرگز نہ جانا۔ وہ لوگ رقم چھین لیں گے اور تمہیں ہلاک کر دیں گے۔ پوپی ان کے پاس نہیں ہے۔ کیا تم اس وقت ان سے رابطہ قائم کر سکتے ہو؟"

"انہوں نے مجھے ایک نمبر دیا ہے کہ اس نمبر پر کسی وقت بھی کال کر سکتا ہوں۔"

"اسی سے اندازہ لگا لو کہ پوپی ان کے پاس ہوتی تو کبھی فون کا نمبر دینے ایسے مجرم اپنا پتہ ٹھکانا نہیں بتاتے۔ اب ان کا مقصد صرف تم سے رقم لینا ہے۔ وہ اسی لئے ایسی چالیں چل رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ ممی کی سوچ نے کہا۔ "یہ تو سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔"

میں نے ممی سے کہا۔ "شاید اس نے ریسیور رکھ دیا ہے۔ اب آپ بھی ریسیور رکھ دیں۔ میں جے جوالا کے پاس جا کر معلوم کر لوں گا۔"

یہ کہہ کر میں جے جوالا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ دوبارہ ریسیور اٹھا کر کچھ نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ ڈائلنگ کے بعد کہیں کسی سے رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا کہ کون ہے؟ جے جوالا نے اپنا نام اور کام بتایا تب اسے ہولڈ آن کرنے کے لئے کہا گیا۔ وہ اس ہدایت کے مطابق ریسیور پکڑے انتظار کرنے لگا۔

ذرا دیر بعد ہی اسے اپنی مطلوبہ آواز سنائی دی۔ دوسری طرف سے وہ اغوا کرنے والا پوچھ رہا تھا۔ "فرمائیے کیا بات ہے؟"

جے جوالا نے کہا۔ "میں نے رقم کا انتظام کر لیا ہے۔ لیکن میں اسی شرط پر تمہارا مطالبہ پورا کروں گا۔ جب تم ٹیلی فون پر میری بیٹی کی آواز سنا دو گے؟"

ذرا دیر کے لئے چپ لگ گئی۔ پھر دوسری طرف سے آواز آئی "یہ کیا مطالبہ ہے؟ تم میری بتائی ہوئی جگہ پر پہنچو۔ رقم مجھے دو اور اپنی بیٹی کو لے جاؤ۔"

"نہیں میں نے ایک شرط رکھی ہے۔ وہ شرط پوری کرو اور وہ یہی ہے کہ پہلے میں فون پر اپنی بیٹی کی آواز سنوں گا۔ پھر تمہیں تمہاری

مطلوبہ رقم دوں گا۔"

"کیوں بچو! اس کر رہے ہو؟ کیا تمہیں اپنی بیٹی کی زندگی عزیز نہیں ہے؟"

"میں اس دنیا میں اپنی بیٹی سے زیادہ کسی کو نہیں چاہتا۔ وہی ایک لہو کا رشتہ باقی رہ گیا ہے لیکن میری یہ شرط قائم رہے گی۔"

"مجھے جوالا تم میری مجبوریوں کو نہیں سمجھتے ہو۔ اس وقت جہاں سے میں فون پر گفتگو کر رہا ہوں وہاں پوپی نہیں ہے۔ پوپی کو میں نے دوسری جگہ رکھا ہے۔ یہاں ٹیلی فون پر میں اس کی آواز نہیں سنا سکتا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں یہاں ٹیلی فون کے پاس بیٹھ کر انتظار کرتا رہوں گا۔ پوپی جہاں بھی ہے تم وہاں سے فون پر اس کی آواز سناؤ۔ مجھے جوالا! تمہاری مدد تمہیں بہت نقصان پہنچائے گی۔ میں کہتا ہوں میری ہدایت کے مطابق رقم لے کر وہاں پہنچو اور بیٹی کو لے جاؤ۔ تین تک گنتا ہوں اگر تم نے میری بات نہیں مانی تو میں ریسیور رکھ دوں گا۔ تمہاری بیٹی تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگا۔ جے جوالا تذبذب میں تھا کہ مادام مارتھا کا علم درست ہے یا وہ اغوا کرنے والا واقعی پوپی کو اپنے قبضے میں کئے ہوئے ہے اور اسے ہلاک کر دے گا۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھا اس کی سوچ میں یقین دلانے لگا کہ اسے دل کمزور نہیں کرنا چاہئے۔ پوپی اس بدمعاش کے پاس نہیں ہے۔ وہ محض دھمکیاں دے رہا ہے۔ گننے والے نے ایک کے بعد دو تک گنتی کی تھی۔ اس کے تین کہنے سے پہلے ہی میں نے جے جوالا کے ہاتھ سے ریسیور کریڈل پر رکھوا دیا۔

جے جوالا نے اچانک ہی پریشان ہو کر سوچا۔ یہ میں نے کیا کیا۔ میں نے ریسیور کیوں رکھ دیا؟ اس نے تو ابھی تک گنتی پوری نہیں کی تھی۔ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ میں نے ٹھیک ہی کیا۔ مجھے اس کی گنتی کو نہیں سننا چاہئے تھا۔ اور میں سن کر کرتا بھی کیا میں نے پوری رقم کا انتظام نہیں کیا ہے۔ میں اس سے جھوٹ بول رہا تھا۔ اگر میں اس کی گنتی سن بھی لیتا اور اس کی بات مان کر وہاں پہنچ جاتا، تب بھی وہ میری بیٹی کو واپس نہ کرتا۔ پہلے وہ بریف کیس کھول کر رقم گنتا اور رقم نہ پا کر میرے سامنے ہی میری بیٹی کو ہلاک کر دیتا۔ ویسے بھی میں پوپی کو حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

وہ تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر گر پڑا اور پھر خود ہی اپنے آپ کو سمجھانے لگا۔ کہ اسے اب مارتھا کے علم پر بھروسا کرنا چاہئے وہ درست کہہ رہی ہو گی۔ پوپی یقیناً ان کے پاس نہیں ہے۔ لیکن وہ کہاں ہے؟

وہ سوچنے لگا کہ اس نے ڈیڑھ لاکھ ڈالر پوپی کو حاصل کرنے کے لئے جمع کئے ہیں۔ وہ اتنی بڑی رقم ضائع نہیں کرے گا لیکن ممی کے پاس جا کر اپنے آپ کو یقین دلائے گا کہ ممی کا علم درست ہے اور پوپی اب خطرے سے باہر ہے اور اسے بہت جلد مل جائے گی۔

یہ سوچ کر وہ صوفے سے اٹھا اور ریسیور اٹھا کر ممی کا فون نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں نے ممی سے کہا "اٹھ جائیے اور ذرا ڈرائنگ روم میں جا کر فون ریسیو کیجئے۔ جے جوالا آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

ممی نے کمرے سے نکلتے ہوئے پوچھا "وہ مجھ سے کیا بات کرے گا؟ مجھے کیا کہنا چاہئے؟"

"آپ ریسیور اٹھا کر اس کی باتیں سنیں آپ جو کچھ بھی کہیں گی۔ وہ میری سوچ کے مطابق ہو گا۔"

ممی نے ڈرائنگ روم میں پہنچ کر ریسیور اٹھایا تو جے جوالا نے کہا "مادام مارتھا! میں اتنی رات کو فون کرنے پر معذرت چاہتا ہوں لیکن میں بہت پریشان تھا۔ آپ کہتی ہیں کہ میری بیٹی ان بدمعاشوں کے پاس نہیں ہے۔ پلیز کسی طرح یہ ثبوت دے دیجئے کہ آپ اپنے علم کے مطابق درست کہہ رہی ہیں۔ آپ ایسی معلومات کے سلسلے میں جتنی رقم کا مطالبہ کریں گی میں ادا کروں گا۔"

ممی نے میری سوچ کے مطابق جواب دیا۔ "میں یقیناً ثابت کر دوں گی لیکن پوپی اس وقت ایسی جگہ ہے جہاں کے لوگ مقامی بولتے ہیں اور وہ جگہ سمندر کے قریب ہے۔ جب پوپی نیند سے بیدار ہو گی تو میں اپنے علم کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کروں گی۔ آپ کیا کہہ رہی ہیں مادام؟ کیا میری بیٹی سمندر کے ساحل تک پہنچی ہوئی ہے۔ آخر وہ کونسی جگہ ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتی ورنہ تمہیں بتا دیتی۔ صبح تک انتظار کرو۔ شاید میرا علم مجھے اس قابل بنا دے کہ میں اپنی سچائی تم پر ثابت کر سکوں اور یاد رکھو کہ جو رقم تم نے ان بدمعاشوں کو لینے کے لئے رکھی ہے وہ تم مجھے لا کر دو گے۔ تمہاری آمدنی ناجائز ہے۔ تم دوسروں کو بلیک میل کر کے دولت حاصل کرتے ہو۔ وہ دولت میرے پاس آئے گی تو میں اسے ضرورت مندوں کے لئے خرچ کروں گی۔ بولو منظور ہے؟"

جے جوالا نے منظور کر لیا۔ ممی نے اس سے کہا کہ اب وہ دن کے گیارہ بجے فون کرے اس سے پہلے ممی اسے کچھ نہیں بتا سکیں گی۔ اس گفتگو کے بعد رابطہ ختم ہو گیا۔ ممی نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے ان سے کہا "اب آپ جا کر آرام کریں۔ میرا خیال ہے اب آپ کو کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا۔"

وہ مسکرا کر بولیں "بیٹے! تم نئی نئی مصیبتیں پالتے ہو۔ تمہارے کیسے کہہ دیا کہ ہم آرام سے سو جائیں گے۔ میرا خیال ہے وہ آشا بیلا ابھی رو رہی ہے۔ وہ یقیناً تمہیں پریشان کرے گی اور تمہیں پریشان کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں آئے گی۔ ٹیلی فون

رہے گی۔ جو کچھ بھی ہو ہم دونوں ابھی اس کوٹھی میں آرام سے نہیں رہ سکتے۔"

ان کی بات ختم ہوتے ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ انہوں نے ریسیور اٹھایا۔ آشا بیلا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ "ہیلو ہیلو مادام مارتھا! میں آشا بول رہی ہوں۔ پلیز آپ طارق سے کہیں مجھ سے دو باتیں کر لے۔"

ممی نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "طارق تو یہاں نہیں ہے وہ پوپی کی تلاش میں گیا ہے۔"

"پوپی کی تلاش میں؟" آشا بیلا نے حیرانی سے پوچھا۔ "وہ پوپی کی تلاش میں کیوں گئے ہیں؟ انہیں پوپی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

ممی نے جواب دیا۔ "طارق کو تم سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟ کچھ روز پہلے تم اپنا گھر چھوڑ کر اپنے رشتے دار حبشی کے پاس چلی گئی تھیں۔ اپنے آپ کو بھی بھولی ہوئی تھیں۔ تمہیں تمہاری منزل تک پہنچانے والا طارق ہے۔ بھلا تم سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ اس نے تمہیں پہنچا دیا۔ اسی طرح اب وہ پوپی کو تلاش کر رہا ہے۔"

آشا بیلا نے ذرا فخریہ انداز میں کہا۔ "میری بات ادھوری ہے۔ میری مثال دوسروں سے نہیں ملتی۔ میں حسین ہوں، جوان ہوں، اپنے لئے جان کی بازی لگا سکتے ہیں۔"

"بے شک تم حسین ہو اور جوان ہو، مگر یہ غرور اپنی حد تک رکھو۔ یہ نہ بھولو کہ طارق جیسے اور مرد ہر حسین عورت کا غرور توڑ دیا کرتے ہیں۔ جہاں تک تمہارے اس سوال کا تعلق ہے کہ تمہاری بات اور ہے پوپی کی بات اور، تو یہ باتیں مختلف نہیں ہیں۔ یہ محض انسانی ہمدردی ہے۔ اس نے پہلے تم سے ہمدردی کی تھی اور اب پوپی سے کر رہا ہے۔"

آشا بیلا نے کہا۔ "میں آخر طارق کو کہاں تلاش کروں؟ وہ آپ کو کچھ تو بتا کر گئے ہوں گے۔"

"طارق نے مجھے صرف پوپی کی تلاش کے متعلق بتایا ہے۔ اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتی۔ اگر جانتی بھی تو تمہیں نہیں بتاتی۔ جانتی ہو کیوں؟"

آشا بیلا نے پوچھا۔ "کیوں؟"

"اس لئے کہ میرا علم کہہ رہا ہے اب تم طارق سے نہیں مل سکو گی۔ تمہارے اور طارق کے درمیان فاصلے بڑھتے جا رہے ہیں۔ کوئی اتفاقی صورت بن آئے تو میں نہیں کہہ سکتی۔ ورنہ حالات اب ایسے ہیں کہ تم دونوں اب کبھی نہیں مل سکو گے۔"

آشا بیلا نے فون پر چیخ کر کہا۔ "تم جھوٹ کہتی ہو۔ بکواس کرتی ہو۔ طارق مجھے چھوڑ کر کہیں جا سکتے ہیں۔ وہ شہر میں موجود ہیں اور میں ان سے مل کر رہوں گی۔ تمہارا علم جھوٹا ہے۔"

یہ کہتے ہی سلسلہ منقطع ہو گیا۔ یقیناً اس نے جھنجلا کر ریسیور رکھ دیا ہو گا۔ ممی نے مجھ سے پوچھا "کیوں بیٹے! یہ تم نے میری زبان سے کیا کہلوا لیا؟"

میں نے کہا۔ "ممی! میں نے غلط نہیں کہلوایا ہے۔ میں نے آپ کی سوچ پڑھ لی تھی اور مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ میرے اور آشا بیلا کے درمیان فاصلے بڑھتے جا رہے ہیں اور ہم شاید ہی کبھی مل سکیں اتفاقاً کوئی صورت نکل آئے تو دوسری بات ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

وہ مسکرا کر بولیں۔ "ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اب کیا ارادہ ہے؟"

"اب سونے کا ارادہ ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ بھی سو جائیں۔ بہت رات ہو چکی ہے۔ اچھا خدا حافظ!"

یہ کہہ کر میں دماغی طور پر اپنے بیڈ روم میں حاضر ہو گیا۔ سامی میرے پاس بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ میں اسے سہلانے لگا۔ وہ "میاؤں" کہہ کر ذرا اوپر اٹھی اور میرے بازو پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔

میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ صبح چھ بجے تک سوتا رہوں گا اور کسی غیر متوقع آہٹ یا کسی کی آمد پر میری آنکھ کھل جائے گی۔ یہ ہدایت دینے کے بعد میں نے آنکھیں بند کیں اور گہری نیند سو گیا۔

مجھے صبح چھ بجے بیدار ہونا تھا۔ لیکن وہ آشا بیلا پانچ بجے ہی ممی کے دروازے پر پہنچ گئی۔ کیونکہ دربان اسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔ اس لئے اس نے راستہ نہیں روکا۔ احاطے کے اندر داخل ہونے کی اجازت دے دی لیکن کوٹھی کا بیرونی دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے کال بیل کے ذریعے ممی کو بیدار کیا۔

ممی خواب گاہ سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آئیں۔ دروازہ کھولنے سے پہلے انہوں نے بلند آواز میں پوچھا "کون ہے؟ چوکیدار کیا تم ہو؟"

باہر سے آشا بیلا کی آواز سنائی دی۔ "چوکیدار نہیں، میں ہوں ممی دروازہ کھولئے۔ میں طارق سے ملنے آئی ہوں۔"

ممی ایک لمحے کے لئے چپ رہیں۔ پھر انہوں نے بہانہ بنایا۔ "ذرا انتظار کرو، میں لباس پہن کر آ رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ میرے کمرے کی طرف بڑھنے لگیں۔ آشا بیلا باہر سے چیخ رہی تھی۔ "آپ عورت ہیں، میں بھی عورت ہوں۔ میرے سامنے اس عمر میں کیا شرما رہی ہیں۔ لباس بعد میں بدل لیجئے گا۔ دروازہ کھولئے۔"

لیکن ممی نے آ کر میرے دروازے پر دستک دی۔ میں جو چھ بجے اٹھنے والا تھا پانچ ہی بجے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے ممی کی آواز سن کر دروازہ کھول دیا۔ ممی نے بتایا کہ آشا بیلا باہر دروازے پر

کھڑی ہوئی ہے۔"

میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "اچھی بات ہے جب وہ آ ہی گئی ہے تو دروازہ کھول دیجئے۔ وہ یہاں سے ناکام واپس جائے گی۔"

ممّی واپس چلی گئیں۔ میں نے اپنی خواب گاہ کی کھڑکی کھولی۔ سامی سے کہا۔ "دیکھو تم تھوڑی دیر کے لئے باہر چلی جاؤ۔ بہتر ہوگا کہ چھت پر پہنچ کر وہاں بیٹھی رہو۔ لیکن آشا بیلا کو اپنی صورت نہ دکھانا۔ میں اسے دھوکا دے کر یہاں سے بھگانے والا ہوں۔ کیوں سمجھ گئی نا؟"

سامی نے میاؤں کہا۔ پھر بستر سے کود کر فرش پر آئی اور وہاں سے چھلانگ لگا کر کھڑکی کے پاس پہنچ گئی۔ دوسرے لمحے وہ کھڑکی سے باہر جا چکی تھی۔ میں نے کھڑکی کو بند کیا پھر بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ ذرا دیر بعد آشا بیلا میرے بیڈ روم کے دروازے کی طرف آ رہی تھی۔ میں اسی وقت اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب اس کا دماغ میرے قابو میں تھا۔ وہ جو کچھ بھی دیکھ رہی تھی، سوچ رہی تھی۔ میری مرضی کے مطابق اسے نظر آ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں وہی باتیں آ رہی تھیں جو میں اسے سمجھانا چاہتا تھا۔

میں یوں سمجھا دوں کہ آشا بیلا جب میری خواب گاہ کے دروازے پر پہنچی تو وہ آشا بیلا نہیں رہی تھی وہ فرہاد بن گئی تھی۔ کیونکہ جسم کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ جو جسم جیسا دماغ رکھتا ہے ویسے ہی اس کی شخصیت ہوتی ہے۔ چونکہ آشا بیلا کا دماغ میرے قابو میں تھا۔ یا اس کی کمزوریوں میں میرا ذہن سوچ رہا تھا تو وہ میں ہی تھا۔ وہ کمرے کے اندر آ کر چاروں طرف مجھے تلاش کرنے لگی۔ بستر پر بھی مجھے دیکھا حالانکہ میں لیٹا ہوا تھا لیکن میں نے اسے سمجھنے نہیں دیا کہ میں لیٹا ہوا ہوں۔ کیونکہ میں ہی دیکھ رہا تھا اور میں ہی سوچ رہا تھا۔ وہ وہاں سے مایوس ہو کر دوسرے کمروں میں دیکھنے کے لئے گئی۔ اور پھر ڈرائنگ روم میں ہار پہنچا کر بیٹھ گئی۔

ممّی نے پوچھا۔ "کیا ہوا۔ طارق سے ملاقات نہیں ہوئی؟"

آشا بیلا نے گھور کر کہا۔ "آپنے تو کہا تھا۔ طارق اپنے کمرے میں سو رہے ہیں مگر وہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

اس بار میں نے ممّی کی سوچ میں کہا۔ ممّی اپنی زبان میں کہنے لگیں۔ "مگر میں نے جھوٹ کہا تھا کیونکہ کل رات جب میں نے کہا تھا کہ وہ پوری کی تلاش میں گیا ہے تو تمہیں یقین نہیں آیا اور تم صبح پانچ بجے اس سے ملنے کے لئے پہنچ گئیں۔ اب تم نے خود ہی پورے گھر کی تلاشی لے لی ہے اب تو تمہیں یقین آ جانا چاہئے کہ طارق یہاں سے جا چکا ہے۔ جب تک وہ پوری کو تلاش نہیں کر لے گا یہاں واپس نہیں آئے گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک ممّی کے ساتھ بحث کرتی رہی پھر مایوس ہو کر وہاں سے چلی گئی۔ میں نے ممّی کی سوچ میں کہا۔ "اب تو میں بیدار ہو ہی گیا ہوں۔ میں غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد پوری اور سونیا کی خبر لوں گا۔ اس کے بعد آپ سے ملاقات کروں گا۔"

ممّی نے کہا۔ "بیٹے! مجھے ایک بات بتا دو کہ وہ آشا بیلا تمہارے کمرے میں پہنچنے کے بعد تمہیں تلاش کیوں نہ کر سکی؟"

"ممّی! یہ خیال خوانی کی آنکھ مچولی ہے۔ میں خود اس کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ وہ جو کچھ بھی دیکھ رہی تھی، میری دماغی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی اور میرے دماغ سے سوچ رہی تھی۔ ایسی حالت میں وہ مجھے دیکھنے پا کر بھی نہ پا سکی اور ناکام واپس چلی گئی۔"

ممّی... میرا جواب سن کر مسکرا دیں پھر خواب گاہ کی طرف چلی گئیں۔ میں بستر سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس گیا اور اس کے پردے کھول دیئے کہ سامی واپس آ جائے۔ اس کے بعد میں باتھ روم میں چلا گیا۔ غسل وغیرہ کرنے کے دوران میں نے سب سے پہلے پوری کی خبر لی۔

پوری سمندر کے کنارے ٹہل رہی تھی۔ سبح کا وقت تھا۔ بہت سی کشتیوں میں بیٹھے سمندر سے ساحل کی طرف واپس آ رہے تھے۔ کشتیوں پر بڑے بڑے جال تھے۔ جن میں مچھلیاں بھری ہوئی تھیں۔ ساحل پر بہت سے ٹرک دور دور تک کھڑے ہوئے تھے اور جو کشتیاں وہاں پر پہنچ گئی تھیں ان میں مچھلیاں دیکھنے کے بعد ان کی بولی دی جا رہی تھی اور تاجر انہیں خرید کر ٹرک میں لاد رہے تھے۔

ساحل پر دور تک اچھا خاصا بازار لگا ہوا تھا۔ بڑی چہل پہل تھی۔ لوگوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ کچھ بولیاں دے رہے تھے، کچھ بولیاں قبول کر رہے تھے۔ پوری کہیں کہیں ٹرک والوں کے پاس سے گزرتی جاتی تھی۔ اور ان سے پوچھتی تھی وہ مچھلیاں لے کر کہاں جائیں گے؟ اسے جواب ملتا تھا پھر وہ مایوس ہو کر آگے بڑھ جاتی تھی۔ اس نے جتنے ٹرک والوں سے پوچھا تھا ان میں سے کوئی رنگون نہیں جا رہا تھا اور وہ رنگون پہنچنے کے لئے کسی ٹرک والے کی مدد حاصل کرنا چاہتی تھی۔ ایک ٹرک والے نے اس سے پوچھا۔ "تم ہم سے یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟ تم یہ بتاؤ، کہاں جانا چاہتی ہو؟"

پوری نے جواب دیا۔ "میں رنگون جانا چاہتی ہوں۔"

ٹرک والے نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر کہا۔ "تم اس علاقے کی معلوم نہیں ہوتیں۔ کہاں سے آئی ہو؟ اور یہاں کیسے پہنچ گئیں؟ کیا تمہارے ماں باپ نہیں ہیں؟"

ہیں، مگر رنگون شہر سے چند بدمعاشوں نے مجھے اغوا کیا تھا اور وہ مجھے مار ڈالنا چاہتے تھے میں اپنی جان بچا کر یہاں آئی ہوں۔"

ٹرک والے نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔ "تم یقین نہیں آ رہا کہ اتنی سی لڑکی بدمعاشوں کے چنگل سے نکل آئے گی۔ اور رنگون شہر سے اتنی دور ساحل پر پہنچ جائے گی۔ وہ مقامی زبان میں پوری سے باتیں کر رہا تھا اور پوری اتنی ذہین تھی کہ اس کی آنکھوں سے اس کی نیت سمجھ رہی تھی۔ وہ بولی۔ "کیا تمہیں میری باتوں کا یقین نہیں آ رہا؟"

اس نے پوچھا۔ "تمہاری عمر کیا ہے؟"

"میں پورے بارہ برس کی ہوں۔"

ٹرک والے نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے پوری کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہوں، بارہ برس کی ہو۔ تین چار برس میں جوان ہو جاؤ گی۔"

"تمہیں میری عمر سے کیا لینا ہے؟"

وہ ہولے ہولے ہنستے ہوئے بولا۔ "لڑکیوں کے پاس ایک عمر ہی تو ہوتی ہے جس کا حساب مرد کرتے ہیں۔ میں حساب کر رہا ہوں کہ تمہیں جوانی تک پہنچانے کے لئے کتنا وقت لگے گا۔ میرے پتے سے تمہیں کتنا خرچ ہوگی؟"

پوری نے سر ہلا کر کہا۔ "اوہ اچھا تم اپنی بیٹی کا بھی ایسے ہی حساب کرتے ہو؟"

وہ ایک دم سے تلملا گیا۔ غصے سے بولا۔ "بکواس مت کرو، ورنہ ابھی تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔"

پوری ذرا پیچھے ہٹتے ہوئے ریت پر ٹھوکر کھاتے ہوئے بولی۔ "بیٹی والے ہمیشہ سن کر کیسے غصہ کیوں آ گیا؟ کیا میں تیری بیٹی کے برابر نہیں ہوں۔ عجیب بات ہے کہ تیری آنکھوں کو... دوسری لڑکیاں فروخت نمائش کے لئے نظر آتی ہیں اور اپنی بیٹی بڑی عزت دار لگتی ہے۔ کمینے وحشی تو مجھے کمزور نہ سمجھنا میں تیری مونچھیں اکھاڑ کر پھینک دوں گی۔"

اس نے ایک گندی گالی دیتے ہوئے کہا۔ "اب تو میں تجھے....."

اس کی بات ادھوری ہی رہ گئی۔ اچانک ہی پوری نے اچھل کر اس کے منہ پر ایک فلائنگ کک ماری اور وہ اس سے الٹ کر ریت پر گر گئی۔ دوسرے ہی لمحے وہ وہاں سے اچھل کر دونوں پیروں پر تن کر کھڑی ہو گئی۔ دوسری طرف وہ ڈرائیور لڑکھڑاتا ہوا ٹرک سے جا ٹکرایا تھا۔ اس کی ناک سے خون کی پتلی سی دھار بہتی ہوئی مونچھوں پر پھیل رہی تھی۔ وہ غصے اور حیرانی سے پوری کو دیکھ رہا تھا۔

ہاں حیرانی کی بات تو تھی۔ کیونکہ وہ چہرے سے بالکل معصوم سی ننھی سی بچی لگتی تھی۔ لیکن قد میں اس ڈرائیور کے برابر تھی یعنی وہ تقریباً پانچ فٹ کی تھی۔ صحت بھی اچھی خاصی تھی۔ بس حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے اسے ذرا سہارے کی ضرورت تھی اور اسے میری ٹیلی پیتھی سہارا دے رہی تھی۔ وہ اب جو کارنامہ انجام دے چکی تھی اس کی وجہ صرف میری خیال خوانی تھی کہ میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ میں نے ہی فلائنگ لگا کر اس کی ناک پر فلائنگ کک ماری تھی۔ اسے اس حال کو پہنچایا تھا۔ پوری کا جسم محض خیال خوانی کا آلہ کار تھا۔

پوری کی اس حرکت کو دیکھتے ہی آس پاس کے لوگ ذرا دور بھاگ گئے۔ ان کے بھاگنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ پوری سے دہشت زدہ ہو گئے تھے۔ یہ بعد میں پتہ چلا کہ وہ اس ڈرائیور سے خوف زدہ تھے۔ وہ ڈرائیور اس ساحلی مچھلی بازار کا بہت ہی خطرناک غنڈہ سمجھا جاتا تھا۔ جب وہ ٹرک لے کر وہاں پہنچتا تھا تو جتنے کاروباری نیلام کی بولیاں دیتے تھے وہ اسے غنڈہ ٹیکس ادا کرتے تھے۔ اسی طرح مچھلیاں پکڑنے والے جب اپنی کشتیوں پر مچھلیاں لاتے اور ساحل پر پہنچتے تو اسے اپنی کمائی کے سکّوں میں سے کچھ نکال کر دینا پڑتا تھا۔

وہ اب غرّا کر پوری کو دیکھ رہا تھا۔ دور دور تک لوگ سہمے ہوئے کھڑے تھے۔ پھر اس نے اپنی ناک کے نیچے مونچھوں پر سے لہو پونچھتے ہوئے کہا۔ "لڑکی! اسی ریت میں تو دفن ہو جائے گی۔ آج تک مجھ پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکا اور تو نے مجھے لات ماری ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھا۔ ایک فلائنگ کک مارنے کے لئے چھلانگ لگائی لیکن وہ محض غنڈہ تھا اور جیسا کہ لوگ کہتے ہیں، وہ قاتل بھی تھا لیکن غنڈہ اور قاتل ہونا اور بات ہے۔ جوڈو کراٹے اور فلائنگ جاننا اور بات ہے۔ وہ ہوا میں کک مارنے کے لئے پرواز نہ کر سکا۔ اپنا توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے گر پڑا۔ پوری منہ پر ہاتھ رکھ کر زور زور سے ہنسنے لگی۔

چار خطرناک قسم کے غنڈے چاروں طرف سے پوری کی طرف بڑھنے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "لڑکی! تو ہمارے استاد کا مذاق اڑا رہی ہے ہم تجھے یہاں زندہ گاڑ دیں گے۔"

ڈرائیور استاد نے ریت پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "نہیں۔ مرگ جاؤ۔ اس لڑکی کا گلا میں گھونٹنا چاہتا ہوں۔ کوئی اس کے قریب نہ آئے۔"

اس کا حکم سنتے ہی قریب آنے والے پیچھے چلے گئے۔ وہ ڈرائیور آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا پوری کے قریب پہنچنے لگا۔ قریب پہنچتے ہی اس نے ایک مکا پوری کے منہ پر رسید کرنا چاہا لیکن پوری اچک کر بیٹھ گئی۔ اس کا مکا ہوا میں لہرا کر رہ گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ دوسرا مکا کے لئے سوچتا پوری نے ایک گھونسہ اس کی پسلی میں رسید کیا۔ گھونسہ اس کی عمر کے مطابق تھا لیکن میری ذہنی طاقت اور قوت ارادی اس گھونسے میں شامل تھی۔ اس گھونسے میں خیال خوانی کا زور تھا۔ وہ گھونسا اس کی پسلی میں لگا تو وہ کراہ کر سنبھل گیا۔ دوسرا گھونسا پھر اس کی ناک پر پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ پھر اس کی ناک سے لہو بہنے لگا۔

وہاں دور دور تک کھڑی ہوئی مقامی عورتیں ہائے کہہ کر رہ گئی تھیں۔ ان کے ساتھ ان کے مرد اور بچے بھی حیرانی کے ساتھ پوری کو دیکھ رہے تھے۔ شاید ان کے دلوں سے یہ دعائیں نکل رہی ہوں گی کہ وہ کمسن لڑکی اس غنڈے پر غلبہ پا لے اور ان کی دعاؤں کا اثر ہو رہا تھا۔ وہ غنڈہ ڈرائیور جب دوسری بار اپنی ناک پر ہاتھ رکھنے کے بعد اسے ہٹا کر دیکھنے لگا۔ تب اسے پتہ چلا کہ پوری محض ایک ننھی

نہیں ہے۔ لہرا چھالنے والی کوئی چیز ٹیل ہے، اپنے اندر کوئی پُراسرار طاقت رکھتی ہے۔ اس نے فوراً اپنی جیب میں سے چاقو نکال کر کھول لیا۔

اس بار پھر کچھ عورتوں نے ہائے کی، کچھ چیخنے لگیں۔ کیونکہ اب پومی کی موت نظر آ رہی تھی۔ پومی لڑنے کا فن نہیں جانتی تھی لیکن ایک منجھے ہوئے فائیٹر کی طرح پینترے بدل رہی تھی۔ وہ بدمعاش اپنے ہاتھ میں اِدھر سے اُدھر چاقو لہرا رہا تھا۔ چاقو کو جیسے تول رہا تھا۔ پومی کا نشانہ تاک رہا تھا۔ پھر یک بارگی وہ چیتا ہوا گرجتا ہوا..... اور چاقو کی نوک سے اس کا نشانہ لیتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کے قریب آیا لیکن پومی ریت پر گری اور اس کی ٹانگوں کے درمیان سے نکلتی ہوئی اس کے پیچھے نکل گئی۔ وہ اپنے آگے بڑھنے کے جھونکے میں اوندھے منہ ریت پر گر پڑا تھا۔ چاقو ریت کے اندر دھنس گیا تھا۔

یہ خونی ڈرامہ پومی کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا تھا کیونکہ یوں اس بدمعاش کے ماغ کے اندر بیٹھ کر اس کے حملہ کرنے کے انداز کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اب تک جو کچھ بھی ہو رہا تھا، میں پومی کے دماغ میں بیٹھ کر ہی کر رہا تھا اور اس کے حملہ کرنے کے انداز کو دیکھتے ہوئے پومی کی حفاظت کر رہا تھا اور جوابی حملہ پیش کر رہا تھا۔ اس بار پومی نے چھلانگ لگا کر اس کی گردن میں اپنے دونوں پاؤں جما دیئے وہ اپنے پورے بوجھ کے ساتھ اس کی گردن پر کھڑی ہوئی۔ پھر ریت پر پہنچ گئی۔ اس کا وزن اور اس کا اچانک حملہ ایسا تھا کہ ڈرائیور کے ہاتھ چاقو پر ڈھیلے پڑ گئے۔ پومی نے دہاں ریت پر اس کی کلائی پر دانتوں سے کاٹتے ہوئے اس کے چاقو کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ پھر اس کے سامنے کھڑے ہو کر بولی: "اٹھو، اب تمہاری موت میرے ہاتھ میں ہے۔"

وہ بڑی پھرتی سے اٹھنے لگا۔ اٹھنے کے دوران چاقو کی نوک اس کے گال پر اور اس کی ناک پر لہو کی لکیر کھینچتے ہوئے گزر گئی۔ وہ منہ لو کھلا کر ریت پر بیٹھ گیا۔ پومی نے اس کے پیچھے آ کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا اور چاقو کی نوک اس کی گردن پر رکھتے ہوئے حکم دیا۔ اپنے آدمیوں سے کہو وہ ہمیں دُور رہیں۔ جلدی بولو، وہ لوگ آئے ہیں۔

ڈرائیور نے چیختے ہوئے کہا: دُور ہو جاؤ۔ سب دُور چلے جاؤ کوئی ہمارے قریب نہ آئے ورنہ یہ لڑکی مجھے مار ڈالے گی۔"

اس کے حکم کے مطابق قریب آنے والے پیچھے ہٹنے لگے۔ دُور جانے لگے۔ اب چاروں طرف بگھیوں جیسی زور کی بھنبھناہٹ سنائی دے رہی تھی۔ دُور دُور تک کھڑے ہوئے لوگ آپس میں کچھ نہ کچھ بول رہے تھے اور پومی کو بڑی حیرت اور مسرت سے دیکھ رہے تھے۔

پومی نے اس کے بالوں کو مٹھی میں اور بھی سختی سے جکڑتے ہوئے اور چاقو کی نوک اس کی گردن میں چبھوتے ہوئے کہا: "اب خاموشی سے اٹھو اور اپنے ٹرک کے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔ پہلے یہ بتاؤ تمہارے پاس گاڑی کی چابی ہے یا نہیں؟"

"ہے، میری جیب میں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" پومی نے کہا: "چابی نکالو اور میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرو۔"

یہ کہہ کر پومی ذرا پیچھے ہٹی۔ اس بار ڈرائیور نے گھوم کر بڑی پھرتی سے ایک ہاتھ پومی کے کولھے پر لگایا اور وہ لڑکھڑا کر ذرا دُور گئی۔ اتنی دیر میں میں نے اسے سنبھال لیا۔ وہ اس حملے کے بعد پلٹ کر دوسرا حملہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن پومی کا چاقو والا ہاتھ گھوم گیا۔ اس بار چاقو کی نوک اس کے سینے پر قمیص کو چیرتی ہوئی اور لہو کو اچھالتی ہوئی گزر گئی۔ وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا۔ پومی نے پھر چیخ کر کہا: "دیکھو تمہارے آدمی آئے ہیں۔ اس بار میں تمہیں چھوٹ نہیں دوں گی۔"

اس نے ایک ہاتھ کو سینے پر رکھتے ہوئے دوسرے کو اٹھاتے ہوئے چیخ کر کہا: "میں منع کر رہا ہوں حکم دے رہا ہوں۔ کوئی قریب نہ آئے ورنہ نقصان اٹھائے گا۔ اپنی جان سے جائے گا۔"

وہ پومی کے آگے آگے چلنے لگا۔ شاید اسے اب عقل آ گئی تھی، اس کی کوئی چالاکی یا اچانک جوابی حملہ کارگر نہ ہو گا۔ اس نے ٹرک کے پاس پہنچ کر دروازے کو کھولا اور پھر اس میں بیٹھنے لگا پومی نے کہا: "تیزی نہ دکھاؤ۔ آہستہ آہستہ اوپر چڑھو۔ میں بھی پیچھے آ رہی ہوں۔ پھر اس سیٹ پر بیٹھ کر اسٹیئرنگ تک کھسکنا میں تمہارے پاس بیٹھوں گی۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ویسے ہی سہولت کے ساتھ دروازہ کھولا کر وہ اوپر چڑھا۔ پومی اس کے پیچھے گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئے۔ پومی کا چاقو والا ہاتھ اس کی گردن کی طرف تھا۔ اس وقت تک اس ڈرائیور کی حمایت کرنے والے ٹرک کے سامنے ذرا فاصلے پر آ کر کھڑے ہو گئے تھے اور چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہے تھے۔ وہ اس لڑکی کو رد کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن وہ غنڈہ ڈرائیور اب بُری طرح سہم گیا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ مزید چاقو کے زخم اس کے جسم پر لگیں۔ اس نے ہاتھ ہلا کر اور ڈانٹ کر کہا: "دُور رہو، سامنے سے ہٹ جاؤ۔ میں گاڑی اسٹارٹ کر رہا ہوں۔"

پومی نے کہا: "دیکھو، گاڑی سہولت سے اسٹارٹ کرو۔ اگر تم نے جھٹکے دیئے یا مجھے گرانے کی کوشش کی تو میں گرنے سے پہلے یہ چاقو تمہارے سینے میں یا جسم کے کسی بھی حصے میں اتار دوں گی۔"

ڈرائیور نے پھر اس کے حکم کے مطابق عمل کیا۔ گاڑی کو سہولت سے اسٹارٹ کرتے ہوئے آگے بڑھایا۔ دُور کھڑے ہوئے حمایتی اور مُحرّر چیخے لگے۔ گاڑی ریت پر آگے بڑھتی ہوئی پختہ سڑک کی طرف جانے لگی۔ پومی نے کہا: "اسے اس طرف موڑ دو جدھر یہ سڑک کسی شہر کی طرف جاتی ہے۔"

ڈرائیور نے پختہ سڑک پر گاڑی کو دائیں طرف موڑ دیا۔ پومی سڑک سے دُور دیکھ رہی تھی۔ ساحل پر کھڑے ہوئے اس کے حمایتی بدمعاش اپنی گاڑی کی طرف آ رہے تھے۔ پومی نے کہا: "اب رفتار ذرا بڑھاؤ مگر سہولت کے ساتھ....."

چاقو کی نوک بری طرح ڈرائیور کی پسلی میں چبھ رہی تھی۔ اس نے سہولت سے رفتار بڑھائی۔ کچھ دُور چلنے کے بعد پومی نے کہا: "اب گاڑی روکو اور فوراً ہی اس کا دروازہ کھول کر باہر بھاگ جاؤ۔"

گاڑی روک دی گئی۔ ڈرائیور نے اپنے پاس والا دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ پومی نے اس کی جگہ پر بیٹھ کر دروازے کو ایک جھٹکے سے بند کیا۔ گاڑی اسٹارٹ کی اور پھر اس کی رفتار بڑھاتے ہوئے وہاں سے لے اڑی۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر اس بات کو نوٹ کر رہا تھا کہ وہ ڈرائیونگ نہیں جانتی ہے لیکن اس نے اپنے ممی اور ڈیڈی کو بارہا ڈرائیو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ پھر یہ کہ اس وقت وہ ڈرائیو نہیں کر رہی تھی۔ اس کے دماغ میں بیٹھ کر میں اس گاڑی کو چلا رہا تھا اور وہ اس کی رفتار بڑھاتی جا رہی تھی۔

میں چاہتا تھا کہ وہ جن حالات سے گزر رہی ہے ان حالات میں کچھ کچھ سیکھتی بھی رہے۔ اسی وجہ سے میں اس کے دماغ کو سمجھانے لگا کہ کس طرح ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اپنی توجہ ڈرائیونگ کی طرف موڑ کر دینا چاہئے۔ کس طرح پاؤں بریک اور ایکسیلیٹر پر رہتے ہیں اور کس طرح گیئر بدلا جاتا ہے کس طرح سائڈ کا خیال رکھا جاتا ہے اور کس طرح عقب نما آئینے میں بھی دیکھتے رہنا چاہئے۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو وقت انسان کے دماغ میں رہتی ہیں۔ بظاہر یہ مشکل کام نظر آتا ہے لیکن پر مشکل مشق کے بعد آسان ہو جاتی ہے۔

کبھی کبھی میں اس کے ذہن میں بیٹھ کر اس کے ذہن کو آزاد چھوڑ دیتا تھا تو وہ بدحواس ہو کر سوچتی تھی کہ میں کیسے ڈرائیو کر رہی ہوں؟ ہوں! مگر یہ بے بسی کے حوصلے کی وجہ سے ہے۔ بغیر سوچے سمجھے شروع کر دیا اور بڑے مزے میں گاڑی دوڑاتی جا رہی ہوں۔

میں اس کی سوچ میں بتا رہا تھا کہ کس طرح گیئر بدلنا چاہئے۔ کس طرح رفتار کا خیال رکھنا چاہئے۔ وہ سمجھتی جا رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں کو مضبوطی کے ساتھ اسٹیئرنگ کو پکڑے ہوئے کنٹرول کر رہی تھی۔ آدھ گھنٹے بعد اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ دو ٹرک دُور بہت دُور آگے پیچھے آ رہے تھے۔ وہ تیز رفتار تھے۔ یہ دیکھتے ہی میں پومی کے دماغ میں جم کر بیٹھ گیا۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر جم گئی۔ پھر میں نے اپنے طور پر ڈرائیونگ شروع کی۔ اس کی رفتار بڑھاتا چلا گیا۔

میں مسلسل دو گھنٹے تک تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا رہا۔ دو گھنٹے کے بعد میرا گزر یعنی کہ پومی کا گزر ایک بستی سے ہوا۔ اس بستی کے لوگ عجیب نظر آئے۔ وہاں کوئی ایسا پختہ مکان یا کوئی ایسا شہ زور آدمی نظر نہیں آیا۔ جو بدمعاشوں سے مقابلے کرنے میں پومی کا ساتھ دیتا۔ میں نے یہی مناسب سمجھا کہ رُکے بغیر آگے بڑھتے رہنا چاہئے۔ بستی سے گزرنے کے بعد آگے ایک پٹرول پمپ نظر آیا۔ جہاں ایک شخص ہاتھ میں پٹرول کا مین لئے سڑک کے کنارے کھڑا تھا۔ اور ہاتھ کے اشارے سے لفٹ مانگ رہا تھا۔ پومی نے گاڑی روک دی۔ وہ گاڑی کے قریب آ کر بولا: "کیا مجھے لفٹ مل سکتی ہے؟ یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر میری گاڑی کھڑی ہے۔ گاڑی کا پٹرول ختم ہو چکا تھا۔ میں یہاں پیدل چلتا ہوا پٹرول لینے آیا۔ اب واپس جانے کا منتظر ہے۔"

پومی نے کہا: "آؤ جلدی سے بیٹھ جاؤ۔ کچھ بدمعاش میرا تعاقب کر رہے ہیں۔"

وہ دوڑتا ہوا گاڑی کے دوسری طرف آیا۔ پھر دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے بولا: "تعجب ہے کہ بدمعاش تمہارا پیچھا کیوں کر رہے ہیں؟ تم کہاں سے آ رہی ہو؟ کیا بالکل اکیلی ہو؟"

اس وقت تک پومی نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی میرے اشارے کے مطابق ڈرائیو کرتی جا رہی تھی۔ نہ ہاں۔ میں بالکل اکیلی ہوں اور بدمعاشوں سے پیچھا چھڑا کر بھاگ رہی ہوں۔ مجھے مگنون جانا ہے۔"

"رنگون؟ وہ تو بہت دُور ہے اور تم اس کے مخالف سمت پر برما کی طرف جا رہی ہو۔ یعنی تم نے شہر مولمین کا بھی راستہ چھوڑ دیا ہے۔"

"اب یہ راستہ کہیں بھی جائے میں جاتی رہوں گی۔ پیچھے مڑ کر دیکھو کی تو میری جان کے دشمن نظر آئیں گے۔ میں واپس نہیں جا سکتی۔"

وہ تیزی سے ڈرائیو کرتی رہی۔ ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ گاڑی کھڑی ہوئی نظر آئی۔ اس آدمی نے کہا: "یہی میری گاڑی ہے۔ یہیں روک دو۔ اور دشمنوں کی فکر نہ کرو۔ میں تھوڑا سا پٹرول ڈالتا ہوں۔ پھر فوراً ہی ہم اس کار میں چلیں گے۔ اس وقت تک تم یوں کرو اس گاڑی کو موڑ کر سڑک پر آڑی کھڑی کر دو تاکہ تعاقب کرنے والوں کو اپنی گاڑیاں گزارنے کا موقع نہ ملے۔"

یہ کہہ کر وہ اپنی گاڑی میں پٹرول ڈالنے چلا گیا۔ میں نے پومی کے دماغ میں بیٹھ کر وہی کیا جو اس نے مشورہ دیا تھا۔ مشورہ بہت ہی اچھا تھا مگر ناممکن تھا۔ میں نے یوں کیا کہ پومی نے گاڑی سے پیچ کس اور ہتھوڑی نکال کر پٹرول کی ٹنکی میں سوراخ کر دیا پٹرول بہنے لگا۔ وہ اس اجنبی کے پاس گئی اور اس سے پوچھا: "کیا ہوا کتنی دیر ہے وہ لوگ آنے ہی والے ہیں۔"

اس نے گاڑی کے بونٹ کو اپنی جگہ رکھتے ہوئے کہا: "میں تیار ہوں۔ چلو بیٹھ جاؤ۔"

پومی نے کہا: "ایسے نہیں۔ میں نے پٹرول کی ٹنکی میں سوراخ کر دیا ہے تم ذرا وہاں ماچس کی جلتی تیلی پھینک کر آ جاؤ۔ میں اسٹیئرنگ پر بیٹھتی ہوں۔"

اس نے کہا: "نہیں گاڑی کو میں ڈرائیو کروں گا اور بڑے مزے میں ڈرائیو کروں گا۔ میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ جیب سے ماچس نکالتا ہوا ٹرک کی طرف گیا۔ اتنی دیر میں پومی اس کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے پلٹ کر دیکھا تو کیا دیکھتی ہے کہ اس ٹرک سے شعلے اٹھنے لگے تھے۔ وہاں آگ لگ گئی تھی۔ وہ شخص دوڑتا ہوا اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور تیزی سے اسے ڈرائیو کرتا ہوا۔۔۔ دور بھگاتا چلا گیا۔ بہت دور جانے کے بعد ایک زوردار دھماکہ سنائی دیا۔ شاید اس ٹرک کے چیتھڑے اڑے تھے۔ اس کے اجنبی ساتھی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "اب دشمنوں کے باپ دادا بھی تمہارے سائے تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

انسوں کہ میں اس اجنبی کی زبان بھی نہیں سمجھ سکتا تھا میں نے سوچا جب وہ کار ڈرائیو کر رہا ہے اور بڑا اسمارٹ لگ رہا ہے تو وہ انگریزی بھی جانتا ہوگا۔ میں نے پومی کی سوچ میں کہا: مجھے اس اجنبی سے انگریزی میں بات کرنا چاہئے۔ دیکھوں تو کہ یہ کتنا پڑھا لکھا ہے؟

پومی نے اس سے انگریزی میں سوال کیا۔ وہ بولا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ میں یہ زبان نہیں جانتا۔ اپنی زبان بولو۔"

میں مایوس ہو گیا۔ میں کسی بھی اجنبی کے رحم و کرم پر اس لڑکی کو چھوڑ نہیں سکتا تھا جس کے پاس بھی وہ جاتی مجھے اس کے دماغ کو پڑھنا ضروری تھا۔ جب تک میں کسی کی ذہنیت کو سمجھ نہ لیتا۔ اس وقت تک پومی کی طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔

بہر حال اس بات کا اطمینان ہو گیا کہ پیچھا کرنے والے دشمن پیچھے ہی رہ گئے تھے۔ جب تک وہ گاڑی چلتی رہتی اس کا غلبہ ہٹایا نہ جاتا۔ وہ اپنی گاڑیاں لے کر آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ مجھے صرف اس بات کا خیال رکھنا تھا کہ اب جس کے ساتھ پومی آگے بڑھ رہی ہے، وہ کون ہے؟ اور کیسا ہے؟

اچانک ہی میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ ممی در وازے پر دستک دیتے ہوئے کہہ رہی تھیں "بیٹے! انتظار کی ایک حد ہوتی ہے میں کب سے اس انتظار میں ہوں کہ تمہاری تپسیا نیند ہو گی تو میں کچھ باتیں کروں گی۔ تمہارے ساتھ ناشتہ کروں گی۔ میں نے ذرا بھی ایک پیالی چائے تک نہیں پی ہے۔"

دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ وہاں کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھیں۔ میں نے ممی سے کہا: "ممی! یہ پومی تو بڑے کمالات دکھا رہی ہے۔"

دشمنوں کے چھکے چھڑا رہی ہے اور یہی بات ہے کہ اس کے ساتھ رہنا پڑتا ہے۔ میں اگر اس کا ساتھ چھوڑ دوں تو بے چارگی والے جینے نہیں دیں گے۔"

وہ میرے پاس آ کر بستر کے سرے پر بیٹھتے ہوئے بولیں "کیا حال ہے پومی کا؟ وہ خیریت سے تو ہے نا؟"

"ممی آپ میری موجودگی میں اس کی خیریت پوچھ رہی ہیں اگر کچھ ہوتا، اسے کچھ نقصان پہنچتا تو میں آپ کو ضرور بتاتا۔ فی الحال تو وہ محفوظ ہے لیکن میں زیادہ عرصے تک اس کے دماغ سے غیر حاضر نہیں رہنا چاہتا۔ واقعی آپ نے بہت انتظار کیا ہے۔ ابھی میں حاضر سے آتا ہوں۔ آدھے گھنٹے کے بعد ہم ڈائننگ ٹیبل پر ملیں گے۔"

یہ کہتے ہوئے میں وہاں سے اٹھ گیا۔ وہ کمرے سے جاتے ہوئے بولیں "ایک بات کا خیال رکھو، جے حوالا سے میں نے وعدہ کیا تھا کہ بچے تک میں اسے پومی کے متعلق بتاؤں گی کہ وہ کہاں ہے؟ اور اسے آنے کرنے کے لئے وہ کس طرف جا سکتا ہے۔"

"جے حوالا کو ابھی یہ بتانا بہت مشکل ہے۔۔۔ ہاں یاد آیا اس کے ساتھ جو آدمی کار ڈرائیو کر رہا ہے۔ وہ پومی سے کہہ رہا تھا کہ جہاں تک پردہ سفر کر رہے ہیں وہ سڑک آپ ہی کی طرف جاتی ہے۔ شاید اسے جے حوالا کو کچھ اس راستے کا پتہ مل جائے۔ آپ اسے اتنا تو بتا سکتی ہیں۔۔۔"

میں باتھ روم میں داخل ہو کر پومی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کار میں بیٹھی اجنبی ہم سفر کے ساتھ کسی طرف چلی جا رہی تھی۔ اس کا ہم سفر وقتاً فوقتاً سے نظریں ہٹا کر بار بار اس کا جائزہ لیتا تھا۔ آخر اس نے کہا "پومی! سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تمہیں بچی سمجھوں یا نوجوان لڑکی۔ تم قد اور جثہ کے لحاظ سے کچھ جوان جوان سی لگتی ہو۔ مگر چہرے پر بلا کی معصومیت اور بچپنا ہے۔ باتیں ایسی کرتی ہو جیسے سو سال کی بوڑھیاں کرتی ہیں۔ تم آخر ہو کیا بلا؟"

وہ آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بولی "سچ پوچھو تو میں خود نہیں جانتی کہ میں کیا تھی؟ اور کیا ہو گئی ہوں؟ آج سے دو روز پہلے میں ایک معصوم بچی تھی۔ اپنے باپ کے لاڈ پیار اور اپنے بھائی کی محبت کے سوا کچھ نہیں جانتی تھی۔ دو دن میں میری دنیا ایک دم سے بدل کر رہ گئی ہے۔ بدمعاشوں نے مجھے کہیں کا کہیں پہنچا دیا ہے۔ میں کل رات سے بھاگ رہی ہوں۔ اور نت نئے تجربات سے گزر رہی ہوں۔"

"ذرا میں بھی سنوں، کیسے تجربات سے گزر رہی ہو۔ دیکھو ایک بات بتا دوں۔ ہمیں اتنا بڑا ٹرک ڈرائیو کرتے ہوئے دیکھ کر عجیب لگا تھا۔ یوں لگا جیسے تمہارے اندر کوئی جن سمایا ہوا ہے جو ٹرک کو ڈرائیو کرتا ہوا یہاں تک لایا ہے۔ ہمیں دیکھ کے بعد یقین

ہیں آتا کہ تم اتنی بڑی گاڑی ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں تک آ سکتی ہو۔"

"ہاں! سچ پوچھو تو میں بھی حیران ہوں کہ میں کس طرح گاڑی ڈرائیو کرتی رہی ہوں۔ حالانکہ میں نے اپنے ڈیڈی کو بارہا کار ڈرائیو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور ڈرائیو کرنے کے اصولوں کو بھی ذہن نشین کرنے کی کوشش کی لیکن زندگی میں آج پہلی مرتبہ ڈرائیو کرنے کا اتفاق ہوا تھا۔ میں حیران ہوں کہ اتنی کامیابی سے اتنی دور تک کیسے گاڑی چلاتے ہوئے آ گئی۔"

"میں اس نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ تمہاری قوتِ ارادی بہت مضبوط ہے بلکہ حیرت انگیز ہے۔ معلوم ہوتا ہے جب تمہاری جان پر بن آتی ہے تو تم ہر وہ کام کر گزرتی ہو جو تمہاری عمر اور تمہارے قد نے بھی اونچا ہوتا ہے۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں۔ تمہارا یہ نفسیاتی تجزیہ کسی حد تک درست ہے میں موجودہ حالات میں اسے تسلیم کرتی ہوں۔ ممی اور ڈیڈی کہتے ہیں کہ میں بہت ہی ضدی ہوں اور جس بات کے لئے مچل جاتی ہوں۔ وہ پوری کرا کے ہی دم لیتی ہوں۔ اس طرح سے یہ بات میری سمجھ میں۔۔۔ آتی ہے کہ میں ضد میں آ کر ہر کام کر گزرتی ہوں ویسے تمہارا نام کیا ہے؟"

"دیکھو لڑکی! میں نے تمہارا نام نہیں پوچھا تھا۔ باتوں ہی باتوں میں تم نے بتا دیا اور میں اپنا نام کسی اجنبی کو نہیں بتاتا۔ کیونکہ زندگی کے اس سفر میں بہت سے لوگ ملتے ہیں اور بچھڑ جاتے ہیں۔ کہاں تک لوگوں کے نام یاد رکھے جا سکتے ہیں۔ ہاں اس ملاقات کے بعد بھی آئندہ ہماری ملاقاتیں ہوتی رہیں تو میں اپنا بھرپور تعارف کراؤں گا۔ فی الحال تم مجھے اپنا اجنبی ہم سفر سمجھو۔ اجنبی کہو یا ہم سفر کہہ لو۔"

"تم بڑی دلچسپ باتیں کرتے ہو۔ ٹھیک ہے نہ تو بتاؤ جیسے کہہ چکی ہوں، میں ضدی ہوں تو اب میں تمہارا نام سننا بھی گوارا نہیں کروں گی۔"

"شاید تم ناراض ہو گئیں۔"

"زندگی کے سفر میں ہم ملتے ہیں بچھڑ جاتے ہیں۔ کب تک کسی کی ناراضی کا خیال رکھا جا سکتا ہے۔ میں تمہاری بات نہیں کر رہی ہوں۔ لہٰذا یہ نہ سوچو کہ کون ناراض ہو گیا۔ ہاں آئندہ کبھی ملاقاتیں ہوئیں تو ناراضیوں کا حساب کر لیا جائے گا۔"

وہ زور سے قہقہہ لگا کر بولا "بھئی! تم تو بالکل انگلش کی گولی کی طرح چبتی ہو۔ مان گیا۔"

"جنبی ملنے والے! تم کدھر جا رہے ہو؟"

"یہاں آگے ہمارا ایک دفتر ہے۔ وہاں سے ہم دوسرے شہروں میں اور دوسرے ملکوں میں ضرورت کا سامان سپلائی کرتے ہیں۔ تم چلو ابھی تمہیں جانے کا راستہ بتا دیا جائے گا۔"

اس کی یہ باتیں سن کر میں ذرا سا چونک گیا۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو بہت راز میں رکھ رہا تھا۔ نہ اپنا نام بتا رہا تھا نہ کام بتا رہا تھا۔ یہ بات میرے احتیاط رہنما تھا۔ میں نے کہا "پومی کے دماغ میں جھانکنا اور معلومات حاصل کرنا بڑا خیریت سے ہے کہ نہیں۔ آدھے گھنٹے کے بعد میں وعدے کے مطابق ڈائننگ ٹیبل پر پہنچ گیا۔ ممی میرا انتظار کر رہی تھیں۔ ہم نے ناشتہ شروع کیا۔ ممی نے پوچھا: "پومی کا کیا حال ہے؟ کچھ خطرہ ہی لگتا ہے۔ جو شخص اس کے ساتھ ہے۔ وہ میری سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ میں یہاں کی زبان نہیں سمجھتا۔۔۔ بہر حال میں دیکھوں گا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"

ممی نے پوچھا "اور سونیا کیسی ہے؟"

"پومی نے مجھے صبح سے اس قدر مصروف رکھا ہے کہ میں اس کی خبر نہیں لے سکا۔ ویسے اطمینان ہے کہ وہ بخیریت پیرس تک پہنچ جائے گی۔ ٹھیک ہے میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے چائے پینے کے دوران سر کو جھکایا اور سونیا کی خیریت معلوم کرنے لگا۔ ممی چپ چاپ ناشتہ کرنے میں مصروف تھیں اور کبھی کبھی میری طرف دیکھ لیتی تھیں۔ تقریباً بارہ منٹ کے بعد میں نے سر اٹھا کر کہا: "سونیا طیارے میں سفر کر رہی ہے لیکن خطرہ محسوس کر رہی ہے۔ اس کی سوچ نے مجھے بتایا ہے کہ پچھلی رات اس پر حملہ ہوا تھا لیکن وہ صاف بچ نکلی۔ حملہ آور یقیناً اسے موذی سمجھ کر ہلاک کرنے آیا تھا۔ اس کے دھیان میں بھی یہ نہ ہو گا کہ وہ خطرناک عورت کے سامنے جا رہا ہے۔ بہر حال وہ ناکام ہو کر واپس بھاگ گیا تھا۔"

"پچھلی رات تم یہ سوچ کر اطمینان سے سو گئے تھے کہ سونیا محفوظ رہے گی۔"

"جی ہاں۔ آپ غور سے سوچئے کہ اطمینان کی بھی بات تھی۔ سونیا، موذی کے روپ میں ہے اور سپر ماسٹر کے آدمی جانتے ہیں کہ انہوں نے موذی کو ہلاک انعام کے لالچ میں ہزاروں ڈالر اس لئے دیئے تھے کہ اس نے سونیا کو ہلاک کیا تھا۔ اور ان کے راستے کا سب سے بڑا کانٹا ہٹا دیا تھا۔ ایسی صورت میں موذی سے جو قتل کا معاہدہ ہوا تھا وہ کامیابی سے ختم ہو گیا تھا۔ اب موذی سے کوئی لین دین نہیں رہا تھا۔ وہ سپر ماسٹر جا رہی تھی۔ ایسی صورت میں کوئی اس پر قاتلانہ حملہ کیوں کرتا؟ یہ بات نہیں نے سوچی اور نہ ہی سونیا سوچ سکتی تھی۔"

"تو پھر وہ حملہ آور کون ہو سکتا ہے؟"

"سونیا کا خیال ہے کہ سپر ماسٹر کے آدمیوں نے ہی اس پر قاتلانہ حملہ کرایا ہے اور وہ اس لئے کہ سونیا کی موت کا راز اس تنظیم کے چند لوگوں کے علاوہ موذی کو معلوم ہے اور وہ کسی ایسی عورت یا مرد کو راز دار بنا کر نہیں رکھنا چاہتے۔ جن کا تنظیم سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور جنہیں راز دار کی حیثیت سے کبھی آزمایا نہ گیا ہو۔ اسی لئے وہ گوک موذی کو قتل کر دینا چاہتے ہیں تاکہ سونیا کی موت ہمیشہ راز میں رہے اور میں بھی سونیا کے اس

ادبی اور احسانات کو بھلا کر وہ اپنی کمینگی پر اتر آیا ہے۔"

"کیا اسی خیال کے تحت وہ طیارے میں خطرہ محسوس کر رہی ہے؟"

"جی ہاں۔ جیسا کہ میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں۔ سونیا میں ایک غیر معمولی صلاحیت ہے، سونگھنے کی ۔۔۔ وہ کسی کی بھی بُو کو ایک بار سُونگھ لینے کے بعد اسے ذہن نشین کر لیتی ہے۔ پھر ہزاروں لاکھوں کی بھیڑ میں اس مخصوص بُو والے مرد یا عورت کو پہچان لیتی ہے۔ پچھلی رات جس نے حملہ کیا تھا۔ ماربیٹ کے دوران اس حملہ آور کی بُو اسے بہت قریب سے ملی تھی اور وہ اس کے ذہن میں محفوظ تھی۔ اب وہ طیارے میں بیٹھی ہوئی وہی بُو محسوس کر رہی ہے اور جہاں وہ بیٹھی ہوئی ہے اس کی اگلی قطاروں کی طرف سے وہ بُو پھیلی آ رہی ہے۔ وہاں وہی حملہ آور بیٹھا ہوا ہے۔"

"اوہ! تو پھر واقعی خطرہ ہے؟"

"ہاں میں ذرا اس کے پاس جا کر دیکھتا ہوں۔ پوری تو ابھی سفر کر رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد پوری کی خبر لوں گا۔"

یہ کہہ کر میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک رسالہ کھول کر اس کی تصویریں دیکھ رہی تھی لیکن اس کا دھیان اس بُو کی طرف تھا جو کہیں اگلی قطاروں میں موجود تھی۔ وہ رسالے کی آڑ سے سامنے کی طرف دیکھتی جا رہی تھی مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سونیا کی سوچ نے بتایا کہ وہ بُو متحرک ہو گئی ہے۔ ایک طرف سے دوسری طرف جا رہی ہے اور وہ رسالے کی آڑ سے دیکھ رہی تھی کہ اب ایک شخص اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔۔۔

وہاں سے درمیانی راہداری پر آ گیا تھا۔ اس راہ داری سے گزرتے ہوئے باتھ روم کی طرف جانا چاہتا تھا اور وہاں تک جانے کے لئے اسے سونیا کے قریب سے ہی گزرنا تھا۔ کیونکہ سونیا راہ داری کے کنارے والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔

میں محتاط ہو کر سونیا کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ جیسے ہی وہ شخص سونیا کے قریب سے گزرنے لگا۔ سونیا کی ایک ٹانگ راہداری کی طرف بڑھی اور پھرتی سے پھر اپنی جگہ واپس آ گئی۔ مگر اتنی دیر میں وہ گزرنے والا اس کی ٹانگ سے الجھ کر اوندھے منہ راہداری پر گر پڑا تھا۔ آس پاس بیٹھے ہوئے مرد اور عورتوں نے چونک کر اسے دیکھا۔ دُور بیٹھے ہوئے مسافر صرف اس کے گرنے کی آواز سن سکے۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا اس لئے وہ لوگ اپنی جگہ سے اٹھ کر اُدھر دیکھنے لگے۔۔۔۔۔

گرنے والا ہڑبڑا کر اٹھ گیا تھا۔ جھلا کر سونیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ اس کے قریب آ کر چیختے ہوئے بولا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے؟ تم نے مجھے کیوں گرایا ہے؟"

سونیا نے رسالے کو بند کرتے ہوئے اسے حیرانی سے دیکھا پھر آہستگی سے بولی۔ "مسٹر! ذرا ایک قدم دُور کھڑے ہو کر بات کرو میں اتنی قربت کسی کی برداشت نہیں کرتی۔ تمہارے سوال کا جواب میں ابھی دوں گی۔۔۔۔"

اس نے غرا کر اسے دیکھا۔ پھر ایک قدم پیچھے ہٹ کر اگلی سیٹ کے لوگوں سے کہنے لگا۔ "اس عورت نے مجھے گرایا ہے۔"

سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "کیوں جھوٹا الزام لگا رہے ہو۔ کیا ہماری تمہاری کبھی کی دشمنی ہے؟ میں بھلا تمہیں کیسے گرا سکتی ہوں؟ تم لحیم شحیم مرد ہو اور میں ایک معمولی عورت ہوں۔ اتنی جلدی میں نے تمہیں کیسے گرا دیا۔ کیا میں نے اپنی ٹانگ پھنسائی تھی؟"

"ہاں تم نے یہی کیا تھا۔"

"سچ سچ بتاؤ۔ کیا تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟"

وہ غصے میں جھلا کر بولا۔ "ہاں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔"

سونیا نے تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹل مین! ذرا اس کی عقل مندی ملاحظہ فرمائیں۔ جب یہ دیکھ رہا تھا کہ میں اپنی ٹانگ پھنسا کر اسے گرا رہی ہوں تو پھر یہ کیسے گر پڑا۔ کیا یہ سنبھل نہیں سکتا تھا۔ کیا یہ اسی وقت چیخ نہیں سکتا تھا۔ کیا یہ اس وقت اپنے آپ کو گرنے سے بچا نہیں سکتا تھا؟"

دو ایئر ہوسٹس اس شخص کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی تھی اور اس سے التجا کر رہی تھیں کہ وہ بے وجہ سوچے سمجھے ایک خاتون پر الزام نہ لگائے اور اس معاملے کو رفع دفع کرے۔ دوسروں نے بھی یہی مشورہ دیا بلکہ اکثر لوگوں کا یہ خیال تھا کہ وہ نشے میں ہے اور چلنے کے دوران لڑکھڑا کر گر پڑا تھا اور غصہ سونیا پر اتار رہا تھا۔

وہ دوسروں کی بات مان کر سونیا پر ایک سرسری سی نظر ڈالتا ہوا جانا چاہتا تھا۔ مگر سونیا نے ہاتھ بڑھا کر اسے روک لیا۔ "ٹھہرو مسٹر! تم نے مجھ پر خواہ مخواہ الزام لگایا تھا۔ اس کی معافی مانگو۔ اس کے بعد یہاں سے آگے بڑھو۔"

وہ پھر غصے میں تن کر کھڑا ہو گیا۔ آس پاس کی عورتوں نے کہا۔ "یہ ضروری ہے اور ایٹی کیٹ کے مطابق ہے۔ تمہیں اخلاقاً معافی مانگنا چاہئے۔"

اس نے بے بسی سے آس پاس کے تمام لوگوں کو دیکھا۔ سب یہی چاہتے تھے۔ بالآخر اس نے معافی کے دو چار الفاظ زبان سے ادا کئے پھر تیزی سے چلتا ہوا باتھ روم کی طرف جانے لگا۔ دُور والے مسافر اپنی جگہ بیٹھے رہے تھے۔ اسی لمحے میں نے اس شخص کے دماغ کو اپنے قابو میں لے کر اس کے قدموں کو لڑکھڑانے پر مجبور کر دیا۔ پھر ایک دھپ کی آواز آئی۔ بیٹھنے والے پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک اُچٹ کر دیکھنے لگے۔ وہ شخص راہداری کے قالین پر پھر ایک بار گرا ہوا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر عجلت سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ قریب ہی بیٹھی ہوئی ایک خاتون نے پوچھا۔ "کیوں مسٹر! اب پھر کسی عورت نے تم کو گرایا ہے؟ یا تم خود ہی کسی عورت کو دیکھ کر گر پڑنے کے عادی ہو۔"

دُور سے ایک مسافر نے کہا۔ "ہم جہاز کے عملے سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس شخص کو مزید شراب مہیا نہ کرے۔ ورنہ یہ تمام مسافروں کی پریشانی کا باعث بنے گا۔"

پھر کسی مسافر نے کہا۔ "شراب پینے سے کیا ہوتا ہے؟ پیتے تو ہم بھی ہیں مگر گرتے نہیں۔"

گرنے والے شخص نے بے بسی سے اور پریشانی سے آس پاس کے لوگوں کو دیکھا پھر پلٹ کر سنبھل سنبھل کر باتھ روم کی طرف جانے لگا۔ وہ حیران تھا کہ دوبارہ کیسے گر پڑا۔ پہلی بار تو اسے یاد تھا کہ اس کی ٹانگوں کے درمیان کوئی چیز پھنسی تھی۔ اس نے سونیا کی ٹانگ کو نہیں دیکھا تھا کیونکہ سونیا کے پھرتیلے پن کو ابھی اس نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ دوسری بار وہ اچانک ہی لڑکھڑا کر آپ ہی آپ گر پڑا تھا۔ لہٰذا اب تیسری بار وہ گرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے بہت سنبھل سنبھل کر چل رہا تھا۔ جیسے بچہ پہلی بار چلنا سیکھ رہا ہو۔ سب لوگ اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے اور اس امید پر دیکھ رہے تھے کہ وہ آگے چل کر کہیں پھر گرنے والا ہے لیکن وہ بخیریت باتھ روم والے کوری ڈور کی طرف پہنچ گیا۔ سب لوگ اطمینان سے اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے میں اس شخص کے دماغ میں موجود تھا اور اس کی سوچ کو پڑھتے ہوئے معلومات حاصل کر رہا تھا کہ وہ یقیناً سپر ماسٹر کے آلہ کاروں میں سے ایک ہے۔

سازش وہی تھی جسے سونیا سمجھ چکی تھی۔ یعنی وہ لوگ سوزی کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتے تھے کسی بہانے سے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ تاکہ سونیا کی موت کا راز راز ہی رہے۔ اس شخص کی سوچ میرے آگے چغلی کھا رہی تھی اور یہ بتا رہی تھی کہ وہ شخص سونیا کو اس طیارے میں ہلاک نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ اس کی نگرانی کرتا ہوا پیرس پہنچے گا۔ پیرس میں سپر ماسٹر کے آلہ کار موجود ہوں گے۔ وہ سوفیا کی یا سوزی کی نشاندہی کرے گا۔ جب وہ لوگ سوزی کو پہچان لیں گے تو اس شخص کی ڈیوٹی ختم ہو جائے گی۔ اور وہ سونیا کے پیچھے لگ جائیں گے۔

میں سونیا کے دماغ میں واپس آ گیا۔ اس وقت وہ غصے میں بھری ہوئی تھی۔ حالانکہ بظاہر غصے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی کیونکہ اس نے بڑی اچھی طرح اس شخص کو بے وقوف بنایا تھا اور اسے اوندھے منہ گرا کر اس کی خوب بے عزتی کی تھی۔ وہ دوسری بار گرا تو سونیا کھسک گئی۔ یہ اس کے لئے سنجیدگی سے سوچنے کی بات تھی کہ وہ کیسے گرا۔ مسافر تو اسے نشے کی حالت میں سمجھ رہے تھے لیکن سونیا سمجھ رہی تھی کہ پینے والے یوں سیدھے سادھے راستے پر لڑکھڑا کر نہیں گرتے۔ وہ بھی ٹھوکر کھاتے ہیں یا اُن کے گرنے کی کوئی خاص وجہ ہوتی ہے۔ تو پھر وہ دوسری بار کیسے گرا؟ یہ سوال سونیا کے ذہن میں چیخ رہا تھا اور اس چیخ و پکار میں، اس سوال کے جواب میں اسے میری صورت نظر آ رہی تھی۔ وہ شبہ میں مبتلا ہو گئی تھی کہ میں اس کے دماغ میں موجود ہوں۔ میں نے ہی اس شخص کو دوسری بار گرایا تھا۔ اگر اس کا شبہ درست تھا اور اگر وہ شرارت میری تھی تو وہ اسے پسند نہیں تھی۔

میں نے سونیا کی سوچ میں کہا۔ "اگر وہ شرارت فرہاد کی تھی تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے کیونکہ فرہاد میری طرف پھر متوجہ ہو رہا ہے۔"

"اونہہ۔" سونیا نے نفرت سے کہا۔ "مجھے اس کی توجہ نہیں چاہئے۔ نہ ہی پہلے اس کی محتاج تھی نہ اب محتاج ہوں۔ میں اس دنیا میں اکیلی ہوں اور اب اکیلی ہی زندگی گزاروں گی اور وہ میرے راستے میں آئے گا تو مجھے اس کی دوستی منظور نہ ہو گی۔ بلکہ وہ میری دشمنی کا سامنا کرے گا۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں نرمی سے کہا۔ "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں کیوں فرہاد سے مخاطب ہوں۔ کیا میرے دل کی گہرائیوں میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے؟ کیا میں حقیقت سے انکار کر سکتی ہوں؟"

سونیا نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اس کے دماغ میں پرائی آوازیں ہیں اور فرہاد اس کے لب و لہجے میں بول رہا ہے۔ اسے اپنی طرف مائل کر رہا ہے وہ دانت پیس کر بولی۔ "فرہاد اگر تم موجود ہو اور میرا شبہ درست ہے تو سن لو کہ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ تم میرے قریب نہ آنا۔۔۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں کبھی تمہاری امداد قبول نہیں کروں گی۔ میں تمہارے سہارے کی محتاج نہیں ہوں۔"

میں خاموش رہا۔ چپ چاپ اس کی باتیں سنتا رہا۔ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ اس کی نفرت سمجھ سکتا تھا۔ کیونکہ ایک طویل عرصے تک میں نے اس کی خبر نہیں لی تھی اور ان حالات میں اسے نظر انداز کر دیا تھا جبکہ جمی بہت زیادہ زخمی اور بیمار تھا اور سونیا اس کی تیمارداری میں مصروف تھی۔ دراصل میں بھی ایک انسان ہوں بھئی۔ دماغ میں بھی نفرت محبت اور انتقام کے جذبات سلگتے ہیں۔ پھر میرے جذبات جو غلط انداز کے ہوتے ہیں۔ انہیں میں کچلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ بعض اوقات میں ناکامی ہوتی ہے۔ سونیا جب جمی کی طرف مائل ہونے لگی تھی تو میرے اندر رقابت کا جذبہ سلگنے لگا تھا۔

ہاں۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ میں جمی کو پسند نہیں کرتا تھا۔ لیکن سونیا کی پسند میری پسند تھی، اس کی محبت میری محبت تھی۔ میں اسے خوش دیکھنا چاہتا تھا۔ مجھے اس بات کا احساس تھا کہ جب میں اسے اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا اور میں نگر نگر مارا مارا پھرتا ہوں تو مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ سونیا کو اپنی جاگیر بنا کر رکھ لوں۔ جب وہ پہلی بار میری توقع کے خلاف جمی کی طرف مائل ہوئی تو مجھے دُکھ پہنچا۔ حالانکہ میں

یہ جانتا تھا کہ بھی میرا ہم شکل ہے اور وہ اسے میری ہی ذہنی سمجھ کر قبول کر رہی ہے اور اس کی صورت سے پہل کہ میری محبت کو اپنے دل کی گہرائیوں میں قائم رکھے ہوئے ہے۔

آج بھی وہ محبت میرے لئے تھی ہمیشہ رہے اور میرے لئے رہے گی۔ وہ بھلے نفرت کا اظہار کرے لیکن میں تو اس کی جڑوں میں اترا ہوا تھا اور وہ وہاں سے مجھے نوچ کر پھینک نہیں سکتی تھی بس تلملا سکتی تھی۔

میں نے اسے تلملانے کے لئے چھوڑ دیا۔ اگر بار بار زبردستی کرتا اپنی سوچ اس کے دماغ پر حاوی کرنے کی کوشش کرتا تو وہ اور زیادہ مشتعل ہو جاتی۔ میں نے فی الحال اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اب وہ خاموش بیٹھی انتظار میں تھی کہ شاید کوئی ایسی سوچ جو اس کے مزاج کے خلاف ہو یا نصیحت آمیز ہو۔ فرہاد کی طرف سے اس کے دماغ میں آئے گی۔

لیکن ایسی کوئی سوچ نہیں آئی۔ وہ خود ہی مختلف انداز میں سوچ رہی تھی اور اس مختلف انداز کو یہ سمجھ رہی تھی کہ یہ سب فرہاد کی طرف سے ہے۔ وہ بار بار کہہ رہی تھی کہ مجھے یہ سوچ قبول نہیں ہے آخر کار میں نے آہستگی سے اس کے لب و لہجے میں، اسی کی سوچ میں ہی سے کہا: "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس طرح تو میں اپنی کسی سوچ کو بھی اپنی نہیں سمجھوں گی اور خواہ مخواہ شبہ میں مبتلا رہوں گی۔ میں جو کچھ بھی سوچ رہی ہوں۔ وہ سب فرہاد کی طرف سے ہے۔ نہیں مجھے اس وقت بالکل پُرسکون رہنا چاہئے اور بالکل نارمل رہ کر۔۔۔ حالات کو سمجھتے ہوئے اس بات کا یقین کرنا چاہئے کہ فرہاد واقعی میرے دماغ میں موجود ہے یا نہیں؟"

میں دماغی طور پر ممی کے سامنے حاضر ہو گیا۔ وہ ڈائننگ ٹیبل کے دوسری طرف بیٹھے ہوئے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ مسکرا کر بولیں: "کیا ہو رہا ہے؟"

"فی الحال خیریت ہے۔ جو دشمن اس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ وہ ابھی اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہ محض اس کی نگرانی کر رہا ہے۔ جیل دشمن ویرس میں ملیں گے۔ اور وہیں پر اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔ میں نے معلوم کیا ہے کہ وہ آدھ گھنٹے کے بعد پیرس پہنچ جائے گی! ابھی آدھ گھنٹے کی فرصت ہے میں ذرا پومی کے پاس سے ہو آؤں۔"

میں نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا: "میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔ سامی کو ذرا پیٹ بھر کر ناشتہ کرا دیں۔ اس کے بعد جوالا سے رابطہ قائم کریں۔ اسے بتا دیں کہ سمندر کے اس ساحلی علاقے میں جہاں مچھلیوں کا کاروبار ہوتا ہے۔ پومی موجود تھی پھر اپر برما کی طرف گئی ہے۔ اگر جوالا پولیس کی جماعت لے کر اس ساحلی علاقے تک پہنچے گا تو وہاں بہت سے لوگ اس بات کی گواہی دیں گے کہ پومی اُدھر آئی تھی اور کس طرح وہاں سے فرار ہوئی تھی۔"

میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ وہاں میں نے ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر صوفے پر بیٹھ کر سگریٹ کے کش لگاتا ہوا پومی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس اجنبی ہم سفر کے ساتھ کسی ایسی جگہ تھی جس کی وہ نشاندہی نہیں کر سکتی تھی۔ وہاں لکڑی کے کیبن بنے ہوئے تھے۔ ایک کیبن دفتر کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ وہاں وہ اجنبی ہم سفر پومی کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ دفتر کے کمرے میں ایک بہت بڑی میز کے پیچھے ایک بہت موٹا سا گینڈے جیسا آدمی بیٹھا ہوا تھا اور اس وقت وہ پومی کو سر سے پاؤں تک گھور کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا: "تمہاری بکواس سُن کر یقین نہیں آتا کہ یہ لڑکی بیک وقت ذہین بھی ہو گی اور دلیر بھی۔ اس کے چہرے سے ذہانت کا پتہ تو چلتا ہے مگر اس کی دلیری کا یقین نہیں آتا۔ میں نہیں مانتا کہ یہ پہلے تو اغوا کرنے والوں کو اور پھر ساحل پر ٹرک ڈرائیور جیسے بدمعاشوں کو شکست دے کر اور انہیں زخمی کر کے فرار ہو سکتی ہے اور اتنا ہی نہیں بلکہ ایک بھاری بھرکم ٹرک ڈرائیور بھی کر سکتی ہے۔"

پومی نے کہا: "تمہارے یقین نہ کرنے سے میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ تم مجھے رنگون تک پہنچا سکتے ہو یا نہیں؟"

وہ اسے گھور کر دیکھتے ہوئے بولا: "تمہیں رنگون پہنچا دیا جائے گا لیکن فرض کرو کہ ہم تمہیں رنگون نہ پہنچائیں۔ بلکہ یوں ہی تمہیں مار ڈالنا چاہیں تو تم ہمارے حلقے سے کس طرح نکل کر بھاگ سکو گی؟"

اس نے جواب دیا: "جب ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا میں دوستانہ ماحول میں آپ سے بات کر رہی ہوں۔"

وہ سفاکی سے مسکراتا ہوا بولا: "بہت اچھے۔ تم بہت جلد ہی اپنے بدل لیتی ہے۔ یقیناً چالاک ہو۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام پامیلا ہے۔ مجھے پومی کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے۔"

"ہوں" اس نے اپنے کمرے میں کھڑے ہوئے دو ماتحتوں سے کہا: "اس لڑکی کو پکڑ کر اسی کمرے میں قید کر دو۔ جہاں دوسرے قیدی موجود ہیں۔ میں دیکھوں گا کہ یہ کس طرح فرار ہوتی ہے؟"

دو آدمی اس کی طرف بڑھے۔ پومی نے کہا: "ٹھہرو۔ کیوں مسٹر گینڈے! اگر میں ان دو آدمیوں سے مقابلہ کر دوں اور انہیں شکست دے دوں تو کیا تمہیں یقین آ جائے گا کہ میں واقعی دلیر ہوں اور تم میری دلیری کے انعام کے طور پر میرے گھر تک مجھے پہنچا دو گے؟"

گینڈے نے غصے سے کہا: "لڑکی! مجھ سے میز سے بات کرو تم مجھے گینڈا کہہ رہی ہو کم بخت! میں دیکھوں گا کہ تم ان دو آدمیوں کو کیسے شکست دیتی ہو۔ یہ دونوں تمہارے باپ کے بھی باپ ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پومی نے گھوم کر ایک ماتحت کے پیٹ پر زوردار لات رسید کی۔ وہ کراہ کر پیٹ پکڑتے ہوئے جھک گیا۔ دوسرا تحت کی طرف لپکا لیکن پومی اچھل کر کرسی پر آئی اور پھر اچھل کر میز پر کھڑی ہو گئی۔ وہ ماتحت دوڑ کر تیزی سے اسے پکڑنے آ رہا تھا۔ پومی نے میز کی بلندی سے ایک لات چلا دی۔ وہ لات اس کے منہ پر لگی۔ اس کے بعد وہ گھوم کر اس گینڈے کے سامنے میز کی بلندی پر کھڑی ہو گئی۔ ہاتھ کمر پر رکھ لئے اور بولی: "کچھ اور دکھاؤں؟"

وہ اپنی کرسی پر سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے ماتحتوں کو دیکھتے ہوئے بولا: "سمجھ میں نہیں آتا کہ اس لڑکی کی ہڈیوں میں ایسی کتنی قوت ہے۔ تم پیٹ پکڑ کر بیٹھ گئے ہو اور تم۔۔۔۔"

اس نے دوسرے ماتحت کو مخاطب کیا۔ اس وقت وہ ماتحت جو منہ پر ٹھوکر کھانے کے بعد دوسری طرف الٹ گیا تھا، اٹھ رہا تھا اٹھنے کے بعد اس نے اپنے باس کو دیکھا۔ تب وہ گینڈا چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ کیونکہ اس کی باچھوں سے اور ناک سے لہو رس رہا تھا اور اسے یقین ہو رہا تھا کہ جس لڑکی کو وہ نرم و نازک سمجھ رہا ہے اس کی ہڈیوں میں کتنی جان ہے۔

اس نے اپنے ماتحتوں سے کہا: "احمقو! نکل جاؤ یہاں سے۔"

ایک ماتحت نے اٹھتے ہوئے کہا: "باس ہمیں ایک موقع اور دیں۔ اس لڑکی نے اچانک ہی حملہ کیا تھا۔ ہم تیار نہیں تھے۔"

"بکواس مت کرو۔ اس لڑکی نے مقابلہ کرنے کے لئے چیلنج کیا تھا۔ اسی وقت تمہیں ہوشیار ہو جانا چاہئے تھا۔ آئی سے گٹ آؤٹ۔"

وہ دونوں سر جھکا کر کمرے سے باہر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد گینڈے باس نے میز پر کھڑی ہوئی پومی کو سر اٹھا کر دیکھا۔ پھر اپنے سامنے رکھے ہوئے اس کے گندے پیروں کو دیکھا۔ کیونکہ وہ پچھلی رات سے ننگے پاؤں بھٹکتی پھر رہی تھی۔ اس نے اس کے پاؤں کو چھوتے ہوئے اور ٹٹولتے ہوئے کہا: "یہ تو عام لڑکیوں کی طرح ملائم ہے۔ کیا تم مقابلہ کرتے وقت اسے سخت بنا لیتی ہو؟ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ ذرا اس میں سختی پیدا کرو۔"

میں پومی کے دماغ میں موجود تھا۔ تب میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو کر اس کے پیروں میں سختی پیدا کی۔ اس نے پاؤں اٹھایا اور اس گینڈے کے سامنے کر دیا۔ تب اس نے اسے چھو کر دیکھا تو وہ فولاد کی طرح سخت محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی انگلیاں بھی آہنی سلاخوں کی طرح تھیں۔

انسان کی طاقت اور کمزوری، ذہانت اور حماقت سب کی سب دماغ کی مرہونِ منت ہوتی ہیں۔ دماغ ساتھ نہ ہو تو جسمانی طاقت کسی کام نہیں آتی۔ بڑے سے بڑا پہلوان خرگوش کی طرح ذلول ہو جاتا ہے اور اگر ایک دبلے پتلے آدمی کا دماغ مضبوط ہو، قوتِ ارادی اٹل ہو اور وہ اپنے جسم میں لوچ لچک سختی اور قوت پیدا کرنے کی صلاحیتیں پیدا کر سکتا ہو تو پھر وہ بڑے سے بڑے شہ زور پر حاوی ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ پومی اگرچہ جسمانی اعتبار سے بہت زیادہ مضبوط نہیں تھی۔ لیکن میری سوچیں، میری دماغی قوتیں اسے فولاد بنا دیتی تھیں اور اسے وہ سب داؤ پیچ اور پینترے سکھاتی تھیں جو ایک اچھے فائیٹر کو جاننا چاہئے اور اچانک حملوں سے خود کو بچانے اور اچانک حملے کرنے کی صلاحیتیں بھی پیدا کر دیتی تھیں۔

پومی میز پر سے کود کر فرش پر آ گئی۔ اس گینڈے باس نے مسکراتے ہوئے کہا: "میں تم سے بہت خوش ہوں۔ بلکہ صاف لفظوں میں کہہ دوں کہ تم سے متاثر ہوں اور تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں کم آن۔" یہ کہہ کر اس نے دوستانہ مصافحے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پومی نے بھی مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس سے مصافحہ کیا اور بولی: "تم میرے کیبن میں جاؤ۔ وہاں غسل کرو۔ اس کے بعد لباس تبدیل کرو۔ پھر ہم ایک ساتھ لنچ کریں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے گھنٹی بجائی۔ ایک ملازم کمرے میں داخل ہوا تو اس نے کہا: "میری بیٹی کو میرے کیبن میں پہنچا دو اور اس کے لئے فوراً ہی ریڈی میڈ لباس کا بندوبست کرو۔"

پومی نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر اس ملازم کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد وہ ریوالونگ چیئر پر آ کر بیٹھ گیا اور پومی کے متعلق سوچنے لگا۔ میں اس کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ اس سے جو معلومات حاصل ہوئیں وہ بہت ہی خطرناک اور بے رحم قاتل ہے اور بہت بڑا آنگلر ہے۔ انسانوں کا آنگلر ہے۔ وہاں اس نے اپنا دفتر قائم کیا ہوا تھا اور وہ بھلے کتنے صحت مند نوجوانوں کو نوکری کا لالچ دے کر بلاتا ہے اور انہیں آسام کی طرف بھیج دیتا ہے جہاں ایک بیگار کیمپ بنا ہوا تھا۔ وہاں ان نوجوانوں سے بیگار لی جاتی تھی۔ ان کے علاوہ نوجوان عورتیں بھی اکٹھی کی جاتی تھیں۔ وہ پومی کو بھی وہاں بھیجنا چاہتا تھا۔ لیکن اب وہ پومی کے متعلق جو کچھ بھی سوچ رہا تھا ایک باپ کے جذبے سے سوچ رہا تھا۔

اس قاتل اور بے رحم اینگلر کو پومی نے متاثر کیا تھا۔ اور وہ اب اسے اینگلر نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے رنگون اس کے باپ تک پہنچا دیا جائے۔ میں اس کی یہ سوچ پڑھ کر مطمئن ہو گیا۔ کیونکہ میں دماغ کے اندر گہری تہہ تک اتر کر دیکھتا ہوں۔ اس کے اس فیصلے میں کوئی کھوٹ نہیں تھا اور وہ واقعی اس کے باپ جوالا تک اسے پہنچانا چاہتا تھا۔

میں نے سوچ کے رابطے ختم کر دیئے۔ آنکھیں کھول دیں۔ سامی میری گود میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اسے پیار سے سہلاتے ہوئے دیکھا۔ ابھی بیس منٹ گزرے تھے۔ دس منٹ کے بعد مجھے سونیا کے

پاس پہنچا تھا۔ میں نے خیال خوانی کا ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ممی! کیا جے جوالا سے ملاقات ہوگئی؟"

"نہیں بیٹے! میں نے دوبارہ فون کیا ہے۔ وہ اپنے گھر میں موجود نہیں ہے۔"

"ممی! آپ نے پیشین گوئی کی تھی کہ پومی کے مقدر میں ابھی بہت سی ٹھوکریں لکھی ہوئی ہیں اور وہ ایک عرصے تک اِدھر اُدھر بھٹکتی رہے گی۔ لیکن میں آپ کو یہ خوش خبری سنا دوں کہ وہ آج رات تک اپنے باپ جے جوالا تک پہنچ جائے گی۔ اسے بڑا مضبوط سہارا مل گیا ہے۔"

ممی تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہیں پھر انہوں نے کہا۔ "بیٹے! ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ میرے علم نے مجھ سے جھوٹ کہا ہو۔ تم اگر ٹھیک ہو تو یہ اچھی بات ہے۔ میں دعا کرتی ہوں کہ میرا علم تھوڑا سا غلط ہو جائے ویسے اپنے سابقہ تجربات کی بنیاد پر میں کہتی ہوں کہ ضرور آگے پل کر کوئی گھپلا ہوگا۔ کوئی رکاوٹ پیدا ہوگی۔ کیا ہونے والا ہے یہ ہم اور تم ہزار ہا علوم جاننے کے باوجود آئندہ کا حال نہیں جان سکتے۔ وقت آنے دو۔"

ممی کی باتوں نے مجھے تشویش میں مبتلا کر دیا۔ میں پھر اس گینڈے باس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مجھے شبہ ہوا کہ میں نے اس کے دماغ کو ٹٹولنے میں کوئی غلطی کی ہے۔ میں نے دوبارہ اس کے دماغ کو کھنگالنا شروع کیا۔ ہر طرح سے اس کی آزمائش کی لیکن وہ اپنے ارادے میں ثابت قدم نکلا۔ سچ مچ وہ پومی سے متاثر تھا اور اسے اپنی بیٹی سمجھنے لگا تھا۔ وہ پوری دیانتداری، خلوص اور محبت سے اسے آج رات نگون پہنچانے والا تھا۔ اس کی سوچ کے مطابق وہاں سے کوئین شہر تقریباً بیس میل کے فاصلے پر تھا۔ وہ اپنی کار میں پومی کے ساتھ بیٹھ کر مولین شہر جانے والا تھا۔ وہاں سے بذریعہ ٹیارہ نگون پہنچ کر پومی کو اس کی منزل تک پہنچانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

میں نے اس کی طرف سے مطمئن ہو کر سوچا کہ اس کی طرف سے کوئی گھپلا نہیں ہوگا۔ کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوگی۔ شاید وہاں سے رنگون پہنچنے کے دوران راستے میں کوئی مصیبت کھڑی ہو جائے۔ یہی بات سوچی جا سکتی تھی۔ ممی نے دروازے پر پہنچ کر کہا۔ "بیٹے! میں نہیں سوچ کے ذریعے پکار رہی ہوں۔ مگر تم نے جواب نہیں دیا۔ اس لئے یہاں چلی آئی ہوں۔ کس سوچ میں پڑ گئے ہو؟"

میں نے کہا۔ "پومی کا جو ہمدرد بنا ہوا ہے۔ اسے بیٹی کہہ رہا ہے اور پوری طرح دیانتدار ہے۔ اس کی طرف سے ہی تم کا خطرہ نہیں ہے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہاں سے۔ نگون پہنچنے کے دوران کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔"

ممی نے سر ہلا کر کہا۔ "ہاں۔ بہت کچھ ہو سکتا ہے اور ہم پہلے سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ویسے جے جوالا سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا معلوم تو کرو کہ وہ کہاں ہے؟"

یہ کہہ کر وہ کمرے کے اندر آئی اور ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے جے جوالا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ آشا بیلا کی کوٹھی میں پہنچا ہوا تھا۔ آشا بیلا کا بوڑھا شوہر ہرداس مرلین کھانسی کی دوائیں کھلا کر۔۔۔ اور زیادہ بیمار بنا دیا تھا۔ وہ بوڑھا بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ بستر کے قریب ہی آشا بیلا کھڑی ہوئی تھی۔ جے جوالا دروازے پر رکا ہوا اسے گھورتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "آشا! تم نے میری زندگی برباد کر دی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تمہیں بلیک میل کرنا اتنا مہنگا پڑے گا۔ میں اپنے بہکے رشتوں سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔ تم نے تمہارے عاشق نے میرے جوان بیٹے کو قتل کر دیا۔ میری بیوی تمہاری وجہ سے مر گئی اور میری بیٹی اب تک لاپتہ ہے۔ مادام مارخاطیہ تک یقین دلا رہی ہے کہ اس کا پتہ چل جائے گا لیکن میں یقین کر کے کہہ رہا ہوں جانتا ہوں کہ جب تک تمہارے جیسی ناگن زندہ ہے۔ تمہارے عاشق زندہ ہیں اس وقت تک مجھے سکون نہیں ملے گا۔ میری بیٹی مجھے ملے گی تو وہ پھر تمہارے ہتھے چڑھ جائے گی۔ اس لئے میں تمہارا اور اپنا خاتمہ کر کے بے باک کرنے آیا ہوں۔"

آشا بیلا نے ناگواری سے کہا۔ "اب ہمارا اور تمہارا کوئی حساب نہیں رہا۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں تمہارے ساتھ دماغ کھپاؤں۔"

وہ بولا۔ "نہیں آشا! ابھی ہمارا حساب ختم نہیں ہوا۔ میں نے بلیک میلنگ کا جتنا مواد تھا وہ سب تمہیں واپس کر دیا تھا۔ کیا تم میرے مقتول بیٹے کو واپس کر سکتی ہو۔ کیا تم میری مقتول بیوی کو واپس لا سکتی ہو؟ تم ایسا نہیں کر سکتی ہو۔ اس لئے ابھی ہمارا حساب باقی ہے یہ تمہیں ایسی جگہ پہنچا دوں گا جہاں سے تمہیں بھی کوئی واپس نہ لا سکے گا۔"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ یاد رکھو اگر تم نے مجھے جانی نقصان پہنچایا تو تم بھی زندہ نہیں رہو گے اور تم نہیں بچو گے تو اس دنیا میں تمہاری بیٹی تنہا بچ کر کیا کرے گی۔"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "نہیں۔ میں نے اپنی بیٹی کے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے انتظامات کئے ہیں۔ اس کے لئے دولت اور جائیداد چھوڑ کر جا رہا ہوں اور یہ فیصلہ کر کے آیا ہوں کہ میری بیٹی اسی وقت محفوظ رہ سکتی ہے۔ جب تم اور پریم کمار ٹھنڈے ٹھنڈے ہمیشہ کے لئے سو جاؤ۔ تمہاری اور اس بدمعاش عاشق کی آنکھیں کھلی رہیں گی تو میری بیٹی کبھی سکون سے نہیں رہے گی۔"

میں جے جوالا کے دماغ کو ٹٹول کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ قتل کرنا چاہتا ہے یا محض دھمکیاں دینے کے لئے آیا ہے اگر قتل کا ارادہ ہوتا تو میں اسے اس کے ارادے سے باز رکھ سکتا تھا لیکن اسی لمحے مجھے ممی نے مخاطب کیا۔ "کیا بات ہے بیٹے! تم نے جے جوالا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں پھر ممی کو دیکھا وہ میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں میں نے کہا۔ "ایک منٹ انتظار کریں۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں دوبارہ جے جوالا اور آشا بیلا کے پاس پہنچا چند لمحوں کی تاخیر نے کچھ سے کچھ حالات بگاڑ دیے۔ جتنی دیر میں میں ممی کے پاس سے واپس آیا اتنی دیر میں جے جوالا نے ریوالور نکال کر آشا بیلا پر فائر کر دیا تھا۔ گولی آشا بیلا کو لگی تھی اور وہ چیخ مار کر فرش پر ڈھیر ہو گئی تھی۔ میں ایک دم سے سکتے میں رہ گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسی واردات ہو جائے گی۔

ممی نے پوچھا۔ "کیا بات ہے تم کچھ پریشان سے نظر آ رہے ہو؟"

"ہاں۔ وہاں حالات کچھ سے کچھ ہو گئے ہیں لیکن ممی آپ نے پہلے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ آشا بیلا کی زندگی مختصر ہے۔ آپ نے اس کے بارے میں بہت کچھ کہا تھا مگر اس کی موت کی پیشین گوئی نہیں کی تھی۔"

وہ بولیں۔ "میں نے صحیح پیشین گوئی کی تھی اس کی زندگی ابھی باقی ہے۔ وہ مرنے والی ہوتی تو میں تمہیں بتا دیتی۔"

"ممی! اسے گولی لگ چکی ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ مر چکی ہے ٹھہریے۔ میں ابھی دیکھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں آشا بیلا کے دماغ میں پہنچا۔ اس کا ذہن تاریک ہو چکا تھا کہیں سے اس کی سوچ گرفت میں نہیں آ رہی تھی۔ بالکل سناٹا تھا۔ میں وہاں سے واپس آ گیا لیکن اس یقین کے ساتھ نہیں کہ وہ مر چکی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ممی کی پیشین گوئی درست تھی۔ ابھی اس کی زندگی باقی تھی اگر وہ مر چکی ہوتی تو اس کا ذہن بالکل گم ہو جاتا اور میری سوچ کی لہریں وہاں پہنچ نہیں پاتی۔ سوچ کی لہریں وہاں پہنچی تھیں اور وہاں سناٹے میں بھٹک کر واپس آ گئی تھیں۔

اب میں جے جوالا کے دماغ میں واپس آیا لیکن پھر اس آنے جانے میں ایک حادثہ پیش آ گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہاں جے جوالا نہیں تھا۔ اس کا دماغ گم ہو چکا تھا۔ میں نے حیرانی سے سوچا، یہ کیا ہو گیا ہے؟ اب میں وہاں پہنچنے کے لئے آشا بیلا کے دماغ میں نہیں جانا چاہتا تھا کیونکہ وہ بے ہوشی کی گہرائیوں میں گم ہو چکی تھی لیکن جے جوالا کیسے وہ ہو گیا؟ کچھ سوچ کے میں اس کے بوڑھے شوہر کے دماغ میں پہنچا۔ تب میں نے اس کے دماغ سے پریم کمار کی آواز سنی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کے ہاتھ میں ریوالور ہے اور اس نے آشا بیلا کا انتقام لینے کے لئے پیچھے سے فائر کیا تھا اور جے جوالا کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔

پریم کمار اچانک فائر کرنے کے بعد اسے ہلاک کرنے کے بوڑھاں سے دوڑتا ہوا آشا بیلا کے پاس پہنچا تھا۔ وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی اور وہ اسے اٹھا کر سینے سے لگا رہا تھا اور جھنجھوڑ کر بیدار کرنا چاہتا تھا۔ اور اسے آوازیں دے رہا تھا۔

آشا کے بوڑھے شوہر نے کہا۔ "کیا ہے دقوقوں کی طرح وقت ضائع کر رہے ہو۔ فوراً پولیس اسٹیشن اور ہسپتال فون کرو۔ پولیس والے قانونی کارروائی کے لئے آئیں گے اور ایمبولینس آئے گی جب ہی فوری طبی امداد مل سکے گی۔"

اس نے آشا بیلا کو فرش پر لٹا کر ہسپتال کے نمبر پہلے ڈائل کئے اور ایمبولینس لانے کو کہا۔ وہاں فون کرنے کے بعد وہ سوچ رہا تھا کہ اسے پولیس اسٹیشن فون کرنا چاہئے کہ نہیں۔ کیونکہ اب وہ قاتل کی حیثیت سے گرفتار ہونے والا تھا۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ وہاں فون نہ کرے پھر خیال آیا کہ پولیس والے جب تک نہیں آئیں گے۔ اس وقت تک یہاں آنے والی ایمبولینس کے لوگ زخمی آشا بیلا کو نہیں اٹھائیں گے۔

بہت مجبور ہو کر آشا بیلا کی زندگی بچانے کی خاطر پولیس اسٹیشن پر بھی فون کرنا پڑا۔ اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ پھر ممی کو بتایا کہ وہاں جے جوالا ہلاک ہو چکا ہے اور آشا بیلا ان کی پیشین گوئی کے مطابق ابھی تک زندہ ہے اور اس کے زندہ رہنے کی توقع ہے کیونکہ وہاں ایمبولینس پہنچنے والی ہے۔

ممی مسکرا رہی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بیٹے! میری سوچ نہ پڑھنا۔ بغیر پڑھے ہوئے یہ بتا دو کہ میں کیوں مسکرا رہی ہوں؟"

میں جواباً مسکرا بھر کہنے لگا۔ "جے جوالا ہلاک ہو چکا ہے۔ آپ ایسی تو نہیں ہیں کہ کسی کی موت پر مسکرائیں گی۔ چاہے وہ کتنا ہی دشمن یا بدکردار کیوں نہ ہو۔ اور آشا بیلا سے بھی آپ کی کوئی ایسی دشمنی نہیں ہے کہ اس کے زخمی ہونے پر آپ کے چہرے پر مسکراہٹ آ جائے۔ بھئی! ایسے تو سمجھنا مشکل ہے۔ آپ ہی بتا دیں۔"

وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولیں۔ "میں نے پیشین گوئی کی تھی کہ ابھی پومی کے مقدر میں بھٹکنا ہے۔ دیکھ لو وہ پیشین گوئی کس طرح درست ثابت ہو رہی ہے۔ اس کا باپ مر چکا ہے۔ اب وہ یہاں کس کے پاس رہے گی؟ ماما کے پاس دولت اور جائیداد ہوگی۔ لیکن وہ تو تمہارا گھر ہے۔"

میں نے قائل ہو کر سر ہلایا۔ "آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ پہلے میں سوچ رہا تھا۔ پومی وہاں سے نگون کی طرف آئے گی تو راستے میں کوئی مصیبت کھڑی ہوگی۔ دوسرے کوئی دشمن پیدا ہو جائیں گے یا راستے سے وہ بھٹک کر کہیں سے کہیں نکل جائے گی۔ آندھی آئے گی، طوفان آئے گا، سیلاب آئے گا۔ میں کیا کیا سوچ رہا تھا۔ لیکن تقدیر کے حال کو سمجھنا بڑا مشکل ہے۔ اچانک ہی بازی پلٹ جاتی ہے۔ ہم سوچ

بھی نہیں سکتے تھے کہ جے حوالا بوش میں وہاں چلے گا اور اپنی بیٹی کو آئندہ محفوظ رکھنے کی خاطر آشا بیلا اور پریم کمار کو قتل کرنا چاہے گا اور خود ہلاک ہو جائے گا۔"

اچانک ہی میری نظر دیوار گھڑی پر گئی تو میں ایک دم ہی چونک گیا۔ کیونکہ آدھ گھنٹے کے بعد بجے سونیا کے پاس پہنچا تھا اور اب پینتالیس منٹ گزر چکے تھے۔ بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں آشا بیلا اور جے حوالا کے جھمیلے میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور دوسرے لمحے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

دیر ہونے کے باوجود دیر نہیں ہوئی۔ کیونکہ طیارہ دس منٹ لیٹ تھا اور جب میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ ابھی طیارہ رن وے پر کھڑا ہے سیڑھیاں لگائی جا چکی ہیں اور مسافر یکے بعد دیگرے اتر رہے ہیں۔ سونیا بون زو کے ساتھ اپنی سیٹ پر بیٹھی رہی۔

اگلی قطار میں وہ سونیا پر حملہ کرنے والا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ بون زو نے کہا "چلو اٹھو۔ کیا جہاز سے اترنے کا ارادہ نہیں ہے؟"

سونیا نے آہستگی سے کہا "ابھی نہیں۔ میں سب سے آخر میں اتروں گی۔ ذرا صبر کرو۔"

وہ صبر کرنے لگا۔ دوسری قطار میں وہ بھی بیٹھا ہوا صبر کر رہا تھا اور اس انتظار میں تھا کہ سونیا آگے اترنے لگے اور وہ پیچھے پیچھے جائے اور اسے تاکتا رہے گا۔ ایئرپورٹ پر جو لوگ اس سے ملنے آئیں گے۔ انہیں بتائے گا کہ سونیا اور بون زو کون لوگ ہیں؟ کس قسم کا لباس پہنے ہوئے ہیں؟"

جب اگلی قطار سے تمام مسافر اٹھنے لگے اور وہاں سے جانے لگے تو اس نگرانی کرنے والے کو بھی اٹھنا پڑا لیکن وہ رکاوٹ کا سا پھل رہا تھا بار بار سونیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سونیا اس سے بظاہر بے پروا تھی۔ بون زو سے باتیں کرنے میں مصروف نظر آ رہی تھی لیکن اس کی توجہ اسی شخص کی طرف تھی۔ پھر ہوا یہ کہ اس شخص کو مجبوراً دوسروں کے ساتھ اترنا پڑا جب سب لوگ آگے بڑھ گئے اور۔ راہداری میں کوئی نہ رہا تو سونیا اور بون زو اپنا سامان لے کر اٹھ گئے اور اس طرح چلنے لگے کہ وہ نگرانی کرنے والا آگے ہو گیا تھا اور سونیا اس کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔

میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ عورت بہت ہی چالاک ہے۔ اسے شبہ ہو گیا ہے کہ میں اس کی نگرانی کر رہا ہوں اور اس کا شبہ کرنا اور محتاط رہنا بھی ایک فطری عمل ہے۔ کیونکہ پچھلی رات میں اس پر حملہ کر چکا تھا اور ناکام واپس آیا تھا۔ یہ اب بھی مجھے پریشان کر رہی ہے۔ کم بخت بہت ہی چالاک ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

میں یہاں اتر رہا تھا اور تیزی سے سوچ رہا تھا۔ سوچنے کے دوران میری رفتار ذرا تیز ہو گئی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے اور سونیا کے درمیان دو چار مسافر آ گئے۔ اب سونیا پر کسی قسم کا الزام نہیں آ سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے اس شخص کے قدموں کو لڑکھڑانے پر مجبور کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گرا۔ دوسرے مسافروں کی خوفزدہ عورتوں کی چیخیں بلند ہوئیں۔ سب ادھر سے ادھر سٹنے لگے۔ وہ گرا ہوا شخص سے لڑھکتا ہوا نیچے پہنچ گیا۔

زینے پر مسافر تھم گئے تھے۔ جو لوگ زینے سے اتر کر لاؤنج کی طرف جا رہے تھے۔ وہ بھی پلٹ کر حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔ جو ان کے سامنے دو بار طیاتے کے اندر بھی آپ ہی آپ گر چکا تھا اور وہ گرنے کے چاروں شانے چت پڑا۔ آسمان کی طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میں کیسے گر پڑا؟ یقیناً کسی نے میری ٹانگ پر ٹانگ پھنسائی تھی۔ پھر وہ ایک دم سے گھونسے دکھاتا ہوا کھڑا ہو گیا اور سونیا کی طرف دیکھ کر بولا "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم نے مجھے گرایا ہے۔"

سونیا کے آگے چار آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے اپنے زینے پر سے کہا "لے سڑ! تم پاگل ہو۔ اس سے پہلے بھی تم خواہ مخواہ اس خاتون پر الزام لگائے تھے۔ کیا تمہیں گرنے کی عادت ہو گئی ہے؟ ابھی تو ہم تمہارے پیچھے تھے۔ ہم میں سے کسی نے تمہیں نہیں گرایا۔"

ایک خاتون نے کہیں دور سے کہا "عجیب آدمی ہے۔ کیا اس کے ماں باپ نے بچپن میں اسے چلنا نہیں سکھایا تھا؟"

دوسرے تمام مسافر بھی ادھر ادھر کھڑے ہوئے اس کے خلاف کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے۔ بے چارے گرنے والے کو ایک تو سخت چوٹیں آئی تھیں۔ اس پر وہی موذی الزام تھا۔ اس نے کپڑے جھاڑتے ہوئے اپنے بیگ کو اٹھایا۔ سونیا کو گھورنے کے بعد وہاں سے پلٹ کر چلنے لگا۔

میں سونیا کے دماغ میں واپس آیا۔ وہ زینے سے اترتے ہوئے اندر ہی اندر اس خیال سے غصے میں آگ بگولا تھی کہ یہ یقیناً میری کارستانی تھی۔ ورنہ یہ تو عقل بھی تسلیم کر ہی نہیں سکتی کہ ایک نارمل آدمی دو بار بلاوجہ گر پڑے۔ پہلی بار تو اس نے ٹھوکر کھائی تھی مگر دو بار گرنے کی وجوہات سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔

سونیا کے دماغ میں زیادہ دیر رہنا مناسب نہیں تھا۔ اس نگرانی کرنے والے کے دماغ میں رہنا زیادہ ضروری تھا۔ اس لئے میں پھر اس شخص کے پاس پہنچ گیا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا لاؤنج کی طرف جا رہا تھا۔ پہلے اس نے بیگج ہال سے اپنا سامان اٹھایا۔ پھر وہاں سے نکل کر ادھر ادھر یوں متلاشی نظروں سے دیکھنے لگا۔ جیسے کوئی اس کے استقبال کے لئے آیا ہو۔ اور نظر نہ آ رہا ہو۔

ایک شخص نے اس کے پاس آ کر پوچھا "کیا میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہوں؟"

اس شخص نے چونک کر دیکھا پھر کہا "کیا میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہوں؟"

آنے والے نے حواباً کہا "میں پنجرہ اپنے ساتھ لایا ہوں۔ چڑیا کہاں ہے؟"

اس وقت تک سونیا بون زو کے ساتھ بیگج ہال تک پہنچ چکی تھی اور اپنا سامان اٹھا کر نکل رہی تھی۔ اس شخص نے بتایا کہ سونیا نے کس رنگ کا لباس پہنا ہوا ہے؟ اس کے ساتھ چلنے والا مرد کس رنگ کے سوٹ میں تھا؟ اور اس کا حلیہ کیا ہے۔ آنے والا شخص دور سے سونیا کو دیکھتا رہا۔

میں جانتا تھا اس شخص کا ذہن گڑبڑا دیتا وہ اسے حلیہ نہیں بتا سکتا تھا لیکن بہت زیادہ کسی کے دماغ سے کھیلنے کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ ٹیلی پیتھی کا شکار ہو گیا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے حوالے سے سب لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ مزاد ابھی زندہ ہے۔

اب میں اس شخص کے دماغ میں تھا جو کوڈ ورڈ کا پنجرہ لا کر سونیا کو اس میں قید کرنے والا تھا۔ وہ شخص وہاں سے دور جا کر کھڑا ہو گیا تھا اور اپنے ایک ساتھی کو سونیا اور بون زو کا حلیہ بتا رہا تھا۔ سونیا بون زو کے ساتھ بیگج ہال سے نکل کر ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جا رہی تھی اس کے کوڈ ورڈ والے کے ساتھی نگرانی کرنے والے ایسے ہی پارکنگ ایریے کی طرف جا رہے تھے۔ وہ جو دو آدمی تھے ان میں سے ایک سرخ رنگ کی کار میں جا کر بیٹھ گیا۔ دوسرا جس کے دماغ میں میں موجود تھا سفید رنگ کی کار میں آ گیا۔

اس کے دماغ نے مجھے بتایا کہ سونیا کا تعاقب اس کا ساتھی کرے گا اور وہ کسی ڈبل فنگر کے پاس۔ اس کی اطلاع دینے جا رہا ہے... ڈبل فنگر کے الفاظ سن کر مجھے ڈبل جوئیل کی یاد آ گئی۔ اس میں خاصیت تھی کہ وہ ایک تھی مگر اس کے معانی دو وجود دو تھے۔ دو جسم رکھتی تھی اور دماغ ایک تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ڈبل فنگر کیا بلا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا اور وہ سن رہا تھا۔ پتہ چلا کہ جس شخص کو وہ ڈبل فنگر کہہ رہا ہے اس شخص کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں صرف دو انگلیاں ہیں اور وہ دو انگلیاں ایسی ہیں کہ انہیں بڑے سے بڑے شہد در اور جی دار مجرم دیکھ کر کانپتے ہیں اور اسے ملک الموت کی انگلیاں سمجھتے ہیں۔

یہ بات میرے حلق سے نہیں اتری۔ صرف دو انگلیاں کیسے اس قدر خطرناک ہو سکتی ہیں کہ لوگ انہیں ملک الموت کی انگلیاں کہنے لگیں۔ پھر مجھے یاد آیا کہ زمانہ قدیم میں چین کے مجرموں اور کرائے لے جانے والے جب ظالمانہ انداز میں کرائے کافی سیکھ لیتے تھے تو اس سے پہلے اپنی انگلیوں کو فولاد بنانے کے لئے مشقتوں سے گزارتے تھے اور جب انتہائی مشقتوں سے گزرنے کے بعد وہ انگلیوں کو آزمایا جاتا تب وہ بلا مبالغہ کلہاڑی کے آہنی پھل کی طرح درخت کے مضبوط تنوں میں اتر جاتی تھیں اور چاقو کی نوک کی طرح جسموں میں پیوست ہو جایا کرتی تھیں۔

اس ہیبت ناک قسم کی معلومات نے مجھے تشویش میں مبتلا کر دیا میں نے سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ وہ ڈبل فنگر انگریزی زبان جانتا ہے یا نہیں؟ اس شخص کی سوچ نے بتایا کہ وہ انگریزی ہی بولتا ہے۔ یہ بات میرے لئے وقتی طور پر اطمینان کا باعث بن گئی لیکن ہر پہلو کا جائزہ لینا پڑتا ہے ہر بات کو سامنے رکھ کر سوچنا پڑتا ہے۔ میں نے سوچا کہ میں چوبیس گھنٹے سونیا کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ میرے اپنے کھانے پینے سونے کا بھی وقت ہوتا ہے۔ ایسے وقت اگر وہ ڈبل فنگر مصیبت بن کر سونیا پر نازل ہو گیا تو میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔

پانچ میل کا سفر طے کرنے کے بعد وہ سفید رنگ کی کار ایک کوٹھی میں داخل ہو گئی۔ وہ ڈبل فنگر کی رہائش گاہ تھی۔ وہ شخص کار سے اتر کر دروازہ پر پہنچا اور کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگی۔ ایک حسین و شیزہ نے دروازہ کھولتے ہوئے مسکرا کر اندر آنے کے لئے کہا۔ اندر حسینوں کا میلہ لگا ہوا تھا۔ ایک سے ایک خوبصورت اور طرحدار حسینائیں ادھر سے ادھر آتی جاتی نظر آ رہی تھیں۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں ٹیلیفون رکھا ہوا تھا۔۔۔۔ وہ ٹیلی فون کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ اسے کال کا انتظار تھا اس کے بعد ہی وہ ڈبل فنگر سے ملاقات کرنے والا تھا

میں جلد سے جلد ڈبل فنگر کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا مگر دیر ہو رہی تھی۔ تقریباً بائیس منٹ کے بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے اس سوچ کار ریس جانے والے نے اطلاع دی کہ سونیا اور بون زو کی ٹیکسی ہوٹل ڈی فرانس کے سامنے رکی گئی ہے لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس ٹیکسی سے نہ تو بون زو باہر نکلا تھا اور وہ سارا سامان لے کر ہوٹل کے کاؤنٹر کی طرف گیا تھا۔ سرخ رنگ کی کار والے نے اس ٹیکسی کے قریب سے گزرتے ہوئے دیکھا تو سوزی نظر نہیں آئی۔

یہ اطلاع سنتے ہی اس نے چیخ کر کہا "یہ کیا حماقت ہے؟ تم نے کیسے نگرانی کی سوزی کیسے غائب ہو سکتی ہے؟"

جواب ملا "میں نے اس ٹیکسی پر برابر نظر رکھی تھی۔ لیکن ایئرپورٹ سے ہوٹل ڈی فرانس تک کئی موڑ آتے ہیں۔ ٹیکسی ہم سے کافی فاصلے پر تھی۔ اس کے نمبر مجھے یاد تھے لیکن ہو سکتا ہے کہ سوزی اس ٹیکسی سے اتر کر کہیں چھپ گئی ہو۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اسے ہمارے تعاقب کا یقین ہو گیا تھا۔"

اس نے جھلا کر فون رکھ دیا۔ اس کے بعد اپنے پیرس کے ماسٹر کا فون نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پیرس ماسٹر کی تنظیم دنیا کے تمام اہم ملکوں میں مختلف شاخوں کی صورت میں پھیلی ہوئی تھی اور ہر ملک کی تنظیم کا ایک ماسٹر ہوا کرتا تھا۔ فرانس کی تنظیم کا ماسٹر موس ٹرڈنی تھا اور وہ پیرس میں رہتا تھا۔ اس شخص نے ماسٹر موس ٹرڈنی کے نمبر ڈائل کئے جب اس

سے رابطہ قائم ہوا تو اسے سوزی کے گم ہونے کی اطلاع دی۔ دوسری طرف تھوڑی دیر کے لئے خاموشی رہی۔ موس ٹرونی نے جواباً کہا "ہم پہلے ہی شبے میں مبتلا تھے۔ پچھلی رات جب اسکاٹ لینڈ میں سوزی پر حملہ کیا گیا تو وہ حیرت انگیز طور پر بچ نکلی۔ اس واقعے ہی سے ہمیں شبہ ہوا تھا کہ وہ سوزی نہیں سونیا ہے۔ اتنی مکاری اور دلیری وہی دکھا سکتی ہے۔ سوزی تو محض ایک عام سی عورت تھی۔ اس کے بعد طیارے میں جو شخص اس کی نگرانی کر رہا تھا اس کی باتیں سن کر بھی کچھ یہی لگا کہ سوزی کے روپ میں سونیا سفر کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہے۔ اب اس کا یہاں اچانک گم ہونا یقینی طور پر یہ ثابت کر رہا ہے کہ ہم سونیا کو ہلاک نہیں کر سکے۔ وہ اب بھی ہمارے اعصاب پر سوار ہے۔"

"اب کیا کیا جائے آپ رہنمائی کریں۔"

"اس کم بخت لوٹنی سے کہو کہ وہ ہوٹل ڈی فرانس میں لبون زود کی نگرانی کرتا ہے اور تم ڈبل فنگر سے کہو کہ وہ لبون زود کے پاس پہنچ کر سوزی کی حقیقت اگلوائے اور کسی طرح بھی لبون زود کے ذریعے سونیا تک پہنچنے کی کوشش کرے۔"

ماسٹر موس ٹرونی نے یہ حکم دینے کے بعد رابطہ ختم کر دیا۔ اس شخص نے پھر کسی کا فون نمبر ڈائل کیا۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد اس نے کہا "تم ہوٹل ڈی فرانس پہنچ کر لوٹنی کی جگہ لو۔ اس سے سوزی الیاس لبون زود کا حلیہ معلوم کرنے کے بعد لبون زود کی نگرانی کرو اور معلوم کرو کہ وہ کس کمرے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد مجھے فون کر کے اطلاع پہنچانا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اب وہ وہاں سے اٹھ کر ڈبل فنگر کی طرف جا رہا تھا۔ میں ذرا سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ایک کمرے سے گزرنے کے بعد جب وہ کسی دوسرے کمرے میں پہنچا تو وہاں تاریکی تھی۔ معلوم ہوا کہ اسے وہاں اس تاریکی سے گزرنا ہے اور وہ اس کا جانا پہچانا راستہ تھا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا اس کمرے کو عبور کرنے لگا۔ مخالف سمت کی دیوار کے پاس پہنچنے کے بعد پتہ چلا کہ وہاں ایک کاؤنٹر نما کھڑکی ہے اس کی آہٹ پاتے ہی ایک زیرو پاور کا بلب اس کھڑکی پر روشن ہو گیا۔ دوسری طرف بھی گہری تاریکی تھی اور کاؤنٹر کے پاس بھی پردے پڑے ہوئے تھے۔ اس شخص کی سوچ نے بتایا کہ جب ڈبل فنگر عیش و عشرت میں ڈوبا ہوتا ہے تو اسی طرح تاریکی چھائی رہتی ہے اور کوئی اسے دیکھ نہیں سکتا کہ وہ کس طرح اس سیاہی میں اپنا منہ کالا کر رہا ہے۔

اس شخص نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر آواز دی "سر! میں انتھونی بول رہا ہوں۔"

چند لمحوں تک خاموشی طاری رہی۔ کاؤنٹر کے پاس زیرو پاور کے بلب کے قریب ایک ہاتھ آیا بلکہ ایک ایسی ہتھیلی آئی جس میں صرف دو انگلیاں تھیں۔ وہ ہتھیلی اوندھی کاؤنٹر پر آ کر ٹھہر گئی۔ اس کی انگلیاں خاموش تھیں۔ پھر اس میں سے ایک انگلی اٹھی۔ اس کا مطلب یہ تھا... کہ آنے والا جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ دسویں سے زیادہ سننے کی ضرورت نہیں ہے۔

انتھونی نے کہا "سپر ماسٹر موس ٹرونی کا حکم ہے کہ آج رات ہوٹل ڈی فرانس کے ایک کمرے میں لبون زود کا محاسبہ کیا جائے اور اس سے سوزی کی حقیقت دریافت کی جائے۔ کسی طرح بھی یہ اگلوانا ہوگا کہ سوزی کے پیچھے کون چھپا ہوا ہے۔ اب یہ شبہ مستحکم ہوتا جا رہا ہے کہ وہاں سونیا ہی روپوش ہے۔"

کاؤنٹر پر وہ ننگا ہاتھ خاموشی سے رکھا ہوا تھا۔ اسے ننگا ہی کہنا چاہئے کیونکہ وہ انگلیوں کے بغیر بالکل عریاں سا لگ رہا تھا۔ صرف دو انگلیاں تھیں جس میں سے ایک اٹھی ہوئی تھی۔ پھر وہ اٹھی ہوئی انگلی بیٹھ گئی۔ پھر اٹھ گئی۔ اس حرکت کے ذریعے وہ پوچھ رہا تھا "کچھ اور بولنا ہے؟"

انتھونی نے کہا "جی ہاں! ماسٹر نے کہا تھا کہ جب تک سوزی اور سونیا کے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہ ہوں اس وقت تک کہ آپ اپنی آواز اور لہجے کو ہمارے کانوں تک بھی نہ پہنچنے دیا جائے۔"

ایک انگلی کے اشارے سے کہا گیا "بس اب یہاں سے جاؤ۔"

انتھونی وہاں سے پلٹ کر جانے لگا اور جاتے جاتے سوچنے لگا کہ یہ بات میرے دماغ میں خوب آئی تھی کہ ڈبل فنگر کو اپنی آواز اور لہجہ ہمیں بھی نہیں سنانا چاہئے۔ یہ بات ہمیں ماسٹر سے ہوں گا۔ کیونکہ اگر سوزی کے پیچھے سونیا چھپی ہوئی ہے تو اس کے پیچھے وہ نرالی تیمور بھی کہیں زندہ ہوگا۔ کیونکہ ہم سب ایک بار زبردست دھوکہ کھا چکے ہیں۔ ہماری معلومات کے مطابق فرہاد پہلے اور سونیا بعد میں مرے ہیں لیکن سونیا کے وجود کا پتہ چل رہا ہے۔ فرہاد بھی یقیناً کہیں ہوگا۔ اب تک کے تجربات اور مشاہدات یہی ہیں کہ جہاں سونیا ہوتی ہے وہاں فرہاد پہنچ جاتا ہے۔

اس نے دوسرے کمرے میں پہنچ کر ماسٹر موس ٹرونی کو فون کیا اسے اپنے خیالات سنائے۔ یہ سنتے ہی دوسری طرف سے ماسٹر نے اسے جھڑک دیا اور کہا کہ وہ ان فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرے جتنا کہا جاتا ہے بس اتنا ہی کرے۔ یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا گیا۔

میں نے ماسٹر موس ٹرونی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ میری زندگی کے متعلق کیا رائے رکھتا ہے۔ پتہ چلا کہ وہ مطمئن ہے۔ کیونکہ سپر ماسٹر بھی میری موت سے مطمئن تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلے بالونگ میں یعنی جمی کے خلاف سازش کی گئی تھی اور اسے آہستہ آہستہ مارا گیا تھا۔ میں نے کوئی مداخلت نہیں کی تھی پھر سونیا کو ہلاک کرنے کی سازش کی گئی تھی۔ اس پر بھی میں نے مداخلت نہیں کی تھی۔ اب

سپر ماسٹر کو یقین ہو چکا تھا کہ میں حیات نہیں ہوں۔ اگر ہوتا تو سونیا کی ہلاکت کے وقت ضرور اس کی مدد کو پہنچ جاتا۔

میں اس ماسٹر کو سوچتا چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ کیا سوچ کر انہیں دھوکہ دے رہی ہے کیوں خود کو روپوش رکھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ میں اس کے پاس پہنچا تو وہ شاپنگ میں مصروف تھی۔ میک اپ کا سامان اور ایک عدد نیا لباس خرید رہی تھی۔ اس کے بعد وہ اس شاپنگ سنٹر سے باہر آ کر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ ٹیکسی کو اس نے پہلے سے ریزرو رکھا تھا۔ اس کے کہنے پر وہ ٹیکسی ڈرائیور اسے پیرس شہر کے باہر لے جانے لگا۔

وہ ایسی جگہ کی تلاش میں تھی جہاں کسی کی مداخلت کے بغیر میک اپ کر سکے۔ سوزی کے بجائے کسی دوسری لڑکی کا روپ اختیار کر سکے اور کوئی اسے دیکھنے والا نہ ہو۔ اس کا خیال تھا کوئی جنگل یا ویرانہ یا کہیں کھنڈرات ہوں اور وہاں سے لوگوں کا گزر نہ ہوتا تو وہ یہ کام وہیں انجام دے سکتی تھی۔ پھر ایک خیال یہ بھی تھا کہ مضافاتی علاقے میں کوئی ایسا غریب الحال گھرانہ مل جائے جو اسے ایک کمرہ کرائے پر دے دے وہ وہاں اپنا کام باآسانی کر سکتی تھی اور مالک مکان کو بتائے بغیر اپنا روپ بدل کر وہاں سے فرار ہو سکتی تھی۔

میں نے اسے کسی مناسب جگہ کی تلاش کرنے کے لئے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ مجھے ڈبل فنگر کی طرف سے خطرہ تھا۔ میں تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا کہ کس طرح اس کے دماغ تک پہنچوں اور سونیا کی مخالفت کروں۔ میں سونیا کو مخاطب کر کے بتا سکتا تھا کہ ابھی اس کے سامنے کون سا خطرہ پیش آنے والا ہے۔ وہ سن لیتی، سمجھ لیتی لیکن میری امداد کو قبول نہ کرتی اور وہ اتنی ضدی عورت تھی کہ جو میں کہتا اس کے برعکس کرنے لگتی۔ میرے کسی مشورے کو تسلیم نہ کرتی۔ لہٰذا میں نے سوچ رکھا تھا کہ اس کی لاعلمی میں جو کچھ بھی کر سکتا ہوں کرتا رہوں گا۔ وہ شبہ میں مبتلا رہے گی لیکن یقین نہیں کر سکے گی کہ میں اس کے دماغ میں موجود ہوں۔

سونیا کی احتیاطی تدابیر کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہوگی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ ڈبل فنگر کیا بلا ہے؟ لیکن وہ اخباری ہلاکتوں کو نہ دیکھتے ہوئے بھی سمجھتی تھی اور یہ جانتی تھی کہ موت کے ہر اگلے قدم پر موت کھڑی رہتی ہے اسی لئے وہ ہر اگلے قدم سے پہلے ہی احتیاطی تدابیر ضرور کر لیا کرتی تھی۔

میں وہاں سے اپنی خوابگاہ میں واپس آ گیا۔ اس خوابگاہ میں اس وقت تنہائی تھی۔ ممی کو ہٹی کے کسی دوسرے کمرے میں ہوں گی۔ میں نے ان سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ سامنا بھی نہیں تھی۔ غلط اسے لے کر زنگون کی سیر کرنے نکل گیا تھا۔ میرے مقدر میں خیال خوانی لکھی ہوئی تھی۔ اور میں اسے بھگت رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے پوپی کی خبر لی۔ وہ بخیریت تھی اور نہانے دھونے کے بعد اس نے بہترین لباس پہن لیا تھا۔ اس کو فی الحال کسی قسم کا خطرہ درپیش نہیں تھا۔ پھر مجھے یاد آیا کہ آشا بیلا کی کوٹھی میں کیا واردات ہو چکی ہے۔

میں آشا بیلا کے بوڑھے شوہر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ وہاں پولیس کے آدمی پہنچے ہوئے ہیں۔ آشا بیلا کو ہسپتال پہنچا دیا گیا تھا پریم کمار پولیس کی حراست میں تھا اور جے حوالا کی لاش بھی اٹھوا دی گئی تھی۔ اس دوران صرف اتنا ہوا کہ آشا بیلا کے شوہر نے پریم کمار کے خلاف بھی بیان دیا۔ اس کا بیان یہ تھا کہ وہ اپنی بیوی آشا بیلا پر بہت اعتماد کرتا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ اچھی عورت نہیں ہے اور دوسروں کو دوست بناتی پھرتی ہے جس کا ثبوت یہی ہے کہ اس نے پریم کمار سے دوستی کی اور پھر جے حوالا کو بھی پھانس لیا۔ جے حوالا اور پریم کمار دونوں ایک دوسرے کے رقیب تھے۔ اسی رقابت میں جے حوالا نے آشا کو گولی ماری اور پریم کمار نے جے حوالا کو اپنے ریوالور کا نشانہ بنا دیا۔ اس بڈھے نے اپنا خود ساختہ بیان لکھوایا تھا اور پولیس والے اس پر یقین کر رہے تھے اور اس کے علاوہ دوسرے جرائم کی کڑیاں ملا رہے تھے کہ جے حوالا کی بیٹی پوپی کیوں اغوا کی گئی؟ اس کا جوان بیٹا کیسے مارا گیا تھا؟ پولیس والے یہ ساری کھچڑی پکا رہے تھے۔ میں وہاں سے واپس آ گیا۔ کیونکہ اب مجھے ان لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

میں نے ٹیبل پہ رکھی کارڈلیس اٹھا کر ممی کو کال کیا۔ ممی نے کہا۔

"بولو بیٹے! کیا بات ہے؟"

"ممی! آج ہم دوپہر کا کھانا کسی شاندار ہوٹل میں کھائیں گے اور اس سے پہلے آپ مجھے رنگون کی سیر کرائیں گی۔ فرصت سے ذرا فرصت ملی ہے۔ کیا خیال ہے؟"

ممی خوش ہو کر بولیں "اس سے اچھا خیال اور کیا ہو سکتا ہے؟ تم لباس تبدیل کر دیں بھی تیار ہوتی ہوں۔"

لباس تبدیل کرنے کے دوران میں سونیا کی خبر لیتا رہا اور اس کے متعلق سوچتا رہا کہ اس ضدی مجبور کے سلسلے میں مجھے کون سا طریقہ اختیار... کرنا چاہئے۔ وہ براہِ راست کبھی مجھے قبول نہیں کرے گی۔ دل سے مجھے چاہنے کے باوجود زبان سے نفرت کا ہی اظہار کرتی رہے گی۔ اسے پگھلانے کے لئے کسی دوسری تدبیر کو آزمانا ضروری تھا۔

آدھ گھنٹے بعد میں بہترین سوٹ پہن کر ممی کے ساتھ ان کی کار میں بیٹھ کر باہر نکلا۔ ممی نے بھی بہت اچھا لباس پہنا تھا اور بہت ہی عمدہ خوشبو لگائی تھی۔ ہم دونوں بہت خوش تھے لیکن ممی کے ساتھ رہنے کے باوجود میں مسلسل سونیا کے متعلق ہی سوچ رہا تھا۔ میں انسانی نفسیات کو خوب سمجھتا ہوں اس کے باوجود سونیا میری نفسیات سے کھیل رہی تھی۔ یعنی مجھ سے کترا رہی تھی اور میں اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ یہ انسان کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ جو چیز

اس کے ہاتھ آتے آتے نکل جائے یا جو چیز دست رس سے دُور ہو جائے، وہ ہی اسے زیادہ چاہتا ہے۔ سونیا میری ایسی ہی نفسیاتی کمزوری سے کھیل رہی تھی۔

میں نے بھی سوچ لیا کہ مجھے کس طرح اس کے ساتھ کھیلنا چاہیے۔ میرا اب طریقہ کار یہ ہونے والا تھا کہ میں اس پر حتی الامکان یہ ظاہر نہیں کروں گا کہ میں اس کے پاس موجود رہتا ہوں۔ میں اس کی مدد کروں گا۔ اس کے کام آتا رہوں گا۔ وہ مجھے محسوس کرتی رہے گی۔ پکارتی رہے گی۔ شبہے میں مبتلا رہے گی۔ شبہے کو یقین میں بدلتی رہے گی لیکن جواباً میری آواز نہیں سن سکے گی۔ نہ ہی مجھے پاسکے گی۔ تب اس کے اندر بے چینی پیدا ہو گی اور تب وہ بے اختیار میرے متعلق سوچتی رہے گی۔ یہی طریقہ کار اس ضدی عورت کے لئے مناسب رہے گا۔

ممّی کی آواز سن کر میں چونک گیا۔ وہ کہہ رہی تھیں "تم تفریح کے لئے نکلے ہو۔ تھوڑی دیر کے لئے خیال خوانی سے باز آجاؤ۔"

میں نے انہیں مسکرا کر دیکھا۔ پھر جھانکتی ہوئی کار کے شیشے کے باہر دیکھنے لگا۔ رنگون شہر میرے آگے پھیلتا جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "آپ ٹھیک کہتی ہیں ممّی! لیکن کیا کروں یہ ایک عادت سی ہو گئی ہے یوں بھی یہ عام انسانوں کی عادت ہے جو لوگ تنہائی پسند نہیں ہوتے وہ بھی فطرتاً کچھ نہ کچھ سوچتے رہتے ہیں۔ انسان جب پیدا ہوتا ہے اور جب اپنے آس پاس کے ماحول کو غیر شعوری طور پر سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تبھی سے اس کے سوچنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ پھر مرتے دم تک یہ عمل قائم رہتا ہے۔ انسان لاکھ کوشش کرے۔ کسی بھی سوچ سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔"

"ہاں! مگر سوچنے کے انداز میں فرق ہوتا ہے۔ ایک سوچ اپنے لئے ہوتی ہے اور جب سوچ کسی دوسرے کے لئے۔ اگر تم اس وقت خیال خوانی میں مصروف نہیں تھے تو یقیناً کسی دوسرے کے لئے سوچ رہے تھے۔ دوسرے کے لئے یا دوسری کے لئے....؟"

یہ کہہ کر وہ مسکرانے لگیں۔ میں نے اقرار کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں! میں سونیا کے لئے سوچ رہا تھا۔"

"بیٹے! تمہیں معلوم ہے کہ جنگل میں مور ناچتا ہے اور پیار کی مستی میں جھوم جھوم کر ناچتا ہے۔"

"جی ہاں! میں نے دیکھا تو نہیں ہے مگر کہاوت کے طور پر سُنا ہے کہ جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا؟"

"میں کچھ اور کہنے جا رہی ہوں۔ جنگل میں مور کو ناچتے ہوئے دیکھو یا نہ دیکھو لیکن تم اپنے خیالوں کے جنگل میں سونیا کے ساتھ ناچ رہے ہو۔ اور یہ بھول رہے ہو کہ جب مور ناچتے ناچتے اپنے بدصورت پاؤں دیکھتا ہے تو مایوس ہو جاتا ہے۔ قدرت نے اسے جتنا حسن دیا ہے اُتنے ہی بھدّے پاؤں دیئے ہیں۔"

"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟"

"میں کہنا یہ چاہتی ہوں کہ سونیا کے لئے تم بڑی پیار بھری باتیں سوچ رہے ہو۔ اگر وہ تم سے ناراض ہو گئی تو اس کو منانے کے لئے ابھی سوچ رہے ہو گے۔ لیکن یہ نہیں سوچا کہ وہ تمہیں صورت شکل سے پہچان سکے گی یا نہیں؟"

ممّی کی بات میرے دل کو لگ گئی۔ واقعی ہر عورت کے تصور میں ایک آئیڈیل ہوتا ہے۔ اس آئیڈیل کی شخصیت ہی نہیں بلکہ ظاہری سراپا بھی ہوتا ہے۔ اس کی ایک شکل و صورت ہوتی ہے۔ جسے وہ محبت کرنے والیاں پوجتی ہیں۔ سونیا کے ذہن میں میری ایک مخصوص شکل تھی۔ جسے شروع سے وہ دیکھتی اور چاہتی رہی تھی۔ لیکن اب میرا وجود اسے مل گیا ہے لیکن میری صورت اسے نہیں مل سکتی ـــــ آہ آج پہلی بار مجھے احساس ہوا۔ میں نے اپنی صورت تبدیل کروا کے کیسی زبردست غلطی کی ہے۔

"ممّی! آپ درست کہتی ہیں۔ ویسے یہ بھی درست ہے کہ محبت کرنے والی ہستیاں صورت کو نہیں سیرت کو چاہتی ہیں۔ سونیا میری شخصیت سے متاثر ہے لیکن یہ سچ ہے کہ اس کے ذہن میں، اس کی ہی میں میری ایک مخصوص صورت ہے جو اسے محبت کی ابتدا سے ملی تھی۔ وہ میرے متعلق جب بھی سوچتی ہو گی میری وہی صورت اس کے تصور میں اُبھرتی ہو گی۔ اب وہ مجھے مختلف صورت میں دیکھے گی تو اس کے آگے جو بڑھنا کرنے والی صورت بنی ہوئی ہے وہ صورت ٹوٹ جائے گی اور وہ میرے اجنبی چہرے کے ساتھ محبت کرنے کے لیے خود کو اندر ہی اندر سے آمادہ کرنے کی کوشش کرے گی۔ بے شک وہ مجھے ٹوٹ کر چاہے گی مگر اندر سے ایک ذرا سی اجنبیت ہو گی۔"

"ہاں! ایسا تو ضرور ہو گا۔ سچ پوچھو فرہاد، تو میری اپنی بھی یہ خواہش ہے کہ جو لمحہ یہ میں نے تمہاری دیکھی ہے، اسی رُوپ میں تمہیں دیکھوں، لیکن دیکھ نہیں سکتی۔ میرے بس میں ہوتا تو میں جادو منتر سے تمہیں تمہارا اصلی چہرہ دے دیتی۔"

"لیکن آپ نے تو کہا تھا کہ مجھے میرا اصلی چہرہ ایک دن ضرور واپس مل جائے گا؟"

"ہاں! لیکن کب ملے گا یہ میں نہیں جانتی۔ اگر جانتی تو تمہیں اس لمحے کے قریب لے جانے کی کوشش کرتی۔"

چہرے کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ چہرہ ایک سائن بورڈ ہوتا ہے جس کے ذریعے جسم کی عمارت پہچانی جاتی ہے۔ اگر میرا چہرہ نہیں ہے تو میں بظاہر فرہاد علی تیمور نہیں ہوں ممّی مادام مارتھا نہیں ہو سکتیں۔ جب تک ان کا اپنا چہرہ ان کے پاس نہ ہو یہ چہرہ بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے ہم اپنی زندگی میں اپنی شخصیت کی کتنی ہی بلندی تک تعمیر کر لیں، اپنے آپ کو کتنا ہی اہم بنا لیں جب بھی اپنی ایک مستقل پہچان ضرور ہوتی ہے یہ جو چہرہ ہوتا ہے ہماری شخصیت کا شناختی کارڈ ہوتا ہے۔

میں ممّی کے ساتھ رنگون شہر دیکھتا رہا۔ یہاں سے وہاں گھومتا رہا۔ ایک بہت ہی خوبصورت پارک میں بھی گئے۔ کتنی ہی حسین لڑکیاں نظر آئیں۔ ممّی نے پوچھا "کیا بات ہے؟ تم تفریح میں دلچسپی نہیں لے رہے ہو۔ کیا یہاں کوئی لڑکی تمہیں پسند نہیں آ رہی ہے؟"

میں نے کہا "یہ نہیں ممّی، موڈ نہیں ہے۔"

"جب موڈ نہ ہو تب ہی تفریح کے موڈ میں آنے کے لئے کسی سے دوستی کرنا چاہئے۔ میں تمہاری ماں بھی ہوں اور تمہاری دوست بھی۔ کچھ بڑھو اور کسی سے تعارف حاصل کرو۔"

میں نے اپنے دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے کہا "ممّی! میں توبہ کرتا ہوں کہ کسی نئی لڑکی سے دوستی نہیں کروں گا۔ آپ یقین کریں کہ جس سے بھی دوستی کرتا ہوں وہ اپنے پیچھے ہزاروں مسائل لے کر آجاتی ہے اور بے انتہا الجھاتی ہے۔ میں جلد سے جلد پاکستان پہنچنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنا وطن بہت یاد آرہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی کے جہیلے میں پڑنے کے بجائے سیدھا یہاں سے پاکستان پہنچوں لیکن افسوس کہ میں گشتی گاڑی کے ذریعہ سفر کر رہا ہوں۔ میں بذریعہ طیارہ بھی وہاں جا سکتا ہوں لیکن اس گشتی گاڑی کو کھینچنے کے لئے بے چارہ غلام تنہا رہ جائے گا۔ میں اسے تنہا چھوڑنا نہیں چاہتا۔"

"اچھا! تمہیں اس سفر کے لئے صرف غلام یاد آرہا ہے۔ کیا مجھے چھوڑ کر جاؤ گے؟ دیکھو! میں تمہیں کہے دیتی ہوں یا تو مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ یا مجھے ساتھ لے کر چلو۔ بیٹے میں نے بہت عمر گزار لی۔ اب تھوڑی بہت اپنے بیٹے کے ساتھ گزار دوں گی۔"

"ممّی! آپ میرے ساتھ رہیں گی یہ میرے لئے بڑی خوشی کی بات ہے لیکن میں خفیہ مشن کا سفر کر رہا ہوں تو اس میں بڑی ممنوعیتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ آپ کی عمر اس کی متحمل نہ ہو سکے گی۔"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی اور تم دیکھ لو گے کہ میں کوئی اتنی کمزور عورت بھی نہیں ہوں۔ اب بتاؤ کہ یہاں سے کب نکلنے کا ارادہ ہے؟"

میں بولی کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ شام کو یہاں پہنچنے والی ہے ابھی ممّی نے ذرا سی بھی خیر نہ لی تھی۔ پتہ چلا کہ وہ اس گینڈے نما شخص کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ کر مولمین شہر کی طرف جا رہی ہے وہاں سے وہ لوگ بذریعہ طیارہ یہاں رنگون پہنچیں گے۔ اس سے ایک بار ملاقات کرنے کے بعد ہم ہم یہاں سے کل صبح روانہ ہو جائیں گے۔ آپ میرے ساتھ چلیں گی یا نہیں کل صبح تک فیصلہ کر لیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کو سفر کی زحمت دوں۔"

"کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ میں تمہارے ساتھ رہوں؟ یا مجھے تم ایک بوجھ سمجھ رہے ہو؟"

"نہیں ممّی! ایسی بات نہیں ہے۔ میں آپ کو بھلا یہ سمجھ سکتا ہوں میں آپ کی جتنی قدر کرتا ہوں۔ شاید اپنی ماں کے بعد کسی کی اتنی قدر نہیں کی ہے۔ میں آپ کے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہوں۔ چلنے کو کوئی بات نہیں میں دیکھوں گا کہ ہمارا اور آپ کا ساتھ کتنے عرصے تک رہتا ہے اور تقدیر کو کیا منظور ہے؟"

دو بجے کے قریب ہم ایک جھیل کے کنارے ایک شاندار ریسٹورنٹ میں پہنچے۔ ممّی نے وہاں بیٹھ کر لنچ کا آرڈر دیا۔ میں نے ان سے کہا "آپ کوئی رسالہ پڑھتی رہیں میں ابھی سونیا کے پاس سے واپس آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اسے اپنی پلاننگ کے مطابق مضافاتی علاقے میں ایسا گھر مل گیا تھا جہاں کچھ پیئنگ گیسٹ رہتے تھے اسے کرائے پر ایک کمرہ مل گیا۔ کمرہ ایسا تھا کہ اس کمرے کا پچھلا دروازہ عمارت کے پچھلے حصے کی طرف کھلتا تھا۔ سونیا یہی چاہتی تھی کہ کوئی پچھلا دروازہ بھی ہو، جہاں سے وہ اپنا میک اپ کرنے کے بعد چپ چاپ نکل جائے۔

اس وقت وہ آرام سے ایک بستر پر لیٹے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اب لون زو اسے تلاش کر رہا ہو گا پھر اس کا خیال چھوڑ چکا ہو گا۔ پہلے تو وہ سونیا کو اجازت نہیں دے رہا تھا کہ ایئر پورٹ سے آتے وقت وہ ٹیکسی سے اتر جائے لیکن سونیا نے کہا تھا کہ وہ بہت ضروری چیزیں خریدنا چاہتی ہے لہٰذا لون زو ہوٹل ڈی فرانس پہنچے اس کے بعد وہ دوسری ٹیکسی میں وہاں پہنچ جائے گی۔

لون زو نے اس سے زیادہ حجت نہیں کی کیونکہ وہ ریلف کیس اس نے اپنے پاس رکھ لیا تھا جس میں پچاس ہزار ڈالر رکھے ہوئے تھے سونیا کو صرف اس نے ایک گڈی دی تھی۔ اس نے یہی سوچا ہو گا کہ دولت تو اس کے پاس ہے سونیا اس دولت کو چھوڑ کر نہیں جائے گی۔

اب وہ لیٹے ہوئے سوچ رہی تھی کہ تمام دن اسے آرام سے گزارنا ہے۔ لہٰذا کچھ آرام کرے شام ہوتے ہی وہ جلدی رات کا کھانا طلب کرے گی اور اس کا بل ادا کرنے کے بعد میک اپ کرنے بیٹھ جائے گی۔ پھر اپنا رُوپ بدل کر وہ حالات کا جائزہ لے گی اس کے بعد پچھلے دروازے سے نکل کر ہوٹل ڈی فرانس کی طرف چل دے گی۔ نئے روپ میں اسے کوئی پہچان نہیں سکے گا۔ اور وہ اسی ہوٹل میں ٹھہر کر جائزہ لے گی کہ دشمن اسے تلاش کرنے کے لئے لون زو کے کس طرح کا سلوک کرتے ہیں؟ میں اس کے خیالات پڑھ کر سوچنے لگا کہ اسے کس طرح خطرے سے آگاہ کیا جائے؟ ابھی پورا دن باقی تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اسے فکر کے بارے میں معلومات فراہم کر دوں تاکہ وہ پہلے سے محتاط رہے اور اس کے سائے سے دُور ہی دُور رہنے کی کوشش کرے۔

میں ممی کے پاس واپس آگیا۔ بیرا میز پر کھانا چُن رہا تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے ممی کو سونیا کی پوزیشن بتائی۔ تھوڑی دیر کے لئے واپس سونیا کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہاں اس کے کمرے میں

ایک فرانسیسی لڑکی بیٹھی تھی اور اس سے انگریزی میں باتیں کر رہی تھی میں اس لڑکی کے لب و لہجہ کو ذہن نشین کرنے کے بعد ممی کے پاس واپس آگیا اور کھانے میں مصروف ہوگیا۔

کھانے کے دوران ممی نے کہا "میں نے تم سے کہا تھا کہ پوپی کے نصیب میں ابھی بھٹکنا ہی لکھا ہے اور وہ اِدھر آرہی ہے تو اس کے آنے سے پہلے ہی تم نے دیکھا کہ تقدیر نے کیا کھیل کھیلا۔ وہ یتیم ہوگئی۔ اب یہاں اس کا کوئی نہیں ہے۔ بھٹکنے کے لئے اور بھی راستے ہموار ہوگئے ہیں۔"

میں نے کہا "میں اسے بھٹکنے سے روکوں گا۔ میں اسے سہارا دوں گا۔"

ممی نے مسکرا کر کہا "بیٹے تقدیر کی چال کے خلاف اپنی چال نہ چلو میرا اپنا خیال تو یہی ہے کہ تمہاری اور پوپی کی ملاقات نہیں ہوسکے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم دونوں کے ستارے ابھی ایک دوسرے سے دُور بھٹک رہے ہیں اگر ایسا ہے تو تمہیں دانستہ اس سے ملنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے اگر ملو گے تو خود مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ گے۔"

"میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس سے ملنے پر کون سی مصیبت مجھ پر نازل ہوسکتی ہے؟"

"سوچو سمجھو! تم ذہین ہو۔ تمہارے پاس سوچنے کے لئے سارے حالات سلیٹ پنسل پر پڑے ہیں۔ کیا یہ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جے جوالا قتل کر دیا گیا ہے۔ آشا بیلا زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ جے جوالا کا جوان بیٹا بھی قتل کر دیا گیا ہے پوپی اغوا کی گئی تھی۔ یہ لمتے سارے واقعات جو قانون کے خلاف ہیں اس کے سلسلے میں پولیس پوری طرح چھان بین کرے گی کہ کون لوگ اس کیس میں ملوث ہیں آشا بیلا جب ہوش میں آئے گی تو تمہارا ذکر ضرور کرے گی کہ تم نے اسے کن حالات میں سہارا دیا تھا۔ پھر تمہیں بھی یہاں ان الزامات کی صفائی کے لئے رکنا پڑے گا۔ عدالتی کارروائیاں ہوں گی اور تم اس میں الجھتے چلے جاؤ گے۔ کیا میری باتیں تمہاری سمجھ میں آرہی ہیں؟"

"ہاں! میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ آپ کے اور آشا بیلا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ میں گشتی گاڑی کا مسافر ہوں اور یہاں چند روز کے لئے ٹھہر رہا ہوں۔ آشا بیلا ہوش میں آنے کے بعد بیان دے گی اس میں میرا ذکر ہوگا اور میں خواہ مخواہ اس کیس میں ملوث ہو جاؤں گا۔"

وہ بولیں "تم جلد از جلد پاکستان بھی پہنچنا چاہتے ہو۔ بہتر یہ ہوگا کہ تم ان کے قریب نہ جاؤ اور فوراً ہی یہاں سے روانگی کی تیاری شروع کر دو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "آپ تو مجھے یہاں سے بھگانے پر تُل گئی ہیں۔"

"میں اب تک یہ نہیں چاہتی تھی کہ تم مجھے یہاں چھوڑ کر جاؤ۔ اگر میں تمہیں یہاں سے بھگاؤں گی تو تمہارے ساتھ بھاگوں گی ابھی بھی یہ نکتہ میرے ذہن میں آیا ہے کہ جے جوالا کے کیس میں جب تحقیقات آگے بڑھے گی تو تمہارا نام ضرور آئے گا۔ لہٰذا ان سے دُور ہی دُور رہ کر یہاں سے روانہ ہو جانا چاہئے۔"

"تو اس میں جلد بازی کی کیا بات ہے۔ میں آشا بیلا کے لواحقین نہیں کروں گا اس کے سوا کوئی یہاں نہیں جو تمہارے کام میں رخنہ ڈالے۔ میں کل صبح باہر سے آیا ہوں۔ ہم پروگرام کے مطابق کل صبح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ یعنی آج رات ساری تیاریاں مکمل کر لیں گے پھر آج رات کو ہی چیک پوسٹ پر جائیں گے کیوں ٹھیک ہے؟"

انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے ایک طویل سانس بھرتے ہوئے کہا "لیکن پوپی سے ملاقات کی حسرت رہ جائے گی۔"

"فکر نہ کرو۔ تمہارے مقدر میں لکھا ہے کہ تم دونوں ملو گے اور ضرور ملو گے لیکن ابھی نہیں۔ شاید آگے چل کر کہیں اس سے ملاقات ہو جائے۔"

ایک تو پوپی بارہ برس کی عمر میں حیرت انگیز طور پر ذہین تھی دوسرے اس نے مجھے متاثر کیا تھا۔ میں اس سے ملنے کے لئے اور اس کا سہارا بننے کے لئے بے چین تھا۔ اب ممی نے قسمت کے جو حالات بتائے تھے اس کے بعد پوپی سے اور زیادہ دلچسپی بڑھ گئی کیونکہ وہ تقدیر سے ابھی نہیں مل سکتی تھی اور جو نہ ملے اسی کے لئے تڑپتی ہے۔

میں نے فی الحال صبر کیا۔ کھانے کے بعد میں نے غلام سے دوستانہ رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا کہ ہم دوسری صبح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے لہٰذا وہ چیک پوسٹ پر پہنچ کر وہاں اس آفیسر کو ہماری روانگی کی اطلاع دے دے۔ کھانے کے بعد جب ہم وہاں سے نکلے تو ممی نے مجھے اپنی کوٹھی تک پہنچانے کے بعد کہا "تم یہاں آرام کرو۔ اب میں یہاں سے غائب ہو کر جا کر اپنے سفر کا اجازت نامہ حاصل کروں گی۔ میرا پاسپورٹ .... ہر وقت تیار رہتا ہے۔ میں جلد ہی سارے انتظامات کر لوں گی۔"

ممی کے جانے کے بعد میں کوٹھی کے اندر آگیا مجھے ممی کے ساتھ رہنا منظور تھا لیکن جب یہ سوچتا کہ خشکی کے سفر میں بڑی دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے اور ان کی عمر اس سفر کی متحمل نہ ہوسکے گی تو میں پس و پیش میں پڑ جاتا تھا لیکن مجبوری یہ تھی کہ انکار نہیں کر سکتا تھا۔ ممی کو وطن پہنچانا چاہتا تھا۔ شاید میں اُن سے کترا رہا ہوں حالانکہ سچ یہ تھا کہ مجھے ممی سے بے انتہا محبت ہوگئی تھی۔ شاید اس لئے کہ میری زندگی میں ایسی بزرگ ہستی میرے اتنے قریب نہیں آئی تھی نہ ہی مجھے اس حد تک کسی نے متاثر کیا تھا۔

میں نے ممی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی سوچتی جا رہی تھیں: خدا کرے کہ مجھے فوراً ہی ویزا مل جائے میرا پاسپورٹ تو بالکل مکمل ہے۔ اس طرح میں اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کر سکوں گی لیکن .....

وہ سوچتے سوچتے ذرا رُک گئیں۔ پھر ہچکچاتے ہوئے ان کے

بات آگے بڑھے۔ وہ سوچ رہی تھیں "میں نے جو اپنی تقدیر کا حساب لگایا ہے اس کے مطابق میں ابھی سفر نہیں کر سکوں گی اور جہاں ہوں وہیں قیام کروں گی اور میں سمجھتی ہوں کہ انسان تدبیر سے کام لے تو تقدیر کو ذرا سا بدل سکتا ہے۔ میں کوشش کروں گی تو سارے انتظامات تقدیر کو ذرا سا بدل سکتا ہے۔ میں کوشش کروں گی تو سارے انتظامات برطرف ہو جائیں گے اور میں فرہاد کے ساتھ آگے جا سکوں گی اور یہ تقدیر جو ہمارے سفر سے روکنا چاہتی ہے۔ میری ذرا سی تدبیر ... سے بدل جائے گی۔"

میں حیرانی سے ان کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ حیرانی اس بات کی تھی کہ وہ دوسروں کے لئے پیش گوئی کرتی تھیں اور دوسروں کی ان کے ستاروں کے بارے میں چلنے کی ہدایت دیتی تھیں اور خود اپنے ستاروں کے خلاف میری ہم سفر بننے پر بضد تھیں۔ تب میں نے سوچا جب تقدیر ساتھ نہیں دے رہی ہے تو ان کو یہیں روک دینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ آگے جا کر ان کے لئے کوئی دشواری پیدا ہو جائے۔

لیکن میں انہیں کیسے روک سکتا تھا؟ اگر میں انہیں مشورہ دیتا تو وہ ناراض ہو جاتیں لہٰذا میں چپ چاپ ان کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ اور یہ دیکھتا رہا کہ اگر تقدیر یہ میں یہ سفر نہیں لکھا ہوا ہے تو وہ کیسے سفر کریں گی؟ کیسے انہیں ویزا یا سفر کا اجازت نامہ مل جائے گا۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک مجھے ان کی سوچ کے ذریعے ایک آواز سنائی دی پھر میں نے محسوس کیا کہ ممی کی گردن سے ریوالور کی نال لگ گئی ہے اور پیچھے سے کوئی کہہ رہا ہے "مادام! ذرا بھی حرکت نہ کرنا اور نہ ہی شور مچانے کی کوشش کرنا۔ ورنہ میں بے دھڑک گولی مار دوں گا۔"

یہ نئی افتاد آپڑی تھی۔ شاید یہ تقدیر کا کھیل تھا۔ وہ اپنا تماشہ دکھانے والی تھی۔ میں نے اس اجنبی کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ وہی شخص تھا جو ایک بار ایئرپورٹ سے ممی کی کار میں بیٹھ کر آیا تھا اور انہیں اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔ جے جوالا کا ایک آلۂ کار جو اپنے باس تک انہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ وہاں میں نے اس کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں لے کر اسے کالے کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور ممی بحفاظت اپنی کوٹھی میں واپس پہنچ گئی تھیں اتنا بیلا کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا تھا یعنی ہم نے اسی طرح ان تعاقب کرنے والوں سے نجات حاصل کی تھی۔

بہرحال اس وقت وہی شخص ممی کے پیچھے بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا "مادام! میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس روز کار میں آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا آپ کو ریوالور سے کور کر رہا تھا اور آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا تو آپ نے کس طرح اپنے علم کے ذریعے مجھے کار سے نیچے اتار دیا تھا اور خود بڑے آرام سے بڑی حفاظت سے اور بڑی سلامتی سے اپنے گھر چلی گئی تھیں ـــ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کا علم میرا آج کیا بگاڑتا ہے؟"

ممی نے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "یہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کسی ویرانے میں چلو۔ وہاں پہنچ کر یا تو تم اپنے علم سے بچ نکلو یا نہیں تو میں تمہیں اس ریوالور سے ہلاک کر دوں گا۔ تمہاری وجہ سے میں نے اس روز باس سے جوتے کھائے تھے۔"

ممی اس کے حکم کے مطابق چپ چاپ ڈرائیو کرتے ہوئے راستہ بدل کر ویرانے کی طرف جانے لگیں۔ وہ سوچ رہی تھیں: میرے مقدر میں ابھی موت نہیں لکھی ہے۔ پھر یہ شخص مجھے کیسے مار سکتا ہے۔ شاید فرہاد اس وقت میرے ذہن میں جھانک کر دیکھ لے تو مجھے اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں میں کسی نہ کسی طرح محفوظ رہوں گی۔"

میں نے دوسری بار اس ریوالور والے کے دماغ میں جھانک کر دیکھا کہ وہ پختہ کر چکا تھا کہ کسی ویرانے میں پہنچ کر ممی کو ہلاک کر دے گا۔ یہ تو اس کا باپ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں یہ وحشت سے نہیں کہتا۔ تقدیر کی بات کہتا ہوں۔ ممی اپنی تقدیر کی چال کو سمجھتے ہوئے مطمئن تھیں کہ وہ ہلاک نہیں کی جائیں گی۔ پھر یہ کہ میں انہیں قتل ہوتے ہوئے کیسے دیکھ سکتا تھا؟ میں انہیں بچا سکتا تھا۔ اچانک ہی ایک ندبیر سوجھی میں نے اس ریوالور والے کے دماغ پر قابض ہو کر پوچھا "مادام تم اس وقت کہاں جا رہی تھیں؟"

ممی نے جواب دیا "میں سفارتخانے کی طرف جا رہی تھی۔ میں اس ملک سے باہر سفر کرنا چاہتی ہوں۔"

اس نے کہا "نہیں۔ تم اس ملک سے باہر نہیں جاؤ گی۔ ابھی میں نے سوچا تھا میں تمہیں اس دنیا سے باہر بھیج دوں گا لیکن اب میں اپنا ارادہ بدلتا ہوں۔ میں تمہیں زندہ رکھوں گا اور اسی طرح تمہارا تعاقب کرتا رہوں گا۔ تمہارے علم کو آزماتا رہوں گا۔ ہاں اپنا پرس مجھے دے دو۔"

ممی ہچکچائیں کیونکہ اس پرس میں پاسپورٹ اور ضروری کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے غراتے ہوئے کہا "میں کہتا ہوں پرس میرے حوالے کر دو۔ ورنہ میں گولی مار دوں گا۔ تم بہت بڑی عالم بنتی ہو۔ تقدیر کے حالات بتاتی ہو مگر یہ نہیں سمجھتیں کہ اگر میرے ریوالور سے گولی چل گئی تو تمہارے تمام علوم فنا ہو جائیں گے۔"

ممی نے ایک ہاتھ ڈیش بورڈ کی طرف بڑھا کر وہاں سے پرس نکالا پھر اسے اس ریوالور والے کے حوالے کر دیا۔ اس نے حکم دیا "گاڑی روک دو۔"

ممی نے گاڑی روک دی۔ وہ کہنے لگا "دیکھو مادام! غور سے سنو۔ تم چونکہ تقدیر کا حال بتاتی ہو۔ اس لئے اس سفر کی تیاری کرنے سے پہلے تم نے اپنی تقدیر کا حال پڑھا ہوگا اور اس اطمینان کے

بلکہ تمہارے لئے یہ سفر مناسب ہے اور تمہارے لئے کسی فائدے کا باعث ہے۔ تو تم نے یہ تیاری شروع کی ہوگی۔ اسی لئے سفر تخانے ابھی جاری تھیں۔ میں یہ پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لئے جا رہا ہوں اور میں تمہیں تمہاری تقدیر کے خلاف سفر کرنے سے روکوں گا۔ میں دیکھوں گا کہ تم اپنی تقدیر کے مطابق کس طرح یہ کاغذات لے سکتی ہو اور سفر کا اجازت نامہ حاصل کر سکتی ہو۔"

ممی نے کہا: "تم غلط سمجھ رہے ہو میری تقدیر یہ بتاتی ہے کہ میں یہ سفر نہیں کر سکوں گی۔ اور اب حالات بھی یہی کچھ بتا رہے ہیں۔"

وہ بولا: "مجھے بے وقوف نہ بناؤ تم یہ کہہ کر مجھ سے یہ چیزیں نہیں لے سکتیں کہ تمہاری تقدیر میں سفر کرنا نہیں لکھا ہے۔ اس طرح تم مجھے بے وقوف بنا کر یہ چیزیں حاصل کرنا چاہتی ہو۔ نہیں مادام نہیں بس اب میں جا رہا ہوں اور دور ہی دور سے تمہارا تعاقب کرتا رہوں گا اور تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا اور تمہیں کسی طرح بھی اس شہر سے باہر نہیں جانے دوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور باہر جا کر حکم دیا کہ وہ تیزی سے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ جائے اور اگر وہ کار روکے گی تو فائرنگ شروع کر دے گا۔ ممی نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور کار اسٹارٹ کرنے کے بعد اس کی رفتار بڑھا دی۔

ایسے وقت وہ مجھے یاد کر رہی تھیں اور مجھے سوچ کے ذریعے پکار رہی تھیں: "فرہاد! تم کہاں ہو؟ کاش کہ تم میرے دماغ میں موجود ہوتے اور اس چور اچکے سے میرا پرس چھین کر مجھے واپس کر دیتے اب میں کیا کروں؟ گاڑی روکوں گی تو وہ پاگل کا بچہ فائرنگ شروع کر دے گا۔ بہرحال مجھے اب کوٹھی واپس جانا چاہئے۔ شاید فرہاد کو یاد ہو گا کہ جس شخص نے پہلے میری کار میں ریوالور دکھا کر دھمکی دی تھی، وہی شخص آج بھی ملا تھا۔ اس شخص کے لب و لہجہ کو فرہاد نے شاید یاد رکھا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو وہ میرا پرس واپس لے لے گا۔"

انہوں نے آگے ایک سڑک پر گاڑی موڑ دی۔ وہ وہاں سے کوٹھی کی طرف واپس آ رہی تھیں۔ ابھی یہاں پہنچنے میں دیر تھی اور اپنے میں اس ریوالور والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ حیران و پریشان سڑک کے کنارے کھڑا ہوا سوچ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا؟ یہ تو پہلے بھی اس عورت نے مجھے گاڑی سے سڑک کے کنارے اتار دیا تھا اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا تھا اور اب۔ اب بھی یہی ہے۔ سڑک پر کھڑا ہوا ہوں اور وہ گاڑی کہیں جا چکی ہے۔ یہ پرس میرے ہاتھ میں ہے اور شاید یا اسی کا پرس ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے پرس کو کھول کر دیکھا۔ اس میں کچھ نقدی، پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات لکھے ہوئے تھے۔ وہ جھلا گیا اور جھلا کر ان چیزوں کو پھینکنا چاہتا تھا کہ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ پھر اس نے تمام چیزوں کو پرس میں بند کیا اور وہاں سے تیزی سے پیدل تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ ایک جھیل کے پاس پہنچا۔ میں چونکہ اس کے دماغ پر قابض تھا اس لئے اس نے میری مرضی کے مطابق اس پرس کو دور پانی میں پھینک دیا۔ وہ پرس جھیل کی سطح پر گر کر بہتا ہوا تہہ میں چلا گیا۔ اس کے بعد میں نے اس شخص کے دماغ کو آزاد کر دیا۔ اب وہ حیران و پریشان ہو کر جو کچھ بھی سوچتا ہے، میں وہاں سے واپس آ گیا۔

میں ممی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ چوری کی رپورٹ درج کرانے کے لئے ایک پولیس اسٹیشن کے سامنے ٹھہر گئی تھیں۔ میں ان کے دماغ سے واپس آ گیا۔ اتنا اطمینان ہو گیا کہ وہ آدھ گھنٹے سے پہلے یہاں سے نہیں پہنچیں گی۔ میں انہیں چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچا۔ سونیا آرام سے سو رہی تھی۔ کیونکہ آج رات اسے ایک مہم پر روانہ ہونا تھا۔ لوزان زون کی طرف اس نے شام کو جانے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ اس لئے وہ آرام کر رہی تھی۔

مجھے وہ لڑکی یاد تھی جو سونیا کے کمرے میں آ کر اس سے باتیں کر رہی تھی۔ اس کا نام نوما تھا۔ میں نوما کے پاس پہنچا تو وہ بھی سونے کی تیاری کر رہی تھی۔ اس کے سونے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنے باس کے ساتھ سیر و تفریح میں پچھلی رات گزاری تھی۔ اور اب نیند پوری کرنا چاہتی تھی۔ بستر پر لیٹی ہوئی آنکھیں بند کر رہی تھی اسی وقت میں نے اس کے دماغ کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ تب وہ سحر زدہ سی ہو کر اٹھ بیٹھی پھر بستر چھوڑ کر اپنی میز کے پاس آئی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہاں اس نے ایک لیٹر پیڈ نکالا پھر قلم کھول کر میری مرضی کے مطابق لکھنے لگی۔

"مائی سویٹ سونیا! تمہارے سر پر ایک بہت بڑا خطرہ منڈلا رہا ہے اس شہر کے ماسٹر کا ایک آلہ کار ڈبل فنگر کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کی دائیں ہتھیلی میں صرف دو انگلیاں ہیں اور وہ دو انگلیاں تیر اور تلوار کی طرح انسانی جسم میں پیوست ہو جاتی ہیں۔ وہ تمہاری بُو سونگھتا پھر رہا ہے۔ ہوٹل ڈی فرانس میں آج رات وہ لوزان زون کے پاس جائے گا اور اس سے تمہاری حقیقت اگلوائے گا۔ ان لوگوں کو شبہ ہو گیا ہے کہ سوزی کے روپ کے پیچھے سونیا چھپی ہوئی ہے۔ اگر تم اپنی حفاظت کے لئے ہوٹل ڈی فرانس جاؤ تو اس ڈبل فنگر سے محتاط رہنا اور یہ کوشش کرنا کہ وہ لوگ کسی طرح بھی تمہیں پہچان نہ سکیں۔ فقط

تمہاری ہمزاد"

نوما اتنا لکھنے کے بعد اس کاغذ کو لیٹر پیڈ سے نکال کر اپنے کمرے سے باہر آ گئی اور سونیا کے کمرے کی طرف جانے لگی۔ سونیا دروازہ کو بند کر کے سو رہی تھی۔ نوما نے ہولے سے دروازے کو کھولنے کی کوشش کی تب اسے پتہ چلا کہ دروازہ اندر سے بند ہے۔ وہ کوٹھی کے باہر آئی وہاں سے ایک پتھر اٹھایا پھر سونیا کے کمرے کے پاس پہنچ کر اس پتھر کے ارد گرد لپیٹ کر اس کا گولا بنایا۔ اس کے بعد کھڑکی سے اس گولے کو سونیا کے قریب اچھال دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ وہاں سے ہٹ آئی اور اپنے کمرے میں پہنچ کر اپنے دروازے کو بند کر لیا اور اسی جگہ لیٹ گئی جس طرح پہلے لیٹی ہوئی تھی۔ جیسی حالت میں میں نے اسے معروض کیا تھا۔ پھر اسی حالت میں اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

میں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا جیسے بہت سے لمحات اس کی زندگی سے نکل گئے ہوں اور وہ ان لمحات کا حساب نہیں کر سکتی ہو۔ کچھ غیر فطری حالات اس نے محسوس کی۔ چونکہ اسے نیند آ رہی تھی۔ اس لئے وہ آنکھیں بند کر کے سو گئی۔

میں نے وہاں سے واپس آ کر ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر اطمینان کے ساتھ اس کے کش لگانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ممی کوٹھی میں داخل ہو رہی تھیں اور مجھے آوازیں دے رہی تھیں: "فرہاد! تم کہاں ہو؟"

وہ مجھے پکارتی ہوئی میرے کمرے میں آ گئیں۔ میں نے انہیں دیکھتے ہی پوچھا: "خیریت تو ہے؟ آپ کچھ پریشان نظر آ رہی ہیں؟"

نڈھال سے انداز میں ایک کرسی پر گر پڑیں۔ پھر بولیں: "کیا بتاؤں بیٹے! میں نے سوچا کچھ تھا اور ہو گیا کچھ۔ ابھی تھانے میں رپورٹ لکھوا کر آ رہی ہوں۔ میرا وہ پرس چوری ہو گیا ہے جس میں میرا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تھے۔"

میں انجان بن کر حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی کرسی پر سیدھا ہو گیا: "یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ممی؟ کس نے وہ پرس چوری کیا ہے؟ کیا آپ نے چور کو دیکھا ہے؟"

"ہاں! شاید تمہیں یاد ہو کہ جب ہم ایئرپورٹ سے واپس آ رہے تھے میں اپنی کار میں تھی۔ آشا بیلا اپنی کار میں اور تم علیحدہ ایک کار میں تھے۔ تب ہم تینوں کو تین ریوالور والوں نے کور کیا تھا۔ ہمیں یہیں پہنچانا چاہتے تھے۔ تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا تھا۔ وہی شخص جس نے پہلے مجھے دھمکی دی تھی۔ آج میری کار میں پیچھے چھپا بیٹھا تھا اور وہی میرا پرس مجھ سے چھین کر لے گیا ہے۔"

"تعجب ہے کہ وہ پھر کیوں آپ کے پاس آیا تھا؟ کوئی نقصان پہنچانے کے بجائے صرف پرس لے کر چلا گیا؟"

میری اس بات پر انہوں نے ایک گہری سانس لی: "بیٹے اصل المیہ یہ ہے کہ میں تقدیر کے خلاف اپنی چال چل رہی تھی۔ اب میں تمہیں بتاؤں کہ میرے نصیب میں ابھی سفر کرنا نہیں لکھا ہے۔ میں جبراً تمہارے ساتھ جانا چاہتی تھی۔ اور یہ دیکھنا بھی چاہتی تھی کہ تقدیر مجھے کس طرح روکتی ہے۔ سو آج دیکھ لیا۔ کاش! تم میرے دماغ میں موجود ہوتے تو میں اپنی تقدیر سے لڑ سکتی تھی۔"

"نہیں! ہم اور آپ تقدیر سے نہیں لڑ سکتے! اسی لئے تو میں آپ کے دماغ میں موجود نہیں تھا۔"

"بیٹے! کیا تم اس شخص کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے؟"

مجھے ان کے التجا کرنے پر بڑا ترس آیا لیکن میں نے اپنے دل کو سخت کر لیا۔ جب تقدیر ساتھ نہیں دے رہی تھی تو مجھے بھی یہی کرنا تھا نہیں اس بڑھاپے میں سفر کی صعوبتوں سے دور رکھنے کے لئے میں نے کہا۔

"سوری ممی! بات دو تین دن پرانی ہو چکی ہے اور میں اتنے لوگوں کے دماغ میں پہنچ کر خیال خوانی کرتا ہوں کہ ہر ایک کا لب و لہجہ مجھے یاد نہیں رہتا ہے اور وہ ریوالور والا تو ایک معمولی آلہ کار تھا۔ میں نے اسے ڈمپ کرنے کے بعد فراموش کر دیا تھا۔ اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ اسی لئے مجھے اب اس کا لب و لہجہ یاد نہیں ہے۔"

وہ مایوس ہو کر میرا منہ تکنے لگیں۔ میں نے کہا: "ممی! پریشان ہونے یا مایوس ہونے کی بات نہیں ہے جب آپ نے تھانے میں رپورٹ درج کرائی ہے تو وہ شخص پکڑا جائے گا اور نہ بھی پکڑا گیا تو آپ دوبارہ ان کاغذات کی تیاری کریں اپنا پاسپورٹ بنائیں اور سفر کے لئے نئے سرے سے حوصلہ کریں۔"

"بیٹے! اس میں تو کئی دن لگ جائیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میرا چونکہ ابھی جانا ضروری ہے۔ اس لئے میں چلا جاؤں گا اور جہاں بھی پہنچوں گا، جہاں بھی رہوں گا وہاں سے دماغی رابطہ قائم رکھوں گا۔ جب بھی آپ کی تیاری مکمل ہو جائے مجھے بتائیے گا تو میں آپ کو اپنے پاس بلا لوں گا۔"

وہ بولیں: "ہاں! اب یہی ہو سکتا ہے۔ فی الحال میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکوں گی۔ میں اپنے سفر کی تیاریاں کرنے کی وجہ سے تم سے کہہ رہی تھی کہ کل صبح یہاں سے چلے جانا۔ چونکہ اب میں نہیں جا رہی ہوں۔ لہٰذا تم ابھی یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ شام سے پہلے تم چیک پوسٹ پہنچ کر وہاں سے اپنا سفر شروع کرو۔ میں نہیں چاہتی کہ آشا بیلا کے قبضے میں تمہارا نام آئے۔ پھر پولیس والے تمہیں تلاش کرنا شروع کر دیں گے۔"

"آپ کا مشورہ سر آنکھوں پر۔ چلنے میں تیار ہوں۔ مجھے چیک پوسٹ تک پہنچا دیجئے۔"

ہم کوٹھی سے باہر آئے۔ گاڑی پورچ میں کھڑی ہوئی تھی میں ممی کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ انہوں نے کار اسٹارٹ کی پھر وہ کار چیک پوسٹ کی طرف روانہ ہو گئی۔

راستے میں ممی خود بخود باتیں کر رہی تھیں۔ اور کبھی کبھی اپنی تقدیر کو کوس رہی تھیں۔ یہ تقدیر کیا ہوتی ہے؟ غور کیا جائے تو ہم سب ایک دوسرے کی تقدیر اپنے ہاتھوں سے بناتے ہیں اور بگاڑتے ہیں۔ مثال کے طور پر ممی سفر کرنے کے لئے تیار تھیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی تقدیر کا منشا یہ نہیں ہے۔ پھر اس سفر سے کس نے روکا؟ میں روکنا چاہتا تھا مگر تنہا انہیں نہیں روک سکتا تھا۔ ان کی ناراضگی سے ڈر رہا تھا

ایک ریلوے والا ان کے راستے کی دیوار بن گیا۔ وہ انہیں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ لیکن تقدیر یہ بھی نہیں چاہتی تھی۔ کہ ممی کی موت واقع ہو انہیں موت سے بھی بچانا تھا اور سفر کرتے سے بھی روکنا تھا۔ تب اسی ریلوے والے کو میں نے ٹریپ کیا۔ یعنی تقدیر کے کھیل تھے کہ ہم ایک دوسرے کو روکیں۔ یہ تقدیر ہمارے آپ کے ہاتھوں سے کھیلتی ہے اور ہمیں کھلاتی ہے۔ ہمارے اور آپ کے ہاتھوں سے بنتی اور بگڑتی ہے اور ہمیں اور آپ کو بناتی اور بگاڑتی ہے۔

جب ہم چیک پوسٹ پر پہنچے تو اس وقت پانچ بج رہے تھے اور ٹھیک اس وقت پومی رنگون شہر پہنچ گئی تھی۔ یہ بھی تقدیر کا عجیب مذاق تھا اس سے ملنے کی بات تو بہت دور تھی۔ میں اسے دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ تقدیر منع کر رہی تھی۔

سامی مجھے دیکھتے ہی میرے پاس آ گئی۔ غلام نے روانگی کے تمام انتظامات مکمل کر لئے تھے۔ یہ تحریری بیان دے دیا تھا کہ ہم صبح اس چیک پوسٹ سے روانہ ہو جائیں گے۔ رنگون شہر چھوڑ کر آگے بڑھ جائیں گے۔ میں نے اس تحریری بیان میں تبدیلی کرائی۔ آفیسر کو بتایا کہ ہم ابھی یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔

جب روانگی کا وقت آیا تو ممی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے میں نے انہیں دونوں بازوؤں میں لے کر سینے سے لگا لیا۔ وہ مجھ سے لپٹ کر مجھے چومنے لگیں۔ میں نے کہا "ممی ہم جسمانی طور پر جدا ہو رہے ہیں۔ لیکن آپ جانتی ہیں کہ میں ہمیشہ آپ کے دماغ میں موجود رہوں گا اور آپ کی خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔ انشاء اللہ ہم بہت جلد پھر ملیں گے۔"

میں انہیں تسلیاں دے رہا تھا حالانکہ اس محترم، باصلاحیت بزرگ ہستی سے بچھڑتے وقت مجھے بھی دکھ پہنچ رہا تھا لیکن مجبوری تھی میں نے انہیں اچھی طرح تسلیاں دینے کے بعد ان کی پیشانی پر آخری بوسہ لیا اس کے بعد گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ غلام نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر وہاں سے ہمارا سفر شروع ہو گیا۔ ممی اپنی جگہ کھڑی ہوئی ہماری گاڑی کو چلتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ جب تک گاڑی سیدھی سڑک پر چلتی رہی، میں انہیں کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔ پھر گاڑی نے ایک موڑ اختیار کیا تو وہ نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ میں غلام کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا ممی کو بھلانے کے لئے اس سے باتیں کرنے لگا۔

رنگون شہر کی حدود سے باہر نکل جانے کے بعد میں نے پومی کی خبر لی۔ وہ اپنے گھر پہنچ گئی تھی۔ دوسری طرف سے اس کے باپ کی لاش پوسٹ مارٹم کے بعد اس کے گھر پہنچا دی گئی تھی اور اب وہ اپنے باپ کی لاش کے سامنے کھڑی ہوئی رو رہی تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں اسے تسلی اور حوصلہ نہیں دیا کیونکہ اس کے ساتھ بے پروائی کئی لمحے گزر چکے تھے۔ پہلے ماں ماری گئی۔ پھر جوان بھائی مارا گیا۔ اس کے بعد باپ کی لاش سامنے پڑی ہوئی تھی۔ خون کے رشتے تین چار دنوں کے اندر ہی چٹ پٹ ہو گئے تھے۔ اب وہ بالکل تنہا رہ گئی تھی۔ ایسی حالت میں اسے خوب جی بھر کر رونا چاہئے تھا۔ رونے سے ہی غم کا غبار دھل سکتا ہے۔ اس لئے میں نے اسے رونے کے لئے چھوڑ دیا اور وہاں سے واپس آ گیا۔

سونیا نیند سے بیدار ہو چکی تھی اس کی سوچ نے بتایا کہ بیدار ہونے کے بعد جب اس نے کروٹ لی تو اس کی بستی میں کوئی چیز نہ پا رہی تھی۔ اس نے اٹھ کر دیکھا تو وہی کاغذ کا گولا نظر آیا جس کے اندر پتھر رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے کھول کر دیکھا۔ کسی کی تحریر نظر آئی تھی۔ چونکہ اس کا نام لے کر اسے مخاطب کیا گیا تھا۔ اس لئے پہلی نظر پڑتے ہی وہ چونک گئی اور اسے شروع سے آخر تک پڑھ لیا۔ پڑھنے کے بعد اب وہ سوچ رہی تھی کہ یہ سب کیا ہے؟ کس نے یہ خط لکھ کر اس کے بستر پر پھینکا تھا؟ کون اس کا ہمدرد یا اس کی ہمدرد ہے کہ خط کے آخر میں ہمزاد لکھا ہوا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی اور بار بار اسے میرا خیال آ رہا تھا۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ سوزی کی حیثیت سے اس بلڈنگ کے مکیں اسے جانتے ہیں اور دوسری جو پینگ گیسٹ کی حیثیت سے رہنے والی لڑکیاں ہیں۔ وہ بھی اسے سوزی کے نام سے جانتی ہیں۔ کون ایسا ہے جو اسے سوئیٹ سونیا کہہ کر مخاطب کرے گا؟ اور پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کرے گا۔ یہ فراڈ بھی کر سکتا ہے اور وہ سمجھ گیا ہے کہ میں اس کی ہمدردی اور اس کی محبت قبول نہیں کروں گی۔ اس لئے وہ ایسے ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے۔

وہ پھر غصے سے دانت پیسنے لگی۔ بستر سے اٹھ کر ادھر سے ادھر ٹہلنے لگی۔ سوچ کے ذریعے مجھے پکار پکار کر کہنے لگی "بہت ہے تو سامنے آؤ۔ سامنے نہیں آتے تو مجھ سے سوچ کے ذریعے باتیں کرو۔ میں تمہیں منہ توڑ جواب دوں گی۔ بڑے آئے ہمدردی کرنے والے۔ میں کہتی ہوں میرا پیچھا چھوڑ دو۔ ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔"

میں چپ چاپ مسکراتا رہا۔ وہ کئی بار مجھے دھمکیاں دینے مجھے مخاطب کرنے اور مجھ پر غصہ اتارنے کے بعد خاموش ہو گئی اور انتظار کرنے لگی کہ میں اسے جواب دوں گا۔ اس نے سوچا کہ اگر جواب نہیں ملا تو وہ مجھے ایسی سخت بات کہے گی کہ مجھے تاؤ آ جائے گا اور میں اسے ذہنی اذیتیں پہنچانے کے لئے ہی اس کے دماغ میں پہنچوں گا اور اسے مجبور ہو کر مخاطب کروں گا۔

پھر وہ اپنا یہ حربہ بھی استعمال کرنے لگی۔ عجیب الٹی سیدھی باتیں کرنے لگی۔ اس نے صرف گالی نہیں دی۔ گالی دینے کی حد تک مجھے برا بھلا کہتی رہی۔ مجھے تاؤ دلاتی رہی۔ لیکن میں پتھر بنا رہا۔ میں نے اس کی کسی بات کو اہمیت نہیں دی۔ خاموش تماشائی بن کر اس کے تلملانے کا انداز دیکھتا رہا، لطف اندوز ہوتا رہا۔

میں ٹھہر ٹھہر کر اس کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ شانت ہو گئی اور پُرسکون ہو کر سوچنے لگی "غصہ دکھانا بے سود ہے۔ وہ میرے دماغ میں موجود نہیں ہے۔ شاید وہ میرے دماغ میں موجود نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو میری باتوں کا جواب دیتا۔ بہرحال تھوڑی دیر بعد پھر میں اسے مخاطب کروں گی۔ اور دیکھوں گی کہ کیسے وہ میرا ساتھی، میرا ہمدرد اور میرا محبوب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور کس طرح کام آتا ہے۔ میں اس کی ہر مدد کو سراہوں گی۔"

غلام کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ پوچھ رہا تھا "آقا کیا بات ہے مسکرا رہے ہیں؟"

"ہاں! ایسی جگہ پہنچ گیا ہوں جہاں مسکراہٹیں ہی مسکراہٹیں میرا استقبال کرتی ہوئی ہیں۔"

"آپ بھی خوب علم رکھتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں بیٹھے بیٹھے پہنچ جاتے ہیں۔ خواہ کسی حال میں ہوں۔ اپنی ایک جنت بنا لیتے ہیں۔"

میں سونیا کے تصور سے مسکراتا رہا۔ رات کی تاریکی میں گھنٹی کی ہیڈ لائٹس کی روشنی دور تک راستہ روشن کر رہی تھی۔ میں دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ اب ہمارے راستہ میں کوئی رکاوٹ اور کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آئے کہ میرا سفر ملتوی ہو جائے۔ بس آگے ہی آگے چلتا رہوں۔

دنیا کے مشرقی ممالک میں رات کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور مغربی ممالک میں دن کا اجالا تھا۔ سونیا دوپہر کا کھانا کھا رہی تھی اور سوچتی جا رہی تھی کہ اسے کس طرح ڈبل فنگر تک پہنچنا ہے اور کس طرح اس کی نظروں سے کس طرح دور رکھنا ہے۔ ایسا سوچتے وقت بار بار اس کا ذہن اس خط پر جاتا تھا جو اس نے اپنے بستر پر پایا تھا اور جب وہ اس خط کے مطابق سوچتی تو اسے مجھ پر غصہ آتے لگتا۔ اس کی سوچ میں آہستگی سے کہا "یہ ایسا وقت نہیں ہے اسے یاد کر کے اپنا غصہ دکھاتی رہوں۔ مجھے پُرسکون رہ کر آج کے مسئلہ کے لئے ذہنی طور پر بالکل فارغ رہنا چاہئے۔ ورنہ میں جواب نہ دے سکوں گی اور اسی غصے کی حالت میں ڈبل فنگر کی نظروں میں آ جاؤں گی۔"

وہ قائل ہو کر مجھے اپنے دماغ سے نکالنے اور پُرسکون ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ اب میں ڈبل فنگر کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ اس کی آواز اب تک میرے پاس نہیں پہنچی تھی اور نہ ہی کوئی ذریعہ تھا کہ میں اس کے دماغ تک پہنچ سکتا۔ میں نے اس شخص کو اچانک جھانک کر دیکھا جس نے براہ راست اس ڈبل فنگر سے گفتگو کی تھی اور ڈبل فنگر نے جواباً اپنی انگلیوں کے اشارے سے جواب دیا تھا۔

میں نے اس شخص کے پاس پہنچ کر اس کے دماغ میں... ڈبل فنگر کی یاد تازہ کی۔ وہ جھنجھلا کر سوچنے لگا: "ڈبل فنگر کہیں اپنی قبر میں سو رہا ہو گا۔ یا پھر..... وہ تو ڈبل فنگر کو ایک زبردست گالی دی۔ وہ بڑی خوشحال ہوں جیسی زندگی گزارتا ہے۔ ہم لوگ ایک معمولی آلۂ کار کی حیثیت سے محض اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔"

بہرحال اس کی سوچ سے پتہ چل گیا کہ ڈبل فنگر اپنی رانگٹن گاؤں میں موجود نہیں ہے۔ پتہ نہیں اس وقت کہاں ہو گا۔ میں نے وہاں کے ماسٹر موس ٹروتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اسے بھی پتہ نہیں تھا کہ ڈبل فنگر کہاں ہے۔ کیونکہ اس نے ایک بات طے کر لی تھی، کہ رات کو ایک اہم کام انجام دینا ہے۔ سوزی اور سونیا کی اصلیت معلوم کرنی ہے۔ اس کام کے طے پا جانے کے بعد وہ ماسٹر موس ٹروتی کا پابند نہیں رہا تھا۔ اس لئے اسے بتائے بغیر کہیں سیر و تفریح کے لئے نکل گیا تھا۔ اس کی سیر و تفریح مجھے مہنگی پڑ رہی تھی اور میں اس کے دماغ تک پہنچنے میں ناکام ہو رہا تھا اور یہ ناکامی سونیا کو نقصان پہنچا سکتی تھی۔

رات کے دس بجے ہم چھوٹے سے ایک شہر میں پہنچے۔ وہاں پولیس اسٹیشن میں رپورٹ دینے کے بعد آفیسر نے مجھ سے کہا۔ "ہمیں رات کے وقت اپنا سفر جاری نہیں رکھنا چاہئے۔ آگے چوری، ڈکیتی کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ راہ میں لوٹنے والے مسافروں کو جان سے مار بھی ڈالتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں دن کے وقت یہاں سے روانہ ہونا چاہئے۔"

اس کا مشورہ درست تھا۔ میں خود نہیں چاہتا تھا کہ کسی مصیبت کو دعوت دوں۔ پھر اس میں الجھ کر اپنی راہ کھوٹی کر لوں۔ اس لئے میں نے وہاں ٹھہرنے کا پروگرام بنا لیا۔ بھوک لگ رہی تھی۔ غلام نے رنگون شہر میں کھانے کا سامان خرید کر رکھ لیا تھا۔ وہ کچن میں پہنچ کر وہاں سے لایا ہوا کھانا گرم کرنے لگا۔

ہم نے پانچ گھنٹے تک سفر کیا تھا۔ اس وقت تک جو لاش کی لاش وہاں کے مسان گھاٹ تک پہنچا دی گئی تھی اور اس کی چتا کو آگ لگا دی گئی تھی۔ پومی دور کھڑی ہوئی اس چتا کو دیکھ رہی تھی۔ یہ کوئی ایسا خوشگوار منظر نہیں تھا کہ میں کھانے کے دوران دیکھتا رہتا۔ اس لئے میں اپنی جگہ واپس آ گیا۔

اس وقت پرسی میں شام کے چھ بج رہے تھے سونیا نے اپنے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا تھا اور میک اپ کرنے کے لئے آئینے کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ اس نے تمام دوسری پینگ گیسٹ سے کہہ دیا تھا کہ اب وہ سونے جا رہی ہے۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے لہٰذا کوئی اسے ڈسٹرب نہ کرے۔ ان تمام لڑکیوں سے مطمئن ہو کر اب وہ میک اپ میں مصروف ہو گئی تھی۔

میں پھر اس ماسٹر موس ٹرڈنی کے پاس پہنچا۔ مجھے ڈبل فنگر کی فکر لگی ہوئی تھی۔ پتہ نہیں وہ کہاں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اچانک سونیا کے سر پر پہنچ جائے۔ موس ٹرڈنی کی سوچ پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ..... اسکاٹ لینڈ میں جو سپر ماسٹر کے آلہ کار تھے۔ انہوں نے سوزی کے فلیٹ کی تلاشی لی تھی۔ سوزی کے فلیٹ سے اس کی تصویریں حاصل کرنے کے بعد یہاں موس ٹرڈنی کو بھیجی تھیں۔ اب موس ٹرڈنی نے ان تصویروں کو اپنے آلہ کاروں کے پاس پہنچایا تھا۔ ایک پولیس افسر کو بھی وہ تصویر دی تھی۔ اس سے ذاتی اثر و رسوخ کی بنا پر کہا تھا کہ یہ عورت آج صبح اسکاٹ لینڈ سے پیرس آئی تھی۔ لیکن یہاں آتے ہی غائب ہو گئی ہے۔ اسے تلاش کریں۔ یہ مجرمانہ ذہنیت رکھنے والی عورت ہے۔ یہاں اس سے کوئی بہت بڑا جرم سرزد ہونے والا ہے۔

موس ٹرڈنی کے بھڑکانے پر وہاں کے پولیس والے بھی جگہ جگہ سونیا کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ میں نے اس ماسٹر کی سوچ پڑھی تو اس کا اپنا خیال یہ ظاہر ہوا کہ سوزی کا یہاں کوئی رشتہ دار نہ ہوگا۔ جیسا کہ اسکاٹ لینڈ کے آلہ کاروں نے خبر بھیجی تھی کہ وہ رقم لینے کے بعد پیرس جانے کا منصوبہ بنا رہی ہے اور پہلی بار وہ پیرس گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوزی کا یہاں کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا وہ کسی ہوٹل میں ٹھہرے گی یا کسی کے یہاں پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے قیام کرے گی۔

وہ صحیح سمت میں سوچ رہا تھا۔ یقیناً پولیس والے بھی اسی انداز میں سوچ رہے ہوں گے۔ سونیا کو تلاش کر رہے ہوں گے۔ چونکہ وہ پیرس سے دُور ایک مضافاتی بستی میں تھی اس لئے وہاں پولیس والوں کو پہنچنے میں دیر ہو رہی تھی۔ بالفاظِ دیگر پولیس والوں نے..... مضافاتی بستی کو پہلے اہمیت نہیں دی تھی۔ اسے شہر ہی میں تلاش کیا جا رہا تھا۔

سونیا تک یہ اطلاع پہنچانا ضروری ہو گیا تھا۔ اور میں اس کے لئے لونما ہی سے کام لے سکتا تھا لیکن جب میں لونما کے دماغ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ پیرس شہر میں بہت دُور اپنے ایک بوائے فرینڈ کے ساتھ پہنچ چکی ہے۔ اب اس سے کام لینے کے لئے ضروری تھا کہ میں اسے پھر اس عمارت میں واپس لاؤں۔ اس کے ذریعے سونیا تک اطلاع پہنچاؤں اور یہ مناسب نہیں تھا۔ اس کو اور اس کے بوائے فرینڈ کو شبہ ہوتا کہ لونما کے ساتھ ضرور کوئی پُراسرار طاقت ہے جو لونما کو جبراً لے گئی ہے۔ پھر یہ کہ میں اس کے بوائے فرینڈ کی موجودگی میں اس سے دوبارہ خط نہیں لکھوا سکتا تھا۔ اور اس کے لئے بھی کافی جدوجہد کرنی پڑتی۔ کافی وقت ضائع ہوتا۔ میں سونیا کے پاس واپس آ کر سوچنے لگا۔

وہ میک اپ میں مصروف تھی اور اس کے قریب ایک ریڈیو آن تھا۔ ریڈیو سے خرخری موسیقی ابھر رہی تھی۔ موسیقی کے دوران کبھی کبھی اناؤنسر کوئی لطیفہ سناتا تھا اور پھر نئے آرکسٹرا کی تعریف بیان کرنے کے بعد وہ نیا آرکسٹرا سنایا جاتا تھا۔ اچانک مجھے ایک خیال سوجھی جب وہ اناؤنسر ایک لطیفہ سنا رہا تھا۔ تبھی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

تب ریڈیو سے آواز ابھرنے لگی ۔۔۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اب میں آپ کے سامنے ایک اجنبی بولی بول رہا ہوں۔ آپ تو جیسے تیسے اسے سمجھنے کی کوشش کریں کہ یہ کس ملک کی بولی ہے۔"

یہ کہنے کے بعد وہ ٹوٹی پھوٹی اُردو زبان میں ۔۔۔ اسی طرح سونیا اُردو بولا کرتی تھی ۔۔۔ کہنے لگا۔ "س سے سونیا، ت سے تمہارا، ا سے سالی بھی ہوتا ہے۔ اور سالی جورو کا بہن کو بولتے ہیں سالی۔ تم آرام سے کیا بیٹھا ہوا ہے؟ اِدھر میں تمہارا دشمن لوگ تم کو تلاش کرتا پھرتا ہے۔ تم جلدی ... سے وہ جگہ چھوڑ کے بھاگو نہیں تو تنہا راشامت آ جائے گا۔ ناؤ یو سن لے ہیپی آرکسٹرا کمپوزڈ وِد انڈین میوزیکل انسٹرومنٹ۔"

اس کے ساتھ ہی ایک ایسا آرکسٹرا ریڈیو سے ابھرنے لگا جو ہندوستانی سازوں سے ترتیب دیا گیا تھا۔ میں اسی وقت سونیا کے دماغ میں واپس آ گیا۔ وہ میک اپ کرنا بھول گئی تھی۔ اور حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ریڈیو کو دیکھ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ یہ پیغام اس کے لئے ہے اور اسے تاکید کی جا رہی ہے کہ وہ آرام سے نہ بیٹھے اور فوراً وہ جگہ چھوڑ دے۔

اب وہ اس ریڈیو کو غصّے سے دیکھ رہی تھی کیونکہ وہاں تصوّر میں میری صُورت ابھر رہی تھی۔ وہ نادان بچی تو نہیں تھی، کہ میری حرکتوں کو نہ سمجھ سکتی۔ وہ پھر سوچ کے ذریعے چیخنے لگی۔ "فراڈ! تم خیریت چاہتے ہو تو مجھ سے دو بدو بات کرو اور مجھ سے دو ٹوک فیصلہ کرو۔ میرا فیصلہ پہلے سے سن لو۔ میں تمہارا ساتھ برداشت نہیں کروں گی۔ نہ ہی تم سے دوستی بڑھاؤں گی۔ جو کچھ ہو چکا ہے اسے ختم کرو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں خطرات کو دعوت دوں گی اپنی جان پر کھیل جاؤں گی لیکن تمہاری مدد قبول نہیں کروں گی۔"

اس کے جواب میں خاموشی رہی۔ اس خاموشی نے اسے اور بھی جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا۔ تب میں نے اس کی جھنجلاتی ہوئی سوچ میں کہا۔ "میں کیوں خواہ مخواہ اس طرح غصّہ دکھا رہی ہوں۔ میں اگر اس کی امداد قبول نہ کروں تو یہی اس کے لئے جوابی کارروائی ہوگی۔ وہ اپنے طور پر میری مدد کرنا چاہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے مدد کرنا چاہتا ہے۔ تو پھر وہ مجھ سے باتیں کیوں نہیں کرتا؟"

"شاید اس لئے کہ میں اس سے غصّے اور نفرت کا اظہار کر چکی ہوں اور اسے اپنے دماغ میں آنے سے منع کر چکی ہوں۔ اسی لئے وہ میرے پاس نہ آ کر مجھے سہارا دے رہا ہے۔"

اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور ذرا سا پُرسکون ہو کر سوچنے لگی۔ "ہاں ٹھیک ہے۔ اے میرے دماغ میں نہیں آنا چاہئے۔ میں اس کے وجود کا سایہ اور اس کی سوچ کی لہروں کو برداشت نہیں کر سکتی۔ جب بھی اس کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ مجھے بہت زیادہ غصّہ آنے لگتا ہے۔ میں کوئی نادان عورت نہیں ہوں کہ دل کی باتوں میں آ کر اس کی محبت میں گرفتار ہو جاؤں۔"

یہ سوچتے وقت اس نے اپنے سر کو میز پر جھکا لیا۔ وہاں ٹیبا سر ٹیک کر اپنے دل کو سمجھانے لگی۔ اسے تھپک تھپک کر سلانے لگی کہ کہیں وہاں گہرائیوں میں چھپی ہوئی محبت ابھر نہ آئے۔ اور وہ محبت فراڈ کے سامنے جذبی نہ کھائے۔ وہ چپ تھی۔ وہ کسی کمزور عورت کی طرح آنسو نہیں بہا سکتی تھی اور کسی لُٹ جانے والی مجبوبہ کی طرح فریاد کرنا بھی اس کے مزاج کے خلاف تھا۔

چند لمحوں کے بعد اس کے دماغ نے اسے سمجھایا کہ اسے وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ جب وہ خطرے سے آگاہ ہو چکی ہے تو اسے جلد از جلد یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ ریشن اسے ڈھونڈتے پھر رہے ہوں۔ اور یہاں تک پہنچ کر وہ اس کے لئے مصیبت بن سکتے ہیں۔

اس نے اپنے سر کو جھٹک کر کہا۔ "نہیں! میں اس کی فراہم کردہ اطلاع کے مطابق عمل نہیں کروں گی۔ میں اسے بتا دوں گی کہ جب بھی وہ میری مدد کرے گا میں اس کے خلاف عمل کروں گی اور اب میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گی۔ جب تک کہ مکمل طور پر میک اپ نہیں کر لوں گی اور جب تک مجھے اطمینان سے یہاں سے نکل جانے کا موقع نہ ملے۔ میں جلد بازی سے کام نہیں لوں گی۔ یہ تاثر نہیں دوں گی کہ فراڈ کی اطلاع کے مطابق عمل کر رہی ہوں۔"

وہ ضدی اور لڑاکا محبوبہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز آنے والی نہیں تھی۔ اس نے اپنا جوڑا ٹائم ٹیبل بنا لیا تھا کہ فلاں وقت میک اپ کرنا ہے اور فلاں وقت اس کمرے کے چور دروازے سے نکل کر رفو چکر ہو جانا ہے۔ وہ ٹھیک اسی طرح عمل کرنے والی تھی اور میری فراہم کردہ اطلاع کو بالکل ہی نظر انداز کر رہی تھی۔ مجھے بتا رہی تھی کہ وہ میری محتاج نہیں ہے۔ اگر اس کے وہاں سے نکلنے تک کوئی مصیبت نازل ہوئی تو وہ اس مصیبت سے تنہا نمٹ لے گی۔ فراڈ کو مدد کے لئے نہیں پکارے گی۔

میں تھوڑی دیر کے لئے اسے چھوڑ کر اپنی جگہ واپس آ گیا۔ ہماری گشتی گاڑی پولیس اسٹیشن سے ذرا دُور سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ غلام واپس پولیس اسٹیشن کے برآمدے میں جا کر لیٹ گیا تھا

میں سامی کو لے کر ٹرائلر کیبن میں آیا اور آرام سے بستر پر لیٹ گیا سامی اپنی حرکتوں سے اپنی محبت کا اظہار کر رہی تھی اور میری توجہ چاہتی تھی۔ میں اس کی طرف بظاہر توجہ دے رہا تھا۔ اسے بھی آغوش میں لے کر سہلاتا تھا کبھی اپنے بازوؤں پر سلا کر تھپکنے لگتا تھا کہ وہ سو جائے مگر میرا ارادہ سونیا کی طرف لگا ہوا تھا۔ اس کم بخت نے میری مدد کو قبول کرنے سے انکار کر کے مجھے فکر میں مبتلا کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد پھر میں نے پہلے سے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بڑی مہارت سے میک اپ مکمل کر رہی تھی اور ایک حسین دوشیزہ کا روپ اختیار کر رہی تھی۔ میں چونکہ چپ چاپ شعور اور لاشعور کو کھنگال رہا تھا۔ اس لئے میں سمجھ رہا تھا کہ وہ مجھے غصّہ دکھانے کے باوجود میک اپ کو غیر شعوری طور پر جلد از جلد ختم کرنے کی کوشش کر رہی ہے کیونکہ اس کے شعور کے تہہ خانے میں یہ بات پوشیدہ تھی کہ اسے جلد وہاں سے نکل جانا چاہئے اور شعوری طور پر وہ اپنے مقررہ وقت پر ہی نکلنا چاہتی تھی۔ اس کے اندر ایک کشمکش جاری تھی۔

ہزاروں سال پہلے جب انسان غاروں میں رہتا تھا اور جب اس کے پاس اپنی حفاظت کے لئے تیز تلوار اور چبھنے نہیں ہوتے تھے تب بھی وہ اپنی سلامتی کے لئے حفاظتی تدابیر کیا کرتا تھا۔ انسان فطرتاً اپنی سلامتی کا خواہاں ہوتا ہے۔ میں جانتا تھا کہ سونیا ہزار انکار کے باوجود غیر شعوری طور پر اپنی حفاظت اور سلامتی کے لئے جلد از جلد وہاں سے نکلنے کی کوشش کرے گی۔ لہٰذا میں اس کی طرف سے ذرا مطمئن ہو کر پھر واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔

اس رات میں سو نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ جہاں میں تھا وہاں رات کا ایک بج رہا تھا۔ اور جہاں سونیا تھی وہاں رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ میرے سونے کا وقت ہو چلا تھا اور سونیا کی مہم جُوئی کا شوق پورا ہونے والا تھا۔ مجھے اس کے لئے جاگتے رہنا تھا۔ میں نے جاگنے کے لئے ادھر اُدھر کی باتیں سوچنا شروع کر دیں۔ پونی کا بھی خیال آیا۔ اس سے پہلے میں نے غلام کی خبر لی کہ وہ اپنی جگہ بخیریت ہے یا نہیں۔ وہ کم بخت بخیریت تھا اور اس نے بڑی فراخدلی سے وہاں کے پولیس آفیسر کو پچیس ڈالر دیئے تھے جس کے بدلے اس آفیسر نے اس کے لئے شراب کی ایک بوتل مہیا کی تھی اور اب وہ دونوں بیٹھے شراب سے شغل کر رہے تھے۔

میں اس کے بعد پونی کے پاس پہنچ گیا لیکن وہاں پہنچتے ہی مجھے فوراً بستر سے اٹھ کر بیٹھ جانا پڑا۔ کیونکہ پونی بے ہوش پڑی ہوئی تھی اور دماغی طور پر حاضر نہیں تھی۔ میں اسے سوچ کے ذریعے آواز دے کر بیدار نہیں کر سکتا تھا۔ میں کسی کو نیند کی حالت میں ٹریپ کر سکتا تھا اس کے دماغ سے معلومات حاصل کر سکتا ہوں۔ لیکن بے ہوش ہونے والے کا دماغ نہایت ہی کمزور اور بے حس ہوتا ہے۔ اسے جبراً کچھ سوچنے سمجھنے کے لئے اکسانا اس کے لئے خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ اس

طرح ذہنی توازن بگڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

تقریباً تین گھنٹے پہلے میں پوپی کے پاس گیا تھا تو وہ اپنے باپ کی جلتی ہوئی چتا کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اب وہ اچانک بیہوش کیسے ہوئی تھی؟ اور بے ہوشی کی حالت میں وہ کہاں تھی۔ یہ معلوم کرنے کے لئے میں بے چین ہو گیا۔ لیکن اسی وقت مجھے قریب ہی کسی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ میں نے خیال خوانی ترک کر کے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ سڑک پر ایک ویگن کار تیزی سے چلتی آ رہی تھی۔ پولیس اسٹیشن کے بامرد و سپاہی کھڑے اس گاڑی کو رُکنے کا اشارہ کر رہے تھے گاڑی کی تیزی بتا رہی تھی کہ وہ رُکنا نہیں چاہتی لیکن وہ سپاہیوں کے قریب پہنچ کر رُک گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ پولیس افسر مینا پلانا چھڑ کر اس طرف جا رہا تھا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ گاڑی کہاں سے آئی ہے اور گاڑی والے کہاں جانا چاہتے ہیں؟

آفیسر نے اس گاڑی کے قریب پہنچ کر سوال کیا۔ جواب میں گاڑی کا اسٹیئرنگ سیٹ والی کھڑکی کے باہر ایک ہاتھ آیا۔ اس ہاتھ میں نوٹوں کی ایک بھاری گڈی تھی۔ اسے دیکھتے ہی آفیسر اپنا سوال بھول گیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر وہ گڈی لیتے ہوئے کہا۔ "اچھا! اچھا ٹھیک ہے مگر آگے کہیں کچھ تحقیقات ہو۔۔ تو یہ نہ کہنا کہ تم اس راستے سے گزرے تھے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی گاڑی دوبارہ اسٹارٹ ہوئی اور تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ یہ حرکتیں بتا رہی تھیں کہ اس گاڑی میں سگلر قسم کے لوگ جا رہے ہیں لیکن میں ان میں دلچسپی نہیں لینا چاہتا تھا نہ ہی کسی اور کے مسئلے میں الجھنا چاہتا تھا۔ یہی ایک بہت بڑا مسئلہ پیش آ گیا تھا کہ پوپی کہیں بے ہوش پڑی تھی۔ اب میں اس کے متعلق صرف اسی گینڈے باس کے دماغ سے معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ پوپی کی کوٹھی میں اس کے رشتے داروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا وہاں ایک پولیس انسپکٹر بھی موجود تھا اور وہ تمام رشتہ داروں سے باری باری سوالات کر رہا تھا کہ پوپی کہاں تھی؟ اور کب اس کے غائب ہونے کا علم ہوا؟ اور کیسے؟ یہ بات کا پتہ پلا کہ وہ موجود نہیں ہے؟

سب ہی باری باری جواب دے رہے تھے۔ وہ گینڈا باس بھی اپنے طور پر جواب دے رہا تھا۔ اس پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ خود ہی پوپی کو اس کے باپ سے ملانے کے لئے رنگون لے کر آیا تھا۔ لیکن جب میں اس کے دماغ کو اندر سے ٹٹولنے لگا تو پتہ چلا کہ وہ اب پوپی سے نفرت کرنے لگا ہے۔

وہ خاموش بیٹھا ہوا پولیس انسپکٹر کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔۔ یہ لڑکی عجیب تھی۔ میرے دل میں پہلے اس نے محبت پیدا کی پھر نفرت۔ آخر کیوں؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "وہ لڑکی نہیں آفت تھی۔ میرے لئے ایک مصیبت بننے والی تھی۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اس کے باپ سے پہلے کو صورت سے پہچان گیا ہوں۔ وہ اپنی زندگی میں ایک بہت بڑا بلیک میلر تھا۔ اس کے پاس حرام کی دولت تھی۔

پوپی یہ بات سن کر ایک دم سے غصے میں آ گئی تھی اور کہنے لگی تھی "خبردار! تم میرے باپ کو بُرا آدمی نہ کہنا۔ بُرے تو تم ہو کہ تم نے وہاں اپنے لکڑی کے کمپنوں میں بہت سی عورتوں اور بچوں اور نوجوانوں کو قید کر کے رکھا ہے۔ پتہ نہیں تم انہیں کہاں بھیج دیتے ہو؟"

اس کی بات سن کر گینڈے باس نے کہا تھا "پوپی! میں تمہیں بیٹی سمجھتا ہوں۔ اس لئے دھیمی آواز میں بات کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ باتیں کوئی سُنے اور میرے پیچھے مصیبت بن کر لگ جائے۔ میں اور تمہارا باپ ایک ہی کشتی کے سوار رہے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس کا اور میرا دھندا الگ الگ رہا ہے لیکن ہم دونوں ہی نیک نام نہیں رہے ہیں۔ تمہیں اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ تمہارا باپ ایک مجرمانہ زندگی گزارتا رہا تھا۔"

پوپی یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں تھی۔ پھر یہ کہ وہ کہ وہ سمان گھاٹ سے واپس آنے کے بعد اپنے ڈرائنگ روم میں گئی تھی اور وہاں ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کر کے کہنا چاہتی تھی کہ اس کے ساتھ جو گینڈا نما شخص آیا ہے وہ کتنا بڑا مجرم ہے۔

جب وہ رابطہ قائم کرنے کے بعد فون پر یہ کہنے والی تھی وہ گینڈا وہاں پہنچ گیا تھا اور اس نے اس سے ریسیور چھین کر دوبارہ کریڈل پر رکھ دیا تھا۔ اور اسے دھمکی دی تھی کہ اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائے ورنہ وہ مجبور ہو کر اس کے خلاف قدم اٹھائے گا۔"

پوپی ضدی اور اڑیل کی پکی تھی۔ جس نے اس کے باپ کی توہین کی تھی۔ وہ اسے معاف نہیں کرنا چاہتی تھی۔ پھر اسے اس بات کا غرور تھا کہ وہ بہترین فائیٹر ہے۔ پھر اسی غرور کے تحت اس نے اچانک ہی گینڈے پر حملہ کر دیا۔ لیکن وہ حملہ بُری طرح ناکام رہا تھا۔ کیونکہ وہ جسمانی طور پر اتنی مضبوط نہیں تھی۔ گینڈے کا کچھ نہیں بگڑا تھا۔

میں اس کے دماغ میں موجود نہیں تھا۔ اسے فائیٹر نہیں بنا سکتا تھا۔ گینڈے نے اسے حیرانی سے دیکھا اور۔ اسے مزید حملہ کرنے کا موقع دیتا رہا تھا۔ پھر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ لڑکی پتہ نہیں کیوں اس وقت وہ آفت نہیں ہے جو وہاں کیبن والے دفتر میں نظر آئی تھی۔ بہر حال یہ ایک عام سی لڑکی ہے اور اسے میں ٹریپ کر سکتا ہوں۔

وہ پوپی کی کوٹھی میں رہ کر اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اس لئے اس نے نرمی سے کہا تھا "دیکھو پوپی! تمہیں میری باتوں کا برا لگا ہے اگر میں یہ ثابت کر دوں کہ میری باتیں درست ہیں اور تمہارا باپ واقعی بہت بڑا بلیک میلر تھا تو کیا تم اس وقت مجھے معاف کر دو گی۔ اور پھر مجھ سے دوستی کر لو گی؟"

پوپی نے کہا تھا "ہاں تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم کوئی ثبوت پیش کرو۔ میری دشمنی تمہیں مہنگی پڑے گی۔"

اس نے کہا تھا "ٹھیک ہے تم میرے ساتھ چلو۔ یہاں میرا ایک خاصا موجود ہے۔ وہ تمہارے باپ کے کاروبار میں شریک رہا ہے میں وہاں تمام ثبوت فراہم کر دوں گا۔"

دونوں کے درمیان یہ بات طے پا گئی اور وہ پوپی کو لے کر وہاں سے نکل پڑا تھا۔ ہر شہر میں اس کے ایجنٹ موجود رہتے تھے جو اس کے بیگار کیمپ کے لئے مزدور مہیا کرتے تھے اور انہیں پھانس کر اس کے پاس پہنچاتے تھے۔ وہ پوپی کو ایک ایجنٹ کے پاس لے گیا پھر وہاں انہوں نے پوپی کو بے بس کر کے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے وہ چیخنے چلانے لگی تھی۔ اس کے شور و غل سے نجات پانے کے لئے اس نے اسے بے ہوش کر دیا۔

اب پوپی کو رنگون سے غائب کرنے کا مسئلہ تھا کہ اسے کس طرح وہاں سے کہیں دور لے جایا جائے یا وہیں قتل کر دیا جائے۔ گینڈا اسے قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایک بار اس سے متاثر ہو گیا تھا۔ لہٰذا اسے مزا دینے کے لئے اس نے سوچا کہ پوپی کو کچھ عرصہ تک بیگار کیمپ میں رکھا جائے تاکہ یہ اپنی بدمزاجی اور ضد کو بھول کر اس کے سامنے جھک جائے اور اس کا احترام کرے۔

یہ سوچ کر اس نے اپنے ایجنٹوں کو حکم دیا کہ اسے ایک ویگن کار میں ڈال کر سپر پائی دے کے راستے سے آسام کی طرف لے جائیں اور اسے بے گار کیمپ میں پہنچا دیں میں نے چونک کر اس کی سوچ میں سوال کیا۔ وہ ویگن کار وہاں سے روانہ ہوئے کتنی دیر ہو گئی؟

اس کی سوچ نے جواب دیا "تقریباً سوا دو گھنٹے گزر گئے ہیں۔"

میں نے حساب لگایا۔ ہماری گشتی گاڑی چونکہ بہت بھاری بھرکم تھی۔ اس لئے ہم اسے پچاس میل فی گھنٹے کی رفتار سے زیادہ نہیں چلاتے تھے لیکن ایک ویگن کار سپر پائی دے پر ستر اسی میل فی گھنٹے کے حساب سے دوڑتی ہے۔ اس لئے وہ گاڑی ہم سے آگے نکل چکی ہے اس حساب سے وہ گاڑی بھی میرے سامنے وہاں پولیس اسٹیشن کے سامنے رکی تھی اور ڈرائیور نے نوٹوں کی بھاری گڈی پولیس افسر کو پکڑائی تھی وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔ یعنی پوپی میرے قریب سے گزر کر گئی تھی اور میں انجان بنا رہا تھا۔

میں فوراً ہی ٹرانزٹ کیبن سے باہر آ کر سڑک پر کھڑا ہو گیا اور دور تک دیکھنے لگا۔ اتنی دیر میں تو وہ گاڑی نہ جانے کتنے میل کا فاصلہ طے کر چکی ہو گی۔ میں چونکہ دوسرے کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ویگن والوں کو میری لاتعلقی سے فائدہ پہنچ گیا تھا۔ اب میں وہاں کھڑا ہوا سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

کرنا تو یہی چاہیے تھا کہ میں اس ویگن کار کا پیچھا کرتا۔ اور اسی وقت اپنا سفر شروع کر دیتا۔ لیکن اس سے پہلے میں نے ممی سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ اپنے بستر پر لیٹی ہوئی مجھے یاد کر رہی تھیں۔ میں نے ان کو مخاطب کیا تو وہ خوش ہو کر بیٹھ گئیں۔ میں نے کہا۔۔ "ممی! ایک ضروری بات کرنے حاضر ہوا ہوں۔"

"بولو بیٹے! میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی کہ مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرو گے اور مجھے بتاؤ گے کہ تمہارا سفر بخیریت جاری ہے یا نہیں؟"

"یہ سفر بخیریت جاری ہے۔ اور میں ایک جگہ رات گزارنے کے لئے ٹھہر گیا ہوں۔ لیکن جو اہم بات آپ سے کہنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ پوپی کو اغوا کر کے آسام کے ایک بے گار کیمپ کی طرف لے جایا جا رہا ہے اور قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اس کی گاڑی میرے قریب سے گزری اور میں سمجھ نہ سکا۔ آپ کا علم بڑا حیرت انگیز ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ میرے نصیب میں اس سے ملنا نہیں ہے۔ اور میں یہی دیکھ رہا تھا جب وہ رنگون پہنچنے والی تھی تو میں رنگون سے باہر چلا آیا۔ اور اب جبکہ میں مشرقی پاکستان کے راستے مغربی پاکستان جانا چاہتا ہوں تو اس کی گاڑی سپر پائی دے پر ٹوٹل ہونی آسام کی طرف مڑنے والی ہے۔ اب آپ بتائیں مجھے پوپی کی مدد کے لیے اس کے پیچھے جانا چاہئے یا نہیں؟"

وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہیں۔ پھر انہوں نے کہا۔۔ "اخلاقاً تمہیں اس کے پیچھے جانا چاہیے۔ اس کی مدد کرنی چاہیے لیکن کیا ضروری ہے بیٹے! تم جسمانی طور پر بھی اس سے دُور رہ کر اس کی مدد کر سکتے ہو۔ جب تقدیر یہ نہیں چاہتی کہ تم۔۔۔۔ اس سے ملو اور وہ پوپی کو تمہارے قریب پہنچا کر تم سے دور کر دیتی ہے تو تقدیر کے اشاروں کو سمجھنا چاہیے۔ فی الحال تم اپنا سفر اپنے طور پر جاری رکھو اور پوپی کی خبر رکھتے رہو۔ اس کی مدد کرتے رہو خدا نے چاہا تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ ابھی آپ ہی کی مثال سامنے ہے کہ آپ نے تقدیر کے فیصلے کے خلاف سفر کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور وہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ میں پوپی کا تعاقب نہیں کروں گا۔ اور خیال خوانی کے ذریعے اس کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ اچھا ممی! اب میں سونے کے لئے

جا رہا ہوں۔ کل آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں اُن سے رخصت ہو کر پھر اپنے ٹرالر کیبن میں واپس آگیا۔ سامی وہاں بستر پر سو رہی تھی۔ میری آہٹ پا کر اُٹھ گئی مجھے دیکھا اور مطمئن ہو کر دوبارہ سو گئی۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سگریٹ سلگا کر کش لینے کے بعد پھر میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

اب اس کمرے میں سوزی نہیں تھی۔ اس کی جگہ ایک اجنبی حسین دوشیزہ کھڑی تھی۔ اور اس اجنبی حسین دوشیزہ کے پیچھے سونیا چھپی ہوئی تھی۔ اسکا میک اپ مکمل ہو گیا تھا اور اس نے بڑی کامیابی سے ایک نیا چہرہ اپنایا تھا۔ اب وہ تمام سامان اپنے بیگ میں رکھ رہی تھی اور وہاں سے چلنے کی تیاریاں کر رہی تھی۔

چلنے سے پہلے وہ اپنے بند کمرے کے دروازے کے پاس آکر کھڑی ہوئی۔ اور آہٹ سننے لگی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اسکے کمرے کے دروازے کے سامنے سے کوئی لڑکی گزر رہی ہے یا نہیں۔ اس کے بعد وہ کھڑکی کے پاس آئی اور اسکا پردہ سرکا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ ہر طرف اسے سناٹا اور ویرانی نظر آئی اسکی وجہ یہ تھی کہ اب رات کے کھانے کا وقت ہو رہا تھا۔ جو لڑکیاں اس عمارت میں رہ گئی تھیں وہ کھانے کے لئے ڈائننگ ہال میں چلی گئی تھیں اور جو لڑکیاں ذرا فلرٹ قسم کی تھیں وہ اپنے بوائے فرینڈز کے ساتھ تفریح کے لئے نکل گئی تھیں۔ اس لئے راستہ ہموار تھا وہ تمام حالات کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد اپنے کمرے کے پچھلے دروازے کے پاس آئی اور اسے کھول کر دیکھا وہ دروازہ اس عمارت کی پچھلی طرف کھلتا تھا اور وہ پچھلا حصہ بالکل ویران اور سنسان دکھائی دے رہا تھا۔

اگر اس عمارت میں رہنے والی کوئی لڑکی سونیا کو دیکھ لیتی تو اسے سوزی کی حیثیت سے کبھی پہچان نہ سکتی۔ وہ یہی سوچ کر رہ جاتی کہ سوزی کے کمرے میں کوئی اجنبی لڑکی چلی آئی ہے یا پھر وہ اجنبی لڑکی سوزی کی مہمان ہے۔ سونیا اچھی طرح مطمئن ہونے کے بعد پچھلے دروازے سے باہر آگئی۔ پائیں باغ میں بالکل سناٹا تھا۔ کوئی اسے دیکھنے والا نہیں تھا اور کوئی دیکھتا بھی تو وہ حالات سے نمٹنے کے لیے بالکل تیار تھی اس لئے وہ پائیں باغ سے گزر کر پچھلے گیٹ سے نکل کر پچھلے راستے پر چلی آئی اور وہاں کھڑے ہونے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ کدھر جانا چاہیے آخر ایک فیصلے کے مطابق وہ دائیں طرف مڑ گئی اور ادھر آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ آہستہ اس لئے کہ اسے یقین تھا اور اطمینان تھا کہ وہ دو گھنٹے کے اندر ہوٹل ڈی فرانس پہنچ جائے گی۔

اس وقت سونیا کے شانے سے ایک بیگ لٹک رہا تھا۔ اس بیگ میں میک اپ کا سامان اور ایک جوڑا لباس رکھا ہوا تھا اور کچھ نقد رقم رکھی ہوئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پینگ گیسٹ والی عمارت کے سامنے آکر ذرا سُست ہو گئی۔ اس عمارت کے سامنے کچھ رنگا رنگ قیمتی کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ شوقین مزاج رئیس زادے اپنی قیمتی کاروں کی اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے اپنی کسی محبوبہ کا انتظار کر رہے تھے۔ اس پینگ گیسٹ ہاؤس میں یہی دھندا چل رہا تھا۔ وہاں جو لڑکیاں آکر ٹھہرتی تھیں وہ بہت جلد اپنے گاہک یا عاشق پیدا کر لیا کرتی تھیں۔

سونیا کا سانولا سلونا رنگ بڑا ہی جاذب نظر تھا۔ پیرس میں جہاں سفید چاندی کی طرح چمکتی ہوئی جلد والی دوشیزائیں نظر آتی ہیں وہاں گوری اور گلابی رنگت کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ گلابی گلابی، گورا، گورا حسن ہر طرف نظر آتا تھا۔ اور جس حسن کی افراط ہو اس کی قدر آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہے اور جو نایاب ہو دیکھنے سے بڑھتی جاتی ہے۔ سونیا کا چمکتا دمکتا چہرہ توجہ کا مرکز بن سکتا تھا اور بن رہا تھا۔ وہاں کھڑے ہی کار والوں نے اسے چونک کر دیکھا اور توجہ سے دیکھا اور دلچسپی سے دیکھا۔

پینگ گیسٹ کے طور پر رہنے والی کچھ لڑکیاں وہاں نہیں رہ رہی تھیں۔ کچھ نوجوانوں سے باتیں کر رہی تھیں۔ ان میں سے کسی نے بھی سونیا کو نہیں پہچانا۔ ایک نوجوان اپنی کار کی اسٹیرنگ سیٹ سے باہر آتے ہوئے سونیا سے بولا۔ "بولمس کیا تم شہر جانا چاہتی ہو۔ میں بھی ادھر ہی جا رہا ہوں۔"

سونیا نے فدا ہو جانے والی نظروں سے اسے مسکرا کر دیکھا اور پھر کہا "یا ڈ سوئٹ لو آر۔ میں شہر جانا چاہتی ہوں۔ مگر سواری کا مسئلہ۔ چلو تم نے یہ مسئلہ حل کر دیا۔ آئی ایم ویری گریٹ فل ٹو یو۔"

اس نے کار کا دوسرا دروازہ کھول دیا۔ پھر وہ دونوں کار کی اگلی سیٹ پر شانہ بشانہ بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کار ایک موڑ کاٹنے کے بعد شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ اس نوجوان نے سونیا سے پوچھا "ہیلو مس تمہارا نام کیا ہے؟"

سونیا نے جواب دیا "مجھے کسی بھی نام سے پکار لو۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ ہمارا تمہارا ساتھ شہر تک کا ہے۔ تمہیں جو نام سب سے زیادہ پیارا لگتا ہو مجھے اس نام سے پکار سکتے ہو۔"

"میں تمہیں جینی کہوں گا۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "اتفاق سے میرا نام جینیفر ہے اور میرے والدین مجھے پیار سے جینی کہہ کر پکارا کرتے تھے میرے والدین کے بعد تم پہلے شخص ہو جس نے مجھے جینی کہا ہے۔"

"تم یہاں پینگ گیسٹ کی حیثیت سے کب آئی ہو؟"

"تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟ تم اپنا مطلب بیان کرو۔"

"میرا مطلب یہ ہے کہ اس پینگ گیسٹ ہاؤس میں رہنے

والیوں سے ملاقات ہوتے ہی یا تعارف ہوتے ہی پہلے اپنا بھاؤ تاؤ بتاتی ہیں تب شہر کی طرف آنے کے لئے راضی ہوتی ہیں۔ تم نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔"

"میں بازاری لڑکی یا سوسائٹی گرل نہیں ہوں۔ تم مجھے غلط سمجھے میں صرف شہر تک لفٹ چاہتی ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "دیکھو میں آج کی رات کھوٹی کرنا چاہتی ہوں تمہارے اندر سے الگ تھلگ سا حسن یا یا رُسا ہے۔ کار ایسٹ میں ایسے ہی سانولا سلونا رنگ ہوا کرتا ہے۔ دیکھو میں نے تمہیں لفٹ دی ہے۔۔۔۔ اب اگر تم دوستی نہیں کرنا چاہتیں تو نہ سہی یہ بہت بڑا ظلم ہو گا۔"

سونیا سوچنے لگی میں بون زو کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور پینگ گیسٹ ہاؤس میں سوزی کی حیثیت سے کمرہ لینے والی سوزی ختم ہو چکی ہے۔ آج رات مجھے کہیں دوسری جگہ گزارنی ہو گی۔ تو پھر کیوں نہ اس نوجوان کو بے وقوف بنا کر اس کے ساتھ رات گزار ہی جائے۔ ایک قباحت سے پہلے میں بون زو کے پاس جاؤں گی اس وقت یہ نوجوان پتہ نہیں میرا انتظار کرے گا بھی یا نہیں کرے گا۔"

وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد پھر نئے انداز سے سوچنے لگی۔ بلاسے یہ انتظار کرے۔ کوئی دوسرا اتنی میرے جال میں پھنس جائے گا۔ مجھے پہلے بون زو کی فکر کرنی چاہیے۔"

اب سونیا کا سوچ پڑتے ہوئے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بون زو کا کمرہ کہاں ہے۔ اور وہ کہاں ہے؟ جبکہ وہاں بون زو کے آس پاس طرح طرح کے لوگ رہتے ہیں۔ اور وہ ڈبل فینگر اس کی تلاش میں بھٹک رہا ہے۔ تب سونیا کی سوجھ نے بتایا کہ جیسے وہ کسی کو اہمیت نہیں دیتی ہے بون زو بھی کسی اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ دلچسپی محض یہ ہے بون زو کے پاس جو بریف کیس رکھا ہوا ہے اس میں پچاس ہزار ڈالر ہیں۔ سونیا کو پیرس جیسے شہر میں قدم قدم پر رقم کی ضرورت ہو گی۔ اور دست سوچ میں تھی پچاس ہزار ڈالر کی رقم بون زو کے بجائے میری سونیا کے پاس رہنی چاہیے تھی۔ اور میں ہی وہ رقم کمرے کے اندر لا سکتا تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے سونیا کو اس کے حال پر تنہا چھوڑ دیا۔ مجھے یقین تھا کہ سونیا ایسے نوجوانوں کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کر دیتی ہے۔ میں اسے چھوڑ کر بون زو کے پاس پہنچ گیا۔

بون زو اس وقت ریلوے اسٹیشن کے لاکرز کی طرف جا رہا تھا اس کے ایک ہاتھ میں بریف کیس اور دوسرے ہاتھ میں سوٹ کیس تھا۔ اس کی سوچ پڑھی تو پتہ چلا کہ وہ بریف کیس کی رقم محفوظ کرنے کے لئے ریلوے اسٹیشن کا لاکرز استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اسے اس بات کا اطمینان پیدا ہو گیا تھا کہ جتنی بھی رقم ہے سب اسی کی ہو جائے۔ سونیا کو وہ حصے دار بنانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے دماغ میں اب دو باتیں تھیں۔ یا تو اس بریف کیس کو لاکر میں رکھ کر وہ روپوش ہو جائے اور سونیا سے تلاش کرتی رہے پھر تھک ہار کر وہاں سے اس شہر سے واپس چلی جائے تب وہ لاکر سے بریف کیس واپس نکال لے گا۔

دوسری ترکیب یہ تھی کہ سونیا کو قتل کر دیا جائے جب وہ سونیا کی خاطر اپنی ہونی سوزی کو قتل کر سکتا تھا تو پھر سونیا کو کیوں نہ کرتا۔ کیونکہ وہ اندر سے زیادہ خشت زدہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سونیا بڑی ہی تیز و طرار ہے اسے قتل کرنا اتنا آسان نہیں ہو گا۔

اسے پہلی تدبیر ہی زیادہ مناسب نظر آئی کہ وہ بریف کیس کو لاکر میں محفوظ کر دینے کے بعد یہیں چھوڑ کر کہیں چلا جائے۔ وہاں تقریباً چار چھ ماہ کا وقت گزارے اس عرصہ میں سونیا اسے پیرس میں تلاش کرنے بعد تھک ہار کر کہیں چلی جائے گی۔ وہ یہ باتیں سوچتا ہوا لاکر روم کے کاؤنٹر کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں اس نے کہا "مسٹر مجھے ایک لاکر کی ضرورت ہے۔"

کاؤنٹر کلرک نے پوچھا ——— "کتنے دنوں کے لئے چاہتے ہو؟"

"تقریباً چھ ماہ کے لئے۔"

کاؤنٹر کلرک نے چونک کر اسے دیکھا۔ بون زو نے جلدی سے کہا "دیکھئے یوں تو میں ایک ہفتہ میں ہی واپس آنے کی کوشش کروں گا اور لاکر چھوڑ دوں گا لیکن میں فرانس سے باہر جا رہا ہوں۔ واپسی میں پتہ نہیں کتنا عرصہ لگ جائے۔ میں چھ ماہ کی پیشگی رقم یہاں جمع کر کے جاؤں گا۔ تاکہ آپ لوگوں کو لاکر کے کرائے کے لئے پریشان نہ ہونا پڑے۔"

کاؤنٹر کلرک نے اندراج کا رجسٹر اپنے آگے رکھا۔ پھر اس سے نام اور پتہ پوچھا۔ بون زو نے اپنا پاسپورٹ اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "میرا پتہ اسکاٹ لینڈ کا ہے اور یہاں میں ایک سیاح کی حیثیت سے آیا ہوں۔ اور آج ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

کاؤنٹر کلرک اس پاسپورٹ کے مطابق اس کا نام اور پتہ لکھنے لگا۔ پھر اس نے پوچھا "کیا آپ کے علاوہ کوئی اور بھی اس لاکر کی چابی اپنے پاس رکھنے اور اسے کھولنے کا حق دار ہو سکتا ہے؟"

اسی وقت بون زو کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ پھر وہ میری مرضی کے مطابق کہنے لگا۔ "جی ہاں میری بیوی ہے۔ اس کا نام بھی آپ لکھ لیں۔ مسز سوزی بون زو۔ وہ کسی وقت بھی آکر میری چابی سے میرا لاکر کھول کر یہ سامان نکال سکتی ہے۔"

کاؤنٹر کلرک نے رسید لکھتے ہوئے چھ ماہ کے کرائے کی پیشگی رقم کا مطالبہ کیا۔ بون زو نے اپنے پرس سے رقم نکال کر گننے کے بعد اس کے حوالے کر دی اور اس سے رسید اور ایک عدد چابی لے لی۔ کاؤنٹر کلرک نے کہا۔ "وہ دوسری چابی یہاں کاؤنٹر پر رہتی ہے۔ جب بھی وہ یہاں سے سامان نکالنے آئے گا۔ تو یہاں سے ایک آفیسر اس کے ساتھ جائے

گا۔ اور ان دو جاپانیوں کے ذریعہ وہ لاکر کھولا جائے گا۔"

اس دوران میں نے بون زو کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ اک ذرا سا چونک کر سوچنے لگا تھا۔ جیسے وہ چند لمحوں کے لئے غافل ہو گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے غافل ہو گیا تھا؟ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا لیکن اسے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس کی غفلت کے دوران اس کی زندگی کے کچھ لمحات چوری ہو گئے تھے۔ اور اس دوران وہ وہاں سوزی کا نام رجسٹر میں لکھوا چکا ہے۔ وہ اپنی چابی لیکر اس آفیسر کے ساتھ لاکر کی طرف جانے لگا۔

میں خاموشی سے تماشہ دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک لاکر میں اپنا بریف کیس رکھنے کے بعد اسے اپنی چابی سے لاک کیا پھر اس آفیسر نے اپنی چابی سے اسے دوبارہ لاک کیا۔ ڈبل لاک کے بعد وہ وہاں سے کاؤنٹر کے پاس واپس آنے لگے۔

اس نے لاکر کی چابی کو پتلون کی جیب میں رکھ لیا تھا اور اب وہ سوٹ کیس اٹھا کر ریلوے کے انکوائری کاؤنٹر کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں وہ اُس ٹرین کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جو یونان کی سرحد تک جاتی تھی۔ اس نے یونان کے راستے ترکی جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

اس وقت اس کے سوٹ کیس میں آٹھ ہزار ڈالر تھے۔ ایک ہزار اس نے مختلف جیبوں میں رکھے ہوئے تھے اور ایک ہزار اس نے سونیا کو دیے تھے۔ اس حساب سے اب لاکر والے بریف کیس میں چالیس ہزار رہ گئے تھے۔ میں تیزی سے سوچنے لگا کہ اس کی جیب سے چابی کیسے حاصل کی جائے؟ اور اس چابی کو سونیا تک کیسے پہنچایا جائے؟

وہ معلومات حاصل کرنے کے لئے انکوائری کاؤنٹر تک پہنچ گیا۔ کاؤنٹر کے پیچھے ایک حسین عورت بیٹھی ہوئی اپنے پرس کے بے فی آئینے میں اپنے چہرے کو دیکھ رہی تھی اور مرجھائے ہوئے میک اپ کو تازہ کر رہی تھی۔ بون زو نے مطلوبہ ٹرین کے متعلق دریافت کیا۔ عورت نے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔ پھر میک اپ درست کرتے ہوئے بولی "وہ ٹرمینل پانچ پر کھڑی ہے۔ آدھ گھنٹے بعد روانہ ہو گی۔"

بون زو فوراً ہی بکنگ آفس کی طرف جانا چاہتا تھا۔ میں اس کے دماغ پر دباؤ ہو گیا۔ اس نے جیب سے چابی اور رسید نکالی ان دونوں کو کاؤنٹر پر اس عورت کے سامنے رکھا۔ پھر پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا بکنگ آفس کے سامنے پہنچ گیا۔ وہاں میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا دوسری جانب وہ کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھنے والی عورت اب ہونٹوں کی سرخی تازہ کر رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو اپنا لیا۔

اس نے بے فی آئینے سے نظریں ہٹا کر کاؤنٹر پر پڑی ہوئی چابی اور رسید کو دیکھا پھر انہیں اٹھا کر اپنے پرس کے اندر رکھ لیا۔ اس کے بعد میں نے پھر اسے آئینہ دکھاتے ہوئے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک ذرا ٹھٹک گئی۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ ابھی غائب دماغ تھی اور اب حاضر دماغ ہے۔ جو کچھ ہوا تھا وہ اسے سمجھ نہیں سکتی تھی۔ اسے اپنے حواس پر ناز تھا۔ اس لئے وہ پھر آئینے میں اپنے آپ پر عاشق ہونے لگی۔

میں نے اس کی سوچ کے ذریعہ معلومات حاصل کیں۔ اس کا نام ڈائنا تھا۔ اور رات کے دو بجے تک یہاں اسکی ڈیوٹی رہتی تھی۔ پیرس کے وقت کے مطابق اس وقت نو بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی "تڑاخ" کی ایک زوردار آواز سنائی دی۔ اس نے لفٹ دینے والے نوجوان کو طمانچہ رسید کیا تھا اور اس سے کہہ رہی تھی "جلو اب تم مجھ پر حملہ کرو۔ اگر تم جیت جاؤ گے تو میں تمہاری خواہش کے مطابق اپنا آپ ہار جاؤں گی۔"

وہ نوجوان سونیا کو باادب سمجھ کر اپنے فلیٹ میں لے گیا تھا۔ اس کا ایک طمانچہ کھاتے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے تھے۔ وہ بوکھلا کر بولا "یہ۔ یہ کیا حرکت ہے؟ سیدھی طرح لین دین کی باتیں کرو۔"

"لین دین تو ہاتھوں سے ہی ہوتا ہے۔ اس لئے میں ہاتھوں سے باتیں کر رہی ہوں۔ ویسے تم بڑے دل والے نکلے۔ تم پر ہاتھ اٹھانا میں اپنی توہین سمجھتی ہوں۔"

"مم۔ میں ایک شریف زادہ ہوں۔ تمہارے منہ لگنا نہیں چاہتا تم چلی جاؤ۔"

"پیارے شریف زادے! اتنے بڑے اجنبی شہر میں اکیلے کیسے جاؤں۔ یہاں تمہارے جیسے جانے کتنے حرام زادے ملیں گے۔ لہٰذا تم مجھے ..... ریلوے اسٹیشن پہنچا دو۔"

وہ ہوٹل ڈی فرانس جانا چاہتی تھی۔ لیکن میں نے اس کی زبان سے ریلوے اسٹیشن کے الفاظ ادا کرائے۔ وہ تعجب سے بولی "کیوں مسٹر ابھی میں نے تمہیں کہاں پہنچانے کے لئے کہا ہے؟"

وہ جواباً ریلوے اسٹیشن کہنے والا تھا۔ لیکن میں نے اس کی زبان سے ہوٹل ڈی فرانس کا نام ادا کرایا۔ سونیا مطمئن ہو کر فلیٹ کے باہر جانے لگی۔ اس نوجوان نے ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں آکر ایسا کہا تھا۔ شعوری طور پر وہ سمجھ نہ سکا کہ کیا کہہ گیا ہے۔ ویسے اس نے سونیا کی زبان سے ریلوے اسٹیشن سنا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سونیا کو کار میں بیٹھا کر اسٹیشن کی طرف جا رہا تھا۔

سونیا تقریباً پانچ برس پہلے اس شہر میں آئی تھی۔ اب وہاں کے راستے اچھی طرح یاد نہیں تھے۔ جب وہ کار اسٹیشن کے پارکنگ ایریے میں رُک گئی تو سونیا نے پوچھا "یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو۔ میں نے تمہیں ہوٹل ڈی ....."

میں اس نوجوان کی زبان میں بولنے لگا "وہ ہوٹل ڈی

سے نکل کر یہاں آیا ہے۔ آدھ گھنٹہ گزر چکا ہے۔ شاید اس [illegible] چکی ہے۔ لیکن وہ انکوائری کاؤنٹر پر تمہارے لیے پیغام [illegible] گیا ہے۔"

سونیا نے اسے گھور کر پوچھا "یہ تم کیا بک رہے ہو؟"

"آں۔" وہ اپنا سر تھام کر بولا "شاید میں اپنے ہوش میں [illegible] ہوں۔ تم نے اتنی زور کا طمانچہ مارا ہے کہ میرا سر پھٹ رہا ہے۔ [illegible] ہے۔ تم عورت نہیں ہو۔ کسی عورت کا ہاتھ اتنا زور دار نہیں ہوتا۔"

سونیا اس نوجوان کو ایسی جھجکتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ [illegible] فریاد کو دیکھ رہی ہو۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ میں اسے اطلاع [illegible] ہوں۔ اُس نے اپنے ہونٹوں کو بھینچ لیا۔ پھر غصہ سے [illegible] "میں نے تمہارے جیسا بے شرم کہیں نہیں دیکھا۔ زبردستی میری [illegible] پر تل گئے ہو۔ بڑے ہمدرد بن کر مجھے اطلاع پہنچا رہے ہو۔ [illegible] ہے تمہارا منہ توڑ دوں۔"

ایسا کہتے وقت اس نے گھونسا دکھایا۔ وہ نوجوان دہشت [illegible] کر اپنی سیٹ پر ایک طرف سمٹتے ہوئے بولا "مم۔ میں نے [illegible] نہیں کی۔ تم نے ہی مجھے ریلوے اسٹیشن پہنچانے کے لئے [illegible]"

سونیا کو ہوش آیا کہ وہ فریاد کو غصہ دکھا رہی ہے اور [illegible] نوجوان دیکھ رہا ہے۔ وہ ڈنڈا سکرین کے پار ایک نوجوان [illegible] دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔ میں بھی ضد کی پکی ہوں۔ فریاد کی [illegible] مطابق انکوائری کاؤنٹر پر نہیں جاؤں گی۔ بون زو تو جا [illegible] ہو گا۔ اور اپنے ساتھ وہ ہزاروں ڈالر بھی لے گیا ہو گا۔"

میں نے اس کی ہی سوچ میں کہا۔ "لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ میرے [illegible] رقم چھوڑ گیا ہو۔"

وہ جواباً سوچنے لگی ہو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بون زو بہت [illegible] ہے۔ وہ میرے لئے ایک ڈالر بھی یہاں چھوڑ کر نہیں جائے گا۔"

میں نے اس کے لب دلہجے میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ فریاد نے [illegible] سے کھیل کر وہ ساری دولت میرے لئے کہیں محفوظ [illegible]"

"پھر تو میں اس دولت کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گی۔ مجھے اُس [illegible] اور اخلاقی امداد اور اس کی دوستی منظور نہیں ہے۔"

ایسا سوچنے کے بعد اُس نے نوجوان سے کہا۔ "مورنیو! واپس [illegible]"

اُس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کہاں؟"

"میں آج کی رات تمہارے فلیٹ میں گزاروں گی۔"

اُس نے خوش ہو کر پوچھا۔ "سچ؟"

"ہاں۔ ہم الگ الگ کمرے میں سوئیں گے جب مرنے کا ارادہ ہو تو میرے کمرے میں آ جانا۔ چلو گاڑی کو آگے بڑھاؤ۔"

"اس نے مایوس ہو کر حکم کی تعمیل کی۔ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولا۔" جینی! کیا تم میرا پیچھا نہیں چھوڑو گی؟"

"بکواس مت کرو۔ میں صبح چلی جاؤں گی۔"

وہ چپ ہو گیا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "آخر میں کب تک فریاد سے بھاگتی رہوں گی۔ وہ یقیناً میرے دل کی گہرائیوں کو پڑھتا رہتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کے سوا میں کسی کی نہیں ہو سکتی۔ جب میرے جذبات اس پر ظاہر ہیں تو ایسی ضد اور غرور کا کیا فائدہ؟"

"فائدہ ہے۔" وہ سوچنے لگی۔ "بے شک میرا دل اس کے آگے کمزور پڑ جاتا ہے۔ مگر اس دل میں انتقام کا جذبہ بھی ہے اتنے عرصہ تک وہ مجھے نظر انداز کرتا رہا۔ اب میں اُسے نظر انداز کرتی رہوں گی۔ اس پر ثابت کرتی رہوں گی کہ میں اس کی محبت، اُس کی توجہ اور اس کے سہارے کے بغیر زندہ رہ سکتی ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ تو فریاد جانتا ہے اور مانتا ہے کہ میں کبھی کسی سہارے کی محتاج نہیں رہتی۔ اُس نے دیکھا ہے کہ میں ایک عرصہ تک اس کا سہارا بنی رہی تھی۔ زندگی کے کتنے ہی خطرناک موڑ پر میں نے اسے دشمنوں سے بچایا ہے۔ یہ سب کچھ وہ تسلیم کرتا ہے۔ پھر اُس پر کچھ ثابت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

"ضرورت ہے۔ اس کی سزا یہی ہے کہ وہ میرے کسی کام نہ آ سکے۔ میرا احسان اس پر رہے گا۔ اس کا کوئی احسان میں نہیں لوں گی۔ وہ مجھے دشمنوں سے بچانا چاہے گا۔ تو میں جان بوجھ کر دشمن سے ٹکرا جاؤں گی۔ فریاد کی احتیاطی تدابیر کو کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔ اس کے دل میں میرے کام آنے کی حسرت ہی رہ جائے گی۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ عورت اپنی ضد سے باز آنے والی نہیں تھی۔ میں نے پھر ضد نہیں کی۔ اس وقت اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ لیکن میں بریف کیس کی وہ بھاری رقم نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ پیرس جیسے مہنگے شہر میں سونیا کو قدم قدم پر کسی کرنسی کی ضرورت ہو سکتی تھی۔ پھر مجھے یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ ڈبل فنگر کہاں ہے؟ اور اب وہ بون زو تک پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟

جیسا کہ ہوٹل ڈی فرانس سے بون زو کی نگرانی کی جا رہی تھی تو اس کے پیش نظر یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ بون زو ریلوے اسٹیشن آنے تک دشمنوں کی نظروں میں رہا ہو گا۔ ان لوگوں نے اسے یونان کے سرحد کی طرف جانے والی ٹرین میں بھی سوار ہوتے دیکھا ہو گا ڈبل فنگر کو ضرور اطلاع دی جائے گی اور وہ بھی ضرور اُس ٹرین

میں سوار ہو گیا۔ یہ سوچتے ہوئے میں بون زو کے دماغ میں پہنچ گیا۔

چونکہ اسے اُس کی اوقات سے زیادہ دولت مل گئی تھی اس لئے وہ کھل کر عیاشی کر رہا تھا۔ اس مختصر کے لئے ایئر کنڈیشنڈ کوچ کا ایک مہنگا کیبن ریزرو کرایا تھا۔ اور وہاں ایک عورت کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ٹرین تیز رفتاری سے بھاگ جا رہی تھی۔ بون زو کا خیال تھا کہ وہ محفوظ ہے اسی ٹرین میں سفر کر رہی تھی اور اسے دیکھ کر اس پر عاشق ہو گئی تھی۔

مجھے اُس عورت کے دماغ نے بتایا کہ وہ سوزی کے متعلق معلومات حاصل کرنے آئی ہے اور بڑے دلفریب انداز میں کرید کرید کر سوالات کر رہی ہے۔ بون زو پی رہا تھا۔ اور بول رہا تھا کہ سوزی نے ہوٹل پہنچنے سے پہلے ہی اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ پتہ نہیں وہ کہاں چلی گئی ہے۔"

اس نے عورت سے کہا "پیرس میں تمہارے ساتھ آنے والی سوزی نہیں سونیا تھی۔ مجھ سے جھوٹ نہ بولو۔"

وہ حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولا "تم کون ہو؟ سونیا کا نام کیسے جانتی ہو؟"

"یہ نہ پوچھو۔ بس مجھے دیکھتے رہو اور جواب دیتے رہو۔ ہاں تو وہ سونیا تھی؟"

"نہیں تھی۔ میری بیوی تھی۔ سوزی تھی۔"

"دیکھو سچ بولو۔ ورنہ موت تمہارے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

اس نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر اوپر دیکھا۔ پھر ایک ہی سانس میں گلاس خالی کرنے کے بعد کہا "یہ سچ مچ مرنا نہیں چاہتا۔ اچھا ہے سالی سونیا مر جائے۔ میں نے اس کو حاصل کرنے کے لئے اس کے ساتھ مل کر اپنی بیوی کو.....؟"

وہ ایک ہچکی لے کر چپ ہو گیا۔ دراصل میں نے چپ کر دیا میں اس عورت کے دماغ میں تھا۔ مجھے معلوم ہوتا کہ وہ یہ راز اگل دیگا تو میں پہلے اسے کنٹرول کر لیتا۔ لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ وہ عورت بولی "اچھا تو سونیا پھر زندہ رہ گئی....."

اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ وہ عورت دروازہ کھولنے کے لئے اُٹھنا چاہتی تھی۔ مگر بون زو نے اسے روک لیا۔ پھر چیخ کر دستک دینے والے سے بولا "گیٹ آؤٹ یہ پرائیویٹ کیبن ہے۔"

عورت خود کو چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی۔ "ایڈیٹ! چھوڑ دے مجھے۔ دروازے پر تمہاری موت دستک دے رہی ہے۔"

اس کی سوچ نے بتایا کہ ڈبل فنگر آ پہنچا ہے۔ میں سنبھل کر بیٹھ گیا بڑے انتظار کے بعد اس سے سامنا ہونے والا تھا۔ اس سے سامنا کرنے کے لئے میں بون زو کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اُسی وقت عورت چیخ کر کہا "اس کمبخت نے مجھے جکڑ رکھا ہے۔ دروازہ خود ہی کھول لو۔"

بون زو نے پلٹ کر دروازے کو دیکھا۔ میں اس کی دماغی آنکھ سے دیکھ رہا تھا۔ اندر سے دروازے کی چٹخنی چڑھی ہوئی تھی۔ اچانک ہی جیسے لوہے کی سلاخیں اس دروازے سے نمودار ہو گئیں۔ ویسے ہی نمودار ہونے کی آواز کے ساتھ چٹخنی کے پاس دو سوراخ ہو گئے۔ ان سوراخوں سے دو انگلیاں گزر کر کیبن کے اندر جھانک رہی تھیں یعنی ان فولادی انگلیوں نے اس دروازے میں چھید کر دیا تھا۔

اگر میں بون زو کے دماغ میں نہ ہوتا تو یہ منظر دیکھ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ اب وہ انگلیاں اوپر کی طرف مڑ گئی تھیں اور اس چٹخنی کو نیچے کی طرف سرکا رہی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ چٹخنی کو اس کی جگہ سے ہٹانے میں کامیاب ہوتا۔ میں نے فوراً ہی شراب کی بوتل اُٹھائی۔ (یہاں میں اپنی بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اس کے دماغ میں رہ کر اب میں ہی مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ فی الحال وہاں بون زو نہیں تھا۔) بوتل اٹھا کر میں دوڑتا ہوا دروازے کے پاس گیا۔ پھر پوری قوت کے ساتھ اس بوتل سے اُس کی انگلیوں پر ضرب لگائی۔ ایک چھناکے سے ٹوٹنے کی آواز ہوئی۔ شیشے کے ٹکڑے بکھر گئے۔ وہ انگلیاں جوں کی توں اپنی جگہ سلامت تھیں۔ ان پر کہیں کہیں خراشیں پڑ گئی تھیں۔ اور لہو کی بوندیں چھلک رہی تھیں۔

میرے ہاتھ میں بوتل کا ٹوٹا ہوا حصہ رہ گیا تھا۔ میں نے اس حصے سے پھر زوردار ضرب لگائی۔ دروازے کے دوسری طرف ایک کراہ سنائی دی وہ انگلیاں سوراخ سے باہر چلی گئیں۔ پھر دوسرے ہی لمحہ دروازے کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اب اُس دروازے کے نچلے حصے میں دو سوراخ ہو گئے تھے۔ وہاں دو انگلیاں نظر آ رہی تھیں۔

میں نے جوتے کی نوک سے انگلیوں پر ٹھوکر ماری۔ وہ فوراً ہی سوراخ سے باہر چلی گئیں۔ میں سر جھکائے انتظار کرنے لگا کہ وہ پھر کہیں سوراخ کرے گا اور میں جوابی ٹھوکر لگاؤں گا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ ذہین بھی ہے۔ انسانی نفسیات کو خوب سمجھتا ہے۔ اس نے چند سیکنڈ کے لئے مجھے اسی طرح منتظر رکھا تھا۔ اور جب چاپ اوپر والے سوراخوں میں انگلیاں ڈال کر چٹخنی کو اس کی جگہ سے سرکا دیا تھا چٹخنی کی آواز سے چونک کر میں نے اوپر دیکھا۔ مگر اسی وقت دروازہ ایک زوردار دھڑاکے سے میرے منہ پر آ گرا۔ میں لڑکھڑاتا ہوا اس عورت کی گود میں جا گرا۔

کیبن کے کھلے ہوئے دروازے پر ایک لمبا تڑنگا جوان کھڑا ہوا تھا اس کی دائیں ہتھیلی میں صرف دو انگلیاں نظر آ رہی تھیں۔ ان سے لہو برس رہا تھا۔ وہ کسی درندے کی طرح دانت پیس کر اندر پھر ایک جھٹکے سے دروازے کو بند کر کے میری طرف دیکھ کر غرایا۔ میں چل کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کی آواز سننا ضروری تھا۔ میں نے کہا۔ "رک جاؤ۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ مجھ سے چاہتے کیا ہو؟"

اس عورت نے چیخ کر ڈبل فنگر سے کہا۔ "سائمن! جواب دو۔ یہ زندہ ہے۔ میں نے معلوم کر لیا ہے۔ سونیا زندہ ہے۔ فریاد بھی ضرور زندہ ہو گا۔ وہ تمہیں فریب کرنے کے لئے یہاں بھی موجود رہ سکتا ہے۔"

میں نے پوچھا "کون فریاد؟ کس کی باتیں کر رہی ہو؟ میں صرف اپنے لئے پوچھ رہا ہوں کہ تم لوگوں کو مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

اس نے کہا "سائمن! اس شخص نے سونیا کے ساتھ مل کر میری بیوی سوزی کو ہلاک کیا اور سپر ماسٹر کو زبردست دھوکا دیا۔ اس کے ہوش ہنک....."

اس عورت نے ہوش ہنک کہتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے کچھ کرنے کے لیے کہا۔ میں نے اسی وقت ایک الٹا ہاتھ سائمن ڈبل فنگر کے منہ پر رسید کیا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑھکتا گیا۔ میں نے بعد الت اس کے پیٹ پر ماری۔ وہ اوندھا کہتا ہوا جھک گیا وہ بہت تجربہ کار انتہا۔ اسے چوٹ لگ رہی تھی۔ مگر زبردست قوت برداشت کا مالک تھا۔

اس نے پیٹ پکڑ کر جھکتے جھکتے اچانک ہی میرا ایک ہاتھ پکڑ لیا پھر میں اس کی طرف کھینچتا گیا۔ ویسے میں حملہ کرنے کے لئے بالکل تیار تھا مگر یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ کیا کرنے والا ہے یک لخت اس نے دونوں انگلیاں میری ناک کے نتھنوں میں گھسیڑ دیں جیسے آہنی سلاخیں تھیں، جو نتھنوں سے گزر کر دو آنکھوں کے پیچھے پیشانی تک پہنچ گئی تھیں۔ ایسی اذیت ناک تکلیف پہنچی تھی میرے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ اس نے ایسا واویلا مچایا تھا کہ اذیت سے چیخ پڑا کر رہ جائے۔

میں ایک جھٹکے کے ساتھ بون زو کے دماغ سے نکل آیا کیونکہ میرا دم نکل چکا تھا۔ میں نے اس عورت کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ نتھنوں کے راستے دو انگلیاں اب پیشانی کے اندر تک پہنچ گئی تھیں۔ سائمن کا دایاں ہاتھ اٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ وہ مردہ جسم چھت کی طرف اٹھا ہوا تھا۔

بون زو کی لاش دو انگلیوں کی صلیب پر لٹک رہی تھی۔

زندگی ایک خوبصورت بلا ہے جو اپنے پیچھے موت کو لیے ہمارے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔

میں جن لوگوں کے دماغ میں رہتا ہوں ان کے دماغ میں رہ کر میں نے انہیں دکھ سہتے بھی ہنستے بولتے کبھی پریشانیاں اٹھاتے ہوئے اور کبھی موت کی آغوش میں دم توڑتے ہوئے دیکھا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ میں دوسروں کے دماغ میں رہ کر بارہا مر چکا ہوں۔ کیونکہ جب جسم مرتا ہے تو صرف جسم نہیں مرتا، پہلے دماغ کی موت واقع ہوتی ہے تب جسم بے حس و حرکت ہو جاتا ہے۔

جسم کی تکلیف دماغ محسوس کرتا ہے۔ بون زو کو جو جسمانی اذیتیں پہنچی تھیں اسے میرا دماغ محسوس کرتا رہا تھا۔ کیونکہ اس کے جسم کے اندر یا اس کے دماغ کے اندر میں موجود تھا۔ جب آخری لمحات میں اس کا دم نکل رہا تھا تب بھی میں وہاں موجود تھا اور میں اس کے دماغ سے یوں نکل آیا تھا جیسے جسم سے دم نکل جاتا ہے۔

میں نے بون زو کو زندہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی اس کے جسم میں یا دماغ میں سما کر خود اس کو فریاد بنا کر میں نے ڈبل فنگر سے مقابلہ کیا تھا۔ یہ ایک تجرباتی مقابلہ تھا کیونکہ آئندہ بھی اس ڈبل فنگر سے پتہ نہیں کتنی بار ٹکراؤ ہونا تھا۔ اس پہلے مقابلے میں اس بات کا اندازہ ہوا کہ وہ صرف طاقتور ہی نہیں بلکہ ذہین اور چالاک بھی ہے۔ لڑنے کے فن سے واقف ہے اور انسانی نفسیات سے بھی کھیلتا ہے۔ اس نے بڑی چالاکی سے اس کیبن کا دروازہ کھولا تھا اور جس انداز میں اس نے مجھ سے مقابلہ کیا تھا اس سے پتہ چل گیا کہ وہ اپنی دو انگلیوں کو بہت اہمیت دیتا ہے اور جتنے بھی داؤ پیچ استعمال کرتا ہے ان تمام داؤ پیچ کا تعلق اس کی دو انگلیوں سے ہوتا ہے۔ میں مقابلہ کرنے کے دوران جو ڈھیل کرائے اور لات گھونسے کی تکنیک برتتا رہا اور وہ اس موقع کی تاک میں تھا کہ اسے اپنی دو انگلیوں کے استعمال کا خاطر خواہ موقع مل جائے اور اس نے بڑی پھرتی سے اپنی دونوں انگلیاں بون زو کی ناک کے نتھنوں میں گھسیڑ دی تھیں۔ یہ ایسا اچانک داؤ تھا کہ ان آہنی سلاخوں سے بون زو کو میں نجات نہ دلا سکا تھا۔

بہرحال اس کے دم توڑتے ہی میں اس عورت کے دماغ میں پہنچ گیا تھا جو سائمن عرف ڈبل فنگر کی ساتھی تھی۔ میں اب اس کے دماغ سے دیکھ رہا تھا۔ ڈبل فنگر ایک انگلی کے اشارے سے اسے باہر جانے کے لیے کہہ رہا تھا۔ وہ سر جھکا کر اس کیبن سے باہر آ گئی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اب ڈبل فنگر سے اس کی ملاقات نہیں ہو گی۔ یہ پہلے سے طے پایا تھا کہ بون زو سے وہ سونیا کی حیثیت اگواتے گی۔ اس کے بعد ڈبل فنگر وہاں پہنچے گا جب بون زو کا کام تمام کر دیا جائے گا تو وہ کیبن سے باہر آ جائے گی اور ڈبل فنگر اس کی لاش کو باتھ روم میں بند کرنے کے بعد کیبن سے نکل آئے گا۔ پھر آگے ایک

مقام پر گاڑی رکے گی وہاں اُن کے لیے ایک کار موجود ہوگی جس میں بیٹھ کر وہ دونوں پیرس آجائیں گے۔ پیرس پہنچنے کے بعد وہ عورت ڈبل فنگر سے جدا ہوجائے گی۔ اس دوران وہ ڈبل فنگر سے گفتگو نہیں کرے گی اور نہ ہی کسی بہانے سے بھی ڈبل فنگر کو کوئی بات کرنے پر مجبور کرے گی۔"

وہ لوگ بہت زیادہ محتاط تھے۔ سونیا کی چالاکیوں نے انہیں شبہے میں مبتلا کردیا تھا کہ فرہاد بھی زندہ ہوگا اور زندہ ہوگا تو وہ کبھی منظرِ عام پر نہیں آئے گا۔ چپ چاپ سونیا کے دماغ میں وہ کرائے کارنامے دکھاتا رہے گا۔ کارنامے سے مراد کہ میں ان کے دماغوں میں پہنچتا رہوں گا اور انہیں ایک ایک کرکے ٹھکانے لگاتا رہوں گا۔

بہرحال میں اس ڈبل فنگر کے دماغ تک ابھی نہیں پہنچ سکا تھا اور اس عورت کو اگر میں مجبور کرتا کہ وہ ڈبل فنگر کو کسی طرح گفتگو پر مجبور کرے تو اُن کے اس شبہے کو تقویت پہنچ جاتی کہ یہ سب فرہاد کی حرکتیں ہیں اس لیے میں نے فی الحال اُن دونوں کو چھوڑ دیا۔ اب مجھے اس بریف کیس کی فکر تھی جس میں چالیس ہزار ڈالر رکھے ہوئے تھے اور یہ رقم میں سونیا تک پہنچانا چاہتا تھا۔ سونیا ایسی ضدی تھی کہ وہ براہِ راست مجھ سے ایسی کوئی مدد قبول کرنا نہیں چاہتی تھی۔

میں اس انکوائری کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھنے والی عورت کے دماغ میں پہنچا جس کا نام ڈائنا تھا۔ اس وقت وہاں رات کے گیارہ بجنے والے تھے۔ دو بجے ڈائنا کی ڈیوٹی ختم ہونے والی تھی۔ ابھی تین گھنٹے باقی تھے میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ اس نوجوان مورنیو کے فلیٹ میں تھی۔ ایک کمرے میں مورنیو سو رہا تھا اور دوسرے کمرے کو وہ اندر سے بند کرنے کے بعد آرام سے سو گئی تھی۔

میں نے سوچا کہ ڈائنا کی ڈیوٹی ختم ہونے میں... ابھی تین گھنٹے باقی ہیں اور یہاں میں موجود تھا وہاں اب صبح ہونے والی تھی تو پھر میں بھی کیوں نہ تھوڑی سی نیند پھینک لے لیتا، یہ سوچ کر میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میں ڈھائی گھنٹے تک سوتا رہوں گا اگر کوئی ٹریولر کیبن میں داخل ہوگا تو میری آنکھ کھل جائے گی۔ غلام پیٹ بھر کر شراب پینے کے بعد پولیس اسٹیشن کے برآمدے میں سو رہا تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ ذہن کو ہدایت دی کہ جب تک میں اسے حکم نہ دوں وہ گشتی گاڑی کے پاس نہ آئے اور نہ ہی مجھے نیند سے بیدار کرے، میں خود ہی بیدار ہونے کے بعد اسے بلاؤں گا۔ یہ ساری ہدایات دینے کے بعد میں آرام سے سو گیا۔

اس دوران پوری میں رابطہ قائم کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ بھی شاید ابھی تک بے ہوشی کی حالت میں سفر کر رہی ہوگی۔ اب رات گزر چکی تھی صبح ہو رہی تھی تو وہ یقیناً برما کی سرحد پار کرگئی ہوگی یا سرحد پار کرنے والی ہوگی۔ بہرحال اطمینان تھا کہ جب وہ آسام کے

بیگار کیمپ میں پہنچے گی تو میں اس کی حفاظت کے لیے اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔

ٹھیک ڈھائی گھنٹے کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ بیدار ہونے ہی سب سے پہلے میں نے ڈائنا کی خبر لی۔ وہاں رات کا ڈیوٹی بج گیا تھا اور ڈائنا آدھ گھنٹے بعد اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر اپنے گھر جانے والی تھی اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ آج اس نے ایک بوائے فرینڈ کا بندوبست کیا ہے۔ وہ اپنے فرینڈ کو اپنے ساتھ اپنے فلیٹ میں لے جائے گی۔

وہ اپنے بوائے فرینڈ کے تصور سے مسکرا رہی تھی۔ اتنے میں میری عورت آگئی۔ وہ دوسری شفٹ میں اس کی جگہ سنبھالنے والی تھی۔ ڈائنا نے کہا: "مجھے آج ذرا جلدی جانا ہے۔ کیا تم پندرہ منٹ پہلے میری سیٹ پر آجاؤ گی؟"

اس عورت نے مسکرا کر کہا: "میں جانتی ہوں تمہیں آج رات کے بعد کون سا کام ہوتا ہے۔ جاؤ، بھاگ جاؤ یہاں سے میں تمہارا کام سنبھال لوں گی۔"

ڈائنا مسکراتے ہوئے اپنا پرس لے کر وہاں سے اٹھ گئی۔ جانے سے پہلے اس نے پرس کے بے بی آئینے میں اپنے چہرے کا جائزہ لیا پھر اپنے میک اپ سے مطمئن ہوکر انکوائری کاؤنٹر کے پیچھے سے باہر آگئی۔

کسی بس اسٹاپ پر بوائے فرینڈ سے ملنے کا وقت اور جگہ مقرر ہوئی تھی۔ وہ ادھر جانا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے لاکر زدم کی طرف گھما دیا۔ میں اس کے دماغ پر قابض تھا اور اب وہ میری مرضی کے مطابق وہاں جا رہی تھی۔ لاکر زدم پر پہنچ کر اس نے پرس میں سے رسید اور چابی نکالی پھر کاؤنٹر کلرک سے کہا: "میرا نام مسز سوزی بونزو ہے اور میں لاکر سے اپنے شوہر کا بریف کیس لینے آئی ہوں۔"

مجھ سے ایک غلطی ہوگئی۔ میں نے یہ نہیں سوچا کہ ریلوے اسٹیشن پر کام کرنے والے ملازمین خواہ دوسرے شعبے سے ہی کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں، ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے۔ انکوائری کاؤنٹر سے لاکر زدم بہت زیادہ دور نہ تھا وہ کاؤنٹر کلرک ڈائنا کو پہچانتا تھا اس نے تعجب سے کہا: "تم ڈائنا! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم مسز سوزی بونزو ہو؟ یہ تم مسز کب سے بن گئیں اور تمہارا نام سوزی کیسے ہوگیا؟"

ڈائنا کی کھوپڑی میں میرا دماغ کام کر رہا تھا وہ مسکراتے ہوئے بولی: "میں جانتی ہوں کہ تم مجھے ڈائنا کی حیثیت سے جانتے ہو میں تو مذاق کر رہی تھی کہ میرا نام سوزی بونزو ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سوزی میرے پاس بطورِ مہمان ٹھہری ہوئی ہے وہ ایسی بدصورت ہے کہ باہر بہت کم نکلتی ہے۔ بہانا کرکے وہ اپنے شوہر کا بریف [illegible] نہیں چاہتی تھی۔ میں نے اسے تسلی دی کہ ریلوے کے ملازمین [illegible] سائیں اور میں آسانی سے اس کا بریف کیس اس کے پاس [illegible] دوں گی۔"

کاؤنٹر کلرک نے پوچھا: "کیا مسز سوزی بونزو نے تمہیں یہ سامان لے جانے کی تحریری اجازت دی ہے؟"

وہ بولی: "اس رسید سے بڑھ کر تحریری حقوق اور کیا ہوسکتے ہیں؟ میں دے رہی ہوں، چابی دے رہی ہوں پھر یہ کہ ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ ہاں! مجھے یاد آیا تم نے مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ آئی ایم سوری میں بہت مصروف رہی۔ کیا خیال ہے ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد میرے فلیٹ میں آسکتے ہو؟"

کاؤنٹر کلرک اسے فدا ہوجانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اسے ہی جذباتی انداز میں مسکرا رہی تھی اور اسے اپنے فلیٹ میں آنے کی دعوت دے رہی تھی۔

اس نے کہا: "ٹھیک ہے۔ چابی تمہارے پاس ہے، رسید بھی تمہارے پاس ہے میں تمہاری دوستی پر بھروسہ کرکے یہ سامان لے جانے کی اجازت دیتا ہوں۔"

وہ رجسٹر کھولتے ہوئے کچھ سوچنے کے بعد بولا: "ڈائنا ایسا کرو تم اس رجسٹر پر دستخط کردو۔ اگر کوئی گھپلا ہوا یا وہ سامان تمہارے ہاتھ سے کسی غلط ہاتھ میں پہنچ گیا تو پھر ساری ذمہ داری تم پر عائد ہوگی۔ اگر یہاں نام نہاد دستخط ہوں گے تو میں بیان دے دوں گا کہ کوئی سوزی نام کی عورت یہاں آئی تھی اور وہ رجسٹر پر دستخط کرنے اور چابیاں وغیرہ لے جانے کے بعد سامان لے گئی تھی۔ اس طرح قانون کی زد میں آنے سے محفوظ رہوں گا۔"

وہ خوش ہوکر بولی: "اوہ ڈیر! تمہارا دماغ کتنی تیزی سے کام کرتا ہے۔ مجھے تمہارے جیسے ذہین شخص سے ہی محبت کرنی چاہیے۔"

پھر وہ چابی اٹھا کر اس نے رجسٹر پر سوزی کے دستخط کیے اور دوسرے آفیسر کے ساتھ لاکر کھولنے کے لیے چل پڑی۔ پندرہ منٹ بعد وہ لاکر سے بریف کیس نکال کر لے آئی۔ کاؤنٹر پر آکر اس نے کاؤنٹر کلرک کے قریب جھک کر کہا: "بھولنا نہیں، ڈیوٹی ختم ہونے پر میرے پاس چلے آنا۔ اوکے؟"

وہ بڑے ہی دل لبھانے والے انداز میں مسکرائی۔ اسے موقوف کرکے پھر بریف کیس لے کر وہاں سے چل پڑی۔ اسے بس اسٹاپ پر جانا چاہیے تھا کیونکہ وہاں ایک اور شخص سے وہ ملنے کا وعدہ کرچکی تھی لیکن میں نے اسے ایک ٹیکسی میں بٹھا دیا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو [illegible] سے دیکھا۔ اس کی نظریں پوچھ رہی تھیں کہ کہاں [illegible] ہے؟ اس نے ٹیکسی اسٹارٹ کردی۔

میں نے ڈائنا کے دماغ میں سوال کیا کہ اس کے فلیٹ کا پتہ کیا ہے؟ یہ پتہ معلوم کرنے کے بعد میں نے ڈائنا کی زبان سے وہ پتہ ٹیکسی ڈرائیور کو بتا دیا۔ مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ غلام بھی ناشتے کے لیے میرا انتظار کر رہا تھا لیکن میں ڈائنا کو اس کے فلیٹ کے اندر پہنچا کر اس سے مطمئن ہوجانا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی اس کے فلیٹ کے سامنے رک گئی۔ اس نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کیا پھر بریف کیس اٹھا کر اپنے فلیٹ کی طرف جانے لگی۔

اپنے فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر اس نے چابی نکالی دروازے کو کھولا اندر چلی گئی۔ اب میں اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کر رہا تھا کہ اس کا اسٹور روم کہاں ہے جہاں وہ پرانی یا بہت زیادہ استعمال نہ ہونے والی چیزیں رکھتی ہوگی اور کبھی کبھی ادھر اس کا دھیان جاتا ہوگا۔ وہ میری سوچ کے مطابق ایک اسٹور روم میں گئی وہاں واقعی کچھ ایسی چیزیں تھیں جو استعمال نہیں کی جاتی تھیں۔ ڈائنا نے وہیں بریف کیس رکھ دیا۔ رکھنے کے بعد وہ اسٹور روم سے باہر آئی۔ اسے بند کیا پھر باتھ روم پر آکر لیٹ گئی۔ اس کے بعد میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

دوسرے ہی لمحے وہ اچھل کر بستر پر بیٹھ گئی۔ اپنے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی کہ وہ ریلوے اسٹیشن میں تھی۔ انکوائری کاؤنٹر سے نکل کر بس اسٹاپ کی طرف جانا چاہتی تھی لیکن وہ یہ نہیں سمجھے اپنے فلیٹ میں پہنچ گئی۔ دماغ پر زور دے کر سوچنے لگی اگر وہ واقعی سمجھنا چاہتی تو اس کا دماغ دھندلے دھندلے سے خیالات کے ذریعے بتا دیتا کہ وہ لاکر روم گئی تھی اور ٹیکسی میں بیٹھ کر یہاں آئی تھی لیکن میں نے اسے سمجھنے کا موقع نہیں دیا۔ اس رات وہ بہت زیادہ الجھتی رہی۔ سمجھنے کی کوشش کرتی رہی لیکن میں اس کے دماغ میں موجود رہا پھر وہ تھک ہار کر بستر پر لیٹ گئی۔ اس وقت تین بج رہے تھے تھکن بھی محسوس ہو رہی تھی اور نیند بھی آرہی تھی۔ میں نے اسے ٹھیک ٹھیک کر خیال خوانی کی لوری سنا کر سلا دیا۔

جب وہ سو گئی تو میں نے اس کے خوابیدہ ذہن کو ہدایت دی کہ وہ بیدار ہونے کے بعد بریف کیس کو بھول جائے گی اور یہ بھی یاد نہیں کرے گی کہ وہ ریلوے اسٹیشن سے اپنے فلیٹ تک کیسے پہنچی تھی اور کہاں کہاں سے گزر کر آئی تھی۔ خوابیدہ ذہن میری خیال خوانی کا تابع فرمان تھا اس لیے میں اطمینان سے اسے چھوڑ کر چلا آیا کہ اب وہ بریف کیس کو یاد نہیں کرسکے گی اور اسٹیشن سے فلیٹ تک پہنچنے والی بات بھی بھول جائے گی۔

میں اس کے پاس سے واپس آگیا۔ پھر میں نے غلام کو حکم دیا کہ وہ ناشتہ تیار کرے اس دوران میں منہ ہاتھ دھونے کے

لیے ٹرالر کیبن سے باہر چلا گیا۔ ایسے ہی وقت میں نے ممی سے دماغی رابطہ قائم کیا اور انہیں اپنی خیریت سے آگاہ کیا۔ وہ بہت خوش ہوئیں۔ میرے اور سونیا کے متعلق اور پومی کے بارے میں پوچھتی رہیں میں انہیں سب کچھ بتاتا رہا پھر میں نے کہا کہ میں نے ابھی تک پومی کی خبر نہیں لی ہے۔ میں معلوم کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر میں ان کے پاس سے واپس آیا اور پومی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہوش میں آچکی تھی، اور اب اپنے آپ کو ایک بہت ہی وسیع میدان میں دیکھ رہی تھی۔ اس میدان میں سیکڑوں مرد، عورتیں اور کچھ بوڑھے اور کچھ بچے نظر آرہے تھے۔

وہاں اسے لا کر چھوڑنے والوں نے اسے کہا تھا کہ اب وہ آزاد ہے اور جہاں چاہے جا سکتی ہے لیکن وہ کہاں جاتی کیونکہ بہت بڑا میدان نظر آرہا تھا۔ ویسے اس نے بچپنے کے طور پر ایک سمت قدم بڑھائے۔ کچھ دور چلنے کے بعد پتہ چلا کہ جہاں کہیں میدان کی سرحد نظر آتی ہے وہاں مسلح افراد کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گن ہوتی ہے اور وہ کسی کو اس میدانی علاقے سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتے پھر یہ کہ میدان میں کچھ ایسے جابر اور جلاد قسم کے لوگ تھے جو ہاتھوں میں چابک لیے دوسروں سے مختلف قسم کے کام کرا رہے تھے۔

وہ پریشان تھی کیونکہ اب اپنے اندر ان قوتوں کو اور صلاحیتوں کو محسوس نہیں کر رہی تھی جن کے بل بوتے پر اس نے اغوا کرنے والوں کو بے وقوف بنایا تھا اور ٹرک ڈرائیور سے مقابلہ کیا تھا پھر اس گینڈے باس کے سامنے بھی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس نے اسی میدان میں تنہا کھڑے ہو کر کچھ غلانگ ٹک اور کچھ جوڈو کراٹے والے ہاتھ یونہی فضا میں لہرا کر مشق کے طور پر اندازہ کیا تھا۔ اپنے آپ کو تولا تھا پرکھا تھا اور اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ وہ بالکل صفر ہے۔

میں اس گینڈے باس کی سوچ پڑھ چکا تھا وہ پومی کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا صرف مزا دینا چاہتا تھا کہ آئندہ وہ اس سے گستاخی نہ کرے۔ مجھے پومی کی جان کا خطرہ نہیں تھا۔ اب یہ معلوم کرنا تھا کہ وہاں اس وسیع و عریض میدان میں کیا ہو رہا ہے۔ سیکڑوں لوگ مزدوروں کے طور پر کیوں کام کر رہے ہیں۔ ابھی یہ میرے لیے زیادہ اہم نہیں تھا اس لیے میں وہاں سے واپس آگیا۔ میں نے ممی کو مختصراً ساری باتیں بتائیں پھر ٹرالر کیبن میں واپس آیا تو وہاں ناشتہ تیار ہو چکا تھا۔

سامنی رات کا بچا ہوا گوشت کھا رہی تھی۔ اس کے بعد وہ دودھ پینے لگی۔ میں نے ناشتہ کرنے کے بعد چائے پیتے ہوئے اس یو ایس اسٹیٹ کے آفیسر سے تھوڑی دیر تک باتیں کیں پھر میں نے غلام کی سوچ میں کہا "بیٹے اب یہاں سے آگے بڑھو اور دیکھو انسپکٹر مجھ سے کیوں ہی کترا رہا ہے کار"

تھوڑی دیر بعد غلام نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر ہمارا سفر شروع ہو گیا۔ میں غلام کے ساتھ اسٹیئرنگ سیٹ کے پاس بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا۔ موجودہ حالات میں جتنے بھی مسائل میرے سامنے تھے ان میں سب سے اہم اور پریشان کرنے والا مسئلہ ڈبل فنگر کی گمشدگی تھی وہ کم بخت میری خیال خوانی کی لہروں سے بچا ہوا تھا۔ گونگا اور بہرا بن گیا تھا۔ اس کے شک و شبہے نے اسے ابھی تک فائدہ پہنچایا تھا۔ اگر وہ بونزو سے مقابلہ کرنے کے دوران ذرا سی آواز نکالتا تو میں اسے اپنی گرفت میں لے لیتا لیکن افسوس اس کے پاس پہنچنے کا کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

میں سوچتے سوچتے وہاں پہنچ گیا جہاں موس ٹرونی کے پاس پہنچ گیا۔ میں اسی سے معلوم کر سکتا تھا کہ اب سونیا کو کس طرح تلاش کیا جا رہا ہے۔ وہاں اس کی سوچ کے ذریعے میں نے معلومات حاصل کیں تو وہ معلومات پریشان کن ثابت ہوئیں۔ ہوا یہ تھا کہ جب بونزو لاکر میں بریف کیس رکھنے گیا تھا تو اس وقت بھی اس کی نگرانی ہو رہی تھی۔ وہاں سپر ماسٹر کا ایک جاسوس ڈیوٹی پر لگا ہوا تھا صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ اگر بونزو اپنا سامان لاکرز میں رکھ کر جا رہا ہے تو اس سامان کو کیا سونیا نکالنے کے لیے آئے گی یا؟

اور یہی ہوا۔ کوئی عورت وہ سامان نکالنے کے لیے رات کے سوا دو بجے لاکر روم میں گئی تھی اور وہ عورت ڈانٹا تھی لیکن نگرانی کرنے والوں کو تو سونیا پر شبہ تھا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ ڈانٹا کا روپ اختیار کر کے وہاں وہ سامان لینے آئی تھی۔ نگرانی کرنے والے نے اپنے ماسٹر موس ٹرونی کو اطلاع دی تھی۔ ڈبل فنگر بونزو کا محافظ کر کے فارغ ہو چکا اور وہ ٹرین سے اترنے کے بعد پیرس کی طرف واپس آرہا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد اسے یہ اطلاع دی گئی کہ ایک عورت فلاں نمبر کے فلیٹ میں گئی ہے اور وہ بونزو کا بریف کیس اپنے ساتھ لے گئی ہے یقیناً وہ سونیا ہوگی لیکن سونیا اپنے اصل روپ میں نہیں ہے جاؤ اور اس کا محاسبہ کرو۔

میں نے اس ماسٹر کی سوچ میں دریافت کیا "کیا ڈبل فنگر اس کا محاسبہ کرنے کے لیے جا چکا ہوگا؟"

وہ جواباً سوچنے لگا "پتہ نہیں وہ کم بخت من موجی ہے اپنی مرضی کا مالک ہے۔ میں ابھی فون کر کے دیکھتا ہوں۔ اسے روانہ ہو جانا چاہیے۔"

یہ کہہ کر اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد کسی سے رابطہ قائم ہوا تو اس نے پوچھا "ہیلو سائمن کہاں ہے؟

"وہ ابھی سو رہے ہیں۔"

ماسٹر موس ٹرونی نے غصے سے کہا "یہ سونے کا وقت نہیں ہے باکی نشانہی ہو چکی ہے۔ اسے فوراً گرفت میں لینا چاہیے دیکھنا ہے کہ وہ حقیقتاً سونیا ہے یا کوئی دوسری عورت ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "سوری جناب! ہم مجبور ہیں سائمن اپنی مرضی سے کہیں نہیں بھیج سکتے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ رات بھر جاگا ہوا ہے اور سونا چاہتا ہے اور اپنے سونے تک اس نے شخص کو اس فلیٹ کے سامنے نگرانی کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ وہ عورت بریف کیس لے کر کہیں نہیں جا سکے گی۔"

رسیور رکھ دیا گیا۔ دوسری طرف جو فون پر باتیں کر رہا تھا میں اس دماغ میں پہنچ گیا۔ پتہ چلا کہ وہ ڈبل فنگر کی رہائش گاہ میں ایک ذمہ دار کی حیثیت سے رہتا ہے اور اس کی فون کالیں اٹینڈ کرتا رہتا ہے۔ مجھے خوشی ہوئی کہ میں ڈبل فنگر کے کسی خاص آدمی تک پہنچ گیا تھا اس کے ذریعے میں اس مصیبت کے دماغ تک بھی پہنچ گیا تھا۔ میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اب اس ملازم کے ذریعے ڈبل فنگر تک جلد از جلد پہنچ جانا ہی دانشمندی ہوتی۔ اس لیے میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر کہا کہ مجھے فوراً ہی اپنے باس سائمن کو اطلاع دینی چاہیے کہ موس ٹرونی اس کے آرام کرنے پر جھنجلا رہا ہے۔

اس نے کہا "نہیں یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ میری کیا مجال ہے کہ میں باس کو اس کی نیند سے بیدار کروں اور اپنی موت کا سامان بنوں۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

اس کا باپ بھی ایسا کر سکتا تھا۔ میں اس کے دماغ پر سوار ہو کر اسے ڈبل فنگر کے کمرے کی طرف لے گیا۔ وہ اسی کاؤنٹر کے پاس پہنچا جس کے پیچھے تاریکی تھی اور وہاں کاؤنٹر کے پاس ایک دیوار پر کالا بلب روشن رہتا تھا اگر ڈبل فنگر کو مخاطب کیا جائے تو اس کی دو انگلیاں اس کاؤنٹر پر آتی تھیں اور اشاروں سمجھ آتی تھیں۔

میں یہ بھول گیا تھا کہ اگر اس ملازم کو آلہ کار بنا کر ڈبل فنگر آئندہ سے بیدار ہو تو اس وقت بھی وہ اپنی زبان سے نہ بولتا کیونکہ اس سے پہلے میں اسے انگلی کے اشاروں سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ مجھے اپنا یہ طریقہ پسند نہیں آیا پھر میں نے سوچا کہ میں جلد بازی سے کام لے رہا ہوں معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا۔ لہٰذا اگر اس نے ڈبل فنگر کو بیدار کیا تو وہ غصہ کی حالت میں یا تو اپنے ملازم کو ختم کر دے گا یا پھر انگلیوں کے اشارے سے بات کر کے اسے رخصت کر دے گا میرا مقصد پورا نہیں ہوگا۔

وہ ملازم جس کمرے سے چل کر اس کاؤنٹر تک آیا تھا میں نے وہاں سے پھر اسے واپس لے جا کر اس کے کمرے میں پہنچا دیا اس کے بعد اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ سر جھٹک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اسے کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا۔ وہ سوچنے لگا۔ میں اسے سوچتا چھوڑ کر خود سوچ رہا تھا کہ کیا کیا جائے اور کس طرح ڈبل فنگر تک پہنچا جائے۔ پھر ایک خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ وہاں ڈانٹا کے بریف کیس لینے اور ڈانٹا کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے ڈبل فنگر کی جگہ کسی دوسرے کو بھیجا جائے۔ ایسا ممکن تھا۔ کوئی دوسرا بھی ڈانٹا کا محاسبہ کرنے جا سکتا تھا اگر چہ ماسٹر موس ٹرونی کی سوچ بتا رہی تھی کہ سونیا کا محاسبہ کرنے کے لیے صرف ڈبل فنگر کو مقرر کیا گیا ہے۔

اس کے باوجود میں نے احتیاطاً ڈانٹا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تب مجھے پتہ چلا کہ چال کچھ اور چلی جا رہی ہے کیونکہ وہاں ڈانٹا اٹھ بیٹھی تھی اور اس کے سامنے ... ڈبل فنگر کی اس ساتھی عورت کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور وہ عورت اس سے سوالات کر رہی تھی۔ پتہ چلا کہ انہوں نے ڈانٹا کا چہرہ اچھی طرح ویڈیو شوٹنگ کر لیا ہے رگڑ کر دیکھ لیا ہے اور مطمئن ہو گئے ہیں کہ وہ ڈانٹا ہی ہے۔ اس کے پیچھے سونیا چھپی ہوئی نہیں ہے۔

ڈبل فنگر کے ساتھ آنے والی عورت نے کہا "دیکھو مس ڈانٹا ہم سے کوئی بات نہ چھپاؤ۔ اس سے انکار نہ کرو کہ تمہیں لاکر کی چابی اس شخص نے دی جس کا نام بونزو تھا۔ بونزو اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے۔ تم بھی اس انجام کو پہنچو گی تو پھر اس دنیا کی خوبصورتی کو نہیں دیکھ سکو گی۔"

ڈانٹا نے پریشان ہو کر تقریباً گڑگڑاتے ہوئے کہا "میں ابن مریم کی قسم کھاتی ہوں کہ میں کسی بونزو کو نہیں جانتی۔ کسی سونیا کے نام سے واقف نہیں ہوں۔ ہاں یہ ضرور کہوں گی کہ فرہاد علی تیمور کے بارے میں جب میں نے اخبارات پڑھے تھے تو وہاں سونیا کا ذکر تھا لیکن میں اور کچھ نہیں جانتی۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ لاکر کی چابی میرے پاس تھی اور وہاں سے یہ بریف کیس لائی ہوں تو میں پھر ایک بار ابن مریم کی قسم کھاتی ہوں کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں ہے اگر برا نہ مانو تو میں کہوں یوں لگتا ہے جیسے مجھ پر جبراً الزام عائد کیا جا رہا ہے۔"

اس عورت نے اور ڈبل فنگر نے ایک دوسرے کو خاموش نظروں سے دیکھا جیسے ڈانٹا کی باتیں انہیں متاثر کر رہی ہوں، اور اس کی سچائی کو وہ لوگ تسلیم کر رہے ہوں۔ ڈانٹا کہہ رہی تھی "اگر تم لوگ مجھے مار ہی آئے ہو تو مار ڈالو لیکن اس الزام کے بہانے مجھے ہلاک نہ کرو۔ میں کچھ نہیں جانتی۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں اس عورت کے دماغ میں بیٹھ کر دیکھ رہا تھا۔ ڈبل فنگر نے اسے چلنے کا اشارہ کیا تو وہ عورت بریف کیس اٹھا کر ڈبل فنگر کے ساتھ فلیٹ سے باہر آگئی۔ باہر آکر

وہ دونوں ایک کار میں بیٹھ گئے۔ سائمن دی ڈبل فنگر نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی تو اس عورت نے کہا۔ "تمہارا خاموشی سے چلے آنا اس بات کی گواہی ہے کہ تم ڈانا کی سچائی کو تسلیم کر رہے ہو۔"

سائمن نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر اس عورت نے کہا۔ "اگر وہ سچ کہہ رہی ہے تو پھر یہ بریف کیس اس کے ہاتھ کیسے لگا؟ ہمارے نگرانی کرنے والے یہ رپورٹ دے چکے ہیں کہ ڈانا لاکرز روم میں گئی تھی اور وہاں سے وہ بریف کیس لے کر ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے فلیٹ آئی تھی اور ڈانا سے پوچھا گیا تو اس نے صاف انکار کر دیا کہ وہ لاکرز روم میں گئی ہی نہیں تھی اور نہ ہی وہ بریف کیس لے کر آئی تھی۔"

سائمن نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔ عورت نے پوچھا۔ "کیا اب ہمیں یقین نہیں ہو جانا چاہیے کہ یہ سب تمہارے فرہاد علی تیمور کے ہیں اگر وہ عورت واقعی کچھ نہیں جانتی ہے تو پھر فرہاد جانتا ہے کیا تم بھی یہی سوچ رہے ہو؟"

سائمن نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ رفتہ رفتہ میرا بھیجہ کھلتا جا رہا تھا۔ ان کا شبہ یقین میں بدلتا جا رہا تھا اگر میں ان سے پہلے ڈانا کے پاس پہنچ جاتا تو وہ بھی ڈانا کی زبان سے وہ رپورٹ نہ سنتے جو ابھی سن کر آ رہے تھے اور اس رپورٹ نے انہیں میرے زندہ سلامت بچنے کا یقین دلا دیا تھا۔

سوچتے سوچتے مجھے یاد آیا کہ ابھی میں نے ڈبل فنگر کے ملازم کو ٹریپ کیا تھا اور وہ اپنے آقا ڈبل فنگر کے پاس جا رہا تھا لیکن کاؤنٹر کے پاس سے واپس چلا آیا تھا۔ کیا اس ملازم کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ڈبل فنگر یہاں موجود ہے یا نہیں؟ یہ میں پھر کسی صحیح نتیجے تک پہنچنے کے لیے اس ملازم کے پاس پہنچ گیا۔

وہ اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا اور پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ "یہ کیا چکر ہے اور میرے ساتھ ابھی کیا ہو گیا تھا؟" ابھی باس نے مجھے اپنے کمرے کے کاؤنٹر کے پاس بلا کر پوچھا تھا کہ میں اس کاؤنٹر تک کیوں آیا تھا اور پھر کچھ کہے سنے بغیر واپس کیوں چلا گیا تھا؟ حالانکہ میں وہاں نہیں گیا تھا اور باس کہہ رہے تھے کہ میں وہاں گیا تھا اور واپس چلا آیا۔ بہرحال میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میرے ساتھ کیا ہو گیا تھا؟"

اس کی سوچ پڑھ کر میں الجھ گیا کیونکہ وہ ڈبل فنگر کو باس کہہ رہا تھا۔ اس کی سوچ کے مطابق ڈبل فنگر وہاں رہائش گاہ میں کاؤنٹر کے پیچھے تاریکی میں موجود تھا اور اس سے باتیں بھی کر چکا تھا۔ مجھے بہت زیادہ تعجب پیدا ہوا۔ میں... پھر اس ملازم کے دماغ پر تابض ہو کر اسے کشاں کشاں اس کاؤنٹر تک لے گیا۔ میں نے اس کی زبان سے... ڈبل فنگر کو مخاطب کیا۔ "باس! میں کچھ پوچھنے آیا ہوں۔"

اس کے جواب میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ ملازم کاؤنٹر کی طرف دیکھتا رہا جہاں زیرو یا دو کی دم توڑتی ہوئی روشنی پھیلی ہوئی تھی پھر اس کاؤنٹر پر ایک ہاتھ آیا لیکن اب اس کی دائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیاں تھیں وہ ہاتھ ڈبل فنگر کا نہیں ہو سکتا تھا اس ہاتھ والے نے پوچھا۔ "کیا بات ہے۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

ملازم نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "جناب میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوا تھا۔ میں آپ کو نہیں جانتا کہ یہاں تک آیا تھا اور واپس چلا گیا تھا۔ میں آپ کی آواز کو بھلا بھی نہیں سکتا لیکن ایک بار پھر یہ کہہ دیجیے کہ واقعی میں یہاں آیا تھا اور یہاں سے بغیر کچھ کہے سنے چلا گیا تھا۔"

"جاؤ جہاں جاؤ یہاں سے۔ بکواس مت کرو۔ گٹ آؤٹ۔"

وہ فوراً ہی پلٹ کر واپس چلا گیا۔ اس کے بعد وہ اپنے باس سے بحث کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کیا تو میں اس تاریک کمرے میں بیٹھنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتہ چلا کہ وہ ڈبل فنگر نہیں ہے مگر ڈبل فنگر کا رول ادا کر رہا ہے اور صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ اگر فرہاد زندہ ہے یا سونیا کوئی چال چل رہی ہے تو ڈبل فنگر تک پہنچنے کے لیے کیسی کیسی چالیں چل جاتی ہیں۔ جاننے کے لیے ڈبل فنگر اپنی جگہ سے غائب تھا اور اپنی جگہ ایک ڈمی کو بٹھا کر چلا گیا تھا۔

اب وہ ڈمی بن کر رہنے والا ڈبل فنگر کو وہ رپورٹ سنانے والا تھا۔ تب بالکل ہی یقین ہو جاتا کہ میں زندہ ہوں اور انہیں قدم قدم پر احمق بنا رہا ہوں اور ان کی ناکامیاں میری ہی وجہ سے ہیں اسی لیے وہ اب تک سونیا کے پاس نہیں پہنچ سکے۔

میں نے اسے چپ کرانے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا۔ "لیکن ہو سکتا ہے کہ فرہاد زندہ نہ ہو اور یہ جو اپنا ملازم ہے اس نے زیادہ پی لی ہو یا کسی وجہ سے اس کا دماغ چکرا گیا ہو۔ آیا ہو گا اپنے مطلب کے لیے پھر ڈبل فنگر کے غصے سے ڈر کر دوبارہ اپنے مطلب کی بات کہے بغیر چلا گیا ہو گا۔ اس کے آنے اور بغیر کچھ کہے سنے جانے کی دوسری وجوہات بھی ہو سکتی ہیں مجھے پہلے اچھی طرح غور کر لینا چاہیے۔"

اس ڈمی بن کر رہنے والے کی سوچ نے کہا۔ "اب میں سوچ کر کیا کروں گا میں تو ماسٹر موس ٹرونی سے یہ بات کہہ چکا ہوں کہ فرہاد ڈبل فنگر کے ملازم کو ٹریپ کر چکا ہے اور اس کے ٹریپ کرنے کا تماشہ میں کاؤنٹر کے پیچھے اندھیرے میں بیٹھ کر دیکھ چکا ہوں۔"

مجھے اس پر بڑا غصہ آیا۔ جی میں تو آیا کہ اسے خوب ذہنی

پہنچاؤں لیکن اس کا کیا قصور تھا۔ وہ تو حکم کا بندہ تھا جو اس سے کہا گیا تھا، اس نے اس پر عمل کیا تھا یہ تو میرا فرض تھا کہ میں پہلے سے محتاط ہوتا اور اسے روکتا۔ بہرحال مزید اس کے ذہن میں پہنچ کر اور کسی قسم کی ٹیل پیتھی کا مظاہرہ کر کے میں اس بات کی تصدیق نہیں کرنا چاہتا تھا کہ فرہاد پھر واپس آ گیا ہے۔

میں ماسٹر موس ٹرونی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بھی پریشان ٹہل رہا تھا۔ پریشان تو وہ یوں بھی تھا اور صرف اس لیے کہ فرہاد زندہ رہے یا مر جائے درمیان وہ کشمکش میں مبتلا تھا کہ ان میں سے کون سی بات صحیح ہے لیکن... ڈمی بن کر رہنے والے نے جو اطلاع بھیجی تھی اس سے اس کے شبہے کو تقویت پہنچ رہی تھی پھر یہ ہوا کہ ڈبل فنگر اپنی ساتھی عورت کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ اس عورت نے بھی وہی بیان دیا جو انہوں نے ڈانا سے سنا تھا۔ یہ ساری باتیں جن سے ماسٹر موس ٹرونی کے ہوش اڑ گئے۔ اس نے فوراً کہا۔ "یہ آپریشن بند کرو۔ ہم سونیا کے خلاف محاذ نہیں بنائیں گے وہ ہماری دوست ہے۔ ہم اس کے احسان مند ہیں کیونکہ فرہاد نے ہمارے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ ہمارے سپر ماسٹر سے دوستی کی تھی۔ ہم اس دوستی کو نہیں بھولیں گے۔"

میں اس کے اچانک ہی پینترا بدلنے پر بے اختیار مسکرانے لگا عجیب تھا ان کا مشن ہوتے ہیں یہ لوگ۔ کبھی ادھر کبھی ادھر لڑھکتے رہتے ہیں۔ فرہاد میری زندگی کا یقین ہوا تو وہ دشمن سے فوراً ہی دوست بننے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اب تم سب اپنی اپنی جگہ خاموش رہو۔ میں سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

اسی وقت ڈبل فنگر نے ایک چھوٹی سی پرچی اس کی طرف بڑھائی اور وہاں سے چلا گیا۔ موس ٹرونی نے اس پرچی کو دیکھا جس میں ڈبل فنگر نے لکھا تھا۔ "تم سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کر دیا اپنے باپ سے۔ مجھے کسی کا خوف نہیں ہے۔ فرہاد سے یا سونیا سے، تم لوگ خوفزدہ ہو سکتے ہو میں نہیں ہو سکتا۔ یہ میری انا کا مسئلہ ہے یا تو ان سے سپر مسہ کر زندہ رہوں گا یا پھر مر جاؤں گا۔ گڈ بائی۔"

ماسٹر موس ٹرونی نے اس پرچی کو پڑھ کر نظریں اٹھائیں "اوہ کب کا جا چکا تھا۔ ماسٹر بڑبڑانے لگا۔" اس کی موت آئی ہے۔ تم کھڑی ہوئی کیا دیکھ رہی ہو، جاؤ اس کمبخت کو روکنے کی کوشش کرو ورنہ وہ بے موت مارا جائے گا۔ میں سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔"

میں اس ماسٹر کے دماغ سے چپکا رہا اور اسے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرتے ہوئے دیکھتا رہا حالانکہ میں جانتا تھا کہ کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ یہ ماسٹر اور سپر ماسٹر کے جتنے بھی معاون اور آلہ کار ہوئے ہیں یہ سب یہی سمجھتے ہیں کہ وہ براہ راست سپر ماسٹر سے گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ اصل حقیقت میں جانتا ہوں کہ وہ سپر ماسٹر کا پرسنل سیکرٹری ہوتا ہے جو خود کو سپر ماسٹر کی حیثیت سے ظاہر کرتا ہے۔

بہت پہلے میں نے اور رسوتی نے یہ سلسلہ شروع کیا تھا کہ رفتہ تمام خطرناک شیطنوں کے سر براہوں کے دماغ تک پہنچتے تھے اور ان کی آواز، ان کا لب لہجہ ریکارڈ کر لیتے تھے۔ یہ سارا ریکارڈ رسوتی کے پاس موجود رہتا تھا لیکن حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ رسوتی کہیں چلی گئی اور میں کہیں پہنچ رہا تھا۔ میں نے رسوتی سے بھی ناتہ توڑ رکھا تھا۔ اس کی وجہ چند ماہ پہلے بیان کر چکا ہوں۔ رسوتی اپنی صلاحیتیں کھو چکی تھی حتیٰ کہ اپنی یادداشت بھی کھو چکی تھی۔ پتہ نہیں اب اس کی کیا حالت ہوگی۔ ممی نے کہا تھا کہ میں بہت ہی سنگدل اور بے مروت ہوں۔ ایک بار کسی سے رابطہ ختم کرتا ہوں تو پلٹ کر اسے نہیں پوچھتا حالانکہ یہ کوئی تعریف کی باتیں نہیں ہیں پھر بھی میں اپنے پچھلے تجربات سے بہت کچھ سیکھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جتنے کم تعلقات ہوں اور لوگوں سے جتنا میں دور رہوں اتنا ہی میرے لیے بہتر ہوگا۔

میری اس بات کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ فی الحال ممی سونیا اور پومی سے تعلقات تھے اور ان تینوں نے مجھے اس قدر مصروف رکھا تھا کہ دن رات خیال خوانی سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ میں مزید دوستی کا حلقہ بڑھا کر اپنے لیے پریشانیاں پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ یوں بھی رسوتی کے سلسلے میں میں اپنے آپ کو یہ تسلی دے دیتا تھا کہ رسوتی جب خیال خوانی جانتی تھی اور مجھ سے بھی ٹیل پیتھی کے معاملے میں سپر تیز تھی تب وہ اپنی بہت سی باتیں چھپایا کرتی تھی۔ جب چاہتی میں اس کے دماغ سے رابطہ قائم کر تا جب وہ نہ چاہتی تو مجھے اپنے دماغ سے نکال کر پھینک دیتی تھی۔ وہ اپنے معاملات میں خود غرض تھی لہٰذا اب مجھے بھی اپنے معاملات میں خود غرض ہو کر رہنا چاہیے تھا اور میں خود غرض بن رہا تھا۔

ہاں تو بات یہ ہو رہی تھی کہ ماسٹر موس ٹرونی سپر ماسٹر کو اطلاع پہنچا رہا تھا کہ فرہاد کی زندگی کے آثار مل رہے ہیں اور کچھ ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں جن کے پیچھے فرہاد ہی ہو سکتا ہے کسی دوسرے کے متعلق سوچنا حماقت ہوگی۔ وہ جو کچھ بھی سپر ماسٹر کو اطلاع پہنچا رہا تھا وہاں اطلاعات موصول کرنے والا سپر ماسٹر کا پرسنل سیکرٹری تھا۔ میں ان کے دماغ سے واپس آ گیا کیونکہ مجھے پرسنل سیکرٹری سے کچھ نہیں لینا تھا۔

ویسے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ میں اس پرسنل سیکرٹری کے ذریعے سپر ماسٹر تک پہنچنے کی کوشش کر سکتا تھا لیکن نہیں اب اتنی دور نہیں جانا چاہتا تھا۔ پہلے ہی میں نے کافی نقصانات اٹھاتے تھے

اور ردمانہ جیسی عزیز ہستی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا مگر میں بزدل نہیں ہوں اور ہمت ہارنا بھی نہیں جانتا تھا لیکن میں خواہ مخواہ مصیبتوں کو دعوت دینا دلیری نہیں سمجھتا اس لیے میں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ حتی الامکان خطرناک تنظیموں سے دور رہنے کی کوشش کروں گا اگر وہ خود ہی مجھ سے ٹکرائیں تو یہ دوسری بات ہوگی۔

ہمارا سفر جاری تھا۔ گشتی گاڑی مشرقی پاکستان کی سمت چلی جا رہی تھی۔ وہ پہاڑی راستے بہت ہی شکستہ حالت میں تھے اس لیے رفتار بہت سست تھی۔ گاڑی کو وہ رہ کر جھٹکے سے لگتے تھے جس کی وجہ سے میری خیال خوانی کا سلسلہ منقطع ہو جاتا تھا۔ کئی بار میں نے دماغی طور پر حاضر زہ کر دیکھا تو اپنے سامنے ایک وسیع و عریض میدان پایا جہاں سبزہ بھی تھا اور پتھریلے پہاڑ بھی نظر آتے تھے بلکہ وہ پہاڑ پتھریلے کم تھے اور مٹی کے زیادہ تھے۔

میں نے سونیا کی خبر لی۔ وہ بہت پہلے ہی بیدار ہو چکی تھی اور اب ایک بوڑھے آدمی کے ساتھ کار میں بیٹھی کسی طرف جا رہی تھی۔ پتہ چلا کہ وہ بوڑھا اس نوجوان لڑکے مورینو کا باپ ہے جس کے فلیٹ میں سونیا نے رات گزاری تھی۔ وہ بوڑھا صبح ہی صبح اپنے بیٹے کے فلیٹ میں پہنچا تھا اور ایک گرل فرینڈ کو اس کے ساتھ دیکھ کر ناراضی ظاہر کی تھی اور اپنے بیٹے کو بہت ہی برا بھلا کہا تھا کہ وہ یونی آوارگی میں اپنی صلاحیتیں برباد کر رہا ہے جبکہ اسے ایک بہترین ڈاکٹر بننا چاہیے۔

سونیا نے اس بوڑھے کی غلط فہمی دور کی تھی اور اس نوجوان نے بھی یہ تسلیم کیا" سونیا ان لڑکیوں میں سے نہیں ہے جو گرل فرینڈ بن جایا کرتی ہیں۔ اس نے مجھے بہت اچھا سبق سکھایا ہے اور میں اس لڑکی کے خلاف یہ نہیں سننا چاہتا کہ یہ کوئی بازاری یا سوسائٹی گرل ہے۔"

سونیا کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ بوڑھا بہت بڑا ڈاکٹر ہے اور ادویات کا ماہر ہے تو اس نے اس بوڑھے سے دوستی کر لی۔ اسے اپنا باپ بنا لیا۔ بوڑھا بہت خوش ہوا یہ دیکھ کر کہ اس نے اس کے بیٹے کو ایک اچھا سبق سکھایا تھا۔ وہ اب سونیا کو اپنے ساتھ لے کر اپنی کوٹھی کی طرف جا رہا تھا جہاں اس کی ایک ذاتی لیبارٹری بھی تھی۔ سونیا کے دماغ میں کوئی کیڑا کلبلا رہا تھا اور وہ کسی خاص مقصد سے اس کی لیبارٹری دیکھنا چاہتی تھی۔

میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ فی الحال کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ڈبل نگر یقیناً اسے تلاش کر رہا ہوگا لیکن سونیا بھی اس سے دور ہی دور بھٹک رہی تھی اور اس بوڑھے ڈاکٹر کے پاس جا کر چند گھنٹوں کے لیے یہی وہ محفوظ رہ سکتی تھی اس لیے میں اس کے پاس سے واپس آ گیا۔

بارہ بجے کے بعد میں نے ڈرائیونگ شروع کی۔ غلام کریم میں کھانا تیار کرنے کے لیے چلا گیا۔ دوپہر کو دو بجے کے قریب کھانا تیار ہوا تو ہم نے ایک جگہ سفر ملتوی کر دیا۔ آرام سے کھانے کے لیے بیٹھ گئے اسی دوران مجھے یاد آیا کہ پومی کی خبر لینی چاہیے میں اس کے پاس کھانے کے دوران پہنچ گیا۔ میں کھا رہا تھا اور وہ بھوکی تھی۔ پتہ چلا کہ اسے سزا دی جا رہی ہے۔

وہاں جتنے بھی مزدور کام کرتے تھے ان کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا تھا۔ صبح ناشتے میں ایک بسکٹ اور ایک کپ چائے دی جاتی تھی۔ دوپہر کو صرف ایک گلاس پانی ملتا تھا اور رات کو اندھیرا ہوتے ہی جب کام ختم ہوتا تھا تو انہیں کھانا دیا جاتا تھا۔ پومی کے ساتھ بھی یہی سلوک ہو رہا تھا۔

میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ مجھے یہ معلوم کرنا تھا کہ آخر وہاں کیا ہو رہا ہے۔ وہاں جو ہزاروں مزدور کام میں لگے... رہتے ہیں تو وہ آخر کون سی فلک بوس عمارت تعمیر کر رہے ہیں؟ میں پومی کے پاس رہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہاں بھی اس کی مقامی زبان جاننے والی ایک عورت مل گئی تھی۔ وہ اسی زبان میں باتیں کر رہی تھی اور میں اس کے ذہن سے اس کا ترجمہ سن رہا تھا۔ اس عورت نے بتایا کہ وہاں کوئی اونچی عمارت نہیں بن رہی ہے بلکہ زمین کی تہہ میں کوئی کام ہو رہا ہے۔

پومی نے پوچھا" میرے یا کسی دوسری قیمتی دھات کی کانیں ہیں جنہیں کھود کر یہاں کا سرمایہ باہر نکالا جا رہا ہے؟"

اس عورت نے انکار میں سر ہلا کر کہا" میں اچھی طرح نہیں جانتی لیکن یہاں ایک دو پہرے داروں کو میں نے باتیں کرتے سنا ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ یہاں زمین دوز ایئر پورٹ تیار کیا جا رہا ہے۔"

یہ معلوم کر کے میں پریشان ہو گیا کیونکہ اگر وہاں کوئی زمین دوز ہوائی اڈہ بنایا جا رہا تھا تو... یقیناً کسی ملک کی طرف سے ہی کام ہو رہا ہوگا اور میں کسی ملک کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن ایک سوال اور پیدا ہوا کہ اس طرح راز میں رکھ کر اور بے گار کیمپ قائم کر کے یہ ہوائی اڈہ کیوں بنایا جا رہا ہے۔ اس کا جواب یہی سمجھ میں آیا کہ جو حکومت بھی یہ کام کروا رہی ہے وہ دوسروں کے سامنے خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی اور گینڈے باس جیسے لوگوں کو اپنا آلۂ کار بنا کر وہاں بیگار کیمپ قائم کر رکھا ہے اور انہی کے ذریعے اپنا یہ کام کروا رہی ہے۔

میری دلچسپی صرف پومی سے تھی۔ پومی وہاں جا کر مصائب میں گھر گئی تھی۔ اور میں اسے وہاں سے نکال لانا چاہتا تھا۔ اسے وہاں سے نکالنے کا مطلب یہ ہوتا کہ ہنگامے ہوتے کچھ ٹیلی پیتھی کے کارنامے... ظاہر ہوتے تب کہیں جا کر پومی

وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو سکتی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک اس پر غور کرتا رہا۔ میری یہی کوشش تھی کہ میں کسی سے ٹکراؤ کیے بغیر پومی کو بے گار کیمپ سے نکال لے جاؤں۔

آخر میرا دھیان گینڈے باس کی طرف گیا۔ میں اسی سے کوئی بات کر سکتا تھا لہٰذا میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ گینڈا ابھی بیگار کیمپ میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے پہنچ گیا تھا اور وہاں ایک خیمہ کے سائے میں بیٹھا ہوا ایک آفیسر سے کسی سلسلے میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔ مجھے بھی معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ وہ ایک بہت بڑی تنظیم کے لیے کام کر رہا تھا۔ اسے بے گار کیمپ قائم کرنے کے لیے بہت بڑا ٹھیکہ دیا گیا تھا اور اس ٹھیکے کے مطابق وہ وہاں ہزاروں مزدوروں سے کام کروا رہا تھا۔

میں نے اسی دوران اس کے دماغ میں یہ باتیں پیدا کیں کہ پومی کو آخر اس نے بیٹی کہا تھا اور بیٹی کے ساتھ اتنی سنگ دلی کا ظاہرہ نہیں کیا جاتا۔ وہ بھوکی ہوگی لہٰذا اسے یہاں بلا کر کھانا کھلایا جائے۔ میں نے اسے اس بات پر قائل کر دیا۔ اس نے فوراً ہی حکم دیا کہ پومی کو وہاں بلایا جائے اور اس کے لیے بہترین سے بہترین کھانا لایا جائے۔

پومی کچھ عورتوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی پتھر توڑ رہی تھی جب ایک شخص نے آ کر اسے گینڈے باس کا حکم سنایا تو وہ وہاں جانے سے انکار کرنا چاہتی تھی لیکن میں فوراً ہی اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں نے اس کی سوچ میں اس کو سمجھایا" مجھے ذرا عقل سے کام لینا چاہیے۔ میں ضد کروں گی یا غصہ دکھاؤں گی تو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی لہٰذا بھی الوقت پڑ کر اس کی بات مان لینا چاہیے۔"

اس سوچ کے تحت وہ وہاں سے اٹھ گئی اور گینڈے باس کی طرف جانے لگی۔ گینڈا باس اب وہاں بیٹھا کسی دوسرے افسر سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے ایک آفیسر سے پوچھا کہ اڈہ اب تک کتنا بن چکا ہے یا محنت یاب ہو رہی ہے؟"

آفیسر نے جواب دیا" وہ بدستور تیار ہے۔ اب تو اٹھ بیٹھ جاتی ہے لیکن اس کی بیماری دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ ابھی مہینوں اس کی تیمارداری کرنی ہوگی۔"

ایک دوسرے آفیسر نے کہا" باس یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہاں اتنے سے کٹے مزدوروں کے درمیان اس بیمار لڑکی کا کیا کام ہے۔ آخر اسے کسی ہسپتال میں کیوں نہیں بھیج دیا جاتا؟"

اتنے میں پومی وہاں آ گئی۔ اسے دیکھ کر گینڈے باس نے مذاق اڑانے کے انداز میں پوچھا" کیوں اب تمہارے ہوش ٹھکانے آ گئے؟ بہت دلیر بنتی پھرتی تھیں۔ اگر میں ذرا بھی چوک جاتا تو تم مجھے رنگون میں پولیس والوں کے حوالے کر دیتیں۔ تمہاری یہ ضد تمہیں کتنی مہنگی پڑ رہی ہے۔ اب تمہاری سمجھ میں آ رہا ہوگا۔"

پومی غصے میں جواب دینا چاہتی تھی لیکن میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اسے پرسکون بناتے ہوئے اس کی زبان سے بولنے لگا" ہاں اب مجھے عقل آ گئی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو سمجھنے میں غلطی کی۔ آپ نے مجھے بیٹی بنایا تو مجھے بھی بیٹی بن کر ہی رہنا چاہیے تھا۔"

وہ بہت خوش ہوا۔ مسکراتے ہوئے بولا" شاباش میں یہی چاہتا تھا۔ میں نے تمہیں بیٹی کہہ دیا ہے اس لیے تم میری بیٹی ہو۔ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ آؤ میرے پاس بیٹھو۔"

پومی اس کے پاس آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگا" دیکھو تو تمہاری کیا حالت ہو گئی ہے۔ اگر تمہیں زیادہ بھوک نہیں لگ رہی ہے تو جاؤ پہلے غسل وغیرہ کر لو اس کے بعد کھانا کھا لینا۔"

پومی اپنے آپ پر حیران تھی کہ اس نے کیسے اتنی نرمی سے جواب دیا اور دوسری حیرانی کی بات یہ تھی کہ گینڈا ابھی اس سے خلاف توقع نرمی سے پیش آ رہا تھا۔ میں دونوں کے درمیان محو گفتگو ہوتے دیکھ کر وہاں سے واپس آ گیا۔ پھر میں نے کھانا کھانے کے بعد پومی سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت وہ بھی ڈائننگ ٹیبل کے پاس بیٹھی کھانے میں مصروف تھی۔ میں نے کہا" بیلو ممی! میں ابھی کھانے سے فارغ ہوا ہوں۔ کیسے کیسا کھانا ہے؟ مزہ آ رہا ہے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی" بیٹا! کھانے کا لطف تمہاری آواز سن کر دوبالا ہو گیا۔ اور شاذ کیا حال چال ہیں؟"

"سب خیریت ہے اور سونیا بھی اب تک اس بلا سے محفوظ ہے اور پومی اور اس گینڈے کے درمیان صلح ہو گئی ہے میں بھی اطمینان کا سانس لے رہا ہوں۔"

"تم اس وقت کہاں ہو؟"

"نقشے کے مطابق میں مشرقی پاکستان کی سرحد سے دو سو میل کے فاصلے پر ہوں۔ امید ہے کہ شام کا اندھیرا پھیلنے تک ہم پاکستان کی سرحد میں داخل ہو جائیں گے اور آپ سنائیں۔ آپ کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات چرانے والا وہ چور پکڑا گیا یا نہیں؟"

"نہیں وہ تو ایسے غائب ہوا ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ غائب ہوتے ہیں۔ اب تو... مجھے دوسرے کاغذات تیار کرانے ہوں گے۔ میں پاسپورٹ اور ویزا کے لیے بھی کوشش کر رہی ہوں۔"

"ممی میں مشرقی پاکستان کے بہت قریب پہنچا جا رہا ہوں اتنا ہی

میراول اپنے وطن کی زمین پر قدم رکھنے کے لیے بے چین ہو رہا ہے میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد کراچی ایئرپورٹ پہنچتے ہی بذریعہ طیارہ مغربی پاکستان پہنچ جاؤں۔"

"اچھا تو میں پاسپورٹ اور ویزا بنا کر تمہارے قریب پہنچنے کی کوشش کر رہی ہوں اور تم مجھ سے اور دور جا رہے ہو۔ ویسے یہ میں مذاقاً کہہ رہی ہوں۔ تم ضرور اپنے وطن جاؤ۔ تم جہاں بھی جاؤ گے میں وہاں پہنچ جاؤں گی۔"

کھانے کے بعد ہماری گشتی گاڑی آگے بڑھ گئی۔ واقعی اب یہ سفر اکتا دینے والا بن گیا تھا۔ میں یہی چاہ رہا تھا کہ جہاز جلد از جلد کسی فلائیٹ میں سیٹ ریزرو کروا کر ڈھاکہ اور پھر لاہور چلا جاؤں۔ غلام یا تو گشتی کے راستے گشتی گاڑی لے کر آئے گا یا پھر جہاز کے ہی گشتی گاڑی کو فروخت کرنے کے بعد بذریعہ طیارہ میرے پاس مغربی پاکستان پہنچ جائے گا۔

غلام نے کہا۔ "آقا صحیح بات تو یہ ہے کہ میں بھی اس سفر سے بیزار ہو گیا ہوں۔ جب آپ نے یہ ارادہ کر ہی لیا ہے تو میں جہاز لنگام پہنچتے ہی گاڑی کو فروخت کر دوں گا۔ آپ بے شک پہلے جائیں اس کے بعد میں آپ کے پاس چلا آؤں گا۔"

کچھ دیر تک اس سے باتیں کرتے رہنے کے بعد میں پوری کے پاس پہنچ گیا وہ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد ایک بستر پر پھیل کر سو گئی تھی۔ تھکن نے اس کا برا حال کر دیا تھا اس لیے وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے بھی اسے اٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔ حالانکہ میں چاہتا ہی تھا کہ وہ جلد از جلد وہاں سے گینڈے باس کے ساتھ چلی جائے۔ بہرحال میں نے اسے کچھ دیر آرام کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔

پھر میں سونیا کے پاس پہنچا۔ عجیب اتفاق تھا کہ وہ بھی آرام سے ایک بیڈ روم میں لیٹی ہوئی تھی۔ یعنی رانی چین کھڑا ہاتھ پھر تک کیوں زحمتیں برداشت کرتا اس لیے میں ٹریلر کیبن میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔

سامی میرے ننگے سینے کو اپنے چہرے سے سہلا رہی تھی۔ میرا سونے کا ارادہ نہیں تھا لیکن ہلکی ہلکی سی گدگدی محسوس ہو رہی تھی کچھ تھکن بھی تھی۔ کچھ ہاتھ پاؤں دکھ رہے تھے۔ جب میں نے ہاتھ پاؤں سیدھے کر کے ایک زبردست انگڑائی لی اور بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا تو رفتہ رفتہ نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

چونکہ سونے کا ارادہ نہیں تھا اس لیے میں نے دماغ کو ہدایت نہیں دی تھی اسی وجہ سے میں عجیب بے سکون نیند سو رہا تھا۔ کچھ عجیب عجیب... خواب گڈمڈ سے نظر آ رہے تھے۔ کبھی کچھ کبھی کچھ۔ پھر انہی خوابوں کے دوران میں نے دو انگلیاں دیکھیں۔ وہ دو انگلیاں میرے ذہن میں نقش ہو گئی تھیں اس لیے میں خواب کی حالت میں بھی انہیں دیکھ رہا تھا۔

میں نے دیکھا کہ ایک حسین دوشیزہ ہے۔ اس دوشیزہ کے پیچھے سونیا چھپی ہوئی ہے اور وہ دو انگلیاں اس کا تعاقب کر رہی ہیں۔ وہ آگے آگے سہمے ہوئے انداز میں بھاگی جا رہی تھی اور دو انگلیاں اس کے پیچھے کسی کیکڑے کی طرح چلتی ہوئی تعاقب کر رہی تھیں۔ کسی حال میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتی تھیں۔ سونیا فرار ہونے کے لیے کسی کار میں بیٹھ جاتی تھی تو اس کار کی پچھلی سیٹ پر وہ دو انگلیاں پہنچ جاتی تھیں پھر وہ وہاں سے پیچھا چھڑانے کے لیے کسی طیارے میں سفر کرتی تھی تو وہ دو انگلیاں پرواز کرتی ہوئی اس طیارے میں بھی پہنچ جاتی تھیں — اب سونیا چیخ رہی تھی۔ مجھے مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ اسی وقت اچانک ہی میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ گشتی گاڑی اپنے راستے پر چلی جا رہی تھی۔ شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا پھر اس خواب کے متعلق سوچنے لگا۔ خواب تو پھر خواب ہی ہوتے ہیں اور اوٹ پٹانگ سی چیزیں بند آنکھوں کے پیچھے نظر آتی ہیں مثلاً یہی ایک بے تکی سی بات تھی کہ سونیا مجھے مدد کے لیے پکار رہی تھی حالانکہ وہ ایسی ضدی اور ہٹ دھرم ہے کہ اپنی انا کی خاطر لڑتے مر جانا پسند کرے گی لیکن مجھے مدد کے لیے نہیں بلاتے گی۔

میں نے ریسیور اٹھا کر غلام کو کال کیا۔ "ہیلو غلام! گاڑی تھوڑی دیر کے لیے روک دو اور میرے لیے چائے تیار کر دو۔"

اس نے جواب دیا۔ "آقا چائے تھرماس میں تیار رکھی ہے آپ نوش فرمائیں۔ اس کے باوجود اگر گاڑی روکنا ضروری ہے تو میں روک دوں؟"

"نہیں ضروری نہیں ہے گاڑی چلاتے رہو۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر منہ ہاتھ دھونے اور چائے نکال کر پینے کے دوران سونیا کے خیال میں جھانکنے لگا۔

وہ غسل کرنے کے بعد تولیے سے اپنا بدن پونچھ رہی تھی اور ایک قدآدم آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی اپنے آپ کو دیکھ رہی تھی میں نے اس کی سوچ میں اپنا تصور پیدا کیا پھر آہستگی سے کہا۔ "آہ فرہاد سے بچھڑے ہوئے ایک مدت گزر گئی ہے اگر وہ میرے سامنے ہوتا تو میری تعریفیں کر کر کے مجھے مدہوش بنا دیتا۔"

میں اس کی سوچ میں ایسا کہہ رہا تھا اور وہ آئینہ دیکھتے ہوئے خوابوں میں کھو رہی تھی اور تصور میں خود کو میرے ساتھ دیکھ رہی تھی۔ مدہوشی کی حالت میں اس نے ہماری باہمی محبت کو دیکھا۔ کہاں خیالوں کے جنگل میں بھٹکتی رہی اور میرے لیے خاموشی سے تڑپتی اور مچلتی رہی۔ وہ ایسی تڑپ تھی کہ رفتہ رفتہ اس کی آنکھیں بھیگ گئیں

مجھے بڑا افسوس ہوا کہ میں نے اس کے سوتے ہوئے جذبات کو جگا دیا تھا اور وہ دل کی گہرائیوں سے مجھے پکار رہی تھی۔ میں نے اپنی جگہ سے اس کی سوچ میں کہا۔ "میں اسے پکار رہی ہوں اس کی مدد کر رہی ہوں اگر وہ سچ مچ آ جائے اور میرے دماغ میں جھانک لے دیکھ لے تو میری چوری پکڑی جائے گی۔"

یہ سوچتے ہی وہ چونک گئی۔ ادھر ادھر دیکھنے لگی جیسے فریاد کہیں سے جھانک کر اس کے دماغ کو پڑھ رہا ہو۔ اسے اب پورا یقین ہو چلا تھا کہ میں اس کے دماغ میں موجود رہتا ہوں اور اسے ڈبل فنگر سے محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہوں۔

وہ جلدی سے لباس پہننے لگی۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس کے دماغ میں جھانک کر اسے بے لباس دیکھ لوں گا اس نے سیاہ رنگ کی جینز اور نارنجی رنگ کی ایک جرسی پہنی اس پر ایک اسکارف باندھا اور آئینے میں اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ بال سنوارنے کے بعد وہ وہاں سے پلٹ کر ایک میز کے پاس آئی وہاں اس کا سفری بیگ رکھا ہوا تھا۔ اسے اٹھا کر وہ ڈرائنگ روم میں گئی وہاں وہی بوڑھا ڈاکٹر بیٹھا ہوا تھا جس کے جوان بیٹے نے سونیا کو کوئی سوئی گرل سمجھ کر اپنے ہاں رات بھر رکھا تھا۔

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "ہیلو بیٹی! کہاں جا رہی ہو؟"

"ڈاکٹر میں بتا چکی ہوں کہ میرے ساتھ کیا واقعات پیش آتے ہیں۔ وہ دشمن جو میرے تعاقب میں ہے۔ جب تک میں اس سے دو دو ہاتھ نہ کر لوں اس وقت تک مجھے کہیں سکون نہیں ملے گا۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو بیٹی کیا تم جان بوجھ کر اس کا سامنا کرو گی؟"

"ہاں اگر سامنا نہیں کروں گی تو یہی کھٹکا لگا رہے گا کہ پتہ نہیں وہ کب اور کس وقت اچانک ہی مجھ پر حملہ آور ہو جائے۔ اس سے بہتر ہے کہ میں اس سے دو ٹوک فیصلہ کر لوں۔ اس بار یا اس پار۔ اگر میں نے اسے اس پار بھیج دیا تو آرام سکون سے سو سکوں گی ورنہ میں ایسی پریشان رہنے والی بے سکون زندگی پسند نہیں کرتی۔"

"تو بیٹے اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ میں تمہیں قانون کی حفاظت میں رکھوں گا۔ یہاں بڑے بڑے پولیس آفیسر میرے شناسا ہیں۔"

"ان پولیس آفیسرس کو آپ اپنے تک ہی محدود رکھیں جہاں میرا معاملہ آتا ہے وہاں قانون بے دست و پا بن جاتا ہے۔ آپ کو یقین نہیں آئے گا لیکن میں سمجھتی ہوں کہ مجھے اپنے دشمنوں سے خود نمٹنا چاہیے۔"

ڈاکٹر نے سنٹر ٹیبل پر رکھی ہوئی ایک چھوٹی سی شیشی اٹھا کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "یہ لو یہ تمہاری مطلوبہ چیز ہے۔ تم نے جو دوا تیار کرنے کے لیے کہا تھا یہ وہی ہے۔ اسے رکھ لو تمہارے کام آئے گی۔"

سونیا نے اسے لے کر جینز کی جیب میں رکھ لیا پھر اس ڈاکٹر کو ٹاٹا کرتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ میں سمجھ گیا کہ اب سونیا اپنے اصلی روپ میں آ گئی ہے اب حالات پلٹا کھائیں گے۔ پہلے وہ آگے آگے بھاگ رہی تھی اور دشمن اس کے تعاقب میں تھا۔ اب دشمن آگے ہو گا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے بھاگتی رہے گی۔

کہتے ہیں کہ مصیبتوں کو آواز دو تو وہ باہیں پسار کر ملنے آتی ہیں۔ یہی حال سونیا کے ساتھ ہوا۔ باہر نکلتے ہی ڈبل فنگر سے سامنا ہو گیا یہ بعد میں پتہ چلا کہ ڈبل فنگر سونیا تک کیسے پہنچ گیا تھا یہ قصہ یوں ہے کہ ڈاکٹر کے حسن لڑکے نے رات بھر کے لیے سونیا کو مہمان بنا کر رکھا تھا وہ اپنی ناکامی سے جھنجلایا ہوا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس کی اور ڈبل فنگر سے دوستی تھی۔ دونوں ہی شراب اور شباب کے رسیا تھے۔ اس نے ناکامی سے جھنجلا کر ڈبل فنگر کو اطلاع پہنچائی تھی کہ اس کے ہاتھ ایک لڑکی آ کر نکل گئی ہے اور وہ اس کے باپ کے ہاں بطور مہمان گئی ہوئی ہے۔ یہ سنتے ہی ڈبل فنگر اس لڑکی کا محاسبہ کرنے کے لیے وہاں پہنچ گیا۔ اب وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ جو لڑکی اسے نظر آئے گی اس کے پیچھے سونیا چھپی ہوئی ہے یا نہیں؟

جب سونیا اس جنگلے سے باہر نکلی تو احاطے کے باہر سڑک کے کنارے ایک مقدر رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ سونیا کو دیکھتے ہی کار ڈرائیو کرنے والا اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا پھر اس نے دور سے ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے ہوئے سونیا کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس نے زبان سے کچھ نہیں کیا لیکن زبان کا اشارہ تبا رہا تھا کہ وہ اسے لفٹ دینے کے لیے تیار ہے۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو نہیں جانتے تھے لیکن ڈبل فنگر اسے پہچاننا چاہتا تھا اور وہ ڈبل فنگر کو تلاش کرنے کے لیے باہر نکلی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کے پاس آ کر بولی۔ "کیا تم مجھے لفٹ دینا چاہتے ہو؟"

اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ سونیا نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم گونگے ہو۔ بول نہیں سکتے؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا یعنی یہ کہہ رہا تھا کہ وہ بولنا نہیں جانتا ہے۔

سونیا نے کہا۔ "میں نے ایسا گونگا نہیں دیکھا جو سنتا ہو سمجھتا ہو اور بولتا نہ ہو۔ میں تمہارے ساتھ کیسے سفر کر سکتی ہوں جبکہ تم میری باتوں کا جواب نہ دے سکو گے۔ سوری میں کسی دوسرے سے لفٹ حاصل کروں گی۔"

یہ کہہ کر وہ جانا چاہتی تھی کہ ڈبل فنگر بلکہ ڈبل فنگر نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بازو کو تھام لیا تب سونیا نے اس کے ہاتھ کی طرف

دیکھا وہ دستانے پہنے ہوئے تھا۔ دستانے کی پانچوں انگلیاں تھیں، لیکن جس انداز میں اس نے بازو کو پکڑ رکھا تھا اس سے پتہ چلتا تھا کہ اس دستانے میں صرف دو انگلیاں ہیں، باقی تین انگلیاں ڈھیلی ڈھالی سی ہیں اور وہ اس کے بازو کو گرفت میں نہیں لے رہی تھیں دو انگلیاں خطرے کے الارم کی طرح، دستک کی طرح اس کے بازو پر آ کر ٹھہری ہوئی تھیں۔

سونیا نے اسے گھور کر دیکھا پھر اچانک ہی مسکرا کر بولی۔ "اگر اس دستانے کے اندر صرف دو انگلیاں ہی ہیں تو مجھے تمہاری تلاش ہے۔ تمہاری کار میں ضرور بیٹھوں گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو میرے بازو پر سے ہاتھ ہٹا لو اور نہ یہ ہاتھ پھر تمہارا اپنا نہیں رہے گا۔"

اس نے ہاتھ ہٹا لیا پھر آہستہ آہستہ دستانے کو کھولنے لگا۔ دستانے کا بٹن کھولنے کے بعد اس نے آہستگی سے اسے سرکا کر اپنی ہتھیلی باہر نکالی تو وہاں صرف دو انگلیاں نظر آ رہی تھیں، جیسے وہ انگلیاں نہیں دو خنجر تھے اور سونیا کے سینے کی طرف اٹھے ہوئے تھے سونیا فوراً ہی ہپناٹزم کا شکار ہو گئی۔ پھر اس نے دانت پیسنے کے بعد پوچھا۔ "کیا میری اور تمہاری زندگی اور موت کا فیصلہ اسی سڑک کے کنارے ہو گا؟"

وہ انکار میں سر ہلانے لگا پھر مسکرا کر اس نے اپنی کار کی طرف اشارہ کیا۔ اشارے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اگلی سیٹ پر آ کر بیٹھ جائے۔

سونیا نے کہا۔ "ہاں! میں بیٹھوں گی اور کسی ایسی جگہ ہم اپنی قسمت کا فیصلہ کریں گے جہاں ہمارے درمیان کوئی مداخلت نہ کرے۔"

یہ کہہ کر وہ کار کے دوسری طرف چلتی ہوئی آئی پھر ادھر کا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ کے پاس والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ سائمن دی گریٹ نے اسٹیئرنگ کو سنبھال لیا پھر چند سیکنڈ بعد کار اسٹارٹ ہو کر تیز رفتاری کا ریکارڈ قائم کرنے لگی۔ سونیا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم اتنی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیوں کر رہے ہو۔ تمہاری تقدیر میں موت لکھی ہوئی ہے۔ میرے ہاتھ سے مرو۔ کار کے حادثے میں مرنا کوئی اچھی بات نہ ہو گی۔"

رفتار ذرا سست ہو گئی کیونکہ وہ اسے گھور کر دیکھ رہا تھا افسوس کہ زبان سے کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ سونیا نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "تمہارا گونگا پن تمہارے لیے مصیبت بن گیا ہے ویسے کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ تم خواہ مخواہ گونگے کیوں بن گئے ہو؟"

وہ چپ رہا۔ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "افسوس میں تو تمہیں کوئی بہت ہی پُراسرار قسم کی چیز سمجھ رہی تھی۔ سوچا تھا کہ تم سے مقابلہ ہو گا تو بڑا لطف آئے گا لیکن تم چوہے کی طرح خاموش ہو۔ ویسے میں سمجھ گئی ہوں کہ تمہیں میرا نہیں فرہاد علی تیمور کا خوف ہے کیوں ٹھیک ہے نا؟"

اس کے بھنچے ہوئے جبڑے بتا رہے تھے کہ وہ دانت پیس رہا ہے۔ سونیا نے کہا۔ "ایک بات میں تمہیں بتا دوں کہ میں فرہاد علی تیمور کی مدد کی محتاج نہیں ہوں۔ میں تنہا تم سے مقابلہ کروں گی اور فرہاد کو اپنے درمیان مداخلت کی اجازت نہیں دوں گی۔ باقی رہی یہ بات تمہیں یہ کیسے یقین ہو گیا کہ فرہاد علی تیمور زندہ ہے؟"

جواب میں خاموشی رہی۔ سونیا نے کہا۔ "اوہو، میں تو بھول ہی جاتی ہوں کہ تم مرنے سے پہلے گونگے بن گئے ہو۔ سنا تھا کہ مرنے سے پہلے لوگوں کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں۔ کسی کے ہاتھ باؤں ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ افسوس تمہاری تو زبان ڈھیلی پڑ گئی ہے۔"

سونیا کی چھیڑ چھاڑ شاید اس کے لیے ناقابل برداشت ہو گئی تھی اس نے کار کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ پھر اس نے اپنی دو انگلیاں کار کی چھت کی طرف اٹھائیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک دھماکہ سا ہوا۔ اس کی دو انگلیاں کار کی چھت میں سوراخ کرتی ہوئی گزر گئی تھیں۔ پھر وہ دو انگلیاں کار کی چھت کے باہر چلنے کے بعد واپس آ گئیں۔ سونیا نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو چھت پر دو سوراخ ہو گئے تھے۔

یہ ڈبل فنگر کی طرف سے خاموش جواب تھا کہ موت کس کے مقدر میں لکھی ہوئی ہے اور موت سے پہلے کس کی زبان کو بند ہونا چاہیے۔ اگر سونیا کی زبان یونہی چلتی رہی تو کسی میدان میں پہنچنے سے پہلے مقابلہ شروع ہونے سے پہلے ہی وہ موت کی آغوش میں پہنچ جائے گی۔

کار آگے بڑھ رہی تھی۔ اب میرے لیے لمحۂ فکریہ تھا۔ اگر میں ان کی خاموش نوک جھونک کو دیکھتا رہ جاتا تو کسی بھی لمحہ وہ غصے سے تلملا کر سونیا پر حملہ کر سکتا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے کار آگے جا کر ایک چوراہے پر رک گئی تھی۔ اس کے دائیں بائیں اور پیچھے کی طرف دوسری گاڑیاں رکتی جا رہی تھیں۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اگر کوئی کسی طرح ڈبل فنگر کو مخاطب کرے یا سونیا کسی کو مخاطب کرے اور وہ جواب دے تب میں جواب دینے والے کو اپنا آلۂ کار بنا سکتا ہوں۔

میری آرزو اس طرح پوری ہوئی کہ ان کی کار کے آگے ایک اور گاڑی آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اب مکمل ہونے کے باوجود وہ گاڑی آگے نہیں بڑھ رہی تھی، شاید اس میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ ڈبل فنگر ہارن پہ ہارن دے رہا تھا پھر وہ جھنجلا کر اپنی گاڑی سے اتر گیا۔ میں نے سونیا کو مجبور کیا کہ وہ اتر کر گاڑی والے کے پاس جائے۔ وہ دونوں کار سے اترنے کے بعد اس گاڑی والے کے پاس پہنچے۔ ڈبل فنگر نے اس گاڑی کے دروازے پر ایک ٹھوکر ماری۔ گاڑی والا جھنجلا کر اسے گالیاں دینے لگا۔ میں سونیا کے دماغ میں کہہ کر اس کی آوازیں اور اس کی باتیں سن رہا تھا۔

اتفاق سے اس گاڑی والے کے ساتھ تین ہٹے کٹے جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈبل فنگر نے گاڑی کو لات ماری تو انہیں غصہ آ گیا وہ گاڑی سے اچھل کر باہر آ گئے اور اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ میں چاہتا تھا کہ ڈبل فنگر کو کوئی کسی طرح گھیرے اور اس کے لیے میں کسی کو آلۂ کار بنانا چاہتا تھا لیکن میرے کچھ کرنے سے پہلے ہی قدرت نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ اب وہ چار عدد دشمنوں میں گھر گیا تھا۔

سونیا کی سوچ نے کہا۔ "ڈبل فنگر میرا شکار ہے اگر یہ ان چاروں کے ہتھے چڑھ گیا تو میری حسرت میرے دل میں ہی رہ جائے گی کیوں نہ میں بیچ بچاؤ کر دوں۔"

وہ آگے بڑھنا چاہتی تھی لیکن میں نے اس کی سوچ میں کہا "ادھر! لیکن یہ مناسب نہیں ہے۔ حالات جیسے پیش آ رہے ہیں ان کے مطابق مجھے تماشہ دیکھنا چاہیے۔ اگر یہ میرے مقدر میں ہو گا تو یہ میرے ہاتھوں ہی مرے گا۔ مجھے تقدیر کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ ٹھٹک کر سوچنے لگی۔ "یہ کیا بات ہے۔ ابھی میں بیچ بچاؤ کے لیے سوچ رہی تھی اور اچانک ہی پھر اس کے خلاف سوچنے لگی۔ اے فرہاد کے بچے کیا تم میرے دماغ میں موجود ہو؟"

میں خاموش رہا۔ اس کی سوچ میں بولتا رہا۔ "نہیں، شاید وہ نہیں ہے۔ یہ میرا وہم ہے۔ خواہ مخواہ میں اس کے پیچھے پڑ گئی ہوں میں نے اسے اپنے دماغ میں آنے سے منع کیا ہے اور اب اسے خود ہی پکار رہی ہوں۔ وہ نہیں ہو گا۔ اور میرا بار بار کا پکارنا بے سود ہو گا۔"

وہ تذبذب میں رہی۔ اتنی دیر میں وہاں فائٹنگ شروع ہو چکی تھی۔ وہ لوگ ڈبل فنگر کو لات اور گھونسے مار رہے تھے اور ڈبل فنگر جوابی حملہ کر رہا تھا۔ اپنا بچاؤ بھی کر رہا تھا اور دو انگلیوں سے حملہ بھی کر رہا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی دو انگلیاں ایک نوجوان کے سینے میں پیوست ہو گئیں۔ جب وہ انگلیاں اس کے سینے سے نکلیں تو وہ خون آلود تھیں اور اس نوجوان کے سینے سے لہو کی دھاریں پھوٹ رہی تھیں۔ وہ چکرا کر گر پڑا تھا اور بیچ سڑک پر پھڑپھڑ تڑپ رہا تھا۔ ٹریفک رک گیا تھا اور لوگوں کی بھیڑ جمع ہو رہی تھی۔ باقی دو نوجوانوں نے ڈبل فنگر کے پیچھے سے آ کر اس کے بازوؤں کو جکڑ لیا تھا اور تیسرا گاڑی والا اس کے مزید گھونسے مار رہا تھا۔

وہاں کی پولیس بڑی چاق و چوبند ہوتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پولیس کی ایک جماعت وہاں پہنچ گئی انہوں نے فوراً ہی ڈبل فنگر کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دیں۔ سونیا دور کھڑی خاموشی سے تماشہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے سوچا کچھ تھا اور ہو کچھ رہا تھا۔ مقابلہ کرنے کی حسرت دل میں رہ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں سمجھایا "کوئی بات نہیں، یہ گرفتار ہو کر جائے گا لیکن کسی کو قتل کرنے کے الزام میں سزائے موت نہیں پائے گا کیونکہ یہ سپرمین کا بہت ہی لاڈلا فائٹر ہے۔ سپرمین اسے قانون کے ہتھے نہیں چڑھنے دے گا۔ یہ پھر واپس آئے گا اور مجھ سے ضرور مقابلہ کرے گا۔"

ڈبل فنگر کی ایک بات کی داد دینا چاہیے اور وہ یہ کہ اتنا جھگڑا ہونے کے اور اتنا ہنگامہ کھڑا ہونے کے باوجود اس نے اپنے منہ سے ایک خدا آواز نہیں نکالی تھی۔ چپ چاپ لڑتا رہا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اگر بے اختیار کچھ اس کی زبان سے نکل گیا تو اسی وقت وہ فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کا شکار ہو جائے گا۔

جس وقت پولیس والے اسے لے جا رہے تھے تو وہ بڑی حسرت سے سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "پردا نہ کرو۔ ہماری ملاقات جلد ہی ہو گی۔ میں جانتی ہوں کہ تم واپس آؤ گے اور میں تمہاری واپسی کا انتظار کرتی رہوں گی۔"

پولیس والے اسے اپنی گاڑی میں بٹھا رہے تھے۔ سونیا نے قریب آ کر کہا۔ "میں تمہاری گاڑی لے جا رہی ہوں۔ تمہاری تسلی کے لیے بتا دوں کہ تم جب بھی واپس آؤ گے میں اسی ڈاکٹر کی کوٹھی میں ملوں گی جس کے سامنے ابھی ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ اوکے۔"

وہ کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ پولیس والے اسے لے گئے تھے وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے سوچنے لگی کہ کہاں جانا چاہیے پھر تفریح کا موڈ ہو گیا۔ اس وقت دماغ ہلکا پھلکا سا تھا۔ مقابلے کے خیال سے جو تناؤ اس کے اعصاب میں پیدا ہو گیا تھا اور دماغ پر جو ایک انجانا سا بوجھ تھا وہ بوجھ اتر گیا تھا۔ اب کچھ گھنٹوں کے لیے یا کچھ دنوں کے لیے ڈبل فنگر سے نجات مل گئی تھی۔ اب وہ آرام سے سو سکتی تھی اور اس بات کا بھی اندیشہ نہیں تھا کہ وہ اچانک کبھی حملہ کرے گا۔ یہ مشاہدہ کافی تھا کہ وہ بھی باقاعدہ للکارنے کے بعد کھلے میدان میں اس سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔

یہ تمام باتیں سوچنے کے بعد اس نے کار اسٹارٹ کی اور پھر اس کی سوچ کا دھارا میری طرف مڑ گیا اب وہ سوچ رہی تھی کہ یہ سب کچھ اچانک کیسے ہو گیا۔ ہم مقابلے کے لیے جا رہے تھے اور بیچ میں جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ کیا اس جھگڑے کے پیچھے فرہاد کا ہاتھ ہے؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے،

میں ہر معاملے میں فریاد کو گھسیٹ کر لے آتی ہوں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ میں اس بُری طرح اس کم بخت سے متاثر ہو گئی ہوں کہ سوتے جاگتے یہی بات دماغ میں رہتی ہے کہ میرا ہونا اسی کی وجہ سے ہے اور جاگنا اسی کی وجہ سے۔ وہی مجھے جگاتا ہے اور وہی مجھے سُلا دیتا ہے۔ یہ تو میرا پاگل پن ہے۔"

اس نے ایک سرد آہ بھری اور اپنے ذہن سے مجھے جھٹکنے کے بعد ونڈ اسکرین کے پار پیڑوں کے پھیلے ہوئے شہر کو دیکھنے لگی میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ابھی اسے میری ضرورت نہیں تھی۔ اس وقت چاروں طرف رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس نا ہموار پہاڑی راستے کو دھندلا تک روشن کر رہی تھی۔ میں نے ایک نظر اس کے راستے کی طرف دیکھا پھر اپنی توجہ پومی کی طرف کر لی۔

پومی سو کر اٹھ گئی تھی اور اب منہ ہاتھ دھونے کے بعد لباس تبدیل کر کے چائے پی رہی تھی۔ گینڈا باس وہاں کے ایک افسر سے کہہ رہا تھا "میں پومی کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ میں نے اسے بیٹی بنایا ہے۔ یہ یہاں نہیں رہے گی۔"

آفیسر نے کہا "جناب! یہاں ہم اور آپ اور چند مسلح سپاہی ایسے ہیں جو اس بے گار کیمپ میں آ کر بھی واپس جا سکتے ہیں لیکن ہمارے علاوہ جو بھی یہاں آتا ہے وہ مرنے کے بعد ہی اس دنیا سے واپس جاتا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ مجھے نہ سمجھاؤ۔ میں نے کہہ دیا نا کہ وہ میری بیٹی ہے اس لیے یہاں نہیں رہے گی۔"

"جناب! آپ مالک ہیں لیکن بحیثیت ایک آفیسر میری بھی کچھ ڈیوٹی ہے کچھ ذمہ داریاں ہیں اور آپ کو بھی اصول کی پابندی کرنی چاہیے۔ آپ براہِ راست اجازت حاصل کریں پھر پومی کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ دیکھیے میں ضد نہیں کر رہا ہوں، یہ میری درخواست ہے۔"

گینڈے باس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا "ہاں میں تمہاری فرض شناسی سے بہت خوش ہوں۔ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرو۔ میں براہِ راست ابھی اجازت حاصل کر لوں گا اور اس بیمار عورت کے کیمپ میں مجھے لے چلو، میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

پومی چائے پی چکی تھی۔ وہ گینڈے کے ساتھ چلنے کے لیے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ دونوں آفیسر کے ساتھ چلتے ہوئے ایک خیمے سے باہر آئے پھر اس آفیسر نے ایک مشعل اٹھائی اور اس کی روشنی میں آگے بڑھنے لگا۔ اس بے گار کیمپ میں کہیں کہیں دور دور۔۔۔ ایک آدھ مشعل جلتی ہوئی نظر آ رہی تھی ورنہ چاروں طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

مشعل کی روشنی کے باوجود پومی نے دو بار ٹھوکریں کھائیں۔ گینڈے نے اسے سنبھال لیا مگر وہ آگے بڑھتے ہی رہے۔ آخر ایک خیمے کے پاس جا کر وہ رک گئے، وہاں اندر لالٹین کی روشنی تھی۔ وہ گورکھا خیمے کا پردہ اٹھا کر اندر چلا گیا۔ پومی بھی اس کے پیچھے تھی اور اندر لالٹین کی روشنی میں وہ ایک حسین دوشیزہ کا چہرہ دیکھ رہی تھی وہ بے چاری چہرے سے ہی بہت بیمار نظر آ رہی تھی۔ حسن بیمار ہو کر اور نیلاہٹ لیے ہوئے ہوتا ہے۔ شاید یہی دلکشی دیکھنے کے لیے وہ گینڈا باس اس بیمار دوشیزہ کے پاس پہنچا تھا۔

وہ نواڑ کے ایک پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔ گینڈا اس کے پاس ہی ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا پھر اس نے سوال کیا "کیسی طبیعت ہے؟"

اس نے سر گھما کر گینڈے کی طرف دیکھا پھر بڑی نقاہت سے مسکراتے ہوئے بولی "آپ کی مزاج پرسی کا شکریہ۔ بس جی رہی ہوں۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میرا علاج اچھی طرح کرائیں باہر مجھے زہر دے کر مار ڈالیں۔ مجھ سے ایسا جینا نہیں چاہا جاتا۔"

وہ بول رہی تھی اور میرے دماغ میں روشنی کے جھماکے سے ہو رہے تھے۔ میں اسے پہچان رہا تھا۔ ممی کا علم دا تھی حیرت انگیز ہے۔ انہوں نے جتنی پیش گوئیاں کی تھیں ان میں ایک پیش گوئی یہ بھی تھی کہ پومی کے ذریعے میری ملاقات ایک پرانے شناسا سے ہو گی۔ سو وہ ملاقات آج ہو رہی تھی اور اس وقت میرے خیال غلط کی نذر میں رس دنتی تھی۔

میں نے سوچا تھا کہ پرانے تمام رشتوں کو توڑ ڈالوں گا۔ کبھی پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھوں گا۔ افسوس اگر رشتوں کو توڑنا اتنا ہی آسان ہوتا تو آج دنیا میں اتنے رشتے نظر نہ آتے۔ شاذ و نادر ہی کوئی کسی کو رشتہ دار کہتا ہوا دکھائی دیتا۔ دنیا میں قصائی کی نگلی بہت مشہور ہے لیکن وہ سنگدل قصائی بھی کسی ذبح ہونے والے جانور کو بیمار دیکھ کر اُسے معاف کر دیتا ہے۔ میں قصائی نہیں تھا نگلی نہیں تھا۔ رسونتی کو بیمار دیکھ کر نہ اسے چھوڑ سکتا تھا نہ اس سے منہ موڑ کر واپس آ سکتا تھا اس لیے میں چپ چاپ اس کے دماغ میں جھانکنے لگا۔

میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ رس دنتی کن حالات سے گزرتے ہوئے اس بے گار کیمپ تک پہنچی تھی لیکن تھوڑی دیر اس کے دماغ کو پڑھتے رہنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا دماغ بے حد کمزور ہے وہ جسمانی اعتبار سے بھی بہت کمزور تھی۔ اپنے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی کہ وہ کن حالات سے گزرتی رہی اور کس نے اسے اس بیگار کیمپ میں پہنچایا تھا۔

میں نے اس گینڈے باس کے دماغ سے معلومات حاصل کرنی شروع کر دیں۔ مجھے پتہ چلا کہ وہ رس دنتی کے ماضی کے متعلق

کچھ نہیں جانتا۔ اس نے بیگار کیمپ کا ٹھیکہ ایک بہت بڑی خطرناک تنظیم سے حاصل کیا تھا۔ اس خطرناک تنظیم کا نام "ریڈ پاور" تھا بی ماسک مین نے اسے خفیہ ہوائی اڈہ بنانے کے لیے وہ ٹھیکہ دیا تھا اور گینڈا اس بے گار کیمپ کے ذریعے اس ایئر پورٹ کی تعمیر کرا رہا تھا۔ انہی دنوں ماسک مین کی طرف سے حکم ملا کہ ایک بیمار دوشیزہ لائی جا رہی ہے۔ اسے ایک خیمے میں بیمار پڑے رہنے دیا جائے۔ واجبی سا علاج کیا جائے۔ بہت زیادہ توجہ نہ دی جائے۔ اگر اس کی قسمت میں زندگی ہو گی تو وہ جی لے گی، نہیں ہو گی تو مر جائے گی۔

جب وہ بیگار کیمپ میں لائی گئی اور جب اس گینڈے نے اسے دیکھا تو ہزار جان سے اس پر عاشق ہو گیا۔ اس نے دل ہی دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اس کا پوری توجہ سے علاج کروائے گا اور اب وہ یہی کر رہا تھا۔ وہ ہفتہ میں ایک بار کیمپ آتا تھا اور وہاں کے ڈاکٹر کو سخت تاکید کر جاتا تھا کہ اس کا علاج پوری توجہ سے کیا جائے، وہ ہر ممکن کوشش کر کے رسونتی کو نئی زندگی دینا چاہتا تھا اور اس کا دل جیت لینا چاہتا تھا۔

پتہ نہیں اسے کس قسم کے انجکشن لگائے گئے تھے اور کیسی دماغ خراب کرنے والی دوائیں کھلائی گئی تھیں کہ اس کا دماغ کمزور ہو گیا تھا وہ جسمانی طور پر بھی اس قدر کمزور ہو گئی تھی کہ بڑی مشکل سے اٹھ کر بیٹھتی تھی اور اپنے ہاتھوں سے کھانا کھا لیتی تھی گینڈے نے اس کی خدمت کرنے کے لیے مختلف اوقات میں مختلف عورتوں کی ڈیوٹی لگا دی تھی۔

رسونتی کے حق میں یہ بہتر ہو رہا تھا لیکن گینڈے کی عاشق مزاجی میرے مزاج کے مطابق نہیں تھی۔ بے شک میں نہیں چاہتا تھا کہ رسونتی سے تجدید تعلقات ہو اور پھر پرانے رشتے استوار ہو جائیں اس کے باوجود میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ گینڈے جیسا شخص رسونتی جیسی حسین دوشیزہ کا عاشق بنے۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ ایک آسمان کی حور تھی دوسرا زمین کا کانگھ تھا۔

پہلے میں نے سوچا تھا کہ بیگار کیمپ میں کوئی ہنگامہ نہ کیا جائے اسی وجہ سے میں نے پومی اور گینڈے کے درمیان صلح کرائی تھی۔ دونوں پھر باپ بیٹی بن گئے تھے اور اب پومی بخیریت وہاں سے واپس جانے والی تھی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پومی کے ذریعے رسونتی مل جائے گی لیکن رسونتی مل تو گئی اس کے ساتھ اب ہنگامے انتظار کر رہے تھے کیونکہ میں رسونتی کو گینڈے کے ساتھ نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک اس موضوع پر سنجیدگی سے غور کرتا رہا جب جذبات ٹھنڈے پڑے اور سنجیدگی کا غلبہ طاری ہوا تب میرے دماغ نے یہ سمجھایا کہ مجھے ایسا کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے جس سے ہنگامے جنم لیں۔ اگر بیگار کیمپ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی ہنگامہ ہوا تو یہ بات پھر ریڈ پاور والوں تک بھی پہنچے گی کہ فریاد زندہ ہے۔ جہاں تک اپنی زندگی اور اپنے وجود کو چھپایا جا سکتا ہے چھپانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اگر سپر مائنڈ میرے وجود کے متعلق معلومات حاصل کر چکا ہے اور کسی دن "ریڈ پاور" والے بھی معلوم کر لیں گے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو محدود کر لوں۔ اتنا محدود کر لوں کہ دو بڑی تنظیمیں مجھے تلاش کرتی رہیں، اور میں انہیں کبھی نہ مل سکوں۔

"اچھا تو کیا رسونتی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے؟"

میرے دماغ نے جواب دیا "نہ اسے اس کے حال پر چھوڑا جائے اور نہ ہی اسے اپنی تحویل میں لیا جائے۔ فی الحال وہ جہاں ہے وہاں سکون سے ہے۔ اس کا علاج توجہ سے ہو رہا ہے۔ گینڈا اسے صحت یاب ہونے کا موقع دیتا رہے گا اور اس کی عاشق مزاجی رسونتی کی زندگی کا بہانہ بن جائے گی تو کیوں نہ اس کی عاشق مزاجی سے رسونتی فائدہ اٹھاتی رہے، جب وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو جائے گی تب میں اس کے عشق میں مداخلت کروں گا۔ ابھی تو وہ بالکل محفوظ ہے۔ گینڈا ایسا درندہ نہیں ہے کہ وہ ایک بیمار دوشیزہ کو کچا چبا کر کھا جاتے۔"

بہت دیر تک میرے دماغ کے اندر کشمکش جاری رہی لوگ ٹھیک کہتے ہیں کہ میں دوسروں کے معاملے میں ٹانگ اڑانے کا عادی ہو گیا ہوں۔ اس معاملے میں بھی میں اپنی ٹانگ اڑانا چاہتا تھا لیکن پھر قائل ہو گیا کہ فی الحال رسونتی کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے اور مجھے آگے بڑھنے رہنا چاہیے۔ ایسا کوئی ہنگامہ نہیں ہونا چاہیے جس سے میرے وجود کا راز فاش ہوتا ہے۔

غلام نے گاڑی روک دی "مجھے مخاطب کیا" آ گیا ہے بچ رہے ہیں، کیا خیال ہے کھانا نہیں کھائیں گے؟"

"ہاں رات کے گیارہ بج چکے ہیں۔ مجھے کچھ خیال ہی نہیں رہا۔ چلو کچھ کھانے کا انتظام کیا جائے اس کے بعد آگے بڑھیں گے۔"

جب ہم گاڑی سے اترے تو پتہ چلا کہ غلام نے ایک چھوٹی سی بستی میں گاڑی روکی ہوئی تھی۔ وہاں کے لوگ ننگ دھڑنگ نظر آ رہے تھے۔ عورتوں نے درخت کے پتوں سے اپنے آپ کو چھپایا ہوا تھا۔ وہاں کی غربت دیکھ کر مجھے پتہ چل گیا کہ ہم مشرقی پاکستان کی سرحد میں پہنچ گئے ہیں۔ میں نے سنا تھا کہ رنگا متی اور کپتائی سے بہت دور دراز علاقوں میں ایسے لوگ آباد ہیں جو ہماری موجودہ تہذیب سے آشنا نہیں ہیں۔ انہوں نے

برسوں سے کبھی لباس استعمال نہیں کیا وہ اچھی خوراک کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ مچھلیاں پکڑتے ہیں اور چاول اُبال کر کھاتے ہیں۔ دنیا میں جتنے غریب ترین ممالک ہیں ان میں بنگلہ دیش کا نام بھی آتا ہے۔ جب یہ مشرقی پاکستان تھا تب بھی اب بنگلہ دیش ہے اب بھی یہ غریب ممالک میں شمار ہوتا ہے۔ انقلاب آنے سے مکوستیں بدلتی ہیں۔ ترقیاں ہوتی ہیں اور بہت سے حالات ایسے رونما ہوتے ہیں جن سے قوم کی تقدیر کا فیصلہ ہو جاتا ہے، لیکن بنگلہ دیش ایک ایسا ملک ہے کہ انقلابوں کے باوجود۔۔۔ اس قوم کی تقدیر آج تک نہیں بدل سکی۔

جب ہمارے بچن سے کھانے کی خوشبو باہر تک پہنچی تو بستی کے مرد اور عورتیں ہماری گاڑی کے آس پاس جمع ہونے لگے میں ان کی بھوک کو سمجھتا تھا۔ میں نے بمشکل دو لقمے کھائے تھے باقی سب اٹھا کر ان میں تقسیم کر دیا۔ ہم نے جو پکایا تھا وہ اُن کے لیے کافی نہیں ہو سکتا تھا۔ ہمارے پاس جو راشن تھا وہ ہم نے انہیں دے دیا۔ انہیں تن ڈھانپنے کے لیے کپڑوں کی بھی ضرورت تھی اور ہمارے پاس اتنے کپڑے نہیں تھے۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہاں سے چاٹگام کتنی دور ہے لیکن وہ انگریزی اور اردو زبان نہیں سمجھتے تھے۔ بنگالی زبان بھی بہت کم بولتے تھے ان کی اپنی کوئی مخصوص زبان تھی پھر ہم نے اشاروں کی زبان سے کام لیا۔

ایک شخص نے مشرق کی طرف اشارہ کر کے سورج طلوع ہونے کا اشارہ کیا پھر ہماری گاڑی پر ہاتھ مار کر بتایا کہ یہ چاٹگام اس وقت پہنچے گی جب آفتاب طلوع ہو گا یعنی ہم صبح چاٹگام پہنچ سکیں گے۔ پھر میں نے پوچھا کہ یہاں سے کوئی قریبی شہر کتنی دور ہے؟

جواب میں اُن لوگوں نے کچھ فاصلے کا حساب بتایا اور وقت کا حساب بھی بتایا جس سے اندازہ ہوا کہ۔۔۔ کپتائی شہر جو مشرقی پاکستان کا ساحلی خوبصورت پُرفضا مقام ہے اور جہاں دنیا بھر کے سیاح تفریح کے لیے آتے ہیں وہ وہاں سے تقریباً چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔

میں نے اُن لوگوں سے اشاروں میں کہا کہ دو چار آدمی میرے ساتھ کپتائی تک چلیں میں انہیں کپڑے دلواؤں گا اور بہت سا راشن خرید کر دوں گا۔ وہ سب میری باتیں سمجھ کر خوش ہو گئے اور خوشی سے اِدھر اُدھر ناچنے لگے۔ اچھلنے کودنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ان میں سے چھ آدمی ہماری گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے پھر ہم نے گاڑی اسٹارٹ کی اور کپتائی کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستے میں میں نے سونیا کی خبر لی۔ پتہ چلا کہ وہ ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھی ناشتہ کر رہی ہے اور اس کے بعد کافی پینے والی ہے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس نے ایک کلب میں جس کا نام "نائٹ ہارس گیمنگ" ہے، ——— اپنے لیے ایک ٹکٹ خرید لیا ہے اس ٹکٹ کے ذریعے وہ ساری رات اس جوئے خانے میں گزارے گی۔ اگر بازی جیتتی رہی تو رات بھر کھیلتی رہے گی ورنہ ہار کر ڈاکٹر کے گھر واپس چلی جائے گی۔

میں نے مسکرا کر سوچا اور اسے خوش و خرم اور تفریح کے موڈ میں دیکھ کر وہاں سے واپس آ گیا۔ اس کے پاس سے آنے کے بعد میں نے ممی کی خبر لی۔ ممی سو رہی تھیں اور میں بڑے ہی وقت پر وہاں پہنچا تھا۔ کیونکہ میرے دماغ میں پہنچتے ہی وہ چونک کر اٹھ بیٹھی تھیں۔ پہلے تو میں سمجھا کہ وہ میری خیال خوانی کو محسوس کر کے اٹھ بیٹھی ہیں لیکن ایسی بات نہیں تھی انہوں نے اپنی کوٹھی میں کسی کی آہٹ سنی تھی۔

دوسرے ہی لمحے ان کی خواب گاہ کے دروازے پر دستک سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا "مادام مار تھا! دروازہ کھول دو، آج میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس کی آواز سنتے ہی میں مسکرانے لگا۔ مادام بھی سمجھ گئیں کہ کون آیا ہے۔ یہ وہی شخص تھا جو دوبار مادام کو کار میں ٹریپ کر چکا تھا پہلی بار وہ جے ہوالا کا آلۂ کار بن کر انہیں اپنے باس کے پاس لے جانا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے سڑک کے کنارے اتار دیا تھا۔ دوسری بار جب مادام یعنی میری ممی پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات لیکر سفارت خانے کی طرف جا رہی تھیں تو اس نے ممی کو ٹریپ کیا تھا مگر اس بار بھی میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر ممی کا پرس ضائع کروا دیا تھا اور اسے سڑک کے کنارے اتار دیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ ممی کے کاغذات ضائع ہو جائیں اور وہ میرے ساتھ سفر نہ کر سکیں۔ اب وہ تیسری بار رات کے بارہ بجے آیا تھا اور ممی سے تنہا پریشان ہو گیا تھا کہ ممی کو قتل کر دینا چاہتا تھا۔

وہ کہنا چاہتا تھا کہ مادام تم نے مجھے دو بار بے وقوف بنا کر کار سے نیچے سڑک کے کنارے چھوڑ دیا تھا لیکن یہ بات میں اس سے نہیں کہلوانا چاہتا تھا کیونکہ ممی کی دانست میں وہ ایک ہی بار کار سے اتر گیا تھا۔ دوسری بار وہ اپنی مرضی سے ان کا پرس چھین کر لے گیا تھا اس طرح یہ بات غلط ہو جاتی اور ممی کو یہ معلوم ہو جاتا کہ دوسری بار بھی میں نے اسے ٹریپ کیا تھا اور ان کے کاغذات میں نے ضائع کراتے تھے۔

یوں دیکھا جائے تو میں عین وقت پر پہنچا تھا اگر میرے پہنچنے میں دیر ہو جاتی اور وہ مادام کے سامنے یہ باتیں اگل دیتا تو مادام مجھ سے بُری طرح بدظن ہو جاتیں ان کا دل ٹوٹ جاتا کہ جسے

[illegible] یا تھا وہی مجھے اپنے ساتھ سفر میں نہ لے جانے کے لیے ایسی [illegible] میں جل کر گیا ہے۔

میں نے اس کی آواز میں ممی کو آواز دی "ممی اب میں آپ [illegible] بول رہا ہوں۔ دروازہ کھول دیجیے۔ پریشان ہونے کی کوئی [illegible] نہیں ہے۔"

ممی نے خوش ہو کر دروازہ کھول دیا لیکن سامنے اس شخص کو [illegible] کر وہ اسا پریشان ہوئیں۔ میں نے اس کے ہونٹوں سے مسکراتے [illegible] کہا "میں نے کہا نا ممی کہ اب جو شخص آپ کو پریشان کرنے [illegible] یا تھا اس وقت آیا ہوا ہے وہ فی الحال گم ہو چکا ہے ابھی [illegible] کے وجود میں آپ کا بیٹا بیٹھا ہوا ہے آپ اطمینان سے باتیں [illegible] اور ہو سکے تو بے چارے کو ایک کپ کافی پلا دیں۔ میں اسے [illegible] سے لے جاؤں گا۔"

ممی نے کہا "چلو آؤ کچن میں چلتے ہیں۔ وہیں باتیں ہوں گی۔"

وہ ممی کے ساتھ کچن کی طرف جانے لگا۔ دوسرے لفظوں میں [illegible] اس کے وجود میں چھپا ہوا تھا اور ممی کے ساتھ باتیں کرتا ہوا [illegible] رہا تھا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں اس وقت کپتائی کی طرف [illegible] ہوں اور سونیا محفوظ ہے اور تفریح کے موڈ میں ہے، اور [illegible] طرف پوری بھی خوش ہے اور انہیں یہ بھی بتایا کہ اُن کی [illegible] کے مطابق مجھے پومی کے ذریعے رسوتی مل گئی ہے۔"

ممی میری باتیں سنتی رہیں اور کافی تیار کرتی رہیں۔ جب کافی [illegible] ہو گئی تو انہوں نے ایک پیالی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ کافی نہیں ہے، پلا رہی ہوں لیکن بظاہر تو یہی شخص پئے گا اسی [illegible] میں کافی اترے گی۔ تمہارا کیا بھلا ہو گا؟"

اس نے جواب دیا "ممی کافی سے تو میرا بھلا نہیں ہو گا میں [illegible] نہیں پی رہا ہوں لیکن صرف آپ کا ساتھ دینے کے لیے میں [illegible] کافی پلانے کے لیے کہا تھا۔ چلیں اس کا بھلا ہو جانے [illegible]"

ہم ایک چھوٹی سی میز کے اطراف کافی پینے کے لیے بیٹھ [illegible] اس نے کافی کی ایک چسکی لی تو میں نے ممی سے کہا۔ "ممی [illegible] اب میں اس کے دماغ کو آزاد چھوڑتا ہوں۔ اس کے بعد [illegible] میں لے لوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایکدم سے [illegible] کر آس پاس کچن کو دیکھنے لگا۔ پھر اپنے سامنے بیٹھی ہوئی [illegible] پر بڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر کہنے لگا "تم۔۔۔ تم جادوگرنی ہو [illegible] ٹریپ کر رہی ہو اور مجھے میرے مقصد میں کامیاب ہونے [illegible] نہیں دو گی، لیکن میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم [illegible] دو بھر کر دیا ہے۔ میں سوچ سوچ کر پریشان ہوتا ہوں کہ آخر تم کیا چکر چلاتی ہو کہ میں تمہیں نقصان پہنچائے بغیر واپس چلا جاتا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا اور وہ چپ چاپ کرسی پر بیٹھ کر کافی پینے لگا۔ ممی زور زور سے قہقہے لگا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ "بیٹے! تم کمال کا علم رکھتے ہو۔ مزہ آ گیا۔ ایسا لطیفہ اگر کسی کو سنایا جائے تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔"

جب اس نے آدھی پیالی پی لی تو میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا وہ پھر چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ اسے مٹھاس لگ رہی تھی اور وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اب تک کافی پیتا رہا ہے۔ وہ پھر اٹھنا چاہتا تھا لیکن میں نے بٹھا دیا۔ اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے کافی پلانے لگا۔ ایسا مہربان دشمن تو اسے کبھی نہیں ملا ہو گا جو اسے کافی پلا کر مارنا چاہتا تھا۔

جب اس نے کافی کی پیالی ختم کر لی یعنی آخری گھونٹ پی گیا تو جیسے ہی اس نے آخری گھونٹ منہ میں رکھا میں نے اس کو زور سے اندر کی طرف سانس لینے پر مجبور کیا۔ اس نے جیسے ہی اندر کی طرف سانس لی ویسے ہی ٹھسکا لگا اور وہ کھانسنے لگا میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اب وہ بُری طرح کھانس رہا تھا اور ممی بُری طرح قہقہے لگا رہی تھیں۔ میں نے ممی کی سوچ میں کہا "اب رات بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ آپ آرام سے سو جائیں۔ میں اسے اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

وہ میز پر جھکا ہوا کھانس رہا تھا اور اپنے سر کو ایک ہاتھ سے ٹھونک رہا تھا تاکہ جو کافی اوپر دماغ پر چڑھ گئی تھی وہ نیچے کی طرف سرک آئے۔ میں نے اسے وہاں سے اٹھا دیا پھر دروازے کی طرف جاتے ہوئے ممی کو ایک بار دیکھنے کے بعد اس نے گھونسا دکھایا۔ اس کے بعد پھر میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ اس دروازے سے باہر نکل کر اب کوٹھی کے باہر چلنے لگا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ باہر جانے کے بعد پتہ چلا کہ اس نے ممی کے دربان کو زخمی کر کے بے ہوش کر دیا تھا۔ وہ بے چارہ گیٹ پر پڑا ہوا تھا۔ میں نے اسے ہاتھ لگانے کا موقع نہیں دیا اور اسے لیتا ہوا اس کوٹھی سے دور چلا گیا۔

اب اس کی کھانسی ختم ہو گئی تھی۔ اس کا گلا صاف ہو گیا تھا۔ میں اس کے گلے سے پنجابی زبان میں ماہیا گانے لگا۔ رات سنسان تھی، سڑکیں ویران تھیں، دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا اور وہ ماہیا گاتا ہوا جا رہا تھا۔ میں ہر ٹھسکر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیتا تھا تاکہ اسے پتہ چلتا رہے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے اور وہ کہاں سے کہاں پہنچ رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد سامنے سے کچھ لوگ آتے ہوئے نظر آئے۔ ان میں دو عورتیں تھیں اور چار مرد

تھے۔ وہ سب ہنستے بولتے ہوئے چہل قدمی - - - - - - - - کرتے ہوئے چلے آرہے تھے۔ اس نے اپنی مٹھی باندھی پھر اس میں سے کلمے کی انگلی نکالی اور انگوٹھے کو اوپر کیا پھر ہاتھ کا ریوالور بناتے ہوئے کہا "خبردار کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے ورنہ شوٹ کردوں گا تم لوگوں کی جیب میں جتنا مال ہے سب نکال کر رکھ دو۔"

آنے والے ٹھٹھک گئے پھر ایک نے اس کے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے کہا "ارے یہ تو کوئی پاگل کا بچہ معلوم ہوتا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پھر ایک بار لڑکھڑا سا گیا پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے جلدی سے سنبھل کر بولا۔ "معاف کیجئے گا کچھ ایسی حرکتیں کر رہا ہوں جس کی وجہ آپ کو بتا نہیں سکتا۔" وہ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آخر وہ ایسی حرکتیں کیوں کر رہا ہے لیکن میں نے اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اچانک چھلانگ لگائی اور ایک عورت کے پاس پہنچ کر اسے دبوچ لیا اسی وقت میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

عورت چیخ ہی تھی۔ اسی وقت ایک دھماکے سے اس کے منہ پر گھونسہ پڑا وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ میں اس کے دماغ کو چونکہ آزاد چھوڑ چکا تھا اس لیے وہ پریشان ہو گیا تھا۔ وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا لیکن چار پانچ مردوں نے اسے چاروں سے گھیر لیا بھاگنے کا موقع نہیں دیا۔ پھر اس کی اچھی طرح پٹائی ہونے لگی۔

پھر یوں ہونے لگا کہ میں اس کے دماغ پر قابض ہوتا تو وہ مقابلے کے لیے ان کے سامنے جم کر کھڑا ہو جاتا اور ایک ایک کو للکارنے لگتا۔ جب کسی کا گھونسہ کسی کی لات اس پر پڑتی تو میں اس کے دماغ سے نکل آتا کہ وہ لاتوں اور گھونسوں کی اذیتوں کو برداشت کر سکے۔

ڈیل فنگر کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا اسے بھی چاروں طرف سے چار آدمیوں نے گھیر کر پٹائی شروع کی تھی لیکن اس کی پٹائی میں میرا ہاتھ نہیں تھا۔ وہ خود ہی غصے کی حالت میں ان لوگوں کو للکار چکا تھا اس لیے اپنے انجام کو پہنچا تھا۔ یہاں میں نے اس شخص کو چاروں کے ہتھے چڑھا دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ادھ موا ہو کر زمین پر گرپڑا تب ان چاروں نے اسے ایک ایک لات مار کر چھوڑ دیا اور اپنی عورتوں کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔

وہ زمین پر پڑا ہوا کراہ رہا تھا "مادام! مجھے معاف کردو۔ آئندہ مجھ سے ایسی غلطی نہیں ہوگی۔ میں کبھی آپ کی طرف رخ بھی نہیں کروں گا۔ مادام! مجھے معاف کردو مادام!"

اس نے اس بری طرح مار کھائی تھی کہ اس کا ایک اگلا دانت ٹوٹ گیا تھا۔ منہ سے اور ناک سے لہو بہہ رہا تھا۔ بال بکھر گئے تھے۔ کپڑے تار تار ہو گئے تھے۔ اس میں اب مقابلے کی سکت نہیں رہی تھی لیکن میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں نے دماغی قوتوں سے اسے اٹھنے پر مجبور کیا۔ وہ وہاں سے اٹھا اور لڑکھڑاتے ہوئے ایک کوٹھی کی طرف بڑھنے لگا۔ میں جانتا تھا کہ اب یہ مادام کی طرف نہیں جائے گا۔ اسے اچھا سبق حاصل ہو چکا ہے لیکن میں ابھی مطمئن نہیں تھا۔ میں چاہتا تھا کہ تھوڑا سا سبق اسے اور سکھا دیا جائے۔ اسی خیال کے تحت میں نے اسے ایک کوٹھی کے اندر گھسا دیا۔

کوٹھی والے سمجھ گئے کہ کوئی پاگل وہاں گھس آیا ہے۔ ان میں سے ایک نے فون کے ذریعے پولیس والوں کو اطلاع دی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا کیونکہ اب وہ پولیس کے ہتھے چڑھنے والا تھا۔ اب یا تو وہ حوالات میں بند ہو جاتا یا پھر پاگل خانے بھیج دیا جاتا۔ اب وہ وہاں بیٹھ کر اطمینان سے سوچ سکے گا کہ آئندہ بھی کسی کا پیچھا کرنا چاہیے یا نہیں۔

میں اس کی حالت پر خیال خوانی کے دوران مسکرا رہا تھا جب میں واپس ٹریلر کیبن میں پہنچا تو میرے چہرے پر بدستور مسکراہٹ تھی۔ ٹریلر کیبن میں بیٹھے ہوئے بسی کے کچھ آدمی میری طرف دانت نکالے دیکھ رہے تھے یعنی وہ بھی مجھے مسکراتے دیکھ کر مسکرا رہے تھے تب مجھے احساس ہوا کہ میں خیال خوانی کے دوران کتنی دیر سے مسکرا رہا تھا اور یہ لوگ مجھے تماشہ سمجھ کر دیکھ رہے تھے۔ میں بھی جھینپ کر دوبارہ مسکرانے لگا پھر جلدی سے بات بنائی۔ اشاروں سے انہیں سمجھایا کہ "میں اپنی محبوبہ کے تصور میں کھویا ہوا تھا اور وہ مجھ سے ایسی باتیں کر رہی تھی کہ میں مسکرانے لگا تھا ——" وہ لوگ میرے اشاروں کی زبان کو سمجھتے ہوئے ہاں ہاں کے انداز میں اپنا سر ہلانے لگے۔

ایک گھنٹے بعد ہم کیلیفائی پہنچ گئے۔ وہاں ہمیں ایلٹ پاکستان رائفلز کے جوان نظر آئے۔ تعجب ہوا کہ پاکستان کی سرحد میں کوئی حفاظتی چوکی نہیں تھی۔ کوئی ہمیں روکنے والا نہیں تھا۔ اتنی دور اندر آنے کے بعد ایک پولیس چوکی والوں نے ہمیں روکا اور ہمارے کاغذات دیکھنے لگے۔

اس پولیس چوکی میں ایک سینئر آفیسر پنجابی تھا اور ایک جونیئر بنگالی تھا۔ ہمارے کاغذات مکمل تھے۔ کسی قسم کی پریشانی نہ ہوتی لیکن وہ پریشان کرنے پر آمادہ نظر آرہے تھے۔ وہ رشوت کے عادی تھے اور ہم سے کچھ رقم حاصل کرنا چاہتے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں بھی پنجاب کا رہنے والا ہوں - - - - وہ مجھے کاغذات کے مطابق کراچی کا باشندہ سمجھ رہے تھے۔ میں نے آفیسر سے کہا "سوری آفیسر! میری عادت نہیں ہے کہ میں کسی کو رشوت دوں اور میں اسے اپنی پوری قوم کی توہین سمجھتا ہوں کہ آپ بحیثیت ایک ذمہ دار آفیسر رشوت لینا چاہیں گے اور میں رشوت دوں گا۔ ہم دونوں کے لیے یہ بات ہتک ہے۔"

دونوں افسران نے مجھے گھور کر دیکھا۔ میری نصیحت اور میری مہذب قسم کی باتیں انہیں ناگوار گزر رہی تھیں۔ وہ قوم اور وطن کے متعلق کچھ کہنیں سننا چاہتے تھے۔ انہیں صرف پیسے کی ضرورت تھی۔ ان میں سے جونیئر افسر نے کہا "ہم رشوت خود نہیں لیں گے تمہیں غلط سمجھ رہے ہو۔ ہم تو اپنے فرائض انجام دیں گے اور تمہاری گاڑی کی پوری چیکنگ کریں گے۔"

میں نے کہا "جی ہاں! میں خوب اچھی طرح سمجھتا ہوں گاڑی کی چیکنگ کرنے کے دوران اندر جائیں گے اور جو چرس کا چھوٹا ڈبہ نکل پھینک دیں گے پھر مجھ پر یہ الزام عائد ہوگا کہ میں چرس سمگل کرتا ہوں میں تم جیسے لوگوں کے ہتھکنڈوں سے خوب اچھی طرح واقف ہوں۔ میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے مجھے بھکنے کی کوشش نہ کرو۔"

سینئر افسر نے پوچھا "تو اس کا مطلب ہے تم ہمیں گاڑی چیک نہیں کرنے دو گے؟"

میں نے مسکرا کر پنجابی زبان میں کہا "میں دل وجان سے چیکنگ کا موقع دوں گا لیکن میں پولیس والوں کے ہتھکنڈے بھی سمجھائے دے رہا ہوں کہ مجھ پر یہ - - - - اثر نہیں کریں گے اس کے بعد آپ لوگ مالک و مختار ہیں۔ جائیں اور میری گاڑی کو اچھی طرح چیک کریں۔"

میری زبان سے پنجابی بولی سن کر پہلے تو وہ ٹھٹھک گیا مگر اس نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ جونیئر افسر اور دو پولیس والوں نے میرے ساتھ گاڑی کے اندر چلا گیا۔ وہ اصل پنجابی ہوں، بنگالی ہوں یہ تو نہیں معلوم لیکن پوری قوم کبھی غلط نہیں ہوتی۔ اس کے چند افراد ہی غلط کاریاں کرتے ہیں جو پوری قوم کو بدنام کر دیتے ہیں۔

وہ لوگ اندر جا کر چیک کرتے رہے اور میں ان کے دماغ میں چیکنگ کرتا رہا کہ وہ کوئی غلط حرکت نہ کریں پھر یہ بھی کہ میرے ٹریلر کیبن میں قیمتی چیزیں رکھی ہوتے تھے اور وہ اسی جگہ جا ہوا تھا۔ میں وہاں انہیں پہنچنے نہیں دینا چاہتا تھا اگر وہ وہاں پہنچ بھی جاتے تو اس بریف کیس کو دیکھنے کے باوجود نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ میں ایسا کرنے والے دماغ میں پہنچ جاتا تھا۔

میرا خیال درست نکلا۔ وہ چرس تو نہیں البتہ کوکین کے پیکٹ کہیں چھپانا چاہتے تھے اور مجھ پر الزام لگانا چاہتے تھے کہ میں کوکین اسمگل کرتا ہوا یہاں تک آیا ہوں اور وہ مجھے اس بہانے روک دیتے۔ میں نے انہیں اس کا موقع نہیں دیا۔ اتفاق کی بات کہ وہ سینئر افسر کوکین کا پیکٹ لے کر اسی بریف کیس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔

وہ بریف کیس کے پاس آیا۔ اسے ہاتھ لگایا۔ ذرا سے سہلاتا بھی رہا لیکن اسے کھول کر نہ دیکھ سکا کیونکہ میں دیکھنا نہیں چاہتا تھا تو وہ کیسے دیکھ لیتا؟ اس کا دماغ میری مٹھی میں تھا۔ پھر وہ وہاں سے پلٹ گیا۔ جب وہ پلٹ کر جانے لگا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تب وہ چونک کر پوچھنے لگا "یہ کیا، کیا میں نے وہ پیکٹ بریف کیس میں رکھ دیئے ہیں؟"

اس نے اپنی جیب کو ٹٹول کر دیکھا تو کوکین کا پیکٹ وہاں موجود تھا۔ وہ پھر پلٹ کر بریف کیس کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت میں پھر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ بریف کیس کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ اسے غور سے دیکھتا رہا لیکن پھر بھی کھول نہ سکا پھر وہ واپس آگیا واپس آنے کے بعد جب وہ گاڑی سے باہر نکلا تو باہر جونیئر آفیسر اس کا منتظر تھا اس نے آہستگی سے پوچھا "کیا کام ہو گیا؟"

کام ہونے کا مطلب یہ تھا کہ اس نے کوکین کا پیکٹ بریف کیس میں رکھ دیا ہے یا نہیں؟ سینئر آفیسر نے اثبات میں سر ہلایا۔ جونیئر افسر مطمئن ہو کر میری طرف دیکھنے لگا۔ میں دور کھڑا ہوا تھا وہ دونوں مسکراتے ہوئے میری طرف بڑھنے لگے۔ اسی وقت میں - - - نے سینئر افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تب وہ پھر ایکبارگی چونک کر اپنی جیب کو ٹٹولنے لگا۔ اس کے بعد اس نے ٹھٹھک کر جونیئر افسر کے بازو کو تھام لیا اور آہستگی سے بولا "سوری میں تو وہ پیکٹ وہاں نہیں رکھ سکا۔"

جونیئر افسر نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا پھر کہا "میں سب سمجھتا ہوں ابھی تم نے کہا تھا کہ وہ پیکٹ تم نے رکھ دیا ہے۔"

"میں نے کب کہا تھا؟ میں نے تو یہ بات کبھی نہیں کہی۔"

"تم نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا تھا۔"

"تمہارے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔"

"غلطی نہیں ہوئی۔ یہ کہو کہ یہ گاڑی والا پنجابی ہے اور تم اس کی حمایت کر رہے ہو۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ دراصل میں بتا نہیں سکتا کہ مجھے کیا ہو گیا تھا اور میں وہ پیکٹ کیوں نہیں رکھ سکا۔"

"تم جا نہیں سکتے۔ میں سمجھ سکتا ہوں، تمہیں پنجابیت ہو گئی تھی اسی وجہ سے تم نے اس کی حمایت کی۔"

اس بار سینیئر افسر کو غصہ آ گیا اس نے جھنجلا کر کہا "ہاں وہ میرا ہم وطن ہے اور ہم قوم ہے۔ میں نے اس کی حمایت کی۔ میں اس کو چھانسا نہیں چاہتا اور اس سے رشوت نہیں لینا چاہتا۔"

جونیئر افسر نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہم بھی اپنے لوگوں کی حمایت کریں گے تم دیکھ لینا یہ جو ملک ہے یہ ہمارے تمہارے درمیان متحد ہو کر نہیں رہ سکتا۔ ہم ایک دن ہنگامہ خیز قائم کریں گے یہاں ہمارا راج ہوگا اور ہم اپنی مرضی سے رشوت لیا کریں گے۔"

ان کی باتیں سن کر مجھے ہنسی بھی آئی اور افسوس بھی ہوا یہ سوچ کر کہ ملکوں میں تبدیلی ہوتی ہے وہ اچھے لوگوں کے درمیان کبھی نہیں ہوتی۔ غلط لوگ ایسا کرتے ہیں اور وہ لوگ جو بہ حسب الوطنی سے نہیں بلکہ چوری اور رشوت خوری اور دوسرے جرائم کے ذریعے دولت حاصل کرنے کے جذبے سے سوچ رہے تھے کہ ملک دولت مند ہو جائے گا اور ملک کا کون سا ٹکڑا کس کے حصے میں آئے گا وہ زیادہ سے زیادہ کس طرح منافع حاصل کریں گے۔

سینیئر آفیسر نے کہا "تم نے کچھ ایسی غلط باتیں کیں مجھے غصہ آ گیا تھا۔ میں نے غصے میں ایسی باتیں کر دی تھیں۔ بہرحال اب یہ غصہ تھوک دو اور تمہیں میری باتوں کا یقین نہ ہو تو تم خود ہی جا کر وہاں وہ پیکٹ رکھ دو، بلکہ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں اور ہم دونوں وہاں جائیں گے۔ تم اپنے ہاتھوں سے میری جیب سے پیکٹ نکال کر اسے وہاں رکھ دینا، پھر منظور ہے؟"

جونیئر آفیسر راضی ہو گیا۔ وہ پلٹ کر پھر گشتی گاڑی کی طرف جانے لگے اتنی دیر میں غلام نے گشتی گاڑی کے دروازے کو لاک کر دیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا "جناب آپ اچھی طرح چیک کر چکے ہیں پھر اب کیا چاہتے ہیں؟"

ایک آفیسر نے تیور بدل کر کہا "یہ ہمارا معاملہ ہے۔ ہم مطمئن نہیں ہیں اور جب تک مطمئن نہیں ہوں گے بار بار چیک کریں گے اپنے آدمی سے کہو کہ دروازہ کھول دے۔"

میں بات نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔ میں نے غلام کو اشارہ کیا تو اس نے دروازہ کھول دیا۔ دونوں آفیسر پھر گاڑی کے اندر چلے گئے۔ میں اُن کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اس بار جونیئر آفیسر نے کوشش کی کہ وہ پیکٹ وہاں کسی طرح رکھ دے۔ اس نے اندر پہنچنے کے بعد سینیئر آفیسر کی جیب سے وہ پیکٹ نکال لیے تھے اور کہیں رکھنا چاہتا تھا کہ پھر میں نے اس کی زبان سے کہلوایا "ابھی بات ہے تم باہر جاؤ۔ میں اسے کہیں چھپا کر آتا ہوں۔"

سینیئر آفیسر نے کہا "میرے باہر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ تم چھپا دو میں یہاں کھڑا ہوا ہوں۔"

اس نے کہا "نہیں، میں یہاں سوچوں گا کہ مجھے کہاں چھپانا چاہیے اور کیا کرنا چاہیے۔ کیا تم میری اتنی سی بات نہیں مان سکتے؟"

سینیئر افسر نے لاپرواہی سے شانے اچکائے اور بڑبڑاتا ہوا چلا گیا "عجیب بات ہے۔ تم تو ایسے شرما رہے ہو جیسے گناہ کرنے والے ہو۔ بھئی پیکٹ ہی تو چھپانا ہے۔ چلو چھپاتے رہنا۔ میں باہر انتظار کر رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ باہر آ گیا میں ہنگامی افسر کے دماغ میں موجود رہا اس نے کئی بار یہ کوشش کی کہ وہ پیکٹ رکھ دے لیکن وہ ناکام رہا میں نے ہمیشہ کی طرح دماغ پر قابض ہو کر پیکٹوں کو اس کی جیب میں ہی مورفز دیا۔ آخری بار جب وہ واپس آیا تو میرا معمول بنا ہوا تھا اور مطمئن تھا کہ اس نے پیکٹ رکھ دیے ہیں۔

سینیئر آفیسر نے قریب آ کر پوچھا "کیا ہوا پیکٹ رکھ دیے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا پھر وہ دونوں میری طرف آنے لگے۔ اس بار دونوں مسکرا رہے تھے۔ اسی وقت میں نے ہنگامی افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے ٹھٹک کر لڑکھڑایا اور پھر سینیئر آفیسر کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ سینیئر افسر نے پوچھا "کیا ہوا کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "کیا بتاؤں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں وہاں پیکٹ رکھنا چاہتا تھا لیکن رکھ نہ سکا۔ وہ ہی تک میری جیبوں میں رکھے ہوئے ہیں۔"

تب وہ دونوں مجھے حیرانی و پریشانی سے دیکھنے لگے اور ان دونوں کے دماغ میں یہ باتیں تھیں کہ میں کوئی پُراسرار علم جانتا ہوں جس کی وجہ سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ جونیئر آفیسر آگے بڑھ کر میرے قریب آیا پھر اس نے آہستگی سے پوچھا "کیوں مسٹر! سچ سچ بتاؤ کیا چکر ہے؟"

میں نے معصوم بن کر پوچھا "کیسا چکر؟ تم پوچھنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ تم کوئی پُراسرار علم جانتے ہو۔ ہم جو کچھ تمہارے خلاف کرنا چاہتے تھے نہیں کر سکے اور یہ کبھی تم بتاؤ گے کہ ہم کیا کرنا چاہتے تھے؟"

میں نے لاپروائی سے منہ بنا کر کہا کہ "میں کیا جانوں کہ تم کیا کرنا چاہتے تھے۔ میں کوئی غیب کا علم نہیں جانتا ہوں۔"

سینیئر آفیسر نے آگے بڑھ کر کہا "تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم کوئی جادوگر ہو۔ کوئی پُراسرار علم جانتے ہو۔ تم نے پہلے بھی ہم سے کہہ دیا تھا کہ ہم چور ہیں یا کوئی کاپیکٹ تمہاری گاڑی میں چھپانا چاہتے ہیں۔ بتاؤ کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا تھا؟"

بھئی آپ دونوں آفیسر کہاں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اگر میں

ثبوت دینا نہیں چاہتا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ دونوں مجھ پر طرح طرح کے الزامات لگائیں۔ آپ نے گاڑی چیک کر لی۔ اب کاغذات مجھے دے دیں۔ میں جا کر کسی ہوٹل میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

ایک آفیسر نے کہا "ابھی تمہارے کاغذات ہم پھر سے چیک کریں گے اور اس کے لیے صبح ہو جائے گی۔ تم دونوں اپنی گاڑی میں جا کر بیٹھ سکتے ہو لیکن یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔"

میں نے کہا "جناب یہ تو کھلی دھاندلی ہے۔ آپ خواہ مخواہ اپنے ملک کے شہریوں کو پریشان کر رہے ہیں۔ ہمیں جانے کی اجازت دیں ورنہ میں خود یہاں سے جانا جانتا ہوں۔"

آفیسر نے اپنے سپاہیوں کو ہوشیار رہنے کے لیے کہا اور پھر وہ مجھ سے بولا "اگر زبردستی جا سکتے ہو تو یہاں سے آگے بڑھ کر دکھاؤ۔ ہم تمہیں شوٹ کر دیں گے۔"

میں نے نرم پڑتے ہوئے کہا "اچھی بات ہے آپ لوگ اپنے دفتر میں بیٹھ کر کاغذات چیک کریں میں گاڑی میں جا کر بیٹھا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں غلام کے ساتھ سامنے کی گودی میں اٹھا کر گاڑی میں چلا آیا۔ غلام نے کہا "آقا یہ تو بڑی دھاندلی کر رہے ہیں مجھے بہت غصہ آ رہا ہے۔ کیا میں انہیں اپنا ہاتھ دکھاؤں؟"

"پاگل نہ بنو۔ دیکھ رہے ہو کہ یہاں مسلح سپاہی موجود ہیں پھر یہ ہمارے ملک کے سپاہی ہیں۔ ہم ان پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے جو طریقہ ہے، اسی طریقے سے میں آگے بڑھوں گا۔ دیکھتے رہو کہ یہ لوگ کیسے اجازت دیں گے۔"

وہ دونوں آفیسر اپنے دفتر میں جا کر بیٹھ گئے تھے وہ اس بات پر بحث کر رہے تھے کہ آخر... کونسی کاپیکٹ ہماری گاڑی میں کیوں نہ رکھ سکے۔ انہیں کیا ہو گیا تھا۔ اس دوران میں ایک آفیسر کے دماغ میں جھانکتا رہا اور یہ معلوم کرتا رہا کہ ان کا سینیئر آفیسر کون ہے اور اس وقت کہاں ہے۔ پتہ چلا کہ وہ اپنے بنگلے میں آرام کر رہا ہے۔ میں نے اس آفیسر کے دماغ پر قابض ہو کر اس کا فون نمبر معلوم کیا اور پھر اسی کے ہاتھوں سے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے دوسرے آفیسر نے پوچھا "کہاں فون کر رہے ہو۔" تب نے اس آفیسر کی زبان سے جواب دیا "مجھے میری وائف یاد آ رہی ہے، ذرا میں اس کی خیریت معلوم کر لوں۔"

وہاں اتنی دیر میں فون پر رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ اُدھر سے سینیئر آفیسر کی بیگم نے ریسیور اٹھا کر پوچھا تھا "ہیلو کون ہیں جی؟"

"جی، میں سارجنٹ خالد بول رہا ہوں۔ ذرا سر کو ببیلہ کر دیں۔"

"وہ گہری نیند سو رہے ہیں۔ ایسے وقت اٹھایا جاتے تو ناراض ہو جاتے ہیں۔ کیا بہت ضروری کام ہے؟"

"جی ہاں ضروری کام ہے اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ ذرا انہیں بیدار کر دیں۔"

فون پر خاموشی رہی۔ تھوڑی دیر تک وہ انتظار کرتا رہا۔ پھر اس کے بعد کسی آفیسر کے دہاڑنے کی آواز سنائی دی "کیا بدتمیزی ہے۔ کیا چاہتے ہو۔ ایسی کونسی ضرورت آن پڑی ہے کہ تم مجھے فون پر اطلاع دے رہے ہو؟"

اس کی باتیں سنتے ہی سارجنٹ خالد نے ریسیور رکھ دیا۔ اب وہ دوسری بار اپنے گھر کا نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ جب رابطہ قائم ہو گیا اور اس کی بیوی نے ریسیور اٹھایا تو میں نے... فون کرنے کے دوران اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا اور وہاں سے چلا آیا۔

اب دماغی طور پر حاضر ہونے کے بعد میں نے غلام سے کہا کہ وہ یہاں سے جائے پینے یا کسی اور بہانے سے چلا جائے اور کم از کم آدھ گھنٹے کے بعد واپس آئے۔ غلام نے میری ہدایت پر عمل کیا اور وہاں سے جانے لگا۔ سپاہی نے اسے روکا تو میں نے کہا کہ اسے جانے دیا جائے ضمانت کے طور پر میں یہاں موجود ہوں۔ ہماری گاڑی یہاں موجود ہے۔ ذرا سی بحث تکرار کے بعد اسے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ غلام وہاں سے چلا گیا۔ میں تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد میں نے ان کے سینیئر آفیسر مسٹر شہید اللہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ دوبارہ گہری نیند سو گیا تھا۔ میں نے اسے نیند کی حالت میں ٹریپ کیا اب وہ میرا معمول بن گیا تھا۔ نیند کی حالت میں وہ اپنے بستر سے اٹھ کر ٹیلیفون کے پاس آیا پھر اس نے نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر میں اس دفتر میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جہاں وہ دونوں... افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک افسر نے ریسیور اٹھا کر "ہیلو" کہا تو میں نے اس سینیئر آفیسر کی زبان سے کہا "ہیلو! یہاں ایک عجیبی آیا ہوا ہے وہ کہہ رہا ہے کہ تم لوگوں نے گشتی گاڑی والوں کو روک رکھا ہے اور ان کے کاغذات واپس نہیں کر رہے ہو۔ میں تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ پانچ منٹ کے اندر انہیں ریلیز کر دو یا پھر انہیں روکنے کی معقول وجہ فوراً بیان کرو۔"

ہمیں روکنے کی کوئی معقول وجہ نہیں تھی اس لیے فوراً ہی الرٹ ہو کر کہا "یس سر! ہم انہیں ابھی ریلیز کر دیتے ہیں۔"

پانچ منٹ سے پہلے ہی وہ دونوں آفیسر ہمارے کاغذات لے کر دفتر سے باہر نکلے پھر انہوں نے مجھے گاڑی سے باہر بلایا اور وہ کاغذات میرے حوالے کرتے ہوئے مجھے گھورتے رہے پھر ایک نے کہا "تم نے یہ بہت بُرا کیا۔ ہمیں اگر معلوم ہوتا کہ تم اس عیبی ملازم کو ہمارے سینیئر آفیسر کے پاس بھیج رہے ہو تو ہم بھی اسے یہاں

سے جانے کی اجازت نہ دیتے۔ بہرحال اپنے کاغذات سنبھالو اور یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤ۔ چلو بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "میں اتنی جلدی نہیں بھاگ سکتا اس لیے کہ میرا وہ مینشی ملازم ابھی واپس نہیں آیا ہے۔ کیا خیال ہے کیا اتنی دیر میں مجھے ایک پیالی چائے نہیں پلائیں گے؟"

وہ دونوں غصّے میں مجھے دیکھتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد غلام واپس آگیا۔ ہم نے ان چھ آدمیوں کو اپنی گاڑی میں بٹھایا ہوا تھا جنہیں ہم دو ایک بستی سے لے آئے تھے اور انہیں راشن خرید کر دینا چاہتے تھے۔ بازار بند تھے۔ ہم نے انہیں ایک ہوٹل میں ٹھہرنے کے لیے کہا تاکہ سورے ان کی ساری مرادیں پوری کر سکیں۔ انہیں ایک چھوٹے سے ہوٹل میں ٹھہرانے کے بعد میں اور غلام سامی کو لے کر ایک بڑے سے ہوٹل میں آگئے۔ وہاں ہم نے اپنے لیے ایک کمرہ کرائے پر لیا اور پھر رات گزارنے کے لیے وہاں ٹھہر گئے۔

غلام بے حد تھکا ہوا تھا۔ سونا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ تم کل صبح اپنے پاس جتنی رقم ہے وہ لے کر بازار چلے جانا اور ان چھ آدمیوں کو راشن اور کپڑا خرید کر دے دینا تاکہ وہ لوگ جلد سے جلد اپنی بستی واپس چلے جائیں۔ میں پی آئی اے کے آفس پر جا کر معلوم کروں گا۔ اگر مجھے کراچی یا لاہور کے لیے کوئی سیٹ مل جائے گی تو میں کل ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے غلام کو رخصت کر دیا۔ وہ دوسرے کمرے میں جا کر سو گیا۔ میں نے ایک سگریٹ سلگایا پھر ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر اس کے کش لگاتا ہوا سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ سونیا اس وقت جوئے خانے کے ماحول میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سگریٹ کا دھواں پورے ماحول کو دھندلا کیے ہوئے تھا۔ لوگوں کا جماد جما سا شور سنائی دے رہا تھا وہ جس میز پر بیٹھی ہوئی تھی وہ ...لانبی سی تھی اور اس کے اطراف کئی کھیلنے والے اپنے اپنے ہاتھوں میں تاش کے پتے لیے بیٹھے ہوئے تھے۔

کھیلنے والے چھ تھے، ساتویں سونیا تھی اور فلیش کا کھیل ہو رہا تھا۔ اس وقت سونیا بہت معمولی سی جیت پر تھی وہ بھی اکیلے کہ اس جوئے خانے کا دستور تھا ــــ کہ جب کوئی نیا کھلاڑی وہاں آتا تھا تو اسے جیتنے کا موقع دیا جاتا تھا۔ تھوڑی سی اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی، تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ رقم داؤ پر لگائے۔ اسی طرح وہ لوگ سونیا کو ڈھیل دے رہے تھے اور اسے جیتنے کا موقع دے رہے تھے۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ تقریباً پانچ ہزار ڈالر جیت چکی تھی۔

سونیا کے دائیں طرف بیٹھا ہوا ایک شخص کسی سے کچھ بول رہا تھا۔ میں اس کے لب و لہجے کو یاد کرنے لگا۔ اس کے جواب میں

کسی دوسرے شخص نے کچھ کہا۔ میں اس کے لب و لہجے کو یاد کرنے لگا اسی طرح مجھے کچھ وقت اس سلسلے میں صرف کرنا پڑا اور میں رفتہ رفتہ ان چھ کھلاڑیوں کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ اتنی دیر میں سونیا تین ہزار کی بازی ہار چکی تھی۔ اب اس کے پاس مزید دو ہزار کے علاوہ اپنے ایک ہزار ڈالر رکھے ہوئے تھے۔

جیتنے والا ایک شارپر تھا۔ نامور پتے باز ــــ اور اس جوئے خانے کے مالکوں میں سے ایک تھا۔ اس بار وہ پتے پھینٹنے لگا۔ میں اس کے دماغ میں موجود تھا اور بڑی حیرانی سے یہ دیکھ رہا تھا کہ وہ پتے پھینٹتے وقت یہ یاد رکھتا تھا کہ اس تاش کی گڈی میں کون سا پتہ کدھر جا رہا ہے۔ اس کے دماغ کی، اس کی یادداشت کی اور اس کے حساب کتاب کی داد دینا پڑتی تھی میں حیرانی سے دیکھتا رہا لیکن جب اس نے آخری بار پتے پھینٹے چاہے تو میں نے اس کے دماغ کو گڑبڑا دیا۔ اب وہ بوکھلا کر ندامت کا شکار ہو گیا۔ ایک شخص نے پوچھا "کیا بات ہے تم پتے پھینٹتے ہی ہو گے یا باتوں کے بھی؟"

شارپر نے جبراً مسکراتے ہوئے کہا "ہاں بس میں ابھی بانٹ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ پھر پتے پھینٹنے لگا۔ اب کی بار وہ حساب کر رہا تھا لیکن پھر میں نے اس کے حساب کو گڑبڑا دیا۔ وہ اس بار اپنے ملازم سے چیخ کر بولا کہ فوراً ایک پیگ اس کے لیے لے کر آئے۔ اس کا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔"

اس کا ملازم چلا گیا۔ ایک کھیلنے والے نے کہا "تمہارا دماغ کام کر تا رہے گا۔ تم پہلے پتے تو بانٹو۔ اپنے پتے بعد میں دیکھ لینا اور حساب کتاب لگانا کہ نہیں ہمارے ساتھ کھیلنا ہے یا نہیں، تمہارے لیے شراب بھی آ ہی رہی ہے۔ چلو دیر نہ کرو۔ ہم بہت بے چین ہیں۔"

وہ پھر ایک بار پتے پھینٹنے لگا۔ آخری بار میں نے پھر اس کے دماغ کو گڑبڑایا تو وہ مجبور ہو گیا۔ اس بار وہ دیر نہیں کر سکتا تھا کیونکہ سب اسے شبہے کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے پتے بانٹنے شروع کر دیے۔ ہر ایک کے پاس پہلے ایک ایک پتہ پھینکا پھر دو پتے ہوئے پھر تین۔ ہر ایک کے پاس تین تین پتے آگئے۔ تین پتوں کا فلیش جاری تھا۔

پہلے بلینک چال شروع ہوئی۔ ہر کھلاڑی اپنے اپنے پاس سے دس دس ڈالر کا ٹوکن اپنے آگے بڑھانے لگا۔ جوا ب میں رقم بڑھتی گئی۔ کسی نے بندہ کسی نے بیس اور کسی نے پچیس۔ حتیٰ کہ پچاس ڈالر کے ٹوکن کی بلینک چال چلی جانے لگی۔ اس دوران میں ایک ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھ رہا تھا اور انہیں مجبور کر رہا تھا کہ وہ اب اپنے اپنے پتے اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیں۔

سب سے پہلے شارپر نے ہی اپنے پتے اٹھائے کیونکہ اسے شبہ تھا کہ وہ پتے پھینکنے میں غلطی کر چکا ہے۔ اس نے اپنے پتے دیکھے تو اس کا دل باغ باغ ہو گیا کیونکہ اس کے پاس تین جوکر آئے تھے اور تین جوکر کوئی معمولی پتے نہیں تھے۔ اس نے اپنی خوشی اور مسکراہٹ کو دباتے ہوئے تینوں پتے اوندھے رکھ دیے اور پھر ایک سو ڈالر کی چال چلی۔ بلینک چال پچاس ڈالر کی ہو رہی تھی۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے نے اپنے پتے اٹھائے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے پتے دیکھ رہا تھا۔

اس کے پاس ایک بادشاہ ایک بیگم اور ایک جوکر تھا۔ تینوں ہی شاندار پتے تھے۔ وہ بھی خوش ہو گیا لیکن اس نے بھی اپنی سرتوں کو اندر ہی اندر کچل دیا تاکہ کوئی اس کے چہرے سے اس کی کامیابی کو نہ پڑھ سکے۔ اس نے اپنے پتوں کو میز پر اندر دھانے کے بعد دو سو ڈالر کی چال چلی۔ دو گنی چال چلتے دیکھ کر سب لوگ ٹھٹھک گئے۔ اس کے ساتھ والے نے بھی اپنے پتے اٹھا لیے۔

میں ان تینوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے پاس ایک اٹھا ایک نہلا اور ایک تیگی آئی تھی۔ وہ جھنجلا کر اپنے پتے پھینک کر پرے ہٹانے لگا۔ وہ بے چارا آؤٹ ہو گیا تھا۔ چوتھے آدمی نے اپنے پتے اٹھائے میں نے اس کے پتے دیکھے۔ اس کے پاس ایک نہلا ایک اٹھا اور ایک رنگ تھا۔ بہت ہی اچھے رنگ کے پتے تھے۔ اس نے مطمئن ہو کر دو سو ڈالر کی چال چل دی۔

اس کے بعد سونیا کی باری آئی۔ وہ پتے نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ بلینک چال صرف پچاس ڈالر چلنا چاہتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اب جو کچھ بھی اس کے پاس رقم ہے وہ اندھی چال چل کر بازی کھیلے گی۔ جیتنا ہو گا تو جیت لے گی ورنہ ہار کر وہاں سے اٹھ جائے گی۔

لیکن میں نے اس کی سوچ میں اسے قائل کر دیا کہ وہ پتے دیکھے۔ آخر اس نے اپنے پتے اٹھائے انہیں ایک ایک کر کے الٹ کر دیکھا تو اس کی دونوں ہتھیلیوں میں اس وقت تین بیگمات چھپی ہوئی تھیں۔ اس نے بھی اپنی مسکراہٹ کو بڑی جلدی دبایا پھر ان پتوں کو اوندھا رکھنے کے بعد پانچ سو ڈالر کی چال چل دی۔ یہ ایسی اصاکر خیز چال تھی کہ سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ شارپر اور دوسرے لوگ سوچ رہے تھے کہ نئی اور اناڑی لڑکی کھیلنے آئی ہے اور جیت نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے اس لیے اس قسم کی چال چل رہی ہے یعنی بہت سے لوگ اس فریب میں مبتلا ہو گئے کہ سونیا کے پاس بڑا پتہ نہیں ہے۔ ہاں دکھاوے کے لیے بڑی چالیں چل رہی ہیں۔

سونیا کے بعد باقی... کھلاڑیوں نے بھی پتے اٹھائے۔ ان کے پتے چھوٹے تھے۔ قابلِ ذکر نہ تھے۔ پھر کھیل جاری ہو گیا اب جس کے پاس ستہ، اٹھا اور نہلا کے رنگ پتے تھے وہ تذبذب میں مبتلا ہو گیا تھا کہ چال آگے بڑھائے یا نہ بڑھائے۔ سبھی بڑھ بڑھ کر چالیں دے رہے تھے۔ آخر چوتھی چال جب ایک ہزار تک پہنچ گئی تو اس نے اپنے پتے ڈراپ کر دیے۔

اب سونیا کے سامنے پانچ کھلاڑی رہ گئے تھے اور ہزار ہزار ڈالر کی چالیں چل جا رہی تھیں اور اتنی بڑی چال چلنا ہر ایک کا حوصلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسری تیسری چال میں ایک ایک دو دو کھلاڑی اپنے پتے رکھ کر وہاں سے ہٹ گئے۔ آخر میں صرف تین کھلاڑی رہ گئے۔ ایک سونیا ایک شارپر اور ایک فرانسیسی سرمایہ دار تھا جو اپنی ضد پر وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنی صدیوں بھی درست تھی کہ اس کے پاس ایک بادشاہ ایک بیگم اور ایک جوکر کا سیٹ تھا اور یہ اتنے بڑے پتے ہوتے ہیں کہ کوئی بھی بڑی سے بڑی شرط لگا کر کھیل سکتا ہے۔

سونیا نے ہیرے کی ایک انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ اس کے بیگ میں ہیرے کا ایک بکلس اور ایئرنگ بھی ہوئی تھیں۔ اس نے جوئے خانے کے منیجر کو بلا کر وہ چیزیں اس کے سامنے رکھ دیں پھر انہیں گروی رکھ کر پچیس ہزار ڈالر وصول کر لیے اور اس کے بعد اپنا کھیل جاری رکھا۔

یہ مثل مشہور ہے کہ عورت اپنا خون بیچ دیتی ہے لیکن اپنا زیور کبھی نہیں بیچتی لیکن سونیا کو اپنا زیور بیچتے دیکھ کر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یا تو وہ بالکل ہی لاپروا قسم کی عورت ہے یا پھر اس کے پاس یقیناً بہت بڑے پتے آئے ہیں تبھی وہ اپنے زیورات کو داؤ پر لگا رہی ہے۔

اس کی یہ چالیں دیکھ کر شارپر نے فرانسیسی سرمایہ دار سے کہا "آؤ آپس میں سمجھوتہ کر لیں۔ جس کے پاس بڑے پتے ہوں، وہ میڈم سوزی کے ساتھ کھیلے گا ورنہ ہم بازی ہار جائیں گے۔"

فرانسیسی سرمایہ دار کے لیے انا کا مسئلہ تھا وہ ایک عورت کے سامنے نہ تو ہارنا چاہتا تھا نہ کسی سے سمجھوتہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا میں سمجھوتے کے لیے راضی نہیں ہوں۔ تمہیں کھیلنا ہے تو کھیلو ورنہ پتے پھینک دو۔"

شارپر نے سونیا سے یہی بات کہی۔ سونیا نے جواب دیا۔ "تاش کے کھیل میں سمجھوتہ بازی ایک بہت بڑی حماقت ہے۔ تم دونوں اگر سمجھوتہ کر لیتے تو میں ہوشیار ہو جاتی کہ جو میدان میں ڈٹ گیا ہے اس کے پاس یقیناً مجھ سے بڑے پتے ہوں گے اب دونوں کھیل رہے ہو تو میں مطمئن ہو کر تم دونوں سے کھیل سکتی ہوں اسی طرح ہم دو ان کے درمیان اگر سمجھوتہ ہو گیا اور تمہارے پتے بڑے نکل آئے تو یہ فرانسیسی صاحب ہمارے اس سمجھوتہ بازی سے

ہوشیار ہو جائیں گے کہ پتے یقیناً بڑے ہیں اسی لیے کھیل جاری رکھا جا رہا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم کھیلتے رہیں جس کو ڈراپ کرنا ہوگا وہ ڈراپ ہو جائے گا۔"

بہرحال کھیل جاری رہا۔ فرانسیسی سرمایہ دار کے مقابلے میں شارپر کے پاس بڑے پتے تھے لیکن وہ اس جوئے خانے کا مالک تھا اور وہاں کی رقم بہت زیادہ داؤ پر لگا نہیں سکتا تھا اسے اپنے دوسرے حصہ دار مالکوں کو جواب دینا پڑتا اس لیے اس نے اپنے پتے پھینک دیے۔ اب میدان میں صرف وہی فرانسیسی سرمایہ دار سونیا کے مقابلے میں رہ گیا تھا۔ دونوں بڑھ بڑھ کر چالیں چلنے لگے۔ تقریباً آدھ گھنٹے کے اندر سونیا کے پاس جو پچیس ہزار ڈالر تھے ان میں سے صرف پانچ ہزار ڈالر باقی رہ گئے۔ سونیا فکرمند تھی کہ چال کیسے آگے بڑھاتے۔ آخر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ شوکرا دے چونکہ ابھی ڈھائی ہزار کی چال چلی جا رہی تھی تو اسے شوکرانے کے لیے پانچ ہزار دینے پڑتے اور وہ اس کے لیے راضی ہو گئی تھی۔

میں چاہتا تھا کہ وہ بازی جلد ختم ہو جائے اس لیے خاموشی سے تماشہ دیکھتا رہا۔ سونیا نے پانچ ہزار ڈالر کے ٹوکن آگے بڑھاتے ہوئے کہا "شو۔"

مقابل نے اپنے کارڈ شو کر دیے۔ اس کے مقابلے میں سونیا نے اپنی تین بیگمات اس کے آگے رکھ دیں اور تمام ٹوکن کو اپنے آگے سمیٹ لیے سب لوگ تعریفی انداز میں "واہ۔ واہ" کر رہے تھے ایک عورت نے قریب آکر اس کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا "واہ مادام! تم نے آج عورتوں کا نام اونچا کر دیا۔ خوب شکست دی ہے ان لوگوں کو۔ معلوم ہوتا ہے آج کی رات تم جیت جیت کر پیرس کی سب سے زیادہ مالدار خاتون بن جانا چاہتی ہو۔"

سونیا نے کہا "بس جتنا کھیلنا تھا میں کھیل چکی۔ اب میں یہاں سے جاؤں گی لیکن اتنے ٹوکن میں کہاں رکھوں۔ میرے پاس تو جگہ نہیں ہے۔"

اس خاتون نے ایک بیگ آگے بڑھاتے ہوئے کہا "یہ میرے پاس اتنا بڑا بیگ موجود ہے اس میں ٹوکن رکھ لو مگر ہاں جیت کی خوشی میں مجھے سو ڈالر ضرور دے دینا۔ تمہاری مہربانی ہوگی۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "سو نہیں دو سو ڈالر دوں گی چلو تمام ٹوکن سمیٹ کر اس میں ڈال لو۔"

فرانسیسی سرمایہ دار نے کہا "یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ ابھی آدھی رات بھی نہیں گزری ہے اور تم کھیل ادھورا چھوڑ کر جا رہی ہو۔"

سونیا نے جواب دیا "کھیل ادھورا نہیں مکمل کر کے جا رہی ہوں۔ جیت میری ہوئی ہے اس لیے میرے لیے کھیل مکمل ہے۔ لوگ ہارے ہیں ان کے لیے یہ بازی ہمیشہ ادھوری رہے گی۔"

یہ کہہ کر وہ اس عورت کے ساتھ چل پڑی۔ کاؤنٹر کے پاس آکر اس نے اتنے بڑے بیگ کو کاؤنٹر کے اوپر رکھا تو کاؤنٹر کلرک نے اسے دیکھتے ہی کہا "اتنی رقم ہم کاؤنٹر پر نہیں رکھتے ہیں اسے کیش کرانے کے لیے آپ کو اندر جانا ہوگا۔"

اس نے اندر ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ سونیا کے ساتھ آنے والی عورت نے کہا "میں جانتی ہوں۔ آؤ میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں وہاں تمام کیش تمہیں مل جائے گا۔"

سونیا کی چھٹی حس نے کہا آگے خطرہ ہے لیکن جان کا خطرہ نہیں ہے کیونکہ اس جوئے خانے میں آنے کا دستور یہ تھا کہ پارٹنر رجسٹر میں نام درج ہوتا تھا پھر کھیلنے والے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے کہ وہ فلاں وقت جوئے خانے میں داخل ہو رہے ہیں پھر جوئے خانے سے باہر نکلتے وقت بھی انہیں دستخط کرنے پڑتے تھے اس طرح پولیس والوں کے پاس ان کے آنے جانے کا ریکارڈ برابر رہتا تھا۔ سونیا کو جان کا خطرہ نہیں تھا اس لیے وہ اس عورت کے ساتھ اس دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔

آگے ایک تنگ راہداری تھی۔ وہ دونوں شانہ بہ شانہ وہاں سے گزرنے لگیں۔ وہ راہداری بائیں طرف مڑ گئی پھر آگے جا کر وہ دائیں طرف مڑ گئی پھر وہ دوسری بار بھی دائیں طرف مڑنے لگی تو اس کے پیچھے اچانک ہی ایک جالی دار دروازہ ایک زوردار جھٹکے سے بند ہو گیا۔ سونیا نے پلٹ کر دیکھا وہ دروازہ چھت پر سے آیا تھا اور نیچے پہنچ کر فرش پر جم گیا تھا۔ زمین نے اس دروازے کو جکڑ لیا تھا۔ سونیا اگر پلٹ کر اس دروازے کو کھولنا چاہتی تو کھول نہ سکتی اور اسے کھولنے کی ضرورت بھی نہیں تھی وہ کسی پریہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ خوفزدہ ہے۔

اس نے سامنے کی طرف پلٹ کر دیکھا جدھر اسے گزرنا تھا وہاں سامنے کاریڈور کے آخری سرے پر ایک دروازہ کھلا ہوا تھا اس دروازے کے پرے ایک بڑا ہال نما کمرہ نظر آ رہا تھا۔ وہ کمرہ بڑی نفاست سے اور بڑی ہی خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔ وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی تعداد تقریباً بارہ تھی۔

وہ لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ جب سونیا دروازے سے داخل ہوئی تو وہ سب خاموش ہو گئے اور اسے دیکھنے لگے پھر ایک بڑے سے صوفے پر بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا "مادام اندر چلی آؤ۔ ہم تمہارے کھیلنے کے انداز سے بہت خوش ہوئے ہیں کیا نام ہے تمہارا؟"

سونیا نے کہا "مجھے سونی بونزو کہتے ہیں۔"

"یہ نام تمہاری شخصیت کے ساتھ نہیں جچتا ہے۔ بونزو تمہارے باپ کا نام ہے یا شوہر کا۔ اگر شوہر کا ہے تو تم شوہر والی نظر نہیں آتی ہو۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "کیا تم قیافہ شناس ہو کہ میرے چہرے کو پڑھ کر میری ہسٹری معلوم کر رہے ہو؟"

اس صوفہ پر بیٹھنے والے شخص نے مسکرا کر کہا "ہاں! تم نے مجھے درست سمجھا ہے۔ میں قیافہ شناس ہوں اور میں تمہارے چہرے کو دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ یہ تمہارا اصلی چہرہ نہیں ہے۔"

سونیا کھل کر مسکرانے لگی پھر بولی "ہاں میں اس مصنوعی چہرے سے بیزار ہو گئی ہوں۔ جس دشمن کو بیوقوف بنانا چاہتی تھی وہ بیچارہ ابھی پولیس کی حراست میں ہے اور میں یہ میک اپ اتار دینا چاہتی ہوں۔ کیا تم میرے لیے ڈریسنگ کریم منگا سکتے ہو؟ میں ابھی تمہیں اپنا اصلی چہرہ دکھا کر خوش کر دوں گی۔"

وہ بڑے صوفے پر بیٹھنے والا شاید سب کا باس تھا۔ اس نے سونیا کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "تم اس طرح مطمئن نظر آتی ہو جیسے یہاں تمہیں کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے اور تم اپنے ہی گھر میں کھڑی ہوئی ہو۔"

سونیا نے جواب دیا "ایک بات میں بتا دوں کہ میں بھی کچھ قیافہ شناسی جانتی ہوں اور آواز کے اتار چڑھاؤ سے اپنے سامنے بات کرنے والے کے مقصد کو سمجھ لیتی ہوں۔"

"بہت اچھے۔ تو پھر بتاؤ کہ میرا مقصد کیا ہے۔ میں تمہارے لیے کیا ارادے رکھتا ہوں؟"

سونیا نے جواب دیا "تم مجھے مارنا نہیں چاہتے۔ کوئی جانی نقصان پہنچانا نہیں چاہتے۔ تم میری صلاحیتوں سے متاثر ہوا اور مجھے اپنے جوئے خانے میں انگیج کرنا چاہتے ہو۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"تمہاری بات ایک طرح سے درست ہے اگر تمہیں کھیلنے کا فن آتا ہے اگر تم پتے لگا سکتی ہو۔ اگر تم کھیل کے دوران دوسرے کو فریب دے سکتی ہو تو سمجھ لو کہ یہاں تمہاری نوکری پکی ہے تمہیں منہ مانگا معاوضہ دیا جائے گا۔ بڑے عیش و آرام سے زندگی گزارو گی۔ دوسری صورت میں ہم کبھی پسند نہیں کریں گے کہ کوئی لاکھوں ڈالر ایک رات میں مکہ دو گھنٹے میں جیت کر لے جائے ہم یہاں حساب لگا رہے ہیں کہ تم نے دو گھنٹے میں تقریباً ایک لاکھ ڈالر جیت لیے ہیں اور یہ اتنی بڑی رقم ہے کہ ہم اس کا نقصان برداشت نہیں کریں گے۔"

"اگر میں تمہارے ہاں ملازمت کرنے سے انکار کر دوں تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

باس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "تم تو قیافہ شناس ہو میرے لب و لہجے سے بھی اندازہ کر لو کہ میں کیا چاہتا ہوں۔"

سونیا نے کہا "میں ابھی نہیں بتا سکتی۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ تمہارے ارادے نیک بھی ہیں اور نیک بھی ہیں۔ بہرحال میں سمجھوتے کے انداز میں تم سے باتیں کروں گی۔"

اتنے میں میک اپ اتارنے کا تمام سامان آ گیا۔ سونیا ایک صوفے پر بیٹھ کر اپنا چہرہ صاف کرنے لگی۔ آئینہ سامنے رکھ کر وہ اپنا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اور ڈریسنگ کریم سے میک اپ کو صاف کر رہی تھی اور تولیہ سے پونچھتی بھی جاتی تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد ہی مصنوعی چہرہ اتر گیا اور اصل چہرہ نکھر آیا۔

سونیا کا خیال تھا کہ اس کا اصلی چہرہ دیکھتے ہی وہ لوگ اسے سونیا کی حیثیت سے پہچان جائیں گے کیونکہ پچھلے دنوں میرے سلسلے میں اس کی بھی کافی تصویریں شائع ہوئی تھیں اور لوگ فرہاد علی عمیر کے نام کے ساتھ سونیا کے نام سے بھی اچھی طرح واقف ہو گئے تھے لیکن اسے وہاں ہالی ہوئی جب کسی نے اسے نہیں پہچانا۔ البتہ ایک بوڑھے شخص نے اسے دیکھ کر کہا "یہ عورت مجھے کچھ جانی پہچانی لگتی ہے۔ مجھے یاد کرنے دو کہ میں نے اسے کہاں دیکھا ہے۔"

سونیا نے کہا "تم لوگ یہاں سے جیتنے والے کو واپس نہیں جانے دیتے پھر اس رجسٹر کو کس طرح پُر کرتے ہو۔ تم کیسے دکھاؤ گے کہ میں جوئے خانے سے واپس گئی تھی یا نہیں؟"

باس نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔ اس شخص نے ایک رجسٹر سونیا کے آگے ایک میز پر رکھ دیا۔ پھر باس نے کہا "یہ وہی رجسٹر ہے۔ ہم یہاں بلاتے ہیں اور اس سے جب آواپسی کے دستخط لیتے ہیں جو دستخط نہیں کرتا اسے اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں۔"

سونیا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیا یہ بارہ مرد ایک عورت کو اذیتیں دینے کے لیے جمع ہیں؟"

"نہیں یہ سب معزز افراد ہیں۔ ان میں سے صرف چار آدمی ہمارے معیار کے خلاف ہیں یعنی تم جیسی عورتوں کو سیدھا کرتے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ تمہارے لیے ایک ہی مرد کافی ہوگا۔"

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر ہال کے کھلے حصے میں جا کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی "میرے لیے تو تمہارے یہ چار مرد بھی ناکافی ہیں۔ یقین نہ ہو تو انہیں میرے پاس بھیج دو۔ میں بتاتی ہوں کہ دستخط کیسے کیے جاتے ہیں۔"

ایک شخص تیر کی طرح دوڑتا ہوا آیا اور اس نے سونیا پر چھلانگ لگا دی۔ سونیا ایسی چھلانگوں سے بچنے کا فن جانتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چھلانگ لگانے والا اس کے سر سے گزرتا ہوا دوسری طرف جا کر فرش پر گر پڑا۔ سونیا نے معصومیت سے باس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "اسے کیا ہو گیا ہے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دوسرا شخص دوڑتا ہوا آیا۔ سونیا نے اپنا ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ سونیا کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا لیکن سونیا نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا لیا پھر دوسری طرف گھومتے ہوئے بائیں ہاتھ سے ایک کرائے کا ہاتھ رسید کیا۔ وہ مار کھا کر جھکا تو سونیا نے دوسری طرف سے پلٹ کر ایک لات اس کے منہ پر جمائی۔ وہ لات کھا کر دوسری طرف الٹ گیا۔ اب تیسرا شخص اس کی طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ جو پہلا شخص گرا ہوا تھا، وہ بھی سونیا کی طرف حملہ کرنے کے لیے بڑھ رہا تھا۔ اسی وقت وہ بوڑھا ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "رک جاؤ، خبردار اسے ہاتھ نہ لگانا۔ مجھے یاد آ گیا ہے یہ سونیا ہے۔ فرہاد علی تیمور کی سونیا ہے۔ مجھے ابھی طرح یاد آ گیا ہے۔ پاگلو احمقو! ہٹ جاؤ ورنہ تمہاری شامت آ جائے گی۔"

یہ کہہ کر وہ دوڑتا ہوا ٹیلیفون کی طرف گیا اور رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اتنی دیر میں میں نے اس کے دماغ سے معلوم کر لیا تھا کہ وہ ماسٹر موس ٹرو ٹی کو اطلاع دے رہا ہے۔

وہ سب لوگ اپنی جگہ تھم گئے تھے۔ اپنی جگہ ٹھہر کے مجسمے کی طرح جم گئے تھے اور سونیا کو یوں دیکھ رہے تھے جیسے ان کے درمیان کوئی بلا آ گئی ہو۔ ایسی بلا جس سے وہ نفرت نہیں کر سکتے تھے جس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے بلکہ جس کی عزت اور جس کا احترام کرنے پر وہ مجبور تھے۔

وہ بوڑھا رسیور کو کان سے اور منہ سے لگائے بول رہا تھا۔ "ہاں ماسٹر! بہت بڑی خوشخبری ہے۔ سنو گے تو خوشی سے اچھل پڑو گے ہر ہائی نس مادام سونیا ہمارے درمیان تشریف لائی ہیں اس وقت ہمارے درمیان موجود ہیں۔ بس جلدی سے آ جاؤ۔"

تھوڑی دیر تک وہ دوسری طرف کی باتیں سنتا رہا پھر اس نے کہا۔ "میں سچ کہہ رہا ہوں یقین نہ آئے تو میں مادام سے کہتا ہوں کہ وہ خود ہی باتیں کریں۔"

اس نے رسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "مادام! کیا آپ ہمارے ماسٹر موس ٹرو ٹی سے باتیں کرنا پسند کریں گی؟ وہ آپ سے ملنے کے لیے بہت بیتاب ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "مگر میں ملنے کے لیے بیتاب نہیں ہوں آخر وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔ میں کسی ماسٹر کے کسی قسم کی کوئی گفتگو کرنا پسند نہیں کرتی۔"

وہ بوڑھا رسیور کے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا کر بولنے لگا۔ "ماسٹر! مادام میرا مطلب ہے ہر ہائی نس آپ سے بات کرنا پسند نہیں کرتی ہیں — ہو سکے تو فوراً یہاں پہنچنے کی کوشش کریں۔"

وہ دوسری طرف سے کچھ باتیں سننے کے بعد رسیور رکھ کر سونیا کی طرف دیکھنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "آئندہ تم میں سے کوئی مجھے ہر ہائی نس نہ کہے۔ میں کسی ملک کی ملکہ نہیں ہوں کہ مجھے اس طرح مخاطب کیا جائے۔ میں اسے پسند نہیں کرتی۔"

وہ بوڑھا اور جوتے خانے کا باس دونوں باری باری خوشامدانہ انداز میں کہنے لگے کہ وہ صرف کسی ملک کی نہیں بلکہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنے والی ملکہ ہے اسی لیے اسے ہر ہائی نس کہا جاتا ہے اور یہ کہ پرنس مارسٹر نے فیصلہ کیا ہے کہ فرہاد کے لیے ایک الگ ریاست قائم ہونی چاہیے اور سونیا نے ناگواری سے کہا۔ "الگ ریاست فرہاد ہی کو مبارک ہو۔ اگر وہ زندہ ہے تو اسے کسی ریاست کا راجہ بنائے رہنا مگر میں رانی بننے کے لیے تیار نہیں ہوں مجھ سے کسی دوسرے موضوع پر بات کرو۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا کیونکہ میں ہوٹل کے جس کمرے میں سو رہا تھا اس کے دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ میں نے اپنی رسٹ واچ میں دیکھا تو دو بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ اتنی رات کو بھلا کون مجھے بیدار کرنے آ سکتا ہے؟ میں نے غلام کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ سو رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ شاید ہوٹل کا منیجر یا کوئی ملازم کسی ضروری کام سے دستک دے رہا ہوگا۔ اس لیے میں اٹھ کر دروازے کے پاس آ گیا۔

میں نے دروازے کو ذرا سا کھول کر دیکھا تو باہر برآمدے کی روشنی میں ایک حسین بنگالی عورت کھڑی ہوئی تھی — وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی تو میں نے پوری طرح دروازے کو کھولتے ہوئے کہا۔ "فرمایئے۔"

اس نے بنگالی زبان میں کچھ کہا۔ میں وہ زبان جانتا تو نہیں تھا لیکن اُسے سمجھنے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ اس میں اردو کے الفاظ بہت زیادہ تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا وہ بہت سہل بنگالی زبان بول رہی ہے۔ اس نے کہا۔ "میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنے آئی ہوں۔"

وہ کمرے کے اندر آ گئی۔ میں نے دروازہ بند کرتے ہوئے انگریزی میں کہا۔ "کیا تم انگریزی زبان میں باتیں کر سکتی ہو؟ اگر ایسا ہو تو ہم آسانی سے ایک دوسرے کی گفتگو سمجھ سکیں گے۔"

وہ مسکرائی، پھر بولی۔ "بنگالی پاکستان کی بہت بڑی زبان ہے ہمیں افسوس ہے کہ تم پاکستان کے دوسرے حصے کے رہنے والے ہماری زبان نہ سمجھتے ہو نہ بولتے ہو اور نہ ہی اسے پسند کرتے ہو۔"

میں نے کہا۔ "یہ تمہاری سمجھ کا پھیر ہے ورنہ ہم بنگالیوں کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یقین نہ ہو تو یہی دیکھ لو کہ میں نے تمہیں دیکھتے ہی پسند کر لیا ہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ کہنے لگی۔ "تم باتیں بنانا خوب جانتے ہو۔"

وہ بنگالی حسن بڑا ہی جاذبِ نظر تھا۔ یوں تو ہر عورت میں ایک انفرادی کشش ہوتی ہے لیکن بہت کم عورتیں مجھے اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک وہ بنگالی عورت تھی جو میری توجہ بار بار اپنی

طرف مبذول کر رہی تھی اور میں خود کو بے اختیار اس کی طرف کھنچتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

ایسی بے اختیار خواہش پہلے کبھی میرے دل میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اب اگر ایسی خواہش جنم لے ہی تھی تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ بنگالی کا روپ دھار کر بھی وہ میرے اعصاب پر سوار ہو کر قہقہے لگا رہی تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر اس کے بھرے بھرے بازوؤں کو پکڑ لیا۔ وہ گداز تھا۔ اس میں بڑی مقناطیسیت تھی۔ دوسرے ہی لمحے اس نے جھٹکے سے خود کو چھڑا کر بنگالی زبان میں چیخ کر کچھ کہا۔ میں تیزی سے پلٹ کر دروازے کی طرف جانا چاہتا تھا تاکہ میں ایک جھٹکے سے دروازہ کھل گیا اور تین آدمی ریوالور لیے ہوئے کمرے میں داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ دوسرے نے میری طرف ہاتھ لہرا کر کہا۔ "مسٹر! وہ بریف کیس ادھر لے آؤ۔ ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے اور یہاں سے چپ چاپ چلے جائیں گے۔"

وہ اس بریف کیس کو حاصل کرنے آئے تھے جس میں میرے قیمتی ہیرے رکھے ہوئے تھے۔ میں اس بریف کیس کو گشتی گاڑی سے نکال کر اس کمرے میں اپنے ساتھ لے آیا تھا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو اس بریف کیس کی اتنی زیادہ اہمیت کا احساس کیسے ہوا؟ پہلے ایک حسین بنگالی عورت جال پھانسنے آئی اور اس کے پیچھے تین ریوالور بردار آ دھمکے۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ اندازہ لگا چکے تھے کہ بریف کیس بہت قیمتی ہے پھر بھی آخر انہیں یہ اندازہ کیسے ہوا؟

مجھے خیال آیا کہ اس کی اہمیت کو صرف چیک پوسٹ کے وہ دو افسر سمجھ سکتے تھے جنھوں نے بار بار اس بریف کیس تک جا کر دیکھنے کی کوشش کی تھی اور ناکام واپس چلے آئے تھے ان کے دلوں میں یہ تجسس ہو سکتا تھا کہ آخر وہ اس بریف کیس تک کیوں نہیں پہنچ سکے۔ کون سی پُراسرار طاقت انہیں وہاں تک پہنچنے سے روک رہی تھی، شاید یہی دیکھنے کے لیے انھوں نے ان لوگوں کو بریف کیس تک پہنچنے کے لیے بھیجا ہو۔ اب یہی بات میری سمجھ میں آ رہی تھی۔

ان تین ریوالور والوں سے نمٹنا میرے لیے مشکل نہ تھا اور یہ بھی میرے لیے قابلِ برداشت نہیں تھا کہ... بیس لاکھ ڈالر یعنی تقریباً ایک کروڑ روپے کے ہیرے میں ان لوگوں کے حوالے کر دیتا۔ میں نے تھوڑی دیر تک سوچا جو مطالبہ کرنے والا کہہ رہا تھا۔ "سوچتے کیا ہو؟ چپ چاپ وہ بریف کیس ہمارے حوالے کر دو، ورنہ ابھی اب گولی تمہیں سے لگے گی اور تم ٹھنڈے ٹھنڈے فرش پر لیٹ جاؤ گے۔"

میں نے اس حسینہ کی طرف مسکرا کر دیکھا پھر کہا۔ "میں وہ بریف کیس صرف تمہیں دے سکتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ انکار کرنا چاہتی تھی لیکن جو اُسے مسکرانے لگی کیونکہ اب میری خیال خوانی کی مٹھی میں تھی، اس نے مسکرا کر کہا۔ "ٹھیک ہے، وہ بریف کیس مجھے ہی دے دو۔"

میں نے اس سے کہا۔ "وہ بریف کیس میں سے کے سامنے نکال کر نہیں دے سکتا۔ وہ ایسی جگہ رکھا ہوا ہے کہ میں وہ جگہ کسی کو بتا نہیں سکوں گا صرف تمہیں دکھا سکتا ہوں۔ بہتر ہے ان لوگوں سے باہر جانے کے لیے کہو اور مجھ سے وہ بریف کیس لے لو۔"

وہ پھر انکار کرنے والی تھی کیونکہ میرے باتیں کرنے کے دوران اس کا دماغ آزاد تھا لیکن میں نے فوراً ہی اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا وہ کہنے لگی۔ "اچھا بات ہے میں یہاں رہوں گی اور میرے آدمی باہر جائیں گے۔"

ایک شخص نے اعتراض کیا۔ "نہیں، ہم یہاں سے نہیں جائیں گے بریف کیس لے کر ہی ہمیں یہاں سے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

اس عورت نے کہا۔ "میں تمہاری رہنمائی کر رہی ہوں۔ میں تمہیں اس کمرے تک لائی ہوں اور اس کمرے سے بریف کیس لے کر میں ہی نکلوں گی۔ تم سب باہر جاؤ۔ میرے حکم کے خلاف عمل کرو گے تو میں تمہارے مشن کو کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔"

تھوڑی دیر تک ان لوگوں کے درمیان بحث ہوتی رہی پھر وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے باہر جائیں گے۔ اور لڑکی فوراً ہی بریف کیس لے کر باہر آ جائے گی۔ بات طے ہوتے ہی وہ تینوں دروازہ کھول کر باہر چلے گئے۔ چونکہ اس حسینہ کا دماغ میری مٹھی میں تھا اس لیے اس نے میری مرضی کے مطابق دروازے کو فوراً ہی اندر سے بند کر دیا۔

پھر وہ دروازے کے پاس سے ہٹ کر میرے پاس آئی اور اپنی گداز بانہوں کو میرے گلے کا ہار بنا دیا۔ اسی وقت میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے گھبرا گئی میرے بازوؤں میں الجھ کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اسے اپنے ساتھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں نے اس سے کہا۔ "اچھی طرح دیکھ لو۔ اس کمرے میں ہم ہی دونوں موجود ہیں۔ اور تمہارا کوئی آدمی یہاں نہیں ہے اور یہ دروازہ اندر سے بند ہے۔ اب تم سمجھ لو کہ ایسا کیوں ہوا اور کیسے ہوا؟"

عورتیں توہم پرست ہوتی ہیں اور جادو ٹونے کو بھی مانتی ہیں وہ سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ کسی جادوگر کے پنجے میں آ پھنسی ہے۔ ابھی اس کے تین حمایتی ریوالور لے کر آئے تھے۔ ان کی کامیابی یقینی تھی لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اس کے حمایتی باہر چلے گئے تھے اور دروازہ بند ہو گیا تھا اور وہ میرے بازوؤں میں قید ہو گئی تھی۔ یہ سب کیسے ہوا تھا؟ وہ نہیں جانتی

تھی۔ اسے جادو ہی کہہ سکتے تھے اور وہ اسے جادو ہی سمجھ رہی تھی۔ پھر وہ سہم کر بولی۔ "کیا۔۔۔ کیا تم مجھے جان سے مار ڈالو گے؟"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں، مگر تم مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتی تھیں۔"

وہ بولی۔ "تم جادوگر ہو۔ کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ وہ سب خالی ریوالور تھے۔ تمہیں محض دھمکی دی جا رہی تھی۔"

"خواہ مخواہ دھمکی کیوں دی جا رہی تھی؟ تم لوگ کون ہو؟"

"ہم اُن افسروں کے رشتے دار ہیں جو کچھ دیر پہلے تمہاری گاڑی کی چیکنگ کر رہے تھے۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آخر تمہارے اس بریف کیس میں کیا ہے؟ اور وہ ہزار کوشش کے باوجود اس بریف کیس تک کیوں نہیں پہنچ سکے تھے؟ میں نے دعوے کیا تھا کہ وہاں تک پہنچ کر دکھاؤں گی۔ اسی لیے میری رہنمائی میں یہ تین آدمی بھیجے گئے ہیں۔"

میں یہ ملنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ تم اس بنگالی آفیسر کی رشتہ دار ہو۔ اگر اس کی کوئی عزیز ہوتیں تو وہ مجھ جیسے کسی جادوگر کے سامنے تمہیں یوں چارہ بننے کے لیے نہ ڈال دیتا۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ اور سیدھی سچی باتیں بیان کر دو۔

یہ کہہ کر میں اُس کے چہرے پر جھک گیا۔ اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ کیونکہ اس طرح وہ چند لمحے خاموش رہ کر سوچ سکتی تھی تھوڑی دیر بعد میں نے پھر اپنے سوال کو دہرایا۔ "تم خاموش نہ رہو بولتی جاؤ۔ میں بہت عرصے بعد اپنے وطن واپس آیا ہوں اور یہاں آتے ہی اپنے لوگوں کے ظلم ..... کا شکار ہو رہا ہوں۔ بہت عرصے بعد میں نے بنگال کے حسن کو اپنی سانسوں کے قریب محسوس کیا ہے کوئی ظلم کر رہا ہے تو تم مجھ جیسے مظلوم کو بنگالی زلفوں کی چھاؤں میں پناہ دے دو اور بولتی رہو اور میں سنتا رہوں۔"

وہ بولنے لگی۔ "ہم خانہ بدوش بنگالی ہیں۔ ہمارا قبیلہ یہاں سے گزرتا ہوا رنگامائی کی طرف جا رہا تھا کہ پولیس چوکی والوں نے ہمیں روک لیا۔ ہماری چیکنگ کرنے لگے اور ہم سے کچھ طلب کرنے لگے۔ ہمارے پاس رقم نہیں تھی۔ تب ایک آفیسر نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ عورت بہت حسین ہے ہو سکتا ہے کہ اس گشتی گاڑی والے پر اس کا جادو چل جائے۔"

پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ تم اس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہو اور میں جا کر تمہیں اپنے جال جسن کے جال میں پھانس لوں۔ پھر ان کے دو چار آدمی ریوالور لے کر آئیں گے اور تمہیں دھمکی دے کر اُس بریف کیس کو لے جائیں گے۔ میں اُن کی باتیں سن رہی تھی کہ انہوں نے بار بار بریف کیس کو حاصل کرنا چاہا تھا مگر کسی وجہ سے حاصل نہیں کر سکے تھے اور تم انہیں پُراسرار نظر آ رہے تھے۔"

میں نے پوچھا۔ "جب وہ لوگ مجھے پُراسرار کہہ رہے تھے تو کیا تمہیں مجھ سے ڈر نہیں لگا تھا؟"

"نہیں۔ مجھے ہمدردی سے دلچسپی ہے۔ میں نے سنا تو مجھے تمہاری ذات سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ میں نے دعویٰ کیا کہ میں وہ بریف کیس لے آؤں گی تو میرے قبیلے کو وہاں سے گزرنے کی اجازت دے دی جائے گی وہ اس بات پر راضی ہو گئے۔ اب میں اپنے قبیلے والوں کو آگے بڑھانے کے لیے یہ بریف کیس لینے کے لیے یہاں تک آئی ہوں۔"

وہ بولتی رہی۔ میں اُس کو پڑھتا رہا۔ آدھ گھنٹے بعد وہ میرے پاس سے اٹھ کر اپنا ہاتھ روم میں چلی گئی۔ میں نے اتنی دیر اپنی جگہ سے اُٹھ کر بریف کیس کو کھولا۔ اس میں سے تمام قیمتی چیزیں نکال کر اپنے ایک بیگ میں رکھ لیں پھر گشتی گاڑی کے کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ اُس بریف کیس میں رکھ کر اسے بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ باتھ روم سے باہر آئی تو میں نے اُس سے کہا۔ "تم نے یہاں تک اپنے قبیلے کے لیے آکر بہت بڑی دلیری کا ثبوت دیا ہے۔ یہ بریف کیس لے جاؤ اُن سے یہی کہنا کہ ..... ان آدمیوں نے ریوالور سے دھمکیاں دے کر مجھ سے بریف کیس حاصل کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات کہو گی تو وہ یقین نہیں کریں گے۔"

اس کی زلفیں بکھری ہوئی تھیں۔ اس نے بالوں کو سمیٹ کر ایک جوڑا باندھتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔ "اس بریف کیس میں کیا ہے؟"

"اس میں میرے اہم کاغذات رکھے ہوئے ہیں جب وہ لوگ اس بریف کیس کو دیکھیں اور مطمئن ہو جائیں تو کوشش یہ کرنا کہ یہ بریف کیس مجھے واپس مل جائے۔ اُن سے کہنا کہ جبٹ چیز مل اُن کے کام کی نہیں ہیں تو مجھے واپس کر دیں۔"

"میں اُن سے یہ درخواست ضرور کروں گی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ خواہ مخواہ تمہارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟"

یہ کہہ کر اُس نے بریف کیس لیا۔ پھر جانے سے پہلے وہ میرے بالکل قریب آ گئی۔ ہم تھوڑی دیر تک سرگوشیاں کرتے رہے۔ پھر میں نے اُسے دروازے تک لے جا کر چھوڑا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ باہر اُس کے تین آدمی کھڑے تھے اور اسے سوالیہ ..... نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر اس کے ہاتھ میں بریف کیس دیکھ کر وہ لوگ مطمئن ہو گئے۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

اس بنگالی حسینہ نے مجھ سے جھوٹ کہا تھا کہ وہ خانہ بدوش لڑکی ہے۔ خانہ بدوش لڑکی انگریزی اتنے فراٹے سے نہیں بول سکتی تھی۔ دراصل وہ آسگلروں کے ایک گروہ سے تعلق رکھتی تھی۔ چیک پوسٹ کے افسروں نے انہیں روکا تھا اور ان سے رشوت طلب کی گئی تھی۔ اس لڑکی کی دلیری اور ہندی طبیعت سے چیک پوسٹ کے افسران واقف تھے اس لیے اسے ہم آدمیوں کے ساتھ بھیجا تھا اور ساتھ ہی تاکید بھی کر دی تھی کہ مجھے جانی نقصان نہ پہنچایا جائے کیونکہ یہ پولیس کا معاملہ تھا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ میں ہلاک کر دیا جاؤں کیونکہ اُن کے ایک سنیئر آفیسر تک میری رپورٹ پہنچ گئی تھی۔ آج اس سنیئر آفیسر نے میری حمایت میں اُن سے کہا تھا کہ مجھے پریشان نہ کیا جائے۔ اب اگر مجھے نقصان پہنچا تو اس کی ذمہ داری اُن پر عائد ہو سکتی تھی۔

میں ایک سگریٹ سلگا کر بستر پر لیٹ گیا اور اس کے کش لگاتا ہوا اس بنگالی حسینہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس کے ساتھی اس سے سوالات کر رہے تھے کہ وہ چالیس منٹ تک میرے کمرے میں کیا کرتی رہی تھی۔ اس پر اس حسینہ نے انہیں جھڑک دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ وہ لوگ آم کھانے، پیڑ گننے سے مطلب رکھیں۔ انہیں بریف کیس حاصل کرنا تھا سو حاصل ہو گیا، اب افسران کے پاس جا کر یہی کہا جائے گا کہ ریوالور سے دھمکیاں دے کر یہ بریف کیس حاصل کیا گیا ہے۔

میں نے ایک سگریٹ پھونک لینے کے بعد دوسرا سگریٹ جلایا پھر اس کے کش لگانے لگا۔ آدھ گھنٹے کے بعد میں اس سنیئر آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا جو اپنی کوٹھی میں گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے پھر اُسے نیند کی حالت میں ٹریپ کیا، اُسے اپنا معمول بنایا، پھر۔۔۔۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ بستر سے اُٹھ کر ٹیلیفون کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اُسے حکم دیا کہ وہ آنکھیں کھول کر دیکھے لیکن اپنے ہوش میں نہ رہے۔ اُس نے میری ہدایت کے مطابق آنکھیں کھول دیں پھر وہ ٹیلیفون کے پاس ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہوا تو اس نے جونیئر آفیسر کو جھڑک کر کہا۔ "یہ کیا حماقت ہے تم لوگوں نے اس گشتی گاڑی والے کا بریف کیس کیوں منگوا لیا ہے؟ اگر تم لوگ اپنی ملازمت بحال رکھنا چاہتے ہو تو فوراً اُس کا بریف کیس واپس کرو۔ اس بریف کیس میں اُس کے اہم کاغذات ہیں اور ایک غلط بھی گم نہیں ہونا چاہیے میرے حکم کی فوراً تعمیل کی جائے۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا پھر میں نے اُسے واپس اُس کے بستر پر پہنچا کر سلا دیا۔ اور۔۔۔ اپنے بریف کیس کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگا۔

وہ دونوں افسران ناکامیوں کی وجہ سے مجھ پر جھنجھلا رہے تھے۔ ایک تو اُس بریف کیس میں سوائے کاغذات کے اور کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اُن کے سنیئر آفیسر نے پھر انہیں ڈانٹ سنائی تھی اور انہیں وارننگ دی تھی۔ اب اس بریف کیس کو واپس کرنے کے لیے وہ اپنے کسی سپاہی کو بھیجنا چاہتے تھے۔ تب اس بنگالی حسینہ نے کہا "یہ بریف کیس میں لے کر آئی ہوں لہٰذا میں ہی اسے واپس پہنچاؤں گی اگر آپ مناسب سمجھیں۔"

آفیسر نے کہا۔ "ٹھیک ہے، تم اسے لے کر آئی ہو۔ تم ہی وہاں تک پہنچا دو، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہ بریف کیس بحفاظت اُس کے پاس پہنچ جانا چاہیے ورنہ ہماری شامت آ جائے گی۔"

ابھی اُس کے واپس آنے میں دیر تھی اس لیے میں بستر سے اٹھ کر اپنے کمرے سے باہر آیا۔ دروازے کو لاک کیا۔ پھر سیڑھیوں سے اترتا ہوا کاؤنٹر کلرک کے پاس گیا۔ وہاں میں نے پی آئی اے کے بکنگ کاؤنٹر پر فون کیا اور معلومات حاصل کیں کہ کسی طیارے میں سیٹ خالی ہے یا نہیں؟ پتہ چلا کہ کل صبح جو طیارہ وہاں سے ڈھاکہ اور ڈھاکہ سے کراچی جانے والا ہے اُس میں چار سیٹیں خالی ہیں۔ میں نے دو سیٹوں کے لیے رقم دے کر ہوٹل کے ایک بوائے کو بکنگ آفس بھیج دیا وہ نہیں جانتا تھا کہ دوسری سیٹ میری بلی کے لیے ہے۔

ملازم نے رقم لی پھر وہاں سے چلا گیا۔ اتنے میں وہ بنگالی حسینہ واپس آ گئی اور میرے ہاتھ میرے کمرے کی طرف جانے لگی اُس نے زینے پر چڑھتے وقت بریف کیس میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھو، میں جیسے لے کر گئی تھی ویسے ہی واپس لے کر آئی ہوں۔" اسے کھول کر چیک کر لینا۔ تمام کاغذات موجود ہیں یا نہیں؟"

میں نے کہا۔ "مجھے ان کاغذات کے متعلق زیادہ تشویش نہیں ہے اگر ہوتی، تو میں اتنی آسانی سے تمہیں یہ سب کچھ لے جانے کی اجازت نہ دیتا، بہرحال تمہارا شکریہ کہ تم نے دوبارہ یہاں آنے کی زحمت گوارا کی۔"

وہ میرے ساتھ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔ "اس زحمت کی کیا بات ہے؟ اب تو ہمارے درمیان محبت کا رشتہ قائم ہو گیا ہے۔ یقین کرو کہ یہاں سے جاتے وقت تمہی میرے ذہن پر چھائے رہے ہو۔ میں تمہارے ہی بارے میں اب تک سوچتی رہی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں آج رات یہاں رہوں اور کل صبح چلی جاؤں؟"

میں اُسے کیا جواب دیتا ویسے یہ کہنا غلط ہو گا کہ میں نے اُسے اپنی طرف کھینچ لیا تھا بلکہ درست یہ ہے کہ بنگال کے حسن نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ ہم کھو گئے ..... پھر اُس وقت میں چونکا جب دروازے پر دستک ہونے لگی تھی۔ میں جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا کہ کون سے وقت دستک دے رہا ہے؟ میں نے پھر غلام کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ آرام سے سو رہا تھا۔ میں نے دروازے کے قریب پہنچ کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

دوسری طرف سے جواب سن کر میں نے اطمینان کی سانس لی۔ میں یہ بھول گیا تھا کہ میں نے ملازم کو پی آئی اے کا ٹکٹ خریدنے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ ٹکٹ لے کر واپس آیا تھا۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ اُس سے دو ٹکٹ لینے کے بعد اسے دس روپے انعام کے طور پر دیے۔ پھر اسے رخصت کر دیا۔

اب وہ سحر بنگال اپنی پریشان زلفوں کو سنوار رہی تھی۔ اُس نے پوچھا۔ "یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "یہ جہاز کے ٹکٹ ہیں۔ کل صبح میں یہاں سے کراچی جا رہا ہوں۔"

وہ اپنے بالوں کو سُلجھاتے ہوئے، پھر جُوڑا باندھتے ہوئے بولی۔

"میں بھی جا رہی ہوں۔"

"کہاں جا رہی ہو؟"

"جہاں سے ابھی آئی ہوں۔"

"مگر کیوں؟"

"اس لیے کہ جانے والے مُسافر سے دوستی نہیں کی جا سکتی۔ تم صبح جا رہے ہو۔ میں ابھی جا رہی ہوں۔ بس جتنی دوستی ہونا تھی، وہ ہو چکی۔" پھر وہ چلی گئی۔ میں نے اسے نہیں روکا۔ وہ دروازے میں پہنچ کر بولی۔ "تم بڑے بے مروت ہو۔"

"وہ کیسے؟"

"ایسے کہ ایک بار بھی مجھے رُکنے کے لیے نہیں کہا۔"

"میں جانے والا مُسافر ہوں اور تم ابھی سے جا رہی ہو اور جو جانے والے ہیں انہیں میں روکا نہیں کرتا۔ اچھا خدا حافظ۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کے جانے سے پہلے ہی دروازے کو بند کر دیا۔ وہ دُوسری طرف کھڑی ہوئی غصے سے بند دروازے کو دیکھ رہی تھی پھر جھنجلا کر وہاں سے پلٹ کر جانے لگی۔ میں اُس کے دماغ سے نکل گیا۔

میں نے ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اب میں سونیا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سونیا کے متعلق معلومات حاصل ہوئیں کہ جوئے خانے کے جنگلہ ہال نما کمرے میں... پیرس کا ماسٹر موس ٹرڈی سونیا سے ملنے آیا تھا۔ سونیا اس سے دوستی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اس نے اُسے بہت مجبور کیا۔ وہ تھوڑی دیر بعد سونیا کے متعلق معلومات حاصل ہوئیں کہ جوئے خانے کے جنگلہ ہال نما کمرے میں... پیرس کا ماسٹر موس ٹرڈی سونیا سے ملنے آیا تھا۔ سونیا اس سے دوستی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اس نے اُسے بہت مجبور کیا۔ وہ تھوڑی دیر بعد سونیا کے متعلق معلومات حاصل ہوئیں کہ جوئے خانے کے جنگلہ ہال نما کمرے میں... پیرس کا ماسٹر موس ٹرڈی سونیا سے ملنے آیا تھا۔ سونیا اس سے دوستی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اس نے اُسے بہت مجبور کیا۔ اس کی بہت خوشامدیں کیں۔ تب سونیا نے ایک شرط پیش کی اور وہ یہ کہ ڈبل فنگر سے مقابلہ کرے گی، تب موس ٹرڈی کی دوستی قبول کرے گی۔ موس ٹرڈی نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ ڈبل فنگر اس وقت حوالات میں ہے صبح تک اسے چھڑا لیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ یعنی سونیا اس سے مقابلہ کر کے اپنی حسرت پوری کرے۔

یہ شرط ماننے کے باوجود ماسٹر نے ہاتھ جوڑ کر التجا کی کہ سونیا اس سے مقابلہ کرنے کے خیال سے باز آ جائے کیونکہ وہ بے حد خطرناک قسم کا فائیٹر ہے اور اس کے آگے کسی بڑے سے بڑے چالاک فائٹر کی ایک نہیں چلتی۔

سونیا اپنی ضد کی پکی تھی، اس نے کہا۔ "میں اس سے مقابلہ کروں گی تب ہی تو اس سے دوستی ہو گی ورنہ نہیں۔"

بیچارہ ماسٹر موس ٹرڈی اس کی ضد کے آگے مجبور ہو گیا تھا۔ اس نے سونیا کی رہائش کے لیے عالی شان بنگلہ بھیجا کر دیا سونیا اس وقت اسی بنگلے میں آرام کر رہی تھی۔ اس وقت پیرس میں رات کے نو بج چکے تھے۔ سونیا اس وقت ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی میرے متعلق سوچ رہی تھی کہ میں نے صبح سے اس کے دماغ میں شاید جھانک کر نہیں دیکھا ہے یا شاید میں اس سے غافل ہو گیا ہوں کیونکہ اسے میری موجودگی کا کوئی احساس نہیں ہوا تھا۔ اس کی ایک سوچ نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ فرہاد پہلے چپکے سے میرے دماغ میں جھانک رہا ہو اور مجھے احساس دلائے بغیر میری اس طرح مدد کر رہا ہو۔"

اس سوچ کے تحت وہ ذرا محتاط ہو کر سارے دن کا جائزہ لینے لگی کہ وہ کہاں کہاں رہی تھی۔ اور اُس کے ساتھ کیا کیا واقعات پیش آئے تھے۔

وہ یاد کرنے لگی کہ جب ڈاکٹر کی کوٹھی سے نکلی تھی تو باہر راستے میں ڈبل فنگر سے سامنا ہوا تھا۔ ڈبل فنگر نے اسے اپنی کار میں بٹھایا تھا اور وہ دونوں مقابلہ کرنے کے لیے کسی کھلے میدان کی طرف چلے تھے لیکن راستے میں اچانک ہی حالات بدل گئے اور... ڈبل فنگر پولیس کی حراست میں چلا گیا۔

وہ سوچنے لگی۔ "کیا اسے پولیس کی حراست میں لینے کا سہرا فرہاد کے سر ہے؟ کیا فرہاد نے کوئی چال چلی تھی؟"

وہ غور کرنے لگی تو پتہ چلا کہ جہاں ٹریفک رُک گیا تھا وہاں اچانک ہی ایک گاڑی سامنے آ کر راستہ روک رہی تھی۔ اس میں فرہاد کی مداخلت نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ وہ ایک اتفاقی امر تھا اور سگنل کے پاس رُکنے والی گاڑیاں آگے پیچھے رُکا ہی کرتی ہیں۔

اور وہاں جو جھگڑا ہوا تھا اس میں بھی فرہاد کا ہاتھ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ڈبل فنگر خود ہی طیش میں آ کر وہاں گیا تھا۔ اور اُن کی گاڑی کو لات ماری تھی جس پر اس میں سوار لوگوں کو غصہ آ گیا تھا پھر اس طرح جھگڑا شروع ہو گیا تھا اور ڈبل فنگر اپنے کرتوت کی وجہ سے پولیس کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ اس میں فرہاد کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔

اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ فرہاد اُس کے ذہن میں جھانکتا نہ ہو گا۔ وہ سوچنے لگی۔ "میں اسے خوب جانتی ہوں، وہ جب پیچھے پڑ جاتا ہے تو کچھ بھی ہو پیچھا نہیں چھوڑتا چاہے میں کتنی ہی جھنجلاؤں اور... پہنچتی رہوں اچانک اُسے یاد آیا کہ تماش کی بازی کھیلتے وقت وہ آہنی بھاری دھات کیسے جیت گئی۔ کیونکہ بازی کے ابتدائی وقت میں وہ بُری طرح ہار رہی تھی۔ اور کھیل چھوڑ کر اٹھنا چاہتی تھی کہ اچانک ہی بازی پلٹ گئی تھی۔ اور وہ تقریباً ایک لاکھ ڈالر جیت چکی تھی۔ تو کیا اس جیت میں فرہاد کا ہاتھ تھا؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اگر میں اسی طرح سوچتی رہی، تو مجھے اپنے ہر معاملے میں فرہاد کا ہاتھ نظر آئے گا۔ نہیں، میری تماش کی جیت کے دوران فرہاد نہ میرے دماغ میں موجود نہیں تھا۔ پتہ نہیں وہ کہاں ہو گا؟ اگر مجھے کچھ معلوم ہوتا کہ وہ کس مُلک میں ہے تو میں اندازہ لگا سکتی تھی کہ جس وقت میں تماش کھیل رہی تھی، اُس وقت اُس کے مُلک میں دن تھا یا رات تھی۔ وہ جاگ رہا تھا یا سو رہا تھا۔ بہرحال میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ تماش کی بازی میں فرہاد کا ہاتھ رہا ہو گا۔"

وہ سوچتی رہی۔ "پھر فرہاد کہاں رہ گیا؟ وہ میرے دماغ میں جھانکنا

ں نہیں؟"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "میں نے اسے منع جو کر دیا ہے۔ آخر ...ہ دکھانے کی ایک حد ہوتی ہے۔ میں نے اس قدر جھنجلاہٹ اور نفرت ...ہا ہے تو وہ میرے دماغ میں آنا بھول گیا ہے اور شاید وہ اب ...ے دماغ میں جھانک کر نہیں دیکھے گا۔"

اس سوچ کے تحت وہ مایوس ہو گئی۔ ذرا بے چین ...ذرا دھیرے دھیرے کروٹیں بدلنے لگی، پھر اس کی سوچ نے کہا۔ "یہ مجھے کیا ...یہ ہے؟ ایک تو میں خود اسے منع کرتی رہی، اب اس نے میرے دماغ میں ...کھکی بند کر دیا ہے تو میں بے چین ہو رہی ہوں۔ اس سے تو بہتر تھا کہ ...ا سے درمیان دوستی رہتی۔ دوستی کے دوران میں اپنا غصہ دکھاتی رہتی ...اس سے گاہے گاہے نفرت کا اظہار کرتی رہتی۔ اس طرح تو اس نے ...کل ہی آنا جانا بند کر دیا ہے اب میں کیسے غصہ دکھاؤں گی؟ اب بہتہ ...میں کب وہ بے مروت میرا خیال کرے گا اور کب مجھے مخاطب کرے گا۔"

مجھے اُس کی بے چینی اور تڑپ دیکھ کر بڑا مزہ آیا۔ میں کچھ دیر ...سے دیکھتا رہا اور لُطف اندوز ہوتا رہا، پھر میں نے اُس کے حال پر ...چھوڑ کر چلا آیا۔ اب میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ اسے براہ راست مخاطب ...کروں گا چپکے چپکے اُس کا خیال رکھوں گا اور اسے تڑپنے کے لیے ...چھوڑ دوں گا۔ اب وہ میرے بارے میں سوچتی رہے گی اور بے چین ہوتی رہے گی۔

رس دنتی بیمار تھی۔ میں نے سونے سے پہلے اُس کی خیر لی۔ وہ اپنے ...بستر پر... لیٹی جاگ رہی تھی، اور غصے کی چھت کو تک رہی تھی۔ اس ...وقت میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "میں کہاں ہوں؟ اور کس حال میں ہوں؟ ...سے ساتھ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے اس کے دماغ میں یہ سوالات اس لیے پیدا کیے کہ میں اس کی یادداشت کا امتحان لینا چاہتا تھا اور یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے ...پہلے کتنی باتیں یاد ہیں۔ وہ بیچاری دُوسری بار ذہنی اذیتوں کا ...شکار ہوئی تھی۔ اس سے پہلے ایک بار اس کے سر پر زبردست چوٹ ...لگی تھی۔ وہ چوٹ میں نے پہنچائی تھی۔ اُس سے اُس کا دماغی توازن کسی ...حد تک بگڑ چکا تھا اور وہ اپنی یادداشت گم کر چکی تھی، اب دوسری ...بار اس کی یادداشت گم نہیں ہوئی تھی لیکن دماغ بہت زیادہ کمزور ہو گیا تھا ...اور وہ ٹھہر ٹھہر کر اور سوچ سوچ کر کوئی بات یاد کر لیتی تھی۔

اُسے اتنا یاد تھا کہ وہ کسی بحری جہاز میں سفر کر رہی تھی۔ اس کے بعد ...اسے کسی ہال پر اسٹریچر ڈال کر اُتارا گیا تھا۔ پھر اس کے بعد کسی ہیلی کاپٹر ...میں لاکر رکھا گیا تھا۔ پھر اسے وہاں سے اُس کیمپ میں پہنچا دیا گیا تھا۔ ...ہیلی کاپٹر میں کام کرنے والے مزدور جب بیمار پڑ جاتے تھے تو اُن کے ...علاج کے لیے اور اُن کو دوبارہ کام پر لگانے کے لیے ایک ڈاکٹر رکھا گیا تھا۔ ...اس یوں ہی سا ڈاکٹر تھا، کچھ زیادہ تجربہ نہیں رکھتا تھا اور تھوڑی بہت دوائیں دے کر انہیں پھر کام کرنے کے قابل بنا دیتا تھا۔ وہی ڈاکٹر اس دنتی کا علاج کر رہا تھا۔ ظاہر ہے ایسے ڈاکٹر سے وہ کبھی صحتیاب ہوتی۔

اب اُس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ گینڈے باس جو اس کی عیادت کے لیے آتا ہے وہ اُسے وہاں سے کہیں دُور کسی شہر میں علاج کے لیے لے جائے گا۔ اور وہ وعدہ کر گیا ہے کہ صبح ہونے سے پہلے ہی وہ اسے ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں سے لے جائے گا۔

میں اُس کی سوچ پڑھ رہا تھا اور اُس کی دماغی کمزوریوں کو محسوس کر رہا تھا۔ سوچنے کے دوران اس کی ایک سوچ نے مجھے چونکا دیا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ گینڈے باس کے ساتھ جو لڑکی آئی تھی وہ اس کی جانی پہچانی ہے۔

یہ کیسے ہو سکتا تھا؟ وہ پومی کے متعلق سوچ رہی تھی کہ پومی اُس کی جانی پہچانی لڑکی ہے۔ جب کہ اُس نے پومی کو اب سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے اُس کے دماغ میں سوال کیا۔ کیا میں پومی کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکی ہوں؟ اگر ایسا ہے تو اسے کہاں دیکھا ہے؟"

وہ ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگی۔ اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اُس کے دماغ پر بہت زیادہ بوجھ ڈالنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے ایک ایک مبہم سی یاد دلائی۔ مثلاً میں نے اس کی بہن وسنتی کو یاد دلایا تو وسنتی کا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ لیکن اس کی سوچ نے بتایا کہ پومی وسنتی نہیں ہے۔

میں نے پھر سونیا کا چہرہ یاد دلایا تو اس کی آنکھوں کے سامنے سونیا کا دھندلا دھندلا سا خاکہ ابھرا لیکن پتہ چلا کہ پومی سونیا جیسی نہیں ہے۔ یقیناً پومی کسی سے مشابہت رکھتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ رس دنتی کو شناسا لگ رہی تھی جب کہ اس نے پومی کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

آخر کار میں نے رُدمانہ کا نام اُس کے دماغ میں لیا تو وہ رومانہ کے متعلق سوچنے لگی۔ میں نے اُس کا فوٹو اس کا نک نقشہ ذہن میں واضح کیا، تو رومانہ کی تصویر اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم گئی۔ تب ہی اس نے کہا۔ کہ ہاں رُدمانہ ابھی اس گینڈے باس کے ساتھ رومانہ آئی تھی۔

یہ سنتے ہی میں کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ پومی آئی ہو اور رس دنتی نے رومانہ کو نہ دیکھا ہو۔ میں نے اُسی کی سوچ میں کہا۔ "کیا وہ لڑکی رومانہ سے مشابہت رکھتی ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "ہاں وہ بالکل ویسی ہی تھی۔ بالکل ...لگ رہی تھی۔ اور وہ رومانہ ہی ہو سکتی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ کیسے ممکن ہے؟ رومانہ تو ایک نوجوان عورت تھی اور وہ فرہاد کی محبوبہ تھی اور یہ کہ گینڈے باس کے ساتھ جو لڑکی آئی تھی وہ بالکل نوعمر تھی۔ بچی لگتی تھی پھر وہ رومانہ کیسے ہو سکتی ہے؟"

اُس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "ہاں اس پر میں نے غور نہیں کیا تھا کہ وہ کم عمر لڑکی ہے اور وہ رُدمانہ نہیں ہو سکتی لیکن وہ ہو بہو رُدمانہ

ہے، اس کی شکل صورت، اس کے دیکھنے کا انداز اور اس کی جسامت بھی رومانہ جیسی لگ رہی تھی۔ شاید اس کا قد بھی رومانہ جیسا ہو۔"

پھر اس کی سوچ نے کہا۔ فرہاد؟ فرہاد۔۔۔۔۔ یہ نام ابھی میری سوچ میں آیا تھا۔ اور یہ نام میں بھول نہیں سکتی۔ میں نے کتنوں کو بھلا دیا۔ لیکن میں فرہاد کو۔ بھلا سکی۔ میں اسے یاد کرتی ہوں۔ پتہ نہیں وہ کہاں ہوگا اور مجھے یاد بھی کرتا ہوگا یا نہیں؟"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "فرہاد کون تھا؟ کیا وہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا؟"

"ٹیلی پیتھی؟ وہ سوچنے لگی۔ "ٹیلی پیتھی، یہ ٹیلی پیتھی کیا ہوتی ہے؟"

"ٹیلی پیتھی، جس علم کو کہتے ہیں، جو دوسرے دماغ تک اپنی سوچ کی لہروں کو پہنچا تا ہے۔"

رس وتی کو کبھی طرح یاد نہیں آ رہا تھا۔ میں نے بھی اسے یاد دلانا مناسب نہیں سمجھا۔ اس وقت میرا ذہن پومی کی طرف لگا ہوا تھا۔ پومی جو رومانہ کی ہم شکل تھی۔ اتنے دنوں سے یہ اس سے دماغی رابطہ تھا لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ میں کسی رومانہ کی ہم شکل لڑکی سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہوں۔

جب مجھے پتہ چل گیا کہ پومی رومانہ کی ہمشکل ہے تو پتہ نہیں میرے دل کو کیا ہونے لگا۔ میں نے اپنے دل کو ٹٹولا، تو میں بے چین ہو رہا تھا۔ میں پومی کو ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا۔ رومانہ جو میری جان تھی، میری زندگی تھی، مجھ سے بچھڑ گئی تھی اور کبھی واپس نہیں آ سکتی تھی اور اب پومی کی شکل صورت لے کر واپس آ گئی تھی۔ میں اسے ایک نظر دیکھ لینا چاہتا تھا۔

لیکن کیسے؟ میں اسے کیسے دیکھ سکتا تھا؟ اس وقت میں مشرقی پاکستان کے ایک ساحلی شہر میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ آسام کے کہیں دور افتادہ علاقے میں گیسنڈے باس کے ساتھ کسی نیچے میں سو رہی تھی۔ اور میں وہاں جا نہیں سکتا تھا میرے لیے وہاں جانا ناممکن تو نہیں تھا، لیکن مشکل ضرور تھا کیونکہ اب میں نے مغربی پاکستان جانے کا پروگرام بنا لیا تھا۔ ٹکٹ بھی آ چکے تھے اور میرے سفر کا پروگرام بن چکا تھا۔

کیا میں اپنا پروگرام منسوخ کر سکتا ہوں؟ کیا میں یہاں سے واپس آسام کی طرف نہیں جا سکتا؟ یہ باتیں میرے ذہن میں گونج رہی تھیں۔ مجھے اکسا رہی تھیں کہ میں واپس پلٹ جاؤں اور پومی کو ایک نظر دیکھ لوں۔ تب میرے ذہن نے دوسرے پہلو سے سمجھایا کہ ایسی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی اگر پومی سے ملاقات تقدیر میں لکھی ہوگی تو ضرور۔۔۔ ہوگی۔ جب میں نے مغربی پاکستان جانے کا پروگرام بنا ہی لیا ہے تو مجھے ضرور جانا چاہیے اور اپنا پروگرام منسوخ نہیں کرنا چاہیے۔

کاش! مجھے یہ بات پہلے سے معلوم ہو جاتی کہ پومی رومانہ کی ہمشکل ہے تو میں وہاں سے اتنی عجلت کے ساتھ روانہ نہ ہوتا۔ لیکن واقعی تقدیر بڑے گل کھلاتی ہے۔ ممی نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ پومی سے ابھی میری ملاقات ممکن نہیں ہے۔ آئندہ شاید کبھی میں اس سے

مل سکوں لیکن فی الحال میں اس سے ملنا چاہوں گا تب بھی نہ مل سکوں گا۔ اب بھی یہی بات تھی کہ میں مغربی پاکستان جانے کا ٹکٹ لیے بیٹھا تھا اور اُدھر رومانہ پومی کے روپ میں آ کر مجھے پکار رہی تھی اور میں جا نہیں سکتا تھا۔

آخر کار میں نے یہی سوچا کہ تقدیر جب ہمیں دُور کر رہی ہے اور ابھی ملنے کی اجازت نہیں دیتی ہے تو مجھے ممی کی باتوں پر عمل کرنا چاہیے۔ اتنی جلدی پومی سے ملنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے ورنہ نتائج اچھے ثابت نہیں ہوں گے۔

اگر کوئی اپنا عزیز ترین ساتھی مر چکا ہو اور کچھ عرصے بعد وہ ہمیں کسی دوسرے روپ میں ملنے والا ہو تو اسے دیکھنے اور اس سے ملنے کے لیے کس قدر بے چینی ہوتی ہے۔ اس بے چینی کو کچھ میں ہی سمجھ سکتا تھا، دوسروں کو نہیں سمجھا سکتا۔ اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس بے چینی کے مارے سو نہیں سکتا تھا لیکن بھلا ہو ٹیلی پیتھی کا اور دماغ کو گہری نیند سلانے والی صلاحیتوں کا کہ میں نے اپنے آپ کو تھپک تھپک کر سُلا دیا اور اپنے ذہن کو یہ ہدایت دے دی کہ جب تک کوئی مداخلت نہ کرے یا کرے میں داخل نہ ہو اس وقت تک یعنی تقریباً سات بجے تک سوتا رہوں۔

میں صبح سات بجے تک آرام و سکون سے سوتا رہا جب آنکھ کھلی تو سب سے پہلے جس ہستی کا خیال ذہن میں آیا وہ رومانہ تھی پچھلی رات سے رومانہ میرے ذہن میں پھر سے شروع ہو گئی تھی۔ اس معلوم ہوتا تھا کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھی ہے اور اب پومی کے روپ میں مجھے سوتے جاگتے پکار رہی ہے۔ میں نے تھوڑی دیر تک اسے سہولت سے یاد کیا پھر ہستگی سے اسے ذہن سے جھٹک دیا کسی کو یاد کرتے رہنا ایک بہت بڑی کمزوری ہے اور میں اس کمزوری کا شکار نہیں ہونا چاہتا تھا۔

اس وقت پیرس میں رات کے دو بجے تھے۔ سونیا آرام سے گہری نیند سو رہی تھی۔ میں اسے چھوڑ کر دروازے کے پاس آیا اور پھر دروازے کو کھول کر غلام اور سامی کو بُلا لیا۔ سامی آتے ہی میری گود میں پہنچ گئی۔ اور میاؤں میاؤں کر کے جیسے شکایت کرنے لگی کہ پچھلی رات میں نے اسے اپنے پاس کیوں نہیں سلایا تھا۔ میں مسکرا کر اسے پچکارنے لگا۔ پھر میں نے غلام کو بتایا کہ میرے جانے کی تیاری مکمل ہو چکی ہے لہٰذا وہ اُن بستی والوں کو ان کی ضروریات کی چیزیں دلا کر رخصت کر دے۔ اس کے بعد گاڑی کو فروخت کرنے کی فکر کرے جس دن بھی گاڑی فروخت ہو جائے وہ میرے پاس کراچی پہنچ جائے میں اس کی خبر رکھوں گا اور اپنے پاس جہاں بھی رہوں گا وہاں اسے بُلا لوں گا۔

ساڑھے نو بجے ہم ایئر پورٹ پہنچ گئے وہاں ایک کاؤنٹر پر

مجھ سے کہا گیا کہ میں سامی کے گلے میں پٹہ باندھ دوں اور اسے زنجیر کے ساتھ باندھ کر لے جاؤں تاکہ وہ جہاز کے اندر مسافروں کو یا زیرِ حفاظت کو پریشان نہ کرے۔ میں نے انہیں یقین دلایا کہ سامی بہت ہی سدھائی ہوئی بلی ہے کسی کو پریشان نہیں کرے گی۔ انہیں یقین دلانے کے بعد میں غلام سے رخصت ہوا اور جہاز پر سوار ہو گیا۔

سفر نہایت ہی آرام دہ تھا۔ میں کراچی تک بخیریت پہنچ گیا۔ اتنے میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ اس لیے نہیں ہوا کہ میں نے کسی کے معاملات میں دلچسپی نہیں لی، ورنہ جہاز میں جتنے مسافر بیٹھے ہوئے تھے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک واقعہ ضرور منسلک ہو سکتا تھا۔ اس دُنیا میں جتنے بھی لوگ ہیں وہ اپنے ساتھ اپنی اپنی کہانیاں لیے پھرتے ہیں۔ میں ہر ایک کی کہانی میں جھانکنا شروع کر دیتا تو کراچی تک پہنچنے کی شاید نوبت ہی نہ آتی۔

کراچی پہنچنے سے پہلے سفر کے دوران میں نے سونیا سے دماغی رابطہ قائم کیا تھا اس وقت میری گھڑی میں گیارہ بجے تھے اور پیرس میں صبح کے چھ بج رہے تھے۔ سونیا کو ماسٹر موس ٹرونی اطلاع دے رہا تھا کہ ڈبل فنگر پولیس کی حراست سے چھڑا لیا گیا ہے اور اس وقت ہم اسے تلاش کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم دونوں کا مقابلہ نہ ہو اور بات اب ختم ہو جائے۔ ہمیں یا ڈبل فنگر کو تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

سونیا اپنی ضد پر قائم تھی۔ اس نے کہا۔ "میں باقاعدہ مقابلہ کروں گی۔ مقابلے میں کوئی مداخلت نہیں کر سکے گا۔ فرہاد بھی جائے درمیان نہیں آئے گا۔ میں نے ڈبل فنگر کو اس بات کا یقین دلایا ہے کہ مقابلہ پوری تیاری سے ہے اور رس کے زیادہ ہوگا لہٰذا اسے ہمارے پاس بھیج دیا جائے یا مجھے بتایا جائے کہ وہ کہاں ہے۔ تو میں اس کے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

مجھے پندرہ منٹ تک انتظار کرنا پڑا۔ میں پندرہ منٹ تک سامی کو گود میں لیے سہلاتا رہا۔ اور اس سے کھیلتا رہا۔ جہاز کے مسافر سامی کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد جب میں سونیا کے پاس پہنچا تو ماسٹر موس ٹرونی ڈبل فنگر کے ساتھ پہنچ گیا تھا۔ وہاں اور بھی کچھ خاص لوگ موجود تھے اور وہ سب ان دونوں کا مقابلہ دیکھنا چاہتے تھے۔

وہاں ٹرونی نے وہاں پہنچتے ہی کہا۔ "مادام ہپناٹسٹ کا ہمیں حکم ہے کہ کسی طرح بھی ہم اس مقابلے کو روک دیں کیونکہ آپ دونوں ہی سپر ماسٹر ہیں۔ وہ نہیں چاہتا کہ دو میں سے کسی کی جان جائے۔ کیا یہ مقابلہ صرف بار جیت کی بنیاد پر نہیں ہو سکتا کہ کوئی کسی کو شکست دے دے، لیکن کسی کی زندگی سے نہ کھیلے؟"

سونیا نے ڈبل فنگر کی طرف دیکھا۔ ڈبل فنگر نے کہا۔ "اب میں اپنی زبان بولوں گا۔ یہ سپر ماسٹر کا حکم ہے کہ مجھے گونگا بن کر نہیں رہنا چاہیے اگر فرہاد میرے دماغ تک پہنچنا چاہے تو پہنچے۔ میں اب دشمن بن کر فائنل نہیں کرنا چاہتا مگر ہاں، دشمن بن کر تمہیں تھوڑا بہت نقصان ضرور پہنچاؤں گا۔"

سونیا نے کہا۔ "جب مقابلے کی بات آ گئی ہے تو دوستی اور دشمنی کیسی؟ اگر کسی حد تک دشمانہ مقابلہ ہے اور صرف کسی کو کسی حد تک نقصان پہنچا کر اُسے شکست دیکر چھوڑ دینا ہے تو میں ایسا مقابلہ کرنے کے لیے بھی تیار ہوں۔ میں تمہیں جان سے نہیں مار دوں گی۔ شکر کرو کہ فرہاد سے خوفزدہ ہو کر سپر ماسٹر مجھ پر مہربان ہو گیا ہے اور مجھ پر مہربانی کرنے کے لیے اس نے تمہیں دوستانہ مقابلے کے لیے حکم دیا ہے اگر دشمنی ہوتی تو آج تم یہاں سے زندہ نہیں جا سکتے تھے۔"

ڈبل فنگر نے کہا۔ "تم بہت زیادہ بولتی ہو اور بہت زیادہ غصہ دلاتی ہو۔ پہلی بار بھی میں گونگا بن کر۔۔۔۔۔۔ بڑی مشکلوں سے تمہاری باتیں برداشت کرتا رہا تھا لیکن اب پھر اگر بولو گی تو پہلا حملہ میری طرف سے ہی ہوگا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "صرف بولنا ہی آتا ہے یا مقابلے میں پہل کرنا بھی جانتے ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ڈبل فنگر تیر کی طرح اس کی طرف آیا اور کسی مُکے باز کی طرح اس پر جھپٹ پڑا لیکن وہ غافل نہیں تھی۔ مقابلے کے لیے تن کر کھڑی ہوئی تھی۔ فوراً اچھل کر ایک طرف ہو گئی۔ ڈبل فنگر اپنے ہی جھونک میں آگے بڑھتا ہوا گیا تو سونیا نے گھوم کر پیچھے سے ایک لات جمائی۔ لات اس کی کمر پر لگی تھی، وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ پھر وہ فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پلٹ کر سونیا کی طرف آنے لگا۔ اس بار سونیا نے چھلانگ نہیں لگائی۔ ڈبل فنگر نے سوچا تھا کہ وہ پہلے کی طرح چھلانگ لگا کر نیچے گرے گی اس لیے وہ دوسرے انداز سے پینترا بدل کر آیا تھا۔ یہ پینترا بھی اسے مہنگا پڑا تھا۔ سونیا نے اس بار بھی جم کر ذرا جھکائی دے کر اس کے سیدھے ہاتھ کو تھام لیا۔ وہ ہاتھ جس میں دو انگلیاں تھیں۔ پھر دونوں میں زور آزمائی شروع ہو گئی وہ اپنا ہاتھ چھڑانا چاہتا تھا اور سونیا اسے چھوڑ نہیں رہی تھی، دونوں زور لگا رہے تھے۔

اچانک سونیا ایک جھٹکے سے الگ ہو کر اس سے دُور چلی گئی۔ ڈبل فنگر کو جوابی حملہ کرنا چاہیے تھا لیکن وہ اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اپنی دونوں انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے کھجا رہا تھا۔

سونیا نے دوسرے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ماسٹر موس ٹرونی! دیکھ لو میں تقابلہ کر رہی ہوں، میں نے کہا تھا کہ فرہاد ہمارے درمیان نہیں آئے گا اور اس وقت فرہاد ہمارے درمیان نہیں ہے میں تنہا اس سے مقابلہ کر رہی ہوں لیکن یہ مجھ پر حملہ نہیں کر سکے گا۔ آپ لوگوں میں سے کوئی بھی اسے للکارے یہ اب کسی پر حملہ نہیں کر سکے گا۔ یہ صرف اپنی دونوں انگلیوں کو کھجاتا رہے گا۔"

یہ میں جانتا تھا کہ سونیا نے کون سی مکاری کی تھی۔ اس کی جیب میں جو دوا کی شیشی رکھی تھی، وہ دراصل چنگ بوشن تھا۔ ایسا لوشن کہ اگر ایک قطرہ بھی کسی کے جسم پر ٹپکا دیا جائے تو کھجلی شروع ہو

جاتی تھی۔ سونیا نے وہی اچنگ لوشن روزآرمائی کے دوران اُس کی دو انگلیوں پر چپکا دیا تھا اور اب اطمینان سے اُس کی پٹائی کر رہی تھی۔

وہاں تماشا دیکھنے والے دیکھ رہے تھے کہ ڈبل فنگر کی دونوں انگلیوں سے اب خون رسنے لگا تھا۔ وہ اس شدت سے کھجا رہا تھا، جیسے اس پر جنون سوار ہو گیا ہو۔ وہ دوا کچھ اس قسم کی ہی تھی کہ کھجلی کے ساتھ ساتھ خون بہتا تو وہ خون میں شامل ہو جاتی تھی۔

لوشن زخم میں اُتر گیا تھا اور اندر ہی اندر شاید خون میں پھیل رہا تھا اور اُس کے ساتھ ہی اس کے بدن کے دوسرے حصّوں میں کھجلی بڑھتی جا رہی تھی اور وہ بے تماشا پاگلوں کی طرح اِدھر سے اُدھر بھاگتا جا رہا تھا اور بڑبڑاتا جا رہا تھا کہ سونیا نے اُس کے ساتھ مکاری کی ہے اور اُسے کھجلی کے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ اُسے فوری طبّی امداد کی ضرورت ہے۔

یہ سنتے ہی موس ٹرڈی اور دُوسرے لوگ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سونیا سے التجا کرنے لگے کہ مقابلہ ختم کر دیا جائے۔ اب بیک فرنہ ملہ ہو رہا ہے اور وہ بے چارہ مار کھا رہا ہے۔ اسے اب طبّی امداد کی ضرورت ہے۔

سونیا رُک گئی۔ اس نے کہا "ٹھیک ہے، اب تم لوگ اسے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو اور اسے آئندہ کے لیے سمجھا دینا کہ میرے سامنے نہ آئے۔ اگر آئے گا تو اس سے بھی زیادہ بُرا حشر کر دوں گی۔"

ڈبل فنگر اپنے بدن کو اِدھر سے اُدھر کھجاتا جا رہا تھا اور خاص طور پر دونوں انگلیوں کو بار بار کھجاتا جا رہا تھا اور بڑبڑاتا جا رہا تھا کہ یہ کھجلی نہیں موت کی سزا ہے بھی بدتر سزا ہے۔ مجھے فوراً طبّی امداد پہنچائی جائے۔ یہ کھجلی نہیں ہے قیامت کے دن کا عذاب ہے۔ مجھے اس سے نجات دلاؤ۔ میرے تمام بدن کو پھیل ڈالو تاکہ یہ کھجلی مٹ جائے۔ میری ان دونوں انگلیوں کو کاٹ ڈالو تاکہ یہاں کھجلی نہ ہے۔

وہ بڑبڑا رہا تھا اور وہ لوگ اُسے اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔

جب وہ لوگ چلے گئے تو سونیا نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اُس شیشی کو جیب سے نکال کر چوم لیا۔ میں پہلے سے ہی جانتا تھا کہ وہ کس مکاری سے مقابلہ کرنے والی ہے اسی لیے میں نے اُسے مقابلہ کرنے والی ضد سے باز نہیں رکھا تھا۔

اچانک میں اُسے یاد آ گیا۔ وہ سنجیدہ ہو گئی پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "فریاد! کیا تم موجود ہو؟"

میں خاموش رہا۔ وہ بولنے لگی "دیکھو، اگر موجود ہو تو مجھے مخاطب کرو۔ آج میں بہت خوش ہوں، اس خوشی میں میں تمہاری پچھلی غلطی کو نظر انداز کر دُوں گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "ہاں میری جان! میں تمہارے دماغ میں ہمیشہ ہی موجود رہتا ہوں۔ تم کو چوبیس گھنٹے... سوتے جاگتے، اُٹھتے، بیٹھتے دیکھتا رہتا ہوں۔ تم مجھ سے ناراض ہو لیکن میں تم سے ناراض نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی کبھی تمہیں بھلا سکتا ہوں۔"

اچانک ہی سونیا نے تیور بدل کر کہا "!! ہیرو قوف! میں تو تمہاری موجودگی کو سمجھے بیٹھی تھی۔ میری سمجھ میں کبھی نہیں آتا۔ میں یہی سوچتی ہوں کہ جب مجھ پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو میں دلیر بن جاتی ہوں، ورنہ ایک ڈرپوک کی طرح بزدل بن کر رہتی ہوں۔"

وہ بولا "اطمینان رکھو۔ میں تمہارے لیے تجربہ کار جوڈو اور کراٹے کے دو ماہر کو مقرر کروں گا اور تمہیں لڑنے کے ہر فن سے، ہر داؤ سے واقف کراؤں گا تاکہ تم خوبصورتی کے مطابق دنیا کی بہترین فائٹر وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے ڈائننگ روم کی طرف جانے لگے۔ کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ میں بھی دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو گیا۔ ہوسٹس میرے پاس آ کر کھلی ہوئی مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی کہ مجھے کھانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ میں نے بھی مسکرا کر کھانے کا آرڈر دیا تو وہاں سے چلی گئی۔

سہ پہر کے وقت میرے قدموں نے مغربی پاکستان کی سرزمین چھو لیا۔ کراچی ایئرپورٹ پر بھی اس بریف کیس کو ساتھ لے جانا دشوار ہو گیا۔ کیونکہ وہ مشرقی پاکستان سے مغربی پاکستان تک کا سفر تھا۔ اندرون ملک کی فلائٹ میں چیکنگ نہیں ہوتی تھی۔ میں... کسی طرح اُس بریف کیس کو چیک کرنے والوں کی نظروں سے بچا لایا۔ پھر کراچی کے ہوٹل پیراڈائز میں ایک کمرہ کرائے پر لے کر وہ قیمتی رہائش اختیار کر لی۔

میں نے ہوٹل کے ہال میں بیٹھ کر ایک کپ گرما گرم چائے پی۔ ایک سگریٹ سُلگا کر اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ وہاں میں نے اپنا اٹیچی کیس کھول کر شہناز کی تصویر نکالی۔ پھر اس تصویر کو لے کر ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

شہناز میری بیوی تھی کیونکہ میں طارق محمود تھا۔ میرا چہرہ طارق محمود کا تھا۔ میرا پاسپورٹ اور یہاں کا نام اور پتہ سب کچھ طارق محمود تھا۔ اس رشتے سے شہناز میری بیوی تھی۔

وہی شہناز جو پہلے شوہر طارق محمود کے ساتھ بنکاک گئی تھی۔ بنکاک کے ایک ہوٹل میں طارق محمود کا چہرہ بُری طرح بگڑ گیا تھا۔ اس کا دماغ وہاں کے... بہت مشہور پلاسٹک سرجری کے ماہر ایک جاپانی ڈاکٹر کے پاس پہنچ گیا تھا۔ جاپانی ڈاکٹر اس کے چہرے کی سرجری کرنا چاہتا تھا لیکن شہناز کی نظر جاپانی ڈاکٹر کی تجوری پر تھی۔ اس کی تجوری میں بے تحاشا نوٹ رکھے ہوئے تھے۔ وہی بے حد ضروری بریف کیس اس وقت موجود تھے۔ کچھ بے ہوش شہناز وہاں سے لے آئی تھی۔ اُس نے اپنے شوہر کی لاش کو آخری تجہیز و تکفین تک پہنچانے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی تھی اور اسے چھوڑ کر وہاں سے فرار ہو کر یہاں آ گئی تھی۔

میں شہناز کی تصویر دیکھ رہا تھا۔ اُس کی تصویر بتا رہی تھی کہ وہ ایک حسین عورت تھی اور پُرشباب بھی۔ دیکھنے والوں کو اپنا دیوانہ بنا لینے والی تھی۔ میں اس کی آنکھوں میں جھانکتے جھانکتے اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔ اس وقت شام کے پانچ بج رہے تھے اور وہ کلب جانے کی تیاریاں کر رہی تھی۔ بناؤ سنگار میں مصروف تھی۔

میں اس کی سوچ سے معلومات حاصل کرنے لگا۔ پتہ چلا کہ اُس نے ایک ہیرے کو اپنے پاس رکھ کر باقی ہیرے آدھے پونے فروخت کر دیے تھے جس کے عوض اُسے سات لاکھ روپے ملے تھے۔ پھر اُس نے طارق محمود کا مکان بیچ کر سوسائٹی میں ایک بہت ہی عالیشان کوٹھی خرید لی تھی ایک کار بھی خرید لی تھی اور اب وہ بہت ہی رئیسانہ ٹھاٹ باٹ سے رہنے لگی تھی اور کلبوں میں شام کو جاتی تھی۔ نئے نئے دوست بناتی تھی لیکن کسی کو تنہائی میں پہنچنے کا موقع نہیں دیتی تھی۔ سب کو تڑپانے اور ترسانے میں اُس کو بڑا لطف آتا تھا۔ وہ نفسیاتی طور پر ایک ایسی مریضہ تھی جو دوسروں کی بے چینی اور تڑپ کو دیکھ کر ذہنی طور پر لذت حاصل کرتی ہے۔

اُس نے طارق محمود کو زن مرید بنا کر رکھا تھا۔ اُسے کٹھ پتلی بنا کر نچاتی تھی اور جیسا کہتی تھی وہ ویسا ہی کرتا تھا اور اُس کے اشاروں پر ناچتا رہتا تھا۔ میں نے اُس کی سوچ کے ذریعے اُس کا ٹیلی فون نمبر معلوم کیا۔ پھر اُس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ میں نے ہوٹل کے ایکسچینج والوں سے اس نمبر پر رابطہ قائم کرنے کے لیے کہا۔

تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ میں نے ریسیور اُٹھا کر کہا "ہیلو شہناز!"

دُوسری طرف سے اُس نے ماتھے پر شکنیں ڈال کر ناگواری سے پوچھا "کون ہو؟ مجھے اس بے تکلفی سے مخاطب کیوں کر رہے ہو؟"

میں نے کہا "کیا تم نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں وہی ہوں جسے تم بے گور و کفن چھوڑ کر چلی آئی تھیں۔"

میری یہ بات سُن کر وہ چونک گئی۔ پھر اُس نے پوچھا "تم کون ہو؟ میں کسے بے گور و کفن چھوڑ آئی تھی؟ کیا تم مر گئے تھے؟"

"ہاں میں مر گیا تھا۔" میرے لب و لہجے سے مجھے پہچان سکتی ہو تو پہچان لو۔"

"اگر تم مر گئے تھے تو زندہ کیسے ہو گئے ہو؟ یہ کیا معمّہ ہے؟ آخر سیدھی طرح بات کیوں نہیں کرتے۔ میں ریسیور رکھ دوں گی۔"

"نہیں۔ ریسیور نہ رکھنا۔ میں اپنا تعارف کراتا ہوں تمہیں خود سمجھ لینا چاہیے۔ کیا تم مجھے بنکاک لے جا کر وہاں مُردہ حالت میں چھوڑ کر یہاں نہیں آ گئیں؟"

وہ حیرانی سے منہ کھول کر سوچنے لگی۔ میں نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو؟ جواب دو۔"

اُس نے ڈھیٹ بن کر جواب دیا۔ "میں نہیں جانتی تم کیا بکواس کر رہے ہو؟"

یہ کہتے ہی اُس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ رابطہ ختم ہو گیا۔

میں نے اُسے سمجھنے دیے جھوٹ بول رہی تھی کہ تمہاری غلطیوں کو نظر انداز کر دوں گی۔ کیا تم اس قابل ہو کہ تمہاری غلطیوں کو معاف کیا جائے؟ تم قتل و دھوکے کے بے پناہ مکار و دغاباز فریبی اور ہر جائی اور نجانے کیا کیا ہو۔ میں تمہارے فریب میں اب نہیں آ سکتی۔ میں تمہیں اب منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتی۔"

"اتنی دُور سے تم منہ لگا بھی نہیں سکتیں۔ کوئی دوسری بات کرو۔"

"آگئے اپنی حاضر جوابی پر۔ تمہاری یہ باتیں مجھے متاثر نہیں کر سکیں گی۔ میں کوئی نوخیز چھوکری نہیں ہوں کہ تمہاری باتوں میں آ کر پھر تم سے محبت کرنے کی غلطی کر بیٹھوں۔ اب تم مجھے بھول ہی جاؤ تو بہتر ہے۔"

"تمہیں کیسے بھول جاؤں۔ تم کوئی بھلانے کی چیز تو ہو نہیں۔ بہرحال تمہاری یہ ضد ہے کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرو گی تو۔ کرو۔ میں بھی ضد کا پکا ہوں تم نفرت کرو گی، میں محبت کرتا جاؤں گا۔ دیکھتا ہوں کہ جیت کس کی ہو گی۔"

تمام دشمن بڑی زیرک نوک جھونک ہوتی رہی۔ پھر میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ میں نے غلام کی خبر لی تو وہ کشتی گاڑی لے کر چاٹگام کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اس سے رابطہ قائم کر کے اُسے یقین دلایا کہ میں اس کا خیال رکھتا ہوں اور ہمیشہ اُس کی خبر لیتا رہوں گا۔ اس کے بعد میں نے فی سے رابطہ قائم کیا اور انہیں بتایا کہ میں اس وقت طیارے میں سفر کر رہا ہوں اور کراچی پہنچتے ہی ملتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے پومی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اب مجھے یوں لگ رہا تھا، جیسے میں پومی کے نہیں رومانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھ رہا ہوں۔

وہ گینڈے باس کے ساتھ رنگون پہنچ گئی تھی اور انہوں نے سوئفٹی کو بھی اپنے ساتھ شریک سفر رکھا تھا اور اسے علاج کے لیے رنگون لائے تھے اور اُسے ایک بڑے ہسپتال میں داخل کر دیا تھا۔

اس وقت وہ گینڈا باس پومی کے پاس بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا اور پومی پوچھ رہا تھا کہ اس کا پروگرام کیا ہے؟ وہ کہاں رہنا چاہتی ہے؟ کیا اُسے اپنے باپ سمجھ کر اس کے پاس بمبئی یا رنگون میں اپنے باپ کی جائیداد سنبھالتی رہے گی۔

پومی نے جواب دیا کہ میرا باپ جیسا کہ تم نے بتایا تھا بہت بڑا بلیک میلر تھا۔ اس کی یہ ساری آمدنی یہ ساری دولت اور جائداد حرام کی ہے۔ میں اُسے چھوڑ کر تمہارے پاس رہوں گی تو تم بھی کوئی نیک کام نہیں کرتے ہو۔ بہرحال مجھے تو کہیں نہ کہیں رہنا ہے۔ میں تمہارے پاس رہنا چاہتی ہوں۔ اور تمہارے پاس رہ کر ہی تعلیم حاصل کروں گی۔

میرے دماغ میں ایک بات آئی تو میں نے پومی کے دماغ پر قابض ہو کر اُس کی زبان سے یہ اگلوایا۔ "میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ جوڈو کراٹے کا فن بھی سیکھنا چاہتی ہوں۔ مجھے کل ہی کسی اچھے سے جوڈو کراٹے کے اسکول میں داخل کرا دیا جائے۔"

گینڈے باس نے کہا "تعجب ہے کہ تم دونوں پہلے بڑے دلیرانہ انداز میں لڑنا جانتی تھیں اور اب بالکل ہی ایک عام سی لڑکی بن گئی ہو۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ میں نے کئی بار یہ سوچا مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔"

"میں بھی کئی بار یہ سوچتی رہتی ہوں کہ آخر میں دلیر کیسے بن جاتی

میں نے ٹیلیفون ایکسچینج والوں سے کہا کہ دوبارہ اسی نمبر پر رابطہ قائم کرادیں۔ یہ کہہ کر میں نے ریسیور رکھ دیا۔

تھوڑی دیر بعد پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو پھر رابطہ قائم ہو چکا تھا۔ میں نے کہا۔ "سنو۔ اب کے ریسیور نہ رکھنا میں اپنا نام بتا رہا ہوں۔ میرا نام طارق محمود ہے اور میں تمھارا شوہر ہوں۔"

اس نے ریسیور پر چیختے ہوئے کہا۔ "تم جھوٹے ہو۔ مکار ہو۔ میرا شوہر کوئی نہیں ہے اور جو طارق محمود تھا وہ مر گیا ہے کہیں دفع ہو گیا ہے۔ میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتی خبردار! آئندہ مجھے ٹیلی فون پر پریشان نہ کرنا۔"

وہ ریسیور رکھنا چاہتی تھی، لیکن میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ پھر میں نے کہا۔ "دیکھو ریسیور نہ رکھنا پہلے میری بات سن لو۔ آج تم کہیں باہر نہیں جاؤ گی۔ میں ایک گھنٹے بعد تمھارے پاس پہنچنے والا ہوں۔ کیا تم مجھے اپنی کوٹھی کا پتہ بتاؤ گی؟"

اس نے پوچھا۔ "تمھیں میرا فون نمبر کس نے بتایا ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "مجھے طارق محمود کی روح سمجھ لو اور روحیں کسی سے فون نمبر معلوم نہیں کرتیں انہیں خود معلوم ہو جاتا ہے۔"

"تو پھر مجھ سے کوٹھی کا پتہ کیوں پوچھ رہے ہو کہ میں کہاں رہتی ہوں؟ خود ہی معلوم کر لو۔"

میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے، تم اسی طرح ریسیور پکڑے کھڑی رہو میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کہاں رہتی ہو۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کی سوچ سے معلوم کیا۔ اس کے دماغ نے اپنی کوٹھی کا پتہ دہرایا تو میں نے وہی پتہ اس کے سامنے بیان کر دیا۔

وہ حیران ہو کر بولی۔ "تم کون ہو؟ تم میرے متعلق بہت کچھ جانتے ہو اب میں سچ مچ تم سے ملوں گی۔ تم کب تک آ رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "ایک گھنٹے کے اندر پہنچنے کی کوشش کروں گا بشرطیکہ مجھے ٹیکسی مل جائے۔ سنا ہے پاکستان میں سب کچھ مل جاتا ہے مگر کشمکش اور ٹیکسیاں نہیں ملتیں۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر آئینے پر ایک نظر ڈالی۔ اپنے لباس کا جائزہ لیا پھر سامی کو اپنی گود میں لے کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ کمرے کو میں نے لاک کیا، پھر ہوٹل سے باہر آ کر میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ یہ محض اتفاق ہی کی بات تھی کہ ٹیکسی آسانی سے مل گئی تھی۔

ٹیکسی چل پڑی۔ میں ایک حسین عورت سے ملنے جا رہا تھا۔ جو اندر سے ایک زہریلی ناگن کی طرح تھی۔ جس نے اپنے شوہر پر ترس نہ کھایا تھا اور اسے دیارِ غیر میں بے گور و کفن چھوڑ کر چلی آئی تھی۔

اب وہ مجھے طارق محمود تسلیم نہیں کرے گی۔ اور اگر کر بھی لے گی تو مجھے زن مرید شوہر بنا کر رکھنے کی کوشش کرے گی۔ میں زن مرید تو خیر کیا ہوں گا، ہو سکتا ہے کہ اس کا حسن مجھے مسحور کر دے جیسے تصویر کر رہی تھی تو یہ الگ بات ہے۔ میں اس کے متعلق سوچتا ہوا اس کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا۔

میں نے ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر رخصت کر دیا۔ پھر کوٹھی کے احاطے میں داخل ہونے کے بعد دروازے کی کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک ملازمہ نے مجھ سے پوچھا کہ میں کون ہوں اور کس سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ اپنی بیگم صاحبہ سے کہو کہ طارق محمود ملنے آیا ہے۔

وہ واپس چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے واپس آ کر مجھ سے کہا کہ میں اندر آ جاؤں۔ میں ڈرائنگ روم میں آ کر ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا۔ پھر میں نے سگریٹ کا پیکٹ نکالا۔ اس میں سے ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبایا اور اسے سلگانے جا رہا تھا کہ سامنے والے دروازے کا پردہ ہلا اور وہ پردہ ہٹا کر اندر آ گئی۔

اسے دیکھتے ہی میں سگریٹ سلگانا بھول گیا۔ ایک دم سے اٹھ کر یوں کھڑا ہو گیا جیسے حسن کے حضور میں تعظیم پیش کر رہا ہوں۔ وہ بلاشبہ اس قدر حسین تھی، اس قدر پُرشباب تھی کہ دیکھنے والوں کے جذبات میں ہلچل مچا دیتی تھی۔ میں اسے دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ وہ مجھے سکتے کے عالم میں دیکھ کر فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

میں اس بات پر حیران تھا کہ اسے بے اختیار دیکھتا کیوں رہ گیا تھا۔ وہ بہرحال ایک عورت ہی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس کے حسن میں بہت زیادہ دل کشی تھی۔ ویسے میں نے بہت زیادہ دلکشی رکھنے والے حسن دشمن بھی دیکھے تھے۔ ان سے دوستی بھی کی تھی لیکن شہناز کو دیکھ کر ایک گونہ مدہوشی طاری ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے میں اپنے آپ سے بیگانہ ہوا جا رہا ہوں اور صرف اسی کو دیکھتے رہنے کو، اسی کو پوجتے رہنے کو جی چاہ رہا تھا۔

وہ میری طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "تم کوئی زبردست قسم کے بہروپیے ہو اور طارق محمود کے روپ میں آ کر مجھے احمق بنانا چاہتے ہو۔ میں ان کمزور عورتوں میں سے نہیں ہوں جو مردوں کے فریب میں آ کر اپنا سب کچھ لٹا دیتی ہیں۔ میں بہت ہی سنگدل عورت ہوں۔ بہتر ہے کہ تم اپنی اصلیت مجھ پر ظاہر کر دو۔"

اس کی آواز میں ایسا ترنم تھا جیسے وہ کوئی گیت گا رہی ہو۔ میں اس کی ایک بات بھی نہ سن سکا کیونکہ میں بے اختیار اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی میرے کان اسے

[illegible] تھے۔ بس یوں لگ رہا تھا جیسے دور کوئی گنگنا رہا ہو اور میں [illegible] کو انجانے پن میں سن رہا ہوں اور اپنے سامنے جو نظارہ ہے [illegible] نظارے میں ڈوبتا چلا جا رہا ہوں۔

اس نے مجھ سے پوچھا۔ "یہ تم اُلو کی طرح دیدے نکال کر مجھے کیوں [illegible] ہے ہو۔ بیٹھ جاؤ۔"

میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور فوراً ہی بیٹھ گیا۔ مجھے اس [illegible] حکم کی تعمیل کرنے پر بڑی حیرانی تھی کہ میں کیوں اس کی بات بلا چون و [illegible] تسلیم کر رہا ہوں۔ شہناز نے چابک تانی بجا کر اونچی آواز میں کہا۔ [illegible] جاؤ۔"

اس ڈرائنگ میں میں بیٹھا ہوا تھا اس کے چار دروازے تھے۔ میں نے چاروں دروازوں سے چار آدمی اندر داخل ہوتے دیکھے۔ ایک کے ہاتھ میں رسی کی بالٹی، تولیہ اور شیو کا سامان تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں چائے کا تھرمس تھا۔ تیسرے نے ریوالور پکڑ رکھا تھا اور چوتھا خالی ہاتھ تھا۔ اس نے اپنے خالی ہاتھوں پر ناز تھا کہ وہ بغیر ہتھیار کے ٹیڑھے لوگوں کو سیدھا کر دیتا ہے۔

میں نے پوچھا۔ "یہ سب کیا ہے؟"

شہناز نے جواب دیا۔ "میں تمھارا میک اپ اُتروا کر تمہارا اصلی چہرہ دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"یہ میک اپ نہیں ہے یہ میرا اصلی چہرہ ہے میں طارق محمود ہوں اور تمھارا شوہر ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ میں نہیں مانتی کہ میرا شوہر زندہ ہوگا۔ میں اسے [illegible] میں چھوڑ کر آئی تھی پھر وہ زندہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

یہ کہہ کر اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ میرا میک اپ اُتارا [illegible] صوفے کے پیچھے خالی ہاتھ آنے والے نے آ کر میرے دونوں بازوؤں [illegible] لیا تاکہ میں اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکوں۔ اس کے تھامنے کا انداز [illegible] ہی جارحانہ تھا اور اس کی قوت سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ خالی ہاتھ لڑنے کا ماہر ہوگا اور اچھا خاصا طاقت ور بھی ہے۔

میرے سامنے وہ بالٹی والا بیٹھ گیا۔ پھر تمام سامان سنٹر ٹیبل پر [illegible] میرے چہرے کو صاف کرنے لگا۔ خوب رگڑ رگڑ کر صاف کرنے [illegible] منٹ گزر گئے۔ میں نے بیزار ہو کر کہا۔ "خدا کے لیے اب تو میرا چہرہ [illegible] یہ میک اپ نہیں ہے میں سچ کہہ رہا ہوں میں طارق محمود ہوں۔"

میک اپ صاف کرنے والے نے مجھے تولیہ دیا اور پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ شہناز نے میرے چہرے کو پونچھنے لگا۔ شہناز نے کہا۔ "میں کبھی مان [illegible] نہ یہ تمھارا چہرہ ہے کیونکہ حادثے میں تمھارا چہرہ بُری طرح بگڑ [illegible] اور اب تمھارے چہرے پر حادثے کا کہیں نام و نشان تک نہیں۔ [illegible] چوٹ کا نشان نظر نہیں آ رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ وہ جاپانی ڈاکٹر جو پلاسٹک سرجری کا ماہر ہے جس نے میرے چہرے کو دوبارہ بنا دیا ہوگا جب کہ میرے پاس میری تصویر بھی رکھی ہوئی تھی۔"

وہ بولی۔ "بیشک وہ پلاسٹک سرجری کا ماہر بگڑے چہروں کو پھر سے بنا سکتا ہے لیکن مُردے کو زندہ نہیں کر سکتا۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ میرا شوہر مر چکا تھا اور وہ دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا تمھاری بہتری اسی میں ہے کہ تم اپنی اصلیت اگل دو ورنہ ابھی تمھاری پٹائی شروع ہو جائے گی۔"

میں نے پوچھا۔ "تمھیں یہ کیوں شبہ ہے کہ میں طارق محمود نہیں ہوں؟ کیا بنکاک میں تم نے میری نبض ٹٹول کر دیکھی تھی کہ میں زندہ ہوں یا مُردہ؟"

وہ چونک کر بولی۔ "ہاں اب مجھے یاد آیا تم اس جاپانی ڈاکٹر کے کوئی آدمی ہو۔ میں اُن کے ہاں سے قیمتی ہیرے اٹھا کر لے آئی تھی۔ اور اس نے ان ہیروں کو واپس لینے کے لیے یہ چال چلی ہے اس نے تمھارے اصلی چہرے کو چھپا دیا ہے اور اس پر پلاسٹک سرجری کے ذریعے طارق محمود کا چہرہ بنا دیا ہے اور تمھیں ان ہیروں کو وصول کرنے کے لیے بھیج دیا ہے بولو، کیا یہ بات نہیں ہے؟"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "نہیں تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو یا پھر کسی وجہ سے مجھے اپنا شوہر تسلیم کرنے سے انکار کر رہی ہو۔ کیا میں یہ سمجھوں کہ تم دولت مند ہو گئی ہو۔ اس لیے مجھ غریب آدمی کو قبول نہیں کرنا چاہتی ہو۔"

اس نے اپنے آدمیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "دیکھتے کیا ہو؟ اس کی پٹائی کرو ابھی اصلیت معلوم ہو جائے گی۔"

وہ شخص جو خالی ہاتھ تھا میری طرف بڑھنے لگا۔ میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "ذرا ٹھہرو کیا تم لوگ مجھے ریوالور سے بلاک کرنا چاہتے ہو؟"

اس خالی ہاتھ والے نے کہا۔ "ابھی نہیں ہمیں دونوں خالی ہاتھ تمھارے لیے کافی ہوں گے۔ اگر میں تمھیں زیر نہ کر سکا تو یہ چاقو والا تمھیں زیر کرے گا۔ اگر تم چاقو سے بھی قابو میں نہ آئے اور اپنی اصلیت بیان نہ کی تو تمھیں ریوالور سے شوٹ کر دیا جائے گا۔"

میں نے آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا۔ "تو پھر پہلے تم ہی آؤ اور یہ دیکھ لو کہ کون کس کو زیر کرتا ہے۔"

اور یہ کہتے ہوئے میں نے اچانک آگے بڑھ کر اس کے مُنہ پر ایک اُلٹا ہاتھ رسید کیا اور فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ اسے تو قع ہی نہیں تھی کہ میں حملے میں پہل کروں گا۔ وہ مجھ سے بزدلی کی توقع کر رہا تھا۔ مار کھاتے ہی وہ جھنجلا کر آگے بڑھا اور مجھ پر حملہ کرنے لگا لیکن اس کے جتنے حملے سب خالی گئے کیونکہ میں اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھ رہا تھا کہ وہ کس طرح پینترے بدل بدل کر حملے کرنا چاہتا ہے۔ میں اپنا بچاؤ کرتا جا

رہا تھا۔ اور اُس کے ساتھ ساتھ جوابی حملے بھی کرتا جا رہا تھا اسے خوب ٹھوکریں اور گھونسے لگ رہے تھے اور وہ زخمی درندے کی طرح چلّا رہا تھا۔ گالیاں دے رہا تھا اور پلٹ پلٹ کر مجھ پر حملے کرنا چاہتا تھا۔ میں شہناز نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "بس کرو۔ تم کسی کام کے آدمی نہیں ہو۔ اس ایک آدمی کو اپنے قابو میں نہ کر سکے اور ہمیشہ یہ ڈینگیں مارتے رہتے ہو کہ تم بڑے سے بڑے شورما کو خالی ہاتھوں زیر کر سکتے ہو۔"

خالی ہاتھوں سے حملہ کرنے والا شہ زور کمزور ثابت ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ اپنی شکست پر جھنجھلا رہا تھا لیکن شہناز کے تیور دیکھ کر وہ نہیں مار سکتا تھا۔ اس کے بعد شہناز کے حکم پر چاقو والا آگے بڑھا۔ اس نے مجھے مخاطب کرنے کے بجائے پوچھا۔ "اب بتاؤ، کیا تم اپنی مسیحت بتانا چاہتے ہو یا یہ چاقو تمہارے سینے میں اتار دوں"

میں نے کہا۔ "میری اہلیت تو دیکھ ہی رہے ہو جو میں بتا چکا ہوں۔ ہاں اگر تمہارے دل میں مجھے قتل کرنے کی حسرت ہے تو اسے پورا کرنے کی کوشش کرو۔ تمہاری حسرت دل ہی دل میں رہ جائے گی۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس نے پینترا بدل کر مجھ پر حملہ کیا۔ اس کا وار خالی گیا۔ اس نے دوسری بار پھر پینترا بدل کر حملہ کیا۔ اس کے بعد تو وہ جھنجلا کر رہ گیا کیونکہ اس کا وار کبھی خالی نہیں جاتا تھا۔ آخر ایک مقام پر اس کا چاقو والا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے اس کی کلائی کو مضبوطی سے تھام کر اسے مروڑنے لگا۔ ہم دونوں میں زور آزمائی شروع ہو گئی۔ اسی وقت میں نے اس زور آزمائی کے دوران اس کی ٹانگ پر زور سے ٹانگ ماری تو وہ لڑکھڑا کر نیچے گر پڑا اور چاقو اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ میں نے لپک کر چاقو ہاتھ میں لیکر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "اب بتاؤ چاقو کس کے سینے میں اترے گا؟"

ریوالور والے نے للکارتے ہوئے کہا۔ "خبردار! ایک قدم بھی آگے نہ بڑھانا ورنہ میں شوٹ کر دوں گا۔"

میں نے ریوالور والے کے ہاتھ میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ شوٹ کرنا نہیں چاہتا ہے بلکہ وہ شوٹ کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کے ریوالور میں گولیاں نہیں تھیں اور وہ خالی ریوالور کے گھوڑے دبا رہا تھا۔ تب پتہ چلا کہ شہناز در اصل مجھے ہلاک نہیں کرنا چاہتی تھی بلکہ دہشت زدہ کر کے صرف میری اصلیت مجھ سے اگلوانا چاہتی تھی۔

یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بچے! وہ ریوالور اپنی جیب میں رکھ لو۔ نکالے ریوالور کو پکڑنے کا انداز بتا رہا ہے کہ وہ خالی ہے اور تم مجھ پر فائر نہیں کر سکو گے۔"

میری یہ بات سُن کر شہناز نے بڑی حیرانی سے مجھے دیکھا، پھر اُس کی طرف گھورتے ہوئے بولی۔ "تم تینوں کیا منہ دیکھ رہے ہو چلو جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ میں نے تم کو بھاری تنخواہ پر ملازم رکھا تھا کہ تم میری حفاظت کرو گے لیکن تم تین آدمی ایک آدمی کو اپنے قابو میں نہ کر سکے چلے جاؤ یہاں سے اور آئندہ کبھی میری کوٹھی کا رُخ نہ کرنا۔"

وہ تینوں مجھے گھورتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ چوتھا آدمی اس کا خاص ملازم تھا۔ وہ بالٹی۔ تولیہ اور دوسرا سامان اُٹھا کر وہاں سے چلا گیا۔

شہناز نے مجھ سے کہا۔ "اب مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ تم طارق محمود نہیں ہو بلکہ کوئی اور ہو۔ کیونکہ وہ بالکل بُزدل تھا۔ لڑنے کے فن سے واقف نہیں تھا مگر تم تو نہ صرف لڑنا ہی نہیں جانتے بلکہ ... دُور سے ریوالور کو پکڑنے کے انداز سے بتا رہے ہو کہ وہ خالی ہے۔ تم کون ہو؟ مجھے اپنی اصلیت بتا دو میں تمہیں اپنا دوست اپنا باڈی گارڈ بنا کر رکھوں گی اور تمہیں مُنہ مانگی تنخواہ دیا کروں گی۔"

"تم تنخواہ نہ دو، تب بھی میں تمہارے پاس ہی رہوں گا کیونکہ میں تمہارا شوہر ہوں۔"

وہ پھر غصے میں بولی۔ "تم بکواس کرو گے یا اپنی حقیقت بتاؤ گے" یہ کہہ کر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ اندر جا کر ریوالور لے آئے گی۔ میں نے کہا۔ "میں حقیقت بتا چکا ہوں، تجھے یقین نہ آئے تو میں کیا کروں" یہ کہہ کر میں اطمینان سے بیٹھا رہا۔ پھر آرام سے بیٹھ کر سوچنے لگا کہ آخر مجھے کیا ہو گیا ہے؟

وہ بولی۔ "دیکھو! میں اپنی بات منوانا جانتی ہوں۔ مجھے اس بات کا اس قدر دیوانہ کیوں ہو گیا ہوں؟ میں کبھی بھی کسی پر فخر نہیں کرتا کہ میں جو چاہتی ہوں، وہ اپنے سامنے والوں سے پورا کرا لیتی ہوں۔ اپنی اس عادت کے پیچھے اتنا پاگل تو نہیں ہوا تھا پھر اب کیا بات ہے؟ میرے سامنے والے کو میری بات ماننا ہی پڑتی ہے۔ میں اپنی ہی کون سی خوبی شہناز میں ہے کہ جس نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے۔ اور خواہ مخواہ میں جا رہی ہوں تم میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ اور تم آنے والی وجہ سے میں اس کے ہر حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔

انکار نہیں کر سکو گے۔"

وہ رہ کر میرے دماغ میں یہی باتیں آ رہی تھیں کہ وہ ساحرہ ہے اور یہ کہہ کر وہ وہاں سے پلٹ گئی اور ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ حالانکہ اس نے نہیں کہا تھا۔ اب تو میں اس سے دُور چلا آیا تھا۔ اب تو میں اس چیلنج کیا تھا کہ میں اس کے حکم سے انکار نہیں کروں گا۔ مجھے چاہیے کہ میں اس کے دماغ کو کریدنے کی کوشش کروں۔ اس کے دماغ میں سنجیدگی سے غور کر سکتا تھا۔ کچھ نہیں تو اس کے دماغ سے متعلق معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

جا رہا تھا جیسے وہ مقناطیس تھی اور میں لوہا تھا۔ اور میں اس کی طرف جانے پر مجبور تھا۔

مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور نہیں رہا بلکہ طارق محمود کی طرح زن مرید ہو گیا ہوں اور اسی کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ شہناز میں ایسی کوئی غیر معمولی بات یقینی تھی جس نے مجھے متاثر کیا تھا اور جو مجھے متاثر کر رہی تھی۔ میں سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ آخر ایسی کیا بات ہے کہ میں اس کا دیوانہ بن گیا ہوں اور زر خرید غلام کی طرح اس کے پیچھے اس کی خواجگاہ میں بھی پہنچ گیا ہوں۔

وہاں پہنچ کر شہناز نے کہا۔ "دیکھو، میری طرح یہ خواب گاہ بھی کتنی خوبصورت ہے۔ ابھی وہ خوش نصیب شاید اس دنیا میں نہیں ہے جو میری خواجگاہ میں میرے پاس آئے۔ میں یہ کوشش تمہیں دے سکتی ہوں، بشرطیکہ تم اپنی حقیقت مجھے بتا دو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنی کون سی حقیقت بتاؤں۔ میں پہلے بھی دلیر تھا اور لڑنے کے فن سے واقف تھا لیکن تمہاری محبت اور تمہاری قربت نے مجھے دیوانہ اور بزدل بنا دیا تھا۔ میں نے کبھی بھی اپنی ان صلاحیتوں کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "بس زیادہ باتیں نہ بناؤ اور یہاں سے جا کر کسی دوسرے کمرے میں آرام کرو۔ کھانے کی میز پر آٹھ بجے رات کو

واقعی شہناز کے بدن سے مدہوش کر دینے والی خوشبو اٹھتی تھی۔ اس کے بدن کی جلد ایسی چکنی، ایسی پھسلتی ہوئی تھی جیسے سنگ مرمر سے بنائی گئی ہو۔ یقیناً وہ حُسن کا شاہکار نظر آتی تھی، لیکن میں اب سمجھ چکا تھا کہ میں اس کے حسن و شباب پر نہیں، اس کی سحر زدہ کر دینے والی اُبٹن کی مہک سے متاثر ہو گیا تھا اور شاید اب بھی وہ خوشبو متاثر کرے کیونکہ میں ہزار کوشش کے باوجود اس وقت مشتعل نہیں پایا تھا اور اس کے سامنے مدہوشی کی حالت میں اس کی ہر بات مانتا چلا گیا تھا۔

یہ تو رہی خوشبو کی باتیں کہ وہ کیسے سحر زدہ کر دیتی تھی۔ آئندہ کے لیے میں نے سوچا کہ اس کے سامنے جاتے وقت میں اپنے دماغ کو کنٹرول میں رکھوں گا اور کوشش کروں گا کہ اس سحر زدہ کر دینے والی خوشبو سے متاثر نہ ہو سکوں۔ بہرحال اب مجھے یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ تنہا کیسے زندگی گزار رہی ہے اور اس کی آمدنی کے ذرائع کیا ہیں کیونکہ وہ جتنے ہیرے جواہرات کرایا کرتی تھی اور انہیں فروخت کیا تھا، اس کے عوض اس نے کوٹھی اور کار وغیرہ خریدی تھیں۔ اس نے رہائش و آرائش کا یہ سامان جزیرے میں ساری رقم ضائع کر دی تھی، اب اس کی آمدنی کا بھی کوئی معقول ذریعہ ہونا چاہیے تھا۔

میں اس کے دماغ میں جھانکنے لگا تو وہ کسی سے فون پر کہہ رہی تھی "میں آج نہیں آ سکوں گی۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں نے صائمہ کو مادام روزی کے پاس بھیج دیا ہے اب مجھے اس کے عوض پانچ ہزار روپے مل جانے چاہئیں۔ ہو سکے تو یہ رقم میرے گھر بھجوا دو۔ میں نہیں آ سکوں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں دُوسری طرف سے بولنے والے کی آواز بھی سُن سکا۔ پتہ نہیں وہ کس سے پانچ ہزار کا مطالبہ کر رہی تھی اور کس صائمہ کو اس نے کسی مادام روزی کے پاس بھیجا تھا۔ یہ سب معلوم کرنے کے لیے میں اس کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔

پتہ چلا کہ تین ماہ قبل وہ کسی ایسے بیوقوف دولتمند کی تلاش میں تھی جو اس کے عشق میں مبتلا ہو کر اس کے لیے لاکھوں روپے خرچ کرتا رہے۔ اس نے بڑی چھان بین کے بعد ایک شخص کو پھانس لیا تھا۔ دنوں تو کتنے ہی اس کے دام میں پھنسنے کے لیے تیار رہتے تھے، لیکن اس نے فیروز نام کے ایک شخص کو ٹاڑ لیا تھا اور اس سے دوستی بڑھا لی تھی۔

لیکن دولت مند چاہے عقلمند ہو یا بیوقوف، وہ مرد ہوتا ہے۔ اور ہر مرد کسی بھی عورت سے ایک خاص قسم کا تعلق قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس دولت مند فیروز نے بھی یہی خواہش ظاہر کی وہ شہناز کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنا چاہتا ہے لیکن شہناز نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں دوستی میں سب کچھ کر سکتی ہوں لیکن جسمانی تعلقات قائم نہیں کر سکتی۔ میرا بدن تیرے لیے بہت بڑا سرمایہ ہے، میں اس سرمائے کی آخری

بوندوں کی جڑوں تک پہنچ کر ان کے راز کو سمجھتے ہیں اور بڑے بڑے مہلک امراض کے لیے ان جڑی بوٹیوں سے دوائیں تیار کرتے ہیں۔ شہناز نے ایسے ہی ایک حکیم کے نسخے سے فائدہ اٹھایا تھا۔

سانس تک حفاظت کرتی رہوں گی۔

"تمھیں اپنے بدن کو محفوظ رکھنا ہی تھا تو اب تک مجھے کیوں ہوقوف بناتی رہیں؟ مجھ سے محبت کا اظہار کیوں کرتی رہیں؟"

"جہاں دوستی ہوتی ہے، وہاں محبت ہوتی ہے۔ جب ہم پیس میں ملتے ہیں تو ہمارے درمیان اور کون سی باتیں ہوتیں؟ تم عشق و محبت کی باتیں شروع کر دیتے تھے اور میں اُن کا جواب دیتی رہتی تھی تاکہ تمھاری تسلی ہوتی رہے کہ میں دوست ہوں اور دوستی نبھا رہی ہوں۔"

"تو پھر اب بھی دوستی نبھاؤ اور اتنا تو سوچو کہ میں اب تک تمھاری ذات پر پچاس ہزار روپے خرچ کر چکا ہوں۔ میں ایک کاروباری آدمی ہوں اور اپنے نفع و نقصان کا حساب کرتا رہتا ہوں۔ اگر تم مجھے نہ ملیں تو میں بڑے خسارے میں رہوں گا۔"

مجھے افسوس ہے کہ تم نقصان اُٹھا رہے ہو، میری دوستی تمھیں مہنگی پڑ رہی ہے۔ تم مجھے بتاؤ کہ میں تمھارے لیے کیا کر سکتی ہوں۔ سوائے جسمانی تعلقات کے میں تمھارے لیے سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"کیا تم وعدہ کرتی ہو کہ میرے کسی کام آؤ گی؟"

"ہاں — میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمھارے ہر طرح کام آؤں گی"

تب اس دولت مند غیر ملکی نے کہا۔ "میرا ایک بیوٹی پارلر ہے جیسا کہ میں پہلے تمھیں بتا چکا ہوں۔ وہاں بہت کم لڑکیاں آتی ہیں، حالانکہ میں نے جس مادام روزی کو وہاں رکھا ہے وہ بہت تجربہ کار عورت ہے اور عورتوں کو حسین بنانے، اُن کے بال سنوارنے میں بہت ماہر ہے۔ لیکن ہمارا کاروبار نہیں چل رہا ہے۔ کیا تم دو چار لڑکیاں مہینے میں ہمارے بیوٹی پارلر بھیج سکتی ہو؟"

"میں کوشش کروں گی کہ تمھارے لیے گاہک پیدا کروں۔"

"کوشش کرنے کی بات نہیں ہے۔ تم چاہو تو بڑی آسانی سے لڑکیوں کو پھانس سکتی ہو۔ جیسا کہ تم نے بتایا کہ بہت سی عورتیں تم سے دوستی کرتی ہیں اور تم سے یہ رازانہ معلوم کرنا چاہتی ہیں کہ تمھارے بدن سے کس قسم کی خوشبو پھوٹتی رہتی ہے؟ تم اسی خوشبو کا حوالہ دے کر کہہ سکتی ہو کہ فلاں بیوٹی پارلر میں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ میں اپنے بیوٹی پارلر کا سائن بورڈ بدل کر دوسرا سائن بورڈ لگاؤں گا جس کا نام ہوگا "خوشبو کا غسل"۔ "باتھ ٹب ان پرفیوم" تم اپنے ملنے جلنے والی لڑکیوں سے کہہ سکتی ہو کہ تم اُسی باتھ ٹب پرفیوم میں جا کر خوشبو کا غسل کرتی ہو اور اس طرح اپنے آپ کو پُرکشش بنا لیتی ہو۔"

"ٹھیک ہے، میں تمھارے بیوٹی پارلر میں حسین اور دولتمند لڑکیوں کو بھیجا کروں گی۔ لیکن مجھے کیا فائدہ ہوگا؟"

"میں حسین لڑکیوں کو چاہتا ہوں۔ دولتمند ہونا ضروری نہیں ہے۔ ایک بات یاد رکھنا، اگر غریب لڑکیاں ہوں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ میرے بیوٹی پارلر میں غریب لڑکیوں کی گنجائش ہے۔"

"غریب لڑکیاں! وہ کیوں؟"

"یہ نہ پوچھو۔ بس یوں سمجھ لو کہ ہمارا بیوٹی پارلر سستے قسم کا ہے۔ وہاں غریب لڑکیاں اپنی آرائش کا سامان کر سکتی ہیں۔"

"بہر حال مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں ہے کہ تمھارا بیوٹی پارلر سستا ہے یا مہنگا۔ مجھے کیا ملے گا، یہ بتاؤ۔"

"میں تمھیں پانچ ہزار روپے فی لڑکی کے حساب سے دوں گا۔ اگر مہینے میں دو لڑکیوں کو بھیجو گی تو مہینے میں دس ہزار۔ اور اگر چار لڑکیوں کو بھیجو گی تو بیس ہزار روپے ملیں گے۔"

شہناز نے حیرانی سے پوچھا۔ "اگر تم مجھے اتنی رقم دو گے۔ پھر تو میں کل ہی سے کوشش شروع کر دوں گی۔"

دونوں کے درمیان یہ زبانی معاہدہ ہو گیا تھا اور دونوں اس معاہدے پر عمل کر رہے تھے۔ ایک لڑکیاں سپلائی کر رہی تھی۔ دوسرا اپنے وعدے کے مطابق پانچ ہزار کے حساب سے رقمیں ادا کر رہا تھا اور اس طرح شہناز کی آمدنی کا ایک ذریعہ بنا ہوا تھا۔

اُس کی آمدنی کا ذریعہ کیا ہے؟ یہ معلوم ہو گیا۔ شہناز خود کو دنیا کی سب سے قیمتی عورت سمجھتی تھی اور اپنے بدن کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ سمجھ کر خود کو دوسروں سے محفوظ رکھتی تھی۔ لیکن دوسری لڑکیوں کو بیوٹی پارلر بھیج کر انہیں اپنی آمدنی کا ذریعہ بنا رہی تھی۔ اب وہ ایسی نادان تو نہیں تھی کہ بیوٹی پارلر میں اُن لڑکیوں کو جانے کا مقصد نہ سمجھتی ہو۔ جو شخص ایک لڑکی کے لیے پانچ ہزار دیتا ہو، وہ اپنے بیوٹی پارلر کے لیے گاہک نہیں، بلکہ شکار تلاش کرتا ہوگا۔

میں نے ایک بار پھر شہناز کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنی خواہگاہ سے نکل کر کچن کی طرف جا رہی تھی۔ میں اُس کے دماغ میں موجود رہا۔ اس نے کچن میں پہنچ کر باورچی کو مخاطب کیا تو باورچی نے کہا۔ "جی بیگم صاحب، فرمایئے۔"

بیگم صاحب نے کہا۔ "آج کھانے کے بعد جو سویٹ ڈش رکھو گے اُس میں بھنگ ملا دینا۔ وہ جو آج مہمان آئے ہیں، میں اُسے وہ سویٹ ڈش کھلانا چاہتی ہوں، مگر خبردار! کسی کو پتہ نہ چلے۔"

باورچی نے کہا۔ "بیگم صاحب، آپ اطمینان رکھیں۔ کسی کو پتہ نہیں چلے گا۔ میں ایسی بھنگ ڈالی سویٹ ڈش بناؤں گا کہ کھانے والے کے بارہ بج جائیں گے۔"

"دیکھو اتنا زیادہ نہ ملانا کہ وہ نشے میں بالکل ہی مدہوش ہو جائے۔ نشہ اس قدر ہو کہ جو باتیں اُس سے کی جائیں، ان کا وہ معقول جواب دے سکے۔"

"کمبخت بہت چالاک تھی۔ مجھے مدہوش کر کے مجھ سے میری اصلیت اُگلوانا چاہتی تھی۔ میں نے سوچا کہ اُس کے سامنے میں دم نہیں مارتا ہوں۔ وہ جو بولتی ہے اس پر عمل کرنے لگتا ہوں۔ دوسرے لوگوں کی بھی یہی حالت ہوتی ہوگی کہ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہوں گے۔ میں بھی اگر اس وقت مجبور ہو گیا۔ اگر اُس نے مجھے سویٹ ڈش کھانے کے لیے کہا، میں انکار نہ کر سکا تو پھر میری مدہوشی یقینی ہوگی۔

وہ باورچی خانے سے واپس آ گئی۔ میں اُس باورچی کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ سویٹ ڈش ایک چوکھے پر چڑھی ہوئی تھی۔ وہ بھنگ کی پڑیا لانے کے لیے اپنے کوارٹر کی طرف گیا۔ میں اُس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ کوارٹر میں پہنچ کر اُس نے اپنے صندوق میں سے بھنگ کی پڑیا نکالی پھر واپس آنے لگا۔ وہ پڑیا اُس نے ایک مٹھی میں دبا کر رکھی تھی۔ اُسی وقت میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ قابض ہونے کے بعد میں نے اُس پڑیا کو کھولا — کھول کر اس کا تمام سفوف پھینک دیا۔ پھینکنے کے بعد پڑیا کو پھر اسی طرح لپیٹ کر میں نے اسے اس کی مٹھی میں دبایا۔ اُس کے بعد اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اُس نے جونہی کر مٹھی کو دیکھا پڑیا بدستور اس کی مٹھی میں تھی۔ وہ مطمئن ہو کر آگے بڑھ گیا۔ باورچی خانے میں آ کر اس نے سویٹ ڈش کی دیگچی کا ڈھکن کھولا۔ اسی وقت میں پھر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا — اب وہ پڑیا کھول کر دیگچی ——— میں ڈال رہا تھا لیکن اب اس کا غذ میں کچھ نہ رہا تھا۔ اسی وقت میں نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اُس نے چونک کر دیکھا، پڑیا والا کاغذ خالی تھا ——— وہ یہی سمجھا کہ اُس نے دیگچی میں ڈال دیا ہے۔ اس نے کاغذ توڑ مروڑ کر ایک طرف پھینک دیا۔ پھر دیگچی میں چمچ ڈال کر ملانے لگا۔ گویا کہ وہ اس سویٹ ڈش میں بھنگ ملا رہا تھا۔ حل کر رہا تھا۔

ٹھیک آٹھ بجے ملازمہ نے ڈرائنگ روم میں آ کر مجھ سے کہا کہ بیگم صاحب ڈائننگ روم میں بُلا رہی ہیں۔ میں وہاں سے اٹھ کر ملازمہ کی رہنمائی میں ڈائننگ روم میں پہنچا۔ شہناز وہاں ایک میز کے دوسری طرف ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میز پر کھانا چُن دیا گیا تھا۔ میں میز کے دوسری طرف ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس نے پوچھا۔ "اب بتاؤ، تم نے کیا فیصلہ کیا؟ اپنی اصلیت بتا دیے ہو یا پراسرار بن کر رہنے کا ارادہ ہے؟"

"میں پراسرار نہیں۔ ایک کھلی ہوئی کتاب ہوں البتہ تم خواہ مخواہ مجھے پراسرار سمجھ رہی ہو۔ میرا جواب وہی ہے جو میں پہلے دے چکا ہوں۔"

"میں کیسے مان لوں کہ تم طارق محمود ہو۔ میں نہیں اپنا شوہر تسلیم نہیں کر سکتی کیونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے مُردہ دیکھا ہے۔"

"تم نے مجھے مردہ نہیں بلکہ مُردے جیسی حالت میں دیکھا ہوگا اور وہاں سے مجھے چھوڑ کر چلی آئیں۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس ڈاکٹر نے مجھے نئی زندگی دی ہو۔ اس نے میری جان بچائی اور یہ سچ ہے کہ اُس نے مجھے پھر سے یہ چہرہ دیا۔ میں اس کے پاس سے اپنا پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات لے آیا ہوں جو یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ میں تمھارا شوہر ہوں۔ یہاں جو میرے احباب ہوں گے، وہ بھی مجھے دیکھ کر یہی کہیں گے۔ تم لاکھ انکار کرتی رہو مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

وہ غصّے سے بولی۔ "کیسے فرق نہیں پڑے گا۔ میں کسی کو اپنا شوہر بناؤں، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں تمھیں کبھی اپنا شوہر تسلیم نہیں کروں گی، چلو کھانا شروع کرو۔"

وہ مجھے غصّے کی حالت میں بھی کھانے کے لیے کہہ رہی تھی۔ اس لیے کہہ رہی تھی کہ وہ کھانے کے بعد مجھے سویٹ ڈش کھلانا چاہتی تھی۔ میں چپ چاپ کھانے لگا۔ کھانے کے دوران اُس نے کہا۔ "دیکھو تم وہ نہیں ہو جو خود کو ظاہر کر رہے ہو۔ میں اپنے شوہر طارق محمود کو بہت اچھی طرح پہچانتی ہوں۔ وہ میرا غلام تھا۔ میں دن کو رات کہتی تھی تو وہ بھی رات کہتا تھا۔ میں رات کو دن کہتی تو وہ دن بھی کہتا تھا۔ اس نے کبھی میری نافرمانی نہیں کی لیکن تم — تم بضد ہو کہ طارق محمود ہو، جب کہ میں انکار کر رہی ہوں۔ اگر تم طارق محمود ہوتے تو میرے ایک اشارے پر خود کو طارق محمود کہنے سے انکار کر دیتے۔ خواہ تم طارق محمود ہوتے یا نہ ہوتے۔"

میں نے تمسخر چباتے ہوئے کہا۔ "ہاں ان دنوں مجھ میں کچھ تبدیلیاں آ گئی ہیں۔ حالات نے مجھے سکھا دیا ہے کہ مجھے عورت کا غلام بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ میری غلامی نے مجھے اتنا زخم چڑھا دیا کہ تم مجھے کسمپرسی... کی حالت میں چھوڑ کر یہاں چلی آئیں۔ اگر میں مر چکا تھا تو تمھارا فرض تھا کہ میری تجہیز و تکفین کر دیتیں۔ میں اپنے وطن کی مٹی میں مل جاتا لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ تم نے میری وفاداری، میری محبت اور میری ویوانگی سے ناجائز فائدہ اُٹھایا۔"

"بکواس مت کرو۔ تم کیا جانو کہ مجھ پر وہاں کیا بیت رہی تھی۔ تم تو مُردہ حالت میں وہاں لیٹ گئے تھے اور وہ جاپانی ڈاکٹر میری عزت کا دشمن بن گیا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنی عزت بچائی اور وہاں سے فرار ہو گئی۔ اگر وہاں سے بھاگ کر نہ آتی تو تمہیں قتل اور کھانے کے لیے مجھے اپنی عزت کی لاش پر سے گزرنا پڑتا۔ اور میں ایسا نہیں کر سکتی تھی۔"

میں اُس کی یہ بات سُن کر نرم پڑ گیا، پھر بولا "اوہ، مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ جاپانی ڈاکٹر تمھاری عزت کا ضامن بن گیا تھا۔ اگر تم نے اپنی عزت بچانے کے لیے ایسا کیا ہے تو میں تمھیں معاف کرتا ہوں اور میرے دل سے ساری کدورتیں دُور ہو گئی ہیں۔ لیکن اب تو تمھیں مجھے اپنا شوہر تسلیم کر لینا چاہیے۔"

اس نے جواب دیا۔ "میں سوچوں گی، ویسے تمھارا سامان کہاں ہے؟"

"ہوٹل میٹروپول کے ایک کمرے میں ہے۔"

"وہاں سے میرے لیے کچھ لائے ہو یا صرف اس بلّی کو ہی ساتھ لائے ہو؟"

"یہ بلّی دیں مجھے ملی تھی۔ اس کے علاوہ میرے پاس دو ہزار ڈالر ہیں اور میں کچھ بھی نہ لا سکا۔ البتہ یہاں تمھیں منگڑی شاپنگ کرا دوں گا۔"

دو ہزار ڈالر کا سُن کر وہ خوش ہو گئی تھی مگر اپنی خوشی کو چھپاتے ہوئے بولی۔ "کھانا کھا چکے ہو تو یہ سویٹ ڈش بھی کھاؤ۔"

میں نے کہا۔ "میں میٹھا آج کل نہیں کھاتا ہوں۔"

"واہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تمھاری تو میٹھا کھانے کی عادت تھی اس لیے میں نے خاص طور پر تمھارے لیے تیار کروایا ہے۔ چلو تھوڑا سا کھا لو۔"

یہ کہہ کر اُس نے وہ ڈش میری طرف بڑھا دی اور پیار سے مسکرانے لگی، اس کی اس ادا کے سامنے میں انکار نہ کر سکا۔ اگر اس میں سچ مچ بھنگ ملی ہوتی تب بھی میں شاید اس کی باتوں میں آ کر اس کے حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور ہو جاتا اور کھا لیتا۔ بہرحال، میں اس ڈش میں سے میٹھا نکال کر کھانے لگا۔ پہلا ہی چمچ کھانے کے بعد میں نے کہا۔ "واہ! بہت اچھا ذائقہ ہے، بہت ہی لذیذ ہے۔"

"تو پھر جی بھر کر کھاؤ۔ تکلف نہ کرو۔"

میں جی بھر کر کھانے لگا۔ کھانے کے دوران وہ بار بار ڈش بڑھا کر میٹھا پیش کرتی تھی اور ساتھ ہی یہ کہتی تھی کہ انسان کو سچ بولنا چاہیے اور ہمیشہ مثبت انداز میں سوچنا چاہیے۔ میں یقین کرتی ہوں کہ تم سچے ہو۔ اور اب آئندہ بھی تم مجھ سے سچ بولا کرو گے۔"

میں اس کی ہاں میں ہاں ملاتا جا رہا تھا اور کھاتا جا رہا تھا۔ وہ سچ بولنے کی تلقین اس لیے کر رہی تھی کہ یہ بھنگ کی ایک خاصیت ہے۔ اگر کوئی ہنستے ہوئے بھنگ پیتا ہے تو وہ نشہ اترنے تک ہنستا ہی رہتا ہے، روتے ہوئے پیے گا تو ہمیشہ رونی صورت بنا کر رہے گا۔ اگر کوئی سچ بات بولتے یا جھوٹ بولنے کی باتوں کو دہراتا جائے گا اور کھاتا جائے گا تو نشہ اُترنے تک یا تو سچ بولتا رہے گا یا جھوٹ، کیتیں اڑاتا رہے گا۔

اسی لیے شہناز میرے ذہن میں یہ بات نقش کر رہی تھی کہ مجھے سچ بولنا چاہیے کیونکہ ابھی وہ تھوڑی دیر کے بعد مجھ سے یہی اگلوانا چاہتی تھی کہ میری اصلیت کیا ہے؟ اور میں درحقیقت کون ہوں؟"

اچھی طرح کھا لینے کے بعد میں نے اپنی آواز نشیلی بناتے ہوئے کہا۔ "واہ! مزا آ گیا — میری جان — اتنا لذیذ سویٹ تو میں نے پہلے کبھی کھایا ہی نہیں تھا۔ تم نے کیا چیز کھلا دی ہے؟ میرا تو سر گھوم رہا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ہمیشہ سچ بولتا رہوں، سچ بولتا رہوں۔"

شہناز مطمئن ہو کر اپنی جگہ سے اُٹھ گئی، پھر وہاں سے جاتے ہوئے بولی۔ "میں خواب گاہ میں جا رہی ہوں، میرے پیچھے چلے آؤ۔"

میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا اور اس کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔ بہت بُری بات تھی۔ حالانکہ مجھے اُس کے شانہ بشانہ ساتھ ساتھ چلنا چاہیے تھا یا پھر وہ میرے پیچھے چلتی۔ مردانگی کا تقاضا تو یہی تھا۔ لیکن اُس کے حکم کی تعمیل تو میں مجبوراً کرنے ہی لگتا تھا۔

ہم خواب گاہ میں پہنچ گئے، وہ بولی۔ "ہاں، اب بتاؤ کہ تم کیا سچ بولنا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "میں اب تمھیں سچ سچ یہ بتا دوں کہ میں تمھیں اپنی وفادار اور گھر گرہستی والی عورت بنانے آیا ہوں۔ تم بہت پڑھی لکھی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمھیں ایک مشرقی بیوی بنا کر رکھوں۔"

وہ بگڑ کر بولی۔ "یہ کیا بکواس ہے۔ تم کیا سچ بول رہے ہو؟ میں وہ سچ سُننا چاہتی ہوں کہ تم حقیقتاً کون ہو؟"

"میں حقیقتاً میں ہوں اور بالکل میں ہی ہوں۔ یقین نہ آئے تو تم مجھے اور اچھی طرح جھاڑ پونچھ کر میرے چہرے کو اچھی طرح دھو کر دیکھ لو، میں میں ہی رہوں گا۔ میں طارق محمود تھا، شوہر ہوں۔"

میں نشے میں لڑکھڑائی زبان میں یہ باتیں کر رہا تھا۔ اب اسے یقین ہو چلا تھا کہ میں واقعی طارق محمود ہوں۔ اُس نے ہر طرح سے مجھے آزما لیا تھا۔ کتنے ہی مخالفانہ رویّے اختیار کرنے کے باوجود میں اس کے آگے طارق محمود ہی ثابت ہو رہا تھا۔ اس لیے اب وہ اس معاملے میں نرم تو پڑ گئی لیکن یہ سُن کر گرم ہو گئی کہ میں اسے ایک مشرقی بیوی بنانا چاہتا ہوں۔ وہ غصّے میں بولی۔ "یہ کیا احمقانہ باتیں کر رہے ہو؟ کیا میں مشرقی عورت نہیں ہوں؟"

مشرقی عورتیں اپنے گھروں میں غنڈے نہیں پالتیں اور دُور دیس سے آنے والے شوہر کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کر مہمانوں کی طرح نہیں رکھتیں، بلکہ اپنی خواب گاہ میں بلا کر اپنی آغوش میں چھپا لیتی ہیں۔ آؤ، مجھے اپنی آغوش میں چھپا لو یا میرے بازوؤں میں چھپ جاؤ۔"

یہ کہہ کر میں آگے بڑھا، وہ پیچھے ہٹ گئی، پھر تنک کر بولی۔ "خبردار مجھے ہاتھ نہ لگانا، آج تک کوئی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکا۔"

"کیا میں بھی بحیثیت شوہر تمھیں ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔ مجھ سے کیوں اپنی پارسائی بچا رہی ہو؟ تم میری بیوی ہو اور کنواری دوشیزہ کے سامنے نہیں بن سکتیں۔"

وہ ذرا سا پیچھے ہٹ کر بولی۔ "شادی کے بعد ہمارے جواز دواجی تعلقات قائم ہوئے تھے، اُسے اب خواب ہی سمجھو، میں اب تمھیں بھی ہاتھ نہیں لگنے دوں گی۔ میں اپنے جوانی کے اس اہم سرمایہ سمجھتی ہوں — اور جب تک میں کھلے ہوئے گلاب کی طرح تر و تازہ ہوں، لوگ میرے آگے جھکتے رہیں گے، میرے پیچھے بھاگتے رہیں گے اور میں یہی چاہتی ہوں۔"

وہ اتنی پُرکشش تھی کہ میں اُسے حاصل کرنے کے لیے اُسے چھو لینے کے لیے مَیلی پیٹھی کا ہمکتا استعمال کر سکتا تھا۔ لیکن نہ جانے کیا بات تھی کہ میں اُس وقت خیال خوانی بھول گیا تھا یا وہ اتنی حسین اور اتنی مہربان، اتنی قابلِ پرستش لگ رہی تھی کہ میں اُسے خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کرنا مناسب نہیں سمجھ رہا تھا۔

وہ دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میں حکم دیتی ہوں کہ میری خواب گاہ سے باہر چلے جاؤ۔"

میں فوراً ہی اپنی جگہ سے پلٹ کر باہر جانے لگا۔ مجھے اُس کا حکم ملتے ہوئے ایک گونہ خوشی سی محسوس ہوئی تھی۔ دل کہتا تھا کہ میں اس کی فرمانبرداری کروں گا، اُس کے تابع فرمان رہوں گا تو وہ خوش ہو کر اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے گی۔

میں خواب گاہ سے باہر نکلا تو اُس نے دروازے کو بند کر دیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی اس کے بدن کی خوشبو بھی خواب گاہ میں بند ہو گئی۔ میں اس خوشبو کے طلسم سے آزاد ہو گیا۔ باہر نکل کر میں نے اپنے آپ کو الزام دیا کہ آخر میں نے اُسے خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کیوں نہیں کیا۔ اُسے کسی طرح اپنے دام میں لے کر اُس کا غرور ختم کرنا تھا۔ وہ خود کو قیمتی سرمایہ سمجھتی تھی اور مرد قیمتی سرمایے پر ہی ٹوٹ پڑتا ہے۔

میں ڈرائنگ روم کی طرف جاتے ہوئے اُس کے دماغ میں گھس گیا اور اُسے قائل کرنے لگا کہ میں نے خواہ مخواہ اسے اپنی خواب گاہ سے باہر نکال دیا۔ وہ میرا شوہر ہے، میرا محبوب ہے۔ بہت مدّت کے بعد آیا ہے۔ اگر میں اپنے آپ کو اس کے حوالے نہیں کر سکتی، تو کم از کم اسے اپنے پاس بلا کر اپنے پاس بٹھا کر اچھی باتیں تو کر سکتی ہوں۔ میں اُسے قائل کرتا جا رہا تھا اور سوچتا جا رہا تھا کہ اب وہ میرے پاس آئے گی تو اُسے خیال خوانی کے ذریعے ضرور ٹریپ کر دوں گا۔

وہ بڑی ہندی اور مغرور تھی۔ اُس نے قسم کھالی تھی کہ اپنے بدن تک کسی کے سائے کو نہیں پہنچنے دے گی۔ ہاتھ لگانا تو دُور کی بات تھی اس لیے وہ میری خیال خوانی کے ذریعے قائل نہیں ہو رہی تھی۔ مجبور ہو کر میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اب وہ، وہ نہیں رہی تھی بلکہ میں اس کے دماغ اور اُس کے جسم کا مالک ہو گیا تھا۔ اب وہ میری مرضی کے مطابق خواب گاہ کا دروازہ کھول کر میری طرف آ رہی تھی اور مجھے اپنے ساتھ بلا کر اپنی خواب گاہ میں لے جانا چاہتی تھی۔

وہ آ رہی تھی۔ میں ڈرائنگ روم کے ایک صوفے پر سر جھکائے ہوئے بیٹھا تھا تاکہ اُس کے تلوے کو سن سکوں۔ لیکن جیسے ہی وہ ڈرائنگ روم میں آئی، جیسے ہی اُس کے بدن کی خوشبو نے میرے نتھنوں کو چھوا... ویسے ہی میں اُس کا دیوانہ ہو گیا اور خیال خوانی بھول کر اس کو دیکھنے لگا۔ وہ بھی ایک دم سے ڈرائنگ روم کے دروازے پر جو نب کر اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ پھر مجھے ڈراؤنی صورت سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "میں — — — میں کیسے یہاں تک آ گئی؟"

میں نے کہا۔ "دل کو دل سے راہ ہوتی ہے تم میرے بغیر نہیں رہ سکتیں اسی لیے میرے پاس آئی ہو۔"

"میں بہت دیر سے — تمھارے بارے میں سوچ رہی ہوں کہ تمھیں واقعی اپنے پاس بُلا لینا چاہیے۔ پتہ نہیں تم کیسے جادو کر رہے ہو کہ میں اتنے عرصے کے بعد بھی صرف تمھارے بارے میں ہی سوچ رہی ہوں، ورنہ مجھے مردوں سے نفرت ہے سخت نفرت۔ میں ان کو تڑپانے اور ترسانے میں ایک طرح کی لذت محسوس کرتی ہوں لیکن تم کچھ عجیب سے ہو۔ پتہ نہیں مجھ پر کیا جادو کر رہے ہو۔ بہرحال میں تمھارے پاس آ کر یہاں باتیں تو کر سکتی ہوں لیکن تمھیں خواب گاہ میں نہیں بُلا سکتی۔"

یہ کہہ کر وہ چلی گئی — میں دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ جب وہ چلی گئی جب وہ اپنی خواب گاہ میں بند ہو گئی، تب پھر مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ میں اُسے ٹریپ کر رہا تھا، پھر خود ہی اسے اپنی خیال خوانی کی مٹھی سے آزاد کر دیا تھا۔ آخر وہ کس قسم کی خوشبو استعمال کرتی ہے اس کے حکیم باپ نے بہت زبردست قسم کا نسخہ اُسے بتا دیا ہے۔ اُسے تو کوئی بھی اب ہاتھ نہیں لگائے گا۔ وہ واقعی پھر ایک بار کنواری بن کر زندگی گزارے گی اور اپنی نظروں کے سامنے دوسروں کو للچاتی رہے گی۔

ویسے یہ ماننا پڑتا ہے کہ زندگی میں پہلی بار کسی ایسی عورت سے سابقہ پڑا تھا کہ جسے میں نہ تو محبت سے جیت سکتا تھا نہ دولت سے جیت سکتا تھا۔

میرے جی میں آیا کہ اُسے پھر ایک بار ٹریپ کر کے اپنے پاس بلاؤں۔ پھر خیال آیا کہ اگر میں اس کی موجودگی میں پھر اُس کو ٹریپ نہ کر سکا اور اُس کے دماغ کو اپنی مٹھی میں رکھنے میں ناکام

رہا تو وہ پھر چونک کر سوچے گی کہ وہ کس طرح میرے پاس آ گئی تھی۔

میں ڈرائنگ رُوم سے اُٹھ کر اس کی خواب گاہ کی طرف جانے لگا۔ خیال تھا کہ اب وہاں پہنچ کر میں اپنے آپ کو آزماؤں گا اور اس بار اس کے دماغ کو اپنی مٹھی میں لے لوں گا۔ یہ سوچ کر میں نے اس کی خواب گاہ کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی "کون ہے؟"

میں نے جواب دیا "میں طارق محمود ہوں۔"

اُس کی غصّے بھری آواز آئی "چلے جاؤ یہاں سے، کیوں میرا دماغ خراب کر رہے ہو؟ میں ابھی تم سے بات کرنا پسند نہیں کرتی۔"

مجھے اس کے تحکمانہ انداز پر بڑا غصہ آیا۔ اُلو کی پٹھی، مجھے وہاں سے جانے کا حکم دے رہی تھی جیسے میں اس کا زر خرید غلام تھا۔ میں نے فوراً ہی اُس کے دماغ کو اپنے قبضے میں لیا اور اسے دروازہ کھولنے پر مجبور کیا وہ چُپ چاپ دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھولتے ہی میرے سامنے کھڑی ہو گئی۔ دروازہ کھلتے ہی خوشبو کا جھونکا میرے حواس پر چھا گیا۔ میں خیال خوانی بھول کر اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا۔

وہ پھر چونک کر بولی "یہ کیا ہے؟ میں تو دروازہ کھولنا نہیں چاہتی تھی معلوم ہوتا ہے تم واقعی بنگال سے کچھ جادو سیکھ کر آئے ہو۔ نئے نئے ہتھکنڈے آزما رہے ہو۔ میں نے نہ کھولنے کے باوجود اس دروازے کو کھول دیا۔ یہ آخر کیا طلسم ہے؟"

"شہناز! میری بات مان جاؤ۔ یہ طلسم نہیں بلکہ محبت ہے۔ تمھیں مجھ سے اتنی محبت ہے کہ تم بے اختیار اپنے ہوش سے بیگانہ ہو کر دروازہ کھول دیتی ہو لیکن اپنی ضد سے مجبور ہو کر مجھے اندر نہیں آنے دیتیں۔"

وہ بولی "ہاں، میں تمھیں اندر نہیں آنے دوں گی مجھے تم سے ڈر لگنے لگا ہے۔ میں تمھیں حکم دیتی ہوں کہ یہاں سے چلے جاؤ۔"

اس کا حکم سنتے ہی میں اپنی جگہ سے پلٹ کر جانے لگا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی مجھے اس کا حکم ناگوار گزرا تھا۔ اور اب نگاہوں کے سامنے وہی حکم میرے سر آنکھوں پر تھا اور میں اُس پر عمل کر رہا تھا۔

روزنامہ پیلی بھیت معلوم ہوا کہ خوشبو اتنے زبردست

اُس طریقے سے بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

یہ اچھے سے اچھے ضدی اور سرکش انسانوں کو اپنے آگے جھکا لیتی ہے اور اپنی من مانی کراتی ہے۔ بلاشبہ وہ خوشبو مجھے دماغی طور پر بالکل معذور بنا کر رکھ دیتی تھی۔ میں ڈرائنگ روم میں واپس آ گیا۔ کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا پھر اپنے بیڈ روم میں چلا گیا۔

اب شہناز کے پیچھے سر کھپانا فضول تھا۔ اس کی تمنا ایسی ہی تھی جیسے کوئی پیاسا صحرا میں پانی کی تمنا کرے اور اسے پانی نہ ملے۔

اسی طرح شہناز فی الحال تو مجھے نہیں مل سکتی تھی۔ میں زندگی میں پہلی بار پیاسا رہ گیا تھا۔

میں نے جیب سے سگریٹ نکال کر سُلگایا۔ پھر اس کے کش لگاتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہ میری عادت ہو گئی تھی کہ جب کوئی پریشانی کی بات ہوتی تھی تو میں سگریٹ سُلگا کر کرسی پر بیٹھ جاتا تھا بہرحال اب مجھے رُدمانہ یاد آ رہی تھی۔ رُدمانہ جس کی اصلیت پوپی تھی میں پوپی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہاں کافی رات ہو چکی تھی اور وہ بستر پر لیٹ کر سونے کی کوشش کر رہی تھی۔ لہٰذا میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔

وہ گینڈا باس رسونتی کا دیوانہ تھا۔ اس پر ہزار جان سے عاشق ہو چکا تھا لہٰذا اس کا خیال رکھنا بھی ضروری تھا کہ کہیں وہ عشق سے مجبور ہو کر بیمار رسونتی پر حملہ نہ کر بیٹھے۔ اس لیے میں اس گینڈے باس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ دو آدمیوں کے پاس بیٹھا ہوا اہم باتیں کر رہا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ میں بہت اچھے موقع پر پہنچا تھا۔ دو آدمی ریڈ پاور کی طرف سے آئے تھے اور رسونتی کو وہاں لانے پر اصرار کر رہے تھے۔ اور گینڈا باس ان کو دھمکیاں دے رہا تھا، کہ اس نے علاقے کی خفیہ ورزی کی ہے اور بیگار کیمپ سے ایک عورت کو اُٹھا لایا ہے اس لیے اس کا معاہدہ بھی منسوخ ہو گا اور سخت عبرتناک سزا بھی دی جائے گی۔

گینڈے باس نے کہا "میں اس عورت کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔ اس لیے میں اسے اٹھا لایا ہوں۔"

دوسرے شخص نے کہا "تم اگر اس پر عاشق ہو گئے ہو تو یہ تمہاری بھول ہے۔ تم کو عاشق ہونے کے لئے یہاں ہزاروں لاکھوں عورتیں مل سکتی ہیں لیکن اس پر عاشق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اپنی موت کا ایک وقت مقرر کر لیا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "موت کا تو ایک وقت مقرر ہوتا ہی ہے۔ ہوتا ہے لیکن وہ قدرت کی طرف سے ہوتا ہے۔ ہم جس کا وقت مقرر کر دیتے ہیں وہ قدرت کے مقرر کئے ہوئے وقت سے پہلے اس دنیا سے لو دو گیارہ ہو جاتا ہے اور اب تمہارے ساتھ بھی یہی ہو گا!"

یہ کہتے ہوئے اس شخص نے اپنی جیب سے ریوالور نکال کر گینڈے کو اپنے ریوالور کی زد میں رکھ لیا۔ گینڈے باس نے کہا۔ "مجھے موت کی دھمکی نہ دو۔ میں سمجھتا تھا کہ میں جان پر کھیلنے کے لئے اس عورت کو یہاں لایا تھا تو اپنے بچاؤ کی بھی میں نے فکر کر لی تھی تم اس کمرے سے باہر جاؤ گے تو زندہ اپنے گھر تک نہیں پہنچ سکو گے۔ باہر میرے آدمی تمہارے منتظر ہوں گے۔ انہیں مجبور نہ کرو کہ وہ اندر چلے آئیں۔"

حقیقتاً باہر اس کا کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔ وہ محض دھمکیاں دے رہا تھا۔ میں نے اس ریوالور والے کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو اس کی دھمکی اثر کر رہی تھی۔ اس نے دراز لب پڑتے ہوئے کہا "میں ہنگامہ کرنا پسند نہیں کرتا۔ ورنہ اگر اپنی موت کا ڈر ہوتا تو میں یہاں

نہیں آتا۔ میں اندر جاؤں گا تو میرے بعد ہماری تنظیم کے دوسرے لوگ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ وہ عورت ہماری تنظیم کے لئے بڑی خطرناک ہے۔ اس بیمار عورت کو ہم ایسے ہی کسمپرسی کی حالت میں مار ڈالنا چاہتے ہیں۔"

دوسرے شخص نے کہا "اس بیگار کیمپ سے تمہیں لاکھوں ڈالر کا منافع حاصل ہو رہا ہے۔ کیا تم اتنے بڑے منافع کو اس عورت کی خاطر ٹھکرا دو گے؟"

گینڈے باس نے کہا "میں اس منافع کو نہیں ٹھکراؤں گا۔ میں اپنے لیڈر سے بات کروں گا اور اس کو اپنے منافع کا بڑے سے بڑا حصہ دے کر اس بیمار عورت کو اپنے لئے حاصل کر لوں گا۔"

اس آدمی نے کہا "اس خیال کو دل سے نکال دو۔ کہ اس عورت کسی لیڈر کے حوالے کیا جائے گا وہ صرف مرنے کے لئے اس طرح بیمار چھوڑ دی گئی ہے اور اس کی تقدیر میں مر جانا لکھا ہے۔"

ریوالور والے نے کہا "ہم تمہیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دے رہے ہیں اس بیمار عورت کو ہسپتال سے نکال کر دوبارہ بیگار کیمپ میں پہنچا دو۔ پھر اگر تمہارا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ ورنہ تم اپنے لئے گڑھا کھودنے کا بھی طریقہ یاد رکھنا۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے ساتھی کو چلنے کا اشارہ کیا۔ پھر وہ دونوں اس کمرے سے باہر چلے گئے۔ میں گینڈے باس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ ایک عورت کے عشق میں وہ کیا کیا داؤ پر لگا رہا ہے۔ اب اس کی زندگی خطرے میں تھی اور اس کا لاکھوں روپے کا منافع ہاتھ سے نکلنے والا تھا۔ اب اس کے لئے فیصلے کی گھڑی آ پہنچی تھی۔

وہ تصور میں رسونتی کو دیکھنے لگا۔ اس کے حسن و شباب کا جائزہ لینے لگا۔ دوسری طرف وہ اپنی ہونے والی لاکھوں ڈالر کی آمدنی کو دیکھ رہا تھا۔ اپنی زندگی کی سلامتی کو بھی تول رہا تھا۔ اور ترازو کے ایک پلڑے میں صرف ایک بیمار رسونتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کا عشق..... اس پر ڈول ہو گیا۔ محبت کے جذبات سر پر چڑھنے لگے۔ دماغ نے سمجھایا کہ دنیا ہی تو رسونتی جیسی ہزاروں عورتیں مل جائیں گی اور اسے اس قسم احمقانہ عشق کے لئے اپنے محسنوں سے جھگڑا نہیں کرنا چاہئے۔ انہوں نے اسے لاکھوں روپے کا بیگار کیمپ والا ٹھیکہ دیا ہوا ہے۔

تھوڑی دیر تک اچھی طرح سوچ لینے کے بعد اس نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا پھر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جب بالآخر قائم ہو گیا تو اس نے کہا "جناب! مجھے افسوس ہے میں نے بیگار کیمپ سے ایک عورت کو لا کر سخت غلطی کی ہے اور اس غلطی کو میں اب تک تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ ابھی کیڈی اپنے ایک ساتھی کے ساتھ یہاں آیا تھا اور مجھے دھمکی دے رہا تھا۔ میں دھمکی سے مرعوب تو نہیں ہوں لیکن ہاں لاکھوں ڈالر کا ٹھیکہ میں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ میں اس عورت کو چھوڑ دوں گا۔ اور اسے واپس بیگار کیمپ پہنچا دوں گا۔ مجھے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی گئی ہے۔ اس مہلت کے دوران ہی میں اسے واپس بیگار کیمپ میں لے جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ شخص جس نے اسے ریوالور دکھایا تھا اس کا نام کیڈی تھا۔ میں اسے چھوڑ کر کیڈی کے دماغ میں

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

بزرگانِ دین کے ایمان افروز واقعات

روشنی کا مینار

قیمت: ۸۰ روپے
ڈاک خرچ: ۱۰ روپے

مصنف: ضیا تسنیم بلگرامی

بہترین معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ

ایمان کا سفر

مصنف: محی الدین نواب
قیمت ۱۰۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے

محی الدین نواب کی زہریلی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ

کچرا کنڈی

ڈاک خرچ ۱۰ روپے
قیمت ۶۰ روپے
مصنف محی الدین نواب

جادو، جاسوسی، ارواح طنز و مزاح کی بہترین کہانیوں کا مجموعہ

جلترنگ

مصنف: انجم انصار
قیمت: ۵۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کالی کہانیاں

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیں پیشگی رقم بھیج کر منگوائیں

پہنچا تو وہ ایک کار میں بیٹھا ہوا ہسپتال کی طرف جا رہا تھا اور سوچتا جا رہا تھا کہ اس گینڈے کو چند بیس منٹ کی مہلت دینا بیکار ہے اس مریضہ کو وہ ہسپتال سے اپنے طور پر لے جانے کی کوشش کرے گا یعنی اپنی ذمہ داری پر اس مریضہ کو بیگار کیمپ واپس پہنچانا چاہتا ہے۔

ایک بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ لوگ رس دنتی کو بیگار کیمپ کیوں پہنچانا چاہتے تھے۔ اگر اسے مارنا ہی مقصود تھا تو اس کا گلا گھونٹ کر اسے مارا جا سکتا تھا۔ یا ایک زہریلا انجکشن اسے ختم کر سکتا تھا۔ لیکن وہ اسے ہمارا رکھ کر زندہ رکھے ہوئے تھے اور اس کے سسک سسک کر مرنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ کیا یہ محض ظلم تھا یا اس ظلم کے پیچھے کوئی خاص بات تھی۔

بس اس مسئلے پر غور کرتا رہا۔ میری سمجھ میں یہی بات آئی کہ وہ لوگ رس دنتی کو جان سے مارنا نہیں چاہتے بلکہ اسے دماغی طور پر بالکل ہی ناکارہ بنا کر زندہ رکھنا چاہتے ہیں تاکہ انہیں پھر کبھی اس کی ٹیلی پیتھی سے کوئی خطرہ لاحق نہ ہو اور وہ اسے بتا سکیں کہ ٹیلی پیتھی کے بغیر وہ کیسی عام سی کمزور سی عورت ہے جسے ایک چیونٹی کی طرح انگلیوں میں مسلا جا سکتا ہے۔

ان کی حرکتیں بتا رہی تھیں کہ وہ اس دنتی کو ہلاک نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح مجھے اطمینان ہو گیا کہ رس دنتی کی زندگی کو فوری طور پر کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن اسے بیگار کیمپ میں لے جانے کا مطلب یہی ہوتا کہ وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہتی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ رنگون شہر میں ہی رہے اور اس کا باقاعدہ پوری توجہ سے علاج ہوتا رہے۔

میں کیڈی کے دماغ میں پہنچا وہ بدستور کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کی کار کے ڈیش بورڈ میں شراب کی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے ڈیش بورڈ کھول کر شراب کی بوتل نکالی پھر اس کا ڈھکنا منہ سے کھولنے لگا۔ کیونکہ ایک ہاتھ سے وہ اسٹیرنگ کو تھامے ہوئے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اسی دوران میں نے اس کے ہاتھ سے اسٹیرنگ کو بہکا دیا۔ اس کی کار فٹ پاتھ پر چڑھتی ہوئی ایک دکان میں گھس گئی۔

وہ کوئی زبردست حادثہ نہیں تھا۔ وہ زندہ ہی رہا لیکن اسے تخت پٹیاں آئی تھیں۔ بہرحال میں نے یہ کیس بنا دیا تھا کہ اس نے شراب کے نشے میں ڈرائیو کرتے ہوئے اپنی کار کو ایک دکان کے اندر گھسا دیا تھا۔ تھوڑی دیر میں پولیس کا سائرن سنائی دے رہا تھا۔ اور پولیس والے اسے حراست میں لینے کے لئے پہنچنے ہی والے تھے۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

پھر میں اس باس کے دماغ میں پہنچا جس سے تھوڑی دیر پہلے گینڈا باس باتیں کر چکا تھا جیسا کہ سپر ماسٹر کی تنظیم میں یہ دستور ہے کہ ہر ملک میں اس کا ایک ماسٹر ہوتا ہے جو اس تنظیم کی شاخ کو اپنے طور پر چلاتا ہے۔ اسی طرح ریڈ پاور کی تنظیم میں بھی کچھ ایسا ہی دستور تھا کہ ہر ملک میں ان کا ایک باس ہوتا تھا جو اپنی تنظیم کا رہنما کہلاتا تھا۔ اس تنظیم کا باس ایسا تھا جس کے دماغ تک میں گینڈے باس کے فون پر گفتگو کرنے کے دوران پہنچ گیا تھا۔

وہ باس اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا اور کیڈی کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اسے وہاں سے اٹھا دیا وہ شراب کا ایک گھونٹ پینے کے بعد گلاس رکھتے ہوئے وہاں سے اٹھ کر ایک قدِ آدم آئینے کے سامنے آیا۔ پھر اپنا جائزہ لینے لگا۔ خود کو سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا کہ وہ کس قدر اسمارٹ نظر آ رہا ہے۔ اسی وقت میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے آئینہ دکھایا۔ آئینے میں وہ اپنے آپ کو گھونسا دکھاتے ہوئے کہہ رہا تھا "خبردار! رس دنتی کو بیگار کیمپ میں نہ پہنچایا اور نہ میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔"

یہ کہہ کر میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ اپنا سر جھٹک کر آئینے میں دیکھنے لگا۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ آئینے میں جو عکس اس نے اسے گھونسا دکھایا تھا۔ اسے یہ یاد نہیں رہا کہ اس نے خود کو گھونسا دکھایا تھا جس کی وجہ سے آئینے کے عکس نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگا۔ یہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے مجھے کیا دکھا کر کیا کہا تھا؟"

وہ سوچنے لگا تو اسے یاد آیا کہ آئینے میں کھڑے ہوئے آدمی نے اسے دھمکی دی تھی کہ وہ رس دنتی کو بیگار کیمپ پہنچائے ورنہ وہ اس کا منہ توڑ دے گا۔

وہ ہنسنے لگا۔ ہنسنے کی بات ہی تھی کہ بھلا آئینے میں اپنا ہی عکس اپنے کو گھونسا کیسے دکھا سکتا ہے۔ یہ تو ایک لطیفہ ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا۔ سالا ابھی دوسرا پیگ پی رہا ہوں اور نشہ چڑھ رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ شراب میں کوئی دوسری چیز بھی ملائی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے میں اوٹ پٹانگ باتیں سوچ رہا ہوں یا آئینے میں ایسی باتیں دیکھ رہا ہوں۔"

یہ سوچ کر وہ آئینے کے سامنے سے پلٹ کر واپس اپنے شراب کے گلاس کے پاس آیا۔ پھر اسے اٹھا کر پینے لگا جب اس نے دو چار گھونٹ پی لئے تو میں نے اس کے گلاس کو میز پر رکھوا دیا اور پھر اسے آئینے کے پاس لے آیا۔ اب وہ آئینے کے سامنے کھڑا منہ بنا رہا تھا۔ اپنے آپ کو چڑا رہا تھا۔ پھر دونوں ہاتھ کے گھونسے بناتے ہوئے بولا "ابے الو کے پٹھے! میں نے تجھ سے ابھی کہا تھا کہ پہلے رس دنتی کے متعلق سوچ لے۔ فیصلہ کر لے اگر اسے بیگار کیمپ میں پہنچائے گا تو میں تیرا منہ توڑ دوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے اسے آئینے کی طرف سے پلٹا دیا۔ پھر اس

کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر پلٹتے ہوئے آئینے کو دیکھنے لگا گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ابھی کیا ہو گیا تھا۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ اس کے عکس نے اس بار دونوں ہاتھوں کے گھونسے دکھائے تھے اور اسے وارننگ دی تھی کہ رس دنتی کو بیگار کیمپ میں نہ پہنچایا جائے ورنہ اس کا منہ توڑ دیا جائے گا۔

اس بار وہ سنجیدگی سے آئینے کو گھور گھور کر سوچنے لگا پھر وہ پلٹ کر اپنے گلاس تک آیا اور اسے اٹھا کر سونگھنے لگا کہ شراب میں کوئی ایسی ویسی چیز ملی ہوئی تو نہیں پھر وہ گلاس کو رکھ کر آئینے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور تن کر اپنے کالر کو اونچا کر کے سینہ نکال کر اپنے آپ کو یوں دیکھنے لگا۔ جیسے نشے میں نہ ہو۔ اس نے سوچا کہ وہ اپنے آپ کو کبھی گھونسا دکھا ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ پورے ہوش و حواس میں ہے۔ اسی وقت میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ قبضہ جماتے ہی آئینے میں اس کے عکس نے پھر گھونسا دکھایا۔ اس بار جیسے ہی گھونسا دکھا کر مارنے کے انداز میں ہاتھ آگے بڑھایا ویسے ہی میں نے اس باس کو لڑکھڑا کر پیچھے کی طرف گرا دیا اور اس کے دماغ میں سے نکل آیا۔ اب وہ حیران و پریشان زمین پر پڑا ہوا سوچ رہا تھا "ارے! اس مرتبہ تو اس آئینے والے نے مجھے گھونسا مارا ہی دیا۔"

وہ تھوڑی دیر تک زمین پر پڑا ہوا سوچتا رہا پھر نشے میں جھومتا ہوا دونوں ہاتھوں کا سہارا لے کر اٹھ کھڑا ہوا جیسے ہی آئینے کے سامنے کھڑا ہوا میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی باکسنگ کے کھلاڑیوں کی طرح گھونسے مارنے کا پوز بنایا۔ پینترا بدلا پھر ایک ہاتھ آئینے کی طرف جما دیا۔ آئینہ ذرا سا ٹوٹ گیا۔ اسی وقت میں نے اسے پیچھے کی طرف لڑکھڑا کر گرا دیا اور اس کے دماغ سے نکل آیا۔

اس بار اسے سچ مچ نشہ ہو گیا تھا۔ وہ اپنے جبڑے کو یوں سہلانے لگا۔ جیسے آئینے والے عکس نے اسے سچ مچ کا گھونسا مارا ہو۔ وہ اپنے جبڑے سہلاتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر آئینے کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کی۔ وہاں سے دونوں ہاتھ اور پاؤں کے بل رینگتا ہوا اپنی میز کے پاس آ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ آئینے کے سامنے کھڑے ہونے کی جرأت نہیں کی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ رس دنتی کے متعلق سوچے یا آئینے میں اپنے اس عکس کے متعلق سوچے جس نے اسے بار بار گھونسا مارا تھا۔ وہ بوکھلایا ہوا تھا اور بوکھلاہٹ میں اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے آگے بڑھ کر رسیور اٹھایا پھر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے کیڈی ہانپتے ہوئے بول رہا تھا "میں بری طرح کار کے حادثے میں زخمی ہو گیا ہوں۔ اس وقت پولیس والے مجھے حراست میں لئے ہوئے ہیں۔ اور ہسپتال میں میری مرہم پٹی ہو رہی ہے میری ضمانت کا فوری طور پر انتظام کرو۔"

باس نے اس سے پوچھا "حادثہ کیسے ہو گیا تھا؟"

"اب میں حادثے کی تفصیل کیا بتاؤں۔ ایک ہاتھ سے میں شراب کی بوتل کھول رہا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے اسٹیرنگ کو سنبھالے ہوئے تھا۔ آج تک مجھ سے کبھی چوک نہیں ہوئی لیکن پتہ نہیں کیسے میری کار فٹ پاتھ پر چڑھ کر ایک دکان میں گھس گئی۔ حادثہ بہت زبردست ہوا ہے یعنی دکان والے کو بڑا زبردست نقصان پہنچا ہے۔ اس کی نقصان کی تلافی کرنا ہو گی۔ ورنہ پولیس والے مجھے چھوڑیں گے نہیں۔"

اچانک باس کو کچھ خیال آیا تو اس نے پوچھا "کیڈی تمہارے دماغ میں یہ بات آتی ہے کہ رس دنتی کو بیگار کیمپ میں نہیں پہنچانا چاہئے؟"

اس کا یہ سوال سنتے ہی میں فوراً کیڈی کے دماغ میں پہنچ کر کہنے لگا "ہاں میرے دماغ میں یہ بات آتی ہے کہ اس بیمار عورت کو ہسپتال میں رکھ کر اس کا معقول علاج کرایا جائے اور اس کے ساتھ انسانی ہمدردی سے پیش آیا جائے۔ اس کو بیگار کیمپ نہیں پہنچانا چاہئے۔"

وہ گم صم بیٹھا اپنے دماغ میں اس سوچ کو سنتا رہا۔ دوسری طرف سے باس نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ بولتے کیوں نہیں؟"

اس نے کہا "ہاں! میرے دماغ میں یہ بات آ رہی تھی، کہ رس دنتی کو بیگار کیمپ میں پہنچانے کے بجائے انسانی ہمدردی کے ساتھ اس کا معقول علاج کرایا جائے۔"

باس نے اسے یقین دلایا کہ اس کی ضمانت ہو جائے گی۔ اس نے ریسیور رکھ دیا پھر ایک سفارتخانے کے نمبر ڈائل کرنے لگا تھوڑی دیر بعد جب رابطہ قائم ہو گیا تو اس نے کہا کہ "ہمارا ایک آدمی کیڈی نامی پولیس کی حراست میں جا رہا ہے اسے چھڑانے کی کوشش کی جائے۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر اس معاملے پر سنجیدگی سے غور کرنے لگا کہ ان کے دماغ میں رس دنتی کی حمایت میں باتیں کیوں آ رہی ہیں؟ وہ بیگار کیمپ پہنچانا چاہتے ہیں لیکن دماغ کہتا ہے کہ بیگار کیمپ نہیں پہنچانا چاہئے۔ کم از کم کیڈی کا دماغ یہی کہہ رہا تھا۔ اور آئینے میں اس کا عکس بھی یہی کہہ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اس معاملے کی اطلاع ماسک مین کو دینی چاہئے۔ ماسک مین اس تنظیم کا سب سے بڑا سربراہ تھا اور اسی کی رہنمائی میں تنظیم کے دوسرے باس کام کرتے تھے۔ اس نے

ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کئے۔ میں نے ان نمبروں کو یاد کر لیا تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہوا تو دوسری طرف سے آواز آئی "یکسٹ آن ہے تم اپنا پیغام ریکارڈ کرا دو۔"

وہ اپنی باتیں ریکارڈ کرانے لگا "جناب! میں کس پیگ پینے کے بعد بھی گاڑی ڈرائیو کرتا ہوں یعنی خاصا ہوش میں رہتا ہوں لیکن یہاں دو پیگ پینے کے بعد مجھے یوں معلوم ہو رہا ہے جیسے میں بہکنے لگا ہوں لیکن میں اسے بہکنا نہیں کہہ سکتا کیونکہ ابھی میں پورے ہوش و حواس باتیں کر رہا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں آئینے کے سامنے گیا تو آئینے میں میرے عکس نے مجھے گھورنا دکھایا اور پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ اس نے مجھے گھونسا مارا اور میں لڑکھڑا کر گر پڑا۔ وہ آئینے کا عکس بار بار مجھ سے کہہ رہا تھا کہ رس دنتی کو بیگار کیمپ میں نہیں بھیجا جائے اور اس کا معقول علاج کرایا جائے۔ ورنہ میرا حشر بہت بُرا ہو گا۔"

تھوڑے وقفے کے بعد اس نے کہا کہ "کیڈی کا بھی یہی بیان ہے کہ اس کے دماغ میں رس دنتی کی حمایت میں باتیں آ رہی تھیں اور اسی دوران اسے حادثہ پیش آیا جو کہ ایک غیر معمولی سی بات ہے۔ کیڈی بہت ہی اچھا ڈرائیور ہے اور وہ ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ تھام کر پینے کے دوران بھی ڈرائیو کرتا رہتا ہے لیکن یہ حادثہ ہماری نظر میں بالکل ہی عجیب سا ہے۔ ہم بیان نہیں کر سکتے کہ اس حادثے کو کیا کہا جائے؟ بہرحال میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ ہمارے دماغوں میں کسی دوسرے کا دماغ بول رہا ہے اور ایسا سوچتے وقت رس دنتی یا فرہاد علی تیمور ہمیں یاد آ جاتے ہیں۔ آپ کی رہنمائی اشد ضروری ہے۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں اس کے دماغ سے پوچھنے لگا کہ "اب اسے کب تک جواب ملے گا؟" اس کی سوچ نے بتایا۔ پتہ نہیں کب اس کا وہ پیغام جو اس نے ریکارڈ کیا ہے، سنا جائے گا اور کب اسے جواب کے لئے کال کیا جائے گا۔ یعنی ٹیلی فون پر ہی اسے جواب موصول ہونے والا تھا۔ میں اتنی دیر انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے میں نے اسے وہیں سے اٹھا دیا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر آئینے کے سامنے گیا۔ پھر اس قدر آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر دونوں باہیں پھیلا کر خوش ہو کر بولا۔ "شاباش بیٹے! تم نے ہمارا کہا مان لیا۔ اور رس دنتی کے متعلق ہمارا پیغام اپنے ماسک مین تک پہنچا دیا۔ یہ دیکھ کر بڑی خوشی حاصل ہوئی اب میں تمہیں کبھی گھونسا نہیں ماروں گا۔ جاؤ بیٹے آرام سے جا کر شراب پیو۔"

یہ کہنے کے بعد میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے سر جھٹک کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے عکس کو دیکھنے لگا۔ جواباً اس کا عکس بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "کیا میں ابھی اپنے آپ سے کچھ کہہ رہا تھا؟"

جواباً آئینے کے عکس نے بھی اس سے یہی پوچھا۔ پھر اس نے سر کو جھٹک کر کہا "یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ کیا جادو ہے؟ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یقیناً یہ فرہاد کی پارس دنتی کی کارستانی ہے۔ اگر ہے تو اے آئینے! میں تیرے سامنے ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں کہ میری اگلی پچھلی غلطیاں معاف کر دے۔ میں اپنے ہاتھوں سے تو کبھی رس دنتی کو بیگار کیمپ میں نہیں بھیجوں گا۔ اگر ماسک مین نے حکم دیا تو میں اس کے حکم سے یہ کہہ کر انکار کر دوں گا کہ میں ساری دنیا کا مقابلہ کر سکتا ہوں لیکن ان دو فیملی پیتی جاننے والوں کے منہ نہیں لگ سکتا۔"

یہ کہہ کر وہ آئینے کے سامنے انتظار کرنے لگا کہ شاید اس کا عکس اس سے کچھ بولے گا لیکن وہ اسی کی طرح خاموش کھڑا رہا۔ آئینے کے ادھر یہ اور آئینے کے اُدھر وہ یعنی اس کا عکس دونوں تھوڑی دیر تک چپ چاپ کھڑے رہے۔ آخر وہ اُکتا کر واپس آ کر وہسکی میں شراب ڈالنے لگا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

رس دنتی کی بھلی یا بُری تقدیر کا فیصلہ ہونے والا تھا مگر ابھی ذرا دیر تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ہسپتال کے آرام دہ بستر پر گہری نیند سو رہی تھی۔ بہت دنوں بعد اسے اچھی خوراک اور اچھی دوا ملی تھی۔ اس لئے وہ آرام سے پُرسکون ہو کر سو رہی تھی۔ میں اس کے خوابیدہ دماغ میں جھانکتا رہا۔ وہ عجیب اُوٹ پٹانگ سے خواب دیکھ رہی تھی اور گڈمڈ سے خیالات خواب بن کر اس کے دماغ میں آ رہے تھے اور جا رہے تھے۔ میں نے اس کے دماغ میں رُومانہ کی یاد تازہ کی۔ خوابیدہ ذہن بہت جلدی متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے رُومانہ کا چہرہ بہت واضح طور پر اسے نظر آنے لگا۔

میں نے اس کے خوابیدہ دماغ میں سرگوشی کی "رُومانہ بہت کم عمر ہے۔ اس کی عمر بارہ یا تیرہ برس کی ہے۔ کیا میں نے اتنی کم عمر رُومانہ کو کہیں دیکھا ہے؟"

اس بات کے ساتھ ہی اس کے خواب میں پوپی کا تصور اُبھرا۔ وہ کم عمر تھی اور اس سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ گویا رُومانہ کا لاکٹ لوٹ آیا تھا۔

میں اس کے دماغ کو پڑھ کر یہ معلوم کر سکتا تھا کہ وہ پوپی کو رُومانہ کی شکل میں دیکھ رہی ہے لیکن میں خود اس کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ پوپی کا اصلی چہرہ میری نگاہوں کے سامنے نہیں آ سکتا تھا۔ اسے صرف رُومانہ کا لاکٹ کر کے ہی میں رُومانہ کو سمجھ سکتا تھا۔ کہ وہ کم عمری میں کیسی لگتی ہو گی۔

یوں تھوڑی دیر تک اس کے خوابیدہ ذہن میں جھانکتا رہا۔ پھر میں نے سوچا کہ۔ مجھے اب طرح رُومانہ کے لئے رس دنتی کے دماغ میں جھانک کر پوپی کو یاد نہیں کرنا چاہئے۔ خواہ خواہ ایک تحریک پیدا ہو گی کہ پوپی کو دیکھ لیا جائے اور خواہ خواہ اپنی مصروفیات میں اضافہ ہو گا۔

بہتر ہے کہ پوپی کو اس کے حال پر چھوڑ کر میں اپنے حال میں مست رہوں۔

یہ سوچ کر میں رس دنتی کے دماغ سے واپس آ گیا۔ پھر میں نے ممّی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ اتنی رات تک جاگ رہی تھیں۔ اس خیال سے کہ شاید میں ان کو مخاطب کروں گا۔ میرے انتظار میں وہ ابھی تک سوئی نہیں تھیں۔ میں نے انہیں مخاطب کیا تو وہ خوشی سے کھل گئیں۔ پھر شکایت بھرے لہجے میں بولیں "تمہیں اب میری یاد آئی ہے؟ میں دوپہر سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

میں نے کہا "ممّی! مجھے افسوس ہے کہ میں کراچی پہنچتے ہی بہت زیادہ مصروف ہو گیا۔ اب ذرا آپ میری مصروفیات کا حال بھی سن لیں۔"

یہ کہہ کر میں انہیں اپنی... داستان سنانے لگا۔ شہناز کے ساتھ جو کچھ واقعہ گزر چکا تھا۔ وہ سب کچھ میں تفصیل سے سنانے لگا۔ اس کے بعد میں نے ان کو بزنس مین کے۔ پوپی اس رُومانہ کی ہم شکل ہے جو کبھی میری بہت ہی عزیز ترین دوست تھی اور میرے لئے بہت اہمیت رکھتی تھی۔ وہ بالکل اس کی ہم شکل ہے اور یہ بات میں نے... رس دنتی کے ذہن سے معلوم کی ہے۔

ممّی نے ساری باتیں سننے کے بعد کہا "میری پیش گوئی درست ثابت ہوئی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ پوپی کے ذریعے تمہاری ایک بہت پرانی شناسا سے ملاقات ہو گی اور وہ شناسا تمہارے لئے بہت اہمیت رکھتی ہو گی۔ پہلے تم نے کہا تھا کہ پوپی کے ذریعے تمہاری بہت پرانی شناسا رس دنتی سے ملاقات ہو چکی ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ رس دنتی سے نہیں بلکہ رُومانہ سے ملاقات ہونے والی ہے اور یہ پوپی خود اپنے آپ سے ملنے ملانے کا ایک ذریعہ بن رہی ہے۔ میں کل تم دونوں کا مکمل زائچہ بنا کر دیکھوں گی کہ کب تمہاری تقدیر میں اس سے ملاقات لکھی ہے۔"

"ممّی! آپ نے میرے منہ کی بات چھین لی ہے۔ میں رُومانہ یعنی پوپی سے ملنے کے لئے بہت بے تاب ہوں اور یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری تقدیر میں کب وہ ملاقات لکھی ہوئی ہے۔ آپ مجھے کل ضرور بتا دیں میں آنے والے کل کا بے چینی سے انتظار کرتا رہوں گا۔"

میں اور ممّی بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر ہم دونوں سونے کے لئے رخصت ہو گئے۔ ممّی کے ہاں رنگون میں رات کا ایک بجا تھا اور اس وقت کراچی میں ساڑھے گیارہ بج رہے تھے پیرس کی شام رنگین تھی اور سونیا اس رنگین شام کو گزارنے کے لئے اِدھر سے اُدھر گھوم رہی تھی اور اپنی تفریح کے لئے سوچ رہی تھی کہ اسے کس کلب میں جانا چاہیے۔

میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو سونیا!"

اس نے چونک کر کہا "اوہ! تم ہو۔ اچھا ٹھہرو۔ میں اس گاڑی کو کسی پارکنگ ایریا میں ٹھہرا لوں تو پھر بات کروں گی۔ یہ غیر میرے لئے اجنبی ہے۔ یہاں کے راستوں پر تم سے بات کرتی چلوں گی۔ تو حادثے کا خدشہ ہے۔"

تھوڑی دیر بعد اس نے ایک پارکنگ ایریا میں گاڑی کو کھڑا کر دیا۔ پھر اس کے لہجے سے بولی "ہاں! تو بتاؤ تم نے مجھے مخاطب کیوں کیا ہے؟"

اس کے انداز میں بڑی بے رُخی تھی۔ جیسے میرے مخاطب کرنے پر اسے کوئی خوشی نہ ہوئی ہو۔ لیکن اس کے دل کا حال تو میں ہی جانتا تھا۔ میں نے انجان بن کر کہا "تمہاری یاد آ رہی تھی اس لئے تمہارے پاس چلا آیا۔"

"بس ہو گئیں رومانی باتیں؟ یاد کر لیا تم نے اب واپس جاؤ۔ میں کسی کلب میں جا رہی ہوں۔"

"سونیا! اب کب تک بھٹکتی رہو گی۔ پیرس کو چھوڑو اور میرے پاس آ جاؤ۔ میں کراچی میں ہوں۔"

"وہاں اور تمہارے ساتھ کون ہے؟"

"کوئی نہیں۔ میں بالکل تنہا ہوں۔"

"تم زندگی بھر کے جھوٹے ہو۔ میں کبھی یقین نہیں کر سکتی کہ جہاں تم رہو وہاں کوئی عورت نہ رہے۔ سچ سچ بتا دو کہ ان دنوں تمہارے ساتھ کون ہے؟"

"تم آؤ گی تو ساری باتیں سچ سچ بتا دوں گا اور تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گی جو بھی میرے ساتھ ہے اور جن سے بھی میرے تعلقات ہیں سب ٹوٹ جانے والے تعلقات ہیں۔ تمہارا تعلق ایسا ہے جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔"

"زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں اگر تعلقات ٹوٹ سکتے ہیں تو یہ بتاؤ کہ رُومانہ کہاں ہے؟"

میں نے ابھی تک اسے رُومانہ کی موت کی خبر نہیں سنائی تھی اور اسے کسی دوسرے ذرائع سے بھی پتہ نہیں چل سکا تھا۔ میں نے دُکھ بھرے لہجے میں کہا "رُومانہ اب دنیا میں نہیں ہے۔ وہ مجھے ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر اس دنیا سے بہت دُور چلی گئی ہے۔ اتنی دُور جہاں سے کوئی لوٹ کر نہیں آتا۔"

"تھوڑے مکالمے اور ادا کر لو۔ تمہارے لہجے میں بڑی ٹریجڈی ہے میں کوشش کروں گی کہ تمہارے ساتھ ماتم کر سکوں۔ لیکن اس کے باوجود میں تمہارے جھوٹ کا یقین نہیں کروں گی۔"

میں نے کہا "میں تمہیں یقین کیسے دلا سکتا ہوں۔ تم یہاں آؤ گی تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

"میں تمہارے پاس کبھی نہیں آؤں گی۔ اس سے پہلے تم نے مجھ سے کہا تھا کہ رُومانہ سے تمہارے تعلقات ختم ہو گئے ہیں اور وہ کسی

دوسرے نوجوان سے منسوب ہو گئی ہے۔ تمہارا جھوٹ ہر بار بدلتا رہتا ہے۔"

"تم اگر صحیح معنوں میں میری دوست بن کر رہو گی تو میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابھی تم مجھ سے بہت کچھ چھپا رہے ہو۔ میں تمہیں غلط تو نہیں سمجھ رہی ہوں۔"

"تم تو اپنی منطق ہی جھاڑتی رہتی ہو۔ میری مجبوریاں بھی تو سمجھنی چاہئیں۔"

"ہاں! بے چارے تم بہت مجبور ہوتے ہو۔ اتنے مجبور ہوتے ہو کہ تمہاری مجبوریاں دُور کرنے کے لئے ہر قدم پر تمہیں کوئی نہ کوئی دوست مل جاتی ہے۔ دنیا میں مجبوریاں دُور کرنے کے لئے اور کوئی علاج ہے ہی نہیں۔"

"تم طنز بہت اچھا کر لیتی ہو۔ کاش! تم اپنی دوستی کو بھی اسی طرح نبھا سکتیں۔"

"تم اپنی بہن کے لئے دوا لینے آیا تھا۔ اپنے گھر کے قریب ہی ایک ڈرگ اسٹور میں گیا تھا۔ وہاں سے ان لوگوں نے بتایا کہ یہ دوا شہر میں ملے گی۔ میں شہر میں آیا تو یہاں کی بھول بھلیوں میں چکرا کر رہ گیا۔ مجھے راستہ یاد نہیں رہا۔ میری بہن نے احتیاطاً یہ نقشہ میری جیب میں رکھ دیا تھا کہ شاید کبھی گم ہو جاؤں تو کوئی مہربان مجھے وہاں تک پہنچا دے گا۔"

سونیا نے اس کی جیبوں کو ٹٹول کر دیکھا تو وہاں کچھ دوائیں بھی ہوئی تھیں۔ اس نے لڑکے سے کہا کہ وہ دوسری طرف سے گھوم کر آئے اور اگلی سیٹ پر بیٹھ جائے۔ لڑکا دوسری طرف سے گھوم کر آنے لگا۔ سونیا نے دوسری طرف کا دروازہ کھول دیا۔ وہ اس کی پاس والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے دروازے کو بند کر کے بولا "مجھے جلدی پہنچنا ہے۔ میری بہن اکیلی ہے کیا تم جلد سے جلد مجھے وہاں پہنچا سکتی ہو؟"

"فکر نہ کرو۔ میں کوشش کروں گی کہ میں تمہیں وہاں فوراً ہی پہنچا دوں۔"

یہ کہہ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے پارکنگ ایریے سے نکال کر اس نقشے کے مطابق ڈرائیو کرتی ہوئی اس سرخ نشان تک جانے لگی۔ میں لڑکے کے دماغ میں جھانک کر دیکھ چکا تھا۔ اس کی بہن واقعی بیمار تھی۔ جہاں وہ لے جا رہا تھا وہاں وہ بیمار پڑی ہوئی اپنے بھائی کا انتظار کر رہی تھی۔ اس لڑکے کی بے چینی درست تھی اور مجھے فی الحال کوئی فراڈ نظر نہیں آ رہا تھا۔

میں نے سونیا کے دماغ میں کہا "اس لڑکے کی سوچ کو میں پڑھ چکا ہوں۔ واقعی اس کی بہن اس جگہ بیمار پڑی ہوئی ہے۔ یہ فراڈ نہیں ہے۔"

سونیا نے ناگواری سے کہا "تم ابھی تک میرے دماغ میں موجود ہو۔ میں نے تم سے یہ فرمائش تو نہیں کی تھی کہ تم اس لڑکے کے متعلق معلومات حاصل کرو اور میری رہنمائی کرو۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔ میں تمہاری محتاج نہیں ہوں۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

میں نے کہا "تم میری محتاج نہ سہی لیکن میں تمہارے دماغ میں اس طرح موجود رہنا چاہتا ہوں کہ تم سے جدا ہونے کا تصور ایک بات کہوں۔

"نہیں۔ میں اب مذاق نہیں اڑاؤں گی۔ اگر تم سنجیدگی سے پیچھے پڑ گئے تو میں سنجیدگی سے سنوں گی۔"

میں نے کہا "یہاں برما میں ایک بارہ یا تیرہ برس کی پومی نامی لڑکی ہے۔ وہ رومانہ کی ہم شکل ہے۔"

"مبارک ہو، مبارک ہو۔ میں تو سمجھتی ہی تھی کہ ایک گئی ہے تو اس کی جگہ لینے کے لئے کوئی دوسری ضرور آ جائے گی۔ لیکن یہ نہیں سوچا تھا کہ تم اس کی ہم شکل پیدا کر لو گے۔ بھئی تمہارا تو جواب نہیں ہے۔"

"دیکھو! تم اپنے وعدے کے خلاف پھر میرا مذاق اڑا رہی ہو۔"

وہ سنجیدگی سے بولی "فراد! اگر تم میرے ایک مشورے پر عمل کرو گے تو آئندہ میں کبھی تمہارا مذاق نہیں اڑاؤں گی۔"

میں نے جلدی سے پوچھا "ہاں بتاؤ تمہارا مشورہ کیا ہے؟ میں ضرور اس پر عمل کروں گا۔"

اس نے کہا "میں چاہتی ہوں کہ تم سونیا کی بھی ایک ہم شکل پیدا کر لو۔ جس طرح رومانہ کی ہم شکل پیدا ہو گئی ہے۔ میری ہم شکل پیدا کرنے کے بعد خدا کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دینا۔ میں تمہارا احسان مانوں گی۔ بس اب میرے دماغ سے بھاگ جاؤ۔"

"تم میری بات سنجیدگی سے سنو گی تو تمہاری سمجھ میں آ جائے گا کہ رومانہ کی۔۔۔ جو ہم شکل پومی ہے۔ وہ ابھی بچی ہے۔"

"ہاں! میں نے سنجیدگی سے سنا بھی ہے اور سمجھا بھی ہے۔ چار برس کے بعد وہ سولہ برس کی ہو جائے گی۔ دنیا کی بڑی بڑی حکومتیں پانچ سالہ منصوبہ بناتی ہیں۔ تم نے چار سالہ منصوبہ بنایا ہے۔۔۔ وہ چار سال کے بعد بالکل تر و تازہ ہو کر گلاب کے پھول کی طرح کھل کر تمہاری جھولی میں آ گرے گی۔ تم کسی اور کو بے وقوف بناؤ۔ میرا نام سونیا ہے۔ میں تمہارے ہتھکنڈوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی گاڑی کے دروازے پر دستک سنائی دی۔ سونیا نے سر گھما کر دیکھا تو شیشے کے اس پار ایک سات یا آٹھ برس کا لڑکا کھڑا ہوا تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔ وہ اشارے سے کہہ رہا تھا کہ وہ لفافہ سونیا کو دینا چاہتا ہے۔ سونیا نے دروازے کے شیشے کو نیچے سرکا کر اس سے پوچھا "ہیلو! سستی کیا بات ہے؟"

سستی نے لفافہ کو اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے لفافے میں سے ایک تہہ کئے ہوئے کاغذ کو نکال کر کھولا تو وہ ایک فل سائز پیپر تھا۔ اس میں آڑی ترچھی لکیروں سے شہر کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ اور ایک جگہ سرخ نشان تھا۔ لڑکے نے کہا "یہ دروازہ کھولو تو میں بتاؤں کہ وہ سرخ نشان کس چیز کا ہے؟"

سونیا نے دروازے کو کھول دیا۔ لڑکے نے قریب آ کر اگلی کے اشارے سے کہا "یہ سرخ نشان میرا گھر ہے۔ میں یہاں تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے وہاں تک پہنچا دو گی؟"

سونیا نے پوچھا "تم اپنے اس مکان سے یہاں تک کیسے آئے تھے؟"

"ظاہر ہے جس طرح آپ سے لفٹ مانگ رہا ہوں۔ اسی طرح کسی سے لفٹ مانگ کر یہاں تک آیا۔ اب آپ اس کے بعد پوچھیں گی کہ میں اتنا چھوٹا سا بچہ ہوں اور اکیلا اس شہر میں کیوں گھوم رہا ہوں؟"

سونیا نے ہنستے ہوئے پوچھا "ہاں! یہ تو میں ضرور پوچھوں گی۔ بتا دو کہ تم اکیلے کیوں گھوم رہے ہو؟"

"میں اپنی بہن کے لئے دوا لینے آیا تھا۔ اپنے گھر کے قریب ہی ایک ڈرگ اسٹور میں گیا تھا۔ وہاں سے ان لوگوں نے بتایا کہ یہ دوا شہر میں ملے گی۔ میں شہر میں آیا تو یہاں کی بھول بھلیوں میں چکرا کر رہ گیا۔ مجھے راستہ یاد نہیں رہا۔ میری بہن نے احتیاطاً یہ نقشہ میری جیب میں رکھ دیا تھا کہ شاید کبھی گم ہو جاؤں تو کوئی مہربان مجھے وہاں تک پہنچا دے گا۔"

سونیا نے اس کی جیبوں کو ٹٹول کر دیکھا تو وہاں کچھ دوائیں بھی ہوئی تھیں۔ اس نے لڑکے سے کہا کہ وہ دوسری طرف سے گھوم کر آئے اور اگلی سیٹ پر بیٹھ جائے۔ لڑکا دوسری طرف سے گھوم کر آنے لگا۔ سونیا نے دوسری طرف کا دروازہ کھول دیا۔ وہ اس کی پاس والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے دروازے کو بند کر کے بولا "مجھے جلدی پہنچنا ہے۔ میری بہن اکیلی ہے کیا تم جلد سے جلد مجھے وہاں پہنچا سکتی ہو؟"

"فکر نہ کرو۔ میں کوشش کروں گی کہ میں تمہیں وہاں فوراً ہی پہنچا دوں۔"

یہ کہہ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے پارکنگ ایریے سے نکال کر اس نقشے کے مطابق ڈرائیو کرتی ہوئی اس سرخ نشان تک جانے لگی۔ میں لڑکے کے دماغ میں جھانک کر دیکھ چکا تھا۔ اس کی بہن واقعی بیمار تھی۔ جہاں وہ لے جا رہا تھا وہاں وہ بیمار پڑی ہوئی اپنے بھائی کا انتظار کر رہی تھی۔ اس لڑکے کی بے چینی درست تھی اور مجھے فی الحال کوئی فراڈ نظر نہیں آ رہا تھا۔

میں نے سونیا کے دماغ میں کہا "اس لڑکے کی سوچ کو میں پڑھ چکا ہوں۔ واقعی اس کی بہن اس جگہ بیمار پڑی ہوئی ہے۔ یہ فراڈ نہیں ہے۔"

سونیا نے ناگواری سے کہا "تم ابھی تک میرے دماغ میں موجود ہو۔ میں نے تم سے یہ فرمائش تو نہیں کی تھی کہ تم اس لڑکے کے متعلق معلومات حاصل کرو اور میری رہنمائی کرو۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔ میں تمہاری محتاج نہیں ہوں۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

میں نے کہا "تم میری محتاج نہ سہی لیکن میں تمہارے دماغ میں اس طرح موجود رہنا چاہتا ہوں کہ تم سے جدا ہونے کا تصور باقی نہ رہے۔"

"تم رومانی باتیں مجھ سے نہ کیا کرو۔ مجھے زہر لگتی ہیں۔"

"بہرحال یہ لڑکا جب تمہیں اپنے مکان میں پہنچا دے گا اور میں مطمئن ہو جاؤں گا تو تمہارے دماغ سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"مجھے کچھ نہیں ہو گا۔ جب تم نے دیکھ ہی لیا ہے کہ یہ فراڈ نہیں ہے تو تم کیوں میرے پیچھے پڑے ہوئے ہو؟"

میں نے کہا "میں صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ اس لڑکے کو لفٹ لینے کے لئے صرف تم ہی کیوں نظر آئیں۔ جبکہ وہاں پارکنگ ایریے میں بہت سی کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ کسی اور سے بھی لفٹ لے سکتا تھا۔"

"تمہیں میرے لئے دردِ سری میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ بس اب جاؤ اور اپنی رس وتی اور بے بی رومانہ میں دلچسپی لو۔"

وہ کار ڈرائیو کرتی رہی۔ میں خاموشی سے اس کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ کہیں کہیں جب وہ نقشہ کے مطابق راستہ تلاش نہ کر سکتی تو کسی چوراہے پر کانسٹیبل سے پوچھ لیتی تھی۔ پھر وہاں سے آگے بڑھ جایا کرتی تھی۔ تقریباً پون گھنٹے کے بعد وہ اس مکان کے سامنے پہنچ کر رُک گئی۔

پون گھنٹے تک میں اس کے دماغ میں جھانکتے جھانکتے تھک گیا تھا۔ ادھر رات زیادہ ہو گئی تھی اور مجھے سونا بھی تھا۔ لیکن سونیا کسی ایسی جگہ پہنچ گئی تھی جہاں کہ میری نیند اڑ سکتی تھی۔ وہ مکان ویران نظر آ رہا تھا۔ اندر روشنی تھی۔ اس لئے سوچا جا سکتا تھا کہ اندر وہ بیمار لڑکی ضرور ہو گی۔ چونکہ بہن بھائی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس لئے وہ مکان ویران سا نظر آ رہا تھا۔

وہ لڑکا بس کا نام پال تھا۔ گاڑی سے اتر کر دوڑتا ہوا دروازے تک گیا۔ سونیا بھی گاڑی کو لاک کرنے کے بعد اس کے پیچھے ہی دروازے تک آئی۔ اس وقت تک لڑکے نے دروازہ کھول دیا تھا۔ دروازہ چوں چوں کی آواز کے ساتھ یوں کھلنے لگا تھا جیسے دروازے کے پیچھے کوئی کھڑا ہو اور آہستہ آہستہ دروازہ کھول رہا ہو۔ تب اسی لمحے سونیا کی چھٹی حس نے کہا "آگے خطرہ ہے۔"

وہ دروازے پر رُک کر بولی "پال! تمہاری سسٹر کہاں ہے۔ اسے آواز دو۔"

پال کھلے ہوئے دروازے سے گزر کر کمرے کے وسط میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے جیب سے دوا کی بوتل اور دوسرے پیکٹس نکالتے ہوئے آواز دی "سسٹر تم کہاں ہو؟ ابھی تو اسی کمرے میں لیٹی ہوئی تھیں لیکن یہاں تو وہ بستر بھی نظر نہیں آ رہا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد دور کسی کمرے سے ایک نسوانی آواز سنائی دی "پال! میں اس کمرے میں ہوں۔ یہاں آ جاؤ۔ تم نے بہت دیر

لگادی۔"

پال نے پلٹ کر سونیا سے کہا: "کم آن سسٹر! میری بہن دوسرے کمرے میں ہے۔ آؤ میں تمہیں اس سے ملاؤں گا۔"

سونیا مطمئن ہو کر آگے بڑھ گئی۔ دروازے سے گزر کر کمرے میں پہنچی تو پال نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "ایک بات میں بتا دوں۔ کہ یہ جو آواز ابھی سنائی دی تھی۔ یہ میری بہن کی نہیں معلوم ہوتی۔ کوئی دوسری عورت بول رہی تھی۔"

یہ سنتے ہی سونیا چونک گئی۔ اس نے کہا: "پہلے ہی تم نے مجھے کیوں نہ بتایا کہ یہ تمہاری بہن کی آواز نہیں ہے۔"

"میں غور کر رہا تھا۔ غور کرنے کے بعد اب میری سمجھ میں آ رہا ہے کہ وہ آواز کسی دوسرے کی ہے مگر کیا فرق پڑتا ہے۔ میری بہن دوسرے کمرے میں ضرور ہو گی۔ آؤ چلیں۔"

سونیا وہاں سے پلٹ کر مکان سے باہر نکل جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت وہ دروازہ ایک دھڑاکے سے بند ہو گیا۔ اور ایسی آواز آئی جیسے باہر سے کسی نے لاک کر دیا ہو۔ سونیا نے آگے بڑھ کر دروازے کے ہینڈل پر دباؤ ڈالا۔ اور اسے کھولنے کی کوشش کی تو وہ واقعی مقفل ہو چکا تھا۔

سونیا تن گئی۔ اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں اور وہ یوں گہری گہری سانسیں لینے لگی جیسے کوئی شدید حملہ کرنے سے پہلے غرا رہی ہو۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر پال سے کہا: "چلو آگے بڑھو میں دیکھتی ہوں تمہاری بہن کہاں ہے اور یہاں کون ہمارا راستہ روک رہا ہے؟"

وہ پال کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتی ہوئی اس کمرے کے دروازے سے نکل کر دوسرے کمرے میں پہنچی۔ وہاں کمرے کے وسط میں ایک بونا کھڑا ہوا تھا۔ اس نے سونیا کو دیکھ کر فضا میں اچھل کر ایک قلابازی کھائی پھر دونوں پیر ملا کر پرستش کرتے ہوئے کہا: "مادام آداب! آپ کے مبارک قدموں سے ہمارا ویرانہ آج آباد ہو گیا ہے۔"

سونیا نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

"میں اکیلا نہیں ہوں۔ میری نسل کے سیکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں بونے میرے ساتھی میرے غم گسار میرے ساتھ ہیں۔"

اس کے ایسا کہنے کے دوران دوسرے بونے اس کمرے میں مختلف دروازوں سے داخل ہو رہے تھے اور قلابازیاں کھاتے ہوئے آ رہے تھے اور سونیا کے سامنے جھک جھک کر سلام کرتے ہوئے واپس جا رہے تھے۔

کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر بولنے والا بونا بولتا جا رہا تھا: "مادام! کل رات سے ہماری نظر آپ پر ہے۔ جب آپ تقریباً ایک لاکھ ڈالر کے قریب جیت کر اس جوئے خانے کے اندر خفیہ ہال کی طرف جا رہی تھیں۔ تب بھی ہمارے آدمی آپ کی نگرانی کر رہے تھے۔ اس خفیہ ہال کے اندر ہمارا ایک جاسوس موجود تھا۔ ہم چاہتے تھے کہ آپ کی جیتی ہوئی رقم چھین کر لے جائیں۔ کیونکہ ہمیں نیک مقاصد کے لئے اس رقم کی ضرورت تھی اور اب بھی ہے لیکن وہاں جوئے خانے کے اس خفیہ کمرے میں پتہ چلا کہ آپ بہت ہی پُراسرار اور خطرناک قسم کی مادام ہیں اور آپ کا تعلق فرہاد علی تیمور سے ہے۔"

سونیا نے پوچھا: "پال کی بہن بہت بیمار تھی۔ وہ کہاں ہے؟"

"مادام! ہم بیماروں اور مصیبت زدہ لوگوں کے ہمدرد ہیں۔ ہم نے اس کی بہن کو فوراً ہی ہسپتال پہنچا دیا ہے۔ وہاں اس کا... معقول علاج ہو گا اور اس کے اخراجات ہم برداشت کریں گے۔"

"کیا تم لوگ بہت زیادہ دولت مند ہو؟"

"نہیں۔ ہم تمہاری جیسی ہستیوں سے دولت حاصل کرتے ہیں۔ اس وقت تم یہاں کھڑی ہوئی ہو اور باہر تمہاری کار کا دروازہ کھول کر ہمارے آدمی ڈیش بورڈ سے تمہاری جیتی ہوئی وہ ساری رقم نکال کر لے آئیں گے۔"

سونیا نے غصے سے کہا: "یہ غلط بات ہے۔ تم اپنے آدمیوں کو ایسی حرکتوں سے باز رکھو۔ ورنہ میں ایک ایک کی پٹائی کر دوں گی۔"

"مادام! ہم آپ کے بچے ہیں اگر آپ مارنا چاہیں گی تو ہم مار کھا لیں گے۔ لیکن ہمیں دولت کی ضرورت ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سونیا نے آگے بڑھ کر اسے ایک ٹھوکر ماری لیکن اس سے پہلے ہی وہ بونا فضا میں اچھل کر قلابازیاں کھاتا ہوا دوسری طرف زمین پر کھڑا ہو گیا۔

سونیا چھلانگ لگا کر اس کے پاس پہنچنا چاہتی تھی۔ لیکن لپکنے میں ایک بونا اس کے پیر سے لپٹ گیا۔ دوسرا بونا آ کر دوسری ٹانگ سے لپٹ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بونے اس کی کمر کے نیچے تک آتے تھے۔ ان کا قد بمشکل تین فٹ یا ساڑھے تین فٹ یا چار فٹ سے اونچا نہ تھا۔ اس نے دونوں کے سر کے بالوں کو مٹھیوں میں اس بُری طرح جکڑا کہ ان کی چیخیں نکل گئیں۔ پھر اس نے ان دونوں کے سروں کو آپس میں ٹکرا دیا۔ وہ دونوں لڑھک کر پیچھے کی جانب فرش پر گر پڑے۔ پھر وہاں سے قلابازیاں کھا کر دوبارہ فرش پر کھڑے ہو گئے لیکن ان کے انداز سے یہی پتہ چل رہا تھا کہ وہ ابھی تک سر کی تکلیف کی وجہ سے چکرا رہے ہیں۔

سونیا نے کہا: "اگر تم لوگ خیریت چاہتے ہو تو میری رقم کو ہاتھ نہ لگاؤ اور یہاں کا دروازہ کھول دو تاکہ میں باہر جا سکوں۔"

"مادام! ہم اپنے ساتھ آپ کی خیریت بھی چاہتے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمارے درمیان یہ بچوں جیسی مار پیٹ نہ ہو۔ چلئے اب ہم پہلے بھی جوابی حملہ نہیں کر رہے تھے۔ اب بھی نہیں کریں گے۔ آپ ہمیں جتنا مارنا چاہتی ہیں مار کر حسرت پوری کر لیں۔ بشرطیکہ آپ ہمیں مار سکیں۔"

یہ سونیا کے لئے چیلنج تھا کہ وہ مار نہیں سکے گی۔ چنانچہ اس نے آگے بڑھ کر پہلے بونے پر حملہ کیا۔ لیکن وہ اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ پھر اس نے دوسری بار حملہ کیا۔ دوسری بار بھی وہ بچ گیا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کہ وہ بونے ربر کے بنے ہوئے ہیں اور... فٹ بال کی طرح ادھر سے اُدھر اچھل جاتے ہیں اور حملہ کرنے والے کی زد سے نکل جاتے ہیں۔

سونیا نہ تو کسی بونے کو گرفت میں لے سکی اور نہ ہی کسی پر حملہ کر سکی۔ وہ اس کے نشانے میں آنے سے پہلے ہی بدک کر اچھل کر قلابازیاں کھا کر اس سے دُور نکل جاتے تھے اور وہ دیکھتی کی دیکھتی رہ جاتی تھی۔ تھوڑی دیر میں وہ تھک کر ہانپنے لگی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کی سوچ میں کہا: "کیا بات ہے یہ سب تو تمہارے ہی بچے ہیں۔ ان سے کب تک کھیلتی رہو گی اور کب تک ہانپتی رہو گی؟"

وہ جھلا کر بولی و بجائے مت کرو۔"

ایک بونے نے کہا تھا: "مادام ہم تو بالکل خاموش ہیں۔ بکواس نہیں کر رہے ہیں۔ یہ آپ کس سے کہہ رہی ہیں؟ اگر اتنی سی دیر میں آپ کا دماغ چل گیا ہے تو ہم کمرے کے باہر چلے جاتے ہیں۔ آپ ہمارا پیچھا کرتے ہوئے چلی آئیں۔"

یہ کہتے ہی وہ بونے ایک ایک کر کے اس کمرے کے دوسری طرف والے دروازے سے نکل کر جانے لگے۔ سونیا بھی ان کا پیچھا کرتے ہوئے اس کمرے سے نکل کر ایک کاریڈور میں پہنچی پھر ان کا تعاقب کرتے ہوئے ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گئی۔ وہاں سارے بونے اونچے سے ہاتھ باندھے... کھڑے ہوئے تھے اور ایک بونا اونچی کرسی پر آرام سے یوں بیٹھا ہوا تھا جیسے وہ ان کا بادشاہ ہو۔ اس کے سامنے ایک میز پر نوٹوں کی گڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔

سونیا نے وہاں پہنچتے ہی ان گڈیوں کو دیکھ کر کہا: "یہ ساری رقم میری ہے اور یہ تم لوگوں کی زیادتی ہے کہ کار کو کھول کر وہاں سے یہ رقم اڑا لائے ہو۔"

اس بونے بادشاہ نے سونیا سے کہا: "مادام! آپ صبر و تحمل سے کام لیں اور میرے سامنے اس کرسی پر بیٹھ جائیں۔ میں ان سب کا لیڈر ہوں اور یہ میری ہر بات مانتے ہیں۔ لیکن میں ان سے اپنی بات منوانے سے پہلے آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آئیے تشریف رکھیے۔"

سونیا اس کے لہجے سے متاثر ہو کر ذرا نرم پڑتے ہوئے آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گئی اور اپنے بکھرے ہوئے نوٹوں کی گڈیوں کو دیکھنے لگی۔ ان کے لیڈر نے کہا: "مادام! ہم بونے ہیں۔ دنیا والے ہم لوگوں کو ہاف مین یعنی آدھا آدمی کہتے ہیں۔ بس اسی لئے کہ ہم آپ لوگوں کے قد کی مناسبت سے آدھے ہیں۔ پورے نہیں ہیں۔ لیکن اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہمیں یوں حقارت سے دیکھا جاتا ہے جیسے کہ ہم کیڑے مکوڑے ہوں۔ ہم اپنے نسل اور اپنی برادری کی حمایت کرنے کے لئے متحد ہوتے جا رہے ہیں ہم نے ایک جماعت کی تشکیل کی ہے جس کا نام ہے ہاف مین آف دی ورلڈ۔ یعنی دنیا کے نصف انسان۔ ہم ساری دنیا سے کہنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اپنے برابر سمجھا جائے اور ہمیں ہمارے حقوق دیے جائیں۔"

سونیا نے پوچھا: "تمہارے حقوق کیا ہیں؟"

اُس نے جواب دیا: "ہمارا سب سے پہلا حق ازدواجی تعلقات کا ہے۔ ہم شادی کرنے کے لئے اپنے جیسے قد کی عورت کا رشتہ مانگتے ہیں تو ہمیں رشتہ نہیں ملتا۔ عورتیں ہمیں بونا سمجھ کر ٹھکرا دیتی ہیں۔ اس طرح ہماری نسل آگے نہیں بڑھ سکتی۔"

سونیا نے پوچھا: "اور دوسرے حقوق کیا ہیں؟"

اس نے جواب دیا: "ہمارا مطالبہ ہے کہ لانبی عورتوں سے ہماری شادی کرائی جائے۔ ہمارا دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ صرف قد اور لوگوں کو اسمارٹ اور پُرکشش شخصیت کا مالک نہیں سمجھا جائے کیونکہ شخصیت کا تعلق صرف قد سے ہی نہیں بلکہ ذہانت سے بھی ہے اور ہم بونوں کے اندر بھی بے انتہا ذہانت ہوتی ہے۔"

"دنیا والے کسی کے مطالبات تسلیم نہیں کرتے۔ اپنے مطالبات منوانے کے لئے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ لوگوں کو اپنی ذہانت سے اپنی صلاحیت سے قائل کرنا پڑتا ہے تم لوگوں کے پاس کیا صلاحیتیں ہیں؟ اپنی کسی ذہانت کا ثبوت دے سکتے ہو؟"

"ہم میں سے یہاں جتنے کھڑے ہیں سب اوّل درجے کے فائٹر ہیں اور چالاکی، مکاری اور پھرتیلے پن میں یہ سب لاجواب ہیں۔ اسی طرح ہمارا ایک دوسرا گروہ ہے۔ جس میں سب کے سب ذہین افراد ہیں۔ ان میں کوئی سائنسداں ہے، کوئی بہترین ڈاکٹر ہے، کوئی بہترین اکاؤنٹنٹ اور انجینئر ہے۔ ہم ذہانت میں کسی سے کم نہیں ہیں۔ طاقت میں بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔ کوئی ہمیں لڑتے وقت زیر نہیں کر سکتا اور اگر زیر ہو بھی جائیں تو وہ ایک وقتی شکست ہو گی جسے ہم پھر نئے سرے سے بدلے کا عزم رکھتے ہیں۔"

"تمہارے جو ذہین بونے ہیں انہوں نے اپنے حقوق منوانے کا کوئی منصوبہ تو ضرور بنایا ہو گا؟"

"ہاں! پہلے کتنے ہی منصوبے بنائے گئے۔ پہلے سوچا گیا کہ ہمیں

سیاست میں بھی آنا چاہئے۔ لیکن قد آور شخصیتوں کے سامنے ہمارے بونے بھائیوں کو کوئی ووٹ نہیں دیتا تھا۔ لوگ ہمیں مضحکہ خیز کارٹون سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ آخر ہمارے ذہین بونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہم لوگوں کو لانبے قد کی عورتوں سے شادی کرنا چاہئے۔ اس منصوبے پر کتنے ہی بونوں نے جب عمل کیا تو ان سے ہماری جو اولادیں ہوئیں وہ ہمارے مقابلے میں لانبی تھیں۔ اب ہمارے بچے تو ہوں گے، وہ بونے نہیں کہلائیں گے۔ اور ہمارے بچے ہمارے حقوق کے لئے بھی لڑتے رہیں گے۔ اور ہمیں اس دنیا میں دوسرے لوگوں کے برابر مقام دلائیں گے۔"

"کیا لانبے قد کی عورتیں بونوں سے شادی کر لیتی ہیں؟"

"اس دنیا میں سب سے مضبوط پابندی کے جوتے ہوتے ہیں۔ یہ چاندی کے جوتے جس کے سر پر پڑتے ہیں، اس کا سر جھک جاتا ہے۔ اصل بات دولت ہے۔ ہم دولت سے ایسی لانبی عورت کو خرید لیتے ہیں جو بکنا چاہتی ہے۔ پھر اسے ازدواجی رشتے میں منسلک کر لیتے ہیں اس طرح ایک نئی نسل ہم پیدا کر رہے ہیں جو قد میں ہم سے بڑھ یا وہ اونچی ہوتی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "لیکن تم لوگ مجھے کیوں لوٹ رہے ہو؟"

اس نے جواب دیا: "ہمیں دولت کی ضرورت ہے۔ ہم بونوں میں کوئی ارب پتی یا کروڑ پتی نہیں ہے۔ ہاں لکھ پتی ضرور ہیں مگر بہت کم لوگ ہیں ہمیں دولت چاہئے اس لئے ہم ٹوہ میں رہتے ہیں کہ کسی کے پاس ناجائز دولت ہے۔ جہاں ناجائز دولت ہوتی ہے وہاں ہم ٹاکہ ڈالتے ہیں یا کسی بھی طریقے سے وہ ناجائز دولت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور اسے نیک مقاصد کے لئے کام میں لاتے ہیں۔"

"کیا؟ تم لوگ زبردستی اتنی بڑی رقم مجھ سے چھین لو گے؟"

"ہم ایک شرط پر زبردستی نہیں کریں گے جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ ہمیں عورت چاہئے۔ اگر تم کسی ایک لانبی عورت سے ہمارے کسی ایک بونے کی شادی کرا دو گی تو تمہاری یہ ساری رقم اسی وقت واپس کر دیں گے۔"

"میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ نہ تو میں یہاں کسی عورت کو جانتی ہوں اور نہ ہی شادی کرانے کے لئے کسی عورت سے دوستی کر سکتی ہوں۔ میں یہ کام نہیں کر سکتی۔"

اس کے لیڈر نے اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا: "کسی سے دوستی نہ کرو۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ دوستی کی جائے۔ آخر تم بھی تو ایک حسین اور جوان عورت ہو۔ میں تم سے شادی کر سکتا ہوں۔"

سونیا نے اسے غصے سے دیکھا۔ میں نے اس سے کہا: "سونیا جان! ساڑھے تین فٹ کا شوہر مبارک ہو۔"

وہ غصے سے چیخ کر بولی: "یو شٹ اپ!"

بونے لیڈر نے کہا: "مادام! شٹ اپ نہ کہو۔ میں نے رشتہ مانگا ہے کوئی گالی نہیں دی۔ اگر پسند نہیں ہے تو انکار کر دو۔ اس طرح غصہ نہ دکھاؤ۔ تم شادی نہیں کرو گی تو ہماری وہ دوسری شرط قائم رہے گی۔ کہ ہماری کسی دوسری لانبی عورت سے شادی کرا دو یا پھر اس رقم کو ہمارے خزانے میں جمع کرا دو۔ اس رقم سے ہم کم از کم دو چار عورتیں خرید ہی لیں گے۔"

"مجھے تمہاری کوئی شرط منظور نہیں ہے۔"

"ہماری کسی شرط کو نامنظور کرنے کا فیصلہ اتنی جلدی نہ کرو۔ چوبیس گھنٹے تک تمہاری یہ رقم ہمارے پاس امانت کے طور پر رہے گی۔ اگر تم اس مہلت کے اندر کسی عورت کو ہمارے کسی آدمی کے ساتھ شادی کرا دو گی یا خود میرے ساتھ شادی کے لئے راضی ہو جاؤ گی تو اس گڈی کا ایک ایک نوٹ تمہیں واپس مل جائے گا۔ ورنہ چوبیس گھنٹے کے بعد یہ ہماری ملکیت ہو گی۔ اب تم جا کر ٹھنڈے دل سے غور کرو۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کہنے لگی "میں اپنی رقم واپس لے کر جاؤں گی۔"

اس کی بات سنتے ہی تمام بونوں نے جیبوں میں ہاتھ ڈال کر چاقو نکال لئے۔ ان کے چاقو کے پھل ایک انچ لانبے تھے جیسے کہ پنسل کی نوک بنانے کے لئے رکھے جاتے ہیں۔ بونے لیڈر نے کہا: "یہ چاقو تمہیں ننھے سے نظر آئیں گے لیکن اگر ان میں سے ایک ایک چاقو کی خراشیں تمہارے جسم پر پڑتی گئیں تو تمہارے بدن کا کچھ مرمکل جائے گا اور تمہاری ساری خوبصورتی فنا ہو جائے گی۔ بہتر ہے کہ تم ان میں سے کسی کو بھی مقابلے کے لئے نہ للکارو اور چپ چاپ واپس چلی جاؤ۔"

سونیا گہری نظروں سے ان چاقو والوں کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ کیسے ان لوگوں سے بچ کر ساری گڈیاں سمیٹ کر وہاں سے لے جائے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "نہیں سونیا! تمہیں اس وقت ان سے مقابلہ نہیں کرنا چاہئے۔ یہ بونے بڑے پھرتیلے ہیں۔ تم تھوڑی دیر پہلے ان سے مقابلہ کر کے دیکھ چکی ہو۔ یہ نہ تو تمہاری گرفت میں آئیں گے اور نہ ہی تمہارا حملہ ان پر اثر کر سکے گا۔ بہتر ہے چپ چاپ رقم چھوڑ کر چلی جاؤ۔"

اس نے سوچ کے زیر لب جواب دیا: "میں تمہارا مشورہ نہیں مانوں گی۔ تم بار بار میرے معاملے میں ٹانگ اڑانے کیوں آ جاتے ہو؟ میں اپنے طور پر فیصلہ کروں گی۔"

میں نے اسے مشورہ دے کر غلطی کی تھی۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ وہ ضد میں آ کر میرے مشورے کے خلاف عمل کرے گی۔ اور ان سے مقابلہ کہنے کی حماقت کرے گی۔ یہ سچویشن دیکھ کر میں نے فوراً ہی اس کے دماغ پر

قبضہ جما لیا۔ اب سونیا کے دماغ میں اس کی اپنی سوچ نہیں تھی۔ میں حاوی ہو گیا تھا۔ وہ چپ چاپ وہاں سے پلٹ کر جانے لگی۔ ایک بونے نے آگے بڑھ کر اس کے لئے دروازہ کھولا۔ پھر کتنے ہی بونے اس کے آگے پیچھے چلتے ہوئے دوسرے کمرے اور تیسرے کمرے کی طرف جا رہے تھے اور دروازہ کھولتے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ باہری کمرے کا دروازہ بھی کھول دیا گیا اور سونیا اپنی کار کے پاس پہنچ گئی۔

میں اس کے دماغ پر اس وقت تک قابض رہا جب تک کہ وہ کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر کے اس مکان سے دور نہیں چلی گئی جب تقریباً ایک میل کا فاصلہ اس نے طے کر لیا تب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کو ایک جھٹکا لگا۔ گاڑی فراٹے بھرنے لگی پھر اس نے چلتی ہوئی گاڑی کو قابو میں کر کے سڑک کے کنارے روک دیا اور اپنے حالات پر غور کرنے لگی۔

تب میں نے اس کے دماغ میں کہا: "سوچتی کیا ہو؟ میں تمہیں غائب کر کے یہاں تک لے آیا۔ تم میرے مشورے پر عمل نہیں کرنا چاہتی تھیں، دیکھو! میں نے تم سے کیسا عمل کرایا ہے؟ ہمیشہ اور ہر جگہ مداخلت نہیں ہوتی۔ اگر وہاں مقابلہ کرتیں تو تمہارا کیا حشر ہوتا؟ اس وقت تم ہسپتال کی طرف جاتی ہوئی نظر آتیں۔"

اس نے کہا: "یو شٹ اپ! تم نے میرے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ میں تمہیں وارننگ دیتی ہوں کہ آئندہ میرے ساتھ یہ حرکت نہ کرنا۔ میں ابھی واپس جاؤں گی اور اپنی وہ رقم لے کر واپس آؤں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے گاڑی کو واپس موڑ لیا۔ میں نے اس بونے لیڈر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ لوگ اب اس مکان میں نہیں تھے۔ سارا مال اٹھا کر وہاں سے جا چکے تھے۔ میں مطمئن ہو گیا کہ اب وہ سونیا کو نہیں ملیں گے اور سونیا خطرے سے باہر ہے۔ یہ دیکھنے کے بعد میں مطمئن ہو کر اس کے دماغ سے باہر چلا آیا۔

اچانک خوشبو کا جھونکا میرے من آیا۔ میرا اول بلغ بلغ ہو گیا جیسے میں کسی گلستان میں پہنچ گیا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ خوشبو کا بدن لے کر آئی ہے۔ یہ سوچ کر میں نے دروازے کی طرف دیکھا تو دروازہ بدستور بند تھا۔ وہ نہیں تھی مگر اس کی خوشبو میرے نتھنوں سے ہوتی ہوئی میرے دل میں اتر رہی تھی۔ میرے دماغ پر چھا رہی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔

وہ بے چین تھی۔ میرے متعلق اسے اب بھی یقین نہیں تھا کہ میں طارق محمود ہوں۔ اس لئے وہ چوری چھپے مجھے دیکھ رہی تھی اور تنہائی میں میری حرکتوں کا جائزہ لینے کے لئے روشندان سے جھانک رہی تھی۔ میں نے روشندان کی طرف دانستہ نہیں دیکھا۔ انجان بن کر اپنا لباس بدلنے لگا کہ جیسے اب میں سونے کے لئے جا رہا ہوں اور لباس تبدیل کرنا چاہتا ہوں

تب وہ فوراً ہی روشندان سے غائب ہو گئی۔

میں اس کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ وہ روشندان کے دوسری طرف ایک اونچی تپائی پر چڑھی ہوئی بیٹھ گئی تھی۔ ابھی ادھر نہیں دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل بس یوں ہی زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کے بعد وہ آہستہ آہستہ تپائی سے اتری اور روشندان سے جھانکنے لگی۔ جھانکتے ہی وہ پھر جلدی سے بیٹھ گئی۔ کمرے کے اندر مجھے دیکھ نہ سکی۔ میں نے مسکراتے ہوئے بستر پر آ کر ایک سیفٹی سوٹ اٹھایا پھر اسے پہن لیا۔ اور پہننے کے بعد بستر پر آرام سے لیٹ کر بتی بجھا دی۔

میں نے سونے سے پہلے رسی دنتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ مجھے اب اس کی خیریت ہر لمحہ معلوم کرتے رہنا چاہئے تھا۔ کیونکہ اس کے لئے خطرہ پیدا ہو گیا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ کس وقت اسے کوئی بھی بیگار کیمپ پہنچا دے گا۔ اس وقت شاید رنگون میں رات کے تین بجے ہوں گے۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے معلوم کیا تو پتا چلا وہ ابھی ہسپتال میں ہے۔

رنگون میں ریڈ پاور کا جو باس تھا اور جسے میں آئینے کے سامنے بے وقوف بنا چکا تھا میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ سو رہا تھا۔ اس کے خوابیدہ ذہن نے میرے لئے معلومات فراہم کیں۔ ہوا یہ تھا کہ دو گھنٹے بعد اسے فون موصول ہوا تھا۔ اور اس سے کہا گیا تھا کہ وہ کس بنا پر یہ

بچوں کی دلچسپ ترین مقبول کتابیں

بچوں کے مشہور ادیب شکیل عدم کے دو سلسلے بچوں اور بڑوں میں یکساں مقبول ہیں۔ جنہیں گھر کا ہر فرد بڑے شوق سے پڑھتا ہے۔ پڑھنے کے بعد بھی محفوظ رکھتا ہے۔

کرنل پرویز سیریز اور قابوط سیریز

آدھا آدمی
ایک عجیب الخلقت انسان کی حیرت انگیز کہانی جو معصوم بچوں کا خون پیا کرتا تھا لیکن ایک لڑکی کے خلوص نے اسے جانور سے مہذب انسان بنا دیا

آخری خریدہ
دو بچوں کو ایک پراسرار اور قدیم عمارت میں شیشے کا مرتبان میں بند ایک عجیب سی مخلوق نظر آئی جو ان بچوں کو اپنا غلام بنانا چاہتی تھی۔ کیا وہ ان کی مدد کر سکے گا؟

بنیا کا اغوا
بچوں کا ایک من پسند ڈرامہ جس میں ایک عورت کے اغوا کے بعد والدہ کی عجیب و غریب حرکتوں کی وجہ سے ایک خوفناک شرمناک صورتحال پیدا ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر ڈیڈ
ایک خوفناک شرمناک صورتحال پیدا ہو جاتی ہے۔ جس میں ایک عورت کی عادت بد کی وجہ سے ایک خوفناک شرمناک صورتحال پیدا ہو جاتی ہے۔ جس میں ایک عورت کی عادت بد کی وجہ سے ایک خوفناک شرمناک صورتحال پیدا ہو جاتی ہے۔

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۲ کراچی

محسوس کرتا ہے کہ رس ونتی یا فراڈ پھر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنے والے ہیں۔ آئینے کے سامنے اس نے جو کچھ بھی حرکت کی۔ وہ نشہ ہو سکتا تھا۔ بعض اوقات دوپہر میں بھی نشہ ہو جاتا ہے اور آدمی کسی وجہ سے بہکنے لگتا ہے۔

باس نے جواب دیا تھا "ہرگز نہیں۔ میں دوسرے معاملات میں نارمل رہا تھا۔ اور آئینے کے سامنے پہنچ کر اپنے آپ کو گم کر دیتا تھا۔ اس وجہ سے میں نے دیکھا ہے۔ میں نے محسوس کیا ہے۔ میرا دماغ میرے قابو میں نہیں رہتا تھا اور تھوڑی دیر کے لئے کسی دوسری قوت کی مٹھی میں چلا جاتا تھا اور وہ کسی خیال خوانی کی ہی مٹھی ہو سکتی ہے۔"

اس سے جواباً کہا گیا تھا "ٹھیک ہے کسی اور سے بھی اس بات کی تصدیق کی جائے کہ خیال خوانی کا ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہے۔ جب تک اس بات کی تصدیق نہ ہو۔ رس ونتی کو اسی ہسپتال میں رکھ کر علاج کرایا جائے جب تصدیق ہو جائے گی تو مجھے پہلی فرصت میں اطلاع دی جائے اس کے بعد میں آگے حکم جاری کروں گا کہ تم لوگوں کو کیا کرنا چاہئے۔ ویسے اب محتاط رہو اور جب تک اس بات کی تصدیق نہ ہو۔ رس ونتی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاؤ اور فراڈ کا نام عزت سے لیتے رہو۔"

وہ فون پر ہونے والی گفتگو یہاں ختم ہو گئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ سے گفتگو کی تفصیل سنی تو اطمینان ہو گیا کہ اب رس ونتی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا جائے گا اور اس کا باقاعدہ علاج ہو گا۔

میں نے اسی وقت اس باس کو نیند سے جگا دیا اور اسے غسل سے اٹھا کر قدِ آدم آئینہ کے سامنے لے گیا۔ آئینے کے پاس پہنچ کر اس نے .... لائٹ روشن کی۔ پھر آئینے میں اپنے آپ کو دیکھنے لگا۔ اسی وقت میں نے پوری طرح اس کے دماغ پر قابض ہو کر اس کی زبان میں کہا "میں تمہیں حکم دیتا ہوں تم ابھی ملک مین کو یہ پیغام پہنچاؤ کہ ٹیلی پیتھی کی تصدیق ہو چکی ہے۔ اس وقت مجھے نیند کی حالت میں جگایا گیا ہے۔ تاکہ میں یہ پیغام دے دوں اور اس بات کی تصدیق کر دوں۔"

یہ کہنے کی بعد میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ اب تک آئینے کے سامنے کہہ چکا تھا۔ دوسرے لفظوں میں آئینے کا عکس اس سے کہہ چکا تھا۔ وہ آنکھیں مل مل کر آئینے میں دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "اچھی بات ہے میں سمجھ گیا مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میں ابھی ٹیلیفون کرتا ہوں۔"

وہ ٹیلی فون کے پاس جا کر ریسیور اٹھانے کے بعد نمبر ڈائل کرنے لگا تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو! کال اٹینڈنگ ایکسٹ آن ہے۔ اپنا پیغام ریکارڈ کرا دو۔ بعد میں جواب دیا جائے گا۔"

وہ اپنا پیغام ریکارڈ کرانے لگا۔ اس نے بتایا کہ اسے رات کے تین بجے گہری نیند سے بیدار کیا گیا ہے۔ کس نے بیدار کیا؟ یہ اسے پتہ نہیں ہے لیکن اچانک ہی بیدار ہونے کے بعد آئینے کے سامنے پہنچ گیا تھا پھر اسی طرح آئینے نے اسے مخاطب کیا تھا اور اس بات کی تصدیق کی تھی کہ ٹیلی پیتھی کا استعمال ہوا ہے اور یہ کہ میں ابھی فون اٹھا کر اس بات کی تصدیق کر دوں کہ کوئی نہ کوئی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم لوگوں کو ٹریپ کرا رہا ہے۔ لہٰذا میں اب بھی وہی بات دہراؤں گا کہ میں رس ونتی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا اور نہ ہی میں اسے ہسپتال سے اٹھا کر بیگار کیمپ پہنچاؤں گا۔ گڈ نیٹس آل۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اتنی رات کو اس کی نیند اچاٹ ہو گئی تھی۔ وہ جماہی لینے لگا۔ میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک سگریٹ سلگا کر اس کے کش لگاتا رہا۔ پھر سونے کے دماغ میں پہنچ گیا وہ اب اپنے گھر واپس آ گئی تھی۔ جہاں اس کی آہلکش کا انتظام کیا گیا تھا۔ وہ اسی بنگلے کی ایک خواب گاہ میں لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی کار کے ڈیش بورڈ سے تمام رقم نکال لی گئی تھی۔ ان لوگوں نے اس کے لئے صرف پانچ ہزار ڈالر چھوڑے تھے اتنی سی رقم میں وہ کہیں کسی کلب میں جوا کھیلنے نہیں جا سکتی تھی اور اس کی طبیعت ... اب اچاٹ ہو گئی تھی۔ بولوں نے اس کا موڈ خراب کر دیا تھا۔ اس لئے وہ سونے کے لئے گھر واپس آ گئی تھی۔

میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ راڈی پین لکھتا تھا اس لئے میں بھی اپنے دماغ کو حسبِ معمول ہدایت دے کر چین سے سو گیا۔ صبح چھ بجے تک آرام سے سوتا رہا۔ جب آنکھ کھلی تو سب سے پہلے میں نے شہناز کی خبر لی۔ مجھے معلوم ہونا چاہئے تھا کہ وہ میرے متعلق کیا کیا سوچتی رہتی ہے اور کیا کرتی رہتی ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو صبح اٹھ کر یوگا کی مشقوں کے طور پر ورزش کر رہی تھی۔ وہ واقعی اپنے بدن کو اپنی جوانی کا سب سے بڑا سرمایہ سمجھتی تھی۔ اس کی صرف حفاظت ہی نہیں کرتی تھی بلکہ ورزش وغیرہ کے ذریعے اسے صحت مند بنا کر رکھنا بھی جانتی تھی۔

شہناز کے بدن سے پھوٹنے والی خوشبو مجھے پاگل بنا دیتی تھی میں نے کتنی بار چین کئے کہ اس کے سامنے پہنچ کر اسے اپنا بنا لوں ـــــ لیکن میں تو اس کا تابع فرمان بن کر رہ گیا تھا اور اب بھی یہی سمجھتا تھا کہ جب بھی میں اس کے سامنے جاؤں گا۔ اس کی مرضی کے خلاف اسے حاصل کرنا تو دور کی بات ہے ہاتھ بھی نہیں لگا سکوں گا۔

میں صبح سویرے کوئی ایسی تدبیر سوچنے لگا جس پر عمل کرنے کے بعد شہناز مجھے اپنی خوشبو کے ذریعے زیر نہ کر سکے۔ بہت دیر تک سوچتے رہنے کے بعد گھوم پھر کر یہی بات دماغ میں آتی تھی کہ کسی طرح اسے وہ طلسمی ابٹن لگانے سے روک دیا جائے۔ نہ وہ ابٹن لگائے گی۔ نہ اس کے بدن سے خوشبو پھوٹے گی لیکن یہاں تک میری معلومات کا تعلق تھا وہ کئی برس سے ابٹن استعمال کرتی چلی آ رہی تھی۔ اس کی خوشبو اس کے روئیں روئیں میں رچ بس گئی تھی۔ دو چار بار یا چند مہینوں تک اگر وہ ابٹن نہ بھی لگاتی تو اس کے لئے کوئی فرق نہ پڑتا۔ اس کے پسینے سے بھی وہی خوشبو پھوٹتی رہتی تھی۔ میری سمجھ میں کوئی تدبیر نہیں آ رہی تھی کہ میں کس طرح اس خوشبو کے طلسم سے نکل سکتا ہوں۔ اور اسے اپنے تابع فرمان کیسے بنا سکتا ہوں؟

میں نے اس کے متعلق سوچنا چھوڑ دیا۔ خواہ مخواہ بے چینی بڑھ جاتی اور اپنی ناکامی کا احساس پریشان کرتا تھا۔ میں غسل خانے میں چلا گیا۔ وہاں میں نے خوب جی بھر کے غسل کیا۔ پھر میں ایک اچھا لباس پہن کر بریکفاسٹ روم میں ناشتہ کرنے آیا تو تھوڑی دیر بعد شہناز بھی وہاں پہنچ گئی وہ بھی غسل کرنے کے بعد ایک ساڑھی پہنے ہوئے تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ غضب کی حسین اور نوجوان نظر آ رہی تھی کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ اس نے کچھ عرصہ طارق محمود کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاری ہے۔ اس میں دوشیزگی کا بھرپور رنگ بھرا تھا اور ایسی شادابی تھی کہ جسے دیکھنے کے بعد آدمی دیکھتا ہی رہ جاتا ہے۔

میں اسے سحر زدہ ہو کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا "ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔ پتہ نہیں یہ دنیا میں سارے مرد عورت کو دیکھ کر لپکتے کیوں ہیں؟"

"ساری عورتوں کو دیکھ کر نہیں لپکتے تمہاری مثال تو کہیں ملتی نہیں ہے۔ تمہیں دیکھ کر سارے مرد لپکتے ہوں گے۔ دوسری عورتیں اگر ان کے لئے پرکشش ہوتی ہیں تو حصول کے قابل بھی ہوتی ہیں۔ لیکن تم ناقابلِ حصول ہو۔ اس لئے اور زیادہ لپکاتی ہو۔ میری شدید خواہش ہے کہ میں ایک بار تمہیں جی بھر کے اچھی طرح چھو کر دیکھوں۔"

"تمہاری یہ شدید خواہش تمہارے ساتھ قبر تک جائے گی۔ مگر تم مجھے کبھی ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ دنیا کا کوئی مرد مجھے ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔"

"تم نے فضول سی قسم کھائی ہے۔ مرد کے معنی ہوتے ہیں ناممکن کو ممکن بنانے والا۔ اور دنیا میں اتنے سارے مرد ہیں ان میں کوئی تو ایسا مرد ہو جو ناممکن کو ممکن بنا لے گا اور ایک دن تمہیں حاصل کر لے گا۔"

"وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔"

"بہرحال دیکھا جائے گا۔ میں ناشتہ کرنے کے بعد ہوٹل میٹروپول جا رہا ہوں اور وہاں سے اپنا سامان لے آؤں گا۔"

"تم خواہ مخواہ میرے شوہر بن کر میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔ کیا تم کسی طرح مجھ سے علیحدگی اختیار نہیں کر سکتے؟ اگر میں یہ مان بھی لوں کہ تم طارق محمود ہو تو میں تم سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہوں۔"

"تم نے ابھی دنیا کے تمام مردوں کو چیلنج کیا ہے کہ کوئی تمہیں چھو نہیں سکتا۔ میں کم از کم شوہر ہونے کے رشتے سے تمہارے قریب تو رہ سکتا ہوں۔ یہ تو سہولت مجھے حاصل ہے۔ میں اس سے دستبردار نہیں ہونا چاہتا۔ میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا۔"

"میں تمہیں طلاق دینے کے سلسلے میں منہ مانگی رقم دوں گی تمہاری ہر شرط پوری کر دوں گی۔"

"اگر ہر شرط پوری کر سکتی ہو تو پھر میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم خود غرض ہو صرف مجھے حاصل کرنے کے لئے میرے شوہر بنے ہوئے ہو۔"

"دنیا کا ہر شوہر اپنی بیوی کو حاصل کرنے کے لئے شوہر بن کر رہتا ہے۔ اگر بیوی ساتھ رہنا نہ چاہے۔ تو وہ ہر صورت میں طلاق لینے کے لئے راضی ہو جاتی ہے۔ تم بھی اچھی طرح غور کر لو کہ تم ہمیشہ میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو یا میری ایک شرط پوری کرنے کے بعد طلاق لے کر ہمیشہ کے لئے مجھ سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہو۔"

میں ناشتہ کر چکا تھا۔ اس سے اجازت لینے لگا۔ اس نے کہا "سنو! میں ایک شخص کا پتہ بتاتی ہوں۔ وہاں جا کر میری رقم اس سے لے آؤ۔ کیا میں امید کروں کہ تم ایمانداری سے میرے پانچ ہزار روپے مجھ تک پہنچا دو گے؟"

میں نے کہا۔ "تم مجھ پر بھروسہ کرنے پر مجبور ہو۔ تم جانتی ہو کہ میں یا دنیا کا کوئی اور مرد تمہارا اتنا دیوانہ ہو جاتا ہے کہ وہ تمہیں دغا نہیں کر سکتا۔ تمہاری ہر بات ماننے کے لئے راضی ہو جاتا ہے۔ میں بھی تمہاری وہ رقم تمہارے پاس ایمانداری سے پہنچا دوں گا۔ تم مجھے پتہ بتا دو۔"

اس نے مجھے ایک شخص کا پتہ بتایا۔ جس کا نام مک نواز تھا وہاں سے دو میل کے فاصلے پر اس کی ایک کوٹھی تھی۔ جس پر "باتھنگ ان پرفیوم" یعنی خوشبو کا غسل والا سائن بورڈ لگا ہوا تھا۔

جس طرح مرد شہناز کے دیوانے بن جاتے تھے۔ اسی طرح عورتیں بھی اور خصوصاً نوجوان لڑکیاں بھی اس سے دوستی کی خواہش مند ہوتی تھیں۔ اس سے یہ راز معلوم کرنا چاہتی تھیں کہ اس کے بدن سے اس قدر خوشبو کیسے پھوٹتی ہے۔ شہناز انہیں جھوٹ موٹ باتھنگ ان پرفیوم کا پتا بتا دیتی تھی اور انہیں یہ یقین دلاتی تھی کہ وہ وہاں جا کر خوشبو کا غسل کرتی ہے۔ لڑکیاں اس لالچ میں آ کر وہاں چلی جایا کرتی تھیں۔ اب وہاں جانے کے بعد کیا ہوتا تھا۔ یہ مجھے نہیں معلوم تھا۔ یہ معلوم کرنے کے لئے میں نے وہاں جانا منظور کر لیا اور اپنی دلچسپی کے تحت روسیل کے فاصلے پر آدھ گھنٹے کے اندر پہنچ گیا۔

میں نے وہاں پہنچ کر کوٹھی کے سامنے ایک بڑا سا سائن بورڈ باتھنگ ان پرفیوم کا لگا تھا اس سائن بورڈ کو پڑھنے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ لڑکیاں یہاں آ کر کس طرح بے وقوف بنتی ہوں گی۔ ظاہر ہے کہ جب وہ یہاں سے خوشبو کا غسل کر کے جاتی ہوں گی یا اپنے بدن پر کسی خوشبو کی مالش کروا لیتی ہوں گی تو وہ خوشبو کتنی دیر تک رہتی ہو گی؟ شہناز کے بدن کی طرح پائیدار تو کبھی نہ ہو گی بلکہ وہاں سے نکلتے ہی گھر پہنچنے تک وہ خوشبو ختم ہو جاتی ہو گی۔ تو پھر یہ فراڈ والا کاروبار کیسے چل رہا ہے؟

میرے دل میں تجسس پیدا ہونے لگا۔

میں نے دروازے پر پہنچ کر کال بیل کے بٹن کو دبایا تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ ایک ادھیڑ عمر کی عیسائی عورت نظر آئی اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو میں نے کہا کہ "میں ملک نواز سے ملنے آیا ہوں اور مجھے شہناز نے بھیجا ہے۔"

وہ بولی "ہاں! ابھی میڈم شہناز کا فون آیا تھا۔ آپ اندر ہی آجائیں۔"

میں ایک سجے سجائے ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ وہاں مجھے بیٹھنے کے لئے کہا گیا۔ میں بظاہر ایک صوفے پر بیٹھ گیا مگر اس ادھیڑ عمر کی عورت کے دماغ میں بیٹھ کر اس کے ساتھ چلتا ہوا ایک بیڈ روم میں پہنچا۔ وہاں ملک نواز کے ساتھ ایک لڑکی الگ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی اور اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔

ملک نواز نے اس ادھیڑ عمر عورت کو دیکھ کر پوچھا "مادام! کون آیا ہے؟"

مادام نے جواب دیا "شہناز کا آدمی ہے۔ میں نے ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔"

"ٹھیک ہے وہ شہناز کی رقم لینے آیا ہوگا۔ پہلے ڈرائنگ روم سے شہناز کا فون کرو اور اس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بتاؤ کہ اس کا آدمی یہاں پہنچ گیا ہے اور وہ پہلے اپنے آدمی سے بات کرکے اس بات کی تصدیق کرنے کے وہ رقم اسی شخص کو دینا ہے۔ تب ہم اس کے پانچ ہزار دے دیں گے۔"

مادام یہ سن کر ڈرائنگ روم میں آئی پھر اس نے اس کی ہدایت کے مطابق ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر شہناز سے رابطہ قائم کیا۔ شہناز سے جب باتیں ہونے لگیں تو مجھے بھی اس سے فون پر گفتگو کرائی گئی۔ جب اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ میں وہی آدمی ہوں تو مادام ریسیور رکھ کر پھر اس بیڈ روم کی طرف چلی گئی اس دوران مجھے ملک نواز کے دماغ میں جھانکنے کا موقع نہیں ملا تھا اس کے جاتے ہی میں نے ملک نواز کی سوچ پڑھی۔ وہ لڑکی سے کہہ رہا تھا "میری بات مان جاؤ۔ تمہاری عزت پر حرف نہیں آئے گا کوئی تمہیں بدنام نہیں کرے گا۔ تمہاری جتنی تصویریں ہیں۔ وہ سب میرے پاس محفوظ رہیں گی اور میں کسی کو بھی وہ تصویریں نہیں دکھاؤں گا۔"

لڑکی روتے ہوئے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اتنے میں مادام پہنچ گئی اور وہ کہتے کہتے رک گئی۔ ملک نواز اپنی جگہ سے اٹھ کر تجوری کے پاس گیا پھر اسے کھول کر پانچ ہزار کی ایک گڈی نکالتے ہوئے اس لڑکی کی طرف دیکھا اور پھر کہا "دیکھو! یہ وہی تجوری ہے جس میں تمہاری تصویریں ابھی تک رکھی ہوئی ہیں۔ میں نے کہیں اور نہیں بھیجی ہیں کیونکہ یہاں جتنی بھی لڑکیوں کی تصویریں ہوتی ہیں۔ وہ ہم اپنے پاس نہیں رکھتے۔ یہاں کی پولیس میں اگر کچھ لوگ ہمارے دوست ہیں تو کچھ لوگ ایمان دار اور غیرت مند بھی ہیں۔ ایسے غیرت مند پولیس والے چھاپے مارتے ہیں اور ہمارے لئے خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تمہاری تصاویر ابھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ بات مان لوگی تو یہ تصویریں میں تمہارے سامنے ضائع کردوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے وہ رقم مادام کو دی۔ مادام میرے پاس آنے لگی۔ میں خاموش بیٹھا ہوا ان کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ مادام کے آنے پر یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ میں نے اس سے پانچ ہزار کی وہ گڈی لی اور ڈرائنگ روم سے باہر چلنے لگا۔ جب میں بیرونی دروازے سے باہر نکلا تو مادام نے دروازے کو بند کردیا۔ اسی وقت میں مادام کے ذہن پر قابض ہوگیا۔ وہ اندر سے چٹخنی لگانا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے چٹخنی لگانے کا موقع نہیں دیا۔ اسے وہاں سے پلٹا کر بیڈ روم کی طرف لے چلنے لگا۔ جب وہ ملک نواز کے بیڈ روم میں پہنچ گئی تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اسے تھوڑا دور کے لئے عجیب سا لگا مگر پھر سر کو جھٹک کر یہ سمجھ گئی کہ وہ سحر زدہ ہو کر یا نامعلوم طریقے سے دروازے سے چلتی ہوئی بیڈ روم تک کیسے آگئی تھی۔

اس نے ملک نواز سے کہا "میں نے شہناز کے آدمی کو رقم دے کر رخصت کردیا ہے۔ اب میں کچن کی طرف جارہی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ باورچی خانے کی طرف چلنے لگی۔ میں دروازہ کھول کر اندر آیا پھر اندر سے چٹخنی لگادی۔ اس کے بعد دبے قدموں چلتا ہوا ملک نواز کے کمرے تک پہنچ گیا۔

میں نے پردے کو ذرا سا ہٹا کر دیکھا تو دو صوفے پر وہ لڑکی روتی ہوئی نظر آئی۔ وہ دوپٹے سے اپنی آنکھیں پونچھ رہی تھی۔ جب اس نے دوپٹے کو چہرے کے پاس سے ہٹایا تو میں نے اس کا حسن دیکھا۔

وہ اس لئے بے حد حسین اور پُرشباب لڑکی تھی کہ وہاں ایسی ہی حسین اور جوان لڑکیوں کو بلایا جاتا تھا۔ کسی بدصورت لڑکی کا وہاں گزر نہیں تھا کوئی آ بھی جاتی ہوگی تو ٹال دیا جاتا ہوگا یا اس کو مستقل فہرست میں نہیں رکھا جاتا ہوگا۔

وہ کہنے لگی "جب انسان تباہ ہونے لگتا ہے تب اسے عقل آتی ہے۔ آج میں تباہ ہو رہی ہوں تو یہ بات میری سمجھ میں آرہی ہے کہ عورتوں کو زیادہ نمائش کا عادی نہیں ہونا چاہئے۔ قدرت نے ہمیں جس حد تک پُرکشش بنایا ہے۔ اسی حد تک ہمیں محدود رہنا چاہئے لیکن میں شہناز کی طرح خوشبو کا بدن رکھنا چاہتی تھی۔ میری طرح اور بھی نہ جانے کتنی لڑکیاں اپنے آپ کو پُرکشش بنانے کے لئے خوشبو کا بدن اپنانے کے لئے یہاں آتی ہوں گی۔ میں تمہیں تمہارے بچوں کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری اس غلطی کو معاف کردو آئندہ میں کبھی ادھر کا رُخ نہیں کروں گی۔ میری تمام تصویریں مجھے واپس کردو۔ ورنہ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ چپ ہوئی۔ میں اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھنے لگا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے وہ ایک ہفتہ پہلے کی باتیں سوچ رہی تھی جب وہ پہلی بار شہناز کے اکسانے پر یہاں خوشبو کا بدن اپنانے کے لئے خوشبو کا انجکشن لگانے کے لئے مادام کے پاس آئی تھی۔ مادام اسے ایک بہت ہی خوبصورت سے کمرے میں لے گئی تھی۔ وہاں کتنی ہی خوشبوئیں ٹھنٹھنوں کو جھوم رہی تھیں۔ وہاں مادام نے اس سے پوچھا وہ کس قسم کی خوشبو چاہتی ہے؟ اس لڑکی نے ایک خوشبو کا انتخاب کیا تھا۔ تب مادام نے کہا تھا کہ خوشبو کی مالش کرانے کے لئے اسے لیٹنا ہوگا اور اس میں بہت وقت لگے گا ـــــ اور اس کے پورے بدن میں اس خوشبو کی مالش کی جائے گی۔ لڑکی پہلے ہچکچائی تھی۔ پھر اس نے کہا تھا کہ میں ـــــ مجھے شرم آتی ہے۔ مادام اسے سمجھانے لگی "شرمانے کی کوئی بات نہیں۔ میں بھی عورت ہوں تم بھی عورت ہو۔ کمرہ بند ہے اور باہر سے کوئی آ نہیں سکے گا۔ اس لئے کہ میں نے اندر سے لاک کرلیا ہے تم اپنی تسلی کے لئے دروازے اور کھڑکیاں دیکھ لو۔"

اس لڑکی نے اپنی تسلی کے لئے ساری کھڑکیاں اور دروازوں کو دیکھ لیا تھا اور مطمئن ہوگئی تھی۔ اس کے باوجود اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ جب اس نے پوری تسلی کرلی تھی تو یہ تصویریں کیسے ـــ آگئیں۔ بعد میں وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے روشندان اور چھت کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسا آلہ لگایا گیا ہو جس سے اس کی تصویریں اتاری گئی تھیں۔

وہ سوچ رہی تھی اور میں پردے کے پیچھے سے دیکھ رہا تھا....

ملک نواز اس کے سوچنے کے دوران آکر اس کے صوفے پر جھک گیا تھا اور اس کے ہاتھ کو پکڑ رہا تھا۔ لڑکی تذبذب میں تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اپنے آپ کو کیسے بچائے۔ وہ چیخ بھی نہیں سکتی تھی۔ فریاد بھی نہیں کرسکتی تھی کیونکہ اس کی بہت بڑی کمزوری ملک نواز کے ہاتھ میں تھی۔

تب میں نے پردے کے پیچھے سے کہا "نہیں، نہیں! یہ بُری بات ہے۔"

ملک نواز ایک دم سے لڑکی کا ہاتھ چھوڑ کر اچھل پڑا۔ دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا "کون ہے؟ پردے کے پیچھے کون ہے؟"

میں نے کہا "پردے کے پیچھے کون ہوتا ہے؟ کیا کرتا ہے؟ یہ قانون نہیں جانتا۔ کیونکہ تمہارے جیسے مجرم ہر کام پردے کے پیچھے کرتے ہیں لیکن قانون بہت دنوں تک گونگا بہرا نہیں رہ سکتا۔ نہ ہی انجان بن کر رہ سکتا ہے۔ آج وہ تمہارے دروازے پر پہنچ گیا ہے۔"

یہ کہہ کر میں پردہ ہٹاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوگیا۔ وہ دونوں مجھے دیکھ کر سہم گئے۔ ملک نواز نے پوچھا "تم تم! کون ہو؟"

میں نے جواب دیا "میں قانون کا محافظ ہوں۔ یوں سمجھ لو کہ کوئی پولیس والا ہوں۔"

میری بات سن کر وہ لڑکی گھبرا گئی۔ کیونکہ پولیس والوں کے ذریعے بات بڑھنے پھیلنے والی تھی۔ اس کے ساتھ اس کی بدنامی دُور تک جانے والی تھی۔ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتی۔ پولیس کا نام سنتے ہی اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو چھپا لیا کیونکہ اب خود کو چھپانے کا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔

میں نے آگے بڑھتے ہوئے ملک نواز سے کہا "لاؤ! وہ تمام تصویریں میرے حوالے کردو۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "کیسی تصویریں جناب! پہلے آپ آرام سے بیٹھیں اور یہ ثابت کریں کہ آپ پولیس والے ہیں۔ پھر آگے بات کریں۔"

میں اس کے ذرا قریب پہنچ کر بولا "میں باتوں سے نہیں لاتوں سے ثابت کرسکتا ہوں کہ میں پاکستانی پولیس والا ہوں۔ اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو وہ تصویریں میرے حوالے کردو۔ اور زیادہ باتیں نہ بناؤ۔"

"میرے پاس کوئی تصویر نہیں ہے۔"

میں نے اس پر حملہ کیا تو اس نے میرا حملہ کو روک لیا۔ پھر اس نے جوابی حملہ کیا۔ پھر میں نے اس کے حملے کو روک لیا۔ پتہ چلا کہ وہ لڑنے کے فن سے واقف ہے۔ میں نے پینترا بدل کر اس کی کمر پر ایک لات جمادی۔ وہ کراہتے ہوئے جھکا تو میں نے دوسری لات اس کے منہ پر ماری وہ الٹ کر فرش پر بیٹھ گیا۔ اس وقت مجھے سونیا یاد آگئی۔ کیونکہ میں نے اس پر حملہ کرنے کے لئے سونیا کا داؤ استعمال کیا تھا۔ وہ جب بھی لڑتی تھی تو ڈبل کک سے ابتدا کرتی تھی۔ میں نے دیکھا۔ ملک نواز کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور وہ اسے پونچھتے ہوئے اٹھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟ اگر پولیس والے ہوتے تو سہولت سے بات کرتے۔ تم کوئی ڈاکو ہو، چور، بدمعاش ہو اس طرح کسی شریف آدمی کے گھر میں گھس آنا کوئی شریف لوگوں کا کام نہیں ہوتا۔"

میں نے کہا "ہاں! کسی چور، بدمعاش کے گھر میں کوئی چور، بدمعاش ہی گھس کر آسکتا ہے۔ مجھے بھی سمجھ لو۔ اور تصویریں میرے حوالے کردو۔"

"اس تجوری میں تصویریں نہیں ہیں۔"

"تو پھر کسی دوسری الماری میں ہوں گی۔"

"میں نہیں تمام کمرے کی تلاشی لینے کی اجازت دوں گا۔ لیکن تصویریں نہیں ملیں گی۔ میں اس لڑکی سے جھوٹ کہہ رہا تھا اور تم اسے سچ سمجھ کر یہاں چلے آئے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر ہماری باتیں سن رہے تھے۔ مگر میں محض اس لڑکی کو

بیوقوف بنانے کیلئے جھوٹ بول رہا تھا؟

میں اسے گھور کر دیکھنے لگا۔ جیسے میں اس کے سچ اور جھوٹ کو تولنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ وہ بھی چپ چاپ کھڑا رہا۔ میں نے اس کی سوچ سے پتہ چلایا کہ تجوری میں ایک ایسا خفیہ خانہ ہے جسے صرف دبا کر کھول سکتا ہے۔ اس میں تصویریں رکھی ہوئی تھیں۔ ورنہ میں پورے کمرے کی تلاشی لے لوں۔ تب بھی مجھے وہ تصویریں نہیں مل سکیں گی۔ یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے اس سے کہا: "چلو چل کر مجھے تجوری کھول کر ساری چیزیں دکھاؤ۔"

اس نے کہا: "میں ایک لٹیرے کو کیسے اپنی تجوری دکھا سکتا ہوں؟ ویسے مجھے خیال آگیا، میں تمہیں دور سے وہ تجوری دکھاؤں گا۔ ٹھہرو ابھی میں تمہارے سامنے کھولتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا۔ میں نے اس کی سوچ سے معلوم کر لیا کہ تجوری میں ایک ریوالور رکھا ہوا ہے۔ وہ ریوالور حاصل کرنے جا رہا ہے۔ میں نے اس کے قدموں کو لڑکھڑا دیا۔ وہ گر پڑا۔ میں نے اس سے کہا: "دیکھو مسٹر! تم چابی میرے حوالے کرو اور دور کھڑے تماشا دیکھتے رہو۔ میں تجوری خود ہی کھول لوں گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا: "نہیں! وہ تجوری نمبروں سے کھولی جاتی ہے۔ اسے صرف میں ہی کھول سکتا ہوں۔"

میں نے اسے تجوری کھولنے کی اجازت دے دی۔ وہ آگے بڑھا میں اس کے پیچھے رہا۔ وہ نمبروں کی ایک خاص ترتیب کے ساتھ اسے کھولنے لگا۔ اس کا ارادہ تھا جیسے ہی وہ تجوری کھلے گی۔ وہ اس کے پٹ کو ذرا سا کھولے گا اور ہاتھ بڑھا کر ریوالور نکال لے گا۔ میں محتاط کھڑا ہوا تھا۔ جیسے ہی نمبروں کی ترتیب ختم ہوئی اطلس کے دماغ نے جعلی کھائی کہ تجوری کا پٹ اب کھل چکا ہے اور وہ اسے کھولنے ہی والا ہے اسی لمحے میں نے اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک زور کا جھٹکا دیا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑاتا ہوا چلا گیا۔ میں نے تجوری کے پٹ کو کھول کر ریوالور پر قبضہ جما لیا۔ پھر اس کی طرف پلٹ کر کہا: "اب مجھے اس کی تلاشی لینے دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں تم نے وہ تصویریں کہاں چھپا کر رکھی ہیں؟"

لڑکی کے خوبصورت چہرے سے خوف اور پریشانی عیاں تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ بات اب جیسے جیسے بڑھتی جائے گی۔ ویسے ہی اس کی بدنامی بھی پھیلتی چلی جائے گی۔ میں نے ملک نواز سے کہا: "چلو آگے بڑھو اور اس تجوری میں سے اس لڑکی کی تصویریں نکال کر واپس کرو میں تمہارا کوئی بہانہ نہیں سنوں گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی کمرے کا دروازہ کھلا اور مادام پردہ ہٹاتے ہوئے چائے کی ٹرے لے کر اندر داخل ہوئی۔ پھر میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھتے ہی ایک دم سے سہم کر ٹھٹک گئی۔ میں نے کہا تو اسی بھی آواز نہ نکالنا ورنہ میں ملک نواز کو گولی مار دوں گا اور تم بھی زندہ نہیں بچو گی۔"

وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ ملک نواز کی طرف آ کر کھڑی ہو جائے۔ اس کے ہاتھ میں چائے کی ٹرے کانپ رہی تھی۔ اس نے ٹرے کو سنٹر ٹیبل پر رکھ دیا اور ملک نواز کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

ملک نواز نے کہا: "تم خواہ مخواہ ہمارے پیچھے پڑ گئے ہو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس تجوری میں تصویریں نہیں ہیں۔"

میں نے اسے گھور کر اس انداز میں دیکھا جیسے میں اس کے جھوٹ اور سچ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس کے دماغ نے بتایا کہ اس تجوری میں وہ خفیہ خانہ بھی مخصوص نمبروں کی ترتیب سے کھلتا ہے اور وہ ترتیب یہ ہے.....

اس کے دماغ نے یہ ترتیب بتائی۔ میں نے مخصوص نمبروں کی اس ترتیب کو ذہن نشین کر لیا۔ اس کے بعد میں نے اس لڑکی سے کہا: "تم ادھر آؤ۔"

وہ دہشت زدہ تھی اور میرے خوف سے کانپ رہی تھی۔ میں نے کہا: "فکر نہ کرو تم ادھر آؤ اور اس ریوالور کو پکڑے رہو۔ اگر ملک نواز یا یہ مادام دونوں میں سے کوئی بھی حرکت کرے تو انہیں بے دریغ گولی مار دینا۔ باقی کام میں نمٹا لوں گا۔"

وہ سہمے ہوئے انداز میں ٹھہر ٹھہر کر میرے قریب آئی۔ میں نے اسے بتایا کہ کس طرح ریوالور کو دونوں ہاتھوں سے سنبھال کر مضبوطی سے پکڑنا چاہئے۔ اور ایک انگلی کس طرح ٹریگر پر رکھنی چاہئے اگر وہ دونوں دشمن میری طرف حرکت کریں تو ٹریگر پر انگلی کا دباؤ ڈالنے سے گولی چل جائے گی۔ اور ان میں سے کوئی ہلاک یا زخمی ہو جائے گا۔ ان میں سے کسی کے ہلاک یا زخمی ہونے کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ وہ ذرا بھی پرواز کریں۔"

میں نے اسے ساری باتیں سمجھانے کے بعد اور ریوالور اس کے حوالے کر دینے کے بعد اس تجوری کو کھولا۔ پھر ان مخصوص نمبروں کی ترتیب سے میں نے خفیہ خانے کو کھول کر دیکھا تو وہاں ایک بڑا سا لفافہ نظر آیا۔ میں نے اس لفافہ کو نکال لیا۔ اسے نکال کر جیسے ہی تجوری بند کی ویسے ہی لڑکی نے للکارتے ہوئے کہا: "خبردار لفافے کو کھولنے کی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ میں تم کو گولی مار دوں گی۔"

میں نے لڑکی کو حیرانی سے دیکھا۔ اس نے خوب پینترا بدلا تھا۔ اب میرے ہی خلاف ہو گئی تھی۔ میں نے پوچھا: "یہ کیا حرکت ہے؟"

اس کے دونوں ہاتھ ریوالور کو تھامے ہوئے کانپ رہے تھے اور جب وہ بولنے لگی تو اس کا لہجہ بھی تھرتھرا رہا تھا۔ وہ کہنے لگی: "میں زیادہ باتیں سننا نہیں چاہتی۔ اس لفافے کو میز پر رکھ کر تم ملک نواز کے پاس جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ اگر ذرا سی بھی کوئی ایسی حرکت ہوئی جو میرے خلاف ہو تو میں گولی چلا دوں گی۔"

میں دیکھ رہا تھا کہ واقعی اس کا ہاتھ ریوالور پر کانپ رہا تھا اور ٹریگر پر رکھی ہوئی انگلی بھی تھرتھرا رہی تھی۔ میں نے چپ چاپ اس کے حکم کی تعمیل کی۔ لفافہ کو میز پر رکھنے کے بعد ملک نواز کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔

اس لڑکی نے آگے بڑھتے ہوئے اس لفافے کو میز پر سے اٹھایا پھر پیچھے ہٹ کر دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولی: "اس کمرے میں سے تم تینوں میں سے کوئی باہر نہ جائے۔ میں ابھی آ کر یہ دروازہ کھول دوں گی۔ پہلے میں دیکھنا چاہتی ہوں اس لفافے میں کیا ہے؟"

یہ کہہ کر وہ الٹے قدموں۔ چلتی ہوئی اس کمرے سے باہر نکلی۔ پھر اس نے دروازہ کو باہر سے بند کر دیا۔ ملک نواز نے مجھے گھور کر دیکھا: "تم انتہائی درجے کے بزدل اور بدمعاش ہو ایک لڑکی کو زیر نہ کر سکے اور تقلندی جناب کی یہ ہے کہ ریوالور اس کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ اب یہاں ہمیں بند رہنا ہوگا۔"

میں نے کہا: "بکو اس نہ کرو، وہ لڑکی مطمئن ہونے کے بعد ہمارے لئے دروازہ ضرور کھولے گی۔ آؤ جب تک ملازم کے ہاتھ کی بنائی ہوئی چائے ہی پی لیں۔"

یہ کہہ کر میں سینٹر ٹیبل کی طرف چائے پینے کے لئے بڑھنے لگا۔ اسی وقت اچانک ملک نواز نے میری گردن پر کراٹے کا ہاتھ مارا۔ میں لڑکھڑا کر سینٹر ٹیبل کی طرف اوندھا ہوا۔ اتنے میں اس نے میرے اوپر چھلانگ لگائی۔ میں ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ چائے کی پیالیوں پر اوندھے منہ گرا۔ گرم گرم چائے اس کے چہرے پر پھیل گئی۔ وہ چیخنے لگا۔ میں نے اسے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا۔ پھر اس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کرنے کے بعد اسے ٹھوکریں مارنے لگا۔ تھوڑی دیر میں اس کے کس بل ڈھیلے ہو گئے اور وہ مُردہ چوہے کی طرح فرش پر لیٹ کر کراہنے لگا۔

میں نے ایک نظر اس لڑکی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ باورچی خانے میں تھی۔ وہاں لفافے سے اپنی ..... تصویریں نکال کر دیکھ رہی تھی اور انہیں چولہے میں جلاتی جا رہی تھی۔ میں اس کے دماغ سے واپس آ کر ملک نواز کی طرف متوجہ ہوا پھر میں نے اس سے پوچھا: "تم یہ دھندا کب سے کر رہے ہو؟"

وہ کراہتے ہوئے بولا: "تم میری جان بھی لے لو گے تب بھی میں... تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔ تم خواہ مخواہ خدائی فوجدار بن کر یہاں چلے آئے اور ہماری ساری پلاننگ کا ستیاناس کر دیا۔ وہ تصویریں بہت قیمتی تھیں۔ ان سے ہم بہت منافع حاصل کر سکتے تھے لیکن تم نے انہیں اس لڑکی کے حوالے کر دیا۔ اب وہ انہیں ضائع کر دے گی تم نہایت ذلیل، بدمعاش.....؟"

وہ کچھ اور بولنا چاہ رہا تھا لیکن میں نے اس کے منہ پر ایک زوردار ٹھوکر رسید کی۔ وہ ایک دم بلبلانے لگا۔ تڑپنے لگا پھر فرش پر اوندھے منہ ہو کر بالکل ساکت ہو گیا۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ واقعی بے ہوش ہو چکا تھا۔

وہ ادھیڑ عمر کی عیسائی عورت دور سہمی ہوئی کھڑی تھی اور سوچ رہی تھی: "اچھا ہوا۔ ہم تمام لڑکیوں کی تصویریں اور نیگیٹو یہاں نہیں رکھتے ہیں ورنہ یہ بدمعاش تو آج ہمارے تمام مال پر قبضہ جما لیتا۔ اور ہمیں کہیں کا نہ رکھتا۔ اب ناصر پاشا کو کیسے خبر کروں کہ ہم پر کیا بیت رہی ہے؟"

یہ ناصر پاشا کون تھا؟ میں یہ بعد میں معلوم کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ اب اطمینان سے مجھے اس جھنجٹ کے متعلق بہت دور تک معلومات حاصل کرنی تھیں کہ یہ کاروبار کیسے چل رہا ہے اور کتنی حد تک چل رہا ہے۔

اتنے میں کمرے کے باہر سے اس لڑکی کی آواز سنائی دی۔ وہ اونچی آواز میں کہہ رہی تھی: "تم تینوں کمرے کے بیچ میں چلے جاؤ۔ اگر کوئی دروازے کے پاس کھڑا ہے گا تو میں دروازہ کھلتے ہی فائرنگ شروع کر دوں گی اس لئے یہاں دروازے کے پاس کوئی نہ رہے۔"

میں نے اونچی آواز میں اسے یقین دلایا: "دروازے کے پاس کوئی نہیں ہے۔ ہم سب کمرے میں دور کھڑے ہوئے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد۔ دروازہ آہستہ سے کھلا پھر پوری طرح سے کھلتا چلا گیا۔ وہ لڑکی پڑے کو ایک طرف ہٹا کر دیکھنے لگی۔ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ ہم تینوں اس سے دور ہیں۔ تو وہ کمرے میں چلی آئی۔ اس نے ایک نظر فرش پر پڑے ہوئے ملک نواز پر ڈالی پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے قریب آ گئی۔ اس کے بعد اس نے ریوالور میرے ہاتھ میں دے دیا۔

جیسے ہی میں نے ریوالور کو اپنے ہاتھ میں لیا وہ فرش پر بیٹھ گئی۔ اور میرے قدموں سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی: "تم نے میری عزت بچا لی۔ میرے ماں باپ میرے خاندان کی عزت رکھ لی۔ اب تم چاہو تو مجھے گولی مار سکتے ہو۔ میں نے تم پر بھی زیادتی کی ہے لیکن میں مجبور تھی۔ وہ تصویریں کسی کو دکھا نہیں سکتی تھی۔ تمہیں بھی دیکھنے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی میں نے انہیں جلا ڈالا ہے تمام نیگیٹو بھی جلا ڈالے ہیں۔ اب میں مطمئن ہوں۔ اب مجھے کوئی مار بھی ڈالے تو میں پروا نہیں کروں گی۔"

میں نے اسے قدموں پر سے اٹھاتے ہوئے کہا: "اب اپنے آنسو پونچھ لو اور خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہارے سر سے بہت بڑی تباہی ٹل گئی ہے۔ تم تباہی سے بال بال بچ گئی ہو۔ تمہارے خاندان کی نیک نامی پر بھی کوئی حرف نہیں آئے گا۔ لیکن یہاں سے جانے کے بعد تم کھا لینا کہ آئندہ ادھر کا رخ نہیں کرو گی اور دوسری لڑکیوں کو سمجھاؤ گی کہ خدا نے جتنا حسن دیا ہے اس سے زیادہ کا لالچ نہ کریں اور جوئے یا ریس کا رخ نہ کریں۔ جوئے یا ریس میں عورت کچھ زیادہ حسین تو بن جاتی ہے لیکن اپنے ساتھ ایک شیطان کو لگا کر جیتتی ہے۔ وہ شیطان ہمیشہ اسے اس

کے حسن پر مغرور رہتا ہے اور اسے مرد کے منہ سے تعریف سننے کے لالچ میں بہکاتا ہے۔ اسے گناہ کے اندھیروں میں دھکیل دیتا ہے۔ تمہارے لئے اتنا سبق کافی ہے۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

وہ سر جھکائے سن رہی تھی۔ پھر فوراً ہی وہاں سے پلٹ کر چلی گئی۔ جب وہ کمرے سے باہر چلی گئی تو میں نے مادام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "دیکھو یہ شخص جب ہوش میں آئے تو اسے سمجھا دینا کہ فوراً ہی اپنی کوٹھی پر سے "باتھنگ ان پرفیوم" کا سائن بورڈ ہٹا دے۔ اور یہاں آئندہ کوئی دوسری لڑکی جال میں پھانسنے کے لئے نہ بلائی جائے۔ میں یہاں پر کڑی نظر رکھوں گا۔ جب بھی یہاں کوئی لڑکی آئے گی تو میں تم دونوں کی مرمت کرنے کے لئے پہنچ جاؤں گا۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ پندرہ منٹ سے پہلے تم اس کمرے سے باہر نہیں نکلنا ورنہ میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔"

یہ کہہ کر میں اس کمرے سے باہر آ گیا۔ باہر آ کر میں نے دروازے کو بند کیا لیکن چٹخنی نہیں لگائی۔ وہاں سے میں ڈرائنگ روم میں آیا۔ ادھر کا دروازہ کھول کر دیکھا لڑکی احاطے سے باہر جا رہی تھی۔ میں دروازہ کھول کر باہر آیا پھر باہر سے اس کی چٹخنی لگا دی تاکہ وہ بوڑھی مادام ادھر سے باہر نہ آ سکے۔ اس کے بعد میں نے ریوالور سے گولیاں نکال کر ایک پرس کے گھیلے میں ڈال دیں۔ پھر خالی ریوالور کو لے کر باتھ روم میں آیا۔ وہاں ایک جھاڑی میں میں نے ریوالور کو ڈال دیا۔ پھر مادام کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ پندرہ منٹ تک اسے انتظار کرنا چاہئے یا نہیں؟ چونکہ وہ بھی ہوئی تھی اور ملک نواز کا حشر دیکھ چکی تھی۔ اس لئے پندرہ منٹ تک انتظار کر رہی تھی۔

میں کوٹھی کے احاطے سے باہر آ گیا۔ دُور دُور تک رکشہ یا ٹیکسی کا پتہ نہیں تھا۔ میں پیدل چلنے لگا۔ اس وقت مجھے سب سے زیادہ ایک گاڑی کی ضرورت محسوس ہوئی کہ مجھے ایک کار رکھنا چاہئے۔ ورنہ رکشہ ٹیکسی کے انتظار میں مُدتیں گزر جایا کریں گی۔ اور میں صحیح وقت پر کوئی کام نہیں کر سکوں گا۔ کچھ دُور جانے کے بعد آخر ایک ٹیکسی مل گئی۔ میں نے اسے میٹروپول ہوٹل چلنے کے لئے کہا اور گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ اب مادام اس کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

میں اس کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ سب سے پہلے وہ باہر آنے کے بعد اِدھر اُدھر مجھے تلاش کرتی رہی تھی۔ ڈرائنگ روم سے باہر نکلنا چاہا تو دروازہ باہر سے بند تھا۔ وہ فوراً ہی ٹیلی فون کے پاس آئی اور کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ میں نے وہ نمبر ذہن نشین کر لئے۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہوا پھر کسی نے کہا: "ہیلو!"

"ہیلو! میں باتھنگ ان پرفیوم سے بول رہی ہوں۔ پاشا صاحب سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ فوراً ہی اُن سے رابطہ قائم کرا دو۔"

"آپ ہولڈ آن کریں۔ میں رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی خاموشی چھا گئی۔ مادام انتظار کرنے لگی۔ میں دوسری طرف بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتہ چلا کہ ناصر پاشا اس شہر کراچی میں نہیں رہتا۔ بلکہ کراچی سے بہت دور سمندر میں ایک چھوٹا سا ایسا جزیرہ ہے جو غیر قانونی کاموں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس جزیرے کو پرفیوم آئی لینڈ یا خوشبوؤں کا جزیرہ کہتے ہیں۔ پہلے شہناز سے اتفاقاً ہوئی تو خوشبو کا بدن تھی۔ پھر پتہ چلا کہ کہیں خوشبو کا غسل بھی ہو رہا ہے اور اب پتہ چل رہا تھا کہ دُور سمندر میں کہیں خوشبو کا جزیرہ بھی ہے۔ جہاں مجرمانہ ذہنیت کے لوگ رہتے ہیں اور بڑے پیمانے پر خوبصورت، حسین لڑکیوں کا کاروبار کرتے ہیں اور انہیں ہمارے ملک سے باہر بھیج رہے ہیں۔

میں نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ ایک مدت کے بعد میں اپنے وطن واپس آیا تھا تو دیکھ رہا تھا کہ میرے وطن میں کیا ہو رہا ہے؟ کیسے ذلیل اور کمینے لوگ ہیں جو میرے ملک کا نام بدنام کرنے پر تُلے ہوئے ہیں اور یہ کہ سونا، چاندی اور دوسری اشیاء ہی نہیں بلکہ ہماری مٹی کی ہمارے وطن کی، ہمارے ملک کی عزت کو باہر اسمگل کر رہے ہیں۔ میں نے اسی وقت قسم کھائی کہ ناصر عرف ناصر پاشا بلکہ اس سے تعلق رکھنے والے دوسرے لوگوں کی ایسی تیسی کر کے رکھ دوں گا۔

تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے کہا گیا: "سوری مادام! پاشا صاحب اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔ وہ جزیرے میں ہیں۔ آپ پیغام نوٹ کرا دیں۔ ہم وہاں تک آپ کا پیغام پہنچا دیں گے۔"

مادام اسے بتانے لگی کہ کس طرح شہناز کی ایک آدمی اپنی رقم لینے کے لئے آیا تھا اور بعد میں اس نے کس طرح ریوالور دکھا کر... ملک نواز کو زخمی کر دیا ہے اور وہاں سے طاہرہ نامی ایک لڑکی کی تمام تصویریں حاصل کر لیں اور وہ تصویریں نیگیٹو کے ساتھ ضائع کر دی گئی ہیں۔ اب وہ شخص یہاں سے جا چکا ہے اور طاہرہ بھی جو ہمارے دام میں آ رہی تھی، نکل گئی ہے۔ اب ہم اسے پھانس نہیں سکیں گے۔ بس کی کوئی کمر دری ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ سب سے بڑی اذیت کی بات یہ ہے کہ اس شخص نے ہمارا یہ اڈا دیکھ لیا ہے اور یہ دھمکی دے کر گیا ہے کہ ہم باتھنگ ان پرفیوم کا بورڈ یہاں سے ہٹا دیں۔ ورنہ وہ بار بار یہاں آتا رہے گا اور یہاں کاروبار کرنے کا... موقع نہیں دے گا۔ ہم پتہ نہیں چلا سکے کہ آخر وہ شخص چاہتا کیا ہے؟ اب میں تھوڑی دیر بعد شہناز سے رابطہ قائم کروں گی۔ اور اس سے اس سلسلے میں گفتگو کروں گی۔ بس مجھے اتنا ہی کہنا ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بھی اس سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ تقریباً پون گھنٹے بعد میں ہوٹل میٹروپول سے اپنا سامان لے کر واپس شہناز کے پاس پہنچا تو وہ ڈرائنگ روم میں غصے کی حالت میں ٹہل رہی تھی۔ اسے فون کے ذریعہ مادام نے میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا کہ میں نے وہاں کیا کچھ ہنگامہ برپا کیا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی وہ ایک دم سے بھڑک گئی۔ کہنے لگی: "نکل جاؤ یہاں سے۔ میں تمہیں اس گھر میں برداشت نہیں کر سکتی۔"

"مگر سنو تو! ایسی کیا بات ہو گئی ہے جو تم غصہ دکھا رہی ہو؟ کیا اُدھر ملک نواز نے تم سے فون پر کچھ کہا ہے؟"

"ہاں! اس نے ساری باتیں بتائی ہیں۔ تم نے ان کے معاملات میں مداخلت کیوں کی؟"

میں نے انجان بن کر پوچھا: "کون سے معاملات؟ مجھے ذرا سمجھا تو دو۔"

"انجان نہ بنو۔ نکل جاؤ یہاں سے۔ میں تمہیں اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتی۔"

"مگر یہ واشت تو کرنا ہی ہو گا۔ ہماری شادی ہو چکی ہے۔ میں تمہارا شوہر ہوں اور تمہیں چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکتا اور ایسی حالت میں جبکہ میں نے دیکھا ہے کہ تم غلط لوگوں سے تعلقات قائم کر رہی ہو۔ میرا فرض ہے کہ میں تمہیں راہِ راست پر لاؤں۔"

"بکواس مت کرو۔ میرے پانچ ہزار میرے حوالے کرو اور یہاں سے چلے جاؤ۔"

وہ مجھے جانے کا حکم دے رہی تھی اور ایسے وقت میں یا کوئی بھی شخص اس کے آگے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے پانچ ہزار روپے نکال کر دیتے ہوئے کہا: "میں تمہارے حکم کے مطابق چلا جاؤں گا۔ پتہ نہیں تم نے کونسا طلسم پال رکھا ہے کہ تمہارے بدن کی خوشبو کے سامنے انسان تمہارا تابع فرمان ہو جاتا ہے۔ میں تمہارا حکم مانتے ہوئے چلا جاؤں گا لیکن یہ یاد رکھو کہ تم گناہ کی دلدل میں دھنستی جا رہی ہو۔ خود کو محفوظ رکھتی ہو۔ اپنے آپ کو دوسروں سے دُور رکھتی ہو لیکن معصوم لڑکیوں کو گناہ کے عذاب میں مبتلا کر رہی ہو اور اس کا نتیجہ تمہیں بہت بُرا ملے گا۔"

یہ کہہ کر میں نے اپنا سامان اٹھایا۔ پھر وہاں سے باہر آ گیا۔ باہر آتے ہی اس کے بدن کی خوشبو ختم ہو گئی اور اب میں اس کے طلسم سے آزاد تھا۔ اس سے دماغی رابطہ قائم کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں اس کے دماغ میں جھانک کر کہنے لگا: "آہ، میں نے اسے بھگا کر بڑی غلطی کی۔ جو شخص ایسے لوگوں سے ٹکرا سکتا ہے۔ وہ میرا صحیح معنوں میں محافظ بن کر رہ سکتا ہے۔"

اس کی دوسری سوچ نے کہا: "لیکن جہاں سے میری آمدنی کا ذریعہ تھا وہاں اس نے دشمنی مول لی ہے اور ان لوگوں کو میرے خلاف کر دیا ہے۔ میں اس سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتی۔"

اس کی دوسری سوچ نے کہا: "میرے انکار کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ میرا شوہر ہے۔ پھر کسی وقت یہاں واپس چلا آئے گا۔ میں یہ بھی اچھی طرح جانتی ہوں کہ میرے بدن کی خوشبو صرف میرے سامنے ہی سحر کر کے رکھ سکتی ہے۔ مجھ سے دُور ہونے کے بعد یہ طلسم ٹوٹ جاتا ہے اور دوسرے لوگ پھر میرے خلاف منصوبے بنانے لگتے ہیں۔ اس دُنیا میں میں نے دوست نہیں بنائے دشمن ہی دشمن بنائے ہیں اور ایسی صورت میں مجھے اپنی حفاظت کے لئے طارق جیسے شوہر کو اپنے پاس رکھنا چاہئے یہی دانشمندی ہے۔"

یہ سوچ کر وہ ڈرائنگ روم سے باہر آنے لگی۔ میں کوٹھی کے برآمدے میں کھڑا ہوا تھا وہاں سے جانے لگا۔ اس نے باہر نکل کر کہا۔ "سنو! ٹھہرو اِدھر آؤ۔"

یکلخت وہ پھر ڈرائنگ روم کے اندر چلی گئی۔ میں واپس ڈرائنگ روم میں پہنچا تو اس نے کہا: "ملک نواز سمجھتا ہے کہ میں نے پانچ ہزار وصول کرنے کے بہانے نہیں وہاں بھیجا تھا اور تم نے وہاں میرے کہنے کے مطابق گڑبڑ کی ہے۔"

میں نے کہا: "اس سے فون پر کہو کہ اگر میں تمہارے کہنے کے مطابق گڑبڑ کرتا، تو اس کی مجبوری میں کئی ہزار روپے رکھے ہوئے تھے وہ میں اٹھا کر لے آتا لیکن میں نے صرف ایک معصوم لڑکی کی تصویریں حاصل کی تھیں اور انہیں ضائع کرایا تھا۔ اس کے سوا میں نے اس کے گھر سے ایک پیسہ بھی حاصل نہیں کیا ہے۔ جہاں تک اسے زخمی کرنے کا تعلق ہے تو یہ اس کا قصور ہے۔ وہ مجھ سے لڑ پڑا تھا۔ اس کا نتیجہ اسے مل گیا۔"

"تم اتنے تیس مار خاں کیوں بنتے ہو؟ اب وہ مجھ سے دشمنی کرے گا۔ اس کے ہاتھ بہت دُور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ پتہ نہیں کیسے کیسے غنڈے اور بدمعاش اس کے اشارے پر کسی کو قتل کر دیتے ہیں۔ وہ میری طرف بھی آئیں گے۔ میری زندگی کے لئے تم نے خطرات پیدا کر دیئے ہیں۔ اب میں کیسے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکوں گی؟"

"ایک شوہر سے زیادہ کسی کی حفاظت میں عورت نہیں رہ سکتی۔ اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ تم بے فکر رہو۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

میں اسے سمجھاتا رہا اور قائل کرتا رہا کہ اس کے سامنے اب یہی ایک راستہ ہے کہ وہ مجھ پر بھروسہ کرے۔ اسے اپنی حفاظت کے لئے ایک محافظ کی ضرورت تھی اس نے میرے لڑنے کا انداز دیکھا تھا کہ اس کے تین آدمیوں کے ساتھ میں نے کیسے مقابلہ کیا تھا۔ پھر یہ بھی اسے پتہ چل گیا تھا کہ میں ملک نواز جیسے جیدار آدمی کو اس کے گھر میں گھس کر زخمی کر کے آیا ہوں۔ لہٰذا وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ میری پناہ میں ہی محفوظ رہ سکتی ہے۔ اسی لئے اس نے میری وہاں موجودگی کو برداشت کر لیا اور مجھے وہاں رہنے کی اجازت دے دی۔ میں پھر اس کے ساتھ اس کوٹھی میں.... رہنے لگا۔

میں نے تمام کھڑکیوں اور دروازوں کو اندر سے بند کر دیا تاکہ

دشمن اچانک ہی ہم پر حملہ نہ کر سکے۔ شہباز نے پوچھا۔ "آخر کب تک ہم یہاں قید رہیں گے۔ میں کل سے باہر نہیں گئی ہوں۔ آج رات میں کلب جانا چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "بہتر ہے آج کہیں جانے کا پروگرام نہ بناؤ۔ آج ہم یہاں بیٹھ کر دیکھیں گے کہ ملک نواز یا خاص کے آدمی ہمارے خلاف کیا کارروائی کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے کوئی قدم نہیں اٹھایا تو کل ہم دن کی روشنی میں باہر نکلیں گے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ ہم ان کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔ کہ وہ کون لوگ ہیں اور یہ وصندا کیوں کر رہے ہیں؟ اور کتنی دور تک ان کا کاروبار پھیلا ہوا ہے؟"

"تم دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑا رہے ہو۔ تمہیں آخر کیا ضرورت ہے کہ اُن کے کاروبار میں مداخلت کرو۔ وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں۔ اپنا بھلا یا بُرا سوچ کر کرتے ہیں۔ تم کیوں اُن کے معاملے میں مداخلت کر کے ان کو اپنا دشمن بنا رہے ہو بلکہ بنا چکے ہو۔"

"دیکھو، جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے اور اگر انہیں دشمنی کرنا ہوگی تو وہ آج تمام دن یا رات میں ہمارے لئے کوئی قدم اٹھائیں گے۔ پھر میں دیکھوں گا کہ میں ان کے خلاف کیا کر سکتا ہوں؟"

یہ کہہ کر میں اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر میرے کمرے میں آئی اور غصے میں بولی۔ "میں تو بھول ہی جاتی ہوں۔ میری آمدنی تمہاری وجہ سے ماری گئی ہے۔ اب میری ماہانہ آمدنی کا کیا ہوگا؟ میرے اخراجات کیسے پورے ہوں گے؟"

"میں پورے کروں گا۔"

"میرے ماہانہ اخراجات دس ہزار روپے ہیں۔"

"فکر نہ کرو۔"

"تم ایسے کہہ رہے ہو جیسے یورپ اور امریکہ میں تمہارا بہت بڑا کاروبار پھیلا ہوا ہے اور تم مجھے یہاں گھر بیٹھے ہی دس ہزار دے دو گے۔ کیا کمانے والے ایسے ہی ہوتے ہیں کہ گھر بیٹھے ہزاروں روپے حاصل کر لیتے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ میں نے جب تم سے کہہ دیا ہے، تو تمہارے اخراجات پورے کروں گا۔ میں تمہارا شوہر ہوں اور یہ میرا فرض ہے۔"

وہ بہت دیر تک لڑنے جھگڑنے کے انداز میں باتیں کرتی رہی آخر کار مجھ پر تکیہ کرنے پر مجبور ہو گئی۔ میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "ایک بج رہا ہے۔ اب کھانے پینے کی فکر کرو۔ باقی جھگڑا ہم ڈائننگ ٹیبل پر کر لیں گے۔"

وہ جھنجلاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ایک سگریٹ سلگاتے ہوئے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی ہوئی ناشتہ کر رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں اپنا نام پیدا کیا اور اس کی سوچ میں کہا۔ "فرہاد پتہ نہیں کہاں ہوگا اور کیا کر رہا ہوگا؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "کل رات وہ اچانک ہی میرے دماغ سے غائب ہو گیا تھا۔ یوں لگتا ہے کہ وہ خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ اگر خطرات نہ ہوتے اور وہ آسانی سے زندگی گزار رہا ہوتا تو پھر مجھے چھڑانے کے لئے میرے دماغ میں ضرور آتا۔ لیکن کل سے اب تک وہ نہیں آیا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اگر موجود بھی ہوتا تو کیا فرق پڑتا؟ میں تو اس سے لڑنے جھگڑنے لگتی ہوں۔"

"ہاں! لڑنا تو ہے۔ میں نہیں چاہتی وہ میرے دماغ میں بغیر اجازت چلا آیا کرے اور میں کیا کروں؟ میں اسے کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ میری مرضی کے خلاف حرکتیں کرتا ہے۔ کل رات ہی وہ مجھے بونوں کے پاس سے زبردستی لے آیا اور میری ساری قیمتی ان لوگوں کے حوالے کر دی۔ اب میں پانچ ہزار ڈالر اپنے پاس رکھے ہوئے ہوں۔ آئندہ کیا ہوگا؟ اس کے لئے مجھے فکر کرنی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "جب فرہاد موجود ہے تو فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کہیں نہ کہیں سے مجھے تگڑی رقم مل جائے گی۔ مجھے اخراجات کی تو نہ کبھی فکر تھی نہ ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولی۔ "اے فرہاد! کیا تم میرے دماغ میں موجود ہو؟ یہ اس قسم کی سوچیں میرے دماغ میں کیوں آ رہی ہیں؟"

میں چپ رہا۔ میں نے اس سے ایک لفظ بھی... نہیں کہا۔ نہ ہی اس کی سوچ میں کوئی بات پیدا کی۔ وہ اپنے ہی آپ کبھی مثبت انداز میں اور کبھی منفی انداز میں سوچتی رہی اور یہ سمجھتی رہی کہ فرہاد اس کے دماغ میں بول رہا ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ بولوں گا تو وہ خواہ مخواہ میری دشمن بن جائے گی۔ اور مجھے اپنے دماغ سے جانے کے لئے کہے گی۔ اور کل رات کا غصہ مجھے کھائے گی۔ بہتر یہی تھا کہ میں خاموش رہتا۔

تھوڑی دیر بعد ملازم نے آ کر کہا۔ "مادام! آپ سے ایک چھوٹا بچہ ملنا چاہتا ہے۔ وہ باہر کھڑا ہوا ہے۔"

سونیا نے تعجب سے پوچھا۔ "چھوٹا بچہ؟ کیا عمر ہوگی اس کی؟"

"کوئی سات یا آٹھ برس کا ہوگا۔"

سونیا کو پچھلی رات والا وہ بچہ یاد آ گیا۔ اس نے پوچھا۔ "وہ تنہا ہے یا اس کے ساتھ کوئی ہے؟"

"مادام! وہ بالکل تنہا ہے اور آپ سے ضرور ملنا چاہتا ہے۔"

سونیا نے اسے حکم دیا کہ وہ بچے کو یہاں لے آئے۔ ملازم وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ بچہ ڈائننگ روم میں داخل ہوا تو سونیا نے اسے دیکھ کر چونک گئی۔ پچھلی رات یہی بچہ اس کے پاس آیا تھا۔ سونیا نے اس سے کہا۔ "تم پھر آ گئے؟"

"جی ہاں! میری بہن بہت بیمار ہے۔"

"کل رات بھی تم نے یہی کہا تھا اور مجھے بونوں کے پاس پہنچا دیا تھا۔"

"وہ بونے بہت مہربان ہیں۔ انہوں نے میری بہن کو ہسپتال پہنچایا تھا۔ میری بہن تم سے ملنا چاہتی ہے۔ اب میں تمہیں اس مکان میں لے جاؤں گا بلکہ ہسپتال اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

"لیکن تمہاری بہن مجھ سے کیوں ملنا چاہتی ہے؟ میں تمہاری بہن نہیں جانتی، وہ مجھے کیسے جانتی ہے؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہارے پاس جاؤں اور تمہیں جس طرح بھی ممکن ہو اپنے ساتھ لے آؤں۔"

"تمہیں یہاں تک کس نے پہنچایا ہے؟"

"مجھے ایک بونے نے یہاں کا پتہ بتایا تھا۔ اور مجھے یہاں کوٹھی کے باہر تک چھوڑ گیا ہے اور مجھ سے کہا تھا کہ میں ہسپتال سونیا کے ساتھ چلا جاؤں۔"

"اگر میں ہسپتال جانے سے انکار کر دوں تو؟"

"تو میں رونا شروع کر دوں گا اور اس وقت تک روتا رہوں گا جب تک کہ تم مجھے میری بہن کے پاس ہسپتال نہیں پہنچا دو گی۔"

"واہ! اچھی زبردستی ہے۔ تم تو خواہ مخواہ گلے پڑ رہے ہو۔"

"میں گلے نہیں پڑ رہا ہوں۔ پہلے تو ان بونوں نے مجھے تمہارے پاس کل رات بھیجا تھا۔ آج میری بہن نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ وہ کہہ رہی تھی کہ وہ بہت مصیبت میں ہے اور اس مصیبت سے تم ہی اس کی بھائی بہن کو نکال سکتی ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں چلوں گی۔ آؤ ناشتہ کرو۔"

"میری بہن مصیبت میں ہے۔ میں مصیبت میں ہوں۔ اس لئے ناشتہ نہیں کر سکتا۔"

"مصیبت کا سامنا کرنے کے لئے پیٹ بھرنا ضروری ہے۔ خالی پیٹ کسی بھی دشمن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور پھر مصیبت تو مصیبت ہوتی ہے۔ چلو ناشتہ کرو۔ اگر نہیں کرو گے تو میں تمہارے ساتھ نہیں چلوں گی خواہ تم کتنا ہی روتے رہو۔"

سونیا نے اسے مجبور کیا تو وہ ناشتہ کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ابھی ان کے ہسپتال پہنچنے میں کافی وقت لگے گا۔ اس لئے میں سونیا کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر میں نے رس ونی کی خیریت وہاں ڈاکٹر اس کا معائنہ کر رہا تھا اور اسے انجکشن لگا رہا تھا۔ اور اس کے لئے دوائیں تجویز کر رہا تھا۔ اس کا باقاعدہ خیال رکھا جا رہا تھا۔ پتہ چلا کہ اسے جنرل وارڈ سے نکال کر اسپیشل وارڈ میں داخل کر دیا گیا ہے اور ہدایت کر دی گئی ہے کہ اس پر خاص توجہ دی جائے۔ اور یہ سب ماسک مین کی طرف سے ہو رہا تھا۔

میں نے رنگون والے باس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ تین بندروں کے ساتھ بیٹھا ہوا ری کھیل رہا تھا اور اسے میرا انتظار تھا کہ شاید میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ٹریپ کروں گا تو پھر وہ اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں کو بتائے گا کہ اسے ٹریپ کیا جا رہا ہے۔ وہ تینوں جو ری کھیل رہے تھے ماسک مین کی طرف سے آئے تھے اور ٹیلی پیتھی کا تماشہ دیکھ کر وہاں سے جانے والے تھے۔ تاکہ ماسک مین کے سامنے چشم دید گواہ کے طور پر اس بات کی تصدیق کر سکیں۔

میں چپ چاپ ان کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ وہ کھیلنے کے دوران باتیں کرتے رہے اور میں ایک ایک لب و لہجے کو نقل کرتا رہا اور اپنے دماغ میں نقش کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ایک آدمی کے دماغ سے کہا۔ "مسٹر ریڈی! اب ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ ہونے والا ہے۔"

ریڈی اور دوسرے لوگوں نے چونک کر پوچھا۔ "وہ کیسے؟ کیا تمہارے دماغ میں کوئی بول رہا ہے؟"

"ہاں بول رہا ہے۔ میں تمہارے پتے بتا سکتا ہوں کہ تمہارے ہاتھ میں اس وقت تین سے لے کر دس تک ترتیب وار پتے ہیں۔ وہ بادشاہ ہیں۔ اور تم بیسویں بادشاہ کو حاصل کرنے کی فکر میں ہو۔"

ریڈی نے حیرانی سے کہا۔ "ہاں یہ سب پتے میرے پاس ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ میں تیسرا بادشاہ حاصل کرنے کی فکر میں ہوں۔"

رنگون والے باس نے کہا۔ "کہ یہ کون سی ٹیلی پیتھی کی بات ہے۔ یوں تو اگر ہم حساب کرتے رہیں تو بتا سکتے ہیں کہ کون سے پتے کس کے پاس گئے ہیں۔ ٹیلی پیتھی نہیں ہے۔" اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک آدمی نے ایک اُلٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ اور پھر اس سے بولا۔ "تمہیں شرم نہیں آتی ٹیلی پیتھی پر شبہ کرتے ہوئے اس وقت رس ونی صاحبہ یا فرہاد صاحب جیسے دو میاں موجود ہیں۔ اور تم ٹیلی پیتھی کے مظاہرے سے انکار کر رہے ہو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پھر سب نارمل ہو کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے اور حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ پھر ریڈی نے پوچھا۔ "یہ سب کیا تھا؟ ابھی ہمارے درمیان کیا ہو گیا۔ ہم تو بالکل نارمل تھے۔ پھر ایسی باتیں کیوں ہو گئیں؟" ہمارے ایک دوست نے پاس پر کیسے ہاتھ اُٹھا دیا۔"

باس نے اپنا منہ سہلاتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ پچھلی رات تو میں نے خود اپنے آپ کو گھونسہ مارا تھا۔ آج دوسرے کے ہاتھ سے مار کھا گیا۔ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب یقین کر لیا جائے۔ ورنہ ابھی ہم سب کا حلیہ بگڑ جائے گا۔"

ریڈی نے دست بستہ گزارش کی۔ "جناب فرہاد صاحب اور محترمہ رس ونی صاحبہ ہم سب آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ آپ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ ذرا مہذب طریقے سے کریں تاکہ ہمیں یقین ہو جائے۔ ویسے کسی حد تک تو یقین ہو چکا ہے۔"

ان چاروں میں سے جو بہت دیر سے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ تم سب اپنے اپنے پتے ہاتھ میں لے کر بیٹھے رہو۔ میں تم سے باری باری ایک ایک پتا پھینکنے کے لئے کہوں گا۔ اس سے انکار

کرنا۔ لیکن تم وہی پتا پھینکو گے جس کی میں فرمائش کروں گا۔ ٹھیک ہے؟"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔" اس طرح ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ ہو جائے گا۔ پھر اس شخص نے اپنے ساتھ والے سے کہا: "ریڈی کو ایک بادشاہ کی ضرورت ہے اس لئے تم بادشاہ کا ایک پتا پھینک دو۔"

ساتھ والے نے کہا: "میں پتا پھینکنے سے انکار کرتا ہوں میں تمہاری فرمائش پوری نہیں کروں گا۔"

اس کے منہ سے یہ بات نکلتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ پھر اس نے فوراً ہی اپنے پتوں میں سے بادشاہ کا پتا نکال کر میز پر پھینک دیا۔ سب حیرانی سے دیکھنے لگے۔ اس کے بعد اس شخص نے ریڈی سے کہا: "میرے ساتھ والے کو ایک سستہ چاہئے، تم ایک سستہ پھینک دو۔"

ریڈی نے کہا: "اگر میں سستہ پھینکوں گا تو میرے... پتوں کی ترتیب ٹوٹ جائے گی۔ اس لئے میں سستہ نہیں پھینک سکتا۔"

اس کے انکار کرتے ہی میں اس کے دماغ پر قابو ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے پتوں میں سے سات نمبر کا پتا نکال کر میز پر پھینک دیا۔ باس کے ساتھ بھی یہی ہوا تب اُن سب نے متفقہ طور پر اقرار کیا: "ہاں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ ہوا ہے اور ہم رس دتی کا احترام کرتے ہیں۔ آئندہ کبھی اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے اور اس کا باقاعدہ اسپیشل طریقے سے علاج کرایا جائے گا۔ اسے جلد از جلد صحت یاب ہونے کا موقع دیا جائے گا۔"

اقرار کرنے کے بعد زگون والے باس نے کہا: "اب ہمیں مہربانی کر کے یہ بھی بتا دیا جائے کہ آپ رس دتی ہیں یا فرہاد صاحب ہیں؟"

اس کے جواب میں خاموشی رہی۔ پھر میں نے ایک شخص کی زبان سے کہا: "یہ بات تم لوگوں کو کبھی نہیں معلوم ہو گی۔ بہرحال اس ٹیلی پیتھی کے پیچھے جو کوئی بھی ہے۔ تم رس دتی کا احترام کرو گے۔ اور اس کا باقاعدہ علاج کر کے اسے جلد از جلد صحت یاب ہونے کا موقع دو گے۔ میں رس دتی بول رہی ہوں۔ میں فرہاد بول رہا ہوں۔ ہم جو کوئی بھی ہیں۔ اس حقیقت کو تم لوگ نہیں جان سکو گے۔ ماسک مین سے کہہ دینا۔ اگر رس دتی کو کچھ ہوا تو وہ زندہ نہیں بچے گا۔ اور اس کی تنظیم ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو کر رہ جائے گی۔"

میں نے بظاہر اپنے آپ کو چھپانے کے لئے ایسا کہا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ دل ہی دل میں مجھ پر یہی یقین کر رہے ہیں کہ یہ سارا کھیل میرا ہے۔ کیونکہ رس دتی بُری طرح جا رہے اور اس کی دماغی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی کا تماشا دکھا سکے۔

میں وہاں سے واپس آ گیا۔ کیونکہ میرے بیڈ روم کے دروازے پر دستک ہو رہی تھی اور ملازم کہہ رہا تھا کہ کھانا لگا دیا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ چلے میں ڈرائنگ روم میں آ رہا ہوں۔ اس کے جانے کے بعد میں نے شہناز کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ اپنے بیڈ روم کا دروازہ بند کیے ایک کوچ پر لیٹی ہوئی تھی اور اس نے اپنے تمام بدن پر اُبٹن کی مالش کی ہوئی تھی۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ وہ شام تک اُبٹن کی مالش کئے لیٹی رہے گی۔ پھر غسل کرنے کے بعد پانچ بجے شام کو باہر نکلے گی۔

میری آنکھیں اسے بند کمرے میں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ میں سوچ کے ذریعے اور تصور کی آنکھ سے اسے اُبٹن کی مالش کئے ہوئے دیکھ سکتا تھا یا ایک تصور قائم کر سکتا تھا۔ میں حسرت سے دل پکڑ کر رہ گیا تھا۔ اسے میں دیکھ سکتا تھا، اس کی تمنا کر سکتا تھا لیکن اسے میں چھُو نہیں سکتا تھا۔

بہرحال میں کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں مجھے تنہا بیٹھ کر کھانا کھانا تھا۔ میں نے کھانا شروع کرنے سے پہلے شہناز اور اس کے دماغ میں جھانک کر اچھی طرح ٹٹول لیا کہ میرے خلاف کوئی سازش نہیں کی گئی ہے۔ جب اچھی طرح اطمینان ہو گیا تو میں نے کھانا شروع کر دیا۔ کھانے کے دوران میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اس طرح سے کہ سونیا کو معلوم نہ ہو اور میں اس کے دماغ میں جھانکتا رہوں۔

سونیا اس بچے کے ساتھ ہسپتال پہنچ گئی تھی۔ ہسپتال کے ایک بستر پر اس بچے کی... نوجوان بہن لیٹی ہوئی تھی۔ سرہانے ایک خوش پوش بونا کھڑا ہوا تھا۔ اس کی بہن نے سونیا کو دیکھتے ہی کہا: "سسٹر! یہاں میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ۔ میرا نام میریا ہے۔"

سونیا نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا: "میرا نام سونیا ہے اور تمہارا بھائی مجھے یہاں لایا ہے۔ کیا تمہیں کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہے؟"

"ہاں میں نے سنا ہے کہ تم بہت اچھی فائیٹر ہو اور بہت ذہین اور چالاک بھی ہو۔ یہ جو میرے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ میرے بہت بڑے محسن ہیں۔ انہوں نے میری زندگی بچائی ہے۔ میرے دشمن مجھے سلو پوائزن دے رہے تھے۔ ایسا زہر میرے کھانے میں ملا رہے تھے جو آہستہ آہستہ مجھے قتل کر دیتا۔ اور میں اس دنیا میں نہیں رہتی۔ ان کا نام مسٹر فریڈرک ہے۔ مسٹر فریڈرک نے میری جان بچائی ہے۔ اس زہر کا توڑ کرتے ہیں۔ یہ بہت اچھے ڈاکٹر ہیں اور میں ان کی احسان مند ہوں۔"

سونیا نے فریڈرک کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولا: "میں نے جو کچھ بھی کیا وہ محض انسانی خدمت کے جذبے کے تحت کیا ہے۔ لیکن میں اب جو کچھ کرنے والا ہوں اس میں ہماری یونے برادری کا مفاد شامل ہے جیسا کہ تمہیں پچھلی رات معلوم ہو گیا ہے کہ ہم لانبے قد کی عورتوں کو اپنی ازدواجی زندگی میں شامل کرتے ہیں، تو میریا مجھ سے شادی کرنے کے لئے تیار ہے۔"

سونیا نے میریا کی طرف دیکھا تو وہ بولی: "ہاں! میں صرف ان کی احسان مند ہی نہیں۔ ان کو دل و جان سے چاہتی بھی ہوں اور ان سے شادی کرنے کے سلسلے میں مجھ پر کسی قسم کا ذہنی دباؤ نہیں ڈالا گیا ہے۔ یہ میرا اپنا ہے۔ تم خود سوچو کہ... جس شخص نے مجھے زندگی دی ہے وہی زندگی میں اس شخص کے حوالے کر دوں تو اس سے زیادہ احسان کا بدلہ اور کس طرح

چکا سکوں گی۔ ویسے یہ صرف احسان کا بدلہ نہیں محبت کا تبادلہ بھی ہے۔ سسٹر فریڈرک بہت اچھی شخصیت کے مالک ہیں اور میں ان سے مل کر کے فخر محسوس کر سکوں گی۔"

سونیا نے ان دونوں کو باری باری دیکھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا: "تم دونوں نے مجھے اپنی شادی میں شریک کرنے کے لئے بلایا ہے؟"

فریڈرک نے کہا: "نہیں، اصل بات کچھ اور ہے۔ ابھی تو میریا بیمار ہے۔ جب یہ تندرست ہو جائے گی تو ہماری شادی ہو گی۔ دراصل میریا بہت دولت اور جائیداد کی مالک ہے۔ یہ دولت اور جائیداد اسے ملنے والی ہیں۔ دشمن اس کی راہ میں حائل ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم اس کے دشمنوں کو ٹریک کر کے اس کی جائیداد اسے واپس دلا دو۔"

"میں کسی دشمن سے جائیداد چھین کر میریا کو کیسے دلا سکتی ہوں؟ اس کے لئے تو عدالت میں قانونی چارہ جوئی کی ضرورت ہے۔ یہ قانونی معاملہ ہے۔ اس سلسلے میں، میں کچھ نہیں کر سکوں گی۔"

فریڈرک نے کہا: "بے شک تم کچھ نہیں کر سکو گی۔ لیکن یہ قانونی معاملہ نہیں ہے۔ ہم صرف ایک تصویر چاہتے ہیں۔ وہ تصویر تم حاصل کر کے ہمارے حوالے آ دو تو سارا معاملہ نمٹ جائے گا۔"

سونیا نے پوچھا: "وہ کیسی تصویر ہے اور کہاں ہے؟"

"وہ تصویر اس وقت جنرل پوسٹ آفس کے ایک گودام میں ہے۔ اس رسید ہمارے پاس ہے۔ وہ تصویر تم لے آؤ گی تو اس کے ذریعہ میریا کو ساری جائیداد مل جائے گی۔"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا: "ایک تصویر کے ذریعے میریا کو ساری جائیداد کیسے مل سکتی ہے؟"

میریا نے کہا: "وہ تصویر لندن سے میرے نام پارسل کی گئی ہے۔ اس رسید میرے پاس ہیں۔ میں اسے لینے جاؤں گی تو دشمن میرا پیچھا کریں گے۔ سونیا والی بات یہ ہے کہ میں اس بیماری میں پوسٹ آفس تک نہیں جا سکتی۔ دوسرا کوئی بھی جائے گا دشمن اس کا پیچھا کریں گے۔ اس لئے ایسی ہستی چاہئے جو دشمنوں سے نمٹنا جانتی ہو۔"

سونیا نے پوچھا: "لیکن وہ تصویر کیسی ہے کہ اس کے لئے دشمنوں کی جان کی بازی لگانی ہو گی؟"

"وہ محض ایفل ٹاور کی خوبصورت سی تصویر ہے۔"

"کیا ایفل ٹاور کی تصویر کے لئے دشمن تمہارا پیچھا کریں گے یا جو بھی تصویر لینے جائے گا تو کیا وہ ایفل ٹاور کی تصویر کھینچنے اس کی جان کے دشمن ہو جائیں گے؟ ایفل ٹاور تو اسی شہر میں ہے۔ وہ اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ سکتے ہیں۔"

سونیا کی بات سن کر میریا نے اور فریڈرک نے ایک دوسرے کو پُراسرار نظروں سے دیکھا۔ پھر فریڈرک نے کہا: "مادام سونیا! پہلے تو یہ وعدہ کرو کہ ہمیں وہ تصویر صحیح سلامت لا دو گی تب ہم تمہیں اس کی اصل حقیقت بتائیں گے۔"

سونیا نے کہا: "ٹھیک ہے میں وعدہ کرتی ہوں کہ میریا کی خاطر میں وہ تصویر حاصل کروں گی اور تم دونوں کا مشن پورا کروں گی۔ تاکہ میریا کی شادی تم سے ہو جائے۔"

فریڈرک نے کہا: "اگر تم نے یہ کام کر دیا تو پچھلی رات تمہاری جتنی رقم لی گئی ہے۔ اس میں سے ہم پچاس ہزار ڈالر واپس کر دیں گے۔"

"مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ میں میریا کی خاطر یہ خطرناک کام کر گزروں گی۔ اگر مجھے پچاس ہزار ڈالر مل جائیں تو کیا بات ہے۔ پھر تو میں اور بھی جی جان سے اس تصویر کو واپس لانے کی کوشش کروں گی۔ اب بتا دو، اس تصویر کی حقیقت کیا ہے؟"

فریڈرک نے گھنکار کر اپنا گلا صاف کرتے ہوئے کہا: "اس تصویر کے پیچھے ایک وصیت چھپا کر رکھی گئی ہے۔ وہ وصیت میریا کے باپ نے مرنے سے پہلے لکھی تھی۔ اس وصیت کی رُو سے میریا اور اس کا چھوٹا بھائی کروڑوں ڈالر کی دولت اور جائیداد کے مالک بن جائیں گے۔ دشمن چاہتے ہیں کہ یہ وصیت میریا تک نہ پہنچ سکے۔ بس حقیقت یہی ہے۔"

سونیا نے کہا: "مجھے وہ رسیدیں دو۔ جس کے ذریعے میں پوسٹ آفس جا کر وہ تصویر حاصل کر سکوں۔"

فریڈرک نے اپنے جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ رسیدیں نکالیں پھر انہیں سونیا کے حوالے کر دیا۔ سونیا نے انہیں پڑھنے کے بعد کہا: "مجھے ایک گھنٹے کی مہلت چاہئے۔ میں کہیں آرام سے میٹھے کر پلاننگ کرنا چاہتی ہوں کہ وہ تصویر کس طرح یہاں تک بخیریت لائی جا سکتی ہے۔"

فریڈرک نے کہا: "یہاں ہسپتال میں میرا کمرہ بالکل خالی رہتا ہے۔ وہاں کوئی مداخلت نہیں کرے گا۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں وہاں پہنچا دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا۔ سونیا نے میریا کو ٹھیک کر کے کہا: "تم اطمینان رکھو۔ میں تمہارا یہ کام ضرور کروں گی۔ جو حملے سے دوائیں کھاؤ اور جلدی سے صحت یاب ہو کر فریڈرک کی دلہن بن جاؤ۔"

وہ مسکرانے اور شرمانے لگی۔ سونیا مسکرا کر وہاں سے اٹھ گئی۔ پھر فریڈرک کے ساتھ اس کے کمرے کی طرف چلنے لگی۔ میں کھانے سے فارغ ہو چکا تھا اور گرما گرم چائے پی رہا تھا۔ جب وہ فریڈرک کے کمرے میں پہنچ گئی تو اس نے اس کے لئے چائے بنا کر آرڈر دینا چاہا۔ سونیا نے انکار کر دیا۔ فریڈرک وہاں سے چلا گیا۔ سونیا اندر سے دروازے کو بند کر کے ادھر اُدھر ٹہلنے لگی اور سوچنے لگی کہ کس طرح اس تصویر کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

وہ مختلف پہلوؤں سے مختلف تدبیریں سوچتی جا رہی تھی۔ تدبیریں اچھی ہوتی تھیں لیکن ان میں پھر کوئی نہ کوئی کمزوری نکل آتی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ سوچی بھی تدبیروں کو رد کر دیتی تھی۔ آخر میں نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو سونیا! کیا میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں؟"

وہ چونک کر بولی: "تم پھر آ گئے؟"

"کیا کروں، تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتا۔ تم تدبیر سوچ رہی ہو۔ اس لئے میں نے سوچا کہ تمہارے کچھ کام آجاؤں۔"

"شکریہ۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تنہا دشمنوں سے نمٹنا جانتی ہوں۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے کتنی آسانی سے ڈبل کراس کو زیر کیا تھا؟"

"ہاں! میں نے دیکھا تھا۔ آخر میری صحبت میں رہ کر تم نے تناسب کچھ سیکھ لیا۔ یہ بھی میری مہربانی ہے۔"

"بکواس بند کرو۔ تم جہنم میں چلے جاؤ۔ میرے دماغ سے مجھ تدبیر سوچنے دو۔"

میں نے کہا: "تم جو تدبیر سوچ سکتی ہے کہ تم کسی یونے کو ایفل ٹاور کی تصویر دے کر پوسٹ آفس بھیج دو۔ اور اس سے کہو کہ وہ تمہارے نام اس تصویر کو لوکل پارسل کرے۔ پھر تم اس پارسل کے مطابق رسید لے کر جاؤ گی تو وہ یونے والی ایفل ٹاور کی تصویر تمہیں مل جائے گی۔ جب تم وہاں سے چلو گی تو دشمن تمہارا پیچھا کریں گے۔ جب دشمن تمہارے پیچھے لگ جائیں گے تو لوناڈ کاکر فریڈرک اصل رسید لے جاکر اصل تصویر وہاں سے لے آئے گا۔ کہو! کیسی تدبیر ہے؟"

"بکواس ہے۔ تم جتنی بھی عمدہ تدبیریں پیش کرو گے، میں ان سب کو بکواس کہوں گی اور ان پر کبھی عمل نہیں کروں گی۔ خواہ ان سے مجھے کامیابی ہی کیوں نہ حاصل ہوتی ہو۔"

میں نے کہا: "یہ تو تمہاری ہٹ دھرمی ہے۔ خواہ مخواہ تم مجھ سے ناراض ہو۔ میں جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔ تمہیں کامیابی ہوگی۔"

"میں کبھی اس پر عمل نہیں کروں گی۔ تم میرا پیچھا چھوڑ دو اور یہاں سے چلے جاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔ تم جہنم میں جاؤ۔ اب میں کبھی تمہارے دماغ میں جھانکنے نہیں آؤں گا۔ لعنت ہے تم پر۔" یہ کہہ کر میں نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔

مجھے سچ مچ غصہ آرہا تھا۔ کسی روٹھی ہوئی محبوبہ کو منانے کے لئے ایک حد مقرر ہوتی ہے۔ میں نے اسے سمجھانے منانے کی ایک حد کر دی۔ حد سے آگے بڑھ کر بھی اسے منانا تو ٹھیک، لیکن وہ خواہ مخواہ نخرے دکھاتی جا رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اب اس کے دماغ سے دور رہ کر یا اس کے دماغ میں خاموشی سے رہ کر ہی میں اس کی حفاظت کروں گا۔ لیکن اسے اب مخاطب نہیں کروں گا۔

چونکہ اس نے سوچنے اور عمل کرنے کے لئے ایک گھنٹے کی مہلت لی تھی۔ اس لئے میں وہاں سے واپس چلا آیا کیونکہ میں اس کے دماغ میں ایک گھنٹے تک خود نہیں رہ سکتا تھا۔

کھانے کے بعد میں ایک گھنٹے تک آرام کرتا رہا۔ کوئی کام نہیں تھا کسی کے لئے خیال خوانی نہیں کرنا تھی۔ رس ونتی کے بارے میں تمام معلومات حاصل ہو چکی تھیں اور اس کی طرف سے اطمینان تھا۔ سونیا کے بارے میں ایک گھنٹے بعد کچھ معلوم ہونے والا تھا۔ ایسے آرام اور فرصت کے وقت جی میں آیا کہ کراچی شہر کی سیر کروں۔ لیکن میں باہر نہیں جا سکتا تھا۔ شہناز کی حفاظت کے لئے مجھے اس کوٹھی میں رہنا ضروری تھا۔ پتہ نہیں دشمن کب آجائے اور کس وقت شہناز کو پریشان کرنا شروع کر دے۔

ایسے وقت میں میں نے یونی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ دسویں جماعت کے امتحان کی تیاریاں کر رہی تھی اور اس کے علاوہ سوچ رہی تھی شام کو اسے چوڑی کراٹے کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایک استاد کے سامنے مقابلے کے لئے تیار رہنا ہے۔ میں اس کے دماغ میں زیادہ دیر تک نہیں رہا صرف اس کی خیریت معلوم کر کے واپس چلا آیا۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد میں سونیا کے دماغ تک پہنچنا چاہتا تھا تب اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں اپنے بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا اور وہاں کا فون اٹھانے لگا تو گھنٹی بند ہو گئی۔ پتہ چلا کہ ٹیلی فون کا ایک کنکشن شہناز کے کمرے میں بھی ہے۔ وہاں اس نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا تھا۔ میں نے چپکے سے ریسیور کو اٹھا کر ان کی گفتگو سنی۔ کوئی دوسری طرف سے پوچھ رہا تھا کہ ٹیلی فون پر کون بات کر رہا ہے؟ شہناز نے کہا: "میں شہناز طارق بات کر رہی ہوں۔"

پھر کسی نے پوچھا: "تمہارا شوہر طارق محمود کہاں ہے؟"

"وہ میرے ساتھ رہتا ہے۔ تم کون ہو اور یہ سوالات کیوں کر رہے ہو؟"

"میرا نام مراد ہے۔ میرا نام سن کر اس شہر کے بڑے بڑے بدمعاش تھرا جاتے ہیں۔ تمہارا وہ آدمی کتنا بڑا بدمعاش ہے میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں جس نے ملک نواز کے گھر میں گھس کر اس کی ضروری چیزیں چوری کی ہیں اور اسے نقصان پہنچایا ہے۔"

شہناز نے کہا: "ملک نواز سے ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ یہ میرے آدمی کی بھول ہے کہ وہ ان کے معاملات میں ٹانگ اڑانے کے لئے پہنچ گیا تھا۔ میں نے اسے سمجھا دیا ہے۔ آئندہ وہ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔"

فون پر مراد نے گرج کر کہا: "بکواس مت کرو۔ میں تمہارے آدمی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ملک نواز دعوے اور سودے کا پکا ہے۔ اس نے سودے کے مطابق اور دعوے کے مطابق تمہاری رقم دے دی تھی۔ اس کے باوجود تمہارے آدمی نے وہاں بدمعاشی دکھائی ہے تو میں بھی اب اپنی بدمعاشی دکھاؤں گا۔ اپنے آدمی سے کہو کہ وہ مرد کا بچہ ہے تو گھر میں چھپ کر نہ بیٹھے اور گھر سے باہر نکل کر سڑک کے کنارے چہل قدمی کرے۔ میں اس سے کہیں بھی ملاقات کر لوں گا۔ ابھی اپنے آدمی سے پوچھ کر بتاؤ کہ وہ باہر نکلنا چاہتا ہے یا نہیں؟"

اس دلچسپ ترین سرگزشت کے بقیہ واقعات چھٹے حصے میں ملاحظہ کیجیے۔

خوابوں کے اسرار
خوابوں کی حقیقت اور ان کی تعبیر معلوم کرنے کے طریقے
قیمت ۱۵ روپے
امتحان میں کامیابی
امتحان دینے، امتحان میں کامیابی حاصل کرنے، یادداشت بڑھانے کے طریقے
قیمت ۱۵ روپے
ہپناٹزم کی جدید ترین کتاب
ہپناٹزم کی جدید ترین کتاب ہے اس کے ذریعے آپ ہپناٹزم کی حقیقی سائنس سیکھ سکتے ہیں
قیمت ۲۰ روپے
ہپناٹزم کی تاریخ، اس کی حقیقت اور اسے سیکھنے کے طریقے
قیمت ۱۵ روپے
ہپناٹزم سیکھنے کے آسان طریقے اور تشقیں
قیمت ۲۰ روپے
ہپناٹزم کے عملی طریقے
ہپناٹزم
ہپناٹزم کی جدید ترین کتاب
ذاتی ہپناٹزم
اپنے آپ کو ہپناٹزم کر کے اپنی کمزوریاں دور کریں
قیمت ۱۵ روپے
شخصیت
بغیر کسی مشق کے اپنے اندر شخصیت پیدا کریں اور اپنی اور دوسروں کی شخصیت کا اندازہ لگائیں
قیمت ۲۰ روپے
مردوں پاور اس کا سرچشمہ
مردوں کو طویل اور صحت مند زندگی کے لیے ان کے جسم میں پائی جانے والی پاور کی ضرورت ہوتی ہے
قیمت ۲۰ روپے
دست شناسی کے نئے رخ
ان لوگوں کے لیے جو کسی پیشہ ور دست شناس سے ہاتھ دکھانا نہیں چاہتے
قیمت ۲۰ روپے
طوطا کی کہانی اس کی زبانی
بچوں کی دلچسپی کے لیے ایک نادر شاہکار
قیمت ۱۵ روپے
تحریر اور شخصیت
تحریر سے کیسے شخصیت معلوم کی جاتی ہے
قیمت ۱۵ روپے
عورتوں کی نفسیات
دو بظاہر ایک جیسی عورتوں کو دو بالکل مختلف عورتیں سمجھا جاتا ہے
قیمت ۲۰ روپے
ازدواجی نفسیات
ازدواجی زندگی کے مسائل ان کا حل اور بہتر ازدواجی زندگی کے لیے
قیمت ۲۰ روپے
مسائل اور حل
ازدواجی مسرت اور بہتر ازدواجی زندگی کے لیے ہر شادی شدہ مرد و عورت کے لیے
قیمت ۱۵ روپے
ہپناٹزم کی تاریخ
ہپناٹزم کی تاریخ اس کی حقیقت اور اسے سیکھنے کے طریقے
قیمت ۱۵ روپے
ہپناٹزم کے عملی طریقے
ہپناٹزم سیکھنے کے آسان طریقے اور تشقیں
قیمت ۲۰ روپے
ہپناٹزم
ہپناٹزم کی جدید ترین کتاب
ذاتی ہپناٹزم
اپنے آپ کو ہپناٹزم کر کے اپنی کمزوریاں دور کریں
قیمت ۱۵ روپے
شخصیت
بغیر کسی مشق کے اپنے اندر شخصیت پیدا کریں اور اپنی اور دوسروں کی شخصیت کا اندازہ لگائیں
قیمت ۲۰ روپے
مردوں پاور اس کا سرچشمہ
مردوں کو طویل اور صحت مند زندگی کے لیے ان کے جسم میں پائی جانے والی پاور کی ضرورت ہوتی ہے
قیمت ۲۰ روپے
دست شناسی کے نئے رخ
ان لوگوں کے لیے جو کسی پیشہ ور دست شناس سے ہاتھ دکھانا نہیں چاہتے
قیمت ۲۰ روپے
طوطا کی کہانی اس کی زبانی
بچوں کی دلچسپی کے لیے ایک نادر شاہکار
قیمت ۱۵ روپے
تحریر اور شخصیت
تحریر سے کیسے شخصیت معلوم کی جاتی ہے
قیمت ۱۵ روپے
عورتوں کی نفسیات
دو بظاہر ایک جیسی عورتوں کو دو بالکل مختلف عورتیں سمجھا جاتا ہے
قیمت ۲۰ روپے
ازدواجی نفسیات
ازدواجی زندگی کے مسائل ان کا حل اور بہتر ازدواجی زندگی کے لیے ہر شادی شدہ مرد و عورت

سسپنس ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ

دیوتا

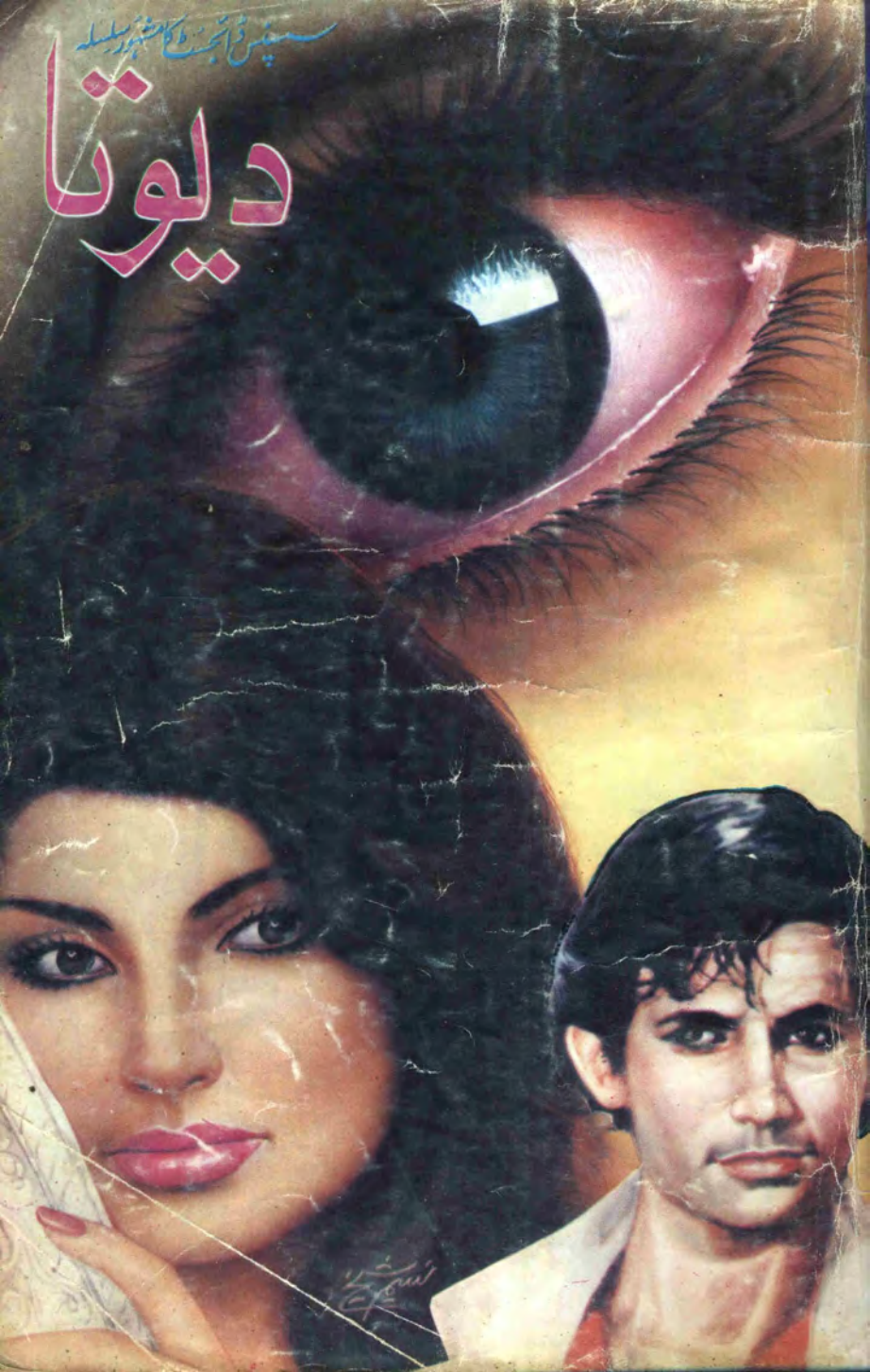

میں نے ان کی گفتگو کے درمیان کہا "میں تم دونوں کی باتیں ڈرائنگ روم کے ٹیلی فون سے سن رہا ہوں۔ شہناز! تم اس آدمی کی خوشامد نہ کرو۔ یہ میرا ایک بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔ اگر یہ اس شہر کا سب سے بڑا بدمعاش ہے تو میں اپنے ملک کا بہت بڑا شریف شہری ہوں۔ میں پندرہ منٹ کے بعد اپنی کوٹھی سے باہر نکلوں گا وہ جہاں بھی میرا سامنا کرنا چاہتا ہے، کر لے۔ میں تیار ہوں اور جب میں باہر جاؤں تو تم اندر سے دروازہ بند کر لینا اور اس وقت تک نہ کھولنا جب تک کہ میں تمہیں دروازہ کھولنے کے لئے نہ کہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے رسیور رکھ دیا اور مراد کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ ہماری کوٹھی کے قریب ہی ایک اور کوٹھی میں بیٹھا ہوا فون پر باتیں کر رہا تھا۔ میرا جواب سن کر اس نے بھی رسیور رکھ دیا۔ پھر اپنے ماتحتوں سے کہنے لگا "وہ شخص ابھی پندرہ منٹ کے بعد شہناز کی کوٹھی سے باہر نکلنے والا ہے۔ تم لوگ اس کوٹھی کے آس پاس دور تک پھیل جاؤ اور دیکھتے رہو کہ وہ کس طرف جاتا ہے۔ جدھر بھی جائے اس کا تعاقب کرتے رہو کہ وہ کسی ایسی جگہ گھیر لو جہاں زیادہ بھیڑ نہ ہو۔ ہم وہیں اس کی اچھی طرح حجامت کریں گے اور اسے پکڑ کر ناصر پاشا کے پاس پہنچا دیں گے۔"

میں خود ناصر پاشا کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ لیکن ان بدمعاشوں سے مار کھانے یا ان سے مغلوب ہونے کے بعد نہیں بلکہ ان پر غالب آنے کے بعد میں ایک فاتح کی شان سے ناصر پاشا تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اب اس کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا۔ یہ بات میرے دماغ میں نہیں تھی۔ میں نے سوچا کہ ٹھیک پندرہ منٹ بعد مجھے اس کوٹھی سے نکلنا چاہئے اور اس وقت تک سوچ لینا چاہئے کہ مجھے کس طرح باہر نکل کر کس طرف جانا چاہئے اور ان لوگوں سے کیسے نمٹنا چاہئے؟

میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر یہ معلوم کیا کہ وہ سب لوگ بہتے ہیں یا سچ ہیں۔ پتہ چلا کہ جو چار ماتحت میری کوٹھی کے پاس مجھے گھیرنے کے لئے آئے ہیں ان میں سے ایک کے پاس چاقو ہے۔ باقی تین بہتے ہیں اور دوسری کوٹھی میں جہاں مراد بیٹھا ہوا ہے وہاں اس کے پاس دو ماتحت ہیں اور وہ بھی خالی ہاتھ ہیں۔ البتہ مراد کے پاس ایک ریوالور ہے اور وہ ریوالور پورا بھرا ہوا ہے۔

خیال خوانی کے دوران خوشبو کا ایک جھونکا آیا۔ میں نے نظر بند اٹھا کر دیکھا تو وہ ڈرائنگ روم کے دروازے سے داخل ہو رہی تھی۔ اس نے وہی صبح کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ابھی وہ غسل سے فارغ نہیں ہوئی تھی۔ صرف مجھے رخصت کرنے کے لئے آئی تھی۔ اس نے کہا "تمہیں تنہا باہر نہیں جانا چاہئے۔ تم مراد کو نہیں جانتے ہو۔ وہ قاتل ہے۔ آسمگلر ہے اور جانے کیا کچھ ہے۔ پولیس والے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں۔ بلکہ اس کے دوست بن کر رہتے ہیں۔ تم اس کے خلاف قانون کی حمایت بھی حاصل نہیں کر سکو گے۔"

میں نے کہا "تم پولیس والے ایک جیسے نہیں ہوتے۔ ان میں کچھ ایماندار اور فرض شناس بھی ہوتے ہیں۔ میں ایسے فرض شناس پولیس والوں کو ضرور ڈھونڈ نکالوں گا۔ باقی رہی میری بات تو تم میری فکر نہ کرو۔ یوں سمجھ لو کہ اگر میں باہر جا کر مر گیا تو مجھ سے تمہارا پیچھا چھوٹ جائے گا۔ یوں بھی تم مجھے مجھ گانا چاہتی تھیں اور اگر زندہ لوٹ آیا تو تمہیں اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ میں بہت جیدار ہوں اور میری عمر لمبی ہے اور میں تمہاری حفاظت بھی اتنی ہی جی داری سے کر سکتا ہوں۔"

اس نے جواب دیا: "بنکاک میں کچھ ایسا ہی سوچ کر میں تمہیں مُردہ حالت میں چھوڑ کر چلی آئی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ تمہارے نصیب میں زندگی ہوگی تو تم میرے پاس چلے آؤ گے اور یہی ہوا کہ تم میرے پاس آ گئے۔ اس بار بھی یہی سوچتی ہوں کہ تمہیں باہر جانے دوں۔ لیکن جانے کیوں میرا دل کہتا ہے کہ تمہیں روک لوں۔ اگر رُک جاؤ تو بہتر ہے۔ ان بدمعاشوں سے نمٹنے کے بجائے ہمیں سے ہم پولیس والوں کو فون کریں گے اور ان سے رابطہ قائم کر کے قانون کی مدد حاصل کریں گے۔"

میں نے کہا: "یہاں بیٹھ کر ہم قانون کی حمایت حاصل نہیں کر سکتے میرا باہر جانا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ میں قانون کی حمایت حاصل کرنے لیئے ایمبیسی آفس کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔ جو میرے ملک کی بہو بیٹیوں کو ملک کے باہر بھیجتا ہے، حرام کی آمدنی کماتا ہے.... اور ہمارے ملک کی بدنامی کرتا ہے۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔ بالوں میں کنگھی کی۔ پھر دُرانگ روم سے باہر نکلتے ہوئے بولا: "تم دروازے کو اندر سے اچھی طرح بند کر لو جب تک میں تمہیں آواز نہ دوں۔ اس وقت تک دروازہ نہ کھولنا۔"

شہناز عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ وہ تذبذب میں تھی۔ وہ مجھے روکنا بھی چاہتی تھی اور نہیں بھی چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ میں اس کا پیچھا چھوڑ دوں اور یہ بھی چاہتی تھی کہ میں اس سے دُور نہ ہو جاؤں۔ کیونکہ اب میں ہی اس کا ایک محافظ تھا۔ بہرحال میں دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

میں نے دُور تک اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ ہماری کوٹھی کے احاطے کے باہر ایک کشادہ سڑک تھی۔ سڑک کے دوسری طرف پلازہ نما فلیٹس بنے ہوئے تھے۔ پھر اس کے بعد کوٹھیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ان فلیٹس کے نچلے حصّے میں کچھ دکانیں کھلی ہوئی تھیں اور وہاں لوگوں کا آنا جانا تھا وہیں میرا لفافہ کرنے والے بھی موجود تھے۔ ہمارے ہاں بہت بڑے بدمعاش کو داداؔ کہتے ہیں۔ میں نے مراد داداؔ کے دماغ میں جھانک کر معلوم کیا کہ وہ فلیٹ کے بعد تیسرے نمبر کی کوٹھی میں بیٹھا ہوا ہے۔ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا اور اطمینان سے چلتا ہوا اپنی کوٹھی کے احاطے سے باہر نکل گیا۔ اب میں اسی تیسرے نمبر کی کوٹھی کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ ان ماتحتوں سے اُلجھنا اور وقت ضائع کرنا بیکار ہے۔ مجھے ناصر پاشا تک پہنچنا تھا اور اس کے لئے مراد داداؔ ہی ایک ذریعہ تھا۔

میں نے راستے کے کنارے چلتے ہوئے ـــــ یونہی کن انکھیوں سے اور کبھی پیٹ کر دیکھا تو صاف پتہ چل گیا کہ بدمعاش قسم کے تین آدمی میرے پیچھے ذرا فاصلے پر چلے آ رہے تھے تاہم انہوں نے مجھے چھیڑا نہیں۔ کیونکہ وہ آ جا رہے تھے۔ دوسری بات یہ کہ میں اسی طرف جا رہا تھا۔ جدھر وہ مجھے لے جانا چاہتے تھے۔ یعنی اپنے مراد داداؔ کے پاس مجھے پہنچانا چاہتے تھے اور میں خود ہی اُدھر کھنچا چلا جا رہا تھا۔

میں اس کوٹھی کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ کچھ فاصلے پر وہ تینوں پیچھا کرنے والے بھی رُک گئے۔ اب چوتھا آدمی بھی پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ میں نے انہیں للکار کر کہا: "اے بے قوفو! کب تک پیچھا کرتے رہو گے۔ سامنے آ جاؤ اور مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا وہ مراد داداؔ کہاں رہتا ہے؟ میں خود اس سے جا کر ملاقات کروں گا۔"

ایک بدمعاش نے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے آگے بڑھ کر کہا۔ "ہمارا ارادہ تھا کہ تمہارے ہاتھ پاؤں توڑ کے ہم اپنے داداؔ کے پاس پہنچاتے مگر تم خود ہی یہاں تک چلے آئے ہو تو اب تمہیں کیا چھیڑنا۔ اگر اب تم بھی طرح اس کوٹھی کے اندر چلنے کے لئے تیار ہو تو آگے بڑھتے چلو۔ ہم تمہارے پیچھے ہی آ رہے ہیں۔"

میں وہاں سے پلٹ کر کوٹھی کے احاطے کا بڑا سا پھاٹک کھول کر اندر چلنے لگا۔ اندر پہنچ کر ایک آدمی نے کہا: "کوٹھی کے اندر چلنے کا راستہ پیچھے سے ہے۔" میں پیچھے کی طرف چلنے لگا۔

میں کوٹھی کے پیچھے پائیں باغ میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر ان لوگوں کی نیت خراب ہو گئی۔ ایک نے کہا: "اسے صحیح سالم اپنے داداؔ کے پاس پہنچانا مناسب نہیں ہے۔ ہمیں اپنا کارنامہ بھی دکھانا چاہیئے۔ اسے ذرا توڑ پھوڑ کر پہنچائیں گے تو داداؔ ہماری قدر کرے گا۔"

میں نے پوچھا: "کیا تم لوگ مردوں کی طرح ایک ایک کر کے مجھ پر حملہ کرو گے یا سب ایک ساتھ حملہ آور ہو جاؤ گے؟"

ان میں سے ایک نے بڑھ کر کہا: "ہم مردوں کی طرح مقابلہ کریں گے۔" یہ کہتے ہی اس نے مجھ پر چھلانگ لگائی تو میں ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ اپنی ہی چھلانگ کے زور میں آگے بڑھتے ہوئے دُور جا کر اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔

دوسرا آیا تو میں نے اس کا ہاتھ روک کر ایک گھونسہ اس کے منہ پر جڑ دیا۔ تیسرا بڑھنے لگا۔ میں نے کہا: "یہ مردوں کے جیسا تو مقابلہ نہیں ہے کہ یکے بعد دیگرے سبھی چلے آ رہے ہیں۔ ایک ایک کر کے آؤ اور ہار جیت کا فیصلہ کر کے الگ ہو جاؤ۔"

مگر وہ میرے لڑنے کے انداز سے سمجھ گئے تھے کہ میں ایک دو کے بس کا نہیں ہوں۔ اس لئے وہ ایک ایک، دو دو، تین تین کی تعداد میں آ کر حملہ کر رہے تھے۔ میں ان کے حملوں کا جواب دے رہا تھا۔ مار کھا رہا تھا اور انہیں مار تا بھی جا رہا تھا۔ میں کوئی فلمی ہیرو نہیں تھا کہ لڑتے وقت میرے کپڑوں کی استری خراب نہ ہوتی۔ شکنیں نہ پڑتیں۔ میرے بال نہ بکھرتے اور میں ہیرو کے انداز میں لڑتا ہوا سب کو شکست دے کر بھگا دیتا۔ ایسی کوئی بات نہ تھی۔ بٹیلی میتھی جانتے کے باوجود، اپنے آپ کو بچانے کے باوجود میں مار کھا رہا تھا اور ان لوگوں کو مار رہا تھا۔

آخر ایک نے چاقو نکال کر للکارتے ہوئے کہا: "تم سب ایک طرف ہٹ جاؤ۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔ جب تک ہم اسے اچھی طرح زخمی نہیں کر دیں گے۔ اس وقت تک داداؔ کے سامنے نہیں لے جائیں گے کچھ تو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم نے کس طرح اس کا آپریشن کیا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے قہقہہ لگایا اور پھر میری طرف بڑھنے لگا۔ میں پینترا بدل کر اس کے چاقو سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا اور بیک وقت اس کے دماغ میں بھی پہنچ رہا تھا اور اس کے حملہ کرنے کے انداز کو بھی سمجھ رہا تھا کہ وہ کتنی دیر بعد پینترا بدلنے کے بعد مجھ پر حملہ کرے گا پھر جیسے ہی اس نے پینترا بدل کر مجھ پر حملہ کیا میں نے جھکائی دے کر ایک ہاتھ سے اس کی کلائی پکڑ لی۔ اور دوسرا ہاتھ اس کے چاقو پر دے مارا۔ پھر اس کے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا دیا تو چاقو پر گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور وہ چاقو میرے ہاتھ میں آ گیا۔ میں نے اسے ایک لات مار کر دُور پھینکا پھر اس کے بعد چاقو کو اپنے ہاتھ میں تولتے ہوئے کہا: "اب آؤ۔ کون میرے سامنے آنا چاہتا ہے؟"

وہ سب ہم کر پیچھے ہٹنے لگے۔ اسی وقت مراد داداؔ کی للکار سنائی دی۔ میں نے ایک طرف دیکھا تو کوٹھی کا پچھلا دروازہ کھولا ہوا تھا اور وہ کھلے ہوئے دروازے پر ریوالور لئے ہوئے کھڑا تھا اور للکارتے ہوئے کہہ رہا تھا: "خبردار! چاقو پھینک دو اور سیدھی طرح ادھر آ جاؤ۔"

میں نے کہا: "مسٹر مرلو! تم اپنے ان پلوتوں کے لئے داداؔ ہو گے میرے لئے ایک بزدل سے کچھ کم نہیں ہو کہ ریوالور پر اتنا اعتماد کرتے ہو اور اپنی طاقت پر ذرا سا بھی بھروسہ نہیں ہے اگر تم لتے ہی دلیر ہو تو آؤ مجھ سے دو دو ہاتھ کر لو۔ میں چاقو پھینک دیتا ہوں۔ تم ریوالور پھینک دو۔"

مراد نے کہا: "میں مرد ہوں اور دلیر ہوں۔ میں نے ابھی تمہیں مردانگی سے مقابلہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم سے مقابلہ کروں۔ میں تمہاری یہ حسرت ضرور پوری کروں گا۔ یہ دیکھو میں اپنے ریوالور سے ساری گولیاں نکالے دے رہا ہوں اور ان گولیوں کو میں اپنی جیب میں رکھوں گا۔ ریوالور میرے کسی آدمی کے پاس رہے گا تو کہہ خالی ہو گا۔ تم چاقو پھینک دینا۔ ہم خالی ہاتھ مقابلہ کریں گے۔ جو جیت جائے گا وہ اپنی بات منوائے گا۔ بولو منظور ہے؟"

میں نے کہا: "منظور ہے۔"

وہ ریوالور سے گولیاں نکالنے لگا۔ پھر اس نے خالی ریوالور اپنے ایک ساتھی کو دیا اور ریوالور کی گولیوں کو اپنی پتلون کی جیب میں رکھ کر آگے بڑھتا ہوا پائیں باغ میں پہنچ گیا۔ اپنے ساتھیوں کو اس نے حکم دیا کہ کوئی اس مقابلے کے دوران ہمارے درمیان میں نہ آئے۔ اگر داداؔ شکست کھاتا ہے تب بھی کوئی مداخلت نہ کرے اگر داداؔ کو شکست تسلیم کرنا ہو گا تو وہ خود ہی اس کا اعلان کرے گا اور اگر جیتتا ہے گا تو پھر جیت کر اپنی بات مجھ سے منوائے گا۔

سب لوگ دُور چلے گئے۔ میں اور مراد داداؔ گھاس کے ہرے ہرے فرش پر آ کر کھڑے ہو گئے اور ایک دوسرے کے مقابل جم گئے۔ پھر مراد داداؔ نے کشتی لڑنے کے انداز میں دونوں ہاتھ آگے بڑھائے۔ میں نے بھی دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر پنجہ لڑایا۔ پہلے ہی مقابلے میں پتہ چل گیا کہ مراد داداؔ... بے انتہا طاقت کا مالک ہے اور اس کی انگلیاں فولاد کی طرح سخت ہیں۔ ویسے میں بھی کوئی بچہ تو تھا نہیں اس کے مقابلے میں جا رہا اور دونوں زور آزمائی کرتے رہے۔ پھر مراد داداؔ نے پوچھا: "تم ملک نواز کی کوٹھی میں کیوں گئے تھے؟"

میں نے بدستور زور آزماتے ہوئے کہا: "میں اپنی بیوی کی مطلوبہ رقم لینے گیا تھا لیکن وہاں جا کر پتہ چلا کہ وہ کسی معصوم لڑکی کی عزت سے کھیلنا چاہتا ہے۔ تب میں نے ان کے معاملات میں مداخلت کی۔"

یہ سُنتے ہی مراد داداؔ کی زور آزمائی میں ذرا سی کمی واقع ہو گئی۔ میں نے اسی وقت جھٹکا دے کر نیچے گرتے ہوئے مراد داداؔ کو اپنے اوپر ٹانگوں پر سے اچھالا اور... دوسری طرف پھینک دیا۔ پھر فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دوسری طرف مراد داداؔ بھی ایک چھلانگ لگا کر الٹی قلابازی کھا کر کھڑا ہو گیا تھا اور یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ مقابلے میں کمتر نہیں ہے۔

ہم دونوں پھر ایک دوسرے کے سامنے جم گئے۔ میں پینترے بدلنے لگا۔ اس بار میں نے پنجہ لڑانے کی حماقت نہیں کی۔ کیونکہ مجھے دیسی کشتی کا فن اچھی طرح نہیں آتا تھا۔ میں جوڈو کراٹے کے داؤں سے لڑ سکتا تھا۔ اسی انداز میں میں نے پینترا بدلتے ہوئے، اسے دھوکہ دے کر ایک لات اس کی کمر پر رسید کی۔ وہ سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ میں نے دوسری لات گھوم کر اس کے سینے پر ماری۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ پھر اس نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا: "تم کہہ رہے تھے کہ... ملک نواز کسی معصوم لڑکی کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ کیا یہ سچ ہے؟"

میں نے کہا: "بالکل سچ ہے۔ میں نے صرف اسی لئے اس کے معاملے میں مداخلت کی تھی۔ میری سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ میں نے اس کی تجوری سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ صرف وہ تصویریں لیں جو اس لڑکی کو بدنام کر سکتی تھیں۔ پھر میں نے وہ تصویریں بھی اس لڑکی کے حوالے کر دیں تاکہ وہ انہیں جلا کر راکھ کر دے۔ اور اس لڑکی نے ایسا ہی کیا تھا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اچانک اس کا گھونسہ میرے منہ پر پڑا اور میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ پھر اس نے کہا: "اگر یہ بات ہے تو میں ان کا ساتھ نہیں دوں گا۔ میں بدمعاش ضرور ہوں۔ بدمعاشیاں کرتا ہوں۔ میں نے قتل بھی کئے ہیں۔ میں نے مال ادھر سے اُدھر اسمگل بھی کیا ہے۔ لیکن میں اپنے ملک کی بہو بیٹیوں کی عزت کرتا ہوں۔ میں نے کبھی ایسی حرکت نہیں کی جس سے میں بے غیرت کہلاؤں۔ مجھے بدمعاش کہلانا منظور ہے، بے غیرت کہلوانا منظور نہیں ہے۔"

میں نے پوچھا: "تو پھر کیا ارادہ ہے۔ دوستی کرو گے یا دشمنی جاری رہے گی؟"

اس نے کہا: "کیا تمہارے پاس اپنی سچائی کا کوئی ثبوت ہے؟"

"فی الحال تو میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ جو تصویریں تھیں وہ اس لڑکی نے جلا ڈالی ہیں۔ وہ دنیا جہان کی لڑکیوں کو بلیک میل کرتے ہیں اور ان کا دھندا کرتے ہیں۔ انہیں ملک سے باہر بھیجتے ہیں۔ میں اس معاملے کی تہہ تک پہنچنا چاہتا ہوں اور میری معلومات کے مطابق ان کا سرغنہ ناصر پاشا ہے۔ وہ کسی جزیرے میں رہتا ہے اور وہاں سے یہ کاروبار کرتا ہے۔"

"میں تم سے دشمنی نہیں کروں گا۔ تم جن لوگوں کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہو۔ میں انہیں تباہ و برباد کرنے کے سلسلے میں تمہاری مدد کروں گا۔ بولو میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟"

"میرے لئے یہی کرو کہ کسی طرح مجھے ناصر پاشا تک پہنچا دو۔ اس کے بعد میں اس سے سمجھ لوں گا۔"

"جب وہ اتنے بڑے پیمانے پر یہ کاروبار کر رہے ہیں تو انہوں نے اپنی حفاظت کے بہت سے طریقے اختیار کر رکھے ہوں گے۔ تم تنہا وہاں جا کر کیا کر سکو گے؟"

"میں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ میں تنہا ہوں۔ اس لئے کہ جب بھی کہیں جاتا ہوں تو میرا خدا میرے ساتھ ہوتا ہے۔"

"اگر تمہارا ایمان اور تمہارا جذبہ ایسا ہی مضبوط اور مستحکم ہے تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا اور ناصر پاشا کو برباد کرنے اور اس کاروبار کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے میں قدم قدم پر تمہارا ساتھ دوں گا۔"

میں نے کہا: "مکاروں کے ساتھ مکاری کرنا پڑتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ مجھے پکڑ کر وہاں لے چلو اور ان پر یہی ظاہر کرو کہ میں بڑی مشکل سے قابو میں آیا ہوں اور یہ کہ تم مجھے قابو میں رکھنے کے لئے ہمیشہ میرے سر پر مسلط رہنا چاہتے ہو۔ اس طرح میرا تمہارا ساتھ رہے گا اور ہم یہ دیکھیں گے کہ وہاں کیا کر سکتے ہیں؟"

دوسرے ماتحت قریب آنے لگے۔ وہ سب کرائے کے غنڈے تھے اور مراد داد کے اشارے پر اچھا خاصا معاوضہ لے کر کام کرتے تھے۔ ناصر پاشا نے بھی مراد داد کو معقول معاوضہ دے کر میری سرکوبی کے لئے بھیجا تھا تاکہ میں بُری حالت میں ناصر پاشا کے سامنے پہنچایا جاؤں اور مجھ سے وہاں حساب کیا جائے کہ میں نے ان کا کتنا بڑا نقصان کیا ہے۔

میں نے اور مراد داد نے دوستانہ انداز میں ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ دوسرے بدمعاشوں نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔ میں نے چلتے ہوئے کہا کہ "پہلے میں اپنی کوٹھی میں جاؤں گا اور اپنی بیوی کو تسلی دوں گا اور میری ایک بہنتیلی بلی ہے، اسے اپنے ساتھ لے کر چلوں گا۔"

ہم چار آدمی مراد داد کی گاڑی میں بیٹھ کر شہناز کی کوٹھی کے سامنے آئے۔ وہاں میں گاڑی سے اُتر کر کوٹھی کے دروازے پر پہنچا اور دروازے پر دستک دیتے ہوئے شہناز کو آواز دی۔ شہناز نے میری آواز پہچان کر دروازہ کھول دیا۔ پھر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا: "فکر نہ کرو سب خیریت ہے۔ ان بدمعاشوں سے میری دوستی ہو گئی ہے۔ میں تمہیں لینے کے لئے جا رہا ہوں۔ بس کے بعد واپس آؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں اندر گیا۔ وہاں سے میں نے اپنا وہ بریف کیس اٹھایا جس میں قیمتی ہیرے رکھے ہوئے تھے۔ پھر میں نے سامی کو اپنے ایک بازو پر لیا اور شہناز کو الوداعی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "میں جا رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میرے آنے میں دیر ہو۔ اگر میں آج رات نہ آ سکا تو تم پریشان نہ ہونا۔ کوئی تمہیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ مراد داد کی گاڑی میں بیٹھتے ہوئے میں نے مراد سے کہا: "میری چند ضروری باتیں ہیں انہیں یاد رکھو اور اگر میرے کسی کام آ سکتے ہو تو بتا دو۔ پہلی بات تو یہ کہ میری بیوی یہاں اکیلی رہے گی۔ اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ اس کی ذمہ داری تم پر ہے۔"

مراد داد نے کہا: "گھبراؤ نہیں۔ تمہاری بیوی کی عزت کو میں اپنی عزت سمجھتا ہوں اور میں اس کی پوری طرح حفاظت کا انتظام کروں گا اور دوسری بات بتاؤ۔"

میں نے کہا: "اپنا یہ بریف کیس میں امانت کے طور پر تمہارے پاس رکھوانا چاہتا ہوں۔ اسے کھول کر نہ دیکھنا۔ کسی کی امانت ہے میں کسی وقت بھی تم سے واپس لے لوں گا۔"

ہماری گاڑی وہاں سے آگے بڑھ کر لالو کھیت میں آئی۔ وہاں مراد داد اپنے مکان میں اس بریف کیس کو لے گیا۔ پھر وہاں حفاظت سے رکھنے کے بعد باہر آ گیا۔ پھر اس نے چند آدمیوں کو بتایا کہ انہیں ہیرے فلاں کوٹھی کی نگرانی کرنا ہے۔ اس نے اس کوٹھی کی نشاندہی کی جہاں شہناز رہتی تھی۔ میں مطمئن ہو گیا کہ اب شہناز کو بھی کوئی خطرہ نہیں ہے اور میرا بریف کیس بھی محفوظ رہے گا۔ بریف کیس میں نے شہناز کے پاس اس لئے نہیں رکھا کہ مجھے شہناز کی نیت پر شبہ تھا۔ وہ لالچی عورت تھی۔ میری غیر موجودگی میں بریف کیس کا تالا کھول کر ہیرے جواہرات دیکھتی تو ان پر قبضہ کر لیتی اور انہیں کہیں چھپا دیتی۔ یا کہیں اونے پونے فروخت کر کے سارے ہیرے ضائع کر دیتی۔

مراد داد نے وہاں اپنی بیوی اور اپنے جوان لڑکوں سے میرا تعارف کرایا اور ان سے کہہ دیا کہ اگر میں کبھی مراد داد کی غیر موجودگی میں بریف کیس یا کچھ بھی مانگنے آؤں تو مجھے بلا چون و چرا دے دیا جائے۔ سب احتیاطی تدابیر اس لئے کی جا رہی تھیں کہ ہم ایک ایسی مہم پر روانہ ہو رہے تھے کہ جس کا صحیح اندازہ کر سکتے تھے۔ ہم میں سے کون واپس آئے گا اور کون نہیں آئے گا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اسی لیے احتیاطیں کی جا رہی تھیں۔

ہماری گاڑی عمارت سے کچھ دور رُک گئی۔ کیونکہ آگے ریتیلا میدان تھا۔ ہم گاڑی سے اتر کر ریت پر چلنے لگے۔ میرے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور ان کے درمیان ایک قیدی کی حیثیت سے چل رہا تھا۔

مراد داد نے آہستگی سے کہا: "تم کوئی خیال نہ کرنا۔ اب میرے تیور بدل جائیں گے اور یہ تمہارے خلاف بولتا رہوں گا۔"

میں نے آہستگی سے کہا: "میں سمجھتا ہوں۔ تم جیسا چاہو ویسا میرے ساتھ سلوک کرو۔ میں مجرا نہیں مانوں گا۔"

ہم زیرلب باتیں کرتے ہوئے عمارت کے بالکل سامنے پہنچ گئے۔ وہاں چار آدمی ہمیں دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک نے دروازے کی طرف اشارہ کیا تو مراد داد میرا بازو تھامے ہوئے دروازے کے پاس لے گیا۔ پھر اس نے دروازے کو کھولا اور ہم عمارت کے اندر پہنچ گئے۔

اندر ایک بڑا سا ہال تھا۔ ہال کی دیواروں میں چاروں طرف مختلف دروازے بنے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ہر دروازے کے پیچھے الگ الگ کمرہ ہوگا۔ ایک زینہ ہال کھا ہوا اوپر کی جانب چلا گیا تھا۔ ایک شخص نے جاری رہنمائی کی اور وہ اوپر زینے پر چڑھنے لگا۔ ہم اس کے پیچھے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر پہنچے۔ تو وہاں بہت سی لڑکیاں نظر آئیں ——— میں قیدی بنا ان کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک بڑے سے ہال میں ... پہنچا۔ ایک نوجوان ہال کے وسط میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر مراد داد سے کہا: "آؤ داد! تم ہمارا شکار پکڑ کر لے ہی آئے۔ یہ ملک نواز کہہ رہا تھا کہ یہ شخص بہت ہی تیز طرار اور خطرناک قسم کا فائٹر ہے۔ دو چار لوگوں کے قابو نہیں آ سکے گا۔"

میں نے دیکھا۔ ملک نواز اس نوجوان کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس نوجوان کا نام امیر حسن ہے اور وہی ناصر پاشا کا خاص نائب ہے اور ناصر پاشا کی غیر موجودگی میں وہاں کا کاروبار سنبھالتا ہے۔

ملک نواز مجھے دیکھتے ہی غصے سے مٹھیاں بھینچ کر آگے بڑھتے ہوئے بولا: "میں اس شخص کو اپنے ہاتھوں سے مارو گا۔ اتنا ماروں گا کہ یہ سانس لینا بھول جائے گا۔"

وہ غصے میں آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ اتنے میں مراد داد ہمارے درمیان آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے ملک نواز کو روکتے ہوئے کہا: "میں اس شخص کو مارنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ اس لئے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور بندھے ہوئے دشمن کو مارنا بہادری نہیں بزدلی ہے۔"

امیر حسن نے کہا: "ملک نواز، تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ میں تمہیں موقع دوں گا کہ تم مار پیٹ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لو۔ لیکن ابھی نہیں۔ ابھی ادھر آ جاؤ۔"

ملک نواز بے بسی سے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے پیچھے ہٹ کر مجھے گھورتا رہا۔ پھر امیر حسن نے مجھ سے پوچھا: "ہاں! تو تم نے ملک نواز کے بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ تاکہ میں زیادہ عرصے تک دور رہوں تو سامی کہیں بھٹک نہ جائے۔ اس کی عادت تھی کہ وہ مجھے تلاش کرنے کے لئے اِدھر اُدھر نکل جاتی تھی۔

وہاں سے ہم ہاکس بے کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں مراد داد نے بتایا کہ ہاکس بے سے بھی بہت آگے سمندر کے ساحل پر ایک پختہ عمارت ہے جہاں ناصر پاشا اور اس کے کارکن کام کرتے ہیں اور قیام کرتے ہیں۔ جب ہم تقریباً دو گھنٹے کے بعد ہاکس بے سے بھی آگے نکل گئے اور اس عمارت کے قریب پہنچنے لگے تو مراد داد نے کہا: "اب میں تمہارے ہاتھ پیچھے سے باندھ دوں گا تاکہ انہیں کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔"

"اگر تم میرے ہاتھ باندھ دو گے تو میں بے دست و پا ہو جاؤں گا۔ اگر کبھی اچانک مقابلہ کرنا پڑے تو پھر میں کیا کر سکوں گا؟"

مراد داد نے اپنی انگلی سے ایک انگوٹھی کا ایک ہیرے پر نخے سے بٹن کو دبایا تو ایک چھوٹا سا چاقو انگوٹھی کے اندر سے نکل آیا۔ وہ چاقو بہت تیز تھا۔ مراد داد نے کہا: "اس چاقو کی مدد سے تم ہاتھ کلائی کی طرف سے موڑ کر رسی کو کاٹ سکو گے۔"

یہ سمجھانے کے بعد مراد داد نے چاقو کو پھر انگوٹھی کے اندر کیا۔ پھر اس انگوٹھی کو میری انگلی میں پہنا دیا۔ اس کے بعد اس نے میرے دونوں ہاتھوں کو پشت پر رکھ کر ایک رسّی سے باندھ دیا۔ اور اس طرح باندھ دیا کہ میں جب چاہتا اس انگوٹھی نما چاقو سے اس بندش کو کھول سکتا تھا۔ ہم ہاکس بے سے بھی بہت آگے تقریباً دو تین میل دُور ایک ویران ساحل پر پہنچ گئے تھے۔ وہاں ایک پختہ عمارت نظر آ رہی تھی۔ مراد داد نے کہا: "یہی وہ جگہ ہے جہاں میں نے ایک بار ناصر پاشا کو دیکھا تھا۔"

میں نے پوچھا: "آج تم نے کس کے ساتھ یہ سودا ہوا تھا کہ تم مجھے گھیر کر وہاں ان کے پاس لے جاؤ گے۔"

اس نے جواب دیا: "ناصر پاشا کا ایک اسسٹنٹ امیر حسن ہے۔ وہ ناصر پاشا کی غیر موجودگی میں سارے کاروبار کو سنبھالتا ہے۔ اسی نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھے معقول معاوضہ دے گا۔ اگر میں تمہیں زندہ یا مُردہ اس اڈے تک پہنچا دوں۔"

ہماری گاڑی اس عمارت کے قریب پہنچتی جا رہی تھی۔ میں نے دیکھا، عمارت سے کچھ لوگ باہر نکل آئے تھے۔ اور ہمیں دیکھ رہے تھے۔ میں نے مراد داد سے کہا: "یہ لوگ بالکل نہتے ہیں۔"

مراد داد نے جواب دیا: "اِدھر نہ دیکھو۔ عمارت کے اوپر دیکھو۔ وہاں کچھ لوگ اسٹین گن لئے کھڑے ہوئے ہیں اگر انہیں کوئی خطرہ محسوس ہوا تو وہ اوپر سے فائر کریں گے۔"

گھر میں گھس کر اس لڑکی کی مدد کیوں کی تھی؟ کیا وہ تمہاری رشتے دار تھی؟"

"میرے ملک کی وہ تمام لڑکیاں جو اپنی عزت و آبرو کی سلامتی چاہتی ہیں۔ ان سے میرا مقدس رشتہ ہے۔ میں انہیں تباہ و برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے میں نے اس کی مدد کی تھی۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولا۔ "اچھا، تو تم عزت و آبرو کے ٹھیکیدار ہو بے وقوف اس دنیا میں روزانہ ہر لمحے اور ہر گھڑی کتنی ہی عورتیں اپنی عزت لٹاتی ہیں اور کتنے ہی مرد ان کی عزت لوٹتے ہیں۔ تم کہاں کہاں تک کس کس کی حفاظت کرو گے؟ کتنی عورتوں سے مقدس رشتے قائم کرو گے۔ تم کوئی بے وقوف اور پاگل معلوم ہوتے ہو۔ تم نے ہمارے معاملات میں ٹانگ اڑا کر اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ہم کیا کاروبار کرتے ہیں اور اس لئے بتا رہا ہوں کہ تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جاؤ گے۔ تم نے ہمیں جو نقصان پہنچایا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ تمہیں گولی مار دی جائے اور تمہاری لاش کو سمندر کے کھارے پانی میں پھینک دیا جائے۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک اسٹین گن والے کو حکم دیا کہ یہاں لڑکیوں کو حاضر کیا جائے۔ اسٹین گن والا دروازے پر کھڑا تھا۔ اس نے باہر پلٹ کر کسی سے یہی بات کہی کہ لڑکیوں کو حاضر کیا جائے۔ وہ اپنی پوزیشن چھوڑ کر ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ مراد داد اسوچ رہا تھا کہ ہم وہاں جا کر بُرے پھنسے ہیں۔ اب وہاں سے زندہ سلامت واپس نکلنا ممکن نہیں ہے۔ کیا ایسے میں وہ میرا ساتھ چھوڑ دے یا دوستی نبھائے۔ وہ ایک کشمکش میں تھا۔ لیکن واقعی بدمعاش ہوتے ہوتے بھی ایمانداری اور زبان کا پکا تھا۔ ہر لمحہ اسی خیال کو غالب آنے دے رہا تھا کہ وہ جان پر کھیل کر بھی دوستی نبھائے گا۔

میں اس دوران رفتہ رفتہ معلومات حاصل کرتا جا رہا تھا۔ امیر حسن کی جیب میں ایک ریوالور رکھا ہوا تھا اور وہ اسٹین گن والے اس ہال میں موجود تھے جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے۔ باقی دو اسٹین گن والے اس عمارت کی چھت پر پہرہ دے رہے تھے۔ ان کے علاوہ اور کوئی مسلح نہ تھا۔ ملک نواز بھی خالی ہاتھ تھا۔ ایک اسٹین گن والے نے تھوڑی دیر پہلے بات کی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ دوسرا اسٹین گن والا دور تھا۔ میں اس کی آنکھوں میں بھی نہیں جھانک سکتا تھا۔ اس لئے میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا اور اس کی صورت بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

لمحے میں وہ مجبور لڑکیاں ہال کے اندر آنے لگیں۔ وہ ایک قطار میں داخل ہو رہی تھیں۔ پھر امیر حسن کے سامنے ایک قطار میں سر جھکا کر کھڑی ہو گئیں۔ ان میں سے کچھ رو رہی تھیں، کچھ آنسو پونچھ رہی تھیں اور کچھ اداسی سے سر جھکائے ہوئے تھیں۔ صاف پتہ چل رہا تھا کہ انہیں ان کی مرضی کے خلاف وہاں لایا گیا ہے۔ امیر حسن نے کہا۔ "یہ لڑکیاں اپنا ملک چھوڑ کر جا رہی ہیں۔ اس لئے کچھ اداس نظر آ رہی ہیں۔ کچھ رو رہی ہیں۔ یوں بھی لڑکیاں اپنا میکہ چھوڑتے وقت رو دیا ہی کرتی ہیں۔"

وہ تمام لڑکیاں اس قدر حسین تھیں کہ ان کی تعریف میں لفظوں کے خزانے خرچ کئے جا سکتے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ ہیرے جواہرات کے ڈھیر میں سے نایاب ہیرے چن لئے گئے ہوں۔ انہیں ملک سے باہر بھیجا جا رہا تھا بلکہ اسمگل کیا جا رہا تھا۔ امیر حسن نے کہا۔ "یہ نایاب ہیرے ہیں۔ حسین ترین لڑکیاں ہیں۔ ہم ہر دوسرے تیسرے ہفتے اپنے ملک سے ایسی ہی حسین لڑکیوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ انہیں بیک میل کرتے ہیں۔ ان کی کسی ذکسی کمزوری سے کھیلتے ہیں اور انہیں مجبور کرتے ہیں کہ یہ ہماری بات مان لیں اور اپنے گھر کو، اپنے خاندان کو، اپنے والدین اور اپنے ملک کو چھوڑ کر وہ..... اپنے... ملک سے باہر چلی جائیں اور ہم انہیں باہر اسمگل کرتے ہیں۔

ہمارے اپنے ملک سے منشیات، اناج اور سونا بلکہ ہمارے ملک کی عزت بھی اسمگل ہوتی ہے۔ جب یہ لڑکیاں بیرونی ممالک کے امراء و رؤسا کے عیش کدوں میں جاتی ہوں گی اور وہاں انہیں ٹٹول کر پوچھا جاتا ہوگا کہ یہ کہاں سے آئی ہیں تو بیان کیا جاتا ہوگا کہ یہ پاکستان کا تحفہ ہے۔ اس کی دھجیاں اڑا دو۔ پھر عیاش لوگ قہقہے لگاتے ہوئے ان کی دھجیاں اڑا دیتے ہوں گے اور ہم ان باتوں سے بے خبر اپنی غیرت کو سینے سے لگائے اس فخر سے بیٹھے رہتے ہوں گے کہ ہماری عزت محفوظ ہے۔ ہماری طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا ہے جبکہ ہمارے ہی ملک کے دلال یہ ذلیل حرکتیں کرتے ہیں۔"

امیر حسن نے مجھ سے پوچھا۔ "تم کتنے غیرت مند ہو؟ کیا تم ان میں سے کسی کی عزت کو کبھی باہر کی منڈی میں بکنے سے روک سکتے ہو؟ تم نے بہت ہی غیرت مند ہونے کا ثبوت دینے کے لئے ملک نواز کو بھی نقصان پہنچایا۔ ہمیں نقصان پہنچانا کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے یہاں آ کر اب تم اپنی آخری سانس گن رہے ہو۔ تھوڑی دیر کے مہمان ہو۔ اچھی طرح حسن و شباب کو دیکھ لو۔ اس دنیا کو آخری بار حسرت سے دیکھ لو۔ پھر یہ دنیا تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔"

میں لڑکیوں کو دیکھ رہا تھا اور لڑکیاں مجھے یوں دیکھ رہی تھیں جیسے چند گھڑی کے مہمان کو دیکھا جاتا ہے جو کسی دم میں رخصت ہونے والا ہو۔ میں نے کہا۔ "تم درست کہتے ہو۔ یہاں اسٹین گنیں ہیں۔ تمہارے آدمی ہیں تمہارا ایک فوج ہے اور میں تنہا کسی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لیکن میں چند ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے ان لڑکیوں کو یہاں سے باہر بھیج دو۔"

"میں کسی کا حکم سننے کا عادی نہیں ہوں۔" اس نے کہا۔ "میں ان لڑکیوں کی موجودگی میں سننا چاہوں گا کہ تم مجھ سے کیا کہتے ہو۔"

میں نے کہا۔ "میں غیرت مند ہوں اور کچھ ایسی باتیں کرنا چاہتا ہوں جو صرف مردوں کے درمیان ہوتی ہیں۔ اگر سننا پسند کرو تو میں تنہائی میں کہوں گا ورنہ ان کی موجودگی میں کبھی میری زبان نہیں کھلے گی۔"

امیر حسن نے مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر حکم دیا کہ لڑکیاں وہاں سے باہر چلی جائیں۔ وہ لڑکیاں اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک ایک کر کے اس ہال کمرے سے جانے لگیں۔ جیسے ہی وہ باہر گئیں۔ میں اسٹین گن والے کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ سب سے پہلے اس اسٹین گن والے نے اپنی اسٹین گن کو سنبھالتے ہوئے دوسرے اسٹین گن والے پر اچانک ہی فائرنگ کی۔ اس اچانک واردات کے لئے کوئی تیار نہیں تھا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس مسلح گارڈ پر پھروسہ کیا جا رہا ہے وہی اپنے ایک آدمی کو مار ڈالے گا۔ امیر حسن اپنی جیب سے بسلوالور نکالنا چاہتا تھا۔ اسٹین گن والے نے اسے بھی اپنی اسٹین گن کی گولیوں سے بھون کر رکھ دیا۔ اس کی زد میں ملک نواز بھی آ گیا۔ اس کی بھی چیخیں سنائی دیں۔ پھر میں نے مراد داد اسے کہا۔ "دیکھتے کیا ہو؟ جلدی میرے ہاتھ کھولو۔"

مراد داد نے فوراً ہی میرے ہاتھوں کو کھول دیا۔ اس وقت تک میں اسٹین گن والے کے دماغ پر قابض رہا تھا۔ مراد داد نے بھی دوستی کا مظاہرہ کیا جو اسٹین گن والا مُردہ پڑا تھا۔ اس طرف دوڑتا ہوا گیا تاکہ اس کی اسٹین گن پر قبضہ جما لے۔ میں دوسرے اسٹین گن والے کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا اس لئے مراد داد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ پھر مراد داد نے وہ اسٹین گن ہاتھ میں لیتے ہی دوسرے اسٹین گن والے کو گولی کا نشانہ بنایا جو کہ میرے قبضہ میں تھا۔ وہ آخری چیخیں مارتا ہوا فرش پر گر پڑا اور تڑپنے لگا۔ میں دوڑتا ہوا اس کے پاس گیا اور اسٹین گن پر قبضہ جما لیا۔

ہم دونوں گن سنبھالتے ہوئے ہال سے باہر نکلے تو اوپر کے زینے سے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ لڑکیاں چیخ رہی تھیں اور اوپر سے کچھ لوگ اترتے ہوئے نیچے آ رہے تھے۔ ہم نے اپنی اپنی پوزیشن سنبھال لی۔ زینے کی آڑ میں چھپ گئے۔ جب ہم نے دیکھا کہ دو اسٹین گن بردار تیزی سے اترتے ہوئے چلے آ رہے ہیں تو ہم نے اچانک ہی فائر کھول دیا۔ وہ دونوں ہی چیختے ہوئے زینے پر گرے اور لڑھکتے ہوئے نیچے آنے لگے۔

مراد داد کے دو آدمیوں نے ان کی اسٹین گنوں پر قبضہ جما لیا میں نے مراد داد کے ایک آدمی سے کہا کہ امیر حسن اور ملک نواز کی تلاشی لی جائے۔ ہو سکتا ہے ان کے پاس بھی کوئی اسلحہ موجود ہو۔ باقی دو آدمی دوڑتے ہوئے اس کمرے میں واپس گئے اور ان کی تلاشی لینے لگے۔ میں جانتا تھا کہ امیر حسن کی جیب سے ریوالور نکلے گا۔ سو ایک آدمی نے اس ریوالور پر قبضہ جما لیا۔ تمام لڑکیاں ہم کو چیختی ہوئی ایک کمرے میں گھس گئی تھیں۔ اب وہاں اس عمارت میں تقریباً ہمارا قبضہ ہو چکا تھا۔ جو بیٹھے لوگ تھے وہ سہمے ہوئے ایک طرف دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے تھے اور ہمیں التجا آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

مراد داد کے آدمیوں نے ان سب لوگوں کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے باندھ دیے۔ ان میں سے صرف ایک آدمی کو آزاد رکھا۔ وہ ہمیں وہاں کے متعلق معلومات فراہم کر رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ آج آدھی رات کو ایک لانچ یہاں سمندر کے کنارے آنے والی ہے۔ اس لانچ میں یہ بارہ لڑکیاں بھی جانے والی تھیں اور ان کے تمام ریکارڈ بھی یہاں سے جانے والے تھے۔

میں نے پوچھا کہ ان کے ریکارڈ کہاں رکھے ہوئے ہیں۔ تب اس آدمی نے ہماری وہاں تک رہنمائی کی۔ ایک لوہے کی الماری میں وہ تمام سامان رکھا ہوا تھا۔ امیر حسن کی تلاشی لی گئی تو اس کی ایک جیب سے چابیاں نکلیں۔ ان چابیوں کی مدد سے اس آہنی الماری کو کھولا گیا۔ اس میں ان بارہ لڑکیوں میں سے ہر لڑکی کا ایک ایک لفافہ موجود تھا۔ اس لفافے میں ان کی قابل اعتراض تصویریں اور کچھ ایسا مواد شامل تھا جس کے ذریعے ان لڑکیوں کو بلیک میل کر کے انہیں ان کا گھر چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تھا اور وہ اپنے خاندان کی عزت کو بچانے کی خاطر اور خود کو سوسائٹی میں باعزت سے محفوظ رکھنے کی خاطر یہاں ان کے اشاروں پر چلی آئی تھیں۔

اصولاً مجھے یہ چاہئے تھا کہ میں وہ کیس پولیس والوں کے حوالے کر دیتا۔ وہاں لاشیں بھی پڑی ہوئی تھیں اور لڑکیوں کو اسمگل کرنے کا بھیانک جرم بھی سامنے آ گیا تھا۔ اس طرح پولیس خود اسی معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے لیکن ان لڑکیوں کی عزت کا سوال تھا۔ یہ معاملہ پولیس کے ہاتھ میں جانے کے بعد عدالت تک پہنچتا۔ پھر ان لڑکیوں میں سے ہر ایک کے خاندان کی عزت عدالت میں جا کر اچھلتی۔ اس لئے میں نے اس معاملے کو وہیں دبا دینے کے متعلق فیصلہ کر لیا۔

میں نے مراد داد سے مشورہ لیا تو اس نے بھی یہی مشورہ دیا کہ اس معاملے کو پولیس والوں تک نہیں پہنچانا چاہئے۔ بلکہ چپ چاپ لڑکیوں کو یہاں سے لے کر نکل جانا چاہئے۔ لڑکیوں نے سنا... تو وہ سب یک بیک رو پڑتی ہوئی آئیں اور میرے اور مراد داد کے قدموں سے لپٹ کر رونے لگیں۔ عجیب منظر تھا کہ ہم دو آدمی تھے اور بارہ لڑکیاں ہمارے چاروں طرف رو رہی تھیں اور ہمارا شکریہ ادا کر رہی تھیں کہ ہم نے ان کی عزت رکھ لی ہے۔ اب وہ عزت و آبرو سے اپنے گھر لوٹ کر جا سکیں گی۔ ان میں سے ایک لڑکی ایسی تھی جو کہہ رہی تھی۔ "میں اپنے گھر واپس جانا نہیں چاہتی۔ میں وہاں سے بھاگ کر آئی ہوں اور اب اپنے ماں باپ اور اپنے خاندان والوں کو منہ نہیں دکھا سکتی... میرے جوان بھائی بڑے ہی غیرت مند ہیں وہ مجھے قتل کر دیں گے۔"

دوسری لڑکیوں نے بھی یہ بات کہی کہ ایسے میں اگر وہ گھر سے غیر کسی کو اطلاع دیے ہوئے آئی ہیں لیکن جب وہ واپس جائیں گی تو گھر والے اپنی عزت کی خاطر انہیں قبول کر لیں گے۔ صرف ایک لڑکی کا معاملہ تھا وہ لاہور سے آئی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی دوسری لڑکیاں تھیں جو کہ دوسرے شہروں سے لائی گئی تھیں۔ میں نے مراد داد سے کہا کہ وہ انہیں ان کے گھروں تک پہنچانے کی ذمہ داری قبول کر لے۔ مراد داد راضی ہو گیا۔ اس نے کہا۔ وہ اپنے خاص آدمیوں کے ذریعے جن پر اسے بھروسہ ہے، ان لڑکیوں کو ان کے گھروں تک پہنچائے گا۔ خاص طور پر

اس لڑکی کو اپنے ساتھ لے جائے گا ہے اس بات کا ڈر تھا کہ اس کے غیرتمند بھائی اسے قتل کر دیں گے۔

وہاں ناصر پاشا کے سات آدمی زندہ رہ گئے تھے۔ ہم نے انہیں رسّیوں سے باندھ دیا تھا۔ پھر ایک کمرے میں انہیں بند کرتے ہوئے میں نے کہا: "آج آدھی رات کو جب ناصر پاشا کے آدمی ان باہ لڑکیوں کو لینے آئیں گے تو وہ تم لوگوں کو یہاں سے آزاد کرا دیں گے۔ اس وقت تک تم لوگ اسی کمرے میں قیدی بن کر رہو۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کمرے کے دروازے کو بند کر دیا۔ پھر ہم ان لڑکیوں کو لے کر نیچے والی منزل میں آئے۔ وہاں گیراج میں دو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک گاڑی مراد دادا کی تھی۔ کل تین گاڑیاں تھیں تینوں گاڑیوں میں لڑکیوں کو الگ الگ بٹھا دیا گیا۔ ایک گاڑی کو مراد دادا نے ڈرائیو کیا۔ دوسری کو میں نے اور تیسری کو مراد دادا کے ایک آدمی نے ڈرائیو کرنا شروع کیا۔ پھر وہاں سے ہم شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

ان میں سے سات لڑکیاں اسی شہر کی رہنے والی تھیں۔ ہم نے تقریباً تین گھنٹے کی مسلسل ڈرائیونگ کے بعد ان لڑکیوں کو ان کے گھروں تک پہنچا دیا۔ باقی پانچ لڑکیاں دوسرے علاقوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ انہیں مراد دادا اپنے گھر لے گیا تاکہ انہیں ٹرین کے ذریعے یا طیاروں کے ذریعے ان کے گھروں تک پہنچایا جائے۔ مراد دادا کو راستے میں مجھ سے باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا تھا مگر پہنچ کر اس نے کہا: "مجھے بڑی حیرانی ہے کہ اسٹین گن والے کو کیا ہو گیا تھا کہ اس نے اچانک ہی اپنے آدمیوں پر فائرنگ کی۔ اگر وہ ایسی دیوانگی کی حرکت نہ کرتا تو ہم سبھی وہاں سے اتنی آسانی سے نکل نہ آ سکتے تھے۔"

میں نے بھی حیرانی کا اظہار کیا: "میں خود بھی حیران ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اسٹین گن والے کو ان لڑکیوں سے ہمدردی ہو گئی تھی۔ شاید غیرت جاگ گئی ہوگی۔ اس لئے اس نے فائرنگ کی ہوگی لیکن تم نے اسے بھی ہلاک کر دیا۔"

"ہاں! اسٹین گن بردار کو تو میں آتے ہی یہی بات میرے دماغ میں آئی کہ پتہ نہیں یہ بھی آگے چل کر ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے گا یا ہمارا ساتھ دے گا؟ میں نے بہت زیادہ سوچنے کا وقت نہیں لیا۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسے شوٹ کر دینا چاہئے۔ لہٰذا میں نے اسے گولی مار دی۔"

میں نے پوچھا: "اب ان لڑکیوں کو کس طرح لاہور اور دوسری جگہ پہنچایا جائے گا اس کام میں اخراجات کافی ہوں گے۔"

وہ پیسے میں دوں گا۔ اس وقت میرے پاس گھر میں دو ہزار ڈالر ہیں۔ تم ان ڈالروں کے روپے کیش کرا لو اور انہیں اپنے خاص آدمیوں کے ذریعے جن پر تمہیں بہت زیادہ بھروسہ ہو، ان کے گھروں تک دانہ کر دو۔"

مراد دادا نے کہا: "کیوں نہ خود ہم ان کو اپنی ذمہ داری پر چھوڑ کر آ جائیں۔"

میں نے کہا: "نہیں۔ ابھی میرا مشن ادھورا رہ گیا ہے۔ میں ناصر پاشا تک پہنچنا چاہتا ہوں اور اس جزیرے میں بھی جانا چاہتا ہوں جو پرنیوم آئی لینڈ یا فوسفورس کا جزیرہ کہلاتا ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس جزیرے میں کون سی غیر قانونی کارروائیاں کی جا رہی ہیں اور میرے ملک کو کتنا جانی و مالی نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔"

مراد دادا نے پوچھا: "پھر کیا تم پھر وہاں جاؤ گے؟"

"ہاں! آدھی رات کو جاؤں گا۔ ان لوگوں نے جو پلین بنایا ہے کہ آدھی رات کو ایک لانچ آئے گی، اس میں ان لڑکیوں کو لے جانے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ میں اس لانچ کے پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچوں گا اور دیکھوں گا کہ میں ناصر پاشا تک پہنچ سکتا ہوں یا نہیں۔"

"یہ تو جان بوجھ کر موت کو دعوت دینے والی بات ہے۔ تم نے دیکھا تھا کہ وہاں چار اسٹین گن والے تھے۔ لانچ میں تو اور زیادہ مسلح افراد موجود ہوں گے۔ تم وہاں کیسے پہنچو گے؟ اگر پہنچ بھی گئے تو زندہ واپس آنا بہت مشکل ہے۔"

میں نے کہا: "اسی لئے میں وہاں تنہا جاؤں گا۔ تم بیوی بچے والے ہو۔ تمہارا یہاں رہنا بہت ضروری اس لئے بھی ہے کہ ان لڑکیوں کو ان کے گھروں تک پہنچانا ہے۔ میں اکیلا ہوں۔ مجھے کسی کی فکر نہیں ہے۔ میں اپنی زندگی کو خطرات میں ڈال سکتا ہوں۔ اس لئے آج رات میں وہاں ضرور جاؤں گا۔"

مراد دادا نے کہا: "میں بیوی بچوں کی پروا نہیں کرتا۔ میں نے تمہیں جب دوست بنایا ہے تو تمہارے ساتھ جانے کے لئے بالکل تیار ہوں۔"

"مگر میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔ کیونکہ مجھے تمہارے بیوی بچوں کا خیال بھی ہے اور یہاں ان لڑکیوں کو ان کے گھروں تک پہنچانے کی بہت بڑی ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے۔ یہ ذمہ داری تم پوری کرو گے تو میں سمجھوں گا کہ تم دوستی کا فرض نبھا رہے ہو۔ اس کے علاوہ میرے ساتھ جانے کی ضد کرو گے تو میں جانے کا پروگرام بدل دوں گا پھر کسی دن چپکے سے اس طرف کا رُخ کروں گا اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔"

ہمارے درمیان تھوڑی دیر تک بحث ہوتی رہی۔ پھر میں نے اسے قائل کر دیا کہ مجھے تنہا ہی جانا چاہئے اور اسے ان لڑکیوں کی ذمہ داری کو نبھانا چاہئے۔ پھر میں اس سے رخصت ہو کر شہناز کے پاس آ گیا۔ اس وقت شام کے سات بج رہے تھے۔ شہناز کہیں باہر جانے کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ میں نے جب اسے دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ رن بھر ابٹن لگانے رہنے کے بعد اس نے غسل کیا تھا اور ایسے نکھر گئی تھی جیسے صبح سویرے تازہ گلاب پر شبنم کی بوندیں لرز رہی ہوں۔ اسی طرح اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے جھلک رہے تھے۔ اسے دیکھ کر دل میں بے اختیار ایک ہوک سی اٹھی۔ اس کے سامنے ہی پرانی بیماری عود کر آئی تھی۔ یعنی میں سحر زدہ ہو جاتا تھا۔

اس نے حکم دیا کہ میں اس سے ذرا دور دور رہوں۔ میں اس کے حکم کی تعمیل میں ذرا دور ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا: "تم مجھے تنہا چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟"

میں نے پوچھا: "تمہیں تنہائی کا اتنا ہی خیال تھا تو اب کہاں جانے کی تیاری کر رہی ہو؟"

"میں کلب جاؤں گی۔"

"کیا تمہیں دشمنوں کا خوف نہیں ہے؟"

"مجھے کبھی دشمنوں کا خوف نہیں ہوتا۔ تم دیکھ رہے ہو کہ ہزار چاہت کے باوجود، ہزار خواہشیں بیدار ہونے کے باوجود مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ مجھ میں ایسی بات ہے کہ کوئی مجھے میری مرضی کے خلاف ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ خواہ وہ دوست ہو یا دشمن۔"

"ویسے تم بڑی بے مروّت ہو۔ تم یہ اچھی طرح جانتی ہو کہ میں دشمنوں سے نمٹنے گیا تھا۔ پتہ نہیں زندہ واپس آتا یا مُردہ۔ مگر تمہیں اس کی پروا نہیں تھی۔ تمہیں سیر و تفریح کی سوجھتی ہے اور تم اس طرح بن سنور کر اپنا دل بہلانے کے لئے باہر جا رہی تھیں۔"

"ہاں یہی بات ہے۔ میں کوئی خدمت گزار بیوی نہیں ہوں۔ دراصل فرمانبردار نہیں ہوں کہ میں تمہاری لامتی کے واپس آنے کا انتظار کرتی۔ اب تم آ ہی گئے ہو تو میرے ساتھ چلنے کے لئے فوراً تیار ہو جاؤ۔ ہم ایک گھنٹے بعد یہاں سے نکلوں گی۔"

میں اس کے حکم کو کیسے ٹال سکتا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں آیا۔ پھر غسل خانے میں چلا گیا۔ تاکہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد شہناز کے ساتھ باہر جا سکوں۔

غسل کرنے کے دوران مجھے موقع ملا تو میں نے سونیا کی خیر لی۔ سونیا کا قصہ کچھ یوں تھا کہ ایک گھنٹے بعد وہ رسیدیں لے کر ایئرپورٹ آفس کی طرف گئی تھی۔ پھر رسیدیں کاؤنٹر پر دکھانے کے بعد اس نے کہا تھا کہ وہ خود گودام میں جا کر وہ تصویریں نکالنا چاہتی ہے۔ اس کے لئے پوسٹ آفس کا کارکن تیار نہیں تھا۔ لیکن سونیا نے اپنی نچلے درجے کی باتوں سے اس کو راضی کر لیا کہ وہ آدھ گھنٹہ اس گودام میں گزارے گی اور اس کے بعد واپس چلی آئے گی۔ سونیا نے یہی کیا۔ آدھ گھنٹہ گزارنے کے بعد وہ وہاں سے ایفل ٹاور کی بڑی سی تصویر لے کر باہر آ گئی۔

پوسٹ آفس کے دروازے پر ایک بونا سونیا کے انتظار میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا: "یہ تصویر مجھے دے دو۔ یہیں سے جا رہا ہوں ورنہ لوگ تمہارا پیچھا کریں گے۔"

سونیا نے کہا: "میں نے فریڈرک سے وعدہ کیا ہے کہ میں ہی اسے یہ تصویر لے جا کر دوں گی۔ اس لئے اسے میں ہی لے جاؤں گی۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھتی ہوئی اپنی کار کے پاس آئی۔

فٹ پاتھ کے کنارے کار کے قریب پہنچتے ہی اسے پتہ چلا کہ وہ خطرات میں گھر گئی ہے۔ اس کی کار کی پچھلی سیٹ پر دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ٹھٹھک گئی۔ وہ واپس جانا چاہتی تھی کہ پیچھے سے ایک آدمی نے کہا: "میری جیب میں ریوالور ہے اگر تم شور مچاؤ گی تو میں بے دریغ فائر کر دوں گا۔ تم اگر اپنی خیریت چاہتی ہو تو سیدھی طرح ... کار میں بیٹھ جاؤ۔"

سونیا نے اپنے آس پاس دیکھا تو ذرا دُور پر دو شخص دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے۔ اُن کے ہاتھ بھی اپنی جیبوں میں تھے اور صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنی جیبوں کے اندر ریوالور تھامے ہوتے ہیں سونیا چپ چاپ دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

کار میں بیٹھتے ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے ریوالور کی نال اس کی گردن سے لگا دی۔ پھر اس سے کہا: "اب چپ چاپ ڈرائیو کرتی جاؤ یہاں ہم کہیں وہاں چلتی رہو، کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش نہ کرنا، اگر تم نے پولیس والوں کو اشارہ کیا یا شور مچایا تو ہم بلا کسی مروّت گولی چلا دیں گے۔"

سونیا نے چپ چاپ کار کو اسٹارٹ کیا پھر ان کے حکم کے مطابق اسے ڈرائیو کرتے ہوئے آگے بڑھانے لگی۔ وہ لوگ اسے ہدایت دے رہے تھے کہ گاڑی کو نارمل رفتار میں آگے بڑھاتی رہے جب گاڑی کچھ دور نکل گئی تو پھر ایک آدمی نے اگلی سیٹ کی طرف ہاتھ بڑھا کر اس ایفل ٹاور کی تصویر کو اٹھا لیا اور اپنی سیٹ پر آ کر اسے اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اپنے ساتھی سے کہا: "کیا خیال ہے اسے یہیں کھول کر دیکھ لیا جائے؟"

اس کے ساتھی نے کہا: "ٹھیک ہے۔ تم چاقو سے اس کا پچھلا حصّہ چاک کر کے دیکھو۔ شاید وہ وصیت نامہ ان لوگوں نے اس کے پچھلے حصّے میں چھپا کر رکھا ہو۔"

سونیا چپ چاپ ڈرائیو کرتی ہوئی پچھلی سیٹ سے آنے والی آوازوں کو سن رہی تھی۔ ان کی باتیں کرنے کی آواز اب ختم ہو گئی تھی پھر کچھ ایسی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جیسے چاقو سے کسی گتے کو کاٹا جا رہا ہو۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی تصویر کے پچھلے حصّے پر لگے ہوئے گتے کو کاٹ کر نکال رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی آواز سنائی دی۔

"ہاں ایک کاغذ ہے۔ دیکھو یہ مل گیا ہے اور یہ تہہ کیا ہوا ہے لیکن اتنا سا کاغذ وصیت نامہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو کچھ اور ہے۔"

دوسرے شخص نے کہا: "تم اسے کھول کر دیکھو کہ یہ ہے کیا؟"

اس آدمی نے کھول کر دیکھا۔ اس میں ٹائپ کیا ہوا ایک خط رکھا ہوا تھا۔ وہ خط میریا کو مخاطب کر کے لکھا گیا تھا۔

"ڈیئر میریا! کچھ ایسی مشکل آن پڑی ہے کہ میں ابھی تمہارا وصیت نامہ تمہاری خواہش کے مطابق نہیں بھیج سکتا۔ میں اگلے ماہ پیرس آنے والا ہوں تو اپنے ساتھ وہ وصیت نامہ لے آؤں گا۔ اس وقت تک انتظار کرو۔ سنا ہے کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ اپنی صحت کا

خیال رکھو اور باقاعدہ علاج کراتی رہو۔ ایک ماہ بعد میں خود وصیت نامے کر آجاؤں گا۔ پھر قانونی کارروائی کے ذریعہ تمہیں تمہارے حصے کی دولت اور جائداد مل جائے گی۔ باقی ملاقات ہونے پر بتاؤں گی خدا تمہیں خوش رکھے۔ فقط تمہارا قانونی مشیر۔"

اسے پڑھتے ہی اس نے مٹھی میں خط کو بھینچ کر جھنجلاتے ہوئے کہا: "نان سنس، اس کو کہتے ہیں کہ کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا۔ ہم اتنے دنوں سے اس کا انتظار کر رہے تھے اور اس کے لیے کیا کیا پاپڑ نہیں بیلے لیکن ہمیں کیا ملا۔ یہی خط کا ایک ٹکڑا۔ لعنت ہے اس خط پر۔"

یہ کہہ کر انہوں نے تصویر کو اپنے قدموں تلے ڈال کر اپنے پیروں سے روند ڈالا پھر سونیا کو حکم دیا کہ وہ گاڑی کو سڑک کے کنارے کھڑی کر دے۔ سونیا نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ گاڑی سڑک کے کنارے رک گئی اور وہ دونوں پچھلی سیٹ سے اتر کر دروازہ کھول کر نیچے اترنے لگے۔ سونیا نے فٹ پاتھ پر چلے گئے۔ سونیا نے فوراً ہی گاڑی اسٹارٹ کی پھر وہاں سے تیز رفتاری سے بڑھاتی ہوئی ہسپتال کی طرف جانے لگی۔ اب وہ مکانی سے مکاں رہی تھی۔

سونیا کے ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی یہ خبر پہنچ گئی تھی کہ اسے دشمنوں نے گھیر لیا ہے اور شاید اسے دھمکیاں دیتے ہوئے اپنے کسی ٹھکانے کی طرف لے جا رہے ہیں۔ جب وہ ہسپتال پہنچی تو ڈاکٹر فریڈرک خوشی سے کھل گیا۔ میریا بھی خوش ہو کر مسکرانے لگی۔ پھر اس نے پوچھا: "کیا ہوا۔ کیا دشمنوں نے گھیر لیا تھا؟"

"ہاں گھیر لیا تھا اور انہوں نے اس تصویر کو پھاڑ ڈالا ہے۔ اس کو پیچھے سے کاٹ کر دہی کاغذ نکالا ہے جو میں یہاں سے ٹائپ کر کے لائی تھی۔"

میریا نے پوچھا: "تم نے وہ ٹائپ کیا ہوا کاغذ تصویر کے پیچھے کیسے رکھا تھا؟"

سونیا نے جواب دیا: "میں یہاں سے اپنے پرس میں ایک چھوٹی سی ہتھوڑی لے گئی تھی۔ اصل مسئلہ گودام میں کچھ وقت گزارنا تھا۔ گودام کا انچارج اس بات کے لیے راضی نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے بڑی مشکلوں سے اسے راضی کیا اور گودام میں جا کر سب سے پہلے میں نے ہتھوڑی کے ذریعے تصویر کے پچھلے حصے کو کھولا۔ وہاں وصیت نامہ رکھا ہوا تھا۔ وہ وصیت نامہ نکال کر ٹائپ کیا ہوا کاغذ وہاں رکھ دیا۔ پھر تصویر کو جوں کا توں کیلیں ٹھونکنے کے بعد اسے پہلے جیسا تیار کر دیا اس کے بعد میں نے اپنے سینڈل کی کیلیں نکالیں اور پھر وصیت نامے کو تہہ کر کے دونوں سینڈلوں کے تلے میں رکھ دیا اور پھر دو بدلہ کیلیں ٹھونک دیں۔ اب دونوں سینڈلوں کے تلوں میں وہ وصیت نامے چھپے ہوئے ہیں۔"

بونے ڈاکٹر فریڈرک نے اس سے کہا: "سونیا تم نے واقعی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ تم الٹی چال چلو گی۔"

سونیا نے کہا: "اسی لیے میں نے محتاط ہو کر پہلے سے ہر طرح کی پلاننگ کر لی تھی۔ میں نے سوچا اگر انہیں شبہ ہو گا وہ ٹائپ کیا ہوا کاغذ میرے پاس رکھا ہے تو وہ لوگ میری تلاشی لیں گے۔ گاڑی کی بھی تلاشی لیں گے۔ پھر وہ وصیت نامہ کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ نکالیں گے لیکن ان کا دھیان سینڈل کے تلے کی طرف نہیں جا سکتا اسی لیے میں نے اس کے سول میں وصیت نامے کو چھپا دیا تھا۔"

میریا نے کہا: "اس وصیت نامے کو اب نکالو۔ میں اسے دیکھنے کے لیے بہت بے چین ہوں۔"

"پہلے میرے لیے ایک ہوڑا سینڈل منگواؤ اور میرے بچا کھچا ہزار مجھے واپس کر دو۔ میں یہ سینڈل تمہیں دے کر چلی جاؤں گی پھر اسے کھول کر وصیت نامے کو دیکھتی رہنا۔"

ڈاکٹر فریڈرک نے کہا: "تمہارے پچاس ہزار اسٹرلنگ یہاں کے ہوتے ہیں تم ابھی یہاں سے لے جا سکتی ہو۔ رہی تمہارے نئے سینڈل کی بات تو میں ابھی بازار سے منگواتے دے رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر جانا چاہتا تھا اسی وقت اچانک ہی ایک شخص دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ سونیا نے پوچھا: "کون ہو تم؟"

اس نے مسکرا کر کہا: "ڈاکٹر فریڈرک مجھے اچھی طرح جانتے ہیں میں ہسپتال کا کمپاؤنڈر ہوں۔ جب سے میریا اس ہسپتال میں آئی ہے مجھے یہ ڈیوٹی سونپ دی گئی تھی کہ میں یہاں کی ہر بات سننے کی کوشش کروں اور میریا کے کزن تک وہ باتیں پہنچاؤں۔ ابھی میں سن رہا تھا کہ تم نے کس طرح پتہ چلا کر اس عورت نے کتابڑ افراڈ کیا ہے۔ وصیت نامے کو اپنے سینڈل کے تلے میں چھپا کر لا رہی ہے۔ اگر تم سب اپنی زندگی چاہتے ہو تو وہ سینڈل میرے حوالے کر دو۔"

سونیا نے کہا: "اگر میں تمہیں سینڈل اتار کر دوں گی تو ننگے پاؤں ہو جاؤں گی اور میں ننگے پاؤں رہنا نہیں چاہتی۔"

"بکواس مت کرو، فوراً ہی سینڈل اتار کر دو ورنہ میں گولی مار دوں گا اور تمہاری لاش کے پاؤں سے وہ سینڈلز کھول کر لے جاؤں گا۔"

سونیا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی وہاں سے جھک کر اپنا سینڈل اتارنے لگی۔ ریوالور والے نے دھمکی دی: "خبردار! کوئی چالاکی زدکھانا، میں بہت محتاط ہوں۔ اگر تم نے کوئی بھی حرکت میری مرضی کے خلاف کی تو میرے ریوالور سے بے دریغ گولی چلا پڑے گی۔ پھر میں تمہاری موت کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکوں گا اس لیے کہ یہ موت تمہاری بلائی ہوئی ہو گی۔"

سونیا سمجھ رہی تھی کہ وہ سچ مچ بہت زیادہ محتاط ہو کر کھڑا ہوا ہے اور اس کی کوئی چالاکی کام نہیں آئے گی۔ پھر یہ کہ ریوالور والے سے وہ فاصلے پر تھی۔ ہاتھ پاؤں چلا کر اس پر حملہ کر کے اس سے ریوالور چھین نہیں سکتی تھی۔ جتنی دیر میں وہ اس کے قریب پہنچتی اتنی دیر میں گولی چل جاتی۔ اسے مجبور ہو کر دونوں سینڈلوں کو اتار کر اس کے آگے پھینک دینا پڑا۔

دونوں سینڈل اس ریوالور والے کے قدموں کے پاس پہنچ گئے۔ اب وہ انہیں جھک کر اٹھانا چاہتا تھا۔ وہ محتاط ہو کر آہستہ آہستہ جھکنے لگا۔ بس اسی وقت اسے یوں لگا جیسے زلزلہ آ گیا ہے پیچھے سے ایک بوٹا اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان گھس گیا وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ پیچھے کی طرف الٹ کر فرش پر چت ہو گیا۔ اسی لمحے دوسرے بونے نے چھلانگ ماری اور اس کے ریوالور والے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اتنی زور سے اس کی کلائی کو دانتوں سے کاٹا کہ اس کی چیخ نکل گئی اور ریوالور اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر گر پڑا۔ بونے نے اس ریوالور کو اٹھا کر سونیا کی طرف اچھال دیا۔ اتنی دیر میں گرنے والا ایک دم سے تڑپ کر اٹھ گیا تھا۔ جتنی دیر میں سونیا ریوالور اٹھاتی اتنی دیر میں وہ شخص وہاں سے اٹھا اور دونوں سینڈلوں کو اٹھا کر بھاگ جانا چاہتا تھا لیکن جلد بازی میں اس کے ہاتھ صرف ایک سینڈل لگا اور وہ ایک سینڈل کو لے کر بھاگتا چلا گیا۔

سونیا ریوالور اٹھاتے ہی اس کا تعاقب کرنے لگی۔ بونے بھی اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے لیکن وہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے اس کی طرح دوڑ نہیں سکتے تھے اور نہ ہی اسے پکڑ سکتے تھے۔ سونیا اس کے قریب پہنچ رہی تھی۔ اسی وقت وہ سینڈل اٹھائے مالکونی میں پہنچ گیا۔ تیسری منزل سے وہ چھلانگ نہیں لگا سکتا تھا لیکن اس نے بالکونی سے جھک کر سینڈل کو نیچے پھینکتے ہوئے چیخ کر کہا: "اس سینڈل کو محفوظ کر لو اس میں وہ وصیت نامہ چھپا ہوا ہے۔"

دشمنوں کو میریا کی دولت کا لالچ تھا اور بونوں کو میریا کی ضرورت تھی تاکہ وہ ڈاکٹر فریڈرک سے شادی کر کے بونوں کی برادری میں اونچے قد کے بچے پیدا کر سکے۔ وہ ہر حال میں میریا کو ڈاکٹر فریڈرک کے لیے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے میریا کے مفاد کی خاطر جدوجہد کر رہے تھے۔ بونوں کی برادری کے زمانے کتنے ہی لوگ اس ہسپتال کا محاصرہ کیے رہتے تھے اور وہاں ادھر ادھر اس کی نگرانی کے لیے پھیلے رہتے تھے۔ سونیا نے جب نیچے جھانک کر دیکھا تو وہ سینڈل نیچے جا کر گرا تھا اور ایک شخص اسے اٹھا رہا تھا اسی وقت ایک بونے نے چھلانگ لگا کر سینڈل اٹھانے والے کے منہ پر ٹھوکر ماری تو وہ دوسری طرف الٹ گیا پھر وہ بونا سینڈل اٹھا کر بھاگنے لگا۔

سونیا ننگے پاؤں کھڑی ہوئی تھی اور اس کا ایک سینڈل ہاتھوں ہاتھ ادھر سے ادھر ہو رہا تھا۔ وہ بونا سینڈل کو لیکر بھاگ رہا تھا۔ اچانک ہی کسی نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ بونا الٹ کر پیچھے کی طرف گر پڑا۔ پھر ایک جھٹکے سے کسی نے اس کے ہاتھ سے سینڈل چھینا۔ اب ایک اونچے قد والا وہ سینڈل لے کر ایک کار کی طرف بھاگتا جا رہا تھا۔

پاؤں کی ایک جوتی زندگی اور موت کا مسئلہ بن گئی تھی۔ وہ لانبے قد والا وہ بونا ہسپتال کے احاطے کے پار کھڑی ہوئی ایک کار کی طرف جا رہا تھا۔ اچانک ہی ایک طرف سے چار بونے جھپٹ پڑے چاروں نے بیک وقت اس پر چھلانگ لگائی اور اس کے قدموں سے لپٹ گئے۔ وہ دوڑنے والا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا۔

اوندھے منہ گرتے ہی اس نے دیکھا کہ وہ سینڈل اس سے چھین لیا جائے گا تو اس نے ہاتھ کو زور سے گھما کر سینڈل کو بلندی پر اچھال دیا وہ سینڈل بلندی سے اچھلتا ہوا ہسپتال کے احاطے سے باہر فضا میں اڑتا ہوا گیا۔ اسی وقت ایک ٹرک اس سڑک پر سے گزر رہا تھا۔ وہ سینڈل اس ٹرک کے اندر پہنچ گیا۔

کسی نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک سینڈل کے ساتھ یہ تماشہ ہو جائے گا۔ اس سینڈل کو ایک ٹرک کے اندر جاتے ہوئے سبھی نے دیکھا تھا۔ اب وہ لوگ ایک دوسرے سے لڑنا بھول گئے اور سب اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف دوڑنے لگے تاکہ اس ٹرک کا پیچھا کیا جا سکے۔ بونے بے چارے اس قابل نہیں ہوتے کہ گاڑی ڈرائیو کر سکیں کیونکہ ان کے پاؤں سیٹ پر بیٹھنے کے بعد پیڈلز تک نہیں پہنچ سکتے تھے لہٰذا انہوں نے بڑے قد کے ڈرائیوروں کو معاوضے پر رکھا ہوا تھا۔ وہ لوگ بھی اپنی اپنی کاروں میں آ کر جلدی سے بیٹھ گئے۔ پھر سونیا نے اوپر بالکونی سے دیکھا ایک ساتھ چار کاریں آگے پیچھے دوڑتی ہوئی ہسپتال کے احاطے سے باہر نکل رہی تھیں۔ جب وہ نکڑوں سے اوجھل ہو گئیں تو سونیا نے اپنے پاس کھڑے ہوئے اس شخص کو ایک الٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے پوچھا: "تم نے اس سینڈل کو کیوں اٹھایا تھا۔ میں ننگے پاؤں ہو گئی ہوں۔ اب میں تمہارے کاندھے پر سوار ہو کر ادھر سے ادھر جاؤں گی۔"

وہ شخص ہوا بھر کر کہنا چاہتا تھا لیکن سونیا نے اسے مسلسل لاتوں اور کراٹوں پر رکھ لیا۔ اس کا حلیہ بگاڑ دیا۔ پھر اس کو بالوں سے پکڑ کر ایک طرف جھٹکا دیا تو وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ اس کے بعد اس نے ایک ٹھوکر مارتے ہوئے کہا: "میریا کے کمرے میں چلو ورنہ میں تمہیں مار مار کر تیسری منزل سے نیچے پھینک دوں گی۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اٹھنے لگا۔ دو بونے اسے دھکا دیتے ہوئے میریا کے کمرے تک لے آئے۔ وہاں ڈاکٹر فریڈرک سونیا کے دوسرے سینڈل کو کھول کر اس کے تلے سے وصیت نامہ نکال چکا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس سینڈل میں وصیت نامے کے آخری دو صفحے رکھے ہوئے تھے۔ وصیت کے آخر میں میریا کے باپ کے دستخط تھے اس کے علاوہ میریا کے وکیل اور ڈاکٹر کے بھی تصدیقی دستخط موجود تھے سونیا نے انہیں دیکھنے کے بعد کہا کہ وہ وصیت چار صفحات پر مشتمل تھی۔ میں نے دو صفحات کو تہہ کر کے ایک سینڈل میں اور باقی دو صفحات کو تہہ کر کے دوسرے سینڈل کے تلے میں چھپا دیا تھا۔ جو شخص یہ سینڈل لے کر بھاگا تھا اس میں وصیت کے پہلے دو صفحے یعنی پہلے دو صفحات رکھے ہوئے تھے۔ جب تک وہ نہیں ملیں گے اس وقت تک یہ وصیت مکمل نہیں ہوگی اور جو لوگ اس وصیت کے اگلے دو صفحات لے جائیں گے ان کو بھی اس وصیت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ فائدہ اٹھانے کیلئے وصیت مکمل ہونی چاہیے۔"

ڈاکٹر فریڈرک نے کہا۔ "اس آدمی کو اب ملنا فضول ہے" وہ سینڈل ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کس کے ہاتھ لگتا ہے۔ ہمارے بونے برادری کے لوگ بہت چاق و چوبند رہنے کے عادی ہیں۔ وہ ان لوگوں کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ یا تو اپنی جان دے دیں گے یا وہ سینڈل واپس لے کر آئیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ساری شرارتیں میریا کے اس کزن ہارڈی کی طرف سے ہو رہی ہیں۔ بہتر اب یہی ہوگا کہ مجھے ہارڈی کا پتہ بتا دیا جائے۔ میں اس سے دو دو ہاتھ کروں گی۔ اگر سینڈل اس کے پاس پہنچے گا تو میں اپنا سینڈل وہاں سے ضرور واپس لاؤں گی۔"

ڈاکٹر فریڈرک نے کہا۔ "ابھی ذرا آرام سے بیٹھو اور دیکھتی جاؤ کہ کیا ہوتا ہے۔ ہمارے پاس ابھی اطلاع پہنچے گی کہ وہ سینڈل حاصل ہو چکا ہے یا نہیں۔"

یہ سونیا اور اس کے سینڈل کا قصہ تھا جو میں نے معلوم کیا تھا۔ میں اس وقت اس کے دماغ میں پہنچا تھا جب وہ ڈاکٹر فریڈرک اور میریا کے پاس کمرے میں بیٹھی ہوئی انتظار کر رہی تھی کہ اس سینڈل کے متعلق کوئی اطلاع اسے ملے گی۔ میں نے فی الحال اسے وہیں انتظار کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔

میں غسل خانے سے باہر آ کر لباس بدل چکا تھا۔ چونکہ آدھی رات کو سمندر کے ساحل پر پہنچنا تھا اور ناصر یاشا کا محاسبہ کرنا تھا اس مناسبت سے میں نے سیاہ پتلون اور سیاہ بنیان پہن لی تھی اور چونکہ ابھی شہناز کے ساتھ کسی کلب میں جانا تھا اس لیے میں نے اوپر سے سفید کوٹ پہن لیا تھا۔ وہ کوٹ بھی ایسا تھا جس کو الٹ کر پہننے سے سیاہ ہو جاتا تھا۔ میں پوری طرح تیار ہو کر جب ڈرائنگ روم میں آیا تو شہناز نے میرے لباس کو اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ تم نے سیاہ لباس کیوں پہنا ہے؟"

میں نے کہا۔ "لباس سیاہ بھی ہے اور سفید بھی ہے تمہیں اعتراض نہ ہو اس لیے میں نے سفید کوٹ پہن لیا ہے کیا کلبوں میں ایسا نہیں چلتا؟"

"چلتا ہوگا۔ مگر مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔ کوئی بہترین سوٹ کر چل سکتے ہو تو میرے ساتھ میں جا رہی ہوں۔"

اس لمحے خیال آیا کہ میں شہناز کے ساتھ کسی کلب میں نہ جاؤں تو اچھا ہے۔ پتہ نہیں وہاں کتنا وقت گزر جائے گا۔ پھر میں سمال کی طرف نہیں جا سکوں گا۔ یہ سوچ کر میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے میرا کوئی خاص موڈ نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ نہیں جانا چاہتا۔"

یہ سن کر وہ غصے سے بولی۔ "یہ کہنے سے تمہارا کیا مطلب ہے کہ ساتھ نہیں جانا چاہتے۔ کیا میں اس قابل نہیں ہوں۔ کیا تم میری توہین کر رہے ہو؟"

"تم بہت مغرور اور بدمزاج بھی ہو۔ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تمہارے ساتھ جانا نہیں چاہتا۔ میں نے اپنے موڈ کی بات کی ہے۔ تم جو سمجھنا چاہو، سمجھ کر چلی جاؤ۔ مسکرا کر رخصت ہو جاؤ یا غصے سے نکل جاؤ۔ میرے لیے اب کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

میری باتوں پر اسے اور بھی غصہ آیا۔ وہ نفرت سے مجھے دیکھتی ہوئی پاؤں پٹختی ہوئی ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں اطمینان سے ایک صوفے پر بیٹھ کر سگریٹ سلگانے لگا۔

مجھے ابھی تھوڑا وقت وہاں گزارنا تھا کہ اپنی اس مہم کے لیے روانہ ہو سکتا تھا جس کا تعلق کسی پریفیوم آئی لینڈ یعنی خوشبو کے جزیرے سے تھا۔ نہیں وہ جزیرہ کیسا ہوگا اور وہاں کیا کچھ ہوتا ہوگا۔ اور اسے راز رکھنے کے لیے مجرموں نے کیسے کیسے طریقے اختیار کیے ہوں گے۔ یہ یقیناً مسلح محافظ اتنے ہوں گے جیسے کوئی چھوٹی سی فوج ہوتی ہے۔ اس فوج کے درمیان سے گزر کر میں خوشبو کے جزیرے میں پہنچنا چاہتا تھا۔ یہ یقیناً ایک خطرناک قدم تھا جو میں۔۔۔ اٹھانا چاہتا تھا اور اگر یہ قدم نہ اٹھاتا تو میرے ملک کی وہ بہنیں اور بیٹیاں جو دن اکمل ہو رہی تھیں ان کو روک نہیں سکتا تھا۔ اگر دو چار دس بارہ کو جیسے کہ آج میں نے روک دیا تھا تو اس سے بات کہیں بنتی۔ اس خوشبو کے جزیرے میں جو خطرناک گروہ کام کر رہا تھا وہ جو تنظیم تھی اسے جڑ سے اکھاڑ نا بے حد ضروری تھا۔

سگریٹ کے چند کش لگانے کے بعد میں تمی کے پاس پہنچا۔ وہ رات کا کھانا کھا رہی تھیں، میں نے کہا۔ "ہیلو تمی! کھانا کیسا ہے؟"

وہ مسکرا کر بولیں۔ "تمہاری آواز سن کر کھانا لذیذ ہو گیا۔ کہو کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "میں اس وقت ایک اہم مہم پر روانہ ہونے والا ہوں۔ یہاں چند ایسے بردہ فروش ہیں جو میرے ملک کی معصوم لڑکیوں کو دور غلا کر یا بلیک میل کر کے۔۔۔ سمندر پار بھیجتے ہیں۔ میں ایسے لوگوں کو نیست و نابود کر دینے کا عہد کر چکا ہوں اس کے لیے میں ابھی ایک اڈے کی طرف جانے والا ہوں۔"

انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بیٹا! تم کیوں خواہ مخواہ دوسروں کے معاملات میں اپنی ٹانگیں لیتے ہو۔ ہمارے اندر حب الوطنی کا مذبہ ہے۔ اپنے ملک کی بہو بیٹیوں کو تباہ و برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتے لیکن تم کیا کیا نہیں دیکھ سکو گے۔ اس دنیا میں بہت سے جرائم ہوتے ہیں۔ تمہارے ملک میں بھی جرائم کی بے شمار مثالیں ملیں گی تم کہاں کہاں تک خود کو الجھاؤ گے۔ میرا مشورہ ہے کہ خود کو خطرات سے دور رکھو۔"

میں نے کہا۔ "میں آپ کے مشورے پر غور کروں گا لیکن فی الحال میں جو عہد کر چکا ہوں اسے پورا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کی صحت و سلامتی کی دعائیں چاہتا ہوں۔"

"میری دلی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ میں تو یونہی سمجھ لو یونہی طور پر تمہیں سمجھانے کا فرض ادا کر رہی ہوں ورنہ میں نے تمہارا زائچہ بنا کر دیکھا ہے۔ تمہارے پاؤں میں چکر ہے۔ تم کہیں ایک جگہ ٹک کر نہیں رہ سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کراچی سے بھی کہیں دور جانے والے ہو۔ اب میں نہیں سمجھ سکتی کہ کتنی دور جاؤ گے۔ مگر جاؤ گے اور آؤ گے پھر جاؤ گے اور پھر آؤ گے۔ ستارے یہی کہتے ہیں۔"

"تمی آپ نے اب تک جتنی بھی پیشن گوئیاں کی تھیں وہ سب درست ثابت ہوتی رہی ہیں۔ آپ نے اس علم میں کمال حاصل کیا ہے۔ اب اگر آپ کا علم یہ کہہ رہا ہے کہ میں لمبے سفر پر جانے والا ہوں تو میرا اندازہ بھی ہو رہا ہے کہ میری آج کی مہم بہت دور تک جائے گی اور میں یقیناً اس خوشبو کے جزیرے میں پہنچوں گا اور جب آپ کا علم یہ کہتا ہے کہ میں واپس آؤں گا تو یقیناً وہاں کتنے ہی خطرات کیوں نہ ہوں میں واپس آؤں گا۔"

"مگر ایک بات ہے بیٹے! اسے اچھی طرح یاد رکھنا۔ پیشگوئیوں کے باوجود ستارے اپنی چالیں بدلتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی کبھی ماہر نجومیوں کی پیشن گوئیوں کے باوجود ان کی باتیں جھوٹ ہو جاتی ہیں اور حالات کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں۔ تم اگر کسی خطرناک مہم کے لیے روانہ ہو رہے ہو تو مکمل طور پر میری پیشن گوئیوں پر بھروسہ نہ کرنا ہو سکتا ہے کہ دوسرے چند لمحوں کے بعد ستارے اپنی چال بدل دیں اور میں جو کہا ہے اس کے برعکس کوئی بات ہو جائے تو تم اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ تمی کی پیشن گوئیاں درست ہوتی ہیں اور تم خطرات سے نمٹ کر صحیح سلامت واپس آ سکتے ہو۔ ویسے میری دعا ہے کہ تمہیں ذرا سا بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔ تمہارے دشمن برباد ہوں۔ یہ دعا میرے لب پر ہمیشہ رہے گی۔"

میں نے کہا۔ "اب آپ رومانہ کے سلسلے میں پیشن گوئی کریں۔"

"رومانہ؟" انہوں نے حیرانی سے پوچھا۔ تب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ رومانہ میرے ذہن پر اس طرح چھائی ہوئی تھی کہ میرے لب پر، میری سوچ میں اور میرے دماغ میں صرف رومانہ کا ہی نام آتا تھا پوبی کا نام میں بھول جاتا تھا حالانکہ مجھے پوبی کہنا چاہیے تھا پھر میں نے جلدی سے کہا۔ "میرا مطلب ہے آپ پوبی کا زائچہ بنا چکی ہوں گی۔ کچھ اس کے بارے میں بتائیں۔"

انہوں نے جواب دیا۔ "وہ لڑکی مغرور ہے مگر بہت ذہین ہے۔ وہ انتہا پسند ہے مگر بہت ہی چالاک اور حاضر دماغ ہے۔ جس چیز کے پیچھے پڑ جائے گی اس کی انتہا تک پہنچ کر دم لے گی۔ تم نے بتایا تھا کہ وہ جوڈو کراٹے اور فائٹنگ کے دوسرے داؤ پیچ سیکھ رہی ہے تو میں ابھی سے پیشگوئی کر دوں کہ اس میں مستقل مزاجی بہت زیادہ ہے۔ وہ سیکھتی رہی اور اپنی مستقل مزاجی سے کام لیتی رہی تو وہ انتہائی خطرناک فائٹر بن کر ابھرے گی۔"

"مجھ سے کب ملاقات ہوگی؟"

"تم سے شاید ملاقات نہ ہو سکے۔"

"کیا مطلب ہے آپ تو دل توڑنے والی پیشن گوئی کر رہی ہیں۔"

"میں جو کچھ کہتی ہوں، میں نہیں کہتی۔ ستارے کہتے ہیں۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تمہارے اور پوبی کے ستارے آپس میں خوب ملتے ہیں لیکن ان ستاروں کی چالیں بدلتی رہتی ہیں۔ ابھی تو دونوں کے ستاروں کے درمیان آتی بڑی رکاوٹ حائل ہے کہ میں صحیح طور پر پیشگوئی نہیں کر سکتی کہ تم دونوں کب ایک دوسرے سے ملو گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں کی ملاقات کے لیے ابھی ایک طویل عرصہ گزرے گا تب کہیں جا کر اس کے اور تمہارے ستارے آپس میں ٹکرائیں گے۔"

"تمی مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ میں جب چاہوں برما جا کر پوبی سے مل سکتا ہوں۔ میرے پاس دولت کی کمی نہیں ہے۔ میرے وسائل محدود نہیں ہیں۔ مجھے کوئی روک نہیں سکتا۔"

"ہاں تم درست کہہ رہے ہو۔ تمہیں دنیا میں شاید کوئی نہ روک سکے مگر تقدیر روکے گی۔"

"تاہم کہ تقدیر انسان کی اپنی مٹھی میں ہوتی ہے۔ تو پھر کیا میری تقدیر میری مٹھی میں نہیں ہوگی؟"

"یقیناً ہو سکتی ہے لیکن اس کے لیے شرط ہے کہ وہی عمل کرو جو تمہیں اس عمل کے مخصوص نتیجے تک پہنچا سکے۔ مثلاً تم پوبی تک جانا چاہتے ہو تو پوبی تک جانے کے لیے تمہیں دوسری مصروفیات کو ترک کرنا

ہوگا۔ تمہیں کسی کے معاملات میں دلچسپی نہیں لینی ہوگی۔ اگر تم پر ما آنا چاہتے ہو تو نہیں ابھی اپنے لیے کسی طیارے کی سیٹ بک کرانا ہوگی۔ ہوسکتا ہے کہ تمہیں اس طیارے میں سیٹ نہ ملے۔ دو چار دن کے بعد کے۔ پھر دو چار روز تک تمہیں خاموش بیٹھے رہنا ہوگا۔ کسی کے معاملے میں دلچسپی لو گے تو الجھتے جاؤ گے اور پوپی تک نہیں پہنچ سکو گے۔ اس وقت بھی تم دوسرے معاملات میں دلچسپی لیتے ہوئے ایک خطرناک مہم پر روانہ ہو رہے ہو۔ کیا پوپی کے پاس جانے کے لیے اس خطرناک مہم پر جانے سے باز آ سکتے ہو؟"

ممی کے اس سوال کا جواب میرے پاس یہی تھا کہ میں اس خطرناک مہم پر جانے سے باز نہیں آسکتا اس لیے کہ جو کام میں نے شروع کیا ہے اسے ادھورا نہیں چھوڑ سکتا تھا اور اپنے عہد سے پھر نہیں سکتا تھا۔ جن دوستوں کو کہہ رہی تھیں کہ ہم اپنی حرکتوں سے اپنی تقدیر بناتے ہیں۔ میں جو حرکت کرنے جا رہا تھا اس سے جو میری تقدیر بننے والی تھی پتہ نہیں وہ مجھے کہاں سے کہاں لے جاتی جبکہ میں پوپی کی طرف پرواز کرنا چاہتا تھا۔ سچ ہے کہ کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اپنی حرکتوں پر قابو پانا پڑے گا۔ اور میں جو کچھ کرنے جا رہا تھا اس پر قابو نہیں پا سکتا تھا اس سے باز نہیں آسکتا تھا۔

میں نے ممی سے کہا: "آپ درست کہتی ہیں۔ میں فی الحال پوپی کی طرف نہیں جا سکتا۔"

ممی نے کہا: "فی الحال نہ کہو، ایک عرصہ لگے گا بلکہ سالہا سال تک تم اس سے نہیں مل سکو گے، یہ میری پیشگوئی ہے۔ اگر تمہارے اپنی چال نہ بدل سکنے کو میری پیشن گوئی اپنی جگہ قائم ہے گی اور تم ہزار کوشش کے باوجود پوپی کو دیکھ بھی نہیں سکو گے۔"

کاش کہ میں نے اس مہم پر جانے کا منصوبہ نہ بنایا ہوتا۔ پھر تو میں بہ آسانی اسی وقت یا دوسرے دن رنگون کے لیے روانہ ہو جاتا۔ پھر پوپی کو بھی دیکھ لیتا اور رسونتی کی بیماری میں بھی کام آجاتا۔ لیکن میں ارادہ کر چکا تھا۔ مجھے ناصر پاشا کا محاسبہ کرنے کے لیے وہاں جانا تھا اس لیے تسلیم کرنا پڑا کہ ستارے اپنی چال چلتے ہیں اور جب وہ چال چلتے ہیں تو انسان کی تقدیر بنتی جاتی ہے۔

میں نے ممی کو رنگون کے اس ہسپتال کا پتہ بتایا جہاں رسونتی زیرِ علاج تھی۔ پھر میں نے ان سے پوچھا: "کیا آپ رسونتی کی تیمارداری کر سکتی ہیں یا اگر اس کا خیال رکھ سکتی ہیں تو پھر روزانہ ہسپتال میں اس سے ملاقات کرتی ہیں یا پھر اپنے پاس لاکر اس کا علاج کراتی ہیں؟"

ممی نے کہا: "جس ہسپتال کا نام تم لے رہے ہو وہ رنگون کا بہت بڑا ہسپتال ہے اور وہاں بڑی توجہ سے علاج ہوتا ہے۔ وہاں یقیناً وہ بہت جلدی صحت یاب ہو جائے گی۔ میں اسے گھر بلا کر رکھوں گی تو یہاں ڈاکٹر وقت پر نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ رسونتی خود کو تنہا اور لاوارث نہ سمجھے۔"

"تم اطمینان رکھو، میں اسے الیما محسوس نہیں ہونے دوں گی۔ یہاں اس کی ماں بن کر رہوں گی اور پوری طرح اس کی دیکھ بھال کروں گی۔"

ممی نے رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔ پھر تھوڑی دیر مزید باتیں کرنے کے بعد ان سے رخصت ہو گیا۔ رات کے کھانے کا وقت ہو چکا تھا لیکن میں نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا بلکہ سالنا شتہ کیا اور ایک کپ کافی پی۔ اس کے بعد سامی کو اپنی گود میں اٹھا کر نکل گیا۔ وہاں سے میں سیدھا مراد داد کے پاس پہنچا وہ میرا منتظر تھا۔ اس نے کہا: "میں نے تمہارے لیے ایک ٹیکسی کا بندوبست کیا ہے۔ وہ ٹیکسی تمہیں ساحل کے قریب اس عمارت تک پہنچا دے گی۔ اس کے علاوہ اور کوئی میرے لائق خدمت ہے تو مجھے بتا دو۔"

میں نے کہا: "بس میں اسی لیے آیا تھا کہ مجھے وہاں تک پہنچانے کا انتظام ہو جائے۔"

مراد داد نے کہا: "میرا دل نہیں مانتا کہ میں تمہیں اکیلے جانے دوں کیا ہرج ہے اگر میں بھی تمہارے ساتھ چلوں؟"

"میں بالکل تنہا جانا چاہتا ہوں اور تمہیں تو کبھی میں اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گا اس لیے کہ تم پر بیوی بچوں کی ذمہ داریاں ہیں۔ سوال بات یہ کہ جو ٹوٹکیاں آج ہم نے کی آپ ہیں انہیں ان کے گھروں تک پہنچانا بہت بڑی نیکی ہے اور یہ نیکی تم کرو گے۔"

پھر میں نے سامی کو پیار سے سہلاتے ہوئے کہا: "میری جان اب تم مراد داد کے پاس رہو گی۔ میں واپس آکر تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا ابھی جہاں جا رہا ہوں وہاں تمہارا کوئی کام نہیں ہے اور تمہیں وہاں تنہا میرے ساتھ جانا بھی نہیں چاہیے۔ میں ادھر سے ادھر بھٹکتا رہوں گا۔ تم ساتھ رہو گی تو تمہاری فکر بھی مجھے رہے گی، لہٰذا تم یہیں رہو۔"

سامی مچلنے لگی۔ مچلنے کی دھمکی دینے لگی۔ مجھ سے لپٹ رہی تھی مجھے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی لیکن میں نے اسے اچھی طرح سمجھا کر سہلا کر پھسلا کر مراد داد کے حوالے کر دیا۔ پھر وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ ٹیکسی کے ذریعے دو گھنٹے کا سفر تھا۔ یہ دو گھنٹے گزارنے کے لیے میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

سونیا کے یادوں میں نئی سینڈل آگئی تھی۔ پرانی سینڈل اسی ٹرک میں پتہ نہیں کہاں چلی گئی تھی۔ پرانی سینڈل کا قصہ یوں تھا کہ جب وہ ایک ٹرک میں پہنچی تو سبھی اس ٹرک کا تعاقب کرنے کے لیے اپنی گاڑیوں پر روانہ ہو گئے تھے۔ آگے جا کر وہ ٹرک نظر آیا تھا۔ سب نے اس کا تعاقب شروع کیا۔ گاڑی تیز رفتاری سے چلائی۔ لیکن آگے ایک چوراہا تھا۔ جیسے ہی ٹرک نے چوراہے کو پار کیا۔ ویسے ہی سرخ بتی جل گئی۔ تعاقب میں آنے والوں کو اس سگنل کے سامنے رک جانا پڑا جب سگنل آن ہوا تب ان لوگوں کو آگے بڑھنے کا موقع ملا۔ آگے بڑھنے کے بعد ٹرک کہیں نظر نہیں آیا۔ پتہ نہیں اتنی دیر میں وہ کتنی دور نکل گیا تھا۔ گاڑی والوں نے دور دور تک اسے تلاش کیا۔ مختلف راستوں پر گئے لیکن وہ ٹرک کہیں نظر نہیں آیا۔ آخر تھک ہار کر ایک ہوٹا والیں آگیا تھا اور اس نے ڈاکٹر فریڈرک کو یہ رپورٹ دی تھی کہ وہ ٹرک کہیں گم ہو گیا ہے اور تلاش بڑی شد و مد سے جاری ہے۔

میں نے ایک سگریٹ نکال کر سلگایا اور اس کے گہرے گہرے کش لے کر سوچنے لگا۔ سونیا کو ابھی میری ضرورت نہیں تھی۔ یوں تو اسے میری ضرورت محسوس ہی نہیں ہوتی۔ ہوتی بھی ہے تو اس کا وہ اظہار نہیں کرتی۔ بہرحال اس کی طرف سے مطمئن تھا کہ ابھی وہ کسی الجھن میں گرفتار نہیں ہے۔ جب ہماری گاڑی باکس بے سے بہت آگے نکل گئی تو میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ وہ ہیڈ لائٹس کو بجھا دے۔ ایسا نہ ہو کہ عمارت سے دیکھنے والے یہ سمجھ لیں کہ کوئی گاڑی ان کی طرف آرہی ہے اور وہ محتاط ہو جائیں۔

ٹیکسی ڈرائیور بہت تجربہ کار تھا۔ اس نے ہیڈ لائٹس بجھا دیں اور چاند نی رات میں راستے کو دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرنے لگا۔ راستہ کچا اور ناہموار تھا۔ اونچا نیچا تھا اس کے باوجود وہ بڑے مزے میں ڈرائیو کرتا ہوا مجھے لے جا رہا تھا۔ تقریباً اس عمارت سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر میں نے گاڑی رکوا دی۔ ٹیکسی کو وہاں سے واپس رخصت کر دیا۔

جب وہ ٹیکسی ڈرائیور اپنی گاڑی لے کر چلا گیا تو میں نے اپنے سفید کوٹ کو اتارا۔ پھر اسے الٹ کر سیاہ بناتے ہوئے دوبارہ پہن لیا۔ اب اندھیرے میں میرا لباس بالکل نظر نہیں آرہا تھا۔ چاند بادلوں میں چھپتا جا رہا تھا۔ کبھی اندھیرا ہو رہا تھا اور کبھی اجالا میں دبے قدموں اس عمارت کی طرف بڑھتے ہوئے ان لوگوں کے دماغ میں جھانکنے لگا جنہیں ہم دن کے وقت قیدی بنا کر آئے تھے۔

ان کے دماغوں سے پتہ چلا کہ وہ لوگ ابھی تک اسی کمرے میں قیدی کی حیثیت سے پڑے ہوئے ہیں۔ کسی نے وہاں آکر انہیں آزاد نہیں کرایا ہے اور بھوک سے ان کا برا حال ہو رہا ہے۔

ان کی سوچ سے پتہ چل گیا کہ آدھی رات کو جو لائچ ساحل پر آنے والی تھی وہ ابھی تک نہیں پہنچی ہے۔ یوں بھی ابھی میری گھڑی میں پورے بارہ نہیں بجے تھے۔ ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ میں صحیح وقت پر وہاں پہنچ رہا تھا۔

عمارت کے قریب پہنچ کر میں ایک دیوار سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ عمارت کے اندر جانا فضول تھا وہاں ویرانی سناٹے، اندھیرے اور ان قیدیوں کے علاوہ کچھ نہ ملتا۔ مجھے باہر اس لائچ کا انتظار کرنا تھا۔ مجھے سگریٹ کی طلب ہوئی۔ پھر میں نے سوچا کہ رات کو ماچس جلاؤں گا اور سگریٹ پھونکوں گا تو سگریٹ کی آگ دور سے آنے والے دشمنوں کو خبردار کر دے گی۔

انتظار بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے خواہ وہ انتظار دشمن کا ہو یا دشمنِ جاں محبوب کا ہو۔ میں دیوار کی آڑ میں کھڑا ہوا بار بار دور دور تک سمندر کی طرف دیکھتا تھا۔ پھر مایوس ہو جاتا تھا۔ بہت دیر بعد میں نے تنگ آکر ایک سگریٹ بہت آہستگی سے سلگا ہی لیا۔ پھر اس کی آگ کو اپنی ہتھیلی کی آڑ میں لے کر سگریٹ پھونکتا رہا۔ دو چار کش لگاتے ہی مجھے یہ یاد آیا کہ سمندری ساحلوں پر چلنے والے سگنل کے بغیر ساحل پر نہیں آتے ہیں اور پھر یہ لوگ تو عجوبہ ذہنیت رکھنے والے ہیں۔ جب تک انہیں ساحل کی طرف سے اس عمارت کے اندر سے اپنے آدمیوں کا سگنل موصول نہیں ہوگا اس وقت تک وہاں سے کوئی لائچ کنارے تک نہیں آئے گی۔

یہ سوچتے ہی میں نے ایک قیدی کے دماغ میں جھانک کر سگنل کے متعلق معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ واقعی بارہ بج کر بیس منٹ کے بعد ایک لائچ ادھر آئے گی تو وہ بار بار بتیاں جلائے گی اور بجھائے گی۔ پانچ بار بتیاں جلیں گی اور بجھیں گی۔ جواب میں یہاں سے پانچ بار بتیاں جلیں گی اور بجھیں گی تو سمجھا جائے گا کہ سب ٹھیک ہے۔ وہ لوگ کنارے تک آسکتے ہیں۔

میں دھڑکتا ہوا عمارت کے اندر گیا۔ میں نے جو معلومات حاصل کی تھیں اس کے مطابق دوسری منزل پر سمندر کے رخ پر ایک کمرہ تھا جہاں پر بہت سے آلات لگے ہوئے تھے جن کے ذریعے اکثر قیدیوں کے ذہن پڑھے جاتے تھے اور یہ باتیں ناصر پاشا کیا کرتا تھا اور اس کی عدم موجودگی میں انہیں کوئی ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ وہاں ایک تیز روشنی والی ٹارچ بھی رکھی ہوئی تھی۔ اس ٹارچ کے ذریعے وہاں اس کمرے کی بالکونی میں کھڑے ہو کر سمندر کی طرف سگنل کا جواب دیا جاتا تھا۔ میں تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے تک پہنچ گیا۔

میں عین وقت پر اس کمرے کی بالکونی تک پہنچا تھا کہ لائچ پہنچتے ہی میں نے دیکھا کہ دور بہت دور سمندر میں ایک روشنی ابھر رہی تھی۔ جیسے سمندر کی سطح پر کوئی چراغ جل رہا ہو۔ وہ روشنی بتدریج قریب آتی جا رہی تھی۔ میں ہاتھ میں ٹارچ پکڑے انتظار کرنے لگا۔ جیسے جیسے وہ قریب آرہی تھی ویسے ہی لائچ کے انجن کی آواز بھی ہلکی ہلکی سنائی دینے لگی۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ ساحل کے قریب آنے لگی تب وہاں سے سگنل شروع ہوا۔ میری معلومات کے مطابق ٹھیک پانچ بار ایک لائٹ جلائی گئی تھی اور بجھائی گئی تھی۔ میں نے بھی جواباً سچ کو پانچ بار روشن کیا اور بجھایا۔ اس کے بعد انہیں اطمینان ہو گیا ہوگا کہ کوئی خطرہ نہیں ہے اور وہ ساحل پر آسکتے ہیں۔

سگنل دینے کے بعد میں ہاتھ میں ٹارچ لے کر نیچے اتر آیا۔ اب اس کے بعد میں ان کے آدمیوں کی طرف سے کوئی سگنل نہیں دے

سکتا تھا کیونکہ اس کے بعد جب لانچ ساحل سے چند میل کے فاصلے پر رکتی تھی اور کشتیاں ساحل کی طرف آتی تھیں تو عمارت سے آدمی نکل کر ان کا استقبال کرتے تھے۔ آج ان کا استقبال کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ عمارت کے اندر آتے ہیں یا کشتیاں وہیں سے واپس لے جاتے ہیں۔

میں وہاں سے چلتا ہوا عمارت کو ذرا دور چھوڑ کر ایک طرف ریت کے ٹیلے کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ وہ لانچ آہستہ آہستہ قریب آتی جا رہی تھی۔ اب اس کی روشنی کا دائرہ کچھ بڑا سا لگ رہا تھا۔ وہ ایک چھوٹی سی ہیڈ لائٹ تھی جو ساحل کی طرف روشنی پھینک رہی تھی۔ اس روشنی میں میں نے دیکھا کہ تین یا چار کشتیاں لانچ سے نکل کر ساحل کی طرف آرہی ہیں۔ میں ریت پر اوندھے منہ لیٹ کر ادھر سمندر کی طرف دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کشتیاں ساحل کے پاس آکر ٹھہر گئیں۔ وہ لوگ کشتیوں سے اتر کر عمارت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ کچھ سمجھے ہوئے بھی تھے کیونکہ ان کا استقبال کرنے کوئی نہیں آیا تھا اب وہ واپس بھاگنے کے متعلق سوچتے بھی ہوں گے تو یہ خیال بھی آتا ہوگا کہ اگر دشمن چھپے ہوئے ہیں تو واپس بھاگتے دیکھ کر فائرنگ شروع کر دیں گے۔ ان کی سمجھ میں تھوڑی دیر تک نہیں آیا کہ وہ کیا کریں۔ پھر کسی نے امیر حسن کو آواز دی۔ "امیر حسن تم کہاں ہو؟ تمہارا یہاں کیوں نہیں آتے ہے ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

میں اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ فوراً ہی پتہ چلا کہ اس بولنے والے کا نام ناصر پاشا ہے اور وہ دوسری بار پھر امیر حسن کو آوازیں دے رہا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر بولنے لگا۔ "کیوں نہ ہم عمارت کے اندر جا کر دیکھیں۔"

ناصر پاشا کی سوچ نے کہا۔ "نہیں یہ مناسب نہیں ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ پولیس والے چھپ کر بیٹھے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ ہم یہاں کے پولیس والوں کے دوست ہیں۔ وہ ہمارے خلاف محاذ نہیں بنا سکتے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "جب وہ محاذ نہیں بنا سکتے تو پھر ڈر کس بات کا ہے؟"

"اس بات کا ڈر ہے کہ آج صبح کے وقت جن نے ملک نواز کو نقصان پہنچایا تھا وہ یہاں گرفتار کر کے لایا جانے والا تھا وہ یہاں پہنچا ہے یا نہیں۔ اگر پہنچا ہوتا تو ہمارے آدمی یہاں چلتے پھرتے نظر آتے۔ یا تو وہ ان کی گرفت سے نکل کر بھاگ گیا ہے یا پھر اسی نے یہاں ویرانی پھیلائی ہوئی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اگر اس نے ویرانی پھیلائی ہے تو اسے چیلنج کیا جائے یا اسے اپنے مقابل بلا لیا جائے۔ اگر وہ تنہا ہوگا یا اس کے کچھ ساتھی ہوں گے تو ہمارے مقابلے میں زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکیں گے۔"

میرے کہنے پر وہ آوازیں دینے لگا۔ "اس عمارت کے اندر جو کوئی بھی ہے وہ ہمیں مخاطب کرے یا ہم سے رابطہ قائم کرے۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہاں کون ہے۔ دوست ہے یا دشمن ہے؟"

انہیں عمارت کے اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ ناصر پاشا تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد اپنے ایک ماتحت سے کہا کہ وہ عمارت کے اندر ٹارچ سے روشنی پھینکے اور کچھ دیکھنے کی کوشش کرے۔ اس کے حکم کے مطابق وہ شخص آگے بڑھتا ہوا گیا اور ٹارچ کی روشنی عمارت کے اندر پھینکنے لگا۔ عمارت کا دروازہ کھلا ہوا نظر آرہا تھا۔ اندر ویرانی تھی سناٹا تھا۔ پھر ناصر پاشا نے اپنے دو ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے ریوالور ہاتھ میں لے کر اور دوسرے ہاتھ میں ٹارچ لے کر عمارت کے اندر جائیں اور وہاں جا کر اپنے آدمیوں کی خیریت معلوم کریں۔

دو آدمی اس کے حکم کے مطابق عمارت کے اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے اوپر بالکونی سے کہا۔ "اندر کوئی نہیں ہے یہاں ایک کمرے میں ہمارے چند آدمیوں کو قید کیا گیا تھا ان آدمیوں نے بتایا ہے کہ دوپہر کو جو شخص گرفتار کر کے لایا گیا تھا اس نے ان لوگوں کو قیدی بنا دیا تھا اور ان کے کوئی پانچ چھ آدمی ہلاک کر دیے ہیں اور تمام لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے گیا ہے۔"

ناصر پاشا کو یہ سب سن کر بھی یقین نہیں آرہا تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ طارق محمود نامی ایک آدمی پہلے ملک نواز کو معمولی نقصان پہنچانے کے بعد اسے اتنا زبردست نقصان پہنچائے گا۔ بارہ لڑکیوں کے چلے جانے کا مطلب یہ تھا کہ اسے پندرہ بیس لاکھ روپے کا نقصان ہونے والا تھا بلکہ یہ نقصان ہو چکا تھا۔ وہ اس عمارت کے اندر آیا۔ پھر اوپر اسی بالکونی والے کمرے میں بیٹھ کر وائرلیس کے ذریعے کسی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں اس کے دماغ میں برابر موجود رہا۔ وہ کسی کو کوڈ ورڈ میں مخاطب کرتے ہوئے اسے نقصانات کی تفصیل بتا رہا تھا۔ جواب میں کسی نے کہا۔ "اگر وہ نقصان ہو ہی چکا ہے تو وہاں ماتم کرنے کے لیے بیٹھے نہ رہو جسے نقصان پہنچانا تھا وہ نقصان پہنچا کر جا چکا ہے۔ جو لوگ مر چکے ہیں ان کی لاشیں سمندر میں بہا دو اور وہاں سے قتل و غارت گری کے تمام نشان مٹا کر واپس چلے آؤ۔ باقی باتیں یہاں ہوں گی۔"

ناصر پاشا نے کہا۔ "میں اتنی بڑی ناکامی برداشت نہیں کر سکتا جس نے بھی مجھے نقصان پہنچایا ہے میں اس کا دشمن تو ہوں لیکن اس کی دلیری اور صلاحیتوں کی قدر بھی کرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسے

لوگ ہمارے گروہ میں شامل ہو سکیں۔ اگر وہ شخص مجھے کہیں سے مل جاتے تو میں اسے بہت بڑی آفر دوں گا۔ دوسری بات یہ کہ میں واپس آنے کے بجائے مراد داد کے پاس جا کر معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بارہ لڑکیاں کہاں ہیں۔ ہم پھر انہیں دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔"

اس کے جواب میں دوسری طرف سے کہا گیا۔ "اگر تمہارا اسسٹنٹ امیر حسن مارا گیا ہے تو کوئی دوسرا اسسٹنٹ وہاں مقرر کر دو اور اس کو یہ ٹیوٹی سونپ دو کہ وہ مراد داد سے مل کر ان بارہ لڑکیوں کی واپسی کا مطالبہ کرے اور انہیں دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ پھر یہ کہ طارق محمود سے ہماری ملاقات کرائے۔ ہم اپنے معاملات کے مطابق اس سے سودے بازی کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں ایسا آدمی پسند ہے جو ہمیں کو اتنا زبردست نقصان پہنچاتا ہو۔ تم وہاں تمام معاملات سیٹ اپ کرنے کے بعد واپس آجاؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

وائرلیس ریڈیو پر بات چیت ختم ہو گئی۔ ناصر پاشا کا ایک اسسٹنٹ ان قیدیوں سے سوال جواب کر رہا تھا۔ ناصر پاشا نے چند آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ عمارت کی چاروں طرف سے تلاشی لے کر دیکھیں۔ کوئی چھپا ہوا نہ ہو۔ یہ کہہ کر وہ خود بھی عمارت سے باہر نکلنے کے لیے آگیا۔

ناصر پاشا کے حکم کے مطابق سب لوگ عمارت کے آس پاس گویا مجھے تلاش کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ دو شخص اس ریت کے ٹیلے کی طرف آرہے تھے جس کے پیچھے میں چھپا ہوا تھا۔ میں چپ چاپ وہاں اوندھے منہ لیٹا رہا اور انہیں آتا دیکھتا رہا جب وہ بالکل ہی قریب آگئے تو میں نے للکارنے کے انداز میں کہا "ہالٹ۔ اگر کسی نے ذرا بھی حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔"

وہ ایک دم سے ٹھٹھک گئے۔ فوراً ہی دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر ریت کے ٹیلے کے دوسری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑے ہو جائیں۔ انہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ پھر میں نے پوچھا۔ "تمہارا لیڈر کون ہے؟"

وہ خاموش رہے۔ میں نے کہا۔ "اگر خاموش رہو گے تو گولی مار دوں گا۔ اپنی زندگی عزیز ہے تو اپنے لیڈر کا نام بتاؤ۔"

ان میں سے ایک نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہمارے لیڈر کا نام ناصر پاشا ہے۔ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"خبردار مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا۔ صرف میرے سوالوں کا جواب دینا۔ اگر تم دونوں زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے چپ چاپ چلتے رہو اور سیدھے اپنے لیڈر ناصر پاشا کے پاس جا کر کہو کہ یہاں میں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ تنہا آئے اور مجھ سے دو باتیں کرے میں بھی یہاں تنہا ہوں اور اس سے دلیرانہ انداز میں مردوں کے طور طریقے پر تنہا بات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر اس میں مردانگی ہے تو وہ یہاں آجائے۔"

وہ میری بات سن کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے سیدھے چلتے چلے گئے۔ پھر میں ان کے دماغوں میں جھانکتا رہا۔ وہ ناصر پاشا کے پاس پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اسے بتایا کہ ادھر ریت کے ٹیلے کے پیچھے ایک شخص چھپا ہوا ہے۔ شاید اس کے ہاتھ میں ریوالور ہے کیونکہ اس نے ہمیں شوٹ کرنے کی دھمکی دی تھی۔

یہ سنتے ہی ناصر پاشا نے اپنے آدمیوں کو اپنی طرف بلا لیا لیکن ان میں سے ایک شخص نے کہا۔ "جناب وہ آپ سے تنہائی میں ملنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ اگر تمہارا لیڈر مرد ہے اور مردوں کے انداز میں تنہائی میں ملاقات کر سکتا ہے تو اسے یہاں بھیج دو۔ کیا آپ وہاں تنہا جانا پسند کریں گے؟"

اب میں ناصر پاشا کے دماغ میں تھا۔ وہ دور اس ٹیلے کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں اسے بتایا گیا کہ میں چھپا ہوا ہوں۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے ان سے پوچھا۔ "وہ شخص باتوں سے کیسا لگ رہا تھا؟"

بتانے والے نے کہا۔ "وہ اپنی زبان کا دھنی معلوم ہوتا ہے اس نے ہم پر فائرنگ نہیں کی۔ وہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا تھا۔ ہمیں مار سکتا تھا لیکن وہ صرف آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔"

وہ سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "وہ شخص مردانہ انداز میں ملاقات کرنے کی دعوت دے رہا ہے تو مجھے بھی مردانہ وار وہاں جا کر اس سے ملاقات کرنا چاہیے۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "لیکن وہ مجھے نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "جو شخص تنہا وہاں آیا ہوگا وہ اپنے اندر سچائی اور دلیری ضرور رکھتا ہوگا اور وہ تنہا ہو کر مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ کیونکہ اسے اس بات کا خوف ہوگا کہ مجھے مارے گا تو میرے آدمی اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

یہ سوچنے کے بعد اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ "تم لوگ دور سے جا کر اس ریت کے ٹیلے تک پہنچنے کی کوشش کرو اور اس طرح کوشش کرو کہ اس آدمی کو خبر نہ ہو۔ میں اس سے ملاقات کرنے کے لیے تنہا جا رہا ہوں۔"

یہ کہنے کے بعد وہ تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ اس کے آدمی میرے چاروں طرف پھیل جائیں اور مجھے فرار ہونے کا موقع نہ ملے۔ میں اپنی جگہ چپ چاپ لیٹا رہا۔ مجھے پہلے ہی پتہ چل گیا تھا کہ ناصر پاشا مجھ سے سودے بازی کرنا چاہتا ہے اس لیے مجھے اپنی جان کا خطرہ نہیں تھا۔ میں مطمئن تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ میری طرف آنے لگا۔ میں ریت پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جب وہ قریب پہنچنے لگا تو میں نے کھڑے ہوتے ہوئے

اور خدا آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "ہیلو مسٹر ناصر پاشا! مجھے طارق محمود کہتے ہیں۔ یہ نام آج صبح سے تمہارے کانوں میں بج رہا ہوگا۔"

پہلے وہ ٹھٹھک کر کھڑا ہوا۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر پوچھا "کیا تم بالکل اکیلے ہو؟"

"میں اکیلا بھی ہوں اور نہتا بھی۔ اور ابھی میں نے چاندنی میں یہ دیکھا ہے کہ تمہارے آدمی مجھے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ تمہاری مردانگی نہ ہوگی۔"

اس نے کہا۔ "مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم واقعی تنہا بھی ہو اور نہتے بھی ہو۔ میں ابھی اپنے آدمیوں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ واپس چلے جائیں۔"

یہ کہہ کر اس نے بلند آواز میں پیچھے چیخ کر اپنے آدمیوں کو واپس جانے کے لیے کہا۔ وہ لوگ جو جھکے ہوئے چل رہے تھے اور چھپ چھپ کر مجھے گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اب چاندنی میں دور دور تک پھیلے ہوئے اس کے آدمی نظر آ رہے تھے اور اس کے حکم کے مطابق واپس جا رہے تھے۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ "تمہارا یہاں اکیلے آنے کا مقصد کیا ہے، کیا تمہیں اپنی جان کا خطرہ نہیں تھا؟"

"بڑے سے بڑا داؤ کھیلنے کے لیے بڑی سے بڑی بازی جیتنے کے لیے جان کو خطرے میں ڈالنا ہی پڑتا ہے۔ میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ باؤ بہت بڑا بزنس مین بنوں گا یا پھر بہت بڑا مجرم۔ مجھے کم از کم ماہانہ پچاس ہزار روپے کی آمدنی چاہیے۔ یہی سوچ کر میں نے صبح ملک فواز کو چھوڑا تھا لیکن مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ ملک فواز اور تمہارا وہ آدمی امیر حسن میری جان کے دشمن بن جائیں گے۔ وہ لوگ مجھے گولی مار کر سمندر میں پھینک دینا چاہتے تھے۔ مجبوراً مجھے اپنی جان بچانے کے لیے تمہارے بہت سے آدمیوں کو ہلاک کرنا پڑا۔ اس کے سوا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو جان بچا کر فرار نہیں ہو سکتا تھا۔"

اس نے پوچھا۔ "تم ہماری لڑکیوں کو کیوں لے گئے ہو؟"

"یہ میرا دھندا ہے کہ میں تمہارے جیسے دھندا کرنے والوں کے راستے کا کانٹا بنا رہوں اور ان سے ان کا شکار چھین لیتا ہوں۔ میں ان لڑکیوں کو نکیوں وہاں سے لایا اور کہاں لے گیا اور اب وہ کہاں ہیں یہ سوال نہ تو تمہارے کرنے کا ہے اور نہ ہی مرادِ دادا سے کچھ پوچھنے کی ضرورت ہے میں تم سے ایک معمولی سا کام لینا چاہتا ہوں۔ کیا تمہارے ہاں اتنی گنجائش ہے کہ مجھے میرے مطالبے کے مطابق اپنے ہاں کوئی کام دے سکو۔ میں خوشی کرنے کو تیار ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "سچ پوچھو تو تم نے ہمارے منہ کی بات چھین لی ہے۔ ہم خود تمہارے جیسے دلیر آدمی کی قدر کرتے ہیں۔ اگر تم اپنے آپ کو پچاس ہزار روپے ماہانہ کا اہل ثابت کرتے رہو تو تمہیں یہ رقم ملتی رہے گی، لیکن اس کا فیصلہ پریوم آئی لینڈ یعنی خوشبو کے جزیرے میں چل کر ہوگا۔ میں بظاہر یہاں۔۔۔ مچھروں کا باس ہوں لیکن میں خوشبو کے جزیرے کا پاکستان میں نمائندہ ہوں۔ میں یہاں کی لڑکیوں کا ٹھیکیدار ہوں اور یہاں کی لڑکیوں کو خوشبو کے جزیرے میں بھیجتا ہوں تم میرے ساتھ چلو۔ تمہارے ساتھ وہاں بہت اچھا معاہدہ ہو جائے گا۔"

سڑکیں بنانے اور عمارتیں تعمیر کروانے والوں کو ٹھیکیدار کہتے ہیں۔ میں نے پہلی بار سنا کہ پردہ فروشی کرنے والے بھی ٹھیکیدار کہلاتے ہیں جبکہ ہماری زبان میں انہیں دلال کہا جاتا ہے لیکن ناصر پاشا اپنے آپ کو اچھے الفاظ میں یاد کر رہا تھا۔ میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا تم اپنے ساتھ مجھے ابھی خوشبو کے جزیرے میں لے جاؤ گے؟"

"ابھی اور اسی وقت تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آج سے ہماری تمہاری دوستی پکی۔"

میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس سے گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں آج سے ہماری دوستی پکی ہے لیکن یاد رکھنا کہ مجھے دھوکا نہ دیا جائے۔ اگر یہاں سے لے جا کر کسی قسم کا دھوکا ہوا تو میں اکیلے نہیں مروں گا۔ اپنے ساتھ کم از کم تمہارے اچھے اچھے دس پانچ کو لے کر مروں گا اس لیے دوستی کے پیچھے دشمنی نہ کرنا۔"

ہم دوست بن کر باتیں کرتے ہوئے عمارت کی طرف جانے لگے۔ وہاں بہت سے لوگ ہمارے منتظر تھے۔ ہمیں ایک ساتھ آتے دیکھ کر انہوں نے اپنے اپنے ریوالور اور بندوقوں کی نالیں نیچی کر لیں۔ وہاں ایک شخص نے مجھے دیکھتے ہی چیخ کر کہا۔ "میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے آج میرے دوست کی جان لی ہے اسے میرے حوالے کیا جائے۔"

آج دن کے وقت ایک اسٹین گن والا جو میرے ہاتھوں سے مارا گیا تھا وہ اس شخص کا دوست تھا اور وہ دوستی کے جذبات میں آ کر چیخ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "اگر تم بھی میرے ہاتھوں مرنا چاہتے ہو تو آؤ میرے سامنے آ کر مجھ پر حملہ کرو۔"

ناصر پاشا نے اس آدمی سے کہا۔ "بے وقوفی کی باتیں نہ کرو اس نے ہمیں یا ہمارے آدمیوں کو یہاں نقصان پہنچایا ہے۔ ہم نے بھی اسے غنڈوں کے ذریعے گرفتار کر کے نقصان پہنچایا ہے۔ حساب برابر ہو گیا۔ اب یہ ہمارے دوستوں اور ساتھیوں میں سے ہے اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔"

اس شخص نے کہا۔ "باس! میں نے اور میرے دوست نے قسم کھائی تھی کہ ہم ایک ساتھ جئیں گے اور ایک ساتھ مریں گے۔ ہم بہت اچھے دوست تھے۔"

ناصر پاشا نے کہا۔ "پھر تو تمہیں اس دوست کے ساتھ ہی مر جانا چاہیے تھا۔ مگر تم تو اس کے قیدی بن گئے تھے۔ اس وقت

تمہیں شرم نہیں آئی تھی۔ اس وقت تم نے اسے للکارا نہیں۔ اس وقت اپنی دوستی کا حق ادا نہیں کیا۔ اب اپنے ساتھیوں کے درمیان اسے تنہا دیکھ کر للکار رہے ہو۔ یہ نہ سوچو کہ یہ اکیلا ہے۔ اب یہ اپنے ساتھیوں میں ہے۔"

اس شخص نے کہا۔ "باس اسے آپ کی حمایت حاصل ہے اور بات بے وفاداری کا تقاضہ تو یہ ہے کہ آپ ہمیں ہمارے جذبات کو پورا کرنے کا موقع دیں۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا یا تو یہ مجھے مار ڈالے یا میں اسے مار ڈالوں گا۔ ہم دونوں میں سے کسی ایک کو آپ پائیں گے اور دوسرے کو کھو دیں گے۔ آپ یہیں فیصلہ کریں۔"

ناصر پاشا نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا تم اس آدمی سے مقابلہ کرو گے؟ یہ تمہیں بار بار چیلنج کر رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تم اسے برداشت نہیں کرو گے۔"

میں نے اسے جواب دینے کے بجائے ایک چھلانگ لگا کر اس کے سینے پر لات ماری تو وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ دوسرے لوگ پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ مقابلہ شروع ہو گیا تھا۔ وہ شخص فوراً ہی اٹھ کر میری طرف لپکا۔ ریت میں اس کے پاؤں دھنس رہے تھے۔ میں نے پیچھے ہٹ کر پھر ایک چھلانگ لگائی اور اسے فلائنگ کک مارتا ہوا دور ریت پر جا گرا۔ دوسری طرف وہ بھی ریت پر اُلٹا پڑا تھا۔

ہم دونوں ایک ساتھ ریت پر سے اٹھے۔ پھر ایک دوسرے کے سامنے تن گئے۔ وہ دوڑتا ہوا مجھے گھونسہ مارنے کے لیے آیا۔ میں نے اس کے گھونسے کو روک لیا اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کرنا چاہا میں نے اس کے دوسرے وار کو بھی روک لیا۔ پھر اسے جھکائی دے کر پیٹ میں گھونسہ مارا۔ پھر منہ پر، پھر ناک پر، پھر منہ پر، پھر سینے پر، پھر ٹھوڑی پر لگاتار گھونسے مارتا چلا گیا۔ آخر وہ بیدم سا ہو کر گر پڑا۔

اب اس میں پہلی جیسی پھرتی نہیں رہی تھی۔ وہ ریت پر سے ہانپتا کانپتا اٹھ رہا تھا اور حملہ کرنے کے بجائے ادھر سے ادھر ڈگمگا رہا تھا۔ اچانک ہی ناصر پاشا نے انار یوا اور نکالا۔ اس میں سائلنسر فٹ کیا۔ پھر اس نے اس شخص کو گولی مار دی۔ وہ ریت پر گرا اور تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر ناصر پاشا کی گمبھیر آواز سناٹے میں گونجنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہم میں سے کوئی کسی کا دوست نہیں ہے۔ کوئی کسی کا بھائی نہیں ہے۔ تم سب اپنے باس کے وفادار رہو۔ اگر میں اسے گولی نہ مارتا تو یہ اس وجہ سے ہمارا غدار بن جاتا کہ ہم نے اس کے دوست کا انتقام طارق محمود سے نہیں لیا تھا اور ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ایک طرح پہلے جو ہمارا دشمن ہوتا ہے وہ کسی مصلحت کی بنا پر ہمارا بہتر بن دوست بن جاتا ہے۔ طارق محمود کے ساتھ بھی یہی بات ہے اور یہ ہمارا بہترین دوست بن چکا ہے۔ اگر کسی کو طارق محمود کے خلاف کچھ کہنا ہو تو اس وقت کہہ دے ورنہ ہمیشہ کے لیے میری پالیسی کے مطابق اپنا دوست تسلیم کر لے۔"

اس کی باتیں سبھی لوگ خاموشی سے سُن رہے تھے کسی نے بھی میری دوستی پر اعتراض نہیں کیا۔ اگر کسی کو کرنا بھی ہوتا تو اس میں جرأت نہ ہوتی کیونکہ وہ اپنے سامنے ایک شخص کو گولی کھا کر مرتے دیکھ چکے تھے۔ ناصر پاشا نے وہاں امیر حسن کی جگہ اپنا نائب مقرر کیا۔ اسے وہاں کے ضروری فرائض سمجھائے۔ پھر اس کے بعد ہم سب روانہ ہو گئے اس عمارت میں چھ آدمی چھوڑ دیے گئے۔ باقی میں، ناصر پاشا اور چار آدمی کشتیوں میں بیٹھ کر لانچ کی طرف جانے لگے۔

آسمان پر نصف چاند تھا اور وہ بھی بدلیوں میں چھپ رہا تھا۔ پورے چاند کی کشش کے باعث سمندر میں جوار بھاٹا پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ چاند آدھا تھا اور بدلیوں میں چھپ رہا تھا اس لیے سمندر کی لہریں بہت زیادہ جوشیلی نہیں تھیں۔ ہم کسی طرح جدوجہد کرتے ہوئے کشتی میں بیٹھ کر لانچ تک پہنچ گئے۔ لانچ پر رسیوں کی سیڑھیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ان سیڑھیوں کے ذریعے ہم لانچ کے عرشے تک پہنچ گئے۔

اس لانچ میں اندھیرا تھا حالانکہ وہاں روشنی کی جا سکتی تھی چونکہ وہ ایک غیر قانونی سفر تھا اور راستے میں کہیں بھی کوسٹ گارڈ یا کسٹم وجیلنس۔۔۔ سے سامنا ہو سکتا تھا اس لیے انہوں نے ساری بتیاں بجھا دی تھیں۔ صرف لانچ کے نچلے حصے میں جہاں انجن رُوم تھا وہاں ایک ہلکی سی روشنی کا بلب روشن تھا۔ ویسے نصف چاند کی روشنی میں بہت کچھ نظر آ رہا تھا۔ عرشے پر مسلح نوجوان کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں اور وہ سب کسی بھی آنے والی مصیبت کا سامنا کرنے کے لیے بالکل چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔

لانچ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی اور وہ منزل خوشبو کا جزیرہ تھی۔ میں اور ناصر پاشا بہت دیر تک لانچ کے عرشے پر کھڑے رہے۔ ناصر پاشا اپنے آدمیوں کو کچھ ہدایات دیتا رہا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا۔ "کون سی پیتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "میں شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔"

"تعجب ہے۔ تمہارے جیسا جواں مرد اور شراب نہیں پیتا تو پھر تمہیں کس چیز سے دلچسپی ہے؟"

میں نے ایک آنکھ دبا کر کہا۔ "مجھے عورت اور خوشبو سے دلچسپی ہے۔ میں شراب نہیں پیتا۔"

"خوشبو کے جزیرے میں تمہیں بے شمار حسین دوشیزائیں نظر آئیں گی لیکن ہم انہیں ہاتھ نہیں لگاتے ہیں۔ وہ عجیب۔۔۔ ہوتی ہیں ویسی ہی رہنے دیتے ہیں کیونکہ ایسی لڑکیوں کی قیمت بہت

زیادہ ہے۔ ہمیں ایک لڑکی کے تقریباً پانچ لاکھ ملتے ہیں اور اگر ان پانچ نہ ہو مگر حسین ہو تو وہ زیادہ سے زیادہ دو لاکھ روپے میں فروخت ہوتی ہے۔"

میں نے پوچھا۔" اچھا تو خوشبو کے جزیرے میں تم تمام مرد کنوارے رہتے ہو؟"

اس نے زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر کہا۔" نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ وہاں اور بھی بے شمار حسین عورتیں ہیں۔ تمہارا دل خوب بہلے گا۔ بس وہاں پہنچنے کی دیر ہے۔"

میں نے اپنے دل میں کہا۔ ہاں بیٹے! بس وہاں پہنچنے کی دیر ہے پھر میں دیکھوں گا کہ وہ خوشبو کا جزیرہ کیا چیز ہے اور وہاں کس قسم کا دھندا کیا جاتا ہے۔ باہر سے خریدار آتے ہیں یا صرف ایجنٹوں کے ذریعے سودا طے ہوتا ہے اور لڑکیاں بھیج دی جاتی ہیں۔ یہ دھندا صرف ایک آدمی کر رہا ہے یا باقاعدہ ان کی ایک تنظیم ہے جس کے تحت یہ کام ہوتا ہے۔ میرا اندازہ یہی تھا کہ یہ ایک منظم گروہ ہے جو اتنا بڑا دھندا پھیلائے ہوئے ہے۔ آنے والے لمحات ہی بتا سکتے تھے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے اور کیسے ہو رہا ہے؟

ہم ایک کیبن میں آ کر بیٹھ گئے۔ اس نے دھکنی کی ایک بوتل اور دو گلاس نکال لیے۔ پھر میرے سامنے ایک گلاس رکھتے ہوئے بولا۔" میں دھکنی پیوں گا۔ تم کوک پیتے رہنا۔ اس طرح پینے میں میرا ساتھ دیتے رہو گے اور ہمارا وقت گزر جائیگا۔"

میں نے پوچھا۔" ہم کتنی دیر میں اس جزیرے تک پہنچیں گے؟"

اس نے اپنی رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا۔" ٹھیک دو گھنٹے کے بعد ہم اس جزیرے پر پہنچ جائیں گے۔"

اس نے آئس باکس میں سے ایک کوکا کولا کی بوتل نکال کر میرے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا۔" اور بتاؤ کہ اب تک تم کراچی میں کہاں تھے اور کیا کر رہے تھے۔ ہماری نظروں میں کیوں نہیں آئے؟"

" میں بنکاک میں تھا۔ میری بیوی شہناز بہت مہنگی عورت ہے۔ اس کے لیے مجھے بیس پچیس ہزار روپے ہر ماہ کمانا پڑتے ہیں۔"

وہ بولا۔" تمہاری بیوی بہت حسین عورت ہے۔ میں نے ایکبار اسے کلب میں دیکھا تھا۔ اس کے بدن میں عجیب سی خوشبو اٹھتی ہے ایک دم سے متوالا بنا دیتی ہے۔ تم بہت خوش نصیب ہو۔"

میں نے کہا۔" جب شراب کھی ہو اور کوئی بھی شراب سے شغل کر رہا ہو تو وہاں میں اپنی بیوی کا ذکر پسند نہیں کرتا۔ ہم دوسری بات کریں گے۔ ویسے یہ بتاؤ تم لوگوں کا لیڈر کون ہے؟"

اس نے جواب دیا۔" میں یہ باتیں ابھی نہیں بتا سکتا۔ جب تم ہمارے گروہ میں شامل کر لیے جاؤ گے اور باقاعدہ تم پر اعتبار کر لیا جائے گا، تب تمہیں تمام باتیں معلوم ہو جائیں گی۔"

" میں نے صبح تمہیں ایک لڑکی کا اور دوپہر کو... بارہ لڑکیوں کا نقصان پہنچایا ہے۔ کیا تم اس کا انتقام نہیں لو گے۔ میں کیسے اعتماد کر لوں کہ میں یہاں سے دوست بن کر جا رہا ہوں اور وہاں جا کر تم دوستی نبھاؤ گے؟"

اس نے جواب دیا۔" اعتبار کر لینا چاہیے کیونکہ اس وقت تم ہماری لانچ میں ہو اور دوست کی حیثیت سے میرے پاس بیٹھے ہو۔ ورنہ میرے مسلح آدمی تمہیں رسیوں سے جکڑ کر ایک طرف بٹھا دیتے اس وقت تمہاری حیثیت ایک قیدی کی ہوتی۔ اس وقت تم یہاں بیٹھ کر میرے ساتھ کوک پیتے ہوئے نظر نہ آتے۔"

" پھر بھی میری وجہ سے تمہیں بارہ لڑکیوں کے چلے جانے سے پچاس ساٹھ لاکھ روپے کا نقصان ہوا ہے۔ یہ نقصان تم کیسے برداشت کر رہے ہو؟"

وہ شراب کا گھونٹ لیتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔" میں بہت نقصان اٹھاتا ہوں۔ میرا کوئی دست راست ایسا نہیں ہے جو صحیح معنوں میں میرا نائب بن کر میرے کام آ سکے۔ کبھی پولیس والے نقصان پہنچاتے ہیں تو کبھی لڑکیاں بھاگ جاتی ہیں۔ کبھی کوئی دوسرا گروہ آ کے ٹکرا جاتا ہے۔ میں اگر تمہیں پسند کر رہا ہوں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ تم بڑے جی دار اور اپنی ضد کے پکے نظر آتے ہو جس مہم پر نکلتے ہو اسے پورا کر کے ہی لوٹتے ہو۔ تم جیتے تمہارے سامنے مقابلہ کے لیے آئے یہ بات میرے دل کو لگ گئی ہے۔ میں تمہیں اپنے برابر عہدہ دوں گا اور اپنے برابر منافع دوں گا۔ اس طرح تم مجھے نقصان سے بچا لو گے کیوں ٹھیک ہے نا؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ وہ ذرا جھوم رہا تھا اور میز کی طرف جھکتے ہوئے گلاس کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔" پتہ نہیں کیا بات ہے۔ ابھی میں نے پورا گلاس ختم نہیں کیا ہے اور مجھ پر نشہ چھا رہا ہے۔ ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ گلاس کو گھورنے لگا میں نے کہا۔" کیا تمہیں شبہ ہے کہ شراب خالص نہیں ہے؟"

" ہاں، میں سمجھ رہا ہوں کہ اس میں کچھ ملاوٹ ہے میرا سر گھوم رہا ہے اور... ایک پیگ میں کبھی ایسا ہوتا نہیں ہے۔ میں بہت زیادہ پینے کا عادی ہوں۔ ایک پیگ میرے لیے پانی کا ایک گھونٹ ہوتا ہے۔"

" کیا تمہیں کسی پر شبہ ہے۔ کیا تمہیں کوئی ملاوٹ والی شراب پلانا چاہتا ہے؟"

وہ آگے پیچھے جھوم رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔" یہاں سب میرے اپنے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس پر شبہ کروں۔ ہاں یاد آیا۔ اس لانچ کا ڈرائیور ایک انگریز ہے۔ اس سے میرا ایک بار لڑا ہو گیا تھا لیکن یہ جھگڑا ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ میرا جانی دشمن بن جاتا اور ایسی مہم کے دوران وہ مجھ سے دشمنی کرے گا یہ میں نہیں سمجھتا۔"

یہ کہتے کہتے باہر پاشا سامنے والی میز پر اوندھے منہ جھک گیا۔ اس پر نیم بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔ میں نے کوکا کولا کی بوتل اٹھا کر اسے گھور کر دیکھا۔ اس کا ڈھکن آئی مضبوطی سے لگا ہوا تھا کہ اس نے اسے فراغت سے کھولا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس میں کوئی دوا نہیں ملائی گئی تھی۔ اگر ملائی گئی ہوتی تو بہرحال ناصر پاشا جیسا ہوتا اور اس وقت میز پر اوندھا نظر آتا۔

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیا کیبن سے باہر نکل کر کسی کو اطلاع دینا چاہیے کہ ناصر پاشا پر کیا گزر رہی ہے۔ اتنے میں کیبن کے دروازے کے پاس آہٹ سنائی دی۔ میں دبے قدموں چلتا ہوا دروازے کے پاس پہنچا۔ پہلے ارادہ تھا کہ ہلکی سے دروازہ کھول کر دیکھوں گا۔ پھر میں نے یہ ارادہ بدل دیا۔ کیونکہ دروازے کے باہر دھیمے لہجے میں باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، کسی نے کسی کو کہا۔" معلوم ہوتا ہے دونوں شراب پینے کے بعد بے ہوش ہو گئے ہیں۔ کیبن میں سے آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا۔" میں دروازے پر دستک دیتا ہوں اگر وہ ہوش میں ہوں گے تو ضرور جواب دیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے دروازے پر دستک دی۔ میں وہاں چپ چاپ کھڑا رہا۔ وہ لوگ جواب کا انتظار کرتے رہے۔ پھر ایک شخص نے کہا۔" نہیں، وہ دونوں شراب پینے کے بعد بیہوش ہو گئے ہیں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔ آؤ ہم باقی دوسروں سے نمٹ لیں۔"

میں دبے قدموں چلتا ہوا واپس اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ ان کی باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ لوگ مجھے بھی شراب پی سمجھتے ہیں اور انہوں نے یہی سوچا تھا کہ میں اور ناصر پاشا شراب پینے کے بعد بے ہوش ہو گئے ہیں۔ آج میرے شراب نہ پینے کی عادت بڑے کام آ گئی تھی۔ واقعی اگر میں بھی پینے میں ناصر پاشا کا ساتھ دیتا تو اس وقت میں بھی غافل پڑا ہوتا۔

میں ہلکی ہلکی ان دونوں کے دماغوں میں جھانکنے لگا۔ جو دروازے کے باہر گفتگو کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص تھرماس میں سے چائے نکال نکال کر مسلح نوجوانوں کو پیش کر رہا تھا اور نوجوان اس چائے کو پیتے جا رہے تھے۔ تب میری سمجھ میں آ گیا کہ اس چائے میں بھی بے ہوشی کی دوا ملائی گئی ہے اور مسلح نوجوانوں کو بھی غافل بنایا جا رہا ہے۔

مجھے وہاں پہنچنے میں ذرا دیر ہو گئی تھی کیونکہ کچھ مسلح جوان چائے کی پیالیاں ختم کر چکے تھے یعنی پوری پیالی پی چکے تھے اور کچھ پی رہے تھے۔ جو پی رہے تھے ان میں سے دو کو میں نے ٹھسکا لگایا تو وہ پینے کے دوران کھانسنے لگے۔ کھانستے کھانستے ان کے ہاتھوں سے پیالیاں چھوٹ گئیں۔ پھر انہوں نے دوبارہ چائے کی فرمائش نہیں کی حالانکہ چائے پلانے والا انہیں پُرزور انداز میں دوبارہ چائے پینے کے لیے کہہ رہا تھا لیکن وہ پینے سے انکار کر چکے تھے۔

جو لوگ پوری پیالیاں پی چکے تھے۔ وہ اپنی اسٹین گن کے ساتھ فرش پر لیٹ گئے تھے اور بیہوش ہو گئے تھے۔ جو پوری پیالیاں نہیں پی سکے تھے ان کا سر چکرا رہا تھا اور ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو رہے تھے۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ ان کے ذریعے کوئی کام لوں گا اور ان سازش کرنے والوں کے خلاف کارروائی کروں گا لیکن ان کے ہاتھ پاؤں اس قدر سست ہو گئے تھے اور ان کا سر یوں چکرا رہا تھا کہ وہ میرے کام نہیں آ سکتے تھے۔

اب وہ چائے پلانے والا کیبن کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ کل چار ساتھی ہیں۔ اس کا سب سے بڑا ایڈیٹر جو ہے وہ لانچ کا ڈرائیور ہے جسے انگریز کہنا چاہیے۔ دوسرا وہ خود تھا اور باقی دو اور ساتھی تھے۔ جب وہ کچن میں پہنچ گیا تو میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر تین پیالیوں میں چائے ڈالی۔ تھوڑی بہت میں اس نے اپنے دو ساتھیوں کو بلا کر کہا۔" آؤ ہم چائے پئیں۔"

ایک ساتھی نے کہا۔" کہیں یہ نشے والی چائے تو نہیں ہے؟"

چائے پلانے والے نے کہا۔" میرا دماغ خراب نہیں ہو گیا ہے کہ میں خود بھی نشے والی چائے پیوں گا اور تم لوگوں کو بھی پلاؤں گا یہ بہترین چائے میں نے اپنے لوگوں کے لیے اسپیشل بنائی ہے پیو۔"

وہ تینوں چائے اٹھا کر پینے لگے۔ دو چار گھونٹ کے بعد اس کے دوسرے ساتھی نے کہا۔" یہ چائے کچھ عجیب مزہ دے رہی ہے۔ کہیں تمہیں دھوکا نہ ہوا ہو۔"

میں جس کے دماغ پر قابض تھا اس نے ناراض ہو کر کہا۔ "تم مجھے احمق سمجھ رہے ہو کیا میں چائے نہیں پی رہا ہوں۔ مجھے تو بدمزہ نہیں لگ رہی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ چائے پیتا رہا۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی اس چائے کو زہر مار کرتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تینوں تھوڑی دیر بعد ہی اونگھنے لگے اور فرش پر بیٹھنے لگے۔ کچھ دیر بعد جب میں نے ان کے ذہن میں جھانک کر محسوس کیا کہ وہ لوگ بیہوش ہو گئے ہیں، تب میں ان کے دماغ سے نکل آیا۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کیبن سے باہر آ گیا۔ اس وقت

لانچ کا بڑا ہی عجیب منظر تھا۔ وہاں جتنے بھی لوگ تھے سب بیہوش پڑے ہوئے تھے۔ یا کچھ ایسے تھے جو نہ تو ہوش میں تھے اور نہ ہی بے ہوش تھے بلکہ ان کا سر چکرا رہا تھا اور وہ اپنی اسٹین گنوں کے پاس سست پڑے ہوئے تھے۔ ان میں اتنا دم خم نہیں تھا کہ وہ اٹھ کر بیٹھ سکتے اور اپنی اسٹین گنوں کو پکڑ کر رکھ سکتے۔

اتنی بڑی لانچ میں صرف ایک لانچ ڈرائیور ہی ہوش میں تھا اور وہ اپنے کیبن میں بیٹھا ہوا راستے کا تعین کر رہا تھا کہ لانچ کو کس طرف جانا چاہیے اور وہ صحیح سمت جا رہی ہے یا نہیں۔ اسی وقت میں کیبن کے دروازے پر پہنچ گیا۔ میری آہٹ سنتے ہی لانچ ڈرائیور نے پلٹ کر دیکھا۔ پھر ایک دم سے بوکھلا گیا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نشہ آور نہ ہر قسم کی شراب پینے کے بعد میں ہوش میں رہوں گا اور اس کے سر پر پہنچ جاؤں گا۔

اس لانچ ڈرائیور کا نام مارک گریڈی تھا۔ میں نے مسکرا کر اُسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو مسٹر مارک، کیا بات ہے۔ میں جہاں بھی دیکھ رہا ہوں وہیں لوگ لمبے لمبے لیٹے ہوئے ہیں۔ میرا ساتھی ناصر پاشا بھی بے ہوش ہو چکا ہے اور میں نے دوسروں کے متعلق بھی یہی اندازہ لگایا ہے کہ سب کے سب بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔"

میری بات سن کر وہ کسی کال بیل پر بار بار انگلی رکھنے لگا۔ میں نے اس سے کہا۔ "شاید تم کال بیل کے ذریعے اپنے کسی ساتھی کو بلا رہے ہو۔ اگر ایسا ہے تو حماقت کر رہے ہو کیونکہ میں نے یہاں لانچ میں اُوپر سے نیچے تک جا کر دیکھ لیا ہے۔ سب کے سب بے ہوش پڑے ہیں۔ انجن میں بھی تین آدمی ہیں جنھیں اپنا ہوش نہیں ہے۔ کیا وہ انجن والے تمھارے ساتھی تھے۔ جو بے ہوش پڑے ہوئے ہیں؟"

وہ بے یقینی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اُسے یقین نہیں آ سکتا تھا کہ اس کے تینوں ساتھی بھی بے ہوشی والی چائے پی کر غافل ہو جائیں گے۔ اس نے کہا۔ "تم جھوٹ بولتے ہو۔ انجن میں میرے آدمی بے ہوش نہیں ہو سکتے۔ تم نے کچھ اُن کے ساتھ ضرور کیا ہے۔"

"مسٹر مارک میں تنہا ہوں اور تم چار آدمی تھے۔ ان تین آدمیوں سے میں اکیلا نمٹ نہیں سکتا تھا اور مجھ میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ میں ان تینوں کو باری باری بے ہوش کر کے سلا دوں۔ جب وہ ہوش میں آئیں گے تو اُن سے پوچھ لینا کہ ان پر کیا بیتی تھی۔ ابھی تو ہم اپنی اپنی باتیں کریں۔"

مارک نے پوچھا۔ "کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ بے ہوش کرنے والی حرکتیں میری عرب سے ہوئی ہیں؟"

میں نے جواب دیا۔ "اتنی بڑی لانچ میں صرف ہم دو ہوش مند ہیں۔ ہم دونوں میں سے کسی ایک نے یہ سازش کی ہے اور کسی خاص مقصد کے تحت سب کو بے ہوش کیا ہے۔ دو میں سے ایک میں ہوں اور میں جانتا ہوں کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ لہٰذا تم نے ہی ایسا کیا ہے۔ اب تم مجھے بتا دو کہ تمھارا مقصد کیا ہے؟"

"تمھارا کیا خیال ہے۔ کیا میں ناصر پاشا اور اس کے محافظ کا دشمن ہوں؟"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "میرا کچھ ایسا ہی خیال ہے کیونکہ ناصر پاشا نے بے ہوش ہونے سے پہلے کہا تھا کہ کیا تمھارا اُس سے جھگڑا ہو گیا تھا۔ کیا یہ درست نہیں ہے؟"

"ہاں ایک بار معمولی سا جھگڑا ہوا تھا۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ میں ناصر پاشا کو اغوا کر کے کسی دوسرے جزیرے میں لے جا رہا ہوں؟"

"میں جو بھی سمجھتا ہوں اُسے میری ذات تک محدود رہنے دو۔ تم بتاؤ کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟"

وہ کہنے لگا۔ "ہمارے ہاں خوشبو کے جزیرے میں ہر ایک کے ساتھ ایک معتمدِ خاص ہوتا ہے۔ پاکستان سے آنے والی لڑکیوں کی نگرانی اور اُن کے بارے میں کاروباری معاملات طے کرنے کی ذمہ داری ناصر پاشا پر ہے۔ یعنی ناصر پاشا پاکستانی دلال ہے۔ اچھے لفظوں میں یہ سمجھ لو کہ پاکستان کی حسین لڑکیوں کا ٹھیکیدار ہے۔ ہر ٹھیکیدار کے ساتھ ایک معتمدِ خاص ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں دوسرے ممالک کے بھی ٹھیکیدار ہیں اور اُن ممالک سے بھی لڑکیاں آتی ہیں اور ایک ملک سے دوسرے ملک انھیں ایکسپورٹ کیا جاتا ہے۔ اس جزیرے میں تقریباً بارہ ممالک کی لڑکیاں ہر وقت آتی جاتی رہتی ہیں۔ انھیں کسی نہ کسی ملک میں ایکسپورٹ کیا جاتا ہے اور اس جزیرے میں دوسرے ملکوں سے لڑکیوں کو امپورٹ کیا جاتا ہے۔"

میں نے سر ہلا کر کہا۔ "اتنا میں سمجھ رہا ہوں کہ وہاں بڑے پیمانے پر کاروبار ہوتا ہوگا۔ تم یہ بتاؤ کہ ناصر پاشا سے کیا دشمنی اور تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"میں نے اس لیے ایسا کیا ہے کہ ہر ایک ٹھیکیدار کے ساتھ ایک معتمدِ خاص ہوتا ہے۔ ناصر پاشا اپنا معتمدِ خاص امیر حسن کو بنانا چاہتا تھا۔ جو کہ نااہل تھا اور خوشبو کے جزیرے میں کسی نے اسے معتمدِ خاص کے طور پر تسلیم نہیں کیا تھا۔ میں حشمت بیگ کا دوست ہوں اور میں چاہتا تھا کہ حشمت بیگ معتمدِ خاص بن جائے۔ اس سلسلے میں میرا اور ناصر پاشا کا جھگڑا ہو گیا۔"

میں نے پوچھا۔ "وہ حشمت بیگ کہاں ہے؟"

اُس نے جواب دیا۔ "ابھی تم نے کہا ہے کہ انجن میں تین آدمی بے ہوش پڑے ہیں تو اُن میں سے ایک یقیناً حشمت بیگ ہوگا۔ وہ یہاں میرا ساتھ دینے کے لیے آیا تھا۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے چپ ہوا۔ مجھے گہری نظروں سے دیکھتا رہا پھر اُس نے کہا۔ "خوشبو کے جزیرے میں جس طرح ناصر پاشا ایک ملک کا ٹھیکیدار ہے۔ اسی طرح باقی گیارہ ممالک کے ٹھیکیدار ہوتے ہیں۔ یعنی بارہ ممالک کے ٹھیکیداروں کا ایک بورڈ ہوتا ہے۔ بورڈ کے بڑے ٹھیکیدار ممبران کی میٹنگ ہوتی ہے اور وہاں بڑے بڑے فیصلے کیے جاتے ہیں۔"

اتنا کہہ کر وہ پھر چند لمحوں کے لیے خاموش ہوا۔ پھر آپ ہی آپ سر ہلا کر بولا۔ "بورڈ کی اس میٹنگ میں میں نے ناصر پاشا کو چیلنج کیا تھا کہ وہ زیادہ ذہین اور چالاک نہیں ہے۔ ساحل سے لڑکیوں کو جزیرے تک لاتے ہوئے کبھی وہ دھوکہ بھی کھا سکتا ہے۔ اس پر ناصر پاشا نے چیلنج کیا تھا کہ کوئی بھی اُسے دھوکا نہیں دے سکتا۔ اُسے ساحل پر رہنے والے امیر حسن پر ناز ہے۔ تب میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں اس کے غرور کو خاک میں ملاؤں گا اور بورڈ کے سامنے یہ ثابت کروں گا کہ امیر حسن اور ناصر پاشا دونوں ہی نااہل ہیں۔ یہ ثابت کرنے کے لیے آج میں نے یہ چال چلی ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہ بارہ لڑکیاں لے کر یہاں آئے گا تو میں ان لڑکیوں کو اپنے طور پر جزیرے میں بھیج دوں گا اور یہ ثابت کروں گا کہ میں نے ناصر پاشا اور اس کے مسلح نوجوانوں کو دھوکا دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ یہ لوگ سچ مچ نااہل ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا بورڈ کے ممبران اس دھوکا دہی پر اس فریب دہی پر تم سے ناراض نہیں ہوں گے؟"

"نہیں۔ ہمارے ہاں ہر وقت ایک دوسرے کو چیلنج کیا جاتا ہے کہ ہم ہر وقت ایک دوسرے سے ہوشیار رہیں اور اپنے سائے پر بھی بھروسہ نہ کریں۔ جو ہوشیار نہیں رہتا وہ دھوکا کھاتا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "جب تم نے چیلنج کیا تھا تو ناصر پاشا کو یہ معلوم ہوگا کہ تم کسی وقت بھی دھوکا دے سکتے ہو۔ پھر وہ تمھیں اس سفر میں ساتھ کیوں لایا؟"

اس نے جواب دیا۔ "جزیرے میں ہم صرف چار لانچ چلانے والے اسکیپر ہیں۔ ہمارے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ باقی جو تین اسکیپر تھے وہ دوسرے تین ممالک کی طرف گئے ہوئے ہیں۔ میں اکیلا رہ گیا تھا۔ اس لیے ناصر پاشا کو مجھ پر بھروسہ کرنا پڑا۔ پھر یہ کہ ناصر پاشا کے پاس اسٹین گن والے مسلح جوان تھے جو اس کے خاص معتمد تھے اور جن پر وہ آنکھیں بند کر کے بھروسہ کر سکتا تھا اور واقعی یہ مسلح نوجوان بھروسے کے قابل تھے لیکن اُن سب کو میں نے دھوکا دیا ہے اور اب میں کامیابی کے ساتھ لانچ کو ان بے ہوش افراد کے ساتھ لے جا کر یہ ثابت کرنے والا ہوں کہ میں جیت گیا ہوں اور ناصر پاشا ہار گیا ہے۔ لہٰذا معتمدِ خاص حشمت بیگ کو بننا چاہیے۔"

"ابھی ہار جیت کا فیصلہ کہاں ہوا ہے۔ ابھی تو لانچ کو جزیرے تک پہنچنے میں ایک گھنٹہ لگے گا۔ شاید کچھ اور دیر لگے۔ اس وقت تک ناصر پاشا ہوش میں آ جائے گا۔ کیونکہ اُس نے شراب کی بوتل سے صرف چند گھونٹ پیے تھے اور اس کا سر چکرا گیا تھا۔ اُس نے سمجھ لیا تھا کہ شراب میں ضرور کوئی چیز ملائی گئی ہے وہ محتاط ہو گیا تھا اس لیے اُس نے زیادہ نہیں پی تھی۔"

میری بات سن کر وہ چونک کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اُس نے کہا۔ "میں ابھی جا کر ناصر پاشا کو رسیوں سے جکڑ دوں گا اور اس کے مسلح محافظوں کو بھی رسیوں سے باندھ دوں گا۔ میں ابھی تک یہی سمجھ رہا تھا کہ میرے ساتھی ان لوگوں کو رسیوں سے جکڑ رہے ہوں گے مگر میں یہ جیتی ہوئی بازی ہار جاؤں گا۔ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔"

"میں ایک بہت مضبوط دیوار ہوں۔ مجھے راستے سے ہٹانا بہت مشکل ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اُس نے اچانک میری طرف چھلانگ لگائی۔ وہ مجھے ایک فلائنگ کک مار کر اس کیبن سے باہر جانا چاہتا تھا لیکن میں اُس کے ارادے سے غافل نہیں تھا میں ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ گر میں بہت زور کی چوٹ آئی اور وہ کراہنے لگا۔ میں نے کہا۔ "میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ میں ایک بہت مضبوط دیوار ہوں۔ ٹکرا کر پچھتاؤ گے۔"

یہ کہہ کر میں نے اُس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ وہ جسمانی طور پر مجھ سے کمزور تھا۔ اس لیے میں نے زیادہ اپنی قوت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ تھوڑی سی اس طرح اس کی پٹائی کی کہ وہ دہشت زدہ ہو گیا پھر میں نے اُسے پکڑ کر اٹھایا اور اُس کی گردن پکڑ کر اُسے دھکا دیتا ہوا انجن روم میں لے گیا۔ وہاں انھوں نے پہلے ہی بہت ساری رسیوں کا انتظام کر رکھا تھا۔ اُن کے منصوبے میں یہ بات تھی کہ بعد میں وہ سب کے ہاتھ پاؤں باندھ دیں گے۔ میں نے اس رسّی سے اُس کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھے پھر اُس کی دونوں ٹانگوں کو

باندھ دیا۔ اس کے بعد اسے چھوڑ کر میں نے اس کے تینوں ساتھیوں کے بھی ہاتھ پاؤں باندھ دیے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد جب میں واپس ناصر پاشا کے کیبن میں آیا تو وہ کسمسا رہا تھا۔ ہوش میں آنے والا ہی تھا واقعی اس نے زیادہ نہیں پی تھی ـــــ یہ اس نے دانش مندی کا ثبوت دیا تھا اور اب اس بے ہوشی کی دوا کا اثر زائل ہو رہا تھا۔ اس کے سر کا چکرانا کم ہو گیا تھا اور وہ آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے اپنی تھوڑی کے نیچے گلے پر ہاتھ پھیرا جو ظاہر کر رہا تھا کہ اس کا حلق خشک ہو گیا ہے اسے پیاس لگ رہی ہے۔ میں نے فوراً ہی آئس بکس سے کوکا کولا کی بوتل نکال کر اسے کھولا اور اسے ایک ہاتھ کا سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے بوتل کو اس کے منہ سے لگا دی۔ وہ کسی پیاسے کی طرح اسے جلدی جلدی پینے لگا۔ تقریباً آدھی بوتل پینے کے بعد وہ ٹھہر گیا اور گہری گہری سانس لینے لگا۔ میں نے بوتل کو میز پر رکھ کر اسے تسلی دی کہ وہ حوصلہ رکھے اس پر بے ہوشی کی دوا نے زیادہ اثر نہیں دکھایا ہے۔

اتنے میں اچانک کیبن کا دروازہ کھلا۔ ایک اسٹین گن والا لڑکھڑاتا ہوا آ کر دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے نقاہت سے پوچھا "باس آپ خیریت سے تو ہیں؟"

ناصر پاشا نے جواب دیا "ہاں ابھی تک تو خیریت ہے کیا تم نے بھی بے ہوشی کی دوا پی لی تھی؟"

اس نے جواب دیا "نہیں ہم لوگوں کو چائے پلائی گئی تھی۔ میں نے صرف دو ہی گھونٹ پیے تھے کہ تھکاوٹ گ گیا تھا۔ میں اس سے آگے نہ پی سکا۔ یہی وجہ ہے کہ میں اور میرا ایک ساتھی ہوش میں آ گئے ہیں۔ میرا وہ دوسرا ساتھی اپنے ساتھیوں کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا ہے اور میں آپ کی خیریت معلوم کرنے یہاں تک آ گیا ہوں۔"

میں نے اس سے کہا "اپنے ساتھی سے جا کر کہہ دو کہ میں نے مارک گریڈی اور اس کے تین ساتھیوں کو کچن میں باندھ کر ڈال دیا ہے۔ انھیں کھولا نہ جائے۔ یہ ساری سازشیں انہی چاروں کی ہیں۔ ہم ابھی ان سے حساب کر لیں گے۔"

وہ شخص ناصر پاشا کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ ناصر پاشا نے کہا "ہاں طارق محمود جو کچھ بھی کہے اس پر بلا چون و چرا عمل کیا جائے۔ جاؤ اپنے ساتھیوں کو ہوش میں لانے کی کوشش کرو اور ان چاروں کو اپنی نگرانی میں رکھو۔"

وہ اسٹین گن والا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ناصر پاشا نے کہا "مارک گریڈی کو ریوالور کی زد میں رکھ کر لانچ کو آگے بڑھانا ہو گا۔ کیونکہ یہ سمندری راستے ہمارے سمجھ میں نہیں آتے۔ چاروں طرف پانی ہی پانی ہے اور ہمارے لیے راستے کا تعین بہت مشکل ہو جائے گا۔ میں اتنے عرصے تک سفر کرنے کے یہ نہیں سمجھ سکتا کہ جزیرہ کس سمت میں ہے۔"

اس کی بات سن کر مجھے بے اختیار رستمانہ یاد آ گئی جو سمندر کی بیٹی تھی اور منہ زور لہروں سے کھیلنا جانتی تھی۔ سے بڑے بحری جہاز کو کنٹرول کر لیتی تھی اور بیچ سمندر میں راستوں کا تعین کر لیتی تھی کہ اسے کس سمت جانا ہے۔ اس ساتھ رہ کر مجھ میں نے بھی سیکھا ہوا تھا۔ میں نے ناصر پاشا "فکر نہ کرو میں قطب نما کے ذریعے راستے کا تعین کر لوں گا وہ نقشہ دکھا دو جو جزیرے کی سمت متعین کرتا ہے۔"

ناصر پاشا نے کہا "یہ سمندری نقشہ بھی اسی اسکیپر کے میں ہو گا۔ کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ہم مارک گریڈی سے ہی کام لیں وہی ہمیں منزل تک پہنچائے۔ ہو سکتا ہے کہ تم راستے سے بھٹ جاؤ تو بڑی مشکل ہو گی۔ ہماری لانچ میں حساب سے ایندھن جاتا ہے۔ اگر سفر بے حاصل ہو گیا تو ہم مشکل میں پڑ جائیں گے۔"

میں نے کہا "ایسی بات ہے تو اپنا ریوالور مجھے دو۔ مارک گریڈی کو ریوالور کی زد میں رکھ کر لانچ چلانے پر مجبور کرتا گا۔ تم اپنے آدمیوں کو جا کر سنبھالو۔"

اس نے اپنی جیب سے ریوالور نکال کر مجھے دے دیا۔ وہاں سے چلتا ہوا پھر کچن میں آیا۔ وہاں میں نے مارک گر کے ہاتھ پاؤں کھول کر اسے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا "چپ اسکیپر کیبن میں چل کر لانچ کو جزیرے کی طرف لے جاؤ۔ دینے کی کوشش کی تو میں بے دریغ گولی مار دوں گا۔"

اس نے اسکیپر کیبن میں آ کر لانچ کو جزیرے تک پہنچا کی ذمہ داری سنبھال لی۔ تھوڑی دیر بعد ناصر پاشا بھی اسی میں آ گیا۔ اس نے کہا "میرے اور مارک گریڈی کے درمیان جانی دشمنی نہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے کو شکست دینے اور دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مارک نے یہی کوشش کی میں پہنچ کر اسے مجرم نہیں سمجھا جائے گا بلکہ یہ اس کی ایک ہی کوشش جائے گی جزا کا کام بنا دی گئی ہے۔"

میں نے کہا "اگر اس دوران کسٹم و جیلنس آ جاتی اور سب لوگوں کو بے ہوش دیکھ کر قانونی کارروائیاں شروع کر دیتی تو ہم قانون کی گرفت میں نہیں آ جاتے؟"

ناصر پاشا نے سر ہلا کر کہا "ہاں مارک کی اس حماقت سے سب قانون کی گرفت میں آ سکتے تھے۔ یہ غور کرنے کا مقام مارک نے بہت بڑی حماقت کی تھی۔ میں اس کی اس حماقت کو بورڈ کے سامنے پیش کر سکتا ہوں لیکن ایک فضاحت ہے:

میں نے پوچھا "وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ وہاں بورڈ کے سامنے میری یہ کمزوری بھی ظاہر ہو گی کہ میں مارک گریڈی کے فریب میں آ گیا تھا اور تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی شراب پی کر بے ہوش ہو گیا تھا۔ بلکہ مارک اس حد تک کامیاب ہو گیا تھا کہ وہ..... میرے مسلح معتمد محافظوں کو بھی بے ہوش کر چکا تھا اور مجھے تقریباً نااہل ثابت کر چکا تھا۔ میں اپنی یہ کمزوری بورڈ کے سامنے پیش نہیں کرنا چاہتا۔"

میں نے پوچھا "پھر کیا کرنا چاہتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "میں نے بے ہوش کر دینے والی اس خراب کی بوتل کو سمندر میں پھینک دیا ہے اور وہ تمام چائے بھی ضائع کر دی ہے۔ مارک اب بورڈ کے سامنے یہ نہیں کہہ سکے گا کہ اس نے ہمیں ٹریپ کرنے کی کوشش کی تھی۔ ہم سیدھی طرح ساحل تک گئے تھے اور سیدھی طرح ساحل سے واپس آ گئے۔ اس دوران ہمارے درمیان کوئی کشمکش نہیں ہوئی تھی۔"

میں نے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی۔ اس طرح تو مارک بھی محفوظ ہو جائے گا۔ اس پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔"

ناصر پاشا نے کہا "ہاں مجبوری ہے اس پر الزام نہ آئے تو میں بھی نااہل ہونے کے الزام سے بچ جاؤں گا۔ بہتری اسی میں ہے کہ ہم اس معاملے کو جزیرے تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دیں اور ان تین آدمیوں کو بھی میں نے کھول دیا ہے۔ اب وہ آزاد ہیں لیکن ہمارے آدمیوں کی نگرانی میں ہیں۔ جزیرے پر پہنچنے تک ہم ان کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ ہم سب ایک دوسرے کے پہلے جیسے دوست تھے ویسے ہی دوستانہ انداز میں وہاں جزیرے میں پہنچیں گے۔"

میں نے اس کے حالات پر غور کیا تو ناصر پاشا یہ فیصلہ کرنے میں حق بجانب نظر آیا کہ معاملے کو جزیرے میں پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دینا چاہیے کیونکہ اس طرح ناصر پاشا کی اپنی کمزوری چھپ جاتی تھی اور مارک گریڈی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نے ناصر پاشا اور اس کے محافظوں کو تقریباً پھانس لیا تھا اور..... انہیں نااہل ثابت کر چکا تھا۔ تقدیر سے وہ بچ گئے تھے ورنہ ان کے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ وہ قیدی کی صورت میں جزیرے تک لائے جاتے۔ ناصر پاشا یہ توہین برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اس نے اس بات کو ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ہم اس جزیرے کے ساحل پر پہنچ گئے۔ اس جزیرے کو دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ لیکن رات کے وقت دور دور تک صرف قمقمے نظر آ رہے تھے۔ قریب ہی کہیں بہت بڑے جنریٹر کی آواز آ رہی تھی جس سے پتہ چلا کہ جنریٹر کے ذریعے وہاں بجلی پیدا کی جاتی ہے اور دور دور تک مکانوں یا کسی قسم کے ٹھکانوں میں بتیاں جلتی رہتی ہیں۔ ناصر پاشا مجھے اپنے ساتھ اپنے ایک بنگلے میں لے آیا۔ بنگلے تک پہنچنے کے لیے ہمیں کسی گاڑی کی ضرورت نہیں پڑی۔ ہم پیدل ہی چلتے ہوئے اس کی رہائش گاہ میں پہنچ گئے تھے۔ اس وقت ساڑھے تین بج رہے تھے۔ صبح ہونے میں کچھ دیر تھی ـــــ ناصر پاشا نے کہا۔ "اب تم آرام کرو۔ صبح اٹھ کر باتیں ہوں گی۔ ویسے تم نے جس طرح میرا ساتھ دیا ہے اس سے تم پر میرا اعتماد اب پہلے سے... زیادہ مستحکم ہو گیا ہے۔ میں تمہیں اب عمر بھر نہیں چھوڑوں گا اور اپنے ساتھ رکھوں گا اور تمہارے تمام مطالبات پورے کروں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے مجھے ایک بیڈ روم میں پہنچایا جو بہت ہی پُرتکلف انداز میں سجا ہوا تھا اور نہایت ہی آرام دہ تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔

سونے سے پہلے میری عادت تھی کہ خیال خوانی کے عمل سے گزرتا تھا اس لیے ابھی مجھے سونیا وغیرہ کی خبر لینی تھی۔ لہٰذا میں دروازے کو بند کر کے ایک سگریٹ سلگا کر ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا۔

چند لمحوں کے بعد میں سونیا کے پاس تھا۔ اس کی سوچ نے مجھے بتایا کہ وہ سینڈل ابھی تک اسے واپس نہیں ملا ہے۔ بونوں کی گاڑیوں نے اور دشمنوں کی گاڑیوں نے اس ٹرک کا تعاقب کیا تھا لیکن ایک چور راہے پر وہ ٹرک آگے نکل گیا تھا اور سگنل نہ ملنے کے باعث تعاقب کرنے والی گاڑیاں رک گئی تھیں جب انھیں سگنل ملا اور وہ آگے بڑھیں تو اس وقت تک وہ ٹرک کہیں کا کہیں جا چکا تھا۔ اس کی تلاش میں وہ لوگ بہت دور دور تک بھٹکتے رہے تھے۔

یہ رپورٹ سونیا کو بہت پہلے مل چکی تھی۔ ٹام کروسری رپورٹ یہ ملی کہ وہ ٹرک ایک جگہ کھڑا ہوا پایا گیا تھا۔ بونوں نے دریافت کیا تھا کہ اس ٹرک میں ایک سینڈل پڑا ہوا تھا۔ وہ کہاں گیا۔ ٹرک ڈرائیور نے بتایا کہ جب ٹرک سے مال اتار رہا تھا تو ایک استعمال شدہ سینڈل نظر آیا تھا۔ اسے اٹھا کر ان لوگوں نے ایک طرف پھینک دیا تھا۔

پیرس شہر کو بہت صاف ستھرا رکھا جاتا ہے۔ راستے یا کنارے پر کہیں تھوڑا سا بھی کچرا نظر نہیں آتا۔ اگر کوئی چیز پڑی ہو تو راستے کی صفائی کرنے والے جھنگی فوراً ہی اسے اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے بونوں نے اندازہ لگایا کہ اس سینڈل کو کوئی جھنگی کچرے کے ڈرم میں لے گیا ہے۔ قریب ہی ایک بڑا کچرا گھر تھا۔ جہاں تمام جگہ کا کوڑا کرکٹ لا کر ڈالا جاتا تھا۔ وہ سب کے

سب بونے کچرا گھر گئے تھے اور کچرا گھر کے پورے کچرے کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا لیکن وہ سینڈل نہیں ملا تھا۔

وہ دیکھنے کا منظر تھا کہ اونچے قد کے دشمن اور ننھے قد کے بونے سب کے سب کچرا گھر کے کچرے کو الٹ پلٹ رہے تھے اور وہاں سے گزرنے والے راہگیر انھیں حیرانی سے دیکھ رہے تھے کہ یہ اونچے لوگ اور چھوٹے۔۔۔۔ لوگ اس کچرا گھر کو کیوں الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں۔ بعد میں ان لوگوں نے سوالات کیے تو انھیں بتایا گیا کہ ان سب کو صرف ایک سینڈل کی تلاش ہے اور وہ سینڈل انھیں نہیں مل رہا ہے۔ تب وہاں کھڑے ہوئے ایک نوعمر لڑکے نے کہا "میں نے ایک بدحال بوڑھے شخص کو دیکھا ہے۔ اس کی عادت ہے کہ وہ کچرا اپنی جھولی میں سمیٹ کر لے جاتا ہے اس نے ایک سینڈل کو یہاں سے اٹھایا تھا اور اپنی جھولی میں ڈال کر لے گیا تھا۔"

ایک بونے نے اس نوعمر لڑکے سے پوچھا تھا کہ وہ بوڑھا کہاں رہتا ہے؟

لڑکے نے جواب دیا تھا "میں نہیں جانتا۔ وہ کبھی کبھی ادھر سے گزرتا ہے اور کچرا گھر سے کچھ نہ کچھ اٹھا کر اپنی جھولی میں ڈال کر لے جاتا ہے۔"

پھر اس سے سوال کیا گیا کہ اس نے سینڈل کو اٹھا کر کیا کیا تھا۔ وہ اسے لے کر کس سمت گیا تھا۔

لڑکے نے جواب دیا کہ اس نے سینڈل کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا تھا اور سینے سے لگانے کے بعد کہہ رہا تھا "میری بچی تم کہاں ہو؟ اتنی تلاش کے بعد آج تمھارا سینڈل ملا ہے مجھے یقین ہے کہ کل تم بھی مجھے مل جاؤ گی۔ میں تمھیں تلاش کرتا رہوں گا۔"

سونیا بڑی سنجیدگی سے سوچ رہی تھی۔ میں نے اسے اس کے حال پہ چھوڑ دیا۔ کیونکہ ادھر میری طرف رات تقریباً گزر چکی تھی اور اب مجھے نیند آ رہی تھی۔ میں نے سونیا کے پاس سے واپس آ کر چپ چاپ رسونتی کی خبر لی۔ ممی کو دیکھا تو وہ گہری نیند سو رہی تھیں۔ پھر میں واپس اپنی جگہ آ کر بستر پہ لیٹ گیا اپنے آپ کو سلانے سے پہلے میں نے ناصر پاشا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ سو چکا تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ میں جھانک کر اس کے دماغ کو یہ ہدایت دی کہ وہ صبح نو بجے سے پہلے بیدار نہ ہو۔ میں نے اسے اس طرح نو بجے تک محدود کرنے کے بعد اپنے آپ کو سلانا شروع کیا۔ اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میں صبح آٹھ بجے تک سو تا رہوں۔ اگر کوئی میری خواب گاہ میں داخل ہوا، کوئی بھی کسی راستے سے بھی یہاں آنے کی کوشش کرے تو میری آنکھ کھل جائے۔ یہ تمام ہدایات دینے کے بعد میں اطمینان سے سو گیا۔

میری بھاگتی ہوئی دوڑتی ہوئی زندگی چار گھنٹے کے لیے تھم گئی۔ چار گھنٹے تک میں آرام اور سکون سے سوتا رہا۔ ٹھیک آٹھ بجے میری آنکھ کھل گئی۔ میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر سگریٹ سلگا کر صوفے پہ بیٹھ گیا اور ناصر پاشا کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ ویسے میں چاہتا تو اسے سونے سے جگا سکتا تھا لیکن میں نے دانستہ ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ مجھے ممی سے بات چیت کرنی تھی۔

ممی نے پچھلے دن ہی اسپتال جا کر رسونتی سے شناسائی پیدا کر لی تھی اور اس سے اس قدر بے تکلف ہو گئی تھیں کہ اسے بیٹی بنا لیا تھا۔ تبھی تو اس کی عیادت کے لیے کئی تھیں۔ پھر اس وقت بھی صبح اسپتال میں اس کے پاس موجود تھیں اور اس کی دلجوئی کر رہی تھیں۔ میں نے ان سے کہا "ہیلو ممی آپ بہت ہی اچھی ممی ہیں اور آپ نے میری بات پر عمل کرتے ہوئے اتنی جلدی رسونتی سے دوستی کر لی ہے۔ آپ اسے یہ بتا دیں کہ آپ نے فرہاد کو بیٹا بنایا ہے کیونکہ اب یہ بات تقریباً چھپی ہوئی نہیں ہے کہ فرہاد کی نیلی بیچی ابھی اس دنیا میں زندہ ہے اور فرہاد کہیں روپوش ہے۔"

ممی نے کہا "میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ میں تمھارے حوالے سے دوستی کروں تو رسونتی سچ مچ میری بیٹی بن کر میرے زیادہ قریب ہو جائے گی اور اس طرح ہمارا آپس کا رشتہ مستحکم ہوتا چلا جائے گا۔ ٹھیک ہے میں ابھی اس سے ذکر کرتی ہوں۔"

میں نے کہا "ممی آپ رسونتی سے باتیں کریں۔ میں چار بجے تک بہت مصروف ہوں۔ بعد میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ اس وقت دروازہ پر دستک ہو رہی تھی۔ میں سمجھ گیا۔ ناصر پاشا آیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔ وہ بستر سے اٹھتے ہی چلا آیا تھا۔

مجھے بالکل تیار دیکھ کر شرمندگی سے بولا "مجھے معاف کرنا میں دیر تک سوتا رہ گیا۔ بس ابھی آدھ گھنٹے کے اندر تیار ہو کر آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں پھر اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا اور سگریٹ سلگا کر اس کے کش لگانے لگا۔ تقریباً پون گھنٹے بعد ایک بوڑھی ملازمہ نے مجھے بلایا اور۔۔۔ ایک ڈائننگ روم میں پہنچا دیا۔ وہاں ناصر پاشا بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ میز پر تکلف ناشتہ چنا ہوا تھا۔ ہم دونوں ناشتہ کرتے ہوئے باتیں۔۔۔۔ کرنے لگے۔ ناصر پاشا نے بتایا "روزانہ لنچ کے وقت بورڈ کے ممبران وہاں ایک بڑے سے ہال میں جمع ہوتے ہیں اور پیش آنے والے مسائل پر گفتگو کی جاتی ہے۔ کل رات جو کچھ ہوا اسے تو ہم نے چھپا دیا ہے لیکن بارہ لڑکیاں جو تم نے غائب کر دی ہیں۔ اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔ تم سوچ لو کہ کیا جواب دو گے۔ ویسے میں تم سے اس معاملے میں کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا۔"

میں نے کہا "میں نے ان تمام لڑکیوں کے ریکارڈ ضائع کر دیے ہیں اب ان کو کسی صورت سے بلیک میل نہیں کیا جا سکتا۔ جو لڑکیاں کراچی شہر کی رہنے والی تھیں وہ اپنے گھروں کو پہنچ گئی تھیں اور جو باہر سے آئی تھیں انھیں مراد داد اب تک پہنچانے چلا گیا ہوگا۔ لہٰذا اب ان لڑکیوں کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

ناصر پاشا نے پوچھا "تم نے ایسا کیوں کیا تمہیں ان لڑکیوں کو واپس ان کے گھروں تک پہنچا کر کیا ملا؟"

میں اسے جواب دینا چاہتا تھا کہ مجھے روحانی سکون ملا ہے۔ غیرت سلامت رہی ہے لیکن میں فی الحال اسے یہ جواب نہیں دے سکتا تھا۔ مجھے اس خوشبو کے جزیرے کو اچھی طرح دیکھنا تھا اور اچھی طرح چھان پھٹک کے بعد اپنے طور پر کوئی مثبت انداز میں قدم اٹھانا تھا۔ میں نے اسے جواب دیا "میں جو کچھ بھی کرتا ہوں یا جتنے ساتھ جو کچھ بھی کیا تھا۔ وہ ایک انتقامی کارروائی تھی۔ ملک نواز نے مجھ سے انتقام لینے کے لیے مراد داد جیسے غنڈوں بدمعاشوں کو میرے پیچھے لگایا تھا۔ تم نے دیکھ ہی لیا ہے کہ میں نے تم سے کیسے دوستی کی۔ اسی طرح میں نے مراد داد کو بھی دوست بنا لیا ہے اور تمھاری ساحلی عمارت میں جا کر ان بارہ لڑکیوں کو نجات دلائی اور انتقاماً انھیں آزاد کر دیا کہ تمھیں یا ملک نواز یا امیر حسن کو اچھا خاصا نقصان پہنچے تو ہم لوگوں کو میری اہمیت کا اندازہ ہو جائے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اس طرح میری اہمیت کا اندازہ تمھیں ہو گیا ہے۔"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "ہاں میں سمجھ رہا ہوں کہ تم میرے لیے کتنے اہم ہو۔ میرا دل کہتا ہے کہ تم میرے بہت کام آؤ گے اور جو نقصان مجھے پہنچا ہے۔ اس سے زیادہ فائدہ میں تمھارے ذریعے حاصل کر سکوں گا۔ بہرحال آج دوپہر کو جب بورڈ کی میٹنگ ہو گی تو میں تمھیں بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور وہاں تمام لوگوں سے تمھارا تعارف کراؤں گا۔"

ناشتہ کرنے کے بعد ہم باہر آ گئے۔ اب جزیرے کی سیر کرنے کا ارادہ تھا۔ ناصر پاشا نے بتایا کہ وہ جزیرہ تیس میل کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے اور وہاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے لیے ٹیکسیاں اور رکشے ہیں جو کرایہ نہیں لیتے ہیں۔ یہ سب جزیرے کے باشندوں کے لیے مفت سروس ہے بلکہ یہاں دکانوں میں جو مال رکھا ہوا ہوتا ہے جزیرے میں رہنے والے تمام لوگ وہاں جا کر اپنی ضرورت کا سامان لے سکتے ہیں کیونکہ یہاں اجنبی لوگ نہیں آتے ہیں۔ یہاں بارہ ممالک کے ٹھیکیدار اور ان کے خاص مسلح محافظ ہوتے ہیں یا پھر وہ غوطہ زن ہوتی ہیں جو ایک جگہ سے امپورٹ ہوتی ہیں۔ دوسری جگہ ایکسپورٹ کی جاتی ہیں ان سب عورتوں کے لیے مفت شاپنگ کا انتظام کیا گیا ہے۔

ناصر پاشا کے لیے ایک مخصوص کار تھی جس میں بیٹھ کر ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ جزیرہ بہت ہی خوب صورت تھا۔ دن بھی بڑا خوشگوار تھا اور چمکیلا تھا۔ دور دور تک لکڑی یا پھونس کے بنے ہوئے کاٹج نظر آ رہے تھے جو کہ بڑی ہی خوبصورتی

سے بنائے گئے تھے جو بڑے بڑے کاٹج تھے اُن کے متعلق ناصر پاشا نے بتایا کہ وہ سب دکانیں ہیں اور ان میں مختلف ضروریات کا سامان دستیاب ہو جاتا ہے۔

کار میں بیٹھ کر مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ چوراہوں پر نیلی وردی میں ملبوس نوجوان نظر آتے تھے جن کے ہولسٹروں میں ریوالور ہوا کرتے تھے اور عورتیں اور لڑکیاں اِدھر اُدھر آزادی سے گھومتی پھرتی نظر آتی تھیں۔ کسی پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ دُور دُور تک مجور کے گھنے درخت نظر آتے تھے۔ وہاں کا ماحول بڑا ہی خوب صورت اور رومانٹک لگتا تھا۔ ایک جگہ پہنچ کر ناصر پاشا نے گاڑی روک دی۔

وہ علاقہ جہاں گاڑی روک دی گئی تھی۔ وہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر خوب صورت سے بڑے بڑے کاٹج بنے ہوئے تھے۔ ناصر پاشا نے کہا "یہ کاٹج تربیت گاہ کہلاتے ہیں۔ یہاں مختلف ممالک سے آنے والی لڑکیوں کو تربیت دی جاتی ہے۔"

میں نے پوچھا: "انھیں کس قسم کی تربیت دی جاتی ہے؟"

اس نے جواب دیا: "پہلے ان لڑکیوں کی تصویریں مختلف ممالک کے دولت مند ضرورت مندوں کے پاس بھیجی جاتی ہیں جب اُن کا سودا طے ہو جاتا ہے تو دیکھا جاتا ہے کہ وہ دولت مند کس ملک سے تعلق رکھتا ہے اور اُس..... کی زبان کیا ہے اُس کی پسندیدہ لڑکی کو اُس کے ملک کی زبان سکھائی جاتی ہے اُس کے مزاج کے مطابق بیٹھنے اُٹھنے اور ہنسنے بولنے کے آداب سکھائے جاتے ہیں۔ اُن کی تہذیب کے مطابق اس لڑکی کو ڈھالا جاتا ہے۔ اُس کے بعد ہم اس کو یہاں سے ایکسپورٹ کرتے ہیں۔"

ہم کار سے اتر کر ایک کاٹج میں گئے۔ وہاں کلاس لگی ہوئی تھی اور ایک سے بڑھ کر ایک حسین لڑکی وہاں بیٹھی ہوئی کسی مخصوص ملک کی زبان سیکھ رہی تھی۔ ان میں چند پاکستانی لڑکیاں بھی تھیں۔ یہ دیکھ کر میرا خون اندر ہی اندر کھولنے لگا لیکن میں نے بہت برداشت سے کام لیا۔ کوئی دوسرا وقت ہوتا تو میں اسی جگہ ناصر پاشا کی ایسی درگت بناتا۔ اُسے ایسی عبرت ناک موت سے ہمکنار کرتا کہ دوسرے دیکھنے والے تھرتھرا کر رہ جاتے اور کان پکڑ کر توبہ کر لیتے کہ آئندہ کبھی میرے ملک کی عزت کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھیں گے۔

وہاں سے ہم دوسری کلاس میں گئے۔ اس کلاس میں لڑکیوں کو چال سکھائی جا رہی تھی کہ کس طرح نازو انداز سے چلنا چاہیے دبلی پتلی لڑکیوں کو کس طرح شاخِ گل کی طرح لچکنا چاہیے اور ذرا صحت مند جسم رکھنے والی لڑکیوں کو کس طرح قدم اٹھانا چاہیے گویا انھیں مجوبانہ انداز سکھائے جا رہے تھے۔

ایک اور کلاس میں موسیقی سنائی دے رہی تھی۔ ہم وہاں گئے تو وہاں بھی ایک سے ایک طرح دار حسین لڑکیاں نظر آئیں تھیں اور وہ سب ڈسکو میوزک پر رقص کرنا سیکھ رہی تھیں۔

ناصر پاشا سے کہا: "یہاں سے چلو مجھے ناچ گانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی: "یس جنرل سیکریٹری بول رہا ہوں۔ اب تک تم نے پچھلی رات کے بارے میں رپورٹ نہیں بھیجی۔ اس کے برعکس مارک گرنڈی نے رپورٹ دی ہے کہ کل رات کو لانچ میں تمھارے اور اس کے درمیان کوئی سازش ہوئی تھی جس میں وہ کامیاب ہو چکا تھا۔ صرف تمھارے ایک آدمی کی مداخلت نے تمھیں بچا لیا ورنہ تم دھوکہ کھا چکے تھے۔"

ناصر پاشا نے کہا: "وہ بکواس کرتا ہے۔ مجھے دھوکہ دینے کے لیے اُسے پھر ایک بار جنم لینا پڑے گا۔ میں اپنے ساتھ صرف ایٹین گن والے محافظ ہی نہیں بلکہ اچھی ذہانت رکھنے والے ساتھی بھی رکھتا ہوں جو ایسے آڑے وقت پر کام آتے ہیں اور وہ سروں کی سازشوں کو ناکام بنا دیتے ہیں۔ میں ابھی آکر اپنی مکمل رپورٹ دوں گا۔ بس میں پہنچنے ہی والا ہوں۔"

"ٹھیک ایک بجے بورڈ کے تمام ممبران اپنی اپنی سیٹ پر موجود ہوں گے اور آپ کے منتظر رہیں گے۔ آپ وقت پر پہنچ جائیں۔"

ناصر پاشا نے اپنی رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔ ایک بجنے میں ابھی پندرہ منٹ باقی تھے۔ وہ ریسیور رکھ کر ٹیلیفون بوتھ سے باہر آ گیا۔ پھر کار میں آکر بیٹھتے ہوئے بولا: "اس مارک گرنڈی نے رپورٹ دے دی ہے۔"

اُس نے کار اسٹارٹ کی۔ میں نے پوچھا: "کیسی رپورٹ؟"

میں سمجھتا تھا کہ وہ سازش میں ناکام ہوا ہے تو پچھلی رات والی باتیں نہیں دہرائے گا لیکن اس نے بورڈ کے ممبران کے پاس وہ سب کچھ لکھ بھیجا ہے جو کل رات ہمیں پیش آیا تھا۔ اب مجھے بھی جواباً رپورٹ دینا ہوگی۔"

میں نے پوچھا: "کیا تم رپورٹ دینے کے لیے یہاں کسی سربراہ کے پابند ہو؟"

اُس نے جواب دیا: "یہاں کوئی کسی سے بڑا نہیں ہے مگر ہاں رُتبے بانٹ دیے گئے ہیں۔ مثلاً ہمارے بورڈ کا ایک چیئرمین ہے اور ایک جنرل سیکریٹری ہے۔ ہم انھیں بڑا تسلیم کر لیتے ہیں لیکن حکمران تسلیم نہیں کرتے۔ چونکہ اصولاً بہت سے کام اپنی مرضی کے خلاف بھی کرنا پڑتے ہیں۔ اس لیے اصول کے مطابق میں رپورٹ پیش کروں گا۔"

ناصر پاشا یہ کہہ کر بوتھ کے اندر چلا گیا اور میں ناصر پاشا کی باغی بوتھ کے اندر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ ریسیور اُٹھانے کے لیے ایک نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ اس کے بعد فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا: "ہیلو میں ناصر پاشا بول رہا ہوں۔"

ہم کار میں بیٹھ کر ایک طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں ناصر پاشا نے پوچھا: "کیا فلم اسٹوڈیو دیکھنا پسند کرو گے؟"

میں نے پوچھا: "کیا یہاں فلم اسٹوڈیو بھی ہے جہاں فلمیں بنائی جاتی ہیں؟"

"ہاں مگر ہمارے ملک میں جیسی سیدھی سادی شرفانہ فلمیں بنتی ہیں ویسی نہیں یہاں ہالیوفلمیں تیار کی جاتی ہیں۔ اگر وہاں کی شوٹنگ دیکھو گے تو تمھاری رات کی نیند حرام ہو جائے گی۔ میں اپنی راتوں کی نیند اور دن کا سکون برباد کرنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا میں ایسی جگہ نہیں جاؤں گا۔ ویسے اب تک چلا کر ساری دنیا میں جو ہالیوفلمیں اور برہنہ تصویروں کے البم فروخت ہوتے ہیں وہ ایسے ہی جزیروں اور ایسے ہی اسٹوڈیوز میں تیار کیے جاتے ہیں۔"

وہ فاتحانہ انداز میں مسکرا رہا اور مجھے اس جزیرے پر سیر کراتا رہا۔ میں نے اس چھوٹے سے جزیرے میں پوری دنیا آباد دیکھی۔ وہاں انسانی ضروریات اور انسانوں کی تفریحات کا ہر سامان موجود تھا۔ کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ جزیرے کو ہر اعتبار سے مکمل بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کا نام پرفیوم آئی لینڈ کے بجائے ڈریم آئی لینڈ یعنی خوابوں کا جزیرہ ہونا چاہیے تھا۔

میں نے وہاں کی سیر کرتے ہوئے دیکھا۔ جگہ جگہ ٹیلیفون بوتھ بنے ہوئے تھے۔ ہر ٹیلیفون بوتھ کے پاس ایک بڑا سا بجلی کا سیاہ تیون سائن نصب کیا گیا تھا۔ اس وقت ہر سیاہ بورڈ پر سُرخ حروف میں لکھا ہوا تھا: "ناصر پاشا رابطہ قائم کریں۔"

بورڈ پر یہ فقرہ پڑھنے کے بعد ناصر پاشا نے ایک ٹیلیفون بوتھ کے پاس گاڑی روک دی۔ میں نے پوچھا: "کیا معاملہ ہے؟"

ناصر پاشا نے کہا: "اس جزیرے میں جتنی جگہ ٹیلیفون بوتھ ہیں وہاں کے نیون سائن پر یہی جلا لکھا ہوا ہوگا۔ ناصر پاشا رابطہ قائم کریں۔ یعنی مجھے یہاں کے آفس سے رابطہ قائم کرنا ہے جب میں رابطہ قائم کر لوں گا۔ باتیں ہو جائیں گی تو بلیک نیون سائن سے یہ تحریر خود بخود صاف ہو جائے گی۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے ایک پختہ عمارت کے سامنے پہنچ گئے۔ میرے خیال سے پورے جزیرے میں وہی ایک پختہ عمارت تھی۔ ورنہ ہر طرف لکڑیوں کے یا بانس کے کاٹج بنے ہوئے تھے۔ کار سے اُترنے کے بعد ہم عمارت میں داخل ہوئے اور زینے پر چڑھتے ہوئے دوسری منزل پر پہنچے۔ وہاں ایک بڑے ہال میں ایک لانبی سی میز بچھی ہوئی تھی۔ جس کے چاروں طرف گیارہ آدمی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بارہواں ناصر پاشا تھا۔ جو اب وہاں پہنچا تھا۔

ناصر پاشا نے وہاں پہنچتے ہی کہا: "معزز حاضرین آج میں اپنے ساتھ ایک خصوصی مہمان کو لے کر آیا ہوں۔ یہ میرے ساتھ بیٹھے گا۔ امید ہے کہ آپ لوگوں کو اعتراض نہیں ہوگا۔"

وہاں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا: "کوئی بات نہیں اصولاً ہم میں سے ہر ممبر اپنا ایک خصوصی مہمان کسی وقت بھی لا سکتا ہے۔ اس لیے آپ کے مہمان پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

بولنے والا وہی جنرل سیکریٹری پال مین تھا۔ میں نے اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا۔ پھر ناصر پاشا کے قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ جنرل سیکریٹری نے پوچھا: "مسٹر ناصر پاشا کیا آپ کے خصوصی مہمان کا نام طارق محمود ہے؟"

ناصر پاشا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: "جی ہاں۔"

"کیا یہ وہی شخص ہے جس نے کل آپ کو بارہ یا تیرہ لڑکیوں کا نقصان پہنچایا ہے؟"

ناصر پاشا نے اس بار بھی اثبات میں سر ہلا کر کہا: "جی ہاں یہ وہی شخص ہے لیکن میرا دشمن نہیں ہے۔"

"مسٹر ناصر پاشا آپ عجیب بات کہہ رہے ہیں جس شخص نے آپ کو لاکھوں روپے کا نقصان پہنچایا ہو۔ وہ آپ کا دشمن نہیں تو دوست کیسے ہو گیا؟"

"اس نے مجھے دشمن بن کر نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ دراصل یہ اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا چاہتا تھا میرے پاس اپنے لیے ایک طرح سے جگہ بنانا چاہتا تھا۔ اسے ماہانہ پچاس ہزار روپے کی ضرورت ہے اور یہ اتنی رقم کمانے کے لیے بڑے سے بڑے خطرات کو بھی خاطر میں نہیں لاتا ہے۔ اس نے ثابت کیا ہے کہ یہ بڑا ہی جی دار بے باک اور دلیر ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین بھی ہے۔ میں آپ کو شروع سے اس کی داستان سناتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ناصر پاشا اس وقت سے میری کہانی سنانے لگا جب میں ملک نواز کے گھر پانچ ہزار روپے لینے کے لیے گیا تھا۔ پھر میں نے ملک نواز کو کس طرح ہینڈل کیا۔ پھر اس

کے کرائے کے غنڈے مراد واد اکو کس طرح اپنی صلاحیتوں سے دوست بنالیا۔ اس کے بعد کس طرح میں نے اُن کی سامل عمارت میں پہنچ کر اُن کے تمام آدمیوں کو زیر کیا۔ جبکہ اُن کے چار آدمی اسٹین گن رکھتے تھے۔ میں نے اُن میں سے پانچ چھ کو ہلاک کیا تھا۔ باقی کو ایک کمرے میں قید کر دیا تھا اور بارہ لڑکیوں کو اُن کے ریکارڈ کے ساتھ لے گیا تھا۔ پھر رات کے اندھیرے میں جبکہ وہاں ہر کوئی تنہا آتے ہوئے ڈرتا تھا۔ میں تنہا آیا تھا اور اتنے سارے دشمنوں کے درمیان میں نے ناصر پاشا کو تنہائی میں دو باتیں کرنے کی دعوت دی تھی پھر ہم دونوں ہی مل کر اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ہم دوست بن سکتے ہیں اور ناصر پاشا مجھ کو اپنے ہاں کوئی اعلیٰ عہدہ دے سکتا ہے اور ماہانہ پچاس ہزار روپے کی آمدنی کا انتظام کر سکتا ہے۔

ناصر پاشا یہاں تک کہنے کے بعد چند لمحے رُکا پھر اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "اب آپ لوگ سوچیں گے یا سوال کریں گے کہ میں نے بغیر کسی آزمائش کے اسے اپنے ساتھ کیوں رکھ لیا اور اسے جزیرے میں کیوں لے آیا۔ جیسا کہ مجھے چیلنج کیا گیا تھا کہ میرے پاس کوئی قابلِ ذکر دلیر ذہن اور حاضر دماغ نائب نہیں ہے۔ میں کسی وقت بھی دھوکا کھا سکتا ہوں۔ تو میں نے اس چیلنج کو اس طرح قبول کیا ہے کہ طارق محمود کو اپنے ساتھ لے آیا ہوں اگر میں اسے ساتھ نہ لاتا تو پچھلی رات لانچ میں مارک گریڈی اپنی سازشوں میں کامیاب ہو چکا ہوتا۔ صرف میرے اس ساتھی کی وجہ سے وہ ناکام ہو گیا اور یہی میری کامیابی ہے۔ میں نے طارق محمود کو اپنے خاص نائب کی حیثیت سے منتخب کر کے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔"

اس بار بورڈ کے چیئرمین نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر ناصر پاشا! پچھلی رات تم نے لانچ میں طارق محمود کو آزما لیا اور اس نے بہترین ساتھی ہونے کا ثبوت بھی دیا ہے اس لحاظ سے تمہارا انتخاب غلط نہیں ہے لیکن دوست بنے کھیلے دوست کے نقصان کی تلافی کرنا پڑتی ہے۔ اس نے بارہ لڑکیوں کو یا میرا خیال ہے تیرہ لڑکیوں کو تم سے چھین کر اور کیس لے جا کر جو انتقامی کارروائی کی تھی یا اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا چاہا تھا۔ اُس کے بعد اب یہ دوستی اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ انتقام یا آزمائش جو کچھ بھی تھا یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہے لہٰذا اب طارق محمود ان لڑکیوں کو واپس لے آئے۔"

ناصر پاشا نے میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے ذرا بلند آواز میں کہا۔ "مسٹر چیئرمین! میں نے ان تیرہ لڑکیوں کو ان کے گھروں میں واپس پہنچا دیا ہے۔ اب میں انھیں ناصر پاشا کا ذاتی معاملہ ہے۔ انھوں نے اپنے لیے ایک شخص نہیں لا سکتا۔"

چیئرمین نے پوچھا۔ "تمھیں ان لڑکیوں کو اُن کے گھر میں واپس پہنچا کر آنے کا پتہ کیسے چلا؟ یہ تو کوئی انتقامی یا آزمائشی کارروائی نہ ہوئی۔ بھتاری ان حرکتوں سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ تم اُن کی بھلائی چاہتے ہو۔ انھیں کاروبار کا ذریعہ بنانا نہیں چاہتے۔ اسی لیے تم نے انھیں واپس بھیج دیا ہے۔ اگر تم انھیں کاروبار کا ذریعہ بنانا چاہتے تھے تو پھر یہ جزیرہ تو پورا کاروبار نوعیت کا ہے اور یہاں وہی کاروبار ہوتا ہے جو تمھیں نہیں ہے۔"

ناصر پاشا نے میری حمایت میں کہا۔ "طارق محمود کو پسند ہے۔ بلکہ کوئی ساتھی کاروبار ہو۔ جائز یا ناجائز کے پڑے بغیر اسے صرف روپیہ کمانے سے مطلب ہے جیسا کہ نے کہا ہے کہ یہ پچاس ہزار روپے ماہانہ کمانا چاہتا ہے اور بری بات کو قبول کرنے کے لیے آمادہ ہے۔"

چیئرمین نے جواباً کہا۔ "اگر یہ ہمارا کاروبار پسند کرتا ہی تھی۔ باقی سب نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ میرا ماضی ان ان تیرہ لڑکیوں کو دوبارہ واپس لائے اور اگر ناپسند کرتا انھیں اُن کے گھروں میں پہنچنے دے یہ اس کا امتحان ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں نے انتقاماً اُن تیرہ لڑکیوں کو اُن گھروں تک پہنچایا تھا اور انتقام ایسا جذبہ ہوتا ہے کہ وقت جو بات سمجھائی دیتی ہے آدمی وہی کر گزرتا ہے۔ میں نے اُن کے تمام ریکارڈ جلا دیے تھے۔ اب انھیں بھ اور بلیک میل کرنے کا کوئی ذریعہ میرے یا ناصر پاشا کے نہیں ہے۔ وہ تیرہ لڑکیاں چلی گئیں کوئی بات نہیں۔ اب تیرہ لڑکیاں بلکہ تیرہ سولڑکیاں آجائیں گی۔ اگر میں ناصر کے ساتھ لگا رہا۔"

ناصر پاشا نے کہا۔ "میرے ملک میں لڑکیوں کی نہیں اور میرے رہبت سے شکاری بڑے بڑے شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ میں طارق محمود سے اس قسم کا کوئی نہیں لوں گا۔ یہ میرے ساتھ رہے گا اور میرا خاص ن بن کر میرے کام آئے گا۔ رہ گئی تیرہ لڑکیوں کے نق کی بات۔ تو یہ نقصان میرا ہوا ہے۔ میں اس جزیرے میں تیرہ لڑکیوں کو نہیں لا سکا۔ کوئی بات نہیں کاروبار میں نقصان تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ میں جلد ہی اس نقصان کو پ کر لوں گا۔"

وہاں بیٹھے ہوئے ایک دوسرے ممبر نے کہا۔ "مسٹر چ اور معزز حاضرین! بیشک کسی کو اپنے لیے منتخب کرنا م

وا انتخاب کر لیا یہ ٹھیک ہے لیکن جزیرے میں جو بھی نیا شخص

جنرل سیکریٹری پال میسن نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ اس جزیرے میں خود ناصر پاشا کا منتخب کیا ہوا یا میرا منتخب کیا ہوا کوئی بھی نیا شخص آئے گا تو اُسے شک و شبے کی نظروں سے ہی دیکھا جائے گا۔ اُس کے متعلق جب تک مکمل معلومات فراہم نہ ہو جائیں اس وقت تک اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔"

وہاں بارہ ممالک کے ممبران بیٹھے ہوئے تھے۔ ان ممبروں کو اگر ٹھیکیدار کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ وہ سب اپنے اپنے ملک کے تجارتی نمائندے تھے بلکہ اور بھی مذموم الفاظ میں لال تھے۔ ان میں سے ایک نے ناصر پاشا کی حمایت میں بات کرتے ہوئے کہا۔ "ناصر پاشا کے ساتھ جو آدمی ہے اس کے متعلق ہمیں معلومات حاصل ہونا چاہیے اور یہ معلومات ہمیں کون پہنچائے گا۔"

میں نے کہا۔ "میں آپ لوگوں کو پہنچاؤں گا۔"

میں نے جنرل سیکریٹری کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ کے جزیرے میں کسی نے کسی کو نقصان پہنچایا ہے؟"

جنرل سیکریٹری نے جواب دیا۔ "اس جزیرے کے ایک سرے سے دوسرے تک سارے لوگ ہمارے جانے پہچانے ہیں۔ صرف وہ لڑکیاں ہی اجنبی ہوتی ہیں جو کچھ عرصے کے لیے یہاں ٹریننگ حاصل کرنے آتی ہیں۔ پھر دوست ممالک کی طرف چلی جاتی ہیں۔ یہاں سارے اعتماد کے لوگ ہیں اور کسی کو کسی کی ذات سے کبھی نقصان نہیں پہنچ....."

اس کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ اچانک وہ ساکت ہو گیا۔ اُس کی آواز بند ہو گئی۔ دیدے پھیل گئے۔ منہ کھل گیا اور وہ بیٹھے بیٹھے میز پر اوندھا ہو گیا۔ سارے لوگ ایک شک کھڑے ہو گئے اور اس کی حالت دیکھ کر حقیقت جاننے کے لیے پکے ہوئے شخص اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا اُس نے اُس کی گردن کی طرف دیکھتے ہی صحیح کہا۔ "اسے ابھی ہاتھ مت لگاؤ۔ اس کی گردن میں ایک سوئی چبھی ہوئی ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کسی نے اس کی طرف زہریلی سوئی پھینکی ہے۔ یہ دیکھو یہ بالکل ساکت ہو گیا ہے۔ یہ مر گیا ہے۔"

سب کے سب مجھے یوں دیکھنے لگے جیسے میں نے ہی اُسے بیٹھے بیٹھے قتل کر دیا ہو۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ابھی یہ جنرل سیکریٹری اس بات کا دعویٰ کر رہا تھا کہ اس جزیرے میں کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے۔ یعنی کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے اور اب یہ خود اپنی بات پوری کرنے سے پہلے کسی کی دشمنی کا شکار ہو گیا ہے۔"

چیئرمین نے چیخ کر کہا۔ "یہاں کھڑے کھڑے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں فوراً باہر نکل کر دیکھنا چاہیے کہ یہ زہریلی سوئی کس نے پھینکی ہے۔"

اس کی بات سنتے ہی کچھ لوگ دوڑتے ہوئے ہال سے باہر نکل گئے۔ تاکہ نامعلوم قاتل کا پتہ چلا سکیں۔ میں اطمینان سے بیٹھا رہا۔ اس لیے کہ جب وہ جنرل سیکریٹری اس زہریلی سوئی کا نشانہ بنا تھا اس وقت سے اب تک اتنا وقت ضائع ہو چکا تھا کہ قاتل کو فرار ہونے کا بآسانی موقع مل گیا ہوگا۔ اب وہ ان کے ہاتھ نہیں آسکے گا۔

ہال میں صرف میں، ناصر پاشا اور چیئرمین رہ گئے تھے۔ چیئرمین بہت موٹا آدمی تھا۔ دوڑ نہیں سکتا تھا۔ اس لیے بیٹھا رہ گیا وہ فون کا ریسیور اُٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کرنے کے بعد کہہ رہا تھا کہ فوراً ہی ڈاکٹر کو یہاں بھیج دیا جائے۔

جب اُس نے ریسیور رکھ دیا تو ناصر پاشا نے اُس سے پوچھا۔ "مسٹر چیئرمین! کیا ہمارے جزیرے میں دشمن بھی بستے ہیں؟ ابھی ابھی اس بات کا دعویٰ کیا جا رہا تھا کہ یہاں ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے۔ اب یہ کہنا پڑتا ہے کہ دنیا کا کوئی علاقہ کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں دوست اور دشمن نہ رہتے ہوں۔"

چیئرمین اپنی جیب سے رومال نکال کر چہرے سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں حیران ہوں کہ یہ قتل کیسے ہوا؟ کیوں ہوا؟ اور کس نے کیا؟ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہمارے جزیرے میں ایسے سوالات ہمارے دماغ میں پیدا ہوں گے اور ہم اُن کا جواب تلاش کرنے کے لیے کسی قاتل کو تلاش کرتے پھریں گے۔ ویسے مسٹر ناصر پاشا آپ یہاں کیوں بیٹھے رہ گئے۔ آپ کا بھی فرض ہے کہ قاتل کی تلاش میں جائیں۔"

ناصر پاشا کے کچھ کہنے سے پہلے میں نے کہا۔ "جناب بہت دیر ہو چکی ہے۔ جتنی دیر میں یہاں سے لوگ باہر گئے ہیں اتنی دیر میں وہ قاتل فرار ہو چکا ہوگا۔ اس وقت وہ گرفت میں نہیں آسکے گا۔ اُس کا پیچھا کرنا ہوا کا پیچھا کرنے کے برابر ہے۔"

جنرل سیکریٹری پال میسن کی لاش اوندھے منہ میز پر

پڑی تھی۔ کسی نے اُسے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ ڈاکٹر جلد ہی وہاں پہنچ گیا اور اُس نے ہم لوگوں سے درخواست کی کہ لاش کو میز پر لٹا دیا جائے۔ میں نے اور ناصر پاشا نے مل کر لاش کو سنبھالا اور اُسے اوندھے منہ میز پر لٹا دیا تاکہ ڈاکٹر گردن پر لگی سوئی کا معائنہ کر سکے۔ اس نے سوئی اس کی گردن سے نکال کر اُسے دیکھا۔ میں نے کہا: "اس سوئی میں یقیناً کوئی زود اثر زہر ہے۔ کیونکہ سوئی لگتے ہی اس کی موت واقع ہو گئی تھی۔"

ڈاکٹر نے تائید میں سر ہلایا۔ اُس نے کہا: "میں اس سوئی کا طبی معائنہ کراؤں گا۔ ویسے میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ پال مین اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ اُس کی موت واقع ہو چکی ہے۔ مسٹر چیئرمین! اگر ضروری سمجھیں تو میں اُن کی موت کا سرٹیفکیٹ دے سکتا ہوں۔"

چیئرمین نے کہا: "لاش کا پوسٹ مارٹم ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ زہر سے قتل ہوا ہے۔ لیکن یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ زہر کس قسم کا ہے۔ اس سے ہمیں یہ معلوم ہونے میں آسانی ہوگی کہ ہمارے جزیرے میں یہ زہر کہاں سے آیا اور کس کے پاس ہے۔ ہم پوری طرح اس جزیرے کو کھنگال ڈالیں گے۔ ایک ایک کی تلاشی لیں گے۔"

اُس کی باتوں کے دوران جو ممبران باہر گئے ہوئے تھے واپس آنے لگے۔ اُن کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ اُن میں دو چار عورتیں تھیں اور باقی مسلح سپاہی تھے جو وہاں گارڈ کے نام سے پکارے جاتے تھے۔

ایک ممبر نے ایک عورت اور ایک مسلح گارڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "مسٹر چیئرمین! یہ دونوں ہال کے باہر پچھلے حصے کی طرف کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ ان کے علاوہ ہال کے آس پاس کوئی نہیں تھا۔ ہم نے ان سے دریافت کیا تو یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے کسی کو اس کھڑکی کے پاس سے گزرتے نہیں دیکھا جو جنرل سیکریٹری پال مین کے پیچھے تھی۔ اس کھڑکی کی طرف نہ کوئی آیا تھا اور نہ ہی اس کے آس پاس کسی کو دیکھا گیا ہے۔"

چیئرمین نے اُوپر ایک روشن دان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "کوئی شخص وہاں سے بھی اس سوئی کو پھینک سکتا ہے۔ تم لوگوں نے چھت کی طرف دھیان نہیں دیا تھا۔"

ایک اور ممبر نے کہا: "ہم عمارت کی چھت پر بھی گئے تھے لیکن وہاں جتنے بھی لوگ ہیں وہ سب اس بات سے بے خبر ہیں کہ یہاں ایک قتل ہو چکا ہے۔ ہمارے بتانے پر انھوں نے شدید حیرانی کا اظہار کیا اور یہ حیرانی کی بات ہے کہ اس پُرامن جزیرے پر ایک انسان کی جان لی گئی ہے۔"

اس عمارت میں اور عمارت کے آس پاس جتنے لوگ پائے گئے تھے ان سب کو پکڑ کر لایا گیا تھا اور باری باری ہر ایک سے سوال جواب کا سلسلہ جاری تھا لیکن ابھی تک کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ کیونکہ اس جزیرے میں کوئی کسی سے کسی قسم کی دشمنی نہیں رکھتا۔ اس لیے کسی کی جان لینے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ہر ایک کو یہ کہا گیا تھا: "میں آپ لوگوں کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ لوگ ایسے سوالات کریں جو ہمیں اس قتل کی تحقیقات میں مدد دے سکیں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر ایک ملک نے کہا: "مسٹر چیئرمین! مسلح فوج اس لیے رکھی جاتی ہے کہ وہ دشمن کا مقابلہ کرے۔ جب ہمارے جزیرے میں کوئی دشمن نہیں تھا تو ہمارے ہاں مسلح گارڈز کیوں نظر آتے تھے؟"

چیئرمین نے سنجیدگی سے مسکراتے ہوئے کہا: "یہ بھی کوئی سوال ہے۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ یہاں ہمیشہ نئی نئی لڑکیاں آتی ہیں۔ بہت سی لڑکیاں ایسی سرپھری اور ضدی ہوتی ہیں کہ جو اس جزیرے میں رہنا ہے۔ اُس کی رہائش گاہ پر قابو میں نہیں رہتیں، بار بار بھاگنا چاہتی ہیں۔ اُن کو قابو میں رکھنے مارا جائے اور دیکھا جائے کہ بلونگ پائپ (وہ پائپ جس کے ذریعے زہریلی سوئیاں پھینکی جاتی ہیں) اور مزید زہریلی سوئیاں یا زہر وہاں پر موجود ہے یا نہیں۔ اُس کی سخت ضرورت ہے۔ اس لیے ہم نے مسلح گارڈز کا انتظام کیا ہے لیکن بھلا اس سوال سے قتل کا کیا تعلق ہے؟"

سوال کرنے والے نے کہا: "تعلق یہ ہے کہ جن کے لیے مسلح انتظامات کیے جائیں اُن سے دشمنی کی توقع کی جا سکتی ہے۔"

فون پر یہ حکم دینے کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میرا مطلب ان لڑکیوں سے ہے جو یہاں زیرِ تربیت ہیں اتنی دیر میں لاش پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دی گئی تھی۔ میں نے چیئرمین سے کہا: "ان میں سے بیشتر ایسی ہیں جو اس کاروبار کو پسند نہیں کرتیں یا سب لوگ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ چیئرمین نے کہا: "ہمیں سب سے پہلے ایسے آدمی کو تلاش کرنا ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ جزیرے میں کوئی کسی کا دشمن نہیں غلط جس کے پاس ایسی زہریلی سوئیاں اور بلونگ پائپ ہے۔ دشمن ہیں اور دشمنی کی ابتدا ہو چکی ہے اور یہ بڑی بھیانک ہو۔ میرا ذہن اس افریقی باشندے کی طرف گیا ہے جو کہتا ہے کہ ہمیں اپنے جنرل سیکریٹری سے ہاتھ دھونا پڑا ہے۔ مسلح باڈی گارڈ ہے۔ اس وقت وہ ڈیوٹی پر نہیں ہے۔" یہ بات سن کر میرے دماغ میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ افریقی باشندے ہی ایسی زہریلی سوئیوں کو بلونگ پائپ سے پھینکنے کی بات کی تھی۔ یہ بات میرے ذہن میں بھی بار بار آ رہی تھی کہ ان لڑکیوں چھونے کا فن جانتے ہیں۔ میں نے اسی تلاشی کے لیے اپنے لوگوں سے کوئی اُن کی دشمن ہو سکتی ہے۔ اُن میں سے بہت سی کو حکم دے دیا ہے۔ ابھی اس کا نتیجہ بھی سامنے آ جائے گا۔ لڑکیاں ضدی اور سرپھری تھیں اور اپنی عزت کے لیے جان ناصر پاشا نے سرگوشی کے انداز میں مجھ سے پوچھا: "کیا یہ بھی ہو سکتی تھیں۔ ایسی ہی کسی لڑکی نے یہ قدم کیوں طارق تمھارا کیا خیال ہے۔ اسے قتل کیوں کیا گیا؟" اٹھایا ہوگا۔

میں نے بھی دھیمی آواز میں کہا: "مرنے والے کا اس سوال نے مجھے بے چین کر دیا کہ وہ کون ہو سکتی ہے؟ تھا کہ کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے اور یہاں اس مرنے والے کا بھلا کہاں ہو سکتی ہے؟ تقریباً ڈیڑھ دو سو لڑکیاں ان دنوں کوئی دشمن نہیں تھا۔ اب یہ سوچنا پڑے گا کہ کسی کو جزیرے میں تربیت حاصل کر رہی تھیں۔ میں اتنی ساری سیکریٹری کی موت سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ کیا کچھ لڑکیوں کے دماغ کو باری باری نہیں پڑھ سکتا تھا کیونکہ اُن لوگ بھی جنرل سیکریٹری بننے کے خواہش مند ہیں؟" ں سے بھی اُردو یا انگریزی جاننے والی نہیں تھیں۔ مختلف

ناصر پاشا نے کہا: "میں نہیں سمجھتا کہ جنرل سیکریٹری کی کرسی پر بیٹھنے والی تھیں اور مختلف زبانیں بولتی تھیں۔ پتہ نہیں عہدے کے لیے پال مین کو کسی نے قتل کیا ہوگا۔ اس کے لیے اس لڑکی نے ایسا خطرناک قدم اٹھایا تھا۔ بہرحال میں نے تو ہم نے زبردستی پال مین کو مجبور کیا تھا کہ وہ جنرل سیکریٹری ہو جائے یا کہ اگر کوئی لڑکی ایسی خطرناک مہم شروع کر چکی ہے تو میں کا عہدہ سنبھالے۔ ورنہ کوئی یہ دوسری مول لینا نہیں چاہے گا۔ ضرور تلاش کروں گا۔

میرے سوچنے کے دوران فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ چیئرمین نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا اور دوسری طرف سے ہونے والی گفتگو سننے لگا۔ چند لمحے میں نے دیکھا کہ چیئرمین کا چہرہ لٹک گیا تھا۔ وہ حیران اور پریشان نظر آ رہا تھا۔ ذرا دیر بعد اس نے ریسیور کو کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا: "معزز حاضرین! ایک اور بُری خبر ہے۔ ہمارے جنرل سیکریٹری کی موت سے پہلے ایک اور موت واقع ہو گئی ہے اور وہ بھی قتل ہوا ہے۔ یہاں سے دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک جھاڑی کے پیچھے سے ایک مسلح گارڈ کی لاش ملی ہے۔ اُس کے پاس سے اُس کا ریوالور غائب ہے۔"

اُس کی بات سُن کر سب لوگ چونک گئے اور اُسے ایسے دیکھنے لگے جیسے انھیں چیئرمین کی باتوں کا یقین نہ ہو یا اپنے کانوں پر اعتماد نہ ہو۔ جن لوگوں کا یہ دعویٰ تھا کہ اس جزیرے میں کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے۔ اسی جزیرے کے اندر ایک ہی دن میں دوسری لاش نے اُن کے دعووں کو جھوٹ ثابت کر دیا تھا۔

ایک ممبر نے سوال کیا: "اسے قتل کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اور اس کا ریوالور کیوں غائب کیا گیا؟ اگر ہم جنرل سیکریٹری کے قتل سے اس کا کوئی تعلق جوڑیں تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ جنرل سیکریٹری کی موت زہریلی سوئی سے ہوئی ہے ریوالور استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ نہ ہی ریوالور غائب کرنے کی وجہ کسی کو معلوم ہو سکتی ہے۔"

چیئرمین نے کہا: "ہمارے جزیرے کی پولیس اس معاملے کی چھان بین کر رہی ہے۔ جلد ہی کوئی نتیجہ سامنے آنے والا ہے۔"

ایک اور ملک کے نمائندے نے کہا: "یہ بڑی پریشان کُن بات ہے کہ ہم ایک ہی دن میں دو لاشیں دیکھ رہے ہیں جبکہ اس جزیرے میں پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ اب ہمیں سنجیدگی سے سوچنا ہوگا کہ ان دونوں قتل کے پیچھے کون سا مقصد ہے اور نامعلوم قاتل ہمارے خلاف کیا کرنا چاہ رہا ہے؟"

ناصر پاشا نے دھیمی آواز میں مجھ سے کہا: "مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ کیا خیال ہے۔ باہر کہیں چل کر کچھ کھا پی لیا جائے گا؟"

میں خود وہاں سے باہر نکلنا چاہتا تھا لیکن ابھی اس افریقی باشندے کے متعلق کوئی اطلاع آنا باقی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ اس کے بارے میں بھی کچھ معلوم ہو جائے تاکہ میں کسی نتیجے پر پہنچ سکوں۔

ناصر پاشا نے کہا: "ہم جہاں بھی ہوں گے۔ ہمیں ساری اطلاعات ملتی رہیں گی۔ آؤ باہر چلیں۔"

یہ کہہ کر اس نے چیئرمین سے باہر جانے کی رسمی طور پر اجازت لی اور کہا کہ آدھ گھنٹے بعد ہم واپس آجائیں گے۔ ہم وہاں سے اُٹھے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ چیئرمین نے ریسیور اُٹھایا اور ہیلو کہہ کر دوسری طرف کی آواز سننے لگا۔ میں اور ناصر پاشا اس ہال سے باہر نکل رہے تھے کہ اسی وقت چیئرمین کی حیرت بھری چیخ سنائی دی "کیا وہ بھی قتل کر دیا گیا؟"

یہ سنتے ہی ہمارے قدم رُک گئے ہم نے دیکھا۔ ہال میں سب پر سکتہ سا طاری ہو گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے جزیرے میں قیامت آگئی ہے۔ کیونکہ یہ بات ان لوگوں کے لیے قیامت سے کم نہیں تھی کہ ایک ہی دن میں تین قتل ہو گئے تھے۔ دوسرے ہی لمحے سب لوگوں کو جیسے ہوش آگیا۔ سبھی چیخ چیخ کر پوچھنے لگے "کون قتل کر دیا گیا۔ کس کا قتل ہوا ہے؟"

چیئرمین نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "وہ افریقی باشندہ قتل کر دیا گیا ہے جو بلوٹنگ پائپ سے سوئی پھونکنا جانتا تھا۔"

یہ کہہ کر وہ پھر ٹیلیفون پر باتیں کرنے لگا اور سب لوگ خاموشی سے اس کی باتیں سننے لگے۔ میں اور ناصر پاشا باہر جاتے جاتے رُک گئے۔ صورتِ حال انتہائی دلچسپ اور پُراسرار ہوتی جا رہی تھی۔ میں ان تینوں قتل کی پوری تفصیلات جاننا چاہتا تھا مگر بھوک بھی شدید تھی جس کا علاج باہر جائے بغیر ممکن نہیں تھا۔ ناصر پاشا بتا چکا تھا کہ ہم لوگ جزیرے کے جس حصے میں بھی ہوں گے۔ ہر لمحے کی تازہ ترین اطلاعات ہم تک پہنچتی رہیں گی لہٰذا میں نے ناصر پاشا سے کہا "جب ہمیں ہر جگہ تمام اطلاعات ملتی رہیں گی تو یہاں رُک کر بھوکا مرنے سے بہتر ہے کہ باہر چل کر کچھ کھا پی لیا جائے آؤ چلیں۔"

ہم وہاں سے باہر نکلے تو میں نے محسوس کیا باہر بھی لوگوں میں سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔ تین قتل کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ایسی جگہ جہاں کبھی کوئی کسی کو تھپڑ بھی نہیں مارتا تھا وہاں تین زندگیاں ختم کر دی گئی تھیں۔ یہ بات ایسی تھی کہ چاروں طرف سنسنی پھیل جانا ایک لازمی بات تھی۔

میں نے ناصر پاشا سے پوچھا "کھانا کہاں ملے گا۔ کیا ہمیں تمہاری رہائش گاہ تک جانا ہوگا؟"

"نہیں میں اپنی رہائش گاہ میں صرف صبح کا ناشتہ کرتا ہوں۔ یہاں کوئی اپنے گھر میں کھانا نہیں پکاتا۔ یہاں جگہ جگہ ہوٹلز وغیرہ موجود ہیں۔ تم کہیں بھی جا کر پیسہ ادا کیے بغیر جو چاہو طلب کر سکتے ہو۔ یہاں قریب ہی ایک ہوٹل ہے۔ ہم وہیں چل رہے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد ہم ایک ہوٹل میں پہنچ گئے۔ میں نے دیکھا۔ واقعی وہاں کوئی ایسا کاؤنٹر نہیں تھا جہاں کھانا پینے والوں سے اُس کی قیمت وصول کی جاتی ہو۔ ہوٹل کے علاوہ اور بھی جتنی دکانیں تھیں وہاں ضرورت کی ہر چیز بلا معاوضہ ملتی تھی۔ کیونکہ اس جزیرے میں کسی کی کوئی مقرر نہیں تھی۔ ضرورت کی چیزیں ضرورت مندوں تک جاتی تھیں۔ یارہ ملک کے بڑے بڑے ٹھیکیدار جو وہاں کروڑوں روپے کا منافع حاصل کرتے تھے، روپے یا ڈالر میں اُن .... کے لیے ہوتے تھے۔ باقی لوگ اُن کے غلام تھے اور غلاموں کے لیے ضرورت کی چیزیں فراہم کر دینا بھی اس لیے ضروری سمجھا جاتا تھا کہ وہ زندہ رہ کر اُن کے احکامات تعمیل کرتے رہیں۔

ہم نے وہاں بڑا ہی لذیذ کھانا کھایا پھر میرے لیے سگار کا پیکٹ اور ماچس بھی آگئی۔ میں نے کھانے کے بعد ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر ہم وہاں سے واپس اسی عمارت میں جس کے ایک بڑے ہال میں ابھی تک چیئرمین اور دوست بیٹھے ہوئے تھے۔ اب وہاں ایک پولیس آفیسر بھی آگیا تھا اور وہ سب کے بیانات لے رہا تھا۔ تمام لوگ بیانات دے چکے تو آفیسر نے کہا "میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ قاتل صرف ایک آدمی ہے....."

"تم کس بنا پر یہ خیال ظاہر کر رہے ہو؟" چیئرمین نے اُس کی بات کاٹ کر پوچھا۔

پولیس آفیسر نے جواب دیا "آپ میری پوری بات سن لیں پھر آپ بھی قائل ہو جائیں گے۔ مسلح گارڈ کے سر کے جس حصے میں گہرا زخم ہے۔ اس زخم کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ قاتل نہتا تھا یعنی اُس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ اُس نے پیچھے سے مسلح گارڈ پر کسی چیز سے بھرپور ضرب لگا کر اُسے گرا دیا اور اُس پر اُس وقت تک پے در پے حملے کرتا رہا جب تک وہ بالکل ختم نہیں ہو گیا۔ اُس کے مرنے کے بعد قاتل اس کا ریوالور اپنے قبضے میں لے لیا اور اُسے جھاڑی کے پیچھے کر وہاں سے چلا گیا۔"

اتنا کہہ کر پولیس آفیسر نے تمام ممبران پر ایک سرسری سی نظر ڈالی۔ پھر سلسلۂ کلام دوبارہ شروع کیا "قاتل کا دوسرا شکار افریقی باشندہ تھا۔ اُس کی رہائش گاہ پر پہنچ کر قاتل نے اس ریوالور سے جو وہ مقتول گارڈ کے پاس سے لے آیا تھا۔ افریقی باشندے کو قتل کر دیا۔ میرا اندازہ ہے کہ محض اس لیے کیا گیا کہ اس افریقی باشندے کے پاس بلوٹنگ پائپ اور زہریلی سوئیاں تھیں۔ انھیں حاصل کرنے کے لیے ہی اُس نے اس شخص کو قتل کیا جبکہ مسلح گارڈ کو قتل کرنے کا مقصد صرف ریوالور حاصل کرنا تھا۔ جب یہ دونوں چیزیں حاصل ہو گئیں تو وہ اس عمارت کی طرف آیا۔ یہاں وہ ریوالور استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اُس کے پاس سائلنسر نہیں تھا اور ریوالور سے گولی چلانے کے بعد خود کو پوشیدہ رکھنا ناممکن ہو جاتا۔ ریوالور چھپا کر لایا تو جا سکتا تھا مگر فائر کرنے کے بعد وہ چھپا نہیں رہ سکتا تھا جبکہ بلوٹنگ پائپ سے نہ تو فائر کی آواز ہوتی ہے جو قرب و جوار کے لوگوں کو چوکنا کر دے اور نہ ہی اُسے چھپانے میں زیادہ دشواری ہوتی ہے۔ اسی لیے اُس نے یہ پائپ استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور اسی پائپ اور سوئی کے ذریعے اُس نے جنرل سیکریٹری کو ہلاک کیا ہے۔"

میں نے سوال کیا "آفیسر آپ کا کیا خیال ہے قاتل مرد ہے یا عورت؟"

آفیسر نے جواب دیا "مجھے یقین ہے کہ قاتل مرد ہے کیونکہ مسلح گارڈ کے سر کے پچھلے حصے میں جتنی زوردار ضرب لگائی گئی ہے اور جتنا گہرا زخم آیا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے اتنا بھاری ہاتھ کسی مرد کا ہی ہو سکتا ہے کوئی عورت اتنے زبردست طریقے سے حملہ نہیں کر سکتی۔"

آفیسر کی بات سن کر مجھے سونیا اور رومانہ یاد آگئیں جن کے ہاتھ بڑے وزنی تھے اور جو بڑی زبردست ضربیں لگاتی تھیں۔ اس آفیسر کا واسطہ کبھی ایسی کسی عورت سے نہیں پڑا تھا۔ اسی لیے وہ اپنے طور پر یہ رائے قائم کر رہا تھا۔ میرا اپنا خیال یہ تھا کہ وہاں اگر کوئی دشمن ہو سکتا ہے تو وہ یہاں آنے والی کوئی غیرت مند لڑکی ہی ہو سکتی ہے۔ کوئی ایسی لڑکی جس میں سونیا اور رومانہ جیسی دلیری بھی موجود ہو۔

میں نے اپنے اس خیال کا اظہار نہیں کیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ لوگ یہاں رہنے والی کسی لڑکی پر شبہ کریں لیکن شبہ ہونے لگا تھا۔ اسی وقت چیئرمین نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "معاملہ بہت سنگین ہو گیا ہے اب ہم اس خوش فہمی میں نہیں رہ سکتے کہ یہاں کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے۔ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ہمارے دشمن بھی یہاں موجود ہیں جو ہمارے درمیان رہ کر آہستہ آہستہ ہمارا اعتماد حاصل کر چکے ہیں اور اب چھپ کر ہمیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ آپ لڑکی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ مسلح گارڈ کو اس لیے مارا گیا کہ اُس کا ریوالور حاصل کرنا تھا اور افریقی باشندے کو صرف بلوٹنگ پائپ اور زہریلی سوئی کے حصول کے لیے مارا گیا ہے۔ ورنہ اصل شکار جنرل سیکریٹری پال مین تھا۔ اگر آج پال مین مارا گیا ہے تو کل ہم میں سے کسی کی بھی باری آسکتی ہے۔ لہٰذا ہمیں سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کرنا ہوگا اور سختی سے اقدامات کرنا ہوں گے۔ پہلے ہم اپنے آس پاس مسلح گارڈ کا تکلف نہیں کرتے تھے لیکن اب ہمارے ساتھ مسلح گارڈ ہوں گے تاکہ وہ ہماری حفاظت کر سکیں۔"

ایک ملک کے نمائندے نے کہا "پھر بھی یہ بات ظاہر نہ ہو سکی یا ہمیں معلوم نہ ہو سکی کہ قاتل کون ہو سکتا ہے۔ کچھ تو اس سلسلے میں خیال قائم کرنا چاہیے۔"

ایک اور ملک کے ٹھیکیدار نے کہا "میں یہ بات یقین سے کہتا ہوں کہ ہماری دشمن صرف وہی لڑکیاں ہو سکتی ہیں جنھیں ہم اُن کی مرضی کے بغیر اغوا کرتے ہیں اور اُن کے ملک سے اُن کے والدین سے اُن کے رشتے داروں سے چھڑا کر کسی دوسرے ملک ایکسپورٹ کر دیتے ہیں۔ یہ کام ابھی ہمیں سے کسی ضدی اور سرکش لڑکی کا ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ایک سے زیادہ ہوں۔"

ایک اور ملک کے ٹھیکیدار نے کہا "پولیس آفیسر کا خیال ہے کہ یہ قتل کسی مرد نے کیے ہیں۔ ہم کیسے مان لیں کہ یہ نازک اندام لڑکیاں ایسی خطرناک بھی ہو سکتی ہیں۔ اس کے لیے ذہن، دل اور جسم کی مضبوطی ضروری ہے اور یہ بڑے دل گردے کی بات ہے کہ کوئی ایک یا دو لڑکیاں اس طرح کا خطرناک قدم اٹھائیں اور ایک ہی دن میں تین تین قتل کر کے کہیں آرام سے چھپ کر بیٹھ جائیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

وہ لوگ آپس میں بحث کر رہے تھے اور اپنے اپنے طور پر دلائل پیش کر رہے تھے کہ لڑکیاں قاتل نہیں ہو سکتیں۔ کچھ لوگ اس بات پر متفق تھے کہ لڑکیوں پر اب زیادہ بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ انھیں اس جزیرے میں جتنی آزادی دی گئی ہے۔ وہ ختم کر دی جائے اور وہ صرف اپنے ہوسٹلوں، بازاروں اور تربیت گاہوں تک گھوم پھر سکیں۔ وہ سیر و تفریح کر سکتی ہیں لیکن کسی ملک کے ٹھیکیدار کی رہائش گاہ کے قریب سے نہیں گزر سکتیں۔ کسی ضرورت سے نکلنا ہو تو انھیں اجازت نامہ حاصل کرنا ہوگا۔ ایسے طریقوں سے ہم کسی قدر محفوظ رہ سکیں گے۔ یہ بات چیئرمین تمام لوگوں کو سمجھا رہا تھا۔ میں خاموش بیٹھا سن رہا تھا۔

میں نے ناصر پاشا سے پوچھا "ہم کب تک یہاں

بیٹھے رہیں گے؟ میں بہت تھک گیا ہوں۔ آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

ناصر پاشا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ہاں چلو ہم اپنی رہائش گاہ میں جا کر آرام کریں اور تنہائی میں سوچیں کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

ہم وہاں سے باہر آ گئے۔ پھر ناصر پاشا کی کار میں بیٹھ کر رہائش گاہ کی طرف چلے گئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ فوری طور پر اقدامات شروع ہو گئے تھے۔ تربیت گاہوں کو بند کر دیا گیا تھا اور لڑکیوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے اپنے ہوسٹل تک محدود رہیں اور جب تک ہر ایک کی تلاشی مکمل نہ ہو اس وقت تک وہ ہوسٹل سے باہر نہ نکلیں۔

میں نے دیکھا۔ راستے ویران ہو رہے تھے۔ تمام ٹریفک بند ہو رہی تھی۔ دوسرے لفظوں میں کرفیو نافذ ہو رہا تھا۔ تمام لوگ اپنی اپنی رہائش گاہوں میں بند ہو رہے تھے کیونکہ بڑے پیمانے پر تلاشیاں شروع ہو چکی تھیں اور ایک ایک گھر کی تلاشی لی جا رہی تھی۔ وہ کہیں نہ کہیں سے ریوالور اور بلونگ پائپ تلاش کر کے حاصل کر لینا چاہتے تھے۔

ہم بھی اپنی رہائش گاہ پہنچ کر محدود ہو گئے۔ ہمارے لیے بھی یہ حکم تھا کہ ہم شام کے چھ بجے سے پہلے باہر نہ نکلیں۔ یہ بات ناصر پاشا کو رہائش گاہ کے ٹیلیفون پر بتائی گئی تھی۔ میں اپنے کمرے میں آ کر آرام سے جوتے اتار کر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی پڑی رہی۔ بہت دیر ہو گئی تھی میں نے سونیا کی خبر نہیں لی تھی۔ اس لیے جزیرے کی تمام صورتِ حال کو بھلا کر میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ ایک طرح سے وہاں کوئی فکر کی بات نہیں تھی کیونکہ سونیا کا سینڈل ابھی تک نہیں ملا تھا اور اس کی تلاش جاری تھی۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد ممی کے پاس پہنچا۔ میں نے ممی کو یہاں کے سارے حالات بتائے۔ بہت دیر تک اُن سے باتیں کرتا رہا۔ پھر میں نے غلام کی خبر لی۔ اس نے گشتی گاڑی فروخت کر دی تھی اور اب کراچی آنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں ایک جزیرے میں ہوں۔ جب وہ کراچی پہنچے گا تو شاید مجھ سے ملاقات نہ ہو لیکن جب تک ملاقات نہ ہو وہ کراچی میں رہ کر میرا انتظار کرے۔ میں واپس وہیں آؤں گا۔

میں غلام کے پاس سے واپس آ گیا۔ ممی کے ذریعے رسونجی کی خیریت معلوم ہو گئی تھی۔ زمانہ کی ہم شکل لوبی کے متعلق باتیں کرنے یا سوچنے کا موقع نہیں تھا۔ ابھی یہاں کے حالات الجھے ہوئے تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ تین آدمیوں کا قاتل کون ہو سکتا یا ہو سکتی ہے؟

قاتل جو کوئی بھی تھا میرے مقاصد کی تکمیل ہی کر رہا تھا کیونکہ میں بھی ان لوگوں کو بالکل نیست و نابود کر دینا چاہتا تھا۔ اگر وہ قتل کیے جا رہے تھے تو یہ میرے منصوبے کا ایک حصہ تھا اس لحاظ سے وہ قاتل میرا معاون اور رفیق تھا میں اسے تلاش کرنا چاہتا تھا لیکن ابھی میں نہیں آ رہا تھا کہاں سے ڈھونڈ نکالوں۔ میری خواہش تھی کہ اتنی سخت اتنی مکمل تلاشی کے بعد بھی وہ گرفت میں نہ آ سکے۔

سوچتے سوچتے مجھے اس ہال کا خیال آیا۔ جہاں چیئرمین کے ساتھ ہم سب بیٹھے ہوئے تھے۔ بیٹھنے کی پوزیشن کہ چیئرمین کے برابر والی کرسی پر جنرل سیکریٹری پال مین براجمان ہوا تھا۔ اس کے بعد دوسرے ملک کے ٹھیکیدار تھے پھر دوسری طرف یعنی ٹھیک جنرل سیکریٹری کے سامنے پال مین سے بعد ناصر پاشا تھا اور پھر دوسرے ٹھیکیدار اب یہ بھی سوچا جا سکتا تھا کہ وہ زہریلی سوئی جنرل سیکریٹری پال مین کی طرف نہیں پھینکی گئی ہو۔ بلکہ چیئرمین کی طرف میری طرف یا کسی اور کی طرف پھینکی گئی ہو۔ چونکہ بلونگ پائپ کے ذریعے سوئی کو پھونکنا اور صحیح نشانے پر پھینکنا کوئی آسان بات نہیں ہے ممکن ہے جس نے وہ بلونگ استعمال کیا تھا۔ وہ اس کے استعمال میں مہارت نہ رکھتا ہو پھونکتے وقت سوئی اپنے نشانے سے بھٹک کر جنرل سیکریٹری کی گردن پر پہنچ گئی ہو۔

یہ بات بار بار میرے دماغ میں در آتی تھی کہ زہریلی سوئی کو چیئرمین کی طرف پھونکا گیا تھا لیکن وہ بھٹک کر دوسری طرف چلی گئی تھی۔ قاتل کا نشانہ چیئرمین ہی تھا اب اناڑی پن کی وجہ سے چیئرمین کے بجائے جنرل سیکریٹری ہلاک ہو گیا۔ اگر میرا خیال درست تھا تو اس کا مطلب قاتل ایک بار پھر چیئرمین کو نشانہ بنانے کی کوشش کرے گا۔ وہ محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔ اپنے ساتھ مسلح باڈی گارڈ رکھنے کے باوجود اس کی زندگی کو خطرہ تھا اور قاتل کسی وقت بھی اس تک پہنچ سکتا تھا۔

یہ خیال میرے دماغ میں آیا تو میں نے سوچا کہ وقتاً فوقتاً چیئرمین کے دماغ میں جھانکتے رہنا چاہیے نہیں وہ کس وقت اس کے پاس پہنچ جائے۔ جب میں چیئرمین کے پاس پہنچے گا میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔

میں نے گھڑی دیکھی۔ چار بجنے والے تھے۔ مجھے پہلے یہیں رہائش گاہ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ میں نے سوچا کہ یہ دو گھنٹے ذرا سوکر گزار لینا چاہیے۔ پتہ نہیں آج کی رات کیسی گزرے۔ سوتے ہوئے یا جاگتے ہوئے؟

○

میں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا اور واپس آ کر پلنگ پر لیٹنے کے بعد اپنے دماغ کو حسبِ معمول ہدایت دی کہ سونے کے دوران اگر اس کمرے کی چار دیواری کے اندر کوئی مداخلت ہو یا کوئی اندر آنا چاہے تو میری آنکھ کھل جائے ورنہ میں دو گھنٹے تک آرام سے سوتا رہوں گا۔ ٹھیک دو گھنٹے کے بعد میری آنکھ کھل جائے گی۔

یہ ہدایات دینے کے بعد میں آرام سے سو گیا۔ میں جانتا تھا کہ جب تک اس جزیرے میں کرفیو نافذ رہے گا اور مسلح گارڈ سختی سے پہرہ دیتے رہیں گے اس وقت تک قاتل اپنی پناہ گاہ سے باہر نہیں نکلے گا اور نہ ہی کسی پر حملہ کرنے کی جرأت کرے گا۔

اگر یہ سوچ لیا جائے کہ قاتل چیئرمین کو قتل کرنا چاہتا ہے تو اس لحاظ سے یہ خیال قائم کیا جا سکتا تھا کہ وہ آج رات کو کسی وقت چھپ کر نکلے گا اور چیئرمین کی رہائش گاہ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ اس جزیرے میں جتنے ممالک کے ٹھیکیدار تھے ان کی رہائش گاہیں ایک دوسرے سے قریب تھیں پھر ان رہائش گاہوں کے پیچھے بڑے بڑے ہوسٹل کالج کی صورت میں تعمیر کیے گئے تھے۔ وہاں ہر کمرے میں ایک لڑکی رہتی تھی۔ اُن دنوں ڈیڑھ یا دو سو لڑکیاں ہوسٹلوں میں رہ رہی تھیں اور تربیت حاصل کر رہی تھیں اس طرح دیکھا جائے تو ہوسٹل سے ان ممالک کے ٹھیکیداروں کی رہائش گاہوں کا فاصلہ زیادہ دور نہیں تھا۔ اگر قاتل کوئی لڑکی تھی تو وہ ہوسٹل سے چیئرمین کی رہائش گاہ کا فاصلہ بآسانی چھپ کر طے کر سکتی تھی۔

چھ بجے سے کچھ پہلے میری آنکھ کھل گئی۔ دو گھنٹے پورے ہو چکے تھے۔ دماغ کے اندر غیر شعوری طور پر ایک مدت قائم ہوتی ہے وہ مدت جب گزرتی ہے تو دماغ سونے والے کی آنکھیں کھول دیتا ہے اور اس طرح مجھ جیسا سونے والا مقررہ وقت پر بیدار ہو جاتا ہے۔ میں بیدار ہونے کے بعد تھوڑی دیر تک بستر پر چاروں شانے چت پڑا رہا اور دور کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔ ابھی شام کا آخری اُجالا باقی تھا۔

سو کر اٹھنے سے تھکن دور ہو گئی تھی۔ ذہن پھر سے سوچنے کے لیے تازہ دم ہو گیا تھا۔ ایسے ہی وقت میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ اگر کوئی لڑکی قاتل ہے تو جزیرے والوں کا دھیان اس لڑکی کی طرف سے ہٹانا ہو گا۔ یہ ثابت کرنا ہو گا کہ قاتل کوئی لڑکی نہیں بلکہ مرد ہے جس نے آج تین قتل کیے ہیں اور آئندہ بھی اس کی طرف سے حملے کا خطرہ ہے۔

میں نے بیٹھے ہی بیٹھے ایک سگریٹ سلگایا پھر اس کے کش لگاتے ہوئے سوچنے لگا۔ کوئی ایسی تدبیر جس کے ذریعے میں کسی نامعلوم لڑکی پر سے قتل کا الزام اٹھا سکوں اور کسی مرد پر یہی الزام عائد کر سکوں۔ دو چار کش لگانے کے بعد دماغ میں یہ بات آئی کہ گھر کی چار دیواری کے اندر بیٹھے بیٹھے میں کسی پر یہ الزام عائد نہیں کر سکوں گا۔ مجھے کسی سے رابطہ قائم کرنا ہو گا اور کوئی ایسا آدمی تلاش کرنا ہو گا جس کو میں اپنی ٹیلی پیتھی کا نشانہ بنا سکوں۔

دماغ میں یہ بات بھی آئی کہ کسی شخص کو بے قصور نہیں سمجھنا چاہیے۔ یہ خلافِ انسانیت بات تھی لیکن میں نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ یہاں جتنے لوگ ہیں سب مجرم ہیں۔ یہ معصوم لڑکیوں کو تجارت کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں کسی کو یہاں آنے والی نوجوان اور حسین لڑکیوں سے ہمدردی نہیں ہے۔ یہ سب دولت کے غلام ہیں اور دولت کی خاطر یہاں اس جزیرے میں مجرمانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ میں جس شخص کو بھی ٹریپ کروں گا۔ وہ واقعی اس سزا کا مستحق ہو گا کہ اس پر قتل کا الزام عائد کر کے اپنے انجام کو پہنچا دیا جائے۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور میں نے ناصر پاشا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو اس کی سوچ نے بتایا کہ جزیرے میں اور خصوصاً لڑکیوں کے ہوسٹل میں تلاشی کا کام ابھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ اس لیے کرفیو بدستور نافذ ہے کوئی اپنی رہائش گاہ سے باہر نہیں نکلے گا۔

میں اُٹھ کر غسل خانے میں چلا گیا۔ وہاں بھی مصروفیت کے دوران حساب کرتا رہا کہ میں جزیرے میں کتنے لوگوں سے مل چکا ہوں اور اُن میں سے کتنے ایسے ہیں جن کے دماغوں تک گھر بیٹھے پہنچ سکتا ہوں۔ ان لوگوں میں ناصر پاشا کے علاوہ چیئرمین اور لانچ کا اسکیپر مارک گرڈیڈی حشمت بیگ اور ایسے ہی دو چار مسلح جوان تھے۔ ان کے علاوہ بورڈ کے وہ ممبران تھے جو اپنے اپنے ملک کے ٹھیکیدار تھے۔ ان میں سے بھی کئی ایسے تھے جن کے دماغوں تک میں پہنچ سکتا تھا۔

میں نے سوچا کہ لانچ کے اسکیپر مارک گرڈیڈی کو اپنا آلۂ کار بنایا جائے۔ اس جزیرے میں وہ میرا مخالف بھی

تھا لیکن ایک قباحت تھی اور وہ یہ کہ مارک گریڈی پر بہت سے ممالک کے ٹھیکیدار بھروسہ کرتے تھے۔ اسے قابلِ اعتماد سمجھتے تھے اور وہ اس وجہ سے اہمیت رکھتا تھا کہ اس جزیرے میں صرف چار ہی لانچ اسکیپر تھے۔ لہٰذا گریڈی کو کوئی شبہ کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس پر پوری طرح بھروسہ کرنے کے بعد اُسے جزیرے میں رکھا گیا تھا۔

پھر بھی میں نے مارک گریڈی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنے ملک کے ایک ٹھیکیدار کی رہائش گاہ میں اُس کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا اور باتیں کر رہا تھا۔ اُن کی باتیں انتہی تین قتل کے متعلق تھیں اور وہ اس موضوع پر بات کر رہے تھے کہ اب حفاظتی اقدامات کس طرح کیے گئے ہیں اور کتنا سخت پہرہ لگایا گیا ہے — رہائش گاہوں کے پیچھے جہاں لڑکیوں کا ہوسٹل ہے وہاں مسلح گارڈز ڈیوٹی پر لگا دیے گئے ہیں۔ اب انھیں ہوسٹل کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اگر کوئی لڑکی دشمن ہو گی بھی تو وہ اُدھر سے کسی کو قتل کرنے کیلئے نہیں آئے گی۔ وہ مطمئن تھے۔

ٹھیکیدار نے ایک پیگ ختم کرنے کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا: "میں ذرا کاٹج کے پیچھے دیکھ کر آتا ہوں کہ مسلح گارڈز صحیح طور پر اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں یا نہیں۔ انھیں وقتاً فوقتاً چیک کرتے رہنا چاہیے۔ ان کی ذرا سی غفلت ہماری زندگی کے لیے خطرات پیدا کر سکتی ہے۔"

وہ اٹھ کر باہر چلا گیا۔ میں بھی اُس کے دماغ میں بیٹھ کر اُس کے ساتھ کاٹج کے پیچھے جانے لگا۔ پیچھے ایک باغیچہ تھا۔ باغیچے کے پیچھے ایک اونچی دیوار تھی۔ دیوار کی دوسری طرف لڑکیوں کے ہوسٹل بنے ہوئے تھے اور دیوار کے پاس دو مسلح گارڈز کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ ٹھیکیدار کو دیکھ کر وہ اٹینشن ہو گئے۔ ٹھیکیدار نے انہیں دیکھ کر اطمینان کا اظہار کیا پھر اُن میں سے ایک سے سوال کیا: "کیا دیوار کے اس طرف لڑکیاں اپنے ہوسٹل سے باہر نظر آ رہی ہیں؟"

ایک گارڈ نے جواب دیا: "کبھی کبھی کوئی لڑکی ہوسٹل سے باہر نکلتی ہے لیکن پھر اندر چلی جاتی ہے۔ انھیں زیادہ دُور جانے کی اجازت نہیں ہے اور یہ چاروں طرف چار دیواری ہے۔ اس چار دیواری کے باہر تو وہ جا ہی نہیں سکتیں۔ اندر بڑا سخت پہرہ ہے۔"

ٹھیکیدار مطمئن ہو کر پھر اپنے کاٹج میں واپس چلا گیا۔ میں اس گارڈ کے دماغ میں پہنچ کر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ میں اُن کی باتیں سنتا رہا اور اُن دونوں کے دماغ میں باری باری پہنچتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ایک گارڈ کی زبان سے کہا: "مجھے پیاس لگ رہی ہے تم یہاں ڈیوٹی پر متعین رہو۔ میں اندر سے پانی پی کر ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھی کو تنہا چھوڑ کر کاٹج کے اندر آیا پھر اس کمرے میں پہنچا جہاں ٹھیکیدار اور مارک گریڈی بیٹھے شراب سے شغل کر رہے تھے۔ دونوں نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا اور ٹھیکیدار نے اُس کا نام لے کر پوچھا: "کیوں ریفر، کیا بات ہے؟"

اس گارڈ کا نام ریفر اور اُس کے ساتھی کا نام ویفر تھا۔ دونوں گارڈ گہرے دوست بھی تھے۔ ریفر نے ٹھیکیدار سے مسکرا کر کہا: "بات یہ ہے جناب کہ ہر انسان کی موت کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور آج کا دن آپ کی موت کے لیے مقرر ہو چکا ہے اس لیے میں یہ ریوالور لے کر آیا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ مارک گریڈی ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ریفر نے کہا: "خبردار مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ میں تمھیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

یہ کہہ کر اُس نے ریوالور کا رُخ ٹھیکیدار کی طرف کیا۔ ٹھیکیدار کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ گیا۔ وہ موت کے خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اس نے کہا: "یہ کیا حرکت ہے۔ کیا کر رہے ہو تم؟"

ریفر کے دماغ میں میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس لیے وہ میری مرضی کے مطابق بول رہا تھا: "ہاں وہ تینوں قتل میں نے کیے ہیں اور چوتھا بھی میں ہی کر رہا ہوں۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی مارک گریڈی نے اُس پر چھلانگ لگا دی۔ اس کے ساتھ ہی گولی چل پڑی اور مارک گریڈی چیخ مار کر صوفے پر گر پڑا۔ گولی اُس کی ٹانگ پر لگی تھی۔ وہ صوفے پر سے ہو کر دوسری طرف الٹ گیا تھا۔ ریفر نے پھر پستول کا رُخ ٹھیکیدار کی طرف کیا اور گولی چلا دی۔ دو بار گولیاں چلنے کی آواز جزیرے کے سناٹے میں گونج اٹھی تھی۔ باہر سے ریفر کا دوست اور ساتھی گارڈ ویفر بھاگتا ہوا اندر آیا تھا۔ اندر آتے ہی وہ ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے دیکھا ٹھیکیدار کی لاش ایک طرف پڑی ہوئی تھی اور مارک گریڈی ایک پاؤں سے لنگڑاتا ہوا کمرے سے باہر بھاگ رہا تھا۔

ویفر نے ریوالور نکالتے ہوئے ریفر کو مخاطب کیا: "یہ کیا حرکت ہے۔ یہ تم نے کیا کیا ہے؟"

میں ریفر کے دماغ کو چھوڑ کر ویفر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب ریفر چونک کر اپنے آس پاس دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اپنے سامنے پڑی ٹھیکیدار کی لاش کو دیکھا تو اپنے دوست ویفر سے پوچھا: "یہ کیا ہو گیا ہے؟ کیا میں نے ہی اُسے قتل کیا ہے؟"

ویفر نے کہا: "ہاں تم نے ہی قتل کیا ہے۔ اب تم حوالات میں لے لیے جاؤ گے۔ بہتر ہے کہ یہاں سے بھاگ چلو۔"

ریفر نے کہا: "دوست ہم بھاگ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ جزیرے میں کہیں نہ کہیں گرفتار تو کر ہی لیے جائیں گے۔"

میں ویفر کے دماغ میں تھا اس لیے ویفر نے اپنے دوست سے یہ سوال نہیں کیا کہ اُس نے ٹھیکیدار کو کیوں قتل کر دیا اور مارک گریڈی کو زخمی کر کے کیوں بھگا دیا۔ ریفر نے کہا: "ایک صورت ہے کہ ہم اس قتل کا الزام کسی دوسرے پر عائد کر دیں۔"

ویفر نے میری مرضی کے مطابق کہا: "پاگل ہوئے ہو! ایک تو تم نے قتل کر دیا۔ دوسرے عینی شاہد مارک گریڈی کو یہاں سے بھگا دیا۔ اب وہ باہر جا کر رپورٹ دے رہا ہو گا کہ تم نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اب تم اس کا الزام کسی دوسرے پر عائد نہیں کر سکتے۔ بہتر ہے کہ پہلے مارک گریڈی کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ آؤ، ہم اُس کا تعاقب کر کے پہلے اس سے نمٹ لیں۔"

وہ دونوں تعاقب کرنے کے لیے کمرے سے نکلنا ہی چاہتے تھے کہ باہر ایک گاڑی کے اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے کی آواز سنائی دی۔ وہ سمجھ گئے کہ مارک گریڈی کار میں بیٹھ کر فرار ہو گیا ہے اور اب اُن کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ پھر بھی وہ دونوں دوڑتے ہوئے کاٹج کے باہر برآمدے کی طرف آئے۔ کار دُور نکل گئی تھی۔ انھوں نے اس خیال سے کار پر فائرنگ شروع کر دی کہ شاید کوئی گولی کار کے پہیے کو برسٹ کرنے میں کامیاب ہو جائے لیکن اُن کا نشانہ خطا گیا۔

گولیوں کی آواز دُور دُور تک گونجتی چلی گئی تھی۔ تمام رہائش گاہوں سے لوگ باہر نکل آئے تھے اور ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ یہ آواز کیسی ہے اور کہاں سے آئی ہے اتنے میں ریفر اور ویفر دوڑتے ہوئے دوسرے ٹھیکیدار کے کاٹج میں پہنچ گئے۔ وہاں دو مسلح گارڈ کھڑے ہوئے تھے۔ ریفر تو پہلے ہی قاتل بن چکا تھا اور بوکھلایا ہوا تھا۔ اس نے بے سوچے سمجھے وہاں کھڑے ہوئے محافظوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ میں نے ریفر کے دماغ میں بیٹھ کر اسے مجبور کیا کہ وہ بھی فائرنگ کرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے ٹھیکیدار کے کاٹج میں پہرہ دینے والے دونوں محافظ ہلاک کر دیے گئے۔ اس کاٹج کے ٹھیکیدار نے یہ منظر دیکھا تو وہ اندر کی طرف بھاگنے لگا لیکن ویفر نے اُسے بھی گولی مار دی۔

اس وقت شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ دُور دُور تک بجلی کے بلب روشن تھے۔ اس روشنی میں دوسرے کاٹج کے لوگوں نے یہ تماشا دیکھا اور سمجھ لیا کہ محافظ ریفر اور ویفر لوگوں کو ہلاک کرتے پھر رہے ہیں۔ وہ پاگلوں کی طرح گولیاں چلا رہے ہیں۔ اُن پر جنون سوار ہے۔ یہ دیکھتے ہی سب اپنے اپنے کاٹج میں بند ہو گئے اور اُن کی حفاظت کرنے والے گارڈز کاٹج کے سامنے محاذ بنا کر دونوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ڈٹ گئے۔

ذرا سی دیر میں فائرنگ شروع ہو گئی۔ میں چونکہ ویفر کے دماغ میں تھا اس لیے یہ معلوم نہ کر سکا کہ صرف محاذ بنانے والے ہی فائرنگ نہیں کر رہے ہیں بلکہ دوسرے مسلح گارڈز بھی اندھیرے کا سہارا لے کر دُور دُور تک پھیلے ہوئے اُن دونوں کو گھیرے میں لے رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد جب ویفر کو گولی لگی تب یہ بات سمجھ میں آئی۔ وہ زمین پر گر کر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ میں اُس کے دماغ سے نکل کر ریفر کے دماغ تک پہنچنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت ریفر کو بھی کہیں سے ایک گولی آ کر لگی اور وہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ میں دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہو گیا۔

دروازے پر دستک ہو رہی تھی اور ناصر پاشا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: "طارق کیا تم کمرے میں موجود ہو اور محفوظ ہو؟"

میں نے جواب دیا: "ہاں میں یہاں محفوظ ہوں اور باہر نکلنے کی حماقت نہیں کرنا چاہتا۔ تمھیں بھی یہی مشورہ ہے کہ باہر نہ نکلنا۔ بلکہ فون کے ذریعے معلومات حاصل کرو کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

وہ میرے مشورے پر عمل کرنے کے لیے وہاں سے چلا گیا۔ ریفر اور ویفر کی جوڑی ختم ہو چکی تھی۔ اُن سے مجھے جو کام لینا تھا وہ لے چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جزیرے کے تمام لوگ یہ رائے قائم کرنے والے تھے کہ آج جو قتل ہوئے ہیں۔ اُن سب کے قاتل یہی ریفر اور ویفر تھے اور جو لوگ ہوسٹل کی لڑکیوں پر شبہ کر رہے تھے۔ وہ غلطی پر تھے۔ قاتل گرفتار تو نہ ہو سکے لیکن ہلاک کر دیے گئے تھے۔

میں نے مارک گریڈی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو

وہ پولیس اسٹیشن پہنچ گیا تھا۔ وہاں اُس کی زخمی ٹانگ کی مرہم پٹی ہو چکی تھی اور اب وہ ٹیلیفون پر چیئرمین سے کہہ رہا تھا کہ ریفرار و ریفر کو کسی طرح زندہ حراست میں لیا جائے اور اُن سے معلوم کیا جائے کہ وہ اس جزیرے میں دوسروں کو کیوں قتل کرتے پھر رہے ہیں۔ اُن کا مقصد کیا ہے؟

چیئرمین نے جواب دیا: "وہ دونوں تو ہلاک کر دیے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انھیں واقعی زندہ گرفتار کرنا چاہیے تھا تاکہ اُن کے مقاصد کا پتہ چلتا لیکن وہ دونوں اس قدر خون خرابے پر اُتر آئے تھے کہ اگر انھیں ہلاک نہ کیا جاتا تو وہ باقاعدہ مقابلہ کرتے ہوئے پتہ نہیں اور کتنے ٹھیکیداروں کو موت کے گھاٹ اُتار دیتے۔ اب تک دو ٹھیکیدار اور تین مسلح گارڈ مارے جا چکے ہیں۔ تیسرا ٹھیکیدار جنرل سیکریٹری تھا جو دن کے وقت مارا گیا تھا۔ اس طرح ہمارے بارہ ٹھیکیداروں میں سے تین کم ہو گئے اور اب صرف نو رہ گئے ہیں۔"

واقعی ایک ہی دن میں کئی آدمی مارے گئے تھے۔ کوئی ایسی صورتِ حال کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کسی کی سازش بھی خلافِ توقع تھی اور اُن کا دھیان کبھی اس طرف نہیں گیا تھا کہ اُن کے مسلح محافظوں میں سے ریفرار اور ریفر قاتل ثابت ہوں گے۔ میں نے ناصر پاشا کے دماغ سے معلوم کیا کہ کتنے افراد ہلاک ہو چکے ہیں اور اس جزیرے میں اب کتنے مرد باقی رہ گئے ہیں۔

ناصر پاشا کی سوچ نے حساب لگا کر بتایا کہ بارہ ٹھیکیدار تھے اور بارہ اُن ٹھیکیداروں کے نائب تھے۔ اس کے علاوہ دو سو مسلح محافظ تھے۔ جن میں پولیس آفیسر وغیرہ بھی شامل ہیں اس کے بعد جو دکانیں اور ہوٹل وغیرہ جزیرے میں تھے انھیں سنبھالنے والے اور جو کشتے اور ٹیکسیاں چل رہی تھیں اُنھیں چلانے والے اور کانچ وغیرہ تعمیر کرنے والے۔ اُن سب کی تعداد لگ بھگ ایک سو تھی۔ اندازاً حساب لگایا گیا کہ اس جزیرے میں ساڑھے تین سو مرد ہیں۔ باقی یا تو عورتیں ہوتی ہیں یا وہ مجبور لڑکیاں جو ہوٹل میں رہتی ہیں جن کی تعداد ڈیڑھ سو سے لے کر دو سو تک ہوتی ہے۔ اُن مردوں میں سے آج تین ٹھیکیدار مارے گئے تھے اور تقریباً دس مسلح محافظ ہلاک ہو گئے تھے جن میں ریفرار و ریفر بھی شامل تھے۔

تھوڑی دیر بعد ناصر پاشا نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ اس نے کہا: "چیئرمین کے کاٹج میں بورڈ کے ممبران کا ایک تعزیتی اجلاس ہو رہا ہے۔ جس میں مرنے والوں کو خراجِ تحسین ادا کیا جائے گا۔ کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کرو گے؟"

میں نے اکار میں سر ہلا کر کہا: "میرا وہاں جانا فی الحال مناسب نہیں ہے اور تعزیتی جلسے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم واپس آ کر مجھے بتا دینا کہ وہاں کیا باتیں ہوئی تھیں۔ میں ذرا آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

اُس نے کہا: "بے شک میں تمھارے آرام میں خلل نہیں ڈالوں گا۔ میں صرف اِس لیے تمھیں ساتھ چلنے کے لیے کہہ رہا ہوں کہ میرے دل میں ڈر بیٹھ گیا ہے کہیں اور کوئی قاتل چھپا ہوا نہ ہو۔ تم رہو گے تو مجھے حوصلہ رہے گا۔ حالانکہ دونوں قاتل ہلاک کر دیے گئے ہیں۔"

میں نے کہا: "جب وہ دونوں ہلاک کر دیے گئے ہیں تو پھر ڈر کس بات کا ہے۔ تم جاؤ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اب یہاں کسی قسم کا خطرہ نہیں رہا ہے اور چیئرمین کا کاٹج تو یہاں سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ تم کہو تو میں تمھیں وہاں تک پہنچا دوں پھر میں واپس آ جاؤں گا۔"

اُس نے مسکراتے ہوئے کہا: "نہیں اب میں ایسا بھی ڈرپوک نہیں ہوں کہ تمھیں اتنی دُور کے لیے ساتھ لے چلوں۔ بہرحال میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ جاؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اس کے بعد ایک سگریٹ سُلگا کر آرام سے اُس کے کش لگاتے ہوئے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں چیئرمین کے دماغ میں جا پہنچا۔ اُس کے کاٹج میں دوسرے ممبران یعنی جزیرے کے ممالک کے ٹھیکیدار آ رہے تھے اور مرنے والوں کے متعلق افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔ ناصر پاشا بھی جلد ہی وہاں پہنچ گیا۔

پھر میٹنگ میں یہ بحث شروع ہو گئی کہ قاتل وہی دو تھے یا کسی تیسرے کی توقع بھی کی جا سکتی ہے؟ اس بحث کے دوران اس بات پر بھی اعتراض کیا گیا کہ قاتلوں کو ہلاک کیوں کیا گیا۔ اس کا یہ جواب دیا گیا کہ مجبوری تھی ورنہ اگر انھیں گرفتار نہ کیا جاتا تو وہ اندھا دھند فائرنگ کرتے ہوئے نہ جانے کتنے لوگوں کو ہلاک کر دیتے۔ چیئرمین نے کہا: "آپ لوگوں کی سلامتی کے لیے اُن دونوں کو مجبوراً ہلاک کرنا پڑا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ جو قاتل تھے وہ انجام کو پہنچ گئے ہیں۔ اب یہ ہمیں نہیں آتی کہ کوئی تیسرا قاتل بھی کہیں چھپا ہوگا اور وہ یہاں نقصان پہنچائے گا۔"

اس میٹنگ میں ایک گھنٹے تک بحث ہوتی رہی۔ آخر سب اس نتیجے پر پہنچے کہ اب کوئی قاتل باقی نہیں رہا؟ اور یہ کوئی خطرہ ہے لہٰذا اب کرفیو ہٹا دیا جائے اور پہلے کی طرح جزیرے میں آمد و رفت شروع ہو جائے۔ اس فیصلے کے مطابق فوراً ہی چیئرمین نے ٹیلیفون کے ذریعے پولیس آفیسر کو اطلاع دی کہ کرفیو ہٹا دیا جائے اور لوگوں کو اطلاع پہنچا دی جائے کہ خطرہ ٹل گیا ہے اور اب وہ آزادی سے گھوم پھر سکتے ہیں۔ لڑکیوں کے ہوسٹل سے بھی پہرہ اٹھا دیا جائے۔

ساڑھے آٹھ بجے ناصر پاشا نے میرے پاس آ کر کہا: "آؤ باہر چلیں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ اب کرفیو ہٹا دیا گیا ہے۔ لڑکیوں کے ہوسٹل سے بھی پہرہ اٹھا لیا گیا ہے۔ اب لڑکیاں بھی اپنی حدود میں آزاد ہیں۔"

میں تیار ہی بیٹھا تھا۔ اُس کے ساتھ فوراً باہر آ گیا۔ باہر اب چہل پہل نظر آ رہی تھی۔ ہوٹل اور دکانیں کھل گئی تھیں۔ ہم نے قریب ہی ایک ہوٹل میں بیٹھ کر کھانے کا آرڈر دیا اور باتیں کرتے ہوئے آرڈر سرو ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

ناصر پاشا نے کہا: "ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ریفرار اور ریفر آخر ہمارے مخالف کیوں ہو گئے تھے؟"

میں نے کہا: "شاید وہ یہاں ہونے والے کاروبار کے خلاف ہو گئے تھے اور اس دھندے کو بُرا سمجھ کر آہستہ آہستہ یہاں کے لوگوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔"

"نہیں ہم اچھی طرح چھان بین کے بعد لوگوں کو اس جزیرے میں لاتے اور انھیں ذمہ داریاں سونپتے ہیں۔ ان دونوں مسلح محافظوں کو بھی بہت اچھی طرح جانچنے اور پرکھنے کے بعد اس ڈیوٹی پر لگایا گیا تھا۔ ہمیں نہیں سمجھتا کہ وہ اچانک ہماری مخالفت پر کیوں کمربستہ ہو گئے۔"

"آخر وہ دونوں انسان تھے۔ ہو سکتا ہے خود نہ بہکے ہوں کسی نے بہکا دیا ہو اور وہ یہاں رہنے والوں کے دشمن بن گئے ہوں۔"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر وہ بہکائے گئے تھے تو انھیں کس نے بہکایا تھا۔ یہاں سب ہمارے جیسے آدمی ہیں ہم کسی پر شبہ بھی نہیں کر سکتے۔"

"ٹھیک ہے شبہ نہ کیا جائے لیکن آنے والا وقت بتائے گا کہ کوئی بہکانے والا یہاں موجود ہے یا وہ دونوں خود ہی مخالف ہو کر ایسی حرکت کر بیٹھے اور اپنے عبرتناک انجام کو پہنچ گئے۔"

میز پر ہماری پسند کا کھانا آ گیا۔ ناصر پاشا نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا: "اگرچہ کرفیو ہٹا دیا گیا ہے تاہم باقی دوسرے ٹھیکیدار اب بھی بُری طرح خوف زدہ اور سہمے ہوئے ہیں اور کوئی اپنی رہائش گاہ سے باہر نہیں نکل رہا ہے۔ میں اُن کا واحد ساتھی ہوں جو تمھارے ساتھ یہاں تک چلا آیا ہوں۔"

میں نے پوچھا: "کیا اب بھی ہوٹل میں رہنے والی ان لڑکیوں پر شبہ ہے؟"

اس نے جواب دیا: "اب کسی خاص لڑکی پر شبہ نہیں ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہمارے ہی مسلح گارڈز میں سے کوئی ہمارا دشمن بھی ہو سکتا ہے لیکن اب ہم اپنے سائے پر بھی بھروسہ نہیں کر سکتے۔ ویسے چیئرمین نے خفیہ طور پر جاسوس چھوڑ دیے ہیں۔ وہ دیکھتے رہیں گے اور اس کھوج میں رہیں گے کہ جزیرے میں کون ہمارا مخالف ہے اور کون قانون کے خلاف حرکتیں یا سازشیں کر رہا ہے۔"

میں نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا: "اس جزیرے میں تفریح کا کیا سامان ہے؟"

"یہاں سینما گھر ہیں۔ دو کلب ہیں۔ اس کے علاوہ فلم اسٹوڈیو ہے جہاں دلچسپ شوٹنگ ہوتی ہے۔ کبھی کبھی دراسٹی پروگرام ہوتا ہے۔ تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں کسی سینما ہاؤس میں تھوڑا وقت گزارنا چاہتا ہوں۔ فلم دیکھنے کا موڈ ہے۔ تم تو گھر جانے کے بعد پھر پینے پلانے میں مصروف ہو جاؤ گے۔ میرا نہ پینے کا موڈ ہے اور نہ کسی حسینہ سے دل لگانے کا ارادہ ہے۔ میری تفریح صرف سینما گھر تک محدود رہے گی۔"

مجھے فلمیں دیکھنے کا زیادہ شوق نہیں ہے۔ میں نے یہ صرف اِس لیے کہا تھا کہ میں کچھ دیر کے لیے ناصر پاشا سے دُور رہنا چاہتا تھا۔ تنہائی کا ایسا موقع چاہتا تھا جس میں آزادی سے گھوم پھر کر جزیرے کا جائزہ لے سکوں اور ممکن ہو تو اس قاتل کو تلاش کر لوں جو اب تک اپنی کسی پناہ گاہ میں چھپا ہوا تھا اور جس کی طرف سے میں نے سب کا دھیان ہٹا دیا تھا لیکن میرا دھیان اسی کی طرف لگا ہوا تھا۔

ناصر پاشا نے کہا: "چونکہ ہمارے تین بہت اہم آدمی آج قتل کر دیے گئے ہیں اِس لیے یہاں کی تمام تفریح گاہیں آج بند رہیں گی۔ یہ ہوٹل اور چند دکانیں صرف اِس لیے کھلی ہوئی ہیں کہ ہم اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔ ورنہ آج اس جزیرے میں سناٹا رہے گا اور باہر بہت کم لوگ نظر آئیں گے۔"

کھانے کے بعد میں نے اپنے لیے کافی کا آرڈر دیا۔ ناصر پاشا ایک ٹھنڈا مشروب پینے لگا۔ میرا مقصد پورا ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا اور اُس کی کوئی متبادل صورت بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں گرما گرم کافی میرے سامنے آگئی۔ میں اس کی چسکی لے کر سوچنے لگا۔

اچانک ایک بات ذہن میں آئی اور میں نے ناصر پاشا سے کہا: "ابھی تم نے کہا تھا کہ خفیہ طور پر جاسوس اس جزیرے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم مجھے بھی ایک جاسوس کی حیثیت سے ایک رات باہر گزارنے کی اجازت دے دو۔ میں رہائش گاہ کے باہر مجرموں کی ٹوہ سونگھ کر انھیں تلاش کرنا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے جہاں دوسرے جاسوس کامیاب نہ ہو سکیں وہاں میں کامیاب ہو جاؤں اور یہ بات تمھاری عزت میں اضافے کا باعث بن جائے کہ تمھارے آدمی نے اصل قاتل کو ڈھونڈ نکالا ہے بشرطیکہ وہ اصل قاتل ابھی زندہ ہو اور کہیں چھپا ہوا ہو۔"

وہ میری بات سن کر سوچنے لگا پھر اس نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "تمھارا آئیڈیا بہت خوب ہے مگر کیا تم جاسوسی کرنے کے لیے اپنی رات کی نیند حرام کرو گے؟"

"میں آج شام تک سوتا رہا ہوں۔ نیند پوری ہو چکی ہے اور مجھے اتنی جلدی نیند نہیں آئے گی۔ جب نیند آئے گی تو میں واپس آ کر سو جاؤں گا لیکن جب تک جاگتا رہوں گا کچھ نہ کچھ کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ ابھی ہم چیئرمین کے کاٹج میں جائیں گے اور میں وہاں سے تمھارے لیے ایک خصوصی اجازت نامہ حاصل کروں گا۔ جسے تم اپنے پاس رکھ کر رات کو اس جزیرے میں کہیں بھی جا سکو گے کوئی تمھیں روکے تو تم وہ اجازت نامہ دکھا کر اسے مطمئن کر سکو گے۔"

تھوڑی دیر بعد ہم ہوٹل سے باہر نکلے اور کار میں بیٹھ کر چیئرمین کے کاٹج میں آئے۔ چیئرمین اس وقت بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ وہاں بھی شراب اور شباب کے رسیا اپنی راتوں کو رنگین بنانے کے عادی تھے لیکن ان میں سے کوئی ہوٹل کی لڑکیوں کو نہیں چھیڑتا تھا جو زیادہ تر بہت تھیں اور باہر کی سپلائی کی جانے والی تھیں۔

ناصر پاشا نے چیئرمین سے کہا کہ وہ مجھے جاسوس کی حیثیت سے اجازت نامہ دلوانا چاہتا ہے۔ چیئرمین نے کہا: "مسٹر ناصر پاشا! آپ تو جانتے ہیں کہ میں تنہا اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ بورڈ کے تمام ممبران کسی ایک فیصلے پر متفق ہوتے ہیں۔ تب اس فیصلے پر میں اپنے دستخط کرتا ہوں اور حکم نامہ جاری کرتا ہوں۔"

ناصر پاشا نے کہا: "لیکن آپ کو خاص حالات میں خصوصی اجازت نامہ جاری کرنے کا اختیار ہے۔"

"بے شک مجھے اختیار ہے لیکن آپ کا یہ طارق محمود پہلی بار اس جزیرے میں آیا ہے۔ تمام لوگوں کے لیے اجنبی ہے اور اس پر کس حد تک اعتماد کیا جائے یہ ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ اب ان حالات میں خصوصی اجازت نامہ جاری کروں گا تو بورڈ کے دوسرے ممبران اعتراض کریں گے۔"

ناصر پاشا نے کہا: "مجھے طارق محمود پر مکمل اعتماد ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر جاسوس کی حیثیت سے ایک رات کا نامہ جاری کر دیا گیا تو یہ یقیناً اس شخص کو ڈھونڈ نکالے گا جو ہمارے اندیشوں کے مطابق ہماری تاک میں کہیں چھپا بیٹھا ہے۔ اگر ہمارے اندیشے درست ہیں تو وہ جو کوئی بھی ہے طارق کی نظروں سے خود کو نہیں چھپا سکے گا۔ مجھے اس کی صلاحیتوں پر پورا پورا اعتماد ہے۔"

"اگر آپ کو اتنا یقین ہے اور آپ اسے اجازت نامہ دلانے پر بضد ہیں تو اس کے لیے ابھی بورڈ کے ممبران کو کال کرنا ہوگا یا فون کے ذریعے فرداً فرداً ہر ممبر سے اجازت حاصل کرنا ہوگی۔ اگر طارق محمود کے حق میں ووٹ زیادہ ہوئے تو اجازت نامہ مل جائے گا ورنہ میں مجبور ہوں۔"

میں نے ان دونوں کی گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے کہا: "اور میں پورے یقین سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اپنے حق میں کسی کی طرف سے ووٹ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ میں یہاں بالکل اجنبی ہوں۔"

ناصر پاشا نے کہا: "اگر آج میں تمھیں اجازت نامہ دلا سکا تو یہ میری توہین ہوگی۔"

میں نے کہا: "نہیں پاشا! حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے اور حقیقت یہ ہے کہ میں آج پہلی بار اس جزیرے میں ہوں اور دوسروں کے لیے بالکل اجنبی ہوں۔ کوئی مجھ پر بھروسہ نہیں کر سکتا یہ ایک لازمی سی بات ہے۔ ہمیں بھی کسی اجنبی پر بھروسہ کرنے کے لیے کہا جائے تو ہم بھی اس پر بھروسہ نہیں کریں گے۔ اسی طرح دوسروں کے متعلق بھی سوچنا چاہیے۔ آؤ ہم اپنے کاٹج میں واپس چلیں۔"

میں اسے سمجھا بجھا کر کاٹج میں واپس لے آیا۔ ناصر پاشا نے میری خواب گاہ میں پہنچ کر کہا: "اگر تم کہو تو میں عورتیں یہاں بھیج دوں۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "جب تک کوئی میرے دل کو نہیں بھاتا اس وقت تک میں کسی کے ساتھ اپنا وقت ضائع نہیں کرتا۔ تمھاری مہربانیوں کا شکریہ! میں تنہا اس خواب گاہ میں رات گزار لوں گا۔ تم جاؤ عیش کرو۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے خواب گاہ کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور سگریٹ سلگا کر حسب عادت ایک کرسی پر بیٹھ کر کش لگانے اور حالات پر غور کرنے لگا۔ تمام ٹھیکیدار سمجھے ہوئے تھے اور خفیہ طور پر جاسوسوں کی ڈیوٹی لگا دی گئی تھی تو اس سے یہی نتیجہ نکلتا تھا کہ جو کوئی بھی اصلی قاتل ہے وہ... اپنی پناہ گاہ سے آج رات نہیں نکلے گا۔ البتہ اگر اسے جاسوسوں کے متعلق علم نہ ہو اور اس نے بظاہر یہ دیکھ لیا ہو کہ پہرہ ہٹا دیا گیا ہے اور اب کسی بات کا خطرہ نہیں ہے تو وہ اپنی پناہ گاہ سے ضرور نکل آئے گا اور کسی کو شکار کرنے کی کوشش میں پکڑا جائے گا۔

مجھے یہ منظور نہیں تھا کہ وہ پکڑا جائے۔ اسے بچانے کے لیے اور اس کی طرف سے توجہ ہٹانے کے لیے میں نے ریفرار اور ولیفر کو چارہ بنا دیا تھا لیکن کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ اندیشہ بدستور تھا۔ وہ لوگ اس طریقے سے بھی سوچ رہے تھے کہ ریفرار اور ولیفر کو ہلکانے والا کوئی تیسرا بھی موجود ہوگا اور یہ قتل ایک منظم سازش کے تحت بھی ہو سکتے ہیں اور آئندہ بھی ہونے کا اندیشہ ہے۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ قاتل آج رات کوئی شکار کرنے کے لیے باہر آئے۔ میں اسے روکنا چاہتا تھا اور عجیب بات یہ تھی کہ میں اسے نہیں جانتا تھا لیکن نہ جاننے کے باوجود اسے روکنے کی تدبیر کرنا ضروری تھا۔

میں سگریٹ کے کش پر کش لگاتا اور سوچتا رہا۔ مجھے کوئی ایسی چال چلنا تھی جس سے قاتل کو یہ پتہ چل جاتا کہ اس کے پیچھے جاسوس چھوڑے گئے ہیں۔ میں بہت دیر تک اس مسئلے پر غور کرتا رہا لیکن ایسی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آئی۔ قاتل کا کچھ نام نشان یا پتہ ٹھکانہ معلوم ہوتا تو شاید کوئی تدبیر کارگر ہوتی۔

دوسرا سگریٹ سلگا کر سوچتے وقت یہ بات سمجھ میں آئی کہ مجھے اپنی طرف سے ہنگامے شروع کر دینا چاہیے۔ ہنگامے ہوں گے تو تمام جاسوس ہنگاموں کی طرف متوجہ رہیں گے اور قاتل کی تلاش ختم ہو جائے گی۔ جاسوس میری طرف سے برپا کیے ہوئے ہنگاموں میں الجھ کر رہ جائیں گے۔

میں اب سوچنے لگا کہ ہنگامہ کرنے کے لیے پہلے کیا کرنا چاہیے۔ چیئرمین کے علاوہ اور چار ٹھیکیدار ایسے تھے جن کے دماغوں تک میں آسانی سے پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ مجھے ان کے لب و لہجے اچھی طرح یاد تھے لیکن اس وقت رات کے دس بجنے والے تھے اور اسٹور اور ہوٹل بند ہونے والے تھے۔ میں ایسا ہنگامہ کرنا چاہتا تھا کہ چشم زدن میں اس کی خبر دور دور تک پھیل جائے۔

یہ سوچ کر مجھے وہ ہوٹل والا یاد آیا جہاں ہم نے رات کا کھانا کھایا تھا۔ وہ ایک مسلح گارڈ سے کہہ رہا تھا: "جلدی چائے ختم کرو میں ہوٹل بند کرنے والا ہوں۔"

گارڈ نے چائے پیتے ہوئے کہا: "تم کھڑکیاں اور دروازے بند کرتے رہو اس وقت تک میری چائے کی پیالی خالی ہو جائے گی۔"

ہوٹل والا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکیوں کو بند کرنے لگا۔ پھر اس نے ہوٹل کے تین دروازے بند کیے۔ چوتھا اور آخری دروازہ بند کرنے کے لیے رہ گیا تھا کہ اسی وقت میں گارڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ گارڈ نے پلٹ کر ہوٹل والے کی طرف دیکھا اور کہا: "میں تم سے ایک بہت ہی ضروری اور پرائیویٹ بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس آخری دروازے کو بھی بند کر دو۔"

اس نے دروازہ بند کرنے کے بجائے سوال کیا: "آخر ایسی کون سی ضروری بات مجھ سے کرنا چاہتے ہو؟"

گارڈ نے یا دوسرے لفظوں میں میں نے اس کی زبان سے دھیمی آواز میں کہا: "میں اس قاتل کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ مجھے ایک شخص پر شبہ ہے۔ تم جلدی سے دروازہ بند کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی سن لے۔ میں تم سے ضروری مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔"

قاتل کا مسئلہ ایسا تھا جو دہشت بھی پیدا کرتا تھا اور اس کے ذکر سے دلچسپی بھی بڑھ جاتی تھی۔ ہوٹل والے کی دلچسپی بڑھ گئی۔ اس نے آخری دروازہ بھی اندر سے بند کر دیا۔ اسی وقت گارڈ نے اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا: "بس اب دروازے سے ہٹ جاؤ اور جیسا میں کہتا ہوں ویسا ہی کرو۔"

ہوٹل والا اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بے چینی سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا: "تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ مجھے ریوالور دکھا کر دھمکی کیوں دے رہے ہو؟ میں شور مچا کر تمھیں گرفتار کرا سکتا ہوں۔"

"اگر شور مچاؤ گے تو میں تمھیں فوراً ہی گولی مار دوں گا۔ میں رحم کھانا نہیں جانتا۔ لہٰذا میرے حکم پر بلا چون و چرا عمل کرو۔ یہاں کچن سے مٹی کے تیل کے کنستر لاؤ اور تمام تیل چاروں طرف ہوٹل کی دیواروں پر چھڑک دو۔"

ہوٹل والے پر دہشت طاری ہوگئی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن گارڈ نے سختی سے کہا: "میں کوئی بکواس نہیں سنوں گا۔ اگر تم نے ویر کی تو میں گولی چلادوں گا۔ میں تین تک گن رہا ہوں۔ ایک... دو...."

"تین کہنے سے پہلے ہی ہوٹل والا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کچن کی طرف جانے لگا۔ گارڈ بھی اُس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ ہوٹل والے نے اُس کے حکم پر مٹی کے تیل کا کنستر اٹھایا اور لکڑی کی دیواروں پر تیل چھڑکنے لگا۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ وہاں زیادہ تر مکانات، ہوٹل اور دکانیں لکڑی کے بنے ہوئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں تیل چاروں طرف چھڑک دیا گیا۔ ہوٹل والے نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ "تم... تم یہاں کے محافظ ہو پھر ایسی حرکتیں کیوں کر رہے ہو؟"

گارڈ نے کہا: "میں یہاں آگ لگانا چاہتا ہوں اور سارے جزیرے کو یہ دکھا دینا چاہتا ہوں کہ ہنگامے کیسے جنم لیتے ہیں اور یہاں کے جاسوس مجھ جیسے شخص تک پہنچنے میں کس طرح ناکام رہتے ہیں۔ چلو، اب ماچس کی تیلی جلاکر ان دیواروں کی طرف پھینکو۔"

وہ خوف سے لرز کر بولا: "نن... نہیں، اس طرح تو ہم بھی اس ہوٹل کے اندر ہی جل کر مر جائیں گے۔"

"نہیں، جیسے ہی آگ لگے گی میں تمہیں اجازت دے دوں گا کہ تم دروازہ کھول کر باہر بھاگ جاؤ۔ چلو میرے حکم کی تعمیل کرو۔ دیر نہ کرو۔"

اُس نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور ماچس کی تیلی جلاکر دیوار کی طرف اچھال دی۔ تیلی گرتے ہی فوراً آگ بھڑک اٹھی اور وہ آگ تمام جگہ پھیلنے لگی۔ ہوٹل والا بھاگ کر دروازے کی طرف جانا چاہتا تھا اسی وقت گارڈ نے اُسے گولی مار دی۔ وہ بھاگتے بھاگتے لڑکھڑا کر گرا۔ پھر زمین سے اُٹھ نہ سکا۔ اس کے بعد اب وہ گارڈ ہی رہ گیا تھا۔ میں اُسے بھی اس ہوٹل سے باہر جانے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا لہٰذا میں نے اُس کے ہاتھ سے ریوالور کی نال کو اُس کی کنپٹی پر رکھ دیا۔ دوسرے ہی لمحے گولی چلی اور میں اُس کے دماغ سے نکل کر واپس اپنی خواب گاہ میں حاضر ہوگیا۔

دو چار منٹ کے بعد ہی باہر شور سنائی دیا آگ لگ گئی ہے اور ایک ہوٹل سے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ پھر پندرہ منٹ کے بعد یہ خبر عام ہوئی کہ ہوٹل میں دو بار گولیاں چلنے کی آواز بھی سنائی دی تھی۔ اب فائر بریگیڈ کا عملہ آگ بجھانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ پورے جزیرے میں ٹیلیفون کھڑکھڑائے جا رہے تھے۔ یہاں سے وہاں تک اطلاعات پہنچائی جا رہی تھیں۔ ریوڑ میں دی جا رہی تھیں۔ ہر ٹھیکیدار ایک دوسرے سے فون پر صورت حال کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور سبھی حیران و پریشان تھے کہ آج اس جزیرے میں یہ کیا ہو رہا ہے۔

میں نے پھر خیال خوانی کی پرواز شروع کی۔ اس میں ایک ٹھیکیدار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ٹیلیفون پر باتیں کرنے کے بعد ریسیور رکھ رہا تھا۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "مسلح گارڈ ہماری حفاظت کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں خود اپنے پاس ریوالور وغیرہ رکھنا چاہیے تاکہ خطرے کے وقت دشمن سے مقابلہ کیا جا سکے۔"

میری اس سوچ کے ذریعے وہ قائل ہوگیا اور جلدی سے الماری کے قریب جاکر اُسے کھولا اور اُس کی دراز میں سے ایک ریوالور نکال لیا۔

اچانک میں نے سوچا کہ اس ٹھیکیدار کو اپنا ریوالور استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ قتل کا کیس بننے کے لیے کسی دوسری تدبیر پر عمل کرنا چاہیے۔ لہٰذا میں پھر اُس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اُس نے ریوالور واپس دراز میں رکھ کر الماری کو بند کیا اور واپس آگیا۔ اب وہ میری مرضی کے مطابق کاٹیج کے پچھلے حصے کی طرف جا رہا تھا۔ جہاں دو مسلح گارڈ ڈیوٹی دے رہے تھے۔ اُن سب کو اب تک پتہ نہیں کیوں لوگ ہوٹل کی طرف سے خطرہ تھا اس لیے مسلح گارڈ پچھلی کی طرف ہی زیادہ پہرہ دیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی کاٹیج کے سامنے چلے آتے تھے۔

وہ کاٹیج کے پیچھے برآمدے میں پہنچ گیا۔ پھر اُس نے ایک مسلح گارڈ کو بلا کر کہا: "ذرا تم اپنا ریوالور مجھے دکھانا۔"

گارڈ نے اُس کے حکم کی تعمیل کی اور ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔ ٹھیکیدار نے ریوالور ہاتھ میں لینے کے بعد اُس سے کہا: "اب تم جاؤ اور اپنے ساتھی کے پاس کھڑے ہو جاؤ۔"

اُس نے تعجب سے ٹھیکیدار کی طرف دیکھا لیکن کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کیونکہ تمام ٹھیکیدار وہاں بڑے با کہلاتے تھے اور ہر ایک کو اُن کے حکم کی تعمیل کرنا پڑتی گارڈ اپنا ریوالور دینے کے بعد اپنے ساتھی کے پاس جا ہوگیا۔ تب ٹھیکیدار نے کہا: "اب ہم ایک کھیل کھیلیں ایسا کھیل جس سے یہ ثابت ہو کہ یہاں کوئی قاتل آیا تھا اُس نے پہلے ایک گارڈ کو ہلاک کیا۔ اس گارڈ کو جس کے میرے ہاتھ میں ہے۔ پھر میں اس ریوالور سے اس گارڈ کو شوٹ کروں گا جس کے پاس اپنا ریوالور موجود ہے لیکن اس طرح کہ ٹھیک اُسی وقت وہ گارڈ بھی اپنے ریوالور سے میرا نشانہ لے گا اور مجھے ہلاک کر دے گا۔ اس طرح دو گارڈ کے دو پستولوں سے ہم تین آدمی مریں گے اور اس طرح مریں گے کہ ہماری موت پر کسی قاتل کا شبہ ہوگا۔"

یہ کہہ کر ٹھیکیدار نے اس گارڈ پر گولی چلا دی جس کا ریوالور اس نے لیا تھا۔ نتیجہ گارڈ گولی کھا کر گر پڑا۔ دوسرے مسلح گارڈ نے فوراً ہی اپنا ریوالور نکال کر دھمکی دیتے ہوئے کہا: "جناب یہ کیا حرکت ہے؟ آپ نے میرے ساتھی کو قتل کیا ہے۔"

ٹھیکیدار نے کہا: "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ہم موت کا کھیل کھیلیں گے۔ اب اگر تم اپنی زندگی چاہتے تو فوراً مجھے گولی مارو ورنہ میں تمہیں تو گولی مار ہی رہا ہوں۔"

چند لمحوں کے لیے وہ ہچکچایا۔ پھر اُس نے کہا: "دیکھیے آپ ایسی باتیں کر رہے ہیں جسے عقل تسلیم نہیں کرتی۔ آپ ایک بخشش مند انسان ہیں اور ہم آپ کے حکم پر عمل کرنے والے بندے ہیں۔ خواہ مخواہ آپ ایسی حرکت نہ کریں اور ریوالور پھینک دیں۔"

ٹھیکیدار نے کہا: "میں تین تک گنتا ہوں۔ پھر تم... مجھے گولی مارو یا نہ مارو میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔ ایک... دو...."

اُس کے تین کہنے سے پہلے ہی گارڈ نے اپنے تحفظ اور سلامتی کے لیے گولی چلا دی۔ گولی ٹھیکیدار کو لگی۔ اسی وقت ٹھیکیدار کے ریوالور سے بھی فائر ہوا اور گارڈ بھی لڑھک کر زمین پر گر پڑا۔ میں ٹھیکیدار کے دماغ سے واپس آگیا۔ کیونکہ جہاں کچھ دیر پہلے میں تھا وہاں اب تین لاشیں تھیں۔ کسی کا دماغ اس قابل نہیں تھا کہ میں وہاں اپنے لیے جگہ بنا سکتا۔

چونکہ ٹھیکیداروں کے کاٹیج ایک دوسرے سے زیادہ دور نہیں تھے اس لیے تین بار گولیاں چلنے کی آواز تمام ٹھیکیداروں تک پہنچی تھی اور ایک بار پھر ہلچل مچ گئی۔ ابھی ہوٹل سے اٹھنے والے شعلے بجھے بھی نہیں پائے تھے کہ اُدھر فائرنگ کی آواز نے بتا دیا کہ نیا ہنگامہ اور نیا مقتل کدھر ہے۔

اب کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ کوئی اپنے کاٹیج سے نکل کر کسی کی خیریت دریافت کرتا۔ تھوڑی دیر بعد ایک مسلح گارڈ نے آکر دوسرے کاٹیج کے ٹھیکیدار کو اطلاع دی کہ تین ٹھیکیداروں کی موت کے بعد اب چوتھے ٹھیکیدار کی لاش بھی اُس کے کاٹیج کے پچھلے حصے میں پڑی ہوئی ہے اور اس کے دونوں مسلح گارڈز بھی مردہ پائے گئے ہیں۔

یہ خبر ملتے ہی ٹیلیفون کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ سب کو اطلاع دی جانے لگی کہ ایک بار پھر قاتل حرکت میں آگیا ہے اور ٹھیکیدار نمبر چار بھی مارا گیا ہے۔ چونکہ خطرہ بڑھتا جا رہا ہے اس لیے تمام ٹھیکیداروں کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے کاٹیج کی کھڑکیوں اور دروازوں کو اندر سے اچھی طرح بند کر لیں اور صبح تک باہر نہ نکلیں خواہ کوئی بھی اُن کے دروازے پر دستک دینے آئے۔

ناصر پاشا نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ وہ بہت پریشان اور گھبرایا ہوا سا نظر آرہا تھا۔ اُس نے میری خواب گاہ میں داخل ہوتے ہوئے کہا: "طارق پتہ نہیں اس جزیرے میں آج کیا ہو رہا ہے ابھی ابھی چوتھا ٹھیکیدار بھی مارا گیا ہے اور تعجب کی بات ہے کہ قاتل کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔"

میں نے کہا: "قاتل کا پتہ چلنا بہت مشکل ہے۔ وہ بہت چالاک معلوم ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے سنا تھا کہ کسی ہوٹل میں آگ لگ گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاتل نے پہلے اس ہوٹل میں آگ لگائی۔ لوگوں کی توجہ اُدھر کی اِدھر آکر چوتھے ٹھیکیدار کو قتل کر دیا اور تم لوگوں کے وہ جاسوس ہیو توف بن کر رہ گئے۔"

"تم درست کہتے ہو قاتل بڑی چالاکی سے چالیں چل رہا ہے اور ایک ایک کو چن چن کر قتل کر رہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے۔ اتنا تو پتہ چل گیا کہ وہ ٹھیکیداروں کا دشمن ہے اور ہمیں قتل کرنے کے لیے اُسے مجبوراً مسلح گارڈوں وغیرہ کو بھی قتل کرنا پڑ رہا ہے۔ اگر راستہ صاف ہو تو وہ صرف ہمیں مارنے پر اکتفا کرے گا اور اپنا نامعلوم مقصد پورا کرے گا۔"

میں نے زیر لب مسکرا کر پوچھا: "کیا تم ابھی شراب سے دل بہلا رہے تھے؟"

وہ مزید پریشان ہو کر بولا: "لعنت ہے شراب پر۔ میرا نشہ ہرن ہوگیا ہے۔ مجھے اپنی بھی فکر ہے۔ جب وہ قاتل تمام ٹھیکیداروں کا دشمن ہے تو پھر میرا بھی دشمن ہوگا۔ وہ مجھے بھی نشانہ بنائے گا۔ پتہ نہیں وہ کب اور کس وقت یہاں آجائے۔"

میں نے اُسے تسلی دی: "گھبراؤ نہیں۔ کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند کر لو۔ کوئی آئے گا تو پہلے میں اُس سے بات کروں گا۔ تم آگے نہ بڑھنا میں خود ہی اُس سے نمٹ

گوں گا۔"

"طارق مجھے اپنی زندگی سے بہت پیار ہے اس لیے میں مرنے سے ڈرتا ہوں۔"

"مرنے سے سبھی ڈرتے ہیں۔ سبھی کو اپنی زندگی سے پیار ہوتا ہے۔ تمھارے چیئرمین اور یہاں کے دوسرے کرتا دھرتا لوگوں نے یہ جو کرفیو نافذ کیا ہے اور پہرہ سخت کر دیا ہے۔ اس کی وجہ سے قاتل دوسرے طریقے سے ہنگامے کرتے ہوئے اپنا مقصد پورا کر رہا ہے۔ اگر آزادی دے دی جائے اور سب لوگ آزادانہ طور پر چلتے پھرتے رہیں ایک دوسرے سے ملتے رہیں تو شاید کہیں قاتل غلطی کرے اور پکڑ لیا جائے ورنہ تم دیکھتے رہنا کہ وہ پھر کوئی نیا ہنگامہ برپا کرے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی پوری بھی ہو گئی۔ باہر پھر شاید کوئی نیا ہنگامہ شروع ہو گیا تھا۔ شور سنائی دے رہا تھا۔

اسی بار بہت سی عورتوں کی چیخ و پکار سنائی دے رہی تھی۔ ہم دوڑتے ہوئے کاٹج کے پچھلے حصّے کی طرف آئے۔ کیونکہ آواز پچھلے حصّے یعنی ہوسٹل کی طرف سے آ رہی تھی۔ ناصر پاشا نے کہا: "دیکھو ہوشیار رہنا۔ دروازہ نہ کھولنا۔ پتہ نہیں کوئی بلا ہم سے لپٹ جائے۔"

میں نے کہا: "فکر نہ کرو۔ ہمیں یہ تو دیکھنا ہی ہوگا کہ آخر یہ ہنگامہ یہ شور و غل کیسا ہے۔"

میں کاٹج کے پچھلے حصّے کی طرف پہنچ کر دروازہ کھولنا چاہتا تھا۔ ناصر پاشا نے مجھے روکتے ہوئے کہا: "ٹھیرو۔ تم نے درست کہا تھا کہ پھر کوئی زبردست ہنگامہ شروع ہوگا اور یہ ہو چکا ہے۔ تم کیوں نہیں سمجھتے کہ باہر ہماری زندگیوں کو خطرہ ہے۔ ہمیں اس طرح بے دھڑک باہر نہیں نکلنا چاہیے۔"

"اب تک یہی دیکھنے میں آیا ہے قاتل کا نشانہ صرف ٹھیکیدار ہیں۔ اس طرح میری نہیں صرف تمھاری زندگی کو خطرہ ہے۔ ایسا کرو کہ میں دروازہ کھول کر باہر جاتا ہوں تم اسے اندر سے بند کر لو۔ جب میں آواز دوں تو دروازہ کھول دینا۔"

میرے سمجھانے پر وہ راضی ہو گیا۔ میں دروازہ کھول کر باہر آیا تو اس نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اس کی یہ حرکت بتا رہی تھی کہ اس کی طرح دوسرے ٹھیکیدار بھی کس طرح سہمے ہوئے ہوں گے۔ کچھ اس قاتل نے اور کچھ میں نے آج ایسی دہشت پھیلا دی تھی کہ یہ جزیرہ انھیں اب خوشبو کا جزیرہ نہیں بلکہ موت کا جزیرہ نظر آ رہا تھا۔

میں نے باہر نکل کر دیکھا۔ کاٹج کے پیچھے جہاں ہوسٹل کے طور پر استعمال ہونے والے بہت سے کاٹج بنے ہوئے تھے ان میں سے بہت سے کاٹج میں آگ لگی ہوئی تھی۔ شعلے بلند ہو رہے تھے۔ رات کی تاریکی روشنی میں تبدیل ہو گئی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دور دور تک بڑے بڑے الاؤ روشن ہو گئے ہوں۔ اس روشنی میں ساری لڑکیاں دہشت زدہ چیختے ہوئے بھاگی چلی آ رہی تھیں۔ ان سب کا رخ ہمارے ہی کاٹجوں کی طرف تھا۔ چونکہ ٹھیکیداروں کے کاٹج ہی قریب تھے اس لیے ساری لڑکیاں اسی طرف پناہ لینے آ رہی تھیں۔

ناصر پاشا کے کاٹج کے پیچھے بھی دو مسلح گارڈ پہرہ دے رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا: "یہ آگ کیسے لگ گئی کچھ پتہ چلا؟"

دونوں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "پتہ نہیں جناب! یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ پہلے ہوٹل میں آگ لگی اب ادھر آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ ساری لڑکیاں پناہ لینے کے لیے ادھر آ رہی ہیں۔ ہم انھیں روک بھی نہیں سکتے۔"

اتنی دیر میں چار دیواری کے مین گیٹ سے باہر بہت سی لڑکیاں جمع ہو چکی تھیں اور بہت سی ابھی بھاگی آ رہی تھیں۔ وہ سب مختلف کاٹجوں کی طرف جا رہی تھیں اور ان کاٹجوں کے دروازوں پر دستک دے رہی تھیں۔ مسلح گارڈ انھیں روک رہے تھے اور کاٹجوں میں رہنے والے ٹھیکیدار اندر سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔ دروازہ کھولتے ہوئے ڈر رہے تھے۔ لڑکیاں زور زور سے چیخ رہی تھیں: "ہمارا تحفظ کیا جائے۔"

میں ان میں سے ایک ایک لڑکی کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ ان میں ایک پاکستانی لڑکی بھی تھی۔ اس کی شلوار اور قمیص دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ وہ میرے ملک سے تعلق رکھتی ہے۔

میں نے کہا: "میں اس جزیرے میں اجنبی ہوں۔ یہاں جو لوگ حفاظت کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ وہ یقیناً تم لوگوں کی حفاظت کریں گے۔ ویسے کیا ساری لڑکیاں صحیح سلامت آ گئیں یا ابھی آگ کے پاس کچھ رہ گئی ہیں؟"

ایک لڑکی نے تنک کر جواب دیا: "کوئی وہاں جل مری ہو تو ہم نہیں جانتے۔ ہم نے بھاگتے وقت پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔"

میں نے پوچھا: "آگ کیسے لگ گئی؟"

ایک لڑکی نے ذرا تیزی اور طراری سے جواب دیا۔

"آگ ہم نے نہیں لگائی تھی۔ کوئی جان بوجھ کر اپنے گھر میں آگ نہیں لگاتا۔ یہ اچانک اتفاقاً ہی لگ جایا کرتی ہے۔ تم یہ الٹے سیدھے سوال کیوں کر رہے ہو؟"

میں نے مسکرا کر جواب دیا: "دراصل میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ مجھے اس وقت کیا کرنا چاہیے اس لیے میں ایسے سوال و جواب کے ذریعے وقت گزار رہا ہوں۔"

ایک لڑکی نے کہا: "تمھاری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے تو ہماری عقل سے کام لو۔ مان کاٹجوں کے دروازے کھلواؤ تاکہ ہم یہاں آرام سے بیٹھ سکیں اور اپنے ہوش و حواس درست کر سکیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم گھبراہٹ اور جنون میں تمھارا منہ نوچ لیں۔"

یہ بات پاکستانی لڑکی نے کہی تھی۔ میں نے اس سے اردو زبان میں کہا: "بی بی! میں مجبور ہوں۔ یہاں کے دروازے نہیں کھلوا سکتا۔ کیونکہ سارے ہی ممالک کے ٹھیکیدار سہمے ہوئے اندر کمروں میں بند ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔"

لڑکی نے کہا: "ایسے تم تو اردو بول رہے ہو۔ اگر میرے ہی ملک کے رہنے والے ہو تو میں تمھیں بھائی نہیں کہہ سکتی۔ تمھیں بے غیرت کہہ سکتی ہوں۔ کیونکہ تم جیسے بے غیرتوں نے ہی یہاں اپنی بہنوں کی تجارت کا سامان کیا ہے۔"

میں بوکھلا گیا۔ اپنی صفائی میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ اندر سے ناصر پاشا کے سن لینے کا اندیشہ تھا۔ دوسری بات یہ کہ وہاں مسلح گارڈز بھی موجود تھے۔ پھر میں اتنی ساری لڑکیوں کی موجودگی میں ایک پاکستانی لڑکی کو یہ نہیں سمجھا سکتا تھا کہ میں ان بے غیرت تاجروں کا ساتھی نہیں ہوں۔ بہرحال مجھے اس وقت اس کی زبان سے گالی سن کر برداشت کرنا پڑا۔

ان میں سے ایک لڑکی نے پوچھا: "یہ تم دونوں اپنی زبان میں کیا باتیں کر رہے ہو؟"

پاکستانی لڑکی نے انھیں بتایا کہ میں اسے کیا کہہ رہا ہوں یعنی یہ کہ تمام ممالک کے ٹھیکیدار اپنے اپنے کاٹج میں سہمے ہوئے بیٹھے ہیں اور اس وقت دروازہ کھولنا نہیں چاہتے۔

ایک اور لڑکی نے کہا: "لعنت ہے ایسی مردانگی پر۔ لڑکیاں بھٹک رہی ہیں اور ان لوگوں کو اس انجانے قاتل سے خوف محسوس ہو رہا ہے اور وہ اتنے دہشت زدہ ہیں کہ اپنے اپنے گھروں سے نکلنا بھی نہیں چاہتے۔ اس سے بہتر تو یہ تھا کہ وہ عورت بن جاتے۔"

اتنے میں لاؤڈ اسپیکر سے آواز سنائی دی۔ وہاں کی پولیس یا مسلح گارڈ کا سب سے بڑا آفیسر تمام لڑکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا: "میں لڑکیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حوصلہ رکھیں اور چیخ پکار سے باز آ جائیں۔ انھیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ اس وقت بورڈ کے ممبروں کے مکانوں سے دور سامنے والے میدان میں آ جائیں۔ کیونکہ بورڈ کے ممبروں کو پریشان کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ ہم ان کی اور دوسری تمام لڑکیوں کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں اور ہم یہ یقین دلاتے ہیں کہ کوئی قاتل لڑکیوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا جب تک کہ میں زندہ ہوں آنک....."

آنک کے لفظ کے ساتھ ہی اس کی آواز بند ہو گئی۔ ایسے لگا جیسے اچانک ہی اس کی زبان کو بریک لگ گیا ہو یا زبردستی کسی نے اس کا گلا دبا دیا ہو اور وہ بولتے بولتے رک گیا ہو۔ میں چونکہ اس کی آواز کو توجہ سے سن رہا تھا اس لیے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن اس کے لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لینے کے باوجود اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکا۔ پتہ چلا کہ وہ بولتے بولتے مر چکا ہے۔

بڑی حیرانی کی بات تھی کہ اس بھیڑ میں کسی نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ وہ جو ابھی دعویٰ کر رہا تھا کہ جب تک وہ زندہ ہے کوئی قاتل کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ قاتل نے اسی کو شکار کیا تھا۔ آخر وہ قاتل کون تھا؟

لاؤڈ اسپیکر پر بولنے والے آفیسر کو کس طرح ہلاک کیا گیا تھا۔ یہ میں اس جگہ سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ مرنے والا مجھ سے دور تھا اور ہمارے درمیان کئی کاٹج حائل تھے۔ رات کا وقت بھی تھا۔ دور تک نظر نہیں جاتی تھی۔ حالانکہ کاٹج کے ہوسٹل سے اٹھنے والے شعلے دور دور تک روشنی پھیلا رہے تھے۔ یقیناً اب وہاں اس قاتل کی تلاش شروع ہو چکی ہوگی۔

ایک آفیسر کے اچانک ہلاک ہو جانے پر پھر شور مچ گیا تھا۔ زیادہ تر لڑکیاں چیخ رہی تھیں۔ کچھ لوگ دوسروں کو خاموش کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک طرف سے فائر بریگیڈ کی گاڑی شور مچاتی ہوئی گزر رہی تھی۔ عجیب ہنگامہ اور افراتفری پھیل گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے جزیرے میں قیامت آ گئی ہو اور کسی کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ اس قیامت کو کیسے روکا جائے۔ کس طرح ان لڑکیوں کے ہجوم پر قابو پایا جائے اور دلوں پر سوار نامعلوم قاتل کی دہشت بیٹھ گئی ہے اسے کس طرح دور کیا جائے۔

میں اس جگہ جانا چاہتا تھا جہاں ابھی وہ آفیسر قتل ہوا تھا۔ قاتل یقیناً اس بھیڑ میں موجود ہوگا۔ میں اسے ایک نظر دیکھنے کا متمنی تھا۔ اس وقت میری شدید خواہش یہی

تھی کہ کسی طرح اس قاتل سے شناسائی پیدا ہو جائے لیکن میں ناصر پاشا کے کاٹج سے دُور نہیں جا سکتا تھا کیونکہ میں یہاں اجنبی تھا اور جب یہاں کے قابلِ اعتماد لوگ ٹک و تعصب سے محفوظ نہیں رہے تھے تو مجھ پر شبہ کیا جانا کوئی غیر معمولی بات نہ ہوتی اور میرے مخالف یہاں لیے بہت لوگ تھے جو مجھ پر الزام لگانے سے باز نہ آتے۔ یہی سوچ کر میں نے صبر کر لیا۔

گیارہ بجے تک آگ پر قابو پا لیا گیا۔ لڑکیوں کے جو ہوسٹل تھے وہ کاٹج کی صورت میں الگ الگ.... تھے ہر کاٹج میں پانچ چھ کمرے ہوا کرتے تھے۔ ہر کمرے میں ایک لڑکی رہا کرتی تھی۔ پتہ چلا کہ سات کاٹجوں میں آگ لگی تھی جو بجھا دی گئی۔ اب ان لڑکیوں کی رہائش کا مسئلہ تھا جو ان سات کاٹجوں میں رہتی تھیں۔ ان کے لیے تربیت گاہوں میں رات گزارنے کا بندوبست کیا گیا۔ ان لڑکیوں کو بجھانے بجھانے اور قابو میں رکھنے کی کوشش میں آدھی رات گزر گئی۔

میں نے دروازے پر دستک دے کر ناصر پاشا کو آواز دی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے اندر جا کر دروازہ بند کر دیا۔ ناصر پاشا نے بتایا کہ وہ ابھی ٹیلیفون پر جیئر مین سے بات کر رہا تھا۔ بڑی پریشان کُن خبر ہے۔ جب سے ہوسٹل میں آگ لگی ہے اس وقت سے اب تک اس ہنگامے کے دوران دو قتل اور ہو چکے ہیں۔

میں نے تعجب سے پوچھا "دو قتل؟"

تعجب اس بات کا تھا کہ میں صرف ایک پولیس آفیسر کے قتل کے متعلق معلوم کر سکا تھا اور وہ بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے پتہ چلا تھا۔ ورنہ میں نے اپنی آنکھوں سے اُسے ہلاک ہوتے نہیں دیکھا تھا اس لیے میں نے اس کا ذکر ناصر پاشا کے سامنے نہیں کیا کہ میں کسی ایک قتل کے متعلق جانتا ہوں۔ اُس نے کہا۔ "ہاں پہلا قتل ایک پولیس آفیسر کا ہوا ہے اور دوسرا قتل ایک ٹھیکیدار کا ہوا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ قاتل کتنا چالاک کتنا پھرتیلا ہے کہ ذرا سے ہنگاموں کا بہانہ کر کے اپنا کام کر گزرتا ہے اور ہم اُسے اب تک پکڑنے میں ناکام رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "یہ تو معلوم ہوا ہو گا کہ دونوں قتل کیسے ہوئے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں میں ٹیلیفون پر یہ بھی معلومات حاصل کر رہا تھا مجھے بتایا گیا ہے کہ پولیس آفیسر کو زہریلی سوئی سے ہلاک کیا گیا ہے وہاں بہت سی لڑکیوں کی بھیڑ تھی۔ جہاں وہ پولیس آفیسر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اعلان کر رہا تھا اور لڑکیوں کو سمجھا رہا تھا کہ انھیں خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ اُن کی حفاظت کی جا رہی ہے۔ اس بھیڑ میں سے کسی نے وہ زہریلی سوئی اُس کی طرف پھینکی تھی جو نشانے پر بیٹھی۔"

"کیا کسی نے سوئی پھینکنے والے کو نہیں دیکھا؟"

"رات کا وقت ہے۔ کہیں اُجالا ہے۔ کہیں اندھیرا۔ جہاں جہاں شعلوں کی روشنی پہنچتی ہے وہاں کچھ نظر آتا ہے ورنہ قاتل نے تاریکی سے فائدہ اٹھایا ہے۔"

میں نے پھر پوچھا۔ "تم نے کہا ہے کہ پولیس آفیسر کے آس پاس لڑکیوں کی بھیڑ تھی اور وہ لاؤڈ اسپیکر پر بول رہا تھا کیا وہاں صرف لڑکیاں تھیں۔ مرد نہیں تھے؟"

"یقیناً مرد بھی ہوں گے اور خصوصاً مسلح باڈی گارڈ تو وہاں ضرور موجود ہوں گے۔ اس لیے یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ لڑکیوں کی طرف سے سوئی پھونکی گئی تھی یا مردوں کی طرف سے۔"

"کوئی لڑکی اتنی تیز اور طرار نہیں ہو سکتی کہ وہ سوئی پھونکنے کا طریقہ بھی جانتی ہو اور اس بھیڑ میں بڑی چالاکی اور پھرتی سے اپنا کام کر جاتی ہو۔ یہ کسی مرد کا ہی کام معلوم ہوتا ہے۔"

ناصر پاشا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں کوئی لڑکی ہو کے سات کاٹجوں میں بیک وقت آگ نہیں لگا سکتی۔ یہ کہ لڑکیوں پر سخت پہرہ تھا۔ اُن کی کڑی نگرانی کی جا رہی تھی۔ ہوٹل میں آگ لگانے سے پہلے جو قتل ہوئے اُن میں بھی کسی لڑکی کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک یا ایک سے زیادہ مرد ہیں جو چھپ چھپ کر قتل کر رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "وہ دوسرا قتل کیسے ہوا؟ وہ ٹھیکیدار کیسے مارا گیا۔ جبکہ سارے ٹھیکیدار اپنے اپنے کاٹجوں میں اندر سے بند ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔"

"بے شک سب نے اپنے اپنے کاٹج کے دروازوں کو اندر سے بند کر لیا تھا لیکن میں ٹھیکیدار ایسے ہیں جنھوں نے لڑکیوں کی آوازیں سن کر اُن کو مدد پہنچانے یا اُن کے کام آنے کے لیے اُن کی درخواست پر دروازے کھول دیے تھے وہ ٹھیکیدار ہلاک ہوا ہے اس کے لیے بھی یہی سوچا جا سکتا ہے کہ اس نے کسی کے لیے دروازہ کھولا ہو گا تو لڑکی کے بجائے قاتل سے سامنا ہو گیا ہو گا۔"

"اُس کا قتل کیسے ہوا؟"

"اس ٹھیکیدار کے سینے میں دل کی جگہ ایک خنجر پیوست ہے۔ یہ خنجر لڑکیوں کے ہوسٹل میں پائی جا سکتی ہے کیونکہ لڑکیاں سینے پرونے کا کام بھی کرتی ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ قاتل ہوسٹل میں آگ لگانے کے دوران

وہاں سے وہ خنجر اٹھا لایا ہو گا۔ اس کا پہلے سے یہ ارادہ ہو گا کہ کسی سے روبرو مقابلہ ہو تو وہ چاقو کی جگہ خنجر کو استعمال کرے اور اس نے اُسے استعمال کر لیا۔"

ناصر پاشا نے کہا۔ "ہاں ہم اس پہلو سے بھی سوچ رہے تھے کہ قاتل نے اس ٹھیکیدار کو زہریلی سوئی سے ہلاک کیوں نہیں کیا۔ پھر یہ بات سمجھ میں آگئی کہ زہریلی سوئی کو اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب دُور سے حملہ کرنا ہو۔ جب روبرو حملہ کرنا ہو تو چاقو یا اسی قسم کے دوسرے ہتھیار کام آتے ہیں۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئے جہاں تصویریں رکھا ہوا تھا اور جہاں ناصر پاشا بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا۔ اس وقت بھی اُس نے اپنے لیے ایک پیگ بنایا۔ پھر اُسے اٹھا کر منہ کے قریب لے جاتے ہوئے بولا۔ "افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے پانچ ٹھیکیدار ایک ہی دن میں مارے گئے اور قاتل اب تک آزادی سے گھوم رہا ہے۔"

"تمھارے سیکیورٹی گارڈز کیا کر رہے ہیں؟"

"وہ لوگ آج دن سے ہی خاصے پریشان ہیں اور کافی جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح قاتل پکڑا جائے۔ ہمارے جاسوس بھی چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ قاتل زیادہ دیر تک آزاد نہیں رہ سکے گا۔ انشاء اللہ کل صبح تک گرفتار ہو جائے گا۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا۔ "انشاء اللہ کبھی گرفتار نہیں ہو گا۔"

اُس نے چند گھونٹ پینے کے بعد کہا۔ "پرسوں اس جزیرے میں فرانس کا ایک بہت بڑا لارڈ آنے والا ہے۔ وہ ارب پتی سرمایہ دار ہے۔ اسے ایشیائی حسن بہت زیادہ پسند ہے۔ اس لیے پرسوں وہ یہاں آ کر ایشیائی لڑکیوں کا انتخاب کرے گا اور اُن کا منہ مانگا معاوضہ دے کر انھیں یہاں سے لے جائے گا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا دنیا کے بڑے بڑے سرمایہ دار اس جزیرے میں خود آتے ہیں؟"

اُس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ کبھی ہمیں آرڈر دیا جاتا ہے۔ ہم بڑے بڑے طلب گار سرمایہ داروں کے پاس حسین لڑکیوں کی تصویریں بھیجتے ہیں۔ جب وہ پسند کر لیتی جاتی ہیں تو ہم اُن کے مزاج کے مطابق لڑکیوں کو تربیت دیتے ہیں۔ اس میں دو تین ماہ کا وقت لگ جاتا ہے کہ ان لڑکیوں کو سب کچھ سکھا پڑھا دیا جائے۔ اس کے بعد انھیں ہم اُن سرمایہ داروں کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ عیاش لوگ تفریح کے طور

اس جزیرے میں آتے ہیں۔ بلو فلموں کی شوٹنگ بھی یہیں ہوتی ہے اور یہاں سے لڑکیاں پسند کر کے بھی لے جاتے ہیں۔ پرسوں اسی تماش کا ایک سرمایہ دار آنے والا ہے۔ اگر یہی ہنگامہ خیزی رہی تو پتہ نہیں پرسوں ہم اُس کے ساتھ کیسے سودے بازی کر سکیں گے۔"

میں نے جامی لیتے ہوئے کہا۔ "پرسوں بہت دور ہے۔ ابھی تو مجھے نیند آ رہی ہے۔ تم شراب سے شغل کرتے رہو۔ میں جا کر سو رہا ہوں۔"

اُس نے کہا۔ "میں تمھیں نہیں روکوں گا۔ کیونکہ صبح جلدی اُٹھنا ہے۔ کل صبح پھر آٹھ بجے بورڈ کی میٹنگ ہے۔ ہم یہاں سے ساڑھے سات بجے روانہ ہو جائیں گے۔"

میں اپنی خواب گاہ میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد بستر پر آرام سے لیٹ گیا۔ اب مجھے ذاتی طور پر اس نتیجے پر پہنچنا تھا کہ قاتل کون ہے اور وہ کیوں قتل کر رہا ہے؟ میں تنہا یہ بات جانتا تھا کہ اصل قاتل بہت کم کا رنامے انجام دے رہا ہے۔ زیادہ تر قتل میں نے کیے تھے اور ہنگامے بھی میں نے ہی برپا کیے تھے۔ صرف ہوسٹل میں آگ لگانے والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ سات کاٹجوں میں بیک وقت آگ کیسے لگ گئی۔ لیکن قاتل نے اسی وقت اپنا کام دکھایا جب لڑکیاں اپنے ہوسٹل سے باہر نکل آئی تھیں اور انھیں کوئی کنٹرول نہیں کر سکتا تھا۔ سب اِدھر اُدھر دوڑتی بھاگتی پھر رہی تھیں۔ ایسے ہی وقت کسی کو قتل کرنے کا موقع ملا تھا اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ قاتل کوئی لڑکی ہے اور اُس نے ہوسٹل میں اسی لیے آگ لگائی تھی کہ تمام لڑکیاں بھاگتی ہوئی ہوسٹل کے احاطے سے باہر نکلیں گی تو اُسے بھی اس بھیڑ میں اپنا کام دکھانے کا موقع مل جائے گا۔

اگر وہ کوئی لڑکی تھی تو میں اس لڑکی تک کسی دوسری لڑکی کے ذریعے پہنچ سکتا تھا۔ مجھے وہ پاکستانی لڑکی یاد آئی جس نے مجھے بے عزت کیا تھا۔ میں اُس کے لب و لہجے کو یاد کرنے لگا۔ لڑکیوں کی بھیڑ میں رہنے کا یہی ایک طریقہ تھا کہ میں ایک کے دماغ سے دوسرے کے دماغ تک پہنچتا رہوں اور اس اہم لڑکی کو تلاش کرتا رہوں جس کی مجھے تلاش تھی۔

میں اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ گیا اُس کا نام نورجہاں تھا بڑا ہی پراَسرار تاریخی نام تھا۔ بہرحال مجھے اُس کے نام سے کچھ نہیں لینا تھا۔ اُس سے اپنا کام نکالنا تھا۔ میں اُس کے دماغ سے پہلے تو یہ معلوم کرنے لگا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔

معلوم ہوا کہ ان تمام لڑکیوں کو بڑی بڑی تربیت گاہوں کے کانجوں میں جمع کر لیا گیا ہے۔ اُن کے لیے بستر بچھائے جا رہے ہیں تاکہ وہ رات کسی طرح گزر جائے اور فرداً فرداً یہ لڑکی سے سوال کیا جا رہا ہے کہ کانج میں کس طرح آگ لگ گئی تھی۔

ساری لڑکیوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ بیشتر لڑکیوں نے کہا کہ آگ اچانک ہی لگ گئی ہوگی۔ جب اُن سے سوال کیا گیا کہ سات کانجوں میں بیک وقت آگ نہیں لگ سکتی تب انھوں نے خیال ظاہر کیا کہ اسی قاتل نے آگ لگائی ہو گی تاکہ ہم سب کو پریشان کرے اور اس پریشانی سے فائدہ اُٹھا کر کسی کو قتل کر سکے۔ پھر اُن سے سوال کیا گیا کہ قاتل کے متعلق اُن کا کیا خیال ہے؟ کتنی ہی لڑکیوں نے کہا کہ جتنے قتل ہوئے ہیں اُن میں کوئی بھی عورت قتل نہیں کی گئی۔ اس سے ہمیں تو اطمینان ہے کہ قاتل عورتوں کا دشمن نہیں ہے۔ وہ خصوصاً ٹھیکیداروں کو قتل کرنا چاہتا ہے اور چونکہ مسلح گارڈز راستے میں حائل ہوتے ہیں۔ اس لیے انھیں بھی قتل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے ورنہ اصل شکار یہ دوسرے ملکوں کے ٹھیکیدار ہی ہیں۔

میں نے اس لڑکی نور جہاں کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا "میرا خیال ہے کہ کوئی لڑکی ہی قتل کرتی پھر رہی ہے۔"

اُس کی سوچ نے کہا "میں بھی یہی سمجھتی ہوں لیکن لڑکیوں کے ہوسٹل کے چاروں طرف سخت پہرہ تھا اس وقت بھی باہر قتل ہوتے رہے تو کوئی لڑکی بھلا کیسے قتل کر سکتی ہے؟"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا "ہو سکتا ہے کہ لڑکی کے علاوہ باہر مردوں میں بھی کوئی قاتل ہو لیکن مجھے کسی لڑکی کے متعلق سوچنا چاہیے۔ میں یہاں رہتی ہوں اگر کھوج لگاؤں تو اس لڑکی تک پہنچ سکتی ہوں۔"

کسی لڑکی کے متعلق کھوج لگانے اور سوچنے کی بات آئی تو نور جہاں نے ایک لڑکی کا تصور کیا۔ اس تصور کے ساتھ ہی نور جہاں کے جسم میں جھرجھری سی پیدا ہو گئی۔ وہ کچھ عجیب انداز میں گھبرا گئی تھی اور بے اختیار اُس کی سوچ نے کہا "مرجانہ!"

مرجانہ ایک لڑکی کا نام تھا اور وہ اُن لڑکیوں کی بھیڑ میں رہتی تھی۔ وہ بھی پاکستان سے آئی تھی لیکن نور جہاں کے خیال کے مطابق اور مشاہدے کے مطابق بہت تیز اور طرار تھی اور ذہین بھی معلوم ہوتی تھی۔ میں نے اُس کی سوچ میں سوال کیا "میں مرجانہ کے نام سے گھبراتی کیوں ہوں؟"

اُس کی سوچ نے کہا "کیوں نہ گھبراؤں مجھے تو اُس کے قریب جاتے ہوئے جھجک سی محسوس ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں کسی دوشیزہ کے قریب نہیں بلکہ کسی مرد کے قریب پہنچ گئی ہوں۔"

اُس کی سوچ نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے پوچھا "وہ لڑکی مرد کیسے محسوس ہوتی ہے؟"

وہ کچھ سٹپٹاتے ہوئے سوچنے لگی۔ اُسے مرجانہ سے پہلی ملاقات یاد آ رہی تھی۔ وہ اور مرجانہ پاکستان کے ساحل سے ایک ہی لانچ میں سوار ہو کر اس جزیرے میں پہنچائی گئی تھیں۔ راستے میں ہی مرجانہ نے اُسے گہری نظروں سے دیکھ کر اپنی طرف ہلکا یا تو نور جہاں کو کچھ عجیب سا لگا۔ وہ جھجکتے ہوئے اُس کے قریب گئی۔ مرجانہ نے اُس سے کہا "کیا تم بھی بلیک میلنگ کے ذریعے یہاں لائی گئی ہو یا اپنی مرضی سے جا رہی ہو؟"

نور جہاں نے جواب دیا "میں ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہوں اور کبھی جان بوجھ کر گناہ کی دلدل میں نہیں جا سکتی۔ مجھ سے ایک حماقت ہو گئی کہ میں ایک بگڑے خوشبو کی مالش کرانے گئی تھی۔ وہاں میں نے ..... نوخوشبو کی مالش کرائی۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ بدمعاشوں نے میری تصویریں اتار لی ہیں۔"

مرجانہ کہ "اگر جائے نصیب اچھے رہے تو تم واپس اپنے ملک اور اپنے گھر جاؤ گی۔"

یہ تسلی دیتے ہوئے مرجانہ نے نور جہاں کے چہرے کو دونوں ہتھیلیوں میں سما لیا۔

تب نور جہاں کو احساس ہوا کہ جب اُس نے چہرے کو ہاتھوں سے تھاما تھا تو مرجانہ کی ہتھیلیاں اور انگلیاں اگرچہ عورتوں جیسی تھیں لیکن اُن میں فولاد کی سی سختی محسوس ہوئی۔ نور جہاں آپ ہی آپ جانے کیوں تھرتھرانے لگی تھی۔

میں نور جہاں کے دماغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی مرجانہ کے متعلق گزری ہوئی باتیں یاد کر رہی تھی اور میں اُس کی سوچ کے ذریعے سنتا جا رہا تھا۔ میرے خیالوں میں مرجانہ ایک عجیب و غریب شخصیت کے ساتھ اُبھر رہی تھی۔ میں اُس کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ چونکہ نور جہاں اُس سے دور رہی تھی اس لیے کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں ہو رہی تھیں۔

میں بلاواسطہ مرجانہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے میں نور جہاں کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اب وہ اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اُس کی شرم و حیا سب کچھ میری مٹھی

میں تھی۔ میں نے اُسے اُس کی جگہ سے اُٹھا دیا اور اُسے مرجانہ کی تلاش میں اس کمرے سے باہر لے آیا۔ باہر بہت سے مسلح گارڈز اِدھر سے اُدھر گھوم رہے تھے۔ ایک نے اُسے للکار کر پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

میں نے نور جہاں کی زبان سے کہا "میرا نام نور جہاں ہے اور میں اپنے ملک کی ایک لڑکی مرجانہ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

مسلح گارڈ نے اُس سے کہا "ابھی اپنے کمرے میں جاؤ۔ آفیسر دوسری لڑکیوں سے سوالات کر رہا ہے اور ایسے میں وہ کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرے گا۔ سختی سے حکم دیا گیا ہے کہ سب لڑکیاں اپنی اپنی جگہ رہیں۔ تم اس سے کل صبح ملاقات کر سکتی ہو۔ اس سے پہلے اجازت نہیں مل سکتی۔"

میں نور جہاں کو اسی کے کمرے میں واپس لے آیا۔ کیونکہ مسلح گارڈز وغیرہ سے بحث کرنا فضول تھا۔ وہ اپنے قانون کے پابند تھے اور اس وقت سب لوگ اسی فکر میں تھے کہ سوال و جواب کے ذریعے کسی طرح قاتل تک پہنچ جائیں۔ اس لیے سختی کی جا رہی تھی۔ اس وقت نور جہاں کو کبھی بھی اپنے کمرے سے باہر جانے کی اجازت نہ ملتی اس لیے میں ... اُسے واپس وہاں پہنچا کر اپنے بیڈ روم میں دائمی طور پر حاضر ہو گیا۔

میں نے گھڑی دیکھی۔ رات کے دو بجنے والے تھے۔ کافی رات گزر چکی تھی۔ میرے لیے بھی سونا ضروری تھا کیونکہ صبح ہی اُٹھنا تھا۔ ناصر پاشا کے ساتھ اُن کی ایک اہم میٹنگ میں شریک ہونا تھا۔ لہٰذا میں نے حسبِ معمول اپنے دماغ کو وہی ہدایات دیں جو ہر رات دیتا آیا ہوں۔ اس کے بعد میں نے آرام سے آنکھیں بند کر لیں پھر تھوڑی دیر میں نیند کی گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

میں نے تین گھنٹے تک سونے کا ارادہ کیا تھا اس لیے صبح پانچ بجے میری آنکھ کھل گئی۔ تین گھنٹے پورے ہو چکے تھے۔ میں آنکھ کھول کر اسی طرح بستر پر پڑا رہا۔ میرے چاروں طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ جزیرے میں بھی سکون قائم ہو چکا ہے اور وہ قاتل جو ہنگامے کرتا پھر رہا تھا کہیں آرام سے سو رہا ہے۔

ویسے میں اب بھی اس خیال پر قائم تھا کہ قاتل کوئی لڑکی ہے اور نور جہاں کی سوچ پڑھنے کے بعد یہ خیال مستحکم ہو گیا تھا کہ وہ قاتل مرجانہ ہی ہو سکتی ہے۔ مرجانہ کی مردانہ خصوصیات نور جہاں کی سوچ کے ذریعے ظاہر ہوئی تھیں ان سے پتہ چلتا تھا کہ فطرت نے اُسے عورت بنایا ہے لیکن صفات کے لحاظ سے اس میں مردانہ پن ہے۔ اُس کے ہاتھ پاؤں [illegible] حسن رکھنے کے باوجود فولاد کی طرح سخت ہیں اور جب اس نے نور جہاں کو گرفت میں لیا تھا تو نور جہاں نے آنکھیں بند کر کے اُسے ایک مرد محسوس کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مرجانہ میں مردانگی بدرجہ اتم موجود ہے اور یہی مردانگی پچھلے دن سے ہنگامے برپا کرتی آ رہی ہے اور یہاں رہنے والے دوسرے ممالک کے ٹھیکیداروں کی نیندیں حرام کر رہی ہے۔

میں نے ناصر پاشا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ ابھی تک جاگ رہا تھا۔ رات بھر سو نہیں سکا تھا۔ یہ فکر ستا رہی تھی کہ تمام ٹھیکیدار یکے بعد دیگرے کیسے قتل کیے جا رہے ہیں؟ اور کیوں قتل کیے جا رہے ہیں؟

وہ صبح تک کئی بار فون پر گفتگو کر چکا تھا۔ فون پر گفتگو ہونے کا مطلب یہ تھا کہ دوسرے ممالک کے ٹھیکیدار بھی جاگ رہے تھے اور وہ چیئرمین بھی مارے دہشت کے سو نہیں سکا تھا۔ سب کو اپنی اپنی جان کی سلامتی کی فکر پڑ گئی تھی اور سب گھر سے نکلنے کے بجائے گھر کے اندر بند ہو کر فون کے ذریعے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ رات کے تین بجے مسلح گارڈز کے ایک آفیسر نے چیئرمین کو اطلاع دی تھی کہ ایک ٹھیکیدار کے کاٹج کے قریب زہریلی سوئیوں کا ایک ڈبہ اور بلوٹنگ پائپ پائے گئے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ قاتل تلاشی لیے جانے کے خوف سے وہ چیزیں وہاں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔

تمام ٹھیکیداروں کو اس بات سے ذرا سا اطمینان ہوا تھا کہ قاتل انھیں اب زہریلی سوئیوں کے ذریعے ہلاک نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ یہ ہتھیار اب اُس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اُس کے پاس اب صرف ایک ریوالور رہ گیا تھا جو اُس نے سب سے پہلے ایک مسلح گارڈ کو ہلاک کرنے کے بعد اُس سے حاصل کیا تھا۔ چیئرمین نے مسلح گارڈز کے آفیسر کو ہدایت دی تھی کہ جلد از جلد وہ ریوالور بھی حاصل کرنے کی کوشش کرے تاکہ وہ قاتل بالکل نہتا ہو جائے اور اُس کی طرف سے جان کا خوف نہ رہے۔

ہر جاندار کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی جان ہمیشہ سلامت رہے۔ انسان بھی اپنی جان کی سلامتی چاہتا ہے اور اس دنیا میں لمبی سے لمبی عمر گزارنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ وہ تمام ٹھیکیدار بھی ایک طویل رنگین عمر گزارنے کی تمنا لیے اور موت کے خوف کو دل میں بٹھائے رت جگا منا رہے تھے۔ اُن کی آنکھوں سے نیند اُڑ گئی تھی اور آنے والا ہر لمحہ انھیں ایسا لگتا تھا جیسے اُن آنے والے لمحات کے ساتھ قاتل بھی اُن کی شہ رگ کے قریب چلا آ رہا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس رات کسی کو نیند نہیں آئی تھی اور سب لوگ جاگ رہے تھے اور جاگتے جاگتے انھوں نے صبح

"تم کہاں جا رہی ہو؟"

"ایسے معصوم بن کر نہ پوچھو۔ میں اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ پتے تم نے میرے دماغ میں چپ چاپ اگر ساری معلومات حاصل کر لی ہوں گی۔ اب مجھ سے جان بوجھ کر سوال کر رہے ہو کہ میں کہاں جا رہی ہوں۔"

"تم تو ہمیشہ مرچیں چباتی رہتی ہو کبھی تو پیار بھری باتیں کر لیا کرو۔"

"تم سے اور پیار بھری باتیں؟ خدا تم سے بچائے۔ کب جہاں اس وقت تم موجود ہو وہاں کوئی تمہیں نہیں مل رہی ہے جو تمہیں یاد کیا جا رہا ہے۔"

"تم یقین کرو میں اس وقت ایک ایسے جزیرے میں ہوں جہاں دنیا بھر کا منتخب حسن موجود ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک حسین دیکھنے میں آ رہا ہے لیکن میں نے نہ ہی کسی سے دوستی کی ہے اور نہ آئندہ... کسی سے دوستی کرنے کا ارادہ ہے۔ اگر ایسا ارادہ ہوتا تو میں تمہیں یاد نہ کرتا۔"

"فرہاد تم اپنی لچھے دار باتوں سے مجھے بیوقوف نہیں بنا سکو گے۔ میں کوئی نادان لڑکی نہیں ہوں۔ تمہاری رگ رگ کو سمجھتی ہوں۔ اب میری منزل قریب آنے والی ہے اس لیے میرا پیچھا چھوڑو اور میرے دماغ سے نکل جاؤ۔"

واقعی اس کی منزل قریب آ گئی تھی۔ بونا بتا رہا تھا کہ وہ سامنے کچرا گھر کے پاس گاڑی روک دی جائے۔ سونیا نے اس کی رہنمائی میں اس کچرا گھر کے پاس گاڑی کو لے جا کر روک دیا۔ وہاں اس کچرا گھر کے اندر ٹارچ کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں اور کچھ لوگوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

سونیا نے گاڑی سے اتر کر کچرا گھر کے سامنے پہنچ کر دیکھا۔ اندر کچھ بونے اور کچھ قد آور دشمن نظر آ رہے تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ٹارچ نظر آ رہی تھی اور ان کے علاوہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک ایک سینڈل کی کیلیں نکال نکال کر پھٹے پرانے سینڈلوں کے تلوں اور ایڑیوں میں وصیت نامے کا تصفیہ حقہ تلاش کر رہے تھے۔ سونیا حیرانی سے دیکھ رہی تھی کہ رات کے سوا ایک بجے یہ ہوش مند لوگ کچرا گھر میں بیٹھ کر پھٹے پرانے سینڈلوں کی چیر پھاڑ میں مصروف تھے اور انہیں کچرا گھر سے اٹھنے والی بدبو کا بھی احساس نہیں تھا۔

اچانک کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے کچرا گھر کے اندر جا کر دیکھا تو ایک گوشے میں دو آدمی کھڑے ہوئے تھے ان کے درمیان ایک بوڑھا تھا۔ وہ دونوں اس بوڑھے کو مارتے جا رہے تھے اور پوچھتے جا رہے تھے "بتاؤ وہ سینڈل

کہاں ہے جسے تم نے پچھلے دن ہربنس روڈ کے کنارے سے اٹھایا تھا؟"

بوڑھا مار کھاتے ہوئے تکلیف سے کراہ رہا تھا اور ان سے کہہ رہا تھا کہ اسے کچھ یاد نہیں ہے کہ اس نے کل ہربنس روڈ سے کون سا سینڈل اٹھایا تھا کیونکہ وہ صبح سے شام تک کچرا اٹھاتا پھرتا ہے اس لیے اسے یاد نہیں رہتا کہ اس نے کون سی چیز کس سڑک سے اٹھائی تھی۔

وہ بوڑھا اپنی صفائی میں بہت کچھ کہہ رہا تھا لیکن وہ لوگ اس کی کسی بات کا یقین نہیں کر رہے تھے۔ سونیا نے للکار کر کہا: "اس کمزور بوڑھے کو چھوڑ دو۔ اس پر ظلم کرتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیے۔"

اسے مارنے والوں نے سر گھما کر سونیا کی طرف دیکھا پھر ان میں سے ایک نے کہا: "معلوم ہوتا ہے یہی سینڈل والی ہے۔ اسی کا سینڈل یہاں تک پہنچا ہے اور ہمیں جگہ جگہ خوار کرتا ہوا یہاں تک لایا ہے۔"

دوسرے آدمی نے کہا: "میڈم اگر وہ سینڈل تمہارا ہی تھا تو ہمیں بتاؤ گی کہ ان سینڈلوں کی بھیڑ میں تمہارا سینڈل کون سا ہے ذرا غور سے دیکھو۔"

سونیا نے کہا: "اچھی بات ہے۔ چلو یہاں سے سینڈل اٹھا اٹھا کر میرے سامنے لاؤ۔ میں تمہیں بتاؤں گی کہ ان میں میرا سینڈل کون سا ہے۔"

اس شخص نے پہلے تو بے یقینی سے سونیا کو دیکھا۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے اس کچرے میں سے چار سینڈل اٹھائے اور پھر سونیا کے بالکل قریب جا کر پوچھا: "کیا ان میں کوئی تمہارا سینڈل ہے؟"

جواب میں سونیا نے ایک اُلٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا تو اس کی ٹھوڑی پر ایک گھونسہ پڑا پھر اس کی ناک پر کرائے کا ایک ہاتھ پڑا۔ وہ چکرا کر بیٹھ گیا۔ اس کا دوسرا ساتھی سونیا پر حملہ کرنے کے لیے دوڑتے ہوئے آنے لگا لیکن راستے میں ہی ایک بونے نے چھلانگ لگا کر اس کے منہ پر فلائنگ کک ماری اور دوسری طرف کچرے پر گر پڑا۔ فلائنگ کک کھانے والا بھی دوسری طرف الٹ گیا تھا۔ جب وہ نیچے گرا تو اس پر دو بونے چڑھ بیٹھے اور اس کی پٹائی کرنے لگے۔

وہاں اچھی خاصی مار پیٹ شروع ہو گئی۔ اس کچرا گھر میں چار قد آور دشمن تھے۔ چھ بونے تھے اور ایک سونیا تھی۔ ان کے درمیان مار پیٹ کے دوران کبھی کوئی ٹارچ بجھ جایا کرتی تھی اور کبھی کسی کی ٹارچ روشن ہو جایا کرتی تھی۔ کبھی اس کچرا گھر میں اندھیرا چھا جاتا تھا اور کبھی روشنی ہو جاتی تھی۔ ایسے وقت میں اس بوڑھے کے دماغ میں پہنچ گیا جو تم بالکل تھا اور کچرا چنتا پھرتا تھا۔

کیونکہ اس بوڑھے کے دماغ میں سمایا ہوا تھا۔ اس لیے وہ میری مرضی کے مطابق دیوار سے لگا ہوا ایک طرف کھسکتے ہوئے اس کچرا گھر کے باہر جانے لگا۔ جب وہاں روشنی ہوتی تو وہ رک جاتا۔ اندھیرا ہوتا تو پھر وہ دیوار سے لگ لگ کر آگے بڑھنے لگتا حتیٰ کہ وہ کچرا گھر سے باہر نکل گیا۔ سونیا اور دوسرے لوگ ایک دوسرے سے لڑنے میں معروف تھے۔ مجھے سونیا کی فکر نہیں تھی اس لیے کہ میں اس کے لڑنے کے انداز کو جانتا تھا۔ پھر یہ کہ بونے اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ میں اس بوڑھے شخص کو کچرا گھر سے باہر لے آیا۔

باہر آتے ہی وہ بوڑھا دوڑتا ہوا پہلے سونیا کی کار کی طرف گیا۔ لیکن اس کار کا دروازہ مقفل تھا۔ پھر وہ بونوں کی کار کی طرف گیا۔ وہ کار بھی ایسی تھی کہ جس میں بیٹھ کر وہ فرار نہیں ہو سکتا تھا۔ یعنی وہ بھی مقفل تھی۔ پھر وہ دشمنوں کی کار کی طرف گیا۔ اس کار کی اسٹیئرنگ سیٹ کے پاس ایک آدمی بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ بوڑھے کو آتا دیکھ کر وہ باہر نکل آیا۔ پھر اس نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

جواب میں بوڑھے نے ایک گھونسہ اسے رسید کیا۔ بوڑھے میں اتنا دم خم نہیں تھا لیکن اس کے اندر میں بیٹھ کر لڑ رہا تھا۔ بوڑھے نے اسے پے در پے کئی گھونسے مارے۔ پھر ٹھوکروں میں اسے رکھا۔ آخر اسے ادھ موا کر کے ایک طرف زمین پر لڑھکا دیا۔ اس کے بعد کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے دروازے کو بند کیا۔ کار کو اسٹارٹ کیا۔ اس کی رفتار بڑھاتا ہوا وہاں سے دور ہوتا چلا گیا۔

بوڑھے کو وہاں سے بھگانے کا مقصد یہ تھا کہ سونیا کا سینڈل اس کچرا گھر میں تلاش کرنے کے باوجود نہیں مل سکا تھا۔ اور بوڑھے کا بیان تھا کہ اسے یہ یاد نہیں ہے کہ اس نے ایک مخصوص سینڈل کب اٹھایا تھا اور اسے کہاں رکھ کر بھول گیا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ فی الحال وہ دشمنوں کی گرفت سے نکل بھاگے۔ بعد میں وہ سکون سے سوچے گا یا کبھی اسے یاد آئے گا تو میں اس کے دماغ کے ذریعے اس سینڈل تک سونیا کو پہنچا دوں گا۔

بہت دور تک گاڑی کو ڈرائیو کرنے کے بعد میں نے اس گاڑی کو رکوا دیا۔ پھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ میں اس کے دماغ میں موجود تھا لیکن اسے کنٹرول نہیں کر رہا تھا۔ وہ کار میں بیٹھا ہوا اسٹیئرنگ وہیل کے پاس حیرانی سے دیکھتا ہوا سوچ رہا تھا کہ ابھی وہ کہاں تھا اور کہاں پہنچ گیا ہے۔ اس کار میں

کیسے بیٹھا ہوا ہے اور اتنی دور کیسے آگیا ہے؟

سوچتا ہوا وہ کار سے باہر آیا۔ میں پھر اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس کا وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں تھا۔ میں اسے وہاں سے دوڑانے لگا۔ رات کا وقت تھا۔ دونوں طرف سناٹا اور ویرانی تھی۔ وہ فٹ پاتھ پر دوڑتا ہوا ایک گلی میں داخل ہوگیا۔ وہاں سے وہ دوسری تیسری گلی سے گزرنے لگا۔ کبھی وہ دوڑتا تھا کبھی تیزی سے چلنے لگتا تھا۔ آخر وہ ایک مین روڈ پر پہنچ گیا۔

اس مین روڈ پر اسے ایک ٹیکسی مل گئی۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا "مجھے ریلوے اسٹیشن تک لے چلو۔" ٹیکسی ڈرائیور نے اس بوڑھے کو سر سے پاؤں تک دیکھا پھر اس سے کہا۔ "پولو اولڈ مین! تمہاری حالت تو یہ بتاتی ہے کہ تمہاری جیب میں ایک سکہ بھی نہیں ہوگا۔ تم ٹیکسی کا کرایہ کیا ادا کرو گے؟"

ٹیکسی ڈرائیور کی بات سنتے ہی میں اب اس ٹیکسی ڈرائیور کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ دوسرے ہی لمحے ٹیکسی ڈرائیور کا رویہ بدل گیا۔ اس نے بوڑھے کو ہمدردی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اچھی بات ہے اولڈ مین۔ چلو ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

اب وہ بوڑھا حیرانی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ ڈرائیور گاڑی سے باہر آکر اس بوڑھے کو بازو سے کھینچتے ہوئے بولا۔ "یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔ آؤ پچھلی سیٹ پر بیٹھو۔"

اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور زبردستی بوڑھے کو وہاں بٹھا کر دروازے کو بند کر دیا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اس کے بعد وہاں سے گاڑی کی رفتار بڑھا کر آگے بڑھنے لگا۔

چونکہ میں ڈرائیور کے دماغ پر قابض تھا۔ اس لیے وہ اپنے دماغ سے راستے معلوم نہیں کر سکتا تھا اور میں وہاں کے راستے نہیں جانتا تھا۔ لہٰذا میں ادھر سے ادھر گاڑی کو دوڑاتا رہا۔ زیادہ سے زیادہ دور لے جاتا رہا اور پھر ایک جگہ پہنچ کر میں نے گاڑی رکوا دی۔ ڈرائیور نے پچھلی سیٹ پر گھوم کر بوڑھے سے کہا۔ "یو اولڈ مین! بیٹھے کیا ہو۔ چلو گاڑی سے اتر جاؤ۔"

بوڑھا پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر وہاں سے باہر چلا گیا اور دروازے کو بند کر دیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے وہاں سے گاڑی پھر اسٹارٹ کی اور آگے بڑھا کر لے گیا۔ وہ بوڑھا اب راستے میں کھڑا سوچ رہا ہوگا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ ایک تو وہ پہلے ہی نیم پاگل تھا اب کچھ اور پاگل ہو رہا ہوگا۔ دوسری طرف میں نے اس ٹیکسی ڈرائیور کو بہت دور تک دوڑایا۔ پھر کافی دیر بعد ایک جگہ گاڑی روک کر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا اور وہاں سے چلا آیا۔ اب وہ ٹیکسی ڈرائیور بھی اپنے حالات پر غور کرتا ہوگا۔

میں سونیا کے پاس آگیا۔ اس وقت قد آور دشمنوں کی طرح پٹائی ہو چکی تھی۔ اب وہ سب مار پیٹ بھول کر اس بوڑھے کو تلاش کر رہے تھے۔ باہر نکل کر پتہ چلا کہ وہ دشمن کار لے کر فرار ہوگیا ہے۔ تب سونیا بھی ایک بوڑھے کو اپنے لے کر اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ دوسرے لوگوں نے اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف چلے گئے۔ وہاں سے وہ لوگ اس بوڑھے کی تلاش میں جانے لگے۔ میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ "ہیلو جان من! رات بہت زیادہ ہو چکی ہے اب اس بھاگ دوڑ کو چھوڑو اور اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر آرام سے سو جاؤ۔"

اس نے غصے سے پوچھا۔ "تم پھر آگئے؟"

"ہاں میں گیا کب تھا کہ واپس نہ آتا۔ اس بوڑھے کو تم نے غائب کر دیا ہے۔"

"کیا؟" سونیا نے جھنجلا کر پوچھا۔ "تم نے آسے کیوں غائب کیا ہے۔ تم کیوں مجھے پریشان کرنا چاہتے ہو۔"

"میں تمہاری پریشانی کم کرنا چاہتا ہوں اس بوڑھے کو اپنی یاد نہیں آرہا ہے کہ اس نے تمہارا اسینڈل کہاں رکھا ہے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر سب کچھ معلوم کر چکا ہوں۔ اگر اس سینڈل کا پتہ معلوم ہوتا تو میں ابھی تمہیں وہاں پہنچا دیتا۔ دشمن اس بوڑھے کے پیچھے پڑ گئے تھے اس لیے میں نے اسے بھگا دیا ہے۔ اب وہ جہاں ہوگا۔ میں جس وقت بھی چاہوں گا اس کے پاس پہنچ جاؤں گا اور تمہیں اس کی خبر کر دوں گا۔ فی الحال اپنی رات کی نیند خراب نہ کرو اور جا کر سو جاؤ۔"

وہ بولی۔ "مجھے بتاؤ کہ تم اس بوڑھے کو کہاں لے گئے ہو؟"

"میری میسے لیے اجنبی شہر ہے۔ میں وہاں کی گلیوں اور راستوں کو پہچانتا نہیں ہوں۔ پھر وہ بوڑھا اتنی رات کو جہاں کہیں بھی ہوگا۔ تمہارے کام نہیں آئے گا۔ اس کا دماغ ابھی کام نہیں کر رہا ہے۔ میری بات مان لو۔"

وہ بڑی ضدی تھی۔ کہنے لگی۔ "تم میرے معاملے میں مداخلت کیوں کرتے ہو۔ تمہیں کس نے کہا تھا کہ بوڑھے کو وہاں سے بھگا دو میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔ مجھے وہاں تک پہنچا دو۔"

میں نے کہا۔ "میں ایک بار کہہ چکا ہوں کہ اس وقت جا کر تمہیں سونا چاہیے۔ میری بات مان لو اور یہاں سے چلی جاؤ۔ اگر نہیں مانو گی... تو میں تمہیں اس بوڑھے تک نہیں پہنچاؤں گا اور اب میں جا رہا ہوں تم پہنچتی چلاتی رہو۔"

یہ کہہ کر میں اس کے پاس سے واپس آگیا۔ اب جزیرے

میں دن کی روشنی پھیل گئی تھی۔ میں بستر سے اٹھ کر غسل بنانے میں گیا۔ پھر وہاں شیو کرنے اور غسل کرنے کے دوران نور جہاں کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بھی نیند سے بیدار ہوگئی تھی لیکن ایک کمرے میں دو لڑکیوں کے ساتھ قید تھی۔ قید اس لیے کہ سب پر پابندی عائد کی گئی تھی کہ کوئی اجازت کے بغیر اپنے اپنے کمروں سے نہیں نکل سکتا اور اگر کسی کو کسی ضرورت کے تحت جانا ہو تو اس کے لیے خصوصی طور پر اجازت حاصل کرنا ہوگی۔

میں نے نور جہاں کے دماغ میں یہ شدید خواہش پیدا کی کہ وہ مرجانہ سے ملاقات کرے اور بھوک کو بالائے طاق رکھ کر اس سے باتیں کرے۔ وہ اپنے ملک کی لڑکی ہے۔ اس کے کام آتی رہے گی اور ایسے وقت جب ایک انجانا قاتل لوگوں کو قتل کرتا پھر رہا ہے تو وہ مرجانہ اس قاتل سے بھی اس کی حفاظت کرے گی۔ میں نے نور جہاں کے دل میں طرح طرح کی خواہشات پیدا کیں کہ کسی طرح وہ مرجانہ سے ایک بار ملے۔

تب وہ قاتل ہوکر باہر مسلح گارڈ کے آفیسر کے پاس گئی اور اس سے بولی۔ "میں اپنے ملک کی ایک لڑکی مرجانہ سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔"

آفیسر نے کہا۔ "ابھی تھوڑی دیر بعد ناشتے کے وقت تمام لڑکیاں ایک بڑے سے ہال میں آئیں گی۔ وہاں تم اپنے ملک کی اس لڑکی سے ملاقات کر لینا۔ فی الحال تمہیں اجازت نہیں مل سکتی۔"

نور جہاں وہاں سے مایوس ہو کر اپنے کمرے میں آگئی۔ میں نے بھی تھوڑی دیر کے لیے صبر کر لیا کہ اب سے چند منٹ کے بعد ناشتے کے لیے جب وہ لڑکیاں ہال میں ایک جگہ جمع ہوں گی تو نور جہاں کے ذریعے میں مرجانہ تک پہنچ جاؤں گا۔

میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر کمرے میں آگیا۔ تب نور جہاں کے دماغ نے بتایا کہ وہ دوسری لڑکیوں کے ساتھ ایک بڑے سے ہال میں جا رہی ہے۔ جہاں سب کے لیے ناشتے کا انتظام کیا گیا ہے۔ میں سنبھل کر کرسی پر بیٹھ گیا اور اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ وہ ہال میں پہنچے۔ بہرحال وہ ہال میں بھی پہنچ گئی۔ دوسرے کمروں سے بھی لڑکیاں آتی جا رہی تھیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد پتہ چلا کہ تمام لڑکیاں پہنچ گئی ہیں لیکن وہاں نور جہاں کو مرجانہ نظر نہیں آرہی تھی اس نے ایک آفیسر سے پوچھا۔ "میرے ملک کی ایک لڑکی مرجانہ کہاں ہے؟"

آفیسر نے کہا۔ "اگر یہاں نہیں ہے تو وہ دوسرے گروپ میں ہوگی۔ کیونکہ لڑکیاں بہت زیادہ تھیں اس لیے دو سرا گروپ بیلوں سے کچھ دور دوسری تربیت گاہ کے کاٹجوں میں بھیجا گیا ہے ہو سکتا ہے کہ جسے تم تلاش کر رہی ہو وہ وہاں ہو۔ اگر کوئی پیغام ہو تو مجھے سے کہو۔ میں کسی کے ذریعے وہاں تک پہنچا دوں گا۔"

نور جہاں نے کہا۔ "پیغام صرف اتنا ہی ہے کہ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔"

آفیسر نے کہا۔ "اتنی جلدی ملاقات ممکن نہیں ہے۔ جب تک حالات سازگار نہیں ہوں گے اور وہ قاتل پکڑا نہیں جائے گا۔ اس وقت تک یہ پابندیاں سب پر رہیں گی۔"

نور جہاں مایوس ہو کر ناشتہ کرنے میں مصروف ہوگئی۔ میں نے اس آفیسر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اور اس کی سوچ کے ذریعے اسے مجبور کیا کہ وہ مرجانہ تک پہنچ کر نور جہاں کا پیغام پہنچا دے لیکن اس آفیسر کی سوچ نے کہا کہ وہ مجبور ہے۔ اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اگر اس کی ڈیوٹی کی جگہ کوئی واردات ہوگی یا کسی لڑکی کو کوئی نقصان پہنچے گا تو اسے تمام ممالک کے ٹھیکیداروں کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا اس لیے وہ اپنی ڈیوٹی کی جگہ چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔

مرجانہ جتنی دور ہوتی جا رہی تھی اتنی ہی میری دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی۔ میں چاہتا تو اس آفیسر کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کر کے مرجانہ تک پہنچا سکتا تھا لیکن اس طرح وہ آفیسر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ کوئی نادیدہ قوت اسے شکار کر رہی ہے۔ پھر یہ بات جزیرے میں عام ہونے لگتی کہ نادیدہ قوت کچھ تماشے دکھا رہی ہے۔ اگر پچھلی رات ہوٹل میں آگ لگی تھی یا کچھ لوگ مارے گئے تھے تو ہو سکتا ہے وہ کسی نادیدہ قوت کا ہی کام ہو۔ میں یہ تاثر دینا نہیں چاہتا تھا بلکہ اسی بات کو مستحکم کرنا چاہتا تھا کہ کوئی ایک یا ایک سے زیادہ قاتل اس جزیرے میں ہیں اور وہ ٹھیکیداروں کو ایک ایک کر کے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ میں یہ دہشت طاری رکھنا چاہتا تھا۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ ناصر پاشا آواز دے رہا تھا۔ میں نے کرسی سے اٹھ کر دروازے کو کھول دیا۔ اس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھ کر کہا۔ "تم تو بالکل تیار بیٹھے ہو معلوم ہوتا ہے رات کو اطمینان سے سوتے رہے ہو۔"

میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور تمہاری سرخ آنکھیں بتا رہی ہیں کہ تم رات بھر جاگتے رہے ہو۔ کیا یہ صحیح ہے؟"

اس نے سر ہلا کر کہا۔ "ہاں دوست یہ صحیح ہے۔ ہمارے دلوں پر دہشت طاری ہوگئی ہے۔ وہ قاتل گرفتار نہیں ہو سکا ہے۔ ابھی تک وہ کہیں چھپا ہوا ہے۔ پتہ نہیں کہ کس وقت ہم میں سے کس پر حملہ کر بیٹھے۔ اسی فکر میں کوئی بھی ٹھیکیدار

پچھلی رات کو سو نہیں سکا ہے۔ اب ایک گھنٹے بعد ہماری میٹنگ ہے۔ آؤ چلو، کچھ ناشتہ کر لیں۔"

ہم ڈائننگ روم میں آ کر ناشتہ کرنے کے لیے ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ وہاں ناصر پاشا مجھے بتانے لگا کہ کس طرح رات کو زہریلی سوئیوں کا ایک ڈبہ اور ایک بلونگ پائپ ایک جگہ پائے گئے ہیں۔ میں یہ معلومات پہلے ہی حاصل کر چکا تھا۔ چپ چاپ اس کی باتیں سنتا رہا اور ناشتہ کرتا رہا۔ ناشتہ کرنے کے بعد ہم نے گرما گرم کافی پی۔ پھر میں نے کہا: "چلو اب ہم میٹنگ میں شریک ہونے چلیں۔"

اس نے کہا: "میرا دماغ تو خراب نہیں ہوا ہے کہ میں مسلح محافظوں کے بغیر اس رہائش گاہ سے باہر قدم نکالوں۔ یہاں ہمیں مسلح محافظوں کی گاڑی لینے آئے گی۔ اس کے بعد وہاں چلیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹیلیفون کی گھنٹی سنائی دی۔ ناصر پاشا وہاں سے اٹھ کر ٹیلیفون اٹینڈ کرنے کے لیے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ میں کافی پیتے ہوئے اس کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ اس نے دوسرے کمرے میں پہنچ کر ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو۔ میں ناصر پاشا بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے چیئرمین کی آواز سنائی دی: "مسٹر پاشا تمہارے ملک کی ایک لڑکی پچھلی رات سے مسلح محافظوں کو بہت پریشان کر رہی ہے۔ اس نے کل رات پیکنگ کے دوران ایک گارڈ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کی پٹائی کی ہے اور اسے زخمی کر دیا ہے۔ اس لیے لڑکی کو احتیاطاً ایک کمرے میں بند کر دیا گیا ہے۔ اب آپ کا فرض ہے کہ آپ اسے سمجھائیں۔ ہم پہلے ہی پریشان ہیں۔ ایک لڑکی کی شکایت سننے کا موقع نہیں ہے۔"

"وہ لڑکی اس وقت کہاں ہے؟"

"اسے تربیت گاہ میں کالج نمبر دو کے ایک کمرے میں قید کیا گیا ہے۔ باہر دروازے پر ایک مسلح محافظ ہے۔ آپ اپنے محافظوں کو ساتھ لے کر وہاں جائیں اور اسے تنبیہ کریں۔"

اُن کی باتیں سن کر میں خوش ہو گیا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ وہ مار پیٹ کرنے والی لڑکی یقیناً مرجانہ ہو گی۔ اب میں اس باتونی کے ساتھ جا کر اسے روبرو دیکھ سکتا تھا۔

اتنے میں پاشا واپس آ گیا اور مجھے بتانے لگا کہ ایک لڑکی کس طرح انھیں پریشان کر رہی ہے۔ میں نے کہا: "اگر تم مناسب سمجھو تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔ اس لیے کہ کل رات سے میں یہاں اس کالج میں قید ہو کر رہ گیا ہوں اور بڑی بوریت ہو رہی ہے۔"

تم تو فوراً میرے ساتھ چلو گے اور ہر جگہ میرے ساتھ رہو گے۔ مجھے اب اس جزیرے میں اکیلے کہیں جاتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ کار کی پچھلی سیٹ پر میں ناصر پاشا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ دو مسلح محافظ تھے۔ ناصر پاشا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا: "میٹنگ کا کیا ہوا۔ اس وقت آٹھ بجنے والے ہیں۔"

اس نے جواب دیا: "میٹنگ ذرا دیر سے ہو گی۔ چیئرمین دوسرے ٹھیکیداروں کے ساتھ ٹیلیفون پر گفتگو کر رہا ہے کیونکہ کچھ ایسے ٹھیکیدار ہیں جو بہت زیادہ دہشت زدہ ہیں اور اپنے ملک واپس جانا چاہتے ہیں۔"

"قاتل کا مقصد یہی ہو گا کہ وہ سبھی کو دہشت زدہ کر کے باری باری اس جزیرے سے بھگا دے۔"

ناصر پاشا نے پوچھا: "وہ ہم سب کو یہاں سے بھگا کر حاصل کرے گا؟"

"ہو سکتا ہے وہ یہاں کی تمام لڑکیوں پر اپنا قبضہ جما لے۔ ہو یا جو کاروباری لوگ لیمٹڈ فرم کی حیثیت سے بارہ ممالک کے ٹھیکیدار کر رہے ہیں وہ تنہا یہ کاروبار کرنا چاہتا ہو۔"

"وہ تنہا یہ کام کبھی نہیں کر سکے گا۔ بڑی بڑی طاقتیں سہارا دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس جزیرے میں ہمارا قیام ہونے کے باوجود قانونی ہے اور کوئی ملک ہم سے تعرض نہیں کرتا ہے کہ ہم یہاں کیا کرتے ہیں اور یہ لڑکیاں یہاں لائی جاتی ہیں۔ جب تک بڑی طاقتوں کی پشت پناہی اس وقت تک اتنا زبردست اور منظم کاروبار ممکن نہیں ہوتا۔ واقعی ان لوگوں کو بڑی بڑی طاقتوں کی پشت پناہی حاصل ہو گی۔ میں اُن ٹھیکیداروں کو یہاں گا حکمراں سمجھ رہا تھا۔ حقیقت اصل حکمراں یہاں سے بہت دور بیٹھے ہوئے تھے دلالوں کو حکومت کرنے کے لیے اس جزیرے میں بھیجے ہوئے تھے وہ کاروبار کرنے ہوئے کہنے لگا: "ہم نے اپنے بڑوں کو رات ہی اطلاع دے دی ہے کہ یہاں پچھلے دن سے قتل و غارت گری ہو رہی ہے۔ ہمارے اہم آدمی مارے گئے ہیں اور کچھ میں آگ لگائی جا رہی ہے۔ یہ دہشت پسندوں کا گروپ ہے ایسا کر رہا ہے اور ہمیں نقصان پہنچا رہا ہے۔ لہٰذا ہماری مدد جائے۔ یقیناً وہاں سے بڑے بڑے جاسوس اور مسلح سپاہی آئیں گے یا اچھے خاصے ہتھیار آئیں گے جن سے ہم اپنا تحفظ کر سکیں۔

ہم تربیت گاہوں کی حدود میں پہنچ گئے۔ ناصر پاشا نے تربیت گاہ نمبر دو کے ایک کالج کے سامنے گاڑی روک دی۔ اس کالج کے سامنے ایک مسلح پہریدار کھڑا ہوا تھا۔ بہت سی لڑکیاں اپنے اپنے کالج کی کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھ رہی تھیں۔ انھیں کالج سے باہر آنے سے روک دیا گیا تھا اور وہ پابندی میں رہ کر کھڑکیوں کے ذریعے باہر کے مناظر دیکھ رہی تھیں۔

ناصر پاشا نے کار سے اترتے ہوئے مسلح گارڈ سے پوچھا: "وہ لڑکی کہاں ہے؟"

مسلح گارڈ نے ایک بند کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا: "اس کمرے میں وہ موجود ہے۔"

میں نے پوچھا: "کوئی لڑکی بالکل ہی بے قابو ہو جائے تو اسے کس طرح قابو میں لایا جاتا ہے؟"

ناصر پاشا نے جواب دیا: "ایسے وقت ہمارے لیے بڑی مشکل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ لڑکیاں بے حد نازک ہوتی ہیں ہم ان پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے۔ اگر ہم انھیں ماریں گے یا ان کے جسم پر کسی قسم کا نشان پڑے گا تو اس کا بھاؤ تھم ہو جائے گا وہ داغدار ہو جائے گی۔ ہم پوری طرح کوشش کرتے ہیں کہ یہاں آنے والی لڑکیوں کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہ آنے پائے اور وہ بالکل تر و تازہ نظر آتی رہیں۔ اسی لیے ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا جاتا اور اسی لیے اس لڑکی کو بھی اس کمرے کے اندر قید کر دیا گیا ہے۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے اس کمرے کے بند دروازے کے سامنے پہنچے۔ ناصر پاشا نے اس دروازے کی کنڈی کھولی۔ پھر اس کے دونوں پٹ کو کھول دیا۔ ہم دونوں ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔ کمرے کے اندر دُور ایک دیوار سے لگی ہوئی وہ کھڑی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ بہت ہی سیدھی سادی سی لڑکی نظر آ رہی تھی۔ میں نے دیکھا وہ سونیا کی طرح تند آور تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں اچھے خاصے مضبوط نظر آ رہے تھے۔ جسامت بھی مناسب تھی۔ یعنی اچھی صحت مند لڑکی تھی۔ ناصر پاشا نے اسے دیکھتے ہی کہا: "اچھا تو مرجانہ یہ تم ہو۔ میں سمجھ رہا تھا کہ تمہارے سوا کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ تم شروع سے ہی ضدی اور بدمزاج ہو۔ ذرا میرے پاس آؤ۔"

وہ سر جھکا کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی یوں ہمارے سامنے آئی جیسے ہم سے خوف زدہ ہو۔ لیکن قریب پہنچتے ہی میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ ایک کرارے کا ہاتھ میرے منہ پر پڑا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا میرے پیٹ میں گھونسہ پڑا۔ پھر ایک گھونسہ ٹھوڑی پر لگا۔ میں لڑکھڑاتا ہوا ایک دیوار سے ٹک گیا۔ ناصر پاشا اسے روکنا چاہتا تھا اس کی بھی شامت آ گئی۔ مرجانہ نے اسے گھونسوں پر رکھ لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس نے ایک داؤ آزماتے ہوئے اسے اٹھا کر دوسری طرف اچھال دیا تھا۔ ناصر پاشا فضا میں اچھلتا ہوا ایک دیوار سے جا ٹکرایا تھا اور فرش پر لیٹ گیا تھا۔

یہ سب کچھ جیسے پلک جھپکتے میں ہو گیا تھا۔ مرجانہ اب کمرے کے وسط میں کھڑی ہوئی کہہ رہی تھی: "دلالو! میں تم دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دوں گی تم دونوں کو پاکستانی کتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ تم نے ہم لڑکیوں کو بھیڑ بکری سمجھ لیا ہے کہ جہاں چاہا وہاں فروخت کر دیا۔ میں تمھیں ایسا سبق سکھاؤں گی کہ پورے جزیرے کے ٹھیکیدار یاد کریں گے۔"

میں اپنے چہرے کو سہلا رہا تھا اور اس کے لڑنے کے انداز کو سمجھ رہا تھا۔ صاف سمجھ میں آ رہا تھا کہ مرجانہ نے برسوں لڑنے کی ٹریننگ حاصل کی ہے اور خصوصاً جوڈو کراٹے میں مہارت حاصل کی ہے اور قدرتی طور پر اس کے ہاتھ پاؤں میں ایسی سختی ہے جو کہ اعلیٰ درجے کے فائٹروں میں ہونی چاہیے۔

اس وقت وہ بیل باٹم اور شرٹ پہنے ہوئے تھی لیکن اس کے عورت پن میں جتنا حسن تھا۔ اتنا ہی مردانہ مزاج میں سختی تھی اور اسے دیکھ کر کوئی رومانس کی خواہش نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ اپنی خیر منانا رہتا۔

اس وقت اس نے مجھ پر اور ناصر پاشا پر ہاتھ اٹھا کر اچھا نہیں کیا تھا۔ میں تو برداشت کر لیتا مگر ناصر پاشا اس کا دشمن بن جاتا۔ بلکہ دشمن بن چکا تھا۔ اگر یہی لڑکی کل سے قتل کرتی آ رہی تھی تو اسے صبر سے کام لینا چاہیے تھا۔ پتہ نہیں اس نے کیوں ہم پر حملہ کیا اور یہ کیا چاہتی تھی۔ اس وقت فوری طور پر میں اس کا دماغ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ کیونکہ اس سے ہوشیار رہنے کی ضرورت تھی۔ ورنہ پھر وہ اپنے حملے میں کامیاب ہو جاتی۔

میں نے آگے بڑھتے ہوئے اس سے نرمی سے پوچھا: "کیا بات ہے۔ مرجانہ۔ تم نے ہم پر ہاتھ کیوں اٹھایا۔ تمھیں کس بات پر غصہ آ رہا ہے؟"

"میں نے بتا تو دیا کہ مجھے کس بات پر غصہ آ رہا ہے لیکن تم دلالوں کو پھر بھی میری بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اس لیے کہ تم لوگوں کی شرم و حیا مر چکی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے اس کے ہاتھوں کو روک لیا۔ اس نے گھوم کر مجھے لات ماری۔ میں نے اپنا بچاؤ کیا اس بار اس نے جتنے بھی حملے کیے وہ ناکام رہے۔ اس کے بعد میں نے ایک جوابی حملہ کرتے ہوئے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گری۔

میں اس کی قدر کرتا تھا۔ گناہ کے اس جزیرے میں اسے مجبور اور بے بس بنانے کے لیے میں اسے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ جوابی حملہ کس حد تک برداشت کرتی ہے۔

میرا ایک ہاتھ کھا کر اس نے گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے اس کے حملوں سے خود کو بچایا بھی تھا۔ اس لیے اس نے سمجھ لیا کہ میں لڑنے کا فن جانتا ہوں اور اسے سنبھل کر حملہ کرنا چاہیے۔ پھر واقعی اس نے سنبھل کر حملہ کیا۔ اس بار میں نے اس کے ایک حملے کو روکا مگر دوسری بار مار کھا گیا۔ غضب کی پھرتیلی تھی۔ بجلی کی طرح لپکتی تھی۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ مجھے اس کے ساتھ زیادہ دیر لڑنا نہیں چاہیے۔ ورنہ ہم دونوں کو ہی نقصان پہنچے گا۔

ناصر پاشا کو سنبھلنے میں دیر لگی۔ جب وہ سنبھل کر اٹھا تو مسلح محافظوں کو بلانے کے لیے باہر جانے لگا۔ لیکن اس سے پہلے ہی مرجانہ ایک چھلانگ لگا کر اس کے راستے میں حائل ہوگئی۔ اس کے سامنے پہنچ کر اس نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ ناصر پاشا اس کے حملے کو روکتے روکتے بھی مار کھا گیا اور پیچھے کی طرف لڑکھڑا گیا۔ اتنی دیر میں مرجانہ نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر چیتے کے انداز میں دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر یوں کھڑی ہوگئی جیسے کہہ رہی ہو آؤ۔ میں تم دونوں سے اکیلی نمٹ لوں گی۔

اتنا موقع ملتے ہی میں مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر اس کی سوچ میں کہنے لگا۔ میں یہ کیا کر رہی ہوں۔ کیا میں ان دونوں کو نقصان پہنچا کر کوئی فائدہ حاصل کر سکتی ہوں۔ ہرگز نہیں۔ میں اس جزیرے سے باہر نہیں جا سکتی اور اکیلی یہاں اتنے سارے لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مجھے بچنے کے لیے لایا گیا ہے اور مجھے فوراً ہی کل یہاں سے جانا ہے تو کیوں نہ میں اپنے غصے کا اظہار زبان سے کروں اور انھیں بتاؤں کہ مجھے کیوں غصہ آ رہا ہے۔

اس کی سوچ میں یہ کہنے کے بعد پھر میں نے اسے آواز بلند کہا۔ "دیکھو مرجانہ۔ جب تمھیں اس جزیرے میں لایا گیا تب ہی تمھیں یہ معلوم تھا کہ تمھیں ایک دن فروخت کیا جائے گا تمہیں یہاں کا کاروبار معلوم تھا۔ تمھیں اسی وقت غصہ دکھانا چاہیے تھا لیکن تم اس وقت چپ چاپ یہاں چلی آئی تھیں۔ اب غصہ دکھانے کا مطلب کیا ہے؟"

اس نے گھور کر غرّاتے ہوئے مجھے دیکھا۔ پھر بولی۔ "جو کچھ بھی گزرے۔ میں اسے برداشت کر سکتی ہوں لیکن معصوم لڑکیوں پر اگر کوئی زیادتی ہو تو میں اسے برداشت نہیں کل رات میرے کمرے کی ایک لڑکی کی تلاشی لی جا رہی میں نے گارڈز کے آفیسر سے کہا کہ ہم لڑکیوں کی تلاشی عورت کی خدمات لی جائیں۔ عورت ہی اگر ہماری تلاشی لیکن وہ مرد کو ہر جملے جسم کو ٹٹولنا چاہتا تھا۔ اس نے اسے برا بھلا کہا اور اس پر ہاتھ بھی اٹھایا۔ ایک درمیان میں آگیا۔ وہ بیچ بچاؤ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے بھی پٹائی کی۔ میرے غصے کی وجہ یہی ہے کہ تم لوگ بے شرم ہو۔ کیا ہماری تلاشی لینے کے لیے کسی عورت کو نہیں کر سکتے تھے؟"

میں نے ناصر پاشا کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پاشا نے کہا۔ "یہاں اوسط عمر کی عورتیں آیا کے طور پر کام کرتی ہیں اور یہ عورتیں ان لڑکیوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں اور عورتوں سے ہی تلاشی کا کام لینا چاہیے تھا۔ اگر گارڈ خود ہی تلاشی کے لیے ان کے قریب آنے کی کوشش تو یہ اس کی زیادتی ہے۔ میں اس آفیسر کا محاسبہ کروں گا اسے اس کی سزا ملے گی۔"

ناصر پاشا کی باتوں کے دوران میں مرجانہ کی سوچ کو رہا۔ وہ سوچ رہی تھی کاش میں ان دونوں کو ابھی یہاں سکتی مگر اس وقت انھیں ہلاک کروں گی تو پچوری سارا بھید کھل جائے گا کہ میں ہی کل سے ٹھیکیداروں کو گارڈز کو قتل کرتی آ رہی ہوں اور میں نے ہی ہوسٹل میں چند راز دار لڑکیوں کے ذریعے آگ لگانی تھی بلکہ ہوٹل میں میں نے آگ نہیں لگائی ہے اور جو قتل میں نے نہیں کیے ان کے الزامات بھی میرے ہی سر آئیں گے۔

میں نے اس کی سوچ میں اسے سمجھایا۔ "مجھے آہستہ سہولت سے ایک ایک ٹھیکیدار کو ٹھکانے لگانا چاہیے سے... اور غصہ دکھانے سے کام بگڑ جائے گا۔ اگر میں کی گرفت میں آگئی تو یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے ان لوگوں سے انتقام نہیں لے سکوں گی اور نہ کبھی اس جزیرے سے باہر نکل سکوں گی۔ اس وقت مجھے اس دروازے کو کھولنا دینا چاہیے۔"

میرے سمجھانے کا اس پر خاصا اثر ہوا۔ اس نے دروازے کو کھولتے ہوئے کہا۔ "اچھی بات ہے مسٹر ناصر پاشا۔ اگر تم آفیسر کا محاسبہ کرو گے تو پھر مجھے تم لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ کوئی بھی کام اصولوں کے مطابق ہو اصول یہ ہے کہ ہم لڑکیوں کا تعلق کسی عورت سے ہونا چاہیے کسی مرد سے نہیں۔"

اگرچہ ناصر پاشا کو اس بات پر غصہ تھا کہ ایک عورت نے ہماری پٹائی کی ہے لیکن وہ مصلحت پسند تھا۔ اس نے سوچا کہ دوا دینے والی گائے کی لات سہنی پڑتی ہے۔ لہٰذا مرجانہ نے جو کچھ کیا ہے اسے برداشت کر لیا جائے۔ کل جو بہت بڑا کارنامہ دار ملی خریدنے آ رہا ہے۔ کوشش یہ کی جائے گی کہ وہ مرجانہ کو پسند کر لے اور اسے اس جزیرے سے لے جائے۔

مرجانہ نے پوچھا۔ "میرا خیال ہے کہ اب مجھے اس کمرے میں قید نہیں کیا جائے گا؟"

ناصر پاشا نے کہا۔ "ہاں اب تم آزاد ہو لیکن اس کاٹیج سے باہر کہیں نہیں جا سکو گی جب تک وہ قاتل گرفتار نہ ہو جائے۔ اس وقت تک ہم تمام لوگوں پر اس قسم کی پابندیاں عائد کر رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ تم ان پابندیوں پر عمل کرو گی آؤ طارق خود ہی تلاشی کے لیے ان کے قریب آنے کی کوشش ہم چلیں۔"

پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر مرجانہ کے قریب گزرتے ہوئے اسے مسکرا کر دیکھا۔ اس نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔ میں اس کے پاس سے گزرتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔

جب ہم کار کے قریب پہنچے تو مرجانہ کمرے سے نکل کر کاٹیج کے برآمدے میں آ گئی۔ اسے دیکھ کر دوسری لڑکیاں بھی اپنے کمرے سے نکل کر اس کے پاس آئیں اور خوش ہو کر اسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس سے پوچھنے لگیں کہ کیا اسے آزاد کر دیا گیا ہے۔ مرجانہ نے سر اٹھا کر سینہ تان کر کہا۔ "کیسے آزاد نہ کرتے۔ ان کا تو باپ بھی آزادی دینے پر مجبور ہے۔ کیونکہ ہم ان کے لیے بہت فائدہ مند ہیں۔ ہمیں نقصان پہنچا کر وہ اپنا نقصان نہیں کر سکتے۔"

مرجانہ نے یہ بات بلند آواز سے کہی تھی تاکہ ہم بھی سن لیں ناصر پاشا نے کار کے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ لڑکی بڑی منہ پھٹ ہے۔ میں کل ہی اس کا سودا کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ ہے تو واقعی حسین اور بے حد پرکشش لیکن شرط یہ ہے کہ یہ اس خریدار کے سامنے اپنی زبان بند رکھے۔ زبان کھولے گی تو کوئی بھی اسے نہیں خریدے گا۔"

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے تربیت گاہوں کی حدود سے باہر نکل آیا۔ راستے میں ایک ٹیلی فون بوتھ کے ساتھ والے بلیک بورڈ میں لکھا ہوا تھا۔ "بورڈ کے تمام ممبران ایئرپورٹ پہنچ جائیں۔"

ناصر پاشا گاڑی روک کر بوتھ کے اندر گیا۔ پھر ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر چیئرمین کے نمبر ڈائل کیے تو پتہ چلا کہ چیئرمین اس وقت کالج میں نہیں ہے بلکہ ایئرپورٹ کی طرف گیا ہے۔

ناصر پاشا نے پھر دوسرا نمبر ملایا۔ اور مسلح گارڈز کے افسر سے رابطہ قائم کرنے کے بعد سوال کیا کہ سب لوگوں کو ایئرپورٹ کیوں طلب کیا گیا ہے؟

اسے جواب ملا کہ باہر سے امداد پہنچ رہی ہے اور بہت سے جاسوس وغیرہ آنے والے ہیں۔ لہٰذا ان کا استقبال کرنے کے لیے بورڈ کے تمام ممبران کا وہاں پہنچنا ضروری ہے تاکہ انھیں فوراً ہی یہاں کے حالات سے آگاہ کر دیا جائے۔

ناصر پاشا ریسیور رکھ کر بوتھ سے باہر آیا اور کار میں آ کر بیٹھ گیا پھر مجھے بتانے لگا کہ باہر سے کچھ لوگ آنے والے ہیں اس لیے اب ہم ایئرپورٹ جا رہے ہیں۔

یہ کہہ کر اس نے کار اسٹارٹ کی پھر ہم ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ ہم پندرہ منٹ میں وہاں پہنچ گئے۔ وہاں پہلے ہی بہت سی کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ پتہ چلا کہ بورڈ کے تمام ممبران یعنی ٹھیکیدار وہاں پہنچ گئے تھے۔ وہاں تھوڑی دیر بعد ایک جہاز اترنے والا تھا۔ تمام ٹھیکیداروں کے آس پاس دور تک مسلح گارڈ پھیلے ہوئے تھے اور دور سے کو لمبی گہری نظروں سے دیکھتے تھے جیسے کسی انجانے قاتل کو تلاش کر رہے ہوں۔

ہم بھی ٹھیکیداروں کے درمیان آ گئے۔ چیئرمین نے ناصر پاشا کو تسلی دی۔ "اب گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ دنیا کے نامور جاسوس یہاں پہنچ رہے ہیں اور ہمارے لیے ایسے حفاظتی اقدامات کیے جائیں گے کہ قاتل ہمارے قریب پہنچ نہیں سکے گا۔ اگر پہنچنا چاہے گا تو گرفتار ہو جائے گا۔"

میں نے چیئرمین سے پوچھا۔ "کیا آپ کالے جادو کو مانتے ہیں؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں میں کالے جادو کو مانتا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "اگر یہاں کوئی وچ ڈاکٹر جادو کے ذریعے قتل کر رہا ہو تو جاسوس اسے کس طرح گرفتار کریں گے؟"

چیئرمین واقعی سوچ میں پڑ گیا۔ کیونکہ گزشتہ روز دو چار قتل ایسے ہوئے تھے جن کی کوئی وجہ یا قتل کا طریقہ کار سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ واردات کیسے ہو گئیں۔ ہوٹل میں آگ لگنے کا معاملہ بھی کچھ ایسا تھا جو اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ اس لیے چیئرمین وچ ڈاکٹر کے متعلق سنجیدگی سے سوچنے لگا۔

اتنے میں جہاز نظر آیا۔ وہ پرواز کر رہا تھا اور کنٹرول ٹاور سے اسے اترنے کا سگنل دیا جا رہا تھا۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد وہ جہاز نیچے آتے ہوئے رن وے پر دوڑتے ہوئے ایک جگہ

بھیڑ گیا۔ تمام ٹھیکیدار اس جہاز کی طرف بے چینی سے دیکھ رہے تھے جیسے اس جہاز میں اُن کے لیے نئی زندگی کا سامان آیا ہو۔

اچانک ناصر پاشا نے اپنے جبڑوں کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "طارق میں بہت دیر سے برداشت کر رہا ہوں مگر یہاں میرے جبڑے دُکھ رہے ہیں اور ٹھوڑی اور سینے میں بھی درد ہو رہا ہے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "ایسا ایک بیک کیوں ہو رہا ہے؟"

"یہ بیک نہیں ہے۔ جہاں جہاں مرجانہ کا ہاتھ پڑا ہے وہاں وہاں تکلیف ہو رہی ہے۔ میں اسی وقت سے تکلیف برداشت کر رہا ہوں۔ عجیب زبردست مردار قسم کی لڑکی ہے وہ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کا ہاتھ اتنا وزنی اور اتنا زبردست ہوگا۔ بالکل فائٹروں کے انداز میں وہ لڑ رہی تھی مجھے تو ہاتھ اٹھانے کا موقع ہی نہیں ملا تم نے پھر بھی تھوڑی دیر مقابلہ کیا تھا۔"

"عورتوں سے لڑنا اچھا نہیں لگتا۔ عجیب مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ میں محض آزمائشی طور پر اس سے مقابلہ کر رہا تھا۔ اسے تو لگ رہا تھا کہ وہ کتنا وزن رکھتی ہے۔ مجھے تھوڑی دیر میں پتہ چل گیا کہ اسے لڑنے میں بڑی مہارت حاصل ہے اور جوڈو کراٹے کے جدید داؤ پیچ بھی اچھی طرح جانتی ہے اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس نے کراٹے میں بلیک بیلٹ حاصل کیا ہوگا۔"

"تعجب ہے۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس لڑکی کو میں ایک عام سی دوشیزہ سمجھ کر پیچھے کے لیے لا رہا ہوں وہ اتنی خطرناک ہوگی۔ طارق کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ لڑکی ہی ہنگامے کر رہی ہو؟"

میں نے جلدی سے مرجانہ کی حمایت میں کہا۔ "اے نہیں تم بھی کہاں کی باتیں سوچ رہے ہو۔ کہاں مرجانہ اور کہاں یہ کل سے ہونے والے قتل اور ہنگامے؟ مرجانہ کا اس میں ہاتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ کئی واردتیں ایسی ہوئی ہیں جن کے دوران وہ ہوٹل تک محدود رہی ہے اور اس پر سخت پہرہ رہا ہے۔"

اب طیارے کے دروازے تک سیڑھی پہنچائی جا رہی تھی۔ ناصر پاشا نے کہا۔ "پھر بھی یہ جتنی گڑبڑ ہو رہی ہے اس میں مرجانہ کا کچھ نہ کچھ ہاتھ ضرور ہے۔"

"تمہیں شبہ کیوں ہو رہا ہے؟ کوئی خاص وجہ؟"

"وجہ یہ ہے کہ یہ مرجانہ خود اپنی مرضی سے یہاں آئی ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "اپنی مرضی سے یہاں آئی ہے؟"

"ہاں یہاں ایک لڑکی زرینہ نام کی آئی ہوئی ہے۔ میرے آدمیوں نے زرینہ کو ٹریپ کیا تھا۔ زرینہ جب بُری طرح بلیک میلنگ کے جال میں پھنس گئی۔ تب اس نے کہا کہ وہ تنہا اپنے ملک سے باہر نہیں جائے گی اس کی ایک بہت عزیز سہیلی ہے وہ اسے بھی ساتھ لے جائے گی۔ ہم نے کہا تھا کہ وہ دوسری لڑکی ہوگی تو اسے بھی ہم ساتھ لے جائیں گے۔ تب اس نے مرجانہ سے ملاقات کرائی۔ مرجانہ، جیسا کہ تم نے دیکھا ہے۔ واقعی بہت حسین ہے۔ راضی ہوگیا اور زرینہ کے ساتھ مرجانہ کو بھی یہاں لے آیا۔ اب یہی مرجانہ ہم..... لوگوں کو دلال کہہ رہی تھی۔ کہہ رہی تھی اور گالیاں دے رہی تھی کہ ہم ان کا کاروبار ہیں۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس کے اندر بدلے کی آگ بھڑک رہی ہے اور یہ ہم سے نفرت کرتی ہے اور نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔"

"پاشا، دیکھا جائے تو یہاں آنے والی کتنی ہی لڑکیوں کے دل میں بغاوت کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔ کتنی ہی ہم لوگوں سے نفرت کر رہی ہوں گی کہ ہم انہیں بلیک میل کر کے یا اُن کی کسی کمزوری سے کھیل کر انہیں یہاں لے آئے ہیں۔ ہم سے نفرت کر رہی ہوں گی لیکن وہ خاموش ہیں۔ منہ پھٹ ہے اس لیے اس نے زبان سے کہہ دیا۔ اگر زبان سے کہہ دیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ یہاں پر بغاوت پر اتر آئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم ایک بھی ایسا نہیں پیش کر سکتے کہ مرجانہ ہوٹل سے باہر نکل آئی قتل کرتی ہے اور پھر چلی جاتی ہے۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اتنے میں چیئرمین نے قریب آ کر کہا "آیئے مسٹر پاشا، ہم سب جہاز کے قریب جا رہے ہیں۔ آپ کا استقبال کرنا ہے۔"

ناصر پاشا چیئرمین کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ میں بھی ساتھ چلنے لگا۔ تمام اراکین اور اُن کے نائب ایک استقبالیہ کی صورت میں جہاز کی طرف جا رہے تھے تاکہ آنے والوں کو آمد پر کہہ سکیں اور انہیں اپنے حالات بتا سکیں۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں انہیں خوش آمدید کہنے میں اپنا وقت ضائع کرنے کی طرف لگا ہوا تھا۔ میں اس کے دماغ کو پڑھ کر اس کے متعلق حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن یہاں آنے کی مجبوری یہ تھی کہ آنے والوں کو دیکھنا چاہتا تھا کہ کس قسم کے جاسوس آ رہے اور کیسی امداد پہنچائی جانے والی ہے۔

طیارے کا دروازہ کھل گیا تھا۔ سب سے پہلے ایک لڑکی نظر آئی۔ پھر وہ ایک طرف ہٹ گئی۔ کیونکہ ایک ادھیڑ عمر اپنے منہ میں پائپ دبائے دروازے پر آ گیا تھا۔ وہ ٹوپی میں چھوٹا تھا۔ آنکھوں پر عینک لگی ہوئی تھی۔ دُور سے بھی کم از کم حیثیت کا مالک نظر آتا تھا۔ چیئرمین نے اسے دیکھتے

ہی نیچے سے ہاتھ اٹھا کر آواز دی "مسٹر ونڈسر ہم آپ کو اور آپ کی ٹیم کو گرم جوشی سے خوش آمدید کہتے ہیں۔"

ونڈسر زینے سے اترتا ہوا نیچے آیا۔ پہلے اس نے چیئرمین سے ہاتھ ملایا۔ پھر تمام ٹھیکیداروں سے اور ان کے نائبوں سے ہاتھ ملانے لگا۔ پھر اس نے طیارے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ ہم سب نے بھی نظریں اٹھا کر اُدھر دیکھا تو وہاں ایک بہت ہی توانا اور بھاری بھرکم پہاڑ جیسا شخص کھڑا ہوا تھا۔ ونڈسر نے اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا دایاں بازو ہے۔ میں اسے آئرن مین کہتا ہوں اور یہ واقعی فولاد ہے۔ اس سے ٹکرانے والے پاش پاش ہو کر رہ جاتے ہیں۔"

آئرن مین زینے سے اترتا ہوا آیا پھر سب لوگوں سے ہاتھ ملانے لگا۔ میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے محسوس کیا کہ واقعی اس کے ہاتھ فولاد کے ہیں۔ وہ سر سے پاؤں تک فولادی نظر آ رہا ہے۔ ونڈسر کا ایسا مراغرساں تھا جو اپنے ہاتھ پاؤں سے نہیں صرف دماغ سے کام لیتا تھا اور اس کا شمار ذہین سراغرسانوں میں ہوتا تھا۔ اس کی ٹیم میں اس کا دایاں بازو آئرن مین تھا۔ یعنی جب دماغ کے علاوہ ہاتھ پیر چلانے یا مار پیٹ کرنے کی نوبت آتی تو وہ آئرن مین کو استعمال کرتا تھا اور جب کسی کہیں میں کچھ چالیں چلنی پڑتی تھیں تو اس کے لیے وہ دوسری دو ہستیوں کو استعمال کرتا تھا اور اب وہ دو ہستیاں جہاز کے دروازے پر کھڑی ہوئی تھیں۔

ہم نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ وہاں دو حسین لڑکیاں تھیں۔ ونڈسر نے ہاتھ اٹھا کر اُن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ہیں مس لولیتا اور مس مینا مریم۔ یہ لڑکیاں بڑے پایے سے جرموں تک پہنچنے کے طریقے جانتی ہیں۔"

وہ دونوں بڑے ناز و انداز سے زینے سے اترتی ہوئی آ رہی تھیں۔ نیچے آ کر انہوں نے سب لوگوں کو مسکرا کر دیکھا۔ پھر آگے بڑھنے لگیں۔ اُن دونوں کو راستہ دینے کے لیے سب دو طرف بٹ گئے۔ وہ دونوں ذرا دُور جا کر کھڑی ہوگئیں۔ اُن کے ہاتھوں میں گلاب کے پھول تھے۔ کبھی کبھی وہ اپنے پھول سونگھ لیا کرتی تھیں۔

اُن کے بعد طیارے سے کچھ لوگ اُترنے لگے۔ وہ اپنے ساتھ اسٹین گن اور کاربائن کی پیٹیاں اُٹھا کر لا رہے تھے۔ تمام ٹھیکیدار ان چیزوں کو دیکھ کر بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ ونڈسر نے کہا۔ "جیسا کہ آپ لوگوں نے رپورٹ بھیجی تھی۔ اس کے مطابق اسلحہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ پھر بھی میں آپ لوگوں کے اطمینان کے لیے اتنا کچھ لے آیا ہوں۔ آیئے۔ پہلے ہم ضروری باتیں کریں۔ اس کے بعد پھر رسمی باتیں ہوتی رہیں گی۔"

حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کرنے کے لیے اسی تختہ عمارت کے ہال کا انتخاب کیا گیا۔ جہاں پہلا قتل جنرل سیکرٹری بال مین کا ہوا تھا۔ سب لوگ ایئرپورٹ کے باہر پارکنگ ایریا میں آئے اور ایک ایک کار میں جا کر بیٹھنے لگے۔ چیئرمین کے ساتھ ونڈسر اور وہ دونوں لڑکیاں لولیتا اور مینا ایک کار میں بیٹھ گئے۔ میں، ناصر پاشا کے ساتھ تھا اور آنے والوں میں سے دو آدمی اپنی اسٹین گن اور کاربائن کی پیٹی کے ساتھ ہماری کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔ اس طرح سب آنے والے مختلف کاروں میں بیٹھ کر اس تختہ عمارت کی طرف روانہ ہوگئے۔ میں چیئرمین کے دماغ میں جھانکنے لگا اور یہ معلوم کرنے لگا کہ وہ ونڈسر سے کیا باتیں کرتا ہے۔ ونڈسر اس وقت چیئرمین سے پوچھ رہا تھا۔ "جب اس قاتل نے کوئی منافع حاصل نہیں کیا کوئی چیز چوری نہیں کی تو پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ قتل کیوں کر رہا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تم سب سے نفرت کرتا ہے اور یہاں نفرت کرنے والوں میں صرف..... لڑکیاں ہی ہیں۔ یہاں جتنے بھی مرد ہیں۔ سب تم لوگوں کے ماتحت ہیں۔ نمک خوار ہیں۔ وہ بھلا کس وجہ سے نفرت کریں گے۔ نفرت کی کوئی وجہ بھی ہونی چاہیے۔"

وہ مراغرساں ونڈسر آتے ہی اپنی ذہانت کا مظاہرہ کر رہا تھا اور صحیح سمت اپنے دماغ کو پہنچا رہا تھا۔ چیئرمین نے اس سے پوچھا۔ "کیا تمہارا خیال ہے کہ کوئی لڑکی اس طرح قتل کر رہی ہے؟"

"کوئی لڑکی نہ کہو میں ایک نہیں کئی لڑکیوں کی بات کر رہا ہوں۔ یہ جتنے بھی ہنگامے ہوئے ہیں اور جس طرح آگ لگائی گئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کئی لڑکیاں مل کر یہ کام کر رہی ہیں۔ اگر تمہارے ذہن میں کسی مرد کے لیے شبہ ہے تو اس کا نام مجھے بتاؤ میں اسے چیک کروں گا۔"

چیئرمین نے کہا۔ "سچ پوچھو تو میرے ذہن میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس پر شبہ کیا جا سکے۔"

ونڈسر نے پوچھا۔ "اس جزیرے میں ایسے لوگ بھی آئے ہیں جن کی تقرری حال ہی میں یہاں ہوئی ہو؟ یعنی کوئی گارڈ کی حیثیت سے یا انجینئر کی حیثیت سے یا کسی نائب کی حیثیت سے یہاں آیا ہو؟"

چیئرمین نے چونک کر کہا۔ "ہاں کل ایک نیا نائب یہاں آیا ہے۔ اسے ناصر پاشا نے اپنے لیے مخصوص کیا ہے اور چونکہ اسی کا حق اسے پہنچتا ہے اس لیے ہم نے اعتراض نہیں کیا۔ اسے اس پر پورا بھروسہ ہے۔"

"بھروسے کی بات نہ کرو۔ ہم جاسوس اپنے باپ پر بھی

بھروسہ نہیں کرتے۔ اس نائب کا نام کیا ہے؟"

"اُس کا نام طارق محمود ہے اور وہ پاکستان سے ناصر پاشا کے ساتھ آیا ہے۔"

"اُس کے متعلق جو کچھ جانتے ہو۔ مجھے بتاؤ۔"

اُسی وقت ناصر پاشا نے مجھے مخاطب کیا تو میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں نے ناصر پاشا سے پوچھا: "کیا کہا تم نے؟"

اس نے پوچھا: "کہاں کھوئے ہو۔ کیا سوچ رہے ہو؟"

"کل سے یہاں کا ہر شخص قاتل کے متعلق ہی سوچ رہا ہے میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

ناصر پاشا نے کہا: "میرا خیال ہے کہ میں مرجانہ پر نگرانی سخت کرا دوں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ لڑکی کیا کرتی رہتی ہے۔ میں کسی عورت کو جاسوسہ کی حیثیت سے اُس کے قریب ہی کہیں رکھوں گا تاکہ وہ اُس کی نگرانی کرتی رہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

میں اُس کا ہم خیال نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے کہا: "تم خواہ مخواہ مرجانہ پر شبہ کر رہے ہو۔ اگر وہ لڑنے کا تھوڑا سا فن جانتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اتنی دلیر ہو جائے کہ تنہا اتنے بڑے جزیرے میں ہنگامے برپا کرتی پھرے۔"

"پھر بھی اگر خاص طور سے مرجانہ کی نگرانی کرائی جائے تو کیا ہرج ہے؟"

میں نے اُسے ٹالنے کے لیے کہہ دیا: "جیسے تمہاری مرضی۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ میں فوراً ہی پھر چیئرمین کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اس وقت وِنڈسر کہہ رہا تھا: "اگر طارق محمود نے تیرہ لڑکیوں کا نقصان پہنچایا ہے اور پہلے وہ دشمن تھا اور اچانک اب دوست بن گیا ہے تو اُس کے پیچھے ضرور کوئی خاص بات ہو سکتی ہے۔ ہمیں اس پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے پھر یہ کہ ناصر پاشا نے تمہیں اُس کی عادتوں کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ محرم سا رہتا ہے۔ شراب نہیں پیتا اور کل سے کسی عورت کے قریب بھی نہیں دیکھا گیا۔ ایسا پارسا آدمی اس گناہ کے جزیرے میں کیا کر رہا ہے۔ ایسے کاروبار میں کیوں شریک ہوا ہے یہ باتیں سوچنے کی ہیں۔"

"کیا تم طارق محمود پر شبہ کر رہے ہو؟"

"میں تم پر بھی شبہ کر سکتا ہوں۔ اپنے سائے پر بھی شبہ کر سکتا ہوں۔ یہ تو ہمارا کام ہی ہے۔ بہرحال میں خاص طور پر طارق محمود کی نگرانی کراؤں گا اور اس کے لیے میں ٹینا مریم کو مقرر کرتا ہوں۔ کیوں ٹینا تم سن رہی ہو نا؟"

کار کی پچھلی سیٹ سے ٹینا مریم کی آواز سنائی دی: "باس میں سن رہی ہوں۔ مجھے بتایا جائے کہ طارق محمود کو میں اُسے ٹریپ کروں گی؟"

ہم سب اس پختہ عمارت کے سامنے پہنچ گئے تھے۔ اپنی اپنی کار سے اتر کر عمارت کے اندر جا رہے تھے۔ وِنڈسر نے چیئرمین سے آہستگی سے کہا: "ابھی جو میٹنگ ہونے والی ہے اس میں ہمارے اور ٹھیکیداروں کے سوا کسی اور کو شریک نہیں ہونا چاہیے۔ آپ لوگوں کے جتنے نائب ہیں انھیں آپ اپنے کمرے کے ہال سے باہر ہی رکھیں اس طرح ٹینا مریم ہال سے باہر محمود سے دوستی کر لے گی۔"

میں چلتے چلتے رُک گیا۔ ناصر پاشا نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

میں نے اپنے پیٹ کو سہلاتے ہوئے کہا: "پتہ نہیں کیوں ہی پیٹ میں سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ مجھے اپنے کاٹج میں جانے کی اجازت دو اور اپنی کار کی چابیاں مجھے دے دو۔ میں کاٹج میں جا کر آرام کروں گا۔"

اُس نے کہا: "یاد ضروری میٹنگ ہے۔ تم میرے ساتھ رہو تو بہتر ہوتا۔"

"میں مجبور ہوں۔ میرے پیٹ میں سخت تکلیف ہو رہی ہے اور اب تو کسی ڈر کی بات نہیں ہے۔ اتنے سارے محافظ ہیں۔ تمہیں اب کسی قاتل کی طرف سے خوف نہیں ہونا چاہیے۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں قاتل سے اب ہوا نہیں ہوں۔ دن کا وقت ہے اور اس وقت ڈر نہیں معلوم ہوتا۔ بہرحال یہ لو چابی اور تم جاؤ۔"

میں نے اُس سے چابی لی پھر وہیں سے لوٹ کر عمارت سے باہر آیا اور ناصر پاشا کی کار میں بیٹھ کر اپنے کاٹج کی طرف روانہ ہو گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ ٹینا مریم سے اس وقت دُور ہی رہوں اور خیال خوانی کے ذریعے وِنڈسر کے ارادوں کو معلوم کرتا رہوں اور وقت ملے تو مرجانہ کے دماغ کو بھی تھوڑا سا پڑھ لوں۔

ناصر پاشا کے کاٹج کے سامنے پہنچ کر میں نے گاڑی روک دی۔ گاڑی سے اُترنے کے بعد میں نے اسے مقفل کیا۔ پھر کار کو گیراج میں جانے کے بجائے دوسری طرف پیدل چلنے لگا۔ میں سمجھتا تھا کہ وہاں اس پختہ عمارت میں ٹینا مریم میرے متعلق معلومات حاصل کرے گی اور ناصر پاشا سے جب پوچھا جائے گا تو وہ بتائے گا کہ میں کاٹج میں آرام کرنے گیا ہوں پھر ٹینا مریم اسی کاٹج کی طرف آئے گی۔ لہٰذا میں وہاں سے دُور جا رہا تھا۔

چلنے کے دوران میں وِنڈسر اور چیئرمین کے دماغ میں باری باری جھانکنے لگا۔ اس وقت تک میٹنگ شروع ہو گئی تھی اور وِنڈسر کہہ رہا تھا: "قاتل کا مقصد سمجھ میں نہیں آ رہا ہے اس لیے بہتر یہ ہو گا کہ پورے جزیرے میں... تمام قاتل کو مخاطب کر کے یہ اعلان کرایا جائے کہ قاتل جو کوئی بھی ہے کسی طرح وہ اپنے مقاصد بتائے اور مطالبات پیش کرے۔ اس اعلان کے بعد ہو سکتا ہے کہ قاتل کسی طرح بھی یا تو خط کے ذریعے یا ٹیلیفون کے ذریعے یا کسی شخص کے ذریعے اپنا مقصد ضرور بیان کرے گا۔"

کسی نے کہا: "کیا وہ قاتل اس طرح اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی حماقت کرے گا؟"

وِنڈسر نے کہا: "میں یہ نہیں کہتا کہ وہ خود کو ظاہر کرے گا لیکن اس کا کوئی مقصد ہے کوئی مطالبہ ہے تو وہ ضرور کسی نہ کسی طرح اسے ظاہر کرے گا اور اُسے اس کا موقع دینا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ یہاں تمام لوگوں پر سے پابندیاں ہٹا دی جائیں اور خصوصاً لڑکیوں کو بھی گھومنے پھرنے کی آزادی دی جائے۔ یہاں جو تفریحی پروگرام ہوتے ہیں۔ انھیں جاری رکھا جائے تاکہ لوگ آپس میں ملتے رہیں اور اپنے گھروں تک محدود نہ رہیں۔ اس طرح وہ قاتل بھی چھپا ہوا نہیں رہے گا۔ بلکہ لوگوں میں گھلنے ملنے کی کوشش کرے گا۔ ہم یہی چاہتے ہیں کہ وہ باہر نکلتا رہے اور کہیں نہ کہیں گرفت میں آ جائے۔"

وِنڈسر نے چیئرمین کو پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ ناصر پاشا کے نائب طارق محمود پر کسی قسم کا شبہ ظاہر نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کا ذکر چھیڑا جائے۔ لہٰذا اس میٹنگ میں میرے متعلق کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ لوگ پہلے ہی میرے خلاف جاسوسی کی ابتدا کر چکے تھے۔ ٹینا مریم معلومات حاصل کرتی پھر رہی تھی۔ اُس نے میرے خیال کے مطابق ناصر پاشا سے میرے متعلق پوچھا تھا کہ اُس کا نائب نظر کہیں نہیں آ رہا۔ ناصر پاشا نے جواب دیا تھا کہ طارق محمود آرام کرنے کے لیے اس کے کاٹج میں گیا ہے۔ اب میں ٹینا مریم کے دماغ میں جھانک کر دیکھ رہا تھا۔ وہ کاٹج کی طرف مجھ سے ملنے کے لیے آ رہی تھی جبکہ میں وہاں موجود نہیں تھا۔

چونکہ ٹینا مریم مجھے فوراً ہی تلاش نہیں کر سکتی تھی اس لیے میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ میں پھر وِنڈسر اور چیئرمین کے پاس پہنچ گیا۔ اب وِنڈسر کہہ رہا تھا: "ہمیں مردوں اور عورتوں کے حلقوں سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کون تیز اور تند مزاج کا ہے کون باغیانہ خیالات رکھتا ہے ہم ایسے ہی لوگوں کے ذریعے اس قاتل تک پہنچ سکتے ہیں کیونکہ قاتل کو کسی سہارے کی ضرورت ہے۔ وہ سہارے کے لیے ایسے ہی لوگوں کو تلاش کرے گا۔ لہٰذا مجھے بتایا جائے کہ مردوں میں اور عورتوں میں کون ایسا ہے جو میرے آئیڈیے کے مطابق باغیانہ خیالات رکھتا ہے۔"

تمام لوگ باری باری کہنے لگے کہ انھیں کسی پر شبہ نہیں ہے۔ ایسے ہی وقت ناصر پاشا بول اٹھا کہ اُسے ایک لڑکی مرجانہ پر شبہ ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ناصر پاشا یوں اچانک بول اٹھے گا تو میں اُس کے دماغ کو کنٹرول کر لیتا لیکن میں دوسروں کے دماغ میں جھانکتا رہا تھا اس لیے ناصر پاشا پر میں نے توجہ نہیں دی تھی۔ جب وہ اچانک بول اٹھا تو میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُسے گڑبڑانے کی کوشش کی۔ اُس کی زبان سے کہلوایا کہ مرجانہ پر صرف شبہ ہے لیکن وہ باغی نہیں ہو سکتی۔ بس ذرا سی ضدی مزاج کی لڑکی ہے۔

وِنڈسر نے کہا: "خواہ ضدی مزاج کی ہو یا جیسی بھی ہو ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کس کے دماغ میں گرمی زیادہ ہے۔ جو لوگ باغیانہ خیالات نہیں رکھتے اور گرم دماغ کے ہوتے ہیں اُنھیں دوسرے لوگ بہکا کر باغی بنا دیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مرجانہ کو بھی کوئی باغی بنا لے۔ اس لیے مسٹر ناصر پاشا آپ کے بیان کے مطابق ہم مرجانہ کو ضرور چیک کریں گے۔"

میں ناصر پاشا کے دماغ سے واپس آ گیا۔ بڑی گڑبڑ ہو گئی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی کا دھیان مرجانہ کی طرف جائے لیکن وِنڈسر اب مرجانہ کے بارے میں سوچنے اور فیصلہ کرنے لگا تھا۔ وہ لولیتا سے کہہ رہا تھا کہ وہ مرجانہ کو چیک کرے گی اور مرجانہ تک پہنچنے کے لیے ناصر پاشا کو کہا گیا کہ وہ وہاں تک لولیتا کو پہنچا دے۔

میں چلتے چلتے ایک باغ میں پہنچ گیا۔ دُور دُور تک رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی جھاڑیوں کو تراش کر کیبن نما چھوٹے چھوٹے کمروں کی صورت میں جگہ بنائی گئی تھی جہاں ایک مرد اور ایک عورت آرام سے بیٹھ کر پرائیویٹ باتیں کر سکتے تھے۔ میں ایسی ہی جھاڑیوں کے ایک کنج میں پہنچ کر بیٹھ گیا۔ وہاں آرام تھا اور اطمینان تھا۔ میں بڑے اطمینان سے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کے دماغ میں جھانکتے ہی میں اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ کیونکہ وہ نورجہاں کے ساتھ بیٹھی راز و نیاز کی باتیں کر رہی تھی — میں پچھلی رات سے نورجہاں کو چھیڑ کا رہا تھا کہ وہ مرجانہ سے ملاقات کرے۔ اس لیے بیچاری مرجانہ سے ملنے گئی تھی۔ یوں تو پہلے ہی سے وہ مرجانہ کے نام سے کتراتی تھی۔ اب اُس کے پاس پہنچی تو مرجانہ نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے برابر بٹھا لیا تھا۔

میں نے نورجہاں کے دماغ میں جھانک کر دیکھا — وہ

مدہوش ہوئی جارہی تھی۔ مرجانہ کے قرب میں جیسے جادو چھپا ہوا تھا۔ وہ سحر زدہ ہو رہی تھی لیکن عورت کی شرم وحیا مانع تھی۔ اس لیے وہ جھجک رہی تھی اور بار بار گھبرا کر کہہ رہی تھی۔ "مجھے چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو۔ کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا؟"

مرجانہ نے اپنی گرفت ڈھیلی کی تو نورجہاں شرما کر بھاگ گئی۔ مرجانہ کا قہقہہ اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ وہ مردانہ انداز میں ایک بھرپور قہقہہ لگاتے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھ گئی پھر اچانک اس کی سوچ نے کہا "اب کیا ہوگا۔ یہاں تو پہرہ سخت ہوتا جا رہا ہے۔ اب کوئی واردات کرنے کے لیے آزادی نہیں ملے گی میں کیا کروں؟"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا "اگر مجھے آج بھی آزادی مل جائے تو میں کن لوگوں کو نشانہ بناؤں گی؟"

اس کی سوچ نے کہا "میں شروع سے جن دو بے غیرتوں کو نشانہ بنانا چاہتی ہوں۔ وہ میرے ہاتھوں سے بچتے جا رہے ہیں اور وہ ہیں ناصر پاشا اور طارق محمود۔۔۔"

اس کی سوچ سن کر میں چونک گیا اور اس کے دماغ کو کریدنے لگا۔ تب اس کے دماغ نے بتایا کہ سب سے پہلے اس نے ایک گارڈ پر حملہ کیا تھا اور پیچھے سے اس کے سر پر ضرب لگائی تھی۔ وہ اتنا زبردست ہاتھ تھا کہ کوئی اس زخم کو دیکھ کر یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ ایک عورت کا حملہ ہو سکتا ہے۔ بہرحال اس نے اس گارڈ سے ریوالور لے لیا تھا۔ کیونکہ وہ اس افریقی باشندے کو ہلاک کرنا چاہتی تھی جس کے پاس زہریلی سوئی تھی۔ اس نے کسی طرح اسے بھی ہلاک کر دیا تھا اور زہریلی سوئی اور بلوئنگ پائپ کو اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔ اسے صبح ہی پتہ چل گیا تھا کہ ناصر پاشا پاکستان کے ساحل سے آیا ہے۔ اس مرتبہ لڑکیاں نہ لا سکا مگر اس کے ساتھ ایک اور دلال کا اضافہ ہو گیا ہے۔ جس کا نام طارق محمود ہے۔

اس کی سوچ کے ذریعہ بار بار اپنے لیے دلال کا لفظ سن کر مجھے غصہ آ رہا تھا مگر یہ سوچ کر برداشت کرنا پڑ رہا تھا کہ وہ انجانے میں ایسا کہہ رہی ہے اور یہ مثل مشہور ہے کہ کوئے کی کان میں جانے سے ہاتھ منہ کالا ضرور ہوتا ہے۔ میں ناصر پاشا جیسے دلالوں کے ساتھ رہ رہا تھا۔ لہٰذا مجھے بھی ان کے ساتھ بدنام ہونا ہی تھا۔ وقت آنے پر میں اپنے دامن سے بدنامی کا یہ دھبہ مٹا سکتا تھا۔

بہرحال میں اس کے ذہن کو کریدنے لگا۔ اس کی سوچ نے مجھے بتایا کہ وہ مجھے اور ناصر پاشا کو سب سے پہلے ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ جہاں ہم میٹنگ کے لیے تمام ٹھیکیدار بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں

وہ۔۔۔ چھت پر روشن دان کے پاس تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ میری طرف یا ناصر پاشا کی طرف پھونک تھا۔ کیونکہ اسے صحیح اندازہ نہیں لگا نہیں آتا تھا۔ اس لیے وہ سوئی جنرل سیکرٹری پال مین کی طرف پھینک چکی تھی۔

اس کا حملہ ناکام نہیں ہوا تھا۔ پال مین بھی ایک ٹھیکیدار تھا۔ وہ ہمارے بعد دوسرے ٹھیکیداروں کو بھی ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ اس طرح اس کا مشن پورا ہو گیا تھا لیکن اسی دن اسے "میم لڑکیوں کے ساتھ ہوٹل کی حدود میں پابند کر دیا گیا تھا کہ کوئی اپنے کاٹیج سے باہر نہیں نکلے گی۔

یہ پابندی مرجانہ کے لیے بڑی مشکلیں پیدا کر رہی تھی۔ ایک طرح سے جھنجلاہٹ تھی کہ وہ مجھے یا ناصر پاشا کو ہلاک نہیں کر سکی تھی اور کسی طرح ان پابندیوں سے نکل کر وہ ہم تک پہنچ جاتی تھی۔ تیسرا یہ بات تھی کہ وہ منصوبہ بناتی رہی پھر اس نے اپنی دوست کو اپنا رازدار بنایا۔

مرجانہ دوماہ سے اس جزیرے میں تھی اور دوسری کے ساتھ اس کی دوستی وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی تھی۔ جو لڑکی میں اس کے ساتھ آکر رہتی تھی وہ مرجانہ کی دیوانی بن جاتی اس کی دوستی کا دم بھرنے لگتی تھی۔ ایسی چھ لڑکیاں تھیں جو مرتی تھیں اس کے ساتھ ہمیشہ رہنا چاہتی تھیں لیکن وہ الگ کاٹیج میں رہنے پر مجبور تھیں۔

مرجانہ نے ان چھ لڑکیوں سے باری باری رابطہ قائم ان لوگوں کو یہ لالچ دیا کہ جو لڑکی اس کی ہدایت کے مطابق گی وہ اس سے گہری دوستی رکھے گی۔ لڑکیاں باری باری مل رہی تھیں اور اس کی محبت کے فریب میں آ رہی تھیں نے یقین دلایا کہ مرجانہ جیسا کہے گی ویسا ہی وہ کریں گی۔ انہ نے ہر ایک کی گھڑی میں ایک جیسا وقت ملایا اور ان سے رات کے ٹھیک ساڑھے دس بجے وہ اپنے اپنے کاٹیج میں لگا دیں۔ اس طرح چھ لڑکیوں نے اپنی گھڑی میں وہی وقت تھا اور ہر لڑکی نے ٹھیک ساڑھے دس بجے اپنے اپنے کو آگ لگا دی تھی۔ اس طرح مرجانہ کو ملا کر سات لڑکیوں نے لگائی تھی اور سات کاٹیج سے شعلے بھڑکنے لگے تھے۔

مرجانہ نے ہوٹل کی ایک دیوار کے پاس بلوئنگ پائپ زہریلی سوئیوں کا ڈبہ اور ریوالور کو چھپا کر رکھا تھا۔ آگ لگنے جب لڑکیاں چیختی چلاتی بھاگنے لگیں تو وہ دوڑتی ہوئی اس آئی پھر اپنے ہتھیار اٹھا کر وہ ان بھاگتی ہوئی لڑکیوں میں ہوگئی اور ہمارے کاٹیج تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگی۔ آگے لڑکیوں کا راستہ روکا جا رہا تھا۔ انھیں سمجھایا جا رہا تھا کہ وہ

لیے رات گزارنے کے لیے کون سی جگہ مقرر کی جاتی ہے اس کے مطابق میں تمہارے ساتھ رہوں گی اور کچھ؟"

اس لڑکی نے خوش ہو کر مرجانہ کے ہاتھ کو تھام لیا پھر وہ اس کے ہاتھ کو دباتے ہوئے بولی "مرجانہ، پتہ نہیں تمہارے ہاتھ میں کیا جادو ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے ہاتھوں میں اتنی سختی کیسے آگئی ہے۔ جب تمہیں چھو کر دیکھا جاتا ہے تو تم لڑکی نہیں لگتیں۔ ایسا لگتا ہے کہ تم نے مردوں جیسا سخت جسم پایا ہے۔ آخر یہ سختی تم میں کہاں سے آگئی؟"

مرجانہ کے دماغ نے سوچا "اب میں اس لڑکی کو کیا بتاؤں کہ میں ایک موم جیسی عورت بننے کے بجائے فولاد کیسے بن گئی۔ کون اسے اپنی داستان سنائے۔"

میں نے اس کی سوچ میں اصرار کیا "نہیں داستان سنانا چاہیے۔ اپنی بات دوسری لڑکیوں کو بھی بتائی جائے تو ان میں حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ بھی حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو سکتی ہیں۔ خصوصاً میرے حکم پر یہ کسی وقت بھی جان کی بازی لگا سکتی ہیں۔ انھیں بتانا چاہیے کہ میں حقیقت میں کیا ہوں۔"

وہ انکار نہ کر سکی اس لڑکی سے کہنے لگی "میں بچپن سے لے کر جوانی تک بڑے سخت حالات سے گزرتی رہی ہوں۔ بڑی مصیبتیں اٹھاتی رہی ہوں۔ وہ حالات ایسے تھے کہ رفتہ رفتہ میں پتھر بنتی چلی گئی۔"

لڑکی نے پوچھا "کیا تم پاکستان کی ہی رہنے والی ہو؟"

"ہاں میرا ملک پاکستان ہے لیکن میرا تعلق کس شہر کس علاقے سے ہے میں نہیں جانتی مجھے اپنے ماں باپ کا بھی علم نہیں ہے۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ میں بچپن میں ایک ایسے آدمی کے پاس تھی جو شرابی اور جواری تھا۔ اس کا نام کرم دین تھا۔ وہ مجھے بہت مارتا تھا اور خواہ مخواہ کوئی نہ کوئی کام کرواتا رہتا تھا۔ کبھی کوئی کام نہ ہوتا تو وہ مجھے ایک ٹانگ پر کھڑا کر دیتا۔ کبھی دوسری ٹانگ پر کھڑا رہنے کا حکم دیتا۔ اس طرح مجھے گھنٹوں ایک ایک ٹانگ پر کھڑے رہنے کی عادت ہوتی گئی۔ میں برداشت کی عادی ہونے لگی۔ اس کے ہاتھ بڑے سخت تھے۔ جب وہ مجھے مارتا تھا تو کبھی میری باچھوں سے کبھی میری ناک سے خون بہنے لگتا تھا۔ رفتہ رفتہ میرا چہرہ میرے جسم بے حس ہونے گئے اور اس کی مار سہنے کی عادت بھی ہو گئی۔ میں رفتہ رفتہ سخت جان ہوتی گئی۔ وہ اکثر مجھے گالیاں دے کر کہتا تھا کہ بے غیرت تیری وجہ سے ہی میں ایک چوکیدار بن کر رہ گیا ہوں۔ ورنہ میں بھی تیرے جیسے بچوں کی مصیبت نہیں پالتا۔ تجھ سے مجھے سیکڑوں روپے کی آمدنی ہے۔ اگر آمدنی نہ ہوتی تو کب کا تیرا گلا گھونٹ

کر مار ڈالتا۔"

اُس وقت میں ایک ناداں بچی تھی۔ اُس کی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ میری ... سے اُسے سیکڑوں روپے کی آمدنی کیسے ہو جاتی ہے۔ بہرحال ایک دن وہ بُوا کھیل رہا تھا اور حسبِ عادت کبھی مجھے سگریٹ لانے کے لیے کہتا۔ کبھی پان لانے کے لیے کتنا۔ کبھی پانی منگواتا۔ اس طرح مجھے بُوا کھیلنے کے دوران دوڑاتا رہتا تھا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیلنے میں مست رہتا تھا۔ اس رات بڑی زبردست بازی جیل رہی تھی۔ کچھ لوگوں کے درمیان نوٹوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ اس وقت کرم دین ہار رہا تھا۔ آخر میں یہ ہوا کہ بازی لگاتے لگاتے اُس کے پیسے ختم ہو گئے۔ اگلی چال چلنے کے لیے اُسے پانچ سو روپے کی ضرورت تھی اور اب اُس کی جیب میں ایک روپیہ بھی نہیں تھا۔ اُس نے اپنے مقابل کھیلنے والے سے اُدھار کرنے کے لیے کہا مگر اُس کے مقابل بیٹھے ہوئے شخص نے اُدھار سے انکار کر دیا۔ کہنے لگا۔ "یا تو پتے پھینک کر بازی ہار جاؤ یا پانچ سو روپے لا کر شو کراؤ تو میں اپنے پتے دکھاؤں گا۔"

اُس کے سامنے نوٹوں کا ڈھیر تھا۔ پتہ نہیں کتنے ہزار روپے ہوں گے۔ وہ ان روپوں کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اپنے پتے دکھا کر وہ ساری رقم جیت لینا چاہتا تھا۔ اچانک اُس کی مجھ پر نظر پڑی۔ اُس نے اپنے مقابل کھیلنے والے سے کہا۔ "میں اس بچی کو تمہارے پاس گروی رکھنا چاہتا ہوں۔ کیا پانچ سو روپے میں اسے گروی رکھو گے؟"

مقابل کھیلنے والا شیدے پہلوان کہلاتا تھا۔ اگرچہ وہ ویسی قسم کا پہلوان نہیں تھا۔ بلکہ اپنے علاقے کا بہت بڑا غنڈہ تھا۔ اِس لیے لوگ اُسے غنڈہ کہنے کے بجائے شیدے پہلوان کہتے تھے شیدے پہلوان نے میری طرف دیکھا۔ اُس کی نظریں بڑی خونخوار ہوا کرتی تھیں۔ وہ کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا تھا۔ لیکن جب اُس نے مجھے دیکھا تو اُس کی نگاہوں میں اچانک ہی نرمی آ گئی۔ اُس نے سَر ہلا کر کہا۔ "ہاں بڑی خوب صورت بچی ہے لیکن میں ایک شرط پر مان سکتا ہوں اور وہ یہ کہ پانچ سو روپے کے عوض ہمیشہ کے لیے اس بچی کو میرے حوالے کر دو۔ میں گروی نہیں رکھوں گا۔ منظور ہے تو بولو۔ ورنہ پتے پھینک دو۔"

کرم دین نے ہچکچاتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ وہ ہمیشہ کے لیے مجھے کسی کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا مگر اُسے اپنے پتوں پر... شاید اعتماد تھا کہ وہ جیت جائے گا۔ اُس نے پھر ایک بار اپنے پتے اٹھا کر دیکھے۔ اُسے جیت کا یقین ہو گیا۔ اُس نے شیدے پہلوان سے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ اگر تم جیت جاؤ تو اس لڑکی کو اپنے ساتھ لے جانا۔ میں اعتراض نہیں کروں گا۔" اتنے لوگوں کے سامنے اس لڑکی کو داؤ پر لگا رہا ہوں۔ شاید اسے علم نہیں تھا کہ وہ محلے کے سب سے بڑے بدمعاش اپنے پتے شو کرو۔"

شیدے پہلوان نے اپنے تینوں پتے اٹھا کر [illegible] کر دیے۔ سب لوگ جھک کر دیکھنے لگے۔ ان تینوں پتوں کو [illegible] لگے تو لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس طرح گر پڑا کہ اُس کا سَر میری کرم دین سیاہ پڑ گیا۔ کیونکہ اُس کے پتے شیدے پہلوان [illegible] پانی کی پانیتی پر آیا۔ میرے پیروں کے پاس اُس کی چھوٹے تھے اور وہ بُری طرح ہار گیا تھا۔ اس نے [illegible] دین آتے ہی میں نے اپنی دونوں ٹانگوں میں اُس کی گردن طرف دیکھا پھر دانت پیسنے کے بعد کہا۔ "منحوس [illegible] پھینا لیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے چار پائی کو مضبوط سے تھام میں ہار گیا۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ مجھے مارنے کے لیے اٹھا لیکن شیدے [illegible] ہاتھوں سے آزاد نہیں ہو پا رہا تھا۔ اتنی دیر میں لائٹ آن کی [illegible] تو شیدے پہلوان نے حیرانی سے دیکھا کہ میں ایک اس برس [illegible] ایک ہٹے کٹے چور کو صرف دو ٹانگوں کی قینچی بنا کر [illegible] میں لیے ہوئے تھی اور وہ چور خود کو چھڑانے کی ناکام [illegible] کر رہا تھا۔

شیدے پہلوان نے آگے بڑھ کر چور کے سَر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا تو میں نے اُس کی گردن چھوڑ دی۔ پہلوان نے اُسے دو چار تھپڑ مارنے کے بعد کہا۔ "ابے، چور کے گھر چوری کرنے آیا ہے۔ کیا اس علاقے میں نیا آیا ہوا ہے، کسی نے میرے بارے میں بتایا نہیں تھا۔ اب میں تجھے کس کے حوالے کیا کروں۔ میرا اپنا پیشہ بھی یہی ہے۔ چل جا، تجھے معاف کرتا ہوں۔ شاید یہ نیکی کبھی میرے کام آ جائے۔ اگر یہ دھندا سیکھنا ہے تو میرے گروہ میں آ جانا۔ کل اس وقت میں آ کر مجھ سے بھی شیدے پہلوان کے بارے میں پوچھ گا تجھے میرے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ چل اب بھاگ جا یہاں سے۔"

چور وہاں سے بھاگ گیا۔ اب شیدے پہلوان مجھے حیرانی دوسری خوب صورت بچی بھیج دی ہے۔ تو مجھے [illegible] دیکھ رہا تھا۔ میری منہ بولی ماں بھی حیران تھی اُس نے کہا۔ منع کرتی تھی۔ آج میں اسے جوئے میں جیت کر لایا ہوں۔ تم نے اس چور کو صرف دو ٹانگوں کے ذریعے گرفت میں تیرے پاس رہے گی۔ تو اسے بیٹی بنا لے۔"

اس عورت نے مجھے اپنے پاس بلا کر بٹھایا۔ شیدے پہلوان نے آگے بڑھ کر میرے دونوں پیروں کو ہم لوچھا۔ مجھ سے اچھی اچھی باتیں کیں۔ مجھے کئی بار [illegible] طرح پکڑ کر مختلف کراوٹ دبا دبا کر دیکھا۔ پھر اُس نے پوچھا۔ اس گھر میں اُن کی بیٹی بن کر رہے گی۔ زندگی میں [illegible] نے کبھی ورزش کی ہے۔ تمہارے پاؤں اتنے سخت کے دن گزرے۔ میں وہاں بڑے عیش و آرام میں رہتی ہوں؟"

پہلوان چوری ڈکیتی کی واردات کیا کرتا تھا۔ ضرورت خون خرابے سے بھی باز نہیں آتا تھا۔ پہلے دو مہینے [illegible] پر بھی اُس ٹانگ پر گھنٹوں کھڑی رہتی آئی ہوں۔ میری رقمیں لے کر آتا تھا۔ خوب دولت جمع کرتا تھا اور مجھے [illegible] میں قوتِ برداشت بہت زیادہ ہے۔ میں نے جواب دیا۔ بولی ماں کو خوب کھلاتا اور پہناتا تھا۔

ایک رات قسمت کا مارا ایک چور خود اُس [illegible] آ گئی تھی۔ ہاں وہ جو کرم دین ہے۔ وہ مجھے ہمیشہ ایک ٹانگ پر کھڑا رکھا کرتا تھا اور میں گھنٹوں برداشت کرتی رہتی تھی۔ شاید اس وجہ سے میری ٹانگیں مضبوط ہو گئی ہیں۔ ماں نے کہا۔ "بیٹی، آج تو تو نے کمال کر دیا۔"

شیدے پہلوان نے میری پیٹھ پر ایک دھپ رسید کرتے ہوئے کہا۔ "بس آج سے تو بیٹی نہیں بیٹا ہے۔ میں تجھے اپنے ساتھ باہر لے جایا کروں گا اور تجھے اچھے اچھے استادوں کے پاس چھوڑ کر لڑنے کے طریقے سکھاؤں گا۔ تجھے پہلوان بناؤں گا۔ سن لے مرجانہ کی ماں، کل سے یہ لڑکیوں کا لباس نہیں پہنے گی۔ میں اس کے لیے لڑکوں کا ریڈی میڈ لباس صبح ہی خرید کر لاؤں گا۔"

میری ماں نے اعتراض کیا۔ اُسے ایک بیٹی کی چاہت تھی۔ مجھے بیٹی کے رُوپ میں دیکھنا چاہتی تھی لیکن شیدے نے دوسرے دن میرے بال کٹوا دیے۔ بالکل لڑکوں کی طرح بال رکھے اور مجھے تیلون اور قمیص پہنا دی۔ پھر شام کے وقت وہ مجھے ایک ایسے اسپورٹنگ کلب میں لے گیا جہاں لوگ ورزش بھی کرتے تھے اور فری اسٹائل کشتی لڑنے کے داؤ پیچ بھی سیکھتے تھے۔

میں نے کسی بات پر اعتراض نہیں کیا حالات مجھے جس رنگ میں رنگ رہے تھے میں رنگتی جا رہی تھی۔ بچپن سے مجھ پر اتنے ظلم ہوئے تھے کہ میں نے اپنے متعلق یہ سوچنا چھوڑ دیا تھا کہ میں لڑکی ہوں یا لڑکا۔ کرم دین نے میرے احساسات اور میرے ارادے کو لڑکی پن کو کچل کر رکھ دیا تھا۔ جب میں شیدے کے پاس آئی تو ماں کی ممتا نے مجھے احساس دلایا کہ میں بیٹی ذات ہوں لیکن چند ہی دنوں کے بعد شیدے نے مجھے لڑکا بنایا تو یہ بھی مجھے اچھا لگا۔ پتہ نہیں کیوں میری فطرت میں سختی، جبر، غصہ اور برداشت سب کچھ شامل تھا اور یہ سب مردانہ خصوصیات تھیں جو حالات نے مجھ میں پیدا کر دی تھیں۔

شیدے نے وہاں مجھے لڑکا ظاہر کیا۔ میرا نام مرجانہ کے بجائے امیر جان لکھایا اور مجھے اس کلب کا باقاعدہ ممبر بنا دیا۔ اس کلب کے ایک فری اسٹائل پہلوان نے مجھے دیکھ کر اور میرے چہرے کو اپنی ہتھیلی میں سختی سے جکڑ کر کہا۔ "یہ تو بہت ہی خوب صورت ہے۔ اس کا چہرہ لڑکیوں کی طرح حسین ہے مگر لڑکوں کی طرح سخت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہاں کشتی کا فن جلد ہی سیکھ لے گا۔"

شیدے نے مجھے سمجھا دیا تھا کہ میں باہر لوگوں سے لڑکوں کے انداز میں باتیں کیا کروں۔ اس لیے میں نے کہا۔ "ہاں اگر آپ جیسے استاد مجھ پر مہربان رہے تو میں جلد ہی سیکھ لوں گا۔"

اُستاد نے میری پیٹھ پر تھپکی دی۔ پھر مجھے ورزش کرنے والوں کی اس ٹولی میں بھیج دیا جہاں سات برس سے لے کر پندرہ برس تک کے لڑکے ورزش کر رہے تھے اور زور آزمائی بھی کر رہے تھے۔ میں اُن کی ٹولی میں شامل ہوگئی۔ ابتدا میں کچھ دنوں تک شیدے میرے ساتھ ہر شام اس کلب میں آتا رہا۔ پھر وہ مطمئن ہوگیا کہ میں اچھے انداز میں ورزش کر رہی ہوں اور زور آزمائی سیکھ رہی ہوں۔ پھر اس نے میرے لیے ایک رکشہ مقرر کر دیا۔ وہ رکشے والا ہر شام مجھے اس کلب تک پہنچاتا تھا اور رات کے آٹھ بجے تک وہاں سے واپس لے آتا تھا۔

میری ماں کو یہ فکر تھی کہ میں لڑکی ہی رہوں اور کچھ لکھنا پڑھنا بھی سیکھ جاؤں۔ اس لیے وہ دن کے وقت اسی کوشش میں رہتی تھی کہ میں سارا دن پڑھنے لکھنے میں اور دوسرے گھریلو کام سیکھنے میں گزاروں۔ اُس نے اپنے طور پر ضد کر کے میرے لیے ایک ٹیچر رکھا جو مجھے اُردو اور انگریزی پڑھانے لگا۔

اِس طرح میری زندگی اُن بچوں کی طرح گزرنے لگی جو تعلیم حاصل کرنے اور ہنر سیکھنے میں اپنے دن اور رات گزارتے رہتے ہیں۔ پہلے میرا کوئی مقصد نہیں تھا کہ میں اپنا مستقبل کیسا بنانا چاہتی ہوں۔ ماں نے پڑھنے کے لیے کہا تو میں نے پڑھنا شروع کر دیا۔ شیدے نے مجھے لڑنا اور فائٹر بنانا چاہا تو میں وہ بھی بننے لگی پھر رفتہ رفتہ ورزش کرنے اور داؤ پیچ سیکھنے کے دوران میری دلچسپی بڑھنے لگی مقابلہ ہونے لگا تو میرے اندر جذبہ پیدا ہوا کہ میں دوسروں سے سبقت لے جاؤں۔ جب وہاں میری تعریفیں ہوتی تھیں تو میرا حوصلہ بڑھنے لگتا تھا۔

وہاں سیکھنے سکھانے کا طریقہ کار یہ تھا کہ استاد کی نگرانی میں بڑی عمر کے لڑکے چھوٹی عمر کے لڑکوں کو داؤ پیچ سکھاتے تھے۔ اُن پر داؤ آزماتے تھے اور انھیں سمجھاتے تھے کہ حملے سے کس طرح بچ کر جوابی حملہ کیا جاتا ہے۔ میں عمر کے لحاظ سے چھوٹی تھی لیکن دس برس کی عمر میں میرا قد تقریباً ساڑھے چار فٹ تھا۔ میں نوجوان لڑکوں کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ داؤ پیچ میرے دماغ میں نقش ہو جاتے تھے۔ میں چشم زدن میں فیصلہ کر لیتی تھی کہ کس موقع پر کون سا داؤ استعمال کرنا چاہیے۔ میرا یہ پھرتیلا پن سب کے لیے حیرانی کا باعث تھا۔ استاد میری بڑی تعریفیں کرتا تھا۔

ایک سال کی مسلسل محنت کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ میں پہلے سے زیادہ صحت مند ہوگئی۔ میرے بدن میں پہلے سے زیادہ سختی پیدا ہوگئی لیکن اس سختی کے باوجود ورزش کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے بدن میں فاسٹروں جیسی لچک [illegible] ہوتی گئی۔ پھرتیلا پن بھی آگیا تھا اور میں پہلے سے [illegible] قدآور لگتی تھی۔

بیس بائیس برس کے نوجوان لڑکے [illegible] سکھاتے وقت بڑے محتاط رہتے تھے کیونکہ [illegible] تھی اور اُن کے سکھانے کے مطابق جب میں جوابی حملے [illegible] وہ بڑی مشکلوں سے حملوں سے بچ پاتے یا کترا کر [illegible] کئی بار میرے ہاتھوں سے پٹ جانے کے بعد وہ [illegible] محسوس کرنے لگے تھے۔

استاد نے جب یہ دیکھا تو اُن نوجوانوں سے کہا کہ [illegible] دو کی تعداد میں مجھ اکیلی سے مقابلہ کیا کریں تاکہ [illegible] ایسا ہی ہونے لگا۔ مجھ پر بیک وقت دو نوجوان حملہ کرتے [illegible] میں ایک طرف سے بچاؤ کرتی تھی۔ دوسری طرف سے [illegible] تھی۔ اس طرح پہلے تو میں بہت زیادہ مار کھاتی تھی لیکن [illegible] مجھ میں پھرتی آگئی اور یہ سمجھ آگئی کہ کس وقت کس طرف [illegible] بچاؤ کرتے ہوئے دوسری طرف حملہ کرنا چاہیے۔ [illegible] مجھ میں پہلے نہیں تھا جو اَب میں نے محسوس کیا تھا۔

ایک رات میں کلب سے واپس آئی تو [illegible] والے شیدے کو گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔ اُس [illegible] تھا اور وہ الزام سچ ثابت ہو رہا تھا۔ دو [illegible] میں اُس سے ملنے گئے۔ اُس کا کیس عدالت تک [illegible] مال برآمد ہو چکا تھا۔ شیدے کے ایک ماتحت کی [illegible] جرم اس پر ثابت ہو گیا تھا جس کی وجہ سے [illegible] بامشقت کی سزا سنائی گئی۔

شیدے نے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے سے [illegible] تم بیٹی نہیں بیٹا ہو۔ میں تین سال بعد آؤں گا۔ میری [illegible] میں تم اپنی ماں کا خیال رکھنا اور ایک بیٹا بن کر [illegible] حفاظت کرنا۔"

میری ماں بہت رو رہی تھی۔ میں اُسے سمجھا [illegible] لے آئی اور اُسے دلاسہ دیتی رہی کہ تین سال دیکھتے [illegible] گزر جائیں گے۔ اُس دن سے میں نے اپنے اُوپر [illegible] محسوس کیں۔ اس مقدمے کے دوران میں نے کتنے [illegible] منہ سے یہ طعنے بھی سنے کہ میرا باپ چور اور بدمعاش [illegible] میں ایک ڈاکو کی بیٹی یا بیٹا ہوں۔

ایسے طعنے سننے کے بعد پہلی بار میرے دماغ [illegible] کلبلانے لگے کہ آخر میں کس کی اولاد ہوں میرے [illegible] کون ہیں۔ میں کہاں پیدا ہوئی۔ کوئی میرا اپنا لہو کا رشتہ

دنیا میں ہے یا نہیں۔ اگر میرے اپنے لہو کے رشتے دار موجود ہیں تو وہ کہاں ہیں؟ مجھے کسی نے پوچھا کیوں نہیں۔ کسی نے مجھے گود کیوں نہیں لیا۔ آخر وہ لوگ کہاں ہیں۔ میں اُن سے ملنے کے لیے انھیں جاننے کے لیے۔ انھیں ایک نظر دیکھنے کے لیے اندر ہی اندر بے تاب رہنے لگی۔

شیدے مجھے جوئے میں جیت کر لایا تھا۔ اُس نے کبھی یہ معلوم کرنا ضروری نہیں سمجھا کہ میں کس کی بیٹی ہوں۔ جیتنے والا یہ نہیں دیکھتا کہ وہ مال کہاں سے آیا تھا۔ قسمت سے جو مل جاتا ہے اُسے قبول کر لیا جاتا ہے۔ یہ جواریوں کی عادت ہوتی ہے۔ اسی لیے شیدے نے کبھی میرے متعلق چھان بین نہیں کی تھی۔ اب اتنی مدت کے بعد مجھے کرم دین کا خیال آرہا تھا۔ وہی جانتا ہوگا کہ میں کس کی بیٹی ہوں کیونکہ میرا بچپن اسی کے پاس گزرا تھا۔

میں کرم دین کو تلاش کرنے لگی۔ روزانہ میں کسی نہ کسی جوئے خانے کی طرف جاتی تھی۔ متوسط طبقے کے یا نچلے طبقے کے ہوٹلوں میں جا کر دیکھتی تھی کہ شاید کرم دین کہیں نظر آجائے لیکن وہ پتہ نہیں کہاں غائب ہوگیا تھا۔ میں اب تک لڑکوں کا لباس پہنتی تھی۔ میرے بال کٹے ہوئے تھے اور میرے جسم میں ایسی کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی جس سے کہ لوگ مجھے لڑکی سمجھیں۔ میں بالکل لڑکا ہی نظر آتی تھی اور دور سے دیکھنے والے مجھے تقریباً اٹھارہ بیس برس کا جوان لڑکا سمجھتے تھے۔ یہ قدرت کی دین ہے کہ میں اس عمر میں ایسی قدآور اور صحت مند ہو گئی تھی۔

ایک روز میں کرم دین کو تلاش کرتے ہوئے ایک کشادہ گلی سے گزر رہی تھی کہ چار جوانوں نے میرا راستہ روک لیا۔ یہ وہی جوان تھے جو کلب میں میرے ساتھ زور آزمائی کرتے تھے۔ اُن میں سے دو نوجوان کئی بار میرے ہاتھ سے پٹ چکے تھے۔ انھوں نے مجھے گھیرتے ہوئے کہا۔ "کلب میں تو دوستانہ مقابلہ ہوتا ہے لیکن دوستانہ مقابلے میں تم نے کئی بار ہماری سچ مچ پٹائی کی۔ ہم استاد کے خیال سے خاموش رہے لیکن آج اصلی اور خطرناک مقابلہ ہوگا۔"

میں نے اُن سے کہا۔ "یہ مقابلہ اس گلی میں کیوں کرنا چاہتے ہو جو کچھ ہونا ہے وہ استاد کے سامنے ہوگا۔"

ایک جوان نے کہا۔ "نہیں استاد نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ سال کا مقابلہ ہم تم سے کریں گے اور تم ہم سے بہت جونیئر ہو۔ اگر جیت جاؤ گے تو ہماری بے عزتی ہوگی۔ اگر ہار جاؤ گے تب بھی ہمارا نام نہیں ہوگا۔ لوگ یہی کہیں گے کہ ہم نے اپنے سے بہت ہی جونیئر فائٹر کو ہرایا ہے۔ دونوں صورتوں میں ہماری بے عزتی ہے۔ بہتر ہے کہ تم کلب میں آنا چھوڑ دو یا پھر آج ہم تمھارے ہاتھ پاؤں توڑ کر تمھیں گھر میں بٹھا دیں۔"

یہ کہتے ہی اُن سب نے بیک وقت مجھ پر حملے کیے۔ میرے دماغ میں اپنے مدافعت کے لیے بڑی تیزی سے داؤ پیچ آنے لگے۔ میں بچنے کی کوشش کرنے لگی لیکن ہوتا یہ تھا کہ ایک طرف سے بچاؤ کرتی تھی تو دوسری طرف سے مار پڑ جاتی تھی۔ وہ کم بخت واقعی دشمنوں کی طرح حملے کر رہے تھے اور وہاں کوئی دوستانہ مقابلے کی بات نہیں تھی۔ ایک منٹ کے مقابلے میں میں نے صرف دو جوانوں کو بُری طرح مارا۔ باقی دو جوان مجھے بری طرح مارتے رہے۔

اس گلی کی کھڑکیاں اور دروازے کھلنے لگے۔ مرد، عورتیں اور بچے باہر آرہے تھے۔ گلی کے سامنے سے ایک بڑی شاہراہ گزرتی تھی۔ وہاں سے ایک کار آکر گلی میں رک گئی اور کچھ لوگ ہماری طرف آنے لگے۔ کتنے ہی لوگوں نے دور ہی دور سے ہم لوگوں کو دھمکی دی کہ مار پیٹ بند کر دیں لیکن اعظم نے للکار کر کہا۔ "خبردار، کوئی ہمارے قریب نہ آئے۔"

اُن نوجوانوں میں سے ایک کا نام اعظم تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ اس علاقے کا اُبھرتا ہوا بدمعاش سمجھا جاتا ہے۔ سب اُس سے ڈرتے ہیں اور اس کے منہ نہیں لگتے۔ اسی لیے اُس کے ڈانٹنے پر سب لوگ دُور ہٹ گئے تھے اور ہماری لڑائی کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔

میں بچپن میں کرم دین سے مار کھایا کرتی تھی تو میری ناک اور باچھوں سے خون رسنے لگتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ میں عادی ہوگئی۔ بالکل بے حس ہوتی چلی گئی۔ اس کے بعد مار تو کھاتی تھی اور برداشت کر لیتی تھی لیکن اب میرے جسم کے کسی حصے سے لہو بہنا ختم ہوگیا ہے یا میں پتھر کی بن گئی ہوں۔ اس وقت بھی مقابلے کے دوران یہی ہوا۔ مجھ پر اُن کے حملے ہوتے تھے لیکن ایسے ہی جیسے پتھر کو مارا جا رہا ہو۔ میرے جوابی حملے سے دو جوان اس طرح زخمی ہوئے تھے کہ اُن کی ناکوں سے اور باچھوں سے لہو رِس رہا تھا اور وہ غصے سے پاگل ہوئے جا رہے تھے اور باقی دو کی پٹائی اب میں نے شروع کی تھی جو وہ دو نوجوان مار کھا چکے تھے وہ ذرا سست پڑ گئے اور محتاط ہو کر مجھ پر حملے کر رہے تھے اس لیے مجھے دوسروں پر حملہ کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

جب اُنھوں نے دیکھا کہ اُن کی تعداد زیادہ ہونے کے باوجود مقابلہ برابر ہو رہا ہے نہ وہ جیت رہے ہیں۔ نہ میں

شکست کھا رہی ہوں تو اُن میں کچھ اور جھنجلاہٹ آگئی۔ اُن میں سے دو نوجوان اچانک ہی بھاگتے ہوئے کہیں گئے۔ باقی دو مقابلہ کرتے رہے۔ تھوڑی دیر میں، میں نے دیکھا وہ لاٹھی لیے دوڑتے چلے آرہے تھے۔ اعظم نے چیخ کر کہا: "ہم اس بے غیرتی کو مار کر یہاں گلی میں پھینک دیں گے اور اس کے کپڑے اُتار کر چلے جائیں گے تاکہ یہ یہاں ننگا پڑا رہے اور ساری دنیا اُس پر تھوکتی رہے۔"

یہ سُن کر میرے ہوش اُڑ گئے۔ ایک تو وہ لاٹھیوں سے حملہ کرنے والے تھے۔ دوسرے یہ کہ اگر مجھے مار پیٹ کر بے ہوش کر کے زخموں سے چُور کر دینے کے بعد وہ میرے کپڑے اُتار لیتے تو سارا بھید کھل جاتا۔

اِس صورتِ حال کو دیکھ کر مجھے دماغ نے سمجھایا کہ وہاں سے نکل بھاگنا چاہیے ورنہ یہ لوگ مجھے آج بے عزت کر کے ہی چھوڑیں گے اور میرے ہاتھ پاؤں بھی توڑ کر رکھ ڈالیں گے۔ میں نے فرار ہونے کے لیے بڑھ بڑھ کر حملے کیے لیکن اَب تو مجھ پر لاٹھیاں بھی پڑنے لگی تھیں۔ میں دونوں ہاتھوں سے لاٹھی کے حملوں کو روک رہی تھی۔ بڑے سخت حملے تھے۔ بڑی سخت چوٹیں آرہی تھیں لیکن میں اپنا سَر بچا رہی تھی۔ ایسا کب تک ہو سکتا تھا۔ اچانک ایک لاٹھی میرے سَر کے پچھلے حصّے پر لگی تو دن میں تارے نظر آنے لگے۔ میں نے سنبھلنے کی بڑی کوشش کی۔ دونوں پاؤں پھیلا کر اِدھر سے اُدھر ڈگمگاتی رہی۔ گرنے کے بجائے کھڑے رہنے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر میں نے دُھندلائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک نوجوان سامنے سے لاٹھی کا حملہ کرنا چاہتا ہے۔ میں بجّو کی شیرنی کی طرح ایک دم سے دوڑتی ہوئی اُس سے لپٹ گئی اور اُسے گھونسوں پر اور کرائوں پر رکھ لیا۔ اُس کے ہاتھ لاٹھی چھوٹنے والی تھی کہ میں نے اُسے چھین لیا۔ وہ لاٹھی میرے ہاتھ میں کیا آئی کہ مجھ میں ایک نئی جان آگئی۔ میں نے اپنی چوٹوں کو بھلا کر اور سَر کی تکلیف کو نظر انداز کرتے ہوئے حوصلے اور برداشت سے کام لیا۔ میں نے لاٹھی چلانی شروع کی تو وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ دوسرا لاٹھی والا میرے آگے نہ ٹک سکا۔ وہ بھی مقابلہ کرنے کے دوران اپنا بچاؤ کرتا ہوا پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اعظم اور اُس کے ساتھی بھی میرے حملے سے بچنے کے لیے دُور بھاگ رہے تھے۔

تھوڑی دیر میں میدان صاف ہو گیا۔ میں بیچ گلی میں لاٹھی ٹیک کر اُس کے سہارے کھڑی رہی۔ میری آنکھوں کے سامنے منظر دھندلا رہے تھے۔ دُور دُور تک مرد، عورتیں اور بچے نظر آرہے تھے جو گم صم کھڑے مجھے دیکھ رہے تھے۔ دُور ایک کار کھڑی ہوئی تھی اور وہاں کوئی شخص کھڑا ہوا سگار پی رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میری طرف آرہا تھا۔ پھر کچھ لوگ کہنے لگے کہ مجھے اسپتال پہنچانا چاہیے یا قریب ہی کسی ڈاکٹر کے پاس لے جا کر میری مرہم پٹی کرانی چاہیے۔

اس کار والے نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: "ٹھیرو، کوئی اس لڑکے کی طرف نہ بڑھے۔ میں اس کا علاج کراؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے بالکل سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ مجھے گہری اور ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر بھاری بھرکم لمبے میں بولا: "لڑکے! لڑنے کا فن سیکھنے کے لیے مار کھانے کی مشق بھی کرنی پڑتی ہے تاکہ قوتِ برداشت میں اضافہ ہوتا رہے۔ اس وقت تم نے مار بھی ہے اور خوب مار بھی کھائی ہے۔ میں بہت دیر سے تماشہ دیکھ رہا تھا لیکن ابھی تم میں ایک کمزوری ہے۔ تمھیں دلیر بننا چاہیے اور دلیر بننے کے لیے ضروری ہے کہ اس وقت اس حالت میں اس لاٹھی کے سہارے تمھیں کھڑے نہیں ہونا چاہیے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے میری لاٹھی کو ایک لات ماری۔ وہ لاٹھی میرے قبضے سے نکل گئی۔ میں ذرا ڈگمگائی۔ پھر دونوں پاؤں پر مجتمع کر کھڑی ہو گئی۔ وہ بولا: "شاباش! اَب اسی طرح اپنے قدموں سے چلتے ہوئے میری کار تک پہنچو۔ جو لوگ اپنی جرأت اور اپنے حوصلے کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہیں۔ میں اُن کی قدر کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ میں ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھنے لگی۔ اس وقت میرے سَر سے لہو بہہ رہا تھا۔ میں محسوس کر رہی تھی کہ میرا چہرہ، میری گردن اور میرے گریبان کے اندر تک بدن کا حصّہ لہو سے بھیگتا جا رہا ہے۔ میرا سَر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ میری آنکھیں دُھندلا رہی تھیں لیکن میں ایک ایک قدم اُٹھاتی ہوئی اُس کار کے قریب پہنچتی جا رہی تھی۔ ہر قدم پر یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے اَب میں گرنے ہی والی ہوں۔

اس بھیڑ سے کتنے ہی لوگوں نے چیخ کر کہا کہ یہ لڑکا گر پڑے گا۔ اُسے سہارے کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اسے طبّی امداد ملتے ملتے یہ مر ہی جائے اسے اُٹھا کر کار میں ڈالنا چاہیے۔

مگر میرے ساتھ چلنے والا شخص دونوں ہاتھ اُٹھا کر لوگوں کو سمجھا رہا تھا: "اطمینان رکھو۔ یہ لڑکا بہت بہادر ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے۔ یہ اپنے قدموں سے چلتا ہوا میری کار میں جا کر بیٹھے گا۔ تم لوگ دیکھتے رہو۔"

پھر لوگوں نے دیکھا کہ میں اپنے قدموں سے چلتی ہوئی اُس کی کار کے دروازے تک پہنچ گئی تھی۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا تو میں اگلی سیٹ پر نڈھال ہو کر گر پڑی۔ اس شخص نے جھک کر کہا: "یوں نہیں، حوصلے سے بیٹھو۔ یوں جیسے تمھیں کچھ نہیں ہوا ہے اور تم تازہ دم ہو۔ ان زخموں کو برداشت کرنے کی کوشش کرو۔ نڈھال ہونے والے مجھے اچھے نہیں لگتے۔"

میں اگلی سیٹ پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہی۔ پتہ نہیں وہ شخص میرے ساتھ کیوں ایسا سلوک کر رہا تھا لیکن اُس کے اس انداز نے میرے اندر حوصلہ پیدا کیا تھا اور میں اپنے آپ کو بہادر اور سخت جان ثابت کرنے کے لیے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ وہ دوسری طرف سے گھوم کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کار اسٹارٹ ہوئی اور اس بھیڑ کو چیرتی ہوئی وہاں سے دُور جانے لگی۔

میں اپنی سیٹ پر سیدھی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کبھی کبھی مجھے کن انکھیوں سے دیکھ لیتا تھا۔ پھر اُس نے پوچھا: "تمھارا نام کیا ہے؟"

مجھ میں اَب بولنے کی بھی ہمّت نہیں رہی تھی۔ میں نے اپنی بکھری ہوئی قوتوں کو سمیٹ کر بڑی مشکل سے کہا — "اَمیر جان!"

وہ سَر ہلا کر بولا: "تم واقعی بہت بہادر لڑکے ہو۔ میری ایک نصیحت کو اچھی طرح یاد رکھو۔ جب کبھی ایسی مصیبت کی گھڑیاں آئیں تو اپنی قوتِ برداشت کو زیادہ سے زیادہ آزمایا کرو اور اُس کے آزمانے کا طریقہ یہی ہے کہ اگر کھڑے رہو تو اپنے پیروں پر جم کر کسی سہارے کے بغیر۔ اگر بیٹھے رہو تو پشت کی جانب کسی کا سہارا نہ لو اور سامنے دیکھتے رہو اور جو کچھ نظر آتا ہے اُسے سمجھتے رہو اور اس طرح اپنے ہوش و حواس کو قائم رکھتے رہو۔ تب ہی آنے والی دوسری مصیبتیں تمھارے سامنے کھیکی پڑتی جائیں گی اور تم اُن پر ہمیشہ بڑی آسانی سے غالب آتے جاؤ گے۔"

اُس کی باتوں سے اُس کی سنگ دلی کا پتہ چل رہا تھا۔ میں چپ چاپ سنتی رہی اور دعا مانگتی رہی کہ وہ مجھ سے کوئی جواب طلب نہ کرے کیونکہ بات کرنے کی ذرا بھی ہمّت نہیں پڑ رہی تھی۔ اس نے پھر ایک بار مجھے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا: "میں وہاں بہت دیر سے کھڑا ہوا تھا تمھارے لڑنے کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ تم نے اتنے خوب صورت انداز میں اُن کا مقابلہ کیا ہے کہ میری طبیعت خوش ہو گئی۔ بیشک تمھارے بہت زیادہ مار کھائی ہے لیکن وہ چاہتے اس لحاظ سے وہ بھی بہت زیادہ مار کھا کر گئے ہیں۔ جب لاٹھیاں آئیں تو میں نے حساب کیا کہ تمھیں کتنی چوٹیں لگی ہیں۔ دو لاٹھیاں تمھارے سَر پر پڑی تھیں۔ تب ہی میں نے سمجھ لیا تھا کہ اب تم گر پڑو گے۔ لیکن تمھاری ہمّت کی داد دینا پڑتی ہے کہ تم جم کر کھڑے رہے۔ کئی لاٹھیاں تمھارے بدن پر بھی پڑیں اور تم اُن میں سے ایک لاٹھی چھیننے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ میں کھڑا ہوا اس انتظار میں تھا کہ تم بالکل ہی بے بس ہو کر نڈھال ہو کر گر پڑو گے اور مقابلے کے قابل نہیں رہو گے تب میں تمھاری مدد کو پہنچوں گا اور ان لوگوں کو دیالو اسے دھمکا کر بھگا دوں گا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ میں پھر ایک بار کہتا ہوں کہ تم نے میری طبیعت خوش کر دی ہے۔"

میں اُس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ مجھے کہاں لے جا رہا ہے۔ جلد ہی کسی اسپتال تک کیوں نہیں پہنچا دیتا۔ مجھے فوری طور پر طبّی امداد کی ضرورت تھی۔ میں چاہتی تھی کہ امداد ملتے وقت میں بستر پر آرام سے لیٹ جاؤں اور آنکھیں بند کر لوں تو کچھ آرام آئے گا۔ لیکن وہ مسلسل گاڑی ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ بہت دیر بعد وہ گاڑی ایک کوٹھی کے سامنے رکی۔ دربان نے کوٹھی کے احاطے کا بڑا سا آہنی دروازہ کھولا تو کار اندر رینگنے لگی۔ میں نے وِنڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ بہت بڑے پلاٹ پر بہت عالی شان کوٹھی بنی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی پورچ میں پہنچ کر رُک گئی۔

اس نے گاڑی سے اُترنے کے بعد میری طرف کا دروازہ کھول کر کہا: "اَب میں تمھارا زیادہ امتحان نہیں لوں گا۔ میری کوٹھی کے اندر تک چلنے کے لیے تم میرے ہاتھ کا سہارا لے سکتے ہو۔"

میری جان میں جان آئی کہ اَب مجھے آزمائش سے گزرنا نہیں ہو گا۔ میں نے ایک ہاتھ بڑھا کر اُس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ پھر اُس کا گاڑی سے اُتر کر آہستہ آہستہ دو زینے چڑھ کر برآمدے پر پہنچی۔ وہاں سے ہم کوٹھی کے اندر داخل ہوئے۔

کوٹھی کے اندر پہنچتے ہی اُس نے اچانک میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں لڑکھڑائی مگر پھر سنبھل کر کھڑی رہی۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "شاباش میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم نے صرف مجھ پر ہی بھروسہ کیا ہے یا اپنے اعتماد پر بھی چل رہے ہو۔ تم نے سنبھل کر یہ ثابت کر دیا کہ واقعی ایسی حالت میں بھی غیر شعوری طور پر اپنے آپ پر بھروسہ کرتے ہو اور کسی دوسرے کا سہارا برائے نام لیتے ہو شاباش!"

وہ عجیب آدمی تھا۔ قدم قدم پر مجھے آزما رہا تھا اور میری جان پر بنی ہوئی تھی۔ خدا خدا کر کے ہم ایک ڈرائنگ روم میں پہنچے۔ وہاں مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کا موقع ملا۔ اُس نے کسی

کو آواز دی تو ایک ملازم اور ایک خوش پوش لمبا تڑنگا نوجوان اس ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اس کے قد اور اُس کی صحت کو دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ وہ کوئی پہلوان ہے۔ میرے اجنبی مہربان نے اُس نوجوان سے کہا: "اس لڑکے کو فوراً طبی امداد پہنچاؤ۔"

وہ نوجوان اس ملازم کے ساتھ ڈرائنگ روم سے فوراً ہی باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی وہ دونوں طبی امداد پہنچانے کے تمام سامان کے ساتھ واپس آ گئے۔ پھر میرے زخموں کی صفائی اور مرہم پٹی ہونے لگی۔ میں کراہنا چاہتی تھی مگر تکلیف برداشت کر رہی تھی۔ میرا اجنبی مہربان یہی چاہتا تھا۔ وہ میری قوتِ برداشت کو آزمانے کے لیے ایک طرف کھڑا مجھے غور سے دیکھ رہا تھا۔ مرہم پٹی کے بعد مجھے آرام ملا تو میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ میں نے اپنے اجنبی مہربان کی آواز سنی۔ وہ نوجوان سے کہہ رہا تھا: "اسے اٹھا کر بیڈ روم میں لے جاؤ۔"

پھر میں نے محسوس کیا کہ اس نوجوان نے اپنے مضبوط بازوؤں میں مجھے اُٹھا لیا ہے اور مجھے کہیں لے جا رہا ہے۔ اُس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔ میں گہری نیند سو گئی۔

پتہ نہیں کتنی دیر بعد مجھے زبردستی اٹھایا گیا۔ میں نے ذرا سی آنکھ کھول کر دیکھا تو وہی ہٹا کٹا نوجوان مجھے اپنے سہارے اٹھا کر بستر پر بٹھا رہے ہوتے تھا اور ایک گلاس میرے منہ سے لگایا ہوا تھا۔ وہ پھلوں کا جوس تھا۔ میں غٹا غٹ اُسے پی گئی۔ گلاس خالی کرنے کے بعد پھر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے مجھے پھر بستر پر سُلا دیا۔ دوسری بار جب میری آنکھ کھلی تو شام ہو چکی تھی۔ سامنے... دیوار گھڑی پر پانچ بج رہے تھے۔ میں نے اپنے آپ کو بالکل ہلکا پھلکا سا تر و تازہ محسوس کیا۔ ذرا سی انگڑائی لی تو سَر میں درد کی ٹیسیں اٹھیں۔ مجھے یاد آ گیا کہ میرے سَر میں سخت چوٹ آئی ہے۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

بہت دُور کہیں سے کچھ آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں سمجھ نہیں سکی کہ وہ کیسی آوازیں ہیں۔ میں بستر سے اُتر کر اس کمرے سے باہر آئی۔ پھر کئی کاریڈورز اور کمروں سے گزر کر کوٹھی کے پچھلے حصّے میں پہنچی۔ پچھلے حصّے میں پائیں باغ کی طرف ایک بہت بڑا ہال سا بنا ہوا تھا۔ وہاں سے وہ آوازیں آ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ لوگ ایک دوسرے کے حملوں کو روک رہے ہیں اور حملہ کر رہے ہیں۔ ایسے وقت بے اختیار منہ سے جیسی آوازیں نکلتی ہیں ایسی ہی آوازیں اس ہال سے باہر آ رہی تھیں۔

میں پائیں باغ سے گزرتی ہوئی اُس ہال کے دروازے تک پہنچ گئی۔ اندر نظر پڑتے ہی فوراً میری سمجھ میں آ گیا کہ وہاں مارشل آرٹ سیکھنے والے موجود ہیں۔ انھوں نے پاجامے اور بغیر کالر کی قمیصیں پہنی ہوئی تھیں اور کمر میں سیاہ کپڑے کا بیلٹ باندھا ہوا تھا۔ ہال کے ایک گوشے میں میرا وہ اجنبی مہربان ایک اونچی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی کرسی سے اُتر کر میری طرف آنے لگا۔ باقی نوجوان آپس میں لڑ رہے تھے۔ زور آزمائی کر رہے تھے اور بڑے اچھے انداز میں مارشل آرٹ کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اُن میں بڑی تنظیم تھی۔ بڑے سلیقے سے وہ لڑتے جاتے تھے۔ اگر کسی کو کچھ اعتراض ہوتا تو اُس کا مقابل سَر جھکا کر معذرت چاہ لیتا تھا۔

ایک جاپانی شخص اس ہال میں اِدھر سے اُدھر آہستہ آہستہ ٹہل رہا تھا اور لڑنے والوں کو گہری نظروں سے دیکھتا جا رہا تھا۔ اگر کسی سے پینترا بدلنے میں یا حملہ کرنے میں یا اپنا بچاؤ کرنے میں کوئی غلطی ہوتی تو وہ اُسے سمجھاتا تھا۔ میرا اجنبی مہربان نے اُسے مخاطب کیا: "مسٹر والسورو کی یہاں تشریف لائیں۔ اس لڑکے سے ملیں۔"

مسٹر والسورو کی نے گھوم کر ہماری جانب دیکھا پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہماری طرف آنے لگا۔ اُس کے چہرے پر درشتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مسکرانا ہی نہ جانتا ہو اور اس کا پورا بدن فولاد کی طرح سخت نظر آتا تھا۔ قریب آ کر میرے سامنے سَر کو ذرا سا جھکایا۔ وہ جاپانی میں ہماری تعظیم کر رہا تھا۔ میرا سَر بھی بے اختیار جھک گیا۔ اجنبی مہربان نے کہا: "اس کا نام امیر جان ہے۔ اس کا ذکر دوپہر کو کر چکا ہوں اور تم بھی اس سے ملنے کے لیے بے..."

یہ بات میرا اجنبی مہربان اس سے انگریزی میں کر رہا تھا اور میں انگریزی نہیں جانتی تھی۔ بعد میں یہ باتیں معلوم ہوئیں۔ مسٹر رد نے میری طرف دیکھ کر پوچھا: "پہلے کسی اسکول میں اس طرح لڑنے کی تربیت حاصل کی ہے؟"

میں اُس کا منہ تکنے لگی۔ میرے اجنبی مہربان سے پوچھا: "کیا تم انگریزی نہیں سمجھتے ہو؟"

میں نے انکار میں سَر ہلا کر کہا: "نہیں۔ میں تھوڑی اور تھوڑی انگریزی پڑھ لیتا ہوں مگر انگریزی نہ تو بول سکتا ہوں نہ سمجھ سکتا ہوں۔"

میرے اجنبی مہربان نے سَر ہلا کر کہا: "کوئی بات نہیں تم رفتہ رفتہ سب کچھ سیکھ لو گے۔" پھر اُس نے مسٹر رد کی طرف دیکھا: "یہ لڑکا کل سے یہاں سیکھنے آیا کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس پر خصوصی توجہ دیں۔ یہ بہت جلد ہی مارشل آرٹ میں مہارت حاصل کر لے گا۔"

مسٹر رد نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں باتیں نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے وہ اپنے شاگردوں کے پاس واپس چلا گیا۔ میرے اجنبی مہربان نے مجھ سے کہا: "آؤ ہم کوٹھی میں چلیں۔ میں تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں اور تمھیں بھوک بھی لگ رہی ہو گی۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے کوٹھی میں آئے۔ میں نے اُس سے پوچھا: "آپ کون ہیں اور آپ کا نام کیا ہے؟"

"میرا نام جمیم الدین ہے۔ میں نے اپنی زندگی کا زیادہ حصّہ جاپان میں گزارا ہے۔ وہاں میں دیکھتا تھا کہ جاپان لڑکے اور لڑکیاں اسپورٹسمین ہوتے ہیں اچھے چاق و چوبند نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ورزش کرتے ہیں اور جدید مارشل آرٹ زیادہ سے زیادہ سیکھتے ہیں۔ یہی لگن لے کر میں اپنے ملک میں آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے پاس بے پناہ دولت ہے۔ میرے بیوی بچے نہیں ہیں۔ اسی لیے اچھے قابل لڑکوں کو دیکھ کر یہاں بلاتا ہوں اور ان کو مارشل آرٹ سکھاتا ہوں۔ اس کے لیے میں نے والسورو کی یہاں کا استاد مقرر کیا ہے اور اس کے لیے میں مسٹر رد کی کو ہر ماہ پانچ ہزار روپے دیتا ہوں۔"

کوٹھی میں پہنچ کر اُس نے ملازم کو کھانا لانے کا آرڈر دیا پھر ڈائننگ ٹیبل کے اطراف بیٹھ گئے۔ اُس نے کہا: "میں نے تم سے پوچھے بغیر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ کل سے تم یہاں آ کر مارشل آرٹ سیکھو گے۔ اس کے لیے میں ابھی تمھارے ساتھ تمھارے گھر جاؤں گا اور تمھارے والدین سے ساری باتیں طے کر لوں گا۔"

میں نے کہا: "میرے ماں باپ نہیں ہیں۔"

اُس نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا: "کیا مر چکے ہیں؟"

میں نے انکار میں سَر ہلاتے ہوئے کہا: "نہیں، وہ زندہ ہیں یا مُردہ۔ یہ میں نہیں جانتی۔ میں بچپن سے بھٹکتی رہی ہوں۔ مجھے اپنے والدین کا صحیح علم نہیں ہے کہ وہ کون لوگ ہیں اور کہاں رہتے ہیں۔ میں انھی کی تلاش میں ہوں۔ کرم دین ہی ایک شخص مجھے بچپن سے پال رہا تھا اور مجھے بڑی محبت دیا کرتا تھا۔ مجھ میں جو قوتِ برداشت ہے اُس کا بیشتر حصّہ اُسی کا دیا ہوا ہے۔ مجھ میں جو تھوڑی بہت ذہانت ہے اُس کا بیشتر حصّہ بھی اُسی کا دیا ہوا ہے۔ وہ بہت اچھا انسان تھا۔ اس کی موت سے میں بہت غمزدہ ہوں۔"

"ایسے شخص پر لعنت بھیجو اور میرے پاس چلے آؤ۔ میں تمھیں اپنا بیٹا بناؤں گا۔"

اُس نے کہا: "اُسے چھوڑے ہوئے تقریباً دو برس ہو چکے ہیں۔ اس شخص نے مجھے جوئے میں ہار کر شیدے پہلوان کے حوالے کیا تھا۔ شیدے پہلوان کی بیوی کو میں ماں کہتا ہوں۔ اُن کو ایک اولاد کی ضرورت تھی۔ اُنھوں نے مجھے اپنے بچے کی طرح پالا ہے اور شیدے نے مجھے ایک اسپورٹنگ کلب کا ممبر بنایا ہے جہاں میں نے فائٹنگ کی تربیت حاصل کی ہے۔"

"اس ملک میں مسٹر والسورو کی کے مقابلے کا کوئی فائٹر نہیں ہے۔ وہ تمھیں فولادی فائٹر بنائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کل سے یہاں آ کر سیکھا کرو۔ میں اس شیدے پہلوان سے ابھی اس سلسلے میں باتیں کروں گا۔"

میں نے کہا: "وہ آج کل جیل میں ہے۔"

میں نے اُسے بتایا کہ شیدے پہلوان کس قماش کا ہے اور کیسی کیسی وارداتیں کرتا رہتا ہے۔ ساری باتیں سُننے کے بعد جمیم الدین نے کہا: "بیٹے تمھیں ایسے ماحول میں نہیں رہنا چاہیے۔ تم چہرے سے بھی کسی شریف خاندان کے لڑکے معلوم ہوتے ہو۔ پھر یہ کہ تم نے اپنی فائٹنگ کی صلاحیتوں سے مجھے متاثر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ پڑھنا لکھنا بھی سیکھ جاؤ۔ کچھ بیرونی زبانیں بھی سیکھ لو۔ میں تمھیں بہت ہی قابل انسان بنانا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تم شیدے پہلوان کے ماحول سے نکلو اور میرے پاس آ جاؤ۔"

میں نے کہا: "یہ فی الحال ممکن نہیں ہے کیونکہ انھوں نے مجھے اپنی اولاد کی طرح رکھا ہے۔ مجھ پر مہربانیاں کی ہیں۔ زندگی میں پہلی بار ایک عورت نے مجھے ماں کا پیار دیا ہے اور شیدا پہلوان خواہ کتنا ہی بُرا ہو۔ اُس نے مجھے ایک اچھا فائٹر بنانے کی کوشش کی ہے۔ اب جبکہ وہ جیل میں اپنے دن گزار رہا ہے تو میں اپنی ماں کو چھوڑ کر نہیں آؤں گا۔"

اُس نے مجھے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "شاباش! اخلاق اور مروّت بہت ضروری ہے۔ تم واقعی کسی شریف خاندان کے چشم و چراغ معلوم ہوتے ہو۔ اب میں تم سے اس بات کی ضد نہیں کروں گا لیکن وعدہ کرو کہ تم یہاں صبح سے آیا کرو گے اور رات کے آٹھ نو بجے واپس جایا کرو گے۔ بس دو دن تمھاری انگریزی اُردو کی تعلیم جاری رہے گی اور مسٹر رد کی آئندہ تمھیں جاپانی زبان بھی سکھائے گا۔ اس کے علاوہ شام کو تم مارشل آرٹ سیکھا کرو گے۔"

اس روز ہمارے درمیان ساری باتیں طے ہو گئیں۔ پھر میں اس سے رخصت ہو کر اپنے گھر آ گئی۔ دوسرے دن سے میں وہاں جانے لگی۔ واقعی وہاں میری تعلیم کا انتظام ہو گیا تھا۔ میرے لیے ٹیچر رکھے گئے تھے اور میرے لیے کتابیں بھی آ گئی تھیں۔ اس کے علاوہ شام کو میرے لیے الگ لباس سلوایا گیا تھا جسے پہن کر مارشل آرٹ کی مشق کرنی تھی۔ میں نے اپنی اصلیت ظاہر

نہیں کی تھی۔ لڑکوں ہی کا لباس پہنتی تھی اور لڑکوں ہی کی طرح باتیں کیا کرتی تھی۔ تقریباً ایک برس تک میں وہاں مسلسل جاتی رہی اور تعلیم کے علاوہ مارشل آرٹ بھی سیکھتی رہی۔ وہاں بڑے عمدہ طریقے سے داؤ پیچ سکھائے جاتے تھے اور مسٹر و کی واقعی قابل اور تجربہ کار فائٹر تھا۔ وہ صرف لڑنا ہی نہیں بلکہ اپنے شاگردوں کو سکھانا بھی جانتا تھا۔

چونکہ مجھے اپنے ماں باپ اور اپنی پیدائش کے متعلق کچھ نہیں معلوم تھا اس لیے میں اپنی عمر کا صحیح تعین نہیں کر سکتی۔ بس اندازے سے کہہ سکتی ہوں کہ اس وقت تک شاید میں بارہ تیرہ برس کی ہو گئی تھی۔ ابھی جوان نہیں ہوئی تھی۔ اب تک بچی ہی تھی۔ صرف اپنے قد اور اپنی جسامت کی وجہ سے کوئی قدآور نوجوان لڑکا نظر آتی تھی۔ سالانہ مقابلہ ہوا تو پچیس برس کا ایک نوجوان اوّل آیا اور میں دوسرے نمبر پر ہو گئی۔ حالانکہ لڑنے کا انداز میرا بہتر تھا اور میں اس پر بھاری رہی تھی لیکن وہ نوجوان پوائنٹ کے حساب سے جیت گیا تھا۔

دو سال کے اندر اندر میں نے اردو لکھنا پڑھنا اور انگریزی بولنا سیکھ لیا۔ ایک دن میں صبح کے وقت جسیم الدین کی کوٹھی میں پہنچی تو وہاں مسٹر و کی موجود تھا۔ جسیم الدین نے کہا: "امیر جان۔ یہ ہمارے مسٹر و کی کا فیصلہ ہے کہ تمہیں اب مختلف انداز سے مارشل آرٹ سکھایا جائے اور تمہارے جسم کو زیادہ سے زیادہ فولاد بنایا جائے۔ اس کے لیے ہم نے ابتدائی انتظامات کیے ہیں۔ آؤ ہم تمہیں دکھاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر کوٹھی کے پیچھے گئے۔ وہاں پائیں باغ کے ایک گوشے میں چھوٹے چھوٹے پتھر کے ٹکڑوں کا ڈھیر رکھا ہوا تھا۔ میرا استاد واسورو کی اب انگریزی میں جو کچھ بولتا تھا وہ میں سمجھ لیتی تھی اور اسے جواب بھی انگریزی میں دیا کرتی تھی۔ اس نے کہا: "میں نے پوائنٹس پر اعظم کو اوّل قرار دیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تم اس سے زیادہ قابل ہو۔ اعظم میں سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس میں قوتِ برداشت نہیں ہے اور تم اس کے عادی ہو۔ اب میں جو کچھ بھی تمہیں سکھاؤں گا اس کا تعلق قوتِ برداشت سے ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے پتھروں کے ڈھیر دیکھ رہے ہو۔ اب یہ پتھر کے سخت ٹکڑے تمہارے مقابل ہوں گے اور تم ان سے زور آزمائی کرو گے ان پر کراٹے کے ہاتھ رسید کیا کرو گے۔ اپنے دونوں ہاتھ اس ڈھیر میں اتنی قوت سے مارو گے کہ تمہارے ہاتھ کہنی سے آگے تک اس ڈھیر میں دھنس جایا کریں۔ پھر تم ایک ٹانگ سے بھی دوسری ٹانگ سے اس پر ایسا اچھلا کرو گے اور اس طرح اچھلا کرو گے [illegible] ٹانگیں گھٹنوں سے آگے تک اس ڈھیر میں دھنس جایا کریں۔ تمہیں یقیناً تکلیف پہنچا کرے گی۔ تم زخمی ہوا کرو گے [illegible] زخموں کا علاج ہمارے پاس ہے۔ بس قوتِ برداشت [illegible] ہے۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم کس حد تک برداشت [illegible] کر سکتی ہو۔ میں شدید تکلیف سے سر جھٹکنے لگی۔ ادھر ادھر [illegible] جسیم الدین نے کہا: "یہ مشقیں کرنے کے لیے [illegible] اور جانگیہ پہننا ہوگا تاکہ ننگے بدن پر ان پتھروں [illegible] برداشت کرو۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ منہ سے آوازیں نہ نکالو۔ [illegible] کر کے آوازوں کا گلا گھونٹ دو۔ اپنی تکلیف کو برداشت کرتی رہیں۔"

یہ سن کر میں جھجک گئی۔ میں نے جلدی سے کہا: "میں لنگوٹ اور جانگیہ نہیں پہن سکتا۔ میں پورا لباس پہن کر یہ مشقیں کروں گا۔"

واسورو کی نے کہا: "تم پورا لباس پہن کر یہ مشقیں [illegible] ان پتھروں میں وہ لباس پھٹ جایا کریں گے۔ روزانہ [illegible] تمام آگیا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے دونوں ہاتھ اور [illegible] لباس بدلنا ہوگا۔"

میں نے کہا: "خواہ کچھ ہو۔ میں پورا لباس پہن کر [illegible] گا۔ میری عادت نہیں ہے۔ میں عنقریب لباس کبھی نہیں [illegible]"

کافی دیر تک بحث ہوتی رہی پھر میری ضد [illegible] دونوں اس بات پر راضی ہو گئے کہ میں قمیص اور [illegible] مشقیں کرتی رہوں۔ اس روز سے میں نے ان مشقوں [illegible] کی۔ بڑی کٹھن مشقیں تھیں۔ پہلے ہی دن میرے ہاتھ [illegible] لہولہان ہو گئے۔ جب میں ان مشقوں کے دوران [illegible] تو ان لوگوں نے مجھے کوٹھی میں چل کر ایک بستر پر [illegible] کہا: میں ایک بستر پر آکر لیٹ گئی۔ پھر واسورو کی نے [illegible] میں نے حیرانی سے دیکھا کہ میرے ہاتھ پاؤں پہلے کھولا۔ اس میں سے ایک بڑی سی بوتل نکالی۔ اس میں [illegible] تھے یعنی کہیں بھی زخم کا نشان نظر نہیں آرہا تھا۔ یہ کوئی مادہ تھا۔ اس نے میری طرف گہری اور سخت نظروں [illegible] دیکھ رہی تھی۔ میں حیرانی سے واسورو کی کو دیکھنے لگی۔ اس نے ہوئے کہا: "قوتِ برداشت کا امتحان اب ہوگا۔ [illegible] مارشل آرٹ کی انتہا کو پہنچنے والے اکثر ایسے ہی مرحلوں سے بوٹیوں سے بنائی ہوئی دوا ہے۔ اس کی خاصیت یہ [illegible] ہیں اور ان کے پاس ایسی ہی جڑی بوٹیوں سے بنی سے گہرا زخم چند منٹوں میں بھر جاتا ہے اور زخموں کے [illegible] حیرت انگیز دوائیں ہوتی ہیں جو آن کے زخموں کو مندمل جاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر پہلے اس نے پانی اور روئی کے ذریعے [illegible] زخموں پر سے پتھروں کی گرد اور مٹی صاف کی۔ اسے [illegible] میں تکلیف محسوس ہوئی ہے لیکن مجھے راحت محسوس [illegible] کہتے ہیں کہ جب درد حد سے بڑھ جاتا ہے تو دوا [illegible] میں برداشت کی اتنی عادی ہو گئی تھی کہ یہ معمول [illegible] گزرتی تھی۔ تقریباً تین چار مہینے تک یہ عمل جاری رہا۔ اس لیے کچھ نہیں تھیں لیکن جب اس نے وہ دوا میں [illegible] بعد پھر ان کنکریٹ کر گھی اس پر بچھا دیا گیا جسے کشتی لڑنے لگائی تو ایک دم سے میرے جسم سے پسینہ نکل گیا۔ [illegible] لیے اسٹیج بنا دیا گیا ہو۔ پھر اس پر واسورو کی آکے مجھ سے تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میرے ہاتھ اور پاؤں [illegible] لگا۔ وہ جو کچھ بھی مجھے سکھا چکا تھا میں اس پر عمل کرتی

تھی۔ اس پر حملے کرتی تھی اور وہ جوابی حملے کر کے مجھے اُن پتھر کے ٹکڑوں پر اٹھا کر پھینک دیتا تھا۔ اس کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ میرا جسم مضبوط ہو جائے اور قوتِ برداشت کا عادی ہو جائے۔ اس لیے وہ مجھے اِدھر سے اُدھر پھینکتا رہتا تھا۔

وقت گزر رہا تھا۔ شیدے جیل سے واپس آگیا تھا اور اس نے جسیم الدین سے آکر ملاقات کی تھی اور یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا کہ میری بہت اچھی طرح ٹریننگ ہو رہی ہے، رفتہ رفتہ عمر ذرا گزری تو میں پندرہ برس کی ہو گئی۔ اب میں نے محسوس کرنا شروع کیا کہ میرے جسم میں کچھ تبدیلیاں آرہی ہیں۔ میری ماں نے میری طرف سے پریشان ہونا شروع کر دیا تھا۔

اس کے باوجود اب بھی میرے مزاج میں ذرا بھی لڑکی پن نہیں تھا۔ مجھ میں بالکل مردوں جیسی خاصیتیں تھیں۔ ان دنوں جسیم الدین کے اس مارشل آرٹ کے اسکول میں لڑکیاں بھی آنے لگی تھیں اور وہ بھی یہ آرٹ سیکھا کرتی تھیں۔ شیدے نے میری ماں کو تسلی دی کہ اب زمانہ بدل گیا ہے۔ لڑکیاں بھی جوڈو کراٹے سیکھ رہی ہیں اور ہماری بیٹی مردانہ تو مردوں سے بھی آگے نکل گئی ہے۔ اس کے لیے تمہیں ذرا بھی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ یہ کوئی چھوئی موئی سی لڑکی نہیں ہے کہ باہر جایا کرے گی اور دوسروں سے مقابلے کیا کرے گی تو کوئی اسے مار پیٹ کر گھر بھیج دے گا۔ اللہ نے چاہا تو یہی دشمنوں کا ناطقہ بند کر دے گی۔

ان دنوں واسورو کی نے نئی مشقیں شروع کرائیں۔ اس بار پائیں باغ کے اس گوشے میں لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے۔ جیسا کہ پہلے پتھروں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے۔ اب مجھے ویسی ہی مشقیں کرنی تھیں جیسی پتھروں کے ڈھیر میں کر چکی تھیں۔ یہ سب سے کٹھن مرحلہ تھا۔ میں نے وہ مشقیں بھی شروع کیں اور بڑی تکلیفوں اور اذیتوں سے گزرتی رہی۔ یہ مشقیں ہفتے میں ایک بار ہوا کرتی تھیں۔ اس کے باوجود میں بہت ہی تھک ہار کر نڈھال ہو جاتی تھی۔ دو دنوں سے زخم تو بھر جاتے تھے لیکن ہفتے بھر تک آرام کرنا پڑتا تھا۔ پھر میں اس قابل ہوتی تھی کہ وہ مشقیں دہرا سکوں۔

تقریباً سترہ سال کی عمر تک مسٹر و واسورو کی نے مجھے فولاد کا جسم بنا کر رکھ دیا۔ اب میں بہت محتاط ہو کر دوسروں سے ملتی تھی۔ کسی سے مصافحہ کرنے وقت بہت نرمی سے ہاتھ ملاتی تھی۔ اگر میں اپنے ہاتھ کو ذرا سا بھی سخت کرتی تو مجھ سے مصافحہ کرنے والے کا ہاتھ پس کر رہ جاتا۔ ایک دو بار اس کا تجربہ ہوا۔

مصافحہ کرنے والے مجھے حیرانی سے دیکھتے تھے۔ پھر یہ کہ راستہ چلتے وقت کسی سے ٹکر ہو جاتی تو ٹکرانے والا ایک ہاتھ پیچھے چلا جاتا تھا۔ اگر کوئی بھاری بھرکم آدمی ہوتا تو وہ مجھ سے ٹکرا کر حیرانی سے دیکھتا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ ایک انسان سے ٹکرایا ہے یا فولاد کے کھمبے سے۔

واشسورو کی نے پھر نئی ورزشیں شروع کرائیں۔ اُن ورزشوں کے ذریعے رفتہ رفتہ میرے فولاد جیسے بدن میں لوچ اور لچک پیدا ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ واشسورو کی کے دواؤں کے بکس میں ایسی مالش کا تیل بھی موجود تھا جس سے بدن پر مالش کرنے سے بدن کی جلد قدرتی طور پر ملائم نظر آ سکتی تھی۔ اُس نے کہا کہ ورزش کرنے کے بعد اس مالش کے تیل سے میرے پورے بدن پر مالش کی جائے گی۔ میں پھر ایک بار گھبرائی۔ کیونکہ اب میں جوان ہو چکی تھی اور اب میں کسی سے اپنے بدن کی مالش نہیں کروا سکتی تھی۔

اگرچہ مجھ میں عورت پن نہیں تھا اور نہ ہی میں کنواری لڑکیوں کی طرح شرماتی تھی۔ میں اپنے اندر ایک مردانہ پن سا محسوس کرتی تھی۔ پھر بھی میں مالش اس لیے کروانا نہیں چاہتی تھی کہ خود کو مرد ثابت کر رہی تھی اور یہ بھید میں کھولنا نہیں چاہتی تھی۔ جیم الدین نے کہا: "میرِ جان تم عجیب لڑکے ہو نہ تو لنگوٹ اور جانگیہ پہنتے ہو اور نہ ہی کپڑے اُتار کر مالش کروانا چاہتے۔ تو پھر تم لڑکیوں کی طرح شرماتے کیوں ہو؟"

وہاں کمرے میں واشسورو کی بھی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بھی مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں ایسے موڑ پر پہنچ گئی تھی جہاں اپنے اس بھید کو چھپا نہیں سکتی تھی کیونکہ میں اپنے فولادی بدن میں لوچ اور لچک پیدا کرنا چاہتی تھی اور اپنے بدن کی جلد میں ملائمت بھی لانا چاہتی تھی۔ میں نے مجبور ہو کر ایک گہری سانس لینے کے بعد جیم الدین سے کہا: "اکل! میں تقریباً چھ سال سے ایک راز چھپائے ہوئے ہوں اور آج وہ راز آپ لوگوں پر آشکار کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔"

جیم الدین نے کہا: "اگر ایسا کوئی راز ہے جسے چھپائے رکھنا نہایت ضروری ہے تو ہم تمھارے رازدار رہیں گے۔ ہمیں بتاؤ۔"

میں نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں آہستگی سے کہا: "میں لڑکا نہیں لڑکی ہوں۔"

وہ دونوں ایک دم سے چونک کر مجھے بے یقینی سے دیکھنے لگے۔ انھیں میری باتوں کا یقین نہیں آ سکتا تھا۔ کیونکہ میں نے چھ برس تک ہر قدم پر ہر آزمائش میں اپنے آپ کو ایک مرد ثابت کیا تھا۔ رو کی نے میری طرف ... کر کہا: "کیا تم ہم لوگوں سے مذاق کر رہے ہو؟"

جیم الدین نے بھی انکار میں سر ہلا کر کہا: "... بات نہ کرو۔ میں پچھ برس سے دیکھتا آ رہا ہوں ... لڑکے ہی رہو گے۔"

میں نے کہا: "آپ لوگ یقین کریں یا نہ کریں ... طور پر لڑکی ہوں۔ میری فطرت کچھ ایسی تھی۔ میری ... لیے انداز میں ہوئی کہ میں مردوں کی طرح سخت ... گئی جو کچھ باقی رہ گیا تھا۔ وہ آپ لوگوں نے مجھے ... میں فولاد ہوں اور آج آپ ہی لوگ اس بات ... کر سکتے کہ میں لڑکی ہوں۔"

اُن دونوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ ... میں نے کہا: "بہتر ہوگا کہ آپ لوگ یقین کر لیں ... جیم الدین نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "... یا مرجانہ! تم جو کوئی بھی ہو ہم بحث نہیں کرنا چاہتے۔ ... بیان کے مطابق تم لڑکی ہو اور تمھارا نام مرجانہ ... بدن کی مالش کے لیے ایک عورت مقرر کی جائے ... ورزشیں تمھارے لیے نہایت ہی ضروری ہیں۔ ... ہی پختہ بن کر رہ جاؤ گی۔ بحیثیت انسان تمھارے ... لچک ہونی چاہیے اور اب جبکہ تم خود کو لڑکی ... تو تمھارے اندر یہ نزاکت اور ملائمت بہت ہی ..."

دوسرے دن ایک عورت کا بندوبست کر ... میں ورزش کے بعد ایک کمرے میں گئی تو وہاں بند ... اس عورت نے میرے سارے بدن کی مالش کی۔ ... جیم الدین اور واشسورو کی میری پہلے سے زیادہ عزت ... اور مجھ سے محبت سے پیش آنے لگے۔ انھیں ... میں واقعی لڑکی ہوں۔ جیم الدین نے شیدے کو ... مشورہ دیا: "جو لڑکی ہے اُسے لڑکی ہی بنا کر رکھنا چاہیے ... یہ بات نہیں چھپا سکو گے کہ تمھارے گھر میں ایک ... اور تم اُسے بیٹا بنائے ہوئے ہو۔ قدرت اُسے بے ... گی۔ لہٰذا اب اسے بیٹی کے رُوپ میں آجانے دو۔"

جیم الدین نے شیدے کو سمجھایا۔ پھر میری ... بات آگئی کہ اب اپنے آپ کو چھپانا فضول ہے۔ ... کی تبدیلیاں قدرتی طور پر نمایاں ہو رہی تھیں۔ اُسے ... جا سکتا تھا لہٰذا میں نے اپنے بال بڑھانے شروع کر ... لڑکیوں کا لباس پہننے لگی۔

جب مارشل آرٹ سیکھنے والے لڑکے اور لڑکیوں

نے میرے انکشاف ہوا تو وہ لوگ بھی بڑے حیران ہوئے۔ لڑکیوں نے مجھ سے دوستی کی۔ کتنی ہی لڑکیاں میری سہیلیاں بن گئیں۔ اُن میں ایک ثریا قابلِ ذکر ہے۔ ویسے تو سبھی دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ثریا خاص طور پر بہت زیادہ دولت مند تھی اور اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں مارشل آرٹ سیکھنے آیا کرتی تھی۔ اس کے ساتھ رہ کر میں نے کار چلانا سیکھ لیا۔ وہ دوستی کے معاملے میں مجھ سے زیادہ گرمجوشی کا مظاہرہ کیا کرتی تھی۔ اچانک مجھ سے لپٹ جاتی تھی۔ میرے بدن کو بھینچ کر تعریفیں کرتی تھی کہ میں بہت اچھا جسم رکھتی ہوں۔ کبھی ایسا ہوا کہ اُس نے بے اختیار میرے گلے میں بانہیں ڈال کر مجھے چوم لیا۔

ابتدا میں مجھے کچھ عجیب سا لگا لیکن میں عام مردوں کی طرح نرم اور نازک چیز کو پسند کرتی تھی۔ اس لیے مجھے ثریا کی نزاکت پسند آگئی۔ رفتہ رفتہ ہم لوگوں میں اتنی بے تکلفی بڑھی کہ ہم کبھی کبھی ایک ساتھ سونے بیٹھنے لگے۔ میری زندگی میں ثریا پہلی لڑکی ہے جس نے مجھے دوسری لڑکیوں میں دلچسپی لینا اور اُن سے دوستی کرنا اچھی طرح سکھا دیا۔

میری ورزشیں جاری تھیں میرے بدن پر مالش بھی ہوا کرتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سال بھر کے اندر میرے بدن کی جلد میں بڑی نرمی اور ملائمت پیدا ہو گئی۔ پھر میں لڑکیوں کی طرح دُور سے نرم و نازک سی نظر آنے لگی مگر میرے اندر کی فولادی سختی بدستور قائم رہی۔ آخری دنوں شیدے نے مجھے بتایا کہ کرم دین کا پتہ چل گیا ہے۔

میں نے بیتاب ہو کر پوچھا: "وہ کہاں ہے۔ میں ابھی جا کر اُس سے ملنا چاہتی ہوں؟"

شیدے نے کہا: "وہ یہاں نہیں کراچی میں رہتا ہے۔ میرا ایک ساتھی وہاں سے آیا ہے اور اُس کا پتہ بھی لے کر آیا ہے۔ یہ رہا اُس کا پتہ۔"

اُس نے جیب سے ایک کاغذ کا ٹکڑا نکال کر دیا۔ اس کاغذ پر کراچی کے ایک علاقے گرلیمار کا پتہ لکھا ہوا تھا۔ شیدے نے کہا: "وہ اسی پتے پر مل سکتا ہے۔"

میں نے اس پتے کو ذہن نشین کرتے ہوئے کہا: "میں کل ہی کراچی جاؤں گی۔" شیدے اور میری ماں نے اعتراض کیا۔ وہ مجھے تنہا نہیں جانے دینا چاہتے تھے لیکن میں بضد تھی۔ مجھے اپنے ماں باپ کی تلاش کرنا تھی اور میں اس بات کے لیے برسوں سے بے چین تھی کہ کسی طرح مجھے میری اصلیت معلوم ہو جائے اور میں اپنے والدین تک پہنچ جاؤں اور اگر وہ زندہ نہ ہوں تو اس کی بھی خبر مجھے مل جائے تاکہ دل کو اطمینان رہے۔

میں نے یہ بات جیم الدین اور واشسورو کی کو بھی بتائی۔ وہ دونوں بھی یہی چاہتے تھے کہ میں تنہا نہ جاؤں بلکہ جیم الدین کسی کو میرے ساتھ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا: "کیا اتنے دنوں کی تعلیم و تربیت پر بھی آپ لوگوں کو بھروسہ نہیں ہے۔ کیا میں محض ایک لڑکی ہوں کہ تنہا جاؤں گی تو کوئی مجھے کچا چبا جائے گا؟"

جیم الدین نے کہا: "یہ بات نہیں ہے۔ کراچی بہت بڑا شہر ہے اور تم لاہور سے باہر کبھی گئی نہیں ہو۔ یہ سفر بھی تمھارے لیے نیا ہے اور وہ شہر بھی اجنبی ہوگا۔"

لیکن میں بضد رہی کہ مجھے جانا ہے۔ آخر جیم الدین نے ایک کاغذ پر پتہ لکھ کر دیتے ہوئے کہا: "یہ میرے ایک دوست کا پتہ ہے۔ وہ سوسائٹی میں رہتا ہے۔ تم اس پتے پر پہنچ جانا۔ وہاں تمھاری رہائش کا بندوبست ہو جائے گا اور تمھیں کراچی میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔"

اس سفر کے لیے شیدے نے مجھے ایک ہزار روپے دیے اور جیم الدین نے پانچ ہزار روپے نکال کر میرے سامنے رکھ دیے۔ میں نے کہا: "میں اتنی رقم لے جا کر کیا کروں گی۔" جیم الدین نے کہا: "وہ بہت بڑا شہر ہے تمھیں قدم قدم پر پیسوں کی ضرورت پڑے گی۔ انھیں رکھ لو اور اگر کم پڑیں تو میرے اس دوست سے جتنا چاہو طلب کر لینا۔ وہ انکار نہیں کرے گا۔ میں تمھارے وہاں پہنچنے سے پہلے اُسے ٹیلیفون کے ذریعے اطلاع دے دوں گا۔"

دوسرے دن کراچی جانے والے ایک طیارے میں میری سیٹ بک ہو گئی۔ وہاں ایئرپورٹ میں جیم الدین، واشسورو کی، شیدے اور میری ماں سبھی مجھے رخصت کرنے آئے تھے۔ جیم الدین نے کہا: "میں نے ٹیلیفون پر اپنے دوست سے بات کر لی ہے اور اُسے تمھارے متعلق ساری تفصیل بتا دی ہے اور اسے کہا ہے کہ تم میری منہ بولی بیٹی ہو۔ وہ ایئرپورٹ پر تمھیں لینے آئے گا۔ اُس کی کار کا رنگ سبز ہے اور اُس کار کا نمبر بھی تم نوٹ کر لو۔"

یہ کہہ کر اُس نے اُس کار کا نمبر نوٹ کرایا تاکہ مجھے اُس کے دوست کو پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہو۔ میں ان لوگوں سے رخصت ہو کر طیارے میں آ کر بیٹھ گئی۔ یہ واقعی میری زندگی میں پہلا بڑا سفر تھا اور میں پہلی بار طیارے میں بیٹھ رہی تھی۔ میں نے ہلکے گلابی رنگ کی شلوار اور قمیص پہنی ہوئی تھی سینے پر دوپٹہ تھا۔ آنکھوں پر سیاہ چشمہ پہن لیا تھا اور میرے شانے سے ایک بیگ جھول رہا تھا۔ میں بڑی اسمارٹ لگ رہی تھی اس بات کا اندازہ یوں ہوا کہ کتنے ہی لوگ مجھے بار بار دیکھتے تھے

اور آگے جانے والے ٹائلے پیچھے پلٹ کر دیکھنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ جاپانی جڑی بوٹیوں سے بنائی ہوئی دواؤں نے بڑا کام دکھایا تھا خصوصاً اس مالش کی وجہ سے میرے بدن کی رنگت نکھر آئی تھی۔ جلد ملائم ہو گئی تھی۔ عام حسین لڑکیوں کی طرح میں بھی دُور سے نرم و نازک نظر آتی تھی۔ جہیم الدین اور دانشور کی نے مجھے ایک ایسی لڑکی بنا دیا تھا جس میں فولاد کی سختی بھی تھی اور شاعری کی نزاکت بھی۔

طیارے کے اندر بہت اچھی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ وہاں بڑا ہی شریفانہ ماحول تھا۔ سب لوگ اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی میرے بازوؤں ایک بوڑھی عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ شریفوں کے سینے میں بھی دل ہوا کرتے ہیں۔ جہاں اچھی صورت نظر آتی ہے وہاں وہ چوری چھپے اُسے دیکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی دو چار لوگ کبھی کبھی میری طرف دیکھ لیتے تھے۔ میں اپنی تعریف نہیں کر رہی ہوں۔ میں نے پہلی بار اپنے گھر سے اپنے ملاقاتے سے نکل کر جو کچھ دیکھا تھا وہی بیان کر رہی ہوں۔ ویسے بھی لڑکیاں اپنی تعریف پسند کرتی ہیں اور میں فطرتاً لڑکی نہیں ہوں اور نہ ہی تعریف کی محتاج ہوں۔ میری تعریف مجھے اُس وقت اچھی لگتی ہے جب میں کسی سے مقابلے میں سبقت لے جاتی ہوں اور اپنے آپ کو فولاد ثابت کرتی ہوں۔ اس وقت جب مجھے قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے تو میں بہت خوش ہوتی ہوں۔ میرے سامنے میرے اپنے حسن و شباب کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ بلکہ میں دوسری لڑکیوں کو پُرشوق نگاہوں سے دیکھا کرتی تھی اور اُن سے دوستی کرنے کی تمنا کرتی تھی۔ ایسی صورت میں میں اپنے حسن کی تعریف کر کے کسی سے کچھ لینا نہیں چاہتی تھی یا کسی کو جتینا نہیں چاہتی تھی۔ یہ تو لڑکیاں کرتی ہیں۔

طیارے میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ دو گھنٹے کے بعد میں کراچی پہنچ گئی۔ وہاں ایئرپورٹ میں لیج ہال سے اپنا سوٹ کیس لے کر باہر آئی۔ لوگیٹ کے پاس ہی میں نے ایک بہت ہی حسین لڑکی کو دیکھا۔ وہ میری طرف غور سے دیکھ رہی تھی۔ جیسے مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ اُسے اس طیارے سے آنے والے کسی مہمان کا انتظار تھا۔ میں اُسے نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھ گئی اور پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگی۔ جہاں وہ سُرخ رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اُس کا نمبر پڑھا۔ وہ وہی گاڑی تھی۔ جہاں تک مجھے پہنچنا تھا۔ وہاں تک پہنچتے ہی میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو وہی حسین لڑکی میرے پاس چلی آ رہی تھی۔

اُس نے پوچھا: "کیا تمھارا نام مرجانہ ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "ہاں مجھے آنکل جہیم الدین نے بھیجا ہے۔"

اُس نے مسکرا کر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "میرا نام زرینہ وہاب ہے۔ تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

میں نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پیار سے دبایا۔ وہ ایک دم سے چونک کر کبھی میرے ہاتھ کو اور کبھی میرے چہرے کو دیکھنے لگی۔ میں نے محسوس کیا کہ اُس کا ہاتھ لرز رہا ہے۔ اُس نے اُس کی ہتھیلی کی پشت کو دوسرے ہاتھ سے سہلاتے ہوئے کہا: "مجھے بھی تم سے مل کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ میرا خیال ہے ہمارا وقت بڑا اچھا گزرے گا۔"

اُس نے جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا: "تمھارے ہاتھ میں بڑی سختی اور بڑی گرمی ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں کسی مرد سے ہاتھ ملا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ جلدی سے گھوم گئی اور دوسرے دروازے کی طرف جا کر اُس نے کار کا دروازہ کھولا۔ پھر اسٹیئرنگ پر بیٹھ گئی۔ میں دوسرا دروازہ کھول کر اُس کے پاس والی سیٹ پر آ گئی۔ کار کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ زرینہ وہاب کے بدن سے عجیب سی خوشبو اٹھ رہی ہے۔ وہ کار اسٹارٹ کرنے کے بعد اسے ڈرائیو کرتی ہوئی ایئرپورٹ سے باہر لے جا رہی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "تمھارے بدن سے بہت اچھی خوشبو اٹھ رہی ہے۔ کیا کوئی پرفیوم لگایا ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی: "نہیں۔ یہاں ہمارے شہر میں ایک پارلر کھلا ہے اُس کا نام ہے باتھنگ پرفیوم۔ وہاں لڑکیاں خوشبو کا غسل کرتی ہیں۔ ابھی میں وہیں سے خوشبو کا غسل کے بعد ایئرپورٹ آئی ہوں میرے بدن سے اسی لیے خوشبو آ رہی ہے۔"

اس لمحے پتہ نہیں کیوں اس میں آتشِ رقابت بھڑک اٹھی تھی۔ شاید یہ خوشبو کے غسل کا کمال ہو گا۔"

میں بہت دیر سے مرجانہ کے دماغ میں بیٹھا خیال خوانی میں مصروف تھا اور مرجانہ اس لڑکی کے سامنے کرسی پر بیٹھی اپنی داستان سنا رہی تھی۔ مجھے اُس کی داستان بڑی ہی دلچسپ لگ رہی تھی اور میری دلچسپی مرجانہ سے بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک ایسی مستی تھی جسے نہ تو محبو بہ بنایا جا سکتا تھا اور نہ ہی پرستاری کی جا سکتی تھی۔ وہ شکار کرنا جانتی تھی شکار ہونا اس کی فطرت نہیں تھی۔ اس لیے ایسی لڑکی کے متعلق میں اس وقت سے بھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں بھی مرجانہ کو شکار کروں گا۔ میری خواہش بس اتنی تھی کہ اس لڑکی سے دوستی ہو جائے جبکہ وہ مجھے اپنا بہترین دشمن سمجھ رہی تھی۔

میں جھاڑیوں کے کنج میں آرام سے تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ایک سگریٹ نکال کر سلگایا۔ پھر دوبارہ مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ لڑکی سے کہہ رہی تھی: "میں زرینہ کی کوٹھی میں پہنچی۔ وہاں اُس کے والدین سے ملاقات ہوئی۔ وہ لوگ بہت ہی شریف اور مہذب تھے اور مذہب کے پابند تھے۔ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے تھے۔ اس گھرانے میں بڑی پاکیزگی تھی۔ صرف اُن کے بچے زرینہ اور اُس کا بھائی آزاد خیال ہو گئے تھے اور نئی سوسائٹی میں بہتی فنر کے لڑکوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔

تم کو میں نے آنکل وہاب سے کہا کہ میں گولیار جا کر کرم دین سے ملنا چاہتی ہوں۔ انکل نے اپنے بیٹے جاوید سے کہا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائے۔ کراچی شہر میرے لیے بالکل نیا تھا میرے بھٹکنے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے جاوید نے کار نکالی پھر ہم دونوں اس کار میں بیٹھ کر گولیار کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں جاوید انگریزی دھن میں کوئی گیت گنگناتا رہا اور مجھے مسکرا کر دیکھتا رہا۔ وہ مجھ پر عاشق ہو رہا تھا۔ کبھی کبھی کہتا تھا کہ زندگی میں صرف عیش و عشرت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ انسان کو فری ریلیشن یعنی آزاد تعلقات رکھنے چاہئیں اور کسی قسم کی شرم و جھجک نہیں ہونی چاہیے۔

میں مسکرا کر اُس کی باتیں سنتی رہی۔ وہ عام ہپیوں جیسا ایک دبلا پتلا سا جوان تھا۔ اگر میں اُس کو اپنی ایک انگلی چھبو دیتی تو وہ اسپتال پہنچ جاتا۔ مجھے اُس کی حالت پر ترس آ رہا تھا۔ اس لیے میں اسے نظر انداز کر رہی تھی۔ اس وقت میرا اندازہ ایک بے چینی سی تھی کہ میں جلد سے جلد کرم دین تک پہنچ جاؤں اور اُس سے اپنے والدین کا پتہ دریافت کروں۔

تھوڑی دیر بعد ہماری کار گولیار کی ایک گلی میں پہنچ گئی۔ اس کاغذ پر لکھے ہوئے پتے کے مطابق جاوید نے مجھے اس مکان تک پہنچا دیا مگر وہاں دروازے پر تالا پڑا ہوا تھا۔ ہم نے پڑوس کے ایک دکاندار سے کرم دین کے متعلق پوچھا۔ اُس نے کہا: "بھئی ابھی تو شام کا وقت ہے۔ اس وقت وہ سٹہ کھیلنے کے لیے جاتا ہے اور بہت رات کو واپس آتا ہے۔ وہ آپ لوگوں کو پٹیل پاڑہ میں ملے گا۔"

جاوید نے کار کو وہاں سے موڑ کر پٹیل پاڑہ کی طرف لے جاتے ہوئے مجھ سے کہا: "اس دنیا میں اتنے زیادہ ہپی اس لیے نظر آتے ہیں کہ ہماری دنیا میں حرام کاری بہت زیادہ ہوتی ہے اور بہت سے بچے یہ نہیں بتا سکتے کہ اُن کے ماں باپ کون ہیں۔"

میں نے گھور کر جاوید کو دیکھا۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ مجھ پر طنز کر رہا ہے کیونکہ مجھے بھی میرے ماں باپ کا پتہ نہیں معلوم تھا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میری پیدائش کیسے ہوئی ہے۔ جائز طریقے سے یا ناجائز طریقے سے؟

جاوید نے کہا: "مجھے یوں گھور کر نہ دیکھو۔ میری دعا ہے کہ تمھارے والدین کا صحیح پتہ مل جائے لیکن انسان کو حقیقت تسلیم کرنا چاہیے۔ تم یہ دیکھ رہی ہو کہ آج کل اتنے سارے ہپی دنیا کے بیشتر علاقے میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ اُس کی وجہ یہی ہے کہ اُن کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ اُن کی ماں ہوتی ہے تو باپ کا پتہ نہیں ہوتا۔ وہ اپنا غم بھلانے کے لیے چرس کے نشے میں ڈوب جاتے ہیں اور اپنے آپ کو بھی بھول جاتے ہیں جو لوگ حقیقت کو برداشت نہیں کرتے وہ یا تو خودکشی کر لیتے ہیں یا نشے میں ڈوب کر ساری دنیا کو بھلا دیتے ہیں۔"

جاوید درست کہہ رہا تھا۔ اس کی بات میرے دل کو لگ رہی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے اس دنیا میں میری کوئی ماں تو ہو لیکن کوئی باپ نہ ہو اور ہو بھی تو وہ کہیں منہ چھپا رہا ہو۔ میں اپنے آپ کو شاید کبھی یہ نہ کہہ سکوں کہ میں شریف والدین کی جائز اولاد ہوں۔ کیا میرے ساتھ ایسا المیہ پیش آئے گا؟ یہ سوچ سوچ کر میرا دل ڈوبنے لگا۔

پٹیل پاڑہ پہنچ کر جاوید نے کار کو ایک جگہ سڑک کے کنارے روک دیا۔ وہاں دو چار جھونپڑوں کے پاس بڑی بھیڑ تھی۔ لوگ چائے پی رہے تھے روٹیاں کھا رہے تھے اور باہر سڑکوں پر بھی کھڑے ہوئے تھے اور سب کے سب نمبروں کے متعلق بحث کر رہے تھے کہ کس نمبر پر رقم لگانی چاہیے۔ میں کار سے اُتر کر اس بھیڑ میں سے گزرنے لگی تو سب مجھے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ کیونکہ سٹہ کھیلنے کی جگہ کوئی عورت نہیں آتی تھی۔ پھر یہ کہ وہاں بچوں کے ہوٹل تھے اور وہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک خوب صورت دوشیزہ اُن کی طرف آئے گی۔ سب مجھے دیکھتے رہے پھر کتنے ہی لوگوں نے میری طرف بڑھ کر پوچھا: "کسے تلاش کر رہی ہو؟"

میں نے کہا: "میں کرم دین نام کے ایک شخص کو تلاش کر رہی ہوں۔ وہ لاہور سے آیا ہے۔"

ان لوگوں نے کرم دین سے لاعلمی ظاہر کی۔ میں آگے بڑھ کر باری باری دو چار ہوٹلوں میں جا کر دیکھنے لگی۔ وہاں کتنے ہی لوگ عجیب نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ کتنے ہی لوگ آوازے بھی کس رہے تھے میں انجان بن کر وہاں سے واپس آ گئی۔ میں نے جاوید سے پوچھا: "یہاں کہیں قریب ہی کوئی شراب خانہ ہے؟ اس لیے کہ کرم دین نشے کا بھی عادی تھا۔ وہ وہاں مل

سکتا ہے۔"

جاوید مجھے کار میں بٹھا کر قریب ہی گرومندر کے ایک شراب خانے میں لے گیا۔ پھر اُس نے کہا۔ "تمھارا شراب خانے کے اندر جانا مناسب نہیں ہے۔ میں پوچھ کر آتا ہوں کہ کرم دین نام کا کوئی آدمی ہے یا نہیں۔"

میں کار میں بیٹھی رہی۔ واقعی یہ مناسب نہیں تھا کہ میں اتنے سارے شرابی لوگوں کے درمیان جاتی۔ وہاں پیپل پاڑہ میں سستہ بازوں کی بھیڑ میں جا کر میں نے دیکھ لیا تھا کہ ہمارے ہاں کے لوگ کتنی گری ہوئی ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں۔ ایک عورت کو ذرا سا آزاد گھومتے دیکھ کر اُسے آوارہ بدمعاش سمجھتے ہیں اور سب کے سب باجماعت آوارہ بدمعاش بن جاتے ہیں۔ اپنے گریبان پر نظر نہیں پڑتی کہ وہ کیا ہیں۔ الزام صرف عورت پر آتا ہے کہ وہ کیوں آزاد گھوم رہی تھی۔

جاوید نے واپس آ کر بتایا کہ شراب خانے میں کرم دین نام کا کوئی آدمی نہیں ہے۔ میں مایوس ہو گئی۔ میرا غصہ اب بڑھنے لگا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے ہر لمحہ میرے ماں باپ مجھ سے دُور ہوتے جا رہے ہوں۔ میں نے کہا۔ "پھر پیپل پاڑہ واپس چلو۔ وہ بہت عادی جواری ہے۔ یقیناً سٹہ کھیلنے کے لیے آیا ہوگا۔"

جاوید نے کہا۔ "تمھارا بار بار وہاں جانا مناسب نہیں ہے وہاں لوگ طرح طرح کی بڑی غلیظ باتیں کر رہے تھے۔"

میں نے کہا۔ "انھیں باتیں کرنے دو۔ مجھے کرم دین کو تلاش کرنا ہے اور میں اُسے ہر حال میں آج ڈھونڈ نکالوں گی۔"

جاوید نے مجبور ہو کر مجھے پھر پیپل پاڑہ تک پہنچا دیا۔

وہاں پہلے میں اس ہال کی طرف گئی جہاں ٹہر لگائے جاتے تھے وہاں میں نے کچھ عورتوں کو دیکھا جو سٹہ کھیلنے آئی تھیں۔ مجھے کرم دین کہیں نظر نہیں آیا۔ میں پھر اُن ہوٹلوں کی طرف واپس آئی۔ مجھے [illegible] کرم دین [illegible] اور اُنھوں نے کہا [illegible] کر دیے۔

میں اُن کی باتیں صبر سے سُن رہی تھی لیکن رفتہ رفتہ وہ بڑی گندی باتوں پر اُترنے آئے تھے۔ میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر ذرا چیختے ہوئے کہا۔ "چپ ہو جاؤ۔ پہلے میری بات سن لو۔ کیا میرے یہاں آنے سے تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں کوئی آوارہ لڑکی ہوں؟"

کسی طرف سے ایک نے کہا۔ "شریف لڑکیاں اپنے گھروں سے نہیں نکلتیں۔ اگر نکلتی بھی ہیں تو ایسی جگہ نہیں آتیں۔"

میں نے کہا۔ "شریف لڑکیوں کے باپ اور بھائی بھی ایسی جگہ نہیں آتے۔ تم میں سے کتنے ایسے ہیں جنھوں نے سٹہ کھیلنے کے لیے اپنی بیویوں کے زیورات بیچے ہیں۔ کوئی ایسا ہے جو اپنی تنخواہ گھر میں دینے کے بجائے یہاں سٹہ کھیلنے [illegible] کسی کے گھر میں بچے فاقہ کر رہے ہیں لیکن وہ اپنے [illegible] بچ کر، بچوں کو روٹی کھلانے کے بجائے یہاں جوا کھیل [illegible] تم لوگوں میں کتنی شرافت ہے کہ مجھ اکیلی لڑکی کو ملعون [illegible] ہو۔ آواز سے کس رہے ہو اور اپنے ہی منہ پر تھوک رہے [illegible] میں کوئی غیر نہیں تمھاری ہی بہنوں اور بیٹیوں میں سے [illegible]

ایک لمبے تڑنگے آدمی نے اپنی مونچھوں پر تاؤ دیتے [illegible] اور میری طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "میری نہ تو کوئی بہن بیٹی ہے۔ ہاں کوئی داشتہ نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کر میں [illegible] سے اٹھا کر اپنے گھر لے جاؤں اور داشتہ بنا کر رکھ لوں۔"

میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھ گئی کہ یہاں شریف لوگ بھی آئے ہوئے ہیں جو اپنی عادت سے مجبور ہو کر جوا کھیل رہے ہیں لیکن اُن میں یہ کہنے کی [illegible] کسی عورت پر ہاتھ اٹھائیں۔ اگر تجھے اپنے آپ پر [illegible] کہ مجھے اُٹھا کر لے جا سکتا ہے تو آ جا۔ یا تو مجھے لے جا [illegible] مجھے یہیں زمین پر لٹا دوں گی۔"

میری بات سن کر وہ ہنستا ہوا آیا۔ وہ بڑے آرام [illegible] مجھے کوئی کمزور لڑکی سمجھ کر میرا بازو پکڑنا چاہتا تھا۔ میں [illegible] ایک اُلٹا ہاتھ اُس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ ایک دم سے [illegible] اور پیچھے جا کر ایک کُرسی پر بیٹھا اور اس کُرسی کے ساتھ دوسری طرف اُلٹ گیا۔ ایک بیک بھیڑ چھٹنے لگی۔ ہو [illegible] پیٹ سے کترا تے تھے اور محض جوا کھیلنے کے عادی تھے دُور ہٹنے لگے۔ جو شخص مار کھا کر گرا تھا۔ اُس کا ایک [illegible] بڑھ کر غصے سے بولا۔ "لڑکی تو نے استاد پر ہاتھ اٹھا کر [illegible] موت کو دعوت دی ہے۔ ہم تجھے یہاں سے زندہ نہیں [illegible] دیں گے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں ایک ہٹ گئی۔ وہ میز پر آ کر گرا۔ میں نے اُس کی گردن پر کر [illegible] ایک ہاتھ رسید کیا۔ پھر اُس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں [illegible] کر ایک طرف کھینچ کر میز کے نیچے کھڑا کیا اور پے در پے [illegible] گھونسے مارنے کے بعد اسے زمین پر گرا دیا۔ اس دوران [illegible] آدمی نے پیچھے سے آ کر مجھ پر کئی ہاتھ جمائے۔ ایک [illegible] ماری لیکن مجھ پر ایسے حملوں کا اب کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ [illegible] نے پلٹ کر اُس کی خبر لی۔ صرف دو ہاتھ اُس کے منہ پر [illegible] پڑے تو وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ لوگ حیرانی سے [illegible] دیکھ رہے تھے۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر میں [illegible] میں ایسی کیا بات ہے کہ مار کھانے کے بعد آدمی اٹھ نہیں [illegible] کیونکہ اُن کا استاد جو گرا تھا۔ وہ اب آہستہ آہستہ اٹھ رہا تھا لیکن اُس میں حملہ کرنے کی جرأت نہیں تھی۔ لوگوں نے دیکھا کہ اُس کی ناک سے اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ شاید دانت بھی ہل گیا ہوگا۔

وہ اس علاقے کا بدمعاش تھا۔ ایک لڑکی کے ہاتھ سے مار کھانے کے بعد اُسے اپنی توہین کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ گھور کر جیسے سوچ رہا تھا کہ مجھ پر کیسے غالب آ سکتا ہے کیونکہ میرے ایک ہاتھ نے ہی اُسے سمجھا دیا تھا کہ مجھ سے ٹکرانا اُسے مہنگا پڑے گا۔ یہ سوچ کر اُس نے فوراً ہی اپنی جیب سے چاقو نکال لیا۔ اس مجمع میں ذرا سی بھگدڑ مچ گئی۔ کہیں دور سے کسی نے کہا۔ "لعنت ہے! ایک لڑکی کے سامنے چاقو نکال رہا ہے۔"

اچانک ہی اُس نے چاقو سے حملہ کیا۔ میں بالکل ہی تیار کھڑی تھی۔ میں نے فوراً ہی کُرسی اٹھا کر اُس کے حملے کو روکا۔ وہ اس بات کو آسان سمجھتا تھا کہ ایک ہاتھ سے کُرسی ہٹا کر پھر میری طرف بڑھ جائے گا۔ لیکن میں نے محض اُسے کُرسی سے اُلجھایا تھا۔ جیسے ہی وہ کُرسی کی طرف متوجہ ہوا اور اُسے ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے نیچے سے ایک لات ماری۔ میری لات اُس کے گھٹنے پر پڑی تو وہ لڑکھڑایا۔ میں نے فوراً ہی کُرسی ایک طرف پھینک کر دوسری لات اُس کی کمر پر ماری۔ وہ ایک دم سے جھکا تو میں نے اُس کے چاقو والی کلائی کو پکڑ لیا۔ پھر اُس کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ یقیناً وہ محسوس کر رہا تھا کہ اُس کی کلائی آہنی شکنجے میں ہے۔ میں اُس کی کلائی کو موڑ رہی تھی۔ پھر موڑتے موڑتے ایک ایسے مقام پر آئی۔ جہاں مجھے اپنا آخری داؤ استعمال کرنا تھا اور جب آخری داؤ میں استعمال کرتی تھی تو بہت زور کی چیخ مارتی تھی۔ میں نے فلک شگاف چیخ حلق سے نکالی۔ دوسرے ہی لمحے کھٹاک کی آواز کے ساتھ اُس کی کلائی اپنی جگہ سے اکھڑ گئی۔

اب وہ فرش پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ اُس کا چاقو اُس کے پاس ہی پڑا ہوا تھا۔ لیکن اب وہ کبھی بھی اپنے دائیں ہاتھ سے اس چاقو کو نہیں پکڑ سکتا تھا۔ سب لوگ بالکل سکتے کے عالم میں جیسے یوں دیکھ رہے تھے جیسے کوئی عجوبہ دیکھ رہے ہوں۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک تنہا لڑکی تین بدمعاشوں کو اس طرح مارے گی کہ وہ فرش پر سے اُٹھ نہیں سکیں گے۔

میں وہاں سے پلٹ کر جانا چاہتی تھی کہ چار پولیس والے آ گئے۔ اس بار تمام لوگوں نے میری حمایت میں کہا کہ مجھے چھیڑا گیا تھا اور جھگڑے کی ابتدا ان بدمعاشوں کی طرف سے ہوئی تھی۔ اس لیے پولیس والوں نے مجھے زیادہ دیر نہیں روکا۔ وہ بھی کہنے لگے کہ یہ بدمعاش آئے دن یہاں دنگے فساد کرتے رہتے ہیں۔ آج انھیں اچھا سبق ملا ہے۔ میں پولیس والوں سے رخصت ہو کر جانا چاہتی تھی کہ اچانک میری نظر ایک بوڑھے شخص پر پڑی۔

✿

وہ شخص میرے قریب آ رہا تھا۔ پھر اُس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بیٹی! میں نے یہاں آ کر ابھی معلوم کیا ہے کہ تم کرم دین نامی کسی ایسے شخص کو تلاش کر رہی ہو جو لاہور سے آیا ہے۔ میرا نام کرم دین ہے اور میں لاہور سے آیا ہوں۔ کہیں تمھیں مجھ سے تو کوئی کام نہیں ہے؟"

میں نے اُسے غور سے دیکھا تو پہچان گئی۔ وہ بہت بدل گیا تھا۔ میں بھی تو بہت بدل گئی تھی۔ جب وہ مجھے جوئے میں ہار کر گیا تھا تو میں بچی تھی۔ اب جوان تھی۔ پھر مارشل آرٹ وغیرہ کے ذریعے مجھ میں بڑے بڑے انقلاب آئے تھے۔ میں نے اُس سے کہا۔ "ہاں کرم دین۔ مجھے تمھاری تلاش تھی۔ ذرا باہر میری کار تک آؤ۔"

یہ کہہ کر میں آگے بڑھی۔ وہ میرے ساتھ چلنے لگا جاوید بھی میرے ساتھ چل رہا تھا۔ اُس نے کہا۔ "کمال ہے تم اکیلی ان بدمعاشوں سے لڑ رہی تھیں اور تم نے انھیں زمین پر بھی گرا دیا۔"

میں نے اُس سے پوچھا۔ "تم کہاں بھاگ گئے تھے؟"

وہ بولا۔ "میں فوراً ہی پولیس والوں کو بُلانے چلا گیا تھا۔ یہ پولیس والے میری ہی طرف سے آئے ہیں۔"

ہم کار کے پاس پہنچ گئے۔ بہت سے لوگ ہمارے پیچھے چلے آئے تھے۔ مجھے اب تک حیرانی سے دیکھ رہے تھے اور آپس میں میرے متعلق تبصرے کر رہے تھے۔ میں وہاں کرم دین سے بات نہیں کر سکتی تھی اس لیے میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "یہاں بیٹھ جاؤ۔ میرے ساتھ میری کوٹھی میں چلو۔ میں ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ بھی حیران تھا اور مجھ سے متاثر تھا۔ چپ چاپ اس کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں اگلی سیٹ پر جاوید کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر میں کار اسٹارٹ ہوئی اور ہم اس بھیڑ سے دُور نکلتے چلے گئے۔

راستے میں کرم دین نے کہا۔ "اگر ہمارے ملک میں تمھارے جیسی بیٹیاں پیدا ہونے لگیں تو ہمارے ہاں کی گلیوں کوچوں سے بدمعاشوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تم نے ایسی دلیری دکھائی ہے کہ وہاں سب ہی حیران رہ گئے تھے۔ ویسے تم کون ہو اور مجھے

کیسے جانتی ہو؟"

میں نے اُس سے پوچھا: "کیا تم شیدے پہلوان کو جانتے ہو؟"

"شیدے پہلوان؟" وہ سوچنے لگا۔

میں نے کہا: "میں لاہور سے آئی ہوں اور شیدے لاہور میں رہتا ہے۔"

اس نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا: "مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔"

میں نے کہا: "تم نے ایک ایسا جُوا کھیلا تھا جس میں ایک چھوٹی سی بچی کو ہار گئے تھے۔ کیا اب وہ شیدے پہلوان اور وہ بچی یاد آئی؟"

وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔ میں پلٹ کر اُسے دیکھ رہی تھی۔ اُس نے کہا: "ہاں ہاں اب مجھے سب کچھ یاد آگیا ہے۔ ایک چھوٹی سی بچی کو میں ایک بار جُوئے میں ہار گیا تھا مگر۔ مگر تم کون ہو اور یہ سب باتیں کیسے جانتی ہو؟"

میں نے اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا: "میں وہی لڑکی ہوں جسے تم اس روز جُوئے میں ہار گئے تھے۔"

اُس نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ پھر انکار میں سر ہلانے لگا۔ تقریباً آٹھ برس گزر گئے تھے میں لمبائی سے پہاڑ بن گئی تھی۔ اس لیے اُسے یقین نہیں آرہا تھا۔ میں نے کہا: "تمھیں یقین نہیں آئے گا۔ کیونکہ تم اس بچی کو گندی نالی کا کیڑا بنا کر پال رہے تھے۔ تمھارا خیال تھا کہ جسے تم جُوئے میں ہار چکے ہو وہ دوسری جگہ بھی گندے ماحول میں پرورش پائے گی اور جوان ہو کر بازارِ حسن میں بیٹھ جائے گی۔ تمھارے جیسے جواری، شرابی اور عیاش لوگوں کے کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ تم دوسرے عیاش لوگوں کے لیے بازار میں ایک نیا کھلونا لے آؤ گے اور تمھاری کوئی تمھارے اس جرم کا حساب نہیں کر سکے گا۔"

وہ اب تک مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا جا رہا تھا۔ میں نے کہا: "جس کی حفاظت خدا کرتا ہے اُس کو شیطان کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے۔ اب بھی تم مجھے پہچان رہے ہو یا نہیں؟"

اُس نے سہمے ہوئے انداز میں پوچھا: "تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو؟"

"یہاں سوسائٹی میں ایک کوٹھی ہے۔ میں وہاں چل کر تم سے باتیں کروں گی۔"

"باتیں یہاں بھی ہو سکتی ہیں، گاڑی روک دو۔ میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا: "تمھارا تو باپ بھی میرے ساتھ جائے گا۔ انکار کر کے دیکھ لو۔ میں تمھاری ہڈی پسلیاں توڑ کر اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"

وہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ سہمے ہوئے انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔ ہماری کار کوٹھی میں پہنچ کر پورچ میں آکر رُک گئی۔ میں نے کار سے اُتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اُسے باہر آنے کے لیے کہا۔ وہ چُپ چاپ باہر آگیا۔ پھر میں اُسے لے کر کوٹھی کے اندر آئی۔ انکل وہاب اُن کی بیگم اور زرینہ ہمارے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ابھی اُنھوں نے رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ میں نے کہا: "انکل یہ وہی کرم دین ہے۔ بڑی تلاش کے بعد ملا ہے۔ اب میں اس سے پوچھتی ہوں کہ میرے ماں باپ کون ہیں؟"

کرم دین ایک دم سے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ وہ شاید سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں کبھی اپنے ماں باپ کے متعلق کوئی سوال کروں گی۔ میں نے کہا: "میرا منہ کیا تک رہے ہو۔ مجھے ساری باتیں سچ سچ بتا دو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا: "تم یقین نہیں کرو گی میں تمھارے ماں باپ کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہوں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے بچپن سے میری پرورش کی ہے۔ تم مجھے کہاں سے لائے تھے؟"

اُس نے جواب دیا: "تم تین برس کی تھیں اور ایک فٹ پاتھ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں تمھیں وہاں سے اُٹھا کر لے آیا تھا۔"

"دیکھو مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے۔ تم نے ماضی میں مجھ پر بڑے ظلم کیے ہیں۔ اس کے باوجود آج میں تمھارے بڑھاپے کا احترام کرتی ہوں۔ مجھے مجبور نہ کرو کہ میرا ہاتھ اٹھ جائے ورنہ تمھارے حق میں بہت بُرا ہو گا۔"

اُس نے ڈھٹائی سے کہا: "مرجانہ یقین کرو۔ میں جھوٹ نہیں کہتا ہوں۔ میں نے تمھیں فٹ پاتھ سے۔۔۔۔"

اُس کی بات ادھوری رہ گئی۔ میں نے ایک ہلکا سا طمانچہ اُسے رسید کیا تو اُس کا منہ گھوم گیا۔ اُس کے بڑھاپے کا خیال رکھتے ہوئے میں نے اُسے طمانچہ رسید کیا تھا۔ اُسے تارے نظر آنے لگے تھے۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر ڈھنڈلائی ہوئی۔۔۔ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ لے جا کر دونوں جبڑوں کو اپنے پنجے میں جکڑ لیا۔ پھر اُسے سختی سے ڈرا کر کہا: "میں ان جبڑوں کو کچل کر رکھ دوں گی۔ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو سچ سچ بتا دو۔"

بیگم وہاب نے سہم کر کہا: "بیٹی یہ کیا کر رہی ہو۔ بھلے گھر میں آج تک کبھی کسی نے جھگڑا نہیں کیا۔ اس بوڑھے کے ساتھ سہولت سے باتیں کرو۔"

جاوید نے کہا: "امی، شاید آپ نہیں جانتیں کہ مرجانہ کتنی دلیر اور ضدی قسم کی لڑکی ہے۔ آج اس نے پیپل پاڑہ میں تین بدمعاشوں کو اکیلے مارا ہے اور انھیں فرش پر گرا دیا ہے وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ میں تو حیرانی سے اس کی بہادری دیکھ رہا تھا۔"

انکل وہاب نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری بیٹی نے آج کل کی لڑکیوں کی طرح جوڈو کراٹے سیکھا ہے مگر بیٹی دنیا کے تمام مسئلے مار پیٹ سے حل نہیں ہوتے۔ یہ بوڑھا آدمی ہے۔ اس کے ساتھ سہولت سے پیش آؤ۔ اسے چھوڑ دو۔ میں اس سے باتیں کرتا ہوں۔"

میں نے کرم دین کو چھوڑ دیا۔ وہ چکرا کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا تھا اور اپنے جبڑوں کو سہلاتے ہوئے تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ انکل وہاب نے اُس سے کہا: "تم نے زندگی میں بہت سے جھوٹ بولے ہوں گے۔ اب اس بڑھاپے میں ایک بار سچ بول دو۔ خدا بھی تم سے خوش ہو گا۔ آخر سچ بولنے میں تمھارا کیا بگڑتا ہے؟"

اُس نے گھور کر مجھے دیکھا۔ پھر کہا: "مرجانہ تم نے مجھے طمانچہ مارا ہے۔ تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ اب تم میری جان بھی لے لو گی تو میں تمھیں تمھارے ماں باپ کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

میں نے غصے سے مٹھیاں بھینچ کر پوچھا: "کیوں نہیں بتاؤ گے؟"

"تمھارے والدین کے متعلق اتنی بڑی دنیا میں صرف میں جانتا ہوں۔ اگر تم نے مجھے مار ڈالا تو پھر تم ساری عمر اپنے والدین کے لیے ترستی رہو گی۔ انھیں تلاش کرتی رہو گی لیکن وہاں تک کبھی نہیں پہنچ سکو گی۔"

مجھے احساس ہوا کہ اس کا پلہ کتنا بھاری ہے۔ اگر اُسے میرے ہاتھوں سے نقصان پہنچا یا وہ کسی طرح سے ہلاک ہو گیا تو اتنی بڑی دنیا میں مجھے کوئی میرے ماں باپ کا پتہ نہیں بتا سکے گا۔ میں اُس کی محتاج تھی اور اس وقت میری پوزیشن یہ تھی کہ میں اُس کی خوشامد کر سکتی تھی لیکن اُس پر حکم نہیں چلا سکتی تھی۔

میں نے اچانک نرم لہجے میں کہا: "مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم پر ہاتھ اُٹھایا۔ ویسے تم بچپن میں مجھ پر بہت سارے ظلم ڈھا چکے ہو۔ اگر ایک بار میں نے ہاتھ اٹھا دیا تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آیندہ میں کبھی تم پر کوئی زیادتی نہیں کروں گی۔ چلو اب دوستی کر لو اور شرافت سے میرے ماں باپ کا پتہ بتا دو۔"

اُس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "نہیں تمھاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم اُن کا پتہ نہ پوچھو۔ اگر تمھارے ماں باپ کو تم سے ملنا ہوتا تو وہ بہت پہلے ہی مل چکے ہوتے لیکن اُن کی مجبوری یہ ہے کہ تم اُن سے دُور رہ کر ہی زندہ رہ سکتی ہو۔ قریب جاؤ گی تو موت کے سائے تمھارے اور تمھاری ماں کے چاروں طرف منڈلاتے رہیں گے۔"

"یہ بات کہہ کر تم میرے اندر اور بھی زیادہ تجسس اور اُن سے ملنے کی تحریک پیدا کر رہے ہو۔ میں ہر حال میں اُن سے ملنا چاہتی ہوں۔ مجھے موت کا ڈر نہیں ہے جو کچھ ہو گا میں اُن حالات سے نمٹ لوں گی تم مجھے اُن کا پتہ بتا دو۔"

"مرجانہ بہتر ہے کہ تم مجھے مار ڈالو۔ میں یہاں سے اپنی ضد پوری کر کے جاؤں گا اور تمھیں تمھارے ماں باپ سے محروم رکھوں گا یا پھر اس گھر سے میری لاش نکلے گی۔ آؤ آزما لو کہ ہم دونوں میں سے کون زیادہ ضدی ہے۔"

انکل وہاب نے اسے سمجھایا۔ اُن کی بیگم نے بھی اُس کی خوشامدیں کیں کہ وہ ضد نہ کرے۔ میں نے کہا: "یہ سیدھی طرح نہیں مانے گا۔ اگر یہ مجھے پتہ نہیں بتانا چاہتا تو نہ بتائے۔ یہ اِس دُنیا میں زندہ نہ رہے۔ میں اسے مار ڈالوں گی۔"

میں آگے بڑھی تو انکل وہاب نے میرا راستہ روک لیا۔ اُنھوں نے کہا: "بیٹی، مرجانہ۔ غصہ حرام ہوتا ہے۔ اس غصے کی حالت میں تم بہت بڑی بازی ہار جاؤ گی، اس وقت میں تمھارا بزرگ ہوں۔ تمھارے سامنے موجود ہوں۔ اس کا فیصلہ مجھ پر چھوڑ دو۔"

یہ کہہ کر وہ اُسے دوسرے کمرے میں لے گئے۔ وہاں دیر تک وہ اُسے سمجھاتے رہے کہ وہ اپنی ضد سے باز آجائے لیکن اب اُس نے سمجھ لیا تھا کہ میں اُس پر ہاتھ بھی نہیں اٹھا سکوں گی۔ کیونکہ مجھے اپنے ماں باپ تک پہنچنا ہے اور اب وہ چاہتا تھا کہ میں ساری زندگی اُس کی خوشامدیں کرتی رہوں۔

انکل وہاب بہت ہی ذہین تھے۔ آخر اُنھوں نے کرم دین کو کسی حد تک راضی کر لیا۔ کرم دین نے کہا: "ٹھیک ہے میں ابھی تو نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ میری کچھ مجبوریاں ہیں۔ پہلے میں مرجانہ کے خاندان والوں سے مشورہ کروں گا۔ اگر انھوں نے مجھے اجازت دے دی تو میں اُسے سب کچھ بتا دوں گا۔ ورنہ مجبوری ہے۔ مجھے ایک ہفتے کا وقت دیا جائے۔ میں اُن لوگوں سے رابطہ قائم کر کے کسی طرح اُن سے اجازت لینے کی کوشش کروں گا۔"

انکل نے اُسے جانے کی اجازت دے دی لیکن اُس سے یہ وعدہ لیا کہ وہ یہاں کوٹھی میں آتا رہے گا اور ایک ہفتے

کے اندر مجھے میرے ماں باپ کا پتہ بتادے گا۔ کرم دین نے وعدہ تو کیا لیکن پانچ سو روپے مانگے۔ کم بخت بڑا ہی بھچو تھا۔ انکل نے اسے پانچ سو روپے دے دیے۔ وہ اُسے خوش رکھنا چاہتے تھے۔ انھوں نے کہا: "اگر تم ایک ہفتے کے اندر مرجانہ کے والدین کا پتہ بتادو گے تو میں تمھیں پانچ ہزار روپے دوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ اُس کے جانے کے بعد ہم لوگ کھانے کے لیے ڈائننگ ٹیبل پر آ گئے۔ انکل وہاب نے مجھے کہا: "مرجانہ ایک بات یاد رکھو۔ تم لاکھ دلیر سہی۔ لیکن اپنے غصّے کو کنٹرول میں رکھنا سب سے بڑی بہادری ہے۔ اگر تم غصّے میں آ کر اُسے مار ڈالو گی تو وہ کم بخت ضد میں آ کر مر جائے گا۔ پھر سوچو کہ تمھیں تمھارے والدین تک کون پہنچائے گا۔ ساری زندگی تم اُن کو دیکھنے کے لیے ترستی رہو گی اور وہاں تک کبھی نہیں پہنچ سکو گی۔ میری نصیحت یاد رکھو۔ آیندہ کرم دین کو کبھی کوئی نقصان نہ پہنچانا۔ ہزار غصّے کے باوجود یہ کوشش کرنا کہ اُس سے پیار محبت سے یا چاپلوسی کے ذریعے اپنا کام نکال سکو۔"

میں سمجھ رہی تھی کہ انکل درست کہہ رہے ہیں لیکن میرے اندر والدین سے ملنے کے لیے اتنی بے چینی تھی کہ میں آپے سے باہر ہو گئی تھی۔ اب تو یہ بے چینی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ میں تو سمجھ رہی تھی کہ کرم دین بڑی آسانی سے پتہ بتادے گا اور قصّہ ختم ہو جائے گا۔ میں برسوں کی بچھڑی ہوئی اپنے والدین تک پہنچ جاؤں گی۔ لیکن یہ ٹیڑھی کھیر نکلی اور کرم دین الٹے دے رہا تھا۔ پتہ نہیں وہ ایک ہفتے کے بعد بھی مجھے صحیح پتہ بتانے والا تھا یا نہیں۔ وہ اگر یہ بات چھپا رہا تھا تو یقیناً اس کے پیچھے کوئی راز ہو گا۔ اُس کی مجبوری نہیں بلکہ وہ اس راز کے ذریعے کوئی منافع حاصل کرتا ہو گا۔ اسی لیے وہ خود کو بظاہر مجبور بنا کر پیش کر رہا تھا۔ حالانکہ وہ دھاندلی کر رہا تھا۔

کھانے کے بعد میں اور زرینہ خواب گاہ میں آ گئے۔ میرے لیے زرینہ کی خواب گاہ میں سونے کا انتظام کیا گیا تھا۔ میں کم و بیش سو کر کرم دین کے متعلق ہی سوچتی جا رہی تھی۔ زرینہ نے مسکرا کر کہا: "اب بس بھی کرو۔ کب تک اس خبیث بوڑھے کے متعلق سوچتی رہو گی۔ مجھے تو وہ بڑا ہی خدمی اور بے رحم لگ رہا تھا۔ شاید ہی وہ تمھیں تمھارے والدین کا پتہ بتائے۔"

میں بستر پر تھکے ہوئے انداز میں گر پڑی۔ میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ مجھے ابھی اس کے متعلق نہیں سوچنا چاہیے۔ جتنا سوچوں گی اتنا ہی اُلجھتی رہوں گی۔ تم کچھ اپنی باتیں کرو۔

اب تمھارے بدن سے وہ خوشبو نہیں آ رہی ہے جو میں نے ایئرپورٹ پر محسوس کی تھی۔ کیا خوشبو کا غسل ایسے ہی ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر بعد خوشبو اُڑ جاتی ہے؟"

زرینہ نے میرے پاس آ کر لیٹتے ہوئے کہا: "پتہ نہیں، خوشبو اتنی جلدی کیسے اُڑ گئی۔ وہ جو شہناز ہے اُس کے بدن سے تو چوبیس گھنٹے خوشبو آتی رہتی ہے۔"

میں نے پوچھا: "یہ شہناز کون ہے؟"

"بہت ہی حسین عورت ہے۔ اُسے دیکھ کر ایسا پتہ چلتا ہے کہ خدا نے اُسے بڑی فرصت سے بنایا ہے۔ کم بخت جتنی حسین ہے اتنی ہی مغرور بھی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ کوئی مرد اُسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ وہ کنواری ہے اور کنواری رہے گی۔ لوگ اس کے لیے ترستے رہیں گے۔"

میں نے تھوڑی دیر کے لیے خیال خوانی کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ شہناز کی یاد آ گئی تھی۔ قصور میں اُس کا سراپا سامنے آ گیا تھا۔ واقعی کم بخت بلا کی حسین تھی اور میری زندگی میں وہ پہلی عورت تھی جسے میں اپنی مرضی سے ہاتھ نہیں لگا سکا تھا اور وہ میرے لیے آسمان بن گئی تھی جسے میں زمین پر کھڑے ہو کر چھو نہیں سکتا تھا۔

میں ایک سگریٹ سلگانے کے بعد پھر مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی کو داستان سناتے ہوئے کہہ رہی تھی: "میں بہت رات تک زرینہ سے شہناز کے متعلق باتیں کرتی رہی۔ زرینہ نے جیسی اُس کی تعریف کی تھی۔ اُسے سن کر میری دلچسپی شہناز سے بڑھ گئی۔ میں نے سوچا کہ میں اُس سے ضرور دوستی کروں گی۔ اس رات زرینہ میرے پاس سوتی رہی۔ میں اور وہ بہت رات تک جاگتے رہے۔ پھر بہت رات گزرنے کے بعد وہ تھک ہار کر سو گئی۔ میں بھی تھوڑی دیر بعد نیند کی آغوش میں پہنچ گئی۔

دوسرے دن میں نے کرم دین کا انتظار کیا کہ وہ شاید آئے گا لیکن وہ نہیں آیا۔ میں نے سوچا کہ اگر رات کو بھی نہ آیا تو میں دوسرے دن اُس کے پاس جاؤں گی۔ شام کو زرینہ کہیں سے واپس آئی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ بہت پریشان ہے اور گھر والوں سے اپنی پریشانی چھپا رہی ہے۔ اُس کی امّی نے پوچھا بھی کہ وہ اداس کیوں ہے تو زرینہ یہ کہہ کر ٹال گئی کہ اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔

وہ اپنے کمرے میں جا کر بند ہو گئی تھی۔ رات کے وقت کھانے پر اُسے بلایا گیا تو اُس نے دوسرا بہانہ کر دیا اور کہہ دیا کہ اُسے بھوک نہیں ہے۔ وہ کمرے سے باہر نہیں آئی۔ بند دروازے کے پیچھے سے ہی جواب دے دیا۔ بیگم وہاب... جنھیں میں آنٹی کہا کرتی تھی۔ بولیں: "بیٹی مرجانہ۔ تم دونوں سہیلیاں میں کچھ ہو گئی ہو۔ تم ہی جا کر اُس سے پوچھنا کہ وہ اتنی اداس کیوں ہے۔ باس کی طبیعت کیوں خراب ہے۔ تم اُسے سمجھا منا کر تھوڑا بہت کھلا دینا۔ ورنہ رات کو وہ بھوکی سو جائے گی۔"

میں نے اُن سے وعدہ کیا اور کھانے کے بعد بیڈ روم میں آئی۔ میں نے دروازے پر دستک دی اور آواز بھی دی۔ "زرینہ دروازہ کھولو۔ میں ہوں اور کوئی بھی نہیں ہے۔"

میری آواز پر اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اُس کی آنکھیں سُرخ ہو رہی ہیں اور وہ کچھ دیر پہلے روتی رہی ہے۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے پوچھا: "کیا بات ہے زرینہ۔ کیا مجھے اپنا دُکھ نہیں بتاؤ گی؟"

میری بات سُنتے ہی وہ مجھ سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور ساتھ ہی کہنے لگی: "میں برباد ہو گئی ہوں۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔"

میں نے پوچھا: "آخر ایسی کون سی بات ہو گئی۔ تم پریشان کیوں ہوتی ہو۔ سہولت سے ساری باتیں مجھے بتاؤ۔"

میں... سمجھا منا کر اُسے بستر پر لے آئی۔ پھر وہاں اُسے بٹھا کر اُس کے آنسو پونچھنے لگی۔ وہ بولی: "میں ڈوب رہی ہوں۔ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ میں تمھارے ساتھ بستر پر لیٹ کر تمھارے سینے سے لگ کر لیٹنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد ہی کچھ بتا سکوں گی۔"

میں اُسے اپنے ساتھ لے کر بستر پر لیٹ گئی۔ پھر اُس کے بدن کو بھی تھپک کر اور کبھی سہلا کر تسلیاں دینے لگی۔ اُس نے کہا: "وہ جو خوشبو کا غسل کرایا جاتا ہے۔ وہ بالکل فراڈ ہے۔ آج میرے سامنے اس کی حقیقت کھل گئی ہے۔ میں جہاں خوشبو کا غسل کرنے گئی تھی وہاں ایک ادھیڑ عمر عیسائی عورت ہے۔ وہ بدن پر خوشبو مالش کرنے کے بہانے آہستہ آہستہ لڑکیوں کے کپڑے اُتار دیتی ہے۔ اس طرح انھیں بالکل عریاں کر دیتی ہے۔ وہ کمرہ بالکل بند ہوتا ہے اس لیے میں ذرا بھی نہیں شرمائی کیونکہ میرے سامنے ایک عورت تھی اور مجھ پر اس بات کی دیوانگی تھی کہ میں اپنے بدن کو مکتا جیسا گلاب بنا دوں گی۔ آج جب میں وہاں گئی تو پتہ چلا کہ میری بہت ساری عریاں تصویریں اُتار لی گئی ہیں۔ میں اُن تصویروں کو دیکھ کر شرم سے زمین میں گڑ گئی۔ میری نظریں نہ اُٹھ سکیں۔ مجھے ایسا لگا کہ میں اسی لمحے مر گئی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگی۔ میں نے اُسے تھپک تھپک کر تسلی دیتے ہوئے پوچھا: "تم آخر وہاں کیوں گئی تھیں۔ تمھیں اتنی عقل ہونی چاہیے کہ بند کمرے میں خواہ عورت ہی کیوں نہ ہو اُس کے سامنے لباس اُتارنا سراسر بے شرمی ہے۔"

وہ بولی: "میں جانتی ہوں۔ میں نے آج تک امّی کے سامنے بھی کبھی..... لباس تبدیل نہیں کیا لیکن اُس وقت میرے ذہن پر یہ جنون سوار تھا کہ میں شہناز کی طرح ایک مہکتی ہوئی عورت بن جاؤں۔ اتنی حسین اور اتنی خوشبو والی کہ لوگ للچاتے رہیں اور مجھے شہناز کی طرح حاصل نہ کر سکیں۔"

میں نے پوچھا: "کیا اس مالش کرنے والی عورت نے تمھیں تمھاری تصویریں دکھائی تھیں؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی: "نہیں اس کوٹھی میں ایک اور شخص ہے۔ اُس کا نام ملک نواز ہے۔ اُس نے مجھے تصویریں دکھائیں تو میں نظریں اُٹھا کر دیکھ بھی نہ سکی۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ رہا تھا اور میں اپنا ہاتھ چھڑا رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: گھبراؤ نہیں۔ ہم تمھاری عزّت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ ہم تمھارے جیسی حسین لڑکیوں کو بالکل اچھوتی اور کنواری رکھتے ہیں اور اسی طرح باہر ملک میں بھیج دیتے ہیں۔ تم اس ملک سے باہر جاؤ گی تو لاکھوں رُپے کماؤ گی۔"

میں نے اُس سے کہا: "مجھے دولت کا لالچ نہیں ہے۔ میں جانا نہیں چاہتی۔"

اُس نے کہا: "تمھیں جانا ہی ہو گا۔ اگر جانے سے انکار کرو گی اور اپنے گھر سے بھاگ کر نہیں آؤ گی تو یہ تصویریں تمھارے والدین کے پاس بھیج دی جائیں گی اور تمھارے پورے خاندان میں تقسیم کر دی جائیں گی۔ پھر اُن کا ایک رنگین کیٹلاگ چھپے گا جو سارے بازاروں میں اور ساری دُنیا کے مالک میں تقسیم کیا جائے گا۔ تم کہیں بھی کسی کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گی۔"

زرینہ یہ کہہ کر پھر رونے لگی۔ میں نے اُسے تھپک کر کہا۔ "اب رونا کیوں ہو۔ رونے سے تمھارا یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ اُنھوں نے تمھیں بُری طرح جکڑ لیا ہے۔ اب تمھارے خاندان کی بدنامی ہونے والی ہے۔ تم اگر روؤ گی یا اُن کی باتوں سے انکار کرو گی تو وہ تم لوگوں کو کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رکھیں گے اس لیے آنسو پونچھ لو اور حوصلے سے کام لو۔ دماغ سے سوچو کہ کس طرح اس مصیبت کو دُور کیا جا سکتا ہے اور اپنی عزّت اور اپنی آبرو بچائی جا سکتی ہے۔"

زرینہ نے کہا: "جب تک وہ تصویریں اُس کے قبضے میں رہیں گی۔ اس وقت تک مجھ پر مصیبتیں نازل ہوتی رہیں گی۔"

میں نے کہا: "اگر وہ تصویریں اس کے پاس موجود ہیں تو ابھی تم میرے ساتھ چلو۔ ہم گھومنے کے بہانے یہاں سے نکلیں گے اور ملک نواز کے پاس پہنچیں گے پھر میں اس کے پاس سے وہ تصویریں حاصل کر لوں گی۔"

زرینہ مجھ سے لپٹ کر بولی: "میں سمجھتی ہوں کہ تم دلیر ہو۔ جاوید بھائی تمہاری دلیری کی داستان سنا چکے تھے اور میں نے بھی کل سے یہی دیکھا ہے۔ تمہارے پاس آ کر یوں لگتا ہے جیسے میں ایک بہت ہی قد آور اور بھاری بھرکم مرد کے سائے میں ہوں اور مجھے کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے لیکن وہاں جانے کے بعد وہ تصویریں تو مل جائیں گی۔ ان کے نیگیٹو نہیں ملیں گے وہ ملک نواز کہہ رہا تھا کہ اس کی تصویروں کی دوسری کاپیاں اور نیگیٹو ہیڈ کوارٹر بھیج دیے گئے ہیں۔"

میں نے کہا: "ہو سکتا ہے کہ ملک نواز جھوٹ کہہ رہا ہو۔ اس کا کوئی ہیڈ کوارٹر نہ ہو۔ بلکہ وہ اس عیسائی عورت کے ساتھ مل کر اکیلا یہ دھندا کرتا ہو۔"

"نہیں۔ جیسا کہ وہ لڑکیوں کو باہر بھیجنے کا کاروبار کرتے ہیں تو یہ کوئی ایک اکیلا آدمی نہیں کر سکتا۔ اس کے پیچھے یقیناً منظم گروہ موجود ہے جو لڑکیوں کو اس طرح جال میں پھانس کے اور انھیں بلیک میل کر کے ملک سے باہر بھیجتا ہے۔ ملک نواز اس کا ایک کارندہ معلوم ہوتا ہے۔"

میں سوچنے لگی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ملک نواز کے گھر جا کر اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر تصویریں لے آنا میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن زرینہ کی تصویروں کے اگر نیگیٹو حاصل نہ ہوتے تو بات بگڑ جاتی۔ ملک نواز یا اس کے پیچھے کام کرنے والا گروہ ہمارا مخالف ہو جاتا اور انکل وہاب کے پورے خاندان کو بدنام کر دیتا۔ یہ لوگ نہایت ہی غیرت مند، مہذب اور مذہبی قسم کے لوگ تھے۔ یہ ایسی بدنامی پسند نہ کرتے اور اپنی جان دے دیتے۔ مجھے اس خاندان سے بے حد محبت اور ہمدردی تھی اور میں جذبات میں آئے بغیر ٹھنڈے دل سے ٹھنڈے دماغ سے سوچ رہی تھی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

میں نے پوچھا: "ملک نواز نے پھر تم سے کب ملنے کے لیے کہا ہے؟"

"میں تو اس سے کبھی بھی دن مل سکتی ہوں لیکن اس نے کہا ہے کہ آج سے ٹھیک چھ دن بعد یعنی ہفتے کی شام کو میں اپنا گھر ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر اس کے پاس آ جاؤں۔ وہ مجھے ایک ایسی جگہ لے جائے گا جہاں سے میرے باہر جانے کا مکمل انتظام ہو چکا ہوگا۔"

میں نے پوچھا: "اب تم ان حالات میں کیا کرو گی؟"

"میں کیا کروں میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اتنا جانتی ہوں مجھے ان تصویروں کو اپنے ابو اور امی تک نہیں پہنچنے دینا وہ نرم سے مر جائیں گے۔ میں اس سے پہلے اپنی جان دے دوں گی۔ میں سوچتی ہوں کہ کہیں بھاگ جاؤں۔"

"کہیں بھاگ کر جاؤ گی تو وہ دشمن تمہاری تصویریں گھر پہنچا دیں گے۔ بھاگنے سے کام نہیں چلے گا۔ میرا ایک مشورہ ہے مانو گی؟"

زرینہ نے بڑے پیار سے کہا: "میں تمہاری ہر بات مانوں گی۔ تو جان بھی دے سکتی ہوں۔ مشورہ کیوں نہیں مانوں گی؟"

"پھر تم ان کی بات مان لو اور ملک سے باہر جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

وہ حیرانی سے بولی: "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

میں نے کہا: "میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "سچ مگر کیسے؟"

"ایسے کہ تم کل ہی ملک نواز کے پاس جا کر کہو کہ تم ایک خوب صورت سہیلی ہے اور وہ باہر ملک میں کہیں کرنے کے لیے جانا چاہتی ہے۔ اگر اسے بھی تمہارے ساتھ تو تم بلا چون و چرا جاؤ گی۔"

"مرجانہ تم مجھے اپنی باتوں سے نئی زندگی اور نیا حوصلہ رہی ہو۔ بس ایک ہی بات کی پریشانی ہے۔ سوچتی ہوں یہاں سے جانے کے بعد میرے والدین کا کیا حال ہوگا۔"

میں نے سمجھایا کہ ہم چپ چاپ یہاں سے چلے گے۔ گھر والے جب تلاش کریں گے اور ہمارے متعلق جائے گا کہ بدمعاشوں نے اغوا کیا ہے۔ ہم اپنی مرضی یہ اچھی طرح سوچ لو کہ میں دنیا میں واحد تنہا نہیں ہو تمہارے پیدائشی راز کو جانتا ہوں۔ اگر میں مر گیا تو تم ساری عمر پریشان خاندان کے ہاتھ کو دھبہ لگ سکتا ہے۔ لہٰذا وہ یہی سوچ ہوتی پھرو گی لیکن یہ حسرت لے کر مرو گی کہ تمہیں تمہارے اپنے دل کو تسلی دیں گے کہ جب اغوا کیا گیا ہے اور پولیس والدین مل جائیں۔"

کسی دن ہمیں برآمد کر لیں گے۔

"کرم دین میں جانتی ہوں کہ تم بہت لالچی ہو دیکھو۔ میرے پاس چار ہزار روپے ہیں اور وہ گھر میں رکھے ہوئے ہیں۔ اگر تمہیں روپے کی ضرورت ہے تو میں وہ لا کر تمہیں جانا ہوا تو جاؤں گی لیکن اس کی تصویروں کے نیگیٹو ضرور حاصل کروں گی اور دیکھوں گی کہ کتنے بڑے پیمانے پر یہ لوگ کام کرتے ہیں اور معصوم لڑکیوں کو کس طرح پھانستے ہیں۔ روپے لے کر آؤں گی۔ اگر تم نے وہ روپے لے کر مجھے میرے والدین تک پہنچا دیا تو تمہاری عمر طویل ہو سکتی ہے۔ ورنہ کل بھاگنے کے مطابق ملک نواز کے پاس گئی اور اس کے ہاتھ تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ میں حسرت سے جی لوں گی۔

لیکن تمہیں زندہ نہیں دیکھنا چاہوں گی۔ اب میری بات پر غور کرتے رہو۔ کل میں اسی وقت آؤں گی۔ بس یہ آخری بات کہہ کر جا رہی ہوں۔"

میں وہاں سے آ گئی۔ دوسری طرف ملک نواز نے میری تصویریں آتارنے کے بعد انھیں شاید ناصر پاشا کے پاس بھیجا تھا۔ جو پسند کر لی گئیں۔ دو دن اس نے کوشش ہو کر مجھے بتایا کہ میری تصویریں پسند کر لی گئی ہیں۔ میری ملازمت پکی ہو گئی ہے اور میرے جانے کا انتظام بھی ہو چکا ہے۔ لہٰذا میں زرینہ کے ساتھ سفر کر سکوں گی۔

میں اسی شام چار ہزار روپے لے کر گوالمبار کی اس گلی میں گئی جہاں کرم دین رہتا تھا۔ لیکن وہاں دروازے پر تالا پڑا ہوا تھا۔ پاس والے گھی کے دکان دار نے کہا: "وہ تو کل ہی اپنا سامان لپیٹ کر یہاں سے جا چکا ہے۔ اس نے یہ کمرہ چھوڑ دیا ہے۔ اب یہ کرائے کے لیے خالی ہے۔"

میں نے دیکھا۔ واقعی دروازے کے اوپر ایک گتے پر لکھا ہوا تھا کہ کمرہ کرائے کے لیے خالی ہے۔ میں نے دکان دار سے پوچھا کہ وہ کہاں جا سکتا ہے۔ دکان دار نے لاعلمی ظاہر کی اور نفرت سے کہا کہ وہ شرابی جواری ہے کسی دوسرے اڈے میں چلا گیا ہوگا۔

میں اسے تلاش کرنے کے لیے نکل پڑی۔ میں نے انکل وہاب سے کار لے لی اور خود ہی ڈرائیو کرتی ہوئی مختلف علاقوں میں گھومتی رہی۔ اسے دیکھتی رہی لیکن وہ کہیں نظر نہ آیا۔ آخر دو چار دن کی تلاش کے بعد یہ یقین کرنا پڑا کہ کرم دین وہ شہر چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"

مرجانہ کی داستان یہاں پہنچی تھی کہ اچانک اس کے کمرے کے دروازے پر دستک سنائی دی۔ مرجانہ خاموش ہو گئی ماں نے اپنے سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی سے کہا: "ذرا جا کر دیکھو کہ دروازے پر کون آیا ہے؟"

لڑکی نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا تو وہاں ایک نئی لڑکی کھڑی تھی۔ مرجانہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا: "آؤ اندر آ جاؤ۔ کون ہو تم؟"

وہ اندر آتے ہوئے بولی: "میرا نام لولیتا ہے۔ میں آج ہی اس جزیرے میں آئی ہوں۔"

میں خیال خوانی کے ذریعے وہ سب کچھ سن رہا تھا۔ لولیتا کا نام سنتے ہی میں چونک گیا۔ کیونکہ آج کی میٹنگ میں طے پایا تھا کہ مینا مریم میری نگرانی کرے گی۔ اسی طرح لولیتا مرجانہ کے متعلق معلومات حاصل کرے گی اور یہ جاننے کی کوشش

کہے گی کہ مرجانہ آخر کس قسم کی لڑکی ہے اور اُس کے اندر بغاوت کا جذبہ ہے یا نہیں ؟

میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ بالکل محتاط ہو گیا کہ مرجانہ اُس سے مل کر کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے اُس پر ہونے والا شبہ یقین میں بدل جائے۔ لولیتا کمرے کے اندر آنے کے بعد اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے بڑھا رہی تھی۔ مرجانہ نے اُس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر بڑے پیار سے دبایا۔ لولیتا چونک کر اس کے ہاتھ کو دیکھنے لگی۔ اُس نے بھی یہی محسوس کیا جیسے وہ کسی عورت سے نہیں بلکہ کسی مرد سے ہاتھ ملا رہی ہو۔ حالانکہ وہ ہاتھ ایک عورت کا تھا۔ مرجانہ کا تھا۔

"میرا نام مرجانہ ہے۔ کیا تمھارے ساتھ اور بھی دوسری لڑکیاں اس جزیرے میں آئی ہیں ؟"

لولیتا نے کہا۔ "میرے ساتھ صرف ایک لڑکی ہے اُس کا نام "ٹینا مریم" ہے۔ ویسے میں تم سے مصافحہ کر کے حیران ہوں۔ تمھارا ہاتھ تو فولاد کی طرح سخت معلوم ہوتا ہے۔ تم بظاہر ایسی نہیں لگتیں۔ بالکل نرم و نازک سی لڑکی دکھائی دیتی ہو۔ ہاتھ ملانے سے معلوم ہوا کہ اندر سے بڑی سخت ہو۔ کیا تمھیں مارشل آرٹ سے شوق رہا ہے ؟"

"ہاں میں نے سیکھنے کی کوشش کی تھی مگر سیکھ نہ سکی۔ یہ سختی میرے اندر پیدائشی ہے۔"

"کیا تم اس جزیرے میں اپنی خوشی سے آئی ہو ؟"

"ہاں یہی سمجھ لو۔"

لولیتا نے بہت افسردگی سے کہا۔ "مگر میں بہت مجبور ہو کر آئی ہوں۔ مجھے میرے ملک میں بلیک میل کیا گیا ہے۔ میری ایک کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مجھے یہاں آنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ کاش کہ میں اُن لوگوں سے انتقام لیتی اور یہاں سے بھاگ نکلتی۔"

لولیتا اصلیت اگلوانے کے لیے بڑی ذہانت سے باتیں بنا رہی تھی۔ دوسری طرف مرجانہ ایسی لڑکیوں کی ہمدرد تھی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایک لڑکی جو فروخت ہونے کے لیے اس جزیرے میں آئی ہے وہ جاسوس بن کر اُس کا بھید لینے کی کوشش کر رہی ہوگی۔ مرجانہ جو اَب ہمدردی میں کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ میں اُس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اَب مرجانہ نے اُس سے سوال کیا۔ "لولیتا اس جزیرے میں تمام لڑکیوں پر پابندی ہے۔ تم کس طرح آزادانہ گھومتے ہوئے ہمارے پاس آ گئی ہو ؟"

میں نے مرجانہ کے دماغ کو ذرا ڈھیل دی تاکہ وہ اپنی ہی زبان سے کہے ہوئے اس سوال کی اہمیت کو سمجھ واقعی ذہین تھی۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "ہاں مجھے ہو کر یہ تو معلوم کرنا ہی چاہیے کہ یہ لڑکی اتنی آزادی کا کام۔ تک کیسے چلی آئی ؟"

لولیتا نے کہا۔ "میں آج ہی یہاں پہنچی ہوں۔ باہر سے کچھ جاسوس بھی آئے ہیں۔ اُنھوں نے مجھے مریم کر یقین دلایا ہے کہ جب تک وہ اس جزیرے میں تب تک کوئی قاتل کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اس سے اس جزیرے کی سیر کر سکتی ہوں۔"

مرجانہ کی سوچ نے میری ہدایت کے مطابق کہا۔ "پھر تو ہم سب لڑکیوں کو آج تمھارے ساتھ اس جزیرے کی سیر کرنا چاہیے۔ اب ہم پر سے پابندی گئی ہوں گی۔"

لولیتا ذرا سا بوکھلا گئی۔ کیونکہ آزادی تو دی نہیں تھی اور پابندیاں سب پر برقرار تھیں اُس نے جلدی سے "نہیں یہ بات نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمام لڑکیوں نہیں دی گئی ہے چونکہ میں آج ہی یہاں آئی ہوں مجھے گھومنے کی اجازت مل گئی ہے۔"

میں نے مرجانہ کی سوچ میں کہا۔ "یہ لڑکی باتیں بدل رہی ہے۔ مجھے تو کچھ شک محسوس ہو رہا ہے میرے متعلق کچھ چھان بین کرنے آئی ہو۔ مجھے

مرجانہ نے اپنی ساتھی لڑکی سے کہا کہ وہ کمرے سے باہر چلی جائے۔ جب وہ باہر چلی گئی تو مرجانہ نے اپنے ہاتھ لولیتا کے شانوں پر رکھ کر کہا۔ "میں پابندی سے ہوں۔ میرا بھی چاہتا ہے کہ تم سے دوستی کروں اور باہر سیر کے لیے نکلوں۔ کیا ہم دونوں یہاں سے باہر

یہ کہہ کر مرجانہ نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ لولیتا پریشان اُس کی قربت کو محسوس کرنے لگی۔ اُسے یوں تھا جیسے آنکھیں بند کر لے گی تو اس کے سامنے کر بلکہ بند آنکھوں کے پیچھے کرنی اور محسوس ہوگا۔ مرجانہ سے باز آنے والی لڑکی نہیں تھی۔ لولیتا اُسے پھانسنے آئی تھی اَب اس نے لولیتا کو پھانسنا شروع کر دیا تھا۔

میں نے مرجانہ کی سوچ میں کہا۔ "مجھے لولیتا سے رہنا چاہیے۔ پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ آج یہاں کتنے آئے ہیں اور کس قسم کے حفاظتی اقدامات کیے جائے آج ہی لولیتا اور ٹینا مریم نامی لڑکی یہاں کیسے پہنچی ہیں گروہ کے ساتھ آئی ہیں جس ملک سے تعلق رکھتی ہیں

بھی مجھے صحیح معلومات حاصل نہیں ہوں گی۔ میں لولیتا پر کبھی اعتماد نہیں کروں گی۔"

میں مرجانہ کی سوچ کے ذریعے اُسے اچھی طرح سمجھانے کے بعد اُس کے دماغ سے واپس آ کر کچھ دیر وہاں جھاڑیوں کے پاس بیٹھا رہا۔ پھر میں نے سوچا کہ اَب ٹینا مریم کی خبر لینا چاہیے کہ وہ مجھے کہاں تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ ناصر پاشا کے کاٹج میں تھی۔ وہاں اُس نے میری کار کو کھڑے ہوئے دیکھا تھا اس لیے یہ سوچ کر وہاں پہنچ گئی تھی کہ میں کہیں زیادہ دُور نہیں گیا ہوں اور جلد ہی واپس آ جاؤں گا۔ ناصر پاشا کے کمرے میں جا کر اُس نے ٹیلیفون کے ذریعے اپنے باس ونڈسر کو یہ اطلاع دی تھی کہ ناصر پاشا کے کاٹج کے سامنے کار تو کھڑی ہوئی ہے لیکن طارق محمود نہیں ہے۔ پتہ نہیں کہاں چلا گیا ہے وہ وہاں اس کی واپسی کا انتظار کر رہی ہے۔

میں جھاڑیوں کے بیچ سے اٹھ کر کاٹج کی طرف واپس جانے لگا۔ وہاں جزیرے میں آنے والا جاسوس ونڈسر واقعی ذہین تھا۔ اُس نے آتے ہی سوالات کے ذریعے جن لوگوں پر شبہ کیا تھا اُن میں سرِ فہرست میں اور مرجانہ تھے اور اُس نے ہم دونوں کے پیچھے جاسوس لگا دیے تھے اور وہ صحیح سمت قدم اٹھا رہا تھا۔ لہٰذا ہمیں بھی محتاط رہ کر اُس کے اقدامات کا توڑ کرنا تھا۔ میں زیادہ شبہ میں اُن لوگوں کو مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے ناصر پاشا کے کاٹج کی طرف واپس جا رہا تھا۔ وہاں جتنے بھی کاٹج اور دکانیں تھیں انھیں مقفل نہیں کیا جاتا تھا۔ کسی کی طرف سے چوری، ڈکیتی کا خطرہ نہیں تھا۔ اس جزیرے کے گنے چنے لوگ جانے پہچانے تھے اس لیے ٹینا مریم کو ناصر پاشا کا کاٹج کھلا ہوا ملا تھا۔ اب وہ وہاں ایک بستر پر لیٹی ہوئی انگریزی رسالے کی ورق گردانی کر رہی تھی۔

میں کاٹج کے قریب پہنچ کر گنگنانے لگا تاکہ وہ میری آواز سُن کر پہلے سے محتاط ہو جائے۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ وہ گنگنانے کی آواز سُن کر کاٹج سے باہر برآمدے میں آئی۔ اس وقت میں برآمدے پر پہنچ رہا تھا۔ اُس نے مجھے دیکھا اور میں اُسے دیکھتے ہی ٹھٹک گیا۔ چونکنے کی اداکاری کی۔ وہ جلدی سے بولی۔ "سو سوری۔ میں یہاں ذرا آرام کرنے کے لیے رُک گئی تھی۔ سنا ہے یہاں سارے کاٹج کھلے رہتے ہیں اور خصوصاً مہمانوں کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہاں کا چیف جن کہہ رہا تھا کہ میں کہیں بھی جا کر آرام کر سکتی ہوں۔ لہٰذا میں اسی کاٹج میں آ گئی ہوں کیا تم یہاں رہتے ہو ؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "شاید تم نے اس کاٹج کے گیٹ پر لگی ہوئی تختی نہیں پڑھی۔ اس تختی پر ناصر پاشا کا نام لکھا ہوا ہے۔ میں اُس کا نائب ہوں اور میرا نام طارق محمود ہے۔"

اُس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اور میرا نام ٹینا مریم ہے۔"

میں نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "ہاں میں تمھیں ایئرپورٹ میں دیکھ چکا ہوں۔ تم اُن سراغرسانوں کے ساتھ یہاں آئی ہو۔"

اُس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ پھر بولی۔ "ہاں اُن جاسوسوں کے ساتھ آئی ہوں لیکن محسوس کر رہی ہوں کہ میرے ساتھ فراڈ کیا گیا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیسا فراڈ ؟"

وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔ "میں یہاں کھلی جگہ نہیں کہہ سکتی۔ میرا خیال ہے ہم کمرے میں چلیں۔ وہاں ہیں تنہائی میں اپنے دل کی بات بتا سکوں گی۔"

میں اُس کے ساتھ کاٹج کے اندر ڈائننگ روم میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ آہستگی سے بولی۔ "دراصل میں ایک ادارے میں جاسوسی کی تربیت حاصل کر رہی تھی۔ مجھے اور میری ایک سہیلی لولیتا کو جاسوس بننے کا بہت شوق تھا۔ اس ادارے میں ہم سے کہا گیا کہ ہمیں باقاعدہ اس کے لیے لائسنس دیا جائے گا۔ پھر کل ہمیں بتایا گیا کہ ایک کیس کے سلسلے میں ہمیں ونڈسر کے ساتھ ایک جزیرے میں جانا ہے۔ آج ہم یہاں آئے تو پتہ چلا کہ یہاں وسیع پیمانے پر لڑکیوں کا کاروبار ہوتا ہے۔ جب ہی ہمارا ماتھا ٹھنکا اور ہمیں اپنے متعلق خطرہ محسوس ہوا۔ یقیناً ہمیں بھی پھانس کر یہاں لایا گیا ہے۔ اَب یہ لوگ مجھے اور میری سہیلی لولیتا کو اسی جزیرے میں چھوڑ دیں گے اور کسی کے ساتھ ہمارا سودا کر دیں گے۔"

جس طرح لولیتا مرجانہ کی ہمدردی حاصل کرنے گئی تھی۔ اسی طرح ٹینا مریم بڑی مکاری سے میری ہمدردی حاصل کرنا چاہتی تھی اور مجھے بے نقاب کرنا چاہتی تھی۔ میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "تم یہ باتیں مجھ سے کیوں کرنا چاہتی ہو۔ کیا تمھارا خیال ہے کہ میں اس سلسلے میں تمھاری کچھ مدد کر سکوں گا ؟"

وہ صوفے پر کھسک کر میرے قریب آ گئی میرا بازو کو تھام کر بولی۔ "میں نے تمھیں ایئرپورٹ میں دیکھا تھا۔ پھر اس پختہ عمارت میں دیکھا جہاں اُن لوگوں کی میٹنگ ہو رہی ہے مجھے معلوم ہے کہ پاکستان کے لوگ بڑے غیرت مند ہوتے ہیں اور وہ کسی بھی عورت کی عزت و آبرو بچانے کے معاملے میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اسی اعتماد سے میں تمھارے پاس

آئی ہوں۔"

وہ میرے ملک کا واسطہ دے کر مجھے بھڑکا رہی تھی۔ کم بخت بہت ہی چالاک تھی۔ میں نے ڈھٹائی سے کہا۔ "اگر میں اور ناصر پاشا غیرت مند ہوتے تو اس جزیرے میں یہ کاروبار نہ کرتے۔ دنیا کے ہر ملک میں ہر قوم میں بے غیرت ہوتے ہیں۔ ان میں میرا اور ناصر پاشا کا بھی نام آتا ہے۔"

وہ بولی۔ "میری طرف دیکھو۔"

میں نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ بولی۔ "کیا میں حسین نہیں ہوں؟ کیا میں جوان نہیں ہوں؟ ایک بار میرے قریب آ کر تو دیکھو تم میرے لیے ساری دنیا سے لڑنے مرنے پر تیار ہو جاؤ گے۔ ایک بار مجھے آزما لو۔"

میں نے اسے پرے ہٹا کر کہا۔ "تم نے ابھی اس جزیرے میں دیکھا نہیں ہے۔ یہاں دنیا کی حسین ترین لڑکیاں ہیں۔ میں بہکنا چاہوں تو کسی وقت بھی یہاں بہک سکتا ہوں۔ تمہارا ہونا یہاں ضروری نہیں ہے اور اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم باغیانہ خیالات رکھتی ہو اور یہاں ہمارے تنصیبکاروں کو نقصان پہنچا سکتی ہو۔ میں تمہاری رپورٹ چیئرمین کے پاس کروں گا۔"

اچانک اسے غصہ آ گیا۔ دنیا کی کوئی بھی عورت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے سامنے کسی دوسری عورت کے حسن و شباب کی تعریف کی جائے۔ ٹینا مریم بھی اپنے آپ کو حسین سمجھتی تھی۔ میری باتوں نے اسے غصے سے بھڑکا دیا۔ وہ دانت پیس کر مجھے دیکھنے کے بعد بولی۔ "تم میرے خلاف کیا رپورٹ دو گے۔ میں کوئی معمولی عورت نہیں ہوں۔ میں ونڈسر وغیرہ کا بھرپور اعتماد حاصل کر چکی ہوں۔ وہ مجھ پر کبھی شبہ نہیں کریں گے۔ بلکہ میں تمہارے خلاف رپورٹ کروں تو وہ تم پر شبہ کر سکتے ہیں اور تمہیں قید کر سکتے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تمہیں اس بات پر غصہ آ رہا ہے کہ تمہارا حسن مجھے متاثر نہیں کر سکا۔ کوشش کرو کہ میں متاثر ہو جاؤں۔"

وہ جھنجلا کر کھڑی ہو گئی۔ وہاں سے غصے میں جانا چاہتی تھی اور میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میری مخالف ہو کر یہاں سے جائے۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ تو وہ جھنجلا کر دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہاں سے وہ پھر اٹھی اور پاؤں پٹختے ہوئے ادھر سے ادھر ٹہلنے لگی۔ میں اس کے دماغ میں موجود تھا اور اس کی سوچ کہ غصے سے بھڑکا تا جا رہا تھا اور اسے مجبور کر رہا تھا کہ کبھی غصے میں ادھر سے ادھر آتی جاتی رہے کبھی اٹھتی بیٹھتی رہے۔ مٹھیاں بھینچتی رہے اور بار بار مجھے غصے سے دیکھتی رہے۔ اس کاٹیج سے نہ جائے بلکہ ہر حال میں مجھے متاثر کرے اور ثابت کر دے کہ میں اس کے حسن و شباب کے سامنے بھی ٹھہر سکتا ہوں۔ لہٰذا وہ وہی حرکتیں کر رہی تھی۔

اس کا دماغ اس کے بس میں نہیں تھا۔ کبھی وہ سوچتی تھی کہ وہاں سے چل جائے اور کبھی سوچتی تھی کہ مجھے اپنا ہی لے۔ اپنی ذات سے متاثر کرے اور اپنے غرور کو قائم رکھے۔ وہ نچلی نہیں ہونا چاہتی تھی۔ میری باتوں کا میری نظروں کا منہ توڑ جواب دینا چاہتی تھی۔ پھر منہ توڑ جواب دینے کے لیے اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد جب ہم اس کاٹیج سے باہر نکلے تو دوست بن چکے تھے۔ میں نے ایک ذرا سا مزید کام دماغ میں بھا تک کر دیکھا تو ادھر تو لیتا اس کی گہری دوست بن چکی تھی اور اس سے دیوانہ وار اپنی محبت کا اظہار کر رہی تھی۔ دوپہر کے کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ میں ٹینا مریم کے ساتھ ایک ہوٹل میں آ کر بیٹھ گیا۔ ہم نے کھانے کا آرڈر دیا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔ "ٹینا تم اگر اس جزیرے میں آ کر ہمیں کسی قسم کی مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن میں بھی یہ کاروبار کرتا ہوں۔ اس لیے تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔ ہاں تمہیں زیادہ سے زیادہ آرام اور سہولتیں پہنچانے کی کوششیں کروں گا۔ میں اس جزیرے میں اپنے تنصیبکار ناصر پاشا کا وفادار ہوں اور اس سے کبھی غداری نہیں کر سکتا۔"

ٹینا مریم نے مسکرا کر میرے ہاتھ پر رکھ کر کہا۔ "بہت اچھی بات ہے اور تمہیں غداری کرنی بھی نہیں چاہیے۔ اب میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ دراصل تم پر شبہ کیا جا رہا ہے کہ تمہیں اندر سے تو لے آئی تھی کہ تم باغیانہ خیالات رکھتے ہو یا نہیں۔ میں مطمئن ہوں اور تم نے ایسی دوستی کی ابتدا کی ہے کہ میں تم پر بھرپور اعتماد کر سکتی ہوں اور تمہارے متعلق یہاں سے جانے کے بعد بہت اچھی رپورٹ دوں گی۔"

ہماری میز پر کھانا آ گیا۔ اسی وقت میں نے مرحبانہ کو دیکھا۔ وہ تو لیتا کے ساتھ ہوٹل میں داخل ہو رہی تھی۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی اس نے مجھے نفرت سے دیکھا پھر ایک میز کے قریب تو لیتا کے ساتھ بیٹھ گئی۔ وہاں بیٹھنے کے بعد بھی اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ میں جی میں آیا کہ میں مسکرا کر اسے آنکھ ماروں لیکن میں نے ضبط سے کام لیا۔ کیونکہ میں شرارت کرتا تو وہ بھڑک جاتی اور اسی ہوٹل میں ہنگامے شروع کر دیتی پھر اسے قابو میں کرنا بہت مشکل ہو جاتا۔

میں خیال خوانی کے ذریعے سننے لگا۔ مرحبانہ کہہ رہی تھی۔ "تو لیتا آج تو دوسری لڑکیوں کو باہر نکلنے کی آزادی نہیں ہے۔ میں تمہاری سفارش پر یہاں تک آ گئی ہوں لیکن اس شخص کے ساتھ وہ کون بیٹھی ہوئی ہے۔ کیا وہی ٹینا مریم ہے؟"

تو لیتا نے ہماری طرف دیکھ کر کہا۔ "اے ہاں۔ وہ تو ٹینا مریم ہے اور جس کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے اس کا نام یقیناً طارق محمود ہو گا۔"

مرحبانہ نے کہا۔ "ہو گا کیا۔ وہی کم بخت طارق محمود ہے۔ پتہ نہیں اس کے ساتھ کیسے دوستی ہو گئی۔"

تو لیتا نے کہا۔ "جیسا کہ میں تمہیں اپنی اصلیت بتا چکی ہوں کہ میں جاسوسوں کی جماعت کے ساتھ یہاں آئی ہوں اور تمہیں تھنگا لانا چاہتی تھی مگر تم شبہ میں بالاتر نکلیں۔ اسی طرح ٹینا مریم طارق محمود کے متعلق تحقیقات کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ مل کر اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتی ہے کیونکہ ہیں طارق محمود پر بھی شبہ ہے۔"

مرحبانہ نے حیرانی سے کہا۔ "کیا کہا۔ طارق محمود پر شبہ ہے اے وہ تو پکا دلال ہے تم لوگ خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔"

مرحبانہ ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔ اس کی شدید خواہش تھی کہ مجھے اور ناصر پاشا کو کسی طرح ہلاک کر دے اور اس کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ میں چپ چاپ کھانا کھانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ناصر پاشا ایک کار میں بیٹھ کر وہاں پہنچا۔ اس کے ساتھ مسلح گارڈز موجود تھے۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی کہا۔ "اچھا تم یہاں بیٹھے ہو۔ میں مرحبانہ کو تلاش کرنے کے لیے ادھر کاٹیج کی طرف گیا تھا۔"

پھر وہ مرحبانہ کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "تم ابھی میرے ساتھ فلم اسٹوڈیو کی طرف چلو۔ وہاں تمہاری سہیلی زرینہ شوٹنگ میں حصہ لینے سے انکار کر رہی ہے۔"

مرحبانہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر غصے سے بولی۔ "تم نے کیا کہا؟ کیا زرینہ کی بلیو فلمیں تیار کرے ہو۔ یہ کیسی بے حیائی ہے، وہ لڑکی کبھی تیار نہیں ہو گی۔"

ناصر پاشا نے کہا۔ "مجھے ابھی رپورٹ ملی ہے کہ زرینہ تمہیں بلا رہی ہے۔ میں تمہیں لینے آیا ہوں میرے ساتھ وہاں چلو اور اسے راضی کرو۔ وہ تمہاری بات مان لے گی۔"

مرحبانہ آپے سے باہر ہو رہی تھی۔ وہ ناصر پاشا کی پٹائی کرنا چاہتی تھی کہ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "نہیں مجھے ذرا ضبط سے کام لینا چاہیے پہلے مجھے زرینہ کے پاس پہنچنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ میں یہاں ہنگامہ کروں اور مجھے قید کر لیا جائے اور ادھر زرینہ پر زبردستی کی جائے۔ پھر وہ بیچاری مجبور ہو جائے گی۔ ۔ ۔ ۔ پہلے میں زرینہ کے پاس پہنچ کر اسے اپنی حفاظت میں لوں گی۔"

میری اس بات سے وہ قائل ہو گئی۔ فوراً ہی نرم پڑ کر بولی۔ "اچھی بات ہے۔ چلو، میں تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔"

میں بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے ٹینا مریم سے کہا۔ "سوری۔ میں کھانے میں پوری طرح تمہارا ساتھ نہ دے سکا۔ ناصر پاشا میرا باس ہے۔ میں اس کے ساتھ جانا ضروری سمجھتا ہوں۔"

ٹینا نے مسکرا کر کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ آج رات میں تمہارے کاٹیج میں آؤں گی۔"

میں اس سے رخصت ہو کر کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ ناصر پاشا، مرحبانہ وغیرہ بھی وہاں بیٹھ چکے تھے۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں بار بار مرحبانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا جاتا تھا۔ وہ اندر ہی اندر بھڑک رہی تھی۔ غصے سے پیچ و تاب کھا رہی تھی اور کسی طرح اپنے غصہ کو برداشت کر رہی تھی۔

میں اب تک بڑی خوب صورتی سے تمام واردات پر پردہ ڈالتا آ رہا تھا۔ ٹینا مریم نے میرے متعلق حقیقت معلوم کرنا چاہی تھی۔ میں نے اسے بھی بڑی خوب صورتی سے ہینڈل کیا تھا۔ مرحبانہ کی بھی تعریف کرنا چاہیے کہ اس نے تو لیتا کو اپنا دیوانہ بنا کر اس سے اس کی اصلیت اگلوا لی تھی اور اپنی اصلیت چھپا رکھی تھی لیکن اب پیش آنے والے حالات بتا رہے تھے کہ مرحبانہ کو زیادہ دیر اپنے قابو میں رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ وہ لوگ بلیو فلم یقیناً تیار کرنا چاہیں گے اور زرینہ جیسی شریف زادی اس بات پر کبھی راضی نہیں ہو گی اور مرحبانہ بھی اسے برداشت نہیں کرے گی۔ لہٰذا اب معاملہ بہت زیادہ سنگین نظر آ رہا تھا اور جو کچھ میں اب تک چھپاتا آ رہا تھا اس کے ظاہر ہونے کا اندیشہ بڑھ گیا تھا۔

ہم فلم اسٹوڈیو کے احاطے میں پہنچ گئے۔ وہاں ہمیں ونڈسر آئرن مین اور چیئرمین کے علاوہ دو سے ٹھیکیدار بھی نظر آئے۔ ان کی موجودگی سے مجھے کچھ شبہ ہوا۔ میں نے ونڈسر کے دماغ میں جھانک کر معلوم کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ زرینہ کو جان بوجھ کر بلیو فلم کی شوٹنگ کے لیے یہاں لایا گیا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ ایک طارق محمود اور دوسری مرحبانہ دونوں ہی مشکوک ہیں۔ ٹینا مریم اور تو لیتا ان سے اتنی جلدی ان کی اصلیت اگلوا نہیں سکیں گی۔ کیونکہ جو لوگ چالاک ہوتے ہیں۔ وہ

آسانی سے خود کو ظاہر نہیں کرتے۔ لہٰذا مجھے اور مرجانہ کو بے نقاب کرنے کے لیے انھوں نے یہ چال چلی تھی۔ اُن کا خیال تھا کہ ہمارے ملک کی ایک لڑکی کو ننگا کر کے اُس کی فلمیں اُتاری جائیں گی تو ہماری غیرت اُسے برداشت نہیں کرے گی اور ہم اس شوٹنگ کو روکنے کی کوشش کریں گے۔

فیصلے کی گھڑی آ پہنچی تھی۔ اب اِس بار یا اُس بار کوئی فیصلہ ہو جانا چاہیے تھا۔ میں بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ زرینہ جیسی شریف خاندان کی لڑکی کی عزت کیمرے کے سامنے اچھالی جائے اور میں یہ تماشہ دیکھتا رہوں۔ میں نے اُسی وقت سوچ لیا کہ اب جو حالات پیش آئیں گے۔ وہ دشمنوں کے لیے بڑے عبرت ناک ہوں گے۔

ہم کار سے اُتر کر چیئرمین اور وِنڈسر وغیرہ کے قریب پہنچے۔ پھر اُن کے ساتھ اسٹوڈیو کے اندر جانے لگے۔ وِنڈسر نے مرجانہ سے پوچھا "کیا تمھارا نام مرجانہ ہے؟"

مرجانہ خاموش رہی۔ کیونکہ وہ اندر سے غصّے میں بھری ہوئی تھی۔ کسی سے کچھ بولنا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا "ہاں اِسی لڑکی کا نام مرجانہ ہے۔"

وِنڈسر نے کہا "وہ لڑکی زرینہ کہتی ہے کہ وہ اور مرجانہ اس جزیرے میں اپنی عزت کی حفاظت کرنے آئی ہیں۔ یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔ ہم میں جا کر تو سبھی ننگے ہو جاتے ہیں اور یہ لڑکیاں اپنا ننگا پن چھپانے آئی ہیں۔"

مرجانہ نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم اسٹوڈیو کے اندر پہنچ گئے۔ وہاں ایک بڑا سا کیمرہ تھا اور چاروں طرف بڑی بڑی لائٹیں لگی ہوئی تھیں۔ اس اسٹوڈیو میں کچھ لڑکیاں تھیں جن میں زرینہ بھی پاکستانی لباس پہنے ہوئے شہزادیوں کی طرح لگ رہی تھی اور اس فلم کی شوٹنگ میں وہ لوگ پاکستان کے اس لباس کو اُتارنا چاہتے تھے۔ زرینہ مرجانہ کو دیکھتے ہی ایک دم سے چیخ مار کر دوڑتے ہوئے آئی اور اُس سے لپٹ گئی۔ مرجانہ نے اُسے تھپک تھپک کر کہا "گھبراؤ نہیں میری جان۔ میں آ گئی ہوں۔ تمھارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو گی۔"

مرجانہ اُسے تسلّیاں دیتے ہوئے ہم سے دُور لے گئی۔ پھر کیمرے کے قریب کھڑے ہو کر مجھے ناصر پاشا کو اور دُوسرے ٹھیکیداروں کو ایک سرے سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "یہ شوٹنگ نہیں ہو گی۔ میرے ملک کی کوئی لڑکی کیمرے کے سامنے نہیں آئے گی۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔ اگر تم لوگ اس معاملے کو بڑھانا نہیں چاہتے تو بات کو یہیں ختم کر دو اور مجھے اجازت دو کہ میں زرینہ کو یہاں سے لے جاؤں۔"

ناصر پاشا نے کہا "بہت خوب کیا تم دونوں کی ہم دیکھنے کے لیے یہاں لایا گیا ہے۔ ہمارے کاروبار کا جو وہ یہاں پورا ہو گا اور زرینہ سے پورا ہو گا۔ اگر تم تو تمھاری بھی یہاں فلمیں اُتاری جائیں گی۔ جبکہ کے مطابق تمھارا رول نہیں ہے لیکن جہاز تم سے لیا جائے گا۔"

مرجانہ نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا "تمھارا تو میرے جسم تک نہیں پہنچ سکتا۔"

چیئرمین نے کہا "مسٹر پاشا۔ یہ لڑکی بہت ہے۔ اِسے سزا دی جائے۔"

ناصر پاشا نے وہاں کھڑے ہوئے دو مسلح گارڈوں کو ایک طرف بھیجا کر اُن کے سامنے پتلیاں بدلتے ہوئے کہا "تم دونوں تو میرے سامنے پھر ہو۔ بہتر ہو تا کہ کسی کو جاننے والے کو میرے سامنے پیش کیا جاتا۔"

یہ کہتے ہی اُس نے تڑا تڑ حملے کیے۔ ایسے بجلی کوندنے لگی کہ آنکھیں نہیں ٹھہرتی تھیں۔ چشم زدن میں دیکھا کہ دونوں مسلح گارڈ فرش پر پڑے ہوئے کر اور اُن کی ناک سے اور اُن کے منہ سے لہو بہہ رہا تھا۔ وقت میں نے آمرن مین کی للکار سُنی۔ وہ کہہ رہا تھا میں سمجھ گیا۔ یہ لڑکی لڑنے کا انداز جانتی ہے اور معلوم ہوتی ہے۔ اِسے میں ہی سیدھا کر سکتا ہوں۔"

آمرن مین سراغرساں وِنڈسر کا دایاں بازو تھا۔ ذہانت سے کام لیا کرتا تھا لیکن جب جسمانی طور پر کی ضرورت پیش آتی تو وہ آمرن مین کو پیش آمرن مین فنکار تھا اور جسامت میں پہاڑ جیسا تھا اُسے دیکھتے ہی پتہ چلتا تھا جیسے وہ چٹان کو تراش گیا ہے۔ وہ مرجانہ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ مرجانہ "اگر میں تم سے یہ مقابلہ جیت لوں تو کیا تم سب ایمان داری سے جیتنے والے کو صحیح سلامت یہاں کی اجازت دو گے؟"

آمرن مین نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنستے "اگر تم میرے ہاتھوں سے زندہ بچ گئیں تو یقیناً اپنی کو اپنے ساتھ بخیریت لے جانا۔"

یہ کہتے ہی آمرن مین نے اُسے ایک ہاتھ رسید کیا مرجانہ نے روک لیا۔ آمرن مین نے دوسرا ہاتھ رسید کیا

تھی اور آمرن مین اس کے پینترے بدلنے کے باعث اِدھر سے اُدھر ہو رہا تھا۔ پھر اچانک ہی آمرن مین نے حملہ کیا۔ اُس کا گھونسہ مرجانہ کے منہ پر پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گئی۔ پھر آمرن مین نے کراٹے کے دو چار ہاتھ رسید کیے۔ مرجانہ ہولے ہولے چیختے ہوئے کراہتے ہوئے پیچھے ہٹی۔ پھر ایک دم سے بیٹھ کر اس نے آمرن مین کے گھٹنے پر دو زبردست ہاتھ رسید کیے۔ آمرن مین لڑکھڑا گیا۔ مرجانہ نے اُٹھتے ہوئے سر سے ایک ٹکر اُس کے منہ پر ماری۔ وہ پیچھے ہٹا تو مرجانہ نے پھر اُسے کراٹوں پر رکھ لیا۔ اس بار سب نے دیکھا۔ آمرن مین کے ہونٹ پھٹ گئے تھے۔ ناک سے خون بہہ رہا تھا اور کنپٹی پر بھی کہیں چوٹ آئی تھی۔ جہاں سے لہو رِس رہا تھا۔ وِنڈسر نے چیخ کر کہا "اس مقابلے کو روکو۔ یہ لڑکی اُسے مار ڈالے گی۔"

چیئرمین کے حکم دیتے ہی بہت سے مسلح گارڈوں نے آگے بڑھ کر مرجانہ کو گھیر لیا اور اُس سے یُوں لپٹ گئے جیسے وہ کوئی بلا ہو کہ اگر وہ ہاتھ سے نکل گئی تو خود اُن سے لپٹ جائے گی۔

مرجانہ اِدھر اُدھر زور لگا کر اُن کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ اُس نے کسی کو سر سے ٹکر ماری۔ کسی کو کہنی رسید کی۔ دو گارڈوز تو کراہتے ہوئے اُس سے الگ ہو گئے۔ باقی تین اُسے جکڑے رہے اور بھی تین گارڈوز آ کر اُس سے لپٹ گئے۔ مرجانہ جدوجہد کر رہی تھی لیکن چھ آدمیوں نے بُری طرح اُسے جکڑ رکھا تھا۔ تب ایک شخص نے اسٹین گن سیدھی کرتے ہوئے کہا "مرجانہ اگر تم اپنی خیریت چاہتی ہو تو خاموش کھڑی ہو جاؤ۔ ورنہ میں تمھیں شوٹ کر دوں گا۔"

تمام گارڈوز مرجانہ کو چھوڑ کر ہٹ گئے۔ مرجانہ کو بھی اسٹین گن کے سامنے خاموش کھڑے رہنا پڑا۔ وہ بولی۔ "یہ کہاں کی دلیری ہے۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے اور اپنی مردانگی سے بس میں نہیں کر سکتے۔ اب ہتھیاروں کا سہارا لے رہے ہو۔ ابھی اس مقابلہ کرنے والے شخص نے وعدہ کیا تھا کہ میں جیت جاؤں گی تو مجھے اور زرینہ کو یہاں سے جانے کی اجازت مل جائے گی۔"

چیئرمین نے کہا "تمھارے جیسی خطرناک لڑکی کو اب کہیں جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔ ہم تمھیں اسی جزیرے میں دفن کر دیں گے۔"

چیئرمین نے پاشا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "کیوں مسٹر پاشا، کیا میں درست کہہ رہا ہوں۔ کیا تم اس لڑکی کو

پانچویں بار حملہ کرتا چلا گیا۔ مرجانہ اُس کے ہر حملے کو روکتے ہوئے پیچھے چلی گئی۔ پانچویں حملے کے بعد آمرن مین نے گھوم کر دیکھنے لگا۔ پھر وہ ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ جیسے اُسے گھور کر دیکھنے لگا۔ پھر وہ ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ جیسے کہا۔ "آؤ اب تم حملہ کرو۔ اچانک ہی مرجانہ نے ایک چیخ ماری ہوا۔ "آؤ اب تم حملہ کرو۔ اچانک ہی مرجانہ نے ایک چیخ ماری ہوا میں چھلانگ لگائی جیسے فلائنگ کک مارنا ہو۔ پھر فضا میں چھلانگ لگائی جیسے فلائنگ کک مارنا چاہتی ہو۔ آمرن مین ذرا سا جھک گیا۔ مرجانہ اُس کے اُوپر سے ہوا میں چھلانگ لگاتی ہوئی دوسری طرف جا کر کھڑی ہو گئی۔ آمرن مین نے پلٹ کر اُس کی طرف دیکھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ چھلانگیں لگا کر دہشت پیدا کرنا چاہتی ہے۔ تیسری بار بھی مرجانہ نے چیخ مار کر چھلانگ لگائی۔ اس مرتبہ آمرن مین دھوکا کھا گیا۔ ایک فلائنگ کک اُس کے منہ پر پڑی اور وہ چیخ مارتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ وہ بجلی بھی بجلی! مقابل کے سنبھلنے سے پہلے ہی وہ دیکھتے ہی دیکھتے دو چار زبردست قسم کی لاتیں رسید کر چکی تھی۔ کبھی پیٹ پر، کبھی سینے پر اور پھر آخری لات اُس کے منہ پر پڑی کیونکہ وہ جھک رہا تھا۔ آخری لات پڑتے ہی وہ سیدھا ہوا۔ سیدھا ہوتے ہی مرجانہ نے کراٹے کے ہاتھ رسید کرنے شروع کیے۔ وہ اب بُری طرح لڑکھڑا رہا تھا۔ اگر عام پہلوانوں کی طرح مرجانہ کے ہاتھ پاؤں صرف گوشت پوست کے ہوتے تو اُس کی مار قابلِ برداشت ہوتی۔ لیکن وہ تو اپنے ہاتھ پاؤں کو لوہے سے فولادی بناتے ہوئے آئی تھی اور اُس کے حملوں کو برداشت کرنا کوئی مذاق نہیں تھا۔ یہ تو آمرن مین ہی سمجھ رہا ہو گا کہ اس پر کیسی قیامتیں ٹوٹ رہی ہیں۔

وہاں تمام لوگوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ کوئی بھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ لڑکی ایسی تیز طرار اور زبردست قسم کی ہو گی کہ اُس کے سامنے آمرن مین جیسا فائٹر بُری طرح مار کھا جائے گا اور اُس کے قدم ڈگمگانے لگیں گے۔

ناصر پاشا نے جھرجھری لے کر میرے کان کے قریب کہا۔ "مطلق یہ لڑکی تو بہت ہی خطرناک ہے۔ میں اسے یہاں لا کر پچھتا رہا ہوں۔ اس کا بس ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے ورنہ میرے لیے بہت بڑی مصیبت بن جائے گی۔"

اس وقت مرجانہ آمرن مین سے کہہ رہی تھی "چلو میں تمھیں سنبھلنے کا موقع دے رہی ہوں۔ اب تم مجھ پر حملہ کرو۔" وہ ڈگمگا رہا تھا اور کسی زخمی درندے کی طرح غرّاتا ہوا مرجانہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مرجانہ پینترے بدل رہی

زندہ رکھنا چاہتے ہو؟"

پاشا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ کبھی نہیں۔ میں اسے یہاں بلا کر پچھتا رہا ہوں اور اب اس کے متعلق میرا فیصلہ یہی ہے کہ اسے شوٹ کر دیا جائے۔"

ونڈسر نے کہا۔ "ابھی نہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ کل سے یہی لڑکی ہنگامے کر رہی تھی۔ پہلے اس سے معلومات حاصل کی جائیں۔ اسے اذیت دے کر اس سے اگلوایا جائے کہ کل سے جو قتل ہو رہے ہیں اس میں کس حد تک اس کا ہاتھ ہے۔"

وہ شخص اسٹین گن لیے ہوئے مرجانہ کے سامنے کھڑا تھا۔ میں نے اس کی آواز سنی تھی اور اس کی باتیں سنی تھیں اس لیے میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جب ونڈسر نے حکم دیا کہ مرجانہ کو رسیوں سے باندھ دیا جائے تو وہ اسٹین گن والا پیچھے ہٹتے ہوئے اسٹوڈیو کے دروازے کی طرف چلا گیا پھر اس نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد للکارتے ہوئے کہا۔ "خبردار کوئی مرجانہ کو ہاتھ نہ لگائے ورنہ میں اسٹین گن سے بھون کر رکھ دوں گا۔"

ونڈسر نے بڑی حیرانی سے اس اسٹین گن والے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "جوزف کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کہ تم مرجانہ کی حمایت میں ہم لوگوں کو للکار رہے ہو؟"

جوزف نے جواب دیا۔ "اس وقت میں جوزف نہیں ہوں۔ ایک جن ہوں۔"

ونڈسر نے حیرانی سے پوچھا۔ "جن ہو اس کا کیا مطلب ہے؟"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ایک ایسا جن ہوں جو مرجانہ پر عاشق ہو گیا ہے اور اس پر کوئی بھی مصیبت آتی ہے تو میں اس کی مدد کے لیے پہنچ جاتا ہوں۔ اس وقت بھی میں جوزف کے اندر سمایا ہوا ہوں۔ اگر کسی نے جوزف کو ہلاک کیا تو میں اس ہلاک کرنے والے کے اندر سما جاؤں گا۔ یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لو۔"

ونڈسر نے کہا۔ "فضول باتیں نہ کرو۔ اسٹین گن پھینک دو۔ ورنہ تم دیکھ لو گے ہو کہ یہاں چار اور اسٹین گن والے کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ تمہیں بھون کر رکھ دیں گے۔"

جوزف نے کہا۔ "میں صرف ایک بات جانتا ہوں کہ مجھے مرجانہ کو اس اسٹوڈیو سے باہر لے جانا ہے اور اس پر سے تمام پابندیاں اٹھا کر اس کی ساتھی لڑکی کے ساتھ اسے جزیرے سے باہر بھیج دینا میرا فرض ہے میرے عشق کا تقاضا یہ ہے کہ میری مرجانہ کو کوئی ہاتھ نہ لگائے۔"

مرجانہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جوزف کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی جن اس کا عاشق ہو سکتا ہے اور وہ بھی اس کے ملک سے اتنی دور۔ وہ میں آ کر اس کی مدد کر سکتا ہے۔ وہ بے یقینی سے جوزف کو دیکھ رہی تھی۔ دوسری طرف چار اسٹین گن والوں نے جوزف کو گھیر لیا تھا۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا۔ "جوزف آخری وارننگ دے رہے ہیں۔ اپنی اسٹین گن پھینک دو۔ ہم یقین شمار کر کے تمہارا ہتھیار تم سے چھین لیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی جوزف نے اسٹین گن سے ایک برسٹ مارا۔ تڑتڑاتڑ کی آواز کے ساتھ گولیاں ادھر سے ادھر چلیں۔ جن سے دو اسٹین گن والے اور ایک مسلح محافظ وہیں گر کر فرش پر تڑپنے لگے۔ جواب میں ایک اسٹین گن والے نے گولیاں چلائیں وہیں چیخ مار کر ڈھیر ہو گیا۔ اب وہ ہلاک ہو گیا نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ "بہت اچھا کیا۔ کے بچنے نے تو کتنوں کی جان لے لی ہے۔ افسوس پانچ آدمی مارے گئے۔"

چیئرمین نے غصے سے کہا۔ "اسی مرجانہ کی وجہ ٹھیکیدار مارے جا رہے ہیں۔ اسے ایک لمحے کے لیے چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ اسے جا کر گولی مار دو۔"

میں ایک اسٹین گن والے کے دماغ پر قابض ہو نے کہا۔ "مرجانہ کو نہیں مجھے گولی ماردی جائے گی۔ تک میں زندہ ہوں اس وقت تک کوئی مرجانہ کو ہا لگا سکتا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ میں جوزف نہیں میں کوئی انسان نہیں ہوں۔ میں ایک جن ہوں۔ اگر جوزف کو ہلاک کیا تو میں اس ہلاک کرنے والے کے سما جاؤں گا اور اب میں اسی کے اندر سما کر بول رہا ہوں۔

سب لوگوں پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ ان کی یوں کھلی ہوئی تھیں جیسے وہ جاگتی آنکھوں سے کوئی خواب دیکھ رہے ہوں اور ذرا اطمینان ہو کر آنکھ کھلے یہ خواب ٹوٹ جائے گا اور وہ سب زندہ سلامت محفوظ رہیں گے۔ چیئرمین نے لرزتی ہوئی آواز میں

"یہ... یہ کیا ہو رہا ہے۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔"

ونڈسر نے اس اسٹین گن والے کو مخاطب کر پوچھا۔ "کیا کل سے اس جزیرے میں جتنے قتل ہوتے

نے کیے ہیں؟"

"ہاں کچھ میں نے اور کچھ مرجانہ نے کیے ہیں۔"

"تم چاہتے کیا ہو؟ آخر ان لوگوں کو ہلاک کر کے کیا حاصل کر رہے ہو؟"

"انہیں ہلاک کرنا تو ثواب کا کام ہے۔ اس لیے میں یہ کر رہا ہوں۔ ہاں تمہارا یہ سوال کہ ہم چاہتے کیا ہیں تو یہ پوچھو۔ جو وہ چاہے گی وہی اس جزیرے میں ہو اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام ہوا یا اسے کسی نے نقصان پہنچایا تو اس جزیرے میں ایک شخص بھی زندہ نہیں بچے گا اور یہاں کی ہر چیز تباہ و برباد ہو جائے گی۔"

سب لوگ مرجانہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ خود حیران تھی کہ اسے غیبی امداد کیسے مل رہی ہے۔ وہ بار بار اسٹین گن والے کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے اپنے محسن کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو لیکن وہ کیسے پہچان سکتی تھی۔ کیونکہ پہلے اس کا مددگار جوزف تھا اور اب اسٹین گن والا تھا اور اگر وہ ہلاک ہو جاتا تو اس کی جگہ کوئی تیسرا آ جاتا۔ دراصل ان کے اندر جو مددگار چھپا ہوا تھا سمجھنے کے لیے وہ بے تاب ہو گئی تھی اور بار بار اسی سوالیہ نظروں سے اسٹین گن والے کو دیکھ رہی تھی۔

چیئرمین نے اس سے پوچھا۔ "مرجانہ تم کیا چاہتی ہو؟ تم کہو گی ہم اسے مان لیں گے لیکن اب یہ خون خرابہ... برداشت نہیں کریں گے۔"

مرجانہ نے کہا۔ "میں اپنے ساتھ تمام لڑکیوں کی آزادی چاہتی ہوں۔"

چیئرمین نے کہا۔ "تم تمام لڑکیوں کی بات نہ کرو۔ اس لیے کہ یہ مختلف ممالک سے آئی ہیں۔ تمہیں صرف اپنی ذات سے اور اپنے ملک کی لڑکیوں سے ہمدردی ہونی چاہیے۔ ہم تمہارے ساتھ تمہارے ملک کی تمام لڑکیوں کو واپس بھیجنے کے انتظامات کریں گے۔"

مرجانہ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں یہاں وہی ہوگا جو میں چاہوں گی۔ تم یہاں کے ریکارڈ روم کی چابی میرے حوالے کر دو۔ اس ریکارڈ روم میں لڑکیوں کی جتنی ننگی تصویریں ہیں اور بلیک میلنگ کا جتنا مواد موجود ہے میں ان سب کو ضائع کر دوں گی اور یہاں سے ایک ایک لڑکی کو اس کے ملک واپس پہنچاؤں گی۔ میری یہی شرط ہے۔ ورنہ خود کو تباہ و برباد کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

چیئرمین نے کہا۔ "یہ بہت ہی کڑی شرط ہے۔ اس سے ہمیں کروڑوں ڈالر کا نقصان پہنچے گا۔ ہماری برسوں کی محنت برباد ہو جائے گی۔ اتنے عرصے سے جو ہم کاروبار کر رہے ہیں اس کی ساکھ بگڑ جائے گی۔"

مرجانہ نے کہا۔ "میرا مقصد یہی ہے کہ تمہارا کاروبار بالکل ہی ختم ہو جائے۔ اس جزیرے میں اب اکا دکا لوگ رہ جائیں گے اور تم سب کی لاشیں یہاں نظر آئیں گی۔ میں ایسی عبرتناک سزا دے کر یہاں سے جاؤں گی کہ کوئی دوسرا اس قسم کا ذلیل کاروبار کرنے کے لیے اس جزیرے میں نہیں آئے گا۔"

"دیکھو مرجانہ۔ جب تم تمام لڑکیوں کے ساتھ اس جزیرے سے چلی جاؤ گی تو پھر ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ آئندہ اس جزیرے میں ہم جو کچھ بھی کریں گے۔ اس سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔"

"دلچسپی ضرور ہو گی۔ میں یہاں سے جانے کے بعد بھی کبھی کبھی اس جزیرے میں آؤں گی۔ اگر میں نے یہاں ایسا دھندا پھر ہوتے دیکھ لیا تو اس وقت میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"یعنی تم یہ چاہتی ہو کہ ہم ٹھیکیدار بھی ہمیشہ کے لیے اس جزیرے سے چلے جائیں۔"

"ہاں میں یہی چاہتی ہوں۔ یہ جزیرہ اب تم لوگوں سے آباد نہیں رہے گا۔ یہ دوسری حکومتیں اب سوچیں گی کہ اس جزیرے میں کس قسم کی آبادی ہونی چاہیے۔ یہ میری اور تم لوگوں کی دردسری نہیں ہے۔ میں بس اتنا چاہتی ہوں کہ یہ کاروبار ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے اور لڑکیاں اپنے اپنے گھروں کو پہنچ جائیں۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھتے ہوئے چیئرمین کے سامنے آئی اور اپنا ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "لاؤ ریکارڈ روم کی چابیاں میرے حوالے کر دو۔"

چیئرمین نے کہا۔ "چابیاں میرے کوٹ میں لگی ہوئی ہیں مگر تم اتنی جلدی نہ کرو۔ ہمیں کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع دو۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "تمہیں سوچنے سمجھنے کے لیے کافی وقت ملے گا۔ یہاں سے اپنے ملک میں جانے کے بعد خوب غور کرتے رہنا۔ ابھی جو میں کہہ رہی ہوں اس پر عمل کرتے رہو ورنہ نتیجہ تو تمہارے سامنے ہے ان لاشوں کو دیکھ لو۔"

وہ تھوک نگل کر بولا۔ "دیکھو بڑے بڑے مجرموں کو بھی قانون کی گرفت میں آنے کے بعد ذرا سے سوچنے سمجھنے کی اور اپنا مزاج بدلنے کی مہلت دی جاتی ہے۔ پھانسی پانے والے مجرم سے بھی آخری خواہش پوچھی جاتی ہے تمہارا بھی

فرض ہے کہ تم ہمیں تھوڑی سی مہلت دو۔ ہماری تھوڑی سی خواہش کا احترام کرو۔"

اچانک ہی مرجانہ نے اُسے ایک طمانچہ رسید کیا۔ وہ چکرا کر فرش پر بیٹھ گیا۔ وہ بولی "تم نے ان لڑکیوں کو بلیک میل کیا ہے۔ پتہ نہیں کتنے برسوں سے بلیک میل کرتے آئے ہو۔ تم لوگوں نے کب اُن کی شرم و حیا کا لحاظ کیا ہے کہ میں تمہارا لحاظ کروں اور تمہیں مہلت دوں۔ سیدھی طرح اٹھ کر اپنے کاٹج کی طرف جاؤ اور وہاں سے چابیاں لے کر آؤں۔ میں اس پختہ عمارت میں جا رہی ہوں اور ریکارڈ روم کے سامنے تمہارا انتظار کروں گی ــــ"

ونڈسر نے کہا "ٹھیک ہے میں چیئرمین کو اپنے ساتھ کاٹج میں لے جاتا ہوں۔ وہاں سے ریکارڈ روم کی چابیاں لے آؤں گا۔ تم اب کسی پر ہاتھ نہ اٹھاؤ۔"

مرجانہ نے کہا اور اپنے گارڈز کے آفیسر کو حکم دو کہ تمام لڑکیوں کو ریکارڈ روم کی طرف بھیج دے۔ ساری لڑکیاں اپنے اپنے ریکارڈ نکال کر اپنے اپنے ہاتھوں سے آنکھیں ضائع کریں گی۔"

چیئرمین نے ایک گارڈ کے سہارے فرش پر سے اُٹھتے ہوئے کہا "مرجانہ جو کہتی ہے اُس پر فوراً عمل کیا جائے اور تمام لڑکیوں کو ریکارڈ روم کی طرف بھیج دیا جائے۔ میں کاٹج کی طرف جا رہا ہوں۔"

وہ اسٹین گن والا جس کے دماغ میں مَیں موجود تھا اُس نے آگے بڑھ کر اسٹوڈیو کے دروازے کو کھول دیا۔ سب لوگ باہر نکلنے لگے اور اپنی اپنی کاروں کی طرف جانے لگے۔ چیئرمین ونڈسر اور اُن کا زخمی آمرن مین اور دو مسلح گارڈ ایک کار میں بیٹھ گئے اور کاٹج کی طرف جانے لگے۔

مرجانہ نے مجھے اور ناصر پاشا کو نفرت سے دیکھ کر کہا۔ "میں تم دونوں کو اس بُری طرح اذیتیں دے کر ماروں گی کہ تماشہ دیکھنے والے کانپ جائیں گے۔ ذرا مجھے ریکارڈ روم والے معاملے سے نمٹ لینے دو۔ اس وقت تک تم دونوں اپنی خیر مناتے رہو۔"

اس وقت تک ونڈسر اور چیئرمین اپنی کار میں بیٹھ کو جا چکے تھے۔ میں نے اسٹین گن والے کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بوکھلا کر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے اپنے ساتھی سے پوچھا "مجھے کیا ہو گیا تھا۔ یہ میں باہر کیسے آ گیا۔ میں تو اسٹوڈیو کے اندر تھا؟"

اُس کے ساتھی نے پوچھا "کیا وہ جن تمہارے اندر سے نکل چکا ہے؟"

وہ حیرانی سے بولا "کیسا جن کیا وہی جو میرے اندر سمایا ہوا تھا؟"

"ہاں تم بھی جنوں جیسی حرکتیں کر رہے تھے۔"

"تعجب ہے مجھے کچھ پتہ ہی نہ چلا۔ یہ مرجانہ کوئی جادوگرنی ہے۔ کیوں نہ ہم اُسے فوراً ہی گولی مار دیں۔"

وہ اُدھر باتوں میں مصروف ہے۔"

اُس کے ایسا سوچتے ہی میں اُس کے دماغ میں موجود ہو گیا۔ اُس نے اپنے ساتھی کو نشانہ بناتے ہوئے کہا "نہ میں تمہیں ہی گولی مار دوں۔"

اُس کے ساتھی نے بوکھلا کر اپنی اسٹین گن کی نال کی طرف پھینکتے ہوئے کہا "بھئی جن صاحب مجھے معاف کرو۔ میں لڑنا نہیں چاہتا۔ میں نے اپنا ہتھیار پھینک دیا ہے۔ تم کسی دوسرے کو گولی مار دو۔"

جس کے دماغ پر میں قابض تھا وہ اپنی اسٹین گن کو لے کر سیدھا چلتا ہوا میرے سامنے آ گیا اور بولا "تم اندر کا جن نکالے۔ لہٰذا تم میری اسٹین گن کی گولیوں کا نشانہ بنو گے۔ لہٰذا تم میری اسٹین گن کی گولیوں کا نشانہ بنو گے۔"

یہ کہہ کر اُس نے اپنی اسٹین گن میری طرف تان لی۔ میں نے اُسے لمحہ لیتے ہی اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ میں نے مرجانہ کے سامنے تہقہہ لگاتے ہوئے کہا "میں طارق محمود نہیں ہوں۔ مرجانہ میں وہی جن ہوں جو عاشق ہے۔"

مرجانہ بوکھلا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اُس نے مجھے حیرانی سے اور بے یقینی سے دیکھا۔ پھر وہ بولی "اگر تم واقعی جن ہو تو طارق محمود کے اندر سے نکل جاؤ۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ طارق میرا مہربان دوست جن کر میرا مددگار بن کر ابھی میرے ساتھ رہے۔ میں اُس کا سایہ برداشت کرنا نہیں چاہتی۔"

میں نے کہا "ابھی اپنی نفرت کو بھول جاؤ۔ طارق اور ناصر پاشا سے تم بعد میں نمٹ سکتی ہو۔ فی الحال ریکارڈ کی طرف چلو۔"

وہ مجھے بے بسی سے دیکھنے لگی۔ پھر آگے بڑھ کر ناصر پاشا کی کار میں بیٹھ گئی۔ ناصر پاشا ڈرائیونگ کرنے کے لیے اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ زرینہ مرجانہ کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور میں اگلی سیٹ پر تھا اور مرجانہ کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔ سوچ رہی تھی "یہ جن کہاں سے آ ٹپکا۔ میں تو کبھی یقین نہیں کرتی تھی کہ پر بھوت آتے ہیں لیکن مجھ پر تو کوئی آیا نہیں لیکن عاشق کا دعویٰ کر رہا ہے۔"

وہ بے چینی سے پہلو بدل کر سوچنے لگی "لعنت ہے میں کچھ بھی سوچ نہیں سکتی تھی کہ کوئی مجھ پر عاشق ہو گا۔ میں عشق و محبت کو تسلیم کر ہی نہیں سکتی۔ کوئی مجھ پر جادو ہونے کے لیے محبت کرے میں وہ وقت آنے نہیں دوں گی لیکن اس جن کو میں کیسے روکوں۔ بہرحال اس ریکارڈ روم کے معاملے سے ذرا نمٹ لوں۔ اُس کے بعد پھر میں اس جن کا جغرافیہ معلوم کروں گی اور دیکھوں گی کہ یہ کیا چیز ہے اور میں کس طرح اُس سے پیچھا چھڑا سکتی ہوں۔"

ہماری گاڑی اس پختہ عمارت کی طرف جا رہی تھی۔ میں مرجانہ کو چھوڑ کر چیئرمین کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لوگ آہستہ آہستہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کاٹج کی طرف جا رہے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ سوچنے کی مہلت ملے۔ اُن کے درمیان بھی وہی بحث چھڑی ہوئی تھی کہ یہ جن کہاں سے آ گیا۔ وہ ایسی باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن آنکھوں کے سامنے یہ تماشہ دیکھ چکے تھے کہ اُن کے اپنے ہی محافظ اسٹین گن سنبھال کر اُنھی کے دشمن بن گئے تھے اور دعویٰ کر رہے تھے کہ اُن کے اندر ایک جن سما چکا ہے۔ وہ اُن کے خلاف گولیاں چلا چکے تھے اور کتنوں کو ہلاک کر چکے تھے۔ یہ ایسا تماشہ تھا جسے دیکھنے کے بعد وہ جن کے وجود پر یقین کرنے کے لیے مجبور ہو گئے تھے۔

ونڈسر کے سیلوان اسسٹنٹ آمرن مین نے کہا "میں بری طرح زخمی ہو کر یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ مرجانہ مجھ سے نہیں لڑ رہی تھی بلکہ اُس کے اندر وہ جن موجود تھا۔ ایک لڑکی کے ہاتھ اتنے وزنی نہیں ہو سکتے۔ میں نے مار کھاتے ہوئے محسوس کیا ہے کہ اُس کے ہاتھ اور پاؤں بالکل فولاد کے تھے۔ جب بھی کوئی چوٹ پڑتی تھی تو میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگتے تھے اور میں چکرا کر رہ جاتا تھا۔ یہ کوئی جنّاتی طاقت ہی ہو سکتی ہے۔"

ونڈسر نے کہا "ہمیں جلد سے جلد یہ تدبیر سوچنا چاہیے کہ اس مصیبت سے کیسے نجات حاصل کی جا سکتی ہے؟"

چیئرمین نے کہا "میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں چابیاں اُس کے حوالے کر دوں گا۔ کیونکہ میں قتل ہونا نہیں چاہتا۔"

ونڈسر نے کہا "میں ہوں۔ یہ تو میری بھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اتنی جلدی کیا تدبیر کی جا سکتی ہے۔ ویسے ایک بات میں سوچ رہا ہوں اور وہ یہ کہ میں تم سے جان بچا کے کہیں دوسری طرف نکل جاؤں تم وہاں جا کر مرجانہ سے کہنا کہ ونڈسر تمہاری چابیاں لے کر بھاگ گیا ہے اور کہیں چھپا ہوا ہے۔ میں زیادہ سے زیادہ دیر تک چھپ کر رہوں گا اور کوئی اچھی سی تدبیر سوچتا رہوں گا۔ اگر کچھ سمجھ میں نہ آیا تو خود کو آگے حاضر بنا کر پیش کرنے کے بجائے کہیں چھپا کر اس لڑکی کو گولی مار دوں گا۔"

چیئرمین نے کہا "کیا کہتے ہو؟ اگر مرجانہ کو ذرا سا بھی نقصان پہنچا تو وہ جن ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ پورے علاقے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔ ہماری لاشیں بھی شاید کوئی اٹھا کر یہاں سے نکل جا سکے۔"

ونڈسر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ مرجانہ کو نقصان پہنچا تو ہم اس جن کا کچھ بگاڑ سکیں گے۔ کاش کہ اُس کا کوئی وجود ہمارے سامنے آتا تو اُس سے ہم نمٹ سکتے۔"

چیئرمین نے کہا "مرجانہ کو نقصان پہنچانے کے متعلق سوچنا ہی نہ جائے۔"

"ہاں ہم کو صرف ایسی تدبیر سوچنی چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ ہمیں وقت مل جائے۔ اس کا بس یہی ایک طریقہ سمجھ میں آتا ہے کہ میں تم سے چابیاں لے کر کچھ دیر کے لیے گم ہو جاؤں اور اس تیز رَو میں چھپتا پھروں اور مرجانہ اور اُس کا جن مجھے تلاش نہ کر سکیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی اچھی تدبیر میرے دماغ میں آ جائے۔"

وہ لوگ باتیں کرتے ہوئے کاٹج کے سامنے پہنچ گئے۔ گاڑی رُکنے کے بعد وہ لوگ کاٹج کے اندر گئے تھے۔ چیئرمین چابیاں نکال کر ونڈسر کو دینے لگا۔ اتنی دیر میں ہم بھی پختہ عمارت کے پاس پہنچ گئے تھے۔ مرجانہ وہیں عمارت کے باہر کھڑے ہو کر ونڈسر اور چیئرمین وغیرہ کی واپسی کا انتظار کرنے لگی تھوڑی دیر بعد لڑکیاں وہاں آنے لگیں جتنے بھی ممالک کی لڑکیوں کو ہوسٹل میں تربیت دینے کے لیے رکھا گیا تھا۔ وہ ساری کی ساری وہاں پہنچ رہی تھیں۔ اچھا خاصا مجمع لگ رہا تھا اور مرجانہ اور زرینہ انھیں بتا رہی تھیں کہ آج اُن کی آزادی کا دن ہے اور وہ سب اپنے اپنے ریکارڈ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر انھیں جلا کر ضائع کریں گی اور تھوڑی دیر میں ریکارڈ روم سے سارے بلیک میلنگ کا مواد انہیں حاصل ہو جائے گا۔

لڑکیاں خوشی سے چیخنے، چلّانے اور مرجانہ کی حمایت میں نعرے لگانے لگیں۔ میں ذرا دُور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور ونڈسر کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ چابیاں لینے کے بعد کار میں ایک طرف روانہ ہو گیا تھا۔ اُن کا منصوبہ یہ تھا کہ چیئرمین پیدل پختہ عمارت کی طرف جائے گا اور مرجانہ سے کہے گا کہ ونڈسر اُس کی چابیاں اور کار لے کر چلا گیا ہے۔

چیئرمین کو پہلی اس عمارت تک پہنچنے میں دیر لگے گی۔ دوسری طرف وہ کہیں کار چھوڑ کر کسی جگہ جا کر چھپ جائے گا اور کوئی تدبیر سوچتا ہے گا۔ اب وہ ایک جگہ کار کو روک کر اس میں

سے باہر آگیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کدھر جانا چاہیے پھر وہ ایک طرف چلنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ دوڑنے لگا۔ کبھی کبھی وہ تیزی سے چلتا تھا اور کبھی دوڑنے لگتا تھا۔ کئی بار ٹھوکریں کھا کر وہ اوندھے منہ گرا۔ اس کے بدن پر کتنی ہی خراشیں آئیں اس کی ناک اور منہ پر بھی چوٹیں لگیں۔ وہ سہلاتا ہوا پھر اٹھ جاتا تھا اور چابیوں کے گچھے کو مضبوطی سے تھام کر پھر دوڑنے لگتا تھا۔ اب وہ ہانپتا جا رہا تھا اور بڑی مشکلوں سے دوڑتا جا رہا تھا۔ آخر وہ وقت آیا کہ وہ دوڑتے دوڑتے لڑکیوں کی بھیڑ کے پاس پہنچ گیا۔ پھر وہاں سے اس نے رینگ کر کہا۔ میں آگیا۔ مرجانہ میں آگیا ہوں۔"

اس کی چیخ سن کر لڑکیاں ادھر ادھر ہٹنے لگیں۔ وہ دوڑتا ہوا۔ لڑکیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا مرجانہ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا۔ "دیکھو میں بہت دور سے دوڑتا ہوا آیا ہوں اور چابیاں لایا ہوں۔ یہ لو۔"

جیسے ہی مرجانہ نے چابی لی۔ ویسے ہی میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا کر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ اتنی لڑکیوں کی بھیڑ میں مرجانہ کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ چابیاں لے کر اس کے سامنے آگیا ہے۔ وہ حیران و پریشان تھا کہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔

مرجانہ نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم اس وقت بھی میرے مددگار ہو یا محض طارق محمود ہو؟"

میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میں طارق محمود نہیں ہوں اس وقت بھی تمہارا مددگار ہوں۔ تم اندر ریکارڈ روم میں جاؤ۔ میں یہاں تمہاری حفاظت کے لیے کھڑا رہوں گا۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

وہ مطمئن ہو کر عمارت کے اندر جانے لگی۔ اس کے پیچھے دوسری لڑکیاں بھی جا رہی تھیں۔ ونڈسر مجھے غور سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اس وقت وہ سوچ رہا تھا۔ "میں کس طرح غافل ہو گیا؟ مجھے کہیں جانا تھا اور میں کہیں چلا آیا۔ ایسی بے خودی اور مدہوشی تو خراب کے نشے میں بھی نہیں ہوتی۔ ایسا لگتا ہے جیسے میرے دماغ کو کسی نے پوری طرح اپنے کنٹرول میں لے لیا تھا اور ..."

اتنا سوچتے ہی وہ ایک دم سے چونک گیا۔ دماغ کو کنٹرول

میں لینے کی بات ذہن میں آئی تو ایک دم سے اس کے ذہن میں فرہاد علی تیمور کا نام آیا۔ وہ بڑے اضطراب سے سوچنے لگا۔ "کیا اس جزیرے میں فرہاد علی تیمور ہے؟ کیا وہ ٹیلی پیتھی کے تماشے دکھا رہا ہے؟ ہاں ایسا ہی لگتا ہے۔ یہ جن و پری کی باتیں بالکل فراڈ ہیں۔ ہمیں ذہنی طور پر بھلانے کے لیے فرہاد علی تیمور نے ایک جن کا شوشہ چھوڑا ہے۔ حقیقتاً یہ سب ٹیلی پیتھی کا کمال معلوم ہوتا ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ پھر میری طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "آج کے سائنسی دور میں کسی جن کی جادوئی قوت کے متعلق سوچنا اور یقین کرنا سراسر حماقت ہے۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ علم و ہنر کے ذریعے سائنسی صلاحیتوں کے بل پر ہوتا ہے۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے میں کوئی جناتی کارنامہ تسلیم نہیں کروں گا۔ یہ سراسر ٹیلی پیتھی کا کمال معلوم ہوتا ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

میں نے کہا۔ "اس بحث میں نہ پڑو اور جتنی جلدی ہو سکے ان لڑکیوں کو ان کے گھروں تک پہنچانے کا بندوبست کرو۔ جلد سے جلد سارے انتظامات ہو جانے چاہئیں اور لڑکیوں کو ایک دو دن کے اندر سب کی سب یہاں سے چلی جانی بہتر ہے۔"

اتنے میں چیئرمین دوسرے ٹھیکیداروں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ وہ ونڈسر کو دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ ونڈسر نے کہا۔ "میں خود حیران ہوں کہ چابیاں لے کر یہاں کیسے پہنچ گیا؟ اب یہ حیرانی رفتہ رفتہ دور ہوتی جا رہی ہے۔ اب میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔ کوئی جادو ٹونے کا شوشہ نہیں ہے۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنی زندگی سے پیار نہیں ہے۔ اسی لیے یہاں اپنا وقت بحث میں ضائع کر رہے ہو۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہاں سے جلد اور جلد سے جلد ان لڑکیوں کی واپسی کے انتظامات کرو۔"

ونڈسر نے سر ہلا کر کہا۔ "ٹھیک ہے۔ ہم وہی کریں گے تم چاہتے ہو۔ ابھی ہم اس کے انتظامات کرتے ہیں لیکن یہاں صرف تین لانچیں ہیں اور ایک طیارہ ہے جس میں ہم آئے ہیں اس لیے ساری لڑکیاں ایک ساتھ نہیں جا سکیں گی۔ باری باری ان لوگوں کی ایک ٹیم بنا کر بھیجنا ہو گا۔ اس لیے الگ الگ ممالک کی طرف لانچیں جائیں گی اور طیارے میں انہیں پہنچایا جائے گا۔"

اتنا کہہ کر وہ لوگ میرے حکم کی تعمیل کے لیے چلے

عمارت کے اندر لڑکیوں کے چیخنے چلانے اور کبھی قہقہے لگانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے مرجانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ جن لڑکیوں کو ان کے ریکارڈ مل جاتے تھے اور جن کا میڈیکل کا تمام مواد حاصل ہو جاتا تھا تو وہ خوشی سے اچھلنے چلانے لگتی تھیں۔ ناصر پاشا نے میرے لوٹ کر آنے پر پوچھا۔ "طارق کیا تم بھی بدل گئے ہو؟"

میں طارق محمود نہیں ہوں۔ اس وقت مرجانہ کا محافظ اور مددگار ہوں۔"

وہ بولا۔ "میں تو بری طرح پھنس گیا ہوں۔ پتہ نہیں۔ میرا انجام کیا ہو گا؟"

"مرجانہ تو کسی حال میں بھی تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔ وہ تم سے اور طارق محمود سے بہت زیادہ نفرت کرتی ہے۔"

"طارق۔ اگر یہ جن تمہارے اندر سما یا رہا تو مرجانہ تمہیں معاف کر دے گی اور تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی لیکن میری جان کیسے بچے گی سمجھ نہیں آتا۔"

میں نے کہا۔ "اپنے ٹھیکیداروں کے پاس جاؤ اور وہ جاسوس جو تمہاری جان بچانے کے لیے آئے ہیں۔ ان کی مدد مانگو۔ شاید وہ تمہاری حفاظت کر سکیں۔"

وہ مجھ سے مایوس ہو کر ادھر چلا گیا۔ جہاں ان ٹھیکیداروں کی ٹیم گئی تھی۔ میں ونڈسر اور چیئرمین وغیرہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھنے لگا۔ میں ان لوگوں کی طرف سے محتاط رہنا چاہتا تھا۔ وقتاً فوقتاً ان لوگوں کے دماغ کو کھنگالنا ضروری تھا ان کی طرف سے یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ کہیں فائرنگ شروع نہ کر دیں اور مجھے یا مرجانہ کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اسی لیے میں ان کی طرف سے محتاط تھا اور ان کے دماغوں میں بار بار جھانک کر دیکھ رہا تھا۔

ونڈسر اسی پہلو سے سوچ رہا تھا کہ یہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ہو رہا ہے اور فرہاد علی تیمور کہیں بیٹھا ہوا یہ سب تماشے کر رہا ہے اور وہ اسی فکر میں تھا کہ کسی طرح فرہاد علی تیمور کا پتہ چلایا جائے کہ اگر وہ جزیرے میں موجود ہے تو کہاں ہے اور اگر اس جزیرے میں موجود نہیں ہے تو کہاں بیٹھ کر یہ سب تماشے کر رہا ہے۔

سوچتے سوچتے اس نے اچانک چیئرمین سے کہا۔ "میں اس نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ طارق محمود کی اصلیت کچھ اور ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہی فرہاد علی تیمور ہے۔"

چیئرمین نے چونک کر کہا۔ "یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

اس نے کہا۔ "دیکھو یہاں اگر ٹیلی پیتھی کے کمالات دکھائے جا رہے ہیں تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں ضرور موجود ہو گا۔ اب یہ سوچنا چاہیے کہ اس [illegible] آدمی ہے جو اجنبی ہے یا بالکل پہلی [illegible] محمود ہی ایسا ہے کہ کل پہلی بار یہاں پہنچا [illegible] شروع ہو گئے۔ اس سے پہلے اس جزیرے میں [illegible] کوئی بغاوت کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔"

وہ کم بخت سراغرساں بڑا ہی ذہین تھا۔ صحیح سمت کا تعین کر کے بالکل صحیح آدمی تک پہنچ جاتا تھا۔ اس نے کہا۔ "دیکھو مرجانہ کو یہاں آئے ہوئے دو ماہ گزر گئے ہیں۔ اس نے اب تک کوئی ہنگامہ نہیں کیا تھا۔ اگر وہ دو چار قتل کرتی تو فوراً ہی پکڑی جاتی لیکن کل جب طارق محمود یہاں پہنچا تو اس کے ساتھ ہی ہنگامے شروع ہو گئے اور مرجانہ نے جتنے بھی قتل کیے ہیں۔ جو ہنگامے کیے ہیں۔ وہ سب ٹیلی پیتھی کا سہارا لے کر کیے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ چپ ہوا تو میں نے اس کی سوچ کے ذریعہ کہا۔ "ٹیلی پیتھی کا علم جاننے والے ایسا بھی کرتے ہیں کہ وہ میلوں دور بیٹھے رہتے ہیں اور کسی دوسرے کو دماغی طور پر اپنا معمول بنا کر اس سے کام نکالتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ فرہاد یا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے ملک میں بیٹھا ہوا اور یہاں مرجانہ کے دماغ کے ذریعہ یا ناصر پاشا کے ذریعہ جزیرے میں آگیا ہو۔ یعنی جسمانی طور پر [illegible]"

اس کی سوچ نے کہا۔ "ہاں ایسا ہو [illegible] میں اس پہلو پر غور کر رہا ہوں کہ اگر وہ جسمانی [illegible] میں موجود ہے تو وہ کون ہو سکتا ہے اور میرا [illegible] پھر کر طارق محمود تک پہنچتا ہے۔ مجھے یقین ہے [illegible] کے پیچھے فرہاد علی تیمور کی شخصیت چھپی ہوئی

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اگر فرہاد علی [illegible] چھپی ہوئی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں کیوں فرہاد کی شخصیت میں دلچسپی لے رہا ہوں۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر سوچنے لگا۔ "اگر واقعی [illegible] اس وقت میک اپ میں یہاں موجود ہے تو [illegible] موقع اور ہاتھ نہیں آسکتا۔ میں اسے جب چاہے کہہ سے چھپ کر گولی مار سکتا ہوں۔ جب وہ ختم ہو جائے گا [illegible] ٹیلی پیتھی بھی ختم ہو جائے گی۔ پھر مرجانہ تنہا کچھ نہیں کر سکے گی اسے قابو میں کرنا تو بس ایسے ہی ہے جیسے ایک چیونٹی کو مسل دیا جائے۔"

سانپ آخر سانپ ہی ہوتا ہے۔ کسی نہ کسی بہانے اپنا زہر ضرور اگلتا ہے۔ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ ونڈسر بھی ایسا ہی تھا۔ اس کے پاس اس کا خاص اسسٹنٹ آئرن

میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں آئرن مین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دوسرے ہی لمحے آئرن مین اپنی جگہ سے اُٹھا اور ایک الٹا ہاتھ وانڈر کے منہ پر کھینچ کرتے ہوئے بولا "یہ پاگل کتے، تم ابھی کیا سوچ رہے تھے۔ تم کسے گولی مارنا چاہتے ہو؟"

یہ کہتے ہی اس نے وانڈسمر کے گلے کو دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا اور اُسے دبانے لگا۔ اُس کے گلے پر اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت سخت سے سخت کرنے لگا۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ چیئرمین دوسرے ٹھیکیدار چلا رہے تھے۔ اُنہیں منع کر رہے تھے کہ وہ ایسی حرکت نہ کرے۔ پھر مسلح گارڈز ریوالور نکال کر کھڑے ہو گئے۔ اُن میں سے ایک نے کہا۔ "مسٹر آئرن مین۔ اپنے باس کو چھوڑ دو ورنہ ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔"

لیکن آئرن مین کسی کی نہیں سن رہا تھا۔ اس لیے کہ اُس کے دماغ پر میرا قبضہ تھا۔ وہ اپنا کام کیے جا رہا تھا۔ وانڈسمر کے دیدے پھیل رہے تھے اور سانس رک رہی تھی۔ اسی وقت ایک مسلح گارڈ نے ریوالور کے دستے سے آئرن مین کے سر پر ضرب لگائی۔ اُس کے باوجود آئرن مین نے اُس کی گردن نہیں چھوڑی۔ اُسے دباتا ہی چلا گیا۔ دو مسلح گارڈز آئرن مین سے لپٹ گئے تھے اور وانڈسمر کو اس کی گرفت سے چھڑانا چاہتے تھے لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ اتنی دیر میں وانڈسمر کی گردن ڈھلک گئی تھی۔ وہ ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

آئرن مین نے اُسے چھوڑ دیا۔ پھر ایک جھٹکے سے خود کو دونوں گارڈز کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے کہا۔ "ابھی۔ مرجانہ کو گولی مارنے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس لیے میں نے اُسے ہلاک کر دیا ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میں ایک ایسا جن ہوں جو مرجانہ کا عاشق ہے۔ اُسے کوئی بھی نقصان پہنچانے کے متعلق سوچے گا تو میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس کی موت سے اب تم لوگوں کو مزید سبق حاصل کرنا چاہیے۔"

یہ کہنے کے بعد وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ باری باری چیئرمین اور دوسرے ٹھیکیداروں کے ذہن میں جھانک کر دیکھنے لگا۔ اُن کے چہروں پر مردنی چھائی تھی۔ دل ڈوب رہے تھے۔ دماغ بالکل ماؤف ہو کر رہ گئے تھے۔ نہیں ہر لمحہ اپنی موت نظر آ رہی تھی۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ اب اسی طرح ایک ایک کر کے سب ختم ہو جائیں گے۔ مرجانہ اور اس کا عاشق جن ان لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں ایک مسلح گارڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس گارڈ نے کہا۔ مسٹر چیئرمین اب میں اس گارڈ کی زبان سے بول رہا ہوں۔ میں اب بھی تم لوگوں کو معاف کر سکتا ہوں اور تم لوگوں کو یہاں سے واپس جانے کا موقع دے سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تم تمام لڑکیوں کو جلد سے جلد اُن کے گھروں تک پہنچانے کا انتظام کرو۔ تمہارے پاس کافی دولت ہے تم دوسرے جہاز تک کرائے پر طیارے منگوا سکتے ہو۔ انھیں یہاں سے پہنچا دو۔ لوگ موت کے دہانے پر کھڑے ہوئے ہو اور تمہارے پاس سوا یہ ہے کہ لڑکیاں جلد سے جلد اس جزیرے سے کل کر اپنے ملکوں میں اور اپنے اپنے گھروں میں پہنچ جائیں۔"

اس مسلح گارڈ کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور دوسرے لوگ اُسے دیکھ کر کانپتے جا رہے تھے۔ اُن پر ہر لمحہ یہ خوف طاری تھا کہ کسی وقت بھی مسلح گارڈ انھیں گولی مار سکتا ہے۔ میں نے انھیں تسلی دی کہ میرے حکم کے خلاف کوئی کارروائی گا تب ہی وہ مریں گے۔ ورنہ میں انھیں زندہ چھوڑ دوں گا۔

"میں ابھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ طیارے یہاں منگوانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر چیئرمین وہاں سے اُٹھ گیا۔ اس کے ساتھ دوسرے ٹھیکیدار بھی اٹھ کر جانے لگے۔ پھر وہ سب دوسرے کمرے کی طرف گئے جہاں سے وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ کر سکتے تھے۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پختہ عمر کے سامنے اب لڑکیاں نظر آنے لگی تھیں۔ کیونکہ جن لڑکیوں کو ان کا ریکارڈ دل جاتا تھا وہ انھیں ضائع کرنے کے بعد انھیں جلا ڈالنے کے بعد عمارت سے باہر آ جاتی تھیں اور آزادی سے قہقہے لگا کر ایک دوسرے سے باتیں کرتی تھیں۔ وہ سب بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔ اتنے میں مرجانہ کے ساتھ چلتی ہوئی عمارت سے باہر آئی۔ اس کی سوئی بتایا کہ ابھی بہت سی لڑکیاں ریکارڈ روم میں موجود ہیں اپنے اپنے ریکارڈ تلاش کر رہی ہیں۔

وہ میرے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی اور سوالیہ نظروں مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں وہی تمہارا عاشق اور طارق محمود کے اندر سمایا ہوا ہوں۔"

مرجانہ نے ناگواری سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم نے لیے نیکیاں کر رہے ہو۔ میری اس طرح مدد کر رہے ہو کہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔ یہ تمہارا احسان ہے لیکن تم دنیا والوں کے سامنے اپنے آپ میرا عاشق کر کے مجھے کیوں بدنام کرنا چاہتے ہو؟"

"عشق کرنے والے دنیا سے نہیں ڈرتے۔ وہ کھل کر پیار کا اظہار کرتے ہیں۔"

"مگر یہ کیسا عشق ہے جو یکطرفہ ہے۔ تم نے میری

مرضی سے متعلق معلوم کرنا ضروری نہیں سمجھا اور عشق کرنے بیٹھ گئے۔ یہ تو سراسر زیادتی ہے۔ ہم بہترین دوست بن سکتے ہیں مگر عاشق اور معشوق نہیں بن سکتے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "اس کی فکر نہ کرو۔ آہستہ آہستہ میں تمہیں اپنا معشوق بنا لوں گا۔"

وہ ذرا سخت لہجے میں بولی۔ "مجھے اس قسم کی گفتگو ذرا بھی پسند نہیں ہے۔ کوئی دوسری باتیں کرو اور مجھے بتاؤ کہ چیئرمین اور وہ سراغرساں وغیرہ کیا کر رہے ہیں؟"

"ابھی وہ لوگ تمام لڑکیوں کو اُن کے گھروں تک پہنچانے کے انتظامات میں مصروف ہیں۔ جب اُن کے انتظامات مکمل ہو جائیں گے تو میں تمہیں بتا دوں گا۔ آؤ ہم تھوڑی دیر کے لیے کہیں تنہائی میں چلیں اور ضروری باتیں کریں۔"

مرجانہ نے زرینہ کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "یہ میری بہت پیاری سہیلی ہے۔ میں اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ ہم تینوں ہی تمہیں چل کر باتیں کریں گے۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں بالکل تنہائی چاہتا ہوں۔ تم اُسے زبردستی لے جاؤ گی تو میں اُس کا دماغ خراب کر دوں گا۔ پھر یہ لڑکی پاگل ہو جائے گی۔"

زرینہ سہم کر مرجانہ کے پیچھے چلی گئی اور کہنے لگی۔ "نن... نن... نہیں... میں مم... میں آپ لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ مرجانہ میں وہاں ہوٹل میں تمہارا انتظار کروں گی۔ تم وہیں آ جانا۔"

مرجانہ نے کہا۔ "تم میری سہیلی کو وحشت زدہ کر رہے ہو اور یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

زرینہ نے کہا۔ "نہیں مرجانہ یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ کم از کم تم دونوں کے درمیان یہاں کے مسائل کے مطابق ضروری باتیں ہونی چاہئیں۔ اس لیے تم باتیں کرو۔ میں جا رہی ہوں۔ پھر جلد ہی مجھ سے آ کر تم مل سکتی ہو۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے جانے لگی۔ مرجانہ نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر پلٹ کر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "یہ میری بہت پیاری سہیلی ہے۔ میں اسے ابھی تنہا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ لیکن تم نے مجبور کر دیا اور ایک بات یاد رکھو کہ میں ان لڑکیوں میں سے ہوں جو مجبور ہونا نہیں جانتیں۔ چونکہ تم نے بہت ہی برے وقت میں میری مدد کی ہے اس لیے میں تمہاری بات رکھنے کے لیے تمہارے ساتھ کہیں تنہائی میں چل رہی ہوں۔ آؤ!"

وہ آگے بڑھنے لگی۔ میں نے اُس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "جب تک کسی کے دل میں جھانک کر نہ دیکھو۔ اس وقت اُس کی اچھائی اور برائی کا پتہ نہیں چلتا۔ اس وقت میں طارق محمود کے اندر سمایا ہوا ہوں تو مجھے پتہ چل رہا ہے کہ یہ بہت اچھا آدمی ہے اور اس نے کبھی کوئی بے غیرتی نہیں کی۔"

مرجانہ نے چلتے چلتے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر بولی۔ "میں طارق محمود کو کل سے دیکھ رہی ہوں۔ وہ دلالوں کے ساتھ آیا ہے اور یہاں دلال کی حیثیت سے رہ رہا تھا۔"

میں نے کہا۔ "اس کے لیے دلال کا لفظ استعمال مت کرو۔ میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں۔ جب میں کسی کے اندر سما سکتا ہوں۔ کسی کے دماغ تک پہنچ سکتا ہوں تو کیا تم میری بات پر بھروسہ نہیں کرو گی کہ میری رپورٹ بالکل درست ہو گی اور میں کسی کے متعلق کبھی کوئی غلط رپورٹ دے ہی نہیں سکتا۔"

وہ سنجیدگی سے سوچنے لگی۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "جب یہ جن طارق محمود کے اندر سمایا ہوا ہے تو یقیناً اُس کی اصلیت کو سمجھتا ہو گا۔"

یہ سوچ کر اُس نے مجھ سے پوچھا۔ "اگر یہ بات ہے تو مجھے بتاؤ کہ یہ طارق محمود کون ہے اور یہاں ناصر پاشا کے ساتھ کیوں آیا ہے؟"

میں اُسے بتانے لگا کہ طارق محمود شہناز کا شوہر ہے اور شہناز کے ساتھ ایک بار وہ جہاز تباہ ہو گیا تھا۔ شہناز نے اُسے زندگی اور موت کے درمیان چھوڑ دیا تھا اور ایک جاپانی ڈاکٹر کے ہیرے چرا کر لے آئی تھی۔ بعد میں طارق محمود موت کے منہ سے واپس آ گیا۔ پھر وہ واپس کراچی شہناز کے پاس آیا اور اس کے نہ چاہنے کے باوجود اس کے ساتھ رہنے لگا۔ اسی دوران اُسے پتہ چلا کہ شہناز بھولی بھالی لڑکیوں کو خوشبو کا غسل کرانے کے بہانے ملک نواز کے پارلر میں بھیجتی ہے اور وہاں سے لڑکیوں کا کوئی بہت بڑا کاروبار ہوتا ہے۔ اس وقت سے طارق محمود ان کے پیچھے پڑ گیا اور پھر معلومات حاصل کرتے کرتے ناصر پاشا تک پہنچ گیا۔ وہ پاکستان میں رہنے والے تمام دلالوں کو نیست و نابود کر دینا چاہتا تھا لیکن اس نے سوچا کہ ان کی بنیاد کو ہی جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جزیرے میں جائے۔ اسی لیے وہ ناصر پاشا سے دوستی کر کے ایک دوست کے روپ میں یہاں آ گیا۔

مرجانہ نے کہا۔ "یہاں آ کر تو اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔ کل سے عیش کر رہا ہے۔ آخر اس کا یہاں آنے کا فائدہ ہی کیا ہوا؟"

میں نے جواب دیا۔ "کل سے اس نے بڑے کارنامے

انجام دیے ہیں۔ ہوٹل میں اسی نے آگ لگائی تھی اور ٹھیکیدار کو اور ان کے مسلح محافظوں کو اسی نے ہلاک کیا تھا۔ وہ ان لوگوں کو چپ چاپ ختم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا کہ یہ کاروبار کتنی دور تک پھیلا ہوا ہے لیکن آج جب تم اسٹوڈیو میں بُری طرح پھنس گئیں اور وہ لوگ تمھیں مار ڈالنا چاہتے تھے۔ تب میں اپنے آپ کو ظاہر کرنے پر مجبور ہو گیا۔ ورنہ میرا ارادہ تھا کہ میں یہاں چپ چاپ تم سے عشق کرتا رہتا۔ پھر جب تم یہاں اور بھی کسی بڑے مسئلے میں الجھ جاتیں یا مصیبت میں گرفتار ہو جاتیں تب میں تم پر اپنے آپ کو ظاہر کرتا۔ بہرحال اب ظاہر کرنے کا ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ طارق محمود کی اصلیت معلوم ہو گئی۔ بظاہر وہ بُرا نظر آتا ہے لیکن بہت ہی دلیر اور دیانت دار اور شریف آدمی ہے۔"

وہ بولی: "اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ میرے ہاتھوں سے بچ جائے گا۔"

"ہاں۔ جب اس میں کوئی بُرائی نہیں ہے۔ یہ بے غیرت نہیں ہے تو پھر تم اس کو ہاتھ بھی کیوں لگاؤ گی۔ ویسے اب یہ ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے گا۔"

وہ گھور کر بولی: "میرے ساتھ کیوں رہے گا۔ میں کبھی کسی مرد کا ساتھ برداشت نہیں کر سکتی۔"

"ٹھیک ہے لیکن میں تو تمھارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اور میں طارق محمود کے اندر سما یا رہوں گا اور اس کے ذریعہ تم سے عشق کرتا رہوں گا۔"

وہ اندر ہی اندر غصے سے بھڑکنے لگی۔ اسے کسی کی مجبور بننا پسند نہیں تھا لیکن وہ کبھی جن سے کھل کر مخالفت بھی مول لینا نہیں چاہتی تھی۔ بڑی مشکل تھی۔ اپنے غصے کو برداشت کرتے ہوئے بولی: "آخر تم کون ہو؟ کیوں مجھ پر عاشق ہو گئے ہو؟"

"اس لیے کہ تمھارے اندر بہت ساری خوبیاں ہیں تم ایک اچھی فائٹر ہو۔ تم فولاد بھی ہو اور پھول کی طرح نازک بھی پھر حسین بھی ہو۔ میں تمھاری بہت ساری خوبیوں سے متاثر ہو گیا ہوں۔"

وہ بولی: "میری جیسی دوسری لڑکیاں مل جائیں گی۔ تمھیں حسن و شباب کی تمنا ہے تو یہاں ایک سے ایک حسین لڑکیاں ہیں۔ کسی پر بھی عاشق ہو جاؤ اور عشق کے معاملے میں میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ اسی لیے تمھاری خاطر جنات کی قوم کو چھوڑ کر تمھارے پاس آ گیا ہوں۔"

"یہ سب کیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں کچھ نہیں کر سکتی تھی کہ جن حضرات ایسے ہوتے ہیں کہ عورتوں کو عاشق ہو جاتے ہیں لیکن تم تو سچ مچ مجھ پر عاشق ہو گئے ہو۔ آخر تمھاری حقیقت کیا ہے۔ خدا کے لیے مجھے صاف صاف بتا دو میرے ذہن کو نہ الجھاؤ۔"

"میری محبت رفتہ رفتہ تمھیں یقین دلائے گی کہ میں ہوں اور تم سے محبت کر رہا ہوں اور غائب رہ کر بھی تمھاری مدد کرتا رہتا ہوں۔ تعجب ہے کہ اتنی امداد کے باوجود تمھیں میرے وجود پر اور میری محبت پر یقین نہیں آیا ہے۔"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی: "اس دنیا میں ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں جنھیں آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی یقین نہیں آتا۔ یہی حال میرا ہے۔ میں اتنی دیر سے اس غیبی امداد کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں اور قبول کر رہی ہوں لیکن میرا دماغ تسلیم نہیں کر رہا ہے کہ کوئی جن میری مدد کو اس جزیرے میں آ پہنچا ہے۔"

"ہاں میری مجبوری یہ ہے کہ میں خود کو اپنے وجود کے ساتھ ظاہر نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لیے کسی دوسرے انسان کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جیسا کہ میں اس وقت طارق محمود کا سہارا لے رہا ہوں۔ مرجانہ تم میری محبت کو قبول کر لو پھر رفتہ رفتہ تمھیں مجھ پر پیار آ جائے گا۔"

ہم چلتے چلتے بہت دُور نکل آئے تھے۔ ایک جگہ سمندر کے نچلے تہ بینچ بنے ہوئے تھے۔ مرجانہ وہاں بیٹھ کر بولی: "یہ سمندر کا سودا ہے۔ محبت ایسے نہیں ہوتی۔ دونوں طرف سے چاہت لازمی ہے اور میرے دل میں تمھارے لیے یا کسی اور کے لیے محبت نہیں پیدا ہو سکتی۔"

میں نے پوچھا: "کیا تمھارے سینے میں دل نہیں ہے؟ تم لڑکی نہیں ہو۔ کیا تم کبھی کسی سے محبت نہیں کرو گی؟"

"تمھارے سارے سوالوں کا جواب یہ ہے کہ اول تو میں لڑکی نہیں ہوں۔ قدرت نے مجھے جسمانی طور پر اگر لڑکی بنایا ہے تو اس کے لیے میں مجبور ہوں۔ ورنہ میں اپنے آپ کو سو سے پاؤں تک مرد محسوس کرتی ہوں۔ دوسری بات یہ کہ جب میں لڑکی نہیں ہوں تو کس سے محبت کروں گی؟ میں کسی کو اپنا محبوب بنانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ جو محبوب بننا چاہے گا وہ اپنی قسمت بگاڑنے کے لیے میرے پاس آئے گا۔ پھر تم نے پوچھا ہے میرے سینے میں دل ہے یا نہیں؟ اور میرے سینے میں فولاد کا دل ہے اور میں فولادی دماغ سے سوچتی ہوں اور محبت کے متعلق سنا ہے کہ وہ پھول کی طرح نازک ہوتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم میری محبت سے انکار کرتی ہو۔"

"میں تم سے دوستی کر سکتی ہوں۔ میرے دماغ کے کسی بھی خانے سے محبت کا گزر نہیں ہوتا۔"

"ایک بار تم یہ کہہ دو کہ تم میری محبت کو ٹھکرا رہی ہو۔ میرے منفی نو ہوین کر رہی ہو۔ میں تمھارا ساتھ چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ پھر یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے تم اس سے خود ہی نمٹ لینا۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ عشق و محبت میرے مزاج کے خلاف ہے۔ ہم بہت اچھے دوست بن کر رہیں گے۔ میں تمھیں ناراض نہیں کرنا چاہتی۔ میری باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"میں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے تم بہت ضدی ہو اور مجھ سے محبت کرنے میں اپنی توہین محسوس کر رہی ہو لیکن اس کا اظہار زبان سے نہیں کر رہی ہو۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے عشق کے اظہار سے تم بیزار ہو جاتی ہو۔ اچھی بات ہے ابھی میں جا رہا ہوں میری واپسی تک اچھی طرح غور کر لینا۔"

یہ کہہ کر چند لمحوں کے بعد ہی میں کھڑے کھڑے اچانک ڈوب گیا۔ مرجانہ نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے شدید جدائی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا: "یہ کیا میں یہاں کیسے آ گیا۔ میں تو ظلم اسٹوڈیو کے دروازے پر تھا۔"

مرجانہ نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "تمھارے اندر وہ جن سمایا ہوا تھا۔ کیا تم اسے محسوس نہیں کر رہے تھے؟"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "مجھے کچھ پتہ نہیں کہ میں اتنی دیر سے کہاں تھا اور کیا کر رہا تھا؟ مجھے کچھ محسوس نہیں ہو رہا۔ ایسا لگتا ہے کہ میری زندگی کے کچھ لمحات چرا لیے گئے ہیں یا ایسے گزر گئے ہیں جن کا مجھے علم نہیں ہے۔"

"ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جن یہاں سے جا چکا ہے۔"

"میں نہیں جانتا کہ وہ جا چکا ہے یا یہاں موجود ہے مگر میں حیران ہوں کہ یہ کیا تماشہ ہے۔"

"سچ بات تو یہ ہے کہ میں بھی حیران ہو رہی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس جن کے وجود پر کیسے یقین کروں اور کیسے اس کے عشق سے پیچھا چھڑاؤں۔ میں اس سے دوستی مول لینا نہیں چاہتی۔"

"مرجانہ تم اپنے مسئلے میں الجھی ہوئی ہو لیکن میں یہاں اپنے متعلق ایک بات بتانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ میں بے غیرت نہیں ہوں۔ میں دراصل ان لوگوں سے انتقام لینے اور ان لوگوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اس جزیرے میں ناصر پاشا کا دوست بن کر آیا ہوں۔"

مرجانہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "اچھا بس کرو۔ اپنی داستان نہ سناؤ۔ جن تمھارے بارے میں مجھے سب کچھ بتا چکا ہے میں اور سننا نہیں چاہتی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: "اچھا تو اس نے میری اصلیت بتا دی ہے پھر تو تم مجھ سے ناراض نہیں ہو ہم آج سے دوست بن کر رہیں گے۔"

وہ گھور کر بولی: "میں کسی سے دوستی نہیں کرتی۔ تم کہیں جا کر کسی اور کو اپنا دوست بناؤ۔"

"مرجانہ، یہاں حالات بڑے سنگین ہیں۔ قدم قدم پر تمھارے لیے خطرہ ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں ساتھ رہنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ دشمن ہم میں سے کسی کو نقصان پہنچا دے۔"

وہ بولی: "تم تو دوغلی چالیں چل رہے ہو۔ اُدھر دوست بنے ہوئے ہو اور اندر ہی اندر اُن کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہو۔ اس لیے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ لوگ تمھیں اپنا دوست ہی سمجھتے رہیں گے۔ مصیبت صرف اس لیے مجھ پر آئے گی کہ میری دشمنی ظاہر ہو گئی ہے۔ اس لیے میری فکر نہ کرو۔ میں تنہا اُن سے نمٹ لوں گی۔ تم اب یہاں سے جاؤ۔"

"تم عجیب لڑکی ہو۔ ان حالات میں تمھیں زیادہ سے زیادہ دوست بنانے چاہئیں اور تم میرے خلوص کو ایسے وقت ٹھکرا رہی ہو۔"

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

سونا گھاٹ کا پجاری

قیمت: ۲۰/- روپے ○ ڈاکٹی خرچ: ۱۰/- روپے

- ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مر گیا تھا لیکن اس کی روح مندر کے تہ خانے میں ابھی حالت میں موجود تھی۔
- سونا گھاٹ کے ملاح نے اس روح پجاری کی پُراسرار طاقتوں کی مدد سے ہر گزرتے لمحے کو خوف ناک بنا دیا تھا۔
- ایک علم دوست اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آ کر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کر لیں۔
- وہ طاقتور ترین شخص بن گیا لیکن کیا ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔
- بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟
- ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کہانی کی شکل میں دستیاب ہے۔

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

انکا	**اقابلا**	**غلام رد حلیں**
مکمل، دو حصے	مکمل، دو حصے	مکمل
قیمت (۲ حصے) ۴۵/- روپے، ڈاکٹی خرچ ۱۰/- روپے	قیمت (۲ حصے) ۳۰/- روپے، ڈاکٹی خرچ ۱۰/- روپے	قیمت ۱۵/- روپے، ڈاکٹی خرچ ۱۰/- روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

وہ پریشان ہوکر بنچ پر بیٹھ گئی۔ پھر اپنا سر تھام کر بولی۔
"میں ذہنی طور پر بہت اُلجھ گئی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔ اس جن نے مجھے بہت زیادہ اُلجھا کر رکھ دیا ہے۔ اسی لیے میں ابھی تمھاری دوستی کو ٹھکرا رہی تھی ہاں میں اپنی اس غلطی کو محسوس کرتی ہوں۔ اس وقت مجھے دماغی طور پر پُرسکون رہنا چاہیے مگر میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں کس طرح اپنے آپ کو پُرسکون رکھ کر موجودہ حالات کو سمجھتی رہوں اور اُن سے نمٹ سکوں۔"

مجھے اس کی حالت پر افسوس ہوا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ دماغی طور پر اس قدر اُلجھ جائے گی۔ یہ حقیقت میں درست بات تھی کہ وہ کسی بھی مرد کی زبان سے اپنے لیے عشق و محبت کا لفظ برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ اب چونکہ ایک جن نے اظہارِ محبت کیا تھا اس لیے اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس جن کو کس طرح منہ توڑ جواب دے اور حالات بھی مجبور کر رہے تھے۔ وہ اس سے کھل کر نفرت کا اظہار بھی نہیں کرسکتی تھی۔

میں نے کہا۔ "میں تمھارے مزاج کو سمجھتا ہوں۔ تم بالکل ہی مختلف لڑکی ہو اور عشق و محبت کو بالکل ہی خاطر میں نہیں لاتیں۔ بلکہ اظہارِ عشق کرنے والوں سے نفرت کرتی ہو۔ بہرحال حالات کا تقاضا یہ ہے کہ اگر جن تم سے عشق کا اظہار کر رہا ہے تو اُسے ہنس بول کر برداشت کرو اور مصلحت سے کام لو۔ اس جن کے ذریعہ تمھارے بہت سے کام نکل سکتے ہیں ورنہ اس کی دشمنی مہنگی پڑے گی۔"

وہ جھلا کر بولی۔ "میں مرنا پسند کرتی ہوں مگر ڈرنا کبھی پسند نہیں کرتی۔ خواہ وہ جن ہی کیوں نہ ہو۔ مجھے کوئی متاثر نہیں کر سکتا۔ کوئی مرعوب نہیں کرسکتا اور کوئی مجھے اپنا محبوب نہیں بنا سکتا۔"

میں نے پوچھا۔ "ایسی بات ہے تو پھر پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا اس جن نے تمھیں ہاتھ لگایا ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں۔ ابھی تو وہ دور ہی سے اظہارِ عشق کر رہا ہے۔"

"دیکھو مرجانہ۔ اُس کا کوئی اپنا وجود نہیں ہے۔ وہ تمھیں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ تو پھر اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ اگر وہ تیرے اندر سما کر یا کسی دوسرے کے اندر سما کر اظہارِ عشق کرتا ہے تو اُسے کرنے دینے دو۔ جب وہ تمھیں ہاتھ لگانے یا تمھارے مزاج کے خلاف کوئی حرکت کرے۔ تب تم پریشان ہو کر سوچنا۔ فی الحال اپنے دماغ کو پُرسکون رکھو۔"

وہ مجھے سنجیدگی سے اور شکریہ کے انداز سے دیکھ کر بولی۔
"تم نے یہ بہت اچھی بات کہی ہے۔ واقعی جب وہ میرے مزاج کے خلاف کوئی حرکت کرے گا تب مجھے پریشان ہونا چاہیے۔ ابھی تو وہ دوسروں کی زبان سے اظہارِ عشق کر رہا ہے ٹھیک ہے۔ میں اپنے آپ کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"آؤ ہم ان ٹھیکیداروں کے پاس چلیں اور یہ معلوم کریں کہ وہ لڑکیوں کو ان کے ممالک تک پہنچانے کے لیے کیا انتظامات کر رہے ہیں۔"

وہ میرے ساتھ اس پختہ عمارت کی طرف جانے لگی۔ اُس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ بڑی سنجیدگی سے اسی جن کے متعلق سوچ رہی تھی کہ اسے کس طرح اپنے قابو میں رکھ کر اپنا کام نکالنا چاہیے۔ اچانک وہ بولی۔ "طارق۔ یہ جن میرے بہت کام آسکتا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "وہ کیسے؟"

وہ بولی۔ "میں بچپن سے اپنے والدین سے بچھڑی ہوئی ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ میرے والدین کون ہیں اور کہاں ہیں۔ میں اس جن کے ذریعے وہاں تک پہنچ سکتی ہوں۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں۔ یہ کام تو بہت آسانی سے کر لیتے ہیں۔ یہ جن تمھیں تمھارے والدین تک یقیناً پہنچا دے گا۔"

"ابھی وہ مجھ سے ناراض ہوکر چلا گیا ہے۔"

"کہاں جاسکتا ہے۔ اگر اس کا عشق سچا ہوگا تو وہ پھر تمھارے پاس آئے گا۔"

وہ گھور کر بولی۔ "بکواس مت کرو۔ اُس کے سچے عشق کی ایسی کی تیسی۔ مجھے یہ باتیں بالکل پسند نہیں ہیں۔"

"بھئی میں اپنے عشق کی نہیں اس جن کے عشق کی بات کر رہا ہوں جس کے لیے ابھی مجبوری یہ ہے کہ اس عشق کو قبول کرتے رہنا ہوگا۔ تم ناراض ہوتی رہو گی تو تمھاری ذہنی پریشانی باقی رہے گی پُرسکون رہنے کا طریقہ یہی ہے کہ حالات سے سمجھوتہ کرو اور اب وہ جن آئے تو اُس سے اچھی طرح پیش آؤ۔"

وہ قائل ہوکر بولی۔ "ہاں اب ذرا ذہانت اور چالاکی سے کام لینا ہوگا۔"

اس پختہ عمارت کے قریب پہنچتے ہوئے میں نے کہا۔ "آپ میں ٹھیکیداروں کے پاس جاکر ناصر پاشا کے دوست کی حیثیت سے رہوں گا۔ تم برا نہ ماننا۔ میں ان کا دوست بن کر ہی اُن کے اندرونی معاملات کو سمجھ سکتا ہوں کہ کہیں وہ کوئی سازش تو نہیں کر رہے ہیں۔ کیونکہ بظاہر متھیار ڈالنے والے سپاہی اور شکست کھانے والے پہلوان کوئی نہ کوئی مکارانہ طور پر

استعمال کرتے ہیں جس کا علم ہمیں بعد میں ہوتا ہے۔ اس لیے مجھے ناصر پاشا کا دوست بن کر ابھی رہنا چاہیے۔"

وہ بولی۔ "وہ جن ایسا ہے جو اُن کی ڈھکی چھپی سازشوں کو معلوم کرسکتا ہے۔ کاش کہ وہ پھر آجاتا۔"

اس کے ایسا کہتے ہی میں ایک ذرا سا لڑکھڑایا پھر ایک دم سنبھل کر بولا۔ "لو میری جان میں واپس آگیا ہوں۔"

مرجانہ ایک دم سے چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "ہاں میں تمھارا عاشق ہوں۔ اب طارق محمود اپنے آپ میں نہیں ہے۔ اُس میں میں سما گیا ہوں۔"

اُس نے پریشان ہوکر پوچھا۔ "کیا تم اب تک میرے اس پاس موجود تھے؟"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ تم سے دور نہیں جاسکتا تھا اس لیے ساتھ ساتھ رہا۔ تمھاری زبان سے یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ تم ذہانت اور چالاکی سے میرے ساتھ دوستی قائم رکھو گی لیکن میری محبت کا جواب محبت سے نہیں دو گی۔"

پہلے تو وہ جھینپ گئی پھر کہنے لگی۔ "دیکھو میرے مزاج کو سمجھو۔ میں بالکل ہی مختلف مزاج کی لڑکی ہوں۔ میں کبھی عشق و محبت کے چکر میں نہیں پڑ سکتی۔ اگر تم میرے ساتھ برابر رہو گے تو تمھیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گا کہ میں کیسی لڑکی ہوں۔ اگر اس کے بعد بھی تم یہ سمجھو کہ تم مجھے محبت کی طرف مائل کر سکتے ہو یا میرے دل کو پگھلا سکتے ہو تو تم ایسا کر لینا مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔ جب دل و دماغ تمھاری طرف جھکے گا تو بے تک میں بھی تمھاری طرف جھک جاؤں گی لیکن ابھی تو ہمارے درمیان صرف دوستی ہوگی۔ بولیں "ٹھیک ہے نا؟"

میں نے اُس کے مزاج کو مدِنظر رکھتے ہوئے کہا۔ "چلو ٹھیک ہے میں بہت جلد تمھارے دل کو جیت لینے کی کوشش کروں گا۔ آؤ اب ہم ان ٹھیکیداروں کی طرف چلیں۔"

یہ کہہ کر ہم اس عمارت میں داخل ہوئے اور اس کمرے میں پہنچے جہاں چیئرمین دو دوسرے ٹھیکیداروں کے ساتھ پریشان حال بیٹھا ہوا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی وہ سب اُٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ وہاں ناصر پاشا بھی موجود تھا۔ میں نے کہا۔ "میں اس وقت طارق محمود نہیں ہوں بلکہ مرجانہ کا مددگار جن ہوں اور تم لوگوں سے سوالات کرتا ہوں کہ لڑکیوں کو واپس بھیجنے کے کیا انتظامات ہو چکے ہیں؟"

چیئرمین نے کہا۔ "ہم نے ٹرانسمٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا ہے اور طیارے یہاں منگوائے ہیں۔ ہمیں یقین دلایا گیا ہے کہ شام تک یکے بعد دیگرے چار طیارے یہاں آئیں گے اور لڑکیوں کو لے جائیں گے۔ ہم یہاں بیٹھ کر اُن لڑکیوں کی فہرست تیار کر رہے ہیں جنھیں پہلی چار فلائٹوں میں یہاں سے جانا ہے۔"

ناصر پاشا نے کہا۔ "آج شام سے لے کر کل شام تک تمام لڑکیاں اپنے اپنے ملک میں پہنچ جائیں گی۔ ہم مرجانہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ آج ہی لانچ کے ذریعے پاکستان کی تمام لڑکیوں کو لے کر یہاں سے رخصت ہو جائے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس کے جانے بعد بھی لڑکیاں یہاں سے جاتی رہیں گی۔"

مرجانہ نے کہا۔ "میں صرف لڑکیوں کو یہاں سے نہیں لے جاؤں گی بلکہ تمھیں اور طارق محمود کو بھی ساتھ لے جاؤں گی یہ نہ سمجھنا کہ میں نے تمھارا پیچھا چھوڑ دیا ہے۔ تم تو میرے ملک کے بے غیرت دلال ہو۔ میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔"

ناصر پاشا نے گڑگڑا کر کہا۔ "خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ آئندہ کے لیے میں کبھی پاکستان کا رُخ نہیں کروں گا۔ اس جزیرے سے کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں گا۔"

وہ غصے سے بولی۔ "بکواس مت کرو۔ میری بات اچھی طرح یاد رکھو۔ ایک تو میں سب سے آخر میں یہاں سے جاؤں گی جب تمام لڑکیاں یہاں سے جا چکی ہوں گی۔ دوسری بات یہ کہ میں تمھیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی اور تمھارا وہ حشر کروں گی کہ تم مرتے مرتے زندگی کی بھیک مانگتے رہو گے اور تمھیں یہ بھیک نہیں ملے گی۔"

ناصر پاشا نے میری طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "طارق تم ذہانت سے کام لو۔ اس طرح مرجانہ کو سمجھاؤ۔"

میں نے ایک اُلٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کرتے ہوئے کہا۔ "ذلیل کمینے۔ اس وقت میں طارق نہیں ہوں۔ مرجانہ کا عاشق جن ہوں۔"

وہ اپنے جبڑے کو سہلاتے ہوئے پیچھے ہٹ کر بولا۔ "مرجانہ میرے پاس بہت دولت ہے۔ یہاں جزیرے کے بنک میں تقریباً پچیس لاکھ ڈالر ہیں۔ پاکستان اور پرسس وغیرہ کے بنکوں میں بھی بہت رقمیں ہیں۔ میں تمھیں اپنی آدھی دولت دے دوں گا۔ بس ایک التجا ہے کہ مجھے معاف کر دو۔ مجھے زندہ چھوڑ دو۔"

وہ چونک کر بولی۔ "ہاں یہ تو میں بھول ہی گئی تھی کہ تم لوگوں نے اس جزیرے میں کافی دولت چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ آخر اس دولت کا کیا ہوگا۔ میں تم لوگوں کو اس کی اجازت نہیں دوں گی کہ وہ سب کچھ تم اپنے ساتھ لے جاؤ یہاں بنک میں

جتنی بھی رقمیں ہیں وہ ساری میں اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"

چیئرمین نے ذرا آگے بڑھ کر عاجزی سے کہا۔ "مرجانہ ہمیں دولت نہیں زندگی چاہیے۔ تم جو چاہو یہاں سے لے جاؤ مگر ہمیں زندہ چھوڑ دو۔ میں تمہیں ایک دانشمندانہ مشورہ دینا چاہتا ہوں اگر تم قبول کرو۔"

میں نے چیئرمین سے کہا۔ "تم جو مشورہ دینا چاہتے ہو بے جھجک کہو ہم سن رہے ہیں۔"

اُس نے کہا۔ "ہم نے ٹرانسمٹر کے ذریعے یہاں چار عدد طیارے طلب کیے ہیں جو لڑکیوں کو یہاں سے لے جائیں گے لیکن ہم یہ سوچ کر ڈر رہے ہیں کہ اگر ان طیاروں میں خفیہ امداد ہمارے لیے آئی — اور اس امداد سے مرجانہ کو کوئی نقصان پہنچا تو تم ہمیں زندہ نہیں چھوڑو گے۔ حالانکہ ہم نے صرف طیاروں کا مطالبہ کیا ہے۔ باہر کوئی مدد طلب نہیں کی ہے۔ پھر بھی ہم ڈرتے ہیں کہ ہم غلط فہمی میں مارے نہ جائیں۔"

میں نے سر ہلا کر کہا۔ "ہاں ایسا ممکن ہے۔ تم لوگوں نے طیارے طلب کیے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ خفیہ طور سے امداد بھی پہنچ جائے اور وہ لوگ جو مرجانہ کی قوت کا اندازہ نہیں کرسکتے ہیں اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ مرجانہ کے نیچے ایک اور بھی پُراسرار قوت ہے۔ وہ لوگ یقیناً مرجانہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے اور ایسی صورت میں میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ویسے مسٹر چیئرمین تم مشورہ کیا دینا چاہتے ہو۔"

چیئرمین نے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ مرجانہ یہاں سے فوراً ہی لانچ کے ذریعے اپنے ملک کی لڑکیوں کو لے کر چلی جائے۔ تاکہ نہ یہ یہاں رہے اور نہ کوئی اُسے چھپ کر نقصان پہنچائے۔ ہم اپنی سلامتی کی خاطر یہ نیک مشورہ دے رہے ہیں۔"

مرجانہ نے پوچھا۔ "تم باتیں بنا کر مجھے پہلے ہی یہاں سے بھگانا چاہتے ہو؟"

وہ بولا۔ "نہیں۔ میں ایک معقول بات کہہ رہا ہوں۔ جانا یا نہ جانا تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ان چار طیاروں کے آنے سے پہلے تم میرے مشورے پر غور کرلو۔"

چیئرمین واقعی معقول باتیں کہہ رہا تھا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا اور ہم بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ جو طیارے آنے والے ہیں اُن میں کس قسم کی امداد پہنچ سکتی ہے اور طیارے میں آنے والے لوگ کیسے ہوں گے۔ اگر اُن میں سے کسی نے کہیں سے چھپ کر مرجانہ کو یا مجھ کو گولی ماردی تو سارا کیا دھرا مٹی میں مل جائے گا۔

میں مرجانہ کی سوچ کے ذریعے اُسے سمجھانے لگا کہ وہ چیئرمین کے مشورے پر سنجیدگی سے غور کرے اور اس خطرے کو سمجھے جو کہ کسی وقت بھی پیش آسکتا ہے۔ میں تھوڑی دیر تک سوچ کے ذریعے اُسے سمجھاتا رہا اور وہ سنجیدگی سے سوچتی رہی۔ چیئرمین اور دوسرے ٹھیکیدار اُسے غور سے دیکھتے رہے آخر مرجانہ نے کہا۔ "ٹھیک ہے میں ابھی غور کر رہی ہوں اس وقت تک تم سب یہاں کے بنک کی ساری رقم اور دولت اس لانچ میں پہنچا دو جس میں میں اپنے ملک کی لڑکیوں کو لے کر جاؤں گی۔ میں تھوڑی دیر بعد اپنا فیصلہ سناؤں گی کہ مجھے کس وقت یہاں سے روانہ ہونا ہے۔"

اتنے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ چیئرمین نے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف کی باتیں سنیں۔ پھر ہمیں مخاطب کرکے کہا۔ "یہاں سویرے جو طیارہ سراغرساں کو لے کر آیا تھا۔ اب وہی طیارہ یہاں سے پینتالیس لڑکیوں کو لے کر مشرقِ بعید کی طرف جا رہا ہے۔ آدھے گھنٹے بعد وہ پرواز کرے گا۔ مرجانہ۔ اگر تم چاہو تو ایئرپورٹ جاکر پینتالیس لڑکیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتی ہو جو ابھی جانے والی ہیں۔ میں جاکر بنک کی ساری دولت لانچ میں رکھنے کا حکم دیتا ہوں۔ آؤ مسٹر پاشا۔"

یہ کہہ کر وہ ناصر پاشا کے ساتھ بنک کی طرف جانے لگا۔ میں مرجانہ کے ساتھ اس عمارت سے باہر آگیا۔ پھر میں نے کہا۔ "آؤ ہم کار میں بیٹھ کر ائرپورٹ کی طرف جائیں اور ان لڑکیوں کو دیکھ لیں جو رخصت ہو رہی ہیں۔"

ہم ایک کار میں آکر بیٹھ گئے پھر ائرپورٹ کی طرف جاتے ہوئے میں نے مرجانہ کو سمجھایا۔ "مناسب یہی ہے کہ ہم یہاں سے نکل چلیں۔ وہ چیئرمین بالکل درست کہہ رہا تھا۔ اُسے اپنی جان کی فکر پڑی ہے وہ نہیں چاہتا کہ تم غلط فہمی کا شکار ہوکر اُسے مار ڈالو یا میں اُسے ہلاک کردوں۔ بہرحال وہ اپنی جان بچانے کے لیے ہمیں بہت ہی اچھا مشورہ دے رہا ہے۔"

مرجانہ نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں اب میں بھی یہی سمجھتی ہوں کہ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ تم چونکہ غائب رہنے والی مستی ہو اس لیے اس جزیرے میں رہ کر اُن کی نگرانی کرسکتے ہو کہ یہ اسی طرح لڑکیوں کو یہاں سے روانہ کریں گے یا نہیں؟ اگر انھوں نے بے ایمانی کی تو تم ان لوگوں کو تباہ و برباد کرسکتے ہو۔ کیا خیال ہے؟"

"اچھا خیال ہے۔ تم طارق محمود کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں کسی دوسرے کے جسم میں سما کر یہاں کے حالات دیکھتا رہوں گا اور اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے یہاں کی بنا دی لڑکیوں کو اُن کے گھروں تک پہنچا کر ہی تمہارے پاس واپس آؤں گا۔"

ہم اس فیصلے پر متفق ہوگئے۔ ہم نے ایئرپورٹ پہنچ کر ان پینتالیس لڑکیوں کو اپنے سامنے رخصت کیا۔ پھر ہم وہاں سے بنک کی طرف گئے۔ وہاں پتہ چلا کہ ڈالر کی شکل میں نقدی بہت کم ہے لیکن سونے کی اینٹیں اور بیسیوں جواہرات کا اچھا خاصا ذخیرہ ہے۔ ان سب چیزوں کو وہ لوگ مختلف ڈبوں میں پیک کر رہے تھے اور انھیں لانچ کی طرف لے جا رہے تھے۔ میں نے معلوم کیا کہ لانچ کو کون ڈرائیو کرتا ہوا پاکستان کے ساحل تک پہنچائے گا اور اس جہاز میں اور کتنے مرد ہوں گے جو لانچ کے اسٹیئرنگ کی مدد کے لیے موجود رہیں گے۔

میں بہت محتاط ہوکر ہر ایک کے دماغ میں جھانکتا رہا تھا اور معلومات حاصل کرتا جا رہا تھا۔ مجھے اس بات کا خدشہ تھا کہ کوئی اس لانچ میں ٹائم بم وغیرہ نہ رکھ دے۔ تاکہ ہمیں بیچ سمندر میں تباہ کر دیا جائے۔ میں ان سازشوں کو سمجھتا تھا اس لیے محتاط ہوکر ہر ایک کو چیک کر رہا تھا۔

مرجانہ بہت خوش تھی۔ اس نے سونے کی اینٹیں اور اتنے سارے بیسیوں جواہرات زندگی میں پہلی بار دیکھے تھے۔ اس لیے بے انتہا خوش تھی اور میرے پاس سے رخصت ہوکر اپنے ملک کی لڑکیوں کو لانچ تک پہنچانے کے لیے چلی گئی تھی۔ اس وقت شام کے سائے بڑھتے جا رہے تھے۔ سات بجے اندھیرا پھیلنے تک تمام لڑکیاں لانچ میں پہنچ گئیں۔ چیئرمین نے اسٹیئرنگ کو ہدایت دی کہ لانچ کو طویل راستے سے لے جایا جائے تاکہ یہ لانچ پاکستان کے ساحل پر آدھی رات کو پہنچے الا ہم کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہو۔

جب وہ لانچ جزیرے کے ساحل کو چھوڑنے لگی تو ساری لڑکیاں عرشے پر آکر کھڑی ہوگئی تھیں اور خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ میں بھی مرجانہ کے ساتھ عرشے پر کھڑا ہوا تھا جیسے ہی جہاز رخصت ہونے لگا۔ میں نے مرجانہ سے کہا۔ "اچھا مرجانہ اب تمہارا یہ عاشق تم سے رخصت ہوکر جزیرے میں واپس جا رہا ہے۔ اپنا کام ختم کرنے کے بعد یہ بندہ پھر تمہارے پاس حاضر ہوجائے گا۔ آؤ جانے سے پہلے ایک بار مجھ سے ہاتھ ملالو۔"

یہ کہہ کر میں نے اپنا ہاتھ اُس کی طرف بڑھایا۔ اُس نے خوش دلی سے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے وہ ہاتھ پکڑ کر چوم لیا۔ وہ ایک دم سے تڑپ کر - - - - - -

الگ ہوگئی۔ اپنے ہاتھ کو ایک جھٹکے سے چھڑا لیا۔ پھر غصے سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "اس وقت غصہ مناسب نہیں ہے۔ یہ رخصت ہو رہا ہے اسے خوشدلی سے رخصت کرو۔"

وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولی۔ "اچھا اب جاؤ اور جزیرے میں رہ کر تمام لڑکیوں کو اُن کے گھروں تک پہنچا دو۔ خدا حافظ۔"

میں نے خدا حافظ کہا۔ اس کے دوسرے ہی لمحے میں نے ایک جھٹکا سا کھایا۔ جیسے کہ میرے اندر سے وہ جن جا چکا ہو پھر میں نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھا اور مرجانہ سے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ وہ جن میرے اندر سے نکل کر جا چکا ہے۔ میں اب آزاد ہوں۔"

مرجانہ نے اطمینان کی سانس لی اور ساحل کی طرف دیکھنے لگی۔ اُسے اس بات کا اطمینان تھا کہ تھوڑی دیر کے لیے چند گھنٹوں کے لیے سہی مگر اس جن سے نجات مل گئی تھی۔

میں چیئرمین کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اب وہ لوگ بھی ادھر مطمئن تھے کہ مرجانہ رخصت ہوگئی ہے اور اب انھیں اُس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ناصر پاشا نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ وہ بلا ٹل گئی۔"

اس کے پاس ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس گارڈ نے کہا۔ "ابھی تمہاری خیریت کہاں ہے۔ میں اُس کا عاشق جن یہاں موجود ہوں۔"

یہ سنتے ہی وہ ایک دم سے اچھل کر دور چلا گیا۔ چیئرمین وغیرہ بھی سہم کر مسلح گارڈ کو دیکھنے لگے۔ پھر چیئرمین نے کہا۔ "ہاں ہاں ہمیں یقین ہے کہ مرجانہ کے جانے کے بعد بھی تم اس وقت تک یہاں موجود رہو گے جب تک کہ تمام لڑکیاں یہاں سے روانہ نہیں ہوجائیں گی۔ ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ اپنا فرض پوری طرح ادا کریں گے۔"

مسلح گارڈ نے کہا۔ "اچھی بات ہے اب میں اس گارڈ کے اندر سے نکل رہا ہوں لیکن تم لوگوں کے آس پاس ہمیشہ رہوں گا۔ اس بات کو مت بھولنا۔"

یہ کہہ کر میں اُس گارڈ کے دماغ سے نکل آیا۔ گارڈ نے اپنے سر کو جھٹکا۔ ادھر اُدھر دیکھا۔ دوسرے تمام لوگ بھی اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر ناصر پاشا نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم کچھ محسوس کر رہے ہو؟"

مسلح گارڈ نے کہا۔ "ہاں میں محسوس کر رہا ہوں کہ میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ کہیں گم ہوگیا تھا اور اب پھر دماغی طور پر حاضر ہوگیا ہوں۔"

چیئرمین نے کہا: "کوئی بات نہیں۔ مرجانہ کا عاشق جن سنبھالے اندر سما گیا تھا۔ اب وہ ہمارے آس پاس موجود ہے۔ آؤ، ہم اپنا فرض ادا کرنے چلیں۔"

وہ سب لوگ ساحل کی طرف سے روانہ ہو کر اس بنجر عمارت کی طرف جانے لگے۔ ہم ان لوگوں کے پاس سے واپس لانچ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

مرجانہ میرے پاس سے جا چکی تھی بے انتہا دولت حاصل کرنے کے بعد وہ خوشی سے پھول نہیں سما رہی تھی۔ اس نے ناصر پاشا کو بھی اس جزیرے میں زندہ چھوڑ دیا تھا جس کی وہ جان کی دشمن بنی ہوئی تھی۔ اب وہ ایک کیبن میں جا کر زرینہ کو چھیڑ رہی تھی اور شرارتیں کر رہی تھی۔ میں اس کے دماغ سے نکل کر اسٹیورڈ کے کیبن میں گیا۔ پھر تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا پھر انجن روم میں جا کر وہاں کے خلاصی سے باتیں کرنے لگا۔ ان لوگوں سے باتیں کرنے کے بعد مجھے اطمینان ہو گیا کہ کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔

اب مجھے تنہائی کی ضرورت تھی تاکہ میں ممی اور سونیا وغیرہ کی کچھ خبر لے سکوں۔ بہت دیر سے تقریباً پچھلی رات سے میں ان لوگوں سے رابطہ قائم نہیں کر سکا تھا۔ میں وہاں سے چلتا ہوا دو کیبنوں کی طرف گیا تو وہاں لڑکیاں بیٹھی ہوئی گپ شپ میں مصروف تھیں۔ مجھے کہیں تنہائی میں بیٹھنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ پھر میں لانچ کے عرشے پر آ گیا اور دور ایک طرف جا کر کھڑا ہو گیا۔ ادھر کوئی نہیں تھا۔ میں اطمینان سے پہلے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

سونیا کا ایک سینڈل کچھ لوگوں کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا تھا اور وہ سینڈل ابھی تک کسی کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ میں نے اس نیم پاگل بوڑھے کو ان لوگوں سے دور کر دیا تھا۔ اس بوڑھے کو یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس سینڈل کی سب کو تلاش ہے اسے وہ کہاں رکھ کر بھول گیا ہے۔

سونیا پچھلی رات سے اب تک میرا انتظار کر رہی تھی کہ میں اسے اس نیم پاگل بوڑھے کا پتہ بتاؤں گا تو وہ وہاں جا کر اس کی یادداشت کو کریدے گی اور معلوم کرنے کی کوشش کرے گی کہ وہ سینڈل کہاں رکھا ہوا ہے لیکن کل سے مجھے ایک ذرا فرصت نہیں ملی تھی کہ میں سونیا کے پاس پہنچ سکتا۔ اب فرصت ملی تو دیکھا کہ سونیا میرے انتظار سے تنگ آ گئی تھی اور مجھے برا بھلا کہہ کر خود ہی اقدامات کے لیے تیار ہو گئی تھی جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ وہ ذہانت اور مکاری میں اپنا جواب نہیں رکھتی ہے۔ اس نے یہ کہا کہ ایک پرانی سینڈل اسی جگہ لے جا کر پھینک دی جہاں سے وہ نیم پاگل بوڑھا اس کی پہلی سینڈل لے کر گیا تھا اور دور ہی ایک بونے کو نگرانی کے لیے بٹھا دیا اس سے کہہ دیا کہ جب بھی وہ بوڑھا وہ سینڈل اٹھا کر لے تو اس کا تعاقب کیا جائے اور سونیا کو اطلاع دی جائے۔

اطلاع مل گئی تھی۔ سونیا اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں پہنچی تو وہ بوڑھا آہستہ آہستہ آگے بڑھتا جا رہا تھا اور بہت فاصلے پر اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ سونیا نے ایک جگہ کار روک دی۔ پھر ان کے ذرا دور جانے کا انتظار کرتی رہی۔ جب وہ دور نکل گئے تو پھر اس نے کار اسٹارٹ کی اور آگے بڑھی۔ ان کے قریب پہنچنے سے پہلے روک دی تاکہ وہ بوڑھا اور نظروں میں رہیں۔ میں نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو سونیا! میں آ گیا ہوں۔"

وہ ایک دم چپ رہی۔ غصے میں بھر گئی۔ میں نے پوچھا: "کیا مجھ سے نہیں بولو گی؟"

اس نے کہا: "جب میں اس بوڑھے کا تعاقب کر رہی ہوں تم پہنچ جاتے ہو۔ اس سے پہلے کہاں مر گئے تھے؟ میں انتظار کرتے کرتے پریشان ہو گئی۔ اب خود ہی میں نے ترکیب کی ہے۔ اب وہ مجھے دوبارہ مل گیا ہے۔ دیکھو، اگر اس بار تم اسے مجھ سے چھین کر لے گئے تو اچھا نہیں ہوگا۔ تم آخر میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ میں ایسے کون سے اسٹار استعمال کروں جس طرح تمہاری منت کروں کہ تم میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا۔ ہاں تم بڑی زبردست اور چالاک بنتی ہو۔ تم ہی مجھ سے پیچھا چھڑانے کی کوئی ترکیب سوچ لو۔"

اس نے سر ہلا کر کہا: "ہاں میں نے ایک تدبیر سوچی ہوئی ہے اور تم دیکھو گے کہ تم بہت جلد مجھ سے دور ہو جاؤ گے۔"

"ذرا میں بھی تو سنوں کہ تمہارے دماغ میں کیا ہے؟"

وہ بولی: "میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں بہت جلد شادی کر لوں گی۔ جب میں کسی کی ہو جاؤں گی تو اس وقت تمہارا جھوٹا عشق ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔"

واقعی اس نے بہت اچھی تدبیر سوچی تھی۔ میں نے کہا: "نہیں سونیا! تم سب کچھ کر سکتی ہو مگر مجھے چھوڑ کر کسی دوسرے سے شادی نہیں کر سکتیں۔"

"فریاد تم دیکھتے رہو۔ بہت جلدی میں تمہاری یہ خوش فہمی ختم کر دوں گی۔"

ہماری گفتگو کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ کیونکہ بونا دوڑتا ہوا سونیا کی طرف آ رہا تھا۔ اس نے کہا: "مادام وہ دیکھو۔ اس پاگل بوڑھے کو کوئی اپنی گاڑی میں بٹھا کر لے جا رہا ہے۔ آپ فوراً اس کا تعاقب کریں۔"

سونیا نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ دور وہ نیم پاگل بوڑھا ایک کار میں بیٹھ چکا تھا۔ سونیا نے فوراً ہی کار اسٹارٹ کی۔ اتنے میں وہ بونا اس کی کار میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ پھر وہ کار تیزی سے دوڑتی ہوئی آگے جانے والی گاڑی کا تعاقب کرنے لگی۔

دونوں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی جا رہی تھیں۔ سونیا کا خیال تھا کہ میرے دشمن اس وصیت نامے کا آدھا حصہ حاصل کرنے کے لیے اس بوڑھے کو اپنے ساتھ کار میں بٹھا کر لے جا رہے ہیں تاکہ اس سے اس سینڈل کا پتہ معلوم کر سکیں۔ سونیا کا یہ خیال درست معلوم ہو رہا تھا۔ کیونکہ اس نیم پاگل بوڑھے سے اور کسی کو دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی۔

دس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد آگے والی گاڑی ایک بنگلے کے احاطے میں جا کر رک گئی۔ سونیا اس بنگلے سے دور ہی کار روک کر باہر آئی اور آنکھیں دیکھنے لگی۔ بنگلے کے پاس کار سے ایک شخص اتر کر بوڑھے کو پچھلی سیٹ سے اتار رہا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر بنگلے کے اندر لے جا رہا تھا۔

سونیا ایک طرف بڑھتے ہوئے کوٹھی کے دائیں جانب آئی۔ پھر چھوٹی سی حد بندی کو پھلانگ کر اس بنگلے کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کا خیال تھا کہ وہاں کوئی کتا پالا گیا ہوگا یا ملازم وغیرہ اسے دیکھ لیں گے لیکن جیسے جیسے وہ قریب پہنچتی گئی۔ ویسے ویسے پتہ چلا کہ وہاں ویرانی ہے۔ کوئی ملازم نظر نہیں آ رہا تھا اور کوئی جانور بھی نہیں تھا۔ وہ بنگلے کے دروازے پر پہنچ گئی جس کے اندر وہ دونوں جا چکے تھے۔ وہ بھی دروازے سے بنگلے میں داخل ہو گئی۔

اندر پہنچ کر اس نے دیکھا۔ اس بنگلے کا ہر کمرہ بڑی خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔ رہائش کا اور نمائش کا تمام قیمتی سامان وہاں موجود تھا۔ پتہ چلتا تھا کہ وہاں کوئی امیر کبیر شخص رہتا ہے۔ وہ مختلف کمروں سے اور کوریڈور سے گزرتے ہوئے ایک ایسے کمرے میں پہنچی جہاں کہ ان تمام کمروں کی خوبصورتی کے برعکس بدصورتی تھی۔ یعنی بہت سے کچرے کا ڈھیر وہاں پڑا ہوا تھا اور وہ شخص اس بوڑھے سے باتیں کر رہا تھا اور وہ سینڈل جیسے وہ بوڑھا سڑک کے کنارے سے اٹھا کر لایا تھا اس کی کیلیں کو اکھاڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اولڈ مین معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی اس سینڈل میں تم کوئی اہم چیز لے کر آئے ہو۔ میں ابھی دیکھ لیتا ہوں۔"

اس کی باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ بوڑھا جو کچرا اٹھا کر لاتا ہے وہ دوسرا شخص اس کچرے کی تلاشی لیتا ہے اور اسے اندر تک ٹٹول کر دیکھتا ہے کہ شاید کوئی قیمتی چیز اسے حاصل ہو جائے۔ اس نے چپل کی کیلوں کو اکھاڑ دیا تھا اور کھول کر دیکھنے کے بعد مایوس ہو کر کہہ رہا تھا: "اس میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آج تم پتہ نہیں کس کی سینڈل اٹھا کر لے آئے ہو۔ ٹھیک ہے اب اسے لے جا کر کچرا گھر میں پھینک دینا۔"

اسی وقت سونیا اس کچرے والے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کی آہٹ سنتے ہی اس شخص نے چونک کر اسے دیکھا۔ سونیا نے گہری سنجیدگی سے کہا: "اچھا تو یہ بوڑھا جو کچھ اٹھا کر لاتا ہے تم اس کی تلاشی لیتے ہو۔ یہ آج سے دو تین دن پہلے میری ایک سینڈل اٹھا کر لے آیا تھا۔ اس میں ایک وصیت نامے کا آدھا حصہ چھپا ہوا تھا۔ میں نے اسے دشمنوں سے چھپا کر رکھا تھا۔ وہ سینڈل نہ جانے تمہارے ہاتھ لگ گیا ہے اسی لیے آج بھی اس سینڈل کی کیلیں اکھاڑ کر تم کچھ اور تلاش کر رہے تھے۔"

"ہاں۔ یہی بات ہے۔" اس شخص نے کہا: "اب سے پہلے

خواب سب دیکھتے ہیں۔

لیکن یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم خواب کیوں دیکھتے ہیں؟ ہمیں خواب کیا ہوتے ہیں؟ خوابوں کی تشریحات کیسے کی جا سکتی ہیں؟ ان کی تعبیریں کیا ہیں؟ خواب آدمی کی زندگی میں کیا اہمیت رکھتے ہیں؟ ان کی راہنمائی سے مستقبل کی تعمیر میں کیا مدد لی جا سکتی ہے؟ کیا وہ ہماری الجھنوں کے عکاس ہوتے ہیں؟ یا وہ ہماری الجھنوں کا حل بھی پیش کرتے ہیں؟

خوابوں کے بارے میں ماہرینِ نفسیات کے کیا رائے ہے؟

خوابوں کے بارے میں مذاہبِ عالم کیا کہتے ہیں؟ یہ اور ایسے لاتعداد سوالوں کے مکمل جواب کے لئے ——— پڑھیئے!

قیمت ۱۵ روپے — ڈاک خرچ ۱۰ روپے

خوابوں کے اسرار

آپے الیس صدیقی کے قلم سے

اردو میں پہلی بار ——— ایک ہمہ پہلو اور منفرد کتاب

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

مجھے ایک سینڈل میں ایک وصیت نامہ ملا ہے۔ اس میں میریا کا نام لکھا ہوا ہے۔ کیا تمھارا نام میریا ہے؟"

سونیا نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں میرا نام سونیا ہے۔ میریا ایک اسپتال میں زیر علاج ہے۔ میں اس کے لیے اس کے وصیت نامے کو تلاش کرتی پھر رہی ہوں۔ لاؤ وہ مجھے دے دو۔"

اس نے کہا۔ "آؤ ہم ڈرائنگ روم میں چل کر باتیں کرتے ہیں۔ یہ میرا کاروبار ہے۔ اگر وہ چیز تمھاری ہے اور تم اسے لینا چاہتی ہو تو میں انکار نہیں کروں گا لیکن اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔"

وہ دونوں ڈرائنگ روم کی طرف جانے لگے تھے۔ سونیا نے پوچھا "تم اس کی قیمت کیوں لوگے؟ جبکہ وہ چیز میری ہے یا میریا کی ہے اور میریا اس کی حق دار ہے۔"

"میں اپنی محنت کی قیمت وصول کرتا ہوں۔ میرا یہی دھندا ہے۔ یہ جو اتنا شاندار بنگلہ اور میرا ٹھاٹ باٹ دیکھ رہی ہو۔ یہ سب کچھ میں نے اسی کچرے سے حاصل کیا ہے میں اس بوڑھے کو اپنا آلۂ کار بنا کر رکھتا ہوں۔ یہ جو چیزیں ادھر ادھر سے اٹھا کر لاتا ہے۔ پہلے میں اسے دیکھتا ہوں۔ اس کی تلاشی لیتا ہوں۔ اگر اس کچرے میں سے مجھے کچھ حاصل ہو جاتا ہے تو میں اسے رکھ لیتا ہوں۔ ورنہ اس بوڑھے کو واپس کر دیتا ہوں۔ وہ بوڑھا اسے لے جا کر کسی کچرا گھر میں ڈال دیتا ہے۔"

سونیا نے حیرانی سے اپنے آس پاس دیکھتے ہوئے کہا۔ "اتنا شاندار بنگلہ اتنا قیمتی سامان۔ تعجب ہے کہ یہ سب کچھ تم نے کچرے سے کیسے حاصل کیا؟"

وہ مسکرا کر ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "پندرہ برس پہلے میں بہت غریب تھا۔ میں سوچتا تھا کہ کیسے دولت مند بن جاؤں۔ پھر سوچتے سوچتے میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ انسان مٹی اور ریت بیچ کر بھی دولت مند بن جاتا ہے تو میں کچرے گھر سے کچرا سمیٹ کر دولت کیوں نہیں حاصل کر سکتا۔ پھر میں نے کچرے گھر میں بیٹھ کر انھیں کریدنا شروع کیا۔ چیزوں کو ٹٹولنا شروع کیا۔ پہلے میں پرانے ڈبے اور بوتلیں جمع کر کے بیچتا تھا۔ انھی دنوں اس بوڑھے سے ملاقات ہوئی۔ اس بیچاری کی بیٹی کو پتہ نہیں کسی نے قتل کر دیا ہے یا کوئی اغوا کر کے لے گیا ہے۔ یہ اس کی تلاش میں مارا مارا پھرتا تھا اور پاگل ہو گیا تھا۔ یہ ادھر ادھر سے چیزیں اٹھا کر لاتا تھا اور کچرا گھر میں پھینک دیتا تھا۔ ایک دن یہ ایک پرس اٹھا کر لایا اور کچرا گھر میں پھینکنے لگا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے لے کر دیکھا تو اس میں میروں سے جڑا ہوا سونے کا ہار تھا جو بہت قیمتی تھا۔"

اس نے ایک سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ "تو اس بار کچرا گھر میں مجھے ایک فوٹو البم ملا۔ میں نے اس کے والدین کی تلاش شروع کی۔ پتہ چلا کہ وہ ایک بہت بڑے خاندان کا چشم و چراغ ہے چونکہ شادی سے پہلے وہ بچہ پیدا ہو گیا تھا اس لیے بدنامی کے ڈر سے وہ بچہ کچرا گھر میں پھینک دیا گیا تھا۔ میں نے اس بچے کے ذریعے انھیں بلیک میل کیا اور ان سے لاکھوں ڈالر حاصل کیے۔"

سونیا نے پوچھا "تم مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "چونکہ میریا کا وہ وصیت نامہ کروڑوں ڈالر کی مالیت سے تعلق رکھتا ہے اس لیے میں پچاس ہزار ڈالر کا مطالبہ کرتا ہوں۔"

"یہ بہت ہے۔ وہ غریب اور بیمار لڑکی اتنی بڑی رقم ادا نہیں کر سکے گی۔"

"کوئی بات نہیں۔ وہ مجھے پرونوٹ لکھ کر دے دے گی۔" اس نے مجھ سے پچاس ہزار ڈالر قرض لیے ہیں اور جیسے ہی اسے جائداد ملے گی وہ میری رقم ادا کر دے گی۔ میں اس پرونوٹ پر وہ وصیت نامہ دے دوں گا۔"

سونیا نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر اسپتال کے نمبر ڈائل کیے اور اس بونے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا جو میریا پر عاشق تھا اور اس سے شادی کرنے والا تھا۔ بونے ڈاکٹر نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا کہ پرونوٹ کی ضرورت نہیں ہے وہ اپنے کسی بونے کے ہاتھ پچاس ہزار ڈالر نقد بھیج رہا ہے وہ وصیت نامہ فوراً ہی اپنے قبضے میں لے لینا چاہیے۔

سونیا نے ریسیور رکھ کر اس شخص سے کہا "تمھارے لیے پچاس ہزار ڈالر نقد آ رہے ہیں۔ تم وہ وصیت نامہ نکال کر لے آؤ۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے کی طرف جانے لگا۔ میں اس شخص کے دماغ کو کریدنے لگا۔ آہستہ آہستہ پتہ چلا کہ وہ بہت ہی کاروباری قسم کا آدمی ہے۔ اس نے سونیا کے اور بہت سی باتیں نہیں بتائیں کہ اس نے کچرا گھر سے اور کیا کچھ حاصل کیا ہے۔ کیونکہ وہ راز کی باتیں تھیں۔ اس کی دولت مندی کا ایک راز یہ بھی تھا کہ ایک بار اس نے اس پاگل بوڑھے کے لباس کی تلاشی لی تو اس میں سے ایک ایسا کاغذ نکلا تھا جس میں خفیہ پیغام درج تھا۔ اس سے پتہ چلا کہ کسی ملک کا جاسوس اپنے کسی دوسرے جاسوس کو کوئی بہت

اہم پیغام دے رہا ہے۔ وہ کاغذ ہاتھ لگتے ہی اس نے قبضے میں رکھ کر اختیار کیا کہ جن لوگوں نے پیغام بھیجا ہے اور اس کاغذ کو کچرا گھر میں رکھا ہے۔ وہ ضرور وہاں اسے تلاش کرنے آئیں گے۔ تھوڑی دیر بعد وہ کچرا گھر میں پہنچا تو کسی شخص کو کچھ پریشان سا پایا۔ پھر اس نے پوچھا کہ وہ کیوں پریشان ہے اور کیا تلاش کر رہا ہے۔ اس شخص نے اپنی اصل بات نہیں بتائی کہ اسے کس چیز کی تلاش ہے۔ تب اس کچرا گھر کے کاروباری نے اسے بتایا کہ اس کے پاس ایک ایسا خفیہ پیغام ہے جو کسی دوسرے جاسوس کے لیے ہے۔ یہ سنتے ہی وہ چونک گیا اور اس نے اس کاغذ کا مطالبہ کرنے لگا۔ اس دن کے بعد سے اس کچرا گھر کے کاروباری کا تعلق جاسوسوں سے بھی ہو گیا اور وہ ان کے درمیان ایک اہم کڑی بن کر پیغامات کو ادھر ادھر پہنچانے لگا۔ جس کا اسے بہت زیادہ معاوضہ ملتا تھا۔

کچرا گھر ایسی جگہ ہے کہ جس کی طرف لوگ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے اور نفرت سے ناک پر ہاتھ رکھ کر گزر جاتے ہیں۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ایسے ہی کچرا گھروں سے کتنے زبردست قسم کے کاروبار ہوتے ہیں کیسی کیسی سازشیں ہوتی ہیں اور کیسے کیسے راز ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچائے جاتے ہیں۔ مذکورہ کچرا گھر کا کاروباری دوسرے کمرے میں آ کر ٹیلیفون کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ کسی سے رابطہ قائم ہونے کے بعد اس نے کہا۔ "میں ایک اہم کاغذ کا سودا ایک عورت سے طے کر رہا ہوں۔ اس کا کوئی آدمی ابھی پچاس ہزار ڈالر لے کر یہاں آنے والا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ کوئی دھاندلی نہ ہو۔ اگر کوئی فراڈ ہوا اور مجھ سے وہ کاغذ زبردستی چھین کر لے جانے کی کوشش کی گئی تو ہم لوگ انھیں روکنا اور ان سے وہ کاغذ چھین لینا۔ فوراً میرے بنگلے کے پاس پہنچو اور۔۔۔۔ اس عورت کو بھی دیکھ لو جو ابھی میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "دیکھو وہ شخص اپنے آدمیوں کو بھی ری نگرانی کے لیے بلا رہا ہے۔ تم کوئی فراڈ کرو گی تو وہ لوگ تمھیں یہاں سے نکلنے نہیں دیں گے۔"

سونیا کی سوچ نے کہا۔ "مجھے جو کرنا ہے کر گزروں گی۔ پچاس ہزار ڈالر کوئی معمولی رقم نہیں ہے کہ میں اسے دے کر چلی جاؤں میں اس سے وصیت نامہ لینے کے بعد وہ پچاس ہزار ڈالر بھی واپس لے جاؤں گی۔"

میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے تو میں اس کچرا گھر کے کاروباری آدمی کو دماغی طور پر ٹیپ کرتا ہوں۔ وہ تمھیں کوئی نقصان

نہیں پہنچا سکے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "تمھارا شکریہ۔ لیکن میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ مجھے تمھاری مدد کی ضرورت نہیں۔ تم خواہ مخواہ میرے معاملات میں ٹانگ نہ اڑاؤ۔ اگر تم دیکھنا چاہتے ہو تو خاموشی سے دیکھتے رہو کہ میں یہاں سے کس طرح اس رقم کے ساتھ وہ وصیت نامہ بھی لے کر جاؤں گی۔ میرا نام سونیا ہے اور میں کسی کی محتاج نہیں رہتی۔"

"تم ضدی بھی ہو اور مغرور بھی۔ اگر میں تم پر لعنت بھیج کر چلا گیا تو پھر کبھی پلٹ کر نہیں دیکھوں گا۔"

"وہ دن میرے لیے بڑا مبارک ہوگا جس دن تم مجھ پر لعنت بھیج کر چلے جاؤ گے۔"

"اچھی بات ہے تو میں آج ہی یہاں سے جا رہا ہوں اور تم اس مبارک دن کی خوشیاں مناؤ۔"

یہ کہہ کر میں چپ ہو گیا۔ اس کے پاس سے واپس آ جانا چاہیے تھا لیکن اس واقعے سے میری دلچسپی تھی کہ وہ وصیت نامہ کیسے میریا تک پہنچتا ہے اور سونیا کیا کرنا چاہتی ہے۔ اسی لیے میں چپ چاپ اس کے دماغ میں بھٹکتا رہا۔ وہ سوچتی رہی کہ میں واقعی چلا گیا ہوں یا موجود ہوں۔ پھر اس نے اس سوچ کو ذہن سے جھٹک دیا۔ یہ سوچ کر کہ شاید میں اس کی سوچ پڑھ رہا ہوں گا اور یہ سمجھوں گا کہ وہ میرے متعلق بے اختیار سوچنے پر مجبور ہو گئی ہے اور وہ ایسی کوئی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ کچرا گھر کا کاروباری دوسرے کمرے میں بیٹھا اپنے آدمیوں کی آمد کا انتظار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بونا پچاس ہزار ڈالر ایک بریف کیس میں رکھ کر لے آیا تھا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ہی وہ لوگ بھی پہنچ گئے تھے جو سونیا کو گھیرنا چاہتے تھے تاکہ وصیت نامہ بغیر ادائیگی کے نہ لے جا سکے۔ جب وہ لوگ اس بنگلے کے ڈرائنگ روم میں پہنچے تو سونیا کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ وہ کچرا گھر کا کاروباری اس کے پاس آیا تو ایک شخص نے کہا۔ "مسٹر یہ تو مادام سونیا ہیں۔ اگر یہ وصیت نامہ مفت لے جانا چاہیں گی تب بھی ہم انھیں نہیں روکیں گے۔ یہ ہمارے ماسٹر کا حکم ہے کہ ہم مادام کے راستے میں کبھی رکاوٹ نہ بنیں۔"

وہ کچرا گھر کا کاروباری حیران و پریشان ہو کر سونیا کو دیکھنے لگا۔ آنے والے لوگوں میں سے ایک شخص نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مادام اگر آپ وہ وصیت نامہ لے جانا چاہتی ہیں تو ہمارے ماسٹر سے فون پر باتیں کر لیں۔ پھر وہ

جیسا حکم ہمیں دیں گے ہم ویسا اُس پر عمل کریں گے۔"

سونیا نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر ماسٹر موس ٹرونی کے نمبر ڈائل کیے۔ موس ٹرونی پیرس کے ماسٹر تھا اور سپر ماسٹر کی تنظیم سے تعلق رکھتا تھا۔ سونیا نے اُس سے رابطہ قائم ہونے کے بعد وہاں کے حالات بتائے۔ ماسٹر نے کہا۔ "مادام ہم آپ کے خادم ہیں۔ آپ بغیر کچھ ادا کیے ہوئے وہ وصیت نامہ وہاں سے لے جائیں۔ ویسے ایک گزارش ہے کہ آپ نے ابھی تک اپنا فیصلہ نہیں سنایا کہ آپ ہمارے لیے کام کریں گی یا نہیں؟"

سونیا ذرا دیر خاموش رہی۔ سوچتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "میں ایک شرط پر کام کروں گی۔ پہلے مجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میری اپنی ایک الگ اہمیت ہے یا مجھے فرہاد علی تیمور کی وجہ سے پوچا جا رہا ہے؟"

ماسٹر موس ٹرونی نے کہا۔ "نہیں مادام آپ کی بھی الگ اہمیت ہے۔ آپ بہت ہی قابل اور باصلاحیت خاتون ہیں ہم آپ کی قدر کرتے ہیں۔"

سونیا نے کہا۔ "اگر مجھے فرہاد علی تیمور کی نسبت سے نہ سمجھا جائے اور اُس کے نام سے کبھی منسوب نہ کیا جائے اور مجھے ایک الگ اہمیت دی جائے تو میں اس تنظیم کے لیے کام کرتی رہوں گی۔ میں نے فرہاد علی تیمور سے ہمیشہ کے لیے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ یہ بات تم اپنے سپر ماسٹر تک پہنچا دو۔ اگر اُسے منظور ہوگا تو میں اُس کے لیے کام کروں گی ورنہ اپنی الگ راہ اختیار کروں گی۔"

سونیا اچھی طرح جانتی تھی کہ میں ریڈ پاور اور سپر ماسٹر کی تنظیموں کے خلاف رہتا ہوں اور کبھی اُن کے لیے میں نے کام کرنے کی رضامندی ظاہر نہیں کی۔ ہمیشہ اُن کا مخالف رہا۔ لیکن سونیا میری مخالفت میں میری ضد میں اس تنظیم کی رکن بننے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ میں یہ سوچ کر اُس کے دماغ سے نکل آیا کہ اب وہ جو چاہے سو کرے۔ میں اس کے معاملے میں آئندہ کچھ نہیں بولوں گا۔

ہماری لانچ سمندر کی سطح پر تیزی سے دوڑتی جا رہی تھی۔ میں عرشے پر کھڑا ہوا تاریکی میں یونہی دیکھ رہا تھا۔ اندھیرے کو دیکھتے رہنے سے جس کا بھی تصور قائم کیا جائے اس کی تصویر نگاہوں کے سامنے بہت صاف اور واضح ہو جاتی ہے۔ اب تک میں اس اندھیرے میں سونیا کی تصویر دیکھ رہا تھا اور اب میں نے اُسے اپنے تصور سے مٹا دیا تھا۔ جب کبھی زندگی کے کسی موڑ پر میرا اس سے سامنا ہوگا تو میں دیکھوں گا کہ آئندہ بھی اس سے دلچسپی لے سکتا ہوں یا نہیں۔ بہرحال بار بار کے بجھانے مٹانے کے باوجود وہ بہت ہی ہٹ دھرم اور ڈھیٹ نکلی۔ اُس نے مجھے بار بار ٹھکرایا اور اب میری انا بیت کا مسئلہ تھا۔ میری خودداری تھی کہ میں اُس کی طرف اب دوبارہ مائل نہ ہوتا اور نہ ہی اب اُس کے دماغ میں جھانک کر دیکھوں۔ میں نے آئندہ کے لیے توبہ کر لی۔

فی الحال میں نے اپنی داستانِ حیات سے سونیا کا باب کو بند کر دیا اور اندھیرے میں ممی کی تصویر دیکھنے لگا۔ وہ اسپتال میں رسونتی کے پاس بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں۔ میرا ہی ذکر چھڑا ہوا تھا۔ وہ رسونتی کو سمجھا رہی تھیں کہ اب فرہاد اُن سے رابطہ قائم کرے گا تو وہ فرہاد سے کیسے کیسی گفتگو رسونتی سے بھی باتیں کیے۔ رسونتی یہ سن کر خوش ہو رہی تھی۔ اُس کی اب یہ خواہش تھی کہ مجھ سے رابطہ قائم ہو۔

پہلے میں نے ممی کو مخاطب کیا۔ "ہیلو ممی میں آ گیا ہوں۔ رسونتی کی طبیعت کیسی ہے؟"

ممی نے کہا۔ "بہت دیر لگا دی۔ اتنے دیر سے کہاں غائب تھے؟"

میں نے کہا۔ "میں اپنی مہم میں مصروف تھا اور آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں کامیاب واپس جا رہا ہوں یعنی اپنے ملک میں دو گھنٹے بعد پہنچنے والا ہوں۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "ممی۔ آپ باتیں کرتے کرتے چپ کیوں ہو گئی ہیں۔ کیا سو چ رہی ہیں؟"

میں نے رسونتی کے دماغ میں جھانک کر اُسے مخاطب کیا۔ "ہیلو رسونتی میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

میری آواز سنتے ہی اس کا دل دھڑک گیا۔ وہ اندر سے بالکل بے چین ہو گئی۔ اُٹھ کر بیٹھ جانا چاہتی تھی لیکن بہت کمزور تھی۔ ابھی وہ بری طرح بیمار تھی اور اس قابل نہیں تھی کہ خوشی کے اظہار میں اُٹھ کر بیٹھ سکے۔ میں نے کہا۔ "رسونتی لیٹی رہو۔ اُٹھنے کی ضرورت نہیں ہے تم جس حال میں بھی رہو گی میں تمہارے پاس ہی رہوں گا۔"

رسونتی کا چہرہ خوشی سے کھل گیا تھا۔ ممی نے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیوں بیٹی کیا فرہاد تم سے مخاطب ہے؟"

رسونتی نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر سوچ کے ذریعے مجھ سے بولی۔ "فرہاد یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں کیا تھی۔ کیا ہو گئی ہوں؟"

میں نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "گھبراؤ نہیں۔ زندگی میں ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں اور تمہارے ساتھ تو ایسی زیادتی ہوئی ہے۔ دو بار ایسا ہوا کہ تمہیں دماغی طور پر بہت

نقصان پہنچایا گیا۔ پہلی بار میں نے تمہارے دماغ کو چوٹ پہنچائی تھی۔ دوسری بار دشمنوں نے پتہ نہیں کس قسم کی دوائیاں اور انجکشن تمہیں دے دیے ہیں کہ تم دماغی طور پر کمزور ہو گئی ہو لیکن فکر نہ کرو۔ رفتہ رفتہ صحت یاب ہو جاؤ گی۔ اب میں نے ریڈ پاور کے لوگوں کو دھمکی دی ہے کہ اگر تمہاری طرف سے ذرا بھی غفلت برتی گئی اور علاج معقول نہ ہوا تو انھیں میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر سوچ کے ذریعے بولی۔ "کاش کہ میں ٹیلی پیتھی کا علم نہ جانتی تو میرا یہ حشر نہ ہوتا۔ میں عام عورتوں کی طرح کہیں پر سکون زندگی گزار رہی ہوتی۔"

میں نے کہا۔ "رسونتی خدا نے چاہا تو اب تمہاری زندگی میں آرام اور سکون رہے گا۔ میری پوری کوشش یہ ہوگی کہ تمہیں کوئی بھی ذرا سا بھی پریشان نہ کرے۔"

اُس نے کہا۔ "ہاں یاد آیا۔ ممی سے کسی نے کہا تھا کہ فرہاد صاحب سے رابطہ قائم ہو تو اس سے ملایا جائے۔ شاید وہ ریڈ پاور کا ہی کوئی آدمی ہے اور یہ یقین کرنا چاہتا ہے کہ اب بھی تم ہمارے پاس موجود رہتے ہو۔"

میں نے کہا۔ "اچھا ایک منٹ۔ میں اس سلسلے میں ممی سے باتیں کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے ممی کو مخاطب کیا کہ وہ اس شخص کو یہ اطلاع دے دیں کہ میں یہاں موجود ہوں اور اگر وہ مجھ سے باتیں کرنا چاہے تو میں دماغ کے ذریعے اُس سے رابطہ قائم کر لوں گا۔

انھوں نے پوچھا۔ "تم کیسے اُس کے دماغ میں پہنچو گے؟"

میں نے کہا۔ "اگر اس کا کوئی ٹیلیفون نمبر ہے تو آپ اُس سے فون پر باتیں کریں یا پھر اُسے بلا لیں۔ جب آپ اُس سے باتیں کریں گی تو یقیناً میں اُس کی آواز، اُس کا لہجہ سن کر اُس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔"

ممی اچھا کہہ کر وہاں سے اُٹھ گئیں اور کہیں ٹیلیفون کرنے چلی گئیں۔ میں نے رسونتی سے پوچھا۔ "کیا تمہیں ماضی کی ساری باتیں یاد آ جاتی ہیں؟"

وہ بولی۔ "نہیں بہت دماغ پر زور دے کر سوچتی ہوں تو پرانی باتیں اور دہشتی یاد آتے ہیں۔ اُن کی کچھ باتیں اور دھندلا سا چہرہ نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ میں سمجھتی ہوں کہ میں بہت سی باتیں بھلا چکی ہوں جو مجھے یاد نہیں آ رہی ہیں۔ اُن میں ایک ٹیلی پیتھی کا علم بھی ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ رفتہ رفتہ ساری یادداشت واپس آ جائے گی اور اللہ نے چاہا تو ٹیلی پیتھی کا علم بھی تمہیں واپس مل جائے گا۔"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "نہیں۔ نہیں میں اس علم سے توبہ کرتی ہوں۔ مجھے نہیں چاہیے۔ میں کان پکڑتی ہوں اور اس علم سے باز رہنا چاہتی ہوں۔ میری خواہش ہے کہ میں کسی دور ویرانے میں ایک چھوٹی سی کٹیا بنا کر رہوں اور وہاں تم بھی....."

یہ کہتے ہوئے وہ شرمانے لگی۔ میں نے اُس سے کہا۔ "اچھا تم تھوڑی دیر انتظار کرو۔ ممی کے پاس جا رہا ہوں کیونکہ اس ریڈ پاور کے آدمی سے رابطہ قائم کرنا ہے۔"

یہ کہہ کر میں ممی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ڈاکٹر کے کمرے میں جا کر ٹیلیفون کا ریسیور اٹھانے کے بعد نمبر ڈائل کر چکی تھیں۔ دوسری طرف کسی نے پوچھا کہ کون ہے اور کس سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ ممی نے اپنا تعارف کرایا اور اُس سے کہا کہ وہ مسٹر تھمار کر سے باتیں کرنا چاہتی ہیں۔

چند سیکنڈ کے بعد تھمار کر کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مادام کیا مسٹر فرہاد سے رابطہ قائم ہو گیا؟"

"ہاں رابطہ قائم ہو گیا اور میرا خیال ہے کہ اس وقت میرا بیٹا میرے دماغ کے ذریعے تمہاری باتیں سن رہا ہے اور اب کسی بھی لمحے تمہارے دماغ میں بھی پہنچنے والا ہے۔"

میں نے تھمار کر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "مسٹر تھمار کر میں تمہارے پاس پہنچ گیا ہوں اور ممی سے کہہ دو کہ وہ ریسیور رکھ دیں۔"

تھمار کر سوچنے لگا کہ دماغ میں یہ اُس کی اپنی سوچ ہے یا فرہاد بول رہا ہے۔ میں نے کہا۔ "میں ابھی اس کا ثبوت دیتا ہوں۔ تم یہ ارادہ کر لو کہ ریسیور نہیں رکھو گے لیکن میں یہ ریسیور رکھوا دوں گا۔"

اُس نے یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ ریسیور نہیں رکھے گا۔ اسی وقت میں نے پوری طرح اُس کے ذہن پر قابض ہو کر اس کی زبان سے کہا۔ "ممی میں فرہاد بول رہا ہوں۔ اب تھمار کر کے وجود میں سما گیا ہوں۔ آپ ریسیور رکھ دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میں آپ کے پاس آؤں گا۔"

اتنا کہنے کے بعد تھمار کر نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اب وہ ایک دم سے بوکھلا کر ریسیور کو اور اپنے خالی ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے بلند آواز سے کہا۔ "ہاں مجھے یقین آ گیا۔ فرہاد صاحب آپ موجود ہیں۔ مجھے یقین آ گیا۔"

میں نے کہا: "اب مجھے بتاؤ کہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟"

"میں صرف اِس لیے ملنا چاہتا تھا کہ ہمارا ماسک مین یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ آپ برابر یہاں موجود رہتے ہیں یا نہیں۔ ہم لوگوں سے رابطہ قائم ہو سکتا ہے یا نہیں؟"

"میں ہمیشہ اپنی ممّی اور رسونتی کے پاس موجود نہیں رہتا ہوں۔ آتا جاتا رہتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ اُس کا علاج کس طرح ہو رہا ہے۔ ویسے میں موجودہ علاج سے مطمئن نہیں ہوں۔ اپنے ماسک مین سے کہو کہ اُسے جلد سے جلد صحت یاب بنانے کے لیے پوری کوششیں صرف کرے اور دُنیا کے بہترین ڈاکٹروں کو اُس کے علاج کے لیے مقرر کرے۔"

"آپ اطمینان رکھیں ایسا ہی ہوگا اور بہت جلد ہوگا۔"

"میں رسونتی کے پاس برابر آتا جاتا رہتا ہوں۔ اگر میں نے دیکھا کہ اُس کا علاج ویسے ہی ہو رہا ہے اور غفلت برتی جا رہی ہے تو پھر مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔ میں پھر تمھارے پاس آؤں گا۔ اس وقت جا رہا ہوں اور کچھ کہنا ہے؟"

اُس نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "جی نہیں، میں صرف آپ سے رابطہ قائم کر کے ماسک مین کو اطلاع دینا چاہتا تھا اور وہاں تک اطلاع پہنچا دوں گا۔ آپ کی آمد کا بہت بہت شکریہ۔ آیندہ بھی میں آپ کی آمد کا انتظار کروں گا۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ ممّی اُس کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھیں۔ میں نے رسونتی سے کہا: "جان من میں اس آدمی سے ملاقات کر چکا ہوں اور میں نے اُسے سمجھا دیا ہے کہ تمھارے علاج پر اور زیادہ توجہ دی جائے۔ انشاءاللہ تم جلد ہی صحت یاب ہو جاؤ گی۔"

"ڈیاو اگر تم نہ ہوتے تو میرا کیا ہوتا۔ میں اس دنیا سے کب کی کوچ کر چکی ہوتی۔ میری بہن اور پتاجی انھی سازشوں کا شکار ہو کر اس دنیا سے چلے گئے۔ ایک تم ہو کہ تم نے اب تک مجھے سنبھالا ہوا ہے۔ اصل بات جب میں ہو چکی ہوں کہ میں کیا ہوں اور میری زندگی کیا ہے تو سمجھ میں آتا ہے کہ اب جو بھی میری زندگی ہے وہ تمھاری دی ہوئی ہے اور تمھارے لیے ہی ہے اور اب میں کبھی تم سے جھگڑا نہیں کروں گی اور اس زندگی کو خوشی سے تمھارے حوالے کر دوں گی۔"

میں ہمیشہ سے تمھیں اپنا بنانے کی کوششیں کرتا رہا۔ کئی بار تم میری اپنی ہو کر پرائی ہو جاتی تھیں۔ بہرحال تم میری ہو اور میری ہی رہو گی۔ اس معاملے پر زیادہ نہ سوچو اور کھانے پینے کی طرف زیادہ توجہ دو اور ہمیشہ خوش رہا کرو۔ میں اب ممّی سے باتیں کر رہا ہوں۔ پھر تمھارے پاس آؤں گا۔" یہ کہہ کر میں ممّی کے پاس پہنچ گیا۔ پھر میں نے اُن سے پوچھا: "ممّی۔ آج کل میسرز ستارے کا کیا حال ہے۔ کیا آپ نے اسٹڈی کی تھی؟"

اُنھوں نے سر ہلا کر کہا: "ہاں بس برابر تمھاری فکر رہتی ہوں۔ تم سے کبھی رابطہ قائم نہیں ہوتا ہے تو میں زائچہ لے کر بیٹھ جاتی ہوں اور تمھارے ستاروں کی چال دیکھتی رہتی ہوں۔ اب تمھارے قریب ایک ایسا ستارہ آ رہا ہے جو قریب آتے ہوئے بھی تم سے ٹکرانا چاہتا ہے۔ آیندہ وہ تمھارے قریب رہے گا یا دُور ہو جائے گا یہ میں کہہ نہیں سکتی۔ کچھ والے دن بتائیں گے۔"

میں نے پوچھا: "وہ میرے قریب آنے والا ستارہ کیسا ہے۔ کیا اُس کے متعلق کچھ معلوم کیا ہے؟"

اُنھوں نے کہا: "ہاں میرے علم کے حساب سے وہ تمھارا محافظ ستارہ ہے۔ آیندہ تمھارے لیے بہت اچھا ثابت ہوگا بشرطیکہ وہ تمھارے ساتھ ساتھ چلتا رہے۔"

مجھے اچانک مرجانہ کا خیال آیا۔ آج صبح سے مرجانہ ہی میرے قریب آ رہی تھی اور مجھ سے ٹکرا رہی تھی۔ میں نے ممّی سے کہا: "میں ایک لڑکی کا نام بتا رہا ہوں۔ آپ اُس کے متعلق مجھے بتائیں کہ وہ کیسی ہے اور اُس کا مزاج کیا ہے اور اُس کے حالاتِ زندگی کے بارے میں جو کچھ بھی آپ بتا سکتی ہیں مجھے بتائیں۔ اس وقت وہ میرے ساتھ ایک لانچ میں سفر کر رہی ہے اور دوسری لڑکیوں کے ساتھ میرے ملک واپس جا رہی ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے مرجانہ کا نام بتایا۔ ممّی نے اس نام کو دہراتے ہوئے کہا: "مرجانہ... ہوں۔ اس نام میں تین اے آتے ہیں۔ تین اے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لڑکی بہت ضدی، خود سر اور فولادی ارادوں کی مالک ہوگی۔ بہرحال میں تمام حروف کا تجزیہ کرنے کے بعد تمھیں بعد میں بتاؤں گی۔"

ممّی کا اتنا کہنا ہی کافی تھا۔ کیونکہ اُنھوں نے مرجانہ کی پوری ہسٹری چند لفظوں میں پیش کر دی تھی۔ میں آدھے گھنٹے تک کبھی رسونتی سے اور کبھی ممّی سے باتیں کرتا رہا۔ پھر اُن سے رخصت ہو کر دماغی طور پر لانچ میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت مرجانہ میری طرف آ رہی تھی۔ اُس نے قریب آ کر کہا: "ہم سب نے رات کا کھانا کھا لیا ہے کیا تم نہیں کھاؤ گے؟"

میں نے کہا: "اگر کھانا مل جائے گا تو کھا لوں گا۔"

"یہاں کوئی تمھاری خادمہ نہیں لگی ہوئی ہے کہ تمھارے پاس کھانا لے کر آئے۔ کچن میں جا کر کھا لو۔"

میں نے پوچھا: "کیا تم اسی لہجے میں دوسروں سے بھی باتیں کرتی ہو؟"

"نہیں۔ میں نے جب سے تمھیں ناصر پاشا کے ساتھ دیکھا ہے تب سے پتہ نہیں کیوں تم سے بھی نفرت ہو گئی ہے حالانکہ میں نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ تم ناصر پاشا جیسے نہیں ہو۔ پہلے تم نے بھی میری طرح وہاں قتل کیے ہیں اور ہنگامے برپا کیے ہیں۔"

"پھر کیوں مجھ سے سیدھے منہ باتیں نہیں کرتی ہو؟"

"ہاں جب میں غلطی کر لیتی ہوں تو بعد میں سوچتی ہوں کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ بہرحال مجھے افسوس ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ تم سے دوستانہ انداز میں باتیں کر سکوں۔ جاؤ اب کچن میں جا کر کھا لو۔"

"میرا خیال ہے کہ یہاں کچھ سردی زیادہ ہے۔ کیوں نہ میرے ساتھ کچن میں چلو۔ ہم کچھ باتیں کریں گے۔"

اُس نے پہلے سخت نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر نرم پڑ گئی۔ بولی: "ہاں چلو۔ میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

ہم دونوں وہاں سے عرشے سے اُتر کر نیچے کچن میں پہنچے۔ وہاں اُس نے آہستگی سے کہا: "دیکھو طارق یہاں سے میں جتنی دولت لے جا رہی ہوں یہ سب کی سب میری ہوگی۔ میں اُس میں... کسی کو حصہ دار نہیں بناؤں گی۔ تمھیں پانچ دس ہزار ڈالر دے دوں گی اس سے زیادہ کی اُمید نہ رکھنا۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "مجھے پانچ دس ہزار بھی نہیں چاہئیں تم نے یہاں اس جزیرے میں آنے کی جرأت کی تھی اور بہت نیک ارادہ لے کر آئی تھیں اور اپنے آپ کو خطرے میں ڈالا تھا اِس لیے یہ رقم تمھیں انعام کے طور پر ملنا چاہیے میں اس میں سے حصہ نہیں مانگوں گا۔"

اُس نے مجھے تعجب سے دیکھ کر پوچھا: "کیا تمھیں دولت کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا تم پہلے ہی بہت زیادہ دولتمند ہو؟"

میں نے کہا: "میں ایسا آدمی ہوں کہ جس نے کبھی بنک میں کوئی اکاؤنٹ نہیں کھولا۔ کبھی اپنی جیب میں زیادہ رقم نہیں رکھی۔ جب مجھے ضرورت ہوتی ہے تو میں کہیں نہ کہیں سے حاصل کر لیتا ہوں۔"

میں اپنے لیے ایک پلیٹ میں کھانا نکال کر کھانے لگا۔ وہ بولی: "تم دولت کیسے حاصل کر لیتے ہو؟"

"اِس دنیا میں کمانے کے ہزاروں لاکھوں ہتھکنڈے ہیں اُن میں سے کچھ میں بھی جانتا ہوں۔"

"کچھ مجھے بھی بتاؤ؟"

"ہمارا تمھارا ساتھ ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے اس لیے میں تمھیں بتا کر کیا کروں گا۔ اگر وعدہ کرو کہ ہم ہمیشہ دوست کی حیثیت سے رہیں گے اور نقد پیسا ساتھ ہی رہا کریں گے تو میں اپنی کمائی کا راز بتا دوں گا۔"

وہ گھور کر بولی: "مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں تم سے دوستی کروں۔ میں کسی مرد کو منہ نہیں لگاتی۔ یہاں سے پاکستان پہنچنے کے بعد ہمارے راستے الگ ہو جائیں گے۔"

میں نے اُسے دیکھ کر ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا: "ٹھیک ہے ہم پھر اجنبی بن جائیں گے۔"

وہ ٹنک کر بولی: "اے مجھے ایسی نظروں سے دیکھ کر ٹھنڈی آہیں نہ بھرو۔ ورنہ ایک ہاتھ پڑے گا تو ساری شوخی بھول جاؤ گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کھانے میں مصروف رہا۔ وہ بولی: "میں نے سنا ہے کہ تمھاری بیوی شہناز بہت ہی زیادہ حسین ہے۔"

"ہاں اُس کا حُسن بے مثال ہے لیکن وہ حُسن ہاتھی کے دانت ہیں۔ دکھانے کے لیے ہیں۔ کھا سکتا یا نہیں جا سکتا یعنی وہ مجھے کبھی اپنے قریب نہیں آنے دیتی۔"

"تعجب ہے تم کیسے مرد ہو کہ بیوی کے قریب نہیں جا سکتے اور اُس کے غلام بن کر رہتے ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ اُس کے بدن سے کچھ ایسی خوشبو پھوٹتی ہے کہ سامنے والے کو بالکل ہی مدہوش اور تابع فرمان بنا دیتی ہے۔ میں نے کئی بار سوچا کہ جبراً اُسے تابع کروں لیکن وہ خوشبو مجھے سحر زدہ کر دیتی ہے۔"

تمھاری باتیں سُن کر میری دلچسپی شہناز سے بڑھ گئی ہے۔ وہ زرینہ بھی یہی کہتی تھی۔ میں دیکھوں گی کہ وہ کیسے سحر زدہ کر دیتی ہے۔ اگر تم برا نہ مانو تو کہوں تمھاری بیوی کو میں حاصل کر لوں گی۔"

میں نے انجان بن کر ہنستے ہوئے کہا: "تم بھی ایک لڑکی ہو۔ اگر میری بیوی کی گہری سہیلی بن جاؤ گی تو میرا کیا بگڑ جائے گا۔"

"بہت زیادہ بگڑ جائے گا مسٹر۔ تم کس خیال میں ہو۔ وہ میری دلیوانی بن گئی تو تمھیں پلٹ کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرے گی۔"

میں نے کہا: "تمھیں اپنے آپ پر بڑا ناز ہے۔ ایک تو تمھیں اپنی طاقت کا اور صلاحیتوں کا گھمنڈ ہے اور دوسرے

یہ کہ اپنے آپ کو میرون سمجھتی ہو کہ جس کسی سے چاہو دوستی کرلو۔"

وہ بولی: "اچھی بات ہے۔ ذرا مجھے کراچی شہر پہنچنے دو۔ وہاں میں ان لڑکیوں کو اُن کے گھروں تک پہنچانے کے بعد ایک بار تمھاری بیوی سے ضرور ملاقات کرنے آؤں گی اور میں دیکھوں گی کہ وہ کیا چیز ہے؟"

"چلو اچھا ہے۔ اس سے ملاقات کرنے آؤ گی تو مجھ سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔"

اُس نے مجھے گدی ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا: "تم کچھ اور خیال نہ کرنا۔ میں اس لیے تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں یا دوستی کرنا چاہتا ہوں کہ تم بہت زیادہ دلیر ہو۔ تم اتنی دلیر اور ایسی ضدی اور سرکش لڑکی ہو کہ تم سے کوئی جن ہی عشق کرسکتا ہے۔ ہمارے جیسے انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔"

میری یہ بات سن کر وہ سوچ میں گم ہوگئی۔ میں اس کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ جن کے متعلق سوچ رہی تھی اور پریشان ہو رہی تھی: "یہ کیا بلا میرے پیچھے پڑ گئی ہے اور مجھے اس سے کیسے نجات حاصل کرنا چاہیے۔ اس کے متعلق کوئی نہ کوئی تدبیر سوچتے رہنا چاہیے، ورنہ یہ جن مجھے خاصا پریشان کرے گا اور میرے مزاج کے خلاف باتیں کرے گا۔"

میں نے کھانا ختم کرتے ہوئے پوچھا: "معلوم ہوتا ہے کہ پھر اس جن کے متعلق سوچ کر پریشان ہو رہی ہو۔ تمھارے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی ہے۔"

اُس نے سر اٹھا کر کہا: "ہاں، میں بہت پریشان ہوں سوچتی ہوں، اپنے ملک میں جانے کے بعد کسی عامل سے ملوں گی۔ سنا ہے کہ وہ لوگ اپنے علم سے جنات وغیرہ کو قابو میں کر لیتے ہیں اور اُن سے پیچھا چھڑا دیتے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "یہ عامل وغیرہ سب پیسہ کمانے کے دھندے کرتے ہیں ورنہ جنات کے متعلق تو یہی سنا ہے کہ اگر کسی لڑکی پر کوئی جن عاشق ہو جاتا ہے تو وہ مرتے دم تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی: "تم مجھے خوفزدہ کر رہے ہو۔ انسان اگر کوشش کرے تو کیا نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں کبھی کبھی انسان کی ذاتی کوششوں سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں اور کبھی مصیبتوں کو ٹالنے کے لیے کسی دوسرے انسان کا سہارا لینا پڑتا ہے لیکن تمھارا مزاج ایسا نہیں ہے کہ تم کسی کو دوست بنا کر اُس کا سہارا تلاش کرسکو۔"

اُس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ کیا تم میرے دوست بن کر اس جن سے نجات دلا سکتے ہو؟"

میں نے کہا: "ہاں اگر انسان کوشش کرے تو کیا نہیں ہو سکتا۔ یہ تمھارے ہی الفاظ ہیں۔ میں تمھاری دوستی حاصل کرنے کے لیے اس جن سے تمھیں کسی نہ کسی طرح نجات دلانے کی کوئی تدبیر سوچ لوں گا۔ ویسے ابھی مجھے یاد آرہا ہے کہ اس دنیا میں ایک ہی شخص ایسا ہے جو تمھارے اس جن کا مقابلہ کرسکتا ہے اور اسے تمھارے پاس سے بھگا سکتا ہے۔"

اُس نے بیزاری سے پوچھا: "کون ہے وہ شخص مجھے اُس کا نام بتاؤ۔ میں اُس سے ملوں گی۔"

"اُس کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کا ماہر ہے۔"

اُس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر بولی: "ہاں میں نے اُس کا ذکر سنا ہے۔ میرا استاد واشنور دی کئی بار اُس کا ذکر کرچکا ہے اور وہ کہتا تھا کہ فرہاد دوسروں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کی سوچیں پڑھ لیتا ہے اور ان سے اپنی مرضی کے مطابق عمل کراتا ہے۔ کیا یہ سچ ہے۔ تم اسے کیسے جانتے ہو؟"

"میں اُسے نہیں جانتا۔ میں نے بھی اُس کا نام سنا ہے۔ اس کی تعریفیں سنی ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ اب اُسے تلاش کرنا ہمارا تمھارا کام ہے۔ وہ مل گیا تو سمجھو تمھارا بیڑا پار ہو گیا۔"

ہم کچن سے باہر جانے لگے۔ مرجانہ نے پوچھا: "ہم اُسے کیسے تلاش کرسکتے ہیں۔ وہ کہاں مل سکتا ہے؟"

"یہ تو پتہ نہیں کہ کہاں مل سکتا ہے۔ یہ سوچنا ہوگا کہ اُسے کیسے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ کوئی نہ کوئی تدبیر کرنی ہوگی۔"

"کیا تم نے کبھی اُسے دیکھا ہے؟"

میں نے اپنی تعریف کرتے ہوئے کہا: "ہاں، اُس کی تصویر دیکھی ہے اور سنا ہے کہ وہ بہت ہی مقناطیسی شخصیت رکھنے والا آدمی ہے۔ لڑکیاں اُسے دیکھتے ہی اُس پر جان سے عاشق ہو جاتی ہیں اور اُس کی دوستی کی تمنا کرتی ہیں۔"

"اونہہ۔" مرجانہ نے ناگواری سے کہا: "یہ سب بکواس ہے اور مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ اگر برکشش ہوگا تو دوسری لڑکیوں کے لیے ہوگا میں اپنے مسئلے کا حل تلاش کرنا چاہتی ہوں اس سے زیادہ مجھے

زاد علی تیمور سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں ایسوں کو کبھی منہ نہیں لگاتی۔"

یہ کہہ کر وہ لڑکیوں کے ایک کیبن کی طرف چلی گئی۔ میں پکچر کے کیبن میں پہنچا تو اُس نے بتایا کہ ڈیڑھ گھنٹے بعد ہم پاکستان کے اسی ساحل پر پہنچ جائیں گے جہاں اصغر علی اپنی لانچ لے جایا کرتا تھا۔

میں ایکسپر کے پاس سے آکر دوسری جگہ عرشے پر کھڑا ہوگیا۔ مجھے ساحل پر پہنچنے کے بعد اُن لڑکیوں کو شہر تک پہنچانے کے انتظامات کرنے تھے اس لیے میں نے مراد واحد کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔

وہ بیچارہ اس دوران میں میرے لیے خاصا پریشان رہا تھا اور ہر بار ساحل کی اس بلند عمارت کی طرف آکر مجھے تلاش کرتا تھا اور پھر ناکام ہو کر واپس چلا جاتا تھا۔ اس وقت بھی وہ سوچ رہا تھا کہ آج رات بھی وہاں ساحل پر جانا مناسب ہوگا یا نہیں۔ طارق محمود کی واپسی کا کوئی ٹھیک نہیں ہے کہ وہ کب آئے گا۔ یقیناً وہ بہت زبردست دشمنوں میں جا کر گھر گیا ہے اور واپسی کی توقع بہت ہی کم ہے۔

میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "نہیں وہ دلیر اور ذہین ہے۔ یقیناً دشمنوں پر غالب آجائے گا اور میرا دل کہتا ہے کہ آج وہ اس ساحل پر ضرور آئے گا۔ مجھے ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں جانا چاہیے۔"

اُس کی سوچ نے کہا: "ٹھیک ہے میں آج ایک رات اور جاگ کر دیکھتا ہوں۔ ورنہ پھر اُس کی طرف سے مایوس ہونا پڑے گا۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "آج مجھے کم از کم دو تین ٹیکسیاں لے کر جانا چاہیے کیونکہ وہ بیمار ہے۔ کیا گیا تو تنہا واپس نہیں آئے گا۔ اپنے ساتھ مظلوم لڑکیوں کو ضرور لے کر آئے گا۔ لہٰذا مجھے دو تین ٹیکسیاں ضرور لے جانی چاہئیں۔"

اس کی سوچ نے کہا: "نہیں۔ دو تین ٹیکسیاں لے جا کر کیا ہوگا۔ خواہ مخواہ پیسے بھی ضائع ہوں گے اور ٹیکسی والوں کی باتیں بھی سننی پڑیں گی۔"

لیکن میں نے بار بار اُس کی سوچ میں مجبور کیا کہ وہ کم از کم تین ٹیکسیاں لے کر ساحل پر پہنچے اور آج آدھی رات تک انتظار کرتا رہے۔ یقیناً طارق محمود واپس آئے گا۔ میں بڑی دیر تک اُس کے دماغ میں گونجتا رہا۔ میں نے اس وقت تک اُس کا پیچھا نہیں چھوڑا جب تک اُس نے تین ٹیکسی ڈرائیوروں کو ساحل کی طرف چلنے کے لیے آمادہ نہیں کرلیا۔ جب وہ لوگ وہاں سے روانہ ہوگئے اور ساحل کی طرف جانے لگے تو میں مراد واحد کے دماغ سے نکل آیا۔

پھر میں نے جزیرے والوں کی خبر لی۔ پتہ چلا کہ وہاں صرف دو طیارے آئے تھے اور دونوں میں تمام لڑکیوں کے لیے گنجائش نکل آئی تھی اور وہ ساری کی ساری اپنے اپنے ملکوں کی طرف واپس چلی گئی تھیں اور اب جزیرے میں۔ چیئرمین اور دو سو کے ٹھیکیدار اور ان کے ملازمین ہی باقی رہ گئے تھے۔

چیئرمین نے صحیح مشورہ دیا تھا کہ مرجانہ کو پہلے ہی لانچ کے ذریعے جزیرے سے چلے جانا چاہیے کیونکہ طیارے میں انجانے دشمن بھی آسکتے ہیں۔ اس کی یہ بات کسی حد تک درست نکلی کیونکہ جو طیارے لڑکیوں کو لینے آئے تھے اُن میں کچھ اور جاسوس اور کچھ خطرناک قسم کے لوگ آئے تھے جو سازشوں کے ذریعے مرجانہ اور اُس کے جن تک پہنچنا چاہتے تھے۔ وہ آنے والے چیئرمین وغیرہ کو سمجھا رہے تھے اور مجبور کر رہے تھے کہ باقی لڑکیوں کو واپس

ڈاکٹر جی ایم ناز
کی شہرۂ آفاق کتاب
ازدواجی نفسیات
کے چند کاپیاں پرانے اسٹاک سے مل گئی ہیں۔
یہ وہ کتاب ہے جس کے شائع ہونے پر تہلکہ مچ گیا تھا۔ اس کتاب میں آپ کے ان دکھوں کا تذکرہ ہے جو ان کو ازدواجی اندھیرے کی طرح چمٹے ہیں ان کا ادراک ہے۔ ازدواجی الجھنیں ہیں اور ان کے حل ہیں جنسی مسائل اور مشورے ہیں۔ غرض یہ کتاب ہر شخص کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ پڑھنا ضروری ہے
چند ہی کاپیاں موجود ہیں۔ آج ہی آرڈر بھیجیں
قیمت ۔/۳۰ روپے محصول ڈاک ۱۰ روپے
مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۲۴ کراچی

وہ لوگ مرجانہ کے اس جن سے مٹ
ین گے۔ سین جیمز مین اور دوسرے ٹھیکیدار اپنے ساتھیوں
کا ہولناک انجام دیکھ چکے تھے اور کوئی خطرہ مول لینا نہیں
چاہتے تھے اس لیے انھوں نے زبردستی لڑکیوں کو واپس
بھیج دیا۔ اب وہ طیارے وہاں سے واپس جانے والے
تھے اُن میں یہ لوگ بھی جانے والے تھے اور ایک جاسوس
بھی انھیں سمجھا رہا تھا کہ اس جزیرے کو خالی نہیں کرنا
چاہیے۔ ہم تم لوگوں کی پوری طرح حفاظت کریں گے ایسے
ہی وقت میں دماغی طور پر وہاں پہنچ گیا تھا اور اُن کی
باتیں سُن رہا تھا۔ چیئرمین ناصر پاشا اور دوسرے ٹھیکیدار
انکار کر رہے تھے کہ اب وہ کسی پر بھی بھروسہ نہیں کریں
گے۔ دنیا کی کوئی طاقت انھیں جن سے نجات نہیں دلا
سکے گی۔ اگر انھوں نے یہاں پھر رہائش اختیار کی تو زندہ
یہاں سے واپس نہیں جا سکیں گے۔ طیارے سے آنے والے
جاسوس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ لوگ
جنہوں نے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو کر کیسے کسی جن کے وجود پر یقین
کر سکتے ہیں۔ مجھے تو یہ سب کچھ بکواس لگتا ہے۔"

اسی وقت میں مَیں اس آئرن مین کے دماغ
پر نازل ہو گیا۔ آئرن مین اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پھر اس
جاسوس کی طرف بڑھتا ہوا بولا "میں جن ہوں اور یہاں
پہنچا ہوں اور اس وقت اس آئرن مین کے اندر سمایا ہوا
ہوں۔ آؤ مجھ سے مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ میں تمھیں زندہ
نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ کہہ کر اُس نے اس جاسوس کے منہ پر ایک اُلٹا
ہاتھ رسید کیا۔ سامنے میں مسلح گارڈز آ کر آئرن مین کو
اپنی گرفت میں لینے لگے۔ جاسوس چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔
"اسے گرفتار کر لو اور نکلنے نہ دو۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ
یہ کیسا جن ہے۔"

جاسوس کے ساتھ آنے والے مسلح لوگ بھی آئرن مین
پر ٹوٹ پڑے تھے اور اُسے بُری طرح جکڑ لیا تھا۔ جاسوس
نے اپنے جبڑے کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے سچ سچ بتاؤ کہ
تم کون ہو۔ اتنا یاد رکھو کہ میں کسی جن کے وجود پر یقین
نہیں رکھتا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں ایک دوسرے
مسلح گارڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر قہقہہ لگاتے ہوئے
بولا "اب میں یہاں موجود ہوں۔ اس آئرن مین کو گرفتار
کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یقین نہ ہو تو دیکھو میں
کیسا جن ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے پھر ایک اُلٹا ہاتھ اُس کے منہ
پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر کرسی پر بیٹھ گیا لیکن وہ پہلے
ہی پختہ ارادے کا مالک تھا۔ اُس نے پھر اپنے منہ کو
سہلاتے ہوئے کہا۔ "مسٹر میں پھر کہتا ہوں کہ تم جن نہیں
ہو سکتے۔ مجھ سے اپنی اصلیت نہ چھپاؤ۔ میں یقین سے
کہہ سکتا ہوں کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ سب کچھ خیال و تخیل
کا کمال ہے۔ ہمارے علاوہ اس جزیرے سے باہر بھی جو لوگ
یہاں کی واردات کے متعلق سُن چکے ہیں اُن سب کا یہی
خیال ہے کہ آپ فریب دہی تیمور ہیں۔"

اس مسلح گارڈ نے کہا۔ "ساری دنیا جو بھی لے قائم
کرے۔ مجھے جن سمجھے فریب سمجھے یا اور بھی کسی دوسری ہستی سے
مجھے منسوب کر لے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتے گا۔ میں
اس جزیرے کو ان گناہ گاروں سے خالی کرانا چاہتا ہوں
اور خالی کرا کے ہی دم لوں گا۔ اگر کل تک یہ جزیرہ خالی
ہوا تو یہاں رہنے والوں کا جو انجام ہوگا وہ ساری دنیا
دیکھے گی۔"

اس جاسوس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "مسٹر
جن یا مسٹر فریب آپ جو کوئی بھی ہیں۔ اب جبکہ آپ سے
براہِ راست گفتگو ہو چکی ہے تو میں اس نتیجے پر پہنچ
گیا ہوں کہ آپ اپنے پُراسرار علم کے ذریعے ہمیں مجبور کر
رہے ہیں اور ہم بالکل مجبور ہیں۔ لہٰذا آپ سے وعدہ کرتے
ہیں کہ کل تک یہ جزیرہ بالکل خالی ہو جائے گا۔"

اس مسلح گارڈ نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ اب میں
اس گارڈ کے اندر سے جا رہا ہوں۔ کل پھر آ کر دیکھوں
گا کہ یہاں کتنے لوگ رہ گئے ہیں۔"

یہ کہہ کر میں اس مسلح گارڈ کے دماغ سے نکل آیا لیکن
وہیں موجود رہا۔ وہ لوگ اس گارڈ کو دیکھ رہے تھے جو
اب خاصا حیران و پریشان نظر آ رہا تھا۔ جیمز مین نے کہا۔
"ہم پہلے ہی کہتے تھے کہ اس پُراسرار قوت سے مقابلہ
نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں اس جزیرے کو ہر حال میں چھوڑنا
ہے اب آپ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ ہمیں یہاں سے
جانا ہی ہوگا۔"

جاسوس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں ہم کل تک
یہاں سے چلے جائیں گے۔"

میں وہاں سے واپس آ گیا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے
بعد وہ لانچ پاکستان کے اسی ساحل پر پہنچ گئی جہاں

وہ پختہ عمارت تھی اور جہاں میں نے ناصر پاشا سے دوستی
کی تھی۔ میں وہاں پہنچنے کے وقت مراد دادا کے دماغ
میں جھانک رہا تھا۔ وہ تین ٹیکسیاں لے کر وہاں پہنچ گیا
تھا۔ ٹیکسیاں بہت دُور کھڑی ہوئی تھیں اور وہ اپنے
ساتھیوں کے ساتھ اس عمارت کی دیوار سے لگا کھڑا ہوا
تھا اور ساحل کی طرف بڑھتی ہوئی لانچ کو دیکھ رہا تھا۔

میں نے دوسری لڑکیوں کے ساتھ ساحل پر قدم
رکھتے ہوئے مراد دادا کے دماغ میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ ان
آنے والوں میں طارق محمود موجود ہو۔ مجھے اُسے آواز
دینا چاہیے۔"

وہ کسی خطرے کے خوف سے آواز نہیں دینا چاہتا
تھا لیکن میں نے اُس کے دماغ پر قابض ہو کر اُسے مجبور کیا
تو اُس نے چیخ کر آواز دی۔ "طارق محمود! اگر یہ تم ہو تو میں
تمھارے لیے یہاں آ پہنچا ہوں۔"

اُس کی آواز سنتے ہی گونجتے ہی میں نے کہا۔
"مراد میں طارق محمود ہوں اور جزیرے کی مظلوم لڑکیوں کے
ساتھ واپس آ گیا ہوں۔ آؤ یہاں سب دوست ہیں خطرے
کی کوئی بات نہیں ہے۔"

میری آواز سنتے ہی وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ
دوڑتا ہوا آیا۔ پھر میرے گلے سے لگ گیا اور میری پیٹھ
کو تھپکتے ہوئے بولا۔ "میں دو دن سے یہاں ہر رات آتا
ہوں اور مایوس ہو کر چلا جاتا ہوں۔ آج میرا دل کہہ رہا
تھا اور دماغ بار بار سمجھا رہا تھا کہ مجھے تین ٹیکسیاں لے کر
یہاں آنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ آج تم ضرور لڑکیوں کے
ساتھ واپس آؤ اسی لیے میں یہاں تین ٹیکسیاں لے کر
آیا ہوں۔"

میں نے مرجانہ سے اُس کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔
"مراد اس لڑکی سے ملو۔ اس کا نام مرجانہ ہے اور یہ
بہت دلیر ہے۔ حیرت انگیز طور پر ایک ایسی فائٹر ہے
جس کے مقابلے پر کوئی قدم جما کر نہیں رہ سکتا۔ اس نے
جزیرے میں بڑے کارنامے دکھائے ہیں اور دشمنوں کو
فنا و پریشان کیا ہے۔ ہماری کامیابی میں اس لڑکی کا
بڑا ہاتھ ہے۔"

مراد دادا نے اُس کی طرف مسکراتے ہوئے کہا۔ "بیٹی
مجھے تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ تمھاری جیسی
لڑکیاں اگر ہمارے ملک میں پیدا ہوتی رہیں تو کوئی ہماری
بہو بیٹیوں کو میلی نظروں سے نہیں دیکھ سکے گا۔ آؤ ان
لڑکیوں کو لے چلو۔ آگے ٹیکسیاں کھڑی ہوئی ہیں۔"

مرجانہ کو اب ان لڑکیوں کی اتنی فکر نہیں تھی وہ
انھیں گناہ کے دلدل سے نکالنے کے بعد اپنی ذمہ داری
پوری کر چکی تھی اور اُن کی طرف سے مطمئن ہو گئی تھی
اُس کی بے اطمینانی صرف اس مال و دولت کے لیے
تھی جسے وہ اپنے ساتھ لائی تھی اور اُسے سلامتی کے
ساتھ اپنے گھر تک لے جانا چاہتی تھی۔

ساحل پر بڑے بڑے پیک کیے ہوئے ڈبے رکھے
ہوئے تھے۔ ان ڈبوں میں وہ دولت چھپی ہوئی تھی۔ مرجانہ
نے اُن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مراد دادا سے کہا۔ "ان
ڈبوں میں میرا ضروری سامان ہے۔ میں اسے بحفاظت اپنے
ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔ انھیں اٹھانے میں میری مدد
کریں پلیز!"

مراد دادا نے آگے بڑھ کر ایک ڈبہ اُٹھایا اور اُس کو
اپنے کاندھے پر رکھ لیا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ مرجانہ نے
بھی اُن میں سے ایک ڈبے کو اُٹھایا۔ پھر اس طرح مراد دادا
کے ساتھیوں نے بھی مدد کی اور ہم تمام لڑکیوں کے ساتھ
چلتے ہوئے ٹیکسیوں تک پہنچ گئے۔ وہاں ٹیکسیاں تین مدد
تھیں اور لڑکیاں زیادہ تھیں۔ پھر بھی کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے
کے اوپر لدکر وہ ٹیکسی کے اندر سما گئیں۔ سامان کو ڈگیوں
میں رکھ دیا گیا۔ پھر وہاں سے ہمارا قافلہ روانہ ہوا۔

اتنی ساری نوجوان اور بے پناہ حسین لڑکیوں کو اپنے
ساتھ لے کر آدھی رات کے بعد اس ویرانے سے گزرنا
گویا قانون کی نظر میں خود کو مشکوک بنانا تھا۔ قانون کے
محافظ اگر ہمیں گھیر لیتے تو یہی سمجھتے کہ ہم ان لڑکیوں کو اغوا
کر کے کہیں لے جا رہے ہیں۔ اگر لڑکیاں ہماری حمایت میں
بولتیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا کہ ہم انھیں کہاں سے لا رہے
ہیں اور کہاں لے جا رہے ہیں پھر ان محافظوں کو خوشبو
کے جزیرے کی پوری رام کہانی سنانی پڑتی جس پر وہ یقین
نہ کرتے۔ اگر یقین کرتے تو پھر یہ بات عدالت تک پہنچتی
اور بڑے پیمانے پر خوشبو کے جزیرے کے متعلق معلومات
حاصل کی جاتیں اور یہ بات اخبارات میں آتی اور ان لڑکیوں
کے شریف والدین بدنام ہو جاتے۔ مجھے اس بات کی فکر
تھی کہ قانون کے محافظ ہم سے نہ ٹکرائیں اور ہم سلامتی کے
ساتھ ان لڑکیوں کو اُن کے گھروں تک پہنچا دیں اور کوئی
ہم سے پوچھنے والا نہ ہو۔

ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہی ہوا جس کا

تھا۔ چاروں طرف سے ہیں تاریخ کی روشنیاں نظر اور بندوقیں لیے ہوئے کوسٹ گارڈ دکھائی دیئے۔ ہم دیا جارہا تھا کہ اپنی گاڑیاں روک دیں۔ ہم نے حکم ں کی۔ ایک آفیسر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہماری گاڑیوں سب آیا اور ٹارچ کی روشنی میں گاڑیوں کے اندر دیکھتے ہوئے بولا۔ "اچھا تو یہ ناصر پاشا کا مال ہے؟" کی بات سنتے ہی یہ بات سمجھ میں آگئی کہ ناصر اسمگلر سے ایسے ہی لوگوں۔۔۔ کی واقفیت ہوتی شوت کے ذریعے اسمگلنگ کا کاروبار آگے بڑھتا میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر معلوم کیا تو درست نکلا۔ وہ ناصر پاشا سے اچھی خاصی رقمیں اور لڑکیوں کو وہاں سے گزرنے کی اجازت دے میں نے کہا۔ "جی ہاں۔ ہم پاشا صاحب کا مال شہر لے جارہے ہیں۔ انھوں نے کہا تھا کہ اگر آپ سے ملاقات ہو۔۔۔ تو آپ کا حق آپ کو ادا کیا جائے مجھے رقم بھی بتائی تھی۔ اس وقت یاد نہیں آرہا ہے میں سوچ کر بتاتا ہوں۔"

میں نے سوچنے کے بہانے خاموشی سے اس ہن کو ذرا سا کریدا تو پتہ چلا کہ وہ فی لڑکی کے پانچ سو روپے لیتا تھا، اس وقت ہمارے ساتھ یاں تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت ار روپے ادا کرنے تھے۔ میں نے ڈالر کا حساب مرجانہ سے کہا۔ "تمھارے پاس جو رقم ہے اس و سو ڈالر نکال کر دے دو۔ یہ ان صاحب کا حق ہے لیے راستہ صاف ہو جائے گا۔"

رجانہ نے نوسو ڈالر گن کر اس کی طرف بڑھا دیے ۔ شکریہ" ادا کر کے مسکراتے ہوئے پیچھے ہٹ کر ہے، کوئی بات نہیں آپ لوگ جاسکتے ہیں۔" ہماری گاڑیاں آگے بڑھ گئیں۔ میں رشوت دینے نہیں ہوں جب میں باہر کے ملکوں سے گزرتا ہوا پاکستان میں داخل ہوا تھا تو اس وقت بھی میں والوں کو رشوت نہیں دی تھی لیکن اس وقت۔۔۔ ان کو عدالت تک پہنچنے سے محفوظ رکھنا تھا اور ان کے والدین کو بحال رکھنا تھا۔ اس لیے میں نے۔۔۔

یہ۔ میں اُن لوگوں کے متعلق سوچتا ہوا دور شہر کی ہا رہا۔ مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ وقت کیسے گزر گیا شہ میں پہنچ گئے۔

ے یہ بات چھپائی تاکہ اس کے والدین زرینہ سے ں نہ ہوں۔"

زرینہ کے والد نے کہا۔ "بیٹی" ماتا کہ تم بہت دلیر ور لڑنے کا فن بھی جانتی ہو لیکن خوشبو کے جزیرے شمنوں کے گھیرے میں رہ کر تم نے اتنی لڑکیوں کو یے کرایا اور اُن کا مقابلہ تنہا کیسے کیا۔ یہ بات ہماری ہیں نہیں آتی۔"

زرینہ نے کہا۔ "ڈیڈی اگر ہم سچ بات بتائیں تو اپ یقین نہ کریں۔"

اس کے ڈیڈی نے کہا۔ "بیٹی جو سچ ہے وہ سچ ہوتا ہے۔ اس پر خواہ کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ رحال میں وعدہ کرتا ہوں کہ سچ کہو گی تو مجھے یقین ائے گا۔"

زرینہ نے کہا۔ "ڈیڈی مرجانہ پر ایک جن عاشق گیا ہے اور وہی اس کی مدد کرتا رہا ہے۔"

مرجانہ نے گھور کر زرینہ کو دیکھا۔ زرینہ کے والدین رانی سے اپنی بیٹی کو دیکھ کر بولے۔ "تم اتنی پڑھی لکھی ں ہو کر جنات کی باتیں کرتی ہو۔ بھلا جن کا بھی کوئی وجود ہوتا ہے؟"

اس کے بھائی جاوید نے بھی ہنس کر کہا۔ "یہ سب فوں کی باتیں ہیں۔ سچ سچ بتاؤ کہ تم لوگ دشمنوں کے ے کس طرح نکل کر آئی ہو۔"

زرینہ نے کہا۔ "میں پہلے ہی کہتی تھی کہ سچ بات پر لوگ یقین نہیں کریں گے لیکن اس کا ثبوت جلد ہی جائے گا۔ وہ جن دوبارہ مرجانہ کے پاس آئے گا تو ہی اپنے وجود کا ثبوت پیش کرے گا۔"

اس کی والدہ نے کہا۔ "وہ جن کب آئے گا اور کب یں یقین آئے گا کہ تم لڑکیاں سچ کہہ رہی ہو۔ ہمیں تو شبہ کہ تم سب مل کر باتیں بنا رہی ہو۔"

اُن کی باتیں ختم ہوتے ہی اُن کے بڑے بیٹے اید نے ایک زور کا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "میں جن ں اور اس وقت حاضر ہو گیا ہوں۔"

سب لوگ اُسے چونک کر دیکھنے لگے۔ وہ اُٹھ کر کھڑا گیا اور کہنے لگا۔ "میں کبھی اپنے بزرگوں کے سامنے گستاخی ں کرتا لیکن اس وقت میں آپ لوگوں کے سامنے ثبوت پیش کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ ڈانس کرنے لگا۔ اس کے والدین حیرانی

مرجانہ اپنی دولت کے ساتھ زرینہ کو لے کر جلد وہاں سے جانا چاہتی تھی اور لڑکیوں کا اور ہمارا چھوڑ دینا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "دیکھو مرجانہ تمھارا تینوں ٹیکسیوں میں سما جو ہے۔ ایک ٹیکسی میں اتنے بڑے بڑے پیکٹ نہیں جاسکیں گے۔ جب تم تینوں اپنے گھر لے جاؤ گی تو پھر ان لڑکیوں کو بھی ساتھ لے ہم انھیں ان کے گھر تک پہنچانے کا بندوبست گے۔ جہاں تم نے اتنی ہمدردی کی ہے وہاں ان لوگوں کے ساتھ کچھ اور ہمدردی کرو اور صبح تک ان کا ساتھ میرے سمجھانے پر وہ راضی ہو گئی۔ پھر ہم ہمدرد سے رخصت ہو کر تینوں ٹیکسیوں میں زرینہ کی کوٹھی کی روانہ ہو گئے۔ جب ہم کوٹھی کے سامنے پہنچے تو رات کے دو بج چکے تھے۔ کوٹھی کے دربان نے زرینہ اور مرجانہ کو پہچان کر بڑا پھاٹک کھول دیا۔ تینوں ٹیکسیاں احاطے میں داخل ہوئیں۔ گاڑیوں کا شور سن کر گھر والے باہر آئے۔ کے والدین اپنی بیٹی کو دیکھ کر خوشی سے کھل گئے اور گلے لگا کر پوچھنے لگے کہ وہ اتنے دنوں سے کہاں گم گئی تھی؟

مرجانہ نے کہا۔ "انکل صرف زرینہ ہی نہیں بلکہ تمام لڑکیاں گم ہو گئی تھیں۔ انھیں اور ہمیں کسی طرح اغوا کیا گیا۔ ہم پوری داستان سنائیں گے۔ پہلے گھر کے اندر چل کر آرام سے بیٹھیں۔"

زرینہ کے والد نے کہا۔ "ہاں ہاں آؤ سب کے سب آؤ۔ تم سب میری بیٹیاں ہو لیکن یہ شخص کون ہے؟"

اس نے میری طرف اشارہ کیا تھا۔ مرجانہ نے کہا۔ "ہمارا مددگار ہے۔ اس کی مدد سے ہم دشمنوں کے چنگل سے نکل کر یہاں تک آنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ہاں انکل ان ٹیکسیوں میں میرا بہت سا قیمتی سامان ہے اور وہ تمام پیکٹ اندر پہنچانے ہیں۔ ملازموں کو بلا لیجیے۔"

میں نے کہا۔ "ملازموں کی کیا ضرورت ہے۔ آؤ ہم سب مل کر سامان اٹھائیں اور اندر لے چلیں۔"

ہم سب نے مل کر بڑے بڑے پیکٹ نکالے ٹیکسی والوں کو کرایہ ادا کیا۔ انھیں رخصت کیا۔ پھر ہم سب بڑے سے ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔ وہاں بیٹھ کر مرجانہ خوشبو کے جزیرے کے متعلق تمام داستان سنانے لگی۔ اس نے یہ نہیں بتایا کہ زرینہ کیسی خوشبو کا غسل کرنے گئی تھی اور وہاں اس کی۔۔۔ تصویریں اتاری گئی تھیں۔

کیا

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں؛

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

مقناطیسیت

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجیے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجیے!

قیمت -/۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۴۴۹۰ کراچی-

سے دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے رقص ختم کیا اور پھر کہا: "ممی اور ڈیڈی! اب میں دوسرا ثبوت یہ پیش کرتا ہوں کہ ایک بار ڈیڈی اپنی جگہ سے اُٹھیں گے اور بیٹھیں گے اس کے بعد آپ اٹھیں گی اور بیٹھیں گی۔ اسی طرح باری باری آپ دونوں اپنی اپنی جگہ سے اُٹھتے اور بیٹھتے رہیں گے۔ دیکھیے میرا کمال دیکھیے۔"

یہ کہہ کر جاوید خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ میں یہ تماشے چپ چاپ کر رہا تھا۔ اب میں زرینہ کے ڈیڈی کے دماغ میں پہنچا تو وہ بھی اُٹھ کر کھڑے ہوئے، پھر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اس کے بعد زرینہ کی ممی کے دماغ میں پہنچا تو وہ بھی اُٹھ کر کھڑی ہوئیں اور بیٹھ گئیں۔ پھر اسی طرح وہ باری باری اُٹھنے اور بیٹھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے یہ تماشہ ختم کیا تو وہ حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ لڑکیاں ہنس رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں "بھئی اب تو یقین آجانا چاہیے کہ ایک جن کا وجود ہے اور وہ جن مرجانہ کا عاشق ہے۔"

زرینہ کی والدہ نے تو یہ کی اور اُس کے والد نے کان پکڑ کر کہا: "بھئی ہم مان گئے کہ جن کا وجود ہے اور تم لوگوں نے جو داستان سنائی ہے وہ بالکل سچ ہے۔"

زرینہ نے پوچھا: "ڈیڈی! کیا آپ نے ہماری گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی تھی؟"

انھوں نے جواب دیا: "نہیں، مجھے بدنامی کا ڈر تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر تم دونوں اپنی مرضی سے کہیں گئی ہو تو کبھی نہ کبھی لوٹ آؤ گی۔ اگر کسی نے اغوا کیا ہے تب بھی میں رپورٹ کرتا ہوں تو بدنامی بڑھے گی ..... خاندان کے لوگ باتیں بنائیں گے۔ دنیا والے بھی ہم پر ہنسیں گے کہ جوان لڑکی پتہ نہیں کن لوگوں کے پاس رہ کر آئی ہے ہم ایسے عزتی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے خاموشی سے تم دونوں کو تلاش کر رہے تھے۔"

پھر انھوں نے مرجانہ کو دیکھتے ہوئے کہا: "بیٹی! میں تم پر شبہ کر رہا تھا کہ تمھارا کیریکٹر ٹھیک نہیں ہے۔ تم میری بیٹی کو لے کر کہیں دوسرے لوگوں کے ساتھ چلی گئی ہو۔"

مرجانہ نے پوچھا: "انکل آپ نے میرے متعلق ایسی رائے کیوں قائم کی؟"

انھوں نے جواب دیا: "کرم دین نے مجھے ایسا سوچنے پر مجبور کر دیا۔"

کرم دین کا نام سنتے ہی مرجانہ چونک گئی۔ وہی تھا جس نے مرجانہ کے بچپن میں اس کی مدد کی تھی اور وہی یہ راز جانتا تھا کہ مرجانہ کس اور کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ بولی: "کیا کرم دین سے پھر ملاقات ہوئی تھی؟"

زرینہ کے والد نے اثبات میں سر ہلا کر قصہ یوں بیان کیا کہ ایک دن تھانے سے ٹیلیفون آیا کہ کرم دین نامی شخص ہمارا حوالہ دے کر ضمانت حاصل کر رہا ہے۔ کیا میں اس کی ضمانت لے سکتا ہوں۔ کرم دین کا نام سنتے ہی میں تھانے پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ کرم دین کسی چوری کے الزام میں وہ پکڑا گیا تھا۔ میں نے کرم دین سے یہ وعدہ لیا کہ اگر میں دو دن تک تو وہ فیصلہ ہونے تک میرے ہی گھر کے سرونٹ کوارٹر میں رہا کرے گا۔ کرم دین راضی ہو گیا تو میں سرونٹ کوارٹر میں لے آیا۔ میرا مقصد یہی تھا کہ کرم دین بھی تم زرینہ کے ساتھ واپس آؤ گی تو کرم دین سے اپنے والدین کے بارے میں معلومات حاصل کر لوں گا۔

مرجانہ نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا: "تو کیا کرم دین اس وقت بھی آپ کے سرونٹ کوارٹر میں ہے؟"

"ہاں۔ اس وقت رات کے تین بج رہے ہیں۔ وہ سو رہا ہو گا۔ تم صبح اُس سے ملاقات کر لینا۔" ولید نے ہی مجھے تمھارے خلاف بھڑکایا تھا اور مجھے دلانے کی کوشش کی تھی کہ تم بدچلن ہو اور ہماری زرینہ کو بھی بدچلنی کے راستے پر لے گئی ہو۔ بہرحال افسوس ہے کہ میں نے تم پر شبہ کیا۔"

مرجانہ اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے بولی: "کوئی نہیں انکل اب تو آپ کی یہ غلط فہمی دُور ہو گئی۔ میں ابھی جا کر کرم دین سے ملوں گی۔ صبح تک انتظار نہیں کر سکتی۔"

یہ کہہ کر وہ ڈرائنگ روم سے نکل کر تیزی سے ہوئی سرونٹ کوارٹر کی طرف جانے لگی۔ ہم سب گفتگو کر رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ میں خاموشی سے صوفے پر بیٹھا مرجانہ کے دماغ میں موجود تھا۔ میں نے تھا کہ جیسے ہی مرجانہ کرم دین سے باتیں کرے، تو دین کے دماغ تک پہنچ جاؤں اور اس طرح مجھے حاصل کرنے میں آسانی رہے۔

اس نے سرونٹ کوارٹر کے دروازے پر پہنچ کر ... اندر سے کوئی جواب نہیں ملا۔ پھر اُس نے ... تیسری بار دستک دی تو اندر سے نیند میں بڑبڑانے ... آواز آئی۔

مرجانہ نے زور زور سے دروازے کو پیٹتے ہوئے ... دین دروازہ کھولو۔ میں آگئی ہوں۔ اب تم مجھ ... کر نہیں جا سکو گے۔"

... کرم دین کی نیند کا نشہ جیسے ہرن ہو گیا۔ اُس کی حیرانی ... ہوئی آواز سنائی دی: "ایں۔ کون مرجانہ تم...؟ ... واپس آگئی ہو یا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟"

... دروازہ کھولو۔ میں ایک ہاتھ جما کر تمھیں خواب ... بھلا دوں گی۔"

وہ سہمی ہوئی آواز میں بولا: "نہیں، میں دروازہ ... نہیں کھولوں گا۔ کبھی نہیں کھولوں گا۔ ساری زندگی نہیں ... گا یہیں میں اسی کمرے میں قید رہوں گا لیکن ... کا سامنا نہیں کروں گا۔ تم کیسی بلا ہو؟ کہاں سے ... ہو؟"

... دیکھو کرم دین سیدھی طرح باہر ..... اگر شرافت ... والدین کا پتہ بتا دو۔ ورنہ اسی کمرے میں ... آئے گی۔ کوئی تمھیں میرے ہاتھوں سے نہیں ... گا۔ سوچ لو میں یہاں کھڑی ہوئی ہوں اور اس ... یہاں رہوں گی جب تک کہ تم دروازہ نہیں ... گے خواہ کتنے ہی دن اور کتنی ہی راتیں گزر جائیں، ... گی کہ تم کس طرح بھوکے پیاسے اس کمرے میں ... اور موت کو بلاتے ہو۔"

... مرجانہ کے ذہن کے ذریعے کرم دین کے لب و لہجے تک پہنچ ... اور اب کسی وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ کر ... کے والدین کا راز معلوم کر سکتا تھا لیکن اسی وقت ... کے ڈیڈی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "مسٹر ... اب آپ یہ بتائیں کہ ان لڑکیوں کو کس طرح اُن ... تک پہنچایا جا سکتا ہے؟"

میں نے کہا: "جناب ان میں سے سات لڑکیاں ... میں رہتی ہیں۔ صبح ہوتے ہی آپ انھیں ان ... تک پہنچا سکتے ہیں۔ میں آپ سے اس لیے ... کہ آپ بزرگ ہیں۔ ان لڑکیوں کے والدین ... کی مجبوریاں اچھی طرح بیان کر سکیں گے اور ان ... آپ کی باتوں پر اعتبار بھی کر سکیں گے۔"

انھوں نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں یہ درست ہے۔ یہ میری زرینہ جیسی بیٹیاں ہیں۔ میں خود انھیں ان کے گھروں تک پہنچاؤں گا۔"

میں نے کہا: "باقی تو لڑکیاں دوسرے شہروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اب ان کے ساتھ یہی ہو سکتا ہے کہ ان کے گھروں کے پتے نوٹ کیے جائیں۔ اگر ان کے گھروں میں ٹیلیفون ہیں تو اُن کے نمبر بھی نوٹ کیے جائیں پھر ٹیلیفون کے ذریعے یا ٹیلی گرام کے ذریعے ان کے والدین تک یہ خبر پہنچائی جائے کہ یہ لڑکیاں آپ کی حفاظت میں آرام سے ہیں اور ان کے والدین یہاں آکر انھیں لے جا سکتے ہیں۔"

زرینہ کے والد نے پھر تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ ان لڑکیوں کو تنہا ان کے شہروں میں نہیں بھیجنا چاہیے ورنہ میں تو ابھی بذریعہ طیارہ ان لوگوں کی روانگی کا انتظام کر سکتا تھا۔ لیکن ان کا تنہا ... مناسب نہیں ہے۔ میں ان کے والدین کو یہاں بلا ... اور انھیں سمجھا بجھا کر اپنی اپنی بیٹیوں کے ساتھ یہاں سے ... کروں گا۔ اس وقت تک یہ لڑکیاں میرے ہی گھر میں ... رہیں گی۔"

جاوید ایک قلم اور کاغذ کا پیڈ اٹھا کر لے آیا۔ وہاں بیٹھی ہوئی تمام لڑکیاں اس کاغذ کے پیڈ پر اپنے اپنے گھر کے پتے لکھنے لگیں۔ مجھے اُن کی طرف سے ذرا فرصت ملی تو میں پھر کرم دین کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ سہما ہوا تھا۔ دبے قدموں چلتا ہوا دروازے کے پاس آگیا تھا اور کان لگا کر سن رہا تھا کہ باہر مرجانہ کی آہٹ ملتی ہے یا نہیں۔ وہ وہیں کھڑی ہوئی ہے یا چلی گئی ہے۔ وہ آہٹوں سے کچھ اندازہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ آدھے گھنٹے تک خاموش اور بالکل ساکت کھڑی رہے گی اور یہ تاثر دے گی کہ وہ وہاں سے جا چکی ہے پھر کرم دین باہر نکلنے کے لیے دروازہ کھولے گا تو وہ اس کا گریبان پکڑ لے گی۔ جب مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ مرجانہ آدھے گھنٹے تک کرم دین کو مخاطب نہیں کرے گی تو میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر زرینہ کے باپ سے معذرت چاہتے ہوئے سگریٹ پینے کے لیے باہر آگیا۔ کوٹھی کے برآمدے میں کھڑے ہو کر میں نے ایک سگریٹ سلگایا اور پھر کرم دین کے پاس پہنچ کر اس کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔

اس کے دماغ نے بتایا کہ آج سے تقریباً بیس برس پہلے وہ دہلی کے ایک بہت بڑے مسلمان گھرانے میں ملازم تھا۔ اس گھرانے کا مالک فوت ہو گیا تھا اور بیگم صاحبہ تنہا رہ گئی تھیں اور ہمیشہ سہمی سہمی سی رہتی تھیں۔ وہ ماں بننے والی تھیں۔ بیگم صاحبہ کا نام سائرہ بانو تھا۔ ایک دن سائرہ بانو نے کرم دین کو بلا کر کہا "میں تم پر بہت اعتماد کرتی ہوں۔ کیونکہ تم میرے مرحوم شوہر کے پرانے ملازم ہو۔ میں آج رات چپ چاپ اس حویلی سے نکل کر دور ایک دیہات میں جا کر رہنا چاہتی ہوں تاکہ وہیں بچے کی ولادت ہو اور تم میرے ساتھ رہو گے اور میں جیسا کہوں گی تم اس پر عمل کرو گے۔"

کرم دین راضی ہو گیا تھا۔ اسی رات وہ دونوں چپکے سے حویلی کو چھوڑ کر ایک بیل گاڑی میں بیٹھ کر دہلی سے روانہ ہوئے اور رات بھر چلتے رہنے کے بعد صبح ایک گاؤں میں پہنچ گئے۔ وہاں پہلے ہی بیگم صاحبہ نے اپنی رہائش کے لیے ایک جھونپڑی کا انتظام کیا تھا۔ وہاں وہ رہنے لگے۔ ولادت کا وقت قریب آ رہا تھا۔ پھر ایک دن انھوں نے کرم دین سے کہا "تم دہلی اسٹیشن جاؤ۔ سوہن میری بہن طاہرہ بانو پاکستان سے آنے والی ہے میں اس کی تصویر دے رہی ہوں۔ اس تصویر کے ذریعے تم اسے پہچان سکو گے۔ پھر جب جان پہچان ہو جائے تو اسے بھی چپکے سے اسی گاؤں میں لے آنا۔"

کرم دین اس حکم کے مطابق دہلی کے ریلوے اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔ کئی میل کا سفر طے کرنے کے بعد وہ دہلی پہنچا۔ دو تین دن وہ کافی انتظار کرنے کے بعد جب اس پلیٹ فارم پر پہنچا جہاں وہ ٹرین آئی تھی تو اس نے تصویر والی اس خاتون کو پہچان لیا۔ جس کا نام طاہرہ بانو تھا۔ اس نے تصویر دکھا کر اپنا تعارف کرایا۔ طاہرہ بانو نے مطمئن ہو کر پوچھا "میری بہن کیسی ہے کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟"

کرم دین نے کہا "نہیں بی بی جی میں ان کی حفاظت کر رہا ہوں۔ وہ ایک گاؤں میں ایک جھونپڑی میں رہ رہی ہیں۔ آپ کو وہیں بلایا ہے۔"

طاہرہ بانو اس کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ پھر کئی میل کا سفر طے کرنے کے بعد وہ دونوں اسی گاؤں کی جھونپڑی میں پہنچے۔ کچھ دنوں تک طاہرہ بانو نے وہاں قیام کیا۔ ایک رات کرم دین نے جھونپڑی کے باہر کھڑے ہو کر اُن کی باتیں سنیں۔ طاہرہ بانو اپنی بہن سے پوچھ رہی تھیں "آخر یہ خطرہ کب تک منڈلاتا رہے گا؟"

اس کے جواب میں سائرہ بانو نے کہا "کروں میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر وہ زندہ ان دشمنوں سے بچا کر رکھتے اور میری ہو بھی صحیح سلامت رہتی لیکن وہ حیوانوں ا دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ میرے ہونے والے باپ ہیں۔"

طاہرہ بانو نے غصے سے کہا "لعنت پر وہ باری باری آ کر بچے کے پاس یہ دعویٰ وہ بچے کے ہونے والے بچے کے باپ ہیں کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے؟"

سائرہ بانو نے کہا "وہ بدمعاش ہیں اثر اور رسوخ والے ہیں وہ کسی طرح کا بھی کر سکتے ہیں۔ نہ بھی پیش کر سکیں تو مجھ اکیلی عورت زیادہ پریشان کر سکتے ہیں۔ میں یہی چاہتی کے فوراً بعد لڑکا ہو یا لڑکی تم اسے لے کر جاؤ۔ میں کرم دین کو تمہارے ساتھ بھیج دوں"

طاہرہ بانو نے کہا "ہاں میں اسے لے م ہو سکتا ہے کہ وہ بدمعاش پاکستان تک میرا کہ تم بتا رہی ہو اس ملک سے اس ملک اثر و رسوخ ہے تو وہ پاکستان میں بھی تھا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

سائرہ بانو نے کہا "ہاں میں اس پہلو ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ تم کرم دین کو اپنے جاؤ۔ کرم دین کو کسی دوسرے شہر میں میری ا چھوڑ دو اور تم بدستور راولپنڈی میں رہو۔ وہ کرم دین کو میرے بچے کے اخراجات کے رکھا کرو۔ تو وہ وفاداری سے میرے بچے کی پرو لے گا اور دشمنوں سے اُسے محفوظ رکھے گا۔"

اس رات کرم دین کو نیند نہیں آئی۔ اس میں دونوں بہنوں کی باتیں گونجتی رہیں۔ وہ اور شرابی تھا۔ یہ بات ..... سائرہ تھیں۔ وہ اُسے ایک وفادار اور رحیم حاسا کرم دین رات بھر سوچتا رہا کہ جب سائرہ پاکستان پہنچ کر اُس کے حوالے کی جائے گی

اولاد سے ماہانہ کتنا فائدہ حاصل ہوا کرے گا؟"

چند روز کے بعد ولادت ہوئی۔ سائرہ بانو نے ایک بچی کو جنم دیا۔ اس کے تیسرے دن طاہرہ بانو اس بچی کو لے کر اپنی بہن سائرہ بانو کو روتا بلکتا چھوڑ کر کرم دین کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوگئی۔ پھر پاکستان آکر اس نے لاہور میں کرم دین کو چھوڑ دیا اور اپنے ایک عزیز سے سامنا کرایا اور اس سے کہہ دیا کہ ہر ماہ کرم دین کو پانچ سو روپے دے دیے جائیں۔ اب سے بیس برس پہلے پانچ سو روپے کی بڑی اہمیت تھی۔ کرم دین ان روپوں میں تین وقت کھا پی کر روزانہ شراب بھی پی سکتا تھا۔ اس لیے وہ راضی ہوگیا اور اس بچی کو جس کا نام مرجانہ رکھا گیا تھا ساتھ لے کر لاہور کے ایک علاقے میں رہنے لگا۔

ایک طویل عرصے تک وہ مرجانہ کے ذریعے پانچ سو روپے ہر ماہ حاصل کرتا رہا۔ پھر ایک دن وہ مرجانہ کو جوئے میں ہار گیا۔ اس کے بعد بھی وہ اس بات کو طاہرہ بانو سے اور اس کے عزیز سے چھپائے رہا۔ انھیں پتہ نہیں چلنے دیا کہ وہ مرجانہ کو جوئے میں ہار چکا ہے اور مرجانہ اب اس کے پاس نہیں بلکہ شیدے پہلوان کے پاس رہتی ہے۔ پھر ایک سال بعد طاہرہ بانو راولپنڈی سے لاہور آئی تو اس نے دور سے مرجانہ کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ کرم دین طاہرہ بانو کو شیدے کے گھر کی طرف لے گیا اور بتایا کہ اس گھر میں مرجانہ رہتی ہے۔ اس کے دوست کا گھر ہے اور وہاں وہ محفوظ ہے۔ طاہرہ بانو نے دور سے مرجانہ کو دیکھا۔ وہ اپنے گھر سے نکل کر ایک رکشے میں بیٹھ کر ہوڈ کرانے سیکھنے کے لیے جا رہی تھی۔ طاہرہ بانو مطمئن ہوگئی اور راولپنڈی چلی گئی۔

کرم دین اسی طرح طاہرہ بانو کو دھوکا دیتا رہا۔ پھر اس نے پانچ سو سے ہزار روپے تک کا مطالبہ کیا اور یہ جواز پیش کیا کہ مرجانہ اب بڑی ہوتی جا رہی ہے اس کے اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس لیے پانچ سو میں گزارا نہیں ہوتا۔ طاہرہ بانو نے اسے بھی تسلیم کر لیا اور اسے ہزار روپے ماہانہ دینے لگی۔ جب مرجانہ جوان ہونے کے بعد لاہور سے کراچی روانہ ہوئی تو ان دنوں کرم دین لاہور چھوڑ کر کراچی چلا گیا تھا اور اب طاہرہ بانو کو بلیک میل کر رہا تھا۔ یہ دھمکی دے رہا تھا کہ اگر اسے دو ہزار روپے ماہانہ نہ دیے گئے تو وہ مرجانہ کو اس کے دشمنوں کے حوالے کر دے گا۔ وہ ان چار بدمعاشوں کو جانتا ہے جو مرجانہ کے باپ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ لڑکی کو ان بدمعاشوں کے حوالے کر دے گا۔

طاہرہ بانو نے دو ہزار کا مطالبہ بھی تسلیم کر لیا۔ کہا کہ وہ ایک بار مرجانہ کی صورت دکھا دے۔ کرم دین نے کہا کہ اب وہ مرجانہ کو اس کے سامنے نہیں لائے گا اور اب مرجانہ شیدے پہلوان کے پاس بھی نہیں بلکہ کراچی آگئی ہے۔ کرم دین اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اب بچی نہیں رہی ایک بار بھی اگر طاہرہ بانو کو مرجانہ سے ملوا دیا جائے تو وہ طاہرہ بانو کے ذریعے اپنی ماں تک پہنچ جائے گی اس لیے وہ طاہرہ بانو اور مرجانہ کا سامنا کرانا نہیں چاہتا تھا اور مرجانہ کو بھی ان کا پتہ نہیں بتانا چاہتا تھا کیونکہ ماہانہ آمدنی سے ہاتھ دھونا اسے گوارا نہ تھا۔

یہاں تک کرم دین کی سوچ پڑھ لینے کے بعد اس نے اس کی سوچ میں سوال کیا کہ طاہرہ بانو کا بیٹا وہ راولپنڈی میں کہاں رہتی ہے۔ اس کی سوچ نے بتا دیا کہ زبیر پلازہ اپارٹمنٹ کے پاس ایک کوٹھی میں رہتی ہے اور اس کوٹھی کا نمبر بھی اس نے بتا دیا۔ اس پتے کو ذہن نشین کر لیا۔ پھر یہ سوچنے لگا کہ مرجانہ کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ کس حد تک درست ہیں۔

مرجانہ کی والدہ سائرہ بانو کی ہمسری مکمل نہیں ہو سکی۔ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ خاتون کس لیے سہمی رہتی تھی۔ وہ چار بدمعاش کیوں مرجانہ کے باپ ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے۔ آخر کس بنیاد پر دعویٰ کر رہے تھے۔ تو ٹھوس ثبوت ہوگا یا ہو سکتا ہے ان چاروں کے ساتھ کچھ وقت اس طرح گزار کر کہ وہ باپ بننے کا دعویٰ اس طرح مرجانہ کی ولدیت مشکوک ہو جاتی تھی۔ اب طاہرہ بانو کے ذریعے معلومات حاصل ہو سکتی تھیں کہ حقیقت اصل میں کیا ہے اور وہ خود ان میں سے کسی کی بیٹی تو نہیں؟ اگر زندہ ہیں تو کہاں ہیں؟

یہ سب کچھ مرجانہ کے دماغ میں جھماکے کی طرح سروفونٹ کوارٹر کے دروازے کے دائیں دیوار سے بیٹھ لگائے چپ چاپ کھڑی ہوئی نے کرم دین کے دماغ میں پہنچ کر اسے ششدر مجبور کیا۔ پھر کرم دین نے کہا "میں تمہارا عاشق ہوں مرجانہ۔ میں تمہارا عاشق ہوں اور اس کے اندر سما گیا ہوں۔ اب تو اس کا باپ بھی کھو لے گا۔ تمہیں چپ چاپ کھڑے رہنے

ورت نہیں ہے۔ یہ لو، میں اس سے دروازہ کھلوا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی کرم دین نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول ا مرجانہ دروازے پر کھڑے ہو کر اسے گھور گھور کر دیکھنے ت کرم دین اپنے آپ میں نہیں ہے۔ میں تمہارا شتہ ہوں۔ اب یہ کرم دین تمہیں یہاں بیٹھ کر ساری نہیں بتائے گا۔ میں جو معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ وہ ں کی زبان سے سنو۔"

مرجانہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمرے میں آئی اور ا پائی پر بیٹھ گئی۔ کرم دین اس سے ذرا فاصلے پر بیٹھ کر لنے لگا۔ وہی باتیں سنانے لگا جو میں اس کے دماغ ے ذریعے سن چکا تھا اور یہ سب کچھ میں ہی اس کی بان سے مرجانہ کے سامنے اگلوا رہا تھا۔

مرجانہ غصے میں بھری ہوئی اس کی باتیں سن رہی تھی، جب ساری باتیں وہ کہہ چکا تو مرجانہ نے کہا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میری ماں بدکار اور شریف خاتون نہیں تھیں بلکہ ایسی عورت تھی کہ چار چار آدمی میرے اب ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ میں یہ بات تسلیم نہیں کر سکتی۔ تم میری ماں کو گالی دے رہے ہو۔"

کرم دین نے کہا "میں گالی نہیں دے رہا ہوں بلکہ جو کچھ سنا ہے وہ کہہ رہا ہوں۔ میں نے جھونپڑی کے باہر کھڑے ہو کر تمہاری والدہ اور تمہاری خالہ کی باتیں سنی تھیں اور وہ ادھوری باتیں تھیں۔ وہ چاروں بدمعاش ون ہیں اور کس بنیاد پر تمہارے باپ ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں یہ میں نہیں جانتا۔ اگر تم اصلیت معلوم کرنا چاہتی ہو تو راولپنڈی اپنی خالہ طاہرہ بانو کے پاس جا کر معلومات حاصل کرو۔ میں تمہیں پتہ بتا رہا ہوں۔"

مرجانہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ پھر بولی "میں کل ہی راولپنڈی جاؤں گی اور سن لو کرم دین تمہیں بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گی" تاکہ تم یہ ثابت کر سکو کہ میں ہی اپنی ماں سائرہ بانو کی بیٹی ہوں۔"

کرم دین نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "مجھے کرم دین نہ کہو میرے محبوب کہہ کر مخاطب کرو۔ میں تمہارا عاشق ہوں اور کرم دین کے اندر سمایا ہوا ہوں۔ کیا اتنی جلدی بھول گئیں یہ؟"

مرجانہ نے اسے ناراضی سے دیکھا۔ پھر بولی "مسٹر جن تم تو کمبل بن گئے ہو۔ کیا عشق کے سوا کوئی دوسری بات نہیں کر سکتے۔ بہرحال میں اپنے مسئلے میں بہت زیادہ الجھی ہوئی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ کرم دین مجھے دھوکا دے کر کہیں بھاگ نہ جائے۔ کیا تم اس بات کی ذمہ داری لیتے ہو کہ یہ کہیں نہیں جائے گا اور راولپنڈی تک میرے ساتھ چلے گا؟"

کرم دین نے کہا "ہاں میں وعدہ کرتا ہوں کہ کرم دین کا... وجود تمہارے ساتھ راولپنڈی تک جائے گا۔ اسے فی الحال آزاد چھوڑ دو۔ اگر یہ کہیں بھاگ کر جائے گا بھی تو میں اسے پکڑ کر تمہارے پاس لے آؤں گا۔ تم اس کے لیے بھی طیارے میں سیٹ ریزرو کرا لو۔ طیارہ پرواز کرنے سے پہلے میں اسے اس سیٹ پر لے جا کر بٹھا دوں گا یہ میرا وعدہ ہے۔ فی الحال تمہیں کرم دین کی طرف سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب ڈرائنگ روم میں جاؤ اور وہاں لڑکیوں کا مسئلہ حل کرنے کے بعد آرام کرو۔ بہت تھکی ہوئی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے خوب صورت چہرے پر تھکن کے آثار نہ ہوں۔"

مرجانہ کو پھر اس کی آخری بات بری لگی لیکن وہ اسے برداشت کرتے ہوئے وہاں سے نکل گئی اور ڈرائنگ روم کی طرف آنے لگی۔ میں نے بھی کرم دین کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

کرم دین بوکھلا کر دروازے کو دیکھنے لگا اور اپنے سر کو ہلاتے ہوئے سوچنے لگا کہ یہ دروازہ کیسے کھل گیا؟ کیا مرجانہ میرے کمرے میں آئی تھی؟ اگر نہیں آئی تھی تو کیا وہ کہیں چلی گئی ہے؟ اور اگر چلی گئی ہے تو یہ اچھا موقع ہے مجھے فوراً یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔ یہ سوچتے ہی وہ سہمے ہوئے انداز میں دروازے تک آیا۔ باہر جھانک کر دیکھا تو مرجانہ نظر نہیں آئی۔ اسی وقت وہ تیزی سے بھاگتا ہوا کوٹھی سے دور ہوتا چلا گیا۔ میں نے اسے بھاگنے دیا۔ مجھے اطمینان تھا کہ جب چاہوں گا اس کی کھوپڑی کو اپنی گرفت میں لے کر مرجانہ کے پاس پہنچا دوں گا۔

میں کوٹھی کے برآمدے میں کھڑا ہوا سنگریٹ پھونک رہا تھا۔ مرجانہ سروفونٹ کوارٹر کی طرف سے کوٹھی کی طرف آ رہی تھی۔ مجھے برآمدے میں دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ پھر نرمی سے بولی "تم یہاں کھڑے ہوئے ہو کیا اپنے گھر نہیں جاؤ گے؟"

میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی محبت سے کہا "مرجانہ میں تم سے بہت متاثر ہوں۔ ہم نے کچھ وقت

ساتھ گزارا ہے اور بڑے مشکل مرحلوں سے گزر کر آئے ہیں۔ اتنی جلدی ایک دوسرے سے بچھڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ میں تم سے کوئی عشق و محبت کی باتیں نہیں کر رہا ہوں۔ بعض دوستی کی بات ہے۔ کیا میرے یہاں سے جانے کے بعد دوبارہ ہماری ملاقات نہیں ہو سکے گی؟"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی پھر اسی طرح نرمی سے بولی: "زندگی میں بہت سے موڑ آتے ہیں۔ کبھی لوگ ملتے ہیں کبھی بچھڑ جاتے ہیں اگر زندگی میں پھر کوئی ایسا موڑ آیا جہاں ہم مل سکیں تو ضرور ملیں گے ورنہ ہمارے ایک ساتھ گزرے ہوئے دنوں کی یادیں ہمیں ایک دوسرے کی یاد دلاتی رہیں گی اور اس طرح ہم دور رہ کر بھی ایک دوسرے کو عقیدت سے یاد کرتے رہیں گے۔ میں یہی چاہتی ہوں کہ دور رہی ہے اور دور کی محبت بہت اچھی ہوتی ہے۔ اب تم جاؤ اور اپنے گھر جا کر آرام کرو۔ میں بھی سونے کے لیے جا رہی ہوں۔"

ایسا کہتے ہوئے اس کی نظریں مجھ پر ٹھہر گئیں میری نظریں بھی اس پر جمی ہوئی تھیں۔ چند ساعتوں تک ہم ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھتے رہے پھر وہ نظریں پھیر کر کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ میں نے ایک گہری سانس لی پھر وہاں سے آگے بڑھ کر کوٹھی کے احاطے سے نکلنے لگا۔ باہر آ کر میں نے گھڑی دیکھی تو صبح کے پانچ بجنے والے تھے۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک طرف جانے لگا۔ آگے جا کر ایک ٹیکسی ملی تو میں نے اسے لالو کھیت چلنے کے لیے کہا۔ پھر اس میں بیٹھ کر میں مراد داد کے گھر تک پہنچ گیا۔

مراد داد رات بھر کا جاگا ہوا تھا۔ اس وقت سو رہا تھا۔ اس کے ایک جوان بیٹے نے مجھے گھر میں آنے کے لیے کہا۔ میں نے اس سے کہا: "نہیں۔ اس وقت میں بھی گھر جا کر سونا چاہتا ہوں۔ مراد داد کو بھی آرام کرنے دو۔ میں صرف اپنی بلی کو واپس لینے آیا ہوں۔"

ایسا کہتے ہی مجھے میاؤں کی آواز سنائی دی۔ میں نے آواز کی سمت دیکھا تو سامی ایک کھڑکی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ نظریں ملتے ہی وہ چھلانگ لگا کر زمین پر آئی۔ پھر وہاں سے اچھل کر میری گود میں آ گئی۔ میں نے اسے سینے سے لگا لیا۔ وہ میرے سینے پر اور بازوؤں پر اپنے سر کو رگڑنے لگی اور اپنی محبت کا اظہار کرنے لگی۔ میں اسے لے کر پھر اسی ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اسے شہناز کی کوٹھی کا پتہ بتایا تو ٹیکسی ڈرائیور نے اسے روک لیا۔

اس وقت صبح کے چھ بج چکے تھے۔ کرنا چاہتا تھا کہ شہناز سو رہی ہے یا بیدار ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو آئی۔ معلوم ہوا کہ وہ ایک کمرے میں بند ہے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے۔ دروازہ ایک رئیس زادہ بیٹھا ہے اس رئیس زادے کے دو مددگار ہیں کو حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ کھول کر شہناز کے کمرے میں داخل ہوتا ہے تو بدن کی خوشبو سے سحر زدہ ہو جاتا ہے۔ اس نے شہناز کو ایک کمرے میں بند کر رکھا تھا۔

یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ شہناز کو اس کے مزاج کے خلاف حاصل کرنا بہت مشکل ہے وہ رئیس زادہ اسے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تدبیر کی تھی کہ شہناز کو تقریباً تین دنوں میں بند کر رکھا تھا تاکہ شہناز کسی بھی دن اپنے کی مالش نہ کر سکے۔ اس اُبٹن کی مالش جو غیر معمولی اسے ایک ساحرہ بنا دیتا ہے۔ اس نے شہناز کے راستے بند کر دیے تھے اور اس رئیس زادے تھا کہ اگر وہ مسلسل ایک کمرے میں قید رکھی جائے وہ غسل نہیں کرے گی اگر وہ اپنے بدن نہیں کرے گی تو رفتہ رفتہ اس کے بدن سے اثر انگیزی ختم ہوتی جائے گی اور وہ رئیس زادہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو شہناز کی کوٹھی روک دیا۔ پھر اسے کرایہ دے کر رخصت کر دیا۔ گود میں تھی۔ میں آہستہ آہستہ فٹ پاتھ پر چلنے شہناز کے دماغ میں جھانکنے لگا اور اس کی سوچ پوچھنے لگا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ وہ رئیس زادہ کیا

وہ رئیس زادہ شہناز کا دیوانہ تھا۔ شہناز اس کو کر جو اسے دیکھتا تھا۔ اس کا دیوانہ بن جاتا تھا۔ وہ رئیس غنڈوں اور ایک خوبصورت عورت کے ساتھ شہناز کے گھس گیا تھا اور شہناز کو ایک کمرے میں قید کر دیا گیا تھا۔ شہناز کی سوچ میں کہا کہ اس رئیس زادے کو مٹا چاہیے اور پھر ایک بار اسے کہہ دینا چاہیے کہ

گی لیکن خود کو کسی مرد کے حوالے نہیں کرے گی۔

شہناز کے دماغ نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

جواب میں دروازہ کھل گیا۔ دروازے پر رئیس زادے کی مددگار عورت کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کمرے کے اندر آ کر بولی "شہناز! میں بھی ایک عورت ہوں۔ تم بھی ایک عورت ہو۔ میں نہیں چاہتی کہ کوئی مرد کسی عورت کی عزت سے کھیلے لیکن تم ایسی عورت ہو کہ سارے جہاں کے مردوں کو للچاتی بنتی ہو۔ یاد رکھو عورت اپنے گھر کی چار دیواری میں اپنے شوہر کے سامنے ہی محفوظ رہتی ہے جو عورت اپنے آپ کو مرد کے سائے سے باہر لے جاتی ہے اور اپنے آپ کو سوسائٹی کا اڑتا ہوا پنچھی بنا دیتی ہے اور ادھر اُدھر بھٹکتی پھرتی ہے اور اپنے حسن و شباب سے دوسروں کو للچاتی رہتی ہے۔ اس کا یہی انجام ہوتا ہے جیسا کہ تمہارا ہو رہا ہے۔

اب بھی وقت ہے۔ اپنے آپ کو میرے دوست کے حوالے کر دو تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائے۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ تم انکار کرو گی تو اس کمرے سے باہر جانے کی اجازت تمہیں نہیں ملے گی۔ خواہ تم لاکھ مرتبہ چیختی رہو۔"

شہناز نے زمین پر پاؤں پٹخ کر کہا: "نہیں۔ میں کبھی اپنے آپ کو کسی مرد کے حوالے نہیں کر سکتی۔ مجھے مردوں سے نفرت ہے۔ میں انہیں ساری زندگی تڑپانا چاہتی ہوں۔ میں اپنے آپ کو ایک اچھوتی عورت بنانا چاہتی ہوں۔ ایسی اچھوتی عورت جسے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔"

یہ کہہ کر شہناز نے اسے دھکا دے کر دروازے کے باہر کر دیا ——— اس عورت نے بھی غصے میں آ کر دروازے کو بند کر دیا اور کہنے لگی: "ٹھیک ہے تم اسی کمرے میں مرتی رہو۔ تمہیں یہاں سے کوئی آزاد کرانے نہیں آئے گا۔"

اگر رئیس زادے نے پوچھا: "کیوں ڈارلنگ کیا بات ہے، وہ راضی نہیں ہو رہی ہے؟"

اس عورت نے کہا: "ہاں وہ ابھی تک اپنے غرور میں مبتلا ہے۔"

رئیس زادے نے کہا: "اب میرا خیال ہے کہ اسے پسند آئے گی۔"

"نہیں پسند آئے گی۔ اس پر ظلم کرنا ہوگا۔ تبھی وہ راستے

اُس عورت نے کہا: "نہیں ابھی ذرا اور صبر کرو۔ ابھی میں نے محسوس کیا ہے کہ ان تین دنوں میں شہناز کے بدن کی خوشبو زائل ہونے لگی ہے۔ بہت دھیمی دھیمی سی مہک رہ گئی ہے۔ چند گھنٹوں کے بعد وہ مہک بھی ختم ہو جائے گی۔ پھر تم اس کے پاس جاؤ گے تو اس کی خوشبو سے سحر زدہ نہیں ہو سکو گے اور اسے اپنے قابو میں آسانی سے کر لو گے۔"

اس وقت تک میں کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ برآمدے پر پہنچ کر میں نے سامی کو اپنے بازوؤں سے آزاد کرتے ہوئے آہستگی سے کہا: "میری جان تم کسی دوسرے راستے سے کوٹھی کے اندر جاؤ میں سیدھے راستے سے جا رہا ہوں۔"

سامی میری گود سے نکل کر ایک طرف چلی گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ اندر تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر کسی کی اس بات کی توقع نہیں تھی کہ اس وقت اتنی صبح کوئی شہناز سے ملنے آئے گا۔ اس عورت ..... نے آگے بڑھ کر پوچھا: "کون ہے؟"

میں نے آہستگی سے کہا: "میں طارق محمود ہوں۔ اپنے گھر میں آیا ہوں۔ تم کون ہو جو مجھ سے سوال کر رہی ہو؟"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی پھر اس عورت نے کہا: "اچھا، تو تم شہناز کے شوہر ہو۔ ٹھیک ہے میں دروازہ کھول رہی ہوں۔"

میں انتظار کرنے لگا۔ بند دروازے کے پیچھے وہ لوگ آپس میں کھچڑی پکا رہے تھے۔ صلاح مشورہ کر رہے تھے کہ کیا کرنا چاہیے۔ پھر وہ رئیس زادہ اور اس کے کرائے کے دو غنڈے دروازے کے پیچھے جا کر چھپ گئے۔ رئیس زادے کی ساتھی نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی مسکرا کر بولی: "آیئے۔ تشریف لائیے آپ مجھے نہیں پہچانتے ہیں شہناز کی بہت ہی عزیز سہیلی ہوں۔"

میں نے دروازے کو پار کر کے ڈرائنگ روم میں قدم رکھتے ہوئے پوچھا: "شہناز کہاں ہیں؟"

وہ بولی: "شہناز غسل خانے میں ہے۔ تھوڑی دیر میں آ جائے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے کے پیچھے سے نکل کر رئیس زادے نے ریوالور کی نال میری گردن پر رکھ دی۔ پھر سخت لہجے میں بولا: "خبردار۔ شور نہ مچانا ورنہ گولی مار دوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنی ساتھی کو اشارہ کیا تو اس ..... لڑکی نے آگے بڑھ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر

وہ رئیس زادہ پیچھے ہٹ گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ دروازے کے پیچھے چھپے ہوئے تین شخص نظر آئے۔ اُن میں ایک رئیس زادہ تھا اور دو اس کے کرائے کے غنڈے تھے۔ میں نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیا ماجرا ہے؟"

رئیس زادے نے میرا مذاق اُڑانے کے انداز میں کہا۔ "او نہہ تم ماجرا کیا پوچھ رہے ہو۔ ہمیں سب معلوم ہے کہ ایک عرصے سے تم شہناز کے شوہر ہو۔ تمھاری شادی ہو چکی ہے لیکن شہناز تمہیں اپنے پاس پھٹکنے کی اجازت بھی نہیں دیتی اور تم ایسے شخص ہو کہ اب تک اس کے غلام بنے ہوئے ہو۔ آج ہم غلامی کا طلسم توڑ دینا چاہتے ہیں۔ میں شہناز کے اس سحر کو ختم کر دینا چاہتے ہیں جس کے ذریعے وہ تمام مردوں کو دیوانہ بنا کر رکھتی ہے اور اُن سے نفرت کرتی ہے۔"

میں نے خوشدلی سے مسکرا کر کہا: "یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ کوئی تو شہناز کا طلسم توڑے گا۔ ویسے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ جو تمھارے ہاتھ میں ہے کیا یہ اصلی ریوالور ہے؟"

رئیس زادے نے ناگواری سے کہا: "کیا تم اسے مذاق سمجھ رہے ہو؟"

"نہیں۔ میں مذاق نہیں سمجھ رہا ہوں۔ بلکہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ اصلی ریوالور ہے یا نقلی؟ ذرا اسے میرے ہاتھ میں دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں اس رئیس زادے کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اُس نے فوراً وہ ریوالور میرے حوالے کر دیا۔ ریوالور ہاتھ میں آتے ہی میں نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تو وہ ایک دم سے بوکھلا کر مجھے دیکھنے لگا۔ کرائے کے غنڈے مجھے غافل سمجھ کر مجھ پر حملہ کرنا ہی چاہتے تھے کہ میں نے پیچھے ہٹ کر للکارتے ہوئے کہا: "خبردار۔ مجھ سے چالاکی نہ دکھانا۔ ورنہ میں بے دریغ گولی چلا دوں گا۔ تم تینوں کی یہاں لاشیں نظر آئیں گی اور میں یہ رپورٹ درج کرانے میں حق بجانب ہوں گا کہ تم لوگ میرے گھر میں چوری، ڈکیتی اور دوسری واردات کے لیے داخل ہوئے تھے میں نے اپنے بچاؤ کے لیے تم پر گولی چلا دی۔"

وہ تینوں سہم کر مجھے دیکھ رہے تھے۔ رئیس زادے کی ہاتھی کا چہرہ بھی زرد پڑ گیا تھا۔ وہ رئیس زادے سے بولے۔ "یہ کیا کیا آپ نے؟ آپ نے یہ ریوالور اس کے حوالے کیوں کر دیا؟"

رئیس زادے نے کہا: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ طاقت کی... باتوں میں کیا جادو ہے۔ اس کے بولتے ہی میں نے ریوالور اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔ پتہ نہیں ایسا کیوں ہوا۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "یہ بات تم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ ویسے آج کی بات یاد رکھو۔ ہم دونوں میاں بیوی جادو جانتے ہیں۔ میری بیوی اپنے بدن کی خوشبو سے دوسروں کو سحر زدہ کرتی ہے اور میں اپنی باتوں سے لوگوں کو اتنی جلدی قائل کر دیتا ہوں کہ وہ ریوالور جیسے خطرناک ہتھیار بھی میرے حوالے کر دیتے ہیں۔ اچھا اب اس کوٹھی کا رُخ نہ کرنا۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو یہاں سے چلے جاؤ اور اِدھر پلٹ کر بھی نہ دیکھو۔ میں تم پر نہیں بلکہ تمھارے ساتھی کو بھی اس بار معاف کرتا ہوں۔ اگر پھر ایسی کوئی حرکت ہوئی تو معاف کرنا تو دُور کی بات ہے لوگوں کو ایسی سزائیں دوں گا کہ دوسرے لوگ بھی میری بیوی کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکیں گے۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

وہ سب وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلتے ہوئے ڈرائنگ روم سے باہر چلے گئے۔ میں نے دروازے کو بند کر دیا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کمرے کی طرف جہاں شہناز کو قید کیا گیا تھا۔ میں نے اس دروازے کو کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی شہناز نے مجھے حیرانی سے دیکھا اور بولی: "تم تم واپس آ گئے ہو؟"

"ہاں واپس بھی آ گیا ہوں اور تمھارے دشمنوں کو یہاں سے بھگا بھی دیا ہے۔ آؤ باہر آ جاؤ۔"

وہ کمرے کے اندر سے آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے پاس آئی اور میرے سامنے سے گزرتے ہوئے ڈرائنگ کی طرف جانے لگی۔ اس کی چال میں بڑی نزاکت تھی۔ عجیب دلکشی تھی کہ دل اس کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ بھری بہار کے نظارے لگا ہوں کے سامنے پھر جاتے۔ اُس کا حسن واقعی ایسا تھا کہ اُس کی مثال کسی دوسری سے نہیں دی جا سکتی تھی۔ یقیناً وہ دوسروں کو تڑپانے میں بجانب تھی۔ بالکل اچھوتی رہنا چاہتی تھی تاکہ کوئی اسے چھو سکے۔ نہ میلا کر سکے لیکن میں نے اُسے جب بھی میرے سینے میں دل مچل مچل گیا۔

میں نے اُس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "سنو! یہ بتاؤ کہ اُن لوگوں نے تمھیں کب سے قید کر رکھا تھا؟"

"جب سے تم گئے ہو اس کے دوسرے دن سے نے مجھ پر زیادتی کرنی شروع کی تھی۔ مجھے مجبور کر میں اپنے آپ کو اپنے معیار سے اپنی نظروں سے گرا

یقین میں نے تسلیم نہیں کیا۔ اُنھوں نے مجھے اس کمرے میں قید کر دیا تھا۔ میں نے تین دن سے غسل نہیں کیا ہے اور نہ ہی ...ہن لگایا ہے میرے جسم میں عجیب سی بے چینی محسوس ہو رہی ہے۔ پسینے سے بھیگ رہی ہوں۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ میرے جسم پر پسینے کی بُو چھا گئی ہے۔"

میں نے اُس کی باتوں کے مطابق محسوس کیا واقعی اب کے بدن سے وہ سحر زدہ کر دینے والی خوشبو نہیں اُٹھ رہی تھی۔ تین دنوں تک مسلسل قید رہنے کے باعث اور غسل کرنے کے باعث اُس کے بدن سے پسینہ اس قدر بہتا ہوا تھا کہ اس پر پسینے کی مہک حاوی ہو گئی تھی اور اب وہ ایک عام سی عورت تھی جو کہ سحر زدہ نہیں کر سکتی تھی۔

میں نے اُس کے قریب ہو کر کہا: "شہناز، اب وہ میری جادو گری چھوڑ دو۔ آج کے واقعہ سے سبق حاصل کر لو کہ تم دو مردوں کو تڑپاتی رہتی ہو تو ہر شخص شریف آدمی نہیں ہوتا۔ کچھ لوگ بدمعاش بھی ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ہیجڑے اور ضدی ہوتے ہیں اور ضد میں آ کر تمھیں حاصل کرنے کے لیے تمھیں جانی اور مالی نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ میں تم پہنچ گئیں کہ میں اتفاق سے یہاں آ گیا تھا۔ اگر میں نہ آتا تو وہ لوگ تمھارا بہت بُرا حال کر دیتے۔"

"میں ایک ہی بات جانتی ہوں کہ مجھے اچھوتی بن کر رہنا ہے۔ میں انمول ہوں۔ میرا کوئی مول نہیں ہے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔"

وہ جانے کے لیے مڑنا چاہتی تھی۔ میں نے اُس کا بازو پکڑ لیا۔ پھر اُسے کہا: "ٹھہرو۔ میں سب سے پہلا دیوانہ ہوں جو تم پر عاشق ہوا اور تمھارا فوٹو ہر بنا۔ تم مجھے بھی تڑپا سکتی ہو لیکن اب ہم میاں بیوی کی حیثیت سے اس طرح زندگی گزاریں گے تم میری ہو اور میری بن کر رہو گی۔"

وہ ایک دم سے بھڑک گئی۔ اور ہانپتے ہوئے بولی۔ "خبردار مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ میں کبھی کسی کو اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔"

مجھے غصہ آ گیا۔ میں چاہتا تو اب.... ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُس کے دماغ کو اپنی طرف مائل کر سکتا تھا۔ میں اس قوت کے ذریعے اُسے زیر کر سکتا تھا لیکن میں نے اُسے بھینچ کر دوبارہ اسی کمرے میں پہنچا کر دروازہ بند کر دیا اور کہا: "ٹھیک ہے تمھاری یہی سزا ہے کہ تم کمرے میں ہی رہو میں اب تمھیں اس اٹیچن کو استعمال کرنے کا موقع نہیں دوں گا اور نہ ہی تم غسل کر سکو گی۔ میں رات بھر کا جاگا ہوا ہوں۔ اب آرام سے سونے کے بعد مقدر کی نئی ترویز دریافت کروں گا۔"

وہ دروازہ پیٹنے اور چیخنے چلانے لگی۔ میں نے کہا۔ "تم لاکھ چیخو چلاؤ۔ مجھ پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ پڑوسی اگر آ کر پوچھیں گے تو میں کہوں گا کہ یہ میاں بیوی کا جھگڑا ہے۔ ہم دونوں کے درمیان کوئی کچھ نہ بولے اور اگر بہت زیادہ بات بڑھ گئی تو میں اس بات کو ظاہر کر دوں گا کہ تم میاں بیوی کے رشتے سے انکار کر رہی ہو اور میں شوہر کی حیثیت سے تمھیں قائل کرنے پر مجبور کر سکتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں کچن میں گیا اور وہاں ناشتہ تیار کرنے لگا۔ میں زور زبردستی کا قائل نہیں تھا اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُسے قائل کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہ مردانگی نہ ہوتی۔

وہاں چائے تیار کرنے کے بعد میں نے انڈے کے پوچ بنائے اور ڈبل روٹی کے سلائس لے کر شہناز کے کمرے کی طرف گیا۔ میں نے دروازے کو نہیں کھولا بلکہ کھڑکی کے راستے جالی کے نیچے پلیٹ بڑھاتے ہوئے کہا: "یہ لو تمھارے لیے ناشتہ تیار ہے اور اس تھرماس میں چائے ہے اسے پی لو اور خاموشی سے سزا کاٹتی رہو۔ میں ناشتہ کرنے کے بعد تھوڑی دیر اپنی نیند پوری کروں گا۔ اس کے بعد تمھارے پاس آؤں گا اس وقت تک تم فیصلہ کر لو کہ تمھیں اتنی بڑی دنیا میں کسی ایک مرد کی ہو کر رہنا ہے۔"

یہ کہہ کر میں واپس کچن میں آیا اور ناشتہ کرنے سے پہلے سامی کو آواز دی۔ آواز دیتے ہی وہ کچن میں داخل ہوئی۔ اُس کے منہ میں ایک بڑا سا گتے کا ڈبہ دبا ہوا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر پوچھا: "میری جان یہ کیا چیز ہے کہاں سے اُٹھا کر لائی ہو؟"

قریب پہنچتے ہی مجھے اس ڈبے سے خوشبو محسوس ہوئی۔ یہ وہی خوشبو تھی جو شہناز کے بدن سے آیا کرتی تھی۔ میں نے اُسے لے کر اور پھر اسے کھول کر دیکھا تو اس ڈبے کے اندر ایک بٹن بھرا ہوا تھا۔ پتہ نہیں شہناز نے اُسے کہاں چھپا کر رکھا تھا اور یہ سامی اُسے کہاں سے ڈھونڈ کر لے آئی تھی۔ بہرحال وہ ڈبہ میرے ہاتھ میں آتے ہی میرے دماغ نے کہا کہ یہ بہت اچھا ہوا۔ اب میں شہناز کو اس بٹن تک پہنچنے نہیں دوں گا۔ اُسے ایک عام عورت بنا کر رکھوں گا۔ پھر دیکھوں گا کہ وہ کس طرح سحر زدہ کرتی ہے۔

میں نے ایک بڑے سے پیالے میں سامی کے لیے

دودھ آملیٹ پھر اس کے آگے رکھ دیا اور خود ناشتہ کرنے لگا۔ ناشتہ کرنے کے بعد میں اس آبٹن کو لے کر شہناز کی خواب گاہ میں آگیا۔ شہناز دوسرے کمرے میں قید تھی۔ میں اُس کی خواب گاہ میں اپنی نیند پوری کرنا چاہتا تھا۔ سونے سے پہلے میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ اگر میں اس آبٹن کو خود استعمال کروں تو کیسا رہے گا؟

میں تھوڑی دیر تک غور کرنے لگا۔ یہ ایک مضحکہ خیز بات تھی کہ آبٹن عورتیں استعمال کرتی ہیں اور اُسے مجھ جیسا مرد استعمال کرے لیکن یہاں جادو کا توڑ کرنا تھا۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے جیسا شہناز نے میرے ساتھ کیا تھا وہی حرکت میں شہناز کے ساتھ کر سکتا تھا۔ آبٹن لگا کر اُسے مسحور کر سکتا تھا۔ وہ میرے بدن کی خوشبو سے مسحور ہو سکتی تھی۔

اچھی طرح غور کرنے کے بعد میں نے اس آبٹن کو استعمال کرنا شروع کیا۔ اپنے کپڑے اتار کر میں نے اُسے اپنے بدن پر اچھی طرح رگڑا اور جب پوری طرح اس آبٹن کی مالش ہو گئی تو میں آرام سے بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میں چار گھنٹے تک آرام سے سوتا رہوں۔ اُس کے بعد میری آنکھ کھل جائے۔ اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو کوئی کرے میں داخل ہونا چاہے تو میری آنکھ کھل جائے۔ میں حسبِ معمول وہی ہدایتیں دے کر سو گیا۔

دن کے بارہ بجے تک میں اس دُنیا سے غافل ہو گیا اس دُنیا میں جتنے رشتے ہیں جتنی محبتیں ہیں جتنی نفرتیں ہیں اور ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ جو سازشیں کرتا ہے اور پھر ان سازشوں کے جواب میں دوسری سازشیں ہوتی ہیں۔ ان سب باتوں سے مجھے نجات مل گئی تھی۔ انسان کے لیے نیند بہت ضروری ہے۔ نیند کے بہانے انسان عارضی طور پر گویا کہ مر جاتا ہے اور اتنی بڑی دُنیا سے غافل ہو کر اپنے دماغ کو پُرسکون بنا لیتا ہے انسان کو نیند نہ آتی تو شاید اسے کبھی ذہنی سکون حاصل نہ ہوتا۔ میں دن کے بارہ بجے تک دنیا اور اس دُنیا والوں کے تمام بدمعاشوں سے نجات حاصل کر چکا تھا۔ پھر وقتِ مقررہ پر میری آنکھ کھل گئی اور میں اسی دنیا کی دلدل میں بیدار ہو گیا۔

سب سے پہلے میں باتھ روم میں گیا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ایک اچھا سا لباس پہنا۔ پھر وہاں سے نکل کر اس کمرے کی طرف گیا جہاں شہناز قید کیا گیا تھا۔ میں نے اس کا دروازہ کھول دیا۔ شہناز کمرے کے اندر ایک پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔ دروازہ کھلنے پر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ کہتے کہتے رک گئی۔ حیرانی سے مجھے دیکھنے لگی۔ وہ میرے بدن سے اٹھنے والی خوشبو کو محسوس کر رہی تھی اور بڑے ہی تعجب سے مجھے دیکھتی جا رہی تھی۔ میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اُس کی سوچ نے بتایا کہ وہ خوشبو سے متاثر ہو رہی ہے۔ متاثر ہونے کی کئی وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ طلسمی خوشبو سونگھنے والوں کو بالکل سحر زدہ کر دیتی تھی اور اس کے طلسم سے نکلنا ممکن نہ ہوتا تھا۔ میں خود بھی اُس کے سامنے بالکل غلاموں کے سے انداز میں اس کی مانتا رہا تھا اور اُس کے مزاج کے خلاف کبھی میں نے قدم نہیں اٹھایا تھا۔ اس خوشبو کے اثر انداز ہونے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ تین دنوں سے اپنے ہی بدن کے میں بھیگ رہی تھی اور اُسے پسینے کی بو کے سوا اچھی خوشبو نصیب نہیں ہوئی تھی اب آبٹن کی مہک اس کے دماغ پر چھا رہی تھی۔ اُس کی آنکھیں یوں خمار آلود ہو گئی تھیں جیسے وہ نیند سے جاگنا چاہتی ہو لیکن نیند غالب آ رہی ہو۔ جیسے وہ شراب پینا نہ چاہتی ہو اور ان پر بے ہی مدہوشی ہوتی جا رہی ہو۔ میں اس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ وہ کترا کر جانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس کمرے سے باہر نہ نکلو۔ میرے واپس آنے تک"

یہ میرا حکم نہیں بلکہ اس خوشبو کی جادوگری تھی۔ وہ رُک گئی۔ پھر پلٹ کر جھجکتے ہوئے ہچکچاتے ہوئے میرے بالکل قریب آ گئی۔

میں نے کہا۔ "دیکھو میرے بدن سے کیسی خوشبو پھوٹ رہی ہے؟"

وہ نیم مدہوشی کے عالم میں کبھی سنبھل رہی تھی کبھی بہک رہی تھی اور میں اُسے بہکا رہا تھا۔ اس کا جادو اُسے لوٹا رہا تھا۔ اِس دُنیا کا یہی دستور ہے جو جیسا کرتا ہے ویسا بھرتا ہے جو بوتا ہے وہ کاٹتا ہے جو دوسروں کو دیتا ہے وہی اُسے ایک دن واپس ملتا ہے اور وہ سب کچھ شہناز کو پوری طرح واپس مل رہا تھا۔

بڑی دیر ہوتی چلی گئی۔ اتنی دیر کہ اتنی دیر میں تو میں جانتا کہ میں کتنی دیر تک کہاں گم رہا۔ میرا

سارا وقت کہاں اور کیسے گزر گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک کرسی پر بیٹھا سگریٹ سلگا رہا تھا۔ بند کمرے کی تاریکی اور خاموشی میں ہولے ہولے رونے اور سسکنے کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ اپنے غرور کی موت پر ماتم ہو رہا تھا۔ میں وہاں سے اُٹھ کر دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گیا۔ سامنے بھی کہیں سے ہمت کر کے باتھ روم میں بیٹھ گئی۔ میں پیار سے اُسے سہلانے لگا۔ اسی شریر کی یہ ساری شرارتیں تھیں۔ اسی نے مجھے آبٹن کا ڈبہ لا کر دیا تھا۔

اس وقت دن کے دو بج رہے تھے۔ مجھے مرجانہ کی یاد آئی۔ وہ جلد ہی راولپنڈی جانے والی تھی۔ شاید اُس نے روانگی کی ساری تیاریاں مکمل کر لی ہوں گی۔ اس کے ساتھ کرم دین کا جانا بھی ضروری تھا۔ یہ سوچتے ہی میں مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں معلومات حاصل ہوئیں کہ واقعی اُس کی روانگی کی تیاری مکمل ہو چکی ہے۔ آج شام کو ایک فلائٹ سے وہ راولپنڈی جانے والی ہے اور اُس نے اپنے ساتھ کرم دین کے لیے بھی ایک سیٹ ریزرو کرائی ہے اور وہ اپنے عاشق جن کے انتظار میں ہے کہ وہ رابطہ قائم کرے تو وہ اُسے بتائے... کہ کرم دین کے لیے سیٹ ریزرو ہو چکی ہے لہٰذا کرم دین کو طیارے تک لانا اس جن کا کام ہے۔ وہ بے چینی سے گویا کہ میرا انتظار کر رہی تھی۔

اس وقت وہ زرینہ اور اُس کے گھر والوں کے ساتھ ڈائننگ روم میں بیٹھ کر دوپہر کا کھانا کھا رہی تھی۔ زرینہ کے والد نے اُس سے کہا۔ "بیٹی تم نے دو سیٹیں ریزرو کرائی ہیں۔ بھئیں اس بات کا اطمینان ہے کہ کرم دین ضرور ایئرپورٹ پہنچے گا۔ لیکن مجھے تو ایسے آثار نظر نہیں آتے۔ وہ ایک نمبر بدمعاش ہے۔ اُسے بھاگنے کا موقع تم نے دیا ہے اب پتہ نہیں وہ یہاں سے کتنی دُور نکل گیا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ شہر ہی چھوڑ کر چلا گیا ہو؟"

مرجانہ نے کہا۔ "انکل آپ اس جن کا کمال دیکھ چکے ہیں۔ وہ آپ لوگوں کے پاس بھی..... آ گیا تھا اور اس نے اپنی موجودگی کا ثبوت پیش کیا تھا۔ وہ یقیناً اس کرم دین کو میرے پاس ایئرپورٹ پہنچائے گا۔ میں اسی کا انتظار کر رہی ہوں۔"

ویسے یہ بات میرے دماغ میں نہیں آئی تھی کہ کرم دین شہر چھوڑ کر کہیں جا سکتا ہے۔ میں نے تو یہی سوچا تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ کراچی شہر میں چھپتا پھرے گا تو میں اُسے پکڑ کر ایئرپورٹ پہنچا دوں گا۔ جب یہ خیال آیا کہ وہ شہر سے باہر بھی جا سکتا ہے تو میں فوراً ہی کرم دین کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس وقت وہ کینٹ اسٹیشن سے ایک ٹرین پر سوار ہو چکا تھا اور وہ ٹرین وہاں سے روانہ ہو چکی تھی اور اپنی مخصوص رفتار سے کراچی شہر کی حدود سے گزر رہی تھی۔ چھوٹے چھوٹے اسٹیشنوں کو پار کر رہی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ اب اُسے اس چلتی ٹرین سے کیسے اتاروں۔ کچھ کہ وہ میل ٹرین تھی اور چھوٹے اسٹیشنوں پر رُکنے والی نہیں تھی۔ اگر میں اُس کے دماغ میں بیٹھ کر زور لگا کر بھینچ دیتا تو گاڑی رُک جاتی اور وہ آسانی سے اُتر جاتا۔ لیکن اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر پولیس والے اُسے پکڑ لیتے تو معاملہ بڑھ جاتا اور وہ شام تک ایئرپورٹ نہ پہنچ سکتا۔ بہت سے مسائل سے گزرنا پڑتا۔ میری پریشانی بڑھ جاتی۔ میں سوچنے لگا کہ کیا کروں؟

میں سوچتے سوچتے وہ ٹرین کراچی کی حدود سے باہر نکل گئی۔ میں حیران پریشان اس فکر میں مبتلا ہو گیا کہ مرجانہ کے سامنے اپنا وعدہ کیسے پورا کروں گا۔ ایک آخری تدبیر وہی تھی کہ گاڑی کی زنجیر کھینچ دی جائے اور گاڑی رُکتے ہی اُسے وہاں سے اتار کر سرپٹ بھگا یا جائے تاکہ پولیس والے اُسے نہ پکڑ سکیں۔ لیکن ایسا سوچنے کے دوران ہی میں نے اُس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ ٹرین آہستہ آہستہ رُکنے والی تھی۔ پیری مل کے قریب سگنل نہیں مل رہا تھا اس لیے ٹرین رُک رہی تھی۔ میں نے اُس کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو کر اُسے مجبور کیا کہ وہ اپنی چھوٹی سی اٹیچی لے کر فوراً اتر جائے۔ جب ٹرین رُک گئی تو وہ وہاں سے اُتر کر نیشنل ہائی وے کی طرف دوڑنے لگا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اس سڑک پر پہنچ کر کسی گاڑی والے سے لفٹ حاصل کر کے واپس مرجانہ کے پاس پہنچ جائے۔

تھوڑی دیر بعد وہ سڑک پر پہنچ کر وہاں سے گزرنے والی گاڑیوں کو ہاتھ دکھا دکھا کر لفٹ مانگنے لگا لیکن وہ اپنے حلیے سے کوئی پھٹیچر بدمعاش لگتا تھا۔ بڑی بڑی کاروں والے اس کی خاطر اپنی گاڑی روک کر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے اُس کے سامنے سے گزر جاتے تھے۔ آخر میں نے اسے پیدل ہی چلاتا

شروع کیا۔ تھوڑی دور چلانے کے بعد میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تو وہ لڑکھڑا کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے چاروں طرف حیرانی سے دیکھنے لگا اور سوچنے لگا کہ وہ ٹرین میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں کیسے پہنچ گیا۔ اگر پہنچ ہی گیا ہے تو اسے پھر واپس ٹرین کی طرف جانا چاہیے لیکن بہت دیر ہو چکی تھی اور گاڑی وہاں سے روانہ ہو چکی تھی۔ اب اس کے سامنے ایک ہی راستہ تھا کہ وہ کراچی واپس جائے لیکن کراچی جانے کا خیال آیا تو مرجانہ کا بھی خیال آیا۔ وہ واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ ڈرتا تھا کہ مرجانہ اسے کہیں نہ کہیں تلاش کر لے گی۔ وہ واپس پلٹ کر دوسری سمت جانے لگا۔

میں نے پھر اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے واپس پلٹا دیا اور کراچی کی طرف لے جانے لگا۔ کبھی اسے تیزی سے چلاتا تھا اور کبھی دوڑاتا تھا۔ آخر ایک میل تک اسی طرح چلانے اور دوڑانے کے بعد میں پھر اس کے دماغ سے نکل گیا۔ وہ پھر ہانپتے ہوئے سوچنے لگا کہ وہ کیوں دوڑ رہا تھا۔ کیوں ہانپ رہا ہے۔ تب اس نے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد یہ معلوم کیا کہ وہ انجانے طور پر پھر کراچی شہر کی طرف ہی چل پڑا ہے لہٰذا اسے وہاں سے واپس جانا چاہیے۔ شہر کی طرف نہیں جانا چاہیے۔ وہ پلٹ کر دوسری طرف جانا چاہتا تھا لیکن پھر میں نے اسے پلٹا دیا اور شہر کی طرف دوڑانے لگا۔ کئی فرلانگ تک دوڑانے رہنے کے بعد پھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ وہ تھک کر نڈھال ہو چکا تھا۔ سڑک کے کنارے اپنی اٹیچی رکھ کر اس پر بیٹھ گیا اور سر پکڑ کر سوچنے لگا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ دوڑ بھاگنا چاہتا ہے لیکن نہیں کیسے کراچی شہر کی طرف دوڑنے لگتا ہے اور اس راستے کو طے کرتا ہوا شہر کے قریب پہنچتا جا رہا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ یہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔

آخر اس نے سوچا کہ جب وہ اتنی دور چل کر آ ہی گیا ہے تو اب لانڈھی زیادہ دور نہیں ہے۔ وہ لانڈھی کے علاقے میں جا کر چھپا رہے گا اور کسی دوسری ٹرین کے ذریعے لاہور کی طرف بھاگ جائے گا۔ یہ سوچ کر وہ اپنی اٹیچی لے کر وہاں سے آگے بڑھنے لگا۔ جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ لانڈھی تک پیدل چلتا رہے گا تو میں اسے چھوڑ کر مرجانہ کے پاس آیا۔ اتنی دیر میں وہ لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تھے اور ان کے درمیان چائے کا دور چل رہا تھا۔

میں زرینہ کے بھائی جاوید کے دماغ میں پہنچ کر فوراً ہی گیا۔ جاوید نے فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "مرجانہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ مجھے بہت پریشانی اٹھانی پڑی ہے کریم دین کراچی شہر چھوڑ کر لاہور کی طرف بھاگ رہا تھا۔ میں نے اسے ٹرین سے اتار دیا ہے۔ اب وہ نیشنل ہائی وے پر چلتا ہوا لانڈھی کی طرف جا رہا ہے۔ تم کار لے کر فوراً نیشنل ہائی وے کی طرف جاؤ اور اسے لے کر آجاؤ۔ پھر ہم تک پلیز ——— کا وقت نہیں ہو گا۔ اس لئے تم اسے سرونٹ کوارٹر میں بند کر کے رکھنا۔ ورنہ اسے پھر پکڑ کر لانا مشکل ہو جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی دوسری ٹرین سے فرار ہو جائے۔"

میری بات سنتے ہی مرجانہ اور زرینہ اٹھ گئیں۔ انھوں نے زرینہ کے والدین سے کہا کہ وہ کار لے کر نیشنل ہائی وے کی طرف جا رہی ہیں۔ میں نے جاوید کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ زرینہ کے باپ نے کہا "ٹھیک ہے تم دونوں لڑکیاں تنہا نہ جاؤ۔ اپنے بھائی جاوید کو بھی لے جاؤ۔"

وہ تینوں کوٹھی سے نکل کر گیراج کی طرف آئے۔ پھر کار میں بیٹھ کر نیشنل ہائی وے کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں ان کے پاس سے نکل کر پھر کریم دین کے پاس پہنچ گیا۔ اٹیچی اٹھائے ہوئے آہستہ آہستہ چلتا ہوا تھکن اتارتا ہوا لانڈھی کی طرف جا رہا تھا۔

مجھے پون گھنٹے تک کبھی کریم دین اور کبھی مرجانہ کے دماغ میں جھانکتے رہنا پڑا اور مرجانہ کو گائیڈ کرتے رہنا پڑا کہ اسے کدھر جانا چاہیے اور کریم دین نیشنل ہائی وے کے کس حصے کی طرف اسے مل سکتا ہے۔ پون گھنٹے کے بعد مرجانہ اس جگہ پر پہنچ گئی جہاں سے کریم دین گزر رہا تھا۔ اس نے کار سے اتر کر کریم دین کو آواز دی تو وہ بوکھلا گیا۔ گھبرا کر وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا کہ میں پھر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں اسے پلٹا کر مرجانہ کے پاس لے آیا۔ مرجانہ نے اسے پکڑ کر پچھلی سیٹ پر بٹھایا۔ پھر جاوید نے کار اسٹارٹ کی اور اسے گھما کر واپس شہر کی طرف لے جانے لگا۔ میں ان کی طرف سے مطمئن ہو کر پھر شہناز کے ڈرائنگ روم میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

سامی میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر وہ میری دائیں ہتھیلی کی پشت کو زبان سے چاٹنے لگی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے بھوک لگ رہی تھی۔ مجھے یاد آیا کہ ہم نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا ہے۔

کھانا تیار کرنے والی ملازمہ بھی ان دنوں وہاں کوٹھی میں موجود نہیں تھی۔ میں سوچنے لگا کہ اب خود ہی اٹھ کر اپنے لیے کچھ کھانا تیار کرنا ہو گا۔ اتنے میں شہناز کمرے سے باہر آئی۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی اس نے سر کو جھکا لیا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اپنے بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ میں نے اسے آواز دی "شہناز ادھر آؤ۔"

یہ کہہ کر میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ رک گئی تھی لیکن میرے پاس واپس آنا نہیں چاہتی تھی۔ جب میں قریب گیا اور میرے بدن سے اٹھنے والی خوشبو اس کے نتھنوں تک پہنچنے لگی تو وہ بے اختیار پلٹ گئی اور مجھے یوں دیکھنے لگی جیسے نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے دیکھتے رہنے پر مجبور ہو اور اپنی ضدی طبیعت کے باوجود میرے حکم کے مطابق کرنے پر بھی مجبور ہو گئی ہو۔ میں نے کہا "بہت دیر ہو چکی ہے اور مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ کیا آج تم کھانا تیار نہیں کرو گی؟"

اس نے سر جھکا کر کہا "میں ملازمہ نہیں ہوں۔ میں اپنے کام اپنے ہاتھوں سے نہیں کرتی۔ اگر بھوک لگی ہے تو آپ باہر جا کر ہوٹل سے کھانا لے آئیں۔ میں بھی کھا لوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ پھر اپنی خواب گاہ کی طرف جانے لگی۔ میں چاہتا تو اسے روک سکتا تھا اسے حکم دے کر کھانا تیار کرنے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن مجھے یاد آیا کہ وہ تین دنوں سے قید تھی اور غسل نہیں کر سکی تھی اور اب تو غسل کرنا اس کے لیے لازمی ہو گیا تھا اس لیے میں نے اسے جانے دیا۔ جب وہ اپنی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچی اور اسے کھول کر اندر داخل ہونا چاہا تو میں نے آواز دی۔ "غسل کرنے کے بعد فوراً ہی اچھا سا لباس پہن کر تیار ہو جاؤ ہم کسی ہوٹل میں لنچ کے لیے جائیں گے۔ مجھے بھوک لگی ہے۔ زیادہ انتظار نہ کرانا۔"

اس نے پلٹ کر میری بات سنی تھی۔ پھر خاموشی سے اپنی خواب گاہ میں واپس چلی گئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد ڈرائنگ صوفے پر بیٹھ کر غلام کے پاس پہنچ گیا۔ غلام کراچی پہنچا ہوا تھا اور ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل میں اس کا قیام تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ اس نے ہانپتے ہوئے کہا "آقا آپ کہاں تھے۔ میں بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہا تھا مجھے کب تک یہاں تنہا رہنا پڑے گا؟"

میں نے کہا "فکر نہ کرو۔ میں اسی شہر میں آ گیا ہوں اور اب گھنٹہ آدھ گھنٹہ بعد تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ میرے ساتھ میری وائف بھی ہو گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "وائف یعنی کہ بیوی۔ کیا آپ نے یہاں آ کر شادی کر لی ہے؟"

"نہیں شادی نہیں کی لیکن تمہیں یاد ہو گا کہ جس طارق محمود کا روپ میں نے اختیار کیا ہوا ہے اس کی ایک بیوی شہناز تھی جو اسے فریب دے کر یہاں آ گئی تھی۔ وہی شہناز اب مجھے اپنا شوہر سمجھتی ہے۔ اس وقت سے فی الحال وہ میری بیوی ہے اور ہم ابھی لنچ کے لیے تمہارے پاس آ رہے ہیں۔"

شہناز نے غسل کرنے اور بننے سنورنے میں ایک گھنٹہ صرف کر دیا۔ لیکن جب وہ اپنی خواب گاہ سے نکل کر میرے سامنے آئی تو دیکھنے کی چیز تھی۔ ایسی سجی بنی تھی کہ نگاہوں کے سامنے بھری بہار کے جلوے لٹا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر نگاہیں ہٹانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اتنے عرصے کے بعد ایک حسین عورت ایسی دکھی تھی جو اپنے جسم کو بھی سنبھال کر رکھتی تھی اور بننے سنورنے کا سلیقہ بھی جانتی تھی۔ اس پر خوبی یہ کہ قدرت نے اسے بے پناہ حسن دیا۔ اسے مکھن کا سا بدن اور شہد کی سی مٹھاس دی تھی۔ پسینے کی جذباتی خوشبو اور آبٹن کی مدہوش کر دینے والی خوشبو بھی ملی تھی۔ اس پر اداؤں کا طلسم یہ تھا کہ غرور سے انکار بھی کرتی تھی اور جذبوں کی روانی میں اقرار کرتی ہوئی کشاں کشاں چلی آتی تھی۔

میں کشاں کشاں اس کی طرف چلا آیا۔ قریب پہنچ کر بانہیں محبت میں اور جذبوں میں ڈوب کر کیا دیکھتا رہا اور وہ خاموشی سے سنتی رہی۔ پھر ہم دونوں کوٹھی سے نکل کر گیراج میں آئے۔ وہاں سے کار میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف روانہ ہو گئے۔

وہ چپ چپ سی تھی۔ میں نے اس کے دل کا حال معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ چونکہ میرے قریب بیٹھی ہوئی ہے اور میرے بدن سے اٹھنے والی خوشبو اسے متاثر کر رہی ہے تو وہ متاثر ہو کر ہی میرے متعلق سوچ رہی ہے وہی جذباتی کشمکش تھی کہ میرے قریب رہنا نہیں چاہتی تھی۔ ایک مرد کو اپنے پاس برداشت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس کے باوجود خوشبو سے سحر زدہ ہو رہی تھی۔

میں نے سوچا کہ اس وقت یہ میرے بدن کی خوشبو سے متاثر ہے اس لیے میری مخالفت میں زیادہ سنجیدہ نہیں سوچے گی۔ جب یہ مجھ سے دور ہو گی اور میرے بدن کی خوشبو بھی اس سے دور ہے گی تب میں اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھوں گا کہ یہ کیا چاہتی ہے اور میرے متعلق کیا سوچتی اور فیصلہ کرتی ہے۔ فی الحال تو مجھے بھوک لگ رہی تھی اور اب ہم ہوٹل کے قریب پہنچ رہے تھے۔ اس لیے میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

غلام ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر سر کو جھکاتے ہوئے سلام کیا۔ میں نے شہناز سے کہا: "اس سے ملو یہ غلام ہے۔ ہم بھی غلام ہے اور یوں بھی غلام بن کر رہنا چاہتا ہے۔ حالانکہ اسلام میں غلامی کا گزر نہیں ہے اس لیے میں آقا اور یہ غلام ہونے کے باوجود دوست کی طرح رہتے ہیں اور ایک ہی دسترخوان پر کھاتے ہیں۔"

شہناز حیران اور اضافاً مسکرا رہی تھی۔ میں نے کہا: "یہ میری بیوی شہناز ہے۔ تم دیکھ رہے ہو... بتاؤ کیا اتنی حسین عورت تم نے پہلے کبھی دیکھی ہے؟"

غلام نے انکار میں سر ہلا کر مسکراتے ہوئے کہا: "آقا بلاشبہ شہناز بیگم بہت ہی حسین ہیں۔ میں اتنا پڑھا لکھا نہیں ہوں میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں ان کے حسن کی تعریف کروں۔"

پھر ہم تینوں ڈائننگ ہال کی طرف چلے گئے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہاں بیٹھے ہوئے لوگ بے اختیار شہناز کو دیکھنے لگتے تھے اور اس پر سے نگاہیں ہٹا نہیں سکتے تھے جو لوگ میرے قریب سے گزرتے تھے وہ ٹھٹک جاتے تھے کیونکہ انھیں میرے بدن سے ایسی خوشبو ملتی تھی جو انھیں چونکا دیتی تھی اور مقناطیس کی طرح کھینچ لیتی تھی۔ عورتیں تو مجھے دیکھتی ہی جا رہی تھیں۔ میں اور شہناز دونوں ہی وہاں ایسے تھے کہ تمام لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ ہمارا جوڑا ایک مثالی جوڑا تھا۔ غلام بھی اپنے ساتھ لے کر ایک میز پر آیا جو کہ اس نے پہلے سے ریزرو کرا رکھی تھی۔ اس میز کے اطراف ہم تینوں بیٹھ گئے۔

ہر آرڈر لینے آیا تو غلام شہناز کی پسند پوچھتے ہوئے کھانے کا آرڈر دینے لگا۔ میں ان دونوں کو مصروف دیکھ کر تھوڑی دیر کے لیے مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں پتہ چلا کہ اس نے کریم دین کو اپنی کوٹھی میں لانے کے بعد اسے سرونٹ کوارٹر میں قید کر دیا تھا اور اب اسے لے کر جانے جانے کے لیے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا وقت رہ گیا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہ کریم دین کو وہاں سے لے کر جانے والی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اگر کریم دین نے ساتھ جانے سے انکار کیا یا طیارے کے اندر پہنچ کر کوئی ہنگامہ کیا یا اس کے ساتھ سفر کرنے پر کوئی اعتراض کیا تو وہاں لوگوں کو اس کے متعلق سمجھانا دشوار ہو جائے گا۔ وہ خواہ مخواہ ایک مسئلہ بن جائے گا۔

میں مرجانہ کے پاس سے واپس آ گیا۔ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ فی الحال پریشان ہوتی ہے۔ جب ایسا وقت آتا تھا تو میں کریم دین کو سنبھالنے کے لیے وہاں پہنچ جاتا تھا۔ غلام نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "آقا میں نے گشتی گاڑی اسی ہزار میں فروخت کر دی تھی۔ وہ اسی ہزار روپے میرے پاس رکھے ہوئے ہیں۔ آپ جب چاہیں لے سکتے ہیں۔"

میں نے چور نظروں سے شہناز کی طرف دیکھا تو وہ اسی ہزار روپے کی بات سن کر حیرانی سے آنکھیں پھاڑے غلام کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا تو میں نے نظریں جھکا لیں۔ وہ شروع سے ہی ایک لالچی عورت تھی۔ پیسوں کے لیے جان دیتی تھی اور اسی لیے وہ کالج میں ڈاکٹر کے بیٹوں کی خاطر اپنے شوہر طارق محمود کی زندگی اور موت کی کشمکش میں پھنسا چھوڑ کر آ گئی تھی۔ دولت کے آگے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔

اس کی دو کمزوریاں اچھی طرح معلوم ہو گئی تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ سب سے زیادہ اپنے بدن کو اہمیت دیتی تھی اور اس کی آخری کوشش یہی ہوتی تھی کہ کوئی اس کے بدن کو ہاتھ نہ لگائے۔ دوسری دولت سے پیار تھا۔ یہی وجہ تھی پچھلے دنوں کئی دولت مندوں نے لاکھوں روپے کی پیش کش کی تھی۔ اسے بڑے بڑے آفر دیے تھے۔ ساری زندگی کی بات کی ضمانت دینے کے لیے تیار تھے کہ وہ دولت میں کھیلتی رہے گی۔ اس کے باوجود اس نے اپنے وجود کا سودا نہیں کیا تھا۔ اسے اپنے آپ سے پہلے پیار تھا۔ پھر دولت دنیا کی دوسری چیز کے متعلق سوچتی تھی۔ دوسری چیز دولت تھی۔ اس کے لیے وہ مکاری اور فریب سے کام لیتی تھی منٹوں بٹنوں سے میرے چہرے کا رنگ اڑا لیتا۔ پھر یہاں آ کر اس نے وہ دھندا شروع کیا تھا کہ لڑکیوں کو بہلا پھسلا کر خوشحال گھرانے کی بیرونی پارلر میں بھیج دیتی تھی جہاں لڑکیاں پھنس جاتی تھیں۔ دلدل میں پھنس جاتی تھیں اور شہناز کو معقول رقم ملتی تھی۔ اسی طرح وہ دولت حاصل کر رہی تھی۔

اب جو اس نے اسی ہزار روپے کی بات سنی تو اس کی رال ٹپکنے لگی اور خاموشی بالکل ختم ہو گئی۔ وہ بالکل ہی نرم پڑ کر اب میری طرف زیر لب مسکراتے ہوئے دیکھنے لگی اور چھیڑ چھیڑ کر باتیں کرنے لگی جیسے مجھ پر فدا ہو۔

وہ بڑی لگاوٹ سے کہہ رہی تھی: "طارق تم ہنگاک سے واپس آ کر بالکل ہی بدل گئے ہو۔ پہلے یہاں بالکل ہی چکر دیتے تھے۔ دولت کمانا جانتے ہی نہیں تھے لیکن اب تم نے کتنے ہی جھنڈے بکھیر لیے ہیں۔ بہرحال تم جو بھی کماؤ گے اس پر میرا حق ہو گا اور میرا حق ہے کیونکہ میں تمہاری بیوی ہوں۔ وہ اسی ہزار روپے میں اپنے پاس رکھوں گی۔ بنک میں میرا اکاؤنٹ ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "میری جان! میں ہی تمہارا محل زیور و دولت کچھ نہ مختاری ہو۔ میں کوٹھی میں چل کر یہ رقم تمہیں دے دوں گا۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ اگر تنہائی ہوتی تو شاید رشوت کے طور پر میرے سینے سے لگ جاتی۔ کھانے کے دوران اس نے غلام سے پوچھا: "تم بھی کوئی دھندا کرتے ہو۔ کچھ کماتے کرتے ہو یا یونہی طارق کے ساتھ رہا کرتے ہو؟"

غلام نے جواب دیا: "میں آقا کے حکم کا محتاج ہوں۔ اگر حکم دیں تو میں دولت کا ڈھیر لگا دوں۔ جس کی طرف اشارہ کریں اس کی گردن دبوچ لوں۔ جس مجبوری کی شادی کریں اسے توڑ کر ساری دولت سمیٹ کر لے آؤں۔ میں حکم کا بندہ ہوں اور یہ حکم آقا ہی دے سکتے ہیں۔"

شہناز نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "اسے حکم کیوں نہیں دیتے۔ عجیب آدمی ہو۔ کیا دولت آتے ہوئے اچھی لگتی ہے۔" پھر اس نے غلام کو دیکھتے ہوئے کہا: "اگر تم کام کے کارآمد ہو تو اب تمہارے آقا حکم دیا کریں گے۔ میں حکم دینے پر مجبور کروں گی۔"

غلام نے مجھ سے کہا: "آقا! فی الحال ایک سیدھا سادا کام ہے۔ اگر ہم یہ کر گزریں تو ہمیں فوری طور پر پچاس ہزار مل سکتے ہیں۔"

شہناز نے فوراً ہی چونک کر پوچھا: "کیسا کام۔ کیا واقعی پچاس ہزار مل جائیں گے مجھے بتاؤ۔ وہ کیسا کام ہے میں طارق محمود کی بیوی ہوں۔ بتائے آقا کی شریک حیات ہوں۔ میں حکم دیتی ہوں کہ وہ کام ضرور کیا جائے گا۔"

میں خاموش بیٹھا کھانے میں مصروف رہا۔ غلام نے کہا: "یہاں ہوٹل میں کل ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ وہ کوئی پینتالیس یا پچاس برس کا شخص ہے۔ اچھی خاصی صحت ہے اور اچھا خاصا دولت مند معلوم ہوتا ہے اس نے مجھ سے ذکر کیا ہے کہ اس کی بیٹی برسوں پہلے گم ہو گئی تھی وہ اسے تلاش کر رہا ہے اور اسے پتہ چلا ہے کہ وہ اسی شہر میں ہے۔"

شہناز نے پوچھا: "اس لڑکی کا کوئی پتہ ٹھکانہ تو اس نے بتایا ہو گا؟"

غلام نے کہا: "اطلاع دینے والے نے اس شخص کو صرف یہ بتایا تھا کہ وہ بلوچ کالونی کے کسی بنگلے میں رہتی ہے۔"

بلوچ کالونی کا نام سن کر میں کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا اور غلام کی باتیں دلچسپی سے سننے لگا۔ شہناز نے کہا: "بلوچ کالونی میں تو سینکڑوں ہزاروں کوٹھیاں ہیں۔ ان کا کوئی نمبر تو ہو گا۔ اس کوٹھی یا بنگلے کے مکین کا کوئی نام تو ضرور ہو گا؟"

غلام نے کہا: "وہ شخص اندھیرے میں ہے اور جیسے آنکھیں رکھتے ہوئے دن کی روشنی میں بھی وہ اندھوں کی طرح اپنی بیٹی کو تلاش کر رہا ہے۔ اطلاع دینے والے نے اسے صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ وہ کسی بنگلے میں ہے اس بنگلے کا نمبر نہیں بتا سکا اور نہ ہی اس بنگلے والوں کا کوئی نام اسے معلوم تھا۔"

میں نے پوچھا: "اس شخص کو بیٹی کا تو نام معلوم ہو گا؟"

غلام نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "جی ہاں اس نے بیٹی کا نام بتایا تھا۔ اس کا نام مرجانہ ہے۔"

میں ایک دم سے چونک گیا: "مرجانہ۔ کیا اس نے اپنا نام بتایا ہے؟ کہاں ہے وہ شخص؟ مجھے ابھی اس سے ملاؤ۔"

"وہ شخص ابھی ہوٹل میں نظر نہیں آ رہا ہے۔ آج صبح تقریباً نو بجے ایک آدمی اپنے ویسی لباس میں یہاں آیا تھا اور اس نے شاید اسے بلوچ کالونی کی کوٹھی کا نمبر اور پتہ ٹھکانہ مکمل طور سے بتا دیا تھا۔ اس شخص کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی اٹیچی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ عجلت میں ہے اور کہیں جانا چاہتا ہے۔ بعد میں اس شخص نے مجھے بتایا کہ وہ یہ شہر چھوڑ کر آج دوپہر کی ٹرین

سے لاہور شہر جا رہا ہے۔ اُسی نے آکر اطلاع دی ہے کہ مرجانہ کہاں رہتی ہے اور اُسے میں کس طرح مل سکتا ہوں۔ یہ شخص جو ابھی گیا ہے بہت لالچی ہے۔ یہی میری بیٹی کو اچھی طرح جانتا ہے اور یہ ابھی مجھ سے پانچ ہزار روپے لے کر گیا ہے۔"

اُس کی باتیں سُن کر میں سمجھ گیا کہ وہ لالچی آدمی کرم دین ہی ہو سکتا ہے۔ وہی دوپہر کی ٹرین سے فرار ہو رہا تھا اور میں اُسے پھر واپس مرجانہ کے پاس پہنچا چکا تھا۔ غلام نے پوچھا "آقا کیا آپ اس لڑکی مرجانہ کو یا اس شخص کو جانتے ہیں جو یہاں ہوٹل میں ملنے آیا تھا؟"

میں نے کہا "میں نہیں جانتا مگر میں اس سلسلے میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں پھر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ غلام سمجھ گیا کہ میں خیال خوانی میں مصروف ہو گیا ہوں اس لیے وہ شہناز کو باتوں میں لگائے رہا۔ میں اُسی وقت دماغی طور پر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ غلام کی باتیں بالکل درست ثابت ہوئیں وہ شخص جو غلام کو ہوٹل میں ملا تھا اور جو اچھا خاصا دولت مند تھا۔ اب وہ زرینہ کی کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے باپ سے باتیں کر رہا تھا۔ مرجانہ بھی وہیں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ شخص کہہ رہا تھا "مرجانہ کو ہم تقریباً بیس برس سے تلاش کر رہے ہیں۔ ایک شخص اُسے پیدا ہوتے ہی کہیں اُٹھا کر لے گیا تھا۔ اس کے سلسلے میں صرف کرم دین بھی اچھی طرح جانتا تھا کیونکہ اسی نے اُس کی پرورش کی تھی اور کرم دین ہم لوگوں کو بلیک میل کرتا رہتا تھا۔ وہ ہم سے کہتا تھا کہ اگر ہم اُسے ماہانہ معقول رقم نہیں دیں گے تو وہ ہماری بیٹی کو مار ڈالے گا اور ہمیں اُس کے پاس پہنچنے نہیں دے گا۔ ہم اس کی بلیک میلنگ پر مجبور تھے اور اس کو منہ مانگی رقم ادا کرتے رہتے تھے۔ اب چند دن پہلے کرم دین نے میرے پاس راولپنڈی میں آکر کہا کہ مرجانہ اب جوان ہو گئی ہے وہ بہت ہی ضدی اور غصہ ور ہے۔ اب اُس کے سنبھالے نہیں سنبھلتی۔ لہٰذا وہ مرجانہ کو ہمیں ..... واپس کرنا چاہتا ہے اگر ہم مرجانہ سے ملنا چاہتے ہیں تو کراچی پہنچ جائیں برج کالونی کے بنگلے میں وہ ہمیں مل سکتی ہے۔ میں نے اُس سے بنگلے کا پتہ پوچھا تو اُسے یاد نہیں تھا لیکن آج وہ یہاں سے بھاگ کر آیا تو اُس نے کوٹھی کا نمبر یاد کر لیا تھا۔ اب اُسی کے بتانے پر میں یہاں آیا ہوں۔"

وہ لوگ اُس کی باتیں سُن رہے تھے۔ پھر زرینہ کے والد نے پوچھا "تو کیا آپ ہی مرجانہ کے والد ہیں؟"

اس شخص نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "حالانکہ میں اپنے آپ کو مرجانہ کا باپ کہتا پھرتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں دوسروں کو بتاتا ہوں کہ میری بیٹی گم ہو گئی ہے تو لوگ ہمدردی سے کام لیتے ہیں اور میری مدد کرتے ہیں۔ دراصل میرے باس کی صاحبزادی ہیں جن کو میرے باس نے راولپنڈی اور پیرس میں بہت سے ماتحتوں کے مقصد کیلئے مقرر کیا ہے کہ وہ مرجانہ کو تلاش کریں۔"

مرجانہ نے پوچھا "راولپنڈی کی بات تو سمجھ میں آتی ہے کیونکہ وہاں میری خالہ رہتی ہیں اور تمہارے باس یا میرے اس ڈیڈی کو یہ خیال ہوگا کہ شاید میں کبھی اپنی خالہ کے پاس آؤں تو وہ مجھے پالے لیکن پیرس میں کیا کیا پیرس میں بھی کوئی میرا اپنا ہے؟"

اس شخص نے کہا "ہاں پیرس میں تمہاری امی رہتی ہے میرے باس کا خیال ہے کہ شاید تم کبھی اپنی امی سے ملنے آؤ تو وہاں بھی میرے باس کے جو ماتحت ہیں وہ خبر کر دیں گے کہ تم آگئی ہو تب میرا باس تمہیں لینے کے لیے وہاں بھی پہنچ جائے گا۔"

مرجانہ نے پوچھا "اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ میں تمہارے باس کی بیٹی ہوں؟"

اُس شخص نے جواب دیا "میرے باس کے پاس نکاح نامہ موجود ہے جس کے تحت انھوں نے تمہاری امی سے شادی کی تھی۔ اس کے علاوہ شادی کی تصویریں بھی باس کے پاس موجود ہیں۔ میں نے خود ایک تصویر دیکھی جس میں میرا باس دولہا اور تمہاری والدہ دلہن کے روپ میں ہیں تم میرے باس سے ملو گی تو مطمئن ہو جاؤ گی تسلیم کر لو گی کہ تم انھی کی صاحبزادی ہو۔"

"کیا میرے والد راولپنڈی میں ہیں؟"

"نہیں پہلے راولپنڈی میں تھے لیکن اب کچھ دن سے پیرس گئے ہوئے ہیں میں آج ہی انھیں اطلاع دوں گا کہ تم مل گئی ہو۔ وہ فوراً ہی تم سے ملنے کے لیے آجائیں گے۔"

مرجانہ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "تم انھیں اطلاع نہ دینا۔ میں اسی وقت کی فلائٹ سے راولپنڈی جا رہی ہوں وہاں اپنی خالہ سے ملاقات کرنے کے بعد پیرس جاؤں گی کیونکہ یہاں صرف والد کو بلانے سے کام نہیں چلے گا

پیرس جا کر اپنی والدہ سے بھی ملنا چاہتی ہوں۔"

اس شخص نے کچھ پریشان ہو کر پوچھا "کیا تم واقعی راولپنڈی جا رہی ہو لیکن وہاں جانا کیا ضروری ہے؟"

"میں اپنی خالہ طاہرہ بانو سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"دیکھو مرجانہ بیس برس کے بعد تمہیں سب سے پہلے اپنے ماں باپ سے ملنا چاہیے۔ بعد میں خالہ سے ملتی پہلے تم خالہ سے یا دوسرے رشتہ داروں سے ملو گی تو ہو سکتا ہے وہ کچھ الٹی سیدھی باتیں کہیں گے۔ تمہیں بہکائیں اور شاید تمہیں تمہارے ماں باپ تک پہنچنے کا موقع ہی نہ دیں گے۔"

مرجانہ نے کہا "میں اپنی خالہ سے ضرور ملوں گی۔ مجھے اپنے آپ پر اعتماد ہے کہ کوئی مجھے بہکا یا بھٹکا نہیں سکتا۔ تم کہتے ہو کہ پہلے مجھے میرے ماں باپ سے ملنا چاہیے۔ میرے ماں باپ انٹرنیشنل پاسپورٹ نہیں ہے۔ اُسے بنوانے میں کچھ دن لگیں گے۔ پھر یہ کہ اگر تم انھیں اطلاع دو گے تو کیا میرے والد کے ساتھ میری والدہ بھی یہاں آئیں گی؟"

اس شخص نے ہچکچاتے ہوئے کہا "تمہارے والد تو ضرور یہاں پہلی فلائیٹ سے پہنچیں گے لیکن والدہ کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیوں کچھ نہیں کہہ سکتے؟"

"وہ بات دراصل یہ ہے کہ تمہاری والدہ کی ذہنی حالت کچھ درست نہیں ہے۔ وہ کچھ نیم پاگل سی ہیں۔ اسی لیے انھیں پیرس میں رکھا گیا ہے۔ وہاں کی آب و ہوا شاید راس آئے گی تو ان کی ذہنی حالت درست ہو جائے اس لیے تمہارے والد انھیں یہاں نہیں لائیں گے۔"

مرجانہ یہ سن کر بے چین ہو گئی اور بڑی بے چینی سے بولی "پھر تو میں اپنی والدہ کے پاس جا کر ضرور ملوں گی۔ والدہ سے بھی ملاقات ہو گی لیکن میں پنڈی ضرور جاؤں گی۔ وہاں اسلام آباد میں رہ کر پاسپورٹ بنانے میں آسانی ہو گی۔"

اس شخص نے کہا "اگر تم بضد ہو تو تمہاری مرضی... راولپنڈی جاؤ۔ میں بھی کوشش کرتا ہوں کہ اسی فلائیٹ میں سیٹ مل جائے۔ نہ ملی تو میں کل تک وہاں پہنچ جاؤں گا اور دو دن کے اندر تمہیں انٹرنیشنل پاسپورٹ بنوا دوں گا۔ بس تم اتنا سا کام کرو کہ اپنی تصویریں کھنچوا کر دے دو تاکہ پاسپورٹ بنوانے میں آسانی ہو۔"

مرجانہ نے کہا "میرے پاس لاہور میں اتاری ہوئی کئی تصویریں ہیں اُن میں پاسپورٹ سائز کی تصویریں بھی موجود ہیں۔ وہ سب میرے پاس اٹیچی میں رکھی ہوئی ہیں تم پنڈی میں آکر مجھ سے ملاقات کرو تو میں وہ تصویریں تمہیں دے دوں گی۔ پھر میرے لیے پاسپورٹ ضرور بنوا دینا۔"

وہ شخص اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے بولا "اچھا تو مجھے اجازت دو۔ میں ابھی ایئرپورٹ جا کر اپنے لیے سیٹ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ رخصت ہو گیا۔ میں بھی ان لوگوں کے پاس سے واپس آکر دماغی طور پر شہناز اور غلام کے سامنے حاضر ہو گیا۔ وہ دونوں باتوں میں مصروف تھے۔ کھانا ختم ہو چکا تھا اور بیرا میز پر سے پلیٹیں اٹھا رہا تھا۔ میں نے کافی کا آرڈر دیا۔ پھر غلام سے کہا "مجھے یاد آگیا۔ میں مرجانہ کو جانتا ہوں لیکن اب اُس کے ذریعے ہمیں پچاس ہزار روپے نہیں مل سکیں گے۔"

شہناز نے پوچھا "کیوں نہیں مل سکیں گے؟"

"اس لیے کہ ہوٹل میں جس شخص کو مرجانہ کی تلاش تھی اُسے اس کوٹھی کا پتہ اور نمبر معلوم ہو چکا ہے۔ وہ اب تک جا کر مرجانہ سے ملاقات کر چکا ہوگا۔ جب مرجانہ مل ہی گئی ہوگی تو اُس کے ذریعے روپے کیسے حاصل ہو سکتے ہیں وہ شخص پاگل تو نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ہمیں پچاس ہزار روپے دے گا۔ جبکہ ہم نے اس کے لیے کوئی کام ہی نہیں کیا ہے۔"

شہناز نے پوچھا "تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ مرجانہ اُسے مل گئی ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کوٹھی میں پہنچ کر بھی مرجانہ کو تلاش کرنے میں ناکام رہا ہو۔"

"میں جانتا ہوں کہ مرجانہ ابھی پینتالیس منٹ کے

بعد ایئرپورٹ جائے گی اور وہاں سے پنڈی کے لیے روانہ ہو جائے گی۔ میں ابھی تمھیں وہاں لے چلوں گا۔ کافی پی لو، مرجانہ سے ملاقات بھی کر لینا اور وہاں یہ پتہ بھی چل جائے گا کہ مرجانہ سے اس شخص کی ملاقات ہوئی ہے یا نہیں۔" کافی پینے کے دوران میں نے غلام سے کہا۔ "تم میرا پاسپورٹ بھی اپنے پاس رکھو اور پیرس جانے کے لیے تیار رہو۔ شاید ہم کسی دن بھی یہاں سے پیرس کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔"

شہناز نے پوچھا۔ "یہ اچانک تم نے پیرس جانے کا کیوں پروگرام بنا لیا؟"

"تم دولت کمانا چاہتی ہو۔ اس لیے تمھاری خاطر میں پیرس جا رہا ہوں۔ وہاں سے بے انتہا دولت سمیٹ کر لاؤں گا۔ تم دیکھو گی تو حیران رہ جاؤ گی کہ میں نے کیسے کیسے ہتھکنڈے سیکھے ہیں اور تمھیں میں اتنی دولت مند بنا دوں گا کہ لوگ سر اٹھا کر تمھیں دیکھیں گے تو اُن کی گردن دکھنے لگے گی۔ تم اتنی بلندی پر پہنچ جاؤ گی۔"

میری باتیں سن کر وہ بہت خوش ہو رہی تھی۔ کافی پینے کے بعد غلام نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "آقا میں آپ کی وہ رقم لے کر آ رہا ہوں۔"

"فی الحال تم اپنے اخراجات کے لیے اس میں سے دس ہزار روپے رکھ لو باقی ستر ہزار روپے لے آؤ۔ ہم باہر پارکنگ ایریا میں ملیں گے۔"

یہ کہہ کر میں شہناز کے ساتھ باہر آ گیا۔ شہناز نے مجھ سے ذرا ناراض ہو کر کہا۔ "وہ تمھارا غلام ہے۔ اسے دس ہزار دینے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں اسے غلام نہیں سمجھتا۔ وہ بہت ہی وفادار ساتھی ہے۔ میں نے تمھاری خاطر اس سے ستر ہزار روپے لے لیے ہیں۔ ورنہ میں وہ ساری رقم اسے ہی دے دیتا۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "اسے سب دے دیتے اور کیا تم اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے؟"

"شہناز میں اتنی بڑی دنیا میں واحد آدمی ہوں جسے پیسوں کی کبھی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں اپنے پاس کبھی کسی ملک کی کرنسی نہیں رکھتا۔ جب ضرورت ہوتی ہے کسی بھی ملک کی کرنسی میری جیب میں آ جاتی ہے۔ میں دولت کے پیچھے نہیں بھاگتا۔ تم شاید یقین نہ کرو کہ دولت میرے پیچھے بھاگتی رہتی ہے۔"

وہ مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تم جیسے طارق نہیں ہے۔ مجھے بڑے ہی پُراسرار لگتے ہو۔ بہت سی باتیں اور بہت سی حرکتیں بدل گئی ہیں۔ کبھی تم اتنے پُراعتماد نہیں تھے کہ دولت کے متعلق ایسی باتیں کرتے۔ تم فکرمند رہتے تھے کہ میرے لیے کس طرح زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کر سکتے ہو۔ آج یہ وقت کہ تم دولت کو ذرا بھی اہمیت نہیں دیتے اور دعویٰ کرتے ہو کہ ہر ملک کی کرنسی تمھاری جیب میں آ جاتی ہے۔"

"ہاں اگر ہمارا ساتھ رہا تو تم میری باتوں کو سچ ہوتے دیکھتی رہا کرو گی۔"

وہ کچھ دیر سوچ کر بولی۔ "طارق میں اکثر یہ سوچتی ہوں کہ تم میرے شوہر نہیں ہو وہ طارق نہیں ہو جو میں بنکاک میں چھوڑ کر آئی تھی۔ تمھاری شخصیت کچھ اس طرح کی اور تم کوئی اور شخص ہو اور چونکہ اس جاپانی ڈاکٹر کے کہنے پر کہ آپ ہو تو یہ شبہ یقین کی حد تک ہوتا ہے کہ اس ڈاکٹر نے تمھارے چہرے کو طارق محمود کا چہرہ بنا دیا ہے اور تم وہی روپ دھار کر میرے پاس آئے ہو۔"

میں نے ہنس کر اس کی باتوں کو ٹال دیا۔ جواب دینے کی ضرورت اس لیے پیش نہیں آئی کہ اسی وقت غلام روپے سے بھرا ہوا بریف کیس لے کر آ گیا تھا۔ اس وقت میں نے وہ بریف کیس لے کر کار کی پچھلی سیٹ پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "آؤ میری جان بیٹھو۔ ہم ایئرپورٹ چلیں گے۔"

وہ کار کی دوسری طرف سے جا کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نے غلام سے کہا۔ "تم ابھی ہوٹل میں رہو۔ میں تمھیں بتاؤں گا کہ ہم کب اور کہاں ملیں گے اور پروگرام کیا ہے ویسے تم پیرس جانے کے انتظامات میں جا رہا ہوں۔ پھر ملاقات ہو گی۔"

میں نے کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا۔ پارکنگ ایریا سے نکال کر ایئرپورٹ کی طرف جانے میں بیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد ایئرپورٹ کے پارکنگ میں پہنچ کر جب ہم کار سے اُتر گئے تو میں کار کو لاک لگا۔ شہناز نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا یہ بریف کیس سیٹ پر چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"کیا حرج ہے؟ کار کے شیشے چڑھے ہوئے ہیں اور اسے لاک بھی کر رہا ہوں۔"

پھر بھی محتاط رہنا چاہیے۔ آج کل کے چور

بے کار کا دروازہ کھول لیتے ہیں اور اندر رکھی ہوئی چیزیں اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ میں اپنی رقم ایسے چھوڑ کر نہیں جاؤں گی میرا دل نہیں لگے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے دروازہ کھولا اور بریف کیس کو اٹھا لیا۔ میں نے مسکرا کر گاڑی کو لاک کر دیا۔ وہ دولت کو اپنے پیچھے چھوڑ کر جانے والی عورت نہیں تھی۔ اپنے ساتھ لے جانے لگی۔ میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ایئرپورٹ کی عمارت کے اس حصے میں گیا جہاں سے مسافر روانہ ہوتے تھے۔ وہاں مرجانہ، زرینہ اور اس کے والدین کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے قریب پہنچ کر ہیلو کہا تو اس نے بھی خوش مزاجی سے ہیلو کہہ کر شہناز کو دیکھا۔ پھر خوش ہو کر بولی۔ "کیا یہی تمھاری بیوی شہناز ہے۔ واقعی یہ تو حسن کا شاہکار نظر آتی ہے۔"

پھر اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو شہناز مجھے مرجانہ کہتے ہیں۔"

شہناز نے مسکراتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا مگر اسے دیکھ کر ہی اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی اور وہ کچھ پہچاننے لگی میں سمجھ گیا۔ مرجانہ سے ہاتھ ملاتے وقت اسے کچھ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی عورت سے نہیں بلکہ کسی مرد سے ہاتھ ملا رہی ہو۔ اس نے جھینپ سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے مرجانہ سے کہا۔ "میرے شوہر طارق کے ایک نیگرو دوست ہیں جو ہوٹل انٹرکان میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اسی ہوٹل میں ایک اور شخص بھی تھا جو تمھیں تلاش کر رہا تھا اور اُن کے نیگرو ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ وہ تمھیں تلاش کرنے کے پچاس ہزار روپے دے گا۔ پھر اس شخص کو کسی طرح تمھارا پتہ چل گیا۔ کیا وہ شخص تم سے ملنے آیا تھا؟"

مرجانہ نے کہا۔ "ہاں ابھی ایک گھنٹہ پہلے ایک شخص مجھ سے ملنے آیا تھا اور وہ مجھے میرے والدین کا پتہ بتا رہا تھا۔"

میں نے مرجانہ سے پوچھا۔ "تم نے اس شخص سے باتیں کرنے کے بعد کیا رائے قائم کی ہے؟"

"میں اُلجھ کر رہ گئی ہوں کیونکہ کرم دین نے مجھے بتایا تھا کہ میرے والد کا انتقال اس وقت ہو گیا تھا جب میں پیدا بھی نہیں ہوئی تھی اور میری ماں کو دربدر بھٹکنا پڑا تھا اور مجھے دشمنوں سے محفوظ رکھنے کی خاطر وہ اپنا آرام، سکھ چین سب کچھ چھوڑ کر کسی دیہات میں چلی گئی تھی۔ آج آ کر مجھے یہ کہہ رہا تھا کہ میرے والد اور والدہ دونوں

بیرس میں ہیں۔ والدہ کی ذہنی حالت درست نہیں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کرم دین کی بات پر یقین کروں یا اس شخص کی؟"

"تم آج پنڈی پہنچ کر جب اپنی خالہ سے ملاقات کرو گی تو صحیح معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ تمھاری خالہ نے تمھاری حفاظت کے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ وہ تم سے جھوٹ نہیں بولیں گی۔"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں میں اسی لیے پنڈی جا رہی ہوں اور اپنی خالہ سے ملاقات کرنے کے بعد ساری معلومات حاصل کروں گی۔ ارے یہ کرم دین کہاں چلا گیا؟"

یہ کہہ کر وہ اِدھر اُدھر متلاشی نظروں سے دیکھنے لگی۔ زرینہ کے باپ نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے یہ کم بخت پھر بھاگ گیا ہے۔"

میں نے فوراً ہی کرم دین کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ تیزی سے چلتا ہوا پارکنگ ایریا کی طرف چلا گیا تھا اور وہاں ایک ٹیکسی والے سے کہہ رہا تھا کہ اسے وہاں سے ریلوے اسٹیشن پہنچا دے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔ "باؤجی ریلوے اسٹیشن پہنچانے کے پورے پچاس روپے لوں گا۔"

کرم دین نے فوراً ہی جیب سے سو کا نوٹ نکال کر کہا۔ "اسے سو روپے رکھو اور مجھے جلد از جلد ریلوے اسٹیشن پہنچا دو۔"

یہ کہہ کر اس نے سو روپے ڈرائیور کو دیے۔ اسی وقت میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے دوسرے ہی لمحے ڈرائیور سے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ سو روپے رکھو ہم پھر کسی وقت ملیں گے۔ میں جا رہا ہوں۔ ٹاٹا۔"

یہ کہہ کر وہ ٹیکسی کی طرف سے پلٹ کر پھر مرجانہ کی طرف دوڑ کر آنے لگا۔ ٹیکسی ڈرائیور بلند آواز سے کہہ رہا تھا۔ "اوئے تے کوئی پاگل وائگل معلوم ہوندا اے۔"

کرم دین دوڑتا ہوا آ کر مرجانہ کے سامنے کھڑا ہو گیا پھر ہانپتے ہوئے بولا۔ "دیکھو مرجانہ۔ یہ پاگل کا بچہ پھر بھاگ رہا تھا۔ میں اسے واپس لے آیا ہوں۔ اب اسے سنبھالو۔"

اتنا کہنے کے بعد میں نے کرم دین کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بوکھلا کر مرجانہ کو اور دوسرے لوگوں کو دیکھنے لگا مرجانہ نے مسکرا کر کہا۔ "کیوں بیوقوف کے بچے۔ تم پھر مجھے دھوکا دے کر جا رہے تھے۔ دیکھا، میں نے کس طرح پھر تمھیں واپس بلا لیا ہے۔"

کرم دین نے سر کو تھام کر کہا "بی بی، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں دور بھاگتا ہوں پھر تمہارے پاس کیسے چلا آتا ہوں۔ کیا تم نے کوئی جادو منتر سیکھا ہوا ہے؟"

"میرے ساتھ پنڈی چلو۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ میں کتنے جادو منتر جانتی ہوں۔ چلو ٹائم ہو رہا ہے۔"

یہ کہہ کر اُس نے کرم دین کا ہاتھ پکڑا۔ پھر ہم سے رخصت ہو کر وہاں سے چلی گئی۔ اُس کے جانے کے بعد میں شہناز کو لے کر ہارٹ کنگ ایریا میں آیا۔ پھر کار میں بیٹھ کر ہم کوٹھی کی طرف جانے لگے۔ راستے میں شہناز نے کہا۔ "ملازمہ چار دن سے نہیں آ رہی ہے۔ کھانے کی بڑی تکلیف ہے۔ کل صبح وہ آئے گی۔ آج رات کو کیا ہوگا؟"

"فکر نہ کرو۔ غلام ہمارے لیے رات کا کھانا لے آئے گا۔"

یہ کہہ کر میں نے غلام سے رابطہ قائم کیا اور اُس سے کہہ دیا کہ وہ رات کے نو بجے تک ہمارے لیے رات کا کھانا لے آئے۔ میں اُسے گائڈ کروں گا تو وہ شہناز کی کوٹھی تک پہنچ جائے گا۔

کوٹھی میں سامی اکیلی تھی۔ میں اُسے چھوڑ کر گیا تھا جب ہم وہاں پہنچے تو وہ مجھے دیکھتے ہی دوڑ کر میرے پاس آ گئی۔ شہناز نے اسے دیکھ کر کہا "یہ بلی تم سے بہت زیادہ مانوس ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے خون کا رشتہ ہو۔ تمہارے بغیر تو رہتی نہیں ہے۔"

"ہاں میرے بغیر اس وقت رہے گی جب میں تمہارے پاس رہا کروں گا۔ یہ بڑی سمجھ دار ہے۔ ہمیں تنہائی میں ملنے کا موقع دیا کرے گی۔"

وہ سر جھکا کر کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اُس کی خواب گاہ میں آیا تو وہ بریف کیس کو کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے دیکھا وہ بریف کیس نمبر سے کھلتا تھا اور ہم غلام سے اس کا نمبر پوچھنا بھول گئے تھے۔ میں نے فوراً ہی دماغی رابطہ قائم کرتے ہوئے غلام سے اس لاک کا نمبر معلوم کیا تو اس نے نمبروں کی ترتیب بتا دی۔ پھر میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر شہناز سے کہا۔ "میں جو نمبر بتا رہا ہوں اُس کے مطابق گھماؤ تو کھل جائیگا۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کو نمبر بتایا۔ اُس کے مطابق اُس نے بریف کیس کو کھول دیا۔ بریف کیس کھلتے ہی شہناز کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس میں نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

اُس نے پلٹ کر پوچھا "یہ سب میرے لیے ہے نا؟"

میں نے قریب پہنچ کر اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا "ہاں دولت تمہاری کمزوری ہے اور میری کمزوری تم ہو۔ دونوں کمزوریاں ساتھ ساتھ چلتی رہیں گی تو دونوں کا بھلا ہوگا۔"

اُس نے مسکرا کر بستر پر ہزار روپے کو گننے لگا لیا۔ میں نے آٹھ بجے تک باتیں کرتے رہے۔ میں نے مرجانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ آدھ گھنٹے بعد پنڈی کے ایئرپورٹ تک پہنچ جائے گی۔ یہ معلوم کرنے کے بعد میں خواب گاہ سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گیا اور سگریٹ سلگا کر اُس کے کش لگانے لگا۔ دماغی رابطے کے ذریعے میں نے غلام کو شہناز کی کوٹھی کا مکمل پتہ بتا دیا۔ اُس سے کہا کہ وہ اپنا سامان لے کر یہیں آ جائے۔ اسے ہدایات دینے کے بعد میں نے گھڑی دیکھی۔ ابھی مرجانہ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کافی وقت پڑا تھا۔ میرا دھیان شہناز کی طرف گیا۔

شہناز میری قربت سے متاثر ہوتی تھی

مجھ سے دور ہو کر وہ میرے متعلق کیا سوچتی ہے۔ یہ میں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بستر پر چپ چاپ لیٹی ہوئی چھت کو گھور رہی تھی اور سوچ رہی تھی "طارق کا ساتھ کب تک رہے گا۔ اس نے تو مجھے میرے ہی جال میں پھانس لیا ہے۔ اس طرح خوشبوؤں میں نہا کر آتا ہے کہ میں اُس کے کسی حکم سے انکار نہیں کر سکتی۔ بے خود ہو کر اُس کے آگے جھک جاتی ہوں۔ اُس کی ہر بات مان لیتی ہوں۔ مجھ پر عجیب سی مدہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ میں کیا کروں کب تک طارق کا ساتھ رہے گا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی طرح اُس سے پیچھا چھوٹ جائے لیکن اُس کی دولت مجھے ملتی رہے۔ مجھ سے دور رہے اور میاں بیوی کا رشتہ بھی قائم رہے لیکن اس رشتے کو نبھانے کے لیے وہ میرے قریب آئے۔ میں کیا کروں۔ میں کسی بھی مرد کو اپنے قریب برداشت نہیں کر سکتی۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا "اتنی بڑی دنیا میں ایسا کہیں نہیں ہوتا کہ بیوی اپنے شوہر سے الگ رہے اور اُس کی کمائی بھی کھاتی رہے۔ بیوی کو شوہر کی آمدنی

اُس کا گھر، اُس کی محبت اور اُس کا سب کچھ اسی لیے ملتا ہے کہ وہ شوہر کو اپنا پابند کیے رہے ——— اس دنیا میں کچھ بھی رشتے میں ان میں اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے کا سلسلہ زور چلتا رہتا ہے۔ ایسا نہ ہو تو رشتے قائم نہیں رہتے۔"

اس کی سوچ نے کہا "لیکن میں ایسا کر کے دکھاؤں گی۔ آج تو میں مجبور ہو گئی۔ کل پھر اس وقت جب یہاں آؤں گی تو آبٹن کے ڈبے میں سے تھوڑا سا لے آؤں گی پھر جب میں اس آبٹن کی مالش کروں گی اور خوشبوؤں میں نہا جاؤں گی تب وہ مجھ پر حاکم بن کر نہیں رہ سکے گا۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا "مجھے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ طارق کے پاس بھی آبٹن کا ایک ڈبہ پہنچ گیا ہے۔ ادھر میں خوشبوؤں میں نہاؤں گی ادھر وہ خوشبوؤں میں ڈوب کر آئے گا۔ دونوں کی خوشبوئیں ٹکرائیں گی۔ دونوں ایک دوسرے سے متاثر ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی مردانگی سے مجھے ہی زیادہ متاثر کر دے تو کیا ہوگا۔ مجھے یہ سوچنا چاہیے کہ جب تک آبٹن کا وہ ڈبہ طارق کے پاس موجود ہے اس وقت تک وہ مجھے حاصل کرتا رہے گا۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ آخر اُس کے ذہن میں یہ برائی کہ جب میں سو جاؤں گا تو وہ آہستگی سے اٹھ کر میرے آبٹن کے ڈبے کو تلاش کرے گی اور اسے پالینے کے بعد ایسی جگہ چھپائے گی جہاں میں اسے ڈھونڈ نہ سکوں۔ اس طرح میں بالکل بے ہتھیار کا سپاہی بن جاؤں گا جو اُسے زیر نہیں کر سکے گا بلکہ وہ خوشبوؤں میں نہا کر مجھے اپنا محکوم بنا لے گی۔

یہ تدبیر سوچ کر وہ خوش ہو گئی۔ اُسے اطمینان ہو گیا کہ بس آج رات میرے حکم کے مطابق اُسے اُس کی مرضی کے خلاف کام کرنا ہوگا اور میری ہر بات ماننی ہوگی۔ اس کے بعد دوسری صبح وہ حاکم بن جائے گی۔ میں اس کی خوش فہمی پر مسکرا کر رہ گیا۔ اس وقت تک آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا بلکہ کچھ زیادہ ہی وقت گزر گیا تھا۔ میں مرجانہ کے دماغ میں پہنچا تو وہ پنڈی کے ایئرپورٹ سے باہر نکل کر..... پارکنگ ایریا کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے ساتھ کرم دین بھی تھا۔ پھر وہ دونوں ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ کرم دین کوٹھی کا پتہ بتانے لگا جہاں مرجانہ کی خالہ طاہرہ بانو رہتی تھی۔

میں ڈرائنگ روم سے اٹھ کر شہناز کی خواب گاہ میں آ گیا۔ وہ اسی طرح بستر پر نڈھال سی پڑی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "میں دوسرے کمرے میں جا کر آرام کر رہا ہوں۔ غلام تھوڑی ہی دیر میں یہاں پہنچنے والا ہے۔ وہ آئے تو تم اُسے دروازہ کھول کر اندر بلا لینا۔ وہ اپنے سامان کے ساتھ آ رہا ہے اور ہمارے لیے کھانا بھی لا رہا ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد اپنے کمرے سے باہر نکلوں گا۔"

یہ کہہ کر میں اُس کا جواب سنے بغیر پلٹ گیا۔ دوسرے کمرے میں آ کر میں نے دروازے کو بند کر دیا تاکہ میری خیال خوانی کے درمیان کوئی مداخلت نہ کرے پھر میں نے ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ کر مرجانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو ٹیکسی میں آ رہی تھی۔ مجھے تھوڑی دیر تک انتظار کرنا پڑا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ ٹیکسی ایک کوٹھی کے سامنے رک گئی۔ کوٹھی کا مین گیٹ بند تھا۔ مرجانہ نے کرم دین سے کہا کہ وہ ٹیکسی سے اتر کر احاطے کا مین گیٹ کھولے۔

کرم دین نے حکم کے مطابق ٹیکسی سے اتر کر مین گیٹ کھولنا چاہا تو اندر سے کسی چوکیدار کی آواز آئی "کون ہے کیا چاہتے ہو؟"

کرم دین نے کہا "میرا نام کرم دین ہے۔ بیگم طاہرہ بانو سے جا کر بولو کہ کرم دین ان کی بھانجی مرجانہ کو ساتھ لے کر آیا ہے۔"

یہ سنتے ہی ایک شخص مین گیٹ کے پاس آیا۔ وہ چوکیدار نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کوٹھی کا کوئی آدمی ہوگا۔ اس نے دروازہ کو کھولا۔ ٹیکسی اندر پورچ میں جا کر رک گئی۔ مرجانہ نے ٹیکسی سے اتر کر اس کا کرایہ ادا کیا۔ پھر اُسے رخصت کرنے کے بعد کرم دین کے ساتھ برآمدے کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دروازے کے پاس پہنچی جس شخص نے مین گیٹ کھولا تھا۔ اسی نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا پھر اپنی رہنمائی میں انھیں ایک طرف لے جانے لگا۔

ڈرائنگ روم میں پہنچ کر کرم دین کو وہاں بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ پھر اس شخص نے ملازمہ سے کہا "مرجانہ کو بیگم صاحبہ کے پاس پہنچا دو۔"

مرجانہ اس ملازمہ کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکل کر جانے لگی۔ اُسے عجیب سا لگ رہا تھا کہ بچپن سے اب تک اس نے خالہ کی صورت نہیں دیکھی تھی اور خالہ نے بھی اسے

نہیں دیکھا تھا لیکن ملنے کی شدید تمنا تھی۔ ایسی شدید بے چینی بھی تھی کہ مرجانہ کا نام سن کر اس کی خالہ کو یہ نفسِ نفیس آنا چاہیے تھا لیکن وہ ابھی تک نظر نہیں آئی تھیں۔ مرجانہ اس ملازمہ کے ساتھ چلتی ہوئی ایک خواب گاہ میں پہنچی۔ وہاں ایک آراستہ بستر پر ایک ادھیڑ عمر کی خاتون لیٹی ہوئی تھیں۔ مرجانہ کو دیکھتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ پھر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔ مرجانہ نے خواب گاہ کے اندر قدم رکھتے ہوئے پوچھا: "کیا آپ بیگم طاہرہ بانو ہیں؟"

خاتون نے بستر سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا: "ہاں میرا نام طاہرہ بانو ہے۔ تم کون ہو؟"

"میں وہ لڑکی ہوں جسے آپ بیس برس پہلے ہندوستان کے ایک دیہات سے لے کر آئی تھیں۔ میری ماں نے مجھے جنم دیا تھا اور پھر آپ کے بھروسے پر چھوڑ دیا تھا۔ آپ نے پاکستان میں آنے کے بعد مجھے کرم دین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ اس پر اندھا اعتماد کر لیا کہ وہ میری اچھی طرح پرورش کرے گا۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوا وہ میری قسمت تھی۔ آج میں آپ کے سامنے کھڑی ہوئی ہوں۔"

اس خاتون نے مرجانہ کو بے یقینی سے دیکھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولیں: "میں کیسے یقین کروں کہ تم وہی لڑکی ہو اور تمہارا نام مرجانہ ہے۔ تمہیں کرم دین کو ساتھ لانا چاہیے تھا۔ وہی اس بات کا ثبوت دے گا۔"

"کرم دین ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہے۔ میں اسے ساتھ لائی ہوں۔ وہی اس بات کی گواہی دے گا۔"

خاتون نے کہا: "آؤ میرے ساتھ ہم ڈرائنگ روم میں چلیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ مرجانہ کو اپنے ساتھ لے کر واپس ڈرائنگ روم میں آئیں۔ ان کے آتے ہی کرم دین اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر سلام کرتے ہوئے کہا: "سلام بیگم صاحب! میں آپ کا خادم ہوں۔"

خاتون نے اس کی طرف گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہ وہی لڑکی مرجانہ ہے جسے میں نے تمہاری تحویل میں دیا تھا؟"

کرم دین نے ہاتھ جوڑ کر کہا: "بیگم صاحبہ! میں کیا بتاؤں اس لڑکی نے تو مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ یہ بہت مار دھاڑ والی لڑکی ہے اور زبردستی مجھے کہتی ہے کہ میں اس کے ماں باپ سے ملاؤں۔ مجھے پتہ نہیں کہ اس کے ماں باپ کہاں ہیں۔ یہ وہ لڑکی نہیں ہے جسے میں آپ سے پاس سے لے کر گیا تھا اور جس کا نام مرجانہ تھا۔ یہ بالکل پھری اور نیم پاگل سی لڑکی ہے۔ میں مجبور ہو کر اپنی جان بچانے کی خاطر اس سے ڈر کر یہاں تک اسے لے آیا ہوں۔"

مرجانہ کرم دین کی باتیں سن کر تیزی سے آگے بڑھی۔ چھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ میں بھی حیران رہ گیا کہ گرم اولے منزل پر پہنچ کر کتنی چالاک چل رہا ہے۔ مجھے اس سے توقع نہیں تھی۔ اس کی باتیں سنتے ہی میں اس کے دام میں پھنس گیا اور اس کی سوچ میں کھونے لگا۔ "یہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اگر میں یہاں سے باہر نکلوں گا تو مرجانہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ جو سچ ہے مجھے وہی کہنا چاہیے۔"

اس کی سوچ نے کہا: "میں تو تیری طرح پھنس گیا ہوں۔ سچ کس طرح کہوں۔ ابھی جب مرجانہ اس خاتون سے ملنے کے لیے اس بیڈ روم کی طرف گئی تھی تو میں نے پاکستان ہی یہاں اس شخص نے جس نے کہا تھا کہ میں گیسٹ کھولتا ہوں۔ ریوالور دکھا کر دھمکی دی تھی کہ میں مرجانہ کے سامنے کچھ نہ بولوں اور خاتون بیڈ روم سے نکل کر مرجانہ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آئے اسے دیکھتے ہی میں اسے بیگم طاہرہ بانو سمجھ کر بولوں۔ حالانکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ جھوٹی خاتون میرے سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ بیگم طاہرہ بانو نہیں ہے۔ یہ لوگ چالیں چل رہے ہیں۔ اگر میں نے ان کا ساتھ نہیں دیا تو یہ لوگ مجھے گولی مار دیں گے۔"

کرم دین کی سوچ نے چغلی کھائی تو مجھے ان کی مارِ نقب کا علم ہوا۔ اب میں مرجانہ کو خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا اس لیے کرم دین کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ اداکار ہی تھا۔ متفکر لگنے لگا۔ سب چونک کر اس کو دیکھنے لگے۔ پھر اس نے کہا: "مرجانہ! میں تمہارا عاشق صادق ہو گیا ہوں اور تمہیں خطرے سے آگاہ کر رہا ہوں کہ یہ تمہاری خالہ طاہرہ بانو نہیں ہیں اور ان لوگوں نے تمہیں پھانسنے کے لیے کوئی جال بچھایا ہوا ہے۔"

مرجانہ صرف گھر کی چار دیواری میں رہنے والی ایک عام سی لڑکی نہیں تھی۔ وہ اچھی طرح ٹریننگ حاصل کر چکی تھی کہ گھر کی چار دیواری بھی اگر میدانِ جنگ بن جائے تو جنگ کا آغاز کدھر سے ہونا چاہیے۔ اس نے بھانپ لیا تھا کہ اس ڈرائنگ روم میں دو ہٹے کٹے نوجوان ایسے ہیں جو اس سے مقابلہ کرنے کے لیے ذرا دیر نہیں لگائیں گے ورنہ سب اس کے آگے ہیچ تھے۔ اسی وقت کرم دین کی باتیں سن کر ایک شخص نے اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا تھا لیکن ریوالور نکالتے ہی مرجانہ کی ایک ٹھوکر اس کے ہاتھ پر پڑی تو ریوالور اچھل کر دوسری طرف چلا گیا۔ دوسرا شخص ریوالور کی طرف بھاگ رہا تھا کہ اسے اٹھائے لیکن مرجانہ چھلانگ لگا کر ریوالور تک پہنچ گئی۔ پھر اس نے اس دوسرے شخص کے منہ پر ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ وہ چکرا کر رہ گیا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ ہاتھ اتنا وزنی ہوگا جیسے کسی نے لوہے کی سلاخ دے ماری ہو۔ دوسرے نے مرجانہ نے اس ریوالور کو گرفت پر سے اٹھا لیا پھر للکارتے ہوئے بولی: "خبردار کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے ورنہ میں گولی مار دوں گی۔ اب مجھے بتاؤ کہ حقیقت کیا ہے؟"

اس کی دھمکی سن کر وہ لوگ ہنسنے لگے۔ اتنے میں چار اور بھی بدمعاش قسم کے لوگ ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ پھر ایک نے کہا: "لڑکی اس ریوالور کو پھینک دو۔ وہ خالی ہے۔ ہم نے محض دھمکی دینے کے لیے اس ریوالور کو رکھا تھا۔ ورنہ یہاں فائرنگ کی آواز ہم کرنا نہیں چاہتے کیونکہ یہاں قریب ہی پولیس چوکی کے کوٹھیاں ہیں یہاں فوجی افسر رہتے ہیں ہاں اگر تم چیخنا چاہو گی تو تمہیں ہم اس بات کا موقع نہیں دیں گے اور منہ کو لگا دبا دیں گے۔ ذرا چیخ کر تو دیکھو۔"

مرجانہ اس دوران ریوالور کو چیک کر رہی تھی۔ اس کے چیمبر واقعی خالی تھے۔ اس نے ریوالور کو ایک طرف پھینک کر بیچ ڈرائنگ روم میں کھڑے ہو کر کہا: "میں چیخنا چلانا نہیں چاہتی۔ ہاں دوسروں کو چیخنے پر مجبور کر دیتی ہوں۔ تم لوگ اپنی خیریت چاہتے ہو تو مجھے بتا دو کہ میری خالہ کہاں ہیں؟"

ایک بدمعاش نے آگے بڑھتے ہوئے کہا: "ہم تمہاری خالہ کو دوسری کوٹھی میں لے گئے ہیں۔ اگر تم ان سے ملنا چاہتی ہو تو کسی جدوجہد کے بغیر ہمارے ساتھ خاموشی سے چلو ہم تمہیں وہاں پہنچا دیں گے۔"

مرجانہ نے کرم دین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "میرے دوست میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میری خالہ کسی دوسری کوٹھی میں ہے یا کسی اور جگہ لے جا کر چھپا دی گئی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ کیا کرنا چاہیے؟"

میں کرم دین کے دماغ پر قابض تھا۔ میں نے کہا: "ذرا ایک منٹ ٹھیرو۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔" یہ کہہ کر میں نے اس بوڑھی خاتون کے دماغ کو کریدنا شروع کیا تو پتہ چلا کہ مرجانہ کی خالہ طاہرہ بانو اسی کوٹھی میں ہے اور اس کی خالہ اور خالو ——— کو رسیوں سے باندھ کر اور ان کے منہ میں رومال ٹھونس کر اسٹور روم میں بند کر دیا گیا ہے۔

یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد کرم دین آگے بڑھ کر مرجانہ کے پاس آیا۔ پھر اس کے کان میں بولنے لگا۔ "تمہاری خالہ اسی کوٹھی کے اسٹور روم میں اپنے شوہر کے ساتھ قید ہیں تم ابھی یہ ظاہر نہ کرو کہ تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہے اگر تم ظاہر کرو گی تو دشمن اسٹور روم میں جا کر انہیں نقصان پہنچا سکتے ——— پہلے ان لوگوں سے نمٹ لو۔"

مرجانہ نے یہ سنتے ہی کرم دین کو ایک طرف ہٹایا۔ سامنے جو غنڈہ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے منہ پر اچانک ہی ایک ہاتھ رسید کیا۔ ہاتھ پڑتے ہی وہ غنڈہ چکرا کر رہ گیا۔ اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر تکلیف کی شدت سے بیٹھنے لگا۔ مرجانہ نے اس کے پیٹ پر ایک ٹھوکر ماری تو وہ پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ اسے مار کھاتا دیکھ کر دو بدمعاش آگے بڑھے۔ پھر اچھی خاصی جنگ شروع ہو گئی۔ پہلے تو بدمعاشوں نے یہی سمجھا تھا کہ ان کے مقابلے میں ایک لڑکی ہے۔ اسے دبوچ کر اپنے قابو میں کر لیں گے اور اٹھا کر وہاں سے لے جائیں گے لیکن اب ان کا یہ خیال انہیں منگا پڑ رہا تھا۔ مرجانہ کے ہاتھ پاؤں جیسے فولاد کے بنے ہوئے تھے اور یہ فولادی ماران بدمعاشوں کی برداشت سے باہر تھی۔ وہ مار کھا رہے تھے اور چکرا رہے تھے۔ ذرا سی دیر میں ان کی حالت خراب ہو گئی۔ اب وہ مرجانہ کے مقابلے پر آنے سے کترا رہے تھے اور چاہتے تھے کہ ایک ہی ساتھ بدبول کر اسے دبوچ لیں لیکن مرجانہ پینترے بدلنا بھی جانتی تھی ——— اور پینترے بدل بدل کر ان کے ایسے حملوں سے بچ نکلتی تھی ——— جب وہ ایک ساتھ مل کر اس کی طرف بڑھتے تھے۔ وہ بڑے سے ڈرائنگ روم میں ادھر سے ادھر انہیں دوڑاتی پھر رہی تھی اور رہ رہ کر ان پر حملے بھی کرتی جا رہی تھی۔ تقریباً دس منٹ کے بعد ہی وہ لوگ ٹھنڈے پڑ گئے۔ کچھ فرش پر گرے ہوئے تھے۔ اور کچھ ایک طرف بیٹھے ہوئے اپنی چوٹوں کو سہلا رہے تھے اور اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے وہ گوشت پوست کی بنی ہوئی نہ ہو بلکہ کوئی فولادی روبوٹ ان کے سامنے آ کر انہیں چھٹی کا دودھ یاد دلا رہا ہو۔

یہ کرم دین کے دماغ میں بدستور موجود تھا اور اس انتظار میں تھا کہ اگر کوئی پیچھے سے آ کر مرجانہ پر چپکے سے حملہ کرے گا یا اسے دھوکے سے گرفت میں لینا چاہے گا

تو میں اُس کی کوشش ناکام بنا دوں گا لیکن مرجانہ نے کسی بھی دشمن کو اس کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ واقعی اُس نے واسورو کی جیسے استاد سے لڑنے کا فن ایسا سیکھا تھا کہ ہر لمحے محتاط رہتی تھی اور لڑنے کے دوران صرف ایک دشمن کا نہیں بلکہ چاروں طرف پھیلے دشمنوں کا باقاعدہ خیال رکھتی تھی اور ہر ایک سے نمٹنا جانتی تھی۔

اُس نے چھ بدمعاشوں کو ٹھنڈا کرنے کے بعد آگے بڑھ کر اس خاتون کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ پھر ایک جھٹکا دیتے ہوئے بولی: "اگر میں تمہیں ایک ہاتھ بھی رسید کردوں تو تمہارا دم نکل جائے گا۔ اپنی زندگی چاہتی ہو تو بتا دو کہ میری خالہ کہاں ہیں؟"

مرجانہ کو میں بتا چکا تھا لیکن وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اب بھی اس سے جھوٹ بولا جاتا ہے یا سچ کہنے پر وہ مجبور ہوں گے۔ اس عورت نے گھبرا کر ہکلاتے ہوئے کہا: "مجھے معاف کردو، مجھے چھوڑ دو، میں بتاتی ہوں۔ تمہاری خالہ اور خالو کو اسٹور روم میں بند کیا گیا ہے۔"

مرجانہ نے اُسے چھوڑ دیا۔ پھر ان بدمعاشوں کو حکم دیا کہ وہ اُس کے ساتھ اسٹور روم کی طرف چلیں۔ وہ ان لوگوں کو ڈرائنگ روم میں تنہا چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ اُسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ اُن میں سے کوئی بھی ذرا جاندار ہوا اور اپنی مار اور اپنی چوٹوں کو برداشت کرنے کے بعد اس قابل ہوا کہ دوبارہ حملہ کر سکے تو اُس کی غفلت میں اُس پر حملہ کر سکتا تھا۔ اِس لیے وہ سب کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم دے رہی تھی۔ اُن میں صرف دو ہی بدمعاش ایسے تھے جو اپنے پیروں پر چل کر اُس کے ساتھ جا سکتے تھے۔ باقی فرش پر گھسٹتے ہوئے اور کھٹملوں کے بل چلتے ہوئے مرجانہ کے ساتھ اس اسٹور روم تک پہنچ گئے۔

پھر مرجانہ نے ایک بدمعاش کو حکم دیا کہ اسٹور روم کو کھول کر اُس کے خالہ اور خالو کو آزاد کیا جائے۔

اُس بدمعاش نے حکم کی تعمیل کی۔ چند منٹ کے بعد ہی اُس کے خالہ اور خالو آزاد ہو کر اسٹور روم سے باہر آ گئے تھے اور حیرانی سے ان بدمعاشوں کو دیکھ رہے تھے۔ اُن کی سوالیہ نظریں مرجانہ کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں کہ یہ سب کیا سلسلہ ہے۔

مرجانہ نے آگے بڑھ کر اپنی خالہ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "کیا آپ بیگم طاہرہ بانو ہیں؟"

خاتون نے سر ہلا کر کہا: "ہاں بیٹی، میرا نام طاہرہ بانو ہے اور یہ میرے شوہر ہیں۔"

میں کرم دین کے دماغ میں موجود تھا۔ اس لیے اُس نے کہا: "بیگم صاحبہ، میں کرم دین ہوں۔ آپ تو مجھے اچھی طرح پہچانتی ہیں آج اپنی بھانجی کو بھی دیکھ لیجیے اور پہچان لیجیے، یہ وہی مرجانہ ہے جسے بچپن میں آپ نے میرے حوالے کیا تھا۔"

طاہرہ بانو مرجانہ کو دیکھتے ہوئے اس سے لپٹ گئیں اور اُس کے سر کو چھکا کو بوسے دینے لگیں۔ اُس کے خالو نے آگے بڑھ کر اُس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ان بدمعاشوں نے ہمیں قید کرنے کے بعد آزاد کیسے کر دیا اور تمہیں ہم سے کیسے ملنے کا موقع دیا؟"

مرجانہ نے کہا: "انکل، سیدھی انگلی سے گھی کہاں نکلتا ہے میں نے ان سب کی پٹائی کی ہے۔ ذرا ان کی حالت دیکھیے، یہ کس طرح چوہوں کی طرح دم توڑتے ہوئے نظر آ رہے ہیں ان میں سے یہ دو بدمعاش ابھی تک پاؤں پر کھڑے رہنے کے قابل ہیں، ذرا ٹھہریے، میں انھیں بھی فرش پر لٹا دوں۔"

یہ کہتے ہی مرجانہ نے اُن دونوں پر یکے بعد دیگرے تابڑ توڑ حملے کیے۔ انھوں نے بچنے کی انتہائی کوششیں کیں، لیکن وہ تو بجلی تھی۔ اس سے بچنا بہت مشکل تھا۔ ذرا سی دیر میں اُس کی خالہ اور خالو نے دیکھا کہ وہ دونوں بدمعاش بھی فرش پر ڈھیر ہو گئے تھے۔ اس کے بعد مرجانہ نے پلٹ کر کہا: "انکل ان لوگوں نے کوٹھی میں گھس کر آپ لوگوں کو پریشان کیا تھا۔ اب آپ اطمینان سے فون اٹھا کر قانونی کارروائی کر سکتے ہیں۔"

اس کے خالو نے حیرانی سے مرجانہ کو دیکھتے ہوئے کہا: "بیٹی میں ریٹائرڈ فوجی افسر ہوں۔ میں نے بڑی بڑی جنگیں لڑی ہیں اور بڑے بڑے ہولناک مناظر دیکھے ہیں لیکن کبھی یہ تماشہ نہیں دیکھا کہ ایک تنہا لڑکی نے چھ بدمعاشوں کو فرش پر سلا دیا ہو۔ تم تو کمال کی بیٹی ہو کہاں لڑنے کا فن خاص طور پر سیکھا ہے؟"

مرجانہ نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا اور کہا: "ہاں انکل میری زندگی کی ابتدا کچھ ایسی تھی کہ مجھے اپنی حفاظت کے لیے خود ہی یہ داؤ پیچ سیکھنے پڑے ورنہ دشمن مجھے بھی زندہ نہ چھوڑتے۔"

انکل نے آگے بڑھ کر اُس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا:

شاباش بیٹی تم نے بہت اچھا کیا۔ اب ہمیں اطمینان ہے کہ دشمن بھی آسانی سے تمہیں اپنی سازشوں کا شکار نہیں بنا سکیں گے اور تمہیں غلط قسم کی اطلاعات دے کر تمہیں تمہاری ماں تک پہنچنے سے نہیں روک سکیں گے۔"

یہ کہہ کر اُس کے خالو دوسرے کمرے میں فون کرنے کے لیے چلے گئے۔ مرجانہ نے ان میں سے ایک بدمعاش کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا: "تم بتاؤ یہ تم لوگوں کو پتا کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں پہنچنے والی ہوں؟"

جواب میں ذرا دیر تک خاموشی رہی تو مرجانہ نے ڈانٹ کر کہا: "اگر میری باتوں کا صحیح جواب نہ ملا تو میں تم لوگوں کو اپنے ہاتھوں سے مار مار کے موت کے منہ میں پہنچا دوں گی۔"

ایک بدمعاش نے سہم کر کہا: "میں بتاتا ہوں، ہم لوگوں کو اب سے دو گھنٹہ پہلے یہ اطلاع کراچی سے ملی تھی۔ ہمارے ایک ساتھی نے وہاں سے فون کیا تھا کہ تم شام کی فلائیٹ سے یہاں پہنچنے والی ہو۔ تمہارے ساتھ کرم دین بھی ہو گا لہٰذا تمہیں تمہاری خالہ تک پہنچنے نہ دیا جائے اور چونکہ تم نے کبھی اپنی خالہ کو نہیں دیکھا ہے اس لیے تمہیں غلط راہ پر ڈال دیا جائے اور ایک نقلی خالہ کوشش کیا جائے۔ وہ نقلی خالہ تمہیں جو اطلاعات تمہاری والدہ کے متعلق دیتیں وہ ہماری مرضی کے عین مطابق ہوتا لیکن ہمارا یہ راز کھل گیا۔"

مرجانہ نے کہا: "ہوں، یہ وہی شخص ہو سکتا ہے جو دو دن پہلے مجھ سے زرینہ کی کوٹھی میں ملنے آیا تھا۔ اسی نے کراچی سے تم لوگوں کو فون کیا ہو گا۔ اگر اب وہ میرے سامنے آ گیا تو میں اس کی بھی ایسی کی تیسی کر کے رکھ دوں گی۔"

اتنی دیر میں اس کے انکل فون کر کے واپس آ گئے۔ انھوں نے کہا: "میں نے اطلاع دے دی ہے۔ پولیس والے تھوڑی دیر میں یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

مرجانہ نے ان بدمعاشوں سے کہا: "چلو آگے بڑھو اور اس اسٹور روم میں گھس جاؤ۔ پولیس والوں کے آنے تک تم لوگوں کو یہاں بند رکھا جائے گا۔ میں یہاں کھڑے رہ کر تمہاری نگرانی نہیں کروں گی۔ چلو جلدی کرو۔"

اُس کا حکم سنتے ہی وہ لوگ فرش پر گھسٹ گھسٹ کر اسٹور روم میں داخل ہو گئے۔ پھر مرجانہ نے اُس کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ اُن کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد اُس نے اپنی خالہ کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا: "خالہ اب مجھے جلدی سے بتائیے کہ میری امی کہاں ہیں؟"

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

روشنی کے مینار
اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات
ضیاء تسنیم بلگرامی
قیمت ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

عظمت کے مینار
ضیاء تسنیم بلگرامی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ
قیمت ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ایمان کا سفر
محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ
وہ فن پارے جن کی آپ کو تلاش ہے۔
قیمت ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کچرا گھر
محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ
جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔
قیمت ۶۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

آدھا چہرہ
محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو بگڑی کے بنانے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں
قیمت ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کالی کہانیاں
جرائم، جادو، شیطان، ارواح، طنز و مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں
قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

بنک ویلوٹ کی چوریاں
مشہور چور بنک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں نکال قدر معاوضہ پر چھوڑ دیتا ہے۔
قیمت جلد اول ۲۵ جلد دوم ۲۵
ڈاک خرچ فی جلد ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس ۲۴۳ سیفیہ مینشن، میرپور ایسٹ ایریا، ٹی ٹی چیمہ گیر روڈ، کراچی

اور کس حال میں ہیں؟"

اُس کی خالہ نے کہا: "بیٹی آؤ۔ آرام سے بیٹھو ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ میں اطمینان سے تمھیں ساری داستان سنا دوں گی۔"

مرجانہ نے کہا: "میری زندگی میں شاید ابھی آرام نہیں لکھا ہے۔ اب تو لوں لگتا ہے جیسے قدم قدم پر دشمنوں سے سامنا ہوگا۔ مجھے پہلی فرصت میں اپنی امّی کے متعلق ساری تفصیلات معلوم کر لینی چاہیے ورنہ دشمن پھر مجھے صحیح راستے سے بھٹکا دینے کی کوشش شروع کر دیں گے۔"

"بیٹی، تمھاری امّی ان دنوں پیرس میں ہیں۔ اُن کی دماغی حالت کبھی کبھی درست نہیں رہتی۔ کبھی وہ نارمل ہوتی ہیں اور ہم لوگوں کو اچھی طرح پہچانتی ہیں۔ کبھی ہمیں پہچاننے سے انکار کر دیتی ہیں اور بہکی بہکی باتیں کرنے لگتی ہیں۔"

مرجانہ نے پوچھا: "کیا میری امّی مجھے پہچان سکیں گی؟"

اس کی خالہ نے جواب دیا: "ہاں۔ میں تمھیں ایک نیکلس اور ایک انگوٹھی دوں گی۔ وہ تم پہن لینا۔ یہ دونوں چیزیں تمھارے خاندان میں ایک عرصے سے چلی آ رہی ہیں۔ تمھارے خاندان میں جو بہوئیں آتی ہیں۔ وہ یہ انگوٹھی اور نیکلس پہنتی ہیں۔ جب میں تمھاری پیدائش کے بعد تمھیں ہندوستان سے لے کر یہاں آئی تو تمھاری امّی نے یہ دونوں چیزیں مجھے دی تھیں اور کہا تھا کہ کبھی مجھے اپنی بیٹی کو پہچاننا ہوا تو یہ دونوں چیزیں اُس کی شناخت کے لیے کام آئیں گی۔"

یہ کہہ کر اس کی خالہ نے اُس کا ہاتھ تھام لیا اور اُسے اپنے ساتھ لے کر دوسرے کمرے میں گئیں۔ وہاں ایک آہنی الماری کو کھول کر انھوں نے ایک دراز سے سونے کا ایک نیکلس اور ایک انگوٹھی نکالی اور مرجانہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "یہی وہ نیکلس اور انگوٹھی ہے۔"

مرجانہ نے دونوں چیزوں کو لے کر چوما اور اُسے سینے سے لگا لیا۔ اُس کا دل دھڑک رہا تھا اور وہ بہت ہی گہری سنجیدگی سے اپنی ماں کے متعلق سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا: "یہ میری ماں کی امانت ہے —— اللہ نے چاہا تو میں جلد ہی اپنی ماں کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ آنٹی میرے لیے انکل سے کہہ کر جلد از جلد ایک انٹرنیشنل پاسپورٹ بنوا دیجیے میں جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے پیرس کے لیے روانہ ہونا چاہتی ہوں۔"

"فکر نہ کرو بیٹی، تمھارے خالو ریٹائرڈ افسر ہیں اور اُن کے بڑے اثر و رسوخ ہیں۔ وہ انشاء اللہ دو دن کے اندر تمھیں پاسپورٹ بنوا کر دے دیں گے۔ تم کل ہی سے سفر کی تیاری شروع کر دو۔"

"آنٹی میرے ابّو کے بارے میں کچھ بتائیے؟"

"میں کیا بتاؤں بیٹی، وہ تو تمھارے پیدا ہونے سے پہلے ہی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو تمھاری امّی کو اتنی پریشانیاں نہ اٹھانی پڑتیں۔ اُن کی موت کے بعد ہی دشمنوں نے تمھاری امّی کو چاروں طرف سے تنگ کرنا شروع کر دیا تھا اور دھمکی دی تھی کہ جو لڑکا پیدا ہوگی وہ اُسے لے کر چلے جائیں گے اور ان چاروں دشمنوں میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ تم اُن کی بیٹی ہو۔"

"یہ کیسے ممکن ہے آنٹی کہ میں اُن کی بیٹی کہلاؤں، وہ آخر کس بنیاد پر مجھے بیٹی کہتے ہیں اور باپ بننے کا دعویٰ کرتے ہیں؟"

"بیٹی، میں اپنی زبان سے اتنی تفصیل نہیں بتا سکتی۔ ہاں تمھاری ماں کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی ڈائری رکھی ہوئی ہے یہ میں نے تمھارے لیے ہی ایک عرصے سے سنبھال کر رکھی ہے کبھی تم یہ سوال کرو تو تمھیں وہ ڈائری پڑھ کر جواب مل جائے۔"

یہ کہہ کر انھوں نے الماری کے سیف سے بہت ہی پرانی سی ایک ڈائری نکالی اور اُسے مرجانہ کے حوالے کر دیا۔ پھر بولیں: "معلوم ہوتا ہے کہ پولیس والے آ گئے ہیں۔ تم اطمینان سے بیٹھ کر یہاں ڈائری پڑھو۔ میں ابھی وہاں سے آتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ مرجانہ کو کمرے میں تنہا چھوڑ کر چلی گئیں۔

مرجانہ کے دل میں بے چینی تھی۔ اپنی امّی اور ابّو کے متعلق وہ تفصیلات جاننا چاہتی تھی۔ اسی وقت وہ ڈائری کھول کر بیٹھ گئی اور اُسے پہلے ہی صفحے سے پڑھنے لگی۔ اُس کی امّی سائرہ بانو نے لکھا تھا:

"میں بچپن ہی سے بدنصیب ہوں۔ تقریباً بارہ برس کی عمر تک میں نے اپنے خاندان میں رہ کر اپنے والدین کے سائے میں کچھ خوشیاں دیکھیں لیکن وہ ایسی عمر تھی کہ خوشیاں آتی تھیں گزر جاتی تھیں اور ہم اُسے ہمیشہ یاد نہیں رکھ سکتے تھے۔ جوانی میں اگر خوشیاں حاصل ہوتی ہیں اور کچھ ایسے واقعات ہمارے ساتھ گزرتے ہیں جو ہمیں ہمیشہ

یاد رہتے ہیں تو ہم انھیں یاد رکھ لیتے ہیں لیکن بچپن کی بہت سی باتیں یاد نہیں رہتیں اسی طرح مجھے یہ یاد نہیں ہے کہ مجھے کتنی خوشیاں ملی تھیں۔

جب میں بارہ برس کی تھی تو ہندوستان کے کتنے ہی شہروں میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے۔ اُن دنوں ہم ہندوؤں کے ایک محلے میں رہتے تھے۔ وہاں محلے کے ہندوؤں نے ہمیں یقین دلایا کہ کوئی ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا بلکہ وہ سب لوگ مل کر ہماری حفاظت کریں گے میرے والد بھی جانتے تھے اور اُن پر اعتماد کرتے تھے اور اُن کا اعتماد درست بھی تھا لیکن جب کچھ دیر کے لیے چند گھنٹوں کے لیے امن قائم ہو جاتا تھا اور کرفیو اٹھ... جاتا تھا تو دوسرے علاقوں سے آ کر ہمارے مسلمان رشتہ دار ابّو کو سمجھاتے تھے کہ ہمیں اس محلے میں نہیں رہنا چاہیے اور ہندوؤں پر زیادہ بھروسہ نہیں کرنا چاہیے لیکن میرے ابّو نے اپنے رشتے داروں کی ایک نہ سُنی۔

ایک شام اچانک ہی ہمارے محلے میں ---- غنڈوں نے حملہ کیا۔ میں اپنے ایک ہندو پڑوسی کے ہاں ایک سہیلی کے ساتھ کھیلنے گئی تھی وہاں سے واپس آ رہی تھی کہ ایک بدمعاش نے مجھے اُٹھا لیا۔ میں چیخنے چلّانے لگی لیکن وہ مجھے لے کر بھاگتا چلا گیا۔ میں ان دنوں اچھی طرح یہ سمجھ نہیں سکتی تھی کہ یہ لڑائی جھگڑے کیوں ہوتے ہیں ہندو مسلمانوں سے اور مسلمان ہندوؤں سے الگ کیوں ہیں لیکن جب مجھے وہ بدمعاش اُٹھا کر لے جانے لگا تو ایسا لگا جیسے کوئی بھوت مجھ سے چمٹ گیا ہے اور میری جان لینا چاہتا ہے۔ وہ ہندو ہو یا مسلمان ہو میرے کچے ذہن کے لیے کسی بھوت سے کم نہیں تھا۔ وہ مجھے پتہ نہیں کس مکان میں لے گیا۔ وہاں لے جا کر اُس نے ایک کمرے کا بند کر دیا اور ڈانٹ کر کہنے لگا کہ میں شور مچاؤں گی تو وہ مجھے چاقو سے ہلاک کر دے گا۔

یہ کہہ کر اُس نے ایک لمبا سا چاقو نکالا تھا۔ جسے دیکھتے ہی میں سہم کر خاموش ہو گئی تھی۔ بہت رات کو وہ بہت سے کھانے لے کر آیا۔ اُس کے ساتھ ایک آدمی اور بھی تھا۔ اُس نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اس چھوکری کو کہاں اٹھا کر لایا ہے یہ تو ابھی جوان نہیں ہے۔"

مجھے اٹھا کر لانے والے نے کہا: "بھئی ہم نے اُس محلے پر حملہ کیا تھا جس کے ہاتھ جو کچھ لگا وہ اٹھا کر لے آیا۔ میرے ہاتھ یہی چھوکری لگی۔ اب سوچتا ہوں کہ اسے دہلی لے جا کر بیچ دوں۔ کچھ تو پیسے ہاتھ آ جائیں گے۔"

"ہاں یہ سالے ہندو غنڈے ہمارے مسلمانوں کے محلّوں میں حملے کرتے ہیں اور پتہ نہیں ہماری مسلمان بہو بیٹیوں کو بھی کتنے ہی ہندو اٹھا کر لے گئے ہیں۔ آج ہمارے ہاتھ بھی یہ ہندو لڑکی لگی ہے ہم اسے بھی فروخت کر دینگے۔"

اُن کی باتیں سُن کر میں نے کہا: "میں ہندو نہیں ہوں۔ میں مسلمان ہوں۔ میرا نام سائرہ بانو ہے۔"

میری بات سُن کر وہ ہنسنے لگے۔ اُن میں سے ایک نے کہا: "یہ بالشت بھر کی چھوکری خواہ مخواہ مسلمان بن کر ہمیں بیوقوف بنانا چاہتی ہے — ہم نے ہندو محلے پر حملہ کیا تھا اور یہ ایک ہندو گھر سے ہی باہر نکل رہی تھی۔ میں اندھا اور بیوقوف نہیں ہوں۔ بہت سوچ سمجھ کر اٹھا کر لایا ہوں۔ لڑکی، تم اپنی باتیں نہ بناؤ۔ چپ چاپ کھانا کھا کر سو جاؤ۔ کل صبح ہم تمھیں یہاں سے لے جائیں گے۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی اُس کے ساتھی نے اس کے شانے کو دبا کر کچھ اشارہ کیا۔ پھر وہ دونوں مجھ سے دُور جا کر آپس میں دھیرے دھیرے کچھ باتیں کرنے لگے۔ اُن کی باتیں میرے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھیں میں بہت بھوکی تھی کھانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اس آدمی نے میرے قریب آ کر کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ تم سچ کہہ رہی ہو۔ تم کوئی مسلمان لڑکی ہو۔ میں ابھی اس محلے میں جا کر معلوم کرتا ہوں کہ تمھارے ماں باپ کون ہیں؟"

میں نے اپنے ابّو کا نام بتایا تو وہ وعدہ کر کے چلا گیا کہ میرے ابّو کو یہاں لے کر آئے گا اور مجھے اُن کے حوالے کر دے گا۔ میں مطمئن ہو گئی اور پیٹ بھر کر کھانے کے بعد وہیں ایک چارپائی پر سو گئی۔ اکیلے میں مجھے ڈر لگ رہا تھا۔ میں نے کئی بار رو رو کر آوازیں دیں لیکن مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں بہت رات تک دہشت سے جاگتی رہی۔ آخر پتہ نہیں میری آنکھ کب لگ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی اور وہ دونوں میرے کمرے میں آ گئے تھے۔ اُن میں سے ایک نے کہا: "ہم تمھارے محلے میں گئے تھے۔ تم سچ کہتی ہو۔ اس نام کے ایک صاحب وہاں رہتے تھے اُن کا پورا خاندان تھا۔ کل وہ لوگ اس دنگے فساد سے ڈر کر اس محلے کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ ہم نے معلوم کیا تو پتہ چلا وہ دہلی شہر گئے ہیں۔ میں وہ پتہ لے کر آیا ہوں جہاں تمھارے گھر والے گئے ہیں۔ چلو ہم تمھیں دہلی لے جا کر تمھاری امّی، ابّو کے پاس تمھیں پہنچا دیں۔"

اُن کی باتیں سُن کر میں خوش ہوگئی اور اُن کے ساتھ جانے کے لیے راضی ہوگئی۔ ہم ایک بس میں بیٹھ کر دہلی شہر کی طرف روانہ ہوگئے۔ میں راستے میں پُرسکون رہی، شور نہیں مچایا۔ کسی سے یہ شکایت نہیں کی کہ میرے ساتھ وہ بدمعاشی ہیں جو مجھے اغوا کر کے لے جا رہے ہیں کیونکہ اس وقت وہ میرے ہمدرد بن گئے تھے اور میں اُن کے خلاف کچھ بولنا نہیں چاہتی تھی۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ اُن لوگوں کی چال تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر دن کے وقت وہ مجھے کسی بس میں یا ریل گاڑی میں بٹھا کر دہلی شہر لے جائیں گے تو میں راستے میں شور مچاؤں گی اور پولیس والے انھیں پکڑ لیں گے۔ اسی لیے انھوں نے یہ چال چلی تھی اور مجھے یہ یقین دلایا تھا کہ میرے والدین دہلی شہر چلے گئے ہیں۔ دہلی پہنچ کر انھوں نے پتہ نہیں مجھے کس محلے میں پہنچایا یا وہاں ایک اونچی عمارت تھی۔ دوسری منزل پر لے جا کر انھوں نے ایک عورت کے ہاتھ مجھے بیچ دیا۔ اس عورت نے انھیں نوٹوں کی چھوٹی سی گڈی دی اور وہ رقم لے کر چلے گئے۔ میں اُن کے پیچھے دوڑتے ہوئے کہنے لگی "مجھے کہاں چھوڑ کر جا رہے ہو میرے الوداعی کہاں ہیں؟"

اس پر ایک آدمی نے پلٹ کر میرے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ میں گر پڑی، رونے لگی۔ اس عورت نے آکر مجھے کراٹھایا اور میرا سر سہلا کر مجھے سینے سے لگا کر کہنے لگی "بیٹی میں ہی تمھاری ماں ہوں۔ پتہ نہیں تمھارے اصلی الو کہاں ہیں۔ میں انھیں تلاش کروں گی اس وقت تک تم میرے پاس رہو۔"

مجھے اُس کے پاس رہنا ہی پڑا۔ اتنی بڑی دُنیا میں میں کہاں جاتی؟ میں نے اپنے گھر سے ——— باہر کی دنیا نہیں دیکھی تھی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ مجھے کہاں جانا چاہیے اور اپنے والدین کو کہاں تلاش کرنا چاہیے۔ وہ عورت مجھے جھوٹے دلاسے دیتی رہی۔ مجھے اس کمرے میں لے جا کر بٹھاتی رہی جہاں کچھ لڑکیاں ناچ گانا سیکھا کرتی تھیں۔ ایک ماہ بعد اس عورت نے میرے پاؤں میں بھی گھنگھرو باندھے کہ تم بھی تھوڑا بہت سیکھ لو۔ یہ آگے چل کر تمھارے کام آئے گا۔

مجھے ناچنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ ہاں بچپن سے میں گیت گایا کرتی تھی مجھے کچھ کچھ یاد ہے اچھا لگتا تھا۔ پتہ نہیں، جو عورت میری ماں بنی ہوئی تھی اُس نے باتوں میں کیا جادو کیا تھا کہ میں اُس کی ہر بات مان لیتی تھی۔ وہ مجھ سے یوں بھی بڑی محبت سے پیش آتی تھی۔ مجھے احساس نہیں دیتی تھی کہ وہ کوئی غیر ہے۔ میرے کھانے، پینے اور اوڑھنے کا خاص خیال رکھتی تھی۔ مجھے اتنا پیار دیتی تھی میں اُس کی یہ بات بھی مان گئی اور نابالغ لڑکیوں کو ورغلا کر لانے والے شخص کا گرو

دو برس گزر گئے۔ میں چودہ برس کی ہوگئی۔ اتنی سمجھ آگئی تھی کہ میں زمانے کی اونچ نیچ کو سمجھ سکوں کو مٹھے میں طرح طرح کے لوگ آتے تھے اور طرح طرح کے تجربے ہوتے تھے۔ پھر وہاں جو دوسری لڑکیاں تھیں وہ آپس میں باتیں کرتی تھیں اور مجھے بھی اس دنیا کے بارے میں اور اس بازار کے بارے میں سمجھاتی تھیں۔ مجھے بہت سی باتیں سمجھ میں آنے لگیں۔ اتنا تو میں سمجھ گئی تھی کہ میرے والدین مجھے کبھی نہیں ملیں گے اور اگر مجھے کبھی ان سے ملنے کا موقع ملا تو میں خود اپنے خاندان والوں کے پاس نہیں جاؤں گی کیونکہ میں ایسے بازار میں پہنچ گئی تھی جہاں سے نکل کر اپنے گھر کی دہلیز پر قدم رکھنے سے اپنے ہی گھر والے مجھ پر انگلی اٹھاتے اور کبھی یہ یقین نہ کرتے کہ میں کوٹھے میں رہ کر بھی پاکدامن ہوں۔

آہ! چند نوٹوں کی خاطر ظالموں نے مجھے میرے والدین سے جُدا کر دیا تھا۔ مجھے ایک شریف گھرانے سے نکال کر اس جہنم میں پہنچا دیا تھا اور میں یہ سوچ سوچ کر دل ہی دل میں شرم سے گڑ جاتی تھی کہ اب میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی ہوں۔ اب میں اس قابل بھی نہیں رہی ہوں کسی شریف گھرانے میں جا سکوں اور ایک اچھے گھر کا فرد کر سکوں۔ ان دو برس کے دوران دہلی شہر میں بھی کئی فسادات ہوئے لیکن بڑے تعجب کی بات تھی کہ شہر کے بازار میں کبھی دنگا فساد نہیں ہوا۔ کبھی ہندو مسلمان آپس میں لڑتے ہوئے نظر نہیں آئے۔ وہاں مجھ سے بڑی عمر کی ایک لڑکی تھی وہ مجھے کہتی تھی کہ اس دنیا کے ہر شہر میں ایسے بازار ہیں لیکن گندے بازاروں میں کبھی مذہب کی بات پر جھگڑا نہیں ہوتا۔ کبھی ہندو، مسلمان سے اور مسلمان ہندو سے نہیں لڑتا۔ دونوں ہی گاہک بن کر یہاں آتے ہیں اور یہاں سے جانے کے بعد اپنی مذہب و دنیا میں خون خرابہ کرتے ہیں۔

پندرہ برس کی عمر میں میں اس قدر سمجھ گئی تھی بڑے بڑے دولت مندوں کی طرف سے میرے لیے آنے لگے۔ وہ میری منہ بولی ماں کے پاس آتے تھے اور اس سے بڑی رقم پیش کرنا چاہتے تھے لیکن میری وہ ماں

ہوشیار اور سمجھ دار تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ میں گناہ کے دلدل میں نہیں جانا چاہوں گی۔ وہ باتوں ہی باتوں میں خوب صورت انداز میں مجھے بولے گناہ کی طرف مائل کرنا چاہتی تھی۔ لیکن ایک دن میں نے اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی جیسا کہ وہ چاہتی ہیں۔ اگر وہ کسی سے رشتہ کرنا چاہتی ہیں تو باقاعدہ میرا نکاح پڑھا کر یہاں سے رخصت کر دیں۔

میری یہ بات سُن کر اس نائکہ نے کہا "میں تم سے بات کرتی ہوں بیٹی اور تمھیں اپنے سے الگ نہیں کر سکتی۔ دولت مند تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ میں اُس سے بات کروں گی، اور اُس سے یہ طے کروں گی کہ تمھاری شادی یہیں ہوگی اور شادی کے بعد بھی تم یہاں میرے پاس رہا کرو گی، اور وہ تمھارا شوہر تم سے ملنے یہاں آیا کرے گا۔"

میں یہ سوچ کر مطمئن ہوگئی کہ وہاں کوئی میرا گاہک نہیں آئے گا بلکہ باقاعدہ میرا نکاح پڑھایا جائے گا اور میں عزت آبرو سے کسی کی شریکِ حیات بن جاؤں گی۔ وہ دولت مند جو مجھے پسند کرنے لگا تھا اور مجھے ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا تھا اُس کا نام بختاور تھا۔ وہ اس بات پر راضی ہوگیا کہ میں شادی کے بعد بھی نائکہ کے پاس رہوں گی۔ وہ صرف میرا دیوانہ تھا۔ کسی جگہ بھی حاصل کر لینا چاہتا تھا۔ خواہ اُس کی کوٹھی ہو یا میرا کوٹھا۔

سولہ برس کی عمر میں میری شادی بختاور سے ہوگئی۔ شادی کے دن میں دُلھن کے لباس میں تھی اور بختاور صرف پھولوں کے ہار پہنا ہوا تھا۔ شاید اُس کے خاندان میں سہرا باندھنے کا رواج نہیں تھا۔ میں نے اس وقت یہی سوچا۔ شادی کی تصویریں وہاں اُتاری گئیں۔ دُولھا دُلھن کی حیثیت سے ہماری تصویریں بختاور نے ایک البم میں سجا کر رکھیں۔ وہ ہر رات میرے پاس آیا کرتا تھا اور صبح ہونے سے پہلے چلا جاتا تھا۔ میں ایک مشرقی گھرانے میں پرورش پاتی رہی تھی میں نے میاں بیوی کو دن رات ساتھ رہتے دیکھا تھا اور بیوی کو اپنے شوہر کی خدمت کرتے دیکھا تھا۔ میرے دل میں بھی یہ آرزو میں تھیں کہ میں اپنے شوہر کی خدمت کروں لیکن مجھے اس کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ کیونکہ وہ تمام رات غائب رہتا تھا۔ میں نے شکایت کی تو اس نے کہا کہ وہ کاروبار کے سلسلے میں جاتا ہے اور رات کو واپس آتا ہے۔

میں اس بازار میں رہ کر بھی ایسی نادان تھی کہ اپنے شوہر کے اصلی روپ کو نہ پہچان سکی کہ وہ صرف اپنی ہوس پوری کرنے آتا ہے اور صبح ہوتے ہی چلا جاتا ہے۔ میں نے ایک بیوی کی طرح اُس کی مجبوریوں کو سمجھا کہ وہ کاروباری مصروفیات میں رہتا ہے اور بیچارہ اتنا مجبور ہے کہ مجھ جیسی نئی نویلی دُلھن سے دن کے وقت ملنے بھی نہیں آسکتا۔

میں اسی طرح اُس کے ساتھ وقت گزارتی رہی۔ کچھ عرصے بعد نائکہ نے کہا "بیٹی میں نے بختاور سے تمام باتیں طے کر لی تھیں اور یہ فیصلہ ہوا تھا کہ تم اُس کی بیوی بن کر رہو گی۔ لیکن رات کے وقت مجرا ضرور پیش کیا کرو گی۔ یہ تو ہمارا پرانا دھندا ہے۔ اس دھندے کو تو چلانا ہی پڑتا ہے۔ تم رات کے نو بجے سے بارہ بجے تک میرے لیے مجرا پیش کیا کرو۔ اس کے بعد بختاور آیا کرے گا تو تم اُس کے پاس چلی جایا کرنا۔"

مجھے اب یہ اچھا نہیں لگتا تھا۔ میں کسی شریف آدمی کی شریکِ حیات تھی اور کوٹھے پر ناچنا نہیں چاہتی تھی لیکن بختاور نے بھی مجھے یہی سمجھایا کہ جب تم اپنے ماں کے پاس یہاں کوٹھے میں رہتی ہو تو تمھیں اُس کی بات ماننی چاہیے۔ میں شوہر ہوں اور مجھے اس بات پر اعتراض نہیں ہے کہ تم یہاں ناچنے گانے کا سلسلہ جاری رکھو اس میں کوئی بُرائی نہیں ہے۔

بہرحال اُن لوگوں نے مل کر مجھے کسی طرح سمجھا بجھا کر اس بات پر راضی کر لیا۔ میں تو یہ سوچ کر راضی ہوگئی تھی کہ شوہر کا نوٹوں پر بھی پلائے تو عورت کو چلنا چاہیے۔ میرا بھلا بُرا سوچنے کی ذمہ داری میرے شوہر پر تھی اور میں سمجھتی تھی کہ وہ جو بھی حکم دے گا وہ خدا کے حکم کے بعد سب سے زیادہ اہمیت رکھے گا اور میں اسی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اُس کی ہر بات مان لیتی تھی۔ پھر ایک سال کے بعد اچانک ہی وہ غائب ہوگیا۔ میں نے کئی رات انتظار کیا۔ پھر بے چین ہوگئی۔ نائکہ سے کہا کہ بختاور کی خبر لی جائے کہ وہ کہاں ہیں؟ کیوں نہیں آرہے ہیں؟ نائکہ نے اپنے آدمیوں کو اس کے پاس بھیجا تو پتہ چلا کہ وہ کسی دوسرے شہر چلا گیا ہے اور اس کی واپسی کب ہوگی۔ اس کے متعلق کوئی نہیں جانتا۔ میرے دل کو زبردست صدمہ پہنچا۔ میں اس کی بیوی تھی۔ اُس کے ہر حکم پر بلا چون وچرا عمل

کرتی تھی۔ اُس کا فرض تھا کہ وہ مجھے چھوڑ کر جانے سے پہلے مجھ کو بتا دیتا۔ اتنا ہی کہہ دیتا کہ وہ دو روز چار روز کے بعد واپس آئے گا تو میں کبھی نہ روکتی لیکن وہ مجھ سے کچھ کہے سنے بغیر چلا گیا تھا۔

میں دو چار دن تک اپنے دل کو بہلاتی رہی کہ شاید اتنا ضروری کام پڑ گیا ہو کہ مجھ سے کچھ کہنے سننے کی فرصت نہیں مل ہوگی اور وہ مجبور ہو کر چلے گئے ہوں گے۔ واپس آئیں گے تو میں سامنے شرمندہ ہوں گے لیکن واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ دو مہینے، چار مہینے، چھ مہینے گزر گئے اور بھائی کی کوئی خبر نہ ملی۔ نائکہ نے کہا: "آہ۔ بیٹی اب صبر کر کے بیٹھ جاؤ۔ یہ رئیس لوگ بس ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اُن کے سامنے نکاح کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور یہ نکاحی بیویوں کو یوں چھوڑ کر بازاروں سے چلے جاتے ہیں۔"

کئی ماہ تک میں روتی رہی۔ اپنے سہاگ کا ماتم کرتی رہی۔ پھر مجھے ڈاکٹر صاحبہ آنے لگا۔ میں ہر رات پابندی سے مجرا کرتی تھی۔ نائکہ مجھے سمجھاتی تھی۔ دل پر جتنے بھی صدمات گزریں، عورت کو بڑے صبر سے برداشت کرنا پڑتا ہے اور اسلام نے عورتوں کو اپنے سینے میں چھپا کر تمام تر غم کو اپنے سینے میں چھپا کر تمام تر غم کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اُن کے لیے گانا پڑتا ہے۔ اُن کا دل بہلانا پڑتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو محفل والوں کو مرنا پڑ جائے۔

میں جانتی تھی کہ نائکہ نے بہت سی دولت جمع کر رکھی ہے۔ اس کے باوجود وہ بھی دکھڑا روتی تھی کہ دھندا بند ہو جائے گا تو ہم بھوکے مر جائیں گے۔ میں اب اُس سے بحث کرنا نہیں چاہتی تھی اس لیے خاموشی سے اُس کی بات مان لیتی تھی اور ہر رات فجرا پیش کرتی تھی۔ اُن دنوں ایک بہت ہی خوبرو شخص پابندی سے آیا کرتا تھا اور مجھ پر سیکڑوں روپے نچھاور کیا کرتا تھا۔ اُس کا نام نواب سلامت علی تھا۔ وہ مجھ سے بہت اچھی اچھی باتیں کرتا تھا۔ وہ نائکہ بھی مجرا ختم ہونے کے بعد اس بات کا موقع دیتی تھی کہ نواب سلامت علی کچھ دیر کے بعد تنہائی میں بیٹھ کر مجھ سے باتیں کرے۔ پہلے تو میں کتراتی رہی پھر پتہ نہیں اُن کی باتوں میں کیا جادو تھا کہ میں وہاں بیٹھ جایا کرتی تھی اور اُن کی باتیں سنتی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ جو کہتے ہیں وہی ان کے دل میں ہوتا ہے اور کبھی جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ اُن کا چہرہ جو تھا اُن کے دل کے آئینے کی طرح صاف تھا۔ پتہ نہیں میں نے کیسے یہ ساری باتیں محسوس کیں۔ شاید میں اندر ہی اندر نواب سلامت سے متاثر ہو رہی تھی۔ وہ برابر آتے تھے میرے لیے بیش قیمت روپے کے تحائف لاتے تھے اور نائکہ کو بھی راضی میں رکھتے تھے۔ اُن کے اخراجات دیکھ کر میں جان گئی تھی کہ وہ بے انتہا دولت مند ہیں۔ انھوں نے نائکہ سے کہا کہ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔

شادی کی بات پر میں رونے لگی۔ نواب سلامت علی نے حیرانی سے پوچھا: "اے کیوں رو رہی ہو۔ کیا شادی کی بات بُری لگی ہے؟"

نائکہ نے فوراً ہی بات بناتے ہوئے کہا: "یہ بات نہیں ہے نواب صاحب! دراصل میری بیٹی مجھے بہت چاہتی ہے۔ مجھے چھوڑ کر کہیں جانا نہیں چاہتی۔ اگر آپ شادی کریں گے تو یہ شادی کے بعد بھی میرے ہی پاس رہا کرے گی۔"

نواب سلامت علی نے کہا: "نہیں، یہ تو ممکن نہیں ہے۔ میں ایک شریف آدمی ہوں اور جو میری بیوی ہوگی وہ بھی شریف بن کر کہلائے گی اور شریفوں کا یہ دستور ہے کہ وہ ایک ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔ گاڑی کے دو پہیوں کی طرح تمام زندگی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ میں سائرہ بانو کو جب اپنی شریکِ حیات بناؤں گا تو پھر یہ کبھی برداشت نہیں کروں گا کہ میری بیوی پر یہاں آنے جانے والوں کی نظر بھی پڑے یا بازار میں بیٹھ کر اپنے پاؤں میں گھنگھرو باندھے۔ میں غیرت مند ہوں اور میں اپنی بیوی کو بھی ایسی ہی باغیرت رکھوں گا۔"

اُن کی باتیں سن کر میرا دل خوشی سے کھل اٹھا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار ایک مرد کو اس طرح غیرت کی باتیں کرتے ہوئے سنا تھا اور اُن کے دل میں میرے لیے جو عزت تھی اور جو تحفظ وہ مجھے دینا چاہتے تھے وہ اُن کی باتوں سے صاف ظاہر تھا۔ میں دل ہی دل میں اُن کے لیے اتنی محبت محسوس کرنے لگی کہ جی چاہا اُن کے قدموں میں جھک جاؤں اور اُن سے کہوں کہ بس میری جنت انھی قدموں میں ہے۔ مجھے اس بازار سے لے چلیے۔

لیکن نائکہ کو یہ باتیں کچھ اچھی نہیں لگی تھیں۔ بظاہر اُس نے مسکرا کر کہا: "نواب صاحب آپ عزت والے آدمی ہیں۔ ٹھیک ہے آپ میرا مطالبہ پورا کرنے کے بعد سائرہ بانو کو اپنی شریکِ حیات بنا کر جہاں لے جانا چاہیں لے جائیں

لیکن میں کروں گی لیکن نواب صاحب آپ تو جانتے ہیں کہ میں سائرہ کے دم قدم سے یہاں زندگی گزار رہی ہوں۔ آپ اُسے لے جائیں گے تو گویا میری روزی روٹی مستقبل سب کچھ لے جائیں گے۔ پھر میں یہاں بھوک اور فاقوں سے مر جاؤں گی۔"

نواب صاحب نے ہنستے ہوئے کہا: "ایسے نہیں ایسی بات ہے۔ میں آپ کا پورا پورا خیال رکھوں گا۔ سائرہ دلہن بنانے سے پہلے آپ کو پچاس ہزار روپے دوں گا۔ آپ بڑھاپا اتنی رقم میں آسانی سے گزر جائے گا۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

نائکہ نے خوش ہو کر نواب سلامت علی کی بلائیں لیں اور کہا: "اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ بس میں اور کچھ نہیں چاہتی۔ آپ روپے لے آئیں اور نکاح کی تیاری کریں۔ سائرہ آپ کی ہے۔"

نائکہ بڑی خوش تھی لیکن شادی کی بات سن کر میں رونے لگی تھی۔ اس لیے کہ میں جانتی تھی کہ میری شادی نہیں ہو سکتی کیونکہ میں جانتی تھی اور یہ نائکہ پتہ نہیں کیا سوچ کر نواب سلامت علی سے رشتہ طے کر رہی تھی۔ مجھے اس بات کا دکھ تھا حالانکہ میں نواب صاحب کو بہت زیادہ چاہنے لگی تھی اور میرا دل چاہتا تھا کہ میں ساری زندگی اُن ہی کے ساتھ گزار دوں۔

تنہائی میں میں نے نائکہ سے پوچھا: "آپ یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ میری شادی ہو چکی ہے۔ میں مجرا کرتی ہوں۔ پھر نواب صاحب سے میری شادی کیسے ہو سکتی ہے؟"

نائکہ نے ناگواری سے بُرا بھلا کہتے ہوئے کہا: "بیٹی تم بھی کس فریبی کی باتیں کر رہی ہو۔ اگر نکاح کی بات ہے تو کسی سے بھی۔۔۔ پوچھ لو۔ اگر شوہر سال دو سال تک نان نفقہ کی فکر نہ کرے اور اپنی شریکِ حیات بنا کر اپنے ساتھ نہ رکھے اور اُس کی کوئی خبر نہ لے تو وہ نکاح اپنے آپ ہی منسوخ ہو جاتا ہے اور عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی زندگی گزارنے کے لیے اپنا پیٹ بھرنے کے لیے اپنا گھر بسانے کے لیے وہ کسی دوسرے سے شادی کر لے۔ لہٰذا تم نواب صاحب سے شادی کر لو گی ہو۔"

نائکہ کی یہ باتیں سن کر مجھے خوشی ہوئی۔ میں خود یہ چاہتی تھی کہ بختاور جیسے جھوٹے اور فریبی سے کی طرح میرا رشتہ ٹوٹ جائے اور میں اُس کے نام سے منسوب رہوں۔ نائکہ نے جو دلائل پیش کیے تھے۔ اُن کی رُو سے میں نواب صاحب کی بن سکتی تھی اور یہ بات میرے لیے باعثِ اطمینان تھی۔

ایک رات نواب صاحب ایک بریف کیس لے کر ہمارے کوٹھے میں آئے اور انھوں نے نائکہ سے کہا کہ میں پچاس ہزار روپے آپ کے لیے لے آیا ہوں آپ یہ کاغذ لکھ کر دے دیں کہ آج سے سائرہ میری ہے۔

میں نے اُن کی بات سن کر کہا: "آپ صرف کاغذ کیوں لکھوا رہے ہیں۔ آپ ایک شریف آدمی ہیں باقاعدہ نکاح کیوں نہیں پڑھا کر لے جاتے؟"

سلامت علی نے کہا: "میں ابھی بہت مجبور ہوں۔ بڑی پریشانیوں میں گھرا ہوا ہوں۔ میں اس وقت تک تمھیں یہاں سے نہیں لے جاؤں گا جب تک کہ ہمارا نکاح نہ ہو جائے۔ میں تمھیں عزت، آبرو سے اپنے ساتھ لے جاؤں گا لیکن ابھی بڑی مجبوری ہے۔ میں قانونی الجھنوں میں پڑا ہوا ہوں اور مجھ پر مقدمہ چل رہا ہے۔ میں مقدمے سے نکل کر تمھارے پاس آؤں گا اور تمھیں اپنی دلہن بنا کر لے جاؤں گا۔"

میں نے کہا: "اگر آپ اس طرح پریشان ہیں اور جلدی جانا چاہتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لیے میری کچھ باتیں سن لیجیے۔ میں تنہائی میں آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

نائکہ کو پچاس ہزار روپے مل چکے تھے اور اُسے اس بات پر اعتراض نہیں تھا کہ میں تنہائی میں نواب صاحب سے کیا باتیں کروں گی۔ لہٰذا وہ بریف کیس اُٹھا کر چلی گئی۔ اُس کے جانے کے بعد میں نے کہا: "نواب صاحب آپ نے مجھ پر اندھا دھند اعتماد کر لیا ہے میرے ماضی کے متعلق کوئی چھان بین نہیں کی ہے۔"

انھوں نے کہا: "میں تمھارا عاشق ہوں۔ تم سے محبت کرتا ہوں اور محبت کرنے والے یہ نہیں دیکھتے کہ پیچھے کیا کچھ ہو گیا ہے۔ آگے کیا ہونا ہے۔ میرے ہاتھ میں ہو گا کہ میں تمھارا مجازی خدا بن کر رہوں گا جیسا میں چاہوں گا ویسے تم زندگی گزارو گی اتنا مجھے اعتماد ہے۔"

"پھر بھی آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں کنواری نہیں ہوں جیسا کہ نائکہ مجھے کنواری بنا کر پیش کرتی ہے۔"

نواب سلامت علی میری یہ بات سن کر سنجیدگی سے میرا منہ تکنے لگے۔ میں نے کہا: "ہاں نواب صاحب آج سے

ایک سال پہلے میری شادی بخاور نامی ایک رئیس آدمی سے ہوگئی تھی۔ وہ اچانک ہی مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر ایک سال گزر گیا ہے اس نے اب تک میری خبر نہیں لی ہے۔ نائکہ کہتی ہے کہ ایک برس گزر جائے اور شوہر اپنی بیوی کی کوئی خبر نہ لے تو بیوی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ دوسری شادی کر لے۔ میں نے تمام حالات آپ کے سامنے رکھ دیے ہیں اگر ان حالات میں آپ مجھے قبول کرنا چاہیں تو قبول کر لیں ورنہ میں نہیں چاہتی کہ آپ اپنے وہ پچاس ہزار روپے یہاں ضائع کر کے جائیں۔"

نواب صاحب مسکرائے پھر انھوں نے میرا ہاتھ تھام کر کہا۔ "سائرہ تم واقعی کسی شریف گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تم نے سچ بول کر میرا دل جیت لیا ہے اور مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا اس طرح بنا لیا ہے کہ میں جہاں بھی رہوں گا تمھیں یاد کرتا رہوں گا اور جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کروں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ ایک دن تمھیں یہاں سے دُلھن بنا کر لے جاؤں گا۔"

اِس جہنمی ماحول میں نواب صاحب کی محبت بھری باتوں نے مجھے ایک نئی زندگی دی۔ میں سمجھتی ہوں کہ نواب صاحب کے ساتھ میرا جتنا بھی وقت گزرا ہے وہی وقت میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔ میں اسی سرمائے کو ہمیشہ یاد کرتی رہوں گی۔ وہ جب بھی تنہائی میں میرے پاس آ کر بیٹھے۔ انھوں نے کبھی میرے قریب آنے کی کوشش نہیں کی کبھی کسی سستے جذبے کا اظہار نہیں کیا۔ صرف اُسی دن میرا ہاتھ تھام کر مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک دن مجھے دُلھن بنا کر لے جائیں گے۔ یہی وعدہ میرے جینے کے لیے اور اُن کا انتظار کرنے کے لیے کافی تھا۔

وہ چلے گئے۔ میں اُن کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ دستور کے مطابق میں روزانہ کو پاؤں میں گھنگھرو باندھ لیا کرتی تھی اور نائکہ خوش تھی کہ اُسے پچاس ہزار روپے بھی مل گئے تھے اور میں کچھ عرصے کے لیے اُس کے پاس مجرا کرنے کے لیے رہ گئی تھی۔ وہ تو چاہتی تھی کہ نواب صاحب پیسے دے کر بھول جائیں اور کبھی ادھر کا رُخ نہ کریں۔

یقیناً اس منحوس عورت نے ایسی ہی کوئی بات سوچی ہوگی جو کہ اب پوری ہوتی نظر آ رہی تھی۔ دو ماہ گزر گئے نواب سلامت علی کا کوئی پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں ہیں۔ میں پھر اپنی بدنصیبی کا رونا رونے لگی۔ پتہ نہیں کیسی تقدیر لکھوا کر میں اس دنیا میں آئی ہوں مجھے ذرا دیر کے لیے خوشیاں ملتی تھیں پھر غموں کے پہاڑ ٹوٹ کر مجھ پر گر پڑتے تھے۔

میں اپنے آپ کو سمجھانا نہیں چاہتی کہ میں کتنی حسین ہوں لیکن اس بازارِ حسن میں ہر طرف میرے حُسن کا چرچا تھا۔ بڑے بڑے رئیس میرا مُجرا سننے کے لیے آتے رہے تھے لیکن مجھے اپنے حسن سے زیادہ اپنی عزت کا خیال ستاتا تھا۔ اپنے محبوب کا انتظار تھا۔ روزانہ یہی دعا کرتی تھی کہ میرا محبوب واپس آ جائے لیکن نائکہ مجھے سمجھاتی تھی کہ یہ بڑے بڑے رئیس بس ایسے ہی ہوتے ہیں۔ نواب صاحب کو پچاس ہزار روپوں کے ضائع ہونے کا زیادہ افسوس نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ دولت اُن لوگوں کے لیے ہوا کا میل ہوتی ہے۔ اُن کو کوئی دوسری لڑکی پسند آ گئی ہوگی اور وہ کسی دوسری جگہ اُلجھ گئے ہوں گے اب وہ کبھی واپس نہیں کریں گے۔

نائکہ کی باتیں میرا دل دکھاتی تھیں اور میں اندر ہی اندر ٹوٹ کر رہ جاتی تھی۔ سوچتی رہتی تھی کہ کیا کروں کیا یہ محبت کا سہارا جو مجھے ملا تھا عارضی ہے؟ کبھی مجھ سے محبت نہیں کرے گا؟ کبھی کوئی میرا سہارا نہیں بنے گا؟ میں بے اختیار رونے لگتی تھی۔

نائکہ نے مجھے پھر محبت سے سمجھانا شروع کیا۔ "رفاہ دھونا چھوڑ دو۔ آخر کب تک جھوٹوں اور فریبیوں کے آنسو بہاتی رہو گی اور اپنی زندگی اور جوانی برباد کرتی رہو گی۔ یہ لوگ اسی قابل ہوتے ہیں کہ۔۔۔ اُن کے ساتھ ویسا ہی بلا جائے اور دھوکا دیا جائے۔ اسی لیے تو اس بازار میں طوائفیں سنگدل ہوتی ہیں اور کسی مرد پر بھروسہ نہیں کرتیں اس لیے تمھیں بھی سنگدل بن جانا چاہیے۔ دیکھو مجھے دنوں سے وہ رئیس اعظم یہاں آتے ہیں۔ بھلا سا نام ہے اُن کا۔ ہاں کبیر بیدل۔ کچھ عجیب سا نام ہے لیکن شاندار طبیعت کے آدمی معلوم ہوتے ہیں تم پر بری طرح مرتے ہیں اور وہ تمھارے لیے بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

میں نے گھور کر نائکہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے کچھ نہ کہنا۔ نواب سلامت علی نے آپ کو پچاس ہزار روپے دیے ہیں میری قیمت ادا کر دی ہے۔ اب میں صرف اُن کی ہوں جب تک وہ نہیں آئیں گے۔ آپ میرے کسی شادی نہیں کرا سکتیں کیسے میرے نام پر رقم

بول کر سکتیں۔"

نائکہ نے ناگواری سے کہا۔ "تم خوش فہمی میں مبتلا ہیں ایسا نہیں کر سکتی۔ میں وہ پچاس ہزار روپے نواب سلامت علی کے منہ پر مار سکتی ہوں۔ میں چلتا پھرتا کاروبار ہوں اور آنے والے دن آنے والے رئیس نئے نئے لے کر آتے ہیں اور نواب سلامت علی سے زیادہ دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں میں ایسے موقعے نہیں گنوا سکتی۔ میں تمھیں سوچنے کا موقع دیے رہی ہوں اچھی طرح سوچ لو۔ نواب سلامت علی کو اُن کی رقم واپس کر دی جائے گی لیکن تمھیں اب کبیر بیدل کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ میں تو دوسری لڑکیوں کی طرح تمھیں کسی وقت اُن کے ہاتھوں فروخت کر سکتی ہوں لیکن تمھیں بلیک میل کرنے کا خیال کرتی ہوں۔ زور زبردستی کی قائل نہیں ہوں جاؤ تم ہو تو میں باقاعدہ نکاح پڑھا کر کبیر بیدل کے ساتھ تمھیں رخصت کر دوں گی۔"

اُس کی باتیں مجھے زہر لگتی تھیں مگر میں یہ بھول چکی تھی کہ گناہ کے اس ماحول میں نادانستگی سے گھناؤنی دلدل کا زہر پیتی جا رہی ہوں۔ میں کچھ اور سمجھ رہی تھی اور ہو کچھ اور رہا تھا۔ میں باقاعدہ نکاح پڑھوا کر کسی کی بیوی بن کر حیات بسر کرنا چاہتی تھی اور وہ نائکہ اس نکاح کو بھی ایک کاروبار بنا دیتی تھی۔

ایک رات میں اپنی خواب گاہ میں سونے کی تیاری کر رہی تھی کہ اچانک کبیر بیدل نشے کی حالت میں ڈگمگاتا ہوا میری خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ میں چیخنا چاہتی تھی۔ اس نے فوراً ہی ایک چاقو کھول لیا اور کہنے لگا۔ "شور نہ مچانا ورنہ یہ چاقو تمھارے سینے کے پار ہو جائے گا۔"

میں سہم کر دیوار سے لگ گئی۔ ہکلاتے ہوئے پوچھا۔ "آپ میرے کمرے میں کیسے آ گئے؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ماں جی کی مہربانی ہے تمھاری طرف بھیجا ہے چاقو لہراتے ہوئے کہا۔ "اس لیے میں ٹیڑھی انگلی سے گھی نہیں نکلے گا۔" اس نے چاقو کانپتے آیا ہوں۔"

میں نے سہم کر کہا۔ "مجھ پر رحم کرو۔ تم نہیں جانتے میں کس کی امانت ہوں۔ نواب سلامت علی میری قیمت ادا کر چکے ہیں۔"

"میں وہ قصہ سن چکا ہوں۔ تمھاری ماں جی نے کہا ہے کہ جب بھی وہ نواب آئے گا اس کی رقم اُسے واپس کر دی جائے گی۔ اس سے تمھارا نکاح نہیں ہوا ہے کہ تم اس کی پابند ہو تم بازار کا مال ہو۔ کوئی بھی تمھاری منہ مانگی قیمت ادا کر کے تمھیں حاصل کر سکتا ہے۔"

وہ میری طرف بڑھنے لگا۔ میں دیوار سے لگی ہوئی ایک طرف ہٹنے لگی۔ اس سے دُور ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے پھر چاقو کو لہراتے ہوئے کہا۔ "دیکھو سائرہ بائی، عقل سے کام لو۔ تمھیں یہاں ——— کوئی نہیں بچا سکے گا۔ تمھاری ماں جی نے مجھے بتایا ہے کہ تمھارے اندر جو خون کی شرافت ہے وہ ابھی تک نہیں گئی تم نکاح کے بغیر کبھی کسی مرد کے قریب نہیں جاؤ گی۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں تم سے نکاح پڑھانے کے لیے تیار ہوں۔ تم سے شادی کرنے کے بعد ہی تمھیں ہاتھ لگاؤں گا ——— اسی لیے یہ چاقو ——— تمھارے سینے کے پار ہو گا یا میں تمھارے سینے سے لگوں گا۔ فیصلہ کر لو میں تھوڑی دیر کی مہلت دیتا ہوں۔"

اس تھوڑی دیر کی مہلت میں میں نے سوچا کہ میرا اس دُنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میرا تو خدا بھی نہیں ہے۔ اگر خدا میرا ہوتا تو بدمعاش مجھے میرے گھر سے اُٹھا کر اس بازار میں نہ پہنچاتے اگر میری قسمت بھی مجھ پر مہربان ہوتی تو میری پہلی ہی شادی سے مجھے گھریلو زندگی کی خوشیاں حاصل ہو جاتیں۔ میری قسمت ذرا سا بھی مہربان ہوتی تو نواب سلامت علی وعدہ کرنے کے بعد واپس آ جاتے اور اپنے وعدے کو نبھا سکتے۔ میرا وہاں کوئی یار و مددگار نہیں تھا۔ کوئی مجھے کبیر بیدل کے پنجے سے بچا نہیں سکتا تھا۔ میری سمجھ میں اس وقت یہی بات آئی کہ میں گناہ کی دلدل میں پھنسنے کے بجائے سیدھے سادے طریقے سے نکاح پڑھوا لوں۔ اس کے بعد خود کو اس کے حوالے کر دوں تاکہ میرا ضمیر مطمئن رہے کہ میں نے قانون اور مذہبی اصولوں کے مطابق عمل کیا ہے۔ اگر یہ گناہ ہے تو اس کا عذاب نائکہ اور کبیر بیدل کو ملے گا۔

میں نے شکست خوردہ انداز میں کہا۔ "اچھی بات ہے میں بے یار و مددگار ہوں۔ مجھے کوئی تم لوگوں کے پنجے سے بچا نہیں سکتا۔ میں مجبور ہو کر یہ فیصلہ کر رہی ہوں کہ اگر تمھارے آگے جھکوں گی تو اسی شرط پر کہ باقاعدہ بھائی نکاح پڑھایا جائے۔ میں گنہگار نہیں بننا چاہتی۔ ابھی یہاں سے

چلے جاؤ۔ نکاح کی تیاریاں کرنے کے بعد پھر کبھی آنا۔"

کبیر بیدل نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میری جان جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں ساری تیاریاں کر کے آیا ہوں۔ قاضی بھی موجود ہے۔ ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ تم نکاح کے بغیر نہیں مانو گی اس لیے سارے انتظامات کر لیے گئے ہیں۔"

میں سر پکڑ کر رہ گئی۔ اس رات ان ذلیل بدمعاشوں نے میری بربادی کا سارا انتظام پہلے ہی کر رکھا تھا۔ اس رات مجھے دلھن بنایا گیا۔ نکاح پڑھایا گیا۔ پھر مجھے کبیر بیدل کی ملکیت بنا دیا گیا۔ میں قہراً و جبراً اس کی ہو گئی۔ اس رات سے پھر کئی راتوں تک میں کبیر بیدل کی خوشامدیں کرتی رہی کہ اب وہ مجھے کبھی نہ چھوڑے۔ میں ایسی لڑکی نہیں ہوں کہ دس آدمیوں کا منہ دیکھوں۔ بجتاور نے مجھے کسی غلطی یا گناہ کے بغیر چھوڑ دیا۔ مجھے یہ سزا دینے سے پہلے اتنا بتانا بھی گوارا نہیں کیا کہ مجھے چھوڑ کر کیوں جا رہا ہے۔ پھر نواب سلامت علی آئے۔ انھوں نے وعدے کیے تو میں ان کے سپنے دیکھنے لگی۔ میرے سپنوں کی بنیاد.... یہی ہے کہ میں ایک گھر بسانا چاہتی ہوں۔ ایک گھر کی ہو کر رہنا چاہتی ہوں۔ ایک مرد کی ہو کر رہنا چاہتی ہوں۔ خدا کے لیے کبیر میرے جذبات کا، میری شرافت کا اور میرے ایمان کا لحاظ کرو اور کبھی مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

وہ ہنس کر کہتا تھا۔ "مجھے تو نئی بدل کر کھانے کی عادت ہے۔ کوشش کروں گا کہ اس بار نئی نہ بدلے۔"

شادی کے بعد اچانک ہی یہ بھید کھلا کہ کبیر بیدل مسلمان نہیں ہندو ہے۔ میں یہ معلوم کر کے سکتے میں رہ گئی۔ کیونکہ نہ تو اس نے اسلام قبول کیا تھا اور نہ ہی اس سے کیا ہوا نکاح جائز تھا۔ مجھے دھوکا دیا گیا تھا۔ میں نے نائکہ سے پوچھا کہ مجھ سے یہ بات کیوں چھپائی گئی؟

نائکہ نے جواب دیا۔ "بیٹی تم اب تک نا سمجھ بن کر زندگی گزار رہی ہو۔ اب تو عقل کے ناخن لو۔ یہ بازار ہے۔ یہاں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی سبھی آتے ہیں۔ یہاں مذہب کو نہیں صرف دولت کو دیکھا جاتا ہے۔ انسانوں کے چہرے بھی نہیں دیکھے جاتے کہ کون خوب صورت ہے اور کون بدصورت ہے۔ تم خواہ مخواہ ہندو مسلمان کے جھگڑے میں نہ پڑو۔"

لیکن اب میں کبیر بیدل کا سایہ بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ مجھے گناہ کا احساس مارے ڈالتا تھا اور اب میں جان بوجھ کر گناہ کی سیج پر نہیں جا سکتی تھی۔ اس کا نام ایسا تھا کہ مذہب کا پتہ ہی نہ چلتا تھا۔ اسی کے دھوکا کھا گئی تھی۔ اب دھوکے کا علم ہوا تو اس کے بعد بھلا میرا فوحش تھا۔

میں نے نائکہ سے کچھ نہیں کہا۔ میں جانتی تھی کہ رونے گڑگڑانے کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ خوب سوچ سمجھ کر استاد جی کے پاس گئی۔ وہ ہمارے کو مجھے میں سارا گل تھے۔ میں نے تنہائی میں ان کے پاؤں پکڑ لیے اور رو ہوئے کہا۔ "استاد جی اس جہنم سے مجھے نکال لیجیے۔ آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ میں آج کی رات یہاں نہیں گزارنا چاہتی۔ یہاں رہوں گی تو وہ کبیر بہ میرے کمرے میں آئے گا۔"

استاد جی نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "بیٹی مت میں تمھارے لیے کچھ سوچتا ہوں میرے جان کے ایک رئیسِ اعظم ہیں میں ان سے جا کر بات کرتا ان کے بہت اثر و رسوخ ہیں۔ وہ ان غنڈوں بدمعا سے تمھیں بچا لیں گے اور قانونی طور پر تمھاری حفا کریں گے۔"

یہ کہہ کر استاد جی اسی وقت وہاں سے چلے گئے دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگی کہ خدا مجھے استاد سہارے ہی اس جہنم سے نکال دے تو پھر میں ادھر نہیں کروں گی۔ خواہ مجھے کتنی ہی صعوبتیں اٹھا کر

صبح کو استاد جی نے آ کر چپکے سے کہا۔ "بیٹی تقدیر کا ستارا چمکنے والا ہے۔ اب ہمیشہ کے لیے اس جہنم سے نجات مل جائے گی۔ میں نے سارے انتظا کر لیے ہیں۔ رات کو نماز فجر سے پہلے میک اپ کر اور گھنگھرو باندھنے کے لیے اپنے کمرے میں جاؤ گی وقت پچھلے دروازے سے چپ چاپ نکل جانا۔ بوڑھا ساتھی زینے پر کھڑا ملے گا۔ وہ تمھیں زینے لے جا کر وہاں کھڑی ہوئی ایک گاڑی میں بٹھا دے وہ گاڑی تمھیں تمھاری نئی پناہ گاہ میں پہنچا دے گی۔"

میں نے پوچھا۔ "استاد جی وہ گاڑی کس کی جائے گی؟"

"تم بالکل فکر نہ کرو۔ بہت ہی شریف آدمی کی سارے ہندوستان میں عزت ہے۔ بہت بڑے میں اور بہت ہی رحم دل انسان ہیں۔ تمھارے لیے ثابت ہوں گے اور تمھیں قانون کی مدد پہنچا میں تھیں آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکے گا۔"

استاد جی کی باتوں نے مجھے مطمئن کر دیا۔ میں اس کا انتظار کرنے لگی جب مجھے گھنگھرو باندھنے اور ب کرنے کے لیے اپنے کمرے میں جانا تھا میں بڑی ینی سے ایک ایک لمحہ گزارنے لگی۔ وقت پہاڑ جیسا ور نہیں رہا تھا۔ بہرحال وہ وقت بھی آ گیا جب مجھے رے سے نکل کر جانا تھا۔ میں بہت محتاط تھی۔ استاد نے بھی یہ چالاکی کی کہ اسی وقت نائکہ کو اپنے پاس یں الجھا کر بٹھا لیا۔ میں اپنے کمرے کے پچھلے دروازے ال کر زینے کی طرف گئی۔ وہاں ایک بوڑھا آدمی کھڑا افعا اس نے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ میں اس کے زینے سے اترتی ہوئی سڑک پر پہنچی تو وہاں ایک ڑی کھڑی ہوئی تھی۔ بوڑھے آدمی نے فوراً پچھلی ٹ کا دروازہ کھول کر مجھے بیٹھنے کے لیے کہا۔ میں گئی تو وہ اگلی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اس وقت وہ ڈرائیور میرے لیے ناخدا تھا۔ جو مجھے ساحل تک پہنچا رہا تھا۔ وہ ایک فرشتہ تھا جو جہنم سے نکال کر کسی ان دیکھی جنت کی طرف لے جا رہا تھا۔ جب بازارِ حسن پیچھے رہ گیا تو میں نے اطمینان کی سانس لے کر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں اور دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر خدا کا شکر ادا کرنے لگی۔

کوئی پندرہ منٹ کے بعد ہی ہماری منزل آ گئی۔ وہ گاڑی ایک بہت ہی عالی شان کوٹھی کے سامنے آ کر رک گئی۔ ایک باوردی ملازم نے ہمارے لیے کوٹھی کا دروازہ کھولا۔ میں اس بوڑھے کے ساتھ اندر پہنچی۔ کوٹھی کی اندرونی سجاوٹ اور قیمتی ساز و سامان دیکھ کر اس کے مکیں کی دولت مندی کا اندازہ ہوتا تھا اور خوش ذوقی کا پتہ بھی چلتا تھا۔ راہداری سے خادماؤں گزرتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ ہم ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں پہنچے۔ وہاں بھی دو خادماؤں نے سر جھکا کر ہمیں آداب کرتے ہوئے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر ایک خادمہ نے میرے سامنے آ کر ادب سے پوچھا۔ "بی بی جی آپ کیا پینا پسند کریں گی ٹھنڈا یا گرم؟"

مشہور ترین چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضہ پر چراتا ہے

نک ویلوٹ کی چوریاں

کی دیکھ پر ترین وہ تمام کہانیاں جو آج تک لکھی گئی ہیں۔

قیمت:۔ ۲۵ روپے ڈاک خرچ:۔ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۲۳ ○ کراچی ۱

ٹرک کی چوری، بٹن کی چوری، برف کی چوری، انڈے کی چوری، تابوت کی چوری، پوسٹر کی چوری، کٹی چیزیں کی چوری، ردی کی چوری، پنسل کی چوری، پانی کی چوری، اخبار کی چوری، چوہے کی چوری، بیلٹ کی چوری، فوٹو کی چوری، ٹیلی فون کی چوری، ادبے شمار کہانیاں، کیلنڈر کی چوری، کوؤں کی چوری، صابن کی چوری، ردی کاغذ کی چوری، ٹرنک کی چوری، ٹی بیگ کی چوری، بلی کی چوری، حرف کی چوری

میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔ میں نے کہا: "میں صرف ٹھنڈا پانی پینا چاہتی ہوں۔"

وہ خادمہ اوسے سر جھکا کر دو چار قدم الٹے پاؤں گئی۔ پھر پلٹ کر ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی۔ اس ڈرائنگ روم میں عجیب سی خوشبو محسوس ہو رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہاں خوشبو کا چھڑکاؤ کیا جاتا ہے۔ جب وہ خادمہ ایک چاندی کی طشتری پر پانی کا گلاس رکھ کر لائی تو میں نے اس گلاس کو پینے کے لیے منہ سے لگایا۔ اس پانی سے بھی گلاب کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے سیر ہو کر پانی پیا اور گلاس واپس کر دیا۔ اسی وقت ایک قد آور لیکن مجسم جوان کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے تنگ پاجامہ اور ململ کا کرتا پہنا ہوا تھا۔ کاندھے پر رومال تھی۔ میرے ساتھ آنے والا بوڑھا فوراً ہی اٹھ کر آداب بجا لایا۔ میں سمجھ گئی کہ یہی سیٹھ حشمت بیگ ہیں۔ میں نے بھی اٹھ کر آداب کیا۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے بولے "تشریف رکھیں تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آج سے اسے اپنا ہی گھر سمجھیں۔"

اس بوڑھے نے ہاتھ جوڑ کر خوشامدانہ انداز میں کہا۔ "حضور عالی! یہ بٹیا اُس کوٹھے پر ہمیشہ کے لیے تھوک کر چلی آئی ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں اس بیچاری کا اب کوئی نہیں ہے۔ اب تو آپ ہی مائی باپ ہیں۔ اس کا بھلا بُرا آپ ہی کے دم قدم سے ہے۔"

سیٹھ حشمت بیگ نے قریب آ کر مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر کہا۔ "سچ مچ میرا ہو میرا۔ اچھا ہوا کہ اس بازار سے چلی آئیں۔ وہاں صرف ناقدرے لوگ ہوتے ہیں۔ پھر انھوں نے دونوں ہاتھوں سے تالی بجائی۔ تالی کی آواز پر ایک خادمہ قریب آئی۔ انھوں نے کہا: "درزی کو بُلا کر اس سے کہو کہ فوراً سائرہ بانو کے لیے طرح طرح کے ملبوسات تیار کریں۔ جوہری ہزاری مل کو حکم دو کہ وہ نئے ڈیزائن کے زیورات لے کر یہاں حاضر ہو جائے۔ سائرہ بانو اپنی پسند کے زیورات اُن میں سے منتخب کریں گی۔ جوتے والوں کو اور سنگھار والوں کو بلاؤ۔ یہاں سائرہ بانو کو کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہو۔"

اُن کا حکم سن کر خادمہ واپس جانے لگی۔ انھوں نے تالی بجا کر دوسری خادمہ کو بُلایا اور پھر اُس سے کہا: "سائرہ بانو کو خواب گاہ میں پہنچا دو اور ان کے آرام کا ہر طرح خیال رکھو۔ اب سے آدھ گھنٹے بعد ہم کھانا کھائیں گے تو سائرہ بانو کو ڈائننگ ٹیبل کی طرف لے آنا۔"

انھوں نے مجھے خادمہ کے ساتھ جانے کا اشارہ کیا۔ میں نے جھجکتے ہوئے کہا: "جناب عالی! میں زیادہ عرصے تک بوجھ نہیں بننا چاہتی۔ آپ میرے لیے اتنا اہتمام نہ کریں۔ میری ایک گزارش ہے اگر اسے سن کر پوری کر سکیں۔"

انھوں نے کہا: "ہاں بے شک جو کچھ دل میں ہے زبان پر لے آؤ۔ اپنی کسی خواہش کسی آرزو کو یہاں سب پورا ہوگا۔"

"میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنے آدمیوں سے کہہ کر نواب سلامت علی کو تلاش کریں۔ میرا دل ان کے ساتھ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے یا وہ مصیبت میں گرفتار ہیں۔"

انھوں نے مسکرا کر کہا: "میں نواب سلامت علی کی عشق کی داستان سن چکا ہوں۔ نواب صاحب نے میرے لیے پچاس ہزار روپے بھی دیے ہیں اور روپے دینے کے بعد وہ حضرت غائب ہو گئے ہیں کیوں میں بات سچ ہے؟"

میں نے نظریں نیچی کرتے ہوئے کہا: "جی ہاں۔"

انھوں نے کہا: "شاید تمھیں نہیں معلوم کہ وہ کن مشکلات میں گرفتار ہیں۔ میں تمھیں یہ خبر سنا کر تکلیف تو نہیں پہنچانا چاہتا لیکن تم اُن کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہو تو سنو ان دنوں وہ جیل میں ہیں۔"

اُن کی باتیں سنتے ہی میں نے چونک کر انھیں دیکھا۔ اُن کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تو اُن آنکھوں میں بڑی گہرائی اور کشش تھی۔ آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں یوں لگتا تھا جیسے نشہ کر کے آئے ہوں۔ میں نے نظریں نیچی کر لیں۔ انھوں نے کہا: "میری بات یقین کرو۔ نواب صاحب کے بارے میں شاید تم کچھ جانتیں۔ اگر میں نے یہ کہا ہے کہ وہ جیل میں ہیں تو کوئی غلط قسم کے آدمی نہیں ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ وہ بے انتہا دولت کے مالک ہیں۔ اپنی دولت چھپانے کی کوشش میں پریشان رہتے ہیں۔ جہاں میرے علم میں بات آئی ہے ان کے پاس سونے کی اینٹیں ہیں جنھیں وہ اسمگل کر کے پیرس پہنچانے کا ارادہ ہے کہ اپنی دولت کا بیشتر حصہ اس دیس

میں لے جا کر بھی یہاں کوئی مصیبت آن پڑے تو وہ وہیں جا کر آرام سے زندگی گزار سکیں۔ اسی کوشش میں پکڑے گئے ہیں اور ان دنوں جیل میں ہیں اور مقدمہ چل رہا ہے۔ آؤ میں خود ہی تمھیں تمھاری خواب گاہ تک پہنچا دوں۔"

میں نے اُن کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا: "معلوم ہے آپ نواب صاحب کے متعلق بہت سی باتیں جانتے ہیں۔"

انھوں نے کہا: "نواب سلامت علی کو کون نہیں جانتا۔ اُن کی دولت مندی کے قصے یوں مشہور ہیں جیسے اُن کے متعلق قصے گھڑے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی دولت کا کوئی شمار نہیں ہے۔ حکومت اسی ٹوہ میں رہتی ہے کہ اُن کے اس خزانے کا پتہ چلائے جہاں وہ سونے کی اینٹیں اور دوسرے بیرے جواہرات چھپا کر رکھتے ہیں۔ انھوں نے تمھارے لیے پچاس ہزار روپے نکال کر یوں ڈالا کہ گویا کوئی دیے ہیں جیسے ایک مٹھی اٹھا کر دے رہے ہوں۔ اُن کے سامنے ایسی رقموں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

نواب سلامت علی کی دولت مندی کی داستان سن کر میں احساسِ کمتری میں مبتلا ہو گئی۔ میرے دل میں یہ جس شخص کے سامنے پچاس ہزار روپے کوئی اہمیت رکھتے ہوں وہ میرے متعلق بھلا کیا سوچے گا۔ اس نے مجھے کوئی کھلونا سمجھ کر وہ رقم ڈالی ہوگی اور یوں جتا دیا ہوگا جیسے کھلونا خریدنے کا خیال بدل گیا ہو۔"

حشمت بیگ نے مجھے ایک بہت ہی آراستہ اور پُرتکلف خواب گاہ میں پہنچا دیا اور مجھ سے رخصت ہوتے ہوئے بولے: "آدھ گھنٹے بعد ایک خادمہ تمھیں ڈائننگ ٹیبل تک پہنچا دے گی تم اس وقت تک آرام کرو۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلے گئے۔ میں اس خواب گاہ کا جائزہ لیتی رہی اور وہاں کے قیمتی سامان کو حیرانی سے دیکھتی رہی۔ میں نے سوچا۔ اتنا دولت مند شخص جب نواب سلامت علی کی دولت مندی کی داستان سنا رہا ہے اور ان کو اُن سے کمتر بتا رہا ہے تو نواب سلامت کی شان و شوکت کیا ہوگی۔ میں بہت ہی مایوس ہو گئی تھی۔ اس کے برعکس میرا دل ایک طرح سے یہ بھی کہتا تھا کہ نواب سلامت علی واقعی مشکلات میں گرفتار ہیں۔ اسی لیے وہ میرے پاس نہیں آ سکے لیکن ایک بات میں محسوس کر رہی تھی اور وہ یہ کہ نواب صاحب سے میرا دل لگاؤ ہے۔ بعض اوقات میں نہ چاہتے ہوئے بھی پیروں اُن کے متعلق سوچتی رہتی تھی۔ میں نے بازارِ حسن میں بیٹھ کر دنیا جہاں کے مردوں کو دیکھا تھا لیکن کسی نے مجھے متاثر نہیں کیا تھا۔ نواب صاحب میں جانے کیا بات تھی کہ انھوں نے مجھے سر سے پاؤں تک اور دل اور دماغ تک جیت لیا تھا۔

آدھا گھنٹہ کس طرح گزر گیا یہ پتہ ہی نہ چلا۔ نواب صاحب کی یاد نے مجھے گرفتار کر لیا تھا۔ خادمہ کی آواز نے مجھے چونکایا۔ وہ مجھے کھانے کی میز پر چلنے کے لیے کہہ رہی تھی میں اُس کے ساتھ ڈائننگ روم میں آئی۔ وہ کمرہ بھی اتنا خوب صورت تھا اور ایسی سجاوٹ تھی کہ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کھانے کا کمرہ بھی اس طرح سجایا جاتا ہے۔ میز پر قیمتی برتن رکھے ہوئے تھے۔ میں اتنی دولت، امارت اور شان و شوکت دیکھ کر اپنے آپ کو بالکل ہی حقیر سمجھنے لگی تھی اور ذرا گھبرانے لگی تھی۔ حشمت بیگ نے مسکرا کر مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کے لیے کہا اور میری حوصلہ

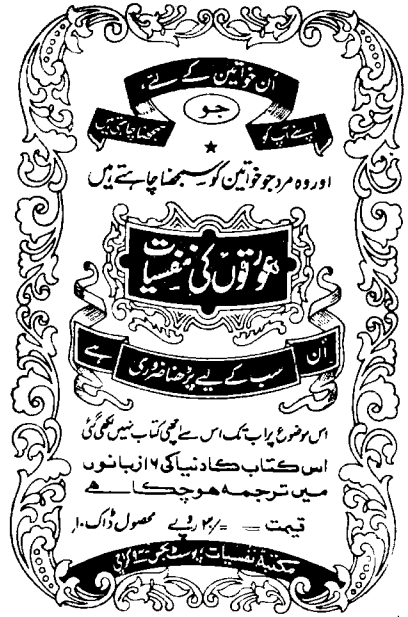

افزائی کی کہ مجھے احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے آپ کو اس گھر کی مالکہ سمجھنا چاہیے۔

مجھے اُن کی یہ بات بُری لگی۔ بھلا میں کیوں خود کو یہاں کی مالکہ سمجھتی۔ میں تو اپنے آپ کو صرف نواب سلامت علی کی کنیز سمجھتی تھی۔ مجھے مالکہ بننے کا شوق نہیں تھا۔

ہم کھانے کی میز کے اطراف ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر کھانے لگے۔ میں جھجک رہی تھی حشمت بیگ بڑھ بڑھ کر پلیٹیں بڑھا رہے تھے اور مجھ سے کہہ رہے تھے کہ وہ پرہیزی کھانا کھاتے ہیں لہٰذا اُن کی ڈشیں الگ ہیں۔ میں نے ہچکچاہٹ کے باوجود سیر ہو کر کھایا کیونکہ کھانا غیر معمولی طور پر نہایت ہی لذیذ تھا۔ میں سمجھتی ہوں کہ میں نے زندگی میں پہلی بار اتنا لذیذ کھانا کھایا تھا۔ کھانے کے دوران حشمت بیگ طرح طرح کے لطیفے سناتے رہے اور مجھے ہنساتے رہے۔ میں نے محسوس کیا کہ میری جھجک ختم ہوتی جا رہی ہے اور میں بات بات پر ہنس رہی ہوں۔ میٹھی ڈشوں میں فرنی سب سے زیادہ مزیدار تھی۔ وہی فرنی میں نے سب سے زیادہ کھائی اور کھانے کے بعد ہوش میں ہونے کے باوجود کچھ مدہوشی سی ہو گئی۔ اس پاس کا ماحول مجھے ذرا بچکرا تا ہوا سا محسوس ہوا۔ ایک عجیب سا سُرور میں نے محسوس کیا تھا۔

پھر میں کھانا چھوڑ کر ہنستے ہنستے اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ میرے اُٹھتے ہی کرسی پیچھے کی طرف گر پڑی۔ میں اپنے آپ میں نہیں تھی۔ اِدھر سے اُدھر ڈگمگا رہی تھی — حشمت بیگ نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے پاس آ کر مجھے سہارا دیا — میں خواہ مخواہ ہی ہنستی جا رہی تھی اور اُن سے باتیں کرتی جا رہی تھی۔ میں یہ بھول گئی تھی کہ حشمت بیگ میرے لیے غیر ہیں اور آج پہلی بار اُن سے سامنا ہوا ہے۔ مجھے کچھ بھی یاد نہ رہا تھا۔

خواب گاہ میں پہنچ کر حشمت بیگ اپنی حد سے بڑھنے لگے اور میری حد میں پہنچنے کے جتن کرنے لگے میرے اندر کی عورت نے محسوس کیا کہ اب جو ہو رہا ہے وہ بُرا ہے اور تہذیب اور شرافت اور شرم و حیا اُس کی اجازت نہیں دیتی مجھے اب سنبھلنا چاہیے لیکن میں سنبھل نہیں پا رہی تھی۔ خواہ مخواہ مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ میں بے اختیار ہنستے ہوئے اپنے بچاؤ کی فکر کرنے کے بجائے اِدھر سے اُدھر ڈگمگاتی رہی اور حشمت بیگ کو سنبھالنے کے بہانے مجھے — گرانے کا موقع مل جاتا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ کھانے کے بعد جو فرنی کی پلیٹ میری طرف بڑھائی گئی تھی اس میں کچھ اور بھنگ کی تاثیر بھی ہوتی ہے کہ اگر کھانے ہنستے رہیں تو پھر بعد میں بھی نشہ طاری رہنے لگتا ہے۔ اسی لیے حشمت بیگ نے لطیفے سنا سنا کر مجھے ہنسنے پر مجبور کیا تھا۔

لیکن وہ ہنسی مجھے مہنگی پڑتی رہی۔ میں اس ہنسی کا بہت ہی ماتم کیا۔ میرا جی چاہ رہا تھا سینے میں خنجر گھونپ کر یا زہر کھا کر مر جاؤں۔ میں دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ زندگی بوجھ لگ رہی تھی۔ میں سوچ لیا کہ اب وہاں پر بھی نہیں رہوں گی۔ کہیں چھوٹے سے گاؤں میں چلی جاؤں گی۔ جہاں حشمت بیگ جیسے خریف بدمعاش نہیں ہوں گے میں عزت آبرو سے رہ سکوں۔

نشتے پر خادمہ مجھے بلانے آئی تو میں نے دیا۔ وہ واپس چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حشمت میں نے اُسے دیکھتے ہی نفرت سے اُس کی طرف وہ ہنستے ہوئے بولا: "مجھ سے نفرت کر کے کہاں ابھی تمھارے استاد جی آئے تھے وہ کہہ رہے تھے شہر کے بڑے بڑے غنڈوں کو تمھاری تلاش ہے۔ وہ تمھیں شکاری کتے کی طرح تلاش کر اس کوٹھی سے نکل کر کہیں جاؤ گی تو وہ تمھیں چیر دیں گے۔"

میں سر تھام کر بیٹھ گئی وہ یہ کہہ کر چلا گیا کہ میں جہاں چاہوں جا سکتی ہوں۔ یہاں مجھے کوئی روکے گا لیکن یہاں سے جانے سے پہلے مجھے اپنا انتظام لینا چاہیے کہ غنڈے میرے ساتھ کیسا سلوک کریں تنہا خواب گاہ میں بیٹھی غنڈوں اور بدمعاشوں کے دہشت زدہ ہوتی رہی۔ میں نے اس روز مجھے نیند کا تک بھوکی بیٹھی رہی اور سوچتی رہی کہ مجھے کیا آخر میری سمجھ میں یہی بات آئی کہ یہاں اس کوٹھی بھی میں محفوظ نہیں ہوں۔ ایک دن وہ مجھے نوچ کے لیے پھر آ جائے گا۔ باہر تو بھی جنگل ہے۔ وہاں کہیں بھی سکون نہیں ہے تو کہوں نہ میں یہاں سے کسی چھوٹے سے گاؤں میں جانے کی کوشش کروں سکتا ہے کہ میں غنڈوں کی نظروں میں نہ آؤں اور سے نکل جاؤں ہو سکتا ہے کہ غنڈوں والی بات نہ ہو حشمت بیگ نے محض مجھے دہشت زدہ کر

یہ بات کہی ہو۔

یہ ساری باتیں اچھی طرح سوچ لینے کے بعد میں وہاں سے جانے لگی۔ ڈرائنگ روم میں حشمت بیگ نے میرا راستہ روکتے ہوئے کہا "میں تمہارا راستہ نہیں روکوں گا لیکن یہ بات غلط ہے کہ تم تمام دن کی بھوکی ہو اور بھوکی پیاسی یہاں سے جاؤ۔ راستے میں پتہ نہیں تمہارے ساتھ کیا ہو۔ اس لیے یہاں سے کھانا کھا کر چلی جاؤ۔"

میں نے نفرت سے کہا "کیا آج بھی کھانے میں نشہ آور دوا ملانا چاہتے ہو؟"

"نہیں۔ میں جو کھانا کھاؤں گا وہی تمہیں بھی کھلاؤں گا۔ اس طرح تمہیں یقین آجائے گا کہ کھانے میں کچھ ملا ہوا نہیں ہے۔ دیکھو میں تمہیں شرافت سے جانے کا موقع دے رہا ہوں۔ میری بات مان جاؤ۔ بھوکی نہ جاؤ۔ میں تمہیں اس طرح جانے نہیں دوں گا۔"

میں نے سوچا۔ یہ مجھے واقعی اس طرح نہیں جانے دے گا تو مجھے اس کی بات مان لینا چاہیے اور تھوڑا بہت کھا لینا چاہیے۔ یہ کہہ کر میں کھانے کی میز پر آگئی۔ وہاں تھوڑا بہت کسی طرح کھایا۔ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ میں اس کھینچے کے سامنے بیٹھ کر پیٹ بھروں پھر میں جلدی سے اٹھ گئی۔ اس نے نوٹوں کی ایک گڈی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اسے رکھ لو۔ راستے میں تمہیں پیسوں کی ضرورت ہوگی۔"

مجھے ایسا لگا جیسے وہ میری قیمت ادا کر رہا ہو۔ میں نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اس رقم کو قبول کیے بغیر وہاں سے آگے بڑھتی ہوئی کوٹھی کے باہر آگئی اور ایک سمت جانے لگی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میری منزل کہاں ہے۔ اب مجھے کہاں جانا چاہیے۔ کن راستوں سے گزرنا چاہیے۔ میرے قدم مجھے جدھر لے جاتے رہے میں ادھر چلتی رہی۔

آہ! اس وقت اپنی تنہائی کو میں ہی اچھی طرح سمجھ سکتی تھی۔ کوئی دوسرا میری بے یاری و مددگاری کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ یہ کتنی بڑی دنیا تھی اور اتنی بڑی دنیا میں میرا کوئی نہیں تھا۔ میری نہ منزل تھی نہ میرا راستہ تھا نہ میری اپنی کوئی مرضی تھی کہ میں اپنی مرضی کے مطابق کوئی زندگی گزار سکوں۔ اس دنیا میں عورت کو خصوصاً جوان اور خوب صورت عورت کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا حق نہیں ہوتا۔ اسے تو ٹھوکر کھسوٹنے والے قدم قدم پر ملا جاتے ہیں اندر ہی اندر روتی ہوئی کڑھتی ہوئی بالکل ایسی حالت میں چلی جا رہی تھی کہ مجھے خود اپنا ہوش نہیں تھا کہ میں زندہ بھی ہوں یا نہیں۔ اگر زندہ ہوں تو چل پھر رہی ہوں ساکت ہوں۔ اگر چل پھر رہی ہوں تو کس راستے سے گزر رہی ہوں۔ مجھے راستے کا بھی علم نہیں تھا۔ مجھے یہ بھی نہ سکا کہ اس راستے کے کنارے چل رہی ہوں یا بیچ سڑک گزر رہی ہوں۔ اس وقت میرے حلق سے چیخ کا ایک ایک موٹر کار بالکل ہی میرے سامنے آگئی تھی۔ پھر مجھے نہ رہا کہ میں کس دنیا میں گم ہوگئی ہوں۔ میرا دماغ اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔ میں بے ہوش ہوگئی تھی۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے دو عورتوں کے باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھیں۔ میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر دیکھا تو ایک بوڑھی عورت مجھ پر جھک کر مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے میرے شانے کو تھپک کر کہا "گھبراؤ نہیں تم بالکل خیریت سے ہو۔"

دوسری عورت نے مجھے سہارا دے کر ذرا اٹھایا پھر ایک گلاس دودھ میرے منہ سے لگا دیا۔ میں نے تھوڑا تھوڑا پیتی رہی۔ اس کے بعد مجھے ٹانک بھی پلایا گیا ہی میری آنکھ لگ گئی۔ پھر مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ کتنی دیر تک سوتی رہی۔

اتنی بڑی دنیا میں صرف نیند ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کے لیے سب سے زیادہ مہربان ہے۔ یہ جب آتی ہے تو صرف انسان کو نہیں سلاتی بلکہ اس کے دکھ اور پریشانیوں کو بھی سلا دیتی ہے۔ میں جب تک سوتی رہی اس دنیا کے ظلم و ستم سے بالکل بے خبر اور بے فکر رہی نیند نے سب کچھ بھلا دیا تھا۔ ایسے ہی وقت یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ چونکہ نیند انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی سب پر ایسے وقت نہیں سو سکتا۔ اسی لیے غموں سے نجات حاصل کرنے کے لیے دوا نیند کا سہارا لیتا ہے اور بیہوش ہو کر گویا غیر فطری نیند حاصل کر لیتا ہے۔

پھر مجھے ایسا لگا کہ میری نیند اڑ گئی ہے اور قریب کوئی آگیا ہے۔ مجھے شراب کی بو محسوس ہوئی۔ آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر دیکھا تو ایک جوان شخص جھکا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور لال ہو رہی تھیں۔ وہ وحشیانہ انداز میں مسکراتے ہوئے درندوں کی طرح دانت نکالے مجھے دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

"اوہو! یہ چھوکری تو ہوش میں آگئی۔ ماں قسم بڑی سندر ہے۔ کیوں رسی، کب تک بھلی چنگی ہو جائے گی؟"

بوڑھی عورت نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "رگھو ابھی اس کے پاس سے ہٹ جا۔ یہ ابھی بیمار ہے۔ جب تندرست ہو جائے گی تو آجانا۔ ابھی یہاں سے جا۔"

رگھو نے میرے پاس سے اٹھتے ہوئے اور قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "یہ سالا نشہ بھی کیا چیز ہے۔ اگر میں نشے میں کار ڈرائیو نہیں کرتا اور اس چھوکری کو ٹکر نہیں مارتا تو آج یہ میرا ہاتھ نہیں آتا۔ اس خوشی میں چلو تھوڑی سی اور پی لوں۔"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے کمرے سے چلا گیا۔ بوڑھی عورت میرے لیے کچھ کھانے کی چیزیں لائی تھی۔ لیکن میرا سر چکرا رہا تھا۔ رگھو کی باتیں سن کر مجھے پتہ چل گیا کہ میں پھر ایک جہنم میں پہنچ گئی ہوں اور جب تک میرا یہ حسن اور میرا یہ شباب سلامت رہے گا میں دنیا کے کتنے ہی جہنموں سے گزرتی جاؤں گی۔ اتنی بڑی دنیا میں کوئی مجھے بہن یا بیٹی بنانے والا نہیں تھا۔ سب حسن اور شباب کے رسیا تھے۔

میں نے اسی لمحے فیصلہ کر لیا کہ مجھے وہاں سے بھی بھاگ جانا چاہیے۔ میں آہستہ آہستہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی۔ بڑی کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ بیٹھنے سے بھی تھکن لگ رہی تھی اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں میلوں دور سے چل کر آئی ہوں وہ بوڑھی عورت پاس آکر مجھے کھانے کے لیے کہہ رہی تھی۔ میں نے کھانے سے انکار کر دیا تو اس نے کہا "بیٹی اگر کھاؤ گی نہیں تو تندرست کیسے ہوگی؟"

میں نے چونک کر کھانے کی طرف دیکھا۔ وہ مجھے رگھو کے لیے کھلا پلا کر تندرست کرنا چاہتی تھی اور میں وہاں سے فرار ہونے کے لیے صحت یاب ہونا چاہتی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھ سے کھانے کی تھالی لے لی اور اسے اپنی گود میں رکھ کر کھانا شروع کر دیا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ جو بھی کھانا ملے کھا لوں تاکہ میں زہر مار کروں اور وہاں سے فرار ہونے کے قابل ہو جاؤں کہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو کر کار کے حادثے میں میرے اعصاب بری طرح متاثر ہوئے تھے۔ میرے ہاتھ پاؤں میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں اٹھ کر چل پھر سکتی۔ ابھی مجھے ہفتوں تک بستر پر لیٹے رہنا پڑتا۔ بیٹھ کر کھانا پینا تھا اور اپنی صحتیابی کا انتظار کرنا تھا۔ ایسے وقت مجھے کچھ ایسی باتیں بھی برداشت کرنی پڑیں جو میرے مزاج کے خلاف تھیں۔ مثلاً کبھی کبھی رگھو میرے بستر پر بیٹھ جاتا تھا اور مجھے اپنے پاس بٹھا کر ایک بازو سے میرا گلا لپیٹ لیتا تھا پہلے تو میں ہچکچاتی رہی اور اس سے کترانے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر میں نے سوچا کہ ابھی سے اپنی نفرت ظاہر کروں گی تو یہ بہت زیادہ محتاط ہو جائے گا اور مجھ پر پہرے بٹھا دے گا۔ اس لیے میں جبراً مسکراتی تھی اور اس کے ہاتھ سے دو چار نوالے نگل لیتی تھی۔

ایک بات اور میرے مزاج کے خلاف یہ ہوتی تھی کہ وہ کبھی کبھی میری اور اپنی تصویریں اتارتا تھا اور خوش ہوتا تھا کہ ایک حسین عورت کے ساتھ اس کی تصویریں بن گئی ہیں۔ میں بڑی پریشان تھی کہ کیا کروں۔ میں اس کی من مانی سے اسے روک نہیں سکتی تھی۔ تنہائی میں لیٹ کر بہت سوچتی تھی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ایک ڈاکٹر صبح اور شام کو مجھے دیکھنے ایک بار ضرور آتا تھا اور مجھے دیکھنے کے بعد دوائیں تجویز کرتا تھا۔

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں جھپکتی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟

تو کتاب

دم نظری اور اس کا علاج

قیمت ۵ روپے، ڈاک خرچ ۱۰

آپ کو بتائے گی کہ

بینک سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ عینک والوں کے اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں بہت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جا سکتا ہے۔

ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

مکتبہ نفیات پوسٹ بکس ۹۴۴۲ کراچی ۱

رات کو میں اپنے کمرے میں تنہا ہوا کرتی تھی۔ ایک رات میں نے بستر سے اُٹھ کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میز کے پاس پہنچ کر ایک کاغذ اور قلم تلاش کیا۔ ایک چھوٹی سی پرچی میں ڈاکٹر کو ایک مختصر سا خط لکھا۔

"ڈاکٹر صاحب میں آپ کو خدا کا، بھگوان کا اور انسانیت کا واسطہ دے کر التجا کرتی ہوں کہ مجھے رگھو کی قید سے نجات دلائیں۔ میں یہاں بے حد پریشان، خفا اور ہر لمحہ مجھے اپنی عزت کے جانے کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ اس بوڑھی عورت نے اور رگھو نے یہ تہیہ کیا ہوا ہے کہ جب بھی میں تندرست ہوں گی تو مجھے رگھو کی ہوس کے سامنے ڈال دیا جائے گا۔ میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ آپ مجھے تندرست نہ ہونے دیں۔ کچھ ایسی دوائیں دیں کہ میں دن بدن اور بھی بیمار اور کمزور ہوتی جاؤں حتیٰ کہ مر جاؤں۔ اس طرح مجھے رگھو سے نجات مل جائے گی۔ اگر آپ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے میری جان لینا نہیں چاہتے ہیں تو آپ کو میں پھر ایک بار انسانیت کا واسطہ دے کر التجا کرتی ہوں کہ آپ قانون کا سہارا لے کر مجھے یہاں سے نکال کر لے جائیں میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

میں نے وہ مختصر سا خط لکھ کر تہہ کیا اور اپنے بلاؤز کے گریبان میں چھپا لیا۔ دوسری صبح جب ڈاکٹر نے میرے پاس آکر میری نبض دیکھنے کے لیے میرا ہاتھ کو تھامنا چاہا تو میں نے اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے کاغذ کے پرزے کو اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ ڈاکٹر نے پہلے تو حیرانی سے دیکھا۔ پھر کچھ سمجھ کر اس نے جلدی سے اس پرزے کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اس کے بعد میرا معائنہ کرنے اور دوائیں تجویز کرنے لگا۔ ایک ڈاکٹر سے ایسی توقع نہیں تھی کہ وہ میرے لیے ایسی دوائیں تجویز کرتا جو۔۔۔ آہستہ آہستہ میری خواہش کے مطابق مجھے مار ڈالتیں۔ ڈاکٹر پڑھا لکھا اور فہمین تھا اور قانون کی مدد لینا جانتا تھا۔ اس لیے مجھے توقع تھی کہ وہ قانون کی مدد سے مجھے اس قید سے نجات دلائے گا لیکن ایک اور اندیشہ تھا اور وہ یہ کہ یہ ڈاکٹر کہیں رگھو کا اپنا آدمی نہ ہو۔ اس کا فیملی ڈاکٹر نہ ہو اور اس کا لمک خوار بن کر اُسے میرا لکھا ہوا وہ پرزہ نہ دکھا دے۔ یہ خوف بھی میرے دل میں تھا لیکن میں نے تو ایک جوا کھیلا تھا۔ ایک کوشش کی تھی۔ ناکامی ہوتی یا کامیابی یہ تو میں خدا سے التجا کر رہی تھی کہ میری بدنصیبی اور آگے نہ بڑھے۔ یہاں تک ختم ہو جائے کہ میں اپنی منزل تک پہنچ جاؤں۔ منزل، میری تو ایک ہی منزل تھی اور میں اپنی منزل کا نام تھا سلامت علی۔

جس مکان میں مجھے رکھا گیا تھا۔ وہاں شام کو ہی جگمگ مچ گئی۔ وہاں عورتیں اور مرد ایک کمرے دوسرے کمرے کی طرف آنے جانے لگے۔ سب کے چہرے ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ پتہ چلا کہ پولیس والوں نے اس مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور اب تلاشی لینے کے لیے اندر داخل ہو رہے ہیں۔ یہ سُن کر میری کا کھٹکا نہ رہا۔ وہ ڈاکٹر واقعی میرے لیے فرشتہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایک پولیس انسپکٹر دو سپاہیوں کے ساتھ میرے کمرے میں آیا۔ پھر اس نے پوچھا "تم وہی لڑکی ہو جسے رگھو نے یہاں قید کر رکھا ہے؟"

میں نے بستر پر اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "جی ہاں میں وہی بدنصیب ہوں، آپ کو قانون کا واسطہ دیتی ہوں مجھے یہاں سے لے جائیے۔"

انسپکٹر نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا "گھبراؤ نہیں تمہیں یہاں سے لے جائیں گے اور تمہاری پوری طرح حفاظت کریں گے۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ لوگ قانونی کارروائی میں مصروف تھے۔ پتہ چلا کہ اس مکان سے اور بھی بہت سا غیر قانونی سامان نکلا ہے۔ میرے لیے ایک ایمبولینس منگوائی گئی تھی۔ پھر مجھے اسٹریچر پر ڈال کر آرام سے ایک بڑے سے ہسپتال میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں پولیس انسپکٹر نے بیان لیا تو میں نے شروع سے اپنی روداد سنا دی اور اُسے بتایا کہ مجھے نواب سلامت علی کی تلاش ہے۔ اس نے اُن کا پتہ بھی بتایا۔

نواب سلامت علی کا نام سُن کر پولیس انسپکٹر نے پھر تو آپ اپنی منزل تک پہنچ گئی ہیں۔ نواب صاحب ہمارے بڑے مہربانوں میں سے ہیں۔ میں ابھی جا کر آپ کو خوش خبری سناتا ہوں کہ آپ مل گئی ہیں اور میں آپ کو یہ خوش خبری سنا دوں کہ اُن پر جو مقدمہ چل رہا تھا مقدمہ جیت گئے ہیں اور اب اُن پر قانون کی کوئی گرفت نہیں ہے۔

انسپکٹر کی یہ باتیں سُن کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دم سے ہی میرے دن پھیر دیے تھے۔ دشمنوں سے نجات مل گئی تھی اور میرا چاہنے والا ملنے ہی والا تھا۔ انسپکٹر نے ہسپتال سے فون پر نواب

کو میرے متعلق اطلاع دی۔ پھر رات کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے ہی نواب صاحب میرے بستر کے پاس حاضر ہو گئے۔ وہ بہت ہی خوش نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے بستر کے سرہانے پر بیٹھ کر محبت سے میرا ہاتھ کو تھام لیا اور جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں بولے "میں تمہیں تقریباً تین دن اور تین راتوں سے تلاش کر رہا ہوں۔ اس سے پہلے میں قانون کی گرفت میں تھا۔ تمہارے پاس آ نہیں سکتا تھا۔ میں اس نائکہ کے پاس گیا تو پتہ چلا کہ تم وہاں سے فرار ہو گئی ہو پھر میں نے حشمت بیگ سے رابطہ قائم کیا کیونکہ استاد جی نے مجھے اُن کا پتہ بتایا تھا۔ حشمت بیگ نے بھی یہی بات کہی کہ تم ایک رات رہنے کے بعد وہاں سے چلی گئی ہو۔ تب سے ہی پریشان رہا۔ خدا کا شکر ہے کہ تم مل گئیں۔"

میری آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ میں نے روتے ہوئے کہا "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ آپ مل گئے ہیں۔ میں کیا بیان کروں کہ آپ کے جانے کے بعد مجھ پر کیسی کیسی مصیبتیں نازل ہوئی ہیں۔ کیسے کیسے ظلم کیے گئے ہیں۔ اتنے ظلم سہنے کے بعد خوشی ملے تو اس خوشی کا یقین نہیں ہوتا۔"

نواب صاحب نے میرے ہاتھ کو تھپتھپا کر کہا "تمہیں یقین ہو جائے گا۔ میں تمہیں اتنی خوشیاں دوں گا۔ ایسا غلط دوں گا کہ کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ تم اتنی بلندی پر رہو گی۔ ایسی عظمت تمہیں ملے گی کہ تمہارے سامنے دوسروں کی نگاہیں جھک جایا کریں گی۔"

نواب صاحب کی باتوں سے مجھے نئی زندگی مل رہی تھی۔ انھوں نے اسپیشل وارڈ میں میرے لیے انتظامات کرائے۔ ایک الگ کمرہ میرے لیے مخصوص کیا گیا جہاں وہ صبح و شام میرے ساتھ رہتے تھے۔ کبھی کبھی غسل کرنے اور لباس وغیرہ تبدیل کرنے چلے جایا کرتے تھے ورنہ اسی کمرے میں میرے ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ اُن کی محبت نے تو مجھے ہپناٹائز کر رکھا تھا۔ میں ایک ہفتے کے اندر ہی بالکل صحتیاب ہو گئی۔ ساری کمزوریاں دور ہو گئیں۔ مجھے ہسپتال سے چھٹی دے دی گئی۔ وہ مجھے اپنی حویلی میں لے آئے۔

میرا خیال تھا کہ نواب صاحب مجھے حویلی میں لے جانے کے بعد فوراً ہی شادی کی پیش کش کریں گے لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ مجھے آرام سے رہنے اور اچھا کھانے پینے کے لیے کہا کرتے تھے میرے آرام کا خیال رکھتے اور میرے بناؤ سنگھار میں ذرا بھی کمی ہوتی تو وہ ناراض ہو جاتے تھے۔ میں اُن کی خاطر ہمیشہ بن سنور کر رہتی تھی اور اچھے اچھے لباس پہنتی تھی۔ ہم دونوں کے درمیان شرافت کی دیوار حائل تھی۔ وہ اتنے مہذب انسان تھے کہ انھوں نے کبھی تنہائی میں میرا ہاتھ نہیں پکڑا۔ نہ ہی کسی چھچھورے خیال کا اظہار کیا۔ انھوں نے مجھے کہا تھا "دیکھو سائرہ میں چاہوں تو آج ہی ——— تم سے نکاح پڑھوا سکتا ہوں لیکن اصولاً ہمیں تین ماہ تک انتظار کرنا چاہیے۔ تین ماہ کے بعد میں تمہیں اپنی دلھن بنا لوں گا۔"

ان کی یہ بات مجھے پسند آئی۔ وہ اصول اور مذہب کے احکام کے مطابق عمل کر رہے تھے۔ تین ماہ کے بعد انھوں نے وعدے کے مطابق شادی کے انتظامات کیے۔ پھر بڑی دھوم دھام سے مجھے دلھن بنا کر اپنی حویلی کے ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں لے آئے۔

میں زندگی میں پہلی بار کسی کی جائز دلھن بنی تھی۔ اس سہاگ کی پہلی رات میں انھوں نے مجھے اتنا پیار دیا۔ اتنا پیار دیا کہ میں نہال ہو گئی۔ مجھے پہلی بار پتہ چلا کہ مرد اپنا ہو اور صرف اپنا ہو اور اُس کا پیار اور اس کی توجہ اور اُس کا سب کچھ صرف اپنے لیے ہو تو اُس پیار سے کتنی لذت ہوتی ہے۔

شادی کے بعد وہ مجھے اپنی زندگی کے اہم راز بتانے لگے۔ ایک رات وہ مجھے حویلی کے ایک تہہ خانے میں لے گئے۔ وہاں میں نے کتنی ہی سونے کی اینٹیں دیکھیں۔ انھوں نے کہا "یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے یہ تہہ خانہ خالی کر دیا ہے یہاں ہر طرف بے شمار سونے کی اینٹیں تھیں انھیں اسمگل کر کے یورپ کے مختلف شہروں میں پہنچا دیا ہے۔ وہاں ہر جگہ میں میرا بینک اکاؤنٹ ہے اور میرے ذاتی بنگلے ہیں اور بہت قیمتی میرے جواہرات تھے۔ وہ سب میں نے وہاں پہنچا دیے ہیں۔ میں تمہارے لیے پاسپورٹ بنوا رہا ہوں۔ پھر تمہیں اُن ممالک میں لے جاؤں گا اور وہاں کی تمام چیزیں تمہارے نام کر دوں گا تاکہ میرے بعد وہ ساری دولت اور جائداد تمہیں مل سکے۔"

میں کبھی خواب میں بھی اتنی دولت نہیں دیکھ سکتی تھی جتنی کہ مجھے مل رہی تھی۔ میں نے اُن سے کہا "اب میں سہاگن ہوں اور آپ کی شریکِ حیات ہوں میری اب اتنی عزت ہے کہ لوگ جھک کر سلام کرتے ہیں۔ اب میں اپنے والدین سے مل سکتی ہوں اور اپنے خاندان والوں کو منہ

دکھا سکتی ہوں۔"

دوسرے ہی دن وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر مراد آباد گئے۔ وہاں ہندوؤں کے جس محلے میں میں نے اپنا بچپن گزارا تھا اور جہاں میرا خاندان آباد تھا۔ اس گھر میں اب کوئی ہندو فیملی آباد تھی۔ میں اپنے علاقے کے پنڈت چاچا کے پاس گئی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے میرا ماتھا چوم لیا۔ پھر مجھے اپنے پاس بٹھا کر بولے۔ "بیٹی۔ تمھارے والدین تو مر چکے ہیں اور تمھارے خاندان کے لوگ بھی پتہ نہیں کہاں کہاں چلے گئے۔ تمھاری بڑی بہن طاہرہ بانو فسادات کے دوران میرے گھر میں تھی۔ اس لیے وہ محفوظ رہ گئی۔ میں نے اس کی پرورش کی۔ وہ میرے ہی گھر جوان ہوئی۔ پھر ایک دن پاکستان سے تمھارے چچا اور اُن کے صاحبزادے آئے تو میں نے ان کی امانت اُن کے حوالے کر دی اور اُن کے صاحبزادے سے طاہرہ کا نکاح پڑھا دیا۔ اب وہ پاکستان میں ہے۔ کبھی کبھی مجھے خط لکھتی رہتی ہے اور یہ تاکید کرتی ہے کہ کبھی تمھاری بہن سائرہ بانو کا پتہ چلے تو اُسے اطلاع دی جائے۔"

میں نے طاہرہ باجی کا پتہ لے کر خط و کتابت شروع کر دی جب میرا پاسپورٹ تیار ہو گیا اور باہر ممالک کا دورہ کرنے کا وقت آیا تو سب سے پہلے میں اپنے شوہر کے ساتھ پاکستان گئی اور وہاں اپنی طاہرہ باجی سے ملاقات کی۔ ہمیں اُمید نہیں تھی کہ خونی رشتے پھر کبھی مل سکیں گے اور ہم ملیں گے تو پہچان لیں گے ——— لیکن جب ملے تو ہم گلے مل کر خوب روئے۔ پھر میں نے اپنا پتہ بتایا اور باجی سے اور ہنوئی سے کہا کہ کبھی وہ ہمارے ہاں بھی آئیں۔ اُن کے ہاں کچھ روز رہنے کے بعد پھر ہم یورپ کے دورے پر چلے گئے۔ وہاں پر سوئٹزرلینڈ، استنبول اور لندن میں میرے شوہر کے بنک اکاؤنٹ تھے اور وہاں کروڑوں ڈالر جمع تھے۔ پھر لاکرز میں بیسیوں جواہرات بھی رکھے ہوئے تھے اور ہر شہر میں ایک بنگلہ موجود تھا ——— جو ہمیشہ مقفل رہتا تھا۔ یہ ساری چیزیں نواب صاحب نے میرے نام لکھ دیں۔

ان دنوں میں دنیا کی سب سے خوش قسمت عورت تھی۔ میں اب تک جتنی چیزوں اور خوشیوں سے محروم تھی وہ سب کی سب میں نے پا لی تھیں بلکہ اس سے زیادہ مجھے مل رہا تھا۔ میرے پاس اتنی دولت تھی کہ میں جو چاہتی وہ خرید سکتی تھی۔ میرے پاس اتنی محبت تھی کہ میں نے اپنے شوہر کو دل و جان سے جیت لیا تھا۔ ہم پیار و محبت میں اس طرح گم تھے کہ سال و دو سال کیسے گزر گئے ہمیں پتہ ہی نہ چلا۔ ہمیں ایک دوسرے کی صورت کے سوا کوئی تیسری صورت نظر ہی نہیں آتی تھی۔

پھر تیسری صورت کے آثار پیدا ہوئے۔ میرے پاؤں بھاری ہو گئے۔ میں نے نواب صاحب کو یہ خبر سنائی تو وہ خوشی سے نہال ہو گئے۔ ان دنوں ہم ہندوستان واپس آ گئے تھے لیکن میری بدنصیبی بھی ہو چکا تھا کیونکہ نواب صاحب بیمار رہنے لگے تھے۔ علاج ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر بدلے جا رہے تھے لیکن ان کی صحت دن بگڑتی جا رہی تھی۔ پھر میری خوش نصیبی بدنصیبی میں یوں بدل گئی ایک رات وہ مجھے روتا بلکتا چھوڑ کر اس دنیا سے کوچ کر گئے۔

میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنی جلدی میرا سہاگ اجڑ جائے گا میں حواس باختہ ہو کر حویلی کے در و دیوار کو دیکھتی تھی اور سوچتی تھی یہ کیسے ممکن ہے۔ جو محبت مجھے بھرپور انداز میں ملتی رہی وہ ختم کیسے ہو گئی ہے کیا میرے نصیب میں اتنی سی خوشیاں لکھی تھیں کہ خواب کی طرح مجھے نواب صاحب کی محبت ملی۔ پھر یہ بھیانک تعبیر کی طرح تقدیر نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ محبت کی آغوش میں بے فکری سے سو رہی تھی۔ آنکھ کھلی تو دنیا میں مصائب سے گزرنے کے لیے پھر ایک بار خود کو تنہا

میرے پاس بے انتہا دولت تھی، وفادار ملازم تھے تحفظ کر سکتی تھی۔ مجھے دشمنوں کا خوف نہیں تھا لیکن اپنی اولاد کے لیے پریشان تھی کہ وہ پیدا ہونے سے پہلے باپ سے محروم ہو گئی۔ میں کس طرح اس کی پرورش کی ذمے داریوں سے عہدہ برآ ہوں گی۔

میں اتنی سی بات پر پریشان ہو رہی تھی اور یہ بھول گئی تھی کہ بڑی مصیبتیں بھی آ سکتی ہیں۔ ایک روز فون کی گھنٹی بجی تو میں نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے کسی کے قہقہے لگانے کی آواز آئی۔ میں نے پوچھا۔ کون ہے یہ دوسری طرف سے آواز آئی "بھلا پرانا عاشق، کیا تم مجھے آواز سے پہچان سکتی ہو؟"

میں سکتے میں رہ گئی۔ میں نے کبیر بیدل کی آواز پہچان لی وہ کہہ رہا تھا "بیگم صاحبہ! اب تو تم بڑی اونچی چیز ہو گئی ہو جیسے دولت مند کے سامنے بھی اتنی قیمتی چیز ہو کہ میں تمھیں پکڑ نا چاہوں تو نہیں پکڑ سکتا۔ مگر ہاں، ہمارا تمھارا رابطہ ہے، ہم ایک ہو سکتے ہیں۔"

میں نے غصے سے چیخ کر کہا "بے غیرت! اپنی ناپاک بند کرو۔ میں تم پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی۔"

دوسری طرف سے قہقہہ لگانے کے بعد کہا گیا "تم کرو گی کیونکہ میرے پاس نکاح نامہ موجود ہے۔ شادی کی بھی میرے پاس ہیں اور میں نے تمھیں طلاق نہیں دی

تم میری بیوی ہو اور اگر تم نے نواب سلامت علی سے نکاح پڑھایا تو وہ ناجائز تھا۔"

میں نے حقارت سے کہا "کبیر بیدل! تم کس خوش فہمی میں ہو۔ میں بھی قانون اور مذہب کو سمجھتی ہوں۔ تم غیر مسلم ہو اور تم نے میرا نکاح جائز نہیں تھا۔ اس لیے وہ نکاح نامہ اور وہ تصویریں سرے سے ہی غلط ہیں۔"

کبیر بیدل نے کہا "ہاں، تم کسی حد تک نکاح نامے کو غلط کہہ سکتی ہو مگر ان تصویروں کو غلط نہیں کہہ سکتیں اور اس وقت کو جھٹلا نہیں سکتیں جب تم کوٹھے پر بیٹھی تھیں اور وہ تصویریں اس بات کی گواہ ہیں کہ تم میرے ساتھ پتہ نہیں کتنی راتیں گزار چکی ہو۔ سنا ہے کہ تم ماں بننے والی ہو۔ میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ جو اولاد تم پیدا کرنے والی ہو وہ میری ہے۔"

میں نے آخ تھو کہہ کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ میں نے اس وقت اس پر تھوک تو دیا تھا لیکن میرے اندر گھبراہٹ پیدا ہو گئی تھی۔ میں جانتی تھی کہ شیطان جان سے نہیں مارتا مگر بلکان کرتا ہے۔ وہ مجھے بدنام کر سکتا تھا۔ میری ہونے والی اولاد کو بھی وہی بدنامی ملتی جو اب دیے دیا جائے۔ کیسے اُسے جھٹلایا جائے۔ میں تمام دن پریشان رہی۔ مگر ابھی یہ پریشانی کافی نہیں تھی۔ ابھی اس میں اور اضافہ ہونا تھا۔ تقدیر اور زیادہ مجھ سے مذاق کرنا چاہتی تھی۔ اسی شام ملازم نے آ کر کہا "ایک صاحب ملنے آئے ہیں۔"

میں نے پوچھا "کون ہے یہ؟"

ملازم نے کہا "انھوں نے نام نہیں بتایا۔ میرا خیال ہے کہ نواب صاحب کے پرانے شناساؤں میں سے ہیں۔"

میں نواب صاحب کے شناساؤں اور دوستوں کی بڑی عزت کرتی تھی۔ یہ سوچ کر میں ڈرائنگ روم میں اس سے ملنے گئی تو اُسے دیکھتے ہی ایک دم سے ٹھٹھک گئی۔ ڈرائنگ روم میں بخت اور بیٹھا ہوا تھا مجھے دیکھتے ہی مسکرا کر بولا "بیگم صاحبہ! آداب! آپ نے مجھے پہچان تو لیا ہو گا۔"

میں نے غصے اور حقارت سے پوچھا "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

اس نے جواب دیا "میں تمھارا شوہر ہوں، سرتاج ہوں، مجازی خدا ہوں۔ میں تو تمھاری خواب گاہ میں بھی آ سکتا ہوں۔"

میں نے غصے سے چیخ کر کہا "بکواس مت کرو۔ سیدھی طرح یہاں سے چلے جاؤ ورنہ میں ملازموں سے دھکے دے کر نکلوا دوں گی۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا "ذرا سہولت سے باتیں کریں بیگم صاحبہ! میں جانتا ہوں کہ آپ بہت اونچی ہو گئی ہیں، اتنی دولت مند ہو گئی ہیں، ہم غریبوں کو دھکے دے کر اس دنیا سے بھی نکال سکتی ہیں لیکن یہ نہ بھولیں کہ میں آپ کا شوہر ہوں۔ میرے پاس نکاح نامہ موجود ہے اور میں نے آپ کو طلاق نہیں دی تھی۔ طلاق حاصل کیے بغیر آپ دوسری شادی نہیں کر سکتی تھیں لیکن آپ نے نواب صاحب سے شادی رچائی جو کہ سراسر غلط ہے۔"

"مذہب کی رُو سے میں اس بات کی حق دار تھی۔ اتنے طویل عرصے تک تم نے میرے نان نفقے کی ذمے داری پوری نہیں کی تھی، میری خبر نہیں لی تھی۔ مجھے تنہا بے یار و مددگار چھوڑ گئے تھے اس لیے میں دوسری شادی کر سکتی تھی۔"

"لیکن میں بھی مجبور تھا۔ میں ٹی بی سینیٹوریم کا سرٹیفکیٹ پیش کر سکتا ہوں کہ میں اس قدر بیمار تھا کہ تمھاری خبر نہیں لے سکتا تھا۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم ٹی بی کے مریض نہیں تھے۔"

"ہاں، یہ جھوٹ سہی لیکن جھوٹا سرٹیفکیٹ پیش کیا جا سکتا ہے۔ میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ سینی ٹوریم سے واپس آ کر جب میں نے نانکہ سے تمھارا مطالبہ کیا تو پتہ چلا تم وہاں سے بھاگ گئی ہو۔ میں تقریباً ڈھائی برس سے تمھیں تلاش کر رہا ہوں اور تم یہاں نواب صاحب کی بیگم بنی بیٹھی ہو اور یہ نہیں اُسے کیسے مار ڈالا۔ اب اسکی دولت پر عیش کرنے کا ہمیں موقع مل گیا ہے۔ بہرحال تم نے جو کچھ بھی کیا ہے۔ اس میں میرا بھی حصہ ہے۔ تمام جھگڑوں کو بھول جاؤ۔ مجھ سے جو کوتاہی ہوئی اسے بھی فراموش کر دو۔ ہم دونوں پھر میاں بیوی کی حیثیت سے نواب صاحب کی دولت پر عیش کرتے ہوئے

ساری زندگی گزار دیں گے۔"

"شیطان کے بچے! تم کسی طوائف سے نہیں بلکہ بیگم نواب سلامت علی سے بات کر رہے ہو۔ یہاں تمھیں لاتے جوتے پڑیں گے کہ آئندہ ادھر کا رخ کرنا بھول جاؤ گے۔ میں بات بڑھانا نہیں چاہتی۔ سہولت سے سمجھا رہی ہوں کہ چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا۔ "سوسائٹی میں میری بھی بہت زیادہ عزت ہے اس لیے میں یہاں سے بے عزت ہو کر نکلنا نہیں چاہتا لیکن جانے سے پہلے تمھیں یہ بتا دوں کہ ہونے والی اولاد میری ہے اور میرے نام سے اس دنیا میں پہچانی جائے گی۔ میں یہ ثابت کر دوں گا کہ نواب صاحب سے شادی ہونے کے بعد بھی تم مجھ سے چھپ چھپ کر ملتی رہی ہو اور میری خوشامد کرتی رہی ہو کہ میں اپنی اور تمھاری شادی کا ذکر نواب صاحب سے نہ کروں۔ تم یہ راز چھپانے کے لیے اس رازکی قیمت مجھے دیا کرتی تھیں اور اس قیمت کے بدلے میں نے تمھیں وہ اولاد دی ہے جسے تم جنم دینے والی ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ شادی سے پہلے میں نے تین ماہ عدت کے طور پر گزارے تھے۔ تین ماہ تک میرے کسی سے تعلقات نہیں رہے۔ پھر میری شادی نواب سلامت علی سے ہوئی۔ میں جس بچے کی ماں بننے والی ہوں اس کے باپ کا نام صرف نواب سلامت علی ہی ہو سکتا ہے۔ تمھارا دعویٰ جھوٹا اور غلط ہے۔"

"غلط سہی لیکن غلط کو صحیح ثابت کرنا مجھے آتا ہے۔ اگر میں قانوناً صحیح ثابت نہ کر سکا اور عدالت کے ذریعے تمھاری اولاد کو حاصل نہ کر سکا تو پھر غیر قانونی طور پر ایک دن اس بچے کو اٹھا کر لے جاؤں گا کیونکہ وہ میرا ہے اور میرے پاس رہے گا۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر چلا گیا۔ میں سکتے کے عالم میں کھڑی رہی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان دشمنوں سے کس طرح نجات پاؤں، کس طرح اپنے ہونے والے بچے کی حفاظت کروں۔ یہ تو نواب صاحب کے مرتے ہی آندھی طوفان کی طرح میرے پیچھے پڑ گئے تھے اور مجھے ایک تنکے کی طرح پھر اسی دلدل میں پہنچانا چاہتے تھے جہاں سے میں بڑی مشکلوں کے بعد نکل کر آئی تھی۔

اس رات فکر اور پریشانی کے باعث میری بھوک مر گئی۔ میں کچھ کھانا نہیں چاہتی تھی۔ بوڑھی ملازمہ نے سمجھایا کہ ایسے دنوں میں مجھے اچھی طرح کھانا پینا چاہیے اور خوش رہنا چاہیے۔ جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں ہر طرح سے اپنے بچے کی حفاظت کرنے کی کوشش کروں گی اور اسے دشمنوں سے دور رکھوں گی۔

اس رات میں کروٹیں بدل بدل کر بہت دیر تک سوچتی رہی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ پھر مجھے اپنی طاہرہ باجی کا خیال آیا۔ میں فوراً ہی بستر سے اٹھ کر خط لکھنے بیٹھ گئی۔ خط میں، میں نے پوری تفصیل اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ کس طرح دشمنوں میں گھری ہوں، اگر وہ میری مدد کرنا چاہتی ہوں تو بچے کی ولادت یہاں پہنچ جائیں اور پیدا ہوتے ہی بچے کو اپنے ساتھ لے دشمنوں کا سایہ بھی اس پر نہ پڑ سکے۔

ایسا خط لکھتے وقت میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا میں اپنے بچے کو پیدا ہونے سے پہلے ہی جدا کرنے کی تدبیریں کر رہی تھی اور ایسی تدبیریں سوچنے پر اور ان پر عمل کرنے پر مجبور کر دی گئی تھی۔ بھی سے مجبوریاں میرے مقدر میں لکھ دی گئی تھیں۔ کبھی غیر بدمعاشوں . . . کی طرف سے مجبور کی گئی کبھی اسی مجبوری کے سائے میں بازار میں لا کر بیچی گئی۔ کبھی ناگہ نے مجبور کیا، کبھی ناگہ نا آ پر مجھے مجبور کیا گیا۔ قدم قدم پر اتنی مجبوریاں مجھے جکڑتی گئی کہ میں نے تھک ہار کر سمجھ لیا تھا کہ اب میں پتھر بن گئی ہوں مجبوری مجھے رُلا نہیں سکے گی۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ماں ہوتی ہے۔ جب ماں بننے کا وقت آیا تب سمجھ میں آیا کہ ادا کیسے رُلاتی ہے۔

دوسری صبح میں نے خط طاہرہ باجی کے نام پوسٹ اور انتظار کرنے لگی۔ ایک روز میں حویلی کے ایک دریچے کے باہر جھانکتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور اپنے حالات پر غور کر رہی تھی میں نے دیکھا کہ کتنی ہی سفید پوش کنیزیں اپنے کاندھے اور بڑے بڑے تھال اٹھائے میری حویلی کی طرف چلی آ رہی تھیں پر خوشامد خوان پوش پڑے تھے۔ میں سمجھ گئی کہ میرے لیے تحائف آئے ہیں۔ نواب صاحب کی اکثر عید، بقر عید یا دیگر خاص موقعوں پر دوسرے نوابوں کے ہاں سے ایسے ہی تحائف آیا کرتے تھے۔ لیکن اس روز ایسے تحفے بھیجنے کا کوئی موقع کوئی تک سمجھ میں نہیں آتی۔

میں اوپری منزل سے اتر کر نیچے پڑے سے ڈرائنگ آئی۔ اس وقت تک وہ کنیزیں اندر داخل ہو گئی تھیں۔ میں نے پوچھا ایک دوسرے کے پیچھے قطار بنا کر آئی تھیں۔ میں نے پوچھا کیا ہے یہ؟"

ایک خواجہ سرا نے دونوں ہاتھوں کی تالی بجا کر کہا صاحبہ! پہلے آپ دیکھ تو لیں کہ آپ کے لیے کیسے تحائف بھیجے گئے ہیں۔"

اس نے کنیزوں کو اشارہ کیا۔ وہ ایک ایک خوان پوش دکھانے لگیں۔ خواجہ سرا کہتا جا رہا تھا "یہ ریشم اور کمخواب ہیں اور یہ ڈھاکے کی ململ ہے اور یہ نئے موسم کے پھل خشک میوے ہیں۔"

میں حیرانی سے دیکھتی جا رہی تھی۔ پھر میں نے پوچھا "لیکن یہ سب کیا ہے؟ کس نے بھیجا ہے یہ؟"

تب خواجہ سرا نے ادب سے آگے بڑھ کر مجھے ایک رقعہ پیش اور کہا۔ "یہ سیٹھ حشمت بیگ نے آپ کے نام لکھا ہے۔"

حشمت بیگ کا نام سُن کر میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میں نے فوراً ہی اس کے ہاتھ سے اس رقعے کو جھپٹ کر اور پھر کھول کر پڑھا۔ اس میں سیٹھ حشمت نے لکھا تھا۔

"بیگم سائرہ بانو! مجھے خوشخبری مل چکی ہے۔ میں اس خوشی کے موقع پر یہ تحائف بھیج رہا ہوں۔ بچے کے لیے بھی ریشم اور کمخواب کے تھان ہیں۔ تمھیں ان دنوں خشک میوے زیادہ استعمال کرنے چاہئیں اور اچھی سے اچھی خوراک کھانی چاہیے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ صحت مند اور خوبصورت ہو۔"

یہ پڑھتے ہی میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ میں نے اس کاغذ کے پرزے پرزے کرتے ہوئے چیخ کر کہا۔ "نکل جاؤ یہاں سے لے جاؤ یہ چیزیں۔"

یہ کہتے ہوئے میں نے ان چیزوں کو ٹھوکریں مارنی شروع کر دیں۔ اس خواجہ سرا کو بھی دو چار ہاتھ جمائے۔ میرے ملازم میری آواز کر اندر آ گئے تھے۔ میں نے انھیں حکم دیا۔ "اس غلیظ کی پٹائی کر کے یہاں سے نکالو اور ان سب چیزوں کو میری حویلی کے احاطے سے باہر پھینک دو۔"

میں غصے میں طمطماتی ہوئی وہاں سے چلی آئی۔ اپنی خواب گاہ میں پہنچتے ہی مجھے رونا آ گیا۔ تب مجھے پتہ چلا کہ میں غصے میں نہیں تھی کیونکہ غصے میں رونا نہیں آتا۔ پریشانیاں رُلاتی ہیں اور پریشانی میں ایک اضافہ یہ ہو گیا تھا کہ حشمت بیگ بھی میرے ہونے والے بچے کا دعوے دار بن رہا تھا۔ میں دل ہی دل میں اسے کوستی رہی اور بددعائیں دیتی رہی لیکن میری طرح کتنی ہی عورتیں بازار میں بیٹھ کر روتی ہیں، کوستی ہیں اپنے لیے دعا مانگتی ہیں، دشمنوں کو بددعا دیتی ہیں مگر کسی کا کچھ نہیں بگڑتا اور ان بے چاریوں کو دعاؤں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود دعا ایک ایسا سہارا ہے، ایسی امید ہے کہ کچھ حاصل ہونے کے باوجود بار بار دعائیں لبوں پر آتی ہیں۔ اس وقت بھی میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہی تھی کہ بلا سے مجھ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں لیکن میرا بچہ ان دشمنوں سے محفوظ رہے۔ کسی طرح جلد سے جلد میرا بھائی میرے پاس پہنچ جائے اور وہ میرے پاس چلی آئیں۔ پھر میں ان دشمنوں کو ایسا فریب دوں گی کہ وہ مجھے تو پا لیں گے لیکن میرے بچے تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔

پتہ نہیں میں کب تک خیالوں میں گم رہی۔ فون کی گھنٹی نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ریسیور اٹھایا۔ پھر جیسے ہی ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے حشمت بیگ کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "بیگم سائرہ بانو! ملازم تو بے چارے مار کھانے کے لیے ہی ہوتے ہیں۔ گالیاں سنتے ہیں، مار کھاتے ہیں، پھر بھی ہماری خدمت کرتے رہتے ہیں۔ ان پر ہاتھ اٹھا کر تم یہ سمجھتی ہو کہ میں اپنے بچے سے دستبردار ہو جاؤں گا، کبھی نہیں۔ جب تم میرے ہاں آئی تھیں اور جب بھنگ کے نشے میں مدہوش تھیں تو اس وقت میں نے تمھاری کیسی کیسی تصویریں اتاری ہیں، وہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں جب دیکھو گی اور دنیا والے دیکھیں گے تو یہ تسلیم کر لیں گے کہ تمھارے ہونے والے بچے کا باپ میں ہی ہوں۔ تم اچھی طرح غور کر لو۔ سوچ لو کہ میری دشمنی کتنی مہنگی پڑ سکتی ہے۔ میں پھر کبھی فون کروں گا۔"

یہ کہہ کر دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ میں خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ میرے حواسے جواب دے رہے تھے۔ ایک نہیں، تین تین دشمن میرے ہونے والے بچے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے تھے۔ میرا سکون برباد ہو گیا تھا۔ مجھے کسی طرح کہیں بھی چین نہیں ملتا تھا۔ میں کہیں بیٹھتی تو بے قرار ہو کر اٹھ جاتی تھی۔ اٹھ کر ٹہلنے لگتی تھی۔ ٹہلتے ٹہلتے تھک جاتی تو بستر پر گر جاتی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں۔ کیسے یہ مصیبت کے دن گزاروں۔

ولادت میں ایک ماہ کا وقت رہ گیا۔ آٹھ ماہ گزر چکے تھے اور نویں مہینے کسی دن بھی ولادت ہو سکتی تھی۔ ایسے ہی وقت طاہرہ باجی کا خط پہنچا کہ وہ فلاں دن، فلاں تاریخ کو اور فلاں گاڑی سے دہلی اسٹیشن پہنچیں گی۔ میری بوڑھی خادمہ میرا بہت خیال رکھتی تھی اور میری پریشانیوں کو سمجھتی بھی تھی۔ اس نے مشورہ دیا کہ ولادت کے لیے چپ چاپ اس کے گاؤں چلی جاؤں۔ یہاں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو اور وہاں بچہ ہو تو میں وہ بچہ اپنی بہن کے حوالے کر دوں۔

میں نے اس سے پوچھا "میری بہن دہلی اسٹیشن پہنچے گی۔ وہاں سے گاؤں کس طرح بہن کو بلایا جائے گا یہ؟"

بوڑھی خادمہ نے کہا۔ "کرم دین نواب صاحب کا بہت ہی وفادار ملازم ہے۔ میں اسے ایک عرصے سے جانتی ہوں۔ میں اسے رازدار بنا لوں گی۔ وہ آپ کو پہلے میرے گاؤں چھوڑ آئے گا اس کے بعد واپس دہلی جا کر آپ کی بہن کو گاؤں تک پہنچا دے گا۔"

اس دوران تینوں دشمنوں کی طرف سے دھمکیاں برابر ملتی جا رہی تھیں۔ ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ میں کسی کو بچے کا باپ تسلیم کر لوں اور اس طرح میرے بچے کے ناتے سے وہ نواب صاحب کی دولت پر عیش کریں۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ تینوں اس بات سے واقف تھے کہ نواب صاحب کی حویلی کے تہہ خانے میں بے شمار دولت چھپا کر رکھی گئی ہے۔ جسے وہ دوسرے ممالک پہنچاتے رہے تھے۔ سونے کی اینٹوں کا بھی انہیں علم تھا۔

اکیلے وہ سب ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اور کسی طرح اس دولت تک پہنچنا چاہتے تھے۔

میری خواب گاہ میں رکھا ہوا ٹیلیفون میرے لیے مصیبت بن گیا تھا۔ اسی ٹیلیفون کے ذریعے بنجارا اور کبیر بیدل اور سیٹھ حشمت بیگ رابطہ قائم کرتے رہتے تھے۔ اور مجھے پریشان کرتے رہتے تھے۔ میں نے سوچا کیوں نہ اس ٹیلی فون کو اٹھا کر چیک دوں اور اس کا کنکشن کاٹ دوں تاکہ کوئی مجھے آواز نہ دے سکے۔ ان ہی سوچوں کے دوران ایک روز رگھو کا ٹیلی فون موصول ہوا۔

"ہیلو! بیگم سائرہ بانو! مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنی اونچی ہستی ہو۔ بہرحال کار کے حادثے میں، میں تمہیں اپنے گھر علاج کے لیے لے آیا تھا۔ میں نے تم سے ہمدردی کی تھی لیکن تمہاری وجہ سے پولیس والوں نے میرے گھر پر چھاپہ مارا۔ تمہارے ساتھ چوری کا کتنا بھاری سامان یہاں سے لے گئے۔ اور مجھے جیل بھیج دیا۔ میں چھ ماہ تک جیل میں رہ کر واپس آیا۔ اور اس وقت تمہیں بالکل ہی بھلا بیٹھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم میرے لیے اتنی اہم ہو سکتی ہو۔ اب پتہ چلا ہے کہ نواب صاحب مر چکے ہیں۔ اور تم ان کے بچے کی ماں بننے والی ہو۔ مجھے بچے سے کوئی دلچسپی تو نہیں ہے۔ لیکن جو نقصان تمہاری وجہ سے مجھے ہوا ہے۔ وہ پورا کر دو۔ ورنہ میں تمہارے بچے کو اٹھا کر لے جاؤں گا۔"

میں نے غصے سے کہا "آئندہ اگر تم نے ایسی دھمکی دی تو میں تمہیں پھر جیل بھجوا دوں گی۔"

"میں پھر جیل سے باہر آجاؤں گا جیل کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں مجھ کو تاحیات قید کر کے رکھا جائے میں کوئی اتنا بھاری جرم نہیں کرتا کہ عمر قید ہو جائے۔ تم مجھے جیل بھیجو گی میں واپس آجاؤں گا۔ کبھی نہ کبھی تمہارا بچہ میرے ہتھے چڑھے گا یا تم میرے ہتھے چڑھو گی تو میں اپنا سارا نقصان پورا کر لوں گا۔"

میں نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ کیونکہ اسی رات میں ایک بیل گاڑی میں کرم دین کے ساتھ بیٹھ کر راتوں رات اس شہر سے نکل گئی تھی۔ اور اپنی بوڑھی خادمہ کے گاؤں دوسری صبح پہنچ گئی تھی۔ وہاں میں محفوظ تھی۔ کرم دین وہاں سے پھر واپس دہلی گیا اور طاہرہ باجی کے دیئے ہوئے وقت کے مطابق دہلی اسٹیشن پہنچ گیا۔ وہاں سے باجی کو میرے پاس لے آیا۔ باجی باجی سے مل کر اطمینان ہوا کہ اب میرے ہونے والے بچے کو پھر پورا تحفظ حاصل ہو جائے گا لیکن دل میں رہ رہ کر یہ درد بھی اٹھنے لگتا تھا۔ کہ جسے جنم دینے والی ہوں وہ بچہ پیدا ہوتے ہی مجھ سے بچھڑ جائے گا۔ اور پتہ نہیں میں کب اس بچے کا منہ دیکھ سکوں گی۔ دیکھ سکوں گی بھی یا نہیں۔ زندگی اور موت کا بھروسہ نہیں ہوتا اس زندگی میں مجھے کبھی اپنے بچے کی صورت دیکھنی نصیب ہو۔ اس کی میں دل ہی دل میں دعائیں مانگتی رہتی تھی۔"

مرجانہ ڈائری پڑھ رہی تھی اور میں اس کے دماغ میں ہو اس کی سوچ کے ذریعے ڈائری کی پوری روداد سنتا جا رہا تھا۔ یہاں پڑھ لینے کے بعد مرجانہ رک گئی تھی۔ کیونکہ اس کے بعد والا صفحہ خالی تھا۔ اس نے ڈائری کے اس ورق کو الٹ کر دیکھا تو دوسری طرف لکھا ہوا تھا۔

"آج میں نے ایک بہت ہی خوبصورت سی بیٹی کو جنم دیا ہے ماشاء اللہ بڑی صحت مند ہے۔ اور اس کی جسامت دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ اچھی خاصی آور بھی نکلے گی۔ بالکل اپنے باپ پر جائے گی۔ اتنی حسین جیسی بیٹی کو اپنے سے جدا کرتے ہوئے میرا دل کٹ رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ کہ میں کس دل سے اسے الگ کروں۔ ایسا لگتا ہے۔ جیسے میں اپنے جسم کا ایک حصہ کاٹ کر اپنی بہن کو دے رہی ہوں اور مجھے ایسا کرنا ہی ہوگا۔"

اس کے بعد ڈائری کا صفحہ پھر سادہ تھا۔ مرجانہ نے ورق کو الٹ کر دیکھا۔ تو پھر دوسری طرف لکھا ہوا تھا "آج بچی کو پیدا ہوئے تیسرا دن ہے۔ اب میں ڈائری بند کرنے والی ہوں۔ کیونکہ آج کے بعد ڈائری کو میں اپنی بیٹی کے ساتھ روانہ کر دوں گی۔ میری یہ داستان باجی کے پاس امانت کے طور پر رہے گی۔ تاکہ جب میری بچی باشعور ہو اور دنیا کو سمجھنے لگے تو یہ ڈائری پڑھ کر اپنی ماں کے بھی سمجھ سکے۔ اور کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو اور اس ڈائری کے ذریعے اپنی ماں کے دشمنوں کا چہرہ بھی دیکھ لے۔

میرے دل میں رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے۔ کاش کہ میں اپنی بیٹی کو جنم دیتی اور میری باجی اس بچے کو اتنا شہہ زور بناتی کہ وہ دشمنوں سے گن گن کر بدلے لیتا۔ اپنی ماں کے ساتھ جو زیادتیاں ہوئی ہیں۔ اور جو جو زوروں جیسا سلوک کیا گیا ہے وہی سلوک میرا بچہ اپنے دشمنوں سے کرتا مگر اللہ کی مرضی کے آگے ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ خدا کو یہی منظور تھا کہ میں ایک بیٹی کو جنم دوں اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت ہوگی۔ ایسی بات نہیں ہے کہ میں بیٹی کو جنم دے کر مایوس ہوں۔ کفر ہے۔ پھر یہ کہ میری بچی اتنی اچھی، اتنی خوبصورت ہے کہ میں اس کو دیکھ کر مایوس ہو ہی نہیں سکتی۔ مجھے اس پر اتنا پیار آرہا ہے کہ سگی بہن کے حوالے کرتے ہوئے بھی اندر سے ماتم کر رہی ہوں۔ اس ماتم کو میں ہی سمجھ سکتی ہوں۔ کوئی دوسرا دیکھ نہیں سکتا۔ آج پر پتھر رکھ کر باجی کو اس کے حوالے کر دوں گی۔ اور باجی اسے کراچی سے پاکستان چلی جائیں گی۔"

ڈائری کے باقی اوراق سادہ تھے۔ مرجانہ نے اسے بند کر دیا۔ وہ اندر ہی اندر غصے، جوش اور جذبے سے اُبل رہی تھی۔ اپنی بیٹی کو بھینچ کر سوچ رہی تھی "میں بیٹی نہیں ہوں۔ امی نے مجھے بیٹی بنا دیا۔ لیکن میں بیٹا ہوں اور امی کی یہ حسرت ضرور پوری ہوگی کہ

دشمنوں سے گن گن کر بدلے لیے جائیں۔ میں ان کے ساتھ ایسا جانور جیسا سلوک کروں گی کہ ان کی آئندہ نسلیں مجھے یاد کرتی رہیں گی۔"

اچانک وہ اپنی خالہ کی آواز سن کر چونک گئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو اس کی طاہرہ خالہ دروازے پر کھڑی ہوئی تھیں اور اب اس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں "یہ کیا ڈائری پڑھنے کے بعد میری بیٹی کو غصہ آرہا ہے؟"

"ماں میں بیان نہیں کر سکتی کہ اس وقت میری کیا حالت ہے۔ میں ان دشمنوں کو کچا چبا جاؤں گی۔ مجھے ان کا پتہ معلوم ہونا چاہیے اور میں جتنی جلدی ہو سکے اپنی اتی سے جا کر ملنا چاہتی ہوں۔ آپ اس سلسلے میں میری کیا مدد کر سکتی ہیں؟"

"تم ہو چوکی ہو گی وہ ہو جائے گا۔ فی الحال دوسرے کمرے میں چلو اور تھانے کے انچارج کے سامنے اپنا بیان دے دو۔ وہ تمام دشمن جو تمہیں گھیرنے آئے تھے انہیں حوالات بھیج دیا گیا ہے۔"

مرجانہ نے بیزاری سے کہا "خالہ جان میرا دل نہیں چاہتا کہ ابھی میں کسی سے جا کر ملوں اور خواہ مخواہ کے بیانات دوں۔ آپ ان لوگوں سے کہیں کہ ان مجرموں کے خلاف جو چاہیں وہ کارروائی کریں۔"

اس کی خالہ نے سمجھایا "بیٹی یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ قانونی کارروائی تو پوری کرنی ہی پڑتی ہے تم تھوڑی دیر کے لیے چلو اور جھنجھٹ سا بیان دے کر ان سے نجات پاؤ۔ پھر ہم اطمینان سے بیٹھ کر تمہاری اتی کے متعلق گفتگو کریں گے اور میں تمہیں بتاؤں گی کہ وہاں تک کیسے پہنچنے کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ تمہارے خالو اس سلسلے میں پوری تفصیل سے تمہیں کچھ بتا سکیں گے۔"

اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں جس کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اس کے دروازے پر دستک ہو رہی تھی پھر مجھے دروازے کے اس پار سے شہناز کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "تم اتنی دیر سے کمرے کے اندر بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ تمہاری آواز بھی سنائی نہیں دے رہی ہے اور یہ کوئی سونے کا وقت نہیں ہے۔ بھوک سے میری حالت خراب ہے۔ محترمہ غلام ہوٹل سے کھانا لے آیا ہے۔ باہر آجاؤ۔"

میں نے کمرے کے اندر سے کہا "تم میز پر کھانا لگاؤ۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ میری آواز سننے کے بعد مطمئن ہو کر میز پر کھانا لگانے کے لیے چلی گئی۔ میں تھوڑی دیر تک چپ چاپ بیٹھا رہا۔ جب میں خیال خوانی کے ذریعے ایک جگہ بیٹھے ہی بیٹھے ہزاروں میل دور چلا جاتا ہوں تو ماحول یکسر بدل جاتا ہے۔ پلک جھپکتے ہی کچھ ہو جاتا ہے اور پلک جھپکتے ہی کچھ اور ہو جاتا ہے۔

اتنی دیر میں مرجانہ کے ماحول میں موجود تھا۔ وہاں سے آتے ہی مجھے شہناز کا ماحول مل گیا۔ اس کے لیے ذرا سا ذہنی طور پر اپنے آپ کو آمادہ کرنا پڑتا ہے ورنہ پہلے والے ماحول کا تاثر دماغ پر قائم رہے تو موجودہ ماحول میں آدمی کچھ کر نہیں پاتا۔

جب میں چند لمحوں تک خاموش بیٹھا رہا تو مجھے شہناز کے ماحول کی ایک ایک بات یاد آئی۔ یہ بھی یاد آیا کہ ہم دن کے وقت غلام کے پاس ہوٹل میں اس سے ملنے گئے تھے اور وہاں میں نے غلام سے کہا تھا کہ میرے ساتھ شہناز نامی کوئی لڑکی ہے اگر وہ اور رات کا کھانا بھی ہمارے لیے لے آئے۔ ادھر میں نے شہناز کی سوچ پڑھی تھی تو وہ اس بات پر پریشان تھی کہ میں خوشبو کا طلسم سیکھ لینے کے بعد اب اسے زیر کر رہا ہوں اور وہ کترانا چاہتی تھی اور مجھ سے دور رہنا چاہتی تھی لیکن جب میں خوشبو میں نہایا ہوا اس کے پاس جاتا تھا تو وہ مسحور ہو جاتی تھی۔ پھر اس نے سوچا کہ وہ اس کا وہ ڈبہ جو میرے ہاتھ لگ گیا تھا کسی طرح حاصل کر لے گی اور یوں مجھے اس سحر سے محروم کر دے گی اور اس طرح مجھ سے نجات پا لے گی۔

میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر کمرے سے باہر جاتے وقت میں نے مرجانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ تھانے کے انچارج کے سامنے بیٹھی ہوئی بیان دے رہی تھی اور اس کے آس پاس اس کی خالہ اور خالو بیٹھے ہوئے تھے۔ میں پھر وہاں سے واپس آگیا۔ ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگایا جا رہا تھا۔ شہناز ایک طرف کھڑی ہوئی ہلکے آسمانی رنگ کی ساڑھی میں غضب ڈھا رہی تھی۔ جوڑے پر پھولوں کی وینی سجا رکھی تھی۔ گورے گورے گلابی رنگ پر ہلکا سا میک اپ بھلا لگ رہا تھا۔ آنکھوں میں کاجل کی دھار تھی۔ وہ مجھ سے کترانا چاہتی تھی لیکن بناؤ سنگھار سے باز نہیں آئی تھی۔ یہ عورتیں بھی عجیب ہوتی ہیں۔ مردوں سے دور بھاگنا چاہتی ہیں اور انہیں لبھانے کے لیے بناؤ سنگھار بھی کرتی ہیں۔ اگر وہ بناؤ سنگھار کسی مرد کے لیے نہیں تھا کسی کو دکھانے کے لیے نہیں تھا تو پھر کس لیے تھا۔ وہ سادگی سے بھی تو گھر کی چار دیواری کے اندر رہ سکتی تھی مگر عورت کی کمزوری یہی ہے کہ وہ نمائش کے بغیر رہ ہی نہیں سکتی۔

میں نے اُس کے قریب پہنچ کر کہا "تمہیں پا کر بھی یقین نہیں آتا کہ اس حسن کے ذرّے ذرّے کو میں نے پالیا ہے۔ تم سچ مچ قیامت ڈھا رہی ہو۔"

وہ کترانا چاہتی تھی۔ مجھ سے دُور دُور رہنا چاہتی تھی مگر خوشبو سحر زدہ کر رہی تھی۔ اِس لیے وہ کسمسا کر رہ گئی۔ میں نے مسکرا کر کہا "تمہاری بے بسی پر ہنسی آتی ہے کیونکہ اب سے کچھ عرصہ پہلے تمہیں میری بے بسی پر ہنسی آیا کرتی تھی اور تم دُوسرے لوگوں کو بھی اپنا عاشق بنا کر اور اپنے پیچھے لگا کر بہت خوش ہوا کرتی تھیں جو تم نے کیا وہی تمہارے ساتھ ہو رہا ہے۔ چلو، اب بیٹھ جاؤ تمہیں بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔"

وہ میرے برابر والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ ہم نے کھانا شروع کیا۔ ساقی میز پر بچی ایک پیالے میں دودھ پی رہی تھی۔ غلام نے میری طرف ایک ڈش بڑھائی۔ میں نے وہ ڈش شہناز کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اطمینان سے کھاؤ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مجھ سے جلد ہی نجات مل جائے گی۔"

اُس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ ایسی چیز ہے جسے کوئی آسانی سے چھوڑنا پسند نہیں کرے گا۔ میں نے کہا "یقین کرو میں کل یا پرسوں تک یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

پھر میں نے غلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم کل ہی میرا پاسپورٹ بھی لے جانا اور ویزا لگوا لینا میں تمہیں شاید تھوڑی دیر کے بعد بتا سکوں کہ ہم کب روانہ ہونے والے ہیں۔ ویسے اُمید تو یہی ہے کہ کل یہاں سے پیرس کے لیے چل پڑیں گے۔"

شہناز کھانا کھاتی رہی اور کچھ سوچتی رہی۔ پھر اُس نے کہا "طارق میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم پہلے کیا تھے، اَب کیا ہو گئے ہو۔ پل بھر میں فیصلے بدلتے ہو اور اتنے بڑے بڑے فیصلے کرتے ہو اور جسٹم زدن میں اتنی دولت حاصل کر لیتے ہو کہ میں حیران رہ جاتی ہوں۔ کل کے اور آج کے طارق میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ میں تمہارے بارے میں اکثر سوچتی ہوں تو گھنٹوں سوچتی رہ جاتی ہوں۔ تمہارے اندر یہ انقلاب کیسا آگیا ہے؟ تم تو وہی تھے نا جو میری خوشامدیں کرتے تھے اور میرے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے میرے سامنے کبھی کوئی ضد نہیں کرتے تھے۔ اگر اُس جاپانی ڈاکٹر نے تمہاری جان بچالی تھی تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ اس نے تمہیں ایک نیا دماغ، ایک نئی طبیعت اور ایک نیا حوصلہ دیا ہے جو تمہیں کچھ سے کچھ بنا چکا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ تم وہ طارق نہیں ہو جو کبھی میرا شوہر تھا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ سکتا۔ بس چپ چاپ کھاؤ اور جیسے گزر رہی ہے ویسے گزارتی جاؤ۔ میں کل تک کا مہمان ہوں۔ اس کے بعد تمہارے متعلق سوچنا بھی چھوڑ دو گی۔"

ہم کھانا ختم کرنے کے بعد باہر آئے۔ باہر خنک ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ میں نے شہناز سے کہا "کیا خیال ہے تھوڑی سی آؤٹنگ ہو جائے؟"

"ہاں میرا دل چاہ رہا ہے کہ کہیں گھوم پھر کر آئیں۔"

میں نے گیراج سے کار نکالی۔ ساقی کو غلام کے پاس چھوڑا۔ پھر ہم دونوں کار میں بیٹھ کر تفریح کے لیے نکل پڑے۔ راستے میں شہناز نے مجھ سے پوچھا "کیا واقعی تم کل یہاں سے چلے جاؤ گے؟"

"ہاں، ارادہ تو کچھ ایسا ہی ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آگئی ہے۔ آخر یہ ایک بیک تمہیں پیرس جانے کی کیا سوجھ رہی ہے؟"

"سنا ہے کہ پیرس بہت ہی حسین جگہ ہے اور وہاں کی عورتیں بھی بے حد حسین ہوتی ہیں۔"

اُس نے مجھے کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا "کیا تمہارا دل بھر گیا ہے کیا؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ لیکن تم کبھی کسی کے ساتھ وفادار نہیں رہ سکتیں تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہو۔ اس بات کو میں بھی طرح سمجھ رہا ہوں جب تک میرے پاس آئٹن کا ذخیرہ ہے میں تمہیں تسخیر کرتا رہوں گا۔ جب وہ ختم ہو جائے گا تو پھر میرا جادو تم پر نہیں چل سکے گا۔ یعنی میں تمہیں اپنی شخصیت سے اپنی باتوں سے اپنی صلاحیتوں سے اپنی مردانگی سے نہیں جیت رہا ہوں بلکہ ایک خوشبو کا صلہ دیے ہوئے ہوں اور یہ مجھے بھی پسند نہیں ہے۔ مرد اور عورت اگر ہم مزاج ہو جائیں۔ آپس میں سمجھوتہ ہو۔ ایک دوسرے کی پسند کریں تو اس کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ یہ زبردستی سودا ٹھیک نہیں ہے۔ اِس لیے آج کی رات ہماری آخری رات ہوگی۔"

وہ چپ رہی کچھ سوچتی رہی۔ میں خاموشی سے اس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ مجھے یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ

متضاد تذبذب میں گرفتار تھی۔ اُس کا دل کہہ رہا تھا کہ مجھے جانے سے روک دے پھر دوسری بار وہ سوچ رہی تھی "نہیں میں اس شخص کے سامنے نہیں جھکوں گی۔ یہ بہت زیادہ پُراسرار ہو گیا ہے میرے حواس پر چھا رہا ہے۔ اگر یہ دُور ہو رہا ہے تو اچھی بات ہے۔ جب یہ نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔ مجھ سے بہت دُور چلا جائے گا تو اس کی شخصیت کا جو تاثر مجھ پر ہے وہ رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گا۔ تب میں نارمل ہو کر اپنے مزاج کے مطابق اپنے انداز میں زندگی گزاروں گی۔"

اس کے اندر میرے متعلق ایک جنگ جاری تھی۔ میں اُس کے دماغ سے نکل کر سیٹی بجانے لگا۔ ایک انگریزی دھن سیٹی پر گنگنانے لگا۔ ہماری کار اس وقت بک اسٹریٹ پہنچ گئی تھی۔ میں ڈرائیو کرتا ہوا کار کو ویران ساحل کی طرف لے گیا۔ دُور بہت دُور ایک دوسری کار بھی کھڑی ہوئی نظر آئی۔ میں نے اس کار کے قریب لے جا کر اپنی گاڑی روک دی۔ اُس کار میں کوئی نہیں تھا۔ میں سمجھ گیا کہ کوئی رومانی جوڑا ادھر آیا ہے اور ویران ساحل پر چاندنی رات سے لطف اندوز ہو رہا ہوگا۔

"کیا خیال ہے؟" میں نے شہناز سے پوچھا "آؤ ہم بھی ٹھنڈی ریت پر ذرا چہل قدمی کریں۔"

وہ کار کا دوسرا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ میں بھی کار سے باہر نکل آیا۔ پھر ہم دونوں سمندر کے ساحل پر آ گئے اور ٹھنڈی ریت پر آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ میں نے شہناز کو اپنے سے قریب کر لیا۔ پھر ہم دونوں شرابیوں کے سے انداز میں ڈگمگاتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ چاند اپنا نور برسا رہا تھا۔ سمندر کی لہریں لوں آبشور مچاتی ہوئی لگتی ہیں لیکن اس وقت ہماری فرحت سے گنگنا رہی تھیں۔ بڑا ہی خوب صورت رومانی ماحول تھا۔ وہ رُک گئی۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ میرے روبرو ہو گئی۔ سر اُٹھا کر میری طرف دیکھا تو اُس کی آنکھیں جیسے نشے میں ڈوب رہی تھیں۔ اُس نے بڑے ہی جذباتی انداز نہ.... میں لرزتی ہوئی آواز میں کہا "نہ جاؤ۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کہاں نہ جاؤں؟"

"پیرس اتنی دُور کیوں جا رہے ہو۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ تم جاؤ گے تو میں بالکل ویران ہو کر رہ جاؤں گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "یہ تم نہیں بول رہی ہو میرے بدن سے اٹھنے والی خوشبو تمہیں بولنے پر مجبور کر رہی ہے۔"

وہ ہولے سے انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں شاید تم محسوس نہیں کر رہے ہو۔ اس کھلی فضا میں سمندر کے کنارے جھکا اتنی تیز ہوا چل رہی ہے۔ خوشبو کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ جب تم کار میں بیٹھو گے یا گھر کی چار دیواری میں رہو گے تو پھر یہی خوشبو متاثر کرنے لگے گی۔ ابھی تو تم خوشبو سے خالی ہو۔ یقین نہ ہو تو ذرا جیب ہو کر اپنے بدن کی خوشبو کو خود ہی محسوس کرنے کی کوشش کرو۔"

میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ گہری گہری سانسیں لے کر خوشبو کو سونگھنے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ واقعی معمولی سی مہک میرے بدن میں رہ گئی ہے۔ گویا اس وقت شہناز میری خوشبو سے متاثر نہیں ہے۔ میں نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ ہولے سے مسکرائی شرما کر نظریں جھکائیں۔ پھر بولی "تم نے ابھی کہا تھا کہ میں خوشبو سے متاثر ہوں۔ نہیں میں تمہاری شخصیت سے تمہاری مردانگی سے اور تمہاری صلاحیتوں سے متاثر ہوں اور آج زندگی میں پہلی بار یہ تسلیم کرتی ہوں کہ میں تم سے ہار گئی۔"

میں اُسے بھینچ کر سانسوں کی دہلیز پر لے آیا۔ تھوڑی دیر کے لیے ہمارے درمیان گزرنے والا وقت ٹھٹک کر رہ گیا۔ سمندر کی لہریں ہمارے پیار کے انداز پر شور مچاتے ہوئے آنے لگیں اور ہمارے قدموں سے لپٹ لپٹ کر واپس جانے لگیں۔ چاند ہمارے سر پر تاج بنا ہوا تھا اور اپنی چاندنی ہم پر لٹا رہا تھا۔

پھر شہناز کے قدم ریت پر سے اکھڑ گئے۔ جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے وہاں سمندر کی لہریں پہنچتی تھیں اور ہمیں بھگو دیتی تھیں۔ اس لیے ہم خشک ساحل کی طرف ایک خوبصورت بوجھ سنبھالے جانے لگا۔ ارادہ تھا کہ ٹھنڈی ٹھنڈی ریت کے بستر پر ہم تھوڑی دیر چاندنی رات کا لطف اٹھائیں گے۔

چلتے چلتے اچانک ہی میں ٹھٹک گیا۔ کہیں سے دھیمی دھیمی سی آواز آ رہی تھی "مجھے بچاؤ۔ مجھے آزاد کرو میں تمہیں منہ مانگی قیمت ادا کروں گا۔ تمہاری تین خواہشیں پوری کروں گا۔ میں جن ہوں مجھے آزاد کرو۔"

میں نے آواز سن کر حیرانی کے ساتھ شہناز کی طرف دیکھا۔ وہ بھی حیران حیران سی اس آواز کو سن رہی تھی۔ پھر ہماری نگاہیں سامنے ریت کے ایک چھوٹے سے ٹیلے پر گئیں۔ وہاں ٹیلے کے ساتھ ایک چھوٹی سی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ وہ بوتل چمڑے کے خول میں چھپی ہوئی تھی۔ وہیں سے آواز آ رہی تھی "مجھے بچاؤ"

مجھے آزاد کردو میں تمھاری تین خواہشیں پوری کروں گا۔"

یا حیرت! اس لمحے الف لیلہ کی کہانیاں یاد آگئیں۔ ایک بہت ہی پرانی فلم بغداد کے چور میں بھی میں نے یہ منظر دیکھا تھا کہ سمندر کے کنارے سایہ نما ایک چور کو ایسی ہی ایک بوتل نظر آتی ہے اور اس میں ایک جن قید ہوتا ہے جو گڑگڑا کر کہتا ہے کہ مجھے بوتل سے آزاد کردو۔ پھر میں تمھاری تین خواہشیں پوری کروں گا۔"

اس وقت بھی بالکل یہی منظر تھا۔ ہمارے سامنے ذرا فاصلے پر وہ بوتل پڑی ہوئی تھی اور اس میں سے آواز آرہی تھی "مجھے آزاد کردو۔ خدا کے لیے مجھے آزاد کردو میں تمھارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

اس وقت شہناز کی عجیب حالت تھی۔ وہ خوفزدہ بھی تھی اور خوشی سے مجھ سے لپٹ کر کہہ رہی تھی "اس جن کو آزاد کردو۔ میں نے الف لیلہ کی کہانیوں میں کہیں پڑھا ہے کہ ایک جن کو بوتل میں قید کردیا گیا تھا۔ اگر ہم اسے آزاد کردیں گے تو یہ ہماری تین بڑی بڑی خواہشیں پوری کرنے کا ذمہ میرے پاس ہو تو مجھے کسی جن کا خوف نہیں ہے میں تمھارے پیچھے کھڑی رہوں گی۔"

میں نے کہا "شہناز مجھے ذرا سوچنے دو۔ الف لیلوی دور گزر چکا ہے۔ یہ بیسویں صدی ہے۔ اس زمانے میں جبکہ انسان چاند پر پہنچ رہا ہے۔ تو ہم یہ کیسے تسلیم کرلیں کہ ایک جن بوتل میں بند ہو کر ہمارے پاس آگیا ہے۔"

میں آگے بڑھ کر بوتل کے قریب پہنچ کر ریت پر دوزانو ہوگیا۔ شہناز بھی میرے پیچھے پیچھے آکر بیٹھ گئی تھی۔ میں نے بوتل کو اٹھا کر دیکھا تو واقعی اسی میں سے آواز آرہی تھی۔ میں نے کان لگا کر سنا تو آواز بہت ہی صاف اور واضح تھی۔ اندر سے جیسے کوئی جن بول رہا تھا "مجھے آزاد کردو۔ مجھے ایک بار آزاد کردو۔ میں تمھاری تقدیر بدل دوں گا۔ تمھیں اس دنیا کا سب سے امیر کبیر انسان بنادوں گا۔ مجھے آزاد کردو۔"

میں نے بوتل کو ادھر اُدھر سے اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ اس کے منہ پر ایک بہت ہی موٹا سا کارک لگا ہوا تھا۔ بوتل کے اندر کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ کیونکہ اس کے اوپر چہرے کا ایک خلاف منڈھا ہوا تھا۔ میں نے اس غلاف کو ہٹانے کی پوری کوشش کی لیکن معلوم ہوتا تھا کہ اس چمڑے کے غلاف کو بوتل سے چپکا دیا گیا ہے۔ اندر کچھ نظر نہیں آتا تھا لیکن یہ حیرانی کی بات تھی کہ بوتل میں سے آواز کیسے آرہی ہے اور کوئی جن کیسے بول رہا ہے۔ صرف ایک کارک ذرا سے اس کے منہ کو بند کیا گیا تھا اسے ایک جھٹکے کھولتے ہی سارا راز فاش ہوسکتا تھا۔

شہناز نے میرے بازو کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا "کیا دیکھ رہے ہو۔ کیا سوچ رہے ہو۔ دیر نہ کرو۔ اس بوتل کھول دو۔ یقیناً ہماری تقدیر بدلنے والی ہے۔ میں تو میں دیکھ رہی ہوں کہ میں دنیا کی سب سے امیر کبیر عورت بن گئی ہوں۔ طارق خدا کے لیے دیر نہ کرو۔ اس بوتل ڈھکنا کھول دو۔"

میں نے ایک نظر شہناز پر ڈالی۔ اس کی بیقراری کو محسوس کیا۔ کچھ تجسس میرے اندر بھی موجود تھا میں دیکھنا چاہتا تھا کہ بوتل میں جن کیسے بند ہوجاتا ہے۔ پھر میں نے اس بوتل کو ایک ہاتھ سے مضبوطی سے پکڑا۔ پھر اس کے کارک کو کھینچنا چاہا لیکن وہ بڑی سختی سے بند کیا گیا تھا۔ اگر وہ ڈھیلا ڈھالا ہوتا تو میرا خیال ہے کہ جن کب کا نکل کر وہاں سے آزاد ہوچکا ہوتا۔

بہرحال ایک بار میں نے پوری قوت سے زور لگا کر اس کارک کو کھینچا تو بوتل یکبارگی کھل گئی۔ کھلتے ہی ڈھیر سارا دھواں تیزی سے نکلنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی جیسے بادل گرجتا ہو بہت زور کے قہقہے لگانے کی آواز آئی جیسے جن قہقہے لگا رہا تھا "ہو ہو ہو ہو ہا ہا ہا میں آزاد ہوگیا۔ اب میں آزاد ہوگیا ہوں۔"

یک بیک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے اندر سے جان نکل گئی ہے۔ میں وہاں سے ہٹنا چاہتا تھا لیکن جہاں تھا وہیں رہ گیا تھا جس پوزیشن میں میں دوزانو بیٹھا ہوا تھا اور بوتل کو پکڑے ہوئے تھا۔ اسی پوزیشن میں میں بوتل کو پکڑے دوزانو بیٹھا رہ گیا تھا۔ اپنی مرضی سے حرکت نہیں کرسکتا تھا۔ بوتل سے نکلنے والے دھوئیں کی بو میرے نتھنوں میں رینگ رہی تھی۔ اس بو کا ہی یہ اثر تھا کہ میں حرکت کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ بالکل ایک پتھر کے مجسمے کی طرح ساکت ہوگیا تھا۔ اتنا احساس رہا کہ میری آنکھیں اپنے سامنے کا نظارہ دیکھ سکتی ہیں اور میری آنکھوں کی پتلیاں دائیں بائیں حرکت کرسکتی ہیں لیکن میری گردن نہیں ہل رہی تھی اور میرے کان سمندر کی لہروں کا شور بھی سن رہے تھے۔ میں ہونٹوں کو حرکت دے کر اپنی زبان کو ہلا کر کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن جسم کے یہ سارے اعضاء بے حس و حرکت ہوگئے تھے۔

جسمانی حرکات و سکنات کا تعلق دماغ سے ہوتا ہے۔ دماغ جیسا کہتا ہے ویسے ہی جسم حرکت کرتا ہے۔ اب دماغ اس قابل تو نہیں رہا تھا کہ میرے جسم کو حرکت دے سکتا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ میرا دماغ بالکل کُند ہونے کے باوجود سوچنے کے قابل ہے اور اپنے سامنے کے نظاروں کو محسوس کرسکتا ہے۔ آنکھوں کے ذریعے دیکھ سکتا ہے اور کانوں کے ذریعے لہروں کا شور سن سکتا ہے اور سوچ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور میں حرکت کیوں نہیں کرسکتا ہوں۔ یہ بھی سمجھ میں آرہا تھا کہ یقیناً یہ اس بوتل سے نکلنے والے دھوئیں کی وجہ سے ہی ہو رہا ہے۔

پتہ نہیں اب آگے کیا ہونے والا تھا اور میرے پیچھے جو شہناز بیٹھی ہوئی تھی وہ کہاں تھی۔ کیا ہوگئی تھی اس کی بھی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اگر میں اس قدر بے حس و حرکت ہوگیا تھا تو اسے میرے سامنے آکر مجھے جھنجھوڑنا چاہیے تھا۔ مجھ سے میری حالت پوچھنی چاہیے تھی لیکن وہ بھی پتہ نہیں کہاں گم ہوگئی تھی یا ہوسکتا ہے کہ میری طرح میرے پیچھے گم صم بیٹھی رہ گئی ہو۔

میں بہت دیر تک یونہی بیٹھا رہا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ کچھ ہو بھی نہیں رہا تھا۔ چاروں طرف گہری خاموشی اور ویرانی تھی۔ کوئی آدم زاد ادھر سے گزرتا ہوا نظر نہیں آتا تھا۔ اگر کوئی آواز تھی تو وہ سمندر کی تھی جو ہمارے کانوں میں بج رہی تھی اور نشتر کی طرح چبھ رہی تھی۔

بوتل سے تمام دھوئیں کے خارج ہوجانے کے بعد اب وہاں سے جن کو نکلنا چاہیے تھا لیکن نہ تو جن نظر آیا اور نہ ہی اس کی آواز اب سنائی دے رہی تھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ دھوئیں کے ساتھ فضا میں تحلیل ہوگیا ہے۔ بڑی دیر ہوگئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ جہاں سے میں نے بوتل اٹھائی تھی وہاں ریت کا ایک ٹیلہ تھا۔ وہ ریت کا ٹیلہ اِدھر اُدھر سے پھٹنے لگا جیسے زلزلہ آرہا ہو۔ پھر اس میں سے ایک انسانی چہرہ نمودار ہوا۔ وہ ناک پر رومال رکھے ہوئے تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے دائیں طرف آنکھوں کی پتلیاں گھمائیں دیکھیں تو اِدھر سے بھی ایک ٹیلہ پھٹ گیا تھا اور اس میں سے بھی ایک آدمی باہر نکل رہا تھا۔ میں نے بائیں طرف آنکھوں کی پتلیاں گھمائیں تو وہاں بھی یہی منظر نظر آیا۔ وہاں سے تیسرا آدمی نمودار ہو رہا تھا۔ اب میری سمجھ میں آگیا کہ یہ لوگ ریتیلی زمین پر گڑھا کھودنے کے بعد وہاں چھپے ہوئے تھے اور اس وقت کا انتظار کر رہے تھے کہ جب جن کی آواز ختم ہوجائے اور بوتل سے نکلنے والا دھواں پوری طرح فضا میں تحلیل ہوکر نابود ہوجائے تو وہ لوگ نکل سکیں اور اب وہ لوگ ناک پر رومال رکھے نکل رہے تھے۔

پھر ایک رومال والے نے دوسرے کو کچھ اشارہ کیا۔ دوسرا آدمی نے آگے بڑھ کر میرے ہاتھ سے وہ بوتل لے لی پھر ناک سے رومال ہٹا کر سونگھنے لگا۔ اس کے بعد اس نے اثبات میں سر ہلا کر دوسرے آدمیوں کو یہ اشارہ دیا کہ اس بوتل کی بو بالکل خارج ہوچکی ہے اور خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کے اشارے کو پاکر باقی دو آدمیوں نے بھی اپنی ناک پر سے رومالوں کو ہٹا لیا۔ اس کے بعد ایک شخص نے جیب سے چاقو نکال کر بوتل پر چڑھتے ہوئے چمڑے کے غلاف کو کاٹنا شروع کیا۔ وہ غلاف کٹ گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں بوتل نہیں تھی بلکہ بوتل کا خول تھا۔ بوتل کے نچلے حصے میں ایک چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر رکھا ہوا تھا۔ جہاں سے اس جن کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ بوتل کے درمیانی حصے کے اوپر ایک چھوٹی سی ٹنکی بنی ہوئی تھی جس میں سے دھواں خارج ہوا تھا۔ اب وہ بوتل بیکار ہوگئی تھی۔ ان لوگوں نے کیسٹ ریکارڈر کو اپنے قبضے میں رکھ کر بوتل کو ایک طرف پھینک دیا۔ پھر ان میں سے ایک آدمی نے میرے قریب میرے روبرو دوزانو بیٹھ کر مسکراتے ہوئے کہا "ہیلو مسٹر فرہاد، ہم جانتے ہیں کہ تم فرہاد علی تیمور ہو مگر افسوس کہ جس انداز میں ہم نے تمھیں پھانسا ہے اس کے بعد تم کچھ دیر تک خیال خوانی کے قابل نہیں رہو گے اور جب خیال خوانی کے قابل ہوجاؤ گے تو سوائے میرے اور کسی کو مرڈیپ نہیں کرسکو گے۔ میں تمھارے سامنے قربانی کا بکرا بن کر آیا ہوں۔ تم چاہو مجھے کتنی بھی اذیتیں دے لینا۔ فی الحال میں تمھیں یہاں سے لے جاؤں گا۔"

پھر اس نے اپنے دو ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا وہ دونوں میرے دائیں بائیں آکر کھڑے ہوگئے۔ پھر انھوں نے میری بغل میں ہاتھ ڈال کر مجھے اٹھا کر کھڑا کردیا۔ میں اس قابل نہیں رہا تھا کہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوسکتا۔ وہ دونوں بیساکھیوں کی طرح میرے ساتھ تھے۔ پھر انھوں نے مجھے دوسری طرف گھما دیا۔ تب میں نے شہناز کی طرف دیکھا۔ وہ بھی میری طرح دوزانو بیٹھی ہوئی تھی۔ بالکل پتھر کے مجسمے کی طرح ساکت تھی اور میری طرح اپنی مرضی سے حرکت

نہیں کر سکتی تھی۔ ان تینوں میں سے وہی ایک آدمی بول رہا تھا اور وہی اُن کا لیڈر بھی تھا۔ اُس نے شہناز کو بڑی حیرانی اور بڑی دلچسپی سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "کمال ہے! فرہاد صاحب! دنیا کا سارا حسن سمٹ کر آپ کے پاس چلا آتا ہے واقعی اتنی حسین و دلنشین میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ دیکھتے ہی چلے جاؤ۔"

اُس نے آگے بڑھ کر شہناز کو دونوں ہاتھوں سے اُٹھا کر کھڑا کر دیا۔ پھر میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ "فرہاد صاحب! آپ اطمینان رکھیں۔ یہ آپ کی امانت ہے اور ہم آپ کی امانت میں خیانت نہیں کریں گے۔ یہ چاہے کتنی ہی حسین اور پُرشباب ہو۔ ہمیں تو صرف آپ سے واسطہ ہے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے شہناز کو ایک جھٹکے سے اُٹھا کر اپنے شانے پر ڈال لیا اور آگے بڑھنے لگا۔ اُس کے دونوں ساتھی مجھے دو طرف سے گھسیٹ کر وہاں سے لے جانے لگے۔ میں اور شہناز اس قابل نہیں تھے کہ اپنے قدموں سے چل سکتے۔ اسی لیے ہمارے ساتھ یہ سلوک ہو رہا تھا۔

وہ ہمیں اس کار کے پاس لے آئے جو ہماری کار کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اب پتہ چلا کہ وہ خالی گاڑی انھی لوگوں کی تھی اور انھوں نے ہم سے پہلے یہاں پہنچ کر ہمارے لیے جال بچھایا تھا۔ انھوں نے ہماری کار کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اس سیٹ پر مجھے اور شہناز کو زبردستی اندر ٹھونس دیا۔ پھر وہی لیڈر شہناز کے دوسری طرف جا کر بیٹھ گیا۔ یعنی شہناز میرے اور اُس کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک دوسرا آدمی بیٹھ گیا۔ تیسرا آدمی اپنی گاڑی میں چلا گیا۔ اس کے بعد وہاں سے دونوں گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر واپس مڑ گئیں اور شہر کی طرف جانے لگیں۔

راستے میں میں نے اپنی دماغی صلاحیتوں کو آزمانے کی کوشش کی جو شخص ہمارے ساتھ بیٹھ کر مسلسل بولتا جا رہا تھا میں اُس کے لب و لہجے کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر میرا دماغ کچھ ایسا کمزور ہو گیا تھا کہ میری یادداشت میں اُس کا لب و لہجہ نقش نہیں ہو رہا تھا اور میں بےجا خیال خوانی کے ذریعے کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ میں اپنی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو تھوڑی دیر تک استعمال نہیں کر سکوں گا۔

آدھ گھنٹے بعد وہ گاڑیاں ایک کوٹھی کے سامنے پہنچیں۔ اس کوٹھی کا بڑا گیٹ ہمارے لیے کھول دیا گیا۔ گاڑی گیٹ سے گزرنے لگی۔ گیٹ کے ایک طرف اس کوٹھی کا نمبر لکھا ہوا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں کی تیلیوں کو اُس طرف گھما کر اس نمبر کو پڑھنے کی کوشش کی اور گاڑی وہاں سے گزرتے گزرتے میں نے اس نمبر کو پڑھ لیا۔ اس کو یاد رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

دونوں گاڑیاں کوٹھی کے پورچ میں پہنچ کر رُک گئیں پھر اسی طرح ہماری کار کا بچھلا دروازہ کھول کر اُن لوگوں نے ہمیں سہارا دیا اور وہاں سے اُٹھا کر اس کوٹھی کے اندر لے گئے میں دو آدمیوں کے کاندھے پر تھا۔ ایک میرا اوپری حصہ اپنے کاندھے پر رکھا ہوا تھا۔ دوسرے نے میری ٹانگوں کو اپنے اوپر رکھ لیا تھا۔ اس طرف وہ مجھے اُٹھائے ہوئے ایک بڑے سے بیڈ روم میں لے کر آئے۔ کمرہ بڑی خوب صورتی سے سجا ہوا تھا اور وہاں آرام و آسائش کا ہر سامان موجود تھا۔ مجھے اور شہناز کو وہاں ایک بڑے سے پلنگ پر ڈال دیا گیا۔

اس کے دونوں ساتھی اس کمرے سے باہر چلے گئے اُن کے جانے کے بعد اُس نے مجھے مخاطب کیا۔ "مسٹر فرہاد! اپنے سامنے والی کھڑکی کو دیکھو۔"

میرا سر تکیے پر رکھا ہوا تھا اور میں بآسانی سامنے والی کھڑکی کو دیکھ سکتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کھڑکی کا شٹر اُوپر سے نیچے گر گیا تھا۔ وہ کھڑکی بند ہو گئی تھی اور اس آدمی کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "یہ کھڑکی اب ایئر ٹائیٹ ہے۔ یعنی تم یہاں چیخو گے تو تمھاری آواز باہر نہیں جائے گی اور باہر کی آواز اندر نہیں آئے گی۔ اسی طرح دوسری کھڑکیاں اور دروازے بھی بند ہو جائیں گے۔ میں تمھیں یہ بات سمجھا رہا ہوں تاکہ تم لوگ خواہ مخواہ چیخ کر اپنی انرجی برباد نہ کرو۔"

یہ کہہ کر وہ دروازے کے پاس گیا پھر پلٹ کر بولا۔ "میں باہر جا کر اس دروازے کو بند کر رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد ایئر کنڈیشنڈ آن ہو گا اور تم دونوں نارمل ہو جاؤ گے یعنی اپنی مرضی سے حرکت کر سکو گے اور اس وقت تم چاہو گے تو خیال خوانی کے ذریعے مجھے پریشان کر سکو گے اور میری جان بھی لے سکو گے۔"

یہ کہنے کے بعد وہ ہنستا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ پھر اس کمرے کا دروازہ بند ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اور شہناز نے ہلکی سی ٹھنڈک محسوس کی۔ کمرہ اب ٹھنڈا ہو رہا تھا

اور اس کے ساتھ ہی ہلکی ہلکی سی خوشبو کمرے کی محدود فضا میں پھیل گئی تھی۔ وہ خوشبو ایسی تھی کہ ہمارے دماغ کو معطر بھی کر رہی تھی اور متاثر بھی کر رہی تھی۔ بوتل سے نکلنے والے دھوئیں کا جو اثر ہم پر ہوا تھا وہ اثر زائل ہونے لگا تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو حرکت دی مٹھیاں بھینچیں پنجے ہلائے تو محسوس ہوا کہ اب میں اپنی مرضی سے حرکت کر سکتا ہوں۔ اس بات کا یقین ہوتے ہی میں آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

شہناز کروٹ بدل کر یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ حرکت کر سکتی ہے یا نہیں۔ جب اُسے یقین ہو گیا تو وہ بھی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر پوچھنے لگی۔ "یہ ہم کہاں آ کر پھنس گئے ہیں۔ طارق اب کیا ہو گا؟"

مجھے طارق کہنے کے بعد اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور ذرا پیچھے ہٹ کر بولی۔ "نہیں تم طارق نہیں ہو۔ میرا نشہ درست نکلا۔ وہاں سمندر کے کنارے وہ شخص تمھیں فرہاد ملی تیمور کہہ رہا تھا۔ یہاں بھی اُس نے مسٹر فرہاد کہہ کر مخاطب کیا تھا تم فرہاد علی تیمور ہو۔ بولو یہ سچ ہے نا؟"

میں نے اپنے اُوپر گہری سنجیدگی طاری کرتے ہوئے کہا۔ "پتہ نہیں یہ کم بخت مجھے اور کیا کچھ کہہ رہا تھا۔ تم یقین کرو میں طارق محمود ہوں اور میری حرکتیں کچھ ایسی ہو گئی ہیں اور میں کچھ ایسی جی داری سے دشمنوں کا مقابلہ کرنے لگا ہوں کہ دوسروں کو مجھ پر فرہاد کا شبہ ہونے لگا ہے۔ یہ لوگ مجھے گرفتار کر کے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ فرہاد ہوں یا فرہاد کے دھوکے میں وہ کسی اور کو پکڑ لائے ہیں۔ تم دیکھتی رہنا جب انھیں یقین ہو جائے گا کہ میں وہ نہیں ہوں جو یہ سمجھ رہے ہیں تو یہ ہمیں فوراً ہی آزاد کر دیں گے۔"

وہ یقین نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ جب سے میں اس کی زندگی میں آیا تھا تب سے وہ شبے میں مبتلا تھی کہ طارق محمود کے نام کے پیچھے اور چہرے کے پیچھے کوئی دوسری شخصیت چھپی ہوئی ہے۔ میری یقین دہانی کے باوجود وہ مجھے بےیقینی سے دیکھتی رہی۔ میں نے اُسے نظر انداز کر کے سب سے پہلے اس لیڈر کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ مجھے اُس کا لب و لہجہ یاد نہیں رہا ہے اس لیے میں اُس کے دماغ میں جھانک کر نہیں دیکھ سکتا پھر میں نے اس کوٹھی کا نمبر یاد کیا تو مجھے حیرانی ہوئی۔ میں وہ نمبر بھی بھول چکا تھا۔ جب میرا دماغ نارمل نہیں تھا اور میں دماغی کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ اس وقت کا یاد کیا ہوا نمبر ذہن سے محو ہو گیا تھا۔ میں نے دو تین بار ذہن پر زور ڈال کر یاد کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی ناچار میں نے یہ کوشش ترک کر دی۔

جتنی دیر تک میں اس کوشش میں مصروف رہا تھا۔ اتنی دیر تک شہناز مجھے گھور گھور کر دیکھتی رہی تھی اور مجھے جیسے نگاہوں سے ٹٹول رہی تھی۔ جب میں نے اُس کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولی۔ "دیکھو مجھ سے چھپنے کی کوشش نہ کرو۔ میں خوب سمجھتی ہوں۔ اس وقت تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کو ٹریپ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

میں نے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "شہناز میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔ میں تمھیں یقین نہیں دلا سکتا کہ میں طارق محمود ہوں۔ لہٰذا اس مسئلے کو کسی اور وقت کے لیے اُٹھا رکھو۔ میں اس وقت یہ سوچ رہا ہوں کہ کس طرح ان کے جال سے نکلا جا سکتا ہے مجھے ذرا غور کرنے دو اور اپنے مسئلے میں مجھے نہ الجھاؤ۔ ابھی تو ان لوگوں کو بھی یقین دلانا ہے کہ میں فرہاد نہیں ہوں۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ میں سوچنے لگا کہ اس شخص کو گئے ہوئے تقریباً بیس منٹ گزر چکے ہیں۔ بیس منٹ کے عرصے میں ہم بالکل نارمل ہو چکے تھے۔ اب اس شخص کو واپس آ جانا چاہیے تھا۔ لیکن وہ واپس نہیں آیا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ کیا بات ہو سکتی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کمرے میں ٹرکٹا فون جیسی چیزیں موجود ہوں اور ہماری باتیں کسی دوسرے کمرے میں سُنی جا رہی ہوں اور ان باتوں سے اندازہ لگایا جا رہا ہو کہ واقعی میں فرہاد علی تیمور ہوں یا نہیں۔ میں نے تو اپنی طرف سے بھرپور کوشش کی تھی کہ انکار کرتا رہوں لیکن شہناز کی ضد اور یہ دلیل کہ وہ ایک عرصے سے مجھ پر شبہ کر رہی ہے اور مجھے اپنا شوہر تسلیم نہیں کرتی ہے۔ یہ بات دشمنوں کو یقین دلا سکتی تھی کہ میں شہناز کا شوہر طارق محمود نہیں ہوں بلکہ فرہاد ہوں یا پھر کوئی دوسرا شخص ہوں جو طارق محمود کے نام کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔

تقریباً پون گھنٹے کے بعد اس کمرے کا دروازہ کھلا۔ وہی لیڈر اپنے ہاتھ میں ایک ٹرے لے کر کمرے میں داخل ہوا۔ اس ٹرے میں کافی کی پیالیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اُس نے ہمارے سامنے ایک چھوٹی سی تپائی پر اس ٹرے کو رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ یہ کافی پی لیں

تو طبیعت کچھ اور بحال ہو جائے گی۔ پھر ہم اطمینان سے باتیں کریں گے۔"

میں نے کافی کی ایک پیالی اٹھا کر شہناز کی طرف بڑھا دی۔ پھر دوسری پیالی اٹھا کر اس کا ایک گھونٹ پینے کے بعد اس لیڈر سے کہا۔ "مسٹر تمھیں یہ کیسے شبہ ہوا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں کیا میری صورت اس سے ملتی جلتی ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "آپ بہت چالاک بلکہ مکار ہیں۔ میری گستاخی معاف کیجیے گا۔ آپ کے لیے مکار جیسا لفظ ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ چاہیں تو مجھے اس گستاخی کی سزا دینے کے لیے ذہنی اذیتیں پہنچا سکتے ہیں۔"

میں نے کافی کا دوسرا گھونٹ پینے کے بعد کہا۔ "تم چاہتے ہو کہ میں خیال خوانی کروں اور تمھیں ذہنی اذیتیں پہنچاؤں مگر میں تمھیں کیسے یقین دلاؤں کہ تم دھوکا کھا گئے ہو۔ میں فرہاد نہیں ہوں۔"

"تم اس عورت کے شوہر نہیں ہو۔ ابھی میں نے تم دونوں کی گفتگو سنی ہے۔ یہ تم پر شبہ کر رہی ہے کہ تم طارق محمود نہیں ہو بلکہ فرہاد ہو۔"

میں نے کہا۔ "ہاں یہ تمھاری زبان سے فرہاد کا نام سن کر اپنے شبے کو یقین میں بدلنا چاہتی ہے۔ ویسے ایک طرح سے اس عورت کا شبہ درست ہے۔ میں اس کا شوہر طارق محمود نہیں ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں فوراً ہی شہناز کے دماغ میں پہنچ گیا اور اس کی سوچ میں کہنے لگا۔ "مجھے ان دونوں کے درمیان ابھی کچھ نہیں بولنا چاہیے۔ میں چپ چاپ ان کی باتیں سنتی رہوں گی۔ بعد میں اس شخص سے نمٹ لوں گی جو میرا شوہر بنا ہوا ہے۔"

شہناز کو اس طرح سمجھانے کے دوران اس لیڈر نے مجھ سے سوال کیا۔ "تو پھر تم کون ہو؟"

میں نے کہا۔ "میں اس کے شوہر طارق محمود کا ایک دوست ہوں۔ میں نے جب شہناز کو پہلی بار دیکھا تو اس پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ میری نیت یہی تھی کہ میں کسی طرح اسے حاصل کر لوں لیکن یہ عورت بہت مغرور تھی۔ اپنے شوہر کے سوا کسی کو لفٹ نہیں دیتی تھی۔ میں نے ہر طرح سے اسے آزمایا۔ طرح طرح کے لالچ دیے کہ یہ کسی طرح میری ہو جائے لیکن اس نے مجھے تھرا دیا۔ پھر پچھلے دنوں اس کا شوہر طارق محمود پیرس میں بھی اس کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ وہاں میں نے پلاسٹک سرجری کے ماہر کی خدمات حاصل کیں اور طارق محمود کی تصویر دکھا کر ایسا ہی چہرہ بنانے کے لیے مجھے بیس ہزار ڈالر خرچ کرنے پڑے۔ میں کامیاب ہو گیا۔ قسمت بھی مجھ پر مہربان تھی۔ اصلی طارق محمود ایک حادثے کا شکار ہو گیا اس حادثے کی اطلاع میں نے شہناز تک پہنچنے نہیں دی اور خود ہی طارق محمود بن کر اس کے پاس چلا آیا اور جب سے آیا ہوں تب سے یہ شبہ میں مبتلا ہے کہ میں وہ نہیں ہوں لیکن چونکہ صورت شکل سے اور قد و قامت سے طارق محمود ہی لگتا ہوں اور چونکہ مجھ پر میک اپ کا شبہ بھی نہیں کر سکتا۔ اس لیے شہناز نے مجھے شوہر کی حیثیت سے قبول کر لیا تھا۔"

میری بات سننے کے بعد اس لیڈر نے کہا۔ "آپ کچھ باتیں بتائیے۔ میں یعنی شہناز کے سامنے ہی یہ ساری حقیقتیں اگل دیں جس کو دھوکا دیا اس کے سامنے راز فاش کر دیں میں کیسے یقین کر لوں؟"

"تم یقین کر دیا کرو۔ میں شہناز کے سامنے یہ باتیں کھل کر اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میرا مقصد پورا ہو چکا۔ اب یہ مجھ سے بدظن ہو جائے۔ مجھے چھوڑ دے تو مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ میں اپنے ارادوں میں کامیاب ہو چکا۔"

وہ مطمئے کے انداز میں ایک صوفے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "مسٹر تم جو کوئی بھی ہو۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تمھیں کچھ دنوں کے لیے یہاں قید کر کے رکھنا ہے اور تمھاری نگرانی میں تنہا کروں گا۔ تنہا اس لیے کہ تمھیں کھانا پہنچانے اور تمھارے آرام کا خیال رکھنے کے لیے یہاں ایک آدمی کی ضرورت ہو گی اور وہ فرائض میں انجام دوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ میرا انجام بہت بھیانک بھی ہو سکتا ہے۔ میں تمھارے ہاتھوں مر سکتا ہوں لیکن مرنے سے پہلے میں تمھیں اتنا بتا دوں کہ اگر تم فرہاد علی تیمور ہو تو میرا انجام....."

وہ ذرا رک کر شہناز کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "اگر تمھاری شہناز کے ان کا نقطہ نیچے لایا جائے تو میرا انجام یہ ہو جاتا ہے یعنی میرا انجام شہباز ہے۔ میں بہت مفلسی کے دن گزار رہا تھا۔ یہاں کراچی شہر میں آ کر روزگار کے لیے بھٹک رہا تھا۔ تب مجھے ایک شخص نے یہ کام سونپ دیا کہ مجھے کسی

طرح تمھیں جال میں پھانسنا ہے اور جال میں پھانسنے کے بعد یہاں لا کر کچھ عرصے تک قید رکھنا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "تمھیں یہ تو بتایا گیا ہو گا کہ مجھے کس لیے یہاں قید میں رکھا جا رہا ہے؟"

اس نے کہا۔ "میں تفصیل نہیں جانتا مگر اتنا معلوم ہے کہ کچھ عرصہ پہلے تم کسی جزیرے میں گئے تھے اور اس جزیرے کو تم نے خالی کرایا تھا۔ اب وہ لوگ چاہتے ہیں کہ وہاں جو لوگ دوبارہ آباد ہوں گے اور اپنا کاروبار شروع کریں گے ان میں کسی کے دماغ تک تم نہ پہنچ سکو۔ اس لیے بڑی احتیاط برتی جا رہی ہے۔ کوئی ایسا آدمی وہاں جزیرے میں نہیں رکھا جا رہا ہے جس کا تعلق پاکستان سے ہو اور جو کبھی تمھارے قریب سے گزر چکا ہو۔ اس جزیرے میں جب تم تھے اور وہاں جتنے لوگوں سے تمھارا واسطہ رہا تھا۔ وہ سب وہاں سے ہٹا دیے گئے ہیں۔ اب بالکل نئے لوگ ہیں اور تم ان کے دماغ تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "جب ایسی بات ہے تو مجھ سے کس بات کا خطرہ ہے۔ اول تو میں فرہاد نہیں ہوں۔ اگر ہوں تو اتنی احتیاط برتنے کے بعد مجھے قید کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

اس نے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ شاید ابھی اس جزیرے کی آبادی مکمل نہیں ہوئی ہے اور وہاں ان لوگوں کا کاروبار شروع نہیں ہوا ہے یا پتہ نہیں کیا بات ہے۔ وہ جب تک اس جزیرے میں مطمئن نہیں ہو جائیں گے اپنی حفاظت کے لیے تمام انتظامات مکمل نہیں کر لیں گے۔ اس وقت تک تمھیں قید میں رکھا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ ان لوگوں کو مرجانہ نامی لڑکی کے عاشق ایک جن پر شبہ ہے جو وہاں موجود تھا شاید اس جن کے وجود پر کوئی یقین نہیں کر رہا ہے۔ سب یہ سمجھتے ہیں کہ فرہاد علی تیمور کا کارنامہ ہے۔ اس لیے وہ لوگ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں اور شبے کے طور پر مجھے کچھ عرصے تک قید رکھنا چاہتے ہیں کہ میں یہاں رہوں اور کسی کے دماغ کو نہ پڑھ سکوں اور وہ اپنے حفاظتی انتظامات مکمل کر لیں۔ چلو کوئی بات نہیں ہے۔ میں دو چار روز یہاں قید میں اپنی زندگی گزار لوں گا۔ پھر شہناز جیسی حسین ساتھی میرے ساتھ ہے۔ وقت گزر ہی جائے گا۔"

شہباز نے قریب آ کر دونوں پیالیوں کو ٹرے پر رکھا پھر اس ٹرے کو اٹھا کر جانے لگا۔ دروازے پر پہنچ کر اس نے پلٹ کر کہا۔ "میری زندگی تمھارے رحم و کرم پر ہے۔ اگر تم فرہاد ہو تو کسی وقت بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ہلاک کر سکتے ہو۔ یہ میں نے بہت بڑا خطرہ مول لے لیا ہے لیکن میرے بیوی بچے اب سکھ چین سے زندگی گزار رہے ہیں۔ مجھے اتنا بڑا خطرہ مول لینے کے سلسلے میں اتنی بڑی رقم دی گئی ہے کہ اب میرے بچے اچھی تعلیم حاصل کر سکیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ دروازہ کھولتے ہوئے باہر چلا گیا اور دروازہ اسی طرح بند ہو گیا۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانکتے ہوئے اس کی سوچ میں کہا۔ "میرے بچے ابھی کہاں ہوں گے کس حال میں ہوں گے۔"

اس کی سوچ بتانے لگی کہ اسی شہر میں اس کے بیوی بچے ایک اچھے سے کرائے کے مکان میں رہ رہے ہیں۔ میں نے پھر اس کی سوچ کو کریدنا شروع کیا اور یہ معلوم کیا کہ ہم جس کوٹھی میں قید کیے گئے ہیں اس کا نمبر کیا ہے کیا اس کے بیوی بچوں کو یہ علم ہے کہ وہ فلاں نمبر کی کوٹھی میں اس وقت موجود ہے۔

فلاں نمبر کی کوٹھی کی سوچ کا سلسلہ ایسا تھا کہ وہ اپنے ذہن میں نمبر کو دہرانے لگا۔ میں نے اس کوٹھی کے نمبر کو ذہن نشین کر لیا اور یہ بھی معلوم کر لیا کہ یہ کوٹھی سوسائٹی کے ایک علاقے میں ہے۔

اسی وقت مجھے شہناز کی آواز سنائی دی۔ وہ مجھے گھورتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "میں بہت دیر سے تمھیں دیکھ رہی ہوں تم چپ چاپ بیٹھے خیال خوانی میں مصروف ہو۔ اب کوئی بہانہ کرو گے کہ تم کوئی دوسری باتیں سوچ رہے تھے۔"

میں نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "شہناز خدا کے لیے عقل سے کام لو۔ تم شبہ کر رہی ہو میرے سوچنے پر بھی پابندی لگا رہی ہو اور وہ شہباز کہیں دور کمرے میں بیٹھا ہوا ہماری گفتگو سن رہا ہے اور اس کا شبہ یقین میں بدل جائے گا کہ میں واقعی خیال خوانی کر رہا ہوں اور میں ہی فرہاد علی تیمور ہوں۔ تم کیوں خواہ مخواہ دوسروں کو یقین دلا رہی ہو جبکہ میں وہ نہیں ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہنے لگا۔ "واقعی میں غلطی کر رہی ہوں۔ ابھی شہباز کی باتوں سے پتہ چل گیا ہے کہ وہ ہماری باتیں سن رہا تھا اس وقت بھی وہ ہماری باتیں سن رہا ہو گا۔ اب یہ فرہاد ہو یا

کوئی اور ہو' مجھے اس وقت اس مسئلے پر بحث نہیں کرنا چاہیے۔ وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ میں بعد میں اس سے اس سلسلے میں باتیں کروں گی۔"

وہ سر جھکائے اپنی سوچ کو سن رہی تھی۔ میں نے بلند آواز سے کہا۔ "اب تم اس وقت سر جھکائے سوچ رہی ہو تو کیا میں بھی یہ سمجھ لوں کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کے خیالات پڑھ رہی ہو۔ خاموش ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ سارے لوگ ہی ٹیلی پیتھی جاننے لگے ہوں۔"

وہ بولی۔ "تمام لوگوں کی بات نہیں ہے کسی خاص آدمی پر مثلاً تم پر شبہ کیا جا رہا ہے۔ تم پر شبہ نہیں ہوگا تو کسی اور آدمی پر فرہاد کا شبہ ہوگا۔ ایک وہی شخص ایسا ہے جس کی وجہ سے ٹیلی پیتھی کا خیال دماغ میں آتا ہے۔ میں گھنٹوں اس طرح سوچتی رہوں تو کوئی یقین نہیں کرے گا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں اور کسی کے خیالات پڑھ رہی ہوں۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "آدھی رات گزر چکی ہے۔ اب ہمیں سو جانا چاہیے۔"

یہ کہہ کر میں بستر پر لیٹ گیا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ پھر میں نے فوراً ہی اٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے دروازے کو اندر سے بند کر دینا چاہیے۔ یہ شہباز بغیر اطلاع دیے ہوئے چلا آتا ہے۔"

یہ کہہ کر میں دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اسی وقت کھڑکی آپ ہی آپ کھل گئی۔ پھر دروازہ بھی آپ ہی آپ کھل گیا۔ پھر دروازے اور کھڑکیاں بند ہو گئیں۔ اس کے بعد اس کمرے میں شہباز کی آواز سنائی دی۔ "مسٹر فرہاد' آپ دروازے کو اندر سے بند کریں گے تب بھی وہ کھل جائے گا۔ اس کا میکینزم کچھ ایسا ہے جسے میں یہاں سے کنٹرول کرتا ہوں۔ لہٰذا آپ سوئیں ضرور لیکن شرافت کے ساتھ اس لیے کہ میں کسی بھی وقت کمرے میں آ سکتا ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "جب ہم سو ہی جائیں گے تو تم ہمارے کمرے میں آ کر کیا کرو گے؟"

اس نے جواب دیا۔ "کمرے میں خاموشی رہے گی تو رات بھر۔ یہ پتہ نہیں چلے گا کہ تم لوگ سو رہے ہو یا کمرے سے کسی طرح فرار ہو گئے ہو۔ حالانکہ فرار ہونے کے تمام راستے مسدود کر دیے گئے ہیں۔ تمہارے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ تم اکثر ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہو۔ اس لیے تمہاری طرف سے محتاط بننے کے لیے میں کبھی کبھی کمرے میں آ کر دیکھوں گا کہ تم موجود ہو یا نہیں؟"

میں کھڑے ہو کر سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر پہلے شہباز کے ذہن کو اچھی طرح کریدا تھا اور یہ معلومات کی تھیں کہ میں شہباز کو کوئی نقصان پہنچا کر بھی وہاں سے فرار نہیں ہو سکتا کیونکہ شہباز جس طرح میرے کمرے دروازے اور کھڑکیوں کو کسی میکینزم کے ذریعے کنٹرول کرتا تھا اسی طرح کوٹھی کے بیرونی دروازے اور کھڑکیاں بند رکھی گئی تھیں اور ان دروازے اور کھڑکیوں کو خود شہباز نہیں کھول سکتا تھا۔ میں اگر شہباز کو مجبور کر دیتا تو وہ نکل سکتا تھا لیکن کوٹھی کے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ اگر بیرونی دروازے مقفل تھے اور یہ دروازے کسی طرح کھولے جا سکتے ہیں یہ خود شہباز بھی نہیں جانتا تھا۔

میں واپس آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد شہباز بستر پر لیٹتے ہوئے میرے قریب آ کر لیٹ گئی پھر سرگوشی میں بولی۔ "میں تمہارے پاس لیٹنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ ایک دم سے اجنبی بن گئے ہو لیکن میں یہ معلوم کر کے رہوں گی کہ تمہاری اصلیت کیا ہے۔ دیکھو میں بالکل ہی سرگوشی میں بات کر رہی ہوں ہماری آواز شہباز تک نہیں جائے گی۔ تم صاف صاف بتا دو کہ تم فرہاد ہو یا؟"

میں نے دھیمی سرگوشی میں جواب دیا۔ "میں طارق محمود کا دوست صفدر ہوں۔ تم پہلے بھی مجھ سے مل چکی ہو اور یاد کرو کہ میں نے تم سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔ میں نے تمہیں طرح طرح کے لالچ دیے تھے لیکن تم نے مجھے حقارت سے ٹھکرا دیا تھا۔ اب دیکھ لو کہ میں نے تمہیں کس طرح حاصل کیا ہے اور یقین کر لو کہ میں وہی صفدر ہوں۔"

میرا یہ جواب سن کر وہ ایک دم سے اچھل کر بیٹھ گئی۔ پھر نفرت سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ "اچھا تو تم وہی صفدر ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اتنا بڑا فراڈ کرو گے۔ میں کبھی تم سے متاثر نہیں ہوئی اور تم طارق کا روپ بدل کر مجھے متاثر کرتے ہو لیکن میں اب تمہیں ہاتھ لگانے کا موقع بھی نہیں دوں گی اور نہ ہی کبھی تمہارے قریب آؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ بستر سے اٹھی اور طنطناتی ہوئی صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ میں نے سوچا۔ چلو اچھا ہے کہ وہ مجھ سے نفرت کر کے ہی ذرا دور رہے تو مجھے ذرا کچھ سوچنے کا موقع ملتا رہے گا اور میں خیال خوانی کے ذریعے یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔

میں نے ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر اس کے کش لگاتا ہوا غلام کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک کمرے میں سامی کے ساتھ بستر پر لیٹا ہوا تھا اور اسے سہلاتے ہوئے آپ ہی آپ باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "فرمائیے آقا' آپ کہاں ہیں ابھی تک واپس کیوں نہیں آئے؟"

میں اسے ساری روداد سنانے لگا۔ وہ چپ چاپ سنتا رہا۔ پھر جب میری باتیں ختم ہو گئیں تو اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے میں نے اس کوٹھی کا نمبر ذہن نشین کر لیا ہے میں اس علاقے میں پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"نہیں غلام' تم اس شہر میں بالکل اجنبی ہو اور یہ کام تم تنہا نہیں کر سکو گے۔ یہ کوٹھی باہر سے مقفل ہے۔ دروازے کے تالوں کو کھولنے یا توڑنے کے اوزار تمہارے پاس نہیں ہیں۔ میں تمہیں اپنے ایک دوست مراد داوا کے پاس لے چلتا ہوں۔ تم سامی کو اٹھا لو اور باہر نکل جاؤ اور کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر لاکھیت کی طرف جانے کے لیے ڈرائیور سے کہو۔ اس کے بعد میں تمہارے دماغ کو کنٹرول کرتا رہوں گا۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ سامی کو لے کر کوٹھی کا دروازہ لاک کرنے کے بعد وہ باہر آ گیا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر مراد داوا کے گھر کی طرف جانے لگا۔ میں اس کے دماغ میں موجود تھا اور وہ میری رہنمائی کے مطابق ادھر جا رہا تھا۔ پھر وہ مراد داوا کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اتنی رات کو وہ اپنے گھر ہی میں موجود تھا۔ دستک سننے کے بعد اس کا ایک جوان بیٹا باہر آیا تو میں نے غلام کی زبان سے کہا۔ "میں طارق محمود کا دوست ہوں اور تمہارے باپ کو اس کا پیغام پہنچانے آیا ہوں۔ ان سے کہو کہ مجھ سے دو باتیں کر لیں۔"

لڑکا اندر چلا گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اسے ڈرائنگ روم میں بلا لیا گیا۔ مراد داوا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "ہاں بھئی کہو' کیا بات ہے۔ میں نے اس بلی کو تو پہچان لیا ہے۔ یہ طارق کی بلی ہے اور میرے پاس بھی رہ چکی ہے۔"

غلام نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر طارق اس وقت دشمنوں کی قید میں ہیں اور انہیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"

یہ سنتے ہی مراد داوا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا۔ "کہاں ہے طارق' اسے کہاں قید کیا گیا ہے؟"

غلام نے اسے کوٹھی کا نمبر اور وہ جگہ بتائی اور وہاں کے تمام حالات بتائے کہ کس طرح کوٹھی کا باہر سے مقفل کیا گیا ہے اور جو شخص اندر سے پہرہ دے رہا ہے وہ بھی اس دروازے کو کھولنا نہیں جانتا ہے۔ اس دروازے کو کھولنے کے لیے یا اس کا تالا توڑنے کے لیے کچھ اوزار ساتھ لے جانا پڑیں گے۔

مراد داوا نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ "میں کیسے یقین کر لوں کہ تم مجھ سے سچ کہہ رہے ہو' ہو سکتا ہے کہ میرے لیے جال بچھایا جا رہا ہو؟"

غلام نے سامی کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ بلی میں ثبوت کے طور پر لایا ہوں۔"

"طارق کو قید کرنے کے بعد اس کی بلی پر قبضہ جمایا جا سکتا ہے اور مجھے پھانسنے کے لیے بطور ثبوت اس بلی کو پیش کیا جا سکتا ہے۔"

"آپ کو اس طرح یقین آ سکتا ہے کہ جب تک آپ طارق کو وہاں سے آزاد کرا کر نہیں لائیں گے' اس وقت تک میں آپ ہی کی قید میں رہوں گا۔ اگر یہ بات جھوٹ ہوئی تو آپ کے آدمیوں کو حق پہنچے گا کہ وہ مجھے گولی مار دیں۔"

مراد داوا راضی ہو گیا۔ وہ غلام کو اپنے آدمیوں کے حوالے کرنے کے بعد میری طرف آنے والا تھا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ سگریٹ کو ایش ٹرے میں بجھاتے ہوئے میں نے شہباز کی طرف دیکھا۔ وہ مجھے مسلسل گھور رہی تھی۔ میرے سوچنے کے انداز پر سوچ رہی تھی۔ کیا میں خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ اس کے دماغ میں جو بات بٹھا دی گئی تھی وہ اسی کے مطابق مجھے فرہاد سمجھ رہی تھی اور پھر جب یہ خیال آیا کہ میں وہی صفدر ہوں جو کبھی اس کا عاشق تھا اور اب دھوکا دے کر میں نے اسے حاصل کر لیا ہے تو اسے غصہ آنے لگا تھا۔ جب میں نے اسے مسکرا کر دیکھا تو اس

نے نفرت سے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "کیا ادائیں ہیں۔ کبھی محبت سے گلے لگاتی ہو کبھی نفرت سے منہ پھیر لیتی ہو۔" شہباز نے اچھی کہہ دیا ہے کہ ہمیں یہ رات خرافت سے گزارنی چاہیے۔ اگر وہ ایسا نہ کہتا تو میں تمہیں بڑے پیار و محبت سے منا لیتا، چلو بہت رات ہو گئی ہے۔ اب یہاں آکر سو جاؤ۔"

وہ غصے سے اُٹھ کر طنطناتی ہوئی میرے پاس آئی پھر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی "تم یہاں سے اُٹھ جاؤ اور فلاں صوفے پر جا کر سو جاؤ۔ میں یہاں سونا چاہتی ہوں۔"

میں نے بات نہیں بڑھائی۔ وہاں سے اُٹھ کر ایک تکیہ لے کر صوفے پر آ گیا۔ وہاں تکیہ سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا۔ وہ بولی "مجھے اتنی روشنی میں نیند نہیں آئے گی۔ کمرے کی لائٹ آف کر دو۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی شہباز کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا "لائٹ آف نہیں ہو گی۔ کمرے میں اندھیرا ہو جائے گا تو میں کیسے معلوم کروں گا کہ تم دونوں موجود ہو یا نہیں۔ اس لیے تم بات کرے کی بتی جلتی رہے گی۔"

وہ دوسرے کمرے میں بیٹھا ہوا بول رہا تھا۔ اس کی باتیں سن کر شہناز نے ذرا پریشانی کا اظہار کیا۔ پھر میری طرف سے منہ گھما کر دوسری طرف کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔ میں نے بھی لائٹ جلتی رہنا مناسب سمجھا۔ کیونکہ اب مجھے مرجانہ کی خبر لینی تھی۔

دوسرے ہی لمحے میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنی ماں سے ملنے کی بے چین تھی۔ وہ سو نہیں سکتی تھی۔ اس لیے اتنی رات کو بھی اپنی خالہ اور خالو کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں کر رہی تھی۔ اپنی امّی کے متعلق ایک ایک بات پوچھتی جا رہی تھی اور بڑی دلچسپی سے اُن کی باتیں سنتی جا رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا "کیا میری امّی کو اُن پڑوسی بدمعاشوں کا پتہ معلوم ہے؟"

اُس کے خالو نے جواب دیا "تمہاری امّی کو تو کیا، ہمیں بھی اُن چاروں کا پتہ معلوم ہے کیونکہ تمہاری حفاظت کرنے کی خاطر ہمیں دشمنوں سے ہوشیار رہنا پڑتا تھا۔ اس لیے ہم ہمیشہ یہ معلومات حاصل کرتے رہتے تھے کہ کون شخص کہاں ہے اور کس طرح زندگی گزار رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ اور کس طرح تمہاری امّی کے قریب پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ ساری باتیں ہم وقتاً فوقتاً معلوم کرتے رہتے ہیں۔"

مرجانہ نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا "آپ مجھے چاروں کا پتہ بتائیں۔ میں اپنے ذہن میں رکھوں گی۔ مجھے اُن سے اچھی طرح نمٹنا ہے۔"

اُس کے خالو نے کہا "بیٹی، ہمیں نے ابھی دیکھا کہ تم واقعی ایک اچھی فائٹر ہو۔ تم نے بائیس دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیے لیکن یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا تم ایک لڑکی ہو کر تنہا اُن بدمعاشوں کا سامنا کرو۔ وہ چھٹے ہوئے بدمعاش ہیں اور جب انہیں معلوم ہو گا کہ تم وہی لڑکی ہو جسے تمہاری امّی نے اُن لوگوں سے چھپا کر جنم دیا تھا تو پھر وہ تمہیں حاصل کرنے کے لیے یا تمہیں کرنے کے لیے یا تم سے کوئی فائدہ اُٹھانے کے لیے تمہارے ہر ممکن طریقے سے ٹریپ کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"دیکھیے انکل، میں بچپن سے کانٹوں پر پلتی آئی ہوں۔ میں جانتی ہوں مصیبتیں کیا ہوتی ہیں۔ یہ مجھے پریشان کرنے والی چیزیں نہیں ہیں۔ میں اپنے حالات نمٹنا چاہتی ہوں۔ آپ مجھے اُن کا پتہ بتا دیں۔ پھر آپ دیکھیے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ انشاء اللہ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

اُس کے خالو یا انکل نے کہا "اچھا تو سنو۔ بخاور سب سے بڑا دشمن ہے وہ پاکستان میں ہی ہے اور اس کا قیام لاہور میں ہے۔"

یہ بات سن کر مرجانہ صوفے پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی پھر بولی "میرا ایک دشمن مجھ سے اتنا قریب ہے مجھے معلوم نہیں تھا۔ میں کل ہی لاہور جاؤں گی۔"

"دیکھو بیٹی، تم پھر جوش میں آ رہی ہو تمہیں اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔"

"نہیں انکل آپ مجھے اس کا پتہ بتا دیں۔ پھر میں آپ پر یہ ثابت کر دوں گی کہ دشمن میرے سامنے کوئی اہمیت نہیں رکھتے ہیں۔"

"یہی تو مصیبت ہے بیٹی کہ تم دشمنوں کو کمزور سمجھتی ہو۔ مانا کہ تم شہ زور ہو لیکن دوسرے تم سے اگر جسمانی طور پر کمزور ہوں گے تو دماغی طور سے اس قدر چالاک، مکار ہوں گے کہ تم اُن کی ذہانت کے آگے مجبور ہو جاؤ گی۔"

"جب ایسی بات ہو گی تو دیکھا جائے گا۔ اس وقت میں آپ سے کہوں گی کہ آپ میری کچھ مدد کریں فی الحال میں اکیلی اُن سے نمٹنا چاہتی ہوں۔ پلیز آپ اُن کا پتہ بتا دیں۔"

اُس کے انکل نے بخاور کا پتہ بتایا۔ میں سن رہا تھا اور اس پتے کو ذہن نشین کر رہا تھا۔ پھر اُس کے انکل نے کہا "بیٹھ شمت بیگ ان دنوں پیرس میں ہے جب تم اپنی امّی سے ملنے جاؤ گی تو وہیں اُس سے ملاقات ہو جائے گی۔ باقی دو دشمن کبیر بیدل اور رگھو دہلی میں ہیں۔ ان سے ملنے کے لیے تمہیں ہندوستان جانا ہو گا۔"

"میں انہیں عبرتناک سزا دینے کے لیے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک جا سکتی ہوں۔ بہرحال جب تک آپ پیرس جانے کے لیے میرے پاسپورٹ وغیرہ کا انتظام کریں گے۔ اس وقت تک میں لاہور سے ہو کر آ جاؤں گی۔ وہاں دیکھوں گی کہ بخاور کیا چیز ہے۔"

میں اُس کی باتیں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ پیرس جانے سے پہلے اب مجھے بھی لاہور جانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے۔ ویسے تو وہ بڑی خودسر تھی کسی کی مدد قبول کرنا نہیں چاہتی تھی لیکن میں اُس کی مدد کرنا چاہتا تھا اور اس بہانے لاہور بھی پہنچنا چاہتا تھا۔ لاہور میری اپنی جگہ ہے جہاں میں نے بچپن گزارا۔ جہاں میں نے ٹین پتھی کا علم سیکھا۔ جہاں میں نے اس دنیا کو سمجھنے کا سب سے پہلا سبق حاصل کیا۔ پھر مجھے اپنے پنڈ شاہ کوٹ بھی جانا تھا جہاں میں پیدا ہوا تھا۔ مجھے بہت سی باتیں بہت سے رشتے یاد آ رہے تھے۔ شاہینہ زرینہ اور پھوپھی خاص طور پر یاد آ رہی تھیں لیکن میں اُن کے ماضی میں جھانک نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ ایک عرصے تک میں نے انہیں بھلائے رکھا تھا۔ اُن کے لب و لہجہ کو بھول گیا تھا۔ اُن کا تصور کرنا اور تصور کے ذریعے اُن کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کرنا تو اُن کے چہرے بھی واضح نہیں ہوتے۔ اب اُن کی صورتیں بھی میرے تصور میں دھندلا گئی تھیں۔

رات کے ایک بجے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرا خیال مراد داد کی طرف گیا کہ وہ آیا ہوا اور وہاں کوٹھی کے احاطے میں بندھے ہوئے کتے شاید بھونک رہے ہوں۔ میں نے فوراً ہی مراد داد کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو واقعی وہ کوٹھی کے احاطے تک پہنچ گیا تھا اور اس احاطے میں کچھ گوشت کے ٹکڑے پھینک رہا تھا تاکہ کتے وہ زہر ملا گوشت کھا کر آرام سے لیٹ جائیں اور وہ اندر آ سکے۔ تھوڑی دیر میں نے پھر کان لگا کر سنا تو اب کتوں کی آوازیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ مراد داد احاطے کی دیوار پر چڑھ گیا تھا۔ اُس کے ساتھ اُس کے دو ساتھی بھی تھے اور وہ تینوں احاطے کی دیوار پار کر کے اندر آ گئے تھے اور اب کوٹھی کے دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اسی وقت بجلی کے للکارنے کی آواز سنائی دی "ہالٹ! اوھر کون ہے؟"

مراد داد وغیرہ وہاں دبک کر بیٹھ گئے اور آواز کی سمت کا تعین کرتے لگے کہ کدھر سے انہیں للکارا گیا ہے۔ میں للکارنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک ریوالور تھا اور اُس کے آس پاس دو آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ یعنی مراد داد کی طرح وہ بھی تین تھے۔ اگر اُن کا ٹکراؤ ہو جاتا تو اچھی گھمسان کی لڑائی ہوتی۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ رات کے اس وقت وہاں ہنگامہ برپا ہو اور علاقے کے لوگ جمع ہو جائیں پھر پولیس والے بھی پہنچ جائیں۔ میں نے اس ریوالور والے کے دماغ کو کنٹرول کیا اور اُسے اپنے قابو میں رکھ کر کوٹھی کے بیرونی دروازے تک لے آیا۔ اُس کے پاس اس دروازے کی چابی تھی۔ اُس نے چابیوں کا گچھا جیب سے نکال کر اس میں سے ایک چابی کے ذریعے دروازے کو کھولا اور اپنے ساتھیوں سے بولا کہ تم دونوں یہاں کھڑے رہو اور دیکھو کہ احاطے میں کون لوگ داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں اندر جا کر دیکھتا ہوں کہ ہمارا قیدی کمرے میں موجود ہے یا نہیں۔

یہ کہہ کر وہ اندر آیا۔ اندر شہباز کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے حیرانی سے کہا "تم یہاں کیوں آئے ہو۔ باہر جاؤ۔ کیا تمہیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اندر صرف میں پہرہ دوں گا۔"

ریوالور والے نے کہا "مجھے سب معلوم ہے۔ باہر کچھ خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ میں اندر قیدی کو دیکھنے آیا ہوں۔"

شہباز نے حیرانی سے پوچھا "تمہیں کیا ہو گیا ہے تمہیں سختی سے ہدایت دی گئی تھی کہ میرے سامنے زبان نہیں کھولو گے اور باتیں نہیں کرو گے۔ اگر ہمارا وہ قیدی فرار ہو گیا تو یقیناً وہ میرے دماغ کے ذریعے تمہاری آواز بھی سن چکا ہو گا اور تمہارے دماغ پر بھی قابض ہو جائے گا۔"

ریوالور والے نے کہا "میں تم سے بہتر سمجھتا ہوں کہ ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ مجھے اس کمرے میں جانے دو۔"

اسی وقت میں شہباز کے دماغ میں پہنچ گیا۔ شہباز نے اچانک ہی اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ایک ٹھوکر ماری۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ پھر شہباز اس سے لپٹ گیا۔ دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے اور اپنا اپنا زور آزمانے لگے۔ دونوں ایک دوسرے سے بڑھ کر جری وار تھے اور دیر تک لڑتے رہنے کے قابل تھے مگر میں دیر تک یہ تماشہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُن کی لڑائی کے دوران میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ پھر وہ ریوالور فرش پر جہاں پڑا ہوا تھا وہاں پہنچ کر میں نے ریوالور کو اپنے قبضے میں لیتے ہوئے کہا "بس اب لڑائی جھگڑا بند کرو اور اچھے بچوں کی طرح میرے سامنے سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔"

اسی وقت باہر سے کچھ ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کچھ لوگ آپس میں لڑ پڑے ہوں۔ شہناز بھی کمرے سے باہر آ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی کوٹھی کے بیرونی کھلے ہوئے دروازے سے مراد دادا دوڑتا ہوا اندر آیا پھر ہم سب کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھنے کے بعد اسے اطمینان ہوا۔ پھر اس نے کہا "خدا کا شکر ہے کہ تم خیریت سے ہو۔ مجھے تمہاری گرفتاری کی اطلاع مل گئی تھی۔"

مراد دادا کی باتیں سن کر شہباز نے کہا "اچھا، تو اس طرح ثابت ہو گیا کہ آپ فرہاد علی تیمور ہیں۔ آپ کو بڑی رازداری سے یہاں قید کیا گیا تھا۔ یقیناً آپ نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے ساتھی کو اطلاع دی ہو گی۔"

میں نے کہا "تم لوگ اپنے آپ کو بہت چالاک سمجھتے ہو، یہ نہیں جانتے کہ مجھ جیسا آدمی اپنے آگے پیچھے اپنے دوستوں کو رکھتا ہے گا۔ میرا ایک ساتھی ہمیشہ میرے تعاقب میں رہتا ہے کہ مجھ پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ میری مدد کر سکے۔ اسی ساتھی نے مراد دادا کو جا کر اطلاع دی تھی کہ مجھے فلاں کوٹھی میں قید کیا گیا ہے۔ یقین نہ ہو تو پوچھ لو۔ یہ اسی کی اطلاع پر میری مدد کو پہنچے ہوئے ہیں۔"

مراد دادا نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا "ہاں مجھے تمہارے ایک حبشی دوست نے آ کر اطلاع دی تھی۔ میں نے اُسے حراست میں رکھا ہے کہ کہیں وہ مجھے دھوکا نہ دے رہا ہو۔ بہرحال ابھی میرا آدمی اُسے چھوڑ دیں گے۔"

شہناز اب مجھے پھر دلچسپی سے اور غور سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اُسے نظر انداز کرتے ہوئے کہا "مراد دادا، میں شہناز کو لے کر یہاں سے جا رہا ہوں۔ میرے جانے کے بعد تم ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی خون خرابہ ہو اور تم کسی پولیس کیس میں ملوث ہو جاؤ۔ بس چپ چاپ چلے آنا۔ میں کل صبح تم سے ملاقات کروں گا۔"

مراد دادا نے کہا "بیشک تم چلے جاؤ۔ باہر میری گاڑی کھڑی ہوئی ہے۔ وہ گاڑی تم لے جا سکتے ہو۔"

میں شہناز کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلتے ہوئے مراد دادا کے پاس آیا۔ پھر ریوالور اسے دے کر باہر نکل گیا۔ مراد دادا نے اونچی آواز میں اپنے ساتھیوں کو کہا تھا کہ طارق اپنی وائف کے ساتھ باہر نکل رہا ہے اُسے جانے دیا جائے۔

میں شہناز کا ہاتھ پکڑ کر کوٹھی کے احاطے سے نکلتا چلا گیا۔ احاطے کے باہر ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی جس میں مراد دادا آیا تھا۔ میں اس ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر شہناز کے ساتھ بیٹھ گیا۔ مراد دادا کے ساتھیوں نے ڈرائیور سے کہا "ہمیں ہماری کوٹھی تک پہنچا دے۔"

ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر تھوڑے بڑھ گئی۔ کچھ دور جانے کے بعد شہناز نے میرے قریب کھسک کر کہا "میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ وہ تمہارا حبشی دوست غلام ہو گا۔ جس نے جا کر مراد دادا کو اطلاع دی ہو گی۔"

میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا "ہاں غلام نے اطلاع دی تھی۔"

شہناز نے پوچھا "غلام کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم یہاں قید کیے گئے ہیں۔ یہ بات تو تم مراد دادا وغیرہ کے سامنے کہہ سکتے ہو حقیقتاً ہم دونوں تفریح کے لیے کلفٹن کی طرف گئے تھے اور غلام کو اس بلی کے ساتھ اپنی کوٹھی میں چھوڑ دیا تھا۔"

"تم تو ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ خواہ مخواہ ثابت کرنا چاہتی ہو کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ میرے اور قریب ہو گئی۔ پھر بڑی محبت سے میرے شانے پر سر رکھ کر کہا "اب میں تم سے بحث نہیں کروں گی بس میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ تم فرہاد ہو اور اس بات کا اعتراف کرو یا نہ کرو لیکن میں تمہیں فرہاد ہی سمجھتی رہوں گی جس طرح ہم اس قید سے نکل کر آئے ہیں یہ کارنامہ فرہاد کا ہی ہو سکتا ہے۔"

"میں تمہیں بولنے سے روک سکتا ہوں لیکن سوچنے سے نہیں روک سکتا۔ تم میرے متعلق کچھ بھی سوچ سکتی ہو اور مجھے کوئی بھی نام دے سکتی ہو۔"

ویسے عام انسانوں کی کوئی شخصیت کوئی قدر نہیں

ہوتی ہیں شہناز کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اب وہ اپنے ہوش میں نہیں تھی۔ اپنے آپ کو بھولی ہوئی تھی میں نے اس کے ہاتھوں سے دیا سلائی کی ڈبیہ کو کھلوایا۔ پھر ایک تیلی نکال کر اُسے سلگا دیا۔ تیلی کے سلگتے ہی میں نے شہناز کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اُس نے چونک کر اپنے ہاتھ میں جلتی ہوئی تیلی دیکھی تو چیخ مار کر اس تیلی کو چھوڑ دیا۔ تیلی کے چیخ مارتے ہی غلام نے منتر پڑھنا بند کر دیا تھا۔

اب وہ لال انگارا (ماچس) جیسے وہ بدستور پھیلائے شہناز کو حیرت سے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی جادوگر اپنی کامیابی پر سرخ آنکھوں سے مسکرا رہا ہو۔ پھر اس نے کہا "یہ تیلی تمہارے ہاتھ تک پہنچ سکتی تھی۔ میں اپنے جادو کے زور سے تمہارے کپڑوں میں آگ لگا سکتا تھا لیکن میں نے خود کو روکے رکھا۔ میں جادوگر ہوں اور بہت کچھ دکھا سکتا ہوں۔"

شہناز نہیں نہیں کی گردان کرتی ہوئی پیچھے گئی اور دیوار پر گر پڑی۔ وہ بُری طرح سہمی ہوئی تھی۔ پھر وہاں بیٹھ کر وہ غلام کو دیکھتے ہوئے بولی "بس میں نے غلطی کی تھی یہ جادو کا تماشہ دکھانے کے لیے کہا۔ آپ دونوں ہم دونوں کے منہ نہیں لگیں گی۔ میں جا رہی ہوں خدا کے لیے مجھے پریشان نہ کرو اور جتنی جلد ہو سکے تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ۔"

یہ کہتے ہوئے اور تیزی سے چلتے ہوئے وہ ڈرائنگ روم سے چلی گئی اور اپنی خواب گاہ میں پہنچنے کے بعد دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ جب میں نے دروازے پر پہنچ کر دستک دی تو وہ کہنے لگی "بس اب ہماری دوستی ختم ہو گئی ہے۔ مجھے پریشان نہ کرو۔ اب صبح ہونے والی ہے۔ کچھ آرام کر لینے دو۔"

میں اُس کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔ میں نے ایسی خواہش عورت اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھی۔ وہ ہر لمحہ اپنا مزاج بدل دیتی تھی۔ بالکل گرگٹ کی عادت رکھتی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ مجھ پر ہزار جان سے فدا ہو رہی تھی۔ مجھ پر جھپٹنا نہیں چاہتی تھی۔ مجھے لاہور جانے سے بھی منع کر رہی تھی اور یہ معلوم ہوتے ہی کہ سارا کارنامہ غلام کا ہے اور وہ کالا جادو جانتا ہے اور میں فرہاد علی تیمور ہوں وہ ایک دم بدل گئی تھی اور میں اُس کے دل سے ایک دم اتر گیا تھا۔

میں وہاں سے پلٹ کر غلام کے پاس آ گیا۔ اُسے ساری باتیں سمجھائیں کہ شہناز کا دماغ کیسے بدل گیا ہے۔ چونکہ اُس نے کالے جادو کا مظاہرہ کیا ہے اس لیے اب وہ اُسے بھی اپنی کوٹھی میں برداشت نہیں کر سکے گی۔ لہٰذا کل سے اُسے کسی ہوٹل میں رہنا ہو گا۔

❀

طیارے کی سیڑھی سے اترتے وقت میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا جیسے میں اپنی کسی بچھڑی ہوئی محبوبہ سے ملنے آیا ہوں۔ جب میں نے سیڑھی سے اتر کر لاہور کی زمین پر قدم رکھا تو پتہ چلا کہ زمین کی کشش کیا ہوتی ہے۔ احساس ہوا کہ یہ میری زمین ہے۔ یہ میرا لاہور ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی شخص اگر چار دن لاہور میں گزار کر چلا جائے اور دوبارہ واپس آئے تو اسی جذبے سے سوچے گا کہ لاہور میرا شہر ہے۔ یہ شہر اگرچہ بہت بڑا نہیں ہے لیکن اس میں اتنی وسعت ہے جیسے ماں کی گود میں ہوتی ہے۔ یہاں ایسی محبت ملتی ہے جیسے وہ محبت لہو کے رشتوں میں ڈوب کر آئی ہو اور اتنا خلوص ملتا ہے جتنی کہ مٹھائیاں نہیں ملتی ہوں گی۔

میرے شانے سے ایک سفری بیگ لٹکا ہوا تھا اور سامی میرے بازوؤں میں تھی۔ آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا اور سر پر ہیٹ تھی۔ میں وہاں سے چلتا ہوا لاؤنج میں پہنچا تاکہ اپنا سوٹ کیس لے سکوں۔ میرا حلیہ ایسا تھا جیسے میں کسی بیرونی ملک سے آ رہا ہوں اور کراچی پہنچنے کے بعد کراچی سے لاہور تک کا سفر کیا ہے۔ مجھے کسٹم والوں نے شبہ کی نظروں سے دیکھا۔ میں خود یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ اچانک ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے مرعوبیت کی۔ مسٹر اگر آپ کے سامان میں کوئی ایسی چیز ہو جس کے لیے آپ چیکنگ نہ کرانا چاہتے ہوں تو میں آسانی سے سوٹ کیس پار کر سکتا ہوں۔"

میرے سوٹ کیس میں ایسا کوئی سامان نہیں تھا جس کے لیے میں قابل گرفت ٹھیرایا جاتا۔ میرے جس بریف کیس میں قیمتی ہیرے تھے وہ بریف کیس میں نے غلام کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا "بھائی میرا سوٹ کیس بہت بڑا ہے اور تم اُسے کسٹم والوں سے کیسے پار کرا سکو گے؟"

اس نے مسکرا کر کہا "جناب یہ ہمارا کام ہے۔ ہم تو آپ لوگوں کے خادم ہیں۔ بس پانچ ہزار دے دیں۔ آپ کا سوٹ کیس باہر پہنچ جائے گا۔"

میں نے کچھ سوچ کر کہا "پانچ ہزار تو بہت ہیں میں

تھیں دو ہزار دے سکتا ہوں۔"

وہ بحث کرنے لگا اور ذرا سی دیر میں دو ہزار پر راضی ہو گیا۔ میں نے دو ہزار روپے نکالے اور اُسے دیتے وقت اُس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اُس نے وہ روپے لے کر اپنی جیب میں رکھے۔ پھر وہ جانا ہی چاہتا تھا کہ میں نے اُسے پلٹا دیا۔ اب وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ اُس نے وہ روپے نکال کر میرے ہاتھ میں دیے۔ میں نے اُسے جیب میں رکھا پھر اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ذرا سا چونکا۔ پھر جھجکتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولا "بس میں ابھی پارکر اوں گا۔ میں یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا کسٹم آفیسروں کے پاس پہنچ گیا۔ میں اُس کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ وہاں جا کر اُس نے ایک آفیسر سے کہا کہ وہ ہزار کی آسامی ہے اور یہ اُس کے سامان کی سلپ ہے۔

میرے سامان کی سلپ دیکھنے کے بعد اس سوٹ کیس میں چاک کا نشان لگا دیا گیا۔ یعنی یہ کہ اس سوٹ کیس میں کچھ نہیں ہے۔ اُسے لے کر وہ شخص واپس آیا اور میرے حوالے کر دیا۔ میں وہ سوٹ کیس لے کر اُس کا شکریہ ادا کرتا ہوا وہاں سے چل پڑا۔

اچانک اُس نے پیچھے سے آواز دی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ پریشان ہو کر اپنی جیبیں ٹٹول رہا تھا اور میرے قریب آتے ہوئے بول رہا تھا "وہ روپے کہاں ہیں جو تم نے دیے تھے؟"

"میں کیا جانوں تم مجھ سے روپے لے کر ادھر گئے تھے تم سمجھو کہ وہ کہاں گئے۔"

"تعجب ہے۔ میں نے تو تمہارے سامنے اسی جیب میں رکھے تھے۔ پھر پتہ نہیں مجھے ایسا لگا تھا کہ ایک پل کے لیے ذہنی طور پر غافل ہو گیا ہوں۔ اس کے بعد میں تمہارے پاس سے چلا گیا تھا۔ لیکن اب دیکھ رہا ہوں کہ وہ روپے نہیں ہیں۔ کیا تم کوئی جادو جانتے ہو؟"

"تم کیسی احمقوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ میں نے تمہیں پیسے دیے۔ اپنا مال لیا اور اب جا رہا ہوں۔ جادو ٹونے والی باتیں اس دور میں بیوقوف لوگ ہی کرتے ہیں۔"

یہ کہہ کر میں جانے لگا۔ وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے بولا "دیکھو مسٹر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارا سوٹ کیس کسٹم والوں سے پار ہو گیا۔ میں اب بھی تمہیں مصیبت میں ڈال سکتا ہوں۔"

میں نے بڑے اطمینان سے کہا "ٹھیک ہے تم جو چاہو کر سکتے ہو۔ میں ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جا رہا ہوں۔ ہو سکے تو مجھے جانے سے روک دو۔"

یہ آخری جملہ میں نے اردو زبان میں کہا تھا۔ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا کیونکہ اب تک وہ مجھے غیر ملکی سمجھ رہا تھا۔ پھر اُس نے تعجب سے پوچھا "کیا تم ہندوستانی ہو اُردو بول لیتے ہو؟"

"ہاں میں پاکستانی ہوں اور تمہیں پاکستانی ہوتے ہوئے مجھے شرم آ رہی ہے۔ تم لوگ کیسے لالچی اور بے ایمان ہو۔"

وہ بگڑ کر بولا "اے خبردار! مجھے حرام خور کہنا یا گالی برداشت نہیں کروں گا۔"

"تعجب ہے کہ گالی برداشت نہیں کرتے ہو اور حرام کی کھاتے ہو۔ حرام کھانے والوں کو تو حرام خور ہی کہا جاتا ہے۔ میں نے صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ تم لوگ دھاندلیاں کرتے ہو، تمہیں دو ہزار روپے دیے تھے۔ میرے سوٹ کیس میں کچھ نہیں ہے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ یہ لوگ تمہارے جیسے ایجنٹوں کو باہر بھیجتے ہیں اور اُن سے سمجھوتہ باہر ہی باہر کر لیتے ہیں کہ اتنی رقم دو جائے گی تو مال کسٹم سے پاس کر دیا جائے گا۔"

اُس نے بے یقینی سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا "تمہارے سوٹ کیس میں کچھ نہیں ہے۔ کیا تم مجھے ہوا میں سمجھتے ہو کہ مجھے تم نے ایسے ہی دو ہزار روپے دے دیے ہوں گے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "مسٹر، وہ دو ہزار روپے اب تمہارے پاس ہیں کہاں۔ میں ایک عمل جانتا ہوں اس عمل کے ذریعے میں نے دو ہزار روپے تم سے واپس لے لیے ہیں۔"

ایسا کہتے وقت میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہ دو ہزار کی گڈی نکال کر اُسے دکھائی۔ اُس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ پھر اُس نے کہا "یہ اچھی بات ہے۔ تم اپنی لے کر جاؤ۔ میں دیکھوں گا کہ تم کیسا عمل جانتے ہو۔ یہ رقم تم سے واپس لے کر رہوں گا۔"

میں نے اونہہ کہہ کر حقارت سے اُسے دیکھا اور پلٹ کر ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے اُس طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔ ٹیکسی اسٹینڈ پر قطار میں ٹیکسیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ کتنے ہی ڈرائیور میری طرف لپکے۔ "کم آن صاحب، کم آن۔"

وہ لوگ بھی مجھے کوئی غیر ملکی سمجھ کر انگریزی میں کہہ رہے تھے۔

میں نے بھی بگڑے ہوئے انگریزوں کی طرح اُن سے کہا "میں میکلوڈ روڈ جانا چاہتا ہوں۔ میرا ارادہ لاہور ہوٹل میں جانے کا تھا۔" یہ سن کر ایک ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔ "کم آن، ففٹی روپیز، کم آن ففٹی روپیز۔"

میں نے حیرانی سے اپنی زبان میں پوچھا "پچاس روپے؟ کیا تم لوگ مجھے میکلوڈ روڈ یا لاہور ہوٹل تک پہنچانے کے پچاس روپے لو گے؟"

میری زبان سے اپنی ہی ملک کی زبان سن کر وہ ہکا بکا رہ گیا۔ پھر بولا "بادشاہو، تم تو اپنے ہی بندے ہو، ہم پچاس نہیں چالیس دے دینا۔"

"تمہیں میٹر کے مطابق پیسہ لینا چاہیے تم اتنی زیادہ رقم کیوں بتا رہے ہو؟"

اُس نے کہا "اجی اگر ہم قانون کی پابندی کریں اور میٹر کے مطابق چلیں تو ہماری زندگی ایک ہی جگہ ٹھیر کر رہ جائے گی۔ ہم یہاں گھنٹوں ہوائی جہاز کا انتظار کرتے ہیں تب کہیں ہمیں ایک پسنجر ملتا ہے۔"

"گھنٹوں کیوں انتظار کرتے ہو تم پاکستانی ہو۔ دوسرے ملک کے لوگوں کی طرح وقت کی پابندی سیکھو۔ وقت کے مطابق ایئرپورٹ آؤ۔ وقت کے مطابق دوسرے اسٹاپ پر جاؤ سواریاں اُٹھایا کرو۔ باہر کے ممالک کے ٹیکسی ڈرائیور میٹر سے زیادہ ایک پیسہ بھی نہیں لیتے۔ تم لوگوں کو تربیت کی ضرورت ہے۔ جو غیر ملکی ہمارے ملک میں آتے ہیں وہ لوگوں کے ذریعے غلط تاثر لے کر ہمارے ملک سے باہر جاتے ہیں۔"

"باؤ جی تم تو تقریر کرنے لگے۔ اوئے امام دینا۔ یہ سواری پھڑ لے۔ تیرے جیسی ایمان داری کی باتیں کرنے والا پسنجر ہے۔"

اُس کی باتیں سن کر دور ایک ٹیکسی والا میری طرف لپکا ہوا آیا۔ پھر بولا "آؤ باؤ جی، صدر بسم اللہ۔ کہاں جانا ہے میں لے چلتا ہوں۔"

پہلے ٹیکسی ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا "جاؤ جاؤ امام دینا، تمہیں اور زیادہ ایمان داری سکھانے کا ہماری زندگی لے یاد رکھو گے۔"

میں اُس کے لہجے سے سمجھ گیا کہ امام دینا کوئی بڑا خطرناک قسم کا ٹیکسی ڈرائیور ہے جو مسافروں کو یقیناً ملک ہلکان کرتا ہو گا اور مسافر اُس سے پناہ مانگتے ہوں گے۔ میں امام دین کر امام دینا کے پیچھے چلتا ہوا ٹیکسی تک پہنچا۔ اُس نے ڈگی کھول کر میرے سوٹ کیس کو رکھا اور میں گاڑی کے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

جب ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی تب میں نے امام دینا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو میرا خیال غلط نکلا۔ واقعی وہ ایمان دار آدمی تھا اور اس بات پر پریشان ہو رہا تھا کہ وہ مجھ جیسے مسافر کو کس طرح اُس کی منزل تک بخیریت پہنچا دے گا کیونکہ اکثر مسافروں سے ہمدردی کرنے اور اُن سے ایمان داری سے پیش آنے کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ دوسرے ٹیکسی ڈرائیور اُسے بدنام کرتے تھے بدنام کرنے کے لیے یہاں تک کہہ دیتے تھے کہ وہ سواریوں کو اپنے گھر لے جاتا ہے اور اپنی جوان بیٹی اُن کے حوالے کر دیتا ہے۔

ایمان داروں کو بڑی ذلتیں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ پتہ نہیں خدا کی کیا مرضی ہوتی ہے کہ سب سے زیادہ غریب اور ایمان والے ہی آزمائے جاتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ میں اُس کے کس طرح کام آ سکتا ہوں۔ کچھ سوچنے کے بعد میں نے اُس سے کہا "امام دین تم کب سے ٹیکسی چلا رہے ہو؟"

وہ مجھے بتانے لگا کہ تقریباً دس برس سے وہ یہ گاڑی چلا رہا ہے اور مغل پورہ کے ایک محلے میں اپنی جوان بیٹی اور بیوی کے ساتھ رہتا ہے۔ میں نے کہا "میں یہاں ایک یا دو دن تک رہوں گا اور جب تک یہاں رہوں گا مجھے گاڑی کی ضرورت پڑتی رہے گی۔ کیا تم دن اور رات میرے لیے گاڑی ریزرو رکھ سکتے ہو۔ تمہاری روز کی جو دہاڑی ہوتی ہے اُس سے میں تمہیں کچھ زیادہ ہی دوں گا۔"

"باؤ جی ہم تو حکم کے بندے ہیں اور آپ مجھے زیادہ کیا دیں گے۔ میں حلال کھانے کا عادی ہوں۔ مجھ سے کسی سے زیادہ رقم لی نہیں جاتی۔ جو میری محنت ہوتی ہے وہی میں وصول کرتا ہوں۔ روز جب ایک سو بیس روپے تک کمائی ہو جاتی ہے تو میں ٹیکسی کھڑی کر دیتا ہوں۔ ساٹھ روپے مالک کو دیتا ہوں، چالیس روپے کا تیل جل جاتا ہے اور بیس روپے میں ہم میاں بیوی اور بچی کا گزارہ ہو جاتا ہے۔ آدمی اگر کرنا چاہے تو کیا نہیں ہو سکتا لیکن لوگوں کو زیادہ سے زیادہ کمائی کا لالچ پڑ گیا ہے جس کی وجہ سے ہمارے ہاں چوری بے ایمانی اور اسمگلنگ کا کاروبار زور پکڑتا جا رہا ہے۔"

میں نے اُس کی باتوں سے متاثر ہو کر کہا: "امام دین تم ایک ٹیکسی ڈرائیور ہو۔ دنیا والوں کی نظروں میں ایک معمولی انسان ہو لیکن تمہاری طرح ہر معمولی آدمی ایماندار بن جائے اور حلال کی روزی پر صبر کر لے تو ہمارے ملک کا لیول بالا ہو جائے جو تھوڑے بہت چور، بدمعاش اور لالچی انسان رہ جائیں گے۔ انھیں قانون سیدھا کر لے گا مگر دکھ کی بات تو یہ ہے کہ قانون کے محافظ بھی مجرموں کی سرپرستی کرتے ہیں افسوس!"

امام دین نے لاہور ہوٹل کے سامنے ٹیکسی کھڑی کر دی۔ پھر وہاں سے اُتر کر اُس نے ڈگی کھولی تاکہ میں اپنا سوٹ کیس نکال سکوں۔ میں نے سوٹ کیس لیتے ہوئے کہا: "تم اپنا میٹر آن رکھو۔ میں ابھی ہوٹل کا کمرہ کرائے پر حاصل کرنے کے بعد واپس آؤں گا تو دوسری جگہ چلوں گا۔ اگر تم چاہو تو کچھ ایڈوانس رقم مجھ سے لے لو۔"

"نہیں باؤجی! میں آدمی کو اُس کی زبان سے پہچانتا ہوں اور مولا کے بھروسے پر دوسروں پر بھروسہ کر لیتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ ایسے میں آدمی کو وقتی طور پر نقصان تو پہنچتا ہے مگر اللہ اُس کا صلہ دیتا ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "تمھارے جیسا سادہ اور ایمان دار ٹیکسی ڈرائیور میں نے اور نہیں دیکھا۔"

"نہیں باؤجی! ایمان دار لوگ ہیں۔ تھوڑے ہیں، اس لیے نظر نہیں آتے ہیں۔"

میں سوٹ کیس اُٹھا کر ہوٹل کے اندر داخل ہوا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے اپنے لیے ایک سنگل کمرہ بک کرایا۔ پھر اس کمرے میں پہنچ کر سوٹ کیس کو رکھا۔ سوٹ کیس میں سے تقریباً دس ہزار روپے نکال کر اپنے سفری بیگ میں رکھے اور سامی کو اٹھا کر واپس ہوٹل کے باہر آ گیا۔ امام دین میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اگلی سیٹ پر اُس کے پاس ہی بیٹھتے ہوئے کہا: "چلو!"

میں نے اُسے بخناور کی کوٹھی کا پتہ بتایا۔ وہ اُس طرف چل پڑا۔ میں نے مرجانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھ لیا تھا۔ وہ ابھی اسلام آباد اور لاہور کے درمیان کار کے ذریعے سفر کر رہی تھی۔ فی الحال وہ اسلام آباد سے آگے نکل چکی تھی اور کچھ دیر بعد گوجرانوالہ پہنچنے والی تھی۔ یعنی لاہور پہنچنے میں ابھی اُسے ایک ڈیڑھ گھنٹہ لگ سکتا تھا۔ اس سے پہلے میں بخناور تک پہنچنا چاہتا تھا۔

راستے میں امام دین نے کہا: "مجھے ساڑھے پانچ بجے تک اپنے گھر پہنچنا ہے۔ میں نے اپنی گھر والی سے کہا تھا کہ آج اُسے اور اپنی بیٹی کو اُس کی بہن کے اپنی سالی کے گھر پہنچا دوں گا۔ وہ ٹیکسی کا انتظار کرتی ہوں گی۔"

میں نے کہا: "تم مجھے اس کوٹھی تک پہنچا کر چلے جاؤ۔ وہاں سے اُن لوگوں کو چھوڑنے کے بعد ہوٹل چلے آنا یا ہو سکے تو اسی کوٹھی کی طرف آتے ہوئے ہوٹل کی طرف جانا۔ اگر میں کوٹھی کے باہر تمھیں روک لوں گا ورنہ ہوٹل میں ملاقات ہو گی۔"

باتیں کرنے کے دوران میں نے پانچ ہزار کی گڈیاں بیگ سے نکال کر اپنے اور اُس کے درمیان چپ چاپ سیٹ پر رکھ دی۔ جب کوٹھی کے پاس وہ گاڑی روکی تو میں دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر نکلتے ہی میں نے امام دین کے دماغ کو اس طرح کنٹرول میں لیا تو اُس نے اپنے بازو میں رکھی ہوئی گڈیوں کو اٹھا کر ڈیش بورڈ کو کھولا اور اس میں دے دیے۔ روپے رکھنے کے بعد ڈیش بورڈ کو بند کر دیا۔ پوزیشن میں آ گیا جس پوزیشن میں میں نے اُس کے دماغ کو کنٹرول میں لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اُس کو آزاد چھوڑ دیا۔ جیسا کہ اکثر ہوتا ہے وہ بھی ذرا سا گیا کہ ابھی وہ ذہنی طور پر کیسے غافل ہو گیا تھا۔ پھر مجھے کر مجھے دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولا: "پتہ نہیں مجھے ہو گیا تھا۔"

میں نے کہا: "اچھی بات ہے اب تم جاؤ۔ ہم یہیں پر ملاقات ہو گی۔ نہ ہو سکے تو ہوٹل میں پہنچ کر انتظار کرنا۔"

وہ وہاں سے گاڑی اسٹارٹ کر کے چلا گیا۔ میں سامنے والی کوٹھی کو دیکھنے لگا۔ وہاں ایک نیم پختہ لگی ہوئی تھی۔ میں نے قریب جا کر پڑھا تو بخناور کا لکھا ہوا تھا۔ کوٹھی بہت ہی شاندار تھی۔ احاطے میں باغیچہ بھی بہت خوب صورت تھا۔ رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے لیکن وہاں کوئی نظر نہیں آیا۔ میں سوچتا ہوا سے ذرا دور جانے لگا کہ بخناور یا اس کوٹھی کے کسی والے سے کیسے ملاقات کی جائے یا اُن کے بارے میں جائیں اور اُن کے عادات و اطوار کے متعلق کچھ معلوم ہو جائے۔ تھوڑی دور جانے کے بعد مجھے ایک پھیری والا نظر آیا وہ کینو اور کیلے فروخت کر رہا تھا۔ میں نے اُس سے قیمت پوچھی۔ پھر اُسے پچاس روپے کا ایک نوٹ دے کر کہا: "وہ جو سامنے والی کوٹھی ہے اور جس کا نمبر ۳۵ ہے وہاں جا کر پچاس روپے کے پھل دے آؤ۔ باہر یا بیچ میں کوئی نہیں ہے۔ اندر جا کر کال بیل کا بٹن دبانا یا دستک دینا کوئی نہ باہر آئے گا اُسے یہ پھل دے دینا۔"

اُس نے خوش ہو کر کہا کہ ابھی وہ جا کر اس کوٹھی میں پچاس روپے کے پھل پہنچا دے گا۔ میں مطمئن ہو کر آگے بڑھ گیا اور اس کوٹھی میں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا وہ پھل والا پھلوں کا کانٹے دی تھیلا پکڑے ہوئے کال بیل کے بٹن کو دبا رہا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی دروازہ کھل گیا۔ ایک بیگم صاحب نے پوچھا: "کیا بات ہے کون ہو تم؟"

پھل والے نے کہا: "بیگم صاحبہ! یہ آپ کے لیے پھل لایا ہوں۔"

بیگم نے کہا: "ہم نے تو پھل نہیں منگائے اور نہ ہی ہم اُن کی قیمت دیں گے۔"

"مجھے آپ کی کوٹھی کے ایک صاحب نے پھلوں کی قیمت دے دی ہے۔"

بیگم نے حیرانی سے پوچھا: "کس صاحب نے دی ہے۔ کون ہے وہ؟"

"پتہ نہیں بیگم صاحبہ! وہ تو ادھر جا رہے تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ میں یہ پھل آپ کے ہاں پہنچا دوں۔"

بیگم نے ناگواری سے کہا: "ہم کبھی ایسے آدمی کو نہیں جانتے جس نے ہمارے لیے پھل بھجوائے ہوں۔ ہم یہ پھل نہیں لے سکتے۔ انھیں واپس لے جاؤ۔"

"مگر میں انھیں واپس کہاں لے جاؤں۔ وہ صاحب تو پتہ نہیں کہاں نکل گئے ہوں گے اور انھوں نے مجھے پچاس روپے دیے ہیں۔"

"انھوں نے پچاس دیے ہوں یا پانچ ہزار۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ چلے جاؤ، بھاگ جاؤ یہاں سے۔ پتہ نہیں کیا اٹھا کر لے آئے ہو۔ ہم اسے قبول نہیں کریں گے۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

بیگم نے ڈانٹ ڈپٹ کر اُسے وہاں سے بھگا دیا۔ میں آگے آ گیا تھا۔ میں بیگم کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ انہوں نے پھل والے کو ڈانٹنے کے بعد دروازے کو اندر سے بند کر لیا تھا اور بڑبڑاتی ہوئی ایک بہت بڑے ڈرائنگ روم سے گزر رہی تھیں۔ اوپری منزل کے زینے سے ایک نوجوان لڑکا اترتی ہوئی آ رہی تھی۔ اُس کی گود میں ایک ننھی سی

دنیا کے حیرت انگیز فن

تحریر شناسی

کامیاب دوستوں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیے

اُردو میں پہلی بار

تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب

تحریر اور شخصیت

یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ...

- یہ شخص کس کام کے لیے موزوں ہے؟
- کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟
- کیا اسے جلد غصہ آتا ہے؟
- کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے؟
- کیا اس کے ساتھ شادی کی جا سکتی ہے؟
- کیا اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟
- کیا یہ ایماندار اور ہمدرد ہے؟
- اس کا جنسی رویہ کیسا ہے؟
- اس میں برائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں؟
- اور ایسی دوسری بہت سی باتیں۔

قیمت ۱۵ روپے

ہر شخص کے لیے یکساں طور پر کارآمد کتاب۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

بچی تھی۔ اسے دیکھ کر بیگم نے کہا: "ہو! ادھر اپنے انکل کے کمرے میں نہ جانا۔ وہ مصروف ہیں۔ اگر بچی کو لے جاؤ گی تو وہاں کام میں مداخلت ہوگی۔"

یہ کہہ کر وہ ایک کمرے میں داخل ہوئیں۔ پھر اس کمرے کے دروازے کو بھی اندر سے بند کر دیا۔ اس کمرے میں ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا اخبار سے شغل کر رہا تھا۔ بیگم نے بڑبڑاتے ہوئے کہا: "آپ کو کتنی بار منع کیا ہے کہ اب اس عمر میں تو دنیا چھوڑ دیں۔ ایک بیٹے کی شادی ہو گئی۔ بہو آ گئی۔ بہو نے ایک پوتی کو جنم دیا ہے اب وہ بچی بھی کچھ عرصے میں بڑی ہو جائے گی۔ پھر وہ آپ کے متعلق کیا سوچے گی؟"

اس بوڑھے نے ہنستے ہوئے کہا: "ہو تو سمجھ ہی گئی ہے کہ میں روز شام کو اپنے کمرے میں بند ہو کر پیتا ہوں اور تم میری مصروفیت کا بہانہ کر کے اسے یہاں آنے سے روک دیتی ہو۔ وہ گئی ہماری پوتی تو بڑی ہو کر وہ بھی سمجھ لے گی کہ اس کے دادا پینے کے عادی ہیں اور جب عادت ہی ٹھیری تو ایسی عادت والوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔"

بیگم ناگواری سے منہ بناتی ہوئی اس کمرے کی ایک کھڑکی کے پاس گئیں اور وہاں کا پردہ تھوڑا سا ہٹا کر کھڑکی کے پار دیکھنے لگیں ادھر پائیں باغ نظر آ رہا تھا۔ وہ کوٹھی کا پچھلا حصہ تھا۔ وہاں کوئی پانچ چھ نوجوان جوڑو کراٹے کی مشق کرنے میں مصروف تھے۔ بیگم نے پلٹ کر اپنے بوڑھے شوہر سے کہا: "میرا بیٹا بہت اچھا فائٹر ہے۔ پانچ پانچ جوانوں سے تنہا مقابلہ کرتا ہے اور بات بات میں کو ایک ٹھوکر سے توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ ہاتھ کی کھڑکی سے پتھروں کو بھی توڑ دیتا ہے۔"

بوڑھے نے شراب کا ایک گھونٹ پینے کے بعد کہا۔ "وہ صرف تمہارا نہیں میرا بھی بیٹا ہے۔"

بیگم نے آگے بڑھ کر کہا: "ہاں ہے تو آپ کا بھی بیٹا لیکن اسکی پرورش میں میرا دخل ہے۔ میں نے اسے اس قابل بنایا ہے۔ اگر میں اسے ڈھیل دے دیتی تو وہ آپ ہی کے نقش قدم پر چلتا۔ یاد ہے دلی میں آپ کس طرح طوائفوں کے چکر میں پڑے ہوئے تھے بلکہ میں نے تو سنا تھا کہ کسی طوائف سے شادی بھی کر لی تھی۔"

وہ ڈھٹائی سے بولا: "ہائے بیگم کیا زمانہ یاد دلایا ہے کاش میری جوانی پھر لوٹ آتی۔ پھر وہی رنگ رلیاں تم میں لیکن اب تو تمہاری جیسی بوڑھی بیوی کو بھی حسرت سے دیکھ کر رہ جاتا ہوں اور غم غلط کرنے کے لیے شراب کا سہارا لیتا ہوں۔ بڑھاپے میں بس شراب ہی ساتھ دیتی ہے۔"

بیگم نے ناگواری سے کہا: "ہاں آپ جیسے عیاش لوگ ایسا سوچتے ہیں ورنہ دنیا جہاں کے شریف لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ جوانی سے لے کر بڑھاپے تک ہی وقت گزارتے ہوئے اس دنیا سے گزر جاتے ہیں۔"

وہ بوڑھا شرابی بختاور تھا۔ اس نے اپنی بیگم کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کیونکہ جوانی کے ذکر سے وہ سارا دن بانو کے متعلق سوچتا ہوا اس کی بیٹی تک پہنچ گیا تھا اور اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اب تک مرجانہ کا پتہ کیوں نہیں چل سکا۔ کرم دین نے اس سے ملاقات کی تھی اور اسے بتایا تھا کہ وہ ان دونوں کراچی میں ہے اور کسی وقت بھی کرم دین اسے لاہور لا سکتا ہے یا بختاور کو کراچی لے جا کر اس کی نشاندہی کرا سکتا ہے۔ کرم دین یہ بھانسے کر اس سے سو روپے اینٹھ کر لے گیا تھا اور اس کے بعد پھر اسکی شکل نہیں دکھائی دی تھی۔

میں نے اس کے دماغ سے جو معلومات حاصل کیں وہ یہ تھیں کہ بختاور کے دو بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کی شادی ہو گئی تھی اور اسی کی بیوی نے ایک بچی کو جنم دیا تھا۔ بختاور کی ایک ننھی سی پوتی تھی۔ دوسرا بیٹا ابھی شادی سے انکار کر رہا تھا کیونکہ وہ جوڈو کراٹے کا شوقین تھا اور اس فن میں وہ بلیک بیلٹ حاصل کر چکا تھا۔ تیسری ایک نوجوان لڑکی تھی جو اس وقت کوٹھی میں موجود نہیں تھی۔ سہیلیوں کے ساتھ کہیں باہر گئی ہوئی تھی اور ڈنر کے وقت سے پہلے لوٹ کر آنے والی تھی۔ میں نے بختاور کا فون نمبر معلوم کیا پھر اس کے دماغ سے نکل آیا۔

خیال خوانی کے دوران میں آہستہ آہستہ چلتا رہا تھا۔ چلتے چلتے پتہ نہیں کتنی دور آ گیا تھا۔ پھر وہاں سے لوٹ کر ایک ریستوران میں بیٹھ کر چائے کا آرڈر دیا۔ اس کے بعد مرجانہ کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ اب لاہور ہی والی تھی۔ پچھلی سیٹ پر اپنے خالو کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی جنہیں وہ انکل کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔ اگلی سیٹ ڈرائیور کا چلا رہا تھا۔ اس وقت اس کے اور انکل کے درمیان اسی جن کے متعلق باتیں ہو رہی تھیں جو جوجو سے اس پر عاشق ہو گیا تھا۔ اس کے انکل اس بات کا انکار کر رہے تھے کہ کوئی جن ایسا بھی ہو سکتا ہے جو کسی عاشق ہو کر اس کی مدد کر رہا ہو۔ اس سائنسی دور میں ایسی باتیں بڑی مضحکہ خیز لگتی ہیں۔

مرجانہ نے کہا: "انکل میں آپ کو قائل کر دوں گی۔ ذرا صبر کریں۔ وہ جن کسی نہ کسی وقت پھر مجھ سے رابطہ قائم کرے گا تو آپ کو اس کا ثبوت مل جائے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں اس کے انکل کے دماغ پر قابض ہو گیا پھر بولا: "لو مرجانہ، میں حاضر ہو گیا ہوں تم یاد کرو اور میں نہ آؤں یہ عشق کی توہین ہے۔"

مرجانہ نے چونک کر اپنے انکل کو دیکھا پھر گھور کر بولی۔ "تم آتے ہی عشق کی باتیں کرنے لگے؟"

میں نے اس کے انکل کی زبان سے کہا: "خیر تم ناراض ہوتی ہو تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے رفتہ رفتہ تم مجھ سے محبت کرنے لگو گی۔ بہرحال میں اس وقت کا انتظار کروں گا۔ لو، ابھی میں تمہارے انکل کو کسی نہ کسی طرح ایک جن کے وجود کا یقین دلاتا ہوں۔" یہ کہہ کر میں اس کے انکل اپنی جیبیں ٹٹولنے لگے۔ ایک جیب سے انھوں نے چھوٹی سی نوٹ بک نکالی۔ پھر اپنا قلم نکال کر اس نوٹ بک کے ایک صفحے پر لکھنے لگے۔ "مائی ڈیئر مرجانہ، میں تمہارا" یا بعد ار جن ہوں اور تمہیں معلومات فراہم کرتا ہوں کہ بختاور کے دو جوان بیٹے اور ایک جوان بیٹی ہے۔ بڑے بیٹے کی شادی ہو چکی ہے اور اس کی بیوی نے ایک ننھی سی بچی کو جنم دیا ہے۔ جس کی عمر تقریباً چار ماہ ہے۔ بختاور کا منجھلا بیٹا جوڈو کراٹے کا ماسٹر ہے۔ اس نے بلیک بیلٹ حاصل کیا ہوا ہے۔ اس کی جوان بیٹی بہت خیال ہے اور اس وقت اپنی سہیلیوں کے ساتھ تفریح کے لیے گئی ہے۔ ڈنر کے وقت تک اپنے گھر واپس آئے گی۔"

یہ باتیں نوٹ بک کے ایک صفحے پر لکھوانے کے بعد میں نے بختاور کا فون نمبر بھی لکھوا دیا۔ پھر اس کے نیچے لکھوایا: "بختاور سے براہ راست نہ ٹکرانا۔ خواہ مخواہ قانون کی زد میں آؤ گی۔ ذرا صبر سے اور سہولت سے کام لو۔ تمہارا مقصد پورا ہو گا لیکن سوچ سمجھ کر۔ فی الحال تم اپنے انکل کے ساتھ وہاں جا کر قیام کرو۔ جہاں وہ تمہیں لے جاتے ہیں۔ اس کے بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

اتنا لکھوانے کے بعد میں اس کے انکل کے دماغ سے نکل آیا۔ اس کے انکل کو ایک دماغی جھٹکا سا لگا۔ وہ چونک کر اپنے ہاتھ میں اس چھوٹی سی نوٹ بک اور قلم کو دیکھنے لگے۔ مرجانہ نے مسکرا کر کہا: "انکل آپ کیا دیکھ رہے ہیں میں نے کہا تھا نا کہ جن کا ایک وجود ہے۔ وہ ابھی آپ کے اندر سما گیا تھا اور آپ سے اس نے کچھ باتیں لکھوائی ہیں۔ لائیے، ذرا دیکھوں تو کیا لکھا ہے؟"

ان دونوں نے اس نوٹ بک کو اپنے درمیان رکھ کر ایک ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ پھر اس کے انکل نے حیران ہو کر کہا: "یہاں تو بختاور کے متعلق پوری معلومات لکھی ہوئی ہیں لیکن کیا یہ معلومات صحیح ہو سکتی ہیں؟"

مرجانہ نے یقین سے کہا: "بالکل صحیح ہوں گی۔ سو فیصد صحیح ہوں گی۔ اس جن نے اتنی بار میری مدد کی ہے کہ میں ان معلومات پر شبہ نہیں کر سکتی۔ آپ کو کچھ دیر بعد یا صبح تک پتہ چل جائے گا کہ یہ سب کچھ درست ہے۔"

اس کے انکل نے حیرانی سے کہا: "کمال ہے۔ اس نوٹ بک کے صفحے پر میرے ہی ہاتھ کی تحریر ہے اور میں اپنی تحریر کو خوب پہچانتا ہوں اسے میں نے ہی لکھا ہے۔ اگر کوئی جن مجھ میں سما گیا تھا اور اسی نے یہ سب کچھ لکھوایا ہے تو مجھے اس پر بڑی سنجیدگی سے غور کرنا ہو گا اور اپنے آپ کو سمجھانا ہو گا کہ اس دنیا میں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔"

وہ بولی: "آپ خود کو سمجھاتے رہیں ویسے یہ معلومات حاصل ہونے ہی مجھے ایک تدبیر سوجھ گئی ہے۔"

"کیسی تدبیر؟"

"یہی کہ جو کچھ میرے ساتھ کیا گیا۔ وہی میں اس بچی کے ساتھ کروں گی۔ جو بختاور کی ننھی سی پوتی ہے۔ میں اسے اٹھا کر لے جاؤں گی۔"

اس کے انکل نے کہا: "بیٹی، یہ غیر قانونی حرکت ہو گی۔ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"انکل میرے ساتھ اور میری والدہ کے ساتھ بھی بہت سی غیر قانونی حرکتیں کی گئیں۔ کوئی ان کو پوچھنے والا اور ان کی مدد کرنے والا نہیں تھا۔ انھوں نے بیسی زندگی گزاری ہے اس کے متعلق میں سوچتی ہوں تو میرا خون کھولنے لگتا ہے۔ آپ مجھے نصیحت نہ کریں۔ قانون کا واسطہ نہ دیں۔"

"ٹھیک ہے میں قانون کا واسطہ نہیں دوں گا لیکن تم اپنی ماں کی ممتا کو سمجھ رہی ہو تو اس عورت کی ممتا کو بھی سمجھو جس کی بیٹی کو تم اٹھا کر لے جاؤ گی۔"

"میں کسی غلط نیت سے نہیں لے جاؤں گی۔ میرا فرض ہو گا کہ میں اس بچی کی حفاظت کروں۔ ان لوگوں نے مجھے بے آسرا چھوڑ دیا تھا۔ میری ماں کو مجبور کیا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ دے مگر میں اس بچی کو نہیں چھوڑوں گی۔ اس

تخی کے ساتھ انصاف کروں گی لیکن اُس کے بڑوں کی ایسی کی تیسی کر کے رکھ دوں گی۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ بیرا میرے لیے چائے لے آیا تھا۔ پینے میں مصروف ہو گیا تھا۔ آدھی پیالی پینے کے بعد ہی میں نے محسوس کیا کہ ریستوران آہستہ آہستہ خالی ہو رہا ہے اور باہر جانے والے لوگ میری طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں نے دروازے کی طرف دیکھا تو ایک لحیم شحیم شخص دونوں ہاتھ کمر پر رکھے ہوئے کھڑا تھا۔ اُس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ خونخوار آنکھوں سے وہ مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے پیچھے دو مچھے کھڑے ہوئے تھے۔

میں اس خونخوار قسم کے بدمعاش کو نہیں جانتا تھا اس لیے میں سر جھکا کر پیالی کی باقی چائے پینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا تو وہ میرے قریب آ چکا تھا اور میز کے دوسری طرف بیٹھتے ہوئے اُس نے ایک لمبا سا چاقو نکال لیا تھا۔

میں نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اُس کا بایاں ہاتھ میز پر رکھا ہوا تھا اور وہ دائیں ہاتھ سے چاقو دکھاتے ہوئے کہہ رہا تھا: "مسٹر وہ دو ہزار روپے میرے سامنے رکھ دو اور میری محنت کا صلہ بھی ہزار روپے چاہیے یعنی کُل تین ہزار روپے مجھے دے دو۔ تمھاری جان چھوٹ جائے گی۔"

میں نے پوچھا: "تم کس بات کے تین ہزار روپے مانگ رہے ہو؟"

"وہ ہزار روپے اس شخص کے جسے تم نے ایئرپورٹ پر دھوکا دیا اور اُس سے مال ہتھیا لیا۔ ایک ہزار میرے یعنی لوں سمجھ لو کہ غنڈہ ٹیکس کے ہیں۔ میں اُس کے لیے کام کر رہا ہوں۔ وہ ہزار روپے پہنچاؤں گا تو مجھے بھی میری محنت کا صلہ ملنا چاہیے۔"

میں نے پوچھا: "اچھا تو تم غنڈہ ٹیکس وصول کرنا چاہتے ہو۔ اگر میں تمھاری مطلوبہ رقم نہ دوں تو؟"

"تو یہاں سے تمھاری لاش اُٹھانے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔ یہاں اس علاقے میں میرے نام سے دہشت طاری ہو جاتی ہے۔"

اُس کی یہ بات سنتے ہی میں اُس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اُس کے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اوندھی میز پر رکھی ہوئی تھی۔ اُس نے دائیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے چاقو کو بھرپور انداز میں اپنی ہتھیلی پر مارا۔ تو چاقو کی نوک ہتھیلی کو پار کرتی ہوئی لکڑی کی میز میں پیوست ہو گئی۔ اُسی وقت میں نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو اُس کی حلق سے چیخ نکل گئی۔ اُس کے ہاتھ سے چاقو کا دستہ چھوٹ گیا تھا۔ دروازے پر کھڑے ہوئے اُس کے دو ساتھی میری طرف لپک رہے تھے۔ میں نے فوراً ہی اُس چاقو کو اپنی گرفت میں لے کر اُس کی ہتھیلی سے باہر نکالا۔ پھر للکارتے ہوئے کہا: "خبردار! آگے نہ بڑھنا۔ ورنہ میں تمھارے غنڈے استاد کی گردن کاٹ کر پھینک دوں گا۔"

وہ دونوں سہم کر پیچھے ہٹنے لگے۔ اُسی وقت میں نے پھر بدمعاش کے دماغ پر قابض ہو کر چاقو اُس کی بائیں ہتھیلی میں پیوست کر دیا۔ چاقو اُس کی ہتھیلی کے پار ہو کر پھر لکڑی کی میز میں دھنس گیا۔ اب اُس کی دونوں ہتھیلیاں زخمی تھیں۔ بائیں ہتھیلی سے خون بہہ رہا تھا اور دائیں ہتھیلی چاقو کے ساتھ میز سے چپکی ہوئی تھی۔ میں نے اُٹھ کر اپنے شانے سے سفری بیگ کو لٹکاتے ہوئے کہا: "اللہ تعالیٰ نے اس دُنیا میں سیر پر سوا سیر بھی پیدا کیے ہیں تم جیسے بدمعاشوں کو بدمعاشی کرتے وقت یہ سوچنا چاہیے اور آج کے واقعہ سے کچھ عبرت حاصل کرنا چاہیے۔"

یہ کہہ کر میں آگے بڑھنے لگا۔ دونوں بدمعاش تذبذب میں تھے کہ کیا کریں۔ استاد کے پاس جا کر اُس کی جان بچائیں یا مجھ پر حملہ کریں۔ میں نے اُن کے قریب رُک کر کہا: "اگر تم دونوں کو بھی حسرت ہے تو مجھ پر حملہ کر کے دیکھ لو۔ میں تم دونوں کا بھی یہی حشر کروں گا۔ ورنہ ایک طرف ہٹ جاؤ اور مجھے راستہ دو۔"

وہ دونوں ایک طرف ہٹ کر تیزی سے اپنے استاد کی طرف جانے لگے۔ میں ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ باہر ہوٹل کا مالک سہما ہوا کھڑا تھا۔ میں نے جب اُس سے چائے کی قیمت نکال کر اُس کے ہاتھ پر رکھی اور اس سے کہا: "افسوس ہے کہ پولیس اور قانون کے ہوتے ہوئے یہاں ایسے تماشے ہوتے ہیں۔ ویسے کیا آپ مجھے کوٹھی نمبر چھ سولہ کا راستہ بتا سکتے ہیں؟"

ہوٹل کے مالک نے کچھ سوچ کر قریب کھڑے ہوئے ایک رکشہ ڈرائیور کو بلایا اور اُسے اس کوٹھی کا راستہ بتانے کے بعد بولا کہ صاحب کو وہاں تک پہنچا دو۔

میں اُس کا شکریہ ادا کر کے رکشہ میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ رکشہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ کوٹھی نمبر چھ سولہ

اس جگہ کا پتہ تھا جہاں ابھی مرجانہ اپنے انکل کے ساتھ پہنچے ہی والی تھی۔ اِس کوٹھی میں اُس کے انکل کے ایک بھائی صاحب رہتے تھے اور اُن کی فیملی تھی۔ مرحبا وہیں قیام کرنے والی تھی، میں رکشہ میں بیٹھا دائیں بائیں دیکھتا جا رہا تھا۔ میرے ذہن میں اپنے چچا کی کوٹھی کا پتہ محفوظ نہیں تھا۔ ان دنوں میں نے اپنی پھوپھی کو بھی اتنی دولت دی تھی کہ وہ زرینہ کے ساتھ ایک کوٹھی خرید کر رہنے لگی تھیں۔ میں اس کوٹھی کا بھی نمبر اور پتہ بھول گیا تھا۔ اسی لیے میں دائیں بائیں دیکھتا جا رہا تھا۔ اس خیال سے کہ شاید کوئی ایسی کوٹھی نظر آ جائے جسے دیکھ کر گزری ہوئی کچھ باتیں یاد آ جائیں اور ان یادوں کے حوالے سے میں اُن کوٹھیوں کو پہچان لوں۔

رکشے والے نے مجھے جب سولہ نمبر کی کوٹھی کے سامنے پہنچا دیا، میں نے اُسے منہ مانگا کرایہ دے کر رخصت کر دیا۔ پھر مرجانہ کے دماغ میں جھانک کر معلوم کرنے لگا کہ اب وہ کتنے فاصلے پر ہے۔ پتہ چلا کہ وہ لاہور شہر میں داخل ہو چکی ہے اور اُن کی گاڑی مال روڈ پر سے گزر رہی ہے۔ میں کوٹھی کے سامنے والے راستے پر ٹہلنے لگا۔ اس وقت میرے دماغ میں میرے رشتے دار اِدھر سے اُدھر بھٹک رہے تھے اور بھٹک بھٹک کر یاد آ رہے تھے۔ جب رشتوں کو یاد کرنے کی بات آتی ہے تو پہلے وہ لوگ یاد آتے ہیں۔ جن سے بے انتہا محبت ہوتی ہے۔ مجھے اپنی پھوپھی سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اس کے بعد ایک بہت ہی پیاری سی شخصیت کسی جیسے میں بہت چاہتا تھا اور وہ تھی میری چچازاد بہن لبنیٰ۔ لبنیٰ کو میں نے گود میں کھلایا تھا۔ ایک ماں کی طرح اُس کی پرورش کی تھی۔ میری چچی اتنی فیشن ایبل تھیں کہ اُسے دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ اپنی صحت اور جسم کی خوب صورتی برقرار رکھنے کے لیے اُسے میرے پاس چھوڑ کر چلی جاتی تھیں۔ کیونکہ وہ مجھے اپنا بھتیجا نہیں بلکہ ملازم سمجھتی تھیں۔ لبنیٰ کئی برس تک ایک ملازم کی طرح اپنے ہی چچا کے گھر میں زندگی گزارتی رہی تھی۔ وہاں میں نے بہت سے ایسے کام کیے تھے جو میرے مزاج کے خلاف تھے۔ ہر ایک کی خدمت کرتا تھا لیکن شاہینہ کے کام آ کر مجھے دلی خوشی ہوتی تھی۔ ننھی سی بچی کو میں نے صرف گود میں ہی نہیں بلکہ جس وقت جب بھی اُسے بھوک لگتی اُسے فیڈر سے دودھ پلاتا تھا۔ ایک ماں کی طرح اس کی پرورش کرتا تھا۔ ایک باپ کی طرح اُسے پیار دیتا تھا۔ جب وہ جوان ہوئی تو صرف ایک ایسی ہستی تھی جو مجھے بہن کا پیار دیتی تھی اور میری قدر کرتی تھی۔

افسوس کہ ایسے پیارے پیارے رشتوں کے چہرے اتنے برسوں میں دھندلا گئے تھے۔ اگر اُن کے چہرے واضح ہوتے اُن کی آنکھیں مجھے یاد ہوتیں تو میں ان آنکھوں میں جھانک کر اُن کے دماغوں تک پہنچ جاتا اور اُن سے رابطہ قائم کر لیتا۔

جب تک میں اُن سے دُور رہا۔ سنگدل بنا رہا اور اُن کی یادوں کو اور اُن کی محبت کو ذہن سے جھٹکتا رہا۔ کیونکہ میں ایسی ایسی مہمات سے گزر رہا ہوں کہ اپنے پیاروں کو ان حالات میں بھلانا ہی پڑتا ہے۔ نہ بھلائیں تو اُن کی یادیں عذابِ جان بن جاتی ہیں اور مشکل مراحل میں وہ اس قدر یاد آتے ہیں کہ ان مراحل سے گزرنا دشوار ہو جاتا ہے اور انسان پست ہمت ہو کر اپنے رشتوں کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ بہرحال اب لاہور پہنچ کر خصوصاً پھوپھی اور شاہینہ سے ملنے کی بہت زیادہ بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں انھیں کہاں تلاش کروں۔ اس وقت کوئی تدبیر سوچنے کا موقع بھی نہیں تھا۔ کیونکہ مرجانہ اب بالکل قریب پہنچ رہی تھی۔

میں نے مرجانہ کے انکل کے دماغ پر قابض ہو کر اس سے کہا: "مرجانہ! میں پھر آ گیا ہوں اور تمھیں یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ طارق محمود لاہور پہنچا ہوا ہے۔ میں اُسے بھٹکا کر اس کوٹھی کی طرف لے آیا ہوں جہاں تم ابھی پہنچنے والی ہو۔ وہ تمھیں کوٹھی کے سامنے ہی ملے گا۔ میں پھر واپس جا رہا ہوں اور وہاں جا کر طارق محمود کے اندر سما جاؤں گا۔ ہماری ملاقات وہیں ہو گی۔"

تھوڑی دیر بعد ہی اس راستے کے ایک سرے پر اس کار کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں۔ میں کوٹھی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وہ کار آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی میرے سامنے آ کر رک گئی۔ اُس کا دروازہ کھول کر مرجانہ باہر نکلی پھر بولی: "طارق تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

میں نے مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا: "میں طارق نہیں، تمھارا وہ ہوں۔"

مرجانہ نے مجھے غصے سے دیکھا۔ پھر جلد ہی اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے بولی: "اگر تم کسی انسان کے جسم میں سما گئے ہو تو انسانوں کی طرح گفتگو کرو۔ دیکھو! میرے انکل قریب آ رہے ہیں۔ اُن کے سامنے تو عشق نہ جتانا۔ یہ باتیں سمجھانے کی ہوتی ہیں یا خود سمجھنے کی؟"

پھر وہ اپنے انکل سے مخاطب ہو کر بولی: "انکل! ان

سے لیے۔ یہ انسان کے روپ میں تو طارق محمود ہیں لیکن اس وقت وہی حضرت ہیں۔ جن کی موجودگی کا ثبوت میں آپ کو دے چکی ہوں۔"

اُس کے انکل نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں ابھی تقریباً گھنٹہ پھر پہلے آپ کے اندر سما گیا تھا اور آپ کے کار میں بیٹھ کر اپنی نوٹ بک میں معلومات لکھی تھیں۔ میں وہی ہوں اور سمجھتا ہوں کہ آپ کو مجھ سے مل کر خوشی ہوئی ہوگی۔ حالانکہ جن بھوتوں سے مل کر کسی کو خوشی نہیں ہوتی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولے۔ "بھئی آپ بڑے دلچسپ جن ہیں۔ آپ سے مل کر واقعی خوشی ہو رہی ہے۔ آئیے تشریف لائیے اسے اپنا ہی گھر سمجھیں۔"

میں نے ان دونوں کے ساتھ کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "میں ایک شرط پر چل رہا ہوں اور وہ یہ کہ کوٹھی کے اندر آپ جو بھی آپ کے رشتہ دار ہوں، اُن کے سامنے یہ نہ ظاہر کیا جائے کہ میں کوئی جن ہوں۔ میں ——— طارق محمود بن کر رہی۔۔۔ آپ لوگوں سے باتیں کرتا رہوں گا۔ میرا تعارف طارق محمود کی حیثیت سے کرایا جائے۔"

وہ راضی ہو گئے۔ کوٹھی کے اندر اُن کے متعدد رشتے دار تھے۔ طارق محمود کی حیثیت سے اُن سے میرا تعارف کرایا گیا۔ مرجانہ بہت بے چین تھی اور تنہائی میں مجھ سے اور بھی معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی کہ بخاور کے پاس کیسے پہنچا جائے اور اُس کی بیوی کو کیسے حاصل کیا جائے۔ وہ اس سلسلے میں میری مدد بھی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ حالانکہ اس کا مزاج ایسا نہیں تھا۔ وہ ایسی خود سر تھی کہ خود ہی سارے کام کر لیا کرتی تھی اور مشکل مراحل سے تنہا گزر جانے کی عادی تھی لیکن میں نے ایک گھنٹہ پہلے اُس کے انکل کے ذریعے نوٹ بک میں یہ لکھوا دیا تھا کہ اُسے دانشمندی سے کام لینا چاہیے اور ابھی بخاور کا سامنا نہیں کرنا چاہیے ورنہ خواہ مخواہ قانونی گرفت میں آجائے گی۔ اُس کے انکل نے بھی یہی سمجھایا تھا۔ اس لیے وہ مجھ سے میری مدد حاصل کرنا چاہتی تھی۔

اب اُس نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ بخاور کی بیوی کو اٹھا کر لے آئے گی اور اُسے بتائے گی کہ اپنے خاندان کی کوئی بچی اغوا کر لی جائے یا ماں سے الگ کر دی جائے تو پورے خاندان والے کتنے بڑے المیے سے دوچار ہوتے ہیں۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ بچی کے غائب ہونے کا کیا ردِ عمل ہوتا ہے۔

مرجانہ کو کچھ دیر تک رشتے داروں کے درمیان بیٹھنا پڑا۔ ایک بزرگ بتا رہے تھے کہ اب سے تقریباً کوئی اٹھارہ برس پہلے کرم دین اُن کے ہاں آیا کرتا تھا اور ہر ماہ مرجانہ کی پرورش کے سلسلے میں پانچ سو روپے لے جایا کرتا تھا۔ مرجانہ یہ باتیں بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی۔ کیونکہ وہ بھی بچپن میں لاہور شہر ہی میں پرورش پاتی رہی تھی لیکن اُسے یہ نہیں معلوم تھا کہ کرم دین یہیں اسی کوٹھی میں آکر اُس کے نام پر پیسے لیتا رہتا تھا۔

رات کے کھانے تک باتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ کرم دین سے باتیں شروع ہوئی تھیں۔ بخاور تک پہنچ گئیں۔ اُن کے رشتہ داروں نے پوچھا کہ اب مرجانہ کا کیا ارادہ ہے۔ مرجانہ کے انکل نے کہا۔ "ارادہ بڑا ہی خطرناک ہے جو سلوک مرجانہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ وہی سلوک مرجانہ اُن کے ساتھ کرنا چاہتی ہے۔ بخاور کے خاندان میں ایک ننھی سی بچی ہے جو بخاور کی پوتی ہے۔ مرجانہ اس بچی کو اٹھا کر یہاں لانا چاہتی ہے اور یہاں کچھ عرصے چھپا کر رکھنا چاہتی ہے اور یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ اس بچی کے غائب ہونے سے وہاں کیا ردِ عمل ہوتا ہے۔ مرجانہ بخاور کو ایک عبرتناک سبق سکھانا چاہتی ہے۔"

اس کوٹھی میں رہنے والی عورتوں نے دبی زبان میں اعتراض کیا کہ ایک بچی کو اس کی ماں سے جدا نہیں کرنا چاہیے۔ وہاں بھی مرجانہ نے یہی دلیل پیش کی۔ "جو ہوتا ہے، ویسا ہی کاٹنا ہے۔ اُنھوں نے میری ماں سے جدا ہونے پر مجبور کیا تو کیا میں اُن کے ساتھ وہی سلوک نہیں کر سکتی۔ اگر نہیں کر سکتی اور یہ غیر انسانی سلوک ہے پھر میرے ساتھ ایسا کیوں کیا گیا۔ جب تک ظالموں کا ظالموں کا نہ دلایا جائے اور اُن کی غلطیوں کو اُن کے ہی آگے نہ دہرایا جائے، اس وقت تک انھیں عقل نہیں آئے گی اور میں کونسا اس بچی پر ظلم کرنے جا رہی ہوں۔ میں اتنی ظالم نہیں ہوں۔ میں اس بچی کو یہاں لا کر آپ ہی لوگوں کے حوالے کروں گی۔ یہیں وہ بچی رہے گی تو آپ دیکھ لیں کہ اس کے ساتھ میں کتنی محبت سے پیش آتی ہوں۔ تو اس بچی کے بڑوں سے ہے۔"

کھانے کے بعد میں سگریٹ سلگاتا ہوا باہر آگیا۔

میں بخاور کے دماغ میں جھانکنے لگا اور اُس کے پورے خاندان کے افراد کو دیکھنے لگا۔ وہ لوگ اس وقت ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے ہوئے رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ بخاور کی جوان بیٹی بھی واپس آگئی تھی اور وہ سب ہنس بول رہے تھے۔ ڈائننگ ٹیبل کے ایک گوشے میں بخاور بیٹھا ہوا ذرا چپ چپ سا تھا۔ بہو اور بیٹی کے سامنے شراب پینے کے بعد وہ بہت کم بولتا تھا۔ بڑی احتیاط کے ساتھ کھانا کھا کر اپنے کمرے میں چلا جاتا تھا۔ یہ اُس کی روز کی عادت تھی۔ میں فرداً فرداً وہاں ہر ایک کے لب و لہجے کو یاد کرکے ہر ایک کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا تاکہ وقتِ ضرورت اُن تک پہنچ سکوں۔ بخاور اور اُن کی بیوی تک میں پہنچ ہی چکا تھا۔ اُن کے بعد میں نے اُن کے چھوٹے بیٹے کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ وہی لڑکا تھا جس نے ہوٹل کے باتھ روم میں بلیک بلیٹ حاصل کیا تھا اور اچھا خاصا خطرناک فائٹر سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد میں نے اُس کی نوجوان بہن کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے خیالات پڑھے۔ وہ ماڈرن قسم کی لڑکی تھی اور کچھ مغرور بھی تھی لیکن اپنی بھابی سے بہت پیار کرتی تھی۔ میں اُس کی بھابی یعنی بخاور کی بہو کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا لیکن وہ وہاں سے اُٹھ کر جا چکی تھی۔ کیونکہ کمرے میں چھوٹی بچی رو رہی تھی اور اُس کا شوہر بھی اُٹھ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ وہ دو میاں بیوی ایسے تھے کہ جن کے دماغوں تک میں اس وقت نہ پہنچ سکا۔

پھر اُسی وقت مرجانہ میرے پاس آگئی۔ اُس نے مجھے تنہا دیکھ کر کہا۔ "کیا تم میرے انتظار میں کھڑے ہو؟"

"میں انتظار نہ بھی کروں، تب بھی تم میری تلاش میں یہاں آئی ہو، کیا یہ جھوٹ ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تم واقعی دل کی باتیں سمجھ لیتے ہو۔ بہرحال میں یہ پوچھنے آئی ہوں کہ بخاور کے گھر تک کیسے پہنچا جائے، کیا تم اس کوٹھی تک پہنچ سکتے ہو؟"

"ہاں، پہنچ بھی سکتا ہوں اور تمھیں پہنچا بھی سکتا ہوں لیکن تمھارے لیے وہاں سے اس بچی کو اٹھا کر لا بھی سکتا ہوں، یہ تمھارے لیے کیا نہیں کر سکتا۔ کاش کہ تم میرے لیے کچھ کر سکو۔"

"میں تمھارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "محبت!"

وہ پھر غصے سے تلملا گئی اور مجھے گھونسے دکھاتے ہوئے بولی۔

"کبھی کبھی جی چاہتا ہے کہ میں تمھارا منہ نوچ لوں مگر پھر یہ سوچ کر چپ رہنا پڑتا ہے کہ تم اپنے منہ سے نہیں بول رہے ہو۔ افسوس میں اس وقت بہت مجبور ہوں اور تم سے دشمنی مول نہیں لے سکتی۔ کیا تم کوئی دوسری بات نہیں کر سکتے؟"

"میرے پاس محبت کے سوا اور کوئی دوسری بات نہیں ہے۔ یہی محبت ہے جو مجھے تمھارے پاس کھینچ کر لے آئی ہے۔ کاش کہ تم آئینہ دیکھ کر یہ سمجھ سکتیں کہ تم ایک خطرناک فائٹر ہونے کے ساتھ ایک بے حد حسین لڑکی بھی ہو اور کسی کے بھی دل پر حکومت کر سکتی ہو۔"

وہ ہونٹوں کو بھینچ کر، پھر ایک گہری سانس چھوڑ کر بولی۔ "میں تم سے جھگڑا نہیں کرنا چاہتی۔ خدا کے لیے میری تعریفیں نہ کرو۔ میں اُن لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جو اپنی تعریفیں سُن کر خوش ہو جاتی ہیں۔ مجھے مرد کمتو میں خوش ہو جاؤں گی۔ عورت سمجھ کر تعریف کرو گے تو تمھیں اپنا دشمن سمجھوں گی۔ بہرحال ہم موضوع سے ہٹ کر باتیں کر رہے ہیں۔ ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اس بچی کو کس طرح یہاں لا سکتے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "یہ میرا کام ہے۔ تم میرے ساتھ وہاں تک چلنا اور اس بچی کو لے کر چلی آنا۔ نہایت آسانی سے سارا کام ہو جائے گا یہ بہت بڑا مسئلہ نہیں ہے۔"

وہ چند لمحوں تک مجھے دیکھتی رہی، پھر بولی۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم ہمیشہ کے لیے میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ مجھ سے دور چلے جاؤ۔ کبھی میری مدد کے لیے نہ آؤ۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ اتنا زبردست کام کرنے کے لیے جا رہی ہو۔ میری مدد کے بغیر کوئی قدم اٹھاؤ گی تو قانون کی گرفت میں آجاؤ گی یا دشمنوں کے چنگل میں پھنس جاؤ گی۔"

وہ اونہہ کہہ کر بولی۔ "تم کیا مجھے بزدل، کم ہمت اور ڈرپوک سمجھتے ہو۔ اگر تم نہ ہوتے تو کیا میں یہ کام انجام نہیں دے سکتی تھی؟ کیا مجھ میں صلاحیتیں نہیں ہیں؟"

"میں اتنا جانتا ہوں کہ تم میری مدد کے ذریعے خوشبو کے جزیرے سے واپس آئی تھیں اور میری مدد کے بغیر کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام نہیں دے سکتیں۔ ادھر بخاور کے گھر جاؤ گی تو کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ گی۔"

اُس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آؤ شرط لگاؤ۔ اگر میں تنہا وہاں جا کر اس بچی کو لے آؤں اور

بخاور کے ساتھ وہی سلوک کروں جو میرے ساتھ کیا گیا ہے اور اُسے ایک عبرتناک سزا دیتی رہوں تو وعدہ کرو کہ تم ہمیشہ کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو گے۔"

"میں جینا چھوڑ سکتا ہوں۔ تمھیں نہیں چھوڑ سکتا۔ تم خواہ مخواہ شرط نہ لگاؤ۔ اگر تم میری مدد قبول نہیں کرو گی تب بھی میں چپ چاپ تمھارے کام آتا رہوں گا۔ میں کبھی یہ برداشت نہیں کروں گا کہ تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ اور میں خاموش تماشائی بنا رہوں۔"

وہ غصّے سے طنطناتی ہوئی کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ اس وقت اُسے وہ ٹیکسی ڈرائیور رام دین یاد آگیا۔ میں نے اُس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ ہوٹل کے سامنے ٹیکسی روک کے میرا منتظر تھا۔

میں نے اُس کے خیال کو ٹیکسی کے ڈیش بورڈ کی طرف منتقل کیا تو وہ کچھ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ پتہ نہیں وہ پانچ ہزار روپے ڈیش بورڈ میں کہاں سے آ گئے تھے۔ میں نے ونڈ اسکرین کو صاف کرنے کے لیے ایک صافی ڈیش بورڈ کے اندر رکھی تھی۔ جب میں نے صافی نکالنے کے لیے اُسے کھولا تو روپے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ دماغ پر بہت زور دیا کہ یہ روپے کہاں سے آسکتے ہیں۔ کیا کسی مسافر نے بھول سے رکھ دیے ہیں لیکن میرا دماغ کہتا ہے کہ کوئی مسافر ایسا نادان یا بیوقوف نہیں ہو گا کہ روپے اپنی جیب میں، اپنے پرس میں یا اپنے بیگ میں رکھنے کے بجائے میرے ڈیش بورڈ میں رکھے۔ پھر یہ خیال آتا ہے کہ یہ چوری کی رقم ہو اور کسی مسافر نے اپنے آپ کو گرفت سے بچانے کے لیے روپے میرے ڈیش بورڈ میں چھپا دیے ہوں۔"

پانچ ہزار روپے پانے کے بعد بھی اُس کا دماغ نہیں ڈگمگایا تھا۔ وہ اس کھوج میں تھا کہ وہ روپے کس کے ہو سکتے ہیں اور وہ اُن روپوں کو کس طرح اُن کے مالک تک پہنچا سکتا ہے۔ وہ سوچنے لگا: "میری گھر والی ضد کر رہی ہے کہ یہ اللہ کی دین ہے۔ اُس نے دیا ہے تو ہمیں رکھ لینا چاہیے۔ اتنے روپے سے ہم اپنی بیٹی کی شادی دھوم دھام سے کر سکتے ہیں لیکن میں ڈرتا ہوں۔ پتہ نہیں یہ روپے حرام کے ہیں یا حلال کے۔ کہاں سے آئے ہیں کیسے نے رکھ دیے ہیں۔ اللہ کی دین یوں نہیں ہوتی۔ وہ محنت کرنے والوں کو دیتا ہے اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر مانگتے رہنے سے کبھی روپوں کی بارش نہیں ہوتی۔ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا۔ پھر آج کیسے ہو گیا؟"

میں اس کی سوچ میں اُسے قائل کرنے لگا کہ وہ روپے اُسے رکھ لینے چاہئیں۔ بہت دیر تک میں اُس کے ساتھ اُلجھا رہا اور وہ انکار کرتا رہا۔ آخر میں نے کسی حد تک اُسے قائل کر دیا کہ وہ یہ روپے کچھ عرصے تک امانت کے طور پر اپنے پاس رکھے گا۔ اگر اُس کا کوئی دعوے دار پیدا نہ ہوا تو پھر وہ اس رقم کو اپنی بیٹی کی شادی میں صرف کرنے کا گاہک بات کے لیے وہ راضی ہو چکا تھا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

آدھی رات کے بعد مرجانہ نے اپنا لباس تبدیل کیا۔ ایک پتلون اور بنیان پہن لی تاکہ چلنے پھرنے اور بھاگنے دوڑنے میں آسانی رہے۔ میں اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر اس کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا۔ کار میں ڈرائیو کرتا ہوا اس کوٹھی کے قریب پہنچ کر میں نے اُسے بتایا: "یہ کوٹھی وہ کوٹھی ہے۔ میں گاڑی کو گھما کر یہاں کھڑی کرتا ہوں تم یہاں بیٹھی رہنا۔ میں اپنا کام کر کے آجاؤں گا۔"

اُس نے سختی سے کہا: "نہیں، تم نہیں جاؤ گے میں جاؤں گی اور تم یہاں بیٹھے رہو گے۔ میں تمھیں دکھانا چاہتی ہوں کہ یہ کام میں بھی کر سکتی ہوں۔"

میں نے کار کو ایک یو ٹرن دے کر کوٹھی کے صاف روک دیا اور اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا رہا۔ مرجانہ کار سے نکل کر کوٹھی کے احاطے کی طرف جانے لگی۔ میں نے بخاور اور اُس کی بیوی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو بخاور سو چکا تھا اور اُس کی بیوی کھڑکیاں اور دروازے بند کر رہی تھی۔ جب مرجانہ کوٹھی کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی اس وقت بخاور کی بیوی بیرونی دروازے کو بند کرنے آرہی تھی۔ میں اُس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ پھر اُسے گھما کر اُس کے کمرے میں پہنچا دیا تاکہ وہ دروازہ نہ بند کر سکے۔ اِدھر مرجانہ اپنے پرس میں تالا کھولنے کا سامان لے کر آئی تھی لیکن جب وہ دروازے پر پہنچی تو دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ وہ دبے قدموں مچلتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ سامنے ایک بہت بڑا ڈرائنگ روم تھا اور ایک زینہ اُوپر کی طرف چلا گیا تھا۔ میں اُسے پہلے ہی بتا چکا تھا کہ بخاور کی بہو اور بیٹا اُوپر والے کمرے میں رہتے ہیں۔ بچی بھی انھی کے پاس ہی ہوگی۔ وہ دبے قدموں چلتے ہوئے ڈرائنگ روم کو عبور کر کے زینے تک پہنچ گئی۔ پھر زینے پر بھی دبے قدموں چڑھنے لگی۔ اُس نے سر پر ایک کالی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔

ٹوپی کو سامنے کی طرف کھینچ دینے سے وہ نقاب بن جاتی تھی۔ زینے پر چڑھتے وقت اُس نے اس ٹوپی کو کھینچ کر نقاب بنا لیا تھا اور اپنے چہرے کو چھپا لیا تھا۔ تاکہ کسی سے سامنا ہو تو کوئی اُس کو قانون کے سامنے شناخت نہ کر سکے۔

وہ اُوپر پہنچ گئی۔ اُوپر ایک کمرے کی کھڑکی سے جھانک کر اُس نے دیکھا۔ ایک اچھا خاصا آور، لحیم شحیم نوجوان بستر پر سو رہا تھا۔ زیرو پاور کی روشنی میں وہ دھندلا دھندلا سا نظر آرہا تھا۔ مرجانہ نے اندازہ لگایا کہ وہی نوجوان جو ڈور کرائے پر باہر رہتا ہے۔ وہ دبے قدموں وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ دوسرے کمرے کی کھڑکی سے اُس نے جھانک کر دیکھا تو ایک بڑے سے پلنگ پر میاں بیوی سو رہے تھے اور بیوی کے پاس ہی ایک چھوٹی سی کھٹری پڑی ہوئی تھی۔ یقیناً وہ ننھی منھی سی بچی تھی جسے ڈھانپ کر سُلایا گیا تھا۔

مرجانہ نے اپنے پرس میں سے ایک چھوٹا سا تار نکالا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اس تار کی مدد سے دروازہ کھولنا چاہتی تھی۔ خواہ مخواہ اتنی تکلیفیں برداشت کر رہی تھی۔ اگر وہ میری مدد قبول کر لیتی تو میں اس گھر کے مکینوں کے ذریعے ہی تمام دروازوں کو کھلوا سکتا تھا جیسا کہ بیرونی دروازے کو میں نے بیگم کے ذریعے کھلوایا تھا لیکن وہ میری مدد حاصل نہیں کرنا چاہتی تھی اور اس وقت میری مجبوری یہ تھی کہ میں اس کمرے میں سونے والے میاں بیوی کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اُن کے لب ہلتے تو سنتا نہیں تھا ورنہ میں انھیں ٹریپ کرنے کے بعد دروازہ کھلوا دیتا۔

بہرحال ذرا سی کوشش کے بعد مرجانہ نے دروازے کو کھول لیا۔ بڑی شاطر اور ضدی لڑکی تھی جس بات کا ارادہ کر لیتی، اُسے پورا کر کے ہی رہتی تھی۔ وہاں بھی کمرے میں پہنچنے کے بعد وہ پاؤں دبا دبا کر چلتے ہوئے بستر تک پہنچ گئی۔ پھر اُس نے آہستگی سے بچی کو اُٹھا لیا۔ بچی ذرا سا مچلا مگر گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی، صرف وہی نہیں، کمرے میں ماں باپ بھی گہری نیند سو رہے تھے۔ وہ اسی طرح دبے قدموں چلتی ہوئی کمرے سے باہر آگئی۔ پھر وہ زینے کے اُوپری حصّے تک پہنچی۔ اسی وقت جانے کیسے بچی اٹھ گئی اور رونے لگی۔ اُس کے رونے کی آواز رات کے سناٹے میں گونجنے لگی۔

مرجانہ بدحواس ہونے والی لڑکی نہیں تھی لیکن اب دبے قدموں چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اُسے تیزی سے زینے اُترتے ہوئے دوڑنے کی ضرورت پیش آئی۔ دوڑنے کے دوران قدموں کی چاپ بھی گونجنے لگی۔ بچی کا شور اور قدموں کی دھمک ایسی تھی کہ بیگم اپنے کمرے سے دوڑتی ہوئی باہر آئیں۔

ایک بھاگنے والی نقاب پوش عورت کی گود میں بچی کو دیکھ کر وہ چیخنے چلانے لگیں اور اُس کے پیچھے دوڑنے لگیں لیکن اس کے قریب پہنچنے سے پہلے مرجانہ کوٹھی سے باہر آگئی تھی۔ اُسے دیکھتے ہی میں نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ وہ دوڑتے ہوئے کار کی پچھلی سیٹ کی طرف گئی اور دروازہ کھولتے ہوئے بولی: "چلو۔"

میں نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کوٹھی کی طرف دیکھا تو بیگم چیختی چلاتی باہر آگئی تھیں۔ اسی وقت اُوپری منزل سے کسی نے چھلانگ لگائی۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہی بلیک بیلٹ والا نوجوان ہو گا۔ کار ڈرائیو کرنے کے دوران میں نے اس بلیک بیلٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو واقعی وہی تھا اور تیزی سے دوڑتا ہوا گیراج میں پہنچ گیا تھا اور کار میں بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کرتے ہوئے باہر نکال رہا تھا۔ میں نے مرجانہ سے کہا: "بچی کو فوراً چیک کراؤ۔ وہ کوٹھی والا نوجوان ہمارا تعاقب کر رہا ہے اور وہ کسی وقت بھی کار کی رفتار بڑھا کر ہماری کار کے قریب آسکتا ہے۔ بچی کے چیخنے چلانے سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اغوا کی جانے والی بچی اسی کار میں ہے۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی بچی کو چیک کرانے کی کوشش کرنے لگی۔ کبھی ہو ہو کبھی ہا ہا کی آوازیں نکالنے لگی اور کبھی پریشان ہو کر کہنے لگی: "اب چیک بھی ہو جاؤ خدا کے لیے رونا بند کرو۔ جتنا رونا ہے، گھر پہنچ کر رو لینا۔ میں تمھیں وہاں لے جا کر فیڈر سے دودھ پلاؤں گی جھولا جھلاؤں گی۔ بہت اچھی بیٹی ہے۔ شاباش چپ ہو جاؤ۔"

میں نے اگلی سیٹ سے کہا: "بچے زبان نہیں سمجھتے۔ وہ تھپکی بات بھلا کیا سمجھے گی۔ اسے کسی اور طرح سے چیک کراؤ۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ وہ تعاقب کرنے والا ہماری کار کے قریب آجائے۔ میری کوشش تو یہی ہے کہ میں اُسے ڈاج دینے کی کوشش کروں۔ اسی لیے میں مختلف گلیوں سے گزر رہا ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ

بچے کیسے چپ کرائے جاتے ہیں۔ میں نے کبھی کسی بچے کو گود میں لے کر نہیں کھلایا ہے۔"

میری نظریں ونڈ اسکرین کے پار تھیں۔ میں ڈرائیو کر رہا تھا۔ گیئر بدل رہا تھا اور بولتا بھی جا رہا تھا۔ "بیک تم نے کسی بچی کو گود میں نہیں کھلایا ہوگا لیکن عورتوں کی کچھ تو سوجھ بوجھ تم میں ہوگی کہ بچوں کو کس طرح گود میں لیا جاتا ہے اور روتے ہوئے بچوں کو کس طرح ہنسایا جاتا ہے یا چپ کرایا جاتا ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اچانک بچی چپ ہوگئی۔ میں نے تھوڑی دیر تک انتظار کیا کہ شاید وہ دوبارہ روئے گی لیکن وہ خاموش رہی۔ میں نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ چپ کیسے ہوگئی۔ تعجب ہے، تم نے کیسے اسے چپ کرالیا؟"

وہ پچھلی سیٹ سے مجھے ڈرائونٹ کر بولی۔ "بس تم کار ڈرائیو کرتے رہو اور پیچھے پلٹ کر نہ دیکھنا۔"

بچی حیرت انگیز طور پر یوں چپ ہوگئی تھی جیسے کار کی محدود فضا میں اسے اس کا پسندیدہ کھلونا مل گیا ہو یا اچانک اس کی بھوک مٹا دی گئی ہو یا کسی نہ کسی طرح اس کی ضد پوری کر کے اسے بہلا دیا گیا ہو۔ مرجانہ نے بڑی سختی سے مجھے پیچھے پلٹ کر دیکھنے سے منع کیا تھا۔ میں نے سوچا کہ عقب نما آئینے کا رخ بدل کر دیکھوں۔ پھر میں نے ارادہ بدل کر پتلی پتی کے آئینے میں دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس نے بچی کو سینے سے چمٹا رکھا تھا۔

مرجانہ کے سامنے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اسے مجبوراً ایسا کرنا پڑا تھا لیکن ایسا کرنے کے بعد وہ عجیب سی جذباتی الجھنوں میں گرفتار ہوگئی۔ اسے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ بچی نے اس کے سینے سے لگ کر اس کے اندر کی عورت کو جھنجوڑنا شروع کر دیا تھا۔ مرجانہ فطرتاً عورت کم اور مرد زیادہ تھی یعنی اس کے مزاج میں عورت پن نہیں تھا۔ اگر ہوگا بھی تو اس کے اندر کہیں تہہ بہ تہہ چھپا ہوگا جو کہ آج ایک ننھی سی بچی کے ذریعے ظاہر ہو رہا تھا۔

وہ لڑکی جو ابھی ماں نہ بنی ہو اور شادی بھی اس کی نہ ہوئی ہو ایسی صورت میں اسے زندگی کے کسی موڑ پر ماں کا رول ادا کرنا پڑے اور ایک بچی کو چپ کرانا پڑے اور اسے اپنے سینے سے لگانا پڑے اور اپنی سوئی ہوئی ممتا کا دروازہ کھول دینا پڑے تو اس کے کیا احساسات اور تاثرات ہوتے ہیں۔ ماں باتوں کو وہی لڑکی سمجھ سکتی ہے۔ میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ بچی کو جنم دینے والی ماں نے اب تک اسے اپنے سینے سے لگا کر دودھ پلایا ہوگا۔ مرجانہ اسے اپنے دل کی دھڑکنیں پلا رہی تھی۔

ایسے موقع پر میں مرجانہ کو چھیڑنا نہیں چاہتا تھا اس کے اندر کے عورت پن کو بیدار رکھنا چاہتا تھا اس لیے میں نے راستہ بدل دیا۔ کوٹھی کی طرف جانے کے بجائے ایک لمبے راستے پر ہولیا۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ مرجانہ کو اس بچی کے ساتھ لگے رہنے کا موقع ملے۔

اس وقت وہ بچی دو ماؤں کے درمیان سے گزر رہی تھی۔ ایک ماں تو اس کی اپنی تھی۔ بخاور کی بہو جو ممتا سے مجبور ہو کر ادھر تڑپ رہی ہوگی۔ ادھر مرجانہ تھی جو ماں نہیں تھی اور جو ماں کے جذبوں کو اب سمجھنے لگی تھی۔ عورت کیا ہوتی ہے؟ اس کے اندر سے اس سوال کا جواب ابھر رہا تھا اور وہ اس جواب کو تسلیم کر رہی تھی کہ عورت خواہ کتنی ہی کوشش کرے۔ وہ مرد کا لباس تو پہن سکتی ہے۔ مرد کے انداز میں بول سکتی ہے۔ مرد کے انداز میں چل سکتی ہے مرد کے انداز میں جوڈو کراٹے کی بلیک بیلٹ حاصل کر کے فولادی جسم بنا سکتی ہے لیکن اپنے اندر کے عورت پن کو کچل نہیں سکتی۔ زندگی کے کسی نہ کسی مقام پر نسوانیت ابھر ہی آتی ہے۔

میں مرجانہ کو اس کے حال پر چھوڑ کر بخاور کے گھر کی طرف لے جانے لگا۔ تاکہ دوسری ماں کے تڑپنے کا انداز کر سکوں۔ بخاور، اس کی بیوی، اس کا بیٹا، اس کی بہو سب کے سب ڈرائنگ روم میں آکر جمع ہو گئے تھے اور اس بات پر تبصرہ کر رہے تھے کہ وہ بچی کیوں اغوا کی گئی؟ کون اسے لے گیا ہے۔ آخر بچی کو اٹھانے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ جبکہ اٹھانے والا چور یا آنے والی چور اس کے گھر سے قیمتی سامان تلاش کر کے لے جا سکتی تھی۔

وہ لوگ آپس میں بحث کر رہے تھے اور اس بات کی امید رکھتے تھے کہ ان کا فائٹر بیٹا اس بچی کو واپس لے آئے گا لیکن ماں کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ بخاور کی بہو رو رو کر اپنا برا حال کر رہی تھی۔ فریاد کر رہی تھی۔ بین کر رہی تھی۔ میں نے بخاور کے دماغ کے ذریعے اس کی آواز اس کے لب و لہجے کو سن لیا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا دماغ میرا پہچانا ہوا ہے۔ اس کے لب و لہجے کو میں پہچانتا ہوں۔ میں

جا چکا ہوں۔

میرے اندر اضطراب پیدا ہونے لگا۔ آخر بخاور کی بہو کون ہے؟ میں یہ جلد از جلد معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے میں بخاور کے بڑے بیٹے کے دماغ میں پہنچا تو پتہ چلا کہ اس کا نام زبیر ہے۔ زبیر کا نام سنتے ہی میرے اندر ہلکی سی تھرتھراہٹ پیدا ہوئی۔ پھر میں نے زبیر کے دماغ سے جیسے ہی شاہینہ کا نام سنا، یک بیک میرے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے۔ گاڑی پھر آگے کیے بڑھتی اچانک ہی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ پچھلی سیٹ سے مرجانہ نے چیخ کر پوچھا۔ "یہ کیا حرکت ہے تم نے اس طرح گاڑی کیوں روک دی؟"

میں جیسے مرجانہ کی آواز نہیں سن رہا تھا۔ دور اپنی ماڈل بہن شاہینہ کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ میرے بچپن کی لڑکی تھی اور وہ ہستی تھی جسے میں نے گود میں کھلایا تھا۔ جسے میں نے سینے سے لگا کر فیڈر سے دودھ پلایا تھا۔ وہ میری گود میں پلی بڑھی تھی اور آج میں نے اس کی گود اجاڑ دی تھی۔ یہ ایسا زبردست المیہ تھا اور ایسا جھٹکا دینے والا واقعہ تھا کہ میں تھرا کر رہ گیا۔ اپنے آپ میں فوراً ہی میں نے یو ٹرن لیا اور اسی کوٹھی کے راستے پر گاڑی کی رفتار بڑھاتا چلا گیا۔

مرجانہ پوچھ رہی تھی کہ اب تم کہاں جا رہے ہو لیکن جیسے اپنے آپ میں نہیں تھا۔ بڑبڑاتا جا رہا تھا۔ "میں ان لوگوں کو تباہ کرتا جا رہا تھا۔ وہ میری بہن ہے۔ وہ میری اور میرے خاندان کی سب سے قریبی ہستی ہے۔ وہ پیلی لڑکی ہے جس سے مجھے فولادی شکنوں کی محبت ملی۔ جسے میں نے ماں کا اور باپ کا پیار دیا۔ اس نے مجھے بیٹی اور بہن کی محبت دی ہے میں برداشت نہیں کر سکتا۔ تم ابھی اور اسی وقت اس بچی کو اس کی گود میں پہنچا دو گی۔"

پچھلی سیٹ سے مرجانہ کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "یہ کیا تم جن نہیں ہو؟"

"ہاں ہاں، میں جن ہوں۔" میں کیوں پوچھ رہی ہو؟"

اپنے کہتے وقت میں ذرا سا گھبرا گیا تھا کہ کہیں شاہینہ کی محبت میں اور جذبات کی رو میں بہہ کر بتا نہ دیا ہو۔ وہ مجھے یاد نہیں رہا تھا۔

مرجانہ نے پوچھا۔ "اگر تم جن ہو تو بخاور کی بہو تمہاری کیا لگتی ہے یا اس کچھ بھی ہو۔ اس سے رشتہ کیسے ہوگیا؟ کیا اس بچی کی ماں بخاور کی فیملی سے ہے؟"

میں چکرا کر رہ گیا۔ اس وقت شاہینہ کی محبت، اس کے آنسو اور اس کی تڑپ مجھے ایسے کھینچ رہی تھی کہ میرا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ سارا دھیان اس کی طرف لگا ہوا تھا۔ مجھ سے فوراً ہی کوئی ایسا جواب نہ بن پڑا کہ جس کے ذریعے میں مرجانہ کی تسلی کر دوں۔ بنکاک میں جب میں نے طارق محمود کا روپ اختیار کیا تھا، تب سے بڑی کامیابی کے ساتھ فرہاد کی شخصیت کو چھپاتا آ رہا تھا۔ اس دوران صرف ممی ایک ایسی ہستی تھیں جن کے سامنے میں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا تھا ورنہ کوئی مجھے پہچان نہیں سکا تھا۔ حتیٰ کہ شہناز آخر وقت تک ضد کرتی رہ گئی لیکن میں نے یہ اعتراف نہیں کیا کہ میں فرہاد ہوں اور اس بات پر میں نے اسے ناراض بھی کر دیا تھا اور وہ مجھ سے دور بھی ہوگئی تھی جس کا اب مجھے افسوس نہیں تھا۔

میں نے سنبھل کر بات بنانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ بخاور کی بہو طارق محمود کی بہن ہے اور یہ بات سراسر غلط ہوگی کہ ہم جسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں یعنی میں طارق محمود کے اندر سمایا ہوا ہوں تو میں اس کا نقصان کروں۔ میرا خیال ہے کہ تم بھی اس کا نقصان برداشت نہیں کرو گی۔"

وہ بولی۔ "میں بہت دیر سے اس کشمکش میں مبتلا ہوں کہ اس بچی کو اٹھا کر میں نے اچھا کیا ہے یا برا؟ میرا دل کہہ رہا ہے کہ مجھے ایک ماں کی گود سے اس کی بچی کو لے کر نہیں آنا چاہیے تھا۔ میں نہ جانے اندر سے کیا محسوس کر رہی ہوں۔ میں اسے بیان نہیں کر سکتی۔ یقین کرو کہ کئی بار میرے دماغ میں بھی یہ بات آئی کہ میں اس بچی کو واپس لے جا کر دے دوں۔ اب تم خود ہی گاڑی موڑ کر اس طرف چلے ہو تو میں ضد نہیں کروں گی، تم سے جھگڑا نہیں کروں گی۔ جو حالات پیش آئیں گے، ان سے نمٹ لوں گی اور دیکھوں گی کہ بخاور سے کسی دوسرے انداز میں کس طرح انتقام لیا جا سکتا ہے۔"

میں نے اطمینان کا سانس لے کر اس کا شکریہ ادا کیا تو وہ بولی۔ "شکریہ تو بعد میں ادا کرنا لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ جب تم نے بخاور کی فیملی کے متعلق پوری معلومات حاصل کر لی تھیں اور اکمل کے ذریعے وہ معلومات نوٹ بک میں لکھوا کر مجھ تک پہنچائی تھیں تو کیا اس وقت تمہیں یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ بخاور کی بہو طارق محمود کی بہن ہے؟"

"ہاں، اس وقت مجھے پتہ نہیں چل سکا تھا میں سرسری معلومات حاصل کر کے تمہارے پاس پہنچ گیا تھا۔"

"اگر وہ سرسری معلومات تھیں تو اب اچانک یہاں کار میں بیٹھے بیٹھے تمہیں وہاں کے متعلق مزید معلومات کیسے حاصل ہو گئیں کہ وہ عورت یعنی اس بچی کی ماں کا رشتہ طارق محمود سے ہے؟"

وہ بار بار ایسے سوالات کر رہی تھی جن سے میں اُلجھ جاتا تھا۔ ماضی اس نے بڑے نکتے کی بات بیان کی تھی۔ میں نے جواب دیا۔ "میں جن ہوں اور کسی وقت بھی وہاں جا کر معلومات حاصل کر سکتا ہوں اور یہ معلومات ابھی میں نے یہاں بیٹھے بیٹھے حاصل کی ہیں۔"

تھوڑی دیر کے لیے ہمارے درمیان خاموشی چھا گئی۔ میں نے اُس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو بچی کسمسا رہی تھی اور وہ اُسے سنبھال رہی تھی۔ اُس کے ساتھ ہی سوچ جاگ رہی تھی۔ "اگر بختاور کی بہو طارق محمود کی بہن ہے تو یقیناً طارق محمود ابھی اُس سے ملاقات کرنا پسند کرے گا۔ جن کا فرض ہے کہ وہ بچھڑے ہوئے بھائی بہن کو ایک دوسرے سے ملا دے۔"

اُس کی سوچ پڑھ کر میں نے بھی یہی سوچا کہ مجھے ہر صورت میں اپنی بہن سے ملنا چاہیے۔ ایک مدت کے بعد ہمارا سامنا ہونے والا تھا۔

سامنا ہونے کی بات آئی تو اچانک مجھے یاد آیا کہ میں تو اپنے اصلی روپ میں نہیں ہوں۔ شاہینہ مجھے اپنے بھائی جان یعنی فرہاد کے حلیے سے پہچانتی ہے۔ طارق محمود کا چہرہ اُس کے لیے اجنبی ہو گا۔ وہ کبھی تسلیم نہیں کرے گی کہ میں ہی اُس کا بھائی جان ہوں۔

میں عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گیا۔ ایک تو اُس کو دیکھنے کے لیے دل تڑپ رہا تھا۔ دوسرے یہ مجبوری تھی کہ میں طارق محمود کے روپ میں تھا اور اپنی بہن کا بھائی ہونے کے باوجود اجنبی تھا۔ تیسری اور سب سے الجھن والی بات یہ تھی کہ مرجانہ میری اور شاہینہ کی ملاقات کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ ہماری ملاقات ہونا چاہیے۔ ایسے میں میں مرجانہ کے سامنے اُس سے ملاقات بھی نہیں کر سکتا تھا اور اپنا رشتہ بھی نہیں بتا سکتا تھا اور اُدھر میں نے یہ ظاہر کیا تھا کہ شاہینہ طارق محمود کی بہن ہے۔ اس طرح میں انکار بھی نہیں کر سکتا تھا کہ مجھے اپنی بہن سے اس وقت نہیں ملنا ہے۔ کوئی مجبوری یا اغراض کام آنے والا نہیں تھا۔

میں نے گاڑی کو گلیوں میں اِدھر سے اُدھر موڑ کر راستے کو اور طویل کر دیا تاکہ کچھ سوچنے اور سمجھنے کا موقع مل جائے۔ پھر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ شاہینہ کے سامنے جانا ابھی اس لیے کارآمد نہ ہو گا کہ وہ مجھے پہچان نہیں سکے گی جواباً اس کی طرف سے سرد مہری ہو گی۔ ابھی مجھے ذہن کو کرلینا چاہیے اور اُس سے ملاقات سے کترانا چاہیے۔

یہ سوچ کر میں نے مرجانہ سے کہا۔ "میرا اس کوٹھی میں ابھی جانا مناسب نہیں ہے کیونکہ تم بچی کو چوری کرا لائی ہو اور میں ایک چور کی حیثیت سے اپنی بہن کے سامنے جانا نہیں چاہتا۔ میں کسی دوسرے وقت چلا جاؤں گا اور اس وقت پہلے کی طرح کار میں بیٹھا رہوں گا۔ تم بچی کو اُس کے حوالے کر دینا۔"

وہ بولی۔ "ٹھیک ہے۔ میں نے بچی کو چرایا ہے لیکن میں اُسے واپس لے جا کر دوں گی تو یہ چوری کا الزام مجھ پر سے ختم ہو جائے گا اور وہ بختاری بڑی احسان مند ہو گی۔ ایک تو بھائی کی محبت دوسرے بچی کے ذریعے بچی کی واپسی۔ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ وہ اور زیادہ بختاور کی عقیدت مند بن جائے گی۔ اِس لیے تمہیں وہاں جانے پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔"

میں اندر ہی اندر کچھ بدحواس سا ہو گیا۔ یہ مرجانہ کیا ایسی باتیں نکال رہی تھی کہ جن کا معقول جواب میرے پاس نہیں ہوتا تھا اور مجھے ٹھیر ٹھیر کر سوچنا پڑتا تھا کہ جواباً کیا کہنا چاہیے۔ اُس وقت بھی میں چپ رہا تو بولی۔ "میں دیکھ رہی ہوں کہ تم میری ہر بات کا جواب دینے سے پہلے بہت دیر کے لیے چپ ہو جاتے ہو۔ پھر بہت کچھ سوچنے سمجھنے کے بعد جواب دیتے ہو۔ ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا۔ تم نوجن ہو۔ آج تمہاری حاضر دماغی کو کیا ہو گیا ہے۔ مجھے تو صاف طور سے یہ سمجھ میں آ رہا ہے کہ تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو اور وہ رہ کر باتیں بنا رہے ہو۔"

"تم پتہ نہیں کیوں ایسا سوچ رہی ہو۔ میں تم سے کچھ نہیں چھپا رہا ہوں۔ بہرحال وہ کوٹھی اب قریب آ ہی گئی ہے۔ تمہیں وہاں تنہا جانا چاہیے۔"

"دیکھو میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں ایک چیز وہاں سے چرا کر لائی ہوں۔ دوبارہ اُسے واپس کرنے وقت مجھے محسوس ہو رہی ہے۔ میں بزدل اور ڈرپوک نہیں ہوں لیکن مجھے شرمندگی سے بچانے کے لیے تم تھوڑا

سکتے ہو اور میری طرف سے یہ کہہ سکتے ہو کہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا اِس لیے تمہارے ساتھ اس بچے کو واپس کرنے آ گئی ہوں۔"

لیکن میں نے وہاں جانے سے سختی سے انکار کیا اور کہا۔ "مجھے طارق محمود سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں صرف ہمدردی کے طور پر کہہ رہا تھا کہ وہ بچی اُس کی بہن کو واپس ملنا چاہیے کیونکہ ہم اُسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اگر تم تنہا نہیں جاؤ گی۔ بچے کو واپس نہیں کرو گی تو میں آئندہ اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کروں گا۔"

ایسا کہتے ہوئے میں نے کوٹھی کے سامنے کار روک دیا۔ وہ چند لمحوں تک غصے سے خاموش بیٹھی تلملاتی رہی، اُس کی بات نہ ماننے پر اُسے غصہ آ گیا تھا۔ پھر وہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر باہر نکلی اور تیز قدموں سے چلتی ہوئی کوٹھی کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ وہاں کوٹھی کے لان میں بختاور اور اُس کی بیوی کھڑے ہوئے اب تک اپنے تعاقب کرنے والے بیٹے کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ کسی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ آگے بڑھے پھر اُس کی گود میں بچی کو دیکھ کر بختاور کی بیوی ہلکی سے ہائے میری بچی، تم کون ہو، میری بچی کہاں تھی۔ تم اُسے کہاں سے لا رہی ہو؟"

مرجانہ نے ایک ہاتھ اُٹھا کر اُسے روکتے ہوئے کہا۔ "بس آگے نہ بڑھو۔ اس بچی کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ میں اسے اُس کی ماں کے حوالے کروں گی۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ کر کوٹھی کے اندر جانے لگی۔ شاہینہ کو اُس کے ساس سسر نے اندر بھیج دیا تھا تاکہ اُس کے رونے پیٹنے کی آواز دور دور تک نہ پہنچے۔ اس کے ساتھ اُس کا شوہر زبیر بھی تھا۔ وہ دونوں ڈرائنگ روم میں تھے۔ زبیر اُسے تسلی دے رہا تھا۔ "شاہین! حوصلہ رکھو۔ ہمارا منصور اُس کے تعاقب میں گیا ہوا ہے۔ تم فکر نہ کرنا۔ وہ جلد ہی ہماری بچی کو لے کر واپس آئے گا۔"

ایسا کہتے ہی اُس نے آہٹ سن کر دروازے کی طرف دیکھا۔ شاہینہ نے بھی سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ پھر مرجانہ کو ڈرائنگ روم میں بچی کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑی ہوئی اور چیختی ہوئی مرجانہ کے پاس آئی پھر بچی کو جھپٹ کر اپنے سینے سے لگا کر رونے لگی۔

مرجانہ گم صم کھڑی اپنے دل اور روح کی گہرائیوں سے یہ سوچ رہی تھی کہ اگر وہ بچی کو لے جا کر بختاور سے انتقام لیتی تو اُس کے دل کو اور اُس کے ضمیر کو اتنا سکون نہ ملتا جتنا کہ بچی کو اُس کی ماں کی گود میں واپس پہنچا کر حاصل ہو رہا ہے۔ زبیر نے اُس سے کہا۔ "آپ کا بڑا شکریہ۔ آپ نے ہم پر اتنا بڑا احسان کیا ہے جسے ہم زندگی بھر نہیں بھلا سکیں گے۔"

اُسی وقت بختاور اور اُس کی بیوی اندر پہنچ گئے۔ بختاور کی بیوی نے یہ بات سنتے ہی اپنے بیٹے سے کہا۔ "ارے بیٹا، تم کس کا احسان مان رہے ہو۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہی لڑکی بچی کو اٹھا کر لے گئی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے میں نے بھاگنے والی لڑکی کو اسی لباس میں دیکھا تھا۔ یہی پتلون اور قمیص پہنے ہوئے تھی۔"

شاہینہ اپنا رونا بھول گئی۔ یوں بھی اُسے بچی مل گئی تھی۔ اُس کے کلیجے سے لگ گئی تھی۔ اِس لیے اب وہ تعجب سے مرجانہ کو دیکھ رہی تھی۔ زبیر بھی اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ بختاور نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔ "کیوں لڑکی کیا یہ سچ ہے کہ تھوڑی دیر پہلے تم ہی اس بچی کو اٹھا کر لے گئی تھیں؟"

مرجانہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں میں نے ہی اُسے چرایا تھا اور میں ہی اُسے واپس لے آئی ہوں۔"

شاہینہ نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم اُسے کیوں اٹھا کر لے گئی تھیں؟"

مرجانہ جواب دینے سے پہلے آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ڈرائنگ روم کے وسط میں پہنچی۔ پھر وہاں سے پلٹ کر بولی۔ "تمہارے اس سوال کا جواب دینے کے لیے مجھے اپنی اور ایک شیطان صفت انسان کی بہت لمبی چوڑی داستان سنانی پڑے گی۔ لہٰذا میں اس کی ابتدا کرتے ہوئے تم سے مخاطب ہوتی ہوں۔ کیوں بختاور، کیا تم مجھے پہچان سکتے ہو؟"

بختاور نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ کیسے بھول سکتا ہے۔ میں تمہیں کیوں نہ پہچانوں گا، کیسے پہچانوں گا۔ بھلا میرا تمہارا کیا رشتہ ہے؟"

"بہت گہرا رشتہ ہے۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ جو رشتہ تم مجھ سے قائم کرنا چاہتے ہو اُس پر تو میں تھوکتی ہوں لیکن تمہارے خاندان والوں کو بتاتی ہوں کہ میں مرجانہ ہوں اور تمہاری بیٹی ہوں۔"

یہ سنتے ہی جیسے اس ڈرائنگ روم میں ایک دھماکا

ہوا۔ بیگم بخاور چیخ کر بولیں "یہ کیا بکواس کر رہی ہے لڑکی تو میرے شوہر کی بیٹی کیسے ہو سکتی ہے؟"

مرجانہ نے کہا "اپنے شوہر سے پوچھو کہ یہ سائرہ بانو کے شوہر ہیں یا نہیں۔ آج سے تقریباً اکیس برس پہلے انھوں نے میری والدہ سے نکاح کیا تھا یا نہیں اس کا جواب تم خود اپنے شوہر سے طلب کرو۔"

بخاور چکرا کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا تھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے مرجانہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بیس برس تک جس لڑکی کے ذریعے وہ سائرہ بانو کی بے انتہا دولت حاصل کرنے کے خواب دیکھتا رہا جس کے لیے وہ سائرہ بانو کو پریشان کرتا رہا اور یہاں آنے کے بعد بھی کرم دین کے ذریعے مرجانہ تک پہنچنا چاہتا رہا۔ وہی مرجانہ، وہی ننھی سی بچی ایک دم سے پہاڑ جیسی اونچی ہو کر اس کے سامنے پہنچ جائے گی اور اس کے خاندان والوں کے سامنے اسے بے نقاب کرنا شروع کر دے گی۔ ایسا اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا اور یہ سب کچھ ہو گیا تھا۔

بیگم نے پوچھا "آپ خاموش کیوں ہیں۔ اسے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں۔ جواب دیجیے۔ کیا آپ نے مجھ سے چھپ کر کوئی شادی کی تھی؟"

وہ چپ چاپ مرجانہ کو دیکھتا رہا۔ سنجیدگی سے سوچتا رہا۔ اس کی نگاہوں کے تیور بدلتے رہے۔ وہ شاید کوئی منصوبہ بنا رہا تھا۔ ہمیں اس سے پہلے کہ اس کے دماغ کو پڑھتا، اس کے بیٹے یعنی شاہینہ کے شوہر زبیر نے بھی پوچھا "ابا جان! آپ خاموش کیوں ہیں؟ جواب کیوں نہیں دیتے؟ کیا یہ لڑکی آپ کی بیٹی ہے؟"

بخاور آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بڑی ڈھٹائی سے بولا "ہاں جوانی میں ہر انسان سے غلطی ہوتی ہے۔ مجھ سے بھی یہ غلطی ہوئی۔ میں نے تمھاری ماں سے چھپ کر ایک طوائف سے شادی کی تھی۔"

اس کی بات ختم ہونے ہی مرجانہ نے چیخ کر کہا۔ "ذلیل کمینے میری ماں کو طوائف کہا تو میں یہاں تیری بوٹی بوٹی کر دوں گی۔"

زبیر نے غصے سے کہا "لڑکی تم بہت گستاخ اور بدتمیز ہو۔ میرے سامنے میرے باپ کو گالیاں دے رہی ہو۔ اپنی زبان پر قابو رکھو ورنہ میں تمھارا منہ توڑ دوں گا۔"

مرجانہ نے کہا "ابھی تو تم میرا احسان مان رہے تھے اور یہ احسان تمھیں ماننا چاہیے کہ میں نے تمھاری [illegible] واپس کر دیا۔ ورنہ تمھارے باپ نے مجھے جس طرح دربدر ٹھوکریں کھلائی ہیں جس طرح مجھے میری ماں کی گود سے جدا کیا ہے وہی انتقام میں تمھاری بیٹی سے لیتے۔ میں چاہتی تھی کہ ان کی بیوقوفی کو بھی ان سے اور اس بچی کی ماں سے جدا کر دوں اور برسوں تک جس طرح میں اپنے لہو کے رشتوں سے جدا رہی اور ماں کی گود کے لیے تڑپتی رہی اسی طرح یہ بچی بھی تڑپتی رہے اور تم لوگ اس کے لیے روتے بلکتے رہو۔"

اس کی باتیں سن کر شاہینہ نے بچی کو اپنے سینے کے ساتھ چپکا لیا۔ جیسے وہ پھر بچھڑنے والی ہو یا مرجانہ اسے چھین کر لے جانے والی ہو۔ شاہینہ گھبرا کر پیچھے ہٹتی گئی تھی اور ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ زبیر نے کہا "ٹھیک ہے تم نے بچی کو واپس لا کر ہم پر واقعی احسان کیا ہے لیکن میں تمھیں سمجھاتا ہوں کہ بڑوں کے سامنے [illegible] کرو۔ ان کے سامنے ادب سے باتیں کرو۔"

"تم اپنے باپ کو بھی سمجھاؤ کہ وہ بھی میرے بڑوں کی عزت کرے اور میری ماں کو طوائف نہ کہے۔ اگر میرا باپ کو وہ طوائف کہہ کر گالی دینے ہیں تو یہ گالی تمھارے باپ کو بھی پڑتی ہے کہ وہ ایک طوائف کے قدموں پر جھکے تھے۔ دوسری بات یہ کہ یہ تمھارے ابا جان بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ میری والدہ سائرہ بانو کوئی طوائف زادی نہیں تھیں بلکہ بہت ہی شریف خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ فرقہ وارانہ فسادات میں چند غنڈوں نے انھیں اغوا کیا تھا اور دہلی کے ایک بالاخانے پر انھیں پہنچا دیا تھا میں پوچھتی ہوں تمھاری جوان بہن کو ابھی کوئی اغوا کر لے میں لے جا کر بٹھا دے اور وہاں تمھاری بہن اپنی شرافت کے بل بوتے پر ہزاروں مصائب جھیل کر بھی شریفانہ زندگی گزارنے کی کوشش کرے اور کوئی بخاور جیسا آدمی اسے شریفانہ زندگی کے سبز باغ دکھا کر نکاح پڑھانے کے بعد اس کی عزت سے کھیل لے تو کیا تمھاری بہن طوائف کہلائے گی یا ہر حال میں وہ شریف زادی ہی رہے گی؟"

اس کی باتیں سن کر سب کو چپ لگ گئی۔ سب اپنی اپنی جگہ کچھ نہ کچھ سوچ رہے تھے اور اس کی باتوں کی سچائی کو اور اس کے دل کے درد کو سمجھ رہے تھے۔ آخر سر ہلا کر کہا "تم درست کہتی ہو۔ میں ابا جان سے پوچھتا ہوں کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا اور اگر [illegible]

تھے تو اس غلطی کو نبھانا عین شرافت ہوتی لیکن ابا جان آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ آپ نے اس رشتے کو کیوں نہیں نبھایا؟"

بیگم نے کہا "زبیر تم بیٹھے ہو۔ باپ نہیں ہو کہ اپنے باپ سے سوال کر رہے ہو۔ انھوں نے اگر ماضی میں کوئی غلطی کی تھی تو ماضی کے ساتھ وہ غلطی دفن ہو چکی ہے۔ اب کرید کرید کر مردے اکھاڑنا مناسب نہیں ہے۔ یہ لڑکی آج اتنے عرصے کے بعد یہاں محض اس لیے آئی ہے کہ تمھارے باپ کی دولت اور جائداد میں سے اپنا حصہ حاصل کرے۔"

مرجانہ نے حقارت سے انھیں کہا۔ پھر نفرت سے بخاور کو دیکھتے ہوئے بولی "چپ کیوں کھڑے ہو؟ اپنی بیگم کو جواب دو کہ میں تمھاری بیٹی بننے کے لیے یہاں آئی ہوں۔ تمھاری جائداد میں سے حصہ لینے آئی ہوں، یا تم میری دولت اور جائداد پر قبضہ جمانے کے لیے مجھے اپنی بیٹی ثابت کرنا چاہتے ہو؟"

زبیر نے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی؟"

مرجانہ نے کہا "یہی بات ہے۔ اب حقیقت مجھ سے سنو کہ میں تمھارے باپ کی بیٹی نہیں ہوں۔ تمھارے باپ میری ماں سے شادی کرنے کے بعد اسے چھوڑ دیا تھا۔ پھر تقریباً دو یا تین برس کے بعد میں پیدا ہوئی۔ میں نواب سلامت علی کی بیٹی ہوں اور ان کی جائز بیٹی ہوں۔ میری والدہ نواب سلامت علی کی منکوحہ تھیں۔ اب بیوہ ہو گئی ہیں لیکن جب میری ماں نے مجھے جنم دیا تو تمھارا باپ اور دوسرے کئی بدمعاش مجھے اپنی بیٹی بنانے اور میرے باپ ہونے کا دعویٰ کرنے کے لیے میری ماں کو پریشان کرنے لگے اور جانتے ہو کیوں؟ صرف اس لیے کہ میں اس قدر دولت مند ہوں کہ تم لوگ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔ میری ماں اگر چاہتی تو اپنی بے انتہا دولت سے تم جیسے سیکڑوں غنڈوں کو خرید سکتی تھیں۔

میں نے تھوڑی دیر کے لیے خیال خوانی ختم کر دی کیونکہ کوٹھی کے احاطے کے گیٹ کے پاس ایک کار آ کر رکی تھی۔ پھر اس میں سے وہی نوجوان بلیک بیلٹر یعنی بخاور کا دوسرا بیٹا منصور باہر آیا۔ اس نے میری کار کی طرف دیکھا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا میری ڈرائیونگ سیٹ کے پاس آ کر بولا "کون ہو تم؟"

میں نے کہا "میں جو کوئی بھی ہوں۔ تمھارا دوست ہوں۔ گھر میں جاؤ۔ وہ بچی واپس آ گئی ہے۔ ہم اسے واپس لائے ہیں۔"

"تم کہاں سے واپس لائے ہو۔ وہ بچی تھیں کہاں سے ملی تھی؟"

"تم پولیس آفیسر بن کر سوالات نہ کرو۔ کوٹھی میں چلے جاؤ وہاں تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

اس نے مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کے پورچ تک گیا۔ وہاں وہ کار سے نکل کر دوڑتا ہوا کوٹھی کے اندر پہنچا۔ اس وقت بیگم اپنے شوہر سے کہہ رہی تھیں "ٹھیک ہے جب یہ لڑکی آپ کی بیٹی نہیں ہے تو قصہ ختم سمجھیے اور اس سے کہہ دیجیے کہ اب یہ یہاں سے چلی جائے۔"

بخاور نے کہا "نہیں بیگم تم نہیں سمجھتی ہو۔ یہ لڑکی میری بیٹی ہے اور میں یہ ثابت کروں گا۔ اس کی ماں کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔"

مرجانہ نے کہا "میں تمھاری بیٹی نہیں ہوں۔ تم کیا ثابت کرو گے۔ میں تو تمھارا وہ حشر کروں گی کہ ساری دنیا تمھارا بھیانک انجام دیکھ کر سبق حاصل کرے گی۔ تم مجھے مجبور نہ کرو کہ میں تمھاری بوتی کو واپس کرنے کے بعد تمھاری بیٹی کو اٹھا کر یہاں سے لے جاؤں۔"

منصور وہاں پہنچ چکا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ غصے سے للکار کر بولا "تم کون ہو یہاں کیا کرنے آئی ہو اور ہمارے گھر میں آ کر ہمیں دھمکا رہی ہو کہ تم ہماری بہن کو یہاں سے اٹھا کر لے جاؤ گی۔ میں تمھارے ہاتھ توڑ کر رکھ دوں گا۔"

مرجانہ نے حقارت سے پوچھا "کیا تم نے لڑکیوں پر اپنی مردانگی کا رعب جمانے کے لیے جوڈو کراٹے کا آرٹ سیکھا ہے؟"

وہ حیرانی سے بولا "کیا تم میرے متعلق جانتی ہو؟"

"میں تمھارے بارے میں کیا تمھارے باپ کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتی ہوں اور جو کچھ جانتی ہوں۔ وہ سارا کچا چٹھا ابھی میں یہاں تمھارے خاندان والوں کے سامنے سنا چکی ہوں۔"

زبیر نے کہا "منصور تم ابھی آئے ہو۔ اس لیے بیاہ کے بدلے ہوئے حالات کے متعلق نہیں جانتے۔ میں مختصر طور پر تمھیں بتا دوں کہ اس لڑکی کا تعلق کسی نہ کسی طرح ہمارے ابا جان سے ہے اور جیسا کہ ان کی باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے ابا جان خواہ مخواہ اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں کہ اس لڑکی کو اپنی بیٹی ثابت کریں اور یہ محض اس لیے کہ یہ لڑکی بے انتہا دولت مند ہے۔"

منصور نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ابھی بچی کا اغوا ایک مسئلہ

بنا ہوا تھا اور یہ بچی واپس آگئی۔ کیسے واپس آگئی؟ کیا یہی لڑکی اُسے واپس لائی ہے؟"

زبیر نے کہا: "ہاں اس نے اُسے اغوا کیا تھا اور یہ خود ہی واپس لے آئی۔ اغوا کرنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ یہ ابا جان سے انتقام لینا چاہتی تھی۔ کیونکہ آج سے بیس سال پہلے ابا جان نے بھی اس لڑکی کو اس کی ماں کی گود سے جُدا کر دیا تھا۔"

منصور اپنے باپ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ بخاور نے کہا: "ہاں یہ درست ہے۔ یہ میری بیٹی ہے اور اس کی ماں اسے تسلیم نہیں کرتی تھی اور مجھے چیلنج کرتی تھی کہ میں اسے اپنی بیٹی ثابت نہیں کر سکوں گا۔ اسی لیے اس نے پیدا ہوتے ہی اس لڑکی کو کسی دوسرے کے حوالے کر دیا تھا تاکہ میں اسے تلاش نہ کر سکوں بہرحال آج یہ اتنی مدت کے بعد میرے سامنے جوان ہو کر آ گئی ہے۔ میں اس کی ماں کے چیلنج کو پورا کروں گا اور یہ ثابت کروں گا کہ یہ میری بیٹی ہے۔"

مرجانہ نے حقارت سے اُس کی طرف تھوکتے ہوئے کہا: "میں تم پر تھوکتی ہوں اور تمہارے پورے خاندان والوں کے سامنے چیلنج کرتی ہوں کہ میں تمہیں یہاں سے پیرس لے جاؤں گی اور وہاں اپنی ماں کے سامنے تمہاری ایسی درگت بناؤں گی کہ تم مرنا چاہو گے۔ مر نہیں سکو گے۔ خودکشی کرنا چاہو گے، میں تمہیں خودکشی کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔ تمہیں تڑپ تڑپ کر زندہ رہنے پر مجبور کروں گی۔"

منصور نے مرجانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "یہ درست ہے کہ میرے ابا جان نے تمہیں تمہاری ماں کی گود سے الگ کر کے تم پر ظلم کیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم ہمارے سامنے ہمارے باپ کو چیلنج کرو اور اُسے اوقات میں رہنے کی دھمکیاں دو۔ ہمارے جیتے جی تم انہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گی۔"

مرجانہ نے سنجیدگی سے اور تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "منصور تم یقیناً بلیک بیلٹ ہو لیکن میرے سامنے بچے ہو۔ میں نہیں چاہتی کہ کسی بھی وقت تم میرے مقابلے میں آؤ۔ آؤ گے تو شرمندگی اٹھاؤ گے اس لیے میرا اور تمہارے باپ کا جو معاملہ ہے، اس میں تم لوگ مداخلت نہ کرو۔ مجھے اس بڈھے سے بات کرنے دو۔ میں صرف اتنا جاننا چاہتی ہوں کہ یہ کب تک پیرس روانہ ہو سکیں گے۔ میں دو ایک روز میں یہاں سے جانے والی ہوں۔"

بخاور نے کہا: "میں تمہارا پابند تو نہیں ہوں کہ تمہارے کہنے سے پیرس چلا جاؤں مگر ہاں میں تمہاری ماں کے پاس وہاں جا کر ملنا چاہتا ہوں۔ بچیوں کو پالنے کے بعد اب میں ساتھ پیرس لے جانا چاہتا ہوں تاکہ میں تمہاری ماں کو دکھا سکوں کہ میں نے تمہیں حاصل کر لیا ہے۔"

مرجانہ نے کہا: "چلو یہی سہی میں تمہارے کہنے پر تمہارے ساتھ پیرس چلوں گی۔ کوئی جھگڑے کی بات نہیں ہے۔ وہاں جا کر تصفیہ ہو گا۔ بولو، منظور ہے؟"

بخاور نے کہا: "ہاں مجھے منظور ہے۔ میں کل ہی سے کوشش کرتا ہوں کہ دو چار روز میں میرے جانے کا انتظام ہو جائے۔ اس لیے کہ میرا کاروبار پھیلا ہوا ہے، اُسے سمیٹ کر اور اپنے دونوں لڑکوں کو سمجھا کر یہاں سے جانا ہو گا۔"

"اچھی بات ہے، میں تم سے فون پر بات کروں گی۔" یہ کہہ کر مرجانہ وہاں سے جانے لگی۔ شاہینہ نے اُسے آواز دی: "رُک جاؤ، میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔"

مرجانہ نے رُک کر پھر اس کی طرف پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا: "شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے دل میں ایک انسانی ہمدردی پیدا ہوئی کہ بچے کو اس کی ماں کی گود سے جُدا نہیں کرنا چاہیے۔ اس ہمدردی کے تحت میں نے تمہاری بچی تمہیں واپس کر دی۔"

شاہینہ نے کہا: "تمہارا نام کیا ہے؟"

مرجانہ نے اپنا نام بتایا۔ پھر شاہینہ نے کہا: "مرجانہ تم ہمارے ہاں عجیب انداز میں آئی ہو۔ پہلے چور بن کر آئیں۔ پھر محسنہ بن گئیں۔ اب میرا اور میرے شوہر کا اور اس گھر والوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ تمہیں کم از کم ایک پیالی چائے کے لیے پوچھیں لیکن تم میرے سسر کے لیے ایک زبردست چیلنج بن کر آئی ہو، تم دونوں میں بہت پرانی دشمنی بھی ہے اور شاید کوئی رشتہ بھی ہے۔ ان حالات میں مجھے تم سے چائے کے لیے پوچھنا چاہیے یا نہیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اگرچہ یہ میرا میکہ اور شوہر کا گھر ہے لیکن یہ میرے ساس اور سسر کا بھی گھر ہے اور میری حیثیت یہاں ایک بہو کی ہے کیا تم میری مجبوریاں سمجھ رہی ہو؟"

مرجانہ نے مسکرا کر کہا: "ہاں میں سب کچھ سمجھتی ہوں۔ تم بہت اچھی ہو اور میں تمہیں اس اچھائی کے صلے میں یہ

بتا دوں کہ میں تمہارے بھائی طارق محمود سے بہت جلد تمہیں ملاؤں گی۔"

شاہینہ نے چونک کر کہا: "طارق محمود، میرا بھائی۔ نہیں نہیں اس نام کا تو میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔"

میں اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے پہلو بدلنے لگا کیونکہ میں پہلے سے اس بات کے لیے تیار نہیں تھا کہ مرجانہ کی زبان پر میرا نام آئے گا تو میں خیال خوانی کے ذریعے اُسے کنٹرول کر لوں گا۔ اس نے تو بیک میرا نام شاہینہ کے سامنے لیا تھا اور شاہینہ کسی طارق محمود کو بھائی کی حیثیت سے نہیں جانتی تھی۔

مرجانہ نے پوچھا: "کیا تمہارا کوئی ایسا بھائی نہیں ہے جس کا نام طارق محمود ہو؟"

شاہینہ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "نہیں میرا ایک مدتوں سے بچھڑا ہوا بھائی ہے جس کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ اُسے ساری دنیا جانتی ہے اور شاید تم بھی جانتی ہو گی۔"

شاہینہ کی زبان سے فرہاد علی تیمور کا نام سن کر مرجانہ چونک گئی پھر بولی: "ہاں یہ نام میں نے بارہا سنا ہے کیا فرہاد تمہارا بھائی ہے؟"

اُس نے کہا: "ہاں وہ میرا ایسا بھائی ہے جس نے مجھے بچپن سے گود میں پالا ہے۔ اُس نے مجھے ماں بن کر اپنے سینے سے لگا کر فیڈر سے دودھ پلایا ہے۔ جبکہ میری ماں مجھے بھوکا چھوڑ کر چلی جاتی تھی۔ اُس نے باپ بن کر مجھے شفقت دی ہے۔ میں ایسے بھائی کو کبھی بھول نہیں سکتی اور میں جانتی ہوں کہ جب بھی میرے بھائی جان کو میری یاد آئے گی تو وہ مجھ سے ملنے ضرور آئیں گے۔"

شاہینہ کی باتیں سن کر میں تڑپ رہا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ ابھی دوڑ کر جاؤں اور اُسے گلے لگا کر کہوں: "میری پیاری بہن میں ہی تمہارا بھائی جان ہوں۔ مجھے پہچانو۔"

لیکن افسوس وہ مجھے پہچان نہیں سکے گی۔ میرا چہرہ ایسا بدلا ہوا ہے کہ یہ چہرہ اتر نہیں سکتا۔ میرا اصل چہرہ مجھے مل نہیں سکتا۔ ممی نے پیش گوئی کی تھی کہ مجھے میرا اپنا چہرہ مل جائے گا۔ پتہ نہیں کب ملے گا۔ آج میں حسرت سے اپنی اصل صورت کی تمنا کر رہا تھا۔

دوسری طرف یہ پریشانی بھی تھی کہ شاہینہ نے بالکل وہی بات کہی تھی جو تھوڑی دیر پہلے میں نے طارق محمود کی حیثیت سے یا ایک جن کی حیثیت سے دہرائی تھی یعنی یہ کہ شاہینہ میری گود میں پلی بڑھی ہے اور یہی بات شاہینہ نے بھی کہی تھی۔ اب مرجانہ کا شبہ یقین میں بدل جائے گا کہ میں اُس سے بہت کچھ چھپا رہا ہوں۔ اُدھر میں جو بات طارق محمود بن کر کہہ رہا ہوں وہی بات فرہاد علی تیمور کے حوالے سے شاہینہ کہہ رہی تھی۔

مرجانہ نے اُس سے پوچھا: "کیا تمہارے بھائی جان کی کوئی تصویر تمہارے پاس ہے؟"

شاہینہ نے جواب دیا: "جب بھائی جان مجھ سے بچھڑے تھے تو اُن دنوں کی کوئی تصویر میرے پاس نہیں ہے مگر ہاں پچھلے دنوں میرے شوہر ملایا اور نبکاک بزنس کے سلسلے میں گئے تھے۔ وہاں اخبارات میں اُن کی تصویریں شائع ہوئی تھیں میرے شوہر وہ تصویریں لے آئے تھے۔ وہی میرے پاس رکھی ہوئی ہیں۔"

مرجانہ نے کہا: "میں نے تم پر یہ احسان کیا ہے کہ تمہاری بچی تمہیں واپس کر دی۔ اب اس احسان کے بدلے میں چاہوں گی کہ تم مجھے فرہاد کی تصویر دکھا دو۔ میں نے بڑی شہرت سنی ہے۔ آج میں اس مشہور شخص کی صورت بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔"

زبیر نے کہا: "ٹھیک ہے، تم یہاں بیٹھو۔ میں ابھی تصویر لے کر آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر زبیر اپنے ملے کرتا ہوا اُوپر جانے لگا۔ بیگم نے کہا: "یہ کیا ہو رہا ہے جو لڑکی تمہارے باپ کو چیلنج کر رہی ہے۔ تم لوگ اسے یہاں بٹھا کر اپنوں کی طرح باتیں کر رہے ہو۔"

زبیر نے زینے کے اُوپر سے کہا: "امی، یہ ٹھیک ہے کہ ابا جان اور مرجانہ کے درمیان ایک چیلنج ہے لیکن یہ بھی تو دیکھیے کہ آپ کی پوتی آپ کو واپس مل گئی ہے۔ اس کے صلے میں ہم مرجانہ کو ایک تصویر دکھا کر یہاں سے رخصت کر سکتے ہیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟"

یہ کہہ کر وہ اُوپر چلا گیا۔ میں مرجانہ کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ جو طارق محمود اُس کے ساتھ اتنے دنوں سے لگا ہوا ہے وہی فرہاد ہو سکتا ہے۔ اگر تصویر دیکھ لی جائے تو ہو سکتا ہے کہ تصویر سے حقیقت کھل جائے اور پھر وہ تصویر لا کر مجھے دکھائے گی کہ لو دیکھو یہ تمہاری تصویر ہے۔ تم طارق محمود نہیں فرہاد علی تیمور ہو۔

مرجانہ یہی سب کچھ سوچ کر تصویر کا مطالبہ کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں زبیر اوپر سے نیچے آیا۔ اُس کے

ہاتھ میں ایک بڑے سائز کی تصویر تھی۔ اُس نے اُسے مرجانہ کی طرف بڑھا دیا۔ مرجانہ نے تصویر کو دیکھا تو کچھ مایوس ہو گئی کیونکہ وہ فرہاد علی تیمور کا چہرہ تھا۔ طارق محمود کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ اُسی وقت ڈرائنگ روم میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ منصور نے آگے بڑھ کر ٹیلیفون کا ریسیور اُٹھایا۔ پھر ہیلو کہہ کر دوسری طرف کی آواز سننے لگا۔ پھر اُس نے حیرانی سے پوچھا "آپ کون ہیں اور آپ کیسے جانتے ہیں کہ مرجانہ نام کی لڑکی ہمارے ہاں موجود ہو گی؟"

میں منصور کے دماغ میں بھانک کر دیکھنے لگا تو پتہ چلا کہ مرجانہ کے انکل اپنی کوٹھی سے فون کر رہے تھے کیونکہ کئی گھنٹے گزر چکے تھے اور ہم بچی کو لے کر وہاں نہیں پہنچے تھے۔ انھیں اندیشہ تھا کہ ہم گرفتار نہ ہو گئے ہوں یا کسی مصیبت میں نہ پھنس گئے ہوں۔ اسی لیے وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ مرجانہ وہاں ہے یا نہیں؟ بہرحال مرجانہ نے جب منصور کی زبان سے اپنا نام سُنا تو بولی۔ "کس کا فون ہے، کون میرا نام لے رہا ہے؟"

منصور نے ریسیور آگے بڑھاتے ہوئے کہا "آپ کے خود ہی بات کر لو۔"

مرجانہ نے آگے بڑھ کر ریسیور لیا تو پھر انکل کی آواز پہچان کر بولی "ہاں یہاں سب خیریت ہے اور میں بخاور سے باتیں کر رہی ہوں اور اب اُس کی ہو سے آخری گفتگو کرنے کے بعد یہاں سے رخصت ہونے ہی والی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں خیریت سے ہوں۔"

یہ کہہ کر اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ شاہینہ نے اُس سے پوچھا "مرجانہ ابھی تم کسی طارق محمود کا ذکر کر رہی تھیں کہ وہ میرا بھائی ہے۔ کیا تم اس شخص کو جانتی ہو۔ وہ کس طرح میرے بھائی بننے کا دعویٰ کر رہا ہے؟"

مرجانہ نے اُس کے پاس آ کر مسکراتے ہوئے کہا "اب اس بات کو بھول جاؤ کہ میں نے کسی طارق محمود کا ذکر کیا تھا۔ بہرحال اب میں جا رہی ہوں۔ خدا نے چاہا تو پھر کبھی ملاقات ہو گی۔ ابھی تو تمھارے سر سے بڑی لمبی ملاقاتیں ہوا کریں گی اور ان ملاقاتوں کا جو انجام ہو گا وہ تم لوگوں کو معلوم ہوتا رہے گا۔"

یہ کہہ کر اُس نے اچٹتی ہوئی نظروں سے بخاور کو دیکھا۔ پھر تیز قدموں سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم سے کوٹھی کے احاطے سے نکلی پھر کار کے پاس آ کر اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر میرے شانہ بشانہ بیٹھ کر بولی "چلو اب ہم کہیں ایسی جگہ چلیں گے جہاں اطمینان سے میں تمھارا علاج بگاڑ سکوں۔"

میں نے انجان بن کر حیرانی سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ تم میرا علاج کیوں بگاڑو گی۔ میں نے کیا قصور کیا ہے؟"

وہ غصے سے گھورتے ہوئے بولی "کیا تم جن ہو؟"

"بیشک میں جن ہوں اور کئی بار یہ ثابت کر چکا ہوں۔"

"ہاں تم نے بڑی صحیح معلومات فراہم کی تھیں بخار کے خاندان کی تفصیل بتائی تھی لیکن یہ کیسے بھول گئے کہ شاہینہ تمھاری بہن ہے؟"

"میں جن ہوں۔ شاہینہ میری نہیں، طارق محمود کی بہن ہے۔"

"تم بکواس کرتے ہو۔ شاہینہ، فرہاد علی تیمور کی بہن ہے اور جو دعویٰ تم نے طارق محمود کے متعلق کیا تھا۔ وہی بات شاہینہ، فرہاد علی تیمور کے متعلق کہتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو فرہاد علی تیمور تمھارے اندر کہیں چھپا ہوا ہے اور وہ جن بن کر میری مدد کر رہا ہے یا پھر شاہینہ غلط کہہ رہی ہے یا تم جن ہو کر بھی غلط معلومات حاصل کر رہے ہو۔ کہیں کہیں کوئی اتنی زبردست غلطی ہو گئی ہے کہ اب تم نے جن بننے کا بھانڈا پھوٹنے ہی والا ہے۔ بہتر ہے کہ تم مجھے زیادہ نہ الجھاؤ اور جو سچ ہے وہ میرے سامنے بیان کر دو۔"

میں نے کوئی جواب دینے سے پہلے گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھانے لگا۔ مرجانہ نے کہا "تمھاری خاموشی بتا رہی ہے کہ تم پھر جھوٹ بول کر مجھے فریب میں مبتلا کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہو۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں اب میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ میں سوچ رہا ہوں پتہ نہیں ہمیں آپس میں کب تک ایک ساتھ رہنا ہے کیونکہ میں تمھیں تمھاری دلیری کی وجہ سے بہت پسند کرتا ہوں اسی لیے میں نے خوشبو کے جزیرے میں جن بن کر تمھاری مدد کی تھی۔ ہاں میں صاف صاف کہہ دوں کہ کسی جن کا ایسا وجود نہیں ہے جو تم پر عاشق ہو۔ یہ میں ہی شرارتیں کر رہا تھا۔"

اُس نے مجھے بڑی توجہ سے اور متحیر ہوتی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا "تم جن نہیں ہو تو یقیناً اب تک جو بھی ہوتا رہا وہ محض پتلی کا ہی کمال تھا۔ اس اعتبار سے کیا تم فرہاد علی تیمور ہو؟"

میں نے ہاں کرتے ہوئے سر ہلایا۔ وہ پھر میرے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی "کیا تم نے میک اپ کے ذریعے خود کو چھپایا ہوا ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں میرے چہرے پر ہلاسٹک سرجری کی گئی ہے میرے بہت سے ایسے دشمن تھے جو قدم قدم پر میرے لیے عذاب جان بنے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی طاقتیں میری جان لینے کے درپے تھیں۔ اس لیے میں نے مستقل اپنے چہرے کو بدل دیا تھا۔ ارادہ تھا کہ کبھی اپنے اصل چہرے کی طرف نہیں آؤں گا لیکن آج اپنی بہن شاہینہ کو پا کر مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے کتنی بڑی غلطی کی۔ مجھے مستقل طور سے اپنے چہرے کو نہیں بدلنا چاہیے تھا۔ بس اب ایک اُمید ہے۔ میری ایک ممی نے پیش گوئی کی تھی کہ مجھے جلد ہی اپنا اصلی چہرہ واپس مل جائے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ اب وہ وقت آنے ہی والا ہے۔"

مرجانہ نے پوچھا "وہ وقت کیسے آئے گا۔ تمھارا چہرہ پھر کیسے بدل جائے گا؟"

"اُس وقت میرے اندر شاہینہ کو اپنی بہن کو پا لینے کی ایسی لگن پیدا ہوئی ہے کہ اب میں اپنے اصل چہرے کے ساتھ ہی اُس کے سامنے جانا چاہتا ہوں تاکہ وہ مجھے پہچان کر میرے سینے سے لگ جائے۔ میں اس بچی کو پا لینا چاہتا ہوں جسے میں سینے سے لگا کر فیڈر سے دودھ پلایا کرتا تھا اور اسی بہن کی خاطر اب میں پیرس جاؤں گا اور وہاں ہلاسٹک سرجری کے ذریعے پھر فرہاد علی تیمور کا چہرہ پاؤں گا اور وہاں سے واپس لاہور آؤں گا پھر اپنی بہن سے ملاقات کروں گا۔"

میں روانی میں بولتا جا رہا تھا اور وہ میرے سامنے بیٹھی میرا منہ تکے جا رہی تھی۔ پھر اُس نے کہا "میں نے تمھارے بارے میں بہت کم سُنا ہے۔ میرا اتنا وائسرو کی تمھاری بہت تعریفیں کیا کرتا تھا۔ پھر میں نے خوشبو کے جزیرے سے لے کر یہاں تک تمھارے جتنے کارنامے دیکھے ہیں اب تمھاری اصلیت معلوم کر لینے کے بعد اُن کارناموں کو اپنے ذہن میں دہرا رہی ہوں، انھیں یاد کر رہی ہوں تو واقعی حیران ہو رہی ہوں کہ تم نا قابلِ تسخیر ہو۔ ایک ایسی ہستی ہو جو ایسے کی ٹرو ذہن پر دوانوں پہ چھا جاتی ہے۔ ایسی بلا ہو کسی کے پیچھے پڑ جائے تو مرنے کے بعد ہی پیچھا چھوڑتی ہے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ تم میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

میں نے کن انکھیوں سے اُس کی طرف دیکھا تو وہ مسکرانے لگی۔ پھر مسکراتے ہوئے بولی "اور مجھے اس بات پر اعتراض نہیں ہے۔ میں تمھاری دوستی کو قبول کرتی ہوں۔ حالانکہ میں نے بڑا ہی پکا ارادہ کیا تھا کہ کبھی کسی مرد کو دوست نہیں بناؤں گی۔ بولو منظور ہے دوستی؟"

میں نے مسکرا کر کہا "نیکی اور پوچھ پوچھ! میں تو جن بن کر ہی تم پر عاشق ہو گیا تھا۔"

وہ ایک دم سے بھڑک کر بولی "اے خبردار، مجھ سے عشق نہ جتانا۔ دوستی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تم پر عاشق ہو گئی ہوں اور تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ محبت ایک مختلف جذبہ ہوتا ہے جو میرے دل میں کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ہاں دوستی نبھانے کی کوشش کروں گی۔"

ہم اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ وہاں مرجانہ کے انکل اور دوسرے رشتہ داروں نے اس بچی کے متعلق سوالات کیے۔ مرجانہ ایک جگہ بیٹھ کر ساری روداد سنانے لگی۔ اُس نے بتایا کہ چوری کرنے کے بعد اُس کے دل میں لالچ جاگ گئی تھی اور بچے کے لیے بہت زیادہ محبت پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے اسی گھڑی فیصلہ کر لیا کہ اسے ماں کی گود سے جدا نہیں کرے گی۔ لہٰذا اُس نے بچی کو لے جا کر واپس کر دیا ہے۔

مرجانہ کے اس اقدام پر سبھی لوگ خوش تھے اور اُسے مبارک باد دے رہے تھے اور اُس کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے کہ اللہ نے چاہا تو بخاور اپنے کیے کی سزا خود بھگتے گا۔ تم نے بچی کو اُس کی ماں کی گود میں واپس پہنچا کر بہت بڑی انسانیت کا ثبوت دیا ہے۔

کچھ دیر تک وہاں باتیں کرنے کے بعد مرجانہ تنہائی ملتے ہی مجھ سے کہنے لگی "یہ سب کچھ تو ہو گیا لیکن میں اس بخاور سے انتقام کیسے لوں گی؟ یہ بات طے ہے کہ یہ پیرس جائے گا اور میں پیرس پہنچ کر اُس کی ایسی مرمت کروں گی کہ وہ زندہ رہ کر بھی یاد کرے گا کہ کسی سے پالا پڑا تھا لیکن اب میں کیا کروں؟ میرے سمجھ میں نہیں آتا۔ دشمن میرے سامنے ہے اور مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔"

میں نے پوچھا "تو پھر تم کیا چاہتی ہو۔ کیا اُس کی مرمت کی جائے؟"

"مشکل تو یہ ہے کہ وہ بوڑھا ہے۔ مجھ سے کمزور ہے۔ اُس پر ہاتھ اُٹھاتے وقت میرا دل مجھ پر ملامت کرے گا۔"

کیونکہ کمزور پر ہاتھ اُٹھانا دلیری نہیں ہے۔ دوسری طرف اُس کا جوان بیٹا بلیک بیلٹر ہے۔ مانا کہ وہ ایک اچھا فائٹر ہوگا لیکن پھر بھی وہ میرے رسامنے بچہ ہی ہے۔ میں اس پر بھی ہاتھ نہیں اُٹھانا چاہتی۔ وہ تو ایک دو ہاتھ میں ہی زمین پر لیٹ جائے گا۔"

"اچھا تو تم یہ چاہتی ہو کہ بختاور کو اذیتوں میں مبتلا کیا جائے اور اُسے تڑپایا جائے۔ اس طرح کہ اُس پر ہاتھ اُٹھانے کی بھی نوبت نہ آئے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "ہاں میں یہی چاہتی ہوں۔ ابھی تمہاری بات سن کر یہ بات ذہن میں آئی کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا کر سکتے ہو۔"

"ہوں۔" میں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "میں بختاور کو ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر سکتا ہوں لیکن تمہاری تشفی کیسے ہوگی کیونکہ انتقام اسی کو کہتے ہیں کہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دشمن کے تڑپنے کا تماشہ دیکھا جائے۔"

مرجانہ نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "یہ بات تو ہے۔ میری تسلی اسی وقت ہوگی جب میں اپنی آنکھوں سے دشمن کو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کی خواہش کرتے ہوئے دیکھوں۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ ٹیلی پیتھی کا یہ تماشہ مجھے دکھا سکو؟"

"ممکن نہیں ہے کیونکہ ایک وقت میں، میں دو کام نہیں کر سکتا۔ یعنی یہ کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ادھر میں بختاور کو اپنا معمول بناؤں اور اُدھر تمہیں وہ تماشہ دکھاؤں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جب بختاور کچھ اذیتیں اٹھانے لگے تو تم فون کے ذریعے رابطہ قائم کرو۔ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ وہ کس کرب سے گزر رہا ہے۔ اس کے علاوہ کل صبح تم پھر کسی بہانے سے اُس کے گھر چلی جانا۔ میں وہاں تمہارے سامنے اُس کے تڑپنے کا تماشہ دکھاؤں گا۔ اس طرح تمہاری تسلی ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ کل صبح کی بات کل دیکھی جائے گی۔ ابھی تو اس نمبخت کو ذرا سا سبق سکھاؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد فون کر کے اُس کی خیریت پوچھوں گی۔"

میں نے کہا۔ "اچھا۔ ذرا دیر کے لیے خاموش ہو جاؤ۔ میں اب بختاور کے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے چپ سادھ لی اور بختاور کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مرجانہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی، پھر وہ کر میرا منہ تکتی رہی۔ پھر میں نے اُس سے کہا۔ "چلو ہو گیا۔ اب تم ڈرائنگ روم میں جا کر ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کرو اور اُسے بتاؤ کہ تم مرجانہ بول رہی ہو کہ اس وقت وہ لوگ تمہیں بہت یاد کر رہے ہیں۔"

اُس نے حیرانی سے پوچھا۔ "مجھے کیوں یاد کر رہے ہیں؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اس لیے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے تک بختاور تمہارا نام لے لے کر دیوار سے سر ٹکرا رہا تھا اور اپنے گناہوں کا اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کر رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ مرجانہ میری بیٹی نہیں ہے۔ میں دولت کے لالچ میں اُسے اپنی بیٹی بنانا چاہتا ہوں اور میں کمینہ ظرف ہوں۔ یہ کہتے کہتے وہ کئی بار دیوار سے سر ٹکرا چکا ہے۔ اُس کا جوان بیٹا جو بلیک بیلٹر ہے اُسے بار بار سنبھال رہا ہے۔"

وہ خوشی سے میرا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ "تم بھی میرے ساتھ وہاں چلو۔"

میں نے اُس کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر تم اسی طرح میرے ہاتھ کو پکڑے رہو تو میں تمہارے ساتھ جہنم میں بھی جانے کے لیے تیار ہوں۔"

اُس نے یک بیک میرے ہاتھ کو جھٹک دیا پھر بولی۔ "زیادہ شوخی نہ دکھاؤ۔ چلنا ہے تو چلو۔" یہ کہہ کر وہ پاؤں پٹختی ہوئی ڈرائنگ روم کی طرف جانے لگی۔ میں بھی اُس کے پیچھے چلنے لگا۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اُس نے ٹیلیفون کا ریسیور اُٹھایا اور بختاور کا فون نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اتنی رات ہو گئی تھی کہ گھر کے دوسرے افراد اپنے اپنے کمروں میں جا کر سو گئے تھے۔ صرف تم دونوں ہی ایسے مہمان تھے کہ میزبانوں کو سلا کر جاگ رہے تھے۔

ٹیلیفون کا رابطہ قائم ہوتے ہی میں اُن دونوں کی باتیں سننے لگا۔ مرجانہ نے بھیلو کہہ کر پوچھا۔ "کون بول رہا ہے؟"

دوسری طرف سے بیگم بختاور کی آواز سنائی دی۔ "میں بیگم بختاور ہوں۔ تم کون ہو؟"

مرجانہ نے کہا۔ "ابھی مجھے زور زور کی ہچکیاں آ رہی تھیں۔ میں نے سنا ہے کہ جب کوئی بہت زیادہ کسی کو یاد کرتا ہے تو جسے یاد کیا جاتا ہے اُسے بہت ہچکیاں آتی ہیں۔ اب میں نے یہی معلوم کرنے کے لیے فون کیا ہے کہیں تم راشد مجھے یاد تو نہیں کر رہا ہے؟"

بیگم بختاور نے چیخ کر کہا۔ "ارے تم تو وہی لڑکی ہو نا کیا نام ہے تمہارا، ہاں یاد آیا، مرجانہ! ابھی مرجانہ مرجانہ کہہ کر میرے شوہر دیواروں سے سر ٹکرا رہے تھے۔"

مرجانہ نے کہا۔ "جب وہ مرجانہ کہہ کر دیواروں سے سر ٹکرا رہے ہیں تو انھیں مرجانے دو۔ تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔"

بیگم نے کہا۔ "ارے تمہارے منہ میں خاک، وہ کیوں مریں۔ تم مرجاؤ۔"

مرجانہ نے کہا۔ "لو میں مر گئی۔"

یہ کہہ کر اُس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ پھر مجھ سے بولی۔ "اب ذرا دیکھو تو کہ بیگم کا کیا حال ہے۔" میں نے بیگم کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ فون کا رابطہ ختم ہونے پر بوکھلا گئی تھیں۔ کیونکہ انھیں مرجانہ کی ضرورت تھی اور وہ سمجھتی ہیں مرجانہ سے ایسی بات کہہ گئی تھیں جس سے دوستی نہیں دشمنی ہی بڑھ سکتی ہے۔ بیگم کے بڑے بیٹے زبیر نے پوچھا۔ "امی کیا بات ہے۔ کس کا فون تھا۔ آپ کسے کوس رہی تھیں؟"

"اے بیٹا، میں کیا بتاؤں، اُسی مرجانہ کا فون تھا۔ مجھے کہنا کچھ چاہیے تھا۔ غصے میں کچھ اور کہہ گئی ہوں۔ اب اُس نے ادھر سے ریسیور رکھ دیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس سے کیسے رابطہ قائم کروں اور اُسے کیسے یہاں بلایا جائے؟"

زبیر نے کہا۔ "امی آپ کو تو بڑی جلدی غصہ آ جاتا ہے۔ مصلحت اندیشی سے کام لینا چاہیے تھا۔ آپ جانتی ہیں کہ ابا جان کی حالت بگڑتی جا رہی ہے۔ یہ دماغی مریض بنتے جا رہے ہیں۔ ان کا علاج کوئی ڈاکٹر نہیں کر سکے گا۔ شاید مرجانہ اگر یہ کہہ دے کہ اس نے ان کے گناہوں اور غلطیوں کو معاف کر دیا ہے۔ تو ان کے ضمیر کو اطمینان ملے گا اور ان کو دماغی سکون ملے گا۔"

"بیٹا میں تو یہی چاہتی ہوں کہ کسی طرح تمہارے باپ کو آرام آ جائے لیکن میں کیا کروں۔ بس بوکھلاہٹ میں اسے برا بھلا کہہ گئی۔"

دوسرے بیٹے منصور نے بھی اپنی ماں کو فراست لہجے میں کہا کہ ایسے وقت مرجانہ سے اچھی باتیں کرنی چاہیے تھیں۔ پھر شاہینہ نے کہا۔ "ٹھیک ہے میں یہاں فون کے پاس بیٹھی رہتی ہوں۔ اب اگر کال آئے گی تو میں ہی اسے اٹینڈ کروں گی۔"

میں نے مرجانہ سے کہا۔ "اس وقت شاہینہ ٹیلی فون کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ وہاں تمام گھر والوں کو یہ توقع ہے کہ شاید تم انھیں پھر فون کرو گی۔"

مرجانہ نے فون ریسیور پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں شاہینہ سے گفتگو کرتی ہوں۔"

میں نے ریسیور پر مرجانہ کے ہاتھ کے اوپر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "نہیں، میرا دل سینے میں مچل رہا ہے کہ میں اپنی بہن سے باتیں کروں۔ میں اس کے سامنے نہیں جا سکتا اور نہ ہی اپنا اصلی چہرہ دکھا سکتا ہوں کہ اگر میں اس سے کسی بہانے گفتگو تو کر سکتا ہوں۔ میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ میری وہ بہن مجھے کسی اجنبی کی صورت میں بھائی کی حیثیت سے قبول کرتی ہے یا نہیں؟"

یہ کہہ کر میں نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف سے شاہینہ کی دھیمی آواز سنائی دی۔ "ہیلو، میں بیگم زبیر بول رہی ہوں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "یعنی کہ تم شاہینہ بول رہی ہو؟"

اس نے پوچھا۔ "جی ہاں، آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں۔ آپ کون ہیں؟"

میں نے بڑے پیار سے کہا۔ "میری بہن اپنے بچھڑے ہوئے بھائی جان کی آواز پہچان سکتی ہو تو پہچان لو اور بتاؤ کہ میرا نام کیا ہو سکتا ہے؟"

دھڑ چپ لگ گئی، وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس کا دماغ میری طرف پرواز کرنے لگا تھا۔ اس کا کچھ کھویا ہوا بھائی یاد آ رہا تھا۔ پھر وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میرے ایک ہی بھائی جان ہیں اور وہ ہیں فرہاد علی تیمور۔ آپ کون ہیں؟"

"میں وہی ہوں بیٹی، جو بہن کے رشتے کو بیٹی بنا کر اپنی گود میں پالتا رہا۔ میں وہی ہوں شاہینہ۔ لو لو تو میں اپنی اور تمہاری مقدس محبت کی پوری داستان سنا دوں۔ ایک ایک دن کا واقعہ مجھے یاد ہے کہ میں اپنی بہن کے ساتھ کیسے رہتا تھا۔ اور میری بہن مجھے کتنی شدت سے چاہتی تھی؟"

وہ میری باتیں سنتے سنتے دور ماضی میں کھو گئی تھی۔ اسے ایک ایک واقعہ یاد آ رہا تھا کہ اس کی ماں یعنی کہ میری چچی جان مجھ پر کیسے ظلم کرتی تھی۔ جب شاہینہ بڑی ہوئی تو میرے اور اس کے مقدس پیار پر تہمت لگائی گئی۔ ہمیں گناہ کی طرف دھکیلنے کی لاشعوری طور پر کوشش کی گئی۔ لیکن ہم پاک تھے۔ اور پاک ہی رہے۔

زبیر کی آواز سنائی دی۔ وہ شاہینہ سے پوچھ رہا تھا۔ "کیا بات ہے شاہینہ۔ فون پر کون ہے؟"

شاہینہ نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "ایک صاحب خود کو میرا بھائی بتا رہے ہیں۔ یعنی فرہاد بھائی۔ اور وہ میرے ماضی کی ایک ایک بات مجھے یاد دلا رہے ہیں۔ ان کے لب و لہجے سے بھی ایسا پتہ چلتا ہے کہ وہ ہی گم شدہ آواز ہے۔ ایک عرصے کے بعد سنے میرے کان سن رہے ہیں۔"

زبیر نے کہا۔ "تم جذبات میں بہہ جاتی ہو۔ بھائی کی محبت میں کوئی غلطی بھی کر سکتی ہو۔ کوئی غلط آدمی نہیں بہکا سکتا ہے۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ جو شخص تم سے ابھی فون پر بات کر رہا ہے۔ وہ تمہارا بھائی جان فرہاد علی تیمور ہے۔ لاؤ ریسیور مجھے دو۔ میں بات کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے فون پر کہا: "زبیر مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں بغیر دیکھے ہوئے اتنی دور بیٹھے ہوئے یہ کہہ سکتا ہوں کہ ابھی تم نے شاہینہ کے سامنے بے یقینی۔ ظاہر کی ہے کہ جو شخص فون پر باتیں کر رہا ہے۔ اس کے پاس فرہاد علی تیمور ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ اور یہی باتیں کرنے کے لیے تم نے ریسیور شاہینہ کے ہاتھ سے لیا ہے۔ اب تم خود ہی سوچو کہ یہ باتیں مجھے کیسے معلوم ہو سکتی ہیں۔ یہ تو صرف فرہاد علی تیمور ہی جان سکتا ہے۔"

زبیر نے قائل ہو کر کہا: "جی ہاں، آپ درست فرماتے ہیں آپ کی باتوں سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ ہی فرہاد بھائی ہیں لیکن آپ اتنی دور کیوں ہیں۔ آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے۔ ہمارے پاس آپ کی تصویر ہے۔ اگرچہ آپ کو شاہینہ سے بچھڑے ہوئے کافی مدت گزر چکی ہے۔ تاہم تصویر سے آپ پہچانے جا سکتے ہیں۔"

میں نے کہا: "زبیر یہی تو مجبوری ہے کہ میں سامنے نہیں آ سکتا اگر آؤں گا تو تم لوگ مجھے پہچان نہیں سکو گے۔ اس لیے کہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے میرا چہرہ بدل گیا ہے۔ کوئی یقین نہیں کرے گا۔ میں ہی فرہاد علی تیمور ہوں۔"

زبیر نے پوچھا: "اب اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے آپ کا چہرہ بدل گیا ہے؟"

"تم کتنے ثبوت چاہو گے۔ ابھی تو میں نے ٹیلی پیتھی کا ایک مظاہرہ کیا ہے اس سے پہلے جو تمہارے ابا جان دیواروں سے سر مار کر اکرم جاوید کے نام کا ورد کر رہے تھے۔ تو اس میں بھی میری ٹیلی پیتھی کا ہاتھ تھا۔ میں ہی انہیں یہ سزا دے رہا تھا۔"

"کیا کہا آپ نے۔ آپ سزا دے رہے ہیں میرے ابا جان کو؟ مگر کیوں؟"

"اس لیے کہ انہیں جتنی بھی سزا دی جائے۔ جتنی بھی اذیتیں پہنچائی جائیں کم ہیں۔ انہوں نے مرجانہ پر ایسے مظالم ڈھائے ہیں۔ اور اس کی والدہ کو ایسا ذلیل کیا ہے۔ اس طرح بدنام کیا ہے کہ شرافت اسے گوارا نہیں کر سکتی۔ کسی بھی مہذب آدمی کو تمہارے باپ سے باتیں کرتے ہوئے شرم آئے گی۔ میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں۔ ہو سکے تو باپ اور بیٹے کے رشتے کو بھولنے کی کوشش کرو۔ ایک منصف بن کر سوچو کہ تمہارے باپ کو کیا سزا ملنی چاہیے۔ سزا کے بارے میں سوچو اور انصاف کو مہربانی کی توقع نہ رکھو۔ کیونکہ مرجانہ انہیں کسی صورت میں معاف نہیں کرے گی۔"

"اگر آپ واقعی ہمارے فرہاد بھائی ہیں تو یہاں آ کر باتیں کریں تمام باتیں سہولت سے طے ہو جائیں گی۔"

"نہیں زبیر میری وہ بڑی مجبوریاں ہیں جس کی وجہ سے میں ابھی نہیں آ سکتا۔ پہلی مجبوری یہ ہے کہ تمہارے باپ کی موجودگی میں اور مرجانہ اب تم لوگوں سے ملاقات نہیں کریں گے۔ کیونکہ تم لوگوں کا رشتہ ایسا ہے کہ تم فریاد کرو گے گڑگڑاؤ گے انسانی ہمدردی کا واسطہ دو گے تو میں کسی حد تک شاہینہ کی خاطر نرم پڑ جاؤں گا۔ مگر مرجانہ کبھی نہیں مانے گی۔ وہ انتقام لے گی۔ اور اپنی زندگی کی آخری سانس تک انتقام کے متعلق ہی سوچتی رہے گی۔ میری دوسری مجبوری یہ ہے کہ میرے پاس میرا اپنا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں بہت جلد اپنی اصلی صورت میں لوٹ آؤں گا۔ مجھے اس کا انتظار ہے۔ اور جس دن ایسا ہو گا۔ اسی دن میں سب سے پہلے آ کر اپنی شاہینہ سے ملوں گا۔ اس کے بعد یہاں اور بھی رشتے دار دوست واحباب ہیں۔ سبھی سے ملاقات کرنا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کرنے کے لیے مجھے دوبارہ پلاسٹک سرجری کروانے کے لیے... پیرس جانا ہو گا۔ پیرس سے میں بہت جلد واپس آؤں گا۔ تم سے شاہینہ سے ملاقات ہو گی۔"

شاہینہ اپنے شوہر کے سر سے سر جوڑے ہوئے ریسیور سے کان لگا کر میری باتیں سن رہی تھی۔ اس نے جلدی سے ریسیور اپنے ہاتھ میں لے کر کہا: "بھائی جان، آپ جو کوئی بھی ہوں۔ میں آپ کو بھائی جان سمجھ کر مخاطب کر رہی ہوں۔ اور آپ کی باتوں سے یہ اندازہ لگا رہی ہوں کہ آپ میرے سسر صاحب کو اذیتوں میں مبتلا کرنے کے بعد مرتا رہے ہیں۔ اگر آپ واقعی میرے بھائی ہیں۔ تو میں آپ سے اپنا حق مانگتے ہوئے یہ درخواست کرتی ہوں کہ انہیں بچائیں۔ اگر آپ نے انہیں مرجانہ کی دشمنی سے محفوظ نہ رکھا تو جب بھی آپ اپنی اصلی صورت کے ساتھ میرے سامنے آئیں گے۔ تو میں آپ سے ناراض رہوں گی۔"

زبیر نے دھیمی سرگوشی میں شاہینہ سے کہا: "تم بھائی سے کہو کہ وہ یہاں آ کر باتیں کریں۔ ان کی صورت خواہ اصلی جیسی کیوں نہ ہو۔ ہم انہیں فرہاد بھائی سمجھ کر ہی باتیں کریں گے۔"

شاہینہ نے یہ سنتے ہی ریسیور پر مجھ سے کہا: "بھائی جان۔ میں آپ سے بہن کے ناتے ضد کرتی ہوں کہ آپ اسی وقت میرے پاس چلے آئیں۔ میں آپ سے روبرو باتیں کروں گی۔ آپ کا انکار نہیں سنوں گی۔ اور انکار کرنے سے پہلے میں ریسیور رکھ رہی ہوں۔ بس آپ فوراً چلے آئیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں اپنے ریسیور کو دیکھنے لگا۔

مرجانہ نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

میں نے اسے بتایا: "شاہینہ ضد کر رہی ہے۔ اور مجھے اپنے پاس بلا رہی ہے۔ کہتی ہے کہ روبرو باتیں ہوں گی۔"

مرجانہ نے کہا: "باتیں خواہ کچھ بھی ہوں۔ رشتہ کتنا ہی نازک ہو یا کتنا ہی مقدس ہو۔ باد کھنا فریاد۔ میں انتقام لینے سے باز نہیں

آؤں گی۔"

میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "میں جانتا ہوں۔ تمہارے مزاج کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ تم انتقام لو گی۔ میں تمہارے راستے میں حائل نہیں ہونا چاہتا ہوں گا۔ چلو، ہم اسی وقت چلتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ ہماری یہ بحث کس نتیجے پر پہنچتی ہے۔ اور تمہارے انتقام کا مسئلہ کس طرح حل ہوتا ہے۔"

ہم دونوں ڈرائنگ روم سے باہر آئے۔ کار پورچ میں کھڑی ہوئی تھی۔ ہم اس میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہونے لگے۔ اسی وقت ایک کمرے کی کھڑکی کھلی۔ پھر مرجانہ کے انکل کی آواز سنائی دی۔ "کیا بات ہے۔ تم دونوں کو نیند نہیں آ رہی ہے۔ اتنی رات گئے کہاں جا رہے ہو؟"

مرجانہ نے کہا: "انکل آپ آرام سے سوتے رہیں۔ فکر نہ کریں۔ ہم جلد ہی واپس آ جائیں گے۔ ایک ضروری کام سے جا رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر مرجانہ نے مجھ سے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ میں نے انکار کرتے ہوئے کہا: "نہیں تم کار چلاؤ گی اور میں ذرا خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ بختاور کیا کر رہا ہے۔"

مرجانہ کار ڈرائیو کرنے لگی۔ میں بختاور کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ٹیلی فون ڈرائنگ روم سے اٹھا کر اپنے کمرے میں لے جا رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا: "مجھے ضروری کال کرنی ہے۔ کوئی میرے کمرے میں نہ آئے۔"

یہ کہہ کر وہ ٹیلی فون کو اپنے بیڈ روم میں لے گیا۔ پھر اس کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کے ارادے مرجانہ کے لیے بہت ہی خطرناک ہیں۔ اس کا ایک دوست تھا جو اس کی طرح شرابی کبابی تھا۔ اور پیشہ ور ہنگامہ کار تھا۔ ہنگامہ کار کا پیشہ کرنے والا وہ دوست اچھے خاصے غنڈے پال کر رکھتا تھا۔ اب بختاور انہی غنڈوں کی خدمات حاصل کر رہا تھا۔ اور اپنے دوست کو سمجھا رہا تھا کہ اب سے تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے۔ اور مرجانہ نام کی لڑکی کو اس کے ساتھ جو کوئی بھی ہو گا۔ دونوں کو گھیر کر یا تو ختم کر دیا جائے یا پھر کسی طرح اغوا کیا جائے۔ اس طرح کہ قانون کی گرفت میں نہ آ سکیں۔ اس کے بعد وہ مرجانہ سے نمٹ لے گا۔

میں بختاور کے شرابی دوست کے دماغ میں پہنچ گیا

وہ ریسیور رکھنے کے بعد دوبارہ اسے اٹھا کر اپنے غنڈوں کے لیڈر سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد اس نے اس لیڈر کو وہی حکم دیا جیسا کہ بختاور چاہتا تھا۔ اس طرح کہ رابطے سے میں غنڈوں کے اس لیڈر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ لیڈر اب اپنے غنڈوں سے رابطہ قائم کرنے کے لیے گھر سے نکل پڑا تھا۔

میں نے مرجانہ سے کہا: "ذرا لمبے راستے سے کوٹھی کی طرف چلیں۔ اتنی جلدی کوٹھی میں نہ پہنچیں کیونکہ معاملہ خاصا سنگین ہوتا جا رہا ہے۔"

مرجانہ نے پوچھا: "کیسا معاملہ، سنگینی کیسی ہے؟"

"میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں گا۔ ابھی ایک بدمعاش کا تعاقب کر رہا ہوں۔ تھوڑی دیر خاموش رہو۔"

یہ کہہ کر میں پھر اس لیڈر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب وہ اپنے ایک ماتحت کے گھر پہنچ کر اس سے باتیں کر رہا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ اپنے دو چار ساتھیوں کو بلا کر لے آئے۔ میں ان دونوں کے یعنی کہ لیڈر اور اس کے ماتحت کے دماغوں میں باری باری جھانکتا رہا۔ وہ لوگ جہاں جہاں گئے اور جن سے رابطہ قائم کیا ان تمام لوگوں کے دماغوں کو پہچانتا رہا اور ان کے دماغوں میں بیٹھنے کے لیے جگہ بناتا رہا۔ پھر میں نے دماغی طور پر کار میں حاضر ہو کر مرجانہ سے کہا: "بس اب کوٹھی کی طرف چلو۔ کام بن گیا ہے۔"

اس نے گاڑی کا رخ کوٹھی کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔ "اب بتاؤ کیا بات ہے؟"

میں نے اسے ساری باتیں بتائیں کہ بختاور کس طرح ہمارے اطراف جال بچھا رہا ہے۔ مرجانہ نے کہا: "وہ بڑا ہی کمینہ آدمی ہے اس کا بیٹا اور اس کی بہو اس کی جان بچانے کی خاطر ہمیں صلح کے لیے اپنے پاس بلا رہے ہیں اور وہ بدمعاشی سے اب بھی باز نہیں آ رہا ہے۔ اب بتاؤ کیا ارادہ ہے؟"

"بس چلتے چلو، ہم ان کی کوٹھی میں جائیں گے دیکھیں گے کہ وہ ہمارا کیا بگاڑ لیتے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "واہ مزہ آ گیا۔ مجھے ساتھی بھی ملا ہے تو میرے ہی جیسا جی دار ہے۔ جب جان بوجھ کر خطرات میں چھلانگ لگائی جاتی ہے اور ایسے وقت اپنے ساتھی کی حمایت بھی حاصل ہو تو مزہ آ جاتا ہے۔"

ہماری کار کوٹھی کے پورچ میں پہنچ کر رک گئی۔ مرجانہ نے کار کا ہارن دیا۔ پھر ہم گاڑی سے نکل آئے۔ ہارن کی آواز سنتے ہی شاہینہ مضطربانہ ہوئی باہر آئی۔ اس کے پیچھے زبیر بھی تھا پھر وہ مرجانہ کے ساتھ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ ایک جگہ کھڑی سہ گئی اور مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ اسے انتظار تھا کہ اس کے فرہاد بھائی جان آ رہے ہیں۔ تصور میں وہی فرہاد کا چہرہ تھا جو تصویر میں نظر آتا تھا۔ مگر مجھے دیکھتے ہی وہ مایوس ہو گئی۔ میں

اس کے لیے اجنبی تھا۔ میں نے برآمدے کی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے کہا" شاہینہ! میں تمہارا بھائی ہوں۔ میں نے کہا تھا نا کہ تم مجھے پہچان نہیں سکو گی۔ بہرحال مجھے اس کا گلہ نہیں ہے۔ یہ تمہاری بھی مجبوری ہے۔ جب تم مجھے میرے اصلی چہرے کے ساتھ دیکھو گی تو انشاءاللہ ایک دن اپنے بھائی جان کے سینے سے آ لگو گی۔"

وہ گہری سنجیدگی سے بولی" میں اپنے بھائی جان کے لیے تڑپ رہی ہوں۔ جب بھی میں آپ کے چہرے پر اپنے بھائی جان کا چہرہ دیکھوں گی تو وہ دن میری زندگی میں سب سے زیادہ خوشی کا دن ہوگا۔ اس روز میں آپ کے دھڑکتے ہوئے سینے میں باپ کی دھڑکنیں محسوس کروں گی۔ آپ کی آغوش میں پہنچ کر ماں کی گود میں پہنچ جاؤں گی اور آپ کا پیار ایک بھائی کا مقدس پیار ہوگا۔ اس دن کا انتظار کرنے کے لیے ہمیں صبر کرنا چاہیے۔ آیئے اندر تشریف لایئے۔ وہاں گھر کے دوسرے لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔"

زبیر نے بھی ہاتھ کے اشارے سے اندر چلنے کے لیے کہا" میں اور مرجانہ شانہ بہ شانہ چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔ وہاں بختاور اور اس کی بیوی ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس صوفے کے پیچھے ان کا قد آور بلیک بیلٹر بیٹا کمر پر دونوں ہاتھ رکھے بڑی شان سے کھڑا ہوا تھا۔ میں اور مرجانہ ان کے بالکل سامنے مگر ان سے دو گز ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ زبیر نے کہا" یہاں ہم دوستانہ ماحول میں باتیں کریں گے اور سمجھدار انسانوں کی طرح لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرتے ہوئے کوئی ایسا راستہ نکالیں گے کہ جس سے مرجانہ کی بھی تسلی ہو جائے۔"

مرجانہ نے کہا" میری تسلی اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ میرے انتقام کی آگ نہیں بجھے گی۔"

زبیر نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا" ابھی ابا جان ہم سے کہہ رہے تھے کہ وہ جو اتنی دیر تک دیوار سے سر ٹکراتے رہے تھے اور مرجانہ کا نام لے کر چیختے رہے تھے تو یہ کوئی ٹیلی پیتھی کا کمال نہیں تھا۔ آپ فرہاد علی تیمور نہیں ہیں بلکہ آپ لوگ یہاں، ہمیں دھوکا دینے کے لیے آئے ہیں، اور اسی لیے ٹیلیفون پر بھی ہم سے لابطہ قائم کیا تاکہ ہم مجبور ہو کر آپ لوگوں کو یہاں بلائیں۔"

میں نے پوچھا" اگر یہ ٹیلی پیتھی کا کمال نہیں تھا تو تمہارے ابا جان دیواروں سے سر کیوں ٹکرا رہے تھے؟"

بختاور نے کہا" میں بتاتا ہوں۔ میں شام سے بہت زیادہ پی رہا تھا اور مجھے بہت زیادہ نشہ ہو گیا تھا۔ اس نشے کی وجہ سے میں نے ایسی حرکتیں کی ہیں۔ اگر تم واقعی فرہاد علی تیمور ہو تو اس کا ثبوت پیش کرو۔"

شاہینہ نے کہا" ہاں بھائی جان! اگر آپ واقعی میرے بھائی جان ہیں تو کوئی ایسا ثبوت پیش کریں جس سے ہم میں سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔"

میں نے کہا" میری بہن! میں نے اگر ضرورت محسوس کی تو ضرور ثبوت پیش کروں گا۔ فی الحال یہ سمجھ لو کہ میں فرہاد علی تیمور نہیں ہوں۔ ایک عام سا آدمی ہوں اور میرے ساتھ یہ ایک عام سی لڑکی ہے جو مظلوم ہے جس پر بختاور نے ظلم کیا ہے۔ ہم فریادی بن کر آئے ہیں اور انصاف چاہتے ہیں۔ تم لوگ شرافت تہذیب اور انسانیت کی حدود میں رہ کر کیا انصاف کرو گے، ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔"

زبیر نے کہا" آپ لوگوں کو قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے۔ آپ لوگ میرے ابا جان کے خلاف جو بھی قدم اٹھائیں گے وہ غیر قانونی ہوگا۔ آپ لوگوں کو دانشمندی سے کام لینا چاہیے اور یہ سوچنا چاہیے کہ ظالم کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ جو جیسا کرتا ہے ویسا بھرتا ہے۔"

مرجانہ نے کہا" نہیں ظالم کرتا ہے، مگر بھرتا نہیں ہے۔ مظلوم کی زندگی دوبھر کرتا رہتا ہے جیسا کہ آج بیس برس ہونے کو آئے۔ آج تک تمہارا باپ میرے پیچھے پڑا رہا اور کرم دین کے ذریعے معلومات حاصل کرتا رہا تاکہ کسی طرح مجھ تک پہنچ جائے اور مجھے کسی طرح اپنی بیٹی بنا کر میری دولت اور جائیداد پر قبضہ جمالے۔"

زبیر نے کہا" یہ باتیں ہم تمہاری زبان سے پہلے بھی سن چکے ہیں۔ اسے بار بار دہرانے کی ضرورت نہیں ہے میں صرف اتنا سمجھانا چاہتا ہوں کہ قانون کے مطابق تم لوگوں کو کسی بھی شریف گھر میں گھس کر ایسی کوئی نازیبا حرکت نہیں کرنی چاہیے اور ہمارے بزرگوں سے کوئی گستاخی نہیں کرنی چاہیے۔"

میں نے کہا" زبیر! اگر تمہارا انصاف یہی ہے کہ تمہارے باپ کو قانون قدرت پر چھوڑ دیا جائے تو کیوں نہ تمہارے باپ کا فیصلہ قانون کے مطابق کیا جائے۔ تمہارے باپ نے یہ اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے سائرہ بانو سے شادی کی تھی اور مرجانہ ان کی بیٹی ہے۔ یہ اپنا تحریری بیان دے دیں۔ ہم عدالت میں یہ ثابت کریں گے کہ یہ غلط ہے اور بختاور لاہج کے تحت مرجانہ اور اس کی والدہ کی زندگی برباد کر رہا ہے پھر قانون کے مطابق جو سزا ہوگی تو وہ تماشہ کیا تم دیکھ سکو گے؟"

شاہینہ نے کہا" اتنی لمبی چوڑی باتیں کرنے کا کوئی

فائدہ نہیں ہے۔ آپ لوگ اپنے اپنے تحفظ کے لیے اور اپنی اپنی باتوں کو جائز قرار دینے کے لیے بڑی بڑی بحثیں کر سکتے ہیں میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ ہمارے درمیان یہاں سمجھوتے کی بات ہونی چاہیے۔"

"شاہینہ! تم میری بہن ہو۔ میں تمہارے کہنے پر شاید بختاور کو معاف کر دیتا اور مرجانہ بھی کسی حد تک نرم پڑ جاتی لیکن تمہیں نہیں معلوم ہے کہ یہ بوڑھا شخص کس قدر چالباز ہے۔ تم لوگوں نے ہمیں یہاں صلح کے لیے بلایا ہے اور یہ شخص ہمیں غنڈوں کے ذریعے گھیر کر ہماری جان لینا چاہتا ہے۔ اس سے پوچھو کہ یہ تھوڑی دیر پہلے یہاں ڈرائنگ روم سے ٹیلیفون اپنے کمرے میں لے جا کر کس سے باتیں کر رہا تھا اور کس طرح غنڈوں کو ہمارے لیے ہدایات دے رہا تھا۔"

میری یہ بات سنتے ہی بختاور چونک کر سیدھا ہو کر صوفے پر بیٹھ گیا اور بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ زبیر نے پوچھا" ابا جان! کیا یہ سچ ہے؟"

بختاور نے ٹوٹھائی سے کہا" یہ جھوٹ ہے۔"

میں نے کہا" زبیر! تم اور منصور باہر جا کر دیکھو اس وقت تمہاری کوٹھی کے چاروں طرف غنڈے اور بدمعاش پھیلے ہوئے ہیں اور یہ سب تمہارے باپ کی طرف سے آئے ہوئے ہیں۔"

اسی وقت ڈرائنگ روم میں ایک نوجوان لڑکی داخل ہوئی۔ وہ بختاور کی بیٹی تھی۔ بیگم نے اسے دیکھتے ہی کہا" سلمیٰ! میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم ڈرائنگ روم میں نہ آنا۔"

سلمیٰ نے آگے بڑھتے ہوئے اور میری طرف دیکھتے ہوئے کہا" میں اپنے کمرے میں رہ نہیں سکی۔ میرے دل میں بے چینی تھی کہ ذرا فرہاد علی تیمور کو دیکھوں۔ مگر یہ صاحب تو کوئی اور ہیں۔"

زبیر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا" اچھی بات ہے، میں باہر جا کر دیکھتا ہوں کہ غنڈے وہاں موجود ہیں یا نہیں۔"

وہ جانا ہی چاہتا تھا کہ بختاور نے ڈانٹ کر کہا" زبیر! میں حکم دیتا ہوں کہ تم ڈرائنگ روم سے باہر قدم نہیں نکالو گے۔"

زبیر نے کہا" مگر کیوں ابا جان! اگر تصدیق کر لی جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ کیا آپ نے واقعی غنڈوں کو یہاں آنے کی دعوت دی ہے؟"

"ہاں، یہ درست ہے۔ تمہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ دونوں اب یہاں سے زندہ واپس نہیں جائیں گے۔ میں نے انہیں گھیرنے اور ان کی مرمت کرنے کے پورے انتظامات کر لیے ہیں۔"

منصور نے آگے بڑھتے ہوئے کہا" ابا جان! آپ نے خواہ مخواہ اتنی زحمت کی۔ آپ کا بیٹا اس قابل ہے کہ اکیلا ان دونوں کی مرمت کر سکتا ہے اور ان کو ایسا سبق سکھا سکتا ہے کہ پھر کبھی آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔"

اس کی بات سن کر مرجانہ اپنی جگہ سے اٹھی اطمینان سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم کے باہری دروازے تک گئی، اور اس دروازے کو بند کر کے اندر سے چٹخنی چڑھا دی۔ اس کے بعد وہاں سے پلٹ کر بولی" اس دروازے سے باہر کا کوئی آدمی اندر نہیں آئے گا۔ منصور میں تنہا تمہارے سامنے ہوں۔ آؤ اور اپنی حسرت پوری کر لو۔ میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ تم ابھی بچے ہو۔ تم نے بلیک بیلٹ اپنی کمر سے باندھ کر یہ سمجھ لیا ہے کہ بہت بڑے مائٹر ہو۔ جب تک تمہیں ٹھوکریں نہیں لگیں گی، اس وقت تک تمہارے سر سے غرور نہیں اترے گا۔"

اگر میں چاہتا تو مرجانہ کو اس مقابلے سے روک سکتا تھا کیونکہ منصور کتنا ہی خطرناک فائٹر ہو، پھر بھی وہ مرجانہ کے فولادی جسم سے ٹکرا نہیں سکتا تھا اور نہ ہی اس کی طرح لڑنے کا تجربہ رکھتا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ منصور کو کچھ سبق ملنا چاہیے ورنہ یہ اور زیادہ مغرور ہوتا جائے گا۔ مرجانہ کے ذہن کو میں پڑھ چکا تھا۔ وہ منصور سے مقابلہ میں فاتح بننے کے لیے نہیں، اس کی گوشمالی کے لیے آگے بڑھ رہی تھی۔ اس وقت تک وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہو گئے تھے۔ صوفوں کے درمیان کافی جگہ تھی وہ بڑی آسانی سے پینترے بدل کر ایک دوسرے پر حملے کر سکتے تھے۔

پھر منصور پینترے بدل بدل کر کراٹے کے پوز بنانے لگا۔ اس کے پوز بنانے کے انداز میں بڑی جارحیت تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ سچ مچ بہت ہی خطرناک قسم کا حملہ کرنے والا ہے۔ اس کے مقابلے میں مرجانہ بڑی سہولت سے آہستہ آہستہ اس کے جواب میں پینترے بدل رہی تھی۔ پھر اچانک ہی منصور نے کراٹا لڑنے والوں کی طرح چیخ ماری۔ پھر پوز بناتا ہوا تیزی سے بڑھتا ہوا مرجانہ پر حملہ آور ہوا۔ اس نے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے متواتر دو چار حملے کیے لیکن تمام حملوں کو مرجانہ رد کرتی چلی گئی اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتی گئی۔ جب

پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ رہی تو اس نے یکبارگی منصور کا ہاتھ پکڑ کر دوسری طرف ایک جھٹکے سے گھما دیا۔ وہ اس بات کے لیے تیار نہیں تھا بڑی آسانی سے گھوم گیا۔ گھومتے ہی مرجانہ نے اس کی کمر پر ایک زبردست کی لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے کی طرف ڈگمگاتا ہوا صوفے پر بیٹھی ہوئی اپنی ماں کے آگے جا کر گرا اور اس کا سر ماں کی گود میں پہنچ گیا۔

مرجانہ نے حقارت سے کہا: "ابھی تمہاری عمر ہی ہے ماں کی گود میں ہی رہو تو بہتر ہے۔"

وہ یکبارگی اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پلٹ کر خونخوار نظروں سے مرجانہ کو دیکھنے لگا۔ پہلی بار حملہ کرتے وقت اس کے دماغ میں یہی بات تھی کہ مقابلے میں ایک لڑکی ہے۔ قد آور ہے اچھی ڈیل ڈول والی ہے پھر بھی معمولی حملے سے وہ چاروں شانے چت ہو جائے گی لیکن اب اسے پتہ چلا تھا کہ مرجانہ کتنی پھرتیلی ہے۔ اس بار اس نے پھر پینترے بدل کر کراٹے کے پوز بنائے۔ ایسا لگتا تھا جیسے پھر کھڑی ہتھیلیوں سے حملہ کرے گا لیکن یکبارگی اس نے مرجانہ پر چھلانگ لگائی فلائنگ کک مارنے کا ارادہ تھا لیکن مرجانہ نے نیچے بیٹھ کر اس کو ایک ہاتھ سے ہلکا سا ٹھونکا دیا۔ چونکہ وہ فلائنگ کک کی وجہ سے فضا میں اڑتا ہوا آ رہا تھا چنانچہ اس کے ایک ہاتھ کے معمولی سے ٹھونکے سے دوسری طرف اڑتا ہوا گیا اور ایک صوفے سے ٹکراتے ہوئے دوسری طرف الٹ گیا۔

اس کی ماں ایک دم سے سینہ پیٹتے ہوئے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ "ہائے یہ میرے بیٹے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔"

میں نے تاؤ دلانے کے لیے کہا: "منصور! بڑے شرم کی بات ہے۔ ایک لڑکی سے ہار رہے ہو۔"

منصور ایک دم سے جھنجھلا کر فرش پر سے اٹھا صوفے کو پھلانگتا ہوا، دوڑتا ہوا مرجانہ کو مارنے کے لیے اس طرح آیا کہ غصے میں پینترا بھی بھول گیا۔ لڑائی کے وقت پینترا بھولنے والے اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے۔ ان کی شامت آ جاتی ہے۔ مرجانہ نے پھر اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر دوسری طرف گھماتے ہوئے اور لات رسید کرتے ہوئے کہا: "بے وقوف کے بچے! میں تم پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہتی۔ اگر ایک ہاتھ بھی پڑ گیا تو تم اسے برداشت نہیں کر سکو گے۔ اب باز آ جاؤ اور یہ سمجھ لو کہ مجھ سے جیتنے کے لیے ابھی تمہیں ایک عمر درکار ہے اور ابھی بڑی مشقوں کی ضرورت ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی منصور نے پھر پلٹ کر پینترا بدل کر اس پر چھلانگ لگائی تھی۔ وہ ایک طرف ہٹ گئی۔

منصور پھر فضا میں اڑتا ہوا میرے پاس آ کر گر گیا۔ میں نے اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا: "اٹھو شاباش۔ ابھی تم جان باقی ہے۔"

اس نے جھنجھلا کر ایک الٹا ہاتھ میری طرف گھمایا۔ مجھے مارنا چاہتا تھا لیکن میں پیچھے کی طرف ہٹ گیا۔ اس کا وار خالی گیا۔ مرجانہ نے آگے بڑھ کر اس کی ٹانگ کھینچی اور پھر اسے پکڑ کر گول چکر دینے لگی۔ چکر دیتے دیتے اسے فضا میں اچھال دیا۔ منصور چیخیں مارتا ہوا صوفوں کے دوسری طرف دور جا کر وہاں رکھے ہوئے ایک ٹی وی سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ بڑی شدید چوٹیں آئی تھیں۔ پھر بھی مرجانہ کافی رعایت برت رہی تھی۔ اس نے اب تک اپنا ہاتھ نہیں دکھایا تھا اور ہی حد سے ایک بچے کی طرح اسے کھلا رہی تھی۔ شاہینہ نے پریشان ہو کر کہا: "مرجانہ! بس کرو۔ یہ تو خون خرابہ شروع ہو گیا ہے۔"

مرجانہ نے کہا: "بس تو تمہارے دیور کی طرف سے ہو میں تو بالکل سیدھے سادے انداز میں اپنی جگہ کھڑی ہستی ہوں۔ تمہارا دیور ہی لپک لپک کر مجھے مارنے آتا ہے۔ تم لوگ اسے کیوں نہیں روکتے؟"

زبیر، بختاور اور بیگم سبھی منصور کی طرف دوڑتے ہوئے گئے اور اسے سمجھانے لگے کہ اسے سمجھ بوجھ سے کام لینا چاہیے میں نے شاہینہ سے کہا: "میری بہن! تم یہاں کے تماشے دیکھ رہی ہو۔ تم نے صلح کے لیے مجھے بلایا تھا۔ مجھے بہن کے رشتے کا واسطہ دے کر کہا تھا کہ میں تمہارے سسر کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاؤں لیکن دیکھ لو، تمہارے سسر نے ہمارے لیے دشمنی کی ایک فوج باہر بلا کر رکھی ہے۔ ایسی صورت میں اب تمہیں اپنے الفاظ واپس لینا چاہئیں اور آئندہ بہن اور بھائی کے رشتے کا حوالہ نہیں دینا چاہیے۔ میں اس بوڑھے، ذلیل آدمی کو تھوڑی سی سزا دے کر یہاں سے جاؤں گا اور تم دیکھ لو گی کہ میں فرہاد علی تیمور تیلی پیتھی کے ذریعے کس طرح اسے ناچ نچاتا ہوا لاؤں۔"

یہ کہتے ہی میں بختاور کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ پھر اسے زینے کی طرف دوڑانے لگا۔ وہ اوپر زینے کی طرف دوڑتے ہوئے چڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا: "میں بہت ہی ذلیل اور کمینہ آدمی ہوں۔ میں نے ان لوگوں کو جو صلح کے لیے یہاں آتے ہیں، ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ غنڈوں کو یہاں بلایا ہے میں اپنی اس غلطی کی سزا خود بھگتنے جا رہا ہوں۔"

یہ کہتے کہتے وہ زینے کی اونچائی پر یعنی اوپر منزل پر پہنچ گیا تھا۔ پھر وہ لڑکھڑا کر وہاں سے گرا اور اوپر سے لڑھکتا اور نیچے زینے کی طرف آنے لگا۔ بیگم اور شاہینہ چیخنے لگیں۔ زبیر دوڑتا ہوا اپنے باپ کو سنبھالنے کے لیے گیا لیکن اس وقت تک بختاور زینے سے لڑھکتا ہوا لہولہان ہوتا ہوا نیچے فرش پر آ کر ٹھہر گیا تھا اور گہری گہری سانسیں یوں لے رہا تھا جیسے دم نکلنے والا ہو۔

دوسری طرف منصور اپنی ضد سے باز نہیں آ رہا تھا۔ وہ اب لڑکی سے مار کھا کر اپنی توہین محسوس کر رہا تھا اور کسی نہ کسی طرح مرجانہ کو ایک ہاتھ منصور رسید کرنا چاہتا تھا۔ اس کی حسرت رہ گئی تھی کہ اس کا کوئی داؤ کامیاب ہو جائے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اپنی چوٹوں کو سہلانے کے بعد آہستہ آہستہ مرجانہ کی طرف کراٹے کا پوز بناتے ہوئے بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر وہ اس کے عین مقابل آ کر کھڑا ہو گیا تب مرجانہ نے کہا: "تم اس طرح باز نہیں آؤ گے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم پر ہاتھ اٹھاؤں؟"

اس نے گالی دے کر کہا: "تم کیا ہاتھ اٹھاؤ گی۔"

گالی سنتے ہی مرجانہ بھڑک گئی۔ اس نے اچانک ہی کراٹے کا پوز بناتے ہوئے چیخ مارتے ہوئے اس کی طرف لپکتے ہوئے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا تو منصور ایک دم سے گھوم کر چکرا کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ ہاتھ نہیں تھا لوہے کی سلاخ تھی جو اس کے منہ پر لگی تھی۔

میں نے شاہینہ سے کہا: "بیٹے! تم اپنی نند سلمیٰ کو لے کر اندر کمرے میں چلی جاؤ۔ اب باہر کے غنڈے اندر آنے والے ہیں۔"

شاہینہ نے حیرانی سے پوچھا: "دروازہ تو اندر سے بند ہے۔ غنڈے کیسے آئیں گے؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "میں خود انہیں بلاؤں گا۔ تم اندر چلی جاؤ۔"

وہ آگے بڑھ کر سلمیٰ کا ہاتھ تھام کر ہم سے دور ہوتی چلی گئی۔ پھر ڈرائنگ روم کے دور افتادہ گوشے میں جا کر کھڑی ہو گئی۔ وہاں دوسرا دروازہ تھا۔ اس دروازے کو بار کر کے وہ کوٹھی کے اندرونی حصے میں جا سکتی تھی لیکن تماشہ دیکھنے کے لیے کھڑی ہو گئی تھی۔ سلمیٰ بھی اس تماشے میں دلچسپی لے رہی تھی۔ اسے بھائی کے مار کھانے اور باپ کے زخمی ہونے کا ملال نہیں تھا۔ شاید وہ دونوں کے کرتوت جانتی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ ان کے ساتھ مناسب سلوک کیا جا رہا ہے۔

میں نے ڈرائنگ روم کے بیرونی دروازے کے پاس پہنچ کر اس کی چٹخنی گرا دی۔ پھر دروازے کو کھولتے ہوئے بدمعاشوں کے لیڈر کو آواز دی: "اندر آ جاؤ، مسٹر بختاور تم لوگوں کو بلا رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر میں پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کا لیڈر کمرے میں داخل ہوا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ میری مرضی کے مطابق آگے بڑھتا ہوا ڈرائنگ روم کے وسط میں چلا گیا۔ اس کے پیچھے اس کے ماتحت یکے بعد دیگرے آنے لگے۔ وہ تعداد میں دس تھے۔ جب وہ لوگ اندر پہنچ گئے تو میں نے مرجانہ کو اشارہ کیا۔ وہ میرے پاس آ گئی۔ پھر ہم دونوں فوراً ہی باہر نکل کر دروازے کو بند کرتے ہوئے اور باہر سے اس کی چٹخنی لگا کر کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ مرجانہ نے کار اسٹارٹ کی اور اپنی کوٹھی کی طرف ڈرائیو کرنے لگی۔ وہاں بختاور کی کوٹھی میں بدمعاشوں کا لیڈر میری مرضی کے مطابق اپنے لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ وہ ڈرائنگ روم میں چپ چاپ کھڑے رہیں جب تک وہ کوئی حکم نہ دے۔ کوئی حرکت نہ کرے۔

مرجانہ کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ جب ہم ذرا دور نکل گئے تو میں نے اس لیڈر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے بعد پھر میں نے ان کے بارے میں کچھ معلوم کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ مرجانہ کہہ رہی تھی: "بڑا مزہ آیا آج کے تماشے میں۔ واقعی وہ دونوں باپ بیٹے ہمیں کبھی نہیں بھولیں گے۔"

"مزہ تو بہت آیا مگر یہ بتاؤ میری قربت میں مزہ آیا یا نہیں؟"

وہ خوش ہو کر بولی: "تمہارا جواب نہیں ہے۔ اول تو میں کسی سے دوستی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اب دوستی ہوتی ہے تو یہ میرے معیار اور میرے مزاج کے مطابق ہے۔ فرہاد! میں نے تمہاری بہت تعریفیں سنی تھیں۔ تم ویسے ہی ہو، شاید آئندہ ملاقاتوں میں پتہ چلے کہ تم اس سے بھی اچھے ہو کوشش کرو کہ میرے ساتھ اچھے بن کر رہو۔ مجھے چھچھورا پن پسند نہیں ہے۔"

"چھچھورے پن سے تمہاری مراد کیا ہے؟"

"یہی کہ جہاں ایک مرد اور عورت ملتے ہیں وہاں دوستی کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ عشق و محبت شروع ہو جائے، اور پھر اس کے بعد اس محبت کی آخری منزل یہ ہو کہ جسمانی تعلقات قائم ہو جائیں۔ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو تو میرے دماغ کو پڑھ کر بھی معلوم کر سکتے ہو۔ میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔ مجھے مرد اور عورت کے روایتی تعلقات سے سخت نفرت ہے۔ میں خود ایک مرد ہوں اور مرد کی طرح زندگی گزارتی رہوں گی۔"

اس لمحے مجھے رومانہ یاد آگئی۔ جب اس سے پہلی بار ملاقات ہوئی تھی تب وہ ایک اسمگلر کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھی اور جوڈو کراٹے کی ماہر تھی۔ ایسی ہی سخت جان تھی جیسی کہ مرجانہ اب نظر آرہی ہے۔ دونوں کا مزاج بھی ایک جیسا تھا۔ وہ بھی مردوں کی طرح زندگی گزارنا چاہتی تھی اور واقعی اوپر سے فولاد کی طرح سخت تھی۔ پہلے تو میں نے یہی سمجھا تھا کہ محبت کی آنچ اسے پگھلا نہیں سکے گی، لیکن رفتہ رفتہ میری قربت کی حرارت نے اسے موم کردیا تھا۔

مرجانہ نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

"انسان فطرت کے خلاف زندگی نہیں گزار سکتا۔ تم چاہے جتنی بھی فولاد بن جاؤ، عورت ہی رہو گی۔ ساری عمر مرد کی طرح زندگی نہیں گزار سکو گی۔ تمہاری زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا موڑ آئے گا جب تمہارے اندر کی عورت بیدار ہونا چاہے گی۔ جیسے اب سے چند گھنٹے پہلے تمہارے اندر پہلی بار ممتا پیدا ہوئی تھی۔"

وہ بولی "کیا تم بحث کرکے مجھے قائل کرنا چاہتے ہو کہ مجھے مرد سے عورت بن جانا چاہیے؟"

"مرد سے عورت نہیں، عورت سے ہی عورت بننا چاہیے لیکن ابھی یہ بات تمہارے مزاج کے خلاف ہے اس لیے میں ضد نہیں کروں گا اور نہ ہی اس پر مزید بحث کروں گا۔ اس موضوع کو اب ختم کرو۔ وہ دیکھو، ہماری کوٹھی آگئی۔"

اس نے کار کو کوٹھی کے احاطے میں پہنچا کر روک دیا۔ پھر ہم گاڑی سے باہر آئے۔ کوٹھی کے برآمدے میں چارپائی پر بستر بچھا ہوا تھا۔ ایک ملازم وہاں جاگ رہا تھا۔ اسے ہمارا ہی انتظار تھا۔ مرجانہ نے ایک طرف لے جاکر مجھ سے کہا "اگر تم کہو تو میں تمہاری فرہاد والی شخصیت اپنے اٹکل پر ظاہر کردوں کیونکہ ان لوگوں نے تمہیں کوئی معمولی آدمی سمجھ کر تمہارے لیے برآمدے میں بستر بچھایا ہے۔"

"آدمی کو ہر طرح کی زندگی گزارنی چاہیے۔ برآمدے میں انسان ہی سوتے ہیں، بلکہ فٹ پاتھ پر بھی سوتے ہیں میری زندگی میں اگر کوئی ایسا موقع آیا تو میں فٹ پاتھ پر بھی سو کر دکھا دوں گا۔ انسان کو ہر حال میں خوش رہنا چاہیے۔ ویسے میری اصلیت اب کسی پر ظاہر کرنے کی حماقت نہ کرنا۔"

"لیکن تم نے تو شاہینہ کے پورے خاندان والوں کے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کردیا ہے۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "یہ محبت بھی ایک عجیب چیز ہے۔ پھر یہ محبت اگر ماں کی، بہن کی یا بیٹی کی ہو تو اس کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ شاہینہ سے برسوں کے بعد ملاقات نہیں مجھے کیا ہوگیا۔ میں اپنے آپ کو کنٹرول نہیں کرسکا۔ مجھے خود کو ظاہر نہیں کرنا تھا لیکن میں یہ آزمانا چاہتا تھا کہ شاہینہ مجھے اجنبی کی حیثیت سے قبول کرتی ہے یا نہیں۔ میں اس کے اعتبار سے اجنبی بن کر گیا اور دماغی اعتبار سے فرہاد بن کر اس کے سامنے خود کو پیش کرتا رہا مگر افسوس کہ اس نے مجھے بھائی کی حیثیت سے پوری طرح قبول نہیں کیا۔ اس کی الجھن بھی درست تھی۔ ویسے بات یہ ہو رہی تھی کہ مجھے خود کو ظاہر نہیں کرنا تھا۔ لیکن میں نے جو کچھ بھی کیا وہ بہن کی محبت تھی جس نے مجھے نقاب کردیا۔ بہرحال اب تم جاکر سو جاؤ، رات کے دو بج رہے ہیں۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ میں ایئر کنڈیشنڈ ——— کمرے کے آرام دہ بستر پر رات گزاروں اور تم یہاں برآمدے میں پڑے رہو۔ میں نے جب تک تمہارے اصلیت کو نہیں جانا تھا اس وقت تک تمہارے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتی رہی۔ لیکن تمہاری اصل شخصیت کے پیش نظر اب میں شرمندگی محسوس کرتی ہوں۔ میں تمہیں یہاں نہیں سونے دوں گی۔"

"تم پھر اس بات کو اہمیت دے رہی ہو۔ جاؤ... شاباش اپنے بیڈ روم میں جاکر آرام سے سو جاؤ۔ صبح ملاقات ہوگی۔"

وہ بولی "نہیں، میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے اور وہ یہ کہ جس بیڈ روم میں میرے لیے سونے کے انتظامات کیے گئے ہیں۔ تم وہاں جاکر سو جاؤ۔"

"اور تم کہاں سوؤ گی؟"

"میری فکر نہ کرو۔ میں اتنے بڑے گھر میں کسی بھی عورت کے پاس جاکر سو جاؤں گی، کوئی اعتراض نہیں کرے گی۔"

وہ ضد کرکے مجھے کوٹھی کے اندر لے آئی۔ جس خواب گاہ کو اس کے لیے مخصوص کیا گیا تھا وہاں اس نے مجھے چھوڑا۔ پھر یہ کہہ کر رخصت ہوگئی کہ صبح ملاقات ہوگی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ پھر بستر پر بیٹھ کر جوتے اتارنے کے بعد آرام سے لیٹتے ہوئے میں نے مرجانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ باہر برآمدے پر بچھے ہوئے میرے بستر پر جاکر لیٹ گئی تھی۔ اس طرح وہ اس گھر کے مکینوں کو اپنے اٹکل کو یہ احساس دلانا چاہتی تھی کہ طارق محمود جیسا بھی ہے اسے اجنبی یا غیر سمجھ کر برآمدے میں جگہ نہیں دینی چاہیے۔

اس کمرے میں تنہائی اور سکون ملا تو میں نے شاہینہ

دماغ میں پہنچ کر اپنی پھوپھی وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ شاہینہ کے بعد پھوپھی مجھے سب سے زیادہ عزیز تھیں کیونکہ ان دنوں میں، جب میں بہت غریب تھا محتاج تھا، پھوپھی نے میرا ساتھ دیا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ پھوپھی انتقال ہوچکا ہے۔ یہ معلوم کرکے مجھے واقعی صدمہ ہوا۔ پھوپھی کی بیٹی زرینہ کی شادی شاہینہ کے بھائی ظہیر سے ہوئی تھی۔ ظہیر میرے اپنے چچا کا لڑکا تھا۔ بہت ہی مغرور، حاسد قسم کا جوان تھا لیکن میں نے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد ان پر پہلا عمل کیا تھا اور.... خیال خوانی کے ذریعے اسے شیک کردیا تھا۔ وہ اوپچی سوچتا تھا کہ رسیا تھا۔ میں نے اس پر مکس ایسے عبادت گزاری میں لگا دیا تھا۔ پھر اس کے میں زرینہ کے لیے چاہت پیدا کی تھی۔ اب پتہ چلا کہ ان شادی کے بعد اب تک زرینہ ظہیر کے پانچ بچوں کی ماں بن ہے۔ شاہینہ کی ایک بڑی بہن یعنی میری چچازاد بہن غزالہ تھی، ابتدا ہی سے غلط راستے پر چل رہی تھی۔ ایک بار اپنے کمرے میں مجھے بلا کر پھانسنے کی کوشش کی تھی۔ جب میں اس کے حسن و جوانی سے متاثر نہ ہوسکا تو اس نے مجھے چچا اور چچی کے سامنے ی طرح بدنام کیا تھا کہ میں اس کی عزت لوٹنے اس کے رے میں آیا تھا۔ یہ ایسی بدنامی تھی کہ اسی دن سے میں نے چچا گھر چھوڑ دیا تھا اور پھوپھی کے ہاں پناہ لی تھی۔ پتہ چلا کہ غزالہ ری روش ہے اور وہ ایک چھوٹی سی کوٹھی میں رہتی ہے۔ رے پاس پانچ ہزار روپے ماہانہ خرچ کے لیے دیتا ہے اور اس اس نے غزالہ سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اگر اس نے چھ ماہ میں شادی نہیں کی۔ اپنا الگ گھر نہیں بسایا تو وہ ل کے ماہانہ اخراجات بند کردے گا۔

یہ ہمارے خاندانی حالات تھے۔ ہمارے خاندان میں سب سے زیادہ قابل عزت شاہینہ تھی۔ اس کے بعد ظہیر بھی قابل تعریف تھا کیونکہ اس نے اپنی روش بدل دی تھی اور اچھی طرح زندگی زرینہ کے ساتھ گزار رہا تھا۔ ایک غزالہ ایسی تھی جو ہمارے خاندان کی بدنامی کا باعث بنی ہوئی تھی۔ میں نے سوچا، پھر کسی وقت اس سے نمٹوں گا۔ مجھے اپنے پیدائشی مقام شاہ آباد کی طرف بھی جانا تھا۔ وہاں بھی بہت سے مزارات، بہت کے رشتے تھے جو میرے والد اور والدہ کے وقت سے مجھے اپنا سمجھتے تھے لیکن یہ اسی وقت ممکن تھا کہ میرا چہرہ تبدیل ہو جاتا اور میں اپنی اصلی شکل میں دنیا والوں اور خصوصاً اپنے خاندان والوں اور دوست احباب کے سامنے ظاہر ہوتا۔

ان لوگوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے سونے سے پہلے ممی اور رسونتی کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا۔ آدھی رات ہوگئی تھی۔ وہ دونوں گہری نیند سو رہی تھیں ممی نے رسونتی کو ہسپتال سے اپنے ہاں لاکر رکھا تھا اور دونوں ایک ساتھ رہتی تھیں۔ میں نے ان کے خوابوں میں پہنچ کر انہیں بتایا کہ میں خیریت سے ہوں۔ جب وہ بیدار ہوں گی تو انہیں یہ خواب یاد آئے گا اور میری طرف سے یہ یقین دہانی ہوگی کہ میں اگرچہ ان لوگوں سے رابطہ قائم نہیں کر رہا ہوں تاہم میں بالکل خیریت سے ہوں اور جلد ہی ان سے باتیں کروں گا۔ پھر میں نے سونے سے پہلے اپنے دماغ کو ہدایات دیں اور آنکھیں بند کرکے نیند کی وادیوں میں پہنچ گیا۔

میں نے اپنے دماغ کو تین گھنٹے تک خوابیدہ رہنے کی ہدایت کی تھی۔ پانچ بجے صبح بیدار ہونے کا وقت مقرر کیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ دوسروں کے گھر میں ہوں اور ان کی اجازت کے بغیر مرجانہ کی ضد پر خوابگاہ میں سو رہا ہوں لہٰذا صبح اٹھتے ہی میں باہر نکل جاؤں گا۔ صبح پانچ بجے میری آنکھ کھلی تو سب سے پہلے میں نے مرجانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ ارادہ تھا کہ میں اسے نیند سے بیدار کروں اور اسے خوابگاہ میں واپس بھیج دوں۔

اس وقت گھر کے اندر کسی ننھے سے بچے کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں اور اس کی ماں شاید اسے چپ کرا رہی تھی۔ یہ ایسی بات تھی کہ اس کے تسلسل سے مرجانہ کا ذہن اس ننھی سی بچی کی طرف چلا گیا جو اس کے سینے سے لگی تھی اور رو رہی تھی۔ چپ نہیں ہونا چاہتی تھی اور اسے چپ کرانے کے لیے مرجانہ نے جو جتن کیے تھے، اب وہ یاد آرہے تھے اور اس کے سینے میں ایسی تڑپ، ایسی کشش، ایسا جذبہ بیدار ہو رہا تھا کہ اگر وہ ننھی سی بچی ابھی موجود ہوتی تو اسے اپنے سینے سے لگا لیتی اور ایک ماں کے سے انداز میں اسے چپ کرانے کی کوشش کرتی ——— وہ عجیب جذباتی انداز میں سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے اچانک ہی اپنے ذہن کو جھٹک دیا۔

وہ جیسے ہوش میں آکر سوچنے لگی۔ یہ میں کیا سوچنے لگتی ہوں۔ ایک بچی مجھے بار بار کیوں یاد آجاتی ہے۔ میں کیوں ممتا بھرے انداز میں ایسا سوچنے لگتی ہوں۔ کیا فرہاد سچ کہہ رہا تھا کہ کوئی بھی انسان فطرت کے خلاف زندہ نہیں رہ سکتا۔ مرد کو مرد کی طرح اور عورت کو عورت کی طرح زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ نہ گزاری جائے تو زندگی کے کسی موڑ پر میرے اندر وہ عورت پن پیدا ہوجائے گا جو قدرت کا عطیہ ہے اور فطرت کا تقاضا ہے۔ خیالات کی رو میں بہنے کے دوران وہ پھر چونک گئی،

اور سوچنے لگی۔ اُف! یہ میں کیا سوچ رہی ہوں جب ایسا وقت آئے گا۔ جب میری زندگی میں کوئی ایسا موڑ آئے گا جو کہ فطرت کے عین مطابق ہوگا اور قدرت کو یہی منظور ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ میں ابھی سے کیوں سوچ رہی ہوں۔ ابھی میں کسی طرح بھی اس بات پر قائل نہیں ہو سکتی کہ مجھے عورت بن کر رہنا چاہیے۔ نہیں، میں مردوں کی طرح زندگی گزاروں گی۔ یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔

وہ بڑی مستقل مزاج تھی۔ اپنے فیصلے پر ڈٹ جانے والی لڑکی نہیں تھی۔ اسے اتنی جلدی قائل کرنا ممکن نہیں تھا۔ غسل خانے سے نکل کر میں کمرے میں آ گیا۔ میں نے مرجانہ سے کہا "جلدی اب اٹھو، جا کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ۔ پھر ہم آئندہ کا منصوبہ بنائیں گے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی "معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کچھ سوچ رکھا ہے۔ پہلے سے کوئی منصوبہ تمہارے ذہن میں ہے۔"

میں نے کہا "ہاں میں نے بڑی سنجیدگی سے غور کیا ہے کہ میں اپنی موجودہ صورت کے ساتھ نہ تو شاہینہ سے مل سکتا ہوں نہ بہن کی عجمت حاصل کر سکتا ہوں اور نہ ہی اپنے دوسرے رشتہ داروں اور دوست احباب سے ملاقات کر سکتا ہوں کوئی مجھے نہیں پہچانے گا۔ بہتر ہے کہ میں یہاں سے ابھی چلا جاؤں اور پلاسٹک سرجری کے بعد دوبارہ لاہور واپس آؤں۔ پھر یہاں رہ کر کچھ عرصہ اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب میں وقت گزاروں گا۔ میری زندگی تو ہنگاموں سے معمور رہے۔ ہنگامے تو ہوتے ہی رہیں گے یہ میرا پیچھا چھوڑنے والے نہیں ہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "شاید میں بھی اپنی تقدیر میں یہی لکھا کر آئی ہوں کہ قدم قدم پر کوئی مصیبت کھڑی رہے اور میں اس سے نمٹ کر آگے اور آگے بڑھتی رہوں اور تجربات کا خزانہ حاصل کرتی رہوں۔"

یہ کہہ کر وہ کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ میں باہر لان میں ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے انکل اور دوسرے رشتے دار بھی وہاں اچھی خاصی تعداد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے گھر کے سارے مرد فوجی تھے اس لیے وہاں کے بڑے اور بچے سبھی صبح جلد اٹھ جانے کے عادی تھے۔ اس وقت لان میں چہل پہل کا دور چل رہا تھا۔ میں بھی اس میں شریک ہو گیا۔

چائے پینے کے دوران میں نے ان لوگوں کو پچھلی رات کے واقعات سنائے لیکن ٹیلی پیتھی کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی یہ بتایا کہ شاہینہ اور اس کے سسرال والے فریاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کا تماشہ بھی دیکھ چکے ہیں۔ میں نے صرف اتنا کہا ہم ان لوگوں پر سبقت حاصل کر کے یہاں تک آنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ میری بات کاٹ کر وہاں بیٹھی ہوئی عورتوں نے مجھے سمجھایا کہ ہمیں آئندہ ایسی مہم پر نہیں جانا چاہیے اور اب جو کچھ ہو چکا ہے، آئندہ ہوشیار رہ کر اور دوسرے انتقام لینے کے لیے یا تو قانونی کارروائی کرنا چاہیے یا صبر کر لینا چاہیے۔

اسی وقت مرجانہ بھی نہا دھو کر وہاں آ گئی۔ عورتوں نے اسے بھی نصیحتیں کیں تو اس نے مسکرا کر کہا "ٹھیک ہے میں آپ لوگوں کی نصیحتوں پر غور کروں گی۔" اس وقت اس نے ہلکے گلابی رنگ کا شلوار سوٹ پہنا ہوا تھا۔ دوپٹہ گردن سے لپٹا ہوا کندھے کی طرف جھول رہا تھا۔ وہ بہت ہی حسین اور اسمارٹ لگ رہی تھی۔ چائے پینے کے دوران اس نے پوچھا "طارق کیا ارادہ ہے؟"

میں نے کہا "ہوٹل میں اپنا سامان چھوڑ کر آیا ہوں اور میرا خیال ہے کہ مجھے جلد ہی یہاں سے کوچ جانا ہوگا۔ میں تھوڑی دیر بعد اپنا پروگرام بتا سکوں گا۔"

مرجانہ نے کہا "پھر چلو، ہوٹل سے تمہارا سامان لے لیا جائے۔"

انکل نے کہا "بیٹی! ناشتہ تو کر لو۔ اس کے بعد جانا۔"

مرجانہ نے کہا "نہیں انکل! ہم علی الصباح شہر کی سیر کریں گے اس کے بعد کسی اچھے سے ریستوران میں ناشتہ کریں گے۔ اجازت ہو تو آپ کی کار لے جاؤں؟"

انکل نے مسکرا کر کہا "بیٹی! گاڑی تمہاری ہی ہے جب چاہو جہاں چاہو لے جاؤ۔"

اس نے چائے ختم کی۔ پھر میں اس کے شانہ بشانہ چلتا ہوا گاڑی تک آیا۔ اس نے پوچھا "کیا تم کار ڈرائیو کرو گے؟"

"نہیں تم کرو گی۔" پھر میں نے آہستگی سے کہا "میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔ کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

اس نے سر ہلا کر کہا "او۔کے، سامنے بیٹھ جاؤ، میں ڈرائیو کرتی ہوں۔"

ہم دونوں کار میں بیٹھ گئے۔ کار اسٹارٹ ہو کر احاطے سے باہر نکلی۔ پھر اس نے پوچھا "ہمیں کہاں جانا ہے؟"

میں نے کہا "بس گھومتی پھرتی رہو۔ جہاں کوئی اچھا سا ریستوران نظر آئے وہاں گاڑی روک دینا۔ ناشتہ کریں گے اس کے بعد ہوٹل جا کر میں اپنا سامان لے آؤں گا۔"

وہ خاموشی سے کار ڈرائیو کرنے لگی۔ میں نے سب سے پہلے غلام سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اس سے پوچھا "بتاؤ کہ تم نے پیرس جانے کے سلسلے میں کیا انتظامات کیے ہیں؟"

اس نے بتایا ہے کہ پاسپورٹ میں مہریں لگ چکی ہیں اور آج یا کل کسی دن بھی روانہ ہو سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ تم معلوم کرو کہ کل کونسی فلائیٹ پیرس جاتی ہے۔ پہلے معلومات حاصل کرو۔ میں ابھی تم سے دوبارہ رابطہ قائم کروں گا۔"

اس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد میں نے بختاور کی خیریت معلوم کی تو پتہ چلا کہ اس کے سر اور چہرے پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ بازو کی ہڈیاں بھی جیسے توڑ لی گئی تھیں۔ کمر میں بھی خاصی چوٹ آئی تھی کیونکہ وہ زینے کی بلندی سے لڑھکتا ہوا نیچے آیا تھا اور لہولہان ہو گیا تھا۔ اسی لیے وہ سر سے پاؤں تک زخموں سے چور تھا۔

اس کے بعد مجھے اس ٹیکسی ڈرائیور امام دین کا خیال آیا جسے میں نے اپنے لیے ایجنٹ کیا ہوا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ پھر صبح سے ٹیکسی لے کر ہوٹل کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ بڑا ہی فرض شناس تھا اور اپنی زبان کا پابند رکھتا تھا۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ جب بھی میرے لیے ریزرو رکھے گا اور وہ ایسا ہی کر رہا تھا۔ بار بار ہوٹل کے کاؤنٹر پر میرے متعلق پوچھ رہا تھا۔ ہوٹل والے نے جواب دیا کہ اس کمرے کا مسافر کل سامان رکھنے کے بعد واپس نہیں آیا ہے۔ اس بات نے امام دین کو اور پریشان کر دیا تھا۔

میں نے مرجانہ سے کہا "بہتر ہے کہ پہلے ہم ہوٹل چلیں۔ وہاں سے راستے پر گاڑی موڑ دینا۔ میں تمہیں گائیڈ کرتا جاؤں گا۔"

اس نے گاڑی کو دوسرے راستے پر موڑ دیا۔ پھر پوچھا۔ "تمہارا ارادہ کیوں بدل دیا۔ پہلے ہوٹل کیوں جا رہے ہو؟"

میں نے اسے امام دین کے متعلق ساری باتیں بتائیں تو وہ حیران ہوئی اور بولی "اس دور میں بھی ایسے شریف اور ایمان دار لوگ موجود ہیں جو غریبی کے باوجود کسی لالچ میں مبتلا نہیں ہوتے اور ایک ہی رات میں امیر بن جانے کے خواب نہیں دیکھتے۔"

اس کی باتوں کے دوران میں فوراً دیر کے لیے غلام کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے اتنی دیر میں ٹیلیفون کے ذریعے فلائیٹ کے متعلق معلومات حاصل کر لی تھیں اور اس نے کہا تھا کہ کل رات کو نو بجے برٹش ایئر ویز کا ایک طیارہ یہاں سے لندن جائے گا اور راستے میں پیرس میں تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرے گا۔ اگر ممکن ہو تو اسی طیارے میں سیٹ ریزرو کرائی جائے، کیونکہ حالات کے مطابق اس طیارے میں سیٹیں حاصل ہو سکتی تھیں۔ میں نے اسے انتظار کرنے کے لیے کہا۔ پھر مرجانہ کو مخاطب کیا۔

"مرجانہ! میں نے ابھی غلام کے ذریعے معلومات حاصل کی ہیں۔ میرے پیرس جانے کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں اور میں کل یہاں سے روانہ ہو سکتا ہوں۔ تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

اس نے کہا "بہتر یہی ہوتا کہ ہم دونوں ایک ساتھ یہاں سے روانہ ہوتے۔ میں نہیں جانتی کہ میرا پاسپورٹ کب تک تیار ہوگا؟ ویسے ابھی میں انکل سے معلوم کروں گی۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہم یہاں سے ایک ساتھ سفر کریں۔ اگر میں پہلے وہاں پہنچ جاؤں اور اپنے چہرے کے لیے پلاسٹک سرجری کے سلسلے میں معلومات حاصل کرتا رہوں اور اس کے انتظامات کرتا رہوں تو اس عرصے میں تم وہاں پہنچ جاؤ گی۔ پھر ہماری ملاقات ہو جائے گی۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ میری امی وہاں کہاں رہتی ہیں۔ تم مجھ سے کہاں آ کر ملو گے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تم پھر بھول گئیں۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گی میں تمہاری سوچ کے ذریعے معلوم کر لوں گا کہ تم کب اور کس وقت کس مقام پر موجود ہو۔" وہ بھی ہنسنے لگی۔

اس وقت تک گاڑی ہوٹل تک پہنچ گئی۔ وہاں واقعی امام دین کی ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے کار سے اتر کر اس کے پاس پہنچ کر کہا "امام دین! کیا حال ہے؟"

وہ مجھے دیکھتے ہی خوشی سے اچھل پڑا۔ دروازے سے باہر آتے ہوئے بولا "باؤ جی! آپ نے تو پریشان کر دیا۔ ہم سوچ رہے تھے کہ غنڈے بدمعاشوں نے آپ کو کہیں گھیر لیا ہے یا آپ گم ہو گئے ہیں۔ بڑے بڑے خیالات آ رہے تھے خدا کا شکر ہے کہ آپ خیریت سے ہیں۔"

میں نے جیب سے دو سو روپے نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا "یہ کل سے لے کر آج تک کی تمہاری دہاڑی ہے۔ اسے رکھ لو اور اب مجھے ٹیکسی کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے کار مل گئی ہے۔"

اس نے کہا "باؤ جی! میں نے تو آپ کو کہیں گھما یا پھرایا نہیں ہے۔ ایک ہی بار ٹیکسی میں بٹھایا تھا۔ اس کے دو سو روپے نہیں ہوتے۔"

میں نے کہا "لیکن تم کل سے آج تک گاڑی ریزرو رکھے ہوئے ہو۔ اس کے دو سو روپے ہوتے ہیں۔ زیادہ بحث نہ کرو، رکھ لو۔"

یہ کہہ کر میں نے دو سو روپے اس کی جیب میں ٹھونس دیے۔ پھر واپس گاڑی میں بیٹھ گیا۔

مرجانہ نے پوچھا "کیوں، ہوٹل کے اندر نہیں جاؤ گے؟"

میں نے جواب دیا "میں ابھی ہوٹل سے سوٹ کیس لانا نہیں چاہتا کیونکہ ہوٹل کا کمرہ رہنے دو رہنا چاہیے۔ پچھلی رات تمہیں سونے کے لیے بڑی تکلیف ہوئی تھی۔ برآمدے میں سونا پڑا تھا۔ آج میں ہوٹل میں رات گزاروں گا اور کل صبح کی فلائیٹ سے کراچی کے لیے روانہ ہو جاؤں گا تاکہ وہاں سے کل رات کو پیرس کے لیے روانہ ہو سکوں۔ یہ ابھی کا پروگرام ہے۔ ہم آئندہ اس پر بحث کریں گے اور کسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ کل مجھے یہاں سے روانہ ہونا چاہیے یا نہیں۔"

مرجانہ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "اوّل تو میں تمہیں یہاں سے تنہا جانے نہیں دوں گی۔ ہم ساتھ چلیں گے۔ لیکن اگر یہ ضروری ہے کہ تم مجھ سے پہلے پیرس پہنچ کر اپنی پلاسٹک سرجری کے لیے انتظامات کرو تو پھر آج رات میں تمہیں اپنے سے دور رہنے نہیں دوں گی۔ ہم آج رات جاگتے رہیں گے۔ گھومیں گے پھریں گے پھر کہیں بیٹھ کر خوب باتیں کریں گے۔ اس کے بعد تم کل یہاں سے روانہ ہو جانا۔ اس طرح مجھے تسلی ہو گی کہ میں نے تمہارے ساتھ بہت اچھا وقت گزار لیا ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "میں بھی تم جیسا دوست پا کر بہت خوش ہوں اور تمہارے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔ تم انتظار کرو، میں اپنا سوٹ کیس لے آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں ہوٹل کے اندر داخل ہوا۔ منیجر نے بھی مجھے دیکھتے ہی پریشانی کا اظہار کیا اور پوچھا کہ میں کل سے کہاں غائب ہو گیا تھا؟

میں نے اسے الٹا سیدھا جواب دیا۔ پھر اس سے کہا کہ پورٹر سے میرا سوٹ کیس منگوا دیں، میں ہوٹل کا کمرہ چھوڑ رہا ہوں کرایہ میں پیشگی ادا کر چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پورٹر میرا سوٹ کیس لے آیا اور باہر لے جا کر گاڑی کی ڈگی میں رکھ لیا۔

وہاں سے ہم کسی اچھے ریستوران کی تلاش میں چل پڑے۔ تاکہ ناشتہ کیا جائے۔ میکلوڈ روڈ سے گزرتے وقت اچانک ایک فٹ پاتھ کی دکان پر نظر پڑی وہاں پوریاں، تلی جا رہی تھیں اور بہت سے لوگ بھیڑ لگائے ادھر اُدھر کھڑے ہوئے یا کہیں فٹ پاتھ پر کھڑے ہوئے کھا رہے تھے۔ میں نے وہاں کار روک دی۔ مرجانہ نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

میں نے مسکرا کر کہا "آج فٹ پاتھ کا ناشتہ کیا جائے۔ لاہور کی پوریاں اور آلو چھولے کی بھاجی بہت ہی لذیذ ہوتی ہے۔ خدا کا کر دیکھو۔ تم تو یہاں بچپن گزار کر گئی ہو۔ ایک بار بعد یہاں کھاؤ گی تو مزہ آ جائے گا۔"

میں نے کار سے باہر نکل کر دکاندار کو پوریوں کا آرڈر دیا اور دوسری طرف لسی والے کو دو گلاس لسی تیار کرنے کو کہا۔ تھوڑی دیر بعد ہماری مطلوبہ چیزیں کار میں پہنچ گئیں اور ہم دونوں اگلی سیٹ پر بیٹھ کر کھانے لگے۔ مرجانہ نے کہا "واقعی مزہ آ گیا۔ تم سے زیادہ مزہ مجھے آ رہا ہے کیونکہ میں برسوں بعد یہ کھانا کھا رہا ہوں۔ یہاں پاکستان آنے کے بعد اب مجھے اپنے ملک کے کھانے نصیب ہو رہے ہیں۔"

مرجانہ نے پوچھا "تم نے مجتاور کے متعلق کچھ نہیں بتایا میں اسے بتانے لگا کہ وہ کس طرح سر سے پاؤں تک بُری طرح زخمی ہے۔

مرجانہ نے کہا "اسے تو اور زیادہ سزا ملنی چاہیے۔"

میں نے کہا "ایک تو اس کی عمر زیادہ ہے۔ دوسرے اس میں برداشت کرنے کی قوت نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ اس وقت اس بُری طرح زخمی ہے کہ اسے مزید اذیتیں نہیں پہنچائی جا سکتیں۔ اگر ہم نے کچھ اور اسے تکلیف پہنچائی تو وہ مر جائے گا۔ اور تمہارا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسے مار ڈالا جائے۔ اسے تو زندہ رکھ کے ہی تڑپانا چاہیے۔"

مرجانہ نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہاں، میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ ویسے ایک مسئلہ ہے کہ وہ پیرس جانے کے لیے راضی ہو گا یا نہیں۔ کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے وہاں جانے کے لیے مجبور کر سکو گے؟"

میں نے کہا "ہاں، جب ایسا وقت آئے گا اور وہ پیرس جانے سے انکار کرے گا تو تم تنہا پیرس چلی آنا۔ میں اس سے منٹ لوں گا اور اسے اس قدر مجبور کر دوں گا کہ وہ دفعتاً ہوا تمہارے پاس آئے گا اور تمہاری والدہ کے قدموں میں گر جائے گا۔"

"فریاد! تم کتنے اچھے ہو۔ تم نے میری کتنی ہی مشکلیں آسان کر دیں۔ تم نے قدم قدم پر مجھ پر احسانات کیے اور ہمیشہ عین وقت پر کام آتے رہے اور کئی بار میری جان بچائی ہے۔ میں تمہارے جیسے ہمدرد کو پا کر اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھ رہی ہوں اور یہ سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری کسی نیکی کا یہ انعام دیا ہے کہ مجھے تم مل گئے ہو۔"

ناشتہ کرنے اور لسی پینے کے بعد ہم شالامار باغ کی طرف گئے۔ ہمنے بہت دیر تک بہت اچھا وقت گزارا۔ مرجانہ بظاہر اس قدر شنگ مزاج تھی اور کسی کو لفٹ نہیں دیتی تھی لیکن میرے ساتھ بڑی ہی بے تکلفی سے باتیں کر رہی تھی۔ شالامار باغ

کا ماحول کچھ اتنا اچھا تھا کہ وہاں پہنچ کر آپ ہی آپ مرجانہ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا تھا اور ہم دونوں بڑی دیر تک گھومتے رہے۔ اس کے بعد ہم گھر واپس آ گئے۔ پروگرام یہ تھا کہ پہلے نیند پوری کریں گے، اس کے بعد پھر تفریح کے لیے نکلیں گے۔

میرا دل تو یہ چاہتا تھا کہ اس کا ساتھ نہ چھوڑوں لیکن یہ سوچ کر کہ آج ساری رات اس کے ساتھ جاگنا ہے، میں بیڈ روم میں پہنچ کر سو گیا۔ شام کو چار بجے ہم بیدار ہوئے اور نہانے اور کپڑے بدلنے کے بعد پھر اسی کار میں بیٹھ کر ہم دونوں وہاں سے روانہ ہو گئے۔ فی الحال ہماری زندگی میں کوئی ہنگامہ نہیں تھا۔ بڑے سکون اور اطمینان سے اپنا وقت ایک ساتھ گزار رہے تھے۔ ہماری اس دوستی میں ایک چھپا چھپا سا رومانس تھا۔ ایک ان کہی محبت تھی جو ابھی تک ہم میں سے کسی کی زبان پر نہیں آئی تھی۔ ہمارے لیے ساتھ گزرنے والا ایک ایک لمحہ بہت ہی حسین اور خوشگوار تھا۔

میرے دل میں ہوس نہیں تھی کہ مرجانہ سے دوسری لڑکیوں کی طرح کھلم کھلا عشق شروع ہو جائے اور پھر من و تو کی منزلیں سر ہو جائیں۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ بات مرجانہ کی تھی اور زندگی کے اس مقام پر پہنچ کر مجھے صبر کرنا آ گیا تھا اور محل سے محبت کی منزلیں طے کرنا میں نے سیکھ لیا تھا۔ اسی لیے بڑے اطمینان سے مرجانہ کے ساتھ وقت گزار رہا تھا اور اس کی چھیڑ چھاڑ کے انداز میں عشق کا اظہار نہیں کر رہا تھا۔

ہم نے وہاں کی تاریخی عمارتوں کی سیر کی۔ ایک گھنٹے تک وہاں گھومتے رہے۔ مرجانہ نے خوشبو کے جزیرے کا ذکر چھیڑ دیا تھا۔ اس وقت مجھے یاد آیا تو میں نے بتایا کہ کراچی میں مجھے شہباز نامی ایک شخص نے گھیر لیا تھا اور شہناز کے ساتھ مجھے ایک کوٹھی میں قید کر دیا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس کا تعلق اس جزیرے سے تھا اور اب وہاں جو لوگ آباد ہوئے تھے وہ چاہتے تھے کہ جزیرے میں ایسے ہی لوگ آئیں جن کے ملکوں میں فریاد نہ پہنچ سکا ہو یا مرجانہ سے انہوں نے کبھی بات چیت کی ہو۔ انہیں پورا یقین ہے کہ جن کا قصہ فراڈ ہے۔ حقیقتاً اس کے پیچھے ٹیلی پیتھی کام کر رہی ہے۔

مرجانہ نے کہا "میں خود بھی یہی سمجھتی تھی لیکن ٹیلی پیتھی کے متعلق اور تمہارے متعلق میری معلومات زیادہ نہیں تھیں۔ میں کبھی کبھی شبہ میں مبتلا ہوتی تھی۔ پھر اس جن کا معاملہ یعنی تمہارا قتل ہوا ایسا تھا کہ کبھی کبھی یقین کرنا پڑتا تھا۔"

میں نے کہا "بہرحال وہ لوگ اس خوشبو کے جزیرے کو دوبارہ آباد کر رہے ہیں اور اس طرح آباد کر رہے ہیں کہ ہم ادھر کا رُخ کبھی نہ کر سکیں اور کسی صورت سے بھی وہاں نہ پہنچ سکیں اور جو لوگ پہلے خوشبو کے جزیرے میں تھے ان میں سے ایک ایک آدمی کو وہاں سے نکال دیا گیا ہے اور جو نئے لوگ آباد ہو رہے ہیں وہ پچھلے لوگوں سے تعلقات قائم نہیں کرتے ہیں۔ نہ ان سے باتیں کرتے ہیں، نہ ہی ان سے ملاقاتیں کرتے ہیں اس طرح انہوں نے خوشبو کے جزیرے کو ٹیلی پیتھی سے بالکل الگ رکھا ہے اور ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ فریاد یا کوئی دوسرا شخص ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس جزیرے تک کبھی نہ پہنچ سکے۔"

باتوں کے دوران ہم وہاں سے کار میں بیٹھ کر راوی کی سیر کرنے کے لیے گئے۔ راوی کے پل کو پار کرنے کے بعد مجھے اچانک وہ جگہ یاد آئی جہاں میں بیٹھ کر ٹیلی پیتھی کی مشقیں کیا کرتا تھا۔ میں نے مرجانہ سے کہا "ادھر دیکھو۔ ادھر دور بہت دور ایک جنگل ہے جہاں گھنے درخت ہیں وہاں بالکل ویرانی اور سناٹا ہوتا ہے۔ وہیں بیٹھ کر میں نے ٹیلی پیتھی کی مشقوں کو آگے بڑھایا تھا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں ایک بار پھر اس جگہ جاؤں اور اسے اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ ایک عقیدت ہے اس جگہ سے کیونکہ وہیں سے میں نے یہ عروج حاصل کیا ہے۔"

مرجانہ نے گاڑی کو ایک طرف پارک کرتے ہوئے کہا "اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو چلو وہاں تک ہم پیدل چلتے ہیں۔"

ہم گاڑی کو وہاں لاک کر کے آگے بڑھ گئے اور ادھر جانے لگے جہاں کبھی میں اپنی جوانی کا، اپنی تعلیم کا اور ٹیلی پیتھی کی مشقوں کا ابتدائی وقت گزارا کرتا تھا۔ ہم تیزی سے ادھر بڑھنے لگے کیونکہ ہم اندھیرا ہونے سے پہلے وہاں سے واپس آ جانا چاہتے تھے۔ گرمیوں کا موسم تھا اس لیے تاریکی دیر سے پھیلتی تھی۔ ہمیں اطمینان تھا کہ ہم اندھیرا ہونے سے پہلے واپس آ جائیں گے کچھ دور تیزی سے چلنے کے بعد مرجانہ نے مجھ سے پوچھا "تم صرف ٹیلی پیتھی کی صلاحیت رکھتے ہو یا لڑنے کے فن سے بھی واقف ہو؟"

میں نے کہا "میں نے بھی جوڈو کراٹے کی باقاعدہ مشقیں کی ہیں اور جب کبھی ٹیلی پیتھی کام نہیں آتی ہے تو اپنی جسمانی قوت کا اور اپنی لڑاکا صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا ہی پڑتا ہے ورنہ میں مار دھاڑ سے پرہیز کرتا ہوں۔"

وہ مجھے چھیڑنے کے لیے بولی "اونہہ، تم تو بس یونہی باتیں بناتے ہو۔ اچھا، میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ تم میں کتنی پھرتی ہے میں آگے بھاگ رہی ہوں، ذرا مجھے پکڑ کر دکھاؤ تو۔" یہ کہتے ہی وہ دوڑنے لگی۔ میں نے اس کے پیچھے دوڑنا شروع کیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ بڑی پھرتیلی اور تیز طرار تھی۔ اس نے بالکل

لڑنے کی اور اسپورٹس کے ہر شعبے کی اچھی خاصی تربیت حاصل کی تھی۔ وہ تیزی سے بھاگ رہی تھی اور میں بھی بھاگ رہا تھا۔ اس میں اور مجھ میں ایک فرق تھا۔ سگریٹ اور دوسری دلچسپیوں نے میرا اسٹیمنا ختم کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرجانہ کے مقابلہ میں دوڑتے ہوئے مجھے احساس ہوا کہ میں اس سے بہت پیچھے رہ جاؤں گا۔

بہرحال ہم آگے پیچھے دوڑتے ہوئے جلد ہی اس جگہ پہنچ گئے جہاں میں مشقیں کیا کرتا تھا۔ وہاں چاروں طرف درختوں کے جھنڈ تھے جیسے قلعے کی دیواریں کھڑی ہوں۔ بیچ میں کھلا میدان تھا۔ وہاں پہنچ کر میں نے مرجانہ کو آواز دی کہ وہ رک جائے۔ وہ ٹھہر گئی۔ پھر ہنستے ہوئے بولی "دیکھو تم مجھ سے زیادہ ہانپ رہے ہو اور کتنے پیچھے رہ گئے ہو۔"

میں نے ہانپتے ہوئے کہا "ہاں تم درست کہتی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں بہت زیادہ سگریٹ پیتا ہوں۔ اس لیے سانس پھول رہا ہے اور پچھلے دنوں میں نے بہت سی لڑکیوں سے عشق کیے ہیں۔ اب سوچ رہا ہوں کہ توبہ کرنا چاہیے۔"

وہ مجھے گھور کر بولی "اچھا، تو تم ہوس پرست ہو۔ ایسی باتیں کہتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی؟"

"ہاں شرم تو آتی ہے اسی لیے میں نے توبہ کی ہے۔"

وہ مجھے بے یقینی سے دیکھتی رہی۔ پھر آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی "اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو اور وعدہ کرو کہ آئندہ کسی لڑکی سے دوستی نہیں کرو گے۔"

میں نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ کسی سے دوستی نہیں کروں گا۔"

"اور اگر دوستی کرو گے تو میں تمہاری دشمن بن جاؤں گی۔"

"مجھے تمہاری دشمنی منظور نہیں ہے۔ میں کبھی ایسا نہیں کروں گا۔"

وہ بڑی مستقل مزاج اور مضبوط قوتِ ارادی کی مالک تھی۔ اس نے میری طرف گہری نظروں سے دیکھا۔ پھر بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی "فرہاد! کیا یہ ضروری ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت اگر دوستی کریں تو وہ دوستی جسمانی تعلقات پر ختم ہو۔ کیا کبھی ایسی دوستی نہیں نبھائی جا سکتی جو کسی بھی غرض یا مقصد سے بالاتر ہو اور اس میں کوئی بھی لالچ چھپا ہوا نہ ہو۔ آؤ ہم ایسی دوستی کر کے دیکھتے ہیں کہ ہمیں کہاں تک کامیابی حاصل ہوتی ہے۔"

"مرجانہ! میری معلومات کے مطابق آج تک دنیا میں کسی مرد اور عورت نے ایسی دوستی نہیں کی جو کسی تعلقات پر میرا مطلب ہے کہ جو جسمانی تعلقات پر ختم نہ ہوئی ہو۔"

وہ بولی "تمہاری معلومات محدود بھی ہو سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ دنیا میں کچھ لوگوں نے ایسی زندگی گزاری ہو اور اگر ہم بھی گزار سکیں اور تمہارے کہنے کے مطابق فطرت کا تقاضا یہ ہے اور قدرت کو یہ منظور ہو کہ میں اپنے اندر کی عورت کو بیدار کروں تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ اس مقام پر پہنچ کر میں تمہارے لیے عورت بن جاؤں گی لیکن ابھی ضد نہ کرنا۔ ابھی میرے ایک مخلص دوست بن کر رہو اور وعدہ کرو کہ گناہوں سے توبہ کرو گے اور آئندہ کسی کو بری نظر سے نہیں دیکھو گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "ٹھیک ہے، تم جیسی رہنما مجھے مل گئی ہے۔ قدم قدم پر تم مجھے ٹوکتی رہیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سنبھلتا چلا جاؤں گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک میری آنکھوں میں جھانکتی رہی۔ پھر بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی "میں نے جوڈو کراٹے کا ان اسٹور لڑکی سے سیکھا ہے۔ اس نے مجھے فولادنبا دیا ہے ایسے ایسے داؤ پیچ بتائے ہیں کہ مجھے اتنی سی عمر میں بہت زیادہ تجربہ کار بنا کر رکھ دیا ہے۔ صرف لڑنے کے فن میں نہیں بلکہ دنیا کو سمجھنے کا سلیقہ بھی وہ سکھاتا رہا ہے۔ ایک بار اس نے مجھ سے کہا تھا۔ بیٹی! تم بہت عرصے تک لڑکا بنی رہیں اور مجھ سے بھی خود کو چھپاتی رہیں۔ اب جبکہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم ایک لڑکی ہو تو میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں مرد ہو کر یہ بات کر رہا ہوں کہ جب بھی کوئی مرد محبت کی قسم کھائے تو کبھی اس کی زبان پر بھروسہ نہ کرنا۔ مرد کسی بھی موڑ پر، کسی بھی مرحلے پر اپنی محبت کا مزاج نہیں بدل سکتا ہے۔"

میں نے ماسٹر سے پوچھا تھا "کیا سارے مرد دھوکے باز ہوتے ہیں؟"

اس نے جواب دیا تھا "نہیں۔ سارے مرد ایسے نہیں ہوتے لیکن مرد جب ایک عورت کے قریب آ جاتا ہے تو پھر وہ اس عورت کے ساتھ وعدہ نہیں نبھاتا کیونکہ وہ اس کے لیے پرانی ہو جاتی ہے۔ پھر وہ کسی نئی کی تلاش میں نئے وعدے کرنے کی سوچتا ہے۔"

میں نے مرجانہ کی باتیں سن کر مسکراتے ہوئے پوچھا "اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میرے وعدوں پر بھروسہ نہیں کرو گی؟"

اس نے جواب دیا "بھروسہ اس وقت تک کروں گی جب تک کہ تمہارے لیے شجرِ ممنوعہ بنی رہوں گی۔ جس دن تمہاری باتوں کے فریب میں آ جاؤں گی یا تمہاری محبت کے زیر ہو جاؤں گی تو اس وقت سے تم پر شبہ کرنے لگوں گی پھر تمہارے وعدوں پر مجھے بھروسہ نہیں رہے گا۔"

ایسا کہتے ہوئے اس نے بڑی آہستگی سے اپنے بازو میری گرفت سے چھڑا لیا اور ایک طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "اچھا تو یہی وہ جگہ ہے جہاں تم ٹیلی پیتھی کی مشقیں کیا کرتے تھے؟"

میں نے کہا "تم کتنی خوبصورتی سے موضوع کو بدل رہی ہو۔"

وہ ذرا دور جا کر پلٹ کر بولی "ہاں تم مجھے یہاں یہ جگہ دکھانے لائے تھے یا اپنے مطلب کی باتیں کرنے؟"

"میں نے سوچا، جگہ تو دکھاؤں گا ہی۔ ساتھ میں کچھ عبرت کی باتیں ہو جائیں تو کیا مضائقہ ہے؟"

"اس کا جواب میں دے چکی ہوں کہ اگر میرے دل میں محبت ہو گی تو وقت کے ساتھ ساتھ ہو گی۔ اگر کوئی ایسا مرحلہ آیا تو تم میری محبت کو جیت لینا۔ ابھی تو اس موضوع کو ختم کرو اور مجھے بتاؤ کہ تم کہاں بیٹھ کر مشقیں کیا کرتے تھے۔ یہاں تو آئی کسی جگہ سے۔ آئی کسی جگہ پر شمع کیسے جلائی جائے گی۔ وہ تو ہوا سے بجھ جانے والی ہو گی؟"

میں نے کہا "ٹیلی پیتھی کی ابتدائی مشق شمع بینی ہے جب شمع بینی کی مشق مکمل کر لی تھی تو اس کے بعد التسخیر کی مشقیں شروع کی تھیں۔ اس کے لیے مجھے یہاں آنا پڑا تھا۔"

مرجانہ نے پوچھا "یہ التسخیر کیا چیز ہے؟"

میں نے کہا "کسی دیوار پر یا کسی درخت پر ایک چھوٹا سا نقطہ بنا دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے ٹھیک سامنے بیٹھ کر اسے دیکھتے ہوئے اس پر نگاہیں جماتے ہوئے اس طرح دیکھا جاتا ہے کہ آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور دماغ کی ساری ہوجیں نقطے پر مرکوز کر دیتے ہیں۔ یہ مشق اتنی تندہی سے اور اتنی لگن سے کی جاتی ہے کہ آہستہ آہستہ وہ نقطہ نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ پھر اس نقطے کو بڑھایا جاتا ہے۔ جیسے جیسے وہ بڑھنے والا نقطہ اوجھل ہوتا جاتا ہے اس نقطے کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے۔"

ایسا کہتے وقت میں چاروں طرف اس درخت کو تلاش کر رہا تھا۔ اچانک مجھے وہ درخت نظر آ گیا۔ میں نے چونک کر کہا "مرجانہ! وہ دیکھو، وہی ہے وہ درخت، جہاں میں نے نشان لگایا تھا۔ آؤ دیکھو۔ وہ نشان یہاں سے نظر آ رہا ہے۔"

میں اس کو درخت کے قریب لے گیا۔ وہاں ایک سیاہ نقطہ بنا ہوا تھا۔ میں نے کہا "دیکھو یہ پہلے ایک چھوٹا سا نقطہ تھا۔ اس سے بڑھتے بڑھاتے میں نے چاند کے دائرے کے برابر کر دیا تھا اور یہ چاند کے برابر والا دائرہ بھی میری نگاہوں کے سامنے آ کر اوجھل ہو جاتا تھا اور یہی سیاہ دائرہ روشنی میں تبدیل ہو جاتا تھا۔"

مرجانہ بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "اتنا بڑا دائرہ نگاہوں کے سامنے کیسے اوجھل ہو جاتا تھا اور جب ایسا ہوتا تھا تو یہ سیاہ دائرہ روشنی میں کیسا ہو جاتا تھا؟"

میں نے کہا "میں یہ الفاظ میں نہیں سمجھا سکتا۔ اس پر تو عملی تجربہ کیا جائے تب ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ ہاں مجھے یاد آیا۔ ایک دن میں اس جگہ سے بری طرح زخمی ہو کر ایک جادوگرنی کے پاس پہنچ گیا تھا۔"

مرجانہ نے حیرانی سے پوچھا "جادوگرنی کے پاس؟"

"ہاں اس جادوگرنی کا نام چمپا تھا۔ مجھے ایک شخص یہاں سے زخمی حالت میں اٹھا کر لے گیا تھا۔"

"تم زخمی کیسے ہو گئے تھے؟"

"ایک دن میں یہاں بیٹھا مشق کرنے میں بے حد مصروف تھا۔ میں نے اس چاند کے دائرے میں اس قدر توجہ مبذول کر دی تھی کہ مجھے آس پاس کا ہوش نہیں رہا تھا لیکن آہٹ پر توجہ بٹ جایا کرتی ہے۔ اسی وقت میں نے آہٹ سنی تو آنکھیں کھل گئیں۔ میں نے اٹھ کر دیکھا تو ادھر سے دو شخص ہاتھ میں ہاکی لیے آ رہے تھے۔ پھر پیچھے میں نے دیکھا تو ادھر سے بھی کچھ لوگ لاٹھیاں لیے میری طرف بڑھ رہے تھے۔ پھر تو یوں ہوا کہ چاروں طرف سے ایک ایک دو دو شخص ہاتھ میں کچھ نہ کچھ کوئی نہ کوئی ہتھیار پکڑے میری طرف بڑھنے لگے۔ وہ مجھے چاروں طرف سے گھیر کر مارنا چاہتے تھے اور ان میں قیصر نامی میرا ایک بدترین دشمن تھا۔"

میری باتیں سنتے سنتے اچانک ہی مرجانہ نے چیخ کر کہا۔ "وہ دیکھو۔ تمہارے وہی دشمن ہاکی لیے نظر آ رہے ہیں۔"

میں نے چونک کر دیکھا تو ایک طرف سے دو آدمی ہاکی لیے ہماری طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے۔ میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو پیچھے بھی تین آدمی لاٹھی لیے ہوئے تھے۔ پھر دائیں بائیں بھی کچھ لوگ نظر آئے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی یا ہاکی ضرور تھی۔ وہ سب لوگ چند قدم آگے بڑھنے کے بعد رک گئے۔ ہمیں چاروں طرف سے انہوں نے گھیر لیا تھا اور ان سب کے چہرے نقابوں میں چھپے ہوئے تھے۔

اس کا یہ مطلب تھا کہ یہ لوگ مجھے فرہاد کی حیثیت سے جانتے ہیں یا مجھ پر شبہ کر رہے ہیں اور میری ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہنے کے لیے پہلے ہی محتاط ہو کر میرے سامنے آئے ہیں۔ ان کی یہ احتیاط کام آ رہی تھی کیونکہ میں کسی کی آنکھوں میں جھانک کر ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا کیونکہ انہی آنکھیں

نقاب کے چھوٹے چھوٹے سوراخوں کے پیچھے تھیں۔

اس سے پہلے کہ ہم ان سے کوئی سوال کرتے، اسی وقت ایک قہقہہ سنائی دیا۔ پھر ان کے پیچھے سے ایک شخص نکل کر ہمارے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ وہ شہباز تھا۔ وہی شہباز جس نے کراچی میں کلفٹن کے ساحل پر بوتل کے جن کا تماشا دکھا کر مجھے چھانس لیا تھا اور میرے ساتھ شہناز کو بھی ایک کوٹھی میں لے جا کر قید کر دیا تھا۔

میں نے مرجانہ سے کہا "مرجانہ! میں سمجھ گیا ہوں۔ یہ لوگ کون ہیں۔ یہ وہی شہباز ہے جس نے مجھے کراچی کی ایک کوٹھی میں شہناز کے ساتھ قید کیا تھا اور میں اپنے ایک حبشی دوست کی مدد سے بچ نکلا تھا۔ آج اس نے پھر مجھے گھیرا ہے۔"

شہباز نے تائید میں سر ہلا کر کہا "فرہاد صاحب! آپ یوں کہیں کہ آپ کو گھیرا انہیں سے بلکہ میں خود کو قربانی کا بکرا بنا کر ایک بار پھر آپ کے سامنے آ گیا ہوں۔ آپ چاہیں تو مجھے ذہنی اذیتیں دے کر مار سکتے ہیں لیکن ان نقاب پوشوں سے بچ کر نہیں جا سکتے۔ دیکھئے، میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ آپ فرہاد ہوں یا نہ ہوں ہم اپنی تسلی کے لیے آپ کو کچھ عرصے تک قید کرنا چاہتے ہیں تاکہ خوشبو کے جزیرے میں جو آبادی قائم ہو رہی ہے اور جو بڑے پیمانے پر اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اس میں کوئی مداخلت نہ ہو۔ چونکہ آپ کی طرف سے خطرہ ہے اس لیے آپ کو ہم اپنی حراست میں رکھنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ خاموشی سے چلنا پسند کریں گے؟"

میں نے کہا "شہباز! میں کئی بار تمہیں یقین دلا چکا ہوں کہ میں فرہاد علی تیمور نہیں ہوں۔ تم لوگ کیوں خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہو؟"

"یہ تو میں نہیں جانتا کہ مجھے تم کو حراست میں لینے والا کام دینے والے کیوں تمہارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں لیکن تمہارے ساتھ مجھے مرجانہ کا فوٹو بھی دیا گیا تھا۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ اس وقت مرجانہ بھی تمہارے ساتھ ہے۔ یک نہ شد دو شد۔ اب میں مرجانہ کو بھی تمہارے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"دیکھو، شہباز! میں کل یہاں سے پیرس کے لیے روانہ ہونے والا ہوں اور وہاں مجھے بہت ضروری کام ہے۔ مرجانہ بھی جانے والی ہے۔ تم ہمیں حراست میں رکھ کر وہاں جانے سے اپنا کام کرنے سے نہ روکو۔ تم چلے جاؤ یا ہماری نگرانی کرتے رہو اور یہ دیکھو کہ ہم واقعی یہ ملک چھوڑ کر جا رہے ہیں یا نہیں جب ہم پیرس چلے جائیں گے تو تم لوگوں کو ہماری ذات سے کوئی اندیشہ نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ بولا "ہاں میرے باس بھی کچھ ایسی ہی باتیں کر رہے تھے کہ تم دونوں کو پاکستان سے باہر کسی دور دراز علاقے میں بھیج دیا جائے۔ اگر تم لوگ پیرس جانا چاہتے ہو تو میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ تم لوگوں کو پیرس بھیجا جا سکتا ہے یا نہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹا سا ٹرانسمٹر نکال کر اسے آن کر کے رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد کسی سے رابطہ قائم ہوا تو اس نے کہا "میں شہباز بول رہا ہوں اور اس وقت ہم نے طارق محمود کے ساتھ مرجانہ کو بھی گھیر رکھا ہے۔ یہ دونوں یہاں سے کل پیرس روانہ ہو رہے ہیں اور ہم سے درخواست کر رہے ہیں کہ انہیں حراست میں لیا جانے بلکہ انہیں کل پیرس روانہ ہونے کا موقع دیا جائے۔ آپ انہیں اپنے طور پر پیرس پہنچا سکتے ہیں تو مجھے بتائیں میں اسی کے مطابق عمل کروں گا۔"

ٹرانسمٹر پر کسی نے جواب دیا "تم گدھے ہو۔ اگر طارق محمود کے سامنے باتیں کر رہے ہو تو وہ میری آواز بھی سن چکا ہو گا جب میں نے بیلو کہہ کر رابطہ قائم کیا تھا۔ خدا کہ طارق محمود فرہاد نہ ہو۔ اگر ہوا تو وہ میرے بھی دماغ تک گیا ہو گا اور اب میں احتیاطاً یہ ٹرانسمٹر رکھ کر اور اپنے عہدے سے دستبردار ہو کر گھر میں جا کر بیٹھ جاؤں گا اور یہ حکومت دے دوں گا کہ کوئی مجھ سے ملاقات نہ کرے اور نہ ہی فون پر گفتگو کرے۔ بہرحال پیرس جانے کا معاملہ یہ ہے کہ طارق محمود اور مرجانہ کو کسی صورت سے چھوڑا نہ جائے۔ انہیں حراست میں لے کر اسی جگہ پہنچا دیا جائے جہاں تم سے کہا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فیصلہ کریں گے کہ انہیں کہاں پہنچانا چاہیے اور اینڈ آل۔"

ادھر وہ ٹرانسمٹر پر باتیں کر رہا تھا۔ ادھر میں نے مرجانہ کو جاپانی زبان میں مخاطب کیا۔ میں جانتا تھا کہ مرجانہ نے ماسٹر والٹور کی سے یہ زبان سیکھی ہے۔ جب میں نے اسے جاپانی میں مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولی "کیا تم جاپانی جانتے ہو؟"

میں نے کہا "یہ ان باتوں کا موقع نہیں ہے۔ میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت کیا کیا جائے۔ یہاں سے بھاگنا تو خود کو حراست میں دے کر دو چار روز قید میں گزارنے یا ان سے مقابلہ کیا جائے۔ مقابلے میں ہمیں شکست بھی ہو سکتی ہے اور کامیابی بھی ہو سکتی ہے۔"

مرجانہ نے کہا "ہم خود کو حراست میں نہیں دیں گے۔ ان سب کے ہاتھوں میں لاٹھیاں اور ڈنڈے ہیں۔ ہم بھی میں کوشش کروں گی کہ کسی سے لاٹھی چھین لوں۔ زخم تو آئیں گے لیکن میں چوٹیں برداشت کرنے کی عادی ہوں۔ تم اپنی خیر مناؤ۔"

"میں بالکل تیار ہوں۔ ذرا انتظار کرو۔ ہم ابھی شروع ہو جائیں گے۔"

شہباز ہم دونوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا "یہ تم لوگ کس زبان میں باتیں کر رہے ہو؟"

میں نے اس سے پوچھا "تم لوگ کراچی میں تھے، یہاں کیسے آ گئے ہو؟"

اس نے جواب دیا "ہماری معلومات بہت وسیع ہیں۔ میں تمہارا پیچھا کرتا رہا ہوں۔ جب میں نے دیکھا کہ تم لاہور جانے والی فلائیٹ میں جا رہے ہو تو میں بھی دوسری فلائیٹ سے یہاں چلا آیا۔ میرے عالکان بے ذرائع رکھتے ہیں۔ ان کے لئے تمہارے متعلق یا کسی بھی دشمن کے متعلق معلومات حاصل کرنا بہت آسان ہے۔ بہرحال ہم چل رہے ہو۔"

میں نے کہا "ہاں، مگر ہمارا ایک کام کر دو۔ ہمارے لئے اپنے ان فیوں سے دو لاٹھیاں مانگ کر لے آؤ۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ پلٹ کر کھڑے ہوئے اپنے لوگوں کے پاس گیا۔ وہ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ اس نے دو آدمیوں سے کہا کہ اسے دو لاٹھیاں دیں۔ ان لوگوں نے پہلے تو انکار کیا، ذرا ہچکچائے۔ پھر اس نے حکم دیا کہ تم سب میرے کرائے کے لوگ ہو۔ میں جو حکم دوں گا، وہی کرو گے۔ لاؤ لاٹھیاں میرے حوالے کرو۔ دو آدمیوں نے دو لاٹھیاں اس کے حوالے کر دیں۔ اس نے انہیں ایک ایک ہاتھ میں تھام لیا۔ پھر پلٹتا ہوا ہمارے پاس آیا۔ میں نے اور مرجانہ نے فوراً ہی اس کے ہاتھوں سے لاٹھیاں چھین لیں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر کہا "بیٹے! اب تم اپنی خیریت مناؤ۔" اور یہ کہتے ہم لاٹھیاں چلاتے ہوئے اس بھیڑ سے نکلنے کی کوشش کرنے لگے۔ ہمیں دیکھتے ہی دیکھتے وہاں اچھا خاصا ہنگامہ شروع ہو گیا تھا۔ وہ لوگ ہر طرف سے پینترے بدل بدل کر ہم پر حملے کر رہے تھے اور ہم بھی ان کے حملوں کو روک کر حملہ کرتے جا رہے تھے۔

میں اور مرجانہ لڑنے کے جدید داؤ پیچ سے واقف تھے۔ ان کرائے کے لڑنے والے قسم کی فری اسٹائل لڑائی ہوتی تو ہم ان سب پر قابو پا لیتے۔ لیکن وہاں دیسی لاٹھی بازی ہو رہی تھی اور ہم اس فن سے واقف نہیں تھے۔ لیکن ایسے اناڑی بھی نہیں تھے کہ لاٹھیاں ہاتھ میں آ جانے پر اپنا بچاؤ نہ کر سکیں۔ وہاں جو لڑائی ہو رہی تھی اس میں ہماری ڈھال کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ہم ان پر جارحانہ حملے نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی حملہ کرنا چاہتے تھے۔ تھوڑی سی دیر میں کتنی ہی چوٹیں کھانے کے بعد میں نے سوچا کہ شہباز کو بھی اچھی خاصی لاٹھیاں پڑ رہی ہوں گی۔ کیونکہ کبھی کبھی اس کے ہونے کے کراہنے کی آوازیں آ جاتی تھیں۔ آخر میں نے سوچا کہ اس طرح ہم بچ کر نہیں نکل سکیں گے۔ زخموں سے چور ہو جائیں گے اور وہ ہمیں نیم مردہ کرنے کے بعد یہاں سے گھسیٹ کر لے جائیں گے۔

میں نے سوچا کہ میری اصلی شخصیت کچھ لوگوں پر ظاہر ہو چکی ہے۔ پھر یہ کہ جب میں پیرس جا کر اصلی شکل میں آؤں گا تو ہمیشہ میک اپ میں چھپا نہیں رہ سکوں گا۔ اس کے بعد تو لوگ مجھے اس چہرے سے پہچانتے ہی رہیں گے۔ تو اب اپنے آپ کو کیوں چھپاؤں۔ کیوں نہ اپنی ٹیلی پیتھی کو استعمال کروں۔

یہ سوچتے ہی میں نے شہباز کے دماغ پر قابض ہو کر لڑتے لڑتے اسے پیچھے پر مجبور کیا تو وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا "ارے یہ کیا کر رہے ہو؟ لڑائی جھگڑا بند کر دو۔ میں نے تم لوگوں سے یہ نہیں کہا تھا کہ اتنی زبردست جنگ شروع کر دینا۔ ان لوگوں کو چھوڑ دو اور میرے ساتھ بھاگ چلو۔"

اس کی باتیں سن کر لڑنے والوں کے ہاتھ سست پڑ گئے۔ وہ اسے تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ شہباز نے ایک طرف بھاگتے ہوئے کہا۔ "آؤ، آؤ میرے ساتھ آؤ۔ ان لوگوں کو یہیں چھوڑ دو۔"

وہ سب کرائے کے بدمعاش تھے اور شہباز کے حکم پر عمل کرنے کے لئے آئے تھے۔ اب اس کا دوسرا حکم سن کر اس کے ساتھ جانے پر مجبور ہو گئے۔ کیونکہ انہیں صرف اپنے معاوضے سے مطلب تھا۔ لہٰذا اس کا حکم ملتے ہوئے وہ اس کے پیچھے چلے گئے اور ہمیں تنہا چھوڑ دیا۔ کچھ دور جا کر ایک شخص نے ہانپتے ہوئے پوچھا "شہباز جی! یہ کیا بات ہے۔ آپ نے تو حکم دیا تھا کہ جا ہے انہیں زخمی کرنا پڑے لیکن قابو کر لانا ہے۔ پھر آپ نے انہیں چھوڑ کیوں دیا؟"

میں ابھی تک شہباز کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے کہا "بس میری مرضی ہے۔ تم لوگ چپ چاپ میرے ساتھ چلتے رہو۔ میں تمہیں تمہاری باقی رقم بھی ادا کر دوں گا۔ آؤ میرے ساتھ۔" وہ ایک طرف بڑھنے لگا۔

میں نے مرجانہ کا ہاتھ تھاما اور چپ چاپ وہاں سے تیزی سے اپنی کار کی طرف جانے لگا۔ میں خاموش تھا کیونکہ دماغی طور پر شہباز سے رابطہ قائم کئے ہوئے تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ہمارے کار تک پہنچنے سے پہلے وہ میری دماغی گرفت سے آزاد ہو۔ پھر ہمارا پیچھا کرے۔

تھوڑی دور آگے جانے کے بعد میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تو وہ چلتے چلتے ٹھٹک گیا۔ پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولا "یہ کہاں ہیں کہاں آ گیا ہوں۔ تم لوگ یہاں میرے ساتھ ساتھ کہاں جا رہے ہو۔ وہ دونوں کہاں ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ طارق محمود اور مرجانہ کو ہر گئے؟"

ایک شخص نے کہا "باؤ جی! تم عجیب آدمی ہو۔ پہلے تو ان کے ساتھ لڑنے مرنے کے لئے یہاں لے کر آئے۔ جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو تم نے حکم دیا کہ ہم انہیں نقصان نہ پہنچائیں اور واپس تمہارے ساتھ چلیں۔ اب ہم

تمہارے ساتھ چل رہے ہیں؟"

شہباز اپنا سر کھجا کر سوچتے ہوئے بولا۔ "اچھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجھ پر ٹیلی پیتھی کا اثر ہوا ہے۔ ارے مشکل ہوگئی۔ میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ دیکھو! وہ لوگ ابھی دُور نہیں گئے ہوں گے۔ چلو، ان کا پیچھا کرو۔"

ان میں سے ایک آدمی نے کہا۔ "او بھائی جان! پہلے ٹھیک سے سوچ لو کہ ہمیں ان کا پیچھا کرنا چاہئے یا نہیں۔ اب کے تو ہم ان دونوں کا سر توڑ دیں گے۔ بولو، اجازت ہے؟"

اس نے کہا۔ "بالکل اجازت ہے.... آخر تم لوگوں کا منہ دیکھنے کے لئے تو میں تم کو یہاں نہیں لایا ہوں۔ منہ مانگا معاوضہ دے رہا ہوں۔ چلو، جلدی دوڑ کر جاؤ اور انہیں تلاش کرو۔"

وہ دوڑ کر جانے لگے۔ اسی وقت میں شہباز کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ فوراً ہی چیخ کر بولا۔ "ارے ارے کہاں جا رہے ہو، واپس آؤ۔ میری بات سنو۔"

دوڑنے والے رُک گئے۔ پلٹ کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔ "بھئی میں کیا کروں؟ میں نے غلطی سے یہ حکم دیا تھا۔ کوئی بات نہیں، اب وہ لوگ چلے گئے ہیں تو جانے دو۔ واپس آ جاؤ۔ ہم اپنے اپنے گھر چلیں گے۔"

ان میں سے ایک بدمعاش نے کہا۔ "ارے، تم تو کوئی پاگل کے بچے معلوم ہوتے ہو۔ کبھی یہ حکم دیتے ہو، کبھی وہ حکم دیتے ہو۔ سیدھی طرح ایک بات کیوں نہیں بولتے؟"

میں نے پھر شہباز کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چکرا کر رہ گیا۔ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اپنے ساتھی بدمعاشوں سے اس نے پوچھا۔ "یہ کیا ہوا؟ کیا میں نے پھر تم لوگوں کو رُکنے کا حکم دیا تھا؟"

"ہاں!" ایک شخص نے کہا۔ "پہلے تم نے ہمیں جانے کا بھی حکم دیا پھر رُکنے کا حکم دیا۔ آخر تم چاہتے کیا ہو؟"

اس نے کہا۔ "تم لوگ میری بات نہ مانو۔ جو حکم دوں اس پر عمل نہ کرو۔ سیدھی طرح دوڑتے ہوئے جاؤ اور انہیں تلاش کر کے پکڑ کے آؤ۔"

ایک بدمعاش نے کہا۔ "بھئی کمال کی بات کرتے ہو۔ خود ہی کہتے ہو کہ ہماری بات نہ مانیں۔ تمہارا کوئی حکم نہ مانیں۔ پھر کہتے ہیں دوڑ کر انہیں پکڑ نے جائیں پھر بھلا ہم یہ حکم کیوں مانیں؟"

اس نے کہا۔ "بھئی تم لوگ سمجھتے کیوں نہیں۔ وہ لوگ دور نکل جائیں گے۔ جاؤ یہاں سے، ان کا پیچھا کرو۔"

وہ پلٹ کر جانا ہی چاہتے تھے کہ میں پھر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ پتھر اٹھا کر اپنے ساتھیوں کو مارتے ہوئے بولا۔ "مادر چود، گدھے کہیں کے، تم لوگ بھی پاگل ہو۔ میں اگر کسی کی جان لینے کا حکم دوں تو کیا تم جان لے لو گے۔ شریف آدمیوں کی طرح واپس چلو اور میرا حکم مانو کہ میں اس خون خرابے سے رہنے کے لئے کہہ رہا ہوں۔"

وہ سارے بدمعاش گھور گھور کر غصّے سے اسے دیکھنے لگے پھر انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس پاگل کے بچے سے اپنے معاوضے کی باقی رقم لے کر، اس کی اچھی طرح پٹائی کر کے یہاں سے چلے جانا چاہئے اور پھر وہ اپنے فیصلے پر عمل کرنے لگے۔ میں شہباز کے دماغ سے نکل آیا۔

ہم بڑی تیزی سے بھاگ رہے تھے۔ مرجانہ نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا میں تم سے بات کروں؟"

"ہاں! بولو۔ کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"کہنا کچھ نہیں چاہتی۔ صرف یہ سوچتی ہوں کہ جب تم خاموش رہتے ہو تو کہیں ٹیلی پیتھی میں مصروف نہ رہتے ہو۔ اس لئے میں جاننا چاہ رہی تھی کہ ایسے وقت تمہیں مخاطب کرنا چاہئے یا نہیں؟"

"تم کسی بھی وقت مخاطب کر سکتی ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ خیال خوانی کا سلسلہ چند سیکنڈ کے لئے ٹوٹ جائے گا۔ پھر میں تمہیں بتا دوں گا کہ میں یونہی خاموش ہوں یا خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ ویسے ابھی تک میں شہباز کو کنٹرول کر رہا تھا۔ میں نے وہاں ایسا چکر چلایا ہے کہ سب سے پہلی پاگل پن کی حرکت کرانی ہی کہ اس کے بدمعاش غنڈے خود اس کے دشمن بن گئے ہیں اور اپنے معاوضے کی رقم وصول کرنے کے بعد اس کی پٹائی کر رہے ہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "آج بہت دنوں کے بعد بڑی زبردست پٹائی ہوئی ہے۔ والٹر کی میری پٹائی ایسے ہی کرتا تھا کبھی لکڑوں کے ڈھیر پر، کبھی فولادی زرات کے ڈھیر پر۔ داؤ پیچ سکھاتا تھا میں گرتی تھی اور زخمی ہوتی تھی۔ ویسے لاٹھیاں خوب پڑی ہیں۔ مگر وہ الٹر کی کے ساتھ کی جانے والی مشقیں یاد آ گئیں۔ مجھ پر تو زیادہ اثر نہیں ہوا تھا، تم اپنی سناؤ۔"

"میں نے تمہاری طرح فولاد بننے کی مشقیں تو نہیں کی ہیں لیکن زندگی میں ایسے فولادی راستوں سے گزر کر آیا ہوں کہ بے حس ہو چکا ہوں۔ اب چوٹیں لگتی ہیں تو اتنا اثر نہیں ہوتا۔ ہر چوٹ قابلِ برداشت ہو جاتی ہے۔ میں بھی ٹھیک ہی ہوں۔"

اس وقت تک کافی اندھیرا پھیل چکا تھا۔ ہم چلتے ہوئے اپنی کار کے پاس پہنچ گئے۔ میں نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کار اب میں ڈرائیو کروں گا۔ تم میرے پاس بیٹھو۔" وہ دوسری طرف کا دروازہ کھول کر میرے پاس والی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ پھر ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ راستے میں مرجانہ نے اپنے بدن کو ہلاتے ہوئے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ "مار کھا کر مزا آ گیا۔ لیکن اگر تم ٹیلی پیتھی سے کام نہ لیتے تو اس وقت تک ہمارا کچومر نکل چکا ہوتا، یا تو وہ ہمیں مُردہ کر کے چھوڑ جاتے یا نیم مُردہ کر کے گھسیٹ کر وہاں سے لے جاتے اور پھر پتہ نہیں، ہمارا کیا حشر ہوتا۔ ویسے تم بھی خوب ہو۔"

"خوب کا کیا مطلب ہوا؟"

"مطلب یہ کہ پہلے میں اپنے آپ کو خوب سمجھتی تھی۔ اپنے اوپر اتنا اعتماد تھا کہ اگر مقابلے پر کوئی دشمن ہوں تو میں تنہا ان سے مقابلہ کر لونگی لیکن ہتھیار کے ساتھ ہوں تو یہ نہیں سوچا تھا کہ میرا کیا حشر ہوگا۔ اب پہلے ہو تو یہ سوچنے کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ تم تو ہتھیار والوں کو بھی تنہا کر کے بھگا دیتے ہو۔ اس لئے اگر میں خوب ہوں تو تم بہت خوب ہو۔ دونوں کی جوڑی خوب ملی ہے۔"

"بھئی کمال ہے۔ تم اس لفظ خوب کا استعمال خوب کر رہی ہو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔ "مرجانہ تمہارے ساتھ بہت اچھا وقت گزر رہا ہے۔ الیا وقت میں نے بہت کم گزارا ہے کہ میرے ساتھ ہنگامے بھی رہے ہوں اور آسودگی بھی ملتی رہی ہو۔ تمہارے ساتھ کوئی رشتہ نہ ہونے کے باوجود ایک ایسی اپنائیت ہے۔ ایک ایسا اپنا پن ہے جس کی وجہ سے میں آسودگی کا لفظ استعمال کر رہا ہوں؟"

"میرے احساسات بھی کچھ ایسے ہی ہیں۔ میں سوچ رہی ہوں اگر تم مجھے کل چھوڑ کر چلے جاؤ گے تو پیرس میں تم سے ملاقات ہونے تک میں اپنے آپ کو بالکل تنہا تنہا سی محسوس کروں گی۔ میرا دل نہیں لگے گا۔ اگر تم اسے عشق نہ کہو بلکہ دوستی سمجھو تو میں یہ کہوں گی کہ تمہارے بغیر میرا دل نہیں لگے گا۔"

"میں دوستی کے اس جذبے سے بہت خوش ہوں۔ تم سے بچھڑنے کے بعد یہ خیال مجھے تسکین پہنچاتا رہے گا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ مجھے یاد کر رہی ہو۔ دوست یہی چاہتا ہے کہ دوسرا دوست اسے یاد کرتا رہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں بھی تمہیں برابر یاد کرتا رہوں گا اور پیرس میں تمہارا شدت سے انتظار کروں گا۔"

ہمارے درمیان تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تعجب ہے، سوچ پڑھنا جانتے ہو اور پھر بھی پوچھ رہے ہو؟"

"ہاں، جو میرے بالکل اپنے ہوتے ہیں۔ میں ان کی سوچ نہیں پڑھتا۔ میں سوچتا ہوں۔ پتہ نہیں کہ میرے اپنے زجانے اپنی کیسی کیسی ذاتی باتیں سوچ رہے ہوں گے۔ اس لئے میں ان کے دماغ میں کبھی جھانکتا۔"

"یہ تمہاری بہت اچھی عادت ہے۔ اب مجھے یہ سوچ کر جھجک محسوس ہو گی کہ پتہ نہیں، تم کب میرے دماغ میں جھانک رہے ہو۔ چلو، میں تمہیں یہ وعدہ کر لو کہ آئندہ میرے دماغ میں آنے سے پہلے مجھ سے اجازت لے لیا کرو گے۔"

"ٹھیک ہے۔ وعدہ کرتا ہوں۔ میں تم سے اجازت لے کر ہی تمہاری سوچ پڑھا کروں گا۔"

وہ بات بدل کر بولی۔ "ایک بات ہے، فرہاد! کہ ماں کھانے کے بعد بھوک بہت زور کی لگی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

میں نے کہا۔ "ہاں، مجھے بھی بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں نے بھی خوب مار کھائی ہے۔"

وہ قہقہے لگانے لگی۔ میں بھی ہنسنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہم ہائی روڈ سے گزر رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "کسی اچھے ہوٹل میں کھانے کے بجائے کیوں نہ ہم پھر فٹ پاتھ پر کھائیں۔ یہاں کی نہاری بہت مشہور ہے۔"

وہ راضی ہو گئی۔ میں نے ایک جگہ گاڑی روک دی اور ہوٹل کے ملازم کو بلا کر روٹی نہاری لانے کا آرڈر دیا۔ پھر ہم باتیں کرنے لگے۔ ایسی باتیں میں زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی سے کر رہا تھا۔ کیونکہ ان باتوں میں محبت تو تھی لیکن محبت کے پیچھے کوئی ہوس نہیں تھی۔ بڑی ہی سچی سادھی سی محبت تھی۔ لگاوٹ تھی اور ہم بڑی سادگی سے اس شے کی ابتدا کر رہے تھے۔

روٹی اور نہاری کی پلیٹیں آ گئیں۔ ہم نے کھانا شروع کر دیا۔ میں نے کہا۔ "مرجانہ، جب ہم اپنے ملک سے باہر جائیں گے تو ہمیں یہ لذیذ کھانا نہیں نصیب نہیں ہوگا۔ اس لئے جب تک یہاں رہو، اپنے ہی ملک کے کھانے کھاتی رہو۔"

وہ بولی۔ "مجھے تو انگریزی کھانے بالکل پسند نہیں ہیں۔ سوچتی ہوں کہ پیرس جانے کے بعد مجبوراً وہ کھانے زہر مار کرنے ہوں گے۔"

"تمہیں رفتہ رفتہ اُن کھانوں کی بھی عادت ہو جائے گی۔"

کھانا ختم کرنے کے بعد ہم نے بل ادا کیا۔ پھر دوسری جگہ جا کر چائے پی۔ اس کے بعد ہم پھر کار میں بیٹھ کر تفریح کے لئے نکل گئے۔ ہماری تفریح یہی تھی کہ ہم کار میں بیٹھ کر شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلی ہوئی سڑکوں پر گھوم رہے تھے۔ کسی کلب میں جا کر وقت گزارنا نہیں چاہتے تھے۔ ہماری خواہش تھی کہ ہم بالکل تنہا رہیں۔ تنہائی کے لئے سمندر کا ساحل نہیں تھا، وادی کا کنارا تھا مگر وہاں ہم دشمنوں سے نمٹ کر آئے تھے۔ اور دوبارہ وہاں جانا نہیں چاہتے تھے۔ لہٰذا ایک کار ہی ایسی جگہ تھی جہاں ہمیں تنہائی میسّر ہو سکتی تھی۔ جہاں ہم کھل کر آپس میں باتیں کر سکتے تھے۔ کوئی تیسرا ہماری باتیں سننے والا نہیں تھا۔

مرجانہ نے کہا۔ "برسوں رات جب سے میں نے اپنی امّی کی لکھی ہوئی ڈائری پڑھی ہے جیسے میرے اندر انتقام کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ میں جب بھی تنہا ہوتی ہوں تو یہ سوچتی ہوں کہ دشمنوں سے ایسا انتقام لوں کہ وہ سارے کے سارے میری امّی کے سامنے موجود ہوں اور میری امّی کے سامنے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ان سے ہماری کی بھیک مانگتے ہوں اور میں اس وقت ان سے کہتی رہوں کہ ایک ماں کو اس کی اولاد سے جدا کرنے کا یہی انجام ہوتا ہے جو تم لوگ بھگت رہے ہو۔"

میں نے کہا: "میں تمہارے جذبات کو سمجھتا ہوں۔ ایک تو تم نے پیدا ہونے کے بعد سے اب تک اپنی امی کی صورت نہیں دیکھی اور ان کے حالات معلوم بھی ہوئے تو وہ ایسے دردناک تھے کہ جسے تم تو کیا دنیا کی کوئی اولاد بھی برداشت نہ کرتی۔ تمہارا غصے سے بھڑکنا ایک لازمی بات ہے۔"

"ہم ایسی تدبیر کریں گے کہ سالے دشمن ایک ہی دن میری امی کے سامنے حاضر ہو کیس اور میں ایک ساتھ ان تمام لوگوں کو امی کی آنکھوں کے سامنے سزا دے سکوں۔"

میں نے تسلی دینے کے انداز میں کہا: "اطمینان رکھو، یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے ایک ایک دشمن کو پیرس بلاؤں گا۔ اگر تم کبیر سیدی اور رگھو سے ملنے اور ان سے انتقام لینے کے لئے ہندوستان جاؤ گی تو یہ بڑا المیہ چکر ہو گا۔ وہاں جانے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ بس کچھ ایسا سلسلہ کرنا ہو گا کہ ہمارا کوئی آدمی ان سے جا کر ملاقات کرے اور میں اپنے اس آدمی کے ذریعے ان کے دماغوں تک پہنچ جاؤں گا۔ پھر انہیں تگنی کا ناچ نچانا میرا کام ہو گا۔"

میں انکل سے کہوں گی کہ وہ خود ہندوستان جائیں یا اپنے کسی سمجھ دار آدمی کو کبیر سیدی اور رگھو کے پاس بھیجیں۔ ان کے پتے ہمارے پاس موجود ہیں۔ جب وہ وہاں جائیں گے تو تم ان سے اٹلی قائم کر لینا۔"

"لیکن جو بھی شخص جائے، وہ میرے یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے مجھ سے ملاقات کرے تاکہ میں اس کے لب و لہجے کو یاد رکھ سکوں اور اس کے ذریعے کسی وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ سکوں۔"

"ٹھیک ہے، کل صبح انکل سے اس سلسلے میں کوئی آخری بات طے کر لی جائے گی۔"

رات کے ایک بجے مرجانہ نے کہا: "اب میں گاڑی ڈرائیو کروں گی۔ تم میری سیٹ پر آ جاؤ۔ تمہیں زیادہ ڈرائیونگ نہیں کرنی چاہئے۔ ہم دونوں ہی تھکے ہوئے ہیں۔ اس لئے دونوں کو وقت بانٹ کر ڈرائیونگ کرنا چاہئے۔"

وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آ گئی۔ میں اس کی جگہ چلا گیا۔ ہمارے درمیان موضوعات بدلتے جا رہے تھے۔ مرجانہ نے کہا: "اب اپنے رومانس کی کچھ داستانیں سناؤ۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ تمہاری زندگی میں کتنی لڑکیاں آئی ہیں اور تم کتنوں سے متاثر ہوتے رہے ہو؟"

میں نے کہا: "ہاں۔ رات گزارنے کے لئے اور ایک ساتھ رہنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی داستان چھیڑی جائے تو میں تمہیں تین لڑکیوں کی داستان مفصلیت سے سناؤں گا۔ کیونکہ ان تینوں نے ہی مجھے متاثر کیا اور تینوں اپنی اپنی جگہ بے حد خطرناک بھی تھیں اور بہت زیادہ محبت کرنے والی بھی۔ ایک سونیا ہے، دوسری رومانہ تھی جو اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ تیسری رس ونتی ہے جو ٹیلی پیتھی کے علم میں مجھ سے زیادہ مہارت رکھتی ہے اور ان دنوں وہ برما میں میری ایک ممی کے پاس بھاری پڑی ہوئی ہے۔"

میں نے پہلے اسے سونیا کے متعلق بتایا۔ پوری داستان سننے کے بعد مرجانہ نے کہا: "اس میں شبہ نہیں کہ وہ محبت کرنے والی عورت ہے لیکن بہت زیادہ مغرور ہے اور تم سے جس انداز میں اب پیچھا چھڑا رہی ہے تو اس کا جوابی ردِ عمل یہی ہونا چاہئے کہ تم بھی اب اس کا خیال چھوڑ دو۔"

"میں چھوڑ چکا ہوں اور جب سے خوشبو کے جزیرے سے آیا ہوں میں نے اس سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے اور یہ مصمم ارادہ ہے کہ آئندہ اس سے رابطہ نہیں رکھوں گا۔ لیکن....."

"لیکن کیا؟" اس نے پوچھا۔

"یہی کہ جب میں پیرس پہنچوں گا تو وہ ضرور مجھ سے ملاقات کرنے آئے گی۔"

"اسے کیسے معلوم ہو گا کہ تم پیرس میں ہو؟"

"تم یہ بھول گئی ہو کہ اس کے پاس سنگھنے کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ وہاں وہ میری بُو پا لے گی تو تیر کی طرح میری طرف آئے گی۔"

مرجانہ نے پوچھا: "جب وہ تم سے نفرت کرنے لگی ہے یا تم سے پیچھا چھڑانے لگی ہے تو پھر وہ تمہارے پاس کیوں آئے گی؟ کیا یہ تمہاری خوش فہمی نہیں ہے؟"

"نہیں، یہ خوش فہمی نہیں ہے۔ وہ محض اس وجہ سے آئے گی کہ میری بُو پاتے ہی اسے تجسس ہو گا کہ میں یہاں پیرس میں کیا کر رہا ہوں۔ میری کسی ملک میں یا کسی شہر میں بھی آمد ایسی ہوتی ہے کہ میرے ساتھ ساتھ ہنگامے بھی چلے آتے ہیں۔ وہ اسی تجسس کی بنا پر مجھ سے ملنے یا مجھے دُور ہی سے دیکھنے کے لئے ضرور آئے گی۔"

اسی لمحے مرجانہ کے اندر ایک ذرا سا عورت پن پیدا ہو گیا۔ وہ عام عورتوں کی طرح جیسے جلتے ہوئے بولی: "پھر تو بڑے گلے شکوے ہوں گے۔ وہ روٹھے گی تم مناؤ گے اور پھر تمہارے درمیان دوستی ہو جائے گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "یہ بات نہیں ہے۔ تم بھول رہی ہو۔ ذرا میری طرف دیکھو۔ میرا چہرہ دیکھنے کے بعد کیا تم یہ کہہ سکتی ہو کہ میں فراڈ ہوں۔ وہ مجھے بُو سے پہچان کر آئے گی لیکن جب اس کا چہرہ دیکھے گی تو مایوس ہو جائے گی۔ میں اسے فریب میں مبتلا رکھوں گا۔ وہ میرے اندر کے چھپے ہوئے فراڈ کو نہیں پا سکے گی، خاصہ دلچسپ تماشہ ہو گا۔ وہ پریشان ہوتی رہے گی۔"

"اس کی پریشانیوں سے تم لطف حاصل کرو گے؟"

"ہاں! مزہ تو آئے گا۔"

جس سے دلی لگاؤ ہوتا ہے۔ اسی کو پریشان کر کے لطف حاصل کیا جاتا ہے؟"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ اب مجھے دلی لگاؤ نہیں رہا۔"

"وعدہ کرو کہ تم کسی بھی مصلحت کی بنا پر دوبارہ اس سے دوستی نہیں کرو گے؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ وہ جس انداز میں مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اب میرا اور اس کا ساتھ نہیں نبھے گا۔ اسی لئے میں نے خیال خوانی کا رشتہ بھی ختم کر دیا تھا۔ اب اگر پیرس میں ملاقات ہو گی تو وہ بہت ہی مختصر ملاقات ہو گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس سے دوبارہ دوستی نہیں کروں گا۔"

"تم نے تین لڑکیوں کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ اب بتاؤ باقی دو کون ہیں؟"

میں اسے رومانہ کے متعلق بتانے لگا کہ وہ پہلے پہل جب مجھے ملی تو بالکل مرجانہ کی طرح مرد بنی ہوئی تھی۔ مرجانہ تو پھر بھی عورتوں کا لباس پہن لیتی ہے لیکن رومانہ کبھی عورتوں کا لباس نہیں پہنتی تھی ہمیشہ مردانہ لباس میں مردوں کر رہتی تھی اور مردوں کی طرح باتیں کرتی تھی اور مردوں کی طرح سمندر کی لہروں سے مردانہ وار کھیلتی تھی۔ جو ڈوبنے والے کی تو ایسی ماسٹر تھی کہ کوئی اس کے مقابلے پر ٹھہر تا نہیں تھا۔ وہ حسین بھی تھی اور سنگین بھی۔ کسی معاملے میں بھی عورتوں کی طرح جھک کر دوسروں کا کوئی فیصلہ قبول نہیں کرتی تھی۔

مرجانہ نے رومانہ کی موت پر بہت زیادہ ہمدردی کا اظہار کیا اور اس سے بہت زیادہ عقیدت بھی ظاہر کی اور یہ تسلیم کیا کہ رومانہ سونیا سے ہزار درجہ بہتر تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ رومانہ اس وقت زندہ ہوتی تو شاید مرجانہ اس کی ایسی تعریفیں نہ کرتی۔ چونکہ اب وہ میرے پاس واپس نہیں آ سکتی تھی۔ اس لئے مرجانہ تفریقی انداز میں افسوس بھی کر رہی تھی اور ہمدردی بھی۔

دیر تک جاگنے کے سبب چائے کی طلب ہو رہی تھی لیکن ویٹر چلے گئے تھے اور لاہور کے تمام ہوٹل بند ہو چکے تھے۔ ہم ادھر ادھر چائے کے لئے بھٹکتے رہے۔ پھر ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ وہاں ہمیں ایک چھوٹے سے ہوٹل میں چائے مل گئی۔ وہیں ہم نے کار روک کر چائے پی۔ چائے کے دوران مرجانہ نے کہا: "اب تیسری کے متعلق بتاؤ۔"

میں رس ونتی کے متعلق بتانے لگا کہ اس میں دو خوبیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بے حد حسین ہے۔ دوسری خوبی یہ کہ..... ٹیلی پیتھی کے علم کو ڈوب کر حاصل کیا ہے اور یوگا کی بے انتہا مشقیں کی ہیں۔ جس کی وجہ سے ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں وہ مجھ سے بھی سبقت لے جاتی ہے۔ پچھلے دونوں دشمنوں نے اس کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا۔ اسے ایسی دوائیں دیں اور ایسے انجکشن لگائے کہ وہ دماغی طور پر بالکل بے کار ہو گئی۔ کچھ عرصے تک تو اپنا مانسی بالکل ہی بھولے رہی لیکن ٹیلی پیتھی کا علم اب بھی بھولے ہوئے ہے اس کا دماغ اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہی ہے ان دنوں ممی کی پناہ میں ہے۔

مرجانہ نے پوچھا: "اور تم اس بیمار حسینہ کی عیادت کے لئے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہو؟"

"تم خود ہی بتاؤ۔ کیا اتنے دنوں کے تعلقات بھلائے جا سکتے ہیں یا ختم کئے جا سکتے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں جبکہ وہ میری بہترین دوست ثابت ہوتی رہی اور آج جبکہ وہ بے یار و مددگار ہے اور بیمار ہے تو کیا میں اس کی خبر گیری نہ کروں؟"

"نہیں، ضرور کرو۔ میں منع نہیں کرتی لیکن وہی بات کہ رشتہ جو ہے وہ دوستی کی حد تک رہنا چاہئے۔ دوستی کی حد سے آگے بڑھنے سے دوستی کا خلوص پھر باقی نہیں رہتا۔ دوستی میں دوست کو کچھ دے کر اس سے کچھ لینے کی توقع نہیں کرنی چاہئے۔ تم محبت دینے ہو تو جواب میں جسم نہ مانگو۔ اس لئے کہ جسم سے محبت نہیں ہوتی۔ ایک وقتی مذبہ ہوتا ہے۔ میں دعویٰ تو نہیں کرتی لیکن آخری حد تک یہ کوشش کروں گی کہ تمہارے ساتھ ایسی دوستی ہو، ایسی دوستی ہو کہ تم میری ذات سے کسی قسم کی توقع کرنا بھول جاؤ۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "عیسائیوں میں راہب ہوتے ہیں اور ہندوؤں میں برہمچاری جو کبھی کسی عورت کی طرف مائل نہیں ہوتے اور بچپن سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک تنہا زندگی گزار دیتے ہیں۔ اگر لوگوں کی بھیڑ میں رہیں بھی تو عورتوں سے دور رہتے ہیں۔ کیا تم مجھے برہمچاری بنانا چاہتی ہو؟"

"نہیں، میں یہ نہیں چاہتی لیکن جس طرح ایک طرف عورت کو زندگی گزارنے کے لئے ایک مرد کافی ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک مرد کے لئے صرف ایک عورت کافی ہونا چاہئے۔ اس لئے اگر تم رس ونتی سے شادی کر لو گے تو میں کبھی اعتراض نہیں کروں گی۔ کبھی بُرا نہیں مانوں گی۔ لیکن صرف عشق کرو گے؟ تو میں اس عشق کو ہوس کا نام دوں گی اور اس سلسلے میں تم جتنے دلائل دو گے انہیں میں قبول نہیں کروں گی۔ کیونکہ جہاں شادی نہیں ہوتی، وہاں اعتماد کا رشتہ قائم نہیں ہوتا جہاں عورت کو مرد کے ساتھ ساری زندگی کا تحفظ حاصل نہیں ہوتا اور اس مرد سے اسے اولاد نہیں حاصل ہوتی تو پھر وہاں محبت نہیں ہے، صرف وقتی رشتے کی ہوس ہوتی ہے۔"

مجھے توقع نہیں تھی کہ مرجانہ مجھے رس ونتی سے شادی کرنے کا مشورہ دے گی۔ میں سمجھ رہا تھا جس طرح اس نے سونیا سے حسد اور جلاپے کا اظہار کیا تھا۔ اسی طرح رس ونتی کے لئے بھی وہی حاسدانہ رویہ رکھے گی۔ یہ میری خوش فہمی تھی۔ میں اس کے مزاج کو سمجھ نہیں پا

رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اس کے خیالات نہیں پڑھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں چوری چھپے اس کی سوچ نہیں پڑھوں گا۔ اس لئے میں اپنے وعدے کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ لیکن اس کی اس بات نے کہ مجھے رس ونتی سے شادی کر لینا چاہئے مجھے الجھا دیا تھا۔ وہ سونیا کے معاملے میں عام عورتوں کی طرح حاسد نظر آئی۔ لیکن رس ونتی کے معاملے میں اس نے بڑی فراخدلی کا ثبوت دیا۔ چھوٹ اور بے اعتمادی کہاں نہیں ہوتی۔ میں نے اس کے اصل مزاج کو سمجھنے کے لئے اپنے وعدے کے خلاف اس کے خیالات کو پڑھنا شروع کر دیا۔ تب مجھے پتہ چلا کہ وہ خود بھی تو مردانہ خصوصیات رکھتی تھی اور رس ونتی کے حسن و شباب کی وجہ میں نے تعریف کی تھی۔ اس نے اس کو ایسی باتیں کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

لیکن میں مرجانہ سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ تم مجھے شادی کا مشورہ دے رہی ہو اور خود ایسی حرکتیں کرتی رہتی ہو جو کہ عام لڑکیاں کبھی نہیں کرتیں۔ اس دنیا میں بہت کم ایسی لڑکیاں ہیں جو تمہاری طرح مرد بن کر رہتی ہیں اور مرد بن کر سوچتی ہیں۔

رس ونتی کے متعلق اس کی سوچ اگر میں اس کو بتاتا تو اسے شبہ ہو جاتا کہ میں نے اس کے خیالات پڑھ لئے ہیں۔ اس لئے میں نے وہ بات نہیں چھیڑی۔

رات کو ہم تین بجے کوٹھی میں واپس آ گئے۔ کیونکہ راستے میں پولیس کی ایک گشتی جماعت نے ہمیں روکا تھا اور کہا تھا کہ ہمیں اتنی رات کو یوں گھومنا نہیں چاہئے۔

میں نے کوٹھی کے احاطے میں پہنچ کر گاڑی ایک طرف کھڑی کر دی۔ پھر ہم باغیچے میں آ گئے۔ اسی وقت کوٹھی کا دروازہ کھلا اور مرجانہ کے انکل باہر آئے اور ناراضگی سے بولے۔ "مرجانہ! تم صبح سے غائب ہو۔ کم از کم ہمیں اطلاع تو دینا چاہئے تھا کہ کہاں رہ گئی تھیں۔ ہم بے حد پریشان ہو رہے تھے۔"

"انکل! آپ خواہ مخواہ پریشان ہوتے ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ میں کسی کی دھونس میں آنے والی لڑکی نہیں ہوں۔ لڑنا بھی جانتی ہوں پھر میرے ساتھ ایک جن کا سایہ ہے۔ تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟"

"بیٹی! بے شک تمہارے پاس اپنے تحفظ کے بہت سے ذرائع ہیں۔ اس کے باوجود دشمنوں کو کمزور نہیں سمجھنا چاہئے۔ میں ایک فوجی آدمی ہوں۔ اس لئے جب بھی محاذ پر لڑتا ہوں تو اپنے دشمنوں کو شہہ زور سمجھتا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ جو چالاکی میں کھیلنا چاہتا ہوں، جو داؤ میں آزمانا چاہتا ہوں، وہی داؤ وہ آزما سکتے ہیں۔ اس طرح اگر سوچا جائے تو ذہانت بڑھتی ہے اور نت نئے داؤ پیچ اور تحفظ کی تدابیر ذہن میں آتی ہیں۔ بہرحال مجھے اطمینان ہوا کہ تم واپس آ گئی ہو۔ آئندہ بھی اتنی دیر کے لئے جانے کا پروگرام ہو تو وقتاً فوقتاً اپنی خیریت سے باخبر کرتی رہنا۔"

اس نے کہا "انکل! طارق یہاں سے کل کراچی چلے جائیں گے۔ ہو سکے تو صبح ان کے لئے ایک سیٹ ریزرو کرا لیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنا ایسا کوئی آدمی ہمیں دیں جسے ہندوستان بھیجا جا سکے۔ وہاں وہ کبیر بیدی اور رگھو سے ملے گا اور ان کے متعلق مزید معلومات حاصل کر کے میرے پاس آئے گا۔ میں ان کے پاس جانے سے پہلے ان کے متعلق پوری معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

انکل نے پوچھا "کیوں تمہارا جن تو ساری معلومات حاصل کر لیتا ہے۔ پھر کیا کبیر بیدی اور رگھو کے متعلق کچھ نہیں معلوم کر سکے گا؟"

مرجانہ نے کہا "معلوم کر لے گا لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ ہمارا کوئی آدمی وہاں جائے۔ وہ جن اس آدمی کے اندر موجود رہے گا۔ اور وہ آدمی جو اپنی معلومات حاصل کر سکے گا۔ اس کے مقابلے میں میرے ساتھ رہنے والا جن ان کے اندرونی معاملات کے متعلق ساری تفصیلات حاصل کر لے گا۔ اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے۔"

"ہاں! اب بات مجھ میں آ رہی ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں کل کسی شخص کا انتظام کروں گا۔ جو ہندوستان جا سکے۔ اور کچھ؟"

"شکریہ انکل! آپ میری وجہ سے بڑی زحمتیں اٹھا رہے ہیں اس وقت بھی آپ کو میری ہی خاطر جاگنا پڑا۔"

"کوئی بات نہیں بیٹی! ہم تو تمہارے لئے برسوں پریشان رہے ہیں اب تمہیں پانے کے بعد کھونا نہیں چاہتے۔ بس اسی لئے مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ بہرحال تین بج کر پندرہ منٹ ہو گئے ہیں۔ اتنی رات تک جاگتے رہے ہو، جاؤ تم دونوں سو جاؤ۔"

وہ بولی "انکل! نیند نہیں آ رہی ہے۔ طارق کل یہاں سے چلے جائیں گے اس لئے آج رات ہم جاگ کر باتیں کرتے ہوئے گزارنا چاہتے ہیں۔"

"ہوں، ٹھیک ہے۔ ویسے بیٹا، تم سے ایک بات کرنی ہے۔ ذرا ادھر آؤ۔"

وہ ایک طرف بڑھ گئے۔ مرجانہ ان کے پیچھے گئی۔ میں ان کے دماغ میں جھانک کر دیکھنے لگا۔ وہ مرجانہ سے دھیمی آواز میں کہہ رہے تھے "بیٹی! کیا تم طارق محمود میں دلچسپی لے رہی ہو۔ میرا مطلب ہے کہ اسے پسند کر رہی ہو؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے، انکل! طارق بہت اچھا انسان ہے۔"

وہ میرا بہت اچھا دوست ہے اور میں بھی بہت اچھی دوست بن کر رہنا چاہتی ہوں۔ بس سے آگے اور کوئی ایسی بات نہیں ہے۔"

"ہوں۔ یہی تو میں سوچ رہا تھا کہ جس پر جن کا سایہ ہو وہ

کسی انسان کو پسند نہیں کر سکتی۔ اگر پسند کرے تو اس سے محبت نہیں کر سکتی۔ محبت کر لے تو شادی نہیں کر سکتی۔ اس پر حاوی رہنے والا اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔"

مرجانہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ رہی تھی۔ اس نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "جن کے متعلق آپ کی یہ معلومات پرانی ہیں۔ ویسے آج کل جنات بھی بڑی ترقی کر گئے ہیں۔"

ہیں دماغی طور پر واپس آ گیا۔ پھر میں نے بختاور کی خبر لی۔ بختاور کو وہ آرام سے سو رہا تھا۔ پتہ چلا کہ چوٹوں کی تکلیف میں کچھ کمی آ گئی ہے لیکن وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہے۔ بستر پر پڑا ہے اور اس کا بڑی تندہی سے علاج کیا جا رہا ہے۔ میں نے اس کے دماغ کو ٹرانس میں لے کر ہدایات دیں کہ اسے اب جاگنے پر بیس جلنے کے متعلق سنجیدگی سے سوچنا چاہئے۔ اور بیس چلنے کے انتظامات کرنے چاہئیں۔ گھر والے اعتراض کریں یا کوئی رکاوٹ پیش آئے کی پروا نہیں کرنا چاہئے۔

اس کے خواہیدہ دماغ سے نکلنے والی سوچوں نے یہ وعدہ کیا کہ وہ بیس جانے کے انتظامات کل ہی سے شروع کرے گا اور کسی رکاوٹ کی پروا نہیں کرے گا۔

مرجانہ میرے پاس واپس آ گئی۔ اس کے انکل کوٹھی میں چلے گئے۔ اس نے آتے ہی پوچھا "تم ہماری خیال خوانی میں مصروف تھے؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ گھور کر بولی "میں نے منع کیا تھا تم نے وعدہ کیا تھا کہ میری اجازت کے بغیر تم میرے دماغ میں واپس آؤ گے اور نہ ہی میرے خیالات پڑھو گے۔"

میں نے کہا "میں تم سے سچ کہوں یا جھوٹ؟"

وہ بولی "سچائی دوستی کی بنیاد ہے۔ اگر یہ بنیاد نہ رہے تو دوستی کی عمارت کھڑی نہیں رہ سکتی۔"

"ویری گڈ! میں نے تمہارے دماغ کے ذریعے تمہارے انکل کے دماغ میں جھانک کر نہیں دیکھا۔ کیونکہ وہ جب باتیں کرنے کے لئے تمہیں ایک طرف لے گئے تو مجھے کچھ شک ہوا تھا کہ شاید وہ میرے خلاف کچھ پلاننگ کر رہے ہیں۔ اس موضوع پر بات کر رہے تھے کہ جس پر جن حاوی ہو۔ اس پر کوئی انسان عاشق نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی اس سے شادی کر سکتا ہے اور نہ ہی اس سے شادی کر سکتا ہے۔ تم نے اس کا بڑا اچھا جواب دیا تھا اور میں مطمئن ہو کر تمہارے دماغ سے اس وقت واپس آ گیا تھا۔"

وہ بولی "مگر یہاں جھوٹ بول رہے ہو۔ تم اس کے بعد بھی ساری باتیں سن رہے تھے۔"

"نہیں مرجانہ! میں اسی وقت تمہارے دماغ سے واپس آ گیا تھا۔ کیونکہ مجھے بختاور کا خیال آ گیا تھا۔ میں نے سوچا جب تک تم اپنے انکل سے باتیں کر رہی ہو، اس وقت تک میں بختاور کو ٹرانس میں لے کر اسے مجبور کر دوں کہ وہ اب صرف بیس جانے کے متعلق سوچے اور وہاں جانے کی تیاریاں کرے۔ جتنی بھی رکاوٹیں سامنے آئیں۔ گھر والے اعتراض کریں، وہ کسی کی بھی پروا نہ کرے۔ میں ابھی اسے ٹرانس میں لے کر یہی باتیں سمجھا رہا تھا اور وہ اس بات پر راضی ہو گیا ہے کہ وہ کل ہی سے بیس روانہ ہونے کی تیاریاں شروع کر دے گا۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ اسے وقتاً فوقتاً ٹرانس میں لے کر مجبور کرتے رہنا چاہئے۔ اسی طرح وہ جلد بیس پہنچے گا اور تم آئندہ میری مرضی کے بغیر میرے خیالات نہیں پڑھو گے۔ کیوں؟ ٹھیک ہے ایک بار پھر وعدہ کرو۔"

"میں وعدہ کر چکا ہوں اور ایک ہی وعدہ کافی ہوتا ہے۔"

اس نے کچھ اس طرح وعدہ کرنے کے لئے کہا تھا کہ مجھے اس پر ترس آ گیا۔ واقعی ایک دوست کے دماغ میں بغیر اجازت نہیں پہنچنا چاہئے۔ جب ہم کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہیں ہو سکتے، دوسروں کی باتیں کچھ اور ہیں کیونکہ جن سے ہماری دشمنی ہوتی ہے، جن سے ہمیں نمٹنا پڑتا ہے۔ ان کے دماغوں پر تو بغیر اجازت قابض ہوا جا سکتا ہے لیکن مرجانہ جیسی دوست کے دماغ میں واقعی بغیر اجازت نہیں پہنچنا چاہئے۔ اس کے اپنے نجی معاملات ہیں، ذاتی سوچیں ہیں۔ ان کے متعلق مجھے معلومات حاصل نہیں کرنی چاہئیں۔ اس کا حق ابھی مجھے نہیں پہنچتا ہے۔

بے شک مرجانہ ایکسٹے انداز سے مجھے دوستی کرنے یا محبت کرنے کا درس دے رہی تھی۔ آج میری زندگی کا پہلا دن تھا کہ میں اتنی آہستگی سے مرجانہ کی محبت میں اس دوستی کو نبھا رہا تھا۔

صبح چار بجے جبکہ گھر والے بیدار ہو رہے تھے، ہم سونے کے لئے اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ میرے لئے ایک کمرہ مخصوص کیا گیا تھا انہیں احساس ہو گیا تھا کہ مرجانہ مجھے مرعوب کئے میں سوتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ میں نے سونے سے پہلے اس بار مہ اور رس ونتی سے رابطہ قائم نہیں کیا پتہ نہیں کیوں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں مرجانہ کے سوا کسی اور کے متعلق نہ سوچوں اور نہ کسی سے باتیں کروں اور جو تھوڑا وقت مل جائے اس میں اپنی نیند پوری کرنے کے بعد دوبارہ بیدار رہوں تو بیدار ہو جاؤں گا

وہ لمحہ بھی مرجانہ کے متعلق سوچتے ہوئے گزرے۔ بیشک، وہ بڑے اچھے انداز میں میرے دل و دماغ پر اپنا قبضہ جما رہی تھی۔

دوسرے دن دس بجے میری آنکھ کھلی۔ میں تھوڑی دیر تک بستر پر پڑا رہا۔ مرجانہ یاد آ رہی تھی میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اس کے خیالات پڑھوں۔ لیکن میں نے اس خواہش کو ذہن سے جھٹک دیا اور اس بات کا مصمم ارادہ کرنے لگا کہ مجھے اس سے دیانت دارانہ رہنا چاہیے میں نے اب تک بڑے فراڈ کئے ہیں۔ سونیا، رومانہ اور سونتی جیسی محبت کرنے والی ہستیوں کے ساتھ میں نے دغا بھی کی اور دغا بھی۔ ان کی صیغتوں میں کام بھی آتا رہا اور ان سے جھوٹ بھی بولتا رہا کبھی کبھی مصلحتاً رو کر بھی دیتا رہا لیکن مرجانہ کے لئے میں نے سوچا کہ اس سے جو وعدہ کیا ہے اس پر مجھے عمل کرنا چاہیے اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے خیالات نہیں پڑھنے چاہئیں۔

یہ سوچ کر میں نے مرجانہ کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا: "ہیلو مرجانہ! کیا میں تمہارے پاس رسمی طور پر حاضر ہو سکتا ہوں؟"

وہ مسکرا کر بولی "ہاں! آ جاؤ۔ ابھی میں تمہارے متعلق ہی سوچ رہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے ہی آنکھ کھلی ہے۔ مگر سچ سچ بتاؤ، اس سے پہلے تو تم میرے دماغ میں نہیں تھے؟"

"مجھے تمہاری دوستی کی قسم۔ میں ابھی تمہارے پاس آیا ہوں میں بغیر اجازت کبھی تمہارے خیالات نہیں پڑھوں گا۔ تم کسی طرح بھی مجھے آزما سکتی ہو۔"

اس نے مطمئن ہو کر پوچھا: "ناشتے کی میز پر کب آ رہے ہو؟"

"بس، غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر کوئی ڈھنگ کا لباس پہنوں گا اور آ جاؤں گا۔"

"کون سا لباس پہنو گے؟"

"تم بتاؤ، تمہاری پسند کے مطابق پہنوں گا۔"

"وہ جو کراچی میں تم نے ایک بار نیوی بلو کلر کا سوٹ پہنا تھا، مجھے وہ بہت پسند ہے۔ وہی پہن کر آج ایئرپورٹ تک میرے ساتھ چلنا۔ میں تمہیں اسی سوٹ میں دیکھ کر الوداع کہوں گی۔"

میں نے کہا: "میرا بھی تو کچھ حق ہوتا ہے کہ میں تم سے ایسی ہی کوئی خواہش کروں۔"

وہ بھنچتے ہوئے بولی "کیسی خواہش؟ کیا چاہتے ہو تم؟"

"میں چاہتا ہوں کہ تم بھی ہلکے آسمانی رنگ کا کوئی شلوار سوٹ پہنو۔ بہت اچھی لگو گی۔"

وہ مسکرا کر بولی "اچھی بات ہے۔ میں اب باتھ روم میں جا رہی ہوں۔ خدا حافظ!"

تقریباً ایک گھنٹے بعد تیار ہو کر میں ڈائننگ ٹیبل پر پہنچا تو مرجانہ وہاں موجود تھی اور اپنے ہاتھوں سے کچن سے ناشتہ لا کر میز پر رکھ رہی تھی۔ پتہ چلا کہ ملازم بازار گیا ہوا ہے۔ ہم دونوں وہاں بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگے۔ مرجانہ نے بتایا "دو بجے کی فلائیٹ سے سیٹ ریزرو ہو چکی ہے اب تمہاری روانگی میں صرف تین گھنٹے رہ گئے ہیں۔ ہم ابھی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے اور کار میں بیٹھ کر تھوڑی دیر گھومیں گے۔ دو بجے سے پہلے ایئرپورٹ پہنچ جائیں گے۔ وہاں تمہارا سامان پہنچ جائے گا اور انکل بھی تمہیں سی آف کرنے کے لئے وہاں آ جائیں گے۔ ٹھیک ہے نا؟"

مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ ناشتہ کرنے کے بعد ہم کار میں بیٹھ کر پھر آوارہ گردی کے لئے نکل گئے۔ کل سے یہی ہو رہا تھا اور اس میں یکسانیت کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ کیونکہ ایک عورت کی قربت، اس کا حسن، اس کا مزاج، اس کی باتیں، اس کی ادائیں ایسی ہوتی ہیں کہ لمحہ بہ لمحہ رنگ بدلتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ اس لئے کبھی یکسانیت کا احساس نہیں ہوتا۔

دو بجے سے کچھ پہلے ہم ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ وہاں انکل اور دوسرے دو چار عزیز بھی آئے تھے۔ وہاں میرا سامان بھی پہنچ گیا تھا۔ سامان کیا صرف ایک سوٹ کیس تھا اور ایک بیگ تھا جسے میں شانے سے لٹکاتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک چھوٹی اٹیچی نظر آئی میں نے پوچھا یہ کیا ہے اس پر مرجانہ مسکرانے لگی۔ انکل نے کہا "یہ مرجانہ کا سامان ہے۔"

میں نے پلٹ کر اس کی طرف حیرانی سے دیکھا تو وہ بولی "ہاں میں بھی تمہارے ساتھ جا رہی ہوں۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "کیا مطلب؟ تم میرے ساتھ انڈیا جاؤ گی؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "ہاں، ابھی جاؤں گی۔ تمہیں حیرانی کیوں ہے؟ کیا مجھے تمہارے ساتھ نہیں جانا چاہیے؟"

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ مگر تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟"

"میں تمہیں سرپرائز دینا چاہتی تھی۔ اب بتاؤ سرپرائز ملا کہ نہیں؟"

"اب کیا پوچھتی ہو۔ میں تو چاہتا ہوں کہ سفر بھی نہ کٹے۔"

ہم لاؤنج سے گزر کر رن وے کی طرف بڑھنے لگے جہاں طیارے کھڑے ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا "تو یہ ثابت ہو گیا کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا اور تم میرے بغیر یہاں نہیں رہ سکتی تھیں۔ اس لئے میرے ساتھ جا رہی ہو؟"

"جی نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" وہ اپنے دلی جذبات چھپاتے ہوئے بولی "تم کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہونا۔ میں تو ایک ضرورت کی وجہ سے جا رہی ہوں۔"

"کیسی ضرورت؟"

"یہی یاد ہو گا کہ میں خوشبو کے جزیرے سے بہت سے ہیرے جواہرات دینے کی اجازت اور نقد ڈالر لے کر آئی تھی۔ وہ سب زرینہ کے والد کے نام امانت کے طور پر رکھے ہوئے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ وہاں بینک میں اکاؤنٹ کھول کر کچھ نقد روپیہ وہاں رکھ دوں۔ لاکر زلے کر کچھ ہیرے جواہرات وہاں رکھوں، کچھ پنڈی لے آؤں اور خالہ جان کے پاس رکھوں۔ کیا خیال ہے؟"

"ہاں، اچھی بات ہے اپنے مال و دولت کی تو حفاظت کرنی پڑتی ہے لیکن تم یہ تاثر کیوں دینا چاہتی ہو کہ میری وجہ سے اپنا مال و دولت کی حفاظت کے لئے تم کراچی میرے ساتھ جا رہی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "چلو، تمہارا دل رکھنے کے لئے کہہ دیتی ہوں کہ تمہارے بغیر بھی نہیں رہ سکتی تھی۔ بس اس لئے میں نے سوچا کہ یہ موقع مناسب ہے۔ تمہارا ساتھ بھی رہے گا اور میرا کام بھی ہو جائے گا۔ ایک دو دن میں وہاں سے واپس آ جاؤں گی۔ انکل سے ساری باتیں طے ہو چکی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ دو دن کے اندر میرا پاسپورٹ حاصل کر لیں گے اور ایک ایسے آدمی کا بندوبست کریں گے جو ہندوستان جا کر واپسی اور گھر سے ملاقات کر سکے۔ یہ بتاؤ کہ جو شخص بھی یہاں سے جائے گا تم اس کے دماغ میں کیسے پہنچ گے؟ کیا میرے ذریعے؟"

ہم جہاز کی سیڑھیاں طے کرتے ہوئے دروازے تک پہنچ گئے ایک ایئر ہوسٹس نے ہمیں آگے بڑھنے کے لئے راستہ بتایا ہمارے ٹکٹ دکھائیں۔ پھر ہم وہاں بیٹھ گئے۔ میں نے بیٹھتے ہوئے کہا "کیونکہ جب تم اس سے باتیں کرو گی تو میں تمہارے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچوں گا۔ پھر اسے یاد رکھوں گا اور جب بھی وہ ہندوستان جائے گا میں اس کے ساتھ لگا رہوں گا۔"

جب جہاز کی پرواز کا وقت آیا تو ہم نے اپنے اپنے سیفٹی بیلٹ باندھ لئے۔ تھوڑی دیر بعد جہاز خاصی بلندی پر پہنچ گیا تو میں نے بیلٹ کھولتے ہوئے کہا "تم میری خاطر لاہور سے کراچی جا رہی ہو تاکہ ہمیں زیادہ سے زیادہ وقت ایک ساتھ گزرے۔ میں سوچتا ہوں کہ جب میں کراچی جاؤں گا تو وہاں سے پیرس روانہ ہونے کے لئے دو چار گھنٹے کا وقفہ ملے گا اور یہ دو چار گھنٹے تمہارے ساتھ گزارنے سے تسلی ہو جائے گی۔"

"ابھی میں یہی سوچ رہی تھی۔ کیا تم میری سوچ پڑھ لیتے ہو؟"

وہ مجھے گھور کر ناراضگی سے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا "دیکھو یہ محض اتفاق ہے۔ خدا جانتا ہے کہ میں نے تمہارے دماغ میں جھانکنے کی کوشش نہیں کی۔ یہ میں اپنے طور پر سوچ رہا تھا۔ ہوتا ہے کہ دو انسان ایک جگہ بیٹھے ہوئے ایک ہی وقت میں کبھی کبھی ایک ہی بات سوچتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہی ایک بات دونوں کی زبان سے یک وقت نکلتی ہے۔ کیا ایسا تمہارے ساتھ کبھی نہیں ہوا؟"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی "ہاں، ایسا ہو سکتا ہے۔ چلو اس بار بھی معاف کرتی ہوں۔"

"بھئی! یہ تو بڑی مصیبت ہو گئی۔ اگر آئندہ بھی ایسا ہوا کہ میں نے ایک بات تم سے کہہ دی اور وہی بات تم اس وقت سوچ رہی ہو گی تو تمہارا شبہ یقین میں بدل جائے گا کہ میں تمہارے خیالات پڑھ لیتا ہوں۔"

"بائی گاڈ! مرجانہ میں تمہیں بہت چاہتا ہوں اور کبھی یہ نہیں چاہوں گا کہ خیال خوانی کر کے، وعدہ خلافی کر کے تمہیں ناراض کر دوں۔ تم دور چلی جاؤ اور میں تمہارا نہ جاؤں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ نہ میں تمہیں چھوڑوں گا اور نہ ہی تم سے کئے ہوئے وعدے کو توڑوں گا۔ بہرحال ذرا خاموش بیٹھو۔ میں غلام سے رابطہ قائم کر کے اسے کہتا ہوں کہ وہ آج کا ٹکٹ کینسل کر دے۔ میں کل یا پرسوں کراچی سے پیرس کے لئے روانہ ہوں گا۔"

وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولی "سچ! کیا تم میرے لئے ایک دو دن اور رک جاؤ گے؟"

میں نے کہا "کیوں نہیں۔ تم چاہو تو میں پیرس ہی نہ جاؤں۔ تمہارے ساتھ چپک جاؤں لیکن تم خود ہی سوچو نا، کہ اگر میں پہلے ہی وہاں پہنچ کر اپنے لئے پلاسٹک سرجری کے سلسلے میں انتظامات کر لوں تو یہ بہتر ہو گا کہ نہیں؟"

"ہاں یہ بہتر ہو گا۔ میں تمہیں زیادہ روکنا نہیں چاہتی۔ بس ایک دن اور رک جاؤ۔ پھر کل چلے جانا۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں اور غلام کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں بیٹھا ہوا سامی سے باتیں کر رہا تھا اور جو باتیں سامی سے کر رہا تھا ان کا جواب خود دے رہا تھا۔ تنہائی میں انسان ایسی ہی پاگلوں جیسی حرکتیں کرتا ہے۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولا "فرمائیے آقا! کیا آپ یہاں پہنچ رہے ہیں؟"

میں نے کہا "ہاں، اس وقت میں طیارے میں ہوں اور تقریباً ساڑھے چار یا پانچ بجے تک کراچی کے ایئرپورٹ پر ملوں گا۔ تم وہاں آ جانا۔"

"جی آقا! میں سامی کو لے کر پہنچ جاؤں گا اور کوئی حکم؟"

"کیا تم نے پیرس جانے کی تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ ٹکٹ کنفرم ہو چکے ہیں؟"

"جی ہاں، ٹکٹ کنفرم ہو چکے ہیں۔ لیکن میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا: "کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"آقا! یہاں میرے ملک کا ایک آدمی ملا۔ وہ بتا رہا تھا کہ میرے قبیلے کے لوگوں پر مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں۔ وہ بہت سے مسائل میں گھرے ہوئے ہیں۔ میں یہ سن کر بے چین ہو گیا ہوں۔ ایسے وقت مجھے وہاں جانا چاہئے۔ اور ان کی کچھ مدد کرنا چاہئے۔"

"بے شک تمہیں جانا چاہئے۔ میں تمہیں روکوں گا نہیں۔ ایسا کرو کہ تم افریقہ جانے کے لئے ٹکٹ تبدیل کرا لو اور میری سیٹ بھی کینسل کرا دو۔ میں آج نہیں کل یہاں سے روانہ ہونا چاہتا ہوں۔ تم معلوم کرو کہ کل کون کون سا طیارہ جا رہا ہے۔ کل نہ ہو سکے تو پرسوں تک ضرور سیٹ ریزرو ہو جانی چاہئے۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا تو مجھے معلومات حاصل کر کے بتا دینا۔"

اس سے رابطہ ختم کرتے ہی میری نظریں دور ایک سامنے والی سیٹ کی طرف گئیں۔ وہاں سے ایک نہایت ہی خوبصورت و خیزہ اٹھ کر شاید باتھ روم کی طرف جا رہی تھی۔ وہ ذرا تیزی سے چلتی ہوئی میرے قریب سے گزر گئی۔ میں چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہ گیا اور اسے پہچان بھی لیا۔ وہ میرے چچا کی بڑی صاحبزادی غزالہ تھی۔ یعنی شاہینہ کی بڑی بہن تھی۔ وہ دور سے دوشیزہ نظر آئی تھی لیکن جب وہ میرے قریب سے گزری تو پتہ چلا کہ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں۔ اس کے چہرے پر ایک اچھی خاصی عمر والی عورت کی سی پختگی تھی بھویں مصنوعی تھیں، شاید پلکیں بھی مصنوعی ہوں۔ چہرے پر گہرا میک اپ تھا جیسے کہ عمر کو چھپانے کی کوشش کی گئی ہو۔ بدن کسا ہوا لگ رہا تھا۔ جیسے خوب مضبوطی سے باندھ کر رکھا گیا ہو۔

میں اس کے دماغ تک پہنچ کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ غزالہ اس جہاز سے کیوں سفر کر رہی ہے۔ کیا وہ تنہا ہے یا کوئی ساتھ ہے کیا اس کی حرکتیں پہلے ہی کی سی ہیں۔ لیکن یہ سب معلوم کرنے کے لئے میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ میں نے اس کے چہرے کو اس کی آنکھوں کو بغور نہیں دیکھا تھا۔ وہ فوراً ہی میرے قریب سے گزر گئی تھی اور پھر اس سے بچھڑے ہوئے اتنی مدت گزر گئی تھی کہ مجھے اس کا لب و لہجہ بھی یاد نہیں تھا۔ اور نہ ہی میں نے پہلے کبھی اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تھا کہ وہ مجھے یاد رہ جاتی۔ وہ تو رشتے کی پہچان تھی کہ میں نے اسے ایک ہی نظر میں پہچان لیا تھا۔

میں نے مرجانہ سے کہا: "دیکھو، ابھی یہاں سے ایک عورت گزر کر اُدھر باتھ روم کی طرف گئی ہے۔ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میرے چچا کی بڑی صاحبزادی غزالہ ہے یعنی شاہینہ کی بڑی بہن ہے جس سے تم مل چکی ہو۔ اب میں غزالہ کے دماغ تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ تم یہاں سے جاؤ اور ادھر ٹوائیلٹ کی طرف، اس سے سامنا ہو تو کسی طرح اسے چھیڑ کر گفتگو کرو۔ جب وہ تم سے بات کرے گی تو میں اس کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا۔"

وہ اٹھنے سے پہلے بولی: "ٹھیک ہے، میں جا رہی ہوں۔ دس بجے ہم لوگوں نے ناشتہ کیا تھا اور اب تین بجنے والے ہیں۔ بھوک لگ رہی ہے۔ کیا میں ایئر ہوسٹس سے کچھ کھانے کی فرمائش کروں۔ تم کھاؤ گے؟"

"ہاں! بھوک تو مجھے بھی لگی ہے۔ کھانے کے لئے بھی کہہ دینا۔"

مرجانہ میرے پاس سے اٹھ کر باتھ روم کی طرف جانے لگی میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ جب وہ ٹوائیلٹ کے پاس پہنچی تو غزالہ ایک ٹوائیلٹ کے اندر جا چکی تھی اور دروازہ بند ہو چکا تھا۔ مرجانہ نے اس دوران میں ایک ایئر ہوسٹس سے کھانے کی فرمائش کی۔

ایئر ہوسٹس نے مسکرا کر کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ تم اور تمہارا ساتھی بے وقت کھانے کے عادی ہو۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ بس آج مجبوراً ہم وقت پر نہ کھا سکے ویسے کیا مل جائے گا کھانے کے لئے؟"

"بس ہلکا پھلکا سا ناشتہ ہو گا اور کافی مل جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ کراچی پہنچنے تک اس سے نبٹ لیا جائے گا۔"

مرجانہ نے مسکرا کر کہا: "شکریہ، تم بہت خوبصورت ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی: "شکریہ کا مطلب تو سمجھ میں آ گیا کہ یہ ناشتے کا معاوضہ ہے مگر یہ خوبصورتی کی تعریف کیوں کی؟"

"اس لئے کہ حسن تعریف کے لئے ہی ہوتا ہے۔ میں کسی بھی حسین عورت کو دیکھتی ہوں تو اس کا نام ضرور پوچھتی ہوں۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولی: "میرا نام شکیلہ ہے۔"

اسی وقت باتھ روم کا دروازہ کھلا اور غزالہ باہر نکلی۔ مرجانہ نے اس کی طرف دیکھ کر ایئر ہوسٹس سے کہا: "شکیلہ! ذرا ان کو بھی دیکھو۔ یہ بھی کتنی حسین ہیں۔ میں ان کا بھی نام پوچھ کر دیکھوں گی۔"

غزالہ ان دونوں کو اپنے متعلق باتیں کرتے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ اس نے اس کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "ہیلو مس! میرا نام مرجانہ ہے۔ کیا میں تمہارا نام پوچھ سکتی ہوں؟"

غزالہ نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے اور رسمی طور پر مسکراتے ہوئے کہا: "میرا نام غزالہ ہے۔ ویسے تم میرا نام کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"میں ہر حسین عورت کا نام پوچھتی ہوں اور اپنے ذہن میں محفوظ رکھتی ہوں۔ یہ میری ہابی ہے۔ میں دیکھتی رہتی ہوں کہ خوبصورت عورتوں کے نام بھی خوبصورت ہوتے ہیں یا نہیں؟"

مرجانہ خوب باتیں بنا رہی تھی۔ میں اس کے دماغ سے نکل کر غزالہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پوچھ رہی تھی: "تمہیں میرا نام کیسا لگا؟"

مرجانہ نے جواب دیا: "بہت خوبصورت۔ تم جتنی حسین ہو

اس اعتبار سے تمہارا نام غزالہ ہی ہونا چاہئے تھا۔"

غزالہ مسکراتے ہوئے اپنی سیٹ کی طرف جانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد میرے قریب سے گزر کر اپنی سیٹ پر پہنچ گئی۔ وہاں اس کا ایک ساتھی بیٹھا ہوا تھا۔ غزالہ نے اسے بتانے کے لئے مسکراتے ہوئے کہا: "تم چپر پریشان ہو کر سوچنے لگے ہو؟"

اس کے ساتھی نے کہا: "سوچنا ہی پڑتا ہے میرے کیریئر کا سوال ہے۔ ساری عمر کی ملازمت بھی جا سکتی ہے اور نیک نامی بھی نہیں ملے گی۔ مجھے جیل کی سلاخوں کے پیچھے رہنا پڑے گا۔ میں تمہارے ساتھ دوستی کر کے بُری طرح پھنس گیا ہوں۔"

"اگر میں اتنی بُری ہوں تو میرا ساتھ چھوڑ دو۔ کیوں میرے پیچھے لگے ہوئے ہو؟"

غزالہ نے ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے منہ پھیر لیا۔ اس کا ساتھی اسے منانے لگا۔ میں چپ چاپ ان کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ ان کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا۔ کبھی ان کے اور کبھی اس کے دماغ کو ٹٹولتا جا رہا تھا۔ مرجانہ واپس آ کر اپنی جگہ خاموشی سے بیٹھ گئی تھی اور سمجھ گئی تھی کہ میں خیال خوانی میں مصروف ہوں۔

غزالہ کا ساتھی کسی بحری جہاز کا ایک آفیسر تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ غزالہ کے دماغ میں کسی اور کی سوچ سمائی ہوئی تھی۔ جیسے میں کسی کے دماغ میں پہنچ کر اس دماغ والے کو ہدایات دیتا ہوں۔ اسی طرح کوئی غزالہ کو سوچ کے ذریعے ہدایات دے رہا تھا اور یہ ایسی بات تھی کہ جس نے مجھے چونکا دیا تھا۔

کوئی اور بھی تھا جو ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور اس وقت سوچ کے پَروں کے ذریعے پرواز کرتا ہوا اس طیارے میں پہنچا ہوا تھا اور اس نے غزالہ کو اپنی سوچ کا محور بنایا ہوا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک غزالہ کے دماغ میں چپ چاپ بیٹھا ہوا اس اجنبی خیال خوان کی سوچ کو سنتا رہا۔ وہ غزالہ کو ہدایات دے رہا تھا اور میں اس کی سوچ کے لب و لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کر رہا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ غزالہ اور اس آفیسر کے درمیان جو کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ اسے تو میں تھوڑی دیر بعد معلوم کر لوں گا۔ ابھی سب سے زیادہ ضروری یہ تھا کہ میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں پہنچ جاؤں۔

پھر میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا اور چپ چاپ اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔ سب سے پہلے میں نے یہ معلوم کیا کہ وہ اس طیارے میں کس کس کے دماغ تک پہنچ چکا ہے۔ پتہ چلا کہ غزالہ جس کسی سے بھی باتیں کرتی رہی ہے۔ جس کسی سے بھی ملتی رہی ہے، ہر اس شخص کے دماغ میں وہ پہنچتا رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ مرجانہ کے دماغ میں بھی پہنچ چکا ہے کیونکہ مرجانہ اس سے مل چکی تھی۔

اس بات کا علم ہوتے ہی میں نے فوراً ہی تھوڑی دیر کے لئے خیال خوانی کا عمل منقطع کیا۔ پھر ایک کاغذ نکال کر اس پر لکھا: مرجانہ مجھے اس وقت تک مخاطب نہ کرنا اور بات کرنے پر مجبور نہ کرنا جب تک کہ میں تم سے مخاطب نہ ہونا چاہوں۔

وہ کاغذ لکھ کر میں نے مرجانہ کی طرف بڑھا دیا۔ مرجانہ نے اسے پڑھا۔ پھر اسے موڑ کر پرس میں ڈال لیا۔ اسی وقت ایئر ہوسٹس ہمارے لئے ناشتے کی ٹرے لے آئی تھی۔ اور ایک میرے اور ایک مرجانہ کے سامنے رکھ دی۔ وہ مشغول ہو گئی۔ میں نے بھی کھانا شروع کر دیا لیکن خاموش رہا اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں پہنچتا رہا۔

قارئین کو یاد ہو گا کہ جس دنوں میں ملایا میں تھا اور پھر سلایا سے بنکاک گیا تھا۔ اس عرصے میں میرا اور رس ونتی کا یہ خیال تھا کہ ہم دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے جو مونا نامی ایک حسین دوشیزہ کے دماغ میں چھپا رہتا تھا اور وہ ہمارے ہی فلور پر چھپا رہتا تھا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی میں پوری مہارت نہیں رکھتا ہے۔ اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ میرے یا رس ونتی کے تعاقب میں پڑے گا تو ہم اس کے دماغ کو بُری طرح متاثر کریں گے اور اسے ٹیلی پیتھی کا عمل کرنے کے قابل نہیں رکھیں گے۔ آج اتنے عرصے کے بعد وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھ پر ظاہر ہو گیا تھا۔ اس کے فرشتوں کو بھی یہ علم نہیں تھا کہ میں اس کے دماغ میں چپ چاپ جھانک رہا ہوں۔

اس کا نام اے ڈی فرینک تھا۔ وہ ایک بڑی طاقت کا زکا تھا اور اس بڑے ملک کے لئے جاسوسی کے فرائض انجام دیتا تھا۔

چونکہ اے ڈی فرینک ملایا میں رہ کر مونا کے دماغ میں اکثر چھپا رہتا تھا۔ اس لئے مونا کے ذریعے میرے لب و لہجے تک پہنچ چکا تھا اور میرے رس ونتی کے دماغ تک پہنچ گیا تھا۔ لیکن ہمیں چھیڑنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ چپ چاپ معلومات حاصل کرتا رہتا تھا کہ ہم کہاں ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟ پیچھے دونوں بنکاک میں جب میں نے اپنی موت کا ڈراما کھیلا تھا تو اس وقت بھی صرف اے ڈی فرینک یہ جانتا تھا کہ میں زندہ ہوں اور بڑی طاقتوں سے پیچھا چھڑانے کے لئے موت کا ڈراما کھیل کر خود کو چھپا رہا ہوں۔

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اے ڈی فرینک نے میرے زندہ ہونے کی بات اس حکومت کو نہیں بتائی جس کا وہ ایجنٹ تھا۔ وہ اصل اے ڈی فرینک دوہری چالیں چلنے والا اور بہت ہی خود غرض انسان تھا۔ وہ صرف اپنی آمدنی، اپنا مناصب اور اپنا عیش و آرام دیکھتا تھا۔ اس کے علاوہ ہمیشہ اپنی حفاظت کا خیال رکھتا تھا۔ وہ ایک حکومت کا تابع فرمان ہونے کے باوجود اس بات کا خیال رکھتا تھا کہ کبھی روشنی سے اور فرہاد علی تیمور سے چھیڑ نہ کرے۔ کبھی ان کے مقابلے میں نہ آئے ورنہ وہ مارا جائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے کبھی بھی حکومت کو یہ اطلاع دی تھی کہ فرہاد شاید مر چکا ہے۔ کیونکہ اس کے دماغ تک

اب میں نہیں پہنچ سکتا۔ اس نے یہی رپورٹ دی تھی جس میں شبہ کی گنجائش نکلتی تھی۔ یعنی اس نے کہا تھا کہ جس طرح ریوتی یورکا کے ذہن سے سانس روک کر اپنے دماغ کے تمام دروازے بند کر دیتی ہے اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغ تک پہنچنا چاہے تو پہنچ نہیں سکتا اور یہی تاثر قائم کرتا ہے کہ شاید ریوتی مر چکی ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ فرہاد نے بھی یوگا کی مشقیں کی ہوں اور اپنے دماغ کو سالک کر لیا ہو۔ اپنے دماغ کے تمام دروازے بند کر لئے ہوں اس لئے وہ فرہاد کے دماغ تک پہنچنے سے قاصر ہے۔ یہ مشکوک قسم کی رپورٹ دینے کے بعد وہ اپنی ذمہ داریوں سے بچ نکلا تھا۔

ادھر ایک عرصے سے ایڈی فرینک کو میری کوئی خبر نہیں تھی کیونکہ وہ اس قدر مصروف تھا کہ میری خبر رکھنے کی اسے فرصت نہیں مل رہی تھی۔ پھر یہ کہ میں اس کے لئے کسی نقصان کا باعث نہیں بنا تھا۔ نہ وہ مجھے چھیڑ رہا تھا اور نہ میں اسے۔ آج پہلی بار میں اس ٹیلی پیتھی والے دماغ سے متعارف ہوا تھا۔

میں نے ناشتہ ختم کرنے کے بعد کافی کی پیالی اٹھا کر کہا۔

"مرجانہ! اب ہم باتیں کر سکتے ہیں۔"

اس نے پوچھا "تم نے مجھے خاموش رہنے کے لئے کیوں کہا تھا؟ اتنی دیر سے تم کیا معلومات حاصل کر رہے تھے؟"

"میں بتاؤں گا تو تم یہ سن کر حیران رہ جاؤ گی کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس جہاز میں موجود ہے۔"

مرجانہ نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی کوئی اور بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں ہے؟"

"ہاں جنس غزالہ سے تم نے تعارف حاصل کیا تھا۔ وہ اس پر جن کی حیثیت سے سوار ہے اور اسے اپنی معمولہ بنا کر اس سے اپنا کام نکال رہا ہے۔ وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟ یہ تو میں بعد میں بتاؤں گا پہلے یہ سن لو کہ جب سے ہم نے خوشبو کا وہ جزیرہ خالی کرایا ہے اس وقت سے ہمارے دشمنوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ لاہور میں تو تم نے دیکھ ہی لیا تھا کہ شہباز نے کرائے کے غنڈوں کے ذریعے ہمیں کیسے گھیرا تھا۔ وہ لوگ کسی طرح ہمیں پکڑ کر کہیں قید کرنا چاہتے ہیں اور ہر صورت سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میرے پیچھے فرہاد علی تیمور چھپا ہوا ہے یا نہیں؟"

"وہ شخص جو خیال خوانی کے ذریعے اس طیارے میں موجود ہے۔ کیا تم اس کے دماغ تک پہنچ گئے ہو؟"

"ہاں۔ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ بہت عرصے سے وہ میرے اور ریوتی کے پیچھے پڑا ہوا تھا اور ہمارے بارے میں ہمارے متعلق اطلاعات جمع کرتا رہتا تھا وہ بعض اداروں کا ایجنٹ بھی ہے اور اس کے علاوہ وہ ذاتی طور پر کچھ دوسرے دھندے بھی کرتا ہے۔"

مرجانہ نے پوچھا "اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جب چاہے تمہارے دماغ میں پہنچ سکتا ہے؟"

"ہاں! یہ مجبوری ہے۔ یہ آج سے بہت پہلے ہی میرے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ لیکن ان دنوں مجھ سے غفلت برت رہا تھا۔ اپنے دماغ میں ابھرا ہوا لہجہ۔ اسے علم نہیں ہے کہ میں اس جہاز میں موجود ہوں۔ یہ خوشبو کا جزیرہ خالی کرنے کے بعد شہباز ہی ہمارے پیچھے نہیں تھا بلکہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے ایڈی فرینک کو بھی مجبور کیا جا رہا تھا کہ کسی طرح وہ بس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پکڑنے کی کوشش کرے جو جن بن کر ہمارے ساتھ لگا ہوا ہے۔"

مرجانہ نے کہا۔ "ایسی بات ہے تو ایڈی فرینک نے یقیناً معلوم کر لیا ہوگا کہ تمہی جن بن کر میرے ساتھ رہتے آئے ہو۔"

"ہاں! اس نے شبہ کے طور پر میرے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں نے ہی ان لوگوں سے یہ جزیرہ خالی کرایا ہے اور میں ہی تمہارے ساتھ جن بن کر رہتا ہوں۔"

"تو پھر اس نے دشمنوں کو تمہاری اصلیت بتا دی ہوگی؟"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں' اس نے میرے دشمنوں کو میرے متعلق کچھ نہیں بتایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مجھ سے اور ریوتی سے زندگی کے کسی موڑ پر بھی چھیڑ کرنا نہیں چاہتا۔ شاید اس طرح وہ چاہتا ہے کہ اگر کبھی وہ ہماری گرفت میں آئے تو ہم اسے دوست سمجھ کر یا اس کے احسان مند ہو کر اسے معاف کر دیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے علم میں ریوتی سے اور مجھ سے کمتر ہے۔ اسی وجہ سے وہ ہم سے سہما ہوا رہتا ہے۔"

مرجانہ نے پوچھا "وہ تم سے رابطہ قائم کر کے دوستی کیوں نہیں کر لیتا؟"

"میں نے کہا نا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے علم میں ہم سے کمتر ہے اور اس کمتری میں بھی مبتلا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ جس دن وہ ہمارے پاس آئے گا ہم اسے ڈرپ کر لیں گے اور اسے اپنا ماتحت بنا کر رکھیں گے۔ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ میں ابھی تک اس سے بے خبر ہوں اور اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"کیا اسے اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ کبھی تم نے اپنے آپ کو فرہاد کی حیثیت سے ظاہر کر دیا تو ایڈی فرینک کے باس اس سے باز پرس کریں گے کہ اس نے جان بوجھ کر فرہاد سے غفلت برتی تھی اور جان بوجھ کر اپنے آقاؤں سے تم کو چھپاتا رہا تھا؟"

میں نے جواب دیا۔ "میں یہ تمام باتیں اس کے دماغ سے معلوم کر چکا ہوں۔ وہ میرے دماغ میں چپ چاپ جھانک کر یہ معلوم کر چکا ہے کہ میں اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اسی لئے میں نے پوری سرجری کے ذریعے اپنے آپ کو چھپا لیا ہے۔ اسے اطمینان ہے کہ میں چھپا رہوں گا اور اس کی بات بھی رہ جائے گی اور اگر کبھی میری طرف سے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ ہوگا اور اس کے باس اس سلسلے میں پوچھیں گے تو وہ

کہہ دے گا کہ فرہاد تو ہو نہیں سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو گیا ہو اور اس کے دماغ تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ پرنالہ جب تک وہ اجنبی ٹیلی پیتھی والا خود کوشش نہیں کرے گا اپنے دماغ تک اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ چنانچہ اس طرح اس نے سوچ سمجھ کر اپنے حکمرانوں کو میرے متعلق غلط رپورٹ دی ہے۔"

مرجانہ نے پریشان ہو کر کہا۔ "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ایک نئی مصیبت آ گئی ہے۔ وہ میری مرضی کے بغیر میرے دماغ میں جھانکتا رہے گا اور میرے خیالات پڑھتا رہے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ میں ایسا کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ اگر اس نے میرے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی تو میں اسے بتا دوں گا کہ میں اس کے دماغ تک پہنچ گیا ہوں۔ لہٰذا وہ ٹیلی پیتھی کا ضرر استعمال کرنے کے لئے میری اور تمہاری طرف کبھی رخ نہ کرے ورنہ میں اسے سخت سزا دے دوں گا۔"

"تم ابھی دیکھو۔ کیا وہ میرے دماغ میں جھانک رہا ہے؟ مجھے تو کچھ بے چینی سی لگ جاتی ہے۔ ایک دم سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی چور میرے گھر میں گھس آیا ہو۔ اسی طرح اپنے دماغ میں کوئی گھس آئے تو کتنا برا لگتا ہے اور پرائیویسی کا احساس نہیں رہتا۔ سوچ سوچ کر اور سہم سہم کر سوچنا پڑتا ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا سب کچھ پڑھ رہا ہوگا۔ پلیز! ذرا دیکھو تو میرے دماغ میں جھانک رہا ہے یا نہیں؟"

میں نے اس کی تسلی کے لئے آنکھیں بند کیں اور ایڈی فرینک کے پاس پہنچ گیا۔ وہ غزالہ کے ساتھ مصروف تھا یعنی کبھی غزالہ کے دماغ میں اور کبھی آفیسر کے دماغ میں جھانک رہا تھا اور اپنے معاملات میں مصروف تھا۔

میں نے مرجانہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "میں ابھی ایڈی فرینک کے پاس سے آ رہا ہوں۔ وہ اپنے معاملات میں مصروف ہے اور تمہاری طرف توجہ نہیں دے رہا۔"

"کبھی متوجہ نہ ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ تو کسی وقت بھی جب چاہے میرے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔ فرہاد! میں تمہیں کیسے بتاؤں میں کتنا خوف محسوس کر رہی ہوں۔ تم اگر مجھے پُرسکون دیکھنا چاہتے ہو' میری عزت کرنا چاہتے ہو۔ میرا اطمینان چاہتے ہو تو ایڈی فرینک سے رابطہ قائم کرو اور اسے ڈنکی دو کہ وہ آئندہ کبھی ہماری طرف رُخ نہ کرے۔"

میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ ابھی ایڈی فرینک سے رابطہ قائم کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں اس پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا کہ میں اس کے بارے میں سب کچھ معلوم کر چکا ہوں۔

لیکن مرجانہ واقعی اس نکتہ میں مبتلا ہو گئی تھی کہ وہ کسی بھی لمحے اس سے ٹکرا سکتا ہے۔ میں نے اس کی تسلی کے لئے اس کا اطمینان کرنے کے لئے مجبور ہو کر آخر رابطہ قائم کر ہی لیا۔

جب میں نے اسے ہیرا ایڈی فرینک کہہ کر مخاطب کیا تو وہ بھنک سے چونک گیا۔ "پنی خیال خوانی بھول گیا۔ میں نے کہا۔ "کیوں کیا تم مجھے میرے لب و لہجے سے پہچان سکے ہو؟"

وہ فکر مند ہو کر بولا۔ "آپ! میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ فرہاد صاحب ہیں۔۔۔"

"ہاں! میں وہی ہوں جس کے دماغ میں تم چھپ چھپ کر پہنچا کرتے تھے اور جسے تلاش کرنے میں ریوتی بھی ناکام رہی تھی۔ تم نے اتنے عرصے تک بڑی خوبصورتی سے اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا۔"

اس نے کہا۔ "دیکھئے! فرہاد صاحب۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو میں نے آپ کو آپ کے دشمنوں سے بھی چھپا رکھا ہے۔ میں اپنی تنظیم کا وفادار ہوں مگر آپ کی خاطر میں نے بے وفائی کی ہے۔ اپنے حاکموں کو غلط رپورٹ دی ہے کہ میں فرہاد صاحب کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا یہی رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ فرہاد علی تیمور زندہ نہیں ہے۔ میری یہی رپورٹ اب تک کام آ رہی ہے اور وہ آپ کو مُردہ سمجھ رہے ہیں۔ خوشبو کے جزیرے میں جو کچھ ہوا اس کے ذریعے پھر شبہ پیدا ہونے لگا تھا کہ آپ زندہ ہیں۔ لیکن میں نے پھر یقین دلایا کہ وہ آپ نہیں ہیں بلکہ ٹیلی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ میں نے کئی ہی بار آپ کی طرف سے ان کے خیالات موڑ دیئے ہیں۔"

"ہاں میں ابھی تمہارے پاس آنے سے پہلے تمہارے دماغ کو پوری طرح ٹٹول چکا ہوں اور یہ ساری باتیں معلوم کر چکا ہوں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ تم نے میری حمایت میں بہت کچھ کیا ہے لیکن اس لئے کیا ہے کہ مجھ سے اور ریوتی سے دشمنی مول لینا نہیں چاہتے۔ تم نے سوچ رکھا تھا کہ کبھی تم گرفت میں آ گئے تو اپنے انہی احسانوں کا بدلہ ہم سے چاہو گے۔ لہٰذا میں اس کے جواب میں تم سے دشمنی نہیں کروں گا اور نہ ہی کسی معاملے میں تمہیں چیلنج کروں گا۔ کیونکہ میں ساری باتیں معلوم کر چکا ہوں کہ تم اس علم میں بہت پیچھے ہو اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تم حد سے زیادہ شراب پیتے ہو۔ تمہارا دماغ تمہارے قابو میں نہیں رہتا۔ جب دماغ اپنے ہی قابو میں نہ ہو تو خیال خوانی مستحکم نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ تم ہمارے مقابلے میں ہمیشہ ناکام رہو گے۔ اور تم شراب کے اس قدر عادی ہو کہ اسے چھوڑ بھی نہیں سکتے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "آپ کو تو سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ اب میں کیا کہہ سکتا ہوں بس اتنی ہی عرض ہے کہ آپ میرے معاملات میں مداخلت نہ کریں اور میں آپ کے معاملے میں ٹانگ نہیں اڑاؤں گا۔ ہمیشہ دُور ہی دُور رہوں گا۔"

میں نے کہا۔ "اس وقت میری ایک ساتھی مرجانہ اسی طیارے میں میرے ساتھ سفر کر رہی ہے۔ تم اس وقت اس کے دماغ میں پہنچے تھے جب وہ غزالہ سے فوائد کے پاس باتیں کر رہی تھی۔"

اس نے کہا: "ہاں! وہاں ایک لڑکی غزالہ سے اس کا نام پوچھ رہی تھی۔ لیکن میں نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی۔"

میں نے کہا: "یہ وہی مرجانہ ہے جو خوشبو کے جزیرے میں میرے ساتھ تھی۔ تم ابھی اس کے پاس پہنچ کر اسے یقین دلاؤ کہ آئندہ کبھی اس کے دماغ میں نہیں جھانکو گے اور نہ ہی کبھی میری طرف رُخ کرو گے۔ اگر تم نے ہم دونوں میں سے کسی کی طرف کبھی رُخ کیا تو اس کا نتیجہ تمہارے حق میں بہت بُرا ہو گا۔"

ایڈی فرینک نے کہا: "میں وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی بھولے سے بھی آپ لوگوں کی طرف نہیں آؤں گا۔ اور ابھی میں اس مرجانہ کی طرف پہنچ کر اس سے معافی مانگتا ہوں اور ان کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کے دماغ میں کبھی نہیں جھانکوں گا۔ وہ میری طرف سے مطمئن رہیں۔"

اس کی باتیں سُننے کے بعد میں نے مرجانہ سے کہا۔ "دیکھو ایڈی فرینک تنہائی میں آ کر کچھ باتیں کرنا چاہتا ہے۔ اس کی باتیں سُن لو تمہیں اطمینان ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر میں تھوڑی دیر کے لئے غزالہ کی طرف متوجہ ہو گیا وہ اپنے ساتھی سے باتیں کرنے میں اور اپنے ناز نخرے دکھانے میں مصروف تھی۔ اس کا ساتھی آفیسر ایک بوڑھا آدمی تھا اور نوجوان غزالہ کے ناز و انداز ایسے تھے کہ وہ اس پر ہزار جان سے عاشق ہو کر اس وقت اس کے ساتھ لاہور سے کراچی کی طرف سفر کر رہا تھا اور اس کی اسی عاشق مزاجی یا ایک نوجوان لڑکی کی چاہت نے اسے مصیبتوں میں مبتلا کر دیا تھا۔

مرجانہ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ایڈی فرینک مجھ سے وعدہ کر رہا ہے کہ کبھی میرے دماغ میں نہیں جھانکے گا۔ میں اس کی بات پر یقین کرتی ہوں لیکن تم سے بھی یہ وعدہ لے رہی ہوں کہ نہیں وقتاً فوقتاً ایڈی فرینک کے دماغ میں جھانک کر اور اس کے ذہن کو کرید کرید کر یہ معلوم کرتا ہو گا کہ کہیں وہ تم سے چھپ چھپ کر ہمارے دماغ سے کچھ معلومات تو حاصل نہیں کر رہا ہے۔"

"تم اطمینان رکھو۔ وہ ایسا ہرگز نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ وہ ایک بہت ہی بزدل آدمی ہے۔ پتہ نہیں کیسے ٹیلی پیتھی سیکھ لی ہے اور سیکھنے کے بعد اس علم کو شراب میں ڈبو رہا ہے۔ اور اپنے دماغ کو کمزور کرتا جا رہا ہے۔ وہ ہم سے سہما ہوا ہے۔ کبھی ہمارے خلاف کوئی حرکت نہیں کرے گا۔"

مرجانہ کو اطمینان دلانے کے بعد میں نے ایڈی فرینک کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ "کیوں مسٹر! اس آفیسر کے ساتھ کیا چکر چلا رہے ہو۔ مجھے شروع سے تفصیلات سناؤ۔"

وہ کہنے لگا: "جناب! آپ نے غزالہ کو دیکھا ہے۔ وہ بے حد حسین اور پُرکشش ہے۔ ہم اپنے مقاصد کے لئے ایسی لڑکیوں کو پھانستے ہیں جو دولت کی لالچی ہوتی ہیں۔ غزالہ ان میں سے ایک ہے۔ ایسی لڑکیاں دولت کی خاطر اپنے ملک کے خلاف جاسوسی کرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتی ہیں۔ غزالہ بھی ہمارے ایجنٹوں میں سے ایک ہے جو رشوت کے طور پر اپنے حسن و شباب کو پیش کرتی ہے اور اس طرح بڑے اہم راز اگلوا لیتی ہے۔

میں نے دھُواں سیٹ کی طرف گھوم کر دیکھا جہاں غزالہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اتنی دُور سے صرف اس کے سر کے بال نظر آ رہے تھے۔ لیکن وہ تصور کی نگاہوں کے سامنے مجھے پوری کی پوری نظر آ رہی تھی۔ وہ شروع سے تباہی کے راستے پر چل رہی تھی لیکن میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ خود کو تباہ کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ملک کو بھی تباہ کرنے کے لئے ایسے اقدامات کرے گی کہ دولت کے لئے اپنے ہی ملک کے افسروں کو پہچاننا کرے گی۔ پہلے وہ تفریح کے طور پر گناہ کرتی تھی۔ اب دولت کی خاطر کر رہی تھی۔

میں نے پوچھا: "کیا تم ہمارے ملک کا کوئی فوجی راز معلوم کر رہے ہو؟"

"نہیں، وہ آفیسر جو اس وقت غزالہ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اس کا نام اشرف انصاری ہے۔ وہ فوج سے ریٹائر ہو چکا ہے۔ جائے اس کا آفس آسکتا کوئی فوجی راز ہم تک پہنچا سکے۔ لیکن ہمارا ملک صرف فوجی راز کے پیچھے نہیں بھاگتا بلکہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہم کسی بھی ترقی پذیر ملک کے علوم کو ذہنی اور جسمانی طور پر اس طرح بیمار بنا کر اور اپنا محتاج بنا کر رکھ سکتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک کے لوگ ذہنی بیماری میں مبتلا ہو جائیں اور اس کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں کو منشیات کا عادی بنا دیا جائے۔"

وہ پھر ذرا رُک کر کچھ سوچتے ہوئے بولا: "اشرف انصاری فوج سے ریٹائر ہونے کے بعد ایک صوبے کے ہیلتھ آفیسر کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ ہم اس ہیلتھ آفیسر کے ذریعے نشیلی دوائیں بازاروں میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے ہم اشرف انصاری کو پھانس رہے ہیں۔ جب ہم نے اسے پھانسنے کی ابتدا کی تو پتہ چلا کہ یہ بے حد ایماندار اور فرض شناس آفیسر رہ چکا ہے اور اب بھی بڑی مشکل سے ہمارے ہتھے چڑھے گا۔ اس کے لئے غزالہ جیسی حسین عورت کا چارہ پھینکنا چاہتے۔"

"غزالہ اسے کیسے پھانس رہی ہے؟"

ایڈی فرینک نے جواب دیا: "ہر انسان کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے۔ اشرف انصاری اب بوڑھا ہو چکا ہے۔ اس بڑھاپے میں انسان کی جوانی تو نہیں رہتی مگر ہوس باقی رہتی ہے۔ اس عمر میں بھی آدمی چاہتا ہے کہ کوئی حسین عورت مل جائے۔ اور غزالہ اس کی آرزو کے مطابق اسے مل گئی۔ وہ ہمارے ملک میں تین ماہ رہ کر آئی ہے۔ وہاں دوسری لڑکیوں کی طرح اسے بھی ٹریننگ دی گئی ہے کہ کس طرح بڑے لوگوں کی نفسیات کو سمجھ کر انہیں ٹریپ کرنا چاہئے۔ غزالہ نے ابتدا میں اشرف انصاری کو دیکھا ہی دُور سے لبھانا شروع کیا۔ ایسے اشارے دیئے جیسے وہ مشرقی مرد شریف اور اشرف انصاری کی طرف بڑھتے ہوئے ہچکچا رہی ہے۔ اشرف انصاری خود ہی اس کی طرف بڑھنے لگا اور یہ اس سے بڑے ہی میٹھے انداز میں کترانے لگی۔"

ایک ہفتے بعد غزالہ نے یہ رپورٹ پیش کی کہ اشرف انصاری اس پر فریفتہ ضرور ہے اور وہ اس کے عشق میں مبتلا ضرور ہو گیا ہے لیکن وہ بڑا ہی باصول آدمی ہے اور اگر اس سے یہ کہا جائے کہ لاہور سے کراچی چلو تو وہ میری بات ماننے سے اس لئے انکار کر دیتا ہے کہ یہ اس کے معمول کے خلاف بات ہو گی۔ اس وقت وہ اپنے رومنس کے معمولات میں بھی تبدیلی کرنے کے حق میں نہیں رہتا تھا۔ غزالہ کی ریپوٹیشن بڑھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ مجھ سے کام لیا جائے اور میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اشرف انصاری کو غزالہ کی ہر بات کے آگے جھکا دیا کروں۔

جب مجھ سے یہ کام سونپا گیا تو میں نے غزالہ سے رابطہ قائم کیا۔ غزالہ نے مجھے بتایا کہ اشرف انصاری نے اب تک اسے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ وہ خود ہی اس کا موقع نہیں دیتی ہے۔ اس نے طرح طرح کے بہانوں سے اپنے آپ کو ایک نہ حلال ہونے والی پُرکشش چیز بنا کر رکھا ہے۔

فرہاد صاحب! میں اکثر آپ کے دماغ میں چپ چاپ جھانک کر دیکھتا رہتا ہوں اور آپ کے طریقہ کار کو سمجھتا رہتا ہوں۔ جن دنوں آپ خوشبو کے جزیرے میں جن بن کر مرجانہ کی مدد کر رہے تھے۔ میرے دماغ میں بھی یہ بات آئی کہ میں بھی جن بن کر اشرف انصاری کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کروں۔ میں نے غزالہ کو سمجھایا کہ آئندہ وہ اسے آغوش میں لینا چاہے تو غزالہ یہ لذت بیان کرے کہ اس پر ایک جن عاشق ہے اور اگر کوئی شخص اسے جبراً حاصل کرے گا یا اسے اپنی آغوش میں لے گا تو اس کے نتائج بُرے نکلیں گے۔ اگر اشرف انصاری ان باتوں پر یقین نہ کرے اور غزالہ کو حاصل کرنا چاہے تو غزالہ اس کی آغوش میں چلی جائے گی۔ اس کے بعد پھر اشرف انصاری سے نمٹ لیا جائے گا۔"

میں نے ایڈی فرینک سے پوچھا: "تم نے جن بن کر کون سا رول ادا کیا؟"

اس نے کہا: "یہی بتانے جا رہا ہوں جب اشرف انصاری نے غزالہ کو سمجھانے کے باوجود کہ وہ جن کی محبوبہ ہے، اس کی بات نہ مانی۔ تب میں نے اپنا رول ادا کرنا شروع کیا۔ میں نے اشرف انصاری کی جوان بیٹی کے دماغ میں پہنچ کر اسے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ اس پر جنونی حالت طاری کر دی اور یہ ظاہر کیا کہ اس پر جن سوار ہو گیا ہے۔ تمہارے ہم وطن جھاڑ پھونک کے ذریعے جن کو یا مصیبت کو بھگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح کتنے ہی عاملوں کو بُلا کر اس لڑکی کے سر سے جن اتارنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن میں بدستور اسے پریشان کرتا رہا اور جب بھی کوئی عامل اس لڑکی سے یہ کہتا تھا کہ جن کو اس کا بچہ چھوڑ دینا چاہئے تو جواباً پھر اس لڑکی کی زبان سے یہی کہتا تھا۔ میں اس کا بچہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس لئے کہ اس کے باپ نے میری محبوبہ کو ہاتھ لگایا ہے۔

آخر ایک عامل نے اس لڑکی سے پوچھا کہ کس طرح جن اس کا بچہ چھوڑ سکتا ہے۔ تب میں نے اس لڑکی کی زبان سے کہا کہ میں تنہائی میں اشرف انصاری سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میری اس خواہش کے مطابق ڈرائنگ روم کے ایک کمرے میں بند کیا گیا۔ پھر اشرف انصاری اس بند کمرے میں اپنی بیٹی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: "بیٹے، تم بتاؤ کہ مجھ سے تنہائی میں کیا کہنا چاہتی ہو؟"

میں نے اس لڑکی کی زبان سے کہا: "میں تمہاری بیٹی نہیں ہوں۔ میں اس وقت ایک جن ہوں اور تمہاری بیٹی کے اندر سمایا ہوا ہوں۔ میں تمہارا اور تمہاری بیٹی کا پیچھا ایک ہی شرط پر چھوڑ سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم نے جو عہد میری محبوبہ غزالہ کو خراب کیا ہے۔ لہٰذا اب غزالہ کے اندر میں سما رہا ہوں گا اور غزالہ جو کچھ کہے گی اس پر تمہیں بلا چون و چرا عمل کرنا پڑے گا۔ اگر تم اس کے کہنے پر عمل نہیں کرو گے اور انکار کرو گے تو میں تمہاری بیٹی کی جان لے لوں گا۔ اسے تڑپا تڑپا کر اسی طرح اذیتیں دے دے کر مار ڈالوں گا۔ اس پر بھی تم نے ہماری بات نہ مانی تو میں تمہاری دوسری اولاد کو بھی اپنا شکار بناؤں گا۔"

اسی روز اشرف انصاری نے غزالہ سے ملاقات کی اور اُسے ساری بات بتائی کہ کس طرح اس کی بیٹی پر سوار ہونے والے جن نے غزالہ کا حوالہ دیا ہے کہ جو کچھ غزالہ کہے گی۔ اس پر مجھے عمل کرنا چاہیے۔ تب غزالہ نے کہا: "میں پہلے ہی تمہیں منع کرتی تھی مگر تم باز نہیں آئے۔ اب اس کا نتیجہ دیکھ لو۔ وہ جن اب بھی مجھ میں آ کر سما جاتا ہے اور مجھ سے کہتا ہے کہ میں تمہیں اس بات پر مجبور کروں کہ منشیات دواؤں کی دکانوں میں ہیں وہاں نشہ آور دواؤں کو عام کرو یا جائے کسی ڈاکٹری نسخے کی ضرورت نہ رہے۔ نسخے کے بغیر ہی جو لوگ نشہ حاصل کرنا چاہیں وہ مختلف انجکشن اور گولیاں حاصل کر کے نشے میں ڈوب سکتے ہیں۔"

اشرف انصاری نے یہ سُن کر حیرانی سے کہا: "یہ تو بہت بڑا جرم ہے۔ پورے معاشرے کو تباہ کرنے والی بات ہے۔ میں ایک ذمہ دار آفیسر ہوں۔ ایسا نہیں کر سکتا۔ میں تو ایک پریس کے ساتھ چھاپے مارتا ہوں کہ کوئی دکان دار غیر قانونی طور پر نشہ آور دوائیں فروخت نہ کرے اور تم مجھے ایسا کرنے کے لیے کہہ رہی ہو۔"

غزالہ نے کہا: "میں نہیں کہہ رہی۔ وہ جن کہہ رہا ہے اگر

تم میری بات نہیں مانو گے تو تمھاری لڑکی پر پھر مصیبتیں نازل ہوں گی اور وہ دماغی مریضہ بن کر رہ جائے گی۔"

اشرف انصاری مذبذب میں مبتلا ہو گیا۔ ہماری بات مانتے وقت اس کا ضمیر اُسے ملامت کرتا تھا۔ میں نے اس کے ضمیر کی بیخی دیکھی تو پھر اُس کی بیٹی کو پریشان کرنا شروع کیا۔ آخر اُس نے شکست مان لی۔ غزالہ سے کہہ دیا کہ وہ اسکی فرمائش کے مطابق ایسے اقدامات کرے گا کہ دوائیں فروخت کرنے والے دکانداروں کو چھوٹ مل جائے گی اور وہ پولیس کے چھاپوں کو خاطر میں لائے بغیر نشہ آور دوائیں فروخت کریں گے۔

پھر یہی ہونے لگا۔ تمام دکانوں سے نشہ آور دوائیں نسخوں کے بغیر فروخت ہونے لگی ہیں۔ پھر جب لاہور میں یہ بات عام ہو گئی تو اب ہم نے سوچا کہ کراچی جیسے بڑے شہر میں بھی یہی کیا جائے۔ یہی سوچ کر غزالہ اب اشرف انصاری کو اپنے ساتھ لاہور سے کراچی لے جا رہی ہے۔

ایڈی فرینک کی تمام باتیں سننے کے بعد میں نے اُس سے کہا۔ "ایک طرف تو تم میری حمایت کرتے ہو بلکہ مجھ پر احسان کیا ہے کہ دشمنوں کو میری خبر نہیں ہونے دی۔ دوسری طرف تم میرے دوست ہو کر میرے ہی ملک کو نقصان پہنچا رہے ہو۔ یہ کیسی دوغلی حرکتیں ہیں۔ کیا میں اس بات پر کبھی تم سے خوش رہ سکتا ہوں؟"

وہ بولا۔ "میں ساری دُنیا سے اپنی فطرت کو اور اپنی اندرونی سوچ کو چھپا سکتا ہوں۔ آپ سے چھپا نہیں سکتا۔ آپ میرے دماغ کو کُرید کُرید کر معلوم کر لیں گے کہ میں ہمیشہ ہی دوغلی حرکتیں کرتا آیا ہوں۔ جس حکومت کا نمک کھا رہا ہوں اُس کا بھی وفادار نہیں ہوں۔ اگر وفادار ہوتا تو آپ کے متعلق انھیں بہت پہلے ہی اطلاعات فراہم کر دیتا۔ اسی طرح جب بھی میں اپنی حکومت کا کام کرتے وقت کبھی اپنے منافع کر کسی دوسری طرف زیادہ حاصل ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں تو میں اُسی طرف زیادہ توجہ دیتا ہوں اور اپنے فرائض کو پس پشت ڈال دیتا ہوں۔ یہی بات آپ کے ساتھ ہوئی۔ ایک طرف تو میں آپ کا وفادار بنا رہا بلکہ دوسری طرف یہ سوچا کہ شاید آپ کو کبھی اس بات کا علم نہیں ہو گا کہ نشہ آور دواؤں کو آپ کے دو بڑے شہروں میں پھیلانے کا سہرا میرے سر ہے۔ اس لیے میں بے خوف ہو کر یہ حرکتیں کر رہا تھا۔ اب جبکہ آپ درمیان میں آ گئے ہیں تو میری کیا مجال ہے کہ اب آگے ایک قدم بھی بڑھا سکوں لیکن میری ایک مجبوری کا آپ خیال کریں۔"

میں نے پوچھا۔ "وہ مجبوری کیا ہے؟"

"میری حکومت کے بڑے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کام میری ہی ٹیلی پیتھی کے باعث ہو رہا ہے۔ اگر میں اُسے روک دوں گا۔ اشرف انصاری کو اپنا معمول نہیں بناؤں گا تو حکومت کے سامنے مجھے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ آپ مجھے بتائیں کہ میں انھیں کس طرح سمجھاؤں اور کیسے یہ بہانا کروں کہ آئندہ میں اشرف انصاری کو ٹریپ نہیں کر سکوں گا۔"

"یہ بڑی آسان سی بات ہے۔ کوئی مجبوری تمھاری نہیں ہو سکتی۔ تم اُن سے یہ کہہ دینا کہ جب بھی تم اشرف انصاری کو ٹریپ کرنا چاہتے ہو تو کوئی انجانی سی قوت آڑے آ جاتی ہے اور تمھاری ٹیلی پیتھی کو ناکام بنا دیتی ہے۔ تم پریشان ہو کہ اس قوت کو کیسے معلوم کر لو کہ وہ کیا چیز ہے اور یہ بات تمھاری سمجھ میں نہیں آئی ہے۔ تم اسی قسم کے ہزاروں بہانے کر سکتے ہو۔ بہرحال یہ سن لو کہ اشرف انصاری کراچی پہنچنے کے بعد دوسری فلائیٹ سے پھر اپنے خاندان میں واپس چلا جائے گا۔ اور آئندہ تم اس کی بیٹی کو یا اس کے خاندان کے کسی بھی فرد کو اپنا نشانہ نہیں بناؤ گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اپنے آفیسرز سے کسی طرح نمٹ لوں گا اور اشرف انصاری کو کیا آئندہ میں آپ کے ملک کا رُخ بھی نہیں کروں گا۔ اب اجازت ہو تو میں غزالہ کے ذریعے اشرف انصاری کو یہ خوش خبری سنا دوں کہ آئندہ اُس کی بیٹی دماغی مریضہ نہیں بنے گی؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ کرنا ہو گا میں کر لوں گا۔ اب تم ہمیشہ کے لیے میرے ملک سے واپس چلے جاؤ۔ آج کے بعد میں تمھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہاں دیکھنا نہیں چاہتا۔ ہاں یاد آیا تم میرا ایک کام کر سکتے ہو؟"

"فرمائیے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ خوشبو کے جزیرے میں جو نئے لوگ آباد ہوئے ہیں وہ کون لوگ ہیں۔ کس قسم کے انجینیر اور کاروباری اہمیت کے لوگ ہیں اور وہاں کون سا دھندا ہونے والا ہے۔ وہی جواب سے پہلے ہوتا آیا تھا یا کچھ اور۔ میں یہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں اور تم ان معلومات کا ذریعہ بن سکتے ہو۔"

"فرہاد صاحب آپ یقین کریں کہ خوشبو کے جزیرے سے مجھے بالکل الگ رکھا گیا ہے۔ میں وہاں کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ ہاں اگر کبھی کوئی ایسا موقع آیا کہ میری ڈیوٹی وہاں لگائی گئی یا کوئی ایسا کیس آ گیا یا کوئی ایسا فورم میرے

سامنے سے گزر گیا جو کہ اس خوشبو کے جزیرے سے تعلق رکھتا ہو تو ——— میں آپ تک اس شخص کو پہنچا دوں گا۔ آپ اُس کے دماغ کے ذریعے خوشبو کے جزیرے میں پہنچ جائیں گے۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ میں آپ کی خاطر اس کھوج میں لگا رہوں گا۔"

"شکریہ ایڈی فرینک! امید ہے کہ تم میرا یہ کام ضرور کرو گے۔ اچھا۔ خدا حافظ۔"

اس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد میں نے مرجانہ کو وہ تمام باتیں بتائیں جو کہ ایڈی فرینک سے طے پا چکی تھیں۔ مرجانہ یہ سن کر خوش ہوئی کہ خوشبو کے جزیرے کے متعلق معلومات بیٹھے بٹھائے کسی دن حاصل ہو جائیں گی۔ دوسرا اطمینان اور خوشی یہ تھی کہ ایڈی فرینک اب اس کی مرضی کے بغیر اُس کے دماغ میں نہیں جھانکے گا۔ میں نے دُور بیٹھی ہوئی غزالہ کی طرف دیکھا۔ میں ابھی غزالہ اور اشرف انصاری کو چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اب تو وہ کراچی پہنچنے کے بعد ہی لاہور واپس بھیجے جا سکتے تھے اور میں کراچی پہنچ کر ذرا غزالہ کی خبر لینا چاہتا تھا۔"

مرجانہ نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد تم کتنے باکمال ہو۔ یہاں بیٹھے ہی بیٹھے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک اتنے بڑے جرم کو ختم کر دیا جو لاہور سے کراچی تک پھیلنے والا تھا۔ نشہ آور دوائیں جو عام ہونے والی تھیں تم نے اس کو روک دیا۔ واقعی تمھارا علم کمال کا ہے۔"

میں نے کہا۔ "افسوس تو اس بات کا ہے مرجانہ کہ لوگ برائی کی ابتدا کرتے وقت یہ نہیں سوچتے کہ برائی کرنا اور اسے پھیلانا بنسبت اس کی روک تھام کرنا بہت آسان ہوتا ہے لیکن اس کی روک تھام کرنا اور بڑھتی پھیلتی ہوئی برائیوں کو جڑ سے ختم کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کے لیے برسوں لگ جاتے ہیں۔ اب جن لوگوں کو رشوت لینے کی عادت پڑ گئی ہے۔ جو لوگ نشہ آور دوائیں فروخت کرتے ہیں اور چھاپہ مارنے والے پولیس والے بھی برائے نام چھاپہ مارتے ہیں اور رشوت لے کر اس کیس کو ختم کرتے ہیں تو میں کہاں کہاں کس کس کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا رہوں گا اور اُن کی اصلاح کرتا رہوں گا۔ یہ تو ناممکن سی بات ہے کہ اپنے ملک کے سات کروڑ لوگوں کے دماغوں میں فرداً فرداً جھانک کر انھیں انسان بنا دوں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ سات کروڑ میں کوئی بھی انسان نہیں ہے۔ نہیں اُن میں تو میں اور تم دونوں ہیں۔ میری طرح تمھاری طرح اور بھی بے شمار لوگ ایسے ہیں جو اپنے ساتھ اپنے ملک اور اپنی قوم کی بھلائی چاہتے ہیں اور جو اخلاقی ضابطے کی پابندی کرتے ہیں۔ قانون کا احترام کرتے ہیں۔ اُس کے باوجود جو جرائم پھیل رہے ہیں جیسا کہ میں نے کہا کہ یہ میرے بس کی بات نہیں ہے کہ میں اُن کو تنہا روک سکوں۔"

اتنا کہہ کر میں چپ ہو گیا۔ ایک اشرف انصاری کو تو واقعی میں کراچی سے واپس لاہور بھیج سکتا تھا۔ اُس کے ذریعے کراچی میں بڑھنے والے جرائم کو روک سکتا تھا لیکن لاہور کے کتنے ہی بزنس مین کراچی جاتے ہیں اور کراچی کے کتنے ہی بزنس مین لاہور آتے ہیں۔ اُن کے درمیان کاروباری رابطہ ہوتا ہے۔ رابطوں کے تسلسل سے جرائم اور رشوت خوری اور منافع کا لالچ بڑھتا اور پھیلتا جاتا ہے ایسا ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ جب تک کہ لوگ سب الومنی کو اور تہذیب کو اور اچھے طریقوں کو سمجھنے کی از خود کوشش نہ کریں اور اس پر عمل نہ کریں۔

تقریباً پانچ بجے ہم کراچی پہنچ گئے۔ غلام سامی کے ساتھ ہمیں لینے آیا تھا۔ میں غلام کے ساتھ ہوٹل میں ٹھہرنے کے لیے جا رہا تھا لیکن مرجانہ نے کہا۔ "پہلے ہم زرینہ کے گھر جائیں گے اور اُس کے والدین سے ملاقات کریں گے تاکہ انہیں یہ بتا دیں کہ جو امانت میں نے اُن کے پاس رکھی ہے اُسے کل میں بنک میں رکھنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد ہی تھالے ساتھ ہوٹل چلوں گی۔ کیونکہ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تم کہیں رہو اور میں کہیں رہوں اور اس طرح ساری رات گزر جانے تو پھر میرا یہاں آنے کا فائدہ ہی کیا ہو گا جبکہ ہم ساتھ وقت گزار نہیں سکیں گے۔"

مرجانہ کی خواہش کے مطابق میں نے غلام سے کہا کہ وہ تنہا ہوٹل جا کر ہمارے لیے ایک ڈبل روم حاصل کرے۔ ہم رات کو کسی وقت وہاں پہنچیں گے۔ میں نے سامی کو ساتھ لے لیا۔ پھر ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر زرینہ کے گھر پہنچ گئے۔ وہاں زرینہ کے والدین نے ہمارا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ زرینہ کے والد نے اصرار کیا کہ وہ ہمیں کھلائے پلائے بغیر وہاں سے جانے نہیں دیں گے۔ لہٰذا ہم رات کے کھانے تک وہاں ٹھہر گئے۔ مرجانہ کچھ دیر کے لیے زرینہ کے ساتھ اُس کی خواب گاہ میں چلی گئی۔ میں سمجھتا تھا کہ کیا معاملہ ہے۔ مرجانہ نے مجھے اُس کے دماغ میں جھانکنے سے منع کیا تھا۔ اس لیے میں نے اپنے وعدے کو برقرار رکھتے ہوئے زرینہ کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔

وہ دونوں خواب گاہ میں پہنچ کر ایک دوسرے کے

گلے لگ رہی تھیں۔ زرینہ شکایت کر رہی تھی کہ مرجانہ تم نے مجھے کیسا روگ لگا دیا ہے کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ لڑکیوں کو کوٹ بدل بدل کر بڑی دیر بعد سونے کے قابل ہو سکتی ہوں۔ بڑی دیر سے نیند آتی ہے۔ جب تک نیند نہیں آتی۔ تم یاد آتی رہتی ہو۔ آج تو میں تمہیں جانے نہیں دوں گی۔

مرجانہ نے کہا "مجبوری ہے۔ میرا جانا ضروری ہے کیونکہ طارق کل یہاں سے پیرس روانہ ہونے والے ہیں۔ میں ایک رات ایک دن ان کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔"

زرینہ نے جاسوسانہ انداز میں پوچھا "اچھا تو تم نے طارق سے دل لگا لیا ہے۔ اسی لیے مجھے بھول گئی ہو۔"

مرجانہ نے نازاندگی سے کہا "خبردار! آئندہ ایسی باتیں میرے متعلق نہ سوچنا۔ ہمارے درمیان دوستی ہے۔ اس سے آگے اور کچھ نہیں ہے۔ ہاں کل جب طارق روانہ ہو جائے گا تو میں یہاں ایک رات تمہارے پاس گزاروں گی۔ اب تو خوش ہونا۔"

رات کو کھانے کے بعد ہم زرینہ کے گھر سے ایک ٹیکسی میں روانہ ہوئے۔ پھر میں نے ٹیکسی کے ڈرائیور کو ایک ہوٹل کے سامنے رکنے کے لیے کہا۔ مرجانہ نے پوچھا "کیا غلام اسی ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے؟"

"نہیں یہاں غزالہ اور اشرف انصاری ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آؤ میں بتاتا ہوں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

ہم ٹیکسی سے اتر گئے۔ میں نے ڈرائیور کو کرایہ دے کر اسے رخصت کر دیا۔ ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے مرجانہ سے کہا "میں غزالہ کے سامنے جانا نہیں چاہتا۔ مجھے یہ سوچ کر شرم آتی ہے کہ میرے خاندان میں اس کے جیسی ایک فاحشہ لڑکی بھی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اسے قتل کر دوں۔ یوں بھی اس کو سزائے موت ملنی چاہیے کیونکہ وہ ملک و قوم کی غدار ہے لیکن میں نہ تو اسے قتل کر سکتا ہوں اور نہ اس کے سامنے جا کر بات کرنا چاہتا ہوں۔ تم وہاں جاؤ۔ میں تمہارے دماغ میں موجود رہوں گا اور تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا کہ تمہیں وہاں کیا بولنا ہے۔ میں یہاں لابی میں بیٹھا تمہارا انتظار کرتا رہوں گا۔ تم یہاں سے کمرہ نمبر ۳۲ کے دروازے پر پہنچ کر دستک دو۔"

وہ وہاں سے چلی گئی۔ میں سامنے کے ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور اس کے ملائم روئیں دار بدن کو سہلانے لگا۔ ایک بیرے نے آ کر پوچھا کہ کیا چاہیے۔

میں نے اسے کافی کا آرڈر دیا۔ وہ چلا گیا۔ وہ ایک متوسط درجے کا ہوٹل تھا۔ جس کی دوسری اور تیسری منزل پر مسافروں کے لیے رہائشی کمرے بنے ہوئے تھے اور نیچے کھانے کے لیے میزیں بچھی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر میں مرجانہ وہاں پہنچ کر کمرہ نمبر ۳۲ کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے اشرف انصاری کی آواز سنائی دی۔ "کون ہے؟"

مرجانہ نے جواب دیا "میں آپ کے لیے فی الحال اجنبی ہوں لیکن آپ سے ایک ضروری کام ہے۔ دروازہ کھولیے۔"

غزالہ نے ناگواری سے کہا "پتہ نہیں کون ہے۔ یہ چھوٹے ہوٹلوں میں پھرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ خواہ مخواہ لوگ آ کر ڈسٹرب کرتے ہیں۔ اسے کسی طرح ٹال دیا جائے۔"

اشرف انصاری نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ٹالنے کے لیے بھی دروازہ کھولنا ہی پڑے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے دروازہ کھول کر کچھ پوچھنا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی مرجانہ تیر کی طرح کمرے میں داخل ہو گئی۔ اشرف انصاری نے غصے سے پوچھا "یہ کیا حرکت ہے۔ تمہیں اجازت کے بغیر کمرے میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔"

مرجانہ نے کہا "میں اجازت کی محتاج نہیں ہوں۔ میں وہ بھی ہوں جو ان دنوں تمہاری بیٹی کو پریشان کر رہا ہے۔ دروازہ بند کر دو اور آرام سے میری باتیں سنو۔"

جن کا ذکر سنتے ہی اشرف انصاری نے دروازے کو بند کر دیا۔ غزالہ نے مسکراتے ہوئے مرجانہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "اچھا تو تم اس لڑکی کے اندر سما کر آئے ہو۔"

غزالہ جیسے ہی قریب پہنچی، مرجانہ نے ایک ہلکا سا طمانچہ اس کے گال پر رسید کیا۔ ہلکا اس لیے کہ غزالہ مرجانہ کا بھاری بھرکم ہاتھ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اگر اس کا سخت ہاتھ پڑتا تو غزالہ کا منہ ٹیڑھا ہو جاتا۔ وہ چکرا کر بے ہوش ہو جاتی۔

مرجانہ نے اسے طمانچہ مارنے کے بعد کہا "تم اول درجے کی فاحشہ ہو۔ مجھ سے دور ہی رہو۔ میں تمہاری قربت برداشت نہیں کر سکتی۔ تم ملک اور قوم کی غدار ہو۔ تم نے اشرف انصاری کو اپنے جال میں پھانس کر جرائم پھیلانے کا جو منصوبہ بنایا ہوا ہے اس میں اب تمہیں کامیابی نہیں ہو گی۔"

ہلکا سا طمانچہ کھانے کے بعد غزالہ کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے تھے۔ سر چکرانے لگا تھا۔ وہ ایک کرسی پر گر پڑی تھی۔ پھر اس نے کراہتے ہوئے کہا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے تو تمہارے ہی کہنے پر ایسا کیا تھا۔"

مرجانہ نے اشرف انصاری سے کہا "مسٹر اشرف تمہارے بے شرم سے ڈوب مرنے کی بات ہے کہ تم اپنے ملک میں نشے کا زہر پھیلا رہے ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم نے اپنی بیٹی کی جان بچانے کے لیے غلط راہ پر چلنا منظور کر لیا لیکن اگر تم فرض شناس ہوتے تو اپنی بیٹی کی زندگی کو بھی داؤ پر لگا دیتے لیکن ایسا نہ کر سکے اور کہیں نہ کہیں اس کی وجہ تمہاری اخلاقی کمزوری ہے۔ اگر تم اس عورت کے جال میں نہ پھنستے تو تمہاری بیٹی پر بھی یہ مصیبت نہ آتی۔ تم کسی امتحان میں مبتلا نہ ہوتے۔"

اشرف انصاری شرم سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ اس نے جیب سے رومال نکال کر پسینہ پونچھتے ہوئے کہا "میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو لیکن تم میرے لیے قابلِ احترام ہو کہ مجھے لعن طعن کر رہی ہو۔ میری غلطیوں کی نشاندہی کر رہی ہو۔ میں سچ مچ قابلِ معافی نہیں ہوں۔ مجھے بڑی بھیانک سزا ملنی چاہیے مگر میں کیا کروں۔ میں باپ ہوں۔ اولاد کو سزا ملے تو برداشت نہیں کر سکتا۔ اپنی جان پر کھیلنے کی بات آئے تو اس سے دریغ نہیں کروں گا اور نہ ہی کبھی کیا ہے۔ ایک بار میں اس عورت کے جال سے نکل جاؤں اور میری بیٹی پر اور میرے گھر والوں پر کوئی آنچ نہ آئے تو پھر میں اپنی غلطیوں کی تلافی کروں گا۔ مگر ایسا ہوتا نظر نہیں آتا۔"

"ایسا ہو سکتا ہے۔ تمہیں اپنی غلطیوں کی تلافی کا موقع مل سکتا ہے۔ اسی لیے میں تمہارے پاس آئی ہوں۔ یہ یقین دلانے کے لیے کہ آئندہ تمہاری بیٹی دماغی مریضہ نہیں بنے گی اور نہ ہی تمہارے گھر کے کسی فرد پر کسی طرح کی آنچ آئے گی۔ کوئی تم سے دشمنی نہیں کر سکے گا۔ تم دوسری فلائیٹ سے لاہور واپس جاؤ اور جہاں جہاں تم نے نشہ آور ادویات فروخت کرنے کے لیے پھیلا دی ہے۔ وہاں سختی سے ان کا محاسبہ کرو اور رشوت لینے والے افسروں کا بھی محاسبہ کرو۔ جس قدر تم اپنی غلطیوں کی تلافی کر سکتے ہو کرتے رہو۔ اگر ایسا کرتے رہو گے تو میں تمہیں اس بات کا یقین دلاتی ہوں کہ تم کسی کی بھی دشمنی کا شکار نہیں ہو سکو گے۔ میں درپردہ تمہاری حفاظت کرتی رہوں گی۔"

اشرف انصاری نے اسے پہلے احسان مندی سے دیکھا۔ پھر بے یقینی سے بولا "بیٹی! تم کون ہو۔ تم ایسے دعوے کیسے کر رہی ہو جبکہ میری بیٹی پر کسی طرح کا جنّاتی عمل ہوتا رہا ہے۔ کیا تم جادو ٹونے جانتی ہو؟"

مرجانہ نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں یہ کوئی جنّاتی عمل نہیں تھا اور نہ ہی میں جادو جانتی ہوں۔ آپ اچھے خاصے تعلیم یافتہ انسان ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ باتیں اب پرانی ہو گئی ہیں کہ کسی لڑکی پر جن سوار ہو جاتا ہے۔ جو کچھ بھی تمہاری بیٹی کے ساتھ ہوا وہ ٹیلی پیتھی کا عمل تھا۔ میں نے اس ٹیلی پیتھی کا توڑ کر دیا ہے اور اسی لیے تمہیں یقین دلانے آئی ہوں کہ اب بے فکر ہو کر واپس جاؤ۔ تمہیں یا تمہارے خاندان والوں کو کچھ نہیں ہو گا۔"

"بیٹی تم کون ہو۔ مجھے اس قدر حوصلہ دے رہی ہو۔ اب جبکہ تم نے مجھے یقین دلایا ہے تو میں بے یقینی سے کام نہیں لوں گا اور یہ نہیں پوچھوں گا کہ تمہارا دعویٰ اگر غلط ہو گیا تو میری بیٹی کا کیا بنے گا۔ بس پھر پریشان کریں گے لیکن اب مجھے ان باتوں کی پروا نہیں ہے۔ تم نے یہ بات درست کہی کہ وطن کے لیے اپنی بیٹی کی زندگی کو داؤ پر کیوں نہیں لگا سکتا۔ میں دوسری فلائیٹ سے واپس جاؤں گا اور تمہارے کہنے کے مطابق اپنی غلطیوں کی تلافی کرتا رہوں گا۔ ویسے مجھے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

"جب آپ نے مجھے بیٹی کہا ہے تو میں بیٹی ہی ہوں لیکن کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جو راز میں رکھی جاتی ہیں۔ میں اپنے متعلق زیادہ کچھ نہیں بتا سکتی۔ جب آپ گھر پہنچیں اور آپ کو پتہ چلے کہ آپ کے یہاں امن و امان ہے اور آپ کی بیٹی کو کوئی پریشانی نہیں ہے اور آپ اپنی غلطیوں کی تلافی کر رہے ہیں ایسے جرائم کی روک تھام کر رہے ہیں تو ایسے وقت مجھے یاد کر لیجیے گا تو مجھے اس نیکی کا صلہ مل جائے گا پھر وہ غزالہ سے مخاطب ہوئی۔ "میں تمہیں عبرتناک دیتی ہوں کہ دو دن کے اندر یہ ملک چھوڑ کر کسی دوسرے ملک چلی جاؤ۔ میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتی۔ یہاں تم نے ضنے جرائم اور گندگی پھیلائی ہے۔ اس کی سزا دینا نہیں چاہتی لیکن اپنے ملک میں تمہیں برداشت بھی نہیں کروں گی۔"

غزالہ نے سہمے ہوئے انداز میں کہا "مجھے ایسی سزا نہ سناؤ۔ میں اپنا وطن چھوڑ کر کہاں جا سکتی ہوں۔"

"خبردار! تم پاکستان کو اپنا وطن نہ کہنا۔ تمہاری جیسی غدار لڑکیاں جو جسم بیچ کر ملک کو بیچتی پھرتی ہیں۔ ان کا یہ وطن نہیں ہو سکتا۔ تم نے جہاں تین مہینے تک ٹریننگ حاصل کی ہے اور بڑے بڑے افسروں کو پھنسانے کے گر سیکھے ہیں اسی ملک میں جاؤ۔ تمہیں وہاں پناہ ملے گی۔ یہاں ہم تمہارا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔ یاد رکھو۔ اگر تم نے دو دن کے اندر یہ ملک نہ چھوڑا تو تمہیں وہ ذہنی اذیتیں پہنچائی جائیں گی جو اشرف انصاری کی بیٹی کو پہنچائی جاتی

تھیں۔ نمونہ ابھی دیکھ لو۔ دیکھو ایک دو تین۔"

تین کہتے ہی میں نے غزالہ کے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا دیا تو وہ چیخ مار کر ہڑبڑا کر ادھر سے اُدھر ڈگمگا گئی۔ کرسی پر بیٹھے ہی بیٹھے اُس نے کئی پہلو بدل لیے۔ پھر میں نے اُس کے دماغ کو جھٹکا دے کر اُسے کرسی پر سے کھڑا کر دیا پھر دوسرے جھٹکے میں کرسی پر بٹھا دیا۔ ساتھ ہی میں اُسے چیخنے کا موقع نہیں دے رہا تھا کیونکہ ہوٹل کا ماحول تھا۔ اُس کے چیخنے چلانے پر وہاں بھیڑ لگ جاتی۔ وہ سر کو تھام کر بڑی شدت کی تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ مرجانہ نے پوچھا۔ "کیسے مزاج ہیں۔ کیا تمہارا وہ ایڈی فرینک تمہیں ان ذہنی اذیتوں سے بچا سکتا ہے۔ اگر بچا سکتا ہے تو دوسروں کے اندر اُسے اپنے ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا۔ میں دیکھوں گی کہ وہ ایڈی فرینک میرے مقابلے میں کیسے نبٹتا ہے۔ ویسے یاد رکھو صرف دو دن۔ دو دن کے بعد اگر تم یہاں رہیں تو یہاں تمہاری قبر کا نشان بھی نہیں ہوگا۔"

یہ کہتے ہی مرجانہ وہاں سے پلٹ کر دروازے کے پاس گئی۔ پھر اُسے کھول کر باہر جانا چاہتی تھی کہ اشرف انصاری نے التجا آمیز لہجے میں اُسے مخاطب کیا۔ "بیٹی، ذرا رُک جاؤ، مجھے یہ تو بتاؤ کہ میں پھر اپنی عفتہ سے کیسے مل سکتا ہوں۔"

"شاید ہم کبھی نہ مل سکیں۔ یہ ہماری پہلی اور آخری ملاقات ہے لیکن اس جن کی طرح ہمیشہ تمہارے آس پاس موجود رہوں گی، جسی نے تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو وہ بُری طرح پچھتائے گا۔"

یہ کہہ کر وہ دروازہ بند کرتے، کرتے وہاں سے آنے لگی۔ میں اشرف انصاری کے دماغ میں موجود تھا۔ مرجانہ کے جاتے ہی اُس نے غصّے سے غزالہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب تم بتاؤ کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں۔ تم نے واقعی مجھے جان بوجھ کر بھیجا تھا۔ تمہیں مجھ سے محبت نہیں تھی اور یہ میری بدترین حماقت تھی کہ میں اخلاقی پستی میں گر پڑا۔ اپنے خاندان کا، اپنی عزت کا، اپنے بڑھاپے کا میں نے خیال نہیں کیا۔ اب وہ لڑکی مجھے یقین دلا کر گئی ہے تو مجھے خدا پر بھروسہ ہے کہ اب مجھ پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ تم ابھی یہاں سے نکل جاؤ۔ آیندہ اپنی منحوس صورت نہ دکھانا۔"

غزالہ نے غصّہ دکھاتے ہوئے کہا۔ "آپ میری توہین کر رہے ہیں۔"

اشرف انصاری نے اُسے گالی دیتے ہوئے کہا۔ "اُس لڑکی نے تمہیں طمانچہ مارا تھا تو بڑی عزت ہوئی تھی تمہاری۔ اس سے پہلے کہ میں تمہیں جوتے مارُوں۔ یہاں سے چلی جا۔"

اُس نے ایک جھٹکے سے اُٹھ کر اپنی اچکن سنبھالی، پھر پاؤں پٹختے ہوئے اس کمرے سے باہر چلی گئی۔ میں ایڈی فرینک سے رابطہ قائم کیا۔ اُس نے اپنے دماغ میں مجھے موجود پاتے ہی کہا۔ "فرمائیے کیا حکم ہے؟"

میں نے کہا۔ "ایڈی۔ یہ جو تمہاری ایجنٹ غزالہ ہے اُسے میری طرف سے وارننگ مل چکی ہے کہ یہ ہمارا ملک ہمیشہ کے لیے چھوڑ دے۔ میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں کہ دو دن کے اندر اُسے ہمارے ملک سے باہر جانے پر مجبور کر دو۔ دو دن کے بعد میں اسے اپنے وطن کی گندی نالی میں بھی دیکھنا پسند نہیں کروں گا۔"

ایڈی نے کہا۔ "میں آپ کے حکم پر عمل کروں گا لیکن براہِ راست غزالہ کو یہ ملک چھوڑنے کے لیے نہیں کہوں گا ورنہ مجھے اپنے اوپر والوں کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا کہ میں نے غزالہ کو کیوں مجبور کیا تھا اور جو کھیل یہاں کھیلا جا رہا تھا اُسے کیوں بند کر دیا۔ میں کسی دوسری طرح اُسے مجبور کروں گا اور ذہنی پریشانی میں مبتلا کروں گا تاکہ وہ دو دن کے اندر یہاں سے چلی جائے۔"

میں نے کہا۔ "تم اُسے یہاں سے بھگانے کے لیے خواہ کوئی بھی طریقہ اختیار کرو۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میرا کام ہو جانا چاہیے، بس! میں جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے اُس سے رابطہ توڑ دیا۔ مرجانہ اُس وقت تک میرے سامنے والی کرسی پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ میں نے اُسے بتایا کہ میں نے ایڈی فرینک کو غزالہ کے سلسلے میں کیا کام سپرد کیا ہے۔ اُس کے بعد میں نے کال بیل اٹھا کر اور مرجانہ کے ساتھ اس ہوٹل میں آ گیا جہاں غلام نے ایک کمرہ ہمارے لیے بھی بک کروا لیا تھا۔

میں مرجانہ کے ساتھ اس کمرے میں پہنچ گیا۔ وہ ڈبل بیڈ کا کمرہ تھا۔ مرجانہ نے کہا۔ "یہاں تو ایک ہی بیڈ ہے۔"

بات تو بالکل ٹھیک ہے۔ ہاں میں نے یہ سوچ کر یہ کمرہ ریزرو کروایا ہے کہ تمہارا مزاج مرجانہ ہے۔ تمہارے اندر عورت پن نہیں ہے نہ ہی ہم میں اور کوئی رشتہ ہے ہم دونوں دوست ہیں اور ہمارے درمیان بے لوث دوستی ہے نہ کبھی سے کچھ لینا نہ کسی کو کچھ دینا۔ ہم بڑی شرافت سے یہاں رات گزار سکتے ہیں۔"

وہ بولی۔ "ہاں گزار تو سکتے ہیں لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم شرافت سے رات گزارو گے۔"

"تم کوئی کمزور لڑکی تو ہو نہیں کہ میں بدمعاش بن کر تم پر

اب آسکوں۔ پھر یہ کہ ہمیں آج کی رات یہ آزما لینا چاہیے ہم ایک ساتھ کتنے عرصے تک چل سکتے ہیں۔ کیا ایک ساتھ ب کمرے میں گزار کر سکتے ہیں؟"

"یعنی کہ تم مجھے چیلنج کر رہے ہو کہ میں ایک مرد کی طرح ے ساتھ یہاں رات نہیں گزار سکتی۔ میرے اندر عورت ں موجود ہے اور میں تمہارے جذبات سے اثر آجاؤں گی یا تم سے ایک ں رات میں محبت کرنا شروع کر دوں گی تو آؤ۔ میں یہ ثابت ر کے دکھا دوں کہ میں کتنی مستقل مزاج ہوں۔"

میں نے بستر پر گرتے ہوئے پوچھا۔ "اب کیا ارادہ ہے ونا چاہتی ہو یا پچھلی رات کی طرح جاگنے کا پروگرام ہے؟"

اس نے پوچھا۔ "کیا تمہیں نیند آ رہی ہے؟"

"نیند تو نہیں آ رہی ہے۔ میں ابھی کافی رات تک جاگ تا ہوں لیکن کل صبح تمہیں بنک جانا ہے۔ اپنا اکاؤنٹ ونا ہے۔ لاکر حاصل کر کے اُس میں اپنے قیمتی میرے جواہرات کھنے ہیں۔ بہت سے ایسے کام ہیں جنہیں کل نمٹانا ہے تو تر یہ ہوگا کہ ہم کچھ دیر تک جاگتے رہیں۔ باتیں کرتے رہیں۔ پھر سو کر صبح جلدی اٹھ جائیں۔"

وہ بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ میں نے آرام سے اپنے تھ پاؤں پھیلاتے ہوئے کہا۔ "تم بھی آرام سے لیٹ جاؤ اور میں کرتی رہو اسی طرح نیند آ جائے گی۔"

وہ لیٹنے سے پرہیز کر رہی تھی حالانکہ بستر اتنا چوڑا تھا کہ ہم آسانی ایک دوسرے سے دور رہ کر لیٹ سکتے تھے لیکن بستر کے سرہانے جا کر وہاں ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گئی۔ پھر ں۔ دراصل مرد کو عورت کے لیے اور عورت کو مرد کے لیے ب ایسا راز بنا دیا گیا ہے جس کی تہہ تک پہنچنے کے لیے اوں نے قرار رہتے ہیں۔ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ دونوں ہی ان ہیں اور دونوں ہی ایک دوسرے کے رفیق بن کر اور کی لائف کے بغیر دوست بن کر رہ سکتے ہیں اور کسی مقام پر لقات استوار کرنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ بھی سکتا ہے۔ نہ ضرورت پیش آئے تو بدستور دوستی نبھائی جا گتی ہے۔ اس قسم کے خیالات اور جذبات ہوں تو مرد اور ت کے درمیان کبھی بھی بحران نہ آئے۔"

میں نے تائید میں سر ہلایا۔ دراصل وہ ان باتوں سے ے دماغ میں یہ بات بٹھانا چاہتی تھی کہ وہ بحیثیت ت کوئی راز نہیں ہے اور مجھے اُسے راز کے طور پر دیکھنا ں چاہیے۔ اُس کے متعلق سوچنا نہیں چاہیے بلکہ شرافت گزار کر چپکے سے سو جانا چاہیے۔

ہم کافی دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ وہ سننا نہیں چاہتی تھی۔ میرا بھی یہی حال تھا۔ ہم ایک دوسرے کی ضرورت اس طرح محسوس کر رہے تھے کہ نیند میں ڈوب کر ایک دوسرے سے الگ نہیں ہونا چاہتے تھے۔ کوشش یہی تھی کہ زیادہ سے زیادہ وقت جاگتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے اور ایک دوسرے کی باتیں سنتے رہنے اور ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوئے گزار دیں۔

میں اُس کے دماغ میں جھانک کر اس کے چور خیالات کو نہیں پڑھ سکتا تھا۔ یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ بحیثیت ایک عورت میرے ساتھ بند کمرے میں ایک ہی بستر پر گھبرا رہی ہے، خبردار ہی ہے یا اسی طرح سونے سے کترا رہی ہے۔ مجھ پر اخلاقی پابندی تھی کہ میں اُس کے خیالات نہ پڑھوں اس لیے میں پرہیز کر رہا تھا۔ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ عام عورتوں سے بالکل الگ تھلگ تھی اور وہ عورت کی حیثیت سے خوف زدہ نہیں تھی اور نہ ہی میرے ساتھ بند کمرے میں خبردار ہی تھی۔ ایسا ہوتا تو وہ بند کمرے میں کبھی نہ رہتی۔ اُسے اپنے آپ پر اعتماد تھا۔ وہ دلیر تھی اور اپنے اوپر اتنا بھروسہ کرتی تھی کہ اُس کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو تو وہ اس بات سے نمٹ سکے۔ ویسے زبردستی کا تو میری طرف سے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

ہم بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر آہستہ آہستہ میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میں زیادہ دیر نہ سو سکوں بلکہ ایک گھنٹے کے بعد ہی میری آنکھ کھل جائے۔ یہ ہدایت دے کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ چونکہ نیند آ رہی تھی، اس لیے فوراً ہی سو گیا۔ حسبِ ہدایت ایک گھنٹے کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے جن آنکھوں سے مرجانہ کی طرف دیکھا تو وہ بستر پر نہیں تھی۔

کمرے میں آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر بعد نظر آئی۔ پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد نظر آئی۔ پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ یعنی وہ پلنگ کے سامنے ہی اِدھر سے اُدھر ٹہل رہی تھی۔ میں اُسے مخاطب کرنے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اتنے میں وہ خود ہی پلنگ کے سرے پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے سر گھما کر میری طرف دیکھا تو میں نے فوراً ہی آنکھیں بند کر لیں۔

اگر میں اُس کے خیالات پڑھتا تو مجھے اس کے رات جاگنے کی وجہ اور اُس کی اندرونی بے چینی کا سبب معلوم ہو جاتا لیکن میں دوست کی حیثیت سے اپنا وعدہ نبھا رہا تھا اور خیال خوانی کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ انسان کو اتنا شعور

رکھنا چاہیے' اتنا تجربہ ہونا چاہیے اور مشاہدے کی گہرائی اتنی ہونی چاہیے کہ وہ اپنے سامنے والے انسان کو اُس کی حرکتوں سے' اُس کی باتوں سے' اُس کی چال ڈھال سے پہچان سکے کہ اُس کے دل میں کیا ہے۔

میری آنکھیں بند تھیں۔ میں نے کچھ سوچ کر ذرا سی حرکت کی جیسے نیند میں گمسار ہا ہوں۔ وہ ذرا محتاط ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر ہم دراز ہو گئی تاکہ میری آنکھ کھلے تو یہ ظاہر کرے کہ وہ سو رہی ہے۔ پھر میں نے اپنی آنکھیں کھول دیں تو اُس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔ میں چاہتا تو اُس کے دماغ پر قابض ہو کر اُسے گہری نیند سُلا سکتا تھا تاکہ وہ رات کو جاگنے اور بے چین ہونے سے محفوظ رہ سکتی لیکن میں اُس کے دماغ تک پہنچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ کچھ سوچ کر میں بستر سے اُٹھ گیا۔ پھر اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ اُس کے بعد میں نے سوچا کہ مجھے غلام کے پاس جا کر سو جانا چاہیے' تاکہ اس کمرے میں وہ تنہا اطمینان سے اپنی نیند پوری کر سکے۔ یہ سوچ کر میں دروازے کی طرف جانے لگا۔ اُسی وقت مرجانہ کی آواز سنائی دی "سنو' کہاں جا رہے ہو؟"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اُس نے پھر پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں کہ غلام کے کمرے میں جا کر اُس کے ساتھ سو جاؤں۔ یہاں تمھیں تنہائی ملے گی تو تم آرام سے اور اطمینان سے سو سکو گی۔"

وہ بولی۔ "مجھے تمھاری طرف سے اطمینان ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھتی کہ میرے اندر ایسی کیا پریشانی ہے کہ میں سو نہیں سکتی۔ تم مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

"مرجانہ میں یہاں رہوں گا تو تم۔ سو نہیں سکو گی۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں سو نہیں سکتی۔ تم یہاں آ کر تو دیکھو۔ ہاں یاد آیا کیا تم میرے خیالات پڑھ رہے تھے؟"

"تمھاری دوستی کی قسم۔ میں تمھارے دماغ میں بالکل نہیں جھانکتا ہوں۔ میں کبھی وعدہ خلافی نہیں کروں گا۔ مجھے تمھاری دوستی عزیز ہے۔ میں یہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ میں تو سمجھ رہا تھا۔ اچانک آنکھ کھل گئی تو میں نے محسوس کیا تم یہاں تنہا اطمینان سے سو سکتی ہو۔ میری موجودگی تمھیں رات بھر جگاتی رہے گی۔ یہی سوچ کر میں جا رہا ہوں۔"

"تم جاؤ گے تو میں تمھارے جاؤں گی۔ تمھارے یہاں رہنے تک میں ایک لمحے کے لیے بھی تم سے دُور ہونا نہیں چاہتی ہوں کہ ایک ایک پل تمھارے ساتھ گزاروں۔ اب اس کے لیے جو کچھ بھی ہو اُسے میں بھگت لوں گی۔ تمھارے لیے عذاب جھیلنا چاہتا۔ ایک طریقہ ہے اگر تم مجھے اپنے دماغ تک پہنچنے کی اجازت دو تو میں ابھی تمھیں میٹھی نیند کے ذریعے تھپک کر سُلا دوں گا۔"

وہ سر جھکا کر بولی۔ "ہاں۔ میں سونا چاہتی ہوں۔ میں سکون چاہتی ہوں اور سکون نیند کے دوران ہی میسر ہوتا ہے۔"

وہ پلٹ کر بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ پھر آہستہ سے لیٹ گئی۔ میں ایک کرسی پر اُس کے قریب ہی بیٹھ گیا اور اُس سے بولا۔ "تم آنکھیں بند کر لو۔ ابھی دیکھتے ہی دیکھتے تمھیں نیند آ جائے گی۔"

اُس نے سنجیدگی سے مجھے مسکرا کر دیکھا۔ اپنا ایک ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اُس نے میرے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام کر کہا۔ "ہاں میں پورے اعتماد کے ساتھ اس یقین کے ساتھ سونا چاہتی ہوں کہ تمھارا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے اور میرے سونے کے بعد بھی تم اس کمرے سے نہیں جاؤ گے۔ وعدہ کرتے ہو نا؟"

"ہاں وعدہ کرتا ہوں۔ اب آنکھیں بند کر لو۔"

اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں اُس کے دماغ میں پہنچ کر خیال خوانی کے ذریعے اُسے تھپکنے لگا۔ آہستہ آہستہ اُسے نیند کی طرف مائل کرنے لگا۔ صرف دو منٹ کے بعد ہی وہ گہری نیند سو گئی۔ جسم کی دلکشی اور بڑھ جاتی ہے' جب وہ خوابیدہ ہوتا ہے۔ اُس وقت مرجانہ کے جسم سے بڑا ہی سکون اور اطمینان جھلک رہا تھا۔ اب اُسے اُس کا دھڑکا نہیں تھا کہ کوئی مرد اُس کے قریب ہے اور کوئی اُس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے۔ وہ نہایت اطمینان سے خیال خوانی کے ذریعے سو گئی تھی۔ دو کے لفظوں میں اُس نے مجھے غیر شعوری طور پر یہ احساس دلایا تھا کہ دیکھو' میں تم پر کتنا اعتماد کرتی ہوں کہ تمھاری خیال خوانی کی لوریاں سن کر تمھارے پاس سو گئی ہوں۔

میں کرسی پر سے اُٹھ کر پلنگ کی پائنتی گھومتا ہوا دوسری طرف آیا۔ پھر اُسی پلنگ پر آرام سے لیٹ گیا۔ لیٹنے کے بعد میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ آدھے گھنٹے سے زیادہ نہ سونا اور جب کوئی کمرے کے اندر مداخلت ہو تو میری آنکھ کھل جائے ورنہ صبح سات بجے تک سوتا رہوں گا۔ صبح وقتِ مقررہ پر میری آنکھ کھل گئی۔ مرجانہ میری

طرف رُخ کیے مجھے ایک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی وہ مسکرانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "تم کب سے جاگ رہی ہو؟"

"بس ابھی تھوڑی دیر پہلے آنکھ کھل گئی تو تمھیں اپنے پاس دیکھا۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرے اعتماد کو مجروح نہیں کیا۔ فرہاد' تم بہت اچھے ہو۔"

ہم نے نو بجے تک نہا دھو کر لباس تبدیل کیا۔ پھر ناشتہ کرنے کے بعد زرینہ کے ہاں پہنچ گئے کیونکہ وہاں سے نقد رقمیں اور میرے جواہرات لے کر بنک کی طرف جانا تھا۔

زرینہ بھی مرجانہ کے ساتھ جانا چاہتی تھی لیکن اُس کے والد نے انکار کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں میں مرجانہ کے ساتھ جاؤں گا کیونکہ مجھے اُس سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

ہم اُن کی کار میں بنک کی طرف روانہ ہوئے۔ میں کار ڈرائیو کر رہا تھا اور پچھلی سیٹ پر زرینہ کے والد مرجانہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا۔ "مرجانہ تم میری زرینہ کی طرح ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمھیں زمانے کی تھوڑی سی اونچ نیچ سمجھا دوں کیونکہ یہاں تمھارا کوئی بزرگ نہیں ہے۔ ایک تمھاری ماں ہے جس سے تم ملنے کے لیے پیرس جاؤ گی۔ اس سے پہلے تم سے یہ سوال کرنے والا اور جواب مانگنے والا کوئی نہیں ہے کہ کل رات تم نے کہاں گزاری۔ تم جوان لڑکی ہو۔ ننھی سی بچی نہیں ہو کہ کہیں بھی جا کر ایک پوری رات گزار کر آ جاؤ تو کوئی اس کا برا نہ منائے۔"

مرجانہ نے جواب دیا۔ "بے شک یہ بُرا ماننے والی بات ہے۔ دُنیا والے اسے اچھا نہیں سمجھیں گے اور آپ بھی دنیا والوں میں شامل ہیں لیکن میں یقین دلاتی ہوں کہ میں اور طارق بہت اچھے دوست ہیں۔ ہمارے درمیان کوئی ایسا تعلق نہیں جس پر میں شرمندہ ہوں۔ ہم نے نہایت شرافت کے ساتھ پچھلی رات گزاری ہے۔"

"بے شک تم نے ایسا کیا ہو گا لیکن کیا یہ یقین کرنے والی بات ہے کہ تم ہوٹل میں ایک نوجوان لڑکے کے ساتھ گئیں اور صبح وہاں سے آئیں تو صرف تمھاری زبان سے کہہ دینے سے کیا دنیا والے یقین کر لیں گے۔ اگر میں تمھاری بات پر یقین کر بھی لوں تو کیا تہذیب اسے گوارا کرتی ہے۔ میری ہی بیٹی جس پر مجھے بہت زیادہ اعتماد ہے۔ میں بہت ہی اعتماد کرتے ہوئے کیا زرینہ کو کسی ہوٹل میں رات گزارنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔ کیا میری غیرت اسے گوارا کر لے گی۔ خواہ زرینہ کتنی ہی پاکباز کیوں نہ ہو اسی طرح تم کتنی ہی پاکباز ہو میں اسے تسلیم کروں گا لیکن یہ خلافِ تہذیب ہے۔"

میں نے کہا۔ "انکل آپ بہت اچھی باتیں سمجھتے ہیں لیکن ہم ایسی دوستی کے بندھن میں بندھے ہوئے ہیں کہ اس سے تہذیب پر حرف نہیں آ سکتا۔ ہمیں اپنے ضمیر کو جواب دینا ہے اور ہم اُس کے سامنے جوابدہ ہیں اور ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم نے ایسی کوئی غلطی نہیں کی کہ جس کی وجہ سے ہمیں ضمیر کی عدالت میں شرمندہ ہونا پڑے۔"

انکل نے کہا۔ "اگر تم دونوں کو اپنے اُوپر اتنا اعتماد ہے۔ تم دونوں کی دوستی اتنی مستحکم ہے تو پھر یہ رشتے والی دوستی کیوں۔ کیوں نہ تہذیب کے مطابق' مذہبی احکامات کے مطابق اور قانون کے مطابق تم دونوں شادی کر لو۔"

"شادی؟" مرجانہ نے ذرا پریشان ہو کر کہا۔ "ہم نے کبھی شادی کے متعلق سوچا ہی نہیں ہے۔ میں آپ کو کیسے سمجھاؤں انکل' ہم دوست ہیں صرف دوست۔ یعنی کہ جیسے دو مرد آپس میں دوست ہوتے ہیں یا دو عورتیں آپس میں سہیلیاں ہوتی ہیں اور اُن سہیلیوں کے درمیان یا ان دوستوں کے درمیان کوئی ہوس نہیں ہوتی۔ کوئی بُرائی نہیں ہوتی۔ بس ایسی ہی ہماری دوستی ہے۔"

"تم بڑی مضحکہ خیز بات کہہ رہی ہو۔ آگ اور پانی یکجا رہیں اور اس آگ کے ذریعے پانی بھاپ بن کر نہ اُڑے یا اس پانی کے ذریعے آگ نہ بجھے تو یہ نہ ماننے والی باتیں ہیں۔ شیر اور بکری کو کبھی کسی نے ایک گھاٹ پانی پیتے نہیں دیکھا۔ مرد اور عورت کو ایک گھاٹ باندھنے کے لیے کچھ مذہبی پابندیاں ہیں' کچھ اخلاقی ضابطے ہیں اور اُن پر عمل کرنا پڑتا ہے لیکن تم ایسی بے تکی باتیں کر رہی ہو جس پر دنیا کا کوئی بھی سمجھ دار آدمی یقین نہیں کرے گا۔"

"انکل میں کسی کو یقین دلانا بھی نہیں چاہتی۔ میں اپنے اندر بالکل آئینہ ہوں اور آئینہ رہوں گی۔"

"ٹھیک ہے تم یقین نہ دلاؤ۔ تم اپنے اندر آئینہ بن کر رہو لیکن اُوپر سے دنیا والوں کو بہت سے دھبے نظر آئیں گے اور ان دھبوں کے ساتھ جب تم میرے گھر میں داخل ہو گی تو تم سوچو بیٹی کہ میں ایک جوان بیٹی کا باپ ہوں۔ وہ دھبے میری بیٹی تک پہنچیں گے۔ بدنامیاں بڑھیں گی۔"

"میں سمجھ گئی انکل' میں آج سے آپ کی دہلیز پر نہیں آؤں گی۔"

"دیکھو بُرا ماننے کی بات نہیں ہے۔ میں نے ایک دوست کی حیثیت سے سمجھایا ہے۔ مجھے تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں اچھی بات کہوں۔ اب بھی میں یہ کہتا ہوں کہ تمھیں طارق مبارک ہو اور زندگی کے کسی موڑ

پر بھی جب تم طارق سے شادی کرو تو دلھن بن کر پہلے میرے پاس آنا۔ میں تمھاری پیشانی چوم کر تمھیں مبارک باد دوں گا اور ایک باپ کو اپنی بیٹی کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہیے۔ جیسی شفقت سے پیش آنا چاہیے اسی طرح میں تمھارے ساتھ پیش آؤں گا۔"

زرینہ کے والد کی باتیں سنتے ہی فوراً میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ اگر میں آج شام کو یہاں سے چلا گیا تو مرجانہ یہاں تنہا رہ جائے گی اور اسے آج کی رات گزارنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ آج کی رات زرینہ کے ہاں تو اب وہ جائے گی نہیں اور کسی ہوٹل میں اس کا تنہا ٹھہرنا اس لیے مناسب نہیں تھا کہ تنہائی میں وہ میرے متعلق بہت زیادہ سوچے گی اور بڑی مضطرب ہو کر رات گزارے گی۔

یہ سوچتے ہی میں نے غلام سے رابطہ قائم کیا پھر اس سے کہا۔ "غلام تم ابھی پی آئی اے کے کاؤنٹر پر جا کر معلوم کرو۔ دو سیٹ کی فلائیٹ سے اگر لاہور کے لیے ایک سیٹ ریزرو ہو سکتی ہے تو مرجانہ کے لیے ریزرو کرا لو۔"

غلام کریہ ذمہ داری سونپ کر میں مطمئن ہو گیا۔ ہم ایک بجے تک بنک کے کاموں میں مصروف رہے۔ مرجانہ نے اپنے نام سے اکاؤنٹ کھول لیا تھا اور لاکر زحاصل کر کے کچھ قیمتی ہیرے جواہرات وہاں رکھ دیے تھے۔ باقی اس کی امیچی میں موجود تھے وہاں سے واپس ہوتے وقت بنک سے باہر آ کر مرجانہ نے کہا۔ "انکل آپ نے ہمیں بہت اچھی باتیں سمجھائی ہیں لیکن ہم فی الحال اپنے طور پر مجبور ہیں جس دن آپ کی خواہش کے مطابق میں اس دوستی کی انتہائی منزل تک پہنچ جاؤں گی یعنی آپ لوگوں کی خواہش کے مطابق دلھن بن جاؤں گی تو آپ کے پاس ضرور آؤں گی۔ اس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔"

زرینہ کے والد سے دعائیں لے کر چلے گئے۔ میں نے ایک ٹیکسی والے سے ایئرپورٹ چلنے کے لیے کہا۔ مرجانہ نے ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر میرے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "ہم ایئرپورٹ کیوں جا رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ میں نے غلام کے ذریعے تمھارے لاہور جانے کا بندوبست کیا ہے۔ وہاں تمھارے لیے ایک سیٹ ریزرو ہو چکی ہے۔ غلام ہوٹل سے تمھاری امیچی لے کر ایئرپورٹ پہنچ جائے گا۔"

اس نے حیرانی سے مجھے دیکھا۔ پھر بولی۔ "کیا اس طرح میں اچانک تم سے جدا ہو جاؤں۔ تم نے یوں میرے جانے کا انتظام کیوں کیا؟"

"اس لیے کہ شام کو میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اس کے بعد تم یہاں تنہا رہو گی۔ میں نہیں چاہتا کہ تم تنہا ہوٹل میں رات گزارو اور کل یہاں سے لاہور جاؤ۔ میں جانتا ہوں کہ تم تنہا ساری زندگی گزار سکتی ہو لیکن آج میں یہ نہیں چاہتا کہ رات کی تنہائی میں تم میرے متعلق زیادہ سے زیادہ سوچو اور پریشان ہو کر رات گزارو۔ یہاں سے تم لاہور جاؤ گی تو وہاں رشتے داروں میں تمھارا دل کچھ تو بہل جائے گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "ہمیں سوچ کے ذریعے بات کرنی چاہیے کیونکہ ٹیکسی ڈرائیور ہماری باتیں سن رہا ہے۔"

مرجانہ کی آنکھوں میں ایسی اداسی چھا گئی تھی کہ اب سے پہلے میں نے اسے ایسا کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ مجھ سے بچھڑنا نہیں چاہتی تھی۔ سوچ کے ذریعے بولی۔ "فرہاد۔ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ پہلے تمھیں رخصت کروں گی اور اپنی آنکھوں سے جاتے ہوئے دیکھوں گی۔ اس کے بعد میں یہاں سے جاؤں گی لیکن یہ بات الٹ گئی۔ اب تم مجھے رخصت کر رہے ہو میرا دل نہیں لگے گا۔"

میں نے بھی سوچ کے ذریعے کہا۔ "مرجانہ تم تو بڑے حوصلے والی لڑکی ہو۔ عورت کم مرد زیادہ ہو۔ اس وقت حوصلے کی ضرورت ہے۔ اپنے آپ کو کمزور نہ بناؤ۔ ہم بہت جلد پیرس میں ملیں گے۔"

میں نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر مضبوطی سے تھام لیا۔ وہ بولی۔ "میں عین سے تنہا اور بے یار و مددگار ہوں۔ میں اپنے ماضی کی طرف جب بھی نظر کر کے دیکھتی ہوں تو تمھیں پانے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ آج تک میں نے کسی کو اتنا نہیں چاہا جتنا کسی کو اپنا نہیں سمجھا۔ کیونکہ جو بھی رشتے وہ عارضی تھے۔ ملتے تھے اور بچھڑ جاتے تھے۔ کچھ خود غرض ثابت ہوتے تھے۔ کچھ کو تقدیر نے جدا کر دیا۔ میں اتنی بڑی دنیا میں ایک تو اپنی ماں کے لیے تڑپتی ہوں اور دوسرے تم ہو جنھیں جانے کے بعد میں تمھیں بہت یاد کروں گی۔ ایسا محسوس ہو گا جیسے میں نے بہت کچھ پا کر کھو دیا ہے۔"

"یہ بھی تو یقین ہو گا کہ آج کھونے کے بعد پھر تمھیں میں پا لوں گی۔"

میں اسے حوصلہ دیتا رہا۔ اسے امید دلاتا رہا کہ ہم پھر ملیں گے۔ ایئرپورٹ پہنچ کر بھی اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں رہا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اسے میرا ہاتھ چھوڑ کر جانا پڑا۔ وہ چلی گئی۔ اسے لے جانے والا جہاز جب تک آسمان پر نظر آتا رہا اور نقطے میں تبدیل ہوتا رہا اور پھر نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا اس وقت تک میں آسمان کو تکتا رہا۔

بے شک مرجانہ نے بھی مجھے بے حد متاثر کیا تھا۔ اس کی ایک خاص وجہ تھی اور وہ یہ کہ اب تک جتنی بھی لڑکیوں سے میرے تعلقات رہے وہ جلد ہی انتہا کو پہنچ گئے لیکن مرجانہ ایسی لڑکی تھی جو بڑے سلیقے سے، بڑی آہستگی سے اور بڑے پیار سے مجھے یہ تاثر دے رہی تھی کہ عورت کی دوستی اور عورت کی محبت صرف جسمانی تعلقات تک محدود نہیں ہوتی۔ یہ ایک ایسا جذبہ ہے جو پیار کی انتہا تک پہنچاتا ہے۔

اگر جسمانی تعلقات کا لالچ نہ ہے اور ان تعلقات کو پس پشت ڈال کر اسے ایک خاص وقت کے لیے نظر انداز کر دیا جائے جیسا کہ میں نظر انداز کر رہا تھا اور جسمانی تعلقات کی بات سوچتا ہی نہیں تھا۔ مجھے جانگی دوستی عزیز تھی۔ میں اسے ہر حال میں اپنائے رکھنا چاہتا تھا۔

دوسرے دن غلام افریقہ جانے والا تھا۔ شام کے وقت وہ مجھے ایئرپورٹ پر الوداع کہنے آیا۔ میں اس سے رخصت ہو کر سامی کو لے کر طیارے میں سوار ہو گیا۔ پھر وہ طیارہ پیرس کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں میں نے مرجانہ کے دماغ پر دستک دی۔ وہ میرا ہی انتظار کر رہی تھی۔ کہنے لگی۔ "میں اتنی جلدی میں تم سے رخصت ہوئی کہ بہت سی باتیں طے نہ کر سکی کہ جدائی کے دوران ہم کس طرح ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھیں گے؟"

"یہی پوچھنے کے لیے میں نے تم سے دماغی رابطہ قائم کیا ہے۔ ایسا کرتے ہیں کہ تم کوئی وقت مقرر کر لو۔ اس وقت میں بلا ناغہ تم سے دماغی رابطہ قائم کیا کروں گا۔ تم اپنی خیریت کی اطلاع دینا۔ میں اپنی خیریت سے تمہیں آگاہ کروں گا۔"

وہ بولی۔ "میں وقت کیا مقرر کروں۔ میرا تو جی چاہتا ہے رات ہوتے کے بعد بھی تم اسی طرح میرے دماغ میں موجود رہو اور ہمیشہ بولتے رہو اور میں سنتی رہوں لیکن وہاں تمھاری اپنی مصروفیات ہوں گی اور یہاں میری مصروفیات ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ صبح اٹھتے ہی ایک بار مجھے ضرور مخاطب کرو۔ پھر دوپہر کو کھانے کے وقت۔ پھر شام کو کھانے کے وقت اور پھر ایک بار سونے سے پہلے ہم دماغی طور پر ملا کریں گے۔ باتیں کریں گے۔ پھر رخصت ہو جایا کریں گے۔ کیوں ٹھیک ہے؟"

میں نے کہا۔ "ہاں یہ ٹھیک ہے۔ تم جتنی بار مجھے ... کرنے کے لیے کہو گی اتنی بار آؤں گا۔"

"فرہاد" میں حیران ہو کر سوچنے لگتی ہوں کہ میں تمھیں اتنا کیوں چاہنے لگی ہوں۔ پہلے تو میں مردوں کے ساتھ سے بھی نفرت کرتی تھی۔ تم چلے گئے ہو تو ایسا لگ رہا ہے جیسے میں بالکل خالی خالی سی ہو گئی ہوں اور ہر لمحے انتظار کر رہی ہوں جیسے تم اچانک واپس آ جاؤ گے اور مجھے یہاں نگاہوں کے سامنے آ کر حیران کر دو گے اور کہو گے۔ دیکھو تم انتظار کر رہی تھیں، میں آ گیا۔"

میں نے کہا۔ "مرجانہ، تمھیں محبت کے نام سے چڑ ہے لیکن برا نہ ماننا تم جن جذبات اور احساسات کا اظہار کر رہی ہو، دراصل اسی کو محبت کہتے ہیں۔ ہاں وہ محبت جو کسی لالچ کی وجہ سے ہو یا ہوس کی وجہ سے ہو تو اس کو محبت نہیں کہتا۔ کیونکہ تمھارا مزاج مختلف ... جس میں پاکیزگی ہو اور جس میں ... تم یہاں رہو اور محبت کرو تو تم قبول کرو گی نا۔ جلد کر جلدی واپس آؤں گا۔ آ رہی ہو؟"

ہال کی طرف چل پڑا۔ وہاں

"جب تم محبت کیا بیٹھی ہو کر بیٹھ گئی تھی میں اس ہوں۔ اگر تم اسے جب کر اس کی ایک ایک حرکت کو محسوس سکتی لیکن میں اپنی طرف سے انجان بھی بنا ہوا تھا۔ میں ہونی چاہیے جس قدر گیا اور میتو اٹھا کر اپنے لیے کھانے گی۔ فرق صرف اتنا ہو گا کہ یہ دوستی کی سر ... کی معراج تو تم محبت کہہ لو۔ میں تمھیں نہیں روکوں گی۔"

ہم مختلف موضوعات پر بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر میں اس سے رخصت ہو گیا۔ پیرس کے وقت کے مطابق رس بجے رات کو جہاز پیرس پہنچا۔ جب طیارے کا دروازہ کھلا اور میں دروازے سے باہر سیڑھیاں اترنے لگا تو اسی وقت میں نے سوئیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ کسی کاسینو میں جوا کھیل رہی تھی۔ اچانک ہی اس نے کچھ محسوس کیا۔ وہ ایک دم سے سیدھی بیٹھ کر سر اٹھا کر فضا میں بو سونگھنے لگی۔ گہری گہری سانس لینے لگی۔ اسے اچانک ہی میری بو کا احساس ہوا تھا اور وہ حیران ہو کر سوچ رہی تھی کہ پیرس میں فرہاد کی بو کیسے آ گئی، کیا وہ یہاں پہنچ گیا ہے۔

میں مسکراتے ہوئے کسٹم چیکنگ کے لیے آگے بڑھ گیا اور وقتاً فوقتاً اس کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ وہ جوئے خانے سے نکل کر کلب کے کاؤنٹر پر آئی تھی اور وہاں سے ٹیلیفون پر کسی سے کہہ رہی تھی۔ "ہیلو، میں مڈنائٹ کلب سے بول رہی ہوں، کیبن نمبر سات میں بیگ اپ کا سامان پہنچا دو۔ میں اپنے حلیے میں ذرا سی تبدیلی کرنا چاہتی ہوں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "مادام، خیریت تو ہے اگر

کسی معلم پر جانا ہو تو حکم دیں۔ ہم آپ کے غلام حاضر ہیں۔"

وہ سختی سے بولی۔ "میں جو کہتی ہوں اُس پر عمل کرو۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اور اس میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں ہے۔"

سونیا سپر ماسٹر کی تنظیم میں شریک ہو چکی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ میں ان تخریب کاروں کا دشمن ہوں اور زندگی کے کسی موڑ پر بھی سپر ماسٹر اور ریڈ پاور جیسی تنظیموں کا شریک ہونا کبھی پسند نہیں کروں گا۔ اس نے ضد میں آ کر اس کی مخالفت مول لینے کے لیے اور مجھ سے ہمیشہ چھٹکارا پانے کے خیال سے ——— یہ راہ اختیار کی تھی کہ متعلق بہت زیادہ سپر ماسٹر کے حوالے کر دیا تھا اور اب اُسے گزار لے گی۔

یہ سوچتے ہی میں وہ سپر ماسٹر کی تنظیم کی بہت ہی سے کہا۔ "غلام تم ابھی پی آئی اے اس تنظیم کا ہر فرد بلا چون و چرا کی فلائیٹ سے اگر لاہور کے لیے ایک سیٹ کے اندر میک اپ ہے تو مرجانہ کے لیے ریزرو کرالو۔"

غلام کریہ ذمہ داری سونپ کر میں وہاں سے چل پڑی تھی۔ ساتھ ہی سیہ بجے تک بنک کے کاموں میں مصروف رہتی تھی۔ وہ سے اکاؤنٹ کھلا ہے تو میں پریس میں پہنچ گیا ہے تو دماغ میں جھانک رہا ہو گا۔ کیا میری حرکتوں کو سمجھ رہا ہو گا یا میں اس کی بوسونگھنے میں کچھ غلطی کر رہی ہوں۔ بہرحال میں دیکھوں گی کہ اگر وہ فریاد ہی ہے تو یہاں مجھ سے چھپ کر کیسے رہتا ہے یا چھپ چھپ کر میرے دماغ میں جھانکنے کے باوجود مجھے کس طرح فریب دے سکتا ہے فی الحال مجھے اپنے اصلی چہرے کو چھپا کر اس کی بو تک پہنچنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ وہ کون ہے اور اس کے بدن سے فریاد کی بو کیسے آ رہی ہے اور وہ فریاد ہے تو اپنے اصلی روپ میں ہے یا میک اپ میں چھپا ہوا ہے۔

سونیا کو میک اپ میں مہارت حاصل تھی مجھے گیسٹم والوں سے نجات حاصل کرنے میں آدھ گھنٹہ لگ گیا۔ اس آدھے گھنٹے میں سونیا نے میک اپ مکمل کر لیا تھا اور اس کے چہرے پر ایسی تبدیلی آ گئی تھی کہ میں اسے سونیا کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ اب وہ کلب سے نکلنے کے بعد اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئی تھی اور کار کے شیشے نیچے کر دیے تھے تاکہ باہر سے ہوا آتی رہے اور میری بو اُسے ملتی رہے اور وہ اس سمت کا تعین کرتی رہے جہاں سے بو آ رہی تھی۔

وہ بو کی سمت کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ یعنی کہ مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے ایئرپورٹ کی طرف چلی آ رہی تھی۔ میں اس وقت تک ایک ٹیکسی میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا اور ڈرائیور سے کہہ دیا تھا کہ وہ مجھے کسی معمولی ہوٹل میں پہنچا دے۔

میری ٹیکسی چل پڑی تھی۔ سونیا شاید کسی اور راستے سے آ رہی تھی اور ٹیکسی کسی اور راستے سے گزر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد تھوڑی دیر بعد میں نے سونیا کو سڑک کے کنارے کار روکتے ہوئے دیکھا۔ اب وہ کار روکنے کے بعد کھڑکی کی طرف باہر منہ کیے سونگھ رہی تھی اور محسوس کر رہی تھی کہ بو کی سمت بدل گئی ہے اور وہ بو ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کر رہی ہے۔

یہ معلوم کرتے ہی اُس نے کار کو دوسری سڑک پر موڑ دیا اور اس طرف جانے لگی جدھر سے میں بھی بیٹھا گزر رہا تھا۔

ٹیکسی ڈرائیور مجھے پہلے جس ہوٹل میں لے کر گیا وہاں کوئی کمرہ خالی نہیں تھا۔ اس لیے مجھے اسی ٹیکسی میں بیٹھ کر آگے جانا پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سونیا جو قریب آ رہی تھی۔ میں پھر اس سے دور ہوتا چلا گیا۔ وہ اس ہوٹل تک پہنچ کر پھر میری بو کو محسوس کر رہی تھی اور سمت کا تعین کرنے کے بعد وہ پھر آگے بڑھ گئی تھی۔ ہم دونوں کے درمیان آنکھ مچولی کا کھیل جاری تھا اور اس دوران میں تین ہوٹلوں سے گزر چکا تھا۔ کہیں بھی کمرہ خالی نہیں ملا تھا۔ آخر ڈرائیور مجھے ایک اور ہوٹل میں لے گیا جس کا نام مونو فائیو اشارا تھا۔ وہاں مجھے ایک کمرہ مل ہی گیا۔ میں نے لفٹ کے ذریعے اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ مونو فائیو اشارا تک پہنچ گئی ہے اور اب وہاں کے کاؤنٹر پر پتہ پوچھ رہی ہے کہ فریاد علی تیمور نام کا کوئی شخص اس ہوٹل میں آیا ہے یا نہیں۔

کاؤنٹر کیپر نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "جی نہیں اس نام کا کوئی شخص یہاں نہیں ہے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے کوئی مسافر یہاں آیا ہے؟"

"جی ہاں یہاں تو مسافر آتے جاتے ہی رہتے ہیں آپ کو کس کی تلاش ہے؟"

وہ بولی۔ "میں وہ نام معلوم کرنا چاہتی ہوں جو ابھی پندرہ منٹ کے اندر اس ہوٹل میں آئے ہوں۔"

کاؤنٹر کیپر نے رجسٹر کھولتے ہوئے کہا۔ "یہاں ابھی

ایک محمود نامی شخص پاکستان سے آیا ہے اور وہ نمبر تیس کی طرف گیا ہوا ہے۔"

سونیا نے زیر لب طارق محمود کا نام بڑبڑایا پھر کاؤنٹر کیپر سے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ آپ ذرا تیس نمبر فون کر کے طارق محمود سے کہیں کہ میں ایک گائیڈ ہوں اُن سے ملنا چاہتی ہوں شاید انھیں یورپ میں میری خدمات کی ضرورت پڑے۔"

کاؤنٹر کیپر نے سونیا کو ذرا انتظار کرنے کے لیے کہا تاکہ تیس نمبر کا مسافر اپنے کمرے میں پہنچ جائے جب وہ اپنے کمرے میں پہنچ گیا تو ذرا دیر بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو!"

دوسری طرف سے کاؤنٹر کیپر کی آواز آئی۔ اُس نے کہا۔ "جناب آپ سے ایک گائیڈ ملنا چاہتی ہے۔ کیا آپ ملنا پسند کریں گے؟"

میں نے کہا۔ "اس گائیڈ کا کوئی نام تو ہو گا۔"

کاؤنٹر کیپر نے پوچھا۔ پھر مجھ سے کہا۔ "گائیڈ کا نام مس کرسٹوفر ہے۔"

میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں خود ہی نیچے لاؤنج ہال میں آ رہا ہوں۔ وہیں مل لوں گا۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ دوسری طرف اُس نے ریسیور رکھتے ہوئے سونیا سے کہا کہ مسٹر طارق یہاں لاؤنج ہال کی طرف آنے والے ہیں۔ آپ سے یہیں ملاقات ہو جائے گی۔

سونیا نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں ڈائننگ ہال میں جا رہی ہوں۔ خود ہی اُن سے ملاقات کر لوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ اس ہال کی طرف جانے لگی۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اس ہال کے کسی گوشے میں بیٹھ کر دروازے کی طرف دیکھتی رہے گی۔ میری بو اُسے بتائے گی کہ میں یہاں داخل ہو چکا ہوں اور کسی ٹیبل کی طرف جا رہا ہوں تاکہ وہاں بیٹھ کر کھانے کا آرڈر دے سکوں۔ وہ آسانی سے مجھے تلاش کرنے کی کوشش کرے گی۔ اگر میں میک اپ میں ہوا تو میری اصلیت اگلوانے میں ذرا دشواری ہو گی مگر وہ مجھے بے نقاب کر کے رہے گی۔

میں سامی کو گود میں لے کر اوپر سے نچلے حصے کی طرف آیا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے پوچھا۔ "مس کرسٹوفر کہاں ہیں؟"

کاؤنٹر کیپر نے کہا۔ "وہ ڈائننگ ہال میں موجود ہیں، خود ہی آپ سے ملاقات کر لیں گی۔ ویسے جناب آپ کے ساتھ یہ ٹیلی ڈائننگ ہال میں نہیں جا سکے گی کیونکہ وہاں کسی جانور کو لے جانے کی ممانعت ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہ بیت ہی سدھایا ہوا جانور ہے اور اس کی ذات سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ ہی کسی چیز کا نقصان ہو گا۔"

"پھر بھی جناب ہوٹل کے کچھ اصول ہیں۔ ہم بڑے مجبور ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ تو میں اس بلی کو تمہارے پاس چھوڑ کر جاتا ہوں۔ اس کے لیے دودھ کا انتظام کر دو۔ یہ بھی اپنا پیٹ بھر لے گی۔"

میں نے سامی کو سلاتے ہوئے کہا۔ "تم یہاں رہو اور اپنا پیٹ بھرو۔ میں اپنا پیٹ بھر کر جلدی واپس آؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں ڈائننگ ہال کی طرف چل پڑا۔ وہاں داخل ہوتے ہی سونیا دھوکہ ہو گئی تھی۔ میں اُس کے دماغ میں جھانک کر اُس کی ایک ایک حرکت کو محسوس کر رہا تھا اور اُس کی طرف سے انجان بھی بنا ہوا تھا۔ میں ایک میز پر جا کر بیٹھ گیا اور مینو اٹھا کر اپنے لیے کھانے کا انتخاب کرنے لگا۔

اچانک ہی مجھے اپنے قریب سونیا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "میرے لیے بھی کھانے کا آرڈر دے دو۔"

میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ میرے سامنے میز کے دوسری طرف کرسی پر بیٹھتے ہوئے طنزیہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔ اس کی مسکراہٹ جیسے چیلنج کر رہی تھی کہ مجھ سے کہاں چھپو گے۔

میں نے اُس کی طرف ذرا حیرانی سے دیکھا۔ پھر اُس سے پوچھا۔ "کیا تمھی مس کرسٹوفر ہو؟"

"تم خوب پہچانتے ہو کہ میں کون ہوں۔ انجان بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم کتنے بڑے ہیرو پیے ہو۔ یہ مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔"

میں نے بیک بیک اپنے اوپر گہری سنجیدگی طاری کر لی۔ پھر کچھ اگر اری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "مادام معاف کیجیے گا۔ ہیرو پیا تو آپ نظر آ رہی ہیں کیونکہ فون پر تو مجھے مس کرسٹوفر کہا گیا ہے۔ مس کا مطلب وہ لڑکی جس کی ابھی شادی نہ ہوئی ہو لیکن آپ کو دیکھ کر تو پتہ چلتا ہے کہ پتہ نہیں آپ نے کتنی شادیاں کی ہیں۔"

وہ آہستگی سے دانت پیسنے کے بعد بولی۔ "شٹ اپ

بکواس مت کرو۔"

"دیکھیے، مادام! میں آپ کو مس نہیں کہوں گا۔ آپ حد سے زیادہ بڑھ رہی ہیں۔ آپ کس بنا پر مجھے بہروپیا کہہ رہی ہیں؟ کیا آپ مجھے پہلے سے جانتی ہیں؟"

اس نے کہا "تمہیں صرف جانتی ہی نہیں، اچھی طرح پہچانتی بھی ہوں۔ اگر تمہیں چھپنا ہی تھا تو صرف چہرہ چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ اپنا لب و لہجہ بھی چھپایا ہوتا۔ تم فرہاد ہو اور تمہاری سب سے بڑی ناکامی یہ ہے کہ تم بات کرتے وقت اپنے لب و لہجے کو چھپا نہیں پا رہے ہو۔"

"یہ میرا پیدائشی لب و لہجہ ہے مجھے چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہ کسی فرہاد کا لہجہ ہے جسے تم جانتی ہو تو مجھے افسوس ہے کہ اس وقت تم زبردست غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ اور میری ذات سے دھوکا کھا رہی ہو۔"

"دیکھو فرہاد، سیدھی طرح خود کو ظاہر کر دو۔ ورنہ میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔"

میں یک بیک اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کرسی پیچھے کی طرف لڑھک گئی۔ پھر میں نے چیخ کر کہا "کیا تم میرا سر توڑ دو گی۔ آخر تم کون ہو۔ کیا یہ سرنیفوں کا ہوٹل نہیں ہے کیا تمہارے جیسی پُرمعاش عورتیں یہاں آکر دھمکیاں دیتی ہیں۔ میں پوچھتا ہوں، تم کون ہو۔ یہاں ایجنٹ کس کے ہاتھ میں ہے۔ میں اس سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہاری جیسی عورتوں کو یہاں داخل ہونے کی اجازت کیسے ملتی ہے؟"

میرے اس طرح اچھلنے، کرسی کے گرنے اور چیخنے کی وجہ سے ڈائننگ ہال میں بیٹھے ہوئے تمام لوگ ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ سونیا ایک دم سے بوکھلا گئی تھی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ میں اس قدر غصے میں آجاؤں گا۔ میری ایکٹنگ اس وقت ایسی ہی تھی کہ اب اُسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ یقیناً وہ دھوکا کھا رہی ہے۔ صرف دو باتیں ایسی تھیں جو اُسے ابھار رہی تھیں۔ ایک تو میرے جسم کی بُو اور دوسرے میرا لب و لہجہ، جسے میں نے تبدیل نہیں کیا تھا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ میں اُسے اُلجھانا چاہتا تھا۔

ڈائننگ ہال کا سپروائزر تیزی سے ہمارے پاس آگیا تھا۔ میں اس وقت کمک تھنے میں بڑبڑاتا جا رہا تھا۔ اس نے آتے ہی مجھ سے خاموش رہنے کی التجا کی۔ سونیا سے کہا "مس یا مادام، تم جو کوئی بھی ہو، مگر کون ہو۔ یہاں کیوں آئی ہو کیا تم انھیں دھمکی دے رہی تھیں؟"

اگر اس وقت کوئی سونیا کی جگہ ہوتی تو بُری طرح بوکھلا جاتی۔ میری حرکت ایسی تھی کہ وہ وہاں سے بدنام ہو کر اور ذلیل ہو کر نکلنے والی تھی لیکن اس کا نام سونیا تھا اور اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہوا تھا۔ شکست تسلیم کرنا جانتی ہی نہیں تھی۔ اس نے فوراً ہی بات بنائی۔ "جی ہاں میرا مس کرسٹوفر ہے۔ میں پرائیویٹ طور پر بیرونی ممالک سے آنے والوں کے متعلق چھان بین کرتی ہوں۔ یہ شخص پاکستان سے آیا ہے اور یہ بہروپیا ہے۔ اگر یہ طارق محمود کے پاسپورٹ پر آیا ہے تو اس نے یقیناً ماسک میک اپ کیا ہوا ہے اور میں اسے اپنے ساتھ لے جا کر اس کا میک اپ اُتارنا چاہتی ہوں اور اپنی حکومت کو بتانا چاہتی ہوں کہ یہ دھوکے سے ہمارے ملک میں آیا ہے۔"

سونیا کو پورا یقین تھا کہ میں میک اپ میں ہوں اور وہ میرا ماسک اُتار دے گی۔ اس کے بعد میں خود ہی لوگوں کے سامنے شرمندہ ہو جاؤں گا اور قانون سے بچنے کی کوشش کروں گا۔ اس کی باتیں سن کر تمام لوگ اب مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے تھے جیسے انھیں شبہ ہو کہ میں کسی بیرونی ملک کا کوئی جاسوس ہوں جو بھیس بدل کر وہاں پہنچا ہوا ہے۔

سونیا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "آپ لوگ آرام سے بیٹھ جائیں۔ میں ابھی یہ ثابت کر دوں گی کہ یہ بہروپیا ہے۔ شرط یہ ہے کہ آپ تمام لوگ اس شخص پر نظر رکھیں کہ یہ یہاں سے اُٹھ کر نہ جا سکے۔ اُسے کھانے کا موقع دیا جائے۔ اس وقت تک میں فون کے ذریعے اپنے محکمے کے لوگوں کو یہاں بُلاتی ہوں۔ وہ اسے یہاں سے لے جائیں گے اور اس کی صلیت اگلوا لیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ ٹیلیفون کرنے کے لیے چلی گئی۔ میں دوسری کرسی پر بیٹھ کر ویٹر کو کھانے کا آرڈر دینے لگا۔ سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تھے لیکن اب بہت سے مرد اور عورتیں پلٹ پلٹ کر میری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں سونیا کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ کاؤنٹر کے پاس پہنچنے کے بعد ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد پیرس کے ماسٹر موس ٹرونی سے رابطہ قائم ہو گیا۔ وہ سپر ماسٹر کی تنظیم کا ماسٹر تھا جو پیرس میں رہتا تھا۔ اس نے سونیا کی آواز سنتے ہی کہا۔ "فرمائیے مادام کیا حکم ہے؟"

سونیا نے کہا "یہاں مجھے ایک شخص پر شبہ ہے بلکہ پورا یقین ہے کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے۔ آپ اپنے چند آدمیوں کو یہاں بھیج دیں تاکہ وہ انٹیلی جنس والے اُسے لے جا کر اس کے چہرے سے میک اپ اُتار دیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کے چہرے پر ماسک میک اپ ہے۔"

موس ٹرونی کی آواز آئی "مادام کا جو حکم۔ ہمیں یہ سُن کر حیرانی ہوئی ہے اور مسرت بھی ہے کہ فرہاد صاحب ہمارے شہر میں تشریف لائے ہیں۔ ہم انھیں خوش آمدید کہیں گے۔"

وہ سختی سے بولی "خوش آمدید کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ فرہاد سے میں نمٹنا چاہتی ہوں۔ آپ لوگ کوئی مداخلت نہیں کریں گے جو کہہ رہی ہوں اس پر عمل کیا جائے۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی میرے پاس آ رہی تھی۔ میں کرسی پر بیٹھ گیا اور مجھے گھورنے لگی۔ اس نے ٹیلیفون پر بڑی خوب صورتی سے موس ٹرونی کو یہ اشارہ دیا تھا کہ انٹیلی جنس والوں کو بھیجا جائے یعنی موس ٹرونی کے آدمی ہی انٹیلی جنس کے آدمی بن کر آنے والے تھے اور مجھے یہاں سے لے جانے والے تھے۔ میں ان باتوں سے انجان بنا رہا۔

تھوڑی دیر بعد میرے سامنے کھانا آگیا۔ میں کھانے میں مصروف ہو گیا۔ سونیا نے میز پر جھکتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ "دیکھو میں اب بھی تمہیں موقع دے رہی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔ مجھے تم سے کوئی ہمدردی تو نہیں ہے لیکن میں تمہیں ایک وارننگ دینے کے بعد نقصان پہنچانا چاہتی ہوں اور وارننگ یہ ہے کہ کل صبح ہونے سے پہلے تم پیرس چھوڑ دو اور جہاں سے آئے ہو اسی ملک میں واپس چلے جاؤ۔ میں یہاں تمہارا وجود برداشت نہیں کر سکتی۔"

میں خاموشی سے کھانے میں یوں مصروف رہا جیسے اس کی باتوں کی کوئی اہمیت نہ ہو۔ وہ چڑ کر بولی "تم خاموش کیوں ہو۔ بولتے کیوں نہیں ہو؟"

"مجھے انٹیلی جنس والوں کا انتظار ہے۔ مجھے جو کچھ بولنا ہوگا انھی کے سامنے بولوں گا اور میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم مجھے کس طرح بہروپیا ثابت کرتی ہو؟"

یہ کہہ کر میں پیرس کے ماسٹر موس ٹرونی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے سونیا کے حکم کی تعمیل تو کی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی یہ سُن کر اُلجھ گیا تھا کہ فرہاد علی تیمور پیرس میں موجود ہے۔ فرہاد کا نام اُن کے لیے عذابِ جان تھا۔ وہ بہت محتاط ہو گیا تھا اور اس نے فوراً ہی سپر ماسٹر تک یہ خبر پہنچانے کا بندوبست کیا تھا کہ اگر پیرس میں فرہاد کی موجودگی کا ثبوت مل جائے تو موس ٹرونی کو کس کی حمایت کرنی چاہیے۔ سونیا کی یا فرہاد کی۔ کیونکہ سونیا فرہاد کے خلاف ہے لیکن سپر ماسٹر کی تنظیم کا کوئی بھی فرد فرہاد کے خلاف نہیں جا سکتا تھا۔ سب کو اپنی جان کا خطرہ تھا۔

تنظیم کے جتنے ماسٹر تھے وہ براہِ راست سپر ماسٹر سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے تھے لیکن وہ جو بھی اطلاعات فراہم کرتے تھے وہ سپر ماسٹر تک پہنچ جاتی تھیں اور انتظامات اتنے جدید تھے کہ منٹوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پیغامات کا تبادلہ ہو جاتا تھا جب تک میں کھانے میں مصروف رہا، اس وقت تک موس ٹرونی کو جواباً یہ حکم ملا تھا کہ اگر فرہاد پیرس میں موجود ہو تو سونیا کو سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ بات نہ بڑھے۔ سپر ماسٹر کو اطلاع پہنچا دی جائے گی... اور اگر یہ چاہے گی کہ فرہاد پیرس میں نہ رہے تو فرہاد کو سمجھا دیا جائے گا اور اس سے رابطہ قائم کر کے اُسے پھر ایک بار دوستی کی پیش کش کی جائے گی اور اس بار ہر ممکن طریقے سے اُسے اپنا دوست بنا لیا جائے گا۔ دوسری طرف سونیا کو بھی ناراض نہ ہونے دیا جائے۔

موس ٹرونی نے یہ حکم سننے کے بعد اپنے آدمی میری طرف روانہ کر دیے تھے۔ اُن میں ایسے لوگ بھی تھے جو میک اپ اُتار کر اصل چہرہ دیکھ سکتے تھے اور اُن کے ساتھ انٹیلی جنس کا کیمرہ بھی تھا۔ وہ کیمرہ ایسا تھا کہ میک اپ کے آر پار اصل چہرے کی تصویر اُتار لیتا تھا۔

سونیا میرے سامنے بیٹھی ہوئی میری ایک ایک حرکت کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہمارے ملک میں کھانے کے دوران کوئی کسی کو اس قدر گھورتا نہیں ہے جتنا کہ تم گھور رہی ہو۔ میں اب بھی تمہیں سمجھاتا ہوں کہ میرا پیچھا چھوڑ دو۔ یہ سراسر پاگل پن ہے کہ کسی شریف مسافر کو اس طرح چھیڑا جائے۔ تم مجھے انٹیلی جنس والوں کے ساتھ یہاں سے لے جا کر خواہ مخواہ پریشان کرو گی اور تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"تم کتنے معصوم بنتے ہو، یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں اور یہ بھی جان گئی ہوں کہ اس وقت تم وہ رہ کر میرے خیالات پڑھ رہے ہو؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا "یہ خیالات پڑھنا کیا ہوتا ہے؟"

وہ ناگواری سے بولی "دیکھو میرے سامنے ایکٹنگ نہ کرو۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم بہت اچھے اداکار ہو جب

اپنے آپ کو چھپاتے ہو تو تمہیں تمہارے اندر سے ڈھونڈ نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن تم نے اپنے لہجے پر قابو نہ پا کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ میں یہ تو سمجھ سکتی تھی کہ تمہارے جسم کی بُو نے مجھے دھوکا دیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ دنیا میں ایک جیسی بُو رکھنے والے دو چار حضرات ہوں اور اُن میں سے تم بھی ہو لیکن لب و لہجہ تو ویسا نہیں ہو سکتا اور باتیں کرنے کا وہ تیکھا انداز جس میں طنز چھپا ہوتا ہے وہ بھی تمہاری گفتگو میں شامل ہے میں کیسے مان لوں کہ تم فرہاد نہیں ہو۔"

"ابھی انٹیلی جینس والے آ کر تمہیں یقین دلا دیں گے کہ میں اپنی پیدائش کے وقت سے طارق محمود ہوں۔"

سونیا کے ماتحت وہاں آ چکے تھے اور ڈائننگ ہال کے باہر میرا انتظار کر رہے تھے کیونکہ کھانے کے دوران مداخلت نہیں کر سکتے تھے۔ یہ آداب اور تہذیب کے خلاف تھا۔ اس لیے وہ باہر بڑی ——— بے چینی سے میرا انتظار کر رہے تھے اور میں نہایت اطمینان سے ایک ایک لقمہ چبا چبا کر کھا رہا تھا۔ کھا۔ نے میں میں نے کافی وقت صرف کیا۔ پھر میں نے کافی منگائی۔ اسی وقت باہر سے سونیا کے ایک ماتحت نے آ کر کہا "جناب! آپ جلدی کھانے سے فارغ ہو جائیں۔ ہمیں اور بھی فرائض انجام دینے ہیں۔"

میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تو آپ کو اپنا فرض ادا کرنا ہے تو باہر انتظار کریں۔ میں کافی پینے کے بعد آؤں گا۔"

وہ یہ کہہ کر چلا گیا کہ ڈائننگ ہال سے باہر آنے کے بعد مجھے اُن کے ساتھ میرے ہوٹل کے کمرہ نمبر ستائیس میں چلنا ہو گا کیونکہ وہ سامان کی تلاشی لیں گے اور میرا پاسپورٹ چیک کریں گے۔

کھانے کے بعد میں نے ایک سگریٹ سلگایا پھر اُس کے کش لگاتا ہوا کھڑکی پر بیٹھ کر کافی کا ایک ایک گھونٹ پینے لگا۔ سونیا سامنے بیٹھی تلملا رہی تھی۔ مجھے غصے سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس نے کہا "میں صبر کر رہی ہوں۔ دیکھنا چاہتی ہوں کہ تم کتنا وقت ضائع کر سکتے ہو اور کب تک خود کو بچا سکتے ہیں۔"

کافی ختم کرنے کے بعد میں نے کھانے کا بل ادا کیا۔ سونیا اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے کہا "ذرا ایک منٹ۔ میں ایک سگریٹ اور سلگا لوں۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولی "تمہارا دماغ بالکل فرہاد کا ہے۔ وہ اسی طرح غصہ دلاتا ہے۔ ابھی میں تمہیں دیکھ لوں گی۔"

وہ کھڑی رہی۔ میں نے اطمینان سے ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر اُس کا ایک کش لگانے کے بعد اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کے بعد وہاں سے چلتا ہوا ڈائننگ ہال سے باہر آ گیا۔ باہر چار مسلح آدمی میرے منتظر تھے۔ وہ سب میرے پیچھے چلنے لگے۔ ہم ایک لفٹ میں آئے۔ پھر اُس کے ذریعے تیسری منزل پر پہنچے۔ اپنے کمرے کے سامنے پہنچ کر دروازہ کھولتے سے پہلے میں نے ایک نوجوان سے کہا "میں اس کمرے میں جانے سے پہلے یہ یقین کرنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگ انٹیلی جینس سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ اپنا شناختی کارڈ دکھائیں۔"

اس نوجوان نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ پھر ایک بیلور باہر نکال کر میری طرف نشانہ لیتے ہوئے بولا "چپ چاپ دروازہ کھول کر اندر چلو۔ ہم تمہیں ایسا شناختی کارڈ دکھائیں گے کہ زندگی بھر یاد رکھو گے۔"

میں ریوالور دیکھ کر سہم گیا۔ سونیا مجھے ہر لمحہ بڑے غور سے اور توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ میرے سہم جانے کا انداز ایسا تھا جیسے میں لڑنے والوں میں سے نہیں ہوں جب کہ فرہاد ریوالور وغیرہ کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ بہرحال میں نے دروازہ کھول دیا۔ ہم سب کمرے میں داخل ہوئے۔ پھر ایک ماتحت نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔

میں نے کمرے کے وسط میں پہنچ کر سہمے ہوئے انداز میں دلیری دکھائی اور کہا "دیکھو میں بزدل نہیں ہوں۔ اگر ہمت ہے تو یہ ریوالور جیب میں رکھ کر مجھ سے مقابلہ کرو۔ میں ایک ایک کی چٹنی بنا کر رکھ دوں گا۔ میں بہت اچھا فائٹر ہوں۔"

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا "یہ تو میں جانتی ہوں کہ تم لاجواب فائٹر ہو۔ میں اس کا بھی تماشا دیکھوں گی کہ تم یہاں چار آدمیوں سے کس طرح لڑتے ہو۔ پہلے میں تمہارا میک اپ تو اُتار لوں۔"

یہ کہہ کر اُس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ دو آدمیوں نے میرے پاس آ کر میرے دونوں بازوؤں کو پکڑ لیا اور زبردستی کرسی پر بٹھا دیا۔ میسلہ آدمی آگے بڑھے اور میرے چہرے کو ٹٹولنے لگا۔ گردن وغیرہ کو دیکھنے لگا کہ جو ماسک میں نے چہرے پر پہنا ہوا ہے۔ وہ کہاں جا کر ختم ہوتا ہے۔ پھر اُس نے سونیا کی طرف دیکھ کر کہا "مادام ماسک نہیں ہے۔ میک اپ بھی نہیں ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ اس کا اصلی چہرہ ہے۔"

سونیا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "میں بے وقوف نہیں بن سکتی۔ یہ شخص اتنا بڑا فراڈ ہے اور ایسا مکار ہے کہ اس کی

بڑی دیر بعد سمجھ میں آتی ہے۔ چلو، اس کی ابھی تصویر اتار کر مجھے دکھاؤ۔"

جس کے ہاتھ میں کیمرہ تھا۔ اس نے سامنے ہو کر میرا ایک اپ لیا۔ پھر باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے بولا "میرے پاس میک اپ اور پرنٹنگ کا سامان ہے۔ میں ابھی تصویر بنا کر لاتا ہوں۔"

اس کے جانے کے بعد سونیا نے کہا "تم نے کوئی بہت ہی جدید ایک اپ کیا ہے جو بظاہر سمجھ میں نہیں آ رہا ہے لیکن ابھی چلا ڈالو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دے گا۔ چلو، اٹھ کر کھڑے ہو۔ میں تمہاری دلیری کو آزمانا چاہتی ہوں۔"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا "پتہ نہیں، تم مجھے اور کتنی طرح آزماؤ گی۔ کیا کیا جتنی بھی آزمائشیں ہیں۔ جلدی انہیں پوری کر کے یہاں سے رفع ہو جاؤ۔"

میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ سونیا کے اشارے پر اس کے تین ساتھی ذرا دور ہو گئے۔ پھر اس نے ایک سے کہا "چلو تم آگے بڑھ کر اس شخص کی ایسی پٹائی کرو کہ یہ بستر سے دو دن تک اٹھ نہ سکے۔"

اس جوان نے میرے مقابل آ کر ذرا پینترے بدلے۔ کراٹے کی دنیا میں سمجھ گیا کہ بہت اچھا فائٹر ہو گا۔ میں اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا تو پتہ چل جاتا کہ وہ کس زاویے سے اوکس انداز میں حملہ کرنے والا ہے لیکن میں سونیا کو شبہ نہیں ہونے دینا چاہتا تھا میں خیال پڑھتے ہوئے لڑ رہا ہوں۔

اس نے اچانک ہی حملہ کیا۔ میں مار کھا گیا۔ دوسری بار وہ حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ اس بار وہ مار کھا گیا۔ پھر ہم دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ کبھی وہ حملہ کرتے ہوئے مجھے پیچھے لے جاتا تھا کبھی میں اس پر تابڑ توڑ حملے کرتا ہوا اسے سونیا کی طرف دھکیل دیتا تھا۔ اس کی پٹائی ہوتے دیکھ کر سونیا نے کہا "میں سمجھ گئی۔ تم ایک کراٹے کے نہیں ہو۔ اب دو تم سے لڑیں گے۔"

اس کا حکم سنتے ہی دوسرا بھی میرے مقابلے پر پہنچ گیا۔ اس نئے حریف کے ہر وار کو روکنا پڑا اور ان کا جواب دینا پڑا۔ لیکن میں دونوں سے لڑ رہا تھا۔ اپنے وہ داؤ پیچ استعمال نہیں کر رہا تھا جن کا ظاہر ہو جاتا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ میں بہت سنبھل سنبھل کر لڑ رہا تھا جیسے میرا اس میدان میں کوئی خاص تجربہ نہ ہو۔ جو چیستی مشق ہے اس لیے میں دو آدمیوں سے لڑنے میں مجبور ہو رہا ہوں۔

پھر سونیا نے لڑائی کو بند کرنے کا حکم دیا۔ میں باز آنے والا تھا جس اس کے دونوں آدمی پیچھے ہٹ کر ہاتھ باندھ کر چوکس کھڑے ہو گئے۔ ایسے میں میں ان پر حملہ نہ کر سکا۔ اسی وقت وہ آدمی گرز بردار باتھ روم سے باہر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک گیلی تصویر تھی۔ اس نے تصویر کو سونیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "مادام اس پر کسی قسم کا میک اپ نہیں ہے۔ اس کا یہ اپنا پیدائشی چہرہ ہے۔ ہم غلطی پر نہیں ہیں۔"

سونیا نے اس تصویر کو اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ پھر بڑی حیرانی سے کبھی مجھے اور کبھی تصویر کو دیکھنے لگی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا یہ میرا اپنا اصلی اور پیدائشی چہرہ ہے۔ کیونکہ ایک تو میرے جسم کی بُو نے اسے فرہاد کی حیثیت سے متعارف کرایا تھا۔ پھر میں نے اپنا وہی لب و لہجہ قائم رکھا تھا۔ تیسرے یہ کہ میری آنکھیں چغلی کھا رہی تھیں کہ اس بدلے ہوئے چہرے پر طارق محمود کے پیچھے فرہاد کی آنکھیں جھانک رہی ہیں لیکن کسی طرح یہ ثابت نہیں ہو رہا تھا کہ ان آنکھوں کے پیچھے فرہاد چھپا ہوا ہے یا یہ آنکھیں فرہاد کی ہیں۔ کوئی ایسا ثبوت نہیں مل رہا تھا اور اس نے ہر طرح کے جتن کر لیے تھے۔ کسی طرح بھی وہ مجھے آمادہ نہ کر سکی کہ میں خود کو فرہاد تسلیم کر لوں۔

میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا "اب کیا ارادہ ہے کیا اب میرے چہرے کو چھیل کر اس آدمی کو دیکھنا چاہتی ہو۔ جس کی تمہیں تلاش ہے۔"

وہ بڑے ہی الجھے ہوئے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے بڑی آہستگی سے اور سنجیدگی سے اپنے آدمیوں کو حکم دیا "تم سب یہاں سے چلے جاؤ۔ اب مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنا تمام سامان یہاں سے لے جاؤ۔"

اس کے آدمیوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ کیمرہ اور ڈیولپنگ کا تمام سامان وہ اپنے ساتھ لے گئے ——— تھوڑی دیر بعد وہ میرے ساتھ کمرے میں تنہا رہ گئی۔ میں نے پوچھا "تم کس لیے یہاں رک گئی ہو۔ کیا اب بھی کچھ باقی رہ گیا ہے؟"

وہ تھکے ہوئے انداز میں ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی۔ "ہاں، میں بہت پریشان ہوں۔ تم نے مجھے الجھا دیا ہے۔ یہ تو ثابت ہو گیا کہ تم فرہاد نہیں ہو۔ میک اپ میں نہیں ہو۔ تمہارا جو چہرہ میرے سامنے ہے وہ ہی تمہارا اصلی چہرہ ہے لیکن میں اس حقیقت کو کیا کہوں کہ تمہاری آنکھیں بالکل ویسی ہی ہیں اور ان میں وہی گہرائی ہے وہی مقناطیسی کشش ہے جو ایک جیسی جاننے والے کی آنکھوں میں ہونی چاہیے۔ تمہارا لب و لہجہ بھی وہی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیسے یقین کر لوں کہ تم فرہاد نہیں ہو۔"

"تمہارے یقین کرنے یا نہ کرنے سے میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں طارق محمود ہوں اور طارق محمود رہوں گا۔ اگر تمہیں فرہاد کی تلاش ہے۔ اگر کسی دشمنی کی بنا پر تم اسے ڈھونڈ نکالنا چاہتی ہو تو خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو میں اور کسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا۔ تمہاری بڑی مہربانی ہو گی۔ اگر تم یہاں سے چلی جاؤ۔"

وہ مجھے ایک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا

دیکھ رہی ہو؟"

وہ گہری سنجیدگی سے بولی "تم طارق محمود میرے سامنے ہو لیکن میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اپنی نگاہوں سے فرہاد کو دیکھ رہی ہوں۔ ایسا لگ رہا ہے کہ میرے سامنے وہی کھڑا ہوا ہے۔"

"میں تمہارے اس خبط کا کیا علاج کرا سکتا ہوں۔ تم میرے لیے اجنبی ہو اور میں تمہیں یہی مشورہ دے سکتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کوئی نفسیاتی کمپلیکس ہے۔ کسی ماہر نفسیات سے رجوع کرو۔"

وہ پھر بڑی آہستگی سے، بڑی نرمی سے بولی "مسٹر طارق کیا آپ میرے ساتھ کچھ دیر رہیں گے؟"

میں نے حیرانی سے کہا "تم کوئی پاگل عورت ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے بدترین دشمن بن کر یہاں آئی تھیں اور اب اچانک دوست بننا چاہ رہی ہو۔ آخر تم کیا ہو۔ یہ سب کیا سلسلہ ہے۔ تم چاہتی کیا ہو؟"

"میں تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتی ہوں۔ جب میرے دل کو پورا اطمینان ہو جائے گا کہ تم وہ نہیں ہو جس کی مجھے تلاش ہے تو پھر میں تمہارا ساتھ چھوڑ دوں گی۔ تمہیں اگر یہ پتہ چل جائے کہ میں کون ہوں اور کتنی اہمیت رکھتی ہوں تو یقیناً تم میری اس پیش کش پر فخر کرو گے۔"

میں نے پوچھا۔ "کون ہو تم۔ ذرا میں بھی تو سنوں۔"

"میرا نام سونیا ہے۔ میں پیرس کی بہت اہم شخصیت ہوں۔ میرے ایک اشارے پر یہاں خونی فسادات برپا ہو سکتے ہیں۔ میرے ایک اشارے پر تمہیں گولی سے اڑایا جا سکتا ہے۔ میں جب چاہوں۔ قانون کی ایسی کی تیسی کر کے رکھ دوں لیکن جہاں مجھے نرمی سے اور محبت سے کام نکالنا ہوتا ہے وہاں میں ایسی ہی باتیں کرتی ہوں جیسی کہ اس وقت تم سے کر رہی ہوں۔ اچھی طرح سوچ لو۔ میری پیش کش کو قبول کر لو۔ یہاں جب تک رہو گے، فائدے میں رہو گے۔ تمہاری جیب پر ایک ڈالر بھی خرچ نہیں ہوگا۔ تم میرے خاص مہمان بن کر جہاں چاہو گے وہاں گھومنے کے لیے کار اور چارٹرڈ طیارہ وغیرہ سب کچھ مل جائیں گے۔"

میں نے شدید حیرانی سے کہا "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم اتنی خطرناک ہو کہ جب چاہو خونی فسادات برپا کر سکتی ہو۔ اتنی دولت مند ہو کہ میرے لیے چارٹرڈ طیاروں کا انتظام کر سکتی ہو اور اتنی مہربان ہو کہ مجھ سے دوستی بھی کر سکتی ہو۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے سامنے آئی پھر اپنا ایک ہاتھ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "آؤ، اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔ میں دوست ہوں اور تمہیں اس بات کا ثبوت دوں گی۔ یہ ہوٹل ابھی، اسی وقت چھوڑ دو اور میرے ساتھ چلو۔ تم میرے مہمان بن کر رہو گے۔ پھر جب یہاں سے جانا چاہو گے، میں تمہیں بڑی شان سے رخصت کروں گی لیکن یہ خواہش پوری کر دو کہ میں کچھ وقت تمہارے ساتھ گزار سکوں اور دیکھنا چاہتی ہوں کہ تم میں اور فرہاد میں کتنی مشابہت مطابقت ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "مادام سونیا، کیا میں تمہیں کوئی اہمی اطلاع دار ہوں؟"

اس نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"یہی کہ تم پہلے دشمن بن کر آئیں۔ اب دوست بنا رہی ہو۔ اس ملک میں اجنبی ہوں تفریح کے لیے آیا ہوں۔ میں تمہاری کسی بھی مزاج بدلنے والی عورت سے کیسے دوستی کر سکتا ہوں۔ نہ بھی کروں تو تھوڑی دیر کے لیے بھی کیسے اعتماد کر سکتا ہوں کہ کوئی اچھی ساتھی ثابت ہوگی اور کسی بھی مقام پر پہنچ کر مجھے دھوکا نہیں دو گی۔"

"دھوکے سے مت ڈرو۔ میرا نام سونیا ہے۔ میں جب چاہوں تمہیں کسی دھوکے کے بغیر یہاں سے اٹھوا سکتی ہوں۔ کسی بھی وقت میں تمہیں پہنچا سکتی ہوں۔ تم انکار کر کے دیکھ لو۔ پھر جو تمہارا حال ہوگا اور پھر جس انداز میں میں تمہارے ساتھ پیش آؤں گی وہ دوستانہ انداز نہیں ہوگا۔ کچھ اور ہوگا۔"

میں نے اس کے سامنے بڑی پریشانی کا اظہار کیا اور کہا "میں سمجھ میں نہیں آتا کہ میں یہاں پیرس پہنچتے ہی کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ تم ایک بلا کی طرح مجھ سے چمٹ گئی ہو۔ میں تم سے پیچھا چھڑاؤں۔ کوئی تدبیر میرے ذہن میں نہیں ہے اور نہ ہی اس اجنبی ملک میں اپنے ذرائع استعمال کر سکتا ہوں۔ ٹھیک ہے میں اس طرح تمہاری پیش کش کو قبول کر سکتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کہیں پر بھی گھومنے پھرنے جا سکتا ہوں۔ تمہارے ساتھ کھا سکتا ہوں۔ لیکن تمہارے ساتھ جا کر کسی کوٹھی یا بنگلے میں نہیں رہ سکتا ہوں۔ میں اسی ہوٹل میں قیام کروں گا۔ ہمارے درمیان ملاقات کا وقت مقرر ہوا کرے گا اور اس وقت کے مطابق ہم ایک دوسرے سے ملتے رہیں گے۔"

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولی "چلو، یہی سہی۔ ابھی میں ساڑھے وقت گزارنا چاہتی ہوں۔ کیا میرے ساتھ ایک کپ کافی پی سکتے ہو؟"

میں نے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا۔ "آدھی رات کو کافی پینا ہے۔ اب اگر میں چائے یا کافی پیوں گا تو رات کو دیر سے نیند آئے گی اور میں وقت پر سونے کا عادی ہوں۔ مجھے آدھے گھنٹے میں سو جانا چاہیے۔ کیوں نہ ہم کل صبح ملاقات کریں۔"

وہ مایوس ہو کر بولی "اچھی بات ہے میں کل صبح صبح تمہارے یہاں تمہیں لینے آؤں گی۔ پھر تمہیں پورا پیرس دکھاؤں گی۔ چلو اب

میں نے فوراً منظور کر لیا۔ وہ میرے پاس سے پلٹ کر دروازے پر گئی۔ پھر اسے کھولتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ بڑے غور سے اور بڑی ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اب بھی اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اس کے سامنے فرہاد کھڑا ہے لیکن حقائق بتا رہے تھے کہ اصل میں نگاہوں کے سامنے طارق محمود ہے۔ وہ مایوس ہو کر باہر چلی گئی۔ میں دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد سونے کے لیے تبدیل کرنے لگا۔ اس دوران میں سونیا کے دماغ میں جھانکتا ہوں ذہنی طور پر بہت زیادہ الجھ گئی تھی۔ اس کا دل کہتا تھا فرہاد ہوں اور اس کا کوئی ثبوت نہیں مل رہا تھا ایٹمی میک اپ نے بھی اس بات کی گواہی دی تھی کہ میں فرہاد نہیں، طارق محمود ہوٹل کے باہر کار میں بیٹھ کر اپنے بنگلے کی طرف روانہ ہوتے وہ اپنے دل کو ٹٹول رہی تھی کہ اگر وہ طارق محمود ہی ہے تو طارق محمود میں دلچسپی کیوں لے رہی ہے۔

یہ بات سمجھ میں آئی کہ فرہاد کی ایک کاربن کاپی مل گئی ہے صورت ایسی نہیں ہے لیکن چال ڈھال، حرکتیں، بات کرنے کا انداز آنکھیں سب کچھ فرہاد جیسی ہیں۔

وہ سمجھ رہی تھی کہ فرہاد سے کترانے کے بعد اس سے ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم کرنے کے بعد اب وہ ایک کھلونا تلاش کر رہی تھی ایسا کھلونا جو فرہاد کی طرح اسے بہلا سکے۔ اس کے خیال کے مطابق طارق محمود میں سب خوبیاں تھیں اور طارق اسکے پاس رہ کر بہلا سکتا تھا اور وہ فرہاد کو بھلا تو چکی تھی۔ ہمیشہ کے لیے بھلا نہیں سکتی لیکن بستر ٹھیک طارق اسے بطور فرہاد حاصل ہو جاتا۔

یہ خیال آیا تو وہ بڑی سنجیدگی سے یہ تدبیر سوچنے لگی کہ طارق کو طرح اپنے زیر اثر رکھا جا سکتا ہے۔ اگر وہ دنیا میں تن تنہا ہے دولت مند ہونے کا مالک ہے۔ جہاں چاہے رہ سکتا ہے تو کیا وہ علاقہ نہ رہ سکتا ہے۔ وہ کس طرح طارق کو پاکستان واپس جانے سے بہلا سکتی ہے کس طرح اسے اپنا محکوم بنا کر اور بظاہر آزاد بنا کر رکھ سکتی ہے تاکہ ایک جو کمی کھٹک رہی ہے، وہ پوری ہو۔ فرہاد کبھی یاد نہ آئے۔

وہ ڈرائیو کرتے وقت اسے بڑی دور کی سوجھ رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ طارق کی چال، گفتگو، آنکھیں اور قد و قامت سب کچھ ملتا جلتا ہے صرف ایک چہرہ ویسا نہیں ہے۔ اگر وہ اس کے چہرے پر بھی ایک میک اپ چڑھا دے اور اسے ہمیشہ فرہاد کے چہرے میں رکھے تو بڑی آسانی سے یہ کمی پوری ہو جائے گی اور پھر اس سے دماغی طور پر رابطہ قائم کرے گا تو وہ اسے اپنے پاس حاضر محسوس کرنے لگے گی اور اس سے کہے گی کہ آؤ آ کر دیکھو میں نے تمہارا کر لیا ہے اور اب مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔

اس کے خیالات پڑھتے ہوئے اچانک میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اگر سونیا کے دماغ میں پلاسٹک سرجری کی بات بٹھا دی جائے کہ وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے مجھے فرہاد بنا سکتی ہے تو اس طرح ایک تو میں اعزازات سے بچ جاؤں گا۔ دوسرے یہ کہ پلاسٹک سرجری کے سلسلے میں جو انتظامات کرنے ہیں اور جس طرح پلاسٹک سرجری کے ماہرین سے ملاقات کرنی ہے، ان سب مصروفیات سے مجھے نجات مل جائے گی۔ سارے انتظامات سونیا کرے گی۔

یہ بات دماغ میں آتے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا "اگر میں طارق کے چہرے پر فرہاد کا میک اپ کیا کروں گی تو اس سے بات نہیں بنے گی۔ میک اپ عارضی ہوتا ہے اور میں عارضی طور پر اس سے سہلتی رہوں گی کسی بھی وقت کسی بھی حادثے کے باعث میک اپ دھل سکتا ہے یا طارق اس میک اپ کو ختم کر سکتا ہے۔ اگر میں پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے مستقل طور پر فرہاد بنا دوں تو کیسا رہے گا؟"

میں نے اس کے دماغ میں یہ سوال پیدا کر دیا تو اب وہ اسی کے متعلق سوچنے لگی کہ اگر طارق محمود نے دیکھا کہ اس کی شخصیت بدل گئی ہے، چہرہ بدل گیا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کا مزاج بھی بدل جائے اور وہ راضی خوشی میرے ساتھ رہنے کے لیے تیار رہو جائے۔ اس طرح مجھے ایک مستقل کھلونا مل جائے گا اور میں اسے اپنا غلام بنا کر رکھوں گی۔ جو سلوک میں فرہاد سے نہ کر سکی وہ حاکمانہ رویہ اس کے ساتھ اختیار کروں گی۔

میں نے اسے خوش فہمی میں مبتلا کر کے چھوڑ دیا۔ تاکہ وہ صبح تک پلاسٹک سرجری کے متعلق کسی نتیجے تک پہنچ جائے۔ پھر میں نے بستر پر آرام سے لیٹ کر مراقبہ سے رابطہ قائم کیا۔ وہ میرا ہی انتظار کر رہی تھی۔ اس وقت پاکستانی وقت کے مطابق رات کے سوا تین بجے تھے اور وہ بے چینی اور اضطراب کے باعث سو نہیں سکی تھی۔ رہ رہ کر میری ہی یاد اسے آتی تھی اور اسے جاگنے پر مجبور کرتی تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔ شکایت کرنے لگی کہ میں اتنی دیر تک کہاں غیر حاضر رہا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ میرے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے اور یہاں آتے ہی سونیا نے مجھے الجھایا تھا۔ بڑی مشکلوں سے اس سے نجات حاصل کی ہے اور اب آرام سے بستر پر لیٹ گیا ہوں۔ ویسے یہاں زیادہ رات نہیں گزری ہے لیکن اسے تو وہاں سو جانا چاہیے کیونکہ تھوڑی دیر بعد صبح ہو جائے گی۔

وہ بولی "میں کیا کروں۔ میں نے توبہ کی کوششیں کیں لیکن مجھے نیند نہیں آئی۔"

میں نے کہا "چلو اب بہت ہو چکا۔ اب آرام سے لیٹ کر آنکھیں

بند کر لو میں تمہیں سُلا دیتا ہوں۔ صبح کم از کم پانچ گھنٹے تک سوتی رہنا۔ پھر میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

اس نے آرام سے لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں میں اسے خیال خوانی کی لوریاں دینے لگا۔ اور اپنی سوچ کے ذریعے تھپک تھپک کر اسے سلانے لگا۔ وہ جلد ہی گہری نیند سو گئی ـــــ میری ہدایات کے مطابق اب اُسے دن کے دس بجے تک سوتے رہنا تھا۔

اس کے بعد میں نے می اور رسوتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہاں صبح ہونے والی تھی اور وہ دونوں بیدار ہو گئی تھیں۔ میں نے تھوڑی دیر تک اُن سے فرداً فرداً گفتگو کی پھر انہیں بتایا کہ یہاں کافی رات ہو چکی ہے اور میں سونے جا رہا ہوں۔ اُن سے اجازت لے کر میں نے اپنے دماغ کو حسبِ معمول ہدایات دیں، اس کے بعد سو گیا۔

صبح چھ بجے میری آنکھ کھلی۔ اس وقت پاکستان میں اس بجے تھے لہٰذا مرجانہ بھی ٹھیک اسی وقت بیدار ہوئی۔ میں نے اسے کہا۔ "ہیلو میں بھی بیدار ہوا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میری بھی آنکھ ابھی کھلی ہے۔"

"میں نے یہی وقت مقرر کیا تھا کہ ہم دونوں ایک ساتھ بیدار ہو سکیں پھر صبح اس وقت ہم کچھ باتیں کر سکیں۔ اب میں یہاں پیرس پہنچ گیا ہوں تو سب سے پہلے تمہاری امّی کے پاس جا کر ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس اُن کا پتہ محفوظ ہے اور میں دو گھنٹے بعد یہاں سے نکلوں گا۔ تمہیں کوئی پیغام دینا ہو تو بتاؤ۔"

وہ بولی۔ "آہ! تم میری امّی کے پاس جا رہے ہو یہ میری خوش نصیبی ہوتی کہ میں ان سے ملاقات کرتی لیکن تم مجھ سے الگ نہیں ہو۔ میں سمجھتی ہوں کہ میری آدھی ملاقات ہو جائے گی۔ امّی سے کہنا کہ میں اُن سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہوں میرے بارے میں ایک ایک بات پوری تفصیل سے انہیں سُنا دینا اور انہیں بتا دینا کہ انہیں ایک بیٹے کی آرزو تھی جو دشمنوں سے انتقام لے سکے تو مرجانہ بیٹا بن کر ہی زندگی گزار رہی ہے اور اُن کے دشمنوں سے گن گن کر بدلے لے گی۔ اور اُن کی آنکھوں کے سامنے انہیں انجام تک پہنچا لے گی۔"

"تم اطمینان رکھو میں تمہاری داستانِ حیات پوری تفصیل سے انہیں سُناؤں گا۔ وہ بہت خوش ہوں گی بشرطیکہ وہ مجھ پر یقین کر لیں کہ میں دشمنوں میں سے نہیں ہوں ان کے سامنے کسی فرضی بیٹی کو پیش نہیں کر رہا ہوں۔"

"فرہاد! تمہارے لیے کوئی مشکل نہیں ہے کہ تم انہیں یقین دلا سکو۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کس دن کام آئے گی تم انہیں ذہنی طور پر قائل کر سکتے ہو۔"

"ہاں، میں یہی کروں گا۔"

"اچھا انکل کہہ رہے تھے کہ صبح وہ آدمی آنے والا ہے جو میری طرف سے ہندوستان جائے گا اور وہاں کبیر بیدی اور رگھو سے ملاقات کرے گا۔ تو میں ابھی معلوم کرتی ہوں کہ وہ شخص کب آئے گا۔ تم وقتاً فوقتاً میرے دماغ میں جھانکتے رہنا۔ کس طرح تم اس آدمی کے دماغ تک پہنچ جاؤ گے۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں ٹھیک ہے، تم اب جاؤ میں وقفے وقفے سے تمہارے دماغ میں پہنچتا رہوں گا۔ اور معلومات حاصل کرتا رہوں گا۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر باتھ رُوم میں گئی۔ میں بھی باتھ روم میں چلا گیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر کمرے میں آیا۔ بس تبدیل کرنے لگا، اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو ہوٹل والوں کی طرف سے اطلاع دی گئی کہ سونیا مجھ سے ملنا چاہتی ہے۔ میں نے اُن سے کہا۔ "اچھی بات ہے میں نیچے آ رہا ہوں سونیا کو انتظار کرنے کے لیے کہا جائے۔"

ادھر مرجانہ اس شخص سے ڈرائنگ رُوم میں بیٹھی باتیں کر رہی تھی جو ہندوستان جانے والا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر چپکے سے کہا۔ "میں آ گیا ہوں اور اس شخص کی باتیں سن رہا ہوں۔ اطمینان رکھو اب میں اس کے ساتھ دماغی طور پر ہندوستان پہنچ جاؤں گا۔"

مرجانہ وہاں سے اُٹھ کر اپنی خوابگاہ کی طرف جاتے ہوئے بولی۔ "اب کیا ارادہ ہے کیا میری امّی سے ملنے جا رہے ہو؟"

"ہاں وہاں ہوٹل کے ویٹنگ روم میں سونیا میری منتظر ہے میں اسی کے ساتھ جاؤں گا۔"

اس نے کہا۔ "دیکھو، سونیا سے دوستی بڑھ رہی ہے۔ وہ صبح ہی صبح تمہارے پاس پہنچ گئی ہے۔"

"اسے میرے پاس پہنچنے دو۔ دوستی بڑھے گی کیونکہ اس نے میری مرضی میرے مزاج اور میرے اصول کے خلاف سپریم ٹرسٹ کی تنظیم میں شرکت کی ہے اور وہاں کی ایک اہم رکن بن گئی ہے۔ میرا اس کا ساتھ ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ تم اطمینان رکھو۔ یہاں پیرس میں جب تک تم نہیں آؤ گی اس وقت تک میں اس کے ساتھ یہ شہر دیکھتا رہوں گا۔ یہاں اس کی وجہ سے بہت سی سہولتیں حاصل ہوں گی مثلاً یہی کہ میں تمہاری امّی کا ایڈریس بتاؤں گا تو وہ سیدھا مجھے وہاں پہنچا دے گی ـــــ مجھے وہ جگہ زیادہ تلاش نہیں کرنا پڑے گی۔ اچھا، میں چلوں۔"

وہ بولی۔ "ذرا ٹھہرو۔ میں ایک بات کہنا چاہتی ہوں، دیکھو فرہاد! ہر انسان میں خامیوں کے ساتھ خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ سونیا میں یقیناً خوبیاں ہوں گی جو تمہیں اچھی لگتی ہوں گی۔"

"میں تمہارے خیالات سمجھ رہا ہوں۔ تمہیں اس بات کا شبہ ہے کہ میں شاید سونیا کی طرف مائل ہو جاؤں گا۔ دیکھو، سونیا میں بہت ساری خوبیاں ہیں۔ آج اگر وہ میری دشمن بن گئی ہے اور میری مخالفت میں، میری ضد میں، میرے ہی دشمنوں کے ساتھ مل کر کام کرنے لگی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اس کی خوبیاں بھلا دوں یا ان کا ذکر نہ کروں۔ ایسی بات نہیں ہے لیکن میں تم سے ابھی کہہ چکا ہوں کہ چونکہ اب وہ میرے خلاف جا رہی ہے اس لیے میری اور اس کی دوستی پائیدار کبھی نہیں ہو گی، تم اطمینان رکھو۔ میں پھر لنچ کے وقت تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں مرجانہ سے رخصت ہو کر سونیا کے پاس آ گیا۔ وہ بولی۔ "تم ایشیائی باشندے وقت کے پابند نہیں ہوتے۔ میں یہاں کتنی دیر سے انتظار کر رہی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "تمہاری طرح اگر میں بھی ضرورت مند ہوتا تو صحیح وقت پر صحیح مقام پر پہنچ جاتا۔ تم ضرورت مند ہو، مجھ سے ملنا چاہتی ہو اس لیے وقت پر آ گئیں۔ میں ایک شریف آدمی ہوں، رات بھر تمہارے متعلق سوچتا رہا ہوں کہ تم نے ایک پردیسی سے کیسا رویہ اختیار کیا تھا اور یہاں اس اجنبی دیس میں مجھے بہت سنبھل سنبھل کر قدم اٹھانا چاہیے۔ طرح طرح کے وسوسے اور اندیشے میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ ایسی حالت میں، میں دیر سے سویا اور اب دیر سے اٹھا ہوں۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے پارکنگ ایریا میں آ گئے۔ وہاں سونیا نے میرے لیے کار کا دروازہ کھولا۔ میں اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "مجھے ایک بوڑھی خاتون سے ملاقات کرنا ہے۔ میرے پاس ان کا پتہ موجود ہے۔ کیا تم مجھے ابھی وہاں پہنچا سکتی ہو؟"

وہ دوسری طرف سے گھوم کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی پھر کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولی۔ "ٹھیک ہے۔ میں وہاں لے چلتی ہوں۔ تمہارے متعلق میں پچھلی رات معلومات حاصل نہ کر سکی کہ تم کون ہو، کیا کرتے ہو اور یہاں کس لیے آئے ہو؟"

میں نے اسے مرجانہ کی والدہ سائرہ بانو کا ایڈریس بتانے کے بعد اپنے بارے میں بتایا کہ میں طارق محمود ہوں۔ میری ایک بیوی ہے جس کا نام شہناز ہے لیکن وہ میرے ساتھ زندگی گزارنا نہیں چاہتی۔ اس لیے میں اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر یہاں چلا آیا ہوں۔

سونیا نے پوچھا۔ "کیا کوئی اور گرل فرینڈ ہے؟"

"ہاں، ایک لڑکی ہے جس کا نام مرجانہ ہے۔ وہ بہترین فائٹر ہے اور فولادی جسم رکھتی ہے۔ اس کے سامنے بڑے بڑے شہ زور پانی بھرنے لگتے ہیں۔"

وہ بولی۔ "اس کی ایسی تعریفیں نہ کرو کہ میرے دل میں اس سے ملنے کی خواہش پیدا ہو جائے۔ میں ایسی لڑکیوں کی قدر کرتی ہوں۔ کاش وہ ہیرس میں ہوتی تو میں اس سے ضرور ملاقات کرتی۔"

"وہ اس وقت پاکستان میں ہے لیکن میرے اندازے کے مطابق دو چار روز میں پیرس آئے گی اور اپنی والدہ سے ملاقات کرے گی۔ میں تمہیں اس سے ضرور ملاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے مگر بات تمہاری ہو رہی تھی۔ کیا تمہارا کوئی اور اس دنیا میں نہیں ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں۔ اور میرا کوئی بھی نہیں ہے۔"

"پاکستان میں تمہاری آمدنی کا ذریعہ کیا ہے؟"

"وہاں میں دولت مندوں سے غنڈہ ٹیکس وصول کرتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "اس کا مطلب ہے کہ تم اپنی ہی لائن کے آدمی ہو۔ میں ایک مشورہ دیتی ہوں، اگر تم اس پر عمل کرو گے تو بے تاج کے بادشاہ بن کر عیش کرو گے۔"

میں نے کہا۔ "سونیا! سچ پوچھو تو میں اسی لیے پاکستان سے باہر نکلا ہوں کہ کسی ملک میں اپنے لیے زیادہ سے زیادہ آمدنی کے ذرائع پیدا کروں۔ خواہ وہ کتنے ہی ناجائز کیوں نہ ہوں۔ میں دولت کمانا چاہتا ہوں اگر ایسا کوئی مشورہ دو تو میں اس پر ضرور عمل کروں گا۔"

"بس تو یوں سمجھو کہ تم صحیح مقام پر پہنچ گئے ہو۔ میں تمہیں دولت کمانے کے مواقع فراہم کروں گی۔ شرط یہ ہے کہ تمہیں میرا ماتحت بن کر رہنا ہو گا جیسا کہ پچھلی رات تم نے دوسرے ماتحتوں کو دیکھا تھا۔"

"مجھے منظور ہے۔ کیا مجھے یہاں کی شہریت مل جائے گی؟"

"اس کی پروانہ کرو۔ میں دنیا کے جس حصے میں جایا کروں گی۔ تم وہاں میرے ساتھ رہو گے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "پھر تو مزے آ جائیں گے۔"

"ہاں، جب خطرات کا سامنا ہو گا تب تمہیں پتہ چلے گا کہ کتنے مزے آتے ہیں۔ میں بہت ہی پُرخطر زندگی گزارتی ہوں۔ جب دیکھو گے تو میرا خیال ہے کہ شروع میں یقیناً گھبراؤ گے۔"

"شاید تمہیں نہیں معلوم کہ میں کتنے خطرات سے گزر چکا ہوں۔ میں کوئی بزدل آدمی نہیں ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میں ایسا ہوتا تو مجھے کبھی تمہیں اپنے ساتھ رکھنے کا ارادہ بھی نہ کرتیں۔"

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میری رپورٹنگ کے مطابق تم بہت کام کے آدمی ہو لیکن تمہیں یہاں رہنے کے لیے یا کہیں بھی میرے ساتھ جانے کے لیے اپنی صورت بدلنی ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے میک اپ کرنا آتا ہے۔ میں کتنے ہی روپ بدل سکتا ہوں۔"

"تم نہیں سمجھے۔ میک اَپ تو عارضی ہوتا ہے لیکن بعض ممالک میں بڑی زبردست تفتیش ہوتی ہے اور ایسے ایسے طریقے سے میک اَپ اتارا جاتا ہے کہ وہاں ماسک میک اَپ بھی کام نہیں آتا۔ میں چاہتی ہوں کہ مستقل طور پر تمھارے چہرے کو بدل دیا جائے۔ مجھے جس شخص کی تلاش ہے، اسی شخص کا چہرہ میں تمھارے چہرے پر دیکھنا چاہتی ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم مجھے فرہاد بنانا چاہتی ہو؟"

"ہاں میں تمھیں فرہاد علی تیمور بنا کر اپنے ساتھ رکھوں گی۔ ریڈ پاور ہماری مخالف تنظیم ہے۔ جب وہ تمھیں فرہاد کے روپ میں دیکھے گی تو ان کے چھکے چھوٹ جائیں گے اور وہ ہر ممکن طریقے سے ہمارے ساتھ یہ سودا کرنے کی کوشش کریں گے کہ ہم ان کے ساتھ ہو جائیں اور میں اسی بہانے ان کے خاص لوگوں تک پہنچنا چاہوں گی اور مجھے یقین ہے کہ میں ان کے بہت سے رازوں اور بہت سے اہم لوگوں تک پہنچ جاؤں گی بس تمھارا چہرہ تبدیل کرنے کی دیر ہے۔"

میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو میرا پیدائشی چہرہ ہے اسے میں ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہ سب کچھ پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہو گا۔"

"پھر تو میں کبھی اپنا چہرہ واپس نہیں پا سکوں گا۔"

"ہاں۔ اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔ تم فرہاد علی تیمور جیسی مشہور شخصیت کے روپ میں رہو گے اور ہر جگہ تمھاری قدر ہو گی تو تمھیں طارق محمود کے گمنام چہرے سے کیا لینا ہے؟"

وہ مجھے طرح طرح سے اس بات پر آمادہ کرنا چاہتی تھی کہ میں پلاسٹک سرجری کے لیے تیار ہو جاؤں۔ میں نے اپنی الجھنوں کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے جو مجھے اس مسئلے میں الجھا کر رکھ دیا ہے۔ میں اچھی طرح سوچ کر تمھیں جواب دوں گا؟"

وہ بولی۔ "ہاں، ابھی سوچنے کے لیے کافی وقت ہے۔ پلاسٹک سرجری کے لیے ابتدائی مراحل سے گزرنے کے دوران تم سوچتے رہو۔ اگر تم انکار کر دو گے تو یہ معاملہ ختم کر دیا جائے گا اور نہ پلاسٹک سرجری کے آخری مرحلے سے بھی گزر جاؤ گے۔ آج میں تمھیں چہرے کا ایکسرے کرنے کے لیے لے جاؤں گی۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ تمھارے چہرے کی ہڈیوں کی ساخت کو دیکھا جائے گا۔ اس کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ تم پر فرہاد علی تیمور کا چہرہ بنایا جا سکتا ہے یا نہیں۔"

ہم ایسے علاقے میں پہنچ گئے جہاں پرانے طرز کی رہائشی عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ انھی میں ایک عمارت سائرہ بانو کی ملکیت تھی۔ سونیا نے اس عمارت کے گیٹ کے سامنے کار لے جا کر کھڑی کر دی۔ دربان نے آگے بڑھ کر پوچھا کہ ہم کس سے ملنا چاہتے ہیں؟

میں نے اُسے مرجانہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ میں سائرہ بانو سے ملنا چاہتا ہوں اور ان کی بیٹی کا پیغام پہنچانے آیا ہوں۔

دربان نے کہا۔ "صاحب! وہ تو ابھی ابھی ایئرپورٹ گئی ہیں۔ آج وہ اپنے رشتے داروں سے ملنے پاکستان جا رہی ہیں۔"

یہ بات سن کر میں چونک گیا۔ میں نے پوچھا۔ "پلین کس وقت یہاں سے روانہ ہو گا؟"

"پتہ نہیں صاحب! میں ابھی فون کے ذریعے معلوم کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ گیٹ کے پاس بنے ہوئے کیبن میں گیا اور وہاں سے ریسیور اٹھا کر کوئی نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھ رہا تھا۔ وہ ایئرپورٹ کی انکوائری آفس سے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ معلوم یہ ہوا کہ وہ طیارہ ابھی ابھی روانہ ہوا ہے اور شام تک پاکستان پہنچ جائے گا۔ اس فلائٹ کا نمبر بھی مجھے معلوم ہو گیا۔ وہ دربان ریسیور رکھ کر میرے قریب آیا اور اس نے وہی معلومات فراہم کیں۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر سونیا نے کار واپس موڑ لی۔ خدا آگے جا کر اس نے پوچھا۔ "کیا یہاں اور بھی کوئی تمھارا رشتے دار والا ہے؟"

"نہیں۔ اور کوئی نہیں ہے۔ اب تم مجھے جہاں چاہو لے جا سکتی ہو۔"

ایسا کہتے ہوئے میں نے اپنا ایک ہاتھ اس کے شانے پر رکھ دیا۔ وہ ذرا ناراضگی سے بولی۔ "یہ کیا حرکت ہے۔ اپنا ہاتھ ہٹا لو۔ تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔"

"میں اگر تمھیں غلط سمجھ رہا ہوں تو پھر میرا تمھارا ساتھ نہیں ہو گا کیونکہ میں حسین عورتوں کے ساتھ اسی طرح وقت گزارنا پسند کرتا ہوں۔ تم کافی دلکش ہو۔"

"پہلے ہاتھ ہٹاؤ۔ پھر باتیں کرو۔"

میں نے اس کے شانے پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔ وہ بولی۔ "آئندہ کبھی میری طرف اس خیال سے نہ بڑھنا۔ ورنہ تمھیں پچھتانے کا بھی موقع نہیں دوں گی۔ میں ایسی باتیں پسند نہیں کرتی ہوں۔ رہ گیا یہ کہ تم ایسی باتوں کے عادی ہو تو میرے ساتھ رہو گے تو میں تمھارے لیے ایک سے ایک حسین لڑکی فراہم کر دوں گی۔ تمھیں کسی بات کی کمی نہیں ہو گی۔"

میں نے کہا۔ "کوئی حسین لڑکی پسند آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ ابھی تو تم مجھے پسند ہو، اپنی بات کرو۔"

"میں تمھیں کہہ چکی ہوں کہ میرا خیال دل سے نکال دو اور ایسی باتیں مجھ سے نہ کرو، ورنہ میری دوستی دشمنی میں بدل جائے گی۔"

میں نے اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا۔ "تو پھر یہی سہی۔ میں دشمن بن کر بھی تمھیں پسند کرتا رہوں گا۔ تم نے مجھے پلاسٹک سرجری کے متعلق غور کرنے کا وقت دیا ہے۔ میں بھی تمھیں وقت دے رہا ہوں۔ اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے والا معاملہ ہے۔ میں تمھاری بات مان کر پلاسٹک سرجری کے لیے راضی ہو جاؤں گا تم میرے ساتھ رشتہ

جوڑنے کے لیے راضی ہو جاؤ۔ میں بھی تمھیں وقت دے رہا ہوں۔"

یہ میں جانتا تھا کہ وہ طارق محمود کی شخصیت کے آگے کبھی نہیں جھکے گی اور نہ ہی کسی طور اسے پسند کرے گی لیکن میں اُسے الجھانا چاہتا تھا۔ پلاسٹک سرجری خود میری ضرورت تھی لیکن میں سمجھ چکا تھا کہ اسکی بھی ضرورت ہے اور وہ مجھے فرہاد بنا کر اپنے پاس ایک کھلونے کی طرح رکھنا چاہتی ہے۔ اس لیے میں شرط پیش کر کے اسے الجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ چپ ہو گئی تھی لیکن میں اس کی ذہنی کیفیت کو سمجھ رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر اپنے غصے کو برداشت کر رہی تھی۔ کوئی مرد اس سے اس انداز میں باتیں کرے، وہ برداشت نہیں کرتی تھی، اسی وقت اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ دیتی تھی لیکن میرے ساتھ معاملہ کچھ اور تھا۔ وہ مجھ سے ذرا نرمی سے پیش آ کر اپنا مقصد پورا کرنا چاہتی تھی اور اب یہ سوچ رہی تھی کہ اگر میری یہی شرط ہے تو پھر جبراً پلاسٹک سرجری کے لیے راضی کرے گی اور اس کے لیے مجھے اپنا قیدی بنا کر رکھے گی۔

میں نے اسے خیالات میں غرق دیکھا تو مرجانہ سے رابطہ قائم کر لیا۔ وہ بولی۔ "تم بے وقت کیسے آ گئے؟ لنچ کے وقت ملاقات کرنے والے تھے۔ کیا تم بھی میرے ہی بارے میں سوچتے رہتے ہو؟ مجھے ہی یاد کرتے رہتے ہو؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ رہ رہ کر تم یاد آتی رہتی ہو۔ کبھی کبھی یہاں پیرس کی رنگینیوں میں گم ہو جاتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ تم ہوتیں تو کتنا اچھا ہوتا۔ بہرحال میں تمھیں ایک خوش خبری سنانے آیا ہوں اور وہ یہ کہ تمھاری امی شام تک پنڈی پہنچنے والی ہیں۔"

وہ کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک دم سے سیدھی ہو کر بے یقینی سے بولی۔ "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"بالکل سچ۔ میں ان سے ملنے کے لیے ان کی رہائش گاہ پر گیا تھا تو دربان نے بتایا کہ وہ ابھی کی فلائٹ سے پاکستان گئی ہیں اور میں تمھیں نمبر بتا رہا ہوں۔ تم وہاں انکوائری کرو کہ یہ فلائٹ کب پہنچے گی۔ اندازہ ہے کہ شام تک تم اپنی امی سے مل سکو گی۔"

وہ خوشی سے کھل رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "امی اچانک کیوں آ رہی ہیں۔ کیا تم نے معلوم کیا ہے؟"

"مجھے دربان نے بتایا تھا۔ وہ ٹیلیفون کے ذریعے ایئرپورٹ انکوائری آفس سے باتیں کر رہا تھا تو میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ اگر تمھاری امی اپنی روانگی کی وجہ بتاتیں تو میں اس دربان کے دماغ کو کرید کر وجہ معلوم کر لیتا۔ اب چونکہ میں نے تمھاری امی کو دیکھا نہیں ہے، ان کی باتیں نہیں سنی ہیں، اس لیے میں ان کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ مجھے پتہ نہیں کہ وہ اچانک پنڈی کیوں جا رہی ہیں۔ اب تو تھوڑی دیر کی بات ہے۔ شام تک تمھیں خود معلوم ہو جائے گا۔"

"اوہ فرہاد! تم کتنے اچھے ہو۔ کتنے باکمال ہو۔ تم نے مجھے بہت بڑی خوش خبری سنائی ہے اور یہ ٹیلی پیتھی نہ ہوتی تو آن کی آن میں یہ اطلاع مجھ تک کیسے پہنچتی کہ میں شام تک اپنی امی سے ملنے والی ہوں۔"

اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ میں اسے بیس برس کی بچھڑی ہوئی تمام مسرتیں دے کر واپس آ گیا تھا۔ سونیا کا ڈرائیو کر رہی تھی اور اب وہ اپنے خیالات سے چونک گئی تھی۔ پھر کن انکھیوں سے میری طرف دیکھ کر بولی۔ "سوری۔ میں تمھاری باتوں میں الجھ گئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ تمھاری شرط کو میں قبول کر سکتی ہوں یا نہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "ہاں۔ دنیا میں یہی تو ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کی ضرورت پوری کر کے ہی لوگ زندہ رہتے ہیں۔ تم میری ضرورت پوری کرو، میں تمھاری ضرورت کے مطابق پلاسٹک سرجری کرا لوں گا۔"

"تم بڑی تیزی سے بولتے ہو اور بڑی تیزی سے خود ہی فیصلہ کر لیتے ہو۔ میں نے ابھی یہ نہیں سوچا کہ میں تمھاری بات کس حد تک مان سکتی ہوں۔ بہرحال آج رات تک سوچ کر جواب دوں گی۔ اب یہ شہر دیکھو۔ میں تمھیں ساری جگہیں بتاتی ہوئی چل رہی ہوں۔"

وہ ایک گائڈ کی طرح بتاتے ہوئے چل رہی تھی کہ ہم کہاں سے گزر رہے ہیں۔ کون سی عمارت ہے، کون سی سڑک کا کیا نام ہے۔ میں سن رہا تھا لیکن رہ رہ کر اس کے دماغ کو بھی ٹٹول رہا تھا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ رات تک اگر میں اپنی شرط سے باز نہ آیا تو وہ مجھے قید کر لے گی اور اس وقت تک نہیں چھوڑے گی جب تک پلاسٹک سرجری کے ذریعے میرا چہرہ نہیں بدل جائے گا۔ پھر وہ مجھے کسی قتل وغیرہ کے جرم میں ملوث کرے گی اور باقاعدہ میری تصویریں اتارے گی جو کے ذریعے مجھے بلیک میل کیا جائے گا کہ اگر میں نے اس کے حکم کی تعمیل نہیں کی تو مجھے قانون کے حوالے کر دیا جائے گا اور پھر مجھے الیکٹرک چیئر پر بیٹھنا ہو گا یا پھانسی کے تختے پر چڑھنا ہو گا۔

وہ ایسی بہت سی تصویریں سوچ رہی تھی۔ ہر تدبیر کا مقصد یہی تھا کہ وہ مجھے اپنی مٹھی میں رکھے۔ اس نے اس سلسلے میں موس ٹرونی سے کہہ دیا تھا کہ اسے فرہاد کی ایک کار ہی کافی مل گئی ہے۔ صرف چہرے کی کمی ہے۔ اسے پلاسٹک سرجری کے ذریعے پورا کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا پلاسٹک سرجری کا جلد از جلد انتظام کیا جائے۔ موس ٹرونی نے مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی، جس پر سونیا نے وعدہ کیا تھا کہ لنچ کے وقت وہ مجھے موس ٹرونی کے پاس لے جائے گی اور ہمارا تعارف کرائے گی۔ پھر ماسٹر موس ٹرونی خود ہی دیکھے گا کہ میں فرہاد سے کتنی مشابہت رکھتا ہوں۔

سونیا پیرس کی سیر کراتے ہوئے مجھے وہاں کے ایک بہت بڑے سرجن کے پاس لے گئی جو پلاسٹک سرجری میں بہت زیادہ شہرت کا مالک تھا۔ وہاں کیا بے ملاقات کا وقت پہلے ہی مقرر کرا لیا گیا تھا۔ میں سونیا کے ساتھ ویٹنگ روم میں بیٹھا تھا کہ اچانک میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ اتنے بڑے اور تجربے کار ڈاکٹر سے یہ بات چھپی نہیں رہے گی کہ میرے چہرے پر ایک بار پلاسٹک سرجری

ہو چکی ہے۔

میں ایک دم سے پریشان ہو گیا۔ سوچنے لگا کہ کس طرح سونیا سے کوئی بہانہ کر کے وہاں سے واپس چلا جاؤں۔ اگر ڈاکٹر کا سامنا ہوا اور اس نے میرے چہرے کا معائنہ کیا تو ہو سکتا ہے کہ چہرے کو چھو کر یاد یکھ کر وہ معلوم کر لے کہ میرا چہرہ اصلی نہیں ہے۔ یا پھر اُسے ایکسرے کے ذریعے معلوم ہو جاتے اور نہ معلوم ہو سکا تو یہ ہو سکتا ہے کہ سرجری کے مراحل سے گزرتے ہوئے وہ پہچان لے کسی نہ کسی طور میرا راز کھلنے والا تھا اور اس سے بچنے کا یہی طریقہ تھا کہ اسی وقت وہاں سے واپس چلا جاؤں، سونیا سے کوئی بہانہ کر دوں لیکن مصیبت یہ تھی کہ اس وقت کوئی بہانہ بھی نہیں سوجھ رہا تھا۔

ویٹنگ روم میں اور بھی کئی مرد عورتیں اور بچے بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی کے چہرے میں کچھ خرابی تھی، کسی کے ہاتھ پاؤں یا جسم کے کسی حصے میں کوئی ایسا عیب تھا جسے وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے چھپانے آیا تھا اور بے عیب بننا چاہتا تھا۔ سبھی اپنی باری کا انتظار کرنے کے لیے وہاں آرام سے صوفوں پر بیٹھے تھے۔

ٹیلی پیتھی جاننے والا دماغ اچانک حاضر یا کسی پریشانی کے باعث زیادہ دیر تک بدحواس نہیں رہتا۔ فوراً ہی پُرسکون ہو جاتا ہے۔ ایک ہی بات پر توجہ مرکوز ہو جاتی ہے۔ یہی میرے ساتھ ہوا ہے۔ ذرا سی دیر میں یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اگر سونیا کو یہ معلوم بھی ہو جاتے کہ میں فرہاد ہوں اور یہ چہرہ میرا نقلی چہرہ ہے تو کون سی قیامت آ جائے گی۔ مجھے تحمل سے اس بارے میں سوچنا چاہیے۔

پھر میں نے سوچنا شروع کیا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ ہو سکتا ہے آج پہلی ملاقات میں ڈاکٹر دوسرے میرے چہرے کا معائنہ کرے یا ہاتھ لگائے تو اس کی سمجھ میں نہ آ سکے۔ اس کے بعد ایکسرے کا مرحلہ آئے گا تو اس وقت میں دیکھوں گا کہ میرا راز فاش ہوتا ہے یا نہیں۔ اس وقت تک مجھے مطمئن رہنا چاہیے اور ڈاکٹر کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہیے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے اور کیا میں اسے اپنے اعتماد میں لے کر اپنے راز کو راز رکھ سکتا ہوں یا نہیں۔

ڈاکٹر کے کمرے میں جانے کے لیے ایک دوسرا دروازہ تھا۔ جو ویٹنگ روم کے اندر سے گزرتا تھا۔ اس دروازے کے پاس ڈاکٹر کی ایک سکریٹری بیٹھی ہوئی تھی اور وہ گاہے گاہے انٹرکام کے ذریعے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتی تھی۔ ڈاکٹر جو پوچھتا تھا اس کا جواب دیتی تھی۔ پھر وہ رابطہ ختم ہو جاتا تھا لیکن میں اس سکریٹری کے ذریعے ڈاکٹر کے دماغ میں نہیں پہنچ سکا۔ کیونکہ وہ دونوں فرانسیسی زبان میں گفتگو کر رہے تھے اور یہ زبان میرے پلے نہیں پڑ رہی تھی۔ میں نے سونیا سے پوچھا۔

"کیا تم یہاں کی زبان جانتی ہو جو"

"نہیں۔ آج کل سیکھ رہی ہوں۔"

"کیا ڈاکٹر تم سے انگریزی میں بات کرے گا؟"

"بیشک۔ وہ انگریز ہے۔ یہاں فرانسیسی لوگوں کے ساتھ وہ ان کی زبان بولتا ہے۔"

سونیا کے ساتھ بیٹھی ہوئی ایک عورت نے کہا۔ "یہ تو بڑی اچھی بات ہے کیونکہ میں بھی صرف انگریزی جانتی ہوں اور اب میرا وقت ہو چلا ہے۔ ڈاکٹر نے مجھے دس چالیس کا وقت دیا تھا اور اب چالیس ہونے میں صرف دو منٹ باقی ہیں۔"

وہ دو منٹ بھی گزر گئے۔ پھر کچھ اور وقت گزر گیا۔ لیکن اس کی باری نہیں آئی۔ کیونکہ جو آدمی پہلے گیا ہوا تھا۔ وہ ابھی تک باہر نہیں آیا تھا۔ اس لیے اس کی باری نہیں آ رہی تھی۔ حتیٰ کہ گیارہ بج گئے۔ سونیا نے کہا۔ "گیارہ بجے تو ہمارا وقت ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگ کسی وقت کے پابند نہیں ہوتے۔ مشہور تو یہی ہے کہ یورپ کے لوگ بڑی وقت کی پابندی کرتے ہیں اور اسی میں ان کی کامیابی کا راز ہے لیکن یہ سب کچھ محض باتیں ہیں۔ ہم یہاں کب سے بیٹھے انتظار کر رہے ہیں۔"

ٹھیک گیارہ بجے سونیا کے پاس بیٹھی ہوئی عورت کا نمبر آیا۔ وہ اٹھ کر چلی گئی۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر سیٹ کی پشت پر ٹیک لگا کر کہا۔ "ابھی تو تمہیں اور انتظار کرنا ہوگا۔" یہ کہہ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ سونیا نے میری طرف دیکھا پھر یہ سمجھی کہ میں تھکے ہوئے انداز میں آرام کر رہا ہوں۔ اس لیے وہ ایک دوسری عورت سے مخاطب ہو کر باتیں کرنے لگی۔ میں اس عورت کے دماغ میں تھا۔ جو ڈاکٹر کے کمرے میں گئی تھی۔ اور اب ڈاکٹر سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ دونوں انگریزی میں ہم کلام تھے۔ میں اس کے ذریعے ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

ڈاکٹر کو اعتماد میں لینے کے لیے اس کے مزاج کو سمجھنا ضروری تھا۔ یا پھر اسے اپنی مٹھی میں رکھنے کے لیے اس کی کسی کمزوری کو تلاش کرنا تھا۔ اور کسی کی کمزوری اتنی جلدی نہیں مل جاتی۔ دماغ میں پہنچنے کے بعد بھی ذرا انتظار کر کے پتا چلتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس کے دماغ کو کریدنا پڑتا ہے۔ تب کہیں جا کر اس کے اندرونی حالات معلوم ہوتے ہیں۔ اس وقت وہ کاروباری انداز میں اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور مریضوں کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن انسان کے دماغ میں کوئی پریشانی ہو تو وہ سوتے جاگتے بھی اس کا دماغ کسی نہ کسی طرح الجھا رہتا ہے سوتے وقت اگر گہری نیند میں ہو تو وہ پریشانی خواب کی صورت میں آتی ہے اور کاروباری انداز میں بیٹھا ہو تو وہ کاروبار میں اپنا دماغ تو صرف کرے گا۔ لیکن ساتھ ہی وہ پریشانی بھی غیر شعوری طور پر اس کے دماغ میں موجود رہے گی۔

میں ایسی ہی ایک پریشانی تک پہنچ گیا۔ پریشانی یہ تھی کہ پیرس کے ماسٹر موس ٹرونی کی طرف سے حکم دیا گیا تھا کہ طارق محمود نامی ایک شخص کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل کرنا ہے اور یہ بات اس ڈاکٹر کے مزاج کے خلاف بھی تھی۔ اور اصول کے خلاف بھی۔ کیونکہ وہ صرف

ان لوگوں کی پلاسٹک سرجری کرتا تھا جن میں کوئی عیب ہوتا تھا۔ وہ ان کے جسمانی عیوب کو اپنے فن کے ذریعے دور کرتا تھا۔ اس طرح انسانیت کی خدمت میں مصروف رہتا تھا۔ اور اس سے متعلق موس ٹرونی اور سونیا نے اسے یہ بتایا تھا کہ طارق بالکل صحیح و سالم ہوں۔ مجھ میں کوئی عیب نہیں ہے۔ صرف یہی دو باتیں ہیں۔ جن کی بنا پر میرا چہرہ تبدیل کرنا ضروری ہے۔

ڈاکٹر کا نام میکی برڈ لے تھا۔ میکی ایسا اس لیے نہیں کرنا چاہتا تھا کہ بہت سے مجرم اپنے آپ کو قانون کی نظروں سے بچانے کے لیے بھی پلاسٹک سرجری کا سہارا لیتے آ جاتے تھے۔ ایسے لوگ جو صحیح اور سالم ہوتے تھے۔ وہ ان کی سرجری کبھی نہیں کرتا تھا۔ لیکن وہ میرے سلسلے میں مجبور ہو رہا تھا۔

جو لوگ تخریب پسند ہوتے ہیں۔ اور کسی کو اپنے اشاروں پر نچاتے ہیں۔ تو اس کے لیے وہ اس کی کمزوری تلاش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر میکی برڈ کو ماسٹر موس ٹرونی کے ہاتھ میں تھی۔ اور وہ اس کے ذریعے اسے بلیک میل کر رہا تھا۔ میں اس کی کمزوری کو معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے ذہن کو جھٹک کر سوچا۔ اُف میں کیا سوچنا چاہتا ہوں۔ میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔ میں اس کو پوری طرح سے ہپناٹائز نہیں کر رہا ہوں۔ اسی وقت اس کے سامنے بیٹھی ہوئی مریضہ نے کہا۔ "ڈاکٹر آپ کچھ پریشان نظر آتے ہیں۔"

وہ سر تھام کر بولا۔ "ہاں۔ کچھ ایسی ہی بات ہے۔ آج میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم کچھ خیال نہ کرو۔ تو کل اسی وقت آ جاؤ۔ میں سیکرٹری سے ٹائم نوٹ کرا دیتا ہوں۔ کل تمہیں توجہ سے دیکھوں گا۔ ضروری باتیں کروں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے انٹرکام کے ذریعے اپنی سیکرٹری سے رابطہ قائم کیا۔ اسے اس مریضہ کے لیے دوسرے دن کا ٹائم نوٹ کرایا۔ اور کہا کہ مادام سونیا کو یہاں بھیجا جائے۔

اس عورت نے کہا۔ "ڈاکٹر آپ پریشان ہو رہے ہیں۔ مجھے یہ نہیں دیکھ سکتے۔ پھر دوسرے مریضوں کو کیوں بلا رہے ہو؟"

ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ آخری مریض ہے۔ ان سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ اس کے بعد میں چھٹی کروں گا۔ تم جاؤ۔"

وہ عورت باہر آ رہی تھی۔ ادھر سے ہم اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے میں جا رہے تھے۔ چند لمحوں کے بعد ہم ڈاکٹر کے سامنے میز کے دوسری طرف کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نے ہمیں دیکھتے ہی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ پھر اسے کھولا تو اوپر ہی میری یعنی فرہاد علی تیموری کی تصویر رکھی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر نے تصویر کو دیکھا۔ پھر مجھ پر ایک نگاہ ڈالی۔ پھر تصویر کو دیکھا۔ شاید وہ تصحیح کرنا چاہتا ہے۔

میں

نے فوراً ہی اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ فرہاد کی تصویر کو دیکھ کر میرے موجودہ چہرے کی ساخت کو سمجھ رہا ہے۔ میکی برڈ لے برسوں کا تجربہ کار ڈاکٹر تھا۔ سیکڑوں بگڑے ہوئے چہرے اس کے ہاتھوں سے بن کر نکلے تھے۔ وہ ہر چہرے کی جلد کے نیچے ہڈیوں کی مخصوص ساخت کو سمجھ لیتا تھا۔ اس وقت وہ میرے چہرے کو تکنے کے دوران یہی سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میرے چہرے کی ہڈیوں پر فرہاد کی صورت منطبق ہو سکتی ہے یا نہیں؟

یعنی یہ اطمینان ہو جاتا کہ وہ ابھی میرے پلاسٹک زدہ چہرے کو نہیں سمجھ رہا تھا۔ سونیا نے بڑے حکمرانہ انداز میں کہا۔ "ڈاکٹر میں کوئی معمولی عورت نہیں ہوں لیکن آج مجھے عام لوگوں کی طرح تمہارے ویٹنگ روم میں بیٹھنا پڑا۔"

"مجھے افسوس ہے مادام۔ میں نے ماسٹر موس ٹرونی سے درخواست کی تھی کہ مجھے آج گیارہ بجے تک سوچنے کا موقع دیا جائے۔ مگر انھوں نے اپنا فیصلہ سنا دیا کہ آپ اس وقت طارق محمود کے ساتھ یہاں پہنچ جائیں گی۔ میں اپنی ذہنی پریشانیوں کے باعث اس بات کا خیال نہ کر سکا۔ معافی چاہتا ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے لیکن اب یہ کیس سب سے پہلے ہاتھ میں لو۔ جب تک مسٹر طارق کا چہرہ مکمل فرہاد کا چہرہ نہ بن جائے اس وقت تک کسی دوسرے کو پلاسٹک سرجری کے لیے اپنے آپریشن تھیٹر میں نہیں لے جاؤ گے۔"

ڈاکٹر میکی نے کہا۔ "مادام، جب ایک چہرے کی سرجری مکمل ہو جاتی ہے تو وہ چہرہ مخصوص مدت کے لیے پٹیوں میں لپٹا رہتا ہے۔ سرجری کے بعد ڈاکٹر کا کام بس اتنا ہی رہ جاتا ہے کہ وہ مخصوص مدت کے بعد اس چہرے کو پٹیوں سے آزاد کرے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان صاحب کی سرجری کے بعد میں دوسرے کیس نمٹانے کے لیے آزاد ہو جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ کیا ابھی سے کام شروع کر رہے ہو؟"

"جی ہاں میں ابھی انھیں ایکسرے کے لیے دوسرے کمرے میں لے جا رہا ہوں۔ آپ یہاں انتظار کریں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان صاحب کے چہرے کی ہڈیوں پر یہ تصویر والا چہرہ بن سکتا ہے یا نہیں۔ آئیے مسٹر۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر ایک دروازے کی طرف بڑھے

ں بھی اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُس کے پیچھے چلتا ہوا ایک
یں پہنچا۔ جہاں ایکسرے مشین نصب تھی۔ اُس نے
ے کو اندر سے بند کر لیا۔ میں نے پوچھا "ڈاکٹر یہاں
ے مجرم بھی آتے ہوں گے جو خود کو چھپانے کے لیے پہلے
یں پلاسٹک سرجری کر لیتے ہوں؟"

ڈاکٹر نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے
ی سے کہا "تم اپنے کام سے کام رکھو۔ میں فضول
پسند نہیں کرتا۔ آؤ یہاں مشین کے پاس کھڑے ہو جاؤ۔"
ماسٹر موس ٹرونی کی ملیک میلنگ نے ڈاکٹر کو چڑچڑا
تھا۔ میں نے اُس کی ہدایت کے مطابق مشین کے
ھڑے ہو کر اُس کی سوچ کے ذریعے اپنے سوال کا
ب طلب کیا۔ وہ میرے چہرے کی ہڈیوں کا فوٹو
ے کے دوران سوچنے لگا "ایک بار ایسا مجرم آیا تھا
ے چہرے پر پہلے بھی پلاسٹک سرجری کی گئی تھی۔ میں
ن مرحلوں میں سمجھ نہ سکا لیکن چہرے کی سرجری کے
ی قدرتی جلد اور پلاسٹک کی مصنوعی جلد کا فرق معلوم
ہے۔ میں نے اس مجرم کی اصلیت معلوم کر لی تھی۔"
میرے لیے لمحۂ فکریہ تھا۔ ایکسرے رپورٹ کے باوجود
نہ کھلتا لیکن سرجری کے دوران میں کیسے چھپ سکتا
وچنے کے لیے میرے پاس کافی وقت تھا۔ اس
س بخیریت ایکسرے مشین کے پاس سے گزر کر آ
ں پر سونیا نے کہا "چلو میں تمہیں پیرس کے ماسٹر
ں گی۔ وہیں دوپہر کا کھانا کھائیں گے۔"
ں نے پوچھا "تم نے میری درخواست پر غور کیا؟"
ن سی درخواست؟"
یکھو انجان نہ بنو۔ تم سمجھ رہی ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔"
چھا سمجھ گئی۔"
ھے بھی سمجھا دو۔"
یکھو تم جو کچھ چاہتے ہو وہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ
املہ ہے۔"
یا تمہارا دل کہیں اور اٹکا ہوا ہے؟"
ں ایسا تھا مگر اب اُسے ہمیشہ کے لیے دل
دیا ہے اسی فرہاد کو۔"
ھا اب سمجھا تم مجھے فرہاد کی ڈمی بنا کر اپنے پاس
تی ہو تاکہ اُسے کھونے کا ملال نہ رہے۔"
سی کا ملال نہیں کرتی میں اور قسم کی عورت ہوں۔"
پھر مجھے فرہاد کیوں بنا رہی ہو؟"

وہ ہونٹوں کو بھینچ کر چند لمحوں تک خاموش رہی۔
پھر بولی "فرہاد نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ میں اُس کے بغیر
نہیں رہ سکتی۔ آج اُس سے دُور بھاگ رہی ہوں بل پلٹ
کر آجاؤں گی اور میں نے اُسے جواب دیا تھا کہ میں اُسے
دل سے نکال ڈالوں گی۔"

"تم دل سے نکالو گی تو وہ دماغ میں آجائے گا۔"

"ہاں وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا۔ تب میں نے
کہا کہ اُس سے پیچھا چھڑانے کے لیے میں کسی معقول شخص
سے شادی کر لوں گی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "میں معقول ہوں۔ فرہاد کا
چہرہ ملنے کے بعد نہایت ہی معقول نظر آؤں گا۔ تم یقیناً
مجھ سے شادی کر سکتی ہو۔"

اُس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر جلدی سے ونڈ اسکرین
کے پار دیکھتے ہوئے اور ڈرائیو کرتے ہوئے مجھے ٹالنے
کے لیے بولی "ہوں پلاسٹک سرجری کے بعد یہ فیصلہ کروں
گی۔ ابھی تمہیں صبر کرنا چاہیے۔"

ماسٹر موس ٹرونی کے بنگلے میں سپر ماسٹر کی تنظیم کے
کچھ اہم افراد بھی موجود تھے۔ انھیں اس بات کا تجسس تھا
کہ سونیا جسے فرہاد کا چہرہ دینا چاہتی ہے وہ کون ہے؟
کیسا ہے؟ کیا واقعی اپنے طور طریقے سے گفتگو سے لہجے
سے اور آنکھوں سے فرہاد کی طرح لگتا ہے؟ یہ سب کچھ
دیکھنے کے لیے وہاں تنظیم کے خاص افراد جمع تھے۔ موس
ٹرونی کے دو مہمانوں کی حیثیت سے دو ملکوں کے ماسٹر وہاں
موجود تھے۔ ایک اور اہم شخص وہاں ملازم کی حیثیت سے تھا
اور ہمارے سامنے کھانا وغیرہ لا کر رکھنے والا تھا اور ہمارے کھانے
کے دوران وہ میرے سامنے کھڑا رہ کر میری ایک ایک حرکت
کا جائزہ لینے والا تھا۔

انھیں شبہ تھا کہ جب میری آنکھیں فرہاد کی طرح ہیں
لب و لہجہ اُس کی طرح ہے اور چال بھی ویسی ہی ہے تو ممکن
ہے فرہاد ہی کسی طرح طارق محمود کے روپ میں آگیا ہو۔ یہ
باتیں میں نے وہاں جا کر رفتہ رفتہ معلوم کی تھیں جب میں
ماسٹر موس ٹرونی کے یہاں پہنچا تو اُس سے آدھ گھنٹہ پہلے
وہ میری مختلف فلمیں چلا کر دیکھ چکے تھے۔ ایسی فلمیں جو
تین چار سال پہلے مجھ سے چھپ کر اتاری گئی تھیں۔ میرا
ریکارڈ رکھنے کے لیے اُن لوگوں نے مختلف وقتوں میں
مختلف مقامات پر میری فلمیں تیار کی تھیں۔ ان فلموں کو بھی
انھوں نے دیکھ کر میری حرکات و سکنات کو ذہن میں محفوظ

کیا تھا تاکہ جو طارق محمود آنے والا ہے اُس سے موازنہ کیا جا سکے۔

جب میں وہاں سونیا کے ساتھ پہنچا تو صرف مرد ہی نہیں عورتیں بھی نظر آئیں۔ پانچ یا چھ انتہائی حسین عورتیں تھیں۔ اُن کے لباس بھی اُن کے جسموں پر ایسے سج رہے تھے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ سونیا میری حسن پرستی کو سمجھتی تھی۔ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ طارق محمود سے یہ بھی دیدا ہی حسن پرست ہے یا صرف اُس کی ذات سے دلچسپی لے رہا ہے۔

اُس نے ہر ایک سے میرا تعارف کرایا۔ میں نے باری باری سبھی سے مصافحہ کیا۔ سب نے مجھ سے مل کر خوشی کا اظہار کیا۔ ایک لڑکی جس کا نام مس کیتھی بتایا گیا۔ اُس نے پُرجوش انداز میں مصافحہ کیا وہ تھی بھی بہت اچھی۔ اُس نے مصافحہ کے وقت میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا "میں بڑی دیر سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم ہوٹل میں دو آدمیوں سے تنہا لڑ چکے ہو اور انھیں بُری طرح شکست دی ہے جو تکنیک کھا کر تم نے وہ تمہارے لڑنے کے انداز کی تعریفیں کر رہے تھے۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا "کیا تمہیں لڑائی جھگڑے سے بہت زیادہ دلچسپی ہے؟"

وہ جواباً مسکرا کر بولی "مجھے دلیر مرد پسند ہیں میں اُن کی قدر کرتی ہوں۔ اِن سے ملو۔ یہ ہیں ماسٹر ہچکو۔"

میں نے قریب کھڑے ہوئے شخص کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ وہ بہت ہی قد آور بہلوان نما تھا۔ اُس کی جسامت اور اُس کی صحت دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ وہ ایسے فائٹروں میں سے ہے جو اپنے مقابل کو یا تو مار ڈالتے ہیں یا لڑتے لڑتے مر جاتے ہیں لیکن میدان چھوڑ کر بھاگنا گوارا نہیں کرتے۔

میں نے مسکرا کر اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے اُس سے مصافحہ کیا یوں لگا جیسے میرا ہاتھ کسی آہنی شکنجے میں پھنس گیا ہے۔ اس نے بڑی سفاکی سے بانچھیں پھیلا کر دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا "میں اسکاٹ لینڈ کا ماسٹر ہچکو ہوں۔ میں تمہیں اپنی آواز اِس لیے سُنا رہا ہوں کہ تم فرہاد ہو تو میں تمہیں خیال خوانی کی دعوت دیتا ہوں۔ ہم پر حملہ کرتا ہوں۔ اپنی حفاظت کرنا چاہو تو خیال خوانی کے ذریعے کر سکتے ہو اور اگر صرف طاقت کا مظاہرہ کرو گے تو یہاں تمہاری ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ مجھے مس کیتھی پسند ہیں لیکن یہ کہتی ہیں کہ میں کسی بہت بڑے مقابل سے لڑ کر دکھاؤں۔ لہٰذا میں کیتھی کو بھی یہ تماشا دکھانا چاہتا ہوں۔ اگر تم اب تک سنبھل چکے ہو تو پھر یہ لو....."

یہ کہتے ہی اُس نے میرے ہاتھ کو ایک زوردار طریقے سے جھٹکا دیا۔ اُس کا چیلنج سُنتے ہی میں سنبھل گیا تھا۔ اس کے باوجود مجھے اُس کی طاقت کا اعتراف کرنا پڑا۔ اُس نے بڑی آسانی سے میرے ہاتھ کو جھٹکا دے کر مجھے اپنے سامنے سے کھینچتے ہوئے اپنی پشت کی طرف پھینک دیا تھا اور میں بالکل جیسے کسی تنکے کی طرح اڑتا ہوا دُور جا گرا تھا۔

اس وقت ہم سب ایک بہت بڑے ٹی وی لاؤنج میں تھے۔ وہ ٹی وی لاؤنج اتنا بڑا تھا کہ وہاں دو جنگلی بھینسے آسانی سے ٹکرا سکتے تھے۔ میں فرش پر سے اُٹھتے ہوئے اولا اپنی کمر کو سہلاتے ہوئے بولا "سونیا کیا یہ لنچ کی دعوت ہے؟"

سونیا نے ماسٹر موس ٹرونی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "دیکھو ماسٹر دیکھو فرہاد بھی مقابلے کے وقت ایسی ہی زندہ دلی کی باتیں کرتا ہے۔ کیا تم مارک کر رہے ہو؟"

مرس ٹرونی نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا "ہاں بالکل ویسا ہی انداز ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس کی جوابی کارروائی کیا ہوگی؟"

اس وقت تک میں تن کر کھڑا ہو گیا تھا اور پینترا بدلتے ہوئے ماسٹر ہچکو کو دیکھ رہا تھا جو بڑے ہی مغرورانہ انداز میں دونوں ہاتھ کمر پر رکھے یوں کھڑا ہوا تھا جیسے مجھے چیونٹی سمجھ رہا ہو اور اتنا اعتماد ہو کہ میں پینترا بدل کر جدھر سے آؤں گا وہ مجھے منہ توڑ جواب دے گا۔

میں اُس کے خیالات کے ذریعے اُس کے حملوں کو بھی سمجھ سکتا تھا لیکن مصیبت یہ تھی کہ اگر میں اُس کے خطرناک حملوں سے بچ جاتا اور جواباً حملے کرتا تو یہ حملے فیصلہ میں بدل جاتا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اپنی حفاظت کر رہا ہوں اور خیال خوانی کے ذریعے اپنے مقابل کو کمزور بنا کر اُس کی پٹائی کر رہا ہوں۔

اس لیے میں نے خیال خوانی کا سہارا نہیں لیا پہلا حملہ میں نے یوں کیا کہ اچانک ہی فضا میں اچھل کر اس کی طرف گیا تاکہ اُس کے سینے پر فلائنگ کِک مار دوں لیکن وہ بڑا پھرتیلا تھا۔ عین وقت پر ایک طرف ہٹ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں فضا میں اُڑتا ہوا دوسری طرف سونیا کے قریب گر پڑا۔ سخت چوٹیں آئیں لیکن میں ایسا کمزور بھی نہیں تھا کہ ایک دو حملوں میں ہی پست ہو جاتا۔ زندگی نے اتنی ٹھوکریں ماری تھیں کہ اب کوئی انسان اپنی ٹھوکروں سے مجھے جھکا نہیں سکتا تھا۔ سونیا نے میری پیٹھ کو سہلاتے ہوئے کہا "اٹھ جاؤ بچو ابھی تو ابتدا ہے۔ ذرا تمہارے ہاتھ پاؤں ٹوٹیں گے تو پتہ چلے گا کہ سونیا کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے کیسی کیسی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "آہ اس وقت تم میری پیٹھ سہلاتے ہوئے بوڑھی دادی اماں لگ رہی ہو۔ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ میں ابھی اپنا کچھ تماشا دکھاتا ہوں۔" ابھی میری بات پوری ہوئی تھی کہ کراٹے کا ہاتھ میرے منہ پر پڑا۔ ماسٹر ہچکو میرے سر پر آ پہنچا تھا میں سنبھلنے سے پہلے اس نے دوسرا ہاتھ جمایا۔ میں مار کھا کر پیچھے ہٹتا گیا۔ پھر اچانک ہی میں نے ایک ہیچکی مار کر اُسے اپنے اوپر لے لیا۔ اُس کے بعد اُسے دونوں ٹانگوں پر لے کر اٹھا اور اس کے ساتھ ہی دونوں ہاتھوں سے اُسے اپنے سر کے اُوپر بلند کر لیا۔ وہ اس اعتماد سے حملہ کر رہا تھا کہ میں کوئی جوابی حملہ نہیں کر سکوں گا۔ جب میں نے اُسے سر سے اُوپر بلند کر لیا تو وہ بوکھلا سا گیا اور میری گرفت میں تڑپنے لگا۔ میں اُسے گول چکر دے رہا تھا پھر دو چار چکر دینے کے بعد میں نے اُسے اٹھا کر زور سے پھینک دیا۔

میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ اُسے کس انداز میں کدھر پھینکنا ہے۔ وہ سیدھا سنٹر ٹیبل کے اُوپر جا کر گرا تھا۔ وہ سنٹر ٹیبل شیشے کا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شیشے کو توڑتا ہوا سنٹر ٹیبل کے اندر دھنس گیا تھا اب وہاں سے فوراً ہی اٹھ کر میرے خلاف پینترا نہیں بدل سکتا تھا کیونکہ وہاں سے نکلنے کے لیے کانچ کے ٹوٹے ہوئے حصّوں پر سے گزرنا پڑتا بہت سے ٹوٹے ہوئے شیشے اُسے زخمی کر چکے تھے۔

سونیا ماسٹر موس ٹرونی سے کہہ رہی تھی "فرہاد کیا کرتا ہے کہ لڑنے کے لیے صرف جسمانی طاقت کی نہیں مکاری کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ دیکھو ماسٹر اس نے کتنی مکاری سے اسے شیشے کے ٹیبل پر پھینکا ہے تاکہ اُس کا جسم بھی زخمی ہو اور یہ اس ٹوٹے ہوئے ٹیبل کے اندر سے فوراً ہی نہ نکل سکے۔"

میں نے جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "تم لوگوں کو تو میری ہر بات پر اور ہر حرکت میں فرہاد کی جھلک نظر آتی ہے۔ بس کیا کروں؟ کیا اسے جان سے مار ڈالوں؟ پھر اس میں بھی تم لوگوں کو فرہاد کی جھلک نظر آئے گی۔ چلو میں اُسے ختم کر دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں فرش پر جھک کر اس گل دان کو اٹھانے لگا جو میز پر سے گر پڑا تھا۔ وہ پیتل کا گل دان تھا میں اُس کے ایک سرے کو مضبوطی سے تھام کر ماسٹر ہچکو کے سر پر پہنچ گیا۔ سونیا نے چیخ کر کہا "نہیں خبردار اُسے اور نہ مارنا ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ تم بہت اچھے فائٹر ہو۔"

لیکن اُس کے منع کرنے کے باوجود میں نے ماسٹر ہچکو کے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ ہچکو کے حلق سے ایک ہچکی نکلی اور وہ اُٹھتے اُٹھتے پھر اسی میز کے درمیان دھنس کر بے ہوش ہو گیا۔ سونیا نے آگے بڑھ کر میرے ہاتھ کو پکڑتے ہوئے کہا "یہ تم نے کیا کیا؟"

"وہی کیا ہو شاید فرہاد نہ کرتا۔ اگر فرہاد گل دان سے کسی کے سر پر حملہ کرتا ہے تو میں کیا کروں۔ اب وہ کہ سی اٹھا کر اُس کے سر پر ماروں تاکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ میں فرہاد نہیں ہوں۔"

وہ میرے ہاتھ سے گل دان کو چھینتے ہوئے بولی۔ "ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ تم فرہاد نہیں ہو لیکن باؤ گاڈ۔ تمہارا ہر انداز فرہاد جیسا ہے اور ہم جو منصوبہ بنا رہے ہیں۔ اُس کے مطابق اگر تمہارا چہرہ بالکل فرہاد جیسا ہو گیا تو ہم ایک بہت بڑا کھیل کھیلیں گے۔"

میں نے پوچھا "کیسا کھیل؟"

مرس ٹرونی میرے قریب آتے ہوئے بولا "مسٹر طارق ہم تمہیں فرہاد بنا کر دشمنوں کے ملک میں بھیجیں گے اور اوم سونیا تمہارے ساتھ ہوں گی اور تمہیں قدم قدم پر گائیڈ کریں گی۔ دشمن تمہیں فرہاد علی تیمور سمجھیں گے اور ہم انھیں دھوکے میں رکھ کر اپنے بہت سے مقاصد حل کریں گے۔"

مجھے ہچکچاتے دیکھ کر سونیا نے کہا "دیکھو انکار نہ کرنا۔ تم مجھ سے کہہ چکے ہو کہ تم اپنے ملک سے دولت کمانے کے لیے نکلے ہو۔ میں تمہارے لیے دولت کمانے کے راستے ہموار کرتی رہوں گی۔ اتنی دولت ملے گی۔ ایسے عیش و آرام سے رہو گے کہ کبھی تم نے خواب میں بھی سوچا بھی نہیں ہو گا۔"

میں نے کہا "وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں اپنی ایک دوست سے مشورہ کیے بغیر کسی کام کے لیے ہاں کسی نہیں پر جانے کے لیے ہاں نہیں بھروں گا۔"

سونیا نے مجھے تعجب سے دیکھتے ہوئے کہا "تعجب ہے تم اتنے دلیر مرد ہو کر ایک عورت سے مشورہ لینا چاہتے ہو۔"

"وہ عورت کم اور مرد زیادہ ہے۔ میری طرح لڑنے کا فن جانتی ہے اور بہت ہی ضدی اور خودسر ہے۔ مجھ کو بہت عزیز سمجھتی ہے اور اسی لیے میں اس کی قدر کرتا ہوں۔ میں اس کے مشورے کے بغیر فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"وہ کہاں ہے۔ کیا وہ یہاں آنے والی ہے؟"

"ہاں۔ میں نے شاید تم سے ذکر کیا تھا لیکن جیسا کہ آج تمھیں پتہ چلا ہے صبح اس کی ماں یہاں سے پاکستان جانے کے لیے روانہ ہو چکی ہے۔ وہاں ماں بیٹی کی ملاقات ہو جائے گی۔ اس کے یہاں آنے میں اب شاید کچھ روز لگیں گے لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ ماں سے ملاقات کرنے کے بعد وہ مجھ سے ملنے کے لیے بے چین رہے گی۔ لہٰذا کسی نہ کسی دن یہاں ضرور پہنچے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ جب وہ یہاں پہنچے گی تو میں اسے راضی کر لوں گی اور اگر وہ بھی ایسی ہی قابل اور بہترین فائٹر ہے تو ہم اسے بھی اپنی ٹیم میں شریک کر سکتے ہیں۔"

اس وقت تک ماسٹر بچکو اس ٹوٹے ہوئے ٹیبل کے اندر سے نکال لیا گیا تھا اور اسے ہوش میں لایا جا رہا تھا۔ پھر ہم سب ڈائننگ روم میں آئے۔ وہاں میز پر کھانا لگایا جا رہا تھا۔ ہم میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ سونیا میرے پاس آ کر بیٹھنا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے کیتھی آ کر بیٹھ گئی۔ وہ مجھ سے قریب رہنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کئی بار میری دلیری کی تعریفیں کر چکی تھی اور اب میرے ساتھ بیٹھ کر بھی وہی باتیں کر رہی تھی۔ میرے دوسری طرف موس ٹرڈنی بیٹھا ہوا تھا۔ سونیا کو مجبوراً میز کے دوسری طرف میرے سامنے بیٹھنا پڑا۔

میرے دائیں بائیں کیتھی اور موس ٹرڈنی میرے کان کھا رہے تھے۔ ادھر کیتھی میری وجاہت اور دلیری کی تعریف کر رہی تھی۔ ادھر موس ٹرڈنی کہہ رہا تھا کہ میں فرہاد کارول ادا کرنے کے لیے بہت ہی مناسب ہوں جب میرے چہرے پر فرہاد کا چہرہ چڑھ جائے گا تو دشمن مجھے دیکھتے ہی خوف زدہ ہو جائیں گے۔

یہ بعد کی باتیں تھیں۔ اس لیے میں موس ٹرڈنی کے خیالات پڑھنے کے بجائے کیتھی کی باتوں میں دلچسپی لینے لگا کھانے کے دوران سونیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا: "کیوں طارق تم تو مجھ پر مرمٹے تھے۔ مجھ سے شادی کرنے والے تھے۔ یہ کیتھی سے کیسے دلچسپی لے رہے ہو؟"

میں نے جھنجھلا کر مسکراتے ہوئے کہا: "بات اصل میں یہ ہے کہ جب میں نے تم سے شادی کی درخواست کی تھی تو اس وقت کیتھی کو نہیں دیکھا تھا۔ تم نے کہا تھا کہ مجھے حسین لڑکیوں کی کمی نہیں رہے گی تو پھر ایک حسین لڑکی یہ بھی ہے۔ کیا تمھیں کوئی اعتراض ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "مجھے بھلا کیوں اعتراض ہوگا۔ تم کوئی میرے شوہر تو ہو نہیں اور نہ ہی ان معاملات میں کسی کو روکتی یا ٹوکتی ہوں تم اپنی مرضی کے مالک ہو۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا: "اگر میری جگہ سچ مچ فرہاد ہوتا تو کیا تم اعتراض نہ کرتیں؟"

اس کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔ اس کی سوچ نے کہا: "فرہاد اگر ایسا کرتا تو میں اس کا منہ نوچ لیتی۔"

لیکن اس نے بظاہر ناگواری سے کہا: "مجھے فرہاد سے کچھ نہیں لینا ہے۔ وہ جہنم میں جائے۔"

کیتھی نے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "تمام سونیا بہت مہربان ہیں۔ یہ ہماری محبت پر اعتراض نہیں کریں گی۔ ویسے کھانے کے بعد کیا پروگرام ہے۔ کیا ہم آؤٹنگ کے لیے چلیں گے؟"

مجھے یاد آیا کہ مرجانہ سے رابطہ قائم کرنا ہے۔ میں نے کہا: "نہیں دو بجے کا کھانا کھانے کے بعد مجھے ذرا سونے کی عادت ہے۔ میں تقریباً دو گھنٹے تک آرام کروں گا۔ اس کے بعد کوئی پروگرام بناؤں گا۔"

سونیا نے کہا: "یہ ایشیائی باشندے بڑے سست اور کاہل ہوتے ہیں۔ دن کا وقت محنت کے لیے ہوتا ہے۔ انسان کو صبح سے شام تک اپنی ضروریات کے لیے زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کے لیے بھاگ دوڑ میں مصروف رہنا چاہیے لیکن یہ لوگ کھانا کھانے کے بعد دو چار گھنٹے سونے میں ضائع کر دیتے ہیں۔ دیکھو طارق میں تمھیں سمجھا دیتی ہوں کہ میرے ساتھ رہنے کے دوران اپنے ٹائم ٹیبل کو بدلنا ہوگا۔ یہ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد سونے کی عادت ترک کرنے کی کوشش کرو۔"

"کوشش کروں گا۔ فی الحال تو یہ ممکن نہیں ہے میں ابھی یہاں سے اپنے ہوٹل میں پہنچ کر آرام کروں گا۔"

کیتھی نے کہا: "ٹھیک ہے میں شام کو چار بجے تمھارے پاس آؤں گی پھر تمھیں پیرس کی سیر کراؤں گی۔"

سونیا نے کہا: "کیتھی ہوٹل میں جا کر طارق کا سامان بھی اٹھوا لینا اور اسے سیر و تفریح کے بعد میرے بنگلے میں لے آنا۔ میں نہیں چاہتی کہ اب یہ ہوٹل میں رہے۔"

لنچ کے بعد میں ماسٹر موس ٹرڈنی سے رخصت ہوا۔ سونیا مجھے ہوٹل تک پہنچانا چاہتی تھی لیکن کیتھی میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھی۔ لہٰذا سونیا نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ کیتھی مجھے ہوٹل تک پہنچانے کے دوران بار بار یہ کہتی رہی: "دیکھو زیادہ دیر نہ سونا۔ چار بجے تیار ہو جانا۔ میں ضرور آؤں گی۔"

میں نے ہامی بھر لی۔ کیتھی خوش ہو کر وہاں سے چلی گئی۔ میں نے اپنے کمرے میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ سامی نے مجھے دیکھتے ہی میاؤں کہا۔ میں سگریٹ سلگا کر آرام سے کرسی پر بیٹھا تو وہ میری گود میں آ گئی۔ میں سگریٹ کے کش لگاتا ہوا مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ جب میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ ناراضگی کا اظہار کرنے لگی۔ اس نے کہا: "تم اب آئے ہو تم نے وعدہ کیا تھا کہ لنچ کے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرو گے۔"

میں نے کہا: "مرجانہ میں لنچ کے بعد ہی تم سے مخاطب ہو رہا ہوں پھر ناراضگی کیسی؟"

"کیوں جھوٹ بول رہے ہو۔ اس وقت شام کے ساڑھے چار بجے ہیں اور یہ کوئی تمھارے لنچ کا وقت ہے؟"

اچانک مجھے یاد آیا کہ یہاں کے اور وہاں کے وقت میں تقریباً تین سوا تین گھنٹے کا فرق ہے۔ میں نے اس سے کہا: "اوہ مرجانہ مجھ سے تو بڑی بھول ہوئی۔ اس وقت وہاں پیرس میں لنچ کا وقت ہے۔ مجھے واضح کر دینا چاہیے تھا کہ میں یہاں کے لنچ کے بعد بات کروں گا۔ بہرحال تم ناراض نہ ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی: "واقعی میں بھی بھول گئی تھی کہ ہمارے درمیان صرف مقامی دوری نہیں، وقت کی بھی دوری ہے۔ بہرحال میں نے معلوم کیا ہے کہ پیرس سے آنے والا طیارہ یہاں ساڑھے پانچ بجے تک پہنچے گا۔ میں ائرپورٹ جاؤں گی۔ مجھے تمھاری دی ہوئی اطلاع پر پورا یقین ہے پھر بھی مجھے یقین اس لیے نہیں آ رہا ہے کہ میں نے اپنی آنکھ سے تمھیں نہیں دیکھا اور یہ خواب جیسا لگ رہا ہے۔ آج وہ ساڑھے پانچ بجے میرے سامنے ہوں گی اور میں ان کا پرنور چہرہ دیکھ سکوں گی۔"

"مرجانہ میں تمھارے بے چین جذبوں کو سمجھ رہا ہوں اور ان مسرتوں کو بھی محسوس کر رہا ہوں جو اب سے ایک گھنٹہ بعد تمھیں ملنے والی ہیں۔ اس وقت میں بھی تمھاری خوشی میں شریک رہوں گا میری خواہش ہے کہ تمھارے احساسات میرے احساسات رہیں جب تم ماں کے گلے لگو یا ماں تمھیں پیار کرے تو مجھے بھی یوں لگے گا جیسے وہ میری امی ہیں۔ انھوں نے مجھے گلے لگایا ہے اور مجھے پیار کیا ہے۔"

"فرہاد تم نے کتنی اچھی باتیں کہی ہیں۔ کتنے اچھے جذبے کا اظہار کیا ہے واقعی تم میرے بالکل اپنے ہو۔ تم میری امی کو اپنی ماں کا درجہ دے رہے ہو۔ اس سے بڑھ کر میرے لیے خوشی کی کیا بات ہو سکتی ہے۔ دیکھو محبت میں ایسی ہی پاکیزگی ہونی چاہیے۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ جب تک مجھ سے دوستی قائم رہے گی۔ اس وقت تک تم کسی بھی لڑکی سے دلچسپی نہیں لو گے۔ غلط راستے پر نہیں چلو گے۔ یاد ہے نا؟"

مجھ جیسے آدمی کی عادتیں خراب ہو جائیں تو اچھی باتیں یاد کہاں رہتی ہیں۔ میں بھول گیا تھا کہ میں نے مرجانہ سے کیا وعدہ کیا تھا۔ اب اس نے یاد دلایا تو اچانک ساری باتیں یاد آ گئیں کہ اب سستے جذبات کا اظہار نہیں ہونا چاہیے۔ انسان کو مہذب بن کر کسی ایک کے ساتھ ایسی دوستی نبھانی چاہیے جس میں پیار ہو بے لوث خدمت ہو بے غرضی ہو اور اتنی اپنائیت ہو کہ ہوس کی گنجائش نہ رہے۔

اچانک مرجانہ نے پوچھا: "تم خاموش کیوں ہو کہاں ہو۔ کیا میرے دماغ سے چلے گئے ہو؟"

میں نے چونک کر کہا: "نہیں میں تمھارے پاس موجود رہوں۔ میں تم سے اپنی غلطی کا اعتراف کروں گا۔ کبھی اپنی عادتیں سدھار سکوں گا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہاں آتے ہی تم سے کیا ہوا وعدہ بھول گیا تھا۔ اب تم نے یاد دلایا تو مجھے شرمندگی ہو رہی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے وعدے پر قائم رہوں گا اور تم بھی مجھے اسی طرح وقتاً فوقتاً ٹوکتی رہا کرو۔"

اس نے پوچھا: "وعدہ بھولنے کا مطلب یہ ہوا کہ وہاں سونیا سے گہری وابستگی ہو گئی ہے؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سونیا ایسی آسان عورت نہیں ہے۔ وہ فرہاد کے سوا کسی کو منہ نہیں لگائے گی۔ یونہی مجھے دھمکیاں دیتی ہے کہ کہیں شادی کر لے گی۔ بہرحال سونیا تو نہیں ایک دوسری خوب صورت لڑکی ہے۔ جس کا نام کیتھی ہے اور وہ دو گھنٹے بعد یہاں مجھ سے ملنے آئے گی۔ میں نے یہ نہیں کیا کیا سوچ رکھا تھا لیکن تم نے اچھا کیا کہ وقت سے پہلے مجھے میرا وعدہ یاد دلا دیا۔ اب میں تمھاری دوستی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کوئی غلط قدم نہیں اٹھاؤں گا۔"

"فرہاد تم بہت اچھے ہو۔"

"اچھی تو تم ہو کہ مجھے اچھا بنا رہی ہو مگر ایک بات

یاد رکھنا میں تمھاری دوستی کی خاطر اپنا راستہ بدل رہا ہوں اس لیے اس راستے کے کسی موڑ پر تم میری بن سکو تو بلا تامل میری بن جانا۔ میں سمجھوں گا کہ مجھے سیدھے راستے پر چلنے کا بہت بڑا انعام ملا ہے تم اتنی پیاری ہو کہ تمھیں پا کر انعام پانے کی خوشی حاصل ہوگی۔"

وہ چپ چاپ سر جھکائے سن رہی تھی۔ زیر لب مسکرا رہی تھی۔ دل میں عجیب سی گڑبڑ مچی ہوئی تھی یعنی وہ اپنی فطرت کے مطابق محبوبیت سے جھکنا نہیں چاہتی تھی لیکن عورت کی فطرت نے اس کے سر کو جھکا دیا تھا اور اس کے لبوں پر ہلکے سے تبسم کو بکھیر دیا تھا۔ وہ جلدی سے موضوع بدل کر بولی۔ "اتی کی آمد پر مجھے جتنی خوشی ہے اسے تم ہی میرے اندر رہ کر محسوس کر سکتے ہو۔ کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ اس خوشی کے موقع پر میں چاہتی ہوں کہ بختاور ہمارے پاس پنڈی آئے اور میں اتی کے سامنے اس سے کچھ حساب کتاب کروں۔"

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ تم جب چاہو میں اسے پنڈی پہنچا دوں گا۔"

"آج رات کو میں دل کھول کر اتی سے باتیں کروں گی اور کسی تیسرے کی مداخلت برداشت نہیں کروں گی۔ اس لیے میں چاہتی ہوں کہ کل صبح بختاور پنڈی میں ہمارے سامنے آئے میں چاہتی ہوں کہ وہ میری اتی کے قدموں پر گر کر گڑگڑائے اور اپنی زندگی کی بھیک مانگے۔"

"اچھی بات ہے۔ تم ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی بختاور کے پاس سے آ کر تمھیں بتاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے اس سے رابطہ ختم کیا اور بختاور کے دماغ میں پہنچ گیا۔ بختاور کو میں نے زینے کی بلندی پر سے گرایا تھا اور وہ زینے کے ہر پائیدان پر سے لڑھکتا ہوا فرش پر آیا تھا۔ اس کے اتنی شدید چوٹیں آئی تھیں کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہا تھا لیکن اب اس قابل ہو گیا تھا کہ اس وقت کرے میں ٹہل رہا تھا۔

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے اسے قابل کرنا شروع کیا کہ اسے لاہور سے کچھ دنوں کے لیے پنڈی جانا چاہیے۔ اس طرح آب و ہوا بھی تبدیل ہو جائے گی۔ ماحول بھی بدل جائے گا اور وہاں کسی اچھے ڈاکٹر سے علاج بھی ہو جائے گا۔

اس کی سوچ نے کہا کہ پنڈی میں میرا ایک بہت ہی پرانا دوست ڈاکٹر ہے۔ میں اس کے زیر علاج کچھ روز رہوں گا۔ میرا دل یہاں گھبرا رہا ہے۔ مجھے یہاں سے کچھ دنوں کیلئے چلے جانا چاہیے۔"

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے اسے پھر قائل کرنا شروع کیا کہ وہ آج رات کو بالکل صبح ہی وہاں سے روانہ ہو جائے۔ جتنی جلدی ممکن ہو اس گھٹن والے ماحول سے فرار حاصل کر لے۔

وہ راضی ہو گیا پھر اس نے اپنی بیگم کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔ بیگم نے حیرانی سے کہا۔ "آپ ایسی حالت میں کیسے جا سکتے ہیں۔ چلنے پھرنے کے تو قابل نہیں ہیں۔"

وہ ٹہلتا ہوا بولا۔ "کیا میں تمھیں چلتا پھرتا نظر نہیں آ رہا ہوں۔ ویسے میں کچھ دنوں کے لیے تم لوگوں سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ اس ماحول سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ میری آب و ہوا تبدیل ہو گی اور میں وہاں ڈاکٹر عظیم کے زیر علاج رہوں گا تو اچھا صحت مند ہو کر آؤں گا۔"

وہ دونوں اس بات پر بحث کرتے رہے۔ آخر بیگم راضی ہو کر بولیں۔ "ٹھیک ہے آپ منصور کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ پتہ نہیں وہ چڑیل جو آپ کی دشمن ہے کب اور کہاں آپ کے سامنے راستہ کاٹنے آ جائے۔ میرا بیٹا بہت اچھا فائٹر ہے۔ وہ اس کے دانت کھٹے کر دے گا۔"

بختاور نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "ہاں اس رات تو تم نے دیکھا ہی تھا کہ کس نے کس کے دانت کھٹے کیے تھے۔ وہ اپنے آپ کو بلیک بلیڈ کہتا ہے لیکن اس لڑکی کو ایک ہاتھ بھی نہ مار سکا۔ ادھر سے ادھر گرتا رہا۔ اگر رحم سب نہ روکتے تو پتہ نہیں مرجانہ اس کا کیا حشر کرتی؟"

بیگم نے کہا۔ "کچھ بھی ہو۔ وہ جوان بیٹا ہے۔ وہ آپ کے سامنے ڈھال بن کر رہے گا۔ میں آپ کو اکیلے نہیں جانے دوں گی۔"

بختاور راضی ہو گیا کہ وہ منصور کے ساتھ کل صبح ہی راولپنڈی کے لیے روانہ ہو جائے گا۔ ان کی باتیں سننے کے بعد میں نے واپس مرجانہ کے پاس آ کر بتایا۔ "وہ کل صبح لاہور سے روانہ ہو گا اور تین چار گھنٹے بعد پنڈی پہنچ جائے گا۔ میں کسی مقام کا تعین کر کے اسے وہاں پہنچا دوں گا اور تمھیں بھی بتا دوں گا کہ وہ کہاں مل سکتا ہے۔ تم اپنی والدہ کے ساتھ اس کے پاس جانا۔ پھر جو تمھارا جی چاہے وہ کرنا۔"

اس وقت مرجانہ ایئر پورٹ جانے کی تیاریاں کرنے والی تھی۔ اس نے کہا۔ "اب میں لباس وغیرہ تبدیل کروں گی۔ تم یہاں سے جاؤ اور اپنی گھڑی میں وقت دیکھ لو۔ جس وقت میں تمھیں بتاؤں اسی وقت آنا۔ ایسا نہ ہو کہ پہلے چلے آؤ۔"

"اس وقت میری گھڑی میں پونے دو بجے ہیں۔"

وہ بولی۔ "میری گھڑی میں پورے پانچ بجے ہیں۔ تم ٹھیک ساڑھے پانچ بجے یعنی اپنی گھڑی کے مطابق سوا دو بجے میرے پاس چلے آنا۔ میں تمھارا انتظار کرتی رہوں گی۔"

میں نے اوکے کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ اب اس کے پاس جانے کے لیے آدھے گھنٹے کا وقت تھا۔ یہ وقت گزارنے کے لیے میں ممی کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ وہ رسونتی کے ساتھ لان میں بیٹھی ہوئی تھیں میں نے پہلے انھیں مخاطب نہیں کیا۔ چپ چاپ رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر سرگوشی کی۔ "ہیلو، رسونتی میں آ گیا ہوں۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ سوچ کے ذریعے بولی۔ "میں بڑی دیر سے انتظار کر رہی ہوں۔ اتنی دیر تک کہاں رہ جاتے ہو؟"

"بڑی مصروفیت میں وقت گزر رہا ہے تم اپنی سناؤ۔ اب کیسی طبیعت ہے؟"

"اب تو میں پہلے سے بہت بہتر ہوں۔ لان میں خود ہی چل کر آئی ہوں اور اب جی چاہتا ہے کہ ذرا دور گھومنے کے لیے جاؤں۔ ممی مجھے کار میں بٹھا کر لے جاتی ہیں۔ میرا بہت خیال رکھتی ہیں۔ ان کو پا کر مجھ کو محسوس ہوا کہ ماں کیسی ہوتی ہے۔ میں ان کی جتنی تعریف کروں کم ہے۔"

"ہاں ممی بہت اچھی ہیں پچھلے دنوں میرے ساتھ رہنے کی ضد کر رہی تھیں۔ میں نے کسی طرح انھیں وہیں برما میں روک دیا۔ تم تو جانتی ہو کہ میری زندگی نہاتی ہے۔ آج یہاں تو کل وہاں۔ ممی اس بڑھاپے میں میرے ساتھ کہاں کہاں بھٹکتیں۔ اس لیے میں ان سے کترا گیا تھا ورنہ میرا ایک گھر ہوتا اور ایک خاندان ہوتا تو اس خاندان کی بزرگ ممی ہی ہوتیں۔ میں انھی کے سائے میں زندگی گزارتا۔"

"فرہاد کب تک بھٹکتے رہو گے۔ اب تو تمھیں ایک گھر بنا لینا چاہیے۔ کیا پھر کوئی نیا رومانس شروع ہو گیا ہے؟"

"نہیں اسے رومانس تو نہیں کہتے ہاں دوستی ضرور ہے۔ میں مرجانہ کا ذکر پہلے بھی کر چکا ہوں اور وہ لڑکی ایسی ہے جس میں عورت پن برائے نام ہے ورنہ فطرتاً اور عادتاً مردوں کی جیسی زندگی گزارتی ہے اور مجھ سے بھی کوئی محبوبانہ توقعات نہیں بلکہ مردانہ دوستی ہے۔"

رسونتی نے کہا۔ "یاد آیا۔ مرجانہ کے متعلق تم جو کچھ بتا رہے ہو ایسا ہی رومانہ کے ساتھ تھا۔ رومانہ بھی پہلے عورت بننے کے لیے تیار نہیں تھی۔ مردوں جیسی زندگی گزارتی تھی آخر تمھارے ساتھ رہتے رہتے وہ بدل گئی۔ میں سمجھتی ہوں کہ ایک دن ایسا آئے گا جب مرجانہ بھی بدل جائے گی۔ تمھارے ساتھ تو یہی ہوتا رہتا ہے۔ آخر تم کب تک نئی نئی محبتیں اور رشتے قائم کرتے رہو گے؟"

اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دے سکتا۔ ممی نے اس کے بہت کم غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بیٹی تمھارے چہرے پر کبھی مسکراہٹ اور کبھی سنجیدگی آ جاتی ہے۔ جیسے تم فرہاد سے باتیں کر رہی ہو۔ کیا فرہاد موجود ہے؟"

"جی ہاں وہ اس وقت مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔"

میں نے ممی کے پاس پہنچ کر ہیلو کہا تو وہ خوش ہو کر دعائیں دینے لگیں۔ میں نے کہا۔ "ممی، آپ واقعی بہت بڑی فن کار ہیں۔ اپنے علم میں کامل ہیں۔ آپ نے جو پیشن گوئی کی تھی۔۔۔ اب وہ پوری ہونے والی ہے۔ میرے پھر پرزے دوبارہ پلاسٹک سرجری کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ میں ایک ماہ کے بعد اپنے اصلی روپ میں آ جاؤں گا۔"

"بیٹے، میں تمھیں اصلی صورت میں دیکھنے کے لیے بے چین ہوں۔ جب سرجری مکمل ہو جائے اور تمھارے چہرے سے پٹیاں کھل جائیں تو تم ہمارے پاس چلے آنا یا پھر ہمیں اپنے پاس بلا لینا۔ میں تمھیں دیکھے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میرے دل کی کیا حالت ہے۔ میں زبان سے بیان نہیں کر سکتی۔"

"زبان سے بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں تو آپ کے اندر سما کر آپ کی اندرونی کیفیت کو اتنی اچھی طرح معلوم کر سکتا ہوں جتنی اچھی طرح آپ معلوم کر سکتی ہیں۔"

"اچھا بیٹے، اب رسونتی کے پاس جاؤ۔ اس سے باتیں کرو۔ وہ بیچاری دن رات تمھارا انتظار کرتی رہتی ہے جب ایک تم اس کے دماغ میں نہیں آتے اسے قرار نہیں ملتا۔ میری مانو تو جتنی جلدی ہو سکے۔ رسونتی کو اپنی دلھن بنا لو۔ میری بہو بنا دو۔ اس طرح وہ جلدی صحت یاب ہو جائے گی۔"

"ممی۔ میں شادی کر کے اسے دلھن بنا کر کہاں رکھوں گا۔ میرا گھر کہاں ہے؟ آپ اپنے علم کے ذریعے معلوم کریں۔ کیا میری تقدیر میں شادی ہے اور اگر ہے تو کس قسم کی لڑکی کے ساتھ ہے۔ کیا میں کبھی اپنا ایک گھر بنا سکوں گا۔ اگر آپ کا علم یہ کہتا ہے تو میں پھر شادی کے متعلق سنجیدگی سے سوچوں گا۔ پہلے آپ مجھے میرے مستقبل کا حال بتائیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جلد ہی معلوم کروں گی کہ تمھارے تمھاری ہونے والی دلھن کے متعلق یا تمھارا گھر بسانے کے

متعلق کیا کہتے ہیں۔"

"میں رسونتی کے پاس آگیا۔ وہ میری منتظر تھی۔ میں نے کہا: "اب مجھے جانا چاہیے کیونکہ کافی دیر ہو چکی ہے اور ادھر میری مصروفیت ابھی باقی ہے۔"

"آخر ایسی کیا مصروفیت ہے کہ آتے ہو اور چلے جاتے ہو پھر ایک طویل انتظار کا عذاب مجھے سہنا پڑتا ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ تم سے دُور رہ کر میری کیا حالت ہو رہی ہے، ہم کب ملیں گے، فرہاد؟"

"رسونتی، اب تو تمھارا دماغ بالکل نارمل ہو گیا ہے۔ تم ماضی کی تمام باتیں یاد کر چکی ہو، تمھیں یہ بھی یاد ہو گا کہ میں شروع ہی سے کس طرح بے گھر بے در رہا ہوں۔ میرے ساتھ اتنے دشمن لگے رہتے ہیں، تقدیر میرے پاؤں میں ایسا چکر ڈالتی ہے کہ میں کبھی ایک جگہ ٹھیر نہیں سکتا۔ بہت عرصے کے بعد میں اپنے وطن گیا تھا لیکن وہاں سے بھی نکل جانے کا کوئی بہانہ تقدیر نے ڈھونڈ لیا اور اب ملاشک سرجری کے لیے تقدیر نے مجھے یہاں پہنچا دیا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب میں ایک جگہ رہ نہیں سکتا تو ایک عورت سے کیسے نباہ کر سکتا ہوں۔"

وہ مایوس ہو کر بولی: "اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کبھی میرے نہیں بن سکو گے۔ صرف محبت کا بھیس بھیس رہے ہو؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں تمھیں مایوس نہیں کرنا چاہتا۔ میری محبت میری توجہ تمھارے لیے ہے۔ میں تمھاری بھلائی کے لیے، تمھاری سفاخت کے لیے آخری سانس تک تمھارا بن کر رہوں گا لیکن باقاعدہ ایک شوہر بن کر، ایک گھر والا بن کر شاید کبھی نہ رہ سکوں۔ میں اس معاملے پر غور کروں گا۔ سوچوں گا کہ میں گھر بسا سکتا ہوں یا نہیں؟ اس سلسلے میں تمی بھی اپنے علم کے ذریعے کچھ معلوم کریں گی۔ اس وقت تک انتظار کرو۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔ فی الحال مجھے اجازت دو۔ یہاں میرا موجود رہنا ضروری ہے۔"

میں اُسے سمجھانے کے بعد ہوٹل کے کمرے میں ذاتی طور پر حاضر ہو گیا۔ سامی میری گود سے اُٹھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ اُس وقت میرے سامنے رسونتی کا حسین چہرہ گھوم رہا تھا۔ اُس کے حسن کی ایک ایک تفصیل نگاہوں کے سامنے تھی اور اُس کے پیار کی ادائیں بھی مجھے معلوم تھیں کہ وہ مجھے کس قدر چاہتی ہے۔ میں خود اسے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا مگر مرجانہ سے دوستی بہت مہنگی پڑ رہی تھی اور بے شک وہ مجھے راہِ راست پر لا رہی تھی۔ مجھے کسی ایک ہی کا بننے کے لیے یہ فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ کون میری زندگی میں مستقل آئے گی۔ میں سونیا کے دل کی بات جانتا تھا کہ اُس کے دل میں صرف فرہاد ہی ہے اور کبھی دوسرے کی وہاں گنجائش نہیں ہو گی۔ محبت کا جہاں تک تعلق ہے سونیا اب بھی وفادار تھی لیکن اُس کی ضد اور بدمزاجی نے ہمیں ایک دوسرے سے دور کر رکھا تھا۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سونیا بھی تھی، رسونتی بھی تھی اور مرجانہ بھی تھی پر میں شادی کیسے کر سکتا تھا۔ کہاں کر سکتا تھا۔ کس گھر میں کر سکتا تھا اور اگر میں کوئی گھر بنا لیتا تو پھر وہ گھر دشمنوں کی نظروں میں رہتا۔ کسی وقت بھی وہ اس گھر کے افراد کو یعنی میری بیوی کو اور میرے بچوں کو یرغمال بنا کر میری کمزوریوں سے کھیل سکتے تھے۔ مجھے مستقبل کی بہت سی باتیں سوچ کر شادی سے پرہیز کرنا پڑتا تھا۔

مجھے آدھ گھنٹے بعد مرجانہ کے پاس پہنچنا چاہیے تھا لیکن خیالات کی روانی میں وقت گزرنے کا احساس نہ ہوا۔ آدھ گھنٹے کے بجائے پون گھنٹہ گزر چکا تھا۔ مرجانہ اپنے گھر سے نکل کر ایئرپورٹ پہنچی ہوئی تھی اور بار بار اپنے دماغ میں کبھی میرا انتظار کرتی تھی اور کبھی اُس کی نگاہیں دُور ایئرپورٹ کے دروازے پر چلی جاتی تھیں جہاں ایک طیارہ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا ایک جگہ پہنچ کر ٹھیر گیا تھا۔ اُس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں اور وہ اپنے تصور میں اپنی امّی کے نئے نئے تصور بنا رہی تھی۔

میں نے کہا: "سوری، مرجانہ۔ مجھے دیر ہو گئی۔"

"کہاں رہ گئے تھے؟"

"بس ذرا امّی اور رسونتی سے باتیں کرنے میں اُلجھ گیا تھا ــــ کس موضوع پر باتیں ہو رہی تھیں۔ یہ میں تمھیں بتا کر ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیے کہ ابھی تمھارے جذبات و احساسات کچھ اور ہیں۔ تم اتنی شدت سے ایسی بے چینی سے اس طیارے کے دروازے کو دیکھ رہی ہو جیسے اپنی نگاہوں کے ذریعے اس دروازے کو توڑ کر جہاز کے اندر اپنی امّی کے پاس پہنچ جاؤ گی۔ میں تمھاری بے قراری کو سمجھ رہا ہوں۔"

وہ مسکرائی اور بولی: "تم بہت باکمال ہو میرے ایک ایک احساس کو سمجھتے ہو، ٹھیک ہے۔ تم اسی طرح موجود رہنا اور دیکھنا کہ میری امّی کیسی ہیں اور یقیناً میری امّی سب سے اچھی ہوں گی۔"

ہر اولاد کو اپنی ماں سب سے اچھی لگتی ہے۔ میں نے اُس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ تھوڑی دیر بعد دروازے کے ساتھ زینہ لگ گیا تھا۔ دروازہ کھل گیا تھا۔ مسافر باہر آتے جا رہے تھے۔ مرجانہ کے ساتھ اُس کی خالہ اور خالو کھڑے ہوئے تھے اُن کے ہاتھوں میں دوربینیں تھیں اور وہ انھیں آنکھوں سے لگا کر دیکھ رہے تھے۔ اچانک اُس کی خالہ نے کہا: "وہ دیکھو، وہ ہلکے نیلے رنگ کے شلوار سوٹ میں جو خاتون نظر آ رہی ہیں۔ وہ تمھاری امّی ہیں۔"

مرجانہ نے دُوربین سے آنکھیں لگا کر اُدھر دیکھا تو نیلے سوٹ میں ملبوس جو خاتون تھیں وہ دُوربین کے ذریعے عین نگاہوں کے سامنے نظر آ رہی تھیں۔ اُن کے چہرے پر ہلکا ہلکا سا سنجیدہ سا تبسم تھا۔ مسکراہٹ اس لیے تھی کہ وہ اپنی بہن سے ملنے آئی تھیں اور سنجیدگی اس لیے تھی کہ بیس برس تک جُدائی کی سزا بھگتنے کے باوجود اب تک اولاد کا چہرہ دیکھنا نصیب نہیں ہوا تھا۔ اُن کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ چند لمحوں کے بعد ہی اپنی بچھڑی ہوئی بیٹی کو دیکھنے والی ہیں۔"

خدا خدا کر کے سائرہ بانو کسٹم چیکنگ سے گزر کر ہال سے باہر آئیں۔ مرجانہ سے اب برداشت نہ ہو سکا۔ اس سے پہلے کہ طاہرہ بانو اُسے اُس کی امّی سے متعارف کراتیں وہ امّی کہہ کر چیخیں مارتی ہوئی، دوڑتی ہوئی گئی اور اپنی ماں سے لپٹ کر انہیں سینے سے لگا کر اُوپر اُٹھا لیا۔ وہ قدرآور تھی اور اُس کے مقابلے میں اُس کی ماں بہت چھوٹی لگتی تھیں وہ بے چاری بوکھلا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں۔ پھر اُن کی نظر طاہرہ پر پڑی تو طاہرہ بانو نے مسکراتے ہوئے کہا: "یہی تمھاری بیٹی مرجانہ ہے۔"

اُنھیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ اُن کی بیٹی یوں اچانک مل سکتی ہے۔ انھوں نے بے یقینی سے پوچھا: "باجی، کیا سچ کہہ رہی ہو۔ کیا یہی میری بیٹی ہے؟"

"ہاں میں کیا تم سے مذاق کروں گی۔ یہ تمھاری بیٹی ہی سینے سے لگی ہے۔ اب ذرا اپنے دل کی دھڑکنوں سے پہچان لو۔"

سائرہ بانو کی آواز سننے کے بعد میں اُن کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اُن کی عجیب حالت تھی۔ مرجانہ نے انھیں ایسے لپٹا یا ہوا تھا کہ اُن کے دونوں بازو جکڑے ہوئے تھے وہ اپنی بیٹی کو لپیٹ کر اپنی آغوش میں لے نہیں سکتی تھیں اور خوشی کے مارے اُن کے منہ سے کوئی بات بھی نہیں نکل رہی تھی اُن کی سوچ کہہ رہی تھی: "ذرا الگ ہٹو۔ ذرا مجھے اپنا چہرہ دیکھنے دو۔ میں دیکھوں گی کہ پیدائش کے وقت تم جیسی تھیں آج بھی ویسی ہو یا نہیں؟"

میں نے مرجانہ سے سرگوشی میں کہا: "یہ تم کیا کر رہی ہو، اپنی امّی کو بھی تو موقع دو کہ وہ تمھیں ایک نظر دیکھ سکیں۔ اُن کے ہاتھوں کو آزاد کرو۔ تاکہ وہ تمھیں اپنے سینے سے لگا سکیں۔ تم تو اپنی خوشی میں اُن کی خوشیوں کو بھلا بیٹھی ہو۔"

مرجانہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اُس نے فوراً ہی اپنی امّی کو آزاد کر دیا۔ وہ ذرا الگ ہوئیں۔ اپنی بیٹی کے چہرے کو بڑی محبت اور ممتا سے دیکھا۔ پھر اُس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے چھونے لگیں۔ یوں ٹٹولنے لگیں جیسے کوئی اندھا کسی چیز کو ٹٹول کر یقین کرتا ہے کہ جو وہ چاہتا تھا وہ اُسے مل رہا ہے یا نہیں؟ پھر یک بیک وہ چیخ مار کر روتے ہوئے اپنی بیٹی سے لپٹ گئیں اور اُس کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

وہ ایک ایسی ماں کے آنسو تھے جو بیس برس سے اپنی بیٹی کو دشمنوں سے چھپاتے آ رہی تھی اور اب بیٹی سامنے آ گئی تھی تو ممتا نہیں مان رہی تھی۔ وہ خوب جی بھر کر رونا چاہتی تھیں اور روتے روتے اپنی بیٹی کی آغوش میں ہی سو جانا چاہتی تھیں۔ بس انھیں ایسے ہی سکون کی ضرورت تھی۔ مرجانہ انھیں تھپک تھپک کر تسلیاں دے رہی تھی انھیں چوم رہی تھی۔ انھیں سمجھا رہی تھی کہ اب وہ خاموش ہو جائیں اور وہاں سے آگے بڑھ کر کار میں بیٹھ جائیں تاکہ راستے میں مزید محبتوں اور جذبات کا اظہار ہوتا رہے۔

طاہرہ بانو نے بھی سائرہ بانو کو تھپک تھپک کر سمجھایا پھر وہ سب انھیں دونوں طرف سے سنبھال کر وہاں پہنچیں۔ جہاں اُن کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ کار کی پچھلی سیٹ پر مرجانہ اپنی امّی کو ساتھ لے کر بیٹھ گئی۔ اگلی سیٹ پر اُس کی خالہ اور خالو بیٹھ گئے۔ پھر خالو نے کار اسٹارٹ کی اور گاڑی وہاں سے آگے بڑھنے لگی۔

سائرہ بانو نے اب پچھلی سیٹ پر آرام سے بیٹھ کر مرجانہ کو اپنے پاس جھکا لیا تھا اور اُس کے سر کو اپنے سینے سے لگا کر کبھی اُس کے رخساروں کو اور کبھی اُس کے ہونٹوں کو، کبھی اُس کی آنکھوں کو چھو کر دیکھ رہی تھیں۔ اِدھر سے اُدھر چہرے کو سہلا رہی تھیں اور بڑبڑاتی جا رہی تھیں: "خدایا مجھے یقین کیوں نہیں آتا کہ میری بیٹی مجھے مل گئی ہے۔"

اگلی سیٹ سے طاہرہ بانو نے پلٹ کر کہا: "میں تمھاری بیٹی کو لے کر آئی ہوں۔ میں نے تمھاری بیٹی سے تعارف کرایا ہے کیا تمھیں مجھ پر بھی یقین نہیں ہے کہ میں نے تمھاری بیٹی کو تم سے ملا دیا ہے؟"

سائرہ بانو نے کہا: "ہاں اسے سینے سے لگا کر میرے دل کی دھڑکنیں یہی کہہ رہی ہیں کہ مجھے میری بچی مل گئی ہے لیکن اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ مرجانہ کو تم نے اپنے پاس کیسے بلا لیا اور....."

یہ کہتے کہتے سائرہ بانو ایک دم سے چونک گئیں۔ پھر انھوں نے سوال کیا: "اور تم لوگوں کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آج میں پیرس سے اس فلائیٹ کے ذریعے آ رہی ہوں؟"

طاہرہ بانو نے کہا: "مرجانہ نے مجھے بتایا تھا۔ شاید تمھیں یقین نہ ہو کہ تمھاری بیٹی کے قبضے میں ایک جن ہے جو اُسے غیب کی باتیں بتا دیا کرتا ہے۔ اسی نے تمھاری بیٹی کو اطلاع دی تھی کہ تم اس وقت طیارے سے یہاں پہنچنے والی ہو۔"

سائرہ بانو نے حیرانی سے اور بے یقینی سے کہا: "باجی! آپ اتنی تعلیم یافتہ ہو کر اس دور میں ایسی باتیں کر رہی ہیں؟"

مرجانہ کے خالو نے کہا: "بھئی مجھے بھی ان باتوں کا یقین نہیں تھا لیکن اس جن نے اپنی موجودگی کا ایسا ثبوت دیا ہے کہ مجھے یقین کرنا پڑا۔"

مرجانہ نے کہا: "امّی، میں آپ کو بھی یقین دلا دیتی ہوں۔ کیا آپ ملنا چاہیں گی اس جن سے؟"

"بیٹی، میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اچانک مجھے تم کیسے مل گئیں اور مل جانے کے بعد یہ ایک نیا شوشہ چھوڑا جا رہا ہے کہ کوئی جن بھی تمھارے ساتھ رہتا ہے۔ یہ سب آخر کیا چکر ہے؟"

"امّی، میں چاہوں تو ابھی اسی وقت اس جن سے آپ کی ملاقات کرا سکتی ہوں۔ یعنی وہ اپنے وجود کا ثبوت دے سکتا ہے مگر نظر نہیں آ سکتا لیکن ایسا کریں گی تو آپ ذہنی طور پر اور بھی الجھ جائیں گی۔ اس وقت آپ کے لیے یہی حیرانی اور پریشانی کافی ہے کہ میں اچانک آپ کو کیسے مل گئی۔ پہلے تو آپ اس بات کا یقین کر لیں اور مجھے دل اور دماغ کی گہرائیوں سے اپنی بیٹی تسلیم کر لیں۔ پھر رفتہ رفتہ اس جن کے متعلق بھی آپ کو یقین آ جائے گا۔"

"نہیں، بیٹے پہلے ہر بات کی وضاحت ہو جانی چاہیے جب ہر معاملہ صاف ہو جائے گا تب پورے اعتماد سے ہم آپس میں ڈھیر ساری باتیں کر سکتے ہیں۔"

مرجانہ نے کہا: "اچھی بات ہے آپ ذرا انتظار کریں میں اپنے اس جن سے مخاطب ہوتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چپ ہوئی اور سوچ کے ذریعے پوچھنے لگی: "کیوں فرہاد کیا تم موجود ہو؟"

میں نے کہا: "ہاں جب تم امّی کے سینے سے لگی ہوئی تھیں تو اُن کے سینے کی دھڑکنوں کو میں بھی محسوس کر رہا تھا۔ ہم دونوں ایک ساتھ ایک ہی وقت میں ایک ماں کی ممتا کو محسوس کر رہے تھے۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "میں چاہتی ہوں کہ تم امّی کو اپنی موجودگی کا ثبوت دو اور یہ یقین دلا دو کہ تمھاری وجہ سے ہمیں اُن کی آمد کی اطلاع ملی تھی اور تم ایک جن ہو جو میرے ساتھ رہتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی یقین دلاتا ہوں۔"

وہ بولی: "مگر بھتیجے، ایک بات یاد رکھو کہ ایک طویل مدت کی جدائی کے بعد میری امّی مجھے ملی ہیں۔ میں اُن سے جھوٹ بولنا اور انھیں دھوکا دینا نہیں چاہتی۔ اگر تم مناسب سمجھو تو میں آج تنہائی میں امّی کو بتا دوں کہ تم کون ہو اور میں تمھیں کتنا چاہتی ہوں۔ ہماری امّی کو یہ معلوم ہونا چاہیے یا نہیں۔ میں سوچ کر جواب دوں گا کہ تمھیں امّی کو بتانا چاہیے یا نہیں۔ ابھی اپنی امّی سے کہو کہ وہ اس وقت سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی ہیں۔ پلک جھپکتے ہی وہ سیدھی ہو کر بیٹھ جائیں گی۔ اگر وہ چاہیں تو اس بات کا فیصلہ کر لیں کہ وہ سیدھی ہو کر نہیں بیٹھیں گی لیکن جن انھیں بٹھا دے گا۔"

مرجانہ نے اپنی امّی سے یہی بات کہی۔ اُس کی امّی نے کہا: "ٹھیک ہے میں ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی ہوں اور اس وقت میں سیدھی ہو کر بیٹھنا نہیں چاہتی۔"

اُن کے ایسا کہتے ہی میں اُن کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں تو میں نے اُن کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ حیرانی سے اپنے آپ کو دیکھنے لگیں۔ مرجانہ نے مسکرا کر پوچھا: "کیوں امّی! اب آپ ہی بتائیے کہ آپ کو اس طرح سیدھا کس نے بٹھایا؟"

وہ حیرانی سے بولیں: "بیٹی، مجھے تو کچھ پتہ ہی نہیں چلا۔ میں آپ ہی آپ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔"

مرجانہ نے کہا: "دیکھیے، اب آپ کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر ہے۔ آپ ضد کر لیں کہ اپنا ہاتھ وہاں سے نہیں

ہٹائیں گی لیکن میں کہتی ہوں کہ آپ وہ ہاتھ اٹھا کر میرے ہاتھ پر رکھیں گی۔"

انھوں نے کہا: "چلو اس بار بھی آزماتی ہوں اور ضد کرتی ہوں کہ میں اپنا ہاتھ یہاں سے نہیں ہٹاؤں گی۔"

ایسا کہتے ہی میں پھر اُن کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ پھر جب میں نے اُن کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ حیرانی سے اپنے ہاتھ کو مرجانہ کے ہاتھ پر دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے شدید حیرانی سے کہا: "یہ تو کوئی جادو ٹونا تماشا لگتا ہے۔ آخر یہ سب کیا ہے؟"

"امّی، یہی تو میرے جن کا کمال ہے وہ جیسا چاہتا ہے ویسے ہی دوسروں سے عمل کراتا ہے اور دوسروں کے جسد مجھ تک پہنچاتا ہے۔"

"بیٹی، میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا بن گئی ہو۔ میں تو تصور میں دیکھتی تھی کہ تم ایک چھوٹی موٹی سی نرم نازک سی لڑکی ہو مگر تم نے تو پہاڑ جیسا قد نکالا ہے اور ہاتھ پاؤں کی مضبوط بھی دکھائی دیتی ہو۔ پھر یہ کہ ایک جن کا ساتھ بھی ہو گیا ہے۔"

طاہرہ بانو نے کہا: "تمھیں یہ سن کر اور تعجب ہو گا کہ تمھاری بیٹی بہترین فائٹر ہے۔ دو چار دشمن تو اس کا کچھ بگاڑ ہی نہیں سکتے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے اس کے لڑنے کا تماشا دیکھا ہے۔"

سائرہ بانو بڑی حیرانی سے اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔ بیٹی نے مسکرا کر کہا: "امّی، آپ نے ڈائری کے آخر میں شدید خواہش ظاہر کی تھی کاش کہ آپ ایک بیٹے کو جنم دیتیں جو آپ کے دشمنوں سے گن گن کر بدلے لیتا۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹی دی مگر بیٹا بنا دیا۔ میں ایسی ہوں کہ جیسا بیٹا بھی نہ ہوتا۔ میں آپ کو دکھاؤں گی کہ آپ کے دشمنوں سے کس طرح انتقام لیتی ہوں۔ میں آپ کی آنکھوں کے سامنے انھیں عبرت ناک انجام تک پہنچاؤں گی۔"

سائرہ بانو خوش ہو کر محبت سے بڑی شفقت سے اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔ پھر اُس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اُسے چومنے لگیں۔ کہنے لگیں: "ہاں بیٹی مجھے تو ایسا ہی لگ رہا ہے جیسے خدا نے مجھے بیٹی کے روپ میں ایک بیٹا دیا ہے۔ مجھے اب کسی کی پروا نہیں ہے میں تمھیں اپنے ساتھ پیرس لے جاؤں گی ان دشمنوں سے انتقام لینے کی بات دماغ سے نکال دو۔ کیا فائدہ ہے لڑائی جھگڑے کو بڑھانے سے۔ ہم اطمینان سے بہت دُور جا کر زندگی گزاریں گے۔ کوئی ہمارے راستے میں نہیں آئے گا۔"

اُن کی بات ختم ہوتے ہی جیسے راستہ رُک گیا ہو مرجانہ کے خالو نے اچانک ہی بریک لگا کر گاڑی کو روک دیا۔ سامنے دیکھا تو ایک گاڑی سڑک پر آڑی کھڑی ہوئی تھی اور اُن کا راستہ روکے ہوئے تھی۔ میں نے سرگوشی میں مرجانہ سے کہا: "خطرہ ہے۔"

اتنی سی دیر میں اس کار کو کتنے ہی لوگوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کچھ کے ہاتھوں میں ریوالور دکھائی دے رہے تھے۔ ایک آدمی نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا: "تم دونوں باہر آ جاؤ۔ اگر کسی نے اعتراض کیا تو ہم بے دریغ فائرنگ شروع کر دیں گے۔"

وہ ریوالور والا مرجانہ اور اُس کی امّی کو باہر نکلنے کے لیے کہہ رہا تھا اور اُس کے خالو اور خالہ کو وہیں بیٹھے رہنے کا حکم دیا جا رہا تھا یعنی وہ مرجانہ اور اُس کی امّی کو اپنے ساتھ کہیں لے جانا چاہتے تھے۔

مرجانہ شکاریوں کے درمیان گھری ہوئی شیرنی کی طرح نتھنے پھلا کر گہری گہری سانس لیتے ہوئے اور گھورتے ہوئے ایک ایک کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اُسے کدھر سے شروع ہونا چاہیے یا ابھی صبر کرنا چاہیے۔

میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "دیکھو، اپنی طرف سے ابھی کوئی جدوجہد نہ کرنا کیونکہ اُن کے ہاتھوں میں ریوالور ہیں۔ وہ یقیناً نقصان پہنچائیں گے۔ بڑے تحمل سے اُن کے ساتھ چلی جاؤ۔ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

مرجانہ کی سوچ نے کہا: "تم مجھے صرف اتنا بتا دو کہ یہ لوگ کون ہیں اور ہمیں کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔"

"مرجانہ ذرا صبر کرو۔ میں تمھیں سب کچھ بتا دوں گا۔ تم اپنی امّی کا حوصلہ بڑھاؤ۔"

وہ اپنی امّی کو تسلیاں دینے لگی کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے اور انھیں ان بدمعاشوں کے ساتھ بے جھجک چلنا چاہیے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ اللہ حفاظت کرنے والا ہے۔

وہ دونوں ماں بیٹی ان ریوالور والوں کے گھیرے میں چلتی ہوئی دوسری گاڑی تک گئیں۔ پھر ان دونوں کو وہاں پچھلی سیٹ پر بٹھایا گیا۔ اُن کے دونوں طرف دو آدمی ریوالور لے کر بیٹھ گئے۔ اگلی سیٹ پر تین آدمی بیٹھے۔ پھر وہ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے لگی۔ مرجانہ کے خالو کی گاڑی کے پاس کھڑے ہوئے ایک شخص نے ریوالور سے فائر کر کے

اس گاڑی کے پہیے کو بیکار کر دیا۔ تاکہ وہ ان کا پیچھا نہ کر سکیں۔ اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے فرار ہو گئے۔ گاڑی بھی وہاں سے جا چکی تھی اور اس کی خالہ اور خالو منہ تکتے رہ گئے تھے۔ ہیں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اب ہیں اس آدمی کے دماغ میں تھا جس نے مرجانہ کو گولی مارنے کی دھمکی دی تھی۔ ہیں اس کے لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اب اس کی سوچ کے ذریعے اس کے دماغ میں اس کے مقاصد معلوم کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر کہا "مسز مرجانہ یہ لوگ حشمت بیگ کے آدمی ہیں۔ قصہ یوں ہے کہ حشمت بیگ یہاں پیرس میں موجود ہے۔ یہ بات تمہاری امی جانتی ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتیں کہ ان کے یہاں آنے کی خبر حشمت بیگ کو ہے۔ اس نے بھی اسی فلائیٹ سے آنے کی کوشش کی لیکن اسے سیٹ نہ ملی۔ اس لیے وہ دوسرے دن کسی دوسرے طیارے سے وہاں پہنچنے والا ہے۔ جب تک وہ وہاں نہیں پہنچ جاتا اس وقت تک تمہیں اور تمہاری والدہ کو قید میں رکھا جائے گا لیکن کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ یہ حشمت بیگ کا حکم ہے کہ تم لوگوں کو اس کے آنے تک زندہ رکھا جائے۔"

مرجانہ کی امی سہمی ہوئی تھیں انھوں نے کہا "بیٹی، میرے نصیب میں خوشیاں نہیں ہیں۔ میں پہلے ہی جانتی تھی کہ جب بھی تم ملو گی تو دشمن بھی قدم قدم پر ملیں گے اور ہمیں کبھی ایک ساتھ رہنے نہیں دیں گے۔"

مرجانہ نے کہا "امی، آپ ناحق پریشان ہوتی ہیں۔ یقین کریں یہ کتے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

گالی سن کر ایک شخص نے جھڑک کر کہا "اے اپنی زبان بند رکھو۔ ورنہ منہ توڑ دوں گا۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے مجبور کیا کہ وہ اپنا ریوالور کھڑکی سے باہر پھینک دے۔ اس نے ویسی ہی حرکت کی جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ بوکھلا کر اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔ "ارے میرا ریوالور کہاں گیا؟"

مرجانہ کی طرف بیٹھے ہوئے شخص نے پوچھا "کیا بات ہے؟ تمہارا ریوالور تو تمہارے پاس ہی ہونا چاہیے۔"

میں اس لینے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے بھی اپنا ریوالور کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ پھر دونوں کی بوکھلاہٹ نے آگے بیٹھنے والے لوگوں کو متوجہ کیا۔ وہ پوچھنے لگے "تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو۔ کیا بات ہے ریوالور کیا ہوئے تمہارے؟"

میں اس بولنے والے کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ مرجانہ خاموش بیٹھی ہوئی یہ تماشہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے تیسری بار بھی وہ تماشہ دیکھا۔ تیسرے آدمی نے بھی اپنے ریوالور کو کھڑکی سے باہر پھینک دیا تھا۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے آدمی نے شدید حیرانی سے پوچھا "ارے ارے یہ تم کیا کر رہے ہو؟ تم نے اپنا ریوالور باہر کیوں پھینک دیا؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟" پھر اس نے اپنے ساتھی سے کہا "گاڑی روکو۔ میں باہر جا کر اپنا ریوالور اٹھا لوں۔"

ڈرائیو کرنے والے — ساتھی نے پوچھا "یہ آخر کیا تماشہ ہو رہا ہے؟" اس کی بات سنتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا میں نے اسے گاڑی روکنے کا حکم نہیں دیا۔ وہ برابر ڈرائیو کرتا رہا۔ اس کے ساتھی نے چیخ کر کہا۔ "یہ تم گاڑی کیوں نہیں روکتے؟"

اس نے جواب دیا "چپ چاپ بیٹھے رہو۔ تم لوگ حماقتیں کرتے رہو گے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہاتھ میں گاڑی روک دی جائے۔ پیچھے ان کے دو ساتھی لگے ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پولیس کی مدد لے کر آئیں۔ ہمیں جلد سے جلد اپنے ٹھکانے پر پہنچنا چاہیے۔"

اب اس کار کے اندر صرف ایک آدمی کے پاس ریوالور رہ گیا تھا۔ میں ڈرائیو کرنے والے کو چھوڑ کر اس ریوالور والے کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ پھر میں نے اس کی زبان سے کہا "مرجانہ اب صرف میرے پاس ریوالور رہ گیا ہے اور تم سمجھ گئی ہو گی کہ اب میں کون ہوں۔ لہٰذا قدم شروع ہو جاؤ اور اپنی امی کو دکھاؤ کہ تم بیٹی نہیں بیٹا ہو۔"

اتنا سنتے ہی مرجانہ نے اپنے دائیں طرف بیٹھے ہوئے شخص کے پیٹ میں ایک کہنی ماری۔ وہ ایک تکلیف سے "ملا کر سامنے کی طرف جھکنے لگا۔ مرجانہ نے اسی وقت اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اسے باہر دھکا دے دیا۔ اس کی چیخیں سنائی دیں۔ کار چلانے والے نے اچانک ہی بریک لگائے۔ مرجانہ نے فوراً ہی باہر آ کر اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ڈرائیو کرنے والا باہر نکل کر مرجانہ پر حملہ کرنا چاہتا تھا مگر اس نے اسے ایک لات رسید کی وہ پھر اندر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر مرجانہ نے اس کے ایک ہاتھ کو اپنی طرف

کھینچا اور دروازے کو ایک جھٹکے سے بند کر دیا۔ ڈرائیو کرنے والے کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی کیونکہ اس کا ہاتھ دروازے سے کچل گیا تھا۔ اس نے پھر دروازے کو کھولا اور اپنے ہاتھ کو پکڑ کر اس شخص کو کار کے باہر پھینک دیا۔

اتنی دیر میں دوسری طرف کے دروازے کھول کر باقی دونوں افراد باہر آ گئے تھے اور مرجانہ پر حملہ کرنے جا رہے تھے۔ ان کی امی سہمی ہوئی اپنی بیٹی کو لڑتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے کہا "امی، آپ کو اب گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں وہ جن ہوں جو مرجانہ کے ساتھ رہتا ہے اور اس وقت میں ریوالور والے کے اندر سمایا ہوا ہوں۔ اب آپ دیکھیے کہ اپنے جسم دیا تھا وہ بیٹی تھی یا بیٹا ہے؟"

وہ دیکھ رہی تھیں کہ باہر اس پر حملہ کرنے والے چیخیں رہے ہیں۔ اس سے بھڑ جانا چاہتے ہیں مگر مرجانہ اس کا موقع نہیں دے رہی ہے۔ ایسی پھرتی سے لڑ رہی ہے۔ جیسے بجلی ادھر سے ادھر کوندتی ہے اور واقعی ان لوگوں پر بھی ٹوٹ رہی تھی۔

پھر اس ریوالور والے نے ریوالور سائرہ بانو کے حوالے کرتے ہوئے کہا "امی یہ ریوالور لیجیے۔ میں مرجانہ کا جن ہوں اب اس کے اندر سے نکل رہا ہوں کیونکہ یہ بھی مرجانہ سے مقابلہ کرنے کے لیے جائے گا۔"

سائرہ بانو کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ لیکن انھوں نے حیرت زدہ ہونے کے باوجود وہ ریوالور اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اتنی تو عقل تھی کہ حفاظت کرنے والی چیز کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہیے۔ وہ ریوالور لے کر باہر سے باہر نکل گیا۔ جیسے ہی وہ باہر نکلا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا پہلے تو وہ بوکھلایا لیکن اپنے سامنے مرجانہ کو دیکھ کر ہوش آ گیا کہ وہ ایک ایسی دبلی پتلی لڑکی ہے جس نے تنہا اس کے کئی آدمیوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے اور اس وقت کمر پر ہاتھ رکھے اس کے سامنے تن کر کھڑی ہوئی تھی۔ جیسے خاموش نگاہوں سے چیلنج کر رہی ہو کہ آؤ تم بھی۔ فوراً ہی تو اس نے بوکھلا کر پوچھا "یہ سب کیا ہوا۔ میرے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ کہاں گیا۔ یہ تم کیا کر رہی ہو؟"

اس کے جواب میں مرجانہ نے اس کے بالوں کو پکڑ کر اپنی طرف جھٹکا دیتے ہوئے کھینچا۔ پھر اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ اس کے منہ سے کراہیں نکلنے لگیں۔ اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے لوہے کی سلاخ منہ پر مار دی گئی ہو۔ پھر مرجانہ نے اسے چھوڑ دیا۔ چھوٹتے ہی وہ وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ میں نے اس سے کہا "اب تم گاڑی کو واپس موڑ کر آؤ میں تمہارے انکل کے پاس جا کر انھیں تھانے میں رپورٹ درج کرانے سے روک دوں گا۔ کیا فائدہ ہے۔ پولیس کیس کی وجہ سے معاملہ خواہ مخواہ طول پکڑے گا۔ ابھی تمہیں بہت سے دشمنوں سے نمٹنا ہے۔ کہاں تک رپورٹیں درج کرائی جائیں گی۔"

یہ کہہ کر میں مرجانہ کے انکل کے دماغ میں پہنچا تو وہ اپنی بیگم یعنی طاہرہ بانو کے ساتھ گاڑی سے نکلنے کے بعد پیدل جا رہے تھے تاکہ کسی قریبی تھانے میں رپورٹ درج کرا سکیں۔ میں نے ان کی زبان سے کہا "بیگم، میرے اندر مرجانہ کا جن سمایا ہوا ہے اور وہ مجھے منع کر رہا ہے کہ میں تھانے میں رپورٹ درج نہ کراؤں اس وقت مرجانہ اپنی امی کے ساتھ واپس آ رہی ہے۔ ہمیں اپنی کار کے پاس رہنا چاہیے۔"

طاہرہ بانو نے حیرانی سے اپنے شوہر کو دیکھا۔ میں نے ان کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تو وہ اپنا سر تھام کر حیرانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ طاہرہ بانو نے بتایا کہ ابھی ان کی زبان سے وہ جن بول رہا تھا۔ طاہرہ بانو نے انھیں ساری باتیں سنائیں تو وہ قائل ہو کر پھر گاڑی کی طرف واپس آنے لگے۔ وہ اس سے پہلے بھی جن کا تماشہ دیکھ چکے تھے اس لیے انھوں نے فوراً ہی اس بات کو تسلیم کر لیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد مرجانہ اپنی امی کے ساتھ وہاں پہنچ گئی۔ اس نے اپنی خالہ اور خالو کو پچھلی سیٹ پر بٹھا لیا۔ پھر گھر کی طرف چلتے ہوئے وہ واقعات سنانے لگی جو ابھی اس کے ساتھ پیش آئے تھے۔ وہ لوگ جن کی کارکردگی سے بڑے متاثر تھے۔ پھر سائرہ بانو اپنی بیٹی کے لڑنے کا انداز بھی دیکھ چکی تھیں اس لیے وہ اپنی بیٹی کی تعریفیں کیے جا رہی تھیں۔ میں نے مرجانہ سے کہا "اب تو میری ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری کوٹھی قریب آ گئی ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے دماغ میں جھانک کر دیکھ لوں گا کہ تم خیریت ہو یا نہیں۔ اس کے بعد اب ڈنر کے وقت ملاقات ہو گی۔ اچھا اب خدا حافظ۔"

میری گھڑی میں چار بجنے والے تھے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر باتھ روم میں گیا۔ سامی کمرے میں گھوم رہی تھی۔ منہ ہاتھ دھونے کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا اور سگریٹ

سلگانے لگا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازے کو کھولا تو سامنے کیتھی مسکرا رہی تھی۔

میں ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ اندر آ گئی۔ میں نے دروازے کو بند کیا تو وہ میرے گلے کا ہار بن گئی۔ بڑے ہی والہانہ انداز میں کہنے لگی: "میں تم سے بے حد محبت کرنے لگی ہوں۔ پتہ نہیں تم نے کیا جادو کر دیا ہے۔ میں نے کہا تھا نا کہ مجھے دلیر آدمی پسند ہیں تم نے ماسٹر بچکو کو بڑی زبردست شکست دی تھی۔ اب میں بھی تم سے شکست کھانے آئی ہوں۔"

میں نے اپنی گردن سے اس کے ہاتھوں کو بڑی آہستگی سے ہٹاتے ہوئے کہا: "ڈارلنگ! میں تمہاری محبت کی قدر کرتا ہوں۔ اگر یہ صرف محبت ہو اور کچھ نہ ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی: "تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"وہی کہہ رہا ہوں جو ہمارے ایشیا میں شریف لوگ کہتے ہیں کہ بغیر شادی کے کسی عورت کے ساتھ وقت گزارنا بہت بڑا گناہ ہوتا ہے اور میں بچپن ہی سے ایسے گناہوں سے بچتا آ رہا ہوں۔ لہٰذا آج بھی ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔"

وہ بڑے تعجب سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "مجھے یقین نہیں آتا کہ تم اتنے ماڈرن ہو کر اس طرح کی فرسودہ باتیں کرو گے۔ گناہ اور ثواب کوئی چیز نہیں ہے۔ انسان کو ایک بار زندگی ملتی ہے۔ اس زندگی میں وہ جس قدر عیش کر لے۔ وہ کم ہے اور تم اس مختصر وقت کو بھی ضائع کر دینا چاہتے ہو، کیسے بے وقوف ہو تم؟"

یہ کہہ کر وہ ترغیب دینے والی ادائیں دکھانے لگی۔ میں فوراً ہی کمرے سے باہر نکل گیا۔ پھر دروازے سے باہر کھڑے ہو کر اس سے کہا: "سوری کیتھی مجھے اندر بہت گھٹن سی محسوس ہو رہی ہے آؤ باہر چلیں۔"

اس نے مایوسی سے اور ذرا غصے سے مجھے دیکھا۔ پھر چپ چاپ باہر آ گئی۔ میں نے سامی کو کمرے میں چھوڑ کر دروازے کو لاک کر دیا۔ جب میں ہوٹل سے باہر کھلی فضا میں پہنچا تو زندگی میں پہلی بار ایک روحانی خوشی محسوس کی۔ پہلی بار یہ تہیہ کیا کہ اگر اپنے طور پر گناہ سے بچنے کی کوشش کی جائے اور اپنے نفس کو قابو میں رکھا جائے تو بعد میں ضمیر کو کتنا اطمینان کتنی روحانی مسرتیں حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں مجھے مرجانہ کا احسان مند ہونا چاہیے جس نے مجھے پابند کر دیا تھا کہ میں اپنے وعدے کو نبھاؤں سو زندگی میں پہلی بار میں نے اتنی شرافت سے ایک وعدہ نبھایا۔

کیتھی کار ڈرائیو کر رہی تھی اور میں اس کے برابر میں بیٹھا ہوا تھا۔ گاڑی چلاتے ہوئے وہ کوئی حرکت نہیں کر سکتی تھی مگر باتوں ہی باتوں میں مجھے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور مجھے یہ سمجھانا چاہتی تھی کہ گناہ کے خوف کو دل سے نکال دینا چاہیے اور میں بار بار اسے سمجھا رہا تھا کہ میں جنت میں جانا چاہتا ہوں اس لیے گناہ کے راستے پر چل کر جہنم میں پہنچنا نہیں چاہتا۔ وہ میری باتوں سے جھلا گئی تھی۔ ایک جگہ کار روک کر ٹیلی فون بوتھ کے اندر گئی۔ پھر وہاں سے سونیا کو کال کرنے لگی۔ "مادام" میں چپ چاپ سنتا رہا، جب رابطہ قائم ہو گیا تو وہ کہنے لگی: "مادام! میں نے طارق کو ہر طرح سے بھڑکانے اور اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ تو بالکل بے وقوف ہے اور گناہ و ثواب کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ آپ کا یہ خیال غلط تھا کہ وہ ایشیائی ہے اور ڈیفیمی مارتا ہے لیکن عملی طور پر بالکل ہی کورا ہے۔"

سونیا نے کہا: "مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ ایسا ہو سکتا ہے۔ وہ تو مجھ سے بھی عشق کر رہا تھا اور تم پر بھی ہزار جان سے عاشق ہو گیا تھا پھر وہ تم سے کیوں کترا رہا ہے۔ کیا تم نے کوئی کمی کی ہے؟"

"ہرگز نہیں مادام۔ میں نے اپنے تمام صلاحیتیں آزما لی ہیں۔ وہ بالکل ہی میری طرف مائل نہیں ہوتا ہے اور میری طرف کیا بلکہ وہ کسی بھی عورت کی طرف اس وقت مائل نہیں ہوگا۔ جب تک اس کے کہنے کے مطابق وہ باقاعدہ شادی نہیں کرے گا۔ عجیب بے وقوف آدمی ہے۔"

"اسے میرے پاس لے آؤ۔"

سونیا نے یہ حکم دے کر ریسیور رکھ دیا۔ کیتھی بوتھ سے باہر آئی اسٹیرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا: "کیا فون کر رہی تھیں؟"

"میری ایک سہیلی تھی۔ چلو ہم مادام کے پاس چلیں۔"

یہ کہہ کر اس نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر سونیا کی طرف چلنے لگی۔ میں سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھ رہا تھا۔ وہ میرے متعلق سوچ رہی تھی۔ ڈاکٹر کی رپورٹ مل گئی تھی اور اس رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ طارق محمود کا چہرہ بالکل پرفیکٹ ہے اور اس پر فرہاد کا چہرہ آسانی بنایا جا سکتا ہے اور یہ کام کل ہی سے شروع ہوگا۔ لہٰذا کل وہ مجھے ڈاکٹر میکی براڈلے کے ہسپتال میں لے جانے والی تھی وہاں ایک آپریشن کمرہ ریزرو کرا لیا گیا تھا۔ کیتھی مجھ سے مایوس ہو گئی تھی۔ اس لیے مجھے سونیا کے پاس چھوڑ کر چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد سونیا نے مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا بات ہے تم تو دیر کے وقت کیتھی میں بڑی دلچسپی لے رہے تھے اور کیتھی سے پہلے مجھ میں دلچسپی لے رہے تھے۔ اب وہ تمہاری تمام دلچسپیاں کیسے ختم ہو گئیں؟"

میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اسے دیکھ کر برسوں پرانے واقعات یاد آنے لگے۔ سوچ کی سیج پر کروٹ کروٹ سونیا کی ادائیں جاگنے لگیں۔ وہ بلاشبہ ایسی تھی کہ اتنی دشمنی یا اختلافات کے باوجود میں ان لمحات کو فراموش نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا: "اس وقت کیتھی سے زیادہ تم پر کشش لگ رہی ہو۔ سنا ہے کہ پرانی شراب میں نشہ زیادہ ہوتا ہے۔"

"بکواس کرو گے تو میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔ زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کرو۔"

"تو پھر تم مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔"

"کیا تم مذہبی آدمی ہو اور گناہ اور ثواب کا حساب کرتے رہتے ہو؟"

"ہاں مذہب ہماری گھٹی میں پڑا رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عمل کے وقت ہم اپنے ایمان کو بھول جاتے ہیں لیکن یہ بھی بات ہے کہ جب کبھی سنبھلنے کا موقع آتا ہے تو ہم ایمان کا سہارا ضرور لیتے ہیں اور گناہ و ثواب کے فرق کو بھی سمجھتے ہیں۔"

اس نے مجھے ناگواری سے دیکھا۔ پھر پلٹ کر وہاں سے جانے لگی۔ اس کی چال میں ایسا غرور تھا جو ہر قدم پر چھلکتا تھا۔ بڑے غضب ناک انداز میں چلتی تھی۔ پھر میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "سونیا! ایک بات کا جواب دو؟"

وہ پلٹ کر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں نے مسکرا کر کہا: "تمہاری اس چال پر تو فرہاد مر جائے گا ہوگا۔"

وہ اچانک ہی ایک دم سے پرسکون ہو گئی۔ نگاہیں کہیں دور بھٹک گئیں۔ چند ساعتوں کے لیے جیسے وہ سونیا نہیں تھی۔ وہ کوئی طاقت ور مغرور خطرناک قسم کی فائٹر نہیں تھی۔ ایک معصوم عورت تھی جو اپنے بچھڑے ہوئے لمحات کو بڑے کرب سے یاد کر رہی تھی۔ اس وقت وہ ایسی برہن تھی جو اپنے پیا کے انتظار میں برسوں سے جیتی اور مرتی چلی آ رہی تھی۔

پھر چند ساعتوں کے بعد وہ ایک دم سے چونک کر تھی۔ میں نے مسکرا کر پوچھا: "کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے جانے لگی۔ میں نے پھر اسے مخاطب کیا تو وہ ٹھہر گئی۔ میں نے کہا: "دیکھو اگر فرہاد سے کوئی اختلاف ہے تو مجھے اپنے دل کی بات بتا دو۔ ہو سکتا ہے کہ میں اختلافات دور کرنے کی کوئی تدبیر بتا دوں۔ میں اپنے آپ کو بہت ذہین سمجھتا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "یہ تھا اسے سامنے الو کا پٹھا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ تمہاری جیسی عورت کے دل میں محبت پیدا کرنا ناممکن ہے۔"

وہ اپنے دماغ میں میرے لب و لہجے کو محسوس کرتے ہی چونک گئی۔ پھر فوراً ہی غصہ دکھاتے ہوئے بولی: "تم پھر آ گئے؟"

میں سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا: "میں تو تمہارے پاس ہی ہوں۔ بہت دیر کا آیا ہوا ہوں۔"

وہ بولی: "بوشٹ اپ۔ میں تم سے نہیں فرہاد سے کہہ رہی ہوں۔ اس وقت وہ پھر میرے دماغ میں آ گیا ہے۔"

پھر وہ اپنی سوچ کے ذیلے بولی: "فرہاد تم نے دیکھ لیا کہ میں کتنی ضدی ہوں۔ میں نے تم سے دور رہنے کے لیے اور ہمیشہ کے لیے تم سے تمام تعلقات کو ختم کر دینے کے لیے سپر ماسٹر کی تنظیم میں شرکت کی ہے۔"

"تم نے بہت اچھا کیا۔ تمہاری جیسی بدمزاج عورت اور کیا کر سکتی تھی۔"

"اور تمہارے جیسے بے وفا، بے مروت اور بے حس انسان سے دور رہنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔"

"اپنی غلطیوں کا الزام مجھ کو نہ دو۔ ہمارے درمیان محبت اور اپنے تعلقات کے مسائل تھے۔ ہم ان مسائل کو کسی دوسری صورت سے حل کر سکتے تھے لیکن تمہارے دماغ میں یہی بات آئی کہ تم میرے دشمنوں کی تنظیم میں شامل ہو جاؤ اور تم ہو گئیں۔ میرا کچھ نہیں بگڑا۔ مجھے بہت سونیا ملتی رہتی ہیں۔ میں نے تمہاری یاد کو اسی طرح ان لڑکیوں کے درمیان جھلا دیا جیسے کوئی شرابی بوتلوں کے درمیان بیٹھ کر پیتے پیتے اپنے آپ کو مدہوش کر دیتا ہے۔"

"اب تم کیا لینے آئے ہو؟"

میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم اس وحشی طارق محمود کو فرہاد بنانا چاہ رہی ہو۔ اگر تم نے ایسا کیا اور اسے فرہاد بنا کر کسی دشمن ملک میں بھیج دیا تو میرا ریکارڈ خراب ہوگا کہ میں سپر ماسٹر کی تنظیم میں شریک ہو گیا ہوں۔ سونیا کے ساتھ رہ کر

میں ریڈ پاور کے خلاف کام کر رہا ہوں جبکہ میں دونوں کے خلاف ہوں اور دونوں کا دوست نہیں ہوں۔ میں بنامی مول لینا نہیں چاہتا۔ میں تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ تم اُسے فرہاد بنا کر اپنا دل بہلانے کے لیے تو اپنے پاس رکھ سکتی ہو لیکن اگر اُسے اپنے آلۂ کار کے طور پر استعمال کرو گی تو پھر میں تمہاری مخالفت میں کھڑا ہو جاؤں گا۔"

"تم سونیا کو دھمکی دے رہے ہو۔ میں تمہاری ٹیلی پیتھی سے خوف زدہ ہونے والی عورت نہیں ہوں۔"

"اچھی بات ہے جب وقت آئے گا تو دیکھا جائیگا۔"

"کیا دیکھا جائے گا۔ وہ تو میں دیکھ ہی رہی ہوں کہ میرے بار بار بھگانے کے باوجود تم پھر میرے پاس دُم ہلاتے ہوئے آجاتے ہو۔"

"دیکھو میرے لیے ایسے الفاظ نہ استعمال کرو۔ تمہارے ساتھ رہنے والے کتے تمہارے آگے پیچھے دُم ہلاتے ہوں گے۔ میں تو محض اس لیے آتا ہوں کہ تمہاری چالبازیوں کو سمجھ سکوں۔ تمہاری چالبازیاں میں اس طرح سمجھ سکتا ہوں کہ تمہارے بھگانے کے باوجود تمہارے دماغ میں جھانک کر دیکھوں اور تم اس کے لیے مجبور ہو۔ مجھے دماغ سے نہیں نکال سکتیں کوئی چاہے دل سے نکال دے۔ بہرحال اب میں واپس جا رہا ہوں۔"

وہ چیختے ہوئے بولی۔ "بیٹھو پہلے میرا جواب بھی سن لو۔ ایسے تم نہیں جا سکتے۔ میں تمہیں کہہ دیتی ہوں۔ تم سن رہے ہو یا نہیں۔"

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوئی لیکن اُسے میری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ پھر جھنجلا کر پکارنے لگی۔ میں اُس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا لیکن وہ کیا اُس کے فرشتے بھی نہیں پہچان سکتے تھے۔ جب وہ اونچی آواز سے پکارنے لگی تو میں نے اُس سے کہا۔ "کیا بات ہے تم فرہاد کو اس طرح کیوں آوازیں دے رہی ہو؟"

اُس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر جیسے اُسے ہوش آگیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے فرہاد سے باتیں کر رہی تھی اور اس کے سامنے اب فرہاد نہیں بلکہ طارق محمود بیٹھا ہوا ہے۔ وہ جھنجلا کر بولی۔ "یو شٹ اپ۔ تم میرے معاملے میں کچھ نہ بولو۔"

"کیسے؟ بولوں۔ تمہاری حالت ایسی ہو گئی تھی کہ مٹھیاں بھنچی ہوئی ہیں۔ غصے سے چہرہ بھبھوکا ہو گیا ہے۔ اگر میں تمہیں نہ ٹوکتا تو شاید غصے کی حالت میں تمہارے منہ سے جھاگ بھی نکلنے لگتا۔"

اُس نے مجھے غصے سے دیکھا۔ پھر ہاتھوں بھنچتی ہوئی اُس کمرے سے نکل کر اپنی خواب گاہ میں چلی گئی۔ دور جانے سے کیا ہوتا ہے۔ میں تو پاس ہی رہتا ہوں اور میں اُس کے پاس تھا۔ وہ خواب گاہ میں پہنچ کر ادھر سے اُدھر ٹہل رہی تھی۔ کبھی غصے سے مٹھیاں بھینچتی تھی۔ کبھی دانت پیسنے لگتی تھی۔ اُسے اس بات کا غصہ تھا کہ فرہاد نے اس کو چیلنج کیا تھا اور چیلنج یہ کہ وہ طارق محمود کو فرہاد بنا کر اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکے گی۔ کسی غلط مقصد کے لیے استعمال نہیں کر سکے گی۔ بلاسے اُسے اپنے پاس کھلونا بنا کر رکھ لے۔

میں انسانوں کے دماغوں میں رہ کر انسانوں کی نفسیات کو خوب سمجھنے لگا ہوں۔ آدمی جو کچھ سوچتا ہے۔ اس کے علاوہ لاشعور میں ایک اور سوچ ہوتی ہے جو اکثر شعوری سوچ کے برعکس ہوتی ہے۔ اس وقت میں سونیا کی اس سوچ کو بھی پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ یہ تھی کہ پھر کتنے ہی دنوں بعد فرہاد سے رابطہ قائم ہوا تھا اور ایک طرح کی آسودگی محسوس ہو رہی تھی۔ چلو جھگڑا ہی سہی۔ جھگڑے کے بہانے وہ دماغ میں تو آیا تھا۔ کوئی تو ملاقات کا سلسلہ نکلا۔

میں ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ کب تک یونہی تنہا بیٹھا رہوں گا۔ میں نے ملازم کو بلا کر کہا۔ "ماوم سے کہو کہ طارق محمود ڈرائنگ روم میں تنہا بیٹھا ہوا ہے۔"

ملازم نے اپنا ایک کان پکڑتے ہوئے کہا۔ "میں نے دیکھا ہے ماوم ابھی غصے میں ہیں۔ ایسے میں کوئی اُن کے سامنے جانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ بہتر ہے کہ آپ تھوڑی دیر انتظار کریں۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں نے سوچا ابھی تنہائی ہے۔ اچھا موقع ہے کہ میں ڈاکٹر میکی براڈلے سے دماغی رابطہ قائم کروں۔ اُسے قائل کروں کہ وہ سرجری کے دوران میرا بھید نہ کھولے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ میں پہلے اس کی کمزوریاں معلوم کرتا۔

وہاں بیٹھے بیٹھے میں نے جو معلومات حاصل کیں وہ یہ تھیں کہ میکی جب آٹھ برس کا تھا تو اس وقت سے لے کر اٹھارہ برس کی عمر تک جب تک کہ اُس کی مونچھیں نہیں نکل تھیں اور چہرہ بالکل لڑکیوں جیسا تھا۔ روزی حاصل کرنے کے لیے اپنی تعلیم جاری رکھنے کے لیے ایک دکان کے شو کیس میں ایک ڈمی بن کر کھڑا رہتا تھا اور دکان والے اسے لڑکیوں کا لباس پہنا کر ڈمی بناتے تھے لیکن وہ اتنا نہ کما سکا کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتا۔ اُس کا ضمیر اُسے ملامت کرتا تھا۔ تعلیم حاصل کرنے کے لیے یا اپنا مستقبل تابناک بنانے کے لیے ناجائز طریقے سے رقم حاصل نہیں کرنا چاہیے۔

اُس نے اٹھارہ برس کی عمر میں اپنے مالک سے التجا کی کہ اب اُسے چھوڑ دیا جائے اور اتنی رقم دے دی جائے کہ وہ میڈیکل کالج میں داخلہ لے سکے اور بہت بڑا ڈاکٹر بن سکے لیکن مالک نے اُس کی درخواست ٹھکرا دی۔

آخر ایک روز تنگ آکر میکی براڈلے نے اپنے مالک کو قتل کر دیا۔ پھر اُس کی رقم اور کچھ قیمتی ہیرے جواہرات لے کر امریکہ چلا گیا۔ وہاں اُس نے پلاسٹک سرجری کے شعبے کو اپنایا اور ایک دن بہت بڑا ڈاکٹر بن کر ہیریس چلا آیا۔ اس وقت سے اب تک اسی شہر میں تھا اور اب اُس کی شہرت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔

لیکن تخریب کار تنظیموں کے افراد ایسے مشہور لوگوں کی کمزوریوں کو تلاش کرتے پھرتے ہیں تاکہ کسی مناسب موقع پر انھیں بلیک میل کیا جا سکے۔ سپر ماسٹر کی تنظیم کے افراد نے بھی یہی کیا۔ موس ٹروفی نے کسی طرح قتل اور چوری کے ثبوت جمع کر لیے اور اُس کی دو تصویریں جب وہ زنانہ لباس پہن کر ڈمی بن کر کھڑا ہوتا تھا۔ وہ تصویریں اور ثبوت اگر منظرِ عام پر آجائیں تو میکی براڈلے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا اور اُس کی برسوں کی شہرت خاک میں مل جاتی۔

ایسی ہی تصویریں کو موس ٹروفی نے اپنے پاس رکھ کر اُسے بلیک میل کیا تھا اور اُسے مجبور کر رہا تھا کہ وہ میرے چہرے کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل کرے۔ ڈاکٹر میکی براڈلے کے متعلق پوری معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے موس ٹروفی سے رابطہ قائم کیا۔ اُس وقت وہ رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ اُس کے دماغ میں بیٹھ کر آہستہ آہستہ اُسے ٹٹولنے لگا اور یہ معلومات حاصل کرنے لگا کہ بلیک میلنگ کا وہ تمام مواد کہاں رکھا ہوا ہے؟

پتہ چلا کہ ہیریس میں ایک دس منزلہ عمارت ہے جس کا نام ماسٹر ٹاور ہے۔ اس کی پہلی منزل سے لے کر دسویں منزل تک تمام دفاتر اور رہائشی کمرے ایسے ہیں جن میں سپر ماسٹر کی تنظیم کے افراد رہتے ہیں۔ وہاں میک اَپ کا سامان، گولہ بارود، آتشی اسلحہ اور دوسری ایسی مشینیں اور ایسے ایسے تخریبی سامان رکھے ہوتے ہیں کہ جن کے ذریعے وہ بڑے بڑے سرمایہ داروں کو بلیک میل کر سکتے ہیں۔ وہاں کی آٹھویں منزل پر ایک اتنا بڑا ریکارڈ روم تھا جس میں سیاستدانوں سے لے کر سرمایہ داروں تک اور دوسری نامور عورتوں سے متعلق بھی بہت کچھ بلیک میلنگ کا مواد رکھا جاتا تھا۔ ہر ایک کی فائل وہاں موجود تھی اور وہ جسے چاہتے، جب چاہتے بلیک میل کر سکتے تھے۔ اسی ریکارڈ روم میں ایک دراز ایسی تھی جس میں ڈاکٹر میکی براڈلے کو بلیک میلنگ کرنے کا مواد رکھا ہوا تھا اور وہاں سے وہ چیز یا تو ریکارڈ روم کیپر حاصل کر سکتا تھا یا پھر موس ٹروفی اُسے اپنے قبضے میں رکھ سکتا تھا۔ ان دو کے علاوہ کسی تیسرے کو اس ریکارڈ روم میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔

میں نے موس ٹروفی سے اُس کا فون نمبر معلوم کیا پھر وہاں لکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر اُس کے نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کے ملازم کی آواز سنائی دی۔ میں نے ڈاکٹر کی آواز کی کسی حد تک نقل کرتے ہوئے کہا۔ "میں مسٹر موس ٹروفی سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میرا نام میکی براڈلے ہے۔ ڈاکٹر میکی براڈلے۔"

"مجھے تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ کیونکہ ملازم اس فون کے ذریعے ڈائننگ ٹیبل پر رکھے ہوئے فون سے کنکشن ملا رہا تھا۔ پھر ماسٹر موس ٹروفی نے کھانے کے دوران ایک ٹھ سے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔"

میں نے کہا۔ "میں ڈاکٹر بول رہا ہوں۔"

موس ٹروفی نے کہا۔ "بولو۔"

میں نے کہا۔ "کل سے میں مسٹر طارق محمود کے چہرے پر کام شروع کروں گا اور سرجری کے ابتدائی مرحلے سے گزروں گا لیکن اس سے پہلے میں پھر ایک بار وہ چیزیں دیکھنا چاہتا ہوں جو تمہارے پاس رکھی ہوئی ہیں۔"

موس ٹروفی نے پوچھا۔ "تم وہ چیزیں دوبارہ کیوں دیکھنا چاہتے ہو؟"

"اس لیے کہ تم نے فیگیٹو نہیں دکھائے تھے۔ صرف اُن کی تصویریں دکھائی تھیں۔ میں دونوں چیزیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس موجود ہے یا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی اور کے پاس ان تصویروں کا کچھ حصہ ہو تو میں دو طرف سے بلیک میل کیا جاؤں۔"

موس ٹروفی نے یقین دلانے کی کوشش کی کہ کسی دوسرے کے پاس ایسا بلیک میلنگ کا مواد نہیں ہے اور موس ٹروفی کے پاس نیگیٹو بھی موجود ہیں لیکن میں نے ڈاکٹر میکی براڈلے بن کر ضد کی کل میں اسی شرط پر کام شروع کروں گا کہ مجھے آج رات وہ تمام تصویریں نیگیٹو اور پوزیٹو ریکارڈ دکھا یا جائے۔"

ماسٹر موس ٹروفی نے کچھ سوچ کر کہا۔ "اچھی بات ہے میں ابھی کھانے سے فارغ ہو کر ماسٹر ٹاور کی طرف جاؤں گا

اور وہاں سے تمھارا ریکارڈ لے کر آؤں گا تم یہ نہ سمجھنا کہ مجھے کسی طرح دھوکا دے کر وہ ریکارڈ حاصل کرلو گے۔ میرے ساتھ اتنے مسلح گارڈ ہوتے ہیں کہ تمھارا مجھ تک پہنچنا یا مجھ سے فراڈ کرنا یا مجھ سے وہ تمام مواد چھین کر لے جانا بالکل ناممکن ہوگا۔ بہرحال تم آج رات دس اور گیارہ کے درمیان میرے بنگلے میں آجاؤ۔ وہاں تمھیں ساری چیزیں دکھا دی جائیں گی۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ باتھ روم میں ہے اور منہ ہاتھ دھو کر اب باہر آنا چاہتی ہے تاکہ رات کا کھانا میرے ساتھ کھائے۔ میں صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ ڈرائنگ روم میں آئی تو میں نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمھارا کوئی ملازم تو ہوں نہیں کہ یہاں تمھارے انتظار میں بیٹھا رہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ اب میں یہاں سے اٹھ کر جانے والا تھا۔"

"میں جب غصے میں رہتی ہوں تو کسی کا خیال نہیں کرتی۔ تم کس کھیت کی مولی ہو۔ بہرحال میرے ساتھ رہو گے تو رفتہ رفتہ میرے مزاج کو سمجھنے لگو گے۔ چلو اب کھانے کا وقت ہوگیا ہے۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔ دراصل شام کو کنتھی کے آنے سے پہلے میں نے ڈٹ کر ناشتہ کیا تھا۔ وہ ابھی تک مہتم نہیں ہوا۔ میں اس وقت نہیں کھاؤں گا۔"

یہ کہتے ہوئے میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ بولی۔ "ٹھیک ہے۔ نہ کھاؤ مگر بیٹھو تو سہی۔ کہاں جا رہے ہو؟"

"اب میں ہوٹل میں جا کر آرام کروں گا۔"

"میں نے کنتھی سے کہا تھا کہ وہ تمھارا سامان یہاں لے آئے۔ تم یہاں میرے ساتھ رات گزارو گے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "تمھارے ساتھ رات گزاروں گا۔ کیا مطلب؟"

وہ پہلے تو جھینپ گئی۔ پھر آنکھیں دکھا کر بولی۔ "اے مجھ سے فری ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ میرا مطلب ہے تم اس بنگلے کے کسی کمرے میں رات گزارو گے۔"

"نہیں۔ اب میں ہوٹل جاؤں گا۔ بس ایک ہی رات کی تو بات ہے۔ کل سے مجھے ڈاکٹر بیکی براؤنے کے اسپتال میں رہنا ہوگا۔"

"اچھا میں تمھیں یہاں رکنے کے لیے مجبور نہیں کروں گی لیکن تم ایسے ہی نہیں جا سکتے۔ میرے ساتھ ڈائننگ روم میں بیٹھو۔ وہاں ایک کپ کافی پی لینا۔ اس کے بعد چلے جانا۔ میں تمھیں نہیں روکوں گی۔"

میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ڈائننگ روم میں آیا۔ مجھے وہاں بیٹھنے کے لیے کہہ کر پھر واپس چلی گئی۔ ملازم میرا کھانا لگا رہا تھا۔ میں سونیا کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے پوچھا۔ "ہوشوا کہاں ہے۔ اسے بلاؤ۔"

چند لمحوں کے انتظار کے بعد ہی ہوشوا نامی شخص کی آواز سنائی دی۔ "یس مادام، غلام حاضر ہے۔"

"ہوشوا، تم نے آج دوپہر کو ماسٹر کے گھر میں طارق محمود کو اچھی طرح دیکھ لیا ہوگا۔"

"یس مادام، حکم دیجیے۔"

"اس کی نگرانی کرو۔ ابھی وہ پندرہ بیس منٹ کے بعد میرے بنگلے سے نکلے گا۔ وہ جہاں بھی جائے۔ سائے کی طرح اس کے پیچھے رہو۔ کوئی شک شبہ کی بات ہو تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے ہوشوا کے لہجے کو اپنے ذہن میں محفوظ کیا۔ اس کے خیالات پڑھنے کا موقع نہیں تھا۔ سونیا واپس آرہی تھی بلکہ آچکی تھی۔ اس نے مجھے مسکرا کر دیکھا۔ پھر ملازم سے کہا۔ "صاحب کے لیے ایک کپ کافی لے آؤ۔ یہ کھانے سے پرہیز کر رہے ہیں۔"

پھر وہ پلاسٹک سرجری کے متعلق مجھ سے باتیں کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ملازم کافی لے آیا۔ پندرہ منٹ کے بعد میں کافی ختم کر کے اٹھ گیا۔ "مجھے جانے کی اجازت دو۔ اب صبح ملاقات ہوگی۔"

سونیا نے کہا۔ "ہوٹل میں میرا انتظار کرنا۔ میں خود ہی آؤں گی اور تمھیں اپنے ساتھ ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گی۔"

میں نے صبح اس کا انتظار کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر بنگلے کے باہر آیا۔ پورچ میں سونیا کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیور نے میرے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں وہاں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کار اسٹارٹ ہو کر ہوٹل کی طرف روانہ ہوگئی۔ سونیا کو میں نے یہی کہا تھا کہ ہوٹل جا رہا ہوں۔ اس لیے اس کا ڈرائیور مجھے وہاں پہنچانے جا رہا تھا۔ جب میں اس بنگلے کے احاطے سے باہر نکلا تو میں نے دور سڑک کے کنارے ایک کار کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ میں آدم

سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ہوشوا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ میرا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ ایک اجاپانی تھا اور سپر ماسٹر کی تنظیم میں بہت ہی ہونہار اور چالاک سمجھا جاتا تھا۔ تعاقب کرنے کے فن سے اچھی طرح واقف تھا اور جس کے پیچھے پڑ جاتا تھا۔ اس کا پیچھا قبر تک نہیں چھوڑتا تھا۔

میں نے ہوشوا کو چھوڑ کر ماسٹر موس ٹرو تی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت تک وہ کھانے سے فارغ ہوگیا تھا اور اب ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر کافی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ کافی پینے کے بعد وہ ماسٹر ڈار کی طرف جائے گا اور وہاں سے ڈاکٹر میکی براؤنے کو بلیک میلنگ کرنے والے مواد کی پوری فائل لے کر واپس آئے گا۔

دس منٹ بعد میں ہوٹل تک پہنچ گیا۔ سونیا کا ڈرائیور مجھے وہاں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ میں نے کاؤنٹر پر پہنچ کر اپنے کمرے کی چابی طلب کی۔ پھر وہاں رکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر ڈاکٹر میکی براؤنے کا نمبر ملایا۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہوگیا۔ ڈاکٹر نے ہی ریسیور اٹھایا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ "ڈاکٹر، میں تمھارا ایک ہمدرد دوست بول رہا ہوں۔ تم جن پریشانیوں میں مبتلا ہو۔ میں ابھی ایک گھنٹے کے اندر تمھیں ان پریشانیوں سے نجات دلا سکتا ہوں۔ تمھاری جو تصویریں اور ثبوت ماسٹر موس ٹرو تی کے پاس ہیں۔ وہ میں لا کر تمھیں دے سکتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "تم کون ہو اور یہ سب باتیں کیسے جانتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "جب میں وہ تصویریں لا کر دوں گا تو پھر اپنے متعلق بتاؤں گا۔ تم مجھے ایک گھنٹے بعد کہاں مل سکتے ہو؟"

"میں ساڑھے تو یا دس بجے تک کسی بھی ہوٹل یا پارک میں ملاقات کر سکتا ہوں یا تم مناسب سمجھو تو میرے بنگلے میں آجاؤ۔"

"میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ تمھارے گھر میں ملاقات کروں۔ تم کسی پارک کا نام بتاؤ۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"میں دس بجے سے ساڑھے دس بجے تک پارک ایونیو کے اوپن ریستوران میں بیٹھا رہوں گا۔ تم وہاں ملاقات کر سکتے ہو۔"

میں نے ریسیور رکھ کر ہوشوا کے دماغ میں دیکھا۔ وہ اپنی کار سے اتر کر ہوٹل میں داخل ہو رہا تھا۔ میں کاؤنٹر کے پاس سے چلتا ہوا لفٹ کے دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ جب میں لفٹ کے اندر گیا اور لفٹ اوپر کی طرف جانے لگی تو میں نے ہوشوا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ کاؤنٹر کلرک سے پوچھ رہا تھا۔ "ابھی جو مسافر طارق محمود یہاں سے گیا ہے۔ وہ کس کمرے میں ہے؟"

کاؤنٹر کلرک نے اسے کمرہ نمبر بتایا اور یہ بھی بتایا کہ میں ابھی اس کمرے کی چابی لے کر گیا ہوں۔ ہوشوا کاؤنٹر سے ہٹ کر لفٹ کے دروازے کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور لفٹ کا انتظار کرنے لگا۔ اس وقت تک میں اوپر پہنچ گیا تھا اور اپنے کمرے میں داخل ہو کر دروازے کو اندر سے بند کر چکا تھا۔ اس کے بعد میں نے ہوشوا کے دماغ پر قابض ہو کر کمرے کے نمبر کو گڑبڑانا شروع کیا۔ میں کمرہ نمبر ۱۵ میں تھا اور اس کے دماغ میں یہ الجھن پیدا کر رہا تھا کہ میں کمرہ نمبر اٹھائیس میں ہوں۔ اکتیس میں ہوں یا ستائیس میں ہوں۔ وہاں تین کمرے ایک قطار میں تھے اور اس قطار کے کسی ایک کمرے کے متعلق اب یہ سوچنا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا کہ میں کس نمبر میں ہوں۔ پھر میں نے یہ تین دلانے کی کوشش کی کہ طارق محمود کمرہ نمبر اٹھائیس میں ہے۔

وہ اوپر آچکا تھا اور اب اسی قطار میں کبھی ایک کمرے کی طرف جاتا تھا اور کبھی دوسرے کے پاس سے گزر کر تیسرے تک پہنچ جاتا تھا۔ پھر وہ اٹھائیس نمبر کے دروازے کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ میں اس کے دماغ میں یہی بات بٹھانا چاہ رہا تھا کہ طارق محمود اسی کمرے میں ہے۔

ایک بار اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ پھر نیچے جا کر کاؤنٹر کلرک سے نمبر معلوم کرے لیکن میں نے اسے جانے نہیں دیا بلکہ اس کی سوچ میں یہ بات بٹھائی کہ کاؤنٹر کلرک نے یہی نمبر بتایا تھا۔ بہتر یہ ہے کہ میں اس دروازے سے کان لگا کر سنوں کہ اندر کسی قسم کی آہٹ سنائی دیتی ہے یا نہیں۔

اس سوچ کے ساتھ ہی وہ دروازے سے جا کر لگ گیا۔ پہلے اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کا ریڈر میں کوئی نہیں تھا۔ اس نے مطمئن ہو کر اپنے کان اسی دروازے سے لگا دیے۔ اسی وقت میں نے ہولے سے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور ایسا کرنے کے دوران ہوشوا کے دماغ پر قابض رہا تاکہ میری آہٹ سن کر مجھے نہ دیکھے۔ میں نے دروازے کو آہستگی سے بند کر دیا۔ اس کا دماغ بدستور میری مٹھی میں تھا اور میں دبے قدموں سے چلتا ہوا لفٹ کی طرف جا رہا تھا۔ ایک کوریڈور میں مڑنے کے بعد میں لفٹ کے

سامنے پہنچ گیا۔ پھر جب لفٹ اُوپر آئی تو میں اُس میں داخل ہوگیا۔ اس میں داخل ہوتے ہی میں نے ہوشوا کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

اُس نے چونک کر سوچا "میں ابھی تک اس دروازے سے کیوں لگا ہوا ہوں۔ آخر کب تک آہٹ سنتا رہوں گا باہر سے کسی کے چلنے پھرنے کی آواز تو آرہی ہے لیکن وہ طارق ہی ہے۔ اس بات کی تصدیق کیسے کی جائے؟"

یہ سوچتے ہوئے وہ پیچھے ہٹ گیا اور دوسرے کمروں کو دیکھنے لگا سوچنے لگا کہ اُسے اسی جگہ کھڑے رہنا چاہیے جب کوئی ہیرا یہاں سے گزرے گا تو اُس کے ذریعے تصدیق کی جائے گی کہ طارق محمود کا کمرہ کون سا ہے۔

اس وقت تک میں لفٹ کے ذریعے نیچے پہنچ گیا تھا اور ایک جگہ رک کر دور سے کاؤنٹر کیپر کو دیکھ رہا تھا۔ جب وہ کسی کام سے کاؤنٹر سے ہٹا اور کوئی فون اٹینڈ کرنے لگا تو میں تیزی سے کاؤنٹر کے سامنے سے گزرتا ہوا اور کاؤنٹر کیپر کی نظروں سے بچتا ہوا ہوٹل کے باہر آگیا۔

فٹ پاتھ کے ساتھ ہی ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اُس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا کہ وہ مجھے ماسٹر ٹاور کی طرف لے جائے۔ ٹیکسی اسٹارٹ ہوئی اور پھر تیزی سے میری منزل کی طرف جانے لگی۔ ہوشوا اسی کوریڈور میں تینوں دروازوں کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور تینوں دروازوں کو دیکھتا جارہا تھا ابھی تک کوئی ہیرا وہاں سے نہیں گزرا تھا اسی لیے اُس نے کمرہ نمبر کی تصدیق نہیں کی تھی۔

میں ماسٹر موس ٹرونی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ماسٹر ٹاور کی عمارت میں پہنچ گیا تھا اور اس وقت ریکارڈ روم کی طرف جارہا تھا۔ میں صحیح وقت پر اس کے تعاقب میں چل پڑا تھا دوسری طرف ہوشوا کوریڈور سے نکل کر لفٹ کی طرف آگیا تھا۔ وہاں اُس نے لفٹ مین سے معلوم کیا کہ اُس کی ڈیوٹی کب تک رہے گی۔ اُس نے بتایا کہ وہ ابھی آدھے گھنٹے اور صبح تک ہوٹل میں رہے گا۔ ہوشوا نے اُسے دس ڈالر دیتے ہوئے پوچھا "تم اس ایشیائی مسافر کو پہچانتے ہو جس کا نام طارق محمود ہے؟"

لفٹ مین نے سر ہلا کر کہا "جی ہاں جناب، وہ کمرہ نمبر ستائیس میں ہے۔"

"ٹھیک۔ میں کمرہ بھول رہا تھا۔ بہرحال میں نیچے جارہا ہوں، جب بھی وہ کمرے سے باہر آئے یا لفٹ کے ذریعے نیچے جائے تو تم مجھے بار میں آکر بتا دینا۔ میں بار کے کاؤنٹر پر بیٹھا رہوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آگیا۔ بار کا کاؤنٹر بھی قریب ہی تھا ——— وہاں بیٹھ کر لفٹ کے دروازے کو دیکھا جا سکتا تھا۔ ہوشوا مطمئن ہو کر وہاں بیٹھ گیا اور بیرے کے لیے وہسکی کا آرڈر دینے لگا۔ ہوشوا کے ساتھ اگر اتنا لمبا کھیل کھیلنے کی ضرورت نہ ہوتی تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کب کا اُسے نقصان پہنچا چکا ہوتا۔ اُس کی کار کو کسی درخت سے ٹکرا دینا کسی فٹ پاتھ پر چڑھا کر اس گاڑی کو کسی دکان کے اندر گھسا دینا یا ہوشوا کو دماغی طور پر ٹریپ کر کے اُس کو راستے سے بھٹکا دینا لیکن ان حالات میں جب وہ سونیا کے سامنے پہنچ کر رپورٹ دیتا تو سونیا کو معلوم ہو جاتا کہ فرار نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوشوا کو راستے سے بھٹکا دیا ہے۔ پھر اُس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ فرہاد نے طارق محمود کی حمایت میں ایسی حرکت کیوں کی۔ جبکہ وہ سرحدی کے خلاف نہیں ہے؟

یہی سب کچھ سوچ کر میں ہوشوا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا تھا۔ ماسٹر ٹاور کے قریب پہنچ کر ڈرائیور نے گاڑی روک دی۔ پھر میں نے اُس سے کہا "تھوڑی دیر یہاں گاڑی روکے رہو۔ مجھے ایک شخص کا انتظار ہے۔"

پھر میں ماسٹر موس ٹرونی کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ آٹھویں منزل سے واپس آرہا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک فائل اور ایک لفافہ تھا۔ فائل میں کچھ کاغذات تھے جو ڈاکٹر میکی براڈلے سے تعلق رکھتے تھے اور لفافے میں اُس کی تصویریں اور نیگیٹو تھے۔ وہ ان چیزوں کو ایک بریف کیس میں رکھنے کے بعد واپس آرہا تھا۔ جب وہ نیچے پہنچ گیا اور اس عمارت سے باہر آکر اپنی کار کی طرف جانے لگا تو میں نے اُسے اپنی ٹیکسی کی طرف پلٹا دیا۔ اب وہ میری ٹیکسی کی طرف آرہا تھا۔ میں نے پچھلی سیٹ کی کھڑکی کے شیشے کو نیچے کر دیا تھا۔ وہ کھڑکی کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ پھر اُس نے ہاتھ بڑھا کر بریف کیس میری طرف کیا۔ میں نے بریف کیس لے کر ڈرائیور سے کہا "اب چلو۔"

یہ کہتے ہی ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی اور اُسے آگے بڑھا دیا۔ وہ چند لمحے جبکہ میں نے ڈرائیور سے پیلو کہا تھا تو اتنی دیر کے لیے میں نے موس ٹرونی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا وہ چونک کر اور بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اس ٹیکسی کو دیکھ رہا تھا جو آن کی آن میں اُس کے سامنے اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی تھی، اتنی دیر میں، میں پھر اُس کے دماغ پر قابض ہو گیا تھا اس کے بعد میں نے

اُسے سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا۔ اب وہ میری مرضی کے مطابق چلتا ہوا اپنی کار کے پاس جارہا تھا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

بس وہ بیٹھا رہا۔ اُسے کار اسٹارٹ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ گاڑی اسٹارٹ کرے اور اپنے ہوش و حواس میں رہ کر بریف کیس کے متعلق سوچے۔ پھر اُسے خیال آئے کہ اُس نے حشیم زدن میں ایک ٹیکسی کو اپنے سامنے اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھتے دیکھا تھا۔ ممکن تو اُس نے نوٹ نہیں کیا ہوگا لیکن ہو سکتا ہے کہ کسی طرح وہ اس ٹیکسی تک پہنچ جائے جس میں، میں بیٹھا ہوا تھا اس لیے میں نے ماسٹر موس ٹرونی کو اس کی کار اسٹارٹ کرنے کی اجازت نہیں دی۔

پھر ٹیکسی ڈرائیور کی آواز نے چونکا دیا۔ وہ پوچھ رہا تھا "جناب اب کدھر جانا ہے؟"

میں نے موس ٹرونی کو چھوڑ کر ڈرائیور کو پارک ایونیو کی طرف جانے کے لیے کہا۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد میں پارک کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ اس پارک میں ایک اوپن ریستوران تھا۔ میں جب وہاں پہنچا تو دس بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے اور ڈاکٹر میکی براڈلے وہاں سے آگے کر جانے ہی والا تھا مجھے دیکھتے ہی وہ چونک گیا۔ میں نے مسکرا کر کہا "فکر نہ کرو۔ میں نے ہی تمہیں فون کیا تھا۔ یہ دیکھو بریف کیس۔ اس میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جو تمہاری پریشانی کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں سب کچھ دکھا دیتا ہوں۔"

میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے ماسٹر موس ٹرونی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ بہت پریشان نظر آرہا تھا۔ میں نے اُس کی سوچ کے ذریعے بریف کیس کے تالے کا نمبر معلوم کیا۔ پھر الٹی نمبروں کی ترتیب سے میں نے اس بریف کیس کو کھول لیا "لو ڈاکٹر! ایک ایک چیز کو دیکھ لو۔ تمام چیزیں یہاں موجود ہیں۔"

وہ جلدی سے بریف کیس کو اپنے قریب کھسکا کر اُس میں سے لفافہ نکالنے کے بعد تصویریں نکال رہا تھا۔ ہیجانِ انگیز کہ کبھی میری طرف دیکھ رہا تھا اور کبھی تصویروں کو دیکھ رہا تھا اور ایک ایک نیگیٹو کو بھی اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے فائل کو کھول کر دیکھا۔ آخر پوری طرح مطمئن ہو کر تمام چیزیں بریف کیس میں رکھنے کے بعد بولا۔

"دوست تم کون ہو اور میری مدد کیوں کر رہے ہو؟"

میں نے مسکرا کر کہا "آپ کیا سوال کر رہے ہیں۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ میں طارق محمود ہوں۔"

"یہ تو جانتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ طارق محمود کون ہے، کہاں سے آیا ہے اور میری مدد کیوں کر رہا ہے؟"

"اس لیے کہ میں بھی تمہاری مدد کا محتاج ہوں۔"

ڈاکٹر نے اپنا ہاتھ بڑھا کر میرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا "میں تمہارے لیے جان بھی دے سکتا ہوں۔ بولو، کیا چاہتے ہو؟"

ڈاکٹر میں پہلے بھی ایک بار پلاسٹک سرجری کرا چکا ہوں میں دراصل وہی فرہاد ہوں جس کا چہرہ آپ بنانے والے ہیں۔ دشمنوں سے چھپنے کے لیے میں نے پلاسٹک سرجری کا سہارا لیا تھا۔ سوچتا ہوں۔ سرجری کے دوران جب آپ معلوم کریں گے کہ ایک بار پہلے بھی سرجری ہو چکی ہے تو یہ بات آپ سونیا کو اور ماسٹر موس ٹرونی کو بتا دیں گے اور یہی میں نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ انھیں اس بات سے بے خبر رکھیں۔"

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا "بس اتنی سی بات ہے۔ اب تو میں تمہارے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہوں اور کچھ بولو۔ کوئی اور حکم دو۔"

"بس مجھے کچھ اور نہیں چاہیے۔ جتنی جلدی ہو سکے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے میرا چہرہ مجھے لوٹا دیجیے اور دشمنوں کو اس غلط فہمی میں رکھیں کہ آپ نے فرہاد کی ایک ڈمی اُن کے حوالے کی ہے۔"

"ایسا ہی ہوگا۔"

"ڈاکٹر، اب آپ یہاں سے بریف کیس لے کر پہلے اپنے گھر جائیں۔ وہاں اس بریف کیس کو حفاظت سے رکھ دیں۔ اس کے بعد آپ موس ٹرونی کے پاس جا کر تصویروں اور نیگیٹو کا مطالبہ کریں۔ ظاہر ہے کہ اب وہ نہیں دے سکے گا۔ بہانے بنائے گا۔ آپ زیادہ ضد نہ کریں۔ وہ جو کچھ بھی کہے گا اس کی بات مان کر واپس آجائیں اور پھر مجھے اپنے زیرِ علاج رکھیں۔ اُن لوگوں کو اس بات کا شبہ نہ ہونے پائے کہ یہ ساری چیزیں آپ تک پہنچ گئی ہیں۔ ورنہ وہ آپ کے دشمن بن جائیں گے اور آپ کو دوسری طرح نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔"

یہ کہہ کر میں نے اُس سے دوستی مصافحہ کیا۔ پھر اس اوپن ریستوران سے باہر آکر ایک ٹیکسی والے کو روکا اور پچھلی

سیٹ پر بیٹھ کر ہوٹل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب یہ مسئلہ تھا کہ میں ہوٹل کے کمرے میں کیسے پہنچوں یعنی ایسے پہنچا تھا کہ ہوشوا مجھے نہ دیکھ سکے۔ ایک ہوشوا کی بات ہوتی تو میں اسے چکر دے دیتا لیکن وہ لفٹ مین کو بھی مجھ پر نظر رکھنے کے لیے کہہ گیا تھا۔

تیسری بات یہ کہ کاؤنٹر کیپر بھی مجھے دیکھ سکتا تھا اور حیرانی کا اظہار کر سکتا تھا کہ میں کس وقت باہر گیا تھا کہ اب واپس آ رہا ہوں۔

میں نے باری باری تینوں کے دماغوں میں جھانکنا شروع کیا۔ ہوشوا بار میں بیٹھا پینے میں مصروف تھا اور کبھی کبھی وہ لفٹ کے دروازے کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ کاؤنٹر کیپر اپنی جگہ موجود نہیں تھا۔ اس کی سوچ کے ذریعے پتہ چلا کہ اس کی ڈیوٹی بدل گئی ہے۔ کاؤنٹر پر اب ایک لڑکی ڈیوٹی کے لیے آ گئی ہے۔ لفٹ مین بدستور اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا۔

میں نے سوچ لیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ لڑکی مجھے باہر سے آتے ہوئے دیکھے۔ میں کاؤنٹر کی طرف جانے کے بجائے بار کی طرف سے ہو کر لفٹ کے دروازے تک پہنچ سکتا تھا اور بار کی طرف سے لفٹ کے دروازے تک پہنچ سکتا تھا۔ اس کے لیے مجھے صرف ہوشوا اور لفٹ مین کا سامنا کرنا تھا یعنی کاؤنٹر کیپر کی طرف سے اب کوئی خدشہ نہیں تھا۔

جب ٹیکسی ہوٹل کے سامنے رکی تو میں نے اسے کرایہ دے کر رخصت کر دیا۔ ہوٹل کے دروازے پر آ کر میں نے ذرا دیر کے لیے رک کر سوچا۔ کاؤنٹر کی طرف دیکھا۔ وہاں ایک خوب صورت سی لڑکی فون پر کسی سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ میں دروازے سے ہی دوسری طرف گھوم کر بار میں پہنچ گیا۔ وہاں ہوشوا بیٹھا ہوا پی رہا تھا۔ پشت میری طرف تھی اور وہ کبھی کبھی لفٹ کی طرف دیکھتا تھا۔ میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ جب اس کا گلاس خالی ہو گیا تو میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے اس بات کا موقع نہیں دیا کہ وہ ویٹر کو آواز دے کہ مزید شراب منگائے بلکہ مزید پینے کے لیے میں نے اسے اس میز پر سے اٹھا دیا۔ وہ خود شراب لانے کے لیے بار کاؤنٹر کی طرف جانے لگا۔ جب وہ اس کاؤنٹر کی طرف جا رہا تھا تو میں تیزی سے چلتا ہوا لفٹ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اسی وقت لفٹ نیچے آئی تھی اور اس کا دروازہ کھلا تھا۔ میں لفٹ کے اندر داخل ہو گیا۔

لفٹ مین مجھے حیرانی سے دیکھ رہا تھا کہ میں کب باہر گیا تھا۔ یہی سوال اس نے مجھ سے کیا۔ میں نے کہا۔ "میں اس وقت گیا تھا جب تم ڈیوٹی پر نہیں آئے تھے شاید میرے باہر جاتے ہی تم ڈیوٹی پر آئے ہو۔"

اس نے تائید میں سر ہلایا تو میں نے اپنی جیب سے دس دس ڈالر کے پانچ نوٹ نکالے اور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے رکھ لو اور میرا ایک کام کرو جب وہ جاپانی آدمی یا کوئی بھی شخص تم سے پوچھے کہ میں اپنے کمرے سے باہر نکلا تھا یا اس لفٹ میں آیا تھا تو تم صاف انکار کر دینا اور یہ کہہ دینا کہ تم نے مجھے دیکھا ہی نہیں۔"

اس نے پچاس ڈالر لیتے ہوئے خوش ہو کر کہا۔ "جناب آپ اطمینان رکھیں۔ میں کسی سے آپ کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

لفٹ مین نے وعدہ کیا۔ لفٹ اوپر پہنچ چکی تھی۔ میں مطمئن ہو کر باہر آ گیا۔ پھر کوریڈور سے گزرتے ہوئے کمرہ نمبر ستاسی کا دروازہ کھول کر اندر پہنچنے کے بعد دروازے کو بند کر دیا۔

اس کے بعد میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ بستر پر آ کر میں چاروں شانے چت گر پڑا۔ تھکے ہوئے انداز میں تھوڑی دیر تک لیٹا رہا اور چھت کو گھورتا رہا۔ اس وقت میں نے خیال خوانی نہیں کی۔ دماغ کو کسی طرح بھی استعمال نہیں کیا۔ بالکل پُرسکون پڑا رہا۔ پھر تقریباً پانچ منٹ کے بعد میں نے جوتے اتارے۔ لباس تبدیل کیا اور سگریٹ سلگا کر ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ گیا اور موس ٹرونی کی خبر لینے لگا۔

وہ سخت پریشان تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بریلف کیس کہاں چلا گیا۔ کیسے چلا گیا۔ وہ واپس آٹھویں منزل پر گیا تھا۔ ریکارڈ روم میں جا کر ریکارڈ کیپر ——— سے بھی دریافت کیا تھا۔ "کیا میں یہاں سے بریلف کیس میں ڈاکٹر میکی براڈلے کا ریکارڈ لے کر گیا تھا؟"

ریکارڈ کیپر نے تصدیق کی اور کہا کہ وہ یہاں سے تمام ریکارڈ لے جا چکا ہے۔ موس ٹرونی کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ اس نے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا کہ وہ کار ڈرائیو کرے اور اسے سونیا تک پہنچائے۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا اور اس بریلف کیس کے متعلق گہری سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ اب اس کی سمجھ میں ایک ہی بات آ رہی تھی کہ یہ کچھ بھی ہوا ٹیلی پیتھی کی وجہ سے ہوا۔ ورنہ اس کے ہاتھ کا بریلف کیس اس کی لاعلمی میں غائب نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اس وقت پورے ہوش و حواس میں تھا۔ باہر آنے کے بعد جب وہ کار کی طرف بڑھ رہا

تھا۔ اسی وقت وہ گم ہو گیا تھا اور ہوش اس وقت آیا تھا جب کہ ایک ٹیکسی اس کے سامنے سے اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ رہی تھی۔ پھر اس کے ہوش گم ہو گئے تھے۔ اسے یقین تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ بریلف کیس غائب کیا گیا تھا۔

جب میں موس ٹرونی کے دماغ میں پہنچا تو اس وقت وہ سونیا کے پاس پہنچ چکا تھا اور اسے پوری روداد سنا رہا تھا۔ سونیا نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "بے شک یہ حرکت فرہاد کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ آج وہ ڈنر سے پہلے مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرنے کے بعد چیلنج کر رہا تھا کہ ہم طارق محمود کو فرہاد کی ڈمی بنا کر اس سے کوئی غلط کام نہیں لے سکیں گے۔"

موس ٹرونی نے کہا۔ "یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ فرہاد نے اس بریلف کیس کو میرے پاس سے کیسے غائب کیا ہوگا۔ کسی کو تو اس نے اپنا آلۂ کار بنایا ہوگا؟"

سونیا نے سر ہلا کر کہا۔ "ہاں یہ سوچنے کی بات ہے۔ وہ کسی کو آلۂ کار بنائے بغیر ٹیلی پیتھی سے کام نہیں لے سکتا تھا پھر اس نے کس کو آلۂ کار بنایا ہوگا؟"

موس ٹرونی نے چونک کر کہا۔ "وہ طارق محمود کو اپنا آلۂ کار بنا سکتا ہے؟ وہ ہے کہاں؟ وہ تو تمہارے ساتھ یہاں رات کو اسی بنگلے میں رہنے والا تھا؟"

"نہیں۔ وہ اصرار کر کے ہوٹل چلا گیا تھا لیکن میں نے ہوشوا جیسے ذہین اور چالاک آدمی کو طارق محمود کے پیچھے لگایا ہے۔ وہ اسے اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دے گا۔ میں نے اسے تاکید کی تھی کہ ذرا بھی شبہ کی بات ہو یا وہ ذرا دیر کے لیے بھی نظروں سے اوجھل ہو تو ہوٹل کے کمرے سے نکل نہیں جائے تو مجھے فوراً اطلاع دی جائے اور میں سمجھتی ہوں اب تک کوئی ایسی بات نہیں ہوئی ہے۔ طارق محمود یقیناً اپنے ہوٹل کے کمرے میں ہوگا۔ اس لیے ہوشوا نے مجھے کوئی اطلاع نہیں دی ہے۔"

"مادام میرا دل نہیں مانتا۔ پتہ نہیں کیا بات ہے۔ کیوں نہ ہم ہوٹل میں پہنچ کر طارق محمود کو چیک کر لیں اور یہ بھی دیکھ لیں کہ ہوشوا صحیح طور سے اپنی ڈیوٹی پر ہے یا نہیں۔"

سونیا نے کہا۔ "چلو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ اب میں بھی یہی چاہوں گی کہ طارق محمود ہوٹل میں نہ ہے۔ فرہاد نے شرارتیں شروع کر دی ہیں ہو سکتا ہے کہ اگر ابھی اس نے طارق محمود کو اپنا آلۂ کار نہیں بنایا ہو تو آئندہ بنانا شروع کر دے۔"

وہ دونوں میری طرف آ رہے تھے کار میں بیٹھ کر ہوٹل کے قریب پہنچنے کے دوران سونیا نے اس بات کی تصدیق کی کہ میں اسی طرف موجود ہوں۔ کیونکہ اسے میری بُو مل رہی تھی۔ ہوٹل کے سامنے پہنچ کر اس نے کہا۔ "طارق یہاں موجود ہے کیونکہ میں اس کی بُو پا رہی ہوں۔" اسی طرح وہ تصدیق کرتی ہوئی کاؤنٹر پر آئی۔ وہاں ہوشوا سے سامنا ہوا۔ اس نے بتایا "طارق محمود اپنے کمرے میں موجود ہے اور جب سے وہ اندر گیا ہے باہر نہیں آیا ہے۔ میں برابر یہاں بیٹھا ہوا نگرانی کر رہا ہوں اور میں نے لفٹ مین کو بھی رشوت دی ہے کہ وہ اس کے متعلق اطلاع پہنچاتا رہے۔"

سونیا اس کی باتیں سن کر ہوشوا اور ماسٹر ٹرونی کے ساتھ لفٹ میں داخل ہوئی۔ جب لفٹ اوپر جانے لگی تو سونیا نے لفٹ مین سے میرے متعلق پوچھا۔ اس نے انجان بن کر کہا کہ طارق محمود کو اس نے اس وقت سے نہیں دیکھا ہے جب مسٹر ہوشوا نے اسے طارق محمود کے متعلق اطلاعات فراہم کرنے کے لیے کہا تھا۔

وہ لوگ لفٹ سے باہر آ کر کوریڈور میں پہنچے۔ پھر وہاں سے ستاسی نمبر کے دروازے کے سامنے پہنچ کر دستک دینے لگے۔ میں اس وقت بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اٹھ کر میں نے دروازے کے قریب پہنچتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہے؟"

دوسری طرف سے سونیا نے کہا۔ "سونیا۔"

میں نے دروازے کو کھول دیا۔ وہ تینوں اندر آ گئے۔ سونیا گہری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے سراپا کا جائزہ لے رہی تھی۔ کمرے میں بکھری ہوئی چیزوں کو دیکھ رہی تھی پھر وہ مطمئن ہو کر بولی۔ "میں تمہیں لینے آئی ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے۔ تم نے تو کہا تھا کہ میں یہ رات ہوٹل میں گزار سکتا ہوں۔"

"ہاں میں نے کہا تھا لیکن فرہاد کچھ شرارتیں کر رہا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں یہاں نقصان پہنچائے، میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی اور اپنی نگاہوں کے سامنے رکھوں گی۔"

میں کرسی پر بیٹھ کر بڑبڑانے لگا۔ "کیا مصیبت ہے میں جب سے یہاں آیا ہوں تم میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ پہلے مجھے فرہاد سمجھ لیا۔ اب طارق محمود سمجھ لیا ہے تو رات کو بھی چین نہیں لینے دیتیں۔ اب یہاں سے مجھے اپنے بنگلے میں لے جانا چاہتی ہو۔ چلو میری قسمت میں بھٹکنا ہی ہے تو میں رات کو بھی تمہارے ساتھ بھٹکتا رہوں گا۔"

میں کرسی سے اٹھ گیا۔ پھر بڑبڑاتے ہوئے اپنے سامان کو بیگ میں رکھنے لگا۔ اس کے بعد باتھ روم میں جا کر لباس تبدیل کیا۔ تھوڑی دیر بعد میں سامی کو گود میں لے کر ان کے ساتھ

بتوں سے باہر آتے وقت میں نے سونیا سے پوچھا۔ "آخر مجھے بھی تو معلوم ہو کہ فرہاد نے ایسی کون سی شرارت کی ہے کہ تم مجھے اپنی پناہ میں رکھنے کے لیے لے جا رہی ہو۔"

کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کے بعد سونیا نے مجھے بتایا کہ موس ٹرونی کا بریف کیس کیسے غائب ہو گیا ہے اور اس بریف کیس میں کیا موجود تھا۔ یہ تمام باتیں بتانے کے بعد سونیا نے مجھ سے کہا۔ "میں تمھاری ذہانت کا امتحان لینا چاہتی ہوں تم اپنی طرف سے سوچ کر بتاؤ کہ فرہاد نے کس کے ذریعے وہ بریف کیس غائب کیا ہو گا اور اس بریف کیس کو کہاں پہنچایا ہو گا۔"

میں نے کہا۔ "سیدھی سی بات ہے۔ اس بریف کیس میں جو کچھ بھی تھا اس کا تعلق ڈاکٹر میکی براڈلے سے ہے۔ وہ سارا سامان میکی براڈلے کے پاس پہنچایا گیا ہو گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو فرہاد نے اسے ضائع کر دیا ہو گا۔ جلا کر راکھ کر ڈالا ہو گا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ وہ تم لوگوں کو میکی براڈلے کی طرف سے گمراہ کر چکا ہے۔"

"اتنی سی بات تو میں بھی سمجھ سکتی ہوں لیکن جو اہم سوال ہے وہ یہ کہ فرہاد نے کس کو اپنا آلۂ کار بنا کر اس بریف کیس کو غائب کیا ہے؟"

مسٹر موس ٹرونی نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے پاس کار کو روکتے ہوئے کہا۔ "مادام! میں ابھی اپنے بنگلے سے فون کر کے معلوم کرتا ہوں کہ ڈاکٹر میکی براڈلے وہاں آیا ہے یا نہیں؟"

یہ کہہ کر وہ ٹیلی فون بوتھ کے اندر گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد واپس آ کر بولا۔ "میرے ملازم نے بتایا ہے کہ ڈاکٹر میرے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا میرا انتظار کر رہا ہے۔ میں نے ملازم سے کہہ دیا ہے کہ اسے بتا دے کہ میں تھوڑی دیر میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

مسٹر موس ٹرونی نے سونیا کے بنگلے کے سامنے گاڑی کو روک کر کہا۔ "مادام! آپ اپنے بنگلے میں رہیں۔ میں اپنے بنگلے میں جا کر ڈاکٹر سے باتیں کرتا ہوں جو کچھ بھی اس کی باتوں کا نتیجہ نکلے گا اس سے میں آپ کو آگاہ کروں گا۔"

میں اور سونیا گاڑی سے اتر گئے۔ موس ٹرونی وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ہم بنگلے میں آئے تو سونیا نے کہا۔ "فرہاد نے اس بلیک میلنگ کے مواد کو بالکل ہی تباہ کر دیا ہے یا کسی گہرے میں پھینکوا دیا ہے۔ وہ ایسی حرکتیں کیوں کر رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر وہ میرے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے؟"

میں نے آہستگی سے کہا۔ "وہ دل سے مجبور ہو گا۔"

وہ بھڑک کر بولی۔ "کیا کہا تم نے؟"

"میرا مطلب ہے کہ جب وہ کسی حال میں تمھارا پیچھا نہیں چھوڑ رہا ہے تو یقیناً تم سے محبت کرتا ہے اور نہیں چاہتا کہ تم اس قسم کے غلط کام کرو۔ سچ پوچھو تو میرا دل بھی نہیں چاہتا ہے کہ میں ایسا کروں۔ بس ایک دولت کا لالچ ہے جس کی وجہ سے میں پاکستان سے پیرس آیا اور یہاں تمھارے چکر میں پھنس گیا۔"

"ابھی کہاں پھنسے ہو۔ ابھی تو ابتدا ہے۔ آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا؟"

وہ مجھے ایک کمرے میں لے گئی۔ پھر بولی۔ "یہ تمھارا کمرہ ہے۔ یہاں تم رات گزارو گے اور اس دروازے کو میں باہر سے لاک کر دوں گی تاکہ نہ تم باہر جا سکو نہ فرہاد کسی کو آلۂ کار بنا کر یہاں تمھارے کمرے میں پہنچا سکے۔"

"تم باہر سے کیا لاک کرو گی۔ میں دروازے کو خود ہی اندر سے بند رکھوں گا تاکہ کوئی صبح تک کمرے میں نہ آئے۔"

"نہیں تم دروازے کو اندر سے بند نہ کرنا۔ میں رات کو کسی وقت بھی یہ دیکھنے آؤں گی کہ تم کمرے میں موجود ہو یا نہیں۔"

"تم میرے کمرے میں رات کو کس وقت آؤ گی یہ کیا بات ہے۔ کیا ارادہ ہے؟"

وہ گھور کر بولی۔ "بکواس مت کرو۔ میں اپنے معاملات کو سمجھتی ہوں۔ جاؤ اندر چلے جاؤ۔ میں دروازہ بند کروں گی۔"

میں اپنا بیگ اٹھائے اندر گیا تو اس نے دروازے کو بند کیا۔ پھر میں نے لاک کرنے کی آواز سنی۔ اس کے بعد وہ وہاں سے جانے لگی۔ میں کمرے میں پہنچنے کے بعد بیگ کو ایک طرف رکھ کر پلنگ پر بیٹھ گیا۔ حسبِ عادت کے مطابق کمرے میں گھوم کر اس ماحول کا جائزہ لینے لگی۔ میں نے آرام سے جوتے اتارنے اور لباس تبدیل کرنے کے دوران سونیا کے دماغ کو ٹٹولنا شروع کیا۔

اس کے دماغ سے کچھ نئی معلومات حاصل ہوئیں۔ وہ معلومات یہ تھیں کہ جس کمرے میں میں بیٹھا ہوا تھا وہاں ایک ایسا آلہ لگا ہوا تھا کہ جس کے ذریعے ٹی وی اسکرین پر مجھے دیکھا جا سکتا تھا اور وہ دوسرا کمرہ سونیا کی خواب گاہ تھی۔ اس کے علاوہ سونیا نے اپنے لیے ایسے حفاظتی انتظامات کیے تھے کہ رات کے وقت کوئی اس کے بنگلے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ دروازے اور کھڑکیوں پر کچھ ایسا میکینزم تھا کہ اس کے قریب آتے ہی چاروں طرف خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی تھیں۔ مزید یہ کہ بنگلے کے احاطے میں رات کے وقت خونخوار کتے چھوڑ دیے جاتے تھے۔ یعنی نہ تو میں باہر جا سکتا تھا اور نہ ہی کوئی دشمن سونیا کو نقصان پہنچانے کے لیے اندر آ سکتا تھا اور میں تو اس کا دشمن نہیں تھا لیکن وہ اب تک شاید مجھ سے مطمئن نہیں ہوئی تھی۔ اسی لیے مجھے ایسے کمرے میں سونے کے لیے بھیجا تھا جہاں سے میں اسے نظر آ سکتا تھا اور وہ مجھے ٹی وی کے اسکرین پر جس وقت چاہتی دیکھتی رہتی۔

اس وقت وہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی اس کی نگاہیں ٹی وی کے اسکرین پر مجھے دیکھ رہی تھیں۔ دماغ اس قسم کی سلیپنگ رہا تھا کہ وہ بریف کیس کیسے غائب ہو گیا۔ کیا واقعی فرہاد نے ایسا کیا ہے اور اگر فرہاد نے ایسا کیا ہے تو اسے اس بریف کیس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ کیا وہ محض اسے ہیلپان کرنے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔

ایسا سوچنے کے دوران اس کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ میں تنہائی میں کیا کرتا ہوں۔ اگر میں خاموشی سے بیٹھا رہتا ہوں۔ مراقبے میں جاتا ہوں یا آنکھیں بند کر کے کچھ سوچنے لگتا ہوں تو یہ شبہ کیا جا سکتا تھا کہ میں خیال خوانی میں مصروف ہوں اور میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ مجھے اس وقت خیال خوانی کی ضرورت تھی اور میں فرہاد بن کر سونیا کو چھیڑنا چاہتا تھا۔

میں نے تھوڑی دیر سامی سے دلچسپی لی۔ سنٹر ٹیبل کے نیچے کچھ انگریزی اور کچھ فرانسیسی رسالے اور اخبارات رکھے ہوئے تھے۔ میں نے ایک انگریزی رسالہ اٹھایا۔ پھر کرسی پر اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ پڑھنے کا تو محض ایک بہانہ تھا۔ میں تو اس کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچنے سوچنے کچھ پریشان ہو کر مجھے دیکھنے لگی تھی کیونکہ اسے توقع نہیں تھی کہ میں رسالہ پڑھنا شروع کر دوں گا۔ اس طرح تو یہ صحیح طور سے پتہ نہیں چلے گا کہ رسالہ پڑھا جا رہا ہے یا خیال خوانی کی جا رہی ہے۔

میں اس کے سامنے شبہ سے بالاتر نہیں تھا۔ کیونکہ اس کی آواز، میرا لب و لہجہ، میری آنکھیں اور میرے بدن کی ساری چیزیں ایسی تھیں کہ وہ کسی حال میں بھی میری طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتی تھی۔ جب بھی اسے آزمانے کا موقع ملتا تو وہ مجھے آزمانے کے لیے اور چھپ چھپ کر دیکھنے کی کوشش کرتی تھی کہ کسی طرح میرے اندر کی چھپی ہوئی حقیقت کو بے نقاب کرے۔

میں نے جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسالے کو میز پر پٹک دیا۔ جیسے میرا دل نہ لگ رہا ہو اور تنہائی میں ابھی دلچسپی نہ آ رہی ہو۔ میں نے جمائی لیتے ہوئے کرسی سے اٹھ کر

ادھر ادھر دیکھا تو بڑا سا ریکارڈ پلیئر نظر آیا۔ میں اس کے پاس جا کر موسیقی کا کوئی اچھا سا ریکارڈ منتخب کرنے لگا۔ پھر میں نے پلیئر پر ریکارڈ رکھ کر اسے آن کیا۔ کمرے کی محدود فضا میں موسیقی ابھرنے لگی۔ وہ موسیقی اتنی تیز تھی کہ رقص کرنے کے جذبے کو اجاگر کرتی تھی۔ میں آہستہ آہستہ اسٹیپ لے کر ڈانس کرنے لگا۔ ڈانس شروع کرتے ہی میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ "ہیلو سونیا! کیں سوچ میں ہو؟"

وہ چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ ٹی وی کے اسکرین پر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا کہ کہیں میں تو اسے مخاطب نہیں کر رہا ہوں لیکن ایک ڈانس کرنے والا شخص ایسا نظر نہیں آ رہا تھا۔ کیونکہ میں ڈانس کرنے میں مست ہو رہا تھا۔ دوسری طرف میں نے پھر پوچھا۔ "اچھا تو تم اس اسکرین پر یہ دیکھ رہی ہو کہ وہ جو بندر ناچ رہا ہے کہیں وہی خیال خوانی نہ کر رہا ہو۔"

وہ بولی۔ "نجومدار طارق کو بندر نہ کہنا۔ وہی بندر بہت جلد فرہاد بننے والا ہے۔"

"لیکن تم تو وقت سے پہلے ہی اسے فرہاد سمجھ کر دیکھ رہی ہو۔"

"ہاں۔ کیا تم طارق کے اندر سما کر یہ نہیں دیکھ سکتے کہ اس کے بدن کی بو مختلف جیسی ہے۔ اس کا لب و لہجہ اور اس کی آنکھیں بھی بالکل تم سے مطابقت اور مشابہت رکھتی ہیں۔ یہ باتیں ایسی ہیں کہ مجھے بار بار اس پر شبہ ہوتا ہے۔"

"میں طارق کے اندر تھوڑی دیر رہ چکا ہوں اور یہ تو ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے جسم ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہوں اور یہ بھی اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ دو آدمیوں کی عادتیں بھی تقریباً ایک جیسی ہوتی ہیں لیکن لب و لہجہ بھی ویسا ہی ہو۔ آنکھیں بھی ویسی ہی ہوں تو یہ واقعی حیرانی کی بات ہے اور تمھارا شبہ اپنی جگہ درست ہے۔ تم نے میری ایک ڈمی تیار کرنے کے لیے بہت ہی موزوں شخص کا انتخاب کیا ہے۔ بھئی! دیکھو نہ ہم ایک دوسرے کے سامنے رہ کر خود گفتگو کریں۔"

اس نے پوچھا۔ "وہ کس طرح؟"

"اس طرح کہ میں تمھارے اس بندر کے اندر سما جاتا ہوں اور یہ فرہاد بن کر تم سے باتیں کرے گا۔ دوسرے لفظوں میں میں تم سے مخاطب ہوتا رہوں گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے رقص کرنا یکلخت ختم کر دیا اور اگلے لمحے سے ساکت ہو گیا۔ پھر مجھ میں گہری سنجیدگی طاری ہو گئی اور میں اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "ہیلو سونیا۔

ہیں تمھارے سامنے پیش کیا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں مسکرایا۔ سونیا مجھے بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہیں ٹی وی کے اسکرین پر جمی ہوئی تھیں اور طارق محمود کے چہرے کو ٹٹول رہی تھیں۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ٹٹول رہی ہو۔ میں فرہاد تم سے باتیں کر رہا ہوں۔ تمھیں شبہ ہے۔ تاکہ طارق محمود کے اندر فرہاد چھپا ہوا ہے تو لو اب سچ مچ فرہاد اس کے اندر آگیا ہے اور جب تم یہاں مجھ سے ملنے آؤ گی تو میں طارق محمود کے اندر سے نکل کر چلا جاؤں گا۔"

"مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں تم سے ملنے آؤں۔"

"بڑی ضرورت ہے سونیا۔ تم اس گتھی کو سلجھا نہیں سکی ہو کہ ماسٹر موس ٹروفی کے پاس سے وہ ہیرلف کیس کیسے غائب ہو گیا اور میں نے اسے کہاں پہنچا دیا ہے؟"

"مجھے وہ ہیرلف کیس چاہیے۔ اسے واپس کرو۔"

"واپس کہاں سے کروں۔ اسے تو میں نے آگ لگا دی ہے اور جو لیف کیس کو ایک گٹر میں پھینک دیا ہے۔"

وہ غصے سے بولی۔ "تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں تمھیں سمجھا رہی ہوں کہ سیدھی طرح وہ چیزیں واپس کر دو۔ وہ ہمارے لیے بڑی اہم ہیں۔"

میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "ہاں۔ بڑی اہم ہیں اس سونیا کے لیے جو فرہاد کی محبوبہ تھی اور آج بھی ہے لیکن اس کا مزاج اور اس کی فطرت ایسے بدل گئی ہے کہ اب وہ مجرمانہ زندگی گزارنے لگی ہے۔ پہلے وہ انسانوں کی ہمدرد تھی۔ آج وہ ظالم ہو گئی ہے۔ اسے اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ جو ڈاکٹر پلاسٹک سرجری کے ذریعے عیب والے لوگوں کو بے عیب بنا دیتا ہے۔ ان کو شرمندگی سے بچاتا ہے۔ جو کے نقائص دور کرتا ہے۔ ہاتھ پاؤں میں کوئی عیب ہو تو انھیں درست کر دیتا ہے۔ اس طرح وہ انسانی خدمات انجام دے رہا ہے۔ ایسے انسان کو تم موس ٹروفی کے ساتھ مل کر بلیک میل کر رہی تھیں یہ کتنے شرم کی بات ہے۔ اگر تمھیں میرے شرم دلانے پر بھی شرم نہ آئے تو میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "انسان کتنا ہی برا کیوں نہ ہو۔ اس کے اندر ایک اچھا انسان ضرور موجود ہوتا ہے۔ وہ اچھا انسان خود کی برے آدمی کو نظر نہیں آتا۔ اس کے اندر تہہ بہ تہہ کہیں چھپا رہتا ہے لیکن میں اپنے اندر کی سونیا کو پہچانتی ہوں۔ میں آج بھی وہی ہمدرد اور محبت کرنے والی عورت ہوں اور دوسروں کی خاطر جان پر کھیل جانا جانتی ہوں لیکن یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے اور جو راستہ میں نے بدل دیا ہے۔ اس کی ذمہ داری تم عائد ہوتی ہے۔"

"اپنی کوتاہیوں اور اپنی غلطیوں کا الزام مجھ کو نہ دو۔"

"میں صحیح کہہ رہی ہوں۔ اگر تم میرا پیچھا چھوڑ دو یا پھر ہمیشہ کے لیے میرے بن جاؤ تو دونوں صورتوں میں میں ابھی سپر ماسٹر کی تنظیم سے علیحدہ ہو جاؤں۔ کوئی مجھے مجبور نہیں کر سکتا کہ میں ان کی پابند رہوں۔"

"سونیا میں آج بھی تمھارا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ تمھیں جتنا میں پہچان سکتی ہوں کسی کی کوئی عورت نہیں پہچان سکتی۔ تم کبھی کسی ایک عورت کے ہو کر رہ نہیں سکتے۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ مشاہدہ ہے اور میں تمھیں اتنی اچھی طرح جانتی ہوں کہ جتنی اچھی طرح شاید خود کو بھی نہیں پہچان سکتی۔"

"اچھا تو سپر ماسٹر کی تنظیم کو چھوڑنے کی دوسری شرط یہ ہے کہ میں تمھارا پیچھا چھوڑ دوں۔"

"ہاں۔ اگر تم مجھ سے ہمیشہ کے لیے دور ہو جاؤ۔ کبھی مجھ سے دماغی رابطہ قائم نہ کرو تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں بالکل آزاد زندگی گزاروں گی اور کبھی تمھارے خیال کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔"

"دیکھو سونیا یہ درست ہے کہ میں کبھی کسی ایک عورت کا بن کر نہیں رہ سکتا۔ اب تک کے مشاہدات اور تجربات یہی ہیں کہ جہاں جہاں میں پہنچتا ہوں۔ وہاں کسی نہ کسی لڑکی سے ملاقات ہوتی ہے۔ پھر پہلے اس سے ہمدردی ہوتی ہے پھر محبت ہوتی ہے۔ پھر تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اور اس طرح میں ہر جائی بنتا چلا جاتا ہوں۔"

"آج کل تو مرجانہ تمھارے ساتھ ہے۔ کب تک اس کا ساتھ رہے گا۔"

"مرجانہ الگ ٹائپ کی لڑکی ہے۔ وہ موم کی طرح پگھلنے والی نہیں ہے۔ بہت محتاط اور بہت ہی ضدی اور سرکش ہے۔ مجھے مجبور کر رہی ہے کہ صرف دوست بن کر رہوں۔ میں نے سوچا ہے کہ میں اس کی خواہش کے مطابق عمل کر کے دیکھ لوں۔ تم مجھے راہِ راست پر نہ لا سکیں ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے سیدھے راستے پر لے آئے۔"

"میں کہتی ہوں کہ جس دن وہ تمھیں حاصل ہو جائے گی اس دن تمھارے اندر کا ہر جائی فرہاد پھر اپنے راستے پر چلنے لگے گا۔ بہرحال میں اس موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہتی کیونکہ مجھے تمھاری ذات سے اب کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"دلچسپی تو لیتی ہو مگر ظاہر نہیں کرنا چاہتیں۔ یہ بھی بھول جاتی ہو کہ میں تمھارے لاشعور میں پہنچ کر تمھاری چھپی ہوئی اس محبت کو پڑھ لیتا ہوں جو میرے لیے اور صرف میرے لیے مخصوص ہے۔"

"ہاں۔ ایک غلط محبت، ایک غلط جذبہ بھی انسان کے لاشعور میں چھپا ہوتا ہے جسے ہم کچلتے رہتے ہیں۔ میں اس چھپی ہوئی محبت کو بھی ایک دن کچل کر رکھ دوں گی اور یہ اسی وقت ہو گا کہ میں اچانک ہی کسی سے شادی کر لوں گی اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دوں گی تو پھر یہ کانٹا بھی نکل جائے گا کہ میں ابھی تک تمھارا منتظر ہوں۔ وہ دن ایسا ہو گا جب ہمارے ہر قسم کے تعلقات ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔"

"ہمارے تعلقات کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ آج رات میں تمھارے پاس آؤں گا۔"

وہ چونک کر اسکرین پر طارق کے چہرے کو دیکھنے لگی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "ہاں ابھی میں تمھارے پاس پہنچوں گا اور صبح ہونے کے بعد واپس چلا جاؤں گا۔"

وہ اندر سے تو ذرا لرز سی گئی۔ ایک مسرت اس کے اندر دوڑی لیکن اس نے اس خوشی کے جذبے کو کچلتے ہوئے غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔ "خبردار، ایسی باتیں نہ کرنا۔ تم میرے بنگلے میں داخل نہیں ہو سکو گے۔ میں تمھیں بتا دوں ایسے سخت انتظامات ہیں کہ تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے کیونکہ میرے احاطے میں آزادی سے گھومنے والے خونخوار کتے تمھاری ٹیلی پیتھی سے متاثر نہیں ہوں گے۔"

"تم چاہو تو اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر مجھے خوش آمدید کہہ سکتی ہو۔"

"میں کبھی ایسا نہیں کروں گی۔"

"تم یہ تو جانتی ہو کہ میں تم سے زیادہ ضدی ہوں اور جس بات کا ارادہ کر لیتا ہوں اسے پورا کر کے رہتا ہوں۔ آج رات میں تمھارے پاس رہوں گا اور مجھے تمھارے حفاظتی انتظامات نہیں روک سکیں گے۔ کوشش کرنا کہ رات بھر جاگتی رہو سونا چاہو گی تو صبح آٹھ کر پچھتاؤ گی۔"

اس نے گہری مڑتی ہوئی نظروں سے ٹی وی اسکرین کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "تمھاری باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ تم یہیں میں موجود ہو ——— اسی لیے مجھ تک پہنچ سکتے ہو۔"

"ہاں موجود ہوں لیکن تم مجھے میرے جسم کی بو کے ذریعے نہیں پا سکو گی۔ تمھیں یہ پتہ نہیں ہے کہ ایک عرصہ ہوا۔ میرا ایک بہت ہی قابل دوست جو کہ بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹر ہے۔ اس نے میرے اندر کے ہارمونز میں تبدیلیاں کی ہیں اور یہ سب کچھ آپریشن کے ذریعے ہوا ہے۔ اس وقت سے میرے جسم کی بو تبدیل ہو گئی ہے۔"

وہ بے یقینی سے اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "آپریشن کے ذریعے ہارمونز کی تبدیلی؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں پہلی بار ایسی باتیں سن رہی ہوں۔"

"تم کبھی بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹر سے پوچھ لینا۔ ہارمونز کی تبدیلی سے جسم کی بو بدل جاتی ہے۔"

"کیا تم نے محض اپنی بو کو تبدیل کرنے کے لیے ایسا آپریشن کرایا تھا؟"

"نہیں۔ میرا مقصد کچھ اور تھا۔ میرے قابل دوست نے مشورہ دیا تھا کہ اگر وہ آپریشن کے ذریعے ہارمونز میں کچھ انقلابی تبدیلی لائے گا تو میں انقلابی قسم کا مرد بن جاؤں گا۔ میں نے یہ منظور کر لیا تھا اور میرے ڈاکٹر دوست نے یہ آپریشن بڑی کامیابی سے کیا تھا اور آج اس بات کا ایک فائدہ یہ بھی پہنچ رہا ہے کہ تم مجھے میری بو کے ذریعے تلاش کرنے کے قابل نہیں رہیں۔"

میری باتوں کے دوران اس کے دل میں تجسس پیدا ہوا تو اس نے فوراً ہی ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔ "ڈاکٹر اسٹیفلے! میں آپ کو ڈسٹرب کرنے پر نادم ہوں لیکن ایک ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

ڈاکٹر اسٹیفلے کی آواز آئی۔ "بے شک مادام آپ کے لیے تو میں ہر وقت حاضر ہوں۔ فرمائیے۔"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کیا آپریشن کے ذریعے ہارمونز میں تبدیلیاں لائی جا سکتی ہیں؟ اور کیا اس کے بعد آدمی کی بو بدل جاتی ہے؟"

"بے شک۔ ہارمونز کی کمی اور بیشی سے انسان کے اندر مردانہ اور زنانہ خاصیتیں پیدا ہوتی ہیں اور آپریشن کے ذریعے ہارمونز کی کمی کو دور کیا جا سکتا ہے یا ہارمونز کی زیادتی کو کم کیا جا سکتا ہے اور ایسے کامیاب آپریشن کے بعد جسمانی بو بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔"

سونیا نے شکریہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیوں تمھاری تسلی ہو گئی؟"

وہ ٹی وی کے اسکرین پر طارق کے چہرے کو گھورتے ہوئے بولی۔ "ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم پیرس میں موجود

ہزاروں میں بُو کے ذریعے تھیں تلاش نہیں کر سکتی۔"

"ہاں یہی بات ہے اور اس عجیب اتفاق کو دیکھو کہ جو بُو میرے جسم سے خارج ہونی چاہیے اور تم تک پہنچنا چاہیے وہ طارق کے جسم کے ذریعے تم تک پہنچ رہی ہیں۔ قدرت کے بھی عجیب تماشے ہیں۔ میں جس بُو سے نجات پا گیا ہوں اس بُو کا شکار طارق ہے اور تم دھوکا کھا رہی ہو۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اُس نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "ہیلو سونیا اسپیکنگ۔"

دوسری طرف سے ماسٹر موس ٹرونی کی آواز سنائی دی۔ "مادام اس وقت ڈاکٹر میکی براڈلے میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے اور قیس کھا کر کہتا ہے کہ اُس کے پاس میرا کوئی بریف کیس نہیں پہنچا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "ماسٹر۔ تم میکی براڈلے کو اس سلسلے میں پریشان نہ کرو۔ اس وقت میں فرہاد سے باتیں کر رہی ہوں اور اُس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ اتفاق سے تمھارا بریف کیس غائب کیا۔ اُس کے اہم کاغذات اور تصویریں جلا ڈالی ہیں اور بریف کیس کو کسی گٹر میں پھینک دیا ہے اور تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ فرہاد میرے میں موجود ہے۔"

ماسٹر موس ٹرونی نے حیرانی سے کہا۔ "اوہ گاڈ۔ فرہاد صاحب میرے میں موجود ہیں اور ہم اُن سے بے خبر ہیں۔ انھیں یہاں خوش آمدید نہیں کہہ سکتے۔ آپ ہماری طرف سے انھیں پیغام پہنچا دیں کہ وہ ہم سے دوستی کریں یا نہ کریں ہم انھیں ایک شاندار دعوت دینا چاہتے ہیں۔ وہ ہم سے ملاقات کریں۔"

سونیا نے کہا۔ "ماسٹر وہ نہ تو کوئی بچہ ہے اور نہ ہی تعریف و تحسین کا محتاج ہے کہ اپنی شہرت کے لیے اخبارات میں تصویریں چھپوانے کے لیے آپ کی دعوت قبول کرے وہ ابھی مجھے چیلنج کر رہا ہے کہ میں اُسے تلاش نہیں کر سکتی۔ پھر وہ کیسے میری نگاہوں کے سامنے آئے گا۔ کیسے میں اُسے تلاش کروں گی۔ بہرحال میں اُس سے ابھی باتیں کر رہی ہوں۔ تم فون رکھ دو اور میکی براڈلے کو جانے دو۔ اس معاملے میں اُس کا ہاتھ نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر ٹی وی کے اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "تم نے ساری باتیں سُن لی ہیں۔"

"ہاں۔ اب میں طارق کو چھوڑتا ہوں اور جاتے جاتے یہ کہیں کہہ دیتا ہوں کہ تمہاری آج کی رات میری ہے صرف میری۔ تم مجھ سے جتنی دُور بھاگنا چاہو بھاگ سکتی ہو اور بھاگتے بھاگتے جہاں بھی پھر کر دم لو گی وہاں مجھے پاؤ گی۔"

اتنا کہنے کے بعد دوسرے ہی لمحے پھر طارق محمود بن گیا۔ میں نے سر کو ایسے جھٹکا جیسے کہیں دماغی طور پر گم ہو گیا تھا اور اب ہوش میں آگیا ہوں۔ میں نے اپنے آس پاس دیکھا۔ پھر سر کو تھام کر سوچنے لگا۔ سونیا یہ سب کچھ اسکرین پر دیکھ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ طارق کے اندر سے فرہاد نکل چکا ہے اس لیے اب طارق پریشان ہو کر سوچ رہا ہے۔

میں نے اس کمرے میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کے پاس آکر ریسیور کو اُٹھایا۔ پھر کریڈل کو کھٹکھٹانے لگا۔ اس عمل سے سونیا کے کمرے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سونیا نے ریسیور اُٹھا کر کہا "ہیلو۔"

میں نے کہا۔ "مادام سونیا، ابھی ابھی میرے ساتھ عجیب سی بات ہو گئی۔ میں ڈانس کر رہا تھا کہ اچانک ہی کہیں گم ہو گیا۔"

سونیا نے انجان بن کر پوچھا۔ "کون گم ہو گیا۔ کس کی بات کر رہے ہو؟"

"میں اپنی بات کر رہا ہوں۔ میں ڈانس کرتے کرتے اچانک ہی یوں گم ہو گیا کہ مجھے اپنا ہوش نہ رہا۔ پھر میرا خیال ہے کہ کافی دیر کے بعد میں اپنے آپ میں آیا ہوں اور اپنے آپ کو پہچاننے لگا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری زندگی کے چند لمحے چرائے گئے ہیں اور چرانے والا فرہاد ہی ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ فرہاد کسی طرح مجھے آلۂ کار بنا رہا ہے اور وہ میرے اندر سمایا ہوا تھا۔"

وہ بولی۔ "ہاں۔ ابھی وہ میرے پاس بھی آیا ہوا تھا۔ کافی دیر باتیں کرنے کے بعد چلا گیا ہے اور وہ تمھارے پاس سے بھی جا چکا ہے۔ فکر نہ کرو۔ میں دیکھوں گی کہ وہ کیسی شرارتیں کرتا ہے اور میرے خلاف کیسے کامیاب ہوتا ہے۔ میں بہت ضدی ہوں اور اُس کی شرارتوں کا جواب دینا جانتی ہوں۔ تم آرام سے سو جاؤ۔"

میں نے ریسیور کو رکھ دیا لیکن دماغ کے ٹیلی فون پر سونیا کی سوچیں کو سُن رہا تھا۔ وہ ریسیور رکھنے کے بعد پھر ایزی چیئر پر نیم دراز ہو گئی تھی اور اس بیلو سے سوچ رہی تھی کہ فرہاد میرے میں موجود ہے اور وہ اپنے چیلنج کے مطابق آج رات یہاں آئے گا اور اگر آئے گا تو کس طرح اُس کے فرار ہونے کے راستے مسدود کیے جائیں۔ اور کس طرح

اُسے اپنا پابند بنا کر رکھا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ اُس کے جسم کی موجودہ بُو کیسی ہے۔ اُسے ایک بار سونگھ لینے کے بعد پھر اُس کی تبدیل شدہ بُو ایسی ہو گی کہ آئندہ اُس کے ذریعے فرہاد کو کہیں بھی تلاش کر لیا کرے گی۔

وہ سوچ رہی تھی۔ "مجھے ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ وہ یہاں آکر واپس نہ جا سکے اور رہ گئی یہ بات کہ وہ میرے ساتھ رات گزارے گا تو میں اُس کا یہ دعویٰ پورا نہیں ہونے دوں گی۔ وہ بھی یہ جانتا ہے کہ میں کیسی ضدی ہوں اور میرے مزاج اور میری مرضی کے خلاف کچھ کرنا ناممکن ہے۔"

وہ کوئی ایسی تدبیر کرنا چاہتی تھی کہ میرے آنے کا راستہ آسان اور جانے کا راستہ مشکل ہو جائے۔ اس کے لیے اُس نے سوچ لیا تھا کہ آج خونخوار کتوں کو باندھ کر رکھا جائے گا۔ تاکہ میں آسانی سے اس بنگلے کے احاطے میں داخل ہو سکوں اور جتنے میکینزم ہیں۔ اُن کے کنکشن کو آف رکھا جائے تاکہ کھڑکی اور دروازوں سے گزرتے وقت خطرے کی گھنٹی نہ بجے اور فرہاد آسانی سے بنگلے میں داخل ہو جائے لیکن واپس جاتے وقت اُس کا راستہ کیسے روکا جائے گا؟ یہ تدبیر وہ نہیں سوچے گی۔ اس لیے نہیں سوچے گی کہ ہو سکتا ہے فرہاد اس وقت بھی اُس کے دماغ کو پڑھ رہا ہو اور اُس کے ساتھ تدبیر کو بھی پڑھ لے۔

یہ سوچ کر اُس نے ٹیلی فون کا ریسیور اُٹھایا۔ پھر کسی کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اُس نے کہا۔ "میں مادام بول رہی ہوں۔ تم اپنی آواز نہ سنانا ورنہ فرہاد تمھارے دماغ تک پہنچ جائے گا۔ میں جو حکم دے رہی ہوں خاموشی سے سنو اور اُس پر عمل کرو۔ آج رات میرے بنگلے میں کوئی اجنبی داخل ہو گا۔ اُسے داخل ہونے سے روکا نہ جائے لیکن اس بنگلے کے تمام راستے بند کر دیے جائیں۔ اُسے کسی طرح حراست میں لیا جائے اور اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ اُسے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ کیونکہ وہ اجنبی فرہاد ہی ہو گا۔ بہت ہوشیار بننے کی ضرورت ہے۔"

یہ کہہ کر اُس نے ریسیور رکھ دیا اور چپ چاپ اپنے دماغ کو ٹٹولنے لگی کہ وہاں فرہاد موجود ہے یا نہیں۔ اُس نے سوچ کے ذریعے مجھے آواز بھی دی لیکن میں خاموش رہا۔ تب تھوڑی دیر بعد وہ کسی حد تک مطمئن ہو گئی۔

اُس وقت رات کا ایک بجا تھا۔ وہ ان دنوں جلدی سونے اور صبح جلدی اُٹھنے کی عادی ہو گئی تھی۔ اس لیے اُسے نیند محسوس ہو رہی تھی لیکن وہ میرے انتظار میں جاگنا چاہتی تھی۔ دوسری طرف میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ جاگتی رہے۔ میں اُسے خوابیدہ حالت میں ہی ٹریپ کرنا چاہتا تھا وہ آرام کرسی پر بڑے آرام سے نیم دراز تھی۔ میں بڑی آہستگی سے اُس کی سوچ کے ذریعے اُس کے دماغ کو آہستہ آہستہ تھپکنے لگا۔ اُس کی ایک سوچ اس جدوجہد میں تھی کہ وہ نہ سوئے لیکن دوسری سوچ اُسے تھپک رہی تھی، سلا رہی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آدھے گھنٹے کے اندر اُس کی آنکھ لگ گئی اور وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

ٹیلی پیتھی ایک ایسا عمل ہے کہ جس کے ذریعے دوسرے کو اپنا مطیع بنانے کے لیے اور اپنی مرضی کے مطابق اُس سے کام کرانے کے لیے ہمیشہ اُس کی سوچ کو گرفت میں رکھ کر اُس کے دماغ پر قابض رہنا پڑتا ہے۔

ہپناٹزم ایک ایسا علم ہے کہ جس کے ذریعے اپنے معمول کے دماغ پر ہمیشہ قابض رہنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ایک بار اُسے ٹریپ کرنے کے بعد ٹرانس میں لا کر اُس کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا کر چھوڑ دیا جاتا ہے پھر وہ جاگتی ہوئی آنکھوں سے اور سوتے ہوئے ذہن سے ہمارا مطیع یا فرماں بردار بن کر وہی کرتا ہے جو ہم اُس سے کرانا چاہتے ہیں۔

میں سونیا کو ہپناٹائز کرنا چاہتا تھا تاکہ بعد میں وہ اپنے طور پر عمل کرتی رہے اور میں اُس کے دماغ سے الگ رہوں لیکن اُس کے لیے تھوڑا سا وقت درکار تھا پہلے میں نے خیال خوانی کے ذریعے اُس کے دماغ پر۔ اچھی طرح قبضہ کیا۔ پھر اُسے وہاں سے اٹھایا۔ وہ ایزی چیئر پر سے آہستہ آہستہ اُٹھ کر اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آگئی۔ پھر مختلف کمروں اور کوریڈورز سے گزرتے ہوئے میرے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ میں دروازے کو اسی نے لاک کیا تھا۔ خود ہی اُس نے اُسے کھول دیا۔ پھر میں اُس خواب گاہ سے باہر آگیا۔ اُس کے بعد میں اُس کے ساتھ چلتا ہوا اس کی خواب گاہ میں پہنچا۔ وہاں پہنچنے کے بعد میں نے اُسے لیٹ جانے کے لیے کہا۔

جب وہ بستر پر چادر شانے تک لیٹ گئی تو میں نے بڑی گمبھیر آواز میں کہا۔ "سونیا۔ اس وقت تم خواب کی اسکرین پر مجھے دیکھ رہی ہو اور میری آنکھوں سے آنکھیں ملا رہی ہو۔"

خواب کی حالت میں اُس کے لبوں کو جنبش ہوئی۔ ٹھہر ٹھہر کر بولنے لگی۔ "ہاں میں تمھاری آنکھوں سے آنکھیں

ملا رہی ہوں۔"

"یہ آنکھیں تمھیں حکم دیتی ہیں کہ تم میرے احکامات کی پابند رہو گی۔"

"میں تمھارے احکامات کی پابند رہوں گی۔"

"تم نے کچھ دیر پہلے ٹیلی فون پر کسی کو یہ بتایا تھا کہ آج رات فرہاد تمھارے بنگلے میں داخل ہونے والا ہے۔ اُس کی نگرانی کی جائے اور اُسے نقصان پہنچائے بغیر حراست میں رکھا جائے۔ میں تم سے پوچھتا ہوں۔ اس شخص کا نام کیا ہے؟"

"اُس کا نام وارنر ہے۔"

"اب تو وہ نگرانی کے لیے تمھارے بنگلے کے کہیں آس پاس ہو گا اُس سے تم فون کے ذریعے رابطہ قائم نہیں کر سکو گی۔"

"ہاں میں فون کے ذریعے رابطہ قائم نہیں کر سکوں گی۔"

"اُس سے رابطہ قائم کرنے کا دوسرا ذریعہ کیا ہے۔"

"میں ٹرانسمٹر کے ذریعے بھی اپنے خاص ماتحتوں سے رابطہ قائم کرتی ہوں۔"

"تمھارا وہ ٹرانسمٹر کہاں رکھا ہوا ہے۔"

"وہ ٹرانسمٹر الماری کے اندر بریف کیس میں ہے۔"

"اس بریف کیس کے لاک کا نمبر بتاؤ۔"

"ڈبل سیون ڈبل او ڈبل ون۔"

نمبر معلوم کر کے میں الماری کے پاس گیا۔ اُس کو کھول کر بریف کیس کو نکالا۔ پھر اس نمبر کے ذریعے بریف کیس کو کھولنے کے بعد ٹرانسمٹر حاصل کر لیا۔ اُس کے بعد میں نے سونیا سے پوچھا کہ وہ کس فریکوئنسی پر وارنر سے رابطہ قائم کر سکتی ہے۔ اُس نے وہ فریکوئنسی بتا دی۔ پھر میں نے پوچھا۔ "اگر ماسٹر موس ٹرونی وارنر سے ٹرانسمٹر پر بات کرنا چاہے تو کون سا کوڈ ورڈ ——— استعمال کرنا ہے؟"

سونیا نے وہ کوڈ ورڈ بھی بتا دیا۔ تب میں نے ٹرانسمٹر آن کر کے اس فریکوئنسی پر خود کو ماسٹر موس ٹرونی بنا کر وارنر کو مخاطب کیا۔ "ہیلو وارنر، ہیلو سیون آف ماسٹر ٹاور تم سے مخاطب ہے۔ ہیلو وارنر، اسپیک ٹو می۔ اوور۔"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "میں وارنر بول رہا ہوں۔ ماسٹر، کیا حکم ہے؟"

میں نے ماسٹر بن کر کہا۔ "مادام نے تمھیں جو ڈیوٹی سونپی تھی۔ کیا تم اُس کے مطابق عمل کر رہے ہو؟"

"جی ہاں ماسٹر۔ میں اس وقت مادام کے بنگلے کے قریب ہوں اور بہت محتاط ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ محتاط رہو اوور اینڈ آل۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے ٹرانسمٹر کو آف کرنے کے بعد اُسے بریف کیس میں رکھا۔ پھر اسی نمبر کے مطابق اُسے لاک کر کے الماری میں رکھ دیا۔ اُس کے بعد الماری کو بند کر دیا۔ پھر سونیا کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کے بعد میں نے اُس سے کہا۔ "سونیا، اس وقت تم میری مطیع اور فرماں بردار بنی رہو۔"

"میں تمھاری مطیع اور فرماں بردار ہوں۔"

"اب سے ایک منٹ بعد تمھاری آنکھیں کھل جائیں گی۔"

"ایک منٹ بعد میں اپنی آنکھیں کھول دوں گی۔"

آنکھیں کھولنے کے بعد صبح پانچ بجے تک جو کچھ تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گی۔ کانوں سے سنو گی اور جو کچھ تم پر گزرے گی۔ وہ سب تم پانچ بجے کے بعد بھول جاؤ گی۔"

"میں یہ سب کچھ صبح پانچ بجے کے بعد بھول جاؤں گی۔"

"صرف اتنا یاد رکھو گی کہ تمھارے پاس جو شخص آیا تھا وہ فرہاد تھا اور فرہاد جس طرح خاموشی سے آیا تھا۔ اسی طرح خاموشی سے چلا گیا۔"

"میں یاد رکھوں گی کہ میرے پاس فرہاد خاموشی سے آیا تھا اور خاموشی سے چلا گیا۔"

"اب سے صبح پانچ بجے تک تم تمام مکاریوں سے پرہیز کرو گی اور تمھارے دل اور دماغ میں اگر فرہاد کے لیے محبت ہے تو محبت کا اظہار کرو گی۔ نفرت ہے تو صاف طور سے نفرت ظاہر کرو گی۔"

"محبت ہو گی تو محبت ظاہر کروں گی۔ نفرت ہو گی تو نفرت ظاہر کروں گی۔"

"اب وہ ایک منٹ گزرنے والا ہے۔ میں خاموش ہوتا ہوں تم بھی خاموش ہو جاؤ اور اپنے وقتِ مقررہ پر آنکھیں کھول دو۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ آہستہ آہستہ وقت گزرنے لگا۔ کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ سونیا چاروں شانے چت لیٹی ہوئی تھی۔ اُس کے سینے کا اُتار چڑھاؤ بتا رہا تھا کہ اب وہ گہری گہری سانسیں لے رہی ہے اور تھوڑی ہی دیر میں آنکھیں کھولنے والی ہے۔

اور اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ پہلے اُس کی آنکھیں ہر قسم کے جذبات سے عاری تھیں۔ چہرہ سپاٹ تھا۔ میں نے

مسکرا کر کہا۔ "میں تمھارا فرہاد ہوں۔"

میرا نام سنتے ہی اُس کے لبوں پر مسکراہٹ آئی۔ اُس کے جسم میں ذرا سی حرکت پیدا ہوئی۔ پھر اُس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر ایک بھرپور انگڑائی لی۔ انگڑائی کا زور ایسا تھا کہ وہ کمان کی طرح خم کھا گئی۔ میں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "اب بتاؤ۔ کیا مجھ سے نفرت کرتی ہو؟"

اُس نے حیرانی سے پوچھا۔ "میں بھلا تم سے کیوں نفرت کرنے لگی؟"

یہ کہہ کر وہ اُٹھ گئی۔ آہستہ آہستہ میرے قریب آ گئی۔ پھر بولی۔ "تم مجھ میں ہو۔ میں تم میں ہوں۔ تم میری ذات سے الگ نہیں ہو اور اپنی ذات سے کوئی نفرت نہیں کرتا۔ میں تم ——— سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ اپنے آپ میں ہی تمھیں پاتی ہوں۔"

"ایسا ہے تو تم نفرت کا اظہار کیوں کرتی ہو؟"

"میں کیا کروں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ جب میں دیکھتی ہوں کہ تمھیں ہمیشہ کے لیے اپنا نہیں بنا سکتی تو میں غصے میں آ جاتی ہوں۔ مجھ میں چڑچڑا پن پیدا ہو جاتا ہے اور میں ضد میں آ کر الٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگتی ہوں۔ تمھیں بھی باتیں سنانے لگتی ہوں اور اس طرح خواہ مخواہ نفرت کا اظہار ہونے لگتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن یہ کیا بات ہے کہ تم نے میری مخالفت میں سپر ماسٹر کی تنظیم میں رہنا گوارا کر لیا۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ میں ان لوگوں سے کتنی نفرت کرتا ہوں۔"

"جانتی ہوں۔ سب جانتی ہوں اور میں نے بہت سوچ سمجھ کر ایسا کیا ہے۔ میں نے پہلے تو بہت سی تدبیریں کیں کہ کسی طرح تم میرے پیچھے چلے آؤ اور آخری تدبیر یہ سوچی کہ میں برائے نام کسی سے شادی کر لوں تو تم رقابت کی آگ میں جلو گے۔ پھر میں نے سوچا ہو سکتا ہے تم اتنی رقابت برداشت نہ کر سکو اور تم صبر کر کے بیٹھ جاؤ کہ میں کسی کی ہو چکی ہوں تو پھر میری طرف کبھی پلٹ کر بھی نہ دیکھو۔ یہ میں برداشت نہیں کر سکتی تھی۔"

"میں یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے سپر ماسٹر کی تنظیم میں رہنا کیوں پسند کیا؟"

"وہی بتا رہی ہوں۔ میں نے سوچا کہ سب سے بہترین ترکیب یہ ہے کہ تمھیں بھڑکایا جائے۔ جب تمھیں یہ پتہ چلے گا کہ میں تمھارے دشمنوں کی تنظیم میں ہوں تو تم میرا پیچھا کرو گے۔ دوست بن کر نہ سہی، دشمن بن کر ہی میرے پیچھے پیچھے آؤ گے۔ میری مخالفت کرو گے۔ میں کوئی کام کرنے جاؤں گی تو تم رکاوٹیں پیدا کرو گے۔ اس طرح یہ ہو گا کہ میرا اور تمھارا ساتھ کسی نہ کسی طرح رہے گا۔ اچھے انداز میں نہ سہی برے انداز میں ہی لیکن میں تمھیں قریب پاتی رہوں گی۔ یہی میرے لیے بہت ہے اور یہی سوچ کر میں سپر ماسٹر کی تنظیم میں شامل ہو گئی ہوں۔"

"تم اس تنظیم سے کب علیحدہ ہو سکتی ہو؟"

"مجھے علیحدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے جو سوچا تھا۔ وہی ہو رہا ہے یعنی تم کسی نہ کسی طرح میرے پیچھے آ رہے ہو۔ میں طارق محمود کو تمھاری ڈمی بنا کر اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہوں۔ اُسے آلۂ کار کے طور پر استعمال کرنا چاہتی ہوں اور تم میرے راستے کی رکاوٹ بننا چاہتے ہو۔ طارق محمود کو آلۂ کار بننے سے روکنا چاہتے ہو۔ یہی میری کامیابی ہے کہ تم میرے ساتھ لگے ہوئے ہو۔"

"اگر میں حکم دوں تو تمھیں سپر ماسٹر کی تنظیم سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔ کیا اس وقت تم میری مطیع اور فرماں بردار نہیں ہو؟"

"ہاں۔ میں تمھاری تابعدار ہوں۔ جو تم کہو گے اُس پر عمل کروں گی لیکن فرہاد یہ بڑی زیادتی ہے۔ میں جو کچھ کر رہی ہوں۔ تمھیں حاصل کرنے کے لیے کر رہی ہوں۔ اگر تم سیدھے راستے سے مجھے نہیں مل سکتے تو مجھے ٹیڑھا راستہ اختیار کرنے دو۔ اگر ٹیڑھا راستہ تمھیں پسند نہیں ہے تو سیدھے راستے سے میرے بن جاؤ۔ کب تک سرابوں کے پیچھے بھاگتے رہو گے اور اپنی عمر ضائع کرتے رہو گے۔"

"جب تک میرے سامنے نئی نئی راہیں کھلتی رہیں گی۔ نئے نئے ہنگامے مجھے بلاتے رہیں گے۔ میں اُن ہنگاموں کی طرف بڑھتا رہوں گا۔ جب تک نئے دوست ملتے رہیں گے اور نئے رشتے، نئی محبتیں ملتی رہیں گی۔ اُس وقت تک میں اُن محبتوں کو حاصل کرتا رہوں گا۔ میرے مقدر میں یہی ہے کہ میں دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک چلتا رہوں اور چلتا ہی چلا جاؤں۔ جہاں تھک کر بیٹھ جاؤں گا وہاں میری موت ہو گی۔ میں کبھی ایک گھر نہیں بنا سکتا کبھی ایک جگہ قیام نہیں کر سکتا۔ جہاں قیام کروں گا وہاں دشمنوں کا ڈیرا ہو گا۔ چاروں طرف سے گھیر لیا جاؤں گا۔ جب تک چلتا رہوں گا۔ حرکت میں رہوں گا۔ دشمن بھی حرکت میں رہیں گے اور ان کے گھیرے ٹوٹتے رہیں گے۔"

"تم باتیں بنانے کو تو بہت کچھ بنا سکتے ہو، اصل مسئلہ اس بات کا ہے کہ مجھے سپر ماسٹر کی تنظیم سے علیحدہ ہونا ہے یا نہیں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ جس دن تم میرے پاس آجاؤ گے میرے بن جاؤ گے۔ میں اس تنظیم سے علیحدہ ہو جاؤں گی۔ ورنہ ہم اسی طرح دو مختلف راستوں پر چلتے رہیں گے ایک دوسرے کی کاٹ کرتے رہیں گے۔ شاید ہمارے مقدر میں یہی لکھا ہو کہ دو دشمنوں کی طرح ایک دوسرے کے قریب رہیں اور دشمن ہو کر بھی دل ہی دل میں ایک دوسرے کو چاہتے رہیں۔"

میں نے اس دشمن کو گلے لگا لیا۔ وہ اس وقت سے میری تھی جب سپر ماسٹر پہلی بار میرے مقابل آیا تھا اور پہلی پیٹھی جاننے والا ماسٹر لیو شے میرا پیچھا کرنے اور مجھے گرفت میں لینے کے لیے سونیا کو آلۂ کار بنا رہا تھا۔ اس وقت سے سونیا میری تھی میرے دل و جان کے ساتھ تھی۔ میری ہر مصیبت میں میرے ساتھ ساتھ رہی۔ دشمنوں کے ہاتھوں اس نے میرے لیے بہت سی تکالیف برداشت کیں۔ دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھا۔ اتنی گہری رفاقت اور کسی سے نہ تھی۔ برسوں ہوئے میرا اس کا ساتھ چھوٹ گیا تھا اور اب ساتھ ہوا تو یوں لگا جیسے میں اپنے گھر سے نکل گیا تھا اور ایک طویل عرصے کے بعد دوبارہ اپنے گھر میں واپس آگیا ہوں۔ کچھ ایسی ہی مسرتیں مجھے مل رہی تھیں۔

بعض اوقات میں سوچتا ہوں کہ جب تک میری داستانِ حیات شائع ہوتی رہے گی۔ لوگ اسے پڑھتے رہیں گے اور میرے متعلق سوالات کرتے رہیں گے کہ میں حسین لڑکیوں سے اتنی جلدی دوستی کر لیتا ہوں اور جب دوستی کر لیتا ہوں تو اسے نباہ کیوں نہیں سکتا۔ اس کا جواب میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ میں خود ایک الجھا ہوا ذہن رکھتا ہوں۔ یہاں سے ہزاروں میل دور برما میں رسونتی بیمار پڑی تھی صحت یاب ہونے والی تھی اور میں بات کی منتظر تھی کہ میں اسے جلد ہی ملوں گا۔ اور رسونتی ایسی تھی کہ میں اسے بیچ منجدھار میں چھوڑ کر علیحدگی اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری طرف مرجانہ سے نئی نئی دوستی تھی اور مرجانہ کو میں عورتوں میں بہت کم شمار کرتا ہوں۔ تیسری سونیا تھی جو اب میری اوّل بھی تھی اور میری آخر بھی اور ہزار اختلافات کے باوجود اس کے دل کی گہرائیوں میں، میں ہی میں تھا۔ فی الحال یہ تین عورتیں ایسی تھیں۔ جن کے متعلق میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کون ہتھ سے۔ کون میری دوستی کے قابل ہے۔ کون میری شریکِ حیات بن سکتی ہے۔

توبہ توبہ یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ میں اور شریکِ حیات بناؤں۔ اس کا مطلب تو یہی ہے کہ اپنے آپ کو ایک گھر کی چار دیواری میں قید کر دوں۔ بچے پیدا کروں اور انھیں گرد میں کھلانا شروع کر دوں۔ یہ تصور ایسا تھا کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے حالانکہ میں موت کے منہ میں پہنچ کر بھی نہیں گھبراتا۔ بیوی اور بچوں سے بہت ڈرتا ہوں۔

بہرحال ابھی تین عدد تھیں۔ کوشش یہ کروں گا کہ کوئی چوتھی نہ ہو۔ یوں بھی مرجانہ سے وعدہ کیا ہے اور اس سے دوستی اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ میں کوئی چوتھا روگ نہ پالوں اور میں یہی کوشش کروں گا۔

تقریباً ساڑھے چار بجے میں نے سونیا سے کہا۔ "اب میرے ساتھ چلو اور جس طرح تم نے پہلے مجھے میرے کمرے میں لاک کر دیا تھا۔ اسی طرح اب دوبارہ مجھے بند کر کے اپنی خواب گاہ میں واپس چلی آؤ۔"

وہ میرے ساتھ اپنی خواب گاہ سے باہر آگئی اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ مجھے جانے دے لیکن وہ میرے حکم کی پابند تھی۔ اس نے مجھے میرے کمرے کے اندر پہنچا کر باہر سے اسے دوبارہ لاک کر دیا۔ وہاں سے وہ چلتی ہوئی اپنی خواب گاہ میں آئی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے دیکھ رہا تھا اور اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اب وہ آرام سے بستر پر لیٹ جائے۔

وہ اپنے بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گئی میرے حکم کے مطابق اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر میں نے اس کے دماغ میں کہا۔ "اب تم سو رہی ہو اور ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد یعنی پانچ بجے تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی۔"

اس نے کہا۔ "ہاں ٹھیک پانچ بجے میری آنکھیں کھل جائیں گی۔"

میں نے کہا۔ "اس کے بعد تم سب کچھ بھول جاؤ گی کہ تمہارے کمرے میں کوئی آیا تھا اور اس کی شکل طارق محمود جیسی تھی۔ تم طارق محمود کا چہرہ یاد نہیں کرو گی۔"

"میں طارق محمود کا چہرہ یاد نہیں کروں گی۔"

"تم صرف فرہاد کو یاد رکھو گی کہ وہ تمہارے پاس آیا تھا اور تمہارے ساتھ رات گزار کر چلا گیا۔"

"میں صرف فرہاد کو یاد رکھوں گی۔"

"اب تم خاموشی سے سو جاؤ۔ میں جا رہا ہوں۔ وقتِ مقررہ پر تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی۔"

اس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ میں نے بیس منٹ کے لیے اسے چھوڑ دیا۔ پھر وارنر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ وہاں بنگلے کے قریب ہی موجود تھا اور دور ہی دور سے بنگلے کے پچھواڑے کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ فرہاد علی ثمور کہیں سے داخل ہو رہا ہے یا نہیں؟ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا اس نے اپنے تینوں ساتھیوں کو بلا کر کہا۔ "اب تم لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اکیلا ہی نگرانی کر لوں گا۔ تم لوگ میری گاڑی لے کر چلے جاؤ۔"

وہ تینوں اس کے حکم کے پابند تھے۔ گاڑی لے کر چلے گئے۔ وہ وہاں سے چلتا ہوا بنگلے کے احاطے میں داخل ہوا پھر اس نے بنگلے کا دروازہ کھولا۔ سونیا کے بنگلے کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا تاکہ فرہاد کو داخل ہونے میں آسانی رہے۔ وہ بنگلے میں پہنچ کر ایک صوفے پر لیٹ گیا۔ میں اس کے دماغ کو ہولے ہولے تھپکنے لگا۔ خیال خوانی کی لوری سنانے لگا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد ہی وہ گہری نیند سو گیا۔

پانچ بج رہے تھے۔ ٹھیک وقت پر سونیا کی آنکھیں کھل گئیں۔ چند لمحوں تک وہ اسی طرح بے حس و حرکت پڑی رہی۔ چھت کو گھورتی رہی سوچتی رہی کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟

پھر اچانک ہی اسے احساس ہوا کہ وہ بے حال ہے اور کمرے میں تنہا پڑی ہوئی ہے۔ وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اپنے آپ کو دیکھا

سوچنے لگی کہ وہ اب تک کہاں تھی؟ کہاں گم ہو گئی تھی؟ کیا سویا ہی تھی یا خیال خوانی کا شکار ہو گئی تھی؟

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو سونیا، کچھ یاد آیا کہ میں کب تک تمہارے ساتھ رہا اور کس طرح وہاں سے رخصت ہوا؟"

وہ چونک کر ٹی وی کے اسکرین پر دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔ "ہاں دیکھ لو، میں اس وقت طارق محمود کے اندر موجود ہوں۔ میں نے اس شخص کی بھی نیند حرام کر دی ہے۔ اسے سونے کا موقع نہیں دیا ہے۔"

اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ کر، پھر ٹی وی کی طرف گھونسہ دکھا کر کہا۔ "میں تمہارا منہ توڑ دوں گی تم کس طرح یہاں آئے تھے؟"

"یہ تو میرے سوا کوئی نہیں جان سکتا کہ میں کس طرح آیا تھا۔ جس وارنر کو تم نے میری نگرانی کے لیے مقرر کیا تھا۔ میں نے اس بیچارے کو تمہارے ڈرائنگ روم کے صوفے پر گہری نیند سلا دیا ہے۔ تم جا کر دیکھو وہ سو رہا ہے۔ چاہو تو اسے جگا کر اس کے گھر واپس بھیج سکتی ہو۔ بیچارے کو صوفے پر آرام نہیں ملے گا۔"

اتنی دیر میں وہ تیزی سے چلتی ہوئی اپنی خواب گاہ سے نکلی اور مختلف کمروں اور کوریڈورز سے گزرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے وارنر کے منہ پر ایک ہاتھ رسید کیا۔ وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ سونیا کو سامنے دیکھتے ہی خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ حالانکہ وہ اچھا قد آور جوان تھا لیکن سونیا کی دہشت ان کے دلوں پر طاری رہتی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ "اوہ میں حیران ہوں کہ یہاں کیسے آگیا؟"

"اور کیسے آؤ گے۔ فرہاد نے تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تربیت کیا تھا اور تم ہو کہ میرے ہی بنگلے میں آکر آرام کر رہے ہو۔ نگرانی سے تو کوئی واسطہ نہ رہا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر وہاں سے جاتے ہوئے بولا۔ "اوہ میرا قصور نہیں ہے۔ میں بڑے بڑے شہ زوروں سے لڑ سکتا ہوں کسی کی نگرانی کرنے کا مجھے خاصا تجربہ ہے لیکن فرہاد صاحب کی بات ہی کچھ اور ہے۔ آپ نے تو دیکھ ہی لیا کہ آنکھوں نے کیسے جکڑ چلایا ہو گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ سونیا غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی واپس اپنے کمرے میں آئی۔ میں نے کہا۔ "میری جان، خواہ مخواہ غصہ نہ دکھاؤ۔ دل میں تو لڈو پھوٹ رہے ہیں کہ میں تمہارے پاس آیا تھا۔ تم نے مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ اب تم لاکھ نفرت کرو۔ میں اسی محبت کے سہارے خوش ہوتا رہوں گا۔ تمہارا تو کام یہ ہونا چاہیے کہ اتنے عرصے بعد جو ہماری ملاقات ہوئی ہے اسے بڑی مسرت سے یاد کرو اور ان رنگین یادوں میں کھو کر سو جاؤ۔ رات بھر کی جاگی ہوئی ہو، تمہیں آرام سے سو جانا چاہیے۔ اچھا، میں جا رہا ہوں۔"

اس نے مجھے آواز دی۔ "ٹھہرو، پہلے مجھے یہ بتا کر جاؤ کہ تم کس طرح آئے تھے اور کب تک یہاں رہے تھے میں تمہیں دیکھ نہ سکی۔ یہ سب کیسے ہوا؟"

میں خاموش رہا۔ وہ مجھے بار بار پکارتی رہی پھر تھک ہار کر اپنی چیئر پر گر پڑی اور نڈھال سی ہو کر سوچنے لگی کہ رات کا نصف حصہ کیسے گزرا تھا۔ وہ بار بار سوچ رہی تھی اور اسے دھندلا دھندلا سا فرہاد یاد آرہا تھا لیکن یہ سمجھ میں

نہیں آرہا تھا کہ وقت کس طرح گزرا تھا۔ جس طرح بھی گزرا ہو بہرحال اب آثار بتا رہے تھے کہ فرہاد اُس کے پاس سے ہو کر گیا ہے۔ اس حقیقت سے وہ انکار نہیں کر سکتی تھی۔

وہ ایزی چیئر سے اُٹھ کر بستر پر آ گئی۔ وہاں لیٹ کر اُس نے تکیے کو سینے سے لگا کر بھینچ لیا اور خیالوں میں گم ہونے لگی۔ میں اُس کے تصور میں تھا۔ اب میں چاہتا تھا کہ وہ صبح دیر تک سوتی رہے کیونکہ مجھے بھی دیر تک سونا تھا۔ اگر میں سو نہ پاتا اور وہ جلد بیدار ہو جاتی تو یہ سوچنے پر مجبور ہوتی کہ میں رات بھر کیا کرتا رہا تھا کہ اب سو رہا ہوں۔ لہٰذا ہم دونوں کا سوتے رہنا مناسب تھا۔

آہستہ آہستہ میں نے سونیا کو سلا دیا اور اُس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ دن کے گیارہ بجے تک سوتی رہے اس سے پہلے اُس کی آنکھ نہ کھلے۔ اُسے سلانے کے بعد اب مجھے مرجانہ کی طرف دھیان دینا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی تو اس وقت چھ بج چکے تھے اس لحاظ سے پاکستان میں دس بجے ہوں گے۔ مرجانہ بیدار ہو چکی ہوگی اور ابھی اُس کے دشمنوں کو بھی دیکھنا تھا کہ بختاور اور اُس کا بیٹا منصور دونوں لاہور سے روانہ ہو کر پنڈی پہنچ گئے ہیں یا نہیں۔

جب میں نے بختاور کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ دونوں باپ بیٹے صبح نو بجے اپنی کار میں بیٹھ کر روانہ ہوئے ہیں اور اب بارہ ایک بجے سے پہلے پنڈی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اُن کی طرف فی الحال اطمینان تھا میں نے مرجانہ سے رابطہ قائم کیا تو اُس نے شکایت کی "کل سے کہاں غائب ہو تم نے میری خبر نہیں لی؟"

"میں تمہارے دماغ میں جھانک کر دیکھ چکا ہوں۔ تم اپنی امّی کے ساتھ محبتوں میں اس طرح گم ہو گئی تھیں کہ میں نے تمہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ایک طویل مدت کے بعد تمہیں تمہاری والدہ ملی ہیں تو میں نے سوچا کہ جی بھر کر تمہیں ملنے کا موقع دوں۔ میں تمام رات کا جاگا ہوا ہوں اور سونے جا رہا ہوں۔ بختاور صبح نو بجے لاہور سے اپنے بیٹے کے ساتھ روانہ ہو چکا ہے۔ فقد بارہ ایک بجے تک وہاں پہنچے گا، اُس وقت تک میں نیند سے بیدار ہو جاؤں گا۔ پھر تمہیں بتاؤں گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں۔ اُس وقت تک کے لیے مجھے اجازت دو۔ اب نیند آ رہی ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے اُس سے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میری آنکھ ساڑھے نو بجے کھل جائے اور اس دوران کوئی کرے میں داخل ہو تو میری نیند ٹوٹ جائے۔

دوسرے دن سے میری مصروفیت کا انداز بدلنے والا تھا یعنی میں دائمی کام کر سکتا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے انہوں سے رابطہ قائم کر سکتا تھا۔ کیونکہ مجھے ڈاکٹر میسی کا مریض بن کر رہنا تھا اور اُس کے حکم کے بغیر میں اُس کے اسپیشل وارڈ سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔

جب میری آنکھ کھلی تو گھڑی میں نو بج کر نو منٹ ہو رہے تھے۔ میں بستر سے اُٹھ کر باتھ روم میں گیا۔ پھر ضروریات سے فارغ ہونے کے دوران میں نے معلوم کیا کہ بختاور اور اُس کا لڑکا منصور پنڈی پہنچ گئے ہیں اور بختاور اپنے ایک ڈاکٹر دوست کے گھر میں بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ منصور بھی وہیں موجود تھا۔

میں انھیں چھوڑ کر مرجانہ کے پاس پہنچا۔ مرجانہ نے مجھے اپنے دماغ میں پاتے ہی خوش ہو کر کہا "ابھی ابھی امّی سے تمہارا ہی ذکر کر رہی تھی اور انھیں تمہارے کارنامے سنا رہی تھی۔"

"اچھا تو تم نے فرہاد کی حیثیت سے میرا غائبانہ تعارف کرایا ہے۔"

"ہاں فرہاد، تم خود ہی سوچو کہ اب چھپنے چھپانے سے کیا فائدہ ہے تم تو اپنے اصلی روپ میں آنے ہی والے ہو۔ پھر کہاں کہاں اپنا چہرہ چھپاتے پھرو گے اور جب تم مجھے اپنا سمجھتے ہو تو پھر امّی غیر نہیں ہیں۔ اتنی مدت کے بعد زندگی میں پہلی بار میں اُن سے مل کر اُن سے جھوٹ نہیں بولنا چاہتی۔ کوئی بات اُن سے چھپانا نہیں چاہتی۔ اس لیے میں نے انھیں بتا دیا ہے۔"

"جب بتا ہی دیا ہے تو اب اس پر بحث کرنا فضول ہے لیکن ایک بات یاد رکھو کہ رشتوں کی محبت میں جذبات میں اور احترام میں کبھی بھی اپنے راز کو فاش نہیں کرنا چاہیے خود ان رشتوں کے تحفظ کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے۔ تمہاری زندگی میں ایسے مقام بھی آئیں گے جب تمہیں اپنی امّی سے کچھ چھپانا پڑے گا، خود اُن کی بھلائی کے لیے۔ تو کیا تم نہیں چھپاؤ گی کوئی بات؟"

"جب وہ گھڑی آئے گی تو سوچا جائے گا۔ ابھی تو میں یہ سوچ رہی ہوں کہ انسان کو ساری خوشیاں ایک ساتھ نہیں ملتیں۔ یہی دیکھو کہ جب تم میرے پاس تھے تو میں کتنی خوش ہو رہی تھی۔ کتنا اچھا وقت گزر رہا تھا۔ پھر تم چلے گئے تو میں جانے کیوں اُداس رہنے لگی۔ زندگی میں پہلی بار احساس ہوا کہ کبھی سے بچھڑنے کے بعد دکھ بھی ہوتا ہے۔ بہرحال پھر مجھے امّی مل گئی ہیں۔ اب میں اتنی خوش ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی لیکن یہ ملی ہیں تو تم بچھڑ گئے ہو۔ اگر دونوں میرے ساتھ رہتے اور دونوں طرف سے مجھے خوشیاں ملتیں تو میں کس قدر خوش نصیب ہوتی۔"

"خوش نصیب تم اب بھی ہو، تمہیں اب کس بات کی کمی ہے۔ تم اب اتنی دولت مند ہو گئی ہو کہ کوئی اس دولت کا شمار نہیں کر سکتا۔ تمہیں ماں کی محبت مل گئی ہے۔ ایسی محبت جو دنیا کی تمام محبتوں پر بھاری ہوتی ہے پھر یہ کہ میری تمہاری دوستی ہے۔ ٹھیک ہے کہ ہم ایک عرصے کے لیے بچھڑ گئے ہیں لیکن جلد ہی ملیں گے۔"

"میں امّی سے کہنے والی ہوں کہ یہاں بختاور کو کچھ سزا دینے کے بعد ہم فوراً ہی پیرس چلیں گے تاکہ میں تم سے ملتی رہا کروں۔"

"نہیں مرجانہ اب تم آؤ گی تو مجھ سے ملاقات مکمل نہیں ہو گی۔ کیونکہ میں ڈاکٹر کے زیرِ علاج رہوں گا اور میرے تمام جسم پر پٹیاں بندھی ہوں گی۔ میں کہیں آنے جانے کے قابل نہیں ہوں گا ایسے میں تم یہاں آ کر لوٹ جانے لگو گی۔ وہاں تم امّی کے ساتھ جتنا وقت گزار سکتی ہو گزارو۔ جب بھی میرے جسم سے پٹیاں کھلنے کا وقت آئے گا تو میں تمہیں اطلاع دوں گا تب تم ملنے آنا یا میں تمہارے پاس آؤں گا۔"

"کیا پلاسٹک سرجری میں بہت وقت لگتا ہے؟"

"ہاں، اس جاپانی ڈاکٹر نے تو پورا ایک ماہ لگا دیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ میکی براڈلے بھی ایک ماہ کے اندر میرے چہرے پر تبدیلیاں لے آئے گا۔ بہرحال بختاور اور منصور پنڈی پہنچ گئے ہیں اور اس وقت ایک ڈاکٹر کی قیام گاہ میں موجود ہیں۔ بولو، کیسے ملاقات کرو گی؟"

وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولی "میں خود وہاں جاؤں گی اور امّی کو ساتھ لے جا کر اُن کی آنکھوں کے سامنے بختاور کی مرمت کروں گی۔ منصور درمیان میں آئے گا تو وہ منہ کی کھائے گا۔"

"دیکھو مرجانہ، اگر تم اُن کے ہاں جاؤ گی اور انھیں چھیڑ کر اُن کی پٹائی کرو گی تو یہ ایک مجرمانہ حرکت ہو گی۔ وہ ڈاکٹر وہاں کا معزز شخص ہے۔ وہ قانونی طور پر کوئی کارروائی کر سکتا ہے ایسا کرتے ہیں کہ میں اُسے ٹریپ کر کے تمہارے گھر پہنچا دیتا ہوں تم اس کی جتنی مجامت بنانا چاہو بنا دینا۔ تمہارے پاس یہ جواز ہو گا کہ وہ خواہ مخواہ تمہارا پیچھا کرتا ہے اور لاہور سے پیچھا کرتا ہوا تمہاری کوٹھی میں بھی گھس آیا تھا۔"

"ہاں یہ مناسب ہے۔ میں انتظار کرتی ہوں تم انھیں یہاں بھیج کر لے آؤ۔"

اس کی امّی بہت دیر سے اُسے دیکھے جا رہی تھیں۔ پھر انھوں نے پوچھا "کیا بات ہے بیٹی، بہت دیر سے چپ چاپ مسکرائے جا رہی ہو؟"

"امّی، ابھی فرہاد سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ میرے دماغ میں موجود تھے۔"

انھوں نے منہ پر ہاتھ رکھ کر تعجب سے پوچھا: "کیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس طرح باتیں کی جاتی ہیں کہ چپ چاپ آدمی بیٹھا ہے اور باتیں ہوتی رہیں؟"

"جی ہاں امّی سوچ کے ذریعے باتیں ہوتی ہیں۔ اب آپ خاموش ہو کر کچھ بھی سوچنا نہیں چاہیں گی تب بھی کوئی نہ کوئی سوچ آپ کے دماغ میں پیدا ہوگی۔ فرہاد اسی سوچ کے ذریعے ہم سے باتیں کرتے ہیں۔ ہماری سوچ کو سنتے ہیں اور ہماری سوچ کے ذریعے جواب دیتے ہیں۔ اس وقت وہ بخاور کے پاس گئے ہیں۔ بخاور اس کا بیٹا منصور یہاں پہنچ گئے ہیں اور کسی ڈاکٹر کے ہاں ہیں ابھی تھوڑی دیر بعد وہ دونوں یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

اس کی امّی نے پریشان ہو کر کہا: "وہ کم بخت یہاں کیوں آنے والا ہے؟"

"آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں۔ میں نے ہی انھیں بلایا ہے۔ فرہاد انھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے یہاں پہنچا دیں گے۔ پھر میں آپ کی آنکھوں کے سامنے اسے ذلیل کروں گی۔ آپ جی بھر کر اس سے جتنا انتقام لینا چاہیں لیتی رہیں۔ کوئی آپ کے راستے میں حائل نہیں ہوگا۔"

اس کی خالہ طاہرہ بانو نے کہا: "بیٹی تم پھر منگامے کر رہی ہو۔"

"خالہ جان آپ کا کیا خیال ہے کیا مجھے انھیں معاف کر دینا چاہیے اور جو کچھ میری امّی کے ساتھ ہوا۔ اسے بھول جانا چاہیے۔ آپ کا دل ایسا ہوگا کہ آپ اتنی ذلت کو بھول سکتی ہیں لیکن میں نہیں بھول سکتی۔"

اس کی خالہ نے مسکرا کر کہا: "اے لے اے، میری بیٹی تو ناراض ہو گئی۔ بھئی میں منع نہیں کرتی ہوں۔ یہ تمھارا گھر ہے تم جو چاہو کرو۔ اب میں کچھ نہیں بولوں گی۔"

میں ان کے پاس سے بخاور کے پاس آ گیا۔ وہاں ڈاکٹر کے ہاں دوپہر کا کھانا میز پر لگنے والا تھا اور دونوں اب بیٹے ڈائننگ روم میں بلائے جانے والے تھے۔ امّی وقت دور وہاں سے اٹھ گیا۔ اس کے بیٹے منصور نے پوچھا: "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"بس یونہی ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔ تم بھی میرے ساتھ آؤ۔"

وہ یہ کہہ کر ڈرائنگ روم سے باہر جانے لگا۔ منصور اس کے پیچھے چلتے ہوئے بولا: "لیکن ابو، ڈاکٹر صاحب کو بتا تو دیجیے کہ ہم لوگ باہر جا رہے ہیں۔ وہ کیا سوچیں گے؟"

"انھیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم فوراً ہی واپس آ جائیں گے۔"

وہ دونوں کوٹھی کے باہر پہنچے۔ وہاں ان کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ بخاور اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ منصور نے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا: "آخر معلوم تو ہو کہ کہاں جانا ہے؟"

بخاور نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم میرے بیٹے ہو۔ باپ بن کر ہر بات نہ پوچھا کرو۔ کیا میں تمھارے آگے جواب دہ ہوں۔"

منصور خاموش ہو گیا۔ بخاور کار ڈرائیو کرتا رہا تھا دوسرے لفظوں میں میں کار چلا رہا تھا۔ اس کے دماغ میں بیٹھا ونڈ اسکرین کے پار راستوں کو دیکھ رہا تھا مجھے پندرہ شمر چھوڑے ہوئے کئی برس گزر گئے تھے۔ کچھ راستوں کو بھولا ہوا تھا۔ پھر بھی ذہن پر زور دے کر راستوں کو یاد کرتا ہوا بخاور کے ہاتھوں سے کار ڈرائیو کرتا ہوا میں زیرو پوائنٹ کے پاس اس کوٹھی میں پہنچ گیا جہاں مرجانہ اس کی امّی، اس کی خالہ اور خالو رہتے تھے۔

کوٹھی کے احاطے میں کار روکنے کے بعد بخاور کار سے اترنے لگا۔ منصور نے بھی گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے پوچھا "ابو! اب تو میں اتنا پوچھ سکتا ہوں کہ یہ کوٹھی کس کی ہے؟"

بخاور خاموشی سے چلتا ہوا کوٹھی کے برآمدے میں آ گیا۔ اس کا بیٹا اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ بخاور نے کوٹھی کے دروازے کو کھولا۔ مرجانہ نے دروازے پہلے ہی کھلے چھوڑ دیے تھے۔ وہ اندر داخل ہوا۔ پھر ایک برآمدے سے گزرتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ وہاں مرجانہ کو دیکھتے ہی منصور ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ اسی وقت میں نے بخاور کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بھی ایک دم سے گڑبڑا گیا۔ حیران اور پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ مرجانہ کو تو خیر وہ دیکھ ہی چکا تھا لیکن سائرہ کو دیکھتے ہی وہ کچھ بدحواس سا ہو گیا۔ اس نے بوکھلا کر اپنے بیٹے سے پوچھا: "تم یہاں کیسے؟"

بیٹے نے کہا: "تعجب ہے آپ خود مجھے یہاں لے کر آئے ہیں اور اب مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔"

"کیا میں تمھیں یہاں لایا ہوں؟"

مرجانہ نے کہا: "تم نہیں لائے۔ تمھاری شامت تم دونوں کو یہاں لے کر آئی ہے۔"

سائرہ بانو نے کہا: "بیٹی تم ٹھیک کہتی تھیں۔ یہ دونوں یہاں پہنچنے والے ہیں۔ واقعی فرہاد بہت ہی باکمال شخص ہے۔"

فرہاد کا نام سنتے ہی منصور اور بخاور دونوں چونک گئے۔

ان کی سمجھ میں سب کچھ آ گیا کہ وہ کس طرح ٹیلی پیتھی کے جال میں پھنس کر وہاں تک چلے آئے ہیں۔ مرجانہ نے کہا: "بخاور اب کھڑے کیا سوچ رہے ہو تم برس برس سے مجھے تلاش کر رہے ہو اور میری ماں کو ہر لمحہ پریشان کرتے آئے ہو تم ہم دونوں کو ایک جگہ دیکھنا چاہتے تھے اور کسی ایک مقام پر لا کر ہمیں مجبور کرنا چاہتے تھے کہ ہم تمھارے رشتے کو قبول کر لیں۔ آؤ ہم ماں بیٹی تمھارے سامنے ہیں۔ ہمیں ذرا مجبور کر کے دیکھ لو۔"

سائرہ بانو نے کہا: "میں تمھارے جیسے کمینے پر تھوکتی ہوں۔" مرجانہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنی امّی کا ہاتھ تھام کر انھیں اٹھاتے ہوئے کہا: "امّی تھوکنے کی بات آئی ہے تو ایسے نہیں میرے ساتھ آئیے اور اس ذلیل کے منہ پر تھوکیے یہ اس کے لیے ذلت اٹھانے کا پہلا مرحلہ ہوگا۔"

سائرہ بانو ہچکچانے لگیں کیونکہ بخاور کے ساتھ اس کا پہاڑ جیسا قد آور بیٹا کھڑا ہوا تھا۔ اس کی جسامت سے اور اس کے کسرتی بدن سے پتہ چلتا تھا کہ وہ بہت ہی خطرناک قسم کا پہلوان ہے۔ سائرہ بانو نے کہا: "بیٹی، انتقام کے جوش میں یہ نہ بھولو کہ شہد زور بھی ہوتے ہیں۔ اس دشمن کے ساتھ اس کا جوان قوی ہیکل بیٹا ہے۔"

مرجانہ نے کہا: "امّی آپ بھی یہ نہ بھولیں کہ آپ کے شانہ بشانہ آپ کا بیٹا کھڑا ہوا ہے۔ میں بیٹی نہیں ہوں۔ آئیے ابھی میں آپ کے سامنے ثابت کر دیتی ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اپنی ماں کے بازو کو تھام کر انھیں آگے بڑھاتی ہوئی بخاور اور منصور کے سامنے پہنچ گئی۔ ان کے درمیان تقریباً ڈیڑھ گز کا فاصلہ رہ گیا۔ منصور نے کہا: "اگر تم نے میرے باپ کی توہین کی تو میں تمھارے ساتھ بہت بری طرح پیش آؤں گا۔"

مرجانہ نے کہا: "منصور تم میری امّی کے سامنے یہ تو بتا دو کہ میں نے تمھارے ہی گھر میں جا کر تمھاری کس طرح پٹائی کی تھی۔ کیا تم وہ مار بھول گئے ہو؟"

منصور نے اچانک ہی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا۔ پھر مرجانہ کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا: "ہاں مجھے یاد ہے۔ اس رات مجھے پتہ چلا کہ تم بھی کوئی چھپی فائٹر ہو اور کسی اچھے استاد سے تم نے سیکھا ہے۔ اس کے بعد سے میں تمھارے متعلق تحقیقات میں مصروف ہو گیا۔ پتہ چلا کہ لاہور میں اس فن کا ہوا استاد واشسورو کی ہے۔ اس نے تمھیں صرف جوڈو کراٹے کے داؤ پیچ ہی نہیں سکھائے بلکہ تمھیں مختلف خطرناک قسم کی مشقوں سے گزار کر فولاد بنا دیا ہے۔ تمھیں ناقابلِ شکست بنا دیا ہے۔ تب ہی سے میں نے

اپنے پاس یہ ریوالور رکھنا شروع کیا۔ میں جانتا تھا کہ کبھی نہ کبھی پھر تم سے سامنا ہوگا تو وہ دن آج آ ہی گیا۔"

اُس کی باتوں کے دوران سائرہ بانو اپنی بیٹی کے آگے آکر ڈھال بن گئی تھیں اور گڑگڑانے ہوئے کہہ رہی تھیں "نہیں بیٹے، تم ریوالور رکھ لو۔ ہم جھگڑا کرنا نہیں چاہتے میری بیٹی نادان ہے۔ میں اُسے سمجھاتی ہوں۔"

مرجانہ نے ایک جھٹکے سے اپنی امّی کو ایک طرف کرتے ہوئے کہا۔ "امّی آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ بھوں ابھی تک سہمی ہوئی ہیں۔ میں نہ تو کمزور ہوں اور نہ آپ کسی طرح سے کمزور ہیں۔ میں ابھی ثابت کر دوں گی۔"

منصور نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "کیا فرہاد کا سہارا لے کر ثابت کرو گی۔"

مرجانہ نے کہا۔ "مجھے میری امّی کی قسم، میں اس لمحے سے اس وقت تک فرہاد کا سہارا نہیں لوں گی جب تک کہ تمہارے ہاتھ سے ریوالور نہیں گر جائے گا اور فرہاد بھی یہ سن لے ہوں گے۔ وہ یہاں موجود نہ ہوں لیکن میرے یہ الفاظ منصور کے دماغ میں رہ کر نہ کسی کو کمزور بنائیں اور نہ کسی کو شہ زور۔ میں وہ خاموشی سے تماشا دیکھیں۔"

منصور نے کہا۔ "مرجانہ، میں نے ابھی تک کبھی کوئی قتل نہیں کیا اور نہ ہی کرنا چاہتا ہوں۔ میں خواہ مخواہ قتل نہیں بننا چاہتا۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ گستاخی کے ساتھ پیش نہ آؤ اور مجھے قاتل بننے پر مجبور نہ کرو۔"

وہ بولی۔ "میں تمہارے جذبات کو سمجھتی ہوں تم بیٹے ہو اور اپنے باپ کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ تو مین ہو گی تو تم قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرو گے لیکن قتل کرنے سے پہلے اپنے ریوالور کا سیفٹی کیچ تو ہٹا لو۔"

منصور نے بدحواس ہو کر اپنے ریوالور کی طرف دیکھا۔

اُسے خیال نہیں تھا کہ سیفٹی کیچ ہٹا ہوا ہے یا نہیں۔ اس کی نظر ریوالور پر گئی۔ اسی لمحے اس کے پیٹ پر ایک زبردست ٹھوکر پڑی۔ وہ ایک دم سے کراہتے ہوئے دوہرا ہو گیا۔ جتنی دیر میں وہ سنبھلتا، اتنی دیر میں دوسری ٹھوکر اُس کے منہ پر پڑی اور وہ الٹ کر فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ مرجانہ چھلانگ لگا کر اُس کے اُس ہاتھ کی کلائی پکڑ چکی تھی جس ہاتھ میں ریوالور تھا۔ منصور ایسے ہی اوندھا ہوا پڑا ہوا تھا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی کیونکہ اُس کی کلائی پر مرجانہ کے پورے جسم کا بوجھ پڑا تھا۔ اُس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ مرجانہ نے ریوالور کو ٹھوکر مار کر دُور پہنچا دیا۔ پھر اُس کے سر کے پاس کھڑے ہو کر ایک ٹھوکر اس کے منہ پر جمائی۔ وہ ایک دم سے فرش پر تڑپنے لگا۔ بختاور نے گڑگڑا کر کہا۔ "بس کرو میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔"

یک بیک سائرہ بانو زور زور سے قہقہے لگانے لگیں۔ خوب دل کھول کر قہقہے لگاتے ہوئے انھوں نے کہا۔ "بختاور اب میرا کلیجہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ میں بھی ایسے ہی گڑگڑاتی تھی اور تنہائی میں دعائیں مانگتی تھی اور سوچتی تھی کہ میری بیٹی پتہ نہیں کن کن ٹھوکروں میں کہاں کہاں بھٹکتی ہوگی۔ میں اپنی بیٹی کے لیے راتوں کو سو نہیں سکتی تھی۔ آج دو چار ٹھوکریں تمہارے بیٹے کو پڑی ہیں تو تم گڑگڑا رہے ہو۔ اب میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا۔ آج مجھے یقین ہوا کہ میں نے بیٹی کو نہیں، بیٹے کو جنم دیا ہے۔ آ میرے بچے میرے بیٹے، میرے سینے سے لگ جا۔"

یہ کہہ کر وہ دونوں بازو پھیلائے ہوئے مرجانہ کے پاس گئیں اور اُسے سمٹتے ہوئے اپنے سینے سے لگا لیا۔ آنسو چھلکنے لگیں۔ مرجانہ نے کہا۔ "امّی، میں تمہارے تمام دشمنوں کو ایسے مقام پر پہنچا دوں گی جہاں وہ اپنی اپنی اولاد کے لیے ترستے اور تڑپتے رہیں گے اور اپنی اولاد کی زندگی کی بھیک آپ سے مانگتے رہیں گے۔ آپ کے سامنے گڑگڑائیں گے۔ آپ کے قدموں میں گریں گے اور آپ انھیں ٹھوکریں مارتی رہیں گی۔ جائیے بختاور کے پاس جائیے۔ اس وقت وہ آپ کا محرم ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ اُس کے منہ پر میرے سامنے تھوکیں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ کیسے اب وہی ذلت برداشت کرے گا۔ جو کہ اُس کی طرف سے آپ کو ملتی رہی ہیں۔"

سائرہ بانو اپنی بیٹی کو چھوڑ کر بختاور کی طرف بڑھ گئیں اور اُسے گہری اور عمیق نظروں سے دیکھنے لگیں۔ بختاور پیچھے ہٹنے لگا۔ وہ اُس کی طرف بڑھتے ہوئے بولیں۔ "بختاور دیکھو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو۔ میں وہی کمزور عورت ہوں جسے تم جیسے ہوس پرستوں نے کھلونا بنا لیا تھا۔ میں روتی تھی، گڑگڑاتی تھی۔ انسانیت کا واسطہ دیتی تھی۔ خدا اور رسول کا نام لے کر رحم کی بھیک مانگتی تھی مگر تم لوگوں کو رحم نہیں آتا تھا تم لوگوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ میں نالی کا کیڑا ہوں اور مجھے نالی میں رہنا چاہیے اور بھاری شریف بہو بیٹیوں کو تمہارے مہذب گھرانوں میں رہنا چاہیے۔ بختاور آج دیکھو آج میں سب سے مہذب سب سے زیادہ شریف عورت ہوں میرے پاس دولت ہے، عزت ہے، شہرت ہے۔ تمہارے پاس کیا ہے۔ کچھ نہیں۔ اتنا بھی نہیں کہ جب تمہارے منہ پر تھوکوں تو کوئی تمہارا محافظ بھی ہو۔"

سائرہ بانو آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھتی جا رہی تھیں اور وہ گھبرایا ہوا۔ پریشان پیچھے ہٹ رہا تھا۔ ادھر اُدھر دیکھتا جاتا تھا کہ کہیں سے کوئی بچاؤ کا راستہ ہو۔ فرار کا راستہ بھی نہیں تھا۔ کیونکہ دروازے کی طرف مرجانہ کھڑی ہوئی تھی اور وہ بھاگنے کا انجام جانتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے ایک دیوار سے جا کر چپک گیا۔

سائرہ بانو اُس کے سامنے پہنچ کر رُک گئیں پھر بولیں "نہ جانے دفتن نہ جانے مامن۔ اب کیا کرو گے؟ کیسے بچو گے؟ مقدر میں یہ ذلت لکھی ہوئی ہے کہ تم پر تھوکا جائے۔"

بختاور کا چہرہ بالکل زرد پڑ گیا تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں کیونکہ اب بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا جو مقدر میں لکھا تھا۔ وہ کسی لمحے پیش آنے والا تھا۔

"اس سے پہلے کہ میں تمہارے منہ پر تھوکوں تم اپنے ضمیر کے آئینے میں اپنا منہ دیکھو۔ تمہیں پتہ چلے گا کہ جوانی کی ابتدا سے لے کر اب تک تم اپنی ہر حرکتوں کے ذریعے خود ہی بار بار اپنے منہ پر تھوکتے رہے ہو۔ کیونکہ جو بدعملیں اور بدکردار ہوتا ہے۔ اُس کا منہ ایسے ہی کالا ہوتا ہے۔ جیسے تقدیر اُس پر تھوکتی رہی ہو۔ لیکن ایسے بدکردار انسانوں کو اپنے چہرے پر ایسا تھوک نظر نہیں آتا۔ اسی لیے ضرورت پڑتی ہے کہ کوئی دوسرا اُن کے منہ پر تھوکے اور انھیں احساس دلائے اور آج وہ دن آ گیا ہے کہ میں تمہارے منہ پر تھوکوں کہ تمہیں احساس دلاؤں گی۔"

بختاور کی آنکھیں بند تھیں۔ پھر اُن بند آنکھوں کی دہلیز سے آنسوؤں کے قطرے نکلنے لگے۔ وہ قطرے اُس کے بھرے بھرے چہرے پر پھیلنے لگے۔ سائرہ بانو نے پیچھے ہٹ کر اپنی بیٹی کو مخاطب کیا۔ "مرجانہ، بس میں نے تھوک دیا ہے۔"

مرجانہ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "نہیں امّی آپ نے نہیں تھوکا ہے۔"

"ہاں بیٹے ذرا اُس کی طرف دیکھو۔ اُس کی بند آنکھوں کے پیچھے سے آنسو نہیں تھوک بہہ رہا ہے۔ جب ضمیر کسی انسان پر تھوکتا ہے اور جب وہ روتا ہے تو اُس کی آنکھوں سے ضمیر کی تھوکی ہوئی نفرت بہتی ہے۔ ہم آنسو سمجھتے ہیں۔ بس اب مجھے تھوکنا نہیں چاہیے۔ اگر اب میں ایسا کروں گی تو یہ میری کم ظرفی ہوگی۔ آؤ۔"

یہ کہہ کر وہ مرجانہ کا ہاتھ تھام کر واپس صوفے کی طرف جانے لگیں منصور فرش پر پڑا ہوا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ وہ اچھا بھلا اٹھا اور درمیانی جسم رکھنے والا نوجوان تھا۔ پھر جوڈو کراٹے کی مشق کے دوران مار کھانا بھی سیکھا جاتا ہے۔ اسے مار کھانے کی بھی عادت تھی اور مارنے کی بھی لیکن مرجانہ کے ہاتھ پاؤں سے ایسی چوٹیں لگتی تھیں جیسے آہنی سلاخوں سے ضربیں لگائی گئی ہوں۔ منصور کو پہلے بھی ایسی چوٹوں سے واسطہ پڑا تھا۔ وہ پہلے بھی مرجانہ سے مار کھا چکا تھا اور اب اس کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آ گئی تھی کہ وہ غصہ اور غصے میں آ کر مرجانہ کو کبھی ایک انگلی سے بھی نہیں مارے گا۔

میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر اس کے احساسات کو معلوم کیا تو پتہ چلا کہ منصور مرجانہ کی والدہ سائرہ بانو سے متاثر ہو گیا تھا۔ ان کی باتوں نے اور ان کی شرافت نے اسے یہ سوچنے پر مجبور کیا تھا کہ سائرہ بانو اعلیٰ ظرف خاتون ہیں۔ اگر وہ چاہتیں تو دونوں باپ بیٹوں کو مجبور کرنے کے بعد بڑی آسانی سے اس کے باپ پر تھوک سکتی تھیں لیکن انہوں نے بڑی فراخدلی سے اسے معاف کر دیا تھا۔

وہ فرش پر سے آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ اس کا باپ اب تک دیوار سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر بیٹے کا سر ندامت سے جھک گیا۔ وہ جھکے ہوئے سر کے ساتھ وہاں سے جانے لگا۔ میں نے مرجانہ سے کہا۔ "منصور سے کہو کہ وہ اپنا ریوالور اٹھا کر لے جائے۔ پروا نہ کرو، اب وہ فائرنگ نہیں کرے گا۔"

مرجانہ نے میری ہدایت کے مطابق اسے آواز دی۔ "سنو منصور! اپنی چیز یہاں چھوڑ کر نہ جاؤ۔ ادھر فرش پر تمہارا ریوالور پڑا ہوا ہے اسے اٹھا کر لے جاؤ۔"

منصور نے ریوالور کی طرف دیکھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس طرف بڑھنے لگا۔ سائرہ بانو، طاہرہ بانو اور مرجانہ کے خالو پریشان ہو کر کھڑے ہو گئے کیونکہ مرجانہ اپنے دشمن کو ریوالور دے رہی تھی اور اب وہ ریوالور کو اٹھا چکا تھا۔ میں احتیاطاً اس کے دماغ میں موجود تھا کہ کہیں وہ اچانک ہی فائرنگ نہ شروع کر دے لیکن اس نے ریوالور کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر باہر جانے لگا۔ سائرہ بانو نے آواز دی۔ "بختاور! اعتماد بیٹا تمہیں چھوڑ کر جا رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ تمہارے اپنے ایک ایک کر کے تمہارا ساتھ چھوڑ دیں۔ تم ان کے پیچھے جاؤ اور ان کے سامنے دل کی گہرائیوں سے اپنے گناہوں اور غلطیوں کا اعتراف کرو۔ میں کوئی نہیں ہوں۔ خدا سب سے بڑا ہے۔ وہی معاف کرنے والا ہے اور وہی تمہیں معاف کرے گا۔"

بختاور نے آنکھیں کھولیں لیکن اس کی آنکھیں جھکی رہیں پھر وہ اسی طرح سر جھکائے وہاں سے آہستہ آہستہ باہر جانے لگا۔ دونوں باپ بیٹے ایک دوسرے کے آگے پیچھے کوٹھی سے باہر چلے گئے۔ میں ان کے ساتھ لگا رہا۔ یہ اندیشہ تھا کہ کہیں ان کا ارادہ نہ بدل جائے اور وہ پھر دشمنی پر آمادہ نہ ہو جائیں۔ لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ وہ دونوں کاریں آکر بیٹھ گئے اس بار منصور نے اسٹیئرنگ سنبھالی۔ پھر وہ ڈرا ہوا کرتا ہوا کار کو کوٹھی کے احاطے سے باہر لے گیا۔ تب میں نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا۔

کوٹھی کے اندر مرجانہ اور اس کے بند گھر حالیہ واقعے پر بحث کر رہے تھے۔ میں نے مرجانہ کو مخاطب کیا۔ "اب بتاؤ کیا ارادہ ہے۔ تمہاری امی نے تو بختاور کو خدا کے حوالے کر دیا کہ وہی غفور الرحیم ہے۔ وہی معاف کرے گا۔ بختاور کا معاملہ تو نمٹ گیا۔ اب اس کے متعلق سوچنا اس سے دشمنی کرنا فضول ہے اب وہ کبھی تمہارا سامنا نہیں کرے گا۔"

وہ بولی "ٹھیک ہے۔ امی کے سامنے اس کا سر ندامت سے جھک گیا تھا اور اس مرد کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے جو نہایت ہی ظالم تھا۔ اگر دوسرے دشمن بھی میری امی کے قدموں میں گر کر معافی مانگ لیں، ندامت سے سر جھکا لیں تو ہو سکتا ہے کہ امی انہیں بھی معاف کر دیں لیکن دشمنوں کو بھلایا تو نہیں جا سکتا۔ ابھی جو تین دشمن باقی ہیں ان سے نمٹنا ضروری ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنی امی سے پوچھا "اب آپ بتائیں کہ دوسرا دشمن کون ہے۔ ہمیں کس طرف جانا چاہیے؟"

اس کی امی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "بیٹی! جلد بازی سے کام نہ لو۔ اب کھانے کا وقت ہے چلو آؤ، ہم کھانا کھائیں گے۔ دشمنوں کے متعلق اطمینان سے سوچا جا سکتا ہے۔"

"امی! اطمینان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں کھاؤں گی، پیوں گی، آرام بھی کروں گی۔ نیند بھی پوری کروں گی مگر دشمن اس وقت تک میرے دماغ میں گونجتے رہیں گے جب تک میں ایک ایک سے گن گن کر بدلے نہیں لوں گی چلیئے۔"

وہ سب کھانے کے لیے وہاں سے اٹھ گئے۔ میں مرجانہ سے رخصت ہو کر نمی اور رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت رسونتی کوٹھی کے اندر نمی کے ساتھ ڈرائنگ روم سے چلتے ہوئے بیڈ روم کی طرف جا رہی تھی اور اس نے چلنے کے دوران نمی کا سہارا نہیں لیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ کافی صحت یاب ہو گئی تھی اور بغیر کسی سہارے کے چل پھر سکتی تھی۔

میں چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ پھر اس نتیجے پر پہنچا کہ ابھی نمی اور رسونتی کو مخاطب نہیں کرنا چاہیے۔ یہاں کچھ مصروفیات ہیں۔ پھر یہ کہ صبح سے میں نے ناشتہ بھی نہیں کیا ہے اور آج میکی براڈلے کے پاس بھی جانا ہے لہٰذا نمی اور رسونتی سے پھر کسی وقت ملاقات کی جائے۔ یہ سوچ کر میں واپس اس کمرے میں آگیا جہاں سونیا نے مجھے لاک کیا تھا۔

اس وقت میری گھڑی میں پونے گیارہ بجے تھے ٹھیک گیارہ بجے سونیا کی آنکھیں کھلنے والی تھیں۔ اس سے پہلے ہی میں نے سوچا کہ اسے جھنجھوڑ کر جگا دیا جائے۔ یہ سوچ کر میں فون کے پاس آیا۔ پھر رسیور اٹھا کر اسکے کریڈل کو کھٹ کھٹانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے دماغ میں جھانک کر کہا "مجھے اٹھنا چاہیے۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ گھنٹی کی آواز میرے کانوں میں آ رہی ہے۔ میں اٹھنا نہیں چاہتی لیکن مجبوری ہے کوئی مجھے فون پر بلا رہا ہے۔"

تب وہ اچانک ہی بیدار ہو گئی۔ آنکھیں کھول کر پہلے چھت کو گھورتی رہی۔ پھر فون کی گھنٹی کی طرف توجہ دی، اور جلدی سے اٹھ کر رسیور کو اٹھاتے ہوئے ہیلو کہا۔

میں نے کہا "واہ مادام سونیا! بڑی اچھی مہمان نوازی ہے مجھے کل رات سے کمرے میں بند کیا ہوا ہے۔ اس وقت دن کے گیارہ بجنے والے ہیں اور میں اب تک یہاں بھوکا پیاسا بیٹھا ہوا ہوں۔ اور تم ہو کہ بیدار ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔ کئی بار میں فون کر چکا ہوں۔"

وہ حیران ہو کر بولی "کیا اس وقت گیارہ بج رہے ہیں؟"

اس کے ساتھ ہی اس نے نظریں اٹھا کر گھنٹے کی طرف دیکھا۔ پھر رسیور کی طرف توجہ دیتے ہوئے کہا "سوری طارق! میں رات کو بہت دیر تک جاگتی رہی تھی اس لیے دیر تک سوتی رہی۔ سوسوری! میں ابھی آ کر کمرہ کھولتی ہوں اور فوراً ہی تمہارے لیے ناشتے کا انتظام کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے رسیور رکھا۔ پھر کمرے کے دروازے کو کھول کر گھنٹی بجائی اور ملازم کو بلا کر جلد ناشتہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ غسل کے دوران وہ میرے متعلق سوچتی رہی کہ میں رات کو کیسے آیا تھا اور میں نے اس کے ساتھ کیسا وقت گزارا ہے اور پھر کتنی آسانی سے واپس بھی چلا گیا۔

باتھ روم سے باہر آ کر لباس تبدیل کرتے ہوئے اس نے ٹی۔ وی کے اسکرین کو آن کیا تاکہ مجھے دیکھتی رہے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے چہرے پر جھنجھلاہٹ

تھی اور میں سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔

وہ بڑی سنجیدگی سے سوچنے لگی "پچھلی رات میں نے اپنی خواب گاہ کو اندر سے بند کیا تھا اس کے باوجود فرہاد اندر چلا آیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے پہلے مجھے ٹریپ کیا۔ میرے دماغ کو پوری طرح اپنی مٹھی میں رکھنے کے بعد اس نے مجھ سے ہی دروازہ اس طرح کھلوایا کہ مجھے اپنی ان حرکتوں کا ہوش نہ رہا۔ اس نے میرے پاس آ کر اچھا خاصا وقت گزارنے کے بعد واپس جاتے وقت پھر اپنے کمرے میں پہنچ کر مجھے مجبور کیا ہو کہ میں دوبارہ اس کے کمرے کو لاک کر دوں۔"

وہ اثبات میں سر ہلا کر سوچنے لگی "ہاں ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ جب فرہاد میرے کمرے کا دروازہ کھلوا سکتا ہے، تو طارق محمود کے کمرے کا بھی دروازہ کھلوانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ یقیناً یہ جو طارق محمود میرے سامنے اسکرین پر نظر آ رہا ہے یہ فرہاد ہو سکتا ہے۔ میں نہیں مانتی کہ اتنی ساری خصوصیات جو فرہاد میں ہیں، دوسرے میں سما جائیں۔"

ایسا سوچتے وقت وہ ٹیلیفون کے پاس گئی اور رسیور اٹھا کر مارٹر موس ٹرونی کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ ایسا کرتے وقت اس کی نظریں ٹی وی کے اسکرین پر تھیں۔ میں نے غصہ دکھاوے کے لیے جھنجھلا کر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا لیا۔ پھر جیسے میں کریڈل کو نک کرنے جا رہا تھا کہ رک گیا۔ مجھے رسیور پر سونیا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ مارٹر موس ٹرونی سے کہہ رہی تھی "ذرا ایک منٹ ہولڈ آن کرو، میں ابھی تم سے باتیں کرتی ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے اس کی نظریں ٹی وی کے اسکرین پر مجھے دیکھ رہی تھیں۔ پھر اس نے رسیور پر کہا "طارق! رسیور رکھو، میں ضروری باتیں کر رہی ہوں۔"

میں نے جھنجھلا کر کہا "تمہاری ضروری باتوں کی ایسی کی تیسی۔ مجھے کس جرم میں یہاں قید کیا گیا ہے۔ آخر دروازہ کھولا کیوں نہیں جاتا؟"

"زیادہ بکواس نہ کرو۔ دروازہ ابھی تھوڑی دیر میں کھل جائے گا اور ناشتہ بھی تیار ہے۔ ابھی میں تمہارے پاس آنے والی ہوں رسیور رکھ دو۔"

میں نے رسیور رکھ دیا۔ اس نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ اسکرین پر مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں کرسی پر بیٹھ کر ایک سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلگاتے ہوئے ٹیلیفون کے پاس بیٹھی رہی۔ ٹیلیفون پر ان کی باتیں سننے لگا۔ وہ مارٹر موس ٹرونی سے پوچھ رہی تھی کہ فرہاد کو تلاش کرنے کے سلسلے میں کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں؟

اس نے جواب دیا "مادام! جب سے آپ نے بتایا ہے کہ فرہاد پیرس میں موجود ہے تبھی سے ہم نے اس کی تلاش شروع کر دی ہے۔ پیرس کے ایک ایک گوشے میں ہمارے آدمی فرہاد کی بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ اس کے ریکارڈ کے مطابق اس کی چال ڈھال، باتیں کرنے کا انداز، اس کی عادتیں سب کچھ ہمارے آدمیوں کے ذہن میں ہے اور اسی کی مناسبت سے وہ کسی ایسے بہروپئے کو تلاش کر رہے ہیں جو میک اپ میں ہو، مگر عادت سے مجبور ہو اور خود کو فرہاد کی حیثیت سے ناداستگی میں ظاہر کر دے۔ ہم ایسے ہی موقع کی تلاش میں ہیں۔"

سونیا نے رسیور کو رکھ دیا۔ وہ میرے تصور میں گم ہو گئی تھی۔ نگاہوں کے سامنے سے ٹی وی کا اسکرین بھی مٹ گیا تھا۔ اور صرف میرا چہرہ اسے نظر آ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ ایری چیئر پر بیٹھ گئی اور گزرے ہوئے رات کے لمحوں کو یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ عجب تم ظریفی تھی کہ حزنگین اور سنگین لمحات اس نے گزارے تھے، ان کی یادیں بھی اس کے دماغ میں محفوظ نہیں تھیں۔ وہ سب کچھ بھول چکی تھی۔ بس آثار بتا رہے تھے کہ فرہاد آیا تھا۔

اب نگاہوں کے سامنے سر سے پاؤں تک میں اسے نظر آ رہا تھا اور وہ دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی۔ فرہاد! جب تم آ ہی گئے تھے تو مجھے بیدار کیا ہوتا۔ میں تمہاری ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی تکنیک کو سمجھتی ہوں۔ تم نے ہپناٹائز کر کے کہہ دیا ہوگا کہ بعد میں، میں سب کچھ بھول جاؤں۔ ایسا تم نے کیوں کیا۔ کاش کہ میں جاگتی آنکھوں اور جاگتے ہوئے دماغ سے تمہارے ساتھ وقت گزارتی تو اس خوشی میں، اس محبت میں، ان پیارے پیارے لمحوں میں میرا اپنا بھی حصہ ہوتا۔ یہ بڑی زیادتی ہے کہ تم یکطرفہ خوشیاں سمیٹ کر چلے گئے۔

سونیا میرے ساتھ بہت زیادہ سنجیدہ ہو جایا کرتی تھی اور اب تو یہ معاملہ تھا کہ برسوں سے وہ بچھڑی ہوئی تھی اور برسوں سے میرا انتظار کر رہی تھی۔ ملاقات بھی ہوئی تو وہ اجنبی سی ملاقات تھی۔ اس پر وہ ناخوش بھی نہیں تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ فرہاد کا حق تھا اور اس نے حق ادا کر دیا جس کی جو چیز ہوتی ہے وہ زبردستی بھی آ کر لے جائے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا لیکن پیار محبت سے یہی سب کچھ ہوتا تو اس کی بات ہی کچھ اور ہوتی۔ شاید وہ یہ فیصلہ کر لیتی کہ اسے فرہاد کی خاطر سپر مارٹر کی تنظیم سے نکل آنا چاہیے۔

سوچتے سوچتے وہ چونک گئی۔ پھر اپنے آپ کو پتھر بنانے لگی۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا۔ مجھے اس انداز میں نہیں سوچنا چاہیے میں فرہاد کی خاطر سپر مارٹر کی تنظیم کو نہیں چھوڑوں گی۔ یہی تو

ایک طریقہ ہے کہ وہ میرے پاس آتا رہے گا۔ کیا ہوا کہ کل رات وہ بچ کر نکل گیا۔ آخر کب تک بچتا رہے گا۔ کسی نہ کسی دن میں اسے ایسے شکنجے میں لاؤں گی کہ وہ نکل نہیں سکے گا۔

اس کی سوچ پڑھنے کے دوران میرے پیٹ میں چوہے کودنے لگے۔ بھوک کا احساس بڑھ گیا۔ میں نے سوچا کہ اگر سونیا کو اسی طرح موقع دیا جاتے تو وہ صبح سے شام تک سوچتے ہوئے گزار دے گی اور میں یہاں بھوکا مروں گا۔ میں نے پھر ریسیور اٹھا کر اس کے کوٹیڈل کو کھٹکھٹایا تو دوسری طرف سونیا چونک گئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہاں مجھے یاد ہے۔ بس میں ابھی اپنے کمرے سے نکل رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھا اور تیزی سے کمرے کا دروازہ کھول کر نکل گئی۔ ملازم کو آواز دے کر کہا کہ وہ میز پر ناشتہ لگائے۔ پھر وہ میرے کمرے کے سامنے آئی اور اس کے دروازے کو کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی میں نے سر جھکا کر کہا "تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے دروازہ کھول کر احسان کیا۔ اب ناشتہ کتنی دیر میں ملے گا؟"

وہ مسکرا کر بولی "ناشتہ تیار ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔"

ہم ڈائننگ ٹیبل پر آ گئے۔ ناشتہ کرنے کے دوران میں نے پوچھا "کیا تم ہمیشہ اتنی ہی دیر تک سوتی رہتی ہو؟"

"نہیں، آج فرہاد نے مجھے اتنی دیر تک سلائے رکھا تھا۔"

"اچھا تو فرہاد تمہیں اپنے پاس سلا کر رکھتا ہے۔"

وہ ایک دم سے جھینپ کر بولی "کیا بکواس کر رہے ہو۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے مجبور کر دیا تھا کہ میں گیارہ بجے سے پہلے سو کر نہ اٹھوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں سوتی رہ گئی تھی۔"

"تم نے جاگنے کے بعد غسل کیا تھا نا؟"

"ہاں۔" وہ چونک کر بولی "مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ غسل کرنے کے بعد تم اور زیادہ نکھر گئی ہو۔ جیسے پھول شبنم سے دھل جانے کے بعد اور نکھر جاتا ہے۔ تمہارا حسین چہرہ اتنا پُرکشش ہو گیا ہے کہ اظہارِ محبت کو جی چاہتا ہے مگر افسوس تم تو فرہاد کے لیے ریزرو ہو۔"

"اونہہ۔" وہ ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے بولی "میں اس کو گھاس بھی نہیں ڈالتی۔"

"میں نے سنا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے بڑے کمالات ہوتے ہیں۔ اس کے آگے گھاس نہ ڈالو تب بھی وہ گھاس کھا کر گزر جاتا ہے۔"

سونیا نے ایک دم سے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر بولی۔ "تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ تمہاری باتیں بڑی معنی خیز لگ رہی ہیں سچ سچ بتاؤ تمہارے دل میں کیا ہے؟ اور یہ تمہارے بولنے کا مقصد کیا ہے؟"

"بھلا میرا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔ کیا میری باتوں سے ظاہر نہیں ہے کہ میں ٹیلی پیتھی کے متعلق باتیں کر رہا ہوں۔ کیا ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسا نہیں کرتے۔ جیسا کہ ڈاکٹر میکی براڈلے کا وہ بلیک میلنگ والا مواد اس سے چھپا کر رکھا گیا تھا لیکن وہ اسے حاصل کر کے تباہ کر چکا ہے۔ اسی طرح میں مثال کے طور پر کہہ رہا تھا کہ اس کے آگے چارہ نہ ڈالو تب بھی میرا مطلب ہے کہ وہ چارہ چر ہی جاتا ہے۔"

سونیا گہری نظروں سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں نظریں جھکا کر ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ پھر وہ بڑی آہستگی سے، بڑی راز داری سے بولی "دیکھو، میرا دل کہتا ہے کہ تم وہی ہو۔ تم نے ہزار یا یہ دوں میں خود کو چھپایا ہوا ہے۔ اصل چہرے پر ایک فولادی ماسک چڑھا لیا ہے لیکن تمہاری عادتیں، تمہاری باتیں تمہارا انداز، تمہارے جسم کی خوشبو، تمہاری آنکھیں، تمہارے طنز کرنے کا انداز اور تمہارے مذاق اڑانے کی وہ عادت سب کچھ وہی ہے۔ وہی ہے طارق! میں تمہیں طارق کہوں یا فرہاد دیکھو مجھے پریشان نہ کرو۔"

میں نے کانٹے اور چھری کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہا "جس حد تک تمہیں یقین دلانا تھا وہ دلا چکا۔ اب تم مجھے زندگی کی آخری سانس تک فرہاد سمجھتی رہو تو میں تمہارا کیا بگاڑ لوں گا۔ کیا تمہارے ایسا سمجھنے سے میں فرہاد بن جاؤں گا؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب آ گئی۔ پھر میرے بالوں میں اپنی انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے بولی "دیکھو، کل رات سے میری دنیا بدل گئی ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ میرے اندر کیا ہو رہا ہے۔ فرہاد تمہیں پا لینے کے لیے میں ابھی اور اسی وقت مر جانا چاہتی ہوں۔ میں تمہیں اپنے پاس بلا کر رہوں گی کیا تم میرے پاس نہیں آؤ گے؟"

"مادام سونیا! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"تمہاری باتوں سے میری سمجھ میں آ رہا ہے۔ کبھی تم مجھے تم کہہ کر مخاطب کرتے ہو اور کبھی تکلف سے آپ کہتے ہو۔ ابھی تم نے مجھے آپ کہہ کر مخاطب کیا۔"

وہ پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اور پیچھے ہٹ کر بولی "میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔ میں نے ناشتہ چھوڑ دیا ہے۔ میں دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھاؤں گی اور رات کو بھی نہیں کھاؤں گی بلکہ اس وقت تک نہیں کھاؤں گی جب تک کہ تم میرے پاس میرے فرہاد بن کر نہیں آؤ گے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے چلتے ہوئے ڈائننگ روم کے دروازے تک گئی۔ پھر وہاں سے پلٹ کر بولی "بس تم سے ایک درخواست ہے اور وہ یہ کہ میری سوچ پڑھتے رہنا اور سوچ کے ذریعے مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دینا۔"

یہ کہہ کر وہ ڈائننگ روم سے باہر جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

سونیا ایک ایسا فولادی وجود ہے جسے کوئی دوسرا فولاد توڑ نہیں سکتا۔ لیکن فطرتاً وہ اندر سے عورت ہے اور جب میرا معاملہ آتا ہے تو وہ عورت اندر سے بیدار ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ بیدار ہو چکی تھی اور میرے لیے سب کچھ کر گزرنا چاہتی تھی لیکن میں ابھی اس سے کھیلنا چاہتا تھا اور یوں بھی اگر اس کے کہنے کے مطابق میں اس کی سوچ پڑھتا رہتا اور اسے سوچ کے ذریعے اپنا فیصلہ سناتا تو یہ بات کھل جاتی کہ میں ہی فرہاد ہوں اور اس کی التجا کے مطابق فوراً ہی سوچ پڑھنے لگا ہوں اس لیے میں نے فی الحال اس سے کترانا ہی مناسب سمجھا اور ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

ناشتہ کرنے کے بعد میں سونیا کے کمرے کے سامنے پہنچا وہاں میں نے دستک دیتے ہوئے کہا "مادام! آپ نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس طرح فرہاد بن کر آپ کو مطمئن کروں۔ خدا کے لیے باہر آئیے اور ناشتہ کر لیجیے۔"

وہ اندر سے چیخ کر بولی "دیکھو مجھ سے فراڈ نہ کرو۔ تم پھر آئیے اور کھائیے جیسی گفتگو کر رہے ہو۔ احتراماً آپ کہہ کر مخاطب کر رہے ہو۔ تم بے حد چالاک ہو لیکن چالاک آدمی بھی کہیں نہ کہیں مات کھاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا احترام نہیں کروں گا۔ بہر حال دروازہ کھولو۔ میں تمہارے سامنے ہوں۔ سامنے تمہیں جو کچھ بھی نظر آتے اسے فرہاد سمجھ کر ہی قبول کر لو۔ میری بھی خوش نصیبی ہو گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی کہ دروازہ کھولنا چاہیے یا نہیں پتہ نہیں میرے اندر فرہاد موجود ہو یا نہ ہو۔ کہیں وہ دھوکا نہ کھا جائے۔ میں نے پھر کہا "کیا ہوا، دروازہ کیوں نہیں کھولتیں میں انتظار کر رہا ہوں۔ آؤ اور میرے سوئے نصیب جگا دو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "نہیں تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں ڈاکٹر میکی براڈلے کو فون پر اطلاع دے رہی ہوں کہ تم یہاں پہنچ رہے ہو۔ ڈاکٹر تمہیں بتا دے گا کہ آج تمہیں ہسپتال میں رہنا ہے یا واپس آنا ہے۔"

میں کافی پینے کے بعد اس بنگلے سے باہر آیا۔ سونیا کے ڈرائیور نے مجھے ڈاکٹر میکی براڈلے تک پہنچا دیا۔ وہاں وہ میرا منتظر تھا۔ مجھے تنہا دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولا "یہ بڑی اچھی بات ہے کہ آپ تنہا آئے ہیں۔ پچھلی رات میں دل کھول کر آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکا۔ میں آپ کا جتنا بھی احسان مند ہوں، کم ہے۔"

"ڈاکٹر! آپ یہ تکلفانہ باتیں چھوڑ دیجیے۔ میں آپ کا دوست ہوں۔ آئندہ بھی کبھی میری ضرورت پڑے تو میں آپ کی مدد کروں گا۔"

اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا "ہاں میں جانتا ہوں کہ تم کیسے آدمی ہو۔ کچھ خیال نہ کرنا۔ میں عمر میں بڑا ہوں تمہیں تم کہنا چاہتا ہوں۔ کل رات میں نے گھر آ کر پرانے اخبارات کے فائل نکالے اور ان میں وہ اخبارات دیکھے جب بنکاک وغیرہ میں تمہارا بڑا شہرہ تھا اور تم بڑے عجیب و غریب کارنامے دکھا رہے تھے۔ میں نے انہیں پڑھ کر اندازہ لگایا کہ تم انسان دوست ہو اور ظلم کے خلاف لڑتے ہو۔ جو مظلوم ہوتا ہے اس کی مدد کرتے ہو اور یہ مثال تو میرے سامنے موجود ہے کہ تم نے میری مدد کی ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "میرا خیال ہے کہ آج آپ میری پلاسٹک سرجری نہیں کریں گے۔ ان ہی باتوں میں وقت گزر جائے گا۔"

وہ جواباً ہنستے ہوئے بولا "نہیں دوست! میں تو اتنی تندہی سے اور ایسے جی جان سے تمہارے چہرے کو تبدیل کروں گا کہ آج تک میں نے کبھی کسی کے لیے اتنی محنت نہیں کی ہو گی آؤ بیٹھو۔ میں تمہارے چہرے کا ڈرائنگ بنانا شروع کرتا ہوں۔ ہمیں چہرے کی ہڈیوں کے ایک ایک نقش کی ڈرائنگ کرنا پڑتی ہے۔ اسی کے مطابق ہم سرجری کرتے ہیں۔"

وہ مجھے اپنے ساتھ اسٹڈی روم میں لے گیا۔ وہاں ایک چھوٹے سے اسٹینڈ پر میری بڑی تصویر لگی ہوئی تھی۔ میرا مسکراتا ہوا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے مجھے میز کے ایک طرف بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر خود میز کے دوسری طرف میرے مقابل بیٹھ گیا۔ اس کے سامنے ڈرائنگ شیٹ، پنسل اور دوسرے سامان وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے عینک لگاتے ہوئے کہا "اب ذرا مسکرا کر دکھاؤ۔"

میں مسکرانے لگا۔ وہ کبھی میرے چہرے کو اور کبھی میری تصویر کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا "اب بالکل سنجیدہ ہو جاؤ۔"

میں نے اپنے اوپر سنجیدگی طاری کر لی۔ وہ مجھے دیکھتا رہا اور بولتا رہا۔ "دراصل انسان کے ہنسنے، بولنے سے چہرہ ذرا سا

پھیلتا ہے۔ اداسی کی حالت میں خدا سا سمٹ جاتا ہے ان سب باتوں کا ہمیں خیال رکھنا پڑتا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ڈرائنگ شیٹ پر جھک گیا اور کچھ خاکے بنانے لگا۔ ہمارے درمیان بڑی دیر تک خاموشی رہی تو میں سونیا کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اب بہت دیر ہو چکی تھی اور میں اس سے سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کر سکتا تھا اور خود کو فرہاد ظاہر کر سکتا تھا۔ یہ سوچ کر میں نے کہا۔ "بیلو سونیا! تم اپنے کمرے میں کیا کر رہی ہو؟"

وہ تھکے ہوئے انداز میں ایزی چیئر پر نیم دراز تھی میرے مخاطب کرتے ہی وہ ایک دم سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر بولی۔ "اچھا تو تم ڈاکٹر کے پاس پہنچ کر مجھے مخاطب کر رہے ہو؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "ڈاکٹر کے پاس پہنچ کر؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"میں کیا بتاؤں۔ کیا تم نہیں سمجھ رہے ہو؟"

"اچھا ٹھہرو، میں ابھی تمہاری سوچ کے ذریعے معلوم کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے تھوڑا سا وقت ضائع کیا۔ پھر اس سے کہا۔ "اچھا میں نے معلوم کر لیا ہے۔ تم طارق محمود کو فرہاد سمجھ رہی ہو۔ وہ اس وقت ڈاکٹر کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور تم سمجھ رہی ہو کہ میں ڈاکٹر کے پاس بیٹھ کر تمہیں سوچ کے ذریعے مخاطب کر رہا ہوں۔"

سونیا نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ پھر مایوسی سے سر ہلا کر بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تمہیں کیسے بے نقاب کروں۔ میں تمہیں کیا بتاؤں فرہاد کہ تم نے پچھلی رات میرے پاس آ کر اچھا نہیں کیا۔ میرے اندر جو عورت چھپی ہوئی ہے، تمہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ اسے بیدار کرو اور مجھے میرے خول سے باہر نکالو۔ جب تم میرے پاس نہیں آ سکتے میرے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتے تو مجھے پتھر کیوں نہیں بننے دیتے ہو؟"

"میں نے تمہیں کسی بات سے نہیں روکا۔ تم پریکٹیکل سائکالوجی کی تنظیم میں گئیں، میں نے تمہارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ تم اپنی مرضی کی مالک ہو جو چاہو کرو۔ رہ گیا یہ کہ میں تمہارے پاس کیوں آیا تھا تو تم یہ اچھی طرح جانتی ہو کہ میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آیا تھا۔ بیشک میں ہر جائی ہوں لیکن تم یہ نہ بھولو کہ دس جگہ بھٹکنے کے باوجود پھر میں واپس تمہارے پاس آتا ہوں۔ کیا تم اس حقیقت سے انکار کرو گی؟"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں میں انکار نہیں کروں گی۔ اسی لیے تو میں نے آج تہیہ کر لیا ہے کہ اس کمرے سے باہر نہیں نکلوں۔ میں نے صبح ناشتہ نہیں کیا اور اب اس وقت تک بھوکی رہوں گی جب تک کہ تم میرے پاس نہیں آؤ گے۔"

میں نے پچکارتے ہوئے کہا۔ "اچھی بچیاں ضد نہیں کیا کرتیں۔ چلو اٹھ کر کھا لو۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ میں بھوکی رہوں گی۔ کوئی مجھے کھلا نہیں سکتا۔ میں تم سے کہتی ہوں میرے پیار کی قدر کرو۔ میرے دل کو، میرے جذبات کو سمجھو اور میرے پاس چلے آؤ۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ پریکٹیکل سائکالوجی کے کسی بھی فرد کو یہ علم نہیں ہو گا کہ تم مجھ سے مل رہے ہو۔"

"بے شک میں جانتا ہوں کہ تم میری ملاقات کو راز میں رکھو گی لیکن اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جس طرح تم ضد میں آ کر مجھے طلیش دلانے کے لیے پریکٹیکل سائکالوجی کی تنظیم میں گئی ہو۔ اسی طرح میں تمہیں تڑپاؤں گا۔ چلو اٹھو اور ناشتہ کر لو۔"

"میں ناشتہ نہیں کروں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ دیکھو میں تمہیں کس طرح کھلاتا ہوں۔" یہ کہہ کر میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ ایزی چیئر پر سے اٹھی۔ پھر اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے ملازم کو آواز دے کر بولی۔ "میرا ناشتہ لاؤ۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

ذرا سی دیر میں ملازم نے اس کے آگے ناشتہ لا کر رکھ دیا۔ وہ آرام سے کھانے لگی۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ ناشتے کے بعد جب اس نے کافی کی ایک پیالی حلق سے اتاری تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چونک گئی۔ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے کھڑے ہوتے ہی کرسی پیچھے کی طرف الٹ گئی۔ پھر اس نے مٹھیاں بھینچ کر دانت پیستے ہوئے کہا۔ "فرہاد کے بچے! تم میرے ساتھ بدمعاشی کر رہے ہو۔ تم نے مجھے زبردستی کھلایا ہے۔"

"ہاں میں نے تمہیں جبراً کھلایا ہے۔ یہ بھوک ہڑتال وغیرہ کی دھمکی کسی اور کو دو۔ میں کوئی مل اونر نہیں ہوں کہ ڈر کر دھمکی دے کر اپنے مطالبات منوا لو۔ آئندہ کبھی بھوک ہڑتال کی دھمکی نہ دینا۔"

وہ دانت پر دانت جمائے خاموشی سے کھڑی رہی۔ اپنے اندر سے اٹھنے والے طوفانی غصے کو کچلتی رہی اور اپنے آپ کو سمجھاتی رہی۔ "مجھے غصے میں نہیں آنا چاہیے۔ ٹھیک ہے۔ اس نے دھوکے سے مجھے کھلا دیا ہے۔ یہی تو میری جیت ہے کہ وہ مجھے بھوکا نہیں دیکھنا چاہتا۔ مجھے تکلیف ہوتی ہے تو اسے بھی تکلیف ہوتی ہے۔ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے میری محبت سے مجبور ہو کر کر رہا ہے۔ فرہاد اگر تم موجود ہو تو بتاؤ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

"نہیں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ شاباش غصے کو اسی طرح کچلنا چاہیے۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے بولی۔ "میں اپنے بیڈ روم میں جا رہی ہوں۔ میرے پاس موجود رہو۔ میں تم سے ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی۔ "دیکھو میں تمہاری ہوں۔ خواہ تم سے مادی طور پر دماغی طور پر کتنی ہی دوری ہو جانے کی کوشش کروں مگر محبت کبھی دل سے دور نہیں ہوتی۔ اسی طرح برسوں کے بعد بھی ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اس حقیقت سے ہم دونوں انکار نہیں کر سکتے۔"

"میں تو کبھی انکار نہیں کر سکتا۔ میں تمہیں کبھی نہیں بھلا سکتا اور نہ ہی کبھی چھوڑ سکتا ہوں۔ بارہا تم نے مجھے غصہ دلایا تو میں نے سوچا کہ تمہاری طرف رخ نہیں کروں گا لیکن سونیا! میں وہ وقت کیسے بھول جاؤں جب تم نے بڑی بڑی مصیبتوں میں اور بڑے بڑے خطرات میں میرے ساتھ موت سے جنگ کی ہے۔"

"ہاں ہم ساتھ گزرے ہوئے لمحات کو نہیں بھلا سکتے۔ میں انہی لمحات کا، ان تعلقات کا واسطہ دے کر کہتی ہوں، میری ایک بات مان لو۔"

"یہ بات نہیں مانوں گا کہ تمہارے سامنے آ جاؤں۔"

"ٹھیک ہے خود کو مجھ پر ظاہر نہ کرو۔ جتنا انتقام مجھ سے لے سکتے ہو لے لو۔ جتنا مجھے ستا سکتے ہو ستا لو۔ رہو مگر میری یہ بات مان لو کہ اب سے چوبیس گھنٹے تک میرے دماغ میں نہ آؤ۔ میری سوچ نہ پڑھو۔"

"ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟"

"اس لیے کہہ رہی ہوں کہ تمہیں اپنی سونیا کی ذہانت پر فخر ہے۔ یہ فخر قائم رہنا چاہیے۔ میں چوبیس گھنٹے کے اندر یہ ثابت کر دوں گی کہ میں کتنی ذہین ہوں اور اپنے فرہاد تک کیسے پہنچ سکتی ہوں۔"

"تم ذہین نہیں چالاک ہو۔"

"چالاکی ذہانت کا دوسرا نام ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ذہانت میں سنجیدگی ہوتی ہے، چالاکی میں بدمعاشی۔ بہرحال میں تمہیں ڈھونڈ کر رہوں گی۔ اب سے بہت پہلے ہی میں تمہیں ڈھونڈ لیتی لیکن تم میرے دماغ میں آ کر میرے ارادے کو پڑھ لیتے ہو۔ اس لیے میں ناکام ہو جاتی ہوں۔ تم نے ہارمونز کی تبدیلی کے ذریعے اپنی بو تبدیل کرا لی۔ میں تمہاری بو کے ذریعے تم تک نہیں پہنچ سکتی۔ تم کسی نہ کسی میک اپ میں چھپے ہو گے۔ میں اس میک اپ تک نہیں پہنچ سکتی۔ پھر بھی میں یہ دعوے کرتی ہوں کہ چوبیس گھنٹے کے اندر میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔ مجھے میری ذہانت کو آزمانے دو۔ اگر تمہیں ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جاؤں گی تو مجھ پر فخر نہیں کرو گے؟"

"سونیا! مجھے تم پر ہمیشہ فخر رہا ہے لیکن اس بار میں کہتا ہوں کہ تم مجھ تک نہیں پہنچ سکو گی۔"

"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ مجھے صرف چوبیس گھنٹے کی مہلت چاہیے۔"

"چلو یہی سہی۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اب یہاں سے جانے کے بعد چوبیس گھنٹے تک تمہاری دماغ میں نہیں آؤں گا نہ تمہاری سوچ پڑھوں گا۔" یہ کہہ کر میں نے گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس وقت دن کے ایک بج کر پینتیس منٹ ہوتے ہیں۔ میں کل ٹھیک اسی وقت ایک بج کر پینتیس منٹ پر تمہارے دماغ میں آ کر تمہیں مخاطب کروں گا۔ اوکے۔"

اس نے خوش ہو کر کہا۔ "اوکے۔ مجھے امید ہے کہ تم اپنے وعدے پر قائم رہو گے۔"

میں وعدہ کر کے اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ لیکن اب میرے اندر بے چینی سی پیدا ہو گئی تھی۔ میں جانتا تھا کہ سونیا کیا چیز ہے۔ میرے اس کے اختلافات اور وقتی دشمنی اپنی جگہ تھی محبت اپنی جگہ تھی، اور ہم ایک دوسرے کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھے۔ سونیا کی صلاحیت یہ تھی کہ جس کام کو کرنے کا چیلنج کرتی تھی، اسے ہر حال میں پورا کرتی تھی اور اس میں اس کی ذہانت کا دخل ہوتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح مجھ تک ضرور پہنچ جائے گی۔

میں پلک جھپکتے ہی اس کی سوچ کو، اس کے تصورات کو پڑھ کر یہ پتہ چلا سکتا تھا کہ وہ مجھ تک کس طرح پہنچے گی۔ یہ معلوم کرنا میرے لیے بہت آسان تھا لیکن سونیا کی ذہانت یہی تھی کہ اس نے مجھے وعدہ کا پابند بنا لیا تھا۔ اصولاً دیکھا جائے تو مجھے پابند رہنا چاہیے۔ کسی کو اس کی ذہانت آزمانے کا موقع دینا چاہیے اور میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ واقعی میں اس کے دماغ میں جھانک کر نہیں دیکھوں گا۔ اس کی سوچ نہیں پڑھوں گا اور اسے اس کی ذہانت کو آزمانے کا بھرپور موقع دوں گا۔

مجھے کرسی پر پہلو بدلتے دیکھ کر ڈاکٹر میکی براڈلے نے کہا۔

"فرہاد! تم کچھ بے چین سے نظر آرہے ہو۔"

میں نے چونک کر اسے دیکھا پھر کہا: "ڈاکٹر! میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں۔ آئندہ مجھے فرہاد کہہ کر مخاطب نہ کریں۔ طارق محمود کے نام سے ہی مخاطب کریں۔ اگر کسی نے سن لیا تو میرا بھید کھل جائے گا۔"

اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "ٹھیک ہے میں سمجھتا ہوں۔ میں آئندہ تمہیں طارق کہہ کر بلایا کروں گا۔"

"ایک بات اور ڈاکٹر! مادام سونیا اس کوشش میں ہے کہ وہ فرہاد کو ڈھونڈ نکالے۔ وہ مجھے تلاش کرتے ہوئے یہاں تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ اگر وہ آپ کو اپنا رازدار بنا کر کوئی بھی چال چلنا چاہے تو آپ فوراً ہی مجھے کسی نہ کسی ذریعہ سے خبردار کریں۔ میں محتاط ہو جاؤں گا۔"

ڈاکٹر نے یقین دلایا کہ وہ مجھے ہر حال میں باخبر رکھے گا۔ پھر اس نے پوچھا: "کیا مادام کو تم پر شبہ ہو گیا ہے؟"

"ہاں، لیکن میں نے اقرار نہیں کیا۔ ہمیشہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے چالیں چل کر کسی نہ کسی طرح یقین دلا دیا کہ میں طارق محمود ہوں اور فرہاد سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

"پھر تو کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ اگر مادام یہاں پہنچ کر کسی طرح تمہیں بے نقاب کرنا چاہیں تو تم آخر وقت تک اعتراف نہ کرنا۔"

"میں کبھی اعتراف نہیں کروں گا لیکن آپ سونیا کو نہیں جانتے ڈاکٹر! وہ پتہ نہیں کیسے مجھے بے نقاب کرے گی۔ میرا دماغ ابھی وہاں تک نہیں پہنچ سکا ہے۔ میں سوچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

ڈاکٹر شام تک میرے چہرے کی ہڈیوں کے اسکیچ میں مصروف رہا۔ اسکیچ بنانے کے لیے اس نے کبھی مجھے دیکھا، کبھی میری تصویر کو دیکھا اور کبھی انگریز کا فوٹو گراف دیکھتا رہا۔ میں نے سونیا کے متعلق بہت کچھ سوچا کہ وہ کس طرح مجھ تک پہنچ سکتی ہے لیکن میرا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ ایک انسان کیا سوچتا ہے، کس انداز میں سوچتا ہے اور کیسی تدبیریں کرتا ہے اسے دوسرا شخص سمجھ نہیں سکتا۔ میرے لیے دماغ میں جھانکنے کی پابندی تھی۔ میں مختلف لوگوں کی سوچیں پڑھنے کا عادی ہو گیا تھا اور آسان راستے ڈھونڈتا رہتا تھا۔ اس لیے جب ٹیلی پیتھی کے بغیر کسی کی تدبیر کو سمجھنے کی بات آئی تو مجھے دشواری محسوس ہو رہی تھی۔

میں نے سوچا: "کیا وہ کسی ہپناٹائز کرنے والے کی خدمات حاصل کرے گی اور میرے دماغ کو کمزور بنا کر تنویمی عمل کے ذریعے مجھ سے میرے دل کا بھید اگلوا لے گی؟"

میں نے اس پہلو پر غور کیا تو یہ بات دل کو لگی۔ میں نے ڈاکٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ایک بات میری سمجھ میں آتی ہے کہ اگر سونیا میرے دماغ کو کسی طرح متاثر کرے۔ میرے کھانے میں کوئی ایسی دوا ملوا دے جس سے میرا دماغ وقتی طور پر تھوڑا سا کمزور ہو جائے۔ یعنی اس حد تک کمزور ہو جائے کہ کوئی مجھے ہپناٹائز کر کے میری زبان سے میرے اندر کی بات اگلوا سکے۔"

ڈاکٹر نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "میری موجودگی میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم میرے اسپیشل وارڈ میں ہو۔ میری نگرانی میں تمہیں کھانا دیا جائے گا۔ کھانے پینے کی ہر چیز کو میں چیک کروں گا۔ اس کے بعد اسے تمہارے پاس پہنچنے دوں گا۔ صرف چوبیس گھنٹے کی تو بات ہے۔ چوبیس گھنٹے تک میں تمہارے لیے بہت محتاط رہوں گا۔ اطمینان رکھو۔"

مجھے اطمینان ہو گیا۔ میں خود بھی چوبیس گھنٹے تک محتاط رہ سکتا تھا۔ میں نے مرجانہ سے کہا تھا کہ تھوڑی دیر بعد اس کے پاس آؤں گا۔ مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ بہرحال جب وہاں پہنچا تو اس وقت وہ اپنے کمرے میں تنہا بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی آئی عسل خانے میں تھیں۔ تنہائی میں اچھا موقع تھا اس لیے وہ صرف میرے متعلق باتیں کرنا چاہتی تھی اور میرے متعلق اس نے سب سے پہلا سوال یہ کیا کہ سونیا کا کیا حال ہے؟ یہ عورت کا فطری جذبۂ حسد تھا۔

میں اس کے اس سوال سے ذرا گڑبڑا گیا کیونکہ دوستی تو ہو رہی تھی۔ ایسی دوستی جس میں کشیدگی بھی ہوتی ہے اور کشش بھی۔ میرے ذرا دیر خاموش رہنے پر اس نے مخاطب کیا: "فرہاد کیا میرے دماغ سے چلے گئے ہو۔ اگر موجود ہو تو جواب دینے میں کیوں ہچکچا رہے ہو؟"

"ہچکچانے کی بات نہیں ہے۔ دراصل سونیا میں اتنی صلاحیتیں، اتنی خوبیاں ہیں کہ اس کی ایک بدمزاجی کو میں بھول جاتا ہوں۔ وہ میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں مرجانہ کہ۔۔۔"

"بس بس! میں سمجھ گئی۔ اب تم ہزار طرح کی باتیں بنا کر یہ ثابت کرنا چاہو گے کہ سونیا نے تمہیں متاثر کر دیا لہٰذا تم متاثر ہو گئے۔"

"دیکھو مرجانہ! سونیا سے ایسی دوستی نہیں ہے جیسی تم سے ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ میں فرہاد ہوں لیکن اس نے چیلنج کیا ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر وہ پیرس شہر کے اندر فرہاد کو ڈھونڈ نکالے گی یعنی مجھ تک پہنچ جائے گی۔"

"وہ کیسے پہنچے گی؟"

"یہی تو بات ہے۔ تم ابھی سونیا کے متعلق کچھ نہیں جانتیں۔ وہ اتنی ذہین ہے کہ اس کی ذہانت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ صرف اس کا تماشا دیکھا جا سکتا ہے اور وہ تماشہ مجھے دکھانے والی ہے۔ جب وہ مجھے ڈھونڈ نکالے گی تو میں تمہیں بتاؤں گا کہ اس نے کیا طریقہ کار اختیار کیا تھا۔"

"ہوں، سونیا کی بڑی تعریفیں ہو رہی ہیں۔ سچ سچ بتاؤ کیا اس نے تم کو مکمل طور پر ہپناٹائز کر دیا ہے؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں جب کہہ رہا ہوں کہ وہ مجھے فرہاد کی حیثیت سے نہیں پہچان رہی ہے اور ابھی میری تلاش میں ہے تو تمہیں مطمئن ہو جانا چاہیے۔"

وہ مطمئن ہو گئی۔ میں نے کہا: "دیکھو مرجانہ! ہم بہت اچھے پُرخلوص دوست ہیں اور ایک دوسرے سے کوئی لالچ نہیں رکھتے ہیں اگر میں یہاں سونیا کے قریب ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ تعلقات میری اور تمہاری دوستی میں حائل ہوں گے۔"

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ کسی غیر عورت سے آئندہ تعلقات نہیں رکھو گے۔"

"میں اب بھی اسی وعدے پر قائم ہوں اور ہمیشہ قائم رہوں گا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا کہ سونیا غیر نہیں ہے۔ میں نے غیروں کے متعلق وعدہ کیا ہے۔"

"اچھا تو تم نے سونیا کے لیے گنجائش رکھی ہے؟"

"تم خود سوچو۔ اس کے ساتھ بروس کی دوستی ہے۔ میں اور وہ ایک دوسرے کے حق دار ہیں اور ہم اپنا اپنا حق ایک دوسرے سے طلب کر سکتے ہیں۔ اس پر تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے ہاں اگر میں کوئی نئی دوستی کروں تو پھر تم میرا محاسبہ کر سکتی ہو۔ تمہیں پوری اجازت ہے۔"

وہ کچھ سوچنے لگی۔ میں پڑھ رہا تھا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔ پھر بھی میں نے انجان بن کر پوچھا: "کس سوچ میں پڑ گئیں؟"

وہ چونک کر بولی: "تم تو میرے دماغ میں موجود ہو کیا میری سوچ نہیں پڑھ رہے ہو؟"

میں نے جھوٹ کہا: "نہیں، میں تھوڑی دیر کے لیے تمہارے دماغ سے چلا گیا تھا۔ واپس آیا تو تمہیں سوچتا ہوا پایا۔"

"میں سوچ رہی ہوں کہ مجھے پیرس جانا چاہیے۔"

"ارے! یہ کیوں۔ تم نے اچانک پروگرام کیوں بدل دیا؟"

"بس یونہی، ہم اس بات پر متفق تھے کہ پیرس میں تمام دشمنوں کو بلائیں گے اور امی کے سامنے انہیں ذلیل کریں گے اس کے لیے انکل نے یہاں سے اپنا ایک آدمی ہندوستان بھیجا تاکہ تم اس کے ذریعے کبیر بیدل اور رگھو کو ہندوستان سے پیرس جانے پر مجبور کر سکو۔"

"ہاں ہم نے یہی پروگرام بنایا تھا۔"

"تو پھر اسی پروگرام پر عمل کیوں نہیں ہو سکتا۔ میں تم سے اتنی دور ہندوستان کیوں جاؤں۔ پیرس کیوں نہ آؤں؟"

"اچھی بات ہے۔ اگر تم ایسا ہی سوچ رہی ہو تو پیرس آ جاؤ لیکن یاد رکھو۔ میں تو بستر پر پڑا رہوں گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں تمہیں نہیں دیکھ سکوں گی تمہاری آواز تو سن سکوں گی اور تم میری باتیں سن سکو گے۔ اتنی ہی قربت کیا کافی نہیں ہے؟"

میں نے کہا: "ٹھیک ہے جیسا تم مناسب سمجھو ویسا کرو، میں تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں۔ پھر کسی وقت آؤں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو گیا اور دماغی طور پر ڈاکٹر میکی براؤڈے کے سامنے حاضر ہو گیا۔ وہ اپنے کام میں مصروف تھا۔ میں مسکراتے ہوئے مرجانہ کے متعلق سوچنے لگا۔ اس کا جذبۂ رقابت بیدار ہو گیا تھا۔ اس نے یہ سننے کے بعد کہ میں سونیا سے ذرا قریب ہونے لگا ہوں اور اس کی بدمزاجی کے باوجود اس کی تعریف کر رہا ہوں تو اس کے دل میں یہ بات آئی کہ ایسے نازک وقت اسے مجھ سے دور نہیں رہنا چاہیے بلکہ دنیا کے مقابل میرے قریب رہنا چاہیے تاکہ سونیا مجھ پر مکمل طور پر حاوی نہ ہو جائے۔ اس کے دعوے کے مطابق عام عورتوں کی طرح اسے مجھ سے محبت نہیں تھی بلکہ دوستی کا بے لوث جذبہ تھا لیکن اس میں بھی رقابت پیدا ہو رہی تھی۔

میں نے اس شخص کی خبر لی جو ہندوستان گیا ہوا تھا اور ہمارے لیے وہ کبیر بیدل اور رگھو سے ملاقات کرنے والا تھا۔ اس کے دماغ میں جھانکنے سے پتہ چلا کہ وہ اسی دن ہندوستان پہنچا ہے اور دوسرے دن دہلی جانے والا ہے۔ اس وقت وہاں رات کے نو بج رہے تھے۔ وہ صبح چھ بجے تک دہلی پہنچنے والا تھا۔

میں واپس آ گیا۔ رات کا کھانا میں نے ڈاکٹر میکی براؤڈے کے ساتھ کھایا پھر ہسپتال کے اسپیشل وارڈ کے ایک کمرے میں آ گیا۔ سونیا نے میرا سامان بھیج دیا تھا۔ میں وہاں تنہا رات گزارنے والا تھا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر اس کے بعد آرام سے ایک سگریٹ سلگا کر بستر پر لیٹتے ہوئے رسونتی کو یاد کیا۔

رسونتی کے دماغ میں جھانکتے ہی میں ایک دم سے چونک گیا کیونکہ وہ ممی کے ساتھ ایک طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ لوگ طیارے میں سفر کر رہے

ہوں گے۔ صبح میں نے ان کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا لیکن ان سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان کی سوچ پڑھی تھی۔ اگر پڑھ لیتا تو مجھے پتہ چل جاتا کہ ان کا منصوبہ کیا ہے اور وہ کہاں جانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔

میں نے انہیں مخاطب کیے بغیر ان کے دماغوں کو ٹٹولنا شروع کیا۔ یہ معلوم کر کے مزید حیرانی ہوئی کہ وہ دونوں میری ہی طرف آ رہی تھیں یعنی پیرس کا سفر کر رہی تھیں۔ تب میں نے رسونتی کو مخاطب کیا "رسونتی! یہ کیا ہے کیا تم میرے پاس آ رہی ہو؟"

وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ مسکراتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولی "ہاں تمہارے ہی پاس آ رہی ہوں۔"

"مگر کیوں؟ اچانک ہی یہ پروگرام کیسے بنا لیا؟"

"اچانک نہیں بنایا۔ میں اس انتظار میں تھی کہ کسی طرح چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں پھر جہاں بھی تم ملو گے وہاں جاؤں گی کیونکہ جہاں میں رہوں گی وہاں تو تم آنے سے رہے۔"

"تمہیں اتنی دور سفر نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تم ابھی پوری طرح تندرست نہیں ہو۔"

"ہاں میں پوری طرح صحت یاب نہیں ہو سکی لیکن ممی کہتی ہیں کہ وہ مجھے سوئٹزرلینڈ لے جائیں گی۔ وہاں کی آب و ہوا مجھے راس آئے گی اور میں جلدی صحت مند ہو جاؤں گی۔ پھر یہ کہ تم قریب رہو گے۔"

"میں قریب رہوں گا لیکن مصیبتیں بھی میرے قریب رہتی ہیں۔ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ اب میں تمہیں کسی مصیبت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ پچھلے تجربات شاہد ہیں کہ تم پر کیا گزری اور تم مرتے مرتے بچی ہو۔ اب میں تمہیں کس طرح یہ اجازت دوں کہ تم میرے ساتھ ہنگاموں میں الجھنے کے لیے آؤ۔"

"جو کچھ بھی ہو فرہاد! جب تم نے کہہ دیا ہے کہ مجھ سے محبت کرتے ہو اور میرے بغیر رہنا نہیں چاہتے تو میں تم سے دور کس طرح رہ سکتی ہوں۔ قربت کے بغیر محبت کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اگر میری آمد تمہیں ناگوار گزر رہی ہے تو تم مجھ سے کہہ دینا۔ میں پیرس پہنچتے ہی ممی کے ساتھ سوئٹزرلینڈ چلی جاؤں گی میں تمہارے لیے مصیبت نہیں بنوں گی اور نہ ہی تم سے اپنا حق طلب کروں گی۔"

"رسونتی! ایسی باتیں نہ کرو۔ تمہاری آمد مجھے کبھی ناگوار نہیں گزر سکتی۔ میں تو تمہاری بھلائی کے لیے سوچتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے دور رہنا چاہیے۔"

"لیکن دور رہنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے کیا مجھے ساری زندگی... دور رہنا چاہیے۔ تم ساری زندگی ہنگاموں سے مصیبتوں سے خطرات سے کھیلتے رہو گے اور میں دور بیٹھی تمہاری سلامتی کی دعا کرتی رہوں گی، اور اسی طرح بوڑھی ہو جاؤں گی اور پھر موت آئے گی تو مر جاؤں گی لیکن تم کبھی نہیں ملو گے۔ کیوں یہی بات ہے نا؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں خود نہیں سمجھ سکا ہوں کہ میری منزل کیا ہے؟ کہاں رکنا ہے؟ کس کے پاس ٹھہرنا ہے؟"

"تم کبھی سنجیدگی سے یہ فیصلہ نہیں کر سکو گے۔ ممی کہہ رہی تھیں کہ پلاسٹک سرجری کے دوران تم ایک مہینہ تک پابند ہو گے۔ بستر سے نہ اٹھ سکو گے۔ اس دوران تمہیں تنہائی میں سوچنے سمجھنے کا بہت موقع ملے گا۔ تم کسی دشمن سے نہیں الجھ سکو گے۔ ایسے میں تم سنجیدگی سے اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہو۔ میں نے تمہاری پلاسٹک سرجری کے بارے میں سنا تو سب سے میں نے ممی سے ضد کی کہ ہمیں پیرس چلنا چاہیے۔ میں اس ارادے سے آ رہی ہوں کہ اس ایک مہینے کے دوران تم کوئی ایک فیصلہ کر لو کہ تمہیں کس طرح زندگی گزارنا ہے۔ اگر سونیا کے ساتھ تم رہنا چاہتے ہو تو مجھے خوشی ہو گی یا کوئی اور لڑکی تمہیں پسند آ گئی ہو تو بھی میرے لیے کوئی مایوسی کی بات نہیں ہو گی۔ میں تو تمہاری خوشی چاہتی ہوں۔ میرا کیا ہے میں اپنی زندگی ممی کے ساتھ گزار لوں گی۔"

"یہ بات تم نے بہت اچھی کہہ دی ہے کہ مجھے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنے، سمجھنے اور کوئی ایک فیصلہ کرنے کے لیے ایک ماہ کا وقت ملے گا۔ اس ایک ماہ میں مجھے کوئی ایک فیصلہ کر لینا چاہیے۔ یہاں سونیا موجود ہے۔ تم آ رہی ہو اور مرجانہ جو کہ میری بہت اچھی دوست ہے وہ بھی یہاں پہنچنا چاہتی ہے۔ ایسے میں مجھے فیصلہ کرنا ہے اور بڑا کٹھن فیصلہ کرنا ہے۔ بہرحال جب وقت کا تقاضہ یہی ہے تو میں کوئی فیصلہ ضرور کر لوں گا۔"

"تم نے ابھی مرجانہ کا ذکر کیا۔ اس کا ذکر تو میں پہلے بھی سن چکی ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ کیا اس سے بھی رشتہ جوڑ چکے ہو یعنی تمہارے باقاعدہ مریضوں کی فہرست میں اس کا بھی نام آ چکا ہے؟"

"جس رشتے کے متعلق تم سوچ رہی ہو، میرا اس سے ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ وہ فطرتاً مرد ہے۔ پیدائشی طور پر عورت ہے۔ مجھ سے اس نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ہم محض دوست بن کر رہیں گے اور مجھے اس کی دوستی بہت عزیز ہے۔"

"اگر وہ محض دوست بن کر رہنا چاہتی ہے یا چاہتا ہے تو مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہنا کیونکہ وہ مریضانِ محبت کی فہرست میں نہیں ہے۔ اب رہے تم کہ ایک میں اور دوسری سونیا رہ گئی ہیں۔ ہم دونوں کے متعلق کوئی فیصلہ کر لو۔ میں آ رہی ہوں۔"

میں اس سے تھوڑی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر ممی سے

بھی کچھ باتیں ہوئیں۔ میں نے ان دونوں کو یہ بات سمجھا دی کہ پیرس پہنچنے کے بعد فوراً ہی مجھ سے رابطہ قائم نہ کریں اور نہ ہی مجھ سے ملنے کی کوشش کریں بلکہ میرا نام تک لیا جانے کیونکہ میں نے سونیا سے اپنے آپ کو چھپایا ہوا ہے۔

ان دونوں کو اچھی طرح یہ باتیں سمجھانے کے بعد میں فانی طور پر ہسپتال کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ اب پوزیشن یہ تھی کہ سونیا تو پیرس میں پہلے سے موجود تھی۔ مرجانہ بھی آنا چاہتی تھی۔ رسونتی پہنچنے والی تھی۔ گویا یہ تینوں عورتیں میرا گھیراؤ کرنے والی تھیں۔ یہ بھی درست ہے کہ اب اتنی زندگی گزارنے کے بعد مجھے کوئی ایک فیصلہ کرنا تھا۔ اس کے علاوہ میں کبیر بیدل اور نگھو کو ڈھونڈ کر کے وہاں لانے والا تھا۔ سائرہ بانو اور مرجانہ کا ایک اور دشمن حشمت بیگ شروع ہی سے پیرس میں موجود تھا گویا کہ سارے دوست اور سارے دشمن ایک ہی مقام پر جمع ہو رہے تھے اور پیرس میدانِ جنگ بننے والا تھا۔

میری سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا کیونکہ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ پھر اس کے بعد ایک نرس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "مسٹر طارق! ڈاکٹر صاحب کا حکم ہے کہ رات کو دس بجے کے بعد کمرے کی بتی نہیں جلنا چاہیے۔ جس مریض کو نیند نہ آئے اسے نیند کی دوا دی جائے۔ کیا تم نیند کی دوا کھانا پسند کرو گے؟"

میں نے جواب دیا "مجھے ابھی نیند آ جائے گی۔ میں بتی بجھا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے سگریٹ کو بجھا کر ایش ٹرے میں ڈالا پھر بتی بجھا دی۔ بستر پر آرام سے لیٹ کر اپنے دماغ کو ہدایات دینے لگا۔ مجھے صبح پانچ بجے تک گہری نیند آئے اور میں آرام سے سوتا رہوں۔ اگر کوئی کمرے میں داخل ہونا چاہے تو میری آنکھ کھل جائے۔ یہ ہدایات دینے کے بعد میں آنکھیں بند کر کے سو گیا۔

میں بڑے مزے سے سوتا رہا۔ کیونکہ دماغ کو ہدایات دینے کے بعد کسی بھی خطرے کا خوف نہیں رہتا تھا۔ یہ یقین رہتا تھا کہ میرا دماغ مجھے عین وقت پر بیدار کر دے گا۔ پھر یہی ہوا کہ اچانک ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا تو کچھ نظر نہیں آیا۔ کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔ میں نے اندازے سے ہاتھ بڑھا کر ٹیبل لیمپ کے سوئچ کو آن کیا۔ کلک کی آواز آئی لیکن بلب روشن نہ ہوا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ یا تو سوئچ آف تھا یا بجلی گئی ہوئی تھی۔

میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میری آنکھ کھلنے کی کوئی وجہ تو ضرور ہو گی۔ میں نے دماغ کو یہی ہدایت دی تھی کہ میرے کمرے کا دروازہ کھول کر کوئی آئے تو میری آنکھ کھل جائے اور میرے دماغ نے یہی کیا تھا۔ میں پہلے بھی آزما چکا تھا جو ہدایات میں دیتا تھا میرا دماغ اسی پر عمل کرتا تھا لیکن کمرے میں کون داخل ہوا ہے یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اتنی گہری تاریکی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ صرف میری رسٹ واچ کا ریڈیم ڈائل چمک رہا تھا اور پتہ چل رہا تھا کہ رات کے دو بجے ہیں۔

میں بستر سے اتر کر فرش پر آ گیا۔ پھر میں نے دھیرے سے پوچھا "کمرے میں کون ہے؟"

جواب میں اچانک ہی میرے منہ پر گھونسہ پڑا اور میں لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ مجھ پر جھلاہٹ طاری ہو گئی۔ میں نے دونوں ہاتھ بڑھا کر اوہ اور ٹھولا اندازے کے مطابق اس طرف بڑھنے لگا جدھر سے گھونسہ پڑا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہی پیچھے سے کمر پر ایک لات پڑی اور میں لڑکھڑاتا ہوا آگے جا کر بستر پر گر گیا۔ فوراً ہی میں نے بستر سے اٹھ کر اوہ پلٹ کر ادھر کا رخ کیا جدھر سے کمر پر لات ماری گئی تھی۔ میں تیزی سے ادھر بڑھا گیا تھا لیکن اندازہ نہیں تھا کہ مجھے کتنی دور تک جانا ہے میں وہاں رکھی ہوئی کرسیوں سے ٹکرا سکتا تھا۔ میں چند قدم کے بعد رک گیا۔ مجھے کوئی نہ ملا یا لیا لگ رہا تھا کہ اندھیرا مجھ سے ڈر رہا ہے۔

مجھے اس بات پر حیرانی نہیں تھی کہ لڑنے والے کو اتنی گہری تاریکی میں کیسے نظر آ رہا ہے کیونکہ اندھیرے میں ایسی لڑائیاں میں پہلے بھی لڑ چکا تھا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں پر انفیٹی ڈارک آئی لینس چڑھا لیا تھا۔ یہ ایسا آئی لینس ہوتا ہے کہ گہری تاریکی میں سب کچھ نظر آنے لگتا ہے۔ اس آئی لینس کی بدولت تاریکی چھٹ جاتی ہے اور روشنی کی شعاعیں کچھ اس طرح پھوٹتی ہیں کہ آئی لینس پہننے والے کو اندھیرے میں نظر آنے لگتا ہے۔ میرا دشمن جو کوئی بھی تھا اس نے وہی آئی لینس پہن رکھا تھا۔ میں نے پھر آگے بڑھنے کے لیے ایک ہاتھ آگے بڑھایا تو کسی نے ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ اس کے ساتھ ہی میرے منہ پر ایک گھونسہ پڑا۔ میں پھر لڑکھڑا گیا۔

اس بار میں نے دانت پیسنے کے بعد تقریباً چیختے ہوئے کہا "کون ہے۔ اگر مجھ سے مقابلہ کرنا ہے تو روشنی میں آؤ یا پھر مجھے بھی ایک انفیٹی ڈارک آئی لینس پہن لینے دو۔ تاکہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کیا ہوں؟"

جواب میں کسی کی آواز سنائی دی "ہاں۔ تم نے ٹھیک سمجھا۔ اس وقت میں انفیٹی ڈارک آئی لینس پہنے ہوئے ہوں اور مجھے تم صاف طور پر نظر آ رہے ہو۔ میں تمہیں آواز دیتا ہوں

تم آواز کی سمت حملہ کر سکتے ہو۔"

اس کی باتیں سنتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب کی بار اس نے جیسے ہی مجھ پر حملہ کیا میں نے اس کے حملے کو روک لیا۔ کیونکہ مجھے پتہ چل رہا تھا کہ وہ کدھر سے آ رہا ہے اور کس ہاتھ سے حملہ کرنے والا ہے اور کس ہاتھ سے اپنا بچاؤ کرنے والا ہے۔ اب اس کا دماغ چٹیلی کھا رہا تھا اور میں سمجھ نہ پاتا جا رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں میں نے مار مار کر اس کا حلیہ خراب کر دیا۔

اندھیرے میں اچانک ہی سونیا کی آواز ابھری "اب بس بھی کرو۔ اس بے چارے کو یہ نہیں معلوم ہے کہ تم نے اس گہری تاریکی میں ٹیلی پیتھی کی شمع روشن کر لی ہے۔"

سونیا کی آواز سنتے ہی میں ٹھٹھک گیا تھا اور اندھیرے میں آواز کی سمت دیکھ رہا تھا۔ اب ادھر سے آواز آ رہی تھی۔ "ہیلو ہیلو سونیا اسپیکنگ، مین سوئچ آن کر دو۔"

اس کا حکم سنتے ہی ذرا سی دیر میں کمرہ روشن ہو گیا۔ میں نے پلکیں جھپک جھپک کر دیکھا تو ایک طرف سونیا دیوار سے لگی کھڑی تھی اور اس کی آنکھوں سے صاف پتہ چلتا تھا کہ اس نے بھی اینٹی ڈارک کی آئی لینس پہنا ہوا ہے۔ دوسرا شخص کرسی پر بیٹھا تکلیف سے کراہ رہا تھا اور مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے اسے باہر جانے کا حکم دیا تو وہ کسی طرح اٹھ کر ڈگمگاتے ہوئے باہر چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد سونیا نے کہا "فرہاد! میں نے تمہارے ساتھ بے تحاشا وقت گزارا ہے۔ میں تمہارے سونے جاگنے کے انداز کو خوب سمجھتی ہوں اور یہ اچھی طرح جانتی ہوں کہ تم سونے سے پہلے اپنے دماغ کو کیسی ہدایات دیتے ہو اور پھر کس طرح گھوڑے بیچ کر سو جاتے ہو۔ سونے کے بعد تمہیں کسی قسم کا خطرہ یا خوف نہیں رہتا کیونکہ تم جانتے ہو کہ کوئی بھی تمہارے کمرے میں داخل ہو گا تو تمہاری آنکھ کھل جائے گی۔ میں یہی دیکھنا چاہتی تھی کہ میں اگر اپنے ماتحت کے ساتھ طارق محمود کے کمرے میں داخل ہوں گی تو کیا اس کی آنکھ کھلے گی یا اگر اتنی گہری نیند میں کھلے گی تو پھر وہ طارق محمود نہیں فرہاد ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ کیا طارق محمود کبھی نیند نہیں سو سکتا ہو کیا وہ ہلکی سی آہٹ پر اٹھ نہیں سکتا؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "ذرا ہمارے پیروں کی طرف دیکھو۔ ہم نے ربڑ سول کے جوتے پہنے ہوئے تھے اور اتنی آہستگی سے دروازے کے لاک کو کھولا تھا کہ ہلکی سی آواز بھی اندھیرے میں نہیں ابھری تھی۔ کوئی اس طرح بیدار نہیں ہو سکتا تھا جس طرح تم ہوئے ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں آنکھوں پر رکھے پھر سر جھکا کر اپنی آنکھوں سے اینٹی ڈارک آئی لینس نکالنے لگی۔ انہیں نکالنے کے بعد اس نے سر اٹھا کر کہا "چلو میں ان لیتی ہوں کہ تم طارق ہو اور اتفاقاً تمہاری آنکھ کھل گئی تھی لیکن اندھیرے میں جب تک میرا ماتحت تم پر خاموشی سے حملہ کرتا رہا، تم مار کھاتے رہے کیونکہ تم جوابی حملہ اندھیرے میں کر نہیں سکتے تھے۔ تمہاری آنکھوں میں اینٹی ڈارک آئی لینس نہیں تھا لیکن جب اس نے اپنی آواز سنائی، تمہاری باتوں کے جواب میں باتیں کیں تو تم اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ پھر تو تمہیں ٹیلی پیتھی کی روشنی مل گئی تھی اور تم اس کے ہر حملے کو سمجھنے لگے اپنا دفاع کرنے اور اس کی پوزیشن اندھیرے میں معلوم کر کے اس پر حملہ کرنے لگے۔ بے چارے کو بے دم کر کے رکھ دیا۔ کیا اندھیرے میں طارق محمود یا دنیا کا کوئی بھی شخص اس طرح لڑ سکتا ہے؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "سونیا! تم بہت کمینی ہو۔"

میں نے خود کو آکاش کا دیوتا بنایا ہوا تھا جس کو کوئی نہیں چھو سکتا تھا۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ سونیا ایک ایسی زمین تھی جس نے ذہانت کے افق پر جا کر اس دیوتا کو چھو لیا تھا۔ اگر میں سونیا کے پیچھے بھاگتا ہوں، ہزار اختلاف کے باوجود اسے اپنانا چاہتا ہوں۔ اگر میں اس کی تعریفیں کرتا ہوں تو اس کی یہی وجہ ہے۔ اس نے بار بار اپنی ذہانت سے اپنی صلاحیتوں سے مجھے متاثر کیا ہے۔ بس یہی ایک عورت ہے جو مجھے سر اُجیت لیتی ہے۔

ہپناٹزم کے عملی طریقے

ہپناٹزم کو سیکھنے کے آسان طریقے اور مشقیں

قیمت ۳۰ روپے

ہپناٹزم

ہپناٹزم کی تاریخ، اس کی حقیقت اور اس کو سیکھنے کے طریقے

قیمت ۱۵ روپے

ہپناٹزم کی جدید تحقیقات

ایک عام آدمی کے لئے صدیوں پر محیط ہپناٹزم سیکھنے کے لئے لاجواب مشقیں تصاویر اور جدید تحقیقات

قیمت ۲۰ روپے

ذاتی ہپناٹزم

اپنے آپ کو ہپناٹائز کر کے اپنی کمزوریاں دور کریں

قیمت ۱۵ روپے

تنویمی مقناطیسیت

بغیر کسی مشق کے اپنے اندر مقناطیسی قوت پیدا کریں اور دوسروں کو اپنا تابع بنائیں

قیمت ۲۰ روپے

مقناطیسیت

مقناطیسی لمس کے ذریعے لاعلاج بیماریوں کی مدد سے مریض کی شخصیت کو مکمل تباہ کئے بغیر

قیمت ۱۵ روپے

مقناطیسی پانی اور اس کا سحر

پانی کو دم کر کے طویل اور صحت مند زندگی گزارنے کے لئے ان کے بے شمار فوائد اور خواص

قیمت ۲۰ روپے

دست شناسی کے نئے رخ

ان لوگوں کے لئے جو کسی پیشہ ور دست شناس کے پاس جانے سے کتراتے ہیں دست شناسی سیکھنا چاہتے ہیں

قیمت ۲۰ روپے

نظر کی کمزوری اور اس کا سدباب

عینک اور آپریشن کے بغیر نظر کی کمزوری بڑھاپے کی دور کریں

قیمت ۱۵ روپے

تحریر اور شخصیت

تحریر سے شخصیت کو سمجھنا چاہتے ہیں

قیمت ۱۵ روپے

عورتوں کی نفسیات

دو جوڑیں جو آپ کو سمجھنا چاہتی ہیں اور وہ مرد جو خواتین کو سمجھنا چاہتے ہیں

قیمت ۳۰ روپے

ازدواجی نفسیات

ازدواجی زندگی کے مسائل ان کا حل اور ایک ہر شادی شدہ مرد و عورت کے لئے

قیمت ۳۰ روپے

مسائل اور حل

آپ کی الجھنیں آپ کے مسائل اور ان کا مکمل خاندانی ازدواجی علاوہ ستارہ اور ہاتھ سے تمام مسائل کا حل

قیمت ۱۵ روپے

ہپناٹزم

ہپناٹزم کے ذریعے اپنے مسائل کا حل

قیمت ۱۰ روپے

پامسٹری

ہتھیلی پر لکیریں آپ کا مزاج بتاتی ہیں اور آپ کا کیرکٹر جانچنے کی آسان کتاب

قیمت ۱۰ روپے

پامسٹری

مارشل آرٹ گھر بیٹھے سیکھیے سینکڑوں تصاویر سے مزین

قیمت ۳۰ روپے

کرائے

سگریٹ پینا چھوڑیے

خوف و شرم اور اس کا سدباب

احساس کمتری

احساس کمتری کے خاتمے پر ایک مستند اور مکمل کتاب۔ اسباب، تدارک اور علاج

قیمت ۱۵ روپے

پیشگوئی

آپ کا مستقبل آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ اسے کیسے جانچ سکتے ہیں

قیمت ۱۵ روپے

کامیابی

ایک مکمل، کامیاب شخصیت بننے کے آسان طریقے۔ ان لوگوں کے لئے جو کامیابی چاہتے ہیں

قیمت ۱۵ روپے

خوابوں کے اسرار

خوابوں کی حقیقت اور ان کی تعبیر معلوم کرنے کے طریقے

قیمت ۱۵ روپے

امتحان میں کامیابی

مطالعہ کرنے، امتحان دینے اور یادداشت بڑھانے کے خصوصی طریقے

قیمت ۱۵ روپے

ہپناٹزم کی جدید تحقیقات

ایک عام آدمی کے لئے صدیوں پر محیط ہپناٹزم سیکھنے کے لئے لاجواب مشقیں تصاویر اور جدید تحقیقات

قیمت ۲۰ روپے

ذاتی ہپناٹزم

اپنے آپ کو ہپناٹائز کر کے اپنی کمزوریاں دور کریں

قیمت ۱۵ روپے

ہپناٹزم

ہپناٹزم کی تاریخ، اس کی حقیقت اور اس کو سیکھنے کے طریقے

قیمت ۱۵ روپے

ہپناٹزم کے عملی طریقے

ہپناٹزم کو سیکھنے کے آسان طریقے اور مشقیں

قیمت ۳۰ روپے

مستقبل بینی

ہتھیلی پر لکیریں آپ کا مزاج بتاتی ہیں اور آپ کا کیرکٹر جانچنے کا آسان طریقہ

قیمت ۲۰ روپے

خوابوں کے اسرار

خوابوں کی حقیقت اور ان کی تعبیر معلوم کرنے کے طریقے

قیمت ۱۵ روپے

امتحان میں کامیابی

مطالعہ کرنے، امتحان دینے اور یادداشت بڑھانے کے خصوصی طریقے

قیمت ۱۵ روپے

پیشگوئی کی جدید تحقیقات

ہتھیلی پر لکیریں آپ کا مزاج بتاتی ہیں اور آپ کا کیرکٹر جانچنے کا آسان طریقہ

قیمت ۲۰ روپے

مستقبل بینی

ہتھیلی پر لکیریں آپ کا مزاج بتاتی ہیں اور آپ کا کیرکٹر جانچنے کا آسان طریقہ

قیمت ۲۰ روپے

- کتاب طلب کرتے وقت منی آرڈر پر اپنا پورا پتہ لکھیں اور ڈاک خرچ بھی شامل کریں
- بیرون ملک کے لئے ڈاک خرچ کا ہوائی محصول علیحدہ ہے
- ڈاک خرچ ——— ایشیائی ممالک اسٹیمر سے ۱۰ روپے فی کتاب
- یورپ ——— ۱۵ روپے فی کتاب امریکا آسٹریلیا ۲۰ روپے فی کتاب
- آرڈر بھیجنے کا پتہ: مکتبہ نفسیات ۶۶۹ ایف بی ایریا سیکٹر ۱۵ شارع فیصل کراچی

مکتبۂ نفسیات

پوسٹ بکس نمبر ۹۴۲ سعید منزل ۱ بلوچ سوسائٹی آئی آئی چندریگر روڈ کراچی 74200

(طباعت مطبوعہ دارالاشاعت اے کیو پرنٹرز کراچی، فون: ۷۲۵۹۰۳)

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دلوتا

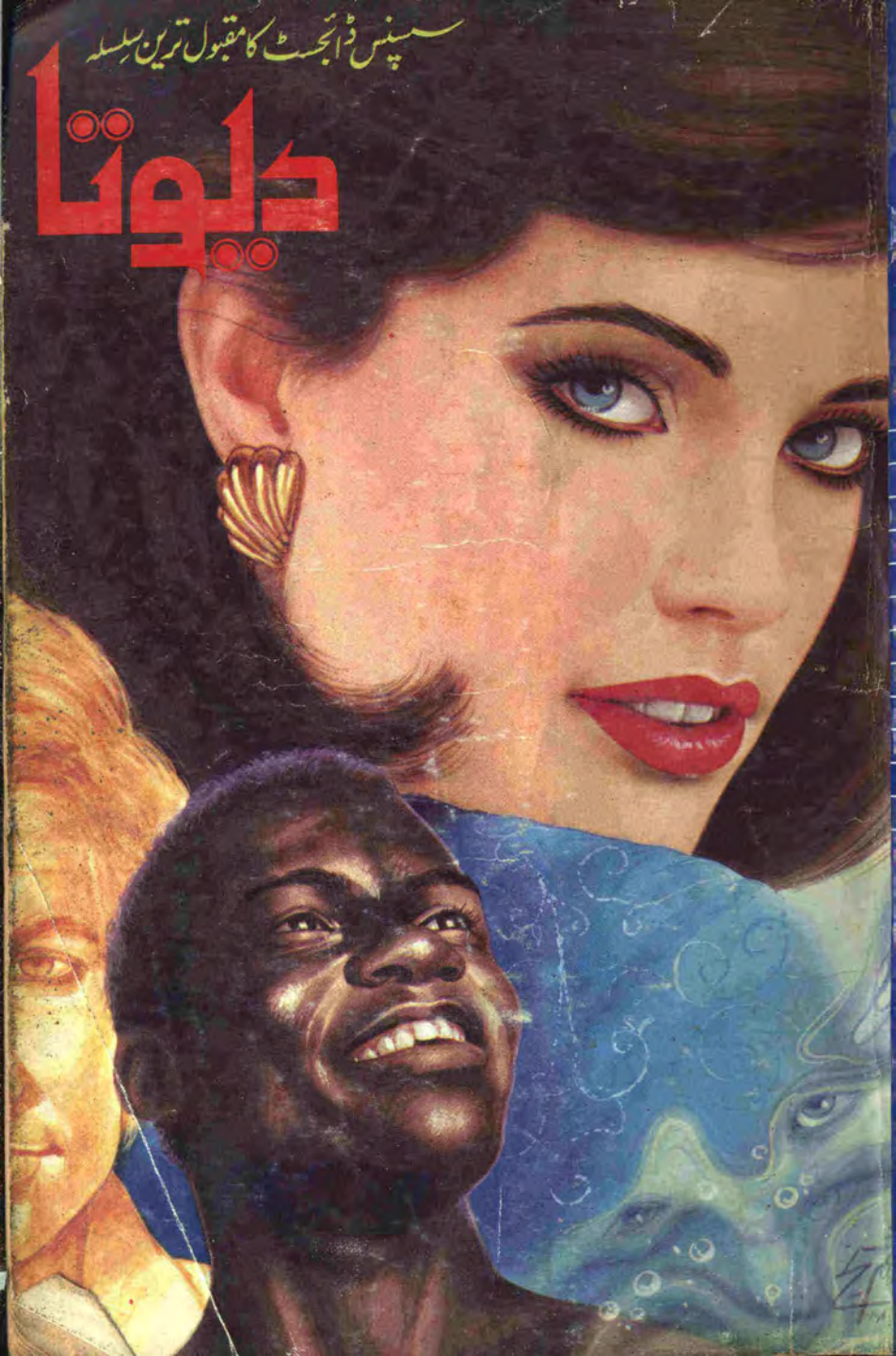

سسپنس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی

سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

دیوتا

ساتواں حصّہ

راوی:۔ فرہاد علی تیمور

مُصنّف:۔ محیّ الدّین نواب

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۔ کراچی۔۱

دلوٹا

فرہاد علی تیمور

اس نے میرے سینے کی دیوار سے اپنے سر کو بار بار ٹکراتے ہوئے کہا: "بے ایمان، دغا باز! اتنے دنوں سے کہاں تھے؟ کیا میری یاد کبھی نہیں آئی تجھ؟"

"تمہاری یاد بار بار آئی اور ہر بار میں کسی نہ کسی بہانے خیال خوانی کے ذریعے تمہارے پاس پہنچتا رہا۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم صرف مجھے بہلانے کے لیے خیالی رابطہ قائم کرکے چلے آتے تھے۔ پھر کچھ باتیں کرکے کچھ چھیڑ چھاڑ کرکے چلے جاتے تھے۔ تم نے مجھے بس بہلاوے کی ایک چیز بنا لیا ہے۔"

"سونیا! تم ایسی چیز ہو جس سے میں بہل تو جاتا ہوں لیکن تمہیں نہیں بہلا سکتا۔"

کبھی وہ بول رہی تھی اور میں سن رہا تھا۔ کبھی میں بولتا تھا اور وہ سنتی تھی۔ کبھی وہ شکایتیں کرتی تھی تو میں نرمی سے محبت سے اس کی شکایتوں کو بھلا دیتا تھا۔ وہ مجھے کیا ملی کہ میرا ماضی مجھے مل گیا۔ پہلی ملاقات سے لے کر آج تک کی ملاقات میں جتنے راز و نیاز تھے، جتنے دلربائی کے انداز تھے وہ ایک ایک کرکے لوٹ آئے تھے۔ مجھے ایک گمشدہ خزانہ مل گیا تھا۔

اس رات ہمارے سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا نیند ہماری آنکھوں سے اڑ گئی تھی۔ سونیا بھری شکایتیں تھیں اور ان شکایتوں کے کچھ ایسے جواب تھے جو صحیح نہ ہوتے ہوئے بھی محبت کے واسطے سے قبول کیے جا رہے تھے اور وہ قبول کر رہی تھی۔ میری ہر غلطی کو اور میرے ہر جائی پن کو نظر انداز کر رہی تھی۔ بار بار یہ وعدہ لے رہی تھی کہ اب میں اسے چھوڑ کر نہیں جاؤں گا اور نہ ہی وہ مجھے موقع دے گی کہ میں اسے چھوڑ کر جاؤں۔

ہم نے بہت ساری باتیں کیں۔ پھر بھی بہت ساری باتیں رہ گئیں۔ رات چھٹی پڑ گئی جب صبح قریب آنے لگی تو میں نے کہا: "سونیا! میں تو ہمیشہ تمہیں اپنی دھڑکنوں سے لگائے رکھنا چاہتا ہوں لیکن میں مجبور ہوں کہ تم اکیلی میری زندگی میں نہیں آئی ہو۔ رس ونتی بھی ہے۔ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے اور ایک عورت کسی کو جب اپنا سب کچھ سمجھ لیتی ہے تو تم ایک عورت کی حیثیت سے رسونتی کے دل کی بات کو بھی سمجھ سکتی ہو؟"

سونیا نے ذرا روٹھتے ہوئے انداز میں کہا: "وہ مرجانہ بھی تو ہے۔ اسے کیوں بھول رہے ہو؟"

"مرجانہ کی بات یہ ہے کہ وہ عورتوں کے سے انداز میں نہیں سوچتی ہے اور نہ ہی اس انداز سے محبت کرتی ہے۔ ابھی ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ وہ میری بھولی باتوں کی فہرست میں آتی ہو۔ میں تو صرف تمہاری اور رسونتی کی بات کر رہا ہوں۔"

"فرہاد! جب تم مجھ سے باتیں کیا کرو تو باتیں بنانے کے فن سے باز آ جایا کرو۔ تم جو مرجانہ کے متعلق تقریر کر رہے ہو، تو سونیا اس تقریر کے فریب میں آنے والی نہیں ہے۔ میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ وہ بے چاری روحانہ بھی پتھر تھی پتھروں جیسی زندگی گزار رہی تھی۔ تم نے اسے عورت بنا دیا۔ یہی مدعا شی مرجانہ سے بھی کرو گے۔ میں پیشگوئی کرتی ہوں تم اسے ابھی سے لکھ کر رکھ لو۔"

"تم تو حالات کو سمجھتی نہیں ہو اور خواہ مخواہ بحث کرتی ہو۔ بڑی نجومیوں کی طرح پیشین گوئی کرنے لگی ہو۔ سمجھو اگر حالات ایسے ہوئے کہ اس کے اندر خود عورت پن پیدا ہو جائے شاید ہو رہا ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ کیا میں اس سے دور بھاگنا شروع کر دوں گا؟"

"ہمیں تو یہی چاہیئے کہ دوستی کم سے کم ہو۔ تمہارے دوستوں کا حلقہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور وہ جو دوست ہوتے ہیں، وہ زنانہ دوست ہوتے ہیں۔ آخر مرجانہ کو دوست بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

"یوں اگر سوال کیا جائے تو پھر یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ سونیتی کو میں نے دوست کیوں بنایا۔ پھر اس سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ میں نے سونیا کو دوست کیوں بنایا؟ اگر ان سب کی دوستی کے پیچھے جھانک کر دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ ان میں ایسی ایسی خوبیاں تھیں، ایسی صلاحیتیں مخفی تھیں جو عام عورتوں سے ہٹ کر ہیں۔ یہ بات تم ثابت نہیں کر سکتیں کہ مجھے سونیا، سونیتی یا مرجانہ کے حسن و شباب نے اپنی طرف کھینچا ہے۔ نہیں، حسن و شباب نواس دنیا کے مہک ہیں، ہر گلی کوچے میں بکھرا پڑا ہے لیکن سونیا، سونیتی اور مرجانہ بہت مشکل سے کہیں کہیں نظر آتی ہیں اور جب ایسی ہستیاں نظر آتی ہیں تو میں انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا میں باصلاحیت ہستیوں کی قدر کرتا ہوں۔ خواہ وہ عورت ہو یا مرد۔"

"اونہہ۔ تمہاری زندگی میں باصلاحیت عورتیں ہی آتی رہی ہیں، کبھی کوئی مرد بھی آیا ہے؟"

"تم سے بات کرتے وقت تو کھوپڑی کے اندر دماغ ہل جاتا ہے۔ بھئی اسی موضوع پر دوسرے انداز میں گفتگو کرو۔ مجھے طعنے نہ دو۔ مثلاً کس انداز میں تمہارے ساتھ گفتگو کی جائے؟"

اس انداز میں کہ میرے ساتھ اب تین عورتیں وابستہ ہیں۔ تینوں کی دوستی مجھے عزیز ہے۔ اب فیصلہ یہ ہونا ہے کہ میں تینوں کے ساتھ کیسے دوستی نبھا سکتا ہوں۔ تم تو وضاحت چاہو گی۔ میں وضاحت سے نہیں دوں گا کسی کے ساتھ دوستی نبھانا ہے، کسی کے ساتھ محبت اور کسی کے ساتھ فرض۔

"مجھے ادھار باتیں نہ کرو۔ صاف صاف کہو، کس کے ساتھ دوستی نبھانا ہے، کس کے ساتھ محبت اور کس کے ساتھ فرض ادا کرنا ہے؟"

"بھئی صاف بات یہ ہے۔ مرجانہ سے دوستی۔ تم سے محبت اور سونیتی کے ساتھ فرض ادا کرنا ہے۔"

وہ اچانک ہی اٹھ کر بیٹھ گئی پھر غصے سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولی "تمہارے جیسا جھوٹا، مکار تو میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ تم سونیتی سے فرض نبھانے کی بات کر رہے ہو۔ حالانکہ سونیتی کے تو تم دیوانے ہو گے۔ اس پر تو ایسی محبت آتی ہو گی کہ شاید ہی کسی پر آتی ہو۔"

"بھئی، کیوں ایسی محبت آتی ہو گی۔ کوئی وجہ تو ہونی چاہیئے۔"

"سب سے بڑی وجہ یہ کہ وہ بے حد حسین ہے۔ میں ایک عورت ہو کر کہہ رہی ہوں کہ میں بھی ایسی نہیں ہوں اور میں نے سونیتی جیسا حسن اب تک نہیں دیکھا۔ مرجانہ کو میں نے نہیں دیکھا، لیکن میں یقین سے کہتی ہوں کہ مرجانہ سونیتی کے حسن کی مثال نہیں پیش کر سکے گی۔ تو پھر تم اس پر کیسے نہیں مرو گے۔ میرے سامنے مجھے بہلانے کے لئے یہ کہہ رہے ہو کہ فرض نبھاؤ گے۔ اسٹوپڈ شیطان۔ اب اگر تم نے مجھے بے وقوف بنانے والی باتیں کیں تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "اچھا موقع ہے۔ جتنا چاہو منہ توڑ دو۔ کیونکہ ڈاکٹر میرا دوسرا منہ بنانے والا ہے۔ دیکھو سونیا غصہ دکھانے سے کام نہیں چلے گا۔ تم اب تک ہزاروں بار غصہ دکھا چکی ہو اور اسی غصے میں آ کر مجھے مینجری بھی اختیار کر چکی ہو۔ مگر نتیجہ کیا ہوا۔ دنیا گول ہے ہم گھوم پھر کر پھر ایک دوسرے کے روبرو آ جاتے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے بغیر رہ نہیں سکتے۔ اس لئے غصے کے بجائے ٹھنڈے دماغ سے سوچو کہ کیا ہونا چاہیئے۔"

تم میرے دماغ کو ٹھنڈا کب رہنے دیتے ہو؟ کیا تم مجھ سے اپنی بھلائی کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکتے؟"

"چلو وعدہ کرتا ہوں کہ اب ایسی کوئی بات نہیں کروں گا، جو تمہیں چبھے۔"

"تو پھر اقرار کرو کہ سونیتی سے بھی تمہیں بے حد محبت ہے۔"

"اگر تمہارے اندر عورتوں والا حسد اور جلاپا نہ ہو تو میں اقرار کرتا ہوں۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولی۔ "آخر ہو نا مرد۔ ایک روٹی سے کبھی پیٹ نہیں بھرے گا۔" پھر وہ ہاتھ جوڑ کر بولی "میں تم سے ہار گئی۔ اب نہ تو غصہ کروں گی۔ نہ غصہ دکھاؤں گی۔ بس اتنا چاہتی ہوں کہ مجھ سے دور نہ رہو۔ ہم ایک ساتھ زندگی گزاریں گے اور ایک ساتھ زندگی گزارنے کے لئے خواہ مجھے کسی سوکن کو برداشت کرنا پڑے تو کروں گی۔ مگر اب تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکتی۔ اتنی مدت کے بعد ملنے آئی ہے کہ میں تمہارے ساتھ رہ کر ہی تمہارے کل پرزے درست رکھ سکتی ہوں۔ تمہیں زر پابند بنا کر آئندہ کسی نئی دوستی سے روک سکتی ہوں اس لئے اب بہرحال میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

"اور وہ سپر ماسٹر کی تنظیم کا کیا ہو گا؟"

"میں تمہارے لئے ساری دنیا کو ٹھکرا دوں گی۔ یہ سپر ماسٹر کی تنظیم کیا اہمیت رکھتی ہے۔ ہم اس کے متعلق سوچ لیں گے کہ ہمیں سپر ماسٹر سے کس طرح نمٹنا ہے۔"

"اس طرح نمٹنا ہے کہ آئندہ سپر ماسٹر کی تنظیم سے یا کسی اور تنظیم سے ٹکرانے کی نوبت نہ آئے۔ میں تجربائی طور پر اب تم لوگوں کے ساتھ ایک سماجی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ تھوڑی سی گھریلو زندگی بھی بسر کر کے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم جرائم کی دنیا سے نکل جائیں۔"

وہ بولی: "جرائم کہاں نہیں ہوتے۔ ہمارا جو سماج ہے۔ خواہ وہ یورپ کا ہو، یا ایشیا کا۔ کہیں بھی کوئی بھی سماج جرائم سے پاک نہیں ہے۔ تم بے شک ہمارے ساتھ سماجی زندگی گزار کر دیکھو۔ تمہیں وہاں بھی کسی نہ کسی طرح جرائم کی بو سونگھنے کو اور تم مجبور رہو گے کہ ان جرائم سے نمٹنے کے لئے پھر فرہاد علی تیمور بنتے رہو۔"

"سونیا! جب وہ وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ اکثر میں سوچتا ہوں کہ جب میں اپنی آپ بیتی لکھوں گا تو وہ جرائم سے بھرپور ہو گی۔ پڑھنے والے سوچیں گے کہ میں نے کبھی شرفاء کی دنیا میں رہ کر ایک اچھی، گھریلو، محبت بھری زندگی نہیں گزاری تو میں تجربہ کے طور پر یہ بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ دنیا کے کس حصے میں شریف لوگ بستے ہیں اور میں کس طرح شریفانہ زندگی گزار سکتا ہوں۔ یہ ایک دلچسپ تجربہ ہو گا۔ میرے لئے بھی اور میرے پڑھنے والوں کیلئے بھی۔"

"ہوں۔ تو تم ہم تینوں کے ساتھ زندگی گزارو گے؟"

"ہاں! لیکن ظاہر ہے میری ایک ہی ہتھیلی پر آگ، پانی اور ہوا ساتھ رہ سکیں۔"

"یہ تو ہمیں نظر نہیں آتا۔ لیکن ہم عورتیں ہیں۔ آگ، پانی اور ہوا تو نہیں ہیں۔ محض مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ اگر میری طرح سونیتی اور مرجانہ بھی فراخدلی کا ثبوت دیں تو ہم سب مل کر ایک اچھی زندگی گزار سکتے ہیں۔"

"ان دونوں کو یہاں آنے دو تو ان سے بھی پوچھ لیا جائے گا۔ کل صبح کی فلائیٹ سے سونیتی یہاں پہنچنے والی ہے۔ کیا تم اس کا بھی استقبال کرو گی؟"

"ضرور کروں گی۔ میں اسے دشمن نہیں سمجھتی۔ پہلے میں نادان تھی کہ خواہ مخواہ اسے دشمن سمجھ بیٹھی۔ رفتہ رفتہ سمجھ میں آیا کہ قصور تو سارا تمہارا ہے۔ تمہاری وجہ سے میں دوسری عورتوں سے خواہ مخواہ جلنے لگتی ہوں۔ اگر تم کسی میں دلچسپی نہ لو تو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں کسی عورت کو اپنی سوکن سمجھوں۔ بہرحال میں سونیتی کا شاندار استقبال کروں گی اور اس کے شایانِ شان اس کی رہائش کا انتظام کروں گی۔"

"دن نکل آیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیں تھوڑی دیر کے لئے سو جانا چاہیئے۔"

"میں پہلے معلوم کروں گی کہ سونیتی کا جہاز یہاں کس وقت پہنچ رہا ہے؟"

"یہ معلوم کرنے کے لئے تم یہاں سے اٹھ کر کسی ٹیلی فون کے پاس جاؤ گی۔ وہاں سے ریسیور اٹھاؤ گی۔ نمبر ڈائل کرو گی۔ کسی ایئر کمپنی سے رابطہ قائم کر کے اس سے پوچھو گی کہ یہاں سے آنے والا جہاز یہاں کس وقت پہنچنے والا ہے۔"

"ہاں! یہ تو کرنا ہی ہو گا۔"

"ذرا چپ رہو۔ میں ابھی معلوم کر لیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں ممی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے ممی سے پوچھا "آپ کا یہ طیارہ کس وقت پیرس پہنچ جائے گا۔ آپ کو تو باقاعدہ وقت بتایا گیا ہو گا؟"

"ہاں بیٹے، مجھے کیا سارے مسافروں کو بتایا گیا ہے کہ ہم صبح آٹھ بجے پیرس پہنچ جائیں گے۔"

"شکریہ ممی! بس اتنا ہی معلوم کرنا تھا۔"

یہ کہہ کر میں سونیتی کے دماغ میں پہنچا۔ پھر اس سے بولا "دیکھو رستی! جب تم پیرس پہنچو گی تو سونیا تمہارا استقبال کرنے آئے گی۔ کیا تم اسے دیکھ کر خوشی کا اظہار کرو گی؟"

"اگر وہ دوست بن کر آئے گی تو میں یقیناً خوشی کا اظہار کروں گی ورنہ آج کل تو میں بہت کمزور ہوں۔ اس کے مقابلے میں ہاتھ پاؤں نہیں مار سکتی۔ اپنی صلاحیتیں استعمال نہیں کر سکتی۔ اس نے اگر دشمنی کی تو کیا ہو گا؟"

"وہ بہت ہی دوستانہ انداز میں تم سے ملاقات کرے گی اور تمہاری رہائش کا انتظام کرے گی۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اور سونیا مجھ سے کبھی غلط وعدہ نہیں کرتی۔ وہ تمہاری پوری طرح حفاظت کرے گی۔"

"تمہاری باتوں سے پتہ چل رہا ہے کہ سونیا میرا استقبال کرنے آئے گی اور تم ایئرپورٹ نہیں آؤ گے۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں ضرور آؤں گا لیکن خفیہ سونیا کی بات اس لئے کہہ دی کہ پہلے تم دونوں کے درمیان بڑے اختلافات تھے۔ بہرحال ہم صبح آٹھ بجے ایئرپورٹ پر تمہارا انتظار کریں گے اور تمہارا استقبال کریں گے۔ اس وقت جا رہا ہوں خدا حافظ!"

یہ کہہ کر میں سونیا کے پاس آیا اور اسے بتایا کہ صبح آٹھ بجے وہ جہاز یہاں پہنچنے والا ہے۔

یہ کہہ کر ہم نے رسٹ واچ کو دیکھا۔ ساڑھے چھ بجنے والے تھے۔ سونیا نے کہا "اب تو سونا نصیب نہیں ہو گا کیونکہ صرف ڈیڑھ گھنٹہ رہ گیا ہے اور ڈیڑھ گھنٹے میں رسونتی کے استقبال کے لئے انتظامات کرنے ہیں۔ چلو اٹھو! تم اپنے طور پر تیار ہو جاؤ میں ابھی آتی ہوں۔"

میں بھی اٹھ کر غسل خانے میں چلا گیا ــــ کیونکہ مجھے بھی اپنے طور پر تیار ہونا تھا۔ خیال خوانی کے فرائض بھی تھے۔ میں نے غسل خانے سے باہر آنے تک سونیا کی سوچ پڑھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیسے انتظامات کر رہی ہے۔ اس نے میرے پاس سے جاتے ہی ٹیلی فون کے ذریعے ماسٹر موس ٹرفنی سے رابطہ قائم

کیا تھا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے ماسٹر سے پوچھا تھا "کیا تمہیں معلوم ہوگیا ہے کہ میں فرہاد کو تلاش کر چکی ہوں؟"

"جی ہاں، مادام، ابھی آپ کے ماتحت نے رپورٹ پہنچائی ہے کہ فرہاد صاحب دراصل طارق عمر کے چہرے کے پیچھے چھپے بیٹھے تھے اور ہم انہیں سمجھ نہیں سکے۔"

"میں تو بہت پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ بس اقرار کروانا چاہتی تھی اور اعتراف کرانے کے لئے بڑے بڑے پاپڑ بیلنے پڑے ہیں۔ بہرحال تمہارے لئے ایک خوشخبری ہے کہ تم اپنے سپر ماسٹر کی نظروں میں بہت زیادہ اہمیت اختیار کرنے والے ہو۔"

"وہ کیسے مادام؟ میں وہ خوشخبری ضرور سننا پسند کروں گا۔"

"خوشخبری یہ کہ ایک تو میں تمہارے شہر میں پائی گئی تھی اور تم نے مجھے اس طرف مائل کرلیا کہ میں تمہاری تنظیم میں شامل ہو جاؤں۔ بہرحال ابھی تو میں تنظیم میں شامل ہونے کی بات نہیں کر رہی ہوں لیکن تمہارے ہی شہر میں فرہاد بھی دستیاب ہوگیا ہے۔"

"ہاں مادام! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ فرہاد صاحب ایسے علاقے میں آئے جہاں کا میں ماسٹر ہوں۔"

"اس سے بھی آگے ایک اور خوشخبری ہے اور وہ یہ کہ جو بیٹی جانے والی رسونتی کل صبح آٹھ بجے یہاں پہنچ رہی ہے۔"

ماسٹر موس ٹرونی جیسے خوشی سے اچھل پڑا۔ حیرانی سے بولا "کیا واقعی مادام! کیا رسونتی صاحبہ یہاں صبح آٹھ بجے پہنچنے والی ہیں؟"

"ہاں! وہ فرہاد سے ملنے آرہی ہے۔ لہٰذا ہمیں اس کا شایانِ شان استقبال کرنا ہے۔"

"مادام! آپ فکر نہ کریں۔ میں ایسا استقبال کروں گا کہ سپر ماسٹر بھی خوش ہوجائے گا۔ اوہ کاش! ہمیں پہلے معلوم ہوتا۔ ہم ان کے لئے خاص طور پر طیارہ روانہ کرتے۔ وہ عام مسافر بردار طیارے میں آرہی ہوں گی۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ طیارہ یہاں آنے سے پہلے استنبول اترے گا۔ ہم وہاں سے مادام رسونتی کو چارٹرڈ طیارے میں لے کر پیرس آئیں؟"

"ہاں۔ ایسا ہوجائے تو کیا کہنے ہیں؟"

"ایسا ہوسکتا ہے مادام! میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔ جب استنبول میں طیارہ اترے گا تو وہاں ایک خوبصورت طیارے میں رسونتی صاحبہ کو سوار کرایا جائے گا۔ وہاں ان کی ضرورت کا تمام سامان مہیا کیا جائے گا۔ ان کے لئے ہندوستانی خادمائیں حاضر کی جائیں گی اور انہیں کسی قسم کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا جائے گا۔ آپ مجھے اجازت دیں مجھے ابھی بہت سے کام کرنے ہیں۔"

سونیا رابطہ ختم کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا "موس ٹرونی سے کہو کہ رسونتی ان دنوں جا رہی ہے۔ لہٰذا اس اسپیشل طیارے میں بہترین تجربہ کار ڈاکٹروں اور نرسوں کو بھی موجود ہونا چاہئے۔"

سونیا نے یہی بات موس ٹرونی کو بتائی۔ اس نے دعوٰی کیا کہ یہ سارے انتظامات ہوجائیں گے لیکن اس کے لئے کافی وقت لگے گا۔ سپر ماسٹر کو اطلاع دینی ہے۔ اس کی طرف سے بھی مزید احکامات ملنے کی توقع ہے۔ بہرحال وہی ہوگا جو آپ چاہتی ہیں اور ہماری بھی خواہش ہے کہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے شہر میں موجود رہیں اور ہمارا مان بڑھے۔"

سونیا نے پوچھا "تم اندازے سے بتاؤ کہ رسونتی پیرس کب تک پہنچ جائے گی؟"

اس نے کچھ دیر سوچ کر کہا "اندازاً آٹھ گھنٹے کے بعد ہی پہنچ سکیں گی۔ اس سے زیادہ بھی وقت لگ سکتا ہے۔ ویسے میں سپر ماسٹر کو اطلاع دینے کے بعد آپ کو صحیح وقت بتا سکوں گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ سونیا میری طرف واپس آنے لگی۔ میں بھی غسل خانے سے نکل کر آگیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو میں نے کہا ——— اگر رسونتی کے یہاں پہنچنے میں کم از کم چار گھنٹے لگیں گے تو ——— ہم تین گھنٹے تک اپنی نیند پوری کرلیں۔ اس کے بعد تازہ دم ہو کر یہاں سے نکلیں گے۔"

وہ مجھ سے بولی "اتنی جلدی تو میں سو نہیں سکوں گی۔ بہتر یہ ہے کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے سلا دو اور میرے جاگنے کا وقت مقرر کردو۔"

مجھے یاد آیا کہ جو شخص کبیر بیدل اور رگھو سے ملنے کے لئے ہندوستان گیا ہوا ہے، اس سے بھی رابطہ قائم کرنا ہے اور وہ تقریباً ہندوستانی وقت کے مطابق گیارہ بجے کبیر بیدل کے پتے پر ملنے جائے گا۔ اس لحاظ سے مجھے یہاں پونے سات بجے اس سے رابطہ قائم کرنا تھا۔ میں نے سوچ سمجھ کر پہلے سونیا کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ پھر میں نے اپنے لئے تقریباً پون گھنٹہ سونے کا وقت مقرر کیا اور آنکھیں بند کرکے گہری نیند میں ڈوب گیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو نیند کا خمار آنکھوں میں بھرا ہوا تھا دماغ بوجھل سا تھا۔ جی نہیں چاہتا تھا کہ جلدی بیدار ہوجائے کیونکہ رات بھر کی تھکن بھی تھی لیکن کام بھی ضروری تھا۔

جب میں اس شخص کے دماغ میں پہنچا تو وہ کبیر بیدل کی ڈائکلاف تک پہنچ چکا تھا اور دلی پر آملے میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ ملازم نے اسے بیٹھنے کے لئے کہا تھا۔ مجھے تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ پھر اس شخص کو بلایا گیا جب وہ ڈرائنگ روم میں پہنچا تو وہاں ایک بوڑھا سا شخص نظر آیا۔ جس کی عمر تقریباً پچاس برس ہوگی۔ اس شخص نے پوچھا "تم کس سے ملنے آئے ہو؟"

آنے والے نے کہا "میں کبیر بیدل صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں اور پاکستان سے آیا ہوں۔"

"میں ہی... کبیر بیدل ہوں۔ بتاؤ کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

"میں آپ کو سائرہ بانو اور اس کی بیٹی کے متعلق اطلاع دینے آیا ہوں۔"

سائرہ بانو کا نام سن کر وہ چونک گیا۔ پھر اس نے پوچھا "کون سائرہ بانو؟ تم کس کا ذکر کر رہے ہو؟"

"میں بیگم نواب سلامت علی کی بات کر رہا ہوں۔ ان دنوں وہ پیرس میں ہیں اور ان کی بیٹی ان کے پاس ہے۔ انہوں نے پیرس کا پتہ مجھے لکھ کر دیا ہے تاکہ میں یہ آپ کے پاس پہنچا دوں۔ انہوں نے آپ کو وہاں آنے کی دعوت دی ہے۔"

یہ کہہ کر اس شخص نے اپنی جیب سے کاغذ کا ایک پرزہ نکالا۔ جس پر پیرس کا وہ پتہ درج تھا جہاں سائرہ بانو کی رہائش ہوتی تھی۔ کبیر بیدل نے اس کاغذ کے پرزے کو لے کر پڑھا۔ پھر سر ہلا کر بولا۔ "یہ پتہ تو مجھے معلوم ہے۔ میں سائرہ بانو کی طرف سے باخبر رہتا ہوں۔ لیکن مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ اس نے خود ہی مجھے پیرس آنے کی دعوت دی۔ جبکہ وہ مجھ سے بے حد خوف زدہ رہتی تھی۔"

"جناب! میں نہیں جانتا کہ یہ کیا چکر ہے۔ میں تو حکم کا بندہ ہوں۔ مجھے جو حکم دیا گیا وہ میں نے یہاں پورا کیا۔ اب مجھے آپ اجازت دیجئے۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا۔ کبیر بیدل نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ میں بھی اس شخص کے دماغ سے نکل آیا۔ کبیر بیدل کا لب لہجہ میرے ذہن میں نقش ہوگیا تھا۔ میں پھر کسی وقت اسے ٹٹول کر اس کی پوری سرگزشت معلوم کرسکتا تھا اور اسے پیرس لانے کے انتظامات کرسکتا تھا۔ ابھی تو سونے کا جی چاہ رہا تھا لیکن وہ شخص اب رگھو کی تلاش میں نکلا تھا۔ مجھے ذرا صبر کرنا پڑا کہ کچھ دیر بعد رگھو سے بھی مل لیا جائے۔

جب وہ شخص تقریباً بیس منٹ بعد اس پتے پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ رگھو نامی شخص یہاں رہتا تھا لیکن اب یہ بمبئی چلا گیا ہے اور بمبئی جیسے شہر میں کہاں رہتا ہے؟ کوئی نہیں جانتا۔

رگھو کے نہ ملنے کا تو دکھ تو ہونا چاہئے تھا لیکن اس وقت مجھے خوشی ہوئی کہ چلو بلا ٹل گئی۔ اسے پھر کسی وقت کسی طرح گھوش کیا جاسکتا ہے۔ ابھی تو نیند کا زور ہے۔ یہ سوچ کر میں نے مارٹر موس ٹرونی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اور یہ معلوم کیا کہ رسونتی کب تک یہاں پہنچ سکتی ہے۔ پتہ چلا کہ وہ دن کے ایک بجے تک یہاں پہنچ سکے گی۔ اسی کے مطابق میں نے سونیا کے دماغ میں جاگنے کے لئے ساڑھے گیارہ بجے کا وقت مقرر کیا۔ پھر اپنے دماغ کو بھی وہی ہدایت دی اور سو گیا۔

ساڑھے دس بجے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے کمرے کا اندر سے لاک کیا تھا کیونکہ ڈاکٹر میکی نیا ڈلے نے باہر سے کھول لیا تھا اور اندر آکر مجھے بیدار کرنا چاہتا تھا۔ پھر وہ سونیا کو ——— دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ میری آنکھ کھل گئی تھی۔ میں نے مسکرا کر اٹھتے ہوئے کہا "آجائیے! میں رات کو دیر تک جاگتا رہا تھا۔ اس لئے اتنی دیر تک سوتا رہ گیا۔"

ڈاکٹر نے کہا "میرے زیر علاج رہ کر وقت کے پابند رہا کرو۔ ورنہ میرے لئے بڑی مشکلات پیدا ہوجائیں گی۔ آج میں تمہارے چہرے پر کچھ ضروری کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"ڈاکٹر! کچھ ایسی مجبوری ہوگئی تھی کہ میں رات کو سو نہ سکا۔ آپ تو دیکھ ہی رہے ہیں کہ مادام سونیا یہاں موجود ہیں۔ بہرحال میں آئندہ آپ کے بتائے ہوئے وقت کی پابندی ——— کرتا رہوں گا۔ ویسے کیا آج مجھے آپ کے ہسپتال سے چھٹی مل سکتی ہے؟"

"کیوں؟ چھٹی کس لئے چاہئے؟"

"میری ایک بہت ہی عزیز ترین فرینڈ یہاں سے یہاں پہنچ رہی ہے۔ میں اس کے استقبال کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ وہ بہت ہی مشہور ہستی ہے۔ اس کے استقبال کے لئے مادام سونیا اور بڑے بڑے لوگ ایئرپورٹ جائیں گے۔"

"جب اتنے بڑے لوگ جا رہے ہیں تو تمہارے جانے کی کیا ضرورت ہے اور اگر وہ تمہاری فرینڈ ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ ہسپتال آکر تم سے ملاقات کرے۔ کوئی زیر علاج مریض ہسپتال سے باہر نہیں جاسکتا۔"

"ابھی آپ نے کام شروع نہیں کیا ہے۔ اگر ایک دن اور گزر جاتا اور کل سے آپ کام شروع کرتے تو کیا رہتا؟"

"ویسے تو ایک مہینے اور ایک سال بعد بھی کام شروع کریں تو اچھا ہی رہے گا۔ جب تم چہرے پر تبدیلی چاہو گے، اسی وقت ممکن ہوسکے گی۔ میں بھلا اپنی مرضی سے کرنے والا کون ہوتا ہوں؟"

"ڈاکٹر! یہ بات نہیں ہے۔ میں آپ ہی کی مرضی اور آپ ہی کے پروگرام کے مطابق پلاسٹک سرجری کے مرحلے سے گزرنا چاہتا ہوں۔ آپ کہیں گے تو میں ہسپتال سے نہیں جاؤں گا۔"

"میں اصول کا بہت پابند ہوں اور یہی تم سے بھی توقع کرتا ہوں۔ تم اپنے دوستی کے جذبات کو بالائے طاق رکھو اور اپنے دوست کو مجبور کرو کہ وہ تمہارے پاس آئے۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے سونیا کو بیدار کیا۔ تو وہ انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھی۔ اس نے وقت پوچھا میں نے بتایا۔

گی یا بھیجنے والے ہیں؟"

وہ حیرانی سے بولی: "ہمیں اتنی دیر تک سہتے رہے گئے۔ اب میں اپنے بنگلے میں جاؤں گی۔ تم بھی چلو۔ ہم دونوں وہیں سے تیار ہو کر ائیرپورٹ جائیں گے۔"

"میں ہسپتال سے کہیں نہیں جا سکوں گا۔ ڈاکٹر نے منع کیا ہے۔"

"واہ۔ ڈاکٹر بھلا منع کرنے والا کون ہوتا ہے۔ کیا تم گھنٹے دو گھنٹے کے لیے بھی باہر نہیں جا سکتے۔ وعدہ تو زیادہ پابند تو نہیں کر سکتا۔"

"کہتے ہے۔ وہ میرے چہرے کی جیسے اسٹڈی کر رہا ہے اور آج بھی میرے چہرے پر جو کچھ کام کرنا چاہتا ہے۔ اس کے پیشِ نظر مجھے اس کے حکم کی تعمیل کرنا چاہئے۔ پھر یہ کہ بحیثیت مریض مجھے اپنے ڈاکٹر کو زیادہ سے زیادہ سہولت پہنچانا چاہئے۔ یہ تمہارا بھی فرض ہے کہ اس کے کام میں حائل نہ رہو۔"

"تم نہ جانا چاہو تو دوسری بات ہے۔ ورنہ میں ڈاکٹر سے اجازت حاصل کر سکتی ہوں۔"

"اجازت تو میں بھی حاصل کر سکتا ہوں لیکن اس وقت بھی تیار ہونے کے لئے کہا ہے۔ وہ میرے چہرے پر کوئی نیا کام کرنا چاہتا ہے۔ اور میں اس کام میں رکاوٹ پیدا کرنا نہیں چاہتا۔"

سونیا ناراض ہو کر تنہا وہاں سے چلی گئی۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وقتاً فوقتاً اس سے دماغی رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔ سونیا کے جانے کے بعد میں نے منہ ہاتھ دھویا۔ پھر لباس تبدیل کیا۔ اسی دوران میں نے رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ اور ممی استنبول میں تھیں۔ ان کے لئے بڑا اہتمام کیا گیا تھا۔ ایک بہت بڑی عمارت میں انہیں ٹھہرایا گیا تھا۔ ہندوستانی خوراکیں اور مردان کی خدمات کے لئے مقرر کئے گئے تھے اور ایسی ہندوستانی عورتیں بھی تھیں جو آرائشِ حسن کا تجربہ رکھتی تھیں۔ انہوں نے رسونتی کی چوٹی گنگھی کی تھی۔ اسے میک اپ کے ذریعے بنا سنوار کر نکھار دیا تھا اور اس کے آگے ایک سے ایک ساڑھیاں رکھی ہوئی تھیں جسے وہ زیب تن کرنے کے لئے انتخاب کر رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ بہت خوش ہوئی۔ کہنے لگی: "دیکھو فرہاد! تمہاری وجہ سے میری کتنی عزت ہو رہی ہے۔ ممی بھی خوشی سے پھولی نہیں سما رہی ہیں۔"

"یہ میری نہیں، تمہاری اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے ہے۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ تم خطرناک حد تک تیلی پیتی میں مہارت رکھتی ہو۔ ابھی جا رہو تو کیا ہوا۔ جب مکمل طور پر صحت یاب ہو گی تو پھر تمہاری صلاحیتیں لوٹ آئیں گی اور تم دشمنوں کے لئے خطرہ بن جاؤ گی۔ اسی لئے خوشامد طور پر تمہارا استقبال کیا جا رہا ہے تمہاری زیادہ سے زیادہ خدمت کی جا رہی ہے۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ خوش رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے تاکہ تم دوست بن کر رہو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا ان لوگوں سے دوستی کرنا ہے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب میرا چہرہ تبدیل ہو جائے گا اس کے بعد ہم باقاعدہ مذاکرات کریں گے اور اپنے ارادے ظاہر کریں گے کہ ہم مستقبل میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا کرنا چاہتے ہو فرہاد؟"

"یہ ابھی میں نے نہیں سوچا۔ ہاں یہ جو پلاسٹک سرجری سے گزرنے کے لئے ایک ماہ کا وقت لگے گا تو اس دوران سوچ لوں گا۔ فیصلہ کر لوں گا بلکہ ہم سب مل کر فیصلہ کریں گے اور کسی ایک نتیجے پر پہنچیں گے۔ بہرحال، ابھی میں جا رہا ہوں۔ پھر تمہارے پاس آؤں گا۔"

میرے لئے ناشتہ آیا۔ اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر میکی رابرٹس بھی آ گیا۔ اس نے کہا: "میں نے خود ہی چیک کیا ہے۔ ناشتہ بالکل ٹھیک ہے۔ کسی قسم کا مذاق نہیں ہے۔"

میں نے ناشتہ شروع کرتے ہوئے کہا: "اب کسی مذاق کی بات نہیں ہو گی۔ سونیا نے مجھے دریافت کر لیا ہے۔"

ڈاکٹر نے حیرانی سے پوچھا: "کیا واقعی؟"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: "ہاں! ڈاکٹر! وہ بہت ذہین ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے ڈاکٹر کو بتایا کہ اس نے کس طرح مجھے پچھلی رات دریافت کیا تھا۔ اگر اس کی جگہ کوئی دوسری ہوتی یا تو وہ ——— مجھ پر شبہ کرنے کے باوجود یہ ثابت نہیں کر سکتا تھا کہ میں فرہاد ہوں اور نہ ہی مجھ سے اقرار کرا سکتا تھا لیکن اس نے میرے اندھیرے میں لڑنے اور ٹیلی پیتھی کا سہارا لینے کے انداز کو دیکھتے ہوئے یہ ثابت کر دیا کہ میں فرہاد ہوں۔

"مسٹر فرہاد! میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سنا ہے اور کچھ پڑھا بھی ہے۔ تمہارا بھی بار بار اپنی سوسائٹی میں تذکرہ رہا۔ یہ بتاؤ کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوسروں سے کس طرح اپنا کام کراتے ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "میں ابھی بتائے دیتا ہوں۔ اس وقت ناشتہ کر رہا ہوں اور اس کے ساتھ ہی مجھے ایک کپ کافی کی ضرورت ہے اور یہ کافی آپ۔ میرے لئے تیار کریں گے۔"

"اگر میں تیار نہ کروں تو؟"

"میں تیار کر لوں گا۔ ابھی دیکھ لیجئے۔"

یہ کہہ کر میں ناشتہ کرنے کے دوران اس کے دماغ پر قابض ہو گیا اور وہ میرے لئے کافی تیار کرنے لگا۔ جب اس نے کافی تیار کر لینے کے بعد اس کا چمچ ایک طرف رکھا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر پیالی کو دیکھا۔ پھر میں نے اس پیالی کو اٹھاتے ہوئے کہا: "دیکھ لیجئے! آپ نے کس طرح میرے لئے کافی تیار کی ہے؟"

اس نے بڑی حیرانی کا اظہار کیا۔ پھر خوب دل کھول کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: "مجھی کمال کا علم سیکھا ہے تم نے۔"

ناشتہ کرنے کے بعد میں اس کے ساتھ کمرے سے نکل کر ایک ایسے کمرے میں پہنچا جہاں ایک چھوٹا سا شیشے کا کیبن تھا۔ ڈاکٹر نے مجھے اس کیبن میں بٹھا دیا۔ اس کے چاروں طرف آئینے لگے ہوئے تھے اور میرا چہرہ ہر زاویے سے نظر آ رہا تھا۔ آگے پیچھے دائیں، بائیں، جس طرف سے بھی ڈاکٹر میری اسٹڈی کرنا چاہتا تھا۔ اس طرف سے چہرہ بیک وقت کئی زاویے سے نظر آ جاتا تھا۔ وہ میرے سامنے ایک میز کے دوسری طرف بیٹھ گیا اور میرے چہرے کی اسٹڈی کرنے کے دوران پچھلے دن کے بنائے ہوئے اسکیچ کا مطالعہ کرنے لگا۔

ایسے وقت وہ خاموش رہا کرتا تھا۔ اس کی یہ خاموشی میرے لئے بھی مفید تھی۔ لہٰذا میں کیبر بیدل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک وسیع میدان میں گولف کھیل رہا تھا۔ اس کا ایک ملازم گولف اسٹکس کا تھیلا اٹھائے کھڑا تھا۔ قریب ہی اس کی جوان بیٹی کھڑی ہوئی تھی جس برس کے عرصے میں ان بدمعاشوں نے جو گھر بلوا زور زبردستی گزاری تھی تو اس کے نتیجے میں ان کی اولاد بھی اب جوان ہو گئی تھی۔ کسی کے لڑکے تھے، کسی کی لڑکیاں تھیں۔ کیبر بیدل کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ اس وقت جو کھڑی ہوئی تھی۔ وہ سب سے چھوٹی تھی اور اپنے باپ کی بہت لاڈلی تھی۔ وہ ٹینا کے نام سے پکاری جاتی تھی۔

میں کیبر بیدل کے دماغ کو ٹٹولتا جا رہا تھا۔ پہلے مجھے ٹینا کے متعلق نہیں، خود اس کے متعلق معلومات حاصل کرنا تھیں کہ جب سے اسے سائرہ بانو اور مرجانہ کے متعلق اطلاع ملی تھی۔ اس کے بعد اس نے کیا اقدامات کئے ہیں۔ اس کے دماغ کو ٹٹولتے رہنے کے بعد ایک نہ بدرست انکشاف یہ ہوا کہ کیبر بیدل کا تعلق ریڈ پاور سے تھا اور وہ دہلی شہر میں ریڈ پاور کا باس کہلاتا تھا۔

گویا کیبر بیدل تُر نوالہ نہیں تھا جسے مرجانہ آسانی سے نگل سکتی۔ ریڈ پاور کا باس ہونے کی حیثیت سے یقیناً اس کے تعلقات دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہوں گے۔ دنیا کے ہر ملک، ہر شہر کے غنڈے بدمعاشوں اور طرح طرح کے مجرموں سے اس کا رابطہ ہو گا اور وہ کسی بھی وقت ٹیلی فون کے ذریعے یا ٹرانسمٹر کے ذریعے دُور دُور تک رابطہ قائم کر کے اپنا مشکل سے مشکل کام کرا سکتا تھا۔

اور یہ وہی تھا۔ جیسے ہی اسے اطلاع ملی کہ سائرہ بانو ان دنوں پاکستان میں ہیں اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی مرجانہ بھی ہے۔ اور سائرہ بانو نے اسے چیلنج کے انداز میں پیرس بلایا ہے۔ تو اس نے پیرس جانے کی بات کو تو پرے رکھ دیا تھا اور پاکستان میں رہنے والے ریڈ پاور کے ایک بس سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اسے یہ بتایا تھا کہ پنڈی میں سائرہ بانو نام کی ایک عورت پیرس سے آئی ہے اور وہ کسی ریٹائرڈ فوجی افسر کے بنگلے میں ٹھہری ہوئی ہے۔ جو کہ زیرو پوائنٹ کے قریب ہے۔ بنگلے کا نمبر بھی بتایا گیا تھا۔ پھر یہ بتایا گیا تھا کہ اس عورت کا نام سائرہ بانو ہے اور اس کی بیٹی مرجانہ کہلاتی ہے۔

کیبر بیدل کو توقع تھی کہ بہت جلد دونوں ماں بیٹی کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہوں گی۔ میں نے سوچا کہ اب فوراً مرجانہ کے پاس پہنچنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ پاکستان میں جو ریڈ پاور کا باس ہے۔ وہ کسی نہ کسی طرح مرجانہ کو یا اس کی امی کو نقصان پہنچائے۔

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کلب کے ایک ملازم نے آ کر اطلاع دی: "صاحب! آپ کا فون آیا ہے۔"

ٹینا نے کہا: "پاپا میں جا کر اٹینڈ کر لوں؟"

کیبر بیدل نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "نہیں بیٹی! تم کھیلو۔ میں ابھی آ جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا کلب کی عمارت میں داخل ہوا۔ پھر وہاں ایک کاؤنٹر پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کے پاس گیا جس کا رسیور الگ رکھا ہوا تھا۔ اس نے رسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ اور بتایا کہ وہ کیبر بیدل بول رہا ہے دوسری طرف سے آواز آئی: "آپ کی ایک ٹی۔ ایم کال ہے۔ اسے فوراً اٹینڈ کر لیں۔"

کیبر بیدل نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ پھر وہ کلب کی عمارت سے نکل کر پارکنگ ایریا کی طرف چلنے لگا۔ وہاں اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ اس نے دروازے کو بند کرنے کے بعد ڈیش بورڈ کھول کر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر اس کے ذریعے کسی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

پتہ چلا کہ پنڈی میں ریڈ پاور کا جو باس ہے اس سے رابطہ قائم کیا جا رہا ہے۔ میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ کیونکہ میں ایسے دشمنوں کا

پہلی فرصت میں سمجھانا چاہتا تھا۔ جو میرے وطن میں رہ کر میرے ملک کی جڑیں کھوکھلی کرنا چاہتے ہیں۔ رابطہ قائم ہوا، تو دوسری طرف سے کہا گیا "ہیلو! میں چوہدری فضل رحیم بول رہا ہوں۔ تم نے جو معلومات حاصل کرنے کے لئے فون پہ کہا تھا تو یہ معلوم کر کے مجھے حیرانی ہوئی کہ تم اور پیرس کا باس عشت بیگ دونوں ہی ایک ماں بیٹی کے سلسلے میں پریشان ہیں۔ تمہیں عشت بیگ کے متعلق تو معلوم ہی ہوگا۔ وہ ان دنوں پیرس میں باس کی حیثیت سے مقرر کیا گیا ہے۔ وہ بھی مرجانہ نام کی لڑکی کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اس نے میری خدمات حاصل کی تھیں۔ میں نے یہاں کے نامور بدمعاشوں کو اس کے پیچھے لگایا تھا۔ بعد میں یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ وہ ایک لڑکی کو اپنی گرفت میں نہ لے سکے۔ انہوں نے اپنی کار میں بیٹھ کر اس لڑکی کا راستہ روکا تھا جو کہ اپنی خالہ اور خالو کے ساتھ مری روڈ ... کی طرف جا رہی تھی لیکن اس لڑکی نے حیرت انگیز طور پر چار یا اور پر بدمعاشوں کو شکست دی اور انہیں بھاگنے پر مجبور کیا۔ عشت بیگ کے کمینوں کو زخمی کر دیا۔ مار کھا کر واپس آنے والے بدمعاشوں نے بیان دیا ہے کہ اس لڑکی کے ساتھ کوئی پُراسرار قوت ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے ریوالور استعمال نہیں کر سکتے تھے اور اس لڑکی نے بڑی آسانی سے انہیں چلتی ہوئی کار سے باہر دھکیل دیا تھا۔ باقی دو سے مقابلہ کیا تھا اور انہیں بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔ یہ لڑکی بہت ہی پُراسرار ہے۔ کچھ بھی ہو۔ اس کی ماں سائرہ بانو ہماری تنظیم کے لئے بہت اہم ہے، اور۔۔۔!"

کبیر بیدل نے کہا "اتنا تو جانتا ہوں کہ سائرہ بانو میرے لئے اور عشت بیگ کے لئے بہت اہم رہی اور آج بھی ہے لیکن تنظیم کے لئے کیسے اہم ہو گئی، اور کیوں؟"

"وہ ایسے کہ ہماری تنظیم کو ہر ملک میں اپنے اخراجات کے لئے اچھی خاصی دولت جمع کرنی پڑتی ہے اور دولت حاصل کرنے کے لئے ذرائع بھی اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ سائرہ بانو کے متعلق مشہور ہے کہ وہ پیرس کی امیر ترین ... خواتین میں شمار کی جاتی ہے۔ وہ بعض تقریبات میں ایسے ایسے ہیرے جواہرات سے جڑے ہوئے زیورات پہن کر آتی ہے کہ لوگ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ ایسے قیمتی ہیرے جواہرات اب دیکھنے میں نہیں آتے۔ ان کی مالیت لاکھوں ڈالر ہوتی ہے۔ پھر سنا گیا ہے کہ اس کے ہاں دولت کہیں چھپی ہوئی ہے اور اس دولت کا کوئی شمار نہیں ہے۔ اگر سائرہ بانو جائے بھاڑ میں چڑھ جائے تو ہم اس کے ذریعے وہ دولت حاصل کر سکتے ہیں۔ پیرس میں جائے قدم مضبوطی سے جم سکتے ہیں اور ہم سپر ماسٹر کی تنظیم کے خلاف اچھے کارنامے انجام دے سکتے ہیں اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ سائرہ بانو کو واپس پیرس لایا جائے۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی مرجانہ بھی آئے گی جس کی ہمیں اور عشت بیگ کو ضرورت ہے تم لوگ اپنے طور پر مرجانہ سے رابطہ کر لینا اور اس کے ساتھ ہی تنظیم کی طرف سے تم دونوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ سائرہ بانو کو اپنے جال میں پھانس کر اس کی چھپی ہوئی دولت تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ یہ مارک مین کا حکم ہے۔ اس پر عمل کرنا بہت ضروری ہے اوور۔"

"اگر سائرہ بانو میکسیکو سٹی میں ہوتی تو میں اسے پیرس پہنچا دیتا۔ وہ تمہارے پاکستان میں ہے۔ اب یہ فرض تم پر عائد ہوتا ہے اوور۔"

"ہاں، یہ میرا فرض ہے اور میں سائرہ بانو کو پیرس پہنچاؤں گا لیکن اس سے پہلے میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا ہوں کہ مرجانہ کے ساتھ ایسی کون سی پُراسرار قوت ہے جس کے سہارے اس نے چار سے زیادہ بدمعاشوں کو شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔ میں یہ معلومات حاصل کرنے کے لئے اس کے پیچھے آدمی لگا چکا ہوں اور ایک لڑکی بھی اس سے دوستی کرنے میں مصروف ہے اوور۔"

"ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ماں بیٹی پر تابو پانے کے لئے لمبی دوڑ لگانی ہوگی۔ مجھے بھی پیرس جانا ہی ہوگا۔ میں جانے کی تیاری کر رہا ہوں۔ مجھے صرف اتنا بتا دینا کہ دونوں ماں بیٹی وہاں سے کب روانہ ہوں گی، اوور۔"

"میں ضرور تمہیں اطلاع دوں گا۔ اوور اینڈ آل۔"

اس کے بعد رابطہ ختم ہو گیا۔ کبیر بیدل نے ٹرانسمیٹر کو آف کر کے ڈیش بورڈ کے اندر چھپا دیا۔ پھر اپنی کار سے نکل کر اسے لاک کرنے کے بعد واپس اپنی بیٹی ٹینا کے پاس چلنے لگا۔

میں خود اور وطن چوہدری فضل رحیم کے دماغ میں پہنچ گیا میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ ریڈ پاور کا باس بن کر میرے ملک میں کیسی تخریبی کارروائیاں کر رہا ہے۔ مجھے جو ابتدائی معلومات حاصل ہوئیں وہ یہ تھیں کہ وہ ریڈ پاور کے ملک سے شائع ہونے والے رسالوں اور کتابوں کا امپورٹر اور ڈسٹری بیوٹر تھا۔ اور اس نے ایسے ذرائع بنا رکھے تھے کہ ان رسالوں اور پمفلٹ ٹائپ کو طلبا و طالبات تک بھی پہنچایا جاتا تھا تاکہ انہیں ریڈ پاور کے ملک کی حمایت کے لئے ذہنی طور پر آمادہ کیا جائے اور نظریۂ پاکستان کی نفی ہوتی رہے اب میں اس کی زندگی کی نفی کرنے والا تھا۔

جو لوگ بیرونی ممالک کے ایجنٹ ہوتے ہیں، بڑی طاقتوں کے لئے دلال بن کر کام کرتے ہیں۔ وہ بڑے عیش و عشرت سے دوہلی زندگی گزارتے ہیں۔ وہ بھی پنڈی میں کئی کوٹھیوں کا مالک تھا اس کے جوان بیٹے بیٹیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔ ہر ایک کے پاس قیمتی کاریں تھیں۔ لاکھوں روپے کا بینک بیلنس تھا۔ زندگی کی تمام تر سہولتیں انہیں میسر تھیں اور صرف اس لئے کہ وہ اپنے ہی ملک کے خلاف کام کر رہے تھے اور بڑے بڑے کلبوں میں جا کر، بڑے بڑے افسروں سے دوستی کرتے تھے اور کوئی ایسی کمزوری معلوم کرنا چاہتے تھے جس سے ریڈ پاور کی تنظیم کو تقویت حاصل ہو۔

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک ریسٹوران میں ایک نوجوان لڑکی کے ساتھ بیٹھی ہوئی کوک پی رہی تھی اور اس سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی ... اس لڑکی نے حیرانی سے کہا "میں نہیں آ سکتا پہلی ملاقات میں تمہیں کیوں اتنا زیادہ پسند کرنے لگی ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ تمہارے ہی ساتھ ساری زندگی گزار دوں۔ میں تمہیں اپنی عزیز ترین سہیلی بناؤں گی لیکن اس کے لئے میرے گھر چلو۔ میں تمہیں وہاں بہت کچھ دکھاؤں گی۔"

"کیا تمہارے گھر میں تمہارے والدین بھی ہیں؟"

"نہیں۔ میں بالکل تنہا ہوں۔ میرے شوہر ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ وہ سال چھ مہینے میں ایک بار آتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہاں بالکل تنہائی ہوگی۔"

"بالکل! کیا تم ابھی چل سکتی ہو؟"

"میں اپنی امی سے بول کر آئی ہوں کہ آدھے گھنٹے میں واپس جاؤں گی۔ میری امی پریشان ہوں گی۔"

اس لڑکی نے کہا "اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ تم ہوٹل سے اپنے گھر فون کر دو کہ ایک گھنٹے بعد واپس آؤ گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی فون کر کے آتی ہوں۔" یہ کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھی اور کاؤنٹر کی طرف جانے لگی۔ میں نے مرجانہ کو چھوڑ اس لڑکی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ یہ وہی لڑکی تھی جسے ریڈ پاور کے باس نے مرجانہ سے دوستی کرنے کے لئے بھیجا تھا اور اب وہ مرجانہ کو ٹریپ کر کے ایک ایسے ویران مکان میں لے جانا چاہتی تھی جہاں چوہدری فضل رحیم اور اس کے کئی بدمعاش مرجانہ کے منتظر تھے اسے اکیلے میں گھیر کر یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اس کے ساتھ کس قسم کی پُراسرار قوت ہے۔

میں پھر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ فون پر اپنی امی سے کہہ رہی تھی کہ اس کی ایک بہت ہی پیاری سہیلی ہے جو کراچی سے آئی ہے۔ اس سے ملاقات ہو گئی ہے اور وہ مجبور کر رہی ہے کہ اس کے ساتھ تھوڑا وقت گزارا جائے۔ اس لئے وہ ایک گھنٹے بعد گھر واپس آئے گی۔ اس نے امی سے اجازت حاصل کرنے کے بعد ریسیور رکھ دیا۔ میں نے کہا "ہیلو مرجانہ!"

وہ چونک گئی، خوش ہو گئی، بولی "اتنی دیر تک کہاں تھے۔ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ چلو ہو کر اپنے دماغ کو ٹٹولتی ہوں کہ تم ہو یا نہیں۔"

"لو آ گیا ہوں اور تمہارے لئے بہت ساری معلومات لے کر آیا ہوں۔ یہ جو لڑکی تمہاری سہیلی بنی ہوئی ہے۔ یہ تمہارے دشمنوں کی بھیجی ہوئی ہے اور تمہیں ان کے نرغے میں لے جا رہی ہے۔"

"پھر کیا خیال ہے، مجھے جانا چاہئے؟"

"بے شک جانا چاہئے، وہ دشمن صرف تمہارا نہیں، ہمارے ملک کا بھی ہے۔ اس سے اچھی طرح حساب کتاب کرنا ہے۔ تم بے جھجک اس کے ساتھ جاؤ۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یہ ریڈ پاور کا باس ہے اور ریڈ پاور کیا ہے؟ یہ سب میں تمہیں راستے میں بتاتا چلوں گا۔"

مرجانہ نے وہاں سے چلتے ہوئے پوچھا، کیا تم وہاں میری ممی کا مظاہرہ کرو گے؟"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں کہ دشمنوں سے تمہارا مقابلہ کروں۔"

"میں تمہارے مزاج کو سمجھتا ہوں۔ میں تمہیں پورا موقع دوں گا۔ لیکن ان کے پاس اگر ہتھیار ہوئے جس کے ذریعے وہ تمہیں بے بس کرنا چاہیں، تب میں پہلی بیپنی کا ہتھیار استعمال کروں گا۔"

مرجانہ اس لڑکی کے سامنے آ کر میرے دوسری طرف بیٹھ گئی اس لڑکی نے جیسے اچانک کچھ یاد کیا۔ پھر بولی "اوہ، مرجانہ! مجھے ایک ضروری فون کرنا ہے۔ کچھ مائنڈ نہ کرنا۔ میں ابھی ٹیلی فون پر بات کر کے آتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ گئی۔ مرجانہ نے مسکرا کر اسے جانے کی اجازت دی۔ جب وہ چلی گئی تو میں نے کہا "یہ اپنے باس چوہدری فضل رحیم کو اطلاع دینے جا رہی ہے کہ یہ تمہیں پھانس کر لانے والی ہے۔"

اس کے بعد میں مرجانہ کو بتانے لگا کہ سپر ماسٹر اور ریڈ پاور کی تنظیمیں کیسی خطرناک ہیں اور یہ کس طرح دنیا کے ہر ملک میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے آلۂ کار ہر جگہ موجود ہیں۔ انہی میں سے ایک فضل رحیم ہے جو پنڈی میں رہتا ہے۔ کبیر بیدل بھی انہی میں سے ایک ہے۔ صرف کبیر بیدل ہی نہیں بلکہ عشت بیگ بھی ریڈ پاور کا ایک باس ہے جو پیرس میں مقیم ہے۔ ریڈ پاور کا مارک مین چاہتا ہے کہ اس کی امی کو پیرس لے کر کے ان کی ساری دولت اور جائیداد ہتھیا کے ان لوگوں کو اپنی تخریبی کارروائیاں جاری رکھنے کے لئے قدم قدم پر بے انتہا دولت کی ضرورت پڑتی رہتی ہے اور وہ ایسے ہی ذرائع سے دولت حاصل کرتے ہیں۔

وہ لڑکی ٹیلی فون کرنے کے بعد واپس آ گئی تھی اور اس کے ساتھ مرجانہ کار میں بیٹھ کر جا رہی تھی۔ اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ ڈاکٹر میکی براؤلے نے مجھے مخاطب کیا "کہاں کھوئے ہوئے ہو؟ کیا سوچ رہے ہو؟"

میں نے مسکرا کر کہا ہو کچھ نہیں۔ یونہی سوچ کے ذریعے اپنے دوستوں کی خبر لے رہا ہوں۔ کیا آپ کا کام ہو گیا؟

"ہاں! میں زیادہ دیر تک فون بند بٹھائے رکھنا نہیں چاہتا۔ تم تھک گئے ہو گے۔ اب جا کر آرام کرو۔ ہم چار بجے دوبارہ ملیں گے"

میں اس کے پاس سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت ایک نرس نے بتایا کہ میرا فون ہے اور مادام سنیا بات کرنا چاہتی ہیں۔

میں ٹیلی فون کی طرف گیا پھر ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو، کیا بات ہے سونیا؟"

"بات کیا ہو گی؟ میں کتنی دیر سے انتظار کر رہی ہوں کہ تم دوبارہ رابطہ قائم کرو گے لیکن پتہ نہیں، کس دنیا میں کھوئے ہوئے ہو۔ یہاں رسوئی پہنچ گئی ہے۔ اس وقت ایئر پورٹ سے روانہ ہو رہی ہے۔ میں بھی اس رہائش گاہ میں جاؤں گی۔ جہاں اسے ٹھہرایا جائے گا۔ وہ تمہیں پوچھ رہی تھی۔ میں نے سمجھا دیا ہے کہ ڈاکٹر نے اجازت نہیں دی۔ اسے تمہارے پاس جا کر ملنا ہو گا۔ بہرحال تم کیا کر رہے ہو؟"

"میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔ مرجانہ ایک اہم آپریشن سے گزر رہی ہے۔ اس لئے مجھے اس کے ساتھ رہنا پڑے گا۔ تم رسوتی کو کم از کم ایک آدھ گھنٹے کے لئے ٹال دو۔ اس کے بعد ملاقات کے لئے میرے پاس لے آنا۔"

"کیا بات ہے۔ مرجانہ سے بہت زیادہ چپکے ہوئے ہو؟"

"تم پھر عورتوں والی باتیں کر رہی ہو۔ جبکہ میں بتا چکا ہوں کہ مرجانہ ابھی دشمنوں کے نرغے میں جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔ ورنہ تم سے یا رسوتی سے میں بھلا کیوں کترؤں گا۔ تم دونوں ہی میری دوست ہو۔ بہرحال فون کے ہاتھوں پیچھا اجازت دو۔"

یہ کہہ کر میں نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں آ کے بعد میں نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ اس کے بعد بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ پھر میں دوسرے ہی لمحے مرجانہ کے پاس تھا۔ مرجانہ کی ساتھی لڑکی کار ڈرائیو کر رہی تھی اور مرجانہ کو باتوں میں لگائے ہوئے تھی تاکہ راستے کے بارے میں کچھ نہ پوچھے۔ وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے پنڈی شہر سے باہر مضافاتی علاقے میں جا رہی تھی۔ مرجانہ انجان بنی ہوئی تھی۔ جس کی ان کی گاڑی دور ویرانے میں ایک حویلی نما عمارت کے پاس پہنچ کر رک گئی۔

مرجانہ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا "تم اس ویرانے میں رہتی ہو؟"

وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلتی ہوئی بولی "ہاں! مجھے تنہائی پسند ہے۔ میں شہر کے ہنگاموں سے گھبراتی ہوں۔"

مرجانہ کار سے باہر نکل کر مسکراتے ہوئے بولی "میری جان! تم تو بڑی پُراسرار لگ رہی ہو۔ چلو، کوئی بات نہیں۔ اس ویرانے میں ہی ہم اپنا دل بہلائیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ اس لڑکی کے ساتھ چلتی ہوئی اس کھنڈر نما عمارت میں داخل ہوئی۔ اس وقت شام کا اندھیرا پھیلنے والا تھا۔ روشنی نہیں تھی لیکن شام کی ڈوبتی ہوئی روشنی دم توڑتے ہوئے اس عمارت میں داخل ہو رہی تھی۔ وہ دونوں راستہ دیکھتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ مختلف کاریڈور اور کمروں کو عبور کر رہی تھیں۔ یہاں تک کہ وہ ایک بڑے ہال میں پہنچیں۔ اس ہال میں پہنچتے ہی اچانک ان کے پیچھے دروازہ ایک جھٹکے سے بند ہو گیا۔

اس لڑکی کو توقع تھی کہ دروازہ اچانک بند ہوتے ہی مرجانہ ایک دم سے چونک کر اچھل پڑے گی اور خوفزدہ ہو جائے گی لیکن وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس بڑے کمرے کے وسط میں پہنچی اور دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس لڑکی کو مسکرا کر دیکھنے لگی۔ لڑکی جواباً مسکرائی۔ پھر اس کی طرف بڑھتی ہوئی بولی "کیا تمہیں ڈر نہیں لگتا؟"

مرجانہ نے کہا "میری دوست تم موجود ہو تو ڈر کس بات کا؟ میں تو تمہاری موجودگی میں اس جہنم کو بھی جنت بنا لوں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے لڑکی کو اپنے بازوؤں میں زور سے بھینچ لیا۔ لڑکی کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ مرجانہ کی گرفت فولادی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی "ابھی سے چیخ رہی ہو۔ تم نے ہوٹل میں میرے ہاتھوں کو چھو کر کہا تھا کہ میں جسمانی طور پر مر گئی ہوں۔ ابھی تم نے کیا ہے؟ وہ جو تمہارے باپ اور بھائی یہاں کہیں چھپے ہوئے ہیں، ان لوگوں کو سامنے آنے دو۔ پھر بتاؤ گی کہ میں کیا چیز ہوں؟"

اسی وقت کمرے میں کسی کی آواز گونجنے لگی۔ مرجانہ! اس لڑکی کو چھوڑ دو اور جائے سرائن کا جواب دو۔"

مرجانہ نے لڑکی کو ایک ہلکا سا دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے کئی فٹ دور جا کر گر پڑی۔ پھر اس نے گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھنا شروع کیا۔ اس کمرے میں تین دروازے تھے اور تینوں دروازے کے پیچھے تھے اور تینوں طرف سے ایک ایک دو دو شخص داخل ہو رہے تھے۔ وہ اپنے حلیے سے اور اپنے چہرے کے تاثرات سے یہ ظاہر کر رہے تھے کہ وہ چھٹے ہوئے بدمعاش ہیں اور آج مرجانہ کو بھی جہنم کا رکن بنا دیں گے۔

وہ تعداد میں چھ تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے ڈھیلا ڈھالا لباس پہنا ہوا تھا۔ پتلون اور شرٹ پر کشادہ بادی تھی اور اوپر ویسٹ کوٹ پہنا ہوا تھا اور اس کے منہ میں ایک پائپ دبا ہوا تھا جس کے کش لے کر وہ دھواں چھوڑ رہا تھا۔

اس نے دھواں چھوڑتے ہوئے مرجانہ سے پوچھا "کیا تم کوئی پُراسرار علم جانتی ہو؟"

مرجانہ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "میں علم تو نہیں جانتی مگر ہاں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دشمن کی ہر چال میرے سامنے ناکام ہو جاتی ہے۔"

اس شخص نے سخت لہجے میں کہا "لڑکی! باتیں نہ بناؤ۔ صاف صاف بتاؤ کہ تم کون سا پُراسرار علم جانتی ہو؟"

"بہتر ہے کہ مجھ سے زبانی سوالات نہ کرو۔ ذرا ہاتھ پاؤں کو حرکت دو تاکہ تمہیں اور تمہارے آدمیوں کو جوابات ملتے جائیں گے۔"

"بہت مغرور ہو تم۔ ابھی تھوڑی ہی دیر میں تمہاری ہڈی پسلی ٹوٹ کر برابر ہو جائے گی لیکن اس سے پہلے کیا تم یہ پوچھنا نہیں چاہو گی کہ تمہیں یہاں گھیر کر کیوں لایا گیا ہے؟"

"گھنٹوں سے کیا پوچھنا کہ وہ کیونکر کیوں کر رہے ہیں؟"

اس نے غصے سے اپنے آدمیوں کو مخاطب کیا "کیا منہ دیکھ رہے ہو؟ جاؤ، اس کی پٹائی کرو۔ اس کا سارا غرور ناک کے راستے نکال دو۔"

وہ لوگ آگے بڑھے۔ مرجانہ نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "ارے ارے، توبہ توبہ یہ لعنت ہے تم لوگوں کی مردانگی پر۔ ایک لڑکی کو مارنے کے لئے اتنے سارے لوگ ایک ساتھ بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ کچھ تو شرم کرو۔"

شرم آ گئی۔ وہ سب یک بیک رک گئے۔ پھر اپنے ہاتھ پھیلا کر سب کا راستہ روکتے ہوئے کہا "ٹھہرو پہلے میں جاتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ یہ کتنی دلیر ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ آگے بڑھا۔ پھر اس کے دیکھنے والے ساتھیوں کو یہ پتہ نہیں چلا کہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا تھا۔ چشم زدن میں وہ پلٹ کر اپنے ساتھیوں کے پاس لڑکھڑاتا ہوا واپس آ گیا تھا۔ وہ لوگ اسے سنبھالتے تو وہ اندھے منہ فرش پر گر پڑتا۔ سنبھلتے ہی اس کی ناک سے لہو بہتا ہوا نظر آیا۔ بے حد حیرانی سے مرجانہ کو دیکھا۔ کسی کو توقع نہیں تھی کہ اس کا ایک ہی ہاتھ اتنا زبردست ہو گا کہ ناک کے راستے اس کا غرور نکالنے والے کی ناک کے راستے اس کا اپنا لہو بہنے لگے گا۔

اس کے دوسرے ساتھی نے جوش میں آ کر ایک بڑک لگائی۔ پھر دھاڑ سے چیختا ہوا ایک چھلانگ مار کر مرجانہ کی طرف آیا۔ مرجانہ فوراً ہی پینترا بدل گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چھلانگ مارنے والا مرجانہ کی چھوڑی ہوئی جگہ پر آ کر فرش پر گر گیا اور اپنی کمر کو پکڑ کر کراہنے لگا۔ مرجانہ نے اس کی گردن پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ لڑھکتا ہوا ذرا دور جا گرا۔ تاکہ دوسری ٹھوکر نہ پڑے۔ وہ اسے نرغہ میں لے کر اٹھنے اور اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا موقع مل جائے۔ اسی دوران تیسرے اور چوتھے شخص نے ایک ساتھ مرجانہ کی طرف بڑھ کر حملہ کرنا چاہا۔ مرجانہ نے اچانک ہی اچھل کر ایک فلائنگ کِک ماری۔ دوسرے آدمی نے اس پر ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا لیکن مرجانہ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ ایسا لگا کہ اس نے ہتھوڑا پر ضرب لگائی گئی ہے۔ مرجانہ نے جواباً اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ بھی لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرا۔

اب انہیں یقین ہو گیا کہ ان کے مقابلے میں کوئی معمولی گوشت پوست کی لڑکی نہیں بلکہ ایک قد آور چٹان کھڑی ہوئی ہے جس سے ٹکرایا جا سکتا ہے اور اپنا نقصان کیا جا سکتا ہے لیکن اس چٹان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔ جب اس بات کا یقین ہو گیا تو وہ لوگ ایک ساتھ ادھر ادھر سے حملے کرنے لگے۔ مرجانہ ایسے حملوں کی دفاعی مشقیں بھی کر چکی تھی۔ والٹر روڈ نے اسے بتایا تھا کہ جب چار، چھ آدمی بیک وقت حملہ کریں تو کس طرح پینترے بدل کر ان کے حملوں سے بچنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ ایسے وقت خود حملہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور ان کے حملوں سے بچتے ہوئے پینترے بدل بدل کر انہیں تھکانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لہٰذا مرجانہ یہی کر رہی تھی۔

پائپ کا کش لگانے والا چوہدری فضل رحیم تھا۔ میں نے اس کی آواز سنتے ہی معلوم کر لیا تھا کہ وہ بدمعاشوں کو لے کر خود ہی پہنچا ہے۔ اس کے پیچھے وہ لڑکی سہمی ہوئی کھڑی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "باس! یہ تو قابو میں نہیں آ رہی ہے۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہاں! اس کا انداز بتا رہا ہے کہ یہ اس طرح کبھی قابو میں نہیں آئے گی۔ یہ پانچوں تھک ہار کر بیٹھ جائیں گے یا اس کا پیچھا چھوڑ دیں گے لیکن اسے گرفت میں نہیں لے سکیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے جیب سے ریوالور نکالا۔ پھر لہراتے ہوئے کہا "بس! اب یہ کھیل تماشہ بند کرو۔ میرا وقت ضائع ہو رہا ہے۔"

اس کا حکم سنتے ہی اس کے تمام آدمی رک گئے۔ پھر واپس اپنے باس کے پاس چلے آئے۔ وہ سب بُری طرح ہانپ رہے تھے۔ ان کے برعکس مرجانہ اب دونوں ہاتھ کمر پر رکھے اطمینان سے کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی سانسوں کی رفتار معتدل پر تھی اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ہانپ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے پچھلے سے اب تک بڑی زبردست مشقیں کی تھیں۔ صبح شام ورزش کرتی رہی تھی۔ پھر یہ کہ وہ کسی نشے وغیرہ کی عادی بھی نہیں تھی جبکہ اس کے مقابلہ کرنے والے شراب، چرس اور سگریٹ وغیرہ کے عادی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ تھوڑی ہی دیر میں بُری طرح ہانپنے لگے تھے۔ باس نے کہا "تم بڑی مشاق فائٹر ہو؟"

مرجانہ نے کہا "میری حسرت پوری نہیں ہوئی ہے۔ ابھی

تو میں ان لوگوں کو تھکا رہی تھی۔ اس کے بعد لیسی پٹائی کرنے والی تھی کہ تم دیکھ نہ سکتے، آنکھیں بند کر لیتے۔"

باس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: "تم مجھے نروس سمجھتی ہو تمہیں کیا معلوم کہ میں نے کتنے قتل کئے ہیں اور میں لاشوں کے اوپر بیٹھ کر پیتا شراب ہوں اور کھاتا کباب ہوں۔"

"بڈھے طوطے! میں تو تمہارا یہیں کباب بنا کر رکھ دوں گی تم کیا سمجھتے ہو کہ میں تمہیں جانتی نہیں ہوں۔ بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ تمہارا نام چوہدری فضل رحیم ہے۔ تم میرے ملک کے غدار ہو۔ اور ریڈ پاور کی طرف سے باس مقرر کئے گئے ہو۔"

وہ یک بیک چونک کر مرجانہ کا منہ تکنے لگا۔ اسے شدید حیرانی تھی کہ یہ بھیڑ مرجانہ کیسے جانتی ہے۔ اس نے اپنے ریوالور پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے اور اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "لڑکی! تم میرے متعلق کیسے جانتی ہو۔ سچ سچ بتاؤ۔ جو میرا راز جان لیتا ہے میں اسے زندہ نہیں چھوڑتا اور تم یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گی۔"

"بہتر ہے کہ مجھ سے خالی ہاتھ مقابلہ کیا جائے۔ اگر درمیان میں ریوالور یا چھرے چاقو آئیں گے تو پھر مجھے وہ پُراسرار قوت استعمال کرنا پڑے گی جس کا تم ابھی تماشہ دیکھو گے۔ اس ریوالور کو تم کسی طرح بھی استعمال نہیں کر سکو گے۔"

مرجانہ کا یہ چیلنج سنتے ہی چوہدری فضل رحیم کے دماغ میں پہنچ گیا تھا کہ وہ اشتعال میں آ کر کہیں فائر نہ کر دے اور وہ جوش میں آ ہی رہا تھا، سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ پہلے مرجانہ کی ٹانگ پر گولی مار کے اسے اپاہج بنا کر فرش پر تڑپنے، کراہنے اور بے بسی سے گڑگڑانے کا تماشہ دیکھے۔

لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر ریوالور کو رکھا۔ پھر ان ہتھیلیوں کی مثال پر اس ریوالور کو سجا کر آگے بڑھتے ہوئے مرجانہ کے سامنے پہنچا۔ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور کہا "میں تمہارا غلام ہوں۔ یہ ریوالور پکڑو اور میری کھوپڑی میں سوراخ کر دو۔"

مرجانہ نے وہ ریوالور اس کی ہتھیلیوں پر سے اٹھا لیا پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہوا اور الٹے پاؤں چلتا ہوا اپنی جگہ واپس آ گیا۔ اسی وقت میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے گڑبڑایا اور بوکھلا کر کبھی مرجانہ کی طرف دیکھنے لگا اور کبھی اپنے خالی ہاتھوں کو۔

مرجانہ نے مسکراتے ہوئے کہا "میں نے پہلے ہی تمہیں سمجھایا تھا کہ ان ہتھیاروں سے مجھے ڈرانے کی کوشش نہ کرنا۔ دیکھ لو، یہ ریوالور اب میرے ہاتھ میں ہے اور تمہاری کھوپڑی میں سوراخ ہونے والا ہے۔"

وہ ایک دم سے سہم کر بولا "مم... میں تمہارا جانی دشمن نہیں ہوں۔ میں نے تمہیں صرف ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے یہاں بلایا ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ وہ ضروری معلومات یہ ہیں کہ میری ماں کے پاس کتنی دولت ہے اور وہ سب کی سب پیرس میں ہے یا ہندوستان میں؟ میں تمہیں بتاؤں گی اور بتاتے ہی تمہیں گولی مار دوں گی۔"

"لیکن کیوں؟ میں نے تمہیں کیا نقصان پہنچایا ہے؟"

"مجھے ہی نہیں، میرے پورے ملک کو نقصان پہنچایا ہے ہو تم کہیں کے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ آج تمہاری زندگی کا آخری دن ہے۔ اس سے پہلے کہ میں تمہیں قتل کروں، میں تمہاری بے بسی کا تماشہ دیکھنا چاہتی ہوں۔ تمہارے یہ آدمی جو مجھے مارنے کو آئے تھے۔ اب یہ تمہیں ماریں گے۔ تمہاری اچھی طرح پٹائی کریں گے۔"

مرجانہ نے ان لوگوں کو ریوالور دکھاتے ہوئے کہا "میں تمہارے ہاتھ کرسی پر باس کی پٹائی کرو اور اچھی طرح پٹائی کرو۔ اگر کسی نے کوتاہی کی اور اسے جھوٹ موٹ مارنے کی کوشش کی تو میں اسے گولی مار دوں گی۔"

وہ لوگ ہچکچانے لگے۔ اپنے باس پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہتے تھے اس لئے کترانے لگے ذرا پیچھے ہٹنے لگے۔ مرجانہ نے باس سے کہا "تم نے ایک جیب میں ریوالور رکھا تھا اور دوسری میں سائیلنسر وہ سائیلنسر میرے حوالے کر دو۔"

اس کے یہ حکم دیتے ہی میں پھر باس کے دماغ پر قابض ہو گیا اس نے جیب سے سائیلنسر نکالا۔ آگے بڑھ کر اسے مرجانہ کے حوالے کیا۔ پھر اسی طرح پلٹ کر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ مرجانہ نے سائیلنسر ریوالور کی نال کے ساتھ لگایا۔ اس کے بعد اس نے ریوالور کا رخ ان کے غنڈوں کی طرف کرتے ہوئے کہا "میں تین تک گنتی ہوں۔ لوگوں نے آگے بڑھ کر اس غدار کی پٹائی نہیں کی تو میں فائرنگ شروع کر دوں گی۔ ایک، دو، تین۔"

تین کہتے ہی مرجانہ نے ایک فائر کیا۔ گولی ایک شخص کی ٹانگ پر لگی اور وہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑا۔ اس کی حالت دیکھتے ہی سب کے دوڑتے ہوئے باس کے قریب آئے اور پھر اس کی وہ پٹائی شروع کی کہ وہ تماشہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ سب کو اپنی جان کی فکر تھی۔ اپنے ساتھی کی طرح زخمی ٹانگ لے کر فرش پر بیٹھنا یا سینے پر گولی کھا کر مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے سب اپنی جان بچانے کے لئے اس کی مرمت کرنے لگے تھے۔

وہ لڑکی جو مرجانہ کو بہلا پھسلا کر لائی تھی۔ وہ ایک دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی تھی اور مار پیٹ کے رونے لگی تھی۔ اسے بھی انجام نظر آ رہا تھا۔ مرجانہ نے ان لوگوں کو بڑھاوا دے رہی تھی کہ مارو، خوب مارو۔ اگر مارنے میں ذرا بھی کمی کی تو تم لوگوں کی موت آ جائے گی۔

وہ لوگ مارتے جا رہے تھے۔ کافی دیر تک پٹائی کی جتنی کر وہ بے دم ہو کر فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اب اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ پاؤں ہلا سکتا۔ اس لئے بڑی بے بسی سے مار کھانے کے لئے فرش پر لیٹ گیا تھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے چھت کی طرف گھور رہا تھا۔ جیسے اپنی موت کو دیکھ رہا ہو۔

مرجانہ نے ہاتھ اٹھا کر حکم دیا "بس کرو۔ سب پیچھے ہٹ کر اس کو لے کے چلے جاؤ۔"

اس نے کمرے کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ لوگ پیچھے ہٹ کر اس طرف چلے گئے۔ اب وہ تنہا فرش پر پڑا ہوا تھا۔ مرجانہ اطمینان سے چلتی ہوئی اس کے پاس پہنچی۔ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر اس نے اپنی ایک ٹانگ اس کے سینے پر رکھ دی۔ پھر بولی "اب بتاؤ کہ تمہاری غداری کی کیا سزا ہونی چاہئے؟ پتہ نہیں تم نے ہمارے ملک کو اب تک کتنا نقصان پہنچایا ہے۔ تمہیں تو کتوں کے سامنے ڈال دینا چاہئے۔ لیکن میں یہ معلوم کرنا چاہوں گی کہ تم کیسے مرنا چاہتے ہو؟"

چوہدری نے دونوں ہاتھ اٹھا کر مرجانہ کے آگے جوڑ دیئے۔ اس کے ہونٹ کانپنے لگے۔ وہ گڑگڑانا چاہتا تھا، التجا کرنا چاہتا تھا لیکن اتنی مار کھا چکا تھا کہ اس میں بولنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ مرجانہ نے نفرت سے کہا "غدار کی آنکھ سے بھیڑ مگرمچھ کے آنسو بہتے ہیں۔ مجھ تم رو رو کر کبھی متاثر نہیں کر سکو گے۔ دیکھو! تم بھی عجیب و غریب تماشہ دیکھ چکے ہو۔ تمہارے ہاتھ کا ریوالور میرے ہاتھ میں آ گیا۔ تمہاری جیب میں رکھا ہوا سائیلنسر میرے پاس پہنچ گیا۔ تمہارے آدمیوں نے میرے بجائے تمہاری پٹائی شروع کر دی۔ یہ سب کیسے ہوا؟ کیا تمہاری سمجھ میں کچھ آ رہا ہے؟"

اس نے ایک گہری سانس لی۔ جیسے اپنی تمام قوتوں کو سمیٹ کر جواب دینے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر اس نے کہا "ہاں! میں اب سمجھ رہا ہوں۔ یہ سب ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہا ہے۔ کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟ یا فراڈ اور دھوکے سے تمہاری شناسائی ہے؟"

میں اس وقت اس چوہدری کے دماغ میں تھا اور اس کی اندرونی کیفیات کو سمجھ رہا تھا۔ وہ جس قدر اپنے آپ کو نیم مُردہ ظاہر کر رہا تھا، حقیقتاً ویسا نہیں تھا۔ اس میں ابھی اتنی جان تھی کہ وہ وہاں سے اٹھ کر پیدل اپنے گھر جا سکتا تھا۔ محض مار پیٹ سے بچنے اور ذلت اٹھانے سے باز رہنے کے لئے اس نے یہ چال چلی تھی، بالکل بے دم سا ہو کر فرش پر لیٹ گیا تھا تاکہ اور پٹائی نہ ہو۔

میں نے مرجانہ سے یہ بات بتائی تو مرجانہ نے اسے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا "میں ٹیلی پیتھی تو نہیں جانتی ہوں لیکن جو جانتا ہے وہ مجھے تباہ ہا ہے کہ تم اندھے ہے بالکل ٹھیک ٹھاک ہو اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر باتیں کر سکتے ہو۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ملنے والی اطلاع غلط نہیں ہوتی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ مزید تمہاری پٹائی نہ ہو تو اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔"

اس نے خاموشی سے ٹھوکر کھلتے ہوئے مرجانہ کو دیکھا اور سمجھ گیا کہ اپنے اندر اب کوئی بات چھپا کر نہیں رکھی جا سکتی۔ اسے ٹیلی پیتھی اگل دے گی۔ لہٰذا وہ آہستہ آہستہ کراہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا پھر اسی طرح اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مرجانہ نے کہا "دیکھو! تم نے ابھی کہا تھا کہ تم اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ میں بھی اپنا وقت ضائع نہیں کروں گی۔ میں تمہیں مارنے کے لئے ایک وقت مقرر کروں گی۔ اس وقت خواہ ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے، تمہیں موت ضرور آئے گی۔"

وہ گڑگڑانے لگا۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا "مجھے معاف کر دو۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

"ہاں، تم نے مجھے کمزور سمجھ کر ٹکرانے کی جرأت کی تھی، اس کا نتیجہ بھی بھگت لو اور پھر تم مجھ سے ٹکراتے نہ ٹکراتے، میں تو تمہارا حساب کتاب ضرور کرتی۔ کیونکہ تم غدار ہو اور غدار کو سزائے موت دینا میرا فرض ہے میں تمہیں ایسی سزا دوں گی کہ تم فوراً ہی نہیں مرو گے بلکہ اپنی زندگی کے لئے جدوجہد کرتے رہو گے۔ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتے رہو گے۔ اپنے ریڈ پاور کی تمام قوتیں استعمال کرتے رہو گے لیکن تمہیں موت ضرور آئے گی اور ہر حال میں آئے گی۔ بولو! میں تمہاری موت کے لئے کون سا وقت مقرر کروں؟"

وہ ذرا مطمئن ہو کر بولا "یعنی تم مجھے ابھی نہیں مارو گی میرے لئے وقت مقرر کرو گی۔ کیا تم اپنی اس بات پر قائم رہو گی؟"

"ہاں! میں اپنی اس بات پر قائم رہوں گی۔ اس وقت سات بجے ہیں۔ ٹھیک پانچ گھنٹے بعد یعنی آدھی رات کو بارہ بجے تم مرو گے۔ تمہیں موت نہیں آئے گی تو خود اپنے ہاتھ سے مرو گے۔ تم نہیں مرنا چاہو گے تو ٹیلی پیتھی کا آسیب تمہیں مجبور کرے گا کہ تم خودکشی کرو، اور تم کرو گے۔"

وہ خوف سے ایک دم زرد پڑ گیا۔ ذرا پیچھے ہٹ کر بولا "پانچ گھنٹے کیا صرف پانچ گھنٹے کی مہلت دو گی۔ میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں، مجھ پر رحم کرو۔ میرے بیوی بچے ہیں۔ میرے آسرے پر جینے والے بہت سے لوگ ہیں۔ ان کا کیا ہو گا؟ مجھے اتنا موقع دو کہ میں ان کے لئے کچھ کر سکوں اور اتنا کر سکوں کہ میرے بعد وہ کچھ عرصہ سے زندگی گزار سکیں۔"

مرجانہ نے اس کی طرف تھوکتے ہوئے کہا "لعنت ہے تم پر!

تم تو دشمن ملک سے امداد لے رہے تھے۔ اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا تقبل سنوارنے کے لئے اور تم نے خوب دولت کمائی ہے۔ اب تمہیں کس بات کی مہلت چاہئے۔ میں چاہتی تو تمہارے بچوں کو بھی چن چن کر قتل کرا دیتی لیکن میں سوچتی ہوں کہ ان بچوں کا کیا قصور ہے۔ اگر وہ بھی غدار نکلیں گے تو انہیں بھی یہی سزا دی جائے گی۔ فی الحال تو محرم تم ہو۔ تمہیں ہی سزا مل رہی ہے۔"

مرجانہ نے میری ہدایت کے مطابق ریوالور کو اس کی طرف اچھال دیا اور کہا "لو! اپنا یہ ریوالور اپنے پاس رکھو، شاید یہ پانچ گھنٹے کے بعد آدھی رات کو بارہ بجے خودکشی کے لئے کام آجائے۔"

ریوالور ہاتھ میں آتے ہی اس نے حیرانی سے مرجانہ کو دیکھا۔ جلدی سے ریوالور کو چیک کیا۔ وہ بھرا ہوا تھا۔ وہ اسی وقت مرجانہ کو شوٹ کر دینا چاہتا تھا لیکن کیسے کر سکتا تھا۔ میں تو بہت پہلے ہی اس کے دماغ میں بیٹھ چکا تھا۔ اس نے مرجانہ پر فائرنگ کرنے کے بجائے ریوالور کے چیمبر سے ایک ایک کر کے چار گولیاں نکال لیں اور انہیں جیب میں رکھ لیا۔ ریوالور میں صرف ایک گولی چھوڑی۔ مرجانہ یہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا "اب تمہارے ریوالور میں صرف ایک گولی ہے اور تمہیں مرنے کے لئے صرف ایک ہی گولی کی ضرورت ہے۔ اس لئے تم اس ایک گولی والا ریوالور پانچ گھنٹے تک لے کر گھومتے رہو گے۔"

اب وہ اور اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اس کی کوئی چالاکی نہیں چلے گی ـــــ وہ جو بھی ارادہ کرے گا وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مرجانہ کو معلوم ہو جائے گا جس کے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کو بھی اس کے خلاف استعمال نہیں کر سکتا۔ یہ بڑی بے بسی تھی۔ بڑی مجبوری تھی۔ اس نے چپ چاپ ریوالور کو جیب میں رکھ لیا اور اجنبیوں کی طرح گھورنے لگا۔ اپنی اولاد کا واسطہ دینے لگا۔ خدا رسول کا بھی واسطہ دینے لگا کہ اسے معاف کر دیا جائے اور اسے سزا دینے کے بجائے کوئی جرمانہ عائد کیا جائے اور اس سے جتنی دولت لی جا سکتی ہے لی جائے۔ وہ دینے کے لئے تیار ہے۔ مرجانہ نے سب کو مسکرا دیا اور کہا "تم مجھے کیا دے سکتے ہو جو کچھ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مل سکتا ہے۔ وہ ریڈیو پار کا ماسک مین بھی مجھے نہیں دے سکتا۔"

چوہدری فضل رحیم نے تھک ہار کر پوچھا "اب آخری بار بتاؤ۔ کیا میرے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ کوئی ایک خبر ایسی پیش کر دو جس پر میں عمل کر سکوں اور اپنے آپ کو زندہ رکھ سکوں۔"

مرجانہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا "ہاں! ایک شرط ہے۔ اگر اس پر عمل کرو گے تو اپنی طبعی عمر تک زندہ رہو گے۔ ہم تمہیں نہیں ماریں گے۔"

وہ جلدی سے خوش ہو کر ذرا سا آگے بڑھ کر اپنے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے بولا "مجھے جلدی بتاؤ۔ وہ کیا شرط ہے؟"

مرجانہ نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا "بہت معمولی سی شرط ہے۔ کوشش کرو کہ آج رات کو بارہ نہ بجیں۔"

وہ چونک کر بولا "کیا مطلب؟ بارہ کیسے نہیں بجیں گے؟ بارہ تو ہر رات بجتے ہیں۔ میں گھڑی کو کیسے روک سکتا ہوں؟"

"تم روک سکتے ہو۔ میں ایک حد مقرر کر دیتی ہوں۔ تم پنڈی شہر میں رہتے ہو۔ کوشش کرو کہ پنڈی شہر کی کسی گھڑی میں رات کے بارہ نہ بجیں۔ اگر کسی گھڑی میں بھی دونوں کانٹے بارہ تک پہنچیں گے تو تمہارے بارہ بج جائیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ تو بچگانہ شرط ہے۔ بھلا ایسا کہیں ہو سکتا ہے کہ شہر کی سبھی گھڑیوں کو بند کر دیا جائے۔"

"انسان ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے اور یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تم ٹی وی کے ذریعے، ریڈیو کے ذریعے اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے تمام شہر میں اعلان کر سکتے ہو کہ آج ہر گھر کی گھڑی بند رہے گی۔ اس کے لئے تم بڑی سے بڑی سزا دینے کی شرط پیش کرو۔ ان سے وعدہ کرو کہ تم عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کوئی بڑا کام کرو گے شرط یہ ہے کہ آج پنڈی شہر کے ہر گھر کی ہر گھڑی بند رہے۔"

میں نے مرجانہ کی سوچ میں کہا "تم نے اس کی موت کے لئے بہت اچھا انداز اختیار کیا ہے۔ اب یہ شخص پانچ گھنٹے تک زندہ رہے گا لیکن ہر لمحہ موت کے خیال سے مرتا رہے گا۔ اپنی زندگی بچانے کیلئے پاگلوں کی سی حرکتیں کرے گا۔ ریڈیو اور جیسی تنظیم کے سربراہ سے اپنی زندگی کی بھیک مانگے گا اور پتہ نہیں کیا کچھ کرے گا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہی بچگانہ انداز میں پنڈی شہر کے ہر گھر کی گھڑی کو بند رکھنے کی احمقانہ کوششیں بھی کرے۔ بہرحال دیکھا جائے گا کہ ان پانچ گھنٹوں میں کیا ہوتا ہے۔ تم اب واپس جاؤ۔ تمہاری امی پریشان ہوں گی۔"

وہ واپس جانے کے لئے مڑ گئی۔ میں چوہدری فضل رحیم کے دماغ میں واپس آ گیا اور اچھے ہی وقت پر واپس گیا۔ وہ کم بخت پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ مرجانہ پر فائر کرے۔ اس کا قصہ ہی تمام کر دے کہ اس کے ذریعے اسے موت نہ آئے۔

اس نے پھر ریوالور کو جیب میں رکھتے ہوئے کہا "چلو مرجانہ میں تمہیں باہر تک چھوڑ دوں۔" یہ کہہ کر وہ مرجانہ کے پیچھے چلنے لگا۔ اس کے پیچھے اس کے کرائے کے بدمعاش بھی چلنے لگے۔ وہ لڑکی بھی ان میں شامل تھی۔ مرجانہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے قریب بلایا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کے پاس پہنچی۔ پھر اس کے ساتھ مختلف کوریڈوروں اور کمروں سے گزرتے ہوئے اس کھنڈر نما عمارت سے باہر جانے لگی۔ مرجانہ اس سے کہہ رہی تھی "میں تمہیں اس لئے معاف کرتی ہوں کہ تم چند سکوں کے لئے ان کی آلۂ کار بنی ہو اور یہ نہیں سوچتیں کہ اپنی جیسی ایک عورت کو مصیبت میں گرفتار کرا رہی ہو۔ اگر کبھی تمہارا ضمیر تمہیں ملامت کرے تو صحیح راستے پر آ جانا اور حلال کی روزی کمانے کی کوشش کرنا۔ میں تمہیں مشورہ دیتی ہوں۔ ورنہ زندگی کے کسی موڑ پر پھر ملاقات ہوئی اور پھر میں نے تمہیں غلط راستے پر دیکھا تو تم زندہ نہیں بچو گی۔ میری آج کی بات یاد رکھنا۔"

وہ باہر آ گئی تھی اور اپنی کار میں بیٹھ رہی تھی۔ اس کے بعد اس نے کار اسٹارٹ کی، بھروہاں سے ڈرائیو کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ میں چوہدری فضل رحیم کے دماغ میں موجود رہا تاکہ وہ پیچھے سے مرجانہ پر فائر نہ کر دے۔ مرجانہ کے دور جاتے ہی چوہدری فضل رحیم کی گھبراہٹ بہت زیادہ بڑھ گئی۔ جب تک وہ سامنے موجود تھی تب تک یہ آس، یہ امید تھی کہ وہ کچھ رحم کرے گی اور اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرتے ہوئے اس کو سزائے موت نہیں دے گی۔ کوئی دوسری سزا دے کر اپنا غصہ ختم کر لے گی لیکن وہ جا چکی تھی اور یہ فیصلہ اٹل ہو گیا تھا کہ آج رات بارہ بجے اسے مرجانا ہے۔

پانچ منٹ کے بعد میں اس کے دماغ سے نکل گیا۔ کیونکہ وہ اتنی دور نکل گئی تھی کہ اس کا پیچھا وہ لوگ نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر کہا "اب تم گھر جاؤ اور اپنی امی وغیرہ کے ساتھ وقت گزارو۔ احتیاطاً کوٹھی کے دروازے اور کھڑکیاں بالکل بند رکھنا۔ پانچ گھنٹے تک باہر نہ نکلو اور میرا انتظار کرو۔"

مرجانہ نے وعدہ کیا کہ وہ میری ہدایت پر عمل کرے گی۔ میں اس کے پاس سے واپس آ گیا اور ہسپتال کے اس کمرے میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہاں میں ایک منٹ تک خاموش اور پُرسکون رہا۔ خیال خوانی سے بھی تھکن ہوتی ہے۔ سوچ کی نگری میں دوڑتے بھاگتے رہنا پڑتا ہے اور اس طرح دماغ تھک جاتا ہے۔ میں نے دماغ کو آرام پہنچانے کے لئے خیال خوانی سے پرہیز کیا۔ ایک منٹ کے لئے میں نے سگریٹ سلگا کر اس کے کش لگائے اور ہر ستم کے خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ رستی مجھ سے ملنے کے لئے بے چین ہے۔ وہ یہاں پہنچ گئی ہے اور سونیا بھی مجھ سے ملنا چاہتی ہے۔ ممی بھی ساتھ ہیں اور پتہ نہیں کتنے لوگ مجھ سے ملاقات کے خواہش مند ہوں گے۔

ایک منٹ کے بعد میں نے سگریٹ کو ایش ٹرے میں بجھا دیا۔ پھر سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ پتہ چلا کہ سونیا، رستی اور ممی۔۔۔ ہسپتال میں پہنچ گئی ہیں اور تقریباً آدھے گھنٹے سے میرا انتظار کر رہی ہیں۔ وہ تینوں ڈاکٹر کے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں اور ڈاکٹر سے بڑی دلچسپ گفتگو کر رہی تھیں۔

سونیا کی سوچ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس ہسپتال کو چاروں طرف سے سپر ہائی سٹرکے آدمیوں نے گھیر رکھا ہے۔ وہ لوگ ہسپتال کا عملہ بھی ہیں۔ یہ محض اس لئے کہ کوئی ایسا ویسا شخص یا کوئی انجانا دشمن مجھ تک نہ پہنچے۔ یعنی میری اور رستی کی حفاظت کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا تھا جب کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن وہ ہماری حفاظت کے لیے ایسا کر رہے تھے گویا ہم ایسے وی آئی پی ہوں جن کے لئے ایسے اقدامات لازمی ہوتے ہیں۔

رستی کے ساتھ تو ایسا ہو ہی رہا تھا۔ اس کے لیے ایک چارٹرڈ طیارہ بھیجا گیا تھا۔ یہاں ہیرس کے ایئر پورٹ پر بھی خصوصی سکیورٹی پر اس طیارے کو اتارا گیا تھا۔ اس کے لیے ایک اتنی شاندار ایئر کنڈیشنڈ کار بھیجی گئی تھی کہ اس میں بیٹھنے کے بعد نکلنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ آگے پیچھے محافظ کاریں بھی موجود تھیں اور اسے جس رہائشگاہ میں پہنچایا گیا وہ بھی کسی بہت بڑے محل سے کم نہیں تھی۔ رستی یہ سب کچھ دیکھ کر حیران بھی تھی اور خوش بھی۔

میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی۔ کیونکہ میں اسے لینے کے لئے ایئر پورٹ نہیں گیا تھا پھر اس کی رہائش گاہ میں بھی ملاقات کے لئے نہیں پہنچ سکا۔ مجبوراً اسے خود ہسپتال آنا پڑا۔ اسے کتنا مان تھا ساری دنیا اس کا استقبال کرے یا نہ کرے۔ اگر فرہاد اسے لینے کے لئے آ جاتا، اس کا استقبال کرتا تو وہ باقی دنیا کو کوئی اہمیت نہیں دیتی۔

وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی "فرہاد کے سامنے دل کھول کر نہیں مسکراؤں گی۔ چپ چپ سی رہوں گی۔ وہ خود ہی سمجھ لے گا کہ میں اس سے ناراض ہوں اور یہ ملاقات جو برسوں سے دل میں رستی حسین کا انتظار تھا۔ وہ ملاقات بہت ہی مایوس کن رہی ہے۔"

پھر وہ یوں بھی سوچ رہی تھی کہ ممی اور سونیا کے ساتھ جب میرے کمرے میں مجھ سے ملنے آئے گی تو زیادہ نخرے نہیں دکھاسکے گی اس کی ناراضگی پر فرہاد کو جس پیار و محبت سے منانا چاہئے، نہیں منا سکے گا۔ کیونکہ کچھ ممی کا احترام ہوگا اور کچھ سونیا کا خیال ہوگا۔ آخر سونیا بھی تو لڑکی ہے اور اس کے سامنے کسی دوسری لڑکی کو دل کی گہرائی سے منایا نہیں جا سکتا۔

یہ بات درست تھی۔ روٹھنے اور منانے کے لئے بالکل تنہائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی تیسرے کی موجودگی میں پیار و محبت کے ایسے چونچلے نہیں ہوتے۔ یہ سوچ کر میں نے رستی کے دماغ پر قبضہ کیا۔ وہ اچانک ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ممی نے حیرانی سے پوچھا "کیا بات ہے بیٹی؟"

"کچھ نہیں۔ میں ذرا بیٹھے بیٹھے بور ہو گئی ہوں۔ ابھی یہاں سامنے کوریڈور سے ہو کر آتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔ جاتے جاتے میں نے اس کے دماغ میں رہ کر سونیا کی بات سنی۔ وہ کہہ رہی تھی: رسونتی کو سکون نہیں ہے۔ وہ فرہاد سے ملنے کے لئے اتنی بے چین ہے کہ یہاں بیٹھی نہیں رہ سکتی۔"

ڈاکٹر نے کہا: "بے چاری! باہر جا کر کرے گی بھی کیا؟ اسے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ مسٹر فرہاد کس کمرے میں ہیں؟"

اس وقت تک سونتی کمرے سے باہر نکل چکی تھی اور ایک کوریڈور سے گزر کر اس حصے میں پہنچ گئی تھی۔ جہاں سے اسپیشل کمرے شروع ہوتے تھے۔ وہ میرے کمرے کے پاس آئی۔ پھر اسے کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔

خیال خوانی کے ذریعے میں یقیناً دوسروں کی سوچوں کو پڑھ لیتا ہوں لیکن سوچنے والے یا والی کے سراپا کو پوری طرح دیکھ نہیں سکتا کیونکہ میری آنکھیں وہاں تک نہیں پہنچتی ہیں۔ صرف دماغ پہنچتا ہے اور دماغ ہمیشہ تصور کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ ایسا دیکھا ہوا جلوہ صرف خیالی ہوتا ہے۔ نامکمل ہوتا ہے۔ اس وقت رسونتی اپنے پورے حسن و شباب کے ساتھ میری کھلی ہوئی آنکھوں کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

کیا روپ تھا۔ کیا رنگ تھا۔ یوں لگتا تھا کہ مرمر کو تراش کر رسونتی کا مجسمہ بنایا گیا ہو۔ جیتا جاگتا، مانس لیتا ہوا مجسمہ۔ اس کا روپ ایسا تھا کہ اس کی تعریف بیان کرنے کے لئے شاعر لفظوں کی بھیک مانگتے پھریں۔ پھر بھی ایسے الفاظ نہیں جن سے اس کی تعریف نکل سکے۔ میں اسے نظروں میں بھر رہا تھا لیکن میرا دل نہیں بھر رہا تھا۔ آنکھیں نہیں تھک رہی تھیں۔ ایک وقت تھا جو گزرتا جا رہا تھا اور میں چاہتا تھا کہ یہ بھی نہ گزرے، اپنی جگہ تھم جائے۔

مرجانہ نے اس باس چوہدری فضل رحیم کو کہا تھا کہ آج رات کے بارہ نہ بجنے پائیں۔ وہ زندگی چاہتا ہے تو وقت کو روک دے۔ یہ بچگانہ بات تھی لیکن اس وقت رسونتی کے سامنے یہ بچگانہ خواہش شدت سے سر اٹھا رہی تھی کہ وقت رُک ہی جائے اور میں نگاہوں سے اس دیوی کی پوجا کرتا رہ جاؤں۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ اس کے حسن کی چکاچوند پر پھیلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اچھا ہوا کہ میں نے اس کے بازوؤں کو تھام لیا تھا ورنہ وہ بیک بیک لڑکھڑا کر یا تو فرش پر گر پڑتی یا پیچھے دروازے سے ٹکرا جاتی۔ جیسے ہی میں نے اس کے دماغ کو آزاد کیا، اس نے چونک کر پہلے تو اپنے آپ کو دیکھا۔ پھر دو مضبوط ہاتھوں کو اپنے بازوؤں پر دیکھتے ہی اس نے سر اٹھایا تو وہ ایک دم سے چیخ پڑی۔

اس کی اچانک ہی غیر متوقع طور پر چیخنے سے میں بہت پریشان ہو گیا تھا۔ مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں ملا کہ ایسا کیوں ہوا پھر اس سے پہلے کہ میں کچھ سوچتا، کچھ سمجھتا۔ اس نے پلٹ کر دروازے کی چٹخنی گرائی اور اسے کھولتے ہوئے بھاگتی چلی گئی۔ سب وقت سے ادھجل ہو گئی۔ تب میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ رسونتی نے یہاں آ کر اپنے فرہاد کو نہیں بلکہ ایک اجنبی طارق محمود کا چہرہ دیکھا تھا۔

میں یہ بھول گیا تھا کہ وہ روٹھی ہوئی تھی۔ اسے منانے کے لئے میں نے بڑا ہی رومانی انداز اختیار کیا تھا۔ اسے ٹریپ کر کے کمرے میں بلایا تھا تاکہ ذرا سا تنہا... وقت گزرے۔ پھر چھیڑ چھاڑ ہو۔ کچھ شکوے شکایتیں ہوں۔ وہ روٹھے ہیں منائے لیکن یہ سب کچھ سوچتے ہوئے میں بھول گیا تھا کہ میں یہاں پلاسٹک سرجری کے لئے آیا ہوں اور وہ یہاں آ کر طارق محمود کے چہرے کو قبول نہیں کرے گی۔ جبکہ وہ ممی سے سن چکی ہے کہ میں ان دونوں طارق محمود کے روپ میں ہوں۔ لیکن سننا اور بات ہے اور اسے عرصے کے بعد آنکھوں سے دیکھ کر اسے فوراً ہی قبول کر لینا دوسری بات ہے۔ اتنی جلدی قبول کیا نہیں جاتا۔ ذرا سا دماغ کو مائی کرنا پڑتا ہے۔ میں نے توموقع نہیں دیا تھا اور اسے اچانک تنہا ہی بلا لیا تھا۔

دوسری طرف یہ ہوا کہ اس کی چیخ سن کر ہسپتال کے کئی لوگ بھاگتے چلے آ رہے تھے۔ سونیا اور ممی بھی ڈاکٹر کے ساتھ کمرے سے باہر آ گئی تھیں۔ کوریڈور میں انہوں نے رسونتی کو دیکھا جو اسے دوڑنے کے بجائے تیزی سے چلتے ہوئے ان کی طرف آ رہی تھی۔

میں نے فوراً ہی سونیا کے دماغ میں کہا: "بھئی! مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے رسونتی کو ٹریپ کر کے اپنے پاس تنہائی میں بلایا تھا لیکن یہ بھول گیا تھا کہ وہ طارق محمود کے روپ کو دیکھ کر بدک جائے گی۔"

سونیا نے فلسفیانہ انداز میں کہا: "اچھا، تو رسونتی کے آتے ہی تمہیں بے کلی ہونے لگی۔ اسے تنہائی میں بلایا تھا؟"

"بھئی یہ طعنے دینے کا وقت نہیں ہے۔ پہلے اس معاملے کو سنبھالو ورنہ سب لوگ پریشان ہوں گے۔"

اسی وقت کچھ لوگ دوڑتے ہوئے کوریڈور میں آ گئے تھے۔ ان میں زیادہ تر سپرنٹنڈنٹ مسٹر ملاسٹر کی خفیہ کے افراد تھے۔ سونیا نے ان سے کہا: "کوئی کی کوئی بات نہیں ہے۔ تم لوگ جاؤ۔"

سونیا کا حکم سنتے ہی وہ لوگ واپس چلے گئے۔ ڈاکٹر اور ممی نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

رسونتی جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ سونیا نے کہا: "کوئی نہیں ہے میرے ساتھ آؤ۔ جہاں تم گئی تھیں۔ ہم وہیں چلیں گے۔"

ممی نے پوچھا: "میری بیٹی کہاں گئی تھی؟"

سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا: "یہ خیال خوانی کی کشتی پر سوار ہو کر فرہاد کے کمرے میں پہنچی تھی لیکن وہاں طارق محمود کا چہرہ دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ کیا سمجھے نہیں بتایا گیا کہ ان دنوں فرہاد، طارق محمود کے روپ میں ہے؟"

یہ سنتے ہی رسونتی نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سونیا کو دیکھا۔ اسے اب یاد آ گیا تھا کہ اس کا فرہاد طارق محمود کے روپ میں ہے۔ وہ چیخنے لگی۔ ممی بتا ہی تھیں کہ انہوں نے رسونتی کو پہلے ہی بتا دیا تھا اور وہ یہ سمجھ رہی تھیں کہ شاید رسونتی فرہاد کو طارق محمود کے روپ میں قبول کر لے لیکن یہ تو دہشت زدہ ہو کر بھاگ آئی ہے۔

وہ سب باتیں کرتے ہوئے میرے کمرے کے دروازے پر آئے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے پوری طرح کھول دیا۔ وہ تینوں کمرے میں داخل ہوئیں۔ ڈاکٹر واپس چلا گیا تھا۔ ممی نے مجھے دیکھتے ہی آگے بڑھ کر میرے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا پھر بے اختیار جھک کر چومنے لگیں۔ میں نے بھی ان کی پیشانی کو چوم لیا۔ پھر ان کے سر کو اپنے سینے سے لگا کر تھپکنے لگا۔ وہ خوشی سے رو رہی تھیں۔ ہم سے ذرا دور سونیا اور رسونتی ساتھ کھڑی ہوئی تھیں۔ سونیا نے جھک کر رسونتی کے کان میں کہا: "دیکھو! ممی کیسے فرہاد کے سینے سے لگی ہیں۔ تم نے اپنا وقت ضائع کر دیا۔ اب کیا کھڑی ہو۔ آگے بڑھو اور مسکرا کر اسے ہیلو کہو۔"

وہ بھیگی بھیگی نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ دل ہی دل میں خود کو اس بات پر آمادہ کر رہی تھی کہ وہ مجھے فرہاد تسلیم کر لے جبکہ میں چہرے کا اعتبار سے کسی طرح بھی فرہاد نظر نہیں آ رہا تھا۔ لمحے لمحے سے وہ بیماری کے دوران تصور کی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی تھی اور فرہاد کے چہرے کی پوجا کرتی رہی تھی۔ وہ پوجا کرنے والا دیوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

میں نے مسکرا کر کہا: "ہیلو، رسونتی! کیا اب بھی بھاگ جانے کا ارادہ ہے؟"

وہ جھینپنے لگی۔ ممی نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر بولیں: "آؤ بیٹی! آگے بڑھو۔ اپنے فرہاد سے ملو۔ تم نے تو راقل کو سنا اور وقت پر کھانا ہی چھوڑ دیا تھا۔ میرے سمجھانے منانے پر تم کھاتی ہو۔ اور خواب آور گولیاں کھلانے پر سوتی تھیں۔ جب دیکھو فرہاد کی رٹ لگائے رہتی تھیں۔ اب یہ سامنے آیا ہے تو تم اسے تسلیم نہیں کر رہی ہو؟"

ایسا کہتے ہوئے وہ رسونتی کو کھینچتے ہوئے میرے بالکل سامنے لے آئی تھیں۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ رسونتی کی طرف بڑھایا تاکہ وہ کم از کم مصافحہ کے بہانے ہی اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر مجھے تسلیم کر لے۔ اب تو اسے تسلیم کرنا ہی تھا۔ کیونکہ ممی اس بات کی گواہ تھیں اور سونیا نے بھی یہی کہا تھا کہ میں فرہاد ہوں۔ اور میری آواز، میرا لب و لہجہ، میری آنکھیں، میرا قد۔ یہ سب کچھ ایسا تھا کہ مجھے فرہاد تسلیم کرنا ہی پڑتا تھا۔ اس لئے اس نے جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔

میں نے دوسرے ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو سہلاتے ہوئے آہستگی سے پوچھا: "کیا مجھے چھو کر یقین آ رہا ہے؟"

اس نے سر کو اور جھکا لیا۔ زیر لب مسکرانے لگی۔ اس کے شرمانے کی ادائیں دیکھ دیکھ کر مجھے یاد آ رہا تھا کہ وہ کیسی اداؤں بھری دوشیزہ ہے۔ سونیا نے شرارتاً کہا: "ممی! ہمیں تھوڑی دیر کے لئے ان دونوں کو تنہا چھوڑ دینا چاہئے۔ آئیے ہم باہر چلیں۔"

سونیا کی بات سنتے ہی رسونتی نے گھبرا کر اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں کی گرفت سے کھینچ لیا۔ پھر جلدی سے پلٹ کر ممی کے سینے سے لگ گئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "میرے اس چہرے نے اجنبیت پیدا کر دی ہے۔ رسونتی مجھے اس حد تک قبول نہیں کرے گی کہ میرے ساتھ دو گھڑی تنہائی میں باتیں کر سکے۔ اسے مجبور نہ کیا جائے۔ آؤ، ہم سب یہاں بیٹھ کر باتیں کریں۔"

ہم صوفوں کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ میرا یہ ہسپتال کا اسپیشل کمرہ ایسا ہی تھا جیسے آدھا ڈرائنگ روم اور آدھا بیڈ روم ہو۔ یہاں اٹھنے بیٹھنے اور سونے کے لئے بڑے اچھے انتظامات کئے گئے تھے۔ سونیا نے بیٹھتے ہوئے کہا: "میں سب سے پہلے سپرنٹنڈنٹ مسٹر ملاسٹر کا پیغام پہنچا دوں۔ اس نے نہایت تعظیم کے بعد مہمیں سلام کہا ہے، اور خوش آئند تعلقات کی توقع بھی کی ہے۔ سپرنٹنڈنٹ کی طرف سے ڈاکٹر ممی کے بڑے کو سخت تاکید ہے کہ وہ اپنی دن رات کی توجہ صرف تم پر کر کے اور دوسری مصروفیات سے باز رہے تاوقتیکہ تم اپنے اصلی چہرے کو نہ پا لو۔"

میں نے سونیا سے کہا: "تم میری طرف سے سپرنٹنڈنٹ کو جوابِ شکریہ کے الفاظ پہنچا دینا اور اس سے کہنا کہ ہمارے درمیان اس وقت تک کوئی بات چیت نہیں ہو سکتی، جب تک کہ میں میک اپ کے چھلکے لے کر اس ہسپتال سے باہر نہ آؤں اور اپنا اصلی چہرہ نہ پا لوں۔ اس کے بعد ہی میں خوش آئند تعلقات کے سلسلے میں کوئی جواب دے سکوں گا۔"

سونیا نے کہا: "ہمیں یہاں سر جوڑ کر سوچ لینا چاہئے کہ سپرنٹنڈنٹ کو کیا جواب دیا جائے اور آئندہ اس سے کس قسم کے تعلقات رکھے جائیں۔ یہاں رسونتی بھی موجود ہے اور بزرگ کی حیثیت سے

ہماری ممی ہیں۔ تمہیں یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ تم آئندہ کس طرح زندگی گزارنا چاہتے ہو اور کس کے ساتھ گزارنا چاہتے ہو۔ ایک کے ساتھ یا سب کے ساتھ، یا بالکل ہی تنہا؟"

ممی نے کہا "اب تو تنہا زندگی گزارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا میرے بیٹے نے کافی عرصہ ایسی زندگی گزار لی ہے جہاں گیا، کبھی کسی کا ساتھ پکڑ لیا، ورنہ تنہا رہا۔ اب فرہاد کو ٹوپی پہنچ گئی ہے سے یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو ایک سماجی فطرت دی ہے۔ وہ خواہ کہیں رہے وہ تنہا نہیں رہ سکتا۔ حتیٰ کہ جانور بھی جنگل میں تنہا نہیں رہتے۔ ایک چیونٹی بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ قطار بنا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتی ہے اور ہم تو انسان ہیں۔ میرے بیٹے کو اب تھک جانا چاہئے اور کہیں ڈیرا ڈالنا چاہئے۔"

"ممی! آپ کا مشورہ اور آپ کی نصیحتیں سر آنکھوں پر۔ ابھی تو آپ اور رسونتی یہاں پہنچی ہیں۔ ابھی آپ آرام کریں مجھے سوچنے کا موقع دیں۔ میں نے سونیا سے تنہائی میں بہت سی باتیں کی ہیں۔ اسی طرح رسونتی سے بھی کچھ ضروری باتیں کروں گا۔ اس کے بعد پھر آپ سے بھی تنہائی میں مشورہ لوں گا۔ پھر ہم سب مل کر کسی نتیجے پر پہنچیں گے۔"

اتنے میں ڈاکٹر میکی براڈلے آ گیا۔ اس نے پریشانی سے کہا "مسٹر فرہاد! آپ تو عجیب شخصیت ہیں۔ پھر یہ کہ یہ محترمہ رسونتی یہاں آئی ہیں تو ہماری مصروفیات میں بڑا خلل پڑنے لگا ہے۔ اب تک سینکڑوں بار ٹیلی فون کی گھنٹی بج چکی ہے۔ کتنے ہی لوگ آپ دونوں سے ملنا چاہتے ہیں۔ مادام سونیا جانتی ہیں کہ باہر ان کے مسلح آدمیوں نے کس طرح پابندیاں لگا رکھی ہیں۔ کسی کو یہاں ہسپتال میں آنے جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ڈاکٹر! یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ابھی تو عوام کو پتہ نہیں چلا ہے کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں پریس میں موجود ہیں۔ صرف یہاں کے چند خاص خاص لوگوں کو پتہ چلا ہے۔ وہ بھی اس لیے کہ وہ لوگ رسونتی کے استقبال کے لئے ایئرپورٹ گئے تھے۔ وہ سب اپنے ماں باپ، بیوی رسونتی اور فرہاد کو دعوت دینا چاہتے ہیں۔ ہم ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ ان سے ملنے والوں کو محدود ہی رکھا جائے۔"

ڈاکٹر میکی براڈلے نے کہا "مسٹر فرہاد! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بہت بڑی شخصیت کے مالک ہو۔ بہت معزز ہو۔ بلکہ صحیح بات کہی جائے تو بڑے ہی دہشت ناک ہو۔"

اس کی بات سن کر ہم سب ہنسنے لگے۔ اس نے سر ہلا کر کہا "میں سچ کہتا ہوں۔ یہ تمام لوگ تم سے مرعوب ہو گئے اور تم سے دہشت زدہ ہو کر تمہاری قدر کر رہے ہیں اور تمہیں اتنی عزت دے رہے ہیں۔ بہرحال اگر یہی حال رہا تو میرے ہسپتال کا کاروبار چوپٹ ہو جائے گا اور دوسرے مریض میری توجہ سے محروم رہیں گے۔ صرف تمہاری ہی طرف توجہ دینی پڑے گی۔ لہٰذا میں آج ہی سے تم پر پوری توجہ دیتا ہوں اور تمہارے ساتھیوں سے معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ اب یہ کم از کم ایک ہفتے تک تم سے ملاقات نہ کریں۔ میں اپنے تمام تجربات آزما کر ایک یا دو ہفتے کے اندر اس چہرے کو تبدیل کر دوں گا۔ لہٰذا میں ایک گھنٹے بعد تمہارے چہرے پر کچھ کام کرنا شروع کروں گا۔"

میں نے کہا "ڈاکٹر! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس وقت سات بجے ہیں۔ آپ نو بجے کے بعد جو چاہیں میرے ساتھ کریں۔ میں نو بجے تک ذرا ایک جگہ مصروف رہنا چاہتا ہوں۔ یعنی یہاں کے وقت کے مطابق پاکستان میں اس وقت بارہ بجیں گے اور بارہ بجے مجھے ایک اہم کام انجام دینا ہے۔"

ڈاکٹر نے سر ہلا کر کہا "ٹھیک ہے۔ نو بجے کے بعد ہی ہم اس کے بعد پھر تمہاری کوئی مصروفیت نہیں ہوگی اور کوئی حکم عدولی نہیں ہوگی۔ اچھی بات ہے۔ کوئی مصروفیت نہیں ہوگی اور کوئی حکم عدولی نہیں ہوگی۔ کوئی مصروفیت نہیں ہوگی اور کوئی حکم عدولی نہیں ہوگی۔"

ڈاکٹر نے کہا "مجھے تمہارے چہرے پر کام کرنے کے لئے تم کو نیم بے ہوشی طاری کرنی پڑے گی۔ لہٰذا آج رات کا کھانا نہ کھانا۔"

میں نے کہا "ڈاکٹر آپ مجھے بے ہوش کرنے یا نیم بے ہوش رکھنے کے لئے اپنے کسی ڈاکٹری حربے کو استعمال نہ کریں۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے خود ہی اپنے آپ پر نیم بے ہوشی طاری کر لوں گا۔"

ڈاکٹر نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ پھر کہا "میں تو بھول ہی گیا تھا کہ یہ کام تم ٹیلی پیتھی سے کر سکتے ہو۔ بھئی گڈ ہو گیا۔ پھر تو میرے لئے بڑی آسانی ہوگی۔"

"لیکن ڈاکٹر! میری ایک گزارش ہے اور وہ یہ کہ جب میں گہری نیند سو جاؤں تو اپنے دماغ کو یہ ہدایت دیتا ہوں کہ میرے سکرے میں داخل ہو تو میری آنکھ کھل جائے۔ لیکن سرجری کے بعد ہوش میں آنے تک مجھے ایک محافظ کی ضرورت ہوگی جو میری دیکھ بھال کرے۔"

ڈاکٹر نے کہا "اس کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچائیں گے۔"

"یہ بات نہیں ہے ڈاکٹر! آپ دشمن نہیں ہیں لیکن کوئی دشمن آپ کو بے بس کر سکتا ہے اور میری بے ہوشی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔"

ڈاکٹر نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہاں، ایسا ہو سکتا ہے۔ تم چاہتے ہو؟"

"میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ جب بھی میری بے ہوشی کے پلاسٹک سرجری کے مرحلے سے گزریں تو اس وقت سونیا میرے پاس موجود رہے۔ یہ جب تک رہے گی۔ میں مطمئن رہوں گا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تمہیں ٹھیک سوا نو بجے اپنے آپریشن تھیٹر میں لے جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔ رسونتی نے پہلی بار مجھے مخاطب کیا۔ وہ بولی "فرہاد! تمہاری یہ احتیاطی تدابیر مجھے بہت پسند آئیں کہ تمہاری بے ہوشی کے دوران سونیا تمہارے پاس موجود رہے۔ واقعی تمہارے دشمنوں کا کوئی حساب نہیں ہے۔ پتہ نہیں کون کس طرف سے آئے اور تمہاری بے ہوشی سے یا غفلت سے فائدہ اٹھائے۔ سونیا کا موجود رہنا بے حد ضروری ہے۔"

سونیا نے کہا "تم سب بے فکر رہو۔ میں محافظ بن کر پوری طرح محتاط رہوں گی لیکن نسرار اگر میں نہیں بے ہوشی سے بیہوشی کی طرف لانا چاہوں تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

میں نے جواب دیا "میں اپنے دماغ کو ہدایت دوں گا کہ جب سونیا میرے پاؤں کے تلوؤں کو آہستہ آہستہ سہلائے گی تو میری آنکھ کھل جائے گی اور میں پورے ہوش و حواس میں آ جاؤں گا۔"

سونیا نے پوچھا "کیا ایسا ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟ ایک بات یاد رکھو کہ جب ڈاکٹر کسی بھی دوا کے ذریعے بے ہوش کرتے ہیں تو بے ہوشی کے باوجود دماغ بالکل ہی سُن نہیں ہو جاتا، مُردہ نہیں ہو جاتا۔ دماغ زندہ رہتا ہے لیکن اس کی حس اتنی کمزور ہو جاتی ہے کہ رفتہ رفتہ اس دوا کا اثر زائل ہوتا رہتا ہے پھر وہ دماغی قوت بحال ہوتی رہتی ہے۔ یہی حال ٹیلی پیتھی کا ہے اگر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک خاص وقت مقرر کر دیا جائے کہ اس وقت تک دماغ غافل رہے تو وہ وقت آنے تک دماغ غافل تو رہتا ہے لیکن آہستہ آہستہ غفلت سے شعوری حد تک واپس لوٹتا رہتا ہے۔"

ممی نے پوچھا "لیکن پاؤں کے تلوے سہلانے والی بات سمجھ میں نہیں آئی؟"

میں نے جواب دیا "دیکھئے! جسم کے کچھ حصے ایسے ہیں جو بڑے حساس ہوتے ہیں مثلاً بغل میں اگر ہاتھ لگایا جائے تو گدگدی ہوتی ہے۔ اسی طرح پاؤں کے تلوے کو سہلایا جائے تو گدگدی کا احساس ہوتا ہے۔ یہ ایسے حصے ہیں کہ یہاں ہاتھ لگانے سے دماغ فوراً ہی لمس کو محسوس کر لیتا ہے۔ غافل رہنے والا دماغ جو کہ ہوش و حواس کی طرف آ رہا ہو۔ وہ پاؤں کے تلوے سہلانے کے باعث ایک تو زیادہ حساس ہو گا۔ دوسرے یہ کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دی ہوئی ہدایت کا اثر بھی ہو گا۔"

سونیا نے کہا "ٹھیک ہے۔ تم جو وقت مقرر کرو گے میں اس وقت ایسا ہی کروں گی۔ فی الحال کیا خیال ہے۔ ممی! ہم لوگوں کو تھوڑی دیر کے لئے باہر جانا چاہئے۔"

ممی فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ سونیا بھی مسکراتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی۔ پھر باہر جانے لگی۔ رسونتی نے سر جھکایا تھا۔ جب وہ دونوں باہر چلی گئیں تو میں نے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر رسونتی کی طرف پلٹ کر مسکراتے ہوئے بولا "اب کیا خیال ہے۔ اب بھی ڈرنگ لڑھ ہے؟"

وہ ذرا شرمائی، ذرا مسکرائی۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی "مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کر لو کہ مجھے ڈرنگ لڑھ ہے یا نہیں؟"

میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "کاش تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری سوچ پڑھ سکتیں۔ اس وقت تمہیں دیکھ دیکھ کر میرے دل میں کچھ ہو رہا ہے۔ رسونتی! میں نے سنا تھا کہ پہلی محبت میں بڑی دلکشی ہوتی ہے۔ آج تمہیں دیکھ کر اس حقیقت کا اعتراف کر رہا ہوں بیماری کے بعد تم اور زیادہ حسین، دلنشین ہو گئی ہو۔ تمہارا تو روپ ہی بدل گیا ہے۔"

میں نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ تاکہ وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دے۔ اس نے کہا "فرہاد! تنہائی کا مطلب صرف یہی تو نہیں ہوتا کہ پہلے جسن کے متعلق شاعرانہ جملے ادا کئے جائیں۔ پھر اس کے بعد چھونے کی تمنائی جائے۔ کیا ہم اپنی زندگی کے متعلق کچھ ضروری باتیں نہیں کر سکتے۔ ضروری فیصلے نہیں کر سکتے۔ ہمارے پاس جو بھی وقت ہے اسے ہمیں ضائع نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنے مستقبل کے متعلق سنجیدگی سے فیصلہ کرنا چاہئے۔"

"تم میری حسرت ہو" رسونتی۔

"میں جانتی ہوں۔ پہلے میرے پاس ٹیلی پیتھی کا علم تھا۔ میرے پاس ایک قوت تھی جس کے ذریعے میں تمہیں اس بات پر مائل کر لیا کرتی تھی کہ انسان کو نارمل رہنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ اچھی صورت یا کوئی حسین چہرہ دیکھا تو بس بہکنے کا ارادہ کر لیا۔ بہکنے کے علاوہ بھی کچھ اور ہوتا ہے۔ وہ ہوتی ہے محبت، اور محبت کو نبھانے کا عزم۔ یہ بات میں شروع سے کہتی آئی ہوں۔ آج بھی کہہ رہی ہوں۔ لیکن ہر بات کا ایک وقت ہوتا ہے۔ جو وقت سے پہلے کام ہوتا ہے۔ وہ اچھا نتیجہ خیز نہیں ہوتا۔ خصوصاً اس معاملے میں مرد کا تو کچھ نہیں جاتا مگر عورت کا بہت کچھ بگڑ جاتا ہے۔ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔"

مجھے مایوسی ہوئی۔ میں نے ذرا ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے کہا "میں نادان نہیں ہوں۔ سب سمجھتا ہوں۔ کیا اتنے عرصے تک جدا رہنے کے بعد دل میں یہ خواہش نہیں مچلتی کہ گلے مل کر گلہ دور کر دیا جائے؟"

"یہ خواہش یقیناً ہوتی ہے میرے دل میں بھی ہے یا نہیں، تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اگر دیکھ چکے ہو گے میں یہ دیکھنے تو نہیں گئی کہ تم کب میرے دماغ میں جھانکتے ہو اور کیسی کیسی سوچیں پڑھ لیتے ہو؟ بہرحال میں تمہیں اتنا بھی نہیں کہتی کہ مجھ سے ناراض نہیں ہونا چاہئے بلکہ

میری قدر کرنی چاہیئے کہ میں جائز راستے پر چل کر تمہارے قدموں میں آنا چاہتی ہوں۔ مجھے اپنے قدموں میں اس طرح نڈھال نہ ہونے دو کہ وہ میرے لئے ٹھوکر بن جائیں۔"

"تم کیسی باتیں کرتی ہو؟ کیا میں نے سونیا کو ٹھکرا دیا ہے کیا میں نے رُومانہ کو ٹھکرا دیا تھا۔ تم سونیا، رُومانہ جیسی ہستیاں ہو۔ نہیں میں نے ہمیشہ سر آنکھوں پر بٹھائے رکھا۔ تم مجھے ایسے الزام نہ دو۔"

"میں الزام نہیں دے رہی ہے شک تم نے انہیں نہیں ٹھکرایا لیکن یہ بھی تو ٹھکرانا ہی کہلاتا ہے کہ کبھی ان کے ساتھ سال چھ مہینے تک نہیں رہتے۔ مہینہ انہیں چھوڑ کر بھٹکتے رہتے ہو۔ یہ کوئی زندگی تو نہیں ہے۔ ہم مشرقی عورتیں جب بھی اپنے مرد کے ساتھ زندگی گزارنے کا تصور کرتی ہیں تو ہمارے تصور میں ایک چھوٹا سا گھر ہوتا ہے اور پیارے پیارے بچے ہوتے ہیں۔ ہر دار عورت صرف اپنی ذات کے لئے، اپنی خوشیوں کے لئے زندہ نہیں رہتے بلکہ اپنے بچوں کی، اپنی آئندہ نسل کی خوشیوں کے لئے بڑی بڑی قربانیاں بھی دیتے ہیں۔ تم نے ابھی تک اپنے مستقبل کو نہیں سمجھا اور نہ ہی اپنی آئندہ نسل کے متعلق سوچا ہے اور نہ اس نسل کے لئے تم اپنے اصولوں کو اپنی راہوں کو بدلنا چاہتے ہو۔"

"یعنی تم یہ چاہتی ہو کہ میں تمہارے ساتھ ازدواجی گھریلو زندگی گزاروں؟"

"میں کیا ہر شریف لڑکی یہی چاہے گی کہ میرا فراد! بہت ہو گیا بہت بھٹک چکے۔ اب وقت آگیا ہے کہ تمہیں سنجیدگی سے اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہیئے اور یہ سوچنا چاہیئے کہ آئندہ بھی تمہارا ساتھ دینے والا کوئی تمہارا بچہ اس دنیا میں ہوگا یا نہیں ہوگا۔ کوئی ایسی عورت ہوگی جو تمہارے بچے کو گود میں کھلائے گی اور اپنا دُودھ پلائے گی اور بڑے ارمانوں سے اسے چلتا پھرتا دیکھے گی۔ میں وہ عورت ہوں۔ فراد کہو! تم میرے ساتھ گھریلو ازدواجی زندگی نہیں گزار سکتے؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا: "مجھے یہی فیصلے کرنے ہیں۔ اگر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے تم لوگوں کے ساتھ ایسی زندگی گزارنا ہے تو پھر تم جانتی ہو کہ میں مسلمان ہوں اور میرے ملک میں ایک سے زیادہ شادی رائج ہے۔ میں تمہارے اور سونیا کے ساتھ گھریلو ازدواجی زندگی گزاروں گا۔ تمہارا رد عمل کیا کہتا ہے۔ تمہارا مزاج کیا کہتا ہے۔ یہ فیصلے تم کرنا۔ مگر ابھی میں نے اپنا آخری فیصلہ نہیں سنایا ہے۔"

رسونتی نے کہا: "میں سونیا کی عزت کرتی ہوں اور اسے ایک اچھی دوست سمجھتی ہوں۔ اس نے میرے بُرے وقت میں ساتھ دیا تھا۔ میں بھی اس کے بُرے وقت میں کام آئی ہوں اور آئندہ بھی جانے درمیان ایسی ہی دوستی قائم رہے گی لیکن میں اسے سوکن تسلیم نہیں کرتی۔ سونیا کو بھی یہی چاہیئے کہ وہ مجھے سوکن تسلیم نہ کرے۔ فیصلہ تم کرو کہ کس کے ساتھ گھریلو ازدواجی زندگی گزارو گے۔ جیسے سونیا کے ساتھ پہلے تمہاری دوستی ہوئی۔ پہلے تمہارے تعلقات ہوئے، اسی کے ساتھ تمہیں زندگی گزارنے کا فیصلہ کرنا چاہیئے اور جب تم یہ فیصلہ کرو گے تو میں ہمیشہ کے لئے تمہارے راستے سے ہٹ جاؤں گی۔ پھر کبھی تمہارے سامنے نہیں آؤں گی۔"

"یہ تمہارا حذباتی فیصلہ ہوگا۔"

"نہیں فراد! جب مرد یہ کہتا ہے کہ عورت کو صرف ایک مرد سے وفا کرنا چاہیئے اور ایک مرد کا بن کر رہنا چاہیئے اور کسی دوسرے کا تصور بھی ذہن میں نہیں لانا چاہیئے۔ تو عورت بھی یہی کہتی ہے۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ میرا مرد بھی صرف میرا ہو۔ کسی دوسری عورت کا نہ ہو۔ اگر مرد یہ برداشت کرلے عورت اس کے سوا کسی دوسرے کی بھی ہو کر رہے تو میں بھی تسلیم کرلوں گی کہ تمہارا ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ زندگی گزارنا جائز ہے۔ حذباتی فیصلہ میرا نہیں ہے تمہارا ہے۔ کیا یہ حذباتی حماقت نہیں ہے؟ کہ جو چیز تم بنا نہ سکو۔ اس کے ہر حصے میں تمہارے لئے ایک عورت موجود ہو؟ سچی سچی۔ کیسی باتیں کرتے ہو؟"

میں قہقہے ہوئے اُس سے دُور گیا، پھر بولا: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس طرح فیصلہ کروں گا۔ کیونکہ مجھے سونیا جتنی عزیز ہے اتنی ہی چاہت تمہارے لئے بھی میرے دل میں ہے۔ میں کسی کو بھی اس دل سے نکال کر نہیں پھینک سکتا۔"

"انسان کا دل ہر شکستی ہوئی چیز کے لئے مچلتا ہے۔ لہٰذا اسے پوری قوت ارادی کے ساتھ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک چیز کا انتخاب کیسے کرے اور باقی چیز دل کو کیسے نظر انداز کرے۔ اس کا فیصلہ اسے خود کرنا پڑتا ہے۔ کوئی دوسرا نہیں کرتا۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "میں ایسا فیصلہ کرنے میں شاید ناکام رہوں گا۔ ایک بات میری سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ کہ ممی کے علم سے کچھ کام لیا جائے۔ وہ اپنے علم نجوم کے ذریعے میری تمہارا اور سونیا کی قسمت کا پورا حال معلوم کریں گی اور جو ہمارے مستقبل کے متعلق نشاندہی کریں گی۔ اس کے مطابق ہم فیصلہ کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔"

"چلو یہی سہی۔ میں دیکھوں گی کہ ممی کے ذریعے تم کس نتیجے پر پہنچتے ہو؟"

رسونتی: "اب یہ باتیں تو ہو چکیں۔ جب فیصلے کی گھڑی آئے گی اور کوئی نتیجہ سامنے آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ ابھی تو اپنے دل کی بات بتاؤ؟"

"کیا بتاؤں۔ کیا تم میرے دل کی بات نہیں جانتے ہو؟ میں یہاں سے یہاں آئی ہوں اور جب تک میں وہاں تھی۔ تمہارے ہی بارے میں سوچتی تھی۔ ایسا لگتا ہے کہ دنیا میں سوچنے کے لئے اور کچھ نہیں رہ گیا ہے۔ ایک تمہاری ذات ہے اور میری سوچیں ہیں اور بس کچھ نہیں۔"

"ایسی بات ہے تو پھر تم یہاں آکر ایسی باتیں کیوں نہیں کر رہی ہو؟"

"اس لئے کہ بعض حالات میں اپنے من کو مارنا پڑتا ہے اور خود کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ ہم نہیں جانتے۔ اگر مجھ سے ناانصافی ہوئی اور میری سوچ کے مطابق میری آرزوؤں کے مطابق مجھے میرا مستقبل نہ ملا تو مجھے کسی گوشۂ تنہائی میں زندگی گزارنی ہوگی اور اس کے لئے مجھے ابھی سے ذہنی طور پر تیار رہنا چاہیئے خواہ مخواہ رُومانی گفتگو کر کے اور محبت کی باتیں زیادہ سے زیادہ کر کے اپنے آپ کو بھٹکانا نہیں چاہیئے۔ مجھے اسی طرح شانتی ملے گی کہ میں ان باتوں سے کترائی رہوں۔ ممی اور سونیا کو اب بلا لو۔"

"وہ کیوں؟"

"اس لئے کہ ہم ان کی موجودگی میں بھی باتیں کر سکتے ہیں۔ ایسی کوئی خاص پرائیویٹ باتیں تو اب رہی نہیں؟"

"کوئی بات نہ رہے تب بھی جی چاہتا ہے کہ دور جانے والے تنہائی میں ایک دوسرے کو خاموشی سے بیٹھے دیکھتے رہیں اور نظروں کی پیاس بجھاتے رہیں۔"

"یہی تو میں نہیں چاہتی کہ ایسا ہو۔ ایسا ہوگا تو دل کی لگی بڑھ جائے گی بتیاں خدا کا واسطہ۔ میرے جذبات سے اور میری آرزوؤں سے اس طرح نہ کھیلو۔ مجھے بھٹکانے کی کوشش نہ کرو۔ میری بات مان لو۔ ممی اور سونیا کو بُلا لو۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر سونیا کو مخاطب کیا اور اس سے کہا کہ ممی کے ساتھ چلی آئے۔ سونیا نے مجھ سے مسکراتے ہوئے پوچھا: "کیا بات ہے، دال نہیں گلی؟"

میں نے کہا: "ہاں! تم تو جانتی ہو کہ رسونتی شروع سے ہی ایسی ہے اور یہ پہلی عورت ہے جس کے پاس دال نہیں گلتی۔"

ایک منٹ کے بعد ہی وہ ممی کے ساتھ کمرے میں آگئی۔ ہم صوفوں پر اِدھر اُدھر بیٹھ گئے۔ میں نے ممی سے کہا: "دیکھئے! مجھے اب پلاسٹک سرجری کے مراحل سے گزرنے کے لئے شاید ہفتے دو ہفتے کا عرصہ لگے گا۔ اس دوران مجھے آرام سے لیٹ کر سوچنے کا خوب موقع ملے گا۔ میں فیصلہ کروں گا کہ مجھے کس طرح زندگی گزارنا چاہیئے۔ لیکن ایک مسئلہ ایسا ہے جو مجھ سے حل نہیں ہو رہا ہے اور وہ یہ کہ سونیا میرے لئے جتنی عزیز ہے، اتنی ہی رسونتی بھی ہے۔ میں دونوں میں سے کسی کو چھوڑ نہیں سکتا۔ جہاں تک سونیا کا تعلق ہے، میرے اور سونتی کے ساتھ زندگی گزار سکتی ہے۔ لیکن رسونتی کو انکار ہے۔ وہ سونیا کو اپنا بہترین دوست سمجھتی ہے لیکن سوکن کی حیثیت سے اسے برداشت نہیں کرے گی۔"

ممی نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "بیٹے! تم ایک نہیں چار شادیاں کر سکتے ہو لیکن آج کی عورت اسے پسند نہیں کرتی۔"

ممی! آپ یہ بات چھوڑیں۔ یہ بتائیں کہ ہم تینوں کے ستارے کیا کہتے ہیں۔ اگر آپ نے اب تک اسٹڈی نہیں کی ہے تو ابھی کافی وقت ہے۔ جب تک میں سرجری کے مراحل سے گزر رہا ہوں۔ آپ اطمینان سے میرے، سونیا کے، رسونتی کے مستقبل کے متعلق کچھ حالات معلوم کریں اگر مکمل طور سے ہمارا مستقبل آپ کے عمل کے آئینے میں نظر نہ آئے تو کچھ اشارے ہی دے دیں۔ تاکہ ان اشاروں کی روشنی میں ہم کوئی قدم اٹھا سکیں۔"

"میں نے تمہارے اور سونتی کے حالات تو بڑی تفصیل سے معلوم کئے ہیں۔ سونیا کا ذکر اس سے پہلے میرے سامنے زیادہ نہیں تھا۔ اس لئے میں نے بہت کم معلومات حاصل کی ہیں۔ ویسے میں سونیا کے بارے میں بھی تفصیلی حالات معلوم کروں گی۔"

"آپ میرے اور رسونتی کے متعلق بتائیں۔"

"میں کیا بتاؤں۔ رسونتی کا ستارہ اور تمہارا ستارہ بالکل متضاد چل رہا ہے لیکن یہ ستارے نہ تو ایک دوسرے کو کراس کرتے ہیں، نہ ایک دوسرے کی سیدھ میں ملتے ہیں۔ یہ ملتے ملتے الگ ہو جاتے ہیں۔ میں نے جو ریڈنگ کی ہے اس کے مطابق رسونتی کا مزاج کچھ اور ہے اور وہ تمہارے غلط اصولوں کے سامنے کبھی نہیں جھکے گی۔"

"کیا میں گھریلو ازدواجی زندگی گزار سکوں گا؟"

ممی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: "ہاں، گزار سکتے ہو مگر گزارنا نہیں چاہو گے۔ تم اپنی عادت کے مطابق اس بار بھی کترانے کی کوشش کرتے رہو گے اور ایک ایسا ستارہ ہے جو تمہیں قابو میں کرے گا اور تمہیں، تمہارے اصولوں کو ختم کر کے صحیح اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے پر مجبور کرے گا۔"

"میں نے پوچھا: "کیا وہ ستارہ رسونتی کا ہے؟"

ممی نے انکار میں سر ہلایا یا نہیں:

"کیا وہ ستارہ سونیا کا ہے؟"

ممی نے اس بار بھی انکار میں سر ہلایا۔ پھر گہری سنجیدگی سے بولیں: "وہ ستارہ ہے مرجانہ کا۔ وہ تمہیں اپنے بس میں کرے گی اور تمہیں تمہارے اصولوں کے خلاف زندگی گزارنے پر مجبور کرے گی۔"

ممی کی باتیں سنتے ہی میں نے فوراً ہی باری باری رسونتی اور سونیا کے دماغ میں پیدا ہونے والے بد دیگرے چھ لونگ لگائی۔ کبھی اس کے دماغ کو پڑھا، کبھی اس کے دماغ کو پڑھا۔ دونوں سوچ رہی تھیں۔ یہ مرجانہ کہاں سے آٹپکی اور کیا اس کی اتنی اہمیت ہو گئی ہے کہ فراد ویسے قابو میں نہیں آئے گا اور میری بات نہیں مانے گا بلکہ مرجانہ کی باتوں پر عمل کرے گا۔

سونیا کی طرح رسونتی بھی یہی سوچ رہی تھی: "اوہ کیا مجھ میں ایسی کوئی خوبی نہیں ہے، ایسی کشش نہیں ہے یا ایسی صلاحیتیں نہیں ہیں کہ میں ان کے ذریعے فراد کو اپنے قابو میں کروں اور اپنی مرضی کے مطابق اسے

زندگی گزارنے پر مجبور کروں؟"

سونیا نے ناگواری سے مسکراتے ہوئے کہا: "چلو، فیصلہ ہو گیا نہ میں، نہ رستی تیسری نئی نویلی نہیں مبارک ہو۔ تم اسی کے ساتھ گھر بلو ازدواجی زندگی گزارو گے۔"

ممی نے کہا: "نہیں سونیا! میں نے یہ تو نہیں کہا کہ مرجانہ فرہاد کے ساتھ گھر بلو ازدواجی زندگی گزارے گی۔ تم ابھی مرجانہ کے متعلق کچھ نہیں جانتی ہو۔ وہ فولاد کی ایک ایسی دیوار ہے۔ جو گرائی نہیں جا سکتی۔ بڑے مضبوط ارادے کی مالک ہے۔ وہ عورتوں کی طرح شادی کی زندگی گزار سکے۔ اس کا مزاج ایسا نہیں ہے۔ وہ دوست بن کر اور دنیا جہاں کے رشتے اپنا کر تو رہ سکتی ہے لیکن کوئی ایسا رشتہ قبول نہیں کر سکتی جس میں اسے زیر ہونا پڑے خواہ اپنے مرد سے یا کسی سے بھی۔"

رستی نے کہا: "بس کا مطلب یہ ہے کہ بات جہاں تھی وہیں رہ گئی۔ یعنی آپ اپنے علم کے ذریعے یہ نہیں بتا سکتیں کہ فرہاد گھر بلو ازدواجی زندگی گزاریں گے یا نہیں؟"

"میں نے تو بتا دیا ہے۔ فرہاد ایسی زندگی گزار سکتا ہے۔ تمہارے ساتھ یا سونیا کے ساتھ۔ کسی کے ساتھ بھی وہ ایک گھر بسا سکتا ہے لیکن اس کے لئے اس کو آمادہ کرنے والی ہستی دوسری ہے۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا: "واہ! آپ کے علم نے تو اور زیادہ الجھا دیا۔ بات کچھ پتے نہیں پڑ رہی ہے کہ کیا ہونے والا ہے؟"

ممی نے کہا: "بیٹی! اگر انسان پوری طرح یہ معلوم کر لے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے تو پھر اس میں اور خدا میں کیا فرق رہ جائے گا؟ وہ ہم سب کو پیدا کرنے والا ہمارا معبود جانتا ہے کہ ستاروں کی چال بھی کس طرح بدل جاتی ہے اور ہمارا علم جو صحیح بات بتا رہا ہے۔ وہ ایک وقت غلط بھی ہو جاتی ہے۔ ستارے اپنا راستہ بدل لیتے ہیں، اپنا مزاج بدل لیتے ہیں۔ اس لئے میں یا کوئی بھی یہ علم جاننے والا پورے یقین سے کچھ نہیں بتا سکتا۔"

سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: "میرا خیال ہے۔ اب ہمیں چلنا چاہئے۔ جاسٹر بوس بڑودی کے ہاں ہم لوگوں کو رات کے کھانے کی دعوت ہے۔ فرہاد تو جا نہیں سکیں گے۔ لہٰذا ہم تینوں کو چلنا چاہئے۔"

میں نے سونیا سے کہا: "ٹھیک ہے۔ تم ممی اور رستی کو لے کر جاؤ لیکن سوا نو بجے تک وہاں پہنچ جانا۔ کیونکہ مجھے تمہاری ضرورت ہے اور سب تک میں ہر کشش میں نہ رہوں، اس وقت تک تم میرے پاس رہو گی۔"

سونیا نے وقت پر آنے کا وعدہ کیا۔ پھر ممی اور رستی کو اپنے ساتھ لے کر چلی گئی۔ ان کے جانے کے بعد میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر بستر پر لیٹ کر ایک سگریٹ سلگانے کے بعد اس کا کش لگاتے ہوئے مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔

مرجانہ میری ہدایت کے مطابق اپنے گھر والوں کے ساتھ کوٹھی میں محدود ہو گئی تھی۔ ان میں سے کوئی باہر نہیں نکلا تھا۔ کھڑکی دروازے بند کر دیئے گئے تھے اور وہ کسی آنے والے سے ملاقات نہیں کر رہے تھے۔ جو بھی آتا تھا۔ اس سے کہہ دیا جاتا تھا کہ وہ صبح سے پہلے کسی سے نہیں مل سکیں گے۔ اس کے علاوہ ٹیلی فون کی گھنٹیاں بار بار بج رہی تھیں۔ ہر بار ٹیلی فون پر یہی کہا گیا کہ کوئی مرجانہ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کی ممی، اس کی خالہ اور خالو نے ریسیور رکھ دیا کہ مرجانہ گھر میں موجود نہیں ہے۔

میں نے مرجانہ کو ابھی مخاطب نہیں کیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ پہلے اس ریڈ پاور کے باسی چوہدری فضل رحیم کے بارے میں کچھ معلوم کر لوں کہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے کیا طریقے استعمال کر رہے ہیں اور کون کون سے ذرائع کو بروئے کار لا رہے ہیں۔ کیونکہ اس کی زندگی اب تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی رہ گئی تھی اور اسے معلوم تھا کہ جب مرجانہ نے یہ کہہ دیا ہے کہ ٹھیک آدھی رات کو مرجانا ہے تو وہ یقیناً مر جائے گا۔ کوئی اسے بچا نہیں سکے گا۔

میں چوہدری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تب پتہ چلا کہ وہ تو اپنی جان بچانے کے لئے بہت دور تک بھاگتا چلا گیا ہے۔ یعنی اس نے چار ملک ہی چھوڑ دیا تھا۔ جب مرجانہ نے اسے موت کی سزا سنائی تھی تب ہی ایک گھنٹے کے بعد وہاں سے ایک طیارہ یورپ کی طرف جانے والا تھا۔ اس کے لئے اس طیارے میں ایک سیٹ ریزرو کرا دی گئی تھی۔ اس طرح وہ ملک سے باہر چلا گیا تھا۔ یہ سب کچھ ریڈ پاور کی طرف سے کیا گیا تھا یعنی ریڈ پاور والے یہ بھی جانتے تھے کہ چوہدری ملک سے باہر جا کر یا دنیا کے کسی کونے میں بھی پہنچ جائے۔ وہ موت سے نہیں بچ سکے گا۔ دوسرے لفظوں میں ٹیلی پیتھی سے نجات نہیں ملے گی۔ اسی لئے وہ لوگ مرجانہ سے رابطہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس سے ملنا چاہتے تھے۔ نہ ملنے کی صورت میں بار بار ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

میں چوہدری کے دماغ میں موجود تھا۔ اس وقت جہاز میں مسافروں کو بتایا جا رہا تھا کہ ان کا جہاز ایران کی حدود میں داخل ہو گیا ہے اور وہ اب سے آدھے گھنٹے بعد تہران کے ائیر پورٹ پر اترنے والے ہیں۔ میں نے چوہدری کی سوچ میں کہا: "بیٹے! تم کہاں تک بھاگ کر جاؤ گے۔ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو تہران پہنچ کر اپنا سفر ملتوی کر دو اور وہیں اپنی موت کا انتظار کرو۔"

اس کے دماغ میں ایسی سوچ آتے ہی وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ سہم کر اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے مسافر کو دیکھا۔ وہ بھی ریڈ پاور کا ایک اہم آدمی تھا اور چوہدری کو اپنی حفاظت میں لے کر جا رہا تھا۔ اس نے چوہدری سے پوچھا: "کیا بات ہے۔ کیا تم ٹیلی پیتھی کے رابطے کو محسوس کر رہے ہو؟"

چوہدری نے جلدی جلدی اثبات میں سر ہلایا اور کہا: "ہاں! ابھی مجھے دماغ میں یہ بات آ رہی ہے کہ میں اپنی جان بچا کر کہیں نہیں جا سکوں گا۔ لہٰذا مجھے تہران پہنچتے ہی اپنا سفر ملتوی کر دینا چاہئے۔"

اس آدمی نے چوہدری کو دیکھتے ہوئے کہا: "اگر ٹیلی پیتھی کا رابطہ قائم کرنے والی شخصیت چوہدری صاحب کے دماغ میں موجود ہے تو میں انہیں مخاطب کرتا ہوں اور نہایت عزت و احترام سے یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے چوہدری کی زبان سے کہا: "میں یہاں چوہدری کے دماغ میں موجود ہوں اور تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہو، کہو!"

اس نے کہا: "میں چوہدری کی زندگی چاہتا ہوں اور اس کی زندگی بچانے کی خاطر آپ کی کوئی بھی شرط منظور کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

میں نے کہا: "ہمیں کوئی شرط منظور نہیں ہے۔"

اس شخص نے کہا: "میرا نام جوزف دسکی ہے۔ شاید آپ کو یاد ہو۔ مجھے رُڈ مارنیو میں مادام سونیا کی خدمات کا موقع مل چکا ہے۔ ہم نے ان کا بڑا شاندار استقبال کیا تھا اور انہیں شایانِ شان مہمانہ دینے کے لئے بھی تیار تھے لیکن تقدیر ہمارے ساتھ نہیں تھی اور پھر پتہ یہ چلا کہ ہم لوگ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ سے رابطہ قائم ہو رہا ہے۔ میں پورے یقین کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ فرہاد علی تیور صاحب ہیں اور اس وقت آپ کا قیام پیرس کے ایک ہسپتال میں ہے۔ میں اس ہسپتال کے کمرہ نمبر ۴ سے واقف ہوں۔ محترمہ رستی بھی وہاں پہنچ چکی ہوں گی اور مادام سونیا تو پہلے سے موجود ہیں۔ آپ لوگوں کی پوری ٹیم وہاں ٹھہری ہوئی ہے۔ میں اور ملک مین اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہم آپ سے کسی نہ کسی بہانے رابطہ قائم کرنا چاہتے تھے آپ یہ اعتراف کریں کہ آپ فرہاد صاحب ہیں۔ تو یہ ہماری بڑی خوش نصیبی ہو گی۔"

جوزف دسکی کی باتوں کے دوران مجھے یاد آ گیا تھا کہ واقعی وہ ہاں میں جب سونیا پہنچی تھی تو وہاں جوزف دسکی سے بھی رابطہ قائم ہوا تھا اللہ جیسے لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ ریڈ پاور کے آدمی ہماری موجودہ رہائش کے متعلق پوری معلومات رکھتے تھے۔ وہ دونوں تنظیمیں ایسی تھیں کہ ہر وقت اطلاعات حاصل کرتی تھیں۔ ان کے بڑے عجیب و غریب ذرائع تھے۔ وہ دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پلک جھپکتے ہی اہم معلومات پہنچا دیا کرتے تھے۔

میں نے چوہدری کی زبان سے اعتراف کیا: "ہاں! میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چوہدری صاحب کی زندگی آپ کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور انہیں سزائے موت دینا بھی اتنا ضروری نہیں ہے۔ اگر میں یہ بتا دوں کہ اس سے بھی ایک اہم معاملہ آپ سے طے ہو سکتا ہے تو۔۔۔؟"

"کیسا اہم معاملہ؟"

"یہ کہ ہمارے پاس تمہارے ملک کے اہم کاغذات محفوظ ہیں جو کہ چوہدری کے ذریعے ہمارے پاس پہنچے ہیں۔ اگر تم سودا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ تو ہم وہ کاغذات تمہیں واپس کر دیں گے۔ اس کے بدلے تم چوہدری کو معاف کر دو۔"

میں یہ سن کر کہ میرے ملک کے متعلق کچھ اہم کاغذات ان کے قبضے میں ہیں ــــ فوراً ہی چوہدری کو چھوڑ کر جوزف دسکی کے دماغ میں پہنچ گیا اور آہستہ آہستہ اس کی سوچ کو گرفت میں لینے لگا۔ پتہ چلا کہ مختلف اوقات میں مختلف قسم کی معلومات میرے ملک سے حاصل کی گئی تھیں اور یہ معلومات نہایت اہم اور راز میں رکھنے کے لئے ہیں، جو کہ اب راز نہیں رہی تھیں۔ یہ راز ریڈ پاور والوں تک پہنچ گیا تھا اور یہ یقینی چوہدری فضل رحیم کی تھی۔ مجھے بڑا غصہ آیا تھا لیکن اب غصہ دکھا کر اپنے ملک کا نقصان نہیں کرانا چاہتا تھا۔ اب مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ وہ کاغذات لینے کے لئے چوہدری کی سزائے موت کو بدل دیا جائے یعنی اسے معاف کر کے ریڈ پاور والوں کے حوالے کر دیا جائے۔

غداروں کو معاف نہیں کیا جاتا۔ ان کی پہلی اور آخری سزا موت ہوتی ہے لیکن اپنے ملک کے راز بھی اہم ہوتے ہیں۔ میں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا: "مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ تم لوگوں کے پاس میرے ملک کے کتنے اہم راز محفوظ ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ تم۔۔۔ چند کاغذات واپس کرنے کے بعد باقی رازوں کو دبا کر رکھ لو اور مجھے اس کا پتہ نہ چلے۔"

"فرہاد صاحب! آپ اپنی تسلی کے لئے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی نہ کسی طرح یہ بات معلوم کر سکتے ہیں۔ ہم اپنے پاس آپ کے ملک کا کوئی راز نہیں رکھیں گے۔ جب یہ بھید کھل ہی چکا ہے کہ ریڈ پاور کے کون لوگ آپ کے ملک میں سرگرم رہے ہیں تو آپ اسے بھی پسند نہیں کریں گے۔ لہٰذا آپ کے کہنے سے پہلے ہی ہم نے ریڈ پاور کے تمام

افراد کو آپ کے ملک سے نکال لیا ہے اور صرف آپ سے معاملہ طے کرنا رہ گیا ہے۔"

سنو جوزف وسکی۔ یہ معاملہ اتنی آسانی سے طے نہیں ہوگا۔ یہ بات اپنے مالک مین کو بتا دو کہ تمہارے کہنے ہی ممالک کے باس میری نظروں میں ہیں۔ ان کے ذریعے اب تک میں کہاں کہاں پہنچ چکا ہوں۔ تمہارے فرشتے بھی یہ معلوم نہیں کر سکیں گے۔ لہٰذا تمہارے سامنے اس وقت صرف چوہدری فضل رحیم کی جان بچانا ہی نہیں بلکہ اپنے سمیت ہی اہم افراد کی بھی زندگی بچانے کا سوال ہے۔ لہٰذا میں اس وقت تم سے کوئی بات آگے بڑھاؤں گا جب مجھے یہ بتایا جائے کہ میرے ملک سے چوہدری کے نکل جانے کے بعد اور کون کون غدار ہو گئے ہیں کیونکہ چوہدری کا تعلق تم سے متعلقہ ہماری حکومت سے نہیں تھا پھر وہ حکومت کے رازوں تک کیسے پہنچ گیا۔ اس کا مطلب تو یہی ہے کہ حکومت کے کچھ کارندے ایسے ہیں جو ہماری ہی حکومت کو اندر ہی اندر کھوکھلا کرنا چاہتے ہیں۔ رشوت لے کر عیش و عشرت کی زندگی گزار کر اپنے ملک کو آہستہ آہستہ بیچ رہے ہیں۔ میں ان لوگوں تک پہنچنا چاہتا ہوں اور تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ مجھے ان تمام لوگوں کے پتے بتا دو۔ میں چوہدری فضل رحیم کو اس شرط پر معاف کر دوں گا کہ آئندہ وہ ہمارے ملک میں کبھی قدم نہ رکھے۔ میں اس کے خاندان والوں کو بھی اپنے ملک میں برداشت نہیں کروں گا۔"

جوزف وسکی نے کہا۔ "ہمیں آپ کی شرط منظور ہے۔ وہاں چند _____ غدار تم کے لوگ رہ گئے ہیں۔ میں ان کے نام اور پتے تہران پہنچتے ہی حاصل کروں گا اور آپ کو بتا دوں گا۔ وہ غدار جو آپ کے ملک کے خلاف کام کرتے ہے۔ وہ ہمارے لئے بھی غدار ہیں کیونکہ جو اپنے ملک کا نہیں ہوتا وہ کسی کا نہیں ہوتا۔ صرف چوہدری فضل رحیم کو ہم اس لئے بچانا چاہتے ہیں کہ یہ ہمارا بہت شروع سے ہی نمک خوار اور وفادار رہا ہے اور اس کی وفاداری کے پیش نظر ہم اس کی زندگی بچانے کے لئے آپ کی بڑی سے بڑی شرط ماننے پر تیار ہو گئے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ جب تم تہران پہنچ جاؤ گے تو میں تم سے مانگی رابطہ قائم کروں گا۔ فی الحال یہ بتاؤ کہ ___ راولپنڈی میں مرجانہ کے خلاف کیا اقدامات کئے گئے ہیں؟"

اس نے جواب دیا۔ "ہم نے صرف اس کی کوٹھی کا محاصرہ کرایا ہے تاکہ کوئی بھی شخص وہاں سے نکلے تو ہم اس کے ساتھ بڑی سہولت سے رابطہ قائم کریں اور انہیں کوئی جانی یا مالی نقصان نہ پہنچائیں۔ ہم نے فون کے ذریعے بھی کئی بار رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ پنڈی سے خبر آئی ہے کہ اب تک رابطہ قائم نہیں ہو سکا ہے اور وہ لوگ کسی قسم کی بھی گفتگو کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ تم تو ٹرانسمٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرتے ہو۔ اس وقت میں چاہتا ہوں کہ تم طیارے کی طرف جاؤ اور وہاں پہنچ کر ٹرانسمٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو حکم دو کہ مرجانہ کی کوٹھی کا محاصرہ ہٹا لیا جائے اور کوئی انہیں کسی قسم کا نہ تو نقصان پہنچائے اور نہ ہی... ان کی راہ کی رکاوٹ بنے۔"

میرا حکم سنتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھا پھر طیارے کی طرف جانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ وہاں پہنچ کر ٹرانسمٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے لگا اور میں سن رہا تھا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ مرجانہ کی کوٹھی سے محاصرے کو ہٹا لیا جائے۔ میں اس کے دماغ سے نکل کر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔

وہ اطمینان کی سانس لے کر بولی۔ "شکر ہے کہ تم آ گئے۔ ہم بڑی دیر سے اپنے ہی گھر میں قیدی بنے بیٹھے ہیں۔"

"فکر نہ کرو۔ میں نے دشمنوں سے رابطہ قائم کر کے ان کا محاصرہ توڑ دیا ہے۔ اب وہ لوگ وہاں سے رخصت ہو رہے ہیں۔ آئندہ تم لوگ باحفاظت رہو گے۔ کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

اس کے بعد میں نے مرجانہ کو پوری تفصیل سے تمام باتیں بتائیں کہ چوہدری فضل رحیم اس وقت کہاں ہے۔ اور کس طرح تہران پہنچنے کے بعد اس کے ذریعے ہم لوگوں کو ان غداروں کے نام اور پتے حاصل ہوں گے جو اس وقت اہم اداروں اور عہدوں پر ___ کام کر رہے ہیں اور ان کے ذریعے ہمارے دشمنوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔

"ہمارے ملک میں جو غدار ہیں۔ ہم ان کے خلاف ثبوت کیسے حاصل کر سکیں گے؟"

"یہ بات ثابت کرنی ہو گی۔ اس کے لئے دیکھا جائے گا کہ ہم کیا کیا کر سکتے ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ تم ان پتوں پر جا کر ان لوگوں سے منفرداً منفرداً ملاقات کرو گی اور تمہارے ذریعے میں ان کے دماغوں میں پہنچوں گا۔ ہم دیکھیں گے کہ انہیں کس طرح ناچ نچایا جاتا ہے اور کس طرح ان کی زبان سے ان کی غداریوں کو اگلوایا جا سکتا ہے۔ بہرحال اپنے گھر والوں سے مل کر اب آرام سے سو جاؤ۔ انہیں کسی قسم کا اندیشہ نہیں کرنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ان سے آرام کرنے کے لئے کہتی ہوں۔ لیکن میں اس وقت تک نہیں سو سکوں گی جب تک تم دوبارہ آ کر مجھے ان غداروں کے نام اور پتے نہیں بتاؤ گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ایک آدھ گھنٹے کے بعد واپس آؤں گا تمہیں ساری معلومات فراہم کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں اس کے پاس سے واپس آیا اور دماغی طور پر ہسپتال کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ میں بیس منٹ تک مرجانہ سے باتیں کرتا رہا تھا۔ اب دس منٹ کے بعد چوہدری فضل رحیم اور جوزف وسکی تہران کی ہوائی اڈے پر پہنچنے والے تھے۔ اس کے بعد مجھے ان غداروں کے نام اور پتے بتانے جانے تھے میں سوچنے لگا کہ جو کاغذات ریڈیو درنک پہنچے ہیں۔ انہیں واپس لینے کا فائدہ کیا ہو گا؟ جبکہ ان کاغذات سے جانے ملک کا راز فاش ہو چکا ہے۔ اصل بات یہ ہوتی کہ میں اپنے ملک کے دیانتدار اور ذمہ دار افسران کو یہ بات پہنچاتا کہ جن کاغذات کی وہ حفاظت کر رہے تھے۔ وہ اب پرانے ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ان ذمہ دار افسران کو ان کاغذات کی اہمیت ختم کر دینی چاہئے اور اپنی... پالیسی تبدیل کر دینی چاہئے تاکہ وہ کاغذات ریڈیو یا در یا کسی بھی خطرناک تنظیم کے لئے بیکار ثابت ہو جائیں۔

میری سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی میں اپنی جگہ سے اٹھ کر دہاں گیا اور دروازے کو کھول دیا۔ ایک نرس وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ایڈم سونیا نے ٹیلی فون کے ذریعے یہ پیغام بھیجا ہے:"

یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ میں نے کاغذ کو کھول کر دیکھا۔ اس میں لکھا تھا "مجھ سے رابطہ قائم کرو ___ سونیا۔"

میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا اور کرسی پر بیٹھ کر سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ "ہیلو! کیا بات ہے؟"

اس نے کہا۔ اس وقت میں ماسٹر موس ٹروفی کے ہال حتی اور رسوتی کے ساتھ کھانے میں مصروف تھی کہ ایک ٹیلی فون میرے پاس آیا۔ فون پر کسی نے کہا کہ وہ تم سے ملنا چاہتا ہے لیکن ہسپتال کے چاروں طرف سخت محاصرہ ہے۔ اس لئے اس نے مجبور ہو کر مجھے فون کیا تھا۔ اس نے بتایا کہ فرداد صاحب چند ایسے غداروں کے نام اور پتے معلوم کرنا چاہتے ہیں جو ان کے ملک میں اہم سرکاری عہدوں پر فائز ہیں۔ وہ تمہارے پاس تمام نام اور پتے پہنچانا چاہتا ہے۔"

میں نے سونیا کی باتیں سن کر کہا۔ "بہتر یہ ہوتا کہ تم اس سے وہ نام اور پتے سن کر نوٹ کر لیتیں۔"

"تم مجھے سبق نہ پڑھاؤ۔ اتنی عقل مجھ میں ہے۔ میں ملہام سونیا کہلاتی ہوں۔ میرا تم سے ابتدا ہی سے گہرا ربط و ضبط ہے۔ دونوں خطرناک تنظیمیں سمجھتی ہیں کہ ہمارے درمیان کیسے گہرے تعلقات ہیں۔ پھر بھلا وہ کیسے نام اور پتے نہ لکھواتا۔ چلو! میں وہ نام دہراتی ہوں۔ تم ذہن میں محفوظ کر لو اور اس سلسلے میں جو کرنا چاہتے ہو، کر دو۔"

"ٹھہرو! میں مرجانہ تک یہ سارے نام پہنچانا چاہتا ہوں باہر تم مجھے نام اور پتے بتاتی جاؤ گی۔ ادھر اسے میں نوٹ کراتا جاؤں گا۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیا مرجانہ پر تمہیں اتنا اعتماد ہے؟ کیا وہ ان غداروں سے تنہا نمٹ لے گی؟"

"سونیا! تم نے ابھی مرجانہ کو دیکھا نہیں ہے۔ وہ ایسی ہی ہے جیسے کہ وہ زمانہ تھی۔ ایک جاپانی ماسٹر نے اسے صرف حدید دانہ پیچ ہی نہیں سکھائے ہیں بلکہ اس کے جسم کو فولاد بھی بنا دیا ہے۔ میں ایک اہم مشورہ نہیں دوں گا۔ اگر کبھی ایسا موقع آئے کہ تم دونوں کے درمیان کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو اس سے لڑنے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر لڑنا چاہو گی تو اس کے حملوں سے بچنے کی کوشش کرنا۔ اس لئے کہ اس کا ایک ہاتھ بھی پڑ جائے تو مقابل برداشت نہیں کر سکتا ہے۔"

سونیا نے ناگواری سے کہا۔ "کیا تم میری توہین کر رہے ہو؟ کیا مرجانہ جیسی بچیاں مجھے شکست دے دیں گی یا مجھے خوف زدہ کر دیں گی کہ ان کے کن حملوں سے مجھے بچنا چاہئے اور کس طرح ان پر حملہ کرنا چاہئے؟"

"خوف زدہ کرنے والی بات نہیں ہے بلکہ تجربہ حاصل کرنے والی بات ہے۔ میں تمہیں معلومات فراہم کر رہا ہوں۔ یہ صرف میں نہیں بلکہ دنیا کی بہت بڑی تنظیمیں بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ تم ایک لاجواب فائٹر ہو۔ تمہارے مقابلے میں کوئی کھڑا نہیں رہ سکتا۔ اس کے علاوہ تمہاری ذہانت یا مکاری مشہور ہے۔ تم سے جو بھی مقابلے کے لئے آتا ہے۔ سب سے پہلے وہ تمہاری مکاری سے سہم جاتا ہے۔ بیشک تم اپنی ذہانت یا مکاری سے مرجانہ پر سبقت لے جا سکتی ہو لیکن جو بات سچ ہو اس سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔ اسی لئے میں تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ آگے تمہاری مرضی، تم مانو یا نہ مانو۔"

یہ کہہ کر میں نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر مرجانہ کو مخاطب کیا۔ وہ اس وقت اپنے بیڈ روم میں تنہا تھی اور میری ہی منتظر تھی۔ میں نے کہا۔ "کاغذ اور پنسل لے کر بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں نام اور پتے بتا رہا ہوں انہیں لکھتی جاؤ۔"

یہ کہہ کر میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے ایک نام اور پتہ بتایا۔ میں نے اس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد مرجانہ سے رابطہ قائم کیا اور اسے وہ نام اور پتہ لکھوا دیا۔ اسی طرح میں کبھی سونیا سے اور کبھی مرجانہ سے رابطہ قائم کرتا رہا اور ایک جگہ کے نام اور پتے دوسری جگہ پہنچاتا رہا۔

جب یہ کام ہو گیا تو میں نے سونیا سے پوچھا۔ "تم کب آ رہی ہو؟"

"بس زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹے کے بعد یہاں سے فرصت مل جائے گی۔ میں اپنے وعدے کے مطابق سوا نو بجے تک تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا پھر مرجانہ کے پاس پہنچا۔ اس نے پوچھا۔ "تم ابھی کہاں چلے گئے تھے؟"

"میں نے ابھی جتنے نام اور پتے لکھوائے ہیں۔ وہ سب سونیا کے ذریعے حاصل کئے ہیں۔ وہ اُدھر تمہارے بتا رہی تھی، اِدھر میں تمہیں لکھوا رہا تھا اسی لئے ابھی تمہارے پاس آنے میں تھوڑا وقت لگ گیا۔"

اس نے پوچھا۔ "اب کیا چاہتے ہو۔ میں ان لوگوں کے پاس کب جاؤں؟"

"تم پہلے ان میں سے کسی ایک کا نام منتخب کر لو۔ کل صبح میں کسی

وقت تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ تب تم اس شخص کے پاس جانا جب تم سے ملاقات ہوگی تو میں تمہارے ذہن سے اس کے متعلق میں پہنچ جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی سمجھ رہی تھی کہ تم ایسا ہی کرو گے۔ بہرحال میں کل صبح تمہارا انتظار کروں گی۔"

"اچھا تو اب میں جاتا ہوں۔"

"ذرا ٹھہرو۔ اچھا یاد آیا۔ وہ میری امی ضد کر رہی ہیں کہ ہندوستان جائیں گی اور میں منت کر رہی ہوں کہ تمہارے پاس پیرس آؤں گی۔ پہلے امی میری بات اس لئے مان گئی تھیں کہ وہ ہندوستان جاتے ہوئے ڈرتی تھیں۔ مجھے ساتھ نہیں لے جانا چاہتی تھیں۔ دشمنوں کا خوف مٹا کر وہ مجھے نقصان پہنچائیں گے لیکن جب سے انہوں نے تمہاری ٹیلی پیتھی کے کمالات دیکھے ہیں۔ تب سے ان کا ارادہ بدل گیا ہے۔"

وہ رک کر کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ "ہاں یاد آیا۔ تم نے کہا تھا کہ تم ہندوستان پہنچنے کے بعد اگر مصیبت نازل ہوئی تو تم ہمارے کام آؤ گے۔"

"وہ درست کہتی ہیں۔ میں بھلا کیوں نہ کام آؤں گا۔ کیا تمہیں اس حقیقت سے انکار ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں امی کو کسی طرح قائل کرنا چاہتی ہوں کہ وہ پیرس چلیں۔"

"اس کی اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ تم پیرس جلد میں بھی آسکتی ہو۔ میں تو ابھی ڈاکٹر کے زیر علاج ہوں۔ مجھ سے ملاقات کرو گی تو میرا چہرہ نہیں نظر نہیں آئے گا۔ کیونکہ پٹیوں سے بندھا ہوا ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ اس عرصے میں تم جو کام نمٹا سکتی ہو وہ نمٹا کر چلی آؤ۔ اپنی آنکھوں کے سامنے دشمنوں کو دیکھو اور انہیں ان کے ــــ انجام تک پہنچا دو۔"

"امی بھی یہی کہہ رہی ہیں اور تم بھی یہی کہہ رہے ہو تو میں پوچھوں گی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"اچھا! اب میں جاتا ہوں۔ شب بخیر۔ ہوسکے تو آج رات میرے خواب دیکھ لینا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تم جانتے ہو کہ میں خواب نہیں دیکھتی۔ حقیقت کی دنیا میں سانس لیتی ہوں جن کے دل اور دماغ مُردہ ہوتے ہیں وہ کسی آئیڈیل کا خواب دیکھتے ہیں۔ میں ایسی تو نہیں ہوں کہ ایسے روگ پالتی رہوں۔"

"ہاں! تم ایسی نہیں ہو اور مجھے بھی ایسا ہی بنانا چاہتی ہو۔"

"بالکل۔ کیونکہ جاری دوستی کی سَرشہ ڈوری یہی ہے۔ ہم دونوں مرد بن کر دوستی نبھائیں گے تو فلاں قدرتی حالات مجھے عورت بننے پر مجبور نہ کر دیں۔"

میں نے ایک سرد آہ بھری۔ پھر اس سے رخصت ہو کر ہسپتال کے کمرے میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ٹھیک نو بجے ڈاکٹر میکی براڈلے میرے کمرے میں آیا اور پھر مجھے اپنے ساتھ لے گیا۔ ہم دونوں ایک بڑے سے اسٹڈی روم میں پہنچے۔ وہاں ڈاکٹر نے پلاسٹک سرجری کے ابتدائی مراحل سے مجھے گزارنے کے لئے کچھ تیاریاں کی تھیں۔ وہ ان تیاریوں پر نظر ثانی کرنے لگا۔ سوا نو بجے سونیا اپنے وعدے کے مطابق پہنچ گئی۔ ڈاکٹر اپنے کام میں مصروف تھا۔ وہ میرے پاس جھک کر آہستگی سے بولی۔ "تم نے رسونتی سے کیا باتیں کی ہیں۔ وہ بے چاری بہت مایوس دکھائی دے رہی تھی؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "وہ مایوس کیوں ہے؟ میں نے تو کوئی فیصلہ تو سنایا نہیں تھا۔"

سونیا نے اپنے شانے اچکا کر کہا۔ "پتہ نہیں کیا بات ہے۔ اس نے ماسٹر موس ٹردنی کے یہاں ٹھیک سے کھایا بھی نہیں اور نہ ہی لوگوں سے ہنس بول رہی تھی۔ ممتی سے کہہ رہی تھی کہ وہ صبح ہوتے ہی سوئٹزرلینڈ چلی جائے گی۔"

میں نے کہا۔ "بیشک اسے سوئٹزرلینڈ جانا چاہئے کیونکہ اس کی صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں رہ کر وہ کرے گی بھی کیا؟"

سونیا نے کہا۔ "تم اس سے دماغی رابطہ قائم کرو اور اس سے مایوسی کی وجہ معلوم کر کے اسے تسلیاں دو۔"

"ابھی بات ہے میں اس سے رابطہ قائم کروں گا لیکن ابھی ضروری بات یہ ہے کہ وہ سن لے۔ جب میں اپنے دماغ کو نیم بے ہوشی کے لئے ہدایات دوں گا تو ہوش میں آنے کی شرط بھی ہوگی کہ وہ پہلے مریضوں کو بے ہوشی کے انجکشن دیے جاتے ہیں۔ اس کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے کہ کتنی دیر تک وہ مریض بے ہوش رہے گا پھر کس طرح رفتہ رفتہ ہوش میں آجائے گا۔ ڈاکٹر میکی براڈلے کے دماغ میں بھی میری بے ہوشی کے لئے کوئی وقت مقرر ہوگا اور اس وقت کے گزر جانے کے بعد اس نے یقیناً سونیا سے کہا ہوگا کہ مجھے ہوش میں آجانا چاہئے۔ پتہ نہیں کیوں میں ہوش میں لایا نہیں گیا؟"

اب تک میں ٹیلی پیتھی کی روشنی میں دوڑتا رہا تھا یہ بھول گیا تھا کہ تصویر کے دو رُخ ہوتے ہیں۔ ایک روشن اور دوسرا تاریک اور اس وقت میں تاریک پہلو دیکھ رہا تھا اور ٹیلی پیتھی کے ایسے اندھیروں میں بھٹک رہا تھا جس کے متعلق میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں خود اپنے ہی دام میں پھنس جاؤں گا۔ مجھے سونیا پر بھروسہ کرنا پڑا۔ مہنگا پڑ رہا تھا۔ حالانکہ سونیا کسی بھی مقام پر مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی تھی لیکن اس وقت ایسا لگ رہا تھا جیسے میں ترتیب سے تباہ تو میرے پڑھنے والوں کو دلچسپی ہوگی اور اچھی طرح سمجھ میں بھی آجانا چاہئے؟"

ڈاکٹر نے کہا۔ "تقریباً دو گھنٹے بعد۔"

سونیا نے رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "پھر تو ٹھیک ہے میں ذرا باہر سے آتی ہوں۔ ایک گھنٹے کے اندر آجاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ آپریشن تھیٹر سے باہر چلی گئی۔ وہ ہسپتال سے باہر کچھ دیر کھلی فضا میں سانس لینا چاہتی تھی۔ ارادہ تھا کہ باہر کسی اچھے ریسٹورنٹ میں فٹ پاتھ کے کنارے آرام سے بیٹھ کر پھلوں کے رس پیئے گی۔ تھوڑا وقت وہاں گزارنے کے۔ اس کے بعد پھر فرہاد کے پاس آپریشن تھیٹر میں واپس آجائے گی۔

یہ سوچتے ہوئے پہلے وہ ڈاکٹر میکی براڈلے کے آفس میں گئی۔ وہاں ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر اپنے بنگلے کا نمبر ڈائل کیا۔ پھر ملازم سے یہ پوچھا کہ فرہاد کی بلّی کو دودھ وغیرہ پلا دیا گیا ہے یا نہیں؟ وہاں ملازموں کو ضروری ہدایات دے کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر اس نے دوبارہ ریسیور اٹھا کر ماسٹر موس ٹردنی کے نمبر ڈائل کئے اور اسے بتایا کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے کسی اچھے ریسٹوراں میں جا رہی ہے اور ایک گھنٹے سے پہلے ہسپتال میں واپس آجائے گی۔ اپنے آدمیوں کو ہدایت کی جائے کہ وہ بہت زیادہ محتاط رہیں اور آپریشن تھیٹر سے لے کر فرہاد کے اسپیشل کمرے تک کسی کو جانے کی اجازت نہ دی جائے۔

تمام احتیاطی تدابیر کے بعد وہ ہسپتال سے باہر آگئی۔ باہر پارکنگ ایریا میں اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے لئے خاص اسپیشل قسم کی کار مہیا کی گئی تھی۔ اس کار کے شیشے ایسے تھے کہ اندر بیٹھنے والا باہر کی دنیا کو دیکھ سکتا تھا مگر باہر سے دیکھنے والے یہ معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ کار کے اندر کون ڈرائیو کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ کار کے اندر کئی طرح کے میکینزم فٹ تھے۔ تاکہ خطرات کے وقت ان سے فائدہ اٹھا کر اپنی جان بچائی جا سکے۔

سونیا نے اپنی کار کا دروازہ کھولا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر دروازے کو بند کرتے ہوئے اسے اسٹارٹ کیا اور پارکنگ ایریا سے نکل کر مین روڈ پر آگئی۔ وہاں سے وہ ایک مختصر سی ڈرائیونگ کے لئے آگے بڑھتی چلی گئی۔ وہ ایک مصروف شاہراہ پہ کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس لئے کار کی رفتار کو ذرا تیز رکھنا پڑتا تھا۔ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتی جا رہی تھی۔ ایک جگہ اس نے ٹرن لیا۔ آگے بڑھ کر اس نے ایک ریستوران کی طرف دیکھتے ہوئے وہاں گاڑی روکنے کی کوشش کی۔ تب اچانک ہی انکشاف ہوا کہ گاڑی کا بریک فیل ہو گیا ہے۔ کام نہیں کر رہا ہے اور وہ تیز رفتار گاڑی کو اب روک نہیں سکے گی۔

اس وقت رات کے ساڑھے دس بجے تھے۔ پیرس کی تمام

ہوں تو یہی بہتر ہوگا کہ ہم اپنے طور پر آپ کو بے ہوش کریں۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں، ڈاکٹر! میں ابھی چند منٹ میں غافل ہو جاؤں گا اور آپ کا کام آسان ہو جائے گا۔ ابھی دیکھ لیجئے۔"

یہ کہہ کر میں نے ایک نگاہ سونیا پر ڈالی۔ سونیا نے مجھ سے مسکرا کر مجھے الوداع کہا۔ پھر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے دماغ کو ہدایات دیں کہ میں غافل ہو جاؤں۔ سرجری کے دوران مجھے ذرا بھی تکلیف کا احساس نہ ہو اور جب میرے پاؤں کے تلوؤں کو سہلایا جائے تو میں رفتہ رفتہ ہوش میں آجاؤں۔"

یہ ہدایات دماغ کو دینے کے بعد میں رفتہ رفتہ بالکل ہی غافل ہو گیا ــــ پھر میں نہیں جانتا کہ غفلت کے ــــ دوران میرے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا۔ کس طرح میں پلاسٹک سرجری کے مرحلے سے گزرتا رہا۔ جب وہ مرحلہ ختم ہو گیا تو اس کے بعد میرے ہوش میں آنے کا مرحلہ تھا۔ سونیا میرے پاؤں کے تلوؤں کو سہلاتی رہی۔ میرا دماغ بیدار ہو جاتا۔ پھر میں آنکھیں کھول دیتا۔

لیکن سونیا نے میرے تلوے نہیں سہلائے۔ میں بدستور ذہنی طور پر غافل رہا اور میری آنکھیں بند رہیں۔ عام طور پر آپریشن سے پہلے مریضوں کو بے ہوشی کے انجکشن دیے جاتے ہیں۔ اس کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے کہ کتنی دیر تک وہ مریض بے ہوش رہے گا پھر کس طرح رفتہ رفتہ ہوش میں آجائے گا۔ ڈاکٹر میکی براڈلے کے دماغ میں بھی میری بے ہوشی کے لئے کوئی وقت مقرر ہوگا اور اس وقت کے گزر جانے کے بعد اس نے یقیناً سونیا سے کہا ہوگا کہ مجھے ہوش میں آجانا چاہئے۔ پتہ نہیں کیوں میں ہوش میں لایا نہیں گیا؟

اب تک میں ٹیلی پیتھی کی روشنی میں دوڑتا رہا تھا یہ بھول گیا تھا کہ تصویر کے دو رُخ ہوتے ہیں۔ ایک روشن اور دوسرا تاریک اور اس وقت میں تاریک پہلو دیکھ رہا تھا اور ٹیلی پیتھی کے ایسے اندھیروں میں بھٹک رہا تھا جس کے متعلق میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں خود اپنے ہی دام میں پھنس جاؤں گا۔ مجھے سونیا پر بھروسہ کرنا پڑا۔ مہنگا پڑ رہا تھا۔ حالانکہ سونیا کسی بھی مقام پر مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی تھی لیکن اس وقت ایسا لگ رہا تھا جیسے میں ترتیب سے تباہ تو میرے پڑھنے والوں کو دلچسپی ہوگی اور اچھی طرح سمجھ میں بھی آجانا چاہئے۔

ہوش میں آنے کے بعد میں نے جو کچھ معلومات حاصل کیں۔ اس کے مطابق جب میں سرجری کے دوران ڈاکٹر میکی براڈلے نے سونیا سے کہا۔ "آپ کھڑی کھڑی تھک جائیں گی۔ ایک طرف کرسی پر بیٹھ جائیے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کتنی دیر بعد فرہاد کو ہوش میں آ

شاہراہیں مصروف نہیں تھیں جس راستے پر وہ چل پڑی تھی۔ وہ قدیمے دیہان تھی۔ گاڑیاں آتی جاتی نظر نہیں آتی تھیں۔ پھر اس پر شکل یہ آن پڑی تھی کہ وہ راستہ میلوں دور تک نشیبی تھا۔ اس لئے جس رفتار سے کار چلائی گئی تھی۔ اسی رفتار سے وہ اس راستے پر دوڑتی جارہی تھی اور اس وقت سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح اس گاڑی کو روکا جائے۔

اس کے ماتحت اس کی گاڑی وغیرہ کو بڑی توجہ سے چیک کرتے تھے۔ بریک فیل ہونے کا مطلب یہ تھا کہ کسی کی سازش تھی۔ کسی نے یہ کام لگا کاڑا تھا۔ وہ پیش آنے والے خطرات کو سمجھ گئی تھی۔ اب اس نے وہ کر گاڑی کا ہارن بجانا شروع کر دیا تھا۔ تاکہ پاس سے گزرنے والی گاڑیوں کے لوگ اس کی طرف متوجہ ہو سکیں اور سمجھے کی کوشش کریں کہ وہ کیوں بار بار ہارن بجا رہی ہے۔ اس نے اپنی طرف والے کھڑکی کے شیشے کو نیچا کر دیا اور کبھی کبھی باہر کی طرف منہ نکال کر ہیلپ ہیلپ کہہ کر چیخنے لگی۔

بہت سارا راستہ طے ہو جانے کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک گاڑی اس کے قریب آرہی تھی۔ پھر اس نے دیکھا۔ دوسری گاڑی بائیں طرف سے بھی قریب آگئی تھی۔ یعنی اب سونیا کی گاڑی دو گاڑیوں کے درمیان تھی اور وہ دونوں کاریں سونیا کی کار کے مقابلے میں بھاری بھر کم اور مضبوط تھیں۔ اس میں سے ایک کار والے نے کھڑکی سے جھانک کر سونیا سے پوچھا "کیا پرابلم ہے؟"

سونیا نے چیخ کر بتایا کہ گاڑی کا بریک کام نہیں کر رہا ہے۔ اس کی گاڑی کو روکا جائے۔ جواب میں چیخ کر تسلی دی گئی کہ وہ آرام سے بیٹھی رہے۔ گاڑی روک دی جائے گی۔

پھر سونیا نے دیکھا کہ گاڑی روکی تو نہیں گئی تھی۔ لیکن دائیں طرف والے نے اپنی کار کے اسٹیئرنگ کو ایک جھٹکے سے گھما کر سونیا کی کار کو زور کا دھکا مارا تھا۔ سونیا بیٹھے بیٹھے لرز گئی۔ ایک طرف لڑھکتے لڑھکتے بچی۔ جیسے ہی وہ سنبھل کر بیٹھی۔ بائیں طرف والی کار نے اس کی کار کو زور کا دھکا مارا۔ وہ پھر گرتا پڑتا بچی۔ اپنی سیٹ پر ادھر سے ادھر ہو گئی۔ تب اس کی سمجھ میں آیا کہ یہ دائیں بائیں جو لوگ ہیں۔ وہ اس کی مدد کے لئے نہیں آئے ہیں اور نہ ہی اس کی گاڑی کو روکنا چاہتے ہیں بلکہ اس کی کار کے ساتھ اسے بھی بلفضان پہنچانا چاہتے ہیں اور شاید مار ڈالنا چاہتے ہیں۔

ان کے ارادوں کو سمجھتے ہی سونیا نے کھڑکی کے شیشے کو چڑھا لیا۔ تاکہ دائیں بائیں گاڑی میں بیٹھنے والے اسے دیکھ نہ سکیں۔ اب سونیا کے لئے ضروری نہیں تھا کہ وہ اپنی کار کے اسٹیئرنگ کو سنبھالتی۔ اسٹیئرنگ کے بغیر ہی دائیں بائیں گاڑی والے کبھی ادھر سے اور کبھی ادھر سے ٹکر مارتے ہوئے گاڑی کو بیچ شاہراہ پر لئے جا رہے تھے اور وہ شاہراہ پر سے شہر سے باہر سنسان تھی۔ شاید ایک دو گاڑیاں گزر بھی رہی ہوں تو کسی نے اس بات کا نوٹس نہیں لیا تھا کہ دائیں بائیں چلنے والی دو کاریں بیچ والی کار کو دھکے مار رہی ہیں۔ وہ تینوں ساتھ ساتھ دوڑتی ہوئی نظر آتی تھیں۔

سونیا نے اسٹیئرنگ کو چھوڑ دیا اور اگلی سیٹ... چھوڑ کر پچھلی سیٹ پر آگئی۔ پچھلی سیٹ کے نچلے حصے میں ایک بڑا سا ٹول تھا جسے ایک طرف گھماتے ہی وہ سیٹ اندر کی طرف دھنسنے لگی۔ پھر جو خلا نظر آیا۔ اس سے پتہ چلا کہ اس خلا سے گزرتے ہوئے پیچھے کار کی ڈگی تک پہنچا جا سکتا ہے اور سونیا دوسرے ہی لمحے اس خلا سے گزرتے ہوئے کار کی ڈگی کی طرف جا رہی تھی۔

اس کی گاڑی کو وہ رہ کر بڑے زبردست دھکے لگ رہے تھے۔ دائیں بائیں طرف سے ٹکریں مارنے کا عمل جاری تھا۔ وہ گاڑی کو شاید بالکل ہی پچکا دینا چاہتے تھے اور اس کے اندر بیٹھی ہوئی سونیا کو بھی شاید اسی طرح ختم کر دینا چاہتے تھے کہ وہ نکل کر بھاگ نہ سکے۔ اپنی گاڑی کے دروازے نہ کھول سکے۔ وہ سونیا کو جانی نقصان پہنچانے یا گرفتار کرنے کا جو طریقہ اختیار کر رہے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ سونیا کی ضدی اور لڑاکا طبیعت سے اور خطرناک صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یہ عورت دو چار لوگوں کے بس کی نہیں ہے۔ اسے کسی طرح مجبور کر کے، ہراست میں لیا جا سکتا ہے۔

وہ پچھلی سیٹ کے خلا سے رینگتے ہوئے ڈگی میں پہنچ گئی تھی اور اندر سے ڈگی کے لاک کو کھول رہی تھی۔ ذرا سی دیر میں اس نے ڈھکن کھل گیا اور تازہ ہوا کے جھونکے آنے لگے۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو تیزی سے بھاگتی ہوئی شاہراہ پیچھے کی طرف نظر آرہی تھی اور دونوں گاڑیوں کے پچھلے حصے بھی دائیں بائیں نظر آرہے تھے۔ وہ ڈگی میں اٹھ کر بیٹھ گئی اور وہاں سے چھلانگ لگانے کے لئے اپنے تولنے لگی۔

تینوں گاڑیوں کی رفتار تیز تھی ایسے میں مخالف سمت چھلانگ لگانا خطرے سے خالی نہ ہوتا۔ اس لئے چھلانگ لگانے سے پہلے اچھی طرح سوچنے سمجھنے اور موقع کا انتظار کرنے کی ضرورت تھی۔ ایسے ہی وقت گاڑی کو ایک زبردست دھکا لگا۔ وہ لڑھکتی اچھلی تو اس کا سر ڈگی کے فولادی ڈھکن سے ٹکرایا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ اتنی زور کی ٹکر لگی کہ کھوپڑی ہل کر رہ گئی۔ دوسرے ہی لمحے محسوس ہوا کہ لہو کی دھار چہرے پر بہہ رہی ہے۔ اس کا سر بری طرح زخمی ہو گیا تھا اور وہ ڈگی میں جھکی ہوئی کراہ رہی تھی اور پیچھے گزرتی ہوئی شاہراہ کو دیکھتی جا رہی تھی۔

اچانک دشمنوں سے بچنے کا بس یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا کہ جان کو ہتھیلی پر رکھ کر چھلانگ لگا دے۔ اس کے لئے وہ ڈگی کے آخری سرے پر آئی۔ اسی وقت پیچھے اس گاڑی کو ٹکر لگی اور ایسی زبردست ٹکر لگی کہ چھلانگ لگانے سے پہلے ہی وہ بے ارادہ جیسے چھلانگ لگاتی ہوئی فضا میں اچھلی۔ بس کے علق سے چیخ نکلی۔ اور دوسرے ہی لمحے وہ سڑک پر تھی لیکن ایک جگہ ٹھہر نا مقدر نہیں تھا۔ وہاں سے وہ لڑھکتے ہوئے سڑک کے کنارے لگے ہوئے ایک درخت کے تنے سے ٹکرائی۔ پہلے اس کا سر ڈگی کے فولادی ڈھکن سے ٹکرایا تھا۔ دوسری بار درخت سے ٹکرایا تو آنکھوں کے سامنے بالکل اندھیرا چھا گیا۔ کہیں بھی رات کو نظر نہیں آتا لیکن سڑکوں کے کنارے والی روشنیاں بھی اس کی نظروں سے غائب ہو گئی تھیں۔

وہ بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے پھر واپس سڑک کی طرف ذرا سا رینگنے لگی۔ تاکہ ہاتھ اٹھا کر کسی دوسری گاڑی والے کو اپنی طرف متوجہ کر سکے اور اس سے مدد حاصل کر سکے لیکن دوسری طرف پلٹ کر ایک قدم آگے رینگنے ہی نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑی۔ ہزار قوت برداشت کے باوجود وہ سر کے زخموں کی تاب نہ لا سکی تھی اور ادھ مری منہ کر کے بے ہوش ہو گئی تھی۔

ایک گھنٹہ گزر گیا۔ سونیا کو ہسپتال واپس پہنچنا چاہئے تھا مگر وہ پہنچ نہ سکی۔ ماسٹر موس ٹرونی نے ہسپتال فون کر کے معلوم کیا۔ ڈاکٹر کے اسسٹنٹ نے بتایا کہ مادام سونیا ابھی تک نہیں پہنچی ہیں۔ فراد صاحب خیریت سے ہیں اور ڈاکٹر میکی براڈلے سرجری میں مصروف ہیں۔

ماسٹر موس ٹرونی نے ریسیور رکھ دیا۔ اسے اس بات کی فکر نہیں تھی کہ مادام ہسپتال کیوں نہیں پہنچ سکی۔ وہ جانتا تھا کہ مادام سونیا من موجی ہے۔ اپنی مرضی کی مالک ہے۔ ایک گھنٹہ کیا، چار گھنٹے بعد بھی پہنچے تو کوئی ان سے پوچھنے والا نہیں ہے۔ دوسری طرف جب ایک گھنٹہ اور گزر گیا تو ممی اور رونی نے ہسپتال فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ وہ دونوں سوئٹزرلینڈ روانہ ہو رہی تھیں اور ٹرین چھوٹنے سے پہلے فراد کی خیریت معلوم کرنا چاہتی تھیں۔ اس وقت تک ڈاکٹر میکی بڑے سرجری سے فارغ ہو چکا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ فراد اس وقت بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ پندرہ بیس منٹ بعد جب مادام سونیا یہاں آئیں گی تو انہیں ہوش میں لایا جائے گا۔ اس کے بعد ان سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔

رونی نے کہا "اب تو ٹرین کے چھوٹنے کا وقت ہو چکا ہے وہ سوئٹزرلینڈ پہنچنے کے بعد دوسرے دن فراد کی خیریت معلوم کریں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بے چاری ممی اور رونی کو یہ نہیں تھا کہ یہاں بے ہوش ہونے کے بعد کس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہیں۔

مجھے ہوش میں لانے والی سونیا کا کیا حال ہو رہا ہے۔ رونی کی بیٹی بھتیجی سنبھال سکتی تو وہ ساری باتیں معلوم کر لیتی۔ لیکن ادھر وہ دونوں انجان تھیں ادھر ماسٹر موس ٹرونی کو کوئی پتہ نہیں تھا کہ سونیا پہ کیا گزر رہی ہے؟ اور آگے چل کر مجھ پہ کیا گزرنے والی ہے؟

ہسپتال میں میری حفاظت کے لئے سخت پہرہ تھا۔ ڈاکٹر میکی براڈلے نے ماسٹر موس ٹرونی کے ایک ماتحت سے کہا "اب مادام سونیا کو یہاں پہنچ جانا چاہئے اور مسٹر فراد کو ہوش میں لانا چاہئے۔ زیادہ دیر بے ہوشی مناسب نہیں ہے۔"

اس ماتحت نے ماسٹر موس ٹرونی سے رابطہ قائم کیا۔ اور اسے ڈاکٹر کا پیغام پہنچایا۔ تب ماسٹر موس ٹرونی نے حیرانی سے سوچا کہ مادام اتنی دیر تک کہاں جا سکتی ہیں۔ جبکہ وہ فراد کو دل و جان سے چاہتی ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو بھی سمجھتی ہیں۔ پھر یہ غیر ذمہ داری کیسی؟

موس ٹرونی نے اپنے تمام ماتحتوں کو فون کے ذریعے اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے دور دور تک پیغامات بھیجے کہ مادام سونیا جہاں بھی نظر آئیں۔ انہیں فوراً ہسپتال پہنچنے کے لئے کہا جائے۔ ایک گھنٹے کے بعد یہ خبر سپر ماسٹر تک پہنچائی گئی کہ سونیا لاپتہ ہے اور تلاش کے باوجود نہیں مل رہی ہے۔ لہٰذا اس نے حکم دیا کہ ——— سونیا کو کہیں نہ کہیں سے تلاش کر کے لایا جائے۔ اس کا ہسپتال پہنچنا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر مسٹر فراد ہوش میں نہیں آئیں گے۔

دوسری طرف ڈاکٹر میکی براڈلے بار بار میرے کمرے میں آرہا تھا اور کبھی میری نبض کو ٹٹول کر دیکھتا تھا اور کبھی دل کی دھڑکنوں کو سنتا تھا۔ میں اس لحاظ سے نارمل تھا لیکن میرا دماغ بیدار ہونا نہیں چاہتا تھا اور میں ہوش میں نہیں آرہا تھا۔ آخر دو گھنٹے کے بعد میکی براڈلے نے فون کے ذریعے پیرس کے ایک بہت ہی بوڑھے اور تجربہ کار ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا کہ اس کے ایک مریض فراد نے کس طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعے خود کو بے ہوش کیا تھا اور اب وہ ہوش میں نہیں آرہا ہے۔

دوسری طرف سے اس ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ اپنے کسی ذرائع سے اسے ہوش میں لانا چاہئے۔ طویل بے ہوشی مریض کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

ڈاکٹر میکی براڈلے نے میرے بازو میں ایک انجکشن لگایا۔ اس انجکشن کے اثر سے دماغ پر چھائی ہوئی دھند چھٹ جاتی تھی اور بیہوش لانے والا ہوش میں آجاتا تھا لیکن اس انجکشن کا میرے دماغ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ میں بدستور بے ہوش پڑا رہا۔

آزمودہ دواؤں کو بے اثر ہوتے دیکھ کر میکی براڈلے نے ماسٹر موس ٹرونی سے رابطہ قائم کیا اور اسے صورت حال بتائی کہ فراد

بہت ہی تشویشناک حالت میں ہے۔ فوراً ہی بڑے بڑے ڈاکٹروں سے رجوع کیا جائے اور ہمارے شہر میں اگر کوئی ٹیلی پیتھی کے متعلق وسیع معلومات رکھتا ہو تو اس سے رابطہ قائم کیا جائے اور معلوم کیا جائے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بیہوش ہونے والا کس طرح ہوش میں لایا جا سکتا ہے۔

ماسٹر موس ٹروفی نے یہ پیغام سپر ماسٹر تک پہنچایا۔ خود بھی جلد دھید کرنے لگا۔ اس کا خیال فوراً ہی رسونتی کی طرف گیا۔ وہ جانتا تھا کہ رسونتی بیماری کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہی ہے۔ لیکن وہ اپنے پچھلے تجربات سے کام لے کر کوئی نہ کوئی مفید مشورہ ضرور دے گی۔

یہ خیال آتے ہی اس نے اپنے ایک دُور افتادہ حاشیہ سے رابطہ قائم کیا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا: "مادام رسونتی اور ممی مس ٹرین سے سفر کر رہی ہیں وہ ٹرین تمہارے علاقے بیری کراس سے گزرے گی اور وہاں تقریباً پندرہ منٹ ٹھہرے گی۔ تم مادام رسونتی سے ملاقات کرو اور انہیں بتاؤ کہ مسٹر فرہاد اپنی خیال خوانی کے زیادتی ہوش پڑے ہیں اور انہیں ہوش میں لانے کے لئے کوئی دوا اثر نہیں کر رہی ہے اس سلسلے میں مادام رسونتی صحیح مشورہ دے سکتی ہیں۔ ان سے گزارش کی جائے کہ وہ فوراً ہی مجھ سے رابطہ قائم کریں یا اپنا سفر ملتوی کر کے پیرس واپس آ جائیں۔ تم ان کی واپسی کے انتظامات پہلے سے کرلو۔"

ماسٹر موس ٹروفی نے یہ ہدایات دیں۔ اسے امید تھی کہ کہیں نہ کہیں سے کام بن جائے گا۔ یا تو رسونتی مجھے ہوش میں لے آئے گی یا پیرس کے تمام بڑے بڑے ڈاکٹر جو ایک میٹنگ اٹینڈ کرنے والے ہیں اور میرے مسئلے پر غور کرنے والے ہیں۔ وہ مجھے ہوش میں لے آئیں گے یا پھر پیرس میں کوئی ایسا ٹیلی پیتھی کا ماہر ہو گا جو اس علم میں خاصی معلومات رکھتا ہو تو وہ کوئی مفید مشورہ دے گا۔

یہ سب کچھ میری غفلت کے دوران ہوتا رہا۔ میں خود آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں تو بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اور ہوش و خرد سے بیگانہ تھا۔ بعد میں جو روداد مجھے معلوم ہوئی ـــــ وہ میں اس لئے پیش کر رہا ہوں تاکہ میری داستان میں بے ترتیبی پیدا نہ ہو۔

رات کے تین بجے وہ ٹرین بیری کراس کے بڑے اسٹیشن پر پہنچ کر رک گئی۔ وہاں ماسٹر موس ٹروفی کے ماتحت اس ٹرین کے منتظر تھے۔ انہوں نے فوراً ہی ریزرو کمپارٹمنٹ کی طرف جا کر دیکھا۔ وہاں ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ جو مسلح محافظ وہاں رہ گئے تھے وہ بے ہوش پڑے ہوئے تھے اور ان کے پاس شراب کی اور بیئر کی بوتلیں اور گلاس نظر آ رہے تھے۔ اس پاس کے کمپارٹمنٹ میں بھی جو محافظ سفر کر رہے تھے ان کا بھی یہی حال ہوا تھا۔ جس کیبن میں ممی اور رسونتی سفر کر رہی تھیں۔ وہ کیبن خالی تھا۔ البتہ ان دو عورتوں کا سامان وہاں رکھا ہوا تھا۔

یہ خبر فوراً ہی ماسٹر موس ٹروفی کو پہنچائی گئی۔ اس نے سنا تو چند لمحوں کے لئے سکتے کے عالم میں بیٹھا رہ گیا۔ پہلے تو وہ یہ سمجھا تھا کہ سونیا اگر غائب ہے تو یہ مادام سونیا کی ہی لاپرائی ہے کیونکہ اس سے پہلے کبھی وہ ماسٹر موس ٹرین رفیوزہ کو خاطر میں نہیں لاتی تھی اور دو چار دن کے لئے کہیں نہ کہیں غائب ہو جاتی تھی۔ لیکن جب ممی اور رسونتی کو اغوا کیا گیا اور ان کا کمپارٹمنٹ خالی ملا تو ماسٹر موس ٹروفی کا دماغ فوراً ہی بہت بڑی سازش کی طرف گیا۔ وہ جانتا تھا کہ سپر ماسٹر کو چھوڑنے والا صرف ریڈ پاور کا ماسک مین ہی ہو سکتا ہے۔ ورنہ کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ سونیا جیسی عورت پر ہاتھ ڈالتا اور رسونتی جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت کو اغوا کرتا۔

اس نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر پیرس کے باس سے رابطہ قائم کیا جس طرح سپر ماسٹر کی تنظیم میں ہر ملک کے بڑے شہر میں ایک ماسٹر ہوتا ہے۔ اسی طرح ریڈ پاور کی تنظیم میں بھی ہر بڑے شہر میں ایک باس ہوتا ہے۔ دونوں خطرناک تنظیموں کے ماسٹر اور باس چھٹے ہوئے تعلیم یافتہ بدمعاش ہوتے ہیں اور ہر ملک کے سیاسی اور سماجی معاملات میں تخریبی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔

ماسٹر موس ٹروفی نے رابطہ قائم ہوتے ہی ریڈ پاور کے باس سے کہا: "مسٹر شارتو! میں ماسٹر موس ٹروفی بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے جیسے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا گیا: "ہاں ماسٹر موس ٹروفی کو ریڈ پاور کے باس سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"میں زیادہ باتیں کرنا نہیں جانتا۔ صرف ایک سوال کر رہا ہوں اس کا مختصر جواب دو۔ سوال یہ ہے کہ مادام سونیا اور مادام رسونتی کہاں ہیں؟"

"تعجب ہے کہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ میں ان کا سرپرست تو نہیں ہوں۔ ویسے تمہارے لہجے سے اور تمہارے سوال سے یہ پتہ چلتا ہے کہ معاملہ سنگین ہے۔ مادام سونیا تو ایسی عورت ہیں کہ ان کے گم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مجھے تفصیل سے کچھ بتا سکتے ہو؟"

ماسٹر موس ٹروفی نے کہا: "مادام سونیا پچھلے ساڑھے چار گھنٹے سے لاپتہ ہیں اور مادام رسونتی ٹرین میں سفر کر رہی تھیں۔ میری کراس کے ریلوے اسٹیشن پر پتہ چلا کہ انہیں ان کے ساتھ سفر کرنے والی عورت کو اغوا کیا گیا ہے اور ان کے آس پاس جتنے محافظ تھے۔ ان کی شراب میں خواب آور دوا ملائی گئی تھی۔"

دوسری طرف سے باس شارتو نے کہا: "سمجھ گیا۔ بہت بڑا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔"

"اور شارتو یہ کھیل تم یہاں کھیل رہے ہو۔ اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔"

"ماسٹر موس ٹروفی! یہاں میں یا میری تنظیم کا کوئی بھی فرد

فرہاد صاحب کو، سونیا کو اور رسونتی کو چھیڑنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان دونوں عورتوں کے اغوا میں ہم میں سے کسی کا ہاتھ نہیں ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اگر آج ہم انہیں اٹھا کر کہیں لے جائیں، چھپا دیں یا مار ڈالیں تو ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ فرہاد صاحب کا پلہ بھاری ہو گا تو ہمیں کتے کی موت مرنا ہو گا۔ پلیز بلیو میرا ماسک مین ہے۔ دونوں ہی خطرناک تنظیموں کے افراد رہے ماضی میں فرہاد صاحب کے ہاتھوں بڑے بڑے نقصانات اٹھائے ہیں۔ کیا آپ کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم ایسی نادانی نہیں کریں گے؟"

"تو پھر ان دو خطرناک عورتوں کو چھیڑنے کی جرأت کس نے کی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ مادام سونیا ایک مکار اور ہوشیار عورت کا نام ہے وہ فرہاد کا دایاں بازو ہے۔ جہاں جہاں سے وہ گزرتی ہے، دشمن وہاں وہاں سونیا کے قدموں کی چاپ سن کر تھرتھراتے ہیں۔ دوسری طرف مادام رسونتی ہیں۔ جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مسٹر فرہاد سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ کیونکہ ٹیلی پیتھی کے ساتھ ان کو ایٹم کا پورا کمال حاصل ہے۔ پھر ایسی صورت میں وہ کوئی نادان ہو گا یا ان دونوں عورتوں سے لاعلم ہو گا جو ایسی حماقتیں کر رہا ہے۔ کیا اس سلسلے میں تم کسی پر شبہ کر سکتے ہو؟"

شارتو کی آواز سنائی دی: "شبہ ہی نہیں بلکہ یقین کر سکتا ہوں قصہ یوں ہے کہ ہماری تنظیم میں ایشیا کے دو خطرناک باس تھے ہندوستان میں ایک کیمبر بیدل اور یہاں پیرس میں حشمت بیگ تھا جس کی جگہ اب میں کام کر رہا ہوں۔ ان دونوں نے پچھلے دن ہماری تنظیم سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور اس کی وجہ ایک لڑکی ہے۔ جس کا نام مرجانہ ہے۔"

موس ٹروفی نے کہا: "تمہارے اس قصے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے کام کی بات بتاؤ۔"

"وہی بتانے جا رہا ہوں۔ فرہاد صاحب مرجانہ کی مدد کرتے رہے ہیں اور مرجانہ کی ماں پیرس کے امیر ترین عورتوں میں شمار ہوتی تھی اس کے متعلق مشہور ہے کہ اس کے پاس اتنا خفیہ خزانہ ہے کہ وہ... ایک جزیرے کی مالکہ بن سکتی ہے۔ بہرحال اس کی بیٹی مرجانہ اپنے چار پرانے دشمنوں کا پیچھا کر رہی ہے، ان سے انتقام لینا چاہتی ہے بلکہ اپنے پہلے ایک شخص سے انتقام لے چکی ہے۔ یہ بات کیمبر بیدل اور حشمت بیگ کو معلوم ہو گئی ہے۔ یہ دونوں بھی مرجانہ کا نشانہ بننے والے ہیں۔ اس سے پہلے پاکستان میں ہمارا ایک ایجنٹ کام کر رہا تھا، وہ فرہاد صاحب کی نظروں میں آ گیا۔ اس کی جان بچانے کے لئے ہمیں فرہاد صاحب کی بہت بڑی شرطیں ماننی پڑیں۔ ان کے ملک کے کچھ اہم کاغذات اور کچھ ایسے راز ہمارے پاس تھے جو انہیں واپس کرنے پڑے یہ نقصانات دیکھ کر کیمبر بیدل اور حشمت بیگ نے سمجھ لیا کہ ریڈ پاور جیسی تنظیم بھی ان کی حفاظت نہیں کر سکے گی۔ اور مرجانہ فرہاد صاحب کے ذریعے ان کی زندگی سے ضرور کھیلے گی۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ حشمت بیگ اور کیمبر بیدل نے فرہاد صاحب کو بے بس کرنے کے لئے مادام سونیا اور مادام رسونتی کو اغوا کیا ہے؟"

"ہاں! میں یہی سمجھتا ہوں۔"

"میں ایسا نہیں سمجھ سکتا۔ ان دو چیونٹیوں کی کیا مجال ہے کہ وہ اتنے خطرناک کام کے لئے قدم اٹھائیں۔"

"آپ انہیں چوہا سمجھیں۔ وہ ایک عرصے تک پیرس میں رہے ہیں اور یہیں رہ کر یہی کام کرنے کے طور طریقوں سے اور ٹیکنیک سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اس حربے میں انہوں نے تیر کے ہاتھ پاؤں پھیلائے ہیں۔ حشمت بیگ کا ایک لڑکا جلال بیگ بہت ہی خطرناک قسم کا فائٹر بھی ہے، ذہین بھی ہے۔ بہت باصلاحیت ہے اور بڑا ہی حاضر دماغ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حشمت بیگ اور کیمبر بیدل اتنے اہم نہیں ہیں جتنی اہمیت سے جلال بیگ اپنا رول ادا کر رہا ہے۔ حضور! اپنے باپ حشمت بیگ کی حفاظت کے لئے ایسی چالیں چل رہا ہے۔"

موس ٹروفی نے کہا: "میں جانتا ہوں کہ حشمت بیگ کی بیٹی کا یہاں کہاں ہے۔ ابھی میرے آدمی وہاں چھاپہ مارنے گئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، تم اپنے طور پر بہت سے اقدامات کر سکتے ہو لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ تم جلال بیگ تک نہیں پہنچ سکو گے۔ وہ کوئی معمولی بچہ نہیں ہے۔ اس نے ریڈ پاور میں رہ کر فرہاد صاحب، مادام سونیا، مادام رسونتی کی پوری ہسٹری پڑھی ہے اور وہ جانتا ہے کہ کس سے ٹکرانا ہے۔ ان لوگوں کو ٹریپ کرنا چاہئے۔ پھر اپنے باپ کی زندگی بچانے کے لئے کوئی سودا کرنا چاہئے۔ وہ یقیناً مادام سونیا اور مادام رسونتی کو کوئی جانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ جہاں تک میرا خیال ہے وہ صرف سودے بازی کرے گا۔"

"اس کی سودے بازی گئی جہنم میں۔ اس سے کہو کہ ہم سے بات

کرے۔ اس وقت فرہاد صاحب بے ہوش پڑے ہوئے ہیں اور انہیں صرف مادام سونیا ہوش میں لا سکتی ہیں۔ کسی طرح جلال بیگ سے ابطہ قائم کر کے اسے سمجھاؤ کہ وہ نادان بچہ بن کر آگ سے تو کھیل لے مگر ٹیلی پیتھی کے درندوں کو نہ چھیڑے۔"

شارق نے کہا: "ماسٹر یوس ٹرومنی، تمہاری طرح ہم بھی فرہاد کو، رونی کو اور سونیا کو دوست بنائے رکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں کبھی چھیڑنا نہیں چاہتے بلکہ اس موقع کی تاک میں رہتے ہیں کہ کسی طرح ان کے کام آسکیں۔ لہٰذا ان کے کام آنے کی خاطر میں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ کسی طرح جلال بیگ کا سراغ لگاؤں اور اسے تمہارا پیغام پہنچاؤں۔"

یہ باتیں ہونے کے بعد رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ رات پریشانی میں گزر گئی۔ صبح سات بجے پیرس کے بڑے بڑے ماہر تجربہ کار ڈاکٹروں کا ایک اجلاس ہوا۔ اس میں وہ ایسے بوڑھے شامل ہوئے جو ٹیلی پیتھی کے علم پر فنی معلومات رکھتے تھے۔ اس اجلاس میں ایک ڈاکٹر نے ناگواری سے پوچھا۔ "مسٹر میکی براڈلے، جب آپ نے ایک انجکشن کے ذریعے بے ہوش کر کے تھے تو پھر آپ نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے بے ہوش ہونے کی اجازت کیوں دی؟"

ڈاکٹر میکی براڈلے نے کہا: "جناب! میں بھی ڈاکٹر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ ایک نارمل جسم میں بے وجہ دوا نہیں پہنچانی چاہئے مسٹر فرہاد بالکل نارمل تھے اور جب وہ اپنے علم کے ذریعے خود پر بے ہوشی طاری کر سکتے تھے اور یہ مرحلہ میرے لئے آسان کر سکتے تھے تو پھر میں انہیں انجکشن کے ذریعے کیوں بے ہوش کرتا؟"

ایک ڈاکٹر نے کہا: "میں اس بحث میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہئے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بے ہوش ہونے کی اجازت کیوں دی گئی جو ہو گیا سو ہو گیا۔ ابھی ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ ہم مسٹر فرہاد کو ہوش میں لانے کے لئے جو دوائیں استعمال کر رہے ہیں۔ وہ بے اثر کیوں ہو رہی ہیں۔ ہزار بار کی آزمائی ہوئی دواؤں کے ذریعے دماغ کو ہر حال میں بیدار ہونا چاہئے۔ پھر ہمیں ناکامی کیوں ہو رہی ہے؟"

ایک اور ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ تو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی شخص ہی اس کے متعلق کچھ بتا سکتا ہے۔"

ایک بوڑھے نے کنکھار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا: "میں اس سلسلے میں کچھ معلومات رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ٹیلی پیتھی ایک ایسا علم ہے جو دماغ کو تسخیر کرنا ہے جیسا کہ آپ لوگ ہپناٹزم وغیرہ کے بارے میں جانتے ہیں۔ ہپناٹزم کے ذریعے بھی دماغ کو کسی حد تک اپنے حکم کے تابع بنایا جاتا ہے۔ اس سے دماغ کو جب چاہیں بھی کر دیا جاتا ہے اسی طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغ کو ہدایت دی جاتی ہے۔ تو دماغ اسی ہدایت کا پابند ہو کر رہ جاتا ہے۔ پتہ نہیں مسٹر فرہاد نے ہوش میں آنے کے لئے کون سی شرط رکھی ہے اور کس طرح کی ہدایت دی ہے کہ ان ہدایات پر عمل نہیں ہو رہا ہے؟"

ڈاکٹر میکی براڈلے نے کہا: "یہ ہدایات مادام سونیا کو دی گئی ہیں اور مادام سونیا پچھلی رات سے لاپتہ ہیں۔"

شیلی ہیتی جاننے والے دوسرے بوڑھے نے کہا: "میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ صاحبان کی دوائیں یقیناً مسٹر فرہاد کے دماغ تک پہنچتی ہیں۔ ان پر اثر ڈال رہی ہیں لیکن آپ ٹیلی پیتھی کے نقطۂ نظر سے سوچیں تو وہ جو بے ہوشی میں نہ آنے کی ہدایت ہے اور ہوش میں آنے کے لئے جو شرط ہے اس کا دماغ تابع ہے۔ جب تک وہ شرط پوری نہیں ہوتی اس وقت تک مسٹر فرہاد ہوش میں نہیں آ سکیں گے۔"

"اس طرح مسٹر فرہاد کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو رہا ہے۔"

ایک اور ڈاکٹر نے کہا: "ایسی زیادہ پریشانی کی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ جب تک مسٹر فرہاد ہوش میں نہ آئیں اور مادام سونیا یہاں واپس نہ پہنچیں۔ اس وقت تک انہیں انجکشن کے ذریعے خوراک پہنچائی جائے اور ان کی طرف سے غفلت نہ برتی جائے۔ ان کے پاس ہمیشہ کسی نہ کسی کو موجود رہنا چاہئے۔"

بات بھی بے ہوشی کی نہیں، کم بختی کی ہے۔ ڈاکٹر مریض کی صحت کے لئے اچھائی کے لئے دوائیں دیتے ہیں لیکن بعض حالات میں ان دواؤں کا الٹا اثر بھی ہو جاتا ہے۔ یہ مریض کی کم بختی ہوتی ہے۔ اسی طرح میری کم بختی یہ تھی کہ میری ٹیلی پیتھی کا جو اثر ہمیشہ مثبت انداز میں ہوتا تھا اور دوسروں کے لئے ہوتا تھا میرے لیے ہی کا الٹا اثر الٹا ہوا۔ اگر میں جانتا یا مجھے ذرا بھی شبہ ہوتا کہ ایسا ہو جائے گا تو میں کبھی ایسا نہ کرتا۔ یہی تو بات ہے کہ انسان کو وقت سے پہلے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ خواہ وہ ٹیلی پیتھی کا کتنا ہی ماہر کیوں نہ بن جائے۔

اب میں سونیا کا ذکر کروں گا۔ جب اسے ہوش آیا تو پھر تکلیف کا احساس ہوا۔ سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ اس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں تو اسے اپنے وجود کے نیچے پکی زمین نظر نہیں آئی۔ نہ وہ سڑک کا کنارہ تھا نہ ہی وہ شاہراہ تھی۔ کھلی فضا بھی نہیں تھی۔ سر سے بہنے والا خون چہرے پر اس طرح پھیل گیا تھا کہ آنکھوں کے پپوٹے اور پلکیں بھی لہو میں بھیگ گئی تھیں اور نظریں دھندلا گئی تھیں۔ اس نے دھندلی نظروں سے دیکھا۔ اس کے چاروں طرف ایک کمرے کی چار دیواری تھی اور وہ اس کمرے کے ننگے فرش پر پڑی ہوئی تھی۔

سر سے زبردست ٹیسیں اٹھ رہی تھیں لیکن شدید تکلیف کے باوجود ہوش آتے ہی اسے میرا خیال آیا۔ اس نے پریشان ہو کر سوچا وہ یہاں کب سے ہے؟ اور کتنی دیر گزر چکی ہے؟ وہ گھڑی پہننے کی عادی نہیں تھی لیکن اندازہ کر سکتی تھی کہ کافی وقت گزر چکا ہے یعنی اتنا وقت گزر چکا ہے کہ اس عرصے میں ——— فرہاد کو ہوش میں آ جانا چاہئے۔ وہ بے چین سی ہو گئی اور بڑی مشکل سے فرش پر ہاتھ ٹیک کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔

خون کافی مقدار میں بہہ چکا تھا۔ اس کے باوجود بھی وہ کمزوری محسوس نہیں کر رہی تھی۔ تکلیف بس سر میں ہو رہی تھی لیکن ایسی شدید تکلیف ہو رہی تھی کہ اٹھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ بہرحال وہ ہمت کرتے ہوئے اور چکراتے ہوئے سر کو برداشت کرتے ہوئے اٹھ کر دیوار کے سہارے کھڑی ہو گئی۔ پھر اسی طرح دیوار کے سہارے چلتے ہوئے دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولنا چاہا تو پتہ چلا کہ وہ باہر سے بند ہے۔ تب وہ دروازہ پیٹنے لگی۔

باہر سے کسی مردانہ آواز نے پوچھا: "اچھا تو تم ہوش میں آ گئی ہو؟"

"ہاں! دروازہ کھولو۔"

"آرام سے بیٹھو۔ ابھی ڈاکٹر آنے والا ہے۔ تمہارے نہ کھولنے کی مرہم پٹی ہو گئی۔"

سونیا نے دروازے کو دوبارہ پیٹتے ہوئے کہا: "پہلے دروازہ کھولو۔ میرا ایک ضروری پیغام ڈاکٹر میکی براڈلے تک پہنچا دو۔"

باہر سے کسی ہی موٹا قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر ایک نے کہا: "اچھا تو ہم تمہارا پیغام پہنچا دیتے ہیں اور اس طرح اپنے آپ کو پھنسا لیں کہ ہم نے تمہیں یہاں قید کر رکھا ہے۔"

سونیا نے چیخ کر کہا: "میں یہ نہیں چاہتی کہ کسی کو نقصان پہنچے۔ میرا نام نہ لینا۔ صرف اتنا کہہ دینا کہ فرہاد کے پاؤں کے تلوؤں کو سہلایا جائے تو وہ ہوش میں آ جائے گا۔"

باہر سے ایک اور شخص نے کہا: "بھئی واہ! کیا پیغام ہے۔ اس کا تو کوئی سر پیر سمجھ میں نہیں آیا۔"

"میں سمجھاتی ہوں۔ فرہاد علی تیمور ڈاکٹر میکی براڈلے کے پرائیویٹ ہسپتال میں بے ہوش پڑے ہیں۔ اب وہ اسی طرح ہوش میں آ سکتے ہیں کہ ان کے پاؤں کے تلوؤں کو آہستہ آہستہ سہلایا جائے۔"

ایک نے کہا: "اچھا تو وہ فرہاد لاٹ صاحب کا بچہ ہے۔ پاؤں کے تلوے سہلانے سے بیدار ہوتا ہے۔"

اس بات پر سب لوگ قہقہے لگانے لگے۔ اتنے میں اچانک ہی سارے قہقہے رک گئے۔ کسی نے پوچھا تھا: "تم سب کیوں ہنس رہے ہو؟"

تھوڑی دیر کے لئے خاموشی رہی۔ پھر کسی نے ڈانٹ کر پوچھا۔ "کیوں قہقہے لگا رہے تھے؟ کیا سونیا ہوش میں آ گئی ہے؟"

کسی نے کہا: "یس سر! وہ ہوش میں ہے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہہ رہی ہے۔"

پھر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ سونیا دروازے سے ہٹ گئی۔

اسی وقت دروازہ کھل گیا۔ ایک شخص ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ سونیا دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ڈاکٹر کو اور اس شخص کو دیکھتے ہوئے کہا: "میری مرہم پٹی بعد میں بھی ہو سکتی ہے۔ میرا ایک ضروری پیغام ڈاکٹر براڈلے تک پہنچا دو۔ تم نہیں جانتے فرہاد علی تیمور کی زندگی خطرے میں ہے۔ اس وقت وہ میکی براڈلے کے پرائیویٹ ہسپتال میں بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ جب تک ہی کے پیر کے تلوؤں کو نہ سہلایا جائے، وہ ہوش میں نہیں آئے گا۔"

آنے والے شخص نے سر ہلا کر کہا: "ٹھیک ہے۔ میں تمہارا یہ پیغام اپنے باس تک پہنچاتا ہوں۔ میرے باس نے مناسب سمجھا تو اس پیغام کو میکی براڈلے تک پہنچا دے گا لیکن یہ بات یاد رکھو کہ میری خیر خیریت میں کوئی ہنگامہ نہ کرنا۔ سنا ہے کہ تم بہت تیز طرار ہو اور چار پانچ فائٹروں کے بس میں نہیں آتی ہو۔ یہاں باہر جتنے بھی لوگ کھڑے ہیں سب مسلح ہیں۔ تمہیں لڑنے کا موقع نہیں دیں گے۔ فوراً ہی گولی مار دیں گے۔ لہٰذا شرافت سے رہنا، میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ سونیا فرش پر بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا اپنا بیگ کھول کر اس کے خون پر جمے ہوئے خون کو صاف کرنے اور مرہم پٹی کرنے لگا۔ مرہم پٹی کرنے کے دوران ہی وہ شخص واپس آ گیا۔ اس نے سونیا سے پوچھا: "کیا تم سچ کہہ رہی ہو کہ فرہاد بے ہوش پڑا ہوا ہے؟"

"ہاں! میں سچ کہہ رہی ہوں۔"

"وہ کتنی دیر سے بے ہوش ہے؟"

سونیا نے کہا "پہلے مجھے وقت بتاؤ تو میں تمہاری بات کا جواب دے سکوں گی؟"

"اس وقت رات کے ایک بجے ہیں؟"

"تب تو فرہاد ڈھائی گھنٹے سے بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ اب اسے ہوش میں آجانا چاہیے؟"

اس شخص نے یقین کرنے کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "تمہاری بات درست معلوم ہوتی ہے۔ ہم اور جلادے آدمی اتنی دیر سے تمہارے پاس باتیں کر رہے ہیں۔ اگر فرہاد ہوش میں ہوتا تو وہ تمہارے ذریعے جلاد کے دماغوں تک پہنچ جاتا لیکن اب تک جلاد کے ساتھ کوئی ایسی بات تمہیں ہوئی ہے؟"

سونیا نے کہا "اگر اس وقت میری ہدایت پر عمل نہ کیا گیا اور میکی براڈلے تک میرا پیغام نہ پہنچایا گیا تو تم لوگ زیادہ دیر تک خیریت سے نہیں رہ سکو گے۔ فرہاد کو تمہیں کسی طرح ہوش میں لانا ہی پڑے گا۔ اس کے بعد تم لوگ دنیا کے کسی حصے میں بھی جا کر چھپ نہیں سکو گے۔ وہ تمہارے دماغوں تک پہنچ کر تمہاری ایسی کی تیسی کر دے گا؟"

اس شخص نے ہنستے ہوئے کہا "ابھی تو نہیں کر سکتا اس لئے کہ وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے اور ہم ایسے احمق نہیں ہیں کہ اسے ہوش میں لا کر اپنے دماغوں تک پہنچنے کا موقع دیں؟"

سونیا ایک دم سے جھلا گئی۔ اس نے چیخ کر پوچھا "کیا میرا پیغام نہیں پہنچاؤ گے؟"

"نو، نیور، کبھی نہیں؟"

سونیا کی آنکھوں سے ڈاکٹر کے بیگ کی طرف دیکھ رہی تھی، اس کی بات سنتے ہی اس نے اچانک ہی اپنا ایک ہاتھ ڈاکٹر کے بیگ میں ڈالا۔ وہاں سے ایک چھوٹا سا چاقو نکالا۔ پھر بیٹھے بیٹھے ایک گول چکر لگاتے ہوئے اس شخص کے پاؤں پر اپنی ٹانگ اتنی زور سے ماری کہ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ گرتے ہی سونیا نے اس کی گردن دبوچ لی۔ پھر اس چاقو کی نوک کو اس کے حلقوم پر رکھ دیا۔ اس دوران کمرے کے باہر کھڑے ہوئے لوگ دوڑتے ہوئے آئے تھے۔ سونیا نے چیخ کر کہا "خبردار! اپنی جگہ رک جاؤ۔ ورنہ ابھی میں اس کا نرخرہ کاٹ کر تمہارے سامنے اس کا لہو اچھال دوں گی؟"

تھوڑی دیر کے لئے ایک دم سے سناٹا چھا گیا۔ پھر اچانک ہی ایک برمکاش نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "ارے جانے بھی دو۔ ہم تو اپنے باس کا حکم بھول گئے تھے۔ خواہ مخواہ اسے بچانے دوڑ پڑے۔ آؤ ہم وہاں بیٹھ کر اپنے ایک ساتھی کے مرنے کا تماشہ دیکھیں۔ آج تک ہم نے یہ نہیں دیکھا کہ ایک عورت مائیک مرد کو کیسے ذبح کرتی ہے؟"

سونیا نے انہیں حیرانی سے دیکھا۔ وہ دوڑ کر آنے والے واپس جانے لگے تھے اور وہ جا کر مختلف کرسیوں پر بیٹھ رہے تھے۔ اس نے جس شخص کو اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا۔ وہ آہستگی سے بولا "مادام سونیا! میری یا ان لوگوں کی زندگی کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے۔ جلاد باس نے ہم جیسے آدمیوں کو اسی شرط پر تمہارے پیچھے لگایا تھا کہ ہم اپنی جان کی پروا نہیں کریں گے اور جب بھی سسٹر فرہاد ماضی طور پر ہمیں ٹریپ کریں گے ہم ان کے جال میں پھنس جائیں گے اور اپنے آپ کو مرنے کے لئے ان کے حوالے کر دیں گے لیکن جو ہمارا باس ہے، وہاں تک تم یا فرہاد کبھی نہیں پہنچ سکو گے؟"

"مجھے تمہارے باس تک پہنچنے کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ بس میری یہ خواہش پوری کر دو کہ میکی براڈلے سے میرا رابطہ قائم کرا دو یا میرا پیغام پہنچا دو؟"

"مجھے افسوس ہے مادام! کہ میں آپ کے کسی حکم کی تعمیل نہیں کر سکوں گا۔ بس اپنی جان دے سکوں گا؟"

سونیا نے بے بسی سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا، اس شخص نے کہا "باس ڈاکٹر کو ہم راستے سے پکڑ کر لائے ہیں اور یہاں لانے کے وقت اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔ واپس پہنچاتے وقت بھی ہم اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دیں گے۔ یہ باہر جا کر کسی سے کہے گا بھی تو اس جگہ کی نشاندہی نہیں کر سکے گا۔ اگر کرے گا تو اپنی جان سے جائے گا؟"

سونیا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کرے۔ وہ اپنے شکار کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے اپنے قابو میں رکھ کر اپنا کام لینا چاہتی تھی۔ فی الحال کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اس نے ذرا وقت کو ٹالنے اور دماغ کو کسی طرح کام میں لانے کے لئے اس سے دوسری بات پوچھی "میں وہاں ایک شاہراہ کے کنارے ایک درخت سے ٹکرا کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ یہاں مجھے کون لایا ہے؟ کیسے لایا گیا؟ تم لوگ مجھ تک کیسے پہنچے؟"

اس شخص نے کہا "تمہارے دائیں بائیں دوڑنے والی کاریں تمہیں ٹریپ کر کے اور تمہیں بری طرح زخمی کر کے یہاں لانا چاہتی تھیں لیکن تم نے چالاکی کا مظاہرہ کیا۔ وہ لوگ تمہاری کار کو درمیان میں پھنسائے ہوئے دور تک چلے گئے اور تم شاہراہ پر گر پڑیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ تم ڈگی کے راستے سے نکل تھیں بہرحال ہم نے صرف ان دو کار والوں پر بھروسہ نہیں کیا تھا۔ میں تیسری کار میں پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ کار کی ہیڈ لائیٹس میں میں نے تمہیں سڑک کے کنارے پڑے دیکھا تو اپنی کار میں ڈال کر یہاں لے آیا؟"

"میں تمہارے باس سے ملنا چاہتی ہوں۔ ہی سے کہو کہ فرہاد کی طرف سے خطرہ محسوس نہ کرے۔ اس وقت وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے میں اس سے ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں؟"

"ہمارا باس تمہارے فرہاد کے اور رسونتی کے سامنے کبھی نہیں آئے گا۔ تم جو کچھ بھی کہنا چاہتی ہو، مجھ سے کہو۔ میں تمہارا پیغام اپنے باس تک پہنچا سکتا ہوں؟"

"تم نے پہلے کہا تھا کہ فرہاد کو ہوش میں آنے کا موقع نہیں دو گے؟"

"میں اب بھی یہی کہتا ہوں۔ تم جو پیغام دو گی وہ باس تک پہنچا دوں گا۔ ویسے میں جانتا ہوں کہ باس کا جواب کیا ہو گا۔ وہی جو میں تمہیں دے چکا ہوں؟"

سونیا نے مجبور ہو کر اسے چھوڑ دیا۔ پھر بولی "جاؤ، دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آئندہ کبھی میرا پالہ پڑے ہی نہ تمہیں کوئی جانی نقصان نہ پہنچے تو فرہاد کے لیے..... کچھ کرو۔ ہم از کم یہی بات میکی براڈلے تک پہنچا دو کہ اسے ہوش میں لانے کا طریقہ کیا ہے؟"

اس کی باتوں کے دوران وہ شخص اٹھ کر کرے کے دروازے پر چلا گیا۔ پھر اس نے کہا "مادام سونیا، ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ تمہاری مرہم پٹی ہونے کے بعد ہاتھ پاؤں باندھ کر تمہیں ایک محفوظ مقام تک پہنچا دیا جائے۔ کیونکہ ہمارے اندازے کے مطابق وسیع پیمانے پر تمہاری تلاش شروع ہو گی اور جس خطرناک تنظیم سے تمہارا تعلق ہے۔ اس کے ذرائع بڑے وسیع ہیں۔ وہ لوگ یقیناً ہم تک پہنچنے کی کوشش کریں گے اور شاید کامیاب بھی ہو جائیں۔ اس سے پہلے ہم تمہیں اپنے ایک خاص اڈے تک پہنچا دینا چاہتے ہیں؟"

سونیا وہی چاقو مضبوطی سے پکڑ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی "خبردار! کوئی میرے ہاتھ پاؤں نہیں باندھ سکتا۔"

اس کی للکار سن کر کمرے کے باہر بیٹھے ہوئے تمام بدمعاش اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ کسی نے جا کر تالا اور کسی نے رائفل نکال لیا۔ پھر ایک رائفل والے نے کہا "مادام سونیا، تم شاید نہیں جانتیں کہ میں نشانے کا کتنا پکا ہوں۔ میری آنکھوں پر پٹی باندھی جائے تب بھی آواز کی سمت میں نشانہ لگا سکتا ہوں۔ تم اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ میں ایک نمونہ پیش کروں گا؟"

سونیا نے ہاتھ اٹھائے۔ جیسی تھی ویسی ہی کھڑی رہی۔ اس شخص نے کہا "دیکھو مادام تمہارا یہ پیٹی کوٹ بڑا گھیر دار ہے اور یہ ایک طرف زیادہ لمبا رہے میرے رائفل سے نکلی ہوئی گولی تمہارے پیٹی کوٹ میں سوراخ پیدا کرتے ہوئے گزر جائے گی۔ اگر تم ذرا بھی حرکت کرو گی تو تمہارے زخمی ہونے کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہو گی؟"

یہ کہتے ہی اس نے سائلنسر لگے ہوئے رائفل سے فائر کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے سونیا جہاں تھی وہیں ساکت کھڑی رہ گئی۔ پھر اس نے سر کو جھکا کر اپنے پیٹی کوٹ کو پھیلا کر نظر ڈالی تو اس میں سوراخ ہو چکا تھا۔

اس شخص نے بڑی صفائی سے کہا "میرے رائفل سے نکلی ہوئی دوسری گولی تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کر دے گی۔ اگر تم اپنے فرہاد کی خاطر زندہ رہنا چاہتی ہو تو دوسری طرف گھوم جاؤ۔ ہم تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنائیں گے"

سونیا نے چند لمحوں تک سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ پھر وہ چھ ماشا چاقو ایک طرف پھینکتے ہوئے دوسری طرف پلٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کے دونوں ہاتھوں کو پیچھے کی طرف کھینچ کر ہتھکڑی پہنا دی گئی ——

وہ حرکت کرنا چاہتی تھی مگر دو طرف سے دو آدمیوں نے اس کے بازوؤں کو سختی سے پکڑ لیا۔ پھر اس نے نظریں نیچی کیں تو دیکھا کہ اس کے پاؤں میں بیڑیاں پنائی جا رہی تھیں۔ اسے پوری طرح بے بس کیا جا رہا تھا۔ آخر میں اس کے منہ پر ایک ٹیپ چپکا دیا گیا۔ تاکہ وہ آواز نہ نکال سکے۔ پھر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھنے کے بعد ایک چار آدمیوں نے اسے کاندھے پر اٹھا لیا اور کہیں لے جانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ وہ کھلی فضا میں آ گئی ہے اور اسے ایک گاڑی کی سیٹ پر ڈالا جا رہا ہے۔ وہ میری بے ہوشی کے متعلق سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔ اسے ایک امید تھی کہ اگر اس سے رابطہ قائم نہیں ہو گا تو رسونتی اور ممی پیرس میں موجود ہیں۔ میں ان کے سامنے بھی سونیا سے کہہ چکا تھا کہ جب میرے قدموں کو سہلایا جائے گا تو میں ہوش میں آ جاؤں گا۔

سونیا کو یہ باتیں یاد تھیں اور وہ توقع کر رہی تھی کہ شاید رسونتی اور ممی ہوش میں لانے والا یہ طریقہ میکی براڈلے کو بتا دیں یا پھر خود آ کر میرے پاؤں کو سہلانے کے بعد مجھے ہوش میں لے آئیں۔ سونیا ایسی ہی باتیں سوچ کر خود کو تسلی دے رہی تھی لیکن مطمئن نہیں ہو رہی تھی۔

اس وقت اس کے منہ پر ٹیپ لگا ہوا تھا۔ وہ کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ دشمنوں سے کچھ پوچھ نہیں سکتی تھی۔ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ دیکھ نہیں سکتی تھی کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ جب اس کا سفر ختم ہو جائے

گا۔ جب اُس کی آنکھوں سے پٹی کھلے گی اور جب وہ اپنے آس پاس کی دنیا کو دیکھ کر کچھ سمجھ سکے گی تو اس وقت میں اپنے قارئین کو اُس کی روداد سناؤں گا۔ فی الحال میں اب مرجانہ کی داستان شروع کرتا ہوں کیونکہ اسی کی وجہ سے یہ سارا کھیل کھیلا جا رہا تھا۔

مرجانہ صبح ساڑھے چار بجے ورکشن میں معروف تھی ایک ملازمہ جو ڈرائنگ روم میں سویا کرتی تھی۔ اُس نے دھیرے سے آکر کہا۔ "بی بی جی، ایک صاحب ٹیلیفون پر آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

مرجانہ نے سوچا۔ کون ہو سکتا ہے جو اتنے منہ اندھیرے فون پر بات کرنا چاہتا ہے۔ ضرور کوئی خاص بات ہو سکتی ہے۔ یہ سوچ کر وہ چھت سے اترتے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ پھر اُس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو میں مرجانہ بول رہی ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "میں جو کوئی بھی ہوں تم مجھے نہیں جانتی ہو لیکن میں تمہیں ایک بہت ضروری خبر سنانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اب فرہاد علی تیمور سے تمہارا دائمی طور پر رابطہ قائم نہیں ہو سکے گا۔"

مرجانہ نے حیرانی سے چونک کر پوچھا۔ "کیوں رابطہ قائم نہیں ہو سکے گا؟"

"اس لیے کہ فرہاد اس وقت زندگی اور موت کے درمیان ہے۔ وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ صرف وہ اور سونیا جانتے ہیں کہ اُسے کس طرح ہوش میں لایا جا سکتا ہے اور یہ طریقہ ہم بھی جانتے ہیں کہ لیکن ہم اُسے ہوش میں نہیں لائیں گے۔ سونیا کا جہاں تک تعلق ہے اُسے ہم نے گرفتار کر کے ایک ایسی جگہ پہنچا دیا ہے جہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔"

"یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"جب تک حقیقت کا یقین نہ ہو۔ اس وقت تک ساری باتیں بکواس لگتی ہیں تم فرہاد علی تیمور کا انتظار کرتی رہو وہ تم سے رابطہ قائم نہیں کرے گا۔ وہ اس وقت تک ہوش میں نہیں آئے گا جب تک ہم نہیں چاہیں گے۔ لہٰذا ہماری ایک بات یاد رکھو۔ اگر تم چاہتی ہو کہ جو میں گھنٹے کے اندر فرہاد علی تیمور کو ہوش آ جائے اور اُس کی زندگی بچ جائے تو تم اپنی ماں کو لے کر فوراً یہاں پہنچ جاؤ، نہیں پہنچو گی تو فرہاد کی زندگی سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاؤ گی۔"

یہ کہتے ہی دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ کر چیختی رہی۔ پھر اُس نے بھی ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا اس کے بعد بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگی کہ جو کچھ اُس نے ٹیلیفون پر سُنا ہے اس میں کہاں تک صداقت ہے۔ یہ بات اسی وقت معلوم ہو سکتی ہے جب فرہاد سے دائمی رابطہ قائم ہو گا۔ وہ ٹہل رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ آخر اُس نے سوچا کہ پیرس کے لیے ایک ٹرنک کال بک کرائی جائے اور معلوم کیا جائے کہ فرہاد کس حال میں ہے۔ پھر خیال آیا کہ فرہاد کہاں ہے؟ کس پتے پر کس نمبر پر ٹرنک کال بک کرائی جائے؟

ایسے وقت مرجانہ کو ایک غلطی کا احساس ہوا اور وہ یہ کہ اُس نے اب تک فرہاد سے یہ نہیں پوچھا کہ پیرس میں اُس کا قیام کہاں ہے۔ پہلے پتہ چلا تھا کہ وہ ہوٹل میں ہے۔ پھر پتہ چلا کہ وہ سونیا کے گھر گیا تھا۔ اُس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ کسی اسپتال میں کسی ڈاکٹر کے زیرِ علاج ہے گا۔ یعنی سرجری کے مراحل سے گزرے گا۔ اس دوران مرجانہ نے نہ تو سونیا کا پتہ پوچھا تھا اور نہ ہی اس ڈاکٹر کے اسپتال کا پتہ یا ٹیلیفون نمبر معلوم کیا تھا۔ بس اتنا یاد تھا کہ اس ڈاکٹر کا نام میکی براڈلے ہے۔

■ ماسٹر مرس ٹرونی کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتی تھی۔ ورنہ وہ اُس کے ذریعے میک حالات معلوم کر لیتی۔ بہرحال اس وقت اُس کے دماغ نے تھوڑا کام کیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی اپنی والدہ کے بیڈ روم میں گئی دیوار الماری کھول کر اُن کی ڈائری نکالی۔ پھر اُس کے اوراق اُلٹ پلٹ کر کے دیکھنے لگی۔ ایک جگہ پیرس میں رہنے والی ایک خاتون کا پتہ اور ٹیلیفون نمبر نظر آیا۔ اُس نے فوراً ہی وہ نمبر ایک جگہ نوٹ کر لیا۔ پھر اُس نے ورق گردانی کی۔ اُس کو ایک اور شخص کا ٹیلیفون نمبر معلوم ہوا تھوڑی ہی دیر میں اُس نے ایک خاتون اور دو مردوں کے ٹیلیفون نمبر معلوم کیے۔ پھر وہاں سے چلتی ہوئی واپس ڈرائنگ روم میں آئی اور ریسیور اٹھا کر ان نمبروں پر ٹرنک کال بک کرانے لگی۔

اس دوران وہ اندر ہی اندر میرا انتظار کر رہی تھی میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ دوسری صبح اُس سے رابطہ قائم کروں گا۔ اُسے اُمید تھی کہ یہ رابطہ قائم ہو گا اور میں اُسے مخاطب کروں گا لیکن صبح کے چھ بج گئے۔ گھر والے بیدار ہو گئے۔ اُس نے اپنی امی سائرہ بانو کو بتایا کہ اُس نے فلاں فلاں نمبر پر ٹرنک کال بک کرائی ہے۔ اپنی امی کو یہ بھی بتایا کہ ٹرنک کال کا مقصد کیا ہے۔ اُن کی باتوں کے دوران ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ مرجانہ دوڑتے ہوئے ڈرائنگ روم میں گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد اُس نے چیخ کر اپنی امی کو آواز دی۔ "امی جلدی آئیے آپ کی پیرس والی پڑوسن سے رابطہ قائم ہو گیا ہے۔"

سائرہ بانو تیزی سے چلتی ہوئیں ڈرائنگ روم میں پہنچیں۔ پھر مرجانہ کے ہاتھ سے ریسیور لے کر باتیں کرنے لگی۔ اُس نے خاتون سے کہا کہ اُنھیں پیرس کے ایک ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرنا ہے۔ اس ڈاکٹر کا نام میکی براڈلے ہے اور وہ پلاسٹک سرجری کا بہت ہی ماہر اور مشہور ڈاکٹر ہے۔

جواباً پیرس والی خاتون نے کہا کہ وہ اس ڈاکٹر کے نام سے واقف ہے لیکن اُس کا فون نمبر معلوم نہیں ہے۔ وہ ڈائریکٹری دیکھ کر بتا سکتی ہے۔

اُس کی امی نے کہا۔ "میں ہولڈ آن کرتی ہوں۔ آپ فوراً ہی نمبر دیکھ کر ڈاکٹر میکی براڈلے سے رابطہ قائم کریں اور اُن سے یہ پوچھیں کہ اُن کے زیرِ علاج ایک پاکستانی جوان ہے جس کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ وہ اس وقت کس حال میں ہے۔ ہم اُس کی خیریت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

دوسری طرف سے خاتون نے کہا۔ "میرے پاس ایک ہی ٹیلیفون ہے۔ میں آپ سے رابطہ ختم کرنے کے بعد ہی ڈاکٹر میکی براڈلے سے رابطہ قائم کر سکتی ہوں۔ بہتر یہ ہو گا کہ تھوڑی دیر بعد میں آپ کو ٹرنک کال کروں یا آپ دوبارہ مجھے فون کریں۔"

سائرہ بانو نے کہا کہ وہ پندرہ منٹ کے بعد اُس سے دوبارہ رابطہ قائم کریں گی۔ یہ باتیں ہونے کے بعد رابطہ ختم ہوا تو مرجانہ نے فوراً ہی دوسری کال اسی نمبر پر بک کرائی اور درخواست کی کہ پندرہ منٹ کے اندر یہ رابطہ قائم ہو جائے تو بڑی مہربانی ہو گی۔

وہ ریسیور رکھ کر وہیں بیٹھی رہی تاکہ دوبارہ رابطہ قائم ہو۔ ذرا دیر بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ مرجانہ نے لپک کر ریسیور اُٹھایا۔ پھر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے وہی جانی پہچانی آواز سنائی دی جسے صبح ساڑھے چار بجے مرجانہ سن چکی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مس مرجانہ، آپ سے رابطہ قائم کیے ہوئے دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس عرصے میں آپ کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ مسٹر فرہاد آپ سے رابطہ قائم کرنے کے قابل نہیں رہے — اب بھی آپ میری بات کو سچ مان لیں اور میرے مشورے

کے مطابق فوراً ہی پیرس روانہ ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

مرجانہ نے کہا۔ "میں نے پیرس ایک ٹرنک کال بک کرائی ہے۔ وہاں سے صحیح معلومات حاصل ہونے کے بعد میں شاید تمہارے مشورے پر عمل کر سکوں۔ اس سے پہلے ممکن نہیں ہے۔"

"اگر آپ پیرس میں کسی کے ذریعے معلومات حاصل کر رہی ہیں تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔ آپ یقین کریں آپ کو وہی باتیں معلوم ہوں گی جو میں کہہ چکا ہوں۔ بہرحال میں پھر آدھے گھنٹے کے بعد فون کروں گا۔"

مرجانہ ریسیور رکھنا چاہتی تھی کہ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ذرا ٹھیریے۔ ایک بات سن لیجیے۔ اگر میری باتوں کی تصدیق ہو جائے اور یہ معلوم ہو کہ مسٹر فرہاد بے ہوشی کے عالم میں ہیں اور ہمارے سوا کوئی انھیں ہوش میں نہیں لا سکتا تو آپ کے لیے پیرس جانا لازمی ہوگا۔ ایسے حالات میں آپ کو آج کے طیارے میں سیٹ نہیں ملے گی۔ ہم یہ معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ ہم نے پی آئی اے کی ایک فلائیٹ میں آپ ماں بیٹی کے لیے دو سیٹیں ریزرو کرا لی ہیں۔ یہ فلائیٹ پنڈی سے جدہ جائے گی۔ جدہ پہنچ کر آپ کو برٹش ایرویز کے طیارے میں دو سیٹیں ریزرو ملیں گی۔ آپ اس طیارے کے ذریعے پیرس پہنچ جائیں گی۔ یہ انتظامات ہم نے کر دیے ہیں۔ باقی سفر کی تیاریاں آپ شروع کر دیں۔ آدھے گھنٹے کے بعد میں پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

مرجانہ نے ریسیور رکھ دیا۔ آدھے گھنٹے بعد پیرس کی خاتون سے دوبارہ رابطہ قائم ہوا۔ اس نے سائرہ بانو کو بتایا۔ "ڈاکٹر میکی براڈلے کے زیر علاج ایک صاحب فرہاد علی تیمور ہیں۔ اس وقت وہ بے ہوشی پڑے ہوئے ہیں۔ یہ بے ہوشی پچھلی رات تقریباً ساڑھے دس بجے سے ہے۔ وہ پہلے تو مجھے یہ باتیں نہیں بتانا چاہتے تھے لیکن جب میں نے بتایا کہ پاکستان سے ایک خاتون سائرہ بانو اور ان کی بیٹی مرجانہ معلومات حاصل کرنا چاہتی ہیں تو وہ ہیں ایک صاحب نے آپ لوگوں سے دلچسپی ظاہر کی۔ ان کا نام موس ٹرونی ہے۔ وہ آپ لوگوں سے فون پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ آپ مناسب سمجھیں تو اپنا ٹیلیفون نمبر مجھے بتا دیں۔ میں وہ نمبر موس ٹرونی کے پاس پہنچا دوں گی۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے اور ضروری معلومات آپ لوگوں تک پہنچ جائیں۔"

سائرہ بانو نے اپنا ٹیلیفون نمبر بتایا۔ پھر رابطہ ختم کر کے مرجانہ سے کہنے لگیں کہ جو اطلاع اسے ساڑھے چار بجے صبح ملی تھی وہ صحیح ہے۔ فرہاد پر پچھلی رات ساڑھے دس بجے سے بے ہوشی طاری ہے اور وہ اب تک ہوش میں نہیں آیا ہے۔ کوئی موس ٹرونی نام کا ایک آدمی ہے۔ وہ تھوڑا سا سننے کے بعد تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اپنا نمبر دے دیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد شاید وہ ہم سے رابطہ قائم کرے۔

پھر ان کے درمیان پیرس جانے کے سلسلے میں باتیں ہونے لگیں۔ مرجانہ کی خالہ اور خالو کو یہ پسند نہیں تھا۔ سائرہ بانو اتنی جلدی پاکستان سے چلی جائیں لیکن یہ معاملہ تھا اور وہ جانتے تھے کہ میری اور مرجانہ کی دوستی کتنی مضبوط اور پائیدار ہے۔ اس دوستی کی ابتدا اسی ہوئی تھی کہ میں اس کے برے وقتوں میں کام آتا رہا۔ اب مجھ پر برا وقت آن پڑا تھا۔ پھر مرجانہ کیسے نہ آتی؟ اس کے رشتہ دار کیسے انکار کر دیتے کہ مرجانہ کو نہیں جانا چاہیے؟

سائرہ بانو بھی مجھ سے بے حد متاثر تھیں کیونکہ میں نے ان کی بیٹی کو دشمنوں سے محفوظ رکھا تھا اور اب وہ کام آ رہا تھا۔ اس لیے وہ اپنی ساری مصروفیات چھوڑ کر میرے ساتھ پیرس جانے کے لیے بالکل تیار تھیں۔ انہی باتوں کے دوران پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پتہ چلا کہ پیرس سے ایک صاحب موس ٹرونی مرجانہ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ مرجانہ نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو! میں مرجانہ بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں ماسٹر موس ٹرونی کہلاتا ہوں۔ ماسٹر اس لیے کہ میرا تعلق ایک ایسی تنظیم سے ہے جس کے متعلق مسٹر فرہاد اچھی طرح جانتے ہیں۔ شاید انہوں نے کبھی اس تنظیم کا ذکر کیا ہو۔ بہرحال میں اپنے منہ میاں مٹھو بننا نہیں چاہتا لیکن اتنا بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ پیرس کا بے تاج بادشاہ ہوں۔ تم یہاں آؤ گی تو تمہیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تمہیں یہاں بلانا چاہتا ہوں۔ یہ مسٹر فرہاد کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب کچھ محض تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسٹر فرہاد کے راستے سے ہٹ جائیں۔ کسی طرح بھی تمہاری مدد نہ کریں۔ اس کے لیے انھوں نے مادام سونیا کو اور مادام رسونتی کو اغوا کیا ہے اور انھیں یرغمال بنا کر مسٹر فرہاد سے کوئی سودے بازی کرنا چاہتے ہیں۔ ٹیلیفون پر تفصیل سے گفتگو نہیں کر سکوں گا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ تمہارا پیرس پہنچنا بہت ضروری ہے۔"

مرجانہ نے کہا۔ "ابھی تقریباً تین گھنٹے پہلے ایک

نے مجھے فون کیا تھا کہ مجھے پیرس جانا ہوگا اور ان لوگوں کی طرف سے میرے اور میری امی کے لیے طیارے میں سیٹیں بک کرا دی گئی ہیں۔ ہماری روانگی کے انتظامات کرا دیے گئے — لیکن میں جانتی ہوں کہ جس نے یہ انتظامات کیے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے۔"

ماسٹر موس ٹرونی نے کہا۔ "دشمنوں کی پروا نہ کرو۔ پیرس پہنچ جاؤ۔ اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ کس نے تمہیں یہاں آنے کے لیے کہا ہے اور وہ تمہارے ساتھ کیسی چالیں چلنا چاہتا ہے۔ ویسے میں نے تمہیں اور تمہاری امی کو دیکھا نہیں ہے۔ مجھے بتا دو کہ جب پیرس کے ایئرپورٹ پہنچو گی تو اس وقت تمہارا لباس کیا ہوگا اور تمہاری پہچان کیا ہوگی۔ ویسے میں یہاں ایئرپورٹ کی انکوائری کاؤنٹر سے تمہارے بارے میں معلوم کر سکتا ہوں۔ مسافروں کی فہرست میں تمہارا نام پڑھ سکتا ہوں لیکن سب سے پہلے کی رسید پر تمہارا نام پڑھ کر تم تک پہنچ سکتا ہوں لیکن میں براہ راست تم سے ایئرپورٹ پر ملاقات نہیں کروں گا۔ دوہری دوری سے تمہاری نگرانی کی جائے گی تاکہ دشمن تمہیں نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

مرجانہ نے کہا۔ "ابھی بات ہے۔ میری سب سے بڑی پہچان یہ ہوگی کہ میں پاکستانی لباس شلوار اور کرتے میں ہوں گی۔ میرے لباس کا رنگ ہلکا گلابی ہوگا۔ میری سب سے بڑی پہچان یہ ہوگی کہ میرے چہرے پر ---- میک اپ نہیں ہوگا کیونکہ میں کبھی میک اپ نہیں کرتی۔ کبھی بالکل لپ اسٹک وغیرہ نہیں لگاتی۔ ویسے آپ یہ یاد رکھیں کہ ہم جدہ سے پیرس آنے والے برٹش ایرویز کے طیارے میں ہوں گے۔"

یہ تمام باتیں ہونے کے بعد رابطہ ختم ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس سے رابطہ قائم ہونے کا وقت آیا جو ان کے سفر کے انتظامات کر رہا تھا اور انھیں پیرس جانے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس نے فون پر پوچھا۔ "ہیلو! مرجانہ، کیا آپ نے میری کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کر لی ہے؟"

"ہاں تصدیق ہو چکی ہے۔ فرہاد پچھلی رات سے بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔ میں پیرس جانے کے لیے تیار ہوں۔ میری کسی بھی طرح مدد کی جائے گی۔"

میری بے ہوشی کے دوران واقعات کی جو ترتیب ہے، اس کے مطابق اب سونیا کے حالات سامنے آتے ہیں۔ سونیا کے مزید پرنیپ چڑھایا گیا تھا اور آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ہاتھوں کو پیچھے کی طرف موڑ کر ہتھکڑی پہنائی گئی تھی اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ اسے بالکل ہی بے دست و پا بنا کر ایک ویگن میں سوار کرایا گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ ویگن میں خود کو محسوس کرتی رہی۔ پھر ایک جگہ وہ گاڑی رک گئی۔ وہاں سے چار آدمیوں نے اسے اپنے کاندھے پر اٹھایا اور ایک ہیلی کاپٹر میں سوار کرا دیا۔ اس کے آس پاس دو آدمی بیٹھ گئے۔ پھر وہاں سے اس کا سفر ہیلی کاپٹر کے ذریعے شروع ہوا۔ تقریباً چار گھنٹے کے بعد وہ کسی جگہ اتاری گئی۔ وہاں اس کے پاؤں کی بیڑیاں اور ہاتھوں کی ہتھکڑیاں کھول دی گئیں۔ اس کے بعد اسے حکم ملا کہ وہ اسی طرح آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی رکھے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتی چلی جائے۔

اس نے حکم کے مطابق عمل کیا اور دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی ہوئی ایک طرف بڑھنے لگی۔ جب وہ تقریباً سو قدم چل چکی تو اچانک ہیلی کاپٹر کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر آواز کی سمت دیکھا۔ پھر جلدی سے اپنی آنکھوں کی پٹی کھولنے لگی۔ پٹی کھلتے ہی اس نے دیکھا کہ ہیلی کاپٹر زمین سے بلند ہو رہا ہے اور پرواز کرتا ہوا کہیں جا رہا ہے۔ اس نے فوراً ہی اپنے منہ پر سے ٹیپ کو ہٹا دیا۔ ادھر ادھر دیکھنے لگی کہ وہ کہاں ہے؟

وہ کوئی بہت ہی ویران سی جگہ تھی۔ بہت دور تقریباً پانچ چھ کاٹج نظر آ رہے تھے۔ وہ دوڑتے ہوئے ان کاٹج کی طرف گئی اور چیخنے لگی۔ "کیا یہاں کوئی ہے؟ اگر کوئی ہے تو سامنے آئے۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ یہ کون سی جگہ ہے؟"

اس کے آواز دینے پر جواباً کوئی آواز سنائی نہیں دی وہ دوڑتے دوڑتے رک گئی۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے پہلے کاٹج تک گئی۔ دروازے کے کاٹج پر ایک گتہ لٹک رہا تھا۔ اس گتے پر لکھا ہوا تھا۔ "خوش آمدید مادام سونیا۔"

وہ آگے بڑھ کر دروازے کے سامنے پہنچی۔ ادھر ادھر محتاط نظروں سے دیکھا۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس ویران علاقے میں اس کے سوا کوئی آدم زاد نہیں ہے۔ اس نے دروازے کو کھولنا چاہا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اندر سے ٹیلیفون کی گھنٹی سنائی دے رہی تھی۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے ایک کمرے میں پہنچی۔ وہاں سینٹر ٹیبل پر ایک ٹیلیفون رکھا ہوا تھا اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تو آواز آئی۔ "ہیلو مسز مادام سونیا۔"

سونیا نے کہا۔ "میں سونیا بول رہی ہوں۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے کہاں لایا گیا ہے؟"

"تمہیں ایسی جگہ پہنچایا گیا ہے کہ وہ جگہ دنیا کے نقشے میں نظر نہیں آئے گی۔ جو لوگ تمہیں تلاش کرنے آئیں گے وہ اس جگہ کے آسمان پر سے تو گزر جائیں گے لیکن زمین پر نہیں پہنچ سکیں گے۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ وہاں اونچے اونچے گھنے درخت ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ تمام کاٹج وغیرہ چھپ گئے ہیں۔ ہمارا بیل کاپٹر جہاں اترا تھا وہ جگہ صرف ہم جانتے ہیں۔ کوئی دوسرا وہاں پہنچ نہیں سکے گا۔ پہنچنا چاہے گا تو ہم اس کے راستے کی رکاوٹ بن جائیں گے۔"

"تم مجھے یہاں لاکر کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ کیا حاصل کرنا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ فرہاد سے کچھ سودا کرنا ہے۔ جب وہ ہوش میں آجائے گا تو اس کے بعد دیکھا جائے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "تم چاہو تو فرہاد ابھی ہوش میں آسکتے ہیں۔"

"ہاں آسکتے ہیں لیکن ابھی ہمیں چند دوسرے مہمانوں کا انتظار ہے جو تمہارے پاس پہنچائے جائیں گے اور تمہارے ساتھ وہاں مختلف کاٹجوں میں رہیں گے۔"

"تم کن مہمانوں کی باتیں کر رہے ہو؟ کون ہیں وہ لوگ؟"

"ذرا صبر کرو۔ وہ پہنچنے ہی والے ہیں۔ اس وقت تم آرام کرو وہاں پر کاٹج میں کھانے پینے اوڑھنے اور زندگی کی دوسری ضروریات کے تمام سامان موجود ہیں۔ تم لوگوں کو کسی بات کی کمی نہیں ہوگی۔"

سونیا نے کہا۔ "ٹھیرو۔ ابھی ریسیور نہ رکھنا مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میں تم سے کوئی ضروری بات کرنا چاہوں تو کس طرح رابطہ قائم کر سکتی ہوں؟"

"رابطہ قائم کرنا ہوگا تو میں خود کروں گا۔ تمہارے ٹیلیفون میں ڈائل نہیں ہے کہ تم ہر گھنٹہ کسی سے رابطہ قائم کر سکو۔ میں بھی ضروری سمجھوں گا تو اس ٹیلیفون کے ذریعے تم سے بات کرلوں گا۔ اچھا گڈ بائی۔"

یہ کہتے ہی دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ سونیا نے غصے سے اپنے ہاتھ کے ریسیور کو دیکھا۔ پھر اسے کریڈل پر پٹخ دیا۔ اس کے بعد وہ کاٹج کے ایک ایک کمرے میں جا کر دیکھنے لگی۔ وہاں واقعی زندگی کی ضروریات کا تمام سامان موجود تھا۔ کچن اور اسٹور روم میں جھانکنے کے بعد پتہ چلا کہ وہاں کھانے پینے کی چیزوں کی کمی نہیں ہے۔

پھر وہ وہاں سے نکل کر دوسرے کاٹجوں کی طرف گئی۔ اسے وقت گزارنا تھا اور یہ سوچنا بھی تھا کہ کس طرح اس سے رابطہ قائم کر سکتی ہے یا ڈاکٹر میکی براڈلے یا ماسٹر موہر ٹرونی وغیرہ کو کس طرح مجھے ہوش میں لانے کا طریقہ بتا سکتی ہے۔ یہ سوچنے کے دوران وہ دوسرے کاٹجوں کے اندر جاتی رہی اور دیکھتی رہی۔ وہاں بھی ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان موجود تھا۔ تقریباً ہر کاٹج میں چھ ماہ کا راشن بھی تھا۔

وہ وہاں سے اس کاٹج میں واپس آئی جس کے دروازے پر اس کے لیے خوش آمدید لکھا گیا تھا۔ کاٹج کے اندر کرسٹیفون پر نظر پڑتے ہی اس کے دماغ میں یہ بات آئی ٹیلیفون کا کنکشن کہاں سے آیا ہے۔ پھر یہ کہ بجلی کے بلب وغیرہ بھی تھے۔ بجلی کے تار بھی کہیں سے آئے تھے اور ان کے ذریعے وہ اس مقام تک پہنچ سکتی تھی۔ جہاں سے سپلائی کی جا رہی تھی۔

وہ کنکشن کو دیکھتے ہوئے کاٹج کے باہر آئی۔ وہاں کاٹج کے پچھلے حصے میں اس نے دیکھا۔ دیوار کے ساتھ ایک کا پائپ لگا ہوا تھا اور وہ پائپ زمین کے اندر چلا گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ زیرِ زمین وائرنگ کی گئی ہے یہ وائرنگ کہیں دور تک گئی ہے۔ لیکن زمین کے اوپر سے اس وائرنگ کا سراغ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ اوپر سے یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ تار کہاں کہاں سے ہیں جس سمت گئے ہیں اور کتنی دور تک گئے تھے۔

وہ سوچتے ہوئے کاٹج کے اندر آگئی۔ رات بھر جاگی ہوئی تھی سونے کا اب بھی ارادہ نہیں تھا۔ جب وہ میسر متعلق مطمئن نہ ہو جاتی اسے نیند نہیں آسکتی اس نے تھکن اتارنے کے لیے نہانے کی ضرورت محسوس کی اور اس کے لیے باتھ روم میں چلی گئی۔

اس وقت صبح ہو رہی تھی۔ چائے پینے کے بعد سونیا نے کان لگا کر سنا تو دور کہیں بیل کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ جلدی سے پیالی کچن میں رکھ کر کاٹج سے باہر آئی۔ باہر صبح کا ہلکا ہلکا سا اجالا پھیل رہا تھا۔ دن کی روشنی میں پتہ چلا کہ وہ کتنے سرسبز علاقے میں آگئی ہے۔ دور دور تک گھنے درختوں کے سائے تھے اور زمین پر سبز ملائم گھاس جیسے قالین بچھا ہوا تھا۔

وہ سبز گھاس پر تیزی سے چلتی ہوئی کاٹج سے نکل کر آئی آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ کہیں سے... دکھائی دیتا تھا۔ ایسے ہی وقت ہیلی کاپٹر نظر آیا جو کہ آہستہ آہستہ نیچے کسی طرف آ رہا تھا۔

وہ اسی سمت دوڑنے ہوئے جانے لگی۔ جب وہ دوڑتے دوڑتے کافی دور پہنچنے کے بعد رکی تو دیکھا کہ وہ ہیلی کاپٹر زمین پر اتر چکا تھا اور اس میں سے مسلح افراد دو عورتوں کو اتار رہے تھے انھیں دور سے دیکھتے ہی بے اختیار سونیا کے منہ سے نکلا۔ "رسونتی، ممی۔"

دور سے رسونتی نے سونیا کو دیکھا تو وہ ایک دم سے دوڑتے ہوئے آئی اور روتے ہوئے سونیا سے لپٹ گئی ممی آہستہ آہستہ ان کی طرف آرہی تھیں۔ ہیلی کاپٹر میں آنے والے مسلح افراد اپنے ہاتھ میں ریوالور لیے ہوئے تھے۔ سونیا ان کے قریب نہیں جا سکتی تھی۔

جب ممی دور ہوگئیں تو وہ لوگ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے پھر وہ بیل کاپٹر زمین کو چھوڑ کر بلندی کی طرف پرواز کرنے لگا۔ اب وہ لوگ واپس جا رہے تھے۔ انھوں نے اس دوران ملاقات میں تین عورتوں کو لے یا دو مرد اور چھوڑ دیا تھا اور میرے لیے ایک چیلنج تھا کہ میں انھیں وہاں سے نکال لاؤں جبکہ میں اپنے آپ کو ہی بے ہوشی کے عالم سے نہیں نکال پا رہا تھا۔

سونیا نے رسونتی کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "ارے تم تو روہی ہو۔ فرہاد کے ساتھ تم نے بھی کتنے دکھ مصیبتوں کے دن کاٹے ہیں اور کیسے کیسے خطرناک دشمنوں سے مقابلہ کیا ہے پہلے بھی تو میں نے تمہیں سنا کرتم روئی تھیں؟"

رسونتی نے کہا۔ "پہلے کی بات الگ ہے۔ کیونکہ اس وقت فرہاد شانہ بشانہ ہوتا تھا۔ کہیں پیچھے سے یہ توقع ہوتی تھی کہ فرہاد بھالے سر پر موجود ہے یا پھر میں فرہاد کی پشت پر ہوتی تھی تاکہ اس کی حفاظت کروں لیکن اب تو وہ بالکل بے یار و مددگار اسپتال میں پڑا ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ بے ہوش ہے اور اسے ہوش میں ہم ہی لا سکتے ہیں۔ میں کیا کروں؟ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ کاش کرنیل بیتھی یا تھوڑا سا علم مجھے تھوڑی سی دیر کے لیے مل جاتا تو میں بھی فرہاد کی مدد کے لیے وہاں پہنچ جاتی اور چشم زدن میں بے ہوشی کے عالم سے نکال لاتی۔"

ممی نے اس کی پیٹھ کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "بیٹی، میں پہلے بھی سمجھا چکی ہوں۔ میرا علم کہتا ہے کہ فرہاد کی ابھی طویل زندگی ہے۔ وہ فی الحال مصیبت میں مبتلا ہے گا۔ تکلیف برداشت کرے گا لیکن کوئی اسے وقت سے پہلے نہیں مار سکے گا۔ تم اطمینان رکھو۔"

ممی اور سونیا اسے تسلیاں دیتے ہوئے کاٹج کی طرف جانے لگیں ٹھیک اس وقت ——— جب وہ لوگ اس ویران علاقے کے کاٹج میں تھیں ——— میں اسپتال میں بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ مجھے ہوش میں لانے والی تمام دوائیں بے اثر ثابت ہوتی جا رہی تھیں۔ صبح سات بجے ڈاکٹروں کا اجلاس ہوا جس میں متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ سونیا کے واپس آنے تک مجھے زندہ رکھنے کے لیے انجکشن کے ذریعے میرے جسم میں خوراک پہنچائی جائے اور میرے پاس ہمیشہ کوئی نہ کوئی موجود رہے۔

ڈاکٹروں کے اجلاس کی رپورٹ معلوم کرنے کے لیے ہسٹر موس ٹرونی اسپتال کی طرف جا رہا تھا۔ وہ راستے میں سونیا کے بنگلے کے سامنے گاڑی سے اتر گیا۔ اس نے سوچا کہ بنگلے میں جا کر ملازموں سے معلوم کرے شاید سونیا کی کوئی خبر کسی ذریعے سے آئی ہو۔ وہ بنگلے میں پہنچا تو سامی ادھر سے ادھر مایوں مایوں کرتی پھر رہی تھی۔ موس ٹرونی کو دیکھ کر اس کے پیچھے لگ گئی۔ اس نے ملازموں سے سوالات کیے۔ پھر مایوس ہو کر جانے لگا۔ سامی اس کے پیچھے پیچھے آنے لگی۔ کار میں بیٹھتے ہوئے موس ٹرونی نے سامی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "جاؤ، واپس جاؤ۔ کیوں میرے پیچھے آرہی ہو؟"

سامی رک گئی۔ اس نے کار کے دونوں دروازوں کی طرف دیکھا۔ اگلے دروازے کی کھڑکی کے پاس موس ٹرونی بیٹھا ہوا تھا اس لیے کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ ادھر کی دوسری سیٹ خالی تھی۔ اچانک سامی نے چھلانگ لگائی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ کھڑکی سے گزر کر دوسری سیٹ سے ہوتے ہوئے کار کی پچھلی سیٹ پر پہنچ گئی۔

موس ٹرونی نے پلٹ کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے سامی سے کہا۔ "کمال ہے تم بن بلائے مہمان کی طرح میری کار میں آگھسی ہو؟"

یہ کہہ کر اس نے اپنے اسٹیئرنگ کی طرف توجہ دی۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے سوچا یہ فرہاد کی محبوب بیل ہے اور سونیا بھی اسے بڑے پیار سے رکھتی تھی۔ لہٰذا اسے اپنے ساتھ اسپتال لے جانا چاہیے۔ یہ اپنے مالک کو تلاش کر رہی ہے۔ اگر اسے فرہاد کی ایک جھلک دکھا دی جائے تو کیا حرج ہے؟"

وہ سوچتا ہوا اور کار ڈرائیو کرتا ہوا اسپتال پہنچ گیا۔ لیکن سامی کے ساتھ اسپتال میں داخل ہوتے وقت اسے

یاد آیا کہ سر جب کے بعد فرہاد کے جسے پیچا بجا پلاسٹر کی پٹیاں چپکی ہوئی ہیں۔ وہ صورت سے پہچانا نہیں جاتا ہے۔ پھر بھلا یہ بلی کیا پہچانے گی۔ یہ سوچتے ہی اس نے سامی کو گود سے اتار دیا۔ پھر اسے دھتکارتے ہوئے بولا "جاؤ یہاں سے۔ باؤ۔ اُدھر ویٹنگ روم میں بیٹھی رہو۔ میں ابھی ہوں"

کہہ کر وہ ڈاکٹر میکی براڈلے کی طرف جانے لگا۔ سامی اس کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔ ڈاکٹر نے موس ٹرونی کو اجلاس کی رپورٹ بتائی اور مایوسی ظاہر کی کہ فرہاد کسی بھی دوا کے ذریعے ہوش میں نہیں آ رہا ہے۔ سونیا کا یہاں پہنچنا بے حد ضروری ہے۔

ماسٹر موس ٹرونی نے فرہاد کو ایک نظر دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ ڈاکٹر میکی براڈلے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے ساتھ چلتے ہوئے فرہاد کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر موس ٹرونی ٹھٹک گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو سامی پیچھے آ رہی تھی۔ اس نے ایک مسلح گارڈ کو کہا کہ اس بلی کو پکڑ لے اور کمرے میں نہ جانے دے۔ اس کو یہ ہدایت دے کر وہ ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ پھر اس سے پہلے کہ سامی اندر داخل ہو۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ سامی کے داخل ہونے کے راستے مسدود کر لیے۔ دوسری طرف گارڈ نے سامی کو اٹھا لیا تھا اور ایک وارڈ بوائے کے حوالے کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ اس بلی کو اسپتال کے باہر چھوڑ آؤ۔

وارڈ بوائے نے سامی کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ سامی مچل رہی تھی اور اس کی گرفت سے نکلنا چاہتی تھی لیکن وارڈ بوائے نے اسے ایک تھیلے میں ڈال دیا۔ پھر اسے اسپتال کے باہر لے جانے لگا۔ میں اس وقت مجبور تھا۔ اپنی سامی کو اپنے پاس بلا نہیں سکتا تھا میرے اپنے جو میرے کام آ سکتے تھے۔ وہ ایک ایک کر کے دشمنوں کی گرفت میں جا رہے تھے۔ سونیا، رسونتی، ممی اور اب مرجانہ کی باری تھی۔

ڈاکٹر میکی براڈلے میری نبض دیکھ رہا تھا۔ دوسری طرف ماسٹر موس ٹرونی کھڑا ہوا مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ڈاکٹر، شاید تم نہیں جانتے کہ یہ فرہاد علی تیمور ہماری تنظیم کا سب سے بڑا دشمن ہے اور اس وقت یہ کیسی بے بسی سے ہمارے مدد گار پڑا ہوا ہے۔ ہم چاہیں تو اسے چیونٹی کی طرح مسل سکتے ہیں"

ڈاکٹر نے پوچھا "تو پھر اسے مسل کیوں نہیں دیتے؟ ایسی کیا بات ہے کہ اسے بچانے کی کوشش کی جا رہی ہے"

"ہمارا سپر ماسٹر ایسے ذہین اور دلیر دشمن کی قدر کرتا ہے۔ ہوتے ہیں کبھی وار نہیں کرنا چاہتا۔ مجبور بنا کر قتل کرنا نہیں چاہتا۔ اس کا حکم ہے کہ فرہاد علی تیمور کو بچانے کے لیے اپنی آخری کوشش بھی صرف کر دی جائے"

ڈاکٹر میکی براڈلے نے مسکراتے ہوئے کہا "میں فرہاد کے ساتھ دو چار روز گزارنے کے بعد بہت حد تک تمہیں اور تمہاری تنظیم کو سمجھ چکا ہوں۔ تمہاری تنظیم تخریب پسند ہے جبکہ فرہاد تعمیری کام کرتا ہے اور اس کے بڑے احسانات مجھ پر بھی ہیں۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ جو بلیک میلنگ کا مواد آپ لوگ میرے خلاف استعمال کرنے کے لیے رکھے ہوئے تھے وہ فرہاد نے میرے حوالے کر دیا تھا۔

ماسٹر موس ٹرونی نے سر ہلا کر کہا "ہاں، مجھے معلوم ہو چکا ہے"

ڈاکٹر نے کہا "ایک بات میں بھی سمجھ سکتا ہوں اور وہ یہ کہ سپر ماسٹر اتنا دلیر نہیں ہے جتنا کہ ذہین ہے۔ جانتا ہے کہ اگر مسٹر فرہاد کو اس بے ہوشی کے دوران تم میں سے کسی نے بھی قتل کیا یا اس کی زندگی بچانے کی کوشش نہیں کی تو دوسرے دو زبردست مہرے ابھی تمہاری گرفت سے باہر ہیں ــــ ایک مادام سونیا، دوسری مادام رسونتی اگر یہ دونوں بھی مسٹر فرہاد کے ساتھ بیک وقت آپ لوگوں کی گرفت میں ہوتیں اور آپ لوگوں کے قابو میں رہتیں تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ ان تینوں کا خاتمہ کر دیتے کیونکہ یہ شطرنج کی چال ہے۔ جب تک وہ دو مہرے اُدھر ہیں ہے اُدھر فرہاد کو تم بادہ و دشمن جو اس کی طویل بے ہوشی کا باعث بن رہے ہیں۔ نقصان پہنچانے سے باز رہیں گے"

ماسٹر نے پہلے تو اسے گھور کر دیکھا۔ پھر فوراً ہی مسکرا کر بولا "تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ہم فرہاد، سونیا اور رسونتی کو کبھی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔ ہم تو انہیں اپنا دوست بنانا دیکھنا چاہتے ہیں۔ بہرحال اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہ ہمارا اور فرہاد وغیرہ کا معاملہ ہے۔ تم ایک ڈاکٹر ہو لہٰذا اپنے معاملات کو دیکھو کیا اسے انجکشن کے ذریعے خون پہنچا دی گئی ہے؟"

"ہاں یہ میرا معاملہ ہے۔ میں سمجھوں گا کہ خوراک کب پہنچانا ہے اور کب نہیں۔ چلیے باہر چلیں۔ یہاں ہم لوگوں

زیادہ دخل دینا مناسب نہیں ہے۔ ایک نرس کافی ہے"

یہ کہہ کر وہ دونوں کمرے سے باہر چلے گئے۔ ڈاکٹر میکی براڈلے کے کمرے میں فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کیا گیا کہ وہ ماسٹر موس ٹرونی سے بات کرنا چاہتا ہے۔ ڈاکٹر میکی براڈلے نے ریسیور موس ٹرونی کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے ریسیور لے کر کہا "ہیلو، میں ماسٹر موس ٹرونی بول رہا ہوں"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں جو کوئی بھی بول رہا ہوں۔ تم تعارف کے باوجود پہچان نہیں سکو گے۔ اس لیے کہ میں ..... تمہارے لیے اجنبی ہوں۔ میں فون اس لیے کیا ہے کہ میں فرہاد کے ہوش میں آنے کا راز جانتا ہوں"

موس ٹرونی نے جلدی سے پوچھا "تم کیسے جانتے ہو۔ بتاؤ کہ فرہاد صاحب کس طرح ہوش میں آ سکتے ہیں؟"

"اتنی جلدی نہ کرو پہلے میرے سنو کہ مجھے یہ معلومات کیسے حاصل ہوئیں۔ ایسے کہ تمہاری مادام سونیا اور مادام رسونتی اور اس کے ساتھ ایک بوڑھی عورت تینوں ہماری قید میں ہیں۔ مادام سونیا نے کہا ہے کہ مسٹر فرہاد کو ہوش میں لانے کا طریقہ تم لوگوں کو بتا دیا جائے لیکن ہم یہ کیوں بتائیں؟"

ماسٹر نے جھنجلا کر کہا "یہ کیا بکواس ہے۔ اگر تم بتانا نہیں چاہتے تھے تو پھر فون کیوں کیا؟"

"یہ بتانے کو کہ جب ہم چاہیں گے اس وقت مسٹر فرہاد کو ہوش میں لے آئیں گے"

"تم کب ایسا چاہو گے؟"

"اس وقت جب مرجانہ یہاں پہنچ جائے گی۔ شرط یہ ہے کہ ریڈ پاور اور سپر ماسٹر کی تنظیم کا کوئی بھی فرد مرجانہ کے راستے میں نہ آئے۔ مرجانہ کی نگرانی نہ کرے اسے ہم جہاں بھی لے جانا چاہیں۔ ہمارے راستے کی رکاوٹ نہ بنے۔ جب ہم بخیریت اس لڑکی کو اپنی گرفت میں لے کر اپنے ایک خاص اڈے پر پہنچا دیں گے تو اس کے بعد مسٹر فرہاد کو ہوش میں لے آئیں گے"

موس ٹرونی نے کہا "ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارے راستے کی رکاوٹ ..... نہیں نہیں گے اور راضی خوشی مرجانہ کو تمہارے حوالے کر دیں گے لیکن تم ابھی اور اسی وقت یہاں آ کر فرہاد صاحب کو ہوش میں لے آؤ یا وہ طریقہ بتا دو"

"نہیں نہیں ہم ایسے نادان نہیں ہیں کہ وعدوں اور قسموں پر اعتماد کریں۔ تم بھی بدمعاش ہو۔ ہم بھی بدمعاش ہیں اور بدمعاشوں کی زبان کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔ اس لیے وقت کا انتظار کرو ــــ اور اس بات کا خیال رکھو کہ مرجانہ کے اور ہمارے راستے میں کوئی نہ آئے۔ یہ وارننگ ہے۔ اگر اس کے خلاف عمل ہوا تو فرہاد کبھی ہوش میں نہیں آئے گا اور بے ہوشی کے دوران اس کی موت واقع ہو جائے گی"

"ہم کیسے یقین کریں کہ جب مرجانہ تمہاری حراست میں پہنچ جائے گی تو تم فرہاد صاحب کو ہوش میں لے آؤ گے؟"

"ہم وعدہ کرتے ہیں اور ہمارے اس سلسلے میں تمہیں تمام کا مقصد ہی یہی ہے کہ ہم مرجانہ کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم فرہاد صاحب کو اس لیے ہوش میں لائیں گے کہ ان سے کچھ سودے بازی کر سکیں۔ فرہاد صاحب سے وعدہ لیا جائے گا کہ وہ آئندہ مرجانہ سے قطع تعلق کر لیں اور اس کے معاملے میں کبھی مداخلت نہ کریں۔ صرف اتنی سی شرط مان لینے پر ہم سونیا اور رسونتی کو آزاد کر دیں گے۔ ہمیں فرہاد، سونیا اور رسونتی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ہمیں جس کی ضرورت ہے وہ آج شام تک اپنی ماں کے ساتھ یہاں پہنچ جائے گی"

اتنا کہہ کر دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ ماسٹر موس ٹرونی نے بھی ریسیور رکھتے ہوئے سوچا کہ مرجانہ کے معاملے میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے اور دشمنوں کو اس بات کا پورا موقع دینا چاہیے کہ وہ مرجانہ اور اس کی ماں کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ وہ مجھے بچانے کی خاطر مرجانہ کو جہنم میں دھکیلنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔

شام تک کوئی قابلِ بیان واقعہ پیش نہیں آیا۔ اب سبھی کو مرجانہ کی آمد کا انتظار تھا بلکہ انتظار اس بات کا تھا کہ مرجانہ دشمنوں کے جال میں پھنسے اور ادھر مجھے ہوش میں لایا جائے۔ وہاں اس ویران علاقے میں سونیا، رسونتی اور ممی وہ دن بڑی بے چینی سے گزار رہی تھیں اور سونیا کو تو جیسے قرار نہیں تھا۔ رات بھر جاگنے کے باوجود وہ اب بھی سونا نہیں چاہتی تھی اور تدبیر سوچ رہی تھی کہ کس طرح اس علاقے کے متعلق معلومات حاصل کرے یا اس جگہ تک پہنچے جہاں سے بجلی کا کنکشن آیا ہے۔

ممی نے سمجھایا "بیٹی اس طرح دماغ کام نہیں کرے گا۔ دماغ کو آرام و سکون کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ تم پہلے آرام پہنچاؤ، تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔ جب سو کر اٹھو گی تو غور کرنا تازہ دم محسوس کرو گی۔ تمہارے سر کی تکلیف بھی ختم ہو جائے گی"

سونیا سونا نہیں چاہتی تھی۔ رسونتی بھی جاگ رہی تھی دونوں کو یہ چینی تھی کہ میک کیا ہونے والا ہے لیکن ممی نے دونوں کو سمجھا بجھا کر سونے پر مجبور کر دیا۔ ان سے کہا کہ وہ جاگتی رہیں گی۔ کم از کم دو گھنٹے کی نیند پوری کرنے کے بعد انھیں بیدار کر دیں گی۔ اس کے بعد وہ خود سو جائیں گی۔ پھر سونیا اور رسونتی اپنے طور پر تدبیریں سوچتی رہیں گی۔

وہ دن کے تین بجے سو گئیں۔ ممی نے ان کے لیے دوپہر کا کھانا تیار کیا۔ پھر ایک بجے انھیں جگا دیا۔ وہ دونوں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ڈائننگ ٹیبل پر آئیں۔ پھر تینوں نے مل کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد ممی سونے کے لیے چلی گئیں۔ سونیا نے ان سے دریافت کیا "کیا ٹیلیفون پر کسی نے مخاطب کیا تھا؟"

ممی نے انکار میں سر ہلایا اور دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔ ان کے جانے کے بعد سونیا نے کہا "رسونتی، تم اب تک ٹیلی پیتھی کے ذریعے بہت سے کارنامے انجام دے چکی ہو لیکن جسمانی مشقت کی عادی نہیں ہو۔ مگر آج فرہاد کی خاطر تمھیں کچھ محنت کرنی ہوگی۔ میں تم سے زیادہ محنت کروں گی لیکن تمھارا ساتھ ضروری ہے۔"

رسونتی نے کہا "میں فرہاد کے لیے اپنی جان بھی دینے کو تیار ہوں۔ بتاؤ، کیا کرنا ہے؟"

سونیا نے کہا "وہاں اسٹور روم میں ایک کدال ہے۔ ہم وہ کدال لے کر باہر جائیں گے اور جو پائپ دیوار کے ذریعے زمین کے اندر گیا ہے وہاں سے ہم زمین کو تھوڑا تھوڑا کھودنا شروع کریں گے اور یہ دیکھتے جائیں گے کہ وہ پائپ کہاں گیا ہے؟"

رسونتی نے حیرانی سے پوچھا "ہم کتنی دور تک کھود سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جہاں سے یہ کنکشن آیا ہو، وہ جگہ میلوں دور ہو اور چلیے وہ رسک یہ پائپ کا جال بچھایا گیا ہو۔"

"میں یہ سب کچھ سوچ چکی ہوں۔ خواہ وہ سیکڑوں ہزاروں میل کیوں نہ ہو۔ یہاں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر خاموش بیٹھے رہنے سے بہتر ہے کہ ہم کچھ محنت کریں۔ ہو سکتا ہے کہ دو، تھوڑا تھوڑا کھودنے سے اور آگے بڑھتے رہنے سے ہم مہینے دو مہینے، سال دو سال میں کبھی تو اس مقام تک پہنچ جائیں گے جہاں ہم دشمنوں کی گرون ناپ سکیں۔ ایسے بیٹھے رہیں گے تو پتہ نہیں کوئی آئندہ ہماری خبر لے گا یا نہیں؟ یہاں ہمارا کیا حشر ہوگا۔ ہم نہیں جانتی ہیں۔ اس لیے اپنی حفاظت کی خاطر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔"

دونوں ایک منٹ پر متفق ہونے کے بعد اسٹور روم سے کدال لے کر کاٹج کے پچھواڑے چلی گئیں۔ پھر شام تک وہ زمین کھودنے میں مصروف رہیں۔ کھودنے سے یہ معلومات حاصل ہوئیں کہ وہ تار کے پائپ تقریباً چار پانچ فٹ کی گہرائی میں بچھائے گئے ہیں۔ وہ پائپ سیدھے ایک جگہ نہیں گئے تھے۔ تھوڑی دور تک کھدائی کرنے کے بعد پتہ چلا کہ وہ پائپ اپنی سمت بدل دیتے تھے۔ وہ آگے بھی سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے کبھی دائیں کبھی بائیں گھومتے ہوئے چلے گئے ہوں گے۔ وہ شام تک زیادہ کھدائی نہیں کر سکی تھیں۔ صرف اندازہ کیا تھا کہ پائپ بہت ہی ٹیڑھے میڑھے بچھائے گئے ہیں اور چار پانچ فٹ کی گہرائی تک کھود کر دیکھنا کہ پائپ کس جگہ سے اپنی سمت بدل رہے ہیں۔ ایک مشکل کام تھا۔

وہ دونوں شام کو تھک ہار کر کاٹج میں واپس آ گئیں۔ سونیا نے زیادہ کھدائی کی تھی۔ رسونتی نے بھی کبھی کبھی کدال چلائی تھی۔ اس کے باوجود رسونتی کی ہتھیلیوں پر چھالے پڑ گئے تھے۔ اس وقت ممی اٹھ گئی تھیں اور ان کے لیے چائے تیار کر رہی تھیں۔ جب انھیں پتہ چلا کہ سونیا اور رسونتی کتنی محنت کر کے آئی ہیں تو انھوں نے پیار سے ڈانٹ کر کہا "ایسی حماقت نہ کرو۔ بے شک انسان کو اپنی آزادی کے لیے جدوجہد کرنا چاہیے لیکن یہ کام تو بہت ہی تکلیف دہ ہے اور اس کے لیے مہینوں اور سال بہت جائیں گے۔ تم کہیں ہم عورتیں کھدائی کرتے ہوئے اس جگہ پہنچیں گی جہاں سے یہ کنکشن آیا ہے۔ ہم ایسا نہیں کر سکیں گی۔"

سونیا نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں ممی، آپ کا کہنا صحیح ہے میں ہمت نہیں ہار سکتی۔ جب یہاں مجھے دن گزارنا ہیں تو میں خاموش بیٹھ... کر کبھی وقت نہیں گزار سکتی۔ میں صبح سے شام تک محنت کرتی رہوں گی۔ کدال لے کر جتنی دور تک کھدائی کر سکتی ہوں۔ کھدائی کرتی چلی جاؤں گی۔ میں ہمت ہارنے والی عورت نہیں ہوں۔ جب تک فرہاد کی خیریت معلوم نہیں ہوگی۔ میں اپنے اس کام سے نہیں اٹھوں گی۔"

پریس کے وفد کے مطابق مرجانہ کو رات کے نو بجے وہاں پہنچنا چاہیے تھا لیکن جب وہ اپنی امی کے ساتھ جدہ پہنچی تو وہاں برٹش ایئرویز... کا جو ٹکٹ ان کے حوالے کیا گیا۔ اس کے ذریعے وہ جدہ سے روم تک جا سکتی تھیں۔ روم میں ان کا سفر ملتوی ہو جاتا۔ پوچھنے پر بتایا گیا اور کوئی فلائٹ مل نہ سکی تھی۔ اس لیے روم تک کی فلائٹ لی گئی۔ وہ وہاں سے کسی دوسرے طیارے میں بیرک جا سکتی ہیں۔ بہرحال دونوں ماں بیٹی نے جدہ سے روم تک کا سفر کیا تھا شام کے چھ بجے وہ روم پہنچیں۔ وہاں پتہ چلا کہ رات کے دس بجے ایک فلائٹ وہاں سے پیرس کی طرف جائے گی۔ وہ ایئرپورٹ کی عمارت میں آ کر وہاں کا ٹکٹ کنفرم کرانا چاہتی تھیں۔ تب ایک شخص نے سامنے آ کر کہا۔ "میڈم آپ مرجانہ ہیں اور یہ آپ کی والدہ ہیں۔ میں نے پہچان لیا ہے۔ آپ لوگوں کے لیے ٹکٹ ہو چکا ہے۔ آپ کی پیاس سے روانگی میں کافی وقت ہے لہٰذا آپ کے قیام کے لیے ایک ہوٹل میں کمرہ بک کر دیا گیا ہے۔ آپ اس وقت تک وہاں آرام کریں۔ وہاں پارکنگ ایریا میں آپ کے لیے گاڑی موجود ہے۔ تشریف لے چلیے۔"

وہ پریس میں آ کر پریشان ہو گئی تھیں۔ دونوں کہیں آرام سے بیٹھ کر کچھ سوچنا سمجھنا چاہتی تھیں۔ اس کے لیے ہوٹل ہی مناسب ہوتا۔ اس لیے وہ دونوں اس عمارت سے نکل کر پارکنگ ایریا میں پہنچیں پھر اس کار میں بیٹھ گئیں جس کی طرف اس شخص نے اشارہ کیا تھا۔ ان کی رہنمائی کرنے والا اگلی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔ گاڑی کے دروازے بند ہو گئے۔ شیشے پہلے ہی چڑھے ہوئے تھے پھر وہ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد مرجانہ نے ذرا ہوا کھانے کے لیے شیشے کو نیچے کرنا چاہا تو پتہ چلا کہ شیشے اپنی جگہ فکس ہیں اور نیچے کی طرف کھسک نہیں سکتے ہیں۔ اس نے اس شخص سے کہا "یہ کیسی گاڑی ہے کہ شیشے اپنی جگہ سے اتر نہیں سکتے ہیں؟"

اس نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "ہاں، شیشے اتر نہیں سکتے مگر مزید شیشے چڑھائے جا سکتے ہیں۔ یہ دیکھیے۔" کہتے ہی ایک کھٹکا کا سا ہوا پھر اس شخص کے اور ماں بیٹی کے درمیان ایک شیشے کی دیوار اچانک حائل ہو گئی۔ ہیچ بیک سیٹ کا حصہ الگ اور اگلی سیٹ کا حصہ الگ ہو گیا۔

دونوں ماں بیٹی جیسے شیشے کے ایک کیبن میں قید ہو گئی تھیں۔ پھر اچانک انھیں کھانسی شروع ہو گئی۔ پتہ چلا کہ اس شیشے کے کیبن میں دھواں بھر رہا ہے۔ اب مرجانہ کو اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ جال میں پھانسا جا رہا ہے۔ اب مرجانہ کا وہاں سے نکلنا ضروری ہے۔ اس نے پوری قوت سے کھڑکی کے شیشے پر ایک ضرب لگائی۔ وہ شیشہ نہ ٹوٹنے والا تھا۔ اس کی فولادی ضرب سے اتنا ہوا کہ وہ ذرا سا تڑخ گیا لیکن دوسری بار وہ اس پر ضرب نہ لگا سکی۔ کیونکہ کھانسی نے بے حال کر دیا تھا۔ دونوں ماں بیٹی کھانستے کھانستے کبھی ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ کبھی بچے کی طرف جھکتی جا رہی تھیں۔ پھر کھانسی کا دورہ سلسلہ بند ہو گیا۔ دونوں بے ہوش ہو گئی تھیں۔

✡

سونیا، رسونتی، ممی اور اب مرجانہ سب کی سب دام میں آ چکی تھیں۔ میں نے پہلے بھی اس جملے سے غور نہیں کیا کہ میرے دوستوں میں ساری عورتیں ہی ہیں، کوئی مرد ساتھی نہیں ہے۔ ایک خدام تھا۔ وہ بھی مجھ سے رخصت ہو کر چلا گیا تھا۔ ویسے سونیا اور مرجانہ مردوں سے کم نہیں تھیں۔ پھر بھی یہ عجیب بات تھی کہ اگر فرہاد کے دوستوں کو شمار کیا جاتا تو ان میں صرف عورتیں ہی نکلتیں اور وہ سب کی سب عورتیں بے بس ہو گئی تھیں۔ کسی طرح بھی اب میری مدد نہیں کر سکتی تھیں۔ اب میرا اپنا کوئی نہیں تھا۔

لیکن میں بھول گیا تھا۔ ہاں اب بھی میرا اپنا کوئی تھا بلکہ وہ بھی تھی۔ وہ بھی مونث تھی اور وہ چلی آ رہی تھی۔ میری مدد کے لیے چلی آ رہی تھی۔ اسے روکا گیا تھا۔ اس کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کی گئی تھیں۔ اسے اسپتال میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی لیکن وہ چھت پر سے ہوتی ہوئی روشن دان سے گزرتے ہوئے میرے کمرے میں پہنچ گئی۔ روشن دان سے آنے والی میری محبوبہ کو سبھی جانتے ہیں۔

وہ اوپر سے کود کر میرے فرش پر آئی تو نرس نے چونک کر دیکھا۔ نرس اونگھ رہی تھی۔ ایک بلی کو دیکھ کر اس نے کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ جہاں بیٹھی تھی وہیں پھر اونگھنے لگی۔ سامی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے بستر کے پاس آئی۔ پھر اچھل کر میرے پاس پہنچ گئی۔ میرے چہرے پر اگرچہ پلاسٹر کی پٹیاں چڑھی ہوئی تھیں اور میں پہچانا نہیں جاتا تھا لیکن وہ مجھے پہچان رہی تھی۔ میرے بدن کو سونگھ رہی تھی۔ میرے سینے پر اپنے سر کو رگڑ رہی تھی۔ پھر وہ مجھے سونگھتے ہوئے میرے پیروں کی طرف گئی۔ پھر میری گم شدگی کا دور ختم ہونے لگا۔

آہستہ آہستہ میرا ذہن جاگ رہا تھا۔ میں آنکھیں بند کیے پڑا تھا لیکن اب اپنے آس پاس کی دنیا کو سمجھ سکتا تھا۔ اپنے جسم کو محسوس کر سکتا تھا۔ یہ سمجھ سکتا تھا کہ میں بستر پر لیٹا ہوا ہوں اور کوئی میرے بالوں کے گلوں کو سہلا

رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ میں اپنے اندر بہت کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ اتنی طویل بے ہوشی کے بعد اضمحلال لازمی تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیدے گھما کر دیکھا۔ سر گھمانے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ میرا چہرہ بھاری ہے۔ میں پٹیوں کا بوجھ محسوس کر رہا تھا۔ مجھ میں اتنی سکت نہیں تھی کہ میں اپنا سر اُٹھا کر اپنے قدموں کی طرف دیکھا۔

اسی وقت نرس شاید انگھتے انگھتے بڑبڑا کر اُٹھ گئی تھی۔ اُس نے جیرانی سے چیخ کر کہا "ارے یہ تو مسٹر فرہاد کے پاؤں کو چاٹ رہی ہے۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر بلی کو مارنے کے لیے دوڑی۔ سامی وہاں سے اچھل کر بستر پر آئی اور میرے پاس بیٹھ گئی۔ نرس اُس کے پاس دوڑتے ہوئے آنا چاہتی تھی۔ تب میں نے نقاہت سے کہا "پلیز۔ نرس اس بلی کو کچھ نہ کہو۔ اسے میرے پاس رہنے دو۔"

میری آواز سنتے ہی نرس ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ اُس نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ پھر ایک دم سے اچھل کر واپس پلٹ کر دوڑتے ہوئے اور کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے باہر چلی گئی۔ وہ بہت خوشی سناتے گئی تھی کہ میں ہوش میں آچکا ہوں۔ اگرچہ میں ہوش میں آگیا تھا۔ تاہم میرا سر آہستہ آہستہ چکرا رہا تھا۔ کچھ سوچنے سمجھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ غیر شعوری طور پر سمجھ رہا تھا کہ ——— میں اسپتال میں ہوں اور ڈاکٹر میکی براؤلے نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے میرے چہرے پر کچھ کام کیا ہے اور میں ایک مریض کی طرح لیٹا ہوا ہوں اس وقت مجھے یہ خیال نہیں آیا کہ میں پچھلی رات سے بے ہوش پڑا تھا اور اب دوسری رات شروع ہو رہی ہے۔ اس وقت میرے دماغ پر دھند چھائی ہوئی تھی۔ وہ دھند چھٹنے کے بعد میں انہیں کو یاد کر سکتا تھا۔

میرے کمرے کا دروازہ پھر ایک بار کھلا۔ اُس کے ساتھ ہی دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز آئی۔ پہلے مجھے ڈاکٹر میکی براؤلے کا چہرہ نظر آیا۔ اُس کے بعد موس ٹرونی دکھائی دیا پھر دو نرسیں وارڈ بوائے اور دو ایسے اجنبی تھے۔ جو مسلح تھے یعنی وہ موس ٹرونی کے ماتحت تھے۔ ڈاکٹر نے میرے قریب آتے ہی مجھے خوشی سے دیکھا۔ میرے ہاتھ کو تھاما پھر میری نبض پر انگلیاں رکھ کر پوچھا "تم ہوش میں آگئے۔ تھینکس گاڈ۔ مگر کیسے ہوش میں آئے؟"

ڈاکٹر کا سوال ایسا تھا کہ مجھے اپنی بے ہوشی یاد آ گئی۔ میں نے پوچھا "ڈاکٹر میں کتنی دیر تک بے ہوش رہا اور وہ۔ وہ سونیا کہاں ہے؟"

ڈاکٹر نے کہا "تمہاری بے ہوشی کو اب چوبیس گھنٹے ہونے والے ہیں۔ تم نے پتہ نہیں سونیا کو کیا سمجھا یا تھا اور اپنے دماغ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیسی ہدایات دی تھیں کہ ہم سب پریشانیوں میں مبتلا ہو گئے اور تمہارے سب رفقا خطرات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ سونیا، رسونتی غائب ہیں۔ دشمنوں نے انہیں اغوا کر لیا ہے اور تمہاری کوئی نہ کوئی ساتھی بھی ہے جس کا نام مرجانہ ہے۔ وہ بھی ٹریپ کی جا رہی ہے۔"

یہ کہہ کر ڈاکٹر نے اپنے سر کو جھٹکا۔ پھر کہنے لگا "اوہ سوری مجھے ابھی تمہارے سامنے یہ سب باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ دیکھو تم ابھی دماغ پر زور نہ دو۔ سونیا، رسونتی کی فکر نہ کرو۔ ابھی تمہیں ذرا پُرسکون رہنے کی ضرورت ہے۔ سسٹر جلدی سے جاؤ اور مسٹر فرہاد کے لیے دودھ لے اور دیکھو اس میں گلوکوز بھی ملا دینا۔ ہری اپ۔"

میں نے اپنی آنکھیں بند کر کے سوچا کہ میں نے سامی کو ہوش میں لانے کے لیے اپنے دماغ کو کیا ہدایت دی تھی اور سونیا کو کیا سمجھایا تھا۔ مجھے فوراً ہی یاد آ گیا۔ میرا مجھے ہوش میں لانے کا سہرا سامی کے سر تھا۔ اگرچہ میں نے سامی کو ہدایت نہیں دی تھیں۔ وہ ایک بے زبان جانور تھی۔ پتہ نہیں کہاں سے آئی تھی۔ کیسے آگئی تھی جبکہ وہ سونیا کے بنگلے میں تھی اور اُسے کیسے پتہ چلا کہ میرے دماغ کو کوئے کے تلوے کو چاٹنا چاہیے۔ اگر میں جانوروں کے دماغ کو پڑھ سکتا تو سامی کی حرکتوں کو بھی سمجھ سکتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ دماغ پر زور دینے سے یہی بات سمجھ میں آسکتی تھی کہ سامی میری گود میں بیٹھنے اور میری گود میں سر رگڑنے کی عادی تھی۔ کبھی کبھی میرے گال پر اپنی زبان پھیرتی تھی۔ کبھی پر اور کبھی میرے قدموں کو چاٹتی تھی۔ اُس کی یہ عادت اس وقت کام آگئی تھی۔ اُس نے اپنے طور پر اپنی عادت کے مطابق میرے پاؤں کے تلوے کو چاٹا تھا اور مجھے بہت بڑا احسان کیا تھا۔

مجھے ڈاکٹر کی آواز سنائی دی "دیکھو ذرا تم شاید آنکھیں بند کیے سوچ و فکر میں ڈوب گئے ہو جبکہ میں تمہیں منع کر رہا ہوں۔"

میں نے آنکھیں کھول کر کہا "نہیں ڈاکٹر میں کچھ فکر اور پریشانی میں نہیں ہوں۔ میں صرف اتنا سوچ رہا تھا کہ ہوش میں کیسے آیا؟"

یہ کہہ کر میں نے ڈاکٹر کو بتایا کہ ہوش میں آنے کی شرط کیا تھی اور اس شرط کو سامی نے کس طرح پورا کیا ہے۔ ڈاکٹر، ماسٹر موس ٹرونی اور وہ سب لوگ سامی کو بڑی حیرانی سے دیکھنے لگے۔ موس ٹرونی نے کہا "لعنت ہے مجھ پر۔ یہ بلی تو بار بار اس کمرے میں آپ کے پاس آنا چاہتی تھی لیکن میں نے ہی اس کا راستہ روکا تھا اور اسے اسپتال سے باہر بھگا دیا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا تو میں اسے اپنے سر پر بٹھا کر اس کمرے میں لاتا۔ افسوس۔"

ڈاکٹر نے کہا "اگر پہلے سے ہر بات معلوم ہو جائے تو انسان کبھی نہ پچھتائے۔ مسٹر فرہاد جیسا آدمی جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہ بھی کتنا زبردست دھوکا کھا چکا ہے۔ یہ محض اس لیے کہ مستقبل کی بات یہ صاحب بھی نہیں جان سکتے تھے۔"

نرس دودھ کا گلاس ایک ٹرے میں رکھ کر لے آئی۔ دو آدمیوں نے مجھے سہارا دے کر اُٹھایا اور بستر پر بٹھا دیا۔ سسٹر نے میرے منہ سے دودھ کا گلاس لگا دیا۔ میں جیسے برسوں کا پیاسا تھا۔ جلدی جلدی دودھ کو حلق سے اتارنے لگا۔ پینے کے دوران میں نے سوچا کہ میں نے سونیا کو جو ہدایت دی تھی۔ اُس نے عمل کیوں نہیں کیا۔ وہ کہاں گئی؟ اُس کے ساتھ کیسی مجبوریاں پیش آئی ہیں؟ مجھے اُس کے متعلق معلوم کرنا چاہیے۔

سوچنے کے دوران ہی میں نے گلاس خالی کر دیا۔ پھر مجھے آرام سے لٹا دیا گیا۔ لیٹتے ہی میں نے سوچ کے ذریعے سونیا تک پہنچنے کی کوشش کی۔ میں اُس کے دماغ تک پہنچ تو گیا مگر میرا سر گھومنے لگا۔ دماغ کے اندر سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ ایسی سنسناہٹ کے دوران میں نے سونیا کے دماغ سے رسونتی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی "سونیا جلدی باہر آؤ دیکھو دور کہیں ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ مجھے تو اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔"

یہ بات سنتے ہی سونیا اپنی جگہ سے اُٹھ کر تیزی سے جانے لگی۔ اسی وقت میں اُس کے دماغ سے مجبوراً نکل آیا۔ کیونکہ میرا دماغ اتنی شدت سے دکھ رہا تھا کہ میں خیال خوانی جاری نہیں رکھ سکتا تھا جس طرح محنت و مشقت کے لیے جسمانی طاقت ضروری ہوتی ہے اسی طرح خیال خوانی کے لیے دماغ کا توانا اور صحت مند رکھنا ضروری ہوتا ہے اور اس وقت میں ایک طویل بے ہوشی کے باعث دماغی طور پر کمزور ہو گیا تھا۔

اس وقت اپنے قریب مجھے ماسٹر موس ٹرونی کی آواز سنائی دی۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا لیکن دماغ میں ایسی سنسناہٹ جاری تھی کہ اُس کی بات پلے نہیں پڑ رہی تھی۔ میں چپ چاپ آنکھیں بند کیے پڑا تھا شاید میرے چہرے سے کرب کا اظہار ہو رہا تھا۔ تب ہی ڈاکٹر میکی براؤلے نے کہا "مسٹر موس ٹرونی میرا خیال ہے کہ آپ ابھی فرہاد صاحب سے باتیں نہ کریں۔"

ڈاکٹر کی اتنی سی بات سننے کے بعد پھر میرا دماغ اس طرح دُکھنے لگا جیسے کوئی میرے دماغ کو مٹھی میں لے کر مسل رہا ہو۔ پتہ نہیں اُن میں کیا باتیں ہوئیں اور ڈاکٹر کیا کہتا رہا۔ بہت دیر بعد جب میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر دیکھا تو کمرے سے سب جا چکے تھے صرف ڈاکٹر میرے پاس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ آنکھ کھولتے ہی اُس نے اٹھ کر میرے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا "پریشان ہونے کی بات نہیں ہے۔ طویل بے ہوشی نے تمہیں ذرا سا نروس بھی کر دیا ہے اور کمزور بھی۔ ابھی تم نارمل ہو جاؤ گے ایسی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔"

میں ذرا سا مسکرایا۔ تب احساس ہوا کہ میں پوری طرح مسکرا نہیں سکتا کیونکہ میرے چہرے پر پلاسٹر کی پٹیاں ایسی لگائی گئی تھیں کہ ہونٹ کھلے ہوئے تھے۔ ناک کے نتھنے سانس لینے کے لیے کھلے رکھے گئے تھے اور آنکھیں بھی کھلی ہوئی تھیں مگر اس طرح کہ میں آنکھیں پوری طرح نہیں کھول سکتا تھا۔ منہ بھی پوری طرح کھول نہیں سکتا تھا کھانے پینے کی حد تک منہ کھل جاتا تھا۔ مسکرانے یا ہنسنے سے ہونٹوں کے اُس پاس کے حصے سکڑتے تھے اور ذرا سی تکلیف کا احساس ہوتا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا "اپنے چہرے کو بالکل سپاٹ رکھنے کی کوشش کرو۔ میں نے موس ٹرونی وغیرہ سے کہہ دیا ہے کہ تمہیں یہاں آکر کوئی ڈسٹرب نہ کرے جب تک تمہارا جسم اور دماغ بالکل نارمل حالت میں نہیں ہو جاتا۔ اُس وقت تک کوئی تم سے بات نہیں کرے گا۔ میں بھی جا رہا ہوں۔ یہاں ایک نرس موجود رہے گی۔ تم اُس کے ذریعے مجھے بلا سکتے ہو یا اپنی کوئی ضرورت پیش کر سکتے ہو۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگا۔ پھر پلٹ کر بولا "ارے ہاں، یہ بلی کیا تمہارے پاس رہے گی یا میں لے جاؤں؟"

"سامی کو میرے پاس ہی رہنے دیجئے۔"

اُس نے تعریفی نظروں سے سامی کو دیکھا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ نرس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے پاس آتے ہوئے مسکرا کر مجھے دیکھا۔ پھر کہا "میں یہیں کرسی پر بیٹھی رہوں گی۔ آپ کسی وقت بھی مجھے آواز دے کر بلا سکتے ہیں۔ ویسے میں آپ کے آرام کے لیے بڑی بے چین ہوں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ آپ کیسے دماغ کی باتیں پڑھ لیتے ہیں۔"

میں نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا "پلیز مسٹر، میں خاموش رہنا چاہتا ہوں اور اپنے کمرے میں کسی کی موجودگی برداشت نہیں کر سکتا۔ بُرا نہ ماننا بھی کمرے سے چلی جاؤ۔ مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت ہو گی تو میں گھنٹی بجا دوں گا۔"

وہ بولی "میں نے آپ کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ آپ سنگدل نہیں ہیں اور بے حسی عورتوں کو پسند کرتے ہیں۔ کیا میں حسین نہیں ہوں؟"

"بے شک ہو مگر میں کسی حسین لڑکی سے دلچسپی نہیں لیتا ہوں۔ میں تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ میرے پاس سے چلی جاؤ۔ میں حسین لڑکیوں کی موجودگی میں اپنے کام کی بات نہیں سوچ سکتا۔ مجھے سوچنے کا موقع دو۔ پلیز چلی جاؤ۔"

"میری ایک خواہش پوری کر دیں اور وہ یہ کہ میرے خیالات پڑھ کر بتا دیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں کل صبح تمہارے خیالات کو بتاؤں گا۔ ابھی میں ایسا نہیں کر سکتا۔ جاؤ۔ تم بہت بور ہو۔ چلی جاؤ۔"

اُس نے مسکرا کر میرے ہاتھ کو چھوڑ دیا۔ پھر وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔ سامی میرے پاس پرسکون لیٹی ہوئی تھی۔ میں اس طرف کروٹ بدل کر اس کے بدن کو آہستہ آہستہ سہلانے لگا۔ اُس نے ایک انگڑائی لی اُٹھ کر میری طرف دیکھا۔ پھر بولے سے میاؤں کہہ کر سر جھکاتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں اور سو گئی۔ میں سمجھ گیا یہ بہت تھکی ہوئی ہے۔ اور یقیناً اتنا بھٹکتی رہی ہے کہ اس کو سونے کا موقع بھی نہیں ملا ہے اور یہ میری خاطر اپنی نیند حرام کر کے اور بھوکی پیاسی رہ کر میرے پاس آئی ہے اور اب نیند پوری کر رہی ہے۔

یہ سوچتے ہی مجھے بڑی شرم آئی کہ میں نے اس کا گلاس دودھ خود ہی پی لیا اور اپنی سامی کا خیال نہیں کیا۔ میں نے فوراً ہی کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہی نرس دوڑتی ہوئی آئی۔ پھر خوش ہو کر بولی

"میں پہلے ہی سمجھتی تھی کہ آپ میرے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے میرے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ میں نے جلدی سے اپنے ہاتھ کو چھڑاتے ہوئے بیزاری سے کہا "پتہ نہیں میں کیوں اتنی خوش فہمی ہے جلدی سے جاؤ اور کٹورے میں دودھ لے کر آؤ۔ میری بلی پیے گی۔"

اُس نے ناگواری سے سامی کی طرف دیکھا۔ پھر منہ بنا کر واپس چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک بڑے سے پیالے میں دودھ لے آئی۔ میں نے سامی کو جھنجھوڑ کر اُٹھایا۔ پھر پیالے کی طرف اشارہ کیا۔ اُس نے میاؤں کہہ کر میری طرف جیسے شکریہ ادا کرتے ہوئے دیکھا اور میز کے اوپر چڑھ کر پیالے میں منہ ڈال کر دودھ پینے لگی۔ نرس نے اُسے دیکھا۔ پھر ایک سرد آہ بھرتے ہوئے پوچھا "کیا یہ بلی ہمیشہ آپ کے بازو پر سر رکھ کر سوتی ہے؟"

"ہاں۔ یہ ایسا ہی کرتی ہے۔"

وہ حسرت سے بولی "کاش کہ میں بھی بلی ہوتی۔"

میں نے اُس پر ایک نظر ڈالی۔ پھر مجھے شرارت سوجھی تو میں نے کہا "تم بلی ہو تو میں تو بلی ہی رہتیں۔ شاید تمہیں نہیں معلوم کہ یہ بلی نہیں ہے۔"

"یہ بلی نہیں ہے تو کیا کتا ہے؟"

"نہیں تم شاید مذاق سمجھو۔ یہ میری محبوبہ ہے۔"

اُس نے حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا "محبوبہ ہے اس کا کیا مطلب ہوا؟"

میں نے پوچھا "تم نے سنا ہو گا کہ ہندوستان میں خصوصاً نیپال کے علاقے میں بڑے بڑے جادوگر رہتے ہیں؟"

اُس نے تائید میں سر ہلایا۔ میں نے کہا "ایک جادوگر نے میری اس محبوبہ کو بلی بنا دیا ہے۔"

وہ حیرانی سے چیخ کر بولی "نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ہو سکتا ہے اس لیے ہو گیا۔ میں اسے سامی کہتا ہوں۔ سامی میری محبوبہ ہے جب میرے پاس کوئی نہیں ہوتا ہوں کمرے میں ہوتا ہوں تو یہ انسان کے روپ میں آ جاتی ہے ایک حسین دوشیزہ ہوتی ہے۔ دیکھنے والے تو یہ دیکھ کر چلے جاتے ہیں کہ ایک بلی میرے بازو پر سر رکھے سو رہی ہے لیکن جب میرا کمرہ اندر سے بند ہو جاتا ہے تو کوئی یہ نہیں دیکھ سکتا کہ یہ کتنی حسین محبوبہ بن جاتی ہے۔"

وہ نرس آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر شدید حیرانی سے بلی کو دیکھ رہی تھی اور بے یقینی سے انکار میں سر ہلا رہی تھی میں نے کہا "تم کیا سمجھو گی۔ میں بلی بینائی کے ذریعے اپنی بلی کے دماغ کی باتیں سمجھ لیتا ہوں اور یہ میری باتیں سمجھ لیتی ہے۔ ایک مثال تمہارے سامنے ہے۔ میں نے بے ہوشی سے پہلے اس بلی کو بھی سمجھا دیا تھا کہ یہ میرے پاؤں کے تلوے چاٹنے لگی تو میں بے ہوش ہو جاؤں گا۔ سو سامی میرے پاؤں کے تلوے سہلانے لگی۔ اُس کی مجبوری تھی۔ اُس کا کام اس بلی نے ادا کیا۔"

اُس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "ہاں۔ یہ تو میں نے خود دیکھا ہے۔ اُس نے عجیب کارنامہ انجام دیا ہے۔ ہم سب آپ کی بے ہوشی کی وجہ سے پریشان تھے اور اس نے ساری پریشانیاں دُور کر دیں مگر مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ یہ کوئی دوشیزہ ہے۔ بلی نہیں ہے۔"

"افسوس کہ میں یقین بھی نہیں دلا سکتا۔"

نرس نے پوچھا "کیا مادام سونیا اور مادام رسونتی بھی یہ جانتی ہیں کہ یہ تمہاری محبوبہ ہے؟"

"ہاں سب جانتی ہیں۔ اسی لیے تو میں نے ان مورتوں سے شادی نہیں کی۔ سامی میری بیوی کی حیثیت سے رہتی ہے۔"

"کیا مطلب۔ کیا یہ تمہاری بیوی کی حیثیت سے رہتی ہے؟"

"بے شک یہ جانور نہیں ہے۔ یہ انسان ہے اور ایک حسین دوشیزہ ہے جس کا روپ دیکھ کر دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں لیکن افسوس جادو کی عمل ایسا ہے کہ اب میرے سوا کوئی دوسرا اسے دیکھ نہیں سکتا۔ تنہائی کے وقت یہ اصلی روپ میں میری بیوی بن کر رہتی ہے۔"

وہ بولی "عورت جس سے پیار کرتی ہے۔ جس پر اپنا تن من نچھاور کرتی ہے اس کے بچے کو جنم دینا چاہتی ہے اور اس بچے کو اپنی گود میں لے کر خوب چومنا چاہتی ہے اگر تمہاری یہ محبوبہ تمہارے بچوں کی ماں بن جائے تو؟"

"بن جائے گی کا کیا مطلب ہے۔ یہ تو پچھلے سال نیک بچوں کی ماں بن چکی ہے۔"

وہ پھر شدید حیرانی سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "نہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"بالکل سچ ہے۔ ہم دونوں ایک علاقے میں پرسکون زندگی گزار رہے تھے وہاں ہمارے گھر میں کوئی نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے سامی ہمیشہ دوشیزہ کے روپ میں رہتی تھی اور ہم بڑی اچھی ازدواجی زندگی گزارتے رہتے تھے۔ پھر یوں ہوا کہ سامی کے پاؤں بھاری ہو گئے یعنی وہ میرے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ جب وہ وقت قریب آیا تو ایک

جگہ اچانک دشمنوں نے مجھے گھیر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں زخمی کے وقت سامی کے پاس نہیں پہنچ سکا۔ اگر پہنچ جاتا تو انسان کے روپ میں ہوتی۔ افسوس کہ میں نہ پہنچے سے یہ بلی کے روپ میں تھی۔ اس لیے اس نے بلی کے بچے لیے۔

یہ سنتے ہی وہ حیرت کے مارے پیچھے کی طرف گری اور ایک کرسی میں دھنس گئی۔ پھر وہ بڑے غور سے بلی کو دیکھنے لگی۔ اس نے بڑے اس نے میری طرف بے یقینی سے دیکھتے ہوئے کہا: "نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ میڈیکل تھیوری کے خلاف ہے اور یہ کوئی بھی ذی شعور تسلیم نہیں کرے گا کہ تھاری طرف سے بلی کے بچے پیدا ہوئے تھے۔"

"کوئی یقین کرے یا نہ کرے لیکن میرے ساتھ ایسا ہو چکا ہے۔ یہ طب اور سائنس کا معاملہ نہیں ہے بلکہ جادو کی بات ہے۔ میری اس گھوپ پر کسی کا جادو اثر کر رہا ہے۔ جب وہ اثر ختم ہو جائے گا۔ تب یہ ہمیشہ کے لیے دوشیزہ کے روپ میں آجائے گی۔ اس کے بعد میں نے سوچا ہے کہ بچوں کا باپ بنوں گا۔"

"اور تمھارے وہ بچے کیا ہوئے؟"

"سامی نے انھیں بلیوں کی برادری میں چھوڑ دیا ہے۔"

"آپ بڑی مضحکہ خیز باتیں کر رہے ہیں۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"کیا تم مجھے جھوٹا کہہ رہی ہو؟"

"نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ میں تو بس یہ کہہ رہی تھی کہ ایسا کبھی ہو نہیں سکتا۔"

"اگر نہیں ہو سکتا ہے تو پھر تم مجھ سے بحث کیوں کر رہی ہو۔ یہ سب ٹیلی پیتھی اور جادو کی باتیں ہیں۔ تمھاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ اس پر یہ فرانسس کر رہی تھیں کہ میں تمھارے خیالات پڑھ کر بتاؤں۔ جاؤ۔ چلی جاؤ۔ یہاں سے جو مجھے جھوٹا سمجھتی ہے میں اس کے خیالات کبھی نہیں پڑھوں گا۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر میرے پاس آئی۔ پھر میرے ہاتھ کو تھام کر بولی: "نہیں نہیں۔ مجھے معاف کر دیجیے۔ میں آپ کو جھوٹا نہیں کہہ رہی ہوں۔ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے بلکہ اتنا سچ ہے کہ آپ چاہیں تو مجھے بھی بلی بنا سکتے ہیں۔ میں آپ کے لیے بلی بننے کو تیار ہوں۔"

میں نے اسے ایک ہاتھ سے پرے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "بس ایک ہی بلی کافی ہے۔"

مگر وہ پیچھے ہٹنا نہیں چاہتی تھی۔ پھر آگے بڑھی تو میں نے کہا: "وہ دیکھو ڈاکٹر صاحب آگئے۔"

وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گئی۔ پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا تو یہ ایک اتفاق ہی تھا کہ اسی وقت دروازہ کھلا اور ڈاکٹر میکی براڈلے کمرے میں آیا۔ اس نے آتے ہی میری طرف بڑھتے ہوئے پوچھا: "ہیلو مسٹر فرہاد کیا حال ہیں۔ کچھ آرام آیا کچھ طاقت توانائی محسوس کر رہے ہو؟"

"جی ہاں۔ ڈاکٹر میں نے سنا تھا کہ ہپناٹزم بولنے سے تھکاوٹ اور کمزوری محسوس ہوتی ہے اور اپنے اندر ایک نئی توانائی ایک نئی زندگی کا احساس ہوتا ہے۔ آج میں نے آزمایا میں اتنی دیر سے ہپناٹزم بول رہا ہوں تو بڑا فرق محسوس کر رہا ہے۔"

نرس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ بات اس کی سمجھ میں آگئی۔ وہ فوراً ہی دودھ کا خالی پیالہ اٹھا کر وہاں سے چلنے لگی۔ ڈاکٹر نے کہا: "ماسٹر موس ٹرونی تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ان سے اس وقت باتیں کر سکو گے؟"

"جی ہاں۔ آپ انھیں بھیج دیں۔"

ڈاکٹر نے میرے ہاتھ کو تھپکی دی۔ پھر مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ ماسٹر موس ٹرونی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے اس کے دو مسلح ماتحت تھے۔ پھر ان کے بعد ایک دوسری نرس تھی۔ وہ ٹرالی میں میرے لیے کھانے کی ٹرے اٹھائے ہوئے تھی۔ وہ آئی تو موس ٹرونی کے ماتحتوں نے آگے بڑھ کر مجھے سہارا دینا چاہا تاکہ میں کھانے کے لیے بستر پر بیٹھ سکوں لیکن میں نے ہاتھ کے اشارے سے انھیں روک دیا۔ خود ہی اپنے بل بستر پر بیٹھ گیا۔

موس ٹرونی نے خوش ہو کر کہا: "یہ بڑی اچھی بات ہے کہ آپ توانائی محسوس کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کی ذہنی حالت بھی نارمل ہو گی اور آپ خیال خوانی کے قابل ہوں گے؟"

میں نے کہا: "کھانے کے بعد سوچوں گا کہ میری سوچ کی لہریں مجھے کہاں کہاں پہنچا سکتی ہیں۔"

نرس نے میرے بستر سے ایک میز لگا دی اور اوپر کھانے کی ٹرے رکھ دی۔ میں ادھر جھوم کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ سامی بھی میرے پاس آکر بیٹھ گئی۔ میں گوشت کے ٹکڑے اس کے سامنے ڈالنے لگا۔ موس ٹرونی نے کہا: "مسٹر فرہاد ہم سونیا اور مادام رسونتی کے لیے بہت پریشان ہیں۔ پریشان میں بھی ہوں لیکن پوری طرح تیار ہو

ان کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔ میں اب اپنے آپ کو بالکل تندرست محسوس کر رہا ہوں۔ دماغی حالت بھی ایسی ہے کہ خیال خوانی ہو سکتی ہے۔ کھانے کے بعد کچھ اور توانائی ملے گی پھر دیکھوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں۔"

"کیا آپ کا خیال ہے کہ دشمن انھیں نقصان پہنچائیں گے؟"

"نہیں، دشمن ایسا کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ میں ان کے قابو میں نہیں ہوں اور وہ جانتے ہیں کہ میں ان کی موت بن سکتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں اور انتظار کریں۔ جب ان سے رابطہ قائم ہو گا اور جو معلومات حاصل ہوں گی انھیں میں آپ تک پہنچا دوں گا۔ میں فی الحال تنہائی چاہتا ہوں۔"

وہ عاجزی سے بولا: "جناب میں جانتا ہوں لیکن میری ایک خواہش ہے کہ میں تھوڑا وقت آپ کے ساتھ گزاروں۔"

میں نے سر ہلا کر کہا: "اچھی بات ہے۔ اگر ڈاکٹر نے اجازت دی تو میں کل رات کا کھانا آپ کے ساتھ کھاؤں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "تھینک یو۔ یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔ آئی ایم ویری مچ تھینک فل ٹو یو۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں کھانے میں مصروف ہو گیا۔ نرس میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور میں سونیا وغیرہ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ میرا دل بے چین تھا کہ میں ان کے پاس پہنچوں لیکن میں ذرا صبر سے کام لے رہا تھا۔ اتنا یقین تھا کہ انھیں جانی نقصان نہیں پہنچے گا اور پھر سونیا جیسی عورت اپنی اور اپنے ساتھیوں کی حفاظت کرنا خوب جانتی ہے اس لیے میں مطمئن تھا۔

کھانے کے بعد نرس ٹرے اٹھا کر لے گئی۔ پھر میں نے بستر پر لیٹتے ہوئے سامی سے کہا: "میری جان اب ذرا خاموش رہنا۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔ میں مصروف ہوں۔"

سگریٹ کی طلب ہو رہی تھی لیکن میں نے سگریٹ سے پرہیز کیا۔ اس بات کا اندیشہ تھا کہ تمباکو نوشی سے سر چکرائے گا۔ اس طرح خیال خوانی میں دشواری پیش آئے گی۔ پھر میں دماغی کمزوری محسوس کروں گا تو سونیا وغیرہ تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ بہرحال میں نے سگریٹ سے پرہیز کیا۔ آنکھیں بند کیں۔ پھر سورج کے پرس سے پرواز کرتا ہوا سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

وہاں جو معلومات حاصل ہوئیں۔ اس کے مطابق میں وہیں سے سلسلہ جوڑتا ہوں جہاں سے رسونتی نے سونیا سے آکر کہا تھا کہ باہر ضرور کہیں بلی کا پیڑی آواز سنائی دے رہی ہے اور سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی۔

میرا خیال تھا کہ وہ کاٹج سے باہر جائے گی لیکن ایسا ہوتے ہی وہ رسونتی اور ممی کاٹج کے اندر بند ہو جاتی تھیں کیونکہ جنگلی جانوروں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں کبھی کبھی شیر کے دہاڑنے کی آوازیں بھی آتی تھیں۔ وہاں ایک کنال اور باڑھ کے جانوروں کے سوا کوئی ہتھیار نہیں تھا کہ جنگلی جانوروں سے مقابلہ کیا جا سکتا یا انھیں مار کر بھگایا جا سکتا۔ اس لیے وہ شام ہوتے ہی کاٹج میں بند رہنے پر مجبور تھیں۔

رسونتی نے ایک کمرے کی کھڑکی سے جھانک کر دور آسمان کی طرف دیکھا تھا اور بلی کا پیڑکی آواز سنی تھی۔ سونیا کو اس کی اطلاع ملی تو وہ بھی وہاں آکر اس کھڑکی سے باہر دور اندھیرے میں دیکھنے لگی۔ اس نے کہا: "مجبوری ہے اندھیرے میں تو کچھ نظر نہیں آتا۔ ہمارے پاس ٹارچ بھی نہیں ہے۔ کاٹج کے باہر جو جب روشن ہیں۔ اس روشنی میں دور تک نہیں دیکھا جا سکتا۔"

اس کی باتوں کے دوران رسونتی نے کہا: "وہ دیکھو۔ آسمان پر ایک جگنو جیسا جلتا بجھتا نظر آرہا ہے۔"

سونیا نے ادھر دیکھا۔ واقعی ایک بتی کبھی جلتی تھی۔ کبھی بجھتی تھی۔ پتہ چل گیا کہ وہ بیلی کاپٹر کی روشنی ہے اور وہ بیلی کاپٹر کاٹج کی طرف ہی آرہا ہے۔ اس کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اچانک روشنی کا جھما کا سا ہوا۔ بیلی کاپٹر سے سرچ لائٹ کے ذریعے زمین کی طرف روشنی پھینکی جا رہی تھی اور بیلی کاپٹر کو اتارنے کے جتن کیے جا رہے تھے۔

سونیا نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "میں باہر جا کر دیکھتی ہوں۔"

رسونتی نے فوراً ہی آگے بڑھ کر اس کے بازو کو مضبوطی سے پکڑ لیا: "نہیں، میں تمھیں رات کے وقت باہر نہیں جانے دوں گی۔"

ممی دروازے کے پاس دونوں ہاتھ پھیلا کر کھڑی ہو گئیں: "بیٹی یہ کیا کر رہی ہو۔ تمھارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ اندھیرے میں باہر جانا عقل مندی نہیں ہے۔"

سونیا نے کہا: "ممی آپ لوگ اطمینان رکھیں۔ مجھے باہر اب درندوں سے نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ بیلی کاپٹر یہاں

اُتر رہا ہے۔ اُس کی روشنی دور تک پھیل رہی ہے اور وہ ہم سے زیادہ سے زیادہ سو گز کے فاصلے پر اترے گا۔ اس جنگل کے درمیے روشنی اور آواز کے باعث قریب نہیں آئیں گے آپ دیکھ رہی ہیں کہ ہیلی کاپٹر کا شور کتنا ہے۔ ایسے شور سے درندے دُور بھاگتے ہیں۔"

رسونتی نے اُس کے بازو کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا: "جو کچھ بھی ہو تمھارا باہر جانا کوئی ضروری نہیں ہے۔ جو لوگ ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں آئے ہیں وہ یہیں آکر دستک دیں گے۔ میں تمھیں باہر نہیں جانے دوں گی۔"

سونیا نے اُسے مسکرا کر دیکھا۔ ایک زمانہ تھا، جب وہ ایک دوسرے کی دشمن تھیں۔ کبھی وہ دشمن بنتی تھیں۔ کبھی حالات سے مجبور ہو کر دوست بن جاتی تھیں۔ اس وقت بھی ایسے ہی حالات تھے لیکن اب کی بات اور تھی۔ رسونتی بالکل بدلی ہوئی سی لگتی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ میرا خیال چھوڑ رہی ہے۔ مجھ سے تعلقات توڑ دینا چاہتی ہے اور سونیا سے میرا رشتہ جوڑ دینا چاہتی ہے۔ شاید اسی جذبے کے تحت وہ سونیا سے محبت کرنے لگی تھی اور شاید اسی لیے اُس نے سونیا کو باہر کسی خطرے میں کودنے سے روکا تھا۔

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا: "مجھے جانے دو۔ ایک انا ایسے سو بہار ہیں جسے ایک بہار کو تو محرم ہونا چاہیے۔"

رسونتی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "نہیں تم بہار نہیں ہو۔ فرہاد کی دوا ہو۔ فرہاد کی پہلی دوا اور شاید آخری دوا بھی تمھی رہو گی۔ تمھارا اور اُس کا جوڑ ایسا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ میں ٹیلی پیتھی کا سہارا لے کر فرہاد کے شانہ بشانہ چل سکتی ہوں مگر تم تو ٹیلی پیتھی کے بغیر ہی پُرخطر راہوں سے اُس کے ساتھ گزر جاتی ہو۔ تم مجھ سے زیادہ باکمال ہو۔ میں اس بات کو آج تسلیم کر رہی ہوں اور انصاف کہتی ہوں کہ فرہاد پر صرف تمھارا حق ہے۔ میں تمھیں بہن کہتی ہوں اور اس ناتے سے تمھیں باہر کسی خطرے میں کودنے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

سونیا نے آگے بڑھ کر اُسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ پھر تھپکتے ہوئے بولی: "تم مجھے بہن بنا رہی ہو تو بہن کے دل کو بھی سمجھو۔ میرا دل بہت بڑا ہے۔ اُس میں صرف فرہاد نہیں، تم بھی سما گئی ہو۔ میں عورت ہوں اور عورت کے دل کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ عورت ایک بار جس سے محبت کرتی ہے مرتے دم تک اس کی محبت کو دل سے نکال کر نہیں پھینک سکتی۔ تم فطرت کے خلاف بات نہ کرو۔ میں اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ فرہاد ایک روگ ہے۔ ایسا روگ جو لگ جائے تو پھر جاتا نہیں ہے۔"

پھر وہ جلدی سے رسونتی کو اپنے سینے سے الگ کرتے ہوئے بولی: "اوہ یہ موقع کچھ اور ہے اور ہم کسی بحث میں الجھ گئی ہیں۔ آؤ، کھڑکی سے دیکھیں کہ کون آرہا ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ دونوں کھڑکی کی طرف بڑھیں۔ رسونتی بھی اُن کے پیچھے جانے لگی۔ تینوں نے کھڑکی کے باہر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر اب زمین پر اُتر چکا تھا۔ اُس کے گرد گھومتے ہوئے پنکھے تھم رہے تھے۔ سرچ لائٹ کی روشنی کے باعث اُس کے چاروں طرف اُجالا تھا۔ کھڑکی سے صاف نظر آرہا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے پہلے دو مسلح جوان نیچے آئے۔ انھوں نے ریوالور ہیلی کاپٹر کی طرف تان کر رکھا تھا۔ پھر زد میں ایک دوشیزہ اُترتے ہوئے نظر آئی۔ اس کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر کی عورت تھی۔ پھر اُس کے پیچھے دو مسلح جوان نیچے اترنے لگے۔

ممتی نے کہا: "دو عورتیں اور آگئیں۔ بھلا یہ کون سی سکتی ہیں؟"

اُن کی بات ختم ہوتے ہی تینوں نے چونک کر اُدھر دیکھا۔ آنے والی دوشیزہ نے ایک مسلح جوان کو اٹھا کر دو مسلح جوان پر پھینک دیا تھا اور ریوالور چھین کر۔ تینوں نوجوان کی گردن کو پیچھے سے دبوچ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اُس نے اچھل کر کہا: "میں سمجھ گئی۔ یہ مرجانہ ہو سکتی ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ دوڑتے ہوئے دروازے کی طرف گئی۔ دروازہ ایک جھٹکے سے کھولا۔ پھر وہ باہر نکل کر ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑنے لگی۔

اس

وقت تک ہیلی کاپٹر کا پنکھا تیزی گردش کرنے لگا تھا۔ جنگل کے میں دُور تک شور گونج رہا تھا۔ سونیا دوڑتی ہوئی جا رہی تھی۔ وقت فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک ذرا ٹھٹک گئی نے دیکھا۔ وہ دو مسلح جوان جو بچتے ہو گئے تھے۔ ان کی لاشیں زمین پڑی ہوئی تھیں۔ باقی دو جوان مرجانہ سے الجھ رہے تھے حملہ کرنے کے لئے آتے تھے اور مار کھا کر پیچھے ہٹ جاتے مرجانہ نے پتہ نہیں کس طرح انہیں بھی نہتا کر دیا تھا۔ وہ دو زمین پر پڑے ہوئے ریوالور کی طرف بڑھنا چاہتے تھے مگر مرجانہ پھرتی سے ان پر اس طرح حملہ کرتی تھی کہ وہ ریوالور کی بجائے کسی دوسری طرف جا کر گرتے تھے۔

سونیا مسکرانے لگی۔ اسے اطمینان ہو گیا کہ مرجانہ کو اس کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگی لیکن یہ اطمینان غلط تھا۔ سونیا کو اس وقت غلطی کا احساس ہوا جب ہیلی کاپٹر زمین سے بلند ہو گیا۔ اسے خیال آیا کہ ہیلی کاپٹر کو یہاں رکنا چاہیئے تھا۔ وہ تیزی سے دوڑنے لگی۔ لیکن اب دوڑنا بیکار تھا۔ ہیلی کاپٹر بہت بلندی پر چلا گیا تھا۔ اس نے زمین پر پڑے ہوئے ایک ریوالور کو اٹھا کر بے تحاشہ بلندی کی طرف فائرنگ کی لیکن ہیلی کاپٹر اس فائرنگ کی زد سے نکلتا چلا گیا۔

دوسری طرف فائرنگ کی آواز سن کر لڑنے والے رُک گئے تھے اور سونیا کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ دو جوان جو مرجانہ اور اس کی ماں کو قیدی بنا کر لائے تھے۔ انہوں نے فوراً ہی اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لئے تھے اور سہمے ہوئے انداز میں سونیا کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سونیا نے مرجانہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا تم مرجانہ ہو؟"

مرجانہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ تب سونیا نے کہا: "تو پھر جلدی سے زمین پر پڑے ہوئے ریوالوروں کو اٹھا لو۔ ہم یہاں رہتے ہیں۔ یہ ہتھیار ہمارے کام آئیں گے۔"

مرجانہ نے تینوں ریوالور زمین پر سے اٹھاتے ہوئے پوچھا: "تم کون ہو؟"

"میرا نام سونیا ہے۔ کیا فرہاد نے کبھی میرا ذکر نہیں کیا تھا؟"

"ہاں کئی بار تمھارا ذکر کیا تھا۔ لیکن میں تمہیں چہرے سے نہیں پہچانتی تھی، آج دیکھ رہی ہوں۔"

سونیا نے ان قیدی جوانوں سے کہا: "تم لوگ اپنی اور ان لاشوں کی کمر سے کارتوس کی پیٹیاں اتار کر ہمارے حوالے کر دو۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ تھوڑی دیر بعد سونیا اور مرجانہ ان دونوں کو قیدی بنا کر کاٹیج میں لے آئیں۔ ان کے پیچھے پیچھے سائرہ بانو بھی آگئیں۔ پھر وہاں ایک کمرے میں لے جا کر سونیا ان قیدیوں سے سوالات کرنے لگی کہ وہ کون لوگ ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور یہ کون سی جگہ ہے جہاں انہیں لا کر رکھا گیا ہے؟

ان دونوں قیدیوں نے کہا کہ وہ اس سازش کے متعلق کچھ نہیں جانتے وہ کرائے کے غنڈے ہیں اور اپنا معاوضہ لے کر کسی کے لئے بھی کام کرتے ہیں۔ اپنے کام کو اور معاوضے کو دیکھتے ہیں، کام کی نوعیت کو سمجھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

سونیا نے کہا: "مجھے یقین نہیں آتا کہ ہمارے دشمنوں سے تمہارا تعلق صرف کام اور معاوضے کا ہے۔"

"ہم مجبور ہیں کہ کوئی ثبوت اپنی سچائی کا پیش نہیں کر سکتے۔ ویسے ہم نے ہیلی کاپٹر کے ڈرائیور کو بات کرتے ہوئے سنا ہے کہ آپ لوگوں کے جو دشمن ہیں وہ آپ لوگوں کے سامنے خود کبھی نہیں آئیں گے اور نہ کبھی براہِ راست بات کریں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کا کوئی آدمی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اگر وہ لوگ سامنے آئیں گے یا اپنی آواز سنائیں گے تو ٹیلی پیتھی کا شکار ہو جائیں گے۔ اسی لیے وہ ہمیں معاوضہ دے کر کام کراتے ہیں۔"

سونیا نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کچھ سوچا۔ پھر پوچھا: "اچھی بات ہے۔ یہ بات تو کسی حد تک تسلیم کی جا سکتی ہیں کہ تم لوگ کرائے کے بدمعاش ہو لیکن تم لوگوں نے ہیلی کاپٹر میں سفر کرتے وقت یہ تو دیکھا ہو گا کہ کہاں سے یہ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا یہاں آیا ہے۔ تم لوگوں کو اس علاقے کا علم ہونا چاہیئے۔"

ایک قیدی نے کہا: "مادام! آپ سمجھ دار ہیں۔ خود سمجھ سکتی ہیں کہ ہمارا سفر اندھیری رات میں شروع ہوا اور یہاں اندھیری رات میں آکر ختم ہوا۔ ہم یہ نہیں سمجھ سکے کہ کہاں سے گزر رہے ہیں اور کس علاقے پر سے پرواز کرتے ہوئے یہاں پہنچے ہیں۔ بس اتنا معلوم ہے کہ ہم نے خشکی بھی دیکھی اور سمندر بھی دیکھا ہے۔ اس کے بعد ہم نہیں جانتے کہ کتنی دیر تک پرواز کرتے ہوئے یہاں آئے ہیں کیونکہ ہمارے ہاتھوں میں گھڑیاں بھی نہیں ہیں۔"

ممتی نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "یہ بات دل کو لگتی ہے کہ اندھیرے میں انہیں کچھ نظر نہیں آیا ہو گا۔"

مرجانہ نے کہا: "لیکن میرے دل کو ان کی بات نہیں لگتی جب ان سے معاوضہ طے ہوا اور جب انہیں کام بتایا گیا تو یہ بھی بتایا گیا ہو گا کہ ہیلی کس علاقے میں لے جا کر چھوڑنا ہے۔ یہ اندھوں کی طرح تو یہاں نہیں آئے ہوں گے۔ اپنا بھلا بُرا اور آگے پیچھے کے خطرات کو سمجھتے ہوئے انہوں نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا ہو گا۔"

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "تم درست کہتی ہو۔ یہ بدمعاش سیدھی طرح سچ نہیں بولیں گے۔ انہیں گولی مار دینا مناسب ہے۔"

وہ دونوں خوف سے سونیا کو اور کبھی مرجانہ کو دیکھنے لگے۔ کیونکہ وہی دو زبردست عورتیں نظر آرہی تھیں۔ پھر ایک نے کہا: "ہمیں معاف کر دو۔ ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔"

سونیا نے پوچھا: "کس بات کے لئے معاف کر دوں؟ معافی کی کوئی وجہ تو ہونی چاہیئے۔"

انہوں نے سر کو جھکا لیا۔ ایک نے کہا: "ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ ہم نے سمجھا تھا کہ بس سیدھا سادا سا کام ہے۔ اسے نمٹا کر چلے آئیں گے۔ یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ مصیبت میں پھنس جائیں گے۔"

"ہاں! تم لوگوں نے یہ سمجھا تھا کہ دو کمزور اور مظلوم عورتیں ہیں۔ ان پر رحم کھانا، ان کے ساتھ انسانی ہمدردی کرنا کوئی ضروری

نہیں ہے۔ انہیں جہنم میں پھینک کر آؤ اور اپنا معاوضہ وصول کرو۔ لیجئے آج تم نے دیکھ لیا کہ ہر عورت کمزور نہیں ہوتی۔ یہاں صرف عورتیں ہیں اور یہی عورتیں تمہارا کباڑا کر دیں گی۔"

دونوں کو یقین ہو گیا کہ انہیں زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ جب موت کا یقین ہو ہی گیا تو پھر وہ موت سے کیوں نہ لڑتے۔ ہر انسان زندگی کی خاطر موت سے لڑتا ہے۔ بس اسی لئے انہوں نے اچانک سونیا اور مرجانہ پر اچھل کر حملہ کر دیا۔ وہ دونوں تیار نہیں تھیں اس کی انہیں توقع بھی نہیں تھی۔ اس لئے دھکہ کھا کر دونوں دونوں کے اچانک سے ریوالور گر پڑے۔ وہ دونوں قیدی ریوالور اٹھانا چاہتے تھے مگر اتنی سی دیر کافی تھی۔ اگرچہ وہ دونوں غافل نہیں لیکن ایک جھٹکے سے سنبھل بھی گئیں۔ انہوں نے انہیں ریوالور اٹھانے کا موقع نہیں دیا۔ ان کے منہ پر اور کمر پر لات جمائی، پھر انہیں بالوں سے پکڑ کر اٹھایا اور تابڑ توڑ ایسے گھونسے مارے کہ وہ پھر کرسیوں میں جا کر پھنس گئے۔ اب وہ حسرت سے ریوالوروں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جو چند قدم کے فاصلے پر زمین پر پڑے ہوئے تھے اور جنہیں وہ حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ سونیا اور مرجانہ نے ان ریوالوروں کو اٹھاتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر سونیا نے کہا۔ "ہم تمہیں یہاں زندہ نہیں رکھ سکتے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگے۔ سونیا نے کہا۔ "کچھ بھی مت کرو۔ میری بات سنو۔ یہاں محفوظ رہائش ہے اور یہ راشن جانے پہچانے وقت تک کے لئے کافی ہوگا۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس میں تم دونوں کا بھی حصہ بڑھ جائے۔ پھر یہ کہ ہم تمہیں گولیاں بھی نہیں ماریں گے۔"

ان دونوں کے چہرے پر ایک طرح سے اطمینان جھلکنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "لیکن ہم تمہیں ان کابچوں میں رہنے کی اجازت بھی نہیں دیں گے۔ ابھی اور اسی وقت تم دونوں اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھا کر یہاں سے چلے جاؤ۔ جدھر بھی تم جا سکتے ہو اور جہاں سے بھی تم راستہ پا سکتے ہو، کسی آبادی کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں کھانا، پانی اور پناہ مل جائے گی۔"

ایک قیدی نے مکروک نگلتے ہوئے کہا۔ "مگر یہ تو بڑا ہی گھنا جنگل ہے اور یہاں یقیناً جنگلی درندے ہوں گے۔ وغیرہ۔۔۔"

"ہوں گے کا کیا مطلب ہے؟ ہیں۔۔۔ ہم ان درندوں کی آوازیں سنتے رہتے ہیں۔ تم بھی باہر جا کر ان کی آوازیں سننا اور وہ درندے بڑی خوشی سے تمہیں خوش آمدید کہیں گے۔"

دوسرے قیدی نے کہا۔ "نہیں۔ ہم پر رحم کرو۔ ہم اتنی رات کو اس جنگل میں نہیں جائیں گے۔"

مرجانہ نے کہا۔ "تمہارا تو باپ بھی جائے گا۔ چلو اٹھو یہاں سے، ہمیں تشدد پر مجبور نہ کرو۔"

سونیا نے کہا۔ "ٹھہرو مرجانہ! ابھی ہم انہیں اس کمرے میں قید کرتے ہیں۔ تم میرے ساتھ باہر چلو۔ میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ پانچوں عورتیں باہر آئیں۔ انہوں نے دروازے کو بند کر دیا۔ کھڑکی کے پاس رسونتی کو کھڑا کر دیا تاکہ وہ دیکھتی رہے، کہ دونوں قیدی اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں اور جہاں بیٹھے ہیں، وہیں بیٹھے رہیں۔

رسونتی ان کی نگرانی کے لئے کھڑکی کے پاس کھڑی ہو گئی تھی۔ ممتی، مرجانہ اور سونیا ذرا دور برآمدے میں گئیں۔ پھر سونیا نے کہا۔ "میرے دماغ میں ایک آئیڈیا ہے اور وہ یہ کہ ان دونوں قیدیوں کو بیکل میں چھوڑ دیا جائے تاکہ یہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھا کر دور کہیں پھینک دیں۔ پھر یہ اپنے راستے پر چلتے ہوئے کسی آبادی تک پہنچ جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کسی آبادی کا راستہ ضرور جانتے ہیں لہٰذا میں ریوالور لے کر ان کا تعاقب کروں گی اور وہ راستہ دیکھ کر یہاں کل صبح یا شام تک واپس آ جاؤں گی۔"

ممتی نے کہا۔ "بیٹی! ایسی حماقت کی باتیں نہ کرو۔ اتنی اندھیری رات میں تم دو دشمنوں کے پیچھے ایک ریوالور لے کر جاؤ گی۔ کبھی دھوکہ بھی کھا سکتی ہو۔ دشمن سے نہیں، کسی جنگلی درندے کا شکار ہو سکتی ہو۔ اچانک اندھیرے میں کوئی درندہ تم پر حملہ کرے گا تو تم سے بس ہو جائے گی۔"

مرجانہ نے بھی ممتی کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں! تمہیں اتنی رات کو تنہا نہیں جانا چاہئے۔ اگر تمہاری یہ تدبیر مناسب ہے تو ہم کسی راستے کو تلاش کر سکتے ہیں تو پھر میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

ممتی نے حیرانی سے کہا۔ "تم دونوں ہی پاگل ہو۔ میں تمہاری بڑی ہوں اور یہاں میری مرضی کے بغیر تم دونوں کوئی فیصلہ بھی نہیں کرو گی۔" سونیا نے کہا۔ "ممتی! آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہاں چار چھ مہینے کا راشن ہے۔ ہم کب تک یہاں قید رہیں گے۔ آخر ہمیں یہاں سے نکلنے کا راستہ تو ڈھونڈنا ہی ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ جب وقت آئے گا تو مناسب طریقے سے ڈھونڈا جائے گا۔ یہ کوئی بات نہیں ہے کہ اس اندھیری رات میں تم دونوں مجھے اور رسونتی کو یہاں کابچے میں بند کر کے چلی جاؤ۔ وہاں خود کو خطرات میں ڈالو اور یہاں ہمارے لئے بھی ہر لحہ خطرہ رہے کہ جنگلی درندے یا جنگلی لوگ آ کر ہمیں یہاں پتہ نہیں کیا نقصان پہنچائیں گے۔ اندیشہ تو بہرحال اور کہیں بھی ہوگا۔ ادھر بھی۔ میں تم لوگوں کو اجازت نہیں دوں گی۔"

سونیا پریشان ہو کر ٹہلنے کے انداز میں ان سے ذرا دور گئی۔ پھر ان کی طرف واپس آتے ہوئے بولی۔ "ممتی! موقع سے انسان کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اگر ذرا سی بھی غلطی نہ ہو تو وہ ہیلی کاپٹر بھی ہمارے قبضے میں ہوتا۔ اس طرح ہم اس میں بیٹھ کر یہاں سے نکل سکتے تھے۔ لیکن وہ چلا گیا۔ دو دشمن ہمارے ہاتھ میں ہیں ان کے ذریعے ہم اس قید سے نکل سکتے ہیں۔ ہم لوگوں کو کچھ تو خطرہ مول لینا ہوگا۔ آپ حوصلے سے کام لیں۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ دو دشمنوں اور کھڑکیوں کو آپ اور رسونتی بند کر کے اندر بیٹھی رہیں۔ جب تک ہم نہیں آئیں گی دروازہ مت کھولئے گا۔"

میں جانتا تھا کہ یہ بحث طول پکڑے گی۔ سونیا اپنی جگہ پر قائم رہے گی اور ان کا تعاقب ضرور کرے گی۔ لہٰذا مجھے مداخلت کرنی پڑی۔ میں فوراً ہی ایک قیدی کے دماغ میں پہنچ کر اس پر قابض ہو گیا۔ پھر میں نے مسکرا کر کھڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہیلو! رسونتی۔ مجھے پہچان رہی ہو۔ میں ہوش میں آ چکا ہوں۔"

رسونتی نے ایک دم سے چونک کر کھڑکی کے پار کمرے کے اندر اس قیدی کو دیکھا جس کے اندر میں سمایا ہوا تھا۔ میں نے اس قیدی کے ہونٹوں سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا فرار ہوں اور تم سے مخاطب ہوں۔ سونیا، مرجانہ اور ممتی کو اس کمرے میں بلا لو۔ وہ تینوں جس مسئلے پر وہاں بحث کر رہی ہیں۔ میں وہ مسئلہ حل کر دیتا ہوں۔"

میری بات سنتے ہی رسونتی نے کھڑکی کے پاس سے پلٹ کر خوش ہوتے ہوئے کہا۔ "ممتی! سونیا! ادھر جلدی سے آئیے۔ فرہاد کو ہوش ہو گیا ہے۔ وہ ہم سے مخاطب ہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ تینوں دوڑتی ہوئی رسونتی کے پاس آئیں پہلے مرجانہ نے پوچھا۔ "کہاں ہیں فرہاد؟"

رسونتی نے کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اس شخص کے ذریعے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہیلو مرجانہ! ہیلو سونیا! ممتی آداب! میں ہوش میں آ چکا ہوں اور اب آپ لوگوں کے سامنے حاضر ہوں۔ اندر آ جائیں۔"

میری آواز، میرا لب و لہجہ پہچانتے ہی وہ پانچوں تیزی سے چلتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آ گئیں اور اس شخص کو گھیر کر کھڑی ہو گئیں۔ سونیا نے پوچھا۔ "تم ہوش میں کیسے آ گئے؟"

میں نے جواب دیا۔ "تم تو مجبور رہ گئی تھیں لیکن میری ساتھی نے بڑا کام کیا ہے۔"

میں نے ساتھی کے متعلق بتایا تو وہ سب مسکرانے لگیں۔ میں نے کہا۔ "بہرحال! ابھی ان دونوں کا مسئلہ اس طرح حل ہو سکتا ہے کہ انہیں اپنے پہلے فیصلے کے مطابق یہاں سے باہر کر دو اور ان سے کہو کہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھا کر یہاں سے چلے جائیں۔ میں ان کے دماغوں میں محفوظ کر دیکھ چکا ہوں۔ یہ اس علاقے کے متعلق کچھ نہیں جانتے اور نہ ہی کوئی ایسا راستہ جانتے ہیں کہ یہاں سے نکل کر اپنے آدمیوں تک پہنچ سکیں۔ لہٰذا سونیا تمہارا تعاقب کرنا فضول ہوگا۔ خواہ مخواہ تھکن ہوگی اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ رات کا وقت ہے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آرام کرو اور انہیں جانے دو۔"

ممتی نے کہا۔ "بیٹے! ہمیں اطمینان ہونا چاہئے کہ یہ دونوں رات کو کسی وقت واپس آ کر ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"ممتی! آپ اطمینان رکھیں۔ میں بہت دور تک ان کے دماغوں میں موجود رہوں گا اور دیکھوں گا کہ یہ کہاں جاتے ہیں؟ اور کیا کرتے ہیں۔ جب یہ راستے سے بھٹک جائیں گے اور ان کا بچوں کا راستہ بھول جائیں گے تو میں ان کے دماغ سے نکل آؤں گا بلکہ میں خود انہیں بھٹکا دوں گا۔ بہرحال میں اس کے دماغ سے نکل رہا ہوں۔ انہیں کابچے سے نکال دیا جائے۔"

یہ کہہ کر میں سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر سرگوشی میں کہا۔ "میں تمہارے پاس ہوں۔ انہیں یہاں سے جلدی سے نکالو اور قیدیوں کا ڈرامہ ختم کرو۔"

سونیا نے انہیں ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ "اب تم دونوں یہاں سے چپ چاپ چلے جاؤ اور اپنے ساتھیوں کی لاشیں بھی اٹھا لو۔ یاد رکھو اگر پلٹ کر آؤ گے تو میں بے دریغ گولی مار دوں گی اور کسی قسم کی رعایت نہیں کروں گی۔ چلو اٹھو، بھاگو یہاں سے۔۔۔۔"

اس کی ان باتوں کے دوران میسے کر نے کا دروازہ کھلا اور ماسٹر موس ٹرونی نے آ کر کہا۔ "مسٹر فرہاد! ڈیری ماری کہہ رہی ہے کہ ہیلو ہاں لیکن ایک ضروری فون آپ کے نام ہے۔ وہی شخص آپ سے بات کرنا چاہتا ہے جس نے مادام سونیا اور مادام رسونتی کو اغوا کیا تھا۔"

میں نے ماسٹر موس ٹرونی سے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ آپ ریسیور اٹھا کر اس شخص سے باتیں کریں۔ میں اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ مجھے ٹیلی فون پر بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

ماسٹر موس ٹرونی کمرے سے واپس چلا گیا۔ میں نے رسونتی سے کہا۔ "یہاں میسے نام ایک ٹیلی فون ہے اور وہی شخص فون پر بات کرنا چاہتا ہے جس نے تم لوگوں کو یہاں پہنچایا ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لئے غیر حاضر رہوں گا۔ میری واپسی تک ان

دونوں قیدیوں کی طرف سے محتاط رہنا۔"

یہی بات میں نے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر اسے سمجھائی اس کے بعد میں دماغی طور پر ماسٹر موس ٹرونی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ڈاکٹر کے کمرے میں پہنچ گیا تھا اور ٹیلی فون کا رسیور اٹھا رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر کہا۔

"ہیلو! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی: "آہا! مسٹر فرہاد وہ آپ ہوش میں آگئے حالانکہ ہم آپ کے ہوش میں آنے کا نسخہ جانتے تھے اور اب ہم یہ بتانا ہی چاہتے تھے کیونکہ ہمارا کام ہو گیا ہے۔ مرجانہ اور اس کی ماں ہمارے قابو میں آگئی ہیں۔"

میں نے پوچھا: "وہ ماں بیٹی کہاں ہیں؟"

دوسری طرف سے ہولے ہولے ہنسنے کی آواز آئی۔ پھر اس نے کہا: "وہ جہاں بھی ہیں وہاں تک تمہاری سوچ کی پرواز نہیں ہو سکتی۔ اگر تم دماغ میں پہنچ بھی جاؤ تو اس علاقے میں نہیں پہنچ سکتے، جہاں انہیں رکھا گیا ہے۔"

"اچھا، تو سونیا، رسونتی اور متی کو بھی وہیں رکھا گیا ہے؟"

"ہاں! ساری عورتیں وہیں ہیں۔ بڑی عجیب بات ہے کہ آپ کی فیملی میں صرف عورتیں ہی عورتیں ہیں۔ ایک بھی مرد نہیں ہے؟"

"ہاں، میں نے محض عورتوں کو اس لئے رکھا ہے کہ تم جیسے بدمعاشوں کو عورتوں کے ہاتھوں سے ہی جوتے پڑتے ہیں۔"

"میں کوئی سپر ماسٹر یا ماسک مین نہیں ہوں کہ تمہاری دھمکیوں سے مرعوب ہو جاؤں گا۔ یہ عورتیں تمہارے لئے دردِ سر بن جائیں گی۔ میں ایسی چالیں چلوں گا کہ تمہاری قبیلی ہیئتی بالکل ہی ایک زنگ آلود ہتھیار بن کر رہ جائے گی۔"

"فضول باتوں کو رہنے سے بہتر ہے کہ تم اپنا مقصد بیان کرو۔ میں اب ریسیور رکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد دماغ کے ٹیلی فون پر گفتگو کروں گا۔ تم بھی ریسیور رکھ دو۔"

یہ کہہ کر میں نے ماسٹر موس ٹرونی سے ریسیور رکھوا دیا۔ دوسری طرف اس نے ریسیور رکھ دیا۔ کیونکہ اسے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔ اس نے ہیلو ہیلو کہہ کر پکارا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ریسیور کو کریڈل پر رکھوا دیا۔ پھر اسے دوسری طرف پلٹا دیا۔ دوسری طرف ایک اور شخص صوفے پر بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا۔ اس نے پوچھا: "کیا فرہاد سے باتیں ہو رہی تھیں؟"

شراب پینے والے شخص کی باتیں سن کر میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی زبان سے میں نے فون کرنے والے کو مخاطب کیا: "چلو میں فرہاد یہاں پہنچ گیا ہوں۔ اب باتیں کرو۔"

اس نے چونک کر اپنے شرابی ساتھی کو دیکھا۔ میں نے کہا۔

"چونکنے کی بات نہیں ہے۔ تم تو میرے کارنامے سن چکے ہو گے۔ اب بتاؤ تم کون ہو؟ اور تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر اپنے ساتھی کو دیکھتا رہا۔ پھر بولا: "میں کیسے یقین کروں کہ تم فرہاد ہو؟ تم تو میرے دوست ہو۔"

"ہاں! دوست تو ہوں لیکن ابھی فرہاد کے قبضے میں ہوں۔ بہتر ہے کہ تم کام کی باتیں کرو۔ اگر یہ ثبوت چاہتے ہو کہ فرہاد اپنی موجودگی ثابت کرے تو وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ابھی تمہارے ہاتھ پاؤں ٹوٹیں گے اور تم بُری طرح زخمی ہو جاؤ گے۔"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "نہیں، نہیں۔ میں یقین کر رہا ہوں میرا نام جلال بیگ ہے۔ اور میں حشمت بیگ کا بیٹا ہوں۔ وہی حشمت بیگ جو مرجانہ کا باپ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کے دعوے کے مطابق مرجانہ میری سوتیلی بہن ہے اور اس کی ماں میری سوتیلی ماں ہے۔ یہ آپس میں ہم سب رشتہ داروں کی باتیں ہیں تمہیں ہم لوگوں سے الگ رہنا چاہئے۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے شرابی دوست کا منہ تکنے لگا۔ میں اس کے دوست کے دماغ سے نکل گیا تھا اور اس کے دماغ میں پہنچ کر جواب اسے ٹٹول رہا تھا۔ اس کے شرابی دوست کو اس وقت ہلکا سا جھٹکا پہنچا تھا جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد کیا تھا۔ وہ سر کو جھٹک کر بولا: "پتہ نہیں مجھے ابھی کیا ہو گیا تھا۔ کیا میں کچھ بک رہا تھا؟"

اس کے جواب میں جلال بیگ نے کچھ کہا۔ لیکن میں اپنی معلومات حاصل کرنے میں مصروف تھا۔ تھوڑی دیر بعد پھر میں نے اس شرابی کو اپنا معمول بنا کر جلال بیگ سے کہا: "تم جلال بیگ نہیں ہو۔ تمہارا نام جانِ عالم ہے۔ مگر یورپین آکر تم آدھے انگریز اور آدھے مسلمان ہو۔ اپنے نام جانِ عالم کو تم نے جون ایلم نثار کھا ہے اور تم ایک ایسے شخص جلال بیگ کے لئے کام کر رہے ہو۔ جسے تم نے دیکھا بھی نہیں ہے۔ نہ ہی اس کی آواز سنی ہے۔ تحریر کے ذریعے تمہیں پیغامات، ہدایات اور احکامات ملتے ہیں اور تم ان کے مطابق عمل کرتے ہو۔ اس سلسلے میں تمہیں بھاری معاوضہ ادا کیا جاتا ہے۔ جیسے تم نے میرے سلسلے کا کام پکڑا ہے۔ اس وقت سے تم اپنے بیوی بچوں سے جدا ہو۔ صرف اس ڈر سے کہ کہیں میں تمہارے دماغ کے ذریعے تمہارے بیوی بچوں تک نہ پہنچ جاؤں اور ان کے ذریعے تمہیں بلیک میل نہ کروں۔ تمہاری کمزوری سے فائدہ اٹھا کر حقیقت معلوم نہ کر لوں جبکہ حقیقت تم خود نہیں جانتے۔ مجھے تو جلال بیگ سے کام ہے۔ ہو سکے تو اس کے پاس پیغام پہنچاؤ۔ میں اس سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے کہا: "فرہاد صاحب! جب آپ اتنی باتیں معلوم کر چکے ہیں کہ میں جلال بیگ کو پہچانتا نہیں ہوں۔ اس کی آواز بھی نہیں سنی ہے تو پھر میں آپ کی باتیں اس کے پاس کیسے پہنچا سکتا ہوں؟"

"اس طرح کہ جیسے اب تک اپنی بات اس کے پاس پہنچاتے رہے ہو۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا: "میں آج تک ایسا رابطہ قائم نہیں کر سکا کہ اپنی بات اس تک پہنچا سکوں۔ یہ یکطرفہ تعلقات ہیں وہ جب چاہتا ہے ایک تحریر کے ذریعے رابطہ قائم کر لیتا ہے۔ ایک گونگا پیغامبر اس کی تحریر مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔ پھر میں اپنی بات اسی وقت لکھ کر اسے بھیج دیتا ہوں۔ اب جب تک وہ گونگا پیغامبر نہیں آئے گا اس وقت تک میں آپ کی بات وہاں نہیں پہنچا سکوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی وہ فوراً ہی اٹھ کر ٹیلی فون کے پاس گیا اور رسیور اٹھا کر بولا: "ہیلو! میں جون ایلم بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی: "اچھی بات ہے سنو! ہمارا ہیلی کاپٹر اس علاقے میں پہنچ گیا تھا اور دونوں ماں بیٹی کو وہاں اتار رہا تھا۔ لیکن وہ مرجانہ بہت ہی خطرناک ثابت ہوئی۔ اس نے دو مسلح جوانوں کو مار ڈالا ہے اور باقی دو کو قیدی بنا کر رکھ لیا ہے۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ بڑا ہی حاضر دماغ تھا وہ فوراً ہی وہاں سے نکل بھاگا۔ کیا آپ نے ہسپتال کے ڈاکٹر کو وہ نسخہ بتا دیا تھا کہ فرہاد کس طرح ہوش میں آسکتا ہے؟"

"میرے بتانے سے پہلے ہی فرہاد ہوش میں آگیا تھا۔ کیا فرہاد سے باتیں کرنا چاہتے ہیں؟"

"نہیں! تم فرہاد سے کہو کہ وہ ان عورتوں سے دماغی رابطہ قائم کرے اور انہیں سمجھائے کہ ہمارے آدمیوں سے الجھنے کی کوشش نہ کریں۔ ورنہ ان کے حق میں بہت برا ہو گا۔ ہم ابھی تک ان پر مہربانی کر رہے ہیں اور میز بانی کے عہدہ فرائض ادا کر رہے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو انہیں صحیح کو گولی مار ڈالتے۔"

جانِ عالم نے کہا: "میں ابھی فرہاد صاحب سے اپنے معاملات میں گفتگو کر کے آپ کا کام کرتا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "ابھی میرا کوئی کام نہ کرنا۔ میں بتائے دیتا ہوں کہ وہاں سونیا اور مرجانہ کے ہاتھوں میں ہمارے ریوالور اور کارتوس کی پیٹیاں آگئی ہیں اور یہ بات ہمارے لئے پریشانی کا باعث ہے۔ فرہاد سے کہا جائے کہ وہ اپنی عورتوں کو سمجھائے اور ان سے کہہ دے کہ ریوالور اور کارتوس کی پیٹیاں اسی جگہ رکھ دی جائیں جہاں سے وہ اٹھا کر لے گئی ہیں۔ جب دوسری بار ہیلی کاپٹر وہاں پہنچے گا تو ہم وہ چیزیں حاصل کر لیں گے۔ شرط یہ ہے کہ اب کی بار ہیلی کاپٹر وہاں پہنچے گا تو کم از کم سونیا اور مرجانہ کو ہیلی کاپٹر سے پانچ سو گز کے فاصلے پر رہنا چاہئے۔ یہ باتیں فرہاد ہی سمجھا سکتا ہے۔"

جانِ عالم نے پوچھا: "ہمارا ہیلی کاپٹر وہاں دوسری بار کب جائے گا؟"

"یہ میں نہیں جانتا کہ کب جائے گا۔ جب جلال بیگ کی طرف سے احکامات ملیں گے تو میں آپ کو بتاؤں گا۔ اسی کے مطابق آپ فرہاد کو بتائیں گے کہ ہیلی کاپٹر وہاں کب پہنچ رہا ہے اور کب مرجانہ اور سونیا کو ہیلی کاپٹر سے دور رہنا چاہئے اور ہتھیار ڈال دینے چاہئیں۔"

جانِ عالم نے کہا: "ہمارے دو آدمی مرجانہ کے ہاتھوں مارے گئے، دو قیدی بنا لئے گئے۔ ان قیدیوں کی واپسی کے سلسلے میں کوئی بات نہیں ہو گی؟"

"نہیں، کوئی بات نہیں ہو گی۔ جلال بیگ کو اطمینان ہے کہ وہ دو قیدی ہماری طرح بالکل انجان ہیں۔ جس طرح ہم جلال بیگ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں اسی طرح وہ قیدی بھی سونیا اور مرجانہ کو جلال بیگ تک نہیں پہنچا سکیں گے۔ لیکن اس علاقے کے بارے میں بھی صحیح معلومات فراہم نہیں کر سکیں گے۔ وہ تو ان عورتوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے یا پھر کسی طرح ان سے بچ کر وہاں سے بھاگ جائیں گے اور جنگل میں بھٹکتے رہیں گے۔"

وہ دونوں فون پر باتیں کر رہے تھے اور میں سن رہا تھا۔ پھر جانِ عالم نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے اس کے شرابی دوست کی زبان سے پوچھا: "تمہارے باس جلال بیگ نے تمہیں مجھ سے یہ معاملہ طے کرنے کے لئے کہا ہے کہ میں مرجانہ اور اس کی والدہ کے معاملے میں ٹانگ نہ اڑاؤں؟"

"ہاں! جلال بیگ یہی چاہتا ہے۔"

"اگر میں یہ وعدہ کر لوں کہ میں مرجانہ کے راستے میں نہیں آؤں گا تو سونیا اور رسونتی کو کب آزاد کیا جائے گا؟ اور انہیں کس طرح تمہارے پاس پہنچایا جائے گا؟"

"یہ تو ہم نہیں جانتے۔ جلال بیگ نے ہمیں صرف اتنا ہی کہا تھا

کہ ہم تمہیں اس سلسلے میں وارننگ دیں اور اگر تم راضی ہو جاؤ تو سونیا اور رسونتی کو کس طرح آزاد کیا جائے گا؟ یہ ہمیں نہیں بتایا گیا۔ شاید ہمیں اب بتایا جائے کیونکہ اب یہ خبر پہنچے گی کہ آپ ہوش میں آ گئے ہیں اور آپ سے تمام معاملات طے کئے جا سکتے ہیں۔

میں نے کہا: "اچھی بات ہے۔ جب تمہارا باس تم سے رابطہ قائم کرے گا اور مجھ سے تمام معاملات طے کرنا چاہے گا تو مجھے مخاطب کر لینا۔ میں تمہارے ٹیلی فون کا انتظار کروں گا۔ اس وقت تک کے لئے میں جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں ان لوگوں کے پاس سے واپس اپنے ہسپتال کے کمرے میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سامی میرے پاس گہری نیند سو رہی تھی۔ کمرے میں اب کوئی نرس نہیں تھی۔ شاید ڈاکٹر نے اس خیال سے ڈیوٹی ختم کر دی تھی کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی ڈاکٹر کو بلا سکتا تھا۔ اس وقت مجھے سگریٹ کی طلب ہو رہی تھی۔ میں نے میکی براڈے کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "ڈاکٹر! میں فرزاد بول رہا ہوں۔"

وہ ایک مریض کا معائنہ کر رہا تھا۔ ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ پھر سنبھل کر سوچ کے ذریعے بولا: "ہاں میں سن رہا ہوں... کیا بات ہے؟"

"مجھے سگریٹ کی طلب ہو رہی ہے۔ کیا میں سگریٹ پی سکتا ہوں۔ اگر پی سکتا ہوں تو کسی وارڈ بوائے کے ذریعے میرے برانڈ کا سگریٹ بھیج دیجئے۔"

"نہیں، نہیں سگریٹ نہیں پینا چاہئے۔"

"کیا اس کا تعلق میرے سٹک سرجری سے ہے؟"

"نہیں۔ اس کا تعلق تمہاری صحت سے ہے۔ کیا ضروری ہے کہ سگریٹ پیا جائے۔ سگریٹ پینے سے کیا حاصل ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کہ دو انگلیوں میں پھنسا کر اسے اگر بتی کی طرح سلگایا جائے اور دھواں چھوڑا جائے۔ مگر دیکھا جائے تو یہ محض نمائش کے لئے اسٹائل کے لئے پیا جاتا ہے۔ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔"

"اچھا تو آپ مجھ سے سگریٹ چھڑانا چاہتے ہیں؟"

"ہاں! یہ نیک کام میں کرنا چاہتا ہوں۔ تم میرے مشورے پر عمل کرو اور سگریٹ کی خواہش کو کچلنے کی کوشش کرو۔ اگر ناکام ہو گئے تو سمجھ لینا کہ تمہاری قوتِ ارادی کمزور ہے اور اگر کامیاب ہو گئے تو اس کامیابی کا سہرا تمہارے ہی سر ہوگا۔ میں یہ تسلیم کروں گا، کہ تمہاری قوتِ ارادی بہت مضبوط ہے اور یہ قابلِ تعریف بات ہوگی۔"

"ڈاکٹر! کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک طرف آپ سگریٹ کے نقصانات بیان کریں۔ مجھے ڈرائیں، دھمکائیں کہ سگریٹ پینے سے پھیپھڑے خراب ہو جاتے ہیں، سرطان ہو جاتا ہے دنیا بھر کی تمام بیماریاں ہو جاتی ہیں اور دوسری طرف وارڈ بوائے کے ذریعے سگریٹ کا پیکٹ میرے پاس بھیج دیں؟"

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا: "مجھ میں ایسی دخلی عادت نہیں ہے۔ میں نے منع کیا تو سگریٹ تمہارے پاس نہیں پہنچے گا۔ تم یہ حرکت کرنے کی کوشش کرو۔"

میں مایوس ہو کر ڈاکٹر کے پاس سے واپس آ گیا۔ مایوسی کی بات نہیں تھی۔ میں چاہتا تو اپنے علم کے ذریعے اپنے اس کمرے میں سگریٹ کی دکان لگا سکتا تھا۔ میں ڈاکٹر کے سامنے سگریٹ پیتا اور وہ دیکھتے ہوئے بھی دیکھ نہ سکتا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ منع کرنے والے اور اچھی بات سمجھانے والے کے جذبے کو سمجھنا چاہئے ڈاکٹر میری بہتری کے لئے مجھ پر پابندیاں عائد کر رہا تھا۔ میرا فرض تھا کہ میں ان پابندیوں پر عمل کرتا۔ اس لئے میں نے سگریٹ کی خواہش کو کچل دیا۔ خود کو بھلانے کے لئے خیال خوانی کا سہارا لیا اور مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔

رات کے دس بجے رہے تھے۔ ممی اور رسونتی نے مل کر رات کا کھانا تیار کیا تھا اور اب وہ پانچوں مینر کے اطراف میٹھا کھا رہی تھیں۔ میں نے سوچا اگر ہر بار میں سونیا کے دماغ میں پہنچوں گا اور اس کے ذریعے ان سے گفتگو کروں گا تو یہ بات رسونتی اور مرجانہ کو ذرا بری لگے گی کہ میں گفتگو کے لئے ہمیشہ سونیا کو ترجیح دیتا ہوں۔ حالات نے تینوں کو سچا کر دیا تھا۔ ایسے میں مجھے سوچ سمجھ کر ان لوگوں سے رابطہ قائم کرنا تھا۔ پھر میں نے سوچ سمجھ کر ممی کو گفتگو کا ذریعہ بنایا۔ تاکہ ان تینوں کو کوئی شکایت نہ ہو۔ میں نے کہا: "ہیلو! ممی میں واپس آ گیا ہوں۔ مرجانہ کی امی کو میرا سلام کہئے۔ وہ تینوں خود ہی سمجھ لیں گی کہ میں موجود ہوں۔"

ممی نے مسکراتے ہوئے سائرہ بانو سے کہا: "بہن! فرزاد بیٹا سلام کہہ رہا ہے۔"

سونیا، رسونتی اور مرجانہ نے چونک کر ممی کو دیکھا تو ممی مسکراتے ہوئے بولیں: "ہاں! یہ ہمارے درمیان موجود ہے۔"

سائرہ بانو میرے سلام کے جواب میں دعائیں دے رہی تھیں۔ ممی کو بتانے لگیں کہ کس طرح اس جلال بیگ کے ایجنٹ سے میری جھڑپ ہوئی ہے اور وہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ یہی بات ممی نے انہیں بتائی تھی۔ وہ کہنے لگیں کہ جو دشمن ہیں گرفتار کر کے یہاں لائے ہیں۔ ان کے سردار کا نام جلال بیگ ہے اور وہ حشمت بیگ کا بیٹا ہے۔

سائرہ بانو نے چونک کر ممی کو دیکھا، پھر کہا: "میرا بھی شبہ یہی تھا کہ میرے دشمن ہی یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔"

ممی نے کہا: "وہ چاہتے ہیں کہ مرجانہ اور سائرہ بانو کے راستے میں فرزاد نہ آئے ان کے معاملے میں مداخلت نہ کرے۔ ان دونوں کو دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے تو وہ رسونتی اور سونیا کو آزاد کر دیں گے۔"

سائرہ بانو نے بڑے دکھ سے کہا: "اوہ! مجھے یہ سن کر بیحد افسوس ہو رہا ہے کہ ہماری وجہ سے آپ لوگوں کو بھی یہاں قید کیا گیا ہے اور فرزاد کو بھی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہم لوگوں کو دشمنوں کے حوالے کر دیا جائے۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا: "آپ مرجانہ کی ہی نہیں، میری بھی ماں ہیں اور اس ناتے سے میں اپنی ماں کو دشمنوں کے حوالے کبھی نہیں کر سکتی۔"

سائرہ بانو نے کہا: "میں فرزاد کو سمجھاؤں گی کہ ہم ماں بیٹی کی خاطر اتنی جانوں کو خطرے میں نہ ڈالے۔"

ممی نے کہا: "فرزاد ہم سے بہتر سمجھتا ہے کہ ان حالات میں اسے کیا کرنا چاہئے؟ بہن! آپ اطمینان سے کھانا کھائیں۔ آرام کریں اور اس معاملے کو فرزاد، سونیا اور مرجانہ پر چھوڑ دیں میں تم اور رسونتی محض تماشائی ہیں۔ یہ لوگ لڑنے بھڑنے اور دشمنوں کو ٹھکانے لگانے کا خاصا تجربہ رکھتے ہیں۔ یہ اپنے طور پر فیصلہ کریں گے کہ کیا کرنا چاہئے؟"

رسونتی نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "ممی! آپ نے درست کہا کہ میں بھی تماشائی بن کر رہ گئی ہوں، ٹیلی پیتھی کے بغیر کس طرح بے دست و پا ہو گئی ہوں۔ کاش کہ میں بھی سونیا اور مرجانہ کے شانہ بشانہ اپنے علم کے ذریعے دشمنوں کا مقابلہ کر سکتی۔ کاش! میں اپنے اس علم سے خالی نہ ہوتی۔"

سونیا اور مرجانہ سمجھانے لگیں۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر سمجھانے لگا: "رسونتی! تم مایوس کیوں ہوتی ہو؟ جب تم اچھی طرح صحت مند ہو جاؤ گی۔ تمہارا جسم اور تمہارا دماغ بالکل نارمل رہے گا اور کسی قسم کی کمزوری نہیں رہے گی تو یقیناً تمہارا علم تمہیں واپس ملے گا۔"

رسونتی کو سمجھانے کے دوران اچانک ہی میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میرے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور ایک نرس نے اندر آ کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا: "جناب! آپ کا ٹیلی فون ہے کوئی جلال بیگ آپ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ تم جلال بیگ سے کہہ دو کہ وہ ریسیور رکھ دے میں اس کے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

نرس وہاں سے واپس چلی گئی۔ میں نے ممی سے کہا: "جلال بیگ سے میری ایک اہم گفتگو ہونے والی ہے۔ اس کے بعد میں پھر واپس آؤں گا۔ ابھی جا رہا ہوں۔"

میں واپس اپنے کمرے میں آیا۔ وہاں سے جلال بیگ کے ایجنٹ جان عالم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر اسے مخاطب کیا: "فرزاد تمہارے سامنے ہے۔ بولو، کیا بات ہے؟"

پہلے تو وہ چونکا پھر فوراً ہی سمجھ گیا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے میں اس کے دماغ میں موجود ہوں۔ اس لئے وہ بولا: "ابھی جلال بیگ کے پاس سے جو احکامات ہمیں موصول ہوئے ہیں۔ وہ میں آپ کو سنا رہا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جلال بیگ کو آپ پر بھروسا نہیں ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب بھی سونیا اور رسونتی کو آزاد کیا جائے گا تو آپ انہیں اپنی پناہ میں لینے کے بعد پھر مرجانہ اور اس کی ماں کے معاملات میں ٹانگ اڑائیں گے۔"

میں نے کہا: "اپنے جلال بیگ سے کہو کہ مجھ سے براہِ راست باتیں کرے یا پھر وہ تمہارے پاس نہیں چھپ کر بیٹھا ہے اور تحریر کے ذریعے تمہیں میری باتوں کا جواب دیتا ہے۔ اب جو کچھ میں کہوں گا پہلے اس کا جواب سننے کے لئے مجھے کافی دیر انتظار کرنا پڑے گا۔"

جان عالم نے کہا: "وہ جو کچھ ہمیں حکم دے چکے ہیں اس کے بعد آپ کا جواب سننا پسند نہیں کریں گے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ اگر آپ اپنی عورتوں کو تحفظ دینا چاہتے ہیں تو آپ کو بھی اسی وقت ہسپتال چھوڑ دینا پڑے گا۔"

"میں ہسپتال چھوڑ کر کہاں جاؤں گا؟"

"ہسپتال کے پارکنگ ایریا میں ایک نیلے رنگ کی کار کھڑی ہوئی ہے۔ اس کا نمبر میں بتائے دیتا ہوں۔ اس کی پچھلی سیٹ میں آپ بیٹھ جائیں گے۔ اس کا ڈرائیور آپ کو کہیں لے جائے گا۔"

"مجھے بھی تو معلوم ہو کہ مجھے کہاں پہنچایا جائے گا؟"

"وہیں، جہاں آپ کی تمام عورتیں موجود ہیں۔"

"اچھا! تو اس ویران علاقے میں ہم سب لوگوں کو قید کر کے رکھا جائے گا؟"

"آپ کچھ بھی سمجھ لیں۔ ہمارے باس کے حکم کے مطابق آپ کو جانا ہی ہوگا۔ ورنہ وہ عورتیں وہاں سے زندہ واپس نہیں آ سکیں گی۔"

"تم اپنے باس سے کہو کہ زیادہ عقل مند بننے کی کوشش نہ کرے دوسروں کے پاس بھی دماغ ہوتا ہے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارا باس نہ تو مجھے زیرِ دستی اس علاقے میں پہنچا سکے گا اور نہ ہی کسی عورت کو نقصان پہنچا سکے گا۔ کیونکہ مرجانہ اور اس کی ماں اس علاقے میں قید کرنے کے لئے بھیجی گئی ہیں لیکن قید ہونے کے بجائے وہ سونیا کی پناہ میں پہنچ گئی ہیں۔"

اب وہ سائرہ بانو تک نہیں پہنچ سکے گا۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے پہلے تو مرجانہ ہی ایک مصیبت تھی۔ دوسری بڑی مصیبت سونیا بھی موجود ہے۔ ان دو مصیبتوں سے گزرنے کے لئے تمہارے پاس کرپسیہ آجائے گا۔ اس سے کہو کہ سائرہ بانو کو حاصل کرنے کا خیال اپنے دماغ سے نکال دے۔"

جان عالم نے کہا۔ "میں صرف آپ کا آخری جواب سننا چاہتا ہوں کہ آپ ہسپتال سے باہر نکلیں گے یا نہیں؟"

اپنے باس سے کہنا کہ میرے چہرے پر پلاسٹر کی پٹیاں چڑھی ہوئی ہیں۔ میں ایسی حالت میں باہر نہیں نکل سکتا۔ لوگوں کا سامنا نہیں کرسکتا۔ بچے مجھے دیکھ کر ڈر جائیں گے۔ عورتیں مجھ سے گھبرائیں گی۔ میرا چہرہ ایسا ہے کہ مجھے ایک کمرے میں ہی محدود رہنا چاہئے۔"

باس کو ساری باتوں کا علم ہے کہ اس وقت آپ کا چہرہ کیسا ہے؟ انہیں آپ کے چہرے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ جیسے بھی ہیں، اسی حالت میں آپ کو وہاں پہنچایا جائے گا۔ آپ ہاں یا نا میں جواب دیں۔"

میں نہیں میں جواب دیتا ہوں۔"

"باس نے کہا تھا کہ انکار کی صورت میں آپ کو ایک خطرے سے آگاہ کردیا جائے اور وہ خطرہ یہ ہے کہ اب سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد اس دیران علاقے کے کاٹیجوں پر ہیلی کاپٹر کے ذریعے فائر شیل پھینکے جائیں گے۔ اس طرح تمام کاٹیجوں میں آگ لگ جائے گی۔ وہاں جو مہینوں کا راشن رکھا ہوا ہے، سب برباد ہوجائے گا۔ ان عورتوں کے سروں سے چھت ہٹ جائے گی۔ وہ دیران جنگلوں میں بھٹکتی رہیں گی۔ بھوکی پیاسی مریں گی اور یہ آپ کے محض انکار کرنے کی وجہ سے ہوگا۔"

"تمہارا باس مجھے تو کوئی ناداں بچہ لگتا ہے۔ اس نے میرے سامنے شطرنج کی بساط بچھا دی ہے اور خود چالیں چلنا نہیں جانتا ہے۔ اس نادان بچے سے کہو کہ اگر کاٹیجوں میں آگ لگائی گئی اور ان عورتوں کو راشن سے محروم رکھا گیا تو ان کے ساتھ سائرہ بانو بھی بھوکی مریں گی اور اگر وہ مرگئیں تو پھر حشمت بیگ اور جلال بیگ کو ان کی وہ خفیہ دولت نہیں ملے گی، جس کے لئے وہ برسوں سال سے ترس رہے ہیں۔"

عین اسی وقت میں اس کے دماغ میں بیٹھا ہوا بول رہا تھا۔ اس وقت وہ ایک میز کے پاس بیٹھا تنہائی سے ساری باتیں لکھتا جا رہا تھا۔ میرا تمام جواب لکھنے کے بعد اس نے اس کاغذ کو تہہ کیا پھر اپنے کمرے سے باہر گیا۔ باہر برآمدے میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق وہ یقیناً گونگا ہوگا۔ اس نے اس گونگے کو وہ کاغذ دے دیا۔ گونگا اسے لے کر باہر گیا جہاں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے جان عالم کے دماغ میں اس کار کے نمبر کو پڑھ لیا۔ میں نے جان عالم سے کہا: "ایک بات تو رہ گئی ہے۔ اپنے کار پرداز کو روکو، میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ جواب میں اسے بھی تار بھیج دینا۔"

جان عالم نے اس گونگے کو تالی بجا کر پھر بلایا۔ گونگا کار کی طرف جا رہا تھا۔ پھر جان عالم نے دوڑ کر اسے پکڑ لیا۔ اشارے سے سمجھانے لگا کہ تھوڑی دیر اور اسے ٹھہرنا ہوگا اور لکھنا باقی رہ گیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ کاغذ اس کے ہاتھ سے لے واپس مکان کے اندر جانے لگا۔ اس کے کمرے میں پہنچنے تک میں فوراً ماسٹر بوس ٹروفی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا: "کہ یہ بس ہر فلاں جگہ ایک مکان کے سامنے کار کھڑی ہوئی ہے۔ میں نے کار کا نمبر بتاتے ہوئے کہا: میں اس شخص کو باتوں میں الجھا رہا ہوں۔ آپ فوراً اپنے آدمیوں سے کہیں کہ وہ کہیں دور سے اس کار کا تعاقب کریں۔ میں زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے لئے اس آدمی کو روک سکوں گا۔"

یہ کہہ کر میں پھر جان عالم کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کمرے میں گیا تھا اور میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قابض کرلے کمرے کے اندر بٹھا دیا اور وقت کا انتظار کرنا رہا کہ دس منٹ گزر جائیں تو میں اسے دماغی طور پر آزاد کردوں۔ اس وقت یہ گلانی میں کھڑی نہیں تھی۔ شاید ڈاکٹر میکی براڈلے نے آپریشن سے پہلے اتار لی تھی۔ اندازاً دس منٹ کے بعد میں نے موس ٹروفی سے پوچھا: "کیا آپ کے آدمی وہاں تک پہنچ گئے ہیں؟"

"جی ہاں! وہ لوگ اس مکان کے قریب ہیں اور اس کو دیکھ چکے ہیں۔"

یہ معلوم ہوتے ہی میں پھر جان عالم کے پاس پہنچ گیا۔ سیکنڈ ٹک کے لئے میں موس ٹروفی کے پاس گیا تھا تو جان عالم کا دماغ میری گرفت سے آزاد ہوگیا تھا۔ وہ کھڑا ہوا سوچ رہا تھا کہ اب تک وہ کمرے میں چپ کیوں ہے اور فرہاد اس کے دماغ میں کیوں نہیں بول رہا ہے؟ میں نے اسی وقت اس کے دماغ کو گرفت میں لیا تو وہ کمرے کے باہر گیا اور اس تہہ کئے ہوئے کاغذ کو اس گونگے کے حوالے کردیا۔ گونگا اسے لے کر اپنی کار میں گیا۔ اسے اسٹارٹ کرکے آگے بڑھ گیا۔ جب کار کچھ آگے نکل گئی تو میں نے جان عالم کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ تھوڑی دیر پہلے وہ کمرے کے اندر تھا۔ پھر مکان سے باہر کیسے میں اسے حیران و پریشان چھوڑ کر اپنے کمرے میں واپس آگیا۔

معائنہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ملاقات ہوگی تو میں یونہی دیکھتا رہوں گا۔ اس کے لئے کسی دوا کی یا احتیاط کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ڈاکٹر! آپ مجھے احتیاطاً بتا دیں کہ یہ پلاسٹر کی پٹیاں کس طرح میرے چہرے سے ہٹائی جائیں گی۔ اور پھر ہٹانے کے بعد کیا احتیاط کی جائے گی کہ میرا چہرا بگڑنے نہ پائے۔"

"کوئی بھی ڈاکٹر ہٹانے چہرے سے پلاسٹر کی ان پٹیوں کو ہٹا سکتا ہے۔ میں ایک لوشن نہیں دوں گا۔ جب یہ پٹیاں ہٹائی جائیں گی تو چہرے پر اس لوشن کو لگایا جائے گا۔ ویسے چہرے کی جلد قدرتی لگنے لگے گی۔ بالکل ٹھیک ہوگی۔ پھر بھی لوشن لگانے سے مزید فرق پڑے گا۔"

"ڈاکٹر! مجھے آپ وہ لوشن دے دیجئے اور بھی ضروری ہدایات ہوں تو میں ان پر عمل کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ایسا کروں گا لیکن احتیاطاً ایسا کیا جائے گا ورنہ تمہاری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ تم ان دشمنوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کرو اور اس سے کوئی ایسا سمجھوتہ کرو کہ مادام سونیا اور مادام رسونی رہا ہوجائیں اور تمہیں ہسپتال سے باہر نہ جانا پڑے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہی کوشش کروں گا۔"

میں نے وقت کا اندازہ لگایا کہ موس ٹروفی کا آدمی اس گونگے نامہ بر کا پیچھا کرتا ہوا یقیناً ان کے کسی خاص مقام تک پہنچا ہوگا۔ یہ سوچ کر میں نے موس ٹروفی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ میرا ہی انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کہا: "وہ کار جس کا تعاقب کیا گیا تھا ایک ایسے بنگلے کے احاطے میں جا کر رکی ہے جس کے مکین کو ہم پہلے سے جانتے ہیں۔"

میں نے پوچھا: "وہ کون ہے؟"

"وہ ریڈ پاور کا سابقہ باس ہے۔ اب وہ باس کے عہدے سے ہٹ گیا ہے یا ہٹا دیا گیا ہے۔ آج کل ریڈ پاور کا جو باس ہے اس کا نام سنار توبے۔"

"مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ آپ اس کا نام بتائیں، جو ہٹا دیا گیا ہے۔"

"اس کا نام حشمت بیگ ہے۔"

میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ اب ہم کسی حد تک جلال بیگ کے قریب پہنچنے والے تھے۔ میں نے کہا: "کیا آپ ... حشمت بیگ سے ٹیلی فون پر گفتگو کرسکتے ہیں؟"

"جی ہاں! پہلے بھی میں ایک آدھ بار اس سے باتیں کرچکا ہوں۔ میں ابھی اسے رنگ کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ باتیں کریں۔ میں چپ چاپ سنتا رہوں گا۔"

وہ رسیور اٹھا کر اس کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ ماسٹر موس ٹرونی نے کہا: "مسٹر حشمت بیگ سے کہو کہ ماسٹروں کی تنظیم کا ماسٹر موس ٹرونی اس سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

اسے ہولڈ آن کرنے کے لئے کہا گیا۔ میں ہولڈ آن نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میں اس عورت کے دماغ میں پہنچ گیا تھا جس نے فون اٹینڈ کیا تھا۔ اب وہ دوسرے کمرے میں جا رہی تھی۔ وہ ایک خواب گاہ تھی۔ وہاں حشمت بیگ ایک آرام دہ صوفے پر نیم دراز تھا۔ اس کے ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا۔ اس نے کہا: "ماسٹر موس ٹرونی کا فون ہے۔ وہ آپ سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا اٹھ گیا: "کیا مصیبت ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ فرہاد اور مرجانہ کے سلسلے کی کوئی بات ہو گی۔ پھر یہ کہ ان کی مادام سونیا کو بھی تو اغوا کیا گیا ہے۔ یقیناً اسی سلسلے کی گفتگو ہے۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا ٹیلی فون کے پاس آیا۔ پھر اس نے رسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو! میں حشمت بیگ بول رہا ہوں۔"

ماسٹر موس ٹرونی نے کہا: "مسٹر حشمت بیگ! تم نے جاری مادام سونیا کو چھیڑ کر اچھا نہیں کیا ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں مادام سونیا کے پاس سے بھی نہیں گزر رہا ہوں۔"

"آپ جھوٹ نہ بولیں۔ بس کے اغوا میں آپ کے بیٹے کا ہاتھ ہے۔"

"اوہ۔ اچھا تو ایسا کچھ میرے بیٹے نے جو کچھ کیا ہے اس کا ذمہ دار میں تو نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں نہیں ہو سکتے۔ تمہارا اور تمہارے بیٹے کا مفاد ایک ہی ہے۔ سنا ہے کہ سائرہ بانو ایک امیر ترین عورت ہے۔ اس کے ساتھ خفیہ دولت کی ایک لیلیٰ نے والی داستان گردش کر رہی ہے۔ لکھ پتی لوگ اس سلسلے میں سائرہ بانو سے ملتے بھی ہیں اور پتہ نہیں کیسے کیسے منصوبے بناتے ہیں۔ تم باپ بیٹوں نے جو منصوبہ بنایا ہے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔"

حشمت بیگ نے کہا: "زیادہ باتیں کرنے سے کیا فائدہ ہے؟ تمہیں صرف مادام سونیا کی ضرورت ہو گی۔ کیونکہ اس کا تعلق ہماری تنظیم سے ہے۔"

"میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ تم مرجانہ اور اس کی ماں کو حاصل کرنا چاہتے ہو۔ پھر سونیا اور رسونتی کو کیوں پکڑ رکھا ہے؟"

"اس لئے کہ وہ دونوں فرہاد کے لئے اہم ہیں۔ انہیں یرغمال بنا کر میں فرہاد سے سودے بازی کر سکتا ہوں۔"

"کیا تمہیں اس بات کا خوف نہیں ہے کہ فرہاد تمہارے دماغ میں پہنچ جائے گا تو تمہارا انجام کیا ہو گا؟"

"مجھے خوف ہے اور صرف فرہاد کا ہی نہیں مرجانہ کا بھی سنا ہے وہ بہت ہی خطرناک قسم کی فائیٹر ہے۔ اس نے ہمارے ایک وحشی بختاور کا بہت برا حشر کیا ہے۔ اس کے علاوہ پڑوس میں جو ریڈ پاور کا باس تھا اس کے لئے تو موت کا وقت بھی مقرر کر دیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے ان عورتوں میں سے کسی کو یرغمال بنا کر نہ رکھا تو میرا بھی انجام بہت برا ہو گا۔"

"میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ سر راہ کے دوست بن کر رہو۔ دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔ تمہاری راتوں کی نیند اڑ جائے گی جھپک نہیں لگے گی۔ زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ عقل سے کام لو۔"

"ہاں! ہم نے عقل سے کام لیا ہے۔ میں نے اور میرے بیٹے جلال بیگ نے یہ طے کیا ہے کہ ہم باپ بیٹے ایک دوسرے سے کبھی بات نہیں کریں گے۔ کبھی ملاقات نہیں کریں گے اور ایک دوسرے کے جو جاننے والے ہیں ان سے بھی کنٹرا کر رہیں گے۔ یہ ہم اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک کہ فرہاد زندہ ہے۔ جاری آخری کوشش یہ ہو گی کہ وہ زندہ نہ رہے۔ ماسٹر موس ٹرونی! میں تمہیں ایک بہت بڑی آفر دینا چاہتا ہوں۔ اتنی بڑی آفر کہ تمہارا سپر ماسٹر سن کر خوش ہو جائے گا۔"

"ذرا مجھے بھی بتاؤ۔ میں بھی خوش ہونا چاہتا ہوں۔"

"آفر یہ ہے کہ اس وقت فرہاد تم لوگوں کے رحم و کرم پر ایک ہسپتال میں پڑا ہوا ہے۔ اسے ہمارے حوالے کر دو۔ ہم اس کے بدلے میں تمہاری تنظیم میں شامل ہو جائیں گے۔ تم نہیں جانتے کہ ہمارا بیٹا جلال بیگ کتنا خطرناک قسم کا فائیٹر ہے۔ اور بہت باصلاحیت بھی ہے۔ اس نے تھوڑے سے عرصے میں ایسے خفیہ اڈے قائم کئے ہیں کہ تمہاری تنظیم کا کوئی مفرد تو حیات کبھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر فرہاد اور مرجانہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے تو ہم ایسے تمام اڈے سپر ماسٹر کے حوالے کر دیں گے۔ میرے بیٹے کو اگر کسی ملک کا ماسٹر بنا دیا جائے تو ہم ہمیشہ سپر ماسٹر کے وفادار بن کر رہیں گے اور ہماری ذات سے انہیں بہت فائدہ پہنچتا رہے گا۔ یہاں تک کہ ہم سائرہ بانو سے حاصل کی ہوئی بے شمار دولت بھی اس کے حوالے کر دیں گے۔ دراصل ہم دولت کے لئے نہیں بلکہ اپنی زندگی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ جب تک مرجانہ فرہاد کے قریب رہے گی اس وقت تک میرا کیریر، بیدل اور گھوڑا کبھی چین سے نہیں سو سکیں گے۔"

ماسٹر موس ٹرونی نے سوچنے کے انداز میں کہا: "ہوں! تمہاری آفر تو بہت اچھی ہے اور میں بہت اچھے وقت پر تم سے فون پر گفتگو کر رہا ہوں۔ اس وقت فرہاد اپنے کمرے میں سو رہا ہے۔ میں نے ڈاکٹر سے معلوم کر لیا ہے۔ اور میں اس بات کا اطمینان ہے کہ فرہاد

ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری باتیں نہیں سن رہا ہے۔"

حشمت بیگ نے کہا: "ذرا ایک منٹ انتظار کرو۔ میں ابھی تمہیں رپلائی کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے سلسلہ منقطع کیا۔ پھر ڈاکٹر میکی براٹولے کے نمبر ڈائل کئے۔ فون کی گھنٹی بجتے ہی میکی براٹولے نے رسیور اٹھایا۔ اس کے ساتھ ہی میں ڈاکٹر کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ ادھر سے حشمت بیگ نے کہا: "ہیلو ڈاکٹر! میں شہزاد علی تیمور کا ایک بہت ہی گہرا دوست ہوں۔ پاکستان سے آیا ہوں اور اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

ڈاکٹر کی زبان سے میں نے کہا: "سوری! اس وقت مسٹر فرہاد سو رہے ہیں۔ انہیں ڈسٹرب نہیں کیا جا سکتا۔"

حشمت بیگ نے کہا: "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ان سے فون پر ہی ملاقات کرا دی جائے۔ میں ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے کہا: "سوری مسٹر! آپ کم از کم چار گھنٹے کے بعد فون کر سکتے ہیں۔ اس وقت ممکن نہیں ہے۔ ہم اپنے مریض کو ڈسٹرب نہیں کریں گے۔"

یہ کہتے ہی ڈاکٹر نے رسیور رکھ دیا۔ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں ڈاکٹر کے دماغ سے نکل گیا۔ اب وہ حیران ہو گا کہ ابھی اس نے فون کے پاس آ کر رسیور اٹھانے کے بعد پھر رسیور کیسے رکھ دیا تھا۔

میں ادھر موس ٹرونی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ذرا دیر بعد ہی فون کی گھنٹی بجی۔ موس ٹرونی نے رسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ تو حشمت بیگ کی آواز سنائی دی: "ماسٹر! آپ نے درست کہا تھا۔ فرہاد اس وقت گہری نیند سو رہا ہے اور وہ ہماری باتیں نہیں سن سکے گا۔"

موس ٹرونی نے کہا: "اچھا تو تم میری بات کی تصدیق کر رہے تھے۔ کوئی بات نہیں۔ اس طرح ایک دوسرے پر اعتماد ہو سکتا ہے۔ اب ہمارے درمیان جو سمجھوتہ ہو گا وہ صرف ہمارے درمیان ہو گا۔ اس کی بھنک فرہاد کے کانوں تک نہیں پہنچے گی۔"

حشمت بیگ نے پوچھا: "تو پھر کیا کہتے ہو۔ فرہاد اور مرجانہ ہمارے، سونیا اور رسونتی تمہاری ہوں گی۔ منظور ہے؟"

"ہاں منظور ہے۔ سچ پوچھو تو ہم فرہاد اور سونیا سے خوفزدہ ہو گئے ہیں ان سے دوستی قائم رکھنا چاہتے تھے اور اب بھی اگر ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو اسی مجبوری کے تحت ان سے دوستی رکھیں گے۔ اگر آپ کا بیٹا جلال بیگ انہیں ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر سمجھو ہم سب کے سروں سے بہت بڑی مصیبت ہمیشہ کے لئے دور ہو جائے گی۔"

"تو پھر تم راضی ہو؟"

"میں تو راضی ہوں لیکن مجھے سپر ماسٹر کی رضامندی بھی حاصل کرنی ہو گی۔ یہ اتنا بڑا معاملہ ہے کہ میں تنہا اس کی منظوری نہیں دے سکتا۔ مجھے موقع دیا جائے کہ میں اپنے باس سے بات کر سکوں۔"

"ٹھیک ہے۔ بات کر لیں مجھے جواب کب ملے گا؟"

"آپ تو جانتے ہیں کہ فرہاد جب تک جاگتا رہے گا۔ ہم آپس میں باتیں نہیں کر سکیں گے۔ جب میں دیکھوں گا کہ فرہاد دوسری بار کسی وقت سو رہا ہے تو میں آپ کو ٹیلی فون کے ذریعے مخاطب کروں گا۔ اس وقت تک سپر ماسٹر سے میری بات چیت ہو چکی ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس وقت کا انتظار کر سکتا ہوں۔"

ماسٹر موس ٹرونی نے پوچھا: "تمہارے بیٹے فرہاد اور مرجانہ اور ہماری سونیا اور رسونتی کا تبادلہ کیسے ہو گا۔ یعنی سونیا اور رسونتی ہمارے پاس کیسے پہنچیں گی اور تم ہسپتال سے فرہاد کو کیسے لے جاؤ گے۔ یہ بات طے ہو جانی چاہئے تاکہ میں سپر ماسٹر کو طریقہ کار بتا سکوں۔"

حشمت بیگ نے سوچتے ہوئے کہا: "طریقہ کار کیا ہو گا۔ اس پر بہت اچھی طرح غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ فرہاد کو ہمارے منصوبوں کا علم ہو جائے یا کسی طرح وہ ہمارے ماتھوں میں بھانک کر ہماری خوابشوں کو سمجھ لے۔ میں اس پر ابھی غور کرتا ہوں۔ کوئی طریقہ کار اپنے بیٹے سے بھی پوچھتا ہوں۔ اس کے بعد جب دوبارہ تم مجھے فون کے ذریعے مخاطب کرو گے تو میں کچھ نہ کچھ بتا سکوں گا۔ اس وقت تک کے لئے ہم رخصت ہوتے ہیں۔"

ان کی گفتگو ختم ہو گئی۔ ماسٹر موس ٹرونی نے رسیور رکھتے ہوئے اپنی سوچ کے ذریعے کہا: "مسٹر فرہاد! کیا میں ٹھیک جا رہا ہوں؟"

"بہت اچھے جا رہے ہو۔"

"مسٹر فرہاد! جب میں نے حشمت بیگ سے گفتگو کی تو یہ توقع نہیں تھی کہ وہ اس قسم کی آفر دے گا۔ اب وہ یقیناً اس آفر کے بعد پھنس جائے گا۔"

"ہوں۔ آپ ذرا دیر انتظار کریں۔ میں حشمت بیگ کے پاس جا کر دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کر رہا ہے؟"

یہ کہتے ہی میں حشمت بیگ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں آ گیا تھا۔ اس نے بیڈ روم میں آتے ہی اپنے ملازم سے ہاتھ کا گلاس نہ لیا۔ غیر ملائے۔ غیر ملانے کی بات سن کر ہی ملازم سمجھ لیتا تھا کہ حشمت بیگ اپنے بیٹے سے فون پر بات کرنا چاہتا ہے۔ اب حشمت بیگ کو اس فون کا انتظار تھا۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اب اس کا بیٹا جلال بیگ اس سے باتیں کرنے والا تھا۔ میں ادھر گویا دری طرح متوجہ رہا۔ حشمت بیگ نے رسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو! میں حشمت بیگ بول رہا ہوں۔"

جواب میں دوسری طرف سے چٹکیاں بجانے کی آواز آئی۔ تقریباً تین بار چٹکیاں بجی تھیں۔

"ہاں بیٹے! میں سمجھ گیا۔ ابھی ماسٹر موس ٹرونی سے فرہاد، سونیا، رسونتی، مرجانہ اور اس کی ماں کے سلسلے میں میری کافی طویل گفتگو ہوئی ہے۔ میں نے انہیں آفر دی ہے کہ اگر مرجانہ اور اس کی ماں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے اور فرہاد موت کے گھاٹ اتار دیا جائے تو ہم سونیا اور رسونتی کو سپر ماسٹر کے حوالے کر دیں گے۔ اس کے علاوہ ہیم ان کی تنظیم میں شامل ہو جائیں گے صرف اتنا ہی نہیں.... سائرہ بانو سے حاصل ہونے والی وہ تمام خفیہ دولت بھی ہم ان کے حوالے کر دیں گے۔ ماسٹر موس ٹرونی راضی ہے لیکن اپنے سپر ماسٹر سے اس سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ہم اپنی مرضی کے مطابق ٹرانسمیٹر کی ایک وقت سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔ ادھر بھی یہی مجبوری ہے کہ فرہاد کسی وقت ہمارے ٹھکانوں میں بھانک سکتا ہے لہٰذا طے پایا ہے کہ جب فرہاد دوسری مرتبہ سوتا رہے گا تو اس وقت ماسٹر موس ٹرونی مجھ سے رابطہ قائم کرے گا اور سپر ماسٹر کے خیالات سے آگاہ کرے گا۔ اب اس سلسلے میں تم جو کچھ کہنا چاہو۔ مجھے تحریری طور پر آگاہ کر دو۔ ایک بات اور وہ یہ کہ فرہاد کو کس طرح ہمارے اس خفیہ اڈے میں پہنچایا جائے۔ اس کا منصوبہ بہت ذہانت سے بنانے کی ضرورت ہے۔ فرہاد کو شبہ نہیں ہونا چاہئے اور اسے یہ موقع نہیں دینا چاہئے کہ وہ کسی کے ملاپ میں بھانک کر ہماری اڑان کو سمجھ سکے۔ بس کوئی ایسی تدبیر ہو جائے کہ فرہاد، مرجانہ اور سائرہ بانو ہمارے حلقے میں آ جائیں۔ فرہاد کو ہم ختم کر دیں۔ سائرہ بانو کی دولت اور جائیداد ہماری ہو جائے اور مرجانہ ہمارے شانے پر ناچنے کے لئے مجبور ہو جائے۔ جب فرہاد اس دنیا میں نہیں رہے گا تو ادھر سپر ماسٹر بھی سونیا اور رسونتی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ یہ تینوں اس کے لئے مصیبت بنے ہوئے ہیں۔ ہمارے لئے بھی مصیبت ہیں اور یہ مصیبت ایک جھٹکے میں ختم ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ تم کوئی معمولی سی تدبیر سوچو اور ایسی ذہانت کا مظاہرہ کرو کہ فرہاد کی ذہانت دھری کی دھری رہ جائے۔"

یہ کہہ کر وہ ایک لمحے کے لئے چپ ہوا۔ پھر اس نے کہا۔ "بول مجھے اتنا ہی کہنا تھا۔ کیا میں ریسیور رکھ دوں؟"

جواب میں تین بار چٹکیوں کی آواز سنائی دی۔ حشمت بیگ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ریسیور رکھ کر ٹیبل پر رکھ دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب جلال بیگ کو جواباً کچھ بھی کہنا ہوگا۔ وہ تحریر کے ذریعے کہہ دے گا اور وہ تحریری جواب حشمت بیگ کو جلد ہی مل جائے گا۔

میں نے ماسٹر موس ٹرونی کے پاس پہنچ کر کہا۔ وہ دونوں باپ بیٹے بہت محتاط ہیں اور جلال بیگ نے جس طرح رابطہ قائم کرنے کا طریقہ کار اختیار کیا ہے۔ اس کی وجہ سے میں فی الحال جلال بیگ تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ بہرحال جب آپ اگلی بار حشمت بیگ سے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ قائم کریں گے تو اس کے بیٹے کی طرف سے کوئی عمدہ سی تدبیر پیش کی جائے گی۔ ان کا خیال ہے کہ مجھے ان کی سازشوں کا علم نہیں ہوگا۔ بہرحال دیکھتے ہیں کہ وہ کتنا ذہین ہے اور کیا کرتا ہے؟"

"مسٹر فرہاد! میرا ارادہ ہے کہ میں کم از کم ایک ہفتے تک ان لوگوں کو بات چیت کے ذریعے ٹالتا رہوں۔ اس دوران آپ کے چہرے پر جو سرجری کی گئی ہے اس کا خاطر خواہ نتیجہ سامنے آئے گا اور ایک ہفتے بعد چار سرجری کی پٹیاں ہٹا دی جائیں گی۔ آپ اپنی اصلی صورت میں آ جائیں گے۔ اس کے بعد تبادلے کی بات ہوگی کہ آپ اور مرجانہ ادھر جائیں گے، سونیا اور رسونتی ادھر آئیں گی اور کس طرح یہ تبادلہ ہوگا۔ اس پر ہم اسی دوران اچھی طرح غور کر لیں گے اور کوئی ایسی ترکیب سوچیں گے کہ جلال بیگ ہمارے سامنے بے نقاب ہو جائے گا۔ میں نے موس ٹرونی کی بات کی تائید کی اور اس کے پاس سے واپس آ گیا۔ شام ابھی تک سوئی ہوئی تھی۔ میں نے اس پر ایک نظر ڈالی۔ پھر آنکھیں بند کر کے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

رات کے بارہ بجنے میں تیس منٹ ہوئے تھے۔ کاریڈور کے اندر ایک کمرے میں ممی اور سائرہ بانو الگ الگ بستر پر سو رہی تھیں دوسرے کمرے میں ایک بستر پر رسونتی لیٹی ہوئی تھی۔ سونیا اور مرجانہ ان لوگوں کو سلانے کے بعد اوپر چھت پر چلی گئی تھیں۔ وہاں رات گزارنے کا ارادہ تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ دونوں چھت پر ٹہلتی رہی تھیں اور باتیں کرتی رہی تھیں۔ چھت کے کنارے آ کر وہ دونوں اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرتی تھیں کہ ارد گرد کی اونچی عمارتوں کے ساتھ جو بلب تھے، وہ روشن رکھے گئے تھے تاکہ کوئی انسان یا حیوان ادھر کا رخ کرے تو روشنی میں نظر آ جائے۔

تھوڑا ڈیڑھ دیکھ سونیا نے تھکے ہوئے انداز میں چھت پر بچھتے ہوئے کہا۔ "میں تو بہت تھک گئی ہوں۔ اب ہمیں تھوڑی دیر کے لئے سو جانا چاہئے۔"

مرجانہ بھی لیٹ گئی۔ پھر بولی۔ "تم سو جاؤ۔ میں جاگتی رہوں گی۔ یہ ایسی جگہ ہے کہ یہاں کسی ایک کو پہرے داری کے لئے جاگنا چاہئے جب مجھے نیند آئے گی تو میں تمہیں جگا دوں گی۔"

سونیا نے کہا۔ "مرجانہ! تم بہت اچھی ہو۔ فرہاد تمہاری بہت تعریفیں کرتا تھا۔"

"بھلا میں کس قابل ہوں کہ فرہاد تعریف کیا کرتا تھا؟"

"وہ کہتا ہے کہ تم بہت ہی خطرناک قسم کی خائف ہو اور تمہارا ایک ہاتھ کسی کے منہ پر پڑ جائے تو وہ خون اگلنے لگتا ہے۔ یہ تو نہیں معلوم کہ کتنی طاقتور ہو مگر ہاں، میں نے جیلی کاپٹر کے پاس تمہاری کچھ صلاحیتیں دیکھی ہیں۔ تم لڑنے کا فن خوب جانتی ہو۔"

"اگر تم اسی طرح باتیں کرتی رہیں تو سو نہیں سکو گی۔ سو جاؤ تاکہ صبح تازہ دم اٹھو۔"

سونیا نے آنکھیں بند کر لیں اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔ مرجانہ کے ہاتھ اسے سہلا رہے تھے۔ سونیا سکون محسوس کر رہی تھی۔ آہستہ آہستہ نیند میں ڈوبتی جا رہی تھی۔ پھر اسے پتہ نہیں چلا کہ وہ کب سو گئی ہے۔ اسے نیند آ گئی تھی یا محض نیند کا دھوکہ تھا کہ اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔

نیند کا خمار تھا۔ اس خمار میں اس نے مجھے محسوس کیا۔ اسے بہت ساری باتیں یاد آئیں۔ بہت سارے جلوے نظر آئے۔ وہ پہلی ملاقات جب پاکستان میں وہ دشمن بن کر میرا تعاقب کر رہی تھی۔ پھر میں نے اسے دوست بنا لیا تھا۔ کس طرح دوست بنایا تھا اس وقت کا ایک ایک لمحہ اسے یاد آ رہا تھا۔

اُن کے سروں پر کہرا سا آسمان تھا۔ سونیا کو تارے نظر آ رہے تھے وہ چپ چاپ پڑی ہوئی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ وقت دھیرے دھیرے گزرتا جا رہا تھا۔ کبھی کبھی دُور کہیں ایسی آوازیں آتی تھیں جیسے کوئی جنگلی جانور دوڑتا ہوا گزر رہا ہو۔ پھر اسے مرجانہ کی سرگوشی سنائی دی۔ "سونیا! کیا فرہاد یاد آ رہا ہے؟"

سونیا نے چونک کر مرجانہ کی طرف دیکھا۔ اندھیرے میں وہ سائے کی طرح نظر آ رہی تھی۔ اسی وقت میں نے یکے بعد دیگرے دونوں کے دماغوں میں پہنچ کر کہا۔ "میں بہت دیر سے موجود ہوں۔"

دونوں ایکدم سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں۔ مرجانہ نے جلدی سے کہا۔ "وہ.... وہ فرہاد! یہ تمہاری سونیا تمہیں بہت یاد کر رہی تھی۔"

"اور تم یاد کرا رہی تھیں؟"

سونیا نے جھینپ کر کہا۔ "چلے جاؤ یہاں سے، تمہیں شرم نہیں آتی۔ چپکے سے کیوں آئے تھے؟"

"آنے کا فائدہ بھی کیا ہوا ہے میرے تو ہوش اڑے ہوئے تھے۔ ابھی کوشش میں آ کر تم لوگوں کو مخالب کر دیا ہوتا۔ ویسے ایک بات ہے سونیا! تم اب تک ناقابلِ شکست رہی ہو لیکن مرجانہ نے تو تمہیں زیر کر دیا ہے۔"

"تم تو جلتے ہی ہو فرہاد! سونیا کو کوئی بھی محبت سے زیر کر سکتا ہے نفرت اور دشمنی سے زیر کرنے والوں کو تم نے منہ کی کھاتے دیکھا ہے۔ مجھے مرجانہ بہت پسند آئی ہے، بہت پیاری لڑکی ہے۔ مجھے تمہاری غیر موجودگی میں ایک اچھی ساتھی مل گئی ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا مرجانہ کو ساتھی بنا کر مجھے چھوڑ دینے کا ارادہ ہے؟"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تمہارا پیچھا میں قبر تک نہیں چھوڑوں گی۔ چلو اب کام کی باتیں کرو۔"

اس وقت چھت پر وہ دونوں تنہا تھیں۔ اس لئے سوچ کے ذریعے بات کرنے کے بجائے ذرا اونچی آواز میں باتیں کر رہی تھیں تاکہ سونیا کی بات مرجانہ سن لے اور مرجانہ کی بات سونیا سن لے اور میں تو بے زبان سوچ کے ذریعے گفتگو کر ہی رہا تھا۔ پھر میں نے مرجانہ کو اپنا معمول بنایا تاکہ اس کی زبان سے میں وہ ساری معلومات پیش کروں جو آپ تک مجھے حاصل ہوئی تھیں۔ میں نے موس ٹرونی اور حشمت بیگ کے درمیان ہونے والی طویل گفتگو بھی ان لوگوں کو سنائی اور ان کے منصوبوں سے بھی انہیں آگاہ کیا۔ وہ دونوں سوچ میں پڑ گئیں۔ پھر سونیا نے پوچھا۔ "اچھا تو وہ تمہیں اور مرجانہ کو حاصل کرنا چاہتا ہے؟"

"مجھے تو وہ حاصل کرتے ہی ہلاک کر دے گا۔ دراصل اسے صرف مرجانہ اور اس کی اماں کی ضرورت ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "ایسی بات ہے تو اس کی بات مان لی جائے۔ وہ اتنا چالاک اور ہتھیلا ہو نہیں سکتا کہ تمہارے پاس پہنچے ہی نہیں قتل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ ایک خطرناک جوا کھیلنا ہی چاہئے۔"

میں نے کہا۔ "میں تو راضی ہوں۔ اس طرح تبادلہ ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ بہرحال موس ٹرونی کا یہ مشورہ بھی مناسب ہے کہ مجھے کم از کم ایک ہفتے تک ہسپتال سے باہر نہیں نکلنا چاہئے اور وہ ایک ہفتے تک حشمت بیگ کو مختلف بہانوں سے ٹالتا رہے گا۔ تاکہ میرے چہرے سے پٹیاں اتر جائیں اور میں اپنی اصلی صورت میں آ جاؤں۔ اس کے بعد میں بالکل آزاد ہو کر دشمنوں سے نمٹ سکوں گا۔"

سونیا نے کہا۔ "موس ٹرونی کا مشورہ معقول ہے۔ واقعی تمہارے اپنے اصلی روپ میں آنے تک دشمنوں کو کسی طرح ٹالنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ تم پٹیوں سمیت ہسپتال سے باہر آ جاؤ۔ پھر کسی ایسی مصیبت میں پڑ جاؤ کہ کوئی پٹیاں اتارنے والا ڈاکٹر بھی نہ ملے اور تمہارا چہرہ کچھ سے کچھ ہو کر رہ جائے۔"

مرجانہ نے بھی تائید کی۔ "فرہاد! تمہیں بہت محتاط رہنا چاہئے لمبے عرصے کے بعد تم اپنے اصلی روپ میں آؤ گے تو تمہارا یہ روپ بگڑنا نہیں چاہئے۔ ڈاکٹروں کی پوری توجہ ضروری ہے۔ خواہ ایک ہفتہ لگے یا ایک سال۔ تم ہماری فکر نہ کرنا۔ ہم یہاں بڑے مزے میں ہیں۔"

میں تھوڑی دیر تک ان کی باتیں سنتا رہا اور اپنی باتیں انہیں سمجھاتا رہا۔ پھر ان سے رخصت ہو کر ممی کے پاس آیا۔ ممی کے اس کمرے میں سائرہ بانو گہری نیند سو رہی تھیں۔ بے چاری تھک گئی تھیں۔

نواب سلامت علی سے شادی کرنے کے بعد جدید عیش و آرام میں ہی تھیں۔ بیس برس کے بعد پھر ایسی مصیبتیں اٹھانے کے لئے اس جنگل میں پہنچ گئی تھیں۔ بہرحال میں نے ممی سے پوچھا۔ "آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں۔ کیا نیند نہیں آ رہی ہے؟"

"نہیں بیٹے! تم تو دماغ میں موجود ہو۔ سمجھ ہی رہے ہو گے کہ میں تمہارے ہی بارے میں سوچ رہی ہوں۔ میری دعا ہے کہ جلد از جلد تم اپنے اصلی روپ میں آ جاؤ۔ پتہ نہیں یہ دشمن کیا کرنے والے ہیں؟ اور ہم سب کو یہاں کیوں اکٹھا کیا ہوا ہے؟"

"ممی! آپ فکر نہ کریں۔ میں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ وہاں آپ لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔"

"بیٹے! میری بڑی خواہش ہے کہ میں تمہیں تمہارے اصلی روپ میں دیکھوں۔"

"آپ کی یہ خواہش بہت جلد پوری ہو جائے گی۔"

"ہاں بیٹا! انسان تو بہت سی خواہشیں کرتا ہے۔ پھر ان خواہشوں کے پورا ہونے کا انتظار کرتا ہے اور اپنی لمبی عمر کی دعائیں مانگتا ہے۔ میرا کوئی بھروسا نہیں ہے کہ میری عمر اب کتنی رہ گئی ہے جب تم پہلی بار یہاں مجھ سے ملے تب بھی تم طارق محمود کے روپ میں تھے۔ میں نے آج تک تمہارا اصلی چہرہ نہیں دیکھا۔ بس تصویر ہی دیکھی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میری آنکھ بند ہونے سے پہلے ان آنکھوں سے تمہیں جی بھر کے دیکھ لوں۔"

"ممی! آپ کی باتوں سے بڑی مایوسی کا اظہار ہو رہا ہے آپ تو مستقبل کی باتیں سمجھ لیتی ہیں۔ کیا آپ اپنے متعلق مستقبل میں کوئی خطرہ یا کوئی ایسی بات محسوس کر رہی ہیں یا سمجھ رہی ہیں کہ جس سے ہمیں بھی دکھ پہنچے؟"

وہ جلدی سے سنبھل کر بولیں "نہیں بیٹا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انشاء اللہ میں تمہیں صحت مند دیکھوں گی اور ہم ماں بیٹے جلد ہی ملیں گے۔"

مجھے ممی کی باتوں سے اور ان کے انداز سے یوں لگا جیسے وہ مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ میں نے ان سے رخصت طلب کی کہ اب میں سونے کے لئے جا رہا ہوں۔ پھر یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ ممی تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہیں۔ پھر سمجھ گئیں کہ میں چلا گیا ہوں۔ تب ان کی اصل سوچ ان کے دماغ میں آئی۔ وہ ایک دم سے نڈھال ہو گئیں۔ دل ایک دم ڈوبنے لگا اور ان کی آنکھوں میں جیسے آنسو آنا چاہتے تھے اور ان کے تصور میں میری تصویر تھی اور وہ اپنے گاڈ سے دعا مانگ رہی تھیں۔ بے شک میری زندگی کے دن اب پورے ہو رہے ہیں لیکن فرہاد کا چہرہ میں ایک بار ضرور دیکھ لوں اسے اپنے سینے سے لگا کر چوم لوں۔ میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ ایک بیٹا بنایا تو وہ بھی اتنی دور ہے۔ میں آخری وقت میں اسے دیکھنے کے لئے تڑپنے لگی ہوں اور مایوس ہو رہی ہوں کہ شاید ہم کبھی مل سکیں۔

پتہ نہیں جو لوگ علم نجوم کے ماہر ہوتے ہیں اور برسوں کا تجربہ رکھتے ہیں وہ اپنے مستقبل اور اپنی زندگی کے اختتام کے بارے میں بھی معلومات حاصل کر لیتے ہیں یا نہیں۔ ممی کی سوچ بتا رہی تھی کہ انہوں نے معلوم کر لیا ہے اور وہ اس دنیا سے رخصت ہونا چاہتی ہیں۔ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ خداوند کریم کے حکم سے۔ ہاں حکم خداوندی جس کے آگے علم نجوم، ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی اور دنیا کے سارے علوم سرنگوں ہو جاتے ہیں اور انسان فنا کی طرف آخری قدم اٹھاتا ہے اور پھر دوسرا قدم اٹھا نہیں پاتا۔

مجھے بڑی دیر کے لئے چپ لگ گئی۔ قدرت کا اصول ایسا ہے کہ انسان کو وقت سے پہلے اپنی موت کا علم نہیں ہوتا۔ ویسے اس دنیا میں ایسے واقعات بھی ہیں کہ کچھ لوگوں کو اپنی موت کا پہلے سے علم ہو جاتا ہے اور جب علم ہو جاتا ہے تو ان کے دل پر کیا گزرتی ہوگی یہ مجھے نہیں معلوم۔ ہاں ممی کی بات کہہ سکتا ہوں کہ انہیں دکھ نہیں تھا کیونکہ ایک دن تو انہیں دنیا سے اٹھنا تھا۔ بس ایک خواہش دل میں باقی تھی کہ وہ مجھے میرے اصلی چہرے کے ساتھ دیکھ لیں۔ مجھے جو میرے اور میرے ہی بازو میں آخری سانس لے کر اپنی تنہا زندگی کا یہ الزام مٹا دیں کہ وہ مرتے وقت تنہا نہیں تھیں۔ اپنے بیٹے کی... آغوش میں تھیں۔

میں بڑی دیر تک بہت اداس لیٹا رہا میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ میں خیال خوانی کروں یا سو جاؤں۔ رات بہت گزر گئی تھی۔ سو جانا چاہئے تھا پھر میں نے سوچا کہ مجھے زیادہ صدمہ سہنے کی عادت نہیں ہے۔ میرا مزاج بھی ایسا ہے کہ میں اپنے آپ کو دوسری طرح بہلا لیتا ہوں۔ کیوں نہ میں سو جاؤں۔ سو جاؤں گا تو ممی کا غم بھی کافور ہو جائے گا۔ کم از کم میری نیند کے دوران تو یہ صدمہ نہیں سہنے کا۔

میں سونا ہی چاہتا تھا کہ اچانک رسونتی کا خیال آیا۔ میں نے وہاں سبھی سے باتیں کی تھیں۔ ایک رسونتی رہ گئی تھی۔ اس کے دل میں بھی خواہش ہوگی کہ میں تنہائی میں اس سے باتیں کروں اور میں اس کے دل کی یہ بات بھی جانتا تھا کہ وہ میری طرف سے مایوس ہو چکی ہے اور میرے راستے سے ہٹنا چاہتی ہے۔ اکثر عورتیں عقل کی کھوٹی ہوتی ہیں۔ عشق میں ناکام ہو کر زہر کھا لیتی ہیں یا کسی اور طرح سے خودکشی کر لینے کی حماقت کرتی ہیں۔ رسونتی کی طرف سے بھی یہی ڈر تھا کہ وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر اور خود کو دنیا میں تنہا پا کر کوئی ایسا احمقانہ قدم نہ اٹھا لے۔

یہ سوچتے ہی میں اس کے پاس پہنچ گیا اور بڑے اچھے وقت پر پہنچا۔ وہ یقیناً مجھ سے مایوس ہو گئی تھی لیکن خودکشی نہیں کر رہی تھی۔ اپنے ہاتھوں اپنی جان لینے کا حوصلہ اس میں نہیں تھا۔ کچھ اچھا نہیں لگتا تھا کہ اپنی جان سے گزر جائے۔ مگر ہاں کسی اور طرح خودکشی کرنا چاہتی تھی۔ اس کے لئے اس نے سوچا تھا کہ چپ چاپ اس کاٹیج سے نکل جائے اور دور جنگل میں کہیں بھٹک جائے۔ کوئی شیر یا دوسرا جنگلی درندہ اسے کھا جائے گا یا پھر وہ زندہ رہی تو بھٹکتی ہوئی اتنی دور چلی جائے گی کہ میں اس کے پاس نہیں پہنچ سکوں گا یا حالات مجھے اس کے پاس پہنچنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

دراصل وہ مجھ سے ڈرتی تھی۔ میرے قریب نہیں رہنا چاہتی تھی، کسی ایسی جگہ بھی نہیں رہنا چاہتی تھی جہاں میرے پہنچنے کی توقع ہوتی۔ وہ جانتی تھی کہ درندوں سے بات بگڑی تو میں اس کی اور سونیا وغیرہ کی حفاظت کے لئے کسی نہ کسی طرح اس جنگل میں بھی پہنچ جاؤں گا۔ پھر اس کا میرا سامنا ہوگا۔ نظریں ملیں گی، دل کمزور ہوگا، جذبے شور مچائیں گے۔ پھر میری محبت کے نشے میں وہ یہ بھول جائے گی کہ میں صرف اس کا ہو کر نہیں رہ سکتا۔ آہ! یہ مرد ازل سے عورت کے مطالبے کو نہیں سمجھتے کہ وہ اپنے مرد کو صرف اپنا بنا کر رکھنا چاہتی ہے۔

وہ اپنے کمرے کا دروازہ بڑی آہستگی سے کھول کر باہر دیکھنے لگی۔ باہر کاٹیج کے چاروں طرف تھوڑی سی روشنی تھی جو دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے لئے اتنا گھپ اندھیرا تھا جیسے کاٹیج کے علاوہ ساری دنیا پر سیاہی پھیر دی گئی ہو اور یہ دنیا ایسی مٹ گئی ہو کہ ڈھونڈنے سے بھی نظر نہ آئے۔

اس کا دل ڈوبنے لگا۔ پتہ نہیں اس اندھیرے میں کیا ہو؟ پہلی بار خیال آیا کہ وہ جان دینے سے تو نہیں ڈرتی ہے لیکن عزت سے ڈرتی ہے۔ اگر کوئی جنگلی جانور سامنے آ جائے تو وہ نہیں ڈرے گی لیکن اگر کوئی جنگلی حملہ کر دے تب وہ کیا کرے گی۔ اس سے بدترین موت تو اور کوئی نہ ہوگی۔ وہ ایک دم سے گھبرانے لگی۔ کبھی واپس کمرے کی طرف دیکھنے لگی کہ ارادہ بدل دے۔ کبھی میرا خیال آیا تو پھر ایک دم سے فیصلہ کیا کہ نہیں جو کچھ بھی ہو۔ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانا چاہئے۔ اسی تذبذب میں وہ آگے بڑھتی رہی۔ دبے قدموں سے روشنی کی سرحد کو پار کر گئی۔

اب وہ اندھیرے میں تھی۔ اتنا اندھیرا بھی نہیں تھا۔ کیونکہ جہاں روشنی ختم ہوتی ہے وہاں سے پھر بھی روشنی کی تھوڑی سی بھیک اندھیرے کو ملتی ہے۔ اس نیم اندھیرے میں اور نیم روشنی میں وہ پھر ایک بار ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ کبھی جنگل کی طرف اور کبھی کاٹیج کی طرف۔ پھر وہ ہمت کر کے آگے بڑھ گئی۔ اب اسے قدم بڑھانے کے لئے سوچنا سمجھنا پڑتا تھا کہ کہیں کسی گڑھے میں نہ گر پڑے یا کسی خاردار جھاڑی میں نہ الجھ جائے۔ وہ سنبھل سنبھل کر آگے بڑھ رہی تھی۔ ایک اندھی کی طرح اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ تب اچانک ہی ایک ضبوط ہاتھ نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا.....

اور اس سے پہلے کہ وہ چیختی، ایک دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر جم گیا۔ اس کی چیخ حلق ہی میں گھٹ کر رہ گئی۔

میں ہڑبڑا کر بستر پر اٹھ بیٹھا۔ ایک نئی افتاد آ پڑی تھی۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ وہ اندھیرے سے ڈر کر واپس آ جائے گی لیکن وہ ضدی آگے بڑھتی رہی اور خود کو کسی مصیبت میں گرفتار کرا دیا۔ میں نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ اسے کس نے پکڑا ہے؟ جب تک پکڑنے والا اپنی آواز نہ سناتا۔ اس رفت تک میں رسونتی کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

تھوڑی دیر تک شکار اور شکاری کے درمیان کشمکش ہوتی رہی۔ رسونتی خود کو اس کی گرفت سے چھڑا نہیں پا رہی تھی۔

وہ گرفت اتنی مضبوط تھی کہ رسونتی کا دل دھڑکنے لگا تھا۔ کوئی قد آور ہستی تھی جو اس پر چھا گئی تھی وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا چاہتی تھی۔ مگر کون ظلم کر رہا ہے یہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے منہ پر اتنی سختی سے ہاتھ جما ہوا تھا کہ وہ اس ہاتھ کو ہٹا نہیں سکتی تھی۔ شکاری دوسرے ہاتھ سے اسے آہستہ آہستہ اب تھپک رہا تھا۔ اشارے میں سمجھا رہا تھا کہ اسے جدوجہد نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی شور مچانا چاہئے لیکن وہ چیخنے کا موقع نکالنا چاہتی تھی۔ اتنی دیر میں اس کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ وہاں اس کی جان کو تو خطرہ نہیں ہے مگر عزت خطرے میں ہے۔ اگر اس نے چیخ کر کسی کو مدد کے لئے نہ بلایا تو پھر وہ کہیں کی نہ رہے گی۔

میں نے فوراً ہی سونیا کے پاس پہنچ کر کہا۔ "جلدی اٹھو۔" رسونتی اپنے کمرے سے نکل کر باہر اندھیرے میں گئی تھی۔ وہاں کسی نے اسے دبوچ لیا ہے اور اسے چیخنے کا موقع نہیں دے رہا ہے۔ جلدی بھاگو۔"

میرے کہتے کہتے سونیا چھت سے اٹھ کر دوڑتے ہوئے کنارے کی طرف گئی۔ پھر وہاں سے چھلانگ لگائی اور دیکھتے ہی دیکھتے نیچے برآمدے کے سامنے پہنچ گئی۔ پھر اس نے چیخ کر آواز دی۔ "رسونتی! تم کہاں ہو؟"

اس وقت تک میں مرجانہ کو بھی خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ لیکن وہاں پہنچتے ہی میں نے اپنے دانت بھینچ لئے اور مٹھیاں باندھ لیں۔ مجھے غصہ آیا کہ اس کم بخت کی پٹائی کرنا شروع کر دوں کیونکہ وہ کم بخت میری سونیا اور رسونتی کے خلاف اپنی نفرت پر قابو نہ پا سکی تھی۔ اس وقت اسی نے رسونتی کو پکڑ رکھا تھا۔

سونیا کی آواز سنتے ہی مرجانہ نے رسونتی کو یکبارگی چھوڑ دیا اور روشنی کی طرف اسے دھکیلتے ہوئے خود دوسری طرف بھاگتی چلی

گئی۔ رسونتی کو آزادی ملتے ہی وہ پاگلوں کی طرح چیختی ہوئی، دوڑتی ہوئی سونیا کے پاس آئی اور اس سے لپٹ کر ایک دم سے دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ اسی وقت دوسری طرف سے مرجانہ کی آواز سنائی دی "کون ہے۔ میں نے ابھی بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنی ہے۔ خبردار حرکت نہ کرنا۔ میں گولی مار دوں گی۔"

میں مرجانہ کی چالاکی کو سمجھ رہا تھا۔ وہ سونیا کو سنانے کے لئے ایسی بکواس کر رہی تھی۔ پھر وہ تیزی سے چلتی ہوئی سونیا اور رسونتی کے پاس پہنچ کر بولی۔ "کیا بات ہے؟ رسونتی! کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے؟"

اتنے میں ممی اور سائرہ بانو بھی کاٹیج سے باہر آ گئی تھیں۔ انہیں بات کرتے دیکھ کر ممی نے رسونتی سے پوچھا۔ "آخر تمہیں اتنی رات کو تنہا باہر نکلنے کی کیا ضرورت تھی؟"

رسونتی ذرا ہچکچائی۔ وہ اس بات کا انکشاف نہیں کر سکتی تھی کہ وہ سب کو چھوڑ کر تنہا جنگل میں بھٹکنے جا رہی تھی۔ دوسرے لفظوں میں فرہاد کا ساتھ چھوڑ کر کہیں دُور چلی جانا چاہتی تھی۔ اس نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "ممی! اندر گھٹن ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا ذرا باہر یہاں روشنی میں ٹہلتی رہوں گی۔ مجھے اس لئے ڈر نہیں لگا تھا کہ اوپر سونیا اور مرجانہ موجود تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ یہ دونوں میری حفاظت کریں گی اور میرا یقین جھوٹا نہیں تھا، دیکھ لیجئے۔"

وہ سب یقین کرتی ہوئی کاٹیج میں آ گئیں۔ سائرہ بانو نے کہا۔ "مجھے تو نیند آ گئی تھی۔ میرا خیال ہے کہ تم سب ابھی تک جاگ رہی ہو۔"

سونیا نے کہا۔ "ہاں! ہمیں بھی اوپر چھت پر نیند نہیں آ رہی تھی۔ پھر ابھی مرجانہ باتھ روم میں جانے کے لئے نیچے آئی تو تھوڑی دیر بعد ہی مجھے فرہاد نے اطلاع دی کہ رسونتی خطرے میں ہے تب میں جاگتی ہوئی نیچے آئی تھی۔"

مرجانہ نے چونک کر سونیا کو دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا فرہاد نے تمہیں اس بات کی اطلاع دی تھی؟"

"ہاں! ورنہ مجھے کیسے معلوم ہوتا؟"

مرجانہ ان لوگوں سے معذرت کرتے ہوئے باتھ روم کی طرف جانے لگی۔ وہ تنہائی چاہتی تھی۔ پھر ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے کے باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے اس نے سوچ کے ذریعے مجھے پکارا۔ "فرہاد! کیا تم میرے پاس موجود ہو؟"

"موجود ہوں اور تمہاری حرکتیں بھی دیکھ رہا ہوں۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

وہ مسکرائی پھر بولی۔ "بس یونہی ہم جنگل میں ہیں نا اور یہاں وقت نہیں گزر رہا ہے۔ پھر یہ کہ اچھے دوست اور اچھے ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے میں تمہاری عجیب باتوں سے دوستی کر رہی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "نہیں، یہ غلط ہے۔ اسے نہ چھیڑو۔ وہ بہت پریشان ہے۔"

یہ کہہ کر میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے رسونتی کے ارادے بتائے اور اسے تاکید کر دی کہ رسونتی کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس چپ چاپ اس کی نگرانی کی جائے اور اسے کبھی اکیلے ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔

ان لوگوں کے ساتھ کافی وقت گزارنے کے بعد میں پھر دماغی طور پر ہسپتال کے کمرے میں واپس آ گیا۔ اس وقت رات کے تین بجے رہے تھے۔ اب مجھے سو جانا چاہئے تھا اور میں سونے کے لئے اپنے دماغ کو ہدایات دینے ہی والا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے لیٹے ہی لیٹے پوچھا۔ "کون ہے؟"

باہر سے وارڈ بوائے کی آواز آئی۔ "جناب! آپ کا ٹیلی فون ہے ماسٹر آپ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے جاؤ، میں بات کروں گا۔"

وارڈ بوائے چلا گیا۔ میں ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ٹیلی فون کا ریسیور رکھنے کے بعد میرا ہی انتظار کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "ہیلو ماسٹر! کیا بات ہے؟"

"مسٹر فرہاد! میں نے حشمت بیگ سے کہا تھا کہ جب آپ سو جائیں گے تو میں اس سے رابطہ قائم کروں گا۔ میں ابھی رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "بہت رات ہو چکی ہے۔ تین بج گئے ہیں۔ بہتر حال حشمت بیگ کو اسی وقت یقین آئے گا کہ میں سو رہا ہوں۔ آپ رابطہ قائم کریں۔ میں آپ کے پاس موجود رہوں گا۔"

اس نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر حشمت بیگ کے نمبر ڈائل کئے۔ تھوڑی دیر بعد اس سے رابطہ قائم ہوا۔ وہ نیند بھری آواز میں ذرا سا جھنجلاتے ہوئے بول رہا تھا۔ "ہیلو، کیا بات ہے۔ اتنی رات کو فون کرنے کی کیا تُک ہے؟"

"مسٹر حشمت بیگ! میں ماسٹر بوس ٹرونی بول رہا ہوں اور فرہاد سے چھپ کر باتیں کرنے کے لئے یہی وقت مناسب ہوتا ہے۔"

اس نے جھلاہٹ چھپاتے ہوئے کہا۔ "ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے اپنے بیٹے سے باتیں کی ہیں۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ اگر سپر ماسٹر بھی تمہارا ساتھ دینا چاہتا ہے اور میں اپنی تنظیم میں شامل کرنا چاہتا ہے تو پہلے ہمارا یہ کام ہو جائے یعنی اپنی اپنی پسند کی ہستیوں کا تبادلہ۔ فرہاد، مرجانہ اور سائرہ بانو کو اپنی طرف فون کے لئے میرے بیٹے نے کہا ہے کہ آپ چاہیں تو فرہاد کو نیند کا انجکشن دے سکتے ہیں۔ وہ ایک طویل گہری نیند سو جائے گا۔ اس کے سونے کے دوران ہم بہت کچھ الٹ پھیر کر لیں گے۔ صرف مرجانہ اور سائرہ بانو ہی نہیں بلکہ فرہاد کو بھی اس کی جگہ سے اٹھا کر لے آئیں گے۔"

ماسٹر بوس ٹرونی نے کہا۔ "یہ کام کے لئے ناممکن نہیں ہے۔ میں کوشش کروں تو فرہاد کو نیند کا انجکشن دے سکتا ہوں لیکن ابھی میں اپنے سپر ماسٹر سے بات کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ سپر ماسٹر ان دونوں دوسرے معاملات میں اس بُری طرح مصروف ہے کہ اس سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا ہے۔ جب بھی رابطہ قائم ہو گا میں آپ کو پھر تکلیف دوں گا اور اس سلسلے میں بات کو آگے بڑھاؤں گا۔ فی الحال معذوری ہے۔ ہمیں پھر کل تک انتظار کرنا ہو گا۔ کل تک سے مراد یہ ہے کہ کل کسی وقت جب فرہاد سوئے گا۔ تب ہی ہم باتیں کر سکتے ہیں۔"

ان کے درمیان گفتگو جلد ہی ختم ہو گئی۔ میں نے بوس ٹرونی سے اطمینان کا اظہار کیا۔ پھر رخصت ہو کر اپنے دماغ کو حسبِ معمول سونے کے متعلق ہدایات دیں اور گہری نیند میں ڈوب گیا۔ سامی کافی دیر تک سوئی رہی تھی۔ اس لئے وہ میرے سونے کے دوران جاگتی رہی اور کمرے میں ہی موجود رہی۔

دوسرے دن بھی بوس ٹرونی نے بہانے کر کے حشمت بیگ کو ٹال دیا۔ حشمت بیگ بھی خاموشی سے اس کے بہانوں کو تسلیم کرتا رہا۔ تیسرے دن جب میں سونیا اور مرجانہ وغیرہ کے پاس پہنچا تو رات کا کھانا باہر کھلے سبزہ زار میں چولہا جلا کر کھانا پکا رہی تھی اور یہ چولہا جلانے کے لئے وہ درخت کی لکڑیاں کاٹ کر لائی تھیں۔ پتہ چلا کہ سونیا نے مٹی کا تیل کو بھی ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے وہ ایسی چیزوں کی بچت کر رہی تھی۔

وہ پانچوں وہاں اپنی خوشی سے تو نہیں تھیں مگر جس حال میں تھیں، خوش تھیں۔ انہیں بڑا اطمینان تھا کہ میں ہوش میں آ گیا ہوں اور ان سے رابطہ قائم کرتا رہتا ہوں۔ پھر یہ کہ سونیا اور مرجانہ کی موجودگی نے باقی تین عورتوں کی ہمت بندھائی ہوئی تھی۔ سونیا اور مرجانہ اپنے پاس ایک ایک ریوالور اور کارتوس کی پیٹیاں رکھتی تھیں۔ ایک ریوالور ممی کے پاس اور چوتھا سائرہ بانو کے پاس ہوتا تھا۔ رسونتی نہ تو ریوالور چلانا جانتی تھی اور نہ ہی وہاں پانچواں ریوالور تھا۔ علاوہ اس ہتھیار کی موجودگی میں بے دھڑک کاٹیج سے ذرا دُور چہل قدمی کے لئے بھی کبھی کبھی نکل جاتی تھیں۔ دُور دُور تک جنگلی پھل تلاش کرتی تھیں۔ گھنے درختوں کے سائے تھے۔ دن کے وقت بہت اچھا لگتا تھا اور وہ جیسے وہاں پکنک منا رہی تھیں۔

جب پانچویں دن میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا تو ایک دم ہی حالات بدل گئے۔ سونیا بہت پریشان نظر آ رہی تھی۔ معلوم ہوا کہ مرجانہ اور اس کی امی سائرہ بانو دونوں ہی غائب ہیں۔ میں نے سونیا سے پوچھا۔ "آخر وہ غائب کیسے ہو گئیں۔ کیا وہ کاٹیج سے کہیں دُور گئی تھیں؟"

سونیا نے کہا۔ "ہاں! مرجانہ کے پاس ریوالور اور کارتوس کی پیٹی تھی۔ اس لئے ہمیں اطمینان تھا۔ دونوں ماں بیٹی باتیں کرتے ہوئے کاٹیج سے دُور چلی گئی تھیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد ہمیں ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے جنگل میں بہت سے گھوڑے دوڑ رہے ہوں۔ اس کے بعد ہی ایک چیخ سنائی دی۔ میں نے آواز کی سمت کا اندازہ کیا۔ پھر ریوالور لے کر اس طرف جانا چاہتی تھی۔ مگر رسونتی نے مجھے پکڑ لیا۔ وہ خوفزدہ تھی اور التجا کر رہی تھی کہ اسے تنہا چھوڑ کر نہ جاؤں۔ میں نے ممی سے کہا۔ "آپ کے پاس ریوالور ہے۔ آپ رسونتی کا خیال رکھیں۔ میں بھی واپس آ جاؤں گی۔ میں انہیں تسلی دے کر بہت دُور تک تلاش کرتی ہوئی گئی لیکن ان کا کچھ پتہ نہ چلا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی ان کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں فوراً مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا لیکن اس کا دماغ میرے کام نہیں آ سکتا تھا کیونکہ وہ بے ہوش پڑی ہوئی تھی میں نے اس کی امی کے دماغ میں چپ چاپ جھانک کر دیکھا۔ وہ ننگے فرش پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھیں اور ایک ہاتھ سے انہوں نے اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔ تھوڑی دیر پہلے وہ سوچ رہی تھیں، کاش فرہاد خیال خوانی کے ذریعے ان لوگوں کے پاس پہنچ جائے۔ بس یہی ایک سہارا تھا۔ میں نے انہیں آہستگی سے مخاطب کیا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ فوراً ہی بولیں۔ "او بیٹے! تم آ گئے، خدا کا شکر ہے۔ دیکھو ہماری کیا حالت ہو رہی ہے۔ پتہ نہیں، بدمعاشوں نے ہمیں کہاں لا کر ڈال دیا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "جب آپ کو یہاں لایا گیا تو اس وقت آپ ہوش میں تھیں؟"

"ہاں! میں ہوش میں تھی مگر ان بدمعاشوں نے میری بیٹی کو بڑی بے دردی سے مارا ہے۔ پیچھے سے اس کے سر پر ضرب لگائی تھی۔ وہ دھکے میں مار کھا گئی۔ مگر وہ حملہ ایسا زبردست تھا کہ میری بیٹی چکرا کر گری تو پھر خود اٹھ نہ سکی۔ دو آدمیوں نے اسے ایک گھوڑے پر ڈالا تھا۔ پھر ایک نے مجھے زبردستی اٹھا کر گھوڑے پر بٹھایا اور وہ جنگلوں میں دوڑتے رہے۔ میں اندازہ نہیں کر سکتی کہ کب تک وہ گھوڑے دوڑتے رہے۔ میں دنیا بھر کی مصیبتیں اپنی جوانی میں اٹھا چکی ہوں اور مصیبتوں کے وقت اپنے ہوش و حواس قائم رکھنے کا بھی سلیقہ آ گیا ہے۔ بدمعاشوں کی گرفت میں تھوڑی دیر تک چیخنے چلانے کے بعد میرے دماغ نے کہا کہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

راستے کو پہچاننے کی کوشش کرنا چاہیے لیکن راستہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ جنگل ہی جنگل تھا۔ درخت ہی درخت نظر آرہے تھے۔ اور وہ درختوں کے سائے میں اِدھر اُدھر سے گزرتے جارہے تھے پتہ نہیں ان لوگوں کو راستہ کیسے معلوم ہو رہا تھا۔ اچانک میری نظر اس شخص کی کلائی پر پڑی جس نے مجھے گرفت میں لیا ہوا تھا میں نے دیکھا۔ گھڑی کے بجائے اس کی کلائی میں قطب نما بندھا ہوا تھا اور اسی قطب نما کی رہنمائی میں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھوڑے دوڑاتا جارہا تھا۔

میں نے پوچھا "آخر اُن کی گھڑ سواری کہاں ختم ہوئی؟"

"جہاں ختم ہونی وہ بھی گھنا جنگل ہی تھا اور اونچی اُونچی جھاڑیاں بھیئن انہی جھاڑیوں کے درمیان وہ راستہ تھا۔ چار آدمیوں نے ایک بڑے سے پتھر کی سِل ہٹائی تو ایک زینہ نظر آیا۔ جو زمین کے اندر چلا گیا تھا۔ اسی زینے کے راستے ہم ماں بیٹی کو یہاں لاکر رکھا گیا ہے۔"

"کیا وہ یہ کوشش وہاں موجود ہیں؟"

"پتہ نہیں بیٹے! میں نے تو کئی بار آوازیں دیں، پانی مانگا مگر کسی بہانے سے بھی بلانے پر کوئی نہ آیا اور نہ ہی جواباً کوئی آواز سنائی دی۔ یہاں اتنی گہری تاریکی ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا ہے۔"

میں نے پوچھا "مرجانہ کے سر میں جہاں ضرب لگائی گئی تھی۔ کیا وہاں سے خون بہہ رہا ہے؟"

"پہلے بہہ رہا تھا۔ مگر اب سوکھ گیا ہے۔ زخم پر پپڑیاں جم ہیں۔"

میں نے انہیں مشورہ دیا "آپ آہستہ آہستہ اس کے چہرے کو اور گردن کو سہلاتی رہیں۔ وہ جلد ہی ہوش میں آجائے گی۔ میں ابھی سرنیا کے پاس سے ہو کر آتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر دونوں ماں بیٹی کی روداد سنائی سونیا نے پریشان ہو کر پوچھا "میں کیا کروں؟ کیسے انہیں تلاش کروں؟ کاش کہ میرے پاس بھی ایک قطب نما ہوتا۔"

اگر قطب نما ہوتا تب بھی تم اس مقام تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ اس لئے کہ سفر کبھی سیدھا ایک سمت نہیں ہوتا۔ بیچ بیچ بدلتی رہتی ہیں۔ امّی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ گھنے درختوں کے سائے میں کبھی اِدھر سے اور کبھی اُدھر سے گزر رہے تھے۔ یقیناً سمتیں بدل رہی تھیں۔ صرف وہی لوگ سمجھ رہے تھے کہ ان کی منزل کس طرف ہے اور وہ صرف مشرق و مغرب، شمال اور جنوب کو قطب نما کے ذریعے سمجھ رہے تھے۔"

سونیا نے کہا۔ "ماسٹر موسیٰ طرونی اور حشمت بیگ کے درمیان مذاکرات جاری تھے اور وہ لوگ ابھی کسی آخری فیصلے پر نہیں پہنچے تھے۔ پھر یہ حرکت ہمارے خلاف کیوں کی گئی؟ مرجانہ اور سائرہ بانو کو اغوا کیوں کیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حشمت بیگ اور اس کے بیٹے جلال بیگ نے سمجھ لیا ہے کہ انہیں ملا جارہا ہے۔ لئے وہ اپنے طور پر اپنے مقصد پوں پر عمل کر رہے ہیں۔"

"ہاں! ایسی چالیں چل رہے ہیں کہ میں مجبور ہو کر ہیرے سے باہر نکل آؤں۔"

"اب کیا ہوگا۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ تم تو ہسپتال سے ابھی نکل نہیں سکتے۔"

"صرف تین دن ہوگئے ہیں۔ تین دن کے بعد میرے چہرے سے پٹیاں اتار دی جائیں گی۔ لیکن ان تین دنوں میں امّی کا کیا ہوگا؟ وہ تو بڑی دہشت زدہ ہو رہی ہیں۔ مرجانہ ہوش میں آئے گی تو اس کی طرف سے اتنی فکر نہیں ہے۔ وہ خود کو اور اپنی امّی کو سنبھال لے گی لیکن ہم یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوں گے کہ وہ بے یار و مددگار ہیں۔"

وہ بولی "ایسے حالات میں مجھ سے خاموش بیٹھا نہیں جاتا۔ میرے اندر ہلچل سی مچی ہوئی ہے کہ میں ریوالور اور کارتوس کی پیٹی لے کر نکل پڑوں اور جنگل میں انہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے بس ہی رہوں۔ آتا چلوں، اتنا ڈھونڈوں کہ تھک کر گر پڑوں۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ تم کس قدر بے چین ہو لیکن تم ممّی اور سرنیا کو تنہا چھوڑ کر نہیں جاسکتیں۔ وہاں تو مرجانہ سے بڑی امیدیں ہیں وہ حالات سے نمٹ لے گی لیکن یہاں ممّی اور سرنیا تو بالکل ہی ہیں اور کبھی کسی نے وہاں ان پر حملہ کیا تو وہ دونوں اپنی حفاظت بھی نہیں کرسکیں گی۔ تمہیں اس کے پاس ہی رہنا چاہیے۔"

یہ باتیں سمجھا کر میں سائرہ بانو کے پاس پہنچا۔ اس وقت پتہ چلا کہ مرجانہ ہوش میں آگئی ہے۔ اس وقت وہ کراہ رہی تھی میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "مرجانہ! ہمت کام لو۔ میں تمہارے پاس ہوں۔ کیا حال ہے تمہارا؟"

"میرے سر پر اتنی سخت ضرب لگائی ہے کہ مجھے یہی ہوا جیسے میرا سر پھٹ گیا ہو۔ میرا سر اس وقت بڑی طرح دُکھ رہا ہے۔"

برداشت کرنا ہی ہوگا۔ اب کیا کیا جاسکتا ہے؟ وہاں ڈاکٹر ہے نہ دوائیں ہیں۔"

وہ بولی "میرے استاد والٹر وکی نے مجھے تکلیف برداشت کرنے کی عادت سکھائی ہے اور میں برداشت کرسکتی ہوں۔"

"شاباش! آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرو۔ ہی کوئی دیوار ہو تو ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ۔"

اُس نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ قریب ہی ایک دیوار تھی وہاں وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ اور گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ میں نے کہا "میں تمہارے دماغ میں رہ کر تمہاری تکالیف کو تمہاری طرح محسوس کرسکتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم کمزور نہیں ہو۔ تم اب بھی دشمنوں سے مقابلہ کرسکتی ہو لیکن سر کی تکلیف ایسی ہے کہ اٹھنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے۔ تمہارا سر چکرا رہا ہے حتیٰ کہ سوچ کے ذریعے بھی تمہیں باتیں کرنا اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ لہٰذا تم کچھ نہ بولو۔ کبھی کبھی میں تم سے کچھ کہہ دیا کروں گا اور جب ذرا سی ہمت ہو تو ضرور اٹھنے کی کوشش کرنا اور دیوار کے سہارے چلتی رہنا۔ دیوار کو ٹٹول کر اندازہ کرنا کہ جہاں ہو، وہ کتنا بڑا کمرہ یا بند خانہ ہے اور اس کا کوئی دروازہ کہاں پر ہے۔ اندر ہوا آنے کے لئے روشن دان جیسی کوئی چیز تو ضرور ہوگی۔ تلاش کرنے سے کچھ نہ کچھ کام کی بات ضرور معلوم ہوگی۔"

میرا مشورہ سنتے ہی وہ آہستہ آہستہ اٹھنے لگی۔ میں نے پوچھا "یہ کیا کر رہی ہو؟ ابھی ذرا آرام کرلو۔ اپنے سر کی تکلیف پر قابو پاؤ۔"

مگر وہ نہیں سُن رہی تھی۔ دیوار سے اپنی پیٹھ لگائے آہستہ آہستہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اٹھ رہی تھی۔ پھر وہ سیدھی کھڑی ہوگئی۔ اسی وقت سائرہ بانو نے اس کے پاؤں کو پکڑتے ہوئے پوچھا "بیٹی! یہ تم کیوں اٹھ گئیں؟ کہاں جارہی ہو؟"

مرجانہ نے سوچ کے ذریعے مجھ سے کہا "فرہاد! امی کو سمجھاؤ کہ وہ خوفزدہ نہ ہوں۔ میں ان کے ساتھ ہوں۔ تم بھی ہو۔ میں ابھی دیواروں کے سہارے چلتے چلتے ان کے پاس واپس پہنچ جاؤں گی۔"

میں نے سائرہ بانو کو سمجھایا کہ انہیں نہیں ڈرنا چاہیے۔ وہ جا کو تھوڑی دیر بعد مرجانہ واپس آجائے گی۔ ماں آخر ماں ہوتی ہے۔ انہوں نے جلدی سے کہا "نہیں بیٹے! میں بالکل نہیں ڈرتی۔ میں یہاں اکیلی بیٹھی رہوں گی۔ تم مرجانہ کے ساتھ رہو۔ میری فکر نہ کرو۔ دیکھو اسے تنہا نہ چھوڑنا۔"

میں نے انہیں تسلی دی "آپ اطمینان رکھیں۔ میں آپ دونوں میں سے کسی کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ کبھی اس کے پاس رہوں گا۔ کبھی آپ کے پاس۔ دونوں کی خبر لیتا رہوں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

اس دوران سائرہ بانو نے اس کے پاؤں کو چھوڑ دیا تھا اور مرجانہ دیوار سے لگی ہوئی آہستہ آہستہ تکلیف برداشت کرتی ہوئی ٹھہر ٹھہر کر بڑھتی جارہی تھی۔ دیواریں کھُردری تھیں کبھی کبھی اسے دیوار پر پتھر محسوس ہوتے۔ کبھی مٹی۔ ایسا لگتا تھا کہ اندر ہی اندر زمین کو کھود کر وہ تہہ خانہ بنایا گیا ہو۔

میں اس کے دماغ میں بیٹھا انتظار کرتا رہا کہ وہ آگے بڑھتے بڑھتے دیوار کے اس کنارے تک پہنچ جائے گی۔ یہاں سے دوسری دیوار شروع ہوگئی۔ جیسا کہ ایک کمرے کی چار دیواری ہوتی ہے کسی کمرے کی ایک دیوار سے لگ کر چلا جائے تو چاروں سمت چلنے والے کو مڑنا پڑتا ہے۔ مگر مرجانہ نے بڑی دیر تک چلنے کے بعد بھی کسی سمت نہ مڑی۔ وہ دیوار سیدھی چلی گئی تھی۔ تب میں نے اس سے کہا "مرجانہ! رُک جاؤ۔"

وہ رُک گئی۔ پھر نڈھال ہو کر آہستہ آہستہ بیٹھنے لگی میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے دماغ میں کیسی سنسناہٹ ہے اور کس طرح اس کے زخم سے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کیا کر رہی ہے؟ جیسے وہ بے خودی کے عالم میں دیوار سے لگ کر اتنی دُور چلی آئی تھی اور چلے آنے میں اس کے ارادے کا دخل نہیں تھا۔ بس اس کی جسمانی طبیعت اسے وہاں تک کھینچ لائی تھی۔ میں نے اسے آرام کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اسے سمجھا دیا کہ بس آگے نہ بڑھے۔ پہلے اپنے آپ کو سنبھالے، واپس جانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کی امّی کو اس کے پاس ہی پہنچا دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر میں سائرہ بانو کے پاس پہنچا۔ پھر انہیں کہا "مرجانہ تھوڑی دُور جا کر تھک گئی ہے اور بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ اس کے پاس آجائیں۔"

"بیٹے! میں اس اندھیرے میں کیسے جاؤں؟ وہ کہاں ہوگی؟"

میں نے کہا "اگر آپ اپنے پاس والی دیوار پر بیٹھ لگا کر آگے بڑھیں گی تو آپ کو دائیں طرف جانا پڑے گا اور اگر اس دیوار کے رُوبرو کھڑی ہو کر دونوں ہاتھوں سے ٹٹولتے ہوئے چلیں گی تو بھر بائیں طرف چلتے ہوئے آپ اپنی بیٹی تک پہنچ جائیں گی۔"

وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سوچنے لگیں کہ دیوار کس سمت ہے۔ انہوں نے کچھ عرصہ کے بعد بیٹی کے پاؤں کو پکڑا تھا۔ وہ سوچتے ہوئے ایک طرف کھسکنے لگیں مگر کھسکنے کے باوجود دیوار نہیں ملی۔ میں نے پریشان ہو کر پوچھا "امّی! آپ یہ کیا کر رہی ہیں؟ کدھر جارہی ہیں؟ دیوار تو آپ کے قریب ہی ہونی چاہیے؟"

"ہاں بیٹا! ابھی تو اِدھر ہی تھی۔" وہ دونوں ہاتھوں سے اِدھر اُدھر ٹٹولنے لگیں پھر کچھ آگے بڑھ گئیں۔ بڑھتے ہی ان کا ہاتھ دیوار سے لگ گیا۔ تب میں نے اطمینان کی سانس لے کر کہا "ٹھیک ہے

اب آپ اس کے سہارے کھڑی ہو جائیں۔"

وہ دیوار کے رُوبرو دونوں ہاتھ ٹیک کر کھڑی ہو گئیں پھر اس دیوار کو ٹٹولتے ہوئے بائیں طرف بڑھنے لگیں۔ میں ان کے ساتھ لگا رہا اور ان کے ہاتھوں سے اور دماغ سے یہ محسوس کرتا رہا کہ یہی دیوار ہے کیونکہ کہیں کہیں دیوار پر پتھر اور کہیں کہیں مٹی محسوس ہوتی تھی۔ وہ میرے اندازے کے مطابق صحیح سمت جا رہی تھیں۔ میں انتظار کرتا رہا کہ وہ آگے بڑھتے بڑھتے مرجانہ تک پہنچ جائیں گی۔ تھوڑی دیر بعد اچانک اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ حماقت یوں کہ مرجانہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بہت ٹھہر ٹھہر کر آگے بڑھ رہی تھی۔ اس لئے اس نے بہت کم فاصلہ طے کیا تھا لیکن سائرہ بانو تو چاق و چوبند تھیں۔ وہ جلدی جلدی دیوار کا سہارا لیتے ہوئے بڑھ رہی تھیں۔ جتنی دیر میں نے انتظار کیا اتنی دیر میں وہ بہت دُور نکل گئی تھیں اور اس کے باوجود انہیں مرجانہ کہیں محسوس نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے آہستگی سے آواز دی "بیٹی! تم کہاں ہو؟"

جواب میں بیٹی کی آواز سنائی نہیں دی۔ شاید بیٹی نے آواز نہیں سنی تھی۔ میں نے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "تمہاری امی تمہیں آواز دے رہی ہیں۔ کیا تم نے نہیں سنا؟"

"نہیں۔ میں نے تو نہیں سُنا، امی کہاں ہیں؟"

پھر اس نے بلند آواز سے پکارا "امی آپ کہاں ہیں؟" وہاں تہہ خانے کے سناٹے میں آواز گونجتی ہوئی دُور تک گئی۔ میں سائرہ بانو تک پہنچ گیا۔ مرجانہ کی آواز انہوں نے سنی تھی لیکن وہ آواز بہت دُور سے آئی تھی۔ انہوں نے حواساً پیغام کہا۔ "بیٹی! میں یہاں ہوں۔ میں تو زاد راہ کی ہدایت کے مطابق عمل کرتے ہوئے دیوار کے رُوبرو بائیں طرف چلتی جا رہی ہوں، لیکن تم سے ملاقات نہیں ہو رہی ہے؟"

میں نے کہا "امی! آپ اندھیرے میں گڑبڑا گئی ہیں۔ مرجانہ جس دیوار کا سہارا لے کر آگے بڑھی تھی، شاید آپ نے اس دیوار کا سہارا نہیں لیا ہے۔ یہ کوئی دوسری دیوار ہے۔"

یہی بات میں نے مرجانہ کو بتائی "امی اندھیرے میں بدحواس سی ہو کر کسی دُوسری دیوار کا سہارا لے رہی ہیں۔ میں نے انہیں روک دیا ہے۔ اب سوچنا ہے کہ تم دونوں کیسے پھر ایک جگہ آ سکتی ہو؟"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ میرا دماغ تیزی سے سوچتا رہا۔ پھر میں نے مرجانہ سے کہا "ایک بات سمجھ میں آتی ہے۔ تمہاری امی جہاں تمہارے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہیں تھوڑا سا کھسکتے ہوئے دوسری دیوار کے پاس پہنچ گئی تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ کسی کمرے یا تہہ خانے میں نہیں بلکہ سُرنگ میں ہو اور یہ سُرنگ زیادہ چوڑی نہیں ہے۔ تم جس دیوار سے لگی کھڑی ہو اگر دو تین قدم پیچھے آگے بڑھو تو شاید تمہیں اپنے سامنے دوسری دیوار مل جائے گی۔"

وہ بیٹھی ہوئی تھی۔ دیوار کا سہارا لے کر پھر کراہتے ہوئے بڑی مشکل سے اٹھنے لگی۔ سائرہ دُور کے اس کا سر پھٹا جا رہا تھا ظالموں نے بڑی بیدردی سے اس کے سر پر ضرب لگائی تھی۔ درد میں ایسی لڑکی تھی کہ معمولی چوٹوں کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔ اس نے بچپن ہی سے دُکھ تکلیفیں برداشت کرنے کی ہمت پائی تھی لیکن اس وقت وہ تکلیف برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ یقیناً اس کا سر اس بُری طرح زخمی ہوا تھا کہ اس کے لئے باقاعدہ علاج کی بھی ضرورت تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک دیوار سے پیٹھ لگائے ہانپتی رہی اور تکلیف کو برداشت کرتی رہی۔ پھر اس نے آہستہ سے بائیں طرف کو پہلے ایک قدم، پھر دوسرا قدم اور پھر تیسرا قدم رکھا۔ سامنے کی سمت اندھیرے میں دونوں ہاتھوں کو آگے بڑھا کر راستہ ٹٹولتے ہوئے چلنے لگی۔ چوتھے قدم پر اس کا ہاتھ ایک دیوار سے لگ گیا۔ یقیناً وہ کوئی سرنگ تھی۔ میں نے کہا "میرا اندازہ درست ہو رہا ہے۔ اب تم ذرا اوپر ہاتھ اٹھا کر دیکھو۔ اگر یہ سرنگ ہے تو اس کی چھت بھی نیچی ہو گی۔"

لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر نہ دیکھ سکی۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور اس کا سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ وہ دیوار کا سہارا لے کر اِدھر سے اُدھر ڈگمگا رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ بیٹھنے لگی۔ کراہتے ہوئے کہنے لگی "فرہاد! میں..... مجھ سے اب برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ شاید میں بے ہوش ہو جاؤں۔ امی کا خیال رکھو۔" یہ کہتے کہتے وہ زمین پر دوزانو ہوئی۔ اس کے بعد اوندھے منہ گر پڑی۔ دُور کہیں سے سائرہ بانو کی آواز آہستہ آہستہ گم ہونے لگی۔ میں سمجھ گیا کہ مرجانہ بے ہوش ہو گئی ہے اور اب میں اس کے دماغ سے دوسروں کو نہیں سن سکوں گا۔ میں اس کے پاس سے نکل کر سائرہ بانو کے پاس پہنچا۔ پھر ان سے کہا "آپ خاموش ہو جائیں۔ مرجانہ ابھی جواب نہیں دے سکے گی۔ وہ کمزور ہو گئی ہے۔ اس وقت ایک جگہ لیٹی ہوئی ہے۔ اسے آنکھیں بند کر کے چپ چاپ لیٹے رہنے دیں۔ میں آپ کی رہنمائی کرتا رہوں گا۔ آپ آہستہ آہستہ وہاں پہنچنے کی کوشش کریں۔"

میں نے سائرہ بانو کو یہ نہیں بتایا کہ مرجانہ بے ہوش ہو گئی ہے۔ ایسا کہنے پر وہ اور پریشان ہو جاتیں اور اپنی بیٹی کے لئے چیخنا چلّانا اور رونا شروع کر دیتیں۔ میں نے کہا "آپ اب بائیں طرف بڑھتی جا رہی تھیں۔ اب آپ دائیں طرف بڑھنا شروع کر دیں۔ میرا اندازہ ہے کہ آپ اُدھر پہنچ جائیں گی، جہاں وہ لیٹی ہوئی ہے۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق اب دیوار سے لگ کر دونوں ہاتھوں سے دیوار کو ٹٹولتے ہوئے دائیں طرف بڑھنے لگیں۔ میں ان کے دماغ میں موجود رہا۔ تاکہ کہیں وہ پھر بھٹک جائیں لیکن تقدیر میں کچھ اور لکھا تھا۔ اچانک ڈاکٹر میکی براڈلے کے بارے میں آگیا۔ وہ میرے چہرے پر لگی ہوئی پلاسٹر کی پٹیوں کا معائنہ کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ روز صبح و شام معائنہ کرتا تھا اور ان پٹیوں کے اوپر ہی کچھ دوائیں لگایا کرتا تھا۔ اس کے آنے کے باعث میں ذرا دیر کے لئے اس سے باتوں میں کھو گیا۔ بمشکل دو تین منٹ اس کے ساتھ میں نے ضائع کئے ہوں گے پھر میں نے اس سے معذرت چاہتے ہوئے کہا "دیکھئے! اس وقت میں بہت ضروری خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ آپ مجھے ڈسٹرب نہ کریں۔ اپنا کام کرتے رہیں، میں چپ چاپ پڑا رہوں گا۔"

ڈاکٹر میکی براڈلے نے کہا "بیٹک! میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کروں گا۔ تم اپنا کام کرو۔"

میں دوسرے ہی لمحے سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اسی طرح دیوار کو ٹٹولتے ہوئے دائیں طرف بڑھتی چلی جا رہی تھیں۔ میں چپ چاپ ان کے دماغ میں موجود رہا۔ جب وہ بہت دیر چلتی رہیں تو میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟ کیا آپ کو مرجانہ مل گئی ہے؟"

"نہیں، وہ تو کہیں نہیں ہے۔"

"جس طرح آپ آگے بڑھتی جا رہی ہیں، اس حساب سے اب تک آپ مرجانہ کے پاس پہنچ کر مجھ کو اس سے ٹکرا جانا چاہئے تھا آپ کے پاؤں اس کی طرف بڑھتے تو آپ اسے محسوس کر لیں۔ لیکن آپ کہاں جا رہی ہیں؟ کیا آپ نے دیوار تو نہیں چھوڑ دی؟"

"نہیں، میں اسی دیوار سے لگ کر چل رہی ہوں۔ ہاں جگہ جگہ دیوار پھر دوسری طرف مڑ گئی تھی۔ میں بھی اس کے ساتھ مڑتے ہوئے آگے بڑھ گئی ہوں۔ کیا تم یہ سب محسوس نہیں کر رہے ہو...؟"

میں نے پریشان ہو کر کہا "میں یہاں ہسپتال کے کمرے میں ڈاکٹر میکی براڈلے کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا تھا۔ اس دوران سیکنڈ میں پتہ نہیں آپ کیسے ایک دیوار سے دوسری دیوار پر پہنچ گئیں۔"

"بیٹے! یہ دوسری دیوار نہیں ہے۔ اسی دیوار کے سلسلے میں چل رہی ہوں۔ بس یہی ہے کہ یہ ایک طرف مڑ گئی ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سرنگ دوسری طرف مڑ کر بھی گئی ہے یعنی اس سرنگ میں کئی سمت راستے گئے ہیں۔ بڑی مشکل ہے۔ آپ تو راستے سے بھٹک گئی ہیں جدھر جا رہی ہیں اُدھر آپ نہیں جا رہی ہیں۔ ذرا دیر ٹھہر جائیے۔ مجھے کچھ سوچنے سمجھنے دیجئے۔"

دماغ بُری طرح الجھ کر رہ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ دونوں ماں بیٹی اندھیری سُرنگ میں گم ہو گئی تھیں۔ راستہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ پہلے وہ ایک جگہ تھیں۔ اب پھر ایک تھیں۔ یہ اور زیادہ پریشانی کی بات تھی کہ سائرہ بانو اکیلی بھٹکتی رہتیں۔ انہیں سنبھالنا بہت مشکل ہو جاتا۔ کسی نہ کسی طرح انہیں مرجانہ کے پاس پہنچانا ضروری تھا۔

ڈاکٹر میکی براڈلے کی آواز سنائی دی "فرہاد! کیا بات ہے تم مضطرباں ہمیں لیے ہو؟ کیا کوئی پریشانی ہے؟"

میں نے کہا "ہاں ڈاکٹر! میرے دو ساتھی بہت ہی مصیبت میں گرفتار ہیں اور وہ ایسے حالات سے گزر رہے ہیں کہ میں ابھی ان کی مدد نہیں کر سکتا ہوں۔ بس یہ رٹ ہے کہ ان کے لئے کیا کروں؟ آپ کچھ خیال نہ کریں۔ میں آپ سے باتیں نہیں کر سکوں گا۔"

یہ کہہ کر میں پھر سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا۔

وہ اپنی بیٹی کے لئے رو رہی تھیں۔ مجھے آوازیں دے کر کہہ رہی تھیں "فرہاد! تم کہاں ہو۔ تم سچ سچ بتاؤ، میری بیٹی خیریت سے ہے یا نہیں۔ وہ میری باتوں کا جواب کیوں نہیں دیتی ہے؟"

"امی! آپ اس سے بہت دُور چلی آئی ہیں۔ آپ کی آواز اس کے پاس پہنچ نہیں سکتی۔ اگر پہنچے گی تب بھی وہ اس قدر کمزوری محسوس کر رہی ہے کہ ابھی کچھ بولنا نہیں چاہتی ہے۔ میں انشاء اللہ آپ کو اس کے پاس پہنچا دوں گا۔ اب آپ ایسا کریں کہ اس دیوار سے پیٹھ لگا کر کھڑی ہو جائیں۔ اس کے بعد بالکل سیدھی سمت قدم بڑھائیں، دونوں ہاتھوں سے ٹٹولتی رہیں۔ آپ کو سامنے ہی ایک دیوار ملے گی۔ جب وہاں پہنچ جائیں گی تو پھر آگے بتاؤں گا۔"

وہ دیوار سے پیٹھ لگانے کے بعد سامنے کی طرف بڑھنے لگی اندھوں کی طرح دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر راستہ ٹٹولنے لگیں لیکن اس طرح ٹٹولنے کے باوجود وہ ایک جگہ ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گر پڑیں۔ ان کے حلق سے چیخ نکلی۔ میں نے تسلی دی "ہمت سے کام لیں۔ کوئی بات نہیں ہے۔ اندھیرے میں تو ٹھوکر لگتی ہی ہے۔ آپ اٹھنے کی کوشش کریں.....؟"

انہیں تسلی دیتے ہی میں نے ان کی سوچ پڑھی تو پتہ چلا کہ انہوں نے ٹھوکر نہیں کھائی تھی۔ بلکہ کسی نے ٹانگ اڑائی تھی اور وہ اوندھے منہ گر پڑی تھیں۔ وہ چیخنے لگیں "کون ہے؟ کون ہے؟"

اسی وقت کسی نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ایک جھٹکے سے انہیں اٹھایا۔ وہ پھر چیخنے لگیں "کون ہے، مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ خدا کے

لئے رحم کرو۔ ہم ماں بیٹی پر ظلم نہ کرو۔"

ان کے بولنے کے دوران دو آدمیوں نے انہیں دو طرف سے پکڑ لیا۔ پھر انہیں ایک طرف لے جانے لگے وہ تڑپنے اور مچلنے لگیں، چیخنے لگیں "مجھے چھوڑ دو۔ میری بیٹی کے پاس مجھے جانے دو خدا کے لئے ہم ماں بیٹی پر ظلم نہ کرو۔ تم جو چاہو گے میں تنہائی ہر بات، ہر مطالبہ پورا کروں گی۔ لیکن میری بیٹی اس وقت بہت کمزور ہے اسے سخت چوٹیں آئی ہیں، خدا کے لئے مجھے جانے دو۔"

میں جانتا تھا کہ سائرہ بانو کو گرفت میں لینے والے اپنی آواز نہیں سنائیں گے۔ اب انہیں بچانے کا ایک ہی طریقہ تھا۔ میں فوراً ہی سائرہ بانو کے دماغ میں قابض ہو گیا۔ چلتے چلتے یک بیک انہوں نے الٹی قلابازی کھائی۔ دو طرف سے انہیں گرفت میں لیا گیا تھا۔ ان کی گرفت ایک دم ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک ادھیڑ عمر عورت قلابازی کھانے کے کرتب دکھا سکتی ہے۔ گرفت ڈھیلی ہوتے ہی سائرہ بانو نے دونوں ہاتھوں کو زور سے جھٹکا دیا۔ وہ دونوں لڑکھڑاتے ہوئے شاید پیچھے چلے گئے تھے کیونکہ اب وہ سائرہ بانو کے پاس نہیں تھے۔ اندھیرے میں گم ہو چکے تھے۔

میں نے سوچا کہ میں سائرہ بانو کو اپنا معمول بنا کر ان کے دماغ پر قابض ہو کر کیا کر سکتا ہوں۔ میں اسی طرح کرتب تو دکھا سکتا تھا اور بچاؤ کے لئے کوششیں کر سکتا تھا لیکن جوابی حملے اس لئے نہیں کر سکتا تھا کہ سائرہ بانو ہاتھ پاؤں کی نازک تھیں اگر وہ گھونسے یا کراٹے کے ہاتھ جاتیں تو دشمنوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔

بہرحال سائرہ بانو کو معجزوں سے نجات دلانے کا یہی ایک راستہ تھا کہ میں ان کے دماغ کو اپنالوں اور انہیں گم ہو جانے دوں۔ لہٰذا سرنگ کے اس اندھیرے میں اس وقت جسمانی طور پر تو سائرہ بانو تھیں لیکن دماغی طور پر میں کھڑا ہوا تھا اور دشمن مجھے ڈھونڈ رہے تھے اور میں پیچھے کی طرف ہٹتے ہوئے ان سے الجھ رہا تھا۔ تاکہ وہ میرے قریب آئیں۔ نہ سائرہ بانو کے ہاتھ سے مجھے لڑنے کی ضرورت پیش آئی۔ پیچھے ہٹتے وقت سائرہ بانو کا بدن دیوار سے لگ گیا۔ یعنی میں جو دماغی طور سے وہاں موجود تھا، میں دماغی طور سے وہاں لگ گیا تھا اور وہاں کھڑا ہوا سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ دوسری طرف سے بھی خاموشی تھی۔ شاید وہ لوگ اندھیرے میں تلاش کر رہے تھے کہ شکار کہاں گیا؟ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد مجھے اچانک یہ خیال آیا کہ میں ان لوگوں سے سائرہ بانو کو بچانے کی حماقت کر رہا ہوں۔

حماقت اس طرح کہ مجھے یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ لوگ سائرہ بانو کو کہاں لے جاتے ہیں۔ یقیناً اس سرنگ سے باہر ایسی جگہ لے جائیں گے جہاں حشمت بیگ یا جلال بیگ اس دولت تک پہنچنے کا راستہ معلوم کر سکیں۔ اس کے لیے وہ یقیناً صرف سائرہ بانو کو اٹھا کر لے جانا چاہتے ہوں گے۔

یہ سوچتے ہی میں نے بچاؤ کا ارادہ دماغ سے نکالا۔ وہیں سے سائرہ بانو کی آواز میں چیخ کر کہا "خبردار! قریب نہ آنا۔ ورنہ بہت برا ہوگا۔"

ایسا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ میری آواز سن کر اس سمت میں آئیں اور مجھے پکڑ لیں۔ یعنی سائرہ بانو کو اٹھا کر لے جائیں اور یہی ہوا۔ آواز سنتے ہی وہ اندھیرے میں میرا اندازہ کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ میں سائرہ بانو کے دماغ میں ہی موجود رہا۔ کیونکہ اگر میں اس دماغ کو آزاد چھوڑتا تو وہ دہشت زدہ ہو جاتیں۔ پھر چیخنے چلانے لگتیں۔ جب ان لوگوں نے مجھے (سائرہ بانو کے جسم کو) گرفت میں لیا تو میں نے زیادہ چلانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ بس یونہی تھوڑی بہت غوں غاں سی چیخ پکار کی۔ پھر اس کے بعد چپ رہا۔ اس طرح جلد وہ مجھے لے کر چلتے ہوئے سرنگ سے گزرتے ہوئے کہیں جا رہے تھے۔

مجھے مرجانہ کی بے بسی پر افسوس ہو رہا تھا۔ میری بچی آرام تھا کہ میں اپنی اس دوست کی خاطر کسی طرح اپنی جان داؤ پر لگا دوں۔ میں اس کے لئے کیا کروں؟ بے چاری سرنگ کے کسی میں بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ اور اس کے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں دے رہا تھا۔ بس ایک ہی امید تھی کہ سائرہ بانو کو لے جانے کہیں سرنگ سے باہر پہنچیں اور کسی حد تک بے نقاب ہو پھر ان سے کھیل کھیلا جا سکتا ہے اور دوبارہ مرجانہ کے پاس لے سرنگ سے باہر لے جایا جا سکتا ہے۔

وہ لوگ چلتے ہی جا رہے تھے۔ وقت نہیں تھم رہا تھا۔ نہیں ہو رہا تھا۔ آخر ایک جگہ پہنچ کر وہ رک گئے۔ انہوں نے کو زمین پر کھڑا کیا۔ ایک نے پیچھے سے ان کے دونوں بازو سے جکڑ لیا تھا۔ دوسرا انہیں غائب ہو گیا۔ میں نے سائرہ بانو سے اس سناٹے کی آہٹیں سننے کی کوشش کی۔ ہلکی ہلکی دھپ کی آواز سنائی دے رہی تھی اور یہ آواز اوپر کی طرف جا رہی تھی کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے کہ وہ دوسرا شخص زینے پر چڑھ رہا ہے۔ میرے جی میں آیا کہ میں ایک بار پھر سائرہ بانو کے میں گھس کر اس شخص کو مدد لوں۔ اس سے نجات حاصل کر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر جا کر خود ہی باہر نکلنے کا راستہ تلاش لیکن یہ حماقت ہوتی۔ اس لئے میں نے صبر سے کام لیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ جیسے پتھر کی سل ہٹائی جا رہی ہو اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ ہلکی ہلکی روشنی اب سرنگ کے اندر آ رہی تھی۔

اس روشنی میں ایک لوٹا سا چھوٹا زینہ نظر آیا اور کسی شخص کے پاؤں نظر آئے جو اوپری زینے پر تھے۔ اس کے جسم کا باقی حصہ اب اس جگہ سے باہر چلا گیا تھا جہاں سے وہ پتھر ہٹایا گیا تھا۔ میں نے سائرہ بانو کی آنکھ سے ادھر ادھر دیکھا تو زینے کے نچلے حصے میں زمین پر ایک چھوٹا سا پتھر پڑا ہوا تھا۔ میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔ میں نے پوری قوت سے سائرہ بانو کے جسم کو استعمال کرتے ہوئے اس شخص کی گرفت سے اپنے آپ چھڑا لیا۔ پھر ذرا سا جھک کر پتھر کو اٹھا لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ شخص لڑکھڑانے کے بعد سائرہ بانو کی طرف بڑھتا، سائرہ بانو کے دونوں ہاتھوں نے بڑی مضبوطی سے اس پتھر کو اس کے سر پر دے مارا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی اور وہ سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بیٹھ گیا۔ سائرہ بانو فوراً ہی پلٹ کر زینے پر چڑھنے لگیں اسی وقت اوپر شاید کرایئے کی آواز پہنچی تھی۔ پھر زینے پر چڑھنے کی آواز بھی آ رہی تھی۔ اوپر سے کسی نے پوچھا "اگر ایک ہی عورت اٹھائی ہے تو وہ کون ہے؟"

جو شخص اوپری حصے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے آہستگی سے کہا "ہم اندھیرے میں اس کی صورت نہیں دیکھ سکے۔ اب آپ کہیں تو نیچے جا کر اس روشنی میں اسے دیکھیں کہ کون ہاتھ آئی ہے؟"

"پھر میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ جا کر اس کا منہ دیکھو۔"

اس سے پہلے کہ وہ شخص اوپری زینے سے پلٹ کر نیچے آتا سائرہ بانو زینے پر سے چیختے ہوئے اوپر جانے لگیں "اللہ کے واسطے میرے حال پر رحم کرو۔ میری بچی بے ہوش پڑی ہوئی ہے اسے طبی امداد پہنچاؤ۔ یہ انسانی فرض ہے۔ خدا کے لئے بالکل ہی ردے نہ بن جاؤ۔"

سائرہ بانو کو اوپر آتے دیکھ کر بات کرنے والوں کو چپ سی لگ گئی۔ ان کا خیال تھا کہ ان کی آواز سائرہ بانو کے کانوں تک نہیں پہنچی ہے۔ یا سائرہ بانو کے ذہن میں مجھ تک نہیں پہنچی ہے وہ پھر سے گونگے بن گئے۔ اوپری زینے پر کھڑے ہوئے شخص نے نیچے جھک کر سائرہ بانو کی طرف دیکھا۔ اسی وقت میں نے سائرہ بانو کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا کر ڈگمگانے لگیں۔ زینے پر سے گرنا چاہتی تھیں کہ پھر میں نے دماغی طور پر انہیں سنبھالا لو وہ اپنا توازن برقرار رکھ سکیں۔ پھر میں نے ان کے دماغ میں کہا "امی! ذرا حوصلہ کو سنبھالیں۔ اب تک میں نے آپ کے دماغ کو اپنے قبضے میں رکھا تھا۔ دشمنوں پر یہ ظاہر نہ ہونے دیں کہ میرا آپ سے یا مرجانہ سے رابطہ ہے۔ آپ یہی کہیں کہ مزاد آپ لوگوں سے دور رہا ہے اور تقریباً چھ گھنٹے سے اس نے ہم سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔"

سائرہ بانو نے پوچھا "میری بیٹی کہاں ہے؟ کیسی ہے؟"

"آپ مرجانہ کی فکر بالکل نہ کریں۔ وہ بخیریت ہے۔ آپ اس وقت گھبراہٹ، پریشانی اور خوف کا اظہار کرتی رہیں۔ یہ دشمن آپ کو جہاں لے جانا چاہیں، اطمینان سے چلی جائیں لیکن ایسی جدوجہد کرتی رہیں جیسے آپ بیٹی کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی ہوں۔ میں آپ کی بیٹی کے ساتھ رہوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ مرجانہ کی سلامتی کے لئے میں جیسا کہہ رہا ہوں، ویسا ہی کریں۔ فوراً گھبراہٹ اور پریشانی کا اظہار کریں۔"

سائرہ بانو تو پریشان تھیں ہی اور خوفزدہ بھی۔ اس لئے پریشانی اور خوف کا اظہار کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ میں انہیں چھوڑ کر اوپر باتیں کرنے والے دو آدمیوں میں سے ایک کے دماغ میں پہنچا۔ جس کے دماغ میں پہنچا وہ اوپر جھاڑیوں کے درمیان کھڑا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس چار آدمی ادب سے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جس کے دماغ میں، میں پہنچا، وہ ان کا سرغنہ تھا۔

سرنگ کے زینے پر سے اٹھ کر اوپر جھاڑیوں میں جھانکنے والے آدمی نے اشارے سے کہا کہ وہ عورت زینے پر ہے۔ آ کر دیکھ لیا جائے کہ کون ہے؟

وہ سرغنہ آگے بڑھا اور اس نے وہیں سے جھانک کر اندر زینے کی طرف دیکھا۔ سائرہ بانو کا چہرہ روشنی میں آ گیا تھا۔ صاف نظر آ رہا تھا۔ تب جھانکنے والے کے دماغ نے کہا "اوہ! یہ تو بہت اچھا ہوا۔ سائرہ بانو ہاتھ آئی ہے۔ ہمیں اسی کی ضرورت تھی۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی اس نے زینے کے پاس کھڑے ہوئے شخص سے اشارتاً کہا کہ سائرہ بانو کو پکڑ کر اوپر لے جائیں۔ اس کے اشاروں پر عمل کیا گیا۔ اس شخص نے سائرہ بانو کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچتے ہوئے اشارے سے کہا کہ وہ چپ چاپ اوپر چلی آئے۔ سائرہ بانو سمجھ رہی تھیں۔ کبھی چیخ رہی تھیں، کبھی اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے تڑپ رہی تھیں۔ پھر وہ اوپر آ گئیں۔

چار ماتحت آگے بڑھے۔ ان میں سے ایک نے سائرہ بانو کے منہ پر کپڑا باندھ دیا۔ پھر آنکھوں پر بھی پٹی باندھ دی گئی۔ پھر دو آدمی انہیں دو طرف سے پکڑ کر جھاڑیوں کے پار لے جانے لگے۔

وہ شخص چپ چاپ کھڑا انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ

لوگ بہت دور نکل گئے اور اسے یقین ہو گیا کہ سائرہ بانو کے کانوں تک اس کی آواز نہیں پہنچے گی تب اس نے اطمینان سے اپنے سامنے کھڑے ہوئے آدمی سے کہا۔ سائرہ بانو کو تو تم لوگ اندھیرے میں بھی ڈھونڈ کر لے آئے۔ اس کی بیٹی مرجانہ کہاں ہے؟"

اس آدمی نے جواب دیا۔ "مسٹر کیشو! آپ جانتے ہیں کہ ہم اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر گئے تھے۔ بس ایک ذرا سا یہ اطمینان تھا کہ مرجانہ بُری طرح زخمی ہے۔ شاید کہیں دم توڑ گئی ہو گی۔ ہم اس کی ماں کو آسانی سے اٹھا کر لے آئیں گے۔ لیکن اندھیرے میں پہچاننا بہت مشکل تھا۔ جب اندھیرے میں ہم نے کسی کے قدموں کی آہٹ سنی اور وہ آہٹ ہمارے قریب آتی ہوئی محسوس ہوئی تب ہم نے سمجھ لیا کہ وہ سائرہ بانو ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مرجانہ اتنی جلدی چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہو گی۔ اسی اندازے کے مطابق ہم سائرہ بانو کو اٹھا کر لے آئے۔ لیکن مرجانہ کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتے کہ وہ اس وقت اس اندھیری سرنگ میں کہاں پڑی ہو گی؟"

کیشو نے کہا۔ "اس لڑکی کو بھی زندہ رکھنا بہت ضروری ہے۔ جلال بیگ نے کہا تھا کہ مرجانہ کو بہت زیادہ نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اس حد تک اسے کمزور بنایا جائے کہ وہ زندہ رہ سکے بہرحال ہمیں اس سرنگ کے اندر اب لوٹ کر جانا ہو گا۔"

کیشو کے ماتحت نے کہا۔ "ہمیں اپنے ساتھ اور چار بہترین قسم کے فائٹروں کو لے جانا چاہئے۔ کیونکہ مرجانہ کی رپورٹ ہمارے سامنے ہے۔ اس نے ہیلی کاپٹر کے پاس دیکھتے ہی دیکھتے دو آدمیوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اور باقی دو کو قیدی بنا لیا تھا۔ اس سے پہلے کا ریکارڈ بھی بڑا خراب ہے۔ ہمیں بہت محتاط ہو کر وہاں جانا ہو گا۔"

کیشو نے کہا۔ "تم خواہ مخواہ گھبرا رہے ہو۔ مرجانہ بُری طرح زخمی ہے۔ اس قابل بھی نہیں ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں ہلا سکے۔ اگر وہ اس قابل ہوتی تو اپنی ماں کے لئے ڈھال بن جاتی۔ بہرحال چلو، چار آدمیوں کو بلا لو۔"

اسی وقت میں نے کیشو کے دماغ میں کہا۔ "مجھے اپنے ساتھ فرسٹ ایڈ کا سامان بھی لے جانا چاہئے۔ یقیناً مرجانہ کے زخموں کی مرہم پٹی کرنی ہو گی۔ ایسا نہ کیا جائے گا تو ہم اسے زندہ کیسے رکھ سکیں گے؟"

کیشو کا ماتحت جھاڑیوں سے گزرتا ہوا جا رہا تھا۔ کیشو نے اسے پھر آواز دے کر کہا۔ "اور ہاں! دیکھو فرسٹ ایڈ کا پورا سامان اٹھا کر لے آؤ۔ وہاں اس لڑکی کی مرہم پٹی کرنی ہو گی۔"

میں نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر اسی وقت۔ مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ اب وہ ہوش میں آئی ہے یا نہیں وہ اب بے ہوش نہیں تھی۔ کسی قدر ہوش میں تھی۔ لیکن اس آپ میں نہیں تھی۔ اس کی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟ سر کی تکلیف بڑھ گئی تھی کہ اب وہ تکلیف ایک طرح سے نشہ بن گئی تھی۔ درد کے نشے میں تھی۔ اس پر ایک عجیب بے خودی کا عالم تھا۔ آنکھیں کھول کر دیکھتی تو اندھیرے میں کتنے ہی دیئے جلتے بجھتے آتے۔ کبھی اس کا دماغ بجھنے لگتا تھا اور کبھی دیئے کی طرح جلنے لگتا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "مرجانہ! میں فرشتہ ہوں۔ تمہارے پاس ہوں۔ ذرا ہمت سے کام لو۔ میں نے ابھی معلوم کیا ہے۔ دشمن تمہاری مرہم پٹی کے لئے یہاں آنے والے ہیں۔"

اس کی کمزور سوچ نے کہا۔ "کون ہے؟ کون مجھ سے بول رہا ہے؟"

"مرجانہ! میں اتنی دور ہوں کہ تمہیں اپنے بازوؤں میں نہیں لے سکتا۔ ورنہ میں ساری دنیا سے سارے مصائب سے اور تکلیفوں سے تمہیں بچا کر چھپا لیتا۔ کوئی تمہیں دیکھ نہ پاتا۔ میں صرف خیال خوانی کے ذریعے ہی تمہارے پاس پہنچ سکتا ہوں۔"

اس کی سوچ نے ذرا سنبھل کر کہا۔ "اوہ! فرشتہ تم ہو۔ تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ دیکھو اب میں اس دنیا سے جانے والی ہوں۔ مجھے تھوڑی دیر کے لئے آرام کر لینے دو۔ اب میں آخری سانس تم سے گنوا لوں کہ تمہارے بازوؤں میں مرنے کو جی چاہتا ہے۔ آہ، کہاں ہیں تمہارے بازو؟"

ایسا کہتے وقت اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اس کا سر ایک طرف کو ڈھلک گیا۔ وہ ایک دم سے نڈھال ہو گئی تھی۔ اب وہ میرے ذریعے بھی کچھ بولنا نہیں چاہتی تھی۔ میں بھی خاموش ہو گیا۔ آنے والوں کا انتظار کرنے لگا۔ اچھے خاصے انتظار کے بعد دور کی آہٹ سنائی دی۔ پھر اس تاریک سرنگ میں ٹارچ کی روشنی ادھر سے اُدھر لہرانے لگی۔ وہ روشنی آہستہ آہستہ زندگی کی طرح بھٹکتی ہوئی مرجانہ کے قریب پہنچ گئی۔ پھر مرجانہ کو دیکھتے ہی وہ لوگ تیزی سے چلتے ہوئے اس کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ کیشو کے دماغ میں تھا اور اسی کے دماغ سے سمجھ رہا تھا کہ روشنی میں مرجانہ کا چہرہ پہچانا نہیں جا رہا ہے۔ کیونکہ اتنا خون بہہ رہا تھا کہ وہ خون تمام چہرے پر پھیل گیا تھا۔ بال بھی خون سے تر ہو گئے تھے اور اب وہ خون جم کر بالوں پر جم گیا تھا۔ وہ عجیب سی نظر آ رہی تھی۔

کیشو سوچنے لگا۔ "ایسے تو اس لڑکی کے زخموں پر پٹی نہیں لگائی جا سکتی۔ پہلے اس کے سر کو دھونا ہو گا، زخم کو

صاف ہونا ہو گا۔" اس کے بعد مرہم پٹی ہو سکتی ہے۔"

یہ سوچ کر اس نے اپنے ماتحتوں کو اشارے سے کہا کہ مرجانہ کو اٹھا کر اوپر لے چلیں۔ وہ لوگ اسے اٹھا کر لے جانے لگے اوپر آ کر وہ مرجانہ کو غار سے باہر ایک ایسی جگہ لائے جہاں ایک خیمہ لگا ہوا تھا۔ مرجانہ کو خیمے کے اندر پہنچایا گیا۔ پھر پانی لا کر اس کے بالوں کو اچھی طرح دھویا گیا۔ چہرے پر سے خون کو صاف کیا گیا۔ زخموں کو بھی اچھی طرح صاف کرتے رہنے سے وہ کراہتی رہی۔ تکلیف بڑھتی رہی۔ لیکن وہ لوگ بڑی پیڑی سے مرہم پٹی کر رہے تھے۔ دوائیں لگا کر پٹی باندھنے کے بعد اس کے بازو میں ایک انجکشن لگایا گیا۔ پھر وہ لوگ اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگے۔

وہ بیہوش ہی تھی۔ لیکن بولنے کے قابل نہیں تھی۔ آنکھیں کھولنے سے بھی جی نہیں چاہتا تھا۔ مرہم پٹی کے بعد ذرا آرام ملا تھا تو وہ ایسی طرح لیٹی رہنا چاہتی تھی۔ پھر انجکشن نے اثر دکھایا تو سر کی تکلیف کچھ کم ہونے لگی۔ تب اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ وہ اندھے منہ لیٹی ہوئی تھی لیکن سر کا پچھلا حصہ بُری طرح زخمی تھا۔ وہ چت ہو کر لیٹ نہیں سکتی تھی۔ اسے نیچے کے اندر کا ایک حصہ نظر آ رہا تھا۔ سامنے ہی ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پیچھے دو آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے آنکھ کھولتے ہی پوچھا۔ "میری امی کہاں ہیں؟"

کیشو نے جواب دیا۔ "تم فکر نہ کرو۔ وہ خیریت سے ہیں اور ہم نے انہیں حشمت بیگ کا مہمان بنا کر بھیج دیا ہے۔ وہ پیر میں پہنچنے والی ہوں گی۔"

حشمت بیگ جیسے دشمن کا نام سنتے ہی مرجانہ کو غصہ آنے لگا تھا۔ اسی وقت میں نے اس سے کہا۔ "دیکھو! مرجانہ اپنے دماغ میں ایک ایسا راستہ بنتے کو پیدا نہ ہونے دو ورنہ تمہیں بہت نقصان پہنچے گا۔ تم بہت کمزور ہو اور تمہارا دماغ اس وقت ہیجانی جذبات کا متحمل نہ ہو سکے گا۔ بالکل پُرسکون رہو۔ میں تمہاری امی کے ساتھ ہوں گا۔ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

مرجانہ کی سوچ نے کہا۔ "تو پھر تم میرے پاس کیوں ہو؟ فوراً جاؤ اور میری امی کے ساتھ رہو۔ میری فکر نہ کرو۔"

"میں جاتا ہوں مگر وعدہ کرو کہ جب تک تمہارے سر کا زخم بھر نہ جائے اور تم اچھی طرح چلنے پھرنے کے قابل نہ ہو جاؤ۔ اس وقت تک دشمنوں کے خلاف کوئی حرکت نہ کرنا۔ میرا انتظار کرتی رہنا۔ ہم دشمنوں کا تب ہی کچھ کیا جائے گا۔"

"اچھی بات ہے میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہارے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گی۔ اب تم ان کے پاس جاؤ۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا۔ کافی دیر سے میں نے ان کی خبر نہیں لی تھی۔ ویسے اطمینان تھا کہ انہیں کوئی جانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ کیونکہ ان کی بے انتہا دولت کی دشمنوں کو ضرورت تھی اور وہ مرجانہ کے انتقام سے بھی بچنا چاہتے تھے اس کے لئے سائرہ بانو کی زندگی ضروری تھی۔

جب میں سائرہ بانو کے پاس پہنچا تو وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھی ہوئی تھیں اور ہیلی کاپٹر انجانی سمت پرواز کر رہا تھا۔ ان کی آنکھوں کی پٹیاں کھول دی گئی تھیں۔ منہ پر سے بھی کپڑا ہٹا لیا گیا تھا۔ میں نے کہا۔ "امی! میں حاضر ہوں۔ دیر اس لئے ہو گئی کہ اب تک آپ کی بیٹی کے پاس تھا۔ اس کی مرہم پٹی ہو چکی ہے۔ اب وہ آرام سے ایک بستر پر لیٹی ہوئی ہے تو میں مطمئن ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں۔"

ان کی ممتا نے تڑپ کر پوچھا۔ "میری بیٹی بالکل خیریت سے ہے نا؟"

"بالکل خیریت سے ہے۔ آپ ذرا بھی فکر نہ کریں۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو یا مجھے بہلا رہے ہو؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں امی۔ آپ سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔"

وہ اطمینان میں سر ہلا کر بولیں۔ "ہاں! ٹھیک ہے۔ ابھی مجھے پتہ چل جائے گا کہ میری بیٹی خیریت سے ہے یا نہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیسے پتہ چلے گا؟"

انہوں نے جواب دیا۔ "جو دشمن مجھے یہاں سے لے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اس شرط پر میرے منہ پر اور آنکھ پر سے پٹی کھولی ہے کہ میں شور نہیں مچاؤں گی اور کسی کو مدد کے لئے نہیں پکاروں گی۔ تب مجھے پیرس پہنچتے ہی میری بیٹی کی آواز سنائی جائے گی اور مجھ سے بات کرائی جائے گی۔ یوں مجھے اس کی خیریت کا علم ہو جائے گا اور اگر میں شور مچاؤں گی یا کسی کو مدد کے لئے پکاروں گی تو پیرس پہنچتے ہی مجھے میری بیٹی کی لاش کی تصویر دکھائی جائے گی۔ میں کبھی اس کی لاش کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ میرے اندر معمر تھری سی پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نے ان کی ہر بات مان لی ہے اور میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ کسی کو اپنی مدد کے لئے نہیں پکاروں گی۔ میں صرف اپنی بیٹی کی سلامتی چاہتی ہوں اور اسی امید پر اپنی بچی سے دور پیرس جا رہی ہوں کہ وہاں پہنچتے ہی اس سے رابطہ قائم ہو گا اور اس سے باتیں ہو سکیں گی۔"

"آپ کو پتہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو پیرس میں کہاں لے جائیں گے؟"

"یہ مجھے نہیں معلوم ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ میرے ہی بنگلے میں لے جائیں گے اور مجھ سے معلوم کرنا چاہیں گے کہ میری وہ خفیہ دولت

کہاں ہے جس کا چرچا عام ہو رہا ہے؟"

میں نے کہا: "میری معلومات کے مطابق آپ کو حشمت بیگ کا مہمان بنا کر لے جایا جا رہا ہے۔"

یسن کر وہ پریشان ہو گئیں۔ میں نے کہا: "پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں مانتا ہوں کہ وہ ذلیل آدمی ہے لیکن میں آپ کے ساتھ موجود رہوں گا تو وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"بیٹے! مجھ پر تو یہ بات صادق آتی ہے کہ مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آسان ہو گئیں۔ میں اتنی مشکلات سے گزرتی رہی ہوں کہ میں اپنی ذات کے لئے اب کبھی پریشان نہیں ہوتی جب سے میں ماں بنی ہوں۔ میں نے مرجانہ کو جنم دیا ہے۔ تب سے میری زندگی کا مقصد ایک ہی ہے۔ میری بیٹی اور اس کی سلامتی۔ میری تم سے التجا ہے کہ اس کا ساتھ کبھی نہ چھوڑو۔ میری فکر بالکل نہ کرو۔ ہو سکے تو ہر لمحہ اس کے ساتھ رہ کر اس کی حفاظت کرتے رہو۔ دشمن اسے نگلنے پر تلے ہوئے ہیں اور مجھ سے ذرا بھی کوئی غلطی ہوئی یا میں نے کسی بات کو ماننے سے انکار کر دیا تو وہ مرجانہ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میں چاہتی ہوں کہ کسی طرح تم اسے ان کی قید سے نکال کر لے جاؤ۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ مجھ پر بڑا احسان ہوگا اور میں سکون سے مر سکوں گی۔"

"امی آپ کے دشمن مریں گے۔ آپ مرنے کی بات نہ کریں۔ زندہ رہنے کی باتیں کریں۔ آپ کی بیٹی بھی زندہ سلامت رہے گی اور بہت جلد میں ماں بیٹی کو ملا دوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ بس تین دن میرے چہرے کی پٹیاں کھلنے میں باقی رہ گئے ہیں۔ اس کے بعد دیکھئے کہ میں دشمنوں کا کیا حشر کرتا ہوں؟"

میں انہیں تسلی دے کر واپس جانا چاہتا تھا کہ ان کی سوچ کے ذریعے پتہ چلا۔ ہیلی کاپٹر کی پرواز نیچی ہو رہی ہے۔ ان کی سوچ نے کہا: "یہ ہیلی کاپٹر کسی عمارت کی چھت پر اتر رہا ہے اور چونکہ میں یہاں سے ایک بار گزر چکی ہوں۔ اس لئے اس شہر کو پہچان رہی ہوں۔ یہ رُدم ہے۔"

میں نے پوچھا: "آپ کو پتا ہے کہ یہ ہیلی کاپٹر کہاں کہاں سے پرواز کرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہے؟"

"جب مجھے ہیلی کاپٹر میں بٹھایا گیا تو اس وقت میری آنکھیں بند تھیں۔ پرواز کرنے کے بعد بہت دیر تک میری آنکھیں پر پٹی بندھی رہی۔ پھر وہ پٹی کھول دی گئی۔ تب میں نے دیکھا کہ ہیلی کاپٹر سمندری حصے سے گزر رہا ہے۔ پھر اس کے بعد خشکی کا حصہ آیا اور اب رُدم کا وسطی حصہ ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اٹلی کے کسی شہر سے پرواز کرتے ہیں اور سمندر کے چھوٹے حصے کو عبور کر کے بحیرہ روم میں وا... کسی جزیرے سے پہنچتے ہیں۔ جہاں آپ لوگوں کو قید کیا گیا تھا۔ اور... جزیرہ ہے؟"

"جانے دو۔ کوئی سی بھی جگہ ہو۔ تم مرجانہ کے پاس رہو۔"

"آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں ابھی اس کے پاس سے آ رہا ہوں۔ وہ آنکھیں بند کئے آرام سے لیٹی ہوئی ہے۔ اور ابھی کسی طرح بھی ڈسٹرب نہیں کرنا ہے۔ اسی لیے میں تھوڑا سا... آپ کے ساتھ گزار رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے پہنچنے کے بعد دشمن آپ سے کچھ باتیں کرتے ہیں یا نہیں۔ ہم... کی باتیں سننا میرے لیے بے حد ضروری ہے۔ آخر میں ایسا... گا تو آپ لوگوں کی حفاظت کرنا دشوار ہو جائے گا۔"

وہ خاموش رہیں۔ اس وقت تک وہ ہیلی کاپٹر اس عمار... کی چھت پر اتر گیا تھا۔ اور اب سائرہ بانو دو محافظوں کی نگرا... ہیلی کاپٹر سے اتر رہی تھیں۔ سامنے ہی کھلی ہوئی چھت پر جان عالم... اپنے ماتحتوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے سائرہ بانو کو... یہاں تک آپ لوگوں کے رابطے کا ذریعہ بنا ہوا ہوں۔ زیادہ... کو آپ کے سامنے لایا جا سکتا۔ آپ لوگوں سے گفتگو کرنے کے... نہیں کی جا سکتی۔ صرف مجھے ہی قربانی کا بکرا بنایا گیا ہے اور... ایک بھاری معاوضے کے لالچ میں ایسا کر رہا ہوں۔ اپنی بیٹی... ہوتی ہیں۔ بہرحال آیئے آپ سے کچھ ضروری باتیں کر لی جائیں۔"

سائرہ بانو نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "میں... پہلے اپنی بیٹی سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

جان عالم نے کہا: "آپ اطمینان رکھیں۔ اس کا بھی... ہے۔ ٹرانسمٹر مائیک کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ ٹرانسمٹر کو کنٹرول ہو چکا ہے۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی... گفتگو کرا دی جائے گی۔"

وہ لوگ چھت سے اتر کر زینہ طے کرتے ہوئے... ایک کمرے میں پہنچے۔ اس دوران میں جان عالم کی سوچ... اور معلوم کرتا رہا کہ وہ سائرہ بانو سے کیا باتیں کرنا چاہتا ہے۔

وہ ایک کمرے میں آئے۔ وہاں سائرہ بانو کے لیے چائے اور... اچھا خاصا انتظام تھا۔ وہ کھانا پینا نہیں چاہتی تھیں۔ انہیں... کی بیٹی کی آواز سنی: "ہیلو۔ امی میں مرجانہ... ہوں۔"

"بیٹی! میں بالکل خیریت سے ہوں۔ اس وقت رُدم میں ہوں اور مرجانے والی ہوں۔ وہاں حشمت بیگ سے ضروری معلومات پر گفتگو کرنی تھی لیکن جان عالم نے سمجھایا: "دیکھئے، آپ کی زندگی... کی بیٹی کے لیے ضروری ہے۔ اور زندہ رہنے کے لیے آپ کو... چاہیے یقیناً آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہوگا۔"

میں نے بھی سوچ کے ذریعے انہیں سمجھایا تو وہ ہلکا... کرنے بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد جان عالم نے کہا: "میرے... ہار جائیں گے۔ میں آپ سے زیادہ باتیں نہیں کر سکتی۔ میرے سر میں شدید تکلیف ہے۔ آپ اس سلسلے میں فریاد سے مشورہ لیں۔ اس کے مشورے پر ہی آپ عمل کریں۔ یقیناً آپ نقصان میں نہیں رہیں گی۔"

میں نے امی کے دماغ میں کہا: "آپ کی بیٹی اس وقت بہت تکلیف میں ہے۔ اس کے سر پر اتنی شدید چوٹ آئی ہے کہ کہکل ہمت ہے جو برداشت کر رہی ہے۔ آپ اس سے زیادہ باتیں نہ کریں۔ میں آپ کی رہنمائی کرتا رہوں گا۔"

انہوں نے مائیک پر کہا: "بیٹی ٹھیک ہے تمہارے سر میں تکلیف ہے تو آرام کرو۔ میں پیرس پہنچنے کے بعد حشمت بیگ سے کہوں گی، پھر تم سے گفتگو کرائی جائے۔ میں تم سے باتیں کیے بغیر تمہاری خیریت دریافت کیے بغیر سکون سے نہیں رہ سکوں گی۔ اب آرام کرو۔ اوور اینڈ آل۔"

جان عالم نے ٹرانسمٹر کو بند کرتے ہوئے سائرہ بانو سے پوچھا: "ابھی آپ کی بیٹی فریاد صاحب کا ذکر کر رہی تھی۔ کیا فریاد صاحب ہمیشہ آپ لوگوں کے پاس موجود رہتے ہیں؟"

سائرہ بانو نے جواب دیا: "اس سے تمہیں کوئی مطلب نہیں ہے۔ یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔"

"آپ کے ذاتی معاملات سے حشمت بیگ کو دلچسپی ہے۔ اس لیے ہمیں یہ سوال کرنا ہے ہیں۔ ویسے آپ جواب نہیں دیں گی۔ تو وہاں حشمت بیگ کے پاس پہنچ کر جواب دینا ہوگا۔ اور یہ آپ کو سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ حشمت بیگ سے تعاون کریں گی۔ تو آپ کی بیٹی آپ کو صحیح سلامت واپس مل جائے گی۔"

سائرہ بانو نے تھکے ہوئے انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے کہا: "امی اب آپ اطمینان سے پیرس جائیں۔ فکر نہ کریں۔ میں مرجانہ کے پاس جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں مرجانہ کے پاس آیا۔ وہ آنکھیں بند کیے پڑی ہوئی تھی۔ اس کا دماغ پُرسکون تھا۔ سر کی تکلیف بھی کم تھی۔ میں نے اسے نہیں چھیڑا۔ چپ چاپ اس کی خیریت معلوم کرنے کے بعد وہاں سے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ سونیا کو مخاطب کرتے ہی اس نے کہا: "فریاد! تم تقریباً سات گھنٹے سے غیر حاضر ہو۔ ادھر میں پریشان ہوں کہ پتہ نہیں، تمہارے ساتھ کیا ہو گیا ہے اور مرجانہ کی تو کوئی خبر ہی نہیں مل رہی ہے۔"

میں نے کہا: "مرجانہ کی حالت بہت بُری ہے۔ اس کے سر پر اتنی زور سے ضرب لگائی گئی ہے کہ بس سر کا ہیلمٹ ہی باقی رہ گیا۔ اس کے سر کے بال اور چہرہ خون سے لت پت ہو گیا ہے۔ وہ گھنٹوں ایسی حالت میں رہی کہ میں اس کی حالت محسوس کر کے تڑپتا رہا لیکن اس کے لیے کچھ نہ کر سکا۔ بہرحال اب اس کے سر کے بالوں سے اور چہرے سے خون صاف کر دیا گیا ہے۔ زخموں کی مرہم پٹی کر دی گئی ہے۔ انجکشن لگایا گیا ہے۔ وہ سکون سے لیٹی ہوئی ہے۔ انشاء اللہ وہ جلد ہی چلنے پھرنے

کے قابل ہو جائے گی۔"

پھر میں نے سونیا کو سائرہ بانو کے متعلق بتایا کہ وہ پیرس پہنچنے والی ہے۔ سونیا ان کے متعلق سنتی رہی لیکن مرجانہ کے متعلق سوچتی رہی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے۔ تمہارا دھیان تو مرجانہ کی طرف لگا ہوا ہے۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کے بولی۔ "یہی ایزلے فنٹاسٹک پارٹنر۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مرجانہ بھی نہیں ہے۔ شی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ہاں شی ہے مگر ہی کے طور پر بھی بہت اچھی لگتی ہے۔ تم من کر جل رہے ہو گے۔"

"یہ جلنے کڑھنے کا موقع نہیں ہے۔ میں اس کی طرف سے پریشان ہوں۔"

"میں بھی کم پریشان نہیں ہوں۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ یہاں ممی اور رسونتی کو ریوالور اور کارتوس وغیرہ دے کر اس کی تلاش میں نکل جاؤں۔ مجھے امید ہے کہ میں اسے نہیں، یہ کہیں تلاش کر لوں گی۔"

"نہیں سونیا غیر بات میں نہ آؤ۔ وہ ایک کیمپ میں آرام کر رہی ہے۔ اسے دوائیں مل رہی ہیں۔ وہ جلد ہی اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے گی۔ پھر دیکھ لینا۔ وہ خود ہی دشمنوں کا ناطقہ بند کر دے گی۔ اطمینان رکھو۔ فی الحال سائرہ بانو کو پیرس پہنچنے دو۔ دیکھتے ہیں کہ آئندہ کیا ہوتا ہے۔"

"وہاں کیا ہمیں آنے دیں گے۔ ایک تو یہ کہ حشمت بیگ کا بیٹا جلال بیگ ہوشیار کو ذہین، مکار اور بہت خطرناک قسم کا فائٹر سمجھتا ہے۔ اس سے صبر نہیں ہو رہا ہے۔ وہ جلد سے جلد سائرہ بانو کو اپنے قابو میں کر کے مرجانہ کو سائرہ بانو سے الگ رکھ کے اور ان کی ممتا سے کھیل کر خفیہ دولت تک پہنچنا چاہتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس طرح وہ ہمیں بھی مجبور کر رہا ہے کہ ہم ان کی مدد کے لیے جوش و جذبے میں آ کر ہسپتال سے باہر نکل آؤ۔"

"ہاں، تم صحیح سمت میں سوچ رہی ہو۔ وہ یہی چاہتے ہیں۔ بہرحال آج کی رات گزرنے کے بعد میرے پہرے کے پٹیاں کھلنے کے لیے صرف دو دن رہ جائیں گے اور انشاء اللہ یہ دو دن بھی گزر ہی جائیں گے۔"

میں نے اس سے باتیں کرنے کے بعد ممی اور رسونتی سے ملاقات کی۔ اور انھیں بھی تمام حالات بتائے۔ رسونتی سے لگاوٹ کا اظہار کیا تو وہ کترانے لگی۔ اب وہ میری باتوں میں آنے والی نہیں تھی۔ اس نے سنجیدگی سے تہیہ کر لیا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے گا۔ وہ میری دنیا سے دور چلی جائے گی۔ اگر اس کے بس میں ہوتا تو وہ اتنی دور چلی جاتی کہ میں جمال خوانی کے ذریعے بھی اس کے پاس نہ پہنچتا لیکن ابھی وہ مجبور تھی۔ جنگل میں بھٹکنے کے لیے ایک بار نکلی تھی تو کامیاب نہ ہو سکی۔ دوسری بار نکلنے سے ممی وغیرہ نے منع کیا تھا۔ سونیا نے بھی التجا کی تھی کہ ویسی حرکت نہ کرے۔ جس سے ان لوگوں کی اور فرہاد کی پریشانیاں بڑھ جائیں۔ یہ باتیں رسونتی مجھے نہیں کہہ سکتی تھی۔ لیکن میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ بہرحال مسائل تو ایک کے بعد دوسرے کھڑے ہوتے رہیں گے اور سائرہ بانو کے بعد رسونتی تیسرے لیے ایک مسئلہ بننے والی تھی۔ پھر سونیا کے پاس پہنچ کر کہا۔ "سونیا ابھی میں چپ چاپ تمہارے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ اب کسی اس موقع کی تلاش میں ہے کسی طرح ہم لوگوں سے بہت دور چلی جائے۔ اس کا خاص خیال ہے کہ دیکھو فرہاد وہ کوئی بچی نہیں ہے سمجھ دار ہے اور ہم سے اس نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ تمہاری زندگی سے بہتر ہے لیکن یہاں دور ہونا حماقت کی بات ہے اور یہی بات رسونتی کی نہیں آ رہی ہے۔ اگر کسی آبادی میں ہوتی تو ہم اتنا پریشان نہ ہوتے چوبیس گھنٹے جاگ کر پہرہ نہیں دے سکتی۔ بے چاری ممی بھی ہماری نیند کے وقت یا کبھی غفلت کے وقت وہ نکل بھاگ کر سکیں گی۔"

"ہاں یہ پریشانی تو ہے۔ مگر کچھ نہ کچھ تو اس کے بارے میں سوچنا ہو گا۔"

"میرے ذہن میں ایک ہی بات آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ قمر سے رسونتی کی شادی کا وعدہ کر لو۔"

"نہیں، میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ جب میں شادی نہیں کر سکتا۔ تو میں ایسا کیوں کہوں۔ کہنے کے بعد بات نہ نباہی تو اور زیادہ دکھ پہنچے گا۔"

"میں یہ نہیں جانتی کہ دکھ زیادہ پہنچے گا یا کم پہنچے گا۔ فی الحال رسونتی کا علاج یہی ہے اور اسے اسی صورت میں روکا جا سکتا ہے کہ دل میں یہ بات بٹھا دو کہ تم صرف اس کو چاہتے ہو اور اسی کے بن کے رہو گے۔"

"سونیا ہم ایسے مصائب میں گھرے ہوئے ہیں ایسی ہمارے چاروں طرف ہیں اور ہم ایک دوسرے سے اس طرح ہوئے ہیں کہ میں ابھی پیار و محبت کی باتیں کر ہی نہیں سکتا اور کبھی تو میرا بہت سا وقت ضائع ہو گا۔ مجھے ہر لمحہ ادھر سے خوانی کے پردوں پر پرواز کرتے ہوئے پہنچنا پڑتا ہے۔ صرف تم سب کے لیے حفاظتی تدابیر سوچنی پڑتی ہیں۔ اور دشمن چو ہیں۔ ان کا توڑ بھی کرنا پڑتا ہے۔"

سونیا خاموش رہی۔ میں اس سے رخصت ہو گیا۔ حالات سے گزر رہے تھے۔ وہ حالات ایک نئے موڑ پر آ جب سائرہ بانو پیرس پہنچ جاتیں۔ اس سے پہلے تو بس آرام اور انہوں کی خبر گیری تھی۔ یہی سوچ کر میں چپ چاپ رسونتی پہنچ گیا اور اس سے پیار محبت کی باتیں کرنے لگا۔ اسے دلاسے لگا کر میں یہ باتیں سب سے زیادہ اسے چاہتا ہوں گئی۔ تو میرا دماغ کسی کام کے قابل نہیں رہے گا۔ میں خیال

سکوں گا اور ہمیشہ ذہنی الجھنوں میں مبتلا رہوں گا۔

غرض یہ کہ میں پیار محبت اور لگاوٹ کی جتنی باتیں کر سکتا تھا وہ کرتا رہا۔ جب مجھے سائرہ بانو کے وہاں کے ذریعے یہ معلوم ہوا کہ وہ پیرس پہنچ گئی ہیں اور حشمت بیگ کے بنگلے میں داخل ہو رہی ہیں۔ تب میں رسونتی سے رخصت ہو کر سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا۔

وہ بنگلے کے دروازے پر پہنچ کر ٹھٹک گئیں۔ انھیں ایک دم سے کئی برس پہلے کا وہ دن، وہ شام یاد آ گئی تھی جب وہ پہلی بار حشمت بیگ کی حویلی میں پناہ حاصل کرنے کے لیے داخل ہو رہی تھیں۔ اس بنگلے کے اندر بھی وہی حویلی والی شان و شوکت تھی۔ قیمتی سامان سے بڑا سا ڈرائنگ روم آراستہ کیا گیا تھا۔ دو یورپین عورتیں باادب کھڑی ہوئی تھیں کہیں سے آرکسٹرا کی ہلکی ہلکی دھن سنائی دے رہی تھی۔ اسی وقت حشمت بیگ کی آواز سنائی دی۔

"بابا۔ بیگم سلامت علی تشریف لاتی ہیں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آج مدتوں بعد دیدار نصیب ہو رہے ہیں۔"

سائرہ بانو نے ناگواری سے کہا۔ "ہندوستانی فلموں کے بدمعاش کسی شریف عورت کا استقبال اسی طرح کرتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "کیا کیا جائے۔ تم چیز ہی ایسی ہو کہ بدمعاشی کے لیے دل مچلنے لگتا ہے۔ قسم سے بیس بائیس برس گزر چکے ہیں لیکن تمہاری شوخی اور شگفتگی میں فرق نہیں آیا۔"

وہ سخت لہجے میں بولیں۔ "خبردار، زبان کو قابو میں رکھ کر گفتگو کرنا۔ میں سائرہ بائی نہیں بلکہ بیگم نواب سلامت علی ہوں اور ایک بیٹی کی ماں بھی ہوں۔ مجھ سے باز اری انداز میں گفتگو نہ کرو۔"

"ہاں، اس بیٹی کی ماں ہو۔ جس کا باپ میں ہوں۔ اس بات سے تم انکار تو کر سکتی ہو۔ مگر حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتیں۔"

"بھر پور تمھاری بکواس کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ میری بیٹی کے باپ کا نام نواب سلامت علی ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی۔"

"جان جاؤ گی۔ ابھی تو تم میری مہمان ہو۔ میں بڑی نرمی اور محبت سے پیش آؤں گا۔ کیا خیال ہے کھانا کھا لیا جائے۔ وقت ہو چکا ہے اور ملازم میز پر کھانا لگا رہے ہیں۔"

"میں تمھارے گھر کا کھانا نہیں کھاؤں گی۔ مجھے تمھاری اس حویلی کی وہ پہلی اور آخری رات یاد ہے۔ جب تم نے اپنی ذلالت کا ثبوت دیا تھا۔ میرے کھانے کی میٹھی ڈش میں بھنگ ملا دی تھی اور مجھے بے دست و پا بنا کر رکھ دیا تھا۔"

حشمت بیگ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "وہاں ہندوستان میں اپنی عزت سے ڈرتا تھا۔ ان دنوں میں دولت جمع کر رہا تھا اور ثابت کرنا چاہتا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تمھاری چیخ و پکار سے بدنام ہو جاؤں۔ اسی لیے میں نے بھنگ ملا دی تھی۔ یہاں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں مرد اور عورت کے تعلق کو برا نہیں سمجھا جاتا۔ پھر یہ کہ اس علاقے میں میرا راج ہے۔ کوئی یہاں پوچھنے نہیں آئے گا کہ سائرہ بانو کیوں چیخ رہی ہیں۔ لہٰذا اطمینان رکھو کہ میں نے کھانے میں کچھ نہیں ملایا ہے۔ تم مجھ پر اعتماد کر کے کھا سکتی ہو۔"

اس دوران میں حشمت بیگ کے خیالات کو پڑھ رہا تھا۔ اس کی چھبتی ہوئی سوچوں کو ٹٹول رہا تھا۔ پھر میں نے سائرہ بانو کے پاس پہنچ کر کہا۔ "آپ اطمینان سے کھانا کھا سکتی ہیں۔ میں نے معلوم کر لیا ہے۔ کھانے میں کچھ نہیں ملایا گیا ہے۔"

سائرہ نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے حشمت بیگ سے کہا۔ "ٹھیک ہے میں تمھارا کھانا کھا سکتی ہوں۔ لیکن تم کسی سلسلے میں مجھ سے گفتگو کرنا چاہتے ہو۔ وہ بات اب شروع ہو جانی چاہیے۔"

حشمت بیگ نے ایک طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ تشریف لے چلیں۔ ہم کھانے کی میز پر اطمینان سے باتیں کرتے رہیں گے۔"

وہ چپ چاپ آگے بڑھ گئیں۔ دو عورتیں کنیزوں کی طرح ان کی رہنمائی کر رہی تھیں۔ پھر انہیں ڈائننگ ٹیبل کے پاس سے جا کر ایک کرسی کھینچتے ہوئے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میز کے دوسری طرف حشمت بیگ بیٹھنے لگا۔ سائرہ بانو نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "جب تک میری بیٹی مجھے نہیں ملے گی۔ میں ٹھیک طرح کھا نہیں سکوں گی۔"

وہ بولا۔ "انسان کو ہر حال میں زندہ رہنا چاہیے۔ خوش رہنا چاہیے اور کھانے سے ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیے۔ اس لیے کھائے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ بیٹی ماں کے بغیر اور ماں بیٹی کے بغیر مجبوراً رہ سکتی ہیں۔"

"معلوم ہوتا ہے۔ تمھاری ماں نے تمھیں پیدا کرنے کے بعد گندی نالی میں پھینک دیا ہو گا اور تم دونوں ایک دوسرے کے بغیر رہ گئے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میں بہت ڈھیٹ ہوں اور کسی کی بات کا برا نہیں مانتا اور پھر تمھارے منہ سے تو پھول جھڑتے ہیں۔"

سائرہ بانو نے ناگواری سے کہا۔ "کام کی باتیں شروع کرو۔ میں نے کھانا شروع کر دیا ہے۔"

وہ ایک چمچ اور ڈش کو اٹھاتے ہوئے بولا۔ "کل صبح دس بجے تک مرجانہ تمھارے پاس پہنچ جائے گی۔ لیکن اس کے لیے دو شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ تم آج ہی رات کو مجھے اپنے اس خفیہ خزانے تک پہنچا دو۔ دوسری بات یہ کہ آج رات تم....."

اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی اس کے ذہن کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور وہ کرسی سے الٹ کر گر پڑا۔ سائرہ بانو نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ وہ گرنے کے بعد جلدی سے اٹھ کر کپڑے جھاڑ رہا تھا۔ وہ یہ کہہ رہا تھا۔ "پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا۔ بس یک بیک میرے دماغ

کو ذرا تکلیف پہنچی تھی اور میں پیچھے الٹ گیا۔"

ایسا کہتے ہی وہ ایک دم سے چونک گیا۔ دماغ کی بات پر اسے میں یاد آگیا۔ اس نے حیرانی سے اور پریشانی سے سائرہ بانو کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا فرہاد یہاں موجود ہے؟"

سائرہ بانو نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ہاں وہ بہت قریب ہے اگر تم نے میرے ساتھ کوئی بدسلوکی کی یا زیادتی کی یا میرے وقار اور میری حیثیت کے خلاف کوئی بات کہی تو فرہاد تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں صرف مرجانہ کی ہی نہیں، فرہاد کی بھی ماں ہوں۔"

وہ مٹھیاں بھینچتے ہوئے اور دانت پیستے ہوئے سائرہ بانو کو دیکھتا رہا۔ سائرہ بانو نے مسکرا کر کہا۔ "آؤ، بیٹھ جاؤ۔ کھانا کھاؤ۔"

وہ بھلا کر بولا۔ "کیا ایسی حرکتوں کے بعد آدمی سے کھانا کھایا جائے گا؟"

سائرہ بانو نے کہا۔ "انسان کو زندہ دل ہونا چاہیے۔ ہمیشہ خوش رہنا چاہیے۔ دیکھو، کھانا تو کبھی چھوٹ نہیں سکتا۔ ہاں، تمہارے کہنے کے مطابق رشتے چھوٹ جاتے ہیں۔ جیسا کہ اس وقت تمہارا بیٹا تم سے چھوٹا ہوا ہے تم میری بیٹی کو مجھ سے کیا جدا کرو گے۔ ایک وقت آئے گا کہ فرہاد تمہیں تمہارے بیٹے سے ہمیشہ کے لیے جدا کر دے گا۔ اور جلال بیگ کو اتنے بڑے انجام تک پہنچائے گا کہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے تو کانپ کر رہ جاؤ گے۔"

حشمت بیگ خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھ کھانے کی میز پر رکھ کر خیالوں میں کھو چکا تھا۔ پھر تائید میں سر ہلا کر بولا۔ "ہاں، فرہاد ایسا کر سکتا ہے اور یہی سب کچھ سوچ کر ہم نے بڑی احتیاطی تدابیر کی ہیں۔ جلال کبھی سامنے نہیں آئے گا۔ کبھی فرہاد کو ایسا موقع نہیں دے گا کہ وہ اس کے دماغ تک پہنچ سکے۔ میرا بیٹا انشاء اللہ ہمیشہ محفوظ رہے گا اور تمہاری بیٹی وہ صبح تک یا تو تم سے ملے گی یا تم اس کی لاش دیکھو گی۔"

سائرہ بانو نے غصے سے پلیٹ پھینک کر اسے مارتے ہوئے کہا۔ "بکواس مت کرو۔ جسے خدا رکھے، اسے کون چکھے۔ میری بیٹی اللہ کے کرم سے زندہ سلامت رہے گی۔ میں کہتی ہوں کہ کام کی باتیں کرو۔ دھمکیوں میں وقت ضائع نہ کرو۔"

وہ کھانا شروع کرتے ہوئے بولا۔ "چلو تم کھانا کھاؤ۔"

جب سائرہ بانو نے کھانا شروع کیا تو وہ بولنے لگا۔ "اب میں سنجیدگی سے دو شرط پیش کرتا ہوں۔ میں تمہاری تو میں نہیں کروں گا اور کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جس سے فرہاد کو غصہ آئے۔ جلال پہلی بات یہ ہے کہ تم آج ہی رات مجھے اپنے خفیہ خزانے تک پہنچا دو۔ دوسری بات یہ کہ مرجانہ ہمیشہ تمہارے پاس پیرس میں رہے گی۔ کبھی ایشیا کی طرف خصوصاً ہندوستان کی طرف نہیں جائے گی۔ میں دو کبیر بیدل وہاں رہیں گے اور ہم چاہتے ہیں کہ وہ دشمن لڑکی ہمارے پیچھے نہ آئے۔"

سائرہ بانو نے کہا۔ "اچھا، تو آج کل کبیر بیدل سے تمہاری گاڑھی چھن رہی ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

"وہ کہیں بھی ہے۔ میں تو تم سے بات کرنے کے بعد فرہاد کا مہمان بن گیا ہوں۔ وہ میرے دماغ میں پہنچ سکتا ہے لیکن کبیر بیدل اتنا احمق نہیں ہے۔ وہ نہ تو مجھ سے بات کرے گا اور نہ ہی کبھی تمہارے سامنے آئے گا۔"

سائرہ بانو نے چپکے سے پوچھا۔ "کیوں فرہاد، مرجانہ تو کہہ رہی ہے کہ تم کبیر بیدل کے دماغ تک پہنچ چکے ہو؟"

"جی ہاں، اتنی میں پہنچ چکا ہوں اور ابھی میں اس کی خبر لاتا ہوں۔" یہ کہتے ہی کبیر بیدل کے دماغ میں پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ اپنے بچھنے کے ڈرائنگ روم کے ساتھ والے کمرے میں پیچھا کھڑا ہے اور سائرہ بانو کی باتیں سن رہا ہے۔ میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا تو وہ چیختا ہوا آگے بڑھا۔ اس کمرے کا دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اور دوڑتا ہوا آکر سائرہ بانو کے قدموں کے پاس گر پڑا۔

اسے دیکھتے ہی حشمت بیگ پھر چونک کر کھڑا ہو گیا۔ سائرہ بانو نے کہا۔ "کیا دیکھتے ہو تم سمجھتے ہو کہ میرا بیٹا تم لوگوں کے پاس پہنچ نہیں سکتا۔"

"مجھے شبہ تھا کہ شاید فرہاد کبیر تک پہنچ چکا ہے لیکن اب بھی میں یقین سے کہتا ہوں کہ فرہاد ساری زندگی پاؤں گھستا رہے تب بھی وہ اس فاصلے کو طے نہیں کر سکتا جو میرے بیٹے جلال بیگ نے قائم کیا ہے۔ وہ کبھی میرے بیٹے تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

سائرہ بانو نے کبیر بیدل کو مخاطب کر کے کہا۔ "یہاں کیوں پڑے ہو۔ چلو اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ اٹھنے لگا۔ حشمت بیگ نے کہا۔ "تم میرے دوست کی توہین کر رہی ہو۔ یاد رکھو کہ تمہاری بیٹی ہمارے قبضے میں ہے۔ میں نرمی سے پیش آ رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ فرہاد مجھے اور کبیر بیدل کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ لیکن فرہاد کو یہ یقین بھی نہیں کر لینا چاہیے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم دونوں کی جان جائے گی تو دو کے بدلے کئی جانیں جائیں گی۔ تمہاری بیٹی مرجانہ، سونیا، سونتی وہ بوڑھی ممی اور تم سب کو فرہاد کبھی نہیں بچا سکے گا۔ اگر میرا یہ دعویٰ غلط ہے تو فرہاد ہمیں مار کر دیکھ لے۔ میرا بیٹا جلال بیگ تم ساری عورتوں کو کتے کی موت مارے گا۔ فرہاد کو کبھی چین سے بیٹھنے نہیں دے گا۔ ہمیشہ موت کی طرح اس کا پیچھا کرتا رہے گا۔ بہت جلد فرہاد کے دن پورے ہو جائیں گے۔"

سائرہ بانو نے ناگواری سے منہ بنا کر کہا۔ "تم پھر دھمکیوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ اگر تم سہولت سے باتیں کرتے اور اپنی مرعا شی پر نہ آتے۔ غلط الفاظ میرے لیے استعمال نہ کرتے تو فرہاد تمہیں کبھی سزا نہ دیتا۔ کبیر بیدل کو تم نے بھیجا تھا اس لیے فریاد لے کر آیا۔ تمہاری غلطی تھی۔ سہولت اور دوستانہ فضا میں باتیں کرو گے تو باتیں ہوں گی ورنہ....."

حشمت بیگ انہیں گھورتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "میں نے دو شرط پیش کی ہیں۔ ان کا جواب دو۔"

"جواب دو نہیں، جواب دیجیے۔ میں کوئی معمولی عورت نہیں ہوں فرہاد کی ماں ہوں۔ ادب سے بات کر سکتے ہو تو کرو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری شرائط کے جواب میں کچھ فرمائیں۔"

میں نے سائرہ بانو کے دماغ میں کہا۔ "امی، اس سے کہہ دیجیے تین دن کے بعد آپ خفیہ خزانے کے متعلق کوئی جواب دیں گی۔ اس سے پہلے ممکن نہیں ہے۔"

انھوں نے یہی بات حشمت بیگ سے کہہ دی۔ حشمت بیگ نے تلملا کر پوچھا۔ "تین دن کے بعد کیوں، آج کیوں نہیں جواب دے سکتیں؟"

"میں تمہارا پابند نہیں ہوں، تم میری بیٹی کے سلسلے میں دھمکی نہ دو۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تم میری بیٹی کو نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ اگر پہنچاؤ گے تو اس خفیہ خزانے تک نہیں پہنچ سکو گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے بعد فرہاد تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ تمہاری بوٹی بوٹی کاٹ کر رکھ دے گا یہی بات ہم پر بھی صادق آتی ہے کہ اگر ہم نے تمہیں نقصان پہنچایا تو تم ہماری بیٹی کو نقصان پہنچاؤ گے۔ اسی لیے دونوں کی مجبوریاں ہیں۔ لہٰذا دونوں کو سہولت اور آرام سے ایک دوسرے کی بات مان لینا چاہیے۔"

حشمت بیگ نے سر ہلا کر کہا۔ "ٹھیک ہے۔ آپ تین دن کی مہلت چاہتی ہیں۔ یہ بات میں اپنے بیٹے تک پہنچا دوں گا۔ اب میری تیسری شرط یہ ہے کہ مرجانہ پیرس چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گی خصوصاً ہندوستان کی طرف قدم نہیں کرے گی۔"

سائرہ بانو نے جواب دیا۔ "میں نے اپنی بیٹی فرہاد کے سونپ دی ہے۔ اب وہی مرجانہ کا مالک ہے۔ اور وہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ مرجانہ کو کہاں رہنا چاہیے۔ یہ شرط تم فرہاد کو پیش کر سکتے ہو۔"

"آپ کے بیان کے مطابق فرہاد اس وقت یہاں موجود ہے۔ کیا اس شرط کا جواب مجھے نہیں مل سکتا؟"

اچانک کبیر بیدل نے کہا۔ "میں فرہاد ہوں اور کبیر بیدل کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تمہاری شرط کا جواب یہ ہے کہ مرجانہ پر کہیں آنے جانے کی پابندی نہیں لگائی جا سکتی۔ اس لیے کہ میں دنیا بھر میں گھومتا رہتا ہوں۔ مرجانہ بھی یقیناً میرے ساتھ رہے گی۔ میں یہ ضمانت دیتا ہوں کہ وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔ تمہاری شرط کا مقصد بھی یہی ہونا چاہیے کہ تم مرجانہ سے محفوظ رہو۔"

حشمت بیگ نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں دراصل ہم یہی چاہتے ہیں۔ ہم نے سنا ہے۔ فرہاد کہ تم زبان کے پکے ہو۔ ہم تمہاری زبان پر بھروسا کرتے ہیں کہ مرجانہ ہمیں جانی نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

کبیر بیدل نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں اس وقت تک نقصان نہیں پہنچائے گی، جب تک ہم باہمی سمجھوتے کے پابند رہیں گے۔"

حشمت بیگ نے کہا۔ "یکم سلامت علی نے تین دن کی مہلت لی ہے۔ لہٰذا ہم بھی تین دن کے بعد مرجانہ کو واپس کریں گے۔"

اس کی بات سن کر سائرہ بانو نے غصہ سے کہا۔ "یہ نہیں ہو سکتا۔ جب میں نے تین دن کی مہلت لی ہے تو تمہاری مرضی کے مطابق ہی کوئی نہ کوئی جواب دوں گی۔ تم میری بیٹی کو صبح تک میرے پاس واپس لے آؤ۔"

حشمت بیگ نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "ہم اتنے احمق نہیں ہیں۔ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے والی بات ہونی چاہیے۔ آپ ہمیں اس خزانے تک پہنچائیں گی، ہم آپ کو آپ کی بیٹی تک پہنچائیں گے۔"

میں نے سائرہ بانو سے کہا۔ "امی، آپ فکر کریں۔ تین دن کی بات ہے۔ میں ہر لحہ مرجانہ کے ساتھ رہوں گا اور اس کی دیکھ بھال کرتا رہوں گا۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ آپ صبر کریں اور ان کی بات مان لیں۔"

سائرہ بانو نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ میں نے کبیر بیدل کی زبان سے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ ساری باتیں ہو چکی ہیں۔ لہٰذا اب آپ لوگ آرام سے کھانا کھائیں۔"

میں اپنے ہسپتال کے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ دروازہ کھلا تو میرے لیے کھانے کی ٹرالی آ رہی تھی۔ یہاں بھی کھانے کا وقت ہو چکا تھا میں اٹھ کر صوفے پر جا لگا اور وہیں بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔ کھانے کے دوران میں وقتاً فوقتاً سائرہ بانو اور حشمت بیگ کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا رہا۔ کبھی مرجانہ کی خبر لیتا تھا۔ وہ آرام سے چپ چاپ سو رہی تھی۔ اسے گہری نیند آ گئی تھی۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ میرے کھانا ختم کرنے تک ادھر سائرہ بانو حشمت بیگ کی کار میں بیٹھ کر اپنے بنگلے کی طرف جا رہی تھیں۔ اگلی سیٹ پر حشمت بیگ اور کبیر بیدل بیٹھے ہوئے تھے اور سائرہ بانو کو بخیریت ان کی منزل تک پہنچانے پر مجبور تھے۔

کھانے کے بعد میں پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ چھت پر آ گئی تھی۔ نیچے کمرے میں ممی اور سونتی نے دروازے اور کھڑکیوں کو اندر سے اچھی طرح بند کر لیا تھا۔ ممی نے اپنے پاس ایک ریوالور اور کارتوس کی پیٹی رکھی تھی۔ وہ اب بہت زیادہ محتاط تھیں۔ سونیا کے خیال کے مطابق جس طرح اچانک ہی دشمنوں نے حملہ کر کے مرجانہ کو نقصان پہنچایا

ہے۔ اور دونوں ماں بیٹی کو اٹھا کر لے گئے ہیں۔ اسی طرح وہ کسی وقت بھی دوبارہ حملہ کر سکتے ہیں لہٰذا محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔" ماں تینوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ تنہا کبھی دن کے وقت بھی اکیلی کاٹیج سے باہر نہیں جائیں گی۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہاں رات کے کتنے بجے میں سونیا گھڑی نہیں پہنتی تھی۔ اسی لیے میں نے ممی کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا۔ انھوں نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھا تو مجھے پتہ چل گیا کہ رات کے ساڑھے دس بجے ہیں۔ میں نے اپنی گھڑی دیکھی۔ تو میری گھڑی میں بھی ساڑھے دس ہونے ہی والے تھے۔ میں سوچنے لگا۔ پھر میں نے ماسٹر موس ٹرونی سے رابطہ قائم کیا۔

"ہیلو ماسٹر میں فریاد ہوں۔"

اس نے خوش ہو کر کہا: "فرمایئے مسٹر فریاد۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ میں دن رات انتظار کرتا رہتا ہوں کہ آپ کبھی رابطہ قائم کریں گے اور مجھے اس قابل سمجھیں گے کہ میں آپ کے کسی کام آؤں۔"

"ہاں، اب وقت آیا ہے کہ آپ میرے کام آسکتے ہیں۔ میری باتیں ذرا غور سے سنیں۔ میں نے سائرہ بانو یعنی مرجانہ کی ماں سے معلوم کیا تھا کہ وہ کس راستے سے گزرتے ہوئے روم پہنچی ہیں اور روم سے پیرس آئی ہیں۔ پہلے سیلی کاپٹر نے جنگل سے پرواز کیا تھا۔ ان کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ یہ پٹی کھولی گئی تو انھوں نے دیکھا کہ نیچے سمندر ہے۔ وہ غالباً سمندر عبور کرنے کے بعد روم کی ایک عمارت کی چھت پر پہنچ گئی تھیں۔"

ماسٹر موس ٹرونی نے کہا: "اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ دشمن مادام سونیا، مادام رسونتی اور مرجانہ وغیرہ کو یہاں سے سیچورووم کے کسی جزیرے میں لے گئے ہیں۔ اور وہیں کے جنگلات میں انہیں چھپا رکھا ہے۔"

میں نے کہا: "آپ ٹھیک سمجھ رہے ہیں میں یہی آپ کو سمجھانا چاہتا تھا۔ ایک بات اور سن لیں اس وقت میری گھڑی میں بھی ساڑھے دس بجنے والے ہیں۔ اور وہاں ممی کی گھڑی میں بھی ساڑھے دس بجے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم سب دنیا کے نقشے میں ایک ہی طول البلد پر ہیں یعنی ہم نقشے کے مطابق ایک ہی طول البلد پر پرواز کرتے ہوئے لمبے چوڑے جزیرے پر اپنے ہیلی کاپٹر کو اتاریں تو کسی حد تک سونیا اور رسونتی کے قریب پہنچ جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جنگل کوئی ایک دو میل کا نہیں، کئی سو میل کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ تاہم کوشش کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔"

ماسٹر موس ٹرونی نے کہا: "آپ نے ہماری بہت بڑی مشکل آسان کر دی ہے ہم یہی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آخر مادام سونیا اور مادام رسونتی کہاں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ میں بھی اپنے آدمیوں کو تیار کرتا ہوں۔ نقشے کے مطابق اسی طول البلد پر ہمارے آدمی پرواز کرتے ہوئے وہاں جنگل میں پہنچیں گے۔ اور دن کے وقت ہیلی کاپٹر کے ذریعے پورے جنگل کو چھان ماریں گے۔ دیکھتے ہیں کہ وہ کانیج کہاں نظر آتے ہیں۔"

میں نے کہا: "آپ میری کچھ اور ضروری باتیں سن لیں۔ ہیلی کاپٹر دو یا دو سے زیادہ ہوں اور اس پر کم از کم پچاس بہترین قسم کے فائٹر ان کے پاس جدید اسلحہ اور جنگل میں زندگی گزارنے اور جنگلات کو عبور کرنے کا تمام ساز و سامان ہونا چاہیے۔ کھانے اور ہیلی کاپٹر کے ایندھن وغیرہ پہنچانے کے انتظامات بھی ہوں۔ وہ دن کے بعد میرے چہرے سے پٹی اترنے والی ہے۔ ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر میں بھی پہنچ جاؤں گا۔ لہٰذا پہلے سے وہاں ایک کیمپ تیار رہنا چاہیے۔"

"جناب آپ کے ایک ایک حکم کی تعمیل ہوگی۔ اور آپ کی ہدایت سے بہتر ایسے انتظامات کیے جائیں گے کہ آپ کو وہاں پہنچنے کے بعد کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوگی۔ لیکن آپ کے ذریعے میں کچھ اور معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمایئے میں کیا کر سکتا ہوں۔؟"

موس ٹرونی نے کہا: "آپ مادام سونیا اور مادام رسونتی اور ان سے یہ دریافت کریں کہ جس جنگل میں وہ ہیں، وہاں کس قسم کے درخت ہیں۔ درخت کی ساخت بتائیں۔ یہ بتائیں کہ ان درختوں میں پھل لگے ہیں یا نہیں۔ خواہ جنگلی پھل ہوں۔ لیکن وہ کس شکل کے ہوتے ہیں اور کیسے ہوتے ہیں۔ دیگر یہ کہ کس قسم کے پھول وہاں کھلتے ہیں۔ ان کے رنگ کیا ہیں۔ ان پھولوں کی بناوٹ کیا ہیں۔ اگر یہ ساری تفصیلات معلوم ہو جائیں تو اس خاص علاقے کو شناخت کرنے میں بڑی آسانی رہے گی۔"

مجھے یہ بات بہت پسند آئی۔ میں نے سونیا اور رسونتی سے باری باری رابطہ قائم کیا۔ ممی سے بھی پوچھا کہ وہاں کس قسم کے درخت ہیں۔ کیسے پھل ہوتے ہیں۔ کس قسم کے پھول کھلتے ہیں۔ ان کے رنگ ہیں۔ پھلوں کی شکل کیا ہے۔ وہ تینوں مجھے باری باری اپنے طور پر بتاتی رہیں۔ اور یہ باتیں میں ماسٹر موس ٹرونی تک پہنچاتا رہا۔

ایک گھنٹے کی خیال خوانی میں اچھا خاصا کام ہو گیا۔ میں نے ٹرونی کے لیے بہت ساری معلومات فراہم کیں۔ اس کے بعد کیشو کا خیال آیا۔ یعنی اس مرغنہ کا جس کی پناہ میں مرجانہ تھی اور کیمپ کا لیڈر تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا اور رفتہ رفتہ معلوم کرنے لگا کہ وہ جس جنگل میں ہے۔ وہاں کس قسم کے درخت، پھول ہوتے ہیں۔ تھوڑی سی محنت کے بعد پتہ چلا کہ وہاں بھی ویسی ہی چیزیں ہیں۔ اس سے اندازہ ہوا کہ سونیا و رفیق کا کیمپ جس جگہ ہے وہ کیمپ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ سائرہ بانو کا بیان تھا کہ جب گھوڑے پر بھاگ کر دشمن سے بچ گئے تو کافی دیر تک گھوڑے دوڑتے رہے تھے۔ اگر گھوڑوں کی رفتار پچیس یا تیس میل فی گھنٹہ ہو گی تو

مرجانہ سے تقریباً پچاس ساٹھ میل کے فاصلے پر ہو گی۔ میں نے اس بات کو ٹرانسمیٹر کے دماغ کو پھر سے کریدنا شروع کیا۔ اس کے دماغ میں جیسے ہی سونیا کا نام لیا۔ تاکہ یہ نام آتے ہی اسی سلسلے سے وہ سوچنے لگے کہ سونیا وہاں سے کتنی دور ہو گی۔

لیکن یہ معلوم کر کے مجھے حیرانی ہوئی کہ وہ سونیا اور رسونتی کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ اسے صرف اپنے کیمپ کی باتیں بتائی گئی تھیں۔ مرجانہ اور سائرہ بانو کے متعلق بتایا گیا تھا کہ اسے ان کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے اور کس طرح سائرہ بانو کو وہاں سے روانہ کر کے مرجانہ کو اپنی قید میں رکھنا چاہیے۔ وہ بس انہی احکامات پر عمل کر رہا تھا اسے ان کاٹیجوں کا علم نہیں تھا۔

سائرہ بانو اپنے بنگلے کے احاطے میں پہنچ گئی تھیں۔ ان کے پیچھے حشمت بیگ اور کبیر بیدل بھی تھے جب وہ اپنے بنگلے کے دروازے پر پہنچیں اور اسے کھولنا چاہا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جبکہ وہ اسے مقفل کرنے کے بعد پاکستان گئی تھیں۔ بنگلے چاروں طرف سے بند کر دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ کھلا ہوا تھا۔ جب وہ دروازہ کھول کر اندر پہنچیں تو وہاں کا نظارہ دیکھ کر اور زیادہ حیران اور پریشان ہو گئیں۔ تمام سامان الٹ پلٹ گیا تھا۔ کوئی چیز اپنی جگہ ٹھکانے پر نہیں تھی۔ حشمت بیگ سے نے کھسیانی ہنسی ہنس کے آگے بڑھتے ہوئے کہا: "بیگم نواب سلامت علی مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ کی غیر موجودگی میں ہمارے آدمیوں نے آپ کے بنگلے کی تلاشی لی تھی۔ ہمیں یقین تھا کہ وہ خفیہ جگہ اسی بنگلے کے اندر ہے۔ جہاں آپ نے نواب صاحب کا سارا خزانہ چھپا رکھا ہے۔ ہم نے یہاں کے فرش کو ٹھونک بجا کر دیکھ لیا۔ دیواروں کو بھی اچھی طرح معائنہ کیا لیکن ہمیں نہ تو تہہ خانے کا سراغ ملا اور نہ ہی یہ دیواریں اندر سے کھوکھلی نکلیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے آپ کے گھر کے سامان کو برباد کیا۔ اسے نقصان پہنچایا اور ترتیب خراب کی۔ آپ کسی ایک کمرے میں آرام سے بیٹھیں۔ ہمارے آدمی ابھی آکر پورے بنگلے کو پہلے کی طرح سجا بنا دیں گے۔"

میں نے سائرہ بانو سے کہا: "ٹھیک ہے اماں، آپ کسی ایک کمرے میں جا کر آرام سے بیٹھیں۔ ان کے آدمی بنگلے کے تمام سامان کو ترتیب سے رکھ دیں گے۔ اور پورے بنگلے کی صفائی بھی کر دیں گے۔"

وہ بولیں: "بیٹا میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے سورج کے ذریعے تمہیں پکارا تھا۔ کیونکہ مجھے اچانک یاد آیا کہ میں پیرس آگئی ہوں تو تم بھی پیرس میں ہی ہو۔ کیا کروں بیٹا۔ ذہنی پریشانی ایسی ہے کہ میں اس بات کا خیال نہیں رکھ سکی۔ مجھے سب سے پہلے تمہارے پاس آنا چاہیے اور میں ابھی آنا چاہتی ہوں۔"

"امی۔ میں آپ کو نہیں روکوں گا۔ لیکن ایک تو میرا چار پٹیوں سے چھپا ہوا ہے۔ آپ میری صورت نہیں دیکھ سکیں گی۔ دوسری بات یہ کہ میں ابھی آپ سے رخصت ہونے کے بعد صبح تک مرجانہ کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔ تاکہ اس کا خیال رکھوں اور دیکھتا رہوں کہ اس کے زخم کب تک بھرتے ہیں۔ اور وہ کب تک اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہوتی ہے۔"

"ہاں بیٹا اس کا خیال رکھو۔ میں تمہارے پاس آؤں گی تو تم خیال خوانی کے ذریعے وہاں نہیں جا سکو گے۔ مجھے باتیں کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ ٹھیک ہے میں کل صبح تمہارے پاس آؤں گی۔"

"میں آپ کے لیے حفاظتی اقدامات کر رہا ہوں جب حشمت بیگ اور کبیر بیدل اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں سے واپس چلے جائیں گے۔ تو پھر میری طرف سے بھیجے ہوئے آدمی آئیں گے جو چاروں طرف سے آپ کے بنگلے کو گھیر کر رکھیں گے اور جب تک آپ نہیں چاہیں گی کسی کو اندر نہیں آنے دیں گے۔ آپ کو کسی قسم کا خطرہ پیش نہیں آئے گا۔ اچھا، اب میں جا رہا ہوں۔"

ان سے رخصت ہو کر میں نے موس ٹرونی کو سائرہ بانو کے بنگلے کا پتہ بتایا اور اس سے کہا کہ وہ اپنے خاص آدمیوں کو وہاں کی نگرانی کے لیے مامور کرے اور اس بات کا خیال رکھے کہ حشمت بیگ یا جلال بیگ کا کوئی آدمی اس بنگلے میں بغیر اجازت داخل نہ ہو سکے۔

یہ ہدایات دے کر میں نے پھر باری باری کبھی مرجانہ کی اور کبھی سونیا اور رسونتی کی خبر لی۔ اس کے بعد سونے کا وقت ہو چلا تھا۔ مجھے بھی آرام کرنا تھا۔ اس لیے میں حسب معمول اپنے دماغ کو ہدایات دے کر صبح تک کے لیے سو گیا۔ دوسری صبح امی مجھ سے ملنے آئیں۔ بھوڑی دیر تک بیٹھی رہیں۔ اپنی والہانہ محبت کا اور ممتا کا اظہار کرتی رہیں اور میں خوش ہوتا رہا کہ مجھے بھی ایک ماں کا پیار مل رہا ہے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے مرجانہ، سونیا، رسونتی وغیرہ کی باری باری خبر لی اور مطمئن رہا۔ پھر وہ دن بھی کسی طرح گزر گیا۔ اس دن ماسٹر موس ٹرونی بہت مصروف رہا۔ ہیلی کاپٹر کے انتظامات ہو گئے تھے۔ تمام ضروری سامان بھی مہیا کیا جا رہا تھا۔ اور وہاں کے ایک بڑے سے اسٹیڈیم میں تقریباً پانچ سو آدمی ایسے جمع تھے جو سپر ماسٹر کی تنظیم کے لیے کام کرتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو آزمایا جا رہا تھا کہ وہ لڑنے مرنے کے سلسلے میں کتنے دلیر ہیں۔ وہاں اسٹیڈیم میں بڑے خطرناک مقابلے ہو رہے تھے۔ ہر قسم کے ہتھار بھی آزمائے جا رہے تھے اور نہتے لوگ بھی لڑائے گئے تھے۔ موس ٹرونی کو اپنی صلاحیتیں دکھانے تھے۔ موس ٹرونی اور دوسرے خاص آدمی وہاں بیٹھے ان کا انتخاب کر رہے تھے۔ ان پانچ سو میں سے میرے حکم کے مطابق پچاس آدمیوں کا انتخاب کرنا تھا۔ شام تک انھوں نے پچاس جواں مرد ایسے منتخب کیے جو ہمہ وقت اپنی جان پر کھیل جانے کے لیے تیار رہتے تھے۔ انھیں ہر قسم کے ہتھیار کا استعمال آتا تھا۔ اور انھوں

نے زندگی کا ایک اچھا خاصا حصہ جنگلوں میں گزارا تھا۔ اس کے علاوہ ایک سوا سیے مہم جُو فائٹر زیرِ دو رکھے گئے تھے جو انتخابی مقابلے میں دوسرے اور تیسرے نمبر پر آئے تھے۔ ان سب کو ملادام سونیا اور ملادام رسونتی کی تصویریں دکھادی گئی تھیں۔ مرجانہ کی تصویر نہیں کھنچی تھی، لیکن اس کا حلیہ بتایا گیا تھا اور یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ فی الحال اس کے سر پر چوٹی بندھی ہوگی۔

دوسری صبح منہ اندھیرے ہی وہ تمام مہم جُو نوجوان بیرکس سے روانہ ہوگئے۔ دوپہر تک ان کی طرف سے ٹرانسمٹر کے ذریعے اطلاع ملتی رہی کہ وہ کس طرف سفر کررہے ہیں اور کہاں کہاں پہنچ رہے ہیں۔ وہ یوں کرتے تھے کہ کہیں ایک جگہ جنگل میں سیٹی کا پٹرا تا۔ دیا کرتے تھے۔ اور پھر تھوڑی دور جاکر ایسے درخت، پھل اور پھول دیکھنے کی کوشش کرتے تھے جس کی نشاندہی سونیا اور رسونتی نے کی تھی۔ لیکن جب ایسی جگہ ملتی تو وہ آگے بڑھ جاتے تھے۔ اس طرح ہم شمالی افریقہ پہنچ گئے۔ شام تک اس مہم جُو پارٹی کے لیڈر نے ماسٹر موس ٹرونی سے کہا کہ وہ ایک جگہ کیمپ بنائے ہیں۔ اب وہ دوسری صبح تلاش کرنے کے لیے نکلیں گے۔ لیکن انہیں دور تک سفر کرنے کے لیے اچھے تیز رفتار گھوڑوں کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس جنگل میں اچھی خاصی تعداد میں گھوڑے روانہ کرنے کے انتظامات کیے جائیں۔

ماسٹر موس ٹرونی کے اندازے کے مطابق وہ جنگلات الجیریا کے شمال مشرقی حصے میں تھے۔ اس لیے اس نے الجیریا کے شہر بنی عباس سے گھوڑے روانہ کرنے کے انتظامات کردیے۔ میں نے ماسٹر موس ٹرونی کو بتادیا تھا کہ سائرہ بانو نے حشمت بیگ سے تین دن کی مہلت لی ہے۔ جس میں سے ایک دن گزر چکا ہے۔ لہٰذا دو دن گزرنے سے پہلے مرجانہ کو ہماری پناہ میں آجانا چاہیے۔ ورنہ جلال بیگ سے سونے بازی کرنے میں بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ وہ اس بات پر اڑ جائے گا کہ سائرہ بانو اس کے باپ کو خفیہ خزانے تک پہنچانے نہ پہنچانے کی صورت میں دھرجانہ کی جان لے سکتے ہیں۔ میں اسے اب کسی خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتا اس لیے اپنے آدمیوں سے کہہ کر وہ کل تمام دن صرف مرجانہ کو تلاش کرتے پھریں۔ اور ایک لمحہ بھی اس سلسلے میں ضائع نہ کریں۔

پچھلے چوبیس گھنٹوں میں مرجانہ کے سر کی تکلیف بالکل ختم ہوگئی تھی۔ زخم ہرا تھا۔ اور اس کی باقاعدہ مرہم پٹی ہورہی تھی تاہم ٹھنڈک لگائے جانے سے تھے۔ وہ دوائیں بھی کھا رہی تھی۔ اب وہ اٹھ کر چلنے پھرنے کے قابل ہوگئی تھی۔ لیکن اسے خیمے سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ وہ خیمے کے سامنے کرسی رکھ کر بیٹھ سکتی تھی۔ اس سے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ صرف اشاروں میں ضرورت کی کچھ باتیں ہوجایا کرتی تھیں۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو مرجانہ، تمہیں چلتے پھرتے دیکھ کر مجھے خوشی ہورہی ہے۔"

اس نے جواب دیا۔ "ہاں، اب میں لوگوں کو چلتا پھرتا کرنا چاہتی ہوں۔ سوچ رہی ہوں کہ کیا کیا جائے۔"

"ابھی کچھ نہ سوچو۔ زخم کو تھوڑا اور بھر جانے دو۔ جب تم کوئی عملی کوشش کرو گی۔ تو بھاگ دوڑ ہوگی یا مار پیٹ ہوگی۔ کچھ نہ کچھ ایسی بات ہوگی کہ بھرنے والا زخم پھر ہرا ہوجائے گا۔ تمہاری تکلیف بڑھ جائے گی۔ اس لیے ذرا آرام کرو۔ میں نے انتظامات کیے ہیں لوگ تمہاری تلاش میں ہیں۔ سپرماسٹر کی تنظیم سے تعلق رکھنے والے افراد سیٹی کا پٹرے کر جنگلوں میں پرواز کررہے ہیں۔ اس کے علاوہ کل تک ان کو گھوڑے مل جائیں گے۔ تو وہ گھوڑوں پر سوار ہوکر جنگلوں میں دوڑتے پھریں گے۔ کہیں نہ کہیں وہ تم کو پالیں گے۔ اس لیے ابھی بالکل آرام سے رہو اور ان لوگوں کو ذرا بھی شبہ ہونے نہ دو کہ تم فرار ہونے کی کوشش میں ہو۔"

وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگانا چاہتی تھی لیکن سر کے پچھلے حصے میں تکلیف ہونے لگی تو وہ آخر سیدھی بیٹھتے ہوئے بولی "پہلے تو حشمت بیگ، کبیر بیدل اور رگھو کی تلاش کررہی تھی۔ اب چوتھا نام ایک اور بڑھ گیا ہے اور وہ ہے جلال بیگ۔ یہ سب اسی کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس نے جس طرح میرے سر کے پیچھے ضرب لگوائی ہے، اسے میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ میری جگہ اگر کوئی اور لڑکی ہوتی تو وہیں ڈھیر ہوچکی ہوتی۔ اتنی شدید چوٹ کبھی برداشت نہ کرتی۔ میرا تو بھیجہ ہل کر رہ گیا ہے۔ میں کسی دن اسے ہلاکر رکھ دوں گی۔"

"غصہ برداشت کرنے کی کوشش کرو۔ غصے کی زیادتی سے سر دکھنے لگتا ہے۔ تمہارے سر کی تکلیف بڑھ جائے گی۔ ایک بات یاد ہے تمہیں؟"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ اندھیری سرنگ میں جب تم پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ اور تم یوں محسوس کررہی تھیں کہ اب تمہارا دم نکلنے والا ہے۔ اور تم شاید زندہ نہ رہ سکو تو تم نے آخری سانسوں میں کسے پکارا تھا؟"

"مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔"

"میں یاد دلاتا ہوں۔ تم مجھے یاد کررہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ تم میرے بازوؤں میں دم توڑنا چاہتی ہو اور میں تمہیں تسلیاں دے رہا تھا۔"

"جھوٹے کہیں کے مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ میں ایسا کہہ نہیں سکتی۔ میرا مزاج کچھ اور ہے۔"

"بیشک مزاج کچھ اور ہے۔ لیکن جب آخری وقت آتا ہے اور زندگی دور ہوتی دکھائی دیتی ہے اور موت سامنے کھڑی ہوتی ہے تو ایسے وقت اچھے اچھوں کے مزاج بدل جاتے ہیں۔ تمہارے بھی بدل گئے تھے۔ تم یقین کرو یا نہ کرو۔"

"اونہہ۔ میں کبھی یقین کر ہی نہیں سکتی۔ کوئی ثبوت کرو!"

"اور بات یہ کہ سونیا تمہیں بہت یاد کرتی ہے۔ تمہارے لیے بہت بے قرار ہے۔ اور بار بار رسونتی اور ممی کو بھیج کر تمہاری تلاش میں بھیجنا چاہتی ہے۔ میں نے بڑی مشکلوں سے اسے روک رکھا ہے۔"

"سونیا بڑی سویٹ ہے۔"

"ہوں۔ رسونتی بھی سویٹ نظر آئی تھی۔ تم نے اسے وہاں اندھیرے میں کیوں پکڑا تھا؟"

"بس یونہی۔ ویسے سچ بات کہتی ہوں کہ رسونتی حسین ہے۔ جوان ہے۔ لیکن جو بات سونیا میں ہے وہ بات میں نے کسی اور میں نہیں دیکھی۔"

"بھئی بس کرو۔ تم نے تو سونیا کا قصیدہ پڑھنا شروع کردیا ہے۔ ابھی میں جارہا ہوں لیکن مجھ سے وعدہ کرو کہ تم یہاں سے فرار ہونے کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گی۔"

اس نے مجھ سے وعدہ کیا۔ میں دماغی طور پر اپنے ہسپتال کے کمرے میں واپس آگیا۔ میرے دن اور رات ہسپتال کے کمرے میں گزر رہے تھے۔ رینگتے ہوئے بھی کسی نہ کسی طرح وقت گزر ہی رہا تھا۔ آخر وہ دن آگیا۔ اسی کی دوسری صبح ڈاکٹر نے کہا تھا کہ میں اپنا اصلی چہرہ دیکھ سکوں گا۔ اس دن مہم جُو پارٹی کے جوان بہت مصروف رہے۔ انہیں گھوڑے دستیاب ہوگئے تھے اور میلوں وہ گھوڑوں پر سوار ہوکر تمام دن جنگل کی خاک چھانتے رہے اور میلوں دور تک سفر کیا تھا۔ لیکن انہیں یا تو جنگل ہی جنگل نظر آئے تھے یا جنگلیوں کی چھوٹی آبادی دکھائی دی تھی۔ اس آبادی میں ٹوٹی پھوٹی انگریزی جاننے والے بھی تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ یہاں کوئی ایسی جگہ ہے۔ جہاں پانچ کٹڑی کے کانچ بنتے ہوں اور وہاں مختلف قسم کے پھول اور پھل نظر آتے ہوں۔ ان جنگلیوں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے ایسی کوئی جگہ نہیں دیکھی ہے۔

وہ سارا دن بڑی مصروفیت میں گزرا۔ لیکن کسی کو کامیابی نہ ہوئی۔ جنہیں تلاش کیا جارہا تھا۔ وہ پتہ نہیں جنگل میں کہاں چھپے ہوئے تھے۔ یا وہ جنگل نہیں تھا۔ کوئی اور جنگل تھا۔ کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ بہرحال سارا دن گزر گیا رات آگئی۔

ہسپتال میں میری وہ آخری رات تھی۔ میکی براڈلے نے ڈنر کے بعد میرے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "وش یو گڈ لک۔ کل صبح میری کامیابی کا دن ہے۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں کتنا تجربہ کار اور کامیاب سرجن ہوں۔ تم کل اپنا اصلی چہرہ دیکھ سکو گے۔ اوکے۔ اب صبح ملاقات ہوگی۔ شب بخیر۔"

وہ مجھ سے رخصت ہوکر چلا گیا۔ میں بھی جلد سو جانا چاہتا تھا۔ لیکن اپنے فرائض بھی بنا ہنسے تھے۔ میں نے سائرہ بانو کی خبر لی۔ پھر مرجانہ سے ملاقات کی اس کے بعد سونیا، رسونتی اور ممی کے پاس پہنچ گیا۔ رات کے وقت وہ تینوں کانچ کی چھت پر آگئی تھیں۔ ممی نے کہا تھا کہ سونیا اور رسونتی سوتی رہیں اور وہ جاگ کر پہرہ دیتی رہیں گی۔ کوئی خطرہ ہوگا تو وہ سونیا کو اٹھا دیں گی۔

سونیا بوڑھی خاتون کو تکلیف دینا نہیں چاہتی تھی۔ خود جاگنا چاہتی تھی۔ لیکن ممی نے سمجھایا۔ "بیٹی ایک تو تم رات جاگا کرو گی دوسرے یہ کہ دشمن آگئے تو تمہیں سونے کی فرصت بھی نہیں ملے گی۔ پتہ نہیں کیا حالات ہوں۔ لہٰذا جب تک کوئی خطرہ نہ ہو تمہیں آرام کرنا چاہیے اس وقت تک میرا اور رسونتی کا فرض ہے کہ ہم باری باری جاگتے رہیں اور پہرہ دیتے رہیں۔ تم ہمارے لیے بہت قیمتی ہو تمہیں ہونا چاہیے۔"

رسونتی اور ممی نے اسے سمجھا بجھا کر سلا دیا۔ رسونتی بھی یہ کہہ کر سو گئی کہ ایک بجے کے بعد ممی اسے بیدار کردیں گی۔ پھر رسونتی پہرہ دے گی اور ممی سو جائیں گی۔ بیٹھے کرنے کے بعد اب ممی جاگ رہی تھیں اور وہ دونوں سو رہی تھیں۔ اب تک اس کانچ کے اطراف رات کو کبھی خطرہ محسوس نہیں ہوا تھا۔ صرف جنگلی درندوں کی آوازیں کبھی کبھی سنائی دیتی تھیں۔ وہ بھی دور ہوتی چلی جاتی تھیں۔ کوئی دشمن رات کو کبھی ادھر نہیں آیا۔ اسی لیے مجھے بھی اطمینان تھا کہ یہ رات بھی آرام سے گزر جائے گی۔ یہ سوچ کر میں نے اپنے دماغ کو ہدایات دیں اور صبح چھ بجے تک کے لیے آنکھیں بند کرلیں۔

صبح کے چھ بج گئے۔ دماغ نے ہدایات پر عمل کیا۔ میری آنکھیں کھل گئیں۔ میں نے تھوڑی دیر تک چھت کو گھورتے رہنے کے بعد سوچا۔ پہلے کس کی خبر لینا ہے۔ سائرہ بانو کے اطراف سخت پہرہ تھا۔ وہ محفوظ تھیں۔ مرجانہ میری ہدایات پر عمل کررہی تھی۔ اور فرار ہونے سے گریز کررہی تھی۔ اس کے سر کی تکلیف بالکل ختم ہوگئی تھی۔ صرف زخم رہ گیا تھا جس کا علاج ہورہا تھا اور علاج کے دوران جو تکلیف ہوا کرتی ہے۔ وہ ایسی تھی کہ مرجانہ اسے ہنستے ہنستے برداشت کرسکتی تھی۔ بہرحال مجھے مرجانہ کی بھی اب اتنی فکر نہیں تھی۔ لہٰذا میں سونیا، رسونتی اور ممی کے پاس پہنچ گیا۔

وہاں پہنچنے ہی پتہ چلا کہ معاملہ گمبھیر ہوگیا ہے۔ صبح پانچ بجے سے ہی سونیا کو ممی نے اٹھا دیا تھا اور اسے بتایا تھا کہ کانچ کے آس پاس کچھ گھڑ سوار نظر آرہے ہیں۔ سونیا نے جلدی سے اٹھ کر دیکھا تو کانچ سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر تقریباً بیس گھڑ سوار نظر آئے۔ جو کانچ کے چاروں طرف موجود تھے۔ کوئی درخت کے پیچھے تھا۔ کوئی درخت کے آگے بالکل سونیا کے سامنے جیسے تن کر چیلنج کررہا تھا کہ نیچے آؤ۔ دیکھا جائے گا۔

سونیا خاموشی سے چاروں طرف چھت پر گھومتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اب تک کسی بھی دشمن نے نہ تو للکارا تھا اور نہ ہی کاپچ کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ سب خاموشی سے تاڑ رہے تھے۔ سونیا نے آہستگی سے کہا: "ممی آپ رسونتی کو لے کر نیچے کمرے میں چلی جائیں اور کھڑکی کے سامنے نہ جائیں۔ شاید وہ فائرنگ کریں۔ باقی میں یہاں نمٹ لوں گی جلدی کریں۔"

ممی اور رسونتی چھت پر بیٹھ گئیں۔ پھر وہاں سے رینگتے ہوئے نیچے جانے لگیں۔ میں اسی وقت حشمت بیگ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اب تک گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو بری طرح جھنجوڑ ڈالا۔ وہ ایک دم سے چیخ مار کر اٹھا اور بستر پر تلملاتے ہوئے اِدھر اُدھر تڑپنے لگا۔ میں نے غصّے سے سوچ کے ذریعے کہا: "ذلیل انسان سائرہ بانو نے تین دن کی مہلت لی تھی اور تو اس پر راضی ہو گیا تھا۔ پھر سونیا وغیرہ کو کیوں پریشان کیا جا رہا ہے۔ تمھارے آدمی کاپچ کو کیوں گھیر رہے ہیں؟"

حشمت بیگ نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھامتے ہوئے کہا: "خدا کے لیے مجھے ایسی سزائیں نہ دو۔ میرا دماغ پھٹنے جا رہا ہے۔ میں سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا۔"

میں نے کہا: "فوراً میری بات کا جواب دو۔ ورنہ میں اس سے بھی برا سلوک کروں گا۔"

اس نے کہا: "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔ میں نہیں جانتا کہ ان لوگ کاپچ کو گھیر رہے ہیں اور ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا کیونکہ میرا ایجنٹ جلال بیگ اپنی مرضی کا مالک ہے اور وہ اپنے مقصد کے بارے میں مجھے نہیں بتاتا ہے۔ تم مجھے تھوڑا سا وقت دو۔ میں اپنے بیٹے سے کسی طرح رابطہ قائم کر کے اسے سمجھاؤں گا کہ وہ مہلت کی مدت ختم ہونے تک وہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے۔"

میں حشمت بیگ کو چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ چھت پر تنہا کھڑی ہوئی تھی۔ ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔ اور انگلی ٹریگر پر رکھی ہوئی تھی۔ اس نے تھوڑی دیر تک انتظار کرنے کے بعد للکار کر پوچھا: "تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے سر اٹھا کر اوپر چھت کی طرف دیکھنے لگے۔ سونیا نے پھر پوچھا: "میں آخری بار پوچھتی ہوں۔ دوستی کے لیے اٹھے ہوئے یا دشمنی کے لیے۔ اگر جواب نہیں دو گے تو میں گولی چلا دوں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی گھوڑے سوار ایک ایک کر کے پلٹ گئے۔ جیسے منہ پھیر کر جا رہے ہوں۔ لیکن ذرا دور جا کر وہ ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ پھر انھوں نے دائیں طرف گھوڑوں کو موڑ لیا یعنی سب ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہو گئے۔ اس کے بعد آگے والے گھوڑے سوار نے جنگلیوں کے انداز میں چیختے ہوئے گھوڑے کو لگام سے مارا۔ ایڑ لگائی اور اسے دوڑانے لگا۔ گھوڑے نے تیزی سے دوڑنا شروع کیا۔ اس کے پیچھے دوسرے گھوڑے بھی دوڑنے لگے۔ سونیا نے دیکھا۔ اب وہ چھ گھوڑے سوار ذرا ذرا سے فاصلے پر دوڑ رہے تھے۔ اور کاپچ کے چاروں طرف گھوم رہے تھے۔ ایک دائرہ بنا کر اِدھر سے اُدھر بھاگتے جا رہے تھے۔ سونیا چھت پر تنہا تھی۔ وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر نہیں دیکھ سکتی تھی کہ کون سا گھڑ سوار کس طرف جا رہا ہے۔ بس اتنا پتہ تھا کہ وہ جدھر بھی جا رہا ہو ایک دائرے میں چکر کاٹنے کے بعد پھر سامنے کی طرف آئے گا۔ وہ کھڑی ہو کر ان کی حرکتوں کو دیکھنے لگی۔

میری بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ لوگ کاپچ کے چاروں طرف اتنی تیزی سے گھوڑے کیوں دوڑا رہے ہیں۔ پھر اچانک ہی ساری بات سمجھ میں آ گئی۔ اچانک ہی رسّی کا ایک پھندا لہراتا ہوا چھت کی طرف گیا اور سونیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس سے پہلے کہ سونیا سنبھلتی اسے ایک جھٹکا سا لگا۔ پھر وہ چھت کے کنارے سے لڑھک کر برآمدے کی چھت پر آئی اور وہاں سے لڑھکتے ہوئے نیچے آ کر گھاس پر گر پڑی۔

وہ سونیا تھی۔ کوئی اناڑی عورت نہیں تھی کہ اچانک حملے سے بوکھلا جاتی۔ چھت پر سے لڑھکتے ہوئے آ کر زمین پر گرنے کے باوجود تجربات نے اسے جو کچھ سکھایا تھا۔ اس پر اس نے عمل کیا۔ اپنا ریوالور کو اس نے چھوڑا نہیں تھا۔ اس پر گرفت مضبوط تھی۔ اور کاپچ کی پیٹی تو اس کی کمر سے بندھی ہوئی تھی۔ فرش پر پہنچتے ہی پہلے تو تکلیف کا احساس کیا۔ مگر دشمنوں کی موجودگی نے فوراً ہی اس احساس کو ختم کر دیا۔ غصہ اور غصّہ اس کے دماغ میں بھر گیا۔ مکاری اور ذہانت جو اس کی خصوصیت تھیں۔ وہ اپنا کام دکھانے لگیں۔ گرتے ہی اس نے کروٹ بدلتے ہوئے اندھا دھند فائرنگ کی۔ دو بار گولی چلائی دونوں گولی کام کر گئی۔ جس نے پھندا ڈال کر رسی سے کھینچا تھا۔ وہی گولی کا نشانہ بن کر گھوڑے کی پیٹھ سے لڑھکتا ہوا نیچے آیا۔ مگر گھوڑے کے اگلے نہ ہونے کا کیونکہ اس کا پاؤں رکاب میں پھنسا ہوا تھا۔ اور گھوڑا اسے لے کر بھاگ رہا تھا۔ رسّی اس آدمی کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ وہ حالات کو سمجھتے ہوئے فوراً ہی اٹھ گئی تھی اور دوڑتے ہوئے اس گھوڑے کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگی۔

اسی وقت پے در پے کئی فائر ہوئے۔ سونیا کے قریب سے کتنی گولیاں گزریں۔ اس کے بعد ایک گولی کھڑکی کا شیشہ توڑتے ہوئے اندر گئی۔ رسونتی کی چیخ سنائی دی۔ پھر دوسرے ہی لمحے اندر سے فائرنگ شروع ہوئی۔ ممی گولیاں چلا رہی تھیں۔ سونیا کو موقع دے رہی تھیں

وہ دوڑتے ہوئے اس خالی گھوڑے تک پہنچ جائے۔ جو دوسرے گھڑ سوار تھے۔ وہ سونیا کے قریب نہیں آ رہے تھے۔ کیونکہ اندر سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ پھر جوابًا ان لوگوں نے جھنجلا کر کاپچ کی طرف فائرنگ کی۔ تاکہ ممی کو فائرنگ سے روکا جائے لیکن اس وقت تک سونیا گھوڑے تک پہنچ گئی تھی۔ اور اچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو گئی تھی۔ سوار ہوتے ہی اس نے گرنے والے شخص کے پاؤں کو رکاب سے آزاد کیا۔ اور پھر گھوڑے کی لگام تھام کر چیختے ہوئے ایک دم ہی سے جنگل کی طرف بھاگنے لگی۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ وہ لوگ ممی کا خیال چھوڑ دیں۔ کاپچ کی طرف فائرنگ نہ کریں اور اس کا تعاقب کریں تاکہ اسے گرفتار کیا جا سکے۔ یا ہلاک کیا جا سکے سونیا نے موت کو اپنے پیچھے لگا لیا تھا۔

سونیا کی تدبیر اپنی جگہ درست تھی۔ لیکن سب کے سب دشمنوں نے اس کا تعاقب نہیں کیا۔ تین گھوڑے سوار اس کے پیچھے بھاگے باقی تین میں ایک تو سونیا کے ہاتھوں ہلاک ہو چکا تھا۔ دو رہ گئے تھے۔ وہ دونوں کاپچ سے ذرا دور رہ کر ممی اور رسونتی کے خلاف مورچہ بنانے لگے۔ میں پریشان ہو گیا کہ کہاں دیکھوں اور کس کے پاس رہوں۔ اُدھر سونیا کے پیچھے موت دوڑی چلی جا رہی تھی۔ اِدھر ممی اور رسونتی بھی دو دشمنوں کے رحم و کرم پر تھیں۔ بے چاری ممی تو ہاتھ تک فائرنگ کرتیں یا گنتی کے کام آتے۔ ہوس کب تک کام آتے پھر یہ کہ ممی ریوالور کا استعمال تو جانتی تھیں۔ لیکن ان کا نشانہ درست نہیں تھا۔ دوسری طرف رسونتی اس معاملے میں بالکل کوری تھی۔ اس نے ریوالور کو کبھی پکڑا بھی نہیں تھا۔

میں دونوں طرف سے الجھا ہوا تھا۔ اس لیے پلک جھپکتے ہی کبھی رسونتی کے پاس اور کبھی سونیا کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ وہ تیزی سے گھوڑے کو دوڑاتی جا رہی تھی۔ کبھی کبھی پیچھے سے دشمن فائر کرتے تھے لیکن گولی اسے شاید اس لیے نہیں لگتی تھی کہ وہ دوڑتے ہوئے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھے کر نشانہ صحیح نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ سونیا رہ رہ کر گھوڑے کی گردن سے لپٹ جاتی تھی اور وقتاً فوقتاً گھوڑے کی لگام کو کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف کرتی تھی۔ گھوڑا مختلف سمت دوڑتا چلا جا رہا تھا۔ جس سے دشمنوں کو اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ کس لمحے سونیا کا گھوڑا کس سمت جائے گا۔ بہرحال وہ بڑی ہوشیاری سے اور پوری حاضر دماغی سے تعاقب کرنے والے دشمنوں کو اپنے پیچھے لگائے ہوئے تھی۔

میں چند لمحوں کے لیے اسے چھوڑ کر رسونتی اور ممی کے پاس پہنچا۔ وہ دونوں کمرے کے اندر سہمی ہوئی تھیں۔ کھڑکی دروازے بند تھے اور وہ کبھی اس کھڑکی سے کبھی اس کھڑکی سے دشمنوں کو دیکھتی تھیں۔ جو اب نظر نہیں آ رہے تھے۔ پتہ نہیں کہاں گم ہو گئے تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ کاپچ کے پچھلی طرف سے چپ چاپ اس کمرے کی طرف بھی آ سکتے ہیں۔ اور دروازے کو توڑ سکتے ہیں۔ بہرحال وہ کیا کر رہے ہیں۔ یہ کچھ سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا۔ اور نہ ہی میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا۔ کاش کہیں ان کو نگے بدمعاشوں تک پہنچ سکتا۔ وہاں سنسنی پھیلی ہوئی تھی کہ پتہ نہیں کس لمحے کیا ہو جائے۔

میں پھر چند لمحوں کے لیے انھیں چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ گھوڑوں کی دوڑ جاری تھی۔ وہ آگے پیچھے گھوڑے دوڑاتے جا رہے تھے۔ سونیا سمجھ رہی تھی کہ اس کا تعاقب کرنے والے اس کے قریب آتے جا رہے ہیں۔ وہ آگے کی طرف بھی دیکھتی تھی اور کبھی کبھی گردن گھما کر پیچھے بھی دیکھ لیتی تھی۔ آگے اس لیے دیکھنا پڑتا تھا کہ بہت سے درخت ایسے تھے جن کی شاخیں نیچے کی طرف جھکی ہوئی تھیں۔ اور وہاں سے گزرتے وقت اس کو سر جھکا کر گزرنا پڑتا تھا۔ اگر وہ سر اٹھا کر گھوڑے پر بیٹھی رہتی تو شاخوں سے ٹکرا کر زخمی ہو کر گھوڑے کی پیٹھ سے نیچے گر پڑتی۔ اسی لیے اسے آگے پیچھے کا خیال رکھنا پڑتا تھا۔

پھر اس کا تعاقب کرنے والے بالکل ہی قریب پہنچنے لگے۔ وہ چاہتی تو پیچھے کی طرف ہاتھ بڑھا کر اندھا دھند فائرنگ کر سکتی تھی۔ اپنے دشمنوں کو بوکھلاہٹ میں مبتلا کر سکتی تھی۔ لیکن اس کے حساب سے ریوالور میں صرف دو گولیاں رہ گئی تھیں۔ اور باقی گولیاں کمر کی پیٹی میں بندھی ہوئی تھیں۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ وہاں سے گولیاں نکال کر ریوالور کے چیمبر کو بھرتی۔ اس نے دوڑتے دوڑتے چشم زدن میں کچھ فیصلہ کیا۔ پھر ریوالور کو اپنے دانتوں میں دبا لیا لگام کو ڈھیل دیتے ہوئے اور ایڑ لگاتے ہوئے تیزی سے گھوڑے کو آگے دوڑانے لگی۔ سامنے ہی ایک ایسا درخت آ رہا تھا جس کی شاخ نیچے کی طرف جھکی ہوئی تھی۔ اس نے رکاب سے اپنے پاؤں ڈھیلے کر لیے۔ جیسے ہی وہ شاخ قریب آئی اس نے فوراً اچھل کر اس شاخ کو پکڑ لیا۔ اس کے نیچے سے گھوڑا نکل کر چلا گیا۔ اسی تیز رفتاری میں باقی تین گھوڑے سوار بھی آگے بڑھتے چلے گئے۔ جب انھوں نے آگے گھوڑے کو خالی دیکھا تو انھوں نے اپنے گھوڑوں کو لگام دی لیکن وہ گھوڑے رکتے رکتے بھی کچھ فاصلے تک چلے گئے۔ اس وقت تک سونیا اس شاخ کو چھوڑ کر نیچے زمین پر آ گئی تھی۔ اور ریوالور کو ہاتھ میں لے کر کھڑی ہوئی تھی۔ جیسے ہی وہ تینوں گھوڑے سوار لوٹے اور پلٹنا ہی چاہتے تھے کہ اس نے متواتر فائرنگ کی۔ دو گولیاں چلیں اور دو سوار گھوڑے سے نیچے گرے۔ تیسرا بھاگتا ہوا ایک جھاڑی کے پیچھے چلا گیا۔ کیونکہ سونیا کے ریوالور میں تیسری گولی نہیں تھی۔ وہ بھی دوڑتی ہوئی ایک درخت کے پیچھے گئی پھر اپنے ریوالور کے چیمبر کو بھرنے لگی۔

میں پھر چند سیکنڈ کے لیے کاپچ میں پہنچ گیا۔ رسونتی اور ممی

وحشیانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے کھڑکی کے پرے دیکھ رہی تھیں۔ وہ کھڑکی سے ہٹ کر دیوار سے لگی ہوئی تھیں اور کبھی کبھی کھڑکی سے جھانک لیتی تھیں۔ کان لگا کر کچھ آہٹ سننے کی کوشش کرتی تھیں۔ مگر کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ دونوں دشمن واپس چلے گئے ہیں۔ یا کچھ کرنے میں مصروف ہیں۔

میں نے رسونتی کو مخاطب کیا تو اس کی جان میں جان آئی۔ میں نے کہا: "تم پریشان نہ ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

وہ بولی: "ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے سوچ کے ذریعے تمہیں پکارا تھا۔ مگر تمہارا جواب نہیں ملا۔ میں سمجھی تم ہم سے غافل ہو۔"

"میں غافل نہیں ہوں۔ سونیا بھی مصیبت میں ہے۔ دشمن اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔ کبھی میں اس کی طرف جاتا ہوں۔ کبھی تم لوگوں کے پاس آتا ہوں۔ تم ایسا کرو کہ وہ ریوالور اپنے ہاتھ میں رکھو اور کار توس کی پیٹی اپنے شانے سے لٹکا لو۔"

"لیکن فریاد میں مشغول ہوں کہ ایسے حالات میں مجھے ریوالور کا استعمال نہیں آتا ہے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ جب کوئی افتاد آپڑے گی تو میں تمہارے دماغ پر پوری طرح قابض ہو جاؤں گا۔ پھر تمہارے ہاتھ ریوالور کو اچھی طرح استعمال کر سکیں گے اور نشانہ بھی صحیح ہوگا۔ تم فکر نہ کرو۔ جو کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ میں ابھی سونیا کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

سونیا درخت کے تنے سے لگی ہوئی کھڑی تھی۔ اور ذرا سا مڑ آگے کر کے اپنے سامنے دور دیکھ رہی تھی۔ دور ایک جھاڑی کے پیچھے گھوڑے کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ اس گھڑ سوار نے اپنے گھوڑے کی لگام کو درخت کی ایک شاخ سے باندھ دیا تھا۔ کیونکہ باقی گھوڑے بھاگ گئے تھے۔ اسے خدشہ تھا کہ اس کا گھوڑا بھی نہ بھاگ جائے۔ میں نے سونیا سے پوچھا: "تمہیں اس درخت کے پیچھے کتنی دیر ہوئی ہے؟"

"میں اندازے سے کہہ سکتی ہوں کہ ایک منٹ گزر رہا ہے۔"

"مقابلے کا وقت ایک منٹ بہت ہوتا ہے۔ ایک منٹ میں دشمن کچھ سے کچھ کر گزرتا ہے۔ یہ جنگل ہے اگر وہ اوندھے منہ لیٹ کر رینگتا ہوا گھاس پر سے اپنی جگہ تبدیل کرے گا تو تمہیں پتہ نہیں چلے گا۔ تمہیں آہٹ نہیں ملے گی۔ تم فوراً گھاس پر لیٹ جاؤ اور اسی طرح اپنی جگہ تبدیل کرو۔"

وہ اوندھے منہ لیٹ کر رینگنے کے لیے بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی آئی اور درخت کے تنے کے اس حصے میں پیوست ہو گئی۔ جہاں ابھی وہ کھڑی تھی۔ وہ تڑپ کر گھاس پر لیٹ گئیں۔ وہاں سے لڑھکتے ہوئے درخت کے تنے کے دوسری طرف پہنچ گئی۔ وہاں پہنچ کر بھی وہ لیٹی رہی اور ذرا سا سر

اٹھا کر دیکھنے لگی۔ چاروں طرف اونچی اونچی گھاس تھی۔ لیٹنے والے ایک دوسرے کو نظر نہیں آتے تھے۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل سے دور دور تک دیکھ رہی تھی۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ درخت کے پتے بھی خاموش تھے۔ ہوائیں چل رہی تھی۔ بالکل گہری خاموشی میں چاند ہی دور سے ہولے ہولے کروٹیں لینے کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے کان لگا کر سنا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ آواز کتنی دور سے آ رہی ہے اور کس سمت سے آ رہی ہے۔ یہ دشمن کی طرف سے دھوکہ بھی ہو سکتا تھا اس لیے وہ کان لگائے آواز کو بہت محتاط ہو کر سنتی رہی۔ ریوالور پر اس کی گرفت مضبوط تھی اور ٹریگر پر انگلی جمی ہوئی تھی۔

ایک ذرا سا کانپ دینے والے اور دل کو دھڑکا دینے والے انتظار کے بعد ایک جگہ گھاس میں ہلچل سی ہوئی۔ پھر ایک انسانی جسم نظر آیا۔ وہ وہی دشمن تھا۔ آہستہ آہستہ اٹھ رہا تھا۔ پھر وہ اٹھ کر اس طرح کھڑا ہوا کہ اس کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ وہ ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھ رہا تھا۔ سونیا نے اس پر فائر نہیں کیا۔ کیونکہ اس کے دونوں ہاتھ خالی تھے۔ وہ ڈگمگاتے ہوئے آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے اچانک ہی لڑکھڑایا۔ پھر اوندھے منہ گھاس پر گر پڑا۔

سونیا کی سوچ نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیا ہوا؟"

میں نے کہا: "تم گھاس پر لڑھکتے وقت مسلسل فائرنگ کر رہی تھیں۔ شاید فائرنگ کی زد میں وہ آگیا ہے۔ آگے بڑھ کر دیکھو۔ مگر کھڑی نہ ہونا۔ اسی طرح رینگتی ہوئی آگے بڑھو۔"

وہ گھاس پر رینگنے سے اسی طرف بڑھنے لگی۔ جہاں وہ شخص اوندھے منہ گرا تھا۔ وہ دشمن کی چال بھی ہو سکتی تھی۔ لیکن سونیا بھی کچی نہیں تھی۔ وہ اتنی محتاط تھی کہ کسی بھی لمحے پلک جھپکتے ہی فائر کر سکتی تھی۔ بہرحال وہ آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئی۔ وہ واقعی مردہ پڑا ہوا تھا۔

میں نے سونیا سے کہا: "اب وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً اس کے گھوڑے کو لو اور کاٹیج واپس پہنچو۔ ممی اور رسونتی خطرے میں ہیں۔ میں وہاں جو دو گھوڑے سوار رہ گئے تھے۔ ان کے متعلق پتہ نہیں چل رہا ہے کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔"

سونیا اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور چاروں طرف دیکھتے ہوئے گھوڑے کی طرف بڑھنے لگی اور اندازہ کرنے لگی کہ وہ کس طرف سے آئی تھی اور وہ کاٹیج کس سمت ہو سکتا ہے۔ پھر وہ بولی: "فریاد۔ یہاں سمتوں کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ چاروں طرف ایک ہی جیسے درخت پھل اور پھول نظر آتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کدھر سے آئی تھی۔"

"تم گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ پھر اس کے بعد دیکھو کہ درخت کی وہ شاخ کہاں ہے۔ جس پر تم دوڑتے ہوئے گھوڑے پر سے اچھل کر لٹک گئی تھیں۔ وہ شاخ اگر نظر آ جائے تو سمجھ لو کہ اس سے مخالف سمت سے آ رہی تھیں۔ اس لیے تمہیں مخالف سمت ہی جانا چاہیے۔ اسی طرح راستے کا تم اندازہ کرتی رہو گی تو کاٹیج تک پہنچ جاؤ گی۔ میں ان کے پاس جا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں پھرتی اور رسونتی کے پاس پہنچا۔ اسی وقت باہر گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ ایک گولی کھڑکی کا شیشہ توڑ کر اندر آئی۔ اسی وقت مجھے ڈائریکٹر کی براڈے کی آواز سنائی دی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "مسٹر فریاد۔ اب وقت ہو گیا ہے۔ میں آپ کو آپ کا چہرہ واپس کرنے آیا ہوں۔"

میں نے کہا: "ڈائریکٹر اس وقت میرے ساتھی بڑی مصیبت میں ہیں۔ وہاں میرا ماضی طور پر موجود رہنا بے حد ضروری ہے۔ اگر آپ مجھے ڈسٹرب نہ کریں تو میں چپ چاپ آنکھیں بند کر کے لیٹا رہوں گا۔ آپ میرے چہرے کے ساتھ جو کرنا چاہے کرتے رہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم اپنے کام میں مصروف رہو۔ میں اپنے کام کو نپٹاتا ہوں گا۔ گیری آن۔"

میں آنکھیں بند کر کے پھر اس کاٹیج میں پہنچ گیا۔ ممی جوانا ٹائپنگ کر رہی تھیں۔ میں رسونتی کے دماغ پر قابض ہو گیا تھا۔ اسی وقت رسونتی فرش پر بیٹھ گئی۔ پھر فرش پر دونوں ہاتھ اور پاؤں کے بل رینگتے ہوئے دوسری طرف کھڑکی کی طرف جانے لگی۔ وہاں اس نے دیوار سے لگ کر کھڑکی کے پار دیکھا تو وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ ممی نے پلٹ کر اس سے کہا: "بیٹی تم وہاں نہ جاؤ۔ تم دشمنوں سے مقابلہ نہیں کر سکو گی۔"

رسونتی نے مسکرا کر کہا: "ممی۔ اس وقت میں رسونتی نہیں، فریاد ہوں۔ اب یہ باقاعدہ ریوالور کو استعمال کر سکے گی۔ اور دشمنوں کی چالوں کو سمجھ سکے گی۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

وہ خوش ہو کر بولیں: "بیٹے! یہ تم نے اچھا کیا کہ میرے پاس آ گئے۔ میرا دل بڑا گھبرا رہا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ تم آ جاؤ اور ہاں تم نے مجھے بتایا تھا نا؟ وہ دن اور تاریخ مجھے یاد ہے۔ آج تمہارے چہرے سے پٹیاں اترنے والی ہیں۔ تم اپنا اصلی چہرہ پا لو گے اور میری پیشگوئی درست ہو گی۔"

"ممی! آپ کے علم کا جواب نہیں ہے۔ اس وقت ڈاکٹر میکی براڈے میرے چہرے سے پٹیاں اتار رہا ہے اور میں آپ کے پاس موجود ہوں۔ تھوڑی دیر بعد میں اپنے اصل روپ میں آ جاؤں گا۔ پھر جلد ہی ہسپتال سے نکل کر اس جگہ کو تلاش کرتے ہوئے آپ کے پاس پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ آپ کی یہ خواہش ضرور پوری ہو گی کہ آپ مجھے میرے اصلی چہرے کے ساتھ دیکھیں اور آپ ضرور دیکھیں گی۔"

ایسا کہتے وقت میں نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنی۔ رسونتی نے فوراً ہی کھڑکی کے پار دیکھا۔ ایک شخص ہاتھ میں ریوالور لیے دوڑتا ہوا جا رہا تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے نشانہ لگایا۔ اس نے فائر کیا لیکن اسی وقت وہ شخص کھڑکی کے فریم سے باہر چلا گیا۔ یعنی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

وہ کاٹیج لکڑی کے تختوں سے بنایا گیا تھا۔ اس کا فرش بھی لکڑی کے تختوں کا تھا۔ چلنے سے ہلکی سی آواز پیدا ہوتی تھی۔ میں نے رسونتی کی سماعت کے ذریعے آواز سنی۔ کوئی برآمدے کے تختے پر آ گیا تھا اور آہستہ آہستہ ایک طرف بڑھ رہا تھا۔ شاید باہر اس کمرے کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا تھا جس میں ممی اور رسونتی موجود تھیں۔

تھوڑی دیر تک گہری خاموشی رہی۔ باہر سے کسی کے چلنے کی آواز نہیں آئی۔ پھر یکلخت ممی نے چیخ ماری۔ اٹھوں نے کھڑکی کے پار ایک شخص کو دیکھ لیا تھا جو ہاتھ بڑھا کر رسونتی کا نشانہ لے رہا تھا۔ ممی نے فوراً ہی اس کا نشانہ لے کر اپنے ریوالور سے گولی چلائی مگر گھٹ کی آواز کے ساتھ ریوالور خالی رہا۔ تب انھیں احساس ہوا کہ وہ چیمبر کی چھ گولیاں استعمال کر چکی ہیں۔ انھیں چیمبر کو بھرنا چاہیے تھا لیکن اب وقت نہیں تھا۔ میں نے رسونتی کی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا۔ ان کے چیخنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی اور نہ ہی میں رسونتی کی آنکھوں سے اس دشمن کو دیکھ سکا تھا جو کھڑکی کے پار کھڑا ہوا نشانہ لے رہا تھا۔ اسی الجھن میں ممی دوڑتے ہوئے چیختے ہوئے آئیں اور رسونتی سے لپٹ گئیں۔ اسی وقت ہٹاتیں سے گولی چلی اور ممی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ گولی ان کی پیٹھ میں پیوست ہو گئی تھی۔ پھر دوسرا فائر ہوا۔ دوسری گولی بھی انھیں لگی۔ اس وقت تک میں بھی کو ایک ہاتھ سے سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے فائر کرنا چاہتا تھا لیکن اتنی دیر میں وہ شخص نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تاہم میں نے اسے دہشت زدہ کرنے کے لیے کھڑکی پر پے در پے دو فائر کیے۔ اس کے بعد ممی کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

وہ تڑپ رہی تھیں۔ ڈوبتی ہوئی نظروں سے رسونتی کے چہرے کو تک رہی تھیں۔ میں نے کہا: "ممی! یہ آپ نے کیا کیا۔ آپ کو رسونتی سے آگے نہیں لپٹنا چاہیے تھا۔"

"بیٹے! یہ تیری امانت ہے نا۔ میں نے ایک وقت میں دو فرائض انجام دیے ہیں۔ تیری امانت کی حفاظت کی اور تجھ سے آگے لپٹ گئی۔ تو اس وقت رسونتی نہیں، فریاد ہے۔ میرا بیٹا ہے اور میں تجھے نہیں دیکھتے ہوئے بھی دیکھ رہی ہوں۔"

میں نے بڑے کرب سے اور بڑے دکھ سے کہا: "ممی! یہ کیا ہو گیا ممی! آپ میرا اصلی چہرہ دیکھنا چاہتی تھیں۔ دیکھیے، شاید ڈاکٹر نے میرے چہرے کی آخری پٹی بھی اتار دی ہو گی اور میرے

چہرے کو وہ لوگ دیکھ رہے ہوں گے مگر میری ماں نہیں دیکھ رہی ہے۔ آہ، میں آپ کی یہ آخری خواہش بھی پوری نہ کر سکا۔"

"بیٹے! بڑی خواہشیں ہوتی ہیں اس دنیا میں لیکن سبھی خواہشیں تو پوری نہیں ہو جاتیں۔ یہی کیا کم ہے کہ تم مجھ سے ہزاروں میل دور ہو لیکن میں تمہارے بازوؤں میں ہوں۔ تمہاری آواز کو اپنے دماغ میں سن رہی ہوں اور دیکھو تمہارے ہی سینے سے لگ کر دم توڑ رہی ہوں۔"

ان کی باتیں سن کر میں تڑپ گیا۔ میں نے دونوں بازوؤں میں اچھی طرح سمیٹ کر انھیں اپنے سینے سے لگا لیا۔ وہ ہولے ہولے ہمک رہی تھیں اور بہت دھیمے سروں میں کہہ رہی تھیں۔

"بیٹے! جب میں برما سے رسونتی کو لے کر چلی تھی میں سمجھ گئی تھی کہ اب میں کبھی واپس نہیں جا سکوں گی۔ اسی لیے میں نے وکیل کو بلا کر تمہارے نام وصیت کر دی تھی کہ میری کوٹھی، دولت اور جائداد جو کچھ بھی ہے۔ وہ سب تمہارے لیے ہے۔ کبھی برما جاؤ تو یہ چیزیں اپنی ماں کا تحفہ سمجھ کر قبول کر لینا۔ میں جا رہی ہوں بیٹے! خدا حافظ بیٹے! میرے..... بچے!"

ایسا کہتے ہوتے وہ ایک دم سے تھم گئیں۔ میں مر دہوں رونا نہیں جانتا لیکن پتھر پگھلتے بھی ہیں، ٹوٹتے بھی ہیں خواہ وہ کتنی ہی مضبوط چٹان بن کر رہیں اور میں اس وقت کتنے ہی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر میکے برادلے نے مجھے جھنجھوڑ کر کہا۔ "مسٹر فریاد! یہ کیا آپ اس قدر کیوں ٹوٹ گئے ہیں، چہرے اور جسم کو بالکل اکڑا لیا ہے۔ اپنے جسم کو ڈھیلا رکھیں اور آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ میں آئینہ دکھا رہا ہوں۔ آپ کو اپنا اصلی چہرہ نظر آئے گا۔"

میں نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ آہستگی سے کہا۔ "ڈاکٹر! اس وقت مجھے ڈسٹرب نہ کریں۔ میں تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولوں گا اور آپ لوگوں سے باتیں کروں گا۔" یہ کہہ کر میں پھر رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر کے لیے میں نے رسونتی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا اس لیے اس نے اپنی آنکھوں سے شعوری طور پر ممی کی لاش دیکھی تھی اور اب وہ رو رہی تھی، ان سے لپٹ رہی تھی۔ رونے اور صدمہ اٹھانے کے دوران اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر گر پڑا تھا۔ اُسے ریوالور کا خاص خیال رکھنا چاہیے تھا۔ ٹھیک ہے کہ ممی کی موت نے ہم سب کو بے حد صدمہ پہنچایا تھا تاہم اپنی سلامتی لازمی تھی۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک کی موت کا صدمہ برداشت کرتے کرتے اپنے لیے بھی موت کو دعوت دی جاتی۔ میں نے رسونتی سے کہا۔ "ریوالور اٹھا لو۔"

وہ تڑپ کر بولی۔ "مجھے نہیں اٹھانا ہے ریوالور۔ مجھے زندہ نہیں رہنا ہے۔ میں ممی کے ساتھ مرجانا چاہتی ہوں۔ اسی زندگی کس کام کی کہ کوئی اپنا نہ ہو۔ کوئی یار و مددگار نہ ہو اور انسان ہمیشہ تنہائی میں ویرانی میں لمبے لمبے سی موت مرے۔ میرا بھی کوئی دنیا میں ہے ہی نہیں زندہ نہیں رہنا چاہتی۔"

میں سمجھ گیا کہ اس وقت وہ میری بات نہیں ملنے گی۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ تب اس کے ہاتھ ریوالور کے لیے آگے بڑھے۔ جیسے ہی ہاتھ ریوالور تک پہنچا اسی وقت ٹھائیں سے ایک گولی چلی اور ریوالور کے پاس آ گری۔ میں نے رسونتی کے ہاتھ کو فوراً واپس کھینچ لیا۔ پھر سر اٹھا کر دیکھا تو ایک شخص کھڑکی کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ رسونتی کے سامنے موت کھڑی ہوئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کس طرح اس کی جان بچاؤں۔ اگر میں رسونتی کا ہاتھ ریوالور کی طرف بڑھاتا تو اس سے پہلے ہی وہ گولی چلا دیتا۔ پھر یہ کہ میں دشمن کے دماغ تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ مجبوری تھی۔ اب صرف اتنا ہی ہو سکتا تھا کہ اسے کسی طرح باتوں میں بہلا یا جائے اور کوئی موقع تلاش کیا جائے۔ یہ بات دماغ میں آتے ہی میں نے کہا۔ "ٹھہر جاؤ۔ ابھی مجھے نہ مارنا۔ میں بالکل نہتی ہوں۔ ریوالور بھی نہیں اٹھاؤں گی لیکن یہ میری ممی ہیں۔ میں مرنے سے پہلے اپنی کا ماتم کرنا چاہتی ہوں۔ ٹھیک ہے کہ تم ظالم ہو، درندے ہو، کسی پر رحم نہیں آتا اور مجھ اکیلی عورت پر بھی رحم نہیں آتے گا لیکن تم میں ذرا بھی انسانیت ہے تو میری آخری خواہش کا احترام کرتے ہوئے مجھے اپنی ممی کی لاش پر رو لینے دو۔"

یہ کہتے ہی میں جواب کا انتظار کیے بغیر ممی سے لپٹ کر رونے لگا۔ اس کے بعد ہی میں نے رسونتی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اب وہ ممی سے لپٹی رو رہی تھی۔ میں اتنی دیر میں سونیا کے پاس پہنچ گیا تاکہ یہ معلوم کر سکوں کہ وہ رسونتی کی مدد کے لیے قریب پہنچی ہے یا نہیں۔ پتہ چلا کہ وہ جنگل میں بھٹک رہی تھی۔ راستہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ بہت دیر تک گھوڑے کو دوڑاتے رہنے کے باوجود اسے کاج نظر نہیں آتے تھے۔

میں نے پوچھا۔ "سونیا! کہاں بھٹک رہی ہو؟ وہاں کا میں قیامت گزر گئی ہے۔ ایک بڑی خبر ہے۔ ممی لوکو ممی مر گئی دشمن نے انھیں گولی ماری ہے اور اب رسونتی ان کے ریوالور کی زد میں ہے اور میری مجبوری یہ ہے کہ میں اُسے بچا نہیں ان دشمنوں کے دماغوں میں پہنچ نہیں سکتا۔ ابھی سچویشن اتنی خراب ہے کہ میں یہاں نہیں رک سکتا۔ میں پھر واپس جا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس بری خبر کا ردِ عمل سونیا سے سنا اور واپس رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت تک وہ کھڑکی کے باہر کھڑا ہوا شخص کھڑکی کے راستے اندر آ گیا تھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا رسونتی کے پاس پہنچ گیا تھا۔ پھر اس نے جھک کر وہاں پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھا لیا۔ یعنی رسونتی کو بچانے کا ایک سہارا تھا، وہ سہارا بھی دشمن کے قبضے میں چلا گیا تھا۔ رسونتی رو رہی تھی اور اسے اس بات کی پروا نہیں تھی کہ دشمن سر پر پہنچ گیا ہے اور کسی وقت بھی اُسے گولی مار سکتا ہے۔

چند لمحوں کے بعد پھر باہر سے قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی۔ برآمدے میں بچھے ہوئے تختے پر چرچراہٹ کی آواز..... پیدا کر رہے تھے۔ وہ دو دشمن تھے اب دوسرا بھی آ گیا تھا اور کھڑکی کے راستے سے اندر آ رہا تھا۔ پھر..... اپنے ساتھی کے قریب آ کر اس کی گردن پر ریوالور رکھتے ہوئے بولا۔ "میں تمھیں بہت سمجھا چکا ہوں۔ اب اگر تم نے اس عورت کو گولی ماری تو اس سے پہلے میں تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کر دوں گا۔"

میں رسونتی کے دماغ میں تھا۔ میں نے بڑی حیرانی سے سر اٹھا کر اس کے آنے والے ساتھی کو دیکھا۔ وہ بہت سنجیدہ تھا اور غصے میں نظر آ رہا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ دونوں اس خطرناک سچویشن میں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے لیکن یہ دشمنی شاید پہلے سے چلی آ رہی تھی۔ اب وہ آنے والا شخص کہہ رہا تھا۔ "میں نے تمھیں اس وقت بھی سمجھایا تھا جب سونیا یہاں سے فرار ہوئی تھی اور ہمارے ساتھی اس کے تعاقب میں گئے تھے۔ میں نے تمھیں بھگوان کا واسطہ دے کر کہا تھا کہ یہ بے چاری دو عورتیں ہیں، ان کی جان نہ لو۔ انھیں چھوڑ دو۔ تم نے اپنی ہوس کا اور اپنی جوان بیٹی کا حوالہ دیا۔ میں انھیں رحم میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ پتہ نہیں وہ کس حال میں ہوں گی۔ ہو سکتا ہے کہ میں یہاں ان سے دشمنی کر رہا ہوں، وہاں بھی کوئی ان سے دشمنی کر رہا ہو۔ اگر میری بیٹی کی عزت پر آنچ آئی تو میرے دل پر کیا گزرے گی۔ میں نے ایک ایک بات تمھیں ہیجے کر کے سمجھائی مگر تم نہیں سمجھے۔ تم جلال بیگ کے نمک خوار بنے پر تلے ہوئے ہو۔ وہ جلال بیگ تمھیں کیا دے گا۔ زیادہ سے زیادہ کچھ دولت دے دے گا مگر انسانیت کبھی نہیں دے سکے گا اور میں سمجھ گیا ہوں کہ میں محبت سے سمجھاؤں تب بھی تم میں انسانیت پیدا نہیں ہو گی۔ اس لیے آخری بار کہتا ہوں۔ اپنا ریوالور نیچے گرا دو۔ چلو، جلدی کرو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پہلے والے آدمی نے بجلی کی سی پھرتی دکھائی۔ وہ ایک دم سے پلٹ کر اس پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن دوسرا بھی بجلی ہی تھا۔ جب تک وہ پلٹ کر اس پر حملہ کرتا اس وقت تک گولی چل چکی تھی۔ وہ تڑپ کر فرش پر گر پڑا۔

میں نے اطمینان کی سانس لی جو موت رسونتی کی طرف آ رہی تھی وہ پلٹ کر اس کے دشمن کو چاٹ گئی۔ رسونتی کی جان بچانے والے نے افسوس کرنے کے انداز میں اپنے ساتھی کی لاش کی طرف دیکھا پھر رسونتی کی طرف دیکھتے ہوتے بولا۔ "میں نے اپنی آواز سنا دی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ فریاد صاحب میرے دماغ تک پہنچ جاتیں گے۔ یا پہنچ چکے ہوں گے لیکن میں دشمن ہونے کے باوجود ان سے التجا کرتا ہوں کہ مجھ سے دشمنی نہ کریں۔ اس وقت تک مجھے زندہ رہنے دیں جب تک میں اپنی بیٹی اور بیوی کے پاس نہ پہنچ جاؤں۔ مجھے اپنی بیٹی سے محبت ہے۔ اتنی محبت کہ اسی کے طفیل میں نے اس بیٹی کی جان بچائی ہے۔"

رسونتی نے کہا۔ "فریاد! تمھارے دماغ میں پہنچ چکا ہے اور وہ تم سے انتقام نہیں لے گا۔ بھلا کس بات کا انتقام لے گا جو تم نے تو ہم سب پر بڑا احسان کیا ہے اور اس احسان کا بدلہ فریاد ضرور دے گا۔ نیکی کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔"

وہ بولا۔ "ہاں میں نے نیکی ضرور کی ہے، لیکن میں جلال بیگ سے بھی دشمنی مول لینا نہیں چاہتا۔ میرے دوسرے ساتھیوں کو اس بات کا علم نہ ہو کہ میں نے تمھاری جان بچائی ہے اور تمھاری خاطر اپنے ایک ساتھی کی جان لی ہے۔"

میں نے رسونتی کی زبان میں کہا۔ "تمھارے وہ ساتھی جو سونیا کے تعاقب میں گئے تھے، اب ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہے۔ تمھارا یہ نیکی جلال بیگ کے کانوں تک نہیں پہنچے گی۔"

"اچھا ہوا کہ وہ مارے گئے لیکن دوسرے یہاں پہنچیں گے اگر تم یہاں تنہا رہو گی تو وہ تمھیں پریشان کریں گے۔"

میں نے رسونتی کے ذریعے پوچھا۔ "کیا تم وہ راستہ بتا سکتے ہو جہاں سے تم اور تمھارے ساتھی یہاں پہنچے ہیں ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوتے کہا۔ "نہیں۔ ہم آنکھیں رکھتے ہوتے اندھے ہیں اور اس جنگل کے راستوں کو پہچان نہیں سکتے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر راستہ نہیں پہچانتے ہو تو کہاں سے آتے ہو اور یہاں تک کیسے پہنچے ہو؟"

"ہمیں وہ گھوڑے پہنچاتے ہیں جن پر سوار ہو کر ہم آتے ہیں۔ یہ بہت سدھائے ہوتے گھوڑے ہیں۔ یہاں سے پتہ نہیں کتنی دور ایک کیمپ ہے جہاں مرجانہ نام کی ایک لڑکی قیدی کی حیثیت سے رکھی گئی ہے۔ ہم اسی کیمپ سے آئے ہیں۔ یہ گھوڑے اُسی کیمپ سے لے کر اس کاج تک کا راستہ پہچانتے ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اب یہاں سے اس کیمپ میں واپس جاؤں گا تو کیا پوٹ دوں گا۔ مجھے یہ بتانا ہو گا کہ اس کاج میں ایک لڑکی زندہ رہ گئی ہے۔"

"تمھیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم ان سے یہ کہہ سکتے ہو کہ سونیا کا تعاقب کرنے والوں میں تم بھی تھے۔ جب تمھارے تین ساتھی

یکے بعد دیگرے سونیا کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے تو تم اپنی جان بچا کر اس کیمپ میں واپس آ گئے ہو۔"

وہ نائیدہ میں سر ہلا کر بولا۔ "ہاں۔ میں یہ بہانہ کر سکتا ہوں۔ اچھی تدبیر ہے۔"

میں نے کہا۔ "سونیا! اس وقت جنگل میں بھٹک رہی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ وہ کیسے یہاں تک پہنچ سکتی ہے؟"

"آپ سونیا سے کہہ دیں کہ وہ گھوڑے کی لگام کو ڈھیلا چھوڑ دے۔ اگر وہ لگام کو اپنے قابو میں رکھے گی اور اسے ادھر سے اُدھر موڑتی رہے گی تو گھوڑا اِدھر سے اُدھر بھٹکتا رہے گا۔ اگر گھوڑے کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو وہ کیمپ کی طرف جائے گا یا پھر اس کا رُخ کی طرف آئے گا۔ دو سے ایک جگہ وہ پہنچ جائے گی۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ! میں ابھی جا کر سونیا کو یہ بتا دیتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر اسے مشورہ کہ گھوڑے کو اس کی مرضی پر چھوڑے اور اس کی لگام اپنے کنٹرول میں نہ رکھے۔ وہ گھوڑا خود بخود اسے یا تو کاج تک پہنچا دے گا یا اس کیمپ کی طرف لے جائے گا جہاں مرجانہ قید ہے۔ سونیا میرے مشورے پر عمل کرنے لگی۔ میں اس کے پاس سے پھر رسونتی کی طرف واپس آیا۔ اس وقت وہ شخص اسے کہہ رہا تھا۔ "بیٹی! تم کہاں جاؤ گی۔ کیا یہاں تنہا رہو گی؟"

رسونتی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، پھر نظریں جھکا کر فرش پر پڑی ہوئی ممی کی لاش کو دیکھا۔ اس کے بعد وہ بڑے کرب سے بولی۔ "تم نے مجھے کیوں زندہ رہنے دیا۔ مجھ پر اگر احسان کرنا چاہتے ہو تو مجھے بھی مار ڈالو۔ میں زندہ رہ کر تھک گئی ہوں۔ اب زندگی کا بوجھ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔"

وہ شخص رسونتی کو حیرانی سے دیکھنے لگا کیونکہ ابھی میں رسونتی کی زبان سے کچھ اور باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اُسے سوچ کے ذریعے سمجھایا۔ "دیکھو رسونتی! باگلوں جیسی باتیں نہ کرو۔ تمہیں زندہ رہنا ہے۔ تم اگر جان بوجھ کر موت کو دعوت دو گی یا کسی بہانے مرنا چاہو گی تو میری الجھنوں میں بہت اضافہ ہو گا۔ ہم نے جو اچھا بُرا وقت ماضی میں ایک ساتھ گزارا ہے، اس کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھاؤ جس سے میری پریشانیاں بڑھ جائیں۔ میرا چہرہ مجھے واپس مل گیا ہے لیکن مجھے اتنی فرصت نہیں ہے کہ میں آنکھیں کھول کر آئینہ دیکھوں۔ میں تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں۔ تم وعدہ کرو کہ میرے مشورے پر عمل کرو گی اور اپنی حفاظت آپ کرو گی۔ میں یہاں سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے جلد از جلد روانہ ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ وعدہ کرو کہ تم میرا انتظار کرو گی۔"

"فریاد! تمہیں سونیا اور مرجانہ کی حفاظت کرنا چاہیے۔ وہ دونوں خطرات میں گھری ہوئی ہیں۔ میں تو پھر بھی ان کے مقابلے میں محفوظ ہوں اور ایک کاج میں ہوں۔ یہاں اب کوئی نہیں آئے گا۔ تمہیں میری تلاش کرنے کے بجائے ان کی تلاش کرنا چاہیے۔"

"میں خیال خوانی کے ذریعے سبھی کے پاس جا کر ان کی خیریت معلوم کرتا رہتا ہوں۔ حتی الامکان سب کی حفاظت کی کوشش کرتا ہوں لیکن سب سے پہلے میں تمہاری حفاظت کی کوشش کروں گا۔ چلو، وعدہ کرو کہ میرا انتظار کرو گی۔"

اس نے سر جھکا لیا۔ اس کی سوچ میری طرف منتقل ہو رہی تھی، اور وہ میرا انتظار کرنے پر راضی تھی لیکن سوچ کے ذریعے کچھ نہیں کہا۔ اس کے چور خیالات نے مجھے بتا دیا تھا۔ زبان سے اس شخص سے کہا۔ "دیکھو۔ یہ فریاد بھی ممی کی بے حد عزت کرتا تھا۔ میں چاہتی ہوں انھیں بڑے احترام کیا جائے۔ ان کے لیے قبر کھود، کفن دفن کے انتظامات کرتا۔ آخری بار دیکھ لینا لیکن اس بات کی امید نہیں ہے کہ وہ جلد یہاں ممی کی آخری رسومات ہمیں ادا کرنی ہوں گی۔"

اس نے ریوالور ہولسٹر میں رکھتے ہوئے کہا۔ "میں سارے انتظامات کر دیتا ہوں۔ یہاں شاید اسٹور میں کدال یا بیلچہ میں گڑھا کھود دوں گا۔"

رسونتی نے ایک اسٹور کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اُدھر میں نے آنکھیں کھول کر ہسپتال کے کمرے میں دیکھا۔ ایک نرس ایک وارڈ بوائے، ماسٹر موس ٹرونی اور اس کے دو میں موجود تھے۔ مجھے آنکھیں کھول کر اٹھتے دیکھ کر وہ لوگ ہوئے۔ پھر ماسٹر موس ٹرونی نے سنجیدگی سے مجھے میرا چہرہ مجھے واپس مل گیا ہے۔ اس کے بعد ہی فوراً کیا۔ "مادام سونیا اور مادام رسونتی خیریت سے تو ہیں نا؟"

یہ کہتے ہوئے اس نے آئینہ میری طرف بڑھا دیا میں اپنا اصلی چہرہ دیکھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو میں خوشی ہو جاتا۔ نیا چہرہ ملنے کی خوشی میں جشن مناتا لیکن اس وقت ایسے نہیں تھے۔ میں نے ماسٹر موس ٹرونی کو تمام حالات بتا چپ چاپ سنتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ "اب میرے لیے فوری کا انتظام کریں۔ جنگل میں سفر کرنے کے لیے جو ضروری سامان ضرورت ہے۔ وہ سب میرے لیے مہیا کر دیں۔ میں جانا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں آئینہ ایک طرف رکھ کر بستر پر سے اٹھنے لگا تے ہوئے کہہ کر مجھے مخاطب کیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھ

لگے ہاتھوں پر زور دے کر اپنے بدن میں تناؤ پیدا کرنے لگی۔ یہ اس کا خصوصی انداز تھا۔ جب وہ میری گود میں اچھل کر آنا چاہتی تھی تو اسی طرح پنجے بدلتی تھی۔ میں نے اپنے دونوں بازو پھیلائے تو وہ اچھل کر میرے سینے کی طرف آئی۔ میں نے اسے دبوچ لیا۔ پھر اسے سہلاتے ہوئے ماسٹر موس ٹرونی کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔ باہر میں نے ڈاکٹر میکی براڈلے سے رخصتی مصافحہ کیا اس کے ایک کار میں بیٹھ گئے پھر وہاں سے ماسٹر موس ٹرونی کے بنگلے کی طرف جانے لگے۔

میں نے راستے میں سامی کو پیار سے سہلاتے ہوئے کہا۔ "میری جان! میں ایک ایسی مہم میں جا رہا ہوں جس کے نہ راستوں کا پتہ ہے نہ منزل کا نشان۔ میں تمہیں کہاں لے جا سکوں گا۔ تھارا خیال رکھنا میرے لیے دشوار ہو جائے گا۔ بہتر ہے کہ تم میری واپسی تک ماسٹر موس ٹرونی کے پاس رہو۔"

سامی میری بات سمجھ کر اپنا چہرہ میرے سینے پر اور کبھی میرے چہرے پر رگڑنے لگی۔ وہ مجھ سے جدا نہیں ہونا چاہتی تھی لیکن مجبوری تھی۔ میں نے موس ٹرونی سے کہا۔ "ماسٹر! جس طرح سونیا اور رسونتی سے میرا گہرا رشتہ ہے، اسی طرح اس بلی سے بھی مجھے بہت گہرا لگاؤ ہے۔ کبھی بھی اس سے جدا نہیں ہوتا اور یہ بھی مجھے چھوڑنا نہیں چاہتی لیکن حالات مجبور کر رہے ہیں اس لیے میں اسے آپ کے حوالے کر رہا ہوں۔ اسے میری امانت سمجھ کر پوری حفاظت رکھیے گا۔"

"جناب! آپ کا حکم ہمارے لیے ایسا ہی ہے جیسا کہ سپر ماسٹر کا حکم ہے۔ ہم اس بلی کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے ڈیش بورڈ کے ریڈیو ٹرانسمیٹر کو آن کیا اور کسی سے رابطہ کیا کہ کیا پوزیشن ہے؟ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "ایک بہت دیر سے آپ لوگوں کا تعاقب کر رہی ہے۔ ہم نے اس کا رکو اپنی نظروں میں رکھا ہوا ہے۔ ویسے دشمن بہت زیادہ تیزی اور طراری دکھا رہا ہے۔ آپ نے تو دیکھا ہی ہے کہ آپ کے ٹیلیفون کے ریسیور کے اندر بارود آ نکلا تھا جو کسی دشمن نے آپ کے پیغامات نوٹ کرنے کے لیے چھپا رکھا تھا۔ یہ لوگ بڑی گہری اور خفیہ چالیں چل رہے ہیں۔"

"چلنے دو۔" ماسٹر موس ٹرونی نے کہا۔ "ہم بھی ناداں نہیں ہیں۔ دیکھتے جائیں گے کیا ہونے والا ہے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کرنے کے بعد مجھ سے کہا۔ "میں اپنے پر بہت محتاط ہوں اور آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ آپ بھروسہ نہ کریں۔ میرا خیال بھی ماتحت آپ کے پاس ہوئے آپ خیال خوانی کے ذریعے چیک کر لیا کریں تاکہ آئندہ کسی مقام پر دھوکا نہ اٹھائے۔"

"میں ایسا ہی کروں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی کار کے پیچھے کہیں دُور ایک دھماکہ سا سنائی دیا۔ میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ اسی وقت موس ٹرونی نے ریڈیو ٹرانسمیٹر کو آن کیا اور پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

جواب ملا۔ "ماسٹر! جو کار آپ لوگوں کا تعاقب کر رہی تھی اسے میں نے ریوالور کا نشانہ بنایا اور اس کے ٹائر کو پنکچر کر دیا۔ کار ڈرائیو کرنے والا اس اچانک افتاد سے شاید گھبرا گیا۔ اسٹیرنگ سنبھال نہ سکا اس لیے سڑک کے کنارے کھڑے ہوئے ایک ٹرک سے وہ کار ٹکرا گئی ہے۔"

موس ٹرونی نے دیر کی گڈ کہہ کر ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ جب ہم اس کے بنگلے میں پہنچے تو وہاں بڑے سخت حفاظتی انتظامات تھے۔ کوئی اجنبی کسی طرح بھی میرے قریب نہیں آ سکتا تھا۔ وہاں پتہ چلا کہ میرے سفر کا شروع کرنے کے لیے کم از کم دو گھنٹے لگیں گے کیونکہ کئی طرح کے انتظامات کرنے تھے۔ جنگل میں رہ کر وہاں بھٹکتے رہنے کے دوران کھانے کا سامان ضروری تھا۔ اس کے علاوہ ایسے ہتھیار اور ایسا سامان جو وہاں کام آ سکتے تھے ان سب کو ساتھ لے کر جانا تھا۔ جب دو گھنٹے تک انتظار کرنے کی بات آئی تو میں نے ایک کمرے میں پہنچ کر ماسٹر موس ٹرونی سے کہا۔ "مجھے ذرا تنہا چھوڑ دیا جائے۔ میں پھر آپ سے آ کر ملوں گا۔"

موس ٹرونی سمجھ گیا کہ میں تنہائی کیوں چاہتا ہوں۔ اس لیے وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں نے اسی وقت رسونتی سے رابطہ قائم کیا۔ دیکھا تو وہاں ممی کو ایک تابوت میں دفنایا جا چکا تھا اور وہ شخص جانے والا تھا۔ یعنی اب رسونتی کو اس کاج میں تنہا رہنا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "رسونتی! تم ذرا بھی فکر نہ کرو۔ میں یہاں سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس جنگل میں پہنچنے ہی والا ہوں۔ کسی نہ کسی طرح تمہارے کاج تک پہنچ جاؤں گا۔ تم حوصلہ رکھو۔"

وہ بڑی اداسی سے فلسفیانہ انداز میں ہنستے ہوئے بولی۔ "حوصلہ نہیں کروں گی تو کیا کروں گی؟ ہے ڈرتی رہوں گی تو ڈرتے ڈرتے مر جاؤں گی۔ کیوں نہ پھر حوصلہ کر کے زندہ رہنا سیکھ لوں۔"

"شاباش! چلو اسی انداز میں سوچ کر وہاں چند گھنٹے تک تنہا رہو۔ میں کسی نہ کسی طرح پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

اسے اچھی طرح تسلیاں دینے کے بعد میں سونیا کے پاس پہنچا۔ اس نے میرے مشورے کے مطابق گھوڑے کی لگام ڈھیلی چھوڑ دی تھی۔ اب وہ گھوڑا اسے کسی سمت لیے جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "تم کدھر جا رہی ہو۔ کچھ اندازہ ہو رہا ہے یا نہیں؟"

"مجھے کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے۔ ہاں یہ جو میری کلائی میں گھڑی بندھی ہوئی ہے۔ یہ قطب نما ہے جو میں نے اپنے دشمن کی ایک کلائی سے اتاری تھی۔ اسے دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ گھوڑا کتنی ہی جگہ مڑنے کے باوجود

زیادہ تر مشرقی سمت دوڑتا چلا جا رہا ہے۔"

ایسا کہتے ہوئے وہ گھوڑے کی لگام کو کھینچنے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

اس نے دور ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہاں ایک پہاڑی کی نصف بلندی سے دھواں اٹھتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ وہ جگہ بہت دور ہے۔ کاش میرے پاس دوربین ہوتی تو میں دیکھ سکتی۔ وہاں اونچے اونچے درخت ہیں اور پہاڑیاں اونچی نیچی ہیں شاید پتھریلی چٹانیں بھی ہوں گی۔ جن کی وجہ سے وہ جگہ چھپی ہوئی ہے۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ وہاں کچھ لوگ ہیں اور انھوں نے آگ جلائی ہے۔ تبھی دھواں اٹھ رہا ہے۔"

"سونیا، تم نے گھوڑے کی لگام کو کھینچ کر غلطی کی۔ اسے لگام کا جھٹکا دے کر بائیں رواں دواں دیکھو کہ وہ اسی دھوئیں کی طرف جاتا ہے یا نہیں۔" سونیا نے یہی کیا۔ گھوڑے کو آگے بڑھایا اور لگام کو ڈھیلی چھوڑ دی۔ وہ گھوڑا اسی سمت دوڑنے لگا۔ جدھر دھواں اٹھ رہا تھا۔

پھر سونیا نے گھوڑے کی لگام کھینچ لی۔ میں نے پوچھا۔ "اب کیا ہوا ہے؟"

وہ بولی۔ "آگے پہاڑی کے سامنے کھلا میدان ہے۔ اگر یہ گھوڑا دوڑتا ہوا وہاں سے گزرے گا تو اوپر سے لوگ مجھے آتے ہوئے دیکھ لیں گے۔ مجھے اس راستے سے نہیں گزرنا چاہیے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ ویسے رسونتی کی مدد کرنے والے اس آدمی نے کہا تھا کہ وہ گھوڑا یا تو کاٹج کی طرف جائے گا یا پھر اس کیمپ کی طرف جہاں مرجانہ قید ہے۔ تم وہاں ذرا ٹھہرو۔ میں مرجانہ کے پاس جا کر معلوم کرتا ہوں کہ وہ جس کیمپ میں ہے وہ یہیں کہیں سے دھواں اٹھ رہا ہے یا نہیں ہے؟"

یہ کہہ کر میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ خیمے کے باہر ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔ "میلیو مرجانہ! میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جس کیمپ میں تم ہو کیا وہاں کھلی جگہ آگ جلائی گئی ہے اور وہاں سے دھواں اٹھ رہا ہے؟"

اس نے دور ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہاں، ان لوگوں نے ہمارے کیمپ کا شناخت کیا ہے۔ اس کا گوشت بھوننے کے لیے ایک جگہ آگ روشن کی ہے لیکن لکڑیاں گیلی ہیں اس لیے بہت زیادہ دھواں اٹھ رہا ہے۔ یہ لوگ انتظار کر رہے ہیں کہ لکڑیاں گیلا پن دور ہو جائے۔ دھواں ختم ہو تو پھر گوشت بھونا جائے لیکن تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ یہاں سے دھواں اٹھ رہا ہے؟"

"مجھے نہیں، سونیا کو معلوم ہوا ہے۔ وہ تمھارے قریب پہنچ گئی ہے۔"

مرجانہ خوش ہو کر کرسی پر سیدھی بیٹھ گئی۔ "کیا واقعی سونیا میرے پاس آ گئی ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

"وہ ابھی کافی فاصلے پر ہے مگر دور سے یہ دھواں دیکھ رہی ہے۔ اب میں اسے جا کر بتاؤں گا کہ وہ تمھارے قریب پہنچ چکی ہے۔ پہلے تم وہاں کا جغرافیہ مجھے بتاؤ کہ وہ کیسی جگہ ہے۔ کیا درختوں کے جھنڈ ہیں ہے یا آس پاس پتھریلی چٹانیں ہیں۔ کتنے خیمے ہیں اور کتنے لوگ ہیں اور وہ کن ہتھیاروں سے مسلح ہیں؟"

اس نے جواب دیا۔ "جدھر پہاڑی کی ڈھلان ہے۔ اُدھر پتھریلی چٹانیں ہیں۔ باقی ہر طرف دُور دُور تک ہریالی ہے۔ اونچے اونچے درخت ہیں اور گھنی جھاڑیاں ہیں۔ یہاں چار خیمے ہیں۔ پہلے دس آدمی تھے جن میں سے چار آدمی ایک گھنٹہ پہلے کہیں گئے ہیں۔ اس وقت چھ آدمی ہیں اور ان کے پاس ریوالور اور کارتوس کی پیٹیاں ہیں۔ دوسرے ہتھیار بھی ہیں۔ مثلاً تیر کمان، چھرے، تلواریں اور نیزے ہیں۔ جانوروں کو شکار کرنے کے لیے بڑے بڑے رسّے اور شکنجے ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "اور کچھ؟"

وہ اِدھر اُدھر دُور تک دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ "ہاں، کچھ گھوڑے ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق چار یا چھ ہوں گے اور اس سے کچھ زیادہ خچر ہیں جو سامان لادنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے، تم اپنی جگہ بیٹھی رہو اپنے طور پر کوئی حرکت نہ کرنا ورنہ گڑبڑ ہو جائے گی۔ میں سونیا کے پاس جا رہا ہوں۔ وہ بہت جلد تمھارے پاس پہنچ جائے گی۔ ہم کوئی منصوبہ بناتے ہیں۔"

یہ کہہ کر میں سونیا کے پاس آ گیا اور اسے وہ ساری باتیں بتائیں پھر اس سے کہا کہ اب وہ درختوں کے جھنڈ میں سے ہوتے ہوئے اس پہاڑ کی نصف بلندی تک پہنچنے کی کوشش کرے کیونکہ میدانی راستے سے وہ نہیں جا سکے گی۔ اس نے گھوڑے کو آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "تمھارے دماغ میں کوئی تدبیر ہے کہ وہاں میں پہنچ کر کیا کروں جو اور مرجانہ کو وہاں سے کیسے نکال لاؤں؟"

"تم جتنی دُور تک اس گھوڑے پر سوار ہو کر جا سکتی ہو جاؤ۔ اس کے بعد تمھیں پیدل ہی جانا ہوگا کیونکہ گھوڑے کے ٹاپوں کی آوازیں ان کے کانوں تک پہنچیں گی۔ تم دشمنوں کے اس کیمپ کے جتنے قریب پہنچ سکتی ہو، پہنچنے کی کوشش کرو۔ وہاں کا ماحول دیکھ کر ہی تمھارے ذہن میں کوئی تدبیر آئے گی۔ ان چھ آدمیوں کی پوزیشن بھی معلوم کر سکو گی کہ وہ کدھر ہیں اور تمھیں کدھر سے گزرنا ہے۔"

میری باتوں کے دوران سونیا تیزی سے گھوڑے کو دوڑاتی رہی۔ میں اُسے چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لیے رسونتی کے پاس چلا گیا۔ وہ تنہا تھی۔ مجھے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اس کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔ اس وقت وہ کاٹج کے اندر بالکل تنہا تھی۔ اس نے دروازے اور کھڑکیوں کو بند کر دیا تھا اور ایک کرسی پر بیٹھی سوچ رہی تھی۔ اپنی زندگی کا حساب کر رہی تھی کہ وہ کن حالات سے گزرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہے اور اب اس کا کیا بنے گا؟

میں نے چھوڑ کر اس آدمی کے دماغ میں گیا جس نے رسونتی کی جان بچائی تھی اور اس کے کفن دفن کا انتظام کیا تھا۔ وہ رسونتی سے بچھڑ کر پھر اسی کیمپ کی طرف جانے کے لیے روانہ ہو گیا تھا لیکن نیت ہو کر پھر اسی کیمپ کی طرف جانے کے لیے روانہ ہو گیا تھا لیکن جب میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ وہیں کا کاٹج کے قریب درختوں کے جھنڈ کے پاس ہے اور دُور سے کاٹج کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس کا دل نہیں مانتا تھا کہ ایک بے یار و مددگار لڑکی کو تنہا چھوڑ کر چلا جائے۔ اُسے چھوڑتے وقت اسے اپنی بیٹی کا خیال آ رہا تھا۔ وہ اس کے قدم رک رہے تھے۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "دوست! تم صحیح معنوں میں انسان ہو۔ اپنی بیٹی کے حوالے سے پرائی بیٹیوں کے دکھ درد کو بھی سمجھتے ہو۔ میں تمھارے اس احسان کا بدلہ ضرور چکاؤں گا۔ اگر تم نہیں جانا چاہتے تو بہتر ہے کہ رسونتی کے ساتھ وہاں کاٹج میں رہو۔ اس کا حوصلہ بڑھاتے رہو۔ ویسے تمھارا نام کیا ہے؟"

"مجھے ہرولیو کہتے ہیں۔ میں رسونتی کے پاس نہیں جا سکتا۔ یہاں اتنی دور اس لیے چھپا ہوا ہوں کہ شاید میرے آدمی اِدھر اُدھر آنکلیں، وہ مجھے رسونتی کے محافظ کی حیثیت سے دیکھیں گے تو میرے بھی دشمن بن جائیں گے۔ میں یہاں اتنی دُور چھپ کر رسونتی کی حفاظت کر سکتا ہوں۔ اگر کوئی اسے نقصان پہنچانا چاہے گا تو میں یہاں سے دماغ کر سکتا ہوں۔ میرے پاس ریوالور اور کافی گولیاں موجود ہیں۔"

ہرولیو کی باتیں سُن کر مجھے مرجانہ کی باتیں یاد آئیں۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے مرجانہ نے کہا تھا کہ اس کیمپ میں دس آدمی تھے۔ ایک گھنٹہ پہلے چار آدمی کہیں گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ چار آدمی اِدھر ہی آ رہے ہوں۔ اس لحاظ سے ہرولیو نے بڑی دانشمندی سے کام لیا تھا۔ وہ دور ہی سے رسونتی کی نگرانی کر رہا تھا۔

میں اسے چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گھوڑے کا ساتھ چھوڑ رہی تھی۔ اس نے لگام کو ایک درخت سے باندھ دیا تھا تاکہ گھوڑا ادھر اُدھر بھاگ نہ سکے اور کبھی اِدھر سے واپسی ہو تو یہی گھوڑا کام آ سکے۔ مجھے دیکھ کر بولی۔ "میں واپس آ گیا ہوں۔ اب تم یہاں سے پیدل چلو۔"

اس نے اپنے دونوں ریوالوروں کے چیمبروں کو چیک کیا۔ وہ بھرے ہوئے تھے۔ اس نے ان دونوں کو دو طرف ہولسٹر میں رکھ لیا۔ کارتوس کی ایک پیٹی اس کی کمر سے بندھی ہوئی تھی۔ اس نے وہ سری پیٹی نکالی۔ پھر ایک بڑا سا جھولا قسم کا تھیلا نکالا۔ اس نے دو درانتیاں اور کلہاڑی رکھ لی۔ پھر ایک بڑا سا چاقو لے کر اپنی کمر میں اڑس لیا۔ اس کے بعد آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم مرجانہ کے قریب وہاں کسی بھی شخص کے دماغ تک پہنچ سکو؟"

"نہیں۔ وہاں سب گونگے بنے ہوئے ہیں۔ کوئی مرجانہ کے سامنے زبان نہیں کھولتا۔ ان کے دماغوں تک پہنچنا آسان نہیں ہے۔ تم مرجانہ کے ذہن میں پہنچنے کی کوشش کرو۔ ہو سکتا ہے ان کے منہ سے کچھ آوازیں نکلیں۔ وہ کچھ بولنے پر مجبور ہو جائیں تو میرا مرحلہ آسان ہو جائے گا۔"

مجھے یاد آیا کہ اس کیمپ کا جو لیڈر تھا میں اس کے لب و لہجے کو سن چکا تھا اور اس کے دماغ میں بھی پہنچ چکا تھا۔ اس کا نام کیشو تھا۔ میں نے اپنی یادداشت پر زور دے کر اس کے لب و لہجے کو یاد کرنے کی کوشش کی۔ تھوڑی دیر کوشش کرنے کے بعد بھی میں اسے یاد نہ کر سکا۔ میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر اُسے دشمنوں کو چھیڑنے کے لیے کہا۔ اس نے جواب دیا۔ "میں کئی بار کوشش کر چکی ہوں لیکن وہ سب گونگے بنے ہوتے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ یہ لوگ گونگے نہیں ہیں۔ مجھ سے بہت دور جا کر ایک دوسرے کے چہرے کے قریب ہو کر سرگوشیوں میں کچھ کہتے ہیں۔ میں نے ایک شخص کے سامنے عاشقانہ انداز میں مسکرانے کی کوشش کی تاکہ وہ میری طرف مائل ہو جائے لیکن وہ مجھ سے دُور چلا گیا۔ یہ سب لوگ تمھاری مثل بیٹی سے ڈرتے ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی تدبیر سے بھی ان کی زبان نہیں کھل سکتی ہے؟"

"ایک تدبیر ہے اور وہ یہ کہ میں ان میں سے کسی کی پٹائی شروع کر دوں۔ تب وہ چیختے چلاتے وقت بے اختیار ضرور کچھ بولے گا۔"

"نہیں، ایسی حرکت نہ کرنا۔ تمھارے سر کا خم بیچ ہے۔ تم نے اگر کسی پر حملہ کیا تو ان کے جوابی حملے تمھارے لیے نقصان دہ ہوں گے تمھیں نہایت اطمینان سے اپنے زخم بھرنے کا انتظار کرنا چاہیے۔ اب وہاں جو کچھ بھی ہونے والا ہے اُسے تم سونیا پر چھوڑ دو۔ میں پھر اس کے پاس جا رہا ہوں۔ اب وہ تمھارے قریب پہنچنے ہی والی ہے۔"

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ وہ ہری ہری گھاس پر کبھی دوڑنے کے انداز میں تیزی سے چلتی تھی اور کبھی آہستہ آہستہ چلنے لگتی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ دشمنوں کو چھیڑ کر ان کی آوازیں سننے کی کوشش ناکام ہو گی۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ایک جگہ رک گئی۔ وہ دھواں بالکل قریب سے نظر آ رہا تھا اور درختوں کے جھنڈ کے پاس خاکی رنگ کے خیمے نظر آ رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "تم منزل تک پہنچ گئی ہو۔ مرجانہ وہیں ہے۔ اب تمھارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں ان لوگوں کو اپنی طرف بلانا چاہتی ہوں۔ اس گھنے جنگل میں آنکھ مچولی کیسی رہے گی؟ میں چھپتی پھروں گی، وہ ڈھونڈتے پھریں گے۔ ڈھونڈنے کا دستور یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے الگ ہو کر مختلف سمتوں میں جاتے ہیں۔ اپنے شکار کو گھیرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح میں انھیں الگ الگ شکار کر سکوں گی۔ کیا خیال ہے؟"

"تمھارا خیال سو فیصدی درست ہے۔ تم اسی تدبیر پر عمل کرو لیکن ایک بات یاد رکھو۔ جو بھی شکار تمھارے سامنے آئے پہلے اس کی زبان کھلوانے کی کوشش کرو۔ اس پر حملہ کر کے اُسے فوراً ہی ختم نہ کر دینا۔

وہ خون آلود تلوار کو نچاتے ہوئے بولا۔ "ہاں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس کے دوسرے اور چار ساتھی ہیں۔ وہ دونوں سروں سے بیک وقت آگے پیچھے دیکھتی ہے اور بیک وقت چاروں ہاتھوں سے چاروں طرف حملے کرتی ہے۔ میرے دونوں ساتھی اس کے ہاتھوں مارے گئے ہیں اور میں بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر یہاں آیا ہوں۔"

ان میں سے ایک نے کہا۔ "تم دونوں یہاں ٹھہرو۔ میں کیشو کو بلا کر لاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے کیمپ کی طرف جانے لگا تاکہ اپنے لیڈر کیشو کو اس واقعے کی اطلاع دی جا سکے۔ ایسی چٹیل زمین تو کبھی دیکھی تھی اور نہ کبھی سنی تھی۔ ایسی باتوں پر یقین نہیں کیا جا سکتا لیکن ان کے اپنے ساتھی نے یہ بیان دیا تھا اور اس حالت میں کہ اس کی تلوار خون آلود تھی اور کپڑوں پر بھی خون کے چھینٹے پھیلے ہوئے تھے۔ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ اس لیے وہ اپنے لیڈر سے اس بارے میں معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ کیا ماجرا ہے۔

جب وہ فراٹے بھرتا نکل گیا تو باقی دونوں آدھ خون آلود تلوار فضا میں لہراتے۔ اس کے ساتھ ہی جنگل کے سناٹے میں ایک چیخ لہراتی چلی گئی۔ کیشو کی طرف جاتے جاتے نے فوراً ہی پلٹ کر دیکھا تو اس کا ساتھی گھاس پر گرا تڑپ تڑپ کر سرد ہو رہا تھا اور وہ چیختی خون آلود تلوار اور وحشیانہ انداز میں اس کی طرف تن کر چوکنا کھڑا تھا جیسے للکار رہا ہو کہ تم بھی مقابلے کے لیے آؤ۔ دوسرے نے فوراً ہی اپنے ہونٹ سی لیے۔ پلٹ کر بھاگتے ہوئے کہا۔ "ٹھہرو۔ اپنی تلوار زمین پر پھینک دو اور ذرا بھی حرکت نہ کرو ورنہ میں دوستی کا خیال نہیں کروں گا۔ گولی چلا دوں گا۔"

تلوار والے نے اس کی طرف ایک ایک قدم بڑھتے ہوئے اور وحشیانہ انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس بھی ریوالور ہے اور میں بلک جھپکتے ہی ریوالور نکال کر تم پر حملہ کر سکتا ہوں مگر اپنی تلوار نکالو تو مزہ آئے گا۔ اس لیے کہ ابھی میں اس چڑیل سے تلوار بازی میں بہت کر آیا ہوں۔ یہی فن تم پر آزمانا چاہتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے قریب پہنچ کر تلوار کو سر سے بلند کیا جھپٹ جاتا تھا کہ اس پر حملہ کرے کہ ٹھائیں سے گولی چل گئی۔ اس کا تلوار والا ہاتھ ایک جھٹکے سے نیچے آ گیا اور وہ اپنے سینے کو تھام کر زمین پر بیٹھنے لگا۔ اب اس کا وقت پورا ہو گیا تھا۔ ریوالور والا وہاں سے پلٹ کر تیزی سے دوڑتے ہوئے کیمپ کی طرف جانے لگا۔ میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔

وہ خیمے کے سامنے اسی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے پاس ہی کیشو کھڑا ہوا تھا۔ ان دونوں نے دوڑتے قدموں کی آواز سنی۔ وہ ریوالور والا دوڑتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ مرجانہ کرسی سے اٹھنا چاہتی تھی لیکن کیشو نے اسے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھے رہنے کا حکم دیا۔ پھر اپنے آنے والے ماتحت کو دیکھنے لگا۔ اس کا ماتحت رک گیا تھا۔ اس نے ایک نظر مرجانہ پر ڈالی پھر کیشو کو اشارے سے اپنی طرف بلاتے ہوئے کچھ دور جانے لگا۔ مرجانہ سمجھ گئی کہ وہ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ "تم ٹھیک سوچ رہی ہو۔ چپ چاپ بیٹھی تماشہ دیکھتی رہو۔ ہم دونوں زندہ رہ گئے ہیں۔ سونیا اسی طرف آ رہی ہے۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دھیرے دھیرے اسی طرف چلی آ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "سونیا۔ میں ان لوگوں کے ساتھ تھا جو تمھارے پاس آنے میں دیر ہو گئی۔"

"کوئی بات نہیں۔ بتاؤ کیا رہا؟"

"کیمپ میں صرف دو آدمی رہ گئے ہیں۔ ان سے بھی نمٹ لیتے ہیں۔ تم تو قریب آ ہی گئی ہو۔ بس جلدی پہنچ جاؤ۔"

میں ان دونوں آدمیوں کے پاس پہنچ گیا۔ کیشو اس کی ساری باتیں سن چکا تھا اور اب بڑی طرح گھبرایا ہوا تھا۔ بے چینی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔ پھر اس نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ یہ فرہاد کا کارنامہ ہے۔ چڑیلوں کا وجود نہیں ہے۔ کوئی بکواس ہے۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو۔ ہم تو اس چڑیل کو دیکھے بغیر نہیں جائیں گے۔ ہمیں اپنی حفاظت کرنی ہوگی۔"

ریوالور والے نے کہا۔ "باس! آپ تو بہت زیادہ گھبرا گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے اس جنونی ساتھی نے کوئی بلا جنگل میں دیکھ لی ہوگی۔ جس کی وجہ سے اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا اور اپنے ہی آدمیوں کو مار ڈالا۔ مجھے مجبوراً مجھے اسے مارنا پڑا۔"

"تم نہیں سمجھو گے کہ فرہاد کیسی حرکتیں کرتا ہے۔ مجھے باقاعدہ سمجھایا گیا ہے کہ جب ہم مرجانہ اور اس کی ماں کو اپنی قید میں رکھیں گے تو فرہاد سے کس طرح محتاط رہنا چاہیے اور فرہاد کون سے ہتھکنڈوں سے ہمیں کو ٹریپ کرتا ہے۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔ وہ ہم تک ابھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔"

کیشو نے انکار میں سر ہلا کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "نہیں۔ میں اس بات کو نہیں مانتا۔ اگر وہ یہاں تک نہیں پہنچا ہے تو اب ہماری ذمہ داری یہ ہوگی کہ اس کے پہنچنے سے پہلے یہاں سے بھاگ جائیں۔ یہاں رہیں گے تو پھر ہماری زندگی ہماری نہیں رہے گی۔"

یہ کہہ کر وہ جلنے لگا۔ ریوالور والے نے لڑکھڑا کر کہا۔ "رکیے جائیں۔ کہاں جاتے ہو؟"

وہ رک گیا۔ جھنجھلاتی سے اپنے ماتحت کو دیکھ کر بولا۔ "تم کس انداز میں گفتگو کر رہے ہو؟"

اس نے کہا۔ "یہ فرہاد علی تیمور کا انداز ہے۔ میں تمھیں فرار ہونے کا موقع نہیں دوں گا۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا۔ "تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم تو میرے ماتحت ہو۔ بہت اچھے ساتھی ہو اور اب تک میرے حکم کی تعمیل کرتے آتے ہو اور اب فرہاد بن کر خواہ مخواہ مجھے ڈرا رہے ہو۔ کیوں یہ مذاق کر رہے ہو نا؟"

"ایک گولی میرے ریوالور سے نکل کر تمھارے سینے کے پار ہو گی تو پتہ چلے گا کہ مذاق ختم ہو چکا ہے۔ میں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرو اور وہ یہ کہ تم یہاں سے نہیں بھاگو گے۔ سونیا آ رہی ہے۔ وہ ہم لوگوں سے بہتر کچھ سوال کرنے والی ہے۔ اس کو جواب دینا ہمارا فرض ہے۔"

ایک طرف سے آواز آئی۔ "ہاں۔ میں آ چکی ہوں۔ تم اپنا ریوالور پھینک دو۔"

دوسری طرف سے مرجانہ بھی قریب آ رہی تھی۔ اس نے اس آدمی سے ریوالور لے لیا۔ پھر پوچھا۔ "کیوں فرہاد تم اس کے اندر موجود ہو؟"

میں نے اس آدمی کی زبان سے کہا۔ "ہاں۔ میں موجود ہوں۔"

وہ بولی۔ "پھر تو کوئی بات نہیں۔ آؤ سونیا! میرے گلے لگ جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے آگے بڑھتے ہوئے اپنے دونوں بازو پھیلا دیے۔ سونیا بڑی محبت سے مسکراتے ہوئے دوڑتے ہوئے آئی اور اسکے سینے سے لگ گئی۔ مرجانہ نے اسے اپنے بازوؤں میں لے کر پیشانی پر پیار کیا۔ سونیا نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے زخمی کو تھام کر کہا۔ "مرجانہ! تمھیں کتنا پریشان کیا گیا ہے۔ کتنی تکلیف پہنچائی گئی ہے۔ میں ان بدمعاشوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے اس آدمی کی زبان سے کہا۔ "بھتی زندہ تو چھوڑا نہیں گیا ہے۔ سبھی دوزخ گئے ہیں۔ اب تم لوگ اپنا روحانی سین ختم کرو اور ان کا محاسبہ شروع کرو۔"

وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئیں۔ پھر سونیا نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ابھی تو تم فرہاد ہو۔ ہاں! یہ دوسرا آدمی دشمن ہے۔ خطرہ اسی کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ اسی کو ہم اپنی نظروں میں رکھیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے قریب گئی پھر اس سے پوچھا۔ "ہم اس جنگل کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یوں تو ہمیں بہت کچھ معلوم ہے۔ تم ہمیں یہ بتاؤ کہ یہ کیمپ یہاں پر کس طرح قائم کیا گیا ہے۔ تم سب کہاں سے آئے ہو۔ یہ سامان کہاں سے لایا گیا ہے اور تمھارا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟"

کیشو نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔ "مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ میں روم میں تھا۔ وہاں سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے جنگل کے کسی حصے میں مجھے پہنچایا گیا۔ وہاں پہلے ہی بہت بڑا کیمپ لگا ہوا تھا۔ مجھے وہاں سے کچھ آدمی دیے گئے۔ ان کا لیڈر مجھے بنایا گیا اور یہ سامان دیا گیا۔ پھر ہدایت دی گئی کہ میں ان گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے بڑھوں۔ ایک آدمی مجھے گائیڈ کرتا لے گا لہٰذا میں ایک شخص کی رہنمائی میں یہاں تک آیا۔ یہاں آ کر اس نے بتایا کہ اُدھر سامنے والی پہاڑیوں میں ایک سرنگ کا دہانہ ہے۔ اس پر وہاں ایک بھاری پتھر رکھا ہوا ہے۔ اگر اسے ہٹایا جائے تو سرنگ کا راستہ دکھائی دے گا۔ ہم زینے کے ذریعے اس سرنگ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ مجھے یہاں دو ماہ تک رہنے والی ہیں۔ انھیں اپنی قید میں رکھنا ہے۔ اور جوان ہیں سے ماں ہوگی۔ انھیں میرے کچھ ساتھی اپنے ساتھ یہاں سے لے جائیں گے۔ بقی کو میں اپنی قید میں رکھوں گا اور میں اب تک انھی ہدایات پر عمل کر رہا ہوں۔"

اس کی باتیں سن کر مرجانہ نے کہا۔ "اف، وہ سرنگ نہیں بلکہ قبر ہے۔ وہاں ایسی تاریکی اور حبس ہے کہ زندہ رہ کر آدمی خود کو مردہ سمجھتا رہتا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "جب ان دونوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں کوئی معلومات نہیں مل سکتی تو پھر کیوں نہ ہم ان دونوں کو اسی سرنگ میں بھیج دیں۔ جس کم جہاں پاک ہو گا۔"

میں نے سونیا سے کہا۔ "پہلے ان لوگوں سے یہ تو معلوم کرو کہ یہاں دس آدمی تھے۔ ان کے باقی ساتھی کہاں گئے ہیں؟"

سونیا نے کیشو سے یہ بات پوچھی۔ اس نے جواب دیا۔ "ہمارے پاس پندرہ دن کا راشن تھا۔ وہ چار آدمی راشن لینے گئے ہیں۔ پندرہ دن پورے ہونے سے پہلے وہ مزید پندرہ دن کے لیے راشن لے کر آئیں گے۔"

میں نے پھر سونیا سے ایک سوال کرنے کے لیے کہا۔ سونیا نے وہی سوال اس سے کیا۔ "یہ بتاؤ کہ یہاں جو گھوڑے ہیں ان پر سوار ہونے کے بعد ہم کہاں پہنچیں گے جو بیگھر سے بھاگتے ہوئے ہیں؟ یہ بھی منزل کو پہنچتے ہیں۔ ان کی منزل کہاں ہے یہ؟"

اس نے جواب دیا۔ "یہ گھوڑے اس بڑے کیمپ کی طرف جائیں گے جہاں سے آ کر میں نے یہاں کیمپ لگایا ہے۔ وہ بڑا کیمپ نمبر ون کہلاتا ہے۔ یہ کیمپ نمبر ٹو اور وہ کالج کیمپ نمبر تھری ہے۔ جہاں آپ لوگوں کو رکھا گیا تھا۔ ہمارے پاس ایسے گھوڑے تھے جو کیمپ نمبر تھری یعنی آپ لوگوں کے کالج کی طرف جاتے تھے اور وہاں سے واپس آ جاتے تھے لیکن وہ جب سے گئے ہیں اسی وقت سے اپنے سواروں کے ساتھ واپس نہیں آتے۔ وہ کیوں واپس نہیں آتے۔ یہ آپ جانتی ہیں۔ کیونکہ آپ واپس آئی ہیں۔"

"کیا یہ تجربہ بھی سدھائے ہوتے ہیں؟"

"نہیں، یہ اپنے مالک کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ آپ لوگ انھیں جہاں لے جائیں گی، یہ چلے جائیں گے۔ یہ کسی منزل کو نہیں پہچانتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی کیشو نے سونیا کے آگے اپنا ہاتھ ہی گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "آپ ہمیں بھی اپنا تجربہ اور گدھا سمجھیں۔ آپ ہمیں جہاں ہانک کر لے جائیں گی، ہم چلے جائیں گے۔

ہم آپ کے خلاف کبھی کوئی بات نہیں سوچیں گے۔ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ آپ کو اپنے خدا کا واسطہ ہے ہمیں اس سرنگ میں نہ بھیجیں۔ ہم جیتے جی مر جائیں گے۔"

دوسرے آدمی نے کہا۔ "آپ ہمیں ایک بار اپنی خدمت کا موقع دیں ہم ثابت کر دیں گے کہ ہم آپ کے وفادار ہیں۔"

سونیا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "تم لوگ کبھی وفادار نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اپنی جان کے خوف سے اپنے اس مالک سے غداری کر رہے ہو جس نے اب تک وفادار رکھا۔ اب ہمارا پتہ بتا رہے ہو تو ہماری وفاداری کی قسموں کا کیا بھروسہ ہے۔ پتہ نہیں ہمیں کہاں جانا ہے کدھر جھٹکنا ہے ہمارا سفر کتنا لمبا ہوگا یہ ہمیں قدم قدم پر کتنی مصیبتوں کا سامنا کرنا ہوگا یہ ہم تم دونوں کو اپنے ساتھ مصیبت بنا کر نہیں رکھیں گے۔ لہٰذا اب فوراً اٹھ کھڑے ہو اور آگے آگے چلتے ہوئے اس جھاڑی میں داخل ہو جاؤ۔"

وہ دونوں آہستگی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ سرنگ کے اندر جا کر بے موت مرنا نہیں چاہتے تھے۔ پتہ نہیں پھر کوئی انھیں وہاں سے نکالنے آتا یا نہ آتا۔ وہ سرنگ نما قبر میں دفن ہو کر رہ جاتے۔ اس لیے ہچکچا رہے تھے۔ سونیا نے ڈانٹ کر کہا۔ "کیا تم... لوگوں نے سُنا نہیں۔ آگے بڑھو۔"

سونیا کی بات ختم ہوتے ہی کیشو نے اچانک ہی اس پر چھلانگ لگائی۔ سونیا کوئی نادان بچی تو تھی نہیں۔ وہ پھرتی سے ایک طرف ہٹ گئی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زمین پر اوندھے منہ گر پڑا۔ مرجانہ آگے بڑھ کر اس کی گردن پر پاؤں رکھتے ہوئے بولی۔ "کیوں اس پر دونوں پاؤں رکھ کر کھڑی ہو جاؤں۔ ابھی اس کی گردن ٹوٹ جائے گی۔" پھر اس نے ٹھوکر مار کر کہا۔ "چلو اٹھو اور اس جھاڑی میں داخل ہو جاؤ۔ تم لوگوں نے ہم ماں بیٹی کے لیے اسے قبر بنایا تھا۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مرجانہ نے بڑی ہی پڑی ہوئی ایک لکڑی اٹھائی اور اس سے اس کی پٹائی کرتی ہوئی بولی۔ "چلو۔ بڑھتے چلو۔" وہ دونوں مرجانہ سے مار کھاتے ہوئے جھاڑی کے اندر داخل ہوئے۔ سونیا کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سرنگ کے دہانے پر بڑا پتھر رکھا ہوا تھا۔ وہ دونوں زور لگا کر اس پتھر کو ہٹانے لگے۔ جب وہ اس حد تک ہٹ گیا کہ اس میں ایک شخص داخل ہو سکے تو سونیا نے انھیں حکم دیا کہ یکے بعد دیگرے اس میں اترتے جائیں۔ وہ پھر ہچکچانے لگے اور گڑگڑانے لگے۔ کبھی خدا کا اور کبھی انسانیت کا واسطہ دینے لگے لیکن سونیا پگھلنے والی نہیں تھی۔ اس نے ایک فائر کیا تو وہ رونے کانپنے گئے۔ پھر اس سرنگ کے اندر داخل ہونے لگے۔

تب دونوں سرنگ کی سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے چلے گئے تو سونیا اور مرجانہ نے زمین پر گھٹنے ٹیکے اور اس کو سرکانے کی کوشش کی بھاری سی محنت کے بعد وہ اسے سرنگ کے دہانے پر اس طرح رکھنے میں کامیاب ہو گئیں۔ وہ دونوں اس پتھر کے نیچے دفن ہو گئے۔ مرجانہ نے زمین پر سے اٹھ کر ہانپتے ہوئے کہا۔ "اب ہمیں جلد سے جلد یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

سونیا نے اس کے سر پر بندھی ہوئی پٹیوں کو دیکھ کر پوچھا۔ "تمھاری یہ پٹیاں کس وقت باندھی گئی تھیں؟"

"یوں تو وہ لوگ میرے سر کی مرہم پٹی کرتے رہتے تھے پچھلی رات باندھی گئی تھی۔"

"پھر تو ابھی میں تمھارے زخم دیکھوں گی۔ اس کے بعد نئی پٹیاں باندھوں گی۔ اس کے بعد ہم یہاں سے چلیں گے۔"

مرجانہ نے کہا۔ "ایسا نہ ہو کہ وہ چار آدمی جو یہاں سے واپس آ جائیں۔ تم میری فکر نہ کرو۔ ہم بہت دور نکل جائیں کہیں آرام کرنے کے لیے ٹھہریں گے تو وہاں پٹی بدل دیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کہیں دُور سے شیر کے دہاڑنے کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں چونک کر آواز کی سمت دیکھنے لگے۔

سونیا نے اپنا ایک ریوالور مرجانہ کو دیتے ہوئے کہا۔ "ہم ہتھیار نہیں ہم نہتے ہیں۔ شیر آئے گا تو ہم اپنی حفاظت کریں گے۔"

یہ کہہ کر وہ جھاڑی سے باہر آ گئیں۔ پھر انھوں نے اُدھر دیکھنے کے بعد سوچا کہ تھیلے میں رہنے سے اپنی حفاظت نہ ہو سکے گی۔ کیوں نہ تھوڑی دیر کے لیے درخت پر چڑھ جائیں۔ سوچ کر وہ دونوں ایک درخت پر چڑھنے لگیں تاکہ بلند جا کر دیکھ سکیں کہ شیر کہاں سے اور کدھر سے آ رہا ہے؟

تھوڑے تھوڑے وقفے سے شیر کی آواز سنائی دیتی رہی۔ پھر سونیا نے سنا کہ کچھ فاصلے پر آدمیوں کی اونچی آواز میں باتیں سنائی دیں۔ وہ دونوں درخت کی اونچائی پر پہنچ گئیں اور وہاں سے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ انھیں کہیں شیر نظر نہیں آیا۔ صرف کبھی کبھی اس کی آواز سنائی دیتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد وہ آواز گھنے جنگلوں میں کہیں گم ہو گئی۔

اور مرجانہ نے آدھ گھنٹے تک انتظار کیا پھر وہ درخت سے نیچے اتر آئیں۔ وہاں کسی خطرے کا خیال نہیں تھا۔ دشمن واپس آ گئے تھے۔ اب اپنے سفر کے لیے مختلف تھیلوں میں جا کر ضروری چیزیں تلاش کرنے لگیں اور انھیں تھیلوں پر لادنے لگیں۔ خاص طور پر ان کے لیے فرسٹ ایڈ کا سامان رکھا گیا تاکہ اس کے زخموں کی مرہم پٹی کر سکیں۔

میں نے سونیا سے کہا۔ "میں تھوڑی دیر کے لیے یہ جگہ چھوڑ کر جانا چاہتا ہوں کیونکہ یہاں جھاڑی میں بیٹھ کر میں اسی جنگلی کی طرف دیکھتا رہوں گا۔ کیونکہ وہ گھوڑا جو تم بہت دُور جنگل میں باندھ آئی ہو وہ لے کر وہ ضرور اسی طرف آئے گا۔

میں نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔ "موس ٹرونی۔ تم نے مجھے خوش کر دیا ہے۔ میں جنگل میں پہنچ کر اپنے ساتھیوں کو تلاش کر کے لانے میں کامیاب ہوا تو تمھارے اس احسان کا بدلہ ضرور چکاؤں گا۔"

اس نے معافی کے لیے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ پر احسان نہیں کیا ہے بلکہ آپ کو اپنا باس سمجھ کر خدمت کی ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس خدمت سے مجھے کتنی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ بہرحال اب وقت ہو چکا ہے۔ آیئے۔"

ہم جنگلے سے باہر آ کر ایک بڑی سی کار میں بیٹھ گئے۔ اس کے شیشے بلٹ پروف تھے۔ ہمارے آگے پیچھے مسلح گارڈز کی گاڑیاں تھیں۔ ان گاڑیوں میں ہیلی کاپٹر کا پائلٹ اور وہ چھ مسلح جوان بھی تھے جو میرے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے والے تھے۔ پورے انتظامات کے ساتھ ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔

راستے میں میں نے دیکھا۔ موس ٹرونی تڑانسمیٹر کے ذریعے اپنے ماتحتوں سے باتیں کرتا جا رہا تھا۔ اسے معلومات حاصل ہو رہی تھیں اور وہ انھیں ہدایات دیتا جا رہا تھا۔ اس کے مطابق اس کے ماتحت عمل کر رہے تھے اور ہماری نگرانی کرتے چلے جا رہے تھے۔

میں نے صبح سے اب تک سائنو بانو سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ وہ یقیناً پریشان ہوں گی۔ یہ سوچتے ہی میں نے ان کے دماغ میں جھانک کر کہا۔ "ہیلو امی! میں آپ کا بیٹا فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ اپنے دماغ میں میرے لب و لہجے کو سن کر چونک گئیں۔ پھر سیدھی بیٹھ کر بولیں۔ "بیٹے! میں بہت دیر سے تمھارا انتظار کر رہی ہوں۔ مجھے کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے کہ میری بیٹی کہاں ہے اور کیسی ہے۔"

"میں آپ کو یہی خوشخبری سنانے آیا ہوں کہ آپ کی بیٹی دشمنوں کی قید سے آزاد ہو گئی ہے اور اس وقت وہ جنگل میں ہے۔ کسی آبادی تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔"

وہ خوش ہو رہی تھیں۔ پھر کچھ سوچ کر بولیں۔ "بیٹے! کہیں تم مجھے جھوٹی تسلیاں تو نہیں دے رہے ہو؟"

"نہیں امی! میں آپ سے کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ میں خود اس وقت ہیرس جھوڑ کر اسی جنگل کی طرف جا رہا ہوں۔ انشاء اللہ میں بہت جلد حیرانہ کو آپ کے پاس لے کر آؤں گا۔"

وہ دعائیں دینے لگیں۔ میں نے کہا۔ "آپ ایک بات کا خاص خیال رکھیں۔ میری عدم موجودگی میں اگر کوئی دشمن آپ کو کسی طرح بھی بہکائے یا آپ کو اپنے بنگلے سے باہر آنے پر مجبور کرے تو آپ فوراً ماسٹر موس ٹرونی سے رابطہ قائم کریں۔ وہ ہر حال میں آپ کی حفاظت کرے گا۔"

"بیٹے! تمھارا یہ ماسٹر میرا بہت خیال رکھتا ہے۔ اس کے آدمی ہمیشہ میری کوٹھی کے چاروں طرف پہرہ دیتے رہتے ہیں اور کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے۔ میں یہاں بہت محفوظ ہوں۔ اور تمھاری ہدایت کے مطابق کبھی کسی کی باتوں میں آ کر اپنے بنگلے سے باہر نہیں جاؤں گی۔"

اچانک ہی میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ مجھے ایک بڑا زبردست جھٹکا لگا تھا۔ میں کار کی پچھلی سیٹ پر لڑھک گیا تھا۔ یہ چلا کہ گاڑی کسی گاڑی سے ٹکرا گئی ہے۔ پھر اچانک ہی فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ ایک زبردست دھماکا ہوا۔ اس کے بعد کچھ نظر نہیں آیا۔ چاروں طرف دھواں ہی دھواں پھیل رہا تھا۔ ماسٹر موس ٹرونی کی آواز سنائی دی۔ "فرہاد صاحب! آپ محتاط رہیں۔ ہم ایئرپورٹ کے احاطے میں پہنچ گئے ہیں۔ آپ اپنے پاس بیٹھے ہوئے باڈی گارڈ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں۔ وہ کسی وقت بھی موقع پا کر آپ کو اس گاڑی سے نکال کر لے جائے گا اور اس دھوئیں سے گزرتا ہوا ہیلی کاپٹر تک پہنچا دے گا۔ ہم یہاں دشمنوں سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔"

میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے باڈی گارڈ کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر سر گھما کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ وہاں بھی دھواں ہی دھواں نظر آ رہا تھا۔ پتہ چل نہیں رہا تھا کہ کون کس کی طرف فائرنگ کر رہا ہے۔ اچھا خاصا ہنگامہ برپا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی ایک طرف کا دروازہ کھلا۔ پھر میرے باڈی گارڈ نے میرے ہاتھ کو کھینچا۔ "آیئے جناب! میں آپ کو لے چلتا ہوں۔"

میں اس کے ساتھ کار سے باہر نکلا۔ گھنے دھوئیں میں سے گزرتا ہوا اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ میرا ہاتھ کھینچتا ہوا ایک طرف لیے جا رہا تھا۔ میں اس کے ہاتھ کے اشارے پر دوڑتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک دوڑتے رہنے کے بعد ہم دھوئیں کے بادلوں سے نکل آئے۔ باہر نکلتے ہی جیسے واقعی بادل چھٹ گئے ہوں۔ سامنے ہی ہرا سا ہیلی کاپٹر نظر آ رہا تھا۔ میں سیڑھیاں چڑھتا ہوا کاک پٹ کے اندر چلا گیا۔ میری پچھلی والی سیٹ پر چار مسلح جوان تھے۔ اس کے آگے والی سیٹ پر دو مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ان کے درمیان بیٹھ گیا۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ پہلے ہی آگے بیٹھا ہوا تھا۔ کاک پٹ بند ہو گیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے پنکھے نے گردش شروع کی۔ تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر نے زمین کو چھوڑ دیا۔ اور فضا میں بلند ہونے لگا۔

میں نے ماسٹر موس ٹرونی کے دماغ میں جھانک کر پوچھا۔ "ہیلو ماسٹر! آپ خیریت سے ہیں؟"

"جی ہاں۔ آپ ابھی سنا تیے۔"

"میں اس وقت ہیلی کاپٹر میں ہوں اور ہیلی کاپٹر زمین چھوڑ کر بلندی پر پرواز کر رہا ہے۔"

"اوہ۔ ویری گڈ ہیپی جرنی مسٹر فرہاد!"

ٹھیک ہو ماسٹر۔ یہ سب آپ کے تعاون کا نتیجہ ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے کے لیے پہنچوں گا۔"

فرہاد صاحب! آپ سے گذارش ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً اپنی [illegible] نگاہ کرتے رہیں۔ میں بے چینی سے آپ کا انتظار کرتا

میں آپ سے یقیناً رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔ آپ سے بھی [illegible] ہے۔ وہ یہ کہ جو دشمن سر عام اس قسم کا ہنگامہ کر سکتے [illegible] بانو کو حاصل کرنے کے لیے بھی بہت کچھ کر گزریں گے۔ [illegible] خیال رکھیں اور ان کے چاروں طرف پہرے کو اور [illegible] دیں۔"

[illegible] فکر رہیں۔ میں یہاں سے جانے کے بعد خود دیکھوں گا [illegible] نگرانی ہو رہی ہے اور پہرے کو کس طرح مزید سخت [illegible] آپ اطمینان رکھیں۔"

[illegible] موس ٹرونی سے رخصت ہونے کے بعد اپنے آس پاس [illegible] لوگوں کو دیکھنے لگا۔ سب اپنے ہی لوگ تھے۔ میں انھیں [illegible] کے کمرے میں دیکھ چکا تھا۔ ان سے باتیں کر چکا تھا۔ یہ [illegible] لوگ تھے اور اتنے ہنگامے اور اتنی کاوشیں ہونے کے [illegible] ہیلی کاپٹر میں مجھ سے پہلے ہی پہنچ گئے تھے۔ میں مطمئن ہو کر [illegible] کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں مجھ پر سامان لاد کر [illegible] پر سوار ہو کر باقی گھوڑوں کی لگامیں تھامے وہاں سے [illegible] اور کافی فاصلے طے کر چکی تھیں۔ میں نے سونیا سے [illegible] بات ہے۔ تم کہہ رہی ہو ہے؟"

[illegible] جواب دیا۔ "یہ تو میں بھی نہیں جانتی کہ کہاں جا رہی ہوں۔ [illegible] کو ایک درخت سے باندھ کر آئی تھی۔ اس گھوڑے کے [illegible] تک پہنچ سکتی تھی لیکن افسوس کہ جب ہم وہاں پہنچے تو وہ [illegible] وسالم نہیں تھا۔ اس کے کٹے ہوئے ٹکڑے ہو چکے تھے۔ [illegible] کے دہاڑنے کی آواز سنی تھی وہ کمبخت اس گھوڑے پر حملہ [illegible] اس کی تازہ بوٹی کر کے چلا گیا تھا۔"

[illegible] مطلب ہے یہ کہ تم کالے بچ کی طرف نہیں جا رہی ہو؟"

[illegible] ہیں۔ بس اندازاً چلی جا رہی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم دونوں [illegible] یا بھٹکتے ہوئے پھر کہیں دشمنوں کے نرغے میں چلے [illegible] میں یہ کوشش کر رہی ہوں کہ یہ گھوڑے جدھر ہمیں [illegible] ادھر نہ جائیں بلکہ ان کی لگامیں موڑ کر کسی دوسرے [illegible] اور موڑ رہی ہوں۔"

[illegible] ہے۔ میں بھی تم لوگوں کے پاس پہنچتے ہی والا ہوں۔ دیکھا [illegible] کا پہاڑ کہاں اترے گا۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم

یہ کہہ کر میں نے مرجانہ سے کہا۔ "تمھارے سر میں تکلیف کیسی ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اب سر میں پہلے جیسی تکلیف نہیں ہے۔ بس کبھی کبھی ٹیسیں اٹھتی ہیں۔ یہ رفتہ رفتہ ختم ہو جائیں گی۔ ابھی سونیا میرے زخموں کو صاف کرنے کے بعد مرہم پٹی کرے گی۔"

"تمھاری امی تمھارے لیے بہت پریشان ہیں۔ میں نے انھیں تسلی دی ہے۔ ویسے وہ بہت محفوظ ہیں۔ تم ان کی پروانہ کرو۔ ہم کوشش کریں گے کہ تم جلد ہی ان کے پاس جاؤ۔"

"میں تو چاہتی ہوں کہ میری امی مجھے مل جائیں۔ میں ان کے پاس رہوں لیکن ان کے پاس رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمھیں چھوڑ کر وہاں چلی جاؤں۔ ہم سب ایک ساتھ جائیں گے۔"

"ہاں۔ ہم سب تمھاری امی کے پاس جائیں گے۔ اطمینان رکھو۔"

یہ کہہ کر میں ان لوگوں سے رخصت ہو گیا اور رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بیچاری اکیلی کانچ میں تھی۔ کھانے کا وقت گزر چکا تھا لیکن وہ نہیں کھا رہی تھی۔ ایک تو ممی کے مرنے کا صدمہ تھا۔ دوسرے تنہائی اور پریشانی تھی۔ میں نے اُسے سمجھایا کہ صدمہ کرنے اور پریشانی سہنے سے پریشانیاں دور نہیں ہوں گی۔ میں جلد ہی اس کے پاس پہنچنے والا ہوں۔ لہٰذا اسے کچھ کھانا پینا چاہیے۔

میں اُسے سمجھا ہی رہا تھا کہ دروازے پر دستک سنائی دی وہ ایک دم گھبرا کر اٹھ گئی اور ڈرنے کانپنے لگی۔ میں نے کہا۔ "گھبرو نہیں میں تمھارے دماغ میں موجود ہوں۔ اگر کوئی خطرہ ہوا تو تمھارے اندر پوری طرح تمھارا اس خطرے کا مقابلہ کروں گا۔ فکر نہ کرو۔ پر چھو کہ کون دستک دے رہا ہے۔"

اس نے تھر تھراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی۔ "بیٹی! میں ہوں۔ میرا نام ہرویو ہے۔ ابھی میں تمھارے ساتھ تھا۔ تمھیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ مگر نہ جانے کا۔ میرا دل نہیں مانا کہ میں تمھیں بے یار و مددگار چھوڑ کر جاؤں۔ اب تک میں دُور جنگل میں بیٹھا ہوا اس کانچ کی طرف دیکھتا ہوا یہ سوچ رہا تھا۔ ابھی تک تمھارا کوئی دشمن نہیں آیا ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید تمھیں میرے ساتھ کی ضرورت ہو۔ تھوڑا سا تمھارے پاس آ کر دیکھ لوں۔ اس کے بعد چلا جاؤں گا۔"

میں نے رسونتی سے کہا۔ "میں ہرویو کو اچھی طرح پہچان گیا ہوں۔ وہ دوست ہے۔ تم دروازہ کھول دو۔ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

رسونتی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ ہرویو کانچ میں داخل ہو کر دروازے کو اندر سے بند کرنے لگا۔ میں نے ہرویو سے کہا۔ "رسونتی بہت ڈری ہوئی ہے اور پریشان ہے۔ اس نے کھانا نہیں کھایا ہے تم کوشش کرو کہ یہ کچھ کھا لے۔"

اس نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں کوشش کروں گا۔"

رسونتی اس کے لیے کھانا نکالنے کچن میں گئی تو ہرویو بھی اس کے پیچھے کچن میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کھانے کا ڈبہ کھولے ہوئے پانی میں ڈال کر گرم کیا۔ پھر اسے پلیٹ میں نکال کر ہرویو کے سامنے رکھ دیا۔ ہرویو نے کھانے کی طرف دیکھا۔ پھر اداس ہو کر ایک سرد آہ بھری۔

رسونتی نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ بولا۔ "میری بیٹی تھائے بہت یاد آرہی ہے۔ اس وقت وہ یاد آرہی ہے۔ جب میں کھانے بیٹھتا ہوں تو پہلا نوالہ اس کے منہ میں رکھتا ہوں۔ اس کے بعد خود کھاتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "مجھے افسوس ہے بابا! کہ آپ اپنی بیٹی سے بچھڑے ہوئے ہیں۔"

"نہیں! میں بچھڑا ہوا نہیں ہوں۔ میری بیٹی تو میرے سامنے کھڑی ہوئی ہے۔"

رسونتی نے چونک کر دیکھا۔ ہرویو نے سر ہلا کر پوچھا۔ "کیا تم میری بیٹی نہیں ہو؟"

"ہاں بابا! میں آپ کی بیٹی ہوں۔ آپ نے جس طرح میری جان بچائی ہے اور جس طرح یہاں میری حفاظت کر رہے ہیں۔ یہ تو میں زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔ آپ ایک باپ کا فرض ادا کر رہے ہیں۔"

"تو پھر تم بھی بیٹی ہونے کا فرض ادا کرو۔ میرے ہاتھ سے کھالو۔"

"نہیں بابا! میرا دل نہیں چاہتا۔ میں نہیں کھاؤں گی۔"

"پھر تو میں بھی نہیں کھا سکوں گا کیونکہ میں اپنی بیٹی کو کھلائے بغیر کبھی نہیں کھاتا ہوں۔"

وہ میز پر سے اٹھنے لگا۔ اسی وقت رسونتی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "آپ کھانا چھوڑ نہیں سکتے۔ میں آپ کو کھلاؤں گی۔"

"جب تم میرے ہاتھ سے نہیں کھا رہی ہو تو میں تمہارے ہاتھ سے کیسے کھاؤں؟"

"بابا! میں آپ کو بھوکا نہیں جانے دوں گی۔ آپ پتہ نہیں جنگل میں کس طرح رہیں گے۔ سارا دن تو بھوکے رہ کر گزار دیا ہے۔ آیئے میں آپ کے ہاتھ سے کھاؤں گی۔"

ہرویو خوش ہو کر اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔ "شاباش بیٹی! تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اب میں پیٹ بھر کر کھاؤں گا۔ آؤ، بیٹھو۔ میں تمہیں اپنے ہاتھ سے کھلاتا ہوں۔"

وہ دونوں باپ بیٹی کھانے لگے۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ پھر وہاں سے دماغی طور پر ہیلی کاپٹر میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت دن کے دو بج رہے تھے۔ سفر شروع کیے ہوئے ایک گھنٹہ گزرا تھا اور مجھے بتایا گیا تھا کہ اندھیرا ہونے سے بہت پہلے ہی میں جنگل میں پہنچ جاؤں گا۔ میرے سوچنے کے دوران ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے اپنے بازو پر بیٹھے ہوئے جوان کو دیکھا جو ٹرانسمیٹر کو ہینڈل کر رہا تھا۔ اس نے اُسے آن کر کے اپنا کوڈ ورڈز اور نام بتایا۔ پھر دوسری طرف سے جواب سننے کے لیے ایک دوسرا بٹن آن کر دیا۔

دوسری طرف سے ماسٹر موس ٹرانی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "جب سے ہیلی کاپٹر نے پرواز شروع کی ہے اس وقت سے اب تک کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم نہیں کیا گیا ہے۔ کنٹرول ٹاور سے کئی بار ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو مخاطب کیا گیا لیکن پائلٹ بالکل خاموش ہے۔ معلوم کرو کہ کیا بات ہے؟"

یہ سنتے ہی ہماری نظریں پائلٹ پر گئیں۔ وہ ہمارے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی پشت نظر آرہی تھی۔ ایک جوان نے اس کے شانے کو پکڑ کر ہولے سے جھنجھوڑتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ اس کے جواب میں پائلٹ کا ایک ہاتھ اٹھا۔ اس میں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ تھا۔ وہ کاغذ ہماری طرف خاموشی سے بڑھا رہا تھا۔ میں نے اس سے وہ کاغذ لے لیا۔ پھر اُسے کھول کر پڑھا۔ لکھا ہوا تھا۔ "مجھے کچھ کہنے یا جھگڑنے سے پہلے میرے قدموں کی طرف دیکھو۔ وہاں ایک زبردست قوت کا بم بندھا ہوا ہے۔ اس کا کنکشن میرے دائیں پاؤں کے نیچے ہے۔ میں اس بٹن پر ہلکا سا دباؤ بھی ڈالوں گا تو ایک دھماکہ ہو گا اور ہیلی کاپٹر کے ساتھ ہم سب کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ میں اکیلا اپنی جان داؤ پر لگا کر یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔ تم لوگ اپنی خیر مناؤ۔ اگر زندگی عزیز ہے تو مجھے بالکل نہ چھیڑنا اور نہ ہی بات کرنے پر مجبور کرنا۔"

میں نے وہ پرچہ پیچھے بیٹھے ہوئے محافظوں تک بڑھا دیا۔ ان لوگوں نے بھی پڑھا پھر ہیلی کاپٹر کے اندر ایک سنسنی سی پھیل گئی۔ اب ہم سب اسی فکر میں مبتلا ہو گئے کہ اس پائلٹ کے ساتھ کیا کریں۔ اگر ہم پیچھے سے اس کے سر پر ایک کاری ضرب لگاتے تو وہ بے ہوش ہو جاتا۔ تب بھی بات نہ بنتی کیونکہ مارکھاتے ہی اس کے بدن کو جھٹکا لگتا۔ اس جھٹکے سے پاؤں کے نیچے والا بٹن دب جاتا۔ اس کے ساتھ ہی دھماکہ ہوتا اور ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچتا۔ ہم بلکنت اس کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنی طرف یعنی پیچھے کی طرف کھینچ سکتے تھے۔ بٹن پر سے اس کے پاؤں کو یکبارگی ہٹا سکتے تھے۔ لیکن افسوس کہ اس نے سیفٹی بیلٹ باندھا ہوا تھا۔ اسے کھینچنے سے پہلے سیفٹی بیلٹ کو کھولنا پڑتا اور اسے کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھانے سے پہلے ہی وہ ہوشیار ہو جاتا اور اپنی دھمکی پر عمل کر بیٹھتا۔

ہم بُری طرح پھنس گئے۔ ماسٹر موس ٹرونی نے اپنے تمام ذرائع استعمال کر کے پوری ذہانت سے میری سلامتی کے لیے بڑے ہی مکمل انتظامات کیے تھے۔ اس کے باوجود دشمن اپنی چال میں کامیاب ہو گئے تھے۔ میں نے ماسٹر موس ٹرونی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ ٹرانسمیٹر کے سامنے بیٹھا ہمارے جواب کا منتظر تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "ہیلو ماسٹر! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ یہاں سچویشن بہت ہی نازک ہے اور ہم سب کی زندگی خطرے میں ہے۔ وہ پائلٹ دشمن کا آدمی ہے۔"

ماسٹر موس ٹرونی نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیسے ہو گیا۔ ہم نے تو اپنے طور پر بڑے سخت انتظامات کیے تھے پھر یہ کہ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے اور دشمنوں کے دماغوں کو پڑھ سکتے تھے پھر یہ دھوکا کیسے کھا گئے؟"

"ماسٹر! حالات ایسے تھے۔ آپ نے خود دیکھا ہے کہ ہیلی پورٹ تک پہنچتے ہی دشمنوں نے کیسے ہنگامے کیے تھے۔ گرنیڈ حملے ہو رہے تھے۔ گولیاں چل رہی تھیں۔ دھوئیں کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ ایسے میں یہی غنیمت ہے کہ ہمارے چھ مسلح محافظ میرے آس پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ صرف ایک پائلٹ بدل گیا ہے اور شاید ان کا یہی منصوبہ تھا کہ اس طرح ہنگامے کے دوران صرف پائلٹ کو تبدیل کیا جائے۔"

موس ٹرونی نے کہا۔ "ہوں۔ تبھی کنٹرول ٹاور والوں کو پائلٹ کی آواز نہیں مل رہی تھی۔ وہ اس لیے خاموش تھا کہ اگر بولتا تو تم اس کی آواز سن کر چونک جاتے اور پرواز سے پہلے ہی محتاط ہو کر اسے دبوچ لیتے۔"

"ماسٹر! ان دشمنوں کی پلاننگ کا یہ حصہ بڑی ذہانت سے ترتیب دیا گیا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ جب ہنگامے کے دوران ہم ہیلی کاپٹر میں سوار ہوں گے تو ایک دوسرے کو ہوش نہیں رہے گا۔ پھر یہ کہ میرے آس پاس جو مسلح محافظ ہوں گے۔ میں زیادہ سے زیادہ انہی کو دیکھوں گا۔ آگے بیٹھے ہوئے پائلٹ کی طرف شاید ہی میرا دھیان جائے۔ وہ جانتے تھے کہ ایسے وقت پرواز کرنے سے پہلے کنٹرول ٹاور کے قواعد کا پابند ہونا نہیں پڑتا۔ وہاں دشمنوں سے بچنے کے لیے پرواز لازمی ہو گئی تھی۔ کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کرنا بہت زیادہ ضروری نہ تھا۔ اس لیے اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھا لیا۔"

"اب کیا ہو گا، فرہاد صاحب؟"

"ہم سوچ رہے ہیں کہ کیا کر سکتے ہیں۔"

"کیا آپ اسے بولنے پر مجبور نہیں کر سکتے؟"

"نہیں! اس نے ایک تحریر کے ذریعے دھمکی دی ہے۔ اگر اس کی بات پر ہم نے عمل نہیں کیا تو وہ ہیلی کوپٹر کو تباہ کر دے گا۔ اس کے پاؤں کے نیچے ایک بٹن ہے جس پر ہلکا سا دباؤ پڑتے ہی دھماکہ ہو گا اور پھر یہ ہیلی کاپٹر رہے گا نہ ہم رہیں گے۔"

"کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی؟"

"ہم ہر طرح سے اپنے ذہن کو آزما رہے ہیں۔ تدبیر پر غور کر رہے ہیں مگر اب تک کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ جب کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا تو پھر اسی پائلٹ کے رحم و کرم پر رہنا ہو گا اور یہ دیکھنا ہو گا کہ یہ ہمیں کہاں پہنچاتا ہے۔ ویسے یہ اطلاع آپ کو ایک گھنٹے بعد کیوں ملی کہ ہمارے ہیلی کاپٹر کا پائلٹ رابطہ قائم نہیں کر رہا ہے؟"

ماسٹر نے کہا۔ "میں سارہ بانو کے پاس گیا ہوا تھا اور ہمارے کنٹرول ٹاور میں جو آدمی ہیں انہیں پتہ نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں۔ وہ مجھے تلاش کر رہے تھے۔ جب مجھے بتایا گیا تو تقریباً ایک گھنٹہ گزر چکا تھا اس کے باوجود میں نے دو ہیلی کاپٹر آپ لوگوں کے تعاقب میں بھیجے ہیں لیکن ہمیں صحیح سمت کا اندازہ ہونا چاہیے کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ آپ فوراً اپنے قطب نما کو دیکھ کر سمت بتائیں۔"

میں نے قطب نما کو دیکھ کر بتایا۔ "ہمارا رُخ جنوب مشرق کی طرف ہے۔"

ماسٹر نے کہا۔ "جبکہ ہیلی کاپٹر کا رُخ جنوب کی طرف ہونا چاہیے۔ پروگرام کے مطابق وہ اسپین کے اُوپر سے گزرتا ہوا انوتقہ کے جنگلوں میں پہنچنے والا تھا۔ اب اگر یہ جنوب مشرق کی طرف جا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسپین کی بجائے اٹلی کی طرف جا رہا ہے۔"

میں کبھی کبھی سر اٹھا کر اس کے بائیں پاؤں کی طرف دیکھتا تھا اور سوچا رہ جاتا تھا کہ کیا کروں۔ اگر اس کا دماغ میری مٹھی میں ہوتا تو میں بڑی آسانی سے اس کے بائیں پاؤں کو وہاں سے ہٹا دیتا۔ پھر وہ لاکھ کوشش کرتا تب بھی پاؤں کو بٹن پر نہ لے جا سکتا مگر بنیادی بات یہی تھی کہ اس کا دماغ میری مٹھی میں کیسے آئے؟ اسے چھیڑا نہیں جا سکتا تھا۔ اسے زبردستی باتیں کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر فوراً ہی اس کے خلاف کوئی بات ہوتی تو بٹن جھٹکے سے ہی موت ہم پر جھپٹ پڑتی۔

موت کا سوئچ اس کے قدموں میں تھا۔ زندگی ہمارے ہاتھ میں تھی۔ ہم جب تک خاموش بیٹھے رہتے یہ زندگی ہماری ہوتی۔ ہم چپ چاپ بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ اپنی ذہانت کو آزما سکتے تھے اور ہم آزما رہے تھے لیکن کوئی تدبیر سجھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ اس طرح جم کر بیٹھا ہوا تھا کہ اسے اس کی جگہ سے ہلایا نہیں جا سکتا تھا۔

دو گھنٹے تک ہم گم صم بیٹھے رہے۔ کسی کے منہ سے کوئی بات نہ نکلی۔ سب اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے کہ ایسے وقت کیا کیا جا سکتا ہے۔ کسٹوڈین پاکٹ کو وہاں سے ہٹا کر اس کی جگہ لی جا سکتی ہے۔ سب سوچنے ہی جا رہے تھے اور سب سوچتے ہی رہ گئے تھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ بہت بڑے شہر کے اوپر سے پرواز کر رہے ہیں۔ بڑی بڑی عمارتیں ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ ہیلی کاپٹر ایک بہت اونچی عمارت کی چھت پر اترنے لگا۔

تبھی مجھے یاد آیا کہ سائرہ بانو کو بھی ایسی ہی کسی عمارت کی چھت پر لایا گیا تھا پھر وہاں سے انہیں پیرس پہنچایا گیا تھا۔ ہم میں جلال بیگ کا ہی خاص اڈہ معلوم ہوتا تھا۔ مجھے بھی اسی اڈے پر اترنا چاہیے تھا۔ ہیلی کاپٹر چھت پر اتر گیا۔ پنکھے کی گردش آہستہ آہستہ کم ہونے لگی۔ اس کے بعد کاک پٹ کھل گیا۔ تب ہی کہیں سے بھاری بھرکم آواز سنائی دی "خوش آمدید مسٹر فرہاد علی تیمور! ہم امید کرتے ہیں کہ آپ یہاں کوئی ہنگامہ نہیں کریں گے اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیں گے کہ وہ اپنے ہتھیار اسی ہیلی کاپٹر میں رکھ کر نیچے اتر آئیں۔ آپ پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہے۔ آپ ہتھیار ساتھ لا سکتے ہیں۔ یعنی کہ ہم آپ سے ظاہری ہتھیاروں کو تو چھین سکتے ہیں، لیکن ٹیلی پیتھی کا ہتھیار نہیں چھین سکتے لیکن پلیز اپنے ساتھیوں کو حکم دیں کہ وہ ہتھیار ڈال کر آپ کے ساتھ نیچے اتر آئیں۔"

میں نے ان سے کہا "اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ابھی ہم آپ کے احکامات کی تعمیل کرتے رہیں۔ اپنے ہتھیار یہیں چھوڑ دو اور میرے پیچھے چلے آؤ۔"

یہ کہہ کر میں سیڑھیوں سے اترتا ہوا چھت پر آ گیا۔ میرے پیچھے ایک ایک کر کے میرے محافظ بھی آنے لگے۔ جب ہم سب نیچے اتر گئے تو کاک پٹ بند ہو گیا۔ اس کے بعد چھت پر ایک طرف زینے سے ایک شخص ابھرتا ہوا آیا۔ اس نے آتے ہی مجھے سلام کیا اور کہا "میں وہی ہوں جس نے اس چھت پر سائرہ بانو کا استقبال کیا تھا۔ اس وقت بھی مجھے یہ خدشہ تھا کہ آپ سائرہ بانو کے ذریعے میرے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔ بہرحال اس وقت تو میں محفوظ رہا تھا لیکن آج خود ہی اپنے آپ کو آپ کے حوالے کر رہا ہوں۔"

میں نے لاپروائی سے کہا "اور تم نے محسوس کیا ہوگا کہ میں ابھی تک تمہارے دماغ میں نہیں پہنچا اور نہ پہنچنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کیونکہ تم جلال بیگ کے ایک معمولی آلہ کار ہو۔"

اتنے میں بہت سے مسلح جوان چھت پر آ گئے۔ انہوں نے میرے چھ محافظوں کو گھیر لیا۔ اس شخص نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "خوش قسمتی ہے کہ آپ مجھے ایک ادنیٰ غلام سمجھتے ہیں۔ لائیے نیچے کچھ لوگ آپ کی میزبانی کا شرف حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں اور آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا اور زینے سے اترنے لگا۔ میں اس کے پیچھے جانے لگا۔ زینے سے اتر کر برآمدے سے ہوتے ہوئے ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ وہ اچھا کشادہ کمرہ تھا۔ بال معلوم ہوتا تھا۔ وہاں تقریباً بارہ آدمی کھانے کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میز پر انواع و اقسام کے کھانے چنے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میرے سامنے آ کر مصافحہ کرنے اور اپنا تعارف کرانے لگے۔ میرے پہلے میزبان نے کہا "آپ پیرس سے ساڑھے بارہ بجے روانہ ہوئے تھے۔ آپ نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ اس لیے آپ کے لیے یہ اہتمام کیا گیا ہے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ آیئے کھانا شروع کیا جائے پھر باتیں کریں گے۔"

میرے لیے اس لانبی میز کے آخری سرے پر ایک کرسی رکھی گئی تھی جہاں سب سے الگ اور نمایاں تھا۔ میں وہاں بیٹھ کر ان کے ساتھ کھانے میں مصروف ہو گیا۔ کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا کہ اس کھانے میں کچھ ملا ہوا ہو گا۔ سبھی میرے ساتھ کھا رہے تھے۔ میں نے کوشش کی کہ پہلے کوئی شخص اٹھ کر اس میں سے کچھ لیتا تھا۔ وہی کچھ بھی اٹھاتا تھا۔ اتنی سی دیر میں مجھے غوائی کے لیے یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ کھانے میں کوئی نقصان دہ چیز نہیں ہے۔

کھانے کے دوران ایک شخص نے کہا "ہم سب آپ کھل کر باتیں کر رہے ہیں۔ آپ جب چاہیں ہمارے دماغ میں پہنچ کر ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں لیکن ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ ہمیں نقصان پہنچانے سے پہلے ہماری بپتا سن لیں کہ ہم کون ہیں اور کیا ہیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ ہم مظلوم ہیں۔"

میں نے ایک لقمہ چباتے ہوئے کہا "خیال خوانی کا ہی کیا ہے، فی الحال آپ ہی یہ بتا دیں کہ آپ لوگ کس طرح مظلوم ہیں؟"

دوسرے شخص نے کہا "جلال بیگ ہمیں کسی نہ کسی بہانے میل کرتا ہے اور ہم سے بڑی سے بڑی رقمیں حاصل کرتا ہے۔ اپنا دھندا چلانے کے لیے اس نے پتہ نہیں کتنے

[illegible] ہیں اور کر رہا ہے۔ ہم اس شہر کے بہت بڑے دولتمند [illegible] جاتے ہیں۔ ہمارا کوئی نہ کوئی کاروبار اس کے ہاتھ میں ہے۔"

میں نے پوچھا "اس نے تم لوگوں کو میرے سامنے کیوں نہیں [illegible]"

ایک اور شخص نے جواب دیا "ہمیں لگتا ہے میں اس کا کوئی [illegible] نہیں ہے۔ وہ ہمارے ذریعے آپ تک اپنی کچھ باتیں پہنچانا [illegible] ہیں تو وہ کسی اور کے ذریعے سے بھی اپنی بات کہہ سکتا [illegible] لیکن وہ چاہتا تھا کہ آپ جس شان و شوکت کے مالک ہیں [illegible] اقتدار ہے آپ کا استقبال اس شہر کے بڑے بڑے دولتمند [illegible] چاہیے۔ اسی لیے اس نے ہم لوگوں کو یہاں بھیجا ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا آپ لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ مجھے [illegible] گیا تو دشمن سمجھ کر آپ لوگوں کو ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر دوں گا۔"

ایک نے کہا "ہاں، ہم نے یہ سوچا تھا اور جلال بیگ سے [illegible] بھی کہ ہمیں میزبانی کے یہ فرائض تو سونپے جائیں لیکن اس [illegible] ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ فرہاد نادان نہیں ہے۔ وہ کسی [illegible] نے سے پہلے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہے۔ [illegible] وہ تمہارے خیالات پڑھے گا تو پتہ چل جائے گا کہ تم میری [illegible] آتے ہو اور مجبوراً آتے ہو اور تم اس کے دشمن نہیں ہو۔"

میں نے ایک ڈش کو اٹھاتے ہوئے کہا "کھانا بہت [illegible] ہے۔ آپ لوگ بھی بہت اچھے ہیں۔ میں آپ کی میزبانی کا [illegible] ادا کرتا ہوں۔"

ایک شخص نے کہا "جناب ہم نے جیسا آپ کے متعلق سنا [illegible] ویسا ہی پایا۔ آپ بھی بہت ہی اچھے انسان ہیں۔ آپ لوگ ڈرتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ دشمن ہی ڈرتے ہوں [illegible] دوستوں کو تو آپ سے مل کر خوشی ہوتی ہوگی۔"

"اچھا یہ بتاؤ، جلال بیگ تم لوگوں کے ذریعے مجھے کیا [illegible] چاہتا ہے؟"

"وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ آپ کا وہ دشمن نہیں ہے۔ آپ [illegible] ماں بیٹی کی خاطر اس کے سامنے دیوار ہیں۔ اگر آپ مرجانہ [illegible] سائرہ بانو کا ساتھ چھوڑ دیں تو وہ آپ کا ہر مطالبہ پورا کرے گا۔"

"میں مرجانہ اور سائرہ بانو کو چھوڑنے کے لیے تیار ہوں لیکن [illegible] مطالبہ پورا نہیں کر سکے گا۔"

ایک شخص نے میز پر ہاتھ مار کر کہا "وہ ضرور پورا کرے گا۔ اپنا مطالبہ پیش کریں۔"

"میں کیا پیش کروں۔ اگر وہ سامنے ہوتا تو میں کچھ کہتا۔"

میرے آخری سرے سے ایک شخص نے کہا "جلال بیگ [illegible] موجود نہیں ہے لیکن آپ کی آواز اس کے کانوں تک پہنچ رہی ہے۔ وہ جہاں بھی ہے آپ کی باتیں سن رہا ہے۔ آپ اپنا مطالبہ پیش کریں۔"

میں نے کہا "اگر جلال بیگ یہ چاہتا ہے کہ میں مرجانہ اور سائرہ بانو کا پیچھا چھوڑ دوں تو میرا مطالبہ ہے کہ جلال بیگ اور اس کا باپ حشمت بیگ بھی ان دونوں ماں بیٹی کا پیچھا چھوڑ دیں۔"

ایک شخص نے پوچھا "یہ کیا شرط ہوئی۔ آپ تو وہی مطالبہ کر رہے ہیں جو جلال کا مطالبہ ہے۔"

"ہاں، ایک چیز اگر متنازعہ ہو تو اس کے لیے یہی دانشمندانہ طریقہ ہوتا ہے کہ فریقین میں سے کوئی اس کا مطالبہ نہ کرے۔ دونوں ہی اس سے دستبردار ہو جائیں۔ سائرہ بانو اور مرجانہ سے اگر جلال بیگ کو مفاد حاصل ہوتا ہے تو یہ ابھی کچھ مفاد دلوں ماں بیٹی سے وابستہ ہے۔ وہ مفاد یا تو میرا مالی ہوگا یا اخلاقی ہوگا۔ بہرحال جو بھی ہو، میں اپنا مطالبہ پیش کر دیا۔ اس کے آگے اور کوئی بات نہیں ہوگی۔"

ایک اور شخص نے کہا "جلال بیگ نے کہا ہے کہ آپ کے جو ساتھی جنگل میں لے جا کر چھوڑے گئے ہیں، وہ جنگل کا چول بھلیاں ہیں وہاں سے آپ کا کوئی ساتھی بھی باہر نہیں نکل سکے گا اور اب آپ کو بھی وہیں پہنچایا جائے گا۔ آپ لوگوں کو وہاں سے نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا۔ نکلنے کا جو راستہ ہے وہاں اتنا سخت پہرہ ہے کہ وہاں سے گزرنے والوں کو بغیر کچھ کہے زندہ نہیں چھوڑا جاتا۔ کوئی مارڈن ہیلی کاپٹر ہے۔"

میں کہنا چاہتا تھا کہ جلال بیگ کا یہ دعویٰ غلط ہے کیونکہ سائرہ بانو کو تو کسی طرح وہاں سے نکال لیا گیا ہے۔ مرجانہ بھی ان کی قید سے آزاد ہو گئی ہے۔ ادھر روستی کو بھی ابھی کسی کی طرف سے خطرہ نہیں ہے۔ دشمن اس کے پاس نہیں ہیں۔ سونیا تو آزاد ہی ہے لہٰذا جلال بیگ اپنی چالیں چلنے کے باوجود ناکام رہا ہے۔

یہ باتیں میں نے سوچیں لیکن زبان پر نہیں لایا کیونکہ ایسا کہنے سے جلال بیگ کے لیے چیلنج ہوتا جبکہ وہ مجھے اس جنگل میں پہنچانے والا تھا تو مجھے چیلنج نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جھڑکانے سے بات بگڑ جاتی۔ میں نے کچھ دیر سوچنے کے انداز میں کہا۔

"ہوں، یہ درست معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگل سے میرے ساتھی باہر نہیں نکل سکیں گے۔ شاید میں بھی وہاں سے جا کر چھپنا پڑ جائے گا۔ بہرحال میں دیکھتا ہوں کہ اس جنگل سے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آ سکوں گا یا نہیں۔ واپس آ گیا تو شکست جلال بیگ کی ہوگی۔ نہ آ سکا تب میں جلال بیگ کا مطالبہ بغیر کسی شرط کے

مان لوں گا۔"

ایک طرف سے کرنیا جلال بیگ کا ایک مطالبہ اور یہ وہ یہ کہ سائرہ بانو پر سے پہرہ ہٹا دیا جائے اور حشمت بیگ کو اس خاتون سے آزادی کے ساتھ ملنے کی اجازت دی جائے۔"

میں نے کہا۔" ابھی تو یہ ممکن نہیں ہے۔ جب تک ماں بیٹی ایک دوسرے سے نہیں ملیں گی اس وقت تک سائرہ بانو کے پاس ایک پرندہ بھی پر نہیں مار سکے گا۔"

کھانے کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے اور ایک دوسرے کمرے میں آئے وہ ہال نما کمرہ تھا۔ وہاں قیمتی صوفے بچھے ہوئے تھے۔ سب لوگ صوفوں پر جا کر بیٹھنے لگے۔ میرے انہیں کافی کی پیالیاں پیش کرنے لگے۔ میں نے بھی ایک پیالی اٹھالی۔ وہاں کے ایک رئیس نے کہا۔" جناب! آپ یہاں آ ہی گئے ہیں تو کیوں نہ ایک رات یہاں قیام میں گزار لیں۔ ہم آپ کو یہاں کی سیر کرائیں گے۔ صبح ہوتے ہی یہاں سے چلے جایئے گا۔"

"میں تو دشمنوں کے رحم و کرم پر ہوں۔ پتہ نہیں وہ مجھے کب جانے دیں گے۔ اگر میری مرضی ہو تو میں ابھی یہاں سے جانا پسند کروں گا کیوں کہ میں اپنے ساتھیوں کے بغیر نہیں رہ سکتا چاہے وہ کسی جنگل میں ہوں یا جہنم میں۔ میں بھی وہیں رہنا پسند کروں گا۔"

ایک دولت مند نے دوسرے دولتمند سے کہا۔" آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ آپ فرہاد صاحب کو روم کی سیر کرائیں گے جب کہ میرے علم میں یہ بات ہے کہ اس بلڈنگ کے اندر اور باہر بڑا سخت پہرہ لگایا گیا ہے۔ شاید فرہاد صاحب کو اس عمارت سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

میں نے کہا۔" عمارتوں پر اور انسانوں پر پہرے لگائے جا سکتے ہیں دلوں پر آج تک کسی نے پہرہ نہیں لگایا میرے دوست نے میزبانی کا فرض ادا کرنے کے لیے مجھے اس شہر میں گھومنے کی دعوت دی ہے میں ان کا شکر گزار ہوں۔ اگر جلال بیگ نے پہرہ لگایا ہے تو کوئی بات نہیں۔ پھر زندگی میں کبھی یہاں آیا تو اپنے دوست کی اس خواہش کو ضرور پورا کروں گا۔"

وہ شخص جو ہیلی کاپٹر کے پاس میرا استقبال کرنے کے لیے آیا تھا، وہ مسکرا کر بولا۔" اگرچہ آپ کے لیے اس عمارت سے باہر جانے پر پابندی ہے تاہم یہ عمارت آپکے لیے ایک وسیع دنیا ثابت ہو سکتی ہے۔ آپ اس کمرے سے نکل کر کسی بھی کمرے میں جائیں۔ آپ کو بڑے بڑے ہال ملیں گے۔ یہاں تھیٹر بھی ہے سینما ہال بھی ہے۔ شراب خانے بھی ہیں اور قمار خانے بھی یہاں کے کمرے میں ہوشربا رقص پیش کیے جاتے ہیں منزل میں ایک بڑا ہال ہے اور اس کے آس پاس بھی مختلف کمرے اس طرح بنائے گئے ہیں کہ آدمی انہیں بھول بھلیاں سمجھتا ہے اور واقعی ان میں گم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک کمرے میں رات کے دس بجے اندھیرا کر دیا جاتا ہے۔ وہاں شہر کا منتخب حسن اور دولت مند لوگ ہوتے ہیں۔ جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو سب ایک دوسرے کو تلاش کرتے ہیں۔ جو جس کو پا لیتا ہے وہی اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔"

میرے ایک میزبان نے پوچھا۔" سنا ہے فرہاد صاحب کو آپ حسن و شباب سے رسیا ہیں؟"

میں نے کہا۔" آپ نے شباب کا اضافہ کر دیا۔ اس اضافے کو ختم کر دیجئے تو میں تسلیم کرتا ہوں کہ حسن کا رسیا ہوں اور حسن صرف عورت میں نہیں ایک پھول میں بھی ہوتا ہے۔ چاند ستاروں میں بھی ہوتا ہے۔ قدرت نے اس دنیا کے ہر ذرے میں حسن کو بکھیرا ہوا ہے۔ بس دیکھنے والی نظر چاہیے۔"

دوسرے میزبان نے کہا۔" فرہاد صاحب! آپ کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے اس سے آپ مختلف باتیں کر رہے ہیں۔ اگر آپ یہاں کے حسن کو دیکھیں تو میرا خیال ہے کہ ضرور پسند فرمائیں گے اور کبھی نہیں بھولیں گے۔ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ جس کی طرف انگلی اٹھائیں گے وہی آپ کا ساتھی ہوگا۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔" مجھے ان باتوں سے قطعی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ یہ جانتے ہیں کہ میرے ساتھی نگاہوں میں بھٹک رہے ہیں۔ میری بہت ہی پیاری مے کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ایسے صدمات سہہ کر میں کسی تفریح میں دلچسپی نہیں لے سکتا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی خواہش کے مطابق آپ کی خوشیوں میں شریک نہیں ہو سکوں گا۔"

میرا استقبال کرنے والے میزبان نے کہا۔" واقعی آپ اپنے ساتھیوں کے لیے پریشان ہوں گے۔ ویسے آپ یہاں کی دلچسپیوں میں شریک ہوں یا نہ ہوں یہاں سے آپ کا سفر آدھی رات کو شروع ہوگا۔ اس وقت تک تو آپ کو کہیں نہ کہیں اٹھنا بیٹھنا یا آنا جانا ہوگا۔ آپ مناسب سمجھیں تو اس کمرے سے نکل کر عمارت کے مختلف حصوں میں جا کر تفریح کریں اور نہ کرنا چاہیں تو آپ کے لیے ایک کمرہ مخصوص ہے، وہاں آرام کر سکتے ہیں۔ میں جا رہا ہوں۔ جب بھی میری ضرورت ہو تو آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے بلا لیجئے میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ دوسرے دولت مندوں نے مجھے

گھیر لیا۔ کافی کی خالی پیالیاں رکھنے کے بعد ہم وہاں سے نکلے اور اس عمارت کے مختلف حصوں کی طرف جانے لگے۔ پہلے ہم ایک بہت ہی خوبصورت باغیچے میں پہنچے۔ وہ واقعی ایسا باغیچہ تھا جسے ہمیشہ یاد رکھا جا سکتا تھا۔ بہت ہی خوبصورت اور خوشبودار پھول تھے۔ چار سو ہریالی تھی اور اس ہریالی میں ایک مہ نبکھ پھیلائے رقص کر رہا تھا۔ ہلکی ہلکی موسیقی سنائی دے رہی تھی۔ جب میں وہاں پہنچا تو کئی ہی رقاصائیں رقص کرتی ہوئی مور کے آس پاس آ گئیں اور اس مور کے ساتھ ناچنے لگیں۔ ان پر پھولوں کی پتیاں برس رہی تھیں۔ سامنے ایک فوارہ بڑے ہی خوبصورت انداز میں رقص کرتا ہوا پانی کو ادھر سے ادھر اچھال رہا تھا۔ حوض میں سفید راج ہنس تیر رہے تھے۔ بڑا ہی دلچسپ منظر تھا۔ میں اس نظارے میں محو ہو گیا۔ ایک میں ہی نہیں سبھی اس نظارے کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے اچانک میرے کانوں کے قریب سرگوشی سنائی دی۔" جناب! مجھ سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ قائم کریں۔"

میں نے چونک کر دیکھا تو ایک رئیس میرے پاس ہی کھڑا ہوا تھا اور دوسروں پر یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ بھی اس نظارے میں گم ہو گیا ہے۔ مجھے یاد آیا۔ اس کا نام وڈ مارک اسمتھ تھا اور مجھے اس کا لب لہجہ بھی یاد تھا۔ میں نے فوراً ہی دماغی رابطہ قائم کرتے ہوئے پوچھا۔" ہیلو مسٹر وڈ مارک! کیا بات ہے؟"

اس نے کہا۔" جناب! میں بہت دیر سے اس موقعے کی تلاش میں ہوں کہ تنہائی میں آپ سے بات کرنے کا موقع ملے مگر یہاں سبھی لوگ آپ کے آس پاس جمع رہتے ہیں۔ ہر ایک کی خواہش ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ آپ کے ساتھ رہے۔ آخر میں نے مجبور ہو کر آپ کو یہ مشورہ دیا ہے۔ آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھ سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ اب میں آپ کو ایک ضروری بات بتاؤں اور وہ یہ کہ میرے پاس جلال بیگ کی ایک تصویر ہے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ تصویر کے ذریعے کسی کے دماغ میں بھی پہنچ جاتے ہیں۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔" مسٹر وڈ مارک! اگر ایسی بات ہے تو تم مجھ پر بہت بڑا احسان کرو گے۔ اس تصویر کو پانے کے بعد میں جلال بیگ کا ایسا حشر کروں گا کہ دوسرے دشمن اسے دیکھ کر کانپ اٹھیں گے اور اس تصویر کے ذریعے میرے اور میرے ساتھیوں کی موجودہ مصیبتیں بھی ختم ہو جائیں گی۔ کہاں ہے وہ تصویر؟"

"وہ میرے گھر میں ہے۔"

میں نے ذرا مایوس ہو کر کہا۔" اوہ، وہ تصویر تم اپنے ساتھ یہاں لاتے تو کتنا اچھا ہوتا۔"

"جناب! مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ یہاں قیدی بنا کر لائے جا رہے ہیں اور ہم لوگوں سے کہا گیا تھا کہ جم میزبانی کے فرائض ادا کرنے کے لیے اس عمارت میں جائیں گے لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ ہماری سخت چیکنگ ہوگی اور یہی ہوا۔ عمارت میں داخل ہونے سے پہلے ہمیں سر سے پاؤں تک ٹٹولا گیا ہے۔ لباس کے اندر تک دیکھا گیا ہے کہ ہم کوئی ایسی چیز تو نہیں لے جا رہے ہیں جو جلال بیگ کے مفاد کے خلاف ہو۔ اسی لیے میں وہ تصویر اپنے ساتھ نہیں لایا۔"

میں نے قائل ہو کر کہا۔" تم نے اچھا کیا کہ تصویر یہاں لیکر نہیں آئے۔ اطمینان رکھو میں وہ تصویر حاصل کر لوں گا۔"

"آپ وہ تصویر مجھ سے کیسے حاصل کریں گے؟"

میں اس کی بات کا جواب نہیں دے سکا کیونکہ دوسرے میزبان نے مجھے مخاطب کیا تھا، وہ کہہ رہا تھا۔" جناب ہماری بہت سی کمزوریاں جلال بیگ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ ہم سے وعدہ کر رہا تھا کہ ہم میں سے جو بھی آپ کو اس کے مطالبات ماننے پر راضی کرے گا وہ آئندہ اسے بیک میل نہیں کرے گا اور جو بھی بیک میلنگ کا مواد ہے وہ سب اسے واپس کر دے گا۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا۔" اچھا تو آپ اسی کوشش میں ہیں کہ میں اس کے مطالبات مان لوں اور آپ کا بھلا ہو جائے۔"

وہ بولا۔" ہم میں سے ہر شخص یہی کوشش کر رہا ہے جب تک آپ اس عمارت میں رہیں گے، ہر شخص کی زبان پر یہی ہوگا کہ آپ جلال بیگ کے مطالبات مان لیں۔"

میں نے کہا۔" یہ دنیا واقعی بہت خود غرض ہے۔ اپنے فائدے کے لیے دوسروں کا نقصان نہیں دیکھتی۔ آپ اپنے فائدے کے لیے چاہتے ہیں کہ میں راستے سے ہٹ جاؤں اور وہ جلال بیگ ماں بیٹی کو نقصان پہنچائے۔"

وہ ذرا شرمندہ سا ہو کر بولا۔" یہ بات نہیں ہے۔ ہم ان ماں بیٹی کا بھی نقصان نہیں چاہتے ہیں۔ آپ تو ہم سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ آپ کوئی ایسا راستہ نکالیں کہ ان ماں بیٹی کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے اور ہم جلال بیگ کی بلیک میلنگ سے محفوظ رہیں۔"

"اچھا، میں سوچتا ہوں کہ ایسا کون سا طریقہ ہو سکتا ہے۔" یہ کہہ کر میں سوچنے کے بہانے خاموش ہو گیا۔ ادھر وہ

بھی خاموش ہوا تو میں نے وڈ مارک سے دماغی رابطہ قائم کرتے ہوئے پوچھا "ہاں یہ بتاؤ کہ تم نے وہ تصویر اپنے گھر میں کہاں رکھی ہے؟"

اس نے جواب دیا: "میرے کمرے میں ایک دیوار کے ساتھ آہنی تجوری کے اندر میرے بہت سے اہم کاغذات رکھے ہوئے ہیں۔ انہی کاغذات میں ایک تصویر جلال بیگ کی ہے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ جلال بیگ کی ہی تصویر ہے؟"

"جی ہاں میں پورے یقین سے کہتا ہوں۔ یہ کچھ برس پہلے کی بات ہے۔ ان دنوں جلال بیگ اتنا محتاط اور اتنا بڑا باس نہیں تھا کہ سات پردوں کے پیچھے رہ کر احکامات صادر کرے اور سارے ماتحت اس کی تعمیل کریں۔ پہلے وہ خود ہی میٹنگ کے سلسلے میں ہمارے سامنے آیا کرتا تھا۔ پہلے اس کے ذرائع اتنے وسیع نہیں تھے۔"

میں نے پھر ایک سوال کیا: "کیا تم بتا سکتے ہو کہ اچانک ہی اس کے خلاف کیسز ہونے لگے اور وہ اتنی دور تک اپنی پہنچ کیسے رکھنے لگا ہے کہ جہاں چاہتا ہے اپنے دشمنوں کو پہنچا دیتا ہے جیسا کہ میرے ماتحتوں کو جنگل میں پہنچایا گیا ہے؟"

"میری معلومات کے مطابق جلال بیگ نے اسرائیلی حکومت سے رابطہ قائم کیا ہوا ہے اور وہاں سے اسے بڑی امداد حاصل ہوتی ہے۔"

اس کی باتیں سنتے ہی میرے ذہن میں کچھ حقائق روشن ہو گئے سا سب سمجھ میں آیا کہ جلال بیگ اتنا پراسرار کیسے بن گیا تھا۔ اور اتنے وسیع ذرائع کہاں سے اسے نصیب ہو رہے تھے۔

میں اپنی سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ میرے میزبان نے مجھے مخاطب کیا "جناب میں کون سا طریقہ اختیار کر سکتا ہوں کہ مہ رجانہ اور سائرہ بانو کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور جلال بیگ ان لوگوں کو بلیک میل نہ کر سکے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "تمہیں اتنی آسانی سے ذہن میں نہیں آتی اس پر غور کروں گا۔ ہر پہلو پر نظر رکھوں گا تب کوئی ایسا طریقہ ہو سکتا ہے کہ میرا اور جلال بیگ کا سامنا ہو جائے۔ اس کے بعد میں اس کے قبضے سے تمام بلیک میلنگ کا مواد نکلوا کر آپ لوگوں کے سامنے رکھ دوں گا۔ باقی دی دنے میں ذرا باتھ روم میں جانا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں وہاں سے اٹھ گیا۔ اس شخص نے باتھ روم تک میری رہنمائی کی۔ میں اندر جا کر دروازے کو بند کرنے کے بعد وڈ مارک کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ ارادہ تھا کہ اسے مخاطب کروں لیکن پتہ چلا کہ اسے دوسرے مخاطب کر رہے ہیں اور آپس میں بیٹھے ہوئے لوگ باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے چپکے سے اس میں کہا "ان سے نجات حاصل کرو۔ میں تم سے باتھ روم ہی باتھ روم میں آیا ہوں۔"

وہ اچانک اٹھ کر بولا "مجھے باتھ روم جانا ہے میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ دوسرے باتھ روم میں چلا گیا۔ میں نے پوچھا "ہاں تو تم کہہ رہے تھے کہ دیوار کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اس کے اندر اہم کاغذات میں وہ تصویر ہے۔ اس تصویر کی کوئی اور پہچان بتاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تصویریں بھی ہوں۔"

"ہاں کچھ اور تصویریں بھی ہیں لیکن جلال بیگ کے پیچھے جو بی لکھا ہوا ہے۔"

پھر اس نے چونک کر پوچھا "لیکن آپ ایسا کیوں پوچھ رہے ہیں۔ تصویر تو میں ہی آپ کو لا کر دوں گا۔ پھر اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"تم زحمت نہیں کرو گے۔ میں اسے تمہاری تجوری کر لوں گا۔"

وہ ایک دم اچھل کر بولا "ہاں میں آپ میری تجوری کھول لیں گے اور آپ تو یہاں قید ہیں۔ میری تجوری کو وہ تصویر کس طرح حاصل کریں گے؟"

میں نے کہا "تم فکر نہ کرو۔ میرا کارنامہ دیکھتے جاؤ۔ اتنا بتا دو کہ تجوری کھولنے والا نمبر کیا ہے؟"

وہ اپنی تجوری کا لاک نمبر بتانے لگا۔ پھر اس نے کانام اور بنگلے کا نمبر ذہن نشین کیا جہاں وڈ مارک رہتا میں نے معلوم کیا کہ بنگلے میں صرف اس کی بیوی ہے۔ اس کی شادی ہو چکی ہے۔ ایک بیٹا ہے جو دوسرے شہر کی گیا ہوا ہے یعنی اس وقت اس کی بیوی بنگلے میں تنہا باتیں معلوم کرنے کے بعد میں نے وڈ مارک سے کہا کہ وہ سے واپس جائے، میں اپنا کام کروں گا۔

اس نے حیرانی سے پوچھا "جناب! ایک بات کہ اس عمارت میں اتنا سخت پہرہ ہے۔ آپ وہ تصو طرح اس عمارت کے اندر سے کر آئیں گے اور وہ کس ملے گی؟"

"مجھے وہ تصویر اسی وقت نہیں مل جائے گی لیکن تصویر کو حاصل کروں گا۔ وہ بعد میں میرے پاس پہنچ

تم اطمینان رکھو اور واپس جاؤ۔"

وہ باتھ روم سے واپس جانے لگا۔ میں نے مارٹر موس ٹروفی کو مخاطب کیا "ہیلو مارٹر! میں اس وقت روم میں ہوں یہیں یہاں ایک عمارت میں قید کیا گیا ہے لیکن عمارت کے اندر کھلی آزادی ہے۔ میں جہاں چاہوں جا سکتا ہوں صرف عمارت سے باہر نکلنے پر پابندی ہے۔ بڑا سخت پہرہ ہے۔ میرے ساتھ جو چھ محافظ تھے انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ میں ابھی ان سے دماغی رابطہ قائم کر کے معلوم کروں گا کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔"

موس ٹروفی نے کہا "آپ اس عمارت کی نشاندہی کریں وہاں روم میں ہمارے مسلح جوان اس عمارت کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔"

میں نے کہا "جلد بازی نہ کرنا۔ میں اس عمارت کی نشاندہی کروں گا لیکن جو اہم بات ہے اسے آپ سنیں اور کاغذ قلم اپنے سامنے رکھ کر جو کچھ میں لکھواتا ہوں اسے یادداشت کے طور پر نوٹ کر لیں۔"

وہ کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا، میں نے کہا "یہاں مجھے جلال بیگ کی تصویر دستیاب ہو سکتی ہے۔ میں اس کے ذریعے جلال بیگ کے دماغ تک پہنچ سکتا ہوں۔ یہ سارا ڈرامہ ایک جھٹکے میں ختم کر سکتا ہوں لیکن وہ تصویر آپ کے آدمی حاصل کر سکتے ہیں کیا آپ روم کے مارٹر سے رابطہ قائم کریں گے؟"

"بے شک ابھی رابطہ قائم ہو جائے گا۔ جو کام آپ وہاں کرانا چاہیں وہ سب ہو جائے گا۔ آپ حکم دیں۔"

میں نے وڈ مارک اسسٹنٹ کا نام لکھوایا اور اس کے بعد کہا کہ یہ وڈ مارک مجھ سے تعاون کر رہا ہے۔ اس کے پاس جلال بیگ کی تصویر ہے۔ یہ تصویر وڈ مارک کے بیڈ روم کی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی ایک آہنی تجوری میں ہے۔ اس تجوری کا نمبر بھی نوٹ کر لیں۔"

میں نے اسے نمبر نوٹ کرایا۔ پھر اسے بتایا کہ بنگلے میں اس وقت اس کی بیوی تنہا ہے اور کوئی نہیں ہے۔ آپ اپنے آدمیوں کو سختی سے یہ ہدایت دیں کہ وڈ مارک کی بیوی کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور اس کے ساتھ کوئی بدتمیزی نہ ہو۔ وہ خاموشی سے جائیں اور اس سیف کو کھولنے کے بعد صرف وہ تصویر نکالیں۔ وہاں کتنے ہی اہم کاغذات زیورات اور نقد رقم ہو، کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔ جس تصویر کے پیچھے بی لکھا ہو گا وہی تصویر حاصل کی جائے۔ اس کے بعد سیف کو جوں کا توں بند کرنے کے بعد واپس آ جائیں۔"

"مسٹر فرہاد! ایسا ہی ہو گا۔ میں ابھی رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

"ایک بات اور سنئے۔ جلال بیگ کی یہ تصویر بہت اہم ہے۔ اس کی خاص حفاظت کی جائے۔ اس کی کئی کاپیاں بنائی جائیں۔ ایک کاپی آپ اپنے پاس محفوظ رکھیں۔ باقی ایک کاپی اس جنگل میں بھیجیں جہاں آپ کے ماتحتوں نے کیمپ لگایا ہے۔ اگر میں اتفاق سے جنگل کے اس حصے میں پہنچ گیا تو وہ تصویر دیکھ لوں گا اور اگر نہ پہنچ سکا تو کبھی پیرس آ کر آپ کے پاس اس تصویر کو دیکھوں گا۔"

موس ٹروفی سے رخصت ہو کر میں نے وڈ مارک کے دماغ میں جھانک کر معلوم کیا کہ وہ عمارت کون سی ہے، پتہ چلا کہ اس عمارت کی چٹیا پر چار طرفوں سے نیزہ کلب لکھا ہوا ہے۔ یہ عمارت تاریخی شاہراہ پر واقع ہے اور یہ چھ منزلہ ہے۔

یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد میں اپنے محافظوں میں سے ایک محافظ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ان لوگوں کو ایک کمرے میں قید کیا گیا تھا۔ قید کرنے کے بعد اب تک انہیں کوئی کھانے پینے کے لیے پوچھنے بھی نہیں آیا تھا۔ میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جو استقبال کرنے والے کے پاس آیا تھا۔ وہ شخص ایک ٹرک کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس کے دماغ سے پتہ چلا کہ میرے چھ محافظوں کو اس ٹرک کے پچھلے حصے میں بٹھا کر اور دوسرے مسلح گارڈز کی تحویل میں دے کر کہیں دوسری جگہ بھیجا جائے گا۔ اس ٹرک کے پچھلے آہنی دروازے کو لاک کر دیا جائے گا تاکہ اندر مسلح محافظ رہیں اور باہر سے دروازہ مقفل ہو اور ان کے فرار ہونے کا ذرا سا بھی خدشہ نہ رہے۔

میں اس کے دماغ میں بیٹھا سب کچھ دیکھ رہا تھا وہاں جتنے بھی مسلح گارڈز اور ٹرک ڈرائیور تھے وہ سب گونگے بنے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے سے باتیں نہیں کرتے تھے کیونکہ جو شخص مجھ سے باتیں کرتا تھا اس کے سامنے وہ باتیں کر کے اپنا لب و لہجہ مجھے سنانا نہیں چاہتے تھے۔ انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ کسی وقت بھی فرہاد ان کی باتیں سن سکتا ہے۔

پھر اس شخص نے مسلح گارڈز کو حکم دیا کہ ان چھ قیدیوں کو یہاں لا کر ٹرک میں سوار کرا دیں۔ مسلح گارڈز وہاں سے گونگے بن کر چلے گئے۔ صرف ٹرک ڈرائیور رہ گیا۔ میں نے اس شخص کے دماغ پر قابض ہو کر مجبور کیا کہ وہ ٹرک ڈرائیور سے باتیں کرے۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا "تم سب کو سختی سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میرے سامنے کوئی بھی بات نہ کرے لیکن میں اس وقت فرہاد علی تیمور سے مطمئن ہو کر آیا ہوں۔ وہ اس وقت میرے دماغ میں نہیں ہے

ہم آپس میں باتیں کر سکتے ہیں۔"

ڈرائیور خاموش رہا۔ اس شخص نے پوچھا۔ "تم مجھے حیرانی سے کیا دیکھ رہے ہو۔ کیا میری باتوں کا یقین نہیں ہے، کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"

ڈرائیور نے ادب سے کہا۔ "نہیں جناب! آپ کہتے ہیں تو مجھے باتیں کرنے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ بہرحال آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

اس شخص نے اپنی جیب سے چابی نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "اس چابی کو رکھو جب وہ قیدی سوار ہو جائیں تو اس آہنی دروازے کو پیچھے سے مقفل کر دینا۔ یہ چابی اپنے پاس رکھنا جہاں انہیں پہنچاؤ گے وہاں یہ چابی ان لوگوں کو دے دینا۔"

وہ شخص اسے چابی دینے کے بعد واپس پلٹ کر عمارت کے ایک چبوترے پر کھڑا ہو گیا۔ مسلح گارڈز ان چھ جوانوں کو قید کر کے لا رہے تھے اور انہیں اشاروں سے ٹرک میں سوار ہونے کے لیے کہہ رہے تھے۔ وہ نوجوان یکے بعد دیگرے ٹرک پر سوار ہو گئے۔ وہاں پہلے سے چار مسلح جوان تھے۔ اس کے بعد چار مسلح جوان اور بھی سوار ہو گئے۔ دروازے کو پیچھے سے بند کر کے مقفل کر دیا گیا۔ میں اس شخص کے دماغ پر قابض رہا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے وہ ٹرک وہاں سے روانہ ہو گیا۔ پھر بھی میں نے اس کے دماغ کو آزاد نہیں چھوڑا۔ میں باتھ روم میں بیٹھا ہوا تھا حالانکہ اب مجھے وہاں سے نکل آنا چاہیے تھا لیکن مجبوری یہ تھی کہ میں اس کے دماغ کو آزاد نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک میں اس کے اندر سمایا رہا۔ اس کے بعد پھر میں نے اسے آزاد کیا تو وہ چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ اب اسے اپنے سامنے ٹرک نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ مجھے کیا ہو گیا تھا میرے سامنے ٹرک کس وقت روانہ ہوا، مجھے کچھ پتہ نہ چلا۔ پھر وہ چونک کر سوچنے لگا۔ "کیا فراڈ نے مجھے فریب کیا تھا مگر کیوں؟" ایسا سوچتے ہوئے وہ اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ اسے پتہ چلا کہ اس کی جیب میں وہ چابی نہیں ہے۔ پروگرام کے مطابق اسے چابی کو اپنے پاس رکھنا چاہیے تھا۔ یہاں ایک چابی سے دروازہ لاک کیا جاتا۔ اس کے بعد وہ ٹرک جہاں پہنچایا جاتا وہاں دوسری چابی سے کھول لیا جاتا۔ چابی دینے کی قطعی ضرورت نہیں تھی لیکن وہ دے چکا تھا۔

تب اسے یقین ہو گیا کہ یقیناً فراڈ نے اسے فریب کیا تھا۔ چابی کسی کو دے دی ہے اور وہ اپنے آدمیوں کو بچانا چاہتا ہے یہ سوچتے ہی وہ دوڑتا ہوا اس کمرے کی طرف جانے لگا جہاں ٹیلیفون لگا ہوا تھا۔ اب وہ ٹیلی فون کے ذریعے کسی کو خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے موقع نہیں دیا۔ اس کمرے کی طرف جانے کے بجائے لفٹ کی طرف لے گیا۔ لفٹ کے ذریعے وہ چھٹی منزل پر پہنچا۔ پھر اس منزل سے زینے کے ذریعے وہ چھت پر آیا۔ چھت پر وہ ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ دو مسلح گارڈز چھت پر ٹہل رہے تھے۔ اسے دیکھ کر انہوں نے کوئی خاص توجہ نہیں لیا کیونکہ وہ ان کا لیڈر تھا۔ وہ سیدھا ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھا۔ پھر وہاں سے کاک پٹ کو کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ پھر وہ کھڑے ہوئے مسلح گارڈز کو بھی وہاں آ کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں گارڈز اس کے حکم کے بندے تھے۔ وہ بھی زینے سے طے کرتے ہوئے اوپر آئے اور اس سے پوچھنے لگے۔ "کیا ماسٹر نے؟"

اس نے جواباً کہا۔ "ایک بہت ضروری کام سے ادھر جانا ہے۔ لہٰذا ابھی کوئی سوال نہ کریں۔ پیچھے والی سیٹ پر بیٹھ جائیں۔ وہ دونوں وہاں بیٹھ گئے۔ کاک پٹ بند کر دیا گیا۔ پھر بعد انجن اسٹارٹ ہوا۔ ہیلی کاپٹر گردش میں آیا اور تھوڑی دیر بعد وہ چھت کو چھوڑ کر فضا میں بلند ہونے لگا۔ جب وہ پرواز ہوا تو وہ چلا گیا تو میں نے اس شخص کے باتیں پاؤں کو اس طرح پہنچا دیا جس کا تعلق وہاں بندھے ہوئے بم سے تھا۔ اس کے باتیں پاؤں کا دباؤ بٹن پر پڑتے ہی یکبارگی ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر کے ساتھ ان لوگوں کے بھی چیتھڑے اڑ گئے ہوں گے لیکن معلوم نہ کر سکا کیونکہ ان کا دماغ موت کی گہرائی میں سو گیا تھا۔

اس سے فارغ ہوتے ہی میں نے فوراً موس ٹرو فی کے ساتھ رابطہ قائم کیا۔ اس وقت وہ روم کے ماسٹر سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "ماسٹر! روم کے ماسٹر سے کہو کہ ایک ٹرک ہمارے چھ آدمیوں کو لے کر کسی جگہ جا رہا ہے۔ اس کے ڈرائیور کو ٹریس کر کے وہاں کے ماسٹر کے پاس پہنچا دیں گا۔ مجھے ماسٹر کا پتہ بتایا جائے اور اس ماسٹر کو ٹرک کا نمبر بتا جائے۔ میں نمبر بتا رہا ہوں۔"

میں نے ٹرک کا نمبر بتانے کے بعد وہاں کے ماسٹر کے پتے ہوئے ایک پتے کو نوٹ کر لیا۔ پھر ڈرائیور کے دماغ پر قابض ہو کر اس ٹرک کو مسلح گارڈز سمیت اس پتے پر ماسٹر کے پاس پہنچا دیا۔ اس کے بعد باتھ روم سے باہر آ گیا۔

بڑے ہال میں افراتفری نظر آئی۔ بہت سے لوگ کھڑکیوں سے جھانک کر باہر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر کا شور سنائی دے رہا تھا اس کی آواز یہاں تک سنائی دی تھی اور لوگ دھماکے کا سبب معلوم کرنے کے لیے باہر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کچھ لوگ اوپر چھت کی طرف جانا چاہتے تھے لیکن مسلح گارڈز زینے پر کھڑے ہوئے تھے۔ میں زینے کے پاس پہنچا تو نجانے کیوں انہوں نے مجھے جانے کا راستہ دے دیا۔

جب میں زینے طے کرتا ہوا اوپر پہنچا تو وہاں یہ بحث جاری تھی کہ پائلٹ جو چھت پر کھڑا ہوا تھا اسے کس نے اڑایا ہے۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے ساتھ دو مسلح گارڈ بھی گئے تھے۔ اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے ساتھ اپنی جانیں گنوا چکے تھے۔ دو مسلح گارڈز کے بارے میں تو فوراً پتہ چل گیا تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر لے اڑنے والے شخص کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ ہیلی کاپٹر کن کا ہے۔ مسٹر پارکن وہ شخص تھا جسے میں نے ہیلی کاپٹر میں بٹھا کر جہنم میں بھیج دیا تھا۔

یہ جان کر مسٹر پارکن کی تلاش شروع ہوئی۔ فون کے ذریعے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کبھی اپنے لوگوں کو ادھر ادھر دوڑا کر تر چلایا گیا۔ وہ کہاں غائب ہو گیا ہے لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ پھر مسٹر پارکن کے بعد وہاں جو آفیسر تھا وہ مجھے گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس نے اپنی آنکھوں پر آئی گلاس لگا رکھا تھا۔ میرے چہرے پر ٹکا ہوا تھا۔ اس نے قلم نکال کر ایک کاغذ پر کچھ لکھا اور اس کاغذ کی طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے لے کر پڑھا تو لکھا تھا۔ "فراڈ! یہ آپ سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا کہ مسٹر پارکن کہاں ہیں۔ آپ نے انہیں غائب کیا ہے۔"

میں نے اس تحریر کو پڑھنے کے بعد مسکرا کر اس آفیسر کی طرف دیکھا۔ "بھائی! میں تو اپنے میزبانوں کی بھیڑ میں تھا۔ مجھے جانے جانے کا موقع ہی نہیں ملا۔ پھر میں مسٹر پارکن کو کہاں لے جا سکتا ہوں اور کیوں کر سکتا ہوں۔ میرا اس میں فائدہ ہی کیا ہے؟"

میرا جواب سن کر اس نے پھر کاغذ پر لکھا۔ میں نے پڑھا، لکھا تھا۔ "آپ بے شک میزبانوں کی بھیڑ میں تھے لیکن وہیں رہ کر بھی دماغ کے ذریعے دوسروں کے دماغ میں جاتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق ان سے عمل کراتے ہیں۔ مسٹر پارکن کو پیٹ بنا کر ہیلی کاپٹر میں یہاں سے لے جانا تھا۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "بالکل نہیں۔ میں نے کہا نا کہ یہ کام نہیں کرتا۔ دشمن کو اگر مارتا ہوں تو فوراً سیدھے سے۔ میں نہیں جانتا کہ مسٹر پارکن کو ہیلی کاپٹر میں بھیجنے سے میرا کیا فائدہ ہے۔ پھر کہ اس ہیلی کاپٹر میں مجھے یہاں سے روانہ ہونا تھا۔ مجھے ہر اس جگہ میں پہنچایا جائے گا جہاں میرے دوسرے ساتھی ایسی صورت میں میں وہاں جانے کے لیے بے چین ہوں۔ میں اس ہیلی کاپٹر کو کیوں تباہ کروں گا اور کیسے کروں گا؟"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ شاید میری باتوں سے قائل ہو رہا تھا۔ اسی وقت ایک مسلح گارڈ دوڑتا ہوا زینے طے کرتا ہوا اوپر چھت پر آیا۔ اس نے آفیسر سے کچھ اپنی زبان میں کہا۔ آفیسر سنتا رہا اور مجھے گھور کر دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے پھر کاغذ لے کر اس پر لکھنا شروع کیا۔ میں نے اسے پڑھا۔ وہ لکھ رہا تھا۔ "مسٹر فراڈ! جس ٹرک میں آپ کے چھ آدمیوں کو قیدی بنا کر بھیجا گیا تھا وہ ٹرک غائب ہے۔ کہیں پتہ نہیں چل رہا ہے۔ جہاں اسے پہنچنا چاہیے تھا وہاں نہیں پہنچا۔ ہم اس ٹرک کو ڈھونڈ نکالنے کے تمام ذرائع استعمال کر چکے ہیں لیکن بڑی حیرانی کی بات ہے کہ وہ ٹرک کہیں نہیں ہے۔ اس شہر میں کم از کم نہیں ہے اور پینتالیس منٹ کے اندر وہ اس شہر سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ اسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ یہ بھی آپ ہی بتا سکتے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بہت خوب! آپ کا جو بھی نقصان ہو گا اس کا ذمہ دار میں ٹھہرایا جاؤں گا۔ صرف اس لیے کہ میں یہاں آ گیا ہوں۔ آپ میرے علاوہ کچھ اور نہیں سوچ سکتے۔ کیا آپ نے ریڈ ماسٹر کی تنظیم کو کوئی بچوں کی تنظیم سمجھا ہوا ہے۔ آپ نے ان سے ٹکر لی ہے۔ میں ان کی حفاظت کے لیے جا رہا تھا۔ آپ مجھے ان سے چھین کر لائے ہیں۔ آپ لوگوں نے بڑی غلطی کی جو ہیلی کاپٹر کو اس چھت پر لا کر اتارا کیونکہ ہیلی کاپٹر میں ایک انڈیکیٹر لگا ہوا تھا اس کے ذریعے وہاں دور بیٹھے ہوئے ماسٹروں کو پتہ چل جاتا تھا کہ ہیلی کاپٹر کہاں سے گزر رہا ہے اور کہاں پہنچایا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح کے انڈیکیٹر ان چھ آدمیوں کی کمر کے بیلٹ میں موجود ہیں۔ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو پتہ چلتا رہا کہ وہ ٹرک کہاں جا رہا ہے اور کن راستوں سے گزر رہا ہے۔ اس لیے یقیناً ماسٹر کے آدمیوں نے اس ٹرک کو غائب کر دیا ہے اور ایسا غائب کیا ہے کہ آپ لوگ کبھی اسے تلاش نہیں کر سکیں گے۔"

ایک مسلح گارڈ اس آفیسر سے مقامی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ آفیسر توجہ سے سنتا رہا۔ پھر اس نے تائید میں سر ہلایا اور کاغذ پر لکھنے لگا۔ میں نے پڑھا، اس نے لکھا تھا۔ "مسٹر فراڈ! آپ نیچے جا کر تفریحات میں حصہ لیں۔ آپ سے بعد میں ملاقات ہو گی، شکریہ۔"

میں اس کا شکریہ ادا کر کے زینے کے پاس آیا جب زینے سے اترنے لگا تو میرے دائیں بائیں دو مسلح گارڈ اترنے لگے میں سمجھ گیا کہ اب مجھے نگرانی میں رکھا جائے گا۔ میری ایک ایک حرکت پر نظر رکھی جائے گی۔ جب ہم نیچے پہنچے تو مسلح گارڈ نے اشارے سے لفٹ کی طرف چلنے کے لیے کہا۔ ہم لفٹ کے

ذریعے چوتھی منزل پر ایک بڑے ہال میں پہنچے۔ جب میں اس ہال میں داخل ہوا تو دیکھا ایک طرف چھوٹے سے اسٹیج پر دو قد آور پہلوان فری اسٹائل کشتی لڑ رہے تھے۔ دوسری طرف لڑکے کی مشقیں ہو رہی تھیں۔ کہیں نن چکو چلائے جا رہے تھے اور کہیں ہمناسٹک کے کرتب دکھائے جا رہے تھے۔ وہ بڑا سا ہال اچھے خاصے ہوتے فائٹروں کے لیے مشق کرنے کی جگہ تھی۔

مجھے وہاں پہنچانے والے مسلح گارڈ نے ایک دیوار کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے ادھر دیکھا تو دیوار پر ایک بڑا سا بلیک بورڈ تھا جیسا کہ اسکولوں میں ہوتا ہے۔ وہاں چاک سے لکھا ہوا تھا "مسٹر فرہاد! ہمیں دو سوالوں کا صحیح جواب چاہیے۔ ایک تو یہ کہ پارکن کہاں ہے؟ دوسرا یہ کہ وہ ٹرک کیسے غائب کیا گیا ہے؟ آپ کو جواب دینے کے لیے دس منٹ کی مہلت دی جاتی ہے آپ بلند آواز سے جواب دیں ہم اسے سن لیں گے۔ جواب غلط ہوا تو اس ہال سے آپ اپنے پیروں پر چل کر نہیں جا سکیں گے۔ یہ جتنے فائٹر نظر آ رہے ہیں یہ آپ کو اپنا بیج بنا کر چھوڑیں گے۔ اب آپ اپنے انجام کا فیصلہ خود کر لیں۔"

میں نے اس سیاہ بورڈ کی تحریر پڑھنے کے بعد پلٹ کر دیکھا تو وہ دونوں مسلح گارڈ جا چکے تھے اور دروازہ باہر سے بند ہو چکا تھا۔ میں نے پھر گھوم کر یہاں سے وہاں تک پہلوانوں کو دیکھا، وہ تعداد میں بارہ تھے اور مختلف جسموں میں اپنی صلاحیتیں منوا چکے تھے۔ کوئی فری اسٹائل کا پہلوان تھا اور کوئی جوڈو اور کراٹے کا، کوئی نن چکو چلانا جانتا تھا اور کوئی نیزے بازی میں استاد سمجھا جاتا تھا سب اپنے اپنے کام کے استاد تھے۔

وہ لوگ کبھی مجھے اور کبھی دیوار گھڑی کو دیکھ رہے تھے دس منٹ گزرنے کا انتظار کر رہے تھے۔ میں دو چار قدم چلتے ہوئے خط آگے بڑھا پھر سر اٹھا کر بلند آواز سے کہنے لگا "میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جتنے پہلوان ہیں کیا یہ بیک وقت مجھ پر حملہ کریں گے یا تنہا مقابلہ کر کے اپنی صلاحیتیں آزمائیں گے؟ جب مجھے میری باتوں کا جواب مل جائے گا تو میں آپ کی وہ دس منٹ کی مہلت لوں گا اور آپ کے سوالوں کا جواب دوں گا۔"

میں انتظار کرنے لگا لیکن مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ ایک پہلوان نے اشارے سے دیوار گھڑی کو دکھایا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ میں وقت ضائع کر رہا ہوں اور دس منٹ کسی وقت بھی گزرنے والے ہیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس اسٹیج پر پہنچ گیا جہاں پہلے دو پہلوان فری اسٹائل لڑنے میں مصروف تھے۔ ان میں تو سب ہی اپنے اپنے طور پر لڑنے میں ماسٹر تھے لیکن یہ دو پہلوان بہت ہی قد آور اور ڈیل ڈول کے لحاظ سے پہاڑ نظر آتے تھے

میرے پاس جو ریوالور چا قو اور میری پشت سے بندھا ہوا بیگ تھا وہ سب کچھ میرے دشمن میزبان نے یہ کہہ کر رکھ لیا تھا کہ بعد میں دے دیا جائے گا۔ میں بالکل نہتا تھا۔ میں نے بلند آواز سے کہا "مجھے جو جواب دینا تھا وہ دے چکا ہوں۔ تم لوگوں پر اب تک دو بار تباہیاں آ چکی ہیں۔ ایک تو تمہارا آفیسر پارکن غائب ہو گیا۔ دوسرے تمہارا ٹرک تمہارے قیدیوں کے ساتھ لاپتہ ہے اور یہ تمہیں تم یہاں کے ماسٹر کے ذریعے کتنے نقصانات اٹھاؤ گے اور کتنے نقصانات کا الزام مجھ پر عائد کرو گے۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی ہے تو تم اپنے پہلوان کو آزما لو۔ میں یہ چیلنج قبول کرتا ہوں۔"

یہ سنتے ہی ایک پہلوان رنگ کے اندر اسٹیج پر آ گیا۔ پھر میرے سامنے پینترے بدلنے لگا۔ میں بھی جوابی پینترے بدل رہا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے پر حملہ کرنے کا موقع تلاش کر رہے تھے۔ پھر اس نے موقع ڈھونڈ لیا۔ میرے ایک ہاتھ کو اپنی گرفت میں لے کر آرم لاک لگانے کی کوشش کی لیکن میں اچھل کر دونوں ٹانگیں اس کی گردن میں پھنساتا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔ وہ اپنا توازن قائم نہیں رکھ سکا تھا اس لیے اسٹیج پر چاروں شانے چت ہوا۔ اب اس کی گردن میری دونوں ٹانگوں کے درمیان تھی اور میں اس کی گردن کو دبا چکا تھا۔ پہلے تو اس کے حلق سے عجیب عجیب سی آوازیں نکلیں۔ میں نے کان لگا کر سنا تو وہ غصے میں جھنجھلا کر بڑبڑا رہا تھا "یوسن آف اے بچ آئی دل بیچ یو۔"

میں اس کی آواز پر توجہ دے رہا تھا کہ اچانک میرے منہ پر ایک زبردست ہاتھ پڑا۔ میں پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ میری ٹانگوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ اپنی گردن چھڑا کر لڑھکتا ہوا دور جا کر کھڑا ہونے لگا۔ میں بھی اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔ اس نے میرے سینے پر فلائنگ کک ماری۔ مجھے یوں لگا جیسے میرے سینے پر پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔ میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر رنگ کی رسی سے ٹکرایا، وہاں سے جھٹکا کھا کر بیچ اسٹیج میں آ کر گر پڑا۔ مجھ میں اتنی سکت نہیں تھی کہ فوراً ہی اٹھ سکتا کیونکہ زبردست کک ماری گئی تھی۔ میں آہستہ آہستہ اٹھنے لگا۔ اس سے پہلے ہی اس نے میرے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھایا اور میرے منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ میں لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ بڑا زبردست ہاتھ تھا۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی مگر دوسرا گھونسہ میری ٹھوڑی پر پڑ چکا تھا۔ میں لڑکھڑاتا ہوا پھر جا کر رنگ کی رسی سے ٹکرا کر واپس آیا تو جھک کر اس کے پیٹ میں اپنے سر کو مارا۔ وہ کراہنے لگا۔ اپنے پیٹ کو پکڑ کر جھکنے لگا۔ اسی وقت میں نے اس کے

منہ پر ایک گھٹنا زور کا مارا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ کو تھامنے لگا۔ پھر میں نے اپنی کہنی اس کے سر کے پچھلے حصے پر ماری۔ وہ ایک دم سے اوندھے منہ گر پڑا۔

تب مجھے اس کے دماغ پر قابض ہونے کی سہولت ملی میں رنگ کے ایک کونے سے ٹیک لگا کر ہانپنے لگا۔ اب مجھے میدان میں آنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میرا دماغ اپنے مقابل کی کھوپڑی میں تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا پھر مجھ سے مقابلہ کرنے کے بجائے رنگ سے باہر چہلا گیا باہر جا کر اس نے وہاں کے سب سے لمبے تڑنگے پہلوان کو ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے ایک طرف بلایا۔ پہلوان نے پہلے تو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر اس کے پاس آ گیا۔ اس نے دور ایک کونے میں پہلوان کو لے جا کر پوچھا "تم نے فرہاد کے لڑنے کا انداز دیکھا۔"

دوسرے پہلوان نے کہا "ہاں میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ لڑنے کے فن سے واقف ہے۔ ویسے تم مجھے یہاں کیوں بلا کر لائے ہو؟"

وہ بولا "میں ایک راؤنڈ لڑ چکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ دوسرا راؤنڈ تم اس سے لڑنے کے لیے جاؤ۔ اس وقت تک میں سستا لوں گا پھر تیسرا راؤنڈ میں لڑنے جاؤں گا۔ اس طرح زیادہ تھک جائے گا اور ہم تازہ دم ہو کر اسے اسی طرح راؤنڈ بدل بدل کر ہراتے رہیں گے۔"

اس نے سر ہلا کر کہا "اچھی بات ہے۔ اب میں لڑنے کے لیے جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے رنگ کی طرف آنے لگا۔ آنے کے دوران ہی میں اس پہلوان کے دماغ سے نکل کر اس پہلوان کے دماغ میں آ گیا۔ وہ جو میری طرف لڑنے کے لیے آ رہا تھا وہ نیزہ بازی کی طرف پلٹ گیا۔ اس نے نیزہ باز کے ہاتھ سے نیزے کو کر ہاتھ میں تولا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اسے اپنے گھٹنے پر ایک جھٹکے سے مار کر توڑ دیا۔

نیزہ باز نے اس کی اس حرکت کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پہلوان کا ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، اسے ایک جھٹکے سے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر اپنے سر سے بلند کرنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اسے ایک دوسرے پہلوان کے اوپر دے مارا۔ دوسرے تمام پہلوان اسے دشمن بن کر دیکھنے لگے۔ ایک پہلوان کچھ زیادہ ہی غصے والا تھا۔ وہ بڑبڑاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ یو مسٹر! رو! تم نے یہ کیا حرکت کی ہے؟"

مجھے پتہ چلا کہ جس نے نیزہ توڑا تھا اور نیزے باز کو اٹھا کر پھینکا تھا اس کا نام زورو ہے۔ ایک نے زورو پر حملہ کرنے کے لیے اپنا فن چکو سنبھالا۔ اسی وقت میں نے زورو کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے بارے میں کچھ سوچتا کہ اس نے اب تک کیا کیا ہے؟ اس پر نن چکو کا حملہ ہوا۔ وہ پریشان ہو کر پیچھے ہٹا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کے اپنے ہی ایک ساتھی نے اس پر حملہ کیوں کیا ہے؟ اس نے چیخ کر پوچھا "یہ کیا حرکت ہے۔ تم اپنے نن چکو کو دائیں رکھ لو۔"

وہ نن چکو چلاتے ہوئے بولا "تم نے اپنے ایک ساتھی کمانیزہ توڑ دیا ہے اسے اٹھا کر پٹخ دیا۔ تمہیں اس کی سزا ملنی چاہیے۔"

وہ نن چکو اتنی تیزی سے چل رہا تھا کہ زورو اپنے مقابل کو اپنے قابو میں نہیں لا سکتا تھا۔ میں اس پہلوان کے دماغ پر قابض ہو گیا جو مجھ سے مقابلہ کر رہا تھا۔ اس پہلوان نے پیچھے سے جا کر نن چکو والے کو جکڑ لیا۔ اس کے ساتھ ہی میں اس کے دماغ کو چھوڑ کر زورو کے دماغ میں پہنچا تو زورو نے ایک زبردست کراٹے کا ہاتھ نن چکو والے کے منہ پر جما دیا۔ وہ ایک دم سے تلملا کر بیٹھ گیا۔

وہاں عجیب تماشہ ہو رہا تھا جس کی زبان سے مجھے زورو کا نام معلوم ہوا تھا میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں نے اس کے ذریعے زورو کو ایک فلائنگ کک ماری۔ زورو لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ وہ پہاڑ جیسا ڈیل ڈول رکھتا تھا۔ فلائنگ کک کا اس پر خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ اس نے ایک کر فلائنگ کک مارنے والے کو پکڑ لیا۔ پھر اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر فرش پر پٹخ دیا۔

ایک ساتھ کتنے ہی پہلوان زورو سے لپٹ گئے۔ میں بڑی تیزی سے کبھی اس کے دماغ میں اور کبھی اس کے دماغ میں پہنچ رہا تھا۔ اس وقت تک میں چار پہلوانوں کے دماغوں میں پہنچ چکا تھا اور یکے بعد دیگرے ہر ایک سے کام لے رہا تھا جب میں ایک کے دماغ میں ہوتا تو دوسرے کو یہ سوچنے کی مہلت ملتی تھی کہ ایک لمحہ پہلے وہ کیا کر رہا تھا لیکن جب وہ میرے خلاف سوچ کر فرہاد کی پٹائی ایسا کر ہی رہا ہے تو میں دوسرے ہی لمحے پہلے کو چھوڑ کر دوسرے کے دماغ پر قابض ہو جاتا۔ پھر کبھی تیسرے کے بعد کبھی چوتھے کے۔ اس طرح وہ چاروں یکے بعد دیگرے اپنے ہی ساتھیوں پر حملے کر رہے تھے۔

میں نے احتیاطاً ٹوٹے ہوئے نیزے کی انی والا حصہ اٹھا کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا تاکہ کوئی اچانک میری طرف حملہ کرے

تو میں اسے جواب دے سکوں۔ تھوڑی دیر میں وہاں کے ہیلوانوں کی حالت خراب ہونے لگی۔ کسی کی ناک سے، کسی کے منہ سے خون بہنے لگا تھا۔ کسی کے کپڑے پھٹ گئے تھے اور کوئی اپنے جسم کو سہلاتا ہوا فرش پر لیٹا ہوا تھا۔ ان کے لڑنے کی آوازیں کہیں دوسری جگہ سنی جا رہی تھیں۔ بیس منٹ بعد اس ہال کا دروازہ کھل گیا۔ بہت سے مسلح گارڈز دروازے کر ہال میں داخل ہوئے۔ اس بیس منٹ میں وہاں کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ میں صحیح سلامت کھڑا ہوا تھا اور تمام پہلوانوں کا حلیہ بگڑا ہوا تھا۔ دو مسلح جوان میرے پاس آئے۔ ایک نے ریوالور کی نال میری پیٹھ سے لگا کر ہولے سے دھکا دیا۔ اشارہ تھا کہ میں آگے بڑھوں۔ میں آگے والے نوجوان کی رہنمائی میں بڑھنے لگا۔ ہم کمرے سے نکل کر باہر آئے۔ وہاں سے گزرتے ہوئے پھر زینے پر چڑھنے لگے۔ اس وقت بھی مسلسل فائرنگ کی آوازیں نہیں۔ چھت پر بیلی کاپٹر کا پنکھا گردش کر رہا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو دو میرا بیلی کاپٹر نظر آیا۔ وہی آفیسر وہاں گونگا بنا کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں پر آئی گلاس چڑھا ہوا تھا۔ اس نے ایک کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔

میں نے اس کاغذ پر لکھی ہوئی تحریر کو پڑھا۔ لکھا تھا "مسٹر فرہاد! ہم نے سنا تھا کہ آپ کتنے خطرناک ہیں۔ آج دیکھ لیا۔ یوں بھی یہاں کا ماسٹر مسلسل فون کر رہا ہے اور دھمکیاں دے رہا ہے کہ آپ کو آزاد کیا جائے ورنہ اس عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔ ہم ایسا ہونے سے پہلے ہی آپ کو یہاں سے روانہ کر دینا چاہتے ہیں۔ سیدھی طرح بیلی کاپٹر میں جا کر بیٹھ جائیے ورنہ یہاں جتنے بھی آئین گیئن نظر آ رہے ہیں ان کی گولیاں آپ کے جسم پر خالی ہو جائیں گی۔"

میں نے اس کاغذ کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا "میرا وہ بیگ، ریوالور اور جاقو مجھے واپس ملنا چاہیے۔"

اس آفیسر نے کچھ لکھا اور اسے اپنے ایک ماتحت کی طرف بڑھا دیا۔ پھر ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے پڑھا۔ لکھا تھا "صرف آپ کا بیگ واپس کیا جا سکتا ہے۔ ہم نے تلاشی لی ہے۔ بیگ میں اچھی حیرت انگیز چیزیں ہیں لیکن اس سے ہمارے محافظوں کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ ریوالور اور جاقو سے آپ بہت کام لے سکتے ہیں۔ یہ دو چیزیں آپ کو واپس نہیں ملیں گی۔"

میں نے اسے پڑھ کر وہ کاغذ بھی ایک طرف پھینک دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ میرا بیگ اٹھا کر لایا۔ میں نے اسے اپنی پشت پر باندھ لیا۔ ایک نے اسٹین گن کے ذریعے مجھے اشارہ کیا کہ میں بیلی کاپٹر میں سوار ہو جاؤں۔ میں سوار ہو گیا۔ وہاں پہلے ہی چار مسلح جوان بیٹھے تھے۔ دو میرے پیچھے تھے اور دو میرے دائیں بائیں۔ آگے بیلی کاپٹر کا پائلٹ بیٹھا ہوا تھا۔ کاک پٹ بند کر دیا گیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بیلی کاپٹر چھت سے بلند ہوا اور اس عمارت سے دور جانے لگا۔

وہ چھ محافظ جو میرے ساتھ آئے تھے انہیں رہائی مل گئی تھی میں اب تک قیدی بنا ہوا تھا۔ میں نے ان میں سے ایک محافظ کے دماغ میں دیکھا تو وہ روم کے ماسٹر کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور ماسٹر ٹیلی فون پر باتیں کر رہا تھا۔ دوسری طرف سے اسی عمارت کے ایک آفیسر سے باتیں ہو رہی تھیں۔ وہ کہہ رہا تھا "فرہاد بیلی کاپٹر میں سوار ہو کر یہاں سے جا چکا ہے۔ ہم نے اسے دوسری جگہ بھیج دیا ہے۔ اب وہ اس عمارت میں نہیں ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو تو اس سے کہیں کہ وہ بیلی کاپٹر کے ذریعہ آپ سے رابطہ قائم کر کے اپنی موجودہ پوزیشن بتا دے۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ اس عمارت پر حملہ کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ دونوں طرف کی جانیں ضائع ہوں گی اور ہم قانون کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ خواہ مخواہ مصیبتوں میں پڑنا ہوگا۔ آپ خوب سوچ لیں۔"

اتنا کہنے کے بعد دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ ماسٹر بھی اپنا ریسیور رکھتے ہوئے سوچنے لگا کہ اب کس طرح فرہاد کی موجودہ پوزیشن کو سمجھا جائے کہ وہ کہاں ہے؟

اس کے ایسا سوچتے ہی میں ان میں سے ایک محافظ کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس محافظ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "ہیلو ماسٹر جولیئس! میں فرہاد علی تیمور آپ سے مخاطب ہوں۔"

ماسٹر جولیئس چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ابھی جو ایک معمولی ماتحت تھا اور اس کے اشاروں پر جان دینے والا آدمی تھا اب وہ خود کو فرہاد کہہ رہا تھا اس نے کہا "میں سچ مچ فرہاد علی تیمور ہوں۔ آپ کو میں بتا دوں کہ اس وقت بیلی کاپٹر میں سفر کر رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ دشمن مجھے کہاں لے جائیں گے۔ بہرحال اب اس عمارت پر حملہ کرنا فضول ہے۔ آپ مناسب سمجھیں تو بعد میں یہ کارروائی کر لیں۔ ابھی بہت سے کام ہیں مثلاً یہ کہ جلال بیگ کی تصویر حاصل کرنا۔"

وہ مسکرا کر بولا "اگر آپ اس وقت فرہاد ہیں اور میرے ماتحت کے دماغ میں بیٹھ کر بول رہے ہیں تو میں آپ کو آزمانا چاہتا ہوں۔ آپ میرے دماغ میں جھانک کر دیکھ لیں کہ اس تصویر کے سلسلے میں میں نے کیا کیا ہے؟"

میں نے چند سیکنڈ خاموش رہ کر کہا۔ پھر میں نے اسی ماتحت کی زبان سے کہا "آپ نے وہ تصویر لینے ماتحتوں کے ذریعے حاصل کرنی ہے اور وہ تصویر اس وقت آپ کے میز کی دراز میں ہے۔"

وہ خوش ہو کر بڑی حیرانی سے بولا "واقعی کمال ہے فرہاد صاحب! آپ تو دماغ کے اندر چھپی ہوئی باتیں معلوم کر لیتے ہیں۔ وہ تصویر واقعی یہاں دراز میں موجود ہے۔"

میں نے کہا "یہ غیر ضروری ہے۔ دراز میں اسے نہیں رکھنا چاہیے۔ وہ تصویر میرے لیے بہت اہم ہے۔ میں اس کے ذریعے جلال بیگ کے دماغ تک پہنچ سکتا ہوں۔ آپ فوراً اس کی کئی کاپیاں کروائیں اور اس کی چند کاپیاں ماسٹر موس ٹرٹونی کے پاس بھیج دیں اور چند اپنے پاس محفوظ رکھیں۔ جب بھی میں واپس آؤں گا تو آپ لوگوں سے وہ تصویر حاصل کر لوں گا۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھا۔ رات کے نو بج رہے تھے۔ کمبختوں نے مجھے رات کا کھانا بھی نہیں کھلایا تھا۔ وہ سپرسانک کے ماسٹروں سے اور ان کے ماتحتوں سے اس قدر سہمے ہوئے تھے کہ اپنی اس عمارت کو بچانے کے لیے مجھے فوراً ہی وہاں سے رخصت کر دیا تھا۔ بہرحال رات ہو چکی تھی اور مجھے سونیا اور مرجانہ کی فکر تھی لہٰذا میں پہلے ان کے پاس پہنچ گیا۔

وہ دونوں جنگل میں بھٹکتے ہوئے نہ جانے کہاں پہنچ گئی تھیں۔ ان کے پاس کھانے پینے، دشمنوں سے لڑنے اور اپنی حفاظت کرنے کا تمام سامان موجود تھا۔ کسی بات کا اندیشہ نہیں تھا لیکن اب رات آئی تو یہ فکر بھی ہوئی کہ رات کیسے گزاری جائے اور کہاں گزاری جائے۔ وہ خیمہ لگا سکتی تھیں، لیکن جنگلی درندوں کا ڈر تھا۔ جنگلی درندوں کو دور رکھنے کے لیے وہ خیمے کے آس پاس آگ روشن کرتیں تو دشمنوں کا خوف تھا کہ وہ جنگل کی تاریکی میں روشنی دیکھ کر ادھر چلے آئیں گے۔ رات سلامتی سے گزارنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ درخت پر چڑھ کر صبح کر دیں۔

ان کے سامان میں ایک بڑا مضبوط سا جال تھا، جس کی چوڑائی بیس فٹ اور لمبائی پچیس فٹ تھی۔ یہ جال جانوروں کو زندہ پکڑنے کے لیے تھا۔ انہوں نے اس جال کو سامان سے نکالا۔ پھر ایک درخت پر چڑھ کر اس کے ایک سرے کو باندھنے لگیں۔ اس کی چوڑائی تک انہوں نے اسے ایک درخت کی شاخ تک باندھا۔ پھر اسی طرح بیس فٹ کی لمبائی پر جا کر دوسرے درخت سے لے کر تیسرے درخت تک اسے اس طرح باندھا کہ وہ جال یہاں سے وہاں تک بالکل چھت کی طرح تن گیا۔ زمین سے تقریباً پچیس فٹ کی اونچائی پر ان کے لیے ایک بستر بن گیا۔ وہ وہاں نہایت آرام سے اور حفاظت سے رات گزار سکتی تھیں۔ اپنی نیند پوری کر سکتی تھیں ایسا کرنے کے بعد انہوں نے کچھ ضروری سامان جال تک پہنچایا۔ ریوالور، کار توس، اسٹین گنیں اپنے پاس لا کر رکھیں۔ پھر دونوں نہایت اطمینان سے ایک دوسرے کے پاس لیٹ گئیں۔

میں نے یکے بعد دیگرے دونوں کو مخاطب کیا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ میں نے کہا "آرام سے لیٹی رہو۔"

سونیا نے کہا "تم بڑی دیر تک غیر حاضر رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تک کسی کو چکر دے رہے تھے یا کسی کے چکر میں آ گئے تھے؟"

میں نے کہا "درست یہ ہے کہ میں چکر میں آ گیا ہوں۔" یہ کہہ کر میں نے انہیں اپنی روداد سنائی۔ دونوں نے ہماری باتیں کرتا رہا۔ وہ دونوں اونچی آواز میں گفتگو کرتی تھیں تاکہ سونیا کی بات مرجانہ بھی سن لے اور جب میں مرجانہ سے مخاطب ہوں تو مرجانہ کا جواب سونیا سن لے۔ اس طرح دونوں کی تسلی ہو رہی تھی۔ مرجانہ نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا "فرہاد! یہ لوگ ہمیں بیلی کاپٹر میں بٹھا کر کہاں لے جا رہے ہیں؟"

"میں نے بتایا نا کہ یہ مجھے اسی جنگل میں لے جائیں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ لوگ مجھے کہاں لے جا کر چھوڑتے ہیں۔ تم دونوں کے قریب یا سونیا کے آس پاس یا پھر کسی تیسری جگہ۔"

مرجانہ نے کہا "خدا نہ کرے کہ وہ کسی تیسری جگہ تمہیں پہنچائیں۔ پتہ نہیں یہ لوگ تمہارے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ کیا انہوں نے تم سے کسی طرح سودے بازی کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں، یہ چاہتے ہیں کہ میں تمہارے راستے سے ہٹ جاؤں۔ پھر ہماری کوئی دشمنی نہیں ہوگی۔ میں نے بھی جواباً کہہ دیا کہ میں تم تینوں بیٹی کے راستے سے اس شرط پر ہٹوں گا کہ وہ بھی تم دونوں کے راستے سے ہٹ جائیں۔"

مرجانہ نے ناراض ہو کر پوچھا "تم نے ایسی شرط کیوں رکھی کہ تم ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ گے؟"

میں نے مسکرا کر کہا "میں نے یہ بات اس لیے کہی کہ وہ کبھی اس بات کو تسلیم نہ کرتا۔"

وہ بولی "میں جانتی ہوں اور مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تم اور تمہارے دوست مختلف مقامات میں مصیبتوں کا سامنا کر رہے ہیں۔"

سونیا نے مرجانہ کو ایک ہاتھ جماتے ہوئے کہا "کیوں

فضول باتیں کر رہی ہو۔ تم کوئی غیر ہو کہ ہم تمہارے اور احسان کر رہے ہیں۔ تم ہماری بہن ہو اور انسان اپنے لیے زندگی کے جہنموں سے گزر تا رہتا ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تم فرہاد سے کوئی دوسری بات کرو۔"

میں نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔ "میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔ ابھی رسونتی کی خیریت معلوم کرنے جا رہا ہوں۔"

یہ کہکر میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کاٹج کے ایک کمرے میں تنہا کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند تھے۔ اس کے ہاتھ کے پاس ایک میز پر ریوالور رکھا ہوا تھا حالانکہ وہ ریوالور کا استعمال صحیح طور سے نہیں جانتی تھی نشانہ تو لگا ہی نہیں سکتی تھی۔ پھر بھی اسے سہارے کے طور پر اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ہردیو شام کو کھانے کے بعد وہاں سے چلا گیا تھا اور اسے یقین دلا گیا تھا کہ زیادہ نہیں رہے گا۔ اس کی حفاظت کرتا رہے گا۔ رسونتی نے اس سے کہا تھا "بابا آپ رات کو اندھیرے میں تنہا اس جنگل میں نہ رہیں مجھے ڈر لگتا ہے۔ آپ کیسے رات گزاریں گے۔ جب اندھیرا ہو جائے تو آپ کاٹج میں آجائیں۔ ہم ایک ساتھ رات گزاریں گے۔"

ہردیو نے وعدہ کیا تھا کہ وہ رات کو کسی وقت کاٹج میں آجائے گا لیکن اب اس کے آنے کا وقت گزر چکا تھا۔ وہ اب تک واپس نہیں آیا تھا۔ کہیں سے اس کی آہٹ یا آواز بھی سنائی نہیں دی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ اس بھیانک جنگل نے اسے نگل لیا ہو۔

رسونتی کی سوچ رکھتے ہی میں نے فوراً ہردیو کی خبر لی۔ اس کے دماغ میں پہنچا تو پتہ چلا کہ واقعی جنگل اسے نگل رہا تھا۔ وہ ایک جگہ پڑا ہوا کراہ رہا تھا۔ اس کے بائیں پاؤں پر ایک زہریلے سانپ نے ڈس لیا تھا اور اس کا زہر اس کے بدن میں پھیل رہا تھا۔

آہ بے چارہ ہردیو! میں پریشان ہو کر سیٹ پر سیدھا بیٹھ گیا۔ میرے اس طرح سیدھے بیٹھنے سے آس پاس والے مسلح جوان محتاط ہو کر اپنی اسٹین گنیں سنبھالنے لگے۔ پیچھے سے ایک نوجوان نے ریوالور کی نال میری گردن پر رکھ دی۔ میں جب بھی ادھر سے ادھر پہلو بدلتا تھا وہ لوگ اسی طرح محتاط ہو جاتے تھے اور ایک ریوالور کی نال میری گردن سے آ لگتی تھی۔ میں نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ پھر چپ چاپ ہردیو کے پاس پہنچ گیا۔

لیکن میں وہاں پہنچ کر کیا کر سکتا تھا۔ اگر دشمنوں نے اسے گھیرا ہوتا تو محلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد کر سکتا تھا۔ اگر وہ راستہ بھولا ہوتا تو میں اس کے دماغ کے ساتھ ساتھ چل سکتا تھا لیکن ایک زہریلے سانپ نے اسے کاٹ لیا تھا اس کا علاج میں کیسے کرتا۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس طرح اس کے کام آؤں جو میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہردیو! یہ تمہارے ساتھ کیا ہو گیا۔ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں بتاؤ۔"

سانپ کا زہر اس کے دماغ پر نشے کی طرح چھا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ وہ جیسے سو جانا چاہتا تھا۔ میرے مخاطب کرنے پر اس نے ذرا سی آنکھیں کھولیں۔ کراہتے ہوئے کہا۔ "آہ فرہاد صاحب! میں سمجھتا ہوں کہ اب میرے لیے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اوپر سے میرا بلاوا آ گیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے پھر نشے کی سی حالت میں سر کو جھٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے بعد وہ بول نہ سکا۔ وہ ایک سچا انسان تھا۔ اپنی بیٹی کے حوالے سے، دوسری بیٹیوں کے دکھ درد بھی آتا تھا۔ اس نے رسونتی کی جان بچائی تھی اور میں اتنا بے حس تھا کہ اس کی جان نہیں بچا سکتا تھا۔ اس کے کسی کام نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ "ہردیو تم تنہا ہو۔ میں رسونتی کی خبر کرتا ہوں کہ تم پر کیا گزر رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں تمہارے کسی کام نہ آ سکوں گا لیکن رسونتی بھی کسی کام نہ آ سکے گی لیکن وہ تمہاری منہ بولی بیٹی ہے۔ تمہارے سرہانے آخری وقت بیٹھی رہے گی تو تمہارا جی کچھ تو اشانتی طے گی۔"

اس نے میری بات سن کر انکار میں سر ہلاتے ہوئے بڑی تکلیف سے کہا۔ "نہیں فرہاد صاحب نہیں۔ میری بیٹی کو کچھ کہنا۔ اسے کچھ نہ بتانا۔ وہ پریشان ہو جائے گی۔ محبت سے مجبور ہو کر کاٹج سے نکلے گی۔ آپ نہیں جانتے کہ کیسی گھریلو تاریکی اور سناٹا ہے۔ قدم قدم پر زہریلے سانپ اور کیڑے مکوڑوں کا خطرہ ہے۔ پھر یہ کہ کوئی جنگلی درندہ شیر ریچھ وغیرہ بھی اس کو اپنا شکار بنا سکتا ہے۔ نہیں آپ میری بیٹی کو کاٹج سے نکلنے پر مجبور نہ کریں۔"

اس وقت میری حالت عجیب سی تھی۔ دماغ میں اتنا جوش اور جذبہ بھرا ہوا تھا کہ میں اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے دشمنوں کو قتل کر کے فوراً ہی ہردیو کے پاس پہنچ جانا چاہتا تھا لیکن کیسے پہنچ سکتا تھا۔ وہ کہاں تھا۔ میں نہیں جانتا تھا۔ اگر وہ سیل کا پیڑ میرے قبضے میں آ جاتا تب بھی میں ہردیو کو نہیں ڈھونڈ سکتا تھا۔

ایک طرف وہ ایڑیاں رگڑ رہا تھا دوسری طرف رسونتی کمرے میں سہمی ہوئی بیٹھی تھی اور بار بار کھڑکی کے شیشوں کے پار دیکھنے لگتی تھی۔ اس کے چاروں طرف جنگل کی بھیانک تاریکی تھی۔ موت کا سا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس سناٹے میں سائیں سائیں کرتی ہوئی ہوائیں جیسے موت کی سرگوشیاں سنا رہی تھیں۔ میں نے اسے تسلی دی "ڈرو رسونتی! گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارے پاس ہوں۔"

وہ بولی "تم میرے پاس رہو۔ مجھے زندگی کی اب اتنی ضرورت نہیں رہی۔ میں چاہتی ہوں کہ کسی بہانے موت آئے لیکن جلدی آئے۔ اس طرح مجھے بیچ جنگل میں بٹھا کر یہ زندگی پریشان نہ کرے۔ بہرحال میں کسی طرح اس کمرے کے اندر کی حد تک محفوظ ہوں اندر جی رہی ہوں۔ تم میرے بابا کے پاس جاؤ۔ وہ بے چارے پتہ نہیں کہاں جنگل میں بھٹک رہے ہیں۔ راستہ بھول گئے ہیں یا ان کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہارے بابا کے پاس سے ہو کر آ رہا ہوں۔ وہ خیریت سے ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں ان کی بھی خبر لیتا رہوں گا اور تمہارے پاس بھی رہوں گا۔"

وہ ذرا مطمئن ہو کر بولی "تم نے کہا تھا کہ اس جنگل میں آ رہے ہو۔ کیا تم یہاں پہنچ گئے ہو؟"

"نہیں، راستے میں دشمنوں نے دوسری جگہ روک لیا تھا اب میں پھر اسی جنگل کی طرف آ رہا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ تقدیر مجھے کہاں پہنچاتی ہے۔"

اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں اسے جھٹکے محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے پوچھا "تم نے رات کا کھانا کیوں نہیں کھایا؟"

وہ بولی "کیسے کھاتی۔ ایک طرف بابا کی فکر تھی۔ دوسرے خود کو یہاں تنہا پا کر سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ موت کا انتظار کرنے سے بہتر ہے کہ اپنے ہاتھوں مر جاؤں۔ ریوالور میرے پاس ہی ہے۔ کسی وقت بھی اپنے آپ کو گولی مار لوں گی۔"

"ایسی احمقانہ باتیں نہ سوچو۔ میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ خودکشی حرام ہوتی ہے۔ تم دیکھ رہی ہو کہ میں تم، سونیا، مرجانہ اور ہردیو سب اپنی اپنی جگہ اپنی اپنی مصیبتوں سے گزر رہے ہیں اور سبھی حوصلے سے کام لے رہے ہیں۔ سب کو یہ امید ہے کہ زندہ رہیں گے۔ اب امید اور حوصلے سے کام لے رہے ہیں۔ ایک تم ہو کہ حوصلہ ہار جاتی ہو۔ امید چھوڑ دیتی ہو۔ اگر تم نے خودکشی کی۔ اپنی جان دے دی تو ہمارے لیے پریشانیاں اور بڑھ جائیں گی۔ تمہارا صدمہ ہم سب کو ہوگا۔ دیکھو رسونتی! ایسا کوئی قدم اٹھا کر ہمیں پریشان نہ کرنا۔"

"نہیں میں ابھی خودکشی نہیں کروں گی۔ یہ تو میں اپنے دل اور دماغ کی بات کرتی ہوں کہ کبھی کبھی ایسا خیال آتا ہے۔"

"تو پھر اٹھو اور کچن میں جا کر کھانا کھاؤ۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ بس کبھی دو چار منٹ کے لیے غیر حاضر ہو جاؤں گا کیونکہ اپنا اور سونیا وغیرہ کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔"

میری بات سن کر وہ اٹھ گئی اور کچن کی طرف جانے لگی۔ آہ کیسی گھڑی آئی تھی۔ ایک طرف جسے وہ باپ کہہ چکی تھی وہ بے چارہ موت کے منہ میں جا رہا تھا۔ زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ ادھر وہ کھانا کھانے جا رہی تھی۔ اگر اسے ذرا بھی ہردیو کی موجودہ حالت کا پتہ چلتا تو وہ چیخیں مار کر رونا شروع کر دیتی۔ وہ بے چاری اپنے حوصلے سے زیادہ مصیبتیں اٹھا رہی تھی۔

میں اس کی طرف سے ذرا مطمئن ہو کر سونیا اور مرجانہ کو رسونتی اور ہردیو کے متعلق بتانا چاہتا تھا۔ لیکن جب میں وہاں پہنچا تو وہ دونوں سطح زمین سے بہت بلندی پر جال کے تنے ہوئے بستر پر گہری نیند سو رہی تھیں۔ مجھے ان کی نیند پر بڑا پیار آیا۔ وہ بے چاری تمام دن سفر کرتی رہی تھیں اور اب تھکے ہوئے انداز میں سو گئی تھیں۔ میں نے انہیں بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہاں سے ہردیو کے پاس پہنچ گیا۔

وہ گھاس پر اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس اتنی تاریکی تھی کہ درخت وغیرہ کچھ بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ آنکھیں کھول کر ہی کچھ دیکھ سکتا۔ کسی کا اسرا نہیں تھا کہ کوئی ادھر سے گزرے تو اسے زہر کے عذاب سے بچا لے۔

مجھے اس بات پر حیرانی ہوئی کہ سانپ کو ڈسے ہوئے بہت دیر ہو چکی تھی اور وہ ابھی تک زندہ تھا جیسا کہ سانپ کے ڈسنے کے بعد یا تو فوراً ہی موت واقع ہو جاتی ہے یا آہستہ آہستہ آدمی دم توڑتا ہے۔ میں نے ہردیو کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا کہ سانپ کو ڈسے ہوئے کتنی دیر ہوئی ہے۔ اس کا ذہن بوجھل سا تھا۔ دماغ پر دھند چھائی ہوئی تھی۔ وہ میری بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا مگر اس کے لاشعور نے بتایا کہ ایک گھنٹہ سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور وہ ابھی تک اس زہریلی تکلیف میں مبتلا ہے۔

میں نے پھر اس کے دماغ میں جھانکا کہ اس زہر سے پیدا ہونے والی تکلیف کو سمجھا جائے۔ پتہ چلا کہ ایسی تکلیف اس کی رگوں میں دوڑ رہی تھی جیسے خون میں زہر بہہ گیا ہو لیکن وہ زہر اسے نہیں مار رہا تھا۔ بس ایسی تکلیف میں مبتلا کر رہا تھا جس کو وہ کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔

یہ سوچتے سوچتے میرا سر دکھنے لگا کہ میں اس بیچارے کے لیے کیا کروں۔ کس طرح اسے طبی امداد پہنچاؤں۔ کوئی راستہ

نہیں تھا۔ کوئی تدبیر سجھائی نہیں دے رہی تھی۔ میں تھک ہار کر سونتی کے پاس آیا۔ وہ کھانے سے فارغ ہو گئی تھی اور پھر کرے میں آکر ریوالور لے کر اسی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ میں نے کہا "سو جاؤ۔"

"نہیں، میں بابا کا انتظار کروں گی۔ تم ذرا دیکھو کہ وہ کیوں نہیں آرہے ہیں۔"

میں اسے کیا بتاتا کہ وہ کیوں نہیں آسکتا ہے۔ میں نے پھر جھوٹ کہا۔ "وہ جنگل میں ہی ہے اور اسے دور ہی رہنا چاہیے وہ ایک درخت پر چڑھا ہوا ہے۔ اسے کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ وہ دور سے تمہاری نگرانی کر رہا ہے اور یہی دانشمندی ہے تم جاکر سو جاؤ۔ جب کوئی ایسی ویسی آہٹ یا آواز ہو تو اٹھ جانا۔ تمہارے پاس ریوالور ہے۔ تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق اٹھ کر بستر پر آئی اور وہاں لیٹ گئی۔ میں آہستہ آہستہ اس کے دماغ کو سلانے لگا۔ دھیرے دھیرے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ پھر وہ گہری نیند سو گئی۔ میں نے اس کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد دماغی طور پر حاضر ہو کر بیلی کاپٹر کے اندر دیکھا۔ سب لوگ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے بیزار ہو کر کہا۔ "بھئی کوئی اگر نہیں بولتا تو کسی طرح یہ تو بتا دو کہ یہ سفر کب تک جاری رہے گا؟"

میری بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے مسلح جوان کی طرف دیکھا۔ اس نے اپنی کلائی کی گھڑی کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے گھڑی کو دیکھا تو اس نے ایک کے ہندسے پر انگلی رکھ دی۔ اس وقت گیارہ بجے تھے وہ اشارتاً کہہ رہا تھا کہ ایک بجے ہمارا سفر ختم ہو جائے گا۔

میں نے ہپر یو کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا۔ "کیا تم وہاں سے چلتے ہوئے یا گھسٹتے ہوئے کسی طرح کاج تک پہنچ سکتے ہو؟"

اس کے دماغ نے جواب دیا کہ وہ اس قابل نہیں ہے ہاتھ پاؤں بالکل ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ جسم میں جیسے جان نہیں رہی۔ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔

میں پھر مایوس ہو گیا۔ اگر وہ کسی طرح کاج تک پہنچ جاتا تو وہاں فرسٹ ایڈ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ شاید کسی طرح وہ بچ جاتا۔ میں سونتی کو جنگل کی تاریکیوں میں نہیں بھیج سکتا تھا اور ہپر یو کاج کی طرف نہیں آسکتا تھا۔ ہر طرف سے مجبوری تھی۔ میں نے ہر طرح سے سوچ کر دیکھ لیا تھا۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ صبر کیا جائے اور تقدیر کے فیصلے کو تسلیم کر لیا جائے۔ میں نے اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اب ان فکروں سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ میں تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤں۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میں ایک گھنٹے تک سوتا رہوں۔ پھر جب ایک بجنے میں پندرہ منٹ باقی ہوں تو میری آنکھ کھل جائے یا پھر کوئی ایسی غیر معمولی بات ہو جو میرے خلاف ہو تو ایسی حالت میں بھی میری آنکھ کھل جائے۔

اس طرح میں تھوڑی دیر کے لیے سو گیا۔ پتہ نہیں چلتا کہ وقت کیسے گزر رہا ہے۔ جاگنے پر یوں محسوس ہوا جیسے ابھی آنکھ بند کی تھی اور ابھی آنکھ کھل گئی۔

جب میری آنکھ کھلی تو میں نے بیلی کاپٹر کے پنکھے کی آواز سنا۔ آس پاس وہی مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے اور بیلی کاپٹر اسی طرح پرواز کر رہا تھا۔ بیدار ہوتے ہی میں نے ہر یو کی خبر لی۔ وہ اسی طرح گھاس پر اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ اس پر بیہوشی کی حالت طاری تھی لیکن ابھی تک وہ زندہ تھا۔ ہر نے اسے مارا نہیں تھا۔ بے ہوشی کا ایک فائدہ اسے یہ پہنچا کہ اذیت سے عارضی طور پر نجات مل گئی تھی۔ فکر، پریشانی اور زہریلی اذیت کو محسوس کرنے کی حس وقتی طور پر مُردہ ہو چکی تھی۔ وہ آرام سے لیٹا ہوا تھا۔

میں اسے چھوڑ کر سونتی کے پاس پہنچا۔ وہ بھی اسی کی سوچ رہی تھی اور اس پاس کے جنگل کو، اپنی تنہائی کو اور دوسری پریشانیوں کو بھول گئی تھی۔ نیند بڑی ہمدرد ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے ساری پریشانیوں سے نجات دلا دیتی ہے۔

میں سونیا اور مرجانہ کے پاس پہنچا تو اچھا ہی ہوا کہ میں وہاں پر پہنچا کیونکہ وہ دونوں اچانک ہی بیدار ہو گئی تھیں اور جنگل کے سناٹے میں کچھ آہٹیں سن رہی تھیں۔ میں نے ان کے قریب پہنچ کر شیر کے دھاڑنے کی آوازیں سنیں۔ وہ دونوں حال پر چیتے ہوئی تھیں۔ فوراً ہی اوندھے منہ لیٹ گئیں اور حال سے نیچے دیکھنے لگیں۔

اس وقت تک چاند نکل آیا تھا۔ جنگل میں دور دور تک چاندنی کا اُجالا ایسا تھا جیسے وہاں کے سبزہ زاروں پر چاندی چمک رہی ہو۔ ہر چیز دور تک روشن اور واضح تھی۔ انہیں اپنے ٹھیک نیچے تقریباً پچیس فٹ کی پستی پر ایک درخت نظر آیا جو اپنی جگہ کھڑا اور بندھے ہوئے گھوڑوں اور خچر کو دیکھ رہا تھا۔

تب گھوڑے ہنہنانے لگے۔ خچر اپنے طور پر چلانے لگا۔ درخت پر سوئے ہوئے پرندے ایک دم سے پھڑپھڑانے لگے تھے۔ جنگل کے سناٹے میں عجیب سا شور دور تک گونجنے لگا تھا۔ سونیا اور مرجانہ نے اپنے اپنے ریوالور کو مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ پھر مرجانہ نے سرگوشی میں کہا۔ "میں نے تو سنا تھا کہ شیر شکار کرنے کے لیے مخصوص قسم کی رائفل اور کارتوس استعمال کرتے ہیں۔ یہ ریوالور کی گولی اس کا کیا بگاڑے گی؟"

"ہاں مخصوص رائفل ہوتی ہے، لیکن ہم اپنے ریوالور کی باقی ہوں تو میری آنکھ کھل جائے یا پھر کوئی ایسی غیر معمولی ہو جو میرے خلاف ہو تو ایسی حالت میں بھی میری آنکھ کھل جائے۔

اس طرح میں تھوڑی دیر کے لیے سو گیا۔ پتہ نہیں چلتا کہ وقت کیسے گزر رہا ہے۔ جاگنے پر یوں محسوس ہوا جیسے ابھی آنکھ بند کی تھی اور ابھی آنکھ کھل گئی۔

جب میری آنکھ کھلی تو میں نے بیلی کاپٹر کے پنکھے کی آواز سنا۔ آس پاس وہی مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے اور بیلی کاپٹر اسی طرح پرواز کر رہا تھا۔ بیدار ہوتے ہی میں نے ہر یو کی خبر لی۔ وہ اسی طرح گھاس پر اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ اس پر بیہوشی کی حالت طاری تھی لیکن ابھی تک وہ زندہ تھا۔ ہر نے اسے مارا نہیں تھا۔ بے ہوشی کا ایک فائدہ اسے یہ پہنچا کہ اذیت سے عارضی طور پر نجات مل گئی تھی۔ فکر، پریشانی اور زہریلی اذیت کو محسوس کرنے کی حس وقتی طور پر مُردہ ہو چکی تھی۔ وہ آرام سے لیٹا ہوا تھا۔

میں اسے چھوڑ کر سونتی کے پاس پہنچا۔ وہ بھی اسی کی سوچ رہی تھی اور اس پاس کے جنگل کو، اپنی تنہائی کو اور دوسری پریشانیوں کو بھول گئی تھی۔ نیند بڑی ہمدرد ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے ساری پریشانیوں سے نجات دلا دیتی ہے۔

میں سونیا اور مرجانہ کے پاس پہنچا تو اچھا ہی ہوا کہ میں وہاں پر پہنچا کیونکہ وہ دونوں اچانک ہی بیدار ہو گئی تھیں اور جنگل کے سناٹے میں کچھ آہٹیں سن رہی تھیں۔ میں نے ان کے قریب پہنچ کر شیر کے دھاڑنے کی آوازیں سنیں۔ وہ دونوں حال پر چیتے ہوئی تھیں۔ فوراً ہی اوندھے منہ لیٹ گئیں اور حال سے نیچے دیکھنے لگیں۔

اس وقت تک چاند نکل آیا تھا۔ جنگل میں دور دور تک چاندنی کا اُجالا ایسا تھا جیسے وہاں کے سبزہ زاروں پر چاندی چمک رہی ہو۔ ہر چیز دور تک روشن اور واضح تھی۔ انہیں اپنے ٹھیک نیچے تقریباً پچیس فٹ کی پستی پر ایک درخت نظر آیا جو اپنی جگہ کھڑا اور بندھے ہوئے گھوڑوں اور خچر کو دیکھ رہا تھا۔

تب گھوڑے ہنہنانے لگے۔ خچر اپنے طور پر چلانے لگا۔ درخت پر سوئے ہوئے پرندے ایک دم سے پھڑپھڑانے لگے تھے۔ جنگل کے سناٹے میں عجیب سا شور دور تک گونجنے لگا تھا۔ سونیا اور مرجانہ نے اپنے اپنے ریوالور کو مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ پھر مرجانہ نے سرگوشی میں کہا۔ "میں نے تو سنا تھا کہ شیر شکار کرنے کے لیے مخصوص قسم کی رائفل اور کارتوس استعمال کرتے ہیں۔ یہ ریوالور کی گولی اس کا کیا بگاڑے گی؟"

"ہاں مخصوص رائفل ہوتی ہے، لیکن ہم اپنے ریوالور کی گولی سے بھی زخمی کر سکتے ہیں۔ دہشت زدہ کر کے بھگا سکتے ہیں۔ ویسے یہ اپنے جسم کو تان رہا ہے۔ دیکھو، یہ اپنے جسم کو تان رہا ہے۔ جیسے ان گھوڑوں پر حملہ کرنے ہی والا ہو۔ چلو تم

مرجانہ نے جال کے سوراخ سے ریوالور کی نال گزاری اور نشانہ لیتے ہوئے ایک فائر کیا۔ گولی یقیناً اسے لگی تھی۔ شیر بہت زور سے گرجتا ہوا، دہاڑتا ہوا وہاں سے اچھلا اور چھلانگ لگاتے ہوئے گھوڑوں کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت سونیا نے فائرنگ کی مسلسل دو فائر کیے۔ تیسرا فائر مرجانہ کی طرف سے ہوا۔ اس وقت شیر چھلانگ مارنے کے لیے فضا میں بلند ہوا تھا اور ایک گھڑے پر جھپٹنے ہی والا تھا کہ گھوڑیاں لگتے ہی وہ فضا میں تڑپ گیا۔ اپنے شکار کی طرف سے ہٹ کر دوسری طرف گر پڑا۔ پھر وہاں سے تڑپ کر اس سے پہلے کہ مزید فائرنگ ہوتی، اس نے ایک چھلانگ لگائی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

گھوڑے اور خچر ادھر سے اُدھر اُچھل رہے تھے۔ رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ کسی طرح رسیاں تڑا کر وہاں سے بھاگنا چاہتے تھے لیکن ان دونوں نے تمام جانوروں کو مضبوطی سے باندھا تھا۔ مرجانہ نے کہا۔ "شیر نظر نہیں آرہا ہے۔ شاید وہ زخمی ہو گیا۔"

سونیا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے زخموں کو چاٹ رہا ہو۔ ہمیں اسکی آواز سننے کی کوشش کرنا چاہیے لیکن یہ گھوڑے اور خچر بہت گھبرا رہے ہیں۔"

وہ دونوں کان لگا کر سننے لگیں۔ واقعی اتنا زیادہ شور تھا۔ شیر کے کراہنے کی آواز سن نہیں پا رہی تھیں۔ سونیا نے جھلا کر منہ بنا کر کہا۔ "عجیب مصیبت ہے۔ یہ شور دور تک پھیل رہا ہوگا۔ کہیں ہمارے دشمنوں کے کانوں تک پہنچ گیا تو مصیبت آجائے گی۔ وہ آواز کی سمت بھاگے اور ہمیں گھیر لیں گے۔"

مرجانہ نے پوچھا۔ "کیا کیا جائے؟ مجبوری تھی۔ فائرنگ کی آواز نہ سنے شیر کے بھاگتا؟"

"ہاں مجبوری تھی لیکن یہ مجبوری دشمنوں کے لیے فائدہ مند ہوگی۔ بہرحال دیکھتے ہیں۔"

وہ دونوں خاموش رہیں اور آہٹیں سننے کی کوشش کرنے لگیں۔ آہستہ آہستہ شور تھمنے لگا۔ گھوڑے اور خچر ذرا شانت ہونے لگے۔ پرندے بھی اپنے اپنے گھونسلوں میں آکر بیٹھ رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے ذرا اور مل جل پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے جسم کے خالی حصوں کو بھر لیا تھا۔ ریوالور سے پوری طرح لوڈ ہو چکے تھے۔ اسی وقت دور کہیں سے شیر کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ اس کے کراہنے میں بھی ایسی گھمن گرج تھی کہ دور دور دل کے لوگ کانپ اٹھتے۔ وہ دونوں آواز کی سمت کا تعین کرنے لگیں۔ جب آواز کی سمت کا اندازہ ہوا تو پھر وہی آواز دوسری طرف سے سنائی دی۔ وہ ادھر سے پلٹ کر ادھر دیکھنے لگیں۔ وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ مگر دہاڑنے کے انداز سے پتہ چل رہا تھا کہ شیر زخمی ہونے کے بعد جھنجھلا گیا ہے۔ غرا رہا ہے۔ اس کی غراہٹ کبھی ادھر اور کبھی اُدھر سنائی دیتی تھی۔ چاروں طرف رات کے سناٹے میں وہ غراہٹ رینگتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ درخت کے اوپر تنے ہوئے جال کے چاروں طرف گھوم رہا ہے۔ موقع کی تاک میں ہے کہ کدھر سے جست لگائے۔ جال کی بلندی پر پہنچے اور اپنے شکار کرنے والوں کو شکار کرے۔

وہ دونوں بڑی محتاط اور چوکنی ہو کر جال پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک جگہ سوکھے پتے چرمرانے کی آواز آئی جیسے ان پتوں پر سے کوئی گزرا ہو۔ پھر سونیا نے دیکھا۔ شیر نے اپنے چاروں طرف چکر لگانے کی غرض سے ایک جھاڑی کے پیچھے چھلانگ لگائی تھی اور دس گز کے فاصلے پر جو دوسری جھاڑی تھی اس کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ چھلانگ لگانے کے دوران ہی سونیا نے فائر کیا۔ وہ دوسری جھاڑی کے پیچھے گر پڑا۔ سونیا نے جب سے ہوش سنبھالا تھا ریوالور سے کھیلتی آئی تھی۔ اس کا نشانہ خطا نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ شیر کے ردعمل کا انتظار کرنے لگی۔ مرجانہ بھی بہت محتاط ہو کر ریوالور ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی۔

میں اور سونیا آج تک انسانوں کی دشمنی سے گزرتے آئے تھے۔ آج پہلی بار سونیا ایک خونخوار شیر کا سامنا کر رہی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ شکار کیسے کیا جاتا ہے۔ اسے شکار کرنے کے لیے کن باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ وہ کچھ نہیں جانتی تھی اور مرجانہ نے تو ہماری محبوبی کی زندگی میں ابھی پہلا قدم رکھا تھا ابھی وہ عملی تجربات سے گزر رہی تھی اور ان ابتدائی تجربات میں

اسے بے زبان درندوں کے مقابلے میں آنے کا موقع بھی مل رہا تھا۔

اس وقت انہیں اس بات کا تجربہ ہوا کہ پہلے وہ شیر خوب گرج رہا تھا، دہاڑ رہا تھا۔ پہلی بار گولی کھانے کے بعد اس کے گرجنے اور دہاڑنے میں کمی ہوئی۔ پھر اس کی چالاکی سمجھ میں آئی کہ وہ دبے پاؤں اس جال کے چاروں طرف فاصلہ رکھ کر گھوم رہا تھا اور موقع کی تلاش میں تھا کہ کس طرف سے چھلانگ لگائے شاید زخمی ہونے کے بعد وہ اتنی اونچی چھلانگ نہیں لگا سکتا تھا۔ مجھے اور سونیا وغیرہ کو اس بات کا تجربہ بھی نہیں تھا کہ شیر کتنی اونچی چھلانگ لگا سکتا ہے۔ بہرحال بڑی دیر تک شیر نے کوئی آواز نہیں نکالی تھی۔ دبے قدموں جال کے چاروں طرف گھومتا رہا تھا۔ کبھی اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ چھلانگ لگانے کی ضرورت پڑتی تھی تب سونیا وغیرہ کو پتہ چلتا تھا کہ وہ موجود ہے سونیا بڑبڑانے لگی: "ہم کتنے آرام سے گہری نیند سو رہے تھے۔ یہ مصیبت ہمارا پیچھا ہی نہیں چھوڑتی۔ اب دشمنوں سے نجات ملی تو یہ شیر پیچھے پڑ گیا۔"

مرجانہ نے کہا: "وہ دیکھو وہ جھاڑیاں ہل رہی ہیں۔"

سونیا نے بھی ادھر دیکھا۔ واقعی جھاڑیاں کبھی ہلتی تھیں اور کبھی وہاں خاموشی چھا جاتی تھی۔

میں نے کہا: "سونیا! اس حد تک تو اطمینان ہو گیا ہے کہ شیر زخمی ہونے کے بعد اتنی اونچی چھلانگ نہیں لگا سکے گا جتنی اونچائی پر تم دونوں بیٹھی ہوئی ہو۔"

اس نے پوچھا: "تم یہاں کب سے ہو؟"

"جب سے شیر تم دونوں کو چکر دے رہا ہے۔"

سونیا نے مرجانہ سے کہا: "فرہاد صاحب یہاں موجود ہیں۔"

میں نے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "ہاں میں موجود ہوں۔ مگر تم یہ شکایت نہ کرنا کہ میں نے تم لوگوں کو مخاطب کیوں نہیں کیا۔"

"واہ، شکایت کی بات کیوں نہیں ہے۔ یہاں ہماری جان نکلی جا رہی ہے۔ تم ذرا اپنی موجودگی کا ثبوت دیتے تو اور زیادہ حوصلہ ہوتا۔"

"مرجانہ! ایک بات یاد رکھو۔ جہاں سونیا موجود ہے وہاں فرہاد کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ تم دیکھ ہی رہی ہو کہ وہ کیسی تیز طرار، چالاک، مکار اور حاضر دماغ ہے۔ وہ کسی بھی حال میں کسی بھی بڑے سے بڑے خطرے میں ہمت ہارنا جانتی ہی نہیں ہے۔"

مرجانہ نے سونیا کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا: "سونیا کو تو میں نے اچھی طرح جان لیا ہے کہ یہ ایک جان بن گئے ہیں میں جانتی ہوں۔ سونیا کی موجودگی میں کسی اور انسانی سہارے کی ضرورت پیش نہیں آ سکتی۔ مگر تم اتنی دیر خاموش کیوں رہتے ہو؟"

"میں بولتا اور تم لوگوں کو باتوں میں لگاتا تو ادھر وہ شیر اپنا کام دکھا جاتا۔ بہرحال دیکھو کہ وہ کہاں ہے؟"

وہ دونوں پھر اس جھاڑی کی طرف دیکھنے لگیں۔ اب وہ جھاڑی بالکل ساکت تھی۔ وہاں سے غراہٹ کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ شیر کی مکاری بھی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ کبھی وہ زخموں کی تاب نہ لا کر غراتا تھا اور کبھی برداشت کر لیتا تھا اور خاموش ہو جاتا تھا۔ اس خاموشی میں وہ کہیں سے کہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس وقت بھی شاید ایسا ہی ہوا تھا۔ وہ اس جگہ نہیں تھا۔ کسی اور جگہ چلا گیا تھا لیکن ضرور کہیں آس پاس ہی موجود تھا۔

سونیا نے کہا: "فرہاد! ادھر تم نے ہمیں باتوں میں لگایا ادھر وہ محاذ بنانے کے لیے کہیں چلا گیا۔"

"واہ، خوب! ابھی سے مرجانہ اور تم شکایت کرنے لگیں کہ میں یہاں بہت دیر سے خاموش تماشائی کی طرح موجود تھا۔ اب میرا بولنا جرم ہو گیا۔"

میری بات پر وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

سونیا ہنستے ہوئے کہنے لگی: "ارے تم تو مجسمہ کی طرح روٹھ گئے۔ چلو ہم منا لیتے ہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں بہت دیر سے تم لوگوں کے ساتھ موجود ہوں۔ اب مجھے رسونتی کی بھی خبر لینا ہے اس لیے مجھے جانے دو۔ تھوڑی دیر بعد آ جاؤں گا۔"

میں ان سے رخصت ہو کر دماغی طور پر بیلی کاپٹر میں حاضر ہو گیا۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے مسلح جوان نے میری طرف دیکھا۔ پھر اپنی گھڑی کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا ایک بجکر تیس منٹ کا اشارہ کر کے ایک انگلی میری طرف دکھانے لگا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب ڈیڑھ بجے والے میں اور ہمارا بیلی کاپٹر زمین پر اترنے والا ہے۔

میں نے سوچا کہ منزل پر پہنچنے سے پہلے رسونتی کی خبر لوں۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ سوتے سوتے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی اور ریوالور اٹھا کر کبھی اس کھڑکی کی طرف اور کبھی اس کھڑکی کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے فوراً بعد پتہ چلا کہ وہ بیلی کاپٹر کی آواز سن رہی ہے۔ میں نے پوچھا: "کیا تمہیں ہیلی کاپٹر کے پرواز کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں؟"

"ہاں معلوم ہوتا ہے کہ دشمن ادھر آ رہے ہیں۔"

"تم ذرا بھی نہ گھبرانا۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

عجیب اتفاق تھا کہ ادھر میرا بیلی کاپٹر منزل پر پہنچ کر ہاتھ زمین پر اترنے کے لیے ایک چکر لگا رہا تھا۔ ادھر رسونتی کے پاس بھی ایک بیلی کاپٹر آ گیا تھا۔ میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی پھر سوچا کہ اسے یہ بتاؤں کیا وہ بیلی کاپٹر تمہارے کاٹج کے چاروں طرف چکر لگا رہا ہے؟"

اس نے کہا: "ہاں، میں کبھی دائیں طرف کبھی بائیں طرف کبھی آگے اور کبھی پیچھے اس کی آوازیں سن رہی ہوں۔ باہر نکل کر دیکھنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے تمہیں باہر نکلنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے بیلی کاپٹر میں بیٹھے بیٹھے ذرا اٹھ کر اور گردن کو گھما کر نیچے دیکھنے کی کوشش کی جب بیلی کاپٹر ایک طرف گھومتے ہوئے ذرا سا جھک گیا تو مجھے زمین کی طرف تھوڑی سی روشنی دکھائی دی۔ اسی روشنی میں کاٹج کی چھت بھی نظر آئی۔ گویا میں رسونتی کے پاس پہنچ رہا ہوں، اس خیال سے ہی یکبارگی میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ میں نے آس پاس بیٹھے ہوئے محافظوں سے پوچھا: "یہ کون سی جگہ ہے، یہ کاٹج کیسے نظر آ رہے ہیں؟"

کسی نے جواب نہیں دیا۔ میں نے رسونتی کے پاس پہنچ کر کہا: "رسونتی! مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ جو بیلی کاپٹر تمہارے اس پاس چکر لگا رہا ہے، میں اسی میں سوار ہوں لیکن مجھے اپنی منزل کا پتہ نہیں ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ میں تمہارے قریب پہنچ گیا ہوں۔ میں اس بات کی تصدیق چاہتا ہوں۔ تم ریوالور سے ایک فائر کرو، میں آواز سنوں گا۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشے سے ہاتھ باہر نکال کر ایک فائر کیا۔ اس کی آواز میرے کانوں تک پہنچی تو میرا شبہ یقین میں بدل گیا۔ میں خوشی سے کھل اٹھا۔ اسی وقت میرے بازو میں بیٹھے ہوئے مسلح جوان نے کاغذ اور قلم نکال کر کچھ لکھا۔ پھر اسے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے پڑھا، لکھا تھا: "مسٹر فرہاد! آپ اپنی ایک ساتھی رسونتی سے رابطہ قائم کر کے اسے فائرنگ سے منع کریں۔ اسے یہ بات اچھی طرح سمجھا دیں کہ اگر اس نے ہمارے بیلی کاپٹر سے اترنے کے بعد ایک گولی بھی چلائی تو ہم اسٹین گن سے آپ کے جسم کو چھلنی کر کے رکھ دیں گے۔"

وہ تحریر پڑھنے کے بعد میں نے رسونتی سے رابطہ قائم کیا۔ اسے بتایا: "میں تمہارے پاس قیدی بن کر آ رہا ہوں، اور اس وقت دشمنوں میں گھرا بیٹھا ہوں۔ میرے ہر دشمن کے پاس اسٹین گن ہے۔ اگر اب تم گولی چلاؤ گی تو یہ لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم کسی صورت میں بھی اس ریوالور کو استعمال نہیں کرو گی۔"

رسونتی نے اس بات کو اہمیت نہیں دی کہ میں قیدی بن کر آ رہا ہوں۔ اس کے لیے یہ خوشخبری تھی کہ میں اس کے پاس پہنچ رہا تھا۔ ایسے وقت پہنچ رہا تھا جب وہ بالکل ہی بے یار و مددگار تھی۔ انسانی آبادی سے سیکڑوں ہزاروں میل دور تھی اور جنگلی درندوں کے بیچ گھنے جنگل میں زندگی اور موت کے درمیان اٹکی ہوئی تھی۔ ایسے میں میرا پہنچنا اس کے لیے ایک نئی زندگی کا پیغام تھا۔ وہ خوش ہو کر بولی: "تم سچ کہہ رہے ہو یا مجھے بہلا رہے ہو؟"

"میری جان! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں اسی بیلی کاپٹر میں سوار ہوں۔ تم میری بات مانو اور ریوالور پھینک دو۔"

اس نے اسی وقت ریوالور پھینک دیا۔ میں نے کہا: "بس انتظار کرو۔ میں ابھی تم سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

میں نے دماغی طور سے بیلی کاپٹر میں حاضر ہو کر اپنے گونگے دشمنوں کو بتایا کہ رسونتی نے ریوالور پھینک دیا ہے اور اب ہماری طرف فائرنگ نہیں ہو گی، وہ بے فکر رہیں۔

میری باتیں سننے کے بعد پائلٹ نے بیلی کاپٹر کو کاٹج کے چاروں طرف ایک بار پھر گھمایا۔ میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہ خوف اور دہشت کو بھول کر دروازہ کھول کر کاٹج سے باہر کھڑی تھی اور کاٹج کے چاروں طرف گھومنے والے بیلی کاپٹر کو گھوم گھوم کر دیکھ رہی تھی۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھلا جا رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ جنگل سے نکل کر بھری آبادی میں پہنچ گئی ہو۔ میں اس کے لیے ایک پوری دنیا ایک پوری انسانی آبادی بن گیا تھا۔

اس وقت بیلی کاپٹر سے سرچ لائٹ کی روشنی زمین پر پھینکی جا رہی تھی اور اب وہ ایک جگہ آہستہ آہستہ زمین پر اتر رہا تھا۔ رات کے سناٹے میں گردش کرنے والے پنکھے کا شور ایسا تھا کہ کان کے پردے پھٹ رہے تھے۔ جیسے جیسے بیلی کاپٹر زمین کے قریب پہنچتا جا رہا تھا ویسے ہی کاٹج صاف نظر آ رہا تھا۔ پھر رسونتی بھی نظر آئی۔ پنکھے کی ہوا اتنی تیز تھی کہ درخت کے پتے زور زور سے ہل رہے تھے۔ جھاڑیاں ایک طرف جھکی جا رہی تھیں۔ میں نے دیکھا، رسونتی کے بال بھی اڑ رہے تھے اور وہ اڑتی ہوئی ساری کو ادھر سے ادھر سنبھال رہی تھی۔ وہ کاٹج سے ذرا دور چلی آئی تھی۔ میں نے کہا: "یہ کیا کر رہی ہو اتنی دور آنے کی کیا ضرورت تھی۔ واپس جاؤ، میں تو آ ہی رہا ہوں۔"

وہ چھپے ہٹنے لگی۔ اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ واپس جائے۔ بس وہ مجھے ہیلی کاپٹر سے اترتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی تھی۔ پوری طرح یقین کرنا چاہتی تھی کہ میں نے سچ کہا ہے اور میں اس کے پاس آچکا ہوں۔

وہ ہیلی کاپٹر زمین پر اتر کر ٹھہر گیا۔ پنکھے کی گردش آہستہ آہستہ کم ہونے لگی۔ ہم سب اس کے اندر خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے مسلح جوان نے مجھے کاغذ پر کچھ لکھا اور میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے ہاتھ میں لے کر پڑھا۔ اس نے لکھا تھا "اب ہم ہیلی کاپٹر سے اترنے والے ہیں۔ ہم اس طرح باہر جائیں گے کہ پہلے دو مسلح آدمی ہیلی کاپٹر سے اتریں گے ایک شخص رسونتی کی طرف اور دوسرا ہیلی کاپٹر کی طرف اشین گن تانے کھڑا رہے گا تاکہ تم ہیلی کاپٹر سے اترو تو کوئی شرارت نہ کرو۔ تم سے پہلے یہاں مرجانہ شرارت کر چکی ہے۔ رسونتی کو پھر سمجھا دو کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ دونوں ہاتھ سر سے بلند کیے کھڑی رہے۔"

وہ تحریر پڑھنے کے بعد میں نے تائید میں سر ہلایا۔ رسونتی کو بھی سمجھا دیا کہ وہ دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑی رہے اور اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ میں باہر آنے والا ہوں۔

پھر کاک پٹ اٹھایا گیا۔ دو مسلح جوان سیڑھیوں سے اتر کر نیچے گئے۔ ہیلی کاپٹر سے چار گز کے فاصلے پر ایک جوان ہیلی کاپٹر کی طرف رخ کر کے اشین گن اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ اشین گن کی نال کا رخ اس زینے کی طرف تھا جس پر سے میں اترنے والا تھا۔ دوسرے نوجوان نے اس کی پشت سے پشت لگا کر رسونتی کی طرف رخ کر لیا تھا اور اسے بھی نشانے پر رکھ لیا تھا۔ وہ لوگ ہم سے بہت زیادہ سہمے ہوئے تھے میں مسکرانے لگا۔ پیچھے سے اشارہ کیا گیا کہ میں باہر جاؤں۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پھر باہر آکر سیڑھیوں سے اترتے ہوئے زمین پر قدم رکھے۔ میرے بعد دو مسلح جوان نیچے آئے۔ پھر میرے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اپنے اپنے اشین گن کی نال میرے دونوں طرف کی پسلیوں سے لگا دی تھی۔ وہ مجھے کسی بھی جوابی کارروائی کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔

ہیلی کاپٹر کا پنکھا تھم گیا تھا۔ انجن بند ہو چکا تھا۔ جنگل میں پھر وہی گہرا سناٹا چھا گیا تھا۔ وہی شخص جو رسونتی کی طرف اشین گن تانے کھڑا ہوا تھا وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا رسونتی کے قریب پہنچا۔ قریب پہنچنے کے بعد اس نے جیب سے ایک اینٹی کاسٹیوم آئی گلاس نکال کر اپنی آنکھ سے لگایا اور رسونتی کو دیکھنے لگا۔ میں غصے سے کھول گیا کیونکہ اس اینٹی کاسٹیوم آئی گلاس کے ذریعے وہ رسونتی کو دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس نے لباس کے اندر کوئی ہتھیار چھپا رکھا ہے یا نہیں۔ اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے مطمئن ہو کر اس آئی گلاس کو اتار کر اپنے ساتھیوں کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ مطمئن ہو گیا ہے۔ میں صبر کر کے رہ گیا۔ اس شخص نے اپنی جیب سے ایک ہتھکڑی نکالی اور اسے رسونتی کی بائیں کلائی میں پہنا دی۔ پھر اس نے ہاتھ کا اشارہ ہماری طرف کیا۔ اس کے پاس کھڑے ہوئے تینوں مسلح جوانوں نے مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ دیا۔ میں رسونتی کے قریب پہنچا تو ہتھکڑی کا دوسرا سرا میری دائیں کلائی میں پہنا دیا گیا۔ اس طرح مجھے اور رسونتی کو ایک ہی ہتھکڑی میں باندھ دیا گیا تھا۔ وہ اپنی خاموش طبیعت سے سمجھا رہے تھے کہ اب میں اپنی تیزی طراری نہیں دکھا سکوں گا۔ نہ کہیں بھاگ کر جا سکوں گا۔ ہر لمحہ مجھے اس بات کا خیال رہے گا کہ میرے ساتھ ایک کمزور عورت بندھی ہوئی ہے جو بے چارہ پتلا پن دکھانے کا موقع نہیں دے سکے گی اور میں اس کمزور عورت کی خاطر اپنی شرافت کا ثبوت دیتا رہوں گا۔ ان کے حکم کی تعمیل کرتا رہوں گا۔

اور یہی بات تھی۔ مجھے مجبوراً خاموش رہنا پڑ رہا تھا ایک تو یہ کہ میرے دشمنوں کے پاس اسٹین گنیں تھیں۔ اگر ان کے ہاتھوں میں ریوالور ہوتے تو میں انہیں اپنی تیزی اور ظرفی دکھاتا لیکن اسٹین گن کے سامنے کسی کی بھی چالاکی اور پھرتیلا پن کام نہیں آتا۔ میں رسونتی کے ساتھ بندھا ہوا کاٹج کے سامنے کھلے ہوئے میدان میں کھڑا رہا۔ ہمارے آس پاس دو مسلح جوان تھے باقی دو مسلح جوان کاٹج کے اندر چلے گئے تھے اور وہاں تلاشی لے رہے تھے کہ کوئی چھپا ہوا نہ ہو یا کوئی ایسا ہتھیار وہاں نہ رہ جائے جو کسی وقت بھی ہمارے کسی کام آسکے۔

اس وقت دشمنوں کی یہ چال سمجھ میں نہیں آئی کہ مجھے رسونتی کے پاس کیوں پہنچایا گیا ہے اور وہ مجھے یہاں لا کر اور رسونتی کے ساتھ ایک ہی ہتھکڑی میں باندھ کر ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ فی الحال یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ لوگ مجھے رسونتی کے ساتھ باندھ کر پھر ہیلی کاپٹر میں بٹھائیں گے اور ہم دونوں کو تیسری جگہ لے جائیں گے۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کاٹج سے باہر آگئے۔ پھر چاروں مجھے اور رسونتی کو دھکا دیتے ہوئے ایک لیمپ پوسٹ کے پاس لے گئے۔ کاٹج سے تقریباً پچیس گز کے فاصلے پر دور دور چاروں طرف لیمپ پوسٹ زمین میں نصب کیے گئے تھے اور ان میں تیز پاور کے بلب لگا دیے گئے تھے جس سے کاٹج کے چاروں طرف روشنی ہوتی تھی۔ اس ایک لیمپ پوسٹ کے پاس پہنچنے کے بعد ایک مسلح جوان نے اپنی جیب سے ایک اور ہتھکڑی نکالی اور اس لیمپ پوسٹ سے وہ ہتھکڑی باندھ دی۔ لیمپ پوسٹ تقریباً دو انچ رہا ہوگا۔ وہ ایک پتلا مگر مضبوط لوہے کا ستون تھا۔ اپنی جگہ زمین میں اتنی مضبوطی سے گڑا ہوا تھا کہ اسے ہلایا نہیں جا سکتا تھا۔ اس لیمپ پوسٹ کو ہتھکڑی پہنانے کے بعد اس ہتھکڑی کے دوسرے سرے کو ہماری ہتھکڑی سے منسلک کر دیا گیا۔ اس طرح ہم لیمپ پوسٹ سے باندھ دیے گئے۔

میں دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ کوئی جدوجہد نہیں کر سکا۔ اگر میں تنہا ہوتا اور وہ اس طرح مجھے ایک آہنی ستون سے باندھ کر جانے کی کوشش کرتے تو میں اپنی جان پر کھیل جاتا۔ اس جنگل میں تنہا بندھے رہنے سے بہتر یہی سمجھتا کہ اپنی زندگی کے لیے لڑتے ہوئے مر جاؤں لیکن رسونتی کا مرنا مجھے گوارا نہیں تھا۔

رسونتی خاموش تھی مگر اندر سے پریشان تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اس وقت نہ تو میری ٹیلی پیتھی کام آسکتی ہے اور نہ ہی میں اپنی جسمانی قوت کا مظاہرہ کر سکتا ہوں۔ کسی بھی تدبیر کو آزمانے اور کسی بھی طرح جدوجہد کرنے کا موقع ہاتھ سے نکل چکا ہے اور ہم اس طرح ستون سے بندھے ہیں کہ اب دشمنوں کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔ ہمیں تقدیر کے رحم و کرم پر رہنا ہوگا۔

رسونتی کو مجھ سے ملنے کی بڑی آرزو تھی بڑا انتظار تھا۔ لیکن جب میں ملا تو پوزیشن ایسی تھی کہ ہم اپنے حالات پر غور کر سکتے تھے۔ اپنے ذہن کو الجھا سکتے تھے لیکن اپنی باتیں نہیں کر سکتے تھے۔ باتیں کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں تھا۔

وہ لوگ ہماری طرف سے پلٹ کر ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگے۔ وہاں سے واپس جا رہے تھے۔ پہلے ایک نوجوان ہیلی کاپٹر کے اندر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کیسٹ ریکارڈر تھا۔ اس نے وہاں کھڑے ہو کر ایک کاغذ پر کچھ لکھا۔ پھر وہ میری طرف آنے لگا۔ دوسرا شخص کاٹج کے اندر جانے لگا۔ وہ کیسٹ ریکارڈر کو میرے پاس لے کر آیا۔ اس نے میرے سامنے اس ریکارڈر کو رکھنے کے بعد کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے لے کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا "ہم جا رہے ہیں ہمارے جانے کے بعد اس کیسٹ ریکارڈر کو آن کر کے سن لینا تمہارے کام کی باتیں ہیں۔"

میں اس تحریر کو پڑھ رہا تھا۔ اس وقت اس مسلح جوان نے میرے پیچھے پہنچ کر میری پشت سے بندھے ہوئے بیگ کو اتار لیا تھا۔ اس میں میرے کام کی بہت سی چیزیں تھیں۔ اس بیگ کو اتارنے کے بعد اس نے مجھے سے تقریباً دس بارہ گز کے فاصلے پر اسے پھینک دیا تاکہ میں اس بیگ تک نہ پہنچ سکوں۔ اس کے بعد اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اس کا اشارہ پاتے ہی شخص کاٹج کے اندر گیا تھا اس نے ساری بتیاں بجھا دیں۔ نیک وقت ہمارے چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔ لیکن بتیاں بجھنے کے باعث ہمیں اندھیرے کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ لوگ اب ہیلی کاپٹر میں سوار ہو رہے تھے اور ہم مجبور تماشائی کی طرح چپ چاپ انہیں دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہی ہیلی کاپٹر کا انجن اسٹارٹ ہوا۔ پنکھے نے گردش کی اور چند منٹ بعد ہی وہ ہیلی کاپٹر زمین سے بلند ہو کر پرواز کرتا ہوا ہم سے دور جانے لگا۔ ہم چاندنی میں اسے دیکھ رہے تھے۔ کچھ دور جانے کے بعد وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ہم وہاں ستون سے بندھے کے بندھے رہ گئے۔

رسونتی نے مجھے دیکھا۔ میں نے اسے دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میں نے اس کا دل رکھنے کے لیے مسکراتے ہوئے کہا "ارے تم رو رہی ہو۔ کیا میں تمہارے پاس موجود نہیں ہوں؟"

وہ سر ہلا کر بولی "بس یہی بھگوان کی کرپا ہے کہ تم میرے پاس ہو۔ نہ ہوتے تو ابھی میرا دم نکل جاتا۔ ان دشمنوں نے ہمارے ساتھ کیسی حرکت کی ہے کیسی بھیانک سزا دی ہے۔ اس جنگل میں ہمیں کاٹج سے باہر لا کر باندھ دیا ہے تاکہ جنگلی درندے آئیں اور ہمیں چیر پھاڑ کر رکھ دیں۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں ہے۔ کوئی درندہ ادھر آنکلا تو تم کیا کر سکو گے فرہاد؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "میں کیا کر سکوں گا۔ یہ میں نہیں جانتا مگر میں رونا نہیں جانتا۔ میرے ساتھ رہنے والی سونیا اور مرجانہ بھی آنسو بہانا نہیں جانتیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری آنکھیں بھی خشک ہو جائیں۔ تم کسی مصیبت کو مصیبت نہ سمجھو۔ دیکھو ایک بات ہم مسلمان جانتے ہیں کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ جب تک خدا کی مرضی نہیں ہوگی کوئی مجھے اور میرے ساتھیوں کو مار نہیں سکے گا۔ میرا اعتماد خدا پر بہت مستحکم ہے۔"

"فرہاد! ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے خدا پر اپنی حد بھروسہ کرتے ہیں کیونکہ ہمارا خدا ہی ہمارا پہلا اور آخری سہارا ہوتا ہے۔ اس پر بھروسہ نہیں کریں گے تو جائیں گے کہاں؟ لیکن بعض حالات میں جب آدمی بالکل ہی بے بس ہو جاتا ہے اور کوئی تدبیر بھی سمجھ میں نہیں آتی، کہیں سے کوئی سہارا ملنے کی امید بھی باقی نہیں رہتی تب عقیدہ بھی ڈگمگانے لگتا ہے۔

یوں لگتا ہے جیسے اب خدا بھی ہماری مدد کو نہیں آئے گا۔ دیکھو، ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔ تمہارے پاس وہ بیگ تھا اسے بھی دشمنوں نے تمہارے جسم سے الگ کر کے دور پھینک دیا ہے۔"

"وہ بیگ اگر مجھے مل بھی جائے تو اس میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کے سہارے میں اس ہتھکڑی کو کھول سکوں یا کاٹ سکوں یا کسی طرح اس ستون کو اکھاڑ سکوں۔ ویسے ذرا ٹھہرو۔ میں کوشش کر کے دیکھتا ہوں کہ یہ ستون کتنا مضبوط ہے۔"

یہ کہہ کر میں اس ستون کو دھکے مارنے لگا۔ اس سے بار بار ٹکرانے لگا۔ میرے ہر ٹکرانے کے ساتھ رسونتی کے منہ سے کراہ نکلتی تھی۔ میں نے رک کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ اپنی کلائی کو دکھانے لگی۔ سمجھ میں آ گیا۔ میں ستون کو دھکا مارتا تھا تو اس کے جھٹکے سے رسونتی کی کلائی کو تکلیف پہنچتی تھی۔ وہ کوئی زبردست قسم کی فائٹر نہیں تھی۔ اس نے کبھی کسی سے ہاتھا پائی نہیں کی تھی۔ کبھی جسمانی ورزش نہیں کی تھی۔ صرف لوگا کی مشقیں کر چکی تھی۔ اس سے جسم اتنا مضبوط نہیں ہوتا کہ ہتھکڑی کی چوٹوں کو برداشت کر سکے۔

مجھے رکتے دیکھ کر وہ بولی۔ "تم کیوں رک گئے۔ تھوڑی ہمت تو تکلیف اٹھانی ہی پڑتی ہے۔ آزادی کی خاطر میں یہ تکلیف برداشت کروں گی۔ تم کسی طرح اس ستون کو زمین سے ہلانے کی کوشش کرو۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ بہت مضبوط ہے حالانکہ مٹی بہت ہی پتلا سا ہے لیکن زمین میں گہرائی تک نصب کیا گیا ہے۔ جب تک زمین کو کھودا نہیں جائے گا اس وقت تک یہ ستون باہر نہیں نکلے گا۔"

"زمین کو کھودنے کے لیے تو کدال وغیرہ کی ضرورت ہوگی ایک کدال وہاں کاٹج کے اسٹور میں رکھی ہوئی ہے۔ اسی سے ممی کے لیے قبر کھودی گئی تھی۔"

ممی کی بات کرتے ہی وہ ایک دم سے اداس ہو گئی۔ میں بھی تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گیا۔ ہم دونوں کے سر جھکے ہوئے تھے۔ ممی بڑی شدت سے یاد آ رہی تھیں۔ عجیب وقت تھا کہ ممی کا صدمہ بھی تھا۔ اپنی مجبوریاں بھی تھیں۔ ایسی قید تھی کہ ہمارے چاروں طرف چار دیواری نہیں تھی۔ کھلا جنگل تھا اور درندوں کو کھلی دعوت تھی کہ آئیں اور ہمیں کھا جائیں۔

رسونتی نے کہا۔ "ذرا اس کیسٹ ریکارڈر کو تو دیکھو کہ اس میں کیا ہے۔ ڈوبنے والے تنکے کا سہارا بھی ڈھونڈتے ہیں۔ شاید اس ریکارڈر کی آواز سن کر کوئی سہارا ہمیں مل جائے۔"

میں نے زمین پر رکھے ہوئے کیسٹ ریکارڈر کو دیکھا۔ جو ہتھکڑی کا حصہ آہنی ستون کو پہنایا گیا تھا وہ حصہ اوپر سے نیچے سرک سکتا تھا۔ ہم اس ہتھکڑی کو نیچے کی طرف کرتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئے۔ پھر میں نے کیسٹ ریکارڈر کو آن کیا۔ چند لمحوں کے بعد اس میں سے آواز ابھرنے لگی۔

"فرہاد! تمہاری ہر بڑی شیٹ سے ظاہر ہوتا ہے اور ہمارے تجربات نے بھی یہی سمجھایا ہے کہ تمہیں کہیں بھی انسانی آبادی میں قیدی بنا کر نہیں رکھا جا سکتا اور نہ ہی تم سے دشمنی کی جا سکتی ہے تمہیں کہیں سے چھپ کر گولی مار دینا نہایت آسان ہے لیکن ہماری ایک مجبوری ہے جس کے تحت ہم تمہیں زندہ رکھ رہے ہیں۔ وہ مجبوری کیا ہے اسے تم شاید کبھی نہ سمجھ سکو۔ بس اتنا بتا دوں کہ تم براہِ راست نہیں بالواسطہ ہمارے کام آ رہے ہو۔ ہم تمہیں مارنا نہیں چاہتے لیکن ایک اچھا سبق سکھانا چاہتے ہیں۔

اس مقصد کے لیے ہم نے تمہیں جنگل میں چھوڑ دیا ہے ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اس کاٹج میں رسونتی اکیلی رہ گئی ہے ایک کمزور عورت تمہیں اور کمزور بنا سکتی ہے اس لیے ہم نے تمہیں اس کے پاس پہنچایا ہے۔ اب تم اس کے ساتھ اسی طرح بندھے رہو اور آزادی سے جدوجہد نہ کر سکو۔

ہمارے منصوبے کے مطابق تم اس وقت تک ایک ستون سے باندھ دیے گئے ہو گے اور تمہیں بے بس کر دیا گیا ہو گا۔ تمہاری ٹیلی پیتھی زنگ آلود ہو چکی ہے۔ اب تم ہمارے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔ تمہارے سامنے ایک آرام دہ کاٹج ہے۔ تم وہاں جا کر پناہ نہیں لے سکتے آرام سے نہیں سو سکتے۔ باہر کھلے جنگل میں درندوں کا انتظار کرتے رہو گے۔ تمہارے سامنے کاٹج میں کھانے کا ذخیرہ ہو گا مگر تم ستون سے بھوکے بندھے رہو گے۔ اسی کاٹج میں کچھ ہتھیار بھی ہوں گے جو تمہارے کام آ سکتے ہیں لیکن تم ان ہتھیاروں تک نہیں پہنچ سکو گے۔ تمہیں ہر لمحہ اپنی مجبوری اور بے بسی کا احساس ستاتے گا اور ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خالی ہونے کے بعد تم کس طرح اپنی زندگی کے لیے لڑ سکتے ہو اور اپنی زندگی کو باقی رکھ سکتے ہو۔ ویسے تم نے اپنے آپ کو بچا لیا اور یہاں سے نجات حاصل کر لی تو بھی اس جنگل سے نہیں نکل سکو گے۔ تمہیں قدم قدم پر ایسی رکاوٹیں ملیں گی کہ زندہ رہے تو ساری زندگی یاد کرتے رہو گے۔

دیکھو کہ یہ رات سلامتی سے گزرتی ہے یا نہیں اگر درندوں نے تم دونوں کو زندہ چھوڑ دیا تو دوسرے تمام دن دھوپ میں بھوکے پیاسے جلتے رہنا۔ جب شام ہو جائے گی تو یہ فیصلہ کرنا کہ تم ہماری ایک شرط مان کر اپنی زندگی بچا سکتے ہو یا نہیں

شرط یہ ہے کہ مرجانہ اور سائرہ بانو کے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹ جاؤ!

اگر تمہیں یہ شرط منظور ہو تو فوراً ہی مرجانہ سے دماغی رابطہ قائم کر کے اسے مجبور کرنا کہ وہ اپنی ماں کے پاس پیرس پہنچ جائے۔ وہ اصلی ہو جائے گی اور جنگل میں بھٹکتی ہو گی تو ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے اور اسے پیرس پہنچا دیں گے۔

ہماری دوسری شرط بھی تمہیں معلوم ہے۔ یاد نہ ہو تو سن لو۔ وہاں سائرہ بانو کے آس پاس جو پہرہ لگایا گیا ہے وہ ختم کر دیا جائے گا۔ ٹارچر چیمبر میں دماغی رابطہ قائم کر کے اسے حکم دو کہ وہ بھی آئندہ سائرہ بانو اور مرجانہ کے راستے میں نہ آئے۔ جب یہ دو شرطیں پوری ہو جائیں گی تو ہم اسی دن جلال بیگ اور مرجانہ کی شادی کریں گے۔ جب وہ جلال بیگ کی بیوی بن جائے گی تو اپنے جہیز میں اپنے باپ کی ساری جائداد اور خزانہ بھی ساتھ لے آئے گی۔

اپنے دماغ سے یہ خوش فہمی نکال دینا کہ مرجانہ اگر جلال بیگ کی شریکِ حیات بن کر اس کے پاس جائے گی تو تم اس کے ذریعے جلال بیگ کے دماغ تک پہنچ جاؤ گے۔ نہیں، جلال بیگ کو ہم نے اس قدر پُراسرار بنایا ہے کہ تم کبھی وہاں نہیں پہنچ سکو گے۔ مرجانہ بھی کبھی اس کی آواز نہیں سن سکے گی۔ وہ بھی اس کی آنکھوں میں جھانک سکے گی۔ وہ ہمیشہ گونگا بن کر اپنی شریکِ حیات مرجانہ بیگم سے مخاطب ہو گا اور اس سے دوست حاصل کرتا رہے گا۔

جس دن جلال بیگ اور مرجانہ کی شادی ہو گی، اس دن تمہیں، سونیا اور رسونتی کو مصیبتوں سے نجات مل جائے گی۔ ہم اسی جنگل میں تم تینوں کے رہنے کا انتظام کر دیں گے۔ تمہیں باقاعدہ راشن ملتا رہے گا۔ ضروریاتِ زندگی کے دوسرے سامان بھی تمہارے پاس پہنچتے رہیں گے۔ تم تینوں اس وقت تک اس جنگل میں قیدی بن کر رہو گے جب تک کہ مرجانہ جلال بیگ سے بچوں کی ماں نہیں بن جائے گی اور اپنی دولت مکمل طور پر جلال کے حوالے نہیں کر دے گی۔

ہماری دو شرطیں بہت معمولی ہیں۔ انہیں مان لو اور اس جنگل میں سونیا اور رسونتی کے ساتھ آزاد قیدی بن کر زندگی گزار دو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جب مرجانہ اور سائرہ بانو سے ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا تو ہم تم تینوں کو یہاں سے نکال لیں گے۔

بہرحال اب سے لے کر کل شام تک تمہیں سوچنے سمجھنے اور ایسے طور پر جدوجہد کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ اپنی اور رسونتی کی زندگی بچانے کے لیے آزادی حاصل کرنے کے لیے، اس آہنی ستون سے چھٹکارا پانے کے لیے جو کچھ کر سکتے ہو، کر دیکھو۔ نہ کر سکو تو ہماری دونوں شرطوں کے آگے سر جھکا دینا۔"

وہ کیسٹ ریکارڈر ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا۔ دوسرے لمحے اچانک ہی بولنے والا رونے لگا اور روتے روتے بولنے لگا۔ "فرہاد صاحب! اب میری شامت آ گئی ہے، کیونکہ میں اپنی آواز میں یہ ساری باتیں بول رہا ہوں۔ میں ایک مجبور انسان ہوں۔ میرے سامنے کاغذ پر یہ جو کچھ لکھا ہوا ہے میں اسے کیسٹ ریکارڈر کے سامنے پڑھ رہا ہوں۔ یہ جانتا ہوں کہ آپ مجھے دشمنوں کا آدمی سمجھ کر زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میں آپ کو آپ کے خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے کوئی سزا دینے سے پہلے میرے دماغ میں چپ چاپ جھانک کر دیکھ لیجیے گا۔ میں بے قصور ہوں۔ میرا آپ کے دشمنوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بس ایک مجبوری نے ان کے جال میں پھنسا دیا ہے۔"

وہ کیسٹ میں اپنی آواز ریکارڈ کرنے والا بڑی دیر تک اپنی صفائی پیش کرتا رہا۔ پھر کیسٹ ریکارڈر خاموش ہو گیا۔ آواز بند ہو گئی۔ میں نے اسے آف کر دیا۔ رسونتی خاموش تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ انگریزی زبان صرف بولتی ہی نہیں تھی بلکہ اچھی طرح سمجھ بھی لیتی تھی۔ پہلے مریم نے اسے باقاعدہ پڑھایا تھا۔ پھر ممی کی صحبت میں رہ کر وہ فر فر انگلش بولنے اور سمجھنے لگی تھی۔ اس نے اس کیسٹ ریکارڈر کی ساری باتیں سمجھ لی تھیں۔

وہ بولی۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کل شام تک یہاں بھوکے پیاسے بندھے رہیں گے۔ کوئی ہماری مدد کے لیے نہیں آئے گا۔ کل شام کو ہمارے وہی دشمن واپس آئیں گے۔ اگر ہم کل تک زندہ رہے تو۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھنے لگی۔ جیسے کوئی جنگلی جانور اس کے قریب آ رہا ہو۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تم خاموش کیوں ہو، کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں وہ باتیں سوچ رہا ہوں جو کیسٹ ریکارڈر سے سنی گئی ہیں۔ اس میں میرے لیے ایک ہی اہم بات ہے جسے میں سمجھنا چاہتا ہوں۔"

رسونتی نے کہا۔ "وہ کون سی بات ہے؟"

"اس کیسٹ ریکارڈر میں کہا گیا ہے کہ مجھ سے براہِ راست نہ سہی بالواسطہ کام لیا جا رہا ہے یعنی میرے دشمن مجھ سے کوئی کام لے رہے ہیں۔ کوئی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اسی لیے وہ مجھے

زندہ چھوڑ دیتے ہیں اور میری زندگی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ مجھے اس بات کی خبر کیوں نہیں ہے کہ میرے ذریعے ان کا کون سا کام ہو رہا ہے؟"

"یہ بات اہم ہے مگر کسی اور وقت سوچی جا سکتی ہے۔ ابھی تو یہ سوچو کہ ہم یہاں رات کس طرح گزاریں گے؟"

"یہ وقت تو گزارنا ہی ہوگا۔ ہم یہاں سے جا نہیں سکتے۔ کسی کو مدد کے لیے بلا نہیں سکتے۔ ہمیں اسی ستون سے بندھے رہنا ہوگا۔ اگر جنگلی جانور آ گئے تو ہمارا خدا ہی حافظ ہے۔ ویسے میں دعوہ کرتا ہوں کہ کوئی بھی جنگلی جانور تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے مجھ سے مقابلہ کرے گا۔ پہلے میں مروں گا پھر..."

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی رسونتی نے اپنا ایک ہاتھ میرے منہ پر رکھ دیا۔ "بھگوان نہ کرے کہ تمہیں کچھ ہو۔ میں جانتی ہوں۔ میرا دل کہتا ہے کہ تم سخت جان ہو اور قسمت کے دھنی ہو۔ کوئی نہ کوئی ایسی بات سامنے آئے گی کہ ہم یہاں سے بچ نکلیں گے۔"

میں نے اس کے ہاتھ کو اپنے منہ پر سے ہٹا کر اپنے دل پر رکھ دیا۔ وہ اپنا ہاتھ کھینچنا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور آہستگی سے کہا۔ "رسونتی! شاید ہماری قسمت میں یہی لکھا ہے کہ ایک ہتھکڑی میں قید ہو جائیں اور اسی طرح جنگل کے سناٹے میں ایک ساتھ ایک جگہ رہ کر ایک دوسرے کے قریب اپنی جانیں دے دیں۔ شاید یہ ہمارا آخری وقت ہو کیوں نہ ہم اس آخری وقت کو ہنستے بولتے اور محبت کرتے ہوئے گزار دیں۔"

میں نے کھینچا تھا، وہ کھنچی چلی آئی تھی۔ اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا تھا۔ وہ ایسی مصیبت کا وقت تھا کہ رومانس ہو ہی نہیں سکتا تھا اور میرا بھی مقصد رومانس کا نہیں تھا۔ اصل میں اسے بہلانا چاہتا تھا تاکہ وہ موجودہ مصیبت کو زیادہ اہمیت نہ دے۔

میں نے ایک ذرا اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پتہ چلا وہ بھی ایسے وقت رومانس کی قائل نہیں ہے۔ بس ذرا میرے قریب سے قریب تر ہو کر موجودہ خوف و دہشت کو ذرا کم کرنا چاہتی ہے۔ وہ شروع ہی سے میری موجودگی میں بڑی محتاط رہتی تھی۔ جذبے اسے بہکاتے تھے، وہ بہکتی نہیں تھی۔ محبت اسے میری طرف کھینچ کر لاتی تھی مگر وہ میرے اور اپنے درمیان ایک حد قائم کر دیتی تھی۔ اس وقت خوف و دہشت نے اسے میرے اتنا قریب کر دیا تھا تاہم وہ اندر ہی اندر اپنے آپ کو تیار رکھے ہوئے تھی کہ میں اگر ذرا بھی دست درازی کروں تو وہ مجھ سے دور ہو جائے۔

اچانک ہی وہ چیخ مار کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی گرفت اتنی سخت تھی اور وہ اتنی مضبوطی سے لپٹی ہوئی تھی، جیسے اپنے سینے کی بھاری بھاری دھڑکنوں کے ساتھ میرے اندر سما جانا چاہتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "سانپ..."

میں نے ادھر دیکھا تو ایک سانپ رینگتا ہوا ہماری طرف آ رہا تھا۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے، میں نے کہا۔ "جلدی اٹھو۔"

وہ مارے دہشت کے اٹھ نہیں رہی تھی۔ مجھ سے لپٹی جا رہی تھی۔ میں نے اسے ایک بازو میں سنبھالا۔ پھر اسے گرفت میں لے کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ کوشش اس لیے کہ ہمارے ہاتھوں کی ہتھکڑی کے ساتھ دوسری ہتھکڑی ستون سے بندھی ہوئی تھی۔ اٹھنے کے لیے پہلے اس ہتھکڑی کو ستون پر اوپر کی طرف کھسکانا ہوتا تھا۔ بہرحال کسی طرح ہتھکڑی کو اوپر کھسکاتے ہوئے میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے کہا۔ "چلو اب ستون سے چپک کر اوپر چڑھتی چلی جاؤ۔"

وہ مجھ سے اس طرح لپٹی ہوئی تھی کہ ستون کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ کبھی آنکھ کھول کر اپنی طرف آتے ہوئے سانپ کو دیکھتی تھی پھر دہشت سے آنکھیں بند کر لیتی تھی۔ وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔ تب مجھے خیال آیا کہ یہ بیچاری رسونتی ہے۔ خاص قسم کی دیسی ہی عورت ہے جن کے متعلق عام رائے یہ ہوتی ہے کہ یہ ذات کمزور ہوتی ہے۔ وہ صرف گھر گرہستی کے کام جانتی ہیں یا شوہر کی خدمت کرنا۔ وہ کسی کھمبے پر یا درخت پر نہیں چڑھ سکتیں حالانکہ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہوتا۔ بچے کھیلنے کے طور پر بھی چڑھتے اترتے رہتے ہیں۔

ناچار میں نے اسے اٹھا کر اپنے کاندھے پر بٹھا لیا۔ پھر خود ستون سے لپٹ کر اوپر چڑھنا چاہا تو میرا ایک ہاتھ اوپر کو اٹھا ہوا تھا کیونکہ رسونتی میرے کاندھے پر تھی۔ اس کا ہاتھ مجھ سے اوپر تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ "دیکھو، اپنا ہاتھ نیچا دو سے زیادہ نیچے رکھو تاکہ میں اپنے دونوں ہاتھ ملا کر اس ستون پر چڑھ سکوں۔"

اس نے اس حد تک تعاون کیا۔ اپنا ہاتھ نیچے کر دیا۔ پھر میں دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی مدد سے اوپر چڑھنے لگا۔ تقریباً چار فٹ اوپر چڑھنے کے بعد میں نے نیچے کی طرف دیکھا تو وہ سانپ رینگتا ہوا ہماری جگہ پہنچ گیا تھا اور وہیں ٹھہر گیا تھا۔ اپنے آدھے جسم کو ادھر ادھر کر رہا تھا جیسے ہماری جگہ کو سونگھ رہا ہو۔ پتہ نہیں سانپوں میں سونگھنے

کی حس ہوتی ہے یا نہیں لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے وہ وہاں ہماری موجودگی کے آثار پا رہا ہو۔

رسونتی نے بدستور آنکھیں بند رکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ چلا گیا؟"

"نہیں، اسے ہماری جگہ پسند آ گئی ہے۔"

اس نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھول کر نیچے کی طرف دیکھا پھر چیخ مار کر دوبارہ آنکھیں بند کر لیں کیونکہ وہ سانپ ہماری جگہ آرام سے بیٹھ گیا تھا اور آگے بڑھنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے سانپوں کی پہچان نہیں ہے۔ چاندنی رات میں وہ بھوری مائل سیاہ نظر آ رہا تھا، اور ہمارے قدموں کے نیچے آرام سے بیٹھا ہوا تھا وہ زہریلا ہے یا نہیں ہے؟ ہاں کسی سے سنا تھا کہ سیاہ سانپ عام طور پر زہریلا ہوتا ہے۔

بہرحال وہ ناگ ہو یا ناگن، زہریلا ہو یا بے ضرر، سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ میں کب تک رسونتی کو کاندھے پر بٹھائے ستون سے چپکا رہ سکتا تھا۔ وہ بہت ہی پتلا ستون تھا۔ اس سے زیادہ دیر لپٹ کر لٹکا رہنا مشکل تھا۔ میں نے پاؤں میں جوتے پہنے ہوئے تھے۔ وہ جوتے ستون سے زیادہ دیر ٹک کر یا چپک کر نہیں رہ سکتے تھے۔ میں زیادہ تر اپنے ہاتھوں کے بل پر لٹکا ہوا تھا اور اپنی دونوں ٹانگیں ستون کے اطراف لپیٹ لی تھیں۔

اتنا کچھ ہونے کے باوجود اچانک ہی میرا ہاتھ پھسل گیا۔ میں ایک جھٹکے سے دو فٹ نیچے آیا۔ رسونتی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ تو خیریت ہوئی کہ ہم بالکل ہی زمین پر نہیں پہنچے کیونکہ ہتھکڑی اس ستون سے پھنس گئی تھی۔ ہمیں اس ہتھکڑی نے نیچے جانے سے روک دیا تھا۔ اس کی وجہ سے ہماری کلائی کو زبردست جھٹکا پہنچا تھا لیکن جان بچ گئی تھی۔ سانپ رسونتی کی چیخ سن کر اور ہمارے ستون سے جھٹکا کھانے کی آہٹ پر ایک دم سے چونک گیا تھا اور پھنکار کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کا رخ ہماری طرف تھا جیسے سر اٹھا کر ہمیں دیکھ رہا ہو۔

میں نے اپنی ٹانگیں پھر اوپر کی طرف سکوڑ لیں اور دونوں ہاتھوں کی مدد سے اوپر کی طرف کھسکنے لگا۔ آہستہ آہستہ چھ دو فٹ کی بلندی پر پہنچ گیا یعنی ہم سانپ سے چار فٹ کی بلندی پر تھے۔ میں نے کوشش کی اور ایک فٹ مزید اوپر چلا گیا۔

کوئی اس وقت مجھے دیکھتا تو پتیلی چٹنی جانے والا اور بڑے سے بڑے خطرات سے گزرنے والا فرہاد علی تیمور اس وقت کتنا مجبور اور بے بس تھا۔ آج تک کسی دشمن نے مجھے اس حال تک نہیں پہنچایا تھا۔ میں نے دانت پیس کر دل ہی دل میں کہا۔ "بیٹے جلال بیگ! یہودیوں کے چمچے! اگر میں یہاں سے بچ نکلا اور تم تک پہنچ گیا تو تمہیں بھی اسی طرح ماروں گا۔ اسی طرح تمہارے آس پاس موت کو لا کر کھڑا کر دوں گا۔ تم زندہ رہو گے اور اپنی موت کو دیکھ دیکھ کر دہشت سے مرتے رہو گے۔"

میں نے خود کو سمجھایا۔ نہیں فرہاد! جھنجھلانے اور کھسیانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ تمہیں ابھی دشمن کے متعلق نہیں سوچنا چاہیے۔ ذہن کو پُرسکون رکھ کر موجودہ سچویشن کو سمجھنا چاہیے کہ کس طرح مصیبت سے چھٹکارا مل سکتا ہے؟

میں نے پھر سر جھکا کر نیچے دیکھا۔ میرے قدموں کے نیچے پانچ فٹ کی دوری پر وہ سانپ کبھی کبھی پھنکارتا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے اچانک ہی ہربو یاد آیا۔ اسے بھی سانپ نے ڈس لیا تھا۔ میں اپنی مصیبتوں میں اسے اتنی دیر تک بھول چکا تھا۔ وہ یاد آیا تو میں نے فوراً ہی اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگا دی۔

بڑی حیرانی کی بات تھی کہ وہ زندہ تھا بلکہ نہ مُردہ تھا، نہ زندہ تھا۔ زندگی اور موت کے درمیان ابھی تک لٹکا ہوا تھا۔ اس کے احساسات سے پتہ چل رہا تھا کہ زہر نے زیادہ اثر نہیں دکھایا ہے لیکن کچھ ایسا اثر ہے کہ وہ بالکل ہی کمزور ہو گیا ہے۔ اس کا دل ڈوبتا جا رہا ہے۔ نبض کی رفتار بالکل سست پڑ گئی ہے۔ اب اس نے آنکھیں کھول دی تھیں اور سر اٹھا کر دیکھ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہربو! کیا تم میری بات سُن رہے ہو؟ میں فرہاد بول رہا ہوں۔ ہربو میری آواز سنو اور جواب دو۔"

اس کے دماغ میں جیسے میری سوچ گونج رہی تھی لیکن واضح نہیں تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے بہت سی آوازیں بہت سا شور اس کے دماغ میں گڈمڈ ہو گیا ہو۔ میں نے بار بار آواز دی تو وہ مجھے پہچاننے لگا۔ اس کی کمزور سی سوچ نے کہا۔ "ہاں فرہاد صاحب! میں پہچان گیا ہوں۔ دیکھتے میں کس طرح مر رہا ہوں۔"

"ہربو! حوصلہ کرو۔ دل میں امید کی شمع روشن کرو کہ تم زندہ رہو گے اور زندگی کے لیے اپنے اندر کے زہر سے لڑتے رہو گے۔ تم کسی طرح کانچ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے اور تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے یہاں کافی دوائیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی دوا تمہارے کام آ جائے۔ اس وقت میں ایک ایسی جگہ ہوں جہاں مجھے بھی ایک سانپ ڈسنے والا ہے۔ اس سے پانچ فٹ کی دوری پر ہوں۔ میں اس سے دور نہیں بھاگ سکتا۔ تم آؤ گے تو

تمہارے پاس ریوالور ہوگا، تم اسے گولی مار سکتے ہو۔ تمہاری فہم سے ہی مجھے اس موذی سے نجات مل سکتی ہے۔ کوشش کرو۔ آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے آؤ۔"

وہ میری باتیں سن رہا تھا اور اپنے اندر حوصلہ پیدا کر رہا تھا۔ پھر وہ ہمت کر کے آگے کی طرف کھسکنے لگا۔ میں نے اطمینان کی سانس لی۔ کچھ تو سہارا ملا۔ بتایا تھا کہ وہ جلدی نہ سہی، آہستہ آہستہ ہی سہی۔ اس وقت نہ سہی صبح تک ہی سہی رینگتا ہوا یہاں تک پہنچے گا۔ بس مجھے اپنی قوتِ ارادی اور حوصلے سے کام لیتے ہوئے اسی طرح ستون سے لپٹے رہنا ہوگا اور دیکھنا ہوگا کہ میرے ہاتھوں میں میری کلائیوں میں کتنی قوت ہے کہ میں رسونتی کا اور اپنا بوجھ اٹھائے اس ستون سے کب تک لٹکا رہ سکتا ہوں۔

میں نے تھوڑی دیر بعد پھر سر دیوے کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ بے حس و حرکت زمین پر پڑا ہوا تھا۔ تھوڑی اور زمین پر رینگنے کے بعد بالکل نڈھال سا ہو گیا تھا۔ اپنے اندر یہ حوصلہ پیدا کر رہا تھا کہ فوراً ہمت کر کے وہ آگے بڑھے گا۔ میں بھی اپنی سوچ کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ حوصلہ پیدا کرنے لگا۔ اس کے ذہن میں یہ بات بٹھانے لگا کہ انسان کے لیے کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا۔ کوئی بھی مصیبت ہو، وہ انسان سے بڑی نہیں ہوتی۔ جب آدمی عزم کر لیتا ہے تو پھر اس بڑی سے بڑی مصیبت پر سے رینگتا ہوا گزر جاتا ہے اور جب گزر جاتا ہے تو پیچھے رہ جانے والی مصیبت حقیر سی نظر آتی ہے۔

میں اسے حوصلہ دیتا رہا۔ وہ پھر آنکھیں کھول کر آگے دیکھتے ہوئے رینگنے لگا۔ تھوڑی دور تک رینگتا چلا گیا۔ ذرا ٹھہر اپھر آگے بڑھ گیا۔ پھر تھوڑی دور رینگنے کے بعد نڈھال ہو کر زمین پر اپنا سر ٹیک کر بالکل ہی بے حس و حرکت ہو گیا۔ اب وہ اپنے اندر حوصلہ نہیں پا رہا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ پھر ذرا جان میں جان آئے گی تو دیکھا جائے گا۔

میں بڑے صبر آزما حالات سے گزر رہا تھا۔ ستون سے اس طرح چپکے ہوئے اور لٹکے ہوئے تقریباً آدھا گھنٹہ تو ضرور گزر گیا ہوگا۔ وہ سانپ بڑا ہی ضدی تھا۔ اب تک میرے قدموں کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اپنی جگہ سے ہلنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ میں ابھی پُرعزم تھا۔ اپنی جسمانی قوتوں کا اندازہ لگا رہا تھا کہ ابھی کم از کم گھنٹے دو گھنٹے تک اسی طرح لٹکا رہ سکتا ہوں اور رسونی کا بوجھ بھی اٹھا سکتا ہوں لیکن ذرا سی تو اُمید ہونی چاہیے کہ کہیں سے مدد پہنچے گی یا وہ سانپ مہربان ہو کر وہاں سے چلا جائے گا

رسونتی نے سہمے ہوئے انداز میں پریشان ہو کر پوچھا۔

"اب کیا ہوگا فراد! ہم اس طرح کب تک لٹکے رہیں گے؟"

"میں یہی سوچ رہا ہوں۔ کیا ہمیں اسی ستون سے چپک کر زندگی گزارنی پڑے گی۔ مرد اور عورت نکاح کی ہتھکڑی میں بندھ کر پھر کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے لیکن یہ ہتھکڑی ہمیں بڑی مہنگی پڑ رہی ہے۔"

میری یہ بات سن کر رسونتی نے سر کو جھکا لیا۔ اسے وقت اسے خیال آیا کہ وہ مجھ پر سوار ہے۔ اس طرح کہ اس کا سارا بوجھ میرے دونوں شانوں پر ہے۔ اگر کوئی دوسرا وقت ہوتا تو وہ کبھی اس طرح مجھ پر بیٹھنے کے لیے راضی نہ ہوتی۔ اب وہ مجھ سے اتنی قریب تھی بلکہ مجھ پر سوار تھی۔ یہ خیال آیا تو وہ اس زہریلے سانپ کو بھول کر ایک دم سے شرمانے لگی تھی۔ ادھر سے اُدھر کسمسا رہی تھی۔ تب اس نے اپنے طور پر ستون سے چپکنے کا ذرا حوصلہ کیا۔ اس ستون کو اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی کے ساتھ تھام لیا۔ وہ ذرا اوپر اٹھنا چاہتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا کر رہی ہو؟ میرا ہاتھ اوپر کی طرف کھینچو گی تو توازن بگڑ جائے گا۔"

"میں ذرا اوپر اس ستون کو مضبوطی سے تھام کر خود ہی اس سے چپک کر بیٹھنا چاہتی ہوں۔ تم پر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔ بوجھ بننے کی بھی انتہا ہوتی ہے۔"

"ہاں اپنے بل پر حوصلے کا اظہار کرنا بڑی اچھی بات ہے اگر تم اپنی قوتوں سے اپنے بل پر اس ستون کے ساتھ چپکی رہ سکتی ہو تو اس کی کوشش کرو۔ میں تمہیں سہارا دیتا رہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے آہستہ آہستہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر کی طرف ذرا کھسکایا تاکہ وہ میرے کاندھے سے اوپر ہو کر اس ستون سے چپکے رہنے کی کوشش کرے۔

وہ ستون کو بڑی مضبوطی سے تھام کر میرے کاندھے سے سنبھل سنبھل کر الگ ہونے لگی۔ سانپ زیادہ دیر پھنکار کو بیٹھا نہیں رہ سکا تھا۔ اب وہ زمین پر لیٹ گیا تھا لیکن اسی جگہ تھا اور وہاں سے ٹلنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ اس وقت تک رسونتی میرے کاندھے سے اتر گئی تھی۔ اسی وقت اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ اس نے دونوں ہاتھوں کے بل پر لٹکے رہنے کو آسان سمجھا تھا۔ جب اسے دونوں ہاتھوں پر اپنے پورے جسم کا بوجھ برداشت کرنا پڑا تو وہ برداشت نہ کر سکی ایک دم جھٹکا کھا کر نیچے آئی لیکن بالکل نیچے نہیں جا سکتی تھی کیونکہ میرے ساتھ ہتھکڑی سے بندھی ہوئی تھی۔ ہتھکڑی نے اسے روک لیا۔ دوسرے یہ کہ میں نے اپنی دونوں ٹانگیں ذرا ہی ستون سے چھوڑ کر اس کے گرد لپیٹ دی تھیں۔ اس طرح اب میں ستون اور رسونتی کے گرد لپٹا ہوا تھا۔ صرف دو ہاتھ اوپر ستون سے چپکے ہوئے تھے۔ اتنی دیر میں اس نے بھی ستون کو دوبارہ مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔

اب ہم دونوں کی پوزیشن ایسی تھی کہ ہم بالکل ایک دوسرے کے روبرو تھے۔ ہمارے درمیان صرف ایک پتلا سا ستون تھا۔ وہ میرے کاندھوں پر سے اس لیے اتر گئی تھی کہ وہاں اسے شرم آ رہی تھی اور اس کہاوت کے مصداق کہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔ وہ کاندھوں سے اتر کر میرے روبرو سانپوں سے قریب آ گئی تھی۔ وہاں سے ہٹنا، الگ ہونا ممکن نہ تھا۔

میری داستان پڑھنے والوں کے لیے تقدیر ہمارے ساتھ دلچسپ مذاق کر رہی تھی لیکن ہمارے لیے یہ تقدیر کا بہت ہی بھیانک مذاق تھا۔ وہ سانپ جو زمین پر لیٹ گیا تھا وہ پھر ستون کو جھٹکا لگنے اور شاید رسونتی کے چیخنے کے باعث بڑبڑا کر اٹھ گیا تھا اور کنڈلی مار کر بیٹھ گیا تھا۔

یا اللہ! بہت ہو چکا۔ رحم کر میرے مالک! آج تک میں اپنی تمام مصیبتوں سے جس طرح جلدی جلدی گزرتا رہا، اسی طرح مجھے اس مصیبت سے بھی جلد ہی گزار دے۔ یا تو زندگی کے ساتھ گزار دے۔ یا موت کے ساتھ گزار دے مگر اب یہ قصہ ختم ہونا چاہیے۔ میں ہمت نہیں ہارتا لیکن اُمید کی کوئی کرن کہیں سے تو نظر آنی چاہیے۔

ایسا سوچتے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے وقت پھر میں نے سر دیوے کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بے حد آہستہ آہستہ رینگ رہا تھا۔ بہت آہستہ آہستہ رینگ رہا تھا۔ کچھوے کی چال چل رہا تھا مگر ہمارے درمیان جو فاصلہ تھا اس کو بڑی آہستگی سے بہت دھیرے دھیرے کم کرتا جا رہا تھا۔ اپنی ہمت کے مطابق وہ میرے کام آنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پھر نڈھال ہو کر بے دم ہو کر اوندھا لیٹ گیا۔ گہری گہری سانس لینے لگا۔ ستانے لگا اور انتظار کرنے لگا کہ تھوڑی سی ہمت پھر آئے تو وہ پھر آگے بڑھے۔

میں نے رسونتی کی طرف دیکھا۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی اس نے نظریں جھکا لیں۔ اس کا چہرہ جو خوف اور دہشت سے پیلا پڑ گیا تھا۔ اب شرم و حیا سے تمتما رہا تھا۔ نشے سے دور ہونے والی مجھ سے چپکی ہوئی بے بسی سے زندگی کی سانسیں لے رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے؟ کیا نیچے اتر کر سانپ کے پاس پہنچ جائے یا اپنی جان سلامت رکھنے کے لیے مجھے اس شرمیلی لڑکی پر بڑا پیار آیا۔ اس کا ڈرنا اور ڈر کر مجھ پر بوجھ بننا، پھر سہم سہم کر مجھ سے لپٹنا یہ سب کچھ بہت دلفریب تھا۔ اس وقت وہ مجھے بہت ہی بہت ہی اچھی لگ رہی تھی۔

میں نے سر جھکا کر نیچے دیکھا تو وہ سانپ پھر کنڈلی چھوڑ کر زمین پر لیٹ گیا تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ کچھ سوچا پھر رسونتی سے کہا۔ "دیکھو اب میں آہستہ آہستہ نیچے کھسک رہا ہوں۔ تم بھی میرے ساتھ کھسکتی رہو۔"

وہ سہم کر بولی۔ "نہیں میں اس سانپ کے قریب نہیں جاؤں گی۔"

"دیکھو زور سے نہ بولو۔ آہستگی سے باتیں کرو، ورنہ وہ پھر کنڈلی مار کر بیٹھ جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اب میں ذرا نیچے اتر کر اس کا سر اپنے جوتے سے کچل دوں۔ یہ اچھا موقعہ ہے اس وقت وہ زمین پر لیٹا ہوا ہے۔ تم ذرا حوصلے سے کام لو۔"

اس نے پوچھا۔ "میں کیا کروں؟ بتاؤ تو۔"

"میں بہت آہستہ آہستہ تین تک گنتا ہوں۔ تین بولتے ہی تم زمین کی طرف کود جانا۔"

وہ سہم کر بولی۔ "نہیں وہاں تو۔"

میں اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "گھبراؤ نہیں۔ تم سے پہلے میں اس سانپ تک پہنچ جاؤں گا۔ تین کہتے ہی تم کود جانا۔ ستون کو بالکل ہی چھوڑ دینا۔ بلکہ اسی وقت ستون کو چھوڑ دو۔ سارا بوجھ مجھ پر ڈال دو۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ تم نے ستون کو چھوڑنے میں ایک پل کی بھی دیر کی تو سانپ مجھے ڈس لے گا۔ تم ستون کو چھوڑ دو۔"

اس نے فوراً ہی ستون کو چھوڑ دیا اور میرے کاندھے پر ایک بازو حمائل کر کے سارا بوجھ مجھ پر ڈال دیا۔ اسی وقت میں نے سانپ کو نیچے دیکھا۔ وہ خاموش پڑا ہوا تھا۔ میں بالکل آہستہ آہستہ نیچے کھسکنے لگا۔ جب تقریباً دو فٹ کی بلندی پر ہم رہ گئے تو میں نے ستون سے پھنسی ہوئی ہتھکڑی کو ذرا اور نیچے کیا تاکہ مجھے یکلخت نیچے جانے میں آسانی ہو۔

ایسا کرنے کے بعد جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ میں سیدھا سانپ کے سر پر پہنچ سکتا ہوں تو میں نے اسی وقت ستون کو چھوڑ دیا۔ دوسرے ہی لمحے میرا ایک پاؤں سانپ کے سر پر تھا۔ وہ تلملایا۔ اپنے جسم کو اینٹھنا شروع کیا۔ پھر وہ اسی طرح گھومتے ہوئے میرے پاؤں سے لپٹنے لگا۔ میں اپنے پاؤں کا زور ڈال رہا تھا۔ اس کے سر کو کچلتا جا رہا تھا۔ تب مجھے لگا جیسا ہوا کہ میں پوری طرح اس کے سر کو کچل نہیں سکوں گا۔ کیونکہ نیچے زمین بہت ہی ملائم تھی۔ میں سانپ کے سر کو دبا رہا تھا

اور وہ زمین میں دھنستا جا رہا تھا یعنی میرے قدموں کا بوجھ اس پر ضرور پڑ رہا تھا لیکن اتنا نہیں جتنا کہ اس کے سر کو کچلنے کے لیے ضروری ہوتا۔

سر کو اچھی طرح کچلنے اور دبائے رکھنے کے باوجود سانپ زندہ تھا بلکہ اپنے جسم کے بقیہ حصے کو میرے پاؤں کے گرد سختی سے لپیٹ رہا تھا۔ بار بار بل دے رہا تھا۔ تب ہی رسونتی نے چیخ کر حیرانی سے کہا "فرہاد! وہ دیکھو، تمہارے جوتے سے ایک چاقو لگا ہوا ہے"

میں سانپ کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے اپنے جوتے کی طرف خیال نہیں کیا تھا۔ رسونتی کے کہنے سے میں نے دیکھا۔ میرے جوتے کی نوک سے ایک تین انچ لمبا چاقو کا پھل نکلا ہوا تھا۔ میں بڑا حیران ہوا کیونکہ اب تک یہ میرے جوتے میں نہیں تھا لیکن یہ سمجھنے میں مجھے دیر نہیں لگی کہ مارٹیموس ٹرونی نے جو جوتے مجھے پہنائے ہیں اس کے تلوے میں خفیہ چاقو رکھے گئے ہیں اور وہ کسی میکینزم کے تحت باہر نکل آتے ہیں۔

وہ میکینزم کیا ہے؟ میں زمین پر پاؤں رکھ کر چلتا رہا تھا۔ میرے پورے جسم کا بوجھ جوتے پر پڑتا رہا تھا لیکن چاقو کبھی باہر نہیں نکلا۔ اب جبکہ میں نے دو فٹ اوپر سے سانپ کے سر پر اپنے دائیں پیر کا زور ڈالا تھا تو اسی زور ڈالنے اور جھٹکا لگنے کے باعث شاید یہ چاقو نکلا تھا۔ اس خیال کو آزمانے کے لیے میں نے اپنے بائیں پاؤں کو دیکھا۔ پھر میں نے اس پاؤں کو اٹھا کر ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ زمین پر پٹخا۔ اس کے تلوے سے ہی شب کی آواز کے ساتھ اس جوتے کی نوک سے بھی تین آٹھ لمبا چاقو نکل آیا۔

اسے کہتے ہیں اٹل میں بچہ شہر میں ڈھنڈورا۔ ہتھیار میرے پاس موجود تھا اور مجھے خبر نہ تھی۔ میں نے بائیں پاؤں کے چاقو سے اس سانپ کے بقیہ جسم کو کاٹنا شروع کیا۔ سو نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے پیچ ڈھیلے پڑ گئے۔ میرا پاؤں اس کی سخت گرفت سے آزاد ہوتا چلا گیا۔ اب اس کا سر میرے دائیں پاؤں کے جوتے کے نیچے دبا ہوا تھا۔ جب اس کے ٹکڑے ہو گئے تب میں نے اپنا بایاں پاؤں ہٹا دیا۔ اس کا سر اڈھائی میں دھنسا ہوا تھا اور وہ کٹا ہوا سر تڑپ رہا تھا۔ میں نے تین انچ کے تیز آہنی پھل کو اس کے سر میں پیوست کر دیا۔

رسونتی نے اطمینان کی سانس لے کر ستون سے لپٹتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ ستون کے سہارے ذرا دیر تک کھڑی یقین کرتی رہی کہ ایک بلا سے نجات مل گئی ہے۔ پھر وہ بولی "اُف تم نے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں۔ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا"

"اور ٹکڑے کر دیتا ہوں" تل کر کھائیں گے تم"

وہ آنکھ کھول کر ابکائی لیتے ہوئے بولی "گندے کہیں کے"

میں نے اپنا دایاں پاؤں زمین سے اٹھایا تو سانپ کا سر جوتے کی نوک والے چاقو میں پرویا ہوا تھا۔ میں نے اس کو دکھاتے ہوئے کہا "دیکھو، جوتے کا چاقو ڈیزائن سے اس کا اگلا حصہ سانپ کا سر ہے۔ اب یہ فیتہ چل نکلے گا"

"اب یہ مصیبت ختم ہو گئی ہے۔ سانپ مر گیا ہے" بڑی شوخی سو چھڑ رہی ہے۔ زندہ دلی دکھا رہے ہو، ورنہ پہلے بڑے گھبرائے ہوئے تھے"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ہاں تم بہت دلیری کا ثبوت دے رہی تھیں اور میں بے چارہ بہت سہما ہوا تھا۔ ویسے تم کیا خیال ہے۔ اس ایک بلا کے ٹلنے سے ساری بلائیں ٹل گئی ہیں یا کیا ہم اس آہنی ستون سے آزاد ہو گئے ہیں یا کیا ہماری ہتھکڑی کھل گئی ہے یا کیا اس جنگل کے درندے سب مر گئے ہیں اور نہیں آئیں گے؟"

رسونتی کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ وہ سانپ کے مرنے کے بعد ذرا خوش ہو گئی تھی اور اپنے آپ کو بالکل محفوظ سمجھنے لگی تھی۔ میں نے اسے موجودہ سچویشن کا احساس دلایا تو جیسنا چاہتے ہوئے مورنے اپنے جھڈے پاؤں دیکھ لیے ہوں۔ وہ ایک دم سے سہم گئی۔ اس کا چہرہ دیکھ کر مجھے افسوس ہوا کہ میں نے اسے یہ باتیں کیوں یاد دلائیں۔ وہ بھلی ہوئی تھی تو اس کے دماغ سے ان باتوں کو بھلائے رکھنا چاہیے تھا۔

میں سانپ کے ٹکڑوں کو وہاں سے دور پھینکنے کے لیے زمین پر جھکا۔ میرے ساتھ وہ بھی بیٹھ گئی۔ ہم اس طرح بندھے ہوتے تھے کہ ایک بیٹھتا تو دوسرے کو بھی بیٹھنا پڑتا ایک کھڑا ہوتا تو دوسرے کو بھی کھڑا ہونا پڑتا۔ ہم ایک دوسرے کے عمل اور ردِ عمل سے منسوب ہو گئے تھے۔ میں نے ایک ٹکڑے کو اٹھا کر دور پھینکتے ہوئے مذاق کرنا شروع کیا۔ پاپا نیو اور عورتوں سے متعلق لطیفے سنائے، اسے ہنسانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اب تو اس کے ذہن پر پھر وہاں کا ماحول مسلط ہو گیا تھا۔ تاریک اور بھیانک جنگل چاروں طرف پھیلا ہوا تھا اور وہ میرے لطیفوں سے محفوظ نہیں ہو سکتی تھی۔

میں اکڑوں بیٹھا ہوا تھا۔ سانپ کے تمام ٹکڑے وہاں سے دور پھینکنے کے بعد آرام سے زمین پر بیٹھ گیا۔ میرا بایاں

پاؤں ابھی تک سانپ کے خون سے لتھڑا ہوا تھا۔ میں نے اسے زمین پر رگڑ کر صاف کیا۔ پھر میں نے اپنے جوتے کے چاقو کو نکالا۔ اسے آمنے سامنے رکھ کر میں نے ادھر ادھر ٹٹولتے ہوئے اس چاقو کے میکینزم کو معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ بظاہر کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ آخر میں نے ایڑی کو پکڑ کر اس پر دباؤ ڈالا۔ کچھ نہیں ہوا۔ پھر میں نے جوتے کی ایڑی کو پکڑ کر زور لگایا۔ بائیں زور سے گھمایا تو ایڑی ذرا سا سرک گئی۔ وہ چاقو شپ کی آواز کے ساتھ اندر چلا گیا۔ جوتے کی ایڑی ذرا سی ایک طرف گھومی تھی۔ میں نے اسے پھر بڑی قوت سے سیدھا کیا تو چاقو باہر نہیں نکلا۔ اندر ہی رہا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جوتے پر زوردار دباؤ ڈالنے سے یا ایک جھٹکے سے جوتے کو زمین پر مارنے سے چاقو باہر نکل آتا تھا اور ایڑی کو ایک طرف گھمانے سے اندر چلا جاتا تھا۔

رسونتی نے پوچھا "کیا تم بھول گئے تھے کہ تمہارے جوتے میں یہ چاقو چھپے ہوتے ہیں؟"

"میں نہیں جانتا تھا کہ میرے پاس یہ ہتھیار موجود ہیں۔ یہ جوتے موس ٹرونی نے مجھے دیے تھے لیکن اس نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا شاید بھول گیا تھا"

یہ کہہ کر میں نے بائیں پاؤں کا جوتا اتار لیا۔ اس کے بعد رسونتی سے کہا "تم ذرا ستون سے تھوڑی دور ہٹ کر بیٹھو"

وہ ذرا پیچھے چلی گئی لیکن اس کا بایاں ہاتھ پیچھے نہ جا سکا۔ میرے ساتھ ہی ستون سے لگا رہا۔ میں نے جوتے کو ایک ہاتھ کی گرفت میں لیا، پھر اس کے چاقو سے ستون کے آس پاس والی مٹی کو کھودنے لگا۔ اب امید ہو چلی تھی کہ میں اسی طرح آہستہ آہستہ کھودتے ہوئے اس ستون کو زمین سے اکھاڑ دوں گا اور اس کے اکھڑے ہوئے نچلے حصے سے ہتھکڑی کے ایک حصے کو نکال لوں گا۔ اس طرح ہم ستون سے نجات پا لیں گے۔ میری اور رسونتی کی ہتھکڑی بدستور رہے گی لیکن ستون ہمارے ساتھ نہیں رہے گا۔

ادھر سے ذرا اطمینان ہوا اور امید بندھی تو میں نے سونیا اور مرجانہ کی خبر لی۔ میں رات کے ڈیڑھ بجے ان سے رخصت ہوا تھا۔ اس وقت تک انہوں نے شیر کو بری طرح زخمی کر دیا تھا۔ اور شیر کسی ایسی جگہ چھپ گیا تھا یا وہاں سے چلا گیا تھا کہ اس کی آواز نہیں مل رہی تھی لیکن ہر لمحے یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ وہ کہیں چھپا ہوا ہے اور کسی سمت سے اچانک ہی حملہ کرے گا۔

وہ دونوں زمین سے تقریباً پچیس فٹ کی بلندی پر تھیں اور اپنے ہتھیاروں کے ساتھ اس تنے ہوئے جال پر ادھر سے ادھر رینگتے ہوئے یہ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ کہیں سے اوپر شیر نظر آ جائے گا جانتی خوب اچھی طرح پھیلی ہوئی تھی اور وہ دور تک دیکھ سکتی تھیں۔ ایک گھنٹے تک وہ اس شیر کا انتظار کرتی رہیں۔ جب کہیں سے اس کی کوئی آہٹ سنائی نہیں دی تو مرجانہ نے کہا "اس بلا کے انتظار میں ساری رات گزر جائے گی اور وہ کمبخت نظر نہیں آئے گا۔ ہمیں کچھ کرنا چاہیے ورنہ یہ انتظار اور دہشت ہمیں مار دے گی"

سونیا نے سر ہلا کر کہا "ہوں میں بھی یہی سوچ رہی ہوں ہم کب تک یہاں جال کے اوپر بیٹھے رہیں گے۔ دن نکل جائے گا تب بھی یہی ڈر رہے گا کہ وہ کہیں جھاڑیوں میں چھپا ہوا ہے۔ ہمیں کسی طرح معلوم کرنا چاہیے کہ وہ ہمارے آس پاس موجود ہے یا جا چکا ہے"

وہ دونوں تھوڑی دیر سوچتی رہیں۔ پھر سونیا نے کہا۔ "ٹھیک ہے، میں رسی کا پھندا درخت کی سب سے اونچی شاخ پر ڈال کر رسی سے جھولتے ہوئے کبھی ادھر والے درخت پر اور کبھی ادھر والے درخت پر جاؤں گی۔ چاروں طرف رسی سے جھولتے ہوئے دور دور تک دیکھوں گی کہ وہ نظر آتا ہے یا نہیں"

مرجانہ نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم اس طرح رسی کو پکڑ کر دور تک جا سکو گی۔ اگر کہیں کسی شاخ سے الجھ گئیں یا ٹکرا کر نیچے گر پڑیں پھر کیا ہو گا؟"

وہ سنجیدگی سے بولی "میں خطرات کے وقت یہ نہیں سوچتی کہ ایسا کروں گی تو کیا ہو گا۔ اپنی جان بچانے کے لیے اپنی سلامتی کے لیے جس تدبیر پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ اس پر عمل کرنا چاہیے۔ میں رسی سے جھولتے وقت محتاط رہوں گی۔ تم فکر نہ کرو"

مرجانہ کو تسلیاں دینے کے بعد اس نے جال پر پڑی ہوئی رسیاں اٹھا کر اس کا پھندا بنایا۔ پھر اسے گھما کر بہت بلندی پر ایک شاخ کی طرف پھینکا جو اس شاخ میں پھنس گیا۔

مرجانہ نے ابھی مہماتی زندگی کی ابتدا کی تھی۔ ابھی ہمارے ساتھ وہ عملی طور پر ان خطرات سے اور پیچیدہ حالات سے گزر رہی تھی۔ اس لیے وہ اس بات پر حیران تھی کہ سونیا کتنی کامیابی سے پھندا پھینک سکتی ہے۔ اسے انسانی آبادی میں ہی نہیں بلکہ جنگلوں میں بھی زندگی گزارنے کا ڈھنگ آتا ہے۔ سونیا کی آواز نے اسے چونکا دیا "اچھا، گڈ بائی! میں جا رہی ہوں" یہ کہتے ہی وہ رسی کو مضبوطی سے تھام کر جال کے اوپر دوڑتی ہوئی رسی سے جھولتی ہوئی دور نکل گئی۔ مرجانہ اٹھ کر جال پر کھڑی ہو گئی تھی۔ دوسری طرف سونیا دور ایک درخت کی شاخ سے لپٹ کر اس پر چڑھ گئی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ سے رسی کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا اور اب وہاں اس شاخ

پر میٹھی ہوئی دور دور تک نظریں دوڑا رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک ہر طرف دیکھنے کے بعد جب وہ مطمئن ہو گئی اور اسے شیر نظر نہیں آیا تب وہ اس شاخ پر کھڑی ہو گئی۔ رسی کو مضبوطی سے تھام کر اپنی طرف کھینچا، پھر اس سے لٹکتی ہوئی دوسرے درخت کی طرف جانے لگی۔ وہاں بھی وہ ایک شاخ پر پہنچ کر ٹھہر گئی تھی۔ وہ چاروں طرف نظریں دوڑا رہی تھی اور اسی طرح ایک درخت سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے درخت پر جال کے چاروں طرف چکر لگا رہی تھی۔ جھولتے ہوئے نظریں دوڑاتے ہوئے شیر کو دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آخر واپس آ کر وہ جال پر ٹھہر گئی۔ مرجانہ کے سامنے کھڑے ہو کر بولی "شیر کہیں نہیں ہے۔"

مرجانہ نے اس کے دونوں بازوؤں کو مضبوطی سے تھام کر کہا "اس شیرنی کے سامنے کوئی شیر ٹھہر نہیں سکتا۔ سونیا! جب میں نے والٹسورکی سے تمام ٹیکنیک لیے ایک ایک داؤ پیچ معلوم کر لیے اور اپنے آپ کو فولاد بنا لیا تب میں سمجھنے لگی ہوں کہ میں ناقابل شکست ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ میں ضدی ہوں اور کسی کے مقابلے میں شکست تسلیم نہیں کر سکتی لیکن مجھے سونیا جیسی باصلاحیت بننے میں ابھی برسوں لگیں گے۔"

سونیا نے کہا "اب بس کرو، میری اتنی تعریفیں نہ کرو۔ ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے کیونکہ اب دو گھنٹے بعد صبح ہو جائے گی۔ نیند پوری نہیں ہو سکتی۔ شاید کچھ اور آگے بڑھنے کے بعد ہم کسی آبادی تک پہنچ جائیں۔"

مرجانہ نے دور نیچے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اس کے لیے ہمیں نیچے اترنا ہوگا۔ ایسا کرو کہ میں نیچے جاتی ہوں اور وہاں جا کر دو مشعلیں جلاتی ہوں۔ تم اوپر ریوالور لے کر کھڑی ہو تاکہ کہیں سے کوئی دشمن یا شیر آ جائے تو اسے گولی کا نشانہ بنا سکو۔"

سونیا نے کہا "نہیں تم زخمی ہو۔ میں تمہیں ایسا کوئی کام نہیں کرنے دوں گی۔ تم یہاں پر ریوالور لے کر کھڑی رہو گی میں نیچے جاؤں گی اور مشعلیں جلاؤں گی۔"

سونیا کی بات سنتے ہی مرجانہ نے اچانک ہی اسے دونوں بازوؤں میں اٹھایا۔ پھر سر سے بلند کر کے دور جال پر پھینک دیا۔ اس سے پہلے کہ سونیا اٹھ کر سنبھلتی، مرجانہ نے دور کر رسی کو تھام لیا پھر نیچے کی طرف کھسکتے ہوئے اور زمین کی طرف جھلتے ہوئے بولی "میں نیچے جا رہی ہوں۔ ریوالور اٹھا لو۔ تمہارا فرض ہے کہ میری حفاظت کرو۔ اب جھنجھلانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔"

سونیا ریوالور تھام کر جال کے سرے پر گئی۔ وہاں سے نیچے مرجانہ کو بڑے پیار سے مسکراتے ہوئے دیکھنے لگی مرجانہ سامان میں سے دو مشعلیں نکال کر انہیں روشن کر رہی تھی۔ اس نے ایک مشعل کو روشن کر کے سامان اور خچروں کے پاس زمین میں گاڑ دیا۔ دوسری مشعل کو ان دو درختوں کے درمیان زمین میں نصب کیا جن کے ساتھ وہ جال بندھا تھا۔ پھر وہ رسی پر جھولتے ہوئے واپس جال میں آئی۔ سونیا نے اس کا گریبان پکڑ کر پوچھا "کیوں مجھے اٹھا کر کیوں پھینکا تھا؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم سیدھی طرح ماننے والی نہیں تھیں۔ چلو اب اس درخت پر جا کر جال کو کھولو۔ میں یہاں سے کھولتی ہوں۔ پھر ہم نیچے جا کر تمام سامان کو چیک کریں گے۔"

وہ دونوں دو درختوں پر پہنچ گئیں۔ وہاں سے اس جال کو کھولنے لگیں۔ تقریباً رات کے سوا تین بجے انہوں نے تمام سامان باندھ لیا۔ پھر انہیں خچروں پر لاد کر اور خود گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہو گئیں جب میں ان کے پاس پہنچا اس وقت صبح کے تقریباً چھ بجنے والے تھے۔ ادھر میں ستون کے اطراف مٹی کھودتا جا رہا تھا۔ کبھی جھکے سے لگے ہوئے چاقو سے کھودتا تھا کبھی ہاتھ سے مٹی نکال نکال کر پھینکتا تھا۔ اس میں بڑا وقت لگ رہا تھا۔ اس کام کے دوران میں نے سونیا اور مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر یہ ساری معلومات حاصل کی تھیں جہاں انہوں نے رات کو قیام کیا تھا۔ اب وہ وہاں سے کئی میل دور آگے نکل گئی تھیں۔ وہ زخمی شیر ان کے مقابلے میں پھر نہیں آیا تھا کسی دوسری طرف نکل گیا تھا یا شاید مر گیا تھا۔

میں نے سونیا اور مرجانہ کو مخاطب کر کے مختصر الفاظ میں اپنی روداد سنائی کہ میں اور رسونتی کس طرح ستون سے بندھے ہیں۔ کس طرح ایک زہریلے سانپ نے ہمیں دہشت زدہ کر دیا تھا اور اب میں مٹی کھود کر اس ستون کو اکھاڑنے کی کوشش کر رہا ہوں تاکہ ہم ایک جگہ بندھے رہنے سے نجات پا جائیں۔

سونیا اور مرجانہ میری روداد سن کر تشویش میں مبتلا ہو گئیں رسونتی سے بندھے رہنے پر انہیں کوئی اعتراض نہیں تھا۔ فکر اس بات کی تھی کہ رسونتی ہماتی زندگی گزارنے والی لڑکی نہیں تھی۔ وہ نازک اندام تھی اور مشقت کا مقابلہ کرنا نہیں جانتی تھی۔ یہ شانہ بشانہ جس طرح سونیا آج تک جدوجہد کرتی آئی تھی اس جدوجہد کا رسونتی خواب بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ بہرحال سونیا اور مرجانہ اس بات پر کڑھ رہی تھی کہ جس راستے پر وہ سفر کر رہی ہیں وہ راستہ میری طرف نہیں جا رہا ہے۔ پتہ نہیں انہیں کہاں لے جا رہا ہے؟

میں نے انہیں تسلی دی کہ وہ فکر نہ کریں۔ میں جنگل میں پہنچ گیا ہوں۔ بلا سے مجھ پر مصیبتیں ٹوٹ رہی ہے اور دشمنوں نے بڑی عجیب و غریب سزا مجھے دی ہے۔ اس کے باوجود میں اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھتا ہوں کہ ہم سب اسی جنگل میں ملیں گے اور دشمنوں کے خلاف محاذ بنائیں گے۔

اس وقت دن کا اجالا اچھی طرح پھیل گیا تھا۔ دور دور تک جنگل نظر آ رہا تھا۔ سونیا اور مرجانہ نے چلتے چلتے اچانک گھوڑے کی لگام کو کھینچ کر روک دیا اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولیں "فرہاد! معلوم ہوتا ہے کہ ہم آبادی کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ سامنے ہی ایک سڑک نظر آ رہی ہے اور وہ پختہ سڑک ہے۔"

میں نے کہا "مبارک ہو۔ اب تم دونوں واقعی اس جنگل سے نجات حاصل کر کے آبادی میں پہنچ جاؤ گی۔ ہماری بہت سی مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔ تم کسی بھی آبادی میں پہنچ کر ایمبولینس ٹرولی وغیرہ سے رابطہ قائم کر سکتی ہو۔ پھر وہاں سے ایک ٹیم بنا کر ہماری تلاش میں ادھر آ سکتی ہو۔"

"ہاں میں ایسا ہی کروں گی۔"

وہ دونوں تیزی سے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے اور خچروں کو ہانکتے ہوئے اس سڑک کی طرف جانے لگیں۔ ادھر میں مٹی کھودتا جا رہا تھا اور کافی حد تک کھود چکا تھا۔ بہت گہرائی تک مٹی نکالنے کے بعد میں نے ستون کو ہلایا تو وہ ادھر لڑھکنے لگا۔ اب میں اسے اچھی طرح ہلانے کے بعد اکھاڑ سکتا تھا۔

اسی وقت شیر کی غراہٹ سنائی دی۔ میں اور رسونتی ایک دم سہم گئے۔ میں آگے سے پہلے ہم دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ کہیں بہت دور سے وہ غراہٹ سنائی دی تھی۔ میں نے رسونتی کو دیکھا تو اس کا منہ لٹک گیا تھا۔ اب تب میں رونے ہی والی تھی۔ میں نے کہا "دیکھو خدا کے لیے حوصلہ رکھو۔ رونے سے شیر تمہیں معاف نہیں کرے گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس ستون کو زور زور سے دھکے دینے شروع کیے وہ ادھر سے ادھر ہل رہا تھا اور زمین کو کھودتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ میں نے اس کو ایک جھٹکے سے اکھاڑ لیا پھر اسے زمین کے اوپر لے آیا۔ اسی وقت شیر کی غراہٹ پھر اور قریب سنائی دی۔ تب میں نے دیکھا، وہ ہم سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر تھا۔

میں نے ستون کے اوپری حصے کو دیکھا جہاں تار مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے۔ میں اس ستون کو زور زور سے دھکے دے کر تار کو کھینچنے لگا۔ وہ تار ڈھیلے پڑ رہے تھے مگر ٹوٹ نہیں سکتے تھے۔ بار بار دھکے دینے کا فائدہ اتنا ہوا کہ ستون کا نچلا حصہ کچھ نیچے آ گیا۔ اب وہ ستون ہمارے لیے ایسا معمولی سا ہتھیار بن گیا تھا کہ جس کے ذریعے ہم شیر کو مار نہیں سکتے تھے لیکن اس درندے سے نپٹ سکتے تھے اور کھیل ہی کھیل میں اسے اپنے سے دور رکھ سکتے تھے۔

میں نے پھر شیر کی طرف دیکھا۔ وہ بہت آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ کچھ آگے بڑھتے ہی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا اور کراہنے لگا۔ تب میں نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ زخموں سے چور تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کے جسم پر گولیاں لگی ہیں، ہو سکتا تھا کہ کچھ گولیاں آر پار گئی ہوں اور کچھ اس کے جسم میں رہ گئی ہوں۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا اور غرا رہا تھا۔ پھر وہ اٹھ کر ہماری طرف بڑھنے لگا۔

یقیناً یہ وہی شیر تھا جو پچھلی رات سونیا اور مرجانہ کو پریشان کر چکا تھا اور انہی کے ہاتھوں زخمی ہو کر وہاں سے بھاگتا ہوا یہاں پہنچا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ تیزی سے ہماری طرف نہیں آ سکے گا اور نہ ہی چھلانگ لگا کر ہم پر جھپٹے گا۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی مگر یہ بات یقینی تھی وہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا تھا۔ میں نے سوچا کہ جب تک وہ ہمارے قریب آئے اس وقت تک میں اس ہتھکڑی کو ستون سے نکال لوں گا اور رسونتی کے ساتھ دوڑتا ہوا کاہج کے اندر چلا جاؤں گا۔

شیر کی دھیمی رفتار دیکھ کر میں نے ہتھکڑی کو ستون سے نکالنے کی کوشش کی۔ ہتھکڑی جب سیدھی ستون سے گزرتی تھی تو گزر کر چلی جاتی تھی۔ جب ذرا ٹیڑھی ہوتی تھی تو پھنس جاتی تھی۔ اسے نکالنے میں بڑی سہولت سے کام لینا پڑا۔ ٹھہر ٹھہر کر اسے ستون کے نچلے حصے تک پہنچانا پڑا۔ وہ ستون کے آخری حصے تک پہنچ گئی۔ اس وقت تک شیر آگے بڑھتے بڑھتے کاہج کے برآمدے تک پہنچ گیا۔ یعنی ادھر ہم نے ہتھکڑی کو ستون سے نکال کر اس ستون سے نجات حاصل کی تو ادھر شیر نے برآمدے میں پہنچ کر ہمارے کاہج کے اندر جانے کا راستہ روک دیا تھا۔

وہ غصے میں تھا اور زخموں کی تکالیف کے باعث جھلایا ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کس طرح ہمارا راستہ روک سکتا ہے اور راستہ روکنے کے بعد ہم پر حملہ کر سکتا ہے۔ وہ ستون میرے اور رسونتی کے درمیان تھا۔ میں نے اسے مضبوطی سے ہتھیار کے طور پر تھام لیا۔ ادھر وہ شیر بھی زور زور سے غرا رہا تھا۔ کبھی اپنا سر گھما کر ادھر سے ادھر اپنے زخموں کو چاٹ رہا تھا اور اپنا ہی لہو چاٹنے کے بعد غصے میں آ کر ایک دم سے اچھل پڑتا تھا۔ پھر تکلیف کے باعث بیٹھ جاتا تھا۔

اس کی عجیب عجیب حرکتیں دیکھنے میں آ رہی تھیں اور

ہر حرکت بڑی ہی غضب ناک تھی۔ دہشت زدہ کرنے والی تھی۔ رسونتی تو مارے دہشت کے کانپ رہی تھی۔ رہ رہ کر میرا بازو تھام لیتی تھی۔ پھر اسے خیال آتا تھا کہ وہ مجھے پکڑے گی تو میں اپنے اور اس کے بچاؤ کے لیے اس ستون کو ہتھیار کے طور پر استعمال نہیں کر سکوں گا۔ لہٰذا وہ مجھے آزاد چھوڑ دیتی تھی۔

میرے اور شیر کے درمیان وہ بیگ پڑا ہوا تھا جسے دشمنوں نے میری پشت سے کھول کر ادھر پھینک دیا تھا۔ میں نے سوچا کہ آگے بڑھ کر اسے اٹھانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے اس میں کوئی ایسی چیز یا ایسا ہتھیار ہو جو شیر کے خلاف کام آسکے۔ مجھے یاد نہیں تھا کہ اس میں کتنی ساری چیزیں بھری ہوئی ہیں۔

میں نے سنا تھا کہ زخمی شیر بہت زیادہ خطرناک ہوتا ہے خود مرتے مرتے شکاریوں کو بھی لے مرتا ہے۔ اس وقت میں نے ذاتی طور پر یہ تجربہ کیا۔ میں نے اس بیگ تک پہنچنے کے لیے جیسے ہی قدم بڑھایا وہ ادھر سے بھر گیا۔ آگے بڑھ کر حملہ کرنے کے لیے پینترے بدلنے لگا۔ میں نے بھی اس کے پینترے کی مناسبت سے خود پینترے بدلتے ہوئے ستون کے آخری سرے کو اس کی طرف رکھا تاکہ وہ جدھر سے بھی آئے ادھر سے میں اس ستون کے ذریعے اسے دوسری طرف ہانک دوں اور اپنی طرف آنے کا موقع نہ دوں۔

پھر ایسا ہی ہوا۔ وہ شیر جدھر سے ہماری طرف بڑھنے کی کوشش کرتا تھا۔ میں ستون کے ذریعے اسے ٹھونک دیتا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ پھر آگے بڑھتا تھا۔ پھر ستون کے ذریعے دھکے کھا کر دوسری طرف چلا جاتا تھا۔ یہ کھیل بہت دیر تک جاری رہا، آخر وہ جھنجلا گیا۔ جھنجلا کر پیچھے ہٹا۔ پیچھے جا کر کچھ اس طریقے سے اپنے بدن کو کھینچنے اور تاننے لگا کہ اندازہ ہوا اب ایک دم سے چھلانگ لگانے ہی والا ہے۔

اس کی چھلانگ حملے کے لیے خطرناک ثابت ہوتی۔ کیونکہ جتنی اونچی چھلانگ وہ لگاتا۔ میں اتنی اونچائی تک ستون کے آخری حصے کو اٹھا نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ دوسری طرف تاروں سے بندھا ہوا تھا۔ اس کے اٹھنے کی ایک حد مقرر تھی۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ شیر نے پینترا بدلتے ہوئے اچانک ایک زبردست چھلانگ لگائی۔ لمبدھا ہماری طرف آیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ مجھ پر آئے گا یا رسونتی پر۔ اسی وقت ٹھائیں سے گولی کی آواز سنائی دی اور شیر فضا میں ہی تڑپ کر نیچے گرا۔ اس سے پہلے کہ وہ دوسری بار سنبھلتا۔ پھر دوسری بار ٹھائیں سے گولی کی آواز سنائی دی۔ اس کے بعد وہ اٹھ نہ سکا۔ زمین پر ٹھنڈا ہو کر الٹ گیا۔

تھوڑی دیر کے لیے ہم پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ جنگل میں بالکل خاموشی چھا گئی۔ شیر کی غراہٹ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی تھی مگر ہم زندہ کیسے رہ گئے تھے۔ یہ کون تھا جس نے فائرنگ کے ذریعے ہماری جان بچائی تھی۔ ہم نے پلٹ کر دیکھا تو دو قدم ایک جگہ ہردیلو اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں رائفل تھی۔ اس نے ذرا سر اٹھا کر کہا۔ ہم اسے دیکھتے ہی ایک دم سے چونک گئے۔ اس کے سر پر اور پورے جسم پر آبلے پڑ گئے تھے۔ منہ سے اور ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نے زندگی کی آخری سانسیں کھینچتے ہوئے بعد ہماری جان بچائی تھی۔ جب اسے یقین ہوا کہ شیر ہلاک ہو گیا ہے تو اس کا رائفل اور والا ہاتھ زمین پر گر پڑا۔ پھر اس کا سر زمین پر ٹک گیا اور وہ ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔

میں ستون کو چھوڑ کر رسونتی کو کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ لے کر دوڑتے ہوئے ہردیلو کے پاس پہنچا۔ دیکھا تو اسے دیکھا نہ گیا۔ پتہ نہیں وہ کس قسم کا سانپ تھا جس کے ڈسنے کا اثر یہ ہوا تھا کہ تمام بدن پر آبلے پڑ گئے تھے۔ وہ اذیتوں میں مبتلا ہو کر ساری رات گزارنے کے بعد صبح تک اس جذبے سے زندہ تھا کہ جیسے بیٹی کہہ چکا ہے اس کی زندگی بچانے کے لیے یہاں تک گھسٹتے ہوئے آئے گا اور وہ آیا تھا اور اس نے اپنی بیٹی کی جان ایک بار پھر بچائی تھی مگر اس کوشش کے سامنے میرا سر عقیدت سے جھک گیا۔

رسونتی دونوں ہاتھوں سے منہ کو ڈھانپ کر رو رہی تھی میں نے تھوڑی دیر تک اسے رونے دیا۔ ایک شخص نے باپ بن کر اپنا فرض ادا کیا تھا اور اس فرض کی ادائیگی میں بیٹی کو رونا آرہا تھا۔ آخر میں نے رسونتی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "صبر کرو۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اگر ہم یہاں ناشتہ کرتے رہ جائیں گے تو دشمن ہم تک پہنچ جائیں گے۔ وہ لوگ شام یہاں آنے والے ہیں۔ ہمیں اس سے پہلے یہاں سے نکل جانا ہے اور اس سے بھی پہلے اس ہتھکڑی سے نجات پانا ہے۔"

رسونتی نے روتے ہوئے کہا۔ "میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے دشمنوں کی پروا نہیں ہے مجھے اپنی موت سے بھی ڈر نہیں لگتا۔ میں سب سے پہلے بابا کی آخری رسمیں پوری کروں گی۔ سب سے پہلے ان کی چتا کو اپنے ہاتھوں سے آگ لگاؤں گی پھر کوئی دوسرا کام کروں گی۔"

میں نے اسے سمجھایا۔ "ناداں نہ بنو۔ میں جانتا ہوں کہ

ہردیلو کے مذہب کے مطابق اس کی لاش جلائی جائے لیکن تم سوچو کہ ایک تو میرے ہاتھ ہتھکڑی سے بندھے ہوئے ہیں، میں کلہاڑی لے کر درخت کاٹ نہیں سکتا۔ لکڑیاں جمع نہیں کر سکتا۔ ان لکڑیوں کو کاٹتے کاٹتے صبح سے شام ہو جائے گی۔ پھر بھی چتا کے لیے میں تنہا اتنی لکڑیاں اکٹھی نہیں کر سکوں گا۔"

"تو کیا تم میرے بابا کو ایسے ہی یہاں سے چھوڑ کر جانا چاہتے ہو؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں میں ایسا کم ظرف نہیں ہوں۔ اس شخص نے بہت بڑی انسانیت کا ثبوت دیا ہے۔ میں اسے یہاں دفن کر کے جاؤں گا۔ فی الحال جلدی میں یہی ہو سکتا ہے لیکن میں جو کچھ بھی کروں گا اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس ہتھکڑی سے نجات حاصل کی جائے اور اس کے لیے ابھی ہم کانچ کے اسٹور روم میں جا کر دیکھیں گے۔ شاید کوئی اوزار ایسا ملے جس سے یہ ہتھکڑی کھل سکے۔"

میں اسے سمجھا بجھا کر ہردیلو کے پاس سے اٹھا کر اپنے ساتھ کانچ میں لے آیا۔ وہاں اسٹور روم میں پہنچ کر ہم نے تمام سامان کی تلاشی لی بہت سے لوہے کے اوزار تھے۔ اگر کوئی لوہے کی آری ہوتی تو اس سے ہتھکڑی کو کاٹا جا سکتا تھا لیکن آری نہ ملی۔ البتہ ایک چھینی اور ہتھوڑی مل گئی۔ اس کے ذریعے بھی ہتھکڑی کو کسی نہ کسی طرح کاٹا جا سکتا تھا۔

اسٹور روم سے باہر آکر ہم پکے فرش پر بیٹھ گئے۔ میں نے رسونتی سے کہا کہ اپنا ہاتھ فرش کے ساتھ لگا کر رکھے اور دوسرے ہاتھ سے اس چھینی کو ہتھکڑی کے درمیان رکھے۔ میں ہتھوڑی سے ضربیں لگاؤں گا تو یہ آہستہ آہستہ کٹتی چلی جائے گی۔

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ چھینی کو انگلیوں سے پکڑ کر ہتھکڑی کے درمیان رکھا۔ میں نے ہتھوڑی سے ایک زوردار ضرب لگائی تو اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ چھینی کو پھینک کر اپنا ہاتھ جھٹکنے لگی۔ میری ایک ضرب لگنے سے اس کی انگلیاں جھنجھنا گئی تھیں۔ وہ ایسی ہی ازک تھی۔ ایسی ضربیں برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

میں نے کہا۔ "اگر تم اتنی نزاکت سے کام لوگی تو ہم اس جنگل سے نہیں نکل سکیں گے۔ اپنے آپ کو سخت جان بنانے کی کوشش کرو۔ ٹھیک ہے کہ ہتھوڑی سے ضربیں لگانے سے انگلیاں جھنجھنا اٹھتی ہیں لیکن صرف پہلے پہل ایسا ہوگا۔ پھر تمہیں برداشت کرنے کی عادت ہو جائے گی۔ چلو چھینی کو پکڑو۔"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں میرے ہاتھوں میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ میری انگلیاں دکھ رہی ہیں۔"

میں نے سوچا۔ نرمی سے کام نہیں چلے گا۔ اس لیے اسے ڈانٹ کر کہا کہ وہ چھینی کو اٹھا کر مضبوطی سے پکڑے۔ میرے ڈانٹنے پر وہ برا مان گئی۔ ناراضگی سے منہ پھیلا لیا۔ میں نے کہا۔ "مجھ پر تمہاری ناراضگی کا ذرا بھی اثر نہیں ہوگا جو کہتا ہوں وہ کرو۔"

اس نے مجبور ہو کر چھینی کو پھر اٹھایا اور اسے ہتھکڑی کے درمیان رکھا۔ میں نے ایک بار پھر زوردار ضرب لگائی۔ اس کے ساتھ ہی وہ چیخ مار کر چھینی کو چھوڑتے ہوئے رونے لگی۔

مجھے اس کے رونے پر ہنسی آگئی۔ وہ منہ پھیر کر روتے ہوئے بولی۔ "میری مجبوریوں کا مذاق اڑا رہے ہو۔ بہت ہنسی آرہی ہے۔ شرم نہیں آتی۔ اگر میں اس ہتھکڑی سے بندھی نہ رہتی تو ابھی تم سے منہ پھیر کر کہیں چلی جاتی۔ کبھی تمہارا ساتھ نہ دیتی۔"

میں نے ہتھوڑی اور چھینی کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ "فی الحال تو تم ہتھکڑی سے بندھی ہوئی ہو کہیں جا نہیں سکو گی اور میں اس ہتھکڑی کو تمہاری مدد سے نہیں کاٹ سکوں گا۔ یہ کوشش فضول ہے۔ وقت ضائع ہوگا۔ چلو اٹھو۔"

میں وہاں سے اٹھ کر اس کے ساتھ پھر اسٹور روم میں گیا۔ وہ اپنے آنسو پونچھتی رہی۔ میں نے کوئی توجہ نہیں دی۔ وہاں سے ایک کدال اٹھا کر کانچ سے باہر آیا۔ باہر آکر میں نے پہلے اپنا وہ بیگ پشت کی طرف رکھتے ہوئے اس سے کہا۔ "اسے میری پشت پر باندھ دو۔ ہو سکتا ہے کہ اچانک ہی کوئی دشمن آجائے۔ کم از کم یہ بیگ تو میرے ساتھ رہے گا۔"

رسونتی نے اس بیگ کو میری پشت سے باندھ دیا۔ اس کے بعد میں پھر اسی اکھڑے ہوئے ستون کے پاس آیا۔ وہاں میرے جوتے پڑے ہوئے تھے۔ میں انھیں پہننے لگا۔ مجھے ہر طرح تیار رہنا چاہیے تھا۔ پتہ نہیں کون سا وقت کیسا ہوتا اور کس وقت ہمیں یہاں سے بھاگنا پڑتا۔ اس لیے میں نے جوتے بھی پہن لیے۔ اس کے بعد ایک جگہ جا کر ہردیلو کی لاش کے قریب ہی زمین کو کھودنے لگا۔

میں قبر کھودنے کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔ بڑی

دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا کیونکہ ایک ہاتھ سے میں کدال نہیں چلا سکتا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے کدال چلاتے وقت تیسرا ہاتھ رسونتی کا ہوتا تھا اور وہ کدال کی ہر ضرب کے ساتھ جھٹکے کھاتی تھی۔ جھنجھلاہٹ میں پھنسی ہوئی اس کی کلائی دُکھنے لگتی تھی اور وہ بار بار کراہنے لگتی تھی۔ بڑی مصیبتوں سے میں نے ایک قبر کھودی۔ ایک چادر کانچ سے لاکر اس میں ہردیو کے جسم کو لپیٹا اور اُسے آہستگی سے قبر میں اتار دیا۔ اُسے دفن کر کے مٹی برابر کرنے کے بعد میں نے اس کے سرہانے ایک چھوٹی سی درخت کی شاخ نصب کر دی۔ پھر رسونتی کے ساتھ چلتا ہوا۔ تھکے ہوئے انداز میں آکر کانچ میں بیٹھ گیا۔ میں پچھلی رات سے بھوکا تھا۔ وہاں تھوڑے سے بسکٹ وغیرہ تھے جو ہم نے کھا لیے اور پھر آدھے گھنٹے کے لیے لیٹ گئے۔

❁

دن کے دس بجے تک ہم نے وہاں سے فرار ہونے کے تمام انتظامات مکمل کر لیے۔ کھانے کا تھوڑا سا سامان بیگ میں رکھ لیا۔ زیادہ اس لیے نہیں رکھا کہ رسونتی بوجھ نہیں اٹھا سکتی تھی۔ پھر یہ کہ موس ٹرونی نے مجھے ایسی گولیاں دی تھیں جنھیں کھانے کے بعد چوبیس گھنٹے تک بھوک نہیں لگ سکتی تھی۔ لہٰذا کھانے کی فکر نہیں تھی۔ دو بڑے بڑے تھرماس میں پانی بھر لیا گیا۔ ایک تھرماس کو رسونتی نے اپنے شانے سے لٹکا لیا۔ دوسرے کو میں نے۔ ہردیو کے پاس سے جو ریوالور اور کارتوس کی پیٹی ملی تھی وہ میں نے اپنے پاس رکھ لی۔ اس کے پاس سے چھرا بھی برآمد ہوا تھا۔ وہ تھوڑی اور چھینی میرے لیے ضروری تھی۔ میں نے سوچا کہیں کسی موقع پر یہ ہتھوڑی کرکٹ کے کام آسکتی ہیں اس لیے میں نے انھیں بھی بیگ میں ڈال لیا تھا۔

دشمنوں نے کہا تھا کہ اگر ہم رات کو درندوں سے بچ گئے تو دوسرے دن بھوکے پیاسے دھوپ میں چلتے رہیں گے لیکن اس وقت دھوپ نہیں نکلی تھی۔ بادل چھائے ہوئے تھے اور اب تب میں بارش ہونے ہی والی تھی۔ دس بج کر پچیس منٹ پر جب ہم نے سفر شروع کرنا چاہا تو اچانک ہی بارش ہونے لگی۔ اس بارش سے ایک بہت بڑا نقصان ہوا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ جو شیر زخمی ہو کر سونیا اور مرجانہ کے پاس سے یہاں تک آیا تھا وہ اپنے لہو کے دھبے راستے میں چھوڑتا آیا ہوگا۔ میں انہی دھبوں کے ذریعے اُس جگہ پہنچ جاؤں گا جہاں پچھلی رات سونیا اور مرجانہ نے قیام کیا تھا۔ پھر وہاں سے میں قطب نما دیکھ کر اس سمت جاؤں گا جس سمت وہ دونوں گئی تھیں۔ اس طرح میں اُس پختہ سڑک تک پہنچ جاؤں گا۔

لیکن میرا ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ بارش زور پکڑتی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس جنگل میں جہاں کہیں بھی خون کے دھبے ہوں گے وہ بارش سے مٹ گئے ہوں گے۔ رسونتی نے پوچھا: "اتنی تیز بارش ہو رہی ہے۔ ہم یہاں سے کیسے جا سکتے ہیں؟"

"اگر ہم یہاں سے نہیں جائیں گے تو قسم اُس دشمن کی نئی مصیبتوں میں مبتلا کریں گے۔ بارش ہو، طوفان ہو جو کچھ بھی ہو ہمیں یہاں سے اسی وقت نکلنا ہوگا۔ اسٹور روم میں ایک صندوق کے اندر پلاسٹک کی بڑی بڑی چادریں ہیں آؤ ہم انھیں نکال لیتے ہیں۔"

پھر ہم نے یہی کیا۔ تقریباً پونے گیارہ بجے ہم پلاسٹک کی بڑی سی چادر ایک ساتھ اوڑھ کر وہاں سے نکلے اور ایک سمت چلنے لگے۔ ہماری کوئی منزل کوئی راستہ نہ تھا لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ قطب نما دیکھ کر کسی ایک سمت چلتا چلا جاؤں گا۔ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی انسانی آبادی ضرور ملے گی۔

بہت دیر تک اور بہت دور تک چلتے رہنے کے بعد رسونتی نے پوچھا: "فرہاد ہم کب تک چلتے رہیں گے؟"

"جب تک تمھارے قدم ہمیں آگے بڑھاتے رہیں گے۔ ہم بڑھتے رہیں گے۔"

"اگر تھک جائیں تو؟"

"تو دم لینے کے لیے ذرا بیٹھ جائیں گے۔ رات آئے گی تو کہیں صبح کرنے کا انتظام کر لیں گے۔ اس کے بعد پھر چل پڑیں گے۔ اُس وقت تک چلتے رہیں گے جب تک کہ کوئی انسانی آبادی نظر نہیں آئے گی۔ ہم جتنی دور تک چل سکتے ہیں۔ جتنی تیزی سے چل سکتے ہیں اتنا ہی ہمارے لیے بہتر ہے ہم اپنے دشمنوں سے میلوں دور ہوتے چلے جائیں گے۔"

وہ خاموشی سے میرے ساتھ چلنے لگی۔ میں نے سونیا اور مرجانہ سے رابطہ قائم کیا۔ اُن دونوں سے جب بھی رابطہ قائم کرتا تو باری باری اُن کے دماغوں میں پہنچتا تھا۔ ہاتھ کی کرشمکایت نہ ہو۔ میں نے سونیا سے پوچھا: "اب کتنی دور رہ گئی ہے تمھاری آبادی؟"

وہ بولی: "ہم تو اس پختہ سڑک پر چلتے جا رہے ہیں ابھی ابھی تک آبادی کا نام و نشان نہیں ہے۔ کوئی گاڑی بھی اس سڑک پر سے نہیں گزر رہی ہے لیکن امید ہے کہ ہم دوپہر تک یا شام تک ضرور کسی نہ کسی آبادی میں پہنچ جائیں گے۔"

میں نے کہا: "اس وقت ہم جنگل کے جس حصے سے گزر رہے ہیں وہاں تیز بارش ہو رہی ہے۔ رسونتی میرے ساتھ جھٹکڑی میں بندھی ہوئی ہے۔ بے چاری نے کبھی ایسی مصیبتیں نہیں اٹھائی تھیں۔ وہ مجبوراً ایسے حالات سے گزر رہی ہے۔ تمھاری سوچ سے پتہ چل رہا ہے کہ تم جس علاقے سے گزر رہی ہو وہاں بارش نہیں ہو رہی ہے۔"

"ہاں یہاں بادل چھائے ہوئے ہیں بارش کے آثار ہیں لیکن یہی غنیمت ہے کہ ہم بھیگنے سے محفوظ ہیں۔"

"سونیا! میں نے اس وقت ایک اہم بات کہنے کے لیے تم سے رابطہ قائم کیا ہے۔ میں نے پچھلی رات کی روداد تمھیں سنائی ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ دشمن ایک کیسٹ ریکارڈر میرے پاس چھوڑ گئے تھے۔ میں نے کیسٹ سے اُبھرنے والی جو آوازیں سنیں اُس کو بھی مختصر طور پر تمھارے سامنے بیان کر دیا تھا لیکن اُس کی ایک اہم بات میرے دماغ میں برابر چبھ رہی ہے۔ دشمن کی طرف سے کہا گیا ہے کہ وہ لوگ براہ راست نہیں بالواسطہ مجھ سے کام لے رہے ہیں اور انہیں میری ذات سے فائدہ پہنچ رہا ہے۔ میں اُس وقت سے یہ سوچ رہا ہوں کہ میں کس طرح اُن کے کام آرہا ہوں؟ وہ لوگ کیسی چالیں چل رہے ہیں؟ میں یہ بات تمھارے دماغ میں ڈالنا چاہتا ہوں تاکہ تم بھی اس پہلو پر غور کرو اور مجھے بتاؤ کہ دشمن مجھ سے کس طرح اپنا کام نکال سکتے ہیں؟"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی: "واقعی یہ بات بہت اہم ہے۔ تمھاری باتیں سننے کے بعد یوں لگتا ہے جیسے ہم سب کو اس جنگل میں پہنچ کر کسی نہ کسی طریقے سے احمق بنایا جا رہا ہے اور ہم سے کوئی کام نکالا جا رہا ہے۔ اس بات پر تھوڑی سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا اور میں کر رہی ہوں۔"

"اب ایک بات اور سن لو اور وہ یہ کہ مرجانہ کو اب اپنی امی کے پاس رہنا چاہیے۔ سائرہ بالو کو تنہا چھوڑنا مناسب نہیں ہے میرے ذہن میں یہ تدبیر ہے کہ ادھر سے مرجانہ کو اور اُدھر سے سائرہ بالو کو پاکستان روانہ کر دیا جائے دونوں گڑیا بیٹی وہیں رہیں گی۔ ہم اس جنگل سے نکلنے کے بعد پاکستان جائیں گے اور کچھ عرصہ وہیں قیام کریں گے۔ وہ میرا خیال ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب وہاں محفوظ رہ سکیں گے دشمنوں کا جم کر مقابلہ کر سکیں گے۔ اگر تمھیں میری رائے سے اختلاف ہو تو مجھ سے اس سلسلے میں بحث کر سکتی ہو۔"

"میں ابھی بحث نہیں کرنا چاہتی۔ میں اسی نکتے پر غور کروں گی کہ دشمن کیسی چالیں چل رہے ہیں اور کس طرح ہم سے کام لے رہے ہیں ویسے دونوں ماں بیٹی کا تحفظ اسی میں ہے کہ انھیں پاکستان پہنچا دیا جائے۔ نہ مرجانہ ہمارے ساتھ بھٹکے گی اور دشمنوں کا شکار ہوتی رہے گی اور نہ اُدھر سائرہ بالو ماسٹر موس ٹرونی وغیرہ کی محتاج رہیں گی۔ دونوں ماں بیٹی کو واقعی اب پاکستان پہنچ جانا چاہیے۔ میں اسے سمجھاتی ہوں۔"

"تم ابھی مرجانہ سے کچھ نہ کہو۔ میں اُس سے باتیں کرتا ہوں۔ جب وہ نہیں ملنے کی تب تم بھی اپنے طور پر اُسے سمجھانا اور یقین دلانا کہ ہم سب پاکستان پہنچنے والے ہیں۔"

میں سونیا کو چھوڑ کر مرجانہ کے پاس آگیا۔ میں نے اسے تمام باتیں تفصیل سے بتائیں۔ پھر اُسے احساس دلایا کہ سائرہ بالو لاکھ ماسٹر موس ٹرونی وغیرہ کی حفاظت میں سہی لیکن ہم میں سے کسی کو اُن کے پاس رہنا چاہیے۔ اب وہ سونیا کے ساتھ کسی آبادی میں پہنچنے والی ہے لہٰذا اُسے اپنی امی کے پاس پہنچنا چاہیے۔

اس نے پوچھا: "میں تمنا اپنی امی کے پاس جاؤں گی۔ کیا تم مجھ سے پیچھا چھڑا رہے ہو؟"

میں نے کہا: "پہلے سونیا، موس ٹرونی وغیرہ سے رابطہ قائم کر کے تمھارے پاکستان جانے کا انتظام کرے گی۔ اُدھر سے تمھاری امی کو بھی پاکستان بھیجا جائے گا۔ تم دونوں وہاں رہو گی پھر ہم اس جنگل سے نکلتے ہی تمھارے پاس پہنچ جائیں گے۔"

"فرہاد، کہیں تم مجھے بہلا تو نہیں رہے ہو یا مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ بھلا میں تم سے کیوں پیچھا چھڑانا چاہوں گا۔ میں تو تمھاری امی کی بھلائی کے لیے کہہ رہا ہوں۔ ہمیں اپنا محاذ بنانے کے لیے ایک مناسب جگہ کی ضرورت ہے اور وہ مناسب جگہ ہمارا اپنا وطن ہے۔"

"تم رسونتی کے ساتھ جنگل میں بھٹک رہے ہو۔ میں امی کے پاس پاکستان میں رہوں گی، سونیا آبادی میں پہنچ کر کیا کرے گی؟"

"وہ آبادی میں پہنچ کر ایک سرچنگ ٹیم بنائے گی۔ پھر ہمیں تلاش کرنے کے لیے دوبارہ اس جنگل میں آئے گی اور ہمیں ڈھونڈ نکالے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ اگر تم سونیا اور رسونتی کے ساتھ پاکستان آنے کا مصمم ارادہ کر چکے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

مرجانہ کے راضی ہونے پر میں نے محسوس کیا۔ جیسے میرے سر سے بہت بڑا بوجھ اُتر گیا ہو۔ مجھے یقین تھا کہ جلال بیگ اُن ماں بیٹی کے پیچھے ضرور پاکستان پہنچے گا۔ اس لیے میرا بھی یہ پختہ ارادہ تھا کہ اس جنگل سے نکلتے ہی میں اپنے وطن جاؤں گا۔ جلال بیگ کے متعلق سوچتے ہوئے مجھے اُس کی تصویر یاد آئی۔ میں نے موس ٹرونی کے دماغ میں پہنچ کر بھانپنا چاہا۔ تاکہ جلال بیگ کی تصویر کے متعلق معلومات حاصل کروں لیکن میں رسونتی کے ساتھ چلتے چلتے ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے ماسٹر موس ٹرونی کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ میری سوچ وہاں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ ظاہر ہے اس کا مطلب یہی تھا کہ موس ٹرونی اب اس دنیا میں نہیں رہا۔

رسونتی نے پوچھا۔ "کیا بات ہے۔ تم کیوں رُک گئے؟"

"وہ جو پیرس میں ماسٹر موس ٹرونی تھا۔ جس نے ہمارا بڑا ہی شاندار استقبال کیا تھا۔ وہ بیچارہ مر چکا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اچانک ایسا کیسے ہو گیا۔ ٹھیرو میں معلوم کرتا ہوں مگر ہمیں چلتے رہنا چاہیے۔"

میں نے رسونتی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے روم کے ماسٹر کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن میری سوچ کی لہریں اِدھر اُدھر بھٹک کر رہ گئیں۔ میں چلتے چلتے پھر بے اختیار رُک گیا کیونکہ روم کا وہ ماسٹر بھی مر چکا تھا۔

رسونتی نے حیرانی سے پوچھا۔ "اب کیا بات ہو گئی؟"

"کیا بتاؤں؟ میری خود سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ روم کا ماسٹر بھی مر چکا ہے۔ یقیناً وہ دونوں ماسٹر کسی سازش کا شکار ہوئے ہیں۔ چلو آگے بڑھتی رہو۔"

میں پھر اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے ان چھ محافظوں میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ گیا جو پیرس سے میرے ساتھ روم تک قیدی بن کر آئے تھے۔ اس ایک محافظ کی سوچ پڑھنے سے پتہ چلا کہ یہاں روم کے ماسٹر کی رہائش گاہ میں بڑی ابتری پھیل گئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس ماسٹر سے دشمنوں کا بڑا زبردست مقابلہ ہوا ہو گا۔ گھر کی ساری چیزیں اُلٹ پلٹ تھیں۔ پھر پتہ چلا کہ دشمن اپنے ساتھ کچھ نہیں لے گئے صرف ایک تصویر تھی۔ جو جلوا کر اسی ماسٹر کے کمرے میں پھینک دی گئی تھی۔ پتہ نہیں وہ کس کی تصویر تھی۔ وہ محافظ نہیں جانتا تھا لیکن میں سمجھ گیا تھا کہ وہ جلال بیگ کی تصویر ہو گی اور اُسے حاصل کرنے کے لیے دشمنوں نے اِدھر روم کے ماسٹر کو اور اُدھر پیرس کے ماسٹر کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔ جلال بیگ کی تصویر یہاں سے وہاں تک نہ پہنچ سکی۔ روم میں ہی جل کر خاک ہو گئی۔

خطرہ بڑھ گیا تھا۔ دشمن کے ذرائع بہت وسیع تھے اگر وہ بڑے پُراسرار ذرائع استعمال کر کے دُور دُور تک پہنچ جایا کرتے تھے۔ سپر ماسٹر کی تنظیم کے دو اہم ماسٹروں کو انھوں نے جس انداز میں ہلاک کیا ہو گا اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اُن کے لیے بڑی سے بڑی مہم سر کر لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ سپر ماسٹر کی تنظیم کا کوئی بھی ماسٹر کوئی معمولی شخص نہیں ہوتا۔ وہ بڑا ہی باصلاحیت بہت ہی ذہین اور بہت ہی اعتمادِ ناپسند ہوتا ہے اس کے آگے پیچھے کتنے ہی مسلح گارڈز ہوتے ہیں۔ وہ دُور دُور تک اپنے کاموں کو انجام دینے کے لیے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ اس کے پاس بھی بڑے پُراسرار ذرائع ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود دو ماسٹر مارے گئے تھے۔ اس طرح یہ سوچنا پڑتا تھا کہ پھر سائرہ بانو کی کیا اہمیت ہو گی۔ جہاں جو پہرہ لگا یا گیا ہے اس پہرے کو بھی دشمن دیکھتے ہی دیکھتے توڑ دیں گے۔

یہ سوچتے ہی میں سائرہ بانو کے پاس پہنچا۔ وہ تخریب تھیں۔ اُن کے اطراف پہرہ بھی بڑا سخت تھا۔ بے شک ماسٹر موس ٹرونی مارا گیا تھا لیکن اُس کے ماتحت برابر اپنا فرض ادا کر رہے تھے۔ میں نے انھیں مخاطب کیا۔ "اتحادِ اسلام علیکم۔ میں فرہاد بول رہا ہوں۔" وہ چونکیں۔ "آپ نے اپنے لیے کھانا تیار کر لیا تھا۔ میں میرے مخاطب کرنے پر چونک گئیں۔ پھر بولیں۔ "بیٹے اتنی دیر تک کہاں غائب تھے۔ کھانا کل سے انتظار کر رہی ہوں۔"

"میں بڑی مصیبتوں میں پھنس گیا تھا۔ اب آپ کی دعا سے بخیریت ہوں۔ مرجانہ بھی بالکل خیریت سے ہے۔ اب وہ جنگل سے نکل کر کسی آبادی میں پہنچنے ہی والی ہے۔ میں اُس سے بچھڑا ہوا ہوں لیکن سونیا اُس کے ساتھ ہے۔ ہم سب نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو اور مرجانہ کو جلد از جلد پاکستان جانا چاہیے۔ اس کے بعد ہم بھی وہاں پہنچ جائیں گے لہٰذا آپ پاکستان جانے کے لیے تیاریاں کر لیں۔ کسی وقت بھی اچانک ہی آپ کو وہاں سے روانہ ہونا پڑے گا جو اہم چیزیں وہاں سے لے جا سکتی ہیں انھیں پہلے سے اپنے سوٹ کیس میں رکھ لیجیے۔ میں ابھی مرجانہ سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد پھر میں آپ سے دوبارہ رابطہ قائم

کروں گا۔ اجازت دیجیے۔"

میں اُن سے اجازت لے کر سونیا کے پاس پہنچا۔ اُسے جا کر ماسٹر موس ٹرونی مر چکا ہے بلکہ مارا گیا ہے۔ سونیا نے بڑی حیرانی کا اظہار کیا۔ میں نے کہا۔ "یہ سب جلال بیگ کی تصویر کی وجہ سے ہوا ہے۔ دشمن نہیں چاہتے تھے کہ وہ تصویر موس ٹرونی وغیرہ کے ذریعے مجھ تک پہنچے۔ اس تصویر کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے دونوں ماسٹروں کو قتل کر ڈالا اور وہ تصویر جلا ڈالی۔ افسوس جلال بیگ تک پہنچنے کا ایک ذریعہ تھا۔ دشمنوں نے اُسے مٹا دیا۔ کیا تم موس ٹرونی کے علاوہ کسی اور ماسٹر سے رابطہ قائم کر سکتی ہو؟"

"ہاں اسپین، ترکی، یونان، جرمنی کسی بھی ملک کے ماسٹر سے رابطہ قائم کر سکتی ہوں لیکن اس کے لیے مجھے کسی آبادی میں پہنچنا ہو گا۔ ہم اس سڑک پر بہت دیر سے چل رہے ہیں اور ابھی خاصی رفتار سے چلیں گے پھر بھی ابھی تک کسی آبادی کا نام و نشان تک نہیں ملا ہے۔ دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے؟"

میں سونیا کے پاس سے واپس آ کر رسونتی کے ساتھ چلتے ہوئے سوچنے لگا کہ کیا کیا جائے؟ اچانک مجھے یاد آیا۔ جب میں پیرس سے روانہ ہو رہا تھا تو اس وقت دو ممالک کے ماسٹر مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے آئے تھے۔ ماسٹر موس ٹرونی نے ان کا تعارف کرایا تھا۔ اُن کا خیال آتے ہی اُن کے لب و لہجے کو یاد کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کوشش کرنے کے بعد میں نے ایک ماسٹر کے لب و لہجے کو پکڑ کر اپنی سوچ کو اُس کے دماغ تک پہنچانے لگا۔

اس ماسٹر کا تعلق لندن سے تھا اور وہ ان دنوں پیرس آیا ہوا تھا اس کا نام جارج ماتھیو تھا۔ میں نے اُس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "ہیلو ماسٹر جارج ماتھیو، کیا میرے لب و لہجے کو پہچان رہے ہو۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں؟"

وہ ایک دم سے چونک کر اپنے کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا، وہ اپنے سر کو جھٹکتے ہوئے سوچنے لگا۔ "یہ میں فرہاد صاحب کے لہجے میں کیوں سوچ رہا ہوں؟ کیوں اپنے آپ کو مخاطب کر رہا ہوں؟"

میں نے کہا۔ "یہ تم نہیں سوچ رہے ہو۔ یہ فرہاد کی سوچ ہے اور اس وقت فرہاد تم سے مخاطب ہے۔ اس بات کا یقین کر لو۔ ورنہ یقین دلانے کے لیے مجھے تمھارے ساتھ کئی الجھی حرکتیں کرنی ہوں گی۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "میں کیسے یقین کروں مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

میں نے اُسے یقین دلانے کے لیے وہی ہتھکنڈے استعمال کیے جیسا کہ دوسروں کے ساتھ کرتا آ رہا تھا۔ وہ شراب پی رہا تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے بوتل گرا دی۔ وہ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اُسے کھڑا کر دیا۔ میں اُسے بتاتا جاتا تھا کہ اب وہ ایسی حرکت کرے گا اور وہ ویسی ہی حرکت کرتا تھا۔ آخر اس نے دونوں ہاتھوں سے کان پکڑ کر کہا۔ "جی ہاں فرہاد صاحب میں نے مان لیا۔ آپ میرے دماغ میں موجود ہیں۔ فرمائیے کیا حکم ہے؟"

"میں نے معلوم کیا ہے کہ ماسٹر موس ٹرونی اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔"

"جی ہاں انھیں کسی نے قتل کر دیا ہے۔ ہم بہت حیران ہیں کہ ماسٹر کے جنگلے میں کوئی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اُن کا قتل بڑے ہی پُراسرار طریقے سے ہوا ہے۔"

"اب میں اس قتل کی تفصیل معلوم نہیں کروں گا کیونکہ میں ایک بہت ضروری کام آپ سے لینا چاہتا ہوں۔"

"حکم کیجیے بندہ حاضر ہے۔ سپر ماسٹر کا حکم ہے کہ آپ کی طرف سے یا سونیا کی طرف سے جو بھی خبر ملے یا جو بھی حکم ہو اس پر فوراً عمل کیا جائے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں سائرہ بانو کے اطراف سخت پہرہ ہے لیکن میں مطمئن نہیں ہوں۔ کیونکہ ماسٹر موس ٹرونی بھی بڑی حفاظت میں رہتے تھے۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ وہ آج ہی پیرس سے باہر چلی جائیں۔ آپ انتظام کیجیے کہ کسی ایسے طیارے میں انھیں سیٹ مل جائے جو پاکستان جا رہا ہو۔ میں سائرہ بانو کو جلد از جلد پاکستان پہنچانا چاہتا ہوں۔"

اس نے کہا۔ "آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں معلومات حاصل کر کے اور انتظامات کر کے آپ کو بتاؤں گا۔ میں آپ سے کیسے رابطہ قائم کروں؟"

"میں خود آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔ آپ فوراً انتظامات کریں۔"

میں اُس کے پاس سے واپس آ گیا۔ رسونتی نے پوچھا۔ "کہاں کہاں الجھے ہو۔ کچھ مجھے بھی بتاتے چلو۔ میرا بھی فوراً سنا کتنا چاہیے۔ میں گونگوں کی طرح بالکل اکیلی چلی جا رہی ہوں۔"

"میں جگہ جگہ الجھا ہوا ہوں۔ حالات کچھ ایسے ہی ہیں۔ دشمنوں کی گرفت بڑی مضبوط ہے۔ انھوں نے ایسا جال بچھایا ہوا ہے کہ ہم الجھتے چلے جا رہے ہیں۔"

میں اُسے بتانے لگا کہ وہاں ماسٹروں کے ساتھ کیا ہوا ہے اور سائرہ بانو کس طرح خطرات میں گھری ہوئی ہیں اور

ہیں اُن ماں بیٹی کو پاکستان روانہ کرنے کے بعد یہ ارادہ کر رہا ہوں کہ ہم سب بھی پاکستان چلے جائیں گے۔ وہ تمام باتیں سننے کے بعد بولی: "تم مجھے جہاں بھی لے چلو، میں چلوں گی لیکن یہاں سے آگے نہیں چل سکتی میرے پاؤں دکھنے لگے ہیں۔"

"دیکھو رسونتی، میں جانتا ہوں کہ تم نے کبھی ایسی مصیبتوں والی زندگی نہیں گزاری لیکن اس وقت تو تمہیں ہمت سے کام لینا ہوگا۔"

"میں تمہارے ساتھ رہ کر ہمت سے کام لینا سیکھتی جا رہی ہوں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ میں اچانک ہی ٹارزن کی بیٹی بن جاؤں اور تھکنے کا نام نہ لوں۔ کچھ دیر تو مجھے بیٹھ جانے دو۔ چلو دس منٹ بیٹھوں گی پھر آگے چلوں گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "چلو ٹھیک ہے۔ اس درخت کے سائے میں بیٹھے جاؤ۔ بارش بھی تھم رہی ہے۔"

ہم ایک درخت کے سائے میں آ گئے۔ جنگل کی ہریالی بارش کی وجہ سے تر و تازہ ہو رہی تھی۔ دُور تک فضا بالکل دھلی دھلائی نظر آ رہی تھی لیکن اتنے گھنے درخت تھے کہ ہم دُور تک دیکھ نہیں سکتے تھے۔ رسونتی نے ایک پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنے ساتھ لانے سے یہ مصیبت ہے کہ تنہائی کا احساس برقرار رہتا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے تم ساتھ نہیں ہو، جب دیکھو خیال خوانی میں مصروف رہتے ہو۔ کبھی تو اپنے ہم سفر کی طرف دیکھ لیا کرو۔ میں تو بالکل بور ہو جاتی ہوں۔"

"کیا تم چاہتی ہو کہ سونیا، مرجانہ اور سائرہ بانو وغیرہ کی خبر نہ لیا کروں؟"

"میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اُن لوگوں سے رابطہ قائم نہ کیا کرو۔ میں تو بس یونہی بور ہو کر شکایت کر رہی تھی۔ ذرا گھڑی دیکھ کر بتاؤ، ہم کتنی دیر تک چلتے رہے ہیں؟"

میں نے گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا: "کچھ بھی نہیں۔ ابھی تو صرف دو گھنٹے ہوئے ہیں۔"

"تم دو گھنٹے کو صرف کہہ رہے ہو۔ میں تو زندگی میں کبھی اس طرح نہیں چلی ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "اب تم مجھے باتوں میں اُلجھا رہی ہو۔"

"نہیں تمہیں آزادی ہے خیال خوانی کرو۔ بے شک تمہارا فرض ہے کہ جلد از جلد سائرہ بانو کو وہاں سے نکال دو۔ وہاں خطرہ ہے۔"

میں نے جارج ماخیو کے پاس پہنچ کر اس کی سوچ کو پڑھا۔ وہ کوششوں میں معروف تھا۔ اس نے معلوم کیا تو آج پاکستان سے گزرنے والے کسی بھی طیارے میں سیٹ نہیں مل رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا: "سیٹ نہیں مل رہی ہے تو اپنے خاص ذرائع استعمال کیجیے کسی بھی طرح ایک سیٹ ملنی چاہیے۔ سائرہ بانو کو یہاں سے کل جانا چاہیے۔"

"فرہاد صاحب آپ اطمینان رکھیں۔ میں پوری کوشش میں ہوں۔ ضرورت ہی نہ کسی طیارے میں سیٹ حاصل کر لوں گا۔ آپ سائرہ بانو کو تیار رہنے کی تاکید کر دیں۔"

میں پھر سائرہ بانو کے پاس گیا: "اچھی، میں آپ کی روانگی کے انتظامات کر رہا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر میں آپ کو اطلاع ملے گی کہ آپ کو کس طیارے میں سفر کرنا ہے، آپ بالکل تیار رہیں۔"

یوں تو میں دن رات خیال خوانی میں مصروف رہتا ہوں لیکن میرا وہ دن بڑی مصروفیت میں گزرا تھا۔ ایک تو اس بھیانک جنگل سے میں رسونتی کے ساتھ گزرتا جا رہا تھا۔ اس جنگل کی آخری حد کو پہنچنا چاہتا تھا اور پہنچ نہیں پا رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آنے والے کسی لمحے میں کون سی مصیبت سامنے آنے والی ہے۔ مجھے ذہنی طور پر رسونتی کے ساتھ اس جنگل میں حاضر رہنا پڑتا تھا۔ پھر میں دماغی طور پر وہاں سے غائب رہنے پر بھی مجبور تھا۔

تھوڑی دیر بعد پتہ چلا کہ ایک طیارے میں سائرہ بانو کے لیے سیٹ ریزرو ہو گئی ہے۔ اب انھیں وہاں سے روانہ کرنے کے لیے کچھ انتظامی تدابیر پر عمل کرنا تھا اور وہ یہ کہ سائرہ بانو کے چہرے پر میک اپ کیا جاتا۔ انھیں ایک جعلی پاسپورٹ کے ذریعے وہاں سے پاکستان روانہ کیا جاتا۔ اس طرح دشمنوں کو یہ پتہ نہ چلتا کہ وہ پیرس سے باہر جا رہی ہیں۔ میں مرجانہ کو یہ بات بتانے کے لیے اس کے اور سونیا کے پاس پہنچا تو پتہ چلا کہ انھیں دُور آبادی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ کچھ جانور دکھائی دیے ہیں اور دو دو جھونپڑیاں نظر آ رہی ہیں۔ میں نے مرجانہ کو بتایا کہ اس کی اور سونیا کے لیے ایک طیارے میں سیٹ ریزرو ہو چکی ہے، رات وہ پیرس سے روانہ ہو جائیں گی۔

میں نے سونیا سے کہا: "یہ اچھی بات ہے کہ تم دونوں کسی آبادی میں پہنچ رہی ہو۔ اگر وہ چھوٹی سی بستی ہو تب بھی وہاں یہ پتہ چل سکتا ہے کہ تم لوگ کس علاقے میں ہو اور وہاں سے قریب ترین شہر کون سا ہے، جب مجھے اس

کا نام معلوم ہو گا تو میں پیرس کے قائم مقام ماسٹر جارج ماخیو سے رابطہ قائم کر کے اُسے بتاؤں گا کہ تم دونوں کس شہر میں ہو اور جارج کس طرح اس علاقے کے ماسٹر سے رابطہ قائم کر کے مرجانہ کو پاکستان بھیجنے کے انتظامات کر سکتا ہے۔ سائرہ بانو آج رات پیرس سے روانہ ہو جائیں گی۔"

صبح سے میں اِدھر اُدھر ٹیلی پیتھی کی چھلانگیں لگا رہا تھا۔ میں ایک بار پھر ماسٹر جارج ماخیو کے پاس پہنچا۔ اس نے بتایا: "پیرس میں ایک پاکستانی خاتون ہیں جن کا نام مس ڈارلنگ افروزہ ہے۔ وہ اس لیے مس کہلاتی ہیں کہ پینتیس برس کی عمر میں بھی شادی نہیں کی ہے۔ اُن کے مقابلے میں سائرہ بانو تین برس بڑی ہیں۔ تین برس کا فرق کوئی زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ میک اپ کے ذریعے اُن کو بآسانی مس ڈارلنگ افروزہ بنایا جا سکتا ہے۔ ہمارے آدمیوں نے مس ڈارلنگ افروزہ کو کار میں بٹھا کر سائرہ بانو کے بنگلے میں پہنچا دیا ہے۔ اب وہاں مس ڈارلنگ سائرہ بانو کو ٹریننگ دے رہی ہیں اپنے متعلق بتا رہی ہیں کہ وہ کس انداز میں گفتگو کرتی ہیں ——— اور اپنی مشغولیتوں کا مظاہرہ کرتی رہتی ہیں انھیں تجہیز کی ختم کر دینی چاہیے۔ جب وہ پاکستان پہنچ جائیں گی تو پھر وہ اپنی عادات کو اختیار کر سکتی ہیں۔"

بے چاری سائرہ بانو فطرتاً سنجیدہ تھیں۔ ان کے لیے شوخ بننا مشکل تھا لیکن وہ اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے اپنی عادت بدلنے کی کوشش کر رہی تھیں اور ہنسنے مسکرانے ——— اور بات بات پر طنزیہ فقرے ادا کرنے کا وعدہ کر رہی تھیں۔ مس ڈارلنگ افروزہ کی خصوصیت یہی تھی کہ وہ بڑی زندہ دل تھی۔ اخباروں اور رسالوں کی دُنیا میں ایک خطرناک قسم کی اداکارہ کی حیثیت سے مشہور تھی۔ وہ ایسی ایسی سچویشن کی تصویریں اتار کر لاتی تھی کہ اخبار والے بھاری معاوضے دے کر وہ تصویریں خریدنے پر مجبور ہو جاتے تھے اُس نے یورپ کے کئی ہی دولت مند اور مشہور ہستیوں کی ایسی تصویریں اتار کر لی تھیں اُن تصویروں کی بدولت دولت مند اور مشہور لوگ اُس کے زیرِ رہتے تھے۔ وہ جس ملک میں جاتی تھی وہاں کے ماسٹر خاص موقعوں پر اُس کی خدمات حاصل کرتے تھے۔ اس بار بھی سائرہ بانو کے سلسلے میں اُس کی خدمات حاصل کی جا رہی تھیں۔ یعنی اس بار مس ڈارلنگ افروزہ کے تصویریں نہیں اتاری گئی تھیں اور نہ ہی کسی کی تصویریں اتارنے کے لیے کہا گیا تھا۔ اُس سے اُس وقت تک سائرہ بانو کے بنگلے میں چھپ کر رہنا تھا جب تک سائرہ بانو پیرس سے پرواز کر کے پاکستان نہ پہنچ جاتیں۔

اس فوٹو گرافر خاتون کا نام بھی عجیب تھا۔ افروزہ کے ساتھ ڈارلنگ کا لفظ لگا ہوا تھا اور یہ لفظ سائرہ بانو کی سنجیدگی کو مجروح کرتا تھا۔ ویسے دیکھا جائے تو سائرہ بانو نے خود پر سنجیدگی طاری کر رکھی تھی اور وہ اتنی زیادہ بوڑھی بھی نہیں تھیں۔ انتالیس برس کی عمر تھی اور اس عمر میں ہمارے ہندوستان اور پاکستان کی ہیروئنیں فلموں میں کالج گرل کا رول ادا کرتی ہیں۔

میں نے اُن کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "اماں جب حالات آپ کو شوخ اور ایک تیز طرار خاتون بننے پر مجبور کر رہے ہیں تو آپ کو ضرور بننا چاہیے جو لوگ حالات کے مطابق خود کو بدلتے رہتے ہیں۔ وہ کبھی ناکام نہیں ہوتے اور بڑی بڑی مصیبتوں سے گزر جاتے ہیں۔ یوں بھی آپ کی عمر زیادہ نہیں ہے ہم آپ سے چھوٹے ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ بالکل ہی معمر خاتون بن کر نہ رہیں۔ اپنی عمر کے مطابق شوخ رنگ کے کپڑے پہنیں، آپ کے بال اگر کہیں سے سفید ہیں تو انھیں سیاہ کر لیں ——— غرض کہ خود میں جوانی کی حرارت پیدا کریں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ ضرور ایسا کریں گی۔"

وہ بولیں: "بیٹے، میں کوشش تو کروں گی۔ مجھے ڈارلنگ افروزہ بننے میں دیر اس لیے بھی نہیں لگے گی کہ اتفاق سے نواب مرحوم نے مجھے بہت کچھ سکھایا ہے۔ میں بہترین تصویریں اتار لیتی ہوں اور سچویشن کا خاص خیال رکھتی ہوں۔ اگرچہ مجھ میں سنجیدگی ہے لیکن بیٹی سے ملنے کی خوشی میں شوخی بھی آ سکتی ہے۔ میں ایسا کر لوں گی لیکن بیٹے ایک بات سے ذرا ہچکچاہٹ ہوتی ہے۔"

"وہ کیا بات ہے؟ مجھے بتائیے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولیں: "دیکھو نا میرے آگے ایک جوان بیٹی ہے اس نے اگر مجھے ایک جوان عورت کے میک اپ میں دیکھ لیا اور مجھے شوخیاں کرتے ہوئے پایا تو وہ کیا سوچے گی۔ مجھے تو شرم آتی ہے۔"

"نہیں اتنی آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ مرجانہ تو بہت خوش ہو گی۔ آپ بغیر کسی شرم و ہچکچاہٹ کے خود کو بدلنے کی کوشش کریں۔ میں آپ کے پاس پھر آؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں اُن کے پاس سے دماغی طور پر جنگل میں واپس آ گیا تو رسونتی نے مجھے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "یہ تمہاری خیال خوانی بعض اوقات بڑی فائدہ مند ہوتی ہے۔ دیکھو نا، تم نے دس منٹ کا وقت دیا تھا کہ میں یہاں

بیٹھ کر اپنی ٹانگیں سیدھی کر سکتی ہوں لیکن تم آدھے گھنٹے سے مصروف ہو اور میں آرام کر رہی ہوں۔"

میں نے ہتھکڑی والے ہاتھ کو ہلکا سا جھٹکا دے کر کہا۔ "بہت آرام کر چکیں۔ چلو اٹھو۔" پھر میں نے تمام سامان اپنے اوپر لاد لیا۔ کچھ میری پشت سے بندھا ہوا تھا۔ کچھ میرے دونوں شانوں پر لٹکا تھا۔ ریوالور ہولسٹر میں تھا لیکن دوسرے چھوٹے چھوٹے سامان دونوں ہاتھوں میں پکڑے رہتا تھا۔ رسونتی نے صرف کھانے کا تھیلا اٹھا رکھا تھا۔ ہم وہاں سے آگے بڑھے اور چلنے کے دوران میں سونیا اور مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔

وہ دونوں حبشیوں کی ایک چھوٹی سی بستی میں پہنچ گئی تھیں۔ وہاں ہر طرف کالے کالے مرد، عورتیں اور بچے نظر آ رہے تھے۔ سونیا نے دو چار لوگوں سے انگریزی میں دریافت کیا کہ وہ کون سی بستی ہے؟ اور وہاں سے قریب ترین شہر کون سا ہے؟ لیکن اس کی زبان کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس نے اشاروں سے اپنی بات کا جواب طلب کیا۔ ایک بوڑھے نے اشارے کی زبان میں ان سے کہا کہ وہ دونوں ابھی ایک جھونپڑی میں آرام کریں پھر انھیں سب کچھ بتا دیا جائے گا اور انھیں کسی شہر تک پہنچانے کا انتظام بھی کر دیا جائے گا۔ ویسے اگر ان کے پاس کھانے پینے اور پہننے کی کچھ چیزیں ہوں تو وہ بستی والوں کو کچھ دے دلا کر خوش کر سکتی ہیں۔

سونیا نے کہا۔ "ہیں جو بھی شخص کسی بڑے شہر میں پہنچائے گا ہم اسے اپنے یہ گھوڑے، خچر اور تمام سامان دے دیں گے۔"

اس کی باتیں سمجھنے کے دوران حبشیوں کی بھیڑ میں ایک شخص داخل ہوا۔ اس نے اشاروں سے سونیا اور مرجانہ کو ایک طرف چلنے کے لیے کہا۔ وہ دونوں اس کے پیچھے چلنے لگیں۔ ایک بڑی سی جھونپڑی کے پاس پہنچ کر اس نے اس بڑے سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ سونیا اور مرجانہ کو دروازہ کھولنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ سونیا آگے بڑھی پھر اس دروازے کو ذرا سا کھول کر جھانک کر دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے خوش ہو کر اسے پوری طرح کھول دیا۔ اس جھونپڑی کے اندر ایک جیپ کار کھڑی ہوئی تھی۔

سونیا نے اندر پہنچ کر اس کے انجن کو چیک کیا۔ پٹرول کی ٹنکی دیکھی۔ پٹرول بھرا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ ڈبوں میں بھی پٹرول محفوظ تھا یعنی کسی شہر تک پہنچنے کے لیے ایک تیز رفتار کار کی انھیں مل گئی تھی۔ مرجانہ بھی جیپ کے پاس آ کر اسے ادھر ادھر سے دیکھ رہی تھی۔ تب اچانک ہی جھونپڑی کا دروازہ باہر سے بند ہو گیا۔

دونوں نے ایک دم سے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ سونیا نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھولنا چاہا تو پتہ چلا کہ وہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے اور کوئی اس دروازے کے باہر اس سے لگا کھڑا ہے۔ تاکہ دھکے مار کر اس کمزور سے دروازے کو کھولا نہ جا سکے۔

ابھی سونیا اس دروازے کو دیکھ رہی تھی کہ جیپ کار کی دوسری طرف ایک اور دروازے کے کھلنے کی آواز سنائی دی۔ دونوں نے ادھر دیکھا۔ دو گورے نظر آئے۔ ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور دوسرا کمر پر ہاتھ رکھے دونوں کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔ "بڑی خوشی ہوئی کہ یہاں ہماری زبان سمجھنے والے موجود ہیں۔ اتنی دیر سے ہم ان حبشیوں کی بھیڑ میں اپنا دماغ کھپا رہے تھے۔ کوئی ہماری بات نہیں سمجھ رہا تھا۔" باقی دی سے آپ لوگوں کی تعریف؟"

جس کے پاس ریوالور نہیں تھا۔ وہ اپنی کمر سے ایک ہتھکڑی کو کھولتے ہوئے مرجانہ کی طرف بڑھنے لگا۔ مرجانہ نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے ایک کمزور لڑکی کی طرح اپنا ہاتھ ہتھکڑی کے لیے بڑھا دیا۔ وہ شخص اس کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ اب اسے ہتھکڑی پہنانا ہی چاہتا تھا کہ اس کی شامت آ گئی۔ پلک جھپکتے ہی کچھ سے کچھ ہو گیا۔ مرجانہ کا جو ہاتھ ہتھکڑی کے لیے بڑھا تھا وہ اس کے منہ پر ایسا زبردست پڑا کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا ریوالور والے کی طرف گیا۔ سونیا چوکنے والی نہیں تھی۔ اس نے ہتھکڑی والے کو مزید ایک لات رسید کی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ ریوالور والے نے سنبھلنا چاہا۔ ایسے وقت سونیا دشمنوں کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیتی۔ اس کی ایک ٹھوکر ہاتھ پر پڑی۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر جیپ کار کے اندر جا گرا۔

مرجانہ کا ہاتھ جس کے منہ پر پڑا تھا۔ اس کا خون تھوکنا لازمی ہو جاتا تھا۔ اس کا ایک ہی ہاتھ اتنا زبردست تھا کہ دشمن کے ہاتھ سے ہتھکڑی چھوٹ کر گر پڑی تھی اور وہ اپنا سر تھام کر بیٹھ گیا تھا۔ دوسرا شخص جس کا ریوالور ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا جیپ کار کی طرف جا رہا تھا لیکن سونیا نے اس کی ٹانگ میں ٹانگ پھنسا کر گرا دیا۔ وہ اوندھے منہ گرا تو مرجانہ اس کی طرف بڑھی۔ سونیا نے اٹھا کر کہا۔ "نہیں یہ میرا شکار ہے۔ تم اپنے والے کو دیکھو۔ اپنے والے سے نمٹتی ہوں۔"

میں نے ان دونوں سے کہا۔ "دیکھو تم اپنے دشمنوں کو اس طرح نہ مارنا کہ وہ بولنے کے بھی قابل نہ رہیں۔ ان کی زبان سے کچھ اگلوانے کی کوشش کرو۔"

سونیا اپنے والے سے نمٹ رہی تھی۔ مرجانہ نے جیب کار کے اندر ہاتھ ڈال کر اس ریوالور کو اٹھا لیا۔ پھر للکارتے ہوئے بولی۔ "اگر تم دونوں اپنی زندگی چاہتے ہو تو اپنا اپنا نام بتاؤ۔ میں معلوم ہونا چاہیے کہ تم لوگ کون ہو؟"

وہ دونوں پریشان ہو گئے۔ ریوالور کے سامنے اپنی چیں جاری نہیں رکھ سکتے تھے اور بھاگ بھی نہیں سکتے تھے۔ خاموش رہے۔ سونیا یکے بعد دیگرے ان کی پٹائی کرنے لگی۔ مرجانہ ریوالور ہاتھ میں پکڑے جیپ کار میں بیٹھ گئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "سونیا۔ میرا خیال ہے کہ مجھے ہی دو چار ہاتھ دکھانے پڑیں گے پھر سوچتی ہوں کہ یہ بولنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ ایسا کرتے ہیں کہ میں ایک کو گولی مارتی ہوں۔ جو مرے گا تو دوسرا اپنی زندگی کی بھیک مانگنے کے لیے گڑگڑانے لگے گا۔ اتنا ہی کافی ہو گا۔"

سونیا نے کہا۔ "تم اپنے والے کو گولی مار سکتی ہو۔ میرا والا تو پٹ پٹا رہا ہے۔ میں اس سے تھوڑی دیر محنت کروں گی۔"

دوسرے ہی لمحے مرجانہ نے ٹھائیں سے گولی چلا دی۔ ہتھکڑی پہنانے والا چیخ مار کر فرش پر گر پڑا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے اپنی ٹانگ کو پکڑ کر کراہنے لگا۔ اس کی ران سے خون بہہ بہہ کر اس کی پتلون کو بھگو رہا تھا۔ سونیا نے اپنے والے سے کہا۔ "اس سے پہلے کہ تمہاری پتلون بھی خراب ہو جائے، چلو بولنا شروع کرو۔"

سونیا کی بات سن کر مرجانہ نے اپنے ریوالور کا رخ اس کی طرف کر دیا۔ وہ ایک دم سے گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگا۔ "نہیں نہیں پلیز مجھے گولی نہ مارنا میں اپنا نام بتاتا ہوں میرا نام جوڈی فرنیک ہے۔ یہ میرا ساتھی ایمل ہے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "یہاں تمہارے اور کتنے آدمی ہیں؟"

"ابھی تو ہم دو ہیں، کل ہماری ڈیوٹی بدل جائے گی ہمارے بھائی آئیں گے۔ ہم یہاں سے میڈ کوارٹر چلے جائیں گے۔"

"تمہارا میڈ کوارٹر کہاں ہے؟"

"یہاں سے ستر میل دور ایک شہر عدیس ابابا میں ہے۔"

سونیا بڑبڑائی۔ "عدیس ابابا۔ یہ تو ایتھوپیا میں ہے۔"

جوڈی فرنیک نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ سونیا نے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔ "ہم ایتھوپیا میں پہنچ گئے ہیں اور عدیس ابابا یہاں سے ستر میل دور ہے۔"

میں نے کہا۔ "ان سے پوچھو یہ دو آدمی اس چھوٹی سی بستی میں کیا کرتے ہیں؟"

سونیا نے یہی سوال جوڈی فرنیک سے کیا۔ اس نے جواب دیا۔ "ہم یہاں ایک ہفتے کی ڈیوٹی پر رہتے ہیں۔ ایک ہفتے بعد ڈیوٹی بدل جاتی ہے۔ اس چھوٹی سی بستی کا نام مونٹانگا ہے یہ پہلی بستی ہے جو کہ جنگل سے نکلنے کے بعد ملتی ہے۔ ہم اسی لیے ڈیوٹی پر تھے کہ جنگل سے تم دونوں یا فرہاد صاحب ادھر سے آئیں گے تو ہم آپ لوگوں کو سراست میں لیں گے اور اپنے میڈ کوارٹر کو اطلاع دیں گے کہ ہم نے تم لوگوں کو پا لیا ہے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیا ہمارے یہاں تک پہنچنے کی اطلاع میڈ کوارٹر تک پہنچ چکی ہے؟"

وہ گڑبڑا کر بولا۔ "نہیں یہ بات نہیں ہے ابھی تو ہم اطلاع دینے جا رہے تھے۔ سوچا کہ پہلے تم دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دیں۔"

ایسا سنتے ہی میں نے اس کے دماغ کو ایک زور سے جھٹکا پہنچایا۔ وہ تلملا کر چیختے ہوئے فرش پر بیٹھ گیا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "یہ جھوٹ بول رہا ہے۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔ "دیکھ لیا جھوٹ بولنے کا نتیجہ۔ ہم سے کوئی بات نہ چھپاؤ۔ سچ سچ بتاؤ کہ تم نے میڈ کوارٹر تک ہماری آمد کی اطلاع پہنچا دی ہے؟"

وہ مجبور ہو کر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "ہاں ہم نے اطلاع پہنچا دی ہے۔ وہاں سے دس بارہ آدمی تم دونوں کو حراست میں لینے آ رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "سونیا، تم سوچو کہ ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کر سکتی ہو اور آنے والے مسلح دشمنوں کے خلاف کیسے محاذ بنا سکتی ہو۔ میں ابھی ماسٹر جارج ماتھیو کو تمہارے موجودہ حالات بتا کر آتا ہوں۔ وہ بھی عدیس ابابا سے اپنے آدمیوں کو تمہاری مدد کے لیے بھیجے گا۔"

یہ کہہ کر میں اس سے رخصت ہو گیا اور ماسٹر جارج ماتھیو کے پاس پہنچا۔ اس نے کہا۔ "فرمائیے جناب! میں تو ساری باتیں نکل کر چکا ہوں۔ محترمہ سائرہ بانو کا میک اپ کیا جا رہا ہے۔ انھیں باقاعدہ ٹریننگ دی جا رہی ہے کہ وہ دوران سفر کس طرح خود کو مس وارلنگ افوزہ ثابت کرتی رہیں گی۔"

میں نے کہا۔ "یہ سب ٹھیک ہے۔ اب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ سونیا اور مرجانہ ایتھوپیا تک پہنچ گئی ہیں اسوقت وہ ایک چھوٹی سی بستی مونٹانگا میں..... مونٹانگا سے ستر میل کے فاصلے پر عدیس ابابا ہے۔ اس شہر سے مسلح دشمن سونیا اور

مرجانہ کو قیدی بنانے آرہے ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ اُن کی حفاظت کے لیے آپ کیا کر سکتے ہیں؟"

"جناب مجھے پندرہ منٹ کا وقت دیجیے۔ میں ابھی آپ کو جواب دوں گا۔"

میں واپس سونیا اور مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ سونیا کے حکم سے جوڈی فرینک اپنے ساتھی ایزل کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ اُسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنا خون آلود لباس اتار کر دوسرا لباس پہن لے۔ جو مسلح دشمن آنے والے ہیں اُن کا استقبال وہی لوگ کریں گے اور ابھی دو سرکے میں جاکر ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع دیں گے ــــ کہ سونیا اور مرجانہ کو حراست میں لے لیا گیا ہے وہ پوری طرح قیدی بنی ہوئی ہیں۔ اُن کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

میں نے پندرہ منٹ کے بعد ماسٹر جارج ماتھیو کے پاس جاکر معلومات حاصل کیں۔ معلوم ہوا کہ اتھوپیا پیرس سے بہت دُور ہے اور ان دونوں ملکوں کے ماسٹروں میں براہِ راست رابطہ نہیں ہے۔ اِس لیے اُس نے ہیڈ کوارٹر میں اس بات کی اطلاع دی تھی اور ہیڈ کوارٹر سے سپریمٹر کے حکم کے مطابق اتھوپیا کے ماسٹر سے رابطہ قائم ہوا تھا۔ اُسے حکم دیا گیا تھا کہ زیادہ سے زیادہ مسلح افراد موٹر بائک کی بستی کی طرف فوراً روانہ کیے جائیں اور سونیا اور مرجانہ کو بحفاظت عدیس ابابا تک پہنچایا جائے۔ ماسٹر جارج ماتھیو نے یہ تمام باتیں مجھے بتانے کے بعد پوچھا۔ "جناب اور کوئی حکم ہے؟"

میں نے کہا۔ "ہاں عدیس ابابا کے ماسٹر سے کہا جائے کہ مرجانہ کو وہاں سے جلد از جلد پاکستان روانہ کرنے کی کوشش کریں وہاں سے جو بھی پہلی فلائٹ مل سکتی ہے اُس کے لیے سیٹ ریزرو کرائی جائے۔ سائرہ بانو کی طرح مرجانہ کو بھی فرضی پاسپورٹ کے ذریعے بھیجا جا سکتا ہے۔"

ماسٹر نے کہا۔ "اچھی بات ہے میں ابھی یہ بات عدیس ابابا کے ماسٹر تک پہنچاتا ہوں اور کوئی حکم؟"

"میری بلی جس کا نام سانی ہے وہ ماسٹر موس ٹرونی کے پاس امانت کے طور پر تھی۔ اب وہ وہاں تنہا ہوگی۔ اُسے سائرہ بانو کے حوالے کر دیں اور اُن سے کہیں کہ وہ اس بلی کو اپنے ساتھ پاکستان لے جائیں۔ میں پاکستان پہنچ کر اپنی امانت واپس لے لوں گا۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ اچانک ہی ٹوٹ گیا کیونکہ رسونتی چلتے چلتے گر پڑی تھی۔ ایک ٹھوکر کے باعث مجھے بھی اُس کی طرف جھکنا پڑا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ بولی۔ "بات کیا ہوگی۔ تم کو تو میری تکلیف کا بھی احساس نہیں ہے۔ میں چل رہی ہوں تم سوچتے جا رہے ہو۔ آخر ایک حد ہوتی ہے۔"

"ہاں چلنے کی ایک حد ہوتی ہے لیکن دشمن پیچھے آجائیں اور ہمیں دوڑنا پڑے گا تم تو چلنے پر ہی اعتراض کر رہی ہو۔ جب دوڑنے کا موقع آئے گا تو دیکھا جائے گا۔"

تو سو چو فرہاد پچھلی رات سے ہم ذرا بھی نہیں سوئے ہیں۔ رات بھر جاگتے رہے ہیں پھر دن بھر چلتے رہے۔ ایسے تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گی۔ چلتے چلتے مر جاؤں گی۔"

میں نے اُس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تمھاری تکلیفوں کا احساس کر کے یہاں قیام کر سکتا ہوں لیکن تم مر کر لوگے دشمن ہمارے قریب پہنچ جائیں گے۔"

"دیکھو فرہاد ہم جب سے اس جنگل میں آکر قید سے گئے ہیں یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ ہم پچھڑتے ہیں تو ایک دوسرے کو پا نہیں سکتے۔ اس جنگل کے راستے پہچانے نہیں جاتے، سنا ہے کہ یہاں کے گھوڑوں کو سدھایا گیا ہے۔ وہ گھوڑے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں۔ ہاں کچھ لوگ جو ہمارا تعاقب کریں گے وہ کسی طرح یہ معلوم کر لیں گے کہ ہم جنگل کے کس حصے سے گزر رہے ہیں۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ وہ ہمیں تلاش کرتے رہیں گے اور بھٹکتے رہیں گے۔ جس طرح ہم بھٹک رہے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ کیسٹ ریکارڈ کے مطابق وہ لوگ شام کو آنے والے ہیں جب وہ شام کو آئیں گے تو ہم ایک نیند پوری کر کے بیدار ہو جائیں گے پھر تازہ دم ہو کر یہاں سے چلنا شروع کریں گے۔ رات کو بھی ہم کافی دیر تک چلتے رہیں گے۔ جب تک کوئی خطرہ نہ ہو یا پناہ لینے کی کوئی اچھی جگہ نہ ملے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تھکنے کا نام نہیں لوں گی۔"

میں نے اُسے ہمدردی سے دیکھا۔ واقعی جتنی مسافت وہ طے کر چکی تھی۔ وہ اُس کی ہمت سے بہت زیادہ تھی۔ بے چاری پچھلی رات سے جاگ رہی تھی۔ آرام کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اب دوپہر بھی گزرتی جا رہی تھی۔ ہم نے کچھ کھایا بھی نہیں تھا۔ ایسی حالت میں اُس کا تھکنا اور نڈھال ہونا لازمی بات تھی۔

میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ تھوڑی دُور اور چلو۔ کوئی مناسب جگہ نظر آئے گی۔ وہاں ہم ٹھیریں گے پھر کھائیں گے پئیں گے۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے اپنی نیند پوری کر کے آگے بڑھیں گے۔"

وہ خوش ہو کر اُٹھ گئی۔ میں نے اُس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے سونیا اور مرجانہ کو دیکھا۔ مرجانہ ہاتھ میں ریوالور لیے جوڈی فرینک اور ایزل کو اپنی نگرانی میں لکھے ہوئے تھی۔ وہ تینوں ایک کمرے میں تھے۔ سونیا جھونپڑی کے باہر جا کر ایک جگہ تھوڑا سا گڑھا کھودتے ہوئے وہاں پر بارودی سُرنگ بچھا رہی تھی۔ میں نے اُس کی سوچ کے ذریعے اُس کے منصوبے کو پڑھا۔ پھر مطمئن ہو کر وہاں سے واپس آگیا۔ دائیں طرف جنگل میں داخل ہوتے ہی مجھے پانی بہنے کا شور سنائی دیا۔ میں اور رسونتی رُک گئے۔ پھر کان لگا کر سُننے لگے۔ میں نے کہا۔ "یہ تو ایسا شور ہے جیسے پانی بہت بلندی سے گر رہا ہو۔ یقیناً کہیں قریب ہی آبشار ہے۔ ہمیں وہیں چل کر آرام کرنا چاہیے۔"

رسونتی بھی پانی کے خیال سے تازہ دم ہو گئی تھی۔ وہ تیزی سے میرے ساتھ آواز کی سمت چلنے لگی۔ ہم آگے بڑھتے گئے۔ جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے گئے، ویسے ویسے پانی گرنے کی آواز بڑھتی گئی۔ بالآخر یہ خیال آتا تھا کہ بس ہم بھی آبشار کے سامنے پہنچنے ہی والے ہیں لیکن ایک ایک لمحہ گزرتے گزرتے آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ پھر رسونتی نے تھک کر پوچھا۔ "یہ آبشار کتنی دُور ہے، آواز تو اچھی خاصی سُنائی دے رہی ہے لیکن پانی نظر نہیں آرہا ہے۔"

"ذرا اور ہمت سے کام لو اب ہم پہنچنے ہی والے ہیں۔"

میں اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے کھینچنے لگا۔ کوئی دس پندرہ منٹ تک اور چلتے رہنے کے بعد اچانک وہ پہاڑ سامنے آگیا جو ہمیں دور سے نظر آرہا تھا۔ پہاڑ کے درمیانی حصے سے پانی بڑی تیزی سے بہتا ہوا آرہا تھا اور جھرنے کی صورت میں تقریباً دو سو فٹ کی پستی میں گر رہا تھا۔ نیچے ایک پُرشور اور پُرزور دریا بہتا ہوا ایک سمت جا رہا تھا۔ ہم دوڑتے ہوئے دریا کے کنارے آگئے۔ جھرنے سے گرنے والے پانی کی پھوار دُور تک آرہی تھی۔ پانی کی پھوار سے ہمارے چہرے اور جسم بھیگنے لگے۔ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ ہم بڑی دیر تک وہاں کھڑے رہے۔ رسونتی نے کہا۔ "یہاں کتنی ٹھنڈک ہے بڑے مزے کی نیند آئے گی۔"

میں نے کہا۔ "ہاں جب ہم سو کر اٹھیں گے تو سر سے پاؤں تک پھوار سے بھیگ چکے ہوں گے۔"

میں اُسے کھینچتے ہوئے دُور لے جانے لگا۔ وہ بولی۔ "تم مجھے کسی نہ کسی بہانے چلاتے ہی رہو گے۔"

"جب آرام کرنا اور سونا ہی ٹھہرا تو کیوں نہ کوئی محفوظ جگہ تلاش کی جائے۔ یہ کوئی انسانی آبادی تو نہیں ہے کہ ہم آرام سے کہیں بھی لیٹ پاتھ سمجھ کر بستر بچھا لیں۔ سوائے گشتی پولیس کے ہمیں کوئی اٹھانے نہ آئے۔"

میں اُسے باتوں میں لگا کر کافی دُور لے آیا۔ وہاں پانی کی پھوار نہیں پہنچ رہی تھی۔ سرسبز و شاداب گھاس قالین کی صورت میں دور دریا کے کنارے تک چلی گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مخملی بستر بچھا ہوا ہے۔

وہ ٹھٹک کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "اب تو میں ایک قدم بھی نہیں چلوں گی۔ یہ بہت اچھی جگہ ہے۔"

"ہاں بہت اچھی جگہ ہے لیکن ذرا دیر اور کھڑی رہو تاکہ میں یہ سامان اپنے اوپر سے اتار سکوں اور کچھ حفاظتی اقدامات کر سکوں۔"

"اور کیا حفاظتی اقدامات کرو گے۔ ریوالور نکال کر اپنے پاس رکھ لو۔ چاقو بھی تھالے دوسرے ہاتھ میں لے لو گا پھر اگر کوئی جانور آئے گا تو دیکھا جائے گا۔"

"جانور بھی آسکتے ہیں۔ انسان بھی آسکتے ہیں اور زہریلے کیڑے مکوڑے بھی ہمیں چاٹنے کے لیے زمین سے اُبھر سکتے ہیں۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "کیا یہاں زہریلے کیڑے مکوڑے بھی ہوں گے؟"

"بے شک ہوں گے لیکن اُن کو روکنے کے لیے میرے پاس دوا ہے۔ میری پشت پر جو بیگ بندھا ہوا ہے اُسے کھول کر اُس میں سے ایک بڑی سی بوتل نکالو۔ اُس میں سفید رنگ کا سفوف ہوگا۔"

اُس نے میری پشت کی طرف آکر بیگ کو کھولنے کے بعد اُس میں سے سفید سفوف کی بوتل نکالی۔ میں نے اُسے ایک طرف سے تھوڑا تھوڑا چھڑکنا شروع کیا۔ پھر ایک ٹائر کی صورت میں دُور تک چھڑکتا گیا۔ اُس کے بعد میں نے قبول کر بند کرتے ہوئے کہا۔ "اب ہم اس دائرے کے اندر سوئیں گے۔ اس بات کی پوری ضمانت ہے کہ کوئی زہریلا کیڑا مکوڑا یا سانپ اس دائرے کے اندر داخل نہیں ہوگا۔ ہاں انسان اور درندوں کی بات میں نہیں کر سکتا۔"

میں نے اپنے اوپر سے تمام سامان اتار کر اس دائرے کے اندر رکھ دیا۔ اپنی پشت سے بیگ کو بھی کھول لیا پھر اس کے بعد آرام سے بیٹھ گیا۔ وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ

گئی۔ میں نے کہا: "چلو اب لیٹ جاؤ۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی: "اور تم؟"

"کیا میں انسان نہیں ہوں۔ میں آرام سے لیٹ کر ہاتھ پاؤں پھیلا کر اپنی تھکن دور نہیں کر سکتا؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے گئی اس پر لیٹ گئی۔ میں بھی آرام سے لیٹ گیا۔ وہ میری طرف کو ٹب بدل کر لیٹی ہوئی تھی میں جانتا شائد چت تھا۔ اس نے ذرا خراٹے لیتے ہوئے کہا: "دیکھو فرہاد میری ایک بات مان لو۔ تم ادھر منہ کر کے سو جاؤ۔"

"میں تمہاری ہر بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔ ادھر منہ کروں گا تو میرے منہ کے ساتھ میرا ہاتھ بھی ادھر جائے گا۔ پھر اس ہتھکڑی کے ساتھ تمہارا ہاتھ میرے اوپر آ جائے گا۔ یوں لگے گا جیسے تم مجھ پر ہاتھ رکھ کر مجھے لیٹ کر سو رہی ہو، کیا تمہیں اس طرح سونا منظور ہے؟"

وہ چپ ہو گئی۔ سر جھکائے سوچتی رہی۔ میں نے کہا۔ "رسونتی ہم ایسے ہمسفر ہیں کہ ایک دوسرے سے خطرہ کر دور نہیں بھاگ سکتے۔ حالات نے ہمارے ہاتھوں کو ایک ہتھکڑی میں باندھ دیا۔ چپ چاپ سو جاؤ۔ ہم نہیں ہلیں گے۔ دن بھر کے تھکے ہوئے ہیں اور رات بھر کے جاگے ہوئے ہیں۔ دیکھو میں سو رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں لیکن دماغی طور پر بیدار رہا۔ میرے اور رسونتی کے درمیان ہمارا ایک ایک ہاتھ تھا اور وہ ہاتھ ہتھکڑی میں اس طرح بندھے ہوئے تھے کہ جب ہم ہاتھ کو نیچے رکھتے تھے تو وہ ہاتھ انگریزی حرف وی کی شکل میں ہوتے تھے اور اگر ہم لیٹنے کے وقت اپنے ہاتھوں کو اوپر کی طرف رکھتے تو وہ وی الٹا ہو جاتا۔ بہرحال اس وقت ہمارے ہاتھ وی کی شکل میں تھے وہ بار بار میرے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی جو اس کے ہاتھ سے لگا ہوا تھا۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذہن کو تھپکنا شروع کیا۔ سمجھانا شروع کیا۔ "مجھے چپ چاپ سو جانا چاہیے کچھ نہیں ہوگا۔ میں تو خواہ مخواہ خطرہ سے خبردار ہی ہوں اور فرہاد سے گھبرا رہی ہوں۔ اب تو تقدیر نے ہمیں ایک ساتھ باندھ دیا ہے۔ جو ہونا ہوگا وہ ہوگا۔ میں کچھ نہیں کر سکوں گی۔ لہٰذا فکر کرنے سے کیا فائدہ! اس وقت ذرا آرام کا موقع ملا ہے تو سو جانا چاہیے۔"

میں اسی طرح اس کے دماغ میں یہ باتیں پہنچاتے ہوئے اس کے ذہن کو تھپک تھپک کر سلانے لگا۔ ذرا سی دیر میں وہ سو گئی۔ میں کروٹ بدل کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ تھکا تھکا سا خوابیدہ حسن اور زیادہ دلکش ہو گیا تھا۔ نظریں اس کے چہرے پر سے ہٹنا نہیں چاہتی تھیں۔ میرے دل نے کہا: "فرہاد، اس سے اچھا موقع تو تمہیں کبھی نہیں ملے گا۔ تم کئی سال سے اس بھول نما پتھر کی دیوار سے سر ٹکراتے آ رہے ہو لیکن تمہیں کبھی جی بھر کر اس کا ہاتھ پکڑنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ اب یہ بے بس ہے۔ تمہارے قریب ہے، تنہا ہے، جنگل ہے، ویرانی ہے، سناٹا ہے، کوئی تمہیں دیکھنے والا نہیں ہے، کیا خیال ہے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے جواباً سوچا: "اس وقت یہ میری پناہ میں ہے۔ میں اس کا محافظ ہوں۔ یہ اعتماد کر کے سوئی ہے اور میں اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔"

یہ سوچتے ہوئے میں پھر چاروں شانے چت ہو گیا۔

اس کے ساتھ ہی سونیا اور مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ دونوں دشمنوں کے خلاف محاذ بنا چکی تھیں۔ سونیا نے جھونپڑی سے تقریباً کوئی چھ سات گز آگے تک بارودی سرنگ بچھا دی تھی۔ ان پر مٹی ڈال کر انہیں برابر کر دیا تھا۔ پھر ان سے فاصلہ کیا ہوا دوسری طرف جھونپڑی کے اندر لے آئی تھی، جہاں کے نیچے اس بلوٹنگ ہینڈل کو رکھ دیا تھا جسے دباتے ہی ایک زبردست دھماکے سے وہ تمام بم پھٹنے لگتے اور ان کی زد میں آنے والے اپنی جان بچا کر بھاگ نہ سکتے۔

جب میں ان کے پاس پہنچا تو ڈیڑھ گھنٹے گزر چکے تھے۔ عدیس ابابا سے آنے والے ستر میل کا فاصلہ تیز رفتار گاڑی کے ذریعے طے کر چکے تھے اور اب اس بستی میں پہنچنے ہی والے تھے۔ سونیا نے مجھے بتایا: "اس بلوٹنگ ہینڈل کے پاس مرجانہ موجود رہے گی اور میں اوپر چھت پر اسٹین گن لیے رہوں گی۔ میرے پاس کچھ دستی بم بھی موجود ہیں۔ تم ہم دونوں کے دماغ میں باری باری آتے جاتے رہو گے تاکہ جوڈی فرینک کو اپنے قابو میں رکھو گے جوڈی فرینک آنے والوں کا استقبال کرنے کے لیے جھونپڑی سے باہر جائے گا۔ اس کے ساتھی ایزل کو ہم نے باندھ کر ایک کمرے میں ڈال دیا ہے۔ ٹرانسمیٹر کو خراب کر دیا ہے۔ یہ ہمارے لیے آپریشن تھری فیز ہے وہ اس طرح کہ ایک طرف میں ہوں۔ میری باتیں بھی تم سنتے رہو گے۔ دوسری طرف مرجانہ کا خیال رکھو گے کہ بالفعل صحیح وقت پر اس کے ہاتھ سے اس بلوٹنگ ہینڈل کو دبایا جائے۔ تیسرا رہ جوڈی فرینک ہے جس کے دماغ میں تم قابض رہو گے۔ جیسے ہی وہ امدادی

ٹیم یہاں پہنچے گی تم جوڈی فرینک کے دماغ میں بیٹھ کر ان کا استقبال کرنے کے لیے جاؤ گے اور انہیں اپنے ساتھ لے کر جھونپڑی کی طرف آؤ گے، جب جھونپڑی سے دس گز کے فاصلے پر وہ جاؤ تو وہاں کسی وجہ سے رک جانا کیونکہ وہیں سامنے ہم بچھے ہوئے ہیں وہاں رکتے ہی تم مرجانہ کے دماغ پر قابض ہو کر اس بلوٹنگ ہینڈل کو دبا دینا۔ پھر جو ہوگا اس کے بعد میں نمٹ لوں گی۔ وہ دیکھو جوڈی فرینک نے آنکھوں سے دوربین لگائی ہے۔ ذرا معلوم کرو کہ وہ کیا دیکھ رہا ہے؟"

میں دوسرے ہی لمحے جوڈی فرینک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دوربین کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو ایک گاڑی میں آتے ہوئے دیکھ رہا تھا یعنی امدادی ٹیم پہنچ گئی تھی۔ میں نے واپس آ کر سونیا کو بتایا۔ سونیا نے کہا: "اب تم جوڈی فرینک کے دماغ میں بیٹھ کر جھونپڑی سے دس قدم آگے بڑھو۔ میں تمہیں بتاؤں گی کہ وہ ہم کہاں پچھے ہوئے ہیں۔"

میں نے ایسا ہی کیا اس کے ذریعے دس قدم تک چلتا ہوا ایک جگہ رک گیا۔ پھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر سونیا سے پوچھا: "کیا اسی جگہ ہے؟"

سونیا نے کہا: "ہاں بالکل وہی جگہ ہے۔ بس یاد رکھو اور جوڈی فرینک کے پاس موجود رہو۔"

میں پھر جوڈی فرینک کے پاس پہنچ گیا وہ پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ ابھی جھونپڑی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ وہاں سے اتنی دور کیسے چلا آیا۔ میں نے اسے سمجھنے کا موقع نہیں دیا اس کے دماغ پر قابض ہو کر اور آگے بڑھ گیا۔ اب وہ امدادی ٹیم والی گاڑی قریب پہنچ رہی تھی۔ وہ لوگ جوڈی فرینک کے پاس آ کر رک گئے۔ گاڑی سے دس مسلح جوان اتر کر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ اگلی سیٹ سے دو آدمی اتر کر آئے۔ انہوں نے پوچھا: "وہ دو عورتیں کہاں ہیں؟"

میں نے جوڈی فرینک کی زبان سے کہا: "وہ اندر بندھی ہوئی ہیں۔ ایزل ریوالور لیے ان کے سر پر کھڑا ہوا ہے۔"

آنے والے ایک شخص نے کہا: "ہم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن رابطہ قائم نہیں ہوا۔"

میں نے جواب دیا: "سونیا بہت تیز طرار ہے ہتھکڑی کے باوجود اس نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر ٹرانسمیٹر پر دے مارا تھا جس کی وجہ سے وہ خراب ہو گیا ہے۔ چلو اندر چلیں۔ ہم انہیں تمہارے حوالے کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔"

یہ کہہ کر میں لیٹ گیا اور جھونپڑی کی طرف چلنے لگا۔ وہ لوگ میرے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ میں نے اپنی رفتار سست کی۔ ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور باتیں کرنے لگا۔ باتیں کرتے کرتے ٹھیک اسی جگہ آ کر میں رک گیا۔ پھر میں نے کچھ سوچنے کے انداز میں کہا: "ایک منٹ، مجھے کچھ یاد آ رہا ہے۔"

وہ لوگ میرے چہرے کی طرف دیکھنے لگے۔ میں فوراً ہی جوڈی فرینک کے دماغ کو چھوڑ کر مرجانہ کے دماغ پر قابض ہوا۔ اسی لمحے مرجانہ کے ہاتھوں نے بلوٹنگ ہینڈل کو دبا دیا۔

ایک ایسا زوردار دھماکا ہوا جیسے قیامت آ گئی ہو۔ اس بستی کی عورتیں اور بچے چیختے ہوئے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ میں سونیا کے دماغ میں پہنچا تو وہ اسٹین گن کے برسٹ مار رہی تھی۔ جو لوگ بم کی زد میں آنے سے بچ گئے تھے اور ادھر ادھر بھاگتے ہوئے کہیں محاذ بنا کر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ سونیا ان پر فائرنگ کر رہی تھی۔ ایک شخص وہاں سے بھاگتا ہوا اس گاڑی کی طرف جا رہا تھا جس میں بیٹھ کر وہ لوگ آئے تھے۔ سامنے کے سامنے اس بم کی زد میں آ گئے تھے یا پھر سونیا کی فائرنگ نے انہیں ختم کر دیا تھا۔ صرف وہی ایک شخص گاڑی کی طرف بھاگے جا رہا تھا۔ سونیا نے اسٹین گن چھت پر رکھ کر دستی بم کو منہ سے لگایا۔ دانتوں سے اس کی پن کو کھینچا۔ پھر پوری قوت سے اسے گاڑی کی طرف پھینک دیا۔ وہ شخص گاڑی کے اندر بیٹھ کر اسٹیئرنگ سنبھال چکا تھا۔ اسی وقت وہ دستی بم اتفاق سے سامنے والی سیٹ پر جا کر گرا۔ پہلے تو شاید وہ نہ سمجھ سکا ہو کہ اس کے پاس کیا آیا ہے لیکن جب اس نے دیکھا اور سمجھا تو فوراً ہی دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا۔ اس سے پہلے ہی وہ بم پھٹ پڑا اور دوسری بار ایک زوردار دھماکا ہوا۔ گاڑی سے دھواں اٹھا۔ پھر آگ لگ گئی۔ شعلے بھڑکنے لگے۔ چاروں طرف چیخ و پکار گونج رہی تھی۔ بستی کے لوگ بھاگتے ہوئے دور جا کر کھڑے ہو گئے تھے اور دہشت زدہ ہو کر وہاں سے آگ اور خون کی ہولی دیکھ رہے تھے۔ ایک طرف آنے والی گاڑی شعلوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ دوسری طرف کتنی ہی لاشیں جھونپڑی کے سامنے پڑی ہوئی تھیں اور لاشوں کا ڈھیر لگنے والی سونیا اسٹین گن ہاتھ میں اٹھائے چھت پر دونوں ٹانگیں پھیلائے یوں کھڑی تھی جیسے کہہ رہی ہو، کوئی اور ہو تو سامنے آ جائے۔

میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ جھونپڑی کے

آمد کبھی ادھر اور کبھی ادھر جا کر باہر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ اتنی سنسنی و پیکار کیسی ہے اور کتنے لوگ مر چکے ہیں اور کتنے دشمن ابھی باقی ہیں۔ میں نے کہا "مرجانہ! سارے دشمنوں کا صفایا ہو گیا ہے۔ تم باہر نکل سکتی ہو۔"

وہ جھونپڑی کا دروازہ کھول کر دوڑتی ہوئی باہر آئی۔ پھر چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "تم اوپر ابھی تک کیا کر رہی ہو۔ آ جاؤ۔"

اس کے ایسا کہتے ہی سونیا نے چھت پر سے چھلانگ لگائی اور اس کے سامنے آ کر ٹھہر گئی۔ مرجانہ نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر غصے سے پوچھا: "ان تمام لوگوں کو تم نے مارا ہے؟"

سونیا نے مسکرا کر الٹا پوچھا "تم غصے سے کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"دشمن کے سامنے تم نے مار دیے۔ میں کیا منہ دکھاتی رہوں ایک تلوار میرے لیے چھوڑا ہوتا۔"

سونیا ہنستے ہوئے بولی "میں نے نہیں تم نے مارے ہیں تم نے اس بلونگ ہینڈل کو دبایا تھا۔ اس کی وجہ سے یہ سارے کے سارے اس دھماکے میں اڑ گئے۔"

"ہاں مجھے یاد آیا۔ میں نے جب بلونگ ہینڈل کو دبایا تب مجھے پتہ چلا کہ میں نے کیا کیا۔ یقیناً فرہاد نے ایسا کیا ہو گا۔"

سونیا نے سر ہلا کر کہا "ہاں تم نے اور فرہاد نے مشترکہ طور پر اپنے آدمیوں کو اس بلونگ ہینڈل کے ذریعے مارا ہے یہ کارنامہ تو تم دونوں نے انجام دیا ہے۔"

مرجانہ نے کہا "مجھے نادان بچی سمجھ کر بہلانے والی باتیں نہ کرو۔ ساری پلاننگ تمہاری تھی۔ تمہی نے یہ سارے بم زمین میں بچھائے۔ اوپر سے مٹی برابر کی۔ اس کے تار ملا کر وہاں بلونگ ہینڈل سے جوڑا۔ سارا کام کرنے کے بعد فرہاد کو بتایا کہ اسے کیا کرنا چاہیے اور اس نے اس پر عمل کیا۔ اب بتاؤ کہ تعریف کس کی ہونی چاہیے۔"

سونیا مسکرانے لگی۔ مرجانہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگاتے ہوئے کہا "تعریفوں کی مستحق صرف تم ہو۔ جانتی ہو جب میں پہلی بار پاکستان میں فرہاد سے متاثر ہو رہی تھی تو میں سوچتی تھی، فرہاد کتنا باصلاحیت کتنا مستقل مزاج اور ناقابل شکست انسان ہے۔ یہی میرا دوست بن سکتا ہے اور میں نے اس سے دوستی کر لی۔ زندگی میں پہلی بار اس سے بہت زیادہ متاثر ہوئی۔ میرا خیال تھا کہ اس کے بعد مجھے کوئی متاثر نہیں کرے گا لیکن تمہارے کارنامے آنکھوں کے سامنے آتے ہیں تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ فرہاد تمہارے سامنے کچھ نہیں ہے۔"

"ایسے یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ اگر فرہاد دشمن رہا ہوتا تو تمہارے دماغ کو جھٹکے پہنچانا شروع کرتے وہ۔"

وہ سر ہلا کر بولی "اونہہ فرہاد کو آتا کیا ہے ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغی جھٹکے پہنچاتا ہے۔ دماغی تلوار بازیاں کھاتا ہے اور دشمن کو ادھر سے ادھر پھینک دیتا ہے لیکن تم ٹیلی پیتھی کے بغیر کیسے کیسے کارنامے انجام دیتی ہو۔ میں تو دیکھ دیکھ کر حیران رہ جاتی ہوں۔ میرے اندر جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ میں بھی سونیا بن جاؤں۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے پوچھا "سچ کہہ رہی ہو فرہاد؟"

میں نے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر کہا "سن لو باہر اور مرجانہ تم بھی سن لو۔ چونکہ تمہارے نزدیک ٹیلی پیتھی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے اب میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہاری اتی سے رابطہ قائم نہیں کروں گا اور نہ ہی انگلیں پیریں سے نکلنے میں مدد دوں گا۔ تم اور سونیا اب پیریں پیچ کرا اپنی اپنی حفاظت کر لو گی۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

میری بات سنتے ہی مرجانہ اچھل پڑی۔ پھر بولی "ارے یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ٹیلی پیتھی کی تو بڑی اہمیت ہے۔ میں تو سونیا کے بعد تمہاری تعریفیں کرنے والی تھی۔"

میں نے کہا "بس خبردار جھوٹی تعریف نہ کرنا۔ میں محض مذاق کر رہا تھا۔ بھلا تمہاری اتی کو میں چھوڑ سکتا ہوں؟ وہ میری بھی تو اتی ہیں نا، چلو خوش ہو جاؤ اور سونیا سے کہو کہ وقت ضائع نہ کرے۔ جھونپڑی کے اندر جیپ کھڑی ہوئی ہے اس میں بیٹھ کر فوراً وہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ جس شخص کو تم نے "مانگ پر گولی مار کر زخمی کیا تھا اسے ہلاک نہ کرنا۔ اپنی جیپ میں بٹھا لینا۔ اس کے ذریعے عدیس ابابا تک پہنچ سکو گی۔ اگر وہ غلط گائیڈ کرے گا تو میں اسے دماغی جھٹکے پہنچاؤں گا۔ چلو فوراً وہاں سے روانہ ہونے کی کوشش کرو۔"

میں ان کے پاس سے واپس آ گیا۔ جنگل میں چاروں طرف سناٹا تھا۔ میں نے سر اٹھا کر اپنے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ دور دور تک جنگل کی ہریالی تھی۔ گھنے درخت نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف آبشار کا منظر تھا۔ بہت بلندی سے پانی گر رہا تھا۔ اس کا شور کچھ ایسا تھا کہ کانوں کو برا نہیں لگ رہا تھا بلکہ تھکے ہوئے ذہن کو تھپک رہا تھا۔ میں نے سوچا، تھوڑی دیر مجھے بھی سو جانا چاہیے۔ اگرچہ جنگل میں کچھ ایسا لگتا تھا جیسے چاروں طرف جنگل میں دشمن چھپے ہوئے ہوں یا کسی دوسری طرح کی مصیبت ہمارے انتظار میں ہو کہ آ نکلے گے اور جھپٹ پڑے۔

لیکن نیند بھی پوری کرنی تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ اس وقت تین بجنے والے تھے۔ میں نے سوچا۔ اگر پانچ بجے تک دو گھنٹے کی نیند پوری کر لوں تو میں بھی تازہ دم ہو جاؤں گا۔ پھر ہم رات کو مارچ کی رو فتحی میں آگے بڑھتے رہیں گے۔ یہ سوچ کر میں نے پھر ایک بار اپنے چاروں طرف دیکھا۔ جنگلی جانور یقیناً خطرات چھپے ہوئے تھے لیکن وقت بھی ظاہر ہو گئے تھے لیکن کیا کیا جائے، آرام بھی ضروری تھا۔ میں نے اپنے بیگ پر بھروسہ کیا۔ پھر لیٹ گیا۔ لیٹ کر میں نے اپنا اور سونتی کا ہاتھ آہستگی سے اٹھا کر اوپر کی طرف کر لیا۔ ہم دونوں کا ہاتھ سر سے اوپر سبز گھاس پر پڑا رہا۔ پھر میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ دو گھنٹے تک سوتا رہوں۔ اگر دور سے بھی کوئی آہٹ سنائی دے یا کوئی جانور گزرے یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو میری آنکھ کھل جائے ورنہ میں ٹھیک پانچ بجے خود بیدار ہو جاؤں گا۔

اپنے دماغ کو یہ ہدایت دینے کے بعد میں نے آنکھیں بند کر لیں اور سو گیا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک میں گہری نیند سوتا رہا۔ مجھے اور آدھا گھنٹہ سونا چاہیے تھا۔ اس سے پہلے میری آنکھ نہ کھلتی لیکن ایک غیر معمولی بات ہو گئی۔ وہ یہ کہ سوتی نیند کی حالت میں کروٹ بدلتی ہوئی میرے قریب آ گئی تھی۔ میں اس کی طرف منہ کیے لیٹا ہوا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے بالکل قریب ہو گئے۔ جب اس کا بدن مجھ سے لگا تو میری آنکھ کھل گئی۔

میں چند لمحوں کے لیے ساکت رہ گیا۔ بڑی سنگتی ہوئی فرحت تھی۔ یوں محسوس ہوا جیسے مجھے جگانے کے لیے انگاروں میں پھینک دیا گیا۔ میں جاگ گیا تھا لیکن وہ سو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اسے بیدار کیا جائے۔ ایسا کرنے کے لیے میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ خود کو سوتا ہوا ظاہر کیا اور اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے بیدار کر دیا۔

جیسے ہی اس کی آنکھ کھلی، وہ خود کو میرے قریب دیکھ کر ایک دم سے سناٹے میں آ گئی۔ پھر جلدی سے پیچھے ہٹ گئی۔ حیرانی سے کبھی خود کو اور کبھی مجھے دیکھنے لگی اور سوچنے لگی "یہ کیا ہو گیا فرہاد میرے قریب کیسے آ گیا تھا؟ شاید اس نے نیند میں شرارت کی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "نہیں، پہلے مجھے حقیقت کو سمجھنا چاہیے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ فرہاد میرے پاس آیا یا میں فرہاد کے پاس آ گئی ہوں۔"

"ہاں ٹھیک ہی تو ہے، فرہاد تو جہاں لیٹا ہوا تھا وہیں پر ہے لیکن میں جہاں تھی، وہاں نہیں ہوں۔ خود ہی نیند میں سرکتی ہوئی اس کے قریب آ گئی۔ یہ میری ہی غلطی ہے۔"

تب وہ مجھے پیار سے دیکھنے لگی۔ اس کا دل کھنچا جا رہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی "میں کب تک ضبط کروں۔ کب تک دور رہوں۔ میں جتنا اس سے دور رہنا چاہتی ہوں، اتنا ہی مجھے اس کے قریب لے آتی ہے ایسا لگتا ہے جیسے بھگوان نے مجھے اسی کے لیے پیدا کیا ہے اور میرا دل یہی کہتا ہے کہ مروں گی تو اسی کے قدموں میں نہیں تو ساری زندگی دور رہنے اور قریب آنے کی کشمکش میں مبتلا رہوں گی؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "آخر اس کشمکش سے کیا فائدہ کبھی فیصلہ کن نتیجے پر مجھے پہنچنا چاہیے۔ آج اس بات کا فیصلہ کر لینا چاہیے کہ یا میں ہمیشہ فرہاد کے ساتھ رہوں گی یا پھر ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی سے اتنی دور چلی جاؤں گی کہ کبھی یہ خیال خوانی کے ذریعے بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

وہ سوچتی جا رہی تھی اور مجھے دیکھتی جا رہی تھی۔ اس کا دل کتنا تھا کہ وہ مجھ سے دور نہیں جا سکے گی اور حالات بھی یہی کہہ رہے تھے کہ نہ بچھڑی ملے گی نہ دوری ہو گی۔ یہ قربت پتہ نہیں کب تک قائم رہے۔ یہ بچھڑی جب تک نہیں ملے گی۔ اس وقت تک وہ آزمائشوں سے گزرتی رہے گی اور اپنے محبوب کے اتنے قریب رہ کر اپنے آپ کو...؟"

وہ سہ سچنے کے دوران آہستہ آہستہ میرے سر کے بالوں میں، میرے کنپٹیوں سے کنگھی کرنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی "میں اپنی ضد نہیں منوا سکوں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ اگر یہ میرا بنے، مجھ سے شادی ہو تو صرف میرا ہی رہے۔ کسی دوسری طرف رُخ نہ کرے لیکن یہ میری خاطر اپنا دین نہیں چھوڑے گا اور میں اسے نہیں چھوڑ سکتی۔ کیا مجھے اس کے سامنے جھکنا پڑے گا؟"

وہ آہستہ آہستہ جھکتی ہوئی میرے سینے کی طرف آئی اور اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔ تب اچانک ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

میں نے اسے تھوڑی دیر تک رونے دیا پھر یک بیک آنکھیں کھول کر حیرانی سے پوچھا "اسے کیا ہو گیا۔ سونتی کیا

بات ہے؟"

میری آواز سنتے ہی وہ ایک جھٹکے سے میرے سینے سے الگ ہوگئی پھر بیٹھتے ہوئے اپنی ساری کے آنچل سے آنکھیں پونچھنے لگی۔ میں نے اٹھتے ہوئے پوچھا: "تم کیوں رو رہی ہو؟"

وہ منہ پھیر کر بولی: "کچھ نہیں۔"

"مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ، چھپاؤ گی تو میں تمہارے دماغ میں پیچ کر معلوم کرلوں گا۔ بہتر ہے کہ ہم اپنی زبان سے گفتگو کریں۔"

وہ چپ رہی سر جھکائے بیٹھی رہی۔ میں نے اس کے ہتھکڑی والے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر کہا۔ "میں اچھی طرح جانتا ہوں، تم میرے بازوؤں میں مرجانے کے لیے تیار ہو لیکن ظاہری شرم و حیا تمہیں روکتی ہے پھر تمہاری یہ ضد کہ میں صرف تم سے شادی کروں۔ تمہارا ہو کر رہوں میرے لیے ناممکن ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ سونیا میری کیسی ساتھی ہے۔ اگر میں اس سے بے وفائی کروں گا تو زندگی کے کسی موڑ پر تم سے بھی بے وفائی کرسکتا ہوں۔ میری مجبوریوں کو سمجھو۔ میں نہ تو سونیا کو چھوڑ سکتا ہوں نہ تم کو۔"

وہ سر جھکائے ہوئے بولی: "میں اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"بہتر ہے کہ اسی موضوع پر باتیں کرو۔ ابھی تم میرے سینے پر سر رکھ کر رو رہی تھیں کیونکہ تم میرے سینے پر سر رکھ کر رو بھی سکتی ہو اور خوشیاں بھی حاصل کرسکتی ہو۔ بس تمہارے فیصلے کی دیر ہے۔"

اس کی لانبی اور گھنی پلکیں آہستہ آہستہ اٹھنے لگیں۔ اس نے اپنی غزالی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ کتنی گہرائی تھی اس کی آنکھوں میں۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں میری آنکھوں کے راستے دل میں اتر رہی تھیں۔ پھر اس نے آگے کی طرف جھک کر اپنے سر کو میرے سینے پر رکھ دیا۔ دوسری بار پھر اسی طرح رونے لگی۔ میں نے پوچھا: "بھئی آخر کیا ہوا۔ کچھ بولو تو سہی؟"

وہ روتے ہوئے بولنے لگی: "میں اس طرح نہیں رہ سکتی۔ مجھ سے شادی کرلو۔ ابھی شادی کرو۔"

"تم کیا کہہ رہی ہو۔ اس جنگل میں ہماری شادی کیسے ہوسکتی ہے؟"

"کیوں نہیں ہوسکتی۔ کیا جنگل میں ہمارا خدا نہیں رہتا؟ کیا وہ ہماری اچھائیوں اور برائیوں کو نہیں دیکھ رہا ہے؟ تم مجھے بیوی کی حیثیت سے اور میں تمہیں شوہر کی حیثیت سے قبول کرتی ہوں۔ ہم ساری زندگی کے لیے اس رشتے کو نباہنے کا وعدہ کریں گے اگر ہم میں سے کسی نے بددیانتی اور بے ایمانی کی دھوکا دہی سے بے وفائی کی تو خدا اسے سمجھے گا۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر ازدواجی رشتے میں منسلک ہوسکتے ہیں اور آئندہ اسے دیانت داری سے نباہ سکتے ہیں لیکن پہلے اس کے لیے تمہارا مسلمان ہونا ضروری ہے۔"

"میں تیار ہوں۔"

"تو میں کلمہ پڑھتا ہوں، تم دوہراؤ۔"

اس نے مجھ سے الگ ہو کر اپنی ساری کو درست کیا۔ اس کے آنچل کو اپنے سر پر رکھا پھر اسے گھونگھٹ بنالیا۔

میں اس کے شانہ بشانہ پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہی۔ جنگل بھی خاموش تھا۔ ہر طرف سکون تھا کہیں کہیں چڑیوں کے چہچہانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ پھر سامنے بہتا ہوا دریا گنگنا تا رہا تھا۔ میں نے کلمہ پڑھا اس نے دوہرایا۔ پھر میں نے کہا: "اے خدا تو گواہ رہ کہ میں اپنی مرضی سے مسلمان ہو رہی ہے۔" تب مجھے رسونتی کی سنجیدہ اور گمبھیر آواز سنائی دی: "اے بھگوان! انسان مذہب کے لیے جیتا ہے مذہب کے لیے مرتا ہے مگر دل ایک ایسی جگہ ہے جہاں کوئی مذہب باقی نہیں رہتا۔ دل میں صرف پیار کی پوجا ہوتی ہے اور ہمنے سنا ہے کہ تو پیار میں ہی چھپا رہتا ہے۔"

اتنا کہہ کر وہ ذرا چپ ہوئی۔ میں نے کہا: "اے خدا! انسان کا دل بھی ایک کعبہ ہے۔ اسی کعبے میں تو رہتا ہے، یہی کعبہ پیار سے دھڑکتا ہے۔ تجھ سے خوف کھاتا ہے۔ تیری عبادت کرتا ہے اور تیرے ہی نام پر اپنی محبوب ہستی کو اپنا لیتا ہے۔ اے خدا، میں تیرے ہی نام پر آج رسونتی کو اپنا رہا ہوں کیونکہ یہاں کوئی نہیں جو گواہ بن سکے اور اگر ہم کچھ میرا اور اس طرح سے تو گناہ کے آلودہ راستے پر جاسکتے ہیں۔"

ہمارے سامنے وہ صاف و شفاف گنگناتا ہوا دریا بہہ رہا تھا جیسے ہمارے ساتھ ساتھ وہ بھی کچھ بولتا جا رہا ہو اور خوشی میں بہتا جا رہا ہو۔ رسونتی نے کہا: "اے بھگوان! تو کہتا ہے کہ زندگی ایک بار ملتی ہے۔ عورت کہتی ہے کہ آبرو ایک بار ملتی ہے۔ جب آبرو جاتی ہے تو پھر چلی جاتی ہے۔ اسی لیے عورت یہ چاہتی ہے کہ آبرو جس کے ہاتھ میں جائے وہ مرد ہمیشہ اس کی آبرو بن کر رہے۔ اے بھگوان! تو دنیا جہاں کے لوگوں کی عقل سے کھیلنے والے ذہاد کو عقل دے کہ وہ عورت کی اہمیت کو سمجھے اور بے حیائی کی دنیا سے نکل کر دیکھے کہ عورت

کیا کیا ہوتی ہے۔ وہ سوائے اپنے مرد کے کسی کو اپنا منہ بھی نہیں دکھانا چاہتی۔ میں چاہتی ہوں کہ فرہاد ہمیشہ میرا رہے اور میرا۔ کیا میری یہ آرزو کبھی پوری نہیں ہوگی؟"

میں نے کہا: "اے خدا، ہم اپنے مذہب اپنے ماحول کو چھوڑ سکتے ہیں۔ اس پر عمل کرتے ہیں اور ہم اپنے طور پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہمارے یہاں اس بات کی گنجائش ہے کہ اگر کسی مرد کو عورتوں سے انصاف کرنا نہ آتا ہو۔ ان کے ساتھ برابر کا سلوک کرسکتا ہے۔ کسی کی محبت میں کمی نہیں کرتا اور سب کو ہمیشہ عزت دے سکتا ہے تو وہ دو عورتوں کے ساتھ بھی گزار سکتا ہے۔ شرط یہی ہے کہ حیا اور عزت برقرار رہے۔ میں رسونتی کی حیا، اس کی آبرو اور اس کے تحفظ کا یقین دلاتے ہوئے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا حالات نے اگر دغا دیا تو پھر قریب آنے کی کوشش کروں گا۔ حالات میں رسونتی میری شریک حیات اور میری عزت بنی رہے گی۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی: "آہ! میں اپنے دل سے مجبور ہوں۔ اپنے شوہر کی یہ ضد یا یہ اصول برداشت کرلوں گی کہ وہ برسوں بعد بھی کبھی کبھی کو اپنے قریب سمجھے یا اپنے قریب لائے۔ میں ازدواجی رشتے کی ابتدا کرنے سے پہلے اپنے شوہر سے ایک وعدہ لینا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ میرا شوہر سال کے پہلے مہینے میں اور سال کے آخری مہینے میں صرف میرے ساتھ زندگی گزارے۔ میرا ایک گھر ہو میرے بچے ہوں۔ میرا شوہر سال بھر کے اس دو مہینے میں کوئی عورت میرے شوہر کے قریب نہ آئے۔ صرف میں اپنے شوہر کی ملکیت بنی رہوں اور میرا شوہر میری ملکیت بنا رہے بس میں یہی وعدہ چاہتی ہوں۔"

وہ بڑی عجیب شرط منوا رہی تھی کہ دسمبر اور جنوری کا مہینہ میں صرف اس کے ساتھ گزاروں اور ہم دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا نہ ہو۔ بس ہمارا گھر ہو اور ہم ہوں۔ یعنی دو مہینے مسلسل مجھے ہر سال گھر بلو زندگی گزارنی ہوگی۔ پھر دس مہینے کے لیے میں آزاد ہو جایا کروں گا۔ میں نے سوچا۔ چلو یہ شرط بھی ٹھیک ہی ہے۔ دو ماہ کی گھر بلو زندگی گزارنے کی پریکٹس ہوتی رہے گی۔ باقی دس ماہ تک آزادی رہے گی۔ میں نے کہا: "میں یہ وعدہ کرتا ہوں۔ سال کے دو مہینے دسمبر اور جنوری صرف رسونتی کے لیے مخصوص رہیں گے۔ میرے اور رسونتی کے علاوہ کوئی تیسری ہستی ہماری دو ماہ کی زندگی میں نہیں آئے گی۔ ہم باقاعدہ ایک گھر بلو زندگی گزاریں گے۔"

میری باتیں سن کر رسونتی نے بہتے ہوئے دریا کی طرف دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ اس کے ہاتھ کے ساتھ میرا ہاتھ بھی اٹھا۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ سنسکرت میں کچھ دعائیں پڑھ رہی تھی۔ میں خاموش بیٹھا رہا۔ اس کے بعد اس کی دعا ختم ہوئی تو وہ میری طرف ذرا سا جھک گئی۔ اس نے میرے قدموں کے پاس ہاتھ لے جا کر وہاں کی گھاس کو تھوڑا سا اکھاڑ دیا۔ پھر میرے قدموں کے پاس جو مٹی تھی اسے اٹھا کر سیندور کی طرح اپنی مانگ میں لگا لیا۔

میں نے اسے بڑے پیار سے دیکھا۔ پھر اس کے گھونگھٹ کو اٹھا کر اس کی ٹھوڑی کو ہاتھ لگایا۔ اس کے چہرے کو اٹھاتے ہوئے کہا: "رسونتی تمہارے دھرم کے مطابق اب تم ایک سہاگن ہو۔ تمہاری مانگ میں سرخ سیندور کی لکیر ہونی چاہیے۔ میں تمہیں سیندور لگاؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے اپنی کمر سے چاقو نکالا۔ اسے کھول کر میں نے اپنے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو ذرا سا کاٹ لیا۔ انگوٹھا چاقو کی دھار پر پڑتے ہی سرخ خون ابلنے لگا۔ میں نے اس انگوٹھے کو رسونتی کی مانگ میں رکھا اور پھر دیر تک سرخ لہو کی لکیر کھینچتا چلا گیا۔

رسونتی نے میرے لہو کی لکیر کو اپنے دل تک محسوس کیا۔ خوشی سے پاگل ہوگئی۔ جنگل اور ہرا ہوگیا۔ پرندے چہچہانے لگے۔ ادھر سے ادھر لہریں اڑنے لگے جیسے خوشی سے رقص کر رہے ہوں۔ سامنے بہتا ہوا دریا بھی اور سُروں میں گنگنانے لگا۔ ایک گلابی مستی میں آکر ایک درخت پر چڑھ رہی تھی۔ دوسری طرف ایک گرگٹ رنگ بدل رہا تھا اور بتا رہا تھا کہ اس دنیا میں کتنے رنگ بدلتے ہیں اور وقت اور ماحول کے مطابق جانور ہوں یا انسان کتنے رنگ بدلتے ہیں۔ میرے اور رسونتی کے بھی رنگ اور مزاج بدلتے جا رہے تھے۔

اے جنگل کچھ میں منگل ہوا، مبارک ہو۔

اے عیشتوں، آفتوں دور بھاگو۔ تم تو آتی ہی رہتی ہو۔ آج میری زندگی میں پہلی بار دلھن آئی ہے۔ مجھے اسے جی بھر کر دیکھ لینے دو۔ جب میں اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھوں گا تو تم میرے راستے میں آنا۔ میں تم سب کو اپنی دلھن کی خاطر کاٹتا چلا جاؤں گا۔

اے دشمنو تمہارا شکریہ کہ تم نے نفرت کی ہتھکڑی پہنا کر ہمیں محبت کی ہتھکڑی میں پرو دیا۔ نفرت کی ہتھکڑی کسی وقت بھی کٹ جائے گی لیکن محبت کی ہتھکڑی زندگی

کی آخری سانس تک نہیں کھلے گی۔

ہم اس دائرے کے اندر ہے جس کے باہر زہریلے کیڑے مکوڑے گھیرا ڈالتے تھے اور اس سفید سفوف کے باعث اندر نہیں آسکتے تھے۔ اندر ہم دونوں محفوظ تھے اور محبت بھری زندگی کا ایک ایک لمحہ گزار رہے تھے۔

پھر بہت سارا وقت گزر گیا۔ سورج مغرب کی طرف ڈھلنے لگا۔ شام کے سائے پھیلنے لگے۔ گھنے درخت اپنی کالی پرچھائیوں سے جنگل کو ڈھانپنے لگے۔ میں نے اٹھتے ہوئے کہا "چلو، بہت دیر ہو چکی ہے۔ ہمیں پھر سے سفر شروع کرنا ہے۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ تین خرم سے نظریں جھکائے رہی۔ وہ میری طرف دیکھنے سے کترا رہی تھی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہوا تو وہ بھی کھڑی ہو گئی۔ دریا کی طرف اشارہ کر کے منہ پھیر کر بولی "ہم اُدھر جائیں گے۔"

میں نے کہا "آؤ، چلو۔"

میں اس کے ساتھ اس دائرے میں سے نکل کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دریا کے کنارے پہنچ گیا۔ اس نے سر جھکا کر کہا۔ "اپنے جوتے اتار دو۔"

میں نے پوچھا "کیوں؟"

"ہم پانی میں جائیں گے۔"

"پانی میں کیوں جائیں گے۔ ہم نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے کہ ڈوب مرنے کی ضرورت ہو۔"

"تم بہت بولتے ہو۔ میں جو کہہ رہی ہوں۔ وہی کرو۔ جلدی سے جوتے اتار دو۔"

میں نے ایک پتھر پر بیٹھ کر دونوں جوتے اتار دیے۔ اس کے بعد وہ بولی "اب اپنی جیب سے رومال نکال کر اپنی آنکھوں پر باندھ لو۔"

"بھئی، آخر کیوں؟"

وہ بولی "اتنا نہیں سمجھتے۔ میں غسل کروں گی۔"

میں نے کہا "اب اندھیرا ہو رہا ہے۔ ٹھنڈک بڑھ رہی ہے۔ اس وقت غسل کرنا کیا ضروری ہے۔ کل جب دھوپ نکلے گی تو غسل کر لینا۔"

"میں تمہاری طرح گندی نہیں ہوں۔ چلو جلدی سے آنکھوں پر رومال باندھ لو۔"

میں نے جیب سے رومال نکال کر آنکھوں پر باندھ لیا۔ پھر وہ بولی "میں پانی میں جا رہی ہوں۔ تمہیں میری قسم ہے میری طرف نہ دیکھنا اور نہ ہی رومال کھولنا۔ اگر دیکھو گے تو میں مر جاؤں گی۔"

ہم تھوڑی دیر بعد پانی میں اُتر گئے۔ رسوتی بالکل قریب تھی۔ اس کا سارا دھیان میری طرف تھا کہ کہیں میں دیکھ نہ لوں۔ میں نے اس خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سونیا اور اس کی خبر لی۔ بہت دیر ہو چکی تھی۔ وہ دونوں شہر دور کیسا اجاڑ گئی تھیں۔ انھیں سپر ماسٹر کی طرف سے بھیجی ہوئی وہ فورس تھی جو ان کی امداد کے لیے مونا نگا کی بستی کی طرف جا رہی تھی۔ اس ٹیم نے انھیں شہر میں لا کر پناہ دی تھی۔ میری اور سونیا کی فرمائش کے مطابق اب مرجانہ کو پاکستان بھیجنے کے انتظامات کیے جا رہے تھے۔ جب میں نے سونیا کو مخاطب کیا تو وہ غصے سے بولی "اتنی دیر تک کہاں تھے۔ میں کئی بار تمہیں پکار چکی ہوں۔"

"بھئی غصہ کیوں ہوتی ہو۔ کیا میں کسی شہر میں ہوں جو رنگ رلیاں مناتا پھر رہا ہوں۔ یہاں مصیبتوں میں گرفتار ہوں۔ ایک مصیبت میں پھنسا ہوا ہوں۔ میں ابھی تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ تھوڑی دیر بعد پھر آؤں گا تو تمہیں تفصیل سے یہاں کے حالات بتاؤں گا۔ اس وقت بے انتہا تاریکی ہے اور ہر طرف جنگلی جانوروں کا خطرہ ہے۔ دشمن بھی کہیں سے آسکتے ہیں اس لیے مجھے اجازت دو۔ میں صرف تمہاری خیریت معلوم کرنا چاہتا تھا۔"

اس سے رخصت ہو کر میں نے سائرہ بانو کی خبر لی۔ چلا کہ ان کی روانگی کے لیے ابھی دو گھنٹے کا وقت باقی ہے۔ میں وہاں سے بھی مطمئن ہو کر واپس آگیا۔ اتنی دیر میں رسوتی غسل کر چکی تھی۔ اس نے ٹہنیوں والے ہاتھ کو ذرا سا جھٹکا دے کر کہا "باہر چلو مگر تمہیں قسم ہے۔ آنکھیں بند رکھنا۔"

میں آنکھ بند کیے اس کے ساتھ باہر آیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم کپڑے پہن چکے تھے، جھوک بڑے زور کی لگ رہی تھی۔ ہم نے کھانا نکالا۔ تھوڑا سا کھایا۔ دریا کا پانی پیا۔ بہت ہی ٹھنڈا میٹھا پانی تھا۔ ہم نے دونوں چھاگلوں سے پانی چھینک اس تازہ پانی کو چھاگلوں میں بھر لیا۔ جب ہم وہاں سے سامان اٹھا کر روانہ ہوئے تو اس وقت میری گھڑی میں ساڑھے نو بج رہے تھے اور جنگل میں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ چار آدھی رات کے بعد نکلنے والا تھا۔ میرے ہاتھ میں ٹارچ تھی اور میں اس کی روشنی میں رسوتی کو ساتھ لیے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

ہم دریا کے کنارے کنارے چلتے رہے۔ خیال تھا کہ ایسے گھنے جنگلوں میں اکثر دریا کے کنارے انسانی آبادی ہوا کرتی ہے شاید اسی طرح ہم کسی نہ کسی انسانی آبادی میں پہنچ جائیں۔

رسوتی کی چال بدل گئی تھی۔ کبھی ڈگمگاتی تھی۔ کبھی میرا سہارا لے کر آگے بڑھتی تھی۔ نشے میں چور تھی۔ زندگی میں پہلی بار شراب پی تھی۔ جس کا نشہ دیکھتی آئی تھی۔ آج پی لینے کے بعد مدہوش ہو رہی تھی۔

وہ چلتے چلتے جب ڈگمگاتے ہوئے میرا سہارا لینا چاہتی تو میں رک جاتا تھا۔ تھوڑی دیر تک اُسے جی بھر کر سہارا دیتا تھا۔ اس کے بعد ہم آگے بڑھ جاتے تھے۔ اس کا انداز مجھے بڑبڑیا لگ رہا تھا۔ وہ قدم قدم پر میری تمنا کر رہی تھی۔ اس کی دلی خواہش تھی کہ یہ سفر ختم ہو جائے۔ فوراً ہی منزل آجائے اور ہم اسی طرح گھاس کے مخملی بستر پر آرام سے لیٹ جائیں اور وہ میرے سینے پر سر رکھ کر آنکھیں بند کر لے اور ساری دنیا کو بھول کر میری ذات میں گم ہو جائے۔

ٹارچ کی روشنی دُور دُور تک پہنچ رہی تھی۔ ہمارے سامنے کبھی گھنی جھاڑیاں آجاتی تھیں اور کبھی درخت آجاتے تھے کبھی کوئی چھوٹا سا تالاب بھی راستہ میں آجاتا تھا یا دلدل بھی دکھائی دیتی تھی۔ ٹارچ کی روشنی میں ہم ان چیزوں سے بچاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ رسوتی نے کہا "ہم اتنی اندھیری رات میں زیادہ دیر نہیں چل سکیں گے۔ کہیں اگر پناہ ملنے کی جگہ مل جائے تو کتنا اچھا ہوتا۔ رات آرام سے گزار کر صبح پھر چلنا شروع کر دیتے۔"

میں نے کہا "مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ دو پہر سے اب تک ہم نے کسی جنگلی جانور کو نہیں دیکھا۔ کوئی ایسا بے ضرر جانور بھی ہمارے سامنے سے نہیں گزرا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جنگل کا یہ علاقہ جانوروں سے بالکل خالی ہے۔"

رسوتی نے کہا "میں نے سُنا ہے کہ بھیانک جنگلوں میں اگر کوئی بلا ہوتی ہے تو اس بلا کے خوف سے جانور وہ علاقہ چھوڑ دیتے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہاں کوئی آسیب یا بلا ہو اور ہم اسی کی گرفت میں چلے جا رہے ہوں؟"

"تم کہانیوں والی باتیں کر رہی ہو اور ہم کہانیوں کے کردار نہیں ہیں۔ سچ مچ ایک بھیانک جنگل سے گزر رہے ہیں اور جنگلوں میں سانپ، بچھو، زہریلے کیڑے مکوڑے، خونخوار درندے اور شریر بھالو ہوتے ہیں۔ بلائیں نہیں ہوتیں اور اگر کوئی جادوگر یا چڑیل ہو اور اس علاقے میں بلا بن کر رہتی ہو تو پھر دیکھیں گے کہ وہ بلا کیسی ہوتی ہے۔"

میں ایسا سوچتا ہوا جا ہی رہا تھا کہ اچانک میری ٹارچ کی روشنی ایک انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے پر پڑی۔ میں نے فوراً ہی ٹارچ کی روشنی کو وہاں سے ہٹا دیا تاکہ رسوتی دیکھ نہ پائے۔ وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بڑا بھیانک تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ہمارے ہی انتظار میں قبیلی کالے کھڑا ہوا ہو۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے اس ڈھانچے سے کترا تے ہوئے دوسری طرف چلنا چاہا تو ادھر بھی ویسا ہی ایک ڈھانچہ نظر آیا۔ وہ درخت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے جنگل میں چلتے چلتے تھک گیا ہو اور آرام سے ٹیک لگائے ستا رہا ہو۔

میں نے پھر ٹارچ بجھا دی، رسوتی نے پوچھا "کیا ہوا اندھیرا کیوں کر دیا؟"

میں نے کہا "بھئی یا تو ہمارے پاس ایک ہی ٹارچ ہے اگر ہم نے مسلسل روشن رکھیں گے تو اس کے سیل ختم ہو جائیں گے۔ پھر ہم اندھیرے میں بھٹکتے رہیں گے۔"

"تو کیا اب اندھیرے میں بھٹکنے کا ارادہ ہے؟"

"نہیں میرے پاس آئی لینس ہیں۔ میں انھیں اپنی آنکھوں پر چڑھا لیتا ہوں، مجھے اندھیرے میں دُور دُور تک نظر آئے گا۔"

"اور مجھے؟"

"تمہیں دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم ایک تو میرے ساتھ ہتھکڑی میں بندھی ہوئی ہو دوسرے یہ کہ میں تمہارا محافظ ہوں کسی غلط جگہ نہیں لے جاؤں گا۔ تم میرے پیچھے اندھیرے میں چلتی رہو گی اور میں راستہ دیکھتا رہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے ٹارچ کو اپنی کمر سے لٹکا لیا۔ پھر اپنی جیب سے وہ آئی لینس نکال کر آنکھوں پر چڑھا لیے۔ اب مجھے دُور تک سب کچھ نظر آرہا تھا۔ رسوتی اندھی بنی ہوئی تھی اور میں یہی چاہتا تھا کہ وہ کچھ نہ دیکھنے پائے۔

لیکن اب میں بہت کچھ دیکھ رہا تھا۔ ذرا آگے میں نے دیکھا دو چار پرندوں کے ڈھانچے اِدھر اُدھر پڑے ہوئے تھے غور کرنے پر پتہ چلا کہ وہ یا تو عقاب یا باز جیسے پرندے ہیں گے یا مردار کھانے والے گدھ کے ڈھانچے ہیں۔ میں نے رسوتی کو اپنے ایک بازو میں سمیٹ لیا تھا اور اسے ساتھ لے کر سنبھل سنبھل کر چلتا ہوا ان ڈھانچوں سے کترا تا ہوا گزر رہا تھا۔

رسوتی نے پوچھا "تم نے اپنی چال سست کیوں کر دی ہے؟ اتنا سنبھل کر کیوں چل رہے ہو۔؟"

میں نے کہا "ادھر خاردار جھاڑیاں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہارا لباس ان جھاڑیوں سے اُلجھ جائے یا کانٹے چبھ جائیں۔ تم اطمینان سے میرے ساتھ چلتی رہو۔"

میں آگے بڑھتے ہوئے دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔ کیا یہاں سے واپس چلا جاؤں؟ یہ کیسے ڈھانچے ہیں جو اِدھر

اُدھر پڑے ہوئے ہیں یہ کون لوگ تھے۔ کیا ان لوگوں نے گدھوں کو شکار کیا تھا یا گدھوں نے اُن کی بوٹیاں نوچ لی تھیں۔ کچھ ایسا ہوا تھا کہ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

میں نے چلتے چلتے دور دور تک نظریں دوڑائیں تو ایک اونچے ٹیلے پر مجھے جھونپڑی نظر آئی، میں اسے دیکھ کر خوش ہوگیا۔ میں نے رسونتی سے کہا "یہاں سے آدھے فرلانگ کے فاصلے پر ایک جھونپڑی نظر آرہی ہے۔"

"سچ؟" وہ خوش ہوگئی۔

"ہاں لیکن وہ ویران لگتی ہے۔ وہاں اندھیرا ہے شاید وہاں کوئی رہتا نہیں ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ جھونپڑی کے دروازے اور کھڑکیاں بند ہوں۔ اندر دیا روشن ہو۔ جس کی روشنی باہر نہیں آرہی ہو، ہمیں وہاں چل کر دروازے پر دستک دینا چاہیے۔"

میں نے اسے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "اچھی بات ہے چلو۔"

ہم آگے بڑھے چند قدم کا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں ذرا ٹھٹک گیا۔ رسونتی نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

میں نے کہا "یہاں آگے دلدل ہے۔ اس طرف سے چلو۔"

میں وہاں سے کترا گیا۔ کیونکہ وہاں بھی ایک انسانی ڈھانچہ پڑا ہوا تھا جس طرف کترا کر میں گیا، وہاں بھی ایک انسانی ڈھانچہ نظر آیا۔ ڈھانچے کے ساتھ اسٹین گن اور کارتوس وغیرہ پڑے ہوئے تھے۔ کچھ سامان بھی تھا۔

میں نے دور دور تک نظریں دوڑائیں۔ وہاں ایک نہیں کئی اسٹین گنیں پڑی ہوئی تھیں۔ ڈھیر سارے کارتوس بھی بکھرے ہوئے تھے اور ڈھیر ساری انسانی لاشیں دور دور تک ادھر ادھر پڑی ہوئی تھیں لیکن اب وہ لاشیں نہیں تھیں صرف ہڈیوں کے ڈھانچے تھے۔

رسونتی نے پوچھا "رک کیوں گئے؟"

"میں ذرا سوچ سمجھ کر اس جھونپڑی کی طرف جانا چاہتا ہوں۔"

"میں بہت دیر سے محسوس کر رہی ہوں کہ تم سنبھل سنبھل کر چل رہے ہو اور رک جاتے ہو ضرور کوئی بات ہے۔ تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم اطمینان رکھو میں تمہاری حفاظت کے لیے ہی سب کچھ کر رہا ہوں۔"

"مجھے معلوم تو ہو کہ کیا کر رہے ہو۔ یہاں ہمارے آس پاس کیا ہے، میں تو بالکل اندھی بنی ہوئی ہوں۔ دیکھو تمہیں میری قسم ہے۔ مجھ سے کچھ نہ چھپانا۔ بتاؤ کہ تم اتنے محتاط کیوں ہو گئے ہو؟"

"تم نے اپنی قسم دی ہے تو میں مجبور ہوں، ملکہ اس لیے نہیں بتانا چاہتا تھا کہ تم ڈر جاؤ گی۔"

"کیا یہاں ڈرنے کی کوئی بات ہے؟"

ایسا کہتے وقت وہ مجھ سے چپک گئی تھی۔

"میرے لیے نہیں تمہارے لیے ڈرنے کی بات ہے کیونکہ تم بڑی ڈرپوک ہو۔"

"کچھ بھی ہو مجھے بتاؤ۔ میں نہیں سنوں گی تو مجھے چین بھی نہیں ملے گا۔"

"تو پھر سنو۔ یہاں آس پاس دور دور تک پھٹے پرانے کپڑوں اور گدھوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے ہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ ایک دم سے لپٹ گئی۔ بولی "کیا تم سچ کہہ رہے ہو یا مجھے ڈرا رہے ہو۔ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا اس ویران جنگل میں انسانی لاشیں کہاں سے آئیں گی۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہاں جن کے ڈھانچے پڑے ہوئے ہیں اُن کی اسٹین گن اور دوسرا سامان وغیرہ بھی ادھر اُدھر بکھرے ہوئے ہیں۔ ذرا ٹھیرو۔ میں اسٹین گن اٹھا کر چیک کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کارآمد ہوسکتی ہیں یا نہیں۔"

وہ مجھ سے اور زیادہ لپٹ کر بولی "نہیں میں تمہیں اُن ڈھانچوں کے قریب نہیں جانے دوں گی۔ اگر کوئی تم سے لپٹ گیا تو؟"

"پاگل ہوئی ہو یہ بے جان ہیں یہ کیسے لپٹ جائیں گے؟"

"جو بھوت ہوتے ہیں وہ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں زندہ انسانوں سے لپٹ جاتے ہیں ان کا خون چوس لیتے ہیں۔ انھیں کھا جاتے ہیں۔"

"خدا کے لیے رسونتی ذرا ہمت سے کام لو۔ اسی لیے میں تمہیں کچھ نہیں بتا رہا تھا۔ کہو تو میں تمہاری خواہش کے مطابق روشنی کردوں۔ مارچ نکالوں۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں نہیں میں کچھ نہیں دیکھنا چاہتی۔ میں اندھی بنی رہوں۔ یہی اچھا ہے۔"

میں اُسے ساتھ لے کر ایک ڈھانچے کے قریب گیا۔ وہاں میں نے جھک کر اسٹین گن اٹھائی۔ اس نے پوچھا "کیا کر رہے ہو؟"

میں نے اسٹین گن کو چیک کرتے ہوئے کہا "یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ ہمارے کام آئے گی یا نہیں۔ اب پروا مت کرو ہم نہتے نہیں ہیں۔ دشمنوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔"

یہ کہہ کر میں کارتوس کا ایک پورا بیلٹ اٹھا کر اس اسٹین گن میں سیٹ کرنے لگا۔ رسونتی نے پوچھا "یہاں یہ

سارے انسانی ڈھانچے ہیں۔ کیا ان لوگوں نے اسٹین گنوں سے اپنے دشمنوں کا مقابلہ نہیں کیا ہوگا۔ ضرور کیا ہوگا لیکن یہ زندہ نہیں ہے اور ہم تو بالکل اکیلے ہیں بلکہ میں تو اسٹین گن چلانا بھی نہیں جانتی۔ تم اکیلے دشمنوں سے کب تک مقابلہ کرتے رہو گے؟"

میں نے اسٹین گن اُس کے ہاتھوں میں پکڑاتے ہوئے کہا "اسے اپنے پاس رکھو۔ یہ فائرنگ کے لیے بالکل تیار ہے میں دوسری اسٹین گن اپنے لیے تیار کر رہا ہوں۔ جب میری اسٹین گن خالی ہو جائے گی تو میں تم سے یہ لے لوں گا تاکہ مسلسل فائرنگ کی جاسکے۔"

یہ کہہ کر میں اُس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے دوسری اسٹین گن کے قریب پہنچا۔ اسی وقت دُور کہیں سے پھڑپھڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ ایسا لگا تھا جیسے کوئی بڑا سا پرندہ اپنے پَر پھڑپھڑا کر خاموش ہوگیا ہو۔ میں نے آواز کی سمت کا تعین کیا۔ پھر اِدھر اُدھر نگاہ گھما کر دیکھا۔ ایک درخت کی شاخ پر بہت سے گدھ بیٹھے ہوئے تھے۔

رسونتی نے پوچھا "یہ کیسی آواز تھی؟"

"ایک پرندہ درخت کی شاخ پر بیٹھا ہے۔ اُس نے اپنے پَر پھڑپھڑائے تھے۔"

"اور کوئی بات تو نہیں ہے؟"

"تم تو خواہ مخواہ سہمی جا رہی ہو۔ بھئی میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے ایک اسٹین گن اٹھائی۔ اُسے چیک کیا۔ پھر کارتوس کا لمبا سا بیلٹ اٹھا کر اس اسٹین گن میں بھی سیٹ کر دیا۔ اب ہمارے پاس دو اسٹین گن بالکل تیار تھیں اور ہم کسی بھی انجانے دشمن کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ ہم آگے بڑھتے ہوئے ذرا جھونپڑی کے قریب پہنچے۔ پھر میں نے بلند آواز سے پوچھا "یہاں کوئی ہے۔ اگر کوئی ہے تو باہر آجائے۔ ہم بھٹکے ہوئے مسافر ہیں پناہ لینے آئے ہیں۔"

اس جنگل میں میری آواز دور تک گونجتی ہوئی گئی پھر سناٹا چھا گیا۔ جھونپڑی کی طرف سے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ رسونتی نے میرا ہاتھ تھام کر کہا "ایک بات بتاؤ فرہاد۔ اس وقت جب تم نے وہ تارچ جلا کر اپنی آنکھوں پر آئی لینس چڑھایا تھا۔ کیا اسی وقت سے تم نے انسانی ڈھانچے دیکھے تھے؟"

"ہاں میں نے اسی وقت سے دیکھے تھے تمہیں اس لیے نہیں بتایا تھا کہ تم ڈر جاؤ گی۔"

وہ جھنجلا کر بولی "یہ کیا حماقت ہے۔ جب تم نے ڈھانچے دیکھ ہی لیے تھے تو واپس کیوں نہیں پلٹ گئے۔ ہم کسی دوسری طرف چلے جاتے۔"

"کیا ہم اسی راستے پر واپس جاتے۔ جہاں سے بھاگتے ہوئے آئے ہیں وہاں دشمنوں سے ہمارا سامنا ہو جاتا۔"

"یا ہمارے سامنا ہو جاتا۔ وہ زندہ دشمن ہوتے۔ اُن سے تم نمٹ لیتے۔ تم زندہ انسانوں سے مقابلہ کرنا جانتے ہو لیکن یہاں مُردوں سے کیسے مقابلہ کیا جاسکے گا۔ دیکھتے نہیں۔ یہاں موت کا سناٹا ہے۔ کوئی جواب نہیں ملتا لیکن موت یہاں بہرحال موجود ہے اور ہمارے آس پاس گونگی بنی ہوئی ہے۔"

ایسا کہتے وقت وہ مارے خوف کے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ میں نے کہا "کیا تمہارے ڈرنے اور کانپنے سے موت نہیں آئے گی۔ دیکھو رسونتی جس چیز سے ہمیں نجات نہیں مل سکتی۔ اُس سے ڈرنے سے کیا فائدہ۔ ہمیں ہمت سے کام لیتے ہوئے موت کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ ایسے ہی ہم زندہ بچنے کی توقع کر سکتے ہیں۔ ورنہ ڈرتے ڈرتے تو ہم موت سے پہلے ہی مر جائیں گے۔"

اُسے سمجھانے کے بعد میں نے پھر جھونپڑی کی طرف سر اٹھا کر دوبارہ آواز دی "یہاں کوئی ہے، کیا ہے؟"

میں یہ کہہ کر خاموش ہوگیا اور جواب کا انتظار کرنے لگا۔ رسونتی نے کہا "یہاں جواب نہیں ملے گا۔ معلوم ہوتا ہے جو لوگ بھی تھے وہ سالے کے سالے مارے گئے ہیں۔ جھونپڑی بالکل ویران ہے یا پھر اس تاریک جھونپڑی میں کوئی بلا رہتی ہے۔ ایسی بلا جس نے ان سارے انسانوں کو کھا لیا ہے۔"

"تم تو بالکل بچوں جیسی باتیں کرتی ہو۔ یہاں کوئی بلا نہیں ہے۔ ہاں کوئی مصیبت ضرور ہے اور مصیبتیں تو انسان کی زندگی میں آتی ہی رہتی ہیں۔"

یہ کہہ کر میں رسونتی کو لیے ہوئے ذرا اور آگے بڑھا۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "جھونپڑی کی طرف نہ جاؤ۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

میں چند قدم چلنے کے بعد رُک گیا۔ پھر اسٹین گن کو سنبھالتے ہوئے للکارنے کے انداز میں بولا "اب میں آخری بار آواز دے رہا ہوں۔ اگر کوئی جھونپڑی میں ہے تو باہر چلا آئے۔ ورنہ میں فائرنگ شروع کر دوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے تھوڑی دیر جواب کا انتظار کیا۔ پھر اسٹین گن کو سنبھالتے ہوئے بائیں سے دائیں ایک برسٹ مارتا چلا گیا۔ تڑتڑاتڑ۔ تڑتڑاتڑ کی آواز جنگل کے سناٹے میں گونجی۔ پھر اس کے ساتھ ہی ایسا لگا جیسے قیامت آگئی

ہو۔ ایک ساتھ کتنے ہی پر چاروں طرف سے پھڑ پھڑائے۔ گدھوں کے عجیب بھیانک انداز میں چیخنے کی آوازیں سنائی دیں۔ رسونتی چیخ مار کر مجھ سے لپٹ گئی۔

میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچتا ہوا۔ دوڑتا ہوا جھونپڑی کی طرف جانے لگا۔ اب اندھیرے میں وہ بہت سارے پر پھڑ پھڑاتے ہوئے ہمارے قریب آرہے تھے۔ میں اسے لیتا ہوا جھونپڑی کے برآمدے میں پہنچ گیا۔ اسی وقت ایک پرندہ ہم سے ٹکراتا ہوا گزرا۔ پھر دوسرا پرندہ ٹکرایا۔ میں نے پھر اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا تو پروں کی پھڑ پھڑاہٹ ذرا دور ہوگئی۔ میں نے جھونپڑی کے دروازے کو ایک زور کی لات ماری۔ وہ پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔ ایک جھٹکے سے کھلتا چلا گیا۔ میں رسونتی کو کھینچتے ہوئے اندر داخل ہوگیا وہ جھونپڑی پناہ گاہ تھی؟ یا اس جھونپڑی سے انسانی دھانچوں کا قبرستان شروع ہوتا تھا۔

رسونتی نے کہا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہمارے ایشیائی گدھوں کی طرح افریقہ میں پائے جانے والے گدھ بھی بزدل ہوں اور صرف مُردار ہی کھاتے ہوں۔ اس علاقے میں رہنے والے گدھ زندہ انسانوں اور جانوروں پر بھی حملے کرتے ہوں گے۔"

میں نے چونک کر کہا "ہاں یاد آیا۔ ہمیں دوپہر سے اب تک کوئی جانور راستے میں نظر نہیں آیا تھا۔ اب سمجھ میں آرہا ہے کہ یہاں سے گزرنے والے جانوروں پر یہ سیکڑوں گدھ حملہ آور ہوتے ہیں۔ ان کی بوٹی بوٹی کرتے ہیں اور انہیں اپنی خوراک بنا لیتے ہیں۔ اسی لیے ادھر سے کوئی جانور نہیں گزرتا ہے۔"

رسونتی نے رونی سی صورت بنا کر کہا "یہاں سے جنگل کے خونخوار درندے تک نہیں گزرتے۔ یہاں اسٹین گن جیسے ہتھیار لے کر آنے والے بھی ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاتے ہیں اور تم مجھے ایسی جگہ لے کر آگئے۔ کیا ہم یہاں سے زندہ واپس جا سکیں گے۔ مجھے یہاں لانے کی ضرورت کیا تھی؟"

"ابھی تو ہماری شادی ہوئی ہے۔ یہ ابتدا ہے۔ رفتہ رفتہ تمہیں مصیبتوں پر رونے کے بجائے ہنسنا آجائے گا۔"

"ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے؟"

"جب صبح ہوگی تو دیکھا جائے گا۔ تم جنگل میں تماشا کر رہی تھیں کہ کہیں کوئی پناہ لینے کی جگہ مل جائے۔ تمہاری دعا قبول ہوگئی ہے۔ ہمیں پناہ لینے کی جگہ مل گئی۔ رات بھر اس حد تک اطمینان ہے کہ یہ خونخوار گدھ دروازے اور دیواریں توڑ کر اندر نہیں آسکیں گے۔ ہم محفوظ رہیں گے۔ اس کے بعد کیا ہوگا دیکھا جائے گا۔ ابھی تو دماغ کو پُرسکون رکھ۔"

"مجھے ٹارچ دو، میں کمرے میں دیکھوں گی کہ یہاں کیا ہے۔"

"ابھی ٹارچ کی روشنی نہ کرو۔ ہوسکتا ہے روشنی دیکھ کر وہ گدھ پھر اس طرف آجائیں۔ تھوڑی دیر بعد ہم کمرے میں روشنی کریں گے۔ مجھے ذرا سوچنے دو کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ جب ہم جھونپڑی کے باہر تھے اور ادھر چلے آرہے تھے اس وقت گدھ بالکل خاموش تھے۔ یوں لگتا ہے جیسے درختوں کی شاخوں پر بیٹھے اونگھ رہے ہوں گے۔ انہوں نے ہمارے قدموں کی آہٹ نہیں سنی ہوگی یا ہماری باتوں کی آواز بھی ان تک نہیں پہنچی تھی۔ جب میں نے ملکارنا شروع کیا تب ہی ایک ساتھ یہ پھڑ پھڑانے کی آواز آئی اس کے بعد جب میں نے فائرنگ کی تو اس کے شور سے تمام کے تمام گدھ یا تو سوتے میں جاگ گئے یا مشتعل ہوکر ہم پر حملہ کرنے لگے۔"

رسونتی نے پوچھا "اب یہ ساری باتیں کرنے سے کیا کوئی فائدہ پہنچے گا؟"

"ہاں، میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ گدھ شاید یہیں رہتے ہیں یعنی صبح ہوگی تو یہ ہمیں جھونپڑی کے چاروں طرف درختوں پر بیٹھے ہوتے نظر آئیں گے۔ ہمارے انتظار میں رہیں گے کہ ہم باہر نکلیں اور یہ ہمیں اپنی خوراک بنائیں۔ اگر یہ کہیں دوسرے علاقے سے آتے ہوں گے تو صبح ہمارے لیے یہاں کا راستہ صاف ہوگا۔"

"بھگوان کرے یہ دوسرے علاقے سے آتے ہوں۔ صبح راستہ صاف ہوگیا تو ہم یہاں سے بھاگ جائیں گے۔"

میں خاموشی سے کمرے میں ہر طرف نظریں دوڑا رہا تھا ایک طرف ایک صندوق رکھا ہوا تھا جس میں سے میرے، جواہرات اگلے پڑ رہے تھے۔ دوسری طرف دو سوٹ کیس رکھے ہوتے تھے۔ کمرے کی پچھلی کھڑکی کے قریب ایک بہت موٹا لوہے کا ستون کمرے کے فرش پر گڑا ہوا تھا۔ اس ستون سے ایک رسّہ بندھا ہوا تھا جو پچھلی کھڑکی سے گزرتا ہوا باہر کہیں چلا گیا تھا۔

"تم اندھیرے میں نہ جانے کیا کیا دیکھ رہے ہو۔ میں اندھی بنی کھڑی ہوئی ہوں۔ کیا یہاں بھی کوئی ایسی بات ہے کہ تم مجھ سے چھپانا چاہتے ہو اور سمجھتے ہو کہ میں دیکھوں گی تو ڈر جاؤں گی؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لو، میں ٹارچ روشن کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے اسٹین گن کو ایک طرف دیوار سے ٹکا کر رکھ دیا۔ پھر اپنی کمر سے ٹارچ نکال کر اسے روشن کیا۔ کمرہ روشنی میں نہا گیا۔ ادھر روشنی ہوئی۔ ادھر باہر پروں کے پھڑ پھڑانے کی آوازیں آنے لگیں۔ میں نے فوراً ہی ٹارچ بجھا دی۔ باہر خاموشی چھا گئی۔ روشنی کے باعث گدھوں کی فوج میں جو بے چینی پیدا ہوئی تھی وہ اندھیرا ہوتے ہی ختم ہوگئی تھی۔

رسونتی نے پریشان ہوکر کہا "بڑی مصیبت ہے۔ ہم یہاں روشنی نہیں کرسکتے۔ اگر کریں گے تو یہ خونخوار پرندے ہم پر حملہ کرنے آجائیں گے۔"

"ہاں ایسا لگ رہا ہے جیسے ایک بہت بڑی فوج چاروں طرف سے محاصرہ کیے ہوتے ہے اور ہم اس جھونپڑی میں قید ہوگئے ہیں۔ نہ باہر نکل سکتے ہیں نہ اندر زیادہ دنوں تک رہ سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ باہر جو ہڈیوں کے ڈھانچے نظر آتے ہیں۔ وہ لوگ بھی اسی طرح یہاں آکر قید ہوگئے ہوں گے پھر بھوک پیاس سے تنگ آکر انہوں نے باہر نکل کر ان گدھوں سے مقابلہ کرنے کی ٹھان لی ہوگی۔ انہوں نے اپنی اسٹین گن اور کارتوس ان پر آزمائے ہوں گے۔ یقیناً بہت سے گدھ مارے گئے، لیکن ان کی تعداد کچھ اتنی زیادہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ اسٹین گن والوں پر غالب آگئے اور انہیں فوج کھسوٹ کر کھا پی کر ختم کردیا۔"

کمرے کی تاریکی میں رسونتی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "ابھی روشنی میں میں نے ادھر پچھلی کھڑکی کے پاس ایک کھمبے کو زمین میں گڑے ہوتے دیکھا ہے۔ اس کے ساتھ رسّی بندھی ہوئی ہے۔ وہ رسّی کھڑکی کے باہر گئی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا ادھر سے باہر جانے کا راستہ ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ جو لوگ اس جھونپڑی میں آکر قید ہوگئے تھے انہوں نے کھڑکی کے راستے سے بھی باہر جانے کی کوشش کی ہوگی۔ نتیجہ نہیں وہ لوگ کامیاب ہوسکے یا نہیں۔ یہاں رہ کر ہمیں معلوم کرنا ہوگا۔ ابھی تو ہم آتے ہیں دیکھتے ہیں۔ یہ خزانہ جو کونے میں رکھا ہوا ہے یہ بہت سی داستانیں سنا رہا ہے ایسا لگتا ہے کہ لوگ اس خزانے کے لیے یہاں آتے رہے ہیں، اور گدھوں کا شکار ہوتے رہے ہیں۔"

رسونتی نے پوچھا "ہم یہاں کب تک کھڑے رہیں گے؟"

میں نے ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا "میں یہاں اندھیرے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ ہمارے سر کے اوپر چھت کے نیچے ایک مچان بنی ہوئی ہے۔ ہم اس مچان کی صفائی کرکے وہاں آرام سے رات گزار سکتے ہیں لیکن پہلے ہم یہیں رہ کر معلومات حاصل کریں گے۔ جن لوگوں نے اپنا سامان یہاں چھوڑا ہے، وہ اپنے پیچھے یقیناً کچھ معلومات چھوڑ کر گئے ہوں گے۔ آؤ ذرا انکے سامان کی تلاشی لی جائے۔"

ہم دونوں ادھر گئے جہاں دو سوٹ کیس اور سفری بیگ وغیرہ رکھے ہوتے تھے۔ ایک بیگ کو ٹٹولنے پر بہت ساری موم بتیاں نکلیں۔ اس میں ماچس کے بنڈل بھی تھے۔ میں نے کہا "ان موم بتیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جھونپڑی میں قید ہونے والے رات کو موم بتی کی روشنی کرتے تھے۔ اتنی روشنی میں گدھ اس طرف نہیں آتے ہوں گے یا موم بتی کی دھیمی روشنی جھونپڑی کے باہر نہیں جاتی ہوگی۔"

پھر میں نے ایک موم بتی روشن کردی کمرے میں جو ایک موٹا سا آہنی ستون گڑا ہوا تھا۔ اس پر میں نے موم بتی کو رکھ دیا۔ اب کمرہ روشن ہوگیا تھا لیکن باہر سے پروں کے پھڑ پھڑانے کی آوازیں سنائی نہیں دی تھیں۔

اس روشنی میں میں نے بیگ کو دوبارہ کھولا۔ رسونتی نے کہا "میرا خیال ہے پہلے تم مچان کے اوپر دیکھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ وہاں ہمارے لیے کوئی مصیبت چھپی ہوئی ہو۔"

رسونتی کی بات دل کو لگی۔ میں نے موم بتی کو اٹھایا پھر اس صندوق کو بند کرکے آگے کی طرف کھینچا اور اس پر چڑھ کر دیکھا۔ مچان بالکل صاف ستھرا تھا۔ وہاں ایک نہایت آرام دہ بستر بچھا ہوا تھا ایک ایسا بستر جس میں ہوا بھرنے سے وہ ملائم گدّا بن جاتا تھا اور ہوا نکال دینے کے بعد محض ربڑ کا خول رہ جاتا تھا پھر اسے آسانی سے لپیٹ کر بیگ میں رکھا جاسکتا تھا رسونتی بھی میرے ساتھ صندوق پر کھڑی ہوئی دیکھ رہی تھی اس نے کہا "یہ مچان تو بالکل ٹھیک ہے۔ یہاں مجھے ڈر نہیں لگے گا۔"

میں نے اسے صندوق سے اتارتے ہوئے کہا "آؤ، پہلے ہم اس سامان کی تلاشی لیں، اس کے بعد آرام کریں گے۔" میں نے موم بتی رسونتی کو دی اور خود سامان کی تلاشی لینے لگا۔ پہلے ایک بیگ کو کھول کر دیکھا۔ اس میں تیل پالش، لپ اسٹک اور عورتوں کے میک اپ کا بہت سا سامان رکھا ہوا تھا۔ یقیناً وہ کسی عورت کا بیگ تھا۔ میں نے اسے ایک طرف رکھ دیا۔ دوسرے بیگ کو کھول کر دیکھا۔ اس میں دوا کے بہت سے اوزار تھے مثلاً چھینی، ہتھوڑی، پیچ کش اور آری ایسے ہی دوسرے اوزار اس بیگ میں بھرے ہوئے تھے۔ ایک طرف فرش پر پڑے ہوئے کدال اور بیلچے وغیرہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ جو لوگ یہاں آتے تھے وہ کسی خزانے کی تلاش میں نکلتے تھے اسی لیے ایسا سامان ساتھ لے کر آتے تھے۔

اس بیگ میں چھوٹی بڑی سرجری کی آریاں تھیں۔ میں نے انہیں نکالتے ہوئے خوش ہوکر کہا "رسونتی! ہم ان آریوں کے ذریعے اپنی اس ہتھکڑی کو کاٹ سکتے ہیں۔ پہلے باقی سامان کی تلاشی لے لیں پھر یہ کام کریں گے۔"

یہ کہتے ہوئے میں نے دوسرے بیگ کو کھول کر دیکھا۔ اس میں طبی امداد کا مکمل سامان تھا۔ بہت ساری دوائیں اور مرہم پٹی کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد میں نے

سوٹ کیسوں کی طرف توجہ دی۔ اوپر جو سوٹ کیس رکھا ہوا تھا اسے کھولنے سے پتہ چلا کہ وہ کسی عورت کا ہے۔ اس میں زنانہ کپڑے اور بہت سا دوسرا سامان رکھا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ "اگر تم لباس بدلنا چاہو تو یہ اسکرٹ بلاؤز موجود ہیں۔"

"میں ساڑی کے سوا کچھ نہیں پہنتی۔"

"ایسا نہ کہو، حالات بدلتے رہتے ہیں۔ تمہیں ہر قسم کا لباس پہننے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ تم ان میں سے کوئی ایک لباس پہنو گی۔ یہ میرا حکم ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "تمہارا حکم سر آنکھوں پر۔ میں تو تمہاری داسی ہوں۔"

میں نے وہ سوٹ کیس اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ پھر اس کے نیچے والے سوٹ کیس کو کھول کر دیکھا۔ اس میں مردانہ کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ اوپر دو ڈائریاں تھیں اور کچھ پرانے کاغذات تھے۔ ان کاغذات پر اجنبی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا میں نے دونوں ڈائریوں کو کھول کر دیکھا۔ ان میں انگریزی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ میں انہیں اٹھاتے ہوئے بولا "ذرا ادھر آؤ فرش پر بیٹھ کر ہم اسے پڑھتے ہیں۔ تم موم بتی کی روشنی دکھاتی رہو۔"

"مجھے سانپوں اور بچھوؤں سے ڈر لگتا ہے۔ میں فرش پر نہیں بیٹھوں گی۔ چلو اس صندوق پر بیٹھ جاتے ہیں۔"

ہم صندوق پر بیٹھ گئے ـــــ میں نے کہا "ان ڈائریوں کو پڑھنے میں کتنا وقت لگے گا۔ بہتر ہے کہ پہلے میں سونیا، مرجانہ اور سائرہ بانو کی خیریت معلوم کروں۔ اس کے بعد میں اسے شروع کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں پہلے سائرہ بانو کے پاس پہنچا۔ اس وقت تک وہ طیارے میں سوار ہو چکی تھیں۔ کوئی خطرہ نہیں تھا، اور ان کا سفر بڑی سلامتی سے شروع ہونے والا تھا۔ میں نے انہیں مخاطب کیا اور ان کے سفر کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔ پھر ان سے رخصت ہو کر سونیا اور مرجانہ کے پاس پہنچا وہ ایک بہت بڑے ہوٹل میں ٹھہری ہوئی تھیں اور بخیریت تھیں۔ مرجانہ نے بتایا کہ وہ کل شام ایک فلائیٹ کے ذریعے یہاں سے روانہ ہو جائے گی اور دوسری صبح پاکستان پہنچ جائے گی۔

سونیا نے کہا "مرجانہ کو رخصت کرنے کے بعد میں یہاں سے ایک ٹیم اپنے ساتھ لے کر تمہیں جنگل میں تلاش کروں گی۔"

میں نے کہا "خواہ مخواہ میری تلاش میں بھٹکنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ جنگل بھول بھلیاں ہے۔ بہتر ہے کہ تم مرد لیں ابا بیل ہی ٹھہرو۔ میں رسونتی کو لے کر کسی نہ کسی طرح تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ جب تک میں تمہیں مژدہ نہ دوں اس وقت تک تم اس شہر کو نہ چھوڑنا اور نہ ہی جنگل کی طرف آنا۔"

ان لوگوں سے باتیں کرنے اور مشورے دینے کے بعد میں دماغی طور پر رسونتی کے پاس حاضر ہو گیا۔ ہم دونوں اس مندر کی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے مسکرا کر رسونتی کو دیکھا۔ پھر ایک ڈائری کھولی۔ اس ڈائری کے پہلے صفحے پر پروفیسر برنارڈ رسل کا نام لکھا ہوا تھا۔ آگے پڑھنے سے پتہ چلا کہ وہ لندن کے محکمہ آثارِ قدیمہ کا ایک پروفیسر تھا۔ دوسرے صفحے پر لکھا ہوا تھا، چار جون انیس سو انہتر کو سنٹرل افریقہ کے ایک آثارِ قدیمہ سے بیش بہا خزانہ خفیہ طور سے لندن منتقل کیا جا رہا تھا اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لیے ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ ایک نیگرو تھا۔ اس کا نام وکی مین تھا۔ اس کے علاوہ چار مسلح گارڈز تھے جن میں دو نیگرو تھے اور دو انگریز تھے ـــــ ان پانچوں کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہ خزانہ وہاں سے لے کر لندن پہنچنا تھا لیکن یہ ہیلی کاپٹر بیچ ہی میں کہیں غائب ہو گیا ہے۔ اس کا سراغ لگایا گیا۔ آخر وہ ہیلی کاپٹر ایک ویران علاقے میں مل گیا۔ وہ بالکل خالی تھا۔ نہ اس میں خزانہ تھا نہ مسلح گارڈز تھے اور نہ ہی ہیلی کاپٹر کا پائلٹ تھا۔

ہم نے اس ڈکیتی کو بالکل راز میں رکھا۔ ہمارے کچھ جاسوس چپ چاپ اس بات کا سراغ لگانے لگے کہ وہ خزانے لے جانے والے کہاں غائب ہو گئے ہیں۔ چھ ماہ تک کچھ پتہ نہ چلا کہ انہیں زمین نگل گئی یا آسمان اڑا کر لے گیا۔ چھ ماہ کے بعد اڑتی اڑتی سی خبر ملی کہ گھنے جنگل میں ایک انسان ہے، وہاں سے بہنے والے دریا کے ساتھ ساتھ ایک ایسی جگہ ہے جہاں اونچی سی پہاڑی پر ایک جھونپڑی ہے اس کے آس پاس اور بھی کئی جھونپڑیاں تھیں لیکن وہ سب گر چکی ہیں۔ صرف ایک سلامت ہے۔ اس جھونپڑی کے متعلق عجیب عجیب باتیں مشہور تھیں کہ وہاں تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ہزاروں گدھ اس جھونپڑی کے آس پاس اپنا ٹھکانہ بنائے رہتے ہیں اور وہ ہر وقت منڈلاتے رہتے ہیں۔ وہ ایسے گدھ ہیں جو زندہ انسانوں اور جانوروں کو نوچ کر کھا جاتے ہیں۔ کہا جاتا تھا کہ ایک شخص وہاں سے کسی طرح بچ کر آ گیا تھا اس کے بیان کے مطابق اس جھونپڑی کے اندر ایسے ہیرے جواہرات ہیں کہ انہیں دیکھنے سے آنکھیں ان پر نہیں ٹھہرتیں۔ وہ بیش بہا

خزانہ ہے لیکن اسے کوئی وہاں سے نکال کر نہیں لا سکتا۔

ان افواہوں نے ہمیں سوچنے پر مجبور کیا کہ یہ وہی خزانہ ہو سکتا ہے جو راستے ہی میں غائب ہو گیا تھا۔ ہم نے ایک جاسوس کے ساتھ چند مہم جو نوجوانوں کی ٹیم وہاں روانہ کی تاکہ وہ حقیقت معلوم کر کے ہمیں بتائیں کہ کس طرح اس جھونپڑی تک پہنچا جا سکتا ہے۔

ایک جاسوس کی رہنمائی میں اس ٹیم کے افراد ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر اس جھونپڑی کی طرف گئے۔ وہاں گھنٹوں پرواز کے بعد واپس آ کر رپورٹ دی کہ ان لوگوں نے زندگی میں پہلی بار اتنے سارے گدھ ایک جگہ دیکھے ہیں۔ وہ کم از کم ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہاں گدھوں کی فوج بیٹھی ہو۔ جب ہیلی کاپٹر نیچی پرواز کرنے لگا تو سارے کے سارے گدھ چیختے ہوئے پر پھڑپھڑاتے ہوئے پرواز کرنے لگے تھے۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو مجبوراً اونچی پرواز کرنی پڑی کیونکہ کوئی گدھ اگر ہیلی کاپٹر کے پنکھے سے ٹکرا جاتا تو ہیلی کاپٹر کو حادثہ پیش آ سکتا تھا ہیلی کاپٹر کی نیچی پرواز خطرے کا باعث بن سکتی تھی۔ دوسرے لفظوں میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہم اس جھونپڑی تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ پائلٹ کا بیان تھا کہ ہمیں اس جھونپڑی سے تقریباً ایک یا دو میل دور اتارا جا سکتا ہے۔ ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرتے ہوئے رسیوں کی مدد سے ضروری سامان کو جھونپڑی کے سامنے پہنچایا جا سکتا ہے لیکن کسی انسان کو رسیوں یا سیڑھی کے ذریعے ہیلی کاپٹر سے اتارا جائے تو گدھ اسے نوچ کر کھا جائیں گے۔

اس رپورٹ کی دوسری اہم بات یہ تھی کہ جھونپڑی کے تین طرف دور دور تک گدھ ہی گدھ نظر آتے تھے۔ چوتھی طرف یعنی جھونپڑی کے پچھلے حصے میں ایک بھی گدھ نظر نہیں آیا۔ پیچھے ایک چٹان ہے اور چٹان کے بعد نیچے بہت گہری کھائی ہے اندازاً وہ پانچ سو فٹ گہری ہوگی۔ اس طرف گدھ نہیں جاتے تھے، لیکن ہیلی کاپٹر کی آواز ادھر نہیں پہنچ سکتی تھی۔

میں اس ڈائری کو پڑھ کر رسونتی کو سنا رہا تھا۔ وہ بولی "یہ بڑی لمبی رپورٹ ہے۔ ہم یہ معلوم کر کے کیا کریں گے کہ یہ ڈائری لکھنے والا پروفیسر اپنی ٹیم کے ساتھ یہاں کیسے آیا۔ ہمیں تو صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ لوگ یہاں سے کیسے واپس گئے۔ تم دو چار صفحات چھوڑ کر پڑھو۔"

میں نے سنتے ہوئے کہا "تم کہہ رہی ہو کہ وہ لوگ یہاں سے کیسے گئے۔ بھئی گئے کہاں، وہ تو جھونپڑی کے باہر آرام سے لیٹے ہوئے ہیں۔ کیا تم نے ان کے ڈھانچے نہیں دیکھے؟ میں اسی لیے تفصیل سے پڑھ رہا ہوں تاکہ یہاں سے نکلنے کا کوئی ایسا راستہ ملے جو انہیں نہ مل سکا یا وہ اس راستے کو اختیار نہ کر سکے۔"

میں نے رسونتی کو سمجھانے کے بعد دوبارہ اس ڈائری کو پڑھنا شروع کیا۔ پروفیسر برنارڈ رسل نے آگے لکھا تھا "میں نے اپنے محکمے کو یہ مشورہ دیا کہ پہلے چند زندہ گدھوں کو پکڑ کر کے یہاں لایا جائے تاکہ ہم ان کے عادات و اطوار کو سمجھ سکیں۔ ان کے کھانے پینے، سونے اور جاگنے کے اوقات کو یاد رکھ سکیں۔ اس کے مطابق کوئی طریقہ کار سوچ سکتے ہیں۔

میرے مشورے کے مطابق پھر ایک ٹیم بڑا سا جال لے کر ہیلی کاپٹر کے ذریعہ روانہ ہوئی۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر بہت نیچے پرواز کی ـــــ جب وہ تمام گدھ بھڑک بھڑک کر چیختے ہوئے اڑنے اور ہیلی کاپٹر کی طرف آنے لگے تو وہ جال نیچے پھینکا گیا اور اس طرح اوپر آنے والے کتنے ہی گدھ اس جال میں آ کر پھنس گئے۔ پھر وہ جال ہیلی کاپٹر کے ساتھ بندھ ہوتا چلا گیا۔ بہرحال سولہ گدھ ہمارے ہاتھ لگے جنہیں لا کر بہت بڑے پنجرے میں رکھا گیا۔ اس پنجرے کی اونچائی تقریباً پچیس فٹ تھی۔ لمبائی چوڑائی بھی بہت زیادہ تھی۔ یعنی گدھ بڑی آسانی سے اس کے اندر پرواز کر سکتے تھے۔ پنجرے میں ایک مصنوعی درخت بھی بنایا گیا تھا۔ ہم ان کی فطرت کے مطابق یہ اسٹڈی کرنا چاہتے تھے کہ وہ کب درخت کی شاخ پر بیٹھتے ہیں اور کب نیچے آتے ہیں۔

ہم نے پندرہ دنوں تک مسلسل دن رات انکی اسٹڈی کی۔ اس پنجرے کے چاروں طرف کیمرے نصب تھے۔ وہ کیمرے ان کے کلوز اپ سے لے کر لانگ شاٹ تک تمام متحرک تصویریں اتارتے تھے۔ اسکرین پر دیکھنے سے پتہ چلتا تھا کہ کب ان کی آنکھیں کھل رہی ہیں، کب بند ہو رہی ہیں کب وہ پر سمیٹتے ہیں، پنجے سکیڑتے ہیں اور کب آرام سے بیٹھتے ہیں۔ سب بے چینی سے بیٹھے ہوتے کچھ آوازیں سنتے ہیں۔ غرض یہ کہ ان کیمروں کی آنکھوں سے ان کی ذرا ذرا سی حرکتوں کا پتہ چل جاتا تھا۔

جب ہم ان کے قریب سے گزرتے تھے تو وہ چونک جاتے تھے اور گزرنے والے کی طرف دیکھنے لگتے تھے۔ پر پھڑپھڑاتے تھے۔ ہماری طرف اڑ کر آتے تھے۔ پھر پنجرے کی جالی سے ٹکرا جاتے تھے۔ وہ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد اڑ کر درخت کی شاخ پر بیٹھ جاتے اور وہاں بیٹھ کر اونگھنے لگتے تھے ایسے وقت ہم نے دبے پاؤں پنجرے کے قریب سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ انہیں ہمارے قدموں کی آہٹ نہیں ملتی تھی۔ شاید

وہ کھانے کے نشے میں مست ہو جاتے تھے۔ وہ مستی میں اونگھتے رہتے تھے یا سوتے رہتے تھے لیکن ایسے ہی وقت جب ہم ان پنجروں کے قریب سے دوڑتے ہوئے گزرتے تھے وہ پیٹ بھرنے کے باوجود چیخنا چلانا شروع کر دیتے تھے۔ پھر دور ڈنڈے کی طرف اڑتے ہوئے آتے تھے۔

اس سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ شکم سیر ہونے کے بعد وہ گدھ درختوں کی شاخوں پر جھونپڑی کی چھت پر یا اونچے ٹیلوں پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور مستی میں اونگھتے یا سوتے رہتے ہیں انہیں آس پاس کا ہوش نہیں رہتا۔ ان کے قریب سے اگر دبے پاؤں گزرتے ہوئے جھونپڑی تک پہنچنے کی کوشش کی جائے تو کامیابی ہو سکتی ہے۔ بس اتنا خیال رکھنا ہوگا کہ کوئی آہٹ نہ ہونے پائے تاکہ وہ اپنی نیند سے نہ چونکیں۔

ہم نے مزید پانچ دنوں تک ان گدھوں کی حرکات و سکنات کی اسٹڈی کی۔ اچھی طرح معلومات حاصل کرنے کے بعد محکمۂ آثارِ قدیمہ کے ایک آفیسر نے کہا: "ان گدھوں کو زہریلا گوشت کھلا کر دیکھا جائے۔ مرنے لگے گوشت میں زہر پیدا ہو جاتا ہے اور گدھ ایسے گوشت کو بہ آسانی ہضم کر لیتے ہیں۔ ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا لہٰذا دیکھنا یہ تھا کہ وہ زہر کی کتنی مقدار سے مر سکتے ہیں۔

پھر گوشت کے ٹکڑوں کو مختلف قسم کے زہر میں ڈبو کر اس پنجرے میں پھینکا گیا۔ وہ گدھ گوشت کو دیکھتے ہی اڑتے ہوئے قریب آئے لیکن گوشت کو منہ لگانے سے پہلے رک گئے یوں انتظار کرنے لگے جیسے زہر کو سمجھ رہے ہوں۔ پھر وہ تیوری چڑھ گئے۔ کچھ گدھ اڑتے ہوئے درخت کی شاخ پر چلے گئے ہم صبح سے شام تک انتظار کرتے رہے لیکن وہ ان ٹکڑوں سے دور رہے۔ پھر ہم نے شام کے وقت ان گوشت کے ٹکڑوں کو پنجرے سے باہر پھینک لیا۔ دوسرے گوشت کے ٹکڑے معمولی سے زہر میں بھگو کر پنجرے میں پھینکے گئے۔ اس بار انہوں نے گوشت کو منہ لگایا۔ اسے کھاتے چلے گئے۔ کھانے کے بعد ہم بہت دیر تک انہیں دیکھتے رہے۔ خیال تھا کہ وہ آہستہ آہستہ مر جائیں گے لیکن وہ اونگھنے لگے تھے۔ وہ درخت کے نیچے جہاں انہوں نے گوشت کھایا تھا، وہیں بیٹھے رہ گئے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے آہستہ آہستہ ان کی جان نکل رہی ہو لیکن چھ گھنٹے کے بعد ان میں زندگی پیدا ہوئی۔ وہ ادھر ادھر پھدک پھدک کر چلنے لگے تھے۔ اڑنے کی کوشش کرتے تھے لیکن اپنے بھاری جسم اور بھاری پروں کی وجہ سے اڑ نہیں سکتے تھے۔ ان کے اندر زہر نے کمزوری پیدا کر دی تھی۔ دوسری صبح ہم نے دیکھا وہ کمزوری بھی دور ہو گئی تھی اور وہ گدھ شاخ پر بیٹھے ہوئے تھے۔

اس طرح ایک نئی بات معلوم ہوئی کہ نیم زہریلے گوشت کے ذریعے ان گدھوں کو تقریباً چھ گھنٹے کے لیے مفلوج کیا جا سکتا تھا۔ وہ اس قابل نہ رہتے کہ اپنے قریب سے گزرنے والوں پر حملہ کر سکیں۔ میں نے ان معلومات کی روشنی میں اس جھونپڑی تک پہنچنے کے لیے ایک ٹیم بنائی، جس میں میرے علاوہ چھ افراد تھے۔ ان میں ایک عورت ایڈونا بھی تھی جو میرے جواہرات کو پرکھنے کے سلسلے میں بڑی بڑی سندیں حاصل کر چکی تھی۔ اسے جھونپڑی میں لے جانا ضروری تھا۔ وہ وہیں فیصلہ کر سکتی تھی کہ میرے جواہرات کتنے پرانے ہیں اور کس زمانے سے تعلق رکھتے ہیں بہرحال ہمیں اس عورت کو اپنی ٹیم میں رکھنا پڑا۔

اب طریقہ کار یہ تھا کہ پہلے ایک ہیلی کاپٹر ہمارا ضروری سامان لے کر وہاں جاتا۔ اس ضروری سامان میں دو بڑے صندوق تھے۔ ہم ان صندوقوں میں ہیرے جواہرات بھر کر لانا چاہتے تھے لیکن لانے کا طریقہ یہ نہ ہوتا کہ ہم ان صندوقوں کو جھونپڑی سے باہر نکال کر گدھوں کے درمیان سے گزار کر لاتے۔ اس میں ہمارے لیے خطرہ تھا۔ ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ دونوں صندوقوں میں مال بھرنے میں کتنا وقت لگے گا اور وہاں کون سی ناگہانی دشواری پیش آئے گی۔ یہ بھی خیال تھا کہ اس وقت تک گدھ زہریلے گوشت کے اثرات سے نکل چکے ہوں گے۔ وہ ہماری واپسی کے وقت ہم پر حملہ بھی کر سکتے تھے لہٰذا ہمیں صندوقوں کو حفاظت وہاں سے نکال لانے کے لیے دوسرا راستہ بھی سوچنا تھا۔

اور وہ راستہ جھونپڑی کا پچھلا حصہ تھا جہاں سے کھڑکی کے راستے ہم صندوقوں کو رسّے میں باندھ کر پانچ سو فٹ گہری کھائی میں اتار سکتے تھے۔ بعد میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس کھائی کی تہہ میں پہنچ کر ان صندوقوں کو حاصل جا سکتا تھا اور یہی طریقہ زیادہ محفوظ اور مناسب تھا۔

ایک بہت بڑی دشواری یہ تھی کہ بار بار ہیلی کاپٹر اس علاقے میں پرواز نہیں کر سکتا تھا۔ پچھلے دو مہینوں میں ہمارا ہیلی کاپٹر دو بار اس جنگل میں غیر قانونی پرواز کر چکا تھا۔ غیر قانونی اس لیے کہ ہم نے اس خزانے کو تمام حکومتوں سے چھپا کر رکھا تھا۔ ایک حکومت سے ہمارے تعلقات تھے۔ ہم نے اس حکومت کو بھی یہ جھانسہ دیا تھا کہ ہم آثارِ قدیمہ کے سلسلے میں کچھ ضروری معلومات کے لیے اس جنگل میں پرواز کرنا چاہتے ہیں۔ اگر معلومات حاصل ہوں گی تو اس حکومت کو بھی اس سے مدد ملتی تھی لیکن سفارت خانے والے کہتے تھے کہ پرواز کم سے کم ہو اور مختصر ہو۔ ایسا نہ ہو کہ یہاں کی حکومت بھڑک جائے۔

اور یہاں سے پرواز کی مخالفت کر دے۔ اس لیے ہم بہت محتاط تھے اور کم سے کم پروازوں کے ذریعے اپنا کام نکالنا چاہتے تھے اس کے باوجود ہم نے حساب لگایا، ہمارے ہیلی کاپٹر کو کم از کم چار بار وہاں تک آنا جانا تھا۔

میں نے ڈائری کو یہاں تک پڑھا تھا کہ رسونتی نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر مجھے آگے پڑھنے سے روک دیا۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

وہ بولی: "یہ داستان طویل ہے۔ کافی وقت لگے گا۔ کیوں نہ ہم ایک وقت میں دو کام کریں؟"

میں نے خوش ہو کر پوچھا: "کیا تجویز بھی کریں؟"

"جی نہیں، میں ڈائری پڑھ کر سناتی ہوں۔ تم سنتے جاؤ، اور سننے کے دوران اس ہتھکڑی کو آہستہ آہستہ آری سے کاٹتے جاؤ۔ ادھر داستان ختم ہوگی ادھر ہماری ہتھکڑی کھل چکی ہوگی۔"

"واقعی تم نے بڑے کام کی بات کی ہے۔ ہمیں ایک وقت میں دو کام کرنا چاہیے۔ آزادی بھی حاصل ہوگی اور معلومات بھی۔"

یہ کہہ کر ہم دونوں وہاں سے اٹھے۔ اس بیگ کو کھولا، جس میں مختلف اوزار تھے۔ میں نے دو تین قسم کی آریاں منتخب کیں۔ پھر ہم دالیں آ کر صندوق پر بیٹھ گئے۔ وہ ڈائری ایک ہاتھ میں لے کر موم بتی کی روشنی میں پڑھنے لگی۔ میں نے آہستہ آہستہ ہتھکڑی کو آری سے کاٹنا شروع کیا۔ رسونتی کو پہلے مریم نے انگریزی لکھنا، پڑھنا اور بولنا سکھایا تھا۔ برما میں قیام کے دوران اسے پڑھنے لکھنے کا کافی موقع ملا تھا۔ پھر ممی نے اسے اس زبان میں پختہ کر دیا تھا۔ اس وقت وہ بڑی روانی سے ڈائری پڑھتی جا رہی تھی۔

پروفیسر برنارڈ وسل نے آگے چل کر لکھا تھا: "وہ ہیلی کاپٹر ہمارے قریب آئے۔ ہم جس ہیلی کاپٹر میں سوار تھے وہ وہاں اتر گیا۔ دوسرا ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا جھونپڑی کی طرف گیا اور اس نے گوشت کو پھینکنے کی۔ ٹرانسمٹر کے ذریعے ان سے ہمارا رابطہ تھا اور ہمیں وہاں کے متعلق معلومات حاصل ہو رہی تھیں کہ کس طرح گدھ ہیلی کاپٹر کے نیچے آنے سے بھڑک کر پرواز کرتے ہیں اور پھر زمین پر پڑے ہوئے گوشت کو دیکھ کر اس پر جھپٹنے لگتے ہیں۔ وہ ہیلی کاپٹر تھوڑی دیر تک وہاں چکر لگاتا رہا۔ ہمیں اطلاع ملتی رہی کہ گدھ شکم سیر ہو چکے ہیں۔ ان میں وہ جوش و خروش نظر نہیں آ رہا ہے۔ درخت کی شاخوں پر زیادہ تر دیران ہیں اور وہ سب زمین پر بیٹھے اونگھ رہے ہیں۔

ہیلی کاپٹر سے گوشت پھینکنے والوں نے یہ دانشمندی دکھائی تھی کہ جھونپڑی تک جانے اور آنے کا جو راستہ تھا وہاں گوشت نہیں پھینکا تھا۔ وہاں سے ذرا فاصلے پر ادھر ادھر گوشت کے ٹکڑے پھینکتے رہے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ جو گدھ زمین پر بیٹھے ہوئے اونگھ رہے تھے وہ جھونپڑی کے راستے سے کچھ فاصلے پر تھے۔ یعنی ہم ان کے درمیان سے گزر سکتے تھے۔ ہم نے وقت دیکھا۔ انہیں گوشت کھاتے ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ گزر چکا تھا اور ہمیں ڈیڑھ میل کا راستہ طے کرنے میں کم از کم ایک گھنٹہ لگ سکتا تھا۔ اگرچہ بیشتر سامان ہیلی کاپٹر کے ذریعے جھونپڑی کے سامنے پہنچا دیا گیا تھا، اس کے باوجود کہ ہمارے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں، گردن سے گیس ماسک لٹک رہے تھے۔ اور ہماری پشت پر گیس سلنڈر بندھے ہوئے تھے۔ ہم نے سوچا تھا کہ دبے قدموں ان گدھوں کے درمیان سے گزر جائیں گے اگر کوئی خطرہ ہوا اور انہوں نے حملہ کیا تو ہم گیس ماسک پہن کر زہریلی گیس فضا میں چھوڑ دیں گے اور اس کے ساتھ ہی فائرنگ بھی کریں گے۔ اس طرح ہم بہ آسانی جھونپڑی کے اندر پہنچ جائیں گے۔

ہم ندی کے کنارے کنارے چلتے اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے ٹھیک ہمارے سامنے تقریباً چار سو گز کے فاصلے پر وہ جھونپڑی اونچی پہاڑی پر نظر آ رہی تھی لیکن اس کے آس پاس ہم نے اتنے سارے گدھ دیکھے کہ ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ زندگی میں ہم نے کبھی گدھوں کو اتنی تعداد میں ایک جگہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ سارے کے سارے زمین پر بیٹھے۔ کچھ اونگھتے ہوئے سے لگ رہے تھے اور کچھ زمین پر گرے ہوئے تھے۔ صاف پتہ چلتا تھا کہ وہ بالکل بے حس و حرکت ہیں۔ کمزور ہو گئے ہیں اور ان میں اٹھنے کی سکت نہیں ہے۔

میں نے گیس ماسک اپنے منہ پر چڑھا لیا۔ میرے ساتھیوں نے بھی میری تقلید کی۔ پھر میں آگے بڑھا۔ میرے پیچھے ایڈونا تھی۔ اس کے پیچھے والٹر پھر ڈکی اس کے بعد رونالڈ اور اس کے پیچھے موزیک اور موزیک کے بعد واسیتو تھا۔ ٹیم کے سب افراد میری رہنمائی میں ایک دوسرے کے پیچھے قطار بنا کر آگے بڑھ رہے تھے۔ ہم دبے قدموں سے جیسے چاپ کوئی آہٹ پیدا کیے بغیر چل رہے تھے۔ ہماری کوشش تھی کہ ہمارے قدموں تلے درخت کے سوکھے ہوئے پتے بھی نہ آئیں۔ اس لیے ہماری نظریں زیادہ تر اپنے قدموں کی طرف ہوتی تھیں اور ہم کن انکھیوں سے ان گدھوں کو بھی دیکھتے جاتے تھے۔

ہم نے سانس روک روک کر دو سو گز کا فاصلہ طے کر لیا۔ اب صرف دو سو گز کا فاصلہ اور رہ گیا تھا۔ اسی وقت ایک

طرف سے کسی گدھ کی آواز آئی "کوں اوں اوں"۔

یہ آواز اگرچہ دھیمی تھی لیکن ہمیں ایسا لگا جیسے ہمارے چاروں طرف ہوت چیخنے لگی ہو۔ ہم سب سہم کر کھڑے ہو گئے ہمارا ایک ہاتھ گیس سلنڈر کے پائپ کی طرف گیا۔ دوسرے ہاتھ سے ہم نے اسٹین گن کو سنبھال لیا تھا اور گم سم کھڑے اس انتظار میں تھے کہ گدھوں کی طرف سے کوئی پیش قدمی ہو تو ہم جوابی کارروائی کریں۔ اس گدھ کی آواز مردہ تھی۔ مگر بھیانک بھی تھی جیسے وہ پوچھ رہا ہو "کہاں مرنے چلے آئے ہو"۔

ہمارے چاروں طرف مکمل سکوت رہا۔ صرف ایک دھمکی تھی جو کسی گدھ نے دی تھی۔ میں نے خاموشی سے ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ ہم آہستہ آہستہ قدم رکھتے ہوئے جھونپڑی کے قریب پہنچ ہی گئے۔ وہاں بہت سا سامان اور دو صندوق رکھے ہوئے تھے۔ رسّوں کے بہت بڑے بڑے بنڈل تھے۔ ہم نے آہستگی سے جھونپڑی کا دروازہ کھولا۔ سب سے پہلے ایڈونا اندر گئی۔ دو آدمی اسٹین گن تانے گدھوں کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہو گئے۔ ہم سب وہ سامان جھونپڑی کے اندر آہستہ آہستہ پہنچانے لگے۔ اس وقت بھی ہم نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ سامان لے جانے میں ذرا سی بھی آواز پیدا نہ ہو۔ بہرحال ہم جھونپڑی میں تمام سامان کے ساتھ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر ہم نے اس کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ دونوں صندوقوں پر کھڑے ہو کر مچان پر دیکھا۔ یہاں سے وہاں تک ہیرے جواہرات بکھرے پڑے تھے۔ ہم حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس بیش بہا خزانے کو تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے۔ ایڈونا اچھل کر مچان پر پہنچ گئی اور وہاں کی ایک ایک چیز اٹھا کر اس کا بغور معائنہ کرنے لگی۔ میں نے کہا "جب تک ایڈونا انہیں پرکھتی ہے اس وقت تک ہم دوسرا کام کر لیں۔ سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ کھڑکی کے راستے کس طرح صندوق کو کھائی میں پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ یہاں کھڑکی کے پاس گہرا گڑھا کھود کر آہنی ستون گاڑ دیا جائے تاکہ مضبوطی سے رسّے کو اس ستون کے ساتھ باندھ کر بھاری سے بھاری سامان دوسری طرف کھائی میں پہنچایا جا سکے"۔

جس بیل کا پیڑ میں ہم آتے تھے وہ آبشار کے پاس ابھی موجود تھا اور ہماری خیریت معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہم جھونپڑی میں سلامتی سے پہنچ گئے ہیں یا نہیں؟ اور اگر پہنچ گئے ہیں تو اندازاً کتنی دیر بعد واپس آ سکتے ہیں۔ وہاں کے حالات کیا ہیں؟

میں نے بیل کا پیڑ کے پائلٹ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے اپنی اسٹین گن کو ایک طرف رکھ کر ٹرانسمٹر کو سنبھالا۔ اسی وقت مجھے ایڈونا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "نہیں پروفیسر! ٹرانسمٹر کو یہاں صندوق کے اوپر رکھ دو۔ تم کسی سے رابطہ قائم نہیں کرو گے"۔

میں نے سر اٹھا کر مچان کی طرف دیکھا۔ ایڈونا مچان کے کنارے اوندھی لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا اور ریوالور کا رُخ میری طرف تھا۔ میں نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا حماقت ہے؟"

وہ بولی "حماقت نہیں، دانشمندی ہے۔ اب اس جھونپڑی سے باہر کی دنیا میں یہ خبر پہنچنا چاہیے کہ یہاں پر سب کے سب مارے گئے ہیں۔ ہم میں سے کوئی نہ زندہ بچا ہے نہ کسی کے واپس آنے کی توقع کی جا سکتی ہے"۔

میں نے حیرانی سے پوچھا "میں تمہاری بات اب تک نہیں سمجھ سکا۔ تم ایسا کیوں کرنا چاہتی ہو؟"

کمرے کے ایک گوشے میں کھڑے ہوئے والٹر نے ایڈونا کی حمایت میں اسٹین گن کو سنبھال لیا۔ ایڈونا مچان سے کود کر صندوق پر آ گئی۔ پھر وہاں کھڑی ہو کر بولی "میں نے اس خفیہ خزانے کو ایک نظر میں پرکھ لیا ہے۔ یہ اتنی دولت ہے کہ اس کے ذریعے ہم کسی دور افتادہ اور چھوٹے سے ملک کو خرید سکتے ہیں۔ وہاں یہ مال پہنچا کر ہم اور ہماری آئندہ نسلیں عیش کر سکتی ہیں۔ ہمیں محکمہ آثارِ قدیمہ سے کیا ملتا ہے، کچھ نہیں"۔

میں نے غصّے سے پوچھا "کیا تم اور والٹر یہ ہتھیار دکھا کر مجھے اپنے ملک اور اپنے محکمے سے غداری کرنے پر مجبور کر سکتے ہو؟"

ایک طرف سے واستیو نے کہا "میں بھی ایڈونا اور والٹر کے ساتھ ہوں پروفیسر! جو کچھ ایڈونا کہہ رہی ہے اس پر غور کرو۔ تم اپنے ملک اور اپنے محکمے سے وفاداری کی بات کرتے ہوئے اور اپنے فرض کو اہم سمجھتے ہوئے یہ کارنامہ انجام دینے کے بعد بھی کچھ سند اور کچھ تمغے ہی حاصل کر سکو گے۔ اس لیے کہ تم بوڑھے ہو چکے ہو۔ تمہیں اپنی باقی ماندہ بوڑھی زندگی گزارنے کے لیے دولت کی نہیں صرف شہرت، عزت اور چند منٹوں کی ضرورت ہے"۔

والٹر نے کہا "واستیو بالکل درست کہہ رہا ہے۔ تمہاری زندگی کے صرف چند سال، چند مہینے، چند دن یا چند گھنٹے رہ گئے ہیں اور ہماری زندگی ابھی بہت لمبی ہے۔ ہمیں اپنے بے انتہا اولاد کے لیے بہت کچھ کرنا ہے۔ ہم اسی طرح کرتے رہے ہیں آج کے اس موقع کو ضائع نہ کریں۔ اپنی فرض شناسی کو بالائے طاق رکھ دیں۔ اور اس دولت سے وہ فائدہ اٹھائیں جس کے متعلق آپ اس بڑھاپے میں سوچ بھی نہیں سکتے"۔

والٹر اور واستیو کی اسٹین گنیں میرے باقی ساتھیوں کی طرف تھیں۔ واستیو نے کہا "دوستو! ہم تم پر فائرنگ نہیں کرنا چاہتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم سہولت سے ہماری راہ

پر غور کرو اور سوچو کہ پروفیسر کی فرض شناسی ہمیں فائدہ پہنچا سکتی ہے یا ایڈونا کی دانشمندی"۔

ڈکی نے کہا "میں ایڈونا کی حمایت کرتا ہوں۔ ہمارے پاس دولت ہو گی تو ہم پروفیسر سے زیادہ عزت اور شہرت حاصل کر سکتے ہیں"۔

اس کی حمایت حاصل ہوتے ہی میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ تنہا رہ گیا۔ ادھر ان کا پلّہ بھاری ہو گیا تھا۔ وہ چار تھے۔ اسی وقت واستیو اور والٹر نے اچانک ہی اسٹین گن کے پچھلے حصّے سے میرے دونوں ساتھیوں کے سروں پر ضرب لگائی۔ رونالڈ اور موزیک اس حملے کے لیے تیار نہیں تھے۔ مار کھاتے ہی چکرا کر اوندھے منہ فرش پر گر پڑے۔ میں حیرانی اور پریشانی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جو ٹیم میں نے بنائی ہے اس میں ایسے غدار نکلیں گے۔ واستیو نے اسٹین گن والٹر کو دے کر ایک رسّی نکالی پھر میرے دونوں ہاتھ پشت کی طرف باندھ دیے۔ ٹرانسمٹر کو مجھ سے لے کر ایک کونے میں ڈال دیا گیا۔ رونالڈ اور موزیک کے ہوش میں آنے سے پہلے ہی ان کے ہاتھ پاؤں بھی باندھ دیے گئے۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد والٹر اور واستیو اسٹین گن اٹھا کر دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولے "ایڈونا تم ان کا خیال رکھو، ہم باہر ذرا سا ہنگامہ برپا کر کے ابھی آتے ہیں"۔

یہ کہتے ہی انہوں نے دروازہ کھولا اور جھونپڑی کے برآمدے میں پہنچ کر اسٹین گن سے بے تحاشہ فائرنگ شروع کر دی۔ میں ان کے پاگل پن پر حیران تھا۔ اچانک ہی مردہ نظر آنے والے گدھوں کے درمیان زندگی کے آثار پیدا ہونے لگے۔ انہوں نے فضا سے پر پھیر پھیر کر اترنے، کہیں سے چیخنے چلانے کی آوازیں آئیں۔ لیکن ابھی زہر کا اثر باقی تھا اس لیے ان میں اڑنے کی سکت نہیں تھی۔ ادھر برآمدے میں کھڑے ہوئے والٹر اور واستیو نے پھر ایک بار اسٹین گن کا برسٹ مارا۔ ٹرگر اترنے کی آواز جنگل کے سناٹے میں دور تک گونجتی چلی گئی ہو گی۔ بیل کا پیڑ میں بیٹھے ہوئے پائلٹ نے وہ آواز سنی ہو یا نہ سنی ہو لیکن کہیں سے آنے والے گدھوں نے سن لی تھی۔ زہریلے گوشت سے محروم رہنے والے گدھ یقیناً وہ سے منڈلاتے ہوئے آ گئے تھے کہ پھر ایک بار گدھوں کی فوج کا سا حملہ ہوا۔ وہ چیختے چلاتے پروں کو پھڑپھڑاتے جھونپڑی کی طرف آ رہے تھے۔ والٹر اور واستیو پلٹ کر بھاگتے ہوئے اندر آئے اور دروازے کو بند کر دیا لیکن اب باہر جیسے طوفان آ گیا تھا۔ گدھ آ رہے تھے اور جھونپڑی کے دروازے اور دیواروں سے ٹکرا رہے تھے۔

اسی وقت والٹر نے دوڑتے ہوئے کونے میں جا کر اس ٹرانسمٹر کو اٹھا لیا۔ پھر اسے آن کرتے ہوئے پائلٹ سے رابطہ قائم کیا۔ کہنے لگا "گدھوں نے ہم پر حملہ کر دیا ہے۔ بڑا ہی سخت حملہ ہے۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ جن گدھوں کو زہریلا گوشت کھلایا گیا ہے ان کے علاوہ اور بھی گدھ ہیں جو کہیں سے آ سکتے ہیں۔ بہرحال پروفیسر برنارڈ سمیت مارے گئے ہیں اور ہم اپنی زندگی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں"۔

یہ سنتے ہی میں نے چیخ کر اس کی مخالفت میں بولنا چاہا تاکہ میری آواز اوپر پائلٹ تک پہنچ جائے لیکن منہ کھولتے ہی واستیو نے اپنی اسٹین گن کی نال میرے منہ میں گھسا دی۔ میں کچھ نہ بول سکا۔ حیرانی سے آنکھیں پھاڑے ان کی بدمعاشیاں دیکھتا رہ گیا۔

اب ان کی چالیں سمجھ میں آ رہی تھیں۔ والٹر نے ٹرانسمٹر کو آن رکھا تھا۔ جو گدھ دروازے اور دیواروں سے ٹکرا رہے تھے اور شور مچا رہے تھے ان کی آوازیں ٹرانسمٹر کے ذریعے پائلٹ تک پہنچ رہی تھیں۔ پھر یہ کہ والٹر کبھی کبھی کھڑکی کے باہر فائرنگ کرتا تھا تاکہ پائلٹ کی سمجھ میں آئے کہ وہ اپنی زندگی کے لیے لڑ رہے ہیں۔ آخر میں والٹر نے ٹرانسمٹر کو زمین پر رکھ کر اس پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ٹرانسمٹر بالکل ہی تباہ ہو گیا۔ اب اس کے ذریعے رابطہ قائم نہیں ہو سکتا تھا۔

باہر گدھوں کا شور جاری تھا۔ وہ کبھی کبھی جھونپڑی کی دیوار سے ٹکرا جاتے تھے۔ کچھ دیر بعد ہم نے دور کہیں بیلی کاپٹر کے پرواز کرنے کی آواز سنی۔ اس آواز کو سنتے ہی والٹر نے کہا "ہم جس بیلی کاپٹر میں آتے تھے اس کا پائلٹ بلندی سے دیکھنا چاہتا ہے کہ ہمارا کیا حشر ہوا ہے۔ یہاں جھونپڑی کے اس پاس کی فضا میں بادل کی طرح چھا گئے ہوں گے۔ اوپر سے پرواز کرنے والے کو کچھ نظر نہیں آ رہا ہو گا۔ ہم نے بیلی کاپٹر کی آواز قریب ہی سنی۔ پھر وہ آواز دور ہو گئی۔ والٹر اور واستیو نے مجھے ایک طرف دھکیلتے ہوئے ایک کونے میں کھڑا کر

دیا اور کہا۔ "کھڑکی کے پاس کوئی نہ جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ ہیلی کاپٹر سے پرواز کرنے والا کسی طرح کھڑکی پر کسی بھی آدمی کی جھلک دیکھ لے اور یہ سوچنے پر مجبور ہو کہ ابھی یہاں کوئی زندہ بچا ہے۔ ہم سب ان لوگوں کے لیے مر چکے ہیں۔"

بیس منٹ کے بعد ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا کیونکہ اب اس کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ پینتالیس منٹ کے بعد باہر گدھوں کا شور بھی رفتہ رفتہ کم ہو گیا۔ پھر بالکل ہی ختم ہو گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ گدھ بالکل پُرسکون ہو گئے ہوں۔ والٹر نے کہا۔ "ایڈونا! سارا کام ہماری پلاننگ کے مطابق ہو رہا ہے۔ اب گڑھا کھود کر اس ستون کو یہاں گاڑنا ہوگا۔ اس کے بعد ہی ہم مال کو پچھلے راستے سے کھائی میں پہنچا سکتے ہیں۔"

یہ کہہ کر والٹر نے واسیتو کو اپنی آسٹین گن دی اور ڈی کے ساتھ مل کر وہاں کھڑکی کے پاس والی جگہ کو کھودنے لگا۔ ایڈونا ایک صندوق کا ڈھکن کھول کر دوسرے صندوق کے ذریعے مچان پر پہنچ گئی۔ پھر وہاں سے میرے جواہرات اور قیمتی موتی سمیٹ کر کھلے ہوئے صندوق کے اندر گرانے لگی۔ جب وہ صندوق بھر گیا تو وہ نیچے آئی۔ ایک صندوق پر کھڑے ہو کر اس نے بھرے ہوئے صندوق کو بند کیا پھر اس پر کھڑے ہو کر خالی صندوق کھول دیا۔ اس کے بعد وہ پھر مچان پر گئی اور تمام خزانے کو دوسرے صندوق کے اندر منتقل کرنے لگی۔

ایک گھنٹے کے اندر ایک طرف دونوں صندوق بھر گئے۔ دوسری طرف اس موٹے سے آہنی ستون کو مضبوطی سے گاڑ دیا گیا۔ کھڑکی کی چوکھٹ پر لکڑی کی مضبوط جالی تھی۔ اس کے علاوہ کھڑکی کے دونوں طرف پٹ بنے ہوئے تھے۔ انہیں مضبوطی سے بند کیا جا سکتا تھا۔ والٹر اور واسیتو اس کھڑکی کی جالی کو چاروں طرف سے دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے کہا۔ "ایڈونا! ہم اس جالی کو اس کی جگہ سے اکھاڑ رہے ہیں۔ یہ کھڑکی کے پٹ اپنی جگہ موجود رہیں گے۔ جالی کو اکھاڑنا اس لیے ضروری ہے کہ اسی راستے سے صندوقوں کو گزار کر باہر پہنچایا جائے گا۔"

ایڈونا نے پوچھا۔ "کیا صندوقوں کو ابھی اس کھائی میں پہنچایا جائے گا؟"

والٹر نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں، ادھر کھڑکی کے باہر ایک خاصا بڑا سا پتھر پڑا ہوا ہے۔ ہم اس پتھر کو رسی کے ایک سرے سے باندھ کر اس کھائی کی طرف لڑھکا دیں گے۔ پھر یہاں سے رستے کو ڈھیل دیتے جائیں گے اور دیکھتے جائیں گے کہ پتھر کتنی دور نیچے جا کر رکتا ہے۔ جہاں پر رک جائے گا وہاں تک ہمیں رستے کی لمبائی کا اندازہ ہو جائے گا۔ پھر اس اندازے کے مطابق ہم اس رستے کے آخری سرے کو اس ستون سے باندھ دیں گے۔"

وہ لوگ جو کہہ رہے تھے اس پر عمل بھی کرتے جا رہے تھے۔ میں دیکھ رہا تھا لیکن کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ انہوں نے پہلے کھڑکی کی چوکھٹ کو کھول دیا۔ اس وقت واسیتو اسٹین گن لیے کھڑکی کے سامنے کھڑا ہوا تھا تاکہ کوئی گدھ ادھر آنے تو فائرنگ کے ذریعے اسے بھگا دیا جائے۔ ویسے وہ بڑی آہستگی سے کام کر رہے تھے۔ کسی گدھ کی توجہ ادھر نہیں ہو سکی تھی۔ انہوں نے خاموشی سے اپنا کام کرنے کے بعد چوکھٹ کو الگ کر دیا۔ پھر آہستگی سے والٹر کھڑکی کے باہر گیا۔ وہاں رسے کے ایک سرے کو اس پتھر سے مضبوطی کے ساتھ باندھنے لگا۔ وہ بار بار ادھر ادھر دیکھتا بھی جا رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ گدھ اس کی طرف متوجہ نہیں ہیں۔

پتھر بھاری تھا لیکن والٹر نے تنہا اسے کھائی کی طرف لڑھکا دیا۔ پھر فوراً ہی کھڑکی کے اندر آ گیا۔ پتھر کے لڑھکنے کی آواز تھوڑی دور سنائی دی۔ رستے کو وہ لوگ ڈھیل دیتے گئے۔ ہم ہیلی کاپٹر میں چکر لگانے کے دوران یہ دیکھ چکے تھے کہ جھونپڑی کے پیچھے چٹان ہے اس کے بعد نیچے کھائی کی پستی تک ایک دم سیدھی، عمودی چٹانیں چلی گئی تھیں۔ اس پتھر کو لڑھکنے سے کوئی چٹان روک نہیں سکتی تھی، اس لیے وہ آسانی سے نیچے جاتا رہا۔ رسہ کھڑکی کے راستے گزرتا رہا۔ آخر رسے کا بنڈل ختم ہو گیا۔ دوسرا بنڈل اٹھایا گیا اور اس کے سرے کو ختم ہونے والے رسے کے آخری سرے سے مضبوطی کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ پھر وہ لوگ رسے کو ڈھیل دینے لگے۔ اس طرح رسے کے آٹھ بنڈلوں کو ایک دوسرے سے منسلک کرتے ہوئے اس کھڑکی کے راستے گزارا گیا۔ آٹھویں بنڈل پر پتہ چلا کہ وہ پتھر کھائی کے نیچے والی سطح پر جا کر رُک گیا ہے کیونکہ رسی ڈھیلی جا رہی تھی۔ تب ان لوگوں نے رستے کے اس طرف والے سرے کو اس آہنی ستون سے مضبوطی کے ساتھ باندھ دیا پھر اس رستے کو واپس اوپر کی طرف کھینچنے لگے۔ جب وہ پتھر اوپر کھڑکی کی طرف آیا تو اسی وقت چار پانچ گدھ اڑتے ہوئے کھڑکی کے قریب سے گزرے۔ ڈی نے فوراً ہی کھڑکی کے دونوں پٹ بند کر دیے۔ ہمارے اندیشے کے مطابق گدھوں کا شور پھر ایک بار بلند ہونے والا تھا اور وہ جھونپڑی کی پچھلی دیوار سے آ کر ٹکرانے والے تھے۔ ہم انتظار کرنے لگے لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ بڑی دیر تک سناٹا رہا۔

دن کی روشنی ڈوب رہی تھی اور شام کے سائے پھیلتے جا رہے تھے۔ رات کی سیاہی میں تبدیل ہو رہے تھے۔ ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ آدھی رات کے بعد جب بالکل سناٹا چھا جائے گا اور سارے گدھ سو رہے ہوں گے۔ اس وقت اس صندوق کو نیچے پہنچایا جائے گا۔ اب اطمینان تھا اس لیے وہ لوگ سامان کی تلاشی لینے لگے جو پہلے سے جھونپڑی میں موجود تھا۔

اس وقت تک موزیک اور رونالڈ ہوش میں آ چکے تھے اور فرش پر پڑے ہوئے بے بسی سے وہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ میں نے میرے ہاتھ کھول دیے۔ پھر واسیتو نے کچھ کاغذات کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "پروفیسر! یہ کچھ اجنبی زبان میں لکھے ہوئے ہیں۔ آپ تو زبانوں کے ماہر ہیں۔ ذرا دیکھیں ان پر کیا لکھا ہوا ہے؟"

میں نے ان کاغذات کو پڑھنا شروع کیا۔ وہ اس ایمان پائلٹ کی تحریر تھی جس نے خزانے کو تلاش کر لینے کے بعد اس جھونپڑی میں پہنچا دیا تھا اور ہمارے لیے ہدایتیں پیدا کر دی تھیں۔ اس نے لکھا تھا کہ وہ اپنے دو ساتھیوں کی مدد سے اس خزانے کو اٹھا کر جب ایک جھونپڑی کے قریب پہنچا تو اس وقت رات ہو چکی تھی۔ چاروں طرف اندھیرا تھا مگر وہ جھونپڑی ستاروں کی روشنی میں نظر آ رہی تھی۔ ان لوگوں نے یہ سوچا تھا کہ یہاں جو کوئی بھی ہوگا اسے ہلاک کر دیا جائے گا۔ پھر اس جھونپڑی کے فرش کو کھود کر خزانے کو دفن کر کے اوپر سے فرش کو ہموار کر دیا جائے گا۔

جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس خزانے کا بوجھ لیے جھونپڑی کی طرف بڑھنے لگا تو اس کے بوجھ کی وجہ سے ان کی رفتار سست تھی۔ قدم بہت آہستہ آہستہ زمین پر رہے تھے۔ یہ بات ان کے لیے فائدہ مند ثابت ہوئی۔ انہوں کے پاس تاریکی میں اونگھنے والے گدھوں کو ان کے رہنے کا علم نہ ہو سکا اور وہ بخیریت جھونپڑی کے اندر خزانے کے ساتھ پہنچ گئے تھے۔"

رسونتی یہاں تک پڑھنے کے بعد رُک گئی۔ پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "ہم بھی اسی طرح اس جھونپڑی میں داخل ہوئے تھے۔ ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ اندھیرے میں اتنے سارے گدھ درختوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب تم نے فائرنگ کی تو یہ سارے گدھ بھڑک کر ہم پر حملہ کرنے آتے تھے۔ خزانہ لوٹ کر لے جانے والا پائلٹ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسی طرح یہاں پھنس گیا ہوگا۔"

میں نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ایسا ہی ہوا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ یہ گدھ اونگھنے کے دوران آنے والوں کو جھونپڑی میں داخل ہونے کی اجازت دے دیتے ہیں لیکن واپس جانے کی مہلت نہیں دیتے اور یہ ہمیں بھی واپس جانے کا موقع نہیں دیں گے۔"

رسونتی نے ہتھکڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم اتنی آہستگی سے کاٹ رہے ہو۔ اب تک یہ ہتھکڑی نہیں کٹی؟"

"میں بہت سنبھل سنبھل کر آری چلا رہا ہوں۔ اگر ذرا بھی میرا ہاتھ بہکے گا تو تمہاری کلائی لہولہان ہو جائے گی۔"

ہتھکڑی تقریباً کٹ چکی تھی۔ میری بات ختم ہوتے ہی وہ حصہ بالکل کٹ گیا جس میں رسونتی کی کلائی قید تھی۔ آزادی ملتے ہی اس نے ڈائری کو ایک طرف اور ادھر رکھ دیا اپنی کلائی کو سہلاتے ہوئے خوش ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔ "اوہ کتنا اچھا لگ رہا ہے۔ کتنا سکون مل رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں جنم جنم سے اس ہتھکڑی میں قید تھی اور مجھے یقین نہیں تھا کہ یہ کبھی کھلے گی لیکن تم نے اسے کاٹ کر رکھ دیا۔ میں تمہارا شکریہ ادا کروں؟"

"میں بتاتا ہوں کہ شکریہ کیسے ادا کیا جاتا ہے۔"

ہم مگن تھے کہ اچانک ہی ہمیں دور سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ ہم دونوں نے کان لگا کر سنا۔ پھر صندوق پر جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور چھت کی طرف دیکھنے لگے۔ ہیلی کاپٹر کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ پھر بڑی دیر تک ہیلی کاپٹر اس جھونپڑی کے چاروں طرف چکر لگاتے لگا۔ ہیلی کاپٹر کی سرچ لائٹ جھونپڑی کی طرف پڑتی تھی جس سے گدھوں میں بے چینی پیدا ہو جاتی تھی۔ وہ یہ پھڑپھڑاتے تھے۔ کوئی چلاتا تھا، کوئی ادھر سے اُدھر اڑ جاتا تھا۔

رسونتی نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے، یہ ہیلی کاپٹر اس کی مدد کے لیے آیا ہے جس کی ہم ڈائری پڑھ رہے ہیں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ پروفیسر ٹرنار ڈرسل کو اپنی ٹیم کے ساتھ یہاں آتے ہوئے تقریباً تین چار ماہ گزر چکے ہیں۔ آنے عرصہ کے دوران کون امداد کے لیے آئے گا۔ جو ٹیم یہاں آئی تھی اس کے پاس راشن زیادہ نہیں تھا۔ وہ ایک ماہ سے زیادہ یہاں پناہ لے کر زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ محکمہ آثار قدیمہ والے اس خزانے سے اور خزانہ تلاش کرنے والی ٹیم سے مایوس ہو چکے ہیں۔ اب وہ ادھر نہیں آئیں گے۔"

"پھر یہ ہیلی کاپٹر کس کا ہے۔ کون لوگ اس جھونپڑی کے چاروں طرف چکر لگا رہے ہیں؟"

"یہ ہمارے دشمن ہیں۔ کل رات جنہوں نے ہمیں ستون سے باندھ رکھا تھا۔ اب وہی ہماری تلاش کے لیے نکلے

ہیں۔ سرچ لائٹ کے ذریعے دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے رات کو یہاں پناہ لی ہے یا اب تک ہمارا سفر جاری ہے۔"

ایک بار سرچ لائٹ کی روشنی کھڑکی کے راستے جھونپڑی کے اندر آئی۔ پھر وہاں سے گزر گئی۔ کھڑکی پر وہی لکڑی کی جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ رسونتی نے دوڑ کر اس کے دونوں پٹ بند کر دیے۔ پہلے تو میں نے اس بات پر دھیان نہیں دیا۔ دوسری بار جب سرچ لائٹ کھڑکی کے قریب سے گزری تو روشنی اندر نہیں آئی۔ میں نے ایک دم سے چونک کر کہا۔ "یہ تم نے کیا کیا؟ تمہیں کھڑکی کے پٹ کو بند نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیوں؟ روشنی اندر آ رہی ہے۔ کیا وہ لوگ ہمیں دیکھ نہیں سکیں گے؟"

"اتنی رات کو وہ دُور بین سے بھی دیکھتے رہیں تو اندر انہیں کوئی نظر نہیں آئے گا کیونکہ ہم کھڑکی سے بہت دور پہلی صندوق پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن اب انہیں یقین ہو گیا ہو گا کہ ہم اس جھونپڑی میں موجود ہیں۔"

"انہیں کیسے یقین ہو گا؟"

"اس طرح کہ پہلی بار جب سرچ لائٹ کی روشنی یہاں سے گزری تو کھڑکی کے پٹ کھلے ہوتے تھے۔ دوسری بار جب وہی روشنی گزری تو دونوں پٹ بند تھے۔ کیا وہ یہ خیال قائم نہیں کریں گے کہ کھڑکی کے پٹ کو بند کرنے والے اس جھونپڑی میں موجود ہیں اور وہ بند کرنے والے ہم ہی ہو سکتے ہیں۔"

ہم ایک دوسرے کے قریب تھے لیکن باتیں کرنے کے لیے ہمیں چیخ چیخ کر بولنا پڑ رہا تھا۔ باہر گدھوں نے اتنا شور مچانا شروع کر دیا تھا کہ ہمیں اپنی آواز اچھی طرح سنائی نہیں دیتی تھی۔ گدھ اپنی عادت کے مطابق جھونپڑی کی دیواروں سے آ کر ٹکراتے تھے۔ کبھی چھت پر بیٹھتے تھے اور پھر وہاں سے اڑ جاتے تھے۔ ایک عجیب بھیانک سا شور برپا تھا۔ رسونتی مجھ سے باتیں کر کے اپنے آپ کو بہلا رہی تھی لیکن اس کے چہرے سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ گھبراہٹ ہوئی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ لوگ سیکی کاپٹر کو کہیں قریب ہی اتارنے کے متعلق سوچ رہے ہوں کیونکہ ان کی پرواز بڑی لمبی تھی۔ وہ بار بار جھونپڑی کے اطراف دور تک چکر لگا رہے تھے۔ آخر کار ہیلی کاپٹر کی آواز دور ہونے لگی۔ ہم کان لگا کر سن رہے تھے۔ کچھ دیر بعد آواز ایک دم ہی ختم ہو گئی۔ اس کے تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد گدھ بھی آہستہ آہستہ خاموش اور پرسکون ہونے لگے۔ ہمارے اطراف وہی رات کا سکوت اور جنگل کا سناٹا چھا گیا۔

رسونتی بُری طرح سہمی ہوئی تھی۔ اس نے میرے قریب آ کر صندوق پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہم یہاں سے کبھی نہیں نکل سکیں گے۔ یہ ڈائری بتا رہی ہے کہ یہاں آنے والوں کا یہی حشر ہوا۔ ہم اتنے سارے خونخوار گدھوں کو مار کر یا انہیں کسی طرح دھوکا دے کر یہاں سے نہیں نکل سکیں گے۔"

میں نے اسے تسلی دی۔ "تم تو خواہ مخواہ گھبرا رہی ہو۔ ذرا اس ڈائری کو پڑھو۔ دیکھو تو سہی کہ جو لوگ اس کھڑکی کے راستے صندوق کو کھائی میں پہنچا رہے تھے وہ اسی راستے سے باہر جانے میں کامیاب ہو سکے تھے یا نہیں؟ اس ڈائری سے ہمیں بہت کچھ معلوم ہو گا۔ تم اسے پڑھو۔ تمہیں حوصلہ ملے گا۔"

میرے سمجھانے اور تسلیاں دینے پر وہ ڈائری کھول کر پڑھنے لگی۔ میں آری سنبھال کر اپنی کلائی کی ہتھکڑی کاٹنے لگا۔ اس خزانے کے چور نے انگریزی زبان میں جو لکھا تھا، اسے پروفیسر برنارڈ سل پڑھ رہا تھا۔ وہ تھا کہ ان کے لیے باہر نکلنا مشکل ہو گیا تھا کیونکہ ان کے پاس اسٹین گنیں بھی نہیں تھیں صرف ریوالور تھے اور جانوروں کے ایک ساتھی کے پاس تھا۔ ان کے پاس زیادہ خوراک بھی نہیں تھی۔ وہ فقط تین چار دن قیام کر کے وہاں سے نکلنے کی کسی تدبیر پر عمل کر سکتے تھے مگر کوئی تدبیر کوئی راہ فرار نہیں تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو دن وہاں بھوکے پیاسے رہنے کے تیسرے دن وہ باہر نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ جھونپڑی کے اندر بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے سے بہتر تھا کہ گدھوں کا مقابلہ کرتے ہوئے وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی جاتے۔ یہی سوچ کر انہوں نے اپنے ریوالور سنبھال لیے۔ وہاں جھونپڑی کے اندر ایک ڈنڈا پڑا ہوا تھا۔ انہوں نے بھی اٹھا لیا۔ پھر یہ کاغذات اپنے سامان کے ساتھ چھوڑ کر جھونپڑی سے نکل گئے۔ ان کے آخری الفاظ یہ تھے۔ "ہم اپنی زندگی کے لیے لڑنے جا رہے ہیں۔ اگر واپس آ کر اس خزانے کو ضرور حاصل کریں گے۔"

اس کے بعد تحریر ختم ہو گئی تھی۔ ڈائری میں برنارڈ سل نے آگے جیل کو لکھا تھا۔

"میں نے وہ تمام کاغذات سمیٹ کر داستیو کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ دیکھو داستیو، والٹر اور ایڈونا! اس تحریر سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اگر ہم ساتھ رہے اور یہاں الگ الگ نکلنے کی کوشش کی تو ہم فرداً فرداً ان گدھوں کا شکار ہوتے جائیں گے۔"

والٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جو لوگ اس جھونپڑی میں اکر موت کے منہ میں جا چکے ہیں، وہ مجبور تھے۔ ان کے پاس فرار کا راستہ نہیں تھا۔ اس کھڑکی سے گزر کر جانے کے لیے ان کے پاس اتنے لمبے رستے اور یہ سارے انتظامات نہیں تھے۔ تم دیکھو گے کہ ہم کس طرح یہاں سے خزانہ لے کر جائیں گے۔"

ایڈونا اٹھلاتے ہوئے والٹر کے پاس گئی۔ پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "جانی! اپنی کامیابی کی خوشی میں بھوک اڑ گئی ہے پھر بھی ہمیں تھوڑا بہت کھا لینا چاہیے اس کے بعد ہمیں صبح تک کھانے کی فرصت نہیں ملے گی۔ نیچے کھائی میں پہنچنے کے بعد اس خزانے کو لے جانے کا مسئلہ بھی تو ہمارے سامنے ہو گا۔"

وہ لوگ سامان سے شراب کی بوتلیں نکال کر پینے لگے تھوڑی سی ہمیں بھی پلائی۔ کھانے کے وقت انہوں نے ہمیں رسیوں سے آزاد کر دیا تھا لیکن بعد میں ہمیں پھر باندھ دیا گیا۔ وہ ہنسنے بولنے میں وقت گزار رہے تھے۔ ایڈونا والٹر کے ساتھ بہت بے تکلف ہو رہی تھی بلکہ بے شرمی کا مظاہرہ کر رہی تھی اور میں نفرت سے اسے دیکھا جا رہا تھا۔

جھونپڑی کے باہر گدھ سناٹا تھا۔ وہ سارے گدھ تھک کر سیر ہو چکے تھے۔ کچھ زہریلے گوشت کا بھی ان پر اثر تھا شاید اسی لیے وہ پھر اونگھ رہے ہوں گے۔ باہر کی خاموشی بڑی پُراسرار تھی۔ آدھی رات سے پہلے ہی والٹر، ایڈونا اور داستیو اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

ان لوگوں نے کھانے کے دوران یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ سب سے پہلے ایڈونا رسّے کے ذریعے کھائی میں پہنچے گی۔ اس کے بعد صندوق کو باندھ کر نیچے پہنچایا جائے گا۔ پھر والٹر اور داستیو باری باری جائیں گے۔

لہٰذا ایڈونا جانے کی تیاری کرنے لگی۔ اس نے اپنی کمر کے گرد توس کی پیٹی باندھی۔ ہولسٹر میں ریوالور رکھا۔ ایک لمبا چاقو لٹکایا۔ اسی کمر بند میں ٹارچ لائٹ بھی پھنسالی پھر طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔ "ایڈونا! تمہیں قربانی کا بکرا بنا کر سب سے پہلے بھیجا جا رہا ہے۔ جہاں تم پہنچنے والی ہو وہ جگہ کیسی ہو گی کیا تم نے سوچا ہے؟"

ایڈونا نے ناگواری سے کہا۔ "میں بزدل نہیں ہوں۔ میں طاقت حاصل کرنے کے لیے اور اپنے مستقبل کو شاندار بنانے کے لیے خطرات مول لے سکتی ہوں۔ پھر یہ کہ والٹر میرا دوست ہے۔ میرے لیے جان کی بازی لگا سکتا ہے۔ مجھے تنہا نہیں جھونک سکتا۔"

یہ کہہ کر وہ کھڑکی کے پاس گئی۔ اس کی جالیاں ہٹا دی گئی تھیں۔ داستیو اسٹین گن لیے کھڑکی کے باہر نکل کر کھڑا ہو گیا تاکہ گدھ آئیں تو وہ ایڈونا کی حفاظت کر سکے۔ ایڈونا نے اپنی کمر سے ایسا بیلٹ باندھا جیسا کوہ پیما باندھا کرتے ہیں۔ جس میں ایک ہُک لگا ہوتا ہے۔ اس ہُک کو رسّے سے منسلک کر دیا گیا تھا۔ اس بیلٹ سے چھوٹی سی کدال بھی لٹکی ہوئی تھی۔ آخر میں اس نے والٹر سے اسٹین گن لی۔ اسے شانے سے لٹکایا پھر وہ دونوں بڑے ہی رومانٹک انداز میں ایک دوسرے سے جُدا ہوئے۔

اس نے رسّہ پکڑا اور چٹان کے آخری سرے پر جا کر الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں سے رسّے کو تھامے کر پیچھے کی طرف کودتی گئی۔ والٹر اور داستیو مطمئن ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ اسی وقت کہیں سے پروں کے پھڑپھڑانے کی آواز آئی۔ وہ جلدی سے جھونپڑی کے اندر آ گئے اور اسٹین گن سنبھال کر باہر کا جائزہ لینے لگے لیکن اس پھڑپھڑاہٹ کے بعد سناٹا چھا گیا تھا۔

بیس منٹ کے بعد والٹر اور داستیو نے رسّے کو کھینچ کر دیکھا تو وہ ڈھیلا نہیں تھا۔ اس سے پتہ چل گیا کہ ایڈونا ابھی تک رسّے کے سہارے نیچے جا رہی ہے۔ تیس منٹ کے بعد انہوں نے پھر اُسے کھینچا۔ رسّہ ہلکا سا لگا۔ کھینچنے پر اوپر کھنچتا چلا آیا۔ حتیٰ کہ اس کا آخری سرا بھی اُن کے ہاتھ میں آ گیا۔

دوسری بار داستیو اور ڈگی نے صندوق کو رسّے سے باندھ کر چٹان کے نیچے پھسلا دیا۔ صندوق نیچے جانے لگا۔ والٹر اسٹین گن لیے کھڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں رسّے کو آہستہ آہستہ نیچے کی طرف ڈھیل دیتے ہوئے کھڑکی کے پاس آ گئے۔ رسّہ اب خود بخود ——— نیچے کی طرف سرک رہا تھا۔ اس کا طلب یہ تھا کہ صندوق بغیر کسی رکاوٹ کے نیچے چلا جا رہا تھا۔

میں رونالڈ اور موزیک رسّیوں سے بندھے ہوئے کمرے کے اندر تھے مگر کھڑکی کے باہر ہونے والے تماشے کو دیکھ رہے تھے۔ وہ بڑی آسانی کے ساتھ خزانے کو لے کر فرار ہونے میں کامیاب ہوتے نظر آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ صندوق شاید نیچے پہنچ گیا تھا۔ انہوں نے رسّے کو اپنی طرف کھینچا تو وہ اوپر آنے لگا یعنی وہ رسّہ ہلکا ہو گیا تھا۔ ایڈونا نے کھائی میں صندوق کو رسّوں سے آزاد کر دیا تھا جب اس بات کا یقین ہو گیا کہ ایڈونا اور وہ صندوق بخیریت نیچے پہنچ گئے ہیں، تب والٹر وہاں سے رخصت ہوا۔ وہ بھی ایڈونا کے

انداز میں تمام ساز و سامان سے لیس ہو کر چٹان کے دوسری طرف غائب ہو گیا تھا۔ اب واسٹیو اور ڈی کی اس کے نیچے پہنچنے کے بعد دوسرے صندوق کو بھی وہاں سے منتقل کرنے کے منتظر تھے۔ اس کے بعد وہ دونوں ہمیں جھونپڑی میں بندھا ہوا چھوڑ کر باری باری وہاں سے رخصت ہو جاتے۔

آدھے گھنٹے کے بعد واسٹیو اور ڈی نے رسّے کو اپنی طرف کھینچا تو وہ ان کی طرف نہیں آیا۔ ذرا سختی تھی۔ وہ ڈھیلا نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ والٹر ابھی تک رسّے سے لٹک رہا تھا۔ نیچے نہیں پہنچا تھا۔ پینتالیس منٹ کے بعد انہوں نے پھر رسّے کو کھینچا۔ وہ اسی طرح سخت محسوس ہوا۔ وہ ڈھیلا نہیں تھا۔ انہوں نے پھر انتظار کیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اس کے بعد بھی رسّے کو کھینچنے پر وہی نتیجہ نکلا۔ وہ دونوں حیران اور پریشان ہو کر ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے کہ آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "بے وقوفو! والٹر اور ایڈونا تم دونوں کو بیوقوف بنا گئے ہیں۔ والٹر نے نیچے جا کر ایک بڑا سا پتھر رسّے کے ساتھ باندھ دیا ہے تاکہ تم رسّے کو اوپر نہ کھینچ سکو۔ اگر کھینچ بھی لیا تو تمہیں ایک پتھر کے سوا کچھ نہ ملے گا۔"

میری بات پر وہ دونوں جوش میں آ گئے۔ رسّے کو جلدی جلدی اپنی طرف کھینچنے لگے۔ انہیں خاصی طاقت صرف کرنی پڑ رہی تھی، مگر وہ رسّے کو کھینچتے چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ رسّہ اوپر آیا تو ہم سب ہی کھڑکی کے باہر چاند کی روشنی میں وہ منظر دیکھ کر چونک گئے۔

واسٹیو اور ڈی کھڑکی کے باہر پہنچ گئے تھے — رسّے کے آخری سرے پر والٹر بندھا ہوا تھا۔ وہ چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا اس کے سینے میں ایک خنجر پیوست تھا۔ وہ مر چکا تھا اور اس کے کپڑے خون آلود ہو رہے تھے۔

میں ایک پاگل کی طرح بے اختیار قہقہے لگانے لگا۔ رونالڈ اور موزیک بھی قہقہے لگانے میں میرا ساتھ دے رہے تھے۔ پھر وہ دونوں غصّے سے پلٹ کر ہماری طرف آئے۔ واسٹیو نے ڈانٹ کر کہا۔ "خاموش ہو جاؤ۔ کیوں ہنس رہے ہو؟"

میں نے پوچھا۔ "کیا اب بھی یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی کہ تمہاری حماقت پر ساری دنیا کو ہنسنا چاہیے۔ میں نے پہلے ہی تمہیں سمجھا دیا تھا۔"

واسٹیو نے پوچھا۔ "تم کیا سمجھتے ہو کہ والٹر کو کس نے قتل کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "بے وقوف! اس کھائی کی پیٹھ پر صرف دو انسان تھے ایک ایڈونا اور دوسرا والٹر۔ ان دونوں میں سے اگر ایک مقتول ہے تو دوسرا یقیناً قاتل ہوگا۔ کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ دولت کا لالچ محبت کے رشتوں کو بھی کاٹ کر پھینک دیتا ہے اور ایڈونا نے والٹر کاٹ کر تمہارے حوالے کر دیا ہے۔ تم میں سے اب کوئی نیچے جائے گا تو اس کے نیچے پہنچنے سے پہلے ہی ایڈونا اسے بھی ختم کر دے گی۔ یقین نہیں ہے تو کوئی اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر دیکھ لے۔"

واسٹیو نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "میں نیچے جانے کے لیے تیار ہوں لیکن اس سے پہلے اس صندوق کو نیچے پہنچاؤں گا۔ یہ خزانہ کسی کے لیے نہیں چھوڑوں گا۔ ڈی میرا ساتھ دو۔ ہم اسے رسّے سے باندھیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے والٹر کی لاش کو رسّے سے آزاد کیا۔ پھر اس رسّے کے آخری سرے کو صندوق سے باندھنے کے لیے آگے بڑھے۔ اچانک ہی ڈی کی نے بازی پلٹ دی۔ اس نے ایک الٹا ہاتھ واسٹیو کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا تو اس نے اسٹین گن اٹھا کر کہا۔ "بس اب اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔"

واسٹیو نے دور پڑی ہوئی اسٹین گن کو دیکھا۔ وہ وہاں تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اس نے غصّے سے پوچھا۔ "ڈی! یہ کیا حرکت ہے۔ کیا تم ہمارا ساتھ چھوڑ رہی ہو؟"

ڈی کی نے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ ہی کب تھا۔ میں تو اس انتظار میں تھا کہ تم تینوں میں سے کوئی ایک یہاں اکیلا رہ جائے، پھر میں اس سے نمٹ لوں گا۔ یہ تمہاری بدنصیبی ہے کہ والٹر اور ایڈونا نکل گئے اور تم اکیلے رہ گئے۔"

واسٹیو نے کہا۔ "میں سمجھ گیا۔ شاید تم پہلے یہاں سے جانا چاہتی ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو میں رک جاتا ہوں، تم نیچے چلی جاؤ۔ میں بعد میں یہ صندوق لے کر آ جاؤں گا۔"

ڈی کی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں نے اپنے پروفیسر کی جان بچانے کے لیے یہ چال چلی اور تم لوگوں کا ساتھی بن گیا۔ میں جانتا تھا کہ موقع آنے کا تو میں پروفیسر کو ان رسّیوں سے آزاد کر دوں گا۔ پروفیسر کا احترام کرتا آیا ہوں جس نے میری زندگی بنائی۔ کیا اسے موت کے منہ میں چھوڑ کر چلا جاتا۔ نہیں، کبھی نہیں۔ تم اس کھڑکی سے باہر چلے جاؤ۔"

ڈی کی یہ کہتا ہوا میرے پاس پہنچا۔ اس نے باتیں ہاتھ سے ایک چاقو کو کھولا پھر میری رسّی کاٹ دی۔ میں نے اس سے وہ چاقو لے کر موزیک اور رونالڈ کو رسّیوں سے آزاد کیا۔ اس وقت واسٹیو کھڑکی کے پاس پہنچ گیا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "ڈی! مجھ سے دشمنی مہنگی پڑے گی۔ اب بھی دوست بن جاؤ۔ فائدے میں رہو گے، یہ ساری دولت ہماری ہوگی۔ تم حماقت نہ کرو۔"

اس نے ڈانٹ کر کہا۔ "میں کہتا ہوں کھڑکی سے باہر چلے جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

وہ کھڑکی سے باہر چلا گیا۔ جب وہ فرار ہوا تو ڈی کی بھی کھڑکی سے باہر نکل گیا۔ پھر اسٹین گن اس کی طرف تان کر بولا۔ "اس رسّے کو پکڑ کر تم نے ہاتھ اس کھائی میں پہنچ جاؤ یا پھر یہیں مرنے کی فرمائش کرو تو ابھی اسٹین گن چلا دوں۔"

اس نے رسّے کو تھام کر کہا۔ "دیکھو ڈی! میں اس رسّے کے ذریعے نیچے چلا جاؤں گا۔ میں جانتا ہوں ایڈونا میرے ساتھ والٹر جیسی حرکت نہیں کرے گی۔ پھر بھی میں تمہیں دوست بننے کی دعوت دیتا ہوں۔"

ڈی نے سختی سے کہا۔ "وقت برباد نہ کرو، یہاں سے چلے جاؤ۔"

اسی وقت واسٹیو نے ایک دم سے چونک کر کہا۔ "ارے نہیں نہیں ڈی کی پر حملہ نہ کرنا۔"

ڈی کی نے بوکھلا کر فوراً پیچھے کی طرف دیکھا۔ اتنی سی دیر میں واسٹیو نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ ڈی کی کے ہاتھ سے اسٹین گن نکل گئی تھی۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے تھے۔ ادھر موزیک نے مڈگرد وہ اسٹین گن اٹھائی جو کمرے کے اندر پڑی ہوئی تھی۔ ادھر کھڑکی کے باہر اتفاق سے واسٹیو کے ہاتھ اسٹین گن آ گئی تھی۔ وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر تڑتڑاتے ہوئے ہاتھ کے ساتھ ڈی کی پر فائرنگ کرتا رہا تھا۔ بے چارہ مجھ پر قربان ہو گیا۔ میں نے اسے زمین پر گر کر تڑپتے دیکھا۔ اچانک رونالڈ نے مجھے ایک زوردار لات ماری۔ میں پیچھے کی طرف لڑھکتا ہوا دور جا کر صندوق کے پاس گر پڑا۔ مجھے بڑا غصّہ آیا۔ پھر دوسرے ہی لمحہ غصّہ ٹھنڈا ہو گیا۔ رونالڈ نے بھی میری خاطر جان دے دی۔ واسٹیو اب ہماری طرف فائرنگ کر رہا تھا۔ اسی وقت موزیک نے اسے گولی ماری۔ آہنی آواز کافی دیر تک باہر اچانک گدھوں کا شور شروع ہو گیا تھا۔ پر پھیلا پھڑپھڑانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ جھونپڑی کے

چاروں طرف اڑتے ہوئے پیچھے کی طرف آ رہے تھے۔ ہم نے فوراً ہی کھڑکی کے دونوں پٹوں کو بند کر دیا۔

اُف، کیا قیامت کا شور تھا۔ جھونپڑی کی دیواریں لرز رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے زلزلہ آ گیا ہو اور چھت گرنے ہی والی ہو۔ گدھوں کو تین تازہ تازہ لاشیں مل گئی تھیں۔ اب وہ ان لاشوں پر جھپٹ رہے تھے اور اپنا اپنا حصّہ حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ لڑ رہے تھے، چیخ رہے تھے۔

بند کھڑکی کے باہر جو کچھ ہو رہا تھا اسے ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن دماغ کی اسکرین پر صاف نظر آ رہا تھا کہ ہمارے تین ساتھیوں کا کتنا عبرتناک انجام ہو رہا ہے۔ یہ انجام ہمیں سمجھا رہا تھا کہ ہمارا آخری وقت بھی کچھ اچھا نہیں ہوگا۔ اگر ہم نے فوراً ہی یہاں سے نکل بھاگنے کی کوئی تدبیر نہ کی تو ہم ان گدھوں کی خوراک بن جائیں گے۔

بند کمرے کے اندر ہم پتھر کے بُت کی طرح کھڑے ہوئے تھے۔ ہمیں اپنے وجود کا احساس نہیں تھا۔ یہ بھی یاد نہیں تھا کہ ہم سانس لے رہے ہیں یا نہیں۔ موت کی دہشت ایسی طاری تھی کہ اس وقت ہم موت سے پہلے ہی مر چکے تھے۔

وہ رات کیسے گزر گئی۔ ہم نہیں جانتے۔ سونا تو دور کی بات تھی، ہم پلک جھپکنا بھی بھول گئے تھے۔ صبح ہونے کے بعد بھی نیند ہماری آنکھوں تک نہیں آئی۔ ہم جاگتے رہے جیسے بیداری کا مرض لاحق ہو گیا ہو۔ اب ہم شاید کبھی نہیں سو سکیں گے ایک ہی بار موت آ کر ہمیں سلائے گی۔

ہمیں ہیلی کاپٹر کا بے چینی سے انتظار تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ ہمارے محکمے والے ہماری زندگی کا یقین کرنے یا ہماری موت کی تصدیق کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو ضرور بھیجیں گے۔ وہ یہاں آ کر ضرور ہماری مدد کریں گے۔

وہ دن گزر گیا مگر کوئی نہ آیا۔ دوسرے دن بھی ہیلی کاپٹر کا انتظار کرتے کرتے ہم تھک گئے۔ رات آ گئی — اس جھونپڑی میں وہ ہماری میری رات تھی۔ نیند ہماری آنکھوں سے اڑ گئی تھی۔ بھوک مر گئی تھی، ہم فطرت سے مجبور ہو کر اونگھتے تھے۔ بیٹھے ہی بیٹھے ذرا آنکھ لگ جاتی تھی۔ پھر ہڑبڑا کر اٹھ جاتے تھے جیسے کوئی گدھ ہم پر جھپٹنے آ رہا ہو۔ ہم کھاتے تھے لیکن وہ کھانا یوں لگتا تھا جیسے حلق میں اٹک کر رہ گیا ہو۔ ہم اس قید خانے میں موت سے بدتر زندگی گزار رہے تھے۔

تیسری رات گزارنے کے بعد صبح ہم نے پچھلی کھڑکی کو

کھول کر دیکھا تو ایک بھرپور سی بدن میں پیدا ہوئی اور آنکھیں آپ ہی آپ بھیگ گئیں۔ ہمارے سامنے چٹان پر تین انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ ہم جانتے تھے کہ یہ تینوں ہمارے ساتھی رہے تھے۔ والٹر، واسٹیو اور میرا وفادار شاگرد ڈگی۔ لیکن اب انہیں کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔ آہ، موت کیا ہوتی ہے۔ انسان سے اس کی شناخت بھی چھین لیتی ہے۔

میں نے مونیک سے کہا "ہم کب تک یہاں ایسی زندگی گزاریں گے۔ راشن صرف ایک ہفتے کا ہے۔ ابھی دو چار دنوں تک تو کھانے پینے کی فکر نہیں ہے لیکن اس کے بعد کیا ہوگا۔ ہمیں اب یہاں سے نکلنے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔"

مونیک نے کہا "سر! ہم کیا کر سکتے ہیں بس ایک ہی راستہ نظر آرہا ہے۔ یہ رسّہ اس ستون سے بندھا ہوا ہے اور دوسرا حصہ باہر پڑا ہوا ہے۔ ہم اسے کھائی کی طرف پھینک کر اسی رسّے کے ذریعے نیچے اتر سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ بس یہی ایک راستہ ہے۔ آج رات ہم پچھلی کھڑکی سے باہر نکلیں گے اور اس رسّے کے ذریعے کھائی میں پہنچ جائیں گے۔ وہ کھائی خواہ موت کی ہو یا نئی زندگی کی۔ ہمیں اپنی تقدیر کو آزمانا ہی ہوگا۔"

میں برنارڈ رسل اب اس ڈائری کا اختتامی پیراگراف لکھ رہا ہوں۔ یہ اختتامی پیراگراف ہے لیکن میری ڈائری کا آخری پیراگراف نہیں ہے۔ اگر میں زندہ رہ گیا اور یہاں دوسرے صندوق کو حاصل کرنے کے لیے دوبارہ آیا تو اپنی ڈائری کو آگے بڑھاؤں گا اور اگر موت کے منہ میں چلا گیا تو یہ ڈائری یہاں رہے گی۔ کوئی بھی آنے والا میری اس ڈائری کو پڑھ کر میرے محکمے تک یہ اطلاع پہنچا دے گا کہ ہم نے آخری سانس تک کس طرح زندہ رہنے کی جدوجہد کی تھی اور محکمے کی امانت محکمے تک پہنچانے کی سرتوڑ کوشش کرتے رہے تھے لیکن ناکام رہے تھے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ ہم ناکام نہ رہیں۔ ہم نے رونالڈ کو اسی جھونپڑی کے فرش میں دفن کر دیا ہے۔"

رسونتی نے ڈائری کو بند کر دیا۔ اب اس میں پڑھنے کے لیے کچھ نہیں رہا تھا۔ میں نے اپنی باہیں کلائی اٹھا کر اسے دکھائی جو ہتھکڑی سے آزاد ہو چکی تھی۔ اس نے میرے ہاتھ کو تھام کر کلائی کو سہلاتے ہوئے بڑی محبت سے کہا "آزادی مبارک ہو۔"

میں نے کہا "اللہ نے چاہا تو ہم اس جھونپڑی سے بھی آزادی حاصل کر لیں گے۔ اپنے لیے بھی کوئی راستہ نکال لیں گے۔"

وہ بولی "ہمیں بھی یہی ایک راستہ نظر آتا ہے کہ کھڑکی کے راستے ہم کھائی میں اتر جائیں لیکن میں تو رسّے کے ذریعے اتر ہی نہیں سکتی۔ زیادہ بلندی سے پستی کی طرف دیکھتی ہوں تو سر چکرانے لگتا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "میں تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ دوں گا۔ تب تمہیں نہ بلندی نظر آئے گی نہ پستی۔ پھر میں تمہیں نہایت آسانی سے نیچے اتار کر لے جاؤں گا۔"

"ہمیں جلد سے جلد یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ جلد بازی ہمارے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہوگی۔ ہم ابھی رات کو آتے ہیں اور اسی وقت یہاں سے نکل کر نہیں جا سکتے۔ ہمیں آس پاس کے ماحول کو دن کے اجالے میں دیکھ کر سمجھنا ہوگا۔ میں کھڑکی کے پیچھے دیکھوں گا کہ چٹان کیسی ہے اور میں اس چٹان کے ذریعے اس صندوق کو نیچے کھائی میں اتار سکتا ہوں یا نہیں۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تم اپنے ساتھ یہ خزانہ لے کر جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں محض اس لیے کہ اس خزانے کی موجودگی کتنی ہی المناک کا سبب بن چکی ہے۔ یہ یہاں رہے گا تو کتنے ہی دیوانے اس کی تلاش میں آئیں گے اور اپنی جانیں گنوائیں گے۔"

"دوسروں کو کیسے پتہ چلے گا کہ ہمارے بعد اس جھونپڑی میں خزانہ نہیں رہا؟"

میں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا "ہمارے بعد یہ جھونپڑی نہیں رہے گی۔ میں اسے جلا کر خاک کر دوں گا تاکہ کوئی ادھر کا رُخ ہی نہ کرے۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ یہاں سے رخصت ہوتے وقت جھونپڑی کو آگ لگا دو گے تو کیا گدھ ہمارے پیچھے نہیں پڑ جائیں گے؟ ہم جب تک اس چٹان سے نیچے اترتے رہیں گے اس وقت تک وہ ہمیں نوچ کر کھا جائیں گے۔"

"تم پروا نہ کرو۔ میں اس انداز میں آگ لگاؤں گا کہ پہلے ہم نیچے پہنچیں گے، اس کے بعد اس جھونپڑی میں آگ بھڑکے گی۔"

موم بتی بجھنے والی تھی۔ رسونتی نے دوسری موم بتی کو جلاتے ہوئے کہا "میں یہ رات کیسے گزاروں گی؟ مجھے تو وحشت ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا "میں مجبور ہوں۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو

تمہارے لیے آج کہیں شیش محل کا انتظام کرتا۔ تمہیں سرخ جوڑے میں لپیٹ کر اپنی دلھن بنا کر اس شیش محل میں لے جاتا۔ آج ہماری سہاگ رات ہے۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی "سہاگ رات ہے۔ چاروں طرف گدھ موت کا سایہ لیے ہوتے ہیں، اندر عجیب سی بُو ہے۔ جھونپڑی کے چاروں طرف انسانی ڈھانچے پڑے ہوتے ہیں اور ہم یہاں اپنی رات گزارنے آئے ہیں۔ کیسی خوفناک خیر بات ہے۔"

"بڑے سے بڑے حالات سے بھی سمجھوتہ کرنے کی کوشش کیا کرو۔ انسان وہی ہے جو جہنم کو بھی جنت بنا دے۔ آدم اور بی بی حوا جب اس زمین پر پھینکے گئے تھے تو یہ جہنم سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ انہوں نے رفتہ رفتہ اسے بنا لیا۔"

میں نے صندوق پر چڑھ کر اسے اپنی طرف بلایا۔ وہ میرے ہاتھ کو تھام کر صندوق پر چڑھ گئی۔ میں نے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر مچان پر پہنچا دیا تاکہ وہ وہاں آرام کر سکے۔ پھر میں نیچے اتر آیا۔

میں نے اس صندوق کو ذرا سرکا کر دیکھا۔ وہ بہت ہی ہلکا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق خالی صندوق کا وزن کافی پچیس سیر ہوگا کیونکہ وہ خاص طور پر اسی مقصد کے لیے بنایا گیا تھا کہ جب بیل کا پٹرا نیچے اتارا جائے تو جھونپڑی کے پچھلے حصے سے کھائی میں پہنچایا جائے تو وہ زیادہ جھٹکے نہ کھائے۔

میں نے رسونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اس صندوق اور میرے جواہرات کا مشترکہ وزن تقریباً ڈیڑھ سو سیر ہوگا۔ اگر صندوق کو الگ کر دیا جائے اور صرف میرے جواہرات کو گٹھری میں باندھ کر لے جایا جائے تو آدھا من سے بھی کم ہو جائے گا۔"

رسونتی نے اوپر سے پوچھا "ہم اتنے میرے جواہرات کہاں لے جائیں گے اور کیوں لے جائیں گے؟ ہمیں تو جہان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔"

"تعجب ہے۔ عورت تو سونے کے زیورات کے لیے اور تم میرے جواہرات کو چھوڑ کر جانا چاہتی ہو؟"

"کہاں سا میرے جواہرات چھوڑنا نہیں چاہتی میرا دل ڈوبا جاتا ہے۔ کیوں نہ ایسا کریں کہ ہم دن کی روشنی میں کچھ میرے اور جواہرات چھانٹ کر ان کی ایک گٹھری بنا لیں۔ باقی کو یہیں چھوڑ دیں۔"

"ٹھیک ہے، تم جتنا چاہو لے لو جو باقی رہ جائے گا اسے ہم گڑھا کھود کر یہیں دفن کر دیں گے۔ پھر جھونپڑی کو آگ لگا دی جائے گی۔ کبھی ادھر سے گزرنا ہوا تو یہ مال بھی شاید ہمیں مل جائے۔"

"فرہاد! پہلے تو تم مال و دولت کے متعلق اتنا نہیں سوچتے تھے۔ اب کیوں سوچ رہے ہو؟"

"تمہارے لیے۔ جب میں نے تمہیں اپنا لیا ہے تو ایک گھر بھی ہونا چاہیے۔ اور وہ گھر ہمارے تمہارے شایانِ شان ہوگا۔ اس کے لیے ہمیں دولت کی ضرورت ہوگی۔ دراصل میں اسی لیے گھر بسانے سے کتراتا رہا۔ شادی کرو تو گھر بنانا پڑتا ہے۔ گھر بناؤ تو اسے اچھی طرح آباد رکھنے کے لیے دولت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر اولاد ہوتی ہے تو ضروریات بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ دولت کا لالچ بھی ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے اور پھر دولت کمانے کا لالچ انسان کو پتہ نہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے۔"

رسونتی نے اوپر مچان سے جھانکتے ہوئے مسکرا کر کہا "یہ بات مجھے بڑی اچھی لگی کہ تم میرے لیے مال و دولت سمیٹنے کی فکر کرنے لگے ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ انسان دولت کے لالچ میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے لیکن میرے لیے یہ فخر کی بات ہوگی کہ تم میری خاطر دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک جنت سے جہنم تک اور جہنم سے پھر جنت تک پہنچے رہو گے۔ عورت اپنے شوہر سے یہی چاہتی ہے۔"

میں نے مسکرا کر دیکھا پھر صندوق پر چڑھ گیا۔ وہاں سے میں نے اچھل کر اپنے آپ کو مچان کی جنت میں پہنچا دیا۔ ایک تو میرا وزن تھا، دوسرے اچھلنے کے باعث مچان پر زیادہ بوجھ پڑا تھا۔ جھونپڑی کی چھت ذرا لرز گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوپر بیٹھے ہوئے گدھ اپنے پَر پھڑپھڑانے لگے۔ ایک آدھ نے اپنی بے سُری آواز میں ہمیں وارننگ بھی دی اور رسونتی خوفزدہ ہو کر میرے بازوؤں میں چھپ گئی تھی۔

وہ میری دلہن تھی۔ میں نے کہا "آج کی رات دولہا اپنی دلہن کو کوئی اچھا سا تحفہ دیتا ہے۔ میں تمہیں کیا دوں؟"

وہ مچلنے لگی۔ میرے سینے میں اپنا منہ چھپانے لگی۔ میں نے کہا "یہ میرے جواہرات میں جن سے صندوق بھرا ہوا ہے کیا یہ تحفہ تمہیں قبول ہے؟"

وہ ہنسے بولی "اونہہ، یہ تو مفت کا مال ہے۔ اپنی کوئی چیز تحفے میں دو۔"

"میں سر سے پاؤں تک تمہارا ہوں میرے پاس اپنی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہاں گر قبول افتد زہے عز و شرف یعنی تم قبول کرنا چاہو تو میں گدھوں کا ایک جوڑا تحفے میں دے سکتا ہوں۔"

اس نے پھر منہ پھیر لیا۔ وہ منہ سے کچھ نہیں بولنا چاہتی تھی۔ میں اس کے دماغ میں جھانک کر اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ جلد ہی مجھے تھکن کا احساس ہونے لگا اور میں نے اپنے آپ سے کہا۔ "بس اب سو جانا چاہیے۔ صبح جلدی اٹھنا ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے ٹیلی پیتھی کی لوری کے ذریعے پہلے رسونتی کو سلایا۔ پھر خود حسب معمول اپنے دماغ کو ہدایت دے کر سو گیا۔ میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ جھونپڑی کے اندر کوئی داخل ہو تو میری آنکھ کھل جائے۔ جھونپڑی کے اندر کسی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں صبح جب میری آنکھ کھلی تو رسونتی حرکت کر رہی تھی۔ وہ مچان سے اتر کر صندوق تک پہنچ گئی تھی اور اب اس جھونپڑی کے اس حصے میں جا رہی تھی جدھر ایک چھوٹا سا ٹوائلٹ بنا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دماغ کو پھر ہدایت کی کہ تقریباً پون گھنٹے تک سوتا رہوں۔ پھر میری آنکھ کھل جائے یا رسونتی کے اٹھانے سے جاگ جاؤں۔

جب میری آنکھ کھلی تو میں نے کروٹ لے کر مچان کے نیچے جھانک کر دیکھا۔ رسونتی نے ایڈونا کا اسکرٹ اور بلاؤز نکال کر پہن لیا تھا۔ اس کے اوپر ایک چھوٹی سی کوٹی تھی۔ لباس کا رنگ اتنا خوبصورت تھا اور لباس اس کے جسم پر ایسا دیدہ زیب لگ رہا تھا کہ نگاہ وہیں جم کر رہ گئی تھی۔

میں چپ چاپ اسے جی بھر کر دیکھتا رہا۔ اسے مخاطب کرنے سے وہ شرما لجا کر سمٹ جاتی۔ اس نے اپنے بدن کی رنگت کے مطابق ایسے موزے پہن لیے تھے جو گھٹنوں کے اوپر تک پاؤں کی عریانی کو چھپا لیتے تھے۔ پاؤں میں کینوس کے جوتے پہن کر وہ بڑی ہی خوبصورت اور اسمارٹ لگ رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ ایک دم سے شرما گئی۔ دوڑتی ہوئی آ کر صندوق پر بیٹھ گئی۔ پھر اپنے دونوں پاؤں سکیڑے اور گھٹنوں میں منہ چھپا لیا۔

میں نے مچان سے اتر کر کہا۔ "اگر تم دو چوٹیاں اور گوندھو تو بالکل اسکول کی طالبہ لگو گی۔ بہت ہی اچھی لگ رہی ہو۔ اب میں تمہیں ہمیشہ ایسے ہی کپڑے پہنایا کروں گا۔"

"واہ، یہ تو میں نے مجبور ہو کر پہنے ہیں۔ میرے پاس کوئی اور لباس نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے، اس جنگل میں تم کیسے ساڑی سنبھالتی پھرو گی۔ یہ لباس مختصر بھی ہے اور مکمل بھی ہے۔ اسکرٹ عریانیت بھی محسوس نہیں ہوگی۔ یہ چلنے پھرنے اور دوڑنے کے سلسلے میں نہایت ہی معقول لباس ہے۔"

پھر میں نے لباس تبدیل کیا۔ اس دوران مخموری خیال خوانی کی پھر کھڑکی کو کھول کر دیکھا۔ باہر دن کا اجالا پھیلا ہوا تھا طرح چمک رہا تھا۔ میرے پیچھے رسونتی بھی آ کر کھڑکی سے تھی۔ اس نے چٹانوں پر تین انسانی ڈھانچوں کو دیکھتے ہی چیخ ماری اور مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے فوراً ہی کھڑکی کو بند کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا گدھوں کو بلانا چاہتی ہو؟"

وہ کھڑکی کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے بولی۔ "وہ تینوں ہڈیوں کے ڈھانچے۔۔۔"

میں نے کہا۔ "ہاں ان میں سے ایک والٹر ہے، دوسرا واسیتو اور تیسرا بے چارہ ڈوگی ہے۔ انسان بھی کیا چیز ہے ہماری زندگی دولت حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔ ایک دوسرے کو فریب دیتا ہے۔ آج ان ہڈیوں کے ڈھانچوں کے قریب ہی صندوق بھرا خزانہ پڑا ہوا ہے لیکن یہ اسے حاصل نہیں کر سکتے۔"

وہ بیزاری سے بولی۔ "میں یہ خزانہ اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گی۔ یہ موت کا خزانہ ہے۔"

"پاگل نہ بنو۔ ہم نے خزانے کا لالچ نہیں کیا ہے۔ لالچ سے نہیں لے جا رہے ہیں۔ چونکہ یہ ہمیں مل رہا ہے اس لیے چھوڑنا نہیں چاہتے۔"

وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ رک گئی۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سننے لگی۔ میرے بھی کان ادھر لگ گئے۔ ہیلی کاپٹر کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ میں نے بند کھڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس کھڑکی کو اب نہ کھولنا۔ جب ہیلی کاپٹر چلا جائے تب دیکھا جائے گا۔"

"کیا یہ کل رات والا ہیلی کاپٹر ہو سکتا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ دشمن ہمیں یہاں ڈھونڈنے کے لیے پہنچ گئے ہیں۔ دیکھتے ہیں یہ کیا کریں گے۔ ہمیں کچھ کھا پی لینا چاہیے۔ پچھلی رات سے ہم نے کچھ بھی کھایا ہے۔"

رسونتی میرے پاس سے ہٹ کر ہمارے سامان کھانے کی کچھ چیزیں نکال کر لے آئی۔ ہم صندوق پر بیٹھ کر لگے۔ ہیلی کاپٹر اب بالکل قریب آ گیا تھا اور جھونپڑ

اوپر بہت بلندی پر پرواز کر رہا تھا جس کے باعث گدھ مشتعل ہو گئے تھے۔ وہ اِدھر اُدھر پرواز کرنے لگے تھے۔ چاروں طرف بڑا ہی کریہہ اور دہشت ناک قسم کا شور بلند ہو رہا تھا رسونتی کو اگرچہ بھوک لگی تھی مگر ان حالات میں کچھ کھایا نہیں جا رہا تھا۔ میں اسے سمجھا بجھا کر زبردستی کھلا رہا تھا۔

اسی وقت کسی کے بولنے کی آواز سنائی دی۔ بہت دور کوئی بول رہا تھا۔ ہم نے اپنے کان کھڑے کیے۔ آواز زیادہ صاف سنائی دینے لگی۔ ہیلی کاپٹر سے اسپیکر کے ذریعے ہم سے کچھ کہا جا رہا تھا لیکن شور کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ شاید ہماری موجودگی کا یقین کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے ہمیں دروازے سے باہر جانا چاہیے تھا یا کھڑکی کے راستے جھنڈی کا لہرانا تھا، اور ہم ایسی حماقت نہیں کر سکتے تھے شاید وہ ہمیں دھمکیاں دے رہے ہوں گے۔ ایک تو ہیلی کاپٹر کے پنکھے کا شور تھا۔ دوسرے بے شمار گدھ اِدھر سے اُدھر چیختے ہوئے اور پروں کو پھڑپھڑاتے ہوئے یوں اڑ رہے تھے کہ وہ آواز ہمارے کانوں تک واضح طور پر نہیں پہنچ رہی تھی۔ پھر بھی میں توجہ دیتا رہا۔ بار بار آواز کو سنتا رہا۔ ہیلی کاپٹر جھونپڑی کے چاروں طرف شاید سیکڑوں فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ نیچے اترنے پر اس بات کا خطرہ تھا کہ کوئی گدھ پنکھے سے ٹکرا کے تو ہیلی کاپٹر وہیں زمین بوس ہو جائے گا۔

بڑی توجہ دینے اور کوششیں کرتے رہنے کے باوجود بولنے والے کا لب لہجہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ بہرحال کافی دیر پرواز کرنے کے بعد ہیلی کاپٹر وہاں سے چلا گیا۔ رسونتی نے اطمینان کی سانس لی۔ تھوڑی دیر بعد وہ تمام گدھ بھی پُرسکون ہونے لگے۔ وہ اپنی اپنی جگہ جا کر خاموشی سے بیٹھ گئے ہوں گے۔ پروں کی پھڑپھڑاہٹ کم ہوتے ہوتے ختم ہو گئی تھی۔

رسونتی نے کہا۔ "اگر ہم کل رات یہاں سے نکل جاتے تو بہتر ہوتا۔"

"ہم کیسے نکل جاتے؟ ہم نے اپنے آس پاس کے حالات کو دیکھا نہیں تھا۔ اب دن کے اجالے میں بہت کچھ دیکھ سکتے ہیں۔ کھڑکی کے پیچھے والی چٹان کو ہم نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔ رسّے کو بھی دیکھا ہے کہ وہ اس ستون سے بندھا ہوا ہے جو چٹان کے نیچے گہرائی میں گرا ہوا ہے۔ ہم کسی وقت بھی موقع دیکھ کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔ اس سے پہلے تم صندوق کھول کر اپنے لیے میرے جواہرات کی گٹھری باندھ لو۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حالات میں لوگ دولت کو کیسے نہیں بھولتے۔ میری تو عجیب حالت ہے میں صرف اپنی جان بچا کر یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں سلامتی سے کہیں جا کر اچھی ازدواجی زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ یہ دولت کیا چیز ہے؟ اس صندوق کے اندر جتنے قیمتی پتھر ہیرے اور موتی رکھے ہوتے ہیں۔ یہ سب مجھے سانپ اور بچھو نظر آ رہے ہیں میں انہیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ جیسی تمہاری مرضی۔ ہم یہاں سے نکلنے کے لیے کسی مناسب موقع کا انتظار کریں گے۔"

"ہو سکتا ہے وہ مناسب موقع آنے تک ہیلی کاپٹر والے دشمن ہم تک پہنچ جائیں۔"

"وہ یہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ تم نے وہ ڈائری پڑھی ہے، یہاں کے حالات دیکھ رہی ہو۔ کوئی پُرمین بھی ان گدھوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے یہاں نہیں پہنچ سکتا تم اطمینان رکھو۔"

اطمینان نہیں تھا پھر بھی ہم صندوق پر بیٹھے رہے۔ وہ کبھی کبھی اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیتی تھی۔ اس وقت نہ جنسی جذبات تھے نہ کوشی کے۔ وہ اندر ہی اندر بے چین سی تھی اس چار دیواری سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔ یہ سچ ہے محبت کے لیے اور خوشی کے لیے ایک اچھا ماحول ہوتا ہے۔ آس پاس پھول نہ کھلے ہوں، خوشبو نہ ہو، خوشی نہ ہو تو من کے آنگن میں بھی پھول نہیں کھلتے۔ یہی حال ہمارا تھا۔

میں نے اس سے کہا۔ "اب تم مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں سونیا، مرجانہ اور سائرہ بانو کی خبر لینے جا رہا ہوں۔"

اس نے کہا۔ "بے شک تمہیں ان کی خبر لینی چاہیے لیکن تم بہت ہی بے مروت ہو جب تمہیں بہت زیادہ خوشیاں ملتی ہیں کوئی نئی لڑکی ملتی ہے اور اس کے ساتھ جب تم وقت گزارتے ہو تو دوسروں کو بھول جاتے ہو۔ تمہاری زندگی میں کتنے ہی ایسے موقعے آئے۔ جب کسی نئی لڑکی سے دوستی ہوئی تو تم نے مجھے صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک کے لیے بھلا دیا۔ پھر مجھ سے رابطہ قائم کیا تو اپنی مصروفیات کا بہانہ کرتے رہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"میں اور سونیا تمہیں غلط سمجھ ہی نہیں سکتیں۔ ہم نے تمہارا ہر رنگ ہر روپ دیکھا ہے۔ یہی دیکھ لو کہ تم میرے بنے ہو اور مجھ سے تمہیں نئی خوشیاں مل رہی ہیں تو کل رات سے لیکر اب تک تم نے سونیا، مرجانہ اور اس کی امی کا خیال تک نہیں کیا اور نہ ہی ان کی خیریت معلوم کی۔"

"تم کیا جانو کہ میں نے ان کی خیریت معلوم کی تھی یا نہیں؟ وہ تینوں بخیریت تھیں اور ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ ان کے لیے مجھے پریشان ہونا پڑتا۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ سمجھ گئی کہ خیال خوانی شروع کررہا ہوں۔ میں اس کے پاس بیٹھے بیٹھے سب سے پہلے سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا اور ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔ میری داستان میں سائرہ بانو کا کردار ایسا ہی تھا، جیسا کہ ممی کا کردار رہا تھا۔ دراصل بوڑھی یا بزرگ خواتین کا کردار صرف ممتا بھرا ہوتا ہے۔ وہ صرف ماں کا رول ادا کرتی ہیں اس سے زیادہ کوئی دلچسپی پیدا نہیں کرتیں لیکن سائرہ بانو کے کردار میں اچانک ہی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔

ہوا یوں کہ انہیں پیرس سے پاکستان جانے کے لیے اپنا پارٹ بدلنا پڑا تھا اور چہرہ بھی ایک جوان لڑکی کا تھا۔ پیرس رپورٹر اور فوٹو گرافر تھی۔ اس کا نام یوں تو افروزہ تھا لیکن وہ مس ڈارلنگ کے نام سے مشہور تھی۔ یہ تفصیل میں پہلے بتا چکا ہوں۔ مختصر یہ کہ سائرہ بانو کو مس ڈارلنگ بننا پڑ گیا تھا جب وہ پیرس کے ایئرپورٹ سے طیارے میں سوار ہوئیں تو انہیں دیکھ کر مرجانہ بھی نہیں پہچان سکتی تھی۔ وہ بلاؤز اور اسکرٹ پہنے ہوئے تھیں۔ گلے میں اسکارف تھا۔ پاؤں میں گھٹنوں سے اوپر تک جلد کی رنگت کے مطابق موزے چڑھے ہوئے تھے۔ اونچی ایڑی کے سینڈل تھے۔ ایک شانے سے کیمرہ لٹک رہا تھا۔ دوسرے شانے پر سفری بیگ تھا۔ میں ان کے آس پاس کے لوگوں کے تاثرات سے معلوم کرسکتا تھا کہ وہ کیسی حسین اور اسمارٹ لگ رہی ہیں۔

دراصل ہمارے مشرقی ممالک میں عورت ایک بار دو بچے کی ماں بن جاتی ہے تو اسے بوڑھی یا بزرگ کہا جانے لگتا ہے اس کی عمر کے مطابق یہ نہیں سوچا جاتا کہ اس کے اپنے جذبے اور اپنی خواہشیں ہوتی ہیں جو مردوں کی طرح ایک بڑی عمر تک قائم رہتی ہیں۔ سائرہ بانو نے سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر میں مرجانہ کو جنم دیا تھا۔ مرجانہ ان دنوں بیس برس کی تھی۔ اس حساب سے سائرہ بانو سینتیس یا اڑتیس برس کی تھیں اور یہ عمر اتنی زیادہ نہیں ہوتی کہ عورت بوڑھی ہوجائے۔ وہ مرجانہ کے رشتے سے یقیناً بزرگ تھیں لیکن دنیا والوں کی نظروں سے دیکھا جاتا تو وہ ایک بھرپور جوان عورت تھیں اور مس ڈارلنگ کے روپ میں تو حسین دوشیزہ بن گئی تھیں وہ پچیس برس کی ایسی حسینہ نظر آتی تھیں جس نے ابھی شادی نہیں کی تھی۔

وہ ہنستے اور مسکراتے رہنے کی کوشش کررہی تھیں۔ مس ڈارلنگ کے مطابق انہیں ہر ایک سے فری ہوکر باتیں کرنا تھا۔ موجودہ میک اپ میں مشرقی شرم وحیا کا گزر نہیں ہو سکتا تھا جب وہ طیارے میں آکر بیٹھیں تو ان کے پاس ایک دوسرا مسافر آیا جس کی سیٹ ان کے بازو میں تھی۔ اس نے سائرہ بانو کو دیکھتے ہی حیرانی سے کہا "ہیلو مس ڈارلنگ! آپ نے مجھے پہچانا؟"

سائرہ بانو نے پہلے تو پریشان ہوکر اس اجنبی کو دیکھا پھر اچانک خیال آیا کہ وہ ایک زندہ دل دوشیزہ کے روپ میں ہیں۔ انہوں نے فوراً ہی مسکرا کر کہا "سوری، مجھے یاد نہیں آرہا ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ آپ کون ہیں؟"

وہ ان کے پاس والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا "کمال ہے۔ ہمارا تمہارا نام تو بالکل ملتا جلتا ہے۔ یعنی تم ڈارلنگ ہو میں ڈیئر ہوں۔ میرا نام ڈیئر جمال ہے۔ ہم پچھلے سال روم کے کھنڈرات میں ملے تھے۔ تم وہاں تصویریں اتار رہی تھیں۔ میری بھی ایک تصویر تمہارے ذخیرے میں ہوگی۔ اب ذخیرہ تو تم نے کر گھومتی نہیں ہو۔ اپنی یادوں کے ذخیرے میں ٹٹول کر ڈھونڈ کر دیکھو شاید میری یاد تمہارے دماغ میں تازہ ہوجائے۔"

سائرہ بانو نے کچھ یوں ظاہر کیا جیسے وہ دماغ پر زور دے کر سوچ رہی ہوں۔ پھر انہوں نے کہا "سوری مسٹر! مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔"

"مجھے مسٹر نہ کہو۔ یاد نہیں آتا تو کوئی بات نہیں مگر ڈیئر کے ساتھ مسٹر اچھا نہیں لگتا۔ مجھے ڈیئر کہہ سکتی ہو اور پہلے بھی تم نے ڈیئر ہی کہا ہے۔"

سائرہ بانو الجھن میں پڑ گئیں۔ ان دونوں کا نام ہی ایسا تھا۔ سائرہ بانو مس ڈارلنگ یعنی پیاری تھی اور اس کے ہمسفر کا نام ڈیئر تھا یعنی پیارا۔ اور وہ ایک اجنبی کو پیار انہیں کہہ سکتی تھیں۔ انہوں نے کہا "میں ڈیئر کیوں کہوں جب میں تمہارا وہ نام لے سکتی ہوں جو تم نے ابھی بتایا تھا۔ بھلا کیا نام بتایا تھا؟"

ڈیئر جمال نے شرارت سے کہا "مجھے تو یاد نہیں رہا۔ بھلا سا نام تھا۔ اب اتنا ہی یاد ہے کہ دنیا مجھے ڈیئر کہتی ہے اور تم بھی مجھے یہی کہہ چکی ہو۔"

"دیکھو مسٹر! میں دوستوں سے یقیناً بے تکلف ہو جایا کرتی ہوں۔ میرا کام فوٹو گرافی ہے۔ لوگوں کی طرح طرح کے فوٹو تیار کرکے انہیں خوش رکھنا پڑتا ہے لیکن خوش رکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں بالکل ہی بے شرم بن جاؤں۔ میں نہیں کسی رشتے سے ڈیئر نہیں کہہ سکتی۔ اپنا نام بتاؤ ورنہ خاموش رہو۔"

وہ مسکرا کر بولا "تمہاری یہی ادائیں مجھے پچھلے سال سے یاد آرہی ہیں۔ تم ساری دنیا سے بے تکلف ہوتی ہو۔ جب میری باری آتی ہے تو اپنے آپ کو ریزرو کرلیتی ہو۔"

"مجھے تو یاد بھی نہیں ہے کہ میں کبھی تم سے ملی تھی۔"

"واہ! خوب تجاہل عارفانہ ہے۔ خواب میں آنے والیاں تو بالکل ہی یہ کہہ کر مکر جاتی ہیں کہ وہ کبھی نہیں آئی تھیں لیکن تم تو حقیقتاً مل چکی ہو اور میرے منہ پر ہی انکار کررہی ہو۔"

وہ نظریں پھیر کر خاموش ہوگئیں۔ اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ گہری سنجیدگی سے بولا "دیکھو ڈارلنگ! میں اپنے دل کا حال شاید اچھی طرح بیان نہ کرسکوں۔ اپنا دل چیر کر نہ دکھا سکوں لیکن خدا کو حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں کہ پچھلے ایک برس سے میں تمہارے لیے بہت بے قرار رہا۔ کوئی دن، کوئی رات، کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا جب میں تمہارا ہوں اور تمہاری یاد نہ آئی ہو۔ میں چاہتا تھا کہ کسی طرح پیرس پہنچ کر تمہیں تلاش کرلوں لیکن میرے حالات نے مجھے اجازت نہیں دی۔"

یہ کہہ کر وہ سائرہ بانو کو جواب طلب نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ پھر بھی کچھ نہ بولیں تو اس نے پوچھا "کیا تم از راہ انسانیت بالمرقت اتنا بھی نہیں پوچھو گی کہ میرے حالات کیا تھے؟"

سائرہ بانو نے دل میں سوچا کہ وہ تلخ مزاجی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ اگر زندہ دلی یا کسی قدر بے تکلفی کا مظاہرہ نہیں کریں گی تو ان کے روپ بدلنے کا بھید کھل سکتا ہے۔ کسی کو شبہ ہوسکتا ہے لہٰذا وہ کچھ سوچ کر بولیں "اچھا بتاؤ کیا حالات تھے؟"

وہ خوش ہوکر بولا "شکریہ! میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں امریکہ میں تھا۔ وہاں سے میں روم آیا تھا جب تم سے ملاقات ہوئی تھی۔ جب میں واپس گیا تو وہاں جبری بھرتی ہو رہی تھی۔ ہم لوگوں کو ویت نام بھیجا جارہا تھا۔ میں فوج میں بھرتی نہیں ہونا چاہتا تھا لہٰذا مجھے وہاں سے فرار ہونا پڑا۔ میں غیر قانونی طور پر امریکہ سے نکل کر انگلینڈ پہنچا۔ وہاں بہت عرصے تک چھپا رہا۔ اس دوران میں نے فلم کی شہریت اختیار کرلی۔ اب میں پچھلے دو ہفتے سے تمہیں لندن میں تلاش کررہا تھا۔ تلاش کے دوران مجھے مایوس بھی ہونا پڑا۔ آخر میں نے سوچا کہ یہاں سے سنگاپور اور ہنگ کانگ چلا جاؤں اور کچھ دولت کما کر پھر واپس آؤں تاکہ تمہیں دوبارہ تلاش کرسکوں۔ لیکن جذبۂ عشق سلامت ہو اور سچائی ہو تو تلاش کرنے سے محبوب ضرور ملتا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم مجھے مل رہی ہو۔"

"تم تو زبردستی گلے پڑ رہے ہو۔"

"دیکھو، تم اس قدر حسین اور پرکشش ہو کہ کوئی نہ کوئی کبھی نہ کبھی ضرور گلے پڑے گا۔ اب میں پڑ رہا ہوں تو تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے بلکہ سنجیدگی سے میرے متعلق کچھ فیصلہ کرو۔ میں بدصورت نہیں ہوں۔ خوبرو ہوں۔ اسمارٹ ہوں، اچھا صحت مند ہوں۔ لڑنے مرنے کا وقت آئے تو دو چار دشمنوں پر اکیلا بھاری پڑ سکتا ہوں۔ کبھی آزما لینا۔"

سائرہ بانو نے کہا "اگر تم بیرفند گار ہو اور اچھے فائٹر بھی ہو تو میں باڈی گارڈ کی حیثیت سے تمہیں ملازم رکھ سکتی ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "چلو ملازم ہی سہی۔ میرے ایک دوست نے کہا تھا کسی عورت کے ملازم بن جاؤ مگر شوہر نہ بنو۔ آدمی شوہر بن کر کسی کام کا نہیں رہتا۔ مجھے تمہاری پیشکش منظور ہے۔"

سائرہ بانو نے اسے گھور کر کہا "تم عجیب آدمی ہو۔ تمہیں ایک عورت کی ملازمت قبول کرتے شرم نہیں آتی؟"

"شرم کیسی؟ ملازمت واقعی عورتوں کی نہیں کرنا چاہیے لیکن ملازمت کا حسن بھی تو دیکھا جاتا ہے۔"

سائرہ بانو نے حیرانی سے پوچھا "یہ ملازمت کا حسن کیا ہوتا ہے؟"

"یہی جیسی کہ تم نے ملازمت دی ہے یعنی میں تمہارا باڈی گارڈ ہوں۔"

وہ ایک دم سے جھینپ کر دوسری طرف دیکھنے لگیں۔ باڈی گارڈ کی تشریح پر انہیں اچانک ہی نواب سلامت علی مرحوم یاد آگئے تھے اور وہ تصور میں انہیں دیکھ رہی تھیں۔ لمبا قد، بھاری بھرکم جسم اور خوبرو چہرہ، مسکراہٹ ایسی کہ سیدھی دل میں اترتی تھی۔ وہ اجنبی بھی ویسے ہی مسکراتے ہوئے کچھ ایسی باتیں کرتا تھا اس کی باتیں بھی سیدھی دل میں اترتی تھیں۔ سائرہ بانو کو اس کی باتوں کا برا ماننا چاہیے تھا لیکن پتہ نہیں کیوں انہیں بہت زیادہ برا نہیں لگا۔ ہاں وہ یہ چاہتی تھیں کہ وہ ایسی باتیں نہ کرے۔

رات زیادہ ہوگئی تھی۔ وہ تھوڑی دیر بعد ایک شال میں منہ چھپا کر سوگئیں۔ جب ان کی آنکھ کھلی تو دن نکل چکا تھا ان کا ہمسفر ڈیئر جمال ان کے بازو کو تھام کر ہولے سے جھنجھوڑتے ہوئے انہیں بیدار کررہا تھا۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تو وہ مسکراتے ہوئے بولا "ہمارے سفر کی نئی صبح مبارک ہو۔"

وہ ناگواری سے بولیں "یہ کیا حرکت ہے۔ مجھے کیوں اٹھا رہے ہو؟"

"اس لیے کہ اب یہ جہاز قاہرہ کے ہوائی اڈے پر اترنے والا ہے۔ کیوں نہ ہم سیفٹی بیلٹ باندھ لیں۔ ابھی ابھی یہی اناؤنسمنٹ ہوا ہے۔ جہاز اترنے ہی والا ہے۔"

اس کی باتیں سن کر وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔ اور پھر سیفٹی بیلٹ باندھنے لگیں۔ جہاز کی پرواز نیچی ہوتی جا رہی تھی۔ دن کے اجالے میں قاہرہ کا شہر دور تک پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جہاز ایئرپورٹ کے رن وے پر آہستگی سے اتر گیا۔ پھر دور تک دوڑتا ہوا ایک جگہ رک گیا۔

جہاز کے اسپیکر سے آوازیں آنے لگیں "معزز مسافروں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنا مختصر سا سفری سامان لے کر جہاز سے اتر جائیں اور ایئرپورٹ کے ٹرانزٹ لاؤنج میں کچھ وقت گزاریں۔ ہم نے آپ کو پہلے اطلاع نہیں دی تھی۔ جہاز میں کچھ تکنیکی خرابی پیدا ہو گئی ہے اسے درست کیے بغیر سفر جاری نہیں رکھا جا سکے گا۔ اگر زیادہ دیر ہوئی تو آپ کے لیے دوسرے طیارے کا انتظام کیا جائے گا۔ فی الحال آپ لوگ ہماری درخواست کے مطابق جہاز سے اتر جائیں اور ایئرپورٹ کے ٹرانزٹ لاؤنج میں اگلی اناؤنسمنٹ کا انتظار کریں۔ ہم اس تکلیف دہی پر آپ سے معذرت خواہ ہیں۔"

ڈیئر جمال نے ایک گہری سانس لے کر کہا "چلو چھٹی ہوئی۔ ہمیں کچھ وقت قاہرہ میں گزارنا ہوگا۔ جب جہاز میں تکنیکی خرابی ہوتی ہے تو یہ دو چار گھنٹے سے پہلے تو درست ہونے سے رہا۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ لوگ دو گھنٹے کے اندر کسی دوسرے طیارے کا انتظام کر دیں۔ بہرحال کیا ارادہ ہے؟ کیوں نہ ہم قاہرہ کی سیر کر لیں؟"

اس وقت تک سائرہ بانو سیفٹی بیلٹ کھول چکی تھیں اور اپنے سامان کو سفری بیگ میں رکھتے ہوئے اٹھ رہی تھیں۔ ڈیئر جمال نے کہا "بہت بہت شکریہ، مجھے خوشی ہے کہ میرے کہنے ہی تم تیار ہو گئیں۔ چلو۔"

وہ چڑ کر بولیں "تمہیں خوش فہمی ہے۔ میں تو اناؤنسمنٹ کے مطابق یہاں سے نکل رہی ہوں۔"

وہ دونوں دوسرے مسافروں کے ساتھ جہاز سے اتر کر ٹرانزٹ لاؤنج میں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھنے کے بعد سائرہ بانو باتھ روم میں چلی گئیں، وہاں سے منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہو کر باہر آئیں تو ڈیئر جمال نے کہا "سبحان اللہ کیسی صورت نکھر آتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ بس دیکھتے ہی رہو۔"

"کیا تم چھیڑ چھاڑ سے باز نہیں آؤ گے؟"

"اگر صرف چھیڑنا ہی ہوتا تو میں بہت پہلے ہی خاموش ہو جاتا۔ یہ چھیڑ نہیں ہے۔ دل کی آواز ہے۔ اب میں سنگاپور اور بنکاک نہیں جاؤں گا۔ ساری عمر باڈی گارڈ بن کر رہوں گا۔"

وہ ریستوران کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "وہ میں نے مذاق کیا تھا۔ میں اس معاملے میں سنجیدہ نہیں ہوں۔"

"میں تو سنجیدہ ہوں۔ میں باڈی گارڈ کے فرائض انجام دیتا رہوں گا۔ ایسے کام کے لیے تنخواہ ضروری نہیں ہے۔"

"میں تمہیں آخری بار سمجھائے دیتی ہوں کہ میرے پیچھے نہ آؤ۔ جب تک ہمارا جہاز درست نہیں ہوتا اور ہمارا سفر شروع نہیں ہو جاتا اس وقت تک میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

ڈیئر جمال نے دونوں شانے اچکاتے ہوئے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ جب میں تمہیں اتنا ہی برا لگتا ہوں تو تم سے دور رہوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ ایک طرف چلا گیا۔ سائرہ بانو ریستوران میں آ کر ایک میز کے پاس کرسی کھینچ کر بیٹھ گئیں پھر اپنے لیے ناشتے کا آرڈر دیا۔ جب ناشتہ آیا تو نہ جانے کیسے ڈیئر جمال کا خیال آ گیا۔ پتہ نہیں اس نے ناشتہ کیا ہے یا نہیں؟

اپنی اس سوچ پر سائرہ بانو کو بڑی حیرانی ہوئی۔ ہائے میں نے ڈیئر جمال کے متعلق کیوں سوچا؟ وہ ناشتہ کرے یا نہ کرے میری بلا سے۔

وہ اپنا دھیان بٹانے کے لیے اپنی بیٹی مرجانہ کے متعلق سوچنے لگیں لیکن زیادہ دیر تک نہ سوچ سکیں۔ اچانک ہی دو اجنبی ان کے آس پاس کرسی کھینچ کر بیٹھ گئے۔ وہ دونوں مقامی تھے۔ ان میں سے ایک نے تیسی نکال کر اپنے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا "سوری میڈم! ہمیں بیٹھنے سے پہلے آپ سے اجازت لینی چاہیے تھی۔ بہرحال ہم تو بیٹھ ہی گئے۔ آپ مہربانی کر کے ذرا جلد از جلد اپنے ناشتے کا بل ادا کر دیں۔ ہم آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔"

سائرہ بانو نے انہیں گھور کر دیکھا۔ دوسرے شخص نے کہا "ہمیں گھور کر نہ دیکھو، میز کے نیچے دیکھو۔"

سائرہ بانو نے میز کے نیچے دیکھا تو ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں چاقو۔ چاقو والے نے کہا "یہاں سے کتنے ہی مسافر کسٹم چیکنگ سے گزر کر باہر تفریح کے لیے جا رہے ہیں۔ اگر آپ پچاس ڈالر کسٹم کے آفیسر کو رشوت کے طور پر دیں گی تو آپ کو دو گھنٹے کا عارضی ویزا مل جائے گا۔ اس دینے کے ذریعے آپ قاہرہ شہر کی سیر کر سکتی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ یہاں سے نکل کر ہمارے ساتھ اس شہر کی سیر کرنے کے لیے چلیں۔"

"یہ کیا زبردستی ہے۔ تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تم ہمیں پسند آ گئی ہو۔ ہم تمہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ انکار کرو گی یا اپنی طرف سے کوئی چالاکی دکھاؤ گی تو ہم بے دریغ فائر کر دیں گے۔"

سائرہ بانو نے ویٹر کو بلا کر بل ادا کیا۔ جب ویٹر چلا گیا تو ایک شخص نے کہا "دیکھو جب تم کسٹم کے وارڈ سے گزرو گی تو کسٹم آفیسر کے پیچھے ہی ذرا فاصلے پر ایک شخص پتلون اور سفید بنیان پہنے ہوئے ہوگا۔ دوسرا شخص دوسری طرف نیلی جرسی میں نظر آئے گا۔ ایک شخص گولف کیپ پہنے ہوئے ہوگا۔ اس کی آنکھوں پر سیاہ چشمہ ہوگا۔ یہ تین آدمی تمہارے تین طرف ذرا فاصلے پر رہیں گے۔ ان تینوں کے پاس ریوالور ہیں۔ تم وہاں کسٹم آفیسر سے مدد مانگنا چاہو گی یا چیخنا چلانا چاہو گی تو تمہیں اسی وقت گولی مار دی جائے گی۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ تم قانون کی پناہ میں پہنچ کر محفوظ رہو گی۔"

سائرہ بانو نے اپنے سفری بیگ میں سے پاسپورٹ اور ویزا کے کاغذات نکالے۔ اپنے پرس سے پچاس ڈالر کا ایک نوٹ نکال کر رکھا پھر پرس اور سفری بیگ اٹھا کر آگے جانے لگیں۔ ایک شخص ان کے آگے تھا دوسرا ان کے پیچھے۔ وہ دونوں کے درمیان چلتی ہوئی کسٹم کے وارڈ تک پہنچیں۔ ریوالور والے نے کہا "ہم تمہیں چھوڑ رہے ہیں۔ آگے بڑھتی جاؤ۔ ہاں یہ یاد رکھنا کہ تم ہمارے نشانے پر ہو گی۔ جب تم کسٹم آفیسر کے پاس پہنچ جاؤ گی تو وہاں دو تین آدمی تمہیں اپنے نشانے پر رکھیں گے۔ پھر ہم باہر تم سے ملاقات کریں گے۔ جاؤ اور اپنی زندگی کی سلامتی کے لیے ہمارے احکامات کی تعمیل کرتی رہو۔"

سائرہ بانو آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کسٹم آفیسر کی طرف جانے لگیں۔ جب وہاں پہنچیں تو پلٹ کر دیکھا۔ اب وہ لوگ نہیں تھے مگر وہ تین شخص نظر آ رہے تھے جن میں سے ایک گولف کیپ پہنے ہوئے تھا اور آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا۔ دوسرا شخص پتلون اور سفید بنیان میں تھا۔ تیسرے شخص کے جسم پر نیلی جرسی تھی۔ وہ تینوں ذرا ذرا فاصلے پر نظر آ رہے تھے۔ اور وہ تینوں ہی اسے دیکھ رہے تھے۔

وہاں سائرہ بانو کو دو گھنٹے کا عارضی ویزا حاصل کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ پچاس ڈالر کے ایک نوٹ نے بڑا کام دکھایا تھا۔ وہ وہاں سے نکل کر باہر ایئرپورٹ ایریا کی طرف جانے لگیں۔ تب ہی وہ دونوں قریب آ کر ان کے دائیں بائیں چلنے لگے۔ اس دوران سائرہ بانو نے محسوس کیا کہ وہ بے اختیار ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے ڈیئر جمال کو تلاش کرتی رہی ہیں۔ وہی ایک ایسا شخص تھا جو انہیں اپنا مددگار نظر آ رہا تھا، لیکن وہ کہیں نظر نہ آ رہا تھا۔

وہ اپنے آپ کو کوسنے لگیں۔ کیوں خواہ مخواہ اس ہمسفر کو دھتکار دیا ہے اگر وہ ساتھ رہتا تو ان بدمعاشوں کی اتنی ہمت نہیں ہوتی۔ وہ ریوالور دکھا کر اور دھمکیاں دیکر یہاں تک نہ لے آتے۔ وہ ان کے درمیان چلتی ہوئی پارکنگ ایریا میں پہنچیں۔

اب وہ لوگ انہیں ایک ویگن کار میں بٹھانا چاہتے تھے جب ہی ایک طرف سے ڈیئر جمال کی آواز آئی "ہیلو مس ڈارلنگ یہ تم کہاں جا رہی ہو؟"

سائرہ بانو کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ یوں لگا جیسے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ڈیئر جمال کو ان کی مدد کے لیے بھیجا ہو۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھیں کہ چاقو والے نے ڈپٹ کر کہا۔ "خبردار کوئی آواز نہ نکالنا۔ یہ تمہارا کون ہے؟"

وہ کچھ کہتے کہتے ہچکچائیں۔ آخر کیا رشتہ بتایا جا سکتا تھا۔ اتنے میں ڈیئر جمال خود ہی قریب پہنچ کر بولا "ڈارلنگ تم ان لوگوں کے ساتھ کہاں جا رہی ہو۔ کیا میں اتنا برا ہوں کہ میرے ساتھ تفریح نہیں کر سکتیں۔ چلو آؤ میرے ساتھ۔"

یہ کہہ کر اس نے سائرہ بانو کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ایک ریوالور والے نے فوراً ہی اپنی جیب سے ریوالور نکال کر ڈیئر جمال کو دکھاتے ہوئے کہا "ادھر دیکھو ہمارے پاس کیا ہے۔ اگر تم نے کوئی حرکت کی تو تمہیں شوٹ کر دیا جائے گا۔ اب پتہ چلا کہ یہ محترمہ اکیلی نہیں ہیں۔ تم بھی اس کے ساتھی ہو۔ لہٰذا چپ چاپ اس ویگن کار میں بیٹھ جاؤ۔ اگر کوئی حرکت ہوگی یا ذرا سی بھی آواز نکالی جائے گی تو تم دونوں یہیں ختم کر دیے جاؤ گے۔"

ڈیئر جمال نے بے بسی سے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا "عورتوں کی بے جا ضد کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ میں نے جب تفریح کا کہا تھا تو تم نے انکار کر دیا تھا۔ میرے ساتھ ریستوران میں بھی بیٹھنا گوارا نہ تھا۔ اب ان کے کہنے پر تمہیں جبراً آنا پڑا۔ اب یہ جبراً ہمیں بھی تفریح کرائیں گے۔"

ایک نے سخت لہجے میں کہا "یہاں باتیں نہ بناؤ، فوراً اندر بیٹھ جاؤ۔"

وہ دونوں اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ویگن میں ایک سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اس کی پچھلی سیٹ پر پہلے ہی دو بدمعاش بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے چاقو تھے۔ اگلی سیٹ پر ایک ڈرائیور بیٹھا ہوا تھا۔ پھر وہ دونوں بھی اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ جب وہ ویگن آگے چل پڑی تو سائرہ بانو نے اردو زبان میں کہا "تم تو کہتے تھے کہ دو چار پر اکیلے بھاری پڑتے ہو۔ اب بھیگی بلی بنے ان کے حکم کی تعمیل کر رہے ہو؟"

"اس وقت مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ بدمعاش ایسے ہوتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے۔ میں نے ڈینگیں ماری تھیں۔ بہرحال میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔"

وہ چلا کر بولیں "تمہارے الفاظ واپس لینے سے کیا میں اس مصیبت سے نکل جاؤں گی؟"

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے میری آزمائش کے لیے اس مصیبت میں پڑی ہو؟"

دشمنوں میں سے ایک نے پوچھا "اے یہ تمہاری کون لگتی ہے؟"

اس سے پہلے کہ سائرہ بانو کچھ کہتیں ڈیئر جمال نے کہا۔ "یہ میری بیوی ہے۔"

سائرہ بانو نے غصے سے گھور کر دیکھا۔

ایک شخص نے کہا "تم جھوٹ بولتے ہو۔ اس عورت کے رویے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تمہاری کوئی نہیں ہے۔"

ڈیئر جمال نے کہا "میں سچ کہتا ہوں۔ یہ میری بیوی ہے لیکن بدمزاج ہے۔ مجھے بڑی مشکل سے منہ لگاتی ہے۔"

ڈیئر جمال نے سائرہ بانو کی طرف جھکتے ہوئے کہا "دیکھو مجبوری ہے اگر ہم نے میاں بیوی کا انداز اختیار نہیں کیا تو یہ ہمیں مار ڈالیں گے۔"

سائرہ بانو نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "خبردار میرے قریب نہ آنا۔"

یہ کہہ کر وہ ذرا پیچھے ہٹ گئیں لیکن ان کے آس پاس دو کھلے ہوئے چاقو آہستہ آہستہ لہرانے لگے۔ ایک طرف سے ریوالور والے نے دھمکی دی "اگر یہ تمہارا شوہر نہیں ہوگا تو ہم ابھی اسے مار کر یہاں پھینک دیں گے۔"

وہ گھبرا کر پریشان ہو کر کبھی ڈیئر جمال کو اور کبھی دشمنوں کو دیکھنے لگیں۔ پھر کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو انہوں نے ڈیئر جمال کو التجا آمیز نظروں سے دیکھا۔ وہ آہستگی سے بولا۔ "دیکھو اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ تمہاری عزت میری عزت ہے اور ہمیں جان بچانے کے لیے اگر ایک دوسرے کے قریب ہونا پڑتا ہے تو اس میں نقصان ہی کیا ہے؟"

یہ بات اس نے اردو زبان میں سمجھائی تھی وہ لوگ بولنے لگے "اے تم لوگ اپنی زبان میں باتیں نہ کرو۔ ہم انگریزی بولتے ہیں۔ انگریزی سمجھتے ہیں یا پھر اپنی مقامی زبان میں باتیں کرتے ہیں۔"

ایک نے کہا "بھئی اس آدمی کو مار کر پھینکنے سے کیا فائدہ ہے۔ ان کے پاس جتنی دولت ہے اسے اپنے قبضے میں کرو اور اس عورت کو مار کر پھینک دو۔"

سب نے اس بات کی تائید کی۔ پھر ایک چاقو اس کے قریب آنے لگا۔ سائرہ بانو نے چیخ ماری۔ اسی وقت ڈیئر جمال سائرہ بانو پر جھک گیا۔ وہ لوگ آگے پیچھے چاقو تھے اور ڈیئر جمال کو اس کی جگہ سے ہٹا کر حملہ کرنا چاہتے تھے، لیکن وہ وہاں سے نہیں ہٹ رہا تھا۔

سائرہ بانو کی عجیب حالت تھی۔ ایک تو خوف اور دہشت طاری تھی۔ دشمن خواہ مخواہ ان پر حملہ کر رہے تھے۔ دوسرے ڈیئر جمال ان کی حفاظت کے لیے چھایا ہوا تھا۔ صحیح معنوں میں باڈی گارڈ بنا ہوا تھا اور یہ باڈی گارڈ بننا بھی ان کے لیے مہنگا پڑ رہا تھا۔ آج تک بیس برس کے عرصے میں کوئی بھی مرد ان کے قریب تو کیا سائے کو بھی نہیں چھو سکا تھا۔

ایک دشمن نے کہا "ارے چھوڑو انہیں۔ ہم خواہ مخواہ جدوجہد کر رہے ہیں۔ دیکھتے نہیں یہ تو میاں بیوی ہیں۔ الگ ہٹ جاؤ۔"

وہ سب الگ ہو کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ سائرہ بانو ابھی تک ڈیئر جمال کی پناہ میں تھیں۔ سردی میں بھیگی ہوئی چڑیا کی طرح ہوئے ہوئے کانپ رہی تھیں۔ بیس برس کے بعد حالات انہیں جھگو رہے تھے۔ انہوں نے اپنی بیٹی کی محبت میں اپنے جذبوں کو یکسر بھلا دیا تھا صرف اپنی ممتا کو زندہ رکھا تھا۔ اب اچانک ہی ممتا کے پیچھے سے وہ جذبے ابھر آئے تھے جو تنہائی میں نواب سلامت علی مرحوم کو پکارتے تھے۔ اس وقت وہ آنکھیں بند کیے ہوئے تھیں۔ اور انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے نواب صاحب واپس آگئے ہوں اور اپنی پوری محبت اور توجہ اور ہمدردی اور حفاظتی جذبوں کے ساتھ ان پر چھا گئے ہوں۔

انہوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ جو کچھ بھی ہو رہا تھا اسے ایک خواب سے زیادہ اہمیت نہیں دینا چاہتی تھیں

آنکھ کھولنے پر جو خواب تھا وہ حقیقت بن کر سامنے آجاتا۔ اسی لیے وہ حقیقت سے انکار کرتے ہوئے آنکھیں بند کیے ہوئے تھیں۔

ڈیئر جمال نے تھوڑی دیر بعد چونک کر پوچھا "یہ تم لوگ ہمیں کہاں لے جا رہے ہو؟"

ایک شخص نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "اب تمہیں ہوش آیا ہے۔ بس چپ چاپ بیٹھو۔ ہماری منزل قریب ہی ہے۔"

سائرہ بانو نے ان لوگوں کے باتیں کرنے کی آواز سنیں پھر بھی آنکھیں نہیں کھولیں۔ وہ اب تک نواب صاحب کے تصور سے بہتی جا رہی تھیں۔ ڈیئر جمال نے جب ان لوگوں کو مخاطب کیا تو اس تصور میں رخنے پڑ گئے۔ وہاں سے نواب صاحب کی تصویر مٹ گئی اور ڈیئر جمال کا چہرہ ابھر گیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ جو محبت، توجہ، ہمدردی اور حفاظتی اعتماد حاصل ہو رہا ہے وہ ڈیئر جمال سے حاصل ہو رہا ہے۔

تصور کا رومانی مزاج بدلا تو انہوں نے مجبوراً آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ڈیئر جمال دشمنوں سے سخت لہجے میں باتیں کر رہا تھا اور اس کی آواز سائرہ بانو کی دھڑکنوں میں گڈمڈ ہوتی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ویگن ایک ویران سے علاقے میں رک گئی۔

جو شخص ہاتھ میں ریوالور لیے سامنے والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا وہ اگلا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ پھر ریوالور کی نال سے ڈیئر جمال اور سائرہ بانو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا "تم دونوں اپنا سامان گاڑی میں چھوڑ کر باہر نکل آؤ۔ کوئی چالاکی کرنا اور نہ میں گولی مار دوں گا۔ پھر تم لوگوں کی زندگی کا حساب کرنے والا یہاں کوئی نہیں آئے گا۔"

ایک دوسرا چاقو والا بھی اس ریوالور والے کے پاس آکر کھڑا ہو گیا تھا یعنی اب صرف دو آدمی ویگن کی پچھلی سیٹ پر چاقو لیے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی تعداد ڈرائیور کو ملا کر پانچ تھی جن میں سے صرف ایک کے پاس ریوالور تھا باقی تین کے پاس چاقو تھے۔ ڈرائیور شاید نہتا تھا۔ ڈیئر جمال یہ حساب پہلے ہی کر چکا تھا۔ وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے بولا "ہم تمہارے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں لیکن اس میں ہمارے پاسپورٹ وغیرہ رکھے ہوئے ہیں اور یہ ہمارے لیے بے حد ضروری ہیں۔"

ریوالور والے نے کہا "فکر نہ کرو میرے دو ساتھی جو گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ تمہارے سامان کی تلاشی لیں گے۔ نقد رقم کے علاوہ کوئی اور کام کی چیز ملے گی تو وہ اپنے پاس رکھ لیں گے۔ باقی تمہارا سامان تمہیں لوٹا دیں گے، اور گاڑی لے کر چلے جائیں گے۔ تم دونوں اطمینان سے پیدل چلتے ہوئے مین روڈ پر پہنچ جاؤ گے۔ کوئی نہ کوئی گاڑی والا تم دونوں کو ایئرپورٹ تک لفٹ دے دیگا۔"

سائرہ بانو بھی باہر آگئیں پیچھے بیٹھے ہوئے دو شخص سامنے آئے اور ان کے سامان کی تلاشی لینے لگے۔ ڈیئر جمال نے ایک گہری سانس لے کر کہا "مس ڈارلنگ! میں نے تمہارے ساتھ فراڈ کیا تھا اس کا نتیجہ مجھے مل رہا ہے۔"

سائرہ بانو نے چونک کر پوچھا "کیسا فراڈ؟"

"میں نے تمہیں تفریح کے لیے کہا تو تم نے انکار کر دیا تھا۔ میرے ساتھ ریستوران میں بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتی تھیں تب میں نے سوچا کہ تمہیں جبراً ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر نکال کر تفریح کرائی جائے۔ اس کے لیے میں نے ان دو آدمیوں کو کرائے پر حاصل کیا انہیں سمجھایا کہ یہ بدمعاش بن کر اغوا کرنے والا ڈرامہ کریں۔ تمہیں جھوٹ موٹ دھمکیاں دے کر ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر لے آئیں اور اس گرین میں بٹھا دیں۔ اس موقع پر میں بھی پہنچ جاؤں گا اور پھر میں بھی تمہارے ساتھ اس گاڑی میں بیٹھ کر تفریح کے لیے نکل جاؤں گا۔ وہ کسی علاقے میں لے جا کر یہ لوگ ہمارا پیچھا چھوڑ دیں گے۔ میں انہیں ان کا معاوضہ پہلے ہی ادا کر چکا تھا۔"

سائرہ بانو نے غصے سے پوچھا "اگر یہ تمہارے کرائے کے آدمی تھے تو انہیں معاوضہ لے کر چلے جانا چاہیے تھا۔ یہ ہماری آخری پونجی تک کیوں لوٹ لینا چاہتے ہیں؟"

"یہی تو میں کہنے جا رہا ہوں۔ میں خود دھوکا کھا گیا میں سمجھا تھا کہ یہ بہروپیے ہیں۔ بدمعاش نہیں ہیں لیکن یہ تو زبردست قسم کے بدمعاش نکلے۔"

سائرہ بانو جھنجلا کر آگے بڑھیں اور اپنے نازک ہاتھوں سے ڈیئر جمال کو گھونسے مارنے شروع کر دیے۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے پیچھے ہٹتے ہوئے بولا "ارے ارے کیا کرتی ہو۔ پہلے میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس میں میرا بالکل قصور نہیں ہے۔ میں نے تو انہیں شریف آدمی سمجھ کر یہ ناٹک کھیلنے کے لیے..."

اس نے اپنی بات پوری نہیں کی۔ اچانک ہی پلٹ کر ریوالور والے کے ہاتھ پر ایک زوردار لات ماری۔ وہ اس بات کے لیے تیار نہیں تھا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا

اس نے سائرہ بانو کے ساتھ اتنا اچھا ناٹک کھیلا تھا کہ وہ لوگ اس دلچسپ تماشے کو دیکھنے میں ذرا دیر کے لیے غافل ہو گئے تھے۔ یہی غفلت انہیں مہنگی پڑی تھی۔

بہرحال ریوالور دور جا کر زمین پر گرا تھا۔ وہ ریوالور والا ادھر دوڑا ہی تھا کہ ڈیئر جمال نے اسے راستے میں ہی آڑے ہاتھوں لے لیا۔ اسے پکڑ کر اس طرح دبوچا کہ وہ آگے نہ بڑھ سکا۔ دوسری طرف چاقو والا تیزی سے بڑھتا ہوا سائرہ بانو کی طرف لپک رہا تھا تاکہ انہیں قبضہ میں رکھ کر ڈیئر جمال کو مجبور کر دے لیکن اس سے پہلے ہی ڈیئر جمال نے ریوالور والے کو ایک طرف زور سے دھکیل دیا۔ دوسرے ہی لمحہ اس کی دلدوز چیخ سنائی دی۔ وہ ریوالور والا لڑکھڑا کے ہوتے چاقو والے سے اس طرح ٹکرایا تھا کہ چاقو اس کے سینے میں پیوست ہو گیا تھا۔

گاڑی کا ڈرائیور اور تلاشی لینے والے دونوں آدمی اس وقت سامان سے نکلے ہوئے ڈالروں کو گننے میں مصروف تھے، اپنے ایک ساتھی کی چیخ سن کر ادھر دیکھنے لگے۔ پھر بڑی تیزی سے گاڑی سے نکلنا چاہتے تھے۔ اتنی دیر میں وہ ریوالور ڈیئر جمال کے ہاتھ میں آ گیا۔ ریوالور دیکھتے ہی وہ لوگ گاڑی کے اندر ہی رہ گئے البتہ ڈرائیور نے بڑی حاضر دماغی کا ثبوت دیا۔ گاڑی تو اسٹارٹ ہی تھی۔ اس نے ایک جھٹکے سے گیئر بدلتے ہوئے گاڑی کو آگے بڑھایا۔ پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے دور ہوتا چلا گیا۔

ڈیئر جمال ریوالور سے ادھر فائر کرنا چاہتا تھا تاکہ ڈرائیور گھبرا کر گاڑی کو روک دے لیکن اسے اس کی مہلت نہ ملی کیونکہ ادھر چاقو والے نے اپنے ساتھی کے جسم سے چاقو نکال لیا تھا اور اب ڈیئر جمال کے ریوالور سے خود کو بچانے کے لیے سائرہ بانو کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی ڈیئر جمال نے سائرہ بانو کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ پھر اسے للکارتے ہوئے کہا۔ "اپنا چاقو زمین پر پھینک دو، نہیں تو گولی مار دوں گا۔"

ٹھیک اسی وقت میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں نے سائرہ بانو کے دماغ میں بیٹھ کر وہ تماشہ دیکھا تھا لیکن مداخلت نہیں کی کیونکہ ڈیئر جمال کا پلہ بھاری تھا اور مجھے کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس چاقو والے نے اپنا چاقو دور زمین پر پھینک دیا تھا اور اب عاجزی سے کہہ رہا تھا۔ "مجھے معاف کر دو۔ میں تم لوگوں کا دشمن نہیں ہوں۔"

"اچھا تو چاقو لے کر ہم سے دوستی کرنے آئے تھے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں یقیناً اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر تمہیں لوٹنا چاہتا تھا لیکن یقین کرو تمہاری طرح میں بھی دھوکا کھا گیا ہوں۔ تم ان لوگوں کو کرائے کا آدمی سمجھ کر اس عورت کو بچانے کی خاطر یہاں تک لے آئے تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ سچ مچ بچانا چاہتے ہیں اور تم لوگوں کو لوٹنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح میں یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ ایسے موقع پر مجھے تمہارے رحم و کرم پہ تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔"

"تمہارے ساتھی ہمارا جو کچھ بھی لے گئے ہیں میں اسے سود کے ساتھ وصول کرنا چاہتا ہوں اور تم مجھے ابھی اپنے آدمیوں تک پہنچاؤ گے۔"

"مجھے منظور ہے۔ انہوں نے مجھے دھوکا دیا ہے میں تمہیں وہاں تک ضرور پہنچاؤں گا بلکہ ان سے انتقام بھی لوں گا۔"

"دیکھو تم کہاں تک سچ بول رہے ہو اور اپنے ساتھیوں سے انتقام لینا چاہتے ہو یا نہیں، یہ میں نہیں جانتا۔ میں صرف اس حد تک تم پر بھروسہ کروں گا جس حد تک ریوالور کی دھونس تم پر رہے گی۔ جہاں تم نے کوئی مکاری کی وہیں تمہاری جان گئی۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھ لینا۔"

سائرہ بانو نے کہا۔ "یہ کیا کر رہے ہو سیدھی سی بات ہے۔ میرے پاس کیمرہ ہے۔ اس کو کہو کہ یہ دوبارہ چاقو پکڑ کر کھڑا ہو جائے۔ میں لاش کے ساتھ اس کی تصویر اتار لوں گی ہوں پھر ہم اسے قانون کے حوالے کر دیں گے اور قانون کے ذریعے ان بدمعاشوں تک پہنچ کر ان سے اپنی چیزیں واپس لے لیں گے۔"

"مس ڈارلنگ، ہمارے پاس دو گھنٹے کا ویزا ہے۔ ہم کچھ رشوت دے کر زیادہ سے زیادہ اور دو گھنٹے کا اجازت نامہ حاصل کر سکتے ہیں لیکن یہاں قتل کی وارداتیں ہوتی ہے اور یہ کیس ایسا ہے کہ دو چار گھنٹے میں قانون کے محافظ ہمیں نہیں چھوڑیں گے لہٰذا ان الجھنوں میں گرفتار ہونے سے بہتر یہی ہے کہ میں اپنے زور بازو سے اپنی گئی ہوئی چیزیں واپس لوں اور ان سے کچھ اور بھی وصول کروں۔ یہ میرا طریقہ ہے کہ جو مجھ سے ایک لقمہ لیتا ہے میں اس سے دس لقمہ لیتا ہوں یوں بھی تمہارے سامنے یہ ثابت کرنا ہی ہے کہ میں دو چار پہ تنہا بھاری رہتا ہوں۔"

چاقو والے نے کہا۔ "ہاں یہی بہتر ہے کہ ہم لوگ اپنے طور پر ان سے انتقام لیں۔ مسٹر فطری بات ہے کہ آپ مجھ سے

ہوشیار رہیں گے لیکن میں بھی یقین دلاتا ہوں کہ کوئی دھوکا نہیں کروں گا۔ آپ کا ساتھ دوں گا اور میری کوشش ہوگی کہ ہم دو گھنٹے کے اندر ہی چھینا ہوا سامان بقول آپ کے سود کے ساتھ وصول کر لیں۔ اس کے بعد میں آپ لوگوں کو ایئرپورٹ پہنچا دوں گا۔"

میں اس کے دماغ میں جھانک کر اسے اچھی طرح ٹٹولنے لگا۔ پتہ چلا کہ اسے سچ مچ اپنے ساتھیوں پہ غصہ آ رہا تھا اور وہ واقعی ڈیئر جمال اور سائرہ بانو کا ساتھ دینا چاہتا تھا۔ میں نے ڈیئر جمال اور سائرہ بانو کے دماغ میں باری باری پہنچ کر ان کی اپنی سوچ کے ذریعے انہیں سمجھایا کہ وہ اس پر بھروسہ کر کے آگے بڑھ جائیں اور وقت ضائع نہ کریں۔

وہ دونوں اس چاقو والے کے ساتھ چلنے لگے۔ میں نے براہ راست سائرہ بانو کو مخاطب نہیں کیا کیونکہ اب ان کی زندگی میں ایک بہت اہم تبدیلی آ رہی تھی۔ تقریباً بیس برس کے بعد ان کی خزاں رسیدہ زندگی میں بہار کا جھونکا آیا تھا۔ دل میں میٹھی میٹھی سی کسک پیدا ہوئی تھی۔ ان کا مزاج اس حد تک بدل گیا تھا کہ وہ شعوری طور پر خود اپنی تبدیلی کو بھی نہیں سمجھ رہی تھیں لیکن میں ان کے دماغ کی گہرائیوں میں جھانک کر یہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ ڈیئر جمال سے غیر شعوری طور پہ بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھیں۔ ایسی حالت میں اگر میں انہیں مخاطب کرتا تو وہ ایک دم سے محتاط ہو جاتیں۔ ڈیئر جمال کے قریب رہنے کے بجائے کترانے لگتیں تاکہ میں سوچ کے ذریعے ان کے دل کا راز نہ پڑھ لوں۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انسان لوہے سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ بیس برس کے عرصے میں لوہے پر زنگ لگ جاتا ہے لیکن انسان کے جذبوں پر کبھی زنگ نہیں لگتا۔ وہ جذبے اندر سے ہمیشہ تر و تازہ رہتے ہیں۔ شرم و حیا کے تحت انسان اپنے اوپر کوئی خول چڑھا لے، خود کو کسی غلاف میں چھپا لے تو وقتی طور پر وہ چھپ جاتا ہے مگر اندر کے جذبے کبھی نہیں چھپتے۔ یہی حال سائرہ بانو کا تھا۔ انہوں نے بیس برس تک اپنے اوپر ممتا کا خول چڑھائے رکھا۔ ایک ماں بن کر انہوں نے اپنے جوان جذبوں کو تھپک تھپک کر سلا دیا تھا۔ اب ان کی عمر کیا تھی۔ زیادہ سے زیادہ اڑتیس برس کی ہو گی اور اڑتیس برس میں عورت بالکل بوڑھی نہیں ہو جاتی۔ بلکہ جو عورت بیوگی کی زندگی گزارتی ہے وہ تو جوان عورتوں کی طرح اس عمر میں بھی تر و تازہ رہتی ہے اور سائرہ بانو ایسی ہی تھیں۔ ان کے دل و دماغ میں کوئی غلاظت نہیں تھی۔ ان کے اندر کوئی چھچھورا پن نہیں تھا اور وہ سستے جذبات رکھنے والی خاتون نہیں تھیں۔ ہمارے لیے قابل احترام تھیں لیکن عورت جب زندگی کے ایسے مرحلے میں داخل ہو جائے جہاں ممتا بھی ہو، بزرگی بھی ہو اور جوانوں جیسے جذبات بھی ہوں تو ایسی عورت کو یقیناً اس بات کی آزادی ملنی چاہیے کہ وہ اپنے جذبوں کے مطابق پھر کوئی نیا اور اہم فیصلہ کرے، اور میں ایسی اہم فیصلے کی خاطر ان سے رابطہ نہیں قائم کر رہا تھا۔

پندرہ منٹ بعد وہ مین روڈ پر پہنچ گئے۔ وہاں سے گاڑیاں گزر رہی تھیں اور وہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر لفٹ مانگ رہے تھے۔ کئی گاڑیاں ان کے قریب سے گزر گئیں۔ گزرنے والوں نے انہیں نظر انداز کر دیا تھا۔ پھر ایک سیاہ رنگ اوڈی کی ویگن ان کے سامنے آ کر رک گئی۔ اندر دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک ڈرائیونگ سیٹ پر تھا اور دوسرا سب سے پچھلی سیٹ پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے لباس سے اور انداز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ کسی محکمے کا آفیسر ہے۔ اس نے اپنا سر کھڑکی سے باہر نکال کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

اس نے مقامی زبان میں سوال کیا تھا جو سائرہ بانو اور ڈیئر جمال کے پلے نہیں پڑی۔ جو چاقو والا تھا اس نے آگے بڑھ کر کہا۔ "جناب یہ لوگ پیرس سے آئے ہیں اور یہاں کی بولی نہیں سمجھتے ہیں۔ انہیں ایئرپورٹ پہنچنا ہے۔ کیا ہمیں لفٹ مل سکتی ہے؟"

اس شخص نے سر ہلا کر کہا۔ "ٹھیک ہے۔ اندر بیٹھ جاؤ۔"

وہ لوگ اندر بیٹھ گئے۔ میں اس چاقو والے کے دماغ میں بیٹھ کر سمجھ سکتا تھا کہ وہ مقامی زبان میں کیا گفتگو کر رہے ہیں۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد آفیسر نے فرانسیسی زبان میں پوچھا۔ "کیا تم لوگوں میں سے کوئی فرانسیسی زبان جانتا ہے؟"

سائرہ بانو نے اسی زبان میں جواب دیا۔ "ہاں، میں اٹھارہ برس سے پیرس میں رہتی ہوں۔ میں فرانسیسی زبان اچھی طرح بولتی، پڑھتی اور لکھتی ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ اس زبان میں آپ سے گفتگو کر رہی ہوں۔"

آفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے بھی خوشی ہے کہ تم یہ زبان سمجھ رہی ہو۔ اب اپنے ساتھی کو بڑی آسانی سے انگریزی زبان میں سمجھا سکتی ہو کہ یہ اپنی جگہ سے ذرا بھی حرکت نہ کرے۔ اس کی گردن پر میرے ریوالور کی نال لگی ہوئی ہے۔"

ایسا کہتے ہی اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور ریوالور کی نال ڈیئر جمال کی گردن سے جا لگی

تھی۔ اسی وقت سائرہ بانو نے ڈیئر جمال کو سمجھایا کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ ایک دم سے سکتے میں آ گیا۔ اس کا دماغ تیزی سے سوچنے لگا کہ کیا کرنا چاہیے۔ اُدھر آفیسر فرانسیسی زبان میں سائرہ بانو سے کہہ رہا تھا "اپنے ساتھی سے کہو وہ ریوالور کو اگلی سیٹ کی طرف پھینک دے۔ میں زیادہ دیر انتظار نہیں کروں گا۔ اگر اس نے حکم کی تعمیل نہیں کی تو اس کی کھوپڑی کے پرخچے اڑ جائیں گے۔"

سائرہ بانو نے ڈیئر جمال کو سمجھایا کہ اسے فوراً ہی ریوالور کو اپنی سیٹ پر پھینک دینا چاہیے ورنہ ان کے حق میں بہت بُرا ہوگا۔ اس وقت وہ مجبور تھا۔ اس نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی اور ریوالور کو اگلی سیٹ کی طرف اچھال دیا۔ اس کے بعد پچھلی سیٹ سے آفیسر نے مقامی زبان میں کچھ کہا تو ڈرائیور نے گاڑی کو ایک کچے راستے پر موڑ دیا۔ اب وہ گاڑی ہچکولے کھاتی ہوئی اس راستے پر سے گزرتی جا رہی تھی۔ اسی وقت مجھے رسونتی کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہی تھی "بہت دیر ہو گئی۔ تم خیال خوانی کر رہے ہو یا سو رہے ہو؟"

میں نے آنکھیں کھول کر کہا "میں خیال خوانی میں مصروف ہوں۔"

"لیکن اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے۔ کیا ان کی خیریت جلد ہی معلوم کر کے واپس نہیں آ سکتے؟"

"ابھی تو میں سونیا اور مرجانہ کے پاس پہنچا بھی نہیں ہوں۔ صرف مرجانہ کی امی کے معاملات میں الجھا ہوا ہوں۔ وہ بے چاری اس وقت ایک مصیبت میں پھنسی ہوئی ہیں۔"

رسونتی نے اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہا "ہماری بھی کیا تقدیر ہے۔ ہمارے جن ساتھیوں کو دیکھو وہ کسی نہ کسی مصیبت میں پھنستے جا رہے ہیں۔ آخر ان مصیبتوں کا سلسلہ کہاں جا کر ختم ہوگا؟"

"جدوجہد کرتے رہنے کا نام زندگی ہے۔ جو لوگ دریا کی طرح لہر لہر طرح آگے بڑھتے رہتے ہیں اور اپنی زندگی کے لیے تگ و دو میں مصروف رہتے ہیں، وہ ایک دن سمندر سے جا ملتے ہیں اور خود ایک وسیع و عریض اور نہایت عظیم سمندر بن جاتے ہیں۔ ایسے ہی جدوجہد کرنے والے اور نہ تھکنے والے کے متعلق کہا گیا ہے ؎

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا۔
میں تو دریا ہوں، سمندر میں اتر جاؤں گا!"

رسونتی نے کہا "ابھی تو سائرہ بانو کو پار لگانا ہے۔ کیا تمہاری خیال خوانی کام نہیں آ رہی ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں، وہی مجبوری ہے جو اکثر دشمن میرے سامنے پیش کرتے ہیں، یعنی انگریزی زبان یا ایسی کسی زبان میں گفتگو نہیں کرتے جسے میں جانتا ہوں۔ وہ شخص جو سائرہ بانو اور ان کے ساتھی کو گرفتار کر رہا ہے وہ فرانسیسی میں گفتگو کر رہا ہے۔ بہرحال میں ابھی جا کر دیکھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے پھر آنکھیں بند کر لیں اور سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا۔ گاڑی ابھی تک اسی کچے راستے پر تھی۔ سائرہ بانو خاموش اور بہت پریشان بیٹھی تھیں۔ کبھی وہ اپنے اور ڈیئر جمال کے متعلق سوچتی تھیں اور کبھی اپنی بیٹی کے متعلق سوچنے لگتی تھیں کہ کہیں مرجانہ بھی ایسی مصیبتوں میں گرفتار نہ ہو رہی ہو۔ پھر وہ سوچتی تھیں فرہاد یقیناً مرجانہ کا خیال رکھتا ہوگا۔ اسی وقت ان کے دماغ میں یہ بات آئی۔ "لیکن کیسے خیال رکھے گا۔ کل رات کو فرہاد نے ایک بار مجھ سے پیرس میں رابطہ قائم کیا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک میری خبر نہیں لی۔ کہیں وہ خود مصیبت میں گرفتار نہ ہو۔ خدا کرے کہ اس کی ساری مصیبتیں ہم پر آئیں اور وہ محفوظ رہے۔ اس کی سلامتی ہی ہم سب کی سلامتی ہے۔"

ایسا سوچنے کے دوران انہوں نے سر گھما کر پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آفیسر کو دیکھنا چاہا۔ آفیسر نے فرانسیسی زبان میں ڈانٹ کر کہا "سر گھمانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ تم تینوں چپ چاپ بیٹھے رہو۔ اگر ذرا بھی حرکت ہوئی تو سمجھ لو کہ کیا ہو سکتا ہے؟"

سائرہ بانو نے سیدھے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے سوچا "کمبخت ریوالور ہاتھ میں لیے ہمیں کمزور بنا رہا ہے۔ اگر اس وقت فرہاد یہاں موجود ہوتا تو اس کے دماغ میں پہنچ کر ریوالور ہمارے حوالے کر دیتا۔"

ایسا سوچنے کے دوران اچانک ان کے دماغ نے کہا "لیکن فرہاد یہاں موجود ہوتا تو اسے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ اس وقت میں ڈیئر جمال سے چپ چاپ متاثر ہوتی جا رہی ہوں۔"

یہ سوچتے ہی وہ کچھ پریشان ہو گئیں اور دعائیں مانگنے لگیں کہ فرہاد مرجانہ کی طرف ہی متوجہ رہے۔ اسی کی حفاظت کرتا رہے۔ یہاں تو وہ کسی طرح دشمنوں کے درمیان پھنسنے کے باوجود ڈیئر جمال کی مدد سے نکل جائیں گی۔ اب انہیں ڈیئر جمال پر بڑا اعتماد ہونے لگا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہ ویگن ایک ایسی جگہ

پہنچی۔ جہاں بھیڑیں چر رہی تھیں اور نوجوان چرواہے ہاتھوں میں لاٹھیاں لیے ان کی نگرانی کر رہے تھے۔ وہ بھیڑیں یقیناً سیکڑوں کی تعداد میں تھیں اور وہیں پر ایک بڑا سا کاٹیج بنا ہوا تھا۔ دور تک اس کی احاطہ بندی کی گئی تھی۔ اس احاطے کے اندر شاید شام کے وقت بھیڑوں کو لا کر بند کیا جاتا تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ ویگن رک گئی۔ گاڑی رُکنے سے پہلے بہت سے مسلح جوان ہاتھوں میں رائفل اور ریوالور لیے گاڑی کے آس پاس آ گئے تھے۔

سائرہ بانو نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ کیا حرکت ہے۔ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟"

اس نے فرانسیسی زبان میں کہا "ہمیں اس عورت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے جو اس وقت ہمارے سامنے اس رُوپ میں موجود ہے لیکن اس رُوپ کے پیچھے جو سائرہ بانو ہے، ہمیں اس کی ذات سے دلچسپی ہے۔ میرا خیال ہے تم سمجھ گئی ہوگی۔ زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

آنے والوں میں سے ایک مسلح جوان نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور — مقامی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ فرانسیسی زبان جاننے والے نے کہا "یہ کہہ رہا ہے کہ چپ چاپ نیچے اتر آؤ۔ یہاں جتنے بھی لوگ ہیں، یہ صرف مقامی زبان بولتے ہیں۔ دنیا کی کوئی دوسری زبان نہ بولتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں۔ یہ احتیاطاً اس لیے بری گئی ہے کہ مسٹر فرہاد تمہارے پاس اگر تمہاری مدد کرنا چاہیں تو صرف تمہارے دماغ تک محدود رہیں۔ ہمارے آدمیوں کے دماغوں تک نہ پہنچ سکیں۔"

وہ دونوں ویگن سے باہر آ گئے۔ جو چار تو والا مقامی باشندہ ان کے ساتھ تھا اسے وہیں گاڑی میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ فرانسیسی بولنے والا باس اپنی رہنمائی میں سائرہ بانو اور ڈیئر جمال کو کاٹیج کی طرف لے جانے لگا۔ سائرہ بانو نے کہا "دیکھیے مسٹر، ہم پیرس سے آئے ہیں اور البسٹ کی طرف جا رہے ہیں۔ اگر تم نے یہاں روکا تو ہمارے لیے بڑی پریشانی ہو جائے گی۔ ہمارے پاسپورٹ وغیرہ بھی چھین لیے گئے ہیں۔ ہمارا کچھ خیال کرو۔ ہمیں دو گھنٹے کے اندر انٹرلاکن پہنچنا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم کس پاسپورٹ کی بات کر رہی ہو۔ اس کی جس میں تمہارا نقلی رُوپ ہے یا تم اصلی رُوپ میں آؤ گی تو وہ پاسپورٹ بالکل بے کار ہو جائے گا۔ میرا تجربہ کہتا ہے کہ یہ جو تمہارا ساتھی ہے یہ بھی میک اپ میں ملبوس ہے۔ اس کا یہ اصلی چہرہ نہیں ہے۔ ابھی اس بات کی تصدیق ہو جائے گی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ایک کمرے میں پہنچے۔ وہاں پانچ مسلح جوان موجود تھے تاکہ ڈیئر جمال اپنی مستعدی نہ دکھا سکے۔ اس کمرے میں پہنچ کر باس نے اپنے آدمیوں سے کچھ کہا تھوڑی دیر بعد کچھ سامان اس کمرے میں آیا۔ اس نے فرانسیسی زبان میں کہا "سائرہ بانو! یہ سامان میک اپ صاف کرنے کے لیے ہے۔ چلو اپنے اصلی رُوپ میں آ جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے دوسرے آدمیوں سے مقامی زبان میں کچھ کہا۔ دو ہٹے کٹے نوجوانوں نے ڈیئر جمال کو دونوں طرف سے پکڑ کر ایک کرسی پر زبردستی بٹھا دیا۔ پھر ایک شخص اس کے سامنے آیا۔ وہ فدائی رسیدہ تھا۔ اس نے آنکھوں پر عینک لگائی اور ڈیئر جمال کے چہرے کو غور سے دیکھا پھر اسے انگلیوں سے ٹٹولتے ہوئے کچھ کہنے لگا۔ اس کے بعد سائرہ بانو سے کچھ کہا گیا۔ تب سائرہ بانو نے کہا "مسٹر جمال! یہ لوگ سمجھ گئے ہیں کہ تم بھی اپنے اصلی رُوپ میں نہیں ہو۔ تمہیں بھی اپنا میک اپ اتارنا ہوگا لہٰذا ان کے حکم کی تعمیل کرو۔"

ڈیئر جمال نے کہا "ان سے کہو کہ ہمیں دو گھنٹے تک اسی طرح خاموش بیٹھے رہنے کی اجازت دیں۔ دو گھنٹے کے بعد ہم اپنا میک اپ اتار دیں گے۔ ہم اس عرصے میں یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ ان سے تھوڑی سی مہلت چاہیے۔"

سائرہ بانو نے اس آدمی سے کہا کہ انہیں کم از کم دو گھنٹے تک آرام کرنے دیا جائے۔ اس کے بعد وہ اپنا میک اپ اتار دیں گے۔ اس آدمی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں، میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں تم دونوں کو اصلی روپ میں لانے کے بعد یہاں سے ابھی چلا جاؤں گا۔ فوراً میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

بہرحال انہوں نے مجبور ہو کر اپنے سامنے رکھے ہوئے سامان کو استعمال کرنا شروع کیا۔ آہستہ آہستہ اپنے چہرے سے اس روپ کو مٹانے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان کے اصلی چہرے سامنے آ گئے وہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ ڈیئر جمال کو یہ بے چینی تھی کہ مس ٹارلنگ کا اصلی چہرہ دیکھے اور سائرہ بانو کو بھی یہی تجسس تھا کہ ڈیئر جمال حقیقتاً کیا ہوگا؟

آخر وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے آئینے کی طرح صاف اور واضح ہو گئے۔ ایک دوسرے کو دیکھتے

لگے جیسے اب ایک دوسرے پر سے نظریں نہیں ہٹا سکیں گے۔ سائرہ بانو کی حالت عجیب تھی۔ ان کے سامنے ایک اتنا خوبرو نوجوان بیٹھا ہوا تھا جس کی تعریف کے لیے ان کے پاس الفاظ نہیں تھے۔ اس کے چہرے پر مردانگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دل بے اختیار ادھر کھنچا جاتا تھا انہوں نے اپنے دل کو سنبھالا کیونکہ سامنے جو بیٹھا ہوا تھا اب وہ کم عمر جوان معلوم ہوتا تھا اور وہ کسی کم عمر نوجوان کے متعلق کچھ زیادہ سوچنے کا حق نہیں رکھتی تھیں۔

دوسری طرف میں نے ڈیئر جمال کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سائرہ بانو کو ایک ٹک دیکھے جا رہا تھا سائرہ بانو وہ حسین عورت تھیں کہ پورے دہلی میں ان کے حسن کا چرچا رہا تھا۔ بڑے بڑے سرمایہ دار، نواب، راجے، مہاراجے ان کے حسن کی بھیک مانگتے تھے۔ ایسی عورت جس نے بیس برس تک بیوگی کی زندگی گزاری ہو۔ اپنے آپ کو سنبھال کر رکھا ہو۔ اپنی صحت کا خیال رکھا ہو تو اس کا حسن اس وقت بھی کیا ہوگا۔ یہ تو ڈیئر جمال ہی دیکھ کر سمجھ رہا تھا۔

باس کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "بیگم سائرہ بانو! یہ جوان کون ہے اور تمہارے ساتھ کیسے ہے؟"

وہ بولیں "یہ میرا باڈی گارڈ ہے۔ میں نے اسے معقول تنخواہ کے عوض اپنے ساتھ رکھا ہے۔ کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "بالکل نہیں۔ چونکہ یہ تمہارا باڈی گارڈ ہے اس لیے میں اسے تمہارے ساتھ چھوڑ دوں گا۔ یہ بھی تمہارے ساتھ یہاں قید ہے گاؤں نہ ہم اسے گولی مار کر قصہ تمام کر دیتے۔ دیکھو ہم فرہاد کے راستے میں رکاوٹیں بن رہے ہیں۔ تم ماں بیٹی کو حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن اس طرح کہ فرہاد کو کوئی تہمت بڑی شکایت نہ ہو کبھی ہمارا سامنا ہو تو وہ یہ نہ کہے کہ ہم نے اس کے کسی خاص آدمی کو جانی نقصان پہنچایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تمہارے اس باڈی گارڈ کو زندہ چھوڑ رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔ دوسرے مقامی جوان بھی اس کمرے سے باہر آئے۔ پھر اس کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ سائرہ بانو ڈیئر جمال کے ساتھ اس کمرے میں تنہا رہ گئیں۔ انہوں نے پوچھا "اب بتاؤ تمہاری اصلیت کیا ہے؟"

"اصلیت وہی ہے۔ میں امریکہ میں تھا۔ وہاں فوج کی بھرتی ہو رہی تھی اور میں ویت نامی عوام کے خلاف لڑنا نہیں چاہتا تھا اس لیے وہاں سے فرار ہو گیا میرے نام وارنٹ جاری ہو گیا تھا۔ میں لندن آ کر ری ٹرن ہو گیا۔ ویسے میرا اصل نام جمال الدین چنگیزی ہے۔ اقبالیہ نام سن کر نازک عورتیں ڈر جاتی ہوں گی۔ چنگیز خان کا نام تو کچھ ایسا ہے میں کیا کروں تجرے کے مطابق میرا نسبی سلسلہ چنگیز خان سے جا ملتا ہے اور یہ چنگیز خانی خون ایسا ہے کہ اتنی صدیاں گزر جانے کے باوجود میرے جسم تک پہنچ کر بھی پانی نہیں ہوا۔ مجھے بھی اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو جاتے تو بہت غصہ آتا ہے اور میں دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ اگر ابھی تم میرے ساتھ نہ ہوتیں تو میں اپنی جان پر کھیل کر ان سے مقابلہ کرنا شروع کر دیتا۔"

"جمال الدین تمہاری عمر کیا ہے؟"

وہ ناگواری سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا "پلیز مجھے جمال الدین نہ کہو۔ تمہارے منہ سے ذرا سا بھی رومانس ظاہر نہیں ہوتا۔ ڈیئر جمال بڑا ہی خوبصورت نام ہے اور تم اسی نام سے مجھے پکارو۔"

"دیکھو، بکواس نہ کرو۔ پہلے مجھے تمہاری عمر کا اندازہ نہیں تھا لیکن اب یقین سے کہتی ہوں کہ تم مجھ سے کئی برس چھوٹے ہو۔ لہٰذا چھوٹے بنے رہو اور میری عزت کرو۔ غلط انداز میں مجھ سے گفتگو نہ کرو۔"

"تمہارا اندازہ بالکل ہی غلط ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ تم مجھ سے تقریباً پانچ چھ برس چھوٹی ہو۔"

"اچھا بتاؤ، تمہاری عمر کیا ہے؟"

"میری عمر اس وقت تئیس برس ہے۔"

سائرہ بانو نے اپنے ایک ایک الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا "اور میں تم سے چھ برس بڑی ہوں کیونکہ میری عمر اڑتیس برس یعنی دو کم چالیس برس ہے۔"

"تم چھ برس بڑی ہو مگر اس انداز میں کہہ رہی ہو، جیسے ساٹھ برس کی بوڑھی ہو۔ چھ برس کے فرق سے کیا ہوتا ہے۔ جبت بڑائی اور چھوٹے پن کو نہیں دیکھتی جس پر دل آ جاتا ہے اسی کی ہو کر رہ جاتی ہے۔ کیا تم حقیقت سے انکار کرو گی؟"

"ہاں انکار کروں گی۔ میرے ساتھ محبت کی باتیں کرو ورنہ میں طمانچے مار دوں گی۔"

"یہ ہاتھ تو پھولوں سے زیادہ نازک ہیں۔ یوں کہو کہ پھول مار دوں گی۔"

اس کے بعد میں ان دونوں کی نوک جھونک نہیں دیکھ سکا۔ رسوتی نے اچانک ہی میرا ہاتھ تھام کر کہا "اپنی خیال خوانی سے واپس آ جاؤ، باہر کسی کی آواز سنائی دے رہی ہے۔"

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ کان لگا کر سنا، پھر صندوق سے اٹھ کر اس دیوار کی طرف آیا جہاں دروازہ تھا۔ اس دیوار میں جگہ جگہ سوراخ تھے۔ وہاں میں نے آنکھ لگا کر باہر کی طرف دیکھا۔ وہاں بہت دور تقریباً ایک یا ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر دن کی روشنی میں ندی کا کنارا نظر آ رہا تھا۔ اس کنارے پر کچھ مسلح لوگ کھڑے ہوئے تھے اور اسپیکر کے ذریعے بول رہے تھے "اگر فرہاد علی تیمور اس جھونپڑی میں موجود ہے تو وہ چپ چاپ اپنی ساتھی کے ساتھ باہر آ جائے ورنہ ہم خود گدھوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے جھونپڑی میں پہنچ جائیں گے۔"

اس کی آواز پر گدھوں کے درمیان ذرا بے نام سی بے چینی پھیل گئی تھی۔ دو چار گدھ اپنے پر پھڑپھڑا رہے تھے اور دو چار فضا میں اڑتے ہوئے ادھر سے ادھر جا رہے تھے۔ یہ خطرے کی گھنٹی تھی اور ان آنے والوں کی سمجھ میں ابھی یہ بات نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سوچا۔ اگر میں خاموش رہوں گا تو یہ ضرور ادھر آئیں گے اور موت کے منہ میں چلے جائیں گے۔ اگرچہ وہ میرے دشمن تھے لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کا گوشت گدھوں کے کام آتے اور وہ حرام موت مر جائیں۔ میں انہیں واپس بھیج دینا چاہتا تھا۔ میں ایک بات مانتا ہوں کہ انہوں نے رسوتی کے ساتھ مجھے ہتھکڑی پہنا کر ستون کے ساتھ باندھا تھا تو اس وقت وہ مجھے جان سے بھی مار سکتے تھے لیکن انہوں نے مجھے اپنے آپ کو اور رسوتی کو بچانے کا موقع دیا تھا۔ انہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ میں بھی انہیں ان کی جان بچانے کا موقع دینا چاہتا تھا۔

یہ سوچ کر میں نے جھونپڑی کے اندر سے آواز دی۔ "اے لوگو! بے وقوف نہ بنو۔ ہزاروں کی تعداد میں یہاں لاکھوں موجود ہیں۔ تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ یہاں جو لوگ بھی آئے وہ زندہ واپس نہیں گئے۔ ہم بھی سوچ رہے ہیں کہ یہاں سے کیسے نکل کر جا سکتے ہیں۔ یقین کرو کہ یہاں آنے والا صرف اپنی موت کو گلے لگانے آتا ہے۔"

دوسری طرف سے جواب میں کہا گیا "ہمیں بچ سمجھ کر ڈرانے کی کوشش نہ کرو۔ اگر جھونپڑی تک پہنچنے سے جان جاتی ہے تو ہم جان پر کھیل کر بھی وہاں تک پہنچیں گے۔ اگر نہ پہنچ سکے اور گدھوں کا لقمہ بن گئے تو ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوئے باقی لوگ شام تک ہمارا انتظار کریں گے اور وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں پرواز کریں گے اور گدھوں کو مارنے کے لیے زہریلی گیس چھوڑتے ہوئے گزرتے رہیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ گدھوں کے ساتھ تم بھی زہریلی گیس کا شکار ہو جاؤ گے۔"

میں نے ناگواری سے کہا "اگر تم لوگ جان پر کھیلنا ہی چاہتے ہو تو پھر آؤ۔ یہ سیکڑوں ہزاروں گدھ تم لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی وہ لوگ ندی کا کنارا چھوڑ کر جھونپڑی کی طرف بڑھنے لگے۔ جھونپڑی کافی اونچائی پر تھی۔ ہم صاف طور سے انہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ لوگ سر پر ہیلمٹ پہنے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں اور کمر سے تلواریں لٹک رہی تھیں۔ اس کے سوا اور کوئی ہتھیار ان کے پاس حفاظت کے لیے نہیں تھی اور وہ لوگ بڑی حماقت کر رہے تھے۔

گدھ درختوں پر تھے۔ چٹانوں اور اونچے اونچے پتھروں پر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ دور تک زمین پر بھی گدھوں کا میلہ سا لگا ہوا تھا۔ مگر ایک بات تھی کہ جھونپڑی تک آنے کا جو راستہ تھا وہ خالی تھا یعنی آنے والے گدھوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے آ رہے تھے۔ انہوں نے تقریباً پچاس گز کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔ میں نے سوچا اگر وہ بخیریت جھونپڑی تک پہنچ گئے تو پھر ہماری خیریت نہیں رہے گی۔

میں نے ان کی جان بچانے کے لیے انہیں وارننگ دے دی تھی، انہیں سمجھا دیا تھا مگر وہ واپس نہیں گئے اور دشمن بن کر میری ہی طرف آنے لگے۔ تب عقل سمجھانے لگی کہ انہیں یہاں تک نہیں آنا چاہیے۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ اب دشمنی کا فرض ادا کرنا چاہیے۔ یہ سوچتے ہی میں نے اس آدمی کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا جو اسپیکر کے ذریعے مجھ سے باتیں کر چکا تھا۔

میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر کہا "مجھے واپس جانا چاہیے۔ یہ گدھ اتنی خاموشی سے بیٹھے ہوتے ہیں جیسے طوفان آنے سے پہلے سمندر کی سطح خاموش اور پرسکون ہوتی ہے۔ مجھے اس خطرے کو سمجھنا چاہیے اور فوراً واپس ہو جانا چاہیے۔"

لیکن وہ واپس نہیں گیا۔ اس کی اپنی سوچ نے کہا "میں واپس نہیں جاؤں گا، خواہ جان چلی جائے۔"

جب اس نے ایسا سوچا تب میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی اسٹین گن کو چلا دیا۔ تڑ تڑاتڑ کی آواز کے ساتھ گولیاں ادھر اُدھر منتشر ہوئیں، پھر جیسے طوفان آ گیا۔ ایک ساتھ سیکڑوں ہزاروں گدھوں کے پروں کے پھڑپھڑانے کی آواز کیسی دہشت ناک ہوگی، یہ میں اور رسونتی سمجھ سکتے تھے یا پھر وہ لوگ جانتے تھے جو موت سے کھیلنے آئے تھے۔

ایک شخص کی چیخیں سنائی دیں۔ وہ گدھوں کا شکار ہو گیا تھا۔ اس کا انجام دیکھ کر تمام لوگوں نے اسٹین گنوں سے فائرنگ شروع کر دی۔ میں رسونتی کو پکڑ کر فوراً ہی زمین پر لیٹ گیا کیونکہ جھونپڑی کی دیواریں بانس کی کھپچیوں سے بنی ہوئی تھیں۔ گولیاں دیوار کے آر پار آ کر ہمیں نقصان پہنچا سکتی تھیں۔ اس لیے اب ہم وہاں کا تماشہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میں صرف اس آدمی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا، جس نے اسپیکر سے باتیں کی تھیں۔ اس کے ذریعے میں ان پر آئی ہوئی مصیبتوں کو سمجھ رہا تھا اور اپنی زندگی کے لیے انہیں لڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فائرنگ کی آواز بالکل بند ہو گئی۔ میں نے ذرا دیر انتظار کیا۔ پھر اٹھ کر سوراخ سے آنکھ لگا کر باہر کی طرف دیکھنے لگا۔ اب ان میں سے کوئی نظر نہیں آ رہا تھا کیونکہ اتنے سارے گدھ ان پر پل پڑے تھے کہ انہیں دیکھنے کے لیے کہیں سے بھی کوئی راستہ نہیں رہا تھا۔ میں نے رسونتی سے کہا "اب اٹھ جاؤ۔ جو ہمیں گرفتار کرنے آ رہے تھے انہیں موت نے گرفتار کر لیا ہے۔"

وہ زمین پر سے اٹھ گئی۔ اس میں اتنا حوصلہ نہ ہوا کہ وہ دیوار کے سوراخ سے جھانک کر مرنے والوں کا تماشہ دیکھتی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی صندوق پر جا کر بیٹھ گئی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ میں اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ وہ بہت ہی اداس اور دل برداشتہ تھی۔ انسانی زندگی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ یہ زندگی بھی کیا ہے اور یہ انسان بھی عجیب ہے۔ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے اور یہ اسے سنبھال کر رکھنا نہیں جانتا۔ خواہ مخواہ احمقوں کی طرح خطرات میں کود جاتا ہے۔ ہم بھی اسی طرح خطرے میں تھے اور اپنی زندگی کے متعلق یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ انجام کیا ہونے والا ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو؟"

اس نے سر اٹھا کر دیکھا، پھر کہا "جان بوجھ کر پوچھتے ہو۔ کیا تمہیں سوچ پڑھنا نہیں آتا ہے؟"

میں اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ پھر اسے اپنے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے بولا "تم مایوس ہو گئی ہو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور ہم یقیناً یہاں سے زندہ نکلیں گے۔"

"لیکن کب نکلیں گے؟"

"بس یہ ہنگامہ سرد ہونے دو۔ دیکھتی ہو کہ گدھ کس شور مچاتے ہیں۔ انہیں کھانے کے لیے اچھی خاصی خوراک مل گئی ہے۔ اس کے بعد یہ اونگھنے لگیں گے۔ ہم اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کھڑکی کے راستے نکل جائیں گے۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

وہ مطمئن ہو کر مسکرائی۔ پھر اس نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔ میں نے اسے تھپکتے ہوئے کہا "بس کچھ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہنے دو۔ میں سونیا اور مرجانہ کی خبر لینا چاہتا ہوں۔"

میں نے اس وقت سائرہ بانو کو نظر انداز کر دیا تھا، کیونکہ ان کی حفاظت کے لیے ڈیزرجمال موجود تھا۔ مجھے اس کی صلاحیتوں پر بھروسہ ہو چلا تھا۔ یوں بھی سائرہ بانو کی طرف سے اس وقت کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں ان کی طرف سے مطمئن ہو کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ مرجانہ کا میک اپ کرنے میں مصروف تھی اور اسے عورت سے مرد بنا رہی تھی۔ میں نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ چونک کر بولی "اچھا تم ہو۔ کیا کسی مصیبت میں پھنس گئے تھے جو اتنی دیر بعد خبر لی ہے؟"

"ہاں پھنس گیا نہیں تھا بلکہ اب تک مصیبت میں پھنسا ہوا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں وہ ساری داستان سنانے لگا کہ کس طرح میں اور رسونتی یہاں گدھوں کے درمیان پھنس گئے تھے، اور ایک جھونپڑی میں ہم نے پناہ لی ہوئی ہے۔ میں سونیا کے دماغ میں بیٹھ کر یہ ساری باتیں سونیا کی زبان سے سنا رہا تھا تاکہ مرجانہ بھی سنتی رہے۔

جب میری داستان ختم ہو گئی تو وہ دونوں تشویش میں مبتلا ہو گئیں۔ مرجانہ نے پوچھا "تم ان گدھوں کے درمیان سے کیسے نکلو گے؟"

"میں ایک گھنٹے کے بعد رسونتی کو لے کر یہاں سے

نکل جاؤں گا۔ گدھوں کی عادت ہے کہ وہ شکم سیر ہونے کے بعد اونگھنے لگتے ہیں۔ بالکل سست اور کاہل ہو جاتے ہیں جب تک انہیں پوری طرح چھیڑا نہ جائے وہ جوش میں یا جنون میں نہیں آتے۔ اس وقت انہیں کھانے کے لیے لاشیں مل گئی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہماری طرف سے بالکل غافل ہو جائیں گے۔"

"کیا تم ان گدھوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے جاؤ گے؟"

"نہیں، میں جھونپڑی کے پچھلے راستے سے کھڑکی کے باہر جاؤں گا اور وہاں سے چٹان پر پہنچ کر پانچ سو فٹ گہری کھائی میں رسونتی کے ساتھ چھلانگ لگا دوں گا۔"

سونیا نے چیخ کر پوچھا "کیا کہا۔ تم رسونتی کو لے کر پانچ سو فٹ گہری کھائی میں چھلانگ لگاؤ گے کیا تم ہوش میں ہو؟"

"ہاں تم یہ بھول گئیں کہ جب میں پیرس سے روانہ ہو رہا تھا تو بے چارے موس ٹرونی نے مجھے بہت سی کارآمد چیزیں دی تھیں۔ ایک بیگ دیا تھا۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ جب اسے الٹ دیا جائے تو وہ پیراشوٹ کی طرح ایک چھتری بن جاتا ہے جسے تھام کر بلندی سے بخیریت زمین تک پہنچا جا سکتا ہے۔"

سونیا نے کہا "ہاں مجھے یاد آیا۔ موس ٹرونی نے تمہیں وہ بیگ دیا تھا۔ آج وہ اس دنیا میں نہیں ہے لیکن اس کی دی ہوئی چیزوں سے تم اپنی جان بچا سکتے ہو۔ میری دعا ہے کہ خدا اس بے چارے کے تمام گناہوں کو معاف کر دے۔"

"تم یہ بتاؤ کہ یہ کیا کر رہی ہو۔ مرجانہ کو عورت سے مرد کیوں بنا رہی ہو؟"

"احتیاطاً ایسا کر رہی ہوں۔ میں نے اور مرجانہ نے محسوس کیا ہے کہ ہم اس ہوٹل کے کمرے میں محفوظ نہیں ہیں ہماری برابر نگرانی ہو رہی ہے۔ ہم نے دو نگرانی کرنے والوں کو آڑے لیا ہے۔ ایک تو اسی ہوٹل میں ہے اور دوسرا ہوٹل کے باہر موجود رہتا ہے۔ ہم نے کھڑکی سے جھانک کر ہوٹل کے پچھلے حصے کی طرف دیکھا ہے۔ وہاں سڑک کے کنارے درخت کے سائے میں ایک شخص ہمارے ہی کمرے کی کھڑکی کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔"

میں نے کہا "نگرانی تو ہوتی ہی رہتی ہے۔ دشمن پیچھے لگے رہتے ہیں کیا تم کوئی خطرہ محسوس کر رہی ہو؟"

"کوئی خاص خطرہ تو نہیں ہے لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ ہمارے آس پاس کوئی دوست نہیں ہے۔ سپر ماسٹر کی تنظیم کے جو افراد یہاں ہماری مدد کر رہے ہیں وہ دکھائے کی مدد ہے، جیسے ایک طرف سے وہ ہمارے کام آ رہے ہوں اور دوسری طرف سے ہمیں دشمنوں کے ذریعے کمزور بنانے کے لیے ڈھیل دے رہے ہوں۔"

میں نے پوچھا "یہ بات تمہارے دماغ میں کیسے آئی؟"

اس نے جواب دیا "یاد کرو جب تمہیں اور رسونتی کو ایک ہتھکڑی میں منسلک کر کے اس آہنی ستون سے باندھ دیا گیا تھا اور ایک ٹیپ ریکارڈر تمہارے پاس چھوڑ دیا گیا تھا، جس کے ذریعے یہ کہا گیا تھا کہ تمہاری نادانستگی میں تم سے ہی کام نکالا جا رہا ہے۔ یہ بات اتنی اہم ہے کہ اب تک میرے دماغ میں چبھ رہی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ یہ بات میرے دماغ میں بھی چبھ رہی ہے لیکن میں ایسی مصیبتوں میں گھرا ہوا ہوں کہ اس بات کے مختلف پہلوؤں پر غور نہیں کر سکتا۔ تم نے جو کچھ بھی غور کیا ہے مجھے بتاؤ۔"

"کیا بتاؤں، یہ میری تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جلال بیگ اسرائیلی ذرائع استعمال کر کے ہمارے راستے میں رکاوٹیں تو پیدا کر سکتا ہے لیکن ہمیں اس قدر مجبور نہیں کر سکتا کہ ہماری نادانستگی میں ہم سے ہی کوئی کام نکالے۔ وہ اتنا ذہین نہیں ہوگا۔ ہوگا بھی تو اس ذہانت کے لیے ذرائع بہت ضروری ہیں۔ اس طرح غور کرتے وقت میرا دماغ سپر ماسٹر کی طرف جاتا ہے۔ میں اور تم اس کی مکاریوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ ہماری بھرپور مدد کر رہا ہو۔ تمہارا دوست بن کر رہنے کے لیے وہ اپنے قیمتی آدمیوں کی جانیں بھی ضائع کر رہا ہو۔ اس نے ماسٹر موس ٹرونی اور روم کے ماسٹر کو بھی اس لیے ختم کر دیا ہوگا کہ تمہارے پاس ان کے ذریعے جلال بیگ کی تصویر پہنچنے والی تھی۔ سپر ماسٹر یہ نہیں چاہتا کہ تم جلال بیگ کے دماغ تک پہنچو اور یہ بھی نہیں چاہتا ہے کہ ہم تم کسی انسانی آبادی میں رہیں، اسی لیے ہمیں جنگلوں اور ویرانوں میں بھٹکایا جا رہا ہے۔"

میں نے کہا "لیکن اس وقت تم اور مرجانہ تو ایک شہر میں ہو۔"

"ہاں ہیں تو سہی لیکن نہ ہونے کے برابر۔ یہاں کے ماسٹر نے ہم سے کہا ہے کہ ہم کسی سے ملاقات نہ کریں۔ وہ یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ ہمارا اس سے دور رہنا ہمارے لیے فائدہ مند ثابت

ہوگا۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ دل بہلانے کے لیے ہمارے پاس ایک ریڈیو بھیج دے اور اخبارات بھی فراہم کردے لیکن کل سے اب تک نہ تو ہمیں کوئی اخبار ملا ہے اور نہ ہی ریڈیو ہم تک پہنچایا گیا ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہمیں تمام دنیا سے دور الگ تھلگ رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بلکہ اسے کوشش نہیں سازش کہنا چاہیے۔"

"تم درست کہتی ہو۔ میں ان گدھوں سے نجات پانے کے بعد کہیں ایسی جگہ پہنچوں گا جہاں تھوڑی دیر آرام کرنے کا موقع مل سکے۔ تو میں وہاں اس مسئلے پر غور کروں گا۔ تم اب کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"میں ابھی مرجانہ کو پوری طرح ایک مرد کے روپ میں لاکر اسے ہوٹل سے باہر بھیج دوں گی۔ اس کے بعد خود اپنے چہرے میں تبدیلی پیدا کرکے یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گی۔ مرجانہ پہلے ہی کہیں رہائش کا انتظام کرچکی ہوگی لہٰذا میں اس کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ اس طرح جب ہم دوستوں سے اور دشمنوں سے بالکل نجات پالیں گے اور کوئی بھی ہمیں پہچان نہیں سکے گا اس کے بعد ہم اطمینان سے بہت سی باتوں پر غور کرسکیں گے۔"

"تم وہاں کے ماسٹر سے پھر ایک بار ریڈیو اور اخبارات کا مطالبہ کرو۔ دیکھو وہ کیا جواب دیتا ہے؟"

"میں کل سے اب تک تین بار مطالبہ کرچکی ہوں۔ وہ کسی نہ کسی بہانے سے ٹال دیتا ہے۔ تم کہتے ہو تو میں پھر اسے کہوں گی کہ میں دنیا کے موجودہ حالات سے باخبر رہنا چاہتی ہوں لہٰذا ریڈیو اور اخبارات میرے لیے ضروری ہیں۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں جھونپڑی کے چاروں طرف اب بالکل خاموشی ہے۔ معلوم ہوتا ہے گدھ شکم سیر ہوکر اب اونگھنے لگے ہیں۔ بہرحال میں دیکھتا ہوں اور اس کے بعد یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔ کسی جگہ خیریت سے پہنچنے کے بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس وقت تک کے لیے رخصت ہوتا ہوں۔"

یہی بات میں نے مرجانہ کے دماغ میں بھی پہنچ کر کہہ دی۔ اس سے ذرا لگاوٹ کی باتیں کرنے کے بعد واپس دماغی طور پر رسونتی کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا۔ "خیریت ہے؟"

"ہاں سونیا اور مرجانہ ابھی بخیریت ہیں میں ان کے بارے میں بتاؤں گا ذرا باہر کا منظر دیکھ لوں۔"

میں صندوق پر سے اٹھ کر سامنے والی دیوار کی طرف گیا۔ پھر سوراخ سے جھانک کر دیکھنے لگا۔ اب وہاں ہڈیوں کے ڈھانچوں میں اضافہ ہوگیا تھا اور بہت سے گدھ ابھی تک ان ڈھانچوں پر بیٹھے ہوئے تھے حالانکہ اب وہاں گوشت برائے نام رہ گیا تھا۔ دوسرے تمام گدھ دور بیٹھے ہوئے اونگھ رہے تھے۔ دو چار ایسے تھے جو پروں کو پھڑ پھڑا رہے تھے اور ادھر سے ادھر جا رہے تھے۔ شاید اپنے بیٹھنے کی کوئی اچھی سی جگہ تلاش کر رہے ہوں۔

رسونتی نے کہا۔ "فرہاد! ہمیں زیادہ دیر نہیں کرنی چاہیے باہر مکمل خاموشی ہے۔ آؤ یہاں سے نکل چلیں۔ یہ اچھا موقع ہے۔ ورنہ وہ زہریلی گیس چھوڑنے آجائیں گے۔"

"وہ شام سے پہلے نہیں آئیں گے۔ ابھی وہ اپنے ساتھیوں کی واپسی کا انتظار کریں گے۔ میں نے باہر جھانک کر دیکھا ہے ابھی تمام گدھ پُرسکون نہیں ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو ادھر سے ادھر پرواز کر رہے ہیں اور اپنے لیے جگہ بنا رہے ہیں تاکہ وہ آرام سے کہیں بیٹھ کر اڈگھ سکیں۔ اس وقت تک ہم یہاں سے روانہ ہونے کی تیاری کریں گے۔"

یہ کہہ کر میں نے اس بیگ کو اٹھایا جسے میں نے موس ٹرڈنی سے حاصل کیا تھا۔ اس بیگ میں بہت سا ضروری سامان رکھا ہوا تھا۔ میں نے وہ سب نکال کر صندوق پر رکھ دیا۔ پھر اس بیگ کو الٹنا شروع کیا۔ رسونتی خاموشی سے میری حرکتوں کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کی آنکھیں حیرانی سے پھیلنے لگیں کیونکہ اب تک جو بیگ نظر آرہا تھا وہ الٹنے کے بعد رفتہ رفتہ ایک بڑی سی چھتری بنتا جا رہا تھا۔

"یہ مجھے موس ٹرڈنی نے دیا تھا۔ یہ ایک مکمل پیراشوٹ ہے۔ ہم اس کے ذریعہ بلندی سے چھلانگ لگا کر بخیریت نیچے کی طرف پہنچ سکتے ہیں۔" میں نے رسونتی کو بتایا۔

وہ گھبرا کر تھوک نگلتے ہوئے بولی۔ "کیا ہم اسکے ذریعے نیچے جائیں گے؟"

"ہاں مجبوری ہے کیونکہ تم رسّے کے ذریعے اتنی لمبی تک اترنا نہیں جانتی ہو۔ ہاتھ پھسلے گا یا ذرا بھی قدم ڈگمگائے گے تو تم چٹانوں پر سے لڑھکتی ہوئی پانچ سو فٹ کی گہرائی میں جا گرو گی۔ وہاں تمہاری ہڈی پسلیاں تو نظر آئیں گی مگر رسونتی نظر نہیں آئے گی۔ اسی لیے میں یہ چھتری استعمال کر رہا ہوں۔"

"کیا ہم اس چھتری کو پکڑ کر لٹکتے رہیں گے؟"

"ہاں میں اس کے ہینڈل کو پکڑ کر لٹکتا رہوں گا اور تم مجھے پکڑ کر لٹکتی رہو گی۔ میں رسّی کا ایک سرا تمہاری کمر سے باندھ دیتا ہوں۔ دوسرا سرا میری کمر سے بندھا ہے

گا۔ یہ احتیاطی تدبیر اس لیے ہے کہ تم مجھ سے چھوٹ جاؤ یا گرنے لگو تو رسّی کے ذریعے مجھ سے بندھی رہو۔"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"ڈرنے کے باوجود ایسا تو کرنا ہی ہوگا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ ہم یہاں سے کم سے کم سامان لے جائیں گے کھانے پینے کا سامان نہایت ضروری ہے۔ اس لیے کچھ سامان تم اپنی کمر کے ساتھ باندھ لینا۔ کچھ میں باندھ لوں گا۔ ایک ریوالور اور ایک چاقو بھی ساتھ رکھ لیں گے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیونکہ یہ چھتری زیادہ وزن برداشت نہیں کرسکے گی۔"

میں نے چھتری کو کھول کر اس کے چھوٹے چھوٹے نٹ بولٹ جگہ جگہ اچھی طرح کس دیے۔ پھر اس کی مضبوطی کے متعلق پوری طرح اطمینان کیا۔ اس کے بعد میں نے کھڑکی کی طرف دیکھا تو اندازہ ہوا کہ چھتری بہت بڑی ہے۔ یہ کھڑکی سے نہیں گزر سکے گی۔ لہٰذا میں نے چھتری کو بند کرکے ایک دیوار سے ٹکا دیا۔ میں نے آخر میں پروفیسر برنارڈ رسل کی ڈائری اٹھائی۔ قلم لیا اور لکھنے بیٹھ گیا۔ رسونتی نے پوچھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "چونکہ ہم یہاں آگئے ہیں اور یہاں سے رخصت ہونے والے ہیں اس لیے اپنی طرف سے بھی کچھ لکھ دینا چاہیے۔ رسونتی! یہ دنیا ایک عبرت حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ ہم یہاں آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ جاتے وقت بہت سا سبق، بہت سی معلومات چھوڑ جاتے ہیں تاکہ ہمارے بعد آنے والے اس سے عبرت حاصل کریں۔ کچھ سبق سیکھیں لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ سکھانے کے باوجود ہمارے بعد آنے والے یقیناً ٹھوکر کھاتے ہیں اور موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ پھر بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم انہیں خطرات سے آگاہ کریں۔ اس لیے میں لکھ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے ڈائری کا وہ ورق کھولا جہاں برنارڈ رسل نے اپنی داستان ختم کی تھی۔ اس کے بعد میں نے دوسرے صفحے پر لکھنا شروع کیا۔

"اے لوگو! میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔ شاید تم مجھے جانتے ہوگے۔ ایک دنیا مجھے جانتی ہے۔ اگر تم نہیں جانتے تو اب جاننے کا موقع نہیں رہا کیونکہ تم اپنی مہذب دنیا سے کٹ گئے ہو جہاں زندگی گزاری جاتی ہے اور اس دنیا میں آگئے ہو جس کے دوسرے سرے پر صرف موت ہے۔ یہاں سے نہ زندہ جا سکو گے نہ کسی فرہاد علی تیمور کے متعلق معلومات حاصل کرسکو گے۔

جب سے انسان پیدا ہوا ہے — تب سے تمام آسمانی کتابوں نے اور ہزاروں پیغمبروں نے سمجھایا کہ لالچ بری بلا ہے۔ جب تم پیدا ہوتے تو تمہارے ماں باپ نے، پھر تمہارے استادوں نے اور پھر تمہارے علمائے دین نے اور تمہارے پنڈتوں نے تمہیں ہچکچا کر کے بتایا۔ بشالین دیں کہ لالچ کتنی بڑی بلا ہے۔ مگر ازل سے اب تک یہ بات انسان کی سمجھ میں نہیں آئی۔ نہیں آئی اس لیے بلا کو گلے لگانے تم بھی یہاں آگئے ہو۔

میں یہاں اپنی شریکِ حیات رسونتی کے ساتھ آیا ہوں لیکن اس دعوے کے ساتھ کہ میں بھلا آدمی ہوں جس نے کوئی لالچ نہیں کیا۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہاں بیش بہا خزانہ موجود ہوگا اور جب ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو میری شریکِ حیات نے عورتوں کی فطرت اور مزاج کے خلاف اس خزانے کو ٹھوکر مار دی ہے۔ ہم ایک تنکا بھی یہاں سے نہیں لے جائیں گے۔ جیسے خالی ہاتھ آتے ہیں ویسے ہی خالی ہاتھ جائیں گے۔ ہمارے پاس ایک پیراشوٹ ہے۔ ہم کھڑکی کے راستے چٹان کے آخری سرے پر پہنچیں گے اور پیراشوٹ کا سہارا لے کر اس پانچ سو فٹ گہری کھائی میں چھلانگ لگا دیں گے۔

چھلانگ لگانے سے پہلے میں یہ چند سطور لکھ رہا ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی کھڑکی کے راستے سے پہلے ایڈونا گئی۔ اس کی واپسی نہیں ہوئی۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس کا حشر کیا ہوا؟ وہ زندہ ہے یا مُردہ۔ اس کے بعد والٹر گیا اور مُردہ حالت میں اور پر آیا۔ والٹر کے بعد پروفیسر برنارڈ رسل اور موزیک رسّے کے ذریعے نیچے گئے۔ ان کی بھی کوئی خبر نہیں ہے۔ ایک اندازہ ہے کہ وہ مر چکے ہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو پروفیسر برنارڈ رسل اس خزانے کو ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ تین ماہ کے دوران وہ پھر ایک بار پوری طرح ہتھیاروں سے لیس ہوکر اور حفاظتی اقدامات کے ذریعے اس دوسرے صندوق کو حاصل کرنے ضرور آتا۔

وہ نہیں آیا۔ کوئی بھی واپس نہیں آیا۔ جو یہاں آنے کے بعد گیا ہے تو ہمیشہ کے لیے گیا اور آج ہم جا رہے ہیں۔ شاید ہم بھی واپس نہ آئیں۔ ہم یہاں آنے کی خواہش بھی نہیں رکھتے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ ہم نے کوئی لالچ نہیں کیا ہے اس لیے خدا ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین!

میں جا رہا ہوں اور یہ توقع کرتا ہوں کہ یہ خزانہ اب کی بار کوئی آنے والا حاصل کرلے گا۔ اگر حاصل نہ کرسکا تو اسے

برباد کردے گا یا اسے یہاں دفن کردے گا۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں رہا ہے۔ اس وقت تمام گدھ شکم سیر ہونے کے بعد اونگھ رہے ہیں۔ ان میں اتنی سکت نہیں رہی ہے کہ یہ نئی خوراک پر حملہ کرسکیں۔ ہم اس موقع سے فائدہ اٹھا کر جا رہے ہیں۔ خدا حافظ۔ فقط فرہاد علی تیمور"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس ڈائری کو اس کی جگہ رکھ دیا۔ کتنے ہی عجائب گھروں میں اور بڑی بڑی لائبریریوں میں ایسے بڑے بڑے رجسٹر رکھے جاتے ہیں جن میں آنے جانے والوں کے تاثرات ایک ایک دو دو سطروں میں لکھے جاتے ہیں تاکہ سند رہے کہ انہوں نے عجائب گھر میں کیا دیکھا یا لائبریری میں پہنچ کر کتنی کار آمد کتابیں پڑھیں یا اگر کسی بات کی کمی رہ گئی ہو تو اس کمی کی طرف نشاندہی کی جاتے۔ وہ برنارڈ رسل کی ڈائری بھی ایسا ہی ایک رجسٹر تھی جس میں آنے جانے والے اپنے تاثرات لکھنے لگے تھے اور آئندہ بھی میرے بعد آنے والے اس ڈائری میں لکھتے رہیں گے۔

میں نے رسی کو اٹھا کر پہلے اس کے ایک سرے کو رسونتی کی کمر سے مضبوطی کے ساتھ باندھا پھر دوسرے سرے کو اپنی کمر کے ساتھ باندھ دیا۔ ہم نے کچھ کھانے پینے کی چیزیں اپنی کمر سے اور گردن سے لٹکائیں۔ کارتوس کی پیٹی اور ریوالور کو شانے سے لٹکا لیا۔ دوسرے ہاتھ میں ایک کھلا ہوا لمبا سا چاقو رکھا۔ اس خیال سے کہ ایک آدھ گدھ ہماری طرف آجائے تو چاقو کام آسکے۔ ریوالور سے فائرنگ کرنے پر دوسرے گدھوں میں اشتعال پیدا ہو سکتا تھا اس لیے میں نے چاقو اپنے ہاتھ میں رکھ لیا تھا۔

پوری طرح تیار ہونے کے بعد میں رسونتی کو لیے ہوئے کھڑکی کے پاس آیا۔ وہاں لکڑی کی جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے جالی کے اندر اپنا ہاتھ ڈال کر اسے کھڑکی سے باہر نکالا۔ نیچے ایک پتھر رکھا ہوا تھا۔ اسے اٹھا لیا پھر ذرا دور اسے پھینک دیا۔ پتھر لڑھکتا ہوا کچھ دور تک گیا پھر رک گیا۔ اس کے لڑھکنے کی آواز پیدا ہوئی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اتنی آواز گدھوں کے اشتعال کا باعث بن سکتی ہے یا نہیں؟ لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ چاروں طرف سناٹا رہا۔ گدھ بالکل خاموش رہے۔

میں نے مطمئن ہوکر کھڑکی کی جالی کو اس کی چوکھٹ سے نکال کر الگ کردیا۔ پھر چھتری کو اٹھایا۔ اسے لیکر میں اور رسونتی کھڑکی کو پار کرتے ہوئے جھونپڑی کے بالکل باہر آکر ہم نے تھوڑی دیر تک گم صم کھڑے ہوکر چاروں طرف دیکھا۔ ہمیں ایک آدھ جگہ کچھ گدھ نظر آئے باقی سب کے سب جھونپڑی کے سامنے یا دائیں بائیں طرف تھے۔ ادھر کا راستہ بالکل صاف تھا۔ میں نے احتیاطاً کھڑکی کے دونوں پٹ بند کردیے تاکہ ہمارے بعد کوئی آئے تو کھڑکی کے راستے گدھ انہیں پریشان نہ کریں آئندہ آنے والوں کی خاطر میں نے رسّے کو بھی اسی طرح ستون سے بندھے رہنے دیا۔

ہر طرف سے اطمینان ہونے کے بعد میں نے چھتری کو پوری طرح کھول دیا۔ اس کے ہینڈل کو ایک ہاتھ سے مضبوطی کے ساتھ تھام لیا۔ دوسرے ہاتھ میں چاقو تھا۔ اسی ہاتھ کو میں نے رسونتی کی کمر کے گرد رکھا۔ رسونتی کا ہاتھ بھی میری کمر پر تھا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ جیسے ہی چٹان سے ہم چھلانگ لگائیں گے۔ وہ دونوں ہاتھ میری کمر کے گرد مضبوطی سے باندھے گی اور مجھ سے لپٹی رہے گی۔ یہ سب کچھ سمجھانے کے بعد ہم دونوں ایک ایک قدم آہستگی سے آگے بڑھنے لگے۔ ہم رسّے سے بندھے ہوئے تھے اس لیے ایک ساتھ چل رہے تھے۔ والٹر ڈکی اور داستیو کے ڈھانچوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم چٹان کے آخری سرے پر پہنچ گئے۔ وہاں سے دیکھا تو نیچے بہت گہری کھائی تھی۔ رسونتی نے دہشت سے آنکھیں بند کرلیں "ہائے رام میں مر جاؤں گی"

"ہائے اللہ تم نہیں مرو گی" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا "اگر ڈر لگ رہا ہے تو تم بدستور آنکھیں بند کیے رہو۔ صرف میری گنتی سنتی رہو۔ جیسے ہی میں تین کہوں میرے ساتھ چھلانگ لگا دینا۔ اس کے بعد میں تمہیں سنبھال لوں گا"

یہ کہتے ہی میں نے گننا شروع کیا "ایک، دو..."

دو کہتے ہی اس نے مجھے زور سے گرفت میں لے کر انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے"

"کیا پاگل ہوگئی ہو۔ یہ غنیمت جانو کہ ابھی تک کوئی گدھ ادھر نہیں آیا ہے۔ تم ایسی ہی حرکتیں کرتی رہو گی تو ہم کھائی میں نہیں پہنچیں گے، گدھوں کی خوراک بن جائیں گے۔ آگے کھائی ہے اور پیچھے موت۔ دانشمندی میں ہے کہ موت سے پیچھا چھڑانے کے لیے کھائی میں چھلانگ لگا دیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہماری زندگی باقی ہو"

یہ کہتے ہی میں نے پھر سے گننا شروع کیا "ایک، دو... تین" پھر تین کہتے ہی میں نے اسے سختی سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اچانک ہی چٹان کے کنارے سے چھلانگ لگا دی۔ چھلانگ لگاتے ہی رسونتی کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ میری کمر سے اتنی زور سے لپٹ گئی جیسے اپنی آخری طاقت بھی صرف کر رہی ہو۔ میں نے اسے چھوڑ دیا اور چھتری کو مضبوطی سے تھامے رہا۔ ایک ہاتھ میں چاقو بھی تھا۔ اس بات کا ڈر تھا کہ اس کی چیخ سن کر گدھ نہ آجائیں لیکن خیریت ہوئی۔ چیخ زیادہ دور تک نہیں گئی تھی۔ ویسے ہم بتدریج نیچے چلے جا رہے تھے۔ پہلے چھلانگ لگاتے ہی ہمیں زبردست جھٹکا لگا تھا۔ پھر چھتری نے ہمیں سنبھال لیا تھا۔

رسونتی کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ وہ خوف سے بری طرح تھر تھرا رہی تھی۔ خوفزدہ ہونے سے ہمیشہ کام بگڑ جاتا ہے۔ ایسے وقت حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے جو اس میں نہیں تھا۔ اچانک ہی اس کے ہاتھ ڈھیلے پڑے اور وہ میری کمر کی طرف سے پھسل کر نیچے گئی۔ مجھے ایک جھٹکا لگا میرے ساتھ چھتری کو بھی جھٹکا سا لگا۔ کہیں سے کٹ کی آواز آئی۔ ایسا لگا جیسے چھتری کا کوئی تار ٹوٹ گیا ہو۔ یہ خطرے کی گھنٹی تھی۔ میں نے غصّے سے سر جھکا کر دیکھا وہ میری کمر سے بندھی ہوئی رسّی کے ذریعے لٹک رہی تھی۔ مجھوا میں نے چاقو کو اپنی کمر سے لٹکایا، پھر اس ہاتھ سے پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے ڈانٹ کر کہا "یہ کیا حماقت ہے۔ میں تمہیں نیچے پھینک دوں گا۔ تب تم سچ مچ مر جاؤ گی۔ خواہ مخواہ ڈر کر موت سے پہلے مر رہی ہو۔ چپ چاپ میرے ساتھ لپٹی رہو۔ اگر آئندہ ایسی حرکت کی تو میں چاقو سے اس رسّی کو کاٹ دوں گا، اور تمہیں اپنے سے الگ کر دوں گا۔ پھر جانتی ہو کس طرح تم سوکھے پتے کی طرح اڑتی ہوئی زمین پر گرو گی؟"

میں نے کسی طرح اسے اپنے جوتوں پر اس طرح کھڑا کیا کہ وہ اپنے دونوں پاؤں میرے پاؤں کے اوپر رکھ کر میرے بالکل سامنے کھڑی رہے۔ میں نے اسے بری طرح ڈانٹ دیا تھا اس لیے وہ رو رہی تھی۔ میں نے کہا "یہ بچوں کی طرح کیا رو رہی ہو۔ مجھ سے فوراً لپٹ جاؤ ورنہ پھر گر پڑو گی"

اب رسونتی کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا اس لیے وہ میری گردن میں بانہیں ڈال کر لپٹ گئی۔ پھر روٹھے ہوئے انداز میں بولی "میں تم سے بات نہیں کروں گی۔ نیچے اترنے کے بعد تمہارا میرا راستہ الگ ہوگا۔ آج تک مجھ کسی نے اتنے سخت لہجے میں بات نہیں کی۔ میں اسے برداشت نہیں کرسکتی۔ میں تم سے الگ ہو جاؤں گی"

میں نے ڈانٹ کر کہا "ٹھیک ہے الگ ہو جانا۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ بولو تو میں رسّی کاٹ کر تمہیں الگ کردوں"

اگر ہم چٹان کی بلندی سے رسّے کے ذریعے سیدھے نیچے اترتے جیسے ایڈونا اور پروفیسر وغیرہ اترگئے تھے، تو ہمیں نیچے پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا لیکن ہم پیراشوٹ کے ذریعے اتر رہے تھے اس لیے وہ چھتری ہوا کی زد پر ادھر سے ادھر ڈولتی ہوئی ہمیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا رہی تھی۔ نیچے کی طرف بہت ہی سست رفتاری سے جاتی تھی۔ ہوا کے دباؤ کی وجہ سے نیچے پہنچنے میں دیر ہو رہی تھی۔

دوپہر کا وقت تھا۔ سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ دھوپ اتنی تیز تھی کہ اس کی روشنی میں آنکھیں نہیں ٹھہرتی تھیں لیکن گرمی نہیں تھی۔ چھتری کے سائے میں ٹھنڈی ہوا لگ رہی تھی۔ ہم چھتری سے جھولتے تقریباً درمیان میں پہنچ گئے تھے۔ آدھا فاصلہ طے کرلیا ہوگا، تب ہمارے کانوں میں کچھ آوازیں سنائی دیں۔ میں نے کان لگا کر سنا تو بڑے بڑے ڈھول بجنے کی آوازیں تھیں "ڈھم ڈھا ڈھم، ڈھا ڈھم ڈھم ڈھم..."

یہ ایسی آوازیں تھیں جیسے افریقہ کے وحشی قبیلے کے لوگ جشن کے موقع پر رقص کرتے ہوئے ڈھول بجاتے ہیں وہ شاید خوشیاں منا رہے تھے۔ ہائے خوشیاں ہی منا رہے تھے کیونکہ جب میں نے نیچے سر جھکا کر دیکھا تو دور پستی میں حبشیوں کا ایک میلہ سا لگا ہوا نظر آیا۔ ننگ دھڑنگ مرد عورتیں اور بچے تھے۔ کتنے ہی حبشی ہاتھوں میں نیزے لیے رقص کر رہے تھے اور کبھی کبھی اوپر کی جانب ہمیں یوں دیکھ رہے تھے جیسے ہم آسمان سے ان کے لیے تازہ خوراک کی طرح ٹپک رہے ہوں۔

یاخدایا۔ ہم کس خطرناک کھائی میں گرنے والے ہیں۔ یہ کون سی نئی مصیبت ہم پر ٹوٹنے والی ہے۔ چھتری ایک سمت سے دوسری سمت اڑتی جا رہی تھی۔ ان حبشیوں کا میلہ ہم سے تقریباً آدھ میل کے فاصلے پر لگا ہوا تھا۔ ابھی ہم ان سے دو تھے لیکن چھتری کا رخ بتا رہا تھا کہ ہم ادھر ہی جا رہے ہیں۔

میں بے چینی سے کبھی نیچے اور کبھی اوپر چھتری کو دیکھنے لگا۔ وہ بیل کا پیڑ نہیں تھا۔ ہوائی جہاز نہیں تھا کہ اسٹیرنگ گھما کر راستہ بدل دیا جاتا۔ ہم کسی سڑک پر نہیں دوڑ رہے تھے کہ دوڑتے دوڑتے اپنی جان بچانے کے لیے دوسرا راستہ اختیار

کرلیتے۔ ہم تو ہوا کے رحم وکرم پر تھے اور چھتری بھی اسی ہوا کے زور پر ہمیں ادھر لیے جا رہی تھی۔

اب نیچے کا منظر اور بھی صاف طور سے نظر آ رہا تھا۔ وہ حبشیوں کی بہت بڑی بستی تھی۔ بستی کے عین درمیان ایک بڑا سا ڈھول رکھا ہوا تھا۔ ڈھول نہیں اسے تاشہ کہنا چاہیے۔ اس تاشے کا قطر تقریباً بارہ فٹ اور اونچائی چھ فٹ ہوگی۔ اس ڈھول کے چاروں طرف حبشی بٹے بڑے چوبے لیکر اس کو پوری قوت سے بجا رہے تھے۔ رسونتی نے دہشت کے مارے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"میں وہاں نہیں جاؤں گی۔ فرہاد کسی اور جگہ چلو۔"

"کیا پاگل ہوئی ہو۔ جانا آتا ہمارے بس میں تو نہیں ہے ہم تو فضا میں معلق ہیں۔ نہ زمین پر ہیں نہ آسمان میں۔ ہمارے بس میں کچھ نہیں ہے۔ یہ چھتری یہ ہوا ہمیں جدھر لے جائے گی ہم ادھر ہی جائیں گے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی چھتری ہمیں اسی تاشے کے اوپر لے گئی اور ٹھیک تاشے کے بیچ میں لے جاکر ہمیں اتار دیا۔ وہ حبشی مرد اور عورتیں سب مل کر چیخ رہے تھے۔ جوشی سے شور مچا رہے تھے۔ چاروں طرف رقص کر رہے تھے اور تاشہ بجانے والے اپنے اپنے چوبوں سے زوردار ضربیں لگا رہے تھے جب اس تاشے کی سطح پر ضربیں پڑتی تھیں تو وہ اتنی زور سے جھنجھناتا تھا کہ ہم اچھل پڑتے تھے۔ ہمارا سارا جسم جھنجھنانے لگتا تھا۔ رسونتی اور زیادہ چیخنے لگی۔ اس کے چیخنے پر چاروں طرف سے قہقہے بلند ہو رہے تھے۔ میں نے فوراً ہی چاقو سے رسی کو کاٹا پھر رسونتی کو دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا تاکہ وہ تاشے سے اٹھنے والی جھنجھناہٹ سے محفوظ رہے۔

لیکن میں محفوظ نہیں تھا۔ جب بھی تاشے پر ضربیں پڑتی تھیں میں اچھل پڑتا تھا۔ اچھلنے کے دوران مجھے اپنا توازن برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ رسونتی کو بھی سنبھالنا پڑتا تھا۔ گویا کہ میں ان حبشیوں کے لیے رقص کا سامان پیش کر رہا تھا جس پر وہ قہقہے لگا رہے تھے۔ میں نے دوڑتے ہوئے تاشے کے کنارے پر پہنچ کر نیچے چھلانگ لگانے کی کوشش کی تو کتنے ہی نیزوں کی انیاں میری طرف بڑھیں۔ وہ لوگ کبھی نیزہ تانتے تھے اور کبھی آگے بڑھاتے تھے۔ گویا وہ مجھے تاشے سے کود کر نیچے آنے سے روک رہے تھے۔

مجھے مجبوراً تاشے کے درمیانی حصے پر واپس جانا پڑا۔

وہاں میں ادھر سے ادھر اچھلنے لگا۔ ایک بار جی میں آیا کہ ریوالور نکال کر فائرنگ شروع کر دوں لیکن میرے پاس صرف ایک ریوالور تھا اور ایک کارتوس کی پیٹی تھی۔ میں اس سے پوری بستی والوں کو ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔

ہلاوری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ جہاں تک اچھلنے کا تعلق تھا تو میں قوتِ ارادی سے کام لے کر بڑی دیر تک ایسا کر سکتا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ایسا کب تک کر سکتا تھا۔ اچانک ہی میرے نظر اپنے پیروں پر گئی تو مجھے اپنے جوتے کی نوک سے وہی دو چھوٹے چھوٹے چاقو نکلے ہوئے نظر آئے۔ یہ جوتا میں مسلسل اچھل رہا تھا تو اچھلنے کے باعث جوتے کے اندر چھپے ہوئے چاقو نکل آئے تھے میں نے سوچا کہ ان چاقوؤں کے ذریعے اس تاشے میں سوراخ کر دوں تاکہ وہ اسے مزید نہ بجا سکیں۔

پھر خیال آیا کہ پتہ نہیں تاشے میں سوراخ کرنے کے بعد ہم اندر گر گئے تو اس تاشے کی گہرائی میں کیا ہوگا۔ یہ خطرہ مول لینا نہیں چاہیے۔ تب مجھے رشوت دینے کا خیال آیا۔ میں نے رسونتی سے کہا "فوراً اپنی کمر سے بندھے ہوئے کھانے کے ڈبوں کو ان کی طرف پھینکو۔"

یہ کہہ کر میں نے اسے نیچے اتار دیا۔ اس نے اپنی کمر سے بندھے ہوئے کھانے کے ڈبوں کو کھولنا شروع کیا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ ہم دونوں نے ڈبے ان کی طرف پھینکنا شروع کر دیے۔ کھانا تھوڑا تھا۔ ان کے درمیان لوٹ مار شروع ہوگئی۔ جو دور کھڑے ہوئے رقص کر رہے تھے وہ مرد اور عورتیں بھی دوڑے چلے آئے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔

میں نے اس موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً ہی تاشے کی بلندی سے نیچے چھلانگ لگائی۔ اپنے دونوں ہاتھ رسونتی کی طرف بڑھا دیے۔ رسونتی میرے ہاتھوں کا سہارا لے کر نیچے اتر گئی وہاں سے ہم ذرا دور رہنا چاہتے تھے کہ دوسرے حبشی مردوں اور عورتوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ عورتیں رسونتی کے جسم کو ٹٹولنے لگیں، مرد مجھے ٹٹول رہے تھے۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ہمارے پاس سے ان کے مطلب کی کوئی چیز برآمد ہو سکتی ہے یا نہیں؟ تھوڑی دیر بعد انھیں کھانے پینے کی تو کوئی چیز نہ ملی لیکن وہ میرا چاقو اور ریوالور لے گئے اور ہمیں ننگا چھوڑ دیا۔

میں نے رسونتی کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور دور دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہاں کیا کرنا چاہیے، کہاں سے فرار کا راستہ نکالنا چاہیے، جہاں تک ہماری نظریں جاتی تھیں۔ وہاں تک سیاہ فام حبشی نظر آ رہے تھے۔ ان کی شکلیں بڑی ڈراؤنی تھیں۔ موٹے موٹے ہونٹ، عجیب سے بھدے چہرے، چہرے پر ابھری ہوئی ہڈیاں، بھرے سیاہ چہرے کے پس منظر میں سفید سفید چمکتے ہوئے دانت بڑے ہی بھیانک لگتے تھے۔ رسونتی انھیں دیکھ کر خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔

میں اسے ایک جھونپڑی کے برآمدے میں لے آیا تاکہ وہ دوسروں سے ذرا الگ رہے۔ اسی وقت نیزہ بردار حبشیوں نے آکر ہمیں گھیر لیا۔ پھر نیزے کی انی سے اشارہ کرتے ہوئے ہمیں ایک طرف چلنے کے لیے کہا گیا۔ ہم ان کے اشارے کے مطابق آگے بڑھ گئے۔ رسونتی مجھ سے لپٹی ہوئی تھی اور میں اسے ایک بازو کا سہارا دیے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ ایک اونچے ٹیلے پر پہنچ کر ہمیں رکنے کے لیے کہا گیا۔ وہاں لکڑی کا ایک موٹا سا ستون تھا۔ وہ لوگ رسّی سے ہمیں اس ستون کے ساتھ باندھنے لگے، اس طرح کہ میری اور رسونتی کی پیٹھ ایک دوسرے سے لگی ہوئی تھی۔ ہمارے درمیان وہ ستون تھا۔ ہم ایک دوسرے کا چہرہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ صرف ایک دوسرے کی آوازیں ہی سن سکتے تھے اور باتیں کر سکتے تھے۔ وہ رونے کے انداز میں بولی "فرہاد! یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہمیں کس گناہ کی سزا مل رہی ہے؟ ہم کب تک ایسی مصیبتیں اٹھاتے رہیں گے؟"

میں نے اسے تسلیاں دیتے ہوئے کہا "رسونتی ذرا حوصلے سے کام لو۔ چونکہ تمھاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں چھن گئی ہیں اس لیے تم ہمت ہار رہی ہو۔ ایک طرح سے میرے پاس بھی جیسے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں نہیں ہیں، اگر ہیں بھی تو بالکل بے کار ہیں۔ یہاں انھیں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ میں بھی ہر طرح سے نہتا ہوں۔ میں مصیبتوں کے وقت یہ نہیں سوچتا کہ یہ میرے گناہ کی سزا ہے۔ اس لیے میں حوصلے سے کام لیتا ہوں۔ میری جان جو مصیبتیں ہم انسانوں پر آتی ہیں، یہ ہماری آزمائش کے لیے ہوتی ہیں، ہمارا حوصلہ بڑھانے کے لیے ہوتی ہیں۔ ہمیں زندگی کے تجربات سکھانے کے لیے ہوتی ہیں۔ تم صبر سے کام لو اگر ہمیں مرنا ہوگا تو ہم کہیں بھی مریں گے اور ہمارے مقدر میں زندگی ہوگی تو یقین کرو سوائے خدا کے کوئی ہمیں نہیں مار سکے گا۔"

جہاں ہمیں باندھا گیا تھا اس کے ایک طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں۔ بائیں طرف جب میں سر گھما کر دیکھتا تو اس اونچے ٹیلے سے پوری بستی نظر آتی تھی۔ ہمارے قریب ہی بائیں طرف وہی بڑا گول تاشہ تھا جس پر ہم آسمان سے اترے تھے۔ تاشے کے دوسری طرف ایک بہت بڑا بت بنا ہوا تھا۔ وہ بت آدھا انسان تھا اور آدھا حیوان۔ وہ اس بت کی پوجا کرتے تھے اور اس کے سامنے رقص کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے تھے۔

ان رقص کرنے والوں میں ایک نہایت ہی بدصورت حبشی اپنے دونوں ہاتھوں میں ایک بڑے سے زہریلے سانپ کو اٹھائے ہوئے تھا اور اسے اٹھا کر ادھر ادھر رقص کر رہا تھا۔ وہ سانپ اس کے ہاتھوں پر بل کھا رہا تھا۔ پھر اس نے سانپ کو اپنی گردن پر رکھ لیا ہم دہشت زدہ ہو کر دیکھ رہے تھے، وہ سانپ اس کے جسم کے اطراف لپٹ رہا تھا اور وہ مستی میں آکر رقص کرتا ہوا ہماری طرف چلا آ رہا تھا۔ رسونتی نے خوفزدہ ہو کر کہا "فرہاد! یہ تو ہماری طرف آ رہا ہے۔"

وہ لوگ ایک مخصوص تال پر ڈھول اور تاشے بجا رہے تھے اور وہ سانپ والا اسی تال پر رقص کرتا ہوا ہمارے قریب آگیا تھا۔ اب وہ سانپ کے منہ کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لے کر کبھی اس سانپ کو میری طرف لاتا تھا اور کبھی رسونتی کی طرف لے جاتا تھا۔ تب رسونتی ہسٹیریائی انداز میں چیخنے لگی تھی۔ میں چیخ چیخ کر کہتا تھا "یہ کیا ظلم ہے؟ یہ کیا تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ آخر تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ کوئی تم لوگوں میں ایسا ہے جو ہماری بات سمجھتا ہو تو ہم سے آکر بات کرے۔ ہم بے قصور ہیں۔ ہم نے تم لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑا ہے۔"

میں رسونتی کی حفاظت کے لیے بس اسی طرح چیخ سکتا تھا، لیکن ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ ہم دونوں ہی ستون سے اتنی مضبوطی کے ساتھ باندھے گئے تھے کہ ہلنے کی گنجائش نہیں تھی۔ کوئی ہماری آواز نہیں سن رہا تھا۔ نہ ہی رسونتی کی چیخ پکار کا کوئی اثر ہو رہا تھا۔ اگر وہ ہماری آواز سنتے بھی تو ہماری زبان نہیں سمجھ سکتے تھے اور ہمیں ان کی حرکتیں سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں کہ آخر وہ ہم سے چاہتے کیا ہیں۔

میرا غصہ اور جنون انتہا کو پہنچ رہا تھا۔ میں رسیاں توڑنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ رسونتی کی ہسٹیریائی چیخیں میری برداشت سے باہر تھیں۔ میں جانتا تھا کہ وہ سانپ والا تھوڑی دیر اور رسونتی کو دہشت زدہ کرے گا تو وہ بے ہوش ہو جائے گی یا دہشت سے مر جائے گی اور میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

رسیاں توڑنے کے جنون میں مجھے اس بات کا ہوش نہیں رہا تھا کہ وہ مضبوط اور ناقابلِ شکست رسیاں میرے بدن کے گوشت میں گڑ رہی ہیں۔ میرے دونوں پاؤں اتنی مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے کہ میں انھیں حرکت دے کر اپنے جوتے کی نوک سے خفیہ چاقو نہیں نکال سکتا تھا اور نہ ہی ان سے رسیاں کاٹ سکتا تھا۔ میں بہت ہی بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔

پھر اچانک ہی ایک سرے سے دوسرے سرے تک خاموشی چھا گئی۔ ایسا لگا کہ جیسے وہ سب چابی سے چلنے والے کھلونے تھے۔ ایک ساتھ چلائے گئے تھے اور ایک ساتھ روک دیے گئے تھے۔ سب پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر رہا تھا۔ پھر کسی کی آواز ابھری، کوئی کچھ کہہ رہا تھا۔

میں نے دائیں طرف سر گھما کر دیکھا تو اس بت کے سامنے ایک مبارز تونگا کالا کلوٹا حبشی کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سر پر ایک ہانڈی اوندھی رکھی ہوئی تھی۔ اس ہانڈی پر رنگ برنگے پھول بنے ہوئے تھے۔ گویا کہ وہ ہانڈی اس کے سر کا تاج تھی اور وہ وہاں کا

سردار یا بادشاہ تھا۔ وہ اپنی زبان میں کچھ بول رہا تھا۔ وہ زبان بھی ایسی ہی تھی جیسے ایک ہانڈی میں چھوٹے چھوٹے پتھر رکھ کر ہلاتے جا رہے ہوں اور اس میں سے گڑبڑ گڑبڑ کی آوازیں آ رہی ہوں۔ بس ایسی ہی بولی وہ بول رہا تھا۔

اس نے کچھ دیر یکطرفہ کرنے کے بعد دور ایک جھونپڑی کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔ میں نے اس جھونپڑی کی طرف دیکھا تو اس کا دروازہ کھل گیا تھا۔ پھر وہاں سے ایک انگریز باہر نکلا وہ سیاہ لباس میں تھا گلے میں پڑی ہوئی ننھی سی زنجیر کے ساتھ ایک صلیب لٹک رہی تھی۔ اس کے حلیے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ کوئی عیسائی راہب ہے۔ وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے ہماری طرف آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے دو حبشی نیزہ اٹھائے چل رہے تھے۔

وہ حبشی جو سانپ اٹھائے ہمارے پاس کھڑا تھا پیچھے چلا گیا۔ راہب ہمارے نزدیک پہنچ آیا۔ اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"کیا تم اوپر اس چٹان سے آئے ہو جہاں ایک جھونپڑی میں خزانہ رکھا ہوا ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "ہاں ہم وہیں سے آئے ہیں۔"

"کیا تم وہاں سے اپنے ساتھ خزانہ نہیں لائے؟"

"نہیں۔ ہم لالچی نہیں ہیں۔ ہمیں صرف اپنی زندگی سے پیار ہے۔ خزانے سے نہیں۔"

وہ بولا۔ "جب تم اس عورت کے ساتھ چھری کے ذریعے یہاں اترے تھے، اسی وقت یہاں سے کچھ لوگ اس چٹان کی طرف گئے تھے جہاں یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ تم نے بھی خزانے سے بھرا ہوا صندوق اتارا ہو گا لیکن وہاں انھیں اس خزانے کا ایک قیمتی پتھر بھی نہیں ملا۔ اگر مل جاتا تو تمھیں اور تمھاری عورت کو اس سانپ سے ڈسوا دیا جاتا۔ پھر تم ایک طویل بے ہوشی میں مبتلا ہو جاتے۔ تم سے پہلے آنے والوں کے ساتھ یہی ہوا۔ جو خزانے کے ساتھ آتے وہ سانپ کے زہر سے نہ بچ سکے حالانکہ وہ زندہ ہیں لیکن زندگی ان پر عذاب ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا ایڈونا اور پروفیسر برنارڈ رسل زندہ ہیں؟ بے کیا وہ یہاں موجود ہیں؟"

راہب نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میری طرف سے پلٹ کر بہت دور کھڑے ہوتے سردار کے روبرو ہو گیا۔ پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے ان کی زبان میں زور زور سے کچھ کہنے لگا۔ جواب میں سردار نے بھی کچھ کہا۔ وہ راہب پھر ہماری طرف پلٹ کر اس کی ترجمانی کرنے لگا۔ "سردار پوچھتا ہے کہ اس عورت سے تمھارا کیا رشتہ ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "یہ میری شریکِ حیات ہے۔"

"تمھاری شادی کو کتنا عرصہ ہوا ہے؟"

"ہماری شادی کو پورے چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

راہب نے میرے قریب آ کر نیم دارانہ انداز میں کہا۔ "تم نے چوبیس گھنٹے گزارے ہیں کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا۔ سردار کو یقین دلا دو کہ تمھارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر جانتے ہو کیا ہو گا؟"

میں نے پوچھا۔ "کیا ہو گا؟"

"تمھاری جان بچ جائے گی۔ تمھیں فوراً ہی آزاد کر کے یہاں سے جانے کا حکم دے دیا جائے گا۔ صرف اس عورت کو روک لیا جائے گا۔"

میں نے غصے سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں اپنی عورت کو کسی حال میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ میری شریکِ حیات ہے۔ تم فضول باتیں نہ کرو۔"

"جو تمھارے لیے فضول باتیں ہیں وہ ان جنگلی درندوں کے لیے اہمیت رکھتی ہیں۔ اگر ایسی کوئی حسین لڑکی انھیں بالکل کنواری مل جائے تو یہ اپنے دیوتا کے سامنے اس کی قربانی دیتے ہیں تاکہ دیوتا ان سے خوش رہے، اگر وہ کنواری نہ ہو تو اس حسین عورت کو سردار کی داشتہ بنا دیا جاتا ہے اور اس کے مرد کو ایسی جگہ قید کر دیا جاتا ہے جہاں سے وہ کبھی رہائی حاصل نہیں کر سکتا، وہ وہیں مر جاتا ہے۔ میں تمھیں نیک مشورہ دیتا ہوں۔ تمھاری نجات اسی میں ہے اپنی جان بچا کر یہاں سے نکل جاؤ۔"

"میں جواب دے چکا ہوں۔ میں اپنی عورت کے ساتھ جان دے سکتا ہوں لیکن اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

راہب پلٹ کر جنگلیوں کی زبان میں اس سردار سے میرے اور رسونتی کے متعلق باتیں کرنے لگا۔ رسونتی نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد! میں ایک معمولی عورت رہ گئی ہوں۔ میرے پاس کوئی صلاحیت نہیں ہے، میری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ، میرے نصیب میں جو ہو گا وہ میں بھگت لوں گی۔"

"ابھی تم سانپ کو دیکھ کر رو رہی تھیں۔ موت کو قریب دیکھ کر چیخیں مار رہی تھیں اور اب خود کو موت کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہو۔"

"ہاں۔ اس جنگلی سردار کی داشتہ بن کر زندہ رہنا بھی تو موت سے کم نہیں ہو گا۔ میری موت سے اگر تمھیں آزادی مل سکتی ہے تو میں موت کو گلے لگانے کے لیے تیار ہوں۔ بہت سے لوگوں کو بھی تمھاری ضرورت ہے۔ میری موت کے بعد تم بہ آسانی یہاں سے جا سکتے ہو۔ سونیا، مرجانہ اس کی امی اور نہ جانے کتنے لوگوں کے کام آ سکتے ہو۔ میری خاطر خود کو خطرات میں نہ ڈالو پلیز۔ کوئی دعایت نہ کریں گے، اگر مارنا ہو گا تو ایک جھٹکے میں زندگی چھین لیں گے۔ فرہاد میں تم سے التجا کرتی ہوں چلے جاؤ، میری

فکر چھوڑ دو۔ دنیا والوں کے کام آنے کی خاطر چلے جاؤ۔ مگر چلے جاؤ۔"

میں جواب میں کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ وہ راہب ہماری طرف پلٹ گیا تھا۔ اور جنگلیوں سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کے بعد ہی دو آدمی ہماری طرف بڑھے پھر ہماری رسیاں کھولنے لگے۔ میں نے اطمینان کی سانس لی۔ ہم دونوں کو رسیوں سے آزاد کر دیا گیا۔ راہب نے حکم دیا۔ "میرے پیچھے آؤ۔"

میں نے رسونتی کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔ راہب آگے چلا گیا تھا۔ ہم اس کے پیچھے چلنے لگے۔ ہمارے آس پاس چند حبشی تھے جو نیزے اور تلوار نما چھرے اٹھائے ہوئے تھے۔ ہم ایک جھونپڑی کی طرف جا رہے تھے۔

اس جھونپڑی کے سامنے پہنچ کر راہب رک گیا۔ ہم بھی رک گئے۔ پھر اس نے کہا۔ "تم اپنی عورت کو چھوڑ کر دس قدم دور چلے جاؤ۔"

یہ سنتے ہی رسونتی مجھ سے لپٹ گئی اور چیخ چیخ کر کہنے لگی۔ "نہیں فرہاد! مجھے نہ چھوڑنا نہیں تو میں مر جاؤں گی۔"

میں نے راہب سے کہا۔ "آپ کو یسوع مسیح کا واسطہ میری عورت کو مجھ سے جدا نہ کریں، یہ بہت ڈرپوک اور کمزور ہے میرے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

اس نے کہا۔ "مجھے قسم نہ دو۔ میں مجبور ہوں۔ اگر ان کے حکم پر عمل نہیں کروں گا تو تمھارے ساتھ میں بھی مارا جاؤں گا۔ ہماری بھلائی کا یہی ہے کہ یہ جیسا کہتے ہیں ہم ویسا ہی کریں۔"

یہ کہہ کر اس نے جنگلیوں کی زبان میں کچھ کہا جسے سنتے ہی چند حبشیوں نے مجھے دونوں طرف سے پکڑ کر زبردستی رسونتی سے الگ کیا اور دور لے جا کر کھڑا کر دیا۔ وہ رونے اور چیخنے لگی۔ میرے بھی پڑھنے والے جانتے ہیں کہ میں مصیبتوں سے کبھی نہیں گھبرایا لیکن رسونتی نے مجھے گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اسے کیسے تسلیاں دوں۔ ویسے جتنا میں اس کی طرف سے پریشان ہو رہا تھا، اس سے اتنی ہی محبت بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک احساس تھا کہ اتنی بڑی دنیا میں ایک ایسی عورت ہے جو صرف میرے سہارے زندہ ہے اور صرف میرے ہی سہارے جینا چاہتی ہے۔ میرے بغیر اس مصیبت سے نجات حاصل نہیں کر سکتی۔ سونیا اور مرجانہ ہوتیں تو میرا سہارا کم ہوتا ان کو اپنے آپ پر اعتماد زیادہ ہوتا۔ رسونتی کا تمام اعتماد صرف مجھ پر تھا۔

تبھی اس کے دماغ میں پہنچ کر راہب نے کہا۔ "رسونتی، خدا کے لیے خاموش ہو جاؤ۔ تم ہمت ہارتی رہو گی تو میری پریشانیاں بڑھتی رہیں گی۔ اتنا تو تمھیں سوچنا چاہیے کہ دنیا والے جسمانی طور پر ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر سکتے ہیں لیکن ہمارے دل ایک ہیں اور دماغ بھی ایک ہے۔ میں جب چاہوں گا تمھارے دماغ میں پہنچ کر تمھارے قریب آ جاؤں گا۔ اس وقت بھی میں تمھارے پاس ہوں۔ خاموش ہو جاؤ۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اب وہ اپنے آپ میں نہیں تھی، میں اس میں تھا۔ اس لیے وہ خاموش رہی جب وہ حبشی مجھے گھسیٹ کر ایک طرف لے جانے لگے تو مجھے مجبوراً اپنے پیروں پر چلنے کے لیے اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہونا پڑا۔ میں نے رسونتی سے کہا۔ "دیکھو ابھی میں تمھارے دماغ میں تھا تو تم پُرسکون تھیں۔ بس اسی طرح خاموش اور سکون سے رہو۔ میں تمھارے دماغ میں ہر لمحہ جھانکتا رہوں گا۔ ذرا سا بے تو قرار دیکھ لوں کہ یہ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔ میں ابھی تمھارے پاس واپس آتا ہوں۔"

میں اُسے بہت ساری تسلیاں دیتا رہا اور ان حبشیوں کے درمیان قیدی بن کر چلتا رہا۔ دور ایک جھونپڑے کے پاس لے جا کر انھوں نے اس کا دروازہ کھولا پھر مجھے اندر دھکیل دیا۔ اس جھونپڑے کے اندر کچھ لوگ نظر آئے۔ میں نے ان کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔ سوچا کہ جب ان کی طرف سے کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو گا یا نقصان پہنچ رہا ہو گا تب توجہ دوں گا۔ لہٰذا جھونپڑی کے اندر فرش پر گرتے ہی میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔

ٹھیک اسی وقت اُسے بھی کسی دوسری جھونپڑی میں پہنچا دیا گیا تھا۔ میں نے کہا۔ "گھبراؤ نہیں۔ میں تمھارے پاس ہوں۔ حوصلہ رکھو۔"

وہ جھونپڑی کے اندر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ وہاں پانچ عورتیں تھیں۔ جن میں سے ایک عورت ایشیائی معلوم ہوتی تھی۔ دوسری نیگرو تھی۔ یعنی ہم جن حبشیوں کے درمیان آ پھنسے تھے وہ انھی کی قوم سے تعلق رکھتی تھی۔ پتہ نہیں اسے کیوں قید کیا گیا تھا۔ باقی تین عورتیں انگریز تھیں اور وہ تینوں ان دو عورتوں سے الگ اپنی ایک ٹولی بنا کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب رسونتی وہاں داخل ہوئی تو پہلے وہ تین عورتیں خوش ہوتیں پھر کیونکہ رسونتی اسکرٹ اور بلاؤز پہنے ہوئے تھی۔ اس کے چہرے کی رنگت بھی اتنی اجلی اور گلابی گلابی تھی کہ انگریز لگتی تھی لیکن جب اس کے سر کے بالوں پر نظر پڑی اور گھنگھریالے بالوں کی جھریاں دکھائی دیں تو انھوں نے حقارت سے منہ بنایا۔ ایک عورت نے کہا۔ "آ گئی قربانی کی بکری۔"

دوسری نے کہا۔ "ہاں، کنواری معلوم ہوتی ہے۔ ضرور دیوتا کے سامنے اس کی گردن کاٹی جائے گی۔"

"اس نے دو چوٹیاں گوندھ رکھی ہیں۔ یہ ریڈ انڈین ہوگی یا میکسیکن۔"

پھر پہلی نے کہا "اونہہ۔ ایشین کی لڑکیاں بھی ایسی ہی دو چوٹیاں بناتی ہیں اور ایشیا میں تو ایسا ہوتا ہی ہے۔ مگر اس کی چمڑی ہماری جیسی ہے۔ یہ ایشیائی نہیں معلوم ہوتی۔"

ایک اور نے کہا "ہم آپس میں خواہ مخواہ بحث کر رہی ہیں۔ اس سے پوچھ لیتے ہیں۔ اے بی! تم انگریزی جانتی ہو تو کہاں سے آ رہی ہو؟"

رسونتی نے پوچھا "تم ملک، قوم اور زبان کے متعلق کیوں پوچھ رہی ہو؟ کیا تم لوگوں کے نزدیک انسان ہونا کافی نہیں ہے؟ یہاں ہم پر کیسی مصیبتیں آئی ہوئی ہیں۔ نہ تو کوئی ہماری زبان سمجھتا ہے اور نہ ہی کوئی ہماری قومیت کی پروا کرنے والا ہے۔ آثار بتا رہے ہیں کہ یہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ان حالات میں بھی تم سب ایک دوسرے سے دُور بیٹھی ہوئی ہو۔ اگر میں کہہ دوں کہ میں انگریز نہیں ہوں تو شاید تم لوگ مجھے بھی دھتکار کر ان دو عورتوں کے پاس بھیج دو گی۔"

وہ تینوں ہنسنے لگیں۔ پھر ایک نے کہا "مصیبت تم پر آئی ہوئی ہے، ہمارے لیے کوئی مصیبت نہیں ہے۔ اتنا ہم جانتی ہیں کہ یہ ہمیں جان سے نہیں ماریں گے کیونکہ انھیں خوبصورت عورتیں نہیں ملتی ہیں اور ہم اتنی خوبصورت ہیں کہ ان جنگلیوں کے تمام ہتھیار کند ہو جائیں گے۔"

رسونتی نے ناگواری سے انھیں دیکھتے ہوئے پوچھا "تم میں سے ایڈونا کون ہے؟"

ایک نے پوچھا "یہ ایڈونا کیا بلا ہوتی ہے؟ اگر کسی کا نام ہے تو کیا وہ تمھاری ماں ہے؟"

رسونتی بھڑک گئی۔ وہ غصّے میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ میں نے اسے روک دیا "نہیں رسونتی! نہیں! یہ ایسی عورتیں نہیں ہیں کہ ان کے منہ لگا جائے۔ میں ابھی انھیں سزا دے سکتا ہوں۔ مگر کیا فائدہ؟ ابھی ہمیں اپنے مسائل پر غور کرنا ہے اور سہولت سے یہ سوچنا ہے کہ یہاں سے کیسے نکل سکتے ہیں۔ اس لیے وقت کو زیادہ سے زیادہ پر سکون رکھنے کی کوشش کرو۔ جاؤ ان دو عورتوں کی طرف چلی جاؤ۔"

وہ ان عورتوں کی طرف گئی۔ ایک عورت فرش پر لیٹی ہوئی تھی، دوسری نیگرو عورت اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ جب رسونتی ان کے قریب جا کر ڈوانو ہو گئی تو نیگرو عورت نے اشارے سے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس عورت کی طرف اشارہ کیا جو لیٹی ہوئی تھی۔ رسونتی نے اپنا ہاتھ اس لیٹی ہوئی عورت کے ماتھے پر رکھا تو پتہ چلا کہ اسے کافی تیز بخار ہے۔ میں نے کہا "تم اس بیمار عورت کو تسلیاں دو، میں ذرا اپنے ماحول کو سمجھ کر پھر تمھارے پاس آؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں دماغی طور پر اپنی جھونپڑی میں حاضر ہو گیا۔ سب مجھے خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ میں چند منٹ تک انھیں کے سامنے سر جھکائے کھڑا رہا تھا کیونکہ رسونتی سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھا۔ اس دوران کسی نے شاید مجھے مخاطب بھی کیا تھا لیکن میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ گم صم ایک پتھر کے مجسمے کی طرح کھڑا وہ تعجب سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

جب میں دماغی طور پر حاضر ہوا تو مجھے وہاں تین آدمی نظر آئے۔ ایک تقریباً پچاس برس کا بوڑھا ہو گا باقی دو جوان تھے۔ ان میں سے ایک نیگرو تھا۔ بوڑھے نے پوچھا "کیا آپ اتنی دیر سے ساکت کھڑے ہوئے کوئی منتر پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپ کو مخاطب کیا تھا۔ کیا اب بھی آپ منہ سے نہیں بولیں گے؟"

میں نے مسکرا کر اسے دیکھا، پھر پوچھا "کیا آپ پروفیسر برنارڈ رسل ہیں؟"

وہ حیرانی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ کیسے پہچانتے ہیں؟"

"میں اسی جگہ سے آ رہا ہوں جہاں سے آپ آئے ہیں۔ میں نے آپ کی وہ ڈائری پڑھی ہے۔"

وہ حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے ساتھ جو نوجوان تھا وہ موزیک تھا۔ موزیک اپنی جگہ سے اٹھا اور مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔ میں نے کہا "میں جانتا ہوں تمھارا نام موزیک ہے۔ تم نے پروفیسر کے ساتھ آخر وقت تک وفاداری کی ہے۔"

موزیک نے کہا "ہم لوگ یہاں اس کھڑکی سے باہر دیکھ رہے تھے۔ تم ایک عورت کے ساتھ چھتری کے ذریعے نیچے اترے ہو۔ ہم حیران تھے کہ آخر آسمان کے کس حصّے سے آ رہے ہو۔ پھر تم اس جھونپڑی سے آتے تو تمھارے ساتھ تھوڑا بہت خزانہ ضرور ہوتا۔"

میں نے جواب دیا "میری بیوی ایسے خزانے کو ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہتی تھی جس کے لیے لوگ خواہ مخواہ اپنی قیمتی جانیں ضائع کر رہے تھے۔"

پروفیسر نے حیرانی سے کہا "تعجب ہے کہ آپ کی بیوی نے ایسا سوچ لیا۔ ورنہ دنیا جہان کی عورتیں تو سونا چاندی، ہیرے موتی کے لیے جان دیتی ہیں۔ اب اس ایڈونا ہی کو لے لو....."

وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اسی وقت باہر سے ایک عورت کے زوردار قہقہے لگانے کی آواز سنائی دی۔ پروفیسر نے کہا "ذرا اس کھڑکی کے پاس جا کر دیکھو تمھیں ایڈونا نظر آتی ہے۔"

میں فوراً ہی کھڑکی کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں سے باہر کا وہی کھلا میدان نظر آ رہا تھا۔ جہاں ان کے دیوتا کا بڑا مجسمہ رکھا ہوا تھا اور میدان کے وسط میں وہی بڑا سا تاشہ تھا جس پر ہم نقاہت میں اڑتے ہوئے آ کر اترے تھے۔ میں نے ادھر اُدھر دیکھا ایڈونا نظر نہیں آ رہی تھی لیکن اس کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔ تمام حبشی ہاتھوں میں نیزے لیے ہوئے چپ چاپ کھڑے تھے۔ اب کوئی تماشے کو بھی نہیں بجا رہا تھا۔ پھر میری نظر دیوتا کے کھلے ہوئے منہ کی طرف اٹھ گئیں۔ وہاں مجھے ایڈونا نظر آئی۔ وہ اس مجسمے کے منہ کے اندر تھی۔ ادھر سے اُدھر لہراتے ہوئے ڈگمگاتے ہوئے قہقہے لگا رہی تھی۔ دیوتا کی لانبی سی زبان منہ سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ وہ اس زبان پر بیٹھ کر پھسلتی ہوئی اس مجسمے کی گود میں آ کر گر پڑی، پھر وہاں سے اٹھ کر ہنسنے لگی، اپنے کپڑے نوچنے لگی۔ اب وہ کہہ رہی تھی "میں اپنے بدن کے کپڑے بھی تم لوگوں کو لے دوں گی مگر مجھے میرا خزانہ واپس کر دو، میری بوٹی بوٹی کاٹ لو میں اپنے جسم کا ایک ایک حصّہ تمھارے حوالے کر دوں گی مگر مجھے وہ خزانہ اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اپنی جان دے کر بھی اسے حاصل کروں گی۔ جب میں مرنے لگوں تو آخری دم اس خزانے کو میری آنکھوں کے سامنے رکھنا۔ نہیں تو میرا دم نہیں نکلے گا میرا خزانہ... میرا خزانہ... ہا ہا... ہا ہا..."

اب اس کے قہقہے کے ساتھ تاشے اور ڈھول بجنے لگے۔ ڈم... ڈم، ہا ہا... ہا ہا... ایک بار اس کے قہقہے گونجتے تھے دوسری بار ڈم ڈم کی آواز آتی تھی۔ اسی ترتیب سے کبھی قہقہے اور کبھی ڈھول اور تاشے کی آواز گونجنے لگی۔ پھر وہ دیوتا کی گود سے اتر کر رقص کرتی ہوئی ڈھول بجانے والوں کے پاس آئی اور بڑی تیزی سے تھرکتے ہوئے رقص کا مظاہرہ کرنے لگی۔ نیگرو کے درمیان اپنے خزانے کا مطالبہ کرنے لگی۔ وہ لوگ جوش میں آ کر زور زور سے ڈھول بجا رہے تھے۔ وہ اتنی ہی تیزی سے رقص کرتی جا رہی تھی، آخر وہ بے دم ہو کر زمین پر گر پڑی۔ اس کے گرتے ہی کتنے ہی حبشی اس پر پل پڑے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے لڈو کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر کتنے ہی چیونٹے آ کر گر پڑے ہوں۔ اب وہ گڑ کا ٹکڑا نظر نہیں آ رہا تھا چیونٹے ہی چیونٹے نظر آ رہے تھے۔

میں نے کھڑکی کی طرف سے پلٹ کر پوچھا "کیا آپ لوگوں نے یہ تماشہ نہیں دیکھا؟"

پروفیسر نے کہا "ہم اکثر یہ تماشہ دیکھتے ہیں۔ جس دن بڑھیا چپ چاپ رہتی ہے، اپنے خزانے کا مطالبہ نہیں کرتی اس دن لڑائی نہیں چھیڑتا۔ جب مطالبہ کرتی ہے اور اس طرح پاگل پن کا مظاہرہ کرتی ہے تو سب لوگ چیونٹے کی طرح اسے نوچ کھسوٹ کر رکھ دیتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "ان لوگوں نے ایڈونا کو آزاد کیوں چھوڑ رکھا ہے؟"

"اس لیے کہ وہ اکیلی اس بستی سے فرار نہیں ہو سکے گی۔ ان جنگلیوں نے اس کے مزاج کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ وہ اٹھتے بیٹھتے صبح و شام خزانے کا مطالبہ کرتی رہتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ عورت اپنی جان دے دے گی لیکن خزانے کو چھوڑ کر نہیں جائے گی۔ اسی لیے وہ لوگ اس کے پاگل پن سے محظوظ ہوتے ہیں اور اسے وقتاً فوقتاً نوچتے کھسوٹتے رہتے ہیں۔"

نیگرو نوجوان نے میرے قریب آ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "میرا نام جمبورا ہے۔ آپ نے ابھی تک اپنا تعارف نہیں کرایا۔"

میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "صرف نام بتا دینے سے تو تعارف نہیں ہوتا۔ کچھ آگے بھی بتاؤ۔ تم یہاں پر کس لیے قید کیے گئے ہو؟ یہ تمام نیگرو تو تمھارے ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں؟"

وہ بولا "ہاں۔ قبیلہ الگ الگ ہوتا ہے مگر قوم ایک ہی ہے۔ ہم سب نیگرو ہیں لیکن میں دوسرے قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں۔ یہاں کی ایک حسین لڑکی گودی میری محبوبہ ہے۔ ہم دونوں یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اسی قبیلے کے سردار نے اپنی بیٹی کو تعلیم بھیجا کر یہاں بلا لیا۔ میں اس کے عشق میں دیوانہ ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ میں نے آ کر اس کا مطالبہ کیا تو یہ بات سردار کو بُری لگی۔ اس لیے کہ وہ اس کی شادی یہاں کے سردار سے کرنا چاہتا ہے۔"

میں نے پوچھا "جب وہ یہاں کا سردار ہے تو پھر دوسرا سردار کیا معنی ہے؟"

اس نے جواب دیا "یہاں تمام قبیلوں کا ایک سب سے بڑا سردار ہوتا ہے۔ وہ سردار ایسا ہے کہ ہمارے قبیلے والے بھی اس کے آگے جھکتے ہیں۔ پہلے اس کی مرضی دیکھی جاتی ہے کہ وہ کس لڑکی کو پسند کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ گودی اتنی حسین ہے کہ وہ سردار اسے اپنے لیے منتخب کرے گا اور جب وہ اسے اپنے لیے پسند کرے گا تو مجھے اس سردار سے مقابلہ کرنا ہو گا، میں جیت گیا تو گودی مجھے مل جائے گی، ہار گیا تو اس کے ہاتھوں مارا جاؤں گا۔ جب تک یہ مقابلہ نہیں ہو گا اس وقت تک مجھے یہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔"

میں نے پوچھا "تمھاری گودی کہاں ہے؟"

وہ بولا "اسے دوسری عورتوں کے ساتھ الگ جھونپڑی

میں قید کیا گیا ہے۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ وہی نیگرو عورت ہے جسے ابھی رسونتی نے دیکھا ہے۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تمھاری گودی نے یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

میں نے کہا۔ "تو پھر وہ میری بیوی سے انگریزی میں باتیں کیوں نہیں کرتی۔ اشارے میں کیوں بول رہی تھی؟"

"میری گودی عجیب ہے۔ جب تک کوئی اجنبی مرد یا عورت اسے پیار سے مخاطب نہ کرے، اس سے محبت سے باتیں نہ کرے، اس وقت تک وہ کسی سے نہیں بولتی۔ تمھاری بیوی سے اُسے پیار ملے گا تو وہ اس کے قدموں کی دھول بن جائے گی۔ اس کے دل میں اتنی محبت بھری ہے کہ سمندر میں بھی اتنا پانی نہیں ہوگا۔ میری گودی دنیا سے نرالی ہے۔"

وہ بولتے بولتے چونک گیا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "مسٹر! تم سیدھے یہاں لاکر قید کیے گئے ہو اور یوں بھی ہم مردوں کو اپنی عورتوں کے پاس دوسری جھونپڑی میں جانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ تمھیں کیسے معلوم ہوگیا کہ میری گودی نے تمھاری بیوی سے اشاروں میں بات کی تھی؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "میرے پاس کچھ ایسا علم ہے کہ مجھے معلوم ہو جاتا ہے۔"

اس نے کہا۔ "آپ اپنا تعارف نہیں کرائیں گے؟"

"میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ وہ جو میری بیوی ہے اس کا نام رسونتی ہے۔"

یہ سنتے ہی وہ تینوں کے تینوں ایک دم سے چونک کر مجھے تکنے لگے، ایک قدم پیچھے ہٹ کر میرے سراپا کا جائزہ لینے لگے۔ پروفیسر نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "ہمیں یقین نہیں آرہا ہے کہ ہم اپنے سامنے فرہاد علی تیمور کو دیکھ رہے ہیں۔"

جمبو نے فوراً ہی ایک قدم آگے بڑھ کر میرے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔ وہ میرا ہاتھ تھام کر بولا۔ "میں یقین کرتا ہوں۔ ابھی آپ نے میری گودی کے متعلق معلوم کیا تھا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ آپ فرہاد صاحب ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اب مجھے یقین ہے کہ میں اس ظالم سردار سے مقابلہ کرسکوں گا۔ آپ ضرور میری مدد کریں گے۔"

"تمھارا بدن فولادی ہے۔ تم جوان مرد ہو۔ کس قسم کی مدد چاہتے ہو؟"

وہ اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوتے بولا۔ "میں اس سردار سے جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کرسکتا ہوں۔ بشرطیکہ ایمانداری سے مقابلہ ہو۔ میں اُسے شکست دے دوں گا، اُسے قتل کردوں گا۔ اپنی گودی کی خاطر اس قبیلے کے ایک ایک فرد کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ لیکن کوئی بے ایمانی ہوئی تو آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے پہلے سے خبردار کردیں تاکہ میں دھوکا نہ کھا سکوں۔"

"میرے بھائی یہاں یہ اجنبی زبان بولتے ہیں۔ اگر یہ میری زبان یا انگریزی زبان بولتے تو میں ضرور ان کے دماغوں تک پہنچ کر تمھیں پیش آنے والے خطرات سے آگاہ کرسکتا تھا۔ اس وقت تو میں خود مجبور ہوں۔ یہ بتاؤ کہ وہ سردار جو گودی کا مطالبہ کرنے کے لیے آرہا ہے۔ وہ انگریزی جانتا ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "میری معلومات کے مطابق وہ پچاس برس کا بوڑھا ہے اور اسے تعلیم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ وہ صرف اپنی مقامی زبان بولتا ہے۔"

میں نے مجبوری ظاہر کی۔ "پھر تو میں تمھارے لیے کچھ نہیں کرسکوں گا لیکن ہاں تمھارے ہاتھ اور تمھارے قتل ہونے کا تماشا بھی نہیں دیکھ سکوں گا۔ میں محبت کرنے والوں کی قدر کرتا ہوں، میری آخری کوشش یہی ہوگی کہ گودی تمھاری رہے اور اس کے لیے میں تمھارے شانہ بشانہ لڑنے کو بھی تیار ہوں۔"

"میں جانتا ہوں فرہاد صاحب! آپ ایسے ہی آدمی ہیں۔ دوسروں کے لیے جان لڑا دیتے ہیں۔"

پروفیسر برنارڈ رسل نے بزرگانہ انداز میں کہا۔ "بے شک میں نے بھی پڑھا ہے اور سنا ہے کہ تم دوسروں کے معاملات میں ٹانگیں اڑاتے ہو لیکن وہ اور مواقع ہوتے تھے۔ اب تمھارے پاس کوئی نہ کوئی ہتھیار ہوتا تھا اور کوئی ہتھیار نہ ہو تو ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرتے تھے۔ یہاں تو تم بالکل نہتے ہو، ٹیلی پیتھی بھی تمھارے کام نہیں آئے گی۔ اگر ایسے میں تم ایک نیگرو کے لیے اپنی جان کی بازی لگاؤ گے تو اس سے بڑی حماقت اور کوئی نہیں ہوگی۔"

"میں جب کسی کے کام آتا ہوں تو یہ نہیں سوچتا کہ یہ حماقت کر رہا ہوں۔ اس طرح کام آتے ہوئے میں مرجاؤں تو انسانیت کا حق ادا ہو جائے گا۔"

"کیا تم نے یہ نہیں سوچا کہ تمھارے ساتھ ایک عورت بھی ہے۔ ایسی عورت جو اپنی ٹیلی پیتھی استعمال نہیں کرسکتی۔ اور وہ جسمانی اعتبار سے بہت کمزور بھی ہے، حسین بھی ہے اور یہ لوگ اسے گدھوں کی طرح نوچ کر کھا جائیں گے۔"

"پروفیسر! تم مجھے اپنی جان بچانے کی دانشمندی سکھا رہے ہو۔ یہ تو سوچو کہ تم خود تمھارے لیے کس طرح جان کی بازی لگا کر یہاں تک آئے ہو۔ کوئی خزانے کے لیے جان دیتا ہے اور کوئی کسی کی عزت بچانے کے لیے جان پر کھیل جاتا ہے۔ جیسے میری ہو یا نہ ہو، ویسے ہی گودی کی عزت ہے۔ اس کے لیے میں ہر حال میں جمبو کا ساتھ دوں گا۔"

پروفیسر نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ مجھے یہ بہت بڑی حماقت ہوئی کہ خزانے کے لیے یہاں تک چلا آیا۔ اپنے کسی ماتحت کو بھیج دیتا تو زیادہ مناسب ہوتا۔"

میں نے کہا۔ "پھر بھی خزانے کا لالچ باقی رہتا۔ تم آتے یا تمھارا ماتحت آتا۔ بانٹ دی ڈوے۔ یہ بتاؤ کہ اس جھونپڑی سے ایلمر رسی کے ذریعے نیچے گیا تھا۔ اوپر واپس آیا تو اس کے سینے میں خنجر پیوست تھا۔ اسے کس نے ہلاک کیا تھا؟ کیا ایڈونا نے؟"

پروفیسر برنارڈ رسل نے کہا۔ "یہاں جو عیسائی راہب ہے اس نے ہمیں بتایا ہے جس خزانے کے لیے ہم اتنے عرصے پریشان رہے وہ یہاں کی حبشی قوم کا تاریخی خزانہ ہے۔ صدیوں پہلان کے کسی بہت بڑے قبیلے کے ایک وچ ڈاکٹر نے اس خزانے کو ایک معبد میں چھپا کر رکھا تھا۔ اس کی پیشین گوئی تھی کہ اس خزانے کو جو ہاتھ لگائے گا اس پر آفتیں نازل ہوں گی، جو اسے حاصل کرنا چاہے گا وہ بے موت مارا جائے گا۔ یہ خزانہ ایک مقدس امانت ہے اور یہ اسی کے پاس پہنچے گا جس کے لیے رکھا گیا ہے۔"

اس سے پوچھا گیا۔ "یہ خزانہ کس کی امانت ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "اس عورت کی امانت ہے جو بچپن سے جوانی تک کسی معبد کی دیوداسی رہی ہو۔ جس نے اپنی سانسیں روک روک کر اپنے خالق اور مالک کی یادوں کو دل میں جگہ دی ہو۔ جو ہمیشہ روحانی عمل میں مصروف رہی ہو، جس نے کبھی دولت کا لالچ نہ کیا ہو۔ جب وہ شادی کرے گی اور اپنے شوہر کے پہلے بچے کی ماں بننے والی ہوگی تو یہ خزانہ اسے آپ ہی آپ مل جائے گا۔"

اس کی باتیں سننے کے دوران میری نگاہوں کے سامنے رسونتی کا چہرہ گھوم رہا تھا۔ کیونکہ وہی ایک ایسی سخی تھی جس نے بچپن سے جوانی تک دیوداسی کی حیثیت سے مندر میں اپنی عمر گزاری تھی۔ پوگا کی مشقوں کے دوران اپنے بھگوان کے گیان دھیان میں کھوئی رہتی تھی، اس نے کبھی دولت کا لالچ نہیں کیا تھا۔ ہماری شادی کو تین گھنٹے گزر چکے تھے اور اتنی باتوں میں صرف ایک ہی بات کی کمی رہ گئی تھی اور وہ یہ کہ ابھی وہ میرے بچے کی ماں نہیں بن رہی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ اس وچ ڈاکٹر کی یہ پیشین گوئی بھی درست ہو جائے۔

پروفیسر برنارڈ رسل کہہ رہا تھا۔ "راہب نے یہ بھی بتایا ہے کہ یہ پیشین گوئی صرف ایک وچ ڈاکٹر کی ہی نہیں ہے۔ ان حبشی قبائل کی تاریخ صدیوں سے کتنے ہی نشیب و فراز سے گزرتی رہی اور کتنی ہی بار اس خزانے کو لوٹانے کی کوشش کی گئی اور لوٹنے والے بے موت مرتے رہے یا کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے رہے۔ کبھی لاعلاج بیماریوں کا شکار ہوتے۔ کبھی کسی آندھی میں گم ہوگئے۔ کبھی کسی سیلاب کی نظر ہوگئے لیکن خزانہ جوں کا توں موجود رہا اور یہ خزانہ اب بھی اسی معبد میں پہنچ جائے گا۔ جب تک اس کی حقدار نہیں آئے گی اس وقت تک کوئی اس خزانے کا ایک تنکا بھی اپنے ساتھ نہیں لے جاسکے گا۔"

میں نے پروفیسر سے کہا۔ "میں نے آپ سے والٹر کے قتل کے متعلق پوچھا ہے۔"

وہ بولا۔ "میں یہی بتانے جارہا ہوں۔ کیوں کہ یہ لوگ اس خزانے کو کسی کی امانت سمجھتے ہیں اس لیے یہ برداشت نہیں کرتے کہ کوئی بھی اس کو ہاتھ لگائے، جو بھی اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اُسے موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ پہلی بار جب ایڈونا خزانے کو لے کر اس چٹان سے نیچے اتر کر اس میدان تک پہنچی تو ان لوگوں نے ایڈونا کو گرفتار کرلیا۔ وہ حسین عورت ہے اس لیے قتل نہیں کیا۔ دوسری بار جب والٹر نیچے آیا تو اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا گیا اور اسے رسی سے باندھ کر چھوڑ دیا گیا۔ تاکہ وہ اوپر جائے اور وہاں جو لوگ موجود ہیں وہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ ادھر کا رخ نہ کریں، لیکن لالچ بُری بلا ہے۔"

اس جھونپڑی کے فرش پر سوکھی گھاس بچھی ہوئی تھی۔ میں ایک طرف دیوار کے پاس پتھی مار کر بیٹھ گیا پھر میں نے جمبو سے کہا۔ "میں اس وقت اپنی بیوی کے پاس سوچ کے ذریعے جارہا ہوں۔ تمھاری گودی کی بھی خبر لوں گا۔ تم میں سے کوئی مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔"

یہ سُن کر وہ خوش ہوگیا۔ میرے سامنے دوزانو بیٹھتے ہوئے بولا۔ "اطمینان رکھیں آپ کو کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا۔ میں آپ کا پہرے دار بن کر رہوں گا۔"

میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ دوسرے ہی لمحے میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "یہ اتنی دیر سے کہاں چلے گئے ہیں۔ ایک دو سیکنڈ کے لیے تو دماغ میں جھانک کر میری خیریت معلوم کرسکتے ہیں، پھر چلے جایا کریں۔ میں انھیں کب روکتی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "میں آگیا ہوں۔ پریشان کیوں ہوتی ہو۔ بولو کیا کہنا چاہتی ہو؟ اس دوشیزہ کا کیا حال ہے؟ کیا بخار بہت تیز ہے؟"

"ہاں، بہت ہی تیز بخار ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ دہشت سے بیمار پڑ گئی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیسی دہشت ہے؟"

وہ بولی "ہم عورتوں کے درمیان یہاں دو کنواری لڑکیاں ہیں۔ ایک تو یہ نیگرو لڑکی دوسری یہ ہماری دوشیزہ۔ ان دونوں کو دیوتا کے سامنے بھینٹ چڑھا دیا جائے گا۔ اسی دہشت سے بے بسی چاری پر طاری ہے۔ دوسری نیگرو لڑکی بڑی باہمت ہے۔"

میں نے کہا "اس نیگرو لڑکی کا نام گودی ہے۔ تم اس سے باتیں کرو۔ محبت سے پیش آؤ تو وہ تم سے انگریزی میں باتیں کرے گی۔ اس کے محبوب کا نام جمبورا ہے اور یہ جھونپڑی میں میرے پاس موجود ہے۔ اس نے اپنی محبت کی مختصر سی داستان سنائی ہے جو بہت دلچسپ ہے۔ گودی یہاں کے سردار کی بیٹی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے دیوتا کی بھینٹ نہیں چڑھایا جائے گا۔ ایک تو اس لیے کہ جب بھینٹ چڑھانے کے لیے گوری چمڑی مل جاتی ہے تو پھر کالی چمڑی کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ پھر یہ یہاں کے سردار کی بیٹی ہے اور سردار اپنے سے بڑے سردار سے اس کا بیاہ کرنا چاہتا ہے اور وہ سردار یہاں کسی بھی دن پہنچنے ہی والا ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے گودی اور جمبورا کے عشق کی مختصر سی داستان سنائی اور بتایا کہ جمبورا کو کس لیے قید کیا گیا ہے۔ رسونتی نے یہ سب کچھ سننے کے بعد پریشان ہو کر پوچھا "کیا یہ چارہ جمبورا مارا جائے گا؟"

"ہماری کوشش یہ ہوگی کہ یہاں سے صرف ہم دونوں ہی نہیں بلکہ انھیں بھی زندہ سلامت نکال کر لے جائیں۔ لیکن یہ کیسے ہوگا اس کے لیے کوئی تدبیر سوچنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ تم مجھے بار بار مخاطب نہ کرو اور حوصلے سے کام لیتے ہوئے پریشان ہونا چھوڑ دو۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب تمھیں پریشان نہیں کروں گی اور حوصلے سے کام لوں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی جھونپڑی کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔ وہاں راہب تین حبشی غلاموں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے رسونتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اپنی جگہ سے اٹھو اور ہمارے پاس آؤ۔ یہاں ایک لیڈی ڈاکٹر تمھارا معائنہ کرے گی۔"

رسونتی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی "میں کسی معائنے کے لیے نہیں جاؤں گی۔"

راہب نے نرمی سے سمجھایا "دیکھو ضد نہ کرو۔ یہ لوگ جیسا کہتے ہیں اس پر عمل کرو۔ ان کی یہی شرافت کیا کم ہے کہ تمھیں لینے کے لیے مرد نہیں آئے تین عورتیں آئی ہیں اور ایک عورت ہی تمھارا معائنہ کرے گی۔ تمھیں شرمانے یا اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری بات مان لو۔"

میں نے رسونتی سے کہا "راہب ٹھیک کہہ رہا ہے۔ تم ان کے ساتھ چلی جاؤ، ابھی بات نہ بڑھاؤ ورنہ بات بگڑ جائے گی۔"

"فرہاد! تم میرے ساتھ رہو گے نا؟"

"ہاں۔ میں تمھارے ساتھ رہوں گا۔ بس یقین کر لو کہ میں تمھارے ساتھ جل رہا ہوں۔"

رسونتی ان عورتوں کے ساتھ جھونپڑی سے باہر آ گئی۔ راہب ان کے آگے آگے جل رہا تھا۔ اسی وقت ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ میں نے خیال خوانی کا سلسلہ ختم کر کے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ پروفیسر برنارڈ رسل اور موزبک دوڑتے ہوئے کھڑکی کے پاس جا کر باہر دیکھ رہے تھے۔ میں بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر وہاں پہنچ گیا اور ان کے درمیان کھڑا ہو کر باہر دیکھنے لگا۔ ایک ہیلی کاپٹر اسی جگہ پرواز کر رہا تھا۔ پروفیسر نے کہا "تین مہینے میں یہ تیسری بار آیا ہے۔ ہم کیا کریں، ہیلی کاپٹر والے کو کس طرح بتائیں کہ ہمیں یہاں قید کر کے رکھا گیا ہے۔"

میں نے پروفیسر سے پوچھا "کیا یہ تمھارے محکمۂ آثارِ قدیمہ کی طرف سے یا حکومت کی طرف سے آیا ہے؟"

پروفیسر نے کہا "ہاں، اس ہیلی کاپٹر سے جو کچھ اسپیکر کے ذریعے اعلان کیا جاتا ہے، اس سے ہم نے یہی اندازہ لگایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم انھیں کوئی اشارہ دیں، اپنی موجودگی ظاہر کریں۔ پھر وہ ہمیں یہاں سے لے جانے کی کوئی تدبیر کریں گے لیکن ہم مجبور ہیں، اس جھونپڑی سے باہر نہیں نکل سکتے۔ یہاں اتنی گہرائی ہے کہ نکلنے کی کوشش بھی کریں تو یہ ہمیں جان سے مار ڈالیں گے۔"

میں نے رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ ہیلی کاپٹر کی آواز سنتے ہی وہ تینوں عورتیں رسونتی کو پکڑ کر دوسری جھونپڑی کے اندر لے گئی تھیں۔ راہب کو بھی پکڑ لیا گیا تھا۔ اسے بھی ایک جھونپڑی میں بند کر دیا گیا تھا۔ اب وہاں گوری چمڑی والا کوئی نہیں تھا جسے ہیلی کاپٹر والے دیکھ کر شبے میں مبتلا ہوتے۔

مجھے رسونتی کے دماغ سے فوراً ہی واپس آنا پڑا کیونکہ ہماری جھونپڑی کا دروازہ کھل گیا تھا اور کتنے ہی حبشی نیزے اور ننگی تلواریں لیے ہوئے اندر آ گئے تھے۔ انھوں نے ہم سب کو گھیرے میں لے لیا تھا تاکہ ہم چیخ پکار کے ذریعے ہیلی کاپٹر والوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کر سکیں۔ ہر طرف سے پہرہ سخت کر دیا گیا۔ بہت سخت نگرانی ہو رہی تھی، کوئی اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

موزبک نے کہا "اس طرح تو ہم کبھی آزاد نہیں ہو سکیں گے۔ ہمیں تلاش کرنے والے ایک دن ہم سے مایوس ہو کر ادھر کا رخ نہیں کریں گے۔ رہی سہی امید بھی ختم ہو جائے گی۔ پروفیسر! مجھے اجازت دیں۔ میں اتنی پابندیوں کے باوجود چھپنا چھپانا شروع کرتا ہوں تاکہ کچھ تو آواز ہیلی کاپٹر والوں کے پاس پہنچے۔"

پروفیسر نے سختی سے منع کیا "ہرگز نہیں۔ تم ذرا سی بھی آواز نہیں نکالو گے۔ ذرا عقل سے کام لو۔ ہیلی کاپٹر کے پنکھے کا شور اتنا ہوتا ہے اور وہ اتنی بلندی پر ہے کہ تمھاری آواز کبھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ ایسی کوشش سے کیا فائدہ جو کارگر نہ ہو سکے۔"

میں نے ایڈونا کی چیخ پکار سنی تھی اور اس کا پاگل پن دیکھا تھا۔ اسی وقت میں نے اس کے لب و لہجے کو ذہن نشین کر لیا تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک جھونپڑی میں سوکھی گھاس پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر لباس نہیں تھا۔ لباس کے چیتھڑے اس کے قریب ہی پڑے ہوئے تھے۔ جھونپڑی کا دروازہ باہر سے بند تھا اور اس پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ وہ ہیلی کاپٹر کی آواز سن رہی تھی لیکن اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ اسے اٹھنا چاہیے اور شور مچا کر اس ہیلی کاپٹر والوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہیے لیکن وہ اٹھنے کی ہمت نہیں پا رہی تھی۔ صعوبتوں نے اسے بالکل کھوکھلا کر کے رکھ دیا تھا۔

اسی وقت ہیلی کاپٹر کے اسپیکر سے آوازیں آنے لگیں۔ کوئی کہہ رہا تھا "ہم پروفیسر برنارڈ رسل اور اس کی ٹیم کو تلاش کر رہے ہیں۔ ہمیں تم لوگوں سے کچھ بھی نہیں چاہیے۔ ہم تمھارے قبیلے والوں سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تمھارے درمیان کوئی انگریزی سمجھنے والا ہو تو وہ سفید جھنڈی لہرا کر صلح کا اشارہ کرے، ہم ہیلی کاپٹر یہاں اتار دیں گے اور دوستی کا ہاتھ بڑھانے آئیں گے۔"

میں ایڈونا کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ آنکھیں کھول کر اپنے آس پاس جھونپڑی کو دیکھنے لگی۔ دوسرے لفظوں میں، میں اس جھونپڑی کا جائزہ لینے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ اٹھنے لگی۔ اس میں سکت نہیں تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے تاہم میرا دماغ تندرست اور توانا تھا۔ میں اپنے دماغ کی قوت سے اسے اٹھا سکتا تھا اور وہ اٹھ رہی تھی۔ فرش پر گھسٹتی ہوئی ایک دیوار کے پاس پہنچ رہی تھی۔ اس نے دیوار کا سہارا لے کر اٹھتے ہوئے کھڑکی کے پار دیکھا۔

باہر ہیلی کاپٹر چکر لگا رہا تھا۔ اسپیکر سے آواز آ رہی تھی "ہمیں پروفیسر کی زندگی کا یقین ہے، کیونکہ جس جھونپڑی میں وہ خزانے کی تلاش کے لیے گئے ہوئے تھے، اس کی پچھلی کھڑکی سے ہم نے ایک رسّے کو نیچے لٹکائی کی طرف لٹکتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ اپنی پوری ٹیم کے ساتھ اس رسّے کے ذریعے کھائی میں اتر کر چلے آتے ہیں۔ چونکہ اس کھائی کے وسیع میدان میں یہ نیگرو آباد ہے، اسی لیے ہم یہاں بار بار چکر لگا رہے ہیں۔ پروفیسر! ہمیں آپ لوگوں کی زندگی کا آپ لوگوں کی موجودگی کا کچھ تو ثبوت ملنا چاہیے۔"

میں ہیلی کاپٹر سے بولنے والے کے لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا لیکن ابھی میں اسے چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر میں ان لوگوں سے یہ کہتا کہ میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں اور یہاں پروفیسر وغیرہ موجود ہیں۔ تو شاید وہ میری خیال خوانی کو تسلیم نہ کرتے۔ جو سوچ ان کے دماغ میں پیدا ہوتی وہ اسے اپنی ہی سوچ سمجھتے۔ چاہے اس سوچ کا لہجہ کتنا ہی بدلا ہوا کیوں نہ ہوتا۔

پہلے میں نے ایڈونا ہی سے کام لینا مناسب سمجھا پھر دماغ میں یہ بات آئی کہ ایک بار ہیلی کاپٹر والے کے دماغ میں پہنچ کر اپنا تعارف پیش کر دیا جائے۔ اگر وہ تسلیم کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ ثبوت کے طور پر ایڈونا کو پیش کیا جائے۔ یہ سوچ کر میں ہیلی کاپٹر سے بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے اس سے کہا "ہیلو۔ میں تمھارے دماغ میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ کیا تم نے فرہاد کا نام سنا ہے؟"

وہ اسپیکر کے ذریعے بولتے بولتے رک گیا اور سوچنے لگا کہ یہ اس کے دماغ میں کیسی باتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ میں نے کہا "یہ باتیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہی ہیں۔ تم اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرو اور ہاں یا ناں میں جواب دو کہ تم فرہاد کو جانتے ہو یا نہیں ہو؟"

اس کی سوچ نے کہا "ہاں۔ میں فرہاد کے متعلق بہت کچھ پڑھ چکا ہوں اور سن چکا ہوں لیکن یہ کیسے یقین کیا جائے کہ ٹیلی پیتھی میرے دماغ پر بھی اثر کر رہی ہے یا ہے؟"

"میں تمھیں اس بات کا ثبوت دوں گا۔ پرواز کے دوران تم اس وسیع میدان کی طرف دیکھتے رہو جہاں بے شمار حبشی نظر آ رہے ہیں۔ ایک گوری چمڑی والی عورت ابھی جھونپڑی سے باہر نکلے گی۔ وہ تمھاری طرف اشارہ کرنے کی کوشش کرے گی، بشرطیکہ اسے اس کا موقع ملا۔ کیونکہ وہاں سخت پہرہ ہے۔ پروفیسر وغیرہ کو جھونپڑی سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ بہرحال تھوڑی دیر بعد نیچے تماشہ دیکھو۔"

یہ کہہ کر میں پھر ایڈونا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ نڈھال ہو کر فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ میں نے اسے کھڑا کیا۔ وہ کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ ایک حبشی کھڑکی سے لگا کھڑا تھا۔ ایڈونا نے اسے مخاطب کیا "سنو! میرے پاس آؤ۔"

آواز سن کر حبشی اس کی طرف پلٹ گیا۔ وہ اس کی بولی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ ایڈونا نے اشارے سے اسے اندر بلایا پھر اسے مسکراتے ہوئے آنکھ ماری۔ حبشی اس کی طرف سے منہ پھیر کے کھڑا ہو گیا۔ ایسے وقت جبکہ سخت نگرانی کے احکامات تھے وہ ایڈونا جیسی عورت کے اشاروں پر پھسل نہیں سکتا تھا۔ اپنے سردار کی نافرمانی نہیں کر سکتا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ ایڈونا کا وار خالی جا رہا ہے تو میں نے اس کے ہاتھ کے ذریعے حبشی

ویر بعد اس نے باہر آکر راہب سے کچھ کہا۔ میں نے راہب کے دماغ میں پہنچ کر اس کا ترجمہ سنا۔ وہ کہہ رہی تھی "یہ عورت کنواری نہیں ہے بتا رہا ہے۔ یہ بچے کی ماں بننے والی ہے"

یہ سنتے ہی میں چونک گیا۔ میں باپ بننے والا تھا۔ وہ وچ ڈاکٹر راہب کے کہہ رہی تھی یہ ابھی میں سردار سے جا کر کہوں گی کہ جو عورت چھ ترنی کے ذبیحے آسمان سے اتری ہے۔ وہ ماں بننے والی ہے اسے کوئی ہاتھ نہ لگائے ورنہ دیوتا کا عذاب ہم پر نازل ہوگا۔"

میں پھر رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت ایک عورت ایک پیالے میں کوئی مشروب رسونتی کی طرف بڑھا رہی تھی اور وہ پینے سے انکار کر رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا "یہ جو پینے کے لیے دے رہی ہیں اسے پی جاؤ۔ یہ عورتیں تمہاری حمایت میں ہیں۔ تمہارے لیے یہ خوشخبری ہے کہ تم ماں بننے والی ہو۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں کبھی بچے کا باپ بنوں گا۔ میں تو شوہر بننا بھی نہیں چاہتا تھا۔ تم نے مجھے سب کچھ بنا کر رکھ دیا ہے"

وہ خوشی سے کھل گئی تھی۔ مسکرا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "اب کیا مسکرا رہی ہو چلو اس پیالے میں جو کچھ بھی ہے اسے پی جاؤ"

وہ بولی "تم نے مجھے اتنی بڑی خوشخبری سنائی ہے اب زہر پینے کے لیے بھی کہو گے تو میں پی لوں گی"

یہ کہہ کر اس نے پیالے کو لیا اور اسے پینے لگی۔ کوئی کیسا مشروب تھا جسے پینے کے بعد اس نے منہ بنایا۔ اسے ابکائی سی آئی پھر متلی ہونے لگی۔ جب وہ قے کرنے کے انداز میں منہ سے آوازیں نکالنے لگی تو دروازے میں کھڑی ہوئی وچ ڈاکٹرنے اسے پلٹ کر دیکھا اور مسکراتے ہوئے راہب سے بولی۔ "دیکھو میں نہ کہتی تھی کہ ڈھل بننے والی ہے۔ یہ مشروب پلاتے ہی اس بات کی تصدیق ہوگئی۔ اسے متلی ہو رہی ہے اور ابکائی آ رہی ہے۔ اب میں پیشین گوئی کرتی ہوں کہ یہ ایک بیٹے کو جنم دے گی"

میں راہب کے دماغ سے اس کی باتوں کا ترجمہ سن رہا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا رسونتی نے مجھے دیکھتے ہی دیکھتے باپ بنا ڈالا ہے اور میں جو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھاگتا پھرتا ہوں تو کیا اب یہ بچہ میرے پاؤں کی زنجیر بن جائے گا؟ مجھے میری ذمہ داریوں کا احساس دلائے گا کہ میں اس بچے کی پرورش کے لیے اس کے اچھے مستقبل کے لیے اس کے ساتھ رہوں اور ایک باپ کی شفقت، محبت اور پوری توجہ دے کر اس کے مستقبل کو شاندار بناؤں اگر ایسا نہیں کروں گا تو بچہ بڑا ہو کر میرا محاسبہ کرے گا۔

میں سوچ رہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہر دیتا ہے اس پر انسان کو صبر و شکر کے ساتھ خوش ہونا چاہیے ابھی تو رسونتی خوش ہو رہی تھی اور میں پریشان ہو رہا تھا میں کبھی ایسی زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کرتا تھا۔

میں دماغ کے اندر چھپی ہوئی باتوں کو سمجھ لیتا ہوں دماغ کے اندر بھی جو ایک بات چھپی ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ کس طرح رسی تڑا کر بھاگ سکتا ہوں۔ کس طرح باپ بننے سے گریز کر سکتا ہوں۔ اب تو یہ ہو ہی رہا تھا اور جو ہو رہا تھا اس سے میں کیسے انکار کر سکتا تھا۔ میرا اور رسونتی کا رشتہ بہت مضبوط تھا کہ اب اس مضبوطی میں ایک بچہ بھی شامل ہو گیا تو نہ تو میں انکار کر سکتا تھا۔ نہ میں اس رشتے کو توڑ سکتا تھا اور میں کترا کر کہیں نکل سکتا تھا۔

بہر حال وہ آدمی بیل کو پیڑ کے پاس سے چلاتا ہوا بستی میں پہنچ گیا تھا۔ چند حبشیوں نے اسے گرفتار کر لیا تھا اور راہب کے سامنے لے آئے تھے۔ راہب نے پوچھا "تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟"

اس نے جواب دیا "میں فرہاد ملی تیمور کو اس قید سے نجات دلانے کے لیے آیا ہوں۔ اسے رہا کرنے کے صلے میں تمہارے سردار کا جو بھی مطالبہ ہوگا ہم اسے پورا کریں گے"

راہب نے جواب دیا "یہاں تمام قبیلوں کا ایک سردار ہے جو کسی وقت بھی یہاں پہنچنے والا ہے۔ وہی فیصلہ کرے گا کہ کسے رہا کرنا ہے اور کسے قید میں رکھنا ہے اور کسے مار ڈالنا ہے"

اس نے کہا "تو پھر تمہارے سردار کے آنے تک مجھے وہاں جانے کی اجازت دی جائے میرے مسلح ساتھی بستی سے باہر میرا انتظار کر رہے ہیں۔ میں یہاں سے نہیں جاؤں گا تو وہ اس بستی پر حملہ کر دیں گے"

راہب نے یہ بات سردار کو بتائی۔ سردار کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے کہا "اس شخص کو جانے دیا جائے۔ جب ہمارا سردار آ جائے گا اور ان سے کوئی سمجھوتہ کرنا چاہے گا تو وہ دوبارہ بستی میں بلا لیا جائے گا"

اس نے مجھے سے ملنے کی فرمائش کی لیکن راہب نے اجازت نہیں دی۔ میں نے اس سے سوچ کے ذہن میں کہا "تم یہاں سے جاؤ۔ جب سردار آئے گا تو بات چیت ہوگی اور جب تک سردار نہیں آئے گا اس وقت تک تم لوگ

ساتھ اسی جگہ قیام کرو گے"

میں بیل کو پیڑ والوں کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی ایک کے دماغ سے میں نے فائرنگ کی آوازیں سنیں میں نے ان سے پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے جواب دیا "ان قبائلیوں کا سردار ادھر سے گزرنے والا تھا۔ ہم نے اس کا راستہ روکا۔ ہم صلح کی بات چیت کے ذریعے آپ لوگوں کو رہا کرانا چاہتے تھے۔ اس پر بات بڑھ گئی اور دونوں طرف سے فائرنگ ہونے لگی"

میں نے پوچھا "اس سردار سے باتیں کیسے ہوئیں کیا انگریزی جانتا ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ اگرچہ حبشی ہے اور افریقہ کے اس حصے کے بے شمار قبائل کا سب سے بڑا سردار ہے تاہم وہ ماڈرن قسم کے لباس پہنے ہوئے تھا اور بہترین انگریزی بول لیتا تھا"

میں نے کہا "اسے مخاطب کرو تاکہ میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں"

وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولا "جناب وہ تو قیلولہ فرما تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے پتہ بھی نہیں چل رہا ہے کہ اس جنگل میں کہاں ہے۔ کہیں نہ کہیں سے گولی چلائی ہے اور ہمارے ایک آدمی کو چاٹ جاتا ہے۔ اب تک ہمارے تین آدمی مر چکے ہیں اور ہم تین بچے ہیں"

"اگر وہ سردار تعلیم یافتہ ہے تو اسے صلح صفائی کی بات کرنی چاہیے تھیں آخر وہ تم لوگوں کی کس بات پر مشتعل ہو گیا"

"ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ایسی کیا بات ہو گئی ہاں اس نے یہ پوچھا تھا کہ بستی میں جو قیدی ہیں ان میں صرف عورتیں ہی ہیں۔ ہم نے بتایا تھا کہ عورتیں بھی ہیں۔ بس یہ سنتے ہی اس نے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ان عورتوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے"

"اسے کسی طرح مخاطب کرو۔ میں اس کے دماغ تک پہنچنا چاہتا ہوں"

اس نے میرے مشورے پر عمل کیا پھر نعرہ لگا کر آوازیں دینے لگا "میں علیم سردار سے التجا کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے دو چار باتیں کر لے۔ ہم اسے اپنے ۔۔۔۔"

اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ ٹھائیں سے گولی چلی اور وہ بولنے والا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ میں نے دوسرے مسلح جوان کے دماغ میں پہنچ کر بتایا کہ ابھی اس کا ساتھی سردار کو مخاطب کر رہا تھا۔ اس کے گولی مار دی گئی۔ تم اپنے آپ کو کہیں چھپا کر سردار کو مخاطب کرو۔ اس طرح وہ تمہیں اپنا نشانہ نہ بنا سکے اور تمہاری بات کا جواب دے سکے۔ میں کسی نہ کسی طرح اس کے دماغ تک پہنچنا چاہتا ہوں۔

اس نے میرے مشورے پر عمل کیا اور دوڑتا ہوا ایک بڑے سے درخت کے پیچھے گیا۔ درخت کے آس پاس گھنی جھاڑیاں تھیں وہ وہاں بآسانی چھپ سکتا تھا۔ کوئی اس کا نشانہ نہیں لے سکتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ حبشیوں کے سردار کو مخاطب کرتا اچانک ہی ایک تبر کہیں سے سنسناتا ہوا آیا اور اس کے سینے میں پیوست ہو گیا۔

وہ تڑپ تڑپ کر دم توڑنے لگا۔ میں نے اس کے ڈوبتے ہوئے ذہن سے کئی بار فائرنگ کی آوازیں سنیں۔ جنگل کے سناٹے میں ادھر سے ادھر وہ آوازیں گونج رہی تھیں۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر وہاں جو خونی مسلح نوجوان رہ گیا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ شاید وہ بھی مارا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر کے سارے سوار ایک ایک کر کے ختم ہو گئے تھے۔ پائلٹ کا بھی کوئی پتہ نہیں تھا۔ میں نے اس شخص کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی جو ابھی بستی میں آ کر صلح صفائی کی بات کرنا چاہتا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر دکھ پہنچا کہ اب وہ بھی اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ وہ اندھا دھند فائرنگ کی زد میں آ گیا ہوگا۔ میں چپ چاپ دماغی طور پر اس جھونپڑی میں حاضر ہو گیا جو ہمارا قید خانہ بنی ہوئی تھی۔

اس وقت بستی میں ہر طرف مشعلیں روشن ہو گئی تھیں۔ چاروں طرف اندھیرا پھیل گیا تھا۔ مشعلوں کی روشنیاں دور دور تک اجالا کر رہی تھیں۔ ڈھول تاشے اب زور زور سے بجنے لگے تھے۔ اعلان ہو رہا تھا کہ تمام قبائل کا سب سے بڑا سردار آ پہنچا ہے اور وہ کسی وقت بھی دیوتا کے سامنے آ کر حاضری دے گا۔ پھر قیدیوں کو دیکھے گا اور وہاں جو عورتیں قید کی گئی ہیں انھیں اپنے لیے پسند کرے گا یا پھر انھیں دیوتا کی بھینٹ چڑھانے کی اجازت دے گا۔

میں راہب کے دماغ سے یہ ساری معلومات حاصل کر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ شور بڑھتا جا رہا تھا۔ عورتیں اور مرد جھوم جھوم کر ناچ رہے تھے۔ ڈھول تاشے اور زور زور سے پُرجوش انداز میں بجنے لگے تھے۔ تمام قیدی عورتوں کو گھیر کر دیوتا کے سامنے لے جایا جا رہا تھا۔ ان میں رسونتی بھی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "گھبراؤ مت میں تمہارے ساتھ ساتھ رہوں گا۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ ان حبشیوں کا سردار انگریزی بہت اچھی طرح جانتا ہے اور تعلیم یافتہ بھی ہے لہٰذا اس سے سامنا کرتے ہی تم اس سے باتیں کرنے کی کوشش کرنا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا"

اس بیچارہ دوشیزہ کا بخار کم ہو گیا تھا اور وہ اس قابل ہو گئی تھی کہ ان قیدی عورتوں کے ساتھ چل کر دیوتا کے سامنے کھڑی رہ سکے

ان میں وہ نیگرو لڑکی گودی بھی تھی۔ سردار اس کے پاس آکر اسے اپنی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ اور جواب میں گودی اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔ شاید سردار اپنی بیٹی کو سمجھا رہا ہو گا کہ وہ جمبورا کے عشق سے باز آجائے اور جو سب سے بڑا سردار آرہا ہے اس کی شریک حیات بننے کے لیے راضی ہو جائے۔ اس طرح وہ تمام قبائل کے سردار کی ملکہ بن جائے گی۔ وہ اس کی بھلائی چاہتا تھا لیکن مشتری ہوشیار باش۔ وہ تخت و تاج کو نہیں دیکھتا۔ شان و شوکت کو نہیں پوچھتا۔ محبت کی اپنی ایک شان و شوکت ہوتی ہے گودی عنفوان کی لڑکی تھی اور وہ جمبورا کے سوا کسی دوسرے شخص کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ لہٰذا وہ وہاں کھڑا ہوا تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر گودی اور اس کے سردار باپ کی گفتگو کا مطلب سمجھتا جا رہا تھا۔

ہم کھڑکی سے باہر دہ منظر دیکھ رہے تھے شعلوں کا دھواں آسمان کی طرف اٹھ رہا تھا۔ اور ان کی روشنی چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ اس روشنی میں حبشی مرد اور عورتیں جھوم جھوم کر رقص کر رہے تھے۔ اور اپنے آنے والے سردار کا استقبال کر رہے تھے میرے نیچے کھڑے ہوئے جمبورا نے دانت پیسنے کے بعد کہا: "میں اس سردار کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر اس نے میری گودی سے بدتمیزی کی یا اسے ہاتھ لگایا تو میں اس جھونپڑی کی دیوار توڑ کر نکل جاؤں گا۔"

میں نے پلٹ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہیں اپنے دیوتا کے بعد مجھ پر بھروسہ ہے تو کبھی جوش سے کام نہ لینا۔ ہمیشہ ہوش میں رہنا میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری گودی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہاں گودی سے چھیڑ چھاڑ بھی ہوئی تو تھوڑا بہت برداشت کرنا پڑے گا۔ برداشت کرنے ہی سے کوئی نہ کوئی بچاؤ کا راستہ نکلے گا۔"

"وہ خبیث سردار میری گودی سے باتیں کرے میں یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"یہی تو تم نوجوانوں کی نادانی ہے۔ جوش میں اور محبت میں اندھے ہو جاتے ہو اور یہ نہیں سوچتے کہ جذبات میں کوئی قدم اٹھایا تو اتنے لوگوں کے سامنے تمہاری ایک نہ چلے گی۔ تم گودی کے ساتھ بے موت مارے جاؤ گے۔ ایسی موت کا کیا فائدہ جو محبت کو زندگی نہ دے سکے۔"

باہر شور بڑھ گیا تھا۔ اتنا شور کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ مرد اور عورتیں سبھی اپنے سب سے بڑے سردار کا استقبال کرنے کے لیے دیوانے ہو رہے تھے۔ اور ویو انگی میں پاگلوں کی طرح رقص کر رہے تھے۔ ڈھول تاشے بجا رہے تھے اور پتہ نہیں اپنی بولی میں کیسے کیسے نعرے لگا رہے تھے ہم نے کھڑکی سے باہر دیکھا تو تین جیپ گاڑیاں نظر آئیں۔ ایک جیپ سے سردار اتر رہا تھا۔ وہ پتلون اور جرسی پہنے ہوئے تھا۔ اس کے شانے سے اسٹین گن لٹک رہی تھی۔ کمر میں کارتوس کی پیٹی اور ہولسٹر میں ریوالور تھا۔ دوسری طرف ایک بڑا سا چاقو لٹک رہا تھا۔ دور ہی سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ ایک اور ہاتھی جیسا ڈیل ڈول رکھنے والا ہے۔ وہ اتنا مضبوط ہے کہ اپنی دونوں بغلوں میں دو آدمیوں کو داب کر چیونٹی کی طرح مسل سکتا ہے اس کے ساتھ جتنے بھی حبشی تھے وہ سب اسٹین گن اور رائفلیں لیے ہوئے تھے۔ اس نے بھی کو جدید اسلحہ سے آراستہ کر رکھا تھا۔ اس کے ساتھ نیزے اور تلوار بردار سپاہی نہیں تھے۔ وہ مجھ سے آگے تھا کہ میں اس کا چہرہ آسانی سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ پھر یہ کہ زیادہ تر اس کی پشت میری طرف رہی۔ وہ بڑے ہی شاہانہ انداز میں چلتا ہوا پتھر کے زینے پر چڑھتا ہوا دیوتا کے سامنے پہنچا۔ جھک کر تعظیم کی پھر ان عورتوں کو دیکھنے لگا۔

رسونتی کی سوچ تبا رہی تھی کہ وہ وحشیانہ انداز میں دانت نکالے ان گوری چمڑی والی عورتوں کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے کچا چبا جائے گا۔ پھر اس نے اس بیمار دوشیزہ کو دیکھا۔ اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا پھر اس پر جھکنا چاہتا تھا کہ وہ لڑکی ہٹ گئی۔ رسونتی نے سامنے آکر اس دوشیزہ کے لیے ڈھال بنتے ہوئے کہا "میں اپنا تعارف کرانا چاہتی ہوں۔ میرا نام رسونتی ہے کیا میں تمہارا نام پوچھ سکتی ہوں؟"

سردار نے تیسی نکال کر اپنے دانتوں کی نمائش کی جیسے رسونتی کی بات پر ہنس رہا ہو۔ وہ بے آواز ہنسی تھی۔ پھر وہ رسونتی کوئی جواب دیے بغیر وہاں سے پلٹ کر اپنے قبیلے کے لوگوں کی طرف مڑا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں اپنی زبان میں مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنے لگا۔ اس نے رسونتی کی بات کا جواب نہ دے کر اپنی آواز اور لب و لہجہ کچھ تک نہیں پہنچایا تھا۔ اب وہ مقامی زبان میں اپنے لوگوں سے کچھ بول رہا تھا۔ میرے سامنے اجنبی زبان میں کچھ کہا جائے تو میں اس لب و لہجہ کے ذریعے کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔

لیکن کبھی کبھی آواز شناخت کا باعث بن جاتی ہے۔ جب وہ بولنے لگا تو اس کی آواز سنتے ہی میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا میں اس آواز کو ہزاروں اور لاکھوں میں پہچان سکتا تھا۔ وہ آواز میرے ساتھ تقریباً ڈیڑھ سال تک دن رات رہی تھی — وہ آواز بنکاک سے لے کر کراچی تک میرے ساتھ سفر کرتی رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کہا: "ابے او گدھے کے بچے تھارا باپ یہاں قید ہے، اپنی تقریر بند کرو۔"

اس کے دماغ میں یہ بات پہنچتے ہی وہ ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر حیرانی سے بولا: "آقا! یہ میرے آقا کی آواز ہے۔ آقا نے اپنے اس غلام کو کیسے یاد کیا، کہاں ہو؟"

میں نے کہا: "تم اپنے آدمیوں کو حکم دو کہ تمام مرد قیدیوں کو باہر نکال کر تمہارے سامنے حاضر کریں۔ تم مجھے دیکھ لو گے۔"

اس نے فوراً ہی حکم دیا۔ ہماری جھونپڑی کا دروازہ کھل گیا۔ اس بار کوئی حبشی نیزہ تان کر ہمارے سامنے نہیں آیا۔ میں سب سے پہلے جھونپڑی سے نکلا۔ میرے پیچھے دوسرے آنے لگے۔ جیسے ہی میں جھونپڑی سے باہر آکر کھلے میدان میں پہنچا تو حبشی مردوں اور عورتوں کی بھیڑ ایک طرف چھٹنے لگی۔ بیچ میں راستہ بنتا چلا گیا۔ تب غلام نے مجھے دیکھا، پھر وہیں سے دونوں ہاتھ اٹھا کر چیختے ہوئے اور دوڑتے ہوئے آنے لگا۔ "میرے آقا میں نے پہچان لیا ہے۔ یہ تو آپ کا اصلی چہرہ ہے۔"

غلام نے بنکاک میں میرا اصلی چہرہ دیکھا تھا۔ سرجری کے دوران وہ میرے ساتھ رہا تھا میں طارق محمود کے روپ میں اس کے ساتھ رہا تھا اور اب وہ مجھے پھر میرے اصلی چہرے کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ میرے سامنے آتے ہی اس نے گھٹنے ٹیک دیے۔ میرے آگے سر جھکا کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے سینے پر باندھ لیا۔ اس کے ایسا کرتے ہی اس کی پوری قوم گھٹنے ٹیک کر، سر جھکا کر، دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر میرے سامنے تعظیم کے لیے جھک گئی۔ میں نے پوچھا "یہ قوم ان حبشیوں کے سردار کیسے بن گئے؟"

وہ بدستور سر جھکائے ہوئے بولا "میں تھارا غلام ہوں۔ ویسے اپورے افریقہ کا بادشاہ بن کر دکھا سکتا ہوں۔ رہ گئی یہ بات کہ میں تمام قبیلوں کا سردار کیسے بن گیا تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ جہاں غنڈہ گردی اور سیاست ساتھ ساتھ چلتی ہو۔ وہاں آدمی کو سردار اور بادشاہ بنتے دیر نہیں لگتی۔"

"بہرحال تم جیسے بھی اس مقام تک پہنچ گئے ہو ہماری رہائی کا ذریعہ بن گئے ہو اور ایک بات سن لو کہ میں نے شادی کر لی ہے۔"

"شادی!" اس نے چونک کر سر اٹھایا "آپنے کی ہے؟"

"ہاں میں نے کی ہے۔"

"کسی عورت سے؟"

"ابے گدھے اور کس سے کروں گا؟"

"نہیں آقا۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ اتنی بڑی غلطی کریں گے۔ پلیز ایسا مذاق نہ کریں۔"

"یہ مذاق نہیں ہے۔ ابھی جس نے اپنا نام رسونتی بتایا تھا وہی شریک حیات ہے جاؤ اور اسے عزت و احترام سے میرے پاس لے آؤ۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے پلٹ کر دیوتا کے مجسمے کی طرف دیکھا جہاں رسونتی دوسری عورتوں کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے کہا "اور سن لو وہاں تمہاری نیگرو قوم کی ایک لڑکی ہے جس کا نام گودی ہے اور جو یہاں کے سردار کی بیٹی ہے تم اسے ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گے۔ اس کی شادی میرے اس دوست جمبورا سے ہو گی۔"

میں نے جمبورا کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے کہا: "آقا کا حکم سر آنکھوں پر۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا پھر اس نے جمبورا سے مصافحہ کیا جمبورا بہت خوش نظر آرہا تھا۔ دوسری طرف گودی بھی دوڑتی ہوئی ہماری طرف آرہی تھی۔ میں نے کہا: "اور ایک بات سنو وہاں ایک بیمار لڑکی ہے۔ اسے دیوتا کی بھینٹ چڑھائے جانے کی بات ہو رہی ہے یہ ظلم کبھی نہ کرنا اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہارے ساتھ بڑی طرح پیش آؤں گا۔"

"نہیں آقا۔ آپ کی موجودگی میں ایسی باتیں نہیں ہوں گی۔ وہ لڑکی بھینٹ نہیں چڑھائی جائے گی اور اگر آپ اعتراض کریں گے تو میں اسے ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

میں نے کہا "ہاں یہی مناسب ہے۔ وہاں صرف تین لڑکیاں ہیں۔ تمہیں گوری چمڑی پسند ہے۔ ان عورتوں کو بھی اپنے حسن و شباب پر ناز ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ اپنے ان عقیدوں سے وہ پوری دنیا کو ختم کر لیں گی۔"

اس وقت تک گودی دوڑتے ہوئے آکر جمبورا کے گلے کا ہار بن گئی تھی۔ غلام نے کہا: "میں ابھی جا کر اپنی مالکہ کو عزت و احترام سے لے کر آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ رسونتی کی طرف جانے لگا۔ میں نے رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "دیکھو یہ شخص جو تمام قبیلوں کا سردار ہے، یہ میرا ماتحت رہ چکا ہے اور میرا فرمانبردار ہے۔ یہ تمہیں لینے آرہا ہے۔ تم اس سے ذرا بھی خوف زدہ نہ ہونا یہ تمہارے لیے جان بھی دے سکتا ہے لیکن تم پر کسی طرح کی آنچ نہیں آنے دے گا۔ اس بیمار لڑکی کو بھی سمجھا دو کہ یہ اسے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور نہ ہی وہ دیوتا کی بھینٹ چڑھائی جائے گی۔"

غلام دیوتا کے مجسمے کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے رسونتی کے سامنے جھک کر اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ پھر اس ہاتھ کو چوم کر آنکھوں سے لگا کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور اپنی قوم کی طرف رُخ کر کے ان سے بولنے لگا۔ وہ ان کی زبان میں بول رہا تھا لیکن میں اس کے دماغ سے اس کا ترجمہ پڑھ رہا تھا۔ وہ اپنے لوگوں کو بتا رہا تھا: "لوگو! میں تمہارا سردار ہوں لیکن وہ شخص جس کے آگے ابھی میں جھکا ہوا تھا وہ میرا آقا ہے۔ تم سب پہلے اس کے سامنے جھکو گے پھر میرے سامنے۔ پہلے

اس کا حکم مانو گے پھر میرا حکم پوچھو گے اور جو عورت یہاں کھڑی ہوئی ہے جس کے ہاتھ کو میں نے چوما ہے اور آنکھوں سے لگایا ہے یہ میری مالکہ ہے۔ تم لوگوں کی بھی مالکہ ہوئی۔ اس کا بھی احترام کرو۔"

اس کے کہنے کے مطابق پہلے تمام قبیلے والوں نے میرے سامنے سر جھکایا پھر وہاں سے گھوم کر رسونتی کی طرف رُخ کرتے ہوئے اس کے سامنے سر جھکایا۔ اسی وقت غلام رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے رسونتی کی کمر کو تھام لیا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ سکتی، اچانک ہی فضا میں بلند ہوئی۔ غلام نے اسے دونوں ہاتھوں سے اونچا اٹھا لیا تھا۔ سارے حبشی نعرے لگا رہے تھے۔ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر غلام نے رسونتی کو اپنے کاندھے پر بٹھا لیا۔ ڈھول تاشے بجنے لگے اور وہ ڈھول کی تال پر رقص کرتا ہوا رسونتی کو کاندھے پر بٹھا کر میرے پاس لے آیا۔

O

وہ رات ہمارے آرام اور آسائش کی رات تھی۔ غلام نے ہمارے لیے بہترین کھانوں کا اور اس جنگل کے مطابق بہترین رہائش کا انتظام کیا تھا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اس نے پوچھا: "آقا! مجھے بتائیں کہ آپ یہاں کیسے پہنچے ہیں؟ کن مصیبتوں سے گزر رہے ہیں؟"

میں نے پوچھا: "پہلے تم یہ بتاؤ کہ ہم افریقہ کے کس حصے میں ہیں؟"

"ہم اس وقت نائیجیریا کے ایک ویران جنگلی علاقے میں ہیں۔ یہاں سے کانو نامی شہر ستر میل کے فاصلے پر ہے۔"

میں نے پوچھا: "کیا یہاں سے ایتھوپیا جانے کا انتظام ہو سکتا ہے؟"

"آقا! میں آپ کے لیے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کا انتظام کر سکتا ہوں۔ آپ جیسا حکم دیں گے ویسا ہی ہوگا۔ آپ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ اچھی طرح آرام کر لیں۔"

میں نے کہا: "میری دوسری ساتھی عورتیں مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔ وہ ادھر ادھر بھٹک رہی ہیں۔ مجھے کل صبح ہی یہاں سے روانہ ہونا پڑے گا۔ میں ایک جگہ ٹھہر نہیں سکتا۔ اور وہ سب میرے ساتھ ہوتیں تو میں یہاں بہت عرصے تک قیام کر سکتا تھا۔"

"آپ مجھے ان لوگوں کا پتہ بتائیں کہ کہاں ہیں، میں سب کو یہاں لے آؤں گا۔"

میں نے انکار میں سر ہلایا: "تم جانتے ہو کہ ہمارے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سازشیں چل رہی ہیں۔ ہمیں چاروں طرف سے گھیرا جا رہا ہے۔ ہمارے راستے مسدود کیے جا رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ جو بھی رہے گا اس کا بھی ناطقہ بند کیا جائے گا۔ تم صرف ہماری رہنمائی کرو، میں خود وہاں تک جاؤں گا۔"

"آقا! مالکہ کا پاؤں بھاری ہے۔ ایسی صورت میں ان کا طویل سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔ ان کی صحت بھی ٹھیک نہیں ہے اگر آپ مجھے اور میری قوم کو خدمت کرنے کا موقع دیں تو ہم اپنی مالکہ کو تندرست و توانا بنا دیں گے اور بچہ بھی صحت مند پیدا ہوگا۔ آپ کہتے ہیں کہ ان کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں گم ہو چکی ہیں۔ دماغ کمزور ہو چکا ہے۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ ہم اتنی جلدی ان کو صحت یاب کریں گے کہ ان کی صلاحیتیں بھی واپس آ جائیں گی۔"

رسونتی ایک آرام دہ بستر پر نیم دراز تھی۔ اس کے سرھانے دو خادمائیں کھڑی ہوئی پنکھا جھل رہی تھیں۔ حبشی عورتیں ہوتے ہوئے اس کے پاؤں کو داب رہی تھیں۔ اسی طرح دوسرے نیگرو غلام میری بھی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔ رسونتی نے کہا: "فرہاد! جب سے مجھے یہ خوشخبری سنائی گئی ہے کہ میں ماں بننے والی ہوں تو میرے سوچنے کا انداز بدل گیا ہے۔ جو کچھ بھی میرے دماغ میں ہے وہ میں تمہارے سامنے پیش کر رہی ہوں۔ تم اس پر سنجیدگی سے غور کرو۔ بات یہ ہے کہ جب سے تم نے زندگی کے عملی میدان میں قدم رکھا ہے اس وقت سے لے کر آج تک کہیں ایک جگہ ٹھہر نہیں سکے۔ تمہیں کبھی سکون نہیں ملا۔ دشمن ہمیشہ تمہارے پیچھے لگے رہے۔ اگر دشمنوں نے تمہاری طرف رُخ نہیں کیا تو تم خود پرائی آگ میں کود پڑے۔ تمہارے ساتھ کچھ نہ کچھ ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہنگامہ آرائی تمہارا مشغلہ بن گیا ہے لیکن میں سوچتی ہوں اگر تمہارے یہ طور طریقے جاری رہے تو میرے بچے کی زندگی بھی خطرات میں گھری رہے گی۔ اور میں اپنے بچے کو خطرات سے دور رکھنا چاہتی ہوں۔ اس کی اچھی طرح تعلیم و تربیت کا خیال رکھتے ہوئے اس کی اچھی طرح پرورش کرنا چاہتی ہوں۔ یہ ایک ماں کا فرض ہے اور ایک ماں کا سب سے پہلا فرض یہ بھی ہے کہ بچے کو مصیبتوں سے دور رکھے۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "مصیبتوں سے دور رکھنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم میرے بچے کو مجھ سے دور رکھنا چاہتی ہو۔"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی: "ہاں بچے کو بھی اور خود

کو بھی۔ جیسا کہ اس وچ ڈاکٹر نے پیش گوئی کی ہے کہ میں ایک بچے کو جنم دوں گی تو میں اور میرا بیٹا تم سے دور رہیں گے۔"

"دنیا کا وہ کون سا ایسا علاقہ ہے جہاں تم رہو گی، اور وہاں میں پہنچ نہیں سکوں گا؟"

"تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے پاس اور بچے کے پاس پہنچنا چاہو گے تو میں تمہیں خوش آمدید کہوں گی۔ بفضل نفیس آنا چاہو گے تو اعتراض کروں گی۔ مجھے اپنے بچے کی سلامتی عزیز ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ میں بچے کی خوشخبری سن کر اپنے اندر کیسا انقلاب محسوس کر رہی ہوں۔ میرے دل میں اس وقت صرف اپنے بچے کی چاہت ہے۔ اب میرے سامنے کوئی محبت کوئی رشتہ نہیں۔ اس بچے کے ناتے سے صرف تمہارے ساتھ رشتہ ہے۔ میں تمہاری عزت کرتی ہوں۔ تمہاری محبت کی قسمیں کھاتی ہوں اور تمہاری محبت کے لیے ساری عمر اس بچے کی حفاظت میں گزار دوں گی، لیکن تمہیں بھی اپنی محبت اور اپنے بچے کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ میرے اور اپنے جذبات کے متعلق نہ سوچو۔ بچے کے متعلق سوچو۔ دشمنوں کو اس کا علم ہوگا تو وہ کسی نہ کسی طرح اس بچے کو اغوا کر کے تمہیں بلیک میل کرتے رہیں گے۔"

غلام نے کہا: "مالکہ ٹھیک کہتی ہیں۔ سب سے پہلے بچے کی حفاظت کے متعلق سوچنا اور فیصلہ کرنا چاہیے۔"

میں نے رسونتی کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "ہم اتنی جلد جدا ہو جائیں گے۔ یہ کیسی زندگی ہے۔ یہ کیسی محبت ہے۔ ہم اس محبت کو اپنے سینے میں کیسے دفن کر کے رکھ سکیں گے۔"

"اگر اپنے بچے کی بھلائی مقصود ہے تو ہم اپنے سینے پر پہاڑ بھی رکھ لیں گے۔ محبت کو دفن کر کے رکھنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں عورت ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا مرد میرے سوا کسی اور کا نہ ہو اور ہمیشہ میری نظروں کے سامنے رہے لیکن میں بھی اپنے سینے پر پتھر رکھ کر یہ فیصلہ کر رہی ہوں کہ بچے کی خاطر تم سے دور رہوں گی۔ میں اس فیصلے پر عمل کروں گی۔ تمہیں خدا کا واسطہ میرے ہی مشورے کے مطابق فیصلہ سناؤ۔"

"لیکن تم تنہا کہاں رہو گی، دشمن تمہیں صورت شکل سے پہچانتے ہیں۔ تم جس ملک میں جاؤ گی، جس شہر میں بھی رہو گی، وہاں لوگ تمہیں پہچان لیں گے اور ہمیشہ تمہاری تاک میں رہیں گے۔"

غلام نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "آقا! یہ بات مجھ پر چھوڑ دیجیے۔ میں ان جنگلوں کا بادشاہ ہوں۔ اگر میری مالکہ بچے کی خاطر آپ سے دور رہنا چاہتی ہیں تو یہ مہذب دنیا سے دور رہ کر ہمارے ساتھ زندگی گزار سکتی ہیں۔ بچہ انہی جنگلوں میں جنم لے گا اور یہیں پرورش پائے گا۔ ہم اسے مضبوط ترین انسان بنائیں گے۔ یہ تھوڑا بڑا ہوگا تو شہر کے اسکول میں جائے گا۔ وہاں میں اور میرے آدمی اس بچے کی قدم قدم پر حفاظت کریں گے۔ مالکہ بچے سے شہر میں نہیں ملیں گی بلکہ چھٹیوں میں بچہ اپنی ماں کے پاس آیا کرے گا۔ اسی طرح وہ کالج اور یونیورسٹی وغیرہ میں تعلیم حاصل کرے گا۔ ہم اسے دنیا کے بہترین علوم و فنون میں ماہر بننے کی کوشش کریں گے۔"

رسونتی نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "اور میں اسے ٹیلی پیتھی اور یوگا کا بادشاہ بناؤں گی۔ میں اسے ایک ناقابلِ شکست انسان بناؤں گی۔ کسی انسان کی مجال نہ ہوگی کہ اس کے سامنے آنکھ اٹھا کر گزر سکے۔"

"آقا! آپ کا بیٹا اس غلام کے سر کا تاج ہوگا۔ ہم اسے کیا بنائیں گے، یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ ابھی تو آپ اپنا فیصلہ سنائیں۔"

رسونتی نے کہا: "میرا فیصلہ تو یہ ہے کہ میں غلام کے ساتھ جنگلوں اور ویرانوں میں زندگی گزار دوں گی۔"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "نہیں رسونتی! یہ ممکن نہیں ہے کہ میں ہمیشہ کے لیے دور ہو جاؤں۔ ہاں کچھ عرصے کی بات ہو تو میں ماننے کے لیے تیار ہوں۔"

"کچھ عرصے بعد تم مجھ سے ملنے آؤ گے تو دشمن بھی تمہارے پیچھے آئیں گے۔"

"میں انجان نہیں ہوں۔ میں خوب سوچ سمجھ کر میک اپ کے ذریعے اپنا چہرہ چھپا کر، اپنی شخصیت کو تبدیل کر کے تمہارے پاس چوری چھپے آؤں گا، کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی۔"

رسونتی نے دل میں اتر جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر جذباتی انداز میں بولی: "تم میری زندگی ہو، میری جان ہو۔ تمہیں پا کر میں دنیا کی خوشیاں پا رہی ہوں۔ میں تم سے کس دل سے دور رہوں گی۔ یہ میں ہی جانتی ہوں۔ اگر تم ہمیشہ کے لیے مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے تو نہ سہی۔ ویسے بھی یہ بات احمقانہ ہے۔ دل کے اور خون کے رشتے ہمیشہ کے لیے جدا نہیں ہوتے۔ جدا ہونے کے بعد ایسی تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ پھر ملنے کے لیے مجبور ہو جاتے ہیں۔ چلو تم یہ وعدہ کرو کہ جب تک میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس نہیں آئیں گی اس وقت تک تم مجھ سے ملاقات کرنے نہیں آؤ گے کیونکہ میں اپنی صلاحیتیں واپس

حاصل کرنے کے بعد اپنے طور پر بھی خیال خوانی کے ذریعے مطمئن ہو جاؤں گی کہ کوئی تمہارا پیچھا نہیں کر رہا ہے۔ تب میں تمہیں اپنے پاس آنے کی اور بچے سے ملنے کی اجازت دے دوں گی۔ اس سے پہلے تم ہمارے پاس نہیں آؤ گے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "اس بات کو میں مان سکتا ہوں۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آنے تک میں تم سے دور رہوں گا اور میں جانتا ہوں کہ بہت جلد یہ صلاحیتیں تمہیں واپس مل جائیں گی کیونکہ غلام جس طرح تمہاری تیمارداری کرے گا، جیسی یہاں کی جڑی بوٹیوں والی دوائیں استعمال کرائے گا، ان سے تم تندرست بھی ہو جاؤ گی اور اپنی صلاحیتیں بھی حاصل کر لو گی۔"

وہ بولی۔ "تو پھر یہ فیصلہ پکا ہے۔ تم اپنی زبان سے نہیں پھرو گے؟"

"میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم تو اپنے بچے کی خاطر میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ بھئی میں اور بھی سوچتا رہوں گا۔ اگر بچے کی بھلائی کے لیے فیصلے میں کچھ تبدیلی کرنی پڑی تو ہم مل جل کر کریں گے۔ فی الحال تو میں خیال خوانی کے ذریعے سونیا، مرجانہ اور سائرہ بانو کی خبر لینا چاہتا ہوں۔ جب تک تم غلام کو اپنی امتحان سناؤ کہ ہم کن کن مصیبتوں سے گزرتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہیں میں ابھی واپس آجاؤں گا۔"

میں نے سب سے پہلے سائرہ بانو کا حال معلوم کیا۔ وہ ڈیزی جمال کے ساتھ اسی فارم میں قید تھیں جہاں میں خیال خوانی کے بعد انہیں چھوڑ کر آیا تھا۔ وہاں ابھی کوئی خاص بات نہیں تھی۔ انہیں کسی طرف سے خطرہ نہیں تھا۔ اس لیے میں انہیں چھوڑ کر سونیا اور مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔

جب میں نے پچھلی بار سونیا اور مرجانہ کو دیکھا تھا تو وہ ہوٹل کے ایک کمرے میں تھیں۔ سونیا، مرجانہ کا میک اپ کر رہی تھی اور اسے عورت سے مرد بنا رہی تھی تاکہ وہ مرد کے روپ میں ہوٹل سے باہر جائے اور باہر جو لوگ نگرانی کر رہے ہیں وہ ان کی نگرانی کرتی رہے۔ ہو سکے تو ان لوگوں کو نگرانی کی جگہ سے ہٹا دے تاکہ سونیا بھی دوسرے روپ میں ہوٹل سے باہر نکل سکے اب وہ نہ تو سپر ماسٹر کی تنظیم سے کوئی مدد لینا چاہتی تھی اور نہ ہی اپنے اصل روپ میں رہنا چاہتی تھی اس لیے دونوں نے اپنا اپنا روپ بدل لیا تھا اور اب ہوٹل سے باہر نکل کر یہ معلوم کرنا چاہتی تھیں کہ آخر ان لوگوں کو ریڈیو اور اخبارات سے دور کیوں رکھا جا رہا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب میں بھی اس سازش سے بے خبر تھا جو میرے ملک کے خلاف کی گئی تھی۔

سونیا کو پہلے ہی شبہ ہو گیا تھا کہ کوئی بہت بڑی سازش ہو رہی ہے۔ ایسی سازش کہ سپر ماسٹر کی تنظیم کے افراد بھی سونیا تک ریڈیو اور اخبارات پہنچانے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ سیا پھر وہ جان بوجھ کر خود ڈھیل دے رہے ہیں۔ اس تنظیم میں مادام سونیا کی اتنی زیادہ اہمیت تھی کہ سپر ماسٹر کے بعد اسی کا حکم مانا جاتا تھا، لیکن اس وقت جو ڈھیل دی جا رہی تھی تو لاعلمی کا شبہ پیدا ہوتا تھا کہ اس تنظیم کے لوگ بھی اس معاملے میں غفلت برت رہے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو بھی جنگل کے باہر کی دنیا کی کوئی خبر نہ ملے۔

مرجانہ کا میک اپ مکمل ہو جانے کے بعد اس نے آئینے میں دیکھا تو سر سے پاؤں تک وہ ایک قد آور مرد نظر آ رہی تھی۔ اس کی ہلکی ہلکی مونچھیں بنائی گئی تھیں جیسے کوئی نوخیز جوان ہو، جس کی داڑھی نہ اگی ہو۔ مونچھیں ہلکی ہلکی نکل آئی ہوں۔ وہ بہت ہی خوبرو نوجوان مرد نظر آ رہی تھی سونیا نے اسے دیکھ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔ "دیکھو میں تمہیں ایک بات سمجھا رہی ہوں۔ باہر جا کر سچ مچ مرد نہ بن جانا اور کوئی بدمعاشی نہ کرنا اگر میں نے کسی عورت کو تمہارے قریب دیکھا تو بہت بری طرح پیش آؤں گی۔" مرجانہ ہنسنے لگی۔

تھوڑی دیر تک اس نے سونیا سے چھیڑ چھاڑ کی پھر اس سے الگ ہو کر دروازے کی طرف گئی۔ وہ پتلون اور بنیان پہنے ہوئے تھی اور بنیان کے اوپر ایک جیکٹ پہن رکھا تھا۔ وہ اس قدر اسمارٹ نظر آ رہی تھی کہ کوئی اسے دیکھ کر عورت کہہ ہی نہیں سکتا تھا۔ ایک تو اس کا ڈیل ڈول اور قد مردوں جیسا تھا سونیا نے اسے میک اپ کے ذریعے مرد بنا کر رہی سہی کسر پوری کر دی تھی۔ اس نے دروازے سے پلٹ کر دیکھا تو سونیا نے کہا۔ "تم تو یہاں غضب ڈھا رہی ہو، پتہ نہیں باہر جا کر کیا گل کھلاؤ گی۔"

"اطمینان رکھو تم میری امانت ہو اور میں تمہاری امانت ہم اب باہر ملیں گے او کے؟"

یہ کہہ کر اس نے دروازے کو کھولا اور باہر آ گئی۔ باہر اوپری برآمدے میں دو چار دیو ادھر ادھر دوسرے کمروں میں آتے جاتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے ایک نظر مرجانہ پر ڈالی۔ اسے کوئی اجنبی مرد سمجھا اور اپنے کام میں لگے رہے۔ وہ اطمینان سے چلتی ہوئی زینے کے پاس آئی پھر زینے سے اترتے ہوئے بڑے سے ہال میں پہنچی جہاں لوگ اس وقت دوپہر کا کھانا کھانے میں مصروف تھے۔ کاؤنٹر کلرک نے اس پر ایک

نظر ڈالی لیکن وہ بھی شبہ نہ کر سکا کہ دو عورتیں جو کمرہ نمبر ۹ میں گئی تھیں ان میں سے کوئی مرد بن کر واپس جا رہی ہے۔

وہ ہوٹل سے باہر آ گئی۔ وہاں تھوڑی دیر کھڑے ہو کر ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے جیسے باہر کے ماحول سے واقف اندوز ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگی۔ اس دوران اس نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوئے اسی شخص کو دیکھ لیا۔ جسے ہوٹل کے کمرے سے اس نے اور سونیا نے کھڑکی کے پار دیکھا تھا۔ وہ شخص وہیں درخت کے پاس کھڑا ہوا اسی کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا جو کمرہ نمبر ۹ کی کھڑکی تھی اور جہاں اب سونیا ایک اپ میں مصروف تھی۔

مرجانہ ٹہلتے ہوئے اسی درخت کے سائے میں پہنچ گئی۔ وہاں جو نگرانی کرنے والا کھڑا ہوا تھا۔ اس نے سر سے پاؤں تک مرجانہ کو دیکھا پھر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو! آپ مادام سونیا ہیں یا مس مرجانہ؟"

مرجانہ پہلے تو چونکی پھر سنبھل کر بولی۔ "تم عورتوں کے نام بھی کیوں پوچھ رہے ہو۔ کیا میں تمہیں مرد نظر نہیں آ رہا ہوں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "دیکھیے آپ کمرہ نمبر ۹ سے نکل کر آئی ہیں۔ اس کی اطلاع ابھی مجھے مل چکی ہے۔"

مرجانہ نے پوچھا۔ "تم تو یہاں اکیلے کھڑے ہوئے ہو، کوئی تمہارے پاس آیا نہیں ہے کس نے اطلاع دی؟"

اس نے جواب دیا۔ "کمرہ نمبر ۹ کے پاس والا کمرہ نمبر ۱۰ بھی ہمارے قبضے میں ہے۔ ہمارا ایک آدمی وہاں ڈیوٹی پر ہے۔ آپ لوگوں کی نگرانی کر رہا ہے۔ جب آپ کمرے سے نکلیں تو اس نے کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر مجھے سگنل دیا اور اس سگنل سے یہ بتا دیا کہ دو میں سے ایک باہر نکل چکی ہے۔"

"تم لوگ ہماری نگرانی کیوں کر رہے ہو؟"

"آپ لوگوں کی بھلائی کے لیے۔ سپر ماسٹر نے حکم دیا ہے کہ ہر کسی بھی اجنبی شخص کو آپ لوگوں کے قریب نہ جانے دیں۔ پتہ نہیں وہ کیسا دشمن ہوگا اور کس طرح آپ لوگوں کو نقصان پہنچائے گا۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہوٹل کے کمرے میں واپس چلی جائیں۔"

"اور اگر میں نہ جاؤں تو؟"

"دیکھیے آپ بات کو بگاڑنے کی کوشش نہ کریں۔ میں ابھی کمانڈر ماسٹر سے اجازت طلب کروں گا۔ آپ لوگ ہوٹل سے باہر جانا چاہتی ہیں تو آپ کے لیے ایسے انتظامات کیے جائیں گے کہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اور آپ حفاظت سے باہر نکل سکیں۔"

مرجانہ نے تلخ لہجے میں کہا۔ "یہ انتظامات دشمنوں سے ہمیں محفوظ رکھنے کے لیے نہیں۔ اس لیے ہیں کہ ہم ریڈیو نہ سن سکیں اور اخبارات نہ پڑھ سکیں۔ کیوں یہی بات ہے نا؟"

اس نگرانی کرنے والے نے ذرا سختی سے مرجانہ کو دیکھا پھر کہا۔ "میں آپ سے آخری بار کہہ رہا ہوں کہ ہوٹل کے کمرے میں چلی جائیں۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "ایسے نہیں تم مجھے خود اس ہوٹل کے کمرے تک پہنچا کر آؤ تو میں جاؤں گی۔ اکیلے تو کبھی نہیں جا سکتی کیونکہ میرا سونیا سے جھگڑا ہو گیا ہے۔"

"میں ضرور آپ کو ہوٹل کے کمرے تک پہنچا کر آؤں گا اگر مادام سونیا سے جھگڑا ہو گیا ہے تو صلح بھی کرانے کی کوشش کروں گا چلیے۔"

مرجانہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے پھر ہوٹل میں داخل ہوئی۔ زینہ چڑھتے ہوئے اوپری منزل میں آئی۔ پھر کمرہ نمبر ۹ کے دروازے پر دستک دی۔ سونیا کھڑکی سے مرجانہ کو اس کے ساتھ آتے ہوئے دیکھ چکی تھی۔ اس نے فوراً ہی دروازہ کھول دیا۔ مرجانہ اندر داخل ہوتے ہوتے بولی۔ "سونیا میں آنا نہیں چاہتی تھی لیکن یہ صاحب فرما رہے ہیں کہ سپر ماسٹر کے حکم سے ہمیں ہوٹل کے اس کمرے میں محدود رہنے کے لیے کہا گیا ہے۔"

اسی وقت وہ شخص بھی کمرے میں داخل ہوا پھر دوسرے ہی لمحے مرجانہ کا ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر ایسا پڑا کہ وہ چکرا کر بیٹھنے لگا۔ مرجانہ نے فوراً ہی دروازے کو بند کیا۔ پھر اس پر تابڑ توڑ دو چار ہاتھ جمائے۔ وہ فرش پر لمبا لیٹ گیا۔ سونیا چپ چاپ تماشا دیکھ رہی تھی۔ مرجانہ نے اس شخص کی گردن پر اپنا ایک پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔ "بولو، ابھی گلا دبا دوں یا زندہ رہنا چاہتے ہو؟"

وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔ "مجھے چھوڑ دو، مجھے نہ مارو۔"

"ہمیں یہ بتاؤ کہ ریڈیو اور اخبارات ہمارے پاس کیوں نہیں پہنچائے جا رہے ہیں؟"

اس کا گلا دب رہا تھا وہ دبی ہوئی آواز میں بولا۔ "آپ لوگوں تک سب کچھ پہنچ جائے گا۔ اس لیے کہ اب تک جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے۔"

اس نے وہی بات بتائی جو اب مجھے معلوم ہو چکی تھی یہ سنتے ہی سونیا اور مرجانہ ایک دم سناٹے میں آ گئی تھیں۔ مرجانہ غصے سے مٹھیاں بھینچے کچھ سوچ رہی تھی۔ وہ اس قدر جوش اور جذبے میں تھی کہ اسے یہ احساس بھی نہ ہو سکا کہ اس کے قدموں

کے نیچے کوئی تڑپ رہا ہے۔ پہلے ہی ایسے زبردست ہاتھ اس پر پڑے تھے۔ ناک اور منہ سے خون بہنے لگا تھا۔ وہ بُری طرح زخمی ہو کر فرش پر گرا تھا اور اب اس کے گلے پر مرجانہ کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی۔ وہ جیسے بہت دور پہنچ گئی تھی، اور ان لوگوں کا خون بہتے دیکھ رہی تھی جنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے زمانے سے پاکستان کی خاطر اپنا سب کچھ گنوا دیا تھا۔ اپنا وطن چھوڑ دیا تھا اور پاکستان کو اپنا سب کچھ سمجھ لیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے پاکستان کے اس حصّے کو بھی ان سے چھین لیا تاریخ میں اتنا بڑا ظلم کبھی نہیں ہوا کہ ایک اسلامی مملکت قائم کرنے والوں کو دوبار ہجرت کرنی پڑی ہو اور ہر بار ہجرت کرنے کے لیے اپنے پیاروں کی لاشوں پر سے گزرنا پڑا ہو۔

مرجانہ اس وقت چونکی جب سونیا نے اسے جھنجھوڑ کر کہا: "اب اسے چھوڑ بھی دو۔ اس میں جان نہیں رہی۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر، دانت پیس کر بولی: "میں ایک ایک کا خون پی جاؤں گی۔ میں دشمنوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف جانے لگی۔ سونیا نے راستہ روکا تو اس نے سونیا کو ایک ہاتھ رسید کیا۔ سونیا لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگی۔ وہ سونیا کی پروا کیے بغیر پھر دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔ سونیا نے آگے بڑھ کر ایک لات اس کے پیٹ پر ماری۔ مرجانہ تکلیف کی شدت سے جھکی تو سونیا کا ایک ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ وہ پلٹ کر دوسری طرف گئی اور فرش پر گری تو دوسرے ہی لمحے کئی قلابازیاں کھا کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے سونیا پر حملہ کیا مگر سونیا پہلے سے تیار تھی۔ اس نے ایک طرف ہٹ کر خود کو بچاتے ہوئے اسے ایک ہاتھ جما دیا پھر بولی۔

"دیکھو مرجانہ! میں جانتی ہوں کہ تم بہت اچھی فائٹر ہو لیکن اچھے سے اچھا فائٹر بھی غصّے کی حالت میں مار کھاتا ہے مار نہیں سکتا۔ اس وقت تم مجھ سے مار کھاتی رہو گی۔ مجھ پر کبھی کامیابی سے حملہ نہیں کر سکو گی۔ میں اب بھی تمہیں سمجھاتی ہوں۔ پہلے ہوش میں آؤ۔"

وہ غصّے سے بولی: "سونیا! میں تمہیں آخری بار سمجھاتی ہوں، میرے راستے سے ہٹ جاؤ نہیں تو تمہاری ہڈی پسلی توڑ کر رکھ دوں گی۔"

"ضرور توڑ دینا، مگر یہ تو بتاؤ کہ کہاں جانا چاہتی ہو؟"

"دس نمبر کے کمرے میں۔ ابھی دو ایک دشمن اور موجود ہیں۔ میں انہیں بھی ختم کر دوں گی۔"

سونیا نے پوچھا: "ان معمولی مہروں کو مارنے کے بعد کیا انتقام پورا ہو جائے گا۔ کیا تمہارے ملک کے خلاف سازش کرنے والوں کو موت آ جائے گی؟ اور تمہارا غصّہ ٹھنڈا ہو جائے گا؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ اس وقت تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔"

سونیا دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر بولی: "میں یہاں کھڑی ہوئی ہوں اور اب میں تمہیں روکوں گی نہیں اور نہ ہی تم پر ہاتھ اٹھاؤں گی لیکن تم میرا گلا گھونٹ کر یہاں سے جانا یا پھر میرے مشورے پر عمل کرنے کے لیے ہٹ جانا۔"

یہ کہہ کر سونیا دروازے کے پاس سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔ مرجانہ تیزی سے آگے بڑھی لیکن پھر سونیا کے سامنے پہنچ کر ٹھٹھک گئی۔ اس کے چہرے کو دیکھا، کچھ سوچا پھر اس کے دونوں شانے تھام کر اپنی طرف گھمایا، کھڑا سے سینے سے لگا لیا۔ اور بڑے کرب سے بولی: "میں کیا کروں۔ قدرت نے مجھ پر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ اس نے مجھے عورت بنایا ہے مرد، اگر مکمل عورت بنایا ہوتا تو میں اپنے ملک کے لیے پرپوٹ چھوڑ کر دوتا شروع کر دیتی۔ دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جاتا۔ لیکن میں مجبور ہوں۔ میں آنسو بہانا نہیں جانتی۔ بس دشمنوں سے انتقام لینا جانتی ہوں۔"

"انتقام لینے کے لیے، دشمنوں سے پنجہ آزمائی کرنے کے لیے جوش میں نہیں ہوش میں رہنا پڑتا ہے۔ میرا مشورہ مانو تو اس وقت غصّے کو پینے کی کوشش کرو۔ تم اس بات کا یقین کرو اگر فریاد کو اس بات کا علم ہو جائے تو وہ صرف چند لمحہ کے لیے جوش میں آئے گا۔ اسے بھی غصّہ آئے گا۔ لیکن پھر وہ اس غصّے کو ذہن سے جھٹک دے گا۔ اپنے غصّے کو دوسرے معاملات میں الجھ کر بھولنے کی کوشش کرے گا۔ یہ ہی فطرت کا آدمی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جوش میں آ کر وہ کبھی اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لے سکے گا۔ کیونکہ دشمن بہت گہرے ہیں اور بڑے عجیب و غریب ذرائع کے مالک ہیں۔ ان لوگوں سے ہم کئی برس سے لڑتے چلے آ رہے ہیں اور ہماری لڑائی ختم نہیں ہو رہی ہے اب پاکستان کے خلاف جو سازش کی گئی ہے اس کے بعد تو شاید لڑائی کبھی ختم نہیں ہو گی۔ فریاد ہنسے گا مسکرائے گا مگر انتقام کے جوش میں اندھا نہیں ہو گا۔ اس کے اندر انتقام کی آگ سلگتی رہے گی۔ اور وہ ان دشمنوں سے پنجے لڑاتے وقت بھی ہوش و حواس کی پروری کرنا چاہیے۔ اسی کی طرح ہنستے مسکراتے دشمنوں کا سامنا کرنا چاہیے۔"

مرجانہ نے ذرا نرم پڑتے ہوئے کہا: "میں فریاد کو اس سازش کا علم ہونا چاہیے کاش کہ وہ ابھی ہم سے رابطہ قائم کرتا۔"

"وہ یقیناً ہم سے رابطہ قائم کرے گا۔ ابھی وہ کسی معاملے میں الجھا ہوا ہو گا۔ جیسے ہی اپنے معاملات سے نجات پائے گا ہم سے ضرور

کہے گا۔ ہم اسے بتائیں گے لیکن ابھی ہمیں کیا کرنا ہے یہ سنو۔ دیکھو میرا بھی تمہارے ہاتھوں مار کھانے کا ارادہ نہیں ہے۔ میں نے تمہیں ایک مرد کے ساتھ دیکھا ہے۔ دس نمبر کے کمرے میں جو دشمن ہیں ان لوگوں نے ہمیں بند دروازے کے عقب میں نہیں دیکھا ہے۔ کیوں نہ ہم یہاں سے چپ چاپ چلے جائیں۔"

مرجانہ نے پوچھا: "تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ہم ان دشمنوں کو یوں ہی چھوڑ دیں جو دس نمبر کے کمرے میں موجود ہیں؟"

سونیا نے کہا: "ہاں، میں یہی چاہتی ہوں۔ یہ سب معمولی لوگ ہیں، ہاتھ لگانا ہماری توہین ہے۔ ان کو ہم یونہی بے وقوف بنا کر، چکمہ دے کر ہماری نگرانی کرنے کی فوج نفی میں مبتلا رہیں گے اور ہم ان سے بہت دور نکل جائیں گے۔"

"لیکن سونیا جسے میں نے ہلاک کیا ہے اسے دس نمبر کی کھڑکی سے پرنس مل چکا تھا کہ میں ہوٹل سے باہر جا رہی ہوں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ لوگ دس نمبر میں ہیں۔ انہوں نے مجھے اس حد دانہ روپ میں دیکھا ہے۔"

سونیا چند لمحوں تک سوچنے کے بعد بولی: "اگر دیکھ بھی لیا ہے تو بات نہیں۔ ہوٹل والوں نے بھی تمہیں جاتے اور آتے دیکھا ہو گا اور ہمارے قتل کی ہے اسے بھی تمہارے ساتھ دیکھا ہو گا۔ اب میں میک اپ کا سامان اپنے ساتھ لے چلوں گی اور کسی دوسری جگہ پہنچ کر تمہارا دوسرا میک اپ کر دوں گی۔ میرے کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم ابھی خون کو بالکل نہ چھیڑیں۔ تم میری بات مان لو اور یہاں سے چپ چاپ نکل چلو۔"

سونیا کے جواب کا انتظار کیے بغیر میک اپ کا تمام سامان ایک بیگ میں ڈالنے لگی پھر اس نے نوٹوں کی گڈیاں رکھتے ہوئے کہا: "میں اپنا یہ بیگ لے کر یہاں سے نکل رہی ہوں۔ پہلے میں جاؤں گی۔ اس کے پندرہ منٹ کے بعد تم اس کمرے سے نکل کر ہوٹل کے باہر آنا اس نکڑ تک میں ایک ٹیکسی کو انگیج کر کے رکھوں گی۔ تاکہ تمہارے یہاں سے نکلنے کے بعد ہمیں فرار ہونے میں دیر نہ لگے۔ جب تک تم یہاں پہنچو اس وقت تک دس نمبر کے کمرے والے یہی سمجھتے رہیں گے کہ میں کمرے کے اندر موجود ہوں۔ جب تم بھی نکل جاؤ گی تو وہ تمہارا تعاقب کریں گے۔ ایسی صورت میں فرار ہونے کے لیے ایک ٹیکسی ضروری ہے اور انتظام میں کر کے رکھوں گی۔ اچھا میں جا رہی ہوں۔"

وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ باہر نکلتے ہی اس کی توجہ دس نمبر کے دروازے پر تھی۔ یہ ظاہر ہو ادھر نہیں دیکھ رہی تھی لیکن اس نے کنکھیوں سے ادھر دیکھا تھا۔ وہ دس نمبر کا دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ جیسے اندر سے کوئی جھانک کر دیکھ رہا ہو۔ سونیا انجان بن کر زینے کی طرف جاتے ہوئے ہوٹل کے باہر نکلی۔ اس کا رُخ ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف تھا اس وقت صرف ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچی وہ ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ قریب پہنچنے پر پتا چلا کہ وہاں پچھلی سیٹ پر پہلے ہی کوئی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بے چینی سے دوسری ٹیکسی کا انتظار کرنے لگی۔

ہوٹل کے سامنے والی کشادہ سڑک پر کتنی ہی گاڑیاں گزرتی جا رہی تھیں۔ کئی ٹیکسیاں بھی اس کے سامنے سے گزریں۔ لیکن وہ خالی نہیں تھیں۔ وہ کالی میں گھڑی نہیں باندھتی تھی۔ لیکن اس وقت اسے گھڑی کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی اس وقت معلوم ہونا چاہیے تھا کہ کتنا وقت گزرتا جا رہا ہے۔ پندرہ منٹ کے بعد مرجانہ آ جائے گی تو اس کے لیے فوراً ہی ٹیکسی کی ضرورت ہو گی اور اگر وہ دونوں وہاں ٹھہری رہ گئیں تو تعاقب کرنے والے پھر ان کے پیچھے پڑ جائیں گے۔

کافی دیر تک بے چین رہنے کے بعد اس نے اندازہ کیا کہ پندرہ منٹ گزر چکے ہیں، مرجانہ ابھی تک ہوٹل سے باہر نہیں آئی تھی۔ سونیا سوچ رہی تھی، اچھا ہے، مرجانہ ابھی نہ آئے۔ پہلے ٹیکسی مل جائے۔ چونکہ مرجانہ نہیں آ رہی تھی اس لیے سونیا خود کو تسلیاں دے رہی تھی کہ ابھی پندرہ منٹ نہیں گزرے ہیں۔

وقت کا اندازہ غلط لگایا جا سکتا ہے۔ سونیا نے سوچا۔ اگرچہ میں نے غلط اندازہ لگایا ہے پھر بھی آدھا گھنٹہ تو گزر چکا ہے۔ مرجانہ اب تک کیا کر رہی ہے آئی کیوں نہیں؟"

وہ بے چینی سے کبھی ہوٹل کی طرف اور کبھی سڑک کی طرف دیکھ رہی تھی۔ سڑک کی طرف اُمید تھی کہ کوئی ٹیکسی مل ہی جائے گی اور ہوٹل کی طرف مرجانہ کے نظر آنے کی توقع تھی۔ پھر خیال آیا کیا وہ کسی مصیبت میں پھنس گئی ہے؟

اس خیال نے اسے پریشان کر دیا۔ اور خود ہی ہوٹل کی طرف تیزی سے جانے لگی۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک دم ٹھٹھک گئی۔ مرجانہ اپنے شانے سے بیگ لٹکائے ہوٹل سے باہر نکل رہی تھی۔ وہ قریب پہنچتے ہوئے بولی: "سوری، مجھے ذرا دیر ہو گئی۔"

سونیا نے کہا: "اچھا یہ ذرا دیر ہوئی ہے؟ میرے اندازے کے مطابق آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا ہے۔ تم اب تک کیا کر رہی تھیں؟"

"میں کیا بتاؤں اپنے کمرے سے نکل رہی تھی تو میں نے دس نمبر کے دروازے کو ذرا سا کھلا ہوا پایا۔ میں سمجھے غصّہ آیا کہ کمبخت چھپ کر نگرانی کر رہا ہے۔ میں نے فوراً ہی پلٹ کر دروازے پر زور کی لات ماری اس کے پیچھے کھڑا ہوا آدمی لڑکھڑاتا ہوا دور فرش پر جا گرا۔ میں کمرے کے اندر گھس گئی اور دروازے کو بند کر کے اس کی بھی ایسی تیسی کر دی۔

سونیا نے گھور کر پوچھا: "کیا تم نے اسے ختم کر دیا؟"

"اور نہیں تو کیا زندہ چھوڑ دیتی؟"

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کیا یہی تم میرا مشورہ مانتی ہو یہی تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ اب میں تم سے بات نہیں کروں گی۔ جاؤ تمہارا میرا راستہ الگ ہے۔"

یہ کہہ کر سونیا غصے سے پلٹ کر سڑک کی طرف جانے لگی۔ مرجانہ اس کے پیچھے دوڑتی ہوئی آنے لگی۔ "سنو سونیا، میں تو تمہارے لیے جان دینے کو تیار ہوں مگر اس دشمن کو دیکھ کر غصہ آ گیا تھا میں تھوڑی دیر کے لیے تمہاری باتوں کو بھول گئی تھی۔ بس آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گی میں وعدہ کرتی ہوں۔ اپنی قسم کھاتی ہوں تمہاری قسم کھاتی ہوں۔ مان جاؤ۔ نہیں تو میں سب کے سامنے تمہیں اٹھا کر کھانا شروع کر دوں گی۔"

وہ دونوں آگے پیچھے چلتی ہوئی فٹ پاتھ پر آ کر کھڑی ہو گئیں اسی وقت ایک ٹیکسی نظر آئی۔ سونیا نے ہاتھ دکھا کر اسے روکا۔ پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھنے لگی۔ مرجانہ بھی اس کے پیچھے ہی پچھلی سیٹ پر پہنچ گئی۔ سونیا نے ڈرائیور سے کہا۔ "آگے بڑھاؤ۔ ہم تمہیں بتائیں گے کہ کہاں جانا ہے۔"

ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ سونیا نے اس سے پوچھا: "تم نے ہوٹل میں جو کچھ بھی کیا وہ تمہارے لیے دس پندرہ منٹ کا کام تھا پھر اتنی دیر کیوں لگا دی۔ کیا معاملہ سخت تھا؟"

مرجانہ نے ڈرائیور کی طرف دیکھا پھر جاپانی زبان میں بولی: "یہ ڈرائیور ہو سکتا ہے کہ انگریزی زبان سمجھتا ہو۔ میں نے سنا ہے کہ تم جاپانی زبان سمجھ لیتی ہو اور بول لیتی ہو؟"

سونیا نے جاپانی زبان میں پوچھا: "تم نے یہ زبان کہاں سے سیکھ لی ہے؟"

وہ بولی: "کیا تمہیں پتہ نہیں کہ میرا استاد ایک جاپانی تھا واسٹورڈ کتنے مجھے یہ زبان سکھائی ہے۔ بہرحال تم نے یہ ٹھیک سمجھا ہے کہ میرے لیے اس کو ٹھکانے لگانا زیادہ مشکل نہیں تھا مشکل سے دس منٹ لگے ہوں گے لیکن میں دوسری مشکل میں پڑ گئی تھی۔"

"کیسی مشکل؟"

مرجانہ چند لمحوں تک ہچکچاتی رہی پھر بولی: "مجھے اپنا میڈیکل چیک اپ کرانا ہو گا میں ایک جسمانی تکلیف میں اکثر مبتلا ہو جاتی ہوں۔"

سونیا نے پوچھا: "آخر وہ تکلیف کیسی ہے۔ مجھے بھی تو بتاؤ۔"

مرجانہ نے پھر ڈرائیور کی طرف دیکھا۔ حالانکہ وہ جاپانی زبان نہیں جانتا ہو گا۔ پھر بھی مرجانہ سونیا کے قریب جھک کر اس کے کان میں کچھ کہنے لگی۔ سونیا حیرانی سے آنکھیں پھاڑے فٹ اسکرین کے پار دیکھ رہی تھی۔ اس نے مرجانہ کو دیکھ کر کہا: "عجیب ہے پھر تو فرد میڈیکل..

چیک اپ ہونا چاہیے ہم کہیں سکون پاتے ہی اور اپنا حلیہ بدلنے کسی بہت بڑی لیڈی ڈاکٹر سے رابطہ قائم کریں گے۔ دیکھتے ہیں کیا کہتی ہیں۔"

وہ دونوں تھوڑی دیر تک چپ چاپ بیٹھی رہیں۔ ڈرائیور نے پوچھا: "میں پوچھا کہ ٹھہرا جانا ہے؟"

سونیا نے کہا: "کسی ایسی سپر مارکیٹ میں لے چلو جہاں ضرورت کی ہر چیز ملتی ہو۔"

ڈرائیور نے گاڑی کو ایک دوسرے راستے پر موڑ دیا۔ وہ دونوں پھر چپ بیٹھی رہیں۔ وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ سوچ رہی تھیں پھر اچانک ہی سونیا نے مرجانہ کو دیکھتے ہوئے کہا: "تم نے مجھے یہ بات بتا کر اچھا کیا تو میں اب ایک خاص بات نوٹ کر رہی ہوں۔ جب تمہارے سر پر ضرب لگائی گئی تھی اور تم بری طرح زخمی ہو گئی تھیں۔ اس کے بعد ہم تمہیں اس کیمپ میں آ کر ملی تھی۔ تبھی میں نے محسوس کیا تھا کہ تمہاری آواز میں ہلکی سی تبدیلی آ گئی ہے۔ ذرا سا بھاری پن پیدا ہو گیا ہے جیسے کوئی لڑکا بول رہا ہو۔ اس وقت میں نے اس تبدیلی پر زیادہ غور نہیں کیا۔ شاید اس لیے کہ میں تم سے متاثر ہوں۔ تمہاری ہر بات اچھی لگتی ہے۔ اس لیے یہ تبدیلی بھی اچھی لگی تھی اور میں نے اسے غیر شعوری طور پر قبول کر لیا تھا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک سپر مارکیٹ میں پہنچ گئے۔ وہاں سونیا نے اپنے لیے مردانہ لباس خریدا اور مرجانہ کیلئے زنانہ لباس۔ پھر اس نے پوچھا: "یہ الٹی بان کیوں؟ میں قد میں تم سے اونچی ہوں لہٰذا میں بھاری ہوں۔ مجھے مرد کے روپ میں ہونا چاہیے۔"

"میں جانتی ہوں۔ اسی لیے پہلے میں نے تمہیں مرد بنایا تھا لیکن اب میں چاہتی ہوں کہ جلد سے جلد کوئی لیڈی ڈاکٹر تمہارا معائنہ کرے اور لیڈی ڈاکٹر اس وقت تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگائے گی جب تم مرد کے روپ میں ہو گی۔"

یہ کہہ کر سونیا نے میک اپ کے لیے وہ چار ضروری چیزیں خریدیں پھر وہ لوگ ایک بڑے سے ہوٹل میں پہنچے۔ وہاں انھیں ایک کمرہ کرایہ پر مل گیا۔

انھیں بھوک لگی تھی لیکن وہ جلد سے جلد اپنا حلیہ بدلنا چاہتی تھیں۔ اس لیے کھانے کے معاملے کو ٹال دیا اور دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔

تقریباً تین گھنٹے کے بعد جب دروازہ کھلا تو اندر سے سونیا مرد کے روپ میں باہر نکلی۔ اس کے پیچھے مرجانہ۔ وہ عورت کے روپ میں تھی۔ لیکن چہرہ بدلا ہوا تھا۔ دونوں کو دیکھ کر کوئی بھی نہیں پہچان سکتا تھا۔ وہ اطمینان سے باتیں کرتی ہوئی ہوٹل سے نکلیں ہوٹل والے بھی انھیں نہ پہچان سکے۔ باہر آ کر انھوں نے ایک ٹیکسی

زدش سے اخبار خریدا پھر ایک ریسٹورنٹ میں پہنچ کر کھانے کا آرڈر دیا اور مطالعہ کرنے لگیں۔

"اخبار پڑھنے کے بعد اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ ہمارے خلاف کتنی بڑی سازش کی گئی تھی اور ہمیں کس مقصد کے لیے جنگلوں میں محصور کیا گیا تھا۔ مرجانہ نے پھر غصے سے کہا: "میرا جی چاہتا ہے کہ ابھی سپر ماسٹر کی بوٹیاں نوچ لوں۔"

سونیا نے کہا: "غصہ تھوک دو۔ سپر ماسٹر کو ہم کئی برسوں کے بعد بھی تلاش نہ کر سکے۔ ہاں ایک سپر ماسٹر کو شکست کھا کر یا مجبور کر دینا تھا۔ اس دوسرے سپر ماسٹر کو بھی ہم کچھ نہ کچھ ضرور سکھائیں گے۔ ابھی تم غصہ دکھاؤ گی تو اس کا نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلے گا۔"

ان کے آرڈر کے مطابق کھانا آ گیا مرجانہ غصے میں تھی کھانے کو ہاتھ نہیں لگا رہی تھی۔ سونیا نے پچکار کر کہا: "کھانا کھا لو۔ نہیں کھاؤ گی تو میں بھی بھوکی رہوں گی۔ اگر تم میرے مشورے کے مطابق عمل نہیں کرو گی اور اپنے طور پر کوئی قدم اٹھا کر دشمنوں سے لڑنا جھگڑنا شروع کر دو گی تو بات بگڑ جائے گی۔ میں ناراض ہو کر ہمیشہ کے لیے تم سے دور چلی جاؤں گی۔ مجھے تلاش کرتی رہو گی میں تمہیں نہیں ملوں گی۔"

سونیا نے اسے سمجھا، منا کر کھلانا شروع کیا۔ خود بھی کھایا پھر کھانے کے بعد چائے پینے کے دوران سونیا نے کہا: "میں نے اس اخبار کے ذریعے ایک بہت بڑی تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر کا پتہ ڈھونڈ نکالا ہے۔ اس کا فون نمبر بھی ہے۔ لیکن میں فون پر رابطہ قائم کر کے ملاقات کا وقت مقرر نہیں کروں گی۔ ابھی یہاں سے اٹھ کر سیدھے اس کے پاس چلیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

وہ کھانے کے بعد وہاں سے اٹھ گئیں۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس پتے کے مطابق لیڈی ڈاکٹر کے بنگلے پر پہنچ گئیں۔ وہ لیڈی ڈاکٹر ینگ و عورت تھی، مگر بہت ہی مشہور اور تجربہ کار تھی۔ اس وقت وہ اپنے کلینک جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ اس نے پہلے تو ان سے ملنے سے انکار کیا پھر سونیا کے اصرار پر اس نے صرف پانچ منٹ کا وقت دیا۔ اس پانچ منٹ میں سونیا نے اس ڈاکٹر کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ کلینک پر جانے سے پہلے ہی مرجانہ کا معائنہ کرے۔ وہ منہ مانگی فیس ادا کرے گی۔

لیڈی ڈاکٹر سونیا کو ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر مرجانہ کو معائنے کے کمرے میں لے گئی۔ سونیا وہاں تنہا بیٹھے کر ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ وہ میرے متعلق بھی سوچ رہی تھی کہ آخر میں نے اتنی دیر سے رابطہ کیوں نہیں قائم کیا ہے۔ کہیں پھر سے کسی مصیبت میں گرفتار تو نہیں ہو گیا۔ اس کا ذہن بری طرح الجھا ہوا تھا۔ نہ تو میں رابطہ قائم کر رہا تھا اور نہ ہی اب اس کا کوئی دوست رہ گیا تھا سپر ماسٹر سے جو دوستی تھی وہ اب ختم ہو چکی تھی۔ دوسری طرف مرجانہ الجھن کا باعث بن رہی تھی۔

وہ الجھن کیسی تھی۔ اس کا جواب تھوڑی دیر بعد ملنے والا تھا اور تھوڑی دیر بعد جب لیڈی ڈاکٹر مرجانہ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آئی تو اس سے طرح طرح کے سوالات کر رہی تھی مرجانہ نے کہا: "میں نے آپ کو مختصراً اپنے بچپن سے لے کر اب تک کی باتیں بتائی ہیں میں شروع ہی سے لڑکوں جیسی زندگی گزارتی آئی ہوں۔ اور جوانی تک میں نے بڑی محنت و مشقت کی زندگی گزاری ہے۔ مردوں میں رہی ہوں اور مردوں کا مزاج رکھتی ہوں۔ مجھے عورتوں کے لباس بھی پسند نہیں ہیں چونکہ مشرقی ملک سے تعلق رکھتی ہوں۔ اس لیے اپنے ماحول کے مطابق زنانہ لباس پہن لیتی ہوں۔"

لیڈی ڈاکٹر توجہ سے اس کی باتیں سنتی رہی پھر اس نے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد اس نے بڑے ادب سے کہا: "سر میرے پاس ایک کمپلیکیٹڈ کیس آیا ہے۔ میں آپ کو رپورٹ سنا رہی ہوں۔ آپ ذرا توجہ سے سنیں اور مشورہ دیں۔"

یہ کہہ کر وہ معائنے کی رپورٹ اپنے سینئر ڈاکٹر کو سنانے لگی۔ پھر اس نے بتایا کہ مرجانہ بچپن سے مردانہ مزاج رکھتی ہے اور اس مزاج کو اپنی حرکتوں سے بھی ظاہر کرتی رہی ہے۔ بچپن سے یہ ایک نفسیاتی کیس رہا ہے اور اب عملی طور پر اس کا اظہار ہو رہا ہے۔"

یہ کہنے کے بعد وہ دوسری طرف سے کچھ سننے لگی۔ تھوڑی دیر تک سنتے رہنے کے بعد اس نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا اور پھر رسیور رکھتے ہوئے بولی: "پتہ نہیں جو کچھ میں کہنے جا رہی ہوں یہ تم لوگوں کے لیے اچھی خبر ہو گی یا بری۔" اس نے مرجانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس عورت کی جنس تبدیل ہو رہی ہے۔ اسے کسی ماہر ڈاکٹر کے زیر علاج رہنا ہو گا۔ کچھ عرصے تک مخصوص ٹریٹمنٹ کے بعد ایک مرحلہ ایسا آئے گا جب اس کا آپریشن کیا جائے گا۔ اگر آپریشن کامیاب ہوا تو یہ ایک مکمل مرد بن جائے گی۔"

سونیا آنکھیں پھاڑے ڈاکٹر مرجانہ کو دیکھنے لگی۔ مرجانہ خوش نظر آ رہی تھی۔ اس نے ذرا قریب کھسک کر سونیا کا ہاتھ تھام لیا۔ اسے لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی مرد اس کا ہاتھ تھام رہا ہے۔ سونیا ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر اٹھ کھڑی ہو گئی۔ وہ سہیلی بن کر مرجانہ کے گلے لگ سکتی تھی۔ اگر وہ مرد کے روپ میں آ جائے تو اسے ہاتھ پکڑنے کی بھی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔

دوسری طرف مرجانہ خوش ہو کر ڈاکٹر سے کہہ رہی تھی: "ڈاکٹر آپ

نے مجھے بہت بڑی خوش خبری سنائی ہے۔ میں بچپن سے یہی خواب دیکھتی آرہی ہوں کہ میں عورت نہیں مرد ہوں اور جب سے مجھے ایک دلنواز دوست ملی ہے اس وقت سے تو میں یہی دعا مانگتی تھی کہ مرد بن جاؤں۔ اب میں مرد بننے والی ہوں اور جس دن ایسا ہو جائے گا اس دن میں ساری دنیا سے مخالفتیں مول لے کر اپنی محبوبہ کو حاصل کروں گی۔"

ایسا کہتے ہوئے مرجانہ نے بڑے پیار سے اور بڑے عزم سے سونیا کی طرف دیکھا۔ جیسے چیلنج کر رہی ہو کہ وہ سونیا کو حاصل کرنے کے لیے ہر مخالفت سے، ہر دیوار سے ٹکرا جائے گی۔ چاہے وہ فرہاد کی فولادی ہمت کی دیوار کیوں نہ ہو۔۔۔

سونیا اور مرجانہ کے درمیان چند لمحوں کی خاموشی چھا گئی۔ چند لمحوں کی خاموشی میں پچھلے چند دنوں کا حساب تھا۔ ان چند دنوں میں دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب آگئی تھیں۔ انھوں نے بڑی بڑی مصیبتوں میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا تھا اور دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیتے ہوئے وہ یہاں تک پہنچی تھیں۔ دونوں میں اتنا گہرا دلی لگاؤ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو اپنی زندگی سمجھنے لگی تھیں جو مرد اور عورت کے درمیان ہوتی ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی پیاری پیاری سہیلیاں تھیں۔ لیکن اب سونیا بے چاری بن رہی تھی اور مرجانہ بے چارا بننے جا رہا تھا۔ لیڈی ڈاکٹر نے ایک کاغذ پر کچھ لکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم دونوں میں کیا رشتہ ہے؟"

مرجانہ نے کہا: "ہم آپس میں دوست ہیں۔"

لیڈی ڈاکٹر نے کہا: "مرد اور عورت کی دوستی کے پیچھے ہوس ہوتی ہے لیکن اب تم دونوں کی دوستی کے درمیان ہوس نہیں ہوگی۔ کچھ عرصے بعد دونوں ہی مرد ہو گے اور مردوں کی طرح مردانہ وار دوستی نبھاؤ گے۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

یہ کہہ کر لیڈی ڈاکٹر کاغذ کا وہ پرزہ سونیا کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی: "یہ ڈاکٹر ڈیوز کا پتہ ہے۔ یہ لندن میں رہتے ہیں اور بہت ہی ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹر ہیں۔ تمھاری یہ ساتھی عورت ان کے زیر علاج رہ کر آپریشن کے مرحلے سے گزر کر ایک دن تمھارے جیسی مکمل مرد بن جائے گی۔"

چونکہ سونیا مرد کے روپ میں تھی اس لیے لیڈی ڈاکٹر سونیا کو دیکھتے ہوئے اس کے جیسے مرد کی مثال دے رہی تھی۔ لیڈی ڈاکٹر کی فیس پہلے ہی ادا کی جا چکی تھی۔ وہ دونوں اس سے رخصت ہو کر اس بنگلے سے باہر آئیں اور ایک گلی سے گزرتے ہوئے مین روڈ کی طرف چلنے لگیں۔۔۔ ان کے درمیان تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر مرجانہ نے پوچھا: "سونیا کیا بات ہے۔ تم بہت دیر سے چپ چپ ہو۔ کیا میری اس تبدیلی پر تمھیں خوشی نہیں ہوگی؟"

وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولی: "ہاں۔ ضرور ہوگی مگر۔۔۔ اچھا ہوتا کہ تم عورت ہی رہتیں۔ ہم آپس میں کتنی اچھی سہیلیاں تھیں۔ ایک دوسرے پر جان نچھاور کرتی تھیں۔"

"ہم اب بھی ایک دوسرے کے لیے جان پر کھیل جائیں گے۔ ہماری محبت کم نہیں ہوگی۔ بلکہ پہلے سے بڑھ جائے گی۔"

یہ کہتے ہوئے مرجانہ نے سونیا کا ہاتھ تھام لیا۔ سونیا نے کچھ آہستہ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیے لیکن پھر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا اس کے دل میں یہ بات آئی اگر وہ مرجانہ سے کھنچی کھنچی رہے گی تو مرجانہ اسے نہ سمجھ سکے گی اور اس کے دلی جذبوں کو نہیں سمجھ سکے گی کہ سونیا اب بھی اس کو دل و جان سے چاہتی ہے لیکن اس چاہت میں اب شرم و حیا حائل رہے گی اور وہ دوکناروں کی طرح رہیں گی جن کے درمیان محبت کا دریا بہتا رہے گا۔ لیکن ایک کنارا دوسرے کنارے کو چھو نہیں سکے گا۔

مرجانہ ایسا نہیں سوچ رہی تھی۔ وہ صرف اپنے جذبوں میں جھانکتے ہوئے کہہ رہی تھی: "اب جب بھی میں تم سے بولوں گا مردوں کی طرح بولوں گا کیوں ٹھیک ہے نا؟"

سونیا خوب سمجھ رہی تھی۔ اگر وہ اردو زبان کی ادائیگی میں مرد کی حیثیت سے نہ بولتی تب بھی اس کی آواز میں کسی قدر مردانہ پن آگیا تھا۔ اس کی آواز ذرا سی بھاری بھرکم ہو گئی تھی اور جب وہ بولتی تھی تو اس کا دل ایک نامعلوم خوف سے دھڑکنے لگتا تھا۔ وہ کبھی بزدل نہیں تھی۔ اس کے اندر جو خوف تھا وہ اپنی پیاری مرجانہ کو چھوڑ جانے کا خوف تھا اور یہ خوف اس لیے بھی تھا کہ آج جو اتنی گہری محبت ہے کل وہ شدید نفرت میں نہ بدل جائے اور یہ نفرت دشمنی کا سبب بن جائے۔

وہ دونوں چلتے چلتے ایک کیمسٹ کی دکان کے سامنے سے گئیں۔ نیگرو لیڈی ڈاکٹر نے جو کاغذ دیا تھا اس میں کچھ دوائیں لکھی ہوئی تھیں۔ سونیا نے مرجانہ کے لیے وہ دوائیں خریدیں تاکہ استعمال آج ہی شروع ہو جائے۔ پھر اس کیمسٹ سے دریافت کیا قریب میں پے انگ گیسٹ کے لیے کوئی جگہ ہے۔ کیمسٹ نے انھیں ایک پتہ بتایا۔ وہ اس پتے کو نوٹ کر کے دکان سے باہر آئیں۔ سونیا کا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ اگر وہ پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے مرجانہ کے ساتھ رہے گی تو ایک ہی کمرے میں رات گزارنی پڑے گی اور اب وہ ایک کمرے میں اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا: "مرجانہ میں تمھیں اس پے انگ گیسٹ والے بنگلے میں چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لیے ایک کام سے جاؤں گی۔ جلد ہی واپس آجاؤں گی۔"

مرجانہ نے پوچھا: "ایسا کیسا کام ہے کہ مجھے چھوڑ کر جاؤ گی۔۔۔"

وہ بولی: "میں یہاں کے ماسٹر سے ملاقات کروں گی اور ان کا مساجہ کروں گی۔ یہ پوچھوں گی کہ ان لوگوں نے ہمارے خلاف سازش کیوں کی۔ اگر میں تمھیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی تو تم جوش میں آکر اسے مارنے کے لیے تیار ہو جاؤ گی۔ میں یہ نہیں چاہتی۔ یوں بھی ڈاکٹر نے تمھیں آرام کرنے کے لیے اور دوائیں پابندی سے استعمال کرنے کی تاکید کی ہے۔ اس لیے تم آرام کرنا۔ میں جلد ہی تمھارے پاس آجاؤں گی۔"

مرجانہ نے ساتھ چلنے کی ضد کی لیکن سونیا نے اس پتے پر پہنچنے کے بعد مرجانہ کو سمجھا بجھا کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ انتظار کرے گی اور سونیا اسے تنہا جانے دے گی۔ جس پتے پر وہ پہنچیں اس بنگلے میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے رہنے کی گنجائش تھی۔ ایک کمرہ مل گیا۔ انھوں نے اس کا ایڈوانس کرایہ ادا کیا۔ کمرے میں پہنچنے کے بعد سونیا نے مرجانہ کو اپنے سامنے دوائیں کھلائیں۔ تھوڑی دیر اس سے باتیں کیں پھر اس سے رخصت ہونے لگی۔ مرجانہ نے کہا: "تم تنہا جا رہی ہو۔ اور دشمنوں سے ملنے جا رہی ہو اگر تمھیں کچھ ہو گیا تو مجھے کیسے پتہ چلے گا تم یہ ہیں سے ہو۔"

سونیا نے غصہ دکھاتے ہوئے کہا: "ابھی تو تم راضی ہو گئی تھیں۔"

وہ بولی: "وہ مرجانہ جو عورت ہے راضی ہو گئی تھی اور وہ مرجانہ جو عورت نہیں ہے وہ راضی نہیں ہو سکتا۔ میں اس شرط پر تمھیں جانے دوں گا کہ فرہاد ہم سے رابطہ قائم کرے۔ اس طرح فرہاد کے ذریعے مجھے تمھاری خیریت کا پتہ چلتا رہے گا میں اطمینان سے یہاں تمھاری واپسی کا انتظار کرتا رہوں گا۔"

سونیا بھیج گئی۔ وہاں کے ماسٹر کے پاس جانا اس کے لیے کوئی ضروری نہیں تھا سو وہ کچھ وقت مرجانہ سے دور رہ کر گزارنا چاہتی تھی۔ تنہائی میں وہ اسکون سے سوچنا چاہتی تھی کہ مرجانہ کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا جائے۔ ایسا کہ وہ یہ محسوس نہ کرے کہ سونیا اس سے کھنچی کھنچی سی رہنے لگی ہے۔ وہ سچ مچ اس سے کھنچی رہنا چاہتی تھی لیکن اظہار کو اس کا احساس بھی نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ اب اس سلسلے میں فرہاد کا انتظار تھا کہ میں رابطہ قائم کروں گا تو تجھ سے مشورہ کرے گی۔

میں غلام اور سوختی کے ساتھ ایک جھونپڑی میں آرام کر رہا تھا اور ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا اس وقت رات کے دس بجے تھے کہ سوختی غلام کو اپنی داستان سنا رہی تھی کہ ہم کتنی مصیبتوں سے گزرتے ہوئے اس جنگل میں دشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے اور خونخوار آدم خور گدھوں سے بچتے بچاتے ہوئے وہاں پہنچے میں بھوتنی کی داستان جاری تھی غلام محسن رہا تھا میں کچھ دیر ان کے ساتھ رہ کر ڈیوس سونیا کے پاس پہنچا۔ اس وقت رات کے ساڑھے دس بجے تھے۔

وہ دونوں جاگ رہی تھیں۔ سونے کا ارادہ نہیں تھا۔ ارادہ ہوتا تب بھی ابھی نیند نہیں آتی۔ مرجانہ کی زندگی میں انتہائی انقلاب آ رہا تھا اور اس انقلاب کی وجہ سے سونیا الجھن میں گرفتار ہو گئی تھی۔ میں نے چپکے سے سونیا کے دماغ میں جھانک کر کہا: "ہیلو سونیا تم بہت پریشان ہو۔ میں نے تھوڑی دیر تمھارے دماغ میں رہ کر بہت ساری باتیں معلوم کر لی ہیں۔ مرجانہ کا پرابلم بھی معلوم ہو گیا ہے۔"

سونیا نے کہا: "فرہاد تم تو جانتے ہو کہ آج تک میں نے کسی کو بھی لفٹ نہیں دی مرد کی بات تو دوسری ہے کسی عورت کو بھی میں نے اپنی سہیلی نہیں بنایا۔ دوستی نہیں کی کسی کو اپنے اتنے قریب آنے کی اجازت نہیں دی جتنا کہ مرجانہ آچکی ہے۔ واقعی اس کی شخصیت اتنی اچھی، اتنی پیاری اور اتنی پرکشش ہے کہ میں اس سے بہت زیادہ متاثر ہوں لیکن متاثر ہونا اور بات ہے۔ اب مرجانہ مجھ سے بہت کمی کا طالب ہو گی اور یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ یہاں میرے اور اس کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے اور یہ اختلافات بہت دور تک جائیں گے اور بہت پریشانیاں اور الجھنیں پیدا کر سکتے ہیں۔"

"سونیا ہم نے آج تک اتنی پریشانیاں اتھائی ہیں جن کا کوئی حساب نہیں ہے اور ہمیں بار ہا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان رکاوٹوں سے گزرنا پڑا ہے ہمارے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم نے زندگی کی جدوجہد کے دوران یہ سیکھا ہے کہ کوئی بھی مسئلہ سامنے آئے تو اس کو بہت زیادہ اہمیت نہ دی جائے۔ بلکہ پہلے اپنے دماغ کو پرسکون رکھا جائے۔ اس مسئلے کو ٹالا جائے اور آہستہ آہستہ اس کے متعلق سوچا جائے۔ ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد اس کا کوئی حل تلاش کیا جائے۔ ہم ایسا کریں گے۔ تم اطمینان رکھو۔ ابھی مرجانہ مرد نہیں بن رہی ہے۔ اسے مکمل مرد بننے کے لیے کتنے ہی مرحلوں سے گزرنا ہوگا۔ اس وقت تک تمھیں مطمئن رہنا چاہیے۔ جیسے تم دونوں کے درمیان دوستی ہے ویسی ہی دوستی نبھاتی رہو۔ اس سے دوستی بھاگو۔ اسے ابھی سے یہ احساس نہ دلاؤ کہ تم دور ہو رہی ہو۔ اس سے بھرپور اپنائیت کا اظہار کرو اور اسے ساتھ ساتھ یہ احساس دلاتی جاؤ کہ تم صرف میری امانت ہو۔ یقیناً اسے رفتہ رفتہ سمجھا جائے گا تو وہ سمجھ لے گی۔ نادان نہیں ہے۔ اس کے اندر جو انقلاب آرہا ہے تم اس سے پریشان ہو گئی ہو۔ پریشان ہونا چھوڑ دو۔"

"فرہاد تمھاری یہ بات درست ہے کہ مرجانہ ابھی مرد نہیں بن رہی ہے اور اس کے لیے ذرا وقت لگے اس وقت مجھے اس سے

نہیں کترانا چاہیے لیکن میں یہ کہوں کہ ڈاکٹری رپورٹ سننے کے بعد اب وہ مجھے مرد ہی لگتی ہے۔ تم نے اس کی آواز نہیں سنی ہے۔ اس کی آواز میں بھی مردانگی آگیا ہے اور اب تو وہ یہ کہتی ہے کہ وہ "شی" نہیں ہے "ہی" ہے۔ پوری طرح یہ یقین دلا رہی ہے کہ وہ مرد بن چکی ہے اور میرے اندر بھی یہ بات سما گئی ہے کہ اب جو ساتھی ہے وہ عورت کم اور مرد زیادہ ہے اور مجھے اس سے کتراتے رہنا چاہیے۔ دوست بن کر رہنا چاہیے مگر ہمارے درمیان شرم و حیا کی ایک دیوار قائم رہنا چاہیے۔"

"یہ باتیں میں مرجانہ کو سمجھا دوں گا۔ تم اطمینان سے چائے پیو۔ میں اس کے پاس جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو مرجانہ! کیا حال ہیں؟"

وہ خوش ہو کر بولی: "ہیلو فرہاد! لیکن میں تم سے مادری زبان میں بات کروں گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا: "یہ کروں گا کا کیا مطلب ہوا؟"

"کے درمیہ نہیں جانتے؟ مجھے یقین ہے کہ میرے پاس آنے سے پہلے تم نے سہیلی سے باتیں کر لیے ہوں گے اور ہمارے دماغوں میں جھانک چکے ہوں گے۔"

"میں ساری معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ ڈاکٹری رپورٹ سن چکا ہوں۔ مبارک ہو میں تمہیں تمہاری دیرینہ آرزو پوری ہونے اور مرد بننے پر مبارک باد دیتا ہوں لیکن ابھی تمہیں بہت سے مراحل سے گزرنا ہوگا۔ جب تک تم مکمل طور سے مرد نہیں بن جاؤ گے۔ اس وقت تک مردوں کے انداز میں بولنا اچھا نہیں لگتا۔"

وہ بولی: "میں جب سے پیدا ہوئی تب سے اپنے اندر ایک مرد ہوں۔ قدرت نے مجھ سے ایک بہت بڑا مذاق کیا ہے۔ جو اب تک میری مردانگی کو میرے اندر چھپا رکھا ہے۔ نہ دنیا والوں پر ظاہر کیا اور نہ ہی مجھے اس کا موقع ملا کہ میں خود ظاہر کرتی کیونکہ مجھے عورتوں کا جسم ملا تھا۔ اب یہ جسمانی تبدیلی بھی ہو گئی۔ میرا مزاج پہلے سے بدلا ہوا تھا اب جسم بھی بدلے گا، جذبے بھی بدلیں گے۔ جب یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو میں ابھی سے مردانہ انداز میں کیوں نہ بولوں۔ کیا تمہیں میرا اس طرح بولنا برا لگتا ہے۔ کیا تم اپنے دل میں کوئی خلش رکھتے ہو کہ میں مرد کیوں بن رہا ہوں؟"

"نہیں مرجانہ! یہ بات نہیں ہے۔ میں تمہیں صرف اس لیے سمجھا رہا ہوں کہ سونیا تمہیں اب تک ایک سہیلی کی حیثیت سے قبول کر رہی ہے۔ تم جب تک عورت کے روپ میں ہو اس وقت تک تم سہیلی بنی رہو اور سہیلی کے انداز میں، عورتوں کے انداز میں گفتگو کرو۔ سونیا کو یہ احساس مت دلاؤ کہ تم مرد ہو اگر تم مرد کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہنا چاہو گی تو وہ تم سے کترائے گی۔ وہ سولے فرہاد کے اور کسی کو اپنے قریب برداشت نہیں کر سکتی۔"

"فرہاد تم جانتے ہو کہ سونیا میرے اتنے قریب آ چکی ہے جتنے قریب کبھی تمہارے ساتھ تھی۔"

میں نے کہا: "وہ اور بات تھی اس وقت تک تم دونوں سہیلیاں تھیں۔ اب تم یہ ثابت کرنا چاہتی ہو کہ تم سہیلی نہیں مرد دوست ہو۔ سونیا ایسی عورت ہے کہ کسی مرد دوست کو برداشت نہیں کرے گی۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "کچھ عرصہ پہلے تک میں مرد اور عورت کی محبت کو حماقت سمجھتا تھا میں خود کسی مرد سے دوستی کرنا چاہتا تھا نہ کسی عورت سے۔ تم خود جانتے ہو کہ میں نے بڑی مشکل سے تمہیں بھی اپنا دوست بنایا تھا میں صرف اپنی امی سے محبت کرتا تھا۔ اور آج بھی کرتا ہوں لیکن جب سے میں نے سونیا کو دیکھا ہے جب سے میں اس کے قریب رہنے لگا ہوں۔ جب سے اس کی ایک ایک ادا میرے دل میں اترنے لگی ہے جب سے سونیا کی ایک ایک صلاحیت نے مجھے متاثر کیا ہے میں اس کا دیوانہ بن گیا ہوں یقین کرو کہ میں تمہیں اپنے مرحوم والد کی تمام دولت اور جائداد دے کر اور زندگی بھر تمہارا غلام بن کر سونیا کو اس کے بدلے تم سے مانگ لوں گا۔ اور تم سے کہوں گا کہ سنجیدگی سے غور کرو۔ میری محبت کو سمجھو میرے جذبے کو سمجھو میری دیوانگی کو سمجھو اور سونیا کو میرے حوالے کر دو۔ ابھی بہت وقت ہے۔ جب تک میں پرسٹن کے مرحلے سے گزرتا ہوں اس وقت تک تمہیں میرے حق میں فیصلہ کرنا ہوگا۔"

مرجانہ یہ سب کچھ دل کی گہرائیوں سے کہہ رہی تھی۔ میں اس کے جذبوں کو سمجھ رہا تھا اس کی دیوانگی کو سمجھ رہا تھا چونکہ اس کے دماغ کے اندر تھا اس لیے اس کے دماغ کی گہرائیوں تک پہنچ رہا تھا۔ میں ان گہرائیوں میں صرف سونیا ہی سونیا کو دیکھ سکتا تھا۔ لیکن میرے اور سونیا کے لیے وہ ایک بہت ہی الجھا ہوا مسئلہ بن گئی تھی۔ جہاں تک سونیا کو چھوڑنے کا تعلق ہے تو میں اسے اپنی مرضی سے کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ میری روح، میری زندگی تھی۔ ایک بار جب وہ میری "ڈمی بالونک" میں سے دلچسپی لینے لگی تھی تو میں نے سوچا تھا شاید وہ مجھ سے پیچھا چھڑا کر اس کی بن جانا چاہتی ہے لیکن حقیقت کچھ اور تھی۔ وہ بالونک میں کو میری ڈمی سمجھ کر قبول کر رہی تھی۔ اسے ایک کھلونا سمجھ کر کھیل رہی تھی۔ لیکن اس کھیل کے دوران اس نے کبھی ایسا موقع نہیں آنے دیا جب بالونک میں اس کے ساتھ تنہائی میں وقت گزار سکتا۔ سونیا نے اپنی ذات کو صرف میرے لیے وقف کر رکھا

تھا۔ اس بات کو میں نے برسوں کے تجربات سے سمجھا تھا۔ اس پر مجھے پورا یقین تھا۔ سونیا کی بھی یہی حالت تھی۔ وہ بالونک میں کو مرد چاہتی تھی۔ بس ایسے ہی چاہتی تھی۔ جیسے آج کل مرجانہ اس سے محبت کر رہی تھی۔ مرجانہ کے لیے بھی اس کے دل میں بڑی وسعت تھی لیکن جو مسئلہ مرجانہ پیش کر رہی تھی وہ میرے اور سونیا کے لیے قابل قبول نہ تھا۔

مرجانہ نے آواز دی: "فرہاد کیا تم میرے دماغ سے جا چکے ہو؟"

میں نے کہا: "نہیں، میں موجود ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ تم ہمارے لیے ایک بہت ہی الجھا ہوا مسئلہ بن گئی ہو۔ بہرحال ابھی اس مسئلے پر غور کرنے، بحث کرنے اور کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے کافی وقت ہے لیکن کیا تمہارے اندر جو انقلاب آ رہا ہے تم اس میں اتنی مگن ہو کہ اپنی امی کی خیریت پوچھنا بھی بھول گئیں؟"

"نہیں فرہاد! مجھے امی ہمیشہ یاد آتی ہیں لیکن میں نے اس لیے نہیں پوچھا کہ تم خود بتاؤ گے اور اس لیے میں فکرمند نہیں ہوں کہ جب تمہارے جیسا دوست اور حافظ موجود ہے تو میری امی پر کوئی آنچ نہیں آ سکتی۔"

"ہاں، ان پر ابھی کوئی آنچ تو نہیں آئی ہے۔ لیکن وہ مصیبت میں گرفتار ہیں اور ایک جگہ قید ہیں۔"

وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی: "میری امی کہاں قید ہیں؟ کس نے قید کیا ہے؟"

میں نے کہا: "آرام سے بیٹھ جاؤ۔ تمہاری امی یقیناً مصیبت میں ہیں لیکن انہیں ابھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس لیے میں مطمئن ہو کر تم لوگوں کے پاس آیا ہوں۔"

سونیا نے پوچھا: "کیا بات ہے مرجانہ؟ تم اچانک اٹھ کر کیوں کھڑی ہو گئیں؟"

مرجانہ نے بیٹھتے ہوئے کہا: "فرہاد نے بتایا ہے کہ میری امی مصیبت میں گرفتار ہیں اور کہیں قید کر دی گئی ہیں۔"

میں نے سونیا سے کہا: "سونیا میں تمہاری زبان سے مرجانہ کی امی کی داستان سنا رہا ہوں۔ تمہارا ذہن بھی اسے سنتا رہے گا اور تمہاری زبان یہ داستان مرجانہ کو سناتی رہے گی۔ تو سنو۔"

سونیا بولنے لگی: "مرجانہ میں فرہاد بول رہا ہوں۔ جیسا کہ میں نے بتایا تھا کہ تمہاری امی پاکستان جانے کے لیے ایک دوسرا روپ اختیار کر رہی ہیں۔ میک اپ کے ذریعے ان کے چہرے اور ان کی شخصیت کو بدلا جا رہا ہے۔ پیرس میں ایک خاتون ہے جس کا نام ڈارلنگ افروزہ ہے وہ تقریباً بتیس تینتیس برس کی ایک تنہا عورت ہے اس نے آج تک شادی نہیں کی۔ اس کا شغل فوٹو گرافی ہے۔ وہ بڑے اہم واقعات کی تصویریں اتار کر ہزاروں ڈالر کماتی ہے۔ تمہاری امی اسی ڈارلنگ افروزہ کے روپ میں ہیں۔"

"تمہاری امی میری بھی امی ہیں میں کوئی غلط تو بین آمیز بات ان کے متعلق نہیں کہہ سکتا۔ لیکن یہ تو تم جانتی ہو کہ تمہاری امی ابھی چالیس برس کی بھی نہیں ہوئی ہیں۔ بوتیس چالیس برس میں بوڑھی نہیں ہوتیں، ادھیڑ عمر کہلاتی ہیں۔ تمہاری امی تمہاری خاطر بیس برس تک جوانی کی جگ میں جتی رہتی ہیں۔ اپنے جذبوں کو کچلتی رہیں۔ صرف تمہارے جذبے کو انھوں نے بیدار رکھا اور یہ سب کچھ تمہارے لیے کیا۔"

"ہاں فرہاد! میں مانتی ہوں۔ انھوں نے میرے لیے بہت بڑی قربانی دی ہے۔ وہ چاہتیں تو دوسری شادی کر سکتی تھیں۔"

میں نے کہا: "اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے اگر تم جوان ہو گئی ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمہاری امی بوڑھی ہو گئی ہیں۔ وہ بھی جوان ہیں۔ ان کے دل میں بھی ارمان ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم نہیں صرف ماں کے خانے میں بٹھا کر دیکھتے ہیں۔ بہرحال میں یہ کہہ رہا تھا کہ تمہاری امی کسی شخص سے دلچسپی نہیں لے رہی تھیں۔ لیکن قصہ یوں ہے کہ جس شخص کا میں ذکر کر رہا ہوں اس کا نام ڈیئر جمال ہے اور تمہاری امی کا ہم ڈارلنگ افروزہ ہے۔ یہ ڈیئر اور ڈارلنگ کا جوڑ خوب مل گیا ہوا یوں کہ ڈیئر جمال ایک برس پہلے ڈارلنگ افروزہ پر مرمٹا تھا اب تک اس کے عشق میں بتلا رہا تھا۔ ڈارلنگ فروزہ کو تلاش کرنے کے لیے وہ پیرس آیا لیکن وہ نہیں مل سکی۔ اب وہ بنکاک کی طرف جا رہا تھا کہ ہوائی جہاز میں تمہاری امی سے ملنا ہو گیا۔ چونکہ تمہاری امی ڈارلنگ افروزہ کے روپ میں تھیں۔ اسی لیے وہ ان میں دلچسپی لینے لگا۔ اس کی یہ دلچسپی بہت پہلے سے تھی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں جو کچھ ہے ڈارلنگ افروزہ ہے میری امی کی شخصیت کچھ نہیں ہے۔"

"ایسی بات نہ کہو اگر ڈارلنگ افروزہ کا میک اپ اتار دیا جائے تو تمہاری امی کی جو شخصیت نکلے گی اس کے سامنے ڈارلنگ افروزہ کچھ بھی نہیں ہوگی۔ ڈیئر جمال انہیں دیکھ کر مبہوت رہ جائے گا اور اس کی دیوانگی پہلے سے زیادہ بڑھ جائے گی۔ وہ تمہاری امی کی شخصیت سے اور ان کے حسن و جمال سے بہت زیادہ متاثر ہوگا۔ یہ میں یقین سے کہتا ہوں۔"

"اچھا تو میری امی کو اس شخص سے دلچسپی نہیں ہے؟"

"ہاں پہلے نہیں تھی لیکن جو بند یونہی پانی پکایا جاتے تو پتھر میں بھی سوراخ ہو جاتا ہے۔ تمہاری امی کے سوتے ہوئے پینے پھر انگڑائی لینے لگے ہیں۔ وہ اندر ہی اندر بہت پریشان ہیں کہ کیا کریں جوان بیٹی اور ہم سب کے خیال سے کہ ان کا مذاق اڑایا جائے گا۔ وہ اپنی محبت کو ظاہر نہیں کرنا چاہتیں۔ ڈیئر جمال سے جو ایک لگاؤ پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ اس لگاؤ کو بھی انہوں نے دل کے تہہ خانوں میں چھپا

کر رکھ لیا ہے۔"

"میری امی کو اب اندر ہی اندر نہیں سلگنا چاہیے۔ وہ بھی عورت ہیں۔ ان کے سینے میں بھی دل ہے۔ انہیں ضرور دوسری شادی کر لی چاہیے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"نیک خیال ہے۔ انہیں ضرور اپنا ایک گھر بھرے بسا چاہیے جب وہ تمہاری طرح جوان تھیں تو کتنی ہی بار اپنا گھر بسانے کے متعلق سوچا لیکن دشمنوں نے انہیں ایسا کرنے نہیں دیا پھر تقدیر ایک بار مہربان ہوئی تو اب سلامت علی نے انہیں اپنی عزت اپنی شریکِ حیات بنا لیا لیکن یہ ازدواجی مسرتیں صرف دو سال تک رہیں۔ اس کے بعد تو اب صاحب اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس وقت سے اب تک دیکھا جائے تو تمہاری امی بے گھر ہی رہی ہیں۔ ان کا اپنا گھر نہیں ہے۔ کیونکہ گھر صرف چار دیواری کو نہیں کہتے شوہر کے سائے کو بھی کہتے ہیں۔"

سونیا اتنی دیر سے ہماری گفتگو کا ذریعہ بنی ہوئی تھی اور ہماری باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا: "اب آگے بھی تو بولو لوگ کیا ہوا۔ جہاں تک امی کا تعلق ہے تو انہیں جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے دیکھیں کہ ان دونوں کے رومانس کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ ہم زندگیوں کا فرض ہے کہ امی کی شادی کرائیں اور اگر ڈیئر جمال اچھا لڑکا ہے تو اسے گھیر گھار کر کہیں نہیں بھاگنے نہ دیں اب امی بھلے۔ ۔ ۔ یہ اتنی بزرگ نہیں ہیں جتنے کہ ہم امی کے لیے بزرگ بن گئے ہیں۔ ان کی تمام ذمہ داری ہم پر ہے۔ ہم اپنی ذمہ داریاں نباہیں گے اور بڑی محبت سے ان کی شادی کریں گے۔ چلو اب آگے بیان کرو۔"

میں نے پھر سونیا کی زبان سے بیان کرنا شروع کیا۔ وہ جہاز جس پر دونوں سفر کر رہے تھے کسی ٹیکنیکل خرابی کے باعث قاہرہ کے ایئر پورٹ پر اتار لیا گیا۔ وہاں انہیں دوبارہ سفر کرنے کے لیے کئی گھنٹے تک انتظار کرنا تھا۔ وہ ایئر پورٹ سے باہر کچھ دیر کے لیے نکلے تو چند بدمعاشوں نے ان کے پاسپورٹ اور نقدی چھین لی اور انہیں ایک ویرانے میں لے جا کر چھوڑ دیا۔ وہ اس ویرانے میں بہت دیر تک ایک سڑک کے کنارے چلتے رہے پھر ایک ویگن میں انہیں لفٹ ملی۔ وہ دشمنوں کی گاڑی تھی۔ جنہوں نے انہیں ایک مویشیوں کے فارم میں لیجا کر قید کر دیا۔ اس وقت سے اب تک وہ وہیں قید ہیں۔ میں امی کے دماغ میں جھانک کر دیکھ چکا ہوں وہ بخیریت ہیں۔ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا ہے۔ اس لیے میں مطمئن ہو کر تم لوگوں کے پاس آیا ہوں۔"

مرجانہ نے کہا: "ہو سکتا ہے کہ اتنی دیر میں کوئی نقصان پہنچا دے تم بڑی دیر سے ہمارے پاس ہو۔"

"فکر نہ کرو۔ ان کے ساتھ ڈیئر جمال ہے۔ میں نے تمہیں تفصیل سے نہیں بتایا ہے کہ بہت اچھا فائٹر ہے۔ چالاک اور پھرتیلا بھی ہے جن لوگوں نے اسے گھیر اتھا ان میں سے ایک کے پاس ریوالور دوسرے کے پاس چاقو تھا۔ دوسرے لوگ جنتے تھے۔ اس کے باوجود اس نے ان سب کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ وہ گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکا ہے۔ تمہاری امی کو نقصان نہیں پہنچنے دے گا۔"

"پھر بھی بہت دیر ہو چکی ہے۔ تم امی کی فیریت معلوم کر کے آؤ۔"

"اچھی بات ہے میں جا رہا ہوں مگر اب تم دونوں کو قاہرہ جانا چاہیے۔ جہاں تم امی اور ڈیئر جمال کی مدد کر سکو گی۔"

سونیا نے کہا: "یہ بھی بات ہے ہم سوچ کر فیصلہ کریں گے کہ یہاں سے قاہرہ کتنی جلدی پہنچا جا سکتا ہے۔"

میں ان لوگوں سے رخصت ہو کر سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں ابھی تک فارم کے ایک کمرے میں قید تھے۔ دشمنوں نے ان کے چہرے سے میک اپ اتار دیا تھا۔ میک اپ اتارنے کے بعد سائرہ بانو نے ڈیئر جمال سے کہا تھا "اب مجھے دیکھ لو یہ میرا اصلی روپ ہے۔ میں کتنی عمر والی ہوں۔"

ڈیئر جمال نے ہنستے ہوئے جواب دیا: "میں کیا دیکھوں شاید تم نے ایک عرصے سے آئینہ نہیں دیکھا ہے اگر دیکھ لیا ہوتا تو کبھی خود کو عمر والی نہ کہتیں۔ میں تو تمہیں دیکھ کر حیران ہوں۔ میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کہ دل کیسے دھڑک رہا ہے تم تو ڈارلنگ افروزہ سے بھی زیادہ حسین اور پُرکشش ہو۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اپنے عشق کی پٹری بدل دوں۔ جس ڈارلنگ افروزہ کے چہرے سے محبت تھی اس کا چہرہ بدل دینے سے محبت تو نہیں بدل جاتی۔ محبت چہرے کے پیچھے ہوتی ہے اور اس سفر کے دوران میں نے تمہیں قریب سے دیکھا ہے۔ تمہاری شرارت کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد میں اس قدر تمہاری شخصیت سے متاثر ہوا ہوں کہ اب اس شخصیت پر چہرے کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔ یہ چہرہ خواہ سائرہ بانو کا ہو یا ڈارلنگ افروزہ کا۔ میں صرف تمہاری شخصیت سے محبت کروں گا۔"

اس کی محبت بھری باتیں سن کر سائرہ بانو اندر سے تڑپ جاتی تھی۔ ایک مدت تک اپنے جذبوں پر ضبط اور تحمل کا پہرہ بٹھائے رکھنے کے باوجود اب دل نہیں مان رہا تھا اسی طرف کھنچا جاتا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی: "جمال تم کیوں نہیں سمجھتے کہ ہمارے شرق میں شادی کرنے اور گھر بسانے کی ایک عمر ہوتی ہے۔ جب وہ عمر گزر جاتی ہے تو ہم سب اپنے بچوں کے لیے زندہ رہتے ہیں۔ میری ایک جوان بیٹی ہے۔ کل کلاں کو اس کی شادی ہو گئی۔ میرا کوئی داماد آئے

گا تو وہ میری بڑھاپے والی شادی پر ہنسیں گے۔"

وہ بولا: "یہی تو مشکل ہے کہ تم خود کو بوڑھا سمجھتی ہو۔ اگر تمہاری بیٹی جوان ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جوان بیٹی کے ہونے سے مائیں بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ ایسی ہزاروں لاکھوں مثالیں ہیں کہ جوان بیٹی کی مائیں بھی شادی کرتی ہیں۔ اور اس لیے کرتی ہیں کہ وہ نہ تو مزاج کے اعتبار سے اور نہ جسمانی اعتبار سے بوڑھی ہوتی ہیں۔ ان کے سینے میں دل ہوتا ہے۔ ان کے اپنے جذبے ہوتے ہیں۔ ان کی اپنی ضرورتیں ہوتی ہیں۔ تمہاری بھی ضرورت ہے اور تمہاری ضرورت میں ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے ڈیئر جمال نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ میں نے اس ہاتھ کو پکڑا ہے تو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ چاہے قیامت ہی کیوں نہ آ جائے۔ تم میرے سچے جذبے کو آزما لینا۔"

"جمال تم نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا فیصلہ کروں۔ پہلے میں اپنی بیٹی سے اور فرہاد سے بات کروں گی۔ ان کے سامنے کسی طرح تمہارا ذکر ہونا چاہیے۔ تم بھی ساتھ رہو گے تو شاید وہ لوگ خود ہی سمجھ لیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔"

ایسا کہتے کہتے وہ ایک دم سے چونک گئی۔ ڈیئر جمال نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

وہ بولی: "میں حیران ہوں کہ فرہاد نے کل رات سے اب تک میری خبر کیوں نہیں لی۔ وہ کبھی مجھ سے بے خبر نہیں رہتا۔ میں سوچ رہی ہوں کہ یا تو وہ کسی بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہے اور اسے دماغی رابطہ قائم کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے یا پھر وہ جان بوجھ کر ہم سے انجان بن رہا ہے اور ہمیں ڈھیل دے رہا ہے۔"

ڈیئر جمال نے کہا: "فرہاد، دماغی رابطہ؟ یہ تم کیا کہہ رہی ہو کیا فرہاد علی تیمور سے تمہارا کوئی تعلق ہے؟"

"ہاں، میں نے تمہیں ابھی تک یہ نہیں بتایا تھا کہ کون کون لوگ میرے دوست عزیز ہیں۔ ایک میری بیٹی مرجانہ ہے۔ دوسرا میرا منہ بولا بیٹا فرہاد علی تیمور ہے جسے دنیا کے بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو نہ جانتے ہوں گے۔"

ڈیئر جمال نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: "ہاں، میں جانتا ہوں۔ میں نے بہت کچھ پڑھا ہے اور اس کے متعلق سنا ہے مجھے خوشی ہے کہ وہ تمہارا منہ بولا بیٹا ہے۔"

وہ بولی: "تم اسی سے اندازہ لگا لو کہ جب اتنے بڑے بڑے بیٹے اور بیٹیاں ہوں تو میری عمر کیا ہو گی۔ کیوں خواہ مخواہ میری ذات کے دلچسپی لیتے ہو۔"

وہ بولا: "تم چاہو تو ایک ہاتھی کو بھی بیٹا بنا سکتی ہو اور اگر ایسا کرو گی تو تمہاری عمر زیادہ نہیں ہو جائے گی۔"

وہ ناراض ہو کر بولی: "کیا تم میرے بیٹے کو ہاتھی کہہ رہے ہو؟"

"نہیں بابا، میں مثال دے رہا ہوں۔ تمہارا بیٹا ہاتھی کی طرح بھاری بھرکم، شیر کی طرح مضبوط اور ہنڈرا دالسان کی طرح پُرعزم ہے تمہارے بیٹے کے لیے جتنی مثالیں فراہم کی جائیں اتنی کم ہیں۔ خوش ہو جاؤ، غصہ تھوک دو۔"

وہ مسکرانے لگی: "میں تمہیں اپنے بیٹے سے ملاؤں گی۔ دیکھنا کہ وہ کتنا خوبرو ہے۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ وہ بس میری بیٹی کا ہو کر رہ جائے۔ میری بڑی تمنا ہے کہ اسے داماد بناؤں۔"

میں ان کی خواہش پر مسکرایا۔ بیچاری اپنی بیٹی کو ابھی تک بیٹی سمجھ کر مجھے داماد بنانے کے خواب دیکھ رہی تھیں اور ان کی بیٹی کچھ عرصے بعد پتہ نہیں کس کی داماد بننے والی تھی۔

ڈیئر جمال نے کہا: "میں تمہیں ایک نیک مشورہ دیتا ہوں اور وہ یہ کہ فرہاد سے ساری عمر دوستی رکھنا۔ اسے اپنا بیٹا بھی بنا لینا اس پر اپنی ممتا بھی نچھاور کرنا لیکن اپنی بیٹی کے حوالے نہ کرنا۔ اس کا ٹائپ یہ نہیں ہے کہ شادی کر کے گھر بسائے اور بچے پیدا کرتا رہے۔ وہ سیلانی آدمی ہے اور دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک بہتا چلا جاتا ہے۔ تمہاری بیٹی اور تم بعد میں پریشان ہو جاؤ گی۔"

وہ بولیں: "ہم رشتوں کی باتیں اتنے اطمینان سے کر رہے ہیں جیسے اپنے گھر میں بیٹھے ہوں۔ کیا اسی قید خانے میں زندگی گزارنی ہے؟"

"نہیں، میں سوچ رہا ہوں کہ کیا کروں۔ دیکھو ان لوگوں نے جب ہمارے پاس کھانا پہنچایا تو دو آدمی آئے تھے اور دونوں کے پاس ریوالور تھے۔ میں ایک پر حملہ کرتا تو دوسرا مجھے ہلاک کر دیتا یا زخمی کر دیتا۔ اگر کوئی ایک آدمی کھانا لے کر آئے اور میں اسے کسی طرح اپنی گرفت میں لے لوں تو میرے قبضے میں ایک ریوالور آ جائے گا۔ اس کے بعد میں ان لوگوں سے نمٹ لوں گا لیکن ابھی تک کوئی ایسا موقع نہیں مل رہا ہے۔"

بات ختم ہوتے ہی قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی ان کے کمرے کی طرف آ رہا تھا۔ بلکہ ایک نہیں کئی قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ وہ لوگ مسلح تھے۔ سامنے جو آدمی تھا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے آتے ہی مسکرا کر کہا: "سائرہ بانو آپ کے لیے خوش خبری ہے اور وہ یہ کہ آپ کی بیٹی اس وقت سونیا کے ساتھ اتھوپیا کے شہر عدیس ابابا میں ہے۔ ہم آپ کو بھی وہاں پہنچانے کا انتظام کر چکے ہیں۔"

ڈیئر جمال نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر پوچھا: "تم لوگ ایک عورت کو اس کی بیٹی کے پاس پہنچا دو گے یا ہمارے لیے کسی دوسرے قید خانے کا انتظام کیا ہے؟"

آنے والے نے کہا: ہم پر شبہ نہ کرو۔ شبہ کرو گے بھی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کیونکہ سیدھی طرح نہیں جاؤ گے تو جبراً لے جایا جائے گا۔ مگر لے جانے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ تم لوگ اپنا پیٹ بھر لو۔"

یہ کہہ کر وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کے پیچھے کھڑے ہوئے دو آدمیوں نے کھانے کی ٹرے اور پانی کا جگ وغیرہ لا کر ان کے سامنے رکھا پھر آنے والے نے کہا، تھوڑی ہی دیر میں ایک ہیلی کاپٹر یہاں پہنچنے والا ہے تم دونوں کھانا کر تیار رہو۔ اس ہیلی کاپٹر میں تم لوگوں کا سفر شروع ہوگا اور اگر تم نہیں جانا چاہو تو ہم اس شخص سے بتا رہا پیچھا چھڑا سکتے ہیں۔"

سائرہ بانو نے جلدی سے کہا: "نہیں، میں اکیلی نہیں جاؤں گی۔ یہ ٹیڑیہ جمال بھی میرے ساتھ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ عدیس ابابا پہنچ کر تمہیں کسی ہوٹل میں قیام کرنا ہوگا اور اپنی بیٹی کو تلاش کرنا ہوگا۔"

وہ چلا گیا۔ سائرہ بانو اور ٹیڑیہ جمال کھانے میں مصروف ہو گئے۔ میں ان کے پاس سے واپس آ کر دماغی طور پر اس جھونپڑی میں حاضر ہو گیا جہاں رسونتی غلام کو ہماری داستان سنا رہی تھی۔ وہ داستان ختم ہو گئی تھی اور اب وہ مستقبل کے متعلق باتیں کر رہے تھے کہ وہ کس طرح ہیرے والے بچے کی پرورش کرے گی اور کس طرح غلام رسونتی کی حفاظت کرے گا اور اسے کسی قسم کی کمی کا احساس نہیں ہونے دے گا اور بچے کی پرورش اس انداز میں کی جائے گی کہ وہ جوان ہو کر اپنی ماں اور اپنے باپ سے زیادہ حیرت انگیز ہو گا۔

میں نے تھوڑی دیر تک ان کی گفتگو سنی پھر میں مرجانہ اور اس کی امی وغیرہ کے متعلق سوچنے لگا۔ سب سے پہلے سوچنے کی بات یہ تھی کہ دشمن سائرہ بانو کو کیوں مرجانہ کے پاس پہنچانا چاہتے ہیں۔ کیوں ستائے مہربان ہو گئے ہیں۔ یہ سوچتے ہی میں فوراً اس آدمی کے دماغ میں پہنچا جو سائرہ بانو اور ٹیڑیہ جمال کے لیے کھانا لے کر آیا تھا اور انہیں یہ خوش خبری سنائی تھی کہ ماں بیٹی کو ملایا جا رہا ہے۔

اس آدمی کے دماغ میں پہنچ کر میں نے اس کی سوچ کو کریدنا شروع کیا تو کوئی خاص بات معلوم نہ ہو سکی بس اتنا ہی پتہ چلا کہ اس کے بڑوں نے اسے حکم دیا ہے کہ سائرہ بانو کو عدیس ابابا پہنچا دیا جائے اور وہ حکم کی تعمیل کر رہا ہے۔

میں اپنے طور پر سوچنے لگا ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اس کا یہ آخری جملہ مجھے کھٹک رہا تھا کہ سائرہ بانو کو عدیس ابابا پہنچا کر کسی ہوٹل میں چھوڑ دیا جائے گا تاکہ وہ اپنی بیٹی کو تلاش کر سکیں تاکہ اس کے متعلق بات کرنے کی بات ایسی تھی کہ اس نے مجھے دوسرے پہلو سے سوچنے پر مجبور کیا۔ وہاں عدیس ابابا میں جو ماسٹر تھا وہ یقیناً سونیا اور مرجانہ کو تلاش کر رہا ہو گا۔ ان دونوں نے وہاں اس کے آدمیوں کو نقصان پہنچایا تھا بلکہ مار ڈالا تھا اور کسی اپنے کے ذریعے اپنا روپ بدل کر ان کی نظروں سے گم ہو گئی تھیں وہ انہیں تلاش کرنے میں ناکام ہو رہے تھے۔ کامیابی اسی صورت میں ہوتی کہ سائرہ بانو کو عدیس ابابا پہنچا دیا جاتا۔ جہاں مرجانہ انہیں دیکھ کر ان سے ملنے پر مجبور ہو جاتی اور جب ماں بیٹی ملتیں تو انہیں مرجانہ کا سامنا مل جاتا اور مرجانہ کے ذریعے وہ سونیا تک بھی پہنچ جاتے۔

میں سونیا اور مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں یہ فیصلہ کر رہی تھیں کہ سائرہ بانو کو دشمنوں کی قید سے رہائی دلانے کے لیے قاہرہ جائیں گی۔ میں نے سونیا کی زبان سے کہا: "تم لوگوں کو اب قاہرہ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دشمنوں نے سائرہ بانو کو رہائی دے دی ہے۔ اب وہ لوگ سائرہ بانو اور ٹیڑیہ جمال کو یہاں عدیس ابابا پہنچا رہے ہیں۔ مرجانہ صبح ہونے سے پہلے ہی اپنی امی سے مل سکے گی۔"

مرجانہ خوش ہو گئی۔ سونیا نے حیرانی سے پوچھا: "فرہاد! یہ دشمن اچانک اتنے مہربان کیوں ہو گئے؟"

میں نے کہا: "تم سوچو اور بتاؤ کہ وہ یہ مہربانی کیوں کر رہے ہیں؟"

مرجانہ نے کہا: "ہاں، یہ سوچنے کی بات ہے۔ ٹھیک ہے میں سمجھ گئی۔ دشمن اپنی سازش میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ ہمیں جتنے عرصے تک جنگلوں اور ویرانوں میں بھٹکانا تھا۔ بھٹکا چکے ہیں۔ ان کا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ اس لیے اب میری امی کو ہم میں سے کسی کو قید میں رکھنا پریشان کرنا یا ادھر سے ادھر بھٹکانا ضروری ہے۔ اسی لیے وہ امی کو یہاں پہنچا رہے ہیں تاکہ ہم لوگ آپس میں مل جائیں۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا: "واہ مرجانہ بڑی اچھی بات سوچی بھلا دشمن یہ چاہیں گے کہ ہم آپس میں ملیں اور اچھی طرح زندگی گزارنے لگیں۔ یہ بات نہیں ہے۔"

مرجانہ نے پوچھا: "اور کیا بات ہو سکتی ہے؟"

"مرجانہ تم نے مخالفت کرنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد ہم نے دوسرے ہوٹل میں پہنچ کر اپنا حلیہ بدل لیا اور اب ہمیں دشمن پہچاننے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے چند گھنٹوں سے ہم ان کی نظروں میں نہیں آئے ہیں چنانچہ اب ان کے سامنے یہی ایک صورت رہ گئی ہے کہ تمہاری امی کو اس شہر میں پہنچا یا جائے تاکہ تم انہیں دیکھ کر بے اختیار ملنے پر مجبور ہو جاؤ۔ اس طرح وہ ہم سب کو ڈھونڈ نکالیں گے۔"

وہ بولی: "یہ تو یقینی بات ہے، میں اپنی امی سے ضرور ملوں گا۔ دشمنوں نے انہیں بتایا ہو گا کہ میں تمہارے ساتھ یہاں اس شہر میں موجود ہوں۔ وہ یہاں آئیں گی اور مجھے نہیں دیکھیں گی تو بہت زیادہ پریشان ہوں اور رونے لگیں گی۔ میں بھی پریشان ہو جاؤں گا۔ ان سے ملے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔"

سونیا نے کہا: "دشمن یہی چاہتے ہیں۔"

مرجانہ نے کہا: "سونیا، فرہاد، تم دونوں کوئی ایسی تدبیر سوچو کہ میں اپنی امی سے مل بھی لوں اور دشمن ہمیں دیکھنے بھی نہ پائیں۔"

میں نے جواب دیا: "ایسا تو ہو نہیں سکتا۔ دشمن نادان نہیں ہیں۔ انہوں نے بہت گہری چال چلی ہے۔ سائرہ بانو اور ٹیڑیہ جمال یہاں لا کر چھوڑ رہے ہیں یہ پہلے تو وہ یہ دیکھیں گے کہ تم مجبور ہو کر اپنی امی سے ملتی ہو یا نہیں۔ اگر تم نے صبر سے کام لیا اور ان سے دور رہیں پھر وہ دوسری چالیں چلیں گے۔ مثلاً یہ کہ تمہاری امی کو کسی مصیبت میں گرفتار کرا دیں گے اور دور سے تماشا دیکھیں گے کہ تم سونیا کی مدد سے اپنی امی کو اس مصیبت سے نجات دلانے آتی ہو یا نہیں یہ تو ظاہر ہے کہ تم انہیں کسی مصیبت میں دیکھ کر برداشت نہیں کر سکو گی۔ ان سے دور نہیں رہ سکو گی۔"

مرجانہ نے پریشان ہو کر پوچھا: "پھر کیا کیا جائے؟ امی سے تو ملنا ضرور ملنا ہے۔"

سونیا نے کہا: "فرہاد میں ایک مشورہ دیتی ہوں۔ ہم کیوں نہ ایسا کریں کہ سپر ماسٹر سے دوستی کر لیں۔ میں یہاں کے ماسٹر سے ابھی رابطہ قائم کرتی ہوں اور باتیں بنا کر تعلقات بحال کر لوں۔"

مرجانہ نے کہا: "یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے دشمنوں سے دوستی نہیں رکھنا جنہوں نے میرے ملک کے خلاف سازش کی ہے۔"

میں نے سونیا کی زبان سے کہا: "مرجانہ ہوش میں آ کر کوئی بات کرو۔ جوش میں آنے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ ہمارے مسائل اور بڑھتے جائیں گے۔ سونیا ٹھیک کہہ رہی ہے۔"

سونیا نے کہا: "فرہاد، جب سے اس نیگرو لیڈی ڈاکٹر نے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ مرجانہ لندن کے کسی ڈاکٹر ڈی سوزا کے زیر علاج رہنا چاہیے اور آپریشن کے مرحلے سے گزرنا چاہیے۔ تبھی سے میرے ذہن میں یہ بات آ رہی ہے کہ اگر ہم نے مرجانہ کو لندن میں علاج کے لیے بھیجا تو یہ دشمنوں کی نظروں سے چھپی نہیں رہ سکے گی۔ ہیڈ مسٹریس آپ بھی نہیں رہ سکے گی۔ لہٰذا ہمیں سپر ماسٹر سے دوستی کرنی ہو گی اس کے دوست بن کر ہمیں مرجانہ کے علاج میں سہولتیں حاصل ہوں گی پھر یہ کہ سپر ماسٹر دوہری چالیں چلتا ہے۔ ایک طرف ہمیں دوست بنانے کا دکھاوا کرتا ہے تو دوسری طرف اپنے بین الاقوامی مفادات کے تحت تھوڑا بہت ہمیں نقصان بھی پہنچاتا رہتا ہے۔ بے شک اس بار جو نقصان پہنچایا وہ تمہارے اور تمہارے ملک کے لیے قابل تلافی نقصان ہے مگر کیا کیا جائے جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب ہوشیار بن کر ہی اس کا گلا کاٹ سکتے ہیں۔ میرے مشورے پر غور کرو اور سوچو کہ یہ کہاں تک مناسب ہے۔"

مرجانہ نے خوش ہو کر کہا: "سونیا، تم بہت ہی مصلحت اندیش ہو۔ ایسے نازک مرحلوں میں تم نے کئی بار ایسی ایسی تدبیریں سوچی ہیں جو بہت کم لوگ سوچ سکتے ہیں۔ آدمی ہر پہلو سے سوچتا ہے لیکن اس پہلو سے غور نہیں کرتا کہ دشمن سے دوستی کر لی جائے تو کیا رہے گا۔ تم نے بہت اچھی تدبیر بتائی ہے۔ یقیناً ہم دوست بن کر بھی مناسب موقع پر انتقام لے سکتے ہیں اور اس طرح ان کے بڑے بڑے منصوبوں کو ناکام بنا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کا اعتماد بحال ہو جائے۔ میں تمہاری اس رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔ تم پہلی فرصت میں یہاں کے ماسٹر سے رابطہ قائم کرو۔"

سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: "اچھی بات ہے یہاں کوئی پبلک ٹیلی فون ہو گا۔ میں پہلے فون کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کرتی ہوں۔"

مرجانہ نے کہا: "ہاں چلو ابھی یہاں کی منتظم سے پوچھیں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ ٹیلی فون کہاں ہے۔"

سونیا نے فوراً پریشان ہو کر مرجانہ کو دیکھا پھر کہا: "تم میرے ساتھ کہاں جاؤ گی۔ تم یہیں بیٹھو میں ابھی فون کر کے آتی ہوں۔"

مرجانہ مسکرا کر بولی: "جب ہم خطرناک جنگلوں میں ساتھ رہے تو یہاں ہمارا ساتھ کیسے چھوٹ سکتا ہے۔ چلیے وہ تھوڑی دیر کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔ نہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

سونیا نے کہا: "کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں تمہیں چھوڑ کر کہیں بھاگ رہی ہوں۔"

"میری جان جس طرح تم مجھ سے رہ رہ کر گھبرانے لگتی ہو۔ مجھے کترانے لگتی ہو تو مجھے شبہ ہو سکتا ہے کہ تم مجھے چھوڑ کر نہ چلی جاؤ۔ میں سچ کہتا ہوں۔ اپنی امی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم نے مجھے چھوڑ دیا تو میں بے موت مر جاؤں گا۔ تمہارے بغیر یہ ساری دنیا مجھے ویران لگے گی۔"

سونیا نے کہا: "اوہو، تم ہر وقت اپنی محبت کا راگ نہ الاپا کرو۔ یہ موقع نہیں ہے ابھی ہمیں ماسٹر سے رابطہ قائم کرنا ہے۔ اور یہ بات میں اس سے اکیلے ہی کر سکتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم اکیلی فون پر گفتگو کرنا میں تو صرف تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں کہا: "سونیا خواہ مخواہ اس سے بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ وہ ساتھ چل رہی ہے تو چلنے دو۔ تم اس طرح نہ کترائو۔ تمہاری ذہانت کو کیا ہو گیا ہے۔ تم نے مرجانہ کو اتنا بڑا ایٹم بم کیوں بنا لیا ہے؟"

وہ کمرے سے نکلتے ہوئے سر کے ذریعے بولی: "کیا کروں فرہاد یہ میری دشمن تو نہیں ہے۔ میری اچھی سہیلی ہے۔ مجھے اس سے محبت ہے میں اس سے دشمنی نہیں کر سکتی لیکن اس کی حرکتیں مجھے دشمنی پر مجبور کر رہی ہیں۔ تم سوچو اگر کبھی وہ وقت آ گیا کہ ہم ایک دوسرے کی دشمن بن گئیں تو کیا ہو گا۔"

"وہ بہت برا وقت ہوگا میں کوشش کروں گا کہ مرجانہ کے سر سے تمہارے عشق کا بھوت اتر جائے۔"

سونیا نے کہا "فرہاد میں ابھی ماسٹر سے رابطہ قائم کروں گی۔ وہ مجھ سے گفتگو کرے گا تو تم اس کے جاغ میں پہنچ جانا۔ آج میں مرجانہ کو گہری نیند سلانا چاہتی ہوں۔"

"وہ کیوں؟"

دیکھو جب سے مرجانہ کو ڈاکٹر کی یہ رپورٹ ملی ہے کہ اس کے اندر ایک انقلاب پیدا ہونے والا ہے تب سے وہ کچھ زیادہ ہی مرد مان رہی ہے۔ آج وہ ضرور مجھے پریشان کرے گی۔ میری بات نہیں مانے گی لہٰذا سیدھا سادا طریقہ یہ ہے کہ اسے نیند کی دوا کھلا کر سلا دیا جائے۔"

اس نے گیسٹ ہاؤس کی منظم سے ٹیلی فون کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ پڑوس میں ٹیلی فون ہے وہ ساتھ چلے گی تو اسے فون کرنے کی اجازت مل جائے گی۔

وہ دونوں برابر والے مکان میں گئیں پھر وہاں سونیا نے ریسیور اٹھا کر ماسٹر کے ٹیرو ائل کیے وہ اپنے بنگلے میں موجود تھا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی رابطہ قائم ہوگیا۔ اس نے سونیا نے کی آواز سنی تو کہا۔ "مادام ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے آپ کو کھو دیا ہے۔ آپ کہاں ہیں؟"

سونیا نے کہا "میں کیا بتاؤں۔ تمہارے آدمی صحیح طرح سے نگران کرنا نہیں جانتے ہیں۔ وہاں دشمن کے دو آدمی ہماری نگرانی کر رہے تھے۔ اس لیے ہم نے انہیں ٹھکانے لگا دیا اور بھیس بدل کر پیچھے ہوتے ہیں۔"

ماسٹر نے کہا "مادام آپ سے غلطی ہوئی ہے۔ وہ دشمن کے آدمی نہیں تھے۔ وہ ہمارے ہی آدمی تھے اور آپ لوگوں کی حفاظت کے لیے آپ لوگوں کی نگرانی کر رہے تھے۔"

"تو پھر تم نے غلط آدمیوں کو ہماری نگرانی پر مامور کیا تھا کیونکہ ان کی حرکتیں ایسی مشکوک تھیں کہ میں انہیں معاف نہیں کر سکتی تھی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کے آدمیوں کو ضائع کر دیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں مادام آپ کے لیے تو ہماری تنظیم کے ہزاروں افراد کی جانیں حاضر ہیں۔ فرمائیے آپ کہاں ہیں؟ میں آپ سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں ایک گیسٹ ہاؤس میں ہوں۔ آپ اس کا پتہ نوٹ کریں اور میرے لیے گاڑی بھیج دیں میں وہیں آکر بات کروں گی۔"

"شکریہ مادام یہ میری عزت افزائی ہے کہ آپ میرے پاس آکر میری الجھنیں دور کریں گی۔"

سونیا نے گیسٹ ہاؤس کا پتہ بتا کر ریسیور رکھ دیا۔ میں اس ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ماسٹر کا نام کروٹا مانگا تھا۔ نام سے ظاہر ہے کہ وہ حبشی تھا۔ بہت ہی ذہین، تعلیم یافتہ اور باصلاحیت تھا۔ ان سب کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ بہت ہی حاضر دماغ تھا۔ سونیا کے حکم ختم کی تو دوسری طرف اس نے بھی ریسیور رکھ کر اپنے ساتھیوں سے ہوتے آدمیوں کو دیکھا پھر یونگ چیز ہد ایک طرف سے دوسری طرف گھومتے ہوئے بولا "مادام سونیا سے رابطہ قائم ہوگیا ہے۔ ہمارے دو آدمی ان کے کمرے میں اور ہوٹل کے باہر ان کی نگرانی کر رہے تھے ان سے غلطیاں سرزد ہوگئی تھیں۔ وہ مادام کی نظروں میں مشکوک ہوگئے تھے لہٰذا مادام نے انہیں ختم کر دیا ہے۔ ہم لوگوں کو بھی یہ پہلے بتلا چکی تھیں کہ مادام کتنی خطرناک ہے۔ ہر ماسٹر نے اپنے تمام ماسٹروں کے پاس فرہاد دہلی تیمور کے علاوہ مادام سونیا کا بھی ریکارڈ فراہم کیا ہوا ہے۔ ان فلمیں موجود ہیں۔ اگر اب بھی تم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا تو وہاں ہال میں جا کر اس کی فلمیں چلا کر دیکھ سکتے ہو اور اس کے فائل سمجھا کر سکتے ہو۔ بہرحال میرا اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ مادام کے بارے میں ہمارے خلاف کبھی شبہ پیدا نہ کرو۔ کبھی مادام کو یہ سوچنے پر مجبور نہ کرو کہ ان کے خلاف ہو۔ ان کے مزاج کے خلاف کوئی حرکت کر رہے ہو اور ایسا ہوا تو تم لوگوں کی زندگی کی ضمانت میں نہیں دے سکتا۔"

اس نے ایک نیگرو کی طرف انگلی اٹھا کر کہا "تم ایک ایمبولینس کار لے کر امانیہ اسٹریٹ جاؤ۔ وہاں ایک گیسٹ ہاؤس میں مادام سونیا اور مرجانہ موجود ہیں۔ انہیں عزت و احترام سے یہاں لے آؤ۔" پھر اس نے تین ماتحتوں سے کہا "تم تینوں سی سائڈ پیلس جاؤ اور وہاں مادام کی رہائش کا انتظام کرو۔ مادام اب وہاں قیام کریں گی۔ یاد رکھو، انہیں وہاں کسی قسم کی کمی کا احساس نہ ہو۔"

اس نے دو آدمیوں کو مخاطب کیا "تم دونوں مادام کے آنے تک یہاں رہو گے۔ مادام نے ضروری سمجھا تو ان کے ہاؤس گارڈ فرائض انجام دو گے۔"

اس نے اپنے ساتویں اور آخری آدمی سے کہا "تم ابھی جا کر جلال بیگ سے رابطہ قائم کرو اور ان سے معلوم کرو کہ لیڈی صائمہ اپنے ساتھی کے ساتھ یہاں کب تک پہنچنے والی ہیں۔ مجھے یہ اطلاع مادام سونیا کے آنے سے پہلے ملنی چاہیے۔ اب تم سب جاؤ۔"

سب چلے گئے۔ جب وہ اپنے کمرے میں تنہا رہ گیا تو میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو ماسٹر کروٹا مانگا، میں تمہارے دماغ میں رہا ہوں اور دماغ میں کون بول سکتا ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو؟"

وہ ایک دم سے چونک کر اپنے سر کو تھام کر چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ سامنے والی دیوار کو تکنے لگا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ دماغ میں بولنے والا تو فرہاد علی تیمور ہی ہو سکتا ہے۔

"تم ٹھیک سوچ رہے ہو۔ میں وہی ہوں۔ کہیں اپنی کا ثبوت دوں۔"

وہ عاجزی سے بولا "فرہاد صاحب! میں آپ کے متعلق بہت کچھ سن چکا ہوں۔ بہت کچھ پڑھ چکا ہوں۔ آپ کا پورا ریکارڈ ہم لوگوں کو زبانی یاد رہتا ہے۔ پھر بھی پہلی بار آپ میرے سامنے آئے ہیں اس لیے مجھے ذرا سا شبہ ہے کہ یہ کہیں میری اپنی ہی سوچ نہ ہو۔ آپ ایسا ثبوت پیش کریں جس سے میری ذات کو نقصان نہ پہنچے۔"

میں نے کہا "اچھی بات ہے۔ اپنی کلائی کی گھڑی کو دیکھو اس وقت بارہ بج کر پندرہ منٹ اور پندرہ سیکنڈ ہوتے ہیں۔ ٹھیک بیس سیکنڈ کے بعد تم بیس سیکنڈ تک بالکل ساکت ایک پتھر کی مورت کی طرح اپنی جگہ بیٹھے رہو گے۔ ہلنا چاہو گے ہل نہیں سکو گے۔ بولنا چاہو گے بول نہیں سکو گے۔ میں تمہاری زندگی سے بیس سیکنڈ چرا لینے کے بعد تمہارے دماغ کو آزاد چھوڑ دوں گا۔ گھڑی دیکھتے رہو۔ اتنا ہی کہتے کہتے بارہ بجکر پندرہ منٹ اور بیس سیکنڈ ہو گئے تھے۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ پر قابض ہوگیا اور اس کی آنکھوں سے گھڑی کو دیکھنے لگا۔ اب وہ ہل نہیں سکتا تھا، بول نہیں سکتا تھا۔ بس کھلی آنکھوں سے کلائی کی گھڑی کو دیکھ رہا تھا لیکن میں اس کے دماغ میں وقت کو سمجھ رہا تھا کہ کتنے سیکنڈ گزر رہے ہیں۔ ٹھیک بیس سیکنڈ گزرنے کے بعد میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑتے ہوئے کہا "اب گھڑی دیکھو، میں ٹھیک بیس سیکنڈ کے بعد تمہیں آزاد کر رہا ہوں۔"

اس نے گھڑی دیکھی پھر حیرانی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر تعظیم ہو کر بولا "فرہاد صاحب! میں مان گیا۔ آپ دنیا کے سب سے حیرت انگیز انسان ہیں۔ میں آپ کو سلام کرتا ہوں۔ میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

میں نے پوچھا "خوش آمدید کہہ رہے ہو یا خوشامد کر رہے ہو؟"

"نہیں مسٹر فرہاد! میں چاپلوسی نہیں کرتا۔ میں آپ سے بے حد متاثر ہوں۔ آپ کی عزت کرتا ہوں اور آپ کے لیے جان دینے کو بھی تیار ہوں۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ پہلے تم سپر ماسٹر کے لیے جان دو گے پھر سپر ماسٹر کا حکم ہوگا تو مجھ پر جان دو گے۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا "آپ تو دماغ کے اندر چھپی ہوئی باتوں کو بھی سمجھ لیتے ہیں۔ جی ہاں، یہ درست ہے۔ میں سپر ماسٹر کا نمک خوار ہوں اگر میں اس سے وفاداری نہیں کروں گا تو آپ کے گن گاؤں گا تو یہ غداری ہوگی اور مجھ جیسا غدار کسی کا بھی وفادار نہیں رہ سکے گا۔ کیا آپ میری وفاداری کی قدر نہیں کریں گے؟"

"بیٹھ جاؤ اور اپنے سپر ماسٹر کی طرف سے اس سوال کا جواب دو کہ میرے ملک کے خلاف سازش کیوں کی گئی اور ہم لوگوں کو جنگلوں میں کیوں بھٹکایا گیا؟"

وہ ریوالونگ چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولا "فرہاد صاحب! یہ ایک لمبی اور بہت الجھی ہوئی داستان ہے۔ مختصراً میں اتنا بتا دوں کہ آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی جان بچانے کے لیے سپر ماسٹر کو آپ کے دشمنوں سے یہ سودا کرنا پڑا۔"

میں نے کہا "ہماری جانیں ہمارے ملک سے زیادہ قیمتی نہیں ہیں۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا "جی ہاں، سپر ماسٹر کا بھی یہی خیال تھا۔ ہم بھی جانتے تھے کہ جب آپ کے سامنے دشمنوں کی یہ شرط رکھی جائے گی تو آپ اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ لیکن سپر ماسٹر نے ہوش و حواس میں رہ کر یہ فیصلہ کیا کہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو زندہ رہنا چاہیے۔ اگر آپ لوگ زندہ رہیں گے اور سپر ماسٹر سے دوستی قائم رہے گی تو رفتہ رفتہ آپ اپنے دشمنوں تک پہنچ کر ان سے انتقام لے سکیں گے۔ یہ دانشمندی کا راستہ تھا جو سپر ماسٹر نے اختیار کیا۔"

میں نے پوچھا "یہ شرط کس نے لگائی تھی؟"

"آپ بین الاقوامی سیاست سے بڑی حد تک باخبر ہیں۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ دشمن کون ہیں۔ جلال بیگ ان کا ایک کارندہ ہے اس نے یہ شرط لگائی تھی۔ آپ یقین کریں جس وقت آپ کو مادام رسوتی کے ساتھ ایک ستون سے باندھ دیا گیا تھا اسی وقت یہ شرط پیش کی گئی تھی۔ وہ آپ لوگوں کو باندھنے کے بجائے اسی وقت شوٹ کر دینا چاہتے تھے۔ دوسری طرف مادام سونیا اور مرجانہ، ان کی حاملہ سائرہ بانو بھی جلال بیگ کے آدمیوں کی نظروں میں تھے۔ وہ ان سب کو ختم کر دینا چاہتا تھا لیکن سپر ماسٹر نے اس سے سودے بازی کی۔ آپ لوگوں کی جانیں بچا کر اس نے وعدہ کیا کہ جب تک جلال بیگ کے آدمی آپ کو جنگلوں میں بھٹکاتے رہیں گے۔ اس وقت تک سپر ماسٹر اور اس کے آدمی آپ کی ظاہری طور پر مدد تو کرتے رہیں گے لیکن آپ لوگوں کو جنگلوں سے نکال کر کسی آبادی تک نہیں پہنچائیں گے اور نہ ہی آپ لوگوں تک ریڈیو اور اخبارات کو پہنچنے دیا جائے گا۔ یوں دیکھا جائے تو ایک طرح سے ہم نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے لیکن یقین جانیے کہ آپ کی زندگی ہمیں عزیز ہے اور اسی طرح آپ کے ساتھیوں کو بھی ہم زندہ سلامت دیکھنا چاہتے ہیں۔ یقین نہ ہو تو کسی اور طرح سے میری بات کی تصدیق کر لیں۔"

میں تصدیق کروں گا۔ ویسے تم جلال بیگ کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

اس نے جواب دیا: "میں نے ادھر چند دنوں میں اس کا نام سنا ہے سکتے ہیں کہ وہ بہت پُراسرار ہے۔ کسی کی نظروں میں نہیں آیا۔ شاید اس لیے کہ وہ آپ سے چھپنا چاہتا ہے۔"

"ہاں یہی بات ہے۔ میں نے بہت کوششیں کی ہیں کہ کسی طرح اس کی آواز سن لوں لیکن وہ بہت محتاط ہے۔ اس کے جتنے آدمی میری نظروں میں آئے اور میرے ساتھیوں سے ٹکرائے وہ یا تو گونگے بہرے بنے رہے تھے یا بولتے رہے تو اس طرح کہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آئے تھے لیکن جلال بیگ کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے۔"

ماسٹر کروٹا مانگا نے کہا: "لیڈی سائرہ بانو کو آج صبح سے جلال بیگ کے آدمیوں نے قاہرہ کے ایک مضافاتی علاقے میں قید کر کے رکھا تھا۔ لیکن آپ کے دشمن ملک سے سپر ماسٹر کا جو معاہدہ ہوا تھا اس کی رو سے اسے مجبور ہو کر سائرہ بانو کو رہا کرنا پڑا۔ وہ آج رات دو یا تین بجے تک ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں پہنچ جائیں گی۔ آپ کے دشمن ملک اور سپر ماسٹر کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے وہ آج رات کے بعد ختم ہو جائے گا۔ کل سے پھر محاذ آرائی شروع ہو گی۔ آپ کے لیے آپ کے دشمن ملک کی طرف سے اور جلال بیگ کی طرف سے خطرہ منڈلا رہا ہے گا۔ لیکن آپ فکر نہ کریں۔ آپ کروٹا مانگا کے علاقے میں ہیں یہاں میں آپ پر یا آپ کے ساتھیوں پر آنچ بھی نہیں آنے دوں گا۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ رسونتی مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی: "فرہاد! اگر تمہیں خیال خوانی سے رُکا نہ جائے تو تم شام سے صبح اور صبح سے شام کرتے رہو گے اب بس بھی کرو۔ رات آرام کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ صبح پھر ان لوگوں سے بات کر لینا۔ کیا وہ لوگ کسی مصیبت میں گرفتار ہیں؟"

میں نے کہا: "نہیں فی الحال تو سب خیریت سے ہیں۔ ایک جگہ جمع ہو رہے ہیں۔ میں ابھی ان سے رخصت ہو کر آتا ہوں۔ تم تھوڑی دیر اور صبر کرو۔"

یہ کہہ کر میں پھر کروٹا مانگا کے پاس پہنچا۔ وہ چپ چاپ بیٹھا ہوا سامنے دیوار کو گھورتا ہوا اس انتظار میں تھا کہ میں اسے مخاطب کروں گا۔ میں نے کہا: "ماسٹر کروٹا مانگا! میں جس جگہ ہوں وہاں کافی رات ہو چکی ہے۔ اب میں آرام کرنا چاہتا ہوں صبح تم سے ملاقات کروں گا لیکن رخصت ہونے سے پہلے یہ بتا دوں کہ مادام سونیا کو ایک ایسی دوا کی ضرورت ہے جس کے ذریعے وہ کسی کو بھی رات بھر گہری نیند سلا سکے، لیکن یاد رکھو جب بہت مجبوری ہو تبھی ایسا کرنا۔ ورنہ اگر مرجانہ کو زبان سے سمجھایا جا سکے تو اسے سمجھاتی رہنا میں اب رخصت ہو رہا ہوں۔ صبح ملاقات کروں گا خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ سائرہ بانو اس وقت وہاں پہنچ رہی ہیں۔ یہ ابھی تھوڑی دیر بعد تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ اگر اور کوئی بات ہو تو بتاؤ؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس سونے سے پہلے ایک بار میرے دماغ میں جھانک کر دیکھ لینا۔ اگر ہم بخیریت ہوں گے تو آرام سے سو جانا۔ پھر صبح ملاقات ہو گی۔ اچھا گڈ نائٹ۔"

خیال خوانی کا رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ وہی جھونپڑی تھی جہاں میں اور رسونتی رات بسر کرنے والے تھے۔ غلام وہاں سے جا چکا تھا۔ رسونتی دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھی ہوئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے بہت بڑا صدمہ اس کے دل پر گزر رہا ہو۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے تم نے سر کو اس طرح کیوں تھام رکھا ہے؟"

وہ بولی: "اور کیا کروں؟ تمہارے ساتھ تو کوئی بھی عورت زندگی نہیں گزار سکتی۔ رہو گے اپنی عورت کے پاس اور خیال خوانی کے ذریعے ساری دنیا کی سیر کرتے رہو گے۔ خدا بھی اس بات کا خیال نہیں رہے گا کہ کوئی تمہارا منتظر ہے۔"

میں بستر پر لیٹتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ چھڑیں کے

سونے والے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ کیا آپ ایسی دوا مادام کے لیے مہیا کر سکتے ہیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "فرہاد صاحب آپ نے کتنی معمولی سی بات کہی ہے۔ میں تو مادام کی خاطر کسی کو رات بھر سلا بھی سکتا ہوں اور سونے والے کے سرہانے کھڑا بھی رہ سکتا ہوں۔ مجھے جو خدمت بھی دی جائے میں تیار ہوں۔ مادام کو دوا مل جائے گی۔"

"لیکن یہ دوا اس انداز میں دینا کہ مادام سونیا کی سامنی مرجانہ کو اس کا علم نہ ہو۔"

اس نے وعدہ کیا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ میں اس کے پاس سے رخصت ہو کر سونیا کے پاس آیا۔ اتنی دیر میں وہ ایئر کنڈیشنڈ کاٹیج کے گیسٹ ہاؤس کے سامنے پہنچ گئی تھی۔ سونیا اور مرجانہ اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھیں اور کار وہاں سے روانہ ہو رہی تھی۔ میں نے سونیا سے کہا: "ماسٹر کروٹا مانگا سے میری ملاقات ہو چکی ہے۔ کافی باتیں بھی ہوئی ہیں۔ باقی باتیں تم کر لینا۔ ویسے میں نے ماسٹر سے کہہ دیا ہے کہ وہ تمہیں کوئی ایسی دوا دے دے جس کے ذریعے تم مرجانہ کو رات بھر گہری نیند سلا سکو، لیکن یاد رکھو جب بہت مجبوری ہو تبھی ایسا کرنا۔ ورنہ اگر مرجانہ کو زبان سے سمجھایا جا سکے تو اسے سمجھاتی رہنا میں اب رخصت ہو رہا ہوں۔ صبح ملاقات کروں گا خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ سائرہ بانو اس وقت وہاں پہنچ رہی ہیں۔ یہ ابھی تھوڑی دیر بعد تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ اگر اور کوئی بات ہو تو بتاؤ؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس سونے سے پہلے ایک بار میرے دماغ میں جھانک کر دیکھ لینا۔ اگر ہم بخیریت ہوں گے تو آرام سے سو جانا۔ پھر صبح ملاقات ہو گی۔ اچھا گڈ نائٹ۔"

خیال خوانی کا رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ وہی جھونپڑی تھی جہاں میں اور رسونتی رات بسر کرنے والے تھے۔ غلام وہاں سے جا چکا تھا۔ رسونتی دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھی ہوئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے بہت بڑا صدمہ اس کے دل پر گزر رہا ہو۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے تم نے سر کو اس طرح کیوں تھام رکھا ہے؟"

وہ بولی: "اور کیا کروں؟ تمہارے ساتھ تو کوئی بھی عورت زندگی نہیں گزار سکتی۔ رہو گے اپنی عورت کے پاس اور خیال خوانی کے ذریعے ساری دنیا کی سیر کرتے رہو گے۔ خدا بھی اس بات کا خیال نہیں رہے گا کہ کوئی تمہارا منتظر ہے۔"

میں بستر پر لیٹتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ چھڑیں کے

ساتھ رہو گے؟"

میں نے کہا: "بہت مشکل ہے۔ تم جانتی ہو کہ ہمارے ساتھ کتنی بھیانک سازشیں کی گئی ہیں۔ مجھے یہاں سے جانا ہو گا۔ میں ایک بار پھر سپر ماسٹر سے دوستی کر رہا ہوں۔ اسے اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا ہے کہ میں اپنے ملک کے ایلچی کے سلسلے میں اس سے ناراض ہوں۔ میں اب دوست بن کر اس سے دشمنی کروں گا۔ اگرچہ وہ اپنی صفائی میں بڑے دلائل پیش کر رہا ہے۔ اس نے یہ سب کچھ میری اور تم لوگوں کی جان بچانے کی خاطر کیا ہے یا نہیں ہو میں اس بات کی بھی تصدیق کروں گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کل ہی مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"میں تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ تم خود مجھے چھوڑنا چاہتی ہو۔"

"کیا میں نے ہمارے بچے کے سلسلے میں غلط فیصلہ کیا ہے؟"

"فیصلہ درست ہے۔ ہم دونوں کو اپنے اپنے دل پر جبر کرنا ہو گا۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہارے بغیر رہ سکوں۔ نہ رہ سکا تو تمہارے پاس آ جاؤں گا۔"

"نہیں فرہاد! مستقل مزاجی سے فیصلہ کرو کہ ایک طویل

عجلت سے تھام کر بولا: "چلو خیال خوانی کی چھٹی ہو گئی ہے ہر طرف سے اطمینان ہے۔ یہ رات صرف ہم دونوں کے لیے ہے۔ کوئی تیسرا ہمارے درمیان نہیں آئے گا۔"

"اور کوئی آ گیا تو میں اس کا یا تمہارا کیا بگاڑ لوں گی۔ میرے تو نصیب ہی ایسے ہیں۔ میں اپنے گھر والے سے بھی جی بھر کر باتیں نہیں کر سکی۔"

میں اس کی باتوں پر ہنسنے لگا۔ میں نے پوچھا: "کیا اب بھی تم اس فیصلے پر قائم ہو کہ مجھ سے دور رہ کر بچے کی پرورش کرو گی؟"

اس نے ایک سرد آہ بھری۔ "فرہاد! تم سے دور رہنے کے خیال سے جان جاتی ہے۔ میں کیا کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا جب تک تمہاری نہیں ہوتی تھی اس وقت تک یہ اچھی تھی کہ تم میرے بن جاؤ گے۔ میں تمہیں جیت لوں گی تو پھر میں کسی دوسرے کے پاس جانے نہیں دوں گی۔ میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گی ہمیشہ اپنے ساتھ رکھوں گی، اور تمہارے ساتھ میں ساری عمر گزار لوں گی۔ کیا معلوم تھا کہ ماں بننے کی گھڑی آئے گی تو میرا مزاج بدل جائے گا۔ میرے ارادے بدل جائیں گے۔ میرے جذبے بدل جائیں گے۔ اب میں صرف یہ سوچ رہی ہوں۔"

وہ میری طرف منہ کر کے بولی: "وہ میرا اور تمہارا ہے کبھی ہم نے اسے نہیں دیکھا ہے لیکن اس کی آواز میرے کانوں میں آتی ہے۔ وہ رہ رہ کر کہتا ہے ماں میری حفاظت کا انتظام ابھی سے کرو۔ نہیں تو میرے لیے ساری زندگی رہو گی۔ ہمارے چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہیں۔ اپنی ننھی سی جان کو کہاں چھپاؤں گی؟ بس ایک ہی راستہ ہے اگر تم دور رہو گے تو دشمن بھی ہمارے بچے سے دور رہیں گے۔ میں کس دل سے تمہاری جدائی برداشت کروں گی یہ میں ہی جانتی ہوں۔ میرا بھگوان جانتا ہے اور تم میری محبت سے اچھی طرح واقف ہو گے ہو کہ میں اپنے آپ کو مار کر صرف اپنے بیٹے کے لیے زندہ رہوں گی۔"

اس کے بولنے کے دوران میں نے چند لمحوں کے لیے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کی خیریت معلوم کی پھر فرہاد ہی دماغی طور پر رسونتی کے پاس حاضر ہو گیا۔ رسونتی رو رہا تھا کہ اب ہم دونوں کے درمیان کوئی تیسرا نہ آئے۔ میں نے اسے خبر بھی نہ ہونے دی اور دور تک سفر کر کے واپس آ گیا۔

اس نے پوچھا: "فرہاد! ابھی تو تم دو چار روز میرے

عرصے تک نہیں آؤ گے۔ بچے کو جنم لینے دو، بچے کو ذرا بڑا ہو لینے دو۔ دشمنوں کو اپنے پیچھے لے کر یہاں مت آجانا۔ میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ تم سمجھتے کیوں نہیں ہو۔ تمہارے لیے خطرات کوئی وقعت نہیں رکھتے، لیکن میرے بچے پر تو قیامت گزر جائے گی اگر اس ننھے کو ذرا سا بھی نقصان پہنچا۔"

"میں تمہاری محبت اور مامتا کو سمجھتا ہوں۔ ٹھیک ہے، میں نہیں آؤں گا۔ میں کل چلا جاؤں گا۔"

یہ سنتے ہی وہ مجھ سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ وہ مجھے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی مگر اپنی مرضی سے چھوڑ رہی تھی اور اپنی مرضی سے دور ہو رہی تھی۔ ہم بہت رات تک جاگتے رہے، باتیں کرتے رہے۔ پھر میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے رسونتی کے دماغ کو تھپک تھپک کر سلا دیا۔ اس کے بعد مجھے سو جانا چاہیے تھا مگر مجھے ہمیشہ ہر سونے سے پہلے کچھ اور فرائض انجام دینے ہوتے ہیں۔ اپنوں کی خیریت معلوم کیے بغیر سونا مناسب نہیں ہوتا۔ اگر کبھی ایسا ہوا کہ میں نے کسی کی خبر نہیں لی تو بعد میں بہت بڑی الجھنوں سے گزرنا پڑا۔ لہٰذا میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

جس وقت میں سونیا سے رخصت ہوا تھا اس وقت وہ مرجانہ کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ماسٹر کروڈا مانگا سے ملاقات کرنے جا رہی تھی۔ اس کے بعد ان کے حالات یوں ہیں کہ جب وہ کروڈا مانگا کی بڑی سی کوٹھی میں پہنچیں تو ان کا شایانِ شان استقبال کیا گیا۔ کروڈا مانگا نے خود کوٹھی سے باہر آکر سونیا کے لیے کار کا دروازہ کھولا تھا اور بڑی گرمجوشی سے استقبال کرتے ہوئے اپنے ساتھ اپنے شاندار کمرے میں لے گیا تھا جسے وہ دفتر کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ مرجانہ بھی ساتھ ہی تھی۔ اس کی بھی آنی ہی عزت کی جا رہی تھی لیکن جو سونیا کا رعب و دبدبہ دشمنوں اور دوستوں پر تھا وہ بات، وہ مقام پیدا کرنے کے لیے مرجانہ کو ابھی برسوں کے تجربات کی ضرورت تھی۔

ایک بہت ہی خوبصورت سجے سجائے کمرے میں پہنچ کر وہ لوگ آرام دہ صوفے پر بیٹھ گئے۔ سونیا اور مرجانہ کے سامنے مشروبات پیش کیے گئے۔ پھر کروڈا مانگا نے سب سے پہلے وہی بات چھیڑی جو مجھ سے ہو چکی تھی یعنی ہمارے ملک کے ساتھ جو المیہ ہوا تھا اور ہمیں جنگلوں میں بھٹکانے کی جو سازشیں کی گئی تھیں۔ وہ سب کچھ کیوں ہوا، کیسے ہوا اور سپر ماسٹر نے ہماری جانیں بچانے کے لیے جلال بیگ سے کیسے معاہدہ کیا۔ وہ اس کی تفصیلات بتانے لگا تھا۔

کروڈا مانگا نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا: "مادام میں سپر ماسٹر کی طرف سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس نے یا ہم میں سے کسی نے آپ لوگوں سے دشمنی نہیں کی ہے۔ آپ یقین کریں کہ سپر ماسٹر، مسٹر فرہاد کی اور آپ کی خدمت کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے اور آپ لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وہ اپنے بڑے سے بڑے جاں نثار ماتحت کی قربانی دینے کے لیے بھی آمادہ رہتا ہے۔ اس کی مثالیں پہلے بھی کئی بار پیش کی جا چکی ہیں۔ شہر دوم کا ماسٹر اور پیرس کے ماسٹر موت کی جانیں آپ ہی لوگوں کی خاطر گئی ہیں۔ ہم آئندہ بھی ایسی ہی قربانیاں پیش کرتے رہیں گے۔"

سونیا نے کہا: "ٹھیک ہے۔ جو کچھ بھی کہنا سننا ہوگا، اس کے لیے فرہاد موجود ہے۔ وہ تمہاری باتوں کی تصدیق کرے گا۔ ایک نہ ایک دن سچائی سامنے آجائے گی۔"

مرجانہ نے کہا: "ماسٹر! یہ باتیں تو ابھی ہوتی ہی رہیں گی، پہلے یہ بتائیے کہ میری امی کب یہاں پہنچ رہی ہیں؟"

ماسٹر نے مسکرا کر کہا: "آپ کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ وہ آج رات کو ڈھائی یا تین بجے تک یہاں پہنچ جائیں گی، ہم ان کو لیے جا رہے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا: "سائرہ بانو کو کیا جلال بیگ کے آدمیوں نے گرفتار کیا تھا؟"

"جی ہاں، جیسا کہ میں نے بتایا ہے سپر ماسٹر نے جلال بیگ سے یہ معاہدہ کیا ہے کہ آپ لوگوں کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور نہ ہی وہ یا اس کے آدمی آپ لوگوں کو گرفتار کریں گے۔ سائرہ بانو کو جو رہائی مل رہی ہے وہ اسی معاہدے کا نتیجہ ہے۔ جب وہ ہمارے پاس پہنچ جائیں گی تو آج رات کے بعد جلال بیگ سے کیا ہوا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ ہم پھر نئے سرے سے معاہدہ کریں گے۔ جلال بیگ معاہدے کی رو سے آزاد ہو جائے گا۔ پھر وہ ہمارے اور آپ کے خلاف کوئی بھی سازش کرنے اور سائرہ بانو اور مس مرجانہ کو اپنے قبضے میں رکھنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ آج رات کے بعد ہم اس کی طرف سے محتاط رہیں گے۔"

سونیا نے کہا: "میں تمہاری دوستی اور جذبے کی قدر کرتی ہوں۔ کیا جلال بیگ سے کیے ہوئے معاہدہ کی آخری شرط یہی ہے کہ لیڈی سائرہ بانو کو رہا کر دیا جائے؟"

"جی ہاں، آخری شرط یہی ہے۔ ان کے رہا ہوتے ہی معاہدہ ختم ہو جائے گا۔"

سونیا نے کہا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے ہی سائرہ بانو ہمیں ملیں گی ان کی طرف سے کوئی خانقاہ کارروائی ہو سکتی ہے۔"

کروڈا مانگا نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "جی ہاں مادام ایسا ہو سکتا ہے۔ میں نے سب کچھ سوچ رکھا ہے۔ بڑے زبردست حفاظتی اقدامات کیے گئے ہیں۔ ہیلی کاپٹر سے لیڈی سائرہ بانو اور ان کے ساتھی کو آمادہ کرنے کے بعد ہم پوری حفاظت سے ان کو کسی سائیڈ پلیس میں پہنچا ئیں گے۔"

مرجانہ نے کہا: "میں اپنی امی کو لینے کے لیے ہیلی کاپٹر تک جاؤں گی۔"

ماسٹر کروڈا مانگا نے کہا: "اگر آپ اصرار کریں گی تو ہم آپ کو وہاں تک لے چلیں گے، لیکن میرا مشورہ ہے کہ آپ اور مادام پیلس میں آرام کریں۔ ہم آپ کی امی کو وہاں تک بحفاظت پہنچا دیں گے۔ آپ لوگوں کے جانے میں خطرہ ہے۔"

سونیا نے کہا: "ماسٹر! خطرہ یہی ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں پریشانیوں میں مبتلا کریں گے یا کوئی نئی مصیبت کھڑی کر دیں گے لیکن ہمیں جان سے نہیں ماریں گے، خصوصاً لیڈی سائرہ بانو اور مرجانہ کو تو وہ ہلاک کر ہی نہیں سکتے۔ انہیں سائرہ بانو کی دولت کی ضرورت ہے۔ بہرحال میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہمارے وہاں جانے سے آپ لوگوں کو پریشانی نہیں ہوگی۔ ہم خود بھی اپنی حفاظت کرنا جانتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے مادام آپ کا ساتھ ہمارے لیے باعثِ فخر ہوگا۔ ایک الجھن مجھے پریشان کر رہی ہے کہ آپ دن کے وقت ہوٹل سے نکلنے کے بعد چھ گھنٹے تک کہیں گم رہیں آپ نے اس دوران مجھ سے رابطہ کیوں نہیں قائم کیا؟"

سونیا نے جواب دیا: "ایک تو اس لیے کہ ہمیں کہیں چھپ کر بھیس بدلنا تھا۔ ہم تمہارے آدمیوں کو جلال بیگ کے آدمی سمجھ کر ہلاک کر چکے تھے اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ انکے دوسرے ساتھی ہمارا تعاقب کر رہے ہوں گے۔ لہٰذا ہمیں اپنا دوسرا روپ بدلنے میں کافی وقت لگ گیا۔ پھر یہ کہ مرجانہ کچھ بیمار تھی۔"

یہ کہتے ہوئے سونیا نے مرجانہ کی طرف دیکھا۔ مرجانہ مسکرا رہی تھی۔ کروڈا مانگا نے کہا: "اگر ان کی بیماری پریشان کن ہے تو مجھے بتائیں۔ میں بڑے سے بڑے ڈاکٹر کا انتظام کر سکتا ہوں۔ اس وقت یہاں کسی بھی ماہر کو بلا سکتا ہوں۔"

سونیا نے کہا: "نہیں ماسٹر! ہم یہاں کی ایک مشہور لیڈی ڈاکٹر سے مل چکے ہیں۔ اس نے مشورہ دیا ہے کہ مرجانہ کو لندن میں ڈاکٹر ڈیوس کے زیرِ علاج رہنا چاہیے۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اسے آپریشن کے مرحلے سے گزرنا ہوگا۔"

کروڈا مانگا نے حیرانی سے پوچھا: "ایسی کیا بیماری ہے؟"

سونیا نے جھینپ کر پہلے تو مرجانہ کی طرف دیکھا پھر ماسٹر سے بولی: "آپ کو بتانا ضروری ہے۔ چھپانے سے کام نہیں چلے گا کیونکہ آپ اس سلسلے میں ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ اور مرجانہ کو لندن بھیج سکتے ہیں۔ وہاں بھی دوسرے ماسٹر کے ذریعے اس کے لیے حفاظتی اقدامات کر سکتے ہیں۔"

ماسٹر نے سر جھکا کر کہا: "جی ہاں مادام! آپ حکم دیجیے ہم سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آخر مس مرجانہ کو تکلیف کیا ہے؟"

سونیا نے جھجکتے ہوئے کہا: "آپ مرجانہ کو آج مس کہہ رہے ہیں۔ کچھ عرصے بعد مسٹر کہیں گے۔ یہ مس کے بجائے مسٹر بننے والی ہیں۔"

ماسٹر کروڈا مانگا نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کبھی سونیا کو اور کبھی مرجانہ کو دیکھا۔ سونیا نے اسے یقین دلایا کہ یہ درست ہے۔ لیڈی ڈاکٹر کی رپورٹ ہے اور اس نے مشورہ دیا ہے کہ مرجانہ کو ڈاکٹر ڈیوس کے زیرِ علاج رہنا چاہیے۔"

ماسٹر نے مرجانہ کو دیکھتے ہوئے کہا: "جیسی ان کی جسامت اور قد ہے اس کی مناسبت سے انہیں مرد ہی ہونا چاہیے۔ ان

کی والدہ کو آنے دیجئے ان سے بات کریں گے۔ پھر وہ اجازت دیں گی تو ہم کل ہی ماں بیٹی کو لندن بھیج دیں گے۔"

مرجانہ نے کہا۔ "میں سونیا کے بغیر لندن نہیں جاؤں گی۔ کیوں سونیا تم میرے ساتھ چلو گی نا؟"

سونیا نے جواب دیا۔ "اس کے لیے مجھے فرہاد کی اجازت درکار ہوگی۔"

"میں فرہاد سے اجازت حاصل کروں گا۔" مرجانہ نے اردو میں جواب دیا۔

سونیا نے ماسٹر کی طرف دیکھا، ماسٹر نے پوچھا۔ "مس مرجانہ ابھی کچھ اپنی اجنبی زبان میں کہہ رہی تھیں۔ اگر آپ لوگ پرائیویٹ گفتگو کرنا چاہتی ہیں تو آپ کے لیے دوسرے کمرے کا انتظام کیا جائے یا ہم یہاں سے اٹھ کر چلے جائیں؟"

مرجانہ نے جلدی سے جاپانی زبان میں سونیا سے کہا۔ "ہاں سونیا! ہمیں الگ کمرے میں جانا چاہیے۔ کل شاید میں تم سے دور ہو جاؤں، اس لیے کیوں نہ ہم تھوڑا سا وقت تنہائی میں گزار لیں۔"

سونیا نے کہا۔ "تمہیں اس کے سوا کوئی اور بات نہیں سوجھتی؟ ہم کسی فلم کے رومانی ماحول میں نہیں ہیں۔ ہم جیتی جاگتی اور خطرات سے پُر زندگی گزار رہے ہیں۔ تمہیں ابھی اپنی امی کے متعلق سوچنا چاہیے کہ وہ یہاں آئیں گی تو دشمن کیسی چالیں چلیں گے۔"

پھر سونیا نے جلدی سے ماسٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ماسٹر آپ کچھ خیال نہ کریں، یہ مرجانہ بڑی بدمعاش ہے۔ مجھ سے جاپانی زبان میں عشقیہ گفتگو کر رہی تھی۔ یہ کہتی ہے کہ مرد بن جانے کے بعد مجھ سے شادی کرے گی۔ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

ماسٹر کروڈا مانگا نے ہنستے ہوئے مرجانہ کو دیکھا پھر کہا۔ "مس مرجانہ! ہماری دعا ہے کہ آپ جلد ہی مسٹر بن جائیں۔ لیکن ایک بات یاد رکھیں۔ آپ دنیا کی ہر چیز حاصل کر سکتی ہیں لیکن مادام کو فرہاد صاحب سے نہیں چھین سکتیں۔"

مرجانہ نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ "جب وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ میرا نام مرجانہ ہے۔ بچپن سے آج تک جو خواہش کی ہے وہ پوری ہوتی ہے۔ سونیا میری زندگی ہے۔ اس کے لیے میں فرہاد سے بڑی سے بڑی سودے بازی کے لیے تیار ہوں۔ میں فرہاد کے لیے..."

سونیا نے اس کی بات کاٹ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "بس کرو۔ میں سن چکی ہوں کہ تم میری خاطر اپنے باپ کی تمام دولت فرہاد کو دے دو گی۔ فرہاد کی ساری زندگی غلامی کرو گی۔ مجھے نہیں چھوڑو گی۔ ٹھیک ہے جب وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ مگر خدا کے لیے ابھی تو عشق سے باز آجاؤ۔"

کروڈا مانگا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اور بستر کہہ "مادام اگر آپ اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر کے لیے باہر جا کر دیکھوں کہ حفاظتی اقدامات کہاں تک مکمل ہیں اور میرے آدمی کتنے چاق و چوبند ہیں۔"

سونیا سے اجازت لے کر وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد تنہائی ملتے ہی مرجانہ کھسک کر سونیا کے پاس آگئی اور کہنی کھسک کر خود اور بیٹھ گئی اور بولی۔ "دیکھو شرارت نہ کرو۔ سیدھی طرح بیٹھ کر باتیں کرو۔ تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

مرجانہ نے کہا۔ "محبت سے زیادہ ضروری بات کوئی نہیں ہوتی۔"

سونیا نے کہا۔ "میں محبت کی ہی بات کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "سچ؟ چلو تو تم ہی پہلے شروع کرو۔"

سونیا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اپنی محبت کی نہیں، میں تمہاری امی اور ڈیئر جمال کی محبت کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔"

اس نے ایک گہری سانس کھینچی پھر ایک ہائے کے ساتھ سانس چھوڑتے ہوئے بولی۔ "ہائے، میں تو بھول ہی گئی تھی کہ امی کے اندر بھی تبدیلی آرہی ہے۔ ان کے دل کی دنیا ہل رہی ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "یہی تو میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں۔ کیا ہم تمہاری امی پر یہ ظاہر کر دیں کہ ہمیں ان کے دل کی بات معلوم ہو گئی ہے۔ ویسے وہ زبان سے کبھی اقرار نہیں کریں گی، شرمائیں گی۔ ہم سے چھپائیں گی۔"

مرجانہ نے کچھ سوچ کر کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ابھی ہمیں ہے کچھ نہ کہیں۔ چپ چاپ امی اور جمال صاحب کی محبت کا تماشہ دیکھتے رہیں۔ انجان بنے رہیں۔"

مرجانہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر ہنسنے لگی۔

سونیا نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ بدستور ہنستے ہوئے بولی۔ "کیسی عجیب سی بات ہے کہ ہم بزرگ بن کر امی کی شادی کرائیں گے۔"

سونیا مسکرانے لگی۔ مرجانہ نے کہا۔ "بلکہ یوں ہوگا کہ ایک ہی دن امی کی شادی جمال صاحب سے ہوگی اور میری تم سے۔"

سونیا نے غصہ دکھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم اپنی بات نہیں بھولو گی؟"

"میری جان! میں اپنی بات کو کیا اپنے آپ کو بھی بھول سکتی ہوں۔ مگر تمہیں نہیں بھول سکتی۔"

"دیکھو مرجانہ! میں نے آج تک تمہیں سہیلی سمجھ کر قبول کیا۔ تمہارے بہت قریب آگئی۔ تم سے بے تکلف ہو گئی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ بے تکلفی مجھے مہنگی پڑے گی۔"

"ایسی باتیں کیوں کرتی ہو؟ کیا میں بُری ہوں؟ بدصورت ہوں؟ یا میرے اندر جو انقلاب پیدا ہو رہا ہے وہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"نہ تم بُری ہو نہ بدصورت ہو۔ تمہارے اندر جو انقلاب آرہا ہے وہ تمہارے لیے بہت اچھا ہے۔ میں تمہیں مبارکباد دے چکی ہوں لیکن میں اس انقلاب کو اپنے لیے قبول نہیں کر سکتی۔ اتنی بڑی دنیا میں بس ایک ہی مرد ہے جو مجھے پسند ہے اور تم جانتی ہو کہ وہ کون ہے۔ اس کے بعد تمہیں میرے اور اس کے درمیان نہیں آنا چاہیے۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "تم کس کی بات کر رہی ہو؟ اس کی جو رسونتی کے ساتھ عیش کر رہا ہے؟ تمہاری محبت کا مذاق اڑا رہا ہے۔ یہ صرف آج اور کل کی بات نہیں ہے۔ تم خود سوچو کہ اس نے تمہیں برسوں بھلائے رکھا۔ جب بھی اسے کوئی عیاشیاں سوجھتی ہیں وہ تم سے پیچھا چھڑا کر کسی نہ کسی بہانے دور ہو جاتا ہے۔ تم ایسے مرد کی محبت کے لگن گا رہی ہو۔ مجھے آزما کر دیکھو کہ میں تمہاری خاطر ساری دنیا کو تمہارے قدموں میں لا کر ڈال دوں گا اور تمہارے سوا کسی دوسری عورت کا نام بھی زبان پر نہیں لاؤں گا۔ محبت اس کو کہتے ہیں۔ جو کاروباری میں کر رہی ہوں، نہیں کر رہا ہوں۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ دیکھو کہ وہ مجھ سے بھاگ کر کہاں جاتا ہے۔ دنیا گول ہے۔ جہاں بھی جاتا ہے، گھوم کر میرے ہی پاس واپس آتا ہے۔"

"سونیا! یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ تم اپنے دل میں خلاف کر دیکھو، کتنی بار تمہارا دل کڑھتا رہتا ہے کتنی بار اس کے خلاف سوچتی ہو۔ کیا ایسے وقت جب تمہیں میری محبت کا مرہم اپنے زخموں کے لیے ملنا گوارا قبول نہیں کرو گی؟"

"میں تمہیں ایک بہت عزیز سہیلی کی حیثیت سے قبول کر سکتی ہوں۔ جب تمہارے اندر تبدیلی آئے گی۔ تم بدل جاؤ گی تو میں تمہیں ایک بہت اچھا دوست سمجھ کر قبول کروں گی۔ تمہارے ساتھ دوستی نباہوں گی۔ کبھی وقت پڑا تو جان بھی دے کر دکھاؤں گی۔ جب میں تم پر جان بھی دے سکتی ہوں، تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے؟ وہ محبت جو فرہاد کے لیے ہے اسے تم مانگ رہی ہو۔ یہ تمہاری زیادتی ہے۔"

مرجانہ اپنی ضد سے باز آنے والی نہیں تھی۔ اس نے کہا۔ "اچھا چلو ابھی میں تم سے ضد نہیں کروں گی، لیکن یہ وعدہ کرو، اگر فرہاد رسونتی کو اپنا لے یا اس سے شادی کر لے تب تو تم میری بن جاؤ گی نا؟"

سونیا نے سوچا کہ فرہاد کا مزاج ایسا نہیں ہے۔ وہ رسونتی سے یا کسی سے بھی شادی نہیں کرے گا۔ وہ محبت تو کر سکتا ہے دوستی نباہ سکتا ہے، ساری عمر ساتھ دے سکتا ہے لیکن شادی کے بندھن میں خود کو نہیں باندھ سکتا۔ کیا ہرج ہے اگر مرجانہ سے وعدہ کر لیا جائے۔

یہ سوچ کر وہ بولی۔ "اچھی بات ہے میں وعدہ کرتی ہوں، اگر فرہاد رسونتی سے شادی کر لے گا تو میں تمہاری بن جاؤں گی۔ بس اب اس موضوع پر گفتگو نہ کرو۔"

مرجانہ نے خوش ہو کر ایک دم سے لپٹتے ہوئے کہا۔ "تم نے میرا دل خوش کر دیا۔ اب میری کوشش یہ ہوگی کہ فرہاد رسونتی سے شادی کر لے۔"

اسی وقت ماسٹر کروڈا مانگا نے واپس کمرے میں آکر کہا۔ "مادام دو بج رہے ہیں۔ اگر آپ تیار ہوں تو ہم لیڈی سارہ بانو کو لینے کے لیے چلیں؟"

سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ہاں، ہم بالکل تیار ہیں، چلیے۔"

اس وقت رسونتی گہری نیند سو چکی تھی۔ میں سونیا کے پاس پہنچا تو وہ مرجانہ کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اگلی سیٹ پر ایک ڈرائیور تھا اور ڈرائیور کے برابر ماسٹر کروڈا مانگا بیٹھا ہوا تھا۔ آگے پیچھے دو جیپ گاڑیاں تھیں ان میں بیٹھے ہوئے تمام لوگ مسلح بھی تھے اور بہترین فائٹر بھی تھے۔ ان کے علاوہ پرائیویٹ ایئر بلوٹ سے لے کر کسی سائیڈ جیلس تک کروڈا مانگا کے جانباز پھیلے ہوئے تھے۔ اور دشمنوں کی بُو سونگھتے پھر رہے تھے۔ میں نے یہ ساری معلومات کروڈا مانگا کے دماغ میں پہنچ کر حاصل کر لیں تھیں۔ پھر میں چپ چاپ تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا اور معلوم کرتا رہا کہ مرجانہ سے اس کی کیا باتیں ہوئیں۔

جب مجھے سونیا کے وعدے کا علم ہوا تو میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ "ہیلو! میں آگیا ہوں۔"

وہ بولی "اچھے وقت پر آئے۔ ہم لوگ سارہ بانو کے استقبال کے لیے جا رہے ہیں۔"

"ہاں ابھی ان کے آنے میں خدا دیر ہے لیکن تم نے مرجانہ سے میرے اور رسونتی کے رشتے کا حوالہ دیتے ہوئے وعدہ کیوں کیا تھا؟"

سونیا نے کہا "تو کیا ہوا؟ کیا تم رسونتی سے شادی کرنے والے ہو؟ یہ تو تمہارے مزاج کے خلاف ہے۔"

میں ہچکچانے لگا۔ پھر یہ سوچ کر حوصلہ ہوا کہ رسونتی سے شادی کرنے کے لیے کیا ہوتا ہے۔ وہ تو مجھ سے ایک طویل مدت کے لیے بچھڑنے والی ہے۔ مجھ سے دور رہ کر زندگی گزارے گی۔ جب ہم میاں بیوی کی حیثیت سے مستقل ازدواجی زندگی نہیں گزاریں گے تو پھر سونیا کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی ناراض ہونا چاہیے۔

سونیا نے پوچھا "فرہاد! یہ تم کہاں غائب ہو گئے ہو؟ کچھ سوچ رہے ہو یا جا چکے ہو؟"

میں نے کہا "میں تمہارے دماغ میں موجود ہوں اور ایک کش مکش میں مبتلا ہوں۔"

وہ بولی "کیسی کش مکش؟ مجھے بتاؤ، میں تمہاری الجھن دور کر دوں گی۔"

"ہاں سونیا! اب اسے میری غلطی سمجھو یا حالات کی مجبوری، میں نے رسونتی کو اپنا لیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "یہ کوئی نئی بات تو نہیں ہے تم ایک عرصے سے جال پھینک رہے تھے، آج کامیاب ہو گئے۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"

"سونیا! یہ بات نہیں ہے۔ تم نے اپنی زندگی میں پیشگوئی کی تھی کہ میں ازدواجی زندگی گزار سکتا ہوں۔ وہ پیشگوئی کسی حد تک درست ہو گئی ہے۔"

وہ بولی "کیا مطلب؟ تم ازدواجی زندگی رسونتی کے ساتھ کیسے گزار رہے ہو؟"

"ایسے کہ جب ہم ایک ہتھکڑی میں بندھے ہوئے تھے اور اپنے جذبات سے دور نہیں بھاگ سکتے تھے تو ان حالات میں مجبور ہو کر ہم نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر ایک دوسرے کو اپنا لیا۔ اگر اس طرح دل کی گہرائیوں سے اور اپنے معبود کو سامنے نمود کر کے کسی کو شریک حیات بنایا جا سکتا ہے تو میں نے رسونتی کو بنا لیا ہے۔"

وہ بولی "یوں تو شادی ہوئی بھی اور نہیں بھی۔ دراصل یہ اپنے دل کی بات ہے۔ کیا تم نے اسے دل کی گہرائیوں سے شریک حیات سمجھ لیا ہے؟"

"ہاں سونیا! میں خدا کو حاضر و ناظر جاننے کے بعد رسونتی کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ وہ میری شریک حیات بن گئی ہے، بلکہ اب وہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

سونیا پر جیسے بجلی گر پڑی۔ وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرتے ہوئے بولی "فرہاد! اب چپ رہو۔ ہو سکے تو میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ میں ابھی کچھ نہیں سننا چاہتی۔ چپ چاپ رہ کر صرف سوچنا چاہتی ہوں۔ دیکھو، میری سوچ نہ پڑھ سکے جاؤ۔"

"دیکھو سونیا! یہ بات ابھی مرجانہ کو مت بتانا۔"

"میں تمہارے حکم کی پابند نہیں ہوں۔"

"یہ حکم نہیں التجا ہے۔"

"مت التجا کرو۔ مت بے وقوف بناؤ۔ بہت ہو چکا فرہاد!"

"سونیا! تم نے آگے سنا ہی نہیں، پہلے پوری بات تو سن لو۔"

"میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔ تم میرے دماغ سے جاؤ گے یا نہیں ہو گے؟ نہیں جاؤ گے تو ابھی میں پاگلوں کی طرح چیخنا شروع کر دوں گی۔"

میں نے کہا "غصہ تو تمہاری ناک پر رہتا ہے۔ اچھی بات ہے میں جا رہا ہوں۔ جب تمہارا دماغ ٹھنڈا ہو گا تو آ کر بات کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں واپس آ گیا۔ میں نے سوچا مجھے سارہ بانو کی بھی خبر لینا چاہیے کہ بخیریت سفر کر رہی ہیں یا نہیں۔ جب پچھلی بار میں ان کے حالات معلوم کر کے واپس ہوا تھا تو اس وقت وہ اور ڈیئر جمال فرش پر بیٹھ کر کھانے میں مصروف تھے۔ کھانا لانے والوں نے کہا تھا کہ ان دونوں کو ابھی دیر ابابا پہنچا دیا جائے گا۔

ڈیئر جمال اس تاک میں تھا کہ کسی طرح جھپٹ کر ان دشمنوں میں سے کسی کا ہتھیار چھین لے اور ان پر غالب آ کر سارہ بانو کو اس قید سے نکال کر لے جائے۔ وہ کھانے کے دوران بھی مختلف طریقوں سے سوچتا رہا اور منصوبے بناتا رہا۔ کھانے کے بعد انہیں ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے کھڑکی کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ ہیلی کاپٹر مویشیوں کے فارم کے سامنے ہی ایک کھلے میدان میں اتر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ان کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ پانچ مسلح افراد داخل ہوئے۔ ایک نہتا تھا اس نے کھانے کے برتن اٹھائے اور وہاں سے چلا گیا۔ پھر ایک شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ڈیئر جمال کو دیکھتے ہوئے کہا "مسٹر سنا ہے تم بڑے جی دار ہو۔ اگر تم اس عورت کی خیریت چاہتے ہو تو چپ چاپ اپنے ہاتھ پاؤں بندھوا لو۔"

ڈیئر جمال اپنے ہاتھ پاؤں بندھوا کر بے دست و پا ہونا نہیں چاہتا تھا۔ یہ بات سنتے ہی اس نے اچانک ایک اسٹین گن والے پر چھلانگ لگائی۔ اس سے لپٹ کر اسے لیے ہوئے فرش پر لڑھکتا ہوا دور جانے لگا لیکن اتنی سی دیر میں باقی مسلح لوگوں نے اس پر حملہ کر دیا تھا جیسے ہی جمال نے اپنے شکار کو اپنے نیچے دبا جانا چاہا پیچھے سے کسی نے اسٹین گن کے ہتھے سے ضرب لگائی۔ ڈیئر جمال کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ دوسرا حملہ اس کے سر پر ہوا پھر اس کی کمر پر تابڑ توڑ کئی حملے ہوئے۔ منہ پر بھی ایسی ضربیں لگائی گئیں کہ چہرہ لہولہان ہو گیا۔

سارہ بانو چیخ رہی تھیں، رو رہی تھیں، اس کے لیے رحم کی بھیک مانگ رہی تھیں۔ لیکن ایک شخص نے ان کے بازو کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا اور انہیں ڈیئر جمال کی طرف بڑھنے سے روک رہا تھا۔ اب ڈیئر جمال کا حلیہ بگڑ گیا تھا۔ چہرہ لہو میں ایسے بھیگ گیا تھا، زخم ایسے آئے تھے کہ وہ پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ وہ واقعی جی دار تھا۔ فرش پر پڑا ہوا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور بڑی ہی نقاہت سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دو مسلح جوانوں نے اس کے سینے پر پاؤں رکھ کر اسے جارحانہ شانے چت لیٹے رہنے پر مجبور کر دیا۔

جب انہیں یقین ہو گیا کہ ڈیئر جمال اب حملہ کرنے کے قابل نہیں رہا ہے تو ان کے باس نے کسی کو حکم دیا "وہ ٹرے لے آؤ۔"

تھوڑی دیر بعد ایک شخص دونوں ہاتھ میں ایک بڑی سی ٹرے اٹھا کر لایا۔ اس ٹرے میں ایک زبردست قوت کا بم رکھا ہوا تھا۔ وہ بم لوہے کی ایک چوکور ڈبیہ میں تھا۔ اس ڈبیہ کا کور پلاسٹک کا بنا ہوا تھا اور وہ ڈبیہ ایک بیلٹ سے منسلک تھی۔

باس نے اس بم کو بڑی احتیاط سے اٹھاتے ہوئے کہا "سارہ بانو! میں تمہیں اور تمہارے ساتھی کو یہ دکھانا چاہتا ہوں۔ اسے غور سے دیکھو۔ یہ ایک ایسا بم ہے جو ہمیں مار بھی سکتا ہے اور زندہ بھی رکھ سکتا ہے۔ اسے میں تمہارے سینے سے باندھ دوں گا اگر تم انکار کی صورت میں جدوجہد کرو گی تو بے موت ماری جاؤ گی۔ تمہارے ساتھ ہم بھی مر جائیں گے۔ یہ فرہاد علی تیمور جانتا ہے کہ ہم کس طرح اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اسے اپنی آوازیں سناتے ہیں اور اب کس طرح اپنے مالک کے حکم پر یہاں تمہارے ساتھ اس بم کے خدوخال تباہ ہونے آگئے ہیں۔ یقین نہ ہو تو میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ تم جدوجہد کرو۔ ہم سب یہاں فنا ہو جائیں گے۔"

ڈیئر جمال نے چیخ کر کہا "نہیں، تم لوگ انسان ہو درندے نہ بنو۔ ایک کمزور عورت کی زندگی سے اس طرح نہ کھیلو۔"

ایسا کہتے ہوئے ڈیئر جمال فرش سے اٹھ کر بیٹھنے لگا۔ دونوں طرف سے دو مضبوط اور مسلح جوانوں نے اسے پکڑ رکھا تھا۔ یوں بھی وہ اس بری طرح مار کھا چکا تھا اور ایسا لہولہان ہو گیا تھا کہ اس میں لڑنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ پھر بھی وہ احتجاج کر رہا تھا۔ باس نے ٹیلٹ کر اس سے کہا۔

"ہم سارہ بانو کی زندگی سے نہیں کھیل رہے ہیں۔ یہ تو سارہ بانو پر منحصر ہے کہ وہ اپنی زندگی سے کھیلتی ہیں یا موت سے۔ اگر موت سے کھیلنا چاہیں گی تو اس وقت اس بم کو اپنے سینے سے لگاتے وقت جدوجہد کریں گی اور اگر زندہ رہنا چاہیں گی تو اسے خاموشی سے اپنے سینے کے ساتھ بندھوا لیں گی۔ ہم تو انہیں زندہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں ان کی بیٹی کے پاس پہنچانا چاہتے ہیں۔ بھلا ہم انہیں کیوں ماریں گے؟"

"جب تم لوگ سارہ بانو کو زندہ رکھنا چاہتے ہو تو پھر ایسی حرکت کیوں کر رہے ہو؟ موت کو اس عورت کے گلے کیوں لگا رہے ہو؟"

باس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "تم ابھی نئے ہو۔ نہیں جانتے ہو کہ ہمارا ان سے کیا جھگڑا چل رہا ہے۔ جب وہ جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ ہمارے مالک کی شرطیں مان لی جائیں گی تو سارہ بانو کو اس موت سے نجات مل جائے گی۔ بس اب خاموشی سے تماشہ دیکھو۔"

سارہ بانو نے کہا "نہیں، میں اسے نہیں باندھنے دوں گی، میں مر جاؤں گی لیکن لمحہ لمحہ موت کا انتظار کرتے ہوئے زندہ نہیں رہوں گی۔"

باس نے مسکراتے ہوئے کہا "اچھی طرح سوچ لو سارہ بانو! تمہاری زندگی صرف تمہاری زندگی نہیں ہے۔ یہ زندگی یہ جوانی جو تم نے بیس سال تک اپنی بیٹی کے لیے گزاری ہے۔ کیا اس بیٹی کے لیے زندہ نہیں رہو گی؟ کیا عدیس ابابا جا کر اپنی بیٹی سے نہیں ملو گی؟ بولو نہیں، سارہ بانو! تم ضرور اپنی

بیٹی سے ملو گی۔ اپنی بیٹی کے لیے زندہ رہو گی۔ تو میں اسے تمہارے قریب لا رہا ہوں۔ چلو ہم اور تم دونوں فنا ہو جائیں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ لرزتے ہوئے ہاتھوں سے بم کو اٹھائے ہوئے سائرہ بانو کے بالکل سامنے پہنچ گیا۔ اس کے دائیں بائیں دو مسلح جوان تھے۔ انہوں نے بڑی احتیاط سے بیلٹ کے دو سروں کو تھام لیا اور سائرہ بانو سے کہا کہ وہ دونوں ہاتھ اوپر اٹھالیں۔ سائرہ بانو چپ چاپ کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک شخص نے پیچھے سے آکر ان کے دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھا دیا۔ وہ بم کی چوکور آہنی ڈبیہ ان کے سینے پر رکھ دی گئی۔ بیلٹ کو ان کی دونوں بغل کے نیچے سے گزار لیا گیا۔ بیلٹ کے باقی دو حصے ان کے دو شانوں پر سے گزار کر ان سب کو پشت کی طرف لایا گیا پھر انہیں ایک بکل کے ذریعے باندھ دیا گیا۔

جب یہ کام ہو گیا تو باس پیچھے جا کر اس بکل سے کچھ تاروں کو آپس میں منسلک کرنے لگا۔ وہ بیلٹ جو بغل کے نیچے سے اور شانوں کے اوپر سے گزرتے تھے ان میں بھی تار لگے ہوئے تھے اور وہ تار پیچھے جا کر ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔ باس نے ڈیئر جمال کو دیکھتے ہوئے چٹکی بجا کر اشارے سے اٹھنے کے لیے کہا پھر بولا۔ "ادھر آؤ" اور دیکھو کہ موت سائرہ بانو کے سینے سے کس طرح لگی ہے۔ دل کی دھڑکنوں کے ساتھ ٹک ٹک، دھک دھک، ٹک ٹک، دھک دھک۔ یہ احساس ہر لمحہ ہوتا رہے گا۔ ہر لمحہ ٹک ٹک اور ہر دھک دھک کے ساتھ موت بولتی رہے گی کہ میں آ رہی ہوں۔ اگر تم میں ذرا بھی ہمت ہے تو یہاں آ کر سائرہ بانو کے سینے سے بندھے ہوئے اس بم کو یا بیلٹ کو ان تاروں کو چھیڑ کر دیکھ لو ابھی دھماکے سے تم دونوں کے پرخچے اڑ جائیں گے۔"

دو مسلح جوانوں نے ڈیئر جمال کے دونوں بازوؤں کو دو طرف سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھایا اور اسے کھڑا کر دیا ڈیئر جمال لڑکھڑاتے ہوئے سائرہ بانو کی طرف آنے لگا۔ جب وہ قریب پہنچ گیا تو باس نے کہا۔ "سائرہ بانو کے پیچھے آؤ میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔"

ڈیئر جمال پیچھے آیا۔ پیچھے وہ بیلٹ جو بغل کے نیچے سے اور شانے کے اوپر سے آئے تھے وہ سب ایک جگہ ایک بکل سے منسلک ہو گئے تھے۔ ان میں تار ادھر سے ادھر گڈمڈ ہو کر بندھے ہوئے تھے۔ باس نے کہا۔ "اس بکل کو ہاتھ لگانا گویا کہ اس عورت کی موت کو بلانا ہے۔ یہاں جتنے بھی تار ایک دوسرے سے لپٹے ہوتے نظر آ رہے ہیں ان کو کوئی انگلی نہ لگائے۔ معمولی سا کپڑا بھی چھو کر نہ گزرے۔ چھونے سے اول تو کچھ نہیں ہو گا لیکن ایک بھی تار دوسرے سے الگ ہو گیا اور اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو سمجھ لو کہ موت کا زبردست دھماکہ ہو گا۔"

سائرہ بانو پتھر کے مجسمے کی طرح بالکل بے حس و حرکت کھڑی ہوئی تھیں اور بہت آہستہ آہستہ سانسیں لے رہی تھیں۔ ڈیئر جمال کا تھا۔ حالانکہ موت اس کے گلے نہیں لگی تھی لیکن سائرہ بانو کی زندگی اور موت سے وہ مایوس ہو چکا تھا۔ محبت، بھروسے اور لگاوٹ ایسی تھی کہ ان کی موت کو اپنی موت سمجھ رہا تھا۔ رہ رہ کر اس کی بھی سانس جیسے رک رک جاتی تھی۔

باس نے کہا۔ "چونکہ اس بکل سے لگے ہوئے تاروں کو چھیڑنا، موت کو دعوت دینا ہے۔ لہٰذا سائرہ بانو بیٹھتے وقت کرسی یا کسی چیز سے بھی ٹیک نہیں لگائیں گی۔ اگر ٹیک لگائیں گی تو یہ تار دب جائیں گے۔ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔ انہیں ہلنا نہیں چاہیے۔ انہیں دبنا نہیں چاہیے۔ یہ آرام سے بستر پر لیٹ بھی نہیں سکیں گی۔ خصوصاً چارلس شانے چت لیٹ نہیں سکتیں۔ یہ بیٹھی رہ سکتی ہیں یا کھڑی رہ سکتی ہیں اور کھڑے یا بیٹھے بیٹھے اپنی نیند پوری کر سکتی ہیں اگر نیند کے وقت گر پڑیں گی تو ہمیشہ کے لیے گر جائیں گی پھر زندگی انہیں نہیں اٹھا سکے گی۔"

کیسا نظاما طریقہ کار تھا۔ کاش میں اس وقت سائرہ بانو کے دماغ میں موجود ہوتا تو ان کے ذریعے اس باس کے دماغ میں بھی پہنچ جاتا۔ پھر اسے اغماء موقع نہیں دیتا کہ وہ اس بم کو سائرہ بانو کے قریب لائے۔ میں اس بم کو لے کر ساتھ باہر پہنچا کر تباہ کر دیتا لیکن افسوس اس وقت میں بستی میں تھا اور رسوتی کے ساتھ وقت گزار رہا تھا۔ میرا قصور کیا تھا۔ میری اپنی مصروفیات بھی ہوتی ہیں۔ میرا اپنا سکھ آرام بھی ہوتا ہے۔ مجھے اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ چند گھنٹے اپنی ذات کے لیے وقف کروں اور اپنے ذہن کو تازہ دم رکھنے کی کوشش کروں۔ میں ایسا نہیں کروں گا تو خیال خوانی کرتے کرتے بہت جلد پاگل خانے پہنچ جاؤں گا۔ مصیبت تو یہ ہے کہ جب میں اپنی ذات کے لیے تھوڑا وقت مختص کرتا ہوں تو کسی نہ کسی نئی مصیبت میں میں یا میرے ساتھی گرفتار ہو جاتے ہیں۔

بہرحال سائرہ بانو اس وقت ایسے دوراہے پر کھڑی ہوئی تھیں کہ ایک راہ زندگی کی طرف جاتی تھی اور دوسری موت کی طرف لے جاتی تھی اور وہ کسی طرف نہیں جا سکتی تھی جہاں کھڑی تھیں وہیں کھڑی رہ گئی تھیں۔ ان کے پیچھے ڈیئر جمال ان مسلح افراد کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ باس نے انگلی اٹھا کر بیلٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اب دیکھو یہ دو بیلٹ اس موت کی بغل کے نیچے سے گزرے ہیں اور یہ دو بیلٹ شانوں پر سے ہو کر سامنے اس بم کو منسلک کیے ہوئے ہیں۔ غور سے دیکھو ان تمام بیلٹ پر سے بارہ تار گزارے گئے ہیں لہٰذا اگر کوئی یہ سوچے کہ بیلٹ کو کاٹ کر ہم سائرہ بانو سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے تو یہ اس کی زبردست حماقت ہو گی بیلٹ کاٹے جائیں گے تو ان کے ساتھ تار بھی کٹیں گے۔ تار کٹیں گے تو پھر وہی موت اور صرف موت۔"

باس نے سائرہ بانو کے سامنے پہنچ کر ڈیئر جمال سے کہا۔ "مسٹر اب ادھر آ جاؤ۔"

ڈیئر جمال سائرہ بانو کی پشت کی طرف سے چلتا ہوا سامنے آیا۔ باس نے کہا۔ "اب اس آہنی ڈبیہ کے اندر دیکھو اس ڈبیہ کا ڈھکنا ٹرانسپرنٹ پلاسٹک کا ہے۔ اس کے اندر آر پار چیزیں دیکھی جا سکتی ہیں۔"

ڈیئر جمال ذرا جھک کر اس ڈبیہ کو دیکھنے لگا۔ اندر چھوٹے چھوٹے سیل کی طرح چار بم ایک دوسرے سے بندھے ہوئے نظر آئے۔ ان کے علاوہ کچھ ننھے ننھے آلات تھے۔ پلاسٹک کے ڈھکن کے سامنے ہی جو سب سے نمایاں چیزیں تھیں وہ چار مددگار تھے ایک تار کا رنگ سفید، دوسرے کا سبز، تیسرے کا زرد اور چوتھے کا سرخ تھا۔ باس نے کہا۔ "ساری اہمیت ان چار تاروں کی ہے۔ ان میں سے تین تار موت کی طرف لے جاتے ہیں اور ایک تار زندگی کی طرف۔ اگر زندگی کے اس ایک تار کو اس بم سے الگ کر دیا جائے تو پھر دھماکہ نہیں ہو گا۔ سائرہ بانو زندہ رہیں گی۔ اگر ان تین تاروں میں سے کسی کو بھی چھیڑا گیا تو پھر ان کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کا وہ تار کون سا ہے سفید رنگ کا ہے، سبز رنگ کا ہے، زرد رنگ کا ہے یا سرخ رنگ کا ہے؟ وہ کون سا تار ہے جسے اس بم سے علیحدہ کر دیا جائے تو سائرہ بانو سلامت رہ جائیں گی؟"

ڈیئر جمال نے پوچھا۔ "وہ زندگی کا تار کون سا ہے؟ کس رنگ کا ہے؟ مجھے بتا دو۔"

باس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں بڑی سے بڑی قسم کھانے کے لیے تیار ہوں کہ میں خود نہیں جانتا ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ تار کون سا ہے صرف وہ شخص جانتا ہے جس نے اسے تیار کیا ہے۔ وہی شخص اس تار کو اس بم سے الگ کر سکتا ہے۔ اس بم کے ماہر کا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی ماہر سے کھیلنے والا ماہر اس تار کو نہیں سمجھ سکے گا جو سائرہ بانو کو زندگی دے سکتا ہے۔"

ڈیئر جمال نے غصے اور جنون میں باس کا گلا دباتے ہوئے کہا۔ "تم جھوٹ بولتے ہو، تمہیں معلوم ہے۔ مجھے بتاؤ کہ زندگی کا وہ تار کون سا ہے۔ کس رنگ کا ہے ورنہ میں ابھی تمہیں گلا گھونٹ کر مار ڈالوں گا۔"

وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہا تھا اور دوسرے مسلح جوان اسے اپنی طرف کھینچ رہے تھے، اپنے باس سے الگ کر رہے تھے پھر ذرا سی دیر میں انہوں نے اپنے باس کو ڈیئر جمال کی گرفت سے چھڑا لیا۔ اسے دو چار گھونسے رسید کیے پھر باس نے کہا۔ "پاگل نہ بنو، اگر تمہیں یقین نہیں ہے تو فرہاد ملٹی میٹر سے کہو کہ میرے دماغ میں پہنچ کر صحیح اور جھوٹ کو سمجھ لے وہ اس بات کی تصدیق کر لے گا کہ میں واقعی زندگی کے اس تار کو نہیں جانتا ہوں۔ دیکھو مسٹر! اگر تمہیں اس عورت سے ذرا بھی محبت ہے اور تم اس کی زندگی چاہتے ہو تو اب اس کے محافظ بن جاؤ۔ اس کا ایک بازو تھام لو اور اسے سنبھال کر یہاں سے ہیلی کاپٹر تک لے جاؤ۔"

ڈیئر جمال کے سامنے بس یہی ایک صورت رہ گئی تھی کہ وہ سائرہ بانو کو سنبھالے ان کے زیادہ سے زیادہ قریب رہے ان کو تسلیاں دیتا رہے اور ان کی حفاظت کرتا رہے۔

اسی خیال سے اس نے سائرہ بانو کو اپنی حفاظت میں لیا۔ پھر وہ مشینوں کے باڑے کے پاس سے گزرتا ہوا ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچ گیا۔ باس اسے سمجھاتا رہا تھا۔ "دیکھو اس بات کا خیال رکھنا کہ یہ عورت ہیلی کاپٹر کی پشت سے ٹیک نہ لگائے۔ یہ جہاں بھی بیٹھے بغیر کسی سہارے کے بیٹھے۔ بستر پر نہ لیٹے، کھڑی رہے یا بیٹھی رہے اور یہ اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک کہ ہمارے اس خط پر عمل نہیں کیا جائے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک لفافہ نکال کر ڈیئر جمال کو دیا۔ "اور یہ خط میئر ماسٹر کے لیے ہے۔ عدلیں ابابا میں وہاں کا ماسٹر کروٹا مانگتم لوگوں کے استقبال کے لیے آئے گا۔ یہ خط اس کے حوالے کر دینا۔ وہ اپنے میئر ماسٹر تک اسے پہنچا دیگا۔"

سائرہ بانو کو بہت احتیاط سے ہیلی کوپٹر میں سوار کرایا گیا۔ اس کے بعد ڈیئر جمال ان کے پاس بیٹھ گیا اور ان کے بازو کو تھامے رہا۔ اب وہ بڑا محتاط تھا کہ سائرہ بانو کہیں سیٹ کی پشت سے نہ ٹک جائیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ

میں

سونیا کی زبان سے وہ تمام باتیں مختصر طور پر انہیں بتلانے لگا جو مجھے معلوم ہوئی تھیں۔ مرجانہ سستی جا رہی تھی، جھومتی پہلو بدلتی جا رہی تھی اور پریشان ہو کر کہہ رہی تھی "یہ کیا ہو رہا ہے؟ فرہاد میری امّی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ تم نے ان کی حفاظت کیوں نہیں کی؟"

میں نے کہا "میں مجبور تھا۔ دیکھو مرجانہ میں چوبیس گھنٹے کی نیند بھی دماغ میں نہیں رہ سکتا کبھی اس کے پاس کبھی اس کے پاس ہر ایک کی خیریت معلوم کرنے کے لیے بھٹکتا رہتا ہوں۔ پھر مجھے اپنے طور پر بھی حاضر دماغ رہنا پڑتا ہے۔ میری اپنی معروفیات بھی ہوتی ہیں ایسے میں وقت دشمنوں نے اپنی چال چلی اور تمھاری امّی کو اس مصیبت میں مبتلا کر دیا، لیکن فکر نہ کرو میں ابھی جا کر ان کے دماغ پر قابض ہو جاؤں گا اور انھیں اس بلا کی ہلاکت کا زیادہ احساس نہیں ہونے دوں گا۔"

مرجانہ نے کہا "تو پھر جلدی جاؤ۔ یہاں ہمارے پاس نہ رہو اس وقت امّی کو تمھاری ضرورت ہے۔"

"بے شک میری ضرورت ہے لیکن میں کرونا مانگا سے کہوں گا کہ وہ سائرہ بانو کے لیے کسی ایسی گاڑی کا، ایسی سیٹ کا بندوبست کرے جس کی پشت نہ ہو اور اس میں ایسے آہنی راڈ اور شکنجے ہوں جو سائرہ بانو کو ہر طرف سے جکڑ کر رکھیں۔ انھیں نیچے کی طرف ڈھلکنے دیں نہ سکنے کا موقع دیں۔ وہ بیٹھی رہیں۔ نیند آئے گی تو وہ بیٹھے بیٹھے نیند پوری کریں گی اور نیند کے دوران بھی کسی طرف ڈھلکنے نہیں پائیں گی۔ کچھ ایسی ہی سیٹ کا انتظام فوری طور پر کرنا ہے۔"

ماسٹر کرونا مانگا نے کہا "آپ اطمینان رکھیں۔ میں ابھی اس کا انتظام کرتا ہوں۔"

میں نے کہا "ماسٹر بار دوسری ہوں کو نا کارہ بنانے والے طبقے ماہر ہیں آپ کی نظر میں ہیں ان سب کو بلائیے اور ان سے کہیے کہ وہ آکر سائرہ بانو کے سینے سے بندھے ہوئے ہم کا دور سے مطالعہ کریں اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ ان چاروں میں سے کون سا تار زندگی کا تار ہے۔ جسے الگ کرنے سے سائرہ بانو زندہ سلامت رہ سکتی ہیں۔ اب میں جا رہا ہوں۔ آپ میرے ان دو مشوروں پر عمل کیجیے۔"

میں نے سائرہ بانو کے دماغ میں پہنچ کر ان کو سنبھال لیا۔ دوسرے لمحے سائرہ بانو نے مسکرا کر ڈیرجمال کو دیکھا وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولیں۔ "تمھاری یہ مسکراہٹ میرے اندر نئی زندگی پیدا کر رہی ہے۔ سائرہ جو صدمے اسی طرح مسکراتی رہو۔ ہم انشاء اللہ زندہ رہیں گے۔ سائرہ میں دوسرے کو کہہ رہا ہوں کہ جب تک یہ موت تمھارے جسم سے بندھی رہے گی، اس وقت تک میں تمھارے ساتھ سائے کی طرح رہوں گا۔ جیوں گا تمھارے ساتھ مروں گا تمھارے ساتھ۔"

سائرہ بانو نے کہا "اس وقت میں سائرہ بانو نہیں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

"ایں؟" اس نے چونک کر سائرہ بانو کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ پھر یقین سے بولا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"کہہ رہی ہوں نہیں، الہ، رہا ہوں۔ اگر سائرہ بانو کی زبان سے سننا ہو تو بات یہ ہے کہ میرے بیٹے فرہاد نے میرے پورے جسم کو سنبھال رکھا ہے۔ تم میرا ذرہ بھر بھی دھیان نہیں کرو گے تو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں اسی طرح حوصلے سے تم کو سنبھالے رہوں گی۔"

"کمال ہے" اس نے حیرانی سے پوچھا "یعنی اس وقت میرے اور تمھارے درمیان فرہاد صاحب موجود ہیں؟"

"ہاں میں موجود ہوں۔ سائرہ بانو کے اندر، مگر میں نے یہ محسوس کیا کہ یہ اندر سے بالکل جل ڈوب رہی ہیں۔ بالکل کھوکھلی ہو گئی ہیں۔ صرف بیٹے کی آس میں اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھیں۔ میں نے سوچا اگر انہوں نے ان کے جسم پر قابض ہو کر انھیں نہ سنبھالا تو ان پر بہت بُرا اثر پڑے گا۔ ممکن ہے بے ہوش ہو جائیں، یا مر ہی جائیں۔ اسی لیے میں اس وقت ان کے دماغ پر قابض ہوں۔"

ڈیرجمال نے کہا "فرہاد صاحب آپ سے غائبانہ ملاقات کر کے بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ آپ نے ایسے وقت ملاقات کی جبکہ مجھے خدا کے ایک بہت ہی مضبوط سہارے کی ضرورت تھی اور آپ وہ سہارا بن گئے ہیں۔"

ہیلی کوپٹر کے پائلٹ کی آواز سنائی دی "سر، ہم عدیس ابابا پہنچ رہے ہیں۔ تقریباً دس منٹ کے بعد ہیلی کوپٹر زمین پر اترے گا۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ اترنے کے وقت اسے زوردار جھٹکا نہ لگے۔ آپ احتیاطاً سیٹ سے باندھ رہیں۔ اس عورت کو بیلٹ باندھنا نہیں جا سکتا۔ سیٹ کی پشت لگا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا آپ دونوں ہاتھوں سے اسے سنبھال کر بیٹھے رہیں۔ کوشش کریں کہ ہیلی کوپٹر کو جھٹکا پہنچے تو عورت کی پشت سیٹ سے نہ ٹکرائے۔"

میں نے ڈیرجمال سے کہا کہ وہ سائرہ بانو کو چھوڑ کر بالکل بے فکر ہو جائیں۔ بیلٹ باندھ لے۔ اس کے بعد سائرہ بانو کو دونوں ہاتھوں سے سنبھال لے۔ ایک طرف ڈیرجمال سنبھالے گا اور دوسری طرف میں دماغ کے اندر سما کر انھیں ادھر ادھر ڈھلکنے سے بچائے رکھوں گا۔ ہم ہر طرح تیار ہو گئے۔ دس منٹ گزر گئے۔ پندرہ منٹ کے بعد وہ ہیلی کوپٹر نیچے اترے گا۔ بچے کھچے شبہوں کے سگنل دیے جا رہے تھے اور ان کے مطابق وہ ہیلی کوپٹر اتر رہا تھا۔ بہرحال پائلٹ نے بڑی مہارت سے ہیلی کوپٹر اتار لیا۔

میں سونیا اور مرجانہ وغیرہ کے دماغ میں پہنچ کر نہیں دیکھ سکتا تھا کہ ہیلی کوپٹر نے کتنی دور بعد ہیلی کوپٹر اترنے کا وقت آیا تو میں سائرہ بانو کے جسم کو سنبھال کر اترنے لگا۔ ڈیرجمال بھی کسی طرح انھیں سنبھال رہا تھا۔ ہیلی کوپٹر کے ساتھ ہم زمین پر پہنچ گئے۔

ہیلی کوپٹر کے قافلے پر سونیا، مرجانہ اور کرونا مانگا وغیرہ کھڑے ہوئے تھے۔ سائرہ بانو کو دیکھتے ہی مرجانہ نے چیخ ماری امّی، میری امّی۔ وہ ذرا آگے بڑھنا چاہتی تھی لیکن سونیا نے اس کے بازو کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا "دیکھو مرجانہ محبت کے جوش میں، پنی، امّی سے نہ لپٹ جانا۔ ان کی زندگی کا سوال ہے۔ ہوش میں رہو۔"

ڈیرجمال، سائرہ بانو کو سنبھالے ہوئے آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ ان کا استقبال یوں ہوا کہ کوئی کسی سے مصافحہ نہیں کر سکا۔ کیسی مصیبت کی گھڑی تھی۔ کوئی سائرہ بانو کے قریب نہیں آ سکتا تھا۔ بس ابھی دور ہی سے ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

میں نے قریب پہنچ کر سائرہ بانو کی زبان سے کہا "مرجانہ، اس وقت تمھاری امّی جسمانی طور پر تمھارے سامنے موجود ہیں۔ باقی طور سے حاضر نہیں ہیں۔ وہ تمھیں نہیں پہچان سکیں گی میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔ حوصلہ کرو اور انتظار کرو۔ دیکھو کہ ہم تمھاری امّی کو سنبھالنے کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔ کتنی ذہانت سے کام لے سکتے ہیں۔"

میں نے کرونا مانگا سے مخاطب ہو کر پوچھا "تم نے لیڈی سائرہ بانو کو یہاں سے پیلس تک پہنچانے کا کیا انتظام کیا ہے؟"

ماسٹر کرونا مانگا نے کہا "فرہاد صاحب میں نے ایک شکنجے والی کرسی بنانے کا آرڈر دے دیا ہے جس میں لیڈی سائرہ بانو کو جکڑ کر حفاظت سے بٹھایا جا سکتا ہے اس میں ایسے شکنجے ہوں گے جو انھیں چاروں طرف سے جکڑے رہیں گے۔ نیچے کی طرف ڈھلکنے دیں گے نہ لیٹنے دیں گے۔ ہاں نیند پوری کرنی ہوگی۔ تو بیٹھے بیٹھے ہی سو جائیں گی، مگر گرنے نہیں پائیں گی۔ اس میں دو تین گھنٹے لگ گئے۔ ہم ابھی ان کو ایک ویگن کے پچھلے حصے میں بڑے آرام سے بٹھا کر لے جائیں گے اور انھیں ادھر ادھر گرنے نہیں دیں گے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔"

میں نے کہا "ماسٹر ان سے ملو۔ یہ ڈیرجمال ہیں بے چارے زخموں سے چور ہیں۔ ان کے چہرے کے زخم خشک ہو گئے ہیں۔ ان کی مرہم پٹی بھی فوراً ہونی چاہیے۔"

سائرہ بانو کو آہستہ آہستہ لے جا کر ایک ویگن کار کے پچھلے حصے میں سوار کرایا گیا۔ پچھلے حصے میں ایک آرام دہ کشن تھا۔ جس پر انھیں بٹھا دیا گیا۔ ان کے پیچھے کی سیٹ پر ایک صحت مند اور مضبوط نوجوان بیٹھ گیا۔ اس نے پشت کی طرف سے سائرہ بانو کے دونوں بازو دائیں کو تھام لیا تھا تاکہ وہ ادھر ادھر ڈھلکنے نہ پائیں۔ ان کے دائیں بائیں بھی دو نوجوان انھیں سنبھالنے کے لیے بیٹھ گئے تھے۔ مرجانہ، سونیا، کرونا مانگا اور ڈیرجمال بھی ویگن کے اسی پچھلے حصے میں بیٹھ گئے۔ ایک شخص فرسٹ ایڈ کا سامان نکالے ڈیرجمال کی مرہم پٹی کرنے لگا تھا۔ گاڑی وہاں سے آہستگی سے روانہ ہوئی اور دھیمی رفتار میں سنبھل سنبھل کر فاصلہ طے کرنے لگی — ڈرائیور کو ہدایت دی گئی تھی کہ بہت ہوشیاری سے گاڑی چلائی جائے۔ کہیں کسی جگہ بھی گاڑی کو زور کا جھٹکا لگنے نہ پائے۔ کرونا مانگا نے کہا "لیڈی سائرہ بانو جن حالات سے

گزر رہی ہیں۔ اس کی چھوٹی سی مسٹری سپر ماسٹر تک پہنچا دی گئی ہے۔ ہماری تنظیم میں مہلک بموں کے بہت سے ماہرین ہیں۔ وہ صبح ہونے تک یہاں پہنچ جائیں گے اور اس بم کی اسٹڈی کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم سائرہ بانو کو اس سے نجات دلا سکیں گے۔"

وڈیر جمال نے اپنی جیب سے وہ لفافہ نکال کر کرونا مانگل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "یہ دشمنوں کی طرف سے سپر ماسٹر کو دیا گیا ہے۔ مجھے کہا گیا تھا کہ یہ خط میں آپ کے حوالے کروں۔"

کرونا مانگل نے اس لفافے کو لے کر سائرہ بانو کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "فرہاد صاحب کیا اس لفافے کو ابھی کھول کر پڑھا جائے؟"

میں نے سائرہ بانو کی زبان سے کہا: "ابھی پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ یہاں سے پیس ٹک ہمیں سائرہ بانو کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دینا چاہیے۔ انھیں حفاظت سے پہنچانا چاہیے۔ وہاں پہنچ کر اطمینان سے اس خط کو پڑھا جائے گا۔"

مرجانہ نے کہا: "فرہاد میں اپنی امی کے بارے میں باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ امی مجھے دیکھیں۔ مجھے پہچانیں اور مجھے بیٹی کہہ کر مخاطب کریں۔ ہو سکتا ہے کہ بیٹی کو دیکھ کر ممتا کو اور حوصلہ ملے اور وہ زندہ رہنے کی لگن اپنے اندر پیدا کریں۔"

"اچھی بات ہے۔ تم اپنی امی کے پاس آ کر بیٹھ جاؤ۔ میں ان کے دماغ کو آہستہ آہستہ آزاد کروں گا۔ پھر یہ تمھیں پہچان لیں گی۔"

وہ سائرہ بانو کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے پہلے سائرہ بانو کی آنکھیں بند کیں۔ پھر ان کے دماغ کو آہستہ آہستہ آزاد چھوڑتے ہوئے ان کی سوچ میں کہنے لگا: "میں اس وقت اپنی بیٹی کے سامنے ہوں۔ جب میں آنکھیں کھولوں گی تو مجھے میری بیٹی نظر آئے گی۔ مجھے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس وقت میرے سینے سے وہ خطرناک بم بندھا ہوا ہے۔ اس لیے مجھے ہر لحہ محتاط رہنا ہے۔ اگر میں ذرا بھی بے احتیاطی کروں گی یا اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کروں گی تو میرے ساتھ میری بچی بھی ختم ہو جائے گی۔ آہ! کیا واقعی میں اپنی بیٹی کے پاس پہنچ گئی ہوں؟ کیا وہ میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہے؟ ہاں میں آنکھیں کھول کر دیکھتی ہوں۔"

سوچتے سوچتے انھوں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر دیکھا سامنے مرجانہ نظر آئی۔ انھوں نے بے اختیار پکارا: "میری بچی! میری بیٹی! مرجانہ!"

سائرہ بانو کو پیچھے سے اور دائیں بائیں سے تین نوجوانوں نے اچھی طرح مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ وہ نہ سائرہ بانو تملے کے جوش میں آگے بڑھ کر مرجانہ سے لپٹ جائیں۔ وہ ایک لمحے کے لیے اس بم کو بھول گئی تھیں۔ لیکن دوسرے ہی لمحے انھیں پھر یاد آ گیا اور وہ چپ چاپ پتھر کے مجسمے کی طرح بے حس و حرکت بیٹھ گئیں۔ مرجانہ اپنی جگہ ساکت تھی۔ دونوں ماں بیٹی کے درمیان موت یوں حائل تھی کہ وہ ایک دوسرے کو حسرت سے دیکھتی رہ گئی تھیں۔ گلے نہیں مل سکتی تھیں۔ مرجانہ نے ڈوبتے ہوئے دل سے پوچھا: "امی آپ میرے لیے زندہ ہیں گی نا؟"

"ہاں بیٹی! میں تمھارے لیے زندہ رہوں گی۔"

مرجانہ نے دونوں مٹھیاں بھینچ لیں وہ اپنے اندر کے جوش اور جذبے کو کچل رہی تھی۔ پھر بھی لرزتے ہوئے لہجے میں بولی۔ "امی آج میں آپ کے سامنے قسم کھاتی ہوں کہ جلال بیگ کو ایسی ہی موت ماروں گی کہ وہ لمحہ لمحہ مرتا رہے گا۔ لمحہ لمحہ زندہ رہے گا۔ ساری دنیا کے لوگ اسے زندہ رکھنے کے لیے طرح طرح کے جتن کریں گے لیکن اسے موت سے نہیں بچا سکیں گے۔ ہر آنے والی گھڑی اس کے لیے موت کا پیغام لے کر آئے گی۔"

ان کی آنکھیں ممتا سے بھیگ گئیں۔ وہ آنسوؤں کے درمیان مسکرائے ہوئے بولیں: "میں جانتی ہوں آج حشمت بیگ تم سے خوف زدہ ہے وہ کون سے زندگی گزار نہیں سکتا۔ کل ایسا وقت بھی آئے گا جب جلال بیگ تمھارے خوف سے کھانا پینا بھول جائے گا۔ اس کی نیندیں بھی حرام ہو جائیں گی۔ تم میری بیٹی نہیں ہو۔ بیٹا ہو۔"

سونیا نے موضوع بدلنے کے لیے اور اس موت کے خوف کو کسی طور پر ختم کرنے کے لیے سائرہ بانو سے کہا: "آنٹی آپ کے لیے یہ خوشخبری ہوگی کہ جسے آپ بیٹی نہیں بیٹا سمجھ رہی ہیں، وہ سچ مچ بیٹا بننے والی ہے۔ اس کی ڈاکٹری رپورٹ بتا رہی ہے کہ اس کی جنس تبدیل ہو گئی۔ یہ ایک ماہر ڈاکٹر کے زیر علاج ہے گی اور رفتہ رفتہ ایسے مرحلہ پر پہنچے گی۔ جہاں آپریشن ضروری ہوگا۔ اس کے بعد یہ سچ مچ آپ کا بیٹا بن جائے گی۔"

سائرہ بانو نے سونیا کی باتوں کو ذرا بے یقینی سے سنا پھر اپنی بیٹی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ مرجانہ نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں امی! سونیا ٹھیک کہتی ہے۔ ڈاکٹری رپورٹ موجود ہے اور میں تبدیل ہونے والی ہوں۔"

سائرہ بانو نے کہا: "میں جو کچھ سن رہی ہوں یہ ناممکن تو نہیں ہے۔ دنیا میں ہو تا ہے۔ لیکن مجھے عجیب سا لگ رہا ہے کیونکہ یہ میری اپنی بیٹی کا معاملہ ہے۔ میں نے کیسے کیسے خواب دیکھے تھے کہ میں اپنی بیٹی کو دھوم دھام سے بیاہ کر لے جاؤں گی اور بیٹی دھوم دھام کے ساتھ اسے کسی کے ساتھ رخصت کروں گی۔ اب یہ سوچ کر عجیب سا لگتا ہے کہ یہ خود کسی کا کبھی دولہا بنے گی؟"

ان کی بات پر سب لوگ ہنسنے لگے پھر اچانک ہی سب کی ہنسی رک گئی۔ سب ہی کو یاد آ گیا کہ موت ان کے درمیان بیٹھی ہوئی ہے اور یہ ہنسنے والی نہیں ہے۔ اگر سائرہ بانو کے سلسلے میں ذرا بھی بے احتیاطی ہوئی، ذرا بھی گڑبڑ ہوئی تو وہ دیگن ایک دھماکے سے اڑے گی اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔

وڈیر جمال کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ وہ تولیے سے اپنے چہرے کو اچھی طرح صاف کرنے کے بعد وہاں سے اٹھ کر سائرہ بانو کے پاس آیا۔ ان کے دائیں طرف سے تو نوجوان انھیں تھامے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نوجوان کو وڈیر جمال نے ہٹا دیا اور اس کی جگہ بیٹھ کر بولا: "میں مرہم پٹی کے لیے تم سے ذرا دور ہو گیا تھا در نہ میں اپنے وعدے اور اپنی قسم پر قائم ہوں۔ میں تمھارے ساتھ ہوں گا اور تمھارے ساتھ مروں گا۔ ویسے اتنے ذہین اور بہادر لوگوں کی موجودگی سے یقین ہو گیا کہ موت ہم سے دور چلی جائے گی۔"

سائرہ بانو نے شرماتے ہوئے، جھجکتے ہوئے اور ڈیڑھ جمال سے نظریں چراتے ہوئے سر جھکا کر کہا: "بیٹی یہ ڈیڑھ جمال ہیں۔ بہت اچھے آدمی ہیں۔ انھوں نے بدمعاشوں سے مجھے بچایا تھا۔ یہ میری خاطر زخموں سے چور ہو کر اس حال کو پہنچے ہیں۔"

مرجانہ نے مسکرا کر ڈیڑھ جمال کو دیکھا پھر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولی: "فرہاد نے ہمیں پہلے ہی آپ کے متعلق بہت کچھ بتا دیا ہے۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے اور یہ میری دوست سونیا ہے۔ اگر میں امی کے بعد کسی کو چاہتی ہوں تو وہ یہی ہے۔"

ڈیڑھ جمال نے ذرا آگے کی طرف جھکتے ہوئے سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "آپ سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ فرہاد صاحب کے ساتھ ساتھ آپ کا نام بھی سنا ہے بلکہ جو فرہاد صاحب کو جانتے ہیں وہ آپ کو بھی جانتا ہے۔ آپ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم لگتے ہیں۔"

سونیا مسکرائی مگر اندر سے بجھ گئی۔ اس کے دل نے کہا: "میں اور فرہاد لازم و ملزوم ہوتے تو وہ رسونتی سے شادی نہ کرتا۔ میں نے بہت برداشت کیا جب تک وہ دوسری عورتوں کے پیچھے پھرتا رہا۔ میں نے اعتراض کیا مگر اس سے نفرت بھی نہیں کی۔ کبھی اسے چھوڑنا نہ چاہا لیکن اب اب تو اس نے شادی کر لی ہے۔ اب اس کی تو سب کچھ رسونتی ہے۔ آہ سب میرے حوالے سے فرہاد کو میرا سمجھتے ہیں۔ کاش کہ ایسا ہوتا۔"

میں نے کہا: "میری جان ایسا ہی ہے۔ تم اپنے فرہاد سے خواہ کتنی ہی ناراض ہو جاؤ۔ لیکن میں تمھیں مناؤں گا۔ میں یہ ثابت کر دوں گا کہ میں سب سے پہلے اور سب سے آخر تمھارا ہی ہوں۔"

وہ غصے میں بولی: "چپ رہو۔ کچھ نہ کہو۔"

ڈیڑھ جمال نے بوکھلا کر کہا: "جی؟ ہم۔۔۔ مجھ سے کوئی گستاخی ہوئی ہو تو میں اس کی معافی چاہتا ہوں۔"

سونیا نے جلدی سے سنبھل کر کہا: "اوہ سوری، مسٹر جمال میں تمھیں نہیں کہہ رہی تھی۔ وہ بات کچھ اور تھی۔"

مرجانہ نے اپنا سر ہلا کر کہا: "اوہ میں سمجھ گئی تم اس وقت فرہاد سے جھگڑا کر رہی تھیں۔ ایک تم ہی ہو کہ فرہاد کو اتنی سختی سے کوئی بات کہہ دیتی ہو اور وہ سن لیتا ہے۔ تم چیز ہی ایسی ہو۔"

سونیا چپ رہی۔ میں نے چپکے سے پوچھا: "اب بتاؤ کیا یہ جھوٹ ہے؟ ایک تم ہی تو ہو۔ جس کی سخت باتیں میں خاموشی سے سن لیتا ہوں۔"

وہ سوچ کے فدیے بولی: "بس ایسی ہی باتیں کر کے خوش کر لیتے ہو۔ میں اب تمھارے قریب نہیں آؤں گی میں نے تمھیں منع کیا تھا کہ میرے دماغ میں مت آؤ۔ چلو یہاں سے جاؤ اور جا کر اپنے بچے کو گود میں کھلاؤ۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "بچہ تو بعد میں ہوگا۔ میں تمھیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کل تک رسونتی سے بچھڑ جاؤں گا۔"

وہ غصے سے بولی: "تمھیں ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ تم یہ کہہ کر مجھے خوش کرنا چاہتے ہو کہ رسونتی کو چھوڑ دو گے اور پھر میرے پیچھے دوڑے آؤ گے۔ یہ بڑی بے غیرتی اور بے مروتی ہے کہ ایک عورت سے شادی کر و گے۔ اسے ماں بناؤ گے اور پھر اس سے منہ پھیر کر چلے آؤ گے۔ میں کہتی ہوں چلے جاؤ یہاں سے۔ میں تمھاری کوئی بات نہیں سننا چاہتی۔"

"سونیا تم بعد میں بھی غصہ دکھا سکتی ہو پہلے سہولت سے میری باتیں تو سن لو۔"

"میں نے تم سے کہہ دیا ہے چلے جاؤ۔ ورنہ میں پھر چیخنا شروع کر دوں گی۔ ابھی سیدھی باتیں کروں گی تو ہم دونوں کا جھگڑا ایک تماشا بن جائے گا۔ اور اس میں ہم دونوں کی سُبکی ہے۔ اس لیے چپ چاپ میرے دماغ سے نکل جاؤ۔"

میں مزید اسے کچھ نہ کہہ سکا۔ کیونکہ گاڑی پیلس کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ مجھے سائرہ بانو کے دماغ میں پہنچنا پڑا۔ میں نے ان کی زبان سے کہا: "مرجانہ میں فرہاد ہوں اس وقت میں نے تمھاری امی کو پوری طرح سنبھال لیا ہے اطمینان رکھو۔ یہ بخیریت اس گاڑی سے اتر کر پیلس کے اندر پہنچ جائیں گی۔"

پیلس کے ایک بڑے خوبصورت دروازے کے سامنے وہ گاڑی اس طرح رک گئی کہ اس کا پچھلا حصہ دروازے کی طرف رکھا گیا۔ پتھر پچھلے دروازے کو کھول دیا گیا۔ سائرہ بانو ان لوگوں کے درمیان اٹھ کر ذرا تھک کر سنبھل سنبھل پاؤں رکھتے ہوئے گاڑی سے باہر اترنے لگیں۔ دوسرے لفظوں میں سنبھل سنبھل کر بیٹھی ہوئی گاڑی سے باہر آ رہی تھیں۔ آگے پیچھے محافظوں کے درمیان سائرہ بانو کے جسم کو نہلاتا ہوا پیلس کے بڑے ہال میں پہنچا۔ وہاں پہنچ کر میں نے سائرہ بانو کی زبان سے کہا: "ماسٹر کرونا مانگل بیڈی سائرہ بانو کے لیے اس پیلس کا کوئی دور افتادہ، آخری کمرہ مخصوص کیا جائے تاکہ زیادہ لوگ ادھر نہ جا سکیں۔ صرف خاص لوگوں کو خاص موقعے پر جانے کی اجازت دی جائے۔"

وہاں پہلے سے دو چار فوٹو گرافر پہنچے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ متعدد ماہرین تھے۔ جو مختلف قسم کے بموں کے متعلق اچھی خاصی معلومات رکھتے تھے ماسٹر کرونا مانگل نے حکم دیا: "سائرہ بانو کی تصاویر ہر زاویے سے اتاری جائیں۔ اس بم کا بڑے سے بڑا کلوز اپ لیا جائے اور اس کے ساتھ منسلک سننے والے بیلٹ اور جہاں مختلف تاروں کو بکل کے پاس ملایا گیا ہے۔ وہاں کی بھی تصویریں بڑی واضح طور پر اتاری جائیں۔ جو بھی ماہرین آئیں پہلے انھیں تصویریں دکھائی جائیں۔ جب کوئی اس بات کا دعویٰ کرے کہ وہ سائرہ بانو کو اس بم سے نجات دلا سکتا ہے اور اس بم کو اور قریب سے دیکھنا چاہتا ہے۔ تب اسے سائرہ بانو کے پاس جانے کی اجازت دی جائے گی۔"

پندرہ منٹ میں فلش لائٹ کے ذریعے مختلف تصویریں اتاری گئیں۔ فوٹو گرافروں نے کہا کہ وہ مزید پندرہ منٹ میں تمام تصویریں پرنٹ کر کے ماہرین کے سامنے پیش کر دیں گے۔ لہٰذا ان لوگوں کو وہاں پیلس کے بڑے

ہال میں انتظار کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ سائرہ بانو کو اس پیلس کے ایک دور افتادہ کمرے میں لاکر ایک آدم دہ کشن پر بٹھا دیا گیا۔ ان کے چاروں طرف محافظ بہت محتاط ہو کر کھڑے ہے۔ ماسٹر کروٹا مانگا کا حکم تھا کہ کوئی ذرا سی بھی غفلت نہ برتے۔ ڈیڑھ جمال سائرہ بانو کے ساتھ ساتھ رہا اور اس کمرے میں آکر ان کے پاس ہی ان کے ایک بازو کو تھام کر بیٹھ گیا پھر میں نے سرگوشی سے کہا "اب کروٹا مانگا سے کہو کہ وہ لفافہ کھول کر اس میں لکھی ہوئی تحریر پڑھ کر سنائے۔"

وہ غصے سے بولی "تم لفٹ لینے کے لیے میرے ہی پاس کیوں چلے آتے ہو؟"

میں نے کہا "تم غصے میں رہتی ہو تو تمھیں چھیڑنے میں بڑا ہی مزہ آتا ہے چلو کوئی بات نہیں۔ میں نے تمھیں محبت سے کہا ہے کہ کروٹا مانگا سے میری بات کہہ دی جائے۔"

"میں نہیں کہوں گی۔"

"وہ تو تمھیں کہنا ہی ہوگا۔ یہ دیکھو تم کہہ دی ہو۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ پھر اس کی زبان نے کہا "ماسٹر کروٹا مانگا آپ وہ لفافہ کھول کر پڑھیں۔ فرہاد ہمارے درمیان موجود ہے، دوستانے گا۔"

میں نے سونیا کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر کہا "شاباش تم بہت اچھی ہو۔ میری بات مان لیا کرتی ہو۔"

وہ جل کر بولی "ٹریپ کرنے کے بعد اپنی بات منوانا کہاں کی دلیری ہے میرا دل تو نہیں مانتا ہے۔"

"سونیا تمھارے دل کی بات مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تمھارے دل کی گہرائیوں میں اور دماغ کی گہرائیوں میں صرف فرہاد ہے۔ چاہے تم کتنا ہی جھگڑا کر لو۔ اب خاموش رہو۔ وہ دیکھو اس نے لفافہ کھول لیا ہے اور اب پڑھنا شروع کر رہا ہے۔"

ماسٹر کروٹا مانگا نے پڑھنا شروع کیا۔ تحریر یوں تھی "ماسٹروں کے ماسٹر [illegible] سپر ماسٹر آپ سے جلال بیگ مخاطب ہے۔ میں آپ کے کیے ہوئے معاہدے کے مطابق آخری شرط پوری کرتے ہوئے سائرہ بانو کو آپ کے ماسٹر کروٹا مانگا کے حوالے کر رہا ہوں۔ ہمارے درمیان یہ طے پایا تھا کہ آپ فرہاد اور اس کی ساتھی عورتوں کو انسانی آبادی سے دور رکھنے اور حالات حاضرہ سے بے خبر رکھنے میں ہماری مدد کریں گے اور اس کے عوض ہم فرہاد اور اس کی ساتھی عورتوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ دیکھ لیجیے کہ جب ہمارے درمیان یہ معاہدہ طے پایا تھا تو اس وقت صرف سونیا اور مرجانہ ہماری مٹھی سے نکل گئی تھیں اور فرہاد اور رسونتی ہمارے نشانے پر تھے۔ ہم چوتھی عورت کی طرح ان دونوں کو مسل سکتے تھے۔ دوسری طرف سائرہ بانو کو بھی ہلاک کر دینا ہمارے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ لیکن ہم نے اپنے وعدے کے مطابق انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اس وقت بھی

جب کہ سائرہ بانو آپ کے ماسٹر اور آپ کے ماتحتوں کے درمیان بھیجی ہوئی ہے تو اسے نہ تو کوئی جسمانی نقصان پہنچایا ہے اور نہ ہی کوئی ذہنی اذیت دی گئی ہے ہاں، صرف اتنا ہے کہ موت کو ان کے گلے لگا کر بھیج دیا گیا ہے۔

میں نے اپنا کیوں کیا؟ اس کی وضاحت کر رہا ہوں۔ دیکھیے ہم نے فرہاد اور رسونتی کو جنگل کے کابوچ میں قید کیا تھا۔ ہمارے آدمی ان کی نگرانی اور حفاظت کر رہے تھے لیکن انھوں نے ہمارے آدمیوں کو قتل کر دیا ہے اور وہاں سے فرار ہو گئے۔ (یہ سراسر جھوٹ تھا۔ جلال بیگ سپر ماسٹر کو غلط معلومات فراہم کر رہا تھا) اب فرہاد اور رسونتی لاپتہ ہیں۔ ہمارے آدمیوں نے پورا جنگل چھان مارا لیکن وہ کہیں نہیں ملے۔ ایک جگہ ان کے ملنے کے تازہ نشانات تھے لیکن وہاں ہمارے جو لوگ ہیلی کوپٹر میں گئے تھے وہ سب کے سب غائب ہو گئے۔ فرہاد ایک بار پھر ہمارے لیے مصیبت بن گیا ہے۔ اب اگر میں سائرہ بانو کو سیدھی طرح آپ کے حوالے کر دیتا تو میرے ہاتھ سے سب کے سب نکل جاتے پھر میں کسی کو اپنی گرفت میں نہ لے سکتا۔ اپنے ہاتھ میں ایک ترپ کا پتہ رکھنا پڑتا ہے۔ ترپ کے استعمال کے بغیر بازی میں کامیابی نہیں ہوتی۔ لہٰذا میں نے وہ ترپ کا پتہ سائرہ بانو کے سینے سے باندھ دیا ہے۔ اس کو صرف میرا ایک آدمی کھول سکتا ہے۔ آپ لوگ کوشش کر کے دیکھ لیں۔ اگر آپ کا کوئی ماہر سائرہ بانو کو اس موت سے نجات دلا سکتا ہے۔ تو پھر کایا کا سہارا آپ ہی کے سر ہے اور اگر موت سے نجات دلانے میں ذرا سی بھی بھول چوک ہوئی تو سائرہ بانو پھر اس دنیا میں نہیں رہیں گی۔ ان کے آس پاس رہنے والے بھی دھماکے سے اڑ جائیں گے

سپر ماسٹر میں جانتا ہوں کہ آپ بہت بڑی طاقت ہیں۔ آپ کی تنظیم کے منجھے ہوئے لوگ دنیا کے بے شمار ممالک میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ میں آپ کے سامنے ایک بچہ ہوں۔ میں آپ کو چیلنج نہیں کروں گا۔ لیکن یہ تو کچھ بھی لکھ رہا ہوں یہ خاص طور پر فرہاد کے لیے ہے۔ فرہاد سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ سائرہ بانو اور مرجانہ کو میرے حوالے کر دے۔ ہمارا سارا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ میں آپ کے راستے میں کبھی نہیں آؤں گا۔ اور فرہاد صاحب سے بھی کبھی ٹکرانے کی کوشش نہیں کروں گا۔ دیکھیے سپر ماسٹر آپ فرہاد کے لیے اپنے بڑے بڑے ماتحتوں اور ماسٹروں کو قربان کر دیتے ہیں۔ یاد رہے آپ کے کہنے سے ان دو عورتوں کی قربانی نہیں دے سکتا۔ اگر نہیں دے سکتا تو وہ آپ کا دوست نہیں ہو سکتا۔

ویسے میں سمجھانے کا فرض ادا کر رہا ہوں ورنہ اس یقین سے سائرہ بانو کو آپ کی تحویل میں دے چکا ہوں کہ یہ عورت اپنی بیٹی کے ساتھ پھر میرے پاس واپس آئے گی۔ میں سائرہ بانو کو موت سے اسی وقت نجات دوں گا جب یہ اپنی بیٹی کے ساتھ میرے پاس واپس آجائیں گی۔ ہیلی کوپٹر انھیں لے کر آپ کے پاس پہنچ رہا ہے۔ وہ ہیلی کوپٹر وہاں آپ کے ماسٹر کی نگرانی میں رہے گا۔ اس کا پائلٹ بھی آپ کے ماسٹر کی حراست میں ہو گا۔ جب سائرہ بانو کی واپسی کا وقت آئے تو میرے پائلٹ کو رہا کر دیا جائے

دی سائرہ بانو کو لے کر ہماری بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ جائے گا۔

اس خط کے ساتھ ایک علیحدہ کاغذ پر اس بم کے سلسلے میں ایک ڈرائنگ بھی بنا دی گئی ہے تاکہ آپ کے ماہرین اس کی اسٹڈی کر سکیں۔ اس بم کے متعلق پوری تفصیل بھی لکھی گئی ہے کہ کون سا تار کہاں سے نکلا ہے اور کس جگہ جا کر منسلک ہوا ہے بم اور اس کے ساتھ لگے ہوئے بیلٹ اور تمام بیلٹ کو ایک جگہ جوڑنے والا بکل اور اس بکل سے لپٹے ہوئے تار ان سب کی کیا اہمیت ہے۔ اور ان کے فنکشنز کیا ہیں؟ یہ سب کچھ اس ڈرائنگ سے معلوم ہو جائے گا۔ اس کے باوجود میں پھر کہتا ہوں کہ آپ کے ماہرین اپنا وقت ضائع نہ کریں جتنی جلدی ہو سکے اتنی جلدی سائرہ بانو اور مرجانہ کو میرے پاس بھیج دیجیے۔ قصہ ختم ہو جائے گا بس مجھے اور کچھ نہیں کہنا ہے۔

میں ہوں بلیک سنڈیکیٹ کا بگ باس، جلال بیگ۔"

وہ تحریر ختم ہو گئی۔ ماسٹر کروٹا مانگا نے دوسرے بڑے کاغذ کو جس پر اس دہشت ناک بم کا پورا نقشہ بنا ہوا تھا۔ اپنے ایک ماتحت کو دے کر کہا "اس کی کئی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں بنا لو۔ جو ماہرین آئیں گے ان کے سامنے اس کی کاپیاں پیش کی جائیں گی۔"

جب وہ ماتحت چلا گیا تو سائرہ بانو نے پوچھا "فرہاد کیا تم یہاں موجود ہو؟"

میں نے سونیا کی زبان سے کہا "جی ہاں، میں یہاں موجود ہوں۔ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"بیٹے! میری بدنصیبی تم سب کو کھا جائے گی۔ مجھے دیکھو میں ایک عبرت ناک چیز ہوں۔ جب میں پندرہ برس کی تھی اس وقت سے بدنصیبی کا منہ دیکھتی آرہی ہوں۔ قدم قدم پر مجھے دھوکے دیے گئے۔ مجھے لوٹا گیا، برباد کیا گیا۔ میری شرافت سے کھیلا گیا۔ میری عزت کی دھجیاں اڑائی گئیں اور جب میں ایک بیٹی کی ماں بن گئی تب بھی میں سکون سے نہ رہ سکی۔ تقدیر اتنی ظالم ہے کہ اس نے میرے سر سے سہاگ کا آنچل کھینچ لیا۔ مجھے بیوہ بنا دیا۔ اب میری بیٹی جوان ہو کر مجھے ملی ہے تو میری تقدیر پھر مجھ سے بھیانک مذاق کرنے لگی ہے۔ میں جب تک تم لوگوں کے ساتھ رہوں گی، اس وقت تک تم لوگوں کے لیے بھی نئی نئی مصیبتوں کا باعث بنتی رہوں گی۔ بیٹے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ وہ کمینہ میری واپسی چاہتا ہے۔ مجھے واپس بھیج دو۔ ہاں مگر میں تنہا جانا چاہتی ہوں۔ مرجانہ کو اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گی۔ اس کی حفاظت تم کرو گے بیٹے، میں اسے تمھارے حوالے کر کے جاؤں گی۔"

مرجانہ نے کہا "امی میں اس لیے پیدا نہیں ہوئی کہ ایسے کسی موقع پر آپ کو دشمنوں کے حوالے کر کے چپ چاپ تماشا دیکھوں۔ کیا آپ مجھے بزدل اور بے مروت سمجھتی ہیں۔ دیکھیے ابھی تو آپ کو اس مصیبت سے نجات دلانے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو نجات مل جائے۔ اگر ایسا نہ ہو سکا اور آپ کی واپسی ضروری ہو گئی۔ تو میں آپ کے ساتھ ضرور جاؤں گی۔ میں یقین دلاتی ہوں کہ ہم ماں بیٹی کی واپسی دشمنوں کو بہت مہنگی پڑے گی۔"

سونیا نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "مرجانہ ایسا نہیں ہو گا۔ تمھاری امی ضرور مصیبت سے نجات پالیں گی۔ ہم تمھیں دشمنوں کے حوالے نہیں کریں گے اور اگر ایسا ہوا بھی تو میں تمھیں تنہا ان کے درمیان نہیں جانے دوں گی میں بھی تمھارے ساتھ جاؤں گی۔"

میں نے ڈیڑھ جمال کے دماغ پر قابض ہو کر اس کی زبان سے کہا "تم سب یہ کیوں سوچ رہی ہو کہ سائرہ بانو کو اس مصیبت سے نجات نہیں ملے گی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انشاء اللہ سپر ماسٹر کی تنظیم میں جو ماہر ہیں وہ اس بم کو سمجھ کر انھیں ضرور نجات دلا دیں گے۔"

کروٹا مانگا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "فرہاد صاحب آپ درست کہتے ہیں۔ میں اس خط کی تفصیل ابھی سپر ماسٹر تک پہنچاتا ہوں۔ صبح تک آپ دیکھیے گا ہمارا سپر ماسٹر لیڈی سائرہ بانو کی جان بچانے کے لیے کوئی نہ کوئی راستہ نکال لے گا۔ اگر کچھ نہ ہوا تو جلال بیگ سے پھر کوئی سمجھوتا کرے گا۔ انھیں اس بم سے نجات مل جائے گی۔ میں بھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے چلا گیا۔ سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "ہمارے لیے قدم قدم پر اپنا گریبان لینے والے ہیں تو جان دینے والے بھی ہیں۔ ماسٹر کروٹا مانگا بھی یہی دعویٰ کر رہا تھا کہ دشمن ہمیں نقصان پہنچانا چاہیں گے تو انھیں ماسٹر کروٹا مانگا کی لاش پر سے گزرنا ہو گا۔ لیکن بے چارے ماسٹر کی سمجھ میں اب آئے گا کہ کبھی کبھی ہم جانتے بوجھتے بھی اپنوں کی جان نہیں بچا سکتے۔"

میں نے کہا "سونیا ایسے موقعے پر تمھیں ان کی حوصلہ افزائی کرنا چاہیے تاکہ وہ موجودہ مرحلے سے ہنستے بولتے اور بچا کر نکل جائیں۔ تدبیریں کرتے ہوئے گزر جائیں۔ محترم اپنے مزاج کے خلاف باتیں کر رہی ہو۔"

وہ ناگواری سے بولی "تمھارے شوشے کا شکریہ۔ میں اپنے مزاج کو تم سے زیادہ سمجھتی ہوں۔ نہ تو آنٹی سائرہ بانو ناداں ہیں اور نہ ہی مرجانہ بچی ہے کہ انھیں سمجھانے کی ضرورت پیش آئے گی۔ میں تو اس وقت کی بات کر رہی ہوں جب کوئی تدبیر کام نہیں آئے گی اور دشمن اپنی ضد پر اڑے رہیں گے۔ ایسے وقت مرجانہ کو لازمی طور پر اپنی امی کے ساتھ دشمنوں کے نرغے میں جانا ہو گا۔ پھر میں کس دل سے دونوں ماں بیٹی کو جانے دوں گی میں انھیں روک نہیں سکوں گی تو کم از کم ان کے پیچھے جا تو سکوں گی۔"

"اور اس طرح میں تمھارے پیچھے جاؤں گا پھر دشمنوں کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ جلال بیگ اچھی طرح سمجھ گیا ہے کہ میں جیتے جی مرجانہ اور اس کی والدہ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے صرف سائرہ بانو اور مرجانہ کا لالچ اسی لیے دیا ہے کہ ان کے پیچھے جا کر ہم بھی ان کے بچھائے ہوئے جال میں ضرور پھنسیں گے۔ تم جذباتی ہو کر کیوں ان کے پیچھے جانا چاہتی ہو؟"

سونیا نے پوچھا "تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا انھیں یونہی چلے جانے دو گے؟"

"سونیا! ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے۔ آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ وقت سے پہلے اس مسئلے پر بحث کرنا خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کرنا ہے۔"

اس وقت رات کی تاریکی چھٹ رہی تھی اور صبح کا اجالا آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا۔ تب وہ شکنجوں والی کرسی سائرہ بانو کے لیے آگئی۔ اس کرسی کی پشت نہیں تھی۔ یوں کہنا چاہیے کہ وہ ایک کشن تھا جس کے چاروں طرف لوہے کے راڈ لگے ہوئے تھے۔ ان تمام راڈز میں شکنجے تھے۔ سائرہ بانو کو اٹھا کر اس کشن پر بٹھا دیا گیا۔ پھر ان کے دونوں بازوؤں کو دونوں طرف کے راڈ والے شکنجوں میں پھنسا دیا گیا۔ اب وہ آگے پیچھے گر نہیں سکتی تھیں اگر گرنا چاہتیں تو شکنجے انہیں روک لیتے۔ ان کے علاوہ ان کی گردن کی اونچائی تک ایک راڈ میں کشن لگایا گیا تھا جس پر وہ سر اور گردن کو ٹیک کر آرام سے بیٹھ سکتی تھیں۔ پیچھے کے نیچے کمر کی طرف بھی کشن بنے ہوئے تھے۔ یعنی پیچھے ٹیک لگانے کے لیے سب کچھ تھا۔ صرف بیٹھنے کی جگہ خالی لکھی گئی تھی۔ تاکہ ان تاروں کو کوئی چھیڑ نہ سکے۔ اس کرسی کے اطراف دو بڑے بڑے پہیے لگے ہوئے تھے یعنی وہ پہیے دار کرسی بھی تھی۔ سائرہ بانو اس پر بیٹھے بیٹھے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ سکتی تھیں۔

میں نے ان سے پوچھا: "امی کیا آپ اس کرسی پر آرام محسوس کر رہی ہیں؟"

"ہاں بیٹے، ہر طرف سے آرام ہے۔ دونوں بازو بندھے ہوئے ہیں اور پیچھے کی طرف بھی میں بہ آسانی ٹیک لگا سکتی ہوں اور پیچھے کر پاؤں پھیلانے میں بھی آسانی ہے۔ کافی کشادہ کرسی بنائی گئی ہے۔"

"آپ تم رات پریشان ہوتی اور جاگتی رہی ہیں، اب آپ کو سو جانا چاہیے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو بیٹے ایسی حالت میں بھلا نیند آ سکتی ہے کسی کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال دیا جائے اور اس سے کہا جائے کہ سو جاؤ تو کیا وہ سو سکے گا؟"

"میں سمجھتا ہوں۔ ان حالات میں کسی کو نیند نہیں آتی۔ اسی کو کانٹوں کا بستر کہتے ہیں لیکن میں آپ کو سلا سکتا ہوں۔ کیونکہ آپ کے لیے آرام کرنا ضروری ہے۔ اس لیے آپ آنکھیں بند کر لیں میں آپ کو تھپی پہنچی کے ذریعے گہری نیند سلا دوں گا۔ آپ آرام سے سوتی رہیں گی اور آپ کی نگرانی بھی ہوتی رہے گی۔"

یہ کہنے کے بعد میں نے سونیا کی زبان سے کروٹا مانگا وغیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اب سائرہ بانو کو ان کے کمرے میں تنہا چھوڑ دینا چاہیے۔ میں ان کو سلا رہا ہوں۔ پانچ گھنٹے کے بعد یہ بیدار ہو جائیں گی۔ اس وقت کوئی بھی ان کے کمرے میں آ سکتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ان کے پاس ایک کال بیل رکھ دی جائے۔ جب ان کی آنکھ کھلے گی۔ تو یہ کال بیل کے ذریعے آپ لوگوں کو اپنے پاس بلا لیں گی۔"

انھوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ وہ باہر جانے لگے۔ مرجانہ نے کہا: "میں اپنی امّی کے ساتھ کمرے میں رہوں گی۔"

میں نے کہا: "مرجانہ۔ یہ آرام سے سوتی رہیں گی۔ کمرہ چاروں طرف سے بند ہے گا۔ کوئی اندر داخل نہیں ہو سکے گا۔ تم لوگوں کو نگرانی کرنا ہے۔ تو کمرے کے چاروں طرف رہ کر کرو۔ اندر مت جاؤ۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے دماغ کو سلا دوں گا۔ کمرے میں کوئی داخل ہو گا تب ان کی آنکھ کھلے گی۔ اس لیے کمرے میں کسی کو داخل نہیں ہونا چاہیے۔ ان کی نیند خراب ہو گی۔ جاؤ باہر چلی جاؤ۔"

وہ اور ڈیڑھ جمال بھی باہر آ گئے۔ ڈیڑھ جمال بھی سائرہ بانو کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا لیکن مجبوری تھی۔ سائرہ بانو کے پاس ایک کال بیل رکھ دی گئی۔ میں نے ان کے دماغ میں پہنچ کر آہستہ آہستہ خیال خوانی کے ذریعے انھیں تھپک تھپک کر سلا دیا۔ اس وقت تک مختلف طیاروں کے ذریعے مختلف ممالک سے کتنے ہی ماہرین آ چکے تھے۔ وہ سب پیلس کے بڑے ہال میں جمع تھے اور دھیرے دھیرے باتیں کر رہے تھے۔ اپنی اپنی رائے پیش کر رہے تھے اور اپنی اپنی معلومات اور صلاحیتوں کے مطابق اس ڈرائنگ کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

کتنے ہی ماہرین نے سائرہ بانو کے قریب جا کر اس بم کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ ماسٹر کروٹا مانگنے نے کہا: "اس بم کا مکمل ڈیزائن آپ لوگوں کے سامنے موجود ہے۔ اس کے فوٹو گراف بھی کتنے ہی زاویے سے لیے گئے ہیں۔ آپ لوگوں کی اسٹڈی کے لیے پورا مواد موجود ہے جب کوئی اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اس بم کو بحفاظت سائرہ بانو کے جسم سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے اور چاروں تار سمجھ میں آ ہے ہیں تو پھر میں ایسے ماہر کو سائرہ بانو کے پاس لے جاؤں گا اور وہ قریب سے اس بم کا معائنہ کر سکے گا۔ ابھی وہ پانچ گھنٹے کے لیے سلا دی گئی ہیں۔ دن کے گیارہ بجے ان کی آنکھ کھلے گی۔ ہم ساڑھے گیارہ بجے تک کسی قابل شخص کو ان کے پاس لے جائیں گے۔"

سونیا اور مرجانہ اس ہال میں ایک طرف بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور ان کی باتیں سن رہی تھیں۔ جب تک کوئی اُمید افزا بات نہ ہوتی۔ جب تک کامیابی کا یقین نہ دلایا جاتا، انھیں بھی نیند نہیں آ سکتی تھی۔ یقیناً سائرہ بانو ان حالات میں تھیں کہ کوئی سو نہیں سکتا تھا۔ نیند بھی اڑ گئی تھی اور بھوک بھی مر گئی تھی۔ میں نے کہا: "سونیا جاگتے رہنے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ رات بھر کی جاگی ہوئی ہو۔ تم دونوں کو اب سو جانا چاہیے۔"

وہ بولی "تم پھر میرے دماغ میں آ گئے۔ عجیب آدمی ہو۔ تمھیں سلانا ہے تو مرجانہ کے پاس جاؤ اور اسے سلا دو۔"

میں نے مرجانہ سے کہا: "چلو کمرے میں جا کر سو جاؤ۔"

"نہیں" مرجانہ نے کہا "میں ابھی نہیں سو سکتی۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ یہ لوگ میری امّی کے لیے کس قسم کی کوششیں کر رہے ہیں۔"

"جب سو کر اٹھو گی تو اس وقت نتیجہ سامنے آ جائے گا۔ فی الحال کمرے میں چلو۔"

وہ انکار کرنے لگی سیدھی طرح جا نہیں رہی تھی، اور اپنی مرضی سے سونا نہیں چاہتی تھی۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اسے دوسرے کمرے میں لے گیا۔ وہاں ایک بیڈ پر میں نے اسے سلا دیا۔ پھر لوگ مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہوتے ہیں ان پر ہپناٹیزم اور ٹیلی پیتھی کا اثر دیر سے ہوتا ہے مرجانہ فولادی ارادوں کی مالک تھی۔ اسے سلانے میں مجھے پندرہ منٹ لگ گئے اس کے پاس سے واپس آ کر میں نے سونیا سے کہا: "تم بھی اپنی خواب گاہ میں چلو۔"

وہ بولی "تم عجیب آدمی ہو۔ ابھی میں نے تمھیں بھگا یا پھر آ گئے۔"

"کیا کروں تم سر سے پاؤں تک شہد ہو۔ میں شہد کی مکھی کی طرح کشاں کشاں چلا آتا ہوں۔ اب نخرے نہ دکھاؤ۔ بہت دیر ہو چکی ہے تمھیں بھی سو جانا چاہیے تاکہ میں بھی آرام سے سو سکوں۔ کیا وہ بچے سائرہ بانو پیدا ہوں گی، اس وقت تک ہم سب کو بیدار ہو جانا چاہیے۔"

"تمھاری بڑی مہربانی، مجھ سے ہمدردی نہ کرو۔ میرے جاگنے کا خیال نہ کرو۔ میں خود سو جاؤں گی۔"

میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ چپ چاپ چلتے ہوئے ایک خواب گاہ میں پہنچی اور دروازے کے اندر سے بند کر لیا پھر بستر کی طرف جانے لگی۔ اس وقت میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی "تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ تم نے مجھے یہاں پہنچا دیا ہے۔ لیکن میں تمھارے کہنے پر عمل نہیں کروں گی۔ میں اپنی اس خواب گاہ سے باہر جاؤں گی۔" یہ کہہ کر اس نے دروازے کی طرف دیکھا پھر غصّے سے بولی: "اچھا تو تم نے دروازے کو بھی بند کر دیا ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس گئی۔ اس وقت تک میں پھر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا اور اسے لا کر بستر پر گرا دیا۔ جب وہ بستر پر چاروں شانے چت ہوئی تو میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پھر ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے کہا: "فرہاد میں تم سے کتنی بار کہوں مجھ سے چھیڑ چھاڑ نہ کرو چلے جاؤ ورنہ میں بہت بُری طرح پیش آؤں گی۔"

"میری جان کس سے بُری طرح پیش آؤ گی۔ کون ہے تمھارے سامنے ذرا اٹھو گی تو میں تمھیں دوبارہ بستر پر پہنچ دوں گا۔"

وہ بستر سے اٹھی۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہوا۔ وہ ایک دم سے اچھل کر بستر پر یوں گری، جیسے میں نے اٹھا کر پٹخ دیا ہو۔ اسی وقت میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر کہا: "دیکھو کیسے پٹخی گئی ہو۔"

وہ گھونسا تان کر بولی "ہمت ہے تو سامنے آؤ۔ میں تمھارا منہ توڑ کر رکھ دوں گی۔ بڑے ٹیلی پیتھی کا کمال دکھاتے ہو۔ اگر ایسے ہی سلا سکتے ہو تو اپنی محبت جا کر سلانے کی کوشش کرو۔ تم سونیا کو نہیں سو سکو گے۔ موم نہیں کر سکو گے۔"

میں نے کہا: "ابھی بحث کرنے کا وقت نہیں ہے۔ میں محبت سے تمھیں بچھلا سکتا ہوں یا نہیں، یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ بہرحال اب سو جاؤ۔ بکواس مت کرو۔"

یہ کہہ کر میں نے اسے بستر پر ایک بار پھر لٹا دیا۔ اس کی آنکھیں بند ہوئیں۔ پھر میں نے اسے تھپی پہنچی کی میٹھی لوری سنائی۔ بڑے آرام سے بڑی محبت سے اسے سلا دیا۔ جب اس کے دماغ کو میں نے آزاد چھوڑا تو وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ گہری نیند سو رہی تھی۔

جب وہ سو گئی تو مجھے اس پر زیادہ پیار آیا۔ میں چند لمحوں تک اسے تصور میں دیکھتے ہوئے مسکراتا رہا۔ پھر میں نے کروٹا مانگ کے پاس پہنچ کر کہا: "ماسٹر سائرہ بانو کو دشمنوں نے جس حال میں پہنچایا ہے اس سے وہ مطمئن ہیں اور مزید کوئی نقصان پہنچانے والی بات ان کی طرف سے نہیں ہو گی۔ مجھے اطمینان ہے کہ وہاں دشمنوں کے آدمی نہیں ہوں گے۔ ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ اس لیے میں تھوڑی دیر کے لیے سونے جا رہا ہوں۔"

ماسٹر نے کہا: "بے شک فرہاد صاحب آپ اطمینان سے جائیں میں یہاں جاگتا رہوں گا۔ بالکل چوکنا رہوں گا۔ آپ کے تمام لوگوں کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ یہ میرا فرض ہے اور آپ دیکھیں گے کہ اس فرض میں میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہو گی۔"

میں نے ماسٹر کا شکریہ ادا کیا۔ پھر ڈیڑھ جمال کے پاس پہنچ کر اسے بھی مشورہ دیا کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے سو جائے۔ سونا ہم سب کے لیے بہتر ہے تاکہ بیدار ہونے کے بعد تازہ دم ہو کر پھر موجودہ حالات کے متعلق سوچ کریں اور نئی تدبیریں سوچیں۔

میں اسے سمجھانے کے بعد دماغی طور سے چھوٹی پہاڑی میں حاضر ہو گیا۔ دستی میرے بستر پر بے خبر سو رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ اپنی آرزوؤں کے مطابق سپنا دیکھ رہی تھی۔ جینے میں ایک نہایت ہی خوبصورت بچے کو گود میں کھلا رہی تھی۔ میں نے اس کے خواب کی اسکرین پر پہنچ کر اسی گود سے اس بچے کو لے کر پیار کیا۔ اسے خوب چومتا رہا۔ ہونق دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی رہی۔ ہم اس بچے کے ماں باپ تھے۔ میں نے بچے کو اس کی گود میں دیتے ہوئے کہا: "دیکھو میں ڈیوٹی سے تھک ہار کر آیا ہوں اور اب سونے جا رہا ہوں۔ جب تمھاری آنکھ کھلے تو مجھے نیند سے نہ جگانا۔ میں خود ہی بیدار ہو جاؤں گا۔"

وہ بولی "اچھی بات ہے تم جا کر سو جاؤ۔ میں تمھارے آرام کا خیال رکھوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ پھر بچے سے کھیلنے لگی۔ میں اس کے خواب کی دنیا سے اس کے دماغ سے باہر چلا آیا۔ پھر میں نے اس کے پاس ہی آرام سے لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں اور اپنے دماغ کو ہدایات دیں کہ چار گھنٹے تک سوتے رہنے کے بعد بیدار ہو جانا۔ اگر کوئی غیر معمولی بات ہو جائے میری سماعت کے اندر یا باہر ہو۔ اور اس کی آواز میرے کانوں تک آئے تو میری آنکھ کھل جائے لقریباً چوبیس گھنٹے کے بعد مجھے سونا نصیب ہوا تھا۔ میں بے خبر ہو گیا۔

غلام ایک عرصے تک میرے ساتھ رہ کر میری عادات و اطوار

کو بہت اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ وہ میرے سونے اور جاگنے کے طریقے کو بھی خوب سمجھتا تھا۔ اسی لیے اس نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ کسی کا گجر نہ بجایا جائے۔ ڈھول تاشے بجانے کی بھی ممانعت کر دی تھی۔ جب تک میں بیدار نہ ہوتا اس وقت تک میری جھونپڑی کے آس پاس کسی کو چلنے پھرنے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ تمام باتیں مجھے بیدار ہونے کے بعد معلوم ہوئیں۔ رسونتی بیدار ہونے کے بعد تھوڑی دیر تک اس نئے ماحول کو دیکھتی رہی۔ اسے اطمینان تھا کہ میں اس کے پاس ہی سو رہا تھا۔ اس نے کروٹ بدل کر بڑی محبت سے مجھے دیکھا۔ چند لمحوں تک دیکھتی رہی۔ پھر وہ بہت آہستگی سے بستر سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی جھونپڑی سے باہر نکل گئی۔

باہر ایک بڑے پتھر پر غلام شاہانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چاروں طرف نوجوانوں کے انداز میں اس کے قبیلے کے لوگ نیزہ اٹھائے کھڑے ہوئے تھے۔ رسونتی کو دیکھتے ہی غلام ادب سے کھڑا ہو گیا۔ دوسرے لوگوں نے اپنے سر جھکا لیے جب رسونتی قریب آئی تو غلام نے آہستگی سے پوچھا "کیا آقا بیدار ہو گئے ہیں؟"

وہ بولی "نہیں، انھوں نے اپنی بیداری کا کیا وقت مقرر کیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم۔"

وہ باتیں کرتی ہوئی غلام کی جھونپڑی میں گئی۔ وہ جھونپڑی بھی اندر سے بڑے ٹھاٹ باٹ کی تھی۔ آرام دہ بستر بچھا ہوا تھا اور دوسرا بہت سا عیش و عشرت کا پر تکلف سامان تھا۔ حسین قالینیں بھی بچھی تھیں۔ دو تین عورتیں بھی تھیں جنھیں اپنی گوری چمڑی پر بڑا ناز تھا۔ دو تینوں غلام کی کنیزیں بنی ہوئی تھیں۔

رسونتی کو ایک اونچی مسند پر بٹھایا گیا۔ دو تینوں انگریز عورتیں غلام کے حکم کے مطابق رسونتی کے قدموں کے پاس بیٹھ گئیں۔ ایک نیگرو عورت ایک بڑے سے پیالے میں کوئی مشروب لے کر رسونتی کے ساتھ آئی پھر ادب سے جھک کر اسے پیش کیا۔ رسونتی نے غلام سے کہا: "میں نے بھی منہ نہیں دھویا ہے۔ پہلے میں غسل کروں گی۔ لباس تبدیل کروں گی۔ اس کے بعد ناشتہ کروں گی۔"

غلام نے کہا: "یہ ناشتہ نہیں ہے۔ یہ ایسی دوا ہے جو تمہارا منہ پی جاتی ہے۔ یہ آپ کے لیے بہت مفید ہے۔ آپ کا جسم اور دماغ کمزور ہونے کی وجہ سے آپ کی نیلی بیٹی کی صلاحیتیں ختم ہوئی ہیں۔ اگر یہ دوا آپ مسلسل ایک ہفتے تک دو بار منہ پیٹ کی، تو ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ پھر سمجھنے بوجھنے لگیں گی اور آپ کا دماغ بھی کمزور نہیں رہے گا۔ آپ کی نیلی بیٹی کی صلاحیتیں بھی ضرور واپس آئیں گی۔ پھر یہ کہ یہ آپ کے ہونے والے بچے کے لیے بھی مفید ہے۔"

وہ کڑوا اور کیسلا مشروب تھا لیکن ایک صحت مند بچے کو جنم دینے کی خاطر رسونتی نے اسے کسی نہ کسی طرح حلق سے اتار لیا۔ وہ منہ کو ہاتھ لگانے کی اجازت کسی کو نہیں دیتی تھی عورتوں سے بھی کہتی تھی۔ لیکن غلام نے کہا کہ روز صبح اس کے دہن کی مالش کی جائے گی۔ اس کے بعد اسے غسل کرایا جائے گا۔ اور یہ سب کچھ اس کی بھلائی کے لیے کیا جا رہا ہے۔ رسونتی اس کے لیے بھی راضی ہو گئی۔ خوشبودار جڑی بوٹیوں کے ذریعے مالش کے لیے ایک تیل تیار کیا گیا تھا۔ بند کمرے میں اس تیل سے رسونتی کی مالش کی گئی۔ اسے غسل کرایا گیا۔ پہننے کے لیے ساڑی نہیں تھی۔ اسکرٹ، بلاؤز، بھیرا گھاگرا چولی اور مکسی وغیرہ جیسے لباس تھے۔ رسونتی نے میکسی پہن لی تاکہ گردن سے پاؤں تک بدن چھپا رہے۔ غلام نے کہا: "مجھے افسوس ہے کہ آپ کی پسند کا لباس یہاں نہیں ہے۔ جب میں اپنے آقا کو رخصت کرنے کے لیے شہر جاؤں گا تو آپ کی پسند کی چیزیں لے آؤں گا۔"

چار گھنٹے کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ گہری نیند سے بیدار ہونے کے بعد جب آنکھ کھلتی ہے تو اجنبی ماحول چند لمحوں تک سمجھ میں نہیں آتا۔ میں بھی آنکھیں کھول کر سوچتا رہا کہ میں کہاں ہوں۔ پھر یک لخت سب کچھ یاد آ گیا۔ میں نے اپنے برابر میں دیکھا تو بستر پر رسونتی نہیں تھی۔ سوچ کے لیے معلوم کیا تو وہ غلام کی جھونپڑی میں بیٹھی اس سے باتیں کر رہی تھی اور مستقبل میں اپنے بچے کے لیے پروگرام بنا رہی تھی۔ میں اس کے پاس سے واپس آ گیا۔ چپ چاپ لیٹا ہوا جھونپڑی کی چھت کو تکنے لگا۔ مجھے سائرہ بانو یاد آ رہی تھیں۔ ہر وقت نیند پوری ہونے کے بعد دماغ بالکل تازہ تھا اور اس تازہ دماغ میں جو پہلی سوچ آئی وہ یہ تھی کہ سائرہ بانو کو ابھی اس بم سے نجات نہیں دلانا چاہیے۔ انھیں دشمن کے حوالے کر دینا چاہیے۔

میرے دماغ میں یہ دشمن سوچ پیدا ہوئی تھی۔ یہ سائرہ بانو اور مرجانہ سے دشمنی ہی ہوتی کہ ان دونوں ماں بیٹی کو جلال بیگ کے حوالے کر دیا جائے لیکن آنکھ کھلتے ہی میرے دماغ میں یہ خیال کیوں آیا؟ اس لیے کہ غیر شعوری طور پر میں کل سے یہی سوچتا آ رہا تھا۔ ماں بیٹی جلال بیگ کے پاس جائیں گی تو شاید میں ان کے ذریعے اس دشمن تک پہنچ سکوں جس نے بہت عرصے ہم سب کو پریشان کر رکھا تھا۔ اس کی ایک تصویر بنا چکا تھا۔ اس کا اڈہ کہاں ہے اور وہ سائرہ بانو اور مرجانہ کو بلا کر کیا یہ نفسِ نفیس ان سے باتیں کرے گا یا انھیں اپنے قریب بلا کر کبھی ان سے چھپائے گا؟

اگر وہ چھپائے تب بھی اپنے آدمیوں کو سائرہ بانو اور مرجانہ سے باتیں کرنے کی اجازت دے گا۔ کوئی نہ کوئی شخص اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنی آواز اور لب و لہجہ سائرہ بانو کے ذریعے مجھے سنائے گا تو ہو سکتا ہے کہ میں اس کے ذریعے کسی دوسرے کو پھر تیسرے کو پھر چوتھے کو ٹریپ کرتا ہوا جلال بیگ تک پہنچ جاؤں۔ اس لیے مجھے ایسی کوشش کرنے کے لیے دونوں ماں بیٹی کو جلال بیگ کے حوالے کر دینا چاہیے۔ یہ خیال کل سے میرے دماغ کے کسی گوشے میں پک رہا تھا۔ جو اب شعوری طور پر مجھے اس طرح کے اقدام کے لیے اکسا رہا تھا۔

اس وقت سائرہ بانو اسی شکنجے والی کرسی پر چار دن طرف سے جکڑی ہوئی گہری نیند سو رہی تھیں۔ سونیا اور مرجانہ کے لیے بھی میں نے بیانچہ گھڑا

بیداری کا وقت مقرر کیا تھا یعنی وہ تینوں مجھ سے ایک گھنٹے بعد بیدار ہونے والی تھیں۔ میں نے ماسٹر کرنٹا مائنگ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اسے بتا دیا گیا تھا کہ سائرہ بانو گیارہ بجے بیدار ہوں گی۔ اسی مناسبت سے اس نے تمام ماہرین کے ساتھ ایک میٹنگ رکھی تھی۔ اس میں یہ فیصلہ ہونے والا تھا کہ کتنے ماہرین کو سائرہ بانو کے پاس جانے اور اس بم کا معائنہ کرنے کی اجازت دی جائے۔

میں نے رسونتی کے پاس پہنچ کر کہا "میری جان میں بیدار ہو چکا ہوں۔ جاؤ۔"

وہ خوش ہو کر غلام سے بولی "ہمارا آقا بیدار ہو چکا ہے۔ ان کے لیے لس وغیرہ کا بندوبست کر دو۔"

غسل وغیرہ سے فارغ ہونے میں تیس منٹ لگے۔ اس کے بعد میں مسند خوان کے اطراف بیٹھ گئے۔ غلام نے بڑے ہی پُر تکلف کھانے کا اہتمام کیا تھا۔ کھانے کے دوران میں نے ان لوگوں کو بتایا کہ سائرہ بانو اس وقت کن حالات سے گزر رہی ہیں۔ پوری روداد سننے کے بعد غلام نے تشویش کا اظہار کیا۔ رسونتی نے کہا: "یہ تو بڑی عجیب پیچیدگی ہے کہ یا وہ ماہرین انھیں اس بم سے نجات دلا سکیں گے؟"

"میں ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ البتہ تھوڑی دیر کے بعد میں خیال خوانی کے ذریعے وہاں پہنچوں گا اور سائرہ بانو کے ساتھ کافی وقت تک لگا رہوں گا۔ جب تک کہ انھیں اس بم سے نجات نہیں مل جائے گی۔ میرا خیال ہے کافی وقت لگے گا۔ شاید شام ہو جائے۔ شاید رات بھی گزر جائے لیکن میں تم سے وقتاً فوقتاً مانعی طور پر حاضر ہو کر یہ باتیں رپلائی کروں گا۔ تم کچھ خیال نہ کرنا۔ ہو سکے تو غلام کے ساتھ وقت گزارو۔ اس کی دیکھ بھال کے لوگوں سے علاوہ اور مستقبل کے متعلق بھرپور انداز میں پلاننگ کرو۔"

"فرہاد! اگر تم یہاں سے خیال خوانی کے ذریعے سائرہ بانو کے کام آئے ہو گے۔ تو یہ اچھا ہی ہے۔ یہیں رہ کر اپنے تمام ساتھیوں کی مدد کرتے رہو۔"

"میں کبھی ایک جگہ ٹھہر نہیں سکا۔ تم جانتی ہو کہ میرے پاؤں میں چکر ہے۔ کوئی نہ کوئی ایسی بات ہو جائے گی کہ مجھے یہاں سے نکلنا پڑے گا۔ یہ ضرور ہے کہ آج نہیں جاؤں گا۔ ہو سکتا ہے کل بھی نہ جاؤں۔ جب تک ضرورت مجھے مجبور نہ کرے اس وقت تک میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ ہاں مجبوری ہوئی تو پھر کیا کیا جا سکتا ہے۔ جانا تو ہو گا ہی۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی "یہ کیسی مجبوریاں ہیں تم نے اتنے سارے دشمن خواہ مخواہ پال رکھے ہیں۔ تم چاہو تو ان سب سے کترا کر بالکل گوشہ نشین ہو سکتے ہو۔ کسی ایسے علاقے میں چپ چاپ جا کر اپنا ایک گھر بنا سکتے ہو۔ کسی کو خبر بھی نہ ہو۔"

"تمھاری خواہش کے مطابق میں ایسا کر لوں گا، لیکن میرے دوسرے ساتھیوں کا کیا بنے گا۔ جب بھی ان پر کوئی مصیبت آیا کرے گی مجھے اپنی بھوسے نکلنا ہی پڑے گا۔ ان کی مدد کے لیے پہنچنا ہی پڑے گا۔"

"دیکھو فرہاد اگر جلال بیگ سے ہم نے انتقام لے لیا اور سائرہ بانو محفوظ ہو گئی تو مجھ بہت سے مسائل ختم ہو جائیں گے جیسا کہ تم نے بتایا ہے۔ سائرہ بانو کسی شخص میں دلچسپی لے ہی رہی ہے وہ اس سے شادی کر کے اپنا گھر بسا لیں گی۔ اپنی بیٹی کی بھی شادی کر دیں گی۔"

"اسے بیٹی نہیں بیٹا کہو۔ میں نے تمھیں بتایا ہے نا کہ وہ ڈاکٹروں کے زیر علاج رہ کر مرد بننے والی ہے۔"

رسونتی نے کہا "چلو بیٹا ہی سہی۔ شادی تو ہو گی اس کی بھی۔ وہ گئی سونیا تو میں اسے برداشت کر لوں گی۔ میں تم اور سونیا بہت دنوں تک دشمنوں کی دنیا سے الگ اپنی ایک دنیا آباد کریں گے۔"

"ایسا ہو جائے تو اس سے اچھی بات اور کیا ہو گی۔ رسونتی! ابھی جوانی کا زور ہے تو میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھاگا بھاگا پھرتا ہوں۔ جب بڑھاپا آتے آتے گا مجھے ایک گھر کی ضرورت ہو گی وہ تنہائی میں اکیلا گھر ہو گا میرا بڑھاپا ہنستے بولتے گزر جائے گا۔ ٹھیک ہے کسی دور افتادہ علاقے میں غلام تمھیں ایسا گھر بنا کے بھی دے گا۔ وہ ہماری ضرورت کا سامان مہیا کرتے گا۔ تم ایسے ایک گھر میں ہو، میں جب بھی جلال بیگ کو ٹھکانے لگا دوں گا۔ تو سونیا کو لے کر تمھارے پاس آ جاؤں گا۔ یہ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں بس دعا کرو کہ کوئی نیا مسئلہ پیدا نہ ہو۔ نئے دشمن راستے میں نہ آئیں اور ہم ایک پُرسکون زندگی کی ابتدا کریں۔"

کھانے کے بعد غلام نے کہا "آپ کی پسند کا سگریٹ یہاں مل نہیں سکتا۔ میں شہر سے کل منگوا دوں گا۔"

میں نے کہا "میں تمہیں یہ بتا دوں کہ میں نے سگریٹ پینا بالکل چھوڑ دیا ہے۔"

رسونتی نے کہا "سنا ہے سگریٹ کی لت پڑ جائے تو چھوٹتی نہیں ہے۔"

میں نے کہا "ایسا وہ لوگ کہتے ہیں جو مستقل مزاج نہیں ہوتے۔ انھیں اپنے ارادوں پر اختیار نہیں ہوتا۔ میں مستقل مزاج ہوں۔ اگر میں نے دو بار سگریٹ پی لیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں دماغی طور پر کمزور ہوں۔ اور دماغ اسی وقت کمزور ہو گا جب مجھ سے میری خیال خوانی چھوٹ جائے گی۔"

ہم سب جھونپڑی سے باہر آ گئے۔ غلام نے پوچھا "آقا! پروفیسر برنارڈ سل اور اس کے ساتھی کا کیا کیا جائے۔ ہم ایسے لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑتے ہیں جو ہمارے تاریخی خزانے کو چرا کر لے جائیں۔ وہ خزانہ ہماری ایک مقدس امانت ہے۔ جو اب صرف مالکہ رسونتی کو ملے گا۔"

میں نے کہا "پروفیسر اس خزانے کو چرانے کی کافی سزا پا چکا۔ وہ ایک قابل آدمی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ ایسا قابل آدمی مارا جائے ایسا کرو کہ اسے اور اس کے ساتھی کو کچھ زادِ راہ دے کر یہاں سے رخصت کر دو۔"

اس نے کہا "آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن ہمارے قبیلے والے ایسے شخص کو قید سے رہا نہیں کرتے جو اس خزانے کو ہاتھ لگاتا ہے اور اسے چرا کر لاتا ہے۔ وہ خزانہ ایڈونا اپنے ساتھ چرا کر لائی تھی۔ اس لیے قبیلے والے ایڈونا کو ہلاک کرنے کے سلسلے میں مُصر ہیں گے۔"

میں نے کہا: "ایڈونا کو تو بالکل رہا نہیں کرنا چاہیے۔ وہ خانے کے لیے باغی ہے۔ یہاں سے جائے گی تو پھر اپنی ایک ٹیم بنا کر یہاں آئے گی اور خواہ مخواہ پریشانی کا باعث بنے گی۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ یہاں آکر یہ بات عام کرے کہ فرہاد دل ساتھی رہتی ان جنیوں کے درمیان رہ گئی ہے۔ یہ بات دشمنوں تک پہنچ جائے گی۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ دو پانچوں گھنٹہ گزرنے والا تھا جو سائرہ بانو سونیا اور مرجانہ کی بیداری کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ میں ان سے رخصت ہو کر اپنی چھوٹی جھونپڑی میں آگیا۔ رہتی، غلام کے ساتھ اس بیمار لڑکی کی عیادت کر کے واپس آچکی تھی اور جمورا سے ملنے چلی گئی۔ غلام نے اپنی لباط کے مطابق ہمیں آرام پہنچانے کے لیے بہت کچھ کیا تھا۔ ان جنگلوں کے ماحول میں کرسیاں اور صوفے نہیں تھے جہاں میں آرام سے بیٹھ کر خیال خوانی کر سکتا۔ لہٰذا مجھے پھر بستر پر آکر بیٹھنا پڑا۔ وہاں بیٹھتے ہی میں سائرہ بانو کے دماغ میں پہنچ گیا۔

ان کی نیند اب ختم ہونے والی تھی۔ میں نے آہستگی سے کہا: "میں بیدار ہو رہی ہوں۔ مجھے آنکھیں کھولنے اور حرکت کرنے سے پہلے سمجھ لینا چاہیے کہ میرے دونوں بازو شکنجوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور میں ایسی کرسی پر بیٹھی ہوئی ہوں۔ جہاں سے میں اپنی مرضی کے مطابق اٹھ نہیں سکتی۔ میرے سینے سے وہ جان لیوا بم ابھی تک بندھا ہوا ہے۔ اس لیے مجھے آنکھ کھولتے ہی بہت احتیاط سے چپ چاپ بیٹھا رہنا ہوگا۔"

ان کا مرحلہ کا ہوا تھا انھوں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولتے ہوئے سب سے پہلے اپنے سینے پر بندھی ہوئی اس موت کو دیکھا میں نے ان کا دھیان بٹانے کے لیے کہا: "امی السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام بیٹے۔ تم نے مجھے خوب سلایا۔ میری تھکن دور ہو گئی ہے میں اب اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی ہوں۔ مجھے یہ بھی بتاؤ کہ اس بم کو میرے پاس سے ہٹانے کے سلسلے میں کیا کیا گیا ہے؟"

یہاں آنے والے ماہرین یقیناً ان بم کو سمجھ گئے ہوں گے بھی ایک بجے ان سب کی میٹنگ ہے۔ سمجھ لیا جائے گا۔ آپ کو اس سے کب اور کیسے نجات مل سکتی ہے۔ فی الحال آپ ناشتہ کر لیں جائے پی لیں، پھر ہم سب اس میٹنگ میں شریک ہوں گے۔ میں مرجانہ کو بیدار کرتا ہوں۔ وہ آپ کے پاس آجائے گی۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچا تو اس کے بیدار ہونے کا وقت بھی ہو چکا تھا۔ اس لیے وہ اور سونیا جاگ گئی تھیں۔ میں نے دونوں کو الگ الگ کمرے میں سلایا تھا۔ پہلے میں نے مرجانہ سے کہا کہ اس کی امی بیدار ہو گئی ہیں لہٰذا وہ ان کے لیے ناشتہ وغیرہ ساتھ لے کر جائے پھر میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ "کیا حال ہے بیٹی۔ نیند پوری ہو گئی؟"

وہ نامانگی سے بولی: "بہت کمال کر دیا جو مجھے زبردستی سلا دیا۔"

"جب سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا تو میں ایسے ہی کمال دکھاتا ہوں۔ تم اپنی بیٹی ہیتی سے مجھے سلا سکتے ہو، بیدار کر سکتے ہو، اٹھا سکتے ہو، بٹھا سکتے ہو۔ لیکن میرے دل میں اپنے لیے محبت نہیں پیدا کر سکتے۔"

"اس کی ضرورت ہی کیا ہے میری جان، جب سے تم نے جوان کی کہر اگڑائی لی ہے۔ اسی وقت سے فرہاد تمھارے دل میں دھڑک رہا ہے۔"

"بکواس ختم ہو گئی ہو تو اب جاؤ۔"

"جا رہا ہوں۔ تم اٹھ کر تیار ہو جاؤ۔ ایک بجے ماہرین کی میٹنگ میں شریک ہونا ہے۔"

میں نے ماسٹر کرونا مانگ کے پاس پہنچ کر کہا: "ہیلو ماسٹر میں فرہاد بول رہا ہوں۔ کتنے ماہرین آئے ہیں؟"

"ہمارے ملک کے چار ہیں اور بیرونی ممالک سے دس آئے ہیں کل چودہ ماہرین ہیں۔"

"ان کی کیا رائے ہے؟"

"مختلف ملتے رکھتے ہیں۔ چھ ماہرین کہتے ہیں کہ ان چار تاروں میں سے زندگی کا تار کون سا ہے، یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ چار ماہرین کہتے ہیں کہ سرخ تار کو الگ کر دیا جائے تو دھماکہ نہیں ہوگا۔ باقی تین ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ سفید تار کو الگ کرنا چاہیے۔ ان میں سے ایک ماہر نے ابھی تک اپنی کوئی رائے پیش نہیں کی ہے۔"

وہ ماہر شاید کسی نتیجے پر نہیں پہنچا تھا۔ سائرہ بانو، سونیا اور مرجانہ وغیرہ نے ناشتہ کر لیا تو میں نے ماسٹر سے کہا کہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ میٹنگ ایک بجے ہی شروع کی جائے۔ آپ تمام لوگوں کو ہال میں جمع کر لیں اور کارروائی شروع کر دیں۔

پندرہ منٹ کے بعد ہی سب لوگ بڑے ہال میں جمع ہو گئے۔ سائرہ بانو بھی پہیے والی کرسی پر وہاں پہنچا دی گئیں۔ انھیں سب سے الگ تھلگ رکھا گیا۔ ان کے آس پاس صرف مرجانہ اور ڈیرنگ جمال کھڑے تھے۔ سونیا، ماسٹر کرونا مانگا کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھی رہی پھر ماسٹر نے کہا: "اب آپ لوگ باری باری اپنی رائے پیش کریں اور انھیں اس مصیبت سے نجات دلانے کی جلد از جلد کوئی خوش خبری سنائیں۔"

ایک شخص نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا: "یہ بم جو ان خاتون کے ساتھ باندھا گیا ہے۔ اس میں چار عدد تار ایسے لگائے گئے ہیں کہ انھیں معمہ بنا دیا گیا ہے۔ ہمارے پاس اس بم کے فولوگراف ہیں اور اس کی ڈرائنگ بھی ہے ہم آسانی سے انھیں اس بم سے نجات دلا سکتے ہیں لیکن ان چار تاروں نے ہمیں الجھا دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کون سا تار کس جگہ اس بم سے جا کر منسلک ہوا ہے۔ اس لیے ہم اس سلسلے میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے۔"

وہ بیٹھ گیا اس کے بعد ایک اور شخص اٹھ کر بولا: "ہم چار ماہرین ہی بات پر متفق ہیں کہ سرخ تار کو ہٹا دیا جائے تو دھماکہ نہیں ہوگا۔ ہمنے بہت اچھی طرح اس ڈرائنگ کا مطالعہ کیا ہے۔ فوٹو گراف کو بھی اچھی طرح دیکھا ہے اور اگر وہ بم ٹھیک اس ڈرائنگ کے مطابق ہی بنایا گیا ہے تو پھر خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ سرخ تار کو ہٹا دینا چاہیے۔"

ایک اور شخص نے اٹھ کر کہا: "میں ان کی مخالفت کرتا ہوں۔ مذکورہ رنگ میں بھی دیکھا ہے۔ فوٹو گراف ہم بھی سمجھے ہیں لیکن ان کی اسٹڈی سے ہم متفق نہیں ہیں۔ سرخ تار نہیں بلکہ سفید کو ہٹانا چاہیے۔"

وہ دونوں آپس میں بحث کرنے لگے۔ اپنی اپنی بات کو درست ثابت کرنے کے لیے تکنیکی قسم کی گفتگو کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے اٹھ کر کہا: "آپ سب لوگ خاموش ہو جائیں۔ ماسٹر کرونا مانگا میں نے بھی تک آپ لوگوں کے سامنے اپنی رائے پیش نہیں کی تھی۔ اب آپ لوگوں کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔ سب سے پہلے تو میں آپ تمام لوگوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ بی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا؟"

سب چپ چاپ رہ کر اس کا منہ تکنے لگے۔ ماسٹر نے پوچھا: "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ کس تار کو ہٹانے سے دھماکہ نہیں ہوگا اور خاتون زندہ سلامت رہیں گی۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ ہم میں سے کون ماہر اس خاتون کے سامنے جا کر بیٹھے گا۔ اس بوسکی ڈبیا کے پلنگ والے ڈھکن کو کھولے گا اور اس زندگی کے تار کو اپنے ہاتھوں سے ہٹائے گا۔ کیا یہ ایک بہت بڑا رسک نہیں ہوگا کہ وہ تار اگر ہمارے اندازے، ہمارے گہرے مطالعے کے باوجود غلط ثابت ہوا تو اس دھماکے سے صرف یہ خاتون ہی موت کے منہ میں نہیں جائیں گی۔ بلکہ وہ ماہر جو سلسلے موجہ ہوگا اس کے بھی پرخچے اڑ جائیں گے۔ اسی لیے میں پوچھ رہا ہوں کہ بی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا۔ کون اپنی جان کو داؤ پر لگا کر وہاں اس تار کو ہٹانے جائے گا؟"

وہ سب چپ ہو گئے۔ اس ماہر نے ایسا سوال کیا تھا جس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ماسٹر نے کہا: "میں نے تو اس امید پر آپ لوگوں کو اتنی دور سے اور اتنے مختلف ممالک سے بلایا تھا تاکہ آپ صحیح طور سے اس بم کے میکنزم کو سمجھیں۔ گہرے پرے اعتماد سے اس تار کو موت کے منہ سے نکال کر لیڈی سائرہ بانو کو نئی زندگی دیں گے۔"

اس ماہر نے کہا: "یقیناً آپ نے جس اعتماد سے ہم کو بلایا ہے ہم اس اعتماد پر پورے اتر سکتے ہیں۔ ہم پورے یقین سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ کس تار کو ہٹانا چاہیے اور اس تار کے ہٹانے کے بعد یقیناً لیڈی سائرہ بانو کو زندگی ملے گی لیکن ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دشمن آخر دشمن ہے۔ اس نے جو ڈرائنگ پیش کی ہے ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر اس نے کوئی ذرا سی تبدیلی ایسی کر دی ہو جو اس سے مختلف ہو۔ ہمارے سمجھنے میں بیر پھیر ہو جائے۔ تب کیا ہوگا؟"

ڈیرنگ جمال نے کہا: "یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ واقعی دشمن نے ایسی چال چلی ہو کہ سائرہ بانو اسے واپس نہ ملیں تو ہمارے پاس بھی زندہ نہ رہ سکیں۔ یہ سوچ کر انھوں نے کوئی ایسی تبدیلی کی ہو جو اس ڈرائنگ میں نہ ہو۔ اگر اس بات کا یقین ہو جائے کہ اس بم اور ڈرائنگ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تو پھر رسک میں لوں گا۔ یہ خطرہ مول لے کر میں سائرہ بانو کے سامنے بیٹھوں گا اور اس تار کو ہٹاؤں گا جسے ہٹانے کے بعد انھیں زندگی مل سکتی ہے۔ بلا سے اگر موت ملے اور میرے چیتھڑے اڑ جائیں تو کوئی پروا نہیں۔ لیکن ہم سائرہ بانو کو زندہ سلامت رکھنا چاہتے ہیں۔"

ماسٹر کرونا مانگا نے کہا: "یہ ایک خدشے والی بات پیدا ہو گئی ہے کہ دشمن نے کوئی ہیر پھیری کی ہو گی اور یہ ایسی بات ہے کہ اسے دماغ تسلیم کر سکتا ہے۔ جو ہم یہ رسک نہیں لے سکتے کہ اس بم کو ہاتھ لگایا جائے۔ اس کے اوپر پڑی ڈھکن کو کھول کر تاروں کو چھونے سے یا ذرا سا ہلانے سے خطرہ پیدا ہو گا۔ لہٰذا یہ دیکھا نہیں جا سکتا کہ دشمن نے اس بم کے اندر کیسی تبدیلی کی ہے۔"

میں نے ڈیرنگ جمال کی زبان سے کہا: "ماسٹر میں فرہاد بول رہا ہوں۔ اس آخری ماہر نے جو باتیں کی ہیں وہ دماغ کو لگتی ہیں لہٰذا اسے تسلیم کرنا پڑے گا اور ہم کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے۔ ہمیں اب اس پہلو پر نہیں سوچنا ہے کہ ہم سائرہ بانو کے جسم سے اس بم کو علیحدہ کریں گے۔ اب ہمیں اس پہلو پر بحث کرنی ہوگی کہ سائرہ بانو کو دشمنوں کے حوالے کر دیا جائے۔"

کرونا مانگا نے حیرانی سے پوچھا: "فرہاد صاحب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، کیا دشمنوں سے شکست تسلیم کر لی جائے؟ کیا سائرہ بانو کو خطرے میں جھونک دیا جائے۔؟"

مرجانہ نے کہا: "فرہاد کا مشورہ نہایت ہی مناسب ہے۔ اب جبکہ یہ خدشہ ظاہر ہو گیا ہے تو میں کسی بھی ماہر کو اس بم کے قریب جانے کی اجازت نہیں دوں گی۔ یہ بہت بڑا خطرہ ہوگا۔ میں اپنی امی کے ساتھ جلال بیگ کے پاس جاؤں گی۔ دیکھوں گی کہ وہ کیا کہتا ہے۔ میں اس کی ہر شرط مان کر اپنی امی کو اس موت سے نجات دلاؤں گی۔"

سائرہ بانو نے قنا طیری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا: "بیٹی میں دشمنوں کے پاس ہرگز واپس نہ جاؤں گی۔ لیکن تمھیں اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گی میں جانتی ہوں کہ وہ کتنے کمینے ہیں۔ وہ تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے اور اگر کسی طرح کسی وجہ سے زندہ بچ بھی گیا تو تم پر بڑے ظلم ڈھائیں گے۔ اور یہ میں برداشت نہیں کر سکوں گی۔ مرجاؤں گی۔"

ماسٹر نے کہا: "فرہاد صاحب ابھی لیڈی سائرہ بانو کی واپسی کے سلسلے میں نہ سوچا جائے۔ ہمیں سپر ماسٹر کی طرف سے کچھ پیغامات ملنے والے ہیں۔ ان کا انتظار کیا جائے۔ ہمارا خیال ہے کہ سپر ماسٹر اور جلال بیگ کے درمیان پھر کوئی سمجھوتا ہونے والا ہے۔ شاید لیڈی سائرہ بانو کو ہمیں اس بم سے نجات مل جائے اور جلال بیگ کا کوئی آدمی آکر یہ کام کر دے۔ ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔"

میں نے پوچھا: "کتنا انتظار کرنا چاہیے ہمیں کب تک سپر ماسٹر کی طرف سے پیغامات موصول ہوں گے۔"

"شاید شام تک ہمیں کچھ نہ کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ شام تک انتظار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن آپ میری

طرف سے سپر ماسٹر کو یہ کہلا دیجیے کہ شام تک سائرہ بانو کے سلسلے میں کوئی آخری فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ یہ جو موت ان کے ساتھ باندھ دی گئی ہے۔ یہ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اسے سائرہ بانو سے زیادہ کوئی محسوس نہیں کر سکتا۔ ان کے لیے ہر آنے والی گھڑی موت کی گھڑی ہے۔ آپ سپر ماسٹر سے جلد از جلد فیصلہ کرائیں۔"

ماسٹر نے کہا: "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ شام تک کوئی فیصلہ ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے تمام ماہرین سے کہا کہ وہ لوگ اپنے اپنے ملک واپس جانے کی تیاریاں کریں۔ اب ان کا یہاں کوئی کام نہیں رہا ہے۔ اس نے تمام ماہرین کو وہاں سے رخصت کر دیا۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو ڈیرجمال سائرہ بانو کے ایک ہاتھ کو تھام کر کہنے لگا: "سائرہ، اب جبکہ زندگی اور موت کا کوئی فیصلہ نہیں ہو رہا ہے۔ تمھاری زندگی کا یقین نہیں ہے اور موت کسی وقت بھی تمہیں سمیٹ کر لے جا سکتی ہے تو میں اب بھی یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ تم اکیلی اس دنیا سے نہیں جاؤ گی۔ میں بھی تمھارے ساتھ جاؤں گا۔ دنیا سے بھی اور دشمنوں میں بھی۔ میں تمھارے ساتھ جاؤں گا۔ تمھاری واپسی یہاں سے ہوئی تو میں بھی تمھارے ساتھ رہوں گا۔ فریاد صاحب کو سمجھاؤ۔ ماسٹر کرو ٹما نگا کو راضی کرو۔ کسی طرح مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ مجھے اپنے پیچھے چھوڑ کر نہ جانا۔"

سائرہ بانو کا سر جھکا ہوا تھا۔ انھوں نے آہستگی سے کہا: "جمال، میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ یہ تم کس انداز میں باتیں کر رہے ہو۔ مرجانہ اور سونیا کیا سوچیں گی؟"

مرجانہ جلدی سے آگے آ کر ان کے سامنے دو انو ہو گئی اور ان کا دوسرا ہاتھ تھام کر بولی: "امی، ہم سب جانتے ہیں کہ آپ ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔ یہ کوئی بری بات نہیں ہے آپ کو اپنی زندگی کے بارے میں اپنی خوشیوں کے بارے میں، اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہیے ہم سب کو خوشی ہوگی اگر ہم آپ کو اور جمال صاحب کے ساتھ دیکھیں۔"

وہ جھینپ کر بولیں: "بیٹی یہ کیسی باتیں کر رہی ہو۔ کیا میری عمر ہے کہ اب میں۔۔۔۔"

مرجانہ نے جلدی سے بات کاٹ کر کہا: "بس امی آگے نہ بولیں۔ آپ کی عمر زیادہ نہیں ہے۔ آپ بوڑھی نہیں ہیں۔ یہ ضروری تو نہیں ہے کہ بیٹی جوان ہو تو ماں بوڑھی ہو جائے۔"

کرو ٹما نگا نے قریب آ کر مسکراتے ہوئے کہا: "لیڈی سائرہ بانو مجھے آپ کے ذاتی معاملات میں بولنا تو نہیں چاہیے لیکن ایک اچھی بات کہنے سے گریز بھی نہیں کرنا چاہیے۔ میں کہتا ہوں محبت اتنی طاقت رکھتی ہے کہ موت کے ان لمحوں میں آپ کو ایک نئی زندگی کا احساس دلا رہی ہوگی۔ آپ کے دل میں مسٹر جمال کے لیے جو جذبہ ہے وہ محبت ہے۔ وہ موت کے احساس کو کسی نہ کسی طرح تھوڑا بہت ضرور کم کر دیتا ہوگا کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

سونیا نے کہا: "مشرقی تہذیب یوں تو بہت اچھی ہے لیکن ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ عورتوں کو دولت سے پہلے بوجھ بنا دیا جاتا ہے۔ ان پر ذمہ داریوں کا بوجھ اس طرح لاد دیا جاتا ہے اور انھیں اس طرح اپنے بچوں کے سلسلے میں احساس دلایا جاتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کے آگے خود کو بوڑھی سمجھتی رہتی ہیں اور ان کے شوہر ڈھلے میں بھی جوان بنے پھرتے رہتے ہیں۔"

سائرہ بانو نے بھیگی بھیگی نظروں سے کہا: "میں ایک عذاب میں مبتلا ہوں تم لوگ ایسی باتیں کر رہے ہو۔"

سونیا نے کہا: "آنٹی ہماری دعائیں ہیں اور کوششیں ہیں کہ آپ کو اس عذاب سے نجات مل جائے۔ فرض کیجیے کہ نجات نہیں ملتی اور موت اٹل ہے تو اس اٹل موت سے پہلے زندگی کے آخری لمحوں میں آپ کو ایک چاہنے والے کی بھرپور محبت ملنی چاہیے۔ اور جب آپ کو یہ محبت مل رہی ہے تو آپ اسے دل و جان سے قبول کریں۔"

میں نے ماسٹر سے کہا: "یہ لوگ اسی طرح بہلتے رہیں تو اچھا ہی ہے اور سائرہ بانو کو بھی شام تک بہلاتے رہیں۔ ماسٹر میں اب جا رہا ہوں۔ دو گھنٹے کے بعد پھر آپ کے پاس آؤں گا۔ اس وقت تک آپ کوشش کریں کہ سپر ماسٹر کا کوئی فیصلہ مجھ تک پہنچ جائے۔" میں اس سے رخصت ہو کر سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سائرہ بانو کو اس بات پر آمادہ کر رہی تھی کہ وہ بلا جھجک اپنی محبت کا اظہار کریں۔ اس پر مرجانہ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "فریاد، تم کہاں ہو۔ چپ کیوں ہو۔ تم بھی تو امی کے کچھ کہو۔"

میں خاموش رہا۔ جب میری طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو ماسٹر نے کہا: "فریاد صاحب دو گھنٹے کے لیے چلے گئے ہیں۔"

مرجانہ نے کہا: "واہ، ہم سے کچھ کہا بھی نہیں اور چلے گئے۔"

سونیا نے کہا: "جائیں گے کیوں نہیں۔ نئی لویلی دلھن ہونی کی طرف دل کھنچا جا رہا ہے۔ ابھی تو اسی کے ساتھ دن رات گزریں گے جب دل بھر جائے گا تو وہ ہر جائی اسے بھی چھوڑ کر پھر کسی نئی کی تلاش میں چل پڑے گا۔ میں خواہ مخواہ اس کی باتوں میں آ جاتی ہوں۔ اس کی محبت سے مجبور ہو جاتی ہوں۔ اور ہر اس جھگڑا کرنے کے باوجود پھر اس کی طرف جھک جاتی ہوں۔ اب میں کبھی بھی اس کی طرف مائل نہیں ہوں گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ وہ مجھے کتنا ہی بہلائے پھسلائے اب میں اس کی باتوں میں نہیں آؤں گی۔"

میں نے سوچ کے ذریعے اس کے دماغ میں ایک سرد آہ بھری۔ ایک دم سے چونک گئی۔ پھر جلدی سے سنبھل بھی گئی۔ آس پاس کے لوگ اس کے چونکنے کے انداز کو نہ سمجھ سکے۔ پھر اس نے سوچ کے ذریعے غصے سے کہا: "تم موجود ہو؟"

اس کے جواب میں خاموشی رہی۔ وہ وہاں سے بہانہ کر کے دوسرے کمرے میں آئی۔ پھر غصے سے پاؤں پٹختی، مٹھیاں بھینچتی ہوئی بولی۔ "میں سچ کہتی ہوں اگر تم میرے سامنے آ گئے تو میں تمھارا بہت برا حشر کروں گی۔ بہت دلیری دکھاتے ہو۔ دماغ میں آ کر گھستے ہو، پریشان کرتے ہو۔ سچ سچ بتاؤ موجود ہو؟"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ وہ میرے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "نہیں، وہ بھلا کیسے موجود ہو سکتا ہے۔ وہ تو نئی دہلی کے پاس ہوگا۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا: "سونیا تو اس کے پاس موجود ہے۔ اسے اطمینان ہوگا وہ ابھی نہیں جائے گا۔ جب بستر بچھا ہو تو سونے والے کو اطمینان ہوتا ہے کہ کسی وقت بھی جا کر پہنے سجائے جا سکتے ہیں۔ میں اس کی فطرت کو خوب سمجھتی ہوں، ابھی وہ میرے پاس ہی چھپا ہوا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ چپ ہوئی اور انتظار کرنے لگی کہ شاید اس کے اندر کوئی دوسری سوچ پیدا ہو یا میرا لب و لہجہ کسی طرح پہچان لے کچھ دیر تک انتظار کرنے کے باوجود میرا سراغ نہ ملا۔ اس کی اپنی سوچ نے کہا: "شاید وہ چلا گیا ہے۔ اوہ، بلا سے چلا گیا ہو یا موجود ہو۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں سوچوں گی۔ میرے پاس سوچنے سمجھنے کے لیے بہت کچھ ہے اور ابھی تو لیڈی سائرہ بانو کا اتنا بڑا اور اہم مسئلہ ہے کہ مجھے اسی کے متعلق سوچنا چاہیے۔" وہ سائرہ بانو کے متعلق سوچنے لگی۔ میں اس کے پاس سے رسوئی کے پاس چلا آیا۔

ٹھیک دو گھنٹے کے بعد میں نے ماسٹر کرو ٹما نگا کے دماغ پر دستک دی: "ہیلو ماسٹر، میں فریاد بول رہا ہوں۔ کیا خبر ہے؟"

اس نے اٹینشن ہو کر کہا: "جناب، میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ سپر ماسٹر کی طرف سے جو ٹیلیکس آئے ہیں وہ میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اپنی میز کے پاس والی ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گیا۔ میز پر ایک فائل رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا: "مسٹر فریاد! ہماری انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہم ہر لمحہ آپ کے کام آئیں اور آپ کے بڑے سے بڑے مسئلے کو کسی نہ کسی طرح حل کر دیں۔ لیکن اس بار ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم دشمن کی کوئی شرط ماننے کے سبب پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ وہ بڑی سے بڑی شرط ہمارے سامنے رکھتا تو ہم آپ کی خاطر مان لیتے لیکن جمال بیگ بہت مغرور ہو گیا ہے ابھی اس نے کسی زبردست دشمن سے چوٹ نہیں کھائی ہے۔ ہم سب کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم کتنے ہی زبردست ہوں، کبھی نہ کبھی شکست بھی کھانی پڑتی ہے اور شکست کھانے کے بعد سمجھوتے کی راہ تلاش کرنا پڑتی ہے۔ جلال بیگ نے ابھی ہمارے مقابلے میں مار کھائی ہے۔ جب وہ پے در پے نقصانات اٹھائے گا تب اسے سمجھ میں آئے گا کہ بہرحال ہم سے سمجھوتے کرنے کے لیے اپنی طرف بڑھ کرنے کے سلسلے میں تھک گئے ہیں۔ ناکام ہو گئے ہیں۔ اسی ایک ہی ضد کے کہ سائرہ بانو اور جارج کو لوٹ کے پاس بھیج دیا جائے۔ وہ سائرہ بانو کو اس موت سے نجات دلائے گا۔ میں آپ کے سامنے شرمندہ ہوں کہ بڈی سائرہ بانو کے لیے کچھ نہیں کر سکتا ہوں۔ اب آپ اپنے طور پر فیصلہ کریں کہ کیا ہونا چاہیے۔

مسٹر فریاد، ہمارے کچھ ایسے جاسوسی آلات ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ دشمن ٹرانسمیٹر کے ذریعے کتنی دور سے بات کر رہا ہے اور کس سمت سے بول رہا ہے۔ ماس جلال بیگ سے میرے ایک ماسٹر نے سمجھوتے کی جو گفتگو کی تو ہمارے آلات یہ بتاتے ہیں کہ ٹرانسمیٹر پر وہ آدمی جو جلال بیگ کی طرف سے بول رہا ہے۔ وہ پیرس سے شمال مغرب کی طرف ہے۔ مغرب کی طرف ایک ذرا شمالی حصے میں انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ ہیں۔ ہمارا اندازہ ہے کہ جلال بیگ ان دنوں انگلینڈ یا اسکاٹ لینڈ میں ہے۔ اگرچہ ٹرانسمیٹر پر جلال بیگ کا کوئی آدمی بول رہا تھا۔ لیکن وہ ہماری کسی بات کا جواب دینے سے پہلے تھوڑی دیر کے لیے رک جاتا تھا۔ جیسے جلال بیگ اسے تحریر کے ذریعے اس بات کا جواب دے رہا ہو۔ لہٰذا پھر وہ ٹرانسمیٹر پر بولنے والا تحریر کو پڑھ کر اس کا جواب سنا رہا ہو۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جلال بیگ انگلینڈ یا اسکاٹ لینڈ کے کسی شہر میں موجود ہے۔

اب ہم نے جلال بیگ سے یہ کہا ہے کہ وہ یا تین گھنٹے میں فریاد سے گفتگو کرنے کے بعد اس سے یا اس کے آدمی سے پھر رابطہ قائم کیا جائے گا اور اسے بتایا جائے گا کہ سائرہ بانو کو واپس بھیجا جا رہا ہے یا نہیں۔

ہم نے پھر رابطہ قائم کرنے کے لیے ایک موقع حاصل کیا ہے۔ اس بار لندن کا ایک ماسٹر جلال بیگ کے آدمی سے پھر رابطہ قائم کرے گا اور اس طرح معلوم کرے گا کہ آپ جو ٹرانسمیٹر سے بات کی جا رہی ہے۔ تو بات کرنے والے لندن سے کتنے دور اور کس سمت میں ہیں۔ لہٰذا آپ جلد سے جلد اپنا فیصلہ سنا دیں کہ سائرہ بانو کو واپس بھیجا جا رہا ہے یا نہیں؟

اگر ہمارا مکمل سراغ لگا لیا تو آپ کی خواہش پوری ہو جائے گی آپ

اس دشمن تک پہنچ سکیں گے۔ اس کے لئے آپ کا جو بھی طریقہ کار ہو، اگر آپ ہمیں بتانا مناسب سمجھیں تو ہمارے کسی بھی ماسٹر سے رابطہ قائم کرلیں۔ آپ جس ملک میں بھی ہوں وہاں کے ماسٹر کو صفر، صفر، ایک نمبر ڈائل کریں۔ اس سے رابطہ قائم ہوجائے گا۔ پھر جلال بیگ جہاں بھی ہوگا اس علاقے تک آپ کے پہنچنے کے لئے تمام سہولتیں فراہم کردی جائیں گی۔ ہمیں اپنی خدمات کا موقع دیتے رہیں۔ فقط، آپ کا اپنا سپر ماسٹر۔"

میں نے اس خط کو سننے کے بعد کروٹا مانگا سے کہا۔ "ماسٹر! لیڈی سائرہ بانو کو واپس بھیجا جائے گا۔ ان کے ساتھ مرجانہ بھی جائے گی۔ آپ سپر ماسٹر تک یہ پیغام بھیج دیں کہ اب جلال بیگ سے رابطہ قائم کرکے اسے اس کی کامیابی کی خبر سنا دیں۔ میں ابھی سونیا اور مرجانہ وغیرہ کے پاس جا رہا ہوں۔ وہ یقیناً وہیں سائرہ بانو کے پاس بیٹھی ہوں گی۔"

وہ سب وہیں تھیں۔ ڈیئر جمال بھی موجود تھا۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ ڈیئر جمال کے ذریعے ان لوگوں کو مخاطب کروں، لیکن میں سائرہ بانو کو امی کہتا تھا اور ڈیئر جمال کی زبان سے امی کا لفظ ادا کرنا مناسب نہیں تھا۔ اگرچہ میں ہی بولتا لیکن ڈیئر جمال کی زبان سے اچھا نہ لگتا کیونکہ اس کے اور..... سائرہ بانو کے درمیان کچھ اور ہی رشتہ ہونے والا تھا۔

میں نے سائرہ بانو کے ذہن میں پہنچ کر کہا۔ "ہیلو امی! میں آگیا ہوں اور یہ بُری خبر سنانا چاہتا ہوں کہ آپ کو اور مرجانہ کو دشمنوں میں واپس جانا ہوگا۔"

وہ ایک دم سے مایوس ہوگئیں۔ ان کا دل ڈوبنے لگا۔ ان کے دماغ کی جو حالت تھی۔ وہ میں سمجھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "امی! مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ یہ سمجھیں کہ مرجانہ صرف آپ کے ساتھ نہیں ہوگی بلکہ مرجانہ کے دماغ میں میں موجود رہوں گا۔ اس طرح آپ کے ساتھ ایک بیٹی بھی ہوگی۔ اور ایک بیٹا بھی ہوگا۔ آپ کے دو بازو ہوں گے۔ آپ بالکل بے فکر رہیں اور میرے کہنے پر مرجانہ کو ساتھ لے چلیں۔"

وہ بڑی عاجزی سے بولیں۔ "بیٹا! کوئی ایسی تدبیر نہیں ہوسکتی کہ مرجانہ نہ جائے، کوئی اور میرے ساتھ چلا جائے ڈیئر جمال کو میں ساتھ لے جاؤں گی مرجانہ کو میں ساتھ نہیں لیجانا چاہتی۔"

"میں آپ کے اندیشوں کو سمجھ رہا ہوں لیکن مجبوری ہے دشمن ماں، بیٹی کو چاہتا ہے۔"

انہوں نے کہا۔ "بیٹی! فرہاد میرے پاس موجود ہے اس کا فیصلہ ہے کہ ہم دونوں کو دشمنوں میں جانا ہے۔"

سب نے سائرہ بانو کو یوں دیکھا جیسے ان کی کھوپڑی کے اندر مجھے دیکھ رہے ہوں۔ پھر مرجانہ نے کہا۔ "ہم نے تو پہلے ہی پیشگوئی کردی تھی کہ ہم کو ہٹانے کا رسک کوئی نہیں لے گا۔ ٹھیک ہے امی! آپ کسی ستم کا خوف نہ کھائیں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ فرہاد بھی ساتھ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی تو دشمن ہمیں مار سکے گا، اور مرہاد اس بار جلال بیگ کو ضرور ٹھکانے لگا دیں گے۔"

سونیا خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ مرجانہ نے پوچھا۔ "تم کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "میں ارادہ کر رہی ہوں۔ اگر تمہارے ساتھ نہ جا سکی تو تمہارے پیچھے ضرور جاؤں گی۔ دیکھوں گی کہ دشمن تمہارے ساتھ کیا کرتا ہے؟ اور میں دشمن کے ساتھ کیا کرتی ہوں۔"

ڈیئر جمال نے کہا۔ "اور میں تو یونہی رہ جاؤں گا۔ نہ اِدھر کا نہ اُدھر کا۔"

سائرہ بانو نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد بیٹے! کیا ایسی صورت نہیں ہوسکتی کہ جمال صاحب بھی ہمارے ساتھ جاسکیں؟"

"نہیں امی۔ آپ صرف مرجانہ کو ساتھ لے کر جائیں..... جمال صاحب سنجیریت رہیں گے۔ اگر کہیں ان کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہاں ان سے ضرور کام لیا جائے گا۔ میں آپ دونوں کو ایک دوسرے کی خیریت سے آگاہ کرتا رہوں گا۔"

ڈیئر جمال نے کہا۔ "فرہاد صاحب! اگر آپ میرے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو صرف اتنا کیجئے کہ یہاں سے جعلی پاسپورٹ کے ذریعے یا ماسٹروں کی تنظیم کے ذریعے مجھے پیرس بھیج دیں۔ میں وہاں رہوں گا اور مجھے یقین ہے کہ سائرہ کو دشمن وہیں لے جائیں گے انہیں دولت کی ضرورت ہے اور ان کا خفیہ خزانہ وہیں پیرس میں موجود ہے۔ بس آپ میرا یہ کام کردیں۔ پلیز! ماسٹر کروٹا مانگا سے کہہ دیں کہ وہ مجھے آج ہی یہاں سے پیرس روانہ کردیں۔"

میں نے سونیا کی زبان سے کہا۔ "بیشک خزانہ پیرس میں ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ دشمن آنٹی سائرہ کو کسی دوسری جگہ لے جائیں اور وہاں انہیں خزانے کا راز اگلنے پر مجبور کریں۔ آنٹی کو وہیں سے یہ بتانا ہوگا کہ وہ خزانہ کہاں ہے؟"

سائرہ بانو نے کہا۔ "ہاں۔ دشمن ایسا کرسکتے ہیں۔ بہت چالاک لوگ ہیں۔ لیکن انہیں اس بات پر مجبور ہونا پڑے گا کہ مجھے پیرس لے جائیں۔ کیونکہ خزانے تک پہنچنے کے لئے میری ذاتی رہنمائی بہت ضروری ہے۔ میں جانتی ہوں کہ کون سا راستہ کہاں سے گزرتا ہے اور جہاں جہاں لاک لگے ہوئے ہیں، وہ کن نمبروں سے کھلتے ہیں۔ ان کے نمبر صرف میرے دماغ میں ہیں۔"

سونیا کی زبان سے پھر میں نے کہا۔ "آنٹی! وہ آپ سے لاک نمبر اگلوا کر نوٹ کرلیں گے اور یہ بھی پوچھ لیں گے کہ کون سا لاک نمبر کس جگہ کا ہے؟ تب آپ کو پیرس لے جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میرا ابھی یہی خیال ہے کہ دشمن آپ کو کسی ایسے مقام پر پہنچائیں گے جہاں ہم نہ پہنچ سکیں یا خیال خوانی کے ذریعے میں یہ نہ معلوم کرسکوں کہ آپ کس جگہ پہنچائی گئی ہیں۔"

سائرہ بانو نے مجھ سے کہا۔ "فرہاد! جب تمہیں ہمارا ٹھکانہ معلوم ہوجائے تو تم جمال صاحب کو وہاں کا پتہ بتا دینا۔ بلکہ وہاں تک پہنچا دینا۔ فی الحال تو انہیں پیرس پہنچا دو۔"

ڈیئر جمال نے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ پیرس پہنچ کر میرا رابطہ ماسٹروں کی تنظیم سے نہ ہے۔ میں بالکل اجنبی بنا رہوں۔ میں خود دشمنوں تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ اگرچہ یہ بہت مشکل کام ہے لیکن میں اپنے طور پر کچھ کر گزرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ ابھی آپ کے پیرس جانے کا انتظام ہوجائے گا۔ میں جا رہا ہوں۔ آپ ماں بیٹی روانگی کے سلسلے میں سوچ لیں اور کوئی ضروری بات ہو تو وہ بات ماسٹر کروٹا مانگا سے پوری کرائی جائے۔ میں پھر آؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں ماسٹر کروٹا مانگا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سپر ماسٹر کے پاس اطلاع بھیج چکا تھا۔ میں نے ماسٹر سے کہا کہ وہ ڈیئر جمال کو آج ہی کسی طیارے سے پیرس پہنچائے اور انہیں جس قدر رقم کی ضرورت ہو، وہ فراہم کرے تاکہ پیرس میں انہیں کسی کا محتاج ہو کر نہ رہنا پڑے۔

اب میں سونیا سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اس خیال سے میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں وہ اور مرجانہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے بیٹھی ہوئی تھیں۔ جُدائی کے تصور سے ان کے دل ڈوب رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے بچھڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ اگر ان کی جگہ دوسری عورتیں ہوتیں تو ایک دوسرے سے لپٹ کر رونا شروع کردیتیں لیکن وہ دونوں ہی فولاد کی بنی ہوئی تھیں۔ رونا نہیں جانتی تھیں۔ اس لئے بہت ہی اداس ہو کر ایک دوسرے کا بھی منہ تک رہی تھیں، کبھی نظریں جھکا کر کچھ سوچ رہی تھیں۔

اسی وقت میں سونیا کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ سونیا نے ہاتھ چھڑا کر کہا۔ "میں ابھی اپنے کمرے سے آتی ہوں۔ مجھے باتھ روم میں جانا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے اُٹھ گئی، اور کمرے کی طرف جانے لگی۔ کمرے کے اندر پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کیا اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمرے کے وسط میں آئی۔ تب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ ایک دم سے چونک کر اپنے آس پاس کے ماحول کو دیکھنے لگی۔ اسے سمجھنے میں دیر نہیں لگی۔ پھر وہ ایک دم سے جیسے پاگل ہوگئی۔ وہ جنون میں مبتلا ہو کر کمرے کی گرسی اٹھا کر پھینکنا چاہتی تھی۔ تمام کمرے کے سامان کو الٹ پلٹ کردینا چاہتی تھی۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی اور اپنا غصہ دوسری چیزوں پر نکالنا چاہتی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کی طرف جا رہی تھی، تاکہ وہاں سے چیزوں کو اٹھا کر پھینکے۔ لیکن میں نے اسے روک دیا۔ آہستگی سے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ "سونیا! پاگل نہ بنو میں تمہیں بہت ضروری باتیں کرنے کے لئے یہاں لایا ہوں۔"

وہ غصے سے بولی۔ "یہ کونسا طریقہ ہے۔ تم مجھ سے کہہ سکتے تھے اس کمرے میں آنے کے لئے۔ میں خود چل کر آسکتی تھی تم میرے دماغ پر قابض ہونے والے کون ہوتے ہو؟"

"پہلے میں تمہارا سب کچھ تھا۔ اب پوچھتی ہو میں کون ہوتا ہوں۔ دراصل تم دماغی مرلفیہ ہو۔ تم خود نہیں سمجھتی ہو کہ تمہیں کب کسی سے محبت ہوتی ہے اور کب کسی سے نفرت ہوجاتی ہے؟ ابھی کل تک تم تصور میں مرجانہ کو مرد سمجھ کر اس سے دُور بھاگ رہی تھیں۔ اب اس کی امّی مصیبت میں گرفتار ہیں اور مرجانہ ان کی وجہ سے دشمنوں کے نرغے میں جا رہی ہے تو مرجانہ کی محبت جاگ اٹھی ہے۔ آخر تمہارے دماغ کی کوئی کل سیدھی بھی ہے کہ نہیں؟"

"میں سیدھی ہوں۔ تمہاری کھوپڑی الٹی ہے۔ آج میں تمہیں اپنا فیصلہ سنا دوں کہ میں مرجانہ سے شادی کروں گی۔"

"ایں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ "مرجانہ سے شادی کروگی؟ کیا پھر کھوپڑی خراب ہو رہی ہے؟"

"کیا تم اسے مذاق سمجھ رہے ہو؟"

"اگر مذاق نہیں ہے تو بولو۔ کسی نکاح پڑھانے والے کو بلا دوں؟"

"ابھی نہیں۔ جب وہ بالکل تبدیل ہوجائے گی..... میرون جائے گی، تو میں اس کی پناہ میں چلی جاؤں گی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ کتنی وفادار ہوگی؟ میرے سوا کسی کو نہیں چاہے گی۔ کسی عورت کو لفٹ نہیں دے گی۔ صرف مجھ پر جان دے گی اور میرے ساتھ ساری زندگی گزار دے گی یا یوں کہو کہ وہ میرے ساتھ ساری عمر گزار دے گا۔"

"گویا آج سے میں مرجانہ کو اپنا ہونے والا رقیب سمجھ لوں؟"

"تم کچھ بھی سمجھتے رہو، میری بلا سے۔"

"یہ کہہ دینے سے بات ختم نہیں ہوگی۔ جب میں اُسے رقیب سمجھوں گا، تب میں اس کے اس طرح کام نہیں آؤں گا۔ جس طرح آنا چاہیے۔"

"تم مجھے دھمکی نہ دو۔ میں جانتی ہوں کہ تمہارا دل ایسا نہیں ہے۔ تم ان کے کام ضرور آؤ گے۔"

"ہاں، اس طرح ضرور کام آؤں گا۔ انہیں مصیبت سے نکالنے کی ضرور کوشش کروں گا لیکن تمہیں مرجانہ سے دُور رکھوں گا۔ اس کے قریب پہنچنے نہیں دوں گا۔"

وہ گھونسہ دکھا کر بولی۔ "اے، بکواس مت کرو۔ اگر تم نے میرے دماغ میں پہنچ کر مجھے مرجانہ کے راستے سے بھٹکانے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"میں تمہارے دماغ میں پہنچ کر تمہیں نہیں بھٹکاؤں گا۔ لیکن تمہیں اس سے دُور رکھنے کا ایک طریقہ میرے پاس ہے۔"

"وہ کیا طریقہ ہے؟"

"میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہ سمجھ گیا ہوں کہ جلال بیگ ان دنوں کس علاقے میں ہے اور مرجانہ وغیرہ کو کہاں پہنچایا جائے گا۔ میں اُسی علاقے میں تمہیں پہنچا سکتا تھا۔ اسی لئے تمہیں یہاں تنہائی میں بُلا کر لایا ہوں۔ ارادہ تھا کہ تمہیں اس جگہ کا نام بتاؤں لیکن اب تم نے میرے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجا دی ہے۔ مجھے میرے رقیب کا چہرہ دکھا دیا ہے۔ اسی لئے....."

وہ میری سوچ کو کاٹتے ہوئے بولی۔ "دیکھو فرہاد! تمہیں رسونتی کی قسم ہے۔ مجھے بتاؤ کہ مرجانہ اور آنٹی سائرہ کو کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ میں پہلے ہی وہاں پہنچنا چاہتی ہوں۔"

"سوری۔ میں نہیں بتا سکتا۔"

"تم مجھے کیوں پریشان کرتے رہتے ہو۔ اب تو رسونتی مل گئی ہے۔ اب تو میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تم تو پیدا ہوتے ہی میرے نام لکھ دی گئی تھیں۔ موت تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ اگر ایک شرط میری مان لو تو میں تمہیں اس علاقے تک پہنچا دوں۔"

وہ فوراً ہی تیار ہوگئی۔ "ہاں! میں تمہاری ہر شرط ماننے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے بتاؤ، میں جلال بیگ کی بوٹی بوٹی کاٹ کر پھینک دوں گی؟"

"شرط یہ ہے کہ شادی میں نے رسونتی سے کی ہے لیکن تنہائی میں تمہارے ساتھ منانا چاہتا ہوں اور وہ بھی لندن میں، بولو چلو گی؟"

وہ بھنّا کر بولی۔ "بکواس مت کرو۔ کوئی دوسری شرط پیش کرو۔ میں تمہاری پرچھائیں کو بھی برداشت نہیں کر سکتی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ مرجانہ کے پیچھے جاؤ۔ وہ تو دشمنوں کے ساتھ چلی جائے گی۔ تم اِدھر سے اُدھر بھٹکتی رہو گی۔ تمہارا سپر ماسٹر اور اس کی تنظیم کے لوگ بھی تمہیں وہاں تک نہیں پہنچا سکیں گے۔ جہاں تک میری خیال خوانی پہنچا سکتی ہے۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ پھر مجبور ہو کر بولی۔ "دیکھو مجھے پریشان نہ کرو۔ بس اتنا بتا دو کہ کس علاقے میں وہ کمینہ شیطان رہتا ہے؟"

"چلو، ایسا کرتے ہیں کہ جہاں وہ کمینہ شیطان ہوگا وہیں جا کر ہنی مون منائیں گے۔"

وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔ "فرہاد کے بچے! میں تمہیں کچا چبا جاؤں گی۔"

"میری جان! میرا گوشت بڑا سخت ہے۔ پیتا ڈالنے سے بھی نہیں گلے گا۔ غصّے میں اپنا ہاضمہ خراب نہ کرو۔ کام کی بات کرو۔ بولو چل رہی ہو؟"

"ضرور تمہارے ساتھ چلوں گی اور دیکھوں گی کہ تم کس طرح ہنی مون مناتے ہو۔ میں تمہارا کباڑا کر کے رکھ دوں گی۔ ایسی بُری طرح پیش آؤں گی کہ میرے ساتھ کہیں آنا جانا بھول جاؤ گے۔ ٹھیک ہے، میں تیار ہوں۔ بولو، کہاں چلنا ہے؟"

"ہم شاید لندن جائیں گے۔"

وہ بولی۔ "یہ شاید کا کیا مطلب ہوا؟"

"مطلب یہ کہ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے جلال بیگ کے متعلق معلوم نہیں کیا ہے بلکہ سپر ماسٹر نے معلوم کیا ہے کہ وہ آج کل انگلینڈ یا اسکاٹ لینڈ کے کسی حصّے میں ہے۔ ابھی تھوڑی دیر بعد اس بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ کہاں ہے۔ پھر ہم وہیں جائیں گے۔"

وہ نفرت سے بولی۔ "او دھنہ! میں اور تمہارے ساتھ جاؤں دھوکے باز، مکّار! ابھی تم مجھ سے کہہ رہے تھے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کیا ہے۔ سپر ماسٹر سے تو میں بھی معلوم کر سکتی تھی۔ تمہارا کون سا احسان ہوا کہ تم اپنی شرط منواؤ گے۔ جاؤ، بھاگ جاؤ یہاں سے۔ میں اکیلی انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ کی طرف جاؤں گی۔"

"چلو اکیلی ہی جاؤ۔ مگر وہاں ہمارا سامنا ضرور ہوگا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہم اپنے اصلی چہروں کے ساتھ نہیں ہوں گے۔ کسی دوسرے روپ میں ملیں گے۔"

وہ میری باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔ وہاں سے ہٹتے ہوئے ماسٹر کروڈا مانگا کے کمرے میں پہنچا۔ وہ ٹیلی فون پر کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی ادب سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ٹیلی فون پر کسی سے کہا۔ "آپ سے بعد میں باتیں ہوں گی۔ سوری میں ابھی مصروف ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر کہا۔ "آیئے مادام تشریف لایئے۔ کوئی حکم ہو تو فرمایئے۔"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ سپر ماسٹر کی طرف سے جلال بیگ کا کیا سراغ لگایا گیا ہے؟"

"کچھ دیر پہلے میں نے فرہاد صاحب کو بتایا تھا کہ اب جبکہ جلال بیگ کے آدمی سے دوسری بار رابطہ قائم کیا گیا اور انہیں بتایا گیا ہے کہ لیڈی سائرہ بانو اپنی بیٹی کے ساتھ واپس جانے والی ہیں۔ اس سے باتوں کے دوران ہمارے جاسوسی آلات نے سُراغ لگایا ہے کہ جلال بیگ کا وہ آدمی انگلینڈ کے کسی حصّے سے بول رہا ہے۔ اندازاً وہ لندن میں کہیں ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "میں آج ہی کسی فلائیٹ سے لندن جاؤں گی۔"

"سونیا! یہ بات کسی کو نہ بتائی جائے کہ تم لندن جاؤ گی اور جلال بیگ وہاں پایا جا سکتا ہے۔ یہ بات مرجانہ کو بھی نہیں معلوم ہونی چاہیے۔"

"تمہارے مشوروں کا شکریہ۔ اتنی عقل مجھ میں بھی ہے۔"

میں نے کروڈا مانگا سے پوچھا۔ "کیا ڈیئر جمال کی روانگی کا انتظام ہو رہا ہے؟"

"جی ہاں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ آج رات کی کسی فلائیٹ سے انہیں یہاں سے روانہ کر دیں۔ اگر کوئی مجبوری ہوئی تو صبح تک بھیج دیا جائے گا۔ لیکن اب تو مادام کے لئے سب سے پہلے کوشش کرنی ہے۔ اگر یہاں سے کوئی فلائیٹ نہ ملی تو ان کے لئے چارٹرڈ طیارہ یہاں سے بھیجا جائے گا۔ کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ مادام اور ڈیئر جمال دونوں اس چارٹرڈ طیارے میں یہاں سے پیرس جائیں۔ وہاں یہ دونوں ایک دوسرے سے بچھڑ جائیں۔ مادام ہماری تنظیم کی کسی پناہ گاہ میں چلی جائیں گی۔ پھر میک اپ کرنے کے بعد روپوش ہو جائیں گی اور وہاں سے لندن پہنچ جائیں گی۔"

"یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ دشمن ہماری نگرانی کر رہے ہوں گے۔ سونیا اور ڈیئر جمال یہاں سے پیرس جائیں گے تو وہ ان کو اپنی نگاہوں میں رکھیں گے۔ ایسے وقت سونیا میک اپ کے ذریعے روپوش ہو کر لندن پہنچ سکتی ہے اور ان کی نگرانی سے محفوظ رہ سکتی ہے۔"

کروڈا مانگا نے پوچھا۔ "فرہاد صاحب! کیا آپ بھی لندن جائیں گے۔ آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ آپ ان دونوں کہاں ہیں؟"

"میں بتا رہا ہوں۔ یہ اطلاع سپر ماسٹر تک پہنچا دو تاکہ میرے لئے اس جگہ ہیلی کاپٹر کل صبح بھیجا جائے۔ آج رات میں اسی جگہ گزاروں گا جہاں میرا قیام ہے۔ سینٹرل افریقہ کے بنگلوت میں ایک ایسا پہاڑی علاقہ ہے۔ جہاں سے جھرنا بہتا ہے۔ وہ آبشار بلندی سے گرتا ہوا ایک دریا کی صُورت میں بہتا ہوا جب آگے بڑھتا ہے تو ایک یا دو میل کے فاصلے پر بہت سے گھر نظر آتے ہیں۔ وہ سیکڑوں، ہزاروں کی تعداد میں دکھائی دیں گے وہیں ایک جھونپڑی ہے۔ جھونپڑی کے پیچھے ایک پانچ سو فٹ گہری کھائی ہے۔ اس کھائی کی پستی میں جو وسیع میدانی علاقہ ہے وہاں حبشیوں کی ایک بستی ہے۔ اس بستی میں رُکتا ہوں لیکن ہیلی کاپٹر اس بستی سے بہت دُور اترنا چاہیے۔ میں خود ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچوں گا۔ ہیلی کاپٹر سے کوئی بھی شخص اس بستی کے اندر داخل نہ ہو۔ میرا پیغام سپر ماسٹر تک پہنچا دیجیے۔"

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد سائرہ بانو کی روانگی شروع ہوئی انہیں شکنجوں والی کرسی سے آزاد کر دیا گیا۔ پھر انہیں سنبھال کر اٹھایا گیا اور ویگن کار کے پچھلے حصّے میں لا کر حفاظت سے بٹھا دیا گیا۔ اسی حفاظت سے انہیں اس پرائیویٹ ہیلی پیڈ کی طرف لے جایا گیا۔ جہاں وہ ہیلی کاپٹر اب تک کھڑا ہوا تھا جس میں وہ ڈیئر جمال کے ساتھ بیٹھ کر دشمنوں کے پاس سے یہاں آئی تھیں اور آج اسی ہیلی کاپٹر میں واپس دشمنوں کے پاس جا رہی تھیں۔ فرق صرف اتنا تھا کہ آتے وقت ڈیئر جمال ان کے ساتھ تھا۔ جاتے وقت مرجانہ ان کی ہم سفر بن رہی تھی۔

ڈیئر جمال بہت چُپ چُپ تھا۔ یہی حال سائرہ بانو کا بھی تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بچھڑنا نہیں چاہتے تھے مگر مجبور تھے۔ دوسری طرف سونیا اور مرجانہ بھی ان کی طرح خاموش تھیں۔ وہ ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں مگر ساتھ چھوٹ رہا تھا۔ سونیا مرجانہ کو اور ڈیئر جمال سائرہ بانو کو اپنی جگہ سمجھا رہے تھے کہ وہ فکر نہ کریں۔ وہ دونوں ان کے پیچھے ضرور پہنچیں گے۔"

بہرحال وہ ماں بیٹی ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہیلی کاپٹر زمین سے بلند ہو کر پرواز کرتا ہوا ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ماں بیٹی ان کی نظروں سے گم ہو گئیں۔ اب کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کہاں جائیں گی۔ کس حال میں رہیں گی؟ ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے گا۔ کوئی انہیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ صرف میں ان کی خبر لے سکتا تھا۔ اس وقت تک جب تک کہ مجھے ان کے ذریعے ان تمام مقامات کا علم ہوتا رہتا کہ

وہ اس وقت کہاں ہیں اور کہاں سے گزر رہی ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ آگے چل کر ان کی آنکھوں پر پٹی باندھی جائے گی یا انہیں کسی دوا وغیرہ کے ذریعے گہری نیند سلا دیا جائے گا تاکہ میں ان کے ذریعے ان کے کسی مخصوص اڈے تک نہ پہنچ سکوں۔

ان کا سفر جاری تھا۔ میں کبھی کبھی دونوں ماں بیٹی کے دماغ میں پہنچ کر انہیں یقین دلاتا رہتا تھا کہ میں ان کے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔ رات کے آٹھ بجے کھانے کا وقت ہوا تو میں، رسونتی اور غلام ایک بڑے سے دسترخوان کے اطراف بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ میں نے انہیں بتایا کہ کل صبح میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ یہ سنتے ہی رسونتی ایک دم سے چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ میں نے کہا "ارے۔ یہ کیا بات ہے مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ کھانے سے پہلے میں نے یہ خبر سنا دی چلو کھانا کھالو، اس کے بعد باقی باتیں ہوں گی۔"

"نہیں، میرا جی نہیں چاہتا۔ مجھ سے کھایا نہیں جائے گا۔"

میں نے پہلے تو اسے بہت سمجھایا۔ جب وہ کھانے پر راضی نہ ہوئی تو مجبوراً ٹیلی پیتھی کی بلیٹ میں کھانا رکھ کر اسے خیال خوانی کے ذریعے نگلنا پڑا۔

جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ تب وہ ذرا ناراض ہو کر بولی "تم بڑے مزاب ہو۔ زبردستی مجھے پیٹ بھر کر کھانے پر مجبور کر دیا۔ حالانکہ ایسے وقت کوئی عورت کھانا پینا اور سونا پسند نہیں کرتی۔"

میں نے اپنا کھانا شروع کرتے ہوئے کہا "رسونتی! یہ تو تمہارا ہی فیصلہ ہے کہ ہم بچھڑ جائیں گے ورنہ میں تمہیں بھی اپنے ساتھ لے چلتا۔"

"یہی تو مجبوری ہے کہ میں ساتھ نہیں جا سکتی۔ دیکھ لو کہ دشمنوں نے سائرہ بانو کے سینے سے بم باندھ کر کیسی اذیت ناک سزا دی ہے۔ انہیں ذہنی مریض بنا کر رکھ دیا ہوگا۔ وہ ہر لمحہ موت کا انتظار کر رہی ہوگی۔ بھگوان نہ کرے اگر دشمنوں نے میرے بچے کے ساتھ ایسا کیا تو میرا تو دم ہی نکل جائے گا۔ میں کبھی برداشت نہیں کر سکوں گی۔ فرہاد تم میرے بچے کے لئے ایک شفیق باپ یقیناً بن سکتے ہو میں بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ہم ماں بیٹے تم سے آخری سانس تک محبت کرتے رہیں گے۔ لیکن تمہارے سائے سے بھاگتے رہیں گے۔"

رسونتی نے کیسی بات کہہ دی تھی۔ واقعی میں ایک ایسا انسان ہوں جس سے اپنے اور پرائے محبت بھی کرتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں۔ میری پناہ میں آتے بھی ہیں اور میرے سائے سے دور بھی بھاگتے ہیں۔ رسونتی جیسے ماں بننے کے جذبات کو اپنے اندر شدت سے محسوس کرنے لگی تھی اس وقت سے وہ ایسی ہی باتیں سوچ رہی تھی اور بڑی ہی سچی اور کھری باتیں سوچ رہی تھی۔ میری قسمت اس کے لئے اور ہونے والے بچے کے لئے بڑی مہنگی پڑتی۔

کھانے کے بعد غلام ہمیں ہماری جھونپڑی تک چھوڑنے کے لئے آیا۔ میں نے اس سے کہا "میرے لئے جو ہیلی کاپٹر کل صبح آنے والا ہے وہ بستی سے بہت دور اترے گا۔ میں نے ان لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی بستی کی طرف نہ آئے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ آنے والے رسونتی کو یہاں دیکھیں۔ میں ہر جگہ، ہر شخص سے، اپنے اور پرائے لوگوں سے یہی کہوں گا کہ رسونتی جنگل میں مجھ سے بچھڑ گئی تھی اور اب تک وہ مجھے نہیں مل سکی ہے۔"

"آقا! مجھے آپ کی خدمت کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ آپ کل ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مالکہ رسونتی کو یہاں کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوگی۔ یہ بہت اچھی طرح زندگی گزاریں گی اور آپ کا بچہ بہت عمدہ طریقے سے پرورش پائے گا۔ آپ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر کے حیران رہ جائیں گے کہ ہم نے آپ کے بچے کے لئے بہت کچھ سوچ رکھا ہے۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں رسونتی کے ساتھ جھونپڑی کے اندر آگیا۔ پھر میں نے اس سے کہا "دیکھو جان! میں اس وقت کبھی ادھر اور کبھی ادھر بھاگتا پھر رہا ہوں۔ تم تو جانتی ہو کہ سائرہ بانو اس وقت دشمنوں کے چنگل میں ہیں۔ پتہ نہیں وہ انہیں کہاں لے جائیں گے۔ اس لئے کبھی کبھی میں تمہارے پاس سے دماغی طور پر غیر حاضر ہوں گا۔ تم برا نہ ماننا، میں وہاں سے ان کی خبر لے کر پھر تمہارے پاس آجایا کروں گا۔"

میں بستر پر بیٹھ کر تھوڑی دیر تک رسونتی کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ پھر سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ہیلی کاپٹر میں نہیں تھیں۔ اب ان کے سفر کا طریقہ بدل گیا تھا۔ انہیں کہیں اتارنے کے بعد ایک طیارے میں سوار کرایا گیا تھا۔ مرجانہ کی سوچ نے بتایا کہ وہ جہاں ہے وہ ایک ویران سا علاقہ ہے۔ ایک پکی چوڑی سی سڑک ہے۔ جس پر وہ طیارہ کھڑا ہوا ہے۔ اسی سے رن وے کا کام لیا جا رہا ہے۔ یقیناً وہ چارٹرڈ طیارہ ہوگا۔ ان ماں بیٹی کو اس پر سوار کرا دیا گیا تھا۔ سائرہ بانو کو دو مسلح افراد نے بڑی حفاظت سے ایک سیٹ پر بٹھا دیا۔ ایسی سیٹ پر جس کی پشت نہیں تھی ان کے آگے پیچھے دو اور مسلح افراد بیٹھ گئے تھے تاکہ انہیں پرواز کے دوران سفر کے اختتام تک آگے پیچھے سے، دائیں بائیں سے

سنبھالے رکھیں۔ مرجانہ سے ایک شخص نے کہا "مس مرجانہ! میں آپ سے باتیں کرتے ہوئے اپنے آپ کو گویا کہ فرہاد علی تیمور کے حوالے کر رہا ہوں۔"

پھر اس نے طیارے کی چھت کی طرف دیکھتے ہوئے شاید تصور میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "فرہاد صاحب! بے شک آپ میرے دماغ میں موجود رہیں لیکن آپ اپنے مطلب کی معلومات حاصل نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ میں خود ایک انسان آدمی ہوں، ایک کرائے کا ٹٹو ہوں۔ مجھے جو تحریری ہدایات ملیں گی۔ اسی کے مطابق میں ان ماں بیٹی سے گفتگو کروں گا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ طیارہ کہاں جائے گا اور اسے کہاں پہنچایا جائے گا۔"

پھر اس نے مرجانہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "آپ ایک نادان اور ناتجربہ کار لڑکی ہیں۔ سنا ہے کہ بہت اچھا لڑتی ہیں۔ آپ کا یہ شوق آپ کو یہاں کسی حماقت کے لئے مجبور کر سکتا ہے۔ آپ کی کسی حرکت سے آپ کی والدہ کی جان بھی جا سکتی ہے اور ہمیں بھی نقصان پہنچ سکتا ہے لہٰذا مجھے حکم دیا گیا تھا کہ طیارے میں سوار ہونے کے بعد آپ کے دونوں ہاتھوں کو پشت پر باندھ دیا جائے۔ اور سیفٹی بیلٹ کے ذریعے آپ سیٹ سے بندھی رہیں۔"

مرجانہ نے پوچھا "کیا تم لوگ مجھے ابھی سے باندھ کر بے دست و پا بنا دینا چاہتے ہو؟"

اس شخص نے ہنستے ہوئے کہا "آپ تو یوں بھی بے دست و پا ہیں۔ دیکھ لیجئے، آپ کی والدہ کس حال میں ہیں؟ آپ کی پوری ٹیم فرہاد کے ساتھ بالکل ناکارہ ہو گئی ہے۔ بحث کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آپ اپنے دونوں ہاتھ پشت کی طرف لے جائیں۔"

میں نے مرجانہ سے کہا "ٹھیک ہے خواہ مخواہ بحث ٹھیک نہیں۔ تم اپنے ہاتھ بندھوا لو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ گھبراؤ نہیں۔ اگر کوئی ایسا موقع آیا تو میں اسی شخص کے دماغ پر قابض ہو کر اس کے اندر سما جاؤں گا اور تمہارے پاس ہی جسمانی اور دماغی طور پر موجود رہوں گا۔"

وہ راضی ہو گئی۔ پشت پر لے جا کر اپنے ہاتھ بندھوا لئے سائرہ بانو سے بے بسی سے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے کہا "امی! آپ پریشان نہ ہوں۔ مرجانہ کو باندھ دینے سے کیا ہوتا ہے۔ میں تو آزاد ہوں اور آپ ہی کے پاس ہوں۔"

میں انہیں تسلیاں دینے لگا۔ جب جہاز پرواز کرنے لگا تو میں ان دونوں سے تھوڑی دیر کے لئے رخصت ہو کر ماسٹر کرٹا مانگا کے پاس پہنچا۔ اب وہ اپنی خواب گاہ میں آرام سے بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا۔ اس نے اپنی تمام ذمہ داریاں پوری کر دی تھیں۔ سونیا اور ڈیزی جمال کو بھی ایک طیارے میں پیرس کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ اس لئے اطمینان سے بیٹھ کر پی رہا تھا۔ میں نے کہا "ہیلو ماسٹر! کیا مورہا ہے؟"

وہ اپنے دماغ میں میرے لب و لہجے کو محسوس کرتے ہوئے ایک دم سے چونک گیا۔ اس کے گلاس سے شراب چھلک گئی۔ اس نے جلدی سے گلاس کو میز پر رکھتے ہوئے اٹھ کر کہا "یس سر! میں حاضر ہوں۔ فرمایئے پھر کوئی کام پڑ گیا۔"

"نہیں! ایسا کوئی ضروری کام نہیں ہے کہ تمہیں فوراً یہاں سے اٹھا پڑے ویسے میں ایک ذمہ داری سونپ رہا ہوں۔ تم اسے صبح سے پہلے کر سکتے ہو۔"

"آپ حکم دیجئے۔ میں اسی وقت وہ کام کروں گا۔"

"ماسٹر تم ابھی تو شراب پی رہے ہو کوئی ماسٹر ایسا ہوگا جو کلب میں جوا کھیل رہا ہوگا۔ کوئی ایسا ماسٹر ہوگا جو کسی عورت کے ساتھ منہ کالا کر رہا ہوگا۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ کوئی نہ کوئی برائی لگی ہے۔"

اب تم یہ سوچو کہ کیا جلال بیگ کسی برائی کا شکار نہیں ہوگا؟ اسے بھی کوئی نہ کوئی لت ضرور ہوگی۔ اگر ایسی بات ہو تو تم لندن کے علاقے میں ایسے لوگوں کو خاص طور پر مارک کریں جو کسی نہ کسی عادت کا شکار ہوں اور بڑے بڑے کلبوں میں جا کر یا تو شراب زیادہ پیتے ہوں یا عورتوں سے دلچسپی لیتے ہوں یا جوا کھیلتے ہوں۔ اگر جلال بیگ ان تین برائیوں میں سے کسی ایک کا بھی شکار ہوگا تو یقیناً لندن کے کسی نہ کسی کلب میں، قمار خانے میں یا بار میں ضرور ملے گا۔"

"آپ درست کہتے ہیں۔ جلال بیگ بھی ضرور کسی عادت کا شکار ہوگا۔"

میں نے کہا "یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ برائی کا شکار ہو شوق کا مارا بھی ہو سکتا ہے مثلاً اسے گولف کھیلنے کا شوق ہوگا یا گھوڑ سواری کی عادت ہوگی یا پھر وہ تیراکی پسند کرتا ہوگا۔ ایسی جگہوں میں بھی مثلاً گولف کلب، سوئمنگ پول وغیرہ کا بھی ہمیں احاطہ کرنا ہوگا۔ لندن میں تنظیم کا جو ماسٹر ہے اور جتنے افراد ہیں ان سے کہا جائے کہ کل صبح شراب خانوں، قمار خانوں، کلبوں، گولف کلب، ریس کورس اور سوئمنگ پول وغیرہ جیسی جگہوں میں پھیل جائیں۔ وہاں زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں۔ میں ان کے ذریعے ہر اس آدمی تک پہنچوں گا جن سے وہ ملیں گے۔ اور باتیں کریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جلال بیگ سے ٹکرا ہی جائیں۔"

ماسٹر نے کہا "لندن جیسے بڑے شہر میں تنظیم کے افراد کم از کم تین سو کی تعداد میں ہوں گے۔ کیا آپ ان تمام لوگوں سے ملیں گے

ان تمام لوگوں کے دماغوں میں بھانک کران سے ملاقات کرنے والوں کے دماغوں میں بھالیں گے۔ آپ تین سو افراد کے لب ولہجے کو کیسے یاد رکھیں گے ؟"

"ماسٹر! اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ تنظیم کا ماسٹر اپنے لندن کے تمام ماتحتوں کو باری باری بلاکران کی آواز کیسٹ میں ریکارڈ کرے گا۔ بہت زیادہ باتیں ریکارڈ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تنظیم کا ہر فرد اپنا نام بتائے گا۔ اور وہ جگہ بتائے گا جہاں وہ ڈیوٹی پر ہوگا۔ اس کے بعد ہر دوسرے فرد کی آواز اسی طرح نام اور پتے کے ساتھ ریکارڈ کی جائے گی۔ لندن میں تنظیم کے افراد تین سو ہوں یا تین ہزار ان سب کی آوازوں کے کیسٹ تیار کئے جائیں۔ مجھے جب بھی کسی سے رابطہ قائم کرنا ہوگا۔ میں کیسٹ میں ان کا نام سنوں گا۔ ان کی آواز سنوں گا۔ پھر ان کے پاس پہنچ کران کی مصروفیات کا جائزہ لوں گا اوران کے ذریعے ان کے ملنے والوں تک پہنچوں گا۔ لندن کے ماسٹر سے کہہ دیجئے کہ وہ میرے وہاں پہنچنے تک ان کیسٹوں کا کام مکمل کرکے رکھے۔ مجھے ان کی بہت سخت ضرورت پڑے گی۔"

میری خیال خوانی کی پرواز جاری رہی۔ میں ماسٹر کے پاس سے پرواز کرتا ہوا دونوں ماں بیٹی کے پاس پہنچا۔ وہاں ان کے پاس تھوڑا سا وقت گزارا۔ اس کے بعد پھر رسوتی کے پاس حاضر ہوگیا۔ اس کے ساتھ میں رات کے تین بجے تک "مانی طور پر حاضر رہا۔ کیونکہ تین بجے تک ماں بیٹی کا سفر جاری تھا بہرحال تین بجے کے بعد جو شخص طیارے میں مجھے اپنی آواز سنا چکا تھا وہ مرجانہ کے پاس پہنچ کر بولا۔ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جب سفر ختم ہونے والا ہو تو تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ دیجائے لہٰذا میں حکم کی تعمیل کررہا ہوں تم چپ چاپ اپنی آنکھوں پر پٹی بندھوالو۔"

مرجانہ نے اپنی ماں کی طرف دیکھا تو اُدھر سائرہ بانو کی آنکھوں پر بھی پٹی باندھی جارہی تھی۔ میں نے رسوتی کے پاس پہنچ کر کہا۔ "میری جان! اب تم سوجاؤ۔ وہاں سائرہ بانو کا سفر ختم ہونے والا ہے مجھے اب ان کے ساتھ رہنا پڑے گا۔ ذرا دیر کی غفلت بھی بڑی مہنگی پڑے گی۔"

وہ میرے چہرے پر اپنی ہتھیلی پھیرتے ہوئے کبھی انگلیوں سے میرے چہرے کو ہلاتے ہوئے بولی: "کیسے سوجاؤں؟ کیا مجھے نیند آئے گی؟ کل تم بچھڑنے والے ہو۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے یہ میری زندگی کی آخری رات ہے۔ میں کسی طرح سو نہیں سکوں گی تم خیال خوانی کرو۔ میں تمہارے پاس موجود رہوں گی۔ شاید تمہیں ذرا دیر کی فرصت ہو تو پھر تم میرے پاس دماغی طور پر حاضر ہو جاؤ، مجھے تو تمہاری ذرا ذرا سی توجہ بھی بہت اہم لگ رہی ہے چند سیکنڈ کے لئے بھی آجاؤ گے تو میرے لئے بہت ہوگا۔"

میں اسے پیار سے سمیٹ کر پرواز کرتا ہوا سائرہ بانو کے پاس پہنچا۔ ان کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی چونکہ وہ دیکھ نہیں سکتی تھیں۔ اس لئے میں بھی یہ نہ دیکھ سکا کہ طیارے میں کون کون لوگ ہیں اور کیا ہو رہا ہے۔ ویسے اتنی دیر میں طیارہ کھبن اتر چکا تھا۔ میں مرجانہ کے دماغ میں بھی پہنچا تو مجھے بڑی تاریکی دکھائی دیتی اور جہاز کا منظر بھی نگاہوں کے سامنے نہ آتا۔ لہٰذا میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جس کی آواز مجھے مل چکی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ سائرہ بانو کو سنبھال کر اس جہاز سے اتارا جارہا ہے۔ ان کے بعد مرجانہ کو دو آدمیوں نے دونوں طرف سے تھام لیا ہے۔ پھر اسے اپنے ساتھ لے کر جہاز سے اترنے لگے۔ جہاز کے باہر کا منظر کیا تھا۔ یہ میں نہ دیکھ سکا۔ کیونکہ میں جس شخص کے دماغ میں تھا۔ وہ طیارے کے اندر ہی ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔

میں انتظار کرنے لگا کہ شاید دونوں ماں بیٹی کے بعد وہ شخص بھی طیارے سے باہر آئے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایک مسلح شخص نے اپنے ریوالور کی نال اس کے سینے پر رکھ دی۔ وہ بوکھلا کر بولا "یہ کیا حرکت ہے؟"

اس کے جواب میں دو مسلح افراد نے دونوں طرف سے آکر اس کے بازوؤں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ وہ احتجاج کررہا تھا۔ پھر اس نے دیکھا ایک اور شخص اپنے ہاتھوں میں بڑی سی سرنج پکڑے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس نے پوچھا "یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیا کررہے ہو؟ یہ سرنج کیسی ہے؟"

کسی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ سب کو گونگے، بہرے بنے رہنے کا حکم تھا۔ پھر وہ شخص جدوجہد کرنے لگا اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن وہ چار مسلح افراد تھے۔ پانچواں شخص اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے اس شخص کی کراہ سنی۔ سرنج کی سوئی اس کے بازو میں کھب گئی تھی۔ اس کے بعد اس شخص کا دماغ تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

ادھر بھی تاریکی تھی۔ اُدھر بھی تاریکی تھی۔ دونوں ماں بیٹی کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ وہ دیکھ نہیں سکتی تھیں۔ کچھ لوگوں کے نرغے میں ان کے سہارے چل رہی تھیں۔ پھر ایک جگہ انہیں روک دیا گیا۔ مرجانہ نے پوچھا "امی! آپ میرے پاس موجود ہیں؟"

"ہاں بیٹی! میں تمہاری آواز سن رہی ہوں۔"

پھر مرجانہ نے محسوس کیا کہ اسے کسی گاڑی میں سوار کرایا جارہا ہے۔ دوسری طرف میں نے سائرہ بانو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو انہیں بھی سنبھال کر گاڑی میں سوار کرایا جارہا تھا۔ ایک ہی وقت میں دونوں ماں بیٹی ایک ہی گاڑی میں سوار نہیں ہوسکتی تھیں۔ مجھے کچھ شبہ ہوا تو میں نے مرجانہ سے کہا "اپنی امی سے پوچھو، کیا وہ تمہارے ساتھ گاڑی میں سوار ہوچکی ہیں؟"

مرجانہ نے یہی سوال اپنی ماں سے کیا لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے سائرہ بانو سے کہا "آپ مرجانہ کو آواز دیں۔"

انہوں نے آواز دی "بیٹی! تم کہاں ہو؟ میرے پاس موجود ہو؟"

جواب میں مرجانہ کی آواز سنائی نہیں دی۔ یہ ثابت ہوگیا کہ دونوں ماں بیٹی کو الگ الگ گاڑی میں سوار کرایا گیا ہے۔ تب سائرہ بانو چیخنے لگیں "میری بیٹی کہاں ہے؟ میری بیٹی کو میرے پاس لاؤ۔"

دوسری طرف مرجانہ جدوجہد کررہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ آنکھوں پر پٹی تھی۔ پھر یہ کہ چار مسلح افراد اسے پکڑے ہوئے تھے اور زیادہ جدوجہد کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ میں نے کہا "مرجانہ! ذرا خاموشی سے بیٹھی رہو۔ اس طرح کوشش کروگی تو بات نہیں بنے گی۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "تمہارے کہنے سے میں نے اپنے ہاتھ بندھوالئے۔ تمہارے کہنے سے میں نے آنکھوں پر پٹی بندھوالی۔ اب تم کہہ رہے ہو کہ خاموش بیٹھی رہوں۔ پتہ نہیں، وہ لوگ میری امی کو کہاں لے گئے ہیں؟"

"تم یہ کیوں بھولتی ہو کہ میں تمہاری امی کے ساتھ رہوں گا۔ تم خاموش بیٹھی رہو۔ میں جارہا ہوں۔ اگر تم جدوجہد کروگی تو یہ لوگ تمہیں مار نہ ڈالیں ـــــ اسی لئے میں تمہیں ذرا صبر و تحمل سے کام لینے کا مشورہ دے رہا ہوں۔"

وہ بولی "اچھی بات ہے۔ میں خاموش رہوں گی۔ تم امی کے پاس جاؤ۔"

میں نے دونوں ماں بیٹی کو باری باری سمجھایا کہ وہ بالکل خاموش رہ کر آس پاس کی آوازوں کو سننے کی کوشش کریں۔ خواہ گاڑی کے چلنے کی آواز ہو یا کسی ریڈیو سے موسیقی یا کوئی تقریر نشر ہورہی ہو یا گاڑی کے پاس سے گزرنے والا کوئی راہگیر ہی کسی سے کچھ بولتا ہو۔ جیسی بھی آواز ہوگی اس کے ذریعے میں ان آواز والوں تک پہنچ جاؤں گا۔ پھر معلوم کروں گا کہ وہ کہاں پہنچائی گئی ہیں۔

میرے اندر بے چینی سی تھی کہ کسی طرح دونوں ماں بیٹی کا یہ سفر ختم ہو۔ وہ کسی منزل پر پہنچیں تو معلوم ہو کہ دشمن اب کیا کرنے والے ہیں۔ مگر وہ سفر تھا کہ ختم نہیں ہورہا تھا۔ راستے میں دونوں ماں بیٹی کو کسی قسم کی آواز سنائی نہیں دی۔ شاید وہاں بھی رات گہری ہوگی۔ ایک عالم سو رہا ہوگا۔ کوئی اِدھر اُدھر سے راستے سے گزرنے والا اور بولنے والا نہیں ہوگا۔

اچانک میں نے محسوس کیا کہ میرے پاؤں کے تلوے بھیگ رہے ہیں میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو رسوتی میرے قدموں کے پاس لیٹی ہوئی تھی۔ اس کا سر میرے پیروں پر تھا اور میرے پاؤں اس کے آنسوؤں سے بھیگ رہے تھے۔ میں نے فوراً ہی اٹھ کر پوچھا "میری جان! یہ کیا، تم رو رہی ہو؟"

وہ اپنے گلابی ہونٹوں کو میرے پاؤں پر رکھ کر رونے لگی اپنے آنسوؤں کو میرے پاؤں پر بہانے لگی، پھر کہنے لگی "میں تم سے کیسے الگ رہوں گی۔ اپنی عزت، اپنی عزت، اپنے غیرت پن کا غرور سب کچھ تمہارے حوالے کرکے میں بالکل خالی ہوگئی ہوں۔ تم نے میری گود میں ایک بچہ ڈال دیا ہے۔ اب اس بچے سے میں یقیناً بہلتی رہوں گی۔ مگر وہ تمہارا بدل تو نہیں ہوسکتا۔ میں تمہارے بغیر کیسے رہوں گی؟"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے اسے قدموں پر سے اٹھا کر اپنے سینے پر سجالیا۔ اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ بڑے پیار سے اسے تسلیاں دینے لگا۔ میری مجبوری یہ تھی کہ میں پوری توجہ سے اس کے پاس حاضر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس کے آنسو مجھے پگھلا رہے تھے میں جانتا تھا کہ کل وہ مجھ سے بچھڑنے والی ہے ایک نامعلوم مدت کے لئے وہ مجھ سے اتنی دور ہو جائے گی کہ شاید تقدیر ہی ہمیں پھر سے ملا سکے۔ ایسی جدائی کی گھڑی آنے والی تھی اور میں اس کے پاس ہو کر بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ اسے تسلیاں دینے کے دوران کبھی کبھی پلک جھپکتے ہی سائرہ بانو کے پاس پہنچ جاتا تھا۔

آخر ایک جگہ ان کا سفر ختم ہوگیا۔ جب میں رسوتی سے رخصت ہوکر سائرہ بانو کے پاس پہنچا تو وہ ایک آرام دہ کشن پر بیٹھی ہوئی تھیں پاؤں کے نیچے ملائم قالین محسوس ہورہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ کسی کمرے میں پہنچادی گئی تھیں۔ دوسری طرف میں نے مرجانہ کو دیکھا تو وہ بھی ایسے ہی ایک کمرے میں پہنچ گئی تھی۔ اسے صوفے پر بٹھادیا گیا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ "ابھی تمہاری امی کے پاس سے آرہا ہوں۔ وہ بالکل خیریت سے ہیں۔ تم بھی اطمینان رکھو۔ انشاء اللہ تھوڑی دیر بعد ہمیں پتہ چل جائے گا کہ تم ماں بیٹی اس وقت کہاں ہو؟"

مرجانہ کے ہاتھ اسی طرح پشت کی طرف بندھے ہوئے تھے اس نے اپنے سر کو ادھر ادھر گھما کر پوچھا "میری آنکھوں پر

کب تک پٹی بندھی رہے گی؟"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے کہا: "اگر جواب نہیں دیتے تو مجھے کسی طرح سمجھاؤ کہ کب تک میں اندھی بنی رہوں گی؟"

اسے پھر کوئی جواب نہیں ملا۔ تب اس نے کہا: "فرہاد! کیا تم موجود ہو؟"

"ہاں! میں موجود ہوں چونکہ تمہاری آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے، اس لئے میری خیال خوانی کی آنکھوں پر بھی پٹی بندھی ہے۔ میں سمجھ نہیں سکتا کہ تمہارے آس پاس جو لوگ موجود ہیں، وہ گونگے بنے ہوئے ہیں یا اسے سے وہاں کوئی ہے ہی نہیں۔ تمہیں چھوڑ کر وہ کمرے سے باہر جا سکتے ہیں؟"

"اچھا ٹھہرو، میں آزماتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھوں کو سیدھا کیا۔ خود کُبڑی ہو کر جھک گئی۔ پھر ہاتھوں کو اپنے بدن کے پچھلے حصے سے گزارتے ہوئے اپنے پیروں کے پاس لائی۔ اگر کوئی اس کے آس پاس ہوتا تو اسے ایسا کرنے سے روک دیتا۔ وہ بغیر کسی روک ٹوک کے دونوں ہاتھوں کو پاؤں کے نیچے سے گزار کر اپنے سامنے لے آئی۔ پھر ان ہاتھوں کو سر کے اوپر سے گردن کے پاس لے جا کر وہ پٹی کھول دی۔ اب اس کی آنکھیں کے سامنے کمرہ روشن تھا۔ تاریکی چھٹ گئی تھی۔ کمرہ خالی تھا مگر خطرے سے خالی نہیں تھا۔ فرش پر پانچ چھ سانپ رینگ رہے تھے۔ وہ اچھل کر صوفے پر چڑھ گئی۔ غصے سے چیخ کر بولی: "یزدلو! سانپوں سے کیا ڈراتے ہو۔ مرد ہو تو سامنے آ کر مقابلہ کرو۔ میں ایک ایک کا سر توڑ کر رکھ دوں گی۔"

میں نے کہا: "مرجانہ! تم میں اور سونیا میں یہی فرق ہے سونیا ایسے وقت نہ تو غصے میں آتی نہ دشمنوں کو چیلنج کرتی۔ پہلے وہ اپنی فکر کرتی۔ لہٰذا تم بھی یہی سیکھو۔ اپنی فکر کرو اور اپنے ہاتھوں کو آزاد کرنے کی کوشش کرو۔"

وہ ہاتھوں کی رسّی کاٹنے کے لئے پورے کمرے کا سرسری طور پر جائزہ لینے لگی۔ اس کی آنکھیں چاروں طرف دیکھ رہی تھیں اور میں اس کے دماغ سے سمجھ رہا تھا۔ وہاں صوفوں کے درمیان ایک بڑی سی میز پر شراب کی بوتل اور دو گلاس رکھے ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے مرجانہ کو وہاں پہنچانے سے پہلے وہ آدمی وہاں بیٹھ کر شراب سے شغل کہتے رہے ہوں۔ مرجانہ یک بیک صوفے پر سے چھلانگ لگا کر سینٹر ٹیبل پر اس طرح پہنچی کہ دونوں پاؤں میز پر آ کر جمے گئے۔ اگر وہ ڈگمگاتی یا لڑھکتی تو نیچے فرش پر سانپوں کے درمیان پہنچ جاتی۔

وہاں پہنچ کر اس نے کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازے کے نچلے حصے میں دو سوراخ تھے۔ ان سوراخوں سے کچھ اور سانپ رینگتے ہوئے کمرے کے اندر پہنچ رہے تھے۔

مرجانہ نے شراب کے ایک خالی گلاس کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اسے میز پر زور سے مارا۔ گلاس ٹوٹ گیا۔ اس کا باقی آدھا بچا ہوا حصہ مرجانہ کے ہاتھوں میں رہ گیا۔ مرجانہ نے اس حصے کو دونوں پاؤں سے دبایا۔ پھر اپنی کلائی پر بندھی ہوئی رسّی کو اس کے ٹوٹے ہوئے حصے سے کاٹنے لگی۔

اس کے اس عمل کے دوران میں سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا اب ان کی آنکھوں سے بھی پٹی کھول دی گئی تھی۔ وہ ایک کشن پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ دو مسلح جوان ان کی آنکھوں سے پٹی کھولنے کے بعد اس کمرے سے جا رہے تھے۔ میں نے کہا: "امّی! آپ اطمینان سے بیٹھی رہیں۔ میں مرجانہ کے پاس جا رہا ہوں۔"

اگر سائرہ بانو کو ذرا بھی اس بات کی بھنک مل جاتی کہ مرجانہ جس کمرے میں قید ہے وہاں سانپوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے تو وہ سینے پر بندھی ہوئی موت کو فراموش کر کے بیٹی کے لئے چھاتی پیٹنا شروع کر دیتیں۔

مرجانہ رسیوں سے آزاد ہو چکی تھی جو سانپ رینگتے فرش پر رینگ رہے تھے۔ اب وہ سینٹر ٹیبل کے پاس آ کر اس کے پائے سے لپٹ رہے تھے۔ وہ مرجانہ کے پاس پہنچنا چاہتے تھے۔ ایک سانپ پھن اٹھائے اسے دیکھ رہا تھا۔ مرجانہ میز پر کھڑی ہو گئی۔ پھر چاروں طرف دیکھتے ہوئے تیزی سے سوچنے لگی۔ کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ اس کی آنکھیں کمرے کی ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہی تھیں اور دماغ مجھے سمجھا رہا تھا کہ وہاں کیا موجود ہے اور اس کمرے کے کس سامان سے مرجانہ کو فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اس کی نظریں ایک دیوار پر ٹھہر گئیں۔ وہاں ایک روم ہیٹر لگا ہوا تھا اور اس کا سوئچ بورڈ بھی قریب ہی دیوار پر تھا۔ میری سمجھ میں فوراً آ گیا کہ مرجانہ کو اب کیا کرنا چاہیے؟ میں نے اسے سانپوں کو بھگانے کی تدبیر بتائی۔ وہ فرش پر رینگنے والے سانپوں کو گننے لگی۔ اب ان کی تعداد بارہ تھی۔ اس نے شراب کی بوتل کو اچھی طرح بند کر کے اپنے ایک ہاتھ میں پکڑا۔ جس میز پر کھڑی ہوئی تھی وہاں سے اس ہیٹر تک کے فاصلے کا اندازہ کیا۔ پھر وہاں تک ایک سلسی چھلانگ لگائی۔ سانپ اُدھر نہیں تھے۔ وہ ہیٹر کے قریب پہنچ گئی۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے پلگ کو سوئچ بورڈ پر لگایا اور بٹن آن کر کے پورا کھلا دیا۔ ہیٹر کے تاروں سے سرخ آگ جھلکنے لگی۔

اس کے قریب ہی ایک کھڑکی تھی۔ وہ کھڑکی کے پردے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر پوری قوت سے کھینچنے لگی۔ اسے پھاڑنے لگی۔ پردہ پھٹتا چلا گیا۔ پھر اس کے ہاتھوں میں آ گیا۔ اس نے کے ایک سرے کو سمیٹ کر اس پر مقوڑی سی شراب پی۔ بوتل کو ایک طرف پھینکا۔ پھر جس حصے کو شراب میں ڈبویا اسے ہیٹر کی طرف بڑھا دیا۔ پلک جھپکتے ہی پردے کے اس نے آگ پکڑ لی۔ شعلے بھڑکنے لگے۔

وہ اس شعلے کو لہراتے ہوئے سانپوں کی طرف لے گئی۔ ب جل کھاتے ہوئے اِدھر سے اُدھر رینگتے فرش پر رینگنے نے دُور بھاگنے لگے۔ وہاں سے دروازے تک کا راستہ صاف چلا گیا۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے دروازے کے ان سوراخوں تک ئی جہاں سے سانپ داخل ہو کر کمرے کے اندر آ رہے تھے۔

اس وقت بھی ایک سانپ ایک سوراخ سے داخل ہو تا لیکن قریب ہی شعلوں کو بھڑکتے دیکھ کر واپس چلا گیا۔ مرجانہ لتے ہوئے پردے کو وہیں چھوڑ کر دروازے کے پردے کو کھینچ چلانا شروع کر دیا۔ وہ پھر دوڑتی ہوئی گئی اور شراب کی ل کو اٹھا کر اس پردے پر چھڑک دیا جس پردے کو وہ جلتا ہوا ڑ کر آئی تھی۔ اس کے شعلے اب دروازے سے لپٹ رہے تھے اسے نیچے سے اوپر تک جلاتے جا رہے تھے۔

کمرے میں جو آگ بھڑک رہی تھی وہ اب باہر سے دیکھی لگی تھی۔ باہر والے یقیناً بے اختیار چیخ سکتے تھے۔ لیکن یہ بڑے ب کی بات تھی کہ باہر سے کسی کی چیخ سنائی نہیں دی۔ دوڑتے ے قدموں کی آواز بھی نہیں ملی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دشمن ب کمرے کے آس پاس نہیں ہیں یا اس مکان میں ہی نہیں ہیں ر موجود ہیں تو انہوں نے میرے سابقہ ریکارڈ کو اتنی توجہ ے پر طعا ہے کہ انہیں رسونتی کے والدین کے قید ہونے اور وہاں ے بھڑکانے کا واقعہ بھی یاد ہو گا۔ اور وہ بہت محتاط ہوں گے لیے اختیار بھی ان کی زبان سے کوئی بات نہ نکلے اور ایسا ہو رہا تھا۔

کمرے کے بند دروازے کو جلنے اور ذرا کمزور پڑنے میں وقت لگا۔ اس دوران میں پھر سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا۔ کمرے میں تنہا بیٹھی ہوئی تھیں اور ہر لمحہ کسی دشمن کے آنے کا نتظار کر رہی تھیں۔

میں پھر مرجانہ کے پاس آیا۔ اس وقت تک دروازے ہوئی طرح آگ پکڑ چکی تھی۔ شعلے اِدھر سے اُدھر لہرا رہے ے۔ تب مرجانہ نے سینٹر ٹیبل کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر ے الٹا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی دروازے پاس آئی اور ٹیبل سے ایک زوردار ضرب لگائی۔ دروازہ لا۔ وہ کمزور ہو چکا تھا۔ مرجانہ نے دوسری بار بھی یہی کیا۔ دروازہ ہٹ کی آواز کے ساتھ دوسری طرف گرتا چلا گیا۔

ادھر شعلوں میں لپٹا ہوا دروازہ گرا۔ اُدھر کوریڈور میں بیشمار سانپوں کے پھنکارنے کی آواز یہاں سے وہاں تک لہراتی چلی گئی۔ مرجانہ نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ جہاں تک کوریڈور میں نظر گئی، وہاں سانپ ہی سانپ رینگ رہے تھے۔ کوریڈور کے دوسری طرف ایک جالی دار کمرہ بنا ہوا تھا یا اسے سانپوں کا کیبن کہنا چاہیے اس کا جالی دار دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہیں سے سانپ نکل کر آ رہے تھے۔ جہاں جلتا ہوا دروازہ گرا تھا۔ وہاں سے سانپ بہت دُور چلے گئے تھے۔ مرجانہ نے آگے بڑھ کر دروازے کے قریب پہنچ کر اِدھر اُدھر دیکھا، اندازہ ہوا کہ وہ مکان صرف ایک کمرہ کا ہے اور اس کے سامنے ایک جالی دار سانپوں کا کیبن بنایا گیا ہے باقی چاروں طرف جالی دار دیواریں تھیں تاکہ سانپ اس جالی سے باہر نہ نکل سکیں۔

میں نے کہا: "مرجانہ! دشمن اگر کہیں قریب ہوں گے تو بھڑکتی ہوئی آگ کو دیکھ کر تمہاری طرف چلے آئیں گے۔ تم جلد سے جلد اس آگ کا سہارا لے کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔"

اس نے دوسرے پردے کو بھی آگ دکھائی۔ پھر اس جلتے ہوئے پردے کو لے کر کوریڈور سے گزرنے لگی۔ سانپ اِدھر سے اُدھر سمٹ رہے تھے۔ بھاگ رہے تھے اور اس کے لئے راستہ چھوڑ رہے تھے۔

اس چھوٹے سے مکان کے چاروں طرف لکڑی کے فریم میں باریک تاروں کی جالیاں بنائی گئی تھیں۔ ان سانپ پالنے والوں نے کبھی یہ سوچا نہیں ہو گا کہ کسی انسان کو بھی وہاں قید کرنے کی نوبت آئے گی۔ اسی لئے انہوں نے صرف لکڑی کے ستون کے ساتھ باریک جالیوں کی دیواریں کھڑی کر دی تھیں۔ سانپ اس دیوار سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ مرجانہ نے جلتے ہوئے پردے کو لکڑی کے سرے کے پاس رکھ دیا۔ ذرا سی دیر میں وہاں بھی آگ لگ گئی۔ پھر وہ جلتے ہوئے پردے کو دوسری لکڑیوں کی طرف لے گئی۔ اس کے بعد واپس آ کر اس نے پہلی جلتی ہوئی لکڑی پر ایک زور کی لات ماری۔ وہ اپنی جگہ سے ٹوٹ کر الگ ہو گئی۔

میں نے کہا: "مرجانہ! میں تمہاری امّی کے پاس جا رہا ہوں لیکن جانے سے پہلے یہ سمجھا دوں کہ جب تمہیں امّی کے پاس پہنچنے کا موقع ملے تو کوشش یہ کرنا کہ کسی سے ٹکرانے کی نوبت نہ آئے۔ اپنے آپ کو چھپا کر وہاں تک پہنچنے کی کوشش کرنا، تاکہ دشمن تمہیں اِدھر جلتے ہوئے مکان کے پاس آ کر تلاش کرتے رہیں۔ دشمنوں کو جلتا بھٹکا دو گی اتنی ہی کامیابی ہو گی۔"

میں اسے سمجھا کر سائرہ بانو کے پاس آ گیا۔ اس دوران.... حشمت بیگ ان کے کمرے میں آ گیا تھا۔ اس کے ساتھ چار آدمی تھے۔ اُس نے سائرہ بانو کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا: "جانم! تم دنیا کے

آخری سرے پر پہنچ جاؤ، تب بھی میں تمہیں کھینچ کر اپنے پاس لے آؤں گا۔ دیکھ لو کہ تم بیس بائیس برس سے دُور بھاگتی رہی ہو لیکن گھوم پھر کر واپس آ جاتی ہو۔"

سائرہ بانو نے اسے نفرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "انشاءاللہ یہ ہماری آخری ملاقات ہوگی۔"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے مسکرا کر بولا۔ "نہیں، نہیں آخری نہ کہو۔ تم سمجھ رہی ہو کہ یہ بم تمہیں ہلاک کر دے گا۔ نہیں میری جان! میں اپنے ماہروں کو اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔ یا ابھی تمہیں اس موت سے نجات دلا دیں گے۔ تمہیں نئی زندگی دیں گے اور تم اپنی وہ نئی زندگی مجھ پر خرچ کرو گی۔"

"دیکھو حشمت بیگ! اس سے پہلے ایک بار تم نے بدتمیزی سے مجھے مخاطب کیا تھا۔ جان جیسا لفظ میرے لئے استعمال نہ کرو ورنہ فرہاد تمہیں کیسی ذہنی اذیتیں پہنچائے گا یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے غائب ہے۔ آ جائے گا، تب کیا ہوگا؟"

اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر تائید میں سر ہلا کر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ میں نے فرہاد صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ عزت سے پیش آؤں گا۔ بہرحال اب میں محتاط ہو کر گفتگو کروں گا۔ دیکھو! اگر میں چاہوں تو تمہیں اس وقت تک اس بم سے نجات نہ دلاؤں جب تک تم مجھے خزانے کا پتہ نہ بتا دو لیکن یہ بم صرف تمہارے لئے نہیں، ہم سب کے لئے بھی خطرناک ہے۔ ہم اس مکان میں ہیں اور یہ اتنا طاقتور ہے کہ آس پاس کے کمروں کی چھت بھی اس کے دھماکوں سے گر جائے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے تمہیں اس سے نجات دلا دوں اس کے بعد کام کی باتیں ہوں گی۔"

ہوتا تو یہی ہے کہ پہلے مطلب کی بات کی جاتی ہے سائرہ بانو کے سینے سے موت بندھی ہوئی تھی۔ وہ اس دہشت سے اور اپنی بیٹی کی سلامتی کی خاطر حشمت بیگ کو خزانے کا پتہ بتا دیتی۔ لیکن حشمت بیگ کو یقین تھا کہ انہیں بم سے نجات دلانے کے بعد بھی وہ اسے خزانے تک پہنچا دیں گی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حشمت بیگ نے مرجانہ کو زہریلے سانپوں کے درمیان گھیر رکھا تھا۔ لینی بیٹی کو موت کے درمیان گھیر کر اب ماں کو اس بم کی ہلاکت سے نجات دلانے آیا تھا۔

حشمت بیگ کے ساتھ آنے والا ایک ماہر چھوٹا سا اسٹول لے کر سائرہ بانو کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے دو اسسٹنٹ سائرہ بانو کے اطراف کھڑے ہو گئے اور ان کے دونوں بازوؤں کو اٹھا کر مضبوطی سے پکڑ لیا۔ ایک چھوٹی سی ٹرے پر چھوٹے چھوٹے آلات رکھے ہوئے تھے۔ تیسرے اسسٹنٹ نے ایک اور اسٹول پر ان آلات کو رکھ دیا۔ پھر اس ماہر کے سامنے نقشہ کھول کر انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "جناب! یہ رہا سفید تار۔"

اب چند لمحوں کے بعد ہی سائرہ بانو کو اس بم سے نجات ملنے والی تھی۔ حشمت بیگ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ اندر سے سہما ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا اگر ماہر سے کوئی غلطی ہو جائے تو سب کے سب دھماکے سے اڑ جائیں گے۔ کمرے سے نکلنے کے بعد وہ تیزی سے چلتا ہوا مکان سے باہر نکل گیا اور جتنی دور جا سکتا تھا، جانے لگا۔

میں سائرہ بانو کے دماغ میں گھس گیا۔ اس وقت انہیں حوصلے کی ضرورت تھی اور وہ تنہا ایک عورت کی حیثیت سے اپنی گھبراہٹ پر قابو نہیں پا سکتی تھیں۔ اس لئے میں ان کے دماغ میں جا رہا۔ زیادہ دیر نہیں لگی۔ ایک منٹ پورا ہونے سے پہلے ہی موت کا وہ تار ہٹ گیا۔ اس کے اسسٹنٹ دونوں طرف سے بیلٹ کھول کر اس بم کو سائرہ بانو سے الگ کرنے لگے۔ جب میں نے نکلا کہ موت ٹل گئی ہے تو سائرہ بانو کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

انہوں نے شعوری طور پر اپنے آس پاس کے لوگوں کو دیکھا پھر اس بم پر نظر گئی۔ جو اب اس ماہر کے ہاتھ میں تھا یعنی ان کے جسم سے الگ ہو گیا تھا۔ پہلے تو انہیں یقین نہیں آیا۔ تقریباً تیس گھنٹے سے وہ موت کے گلے لگائے ہوئے تھیں۔ اب یک بیک ہی نئی زندگی مل گئی۔ پھر یکبارگی دل خوشی سے تیزی کے ساتھ دھڑک گیا اور اس کے ساتھ ہی وہ مارے خوشی کے بے ہوش ہو گئیں۔

میں جانتا تھا کہ خطرے کی بات نہیں ہے۔ وہ لوگ یقیناً انہیں ہوش میں لائیں گے کیونکہ سائرہ بانو ان کے لئے بہت اہم تھیں۔ میں انہیں چھوڑ کر ذرا دیر کے لئے مرجانہ کے پاس جانا چاہتا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ حشمت بیگ کا خیال رکھنا چاہیے۔ کہیں وہ زیادہ دُور نہ بھاگ جائے۔ اس لئے میں حشمت بیگ کے دماغ میں پہنچا تو وہ مکان سے بہت دُور نکلنے کے بعد ایک ٹیلے سے ٹیک لگائے تھا۔ سانپوں کا مکان اس کے سامنے تھا اور وہاں سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔

اس کے دماغ میں فوراً ہی خیال پیدا ہوا۔ یہ آگ کیسے لگی؟ کیا مرجانہ نے فرار ہونے کے لئے کوئی چال چلی ہے؟

وہ واپس دوڑتے ہوئے اسی مکان کی طرف جانے لگا جدھر سے آیا تھا۔ پھر چند قدم دوڑنے کے بعد رُک گیا۔ اسے چھوڑ دیا کہ پتہ نہیں سائرہ بانو کے سینے سے اس بم کو ہٹایا گیا تھا یا نہیں؟ اگر کامیابی نہیں ہوئی ہوگی تو یکبارگی اس مکان کے اندر سے دھماکہ ہوگا۔ وہ پیچھے ہٹنے لگا۔

وہ گھوم کر اُدھر بھاگنے لگا۔ جدھر درختوں کے جھنڈ میں لکڑی کا ایک کیبن بنا ہوا تھا۔ اس کے دماغ نے بتایا کہ اسی کیبن میں جلال بیگ کا ایک ایسا آدمی بیٹھا ہوا ہے جو جلال بیگ تک وہاں کی خبریں پہنچانے کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ چونکہ حشمت بیگ بری ٹیلی پیتھی کی زد میں آ چکا تھا۔ اس لئے وہ براہِ راست اپنے بیٹے سے کبھی گفتگو نہیں کرتا تھا۔ بیٹے کے ساتھ اس کا براہِ راست رابطہ رہتا ہی نہیں تھا۔

بہرحال حشمت بیگ وہاں سے دوڑتا ہوا اسی کیبن کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد اس نے کسی کو آواز دی۔ "مسٹر سومرو! کیا تم موجود ہو؟ کیا تم نے وہ آگ دیکھی ہے؟"

وہ یہ کہتا ہوا کیبن میں داخل ہوا۔ ایک میز کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر کا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس دو مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے۔ حشمت بیگ نے کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص سے کہا۔ "مسٹر سومرو! وہاں سانپوں والے گھر میں آگ بھڑک رہی ہے۔"

سومرو نے میز پر جھک کر ایک کاغذ پر کچھ لکھا۔ پھر اسے حشمت بیگ کی طرف بڑھا دیا۔ حشمت بیگ نے اسے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔ "مسٹر! ہمیں سب معلوم ہے۔ ہمارے آدمی سانپوں کے گھر کے پاس گئے ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ مرجانہ کو فرار ہونے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہم سرگوشیوں میں بھی بات کریں تو آواز آپ کے کانوں تک جائے۔ آپ حالات کی نزاکت کو سمجھ سکتے ہیں۔ میرے ایک آدمی کے ساتھ جائیے تاکہ یہ واپس آ کر مجھے بتائے کہ آپ کی آواز سے بہت دُور چلے گئے ہیں۔"

حشمت بیگ نے اسے پڑھنے کے بعد کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں سائرہ بانو کے پاس جاتا ہوں۔ میرا خیال ہے، اب تک اس بم کو ہٹا دیا گیا ہوگا۔ کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔ میں تمہارے آدمی کے ساتھ جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا۔ اس کے ساتھ سومرو کا ایک آدمی بھی چلنے لگا۔ وہ یقین کرنا چاہتے تھے کہ حشمت بیگ ان کی آواز سے بھی دُور چلا گیا ہے۔ میں نے مرجانہ کی خبر لی۔ وہ خیریت سے تھی۔ اور بہت پہلے ہی سانپوں کے اس گھر سے نکل بھاگی تھی۔ اتفاق سے وہ انہی درختوں کے جھنڈ کی طرف جا رہی تھی۔ جہاں لکڑی کا وہ کیبن بنا ہوا تھا۔ اس کے دماغ نے یہ سمجھا یا تھا کہ درختوں کے جھنڈ میں جو کیبن بنا ہوا تھا شاید وہیں اس کی امی کو نہ رکھا گیا ہوگا۔ لہٰذا پہلے وہ اسی طرف جا رہی تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "مرجانہ! تمہاری امی وہاں نہیں ہیں لیکن تم صحیح سمت جا رہی ہو۔ تم اس کیبن کی طرف اس طرح پہنچو کہ تمہاری آہٹ کسی کو نہ ملے۔ وہاں مسٹر سومرو نام کا ایک بہت ہی اہم آدمی ہے۔ جو جلال بیگ سے براہِ راست یا بالواسطہ رابطہ رکھتا ہے۔ تمہیں اس کی آواز سننا ہے۔ وہ تنہائی میں اپنے ماتحت سے ضرور کوئی بات کرے گا۔ میں اس کی آواز تمہارے ذریعے سن لوں گا۔ احتیاط کے ساتھ وہاں جانا کہ تم اس کی نظروں میں نہ آ سکو۔"

"میں محتاط رہوں گی۔ تم یہ بتاؤ۔ میری امی کیسی ہیں؟"

"میں یہ بتانا تو بھول ہی گیا کہ وہ بم ان کے سینے سے ہٹا دیا گیا۔ جس وقت میں ان کے پاس سے آیا تو وہ مارے خوشی کے بے ہوش ہو گئی تھیں۔ اب میں پھر ان کے پاس جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں سائرہ بانو کے پاس پہنچا۔ وہ ہوش میں آ چکی تھیں۔ میں نے کہا۔ "امی! نئی زندگی مبارک ہو۔"

وہ نقاہت سے مسکراتے ہوئے بولیں۔ "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ زندگی میں ایسے تجربات بھی ہوتے ہیں۔ میں پچھلے تیس گھنٹوں سے دیکھ رہی تھی کہ موت کس طرح ہر لمحے سینے پر سوار رہتی ہے۔ یہ ذاتی تجربہ ہو گیا۔ میری بیٹی کہاں ہے؟"

"وہ جہاں بھی ہے۔ خیریت سے ہے۔ ابھی آپ کے پاس آنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے روک دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ حشمت بیگ سے تنہائی میں آپ کی گفتگو ہو جائے۔ دوسری بات یہ کہ مرجانہ ایک اہم مقصد کے لئے دوسری جگہ بھیجی گئی ہے۔ میں اس کے ذریعے دشمنوں کے دماغ تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"بیٹے! کہیں تم مجھے بہلا تو نہیں رہے ہو؟"

"نہیں امی! میں آپ سے جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ مرجانہ بالکل خیریت سے ہے۔ تھوڑی دیر بعد آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔ آپ مجھ پر بھروسہ کریں۔"

حشمت بیگ ابھی ان کے کمرے میں نہیں پہنچا تھا۔ میں ان سے اجازت لے کر پھر مرجانہ کے پاس آ گیا۔ وہ ننگے پاؤں پنجوں کے بل جلتی ہوئی اس کیبن کی پچھلی کھڑکی کے پاس پہنچ گئی تھی۔ میں کسی لمحے بھی اس کے ذریعے مسٹر سومرو کی آواز سن سکتا تھا۔

دوسری طرف کچھ لوگ بھاگتے دوڑتے اس جلتے ہوئے سانپوں کے گھر کی طرف جا رہے تھے اور کبھی اسی لکڑی کے کیبن کی طرف گھنے درختوں میں واپس آ رہے تھے۔ ایک نے آ کر سومرو سے کہا۔ "جناب! آگ چاروں طرف سے بھڑک رہی ہے۔ اندر کوئی نہیں جا سکتا اور جب تک کوئی اندر نہیں جائے گا۔ یہ پتہ نہیں چلے گا کہ مرجانہ وہاں موجود ہے یا نہیں۔ یا تو وہ فرار ہو گئی ہے یا پھر اندر جل کر مر گئی ہے۔"

سومرو نے ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر آنے والے کی طرف بڑھایا۔ اس نے پڑھا۔ میں اس کے دماغ کے ذریعے پڑھنے لگا۔ سومرو نے لکھا تھا۔ احمقانہ باتیں نہ کرو۔ اگر مرجانہ آگ میں پھنسی ہوتی تو یقیناً چیختی۔ وہ ایسی صابر اور اتنی مضبوط اعصاب کی تو نہیں ہوسکتی کہ چپ چاپ آگ میں جل جائے۔ باہر جاکر اسے اچھی طرح تلاش کرو۔ وہ اپنی ماں کی طرف گئی ہوگی یا اس کیبن کی طرف آئی ہوگی۔ اپنے آدمیوں سے کہو کہ کیبن کے چاروں طرف اسے تلاش کیا جائے۔"

میں نے مرجانہ سے کہا۔ "تم فوراً اپنی جگہ پھر ڑدو۔ کہیں چھپ جاؤ۔ وہ لوگ تمہیں تلاش کرنے کے لئے ابھی کیبن کے چاروں طرف پھیل جائیں گے۔"

وہ وہاں سے ہٹ گئی۔ وہ بے قدموں تیزی سے چلتے ہوئے ایک گھنے درخت کے پاس آئی اور اس پر چڑھنے لگی۔ جلال بیگ کا ماتحت سومرو بہت زیادہ محتاط تھا۔ شاید اسے اسی طرح محتاط رہنے کی تاکید کی گئی تھی۔ اسی لئے وہ اپنے کسی بھی ماتحت سے گفتگو نہیں کرتا تھا۔ تحریر کا سہارا لیتا تھا۔ ٹیلی پیتھی کی دہشت اس پر بُری طرح بیٹھی ہوئی تھی۔

کیبن کے اطراف مسلح افراد گھومنے لگے۔ اس وقت رات کا اندھیرا تھا۔ تھوڑی دیر بعد صبح ہونے والی تھی۔ کھڑکی سے آنے والی روشنی میں وہ مسلح افراد سائے کی طرح نظر آرہے تھے اور دُور دُور تک مرجانہ کو تلاش کررہے تھے۔ مرجانہ گھنے درخت میں سانس روکے چھپی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی پتے ہوا کی زد میں آکر شور مچاتے تھے مگر کسی کا دھیان درخت کی طرف نہیں گیا۔ یونہی ایک آدھ بار کسی نے سر اٹھا کر دیکھا مگر اندھیرے میں کچھ دکھائی نہ دیا۔ میں سومرو کے اس ماتحت کے دماغ میں بیٹھ کر سومرو کے کیبن میں پہنچا۔

دوسرے بھی تلاش کرنے کے بعد مطمئن ہوکر سومرو کے کیبن میں آگئے۔ ایک نے کہا۔ "جناب! ہم چاروں طرف کئی بار دیکھ چکے ہیں۔ اب اندھیرے میں وہ اور کہیں جاکر چھپ گئی ہو تو ہم کہہ نہیں سکتے۔"

دوسرے ماتحت نے کہا۔ "ہمارا خیال ہے وہ ادھر نہیں آئے گی۔ اسے تو اپنی ماں کی تلاش ہوگی۔ وہ یقیناً ادھر دوسری طرف چلی گئی ہے۔"

سومرو کو اب جواب میں کچھ کہنا چاہیے تھا لیکن وہ خاموش رہا۔ اس کے ایک ماتحت نے آکر کہا۔ "جناب! میں نے مسٹر حشمت بیگ کو ادھر سائرہ بانو کے پاس پہنچا دیا ہے۔ اب وہ ادھر نہیں آئیں گے۔ آپ چاہیں تو آزادی سے گفتگو کرسکتے ہیں دوسری بات یہ کہ سائرہ بانو سے اس بم کو الگ کردیا گیا ہے۔"

میں بڑی توجہ سے وہاں ان لوگوں کے دماغ میں موجود تھا اور توقع کررہا تھا کہ اب تب میں سومرو کچھ بولنے ہی والا ہے لیکن وہ کم بخت بالکل ہی گونگا بنا ہوا تھا۔ یہ جاننے کے بعد بھی کہ مرجانہ کیبن کے آس پاس کہیں بھی نہیں ہے اور حشمت بیگ بھی اس کی آواز سننے کے لئے موجود نہیں ہے، وہ پھر بھی گونگا بنا ہوا تھا۔

انسان ہمیشہ بڑی احتیاط سے کام لیتا ہے۔ ساری زندگی اس کوشش میں رہتا ہے کہ اسے کبھی کوئی حادثہ پیش نہ آئے زندگی کو اس قدر سنبھال کر رکھتا ہے کہ موت بھی نہ آئے لیکن بہت زیادہ محتاط رہنے کے باوجود اور بڑی ذہانت اور بڑی چالاکیوں سے کام لینے کے باوجود قدرت کے آگے اسے شکست کھانی پڑتی ہے۔ اس وقت بھی سومرو اپنے طور پر بڑی ذہانت سے اور بڑی چالاکی سے اپنے آپ کو ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھے ہوئے تھا لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ یہ سب کے لئے ان لوگوں نے تمام راستے مسدود کردیئے تھے کہ میں جلال بیگ یا کسی ماتحت تک نہ پہنچ سکوں مگر اللہ کی مدد اچانک ہی مجھے مل گئی۔

پھر یہ ہوا کہ اچانک ہی سومرو چیخ مار کر اچھل پڑا اور اچھل کر میز پر چڑھ کر بولا۔ "سانپ۔ یہ سانپ اِدھر آرہے ہیں۔"

اس کے تمام ماتحت اُدھر زمین پر رینگتے ہوئے اس سانپ کو دیکھنے لگے۔ جو بہت نہیں کہ دھرے سے اس کمرے کے اندر آگیا تھا اور رینگتا ہوا سومرو کی کرسی کی طرف جارہا تھا۔ ایک ماتحت نے اپنا پستول نکال کر اس سانپ کو گولی ماردی۔

اب اسے گولی مارنے سے کیا ہوتا تھا۔ سومرو ٹیلی پیتھی کی گولی کھانے کے لئے میری زد میں آچکا تھا۔ میں نے اطمینان سے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ سانپوں کا جو گھر جل رہا ہے یقیناً اب وہاں سے سانپ نکل کر ادھر اُدھر پھیل رہے ہوں گے یہ ایک ہی سانپ نہیں، کچھ اور بھی ادھر آئیں گے اور دوسرے مکانوں کی طرف جائیں گے۔

یہ سوچتے ہی وہ کاغذ کی ایک پرچی پر لکھنے لگا۔

"یہ نہ سمجھو کہ یہ ایک ہی سانپ ہے۔ جلتے ہوئے گھر سے بے شمار سانپ نکل کر دور تک پھیل رہے ہوں گے۔ اس مکان کی طرف گئے ہوں گے۔ جہاں سائرہ بانو کو قید کیا گیا ہے سائرہ بانو کی حفاظت ہر حال میں لازمی ہے۔ مسٹر حشمت بیگ کو ان سانپوں کے خطرے سے فوراً آگاہ کیا جائے اور ان سانپوں سے محفوظ رہنے کی تدابیر کی جائیں۔ ہری اپ!"

اب میں سومرو کے دماغ میں کسی وقت بھی اطمینان سے بیٹھ سکتا تھا۔ میں نے مرجانہ سے کہا۔ "سانپ جلتے ہوئے گھر سے نکل کر پھیلنے لگے ہیں۔ تم جوتے پہن لو۔ اب محتاط ہوکر نیچے اترنا، یا تھوڑی دیر وہیں بیٹھ کر صبح کا انتظار کرو۔ دن کی روشنی میں تمہیں اترنا چاہیے۔ سانپ بہت زہریلے ہیں۔ تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"نہیں، فریاد! میں یہاں کب تک بیٹھی رہوں گی۔ پتہ نہیں صبح کتنی دیر میں ہوگی۔"

"میرے اندازے کے مطابق شاید آدھ گھنٹے یا پون گھنٹے میں اجالا پھیل جائے گا۔ تمہیں ذرا دیر صبر سے کام لینا چاہیے۔ اچھا ٹھہرو، میں تمہاری امّی کے پاس سے آتا ہوں۔ اس کے بعد سوچا جائے گا۔"

سائرہ بانو کے سامنے دو دو ایک صوفے پر حشمت بیگ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے سینٹر ٹیبل پر شراب کی بوتل اور ایک گلاس بھی ہوا تھا۔ وہ شراب کو گلاس میں انڈیلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "اب صبح ہونے والی ہے۔ پینے کا وقت تو نہیں ہے لیکن تمہیں دیکھنے کے بعد موڈ میں آنے کو جی چاہتا ہے۔ اس لئے ذرا سا شغل ہوجائے۔"

سائرہ بانو نے ناگواری سے کہا۔ "تم میرا اور اپنا وقت ضائع کررہے ہو۔ کام کی بات کیوں نہیں کرتے۔ میری بیٹی کو یہاں کیوں نہیں بلاتے؟"

وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولا۔ "تمہاری بیٹی اب اسی وقت تمہارے سامنے آئے گی جب کام کی باتیں تمہاری طرف سے شروع ہوں گی۔ دیکھو، کوئی بڑا کام نہیں ہے، خزانے کا پتہ بتانا ہے۔ خزانے سامنے کاغذ، قلم سب کچھ رکھا ہوا ہے۔ اگر اس راستے کا نقشہ بنانا چاہو تو نقشہ بنا سکتی ہو اور نہ سہی زبانی کرنا چاہو تو زبانی بھی کرسکتی ہو۔ تم جو کچھ بتاؤ گی، میں اس کے مطابق پیرس کے مختوں سے رابطہ قائم کروں گا اور ان سے کہوں گا کہ وہ تمہاری نشاندہی کے مطابق اس خزانے کے دروازے تک پہنچیں۔ اگر وہ پہنچ گئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے جلانے ساتھ فراڈ نہیں کیا ہے تب ہم تمہیں اور مرجانہ کو آزاد کردیں گے۔"

سائرہ بانو نے پوچھا۔ "کیا اب تمہیں اندیشہ نہیں ہے کہ مرجانہ آزاد ہوتے ہی پھر تمہاری جان کی دشمن بن جائے گی؟"

حشمت بیگ نے ہنستے ہوئے شراب سے بھرے ہوئے گلاس کو اٹھایا اور اسے ہونٹوں کی طرف لے جانے لگا۔ لیکن گلاس اس کی ناک تک پہنچ گیا۔ اس نے حیران ہوکر گلاس کو دیکھا۔ پھر دوسری بار پینے کے لئے ہونٹوں تک لے جانا چاہا لیکن وہ گلاس ہونٹوں سے نیچے ٹھوڑی کے پاس پہنچ گیا۔ اس میں سے شراب چھلک گئی، اور اس کے گریبان کو بھگونے لگی۔

اس نے کچھ پریشان ہوکر کچھ جھینپ کر سائرہ بانو کی طرف دیکھا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے گلاس کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اسے اپنے ہونٹوں کی طرف لے جانے لگا۔ اس بار مضبوطی کے باوجود گلاس اس کے ہونٹوں سے اوپر اٹھا۔ ناک کی طرف گیا، ناک سے اوپر اٹھا پیشانی کے پاس آیا۔ پیشانی سے اوپر اٹھکر گلاس اس کے سر پر پہنچا۔ پھر اس کی شراب اس کے سر پر گرنے لگی اور اس کا سر شراب سے دُھلنے لگا۔

سائرہ بانو بے اختیار ہنسنے لگیں۔ خوب کھلکھلا کر ہنسنے لگیں۔ شاید بہت عرصے بعد وہ اتنے ہنس رہی تھیں۔ انہوں نے کہا۔ "دیکھو حشمت دیکھو! یہ کارنامہ میرے بیٹے کا ہے۔ تم اس کی ماں کے سامنے شراب پینا چاہتے ہو۔ وہ تمہیں کبھی نہیں پینے دے گا۔"

وہ بے بسی سے گلاس کو میز پر رکھتے ہوئے بولا۔ "مجھے کیا معلوم تھا کہ فرہاد صاحب موجود ہیں۔ اگر معلوم ہوتا تو میں شراب کو ہاتھ بھی نہ لگاتا۔"

"کام کی بات کرو۔ یہ بتاؤ کہ مجھے اور میری بیٹی کو کب آزاد کررہے ہو اور میری بیٹی اس وقت کہاں ہے؟"

وہ فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "پہلے تم موت کے گلے لگائے ہوئے تھیں۔ تمہیں اس سے نجات ملی ہے تو اب تمہاری بیٹی کے چاروں طرف موت ہی موت ہے۔ جب تک تم خزانے کا پتہ نہیں بتاؤ گی۔ اس وقت تک وہ موت کے درمیان یونہی گھری رہے گی۔"

سائرہ بانو ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہوگئیں۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے میری بیٹی کے پاس لے چلو۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ فرہاد اس کی حفاظت کررہا ہے؟"

وہ پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "فرہاد صاحب تو موجود ہیں تم خود اُن سے پوچھ لو۔ تمہاری بیٹی اس وقت زہریلے سانپوں کے درمیان ہے۔"

میں نے سائرہ بانو سے کہا۔ "امّی! اس کی بات ایک حد تک درست ہے لیکن اب مرجانہ سانپوں کے درمیان نہیں ہے۔ وہ وہاں سے نکل چکی ہے۔ یہ بات حشمت بیگ جانتا ہے۔ سانپوں کے جس گھر میں مرجانہ کو قید کیا گیا تھا۔ وہاں آگ لگی ہوئی ہے اور وہ خود یہ دیکھ چکا ہے۔ آپ اس سے کہیں کہ مرجانہ کے متعلق صحیح صحیح بات آپ کو بتائے۔"

سائرہ بانو نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "بیٹا! میں اس بدمعاش سے کیا پوچھوں؟ تم مجھے صحیح بات بتاؤ۔"

"وہ تو میں بتا چکا ہوں۔ آپ یقین کریں۔ مرجانہ بالکل

محفوظ ہے۔ دشمن اس کے پاس نہیں پہنچ سکتے۔ آپ حشمت بیگ سے باتیں کریں، میں سن رہا ہوں۔"

وہ حشمت بیگ سے یوں مخاطب ہوا جیسے فرہاد نے مجھے بتا دیا ہے کہ میری بیٹی اس وقت کہاں ہے۔ کیا وہ سانپوں کے گھر سے فرار نہیں ہو گئی؟ کیا وہاں آگ لگی ہوئی نہیں ہے؟"

حشمت بیگ نے بے بسی سے ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا "ہاں، یہ بات میں چھپا نہیں سکتا۔ فرہاد صاحب کے ذریعے ہمیں حقیقت معلوم ہو گئی ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مرجانہ موت کے گھر سے نکل بھاگے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ مرجانہ اتنی تیز طرار اور چالاک نہیں ہو سکتی۔ اس کے پیچھے فرہاد کے ذہن نے کام کیا ہے۔"

سائرہ بانو نے کہا "جو کچھ بھی ہوا ہے۔ میری بیٹی، اس وقت خیریت سے ہے۔ تمہاری بلا ٹنگ کیا تھی؟"

"میں نے اسے سانپوں کے گھر میں قید کر دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ سانپوں سے محفوظ رہنے کے لئے فانوس سے نکلتی رہے گی۔ اس وقت تک وہ اسی حالت میں رہے گی۔ جب تک تم ہمیں خزانے کا پتہ نہ بتا دو گی۔ اس کے بعد ہم اسے سانپوں سے نجات دلا دیں گے۔"

"اب کیا ارادہ ہے؟"

"ارادہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ تم ہمیں خزانے تک پہنچا دو۔"

"حشمت بیگ! تم دیکھ رہے ہو کہ اب موت میرے قریب نہیں ہے۔ فرہاد میرے پاس موجود ہے۔ تم مجھے نہیں مار سکتے۔ مارو گے تو تم بھی زندہ نہیں بچو گے۔ میں صرف اپنی بیٹی کی وجہ سے کمزور پڑ جاتی ہوں۔ میری بیٹی بھی اب تمہارے چنگل سے نکل چکی ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی پروا نہیں ہے۔ ایسی صورت میں تم کیسے مجھ سے خزانے کا راز اگلوا دو گے؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "جس طرح تمہیں اپنی زندگی کی پروا نہیں ہے۔ اسی طرح میں بھی اپنی جان داؤ پر لگا کر اپنی آواز فرہاد صاحب کو سناتا ہوں۔ ہم دونوں موت سے نہیں ڈرتے۔ میرے بیٹے نے مجھے چارہ بنا کر فرہاد صاحب کے سامنے ڈال دیا ہے۔ اسی طرح تم چارہ بن کر میرے بیٹے کے سامنے موجود ہو۔ وہ گئی بات مرجانہ کی، تو وہ کہاں جائے گی۔ ہم نے جہاں تم لوگوں کو قید کیا ہے۔ وہاں دور دور تک آدمی موجود ہیں۔ مرجانہ کہیں بھی جائے گی، ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ وہ جلد ہی میرے بیٹے کی حراست میں ہو گی۔ پھر تمہیں ایسی اذیتیں پہنچائی جائیں گی جسے تم تو شاید برداشت کر لو اور مرنے کے لئے تیار ہو لیکن فرہاد صاحب اسے برداشت نہیں کر سکیں گے۔ لیکن ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے۔ زیادہ سے زیادہ میری جان لے لیں گے لیکن ہمارے آدمی تمہیں اذیتیں پہنچاتے رہیں گے۔ تمہیں زندہ رکھ کر رکھ کر مارتے جائیں گے اور مار مار کر زندہ رکھیں گے۔ تب فرہاد صاحب کیا کریں گے؟"

میں نے سائرہ بانو سے کہا "امی! آپ کہئے کہ آپ کو خزانے سے دلچسپی نہیں ہے۔ آپ اس کا پتہ بتا دیں گی لیکن اسی شرط پر کہ مرجانہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھیں اور آپ دونوں کو رہائی کے مرحلے تک پہنچایا جائے۔ اس کے بعد آپ ان لوگوں کو خزانے کا پتہ بتا دیں گی۔ بنیادی شرط یہی ہونی چاہیے کہ مرجانہ آپ کے پاس موجود ہو۔"

لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہہ لیتیں۔ اسی وقت کہیں فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک مسلح شخص دوڑتا ہوا کمرے میں آیا۔ اس نے ایک کاغذ حشمت بیگ کی طرف بڑھایا۔ حشمت بیگ نے اسے پڑھا، لکھا تھا "ہم سائرہ بانو کو اسی وقت یہاں سے گاڑی میں بٹھا کر لے جائیں گے۔ سانپ اس جلتے ہوئے گھر سے نکل کر چاروں طرف پھیل رہے ہیں۔ ادھر مکان میں بھی داخل ہو رہے تھے۔ ہم نے ایک سانپ کو تو گولی مار دی ہے لیکن ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

یہ سنتے ہی حشمت بیگ کے ہوش اڑ گئے۔ وہ یہ کہتا ہوا کمرے سے بھاگا "ہاں، ہاں۔ سائرہ بانو کو فوراً یہاں سے نکال کر لے جاؤ۔"

سائرہ بانو اعتراض کرنا چاہتی تھیں۔ میں نے کہا "امی! ان کے ساتھ جائیے۔ یہاں زہریلے سانپ دور دور تک پھیلتے جا رہے ہیں۔ میں مرجانہ کی حفاظت کے لئے جا رہا ہوں۔"

میں مرجانہ کے پاس آیا۔ وہ ابھی تک درخت پر چڑھی ہوئی بیٹھی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ اس کی امی کو ایک گاڑی میں کہیں لے جایا جا رہا ہے۔ میں بعد میں انہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔ ان کی طرف سے اسے فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اسی طرح اور تھوڑی دیر درخت پر بیٹھی رہے، میں ابھی آتا ہوں۔

اسے تسلی دے کر میں دماغی طور پر رسونتی کے پاس حاضر ہوا۔ اس سے کہا "میں تمہارے پاس ہوتے ہوئے بھی تمہارے پاس نہ رہ سکا۔ لیکن اب رہوں گا۔ میں آج اپنے جانے کا پروگرام ملتوی کرتا ہوں اور یہ بات میں ماسٹر کروٹاما نگا کو بتا دیتا ہوں۔ میں آج نہیں کل جاؤں گا۔"

وہ یہ سنتے ہی خوش ہو گئی۔ میں نے کہا "اب تم اطمینان سے سو جاؤ۔ نیند پوری کرنے کے بعد ہم خوب جی بھر کر باتیں کریں گے۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت تک دن کا اجالا پھیل چکا تھا۔ میں نے اس سے کہا "دیکھو! اب تم درخت سے اتر کر کسی طرف بھی نکل سکتی ہو۔ دن کی روشنی میں سانپ تمہیں نظر آ جائیں گے۔ تم اپنا بچاؤ کر لو گی۔ میں سومرو کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ دیکھوں گا کہ وہ جلال بیگ کا کتنا اہم آدمی ہے اس طرح اس سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ تھوڑی دیر میں تمہارے پاس آؤں گا۔"

"مگر میں درخت سے اتر کر کہاں جاؤں؟ امی کو کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ میں بھی اسی طرف جاؤں گی۔"

"ذرا صبر کرو۔ میں تمہیں ابھی بتاؤں گا کہ وہ کہاں جا رہی ہیں؟"

میں مسٹر سومرو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ والی اسٹیئرنگ سیٹ پر اس کا ایک مسلح ماتحت ڈرائیور کی حیثیت سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس ماتحت نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ میں نے سائرہ بانو کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو وہ بھی گاڑی کے پچھلے حصے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

میں نے چپ چاپ سومرو کے دماغ میں اس کی اپنی سوچ کے لئے سوالات کئے۔ جواب ملا کہ سومرو کی گاڑی آگے جا رہی ہے اور اس کے پیچھے جو گاڑی ہے۔ اس میں سائرہ بانو موجود ہیں۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ ان کی منزل اب کہاں ہے۔ میں نے مرجانہ کے پاس آ کر کہا۔ "دیکھو، اس وقت تم بن غازی میں ہو۔ اب یہاں سے تھوڑی دیر بعد تمہاری امی کو بڑی پولی (طرابلس) لے جایا جا رہا ہے۔ اور طرابلس بن غازی سے تقریباً پانچ سو میل کے فاصلے پر ہے۔ مجھے اس شہر بن غازی میں ایک گھنٹے تک پہنچنا ہو گا۔ میں وہاں کے مارشل سے رابطہ قائم کر کے تمہارے لیے رہائش کے اور سفر کے انتظامات کروں گا۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے کوئی طیارہ طرابلس جا رہا ہو۔ اگر تمہارے لیے فضائی سہولت دستیاب ہو جائے گی۔ تو تم اپنی امی سے اور ان دشمنوں سے پہلے ہی طرابلس پہنچ جاؤ گی۔"

وہ درخت سے اتر چکی تھی اور اس کے تنے کا سہارا لیے کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ کچھ پریشان ہے اور اپنی پریشانی مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"کوئی بات نہیں ہے۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"یونہی تمہارے دماغ سے پتہ چلا ہے کہ تم پریشان ہو۔ وجہ بتاؤ؟"

"نہیں، کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں ایک آدھ گھنٹے تک شہر پہنچ رہوں گی اور تمہارا انتظار کروں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں اس کے دماغ میں ہی موجود رہا۔ وہ اندر ہی اندر جسمانی تکلیف محسوس کر رہی تھی تکلیف تو خیر اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی مگر کچھ عجیب سی بے چینی تھی۔ اپنی اس بے چینی کو وہ مجھ سے چھپا رہی تھی حالانکہ اب یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہیں تھی کہ وہ تبدیل ہونے والی ہے اور اس کے لیے بہت سے بھی مراحل سے گزرنا ضروری ہے اس وقت بھی اسے طبی امداد کی ضرورت تھی۔

میں اس کے لیے طبی سہولتیں فراہم کر سکتا تھا لیکن کچھ کرنے سے پہلے میں نے سومرو کی خبر لی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ جلد ہی جلال بیگ سے رابطہ قائم کرے گا۔ میں جس وقت اس کے پاس پہنچا۔ اس وقت اس کے سامنے ڈیش بورڈ کا ایک حصہ کھلا ہوا تھا۔ اس کے اندر ایک ٹرانسمیٹر نظر آ رہا تھا۔ وہ اسکے ذریعے کسی سے رابطہ قائم کرنے کے لیے بٹن آن کر رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے کہا "ہیلو میسج فار بی بی ایس۔"

وہ مختصر حروف میں کہہ رہا تھا۔ لیکن میں سمجھ گیا۔ بی بی کا مطلب تھا بگ باس اور بی ایس کا مطلب تھا۔ بلیک سنڈیکیٹ۔ جلال بیگ نے جو تنظیم قائم کی تھی اس کا نام بلیک سنڈیکیٹ رکھا تھا۔ اور خود اس سنڈیکیٹ کا بگ باس کہلاتا تھا۔ گویا کہ سومرو اس وقت جلال بیگ سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔

دوسری طرف سے آواز سنائی دی "یس پلیز ریکارڈ یور آنر۔ کیری آن یور میسج (ریکارڈ آن ہے آپ اپنا پیغام ریکارڈ کرائیں)۔"

دوسری طرف سے آنے والی آواز کسی عورت کی تھی۔ میں اس عورت کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ نشے میں مدہوش تھی۔ ایک خالی بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے ادھر ادھر کروٹ لینے پر اور اٹھنے پر مجبور کیا۔ وہ بڑبڑائی۔ ہاتھ پاؤں پھڑپھڑانے۔

پھر نڈھال سی ہو کر چاروں شانے چت ہو گئی۔ وہ اس بُری طرح تشنے میں تھی کہ زبان سے صحیح الفاظ ادا نہیں کر سکتی تھی۔ پھر دوسری طرف سے ٹرانسمٹر پر اس کی آواز کیسے آئی تھی؟

اس عورت کی آواز پہلے ریکارڈ کر لی گئی تھی کہ جب بھی ٹرانسمٹر پر مخاطب کیا جائے گا۔ تو کیسٹ کے پہلے حصے سے یہی آواز آئے گی۔ کہ ریکارڈر از آن۔ کیری آن یور میسج۔ اور یہی بات مسٹر سومرو کو سنائی دی تھی۔ اور اب سومرو اپنا پیغام ریکارڈ کرا رہا تھا۔ بتا رہا تھا۔ سائرہ بانو کو اس بم سے نجات دلا دی گئی ہے لیکن مرجانہ فرار ہو گئی ہے۔ اس نے سانپوں کے گھر میں آگ لگا دی ہے۔ تمام سانپ منتشر ہو کر اس پاس کے مکانوں تک پہنچ گئے ہیں۔ ہم نے وہ جگہ چھوڑ دی ہے اور اب سائرہ بانو کو لے کر طرابلس پہنچ رہے ہیں۔ مرجانہ لاپتہ ہے۔ ہمارے کچھ آدمی شہر بن غازی میں رہ گئے ہیں۔ وہ اسے مزید تلاش کر کے اور گرفتار کر کے طرابلس لے آئیں گے۔"

سومرو نے اپنی رپورٹ ریکارڈ کرانے کے بعد تھوڑی دیر تک جواب کا انتظار کیا۔ پھر اس کے دماغ نے کہا۔ جواب اتنی جلدی نہیں ملے گا۔ جلال بیگ کی طرف سے خود ہی کوئی آدمی اسے مخاطب کرے گا۔ پھر اس کی رپورٹ کی مناسبت سے اسے ہدایتیں دی جائیں گی۔

اس نے ٹرانسمٹر آف کر کے ڈیش بورڈ کو بند کر دیا۔ میں وہاں سے ماسٹر کروٹا مانگا کے پاس پہنچا۔ اسے مرجانہ کے متعلق ہدایت دینا چاہتا تھا کہ بن غازی میں اس کے آرام و آسائش اور آئندہ سفر کے انتظامات فوراً کیے جائیں۔ پچھلی رات ایسی تھی کہ سبھی نے جاگ کر صبح کر دی تھی۔ ادھر میں اور سونتی جاگتے رہے تھے۔ اُدھر مرجانہ اور سائرہ بانو مصیبت میں گرفتار تھیں۔ سونیا اور ڈیوڑ جمال کی خبر میں نے بہت دیر سے نہیں لی تھی۔ اور کوئی ضروری بھی نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنی تیمار داری کر رہے ہوں گے لیکن کروٹا مانگا ابھی تک جاگ رہا تھا۔ دوسری بہت سی مصروفیات ہیں، میرے سلسلے میں وہ ایک تاریک ہال میں بیٹھا تھا اور پروجیکٹر سے چلنے والی فلم دیکھ رہا تھا۔ اس فلم میں لندن کی بڑی بڑی شخصیتوں کی تصویریں آ رہی تھیں اور ان کا ریکارڈ بیان کیا جا رہا تھا کہ کون شخص کیا ہے؟

یہ سب کچھ میرے لیے ہو رہا تھا۔ کروٹا مانگا میرے لیے کسی ایسے شخص کا انتخاب کرنا چاہتا تھا کہ جب میں اس کا روپ اختیار کروں تو مجھے بہت زیادہ میک اپ نہ کرنا پڑے۔ ماسک میک اپ سے بھی نجات مل جائے۔ ہلکے پھلکے میک اپ اور معمولی تبدیلیوں کے بعد میں فریادی حیثیت سے پہچانا نہ جاؤں۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا۔ فرمائیے جناب، میں آپ ہی کے لیے کام کر رہا ہوں۔"

"ہاں، میں سمجھ رہا ہوں۔ تمہیں دو باتیں کہنے کے لیے آیا ہوں۔ پہلی بات تو یہ کہ میں جہاں ہوں وہاں ایک دن اور قیام کروں گا۔ جبکہ اب میں کل لندن کے لیے روانہ ہوں گا۔ میرے لیے کل یہاں ہیلی کوپٹر یا کوئی گاڑی بھیجی جائے۔ دوسری بات یہ کہ مرجانہ اور سائرہ بانو کو شہر بن غازی پہنچا دیا گیا تھا۔ وہاں مرجانہ ان کی قید سے نکل بھاگی ہے۔ وہ لوگ سائرہ بانو کو طرابلس لے جا رہے ہیں۔ مرجانہ ابھی بن غازی میں ہے۔ آپ فوراً وہاں کے ماسٹر سے رابطہ قائم کریں۔ مرجانہ کے لیے کوڈ ورڈ مقرر کریں۔ وہ اس کے ذریعے وہاں کے ماسٹر سے ملاقات کرے گی۔ اس کے لیے وہاں قیام اور آمد و رفت کے فوری انتظامات ہوں اور آج ہی کسی طیارے سے مرجانہ کو طرابلس پہنچانے کا بندوبست کیا جائے۔ یہ کام آپ فوراً کر دیں۔"

کروٹا مانگا کے حکم سے پروجیکٹر بند کر دیا گیا۔ ہال میں روشنی ہو گئی۔ اس نے مجھ سے کہا۔ جناب، میں ابھی مرجانہ کے لیے تمام انتظامات کرتا ہوں۔ آپ مرجانہ کو یہ کوڈ ورڈ زیادہ کرا دیں۔ "آئی ایم اے ٹھنڈر بولٹ فرام فریادی تیمور۔" میں فریادی تیمور (میں فریاد علی تیمور کی ایک کڑکتی ہوئی بجلی ہوں)۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا اپنے دفتر میں آیا اور ٹرانسمٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں نے کہا۔ "ماسٹر ایک بات اور ہے جس ماسٹر سے آپ رابطہ قائم کریں اسے یہ ہدایت دیں کہ مرجانہ کو فوری طور پر میڈیکل چیک اپ کی ضرورت ہے۔ کسی ماہر لیڈی ڈاکٹر کی خدمات حاصل کی جائیں۔"

میں تھوڑی دیر کے لیے پھر سومرو کے پاس آیا۔ اب وہ اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ اسے اس بات کا اطمینان تھا کہ ٹرانسمٹر سے خود ہی اسے مخاطب کیا جائے گا۔ اور آگے کیا کرنا ہے۔ اس کے متعلق ہدایات موصول ہو جائیں گی۔

میں اس کے پیچھے والی گاڑی میں سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں سائرہ بانو، حشمت بیگ اور دو مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ "آئی ایم اے فرینڈ۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کی بیٹی بالکل خیریت سے ہے۔ آپ کو جہاں پہنچایا جا رہا ہے انشاء اللہ مرجانہ آپ سے پہلے وہاں پہنچ جائے گی۔"

"بیٹیرہ سب کیا ہو رہا ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا۔ جب تک مرجانہ میری آنکھوں کے سامنے نہ ہو میرا دماغ کام نہیں کرتا۔"

"مرجانہ آپ کی نظروں کے سامنے بہت جلد آئے گی۔ لیکن ابھی سفر کو ختم ہونے دیجیے۔ ہو سکتا ہے کہ سفر کے دوران ہی کوئی ایسی بات ہو جائے کہ مرجانہ آپ کو مل جائے۔ بہرحال ابھی تو صبر کرنا ہوگا۔ میں پھر آپ کی بیٹی کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں جب بھی مرجانہ کے پاس جانے کی بات کرتا تھا تو وہ مطمئن ہو جاتی تھیں۔ میں اس کے پاس پہنچا تو وہ شہر کے ایک پارک میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ تھے ہوئے انداز میں ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے غم زدہ میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے، تم یہیں آرام کرو۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں سارے انتظامات کر دوں گا۔ بس ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں پھر کروٹا مانگا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت تک وہ تمام انتظامات کر لیا تھا اور مرجانہ کے سلسلے میں دوسرے ماسٹر کو تمام تفصیلات بتا

تھا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا رہا؟"

"سب ٹھیک ہے۔ وہاں طرابلس میں ہمارا ایک ماسٹر ہے۔ اس کا نام ماسٹر عبداللہ بن صمیم ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ شہر بن غازی میں اس کے بہت ہی باصلاحیت ماتحت رہتے ہیں۔ وہ ابھی رابطہ قائم کر کے مرجانہ کے سلسلے میں ہدایات دے گا۔ مرجانہ بتائے کہ وہ اس وقت شہر کے کس حصے میں ہے۔ ماسٹر عبداللہ کے آدمی خود ہی وہاں پہنچ کر اس سے ملاقات کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "اس وقت وہ کسی پارک میں ایک درخت کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ ٹھہرو میں معلوم کر کے بتاتا ہوں۔"

میں نے مرجانہ کے پاس آ کر پوچھا۔ "تم جہاں بیٹھی ہو کیا اس پارک کا نام یا اس جگہ کا نام معلوم کر کے بتا سکتی ہو؟"

مرجانہ نے اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ بچوں کا پارک ہے۔ یہاں اُن کے کھیلنے کے لیے جھولے وغیرہ بنائے گئے ہیں۔ سامنے ایک بہت چوڑی شاہراہ ہے۔ شاہراہ کے دوسری طرف ایک بہت بڑی ہلکے زرد رنگ کی عمارت ہے۔ اس عمارت پر ایک بڑا سائن بورڈ لگا ہوا ہے۔ اس سائن بورڈ پر لکھا ہوا ہے۔ "دی فائن اکیڈمی آف آرٹس۔"

"ٹھیک ہے، تم تھوڑی دیر اور وہاں بیٹھی رہو۔ طرابلس کے ماسٹر کا نام عبداللہ بن صمیم ہے۔ وہ بن غازی کے ماتحتوں کو رابطہ قائم کر کے حکم دے گا۔ تب وہ تمہارے پاس آ کر تمہیں لے جائیں گے۔ پھر تمہیں طرابلس پہنچانے کے انتظامات کریں گے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے یہ بات مرجانہ کو بتائی تو وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ آہستہ آہستہ پارک سے باہر نکلنے لگی۔ اسی وقت اس عمارت سے دو جوان نکل کر پارک کی طرف بڑھ رہے تھے۔ پارک کے گیٹ سے مرجانہ کو نکلتے دیکھ کر وہ ذرا ٹھٹک گئے۔ ابھی صبح کا وقت تھا۔ سڑک پر ٹریفک زیادہ نہیں تھی۔ اکا دکا لوگ نظر آ رہے تھے۔ وہ دونوں مرجانہ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں نے مرجانہ سے کہا۔ "کوڈ ورڈ بیان کرو۔"

اس نے کہا۔ "آئی ایم اے ٹھنڈر بولٹ فرام فریادی تیمور۔"

یہ سنتے ہی ان میں سے ایک نے کہا۔ "مادام مرجانہ، آپ سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ آپ ہمارے شہر میں آئی ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ آیئے تشریف لایئے۔"

مرجانہ ان کے ساتھ چلتے ہوئے بولی۔ "میں پہلی فرصت میں طرابلس پہنچا چاہتی ہوں۔ کسی طرح میرے سفر کا انتظام فوراً کریں۔"

"مادام آپ چل کر غسل کریں۔ آپ کے لیے ہم لباس کا بندوبست کرتے ہیں۔ اتنی دیر میں سفر کے انتظامات ہو جائیں گے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ کے لیے ایک بہت ہی ماہر اور تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر کی خدمات حاصل کریں۔"

مرجانہ نے چونک کر ان لوگوں کو دیکھا۔ میں نے کہا۔ "چونکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم سمجھتی ہو گی مجھ سے اپنی بات چھپا لو گی۔ یہ تو قوت ہو۔ بہرحال میں نے ہی لیڈی ڈاکٹر کے لیے کہا ہے۔ تم اپنا چیک اپ کرا لو۔"

"فرہاد، تم مجھے ابھی ان آنکھوں میں نہ ڈالو۔ جو کچھ بھی میری پریشانی ہے میں اسے برداشت کر لوں گی لیکن پہلے امّی کے پاس پہنچوں گی۔"

"یہ بے صبری ابھی نہیں ہے۔ پھر ماسٹر کے تمام آدمی تمہاری امّی کے لیے چاروں طرف سے جال بچھا رہے ہیں۔ تمہیں ان کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ جو میں کہہ رہا ہوں۔ وہ کرو۔ پہلے تمہارا چیک اپ ہو گا۔ تم تھوڑی دیر اپنی نیند پوری کر لو گی۔ اس کے بعد سفر کا آغاز ہو گا اور انشاء اللہ تم اپنی امّی سے پہلے طرابلس پہنچ گی۔"

میں اس سے رخصت ہو کر پھر مسٹر سومرو کے پاس پہنچا۔ اس نے ٹرانسمٹر کے ذریعے جو رپورٹ جلال بیگ تک پہنچائی تھی۔ اس کا جواب اسے کسی وقت بھی مل سکتا تھا لیکن جواب اب تک نہیں ملا تھا۔ سومرو سوچ رہا تھا۔ اب تک بگ باس کی طرف سے ہدایات نہ ملنے کا مطلب یہی ہے کہ میں جو سائرہ بانو کو طرابلس لے جا رہا ہوں تو یہ نہایت مناسب اقدام ہے اور بگ باس اسے پسند کر رہا ہے۔

اس کی سوچ پڑھنے کے بعد میں اس کے دماغ سے رخصت ہونا چاہتا تھا۔ اسی وقت پتہ چلا کہ سامنے ڈیش بورڈ پر ایک چھوٹا سا سرخ بلب جل بجھ رہا ہے۔ ٹرانسمٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ سومرو نے ڈیش بورڈ کو کھول کر ٹرانسمٹر کو آن کیا۔ پھر کہنے لگا۔ "ہیلو، سومرو اسپیکنگ دس اینڈ اوور۔"

دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ وہ انگریزی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ میں سومرو کے دماغ سے اس کا ترجمہ معلوم کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "مسٹر سومرو، ہمیں شبہ ہے کہ فرہاد تم تک بھی پہنچ گیا ہے۔ کیوں کہ مرجانہ جب سانپوں کے گھر سے نکل کر فرار ہوئی ہے تو وہ یقیناً تمہارے کیبن کی طرف گئی ہو گی۔ تم نے کوئی بات اپنے ماتحتوں سے کی ہو گی۔ وہ مرجانہ کے کانوں تک پہنچی ہو گی اور وہاں سے فرہاد تک پہنچ گئی ہو گی۔ ہمیں کسی پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اسی لیے میں یونانی زبان میں تم سے مخاطب ہوں۔"

وہ ٹرانسمٹر ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا۔ دوسرے لمحے پھر وہی آواز سنائی دی۔ "مسٹر سومرو، اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ تم سائرہ بانو کو طرابلس لے کر آتے۔ بگ باس نے کہا ہے کہ مرجانہ اگر دوبارہ ہاتھ نہ آئی تو ہماری پوزیشن کمزور ہو جائے گی۔ لہٰذا اسے ہر حال میں گرفتار ہونا چاہیے۔ اس کے لیے ہم نے اپنے طور پر بھی کچھ لوگوں کو مرجانہ کی تلاش پر مامور کیا ہے۔ وہ اب تک یقیناً سپر ماسٹر کی پناہ میں پہنچ گئی ہو گی۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ تم اس وقت بہت ہی بُری طرح

چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہو ایک تو فریا دل ٹیلی پیتی تمھارے ساتھ چل ہی ہے کیونکہ تمھارے ساتھ ساتھ سائرہ بانو بھی چل رہی ہے۔ اگر فریاد نے تمھیں اب تک ٹریپ نہیں کیا ہے تو تمھاری کسی بھی غلطی کے ذریعے تمھارے دماغ تک پہنچ سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ پرسٹر نے چاروں طرف اپنا جال بچھایا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تم کو طرابلس بھی نہ پہنچنے دے اور سائرہ بانو کو تم سے چھین کر لے جائے۔ احتیاط بہت ضروری ہے۔ ہم تمھارے لیے ایک ہیلی کوپٹر بھیجنے کا انتظام کر رہے ہیں۔ تم اس ہیلی کوپٹر کے ذریعے سائرہ بانو کو لے کر طرابلس پہنچ جاؤ۔"

یہ سنتے ہی ماسٹر کروڈا مانگا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ بیچارہ سونے کے لیے جا رہا تھا۔ پچھلے اڑتالیس گھنٹوں میں وہ شاید ایک دو گھنٹے ہی سو سکا تھا۔ میں نے کہا۔ "ہیلو ماسٹر!"

وہ چونک گیا پھر بستر سے اٹھ بیٹھا کہنے لگا۔ "ہاں جناب فرمائیے!"

"میں کیا کہوں۔ مجھے شرمندگی ہے کہ تمھیں آرام کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے لیکن ایک ضروری کام ہے۔"

"فریاد صاحب، آپ تکلف نہ کریں۔ میں آپ کی خدمت کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔ آپ حکم کریں۔"

"ماسٹر جیسا کہ آپ جانتے ہیں، سائرہ بانو اس وقت بن غازی اور طرابلس کے درمیان سفر کر رہی ہیں جو شخص انھیں لے جا رہا ہے۔ اسے ابھی جبل بیگ کی طرف سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے مدد پہنچے گی اور وہ سائرہ بانو کو ہیلی کوپٹر میں طرابلس تک لے جائے گا۔ میں چاہتا ہوں اس سے پہلے آپ لوگوں کا ہیلی کوپٹر وہاں پہنچے۔"

"میں سمجھ گیا۔ ابھی میں عبداللہ بن ہیثم سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ دوسری طرف سے ماسٹر عبداللہ بن ہیثم کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو ماسٹر، فرمائیے کیا حکم ہے؟"

ماسٹر کروڈا مانگا نے کہا۔ "ماسٹر، اس وقت فریاد صاحب ہمارے درمیان موجود ہیں۔ شاید وہ آپ کے پاس بھی دماغی طور پر پہنچنا پسند کریں۔۔۔ بہرحال اس وقت لیڈی سائرہ بانو بن غازی اور طرابلس کے درمیان دشمنوں کی قید میں ہیں۔ دشمنوں کا ایک ہیلی کوپٹر وہاں پہنچ کر سائرہ بانو کو جلد ہی طرابلس لے جائے گا۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ ان سے پہلے آپ اپنا ہیلی کوپٹر وہاں پہنچا دیں اور سائرہ بانو کو وہاں سے اٹھا کر لے آئیں؟"

"میں ابھی اپنے ہیلی کوپٹر کو بھیجتا ہوں۔ باقی جو ہدایت اس سلسلے میں ضروری ہوں وہ فریاد صاحب سمجھا دے سکتے ہیں۔"

میں نے کروڈا مانگا کے دماغ میں کہا۔ "میں ماسٹر عبداللہ بن ہیثم کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں، اسے باخبر کر دوں۔"

ماسٹر کروڈا مانگا نے یہی کیا۔ ماسٹر کو بتایا۔ "فریاد صاحب تمھارے دماغ میں پہنچنے والے ہیں۔ اب تم بات کر لو۔"

ادھر رابطہ ختم ہوا۔ اُدھر میں نے ماسٹر عبداللہ بن ہیثم کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "ہیلو ماسٹر۔ میں فریاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

وہ چپ چاپ دیدے پھیلائے۔ اٹھ دلی دیوار کو دیکھنے لگے۔ میری سوچ کو اپنے دماغ میں محسوس کر رہا تھا اور خود سوچ رہا تھا۔ "کیا فریاد صاحب اسی طرح دماغ میں بولتے ہیں یا میرا دماغ خود بول رہا ہے؟"

"نہیں، ماسٹر میں فریاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ ابھی ماسٹر کروڈا مانگا نے آپ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ میں آپ کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ ہیلی کوپٹر میں کسی ایسے شخص کو ضرور بھیجیں جو یونانی زبان جانتا ہو۔ وہ لوگ بہت محتاط ہیں اور ایسی زبان استعمال کر رہے ہیں جن کے ذریعے میں ان کے دماغ تک پہنچ سکوں۔ لہٰذا میں ان کی چال انھی کو لوٹانا چاہتا ہوں۔"

ماسٹر عبداللہ بن ہیثم حیران حیران سا بیٹھا ہوا تھا۔ ابھی تک اسے پوری طرح یقین نہیں آیا تھا کہ میں ہی اس کے دماغ میں بول رہا ہوں مجبور ہو کر مجھے وہی طریقہ استعمال کرنے پڑے یعنی اسے میں نے پہلے سے بتا دیا کہ اب وہ کیسی الٹی سیدھی حرکتیں کرنے والا ہے۔ وہ ویسی ہی حرکتیں کرنے لگا اور جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ تب وہ میری موجودگی کا قائل ہو گیا۔

اس کے بعد وہ ہیلی کوپٹر کو وہاں سے بھیجنے کے لیے تقریباً پینتالیس منٹ تک مصروف رہا۔ اس ہیلی کوپٹر میں چھ مسلح افراد اور ایک ایسا شخص بھی تھا جو یونانی زبان جانتا تھا۔ ان سب سے میرا غائبانہ تعارف کرایا گیا۔ بعد میں نے ان سب کے دماغ میں پہنچ کر ان سے کہا کہ وقت پڑنے پر میں ان سے رابطہ قائم کروں گا۔

اس کے بعد میں سومرو کے دماغ میں پہنچا۔ پتہ چلا اس کی امداد کے لیے ہیلی کاپٹر اب تک نہیں پہنچا ہے۔ میں نے چپکے چپکے اس کے دماغ کو کریدنا شروع کیا کہ جب ہیلی کوپٹر پہنچے گا تو وہ کس طرح معلوم کرے گا کہ جو ہیلی کوپٹر اس کے سر پر پرواز کر رہا ہے اور اسے مخاطب کر رہا ہے، وہ اس کا اپنا ہی ہے۔ دشمنوں کا نہیں ہے۔

اس کی سوچ نے بتایا کہ ایسے وقت کو دور دراز استعمال کیے جاتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ یقیناً کوئی اجنبی زبان استعمال کی جائے گی۔ دوسرے یہ کہ کوڈ ورڈز میں اسے کہا جائے گا۔ "دی آر فرام بی بی آف بی ایس۔"

میں نے اسے کے دماغ کے ذریعے یہ معلوم کیا کہ جن گاڑیوں میں وہ اور سائرہ بانو سفر کر رہے ہیں، ان گاڑیوں کے رنگ کیا ہیں اور ان کی ساخت کیا ہے۔ یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد میں ہیلی کوپٹر میں پرواز کرنے والے اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جو یونانی زبان جانتا تھا۔ میں نے اسے تمام باتیں بتائیں۔ گاڑیوں کے رنگ، ان کی ساخت اور وہ کوڈ ورڈز وغیرہ سب کچھ اسے یاد کرا دیے۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ ہائی وے کے اس مقام پر پہنچے جہاں سے وہی دو گاڑیاں گزر رہی تھیں۔

ان گاڑیوں کے قریب سے نیچی پرواز کرتے ہوئے ایسکیپ کے ذریعے کہا گیا۔ "مسٹر سومرو، ہم تم سے مخاطب ہیں۔ وی آر فرام بی بی آف بی ایس۔ گاڑیاں روک دو۔ ہم اپنا ہیلی کوپٹر اسی پگڈنڈی پر اتارتے ہیں۔"

گاڑیاں رکنے لگیں۔ ان سے کچھ فاصلے پر وہ ہیلی کوپٹر کشادہ ہائی وے پر اترنے لگا۔ میں نے سائرہ بانو سے کہا۔ "اب آپ کو اس گاڑی سے اتار کر ایک ہیلی کوپٹر میں سوار کرایا جائے گا۔ آپ خاموشی سے اس پر سوار ہو جائیں گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم آپ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

میں نے انھیں یہ نہیں بتایا کہ اب وہ دوستوں میں پہنچ گئی ہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ حشمت بیگ کے تاثرات سے شاید مجھے لگا کہ کوئی چال چلی جا رہی ہے۔ میں حشمت بیگ کو شبہے میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی لیے سائرہ بانو کو اندھیرے میں رکھا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سومرو اپنی گاڑی سے اتر کر ہیلی کوپٹر کی طرف جانے لگا۔ اس کے پیچھے سائرہ بانو، حشمت بیگ اور مسلح جوان موجود تھے سومرو نے قریب پہنچ کر یونانی زبان میں پوچھا۔ "بگ باس کا میرے متعلق کیا حکم ہے؟"

اس یونانی زبان میں بولنے والے شخص نے کہا۔ "ہم آپس میں زیادہ بات نہیں کریں گے۔ بگ باس نے کہا ہے کہ آپ اپنی گاڑی میں طرابلس پہنچیں۔ سائرہ بانو کو کسی دوسری جگہ لے جایا جا رہا ہے۔ اس جگہ کا نام ہم آپ کو نہیں بتائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ فریاد آپ کے دماغ میں موجود ہو اور وہ جگہ معلوم کر لے۔"

سومرو نے تائید میں سر ہلایا۔ اس دوران سائرہ بانو اور حشمت بیگ ہیلی کوپٹر میں سوار ہو گئے۔ سومرو کے ساتھ آنے والے مسلح سپاہی سومرو کے ساتھ ہی رہ گئے۔ جب وہ ہیلی کوپٹر ہوا میں بلند ہو کر پرواز کرنے لگا۔ تب مجھے پوری طرح اطمینان ہو گیا۔

میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک آرام دہ بستر پر گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے اسے سوتے دیا جو شخص مرجانہ سے پارک کے سامنے ملاقات کر چکا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کے ذریعے معلوم کیا کہ تقریباً دو گھنٹے کے بعد مرجانہ کو ہیلی کوپٹر کے ذریعے طرابلس بھیجا جائے گا۔ میں ماسٹر عبداللہ بن ہیثم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ٹرانسمیٹر کے سامنے بیٹھا ہوا ہیلی کوپٹر والوں سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے آدمی بڑی کامیابی سے اڑائی جھگڑے کے بغیر سائرہ بانو کو لے کر آ رہے ہیں بلکہ حشمت بیگ کو بھی اغوا کر کے لا رہے ہیں اور حشمت بیگ اب تک اسی خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی حفاظت میں سائرہ بانو کو طرابلس لے جا رہا ہے۔

میں نے کہا۔ "ماسٹر، تھوڑی دیر میں سائرہ بانو آپ کے پاس پہنچ جائیں گی۔ مرجانہ کے لیے بھی اپنے ماتحتوں کو حکم دے دیں کہ وہ بڑے نہایت آرام اور حفاظت کے ساتھ آپ کے پاس پہنچا دیا جائے۔ دونوں ماں بیٹی کو آپ پوری ذمہ داری سے حفاظت کروائیں۔ میں اب چار، پانچ گھنٹے تک سونا چاہتا ہوں۔ بہت تھک گیا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ مجھے اطمینان سے آرام کرنے کا موقع دیں گے؟"

ماسٹر عبداللہ بن ہیثم نے کہا۔ "جناب، آپ بالکل اطمینان رکھیں دونوں ماں بیٹی کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔"

میں مطمئن ہو کر وہاں سے چلا آیا۔ ماسٹر کروڈا مانگا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ بے چارہ گہری نیند سو چکا تھا۔ اب بھی سوتے سوتے میرے پاس رسونتی بھی گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ دن نکل آیا تھا۔ بلکہ دوپہر تیر رہی تھی۔ ایک میں ہی تھا جو اب تک جاگ رہا تھا میں نے بستر سے اٹھ کر اس کٹیا کے باہر آ کر دیکھا تو غلام اپنے آدمیوں کے ساتھ کٹیا کے باہر بیٹھا ہوا ہمارے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا۔

میں نے کہا۔ "غلام! میں پچھلی رات سے اب تک سو نہیں سکا تھا۔ میری مالکہ سو رہی ہیں۔ وہ بیدار ہو جائیں گی۔ تو تم ان سے پوچھ لینا کہ انھیں کسی چیز کی ضرورت ہے یا نہیں میں اب سونے جا رہا ہوں۔ چار، پانچ گھنٹے سے پہلے اب اس کٹیا سے باہر نہیں نکلوں گا۔"

یہ کہہ کر میں واپس آیا۔ اور آتے ہی بستر پر لیٹ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ سونے سے پہلے میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا پتہ چلا وہ اور ڈیڑھ جمال پیر میں پہنچنے کے بعد ایک بار پھر اپنی نیند پوری کر رہے تھے۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ کم از کم پانچ گھنٹے تک سوتا ہوں۔ اس کے بعد بیدار ہو جاؤں۔

❁

میری آنکھ کھل گئی۔ رسونتی پاس ہی بیٹھی میرے بیدار ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی وہ مجھ پر جھک گئی۔ مجھے خواب کا سا سماں لگا جیسے میں اب تک سو رہا ہوں اور نیند کی وادیوں میں رسونتی کے ساتھ یہ خوبصورت لمحات گزار رہا ہوں۔ مجھ پر تنہ نیند کا خمار بھی تھا اور رسونتی کی والہانہ اداؤں کا نشہ بھی طاری تھا۔ کچھ دیر بعد میں پوری طرح بیدار ہو گیا۔

بستر سے اٹھ کر غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد میں اور رسونتی کٹیا سے باہر آئے۔ غلام نے مسکرا کر استقبال کیا۔ فوراً ہی ہمارے لیے کھانے کے انتظامات کیے گئے۔ وہاں ہم کھانا کھاتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ اس دوران رسونتی بار بار مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھتی رہی۔ آخر میں نے پوچھ لیا۔ "کیا بات ہے تم مجھے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

"کیا تم میرے دماغ میں پہنچ کر میرے تجسس کو سمجھ نہیں سکتے؟"

"سمجھ سکتا ہوں۔ تم خود ہی بتا دو تو بہتر ہے۔"

"میں اس انتظار میں ہوں کہ تم ہمارے پاس بیٹھے بیٹھے کب دماغی طور پر غیر حاضر ہو جاؤ گے اور پرواز میں مصروف ہو جاؤ گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہاں، مجھے سائرہ بانو، مرجانہ اور سونیا وغیرہ کی خبر لینا چاہیے لیکن مجھے اطمینان ہے۔ وہ سب محفوظ مقامات تک پہنچ گئی ہیں۔ انھیں دشمنوں کی طرف سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں

اطمینان سے ان کے پاس جاؤں گا۔"

رسونتی نے کہا۔ "بھگوان کا شکر ہے کہ تم ابھی کچھ دیر تک ہمارے پاس دماغی طور پر موجود رہو گے۔"

غلام نے مسکرا کر کہا۔ "آقا، آپ نے ہماری مالکہ کو پریشان کر دیا ہے۔ ایک تو جلد یہاں سے رخصت ہونے والے ہیں، دوسرے یہ کہ ان کے پاس موجود رہ کر بھی موجود نہیں رہتے۔"

"بھئی شکایتیں نہ کرو۔ میں بہت مجبور ہوں۔ کوشش کروں گا کہ زیادہ سے زیادہ وقت تمھاری مالکہ کے پاس موجود رہوں۔"

کھانے کے بعد میں نے ایک گھنٹہ اور رسونتی کے ساتھ گزارا۔ اس سے خوب باتیں کرتا رہا۔ وہ خوش ہوتی رہی۔ ایک گھنٹے بعد میں نے کہا۔ "اب اگر اجازت دو تو میں ان تمام لوگوں کی خبر لوں۔"

"وہ مسکرا کر بولی۔ "ہاں، یہ ضروری ہے۔ اب تمھیں ضرور ان کی خبر لینا چاہیے۔ میں تمھاری واپسی کا انتظار کروں گی۔"

ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے پھر نئی کٹیا میں آئے۔ میں ایک بستر پر بیٹھ گیا۔ لیٹنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ آنکھیں پلپلاتی مار کر آنکھیں بند کر لیں اور سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

وہ پیر تسلہ کے ماسٹر کے پاس ایک بہت ہی آرام دہ سجے سجائے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ماسٹر سے کہا تھا کہ اسے سائرہ بانو اور مرجانہ کے متعلق فوراً بتایا جائے کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟

سونیا کی فرمائش ماسٹروں کے لیے حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ پیر تسلہ کے ماسٹر نے ماسٹر کروڑی مانگا سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اس کے ذریعے معلومات حاصل کرتے ہوئے ماسٹر عبداللہ بن صمیم کے پاس پہنچا اور وہاں جو کچھ معلوم ہوا وہ اس نے سونیا کو بتایا۔

سونیا نے ان کی طرف سے مطمئن ہو کر کہا۔ "ماسٹر میرے ساتھ ہو صاحب ڈیرہ جمال آئے ہیں پہلے میں انھیں سائرہ بانو کی کوٹھی میں بھیج چاہتی تھی، لیکن اب میں ڈیرہ جمال کو اپنے ساتھ لے کر لندن جاؤں گی۔ آپ ماسٹر عبداللہ بن صمیم سے کہہ دیں کہ مرجانہ اور اس کی امی کو لندن پہنچا دیں۔ وہاں مرجانہ کا علاج بہت ضروری ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں کہا۔ "ہیلو سونیا، میں تمھارے پاس ہوں۔"

وہ بے اختیار خوش ہو گئی۔ پھر جلدی سے سنبھل کر ناگواری سے بولی۔ "تم نے میرے پاس آنے کی تکلیف کیوں گوارا کی۔ میں یہاں خیریت سے ہوں اور اگر تم مجھ سے اسی طرح دور رہو تو ہمیشہ خیریت سے رہو گی۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں تم سے کام کی باتیں کرنے آیا ہوں۔ اگر بیکار باتیں کروں تو تم نخرے دکھانا۔"

"اچھا کہو، کیا کہنے ہے؟"

"مرجانہ کو یقیناً علاج کے سلسلے میں لندن پہنچنا چاہیے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تم ڈیرہ جمال اور سائرہ بانو بھی وہاں پہنچو گے تو نتیجہ کیا ہو گا۔ ہم سب دشمنوں کو ایک ہی مقام پر مل جائیں گے۔ ہمیں مختلف مقامات پر ہونا چاہیے۔"

"لیکن میں لندن نہ جاؤں؟"

"تم تو ضرور جاؤ گی۔ کیونکہ میں بھی کل وہاں پہنچ رہا ہوں۔"

"پھر تو میں کبھی وہاں نہیں جاؤں گی۔ مرجانہ کو لے کر علاج کے لیے امریکہ چلی جاؤں گی۔"

"ہم نے مرجانہ کے علاج کے لیے جو پروگرام بنایا ہے اس کے مطابق وہ لندن میں رہے گی۔ میں اس کی نگرانی کروں گا اور تم وہاں رہو گی۔ سائرہ بانو اور ڈیرہ جمال کو کسی دوسرے ملک میں بھیج جائے گا۔"

"سائرہ بانو اپنی بیٹی کو چھوڑ کر نہیں جائیں گی۔"

"انھیں کسی طرح سمجھا بجھا کر علیحدہ رہنے پر راضی کرنا ہی ہو گا۔ مرجانہ کے ذریعے اگر انھیں سمجھایا جائے تو شاید وہ مان جائیں گی۔ پھر یہ کہ ڈیرہ جمال کا ساتھ ہو گا تو وہ بہل جائیں گی۔"

"میں تمھاری یہ بات مانتی ہوں کہ مرجانہ کے علاج کے دوران سائرہ بانو اور ڈیرہ جمال کو دور رہنا چاہیے لیکن میں مرجانہ کے ساتھ لندن میں رہوں گی۔ تو تم وہاں نہیں آؤ گے۔ اگر تم آؤ گے تو میں مرجانہ کو لے کر کسی دوسری جگہ چلی جاؤں گی۔ کہو، کیا فیصلہ کرتے ہو؟"

"تمھاری اس بات پر مجھے غور کرنا ہو گا لیکن میں سامی کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ ماسٹر سے پوچھو کہ میری بلی کہاں ہے؟ تم اسے اپنے ساتھ رکھ لو۔ جب بھی تم سے ملاقات ہو گی میں سامی کو تم سے لے لوں گا۔"

"تم پھر ملاقات کی بات کر رہے ہو۔ میری تمھاری ملاقات اب کبھی نہیں ہو گی۔"

"چلو نہیں ہو گی۔ لیکن سامی کے متعلق معلوم کرو۔"

سونیا نے ماسٹر سے سامی کے متعلق پوچھا۔ ماسٹر نے کہا۔ "مادام، ماسٹر موس ٹرونی کی موت کے بعد میں نے یہاں کا چارج لیا ہے۔ مجھے جو کچھ علم ہے میں وہ بلی نہیں تھی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔ ویسے میں یہاں کے خاص ماتحتوں سے ابھی دریافت کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا اور دوسرے کمرے میں جانے لگا۔ سونیا نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "کیا تم موجود ہو؟"

"ہاں، تمھیں کچھ ڈکر کہاں جا سکتا ہوں؟"

"بکواس نہ کرو۔ یہ عاشقانہ باتیں صرف رسونتی کے لیے رکھو۔"

"تم تو جل بھن کر کباب ہو رہی ہو۔"

"کبھی رسونتی سے کبھی نہیں بنتی۔ اس کی قسمت میں تم لکھے تھے ہیں اس کا بڑا نہیں ہو گی۔ مجھے تو غصہ اس بات پر ہے کہ تم اب بھی اپنے ہر جائی پن سے باز نہیں آ رہے۔ بے چاری تمھاری بیوی تمھارے بچے کی ماں بننے والی ہے اور تم اسے چھوڑ کر پھر لندن جانا چاہتے ہو۔ ایک بار اسے چھوڑ کر نکلو گے تو شاید برسوں کے بعد ہی اس سے ملاقات کرو گے۔ میں تمھاری

فطرت کو خوب سمجھتی ہوں۔"

"میں تمھیں پہلے ہی سمجھا چکا ہوں کہ میں رسونتی کو نہیں چھوڑ رہا ہوں۔ رسونتی خود مجھے چھوڑ رہی ہے۔ وہ اپنے بچے کی سلامتی کیلئے ایسا کر رہی ہے اور مجھے بھی بچے کی سلامتی منظور ہے۔"

"بچے کی سلامتی کی آڑ میں تمھیں آزادی مقصود ہے۔ تم کتنے شریف ہو یہ سونیا سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ بہرحال میری بات کا جواب دو تم لندن جانا چاہتے ہو یا اپنا ارادہ بدل رہے ہو؟"

میں تھوڑی دیر تک سوچنے لگا۔ اگر میں لندن جانے کی بات کروں گا تو سونیا مرجانہ کو وہاں نہیں جانے دے گی۔ میں مرجانہ کو روکنا چاہوں گا تو کامیاب نہیں ہوں گا۔ کیونکہ مرجانہ خود اس کی دیوانی تھی۔ اب دوسرے پہلو سے میں نے سوچا کہ سونیا کو دھوکہ دے کر لندن پہنچ جاؤں، تب مجھے خیال آیا کہ وہ سونگھنے کی حس رکھتی ہے۔ لندن میں میری بُو پالے گی تو میری موجودگی کو سمجھ لے گی۔

یہ سب سوچنے کے دوران میرے اندر کچھ بے چینی سی پیدا ہوئی۔ مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی بات میرے دماغ میں اٹک رہی ہے۔ میں نے اپنے دماغ کو ٹٹولنا شروع کیا تو سونیا کی وہی سونگھنے والی بات دماغ میں چبھنے لگی۔ مجھے یاد آیا کہ جب میں رسونتی کے ساتھ ایک ہتھکڑی میں قید کیا گیا تھا اور سونیا اسی جنگل میں کئی میل کے فاصلے پر مرجانہ کے ساتھ تھی تو اس نے میری بُو کیوں نہیں سونگھی۔ وہ بُو سونگھ کر سمت کا تعین کر کے میری طرف آ سکتی تھی۔

جب مجھے یہ بات یاد آئی تو یہ بھی یاد آیا کہ جب وہ جنگل میں مرجانہ کو تلاش کر رہی تھی۔ تو اس وقت بھی اس نے مرجانہ کی بُو نہیں سونگھی تھی۔ وہ مرجانہ تک اسی طرح بُو سونگھ کر پہنچ سکتی تھی لیکن اس کی حس سونگھنے کی حس کیا ہوئی؟ بے حسی اور بے بسی کے ساتھ جنگل میں ادھر سے اُدھر کیوں بھٹک رہی تھی؟

میں یہ پوچھنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچا۔ اسی وقت ماسٹر نے کمرے میں آ کر کہا۔ "مادام، مجھے افسوس ہے۔ میں آپ کی بلی سامی کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ میرے ماتحت بھی اس بارے میں لاعلمی ظاہر کر رہے ہیں۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں پوچھا۔ "سونیا، تم سونگھنے کی حس رکھتی ہو۔ سامی تمھارے پاس کافی عرصے تک رہی ہے۔ کیا تم اس کی بُو سونگھ کر اس کے پاس نہیں پہنچ سکتیں؟"

اس نے ایک گہری سانس لی۔ پھر ہونے کی پشت سے ٹیک لگا کر بولی۔ "مجھے اس سلسلے میں یہاں کے ایک ڈاکٹر سے ملنا ہو گا۔"

میں نے پوچھا۔ "ڈاکٹر سے کیوں ملنا ہو گا؟"

وہ بولی۔ "بات یہ ہے کہ جہاں میں نوشبو کو سونگھتی تھی۔ وہاں دنیا بھر کی بدبو بھی میری ناک تک پہنچتی تھی۔ سونگھنے کی حس اتنی تیز ہو گئی تھی کہ میں ناگوار بُو برداشت نہیں کر پاتی تھی۔ اکثر سستے وقت بڑی بے چینی سی محسوس ہوتی تھی۔ آس پاس کہیں دُور تک کوئی گُہرا گھورہو یا کسی قسم کی بدبو ہو تو مجھے بے چین کر دیتی تھی۔ میں نے ایک ڈاکٹر سے مشورہ کیا۔ اس نے بتایا کہ وہ متواتر علاج کے ذریعے میری سونگھنے کی حس کو کم کر سکتا ہے۔ میں اس کے زیر علاج رہنے لگی۔ وہ مجھے کھانے کے لیے دوائیں دیتا تھا اور انجکشن بھی لگاتا تھا۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ سونگھنے کی حس قدرے کم ہو گئی ہے۔ لیکن اتنی تو تھی کہ میں پیروں کی حدود میں رہنے والوں کی بُو سونگھ سکتی تھی۔ لیکن اس کے بعد پتہ نہیں کیا ہوا کہ رفتہ رفتہ وہ حس بتدریج کم ہونے لگی۔ اب اتنی کم ہو گئی ہے کہ میں صرف اپنے سامنے والوں کی بُو محسوس کر سکتی ہوں۔ جو مجھ سے دور ہو یا میری نگاہوں کے سامنے نہ ہو میں ان کی بُو نہیں پا سکتی۔"

"کیا تم دوبارہ علاج کراؤ گی اور اپنی سونگھنے کی حس کو بحال کرو گی؟"

"ہاں، اس حد تک تو بحال کرنا چاہتی ہوں کہ لندن میں رہوں تو تمھاری بُو محسوس کر سکوں تاکہ تم وہاں نہ رہ سکو۔"

"تم تو خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ کیا میرے لیے یہ کرو گی؟"

"تمھارے جیسے شیطان سے دور رہنے کے لیے مجھے اپنی سونگھنے کی حس کو بحال رکھنا چاہیے۔"

"میں بددعا دیتا ہوں کہ اب کبھی تمھاری سونگھنے کی حس بحال نہ ہو۔"

"تمھاری اس بددعا سے ظاہر ہو گیا کہ تم لندن ضرور پہنچو گے؟"

"میں تمھارے پاس بھی نہیں آؤں گا اور نہ ہی لندن جاؤں گا۔ میں سائرہ بانو اور ڈیرہ جمال کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں رہوں گا۔"

"یہ ہوئی نا کام کی بات۔ میں اپنے طور پر معلومات حاصل کرتی رہوں گی کہ تم سائرہ بانو اور ڈیرہ جمال کے ساتھ رہتے ہو یا نہیں۔ اگر تم نے مجھے دھوکا دے کر لندن پہنچنے کی کوشش کی تو بہت بُرا ہو گا۔"

"بس دھمکی نہ دو۔ میں نے کہہ دیا میں لندن نہیں آؤں گا۔ ہو سکے تو میری سامی کو تلاش کرو۔"

تھوڑی دیر تک اس سے نوک جھونک ہوتی رہی پھر میں سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا۔ "ہیلو اماں، آپ کیسی ہیں؟"

وہ خوش ہو کر بولیں۔ "بیٹے خوش ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہوں۔ تم اپنوں کی خیریت سناؤ۔"

"اپنوں کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ جمال صاحب کی خیریت پوچھنا چاہتی ہیں؟"

وہ ایک دم سے جھینپ گئیں۔ کچھ شرمائیں۔ پھر ذرا ناراض ہو کر بولیں۔ "شریر کہیں کے۔ فضول باتیں کرتے ہو۔ میں بھلا کیوں ان کی خیریت پوچھوں گی۔ میں تو کبھی کی خیریت دریافت کر رہی ہوں۔"

"ان سب میں جمال صاحب بھی شامل ہیں اور یوں کہنا چاہیے کہ وہ سرفہرست ہیں۔ چلیے میں بتائے دیتا ہوں وہ بخیریت ہیں اور سونیا کے ساتھ پیرتسلہ میں موجود ہیں۔ اب ہم سوچیں گے کہ کس طرح ایک دوسرے سے

ملاقات ہوسکتی ہے۔ ویسے آپ کی خوشی اور اطمینان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مرجانہ آپ کے پاس پہنچ گئی ہے۔"

"ہاں وہ میرے پاس تو پہنچ گئی ہے مگر اس وقت میرے سمجھانے کے باوجود حشمت بیگ کے پاس گئی ہے۔ بیٹا وہ اسے بُری طرح مارے گی۔ اس سے انتقام لے گی تم اسے سمجھاؤ میں نہیں چاہتی کہ وہ کسی کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔"

آپ اطمینان رکھیں امّی۔ وہ ایسا نہیں کرسکے گی میں اسے باز رکھوں گا۔ اچھا میں اس کے پاس پہنچ کر دیکھتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں مرجانہ کے بجائے حشمت بیگ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک خالی کمرے کے ننگے فرش پر بیٹھا ہوا تھا اور بُری طرح گھبرایا ہوا تھا۔ پہلے تو وہ خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ اسے جس سہیلی کو پیڑ میں سوار کرایا گیا تھا۔ وہ سہیلی کو پیڑا اس کے بیٹے نے ہی بھیجا ہوگا۔ طرابلس پہنچنے تک وہ یہی سمجھتا رہا۔ جب سائرہ بانو کو ایک نہایت ہی خوبصورت بنگلے میں پہنچایا گیا تو وہ کہنے لگا۔ "دیکھ تو میرے بیٹے نے کیسے انتظامات کیے ہیں۔ دنیا کے ہر حصّے میں اس کی پہنچ ہے اب تم یہاں بیٹھ کر آسانی سے خزانے کا پتہ بتاؤ گی۔"

اس وقت تک سائرہ بانو کو معلوم ہوچکا تھا کہ وہ دوستوں میں آگئی ہیں۔ انھوں نے ایک مشفق محافظ سے کہا: "یہ مجھ سے خزانے کا پتہ پوچھ رہا ہے۔ اسے خزانے تک پہنچا دو۔"

سائرہ بانو کی بات سنتے ہی دو محافظوں نے اسے دونوں طرف سے پکڑ لیا۔ تب حشمت بیگ نے حیرانی اور پریشانی سے پوچھا: "یہ کیا حرکت ہے۔ تم لوگوں نے مجھے کیوں پکڑا ہے؟"

سائرہ بانو نے اس کو حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "جی چاہتا ہے تمھارے منہ پر تھوک دوں۔ تمھیں جوتے لگاؤں مگر افسوس میری پرورش ایک شریف خاندان میں ہوئی ہے۔ اگر میں ایسی حرکت کروں گی تو تم میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ تم سے فرہاد سمجھے گا۔ جاؤ اسے لے جاؤ۔"

تب حشمت بیگ کو پتہ چلا کہ وہ دھوکا کھا گیا ہے اور پوری طرح بازی ہار چکا ہے۔ وہ دوسروں کے لیے گڑھا کھود رہا تھا خود ایک گڑھے میں آگرا ہے۔

اس کے سوچنے کے دوران کمرے کا دروازہ کھلنے لگا۔ وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ کھلے ہوئے دروازے پر چوہتی نظر آئی۔ اسے دیکھتے ہی اس کے ہوش اڑ گئے۔ مرجانہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے دو مسلح محافظ تھے۔ وہ چند لمحوں تک اسے تیز چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے خاموشی سے دونوں ہاتھ اپنی کمر سے اٹھا کر پیچھے کی طرف ہاتھوں سے یوں اشارہ کیا جیسے محافظوں کو وہاں سے جانے کا حکم دے رہی ہو۔ محافظ باؤٹ مڑ ہو کر چلنے لگے۔ وہ کمرے کے اندر آئی اور دروازے کو اندر سے بند کردیا۔

حشمت بیگ گھگھیانے لگا۔ اس کے منہ سے مارے دہشت کے عجیب و غریب آوازیں نکلنے لگیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر مرجانہ کی ہیبت ایسی طاری تھی کہ اس کے منہ سے صحیح الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔ جن لوگوں نے سائرہ بانو کو جوانی میں ستایا تھا اور بری طرح برباد کیا تھا۔ ان کے ساتھ مرجانہ کس بُری طرح پیش آئی تھی۔ یہ بات حشمت بیگ جانتا تھا۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ سائرہ بانو نے اپنے ایک دشمن کو معاف کردیا تھا۔

جب مرجانہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے اس کے قریب آنے لگی تو اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا: "بیٹی تمھاری نئی جنتی رحمدل میں تمھارے ابا مرحوم بھی اتنے ہی انسان دوست اور رحمدل انسان تھے۔ دشمنوں کو معاف کردیا کرتے تھے۔ میری عمر دیکھو۔ میں تمھارے والد کی جگہ ہوں۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی مرجانہ نے دونوں ہاتھوں سے جھپٹ کر اس کے گریبان کو پکڑا اور پھر ایک طرف جھٹکا دے کر اسے سامنے والی دیوار کی طرف پھینک دیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا اس دیوار سے ٹکرایا۔ مرجانہ چیخ کر بولی۔ "کمینے رکتے آج کہہ رہا ہے کہ میرے باپ کی جگہ ہے۔ پہلے کہتا رہا کہ میرا باپ ہے۔ میری ماں کو بدنام کرتا رہا۔ آج موت نظر آرہی ہے تو لہجہ بدل گیا ہے۔ رشتہ بدل گیا ہے لیکن میرے تیور نہیں بدلیں گے۔"

وہ دیوار کی طرف سے کانپتے ہوئے بڑھ رہا تھا۔ مرجانہ نے اپنا ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ سہم کر دیوار سے چپکنے لگا۔ مرجانہ کا وہ ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے آیا۔ پھر حشمت بیگ کو ہوا میں اٹھنے لگا۔ جیسے اس کے دونوں جبڑے آہنی شکنجے میں کس گئے ہوں۔ وہ بُری طرح کانپنے لگا۔ بڑی مشکل سے منہ کھول کر کہنے لگا۔ "بے... بے... بیٹی میں کمزور ہوں تم شہ زور ہو۔"

مرجانہ نے اسے اسی طرح جبڑوں سے تھام کر دیوار سے لگا کر ایک ہاتھ کی قوت سے زور اوپر اٹھایا پھر نیچے دھکا دے دیا۔ وہ گرا تو اس کے سینے پر پاؤں رکھ کر بولی۔ "جب سے انسان اس دنیا میں آیا ہے۔ تب سے شہ زور اور کمزور کا کھیل جاری ہے۔ یہاں بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگلتی ہے۔ شہ زور کمزور کو کچل دیتا ہے۔ کیسے تب میری ماں کمزور تھی اور تو ظلم کر رہا تھا تو اس وقت تجھے یہ یاد نہیں آیا کہ میری ماں کمزور ہے اور تو شہ زور ہے کبھی وقت بدلے گا۔ تو تو کمزور ہوگا اور تقدیر تیری بے بسی کا مذاق اڑائے گی۔"

اس نے جو لات اس کے سینے پر رکھی تھی۔ اسی لات سے اس کے منہ کو زور سے کچل دیا۔ وہ فرش پر تڑپنے لگا۔ اس نے اس کے بالوں کو مٹھی میں پکڑ کر ایک زور کا جھٹکا دیا اور فرش پر بٹھا دیا۔ اس سے ایک قدم دور ہو کر بولی۔ "جو طاقت ور ہوتے ہیں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ طاقت ور رہیں گے، وقت اور عمر اور حالات اور تقدیر انہیں کبھی کمزور نہیں بنائے گی۔ وہ قدرتی نظام کو بھول جاتے ہیں۔ جیسے تو بھول گیا تھا اب تجھے میں یاد دلا رہی ہوں تاکہ دوسرے طاقت وروں کو یہ عبرت حاصل ہو کہ آنے والا وقت ایک عبرت کی گھڑی ہوتا ہے اور کسی وقت بھی شہ زور کو کمزور بنا دیتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک زور کی لات اس کے منہ پر ماری۔ وہ چیخنے لگا۔ فرش پر تڑپنے لگا۔ یوں ہاتھ پاؤں مارنے لگا جیسے موت کے اندھیرے میں ڈوب رہا ہو اور تیر کر پار نکلنا چاہتا ہو۔

میں نے کہا: "مرجانہ بس کرو۔ کیا اسے مار ڈالو گی؟"

"ابھی نہیں۔ ابھی تو میں تھوڑا سا نمونہ پیش کر رہی ہوں۔ اپنی امّی کے سامنے اس کی ایسی مرمت کروں گی کہ یہ موت کی بھیک مانگے گا اور اسے موت نہیں ملے گی۔ میں اسے زندہ رکھ رکھ کر ماروں گی۔"

"یہ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ تمھاری امّی جمدل میں ان کے سامنے تم سزا دو گی۔ یہ تڑپے گا، چیخے گا، چلائے گا، فریاد کرے گا تو تمھاری امّی تمھیں مجبور کردیں گی کہ اسے معاف کردو۔"

وہ سر جھٹک کر بولی۔ "میں اسے ہرگز معاف نہیں کروں گی۔"

"یہ تمھاری ضد ہے ورنہ تم اپنی امّی کے سامنے جھک جاؤ گی۔ جانتا ہوں اور تم بھی۔"

"تم چاہتے کیا ہو؟"

"میں چاہتا ہوں کہ جو سبق تم اسے دینا چاہتی ہو وہی سبق اس کے بیٹے کو ملے۔ اس کا بیٹا سمجھے کہ طاقت کے گھمنڈ میں دوسروں کو پریشان کرنے، برباد کرنے، جنگلوں میں بھٹکانے اور ہمیں اپنے ملک سے دور رکھ کر ہمارے ملک کے ٹکڑے ہونے کا تماشہ دیکھنے والے کا انجام کیا ہوسکتا ہے۔ یہ سبق جلال بیگ کو سکھانا ہوگا۔"

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"جلال بیگ کی چال اُسے لوٹانا چاہتا ہوں یعنی حشمت بیگ کے سینے پر موت کا ایک بم باندھ کر اسے اس کے بیٹے کے پاس روانہ کردیا جائے گا۔ اس چیخ کے ساتھ کہ اس بم کے تار کو صرف بم میں سے کوئی علیحدہ کرسکتا ہے اور کوئی دوسرا کوشش کرے گا تو حشمت بیگ کے ساتھ اس کے دھماکے سے ہلاک ہوجائے گا۔"

مرجانہ نے خوش ہو کر کہا۔ "ہاں، یہ بہت اچھی تدبیر ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ تیس گھنٹے تک میری امّی اور ہم سب کس طرح ذہنی اذیتوں میں مبتلا رہے۔ ہر لمحہ ہمیں موت نظر آتی رہی۔ یہی حال اب جلال بیگ کا ہوگا۔"

وہ فرش پر اوندھے منہ پڑا۔ کراہ رہا تھا۔ مرجانہ اس سے دو ہٹ کر اسے تھوڑی دیر تک دیکھتی رہی۔ پھر اس نے دروازہ کھولا۔ باہر وہی دو مسلح نوجوان کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے کہا: "حشمت بیگ کو لے جاکر غسل کراؤ اسے ڈھنگ کا لباس پہناؤ اور اچھی طرح کھلاؤ پلاؤ۔ ہم اسے بڑی عزت کے ساتھ اس کے بیٹے کے پاس پہنچائیں گے۔"

حشمت بیگ مرجانہ کی باتیں سن کر فرش پر بیٹھ گیا اور حیرانی سے اسے دیکھنے لگا جو ابھی بُری طرح اسے مار رہی تھی۔ وہی اب اسے نہلانے دھلانے اور کھلانے پلانے کی بات کر رہی تھی۔ مرجانہ اس کی طرف پلٹ کر دیکھنے لگی تو وہ سہم کر کھڑا ہوگیا۔ تھا۔ تھا۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے پاس آئی اور بولی: "تم سوچ رہے ہوگے کہ اچانک میرا مزاج کیوں بدل گیا ہے؟"

وہ ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے بولا۔ "بیٹی، مجھے معاف کردو میں آئندہ تم ماں بیٹی کے خلاف کبھی کوئی بات نہیں سوچوں گا۔"

"ہاں، میں نے تمھیں اور تمھارے بیٹے کو معاف کردیا ہے۔ اسی لیے تمھاری واپسی کا انتظام کر رہی ہوں۔"

اس نے حشمت بیگ کے سر پر ہاتھ رکھ کر سہلاتے ہوئے کہا۔ "جانتے ہو نا، جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اسے نہلایا دھلایا اور کھلایا پلایا جاتا ہے؟"

یہ کہہ کر وہ اس کے پاس سے پلٹ گئی پھر تیزی سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔ حشمت بیگ سہمے ہوئے انداز میں دیدے پھاڑ کر اس خالی دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ جہاں سے وہ گزر گئی تھی۔ وہ دہشت سے بُری طرح کانپ رہا تھا۔

واقعی یہ تدبیر مناسب تھی کہ جلال بیگ کو اس کی چال لوٹا دی جائے اس کے باپ کے سینے پر ایک بم کو لپیٹ کر اسے اس کے بیٹے کے حوالے کردیا جاتا۔ اس طرح توقع تھی کہ بیٹا اپنے باپ سے محروم ہوجاتا۔ آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔

مجھے کرنا تھا

طرابلس کے ماسٹر عبداللہ بن صمیم کے سامنے اس تدبیر کو پیش کرنا تھا اور ماہروں کو بلا کر فوری طور پر ایک ایسا خطرناک بم تیار کرانا تھا۔ یہ سوچ کر میں ماسٹر عبداللہ بن صمیم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک انگریز دوشیزہ کے ساتھ تھا۔ میں فوراً ہی لاحول پڑھتا ہوا اس کے دماغ سے نکل آیا۔

میں تھوڑی دیر تک خود کو خالی الذہن رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ کسی حد تک کامیابی بھی ہوئی۔ پھر دوبارہ ماسٹر عبداللہ بن صمیم کے پاس پہنچا تو۔ اس وقت وہ ایک آرام دہ پلنگ پر نیم دراز تھا اور انگریز دوشیزہ سے کسی اجنبی زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔ میں ماسٹر کے دماغ سے ترجمہ سننے لگا۔

ماسٹر نے پوچھا۔ "تم سوتنیا اور مرجانہ کو کیسے جانتی ہو؟"

"انھیں کون نہیں جانتا۔ میں نے اُن کے متعلق پڑھا بھی ہے اور دوسروں سے سُنا بھی ہے۔ کیا کبھی تمھاری اُن سے ملاقات ہوئی ہے؟"

ماسٹر نے اپنے سینے پر فخر سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "میری تو فرہاد صاحب سے براہ راست ٹیلی پیتھی کے ذریعے گفتگو ہوئی ہے۔ اُن کی ساتھی مرجانہ اور اُس کی والدہ میری مہمان ہیں۔"

انگریز لڑکی نے خوش ہو کر پوچھا۔ "پھر تو اُن کے ساتھ فرہاد بھی آیا ہوگا؟"

"نہیں فرہاد صاحب نہیں ہیں۔ البتہ ان عورتوں کے ساتھ اُن کا دشمن حشمت بیگ ہے جسے ہم نے ایک کمرے میں قید کر رکھا ہے۔ اب فرہاد صاحب اُس کے متعلق جو فیصلہ کریں گے۔ ہم اُس پر عمل کریں گے۔"

"کیا وہ قیدی بہت خطرناک ہے؟"

"بالکل نہیں۔ وہ تو ایک بوڑھا اور بے ضرر آدمی ہے۔"

وہ بولی "ہائے بوڑھا نہ کہو کسی بوڑھے کا ذکر سنتی ہوں تو مجھے اپنا باپ یاد آجاتا ہے۔ مجھے اچانک ہی اس بوڑھے سے ہمدردی ہو جاتی ہے، کیا میں اُسے ایک نظر دیکھ سکتی ہوں؟"

"بھلا تم اُسے دیکھ کر کیا کرو گی؟"

"میں نے بتایا نا، جب میں چھوٹی سی تھی تب ہی میرا باپ مجھے اور میری ماں کو چھوڑ کر چلا گیا تھا مگر میں اُسے بھلا نہیں سکی۔ میری ماں کہتی ہے کہ اب وہ بہت بوڑھے ہو گئے ہوں گے، میں کسی بھی بوڑھے کو دیکھتی ہوں تو اُس میں مجھے اپنے باپ کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔"

ماسٹر عبداللہ بن صمیم نے ہنستے ہوئے کہا "تم عجیب لڑکی ہو۔ ہم نے جسے دشمن کی حیثیت سے قید کر رکھا ہے تم اُسے اپنا باپ سمجھ کر ملنا چاہتی ہو۔"

"تو کیا ہوا۔ میں اُسے بھگا کر تو نہیں لے جاؤں گی۔"

ماسٹر نے زور سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "ہماری قید سے کسی کو لے جانا اتنا آسان نہیں ہے۔ میں ابھی تھوڑی دیر بعد تمہیں اُس سے ملا دوں گا۔"

مجھے کچھ شبہ سا ہوا۔ اس لڑکی کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ اُس نے باتیں کرتے ہوئے اچانک ہی سونیا اور مرجانہ سے گزر کر بات کا رُخ حشمت بیگ کی طرف موڑ دیا تھا اور اپنے گم شدہ باپ کا حوالہ دے کر اُس سے ملنا چاہتی تھی۔

اب تک یہی دیکھنے میں آیا تھا کہ لوگ میری ٹیلی پیتھی سے مجھ سے اور سونیا سے بہت زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ یہ میں نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا کہ کوئی عورت ہمارے دشمن میں دلچسپی لے رہی تھی۔ میں ماسٹر کو اس وقت مخاطب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میرے مخاطب کرنے سے وہ چونک کر خاموش ہو جاتا تو اُس کی محبوبہ کو معلوم ہو جاتا کہ مجھ سے رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ میں اُسے شبہ میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا میں نے مرجانہ کو مخاطب کیا۔

"ہیلو مرجانہ! تم اس وقت جہاں ہو وہاں کے ماسٹر سے کیسے رابطہ قائم کرتی ہو؟"

اُس نے کہا "میں ٹیلی فون کے ذریعے اُس سے رابطہ قائم کر سکتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے اُس کے نمبر ڈائل کرو۔"

مرجانہ نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیا۔ جب رابطہ قائم ہو گیا تو میں نے مرجانہ کی زبان سے کہا "ہیلو! میں مرجانہ بول رہی ہوں ماسٹر عبداللہ بن صمیم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"مادام! ہولڈ کریں۔ ابھی رابطہ قائم ہو جائے گا۔"

جس مرجانہ کو انتظار کرنے کے لیے کہا تھا میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا اُس نے انٹرکام کے ذریعے ماسٹر عبداللہ بن صمیم کو اطلاع دی تھی کہ مادام مرجانہ اُس سے بات کرنا چاہتی ہیں۔

ماسٹر نے اپنے سر تلے رکھے ہوئے ریسیور کو اُٹھا کر کہا۔ "ہیلو مادام! میں ماسٹر عبداللہ بن صمیم آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ فرمائیے۔"

میں نے مرجانہ کی زبان سے کہا "میں چاہتی ہوں کہ آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنے کمرے سے باہر تشریف لے آئیں اور باہر کے ٹیلی فون پر مجھ سے گفتگو کریں۔"

"بہت اچھا، میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔"

اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے مرجانہ سے کہا "اب تم ریسیور رکھ دو۔ میں ماسٹر سے بات کر لوں گا۔"

مرجانہ نے پوچھا "کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"میں ابھی آکر تمہیں بتا دوں گا۔"

یہ کہہ کر میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جس نے مرجانہ کے فون کا رابطہ ماسٹر کے فون سے ملایا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ماسٹر اپنی خواب گاہ سے باہر نکلا تو میں نے اس شخص کی زبانی کہا "ہیلو ماسٹر! اس وقت میں آپکا ماتحت نہیں۔ فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

وہ اپنے ماتحت کو دیکھ کر ٹھٹک گیا اور بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ ماتحت نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "یس ماسٹر! میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی رابطہ قائم کر سکتا تھا لیکن آپ کی خواب گاہ میں جو حسینہ ہے اُسے ہمارے رابطے کا علم ہو جاتا اور یہ میں نہیں چاہتا تھا۔"

"فرمائیے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"پہلے تو میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی خواب گاہ میں موجود لڑکی کون ہے؟"

"وہ ایک مقامی لڑکی ہے اُس کا نام سلوما ہے۔"

"میں نے آپ کے دماغ سے معلوم کیا ہے کہ وہ انگریز ہے۔ پھر مقامی کیسے ہو گئی؟"

"اُس کا باپ انگریز تھا۔ ماں مقامی تھی۔ باپ بچپن میں اُسے چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ رنگ اور نسل کے اعتبار سے انگریز ہے۔"

"پھر تو وہ انگریزی بھی جانتی ہو گی؟"

"نہیں اُس کی ماں نے اُسے انگریزی کی تعلیم نہیں دی۔ اُسے اپنے باپ سے نفرت تھی اس لیے اُس کی زبان سے بھی نفرت رہی۔ وہ صرف مقامی زبان بولتی ہے۔"

"ماسٹر! مجھے اس لڑکی پر شبہ ہے۔ آپ فوراً اسے حشمت بیگ سے ملانے کا انتظام کریں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیوں اُس سے ملنا چاہتی ہے۔"

ماسٹر نے حیرانی سے اپنے ماتحت کو دیکھ کر کہا "فرہاد صاحب! تعجب ہے آپ نے وہ ساری باتیں سن لیں جبکہ ہم مقامی زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ اگر آپ یہ جان سکتے ہیں تو کیا یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ حشمت بیگ سے کیوں ملنا چاہتی ہے؟"

"میں اُس کی زبان نہیں جانتا اس لیے اُس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا میں نے جو کچھ معلوم کیا ہے وہ آپ کے دماغ میں رہ کر معلوم کیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ آپ خود اسے اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ آپ کا کوئی ماتحت اُسے حشمت بیگ کے پاس چھوڑ آئے تاکہ وہ تنہائی میں حشمت بیگ سے ملاقات کر سکے۔"

ماسٹر نے میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے لڑکی کو ایک ماتحت کے ساتھ حشمت بیگ کے پاس بھیج دیا۔ ماسٹر کی رہائش گاہ کے ساتھ ہی ایک مکان میں حشمت بیگ قید تھا۔ اُس کے قریب ہی ایک شاندار بنگلے میں مرجانہ اور سائرہ بانو کو ٹھہرایا گیا تھا۔ وہ ماتحت لڑکی کو حشمت بیگ کے کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا۔ میں حشمت بیگ کے دماغ میں جا چھپا۔ لڑکی نے دروازے کی جانب دیکھ کر یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ کوئی اُن کی طرف متوجہ نہیں ہے مصافحے کا ہاتھ کیلئے بڑھاتے ہوئے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ حشمت بیگ اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ تب ایک بار پھر اُس نے دروازے کی طرف محتاط نظروں سے دیکھا۔ اُس کے بعد آہستگی سے انگریزی زبان میں بولی۔ "میرا نام سلوما ہے۔ مجھ سے مصافحہ کیجیے۔"

حشمت بیگ نے بے دلی سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن اُس سے ہاتھ ملاتے ہی وہ چونک گیا اس کے ہاتھوں کے درمیان کوئی ٹھوس سی چیز تھی۔ حشمت بیگ نے اُس چیز کو اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھا ——— وہ ایک انگوٹھی تھی۔ سلوما نے آہستگی سے کہا "اسے پہن لیجیے۔ یہ انڈیکیٹر ہے۔ دشمن آپ کو جہاں بھی لے جائیں گے، ہمیں خبر ہو جائے گی اور ہم موقع ملتے ہی آپ کو رہا کرا لیں گے۔ ہماری ملاقات کے بارے میں پوچھا جائے تو اتنا ہی کہنا کہ دنیا کہ میں ایک بیٹی بن کر آئی تھی اور آپ کی شخصیت میں اپنے باپ کی جھلک تلاش کر رہی تھی۔"

حشمت بیگ نے خوش ہو کر کہا "ٹھیک ہے۔ میں یہی کہوں گا۔ میرے بیٹے سے رابطہ قائم ہو تو اُس سے کہنا کہ مجھے جلد ہی یہاں سے آزاد کرائے۔ مرجانہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"آپ بالکل فکر نہ کریں۔ آپ کے لیے سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ انگوٹھی پہننے کے بعد اسے بالکل بھول جائیں۔ اگر آپ انگوٹھی کے متعلق سوچیں گے تو فرہاد یا کسی وقت بھی آپ کے دماغ میں پہنچ کر اُس کی حقیقت معلوم کر لے گا۔"

اُس نے انگوٹھی پہن کر کہا "میں تمہاری بات سمجھ گیا ہوں۔"

سلوما وہاں سے باہر آگئی۔ مسلح محافظوں نے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ میں نے ماسٹر عبداللہ بن صمیم کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "آپ سے سلوما کی جان پہچان کتنے عرصے کی ہے؟"

"جناب! وہ آج صبح ہی ایئرپورٹ پر ملی تھی۔ باتوں ہی باتوں میں دوستی ہو گئی۔ کیا کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے؟"

سلوما نے حشمت بیگ کو ایک انگوٹھی دی ہے جو دراصل ایک انڈیکیٹر ہے جس کے ذریعے جلال بیگ کے آدمیوں کو حشمت بیگ کا سراغ ملتا رہے گا۔"

ماسٹر نے غصے سے مٹھیاں بھینچ کر کہا "کمینی، ذلیل، مجھے محبت کا فریب دے کر الو بنانے آئی ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"آپ اُس کے ساتھ جو بھی سلوک کریں لیکن میں چاہتا ہوں کہ جو سلوک سائرہ بانو کے ساتھ کیا گیا تھا، وہی سلوک حشمت بیگ کے ساتھ کیا جائے آپ اپنے ماہرین کے ذریعے ایک ایسے ہی بم کا انتظام کریں۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

وہ ریسیور پر بات سننے لگا۔ میں اُس کے دماغ کے ریسیور سے سن رہا تھا۔ دوسری طرف اُس کا ایک ماتحت کہہ رہا تھا "جلال بیگ سپر ماسٹر سے اپنے باپ کی رہائی کا مطالبہ کر رہا ہے وہ حشمت بیگ کی رہائی کے سلسلے میں کوئی سمجھوتا کرنا چاہتا ہے۔ سپر ماسٹر نے کہا ہے کہ اس کا فیصلہ فرہاد صاحب

ہی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا فرہاد صاحب کے فیصلے سے اُسے جلد از جلد آگاہ کیا جائے۔"

ماسٹر نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر اُس نے ریسیور رکھا۔ پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "سپر ماسٹر نے کہا ہے کہ....."

وہ کہتے کہتے رک گیا اور جھینپ کر بولا۔ "اوہ میں تو بھول ہی گیا کہ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سب کچھ سن لیا ہوگا۔ فرمائیے میں سپر ماسٹر کو کیا جواب دوں؟"

"وہی جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں۔ حشمت بیگ کے گلے سے موت کو لگا کر جلال بیگ کے نام ایک خط لکھا جائے گا۔ کہ جو بم اُس کے باپ کے سینے سے باندھا گیا ہے اُس کے تار اُس کا بیٹا جلال بیگ ہی ہٹا سکتا ہے اور فرہاد جلال بیگ کے دماغ میں پہنچ کر بتلائے گا کہ اس بم کا کون سا تار ہٹانا چاہیے۔"

ماسٹر نے کہا۔ "جناب! جلال بیگ آپ کو اپنے دماغ تک پہنچنے کا کوئی موقع نہیں دے گا۔"

"یہ فیصلہ اُسے کرنا ہے کہ وہ اپنے باپ کی زندگی چاہتا ہے یا موت؟ زندگی چاہتا ہے تو وہ میری ٹیلی پیتھی کی زد میں آئے بغیر ممکن نہیں ہے۔"

میں اُس سے رخصت ہو کر مرجانہ کے پاس آیا۔ وہ اپنی امّی سے اپنے علاج کے متعلق گفتگو کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "مرجانہ! اپنی امّی سے کہو کہ تم علاج کے لیے لندن جاؤ گی تو وہ تمہارے ساتھ نہیں جائیں گی۔ وہاں صرف میں اور رسونتیا تمہارے ساتھ رہیں گے۔ اگر تمہاری امّی اور ڈیئر جمال بھی وہاں چلے تو دشمن کو ایک ہی جگہ ہم پر حملہ کرنے اور ہمیں نقصان پہنچانے کا اچھا موقع ہاتھ آجائے گا۔ ہمیں ایک جگہ اکٹھے نہیں ہونا چاہیے۔"

"یہ تم نے میرے دل کی بات کہی ہے۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ مجھے اور امّی کو ایک دوسرے سے دُور رہنا چاہیے تاکہ جلال بیگ ہم دونوں کو ایک ساتھ شکار نہ کر سکے لیکن وہ میرے علاج کے دوران کہاں رہیں گی؟"

"تمہاری امّی اور ڈیئر جمال کو سپر ماسٹر کی نگرانی میں پاکیشیا بھیج دیا جائے گا۔"

"یہ ٹھیک ہے۔"

"تمہارے کہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ اپنی امّی کو کسی طرح راضی کرو میں پھر آؤں گا۔"

سائرہ بانو نے پوچھا۔ "بیٹی! کیا بات ہے۔ تم بڑی دیر سے چپ چاپ بیٹھی دیوار کو تک رہی ہو۔ کیا فرہاد آیا ہے؟"

"جی ہاں امّی! ابھی میں اُن سے ہی باتیں کر رہی تھی۔ ایک ضروری بات آپ سے کہنا چاہتی ہوں۔"

وہ اپنی امّی کو سمجھانے لگی۔ میں ماسٹر کو ٹامانگا کے پاس چلا آیا۔ وہ اپنے دوسرے معاملات میں مصروف تھا۔ میرے مخاطب کرتے ہی وہ میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "یس سر! میں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ فرمائیے۔"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کل یہاں سے میری روانگی کے کیا انتظامات کیے گئے ہیں اور مجھے کس روپ میں لندن پہنچنا ہے؟"

"جناب! ہم نے آپ کے لیے ایک شخص کا انتخاب کیا ہے۔ آپ آسانی سے اس کا روپ اختیار کر سکتے ہیں کیونکہ وہ قدوقامت میں آپ جیسا ہی ہے۔ صحت بھی آپ جیسی ہے۔ اُس کا تعلق بھارت سے ہے۔ نام ہران پریمی ہے۔ وہ بہت ہی مشہور نجومی ہے۔ لندن میں ان دنوں اونچے اونچے خاندانوں میں اُس کا چرچا ہے حتیٰ کہ شاہی خاندان میں بھی اُس کی آمد و رفت ہے۔ دولت مند انگریز عورتوں کو اپنے مستقبل کے بارے میں جاننے کا خبط رہتا ہے اور وہ نجومیوں سے خاصی دلچسپی رکھتی ہیں۔ ہران پریمی کی مقبولیت کی یہی وجہ ہے۔ ایک تو وہ نوجوان اور خوبرو ہے۔ دوسرے اُن دولت مند عورتوں اور مردوں کی نفسیات سمجھتے ہوئے اُن کی قسمت کا حال بتا کر اُن کے دل جیت لیتا ہے۔ میرا خیال ہے آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہ کام آسانی سے کر سکیں گے۔"

"ماسٹر! آپ کا انتخاب بہت خوب ہے۔ ایک تو ہران پریمی ایشیائی باشندہ ہے۔ میری اور اُس کی زبان ملتی جلتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اُس کی شخصیت اختیار کر کے میں بڑے بڑے خاندانوں کی بڑی بڑی تقریبات میں شریک ہو سکوں گا۔ ہو سکتا ہے جلال بیگ بھی اُن تقریبات میں شرکت کرتا ہو لیکن اصل ہران پریمی کا کیا بنے گا؟"

"وہ ہمارا ہی آدمی ہے۔ ہماری تنظیم سے وابستہ ہے۔ وہ آپ کی خاطر لندن چھوڑ دے گا۔ کوئی اور روپ اختیار کر کے کسی دوسرے ملک چلا جائے گا۔ مادام مرجانہ کے علاج اور جلال بیگ کے ہاتھ آجانے کے بعد جب آپ لندن چھوڑ دیں گے تو وہ اپنی جگہ واپس چلا آئے گا۔"

"مجھے ہران پریمی کی آواز، اس کا لہجہ اُس کی معروفیات اور اُس کے پس منظر سے متعلق معلومات کیسے حاصل ہوں گی؟"

"ہم نے اس سلسلے میں سارے انتظامات کر دیے ہیں۔ کل

ایک ہیلی کاپٹر جشنیوں کی اس بستی سے کچھ فاصلے پر پہنچے گا جہاں آپ کا قیام ہے۔ اُس کے ذریعے آپ ایسی جگہ پہنچائے جائیں گے جہاں آپ کے لیے ایک طیارہ موجود ہوگا۔ اس طیارے میں آپ کو ہران پریمی کے متعلق تمام تفصیلی معلومات بھی مل جائیں گی۔"

میں اُس سے باتیں کرنے کے بعد دماغی طور پر کٹیا میں حاضر ہو گیا۔ بہت خیال خوانی ہو چکی تھی۔ اب مجھے کہیں نہیں جانا تھا۔ مرجانہ اور سائرہ بانو کی طرف سے اطمینان تھا۔ حشمت بیگ کے گلے سے جو موت باندھی جانے والی تھی اُس کے لیے ابھی خیال خوانی ضروری نہیں تھی۔

میں نے بستہ سے اُٹھ کر بھرپور انگڑائی لی۔ بیٹھے رہنے کی تھکن اتاری اور ہاتھ پاؤں جھٹک کر کٹیا سے باہر آگیا۔ رسونتی غلام کی کٹیا میں بیٹھی اُس سے باتیں کر رہی تھی۔ دونوں مجھے دیکھ کر خوش ہو گئیں۔ میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "پہلے تمہیں یہ خوش خبری سنا دوں کہ رات کے دس بجے تک بالکل فرصت سے تمہارے پاس رہوں گا۔"

وہ خوش ہو کر میرے قریب آگئی۔ اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں دے دیا۔ ہم ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہنستے مسکراتے کٹیا سے باہر آکر بستی کی سیر کرنے لگے۔

وہاں کے تمام حبشی بڑے بڑے چھرّے نیزے اور تیر کمان رکھتے تھے لیکن غلام کے جو اپنے خاص ماتحت یا سپاہی تھے وہ بندوقوں اور اسٹین گنوں سے لیس تھے۔ پتلون اور بشرٹ پہنتے تھے۔ غلام رہنمائی کرتا ہمارے آگے آگے چل رہا تھا۔ اُس کے دونوں طرف دو مسلح جوان تھے۔ باقی ہمارے پیچھے چل رہے تھے۔ ہم ان کے درمیان باتیں کرتے بستی کے لوگوں اور بازار کو دیکھتے ہوئے گزر رہے تھے۔

غلام جس طرف سے گزرتا تھا لوگ اُسے دیکھ کر زمین پر گھٹنے ٹیک کر سر کو جھکا لیتے تھے۔ وہ چھوٹی سی بستی تھی۔ ہم وہاں سے نکل کر ایک بہت وسیع میدان میں آئے۔ اس میدان کے آخری سرے پر ایک عمودی پہاڑی تھی۔ اس پہاڑی پر درجنوں جھونپڑیاں تھیں جہاں سے ہم اپنی جان بچا کر یہاں پہنچے تھے۔ جھونپڑیوں نیچے سے نظر نہیں آرہی تھیں لیکن اس جگہ کو دیکھتے ہی رسونتی ہولے سے کانپ گئی۔ اُسے خونخوار گدھ یاد آگئے تھے۔ اُس نے کہا۔ "فرہاد! ہم کہاں جا کر پھنس گئے تھے۔ جگوان کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم وہاں سے صحیح سلامت نکل آئے۔"

اُس کی بات سن کر میرا دماغ کچھ کھٹک سا گیا۔ جب بھی خدا کے سامنے جھکنے اور شکر ادا کرنے کا مقام آتا تھا۔ رسونتی اپنے بھگوان کو یاد کرتی تھی۔ وہ بچپن سے جس ماحول میں پلی جس مذہب پر کاربند رہی وہ اس کے دل و دماغ میں رچا بسا ہوا تھا۔ انسانیت کے ناتے ہر انسان کو اپنے عقائد پر اور اپنے دین دھرم پر عمل کرنے اور اس پر قائم رہنے کا پورا پورا حق ہوتا ہے۔ میں نے اسی لیے رسونتی کو شریکِ حیات بناتے وقت اس بات کی ضد نہیں کی کہ وہ اپنے پیدائشی دھرم کو چھوڑ دے۔ انسان کی اپنی رضا سے جو بات ہوتی ہے وہ جبر سے نہیں ہوتی۔

لیکن جو بات مجھے کھٹک رہی تھی وہ یہ تھی کہ میرے جانے کے بعد جب وہ میرے بچے کی ماں بنے گی اور وہ بچہ اپنی زبان سے ہمیشہ بھگوان کا نام سنے گا تو وہ بھی اسی رنگ میں رنگتا جائے گا۔ یہ بات ٹھیک نہیں تھی۔ مجھے بروقت عقل آگئی تھی۔ یہ میرا فرض تھا کہ رسونتی سے رخصت ہونے سے پہلے میں اپنے ہونے والے بچے کی دینی تعلیم اور پرورش کے مناسب انتظامات کر دوں۔

ہم کھلے میدان میں الگ الگ پتھروں پر بیٹھ گئے۔ وہاں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ میں نے رسونتی سے کہا۔ "رسونتی! ہمارے دل ایک ہیں۔ ہمارے مزاج ایک ہیں۔ ہم ہر معاملے میں ایک دوسرے سے سمجھوتا کر لیتے ہیں لیکن اب بات اولاد کی آرہی ہے۔ ہمیں اس بات کا فیصلہ کر لینا چاہیے کہ ہمارے ہونے والے بچے کا دین دھرم کیا ہوگا اور اس کی پرورش کس طرح ہوگی؟"

اُس نے کہا۔ "یہ تو ساری دنیا جانتی ہے کہ بچے کو باپ کا نام ملتا ہے، باپ کا مذہب ملتا ہے اور وہ باپ کے مزاج کے مطابق پرورش پاتا ہے بے شک وہ میرا بھی بیٹا ہوگا اور میرے دھرم کرم سے بھی متاثر ہوگا۔"

"وہ تم سے زیادہ ہی متاثر رہے گا۔ میں تو اُس سے دُور رہا کروں گا۔ وہ میرا صرف نام سنا کرے گا مگر یوں بات نہیں بنتی۔ بات تب بنے گی جب اُسے بچپن ہی سے خدا اور رسول کی پہچان ہو۔ اُسے ابتدا ہی سے اسلامی تعلیم ملنی چاہیے بلکہ ماحول بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔"

"فرہاد میں تمہاری ساری باتیں مانتی ہوں۔ یقیناً میں اپنے بچے کو مسلمان بنا کر پرورش کروں گی۔ اسے اسلامی تعلیم بھی دلاؤں گی۔ خدا اور رسول کی پہچان بھی کراؤں گی لیکن مسلمانوں کا ماحول تو اُسے نہیں مل سکے گا اُسے صرف میرا ماحول ملے گا اور وہ صرف مجھ کو عبادت کرتے دیکھے گا۔ تم اپنے مذہب پر کاربند

ہو۔ میں اپنے دھرم کی پابند ہوں اس سے ہم دونوں کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہمارا بچہ بھی دونوں مذاہب کے سائے میں پرورش پاکر جوان ہوگا۔ میری پوری ایمان داری سے یہ کوشش ہوگی کہ بچہ تمہارے ہی نام اور مذہب سے متاثر ہو۔"

غلام نے کہا۔ "آقا آپ نے میرا نام غلام رکھا۔ میں نے اُسے تسلیم کرلیا اور آپ ہی سے میں نے خدا اور رسول کا نام بھی سُنا۔ اُن کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئیں لیکن اتنی نہیں کہ میں اپنے آپ کو پورا مسلمان کہہ سکوں لیکن آپ کی محبت اور عقیدت دیکھ کر میں بھی اللہ اور رسول پر یقین رکھتا ہوں۔ آپ سے اور آپ کے مذہب سے بعد عقیدت ہے میں آپ کے ہونے والے بچے کو اسلامی ماحول دوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے جب بچہ بولنے کے قابل ہوگا۔ اسی وقت سے میں اپنے مسلمانوں کو بچے کے آس پاس رکھوں گا۔ جن کے ساتھ رہ کر وہ اسلام کو سمجھنا سیکھے گا۔ اس کے لیے باقاعدہ معلم رکھے جائیں گے آپ جب چاہیں خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کرتے رہیں کہ ہم آپ کے بچے کے لیے کیا کر رہے ہیں۔"

میں اس کی باتوں سے مطمئن ہوگیا اب یہ حقیقت میری سمجھ میں آئی کہ انسان کو جذبات کی رو میں بہہ کر کوئی جذباتی رشتہ نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے رسونتی سے رشتہ قائم کرتے وقت اس کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بجائے صرف اتنا ہی سوچا کہ رسونتی حسین ہے۔ جوان ہے وفادار ہے۔ محبت کرنے والا دل رکھتی ہے میرے سوا کسی اور کو نہیں چاہتی۔ یہ سب کچھ درست تھا لیکن میں یہ بات بھول گیا تھا کہ بچہ اپنی ماں کی گود میں پرورش پاتا اور اسی کے زیر تربیت شعور کی منزل تک پہنچتا ہے۔ باپ تو گھر سے باہر رہتا ہے۔

میں یہ نہیں سمجھتا کہ رسونتی مجھ سے دھوکا کرے گی اور میری عدم موجودگی میں میرے بچے کو اپنے دھرم اپنے مزاج اور اپنے رنگ میں رنگ لے گی۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ رسونتی وفادار اور محبت کرنے والی بیوی تھی وہ میرے مزاج کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ مجھے ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لہٰذا مجھے دھوکا نہیں دے سکتی تھی۔ مجھے پوری طرح اطمینان تھا لیکن یہ بات کھٹکتی تھی کہ بچہ دو مختلف مذہبی ماحول میں رہے گا تو اس کا ذہن اس کی سوچ ایک مرکز پر نہیں رہے گی۔ وہ باپ کی طرف سے مسلمان اور ماں کی طرف سے ہندو یعنی آدھا تیتر آدھا بٹیر ہوگا اور یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ میں ایک جذباتی غلطی کر بیٹھا ہوں۔

انسان کی ایک تعریف یہ ہے کہ جب وہ ڈوب رہا ہوتا ہے تو اُسے ڈوبنے کا احساس نہیں ہوتا۔ پانی سر سے گزر جاتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ ڈوب چکا ہے۔ مجھے بھی اب غلطی کا احساس ہو رہا تھا جب پانی سر سے گزر چکا تھا شکر ہے کہ مجھے عین وقت پر یہ احساس ہوگیا تھا کہ اگر میں نے احتیاط سے کام نہ لیا۔ اپنے بچے کی طرف دھیان نہ دیا تو میں محض پچھتاتا ہی رہ جاؤں گا۔ جب بچہ اپنے اردگرد کے ماحول کو سمجھنے کے قابل ہوگا تبھی سے میں اس کی سوچ میں جم کر بیٹھ جاؤں گا اور وقتاً فوقتاً اُسے اپنے مزاج، ماحول اور مذہب کے مطابق تربیت دینا شروع کردوں گا۔

ہم بستی میں واپس آئے تو اندھیرا ہونے لگا تھا۔ مشعلیں روشن ہوگئی تھیں۔ بڑے بڑے ڈھول اور تاشے بج رہے تھے قبیلے کے مرد اور عورتیں ناچنے گانے میں مصروف تھے۔ دیوتا کے مجسمے کے سامنے غلام کے لیے ایک آرائستہ مسند بچھی تھی۔ غلام نے وہاں پہنچ کر ہم سے بیٹھنے کی درخواست کی میں نے کہا۔ "میں اس بت کے سائے میں نہیں بیٹھوں گا اور نہ ہی کسی ایسی تقریب میں حصہ لوں گا۔ جب تم مجھ سے تعلق رکھنے اور خود کو مسلمان کہتے ہو تو تمہیں بھی بت پرستی سے دُور رہنا چاہیے۔"

"آقا، آپ درست کہتے ہیں۔ میں ان باتوں کو کبھی نہیں پوجتا۔ کبھی ان کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔ چونکہ میں مختلف قبیلوں کا سردار ہوں اس لیے مجھے ان کے عقیدے اور تہذیب کے مطابق ان کی تقریبات میں حصہ لینا پڑتا ہے۔"

میں نے قائل ہوکر کہا۔ "ہاں یہ تمہاری مجبوری ہے۔ تمہیں تمام قبیلے والوں کو خوش رکھنا پڑتا ہے۔ میری کوئی مجبوری نہیں ہے۔ میں رسونتی کے ساتھ اپنی کٹیا میں جا رہا ہوں۔ کھانے کے لیے ٹھیک نو بجے تمہاری کٹیا میں آجاؤں گا۔"

میں نے جانے کے لیے رسونتی کا ہاتھ پکڑا ہی تھا کہ ایک نسوانی چیخ سُن کر رُک گیا۔ میں نے آواز کی سمت دیکھا۔ بہت دُور ایڈونا نظر آئی۔ اس کے بدن پر جیتیرے جھول رہے تھے دو دن پہلے میں نے اُسے دیکھا تھا۔ آج وہ کچھ زیادہ کمزور اور بیمار نظر آرہی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ اُٹھا کے چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہی تھی۔ میں نے غلام سے کہا۔ "ان ڈھول تاشے والوں سے کہو کہ آواز بند کریں۔"

غلام نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر اپنی زبان میں کچھ کہا۔ جیسے سُنتے ہی آوازیں بند ہوگئیں۔ رقص بھی تھم گیا۔ سب لوگ غلام کے آگے گھٹنے ٹیک کر جھک گئے۔ یک بیک خاموشی چھا جانے کے باعث اب ایڈونا کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "میرا خزانہ کہاں ہے؟ اُسے کوئی مجھ سے نہیں چھین سکتا۔ میں ایک ایک کی جان لے لوں گی۔"

اس کی آواز بہت کمزور تھی۔ وہ بمشکل ایک ایک قدم اُٹھا رہی تھی اور ہانپتے ہوئے اٹک اٹک کر بول رہی تھی اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ پتھریلے زینے پر چڑھ کر ہم تک پہنچ سکتی۔ وہ چیختی لڑکھڑاتی زینے تک پہنچ کر اوندھے منہ گر پڑی۔ میں دوڑتا ہوا اس کے پاس پہنچا میرے پیچھے رسونتی اور غلام بھی تھے۔ میں نے ایڈونا کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس کے ہونٹ کانپ کر رہ جاتے تھے۔ میں نے اس کے لرزتے ہونٹوں سے کان لگا کر سننے کی کوشش کی۔ اس کے لبوں پر ایک ہی لفظ کی تکرار تھی۔ "خزانہ... میرا خزانہ..."

رسونتی اور غلام بھی اس کے پاس بیٹھ گئے۔ میں نے اس کی نبض تھام کر کہا۔ "یہ اب تھوڑی دیر کی مہمان ہے۔"

رسونتی نے غلام سے کہا۔ "تم نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ خزانہ ایک مقدس امانت ہے۔ تاریخی روایات اور ماضی کے بزرگوں کی پیشین گوئی کے مطابق یہ خزانہ مجھے ملے گا۔ میں اس کی حق دار ہوں۔"

غلام نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "جی ہاں مالکہ آپ ہی اس کی حق دار ہیں آپ جب چاہیں اس کا مطالبہ کرسکتی ہیں اور اس خزانے کو اپنے مصرف میں لاسکتی ہیں۔"

رسونتی نے کہا۔ "فی الحال میں یہ چاہتی ہوں کہ ایڈونا کو اٹھا کر اس خزانے کے پاس لے چلو۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ چند حبشی بانس کا بنا ہوا ایک اسٹریچر اٹھا لائے۔ اس پر ایڈونا کو لٹا کر چار آدمی اُسے کاندھوں پر اٹھا کر ایک طرف لے چلنے لگے ہم اس کے ساتھ چل رہے تھے۔ پروفیسر برنارڈ رسل اس کے اسسٹنٹ مجبورا، گودی اور عیسائی راہب کو بھی اطلاع دے دی گئی تھی کہ وہ ایڈونا کے پاس چلے آئیں۔

بستی کے قریب ہی ایک چھوٹی سی پہاڑی کو اندر سے اندر کاٹ کر بہت بڑا ہال بنایا گیا تھا۔ وہاں خزانے سے بھرا ہوا صندوق رکھا ہوا تھا۔ ایڈونا کو وہاں لے جا کر اسٹریچر سے اتارا گیا اور ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا گیا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ میں نے غلام سے کہا۔ "اپنے آدمیوں کو حکم دو کہ صندوق کھول کر سارے ہیرے جواہرات ایڈونا کے چاروں طرف بکھیر دیں۔"

میری ہدایت پر فوراً عمل کیا گیا۔ ہم نے ایڈونا سے کہا کہ وہ آنکھیں کھول کر دیکھے۔ اُسے خزانہ مل گیا ہے۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھا اپنی سوچ کے ذریعے اس کے ڈوبتے ہوئے ذہن کو توانائی دینے کی کوشش کرنے لگا لیکن جو لوگ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ پورا کرچکے ہوں۔ انھیں عملی بیتھی کسی طرح سہارا نہیں دے سکتی۔ البتہ کوئی خواہش پوری شدت سے دل و دماغ قابض ہو تو وہ زندگی کو کچھ دیر کھینچ کر لے جاتی ہے۔ ایڈونا کے دل میں خزانے کی اتنی شدید خواہش تھی کہ موت قریب نہیں آرہی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر خزانے کو دیکھا تو زندگی موت کی گود میں جاتے جاتے تڑپ کر واپس آگئی۔ مشعل کی روشنی میں ہیرے جواہرات اس کے چاروں طرف بکھرے چمک رہے تھے۔ وہ تڑپ کر سیدھی ہوئی اور تھرتھراتے ہوئے خزانے کے ڈھیر پر جھک گئی۔

وہ ایک ایک ہیرا اٹھا اٹھا کر اپنے دل کی دھڑکنوں سے لگا رہی تھی۔ اس دولت نے اسے عورت سے چڑیل بنا دیا تھا۔ اس نے اس دولت کی خاطر اپنے ملک سے اپنے حکمے سے اور اپنے دوستوں سے غداری کی تھی۔ پروفیسر برنارڈ رسل جیسے استاد کو موت کے منہ میں چھوڑ آئی تھی۔ اس نے اس خزانے کی خاطر اپنی عزت آبرو اس طرح مٹی میں ملا دی تھی کہ وحشی قبیلے کا ہر شخص اُسے گندی نالی سمجھنے لگا تھا۔

ایڈونا جیسی عورتیں ہمیشہ گندی نالی اور گندی گالی کے عبرتناک انجام تک پہنچ کر ختم ہوجاتی ہیں۔ وہ خزانے کے ڈھیر پر اوندھے منہ ساکت ہوگئی تھی۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ منہ کھلا ہوا تھا۔ اب ہیرے اور جواہرات کی چمک اس کی آنکھوں میں نہیں اُتر سکتی تھی۔ میں اس کے دماغ سے واپس آگیا کیونکہ اب اس کی کھوپڑی ایک ویران قبر بن گئی تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر غلام سے کہا۔ "یہ مر چکی ہے۔"

رسونتی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر بہت ہی ہمدردی سے ایڈونا کی لاش پر نظر ڈالی۔ اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر تھوڑی دیر سر جھکائے کھڑی رہی ہم سب کے سر جھکے ہوئے تھے۔ ہمارے سر ایڈونا کے احترام میں نہیں بلکہ اس حقیقت کے اعتراف میں جھکے ہوئے تھے کہ صرف وہی ایک معبود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ باقی ہم سب تماشا بن کر فنا ہوتے رہتے ہیں اور فنا

ہوتے رہیں گے۔

ہم سب ایک ایک کرکے اس غار نما کمرے سے باہر آگئے۔ باہر آنے کے بعد رستوتی نے پلٹ کر اس دروازے کی طرف دیکھا جو ابھی کھلا ہوا تھا۔ اس کے اندر خزانے کے ڈھیر پر ایڈونا کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس نے غلام سے کہا "وہاں جو خزانہ ہے وہ مجھ سے منسوب ہے۔"

"جی ہاں مالکہ وہ سب آپ کا ہے۔ کیا حکم ہے؟"

"میں چاہتی ہوں کہ وہ خزانہ اسی طرح زمین پر بکھرا پڑا ہے۔ اس پر سے ایڈونا کی لاش کو نہ ہٹایا جائے۔ کمرے کے اس دروازے کو ایک بہت بھاری چٹان سے بند کر دیا جائے تاکہ کوئی اسے کھول نہ سکے اور نہ کبھی اندر جا سکے۔"

غلام نے حیرانی سے پوچھا "کیا آپ یہ خزانہ اپنے پاس نہیں رکھیں گی؟"

"نہیں عورت کا سب سے بڑا خزانہ، سب سے بڑی دولت اس کا شوہر اس کا پتی ہوتا ہے۔ وہی کماتا ہے۔ وہی کھلاتا ہے۔ مرد کی کمائی پر عورت جتنا فخر کر سکتی ہے اتنا مفت ہاتھ آنے والے خزانے پر نہیں کر سکتی ایسا خزانہ کام تو آتا ہے مگر برے انجام تک بھی پہنچاتا ہے۔ مجھے فرہاد کی طرف سے جو طے گا، بس اتنا ہی قبول ہے۔ اس کے آگے مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ اس دروازے کو اس خزانے کو ہمیشہ کے لیے بند کر دو۔"

ان حبشیوں نے آدھے گھنٹے کی محنت کے بعد اسی پہاڑی پر سے ایک بڑی سی چٹان کو نیچے گرا کر اس دروازے کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

○

رات کے دس بجے میں نے آرام سے خیال خوانی شروع کی سب سے پہلے مرجانہ اور سائرہ بانو کی خیریت معلوم کی وہ دونوں اپنے بنگلے میں محفوظ تھیں اور اس وقت ڈائننگ روم میں رات کا کھانا کھا رہی تھیں۔ میں نے انھیں مخاطب نہیں کیا۔ انہیں چھوڑ کر ماسٹر عبدالدین سیم کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا "فرہاد صاحب میں کئی گھنٹے سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ میں نے سپر ماسٹر کو یہ رپورٹ بھیج دی تھی کہ حشمت بیگ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور اسے کس طرح اس کے بیٹے جلال بیگ تک پہنچایا جائے گا۔ جواباً سپر ماسٹر نے آپ کی یہ تدبیر پسند کی ہے اس سلسلے میں جلال بیگ کے خاص ایجنٹ سے بات ہو چکی ہے۔ جلال بیگ پریشان ہے۔ وہ نہیں چاہتا ہے کہ اس کے باپ کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے۔ وہ سپر ماسٹر کے ذریعے آپ سے ہر طرح کی سودے بازی کے لیے تیار ہے۔"

"اس سلسلے میں کوئی سودے بازی نہیں ہوگی۔ حشمت بیگ اپنے گلے میں موت کو لٹکا کر اپنے بیٹے کے پاس ضرور پہنچے گا۔"

"جی ہاں سپر ماسٹر نے بھی یہی جواب دیا ہے اور ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ حشمت بیگ کے سینے پر موت کا نقشہ سجا کر اسے ہائی وے کے ایک حصے میں چھوڑ دیا جائے گا۔ اس سے پہلے جلال بیگ کے آدمیوں کو خبر کر دی جائے گی کہ وہ فلاں جگہ سے حشمت بیگ کو حاصل کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ اس ماہر سے رابطہ قائم کریں جس نے وہ بم تیار کیا ہے۔ اسے بتائیں کہ میں اس سے دماغی رابطہ قائم کرنے والا ہوں۔"

ماسٹر نے ریسیور اٹھا کر اپنے ایک ماتحت کو احکامات دیے۔ ادھر ماسٹر نے ریسیور رکھا۔ ادھر میں اس ماتحت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریسیور رکھ کر ایک کمرے میں پہنچا۔ وہاں ایک ادھیڑ عمر کا آدمی اپنے دو اسسٹنٹس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس ماتحت نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "مسٹر جیکسن، مسٹر فرہاد آپ سے ابھی دماغی رابطہ قائم کر رہے ہیں آپ ان سے گفت گو کریں۔"

جیکسن نے کہا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ فرہاد صاحب مجھ سے رابطہ قائم کریں گے میں ان کا انتظار کر رہا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اس کے دماغ میں کہا "ہیلو مسٹر جیکسن، انتظار کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آگیا ہوں مجھے آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

وہ معمول کے مطابق اسی طرح حیران و پریشان ہوا، پہلے یقین نہ کر سکا کہ اس کے دماغ میں میں بول رہا ہوں۔ ایسے وقت شبہ ہوتا ہے کہ اپنی ہی سوچ دماغ میں گونج رہی ہے۔ میں نے کہا "مسٹر جیکسن آپ یقین کر لیں کہ میں بول رہا ہوں۔ میرا لب و لہجہ مختلف ہے اور آپ کی سوچ کا لہجہ مختلف ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے جناب میں یقین کر لیتا ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "میں جب بھی پہلی بار کسی کے دماغ میں پہنچتا ہوں اسے ثبوت دیے بغیر کبھی مطمئن نہیں کر سکتا۔ آپ کے سامنے بھی ثبوت پیش کرنا ہوگا۔ لہٰذا آپ اپنے اسسٹنٹ سے کوئی بات کریں۔ میں ابھی ٹیلی پیتھی کا تماشا دکھاتا ہوں۔"

جیکسن نے اپنے دونوں اسسٹنٹس سے کہا کہ اس کے دماغ میں فرہاد صاحب پہنچے ہوئے ہیں جواب میں اس کے ماتحتوں

نے کچھ کہا۔ میں ان کے دماغ تک پہنچ گیا۔ پھر میں نے جیکسن سے کہا "دیکھیے جو پیش گوئی میں کر رہا ہوں وہی حرکت آپ کے اسسٹنٹ کریں گے اور وہی بات کہیں گے جو پہلے سے میں آپ کو بتا رہا ہوں۔"

پھر یہی ہوا۔ میں جیکسن سے کہتا تھا کہ دیکھیے آپ کا فلاں اسسٹنٹ فلاں بات کہے گا۔ میں دوسرے ہی لمحے اسسٹنٹ کے دماغ میں پہنچ کر وہی بات کہتا تھا تو جیکسن اس کا منہ تکنے لگتا تھا پھر دوسرا اسسٹنٹ وہی حرکت کرتا تھا جس کی نشان دہی میں پہلے کر دیتا تھا۔ اس کے بعد جیکسن نے کہا "جناب فرہاد صاحب مجھے بالکل یقین ہو گیا ہے کہ آپ میرے دماغ میں موجود ہیں اور جو سوچ اس وقت میرے ذہن میں ہے۔ وہ میری نہیں آپ کی ہے۔"

میں نے سوال کیا "اچھا، اب آپ اس بم کے متعلق بتائیں۔"

وہ بتانے لگا "فرہاد صاحب مجھے بتایا گیا تھا کہ لیڈی سائرہ بانو کے ساتھ کیسا بم باندھا گیا تھا۔ اس کا نقشہ بھی مجھے دکھایا گیا۔ اسی کے مطابق میں نے اس بم کو تیار کیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس بم میں چار عدد تار تھے اور تاروں مختلف رنگ کے تھے۔ اس میں صرف دو تار ہیں اور دونوں ایک ہی رنگ کے ہیں ——— اور دونوں تاروں میں سے کسی تار کو الگ کر دینے سے خطرہ ٹل جائے گا یہ صرف میں جانتا ہوں یا آپ کو بتا رہا ہوں۔ جلال بیگ اور اس کے ماہرین اس بم کے سامنے آئیں گے اور اس کی اسٹڈی کریں گے تو انھیں یہ ایک معمول سا بم نظر آئے گا لیکن سوال یہی پیدا ہوگا کہ کس تار کو ہٹایا جائے۔ یہ بات وہ اس بم کا نقشہ دیکھنے کے باوجود نہیں سمجھ سکیں گے اس کی تکنیک کو صرف وہی سمجھ سکتا ہے جس نے اسے بنایا ہے۔ کیا میں آپ کو اس بم کا نقشہ دکھا دوں؟"

میں نے کہا "میں آپ کے دماغ سے اس نقشے کو سمجھ تو سکوں گا لیکن دیکھ نہیں سکوں گا۔ ٹیلی پیتھی کا طریقہ کار یہ ہے میں آپ کے دماغ میں بیٹھ کر یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کے سامنے بیٹھا ہوا اسسٹنٹ کیسا ہے۔ اس کا ناک نقشہ کیسا ہے۔ میں تصور میں اس کے چہرے کو دیکھ سکتا ہوں لیکن صحیح صورت اور صحیح ناک نقشہ کیا ہے۔ یہ آنکھوں کے سامنے دیکھنے سے ہی معلوم کر سکتا ہوں۔ اسی طرح میں آپ کی آنکھوں سے اس نقشہ کو نہیں دیکھ سکوں گا۔ صرف آپ کے ذہن سے سمجھ سکوں گا۔ بہتر یہ ہے کہ آپ صرف ان دو تاروں کی بات کریں مجھے بتائیں کہ ان میں کون سا تار الگ کیا جائے تو حشمت بیگ کو نئی زندگی مل جائے گی۔"

جیکسن نے کہا "جناب اس کے سینے پر جو بم باندھا جائے گا اس کا طریقہ بھی یہی ہے کہ دو بیلٹ اس کے بغل کے نیچے سے گزریں گے اور دو بیلٹ اس کے شانوں کے اوپر سے جا کر پشت کی طرف ایک بغل سے باندھے جائیں گے ان تمام بیلٹوں پر سے پتلے تار گزارے گئے ہیں۔ کوئی اس بغل کو کھولنا چاہے گا تو موت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ بہرحال اب اس بم کے اندر جو تار باہر سے بھی نظر آتے ہیں ان میں سے دائیں طرف والا تار ہٹا دیا جائے تو حشمت بیگ کو نئی زندگی مل جائے گی۔ بائیں طرف کے تار کو ہاتھ لگایا گیا تو انجام موت اور صرف موت ہوگا۔"

"ٹھیک ہے، میں سمجھ گیا بائیں طرف کا تار موت اور دائیں طرف کا تار زندگی ہے۔ یہ راز آپ کسی کو نہ بتائیں میں جلال بیگ سے نمٹ لوں گا۔"

"یہ راز صرف میرے اور آپ کے درمیان رہے گا۔ ویسے میں حشمت بیگ سے مل چکا ہوں۔ وہ بہت ہی بزدل آدمی ہے، اگر بم کو اس کے ساتھ باندھنے کے دوران اس نے کوئی الٹی سیدھی حرکت کی تو باندھنے والا بھی اس کے ساتھ موت کے منہ میں چلا جائے گا۔ میں نے ماسٹر سے کہا ہے کہ اس کے لیے ایک وھیل چیئر کا انتظام کریں۔ ایسی کرسی جس کی پشت نہ ہو اور اس کے دونوں طرف آہنی راڈ لگے ہوں جس کے ساتھ اس کے دونوں بازوؤں کو سختی سے باندھ دیا جائے تاکہ وہ ادھر ادھر حرکت نہ کر سکے تب ہی ہم اطمینان سے اس بم کو اس کے سینے کے ساتھ باندھ سکتے ہیں۔"

"میں ماسٹر سے معلوم کرتا ہوں کہ کرسی کب تک تیار ہو جائے گی۔ اسی کے مطابق میں آئندہ آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر ماسٹر کے پاس آیا۔ ماسٹر سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ کرسی صبح تک تیار ہو گی۔ میں نے کہا "آپ جلال بیگ تک یہ پیغام پہنچا دیں کہ کل دن کے گیارہ بجے تک وہ ہائی وے کے کسی حصے سے اپنے باپ کو حاصل کر لے۔ میں کل دن کے نو بجے دوبارہ رابطہ قائم کروں گا۔ اس وقت تک کے لیے جا رہا ہوں۔"

یہی بات میں نے مرجانہ اور سائرہ بانو کو بتائی۔ صبح ان سے ملنے کا وقت مقرر کیا پھر میں نے سونیا کی خبر لی۔ وہ ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی ٹی وی کا ایک پروگرام دیکھ رہی تھی۔ اس کی نظریں ٹی وی کے اسکرین پر تھیں لیکن ذہن اپنے

سونگھنے کی حس کے متعلق سوچ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ جب فرہاد پیرس پہنچا تھا اور اس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری ہونے والی تھی تو اس وقت تک اس کے سونگھنے کی حس برقرار تھی یعنی ڈاکٹر جو دوائیں دے رہا تھا اور انجکشن لگا رہا تھا تو اس وقت ان دواؤں کا اثر نہیں ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ دوائیں اسے متاثر کرتی گئی تھیں پھر ایک وقت آیا تھا کہ جنگل میں پہنچنے کے بعد وہ سونگھنے کی حس تو قع کے خلاف بالکل ہی ختم ہو گئی۔ اب وہ اپنے سامنے والوں کو توجہ سے سونگھتی تھی تب پتہ چلتا تھا کہ وہ جانی پہچانی چیز ہے ورنہ کسی کو بھی وہ اچانک سونگھ کر محسوس نہیں کر سکتی تھی۔

اس کے دماغ میں ایک سوال پیدا ہوا۔ یہ جو سونگھنے کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے تو کیا یہ مناسب ہے یا اس صلاحیت کو دوبارہ اپنے اندر پیدا کیا جائے؟

اس نے جواباً سوچا۔ صلاحیتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ ڈاکٹر کے علاج کے ذریعے وہ اس کمی کو دور کر سکتی ہے لیکن جب دوبارہ سونگھنے کی وہی تیز حس پیدا ہو گی تو دوسری پریشانیاں بھی سامنے آئیں گی یعنی خوشبو اور عام قسم کی مہک کے علاوہ بدبو اور ناپسندیدہ بُو کو بھی برداشت کرنا ہو گا اور اب ایسی بُو برداشت نہیں ہوتی تھی۔

اس نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے سوچا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میری سونگھنے کی صلاحیت کی طرح فرہاد کی بینائی والی صلاحیتیں بھی ختم ہو جائیں یا اس حد تک گم ہو جائیں کہ وہ سیکڑوں ہزاروں میل کی دوری تک خیالات نہ پڑھ سکتا۔ جو اس کی نظروں کے سامنے نہ رہتے۔ ان سے وہ بے خبر رہتا۔ تب میں بھیس بدل کر اس سے بآسانی چھپی رہتی۔"

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے سوال کیا۔ "چھپنے سے کیا حاصل ہوتا۔ کیا فرہاد مجھے بھول جائے گا یا میرا پیچھا چھوڑ دے گا؟"

اس کی دوسری سوچ نے جواب دیا۔ "یہ تو میں جانتی ہوں، نہ وہ کبھی مجھے بھول سکے گا اور نہ کبھی چھوڑ سکے گا۔ میں اسی لیے چھپنا چاہتی ہوں کہ میری چاہت اور بڑھ جائے گی میں اس سے دور رہوں گی۔ وہ مجھے ڈھونڈتا رہے گا اور اس طرح میری جیت رہے گی۔"

"کیا میں اپنی جیت کا احساس قائم رکھنے کے لیے فرہاد کو تڑپاتی رہوں گی؟"

اس نے گہرا ایک سرد آہ بھری۔ "میں بھی تو تڑپتی ہوں مگر اس ہر جائی کو تڑپانے میں مزا آتا ہے۔ اس بار تو میں کبھی اس کے آگے راضی نہیں ہوں گی کبھی کمزور نہیں پڑوں گی کبھی اس کے سامنے محبت کا اعتراف نہیں کروں گی اسے اتنا پریشان کروں گی کہ وہ توبہ کرنے لگے گا۔ کان پکڑنے لگے گا۔"

میں مسکراتے ہوئے اس کی سوچ پڑھتا جا رہا تھا۔ پھر وہ چونک کر سوچنے لگی۔ "یہ میں ٹی وی کا پروگرام دیکھ رہی ہوں یا فرہاد کے متعلق سوچ رہی ہوں۔ بھلا یہ بھی کوئی تک ہے۔ اس کی شکل بیٹھی کیوں ختم ہو گی اور کیسے میں اس سے دور رہ سکوں گی، صرف اس سے چھپنے کے لیے میں اس کا بُرا چاہتی ہوں۔ اس کی یہ صلاحیت ختم ہو گی تو ہم سب کی پریشانیاں بڑھیں گی۔ اونہہ۔ میں بھی عجیب اوٹ پٹانگ باتیں سوچنے لگتی ہوں۔"

وہ سر جھٹک کر پھر ٹی وی پروگرام کو توجہ سے دیکھنے لگی۔

میں اس کے دماغ سے چپ چاپ واپس چلا آیا۔ اسے چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔ میں دماغی طور پر کٹیا میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت رات کے بارہ بجنے والے تھے۔ میں نے مسکرا کر رسونتی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب بالکل فرصت ہے۔ تم سے صبح رخصت ہونے تک تمہارے ہی ساتھ دماغی طور پر حاضر رہوں گا۔"

اس کے ہونٹ خوشی سے مسکرانے لگے اور آنکھیں رونے لگیں۔ وہ رات ہمارے ملن کی آخری رات تھی۔ جب دو دن کی زندگی رہ جائے اور یہ معلوم ہو کہ دوسری صبح ہم زندہ رہنے کے باوجود ایک دوسرے کے لیے مر جائیں گے ایک دوسرے کو ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکیں گی تو ہماری مٹھی میں جتنا بھی وقت ہوتا ہے وہی ساری زندگی کا سرمایہ ہوتا ہے اس لیے ہم وہ وقت جاگ جاگ کر باتیں کرتے کرتے گزارنے لگے۔

اس رات وہ خوب روتی رہی۔ میں اس کے آنسو پونچھتا رہا۔ وہ ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرتی رہی۔ میں محبت سے سمیٹتا رہا۔ وہ میرے سامنے پلتھی مار کر ہاتھ جوڑ کر میری پوجا کرنے کے لیے بیٹھ گئی۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر کہا۔ "نہیں رسونتی، مجھے بھگوان سمجھ کر نہ پوجنا۔ یہ ہمارے مذہب میں شرک ہے۔ ہمیں محبت کی حد تک محبت کرنا چاہیے۔ ہم صرف خدا سے ہی عبادت کی حد تک محبت کر سکتے ہیں۔"

وہ روتے ہوئے بولی۔ "ہم ہندو عورتیں اپنے پتی کے روپ میں اپنے بھگوان کو دیکھتی ہیں۔ ہماری محبت اور وفاداری کی انتہا یہ ہے کہ ہم اپنے پتی کو انسان سے بھگوان بنا دیتی ہیں۔ اگر میں تمہیں اپنا بھگوان نہ سمجھتی تو اپنے بھگوان کو چھوڑ کر ایک مسلمان سے شادی نہ کرتی۔ جب میں نے تمہیں اپنا بنایا تو تم میرے لیے نہ تو ہندو تھے نہ مسلمان تھے۔ تم صرف محبت تھے وہ محبت جسے میں بھگوان کہتی ہوں تم خدا کہتے ہو۔ یہ میرا اپنا

نظریہ ہے۔ اپنا عقیدہ ہے۔ اپنی محبت کی انتہا ہے۔ تم مجھے میری محبت کی انتہا تک پہنچنے سے نہیں روک سکتے۔ ابھی روکو گے تو تمہارے جانے کے بعد تمہارے تصور کی پوجا کروں گی۔ تمہارے نام کی مالا جپوں گی۔ تم نہیں رہو گے تو اپنی کوکھ سے تمہاری خوشیوں کو جنم دوں گی۔ اسکی خدمت کروں گی۔ اس کی پرورش کروں گی۔ اسے دوسرا فرہاد بناؤں گا۔ جس طرح پوجا سے پہلے پھول پروئے جاتے ہیں۔ دیا جلائے جاتے ہیں۔ اسی طرح میں تمہارے بچے کو دیے کی طرح روشن رکھوں گی اور اس روشنی میں تمہاری پوجا کرتی رہوں گی۔ کیا تم مجھے اس سے روک سکتے ہو؟"

میں نے آنکھ دبا کر سر ہلا کر کہا۔ "نہیں، میں زبان سے سمجھا سکتا ہوں ہاتھ سے روک نہیں سکتا۔ کسی کو بھی اس کے عقیدے سے اور اس کے نظریے سے باز نہیں رکھا جا سکتا۔"

ہم باتیں کرتے رہے۔ رات گزرتی رہی۔ صبح ہوتے ہوتے رسونتی کی آنکھوں میں آنسو خشک ہو گئے اسے صبر آ گیا یا سمجھ آ گئی کہ رونے دھونے سے وقت اپنی من مانی سے باز نہیں آتا۔ وقت کے مطابق جو ہونا ہے وہی ہوتا ہے اور انسان کو اسے برداشت کرنا پڑتا ہے پھر اچھے وقت کا انتظار کرنے کے لیے اپنے اندر حوصلہ پیدا کرنا پڑتا ہے۔ رسونتی میں وہی حوصلہ پیدا ہونے لگا تھا۔

صبح چھ بجے میں نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر رسونتی اور غلام کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ رسونتی سے ایک لقمہ بھی چبایا نہیں جا رہا تھا لیکن میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے اچھی طرح ناشتہ کرایا۔ چائے پلائی۔ پھر ہم سب بستی سے نکل کر اس جگہ پہنچے جہاں میرے لیے بیل گاڑا تیار کیا گیا تھا ہم نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ پروفیسر نارڈسل اور اس کے اسسٹنٹ کو میری رونمائی کا علم نہ ہو اس لیے انھیں پچھلی رات سے ہی دوسری جگہ لے جا کر قید کر دیا گیا تھا۔ غلام نے یقین دلایا تھا کہ میرے جانے کے بعد بھی انھیں میرے متعلق لاعلم رکھا جائے گا۔ پروفیسر اور اس کے ماتحت کو رہا کر کے کسی دوسری جگہ پہنچا دیا جائے گا تاکہ وہ اپنے وطن واپس چلے جائیں اور اس بات کا بھی علم نہ ہو سکے گا کہ رسونتی غلام کے پاس رہ گئی ہے۔

رخصت ہوتے وقت رسونتی پھر ہزار ضبط کے باوجود رونے لگی۔ میں نے اسے بہت پیار سے سمجھایا۔ تسلیاں دیں کہ جسمانی طور پر الگ ہو رہا ہوں مگر دماغی طور پر آتا رہوں گا۔ بہت کچھ تسلیاں دینے کے بعد میں بیل گاڑے میں آ کر سوار ہو گیا وہ روتے ہوئے بار بار ہاتھ ہلاتی رہی۔ پھر بیل گاڑا فضا میں بلند ہونے لگا۔ مجھے الوداع کہتی رہی۔ مجھے رسونتی سے دور کرنے لگا۔ اس کے بعد وہ وقت بھی آیا جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اب ہم ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے جب وہ نظر نہیں آئی تب میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "رسونتی، تم مجھے نہیں دیکھ رہی ہو لیکن میں تمہیں نہیں دیکھ رہا ہوں لیکن میں تمہارے پاس موجود ہوں۔ ٹھیک ہے نا؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے کہا۔ "جب یہ درست ہے کہ میں تمہارے پاس موجود ہوں تو پھر دوری کس بات کا؟ چلو آنسو پونچھ لو اور غلام کے ساتھ بستی میں واپس جاؤ۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے غلام کے ساتھ واپس جانے لگی غلام نے کہا۔ "مالکہ! آقا اب رخصت ہو چکے ہیں۔ اگر آپ راضی ہوں تو ہم کل ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ میری نظر میں ایک ایسی بستی ہے جہاں آپ ساری دنیا والوں سے چھپ کر رہ سکتی ہیں۔ اس بستی میں تمام لوگ میرے اپنے ہیں کوئی آپ کی بات بستی سے باہر نہیں پہنچائے گا۔"

وہ آنسو بھرے لہجے میں بولی۔ "ٹھیک ہے، میں بھی اب اس بستی میں نہیں رہنا چاہتی۔ جو مناسب سمجھتے ہو کرو۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ سفر کے آغاز میں ہی میں ان سب کے دماغوں کو پڑھ چکا تھا جو اس وقت ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے ایک نامعلوم منزل کی طرف لے جا رہے تھے۔ میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک مسلح محافظ سے پوچھا۔ "کتنی دیر کا سفر ہے؟"

اس نے ادب سے جواب دیا۔ "جناب، ہم ڈیڑھ یا دو گھنٹے میں ایک مخصوص مقام تک پہنچ جائیں گے۔"

"کیا وہاں کوئی چارٹرڈ طیارہ آئے گا؟"

"جی نہیں، ایک مسافر بردار طیارہ ہے۔ اسے غیر قانونی طور پر وہاں اتارا جائے گا۔ آپ سوار ہوں گے۔ پھر وہ اپنی پرواز جاری رکھے گا۔"

"اس طیارے میں جو دوسرے مسافر ہوں گے کیا وہ اس غیر قانونی پرائیویٹ لینڈنگ کی اطلاع متعلقہ حکام تک نہیں پہنچائیں گے؟"

اس نے مسکرا کر کہا۔ "جی نہیں، اس مسافر بردار طیارے میں سارے کے سارے مسافر ہمارے اپنے ہیں اس جہاز کا عملہ بھی ہمارے اشارے پر چلتا ہے موسم کی خرابی یا ایندھن کی کمی کا بہانہ کر کے وہ طیارہ اپنے روٹ سے ذرا ہٹے گا۔ آپ کے سوار ہونے کے بعد پھر اپنے روٹ پر پرواز شروع کر دے گا۔"

میں اطمینان سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرتے ہوئے مراقبہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ

اس کی امّی، ماسٹر عبداللہ بن صمیم، مسٹر جیکسن اور حشمت بیگ اور دوسرے مسلح جوان ایک بڑے سے ہال میں بیٹھے ہوئے تھے وہ سب کے سب میرے منتظر تھے۔ میں نے ماسٹر سے کہا۔ "میں آگیا ہوں، آپ کام شروع کرادیں۔"

میں نے جیکسن کے دماغ سے معلوم کیا۔ حشمت بیگ کو اس وہیل چیئر کے ساتھ اتنی مضبوطی سے بندھا گیا تھا کہ وہ حرکت نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے جیکسن سے کہا۔ "آپ بم کو اس کے سینے سے باندھ سکتے ہیں لیکن کوئی خطرہ ہو تو مرجانہ اور اس کی امّی کو وہاں سے دور بھیج دیں۔"

"خطرے کی بات نہیں ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ یہ دونوں تار مضبوطی سے اپنی جگہ قائم ہیں ان میں سے کوئی بھی تار اسی وقت اپنی جگہ چھوڑ سکتا ہے جب اسے ہاتھوں سے پکڑ کر ہٹایا جائے۔"

میں نے اسے اجازت دے دی۔ حشمت بیگ کی حالت قابلِ دید ہوگی۔ میں دیکھ تو نہیں سکتا تھا۔ اس کے دماغ سے سمجھ سکتا تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کے منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکل رہی تھیں۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ سائرہ بانو کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے نظروں ہی نظروں میں گڑگڑا رہا ہو۔ سائرہ بانو نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا تھا۔

جیکسن کے دو اسسٹنٹ اس بم کے دو طرفہ بیلٹ کو دو طرف سے پکڑ کر بڑی سے اٹھاتے ہوئے حشمت بیگ کی طرف جانے لگے۔ تب ہی ٹھک کر رک گئے۔ بے حس و حرکت حشمت بیگ کو دیکھا پھر ناگواری سے منہ بنایا۔ سائرہ بانو اور مرجانہ فوراً ہی اپنی ناک پر کپڑا رکھ کر وہاں سے اٹھ گئیں۔ پھر تیزی سے چلتے ہوئے ہال سے باہر نکل گئیں۔

میں نے ماسٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بھی تیزی سے چلتا ہوا ہال سے باہر جارہا تھا۔ پھر دروازے کے پاس سے پلٹ کر ناگواری سے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا۔ "اس کم بخت کی صفائی کراؤ ہم پندرہ منٹ کے بعد آئیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ ہال سے باہر چلا گیا۔ میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دوسرے کمرے میں پہنچ کر اپنی امّی سے کہہ رہی تھی۔ "تم بخت نہایت ہی بزدل نکلا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تو بچوں سے بھی گیا گزرا ہے۔"

سائرہ بانو نے تھکے ہوئے انداز میں ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بیٹی میرا دل بھی بہت کمزور ہے۔ میرا بس چلے تو میں اسے معاف کردوں۔"

مرجانہ نے تعجب سے اپنی امّی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ جس نے قدم قدم پر آپ کو رلایا ہے آپ کو برباد کیا ہے، آپ اسے معاف کردیں گی؟"

"ہاں مجھ سے کسی کے آنسو نہیں دیکھے جاتے۔ دیکھو تو اس کی کیا حالت ہوگئی ہے۔ ابھی سے آدھ موا ہو چلا ہے۔ جب وہ بم باندھا جائے گا تو شاید دم ہی نکل جائے۔"

مرجانہ نے نفرت سے کہا۔ "اس ذلیل کو مرجانا چاہیے۔ مجھے تو آپ پر حیرت ہے کہ اتنے ذلیل دشمن کو معاف کردینا چاہتی ہیں۔ اس پر رحم کھا رہی ہیں۔"

"مجھے کسی حشمت بیگ سے ہمدردی نہیں ہے، مجھے انسانوں سے ہمدردی ہے۔ میں کسی کا دکھ نہیں دیکھ سکتی۔"

"اسی لیے تو آپ بچپن ہی سے تباہ ہوتی آئی ہیں۔ اگر آپ اسے نہیں دیکھ سکتی ہیں تو یہاں چپ چاپ بیٹھی رہیں۔ میں آپ کو وہاں نہیں جانے دوں گی۔ میرا بس چلے تو میں اس کی بوٹی بوٹی کاٹ کر اس کا قیمہ کرکے چیل کوؤں کو کھلا دوں۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولیں۔ "یہ عجیب دنیا ہے یہاں ایک ظالم دوسرے کو بھی ظالم بنا دیتا ہے۔ تم ایسی نہ ہوتیں۔ جیسی اب ہو تم ایک مشرقی لڑکی ہوتیں۔ سیدھے سادے انداز میں جوان ہوتیں اور دلھن بن کر اپنی سسرال چلی جاتیں لیکن اس کے ظلم نے تمہیں بھی ایک لڑکی سے پتھر بنا دیا ہے۔"

"امّی! اس دنیا میں یہی ہوتا ہے۔ اگر آدمی پتھر نہ بنے تو اسے دوسرے توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ ہمیں پتھر نہیں فولاد بننا چاہیے۔ جیسے میں بن چکی ہوں۔ یہ وہی حشمت بیگ ہے نا، جس نے بیس برس تک مجھے آپ سے جدا رکھا۔ یہ وہی حشمت بیگ ہے جس نے تیس گھنٹے تک آپ کے گلے سے موت کو باندھ کر رکھا۔ ہماری بے بسی کا مذاق اڑاتا رہا۔ اس وقت ظلم کرتے وقت یہ بچوں کی طرح نہیں رویا، اسے بالکل یاد نہیں آیا کہ قدرت اسے بھی زندگی کے کسی موڑ پر کمزور بنائے گی۔ آج قدرت نے اسے کمزور بنایا ہے تو بننے دیجیے اس کے ذریعے دوسروں کو جرأت حاصل کرنے دیجیے، آپ یہاں چپ چاپ بیٹھی رہیں گی، میں جارہی ہوں۔"

سائرہ بانو وہاں سر جھکائے بیٹھی رہیں۔ وہ ظلم کا تماشہ نہیں دیکھنا چاہتی تھیں۔ بے شک حشمت بیگ کے ساتھ جو کچھ ہورہا تھا وہ بھی ظلم تھا لیکن وہ ایک مجبوری بھی تھی۔ دوسرے ظالموں کو احساس دلانا تھا کہ دیکھو جیسا تم کرو گے

ویسا بھرو گے جو دوسروں کے لیے کرتے آئے ہو۔ وہی تمہارے آگے بھی آئے گا اور ان کے آگے آرہا تھا۔

حشمت بیگ کی بزدلی اور کمزوری کے پیشِ نظر ایک ڈاکٹر طلب کرلیا گیا تھا۔ آدھے گھنٹے کے بعد وہ بم اس کے سینے سے باندھ دیا گیا۔ اس کی حالت ایسی تھی جیسے وہ زندہ نہ ہو۔ آہستہ آہستہ سانس چل رہی تھی۔ آنکھیں بند تھیں اور وہ بالکل مردہ نظر آرہا تھا۔ ڈاکٹر کبھی کبھی اس کی نبض ٹٹولتا تھا اور مطمئن ہو جاتا تھا۔ جب وہ لوگ اپنے کام سے فارغ ہوگئے تو اسے چھوڑ کر دور ہٹ گئے۔ وہ کرسی پر بندھا بیٹھا ہوا تھا۔ مرجانہ نے آواز دی۔ "حشمت بیگ تم زندہ ہو مگر مردوں سے بدتر ہو میری آواز تمہارے کانوں تک پہنچ رہی ہے مگر تمہاری زبان مرچکی ہے۔ وہ میری بات کا جواب نہیں دے سکے گی۔ تمہاری آنکھیں تمہارے بس میں نہیں ہیں۔ تم چاہو تو پلکیں اٹھا کر مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔ اسے کتنے برس مردنی چھا جانا۔ موت سے پہلے موت آجانا۔ اب اس حالت میں رہ کر تم سمجھ سکتے ہو کہ میری امّی پر کیا گزرتی رہی ہوگی۔ انھوں نے کس حوصلے سے موت کو اپنے سینے پر تیس گھنٹے تک اٹھائے رکھا تھا۔ وہ کتنی حوصلہ مند خاتون ہیں۔ تم عورتوں سے بھی گئے گزرے ہو۔ تھوبے تم پر۔"

ماسٹر عبداللہ بن صمیم کے ماتحت حشمت بیگ کو وہاں سے لے گئے۔ وہ جلال بیگ کو اطلاع دے چکے تھے۔ اس کے مطابق وہ اسے ہائی وے کے ایک مقام پر پہنچانے جا رہے تھے۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے ماسٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے ہمارے ساتھ اس حد تک تعاون کیا۔"

"ارشاد صاحب! آپ شرمندہ کرتے ہیں۔ ہم تو آپ کے خدمت گار ہیں، فرمائیے اور کوئی حکم؟"

"ہاں ابھی کچھ اور کام باقی ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ لیڈی سائرہ بانو کو بحفاظت پاکستان پہنچانے کے انتظامات کیے جائیں۔ جلال بیگ ان ماں بیٹی کو کسی طرح گرفت میں لینے کے لیے اپنی آخری کوشش اور اپنا آخری ذریعہ اور اپنا آخری پیسہ بھی صرف کردے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بہت محتاط ہوکر بہت ہی کڑی نگرانی میں لیڈی سائرہ بانو کو پاکستان پہنچا دیں اور وہاں بھی کچھ ایسے خفیہ انتظامات کریں کہ ہر دم ان کی نگرانی ہوتی رہے۔"

"یہ ہو جائے گا۔ ہمارے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے اور کوئی حکم؟"

"اس کے بعد مرجانہ کو میک اپ کے ذریعے کچھ تبدیل کیا جائے تاکہ وہ چہرے سے پہچانی نہ جاسکے پھر آپ اسے لندن روانہ کردیں۔"

"یہ بھی ہو جائے گا۔"

"سپرنٹنڈنٹ یہ بات پہنچائی جائے کہ میں سائرہ بانو کی بہت ہی زبردست نگرانی چاہتا ہوں۔ یہ ذمہ داری براہِ راست سپرنٹنڈنٹ پر ہوگی۔ ان تک جلال بیگ کا کوئی آدمی پہنچنے نہ پائے۔"

"میں سپرنٹنڈنٹ تک آپ کے یہ الفاظ پہنچا دوں گا۔"

میں مرجانہ کے پاس آیا۔ وہ اب اپنی امّی کے پاس پہنچ گئی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ اس کی امّی کو پاکستان بھیجنے اور اس کو لندن پہنچانے کے انتظامات کیے جارہے ہیں مرجانہ نے یہ بات سائرہ بانو کو بتائی۔ وہ اداس ہوکر بولیں۔ "بیٹی تم اور فرہاد مجھے دور کردینا چاہتے ہو۔ کیا کوئی ایسی صورت نہیں ہوسکتی کہ میں تمہارے قریب رہوں۔ میرا دل کہیں نہیں لگے گا۔"

"امّی دل کو لگانا ہوگا۔ وہاں حالات صاحب تو ہوں گے۔"

سائرہ بانو نے میٹھی ناراضگی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم شرارت سے باز نہیں آؤ گی؟"

وہ مسکراتے ہوئے اپنی ماں کے قریب آئی۔ پھر ان کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "ہائے امّی وہ دن کب آئے گا جب میں آپ کو دلھن بناؤں گی۔"

وہ جھینپ کر بولیں۔ "دیکھو بکواس نہ کرو۔ میں شادی نہیں کروں گی۔"

مرجانہ نے کہا۔ "لڑکیاں شادی سے پہلے یونہی انکار کرتی ہیں مگر دل میں لڈو پھوٹتے رہتے ہیں۔"

"کیا میں تمہیں لڑکی نظر آرہی ہوں کیا تم میرا مذاق اڑا رہی ہو۔"

اس نے ماں سے لپٹ کر کہا۔ "ہائے امّی، آپ کا مذاق اڑاؤں تو میں مرجاؤں۔ آپ نہیں جانتیں کہ مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ آپ کو محبت ملے، تحفظ ملے، خوشی ملے تو مجھ سے زیادہ خوشی کسے ہوسکتی ہے۔"

انھوں نے کہا۔ "بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ میں تمہیں چھوڑ کر جانے سے انکار کررہی ہوں اور تم میری شادی کے خواب دیکھ رہی ہو۔"

"جب تک میرا علاج نہیں ہوتا اس وقت تک آپ کو مجھ سے دور ہی رہنا چاہیے۔ میں تبدیل ہوکر آجاؤں گی تو پھر آپ کی محافظ بن کر آپ کے ساتھ رہا کروں گی۔ ہم کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے ابھی مجبوری ہے آپ

کر جانا ہی ہوگا۔"

میں تھوڑی دیر تک اُن کی باتیں سُنتا رہا۔ پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک قدآور آئینے کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے میک اپ کا بہت سا سامان بکھرا ہوا تھا اور وہ اپنے چہرے پر تبدیلیاں لا رہی تھی۔ اس کے لندن جانے کے انتظامات مکمل ہو گئے تھے۔

اس وقت وہ سوچ رہی تھی۔ میں میک اپ کے ذریعے ساری دنیا والوں سے اپنے چہرے کو چھپا لوں گی کوئی مجھے سونیا کی حیثیت سے نہیں پہچان سکے گا کیا ہی اچھا ہوتا کہ فرہاد بھی مجھے پہچان نہ سکتا اور مجھ تک پہنچ نہ سکتا مگر وہ تو کسی وقت بھی میرے دماغ میں پہنچ جائے گا۔ معلوم کرے گا کہ میں کس قسم کا میک اپ کر رہی ہوں۔"

میں مسکراتے ہوئے اُس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ جس طرح اُس کی سونگھنے کی حس ختم ہو گئی ہے۔ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بھی اس حد تک گم ہو جائے کہ میں اُس کی سوچ نہ پڑھ سکوں۔ خیال خوانی کے ذریعے اُس کے قریب نہ آ سکوں اور نہ اُسے پہچان سکوں۔ میں نے سوچا۔ کیوں میں سونیا کی خواہش پوری کر دوں۔ اُسے خوش کرنے کے لیے یہ ظاہر کر دوں کہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کسی حادثے میں ختم ہو گئی ہیں اور اب میں خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہوں۔ اگر میں یہ ڈرامہ کھیلوں تو اُسے ایک طرف افسوس ہوگا کہ میں اپنی صلاحیت سے محروم ہو گیا۔ دوسری طرف غیر شعوری طور پر اطمینان ہوگا کہ اب میں اُس پر حاوی نہیں رہوں گا اُس کے قریب نہیں آ سکوں گا۔ وہ چپکے چپکے میرے آس پاس رہے گی اور پھر جو کچھ ہوگا وہ دلچسپ تماشا ہوگا۔

یہ سوچ کر میں نے اُسے مخاطب نہیں کیا۔ اُس کے پاس سے واپس ہو کر مرجانہ کے پاس پہنچا اور بڑی ہی کمزور سی سوچ میں اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مرجانہ اچانک ہی میرے سر پر شدید چوٹ لگی ہے۔ شاید اب میں خیال خوانی نہ کر سکوں۔ صحت یاب ہونے کے بعد شاید میری صلاحیت پھر میرے کام آ سکے۔ فی الحال میں آخری بار تم سے مخاطب ہوں تم ماسٹر عبداللہ کو تصمیم سے کہہ کر وہ پیرس کے ماسٹر سے رابطہ قائم کریں اور سونیا سے کہہ دیں کہ ڈیزی جمال کو حفاظت کے ساتھ پہنچانے کے فوری انتظامات کیے جائیں۔"

مرجانہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "مجھے چوٹ کیسے لگی۔ میں ابھی یہاں کے ماسٹر سے بات کرتی ہوں لیکن تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال رہنی چاہیے۔ ورنہ ہم سب کے لیے پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔"

"فکر نہ کرو۔ میں اپنا علاج کراؤں گا اور جلد سے جلد لندن پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

"فی الحال تم کہاں ہو؟"

"میں ابھی تک جنگل ہی میں بھٹک رہا ہوں۔ وہاں سے کسی آبادی تک پہنچوں گا اور کسی ڈاکٹر سے علاج کراؤں گا۔"

اُس نے پوچھا۔ "رسونی کہاں ہے؟"

"میں نے اُسے غلام کی حفاظت میں چھوڑ دیا ہے۔ اس کی طرف سے اطمینان ہے۔ بہرحال میں زیادہ باتیں نہیں کر سکتا، میری طبیعت بگڑتی جا رہی ہے۔ خدا حافظ۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا اور اُس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ میرے لیے فکرمند ہو گئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ ماسٹر کے ذریعے پیرس میں سونیا سے رابطہ قائم کرے گی اور اُسے میری علالت کی خبر سنائے گی۔

میں مسکرانے لگا۔ میں جانتا تھا کہ جب یہ خبر سونیا کو معلوم ہو گی تو وہ بھی میرے لیے فکرمند ہو جائے گی۔ پھر رفتہ رفتہ اُسے یہ اطلاع بھی ملے گی کہ میں خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہوں۔ اُسے افسوس تو ہوگا مگر اُس کی دلی مراد پوری ہو جائے گی اور وہ مجھ سے آنکھ مچولی کھیلنا شروع کر دے گی۔

میں نے سوچا۔ لندن میں سونیا کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلنے میں بڑا مزہ آئے گا بشرطیکہ اس کھیل کے لیے پہلے سے مکمل انتظامات ہو جائیں۔ یہ سوچ کر میں نے ماسٹر کروڈا مانگا سے کہا۔ "ماسٹر میں لندن کے ماسٹر سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے معلوم تو ہونا چاہیے کہ آخر میں سپر ماسٹر کے کن لوگوں کے درمیان جا رہا ہوں۔"

کروڈا مانگا نے کہا۔ "جناب آپ تھوڑی دیر صبر کریں۔ ہیلی کاپٹر کا سفر ختم ہوگا اور طیارے کا سفر شروع ہوگا تو کبھی سے آپ کا تعارف ہو جائے گا۔ اس طیارے میں بہت سے لوگ موجود ہوں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "آپ میرا ایک کام کریں گے؟"

"ایک کیا ہزار کام بتائیں۔ میں آپ کا خدمت گار ہوں۔"

"ماسٹر میں لندن پہنچ کر اپنے تمام ساتھیوں سے چھپ کر رہنا چاہتا ہوں۔ خصوصاً سونیا اور مرجانہ سے چھپ کر رہوں گا تو دشمن ان کے ذریعے مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے

اور میرے ذریعے ان لوگوں تک نہیں پہنچ پائیں گے۔ میں چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے اُن کی خیریت معلوم کرتا رہوں گا لیکن خیال خوانی کے ذریعے سونیا اور مرجانہ سے رابطہ قائم نہیں کروں گا۔ میں یہ تاثر دینا چاہتا ہوں کہ فرہاد کہیں گم ہو گیا ہے اور اُس کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔"

ماسٹر نے کہا۔ "آپ کی یہ پلاننگ بہت اچھی ہے۔ جتنی احتیاط برتی جائے اتنا ہی بہتر ہے۔"

"اگر سونیا یا مرجانہ آپ سے میرے متعلق دریافت کریں تو آپ یہ کہہ دیں کہ مجھے اس جنگل سے نکال کر لندن پہنچانے کے لیے ایک طیارہ بھیجا گیا تھا۔ میں اس طیارے میں سوار ہو کر لندن جانے کے بجائے اٹلی میں اتر گیا تھا۔ اس کے بعد میری کوئی خبر نہیں ملی ہے۔"

"اچھی بات ہے جناب! مادام سونیا اور مرجانہ مجھ سے دریافت کریں گی تو میں یہی جواب دوں گا۔"

میں ماسٹر کا شکریہ ادا کر کے اس سے رخصت ہو گیا۔

اب میں نے سوچا کہ جب لندن کے ماسٹر سے رابطہ قائم ہو گا تو اُسے بھی یہی سمجھا دوں گا۔ اس طرح سونیا سے آنکھ مچولی کھیلنے کے انتظامات مکمل ہو جائیں گے۔ یوں بھی یہ محض ایک مذاق نہ ہوتا۔ ایک کھیل نہ ہوتا۔ احتیاطاً بھی ایسا کرنا ضروری تھا۔

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر ایک ایسے وسیع میدان میں اتر رہا تھا جہاں دور تک ایک چوڑی پختہ سڑک نظر آ رہی تھی۔ آس پاس درخت نہیں تھے۔ وہ ہیلی کاپٹر وہاں ایک جگہ اتر گیا۔ میں نے ہیلی کاپٹر سے اترتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ طیارہ ادھر آئے گا؟"

"جی ہاں! ہم نے سن رُسے کے لیے اسی شاہراہ کو منتخب کیا ہے۔"

دوسرے مسلح جوان نے اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "جناب دس منٹ کے اندر ہی وہ طیارہ یہاں پہنچ جائے گا ہمارے وقت کا خاص خیال رکھا ہے۔"

میں توقف گوارا نہ کر کے سونیا کے پاس گیا۔ وہ ٹیلیفون پر ڈاکٹر سے باتیں کر رہی تھی۔ اُس کا میک اپ مکمل ہو گیا تھا۔ جب میں اُس کے پاس پہنچا تو کچھ ادھوری باتیں سنائی دیں۔ ڈاکٹر اُس سے کہہ رہا تھا۔ "مادام ابھی تو مجبوری ہے۔ آپ کا علاج یہاں نہیں ہو سکے گا۔ آپ یہاں سے جا رہی ہیں۔ بہتر ہے کہ جہاں بھی آپ کا قیام ہو وہاں کسی بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹر سے علاج کروائیں۔ جو دوا آپ کو استعمال کرائی گئی ہے اُس کے اثرات بہت گہرے ہیں اور آپ کی سونگھنے کی حس رفتہ رفتہ بالکل ہی ختم ہو جائے گی۔ اس حد تک کہ خوشبو اور بدبو دونوں ہی چیزیں آپ کے لیے بے معنی ہو جائیں گی۔"

سونیا نے پوچھا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میری حس اس حد تک کیسے ختم ہو سکتی ہے؟"

"میں نے کہا نا کہ دوا کے اثرات بہت گہرے ہیں۔ سونگھنے کی حس کے ذریعے بدبو اور خوشبو کا پتہ چلایا جاتا ہے۔ وہ حس آپ کی مُردہ ہو چکی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ کسی بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹر سے علاج کرائیں۔ یقیناً وہ اس سلسلے میں آپریشن کا مشورہ دے گا۔ آپ جیسا مناسب سمجھیں ویسا کریں۔"

"ڈاکٹر میری سونگھنے کی غیر معمولی صلاحیت میں کمی آ جائے یا ختم ہو جائے۔ یہ بات تو سمجھ میں آ سکتی ہے لیکن میں اس کو تسلیم کرنا نہیں چاہتی کہ میری سونگھنے کی حس اس حد تک ختم ہو جائے کہ میں کسی چیز کو سونگھ کر خوشبو اور بدبو کی تمیز ہی نہ کر سکوں۔"

"مادام اس دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو سونگھنے کی حس سے بالکل محروم ہوتے ہیں۔ نہ خوشبو کو محسوس کرتے ہیں نہ بدبو کو۔ نہ تازہ غذا کو سونگھ کر محسوس کر سکتے ہیں۔ نہ باسی کھانے کو۔ ہاں زبان کے ذائقے سے انھیں خوں کے تازہ یا باسی ہونے کا احساس ہوتا ہے مگر سونگھ کر نہیں ہو سکتا۔ بہرحال آپ وہاں کسی ڈاکٹر سے مشورہ کریں۔"

سونیا نے ریسیور رکھ کر تھوڑی دیر تک اپنے دماغ میں خاموشی اور سناٹوں کو محسوس کیا پھر کچھ دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ فرہاد اس کے دماغ میں جھانک رہا ہے یا نہیں؟ اگر وہ جھانک رہا ہوتو اُسے پتہ چل جائے گا کہ سونگھنے کی حس کم ہوتے ہوتے ختم ہونے کے اسٹیج تک جا رہی ہے۔ اُسے یہ بات معلوم ہو گی تو وہ اور بے باک ہو جائے گا۔ پھر میرے قریب آ کر مجھ سے شرارتیں کرے گا اور میں یہ نہیں معلوم کر سکوں گی کہ میرے قریب جو موجود ہے وہ فرہاد ہی ہے۔ میں اُس سے دھوکا کھاتی رہوں گی۔ آف میں کس مصیبت میں گرفتار ہونے والی ہوں۔ مجھے لندن پہنچتے ہی پہلی فرصت میں کسی ڈاکٹر سے اپنے لیے مشورہ کرنا چاہیے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے سوچا۔ "بے چاری سونیا!"

طیارے کی آواز فضا میں گونج رہی تھی۔ میں نے دیکھا۔

دُور سے ایک طیارہ نیچی پرواز کرتا ہوا آرہا تھا اور اُترنے والا تھا۔ ایک مسلح نوجوان ٹرانسمٹر کے ذریعے طیارے کے کسی آدمی سے باتیں کررہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ طیارہ اس شاہراہ پر کھڑا ہوا تھا۔ اُس کا ایک دروازہ کھول کر سیڑھی لٹکا دی گئی جس کے ذریعے میں طیارے کے اندر پہنچ گیا۔ اُس کے ساتھ ہی دروازے کو بند کردیا گیا۔

واقعی وہ ایک مسافر بردار طیارہ معلوم ہوتا تھا۔ مرد اور عورتیں بھی اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جیسے ہی دروازہ بند ہوا۔ اسپیکر سے آواز اُبھرنے لگی۔ "ہم جناب فرہاد علی تیمور کو اپنے طیارے میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں فرہاد صاحب کی خدمات کا موقع مل رہا ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ اگر ہم سے خدمات کے سلسلے میں کہیں کوئی کوتاہی ہوجائے کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو فرہاد صاحب ہمیں معاف کریں گے۔ ہم حتی الامکان شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔ اب فرہاد صاحب سے درخواست ہے کہ وہ کسی بھی سیٹ پر بیٹھ کر سیفٹی بیلٹ باندھ لیں۔ طیارہ پرواز کرنے والا ہے۔"

طیارے کے تمام مسافر اپنی اپنی سیٹ پر سے پلٹ کر مجھے دیکھ رہے تھے۔ کچھ عورتیں اپنا ہاتھ لہرا کر خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔ میں نے سیٹ پر بیٹھ کر سیفٹی بیلٹ باندھ لیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی طیارہ اس شاہراہ پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہونے لگا۔ تقریباً دس منٹ تک اس طیارے کے اندر بالکل خاموشی رہی۔ پھر ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈ نظر آنے لگے ایک خوب صورت سی ایئر ہوسٹس نے میرے پاس آکر مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب آپ سیفٹی بیلٹ کھول سکتے ہیں۔ فرمائیے۔ کیا پینا پسند کریں گے؟"

"میں کوئی ٹھنڈا مشروب چاہتا ہوں جو نشہ آور نہ ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ہم جانتے ہیں آپ نشے کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ لیکن عورت بھی ایک نشہ ہے سُنا ہے کہ ایسے وقت آپ لڑکھڑا جاتے ہیں۔"

اُس نے بڑی میٹھی نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر ایک ادائے نازسے بل کھاتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ اُسی وقت اسپیکر سے آواز اُبھرنے لگی۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور اس طیارے میں جتنے مسافر ہیں وہ سب سپر ماسٹر کے تابع دار ہیں اور اس وقت آپ کی تابع داری کے لیے حاضر ہیں۔ سب سے پہلے آپ کے سامنے مادام روزانہ دی ٹائگریس کو پیش کیا جارہا ہے۔ یہ مادام آپ کی میزبان ہوں گی اور دوسرے تمام افراد سے آپ کا تعارف کرائیں گی۔ لیجیے حاضر ہوتی ہیں مادام روزانہ دی ٹائگریس۔"

تمام مسافر ہلکے ہلکے جھولے تالیاں بجانے لگے۔ جیسے مادام روزانہ دی ٹائگریس کا استقبال کررہے ہوں۔ اُسی وقت طیارے کے اندر تاریکی چھا گئی۔ مجھ سے دُور سامنے ایک دروازہ تھا۔ اس دروازے کے دوسری طرف شاید طیارے کے پائلٹ کا کیبن ہوگا۔ اس دروازے پر ایک سفید پردہ پڑ گیا تھا اور اب وہاں پر وجکشن کے ذریعے ایک تصویر سامنے آگئی تھی۔ ایک لڑکی اور عورت دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "ہیلو مسٹر فرہاد! میں ایک عرصے سے اس موقع کی منتظر تھی کہ کبھی آپ سے ملاقات ہو۔ آج مجھے یہ شرف حاصل ہورہا ہے۔ میں آپ کے سامنے حاضر ہونے سے پہلے اپنی آواز آپ کو سنا رہی ہوں تاکہ آپ میرے لب و لہجے کو ذہن نشین کرلیں عورت کبھی کوچا ہتی ہے تو اسے اپنے دل میں بٹھا لیتی ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ میرے دماغ میں بیٹھنے والے ہیں۔"

اس وقت تک میں اُس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔

ایک مادام روزانہ میری آنکھوں کے سامنے اسکرین پر نظر آرہی تھی۔ دوسری مادام روزانہ اسی طیارے کی اگلی سیٹ پر ایک شخص کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اور اسکرین پر اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ "کیا فرہاد میرے دماغ میں پہنچ چکا ہوگا؟"

اسکرین پر بتایا جارہا تھا کہ مادام روزانہ کتنی باصلاحیت عورت ہے اور اتنی ملنسار اور اتنی بہترین فائٹر ہے کہ سپر ماسٹر نے اُسے ٹائگریس کا خطاب دیا ہے۔ میں نے مادام روزانہ کو سیٹ پر سے اٹھا کر کھڑا کردیا۔

اُس نے چونک کر اپنے آپ کو دیکھا۔ اُس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے پوچھا۔ "ویل مادام، کیا بات ہے۔ آپ یکھوں کھڑی ہوگئیں؟"

وہ جلدی سے بیٹھ کر بولی۔ "نہیں، کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں آپ ہی بے مقصد سیٹ پر سے اٹھ گئی تھی۔"

اس شخص نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا فرہاد صاحب نے آپ کو کھڑا کردیا تھا؟"

مادام روزانہ نے چونک کر اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "ماسٹر ہوسکتا ہے فرہاد صاحب نے ایسا کیا ہو۔"

میں پھر اُس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اُس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ماسٹر سے پوچھا۔ "وہ آپ کا نام کیا ہے، میں تو بھول رہی تھی؟"

ماسٹر نے حیرانی سے کہا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ اور میرا نام بھول گئیں؟ میں انگلینڈ کا ماسٹر نیومین ہوں اور تم اتنی بڑی شخصیت کا نام بھول گئی ہو؟"

میں ماسٹر نیومین کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اُدھر مادام روزانہ نے چونک کر اپنے سر کو تھام لیا۔ پھر پوچھا۔ "کیا میں ابھی دماغی طور پر حاضر نہیں تھی۔ مجھے کیا ہوگیا ہے۔ ماسٹر! میں یقین سے کہتی ہوں کہ فرہاد صاحب میرے دماغ میں پہنچ گئے ہیں۔"

ماسٹر نیومین نے مسکرا کر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو مادام، فرہاد تمہارے سامنے حاضر ہے۔ کیا مصافحہ نہیں کروگی؟"

مادام روزانہ نے حیرانی سے ماسٹر نیومین کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کیوں مذاق کررہے ہیں؟"

"میں مذاق نہیں کررہا ہوں۔ تم سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی تم میزبان بن کر میرے پاس آنے والی تھیں، دیکھ لو، میں خود تمہارے پاس پہنچ گیا ہوں۔"

مادام روزانہ نے پھر اُسے غور سے دیکھا۔ کچھ سوچا، پھر کہا۔ "اچھی بات ہے۔ اگر آپ مسٹر فرہاد ہیں تو مجھے مجبور کردیں کہ میں ماسٹر نیومین سے مصافحہ کروں۔"

میں نے ماسٹر نیومین کو چھوڑ کر اُس کے دماغ پر قبضہ کیا۔ دوسرے ہی لمحے اُس نے ماسٹر کے بڑھے ہوئے ہاتھ تھاما، پھر ہاتھ دے دیا۔ اُدھر ماسٹر نیومین نے چونک کر اپنے ہاتھ کو مادام روزانہ کے ہاتھ میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بات ہے، تم نے میرا ہاتھ کیوں تھام لیا؟"

اسی وقت میں نے مادام کو چھوڑ کر ماسٹر کے دماغ میں پہنچتے ہوئے دیکھا تو اب مادام چونک کر اپنے ہاتھ کو ماسٹر کے ہاتھ میں دیکھ رہی تھی پھر اُس نے مسکرا کر کہا۔ "فرہاد صاحب میں مان گئی۔ آپ میرے سامنے موجود ہیں۔ بہت بہت شکریہ کہ آپ خود ہی میرے پاس تشریف لائے۔ حالانکہ مجھے آپ کے پاس آنا چاہیے تھا۔ پلیز آپ ماسٹر کے دماغ سے واپس جائیں میں آپ کے پاس آرہی ہوں۔"

میں نے ماسٹر کو آزاد چھوڑ دیا۔ اُس نے چونک کر... مادام کو دیکھا پھر اپنے آپ کو دیکھا۔ مادام روزانہ نے مسکراتے ہوئے اُسے بتایا کہ اُن دونوں پر کیا گزر رہی تھی اور فرہاد کس طرح اُن سے کھیل رہا تھا۔ ماسٹر بھی یہ سن کر مسکرانے لگا۔ مادام روزانہ نے اپنے سامنے کی دیوار پر لگے ایک بٹن کو دباتے ہوئے کہا۔ "پروجیکٹر بند کردو اور لائٹ آن کردو۔"

اُس کا حکم سنتے ہی اسکرین پر نظر آنے والی مادام روزانہ غائب ہوگئیں۔ اسکرین سادہ ہوگئی۔ دوسرے ہی لمحے جہاز کے اندر روشنی ہوگئی۔ مادام روزانہ نے اپنی سیٹ پر سے اُٹھ کر اسکرین کے سامنے آتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے کہا۔ "مسٹر فرہاد! میں آپ کے سامنے حاضر ہوں۔ کیا آپ اُٹھنے کی تکلیف گوارا کریں گے، میں اُن تمام لوگوں سے آپ کا تعارف کرانا چاہتی ہوں۔"

میں اپنی سیٹ سے اُٹھ کر مادام روزانہ کے مقابل کھڑا ہوگیا۔ اُسی وقت ماسٹر نیومین بھی مادام کے پاس آگیا۔ پھر وہ دونوں چلتے ہوئے میری طرف آنے لگے میں بھی اُن کی طرف بڑھنے لگا۔ ہم ایک جگہ ملے پھر ہم نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا، مسکرا کر کچھ رسمی باتیں کیں۔ اُس کے بعد مادام وہاں موجود افراد سے میرا تعارف کرانے لگی۔ وہاں جوان بھی تھے اور بوڑھے بھی اور سبھی کسی نہ کسی خطرناک خوبی کے حامل تھے۔ اُن میں بڑے بڑے بزنس مین بڑے بڑے اسمگلر، چور، بدمعاش اور بدنام زمانہ مجرم تھے۔ اُن میں سے پینتالیس افراد میرے ساتھ لندن میں اُترنے والے تھے۔ باقی مسافر اُس سے آگے جانے والے تھے۔ وہ سب کے سب سپر ماسٹر کے حکم کے پابند تھے اور میرے راز کو اپنے سینوں میں دفن کرکے رکھ سکتے تھے۔ آخر میں ایک شخص مجھ سے متعارف ہونے کے لیے میرے سامنے آیا۔ وہ قد اور جسامت میں میرے برابر تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے روبرو کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے اُس کے چہرے کو دیکھ کر اندازہ لگایا کہ چہرے کی ساخت بھی تقریباً مجھ سے ملتی جلتی ہے۔ اگر مجھ پر ہلکا سا میک اپ کیا جائے تو میں اُس کے روپ میں آسکتا ہوں۔ ماسٹر نیومین نے مسکرا کر کہا۔ "جناب یہ ہیں مشہور زمانہ نجومی پران پرمی۔"

پران پرمی نے مجھ سے گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "جناب آپ سے مل کر مجھے کتنی خوشی ہورہی ہے، یہ آپ میرے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرسکتے ہیں میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا۔ ویسے میں ہندی زبان میں جو تشی کہلاتا ہوں اور عام طور سے مجھے پنڈت کہا جاتا ہے۔ صحیح میرے نام کے ساتھ پنڈت آتا ہے۔ پنڈت پران پرمی۔ میں آپ کو اپنی پوری ہسٹری سنا سکتا ہوں تاکہ آپ میری طرز زندگی گزارنے کے دوران کسی قسم کی دشواری محسوس نہ کریں۔ ابھی آپ اسکرین پر ایسے مردوں اور عورتوں کی تصویریں دیکھیں گے جن سے ماضی میں میرا تعلق رہا ہے اور حال میں بھی ان سے رابطہ قائم ہے۔ میں اُن شخصیتوں کے متعلق بھی تفصیلات

پیش کروں گا۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے آپ آرام سے بیٹھ جائیں اور آپ کا میک اپ شروع ہو جائے، سفر کے اختتام تک آپ کو مکمل طور پر میرے روپ میں آجانا ہے اور مجھے کوئی دوسری صورت اختیار کرنی ہے۔ میں اسی طیارے میں لندن سے آگے چلا جاؤں گا اور لندن کی میری رہائش گاہ اور میری دوسری جائداد سب کچھ آپ کی ملکیت ہوں گی۔ میرے بینک بیلنس میں سے آپ جو چاہیں میرے دستخط کر کے نکال سکتے ہیں۔ یہ سب میرا سپر ماسٹر کارڈ اور آپ کا ہے۔"

میں ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ایئر ہوسٹس نے ایک ٹرے میں ٹھنڈا مشروب پیش کرتے ہوئے کہا۔ "جناب یہ بہت دیر سے آپ کے لیے حاضر ہے لیکن آپ کو تو فرصت ہی نہیں مل رہی ہے۔"

میں نے تشکریہ ادا کرتے ہوئے اس گلاس کو اٹھایا اور اسے پینے لگا۔ پینے کے دوران ماسٹر نیومین، مادام روزانا اور پنڈت پران پرمی سے باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد میک اپ کے ماہرین میرے آس پاس آکر کھڑے ہو گئے اور میک اپ شروع ہو گیا۔

میک اپ کے دوران پنڈت پران پرمی بول رہا تھا۔ بچپن سے لے کر اب تک کے اپنی زندگی کے حالات سنا رہا تھا کہ وہ کب پیدا ہوا۔ کہاں پیدا ہوا۔ ہندوستان میں اس کے کتنے رشتے دار ہیں۔ اس کی تعلیم کیا ہے۔ ملازمتیں کیا ہیں اور لندن میں اس کے دوست احباب اور رشتے دار کتنے ہیں۔ انگلینڈ کی بڑی بڑی دولت مند خواتین سے اس کے کیسے تعلقات ہیں اور وہ وہاں کے کتنے کلبوں کا ممبر ہے۔

وہ بہت کچھ بتاتا جا رہا تھا۔ میں سنتا جا رہا تھا۔ ایک گھنٹے بعد میک اپ مکمل ہو گیا میرے سامنے آئینہ لاکر رکھ گیا تو میں نے دیکھا۔ اب آئینے میں دوسرا پنڈت پران پرمی نظر آرہا تھا۔ میں نے پلٹ کر اصل پران پرمی کو مسکرا کر دیکھا تو اس نے بھی مسکرا کر کہا۔ "آپ کو کوئی پہچان نہیں سکے گا میرے اپنے بھی یہی سمجھیں گے کہ ان کے سامنے میں کھڑا ہوا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "آپ نے اپنوں کا ذکر کیا۔ دوستوں کی بات بھی کی لیکن دشمنوں کو نظر انداز کر دیا۔ کیا آپ کا کوئی دشمن نہیں ہے؟"

"یقیناً دشمن ہوں گے لیکن میرے سامنے کھل کر کبھی نہیں آئے کبھی مجھے نقصان نہیں پہنچایا۔ اگر نقصان پہنچایا بھی ہو تو مجھے اندازہ نہیں ہو سکا۔ آپ غیبی چیتھی کے ماہر ہیں، ہو سکتا ہے کہ میرے اپنوں کے درمیان رہ کر میرے دشمنوں کی شناخت کر سکیں۔ اس طرح میرا بھی فائدہ ہے۔ مجھے اپنے دشمنوں کے چہرے آپ کے ذریعے نظر آجائیں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "اور کوئی ایسی بات جسے آپ ساری دنیا سے چھپا کر رکھا ہو اور مجھ سے بھی چھپا رہے ہوں؟"

"آپ سے میں کچھ چھپا نہیں سکتا اور جو کچھ چھپایا ہے اسے آپ میرے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لیں۔ میں زبان سے بیان نہیں کر سکوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر سوال کرنے لگا۔ اس نے جواب دیا۔ "میری ایک دھرم پتنی ہے اس کا نام سُرلا ہے۔ ان دنوں وہ نیویارک میں ہے۔ میں اسی طیارے میں اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ ہماری شادی کو تقریباً تین برس گزر چکے ہیں۔ میں شادی سے ستر آنا تھا لیکن سُرلا کی ضد پر میں نے شادی کی اور شادی سے پہلے اسے بتا دیا کہ وہ مجھ سے مایوس رہے گی۔ دنیا والوں کے سامنے میری دھرم پتنی رہے گی مگر میں اس کا شوہر بن کر نہیں رہ سکوں گا کیونکہ میں شادی کے قابل نہیں ہوں۔ یہ بات میں نے آج تک کسی کو نہیں بتائی چونکہ آپ سے کوئی بات چھپ کر نہیں رہ سکتی اس لیے میں بیان کرنے پر مجبور ہوں۔"

"آپ اطمینان رکھیں میں آپ کے روپ میں جب تک رہوں گا، آپ کے لیے کسی نقصان کا باعث نہیں بنوں گا۔"

ساری باتیں ختم ہو گئیں تو میں نے اپنی طرف سے یہ اعلان کروایا کہ لندن میں یہاں کے جتنے افراد اترنے والے ہیں وہ اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ فرہاد اب گم ہو چکا ہے۔ آپ لوگوں میں سے کوئی نہیں جانتا کہ فرہاد کہاں ہے لہٰذا مادام سونیا اور میری دوسری سانحی مرحانہ کبھی کسی سے دریافت کریں تو ان سے بھی یہی کہا جائے کہ فرہاد ایک طیارے میں بیٹھ کر اگلی تک گیا تھا وہاں سے وہ غائب ہو گیا۔ ہمیں اس کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔

ماسٹر نیومین اور دوسرے تمام افراد نے میری اس ہدایت پر عمل کرنے کا یقین دلایا۔ اس کے بعد اسکرین پر لیتے تمام مردوں اور عورتوں اور لڑکیوں کی تصویریں دکھائی گئیں جو کسی نہ کسی طرح پنڈت پران پرمی سے وابستہ تھیں۔ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے پوچھا۔ "ہم لندن کب تک پہنچ جائیں گے؟"

مجھے بتایا گیا کہ شام چار بجے ہم لندن میں ہوں گے۔ اس وقت دو بج رہے تھے۔ میں نے ان سے اجازت لی کہ

تھوڑی دیر خاموش رہنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں اُن کی موجودگی میں تنہا ہو گیا۔ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ پھر سب سے پہلے رسوتی سے رابطہ قائم کیا۔ اسے بتایا کہ ابھی میں سفر کے دوران اس سے رابطہ قائم کرتا رہوں اور اس کا اسی طرح خیال رکھوں گا اور اپنی خیریت سے بھی آگاہ کرتا رہوں گا۔ اس سے رخصت ہو کر میں نے چمکے سے سونیا اور مرجانہ کی خیر لی۔ پھر حشمت بیگ کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ وھیل چیئر سے بندھا ہوا بیٹھا تھا۔ اس کی حالت بہت خراب تھی۔ ماتھے سے وہ آدھا مر چکا تھا۔ آدھی جو زندگی تھی وہ اس امید پر تھی کہ شاید اسے بچا لیا جائے گا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اپنے بیٹے کا انتظار کر رہا ہے۔ جلال بیگ کے ہاتھوں نے اسے یقین دلایا ہے کہ اس کا بیٹا اس سے فوراً رابطہ قائم کرے گا۔

میں نے اس کی سوچ سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ماسٹر عبداللہ بن صمیم کے آدمیوں نے اسے ہائی وے کے ایک مقام پر پہنچایا تھا۔ وہاں سے جلال بیگ کے آدمی اسے اپنے ساتھ پیٹرولیس واپس لے آئے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ٹرالیس میں حشمت بیگ کو رکھا جائے۔ کسی طرح بھی سمجھوتا کر کے حشمت بیگ کو اس بحران سے نجات دلائی جائے۔

میں اس کے دماغ سے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اسی وقت اس کمرے کا دروازہ کھلا جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص اندر داخل ہوا۔ پھر اس نے ادب سے حشمت بیگ کو سلام کرنے کے بعد کہا۔ "جناب عالی! ماسٹر عبداللہ بن صمیم نے آپ کے سلسلے میں جو خط دیا تھا۔ ہم نے وہ خط اور آپ کے نام حالات اب باس تک پہنچا دیے ہیں۔ اب جلد ہی ان کی طرف سے ہمیں جواب موصول ہو گا۔ پھر اس کے مطابق ہم عمل کریں گے۔"

حشمت بیگ بے زار ہو کر پریشانی سے اور غصے سے بولا۔ "تم ماسٹر عبداللہ بن صمیم کے پاس سمجھوتے کے لیے گئے تھے۔ کیا ہوا؟"

"میں اپنے طور پر ان سے ملاقات کر چکا ہوں۔ ماسٹر عبداللہ بن صمیم کا صرف ایک جواب ہے اور وہ یہ کہ آپ کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ اس کے بعد ہی ہم آپ کو نجات دلانے کے سلسلے میں آخری فیصلہ فرما سکیں گے۔ اور کچھ نہیں ہو گا۔ بس ماسٹر اور ان کے کسی بھی ماسٹر کا تعلق آپ سے ہے۔"

وہ رونے کی آواز میں بولا۔ "میں کیا کروں۔ میں تو بیٹھے بٹھائے مر جاؤں گا ــــ میرے بیٹے تک اطلاع پہنچانے میں کچھ دیر کی جا رہی ہے۔ میں تم لوگوں کو جتنی جتنی کرنسی دے چکا ہوں وہ بھی میرے بیٹے سے رابطہ قائم ہونے دو۔ میں کہوں گا کہ مجھے یہاں موت کی کرنسی پر بٹھا کر تم لوگ کوتاہی کر رہے ہو۔"

آنے والے نے اوب سے کہا۔ "جناب! ہم کوتاہی نہیں کر رہے ہیں۔ ہماری مجبوریاں ہیں۔ بگ باس کہاں ہوتے ہیں۔ کس طرح ان سے رابطہ قائم کرنا ہوتا ہے، ان مشکلات کو ہم سمجھتے ہیں، ایک جگہ ہم پیغام پہنچاتے ہیں، وہ پیغام کس جگہ گھومنے کے بعد بگ باس تک پہنچتا ہے ہم کیا کر سکتے ہیں ہماری نمک حلالی کا ثبوت یہی ہے کہ میں خود آپ سے اور ماسٹر عبداللہ بن صمیم سے باتیں کر رہا ہوں اور اپنے آپ کو فرہاد علی تیمور کی سیٹی ملکیتی کا شکار بنا رہا ہوں۔ کیا یہ میری جاں نثاری کا ثبوت نہیں ہے؟"

"میں تمہاری یا کسی کی جاں نثاری کا ثبوت لے کر کیا کروں گا۔ مجھے اپنی جان کی پڑی ہے۔ مجھے اس بم سے نجات دلاؤ۔"

"جناب عالی! آپ بہت زیادہ خوف زدہ ہیں، پریشان ہیں، آپ کو ذرا حوصلہ دکھانا چاہیے، اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے دل بہلانے کا سامان کیا جائے۔ مشکل تو یہ ہے کہ ہم آپ کے سامنے شراب نہیں رکھ سکتے۔ پینے کے بعد آپ اس کرسی پر ایسی ویسی حرکتیں کریں گے تو آپ کے لیے اور ہم سب کے لیے خطرہ ہے۔ آپ بتائیں کہ ہم آپ کے لیے کیا کریں۔ کیا یہاں کوئی تفریحی فلم چلانے یا حسین عورتوں کے رقص کا بندوبست کیا جائے؟"

"بکواس مت کرو۔ یہاں میری جان جا رہی ہے۔ میں قبر کے کنارے بیٹھا ہوا ہوں اور تم مجھے حسین عورتوں کا رقص دکھاؤ گے۔ شراب پلاؤ گے۔ اف! میں کیا کروں؟"

وہ آنکھیں بند کر کے تھوڑی دیر کے لیے سوچنے لگا۔ "آہ! اب میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ انسان کا اگلا پل اس کا اپنا نہیں ہوتا۔ موت کا ہوتا ہے۔ اگلے پل موت آسکتی ہے۔ اس بات کو میں جھوٹ سمجھتا تھا لیکن جب سے یہ بم باندھا گیا ہے۔ تب سے موت کی مٹھی میں میرا ہر اگلا پل نظر آتا ہے۔ یہ میرا آخری وقت ہے اور یہ توبہ کا وقت ہے۔"

اس نے آنکھیں کھول کر اپنے سامنے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "مردود! تم لوگوں نے خدا کو بھلا دیا ہے۔ ایسے وقت مجھے شراب اور شباب کا لالچ دے رہے ہو، میں ان سب پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اگر مجھے آج کے بعد زندگی مل گئی تو میں خراب اور شباب سے توبہ کر لوں گا۔ کبھی برے کام

نہیں کروں گا۔ پانچوں وقت کی نماز پڑھوں گا میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ جاؤ طرابلس کی مسجدوں میں اعلان کردو کہ میرے لیے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے۔ یہاں بھی کسی قاری کو بلا کر تلاوت کرنے کے لیے کہا جائے۔ کوئی نہ ملے تو ایسی کوئی کیسٹ سنائی جائے جس میں دین ایمان کی باتیں ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ میں کہا۔ "آخری وقت میں کیا خاک مسلمان ہوگے۔"

اس نے چونک کر اپنے دماغ میں ابھرنے والی سوچ کو محسوس کیا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا محسوس کر رہے ہو؟ میں فرہاد بول رہا ہوں۔ اب تمہیں اپنا دین ایمان یاد آرہا ہے اب تمہیں کلام پاک کی تلاوت کا خیال آیا ہے تم سمجھتے ہو کہ اپنی دولت کے بل پر دنیا کی تمام مسجدوں میں قرآن خوانی کراؤ گے تو تمہارے سارے گناہ دھل جائیں گے۔ پاگل کے بچے، کیا اپنے آدمیوں کو دولت سے ایمان خریدنے کے لیے بھیج رہے ہو؟"

اس نے گڑگڑا کر کہا۔ "فرہاد صاحب آپ کو خدا رسول کا واسطہ میں بے ایمان سہی۔ آپ تو ایمان والے ہیں۔ میں آپ سے رحم کی بھیک مانگتا ہوں۔ آپ کے سامنے قسمیں کھاتا ہوں۔ آپ میرے دماغ میں موجود ہیں۔ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ میری قسم جھوٹی نہیں ہے۔ میں دل کی گہرائی سے معافی مانگ رہا ہوں اور یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک ہم باپ بیٹے زندہ رہیں گے اس وقت تک سائرہ بانو اور مرجانہ کی عزت کرتے رہیں گے کبھی انہیں نقصان پہنچانے کا تصور بھی نہیں کریں گے۔"

حشمت بیگ کے سامنے کھڑے ہوئے شخص نے کہا۔ "جناب فرہاد علی تیمور صاحب آپ حشمت بیگ صاحب کے دماغ میں موجود ہیں تو میں آپ کو مخاطب کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ میرا نام جمشید المانی ہے۔ مجھے آپ جلال بیگ کا نمایندہ سمجھ لیں۔ میں بھی آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بار آپ حشمت بیگ صاحب کو معاف کر دیجیے۔ آیندہ یہ دونوں باپ بیٹے آپ کے یا آپ کے کسی ساتھی کے لئے میں نہیں آئیں گے۔"

میں نے حشمت بیگ کی زبان سے کہا۔ "اس وقت میں حشمت بیگ نہیں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ میری بات اچھی طرح سن لو۔ جو خط ماسٹر عبداللہ بن صمیم نے جلال بیگ کے نام لکھا ہے اس پر عمل ہونا چاہیے۔ اگر حشمت بیگ اور جلال بیگ صدقِ دل سے معافی مانگ کر یہ کہتے ہیں کہ آیندہ وہ سائرہ بانو اور مرجانہ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے تو پھر ہمارا جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اور سب جھگڑا ختم ہو جاتا ہے تو پھر جلال بیگ کو مجھ سے چھپنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر وہ دیانت دار ہے اور پوری ایمان داری سے قسم کھا کر وعدہ کرتا ہے تو اسے میرے سامنے آنا چاہیے۔ حشمت بیگ کر اس بم سے اسی وقت نجات ملے گی جب جلال بیگ سامنے آئے گا۔ اس سے زیادہ نہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں نہ سننا چاہتا ہوں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی جمشید المانی نے دروازے کی طرف دیکھا۔ ایک مسلح جوان نے آکر اسے سلیوٹ کیا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے ایک کاغذ جمشید المانی کی طرف بڑھایا۔ میں جمشید المانی کے دماغ میں پہنچ گیا اس کاغذ پر ایک پیغام لکھا تھا جو جلال بیگ کی طرف سے آیا تھا۔ اس میں لکھا تھا:

"مائی ڈیئر پاپا، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فرہاد میری چال مجھے توڑنے لگا۔ میں آپ کے سلسلے میں سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ میں آپ کو اس بم سے نجات دلانے کے لیے آپ کے سامنے نہیں آسکتا اور نہ ہی آپ کو اپنی آواز سنا سکتا ہوں۔ میں کوئی دوسرا طریقہ اختیار کر رہا ہوں۔ آپ نے دیکھا تھا کہ سائرہ بانو کے سینے سے جب بم باندھا گیا تھا تو وہ عورت ہوکر..... تیس گھنٹے تک لحہ لحہ موت کی دہشت سے گزرتی رہی تھیں۔ آپ مرد ہیں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو تیس گھنٹے تک برداشت نہیں کرنا ہوگا۔ میں جلد ہی آپ کو اس سے نجات دلانے کی کوشش کروں گا۔ آپ سے آخری درخواست یہی ہے کہ آپ حوصلہ رکھیں۔ اچھی طرح کھائیں پئیں اور سونے کی کوشش کریں نیند نہیں آئے گی تو آپ کو دوا کے ذریعے سلا دیا جائے گا۔ بہرحال میں آپ سے پھر تحریر کے ذریعے رابطہ قائم کروں گا۔ آپ کا بیٹا جلال بیگ۔"

جمشید المانی نے وہ کاغذ حشمت بیگ کی طرف بڑھا دیا۔ پھر پیچھے ہٹ کر ادب سے کھڑا ہوگیا۔ اسی وقت اس نے کچھ محسوس کرتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا تو دروازے کے باہر کھڑا ہوا ایک مسلح کارڈ اسے اشارے سے اپنی طرف بلا رہا تھا۔ جمشید المانی نے ادب سے کہا۔ "جناب آپ یہ پیغام پڑھیں۔ میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ دروازے کو بند کیا۔ پھر اجنبی سے پوچھا۔ "تم نے مجھے کیوں بلایا ہے۔ مسلح جوان نے اپنی جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ اس کے آس پاس جتنے بھی مسلح جوان اور اس کے نگران تھے وہ سب کے سب گونگے بنے ہوئے تھے تاکہ میں ان کی آواز نہ سن سکوں۔

جمشید المانی نے اس تہہ کیے ہوئے کاغذ کو کھول کر پڑھا۔ وہ بھی جلال بیگ کی طرف سے ایک پیغام تھا۔ اس میں لکھا تھا "مسٹر جمشید المانی آپ وہاں کے تمام ماہرین کو بلا کر معلوم کریں کہ اس بم سے میرے پاپا کو کس طرح نجات مل سکتی ہے میں سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کر کے کوئی سمجھوتا کروں گا لیکن اپنے پاپا کے سامنے آکر فرہاد کا نشانہ نہیں بنوں گا۔ مجھے امید ہے کہ ہمیں کسی نہ کسی طرح کامیابی ہوگی اور پاپا کو اس موت سے نجات مل جائے گی۔ اگر کوئی سمجھوتا نہ ہوسکا اور اس بم کی ساخت سمجھ میں نہ آئی تو پھر ایک آخری بات یہی ہوگی کہ وہ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ ان کے مرنے کے دن ہیں۔ میں جوان ہوں۔ ابھی مجھے برسوں زندہ رہنا ہے۔ لہٰذا آپ پاپا کو کہیں دور دیرانے میں لے جائیں اور دور کھڑے ہو کر انہیں گولی مار دیں۔"

فقط جگ باس

میں جمشید المانی کے دماغ سے اس خط کو پڑھنے کے بعد حیران رہ گیا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہوگی تو بیٹا باپ کو گولی مار دینے کا حکم دے گا۔ اگر حشمت بیگ کو گولی مار دی گئی یا وہ بم کے دھماکے سے مر گیا تو قصہ ختم ہو جائے گا۔ میں نے جو چال اسے لوٹائی ہے۔ اس کا کوئی ناخوشگوار نتیجہ نہیں نکلے گا اور جلال بیگ کا پلڑا اپنی جگہ بھاری رہے گا۔ وہ پہلے سے زیادہ سائرہ بانو اور مرجانہ کا دشمن بن جائے گا۔ اپنے باپ کی موت کا انتقام لینے کے لیے وہ ماں بیٹی کو جب بھی گرفت میں لے گا۔ انہیں پہلی فرصت میں مار ڈالے گا۔"

میں حشمت بیگ اور جمشید المانی کے دماغ سے واپس آکر۔ دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہوگیا۔ آنکھیں کھول کر اپنے سامنے دیکھنے لگا۔ طیارے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ لوگ ایک دوسرے سے باتیں بھی نہیں کر رہے تھے اور یہ محض اس لیے کہ میری خیال خوانی میں کوئی مداخلت نہ ہو۔ میں اس خاموشی میں جلال بیگ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ یوں تو میں انہیں سے سنتا آرہا ہوں کہ انسان کا خون بعض حالات میں سفید ہو جاتا ہے۔ یہ پہلی بار دیکھ رہا تھا کہ بیٹے کا خون سفید ہوگیا تھا اور اسے باپ کی موت کی پروا نہیں تھی۔ ایسے ہی وقت میرا دماغ ایک اور بات سوچنے لگا اور وہ یہ کہ ممکن ہے جلال بیگ کو اپنے باپ کی بہت فکر ہو اور وہ اپنے باپ کو بہت چاہتا ہو لیکن مجھے دھوکا دینے کے لیے اور مجھ پر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اسے باپ کی زندگی کی پروا نہیں ہے اس نے باپ کو گولی مارنے کا حکم دے دیا ہو۔ میں جمشید المانی کے دماغ میں پہنچ کر وہ خط پڑھوں تو مجھے اس بات کا احساس ہو کہ جو چال میں نے اس کے خلاف چلی ہے۔ وہ بالکل بیکار ہوتی ہے اور جلال بیگ کو اس طرح میں سامنے آنے پر مجبور نہیں کر سکوں گا۔ لہٰذا کوئی دوسرا سمجھوتا کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔

ان دو یرغمالوں کو رہا کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ مجھے یہ بتانا چاہتا تھا کہ اسے اپنے باپ کی پروا نہیں ہے۔ وہ اپنے باپ کی قربانی دے کر بھی سائرہ بانو اور مرجانہ کو حاصل کرلے گا اور مجھے ہر طرح سے مجبور کرے گا۔

پنڈت پران پرمی میسنجر پاس سے اٹھ کر دوسری سیٹ پر چلا گیا تھا۔ مادام روزانہ دی ٹالنگر لین میسنجر پاس آکر بیٹھ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد مجھے احساس ہوا کہ وہ مجھے مسلسل دیکھے جا رہی ہے۔ میں نے سر گھما کر اسے دیکھا تو وہ مسکرانے لگی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "بہت گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں کیا سونیا کے پاس پہنچے ہوئے ہیں؟"

میں نے مسکراہٹ کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ بولی۔ "میں نے سنا ہے کہ آپ سونیا کو جان سے زیادہ چاہتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"وہ چیز ہی ایسی ہے۔ اس کے لیے جان دی جا سکتی ہے۔ پتہ نہیں کیا تھا جو اس سے کبھی ملاقات ہوئی ہے؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "نہیں میں نے اس کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ اتنی تعریفیں سنی ہیں کہ اس سے حسد کرنے لگی ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کس سلسلے میں حسد کرتی ہو؟"

"ایک بات ہو تو بتاؤں۔ میں سابقہ سپر ماسٹر کے زمانے سے اس تنظیم میں ہوں۔ وہ سپر ماسٹر اور آج کا موجودہ سپر ماسٹر دونوں کا بیان ہے کہ سونیا ناقابلِ شکست ہے اور ایسی پُراثر شخصیت کی حامل ہے کہ اپنے سامنے والوں کو فوراً متاثر کر دیتی ہے۔ باتوں میں بھی ماہر ہے اور جتنی تیزی سے بولتی ہے اتنی تیزی سے اس کے ہاتھ پاؤں بھی چلتے ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "سونیا کے ریکارڈ میں یہ تو درج لکھا ہوگا کہ وہ کسی سے شکست کیوں نہیں کھاتی ہے جبکہ وہ بھی ایک انسان ہی ہے۔"

"ہاں یہ بات وضاحت سے لکھی ہوئی ہے کہ وہ ایک بہترین فائٹر ہے لیکن بڑے بڑے فائٹر بھی شکست کھا جاتے ہیں جب وہ دیکھتی ہے کہ شکست کھانے والی ہے تو وہ وہاں ہاتھ پاؤں کے بجائے ذہانت سے کام لیتی ہے۔ کوئی ایسی چالاکی دکھائی ہے ایسی چال چلتی ہے کہ جیتنے والا بازی ہار جاتا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہاں سونیا میں یہ سب سے بڑی خوبی ہے۔"

وہ بولی "میرے رشتہ کرنے کی ایک سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ تم اس پر مرتے ہو"

"آخری سانس تک اس پر مرتا رہوں گا"

مادام روزانہ نے میری طرف جھک کر آہستگی سے اور بڑی سنجیدگی سے پوچھا "اگر میں سونیا کو شکست دے دوں تو کیا مجھ پر اسی طرح مرو گے؟"

میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ جہاز میں بیٹھے ہوئے افراد پلٹ کر دیکھنے لگے۔ انھوں نے ہم دونوں کو باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ پھر مسکرا کر ہماری طرف سے منہ پھیر لیا۔ مادام روزانہ نے حیرانی سے پوچھا "تم قہقہہ کیوں لگا رہے ہو۔ کیا میں حسین نہیں ہوں"

"تم بے حد حسین ہو اور بے حد پُرکشش ہو"

"کیا میں باصلاحیت نہیں ہوں"

"تمھاری صلاحیتیں دیکھی تو نہیں ہیں لیکن بہت کچھ سن لیا ہے۔ پھر جب سپر ماسٹر نے تمھیں ٹائیگریس کا خطاب دیا ہے تو یقیناً تم خطرناک حد تک باصلاحیت ہو گی"

مادام روزانہ نے جلدی سے پوچھا "اس کی کیا کمزوری ہے؟"

میں نے اس کی طرف جھک کر بڑی رازداری سے کہا۔ "اسے مارنا چاہتی ہو تو اس سے محبت کرو۔ بے انتہا محبت کرو۔ وہ آپ ہی آپ تم سے ہار جائے گی میری ساتھیوں میں ایک بہت ہی خطرناک لڑکی ہے۔ اس کا نام مرجانہ ہے۔ اگر وہ سونیا کو چیلنج کرتی۔ اپنے فولادی جسم کا مظاہرہ اس کے سامنے کرتی اور اسے اپنی خطرناک صلاحیتوں سے مارنا چاہتی تو سونیا کے ہاتھوں بہت پہلے ہی فنا ہو جاتی لیکن مرجانہ نے اسے محبت سے مارا ہے اور اب سونیا اس کی دیوانی ہے۔ اس لیے میں تمھیں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ اس سے محبت کرو۔ دونہ ایک بات کا مجھے پورا یقین ہے کہ سونیا کو صرف خدا ہی مار سکتا ہے۔ اسے مارنے والا کوئی انسان ابھی پیدا نہیں ہوا"

"دیکھو۔ یہ تم مجھے جلانے، کڑھانے والی باتیں کر رہے ہو۔ کیا کوئی عورت یہ برداشت کر سکتی ہے کہ اس کے سامنے کبھی دوسری عورت کی اتنی زیادہ تعریف کی جائے؟"

"میرا سمجھانے کا کام تھا۔ سمجھا دیا۔ کیس سونیا سے سامنا ہو تو اپنی حسرت پوری کر لینا"

باتوں ہی باتوں میں وقت گزر گیا۔ چار بجے ہم لندن پہنچ گئے۔ میرے پاس پران پرمی کا پاسپورٹ اور دوسرے تمام ضروری کاغذات موجود تھے۔ پھر یہ کہ مسٹر نیومین نے مجھے سمجھا دیا تھا کہ میں اس سے دماغی رابطہ قائم رکھوں۔ وہ سوچ کے ذریعے میری رہنمائی کرتا رہے گا۔ اس کے علاوہ میری رہنمائی کے لیے مادام روزانہ میرے ساتھ بطور سیکریٹری موجود تھی۔ اس نے ہلکے سے میک اپ کے ذریعے اپنے چہرے کو بدل لیا تھا۔ ہم جب ہیتھرو ایئرپورٹ سے گزر کر مادام روزانہ کے ساتھ ایئرپورٹ کے ایک ریستوران میں پہنچے تو سوچ کے ذریعے مسٹر نیومین سے رابطہ قائم تھا۔ اس نے بتایا کہ ہمیں وی آئی پی ویٹنگ روم میں پہنچنا چاہیے۔ وہاں ایک ضروری پیغام سپر ماسٹر کی طرف سے آیا ہے"

اس طیارے سے سپر ماسٹر کے جتنے آدمی لندن ... میں اترے تھے۔ وہ سب میرے آس پاس دور دور تھے لیکن ایک دوسرے سے اجنبی بنے ہوئے تھے۔ وی آئی پی روم میں صرف میں مادام روزانہ اور مسٹر نیومین پہنچے۔ اس وقت وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ مسٹر نیومین کو دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ماسٹر نے اس سے مصافحہ کیا پھر اس کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ میں مادام روزانہ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر محبوبانہ انداز میں چلتا ہوا دوسرے ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔ ہم دونوں ایک دماغی جوڑے کی طرح جیسے سرگوشیوں اور محبت میں مصروف تھے لیکن دماغی رابطہ مسٹر نیومین سے تھا اور جو کچھ میں سنتا جا رہا تھا وہ میں دھیرے دھیرے مادام روزانہ کو بھی بتاتا جا رہا تھا۔

مسٹر نیومین کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "میں سپر ماسٹر کا پیغام مسٹر فرہاد تک پہنچانا چاہتا ہوں"

مسٹر نیومین نے کہا "مسٹر فرہاد تمھاری باتیں میرے دماغ کے ذریعے سن رہے ہیں۔ تم بولتے جاؤ"

اس نے کہا "جناب فرہاد صاحب جلال بیگ کے خلاف جو چال چلی ہے وہ ناکام ہو رہی ہے۔ جلال بیگ نے سپر ماسٹر تک یہ بات پہنچائی ہے کہ وہ فرہاد صاحب کے سامنے نہیں آئے گا اور نہ ہی اپنی آواز بھی سنائے گا۔ اسے اپنے باپ کی زندگی اور موت کی پروا نہیں ہے اگر وہ اپنے باپ کو اس بم سے نجات نہ دلا سکا تو اسے گولی مار دے گا"

مسٹر نیومین نے حیرانی سے پوچھا "کیا وہ اپنے باپ کو گولی مار دے گا؟"

"ہاں کہتا تو یہی ہے"

"وہ بکواس کر رہا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے"

"دیکھیے مسٹر وہ جھوٹ بولے یا بکواس کرے لیکن سپر ماسٹر پر دوسری طرح بھی دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ اب اسرائیلی حکومت کی طرف سے کہا جا رہا ہے کہ سپر ماسٹر کو فرہاد اور جلال بیگ کے درمیان سے ہٹ جانا چاہیے اور سپر ماسٹر کو فرہاد پر دباؤ ڈالنا چاہیے کہ وہ حشمت بیگ کو اس بم سے نجات دلائے ورنہ اس کے حق میں بہت برا ہو گا۔ فرہاد سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کے ساتھیوں پر کیسی تباہی آ سکتی ہے۔ اسرائیلی ناسور دنیا کے ہر ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ دونوں ماں بیٹی جس ملک میں بھی پناہ لینے جائیں گی۔ وہ ناسور انھیں جینے نہیں دے گا"

مسٹر نیومین نے پوچھا "پھر سپر ماسٹر نے جلال بیگ کو کیا جواب دیا ہے؟"

"ابھی تو جلال بیگ کا ہی سوال فرہاد صاحب تک پہنچانا ہے۔ سپر ماسٹر کا مشورہ ہے کہ مسٹر فرہاد جلال بیگ کی دشمنی سے باز آ جائیں اگر سمجھوتے کی راہ نکال لی جائے تو دونوں کے حق میں بہتر ہو گا۔ جلال بیگ سے یہ شرط منوا لی جائے گی کہ آئندہ وہ لیڈی سائرہ باتو اور اس کی بیٹی مرجانہ کا پیچھا نہ کرے اور نہ کبھی ان سے دشمنی کرے۔ اس طرح یہ عورتیں آئندہ کے لیے محفوظ رہیں گی"

مسٹر نیومین نے سوچ کے ذریعے مجھ سے پوچھا "مسٹر فرہاد آپ کیا جواب دیتے ہیں؟"

"میرا جواب یہ ہے۔ اگر جلال بیگ یہ کہتا ہے کہ آئندہ اُن ماں بیٹی سے دشمنی نہیں کرے گا تو پھر وہ میرا دوست بن کر میرے سامنے آ جائے۔ اگر وہ سامنے نہیں آتا اور مجھ سے چھپتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آئندہ کسی موقعے پر مجھ سے اور میری ساتھی عورتوں سے دشمنی کر سکتا ہے ــــ میں جلال بیگ کو اپنے سامنے چاہتا ہوں۔ اس کے بعد ہر طرح کا سمجھوتا کر لوں گا"

مسٹر نیومین نے میری بات اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص تک پہنچائی۔ اس شخص نے کہا "جناب یہی تو مشکل ہے کہ جلال بیگ مسٹر فرہاد کے سامنے آنا نہیں چاہتا۔ اگر وہ آ جائے تو سارا جھگڑا ختم ہو جائے"

میں نے مسٹر کی زبان سے کہا "جب وہ سامنے نہیں آنا چاہتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ارادے میں کھوٹ ہے وہ آج جو وعدہ کر رہا ہے کل اس سے مکر جائے گا۔ پھر اُن ماں بیٹی کا دشمن بن جائے گا۔ ہماری دوستی صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جلال بیگ آئے اور مجھ سے مصافحہ کرے"

"مسٹر فرہاد، یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ سمجھوتے کی کوئی دوسری راہ نکالیں۔ کوئی اور شرط اس سے منوالیں ورنہ سپر ماسٹر بڑی الجھن میں پڑ جائیں گے"

"سپر ماسٹر کو کیا الجھن ہو گی؟"

"یہی کہ اسرائیلی حکومت کا دباؤ ہے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ یہ یہودی کس طرح سپر ماسٹر کے ملک پر اپنی دولت کی وجہ سے چھائے ہوئے ہیں۔ اُن کی مرضی کے خلاف سپر ماسٹر آپ کا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ وہ آپ سے دشمنی بھی نہیں کریں گے۔ یعنی وہ دو طرفہ تعلقات کی بنیاد پر نہ تو اسرائیلی حکومت کو ناراض کریں گے اور نہ ہی آپ کو ناراض ہونے دیں گے۔ وہ آپ سے بھی دوستی کریں گے اور اسرائیلی حکومت کے بھی دوست رہیں گے اور ایسی دوستی اور ایسے تعلقات کے لیے انھیں آپ دونوں کے درمیان سے ہٹ جانا پڑے گا۔ وہ محض ایک تماشائی کی حیثیت سے دُور رہیں گے"

میں نے جواب دیا "میں پہلے بھی سپر ماسٹر کا محتاج نہیں تھا۔ میں ایک آزاد شخص ہوں اور آزادی سے خود اپنے فیصلے کرتا ہوں اور اپنے طور پر اپنی زندگی گزارتا ہوں"

اس شخص نے کہا "جناب! یہ صرف آپ کی زندگی کا سوال نہیں ہے۔ آپ کے ساتھ جو لوگ ہیں وہ سب خطرات میں گھر جائیں گی۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہودیوں کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں اور وہ دنیا کے ہر کونے تک پہنچ سکتے ہیں"

"میں سب سمجھتا ہوں۔ مجھے ان سے مرعوب کرنے کی کوشش مت کرو"

"مسٹر فرہاد! سپر ماسٹر کو آپ سے دُور رہ کر محض تماشائی بنے دیکھنے پر بہت افسوس ہو گا۔ انھوں نے کہا ہے کہ آپ کسی بھی طرح سمجھوتے کی کوئی راہ نکال لیں"

"مجھ سے اس طرح ضد نہ کرو۔ جلال بیگ سے کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکتا۔ یہودی طاقت مجھے مرعوب نہیں کر سکتی۔ میں اپنے ساتھیوں کی تنہا حفاظت کروں گا۔ سپر ماسٹر سے صرف اتنا کہہ دو کہ اس کی پناہ میں میرے جو لوگ ہیں انھیں اس وقت تک کوئی دشمن نقصان نہ پہنچائے جب تک کہ میں اسے یہ نہ بتاؤں کہ سونیا، مرجانہ، سائرہ باتو اور ڈیزی ہال کو کہاں پہنچایا جائے۔ جب وہ میرے بتائے ہوئے مقام پر پہنچ جائیں گے تو اس کے بعد سپر ماسٹر کی ذمہ داریاں ختم ہو جائیں گی"

اس شخص نے کہا "سپر ماسٹر نے پہلے ہی پیش گوئی کی تھی فرہاد صاحب جلال بیگ سے یا یہودی طاقت سے مرعوب نہیں ہوں گے، وہ ضد پر آ جائیں گے اور اپنے طور پر پھر پہلے کی طرح دشمنوں سے ٹکراتے رہیں گے اور سپر ماسٹر ان کا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ بہرحال ان حالات میں سپر ماسٹر نے کہا ہے کہ آپ موجودہ روپ میں یہاں رہنا چاہیں تو آپ پندت پران پرمی کی حیثیت سے اس کی ساری امداد کے ساتھ لندن

ہیں رہ سکتے ہیں۔ اسرائیلی حکومت یہ پوچھ رہی ہے کہ ان دنوں آپ کہاں ہیں۔ سپر ماسٹر نے آپ کے سلسلے میں بالکل لاعلمی ظاہر کی ہے۔ اُن کو یہ جواب دیا ہے کہ مسٹر فرہاد، رسوتی کے ساتھ جنگل میں جہاں سے غائب ہوئے ہیں اُس وقت سے لاپتہ ہیں وہ دماغی رابطہ قائم کرتے ہیں لیکن یہ نہیں بتاتے کہ کہاں ہیں؟"

میں نے پوچھا: "سپر ماسٹر سے یہ بھی پوچھا گیا ہوگا کہ سائرہ بانو، مرجانہ اور سونیا کہاں ہیں؟"

"جی ہاں پوچھا گیا تھا۔ سپر ماسٹر نے جواب دیا ہے کہ جب وہ آپ کے اور جلال بیگ کے درمیان نہیں ہیں گے تو پھر کسی کو کسی کے بارے میں اطلاع یا کوئی خبر نہیں پہنچائیں گے۔ وہ بالکل غیر جانبدار ہوں گے۔ یہ جواب دینے کے باوجود سپر ماسٹر کا خیال ہے کہ یہودی آپ کی ساتھیوں کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "بے شک جب مرجانہ، سائرہ بانو کے ساتھ طرابلس پہنچی ہے تو یقیناً وہ لوگ جانتے ہیں کہ سائرہ بانو اور مرجانہ تو طرابلس میں ہیں کسی طرح سونیا کے متعلق بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ ڈیئر جمال کے ساتھ پیرس گئی ہے۔"

"مسٹر فرہاد آپ حکم دیں کہ لیڈی سائرہ بانو، مرجانہ اور مادام سونیا کو کہاں پہنچایا جائے؟"

میں نے کہا: "مرجانہ جسمانی طور پر تبدیل ہونے والی ہے۔ اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے کسی ماہر ڈاکٹر کے زیر علاج رہے۔ مجھے ایک ڈاکٹر کا نام بتایا گیا تھا جو لندن میں ہے، میں اُس کا نام بھول رہا ہوں۔"

"جناب آپ ڈاکٹر کی فکر نہ کریں۔ لندن میں ایسے کئی ماہرین موجود ہیں جو مرجانہ کے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کر کے انھیں ایسے ہی کسی ایک اسپتال میں پہنچا دیا جائے گا۔"

"میں نے سائرہ بانو اور ڈیئر جمال کے بارے میں پہلے ہی سپر ماسٹر تک یہ خبر پہنچائی تھی کہ انھیں پہلی فرصت میں پاکستان پہنچا دیا جائے۔ وہ وہاں محفوظ رہیں گے لیکن جب یہودیوں سے مقابلہ ہی ٹھیرا تو پھر سائرہ بانو کی مزید حفاظت کے لیے اور اپنے اطمینان کے لیے میں سونیا کو بھی پاکستان بھیجنا چاہتا ہوں۔"

"یہ کام بھی ہو جائے گا اور کوئی حکم ہو تو فرمائیں۔"

"یہ کام ہو جائے تو اُس کے بعد اور کوئی فرمائش نہیں کرونگا سپر ماسٹر کے تمام افراد سے ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم کر دوں گا۔"

میں جو باتیں کر رہا تھا۔ وہ موقع ملنے پر ٹھیر ٹھیر کر مادام روزانہ کو بھی سمجھا دیتا تھا۔ جب روزانہ کو یہ معلوم ہوا کہ میں سپر ماسٹر کے تمام افراد سے رابطہ ختم کرنے والا ہوں تو وہ آہستگی سے میرا ہاتھ دبا کر بولی: "مجھ سے رابطہ بھی ختم نہ کرنا، میں سپر ماسٹر کی لاعلمی میں بھی تمھارا ساتھ دیتی رہوں گی۔ کبھی تم پر سے وقت میں مجھے آزما سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ کبھی تمھاری ضرورت محسوس ہوئی تو میں ضرور تمھیں آزماؤں گا۔ ویسے بھی تم پیرانِ پیرمی کی سیکرٹری کی حیثیت سے میرے ساتھ ہی رہا کرو گی۔"

ماسٹر نوبین اس شخص کے ساتھ وہاں سے باہر چلا گیا تھا میں مادام روزانہ کے ساتھ اسی صوفے پر تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا۔ روزانہ نے کہا: "اس کا مطلب یہ ہوا کہ واقعی سپر ماسٹر سے تمھارے تعلقات اب ختم ہو گئے ہیں۔"

"سپر ماسٹر سے تعلق رکھنا میرے لیے کوئی فخر کی بات نہیں تھی۔ اچھا ہوا کہ یہ سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔"

"لیکن فرہاد یہ تو سوچو کہ سپر ماسٹر کی وجہ سے کتنا زبردست سہارا تھا۔ تم جہاں چاہتے تھے، ہر ملک میں اپنے لیے جگہ بنا لیتے تھے۔ اپنے ساتھیوں کے لیے رہائش کے اور دوسرے تمام انتظامات پلک جھپکتے ہی کر لیتے تھے۔ اب کیا ہوگا؟"

"دیکھو مادام روزانہ، آدمی کے ہاتھ میں ہتھیار ہوں تو وہ دشمن سے لڑتا ہے، ہتھیار نہ بھی ہوں تب بھی وہ دشمن سے کسی نہ کسی طرح لڑتا ہے کیونکہ وہ زندہ رہنا چاہتا ہے۔ زندہ رہنے کے لیے آدمی ہر حال میں اپنی لڑائی جاری رکھتا ہے۔ آج تو صرف یہودی ہمارے دشمن بن گئے ہیں۔ کیا تم نے ہمارا ریکارڈ نہیں پڑھا کہ سپر ماسٹر جیسی طاقت بھی ہماری دشمن رہ چکی ہے۔ اس وقت بھی ہم زندہ تھے جب میرے اللہ کی یہ مرضی ہے کہ میں یہودیوں سے ٹکراؤں تو جیلو یہی سہی۔"

میں سامنے دیوار پر نظریں جمائے جیسے سوچنے لگا لیکن میں مادام روزانہ کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ وہ ابھی میرے لیے کسی حد تک اجنبی تھی۔ تعارف پوری طرح ہو چکا تھا لیکن تعارف حاصل ہونے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اندر کی بات معلوم کرنی پڑتی ہے اس لیے میں رہ رہ کر اچانک اُس کے دماغ میں جھانکنے لگتا تھا۔ اس وقت وہ سوچ رہی تھی "بے شک فرہاد کے لیے اب مشکلات سامنے آئیں گی۔ یہ یہودی بڑی تیزی سے ساری دنیا میں پھیلے جا رہے ہیں اور اپنے دائرہ وسیع کر رہے ہیں اور مستحکم بھی ہو رہے ہیں ادھر فرہاد اُن کے مقابلے میں بالکل تنہا ہے۔"

میں نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "تم کیا سوچ رہی ہو؟"

اگر سونیا سے یہ سوال کرتا تو وہ پلٹ کر جواب دیتی کہ بڑے انجان بن کر پوچھ رہے ہو۔ کیا تم سوچ پڑھنا نہیں جانتے ہو لیکن مادام روزانہ کے ساتھ ابھی پہلی پہلی ملاقات تھی۔ وہ یہ جانتی تھی کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ بے چاری بھول گئی۔ میری بات کا جواب دیا: "میں سوچ رہی ہوں کہ ہمیں یہاں سے اب چلنا چاہیے، پھر خیال آتا ہے کہ ابھی نو ماسٹر نوبین اس شخص کے ساتھ باہر گئے ہیں۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اُن کا تعاقب ہو رہا ہے یا نہیں۔ کیا تم ماسٹر نوبین سے معلوم نہیں کر سکتے؟"

"ٹھیرو میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں ماسٹر نوبین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس شخص کے ساتھ باتیں کرتا ہوا اپنی کار میں بیٹھ رہا تھا۔ کار کے دروازے بند کرنے کے بعد اُس نے ڈیش بورڈ کے حصے سے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر اُسے آن کر کے کوڈ ورڈز میں کسی کو مخاطب کیا۔ میں اُس کے دماغ سے کوڈ ورڈز کے پیچھے چھپی ہوئی گفتگو کو سمجھ سکتا تھا۔ وہ اپنے ماتحتوں سے پوچھ رہا تھا۔ "کیا ہمارا تعاقب ہو رہا ہے؟"

اُسے جواب ملا: "جی ہاں، دو آدمی آپ کا تعاقب کر رہے ہیں۔ اس کے سامنے ایک سُرخ رنگ کی اسپورٹس کار میں ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ اُس نے عقب نما آئینے میں آپ کو اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے دیکھا ہے۔ شاید وہ آپ کا تعاقب کرے گی۔"

ماسٹر نوبین نے پوچھا: "ان دو تعاقب کرنے والے آدمیوں کے متعلق بتاؤ، وہ اس وقت کہاں ہیں؟"

"وہ آپ سے بہت دُور ہیں ایک ایسی جگہ ہیں کہ وہی آئی پی وی ٹینگ روم کی طرف باہر سے دیکھتے رہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اوور اینڈ آل۔"

ماسٹر نوبین ٹرانسمیٹر کو آف کر کے سوچنے لگا: "وہ دو آدمی یقیناً فرہاد اور مادام روزانہ کا تعاقب کریں گے۔ کیا انھیں خبر ہے کہ پیلن پیرمی کے پیچھے فرہاد کی شخصیت چھپی ہوئی ہے لیکن میں فرہاد کو کیسے بتاؤں۔ کاش کہ وہ مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرتا۔"

میں نے کہا: "ماسٹر میں آپ کے دماغ میں موجود ہوں اور ساری باتیں معلوم کر چکا ہوں۔ میرا خیال نہیں ہے کہ مجھے فرہاد کی حیثیت سے کوئی نہیں پہچان سکے گا۔ پھر مادام روزانہ بھی اپنی اصل صورت میں نہیں ہیں۔ ہلکی سی تبدیلی اُن کے چہرے پر بھی کی گئی ہے۔"

ماسٹر نے کہا: "جی ہاں مادام اس وقت جس روپ میں ہیں وہ نیدرلینڈ پرانِ پیرمی کی سیکرٹری کا ہے۔ بہت سے لوگ مادام کو پرانِ پیرمی کی سیکرٹری کی حیثیت سے جانتے ہیں تعاقب کرنے والوں کے لیے شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پھر بھی یہ معلوم کرنا ہی ہوگا کہ وہ آپ لوگوں سے کیوں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

میں نے کہا: "ماسٹر اس کا ایک طریقہ ہے۔ ابھی آپ نے جس ماتحت سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا تھا۔ اُس سے پھر رابطہ قائم کریں اور اُسے حکم دیں کہ جو آدمی ہماری تاک میں ہیں۔ اُن سے کسی طرح سامنے جا کر باتیں کرے۔ میں اُس ماتحت کے ذریعے اُن کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لوں گا۔"

ماسٹر نے تحسین ہو کر کہا: "ہاں یہ بات ہوئی نا۔ میں تو بھول ہی گیا تھا کہ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان لوگوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ ابھی لیجیے۔"

وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے پھر رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر مادام روزانہ کو بتایا کہ ماسٹر نوبین سے کیا باتیں ہوئی رہی ہیں اور کس طرح دو آدمی ہماری تاک میں باہر کھڑے ہوئے ہیں۔ مادام روزانہ نے کہا: "تم کہو تو میں باہر جا کر ان دونوں کو اپنے پیچھے لگا کر لے جاتی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد واپس آؤں گی تو وہ دونوں لاپتہ ہوں گے۔ میں انھیں ڈراؤنی بھی دے سکتی ہوں اور انھیں کسی گڑھے کے اندر بھی پھینک سکتی ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے" میں نے ماسٹر سے تمام معاملات طے کر لیے ہیں۔"

ماسٹر نوبین نے میری ہدایت کے مطابق ماتحت کو حکم دیا تھا کہ وہ تعاقب کرنے والوں کے سامنے جا کر کسی بہانے سے گفتگو کرے اور انھیں بھی گفتگو پر مجبور کرے۔ وہ ماتحت اس وقت وی آئی پی ویٹنگ روم کے سامنے موجود تھا اور اُن تعاقب کرنے والوں کو تلاش کر رہا تھا لیکن وہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ وہ انھیں تلاش کرتا ہوا، اِدھر سے اُدھر بھٹکتا ہوا پھر وی آئی پی روم سے دُور چلا گیا۔

میں نے کہا: "روزانہ وہ دو آدمی ہماری تاک میں نہیں تھے بلکہ وی آئی پی روم کے پاس کھسی اور کوتاڑ رہے تھے شاید اُس کا تعاقب کرتے ہوئے کہیں گئے ہوں کیونکہ جس ماتحت کے دماغ میں میں موجود تھا وہ انھیں تلاش کر رہا ہے لیکن وہ نظر نہیں آ رہے ہیں۔ میدان صاف ہے۔ آؤ چلیں۔"

وہ اُٹھتے ہوئے بولی: "ایک عورت رہ گئی ہے۔ وہ جو سُرخ رنگ کی کار میں بیٹھی ہوئی عقب نما آئینے میں آنے

جانے والوں کو دیکھ رہی ہے۔"

میں نے فوراً ہی ماسٹر نیومین کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اب اُس کی کار آگے بڑھ گئی تھی اور وہ ایک شاہراہ سے گزر رہا تھا۔ میں نے پوچھا "جس سُرخ رنگ کی کار میں ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی کیا وہ تمھارا تعاقب کر رہی ہے؟"

"نہیں۔ میں مطمئن ہوں۔ وہ وہیں ایئرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں اپنی کار کے اندر بیٹھی رہ گئی تھی۔ میرے پیچھے نہیں آئی ہے۔"

میں ماسٹر کے دماغ سے واپس آگیا۔ روزانہ نے پوچھا۔ "کہاں گئے تھے؟"

میں نے اُسے بتایا کہ وہ عورت سُرخ رنگ کی کار میں بیٹھی ہوئی ہے۔

"تو چلو! میں اُس سے نمٹ لیتی ہوں۔ میں اُس سے باتیں کروں گی۔ تم اُس کے دماغ میں پہنچ جانا اور معلومات حاصل کر لینا کہ اُس کی حقیقت کیا ہے۔ میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "یہ مناسب ہے۔ تم آگے چلو۔ میں تمھارے پیچھے آہستہ آہستہ آتا ہوں۔"

ہم آگے پیچھے وہاں سے باہر نکلے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی مجھ سے دُور نکل گئی۔ میں دھیمی رفتار سے آگے بڑھتا رہا۔ وہ پارکنگ ایریا میں جب اس کار کے قریب پہنچی تو ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ میں نے روزانہ سے پوچھا "کیا بات ہے، تم کیوں رُک گئی ہو؟"

"مسٹر فرہاد! یہ آپ کی بیگم صاحبہ ہیں۔"

میں چونک گیا۔ بیگم صاحبہ یعنی کہ بیوی؟ میری بیوی رسونتی تھی۔ رسونتی وہاں کیسے پہنچ سکتی تھی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم کیا کہنا چاہتی ہو، میری کوئی بیوی نہیں ہے۔"

"میں فرہاد کی بیوی نہیں کہہ رہی ہوں۔ تم اس وقت فرہاد نہیں پران پرمی ہو اور تمھاری دھرم پتنی سُرلا یہاں کار میں بیٹھی عقب نما آئینے میں آنے جانے والوں کو دیکھ رہی ہے اور وہ تمھارا انتظار کر رہی ہے۔"

میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "یہ کیا مصیبت آگئی ہے جہاز میں پران پرمی نے کہا تھا کہ اُس کی بیوی سُرلا امریکہ میں ہے اور وہ اسی لیے امریکہ کی طرف گیا ہے۔"

"یقیناً یہی بات تھی، یہ یہاں کب آگئی پتہ نہیں۔"

"تو پھر پتہ چلاؤ۔ اُس سے جا کر باتیں کرو۔ میں اُس کے دماغ میں گھس کر معلوم کروں گا۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے کار کے پاس پہنچی۔ سُرلا نے عقب نما آئینے میں دیکھ لیا ہوگا۔ فوراً ہی دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے بولی۔ "ہیلو مادام!"

مادام روزانہ نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ "سُرلا! میں نے کتنی بار کہا ہے کہ جب میں میک اَپ میں ہوں تو مجھے مادام کہہ کر مخاطب نہ کیا کرو۔ آس پاس دشمن ہوتے ہیں۔ انھیں پتہ چل جائے گا۔ بائی دی وے کیا میں میک اَپ میں پہنچانی جاتی ہوں؟"

سُرلا نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "بالکل پہچانی جاتی ہو لیکن یہ تو سمجھ گئی ہو کہ میں نے تمھیں کیسے پہچان لیا۔"

مادام روزانہ نے اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "اوہ میں اپنی اس کمزوری کو بھول جاتی ہوں۔ چلتے وقت میرے بائیں ہاتھ کی مٹھی بند ہوتی ہے اور تم میری اس ایک حرکت کو خوب پہچانتی ہو۔"

اُس پر دونوں ہنسنے لگیں۔ مادام روزانہ نے پوچھا۔ "تم نیویارک میں تھیں۔ یہاں کیسے آگئیں؟"

"کل ہی آئی ہوں۔ معلوم ہوا کہ ہماری تنظیم کے لوگ اس طیارے سے آ رہے ہیں اور اُن میں میرے پتی بھی ہیں میں نے سوچا کیوں نہ یہاں آ کر اُن کا استقبال کروں۔ اس لیے چلی آئی۔"

"ہاں تنظیم کے دفتر میں ہم نے یہی اطلاع دی تھی لیکن جہاز میں تمھارے پتی نیڈت پران پرمی نے فیصلہ کیا کہ وہ یہاں نہیں اُتریں گے اور سیدھے نیویارک جائیں گے تاکہ وہاں تم سے ملاقات کر سکیں۔"

سُرلا مرجھا گئی۔ وہ مایوس ہو کر کچھ کہنا چاہتی تھی اسی وقت قدموں کی آہٹ سُن کر اُس نے نظریں اٹھاتے ہوئے میری جانب دیکھا۔ پھر ایک دم سے چونک گئی۔ اُس کے مرجھائے ہوئے چہرے پر تازگی آگئی۔ کھل کر مسکراتے ہوئے میری طرف بڑھتے ہوئے روزانہ سے بولی۔ "جھوٹی مکھیں کی۔ مجھے مات کر ہی نہیں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ میرے قریب آئی۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے۔ اُس نے دونوں ہاتھوں کو تھام لیا۔ مغربی ملکوں میں محبت کرنے والے جوڑے سرِعام بغل گیر ہو جاتے ہیں کوئی اعتراض نہیں کرتا کیونکہ اُن کی تہذیب یہی ہے لیکن بنیادی طور پر ہوا کہ میں پران پرمی کے میک اَپ میں تھا اور اُس کی بیوی سُرلا بھی مشرقی تھی اور مشرقی لوگ مغربی ملکوں میں پہنچ کر بھی اتنے آزاد نہیں ہو جاتے کہ سرِعام ایک دوسرے سے بغل گیر ہو جائیں۔ میں نے اُس کے ہاتھوں کو محبت سے دبایا۔

وہ ایک نہایت قیمتی ساڑی پہنے ہوئے تھی۔ اگر وہ ساڑی اُس کے بدن پر نہ ہوتی تب بھی سرلا بہت قیمتی ہوتی۔ سر سے پاؤں تک وہ قابلِ دید تھی۔ اُس کی زلفیں کھلی ہوئی تھیں اور بڑی ہی گھنی اور لانبی تھیں۔ جب شانے پر بکھری ہوتی تو کمر تک پر چھا جاتی ہوں گی۔ اُس نے ہیرے موتیوں سے جڑے ہوئے زیورات پہنے ہوئے تھے۔ مادام روزانہ نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "اِس طرح کیا دیکھ رہے ہو۔ یہ وہی سرلا ہے جو پچھلے سال حسینۂ عالم منتخب ہوئی تھی۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اخبارات میں تصویریں شائع ہوئی تھیں اور جگہ جگہ اُس کے حسن کا چرچا رہا تھا۔ دیکھو! پران پرمی کی امانت میں خیانت نہ کرنا۔"

سرلا نے چونک کر ایک بار مادام روزانہ کو دیکھا پھر مجھے دیکھ کر بولی۔ "اس کا کیا مطلب ہوا؟"

میں نے جلدی سے سرلا کے بازو کو تھام کر کار کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "یہاں باتیں کرنا مناسب نہیں ہے۔ مادام، تم کار ڈرائیو کرو۔ میں راستے میں سرلا کو سب کچھ بتا دوں گا۔"

میں سرلا کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ مادام روزانہ نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ سرلا حیران حیران سی مجھے دیکھ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ مادام روزانہ کے اس آخری جملے کا مطلب کیا ہے کہ پران پرمی کی امانت میں خیانت نہ کرنا اور یہ بات اُس کے پران پرمی ہی سے کہی جا رہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک اُلجھی رہی، اتنی دیر میں کار پارکنگ ایریا سے نکل کر ایک شاہراہ پر پہنچ گئی تھی۔ تب میں نے کہا۔ "سرلا تمھیں تو بہتی طور پر زیادہ اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے میں تمھیں حقیقت بتا دوں کہ میں تمھارا پتی پران پرمی نہیں ہوں۔"

یہ بات میں نے اپنے مخصوص لہجے میں کہی تھی۔ سرلا نے پہلے تو حیرانی سے دیکھا۔ پھر بے یقینی سے کہا۔ "دیکھو! پران اگر تم آواز بدل کر بولو گے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں بیوقوف بن جاؤں گی۔ تم میرے پاؤں تک میرے سامنے موجود ہو اور اپنی موجودگی سے انکار کر رہے ہو۔"

مادام روزانہ نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔ "سرلا، یہ درست کہہ رہے ہیں۔ میں اس بات کی گواہ ہوں اور تنظیم کے دفتر میں پہنچ کر تمھیں اس بات کا ثبوت مل جائے گا۔ ماسٹر نیومین بھی اس بات کی گواہی دیں گے۔"

وہ میرے ساتھ لگی ہوئی بیٹھی تھی۔ فوراً ہی کھسک کر ذرا دُور بیٹھتے ہوئے بولی۔ "پھر آپ کون ہیں؟"

مادام روزانہ نے کہا۔ "سرلا، پہلے تم خود پہچاننے کی کوشش کرو کہ یہ کون ہیں؟"

"میں بھلا کیسے پہچانوں گی۔ یہ تو سر سے پاؤں تک میرے پران نظر آ رہے ہیں۔"

"دیکھو! یہ وہ ہستی ہے جس کے متعلق ہم سوچتے اور باتیں کرتے ہیں۔ تم نے ان کا پورا ریکارڈ پڑھا ہے اور ان کی آواز بھی کیسٹ میں سُنی ہے۔ کیا آواز سُن کر، لب و لہجہ پہچان کر تم انھیں پہچان نہیں سکتیں؟"

"اُس نے مجھے غور سے دیکھا پھر کہا۔ "آپ ذرا پھر بات کریں تو میں پہچاننے کی کوشش کروں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں کیا بات کروں، تم تو مجھ سے اتنی دُور کھسک گئی ہو جیسے میں تمھیں کچا چبا جاؤں گا۔"

وہ چاہتی تھی کہ میری باتیں جاری رہیں اور وہ میرے لب و لہجے کو پہچاننے کی کوشش کرتی رہے۔ باتوں کو جاری رکھنے کے لیے اُس نے کہا۔ "مسٹر آپ جو کوئی بھی ہیں اتنا تو جانتے ہی ہوں گے کہ ہندوستانی عورت صرف اپنے مرد کو ہاتھ لگاتی ہے اور اسے ہی ہاتھ لگانے کی اجازت دیتی ہے۔ باقی دوسروں کے سائے سے بھی دُور رہتی ہے۔"

"ہاں میرا تعلق بھی مشرق سے ہے اور میں مشرقی شرم و حیا کو خوب سمجھتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ ایک دم سے چونک کر، دبیز بھیلا کر اپنے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "ہائے رام، آپ تو فرہاد علی تیمور ہیں۔"

مادام روزانہ نے زور کا قہقہہ لگایا۔ میں نے مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں فرہاد ہوں۔ تم بھی ذہین لگتی ہو میرے لب و لہجے سے مجھے پہچان لیا۔"

سرلا نے مسکرا کر خوش ہوتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے سے یوں جکڑ لیا جیسے میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر بول رہی ہو۔ "فرہاد صاحب! یقین کریں آپ سے ملنے کی بڑی آرزو تھی۔ یقین نہیں آ رہا ہے کہ آپ اس وقت میرے ہی پتی کے روپ میں بیٹھے ہیں۔ میں تو آپ کو بہت پہلے ہی پہچان لیتی لیکن آپ عورت کے مزاج کو سمجھتے ہیں۔ میں اپنے شوہر کی شخصیت سے اتنی متاثر تھی کہ اُن کے تاثر میں آپ کے لب و لہجہ کو پہچان نہ سکی۔"

مادام روزانہ نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! یہ سرلا غیر معمولی یادداشت

رکھتی ہے۔ اس کا حافظہ بہت ہی تیز اور مستحکم ہے۔ دنیا کے ہر ملک، ہر خطے کے متعلق وسیع معلومات رکھتی ہے۔ ہم سب اسے چلتی پھرتی انسائیکلو پیڈیا کہتے ہیں۔"

میں نے سرلا کو تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "پھر تو میری معلومات میں اضافہ ہوگا۔ میں لندن میں یہودیوں کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ سنا ہے کہ لندن میں ان کی اچھی خاصی تعداد ہے۔ یہ لوگ کس علاقے میں زیادہ رہتے ہیں اور ان کی مصروفیات کیا ہیں کیا تم مجھے بتا سکتی ہو؟"

وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچتی رہی۔ پھر کہنے لگی۔ "ہاں کسی حد تک مجھے ان کے متعلق معلومات ہیں۔ یہ یہودی تقریباً اسی برس پہلے لندن میں آئے تھے۔ وہ کامویل کا زمانہ تھا۔ پہلے ہل ایسٹ اینڈ میں آباد ہوئے، پھر یہ پھیلتے ہوئے لندن کے شمال مغرب تک پہنچ گئے۔ یہاں دو مشہور علاقے ہیں۔ اسٹام فورڈ ہل اور گولڈرز گرین۔ ان دو علاقوں میں یہودیوں کی اکثریت ہے۔"

میں نے کہا۔ "سرلا، جب تم نے میرا تمام ریکارڈ پڑھا ہے تو کیا میرے متعلق موجودہ معلومات حاصل ہیں کہ ان دنوں میں کن لوگوں سے الجھا ہوا ہوں؟"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں، میں آپ کے موجودہ حالات سے واقف نہیں ہوں۔ بس اتنا پتہ چلا ہے کہ پچھلے دنوں آپ اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ جنگلوں میں پھنسے ہوئے تھے اور سپر ماسٹر آپ کو وہاں سے نکالنے کی کوشش میں مصروف تھے۔"

"یہ بات پرانی ہو چکی ہے لیکن اس میں تازگی اس لیے ہے کہ ہمیں پھنسانے والا جو شخص ہے اس کا نام جلال بیگ ہے۔"

"یہ میں جانتی ہوں۔ اس نے ایک سنڈیکیٹ قائم کیا ہے۔ بلیک سنڈیکیٹ اور اس کا وہ بگ باس بنا ہوا ہے۔"

"اور یہ بھی جانتی ہوگی کہ وہ تنہا اتنی بڑی تنظیم نہ تو قائم کر سکتا تھا، نہ کامیابی سے چلا سکتا تھا۔ اس کی پشت پناہی یہودی کر رہے ہیں۔"

سرلا نے مسکرا کر کہا۔ "اب سمجھی اس لیے آپ یہودیوں کے متعلق معلوم کر رہے ہیں بے شک یہ میرے لیے خوش قسمتی کا مقام ہے کہ میں آپ کے کام آؤں گی۔ میرے پتی بھی آپ کے بہت بڑے مداح ہیں۔"

"تم ایسے مقام یا کلب وغیرہ کا پتہ بتاؤ جہاں معروف یہودی شخصیتیں جمع ہوتی ہیں۔"

اس نے کہا۔ "یہودیوں کے کلب لندن کے ایسٹ اینڈ میں ہیں۔ ایک کلب کا نام ہے 'دی براڈی' دوسرے کا نام ہے 'دی جنرلڈ بیرا' اور تیسرے کلب کا نام 'دی اسٹیپنی' ہے۔"

مادام روزانہ نے ڈرامیٹو کرتے ہوئے کہا۔ "کھل گئی انسائیکلو پیڈیا۔ اب یہ اپنی معلومات کے ذخیرے مچھیں یہودیوں کی رگ رگ میں لہو کی طرح دوڑا دے گی۔"

میں نے پھر تعریفی نظروں سے سرلا کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرائی۔ نظریں جھکا کر بولنے لگی۔ "یہ یہودی مذہبی اور سماجی تقریبات کے لیے جہاں جمع ہوتے ہیں اس جگہ کو سینا گوج کہتے ہیں۔ یہ سینا گوج جن مقامات میں ہیں ان مقامات کے نام بھی بتاتی ہوں۔ سنتے جائیے۔ اولڈ کیسن اسٹریٹ، کرشل روڈ، آکسفورڈ سرکس، اگر آپ کو ان الرنتھ یا بائیس فلیس گارڈن کے فون نمبر سات زیرو، آٹھ سات پر فون کر کے رابطہ قائم کریں اور انہیں یہ بتائیں کہ آپ لندن میں اجنبی ہیں تو سینا گوج کے یہودی افسران اور کتنی ہی یہودی عورتیں آپ کے استقبال کے لیے آجائیں گی۔ یہ لوگ بہت ہی ملنسار ہوتے ہیں۔ اپنی باتوں سے اور اپنے حسن سلوک سے دوسروں کا دل جیت لیتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ ذرا ہچکچائی۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔ "دیکھیے آپ مسلمان ہیں اور میں یہودیوں کی تعریف کر رہی ہوں۔ یقیناً آپ کو ناگوار گزر رہا ہوگا۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "نہیں، مسلمان ایسے تنگ نظر بھی نہیں ہوتے کہ کسی کی خوبیاں نہ سن سکیں۔ میں ان مسلمانوں میں سے ہوں جو اپنا محاسبہ آپ کرتے ہیں۔ اپنی خرابیوں کو سمجھتے ہیں۔ دشمن کی خوبیوں کو جانتے ہیں۔ پھر فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم نے کہاں غلطی کی ہے۔ کہاں ٹھوکر کھائی ہے کہ ہم پے در پے نقصانات اٹھاتے جا رہے ہیں۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ اپنا محاسبہ کرنے والے مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔"

ایسا کہتے وقت میں سامنے خلا میں تک رہا تھا۔ کار میں بیٹھے بیٹھے کہیں دور پہنچ گیا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ اس دنیا میں مسلمانوں کی تعداد اتنی ہے کہ ایک دوسرے کے آگے کھڑے ہو کر قطار بنائیں تو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمان ہی مسلمان نظر آئیں۔ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے شانے پر کھڑا ہو جائے اور ہر مسلمان کو اپنے شانے پر کھڑا ہونے کی اجازت دینا ہے تو ایک کے اوپر ایک مینار بناتے ہوئے یہ آسمان کو چھو سکتے ہیں لیکن وہ بلندی کو چھونا نہیں چاہتے۔ اگر کبھی ایک ملک کے مسلمانوں کو بلندی مل جاتی ہے تو وہ دوسرے ملک کے مسلمانوں کو مسکین سمجھ کر خیرات تو دیتا ہے مگر اسے اپنے بلندی کی طرف نہیں بلاتا۔ پستی میں رکھنا چاہتا ہے تاکہ چھوٹے بڑے اونچ نیچ مسلمانوں میں بھی باقی رہے۔

میں سوچتے سوچتے چونک گیا۔ میں ان کے متعلق سوچ

کر کیا کروں؟ اپنے مسلمان بھائیوں کی بگڑی ہوئی قسمت کو کیسے بناؤں؟ اس لیے کہ قسمت ایک آدمی نہیں بنا سکتے سب متحد ہو کر بناتے ہیں۔ میری ٹیلی پیتھی ایک دو یا دس بھائیوں کے بگڑے کام بنا سکتی ہے لیکن اجتماعی طور پر اس دنیا کے تمام مسلمانوں کی قسمت نہیں سنوار سکتی۔

میں اچانک اپنے خیالات سے چونک گیا۔ مادام روزانہ ڈرامیٹو کرتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔ "یہ اچانک خاموشی کیوں چھا گئی تم دونوں پچھلی سیٹ پر کیا کر رہے ہو، کچھ گڑبڑ تو نہیں ہے؟"

اس نے چھیڑنے والی بات کہی تھی۔ سرلا نے ذرا ناراضگی سے کہا۔ "شٹ اپ! تمہیں تو فضول باتیں ہی سوجھتی ہیں فرہاد صاحب اس وقت کہیں خیالوں میں کھو گئے ہیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

سرلا نے کہا۔ "بات کیوں نہیں ہے۔ جناب میں بھی تھوڑی ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ بتاؤں کیا سوچ رہے تھے؟"

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "اچھی بات ہے، بتاؤ۔"

"آپ یہ سوچ رہے تھے کہ کس طرح یہودیوں کو شکست دے سکتے ہیں اور کس طرح مسلمانوں کا بول بالا کر سکتے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہمارے درمیان کچھ اسی قسم کی گفتگو ہو رہی تھی۔ میں یہودیوں کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ اس تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے کوئی بھی میرے خیالات کو سمجھ سکتا ہے کہ میں ایسی ہی کوئی بات سوچ رہا تھا۔ ورھل ذہانت سے اگر کام لیا جائے تو وہی ذہانت ٹیلی پیتھی بن جاتی ہے۔ تم نے واقعی کسی حد تک میرے خیالات کو پڑھ لیا ہے۔ چلو پھر میرا خیال پڑھ کر معلوم کر لو کہ میں تم سے کیا باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "بالکل میں نے تمہارا خیال پھر پڑھ لیا ہے تم یہودیوں کے متعلق مزید معلومات چاہتے ہو۔"

اس کی بات پر میں نے اور مادام روزانہ نے خوب قہقہے لگائے۔ اس کی تعریفیں کیں کہ واقعی وہ ٹیلی پیتھی جاننے لگی ہے وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "اب قصے بند کرو اور میری بات سنو، یہاں ایک یہودیوں کا رسالہ شائع ہوتا ہے۔ اس کا نام جیوش کرونیکل ہے۔ یہ ہفتہ وار رسالہ ہے۔ اسے پڑھ کر لندن کے یہودیوں کی تمام مذہبی سماجی اور تفریحی مصروفیات کے متعلق معلومات ہو جاتی ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "مادام! کیا یہ رسالہ مجھے مل سکتا ہے؟"

مادام روزانہ نے کہا۔ "کیوں نہیں۔ ہر ہفتے تمہارے پاس یہ رسالہ پہنچ جایا کرے گا۔"

میں نے سرلا سے کہا۔ "اور کوئی بات؟"

آپ تو یہاں لندن میں رہیں گے۔ رفتہ رفتہ جس قسم کی معلومات درکار ہوں گی وہ میں اپنی یادداشت کے مطابق آپ کو پہنچاتی رہوں گی۔ یہودیوں کے درمیان اپنی جگہ بنانا ہے تو یہ کلب وغیرہ ہی زیادہ مناسب ہوں گے۔ یہاں اور بھی جن کلبوں میں ان کی تفریحی تقریبات ہوتی ہیں ان میں سے ایک کا نام بہت مشہور ہے اور وہ ہے ویسٹ سنٹرل کلب۔ یہ ہینگ کورٹ ہائی ہال کی طرف ہے۔ دوسرا کلب ہے۔ ہائی بیوری اینڈ ڈالمنٹر۔ اس کے علاوہ ایک ہے کریکل ووڈ سینا گوج۔ وہ کلب۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ ایک دم سے جھینپ گئی جیسے بے حیائی کی لالی بکھر گئی۔ اس نے جلدی سے میری طرف سے منہ پھیر کر کھڑکی کے پار دیکھنا شروع کیا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے۔ تم کچھ کہتے کہتے رک کیوں گئیں؟"

اس نے پلٹ کر میری طرف نہیں دیکھا۔ انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں، اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ جب کچھ معلومات درکار ہوں گی تو میں بتا دوں گی۔"

میں نے چپکے سے اس کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ اس کے دماغ میں اسی سینا گوج کی بات گونج رہی تھی جس کے متعلق وہ بات ادھوری چھوڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس وقت اس کا دماغ سوچ رہا تھا۔ ہائے رام، میں معلومات پہنچاتے پہنچاتے کیا کہنے لگی تھی۔ میں بھول گئی تھی کہ میرے سامنے میرا پتی نہیں بلکہ فرہاد موجود ہے اور مجھے ایسی معلومات نہیں پہنچانی چاہئیں۔

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "آخر ہرج کیا ہے۔ وہ معلومات کیسی ہیں کہ تمہیں شرم آنے لگی۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا۔ "واہ شرمانے کی بات نہیں ہے؟ وہ سینا گوج کریکل ووڈ کے علاقے میں ہے۔ وہاں صرف ایسی یہودی لڑکیاں جاتی ہیں جو سترہ برس سے کم نہ ہوں اور وہ یہودی لڑکے جاتے ہیں جو اٹھارہ برس سے اوپر ہوں۔ وہاں خفیہ تقریبات ہوتی ہیں۔ اب یہ بات میں فرہاد سے کیسے کہہ سکتی ہوں۔ چھی چھی۔"

ایسی سوچ کے دوران اس کے دماغ میں دوسری سوالیہ سوچ ابھری۔ "میں فرہاد کے ساتھ کیسے ایک ہی چھت کے نیچے رہوں گی۔ یہاں میں میاں بیوی کی حیثیت سے اپنی کوٹھی میں رہنا ہوگا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ٹھیک ہے۔ ہم ایک کوٹھی

میں رہیں گے ایک بیڈ روم میں تو نہیں رہیں گے۔ ہمارے درمیان ہمیشہ شرافت کی دیوار حائل رہے گی۔"

اُس کی سوچ نے کہا: "میں شرافت سے دست کش ہو سکتی ہوں مگر فرہاد کا ریکارڈ تو اس سلسلے میں بہت ہی خراب ہے۔ میں اس کوٹھی میں اُس کے ساتھ تنہا نہیں رہ سکتی۔"

یہ سوچتے ہی اُس نے مادام روزانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "روزانہ! میں سیدھی جب نیویارک پہنچ جائیں گے تو انھیں معلوم ہو گا کہ میں یہاں ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ فوراً ہی لوٹ کر یہاں چلے آئیں۔ اس سے پہلے ہی میں آج رات کو کسی طیارے سے نیویارک چلی جاؤں گی۔ ماسٹر ٹینومین سے کہوں گی کہ وہ پرنان کو اطلاع دے دیں۔ وہ وہیں رُکے رہیں، میں آ رہی ہوں۔"

مادام روزانہ نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں ماسٹر ٹینومین سے بات کروں گی لیکن یہ یاد رکھو کہ پرنان پریمی اُس وقت تک لندن نہیں آئیں گے جب تک فرہاد صاحب یہاں موجود رہیں گے۔ وہ کئی مقامی بات تو یہاں پرنان پریمی کے اور مقامے جتنے رشتے دار ہیں اُن لوگوں کو یہ سمجھانا ہو گا کہ تم آج ہی پتی سے ملی ہو لیکن یہ سمجھانا مشکل ہے کہ آج ہی انھیں چھوڑ کر نیویارک کیوں جا رہی ہو بات کچھ بگڑ جائے گی۔ معاملات کو سمجھنا ہو گا اور اُس کے مطابق مقامیں عمل کرنا ہو گا۔"

"میں تنظیم کے ہر کام کے لیے حاضر ہوں لیکن یہ تو سوچو میں مسٹر فرہاد سے ساتھ اپنی کوٹھی میں بیوی کی حیثیت سے کیسے رہ سکتی ہوں۔"

مادام روزانہ نے کہا۔ "کیوں نہیں رہ سکتیں۔ یہ مقامے سچ مچ کے پتی تو نہیں ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "سرلا بی بی مجھ سے ڈر رہی ہیں، جہاں تک زبان کا تعلق ہے تو نہیں کہا کہ یقین دلا سکتا ہوں کہ میں انھیں انگلی سے بھی چھونے کی کوشش نہیں کروں گا۔ ان سے تنہائی میں ہمیشہ دُور رہوں گا بشرطیکہ یہ میری زبان پر اور میری شرافت پر یقین کر سکیں۔ ویسے افسوس کی بات تو یہ ہے کہ میرا پچھلا ریکارڈ بہت خراب ہے۔"

مادام روزانہ ہنسنے لگی۔ سرلا جھینپ کر پھر دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں عورتوں کی عزت کرتا ہوں اور تمھاری تو بے حد عزت کرتا ہوں۔ تمھاری جیسی ذہین عورتیں میں نے بہت کم دیکھی ہیں۔ ذہین بھی اور حسین بھی۔"

یہ کہہ کر پھر میں نے اپنے گال پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "توبہ توبہ مجھے صرف ذہین کہنا چاہیے تھا حسین نہیں کہنا چاہیے تھا۔ حسین کہنے سے پھر حسن کی تعریف ہو جاتی ہے اور اس تعریف کے پیچھے چھپی ہوئی بہت سی اچھی بُری باتیں بھی سمجھ میں آنے لگتی ہیں۔ کیوں ٹھیک ہے نا۔ چلو اب میں کہتا ہوں کہ تم حسین نہیں ہو۔ نہایت ہی بدصورت اور چڑیل لگ رہی ہو۔"

سرلا ایک دم سے منہ پھاڑ کر ہنسنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہماری کار ایک ایسی شفاف سڑک پر سے گزرنے لگی جس کے ایک طرف اونچی دیواریں تھیں۔ مادام روزانہ نے کہا۔ "یہ دیواریں پچیس ہزار مربع گز کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ اس احاطے کے اندر پنڈت پران پریمی کی خوب صورت کوٹھی ہے۔ اُس کے آس پاس خوب صورت باغیچے ہے اور باغیچے سے پرے اور بہت سے خوب صورت ڈیزائن کے چھوٹے چھوٹے مکانات بنے ہوئے ہیں۔ ان تمام مکانات میں پرنان پریمی اور سرلا کے تمام رشتہ دار اور اُن کے نوکر چاکر رہتے ہیں۔"

سرلا نے کہا۔ "ہم اپنی باتوں میں یہ بھول گئے کہ فرہاد صاحب کو میرے اور پرنان کے تمام رشتہ داروں سے غائبانہ تعارف کرا دینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ اُن کا سامنا ہوتے ہی یہ جھجک سی محسوس کریں اور انھیں پہچان نہ سکیں۔"

میں نے کہا۔ "یوں بھی غائبانہ تعارف سے کچھ نہیں ہو گا، جب تمھارا کوئی رشتے دار سامنے آئے گا تو میں چہرے سے اس کو نہیں پہچان سکوں گا۔ دماغ میں جھانک کر ہی اسے پہچان سکتا ہوں۔ ابھی کوٹھی میں پہنچتے ہی جتنے بھی رشتے دار ہوں اُن سب سے یہ کہہ دینا کہ میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اور میں ان سے نہیں مل سکوں گا۔ اس کے بعد تم باری باری اپنے رشتے داروں کو کسی نہ کسی کام سے یا کوئی بہانہ کر کے بُلاتی رہنا انھیں میں دیکھتا رہوں گا اور مقامے دماغ کے ذریعے اُن کے متعلق تفصیلات معلوم کرتا رہوں گا۔"

سرلا نے کہا۔ "ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

وہ کار اس احاطے کے اندر داخل ہو گئی۔ دُور ہی سے وہ خوب صورت کوٹھی نظر آ گئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ چھوٹا سا محل تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کے آس پاس جو باغیچے تھا۔ اس میں طرح طرح کے رنگ برنگے پھول مہک لٹا رہے تھے۔ کار کا ہارن سنتے ہی دُور بنے ہوئے مکانات سے کچھ مرد، عورتیں، نوجوان لڑکے لڑکیاں نکل آئے تھے اور کار کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سرلا نے کہا۔ "اب یہ لوگ یہاں آئیں گے اور آپ کو پرنام کریں گے۔ یہ ان کے دستور میں شامل ہے۔"

کار پورچ میں رُک گئی۔ میں نے سرلا سے کہا۔ "چلو، ہم فوراً ہی کوٹھی کے اندر چلیں۔ مادام روزانہ تم نے رشتے داروں کو بتا دیں گی کہ میں تھکا ہوا ہوں لہٰذا وہ ایک ایک کر کے ہمارے کمرے میں آ کر مجھ سے ملاقات کریں اور مجھے پرنام کر کے چلے جائیں۔" ہم کار سے باہر آ گئے اور کوٹھی کے اندر جانے لگے۔ اس دوران میں نے سرلا کے خیالات پڑھنے کے بعد کہا۔ "تم اپنے پتی کے ساتھ اس طرح کار سے اُتر کر نہیں آئی تھیں کار سے اُترنے کے بعد تم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا کرتے تھے اور مسکراتے ہوئے، باتیں کرتے ہوئے کوٹھی کے اندر داخل ہوا کرتے تھے۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"نہیں تم درست کہہ رہے ہو۔"

"پھر تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں نہیں کیا۔ اس طرح تو لوگوں کو شبہ ہو سکتا ہے کہ میں تمھارا پتی نہیں ہوں۔ دیکھو ہاتھ پکڑ لینے سے کوئی عزت نہیں چلی جاتی۔ شرافت قائم رہتی ہے ہم تو محض ایکٹنگ کر رہے ہیں۔ سچ مچ کے میاں بیوی تو نہیں بن رہے ہیں۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں میرے ساتھ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اور نہ ہی میں پرنان پریمی کے سوا کسی کے اتنے قریب رہی اس لیے جھجک رہی ہوں۔ کوشش کروں گی کہ مقامے ساتھ پوری طرح تعاون کریں۔"

کمرے میں پہنچ کر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ابھی تم نے مجھے آپ بھی کہا اور تم بھی کہا۔ آپ اس لیے کہا کہ میں فرہاد ہوں اور تم اس لیے کہا کہ بے اختیار تمھارے منہ سے اپنے پتی کے تصور سے تم نکل گیا۔ جب تم اپنے پتی کو تم کہہ کر مخاطب کرتی ہو تو بھول جاؤ کہ میں فرہاد ہوں۔ مجھے بھی تم کہہ کر مخاطب کرو۔ ہاں جب ہم تنہا ہوں گے تو ایک دوسرے سے دُور رہیں گے اور پورے ہوش و حواس کے ساتھ اپنی شرافت کو برقرار رکھیں گے کیوں ٹھیک ہے نا؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ٹھیک ہے۔ تم مجھے حوصلہ دو گے تو میں ضرور ایسا کرتی رہوں گی۔"

میں نے پوچھا۔ "یہ یہاں آس پاس تمھارے رشتے دار کتنے ہیں؟"

"یوں تو دس گھر ہیں یعنی دس خاندان ہیں اور اُن کے افراد میرا خیال ہے کہ ساتھ یا بیسیوں ہوں گے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اُف تم نے پورا ہندوستان یہاں بسا رکھا ہے۔ میں اتنے لوگوں سے کیسے ملوں گا اور اتنے لوگوں کو کیسے یاد رکھوں گا۔ مجھے یاد رکھنے کے لیے میرے اپنے ضروری مسائل ہیں اور ان مسائل سے تعلق رکھنے والے دوست اور دشمن ہیں۔ میں صرف انھیں یاد رکھتا ہوں۔"

سرلا نے کہا۔ "مجبوری ہے۔ کیا کیا جائے، معلومات تو سبھی کے متعلق ہونی چاہیے۔ اگر تم نے کبھی کسی کو پہچاننے میں یا کسی کو غلط نام لے کر مخاطب کرنے کی کوئی حماقت کی تو بھید کھل جائے گا۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "چلو، دیکھتے ہیں اپنے رشتے داروں کو ایک ایک کر کے بلاؤ۔"

تھوڑی دیر بعد اُن رشتے داروں سے ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا۔ وہ ایک ایک کر کے آتے تھے اور میں سرلا کے دماغ سے پہلے ہی معلوم کر لیتا تھا کہ کون آ رہا ہے۔ اُس کا نام کیا ہے اور وہ اس احاطے کے اندر کہاں رہتا ہے۔ بہرحال اس ملاقات کے سلسلے میں میرا ایک گھنٹہ ضائع ہو گیا۔ جب آخری رشتے دار بھی ملاقات کر کے چلا گیا تو میں نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "سرلا، اب تمھیں بھی لباس بدلنے اور آرام کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہو گی کیا خیال ہے؟"

"ہاں میں دوسرے کمرے میں جا رہی ہوں لیکن اپنے باورچی کو کھانے کے لیے بتانا ہو گا۔"

میں نے کہا۔ "آج باورچی کو چھٹی دے دو۔ ہم ٹھیک سات بجے نکلیں گے اور کہیں رات کا کھانا کھائیں گے، مجھے

باہر نکل کر بہت سی معلومات حاصل کرنی ہیں۔ ابھی میں تھوڑا وقت خیال خوانی میں گزاروں گا۔"

وہ کرسی سے جانے لگی۔ میں نے آواز دے کر کہا۔ "سرلا، ایک بات بتاؤ۔ میں اس کمرے میں ہوں اور تم دوسرے کمرے میں رہو گی۔ اگر کوئی رشتے دار کوٹھی کے اندر آ کر دیکھے گا تو تمہاری علیحدگی کے متعلق کیا سوچے گا؟"

سرلا نے جواب دیا۔ "ہم کوٹھی کے جس حصے میں ہیں، وہاں ہماری اجازت حاصل کیے بغیر کوئی رشتے دار نہیں آتا ہے۔ جتنے بھی لوگ آتے ہیں وہ ڈرائنگ روم یا ڈی لاؤنج تک محدود رہتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "یہ اچھی بات ہے۔ میں مطمئن ہوں۔"

یہ کہہ کر میں دروازے کی طرف آیا۔ سرلا چلی گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ بند دروازے کے اس پار سرلا نظر نہیں آ سکتی تھی مگر میری دماغی آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں۔ آدمی کتنا ہی فرشتہ بننا ہے مگر اس کے دماغ کے ایک چور گوشے میں ایک چور چھپا ہوتا ہے جو اچھی چیز کے لیے للچاتا رہتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کرم ہے، مجھے اچھی سے اچھی چیزیں ملتی رہتی ہیں مگر مجھ پر شیطان کی مار بھی ہے کہ میں اتنا کچھ حاصل ہونے کے باوجود جب کبھی چکنے چکنے سُتھرے کو دیکھتا ہوں تو بے اختیار اس کے متعلق سوچنے لگتا ہوں۔ سرلا کچھ ایسی ہی تھی۔

میں دروازے سے پلٹ کر ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ سرلا کو اپنے دماغ سے جھٹکنے لگا انسانیت کے ناتے میں برائیوں سے بچنے حتی الامکان کوشش کرتا ہوں اور میرا یہ مصمم ارادہ تھا کہ میں سرلا کی طرف کبھی ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ کبھی اسے دماغی طور پر سٹریپ کر کے یا اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر پران پرمی کے اعتماد کو دھوکا دوں گا۔ ویسے سرلا بھی ایسی نہیں تھی۔ بہت ہی متشقل مزاج اور مستحکم ارادے کی عورت نظر آتی تھی۔

بہرحال مجھے اب اس کے متعلق نہیں، اپنے ساتھیوں کے متعلق سوچنا تھا۔ اس سے پہلے میں نے مادام روزانہ کی خبر لی کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے۔ وہ اسی کوٹھی کے ایک خفیہ کمرے میں تھی۔ اس کمرے میں ٹرانسمٹر وغیرہ تھے اور وہ ٹرانسمٹر کے ذریعے ماسٹر سے باتیں کر رہی تھی۔ ان کی گفتگو کا موضوع یہی تھا کہ پران پرمی کو اب نیویارک سے واپس نہیں آنا چاہیے اور سرلا کو کچھ دنوں تک یہاں دوسرے پران پرمی کے ساتھ رہنا چاہیے۔ پھر کسی بہانے وہ نیویارک چلی جائے گی لیکن فوری طور پر اپنے موجودہ پران پرمی کو چھوڑ کر جانے سے گی تو رشتے داروں کو بھی شبہ ہوگا اور سرلا اور پران پرمی کے جو مشترکہ دوست احباب ہیں وہ بھی سوچنے لگیں گے کہ یہ میاں بیوی اتنے الگ الگ ہو گئے کہ میاں لندن میں موجود ہے اور بیوی اسے چھوڑ کر نیویارک جا رہی ہے۔ لہٰذا ابھی سرلا کو یہیں رہنا چاہیے۔"

ماسٹر نیومین نے سرلا کے متعلق یہ حکم دینے کے بعد پوچھا۔ "مسٹر فرہاد ہم سے ناراض تو نہیں ہیں؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔ وہ تو بہت ہی نوکشش اور مطمئن ہیں۔"

"مسٹر فرہاد کو یقین دلانے کی کوشش کرتی رہو کہ سپر ماسٹر اُن کے اور ہیبولوں کے معاملے میں غیر جانبدار رہنے کے باوجود چپکے چپکے اُن کی مدد ضرور کرتے رہیں گے اور اب بھی ہم اُن کے کام آ رہے ہیں۔ آئندہ بھی کسی کے علم میں آئے بغیر ہم اُن کی خدمت کے لیے ہر لمحہ میں موجود رہیں گے۔"

میں مادام روزانہ کے دماغ سے واپس آ گیا۔ سپر ماسٹر اور اُس کے ماتحت بظاہر مجھ سے الگ تھلگ ہونے کے باوجود چپکے چپکے میرا ساتھ دے رہے تھے لیکن میں بہت زیادہ دنوں تک اُن پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔ ابھی مجبوراً اُن کی امداد قبول کر رہا تھا کیونکہ سونیا، مرجانہ اور سائرہ بانو کو اُن کی پناہ سے نکالنا تھا۔ یہ کام ہو جانے کے بعد میرا ارادہ تھا کہ اچانک ہی اپنی پران پرمی والی تخصیص کو ختم کر دوں اور سپر ماسٹر وغیرہ کی نظروں سے بھی کہیں روپوش ہو جاؤں۔

میں ایسا اس لیے سوچ رہا تھا کہ سپر ماسٹر کو میں بہت زیادہ عزیز نہیں تھا بلکہ میری دہشت اور میری صلاحیتوں کی وجہ سے وہ دوستی کرنے پر مجبور تھا اور کسی مرحلے پر بھی دشمنی کر کے مجھے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی طرح یہودیوں کی دولت اُن کے ملک کے بہت کام آتی تھی اور بھی ایسے یہودی ذرائع تھے جو سپر ماسٹر کے ملک کے لیے بہت ہی ضروری تھے۔ اس طرح دیکھا جائے تو یہودی بھی سپر ماسٹر کے لیے بہت بڑے اثاثے اور پیارے تھے۔ وہ اُن سے بھی اسی طرح دوستی نباہے گا جس طرح مجھ سے نباہ رہا تھا یعنی کبھی انہیں یہ بتاتا ہوا کہ میں اور میرے ساتھی کہاں ہیں تو شاید وہ اپنے کسی مفاد کے تحت انھیں بتا دے یا میرے مفاد کے خلاف بھی کسی دوسری طرح اُن کی مدد کرے اور وہ مدد میرے لیے کسی خدشک نقصان دہ ثابت ہو۔ یہ سیاسی چالیں میں خوب سمجھتا تھا۔ اس لیے پہلے ہی سے میں نے طے کر لیا تھا کہ موقع ملتے ہی سپر ماسٹر کی تنظیم والوں سے بھی روپوش ہو جاؤں گا۔

یہ تمام باتیں سوچنے کے بعد پہلے میں نے رسونتی سے

رابطہ قائم کیا۔ اس سے رسمی گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے اپنی محبت کا یقین دلایا۔ اسے تسلیاں دیں۔ پھر میں نے غلام سے رابطہ قائم کر کے کہا۔ "دیکھو غلام، میرے حالات اچانک ہی بدل گئے ہیں۔ جو دوست تھے وہ تم دشمن نظر آ رہے ہیں اور ان کا کوئی صحیح روپ میرے سامنے نہیں ہے لہٰذا تم جلد سے جلد رسونتی کو لے کر اس جگہ سے چلے جاؤ اور کسی ایسی جگہ قیام کرو کہ وہاں رسونتی کا دل بہلتا رہے اور اس کی صحت بحال ہوتی رہے۔"

"آقا، آپ بالکل فکر نہ کریں۔ میں کل صبح اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ مالکہ کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔ کسی کو خبر نہیں ہوگی کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور میرا وعدہ ہے کہ جب تک میری سانس چلتی رہے گی کوئی دشمن مالکہ تک اور آپ کے بچے تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

اُدھر سے اطمینان ہونے کے بعد اب میں سونیا اور مرجانہ سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ پہلے میں نے شرارتاً سوچا تھا کہ سونیا اور مرجانہ وغیرہ سے خیال خوانی کا رابطہ نہیں رکھوں گا اور ان پر یہ ظاہر کروں گا کہ میں خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہوں اور کسی سے رابطہ قائم نہیں کر رہا ہوں اس طرح میں سونیا کے قریب رہ کر اس سے چھیڑ چھاڑ کر سکوں گا لیکن حالات ایسے بدل گئے تھے کہ میری شرارت دھری کی دھری رہ گئی تھی۔ مجبوراً میں نے پہلے مرجانہ سے رابطہ قائم کیا۔

وہ اپنی امّی کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "ہیلو مرجانہ، کہو کیا حال چال ہے؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "ہم سب خیریت سے ہیں۔ تمہاری ہی فکر تھی۔ کہو لندن پہنچ گئے ہو؟"

میں نے پوچھا۔ "تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں لندن پہنچنے والا ہوں؟"

"ابھی ماسٹر عبداللہ بن صمیم سے باتیں ہوئی تھیں۔ ماسٹر نے کہا ہے کہ تم اس وقت لندن میں ہو اور سپر ماسٹر کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ فرہاد کی مرضی کے مطابق سائرہ بانو کو اور ان کی حفاظت کے لیے سونیا کو پاکستان بھیج دیا جائے اور مجھے لندن پہنچایا جائے۔ کیا یہ درست ہے؟"

"بالکل درست ہے۔ تمہاری امّی کیا کہتی ہیں؟"

"وہ بہت پریشان ہیں۔ میرے لیے بھی پریشان رہتی ہیں۔ کہتی ہیں کہ میں لندن میں تنہا کیسے رہوں گی۔ میں نے انھیں سمجھایا ہے کہ تم میرے ساتھ موجود رہو گے۔"

"اپنی امّی سے کہو کہ ہم ڈیئر جمال کو بھی لندن میں رکھیں گے۔ اس طرح کہ تم دوسرے روپ میں ڈیئر جمال کی بیٹی بن کر لندن میں علاج کے لیے پہنچیں گی۔ وہاں جمال صاحب تمہارے ساتھ رہیں گے تو تمہاری امّی کو اطمینان رہے گا۔"

یہی بات مرجانہ نے سائرہ بانو کو بتائی تو وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولیں۔ "بیٹے تمہاری بڑی مہربانی ہے کہ تم میری بیٹی کی حفاظت کے لیے ایسے انتظامات کر رہے ہو۔ تم اور جمال صاحب مرجانہ کے پاس رہو گے تو میں مطمئن رہوں گی۔ اب میں اطمینان سے پاکستان چلی جاؤں گی۔"

"ہاں امّی آپ کو جانا چاہیے۔ سونیا کے ہوتے ہوئے آپ بالکل فکر نہ کریں۔ وہ آپ کی ہر طرح حفاظت کرے گی۔"

اس کے بعد میں نے مرجانہ سے پوچھا۔ "تم وہاں بیٹھی وہاں سے کب تک روانہ ہو جاؤ گی۔ کیا ماسٹر نے اس سلسلے میں کچھ بتایا ہے؟"

"ماسٹر نے کہا ہے کہ ایک آدھ گھنٹے بعد ہمارے سفر کا کوئی نہ کوئی انتظام ہو جائے گا۔ میں ادھر لندن کے لیے روانہ ہوں گی اور امّی پہلے پیرس جائیں گی۔ وہاں جس طیارے میں سونیا سفر کرے گی وہاں سے امّی اس طیارے میں سوار ہو جائیں گی۔ اس طرح وہ دونوں ایک ساتھ ہی پاکستان پہنچیں گی۔"

"مرجانہ تمہیں بھی اپنی امّی کے ساتھ پیرس تک جانا چاہیے تاکہ تم پیرس سے ڈیئر جمال کے ساتھ بابِ بیتی بن کر واپس آ سکو۔ یہ بات میں ابھی ماسٹر عبداللہ بن صمیم کے دماغ میں پہنچا دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں ماسٹر عبداللہ بن صمیم کے دماغ میں پہنچا اور اسے یہ بات سمجھا دی کہ مرجانہ کو پہلے پیرس پہنچایا جائے پھر وہاں کے ماسٹر سے رابطہ قائم کر کے بتایا کہ کس طرح مرجانہ اور ڈیئر جمال کو باپ بیٹی بنا کر لندن بھیجا جائے۔

یہ معاملات طے کرنے کے دوران ایک بات سمجھ میں آئی کہ میں جلد ہی پران پرمی کے روپ سے نجات نہیں پا سکوں گا۔ اور نہ ہی سپر ماسٹر اور ان کے آدمیوں سے چھپ سکوں گا کیونکہ ادھر مرجانہ لندن پہنچنے کے بعد جب تک زیرِ علاج رہے گی اس وقت تک ہم سب سپر ماسٹر کی نظروں میں رہیں گے۔ میں مرجانہ کو سپر ماسٹر کے رحم و کرم پر چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ اس لیے ابھی کچھ عرصہ درکار تھا اور اس عرصہ تک مجھے سپر ماسٹر کی نظروں میں رہنا تھا۔

میں سب سے آخر میں سونیا کے پاس پہنچا۔ "ہیلو سونیا کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں؟"

"حاضر تو ہو ہی گئے ہو۔ پوچھ کیا رہے ہو۔ ویسے میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔"

"شکر ہے تمھیں میرے انتظار کا رنگ تو لگا۔"

"لے بکواس نہ کرو۔ میں دوسری ضرورت سے مجبور ہو کر تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی تھی۔"

"مجھے اس ضرورت پر پیار آ رہا ہے جس نے تمھیں مجبور کر دیا۔ بتاؤ کیا بات ہے؟"

"بات یہ ہے کہ تم نے اچانک جو فیصلہ تبدیل کیا ہے کہ مجھے سائرہ بانو کی حفاظت کے لیے پاکستان جانا چاہیے تو اس فیصلے کا شکریہ۔ میں بہت خوش ہوں کیونکہ میں کسی نہ کسی بہانے تم سے دو دو رہنا چاہتی تھی۔ لندن میں دستی تو تم سے ضرور کہیں نہ کہیں سامنا ہوتا یا تم بھیس بدل کر میرے آگے پیچھے گھومتے رہتے۔ پاکستان یہاں سے ہزاروں میل دور ہے اور تم مجھ سے ہزاروں میل دور ہو گے۔ میں خدا کا شکر ادا کرنے اور تم سے دور رہنے کی خوشی کا اظہار کرنے کے لیے تھوڑا انتظار کر رہی تھی۔ اب بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

"کیسے بھاگ جاؤں۔ ابھی تو یہ طے کرنا ہو گا کہ تم پاکستان میں کس حیثیت سے رہو گی۔ کیونکہ تم اردو زبان بول نہیں سکتی ہو۔"

اس نے اردو زبان میں کہا: "میں اردو داڈھے سے بولتی ہوں۔"

"ہائے کیا بولتی ہو۔ تمھاری اردو سننے والے بے ہوش ہو جائیں گے۔ خدا کے لیے انگریزی ہی بولتی رہو اور اردو لکھنے پڑھنے اور بولنے کی مشق کرتی رہو۔ سائرہ بانو تمھیں اس سلسلے میں مدد دیں گی۔"

"ٹھیک ہے میں جلد سے جلد تمھاری زبان سیکھنے کی کوشش کروں گی اور بولو۔"

"پاکستان پہنچ کر تم خود فیصلہ کرو کہ کس حیثیت سے وہاں رہو گی۔ کیا سائرہ بانو کے ساتھ رہنا مناسب ہے یا ان سے الگ رہ کر ان کی نگرانی کرتی رہو گی۔ تم جس حیثیت کا بھی اپنے لیے تعین کرو مجھے تھوڑی دیر بعد بتا دینا۔ میں پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے سونیا کو بتایا کہ مرجانہ بھی اپنی امی کے ساتھ پیرس پہنچ رہی ہے۔ وہاں سے مرجانہ اور ڈیوڈ جمال کو باپ بیٹی کی حیثیت سے لندن بھیجا جائے گا یہ بات وہ پیرس کے ماسٹر سے بھی طے کر لے۔ یہ تمام باتیں سونیا کو سمجھانے کے بعد ماضی طور پر میں اس کمرے میں حاضر ہو گیا جو پران پریمی کے لیے مخصوص تھا۔

اپنے لوگوں کی خیریت معلوم کرنے کے بعد مجھے حشمت بیگ کا خیال آیا۔ یہ تو معلوم ہو ہی چکا تھا کہ اس کا بیٹا جلال بیگ بڑا ہی بے مروت اور موقع شناس نکلا تھا۔ اس کے دل میں باپ کے لیے بھی مروت نہیں تھی۔ اس نے اپنے ماتحت کو حکم دے دیا تھا کہ حشمت بیگ کی زندگی اس بم سے بچائی نہ جا سکے تو کسی ویرانے میں لے جا کر اسے گولی مار دی جائے اسے جلال بیگ کی موقع شناسی بھی کہہ سکتے ہیں۔ شاید وہ اپنے باپ کو مارنا نہ چاہتا ہو۔ صرف مجھ پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہو کہ میں نے اس کے دماغ تک پہنچنے کے لیے اس کے باپ کو مہرہ بنا کر جو چال چلی ہے۔ وہ مہرہ بے جان ہے اور جلال بیگ کے سامنے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ باپ کے رشتے کا لحاظ کیے بغیر اس رشتے کو نابود کر دے گا۔ لیکن میرے سامنے نہیں آئے گا۔

واقعی میں یہ سوچنے پر مجبور ہو رہا تھا کہ میری چال ناکام ہو چکی ہے۔ جب حشمت بیگ ایک معمولی چیونٹی کی طرح مر جائے گا، اور جلال بیگ کو ذرا بھی صدمہ نہ ہو گا تو میں آئندہ اسے کسی طرح بھی بلیک میل نہیں کر سکوں گا۔ اس کی کسی بھی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اسے ٹیلی پیتھی کی زد میں آنے پر مجبور نہیں کر سکوں گا۔

میں حشمت بیگ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اسی طرح وہیل چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہیل چیئر کے آہنی راڈ سے اس کے دونوں بازو بندھے ہوئے تھے۔ وہ ایک ہی جگہ سکون سے بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ اور بیٹھنے پر مجبور بھی تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ کسی گاڑی کے پچھلے حصے میں سفر کر رہا ہے۔ شاید اسے کسی دوسری جگہ منتقل کیا جا رہا تھا۔

میں جلال بیگ کے اس ماتحت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جو حشمت بیگ کے سامنے آ کر اس سے باتیں کر چکا تھا۔ وہ گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دماغ میں جلال بیگ کا یہ حکم گونج رہا تھا۔

"فرہاد علی تیمور سے سمجھوتا نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ کسی طرح بھی سودے بازی کے لئے راضی نہیں ہے۔ میں بھی کسی کے دباؤ میں آنے والا نہیں ہوں۔ اپنی بڑی سے بڑی مجبوریوں کو پیچھے سجا کر ختم کر سکتا ہوں۔ لہٰذا میرے ٹیڈی کو ختم کر دیا جائے۔"

میں نے حشمت بیگ کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا: "کیا میری سوچ کو محسوس کر رہے ہو؟"

وہ ایک طرف دیکھ کر بولا۔ "فرہاد صاحب! کیا آپ موجود ہیں؟ میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"تم میرا انتظار کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لئے کہ مجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا ہے۔ جب یقین ہو جائے تو پھر صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ خوشی سے یا مجبوری سے اس موت کو گلے لگانا ہی ہے۔ اس لئے آخری وقت میں آپ کے ذریعے سائرہ بانو سے معافی مانگنا چاہتا ہوں ان سے کہئے کہ میری جان نکلنے سے پہلے مجھے معاف کر دیں۔ وہ معاف کر دیں گی تو میرا خدا بھی مجھے معاف کر دے گا۔"

"تمہیں کیسے یقین ہو گیا ہے کہ تم ابھی مر جاؤ گے؟"

تمہارا میرے بیٹے سے کوئی سمجھوتا نہیں ہو رہا ہے میرے بیٹے نے کہلا بھیجا ہے کہ وہ تمہارے ذریعے مجھے موت سے نجات نہیں دلائے گا۔ اس کے ماہر میرے سینے پر بندھے ہوئے بم کے تار ہٹانے کا خطرہ مول لیں گے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم ہمارے کسی بھی ماہر کو صحیح تار ہٹانے کا موقع نہیں دو گے مجھے مرنا ہی ہو گا۔"

"حشمت بیگ! تمہارے بیٹے نے تم سے جھوٹ کہا ہے وہ اپنے ایک ایک ماتحت کو بہت اہم سمجھتا ہے۔ ان کے لئے تمہاری زندگی کو بھی بیچ سمجھتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس کا کوئی ماتحت تمہارے سامنے آ کر بیٹھے اور اس بم کے تار کو ہٹا کر خود بھی تمہارے ساتھ موت کے منہ میں چلا جائے۔ یہ بم صرف تمہارے لئے نہیں، بلکہ تمہارے بیٹے کے تمام ماتحتوں کے لئے مصیبت بنا ہوا ہے۔ جانتے ہو وہ اس مصیبت سے کیسے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟"

اس نے پوچھا: "کیسے؟"

"وہ تمہیں کسی ویرانے میں لے جا رہے ہیں۔ وہاں پہنچ کر تمہیں ایک جگہ چھوڑ دیں گے۔ پھر تم سے اتنی دور چلے جائیں گے۔ جہاں سے وہ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے تمہارے سینے پر بندھے ہوئے بم کا نشانہ لے سکیں۔ وہاں سے وہ گولی ماریں گے۔ بم ایک دھماکے سے پھٹے گا، تمہارے چیتھڑے اڑیں گے اور دور کھڑے ہوئے لوگ محفوظ رہ کر وہاں سے واپس چلے جائیں گے۔"

وہ حیرانی سے سن رہا تھا۔ پھر انکار میں سر ہلا کر بولا۔ "نہیں، نہیں۔ میں یقین نہیں کر سکتا۔ میرا بیٹا میری جان کا دشمن نہیں ہو سکتا۔ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ مجھے میرے بیٹے کے خلاف بہکا رہے ہو۔"

"سانپ کو آپنے کیا۔ ابھی تھوڑی دیر بعد تمہیں پتہ چل جائے گا۔"

میں نے خاموش رہ کر اس کی سوچ پڑھی۔ وہ میری باتوں کو ایک ذرا بھی اہمیت نہیں دے رہا تھا۔ اپنے بیٹے کے متعلق ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ سانپ کے بچے کو دودھ پلا کر پالا جائے تو وہ کسی وقت بھی ڈس سکتا ہے۔ آدمی کا بچہ اس طرح نہیں ڈس سکتا۔ اسی لئے وہ آدمی اپنے بچے کے متعلق ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

میں اس کے دماغ سے تھوڑی دیر کے لئے واپس آ گیا۔ ذہنی طور پر پران پریمی کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت تمام کے سات بجنے والے تھے۔ سمرلا سے دعا تھا کہ سات بجے ہم یہاں سے نکلیں گے۔ ذرا لندن کی سیر کریں گے اور کہیں رات کا کھانا کھائیں گے۔ میں نے چپکے سے سمرلا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کئے، اپنے سر پہ ہاتھ رکھے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ ذہنی پریشانیوں میں مبتلا تھی۔ اس کا پتی نیویارک میں تھا۔ اور مصنوعی پتی یہاں گھر میں بھی موجود تھا۔ اس نے مجھ سے بڑی دیر تک باتیں کی تھیں۔ میرے ساتھ اچھا وقت گزارا تھا۔ اس کے باوجود وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے فرہاد کے ساتھ وقت نہیں گزارا ہے۔ اس کے ساتھ ایئر پورٹ سے یہاں تک اس کا پتی ہی رہا ہے۔ بالکل وہی قد، وہی صورت، وہی لب لہجہ، وہی انداز۔ کچھ بھی تو پران پریمی سے مختلف نہیں تھا۔ اس لئے اس کا دل میری طرف کھنچا جا رہا تھا اور وہ سنبھل سنبھل کر اپنے دل کو اور اپنے دماغ کو سمجھاتی تھی کہ یہ فریب ہے۔ اسے سنبھل کر رہنا چاہئے اور مجھ سے زیادہ سے زیادہ دور رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ایسی ہی کوشش کرتے ہوئے وہ کشمکش میں مبتلا ہو گئی تھی۔ باہر جانے کے لئے تیار نہیں ہو رہی تھی۔ بستر پر چپ چاپ لیٹی ہوئی تھی۔ مجھ سے سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ دُور رہ کر میرے کام آتی رہے اور سپرماسٹر کے احکامات کی تعمیل کرتی رہے۔ اس طرح کچھ ہی دنوں میں اس کا اپنا پتی واپس آجائے گا۔ یا اسے نیویارک جانے کی اجازت مل جائے گی۔ تو یہ کشمکش ختم ہو جائے گی۔

میں نے سوچا۔ اچھا ہے۔ ابھی وہ کشمکش میں مبتلا ہے باہر جانے کے لئے تیار نہ ہو۔ میں بھی حشمت بیگ کے سلسلے میں کچھ دیر مصروف رہنا چاہتا تھا۔ میں پھر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہ گاڑی روک چکی تھی۔ اور حشمت بیگ کو اس کے پچھلے حصّے سے نیچے اتارا جا رہا تھا۔ چار آدمی وہیل چیئر کو پکڑ کر گاڑی سے نیچے لا رہے تھے۔ حشمت بیگ نے آس پاس دُور تک حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا "تم لوگ مجھے اس ویرانے میں کیوں لے آئے ہو؟ یہاں کیا ہے؟"

جلال بیگ کے ماتحت نے کہا "ہم اس ویرانے میں آپ کو اس بم سے نجات دلانے آئے ہیں۔ اگر آبادی میں اس کا تار ہٹانے کی کوشش کی جاتی اور ناکامی ہوتی تو وہاں زبردست دھماکہ ہوتا اور ہمیں قانون کے سامنے جوابدہ ہونا پڑتا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ ہم آپ کو بچانے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔"

باتوں کے دوران وہ آدمی وہیل چیئر کو چلاتے ہوئے اس سڑک سے دُور لے جا رہے تھے۔ وہ بہت دیر تک اس گاڑی کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ تقریباً بیس منٹ گزر گئے۔ وہ سڑک نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ چاروں طرف ریگستان نظر آ رہا تھا۔ دُور دُور تک ریت کے ادنچے ادنچے ٹیلے دکھائی دے رہے تھے۔ ایک جگہ پہنچ کر انہوں نے گاڑی روک دی۔ پھر اس سے دُور جانے لگے ——

حشمت بیگ نے پوچھا "مجھے یہاں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟"

جلال بیگ کے خاص ماتحت نے پلٹ کر کہا "ہم آپ کے بیٹے کے حکم سے مجبور ہیں۔ آپ سے اتنی دُور جا رہے ہیں جہاں اس بم کے دھماکے سے ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس کے بعد ہم آپ کو گولی مار دیں گے۔"

حشمت بیگ کا دل دھک سے رہ گیا۔ منہ حیرانی سے کھل گیا۔ دیدے پھیل گئے۔ میں نے پوچھا "اب بولو۔ اپنے بیٹے کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

وہ گم صُم بیٹھا ہوا تھا میری سوچ کو سُن رہا تھا میں نے کہا "حشمت بیگ یہ دُنیا سانپوں کی بستی ہے۔ انسانوں کی آبادی میں سانپ تو نہیں ہوتے مگر سانپ کا ذہن رکھنے والے انسان ہوتے ہیں۔ جسے تم نے پال پوس کر بڑا کیا۔ وہی آج تمہیں ڈس رہا ہے۔ کیا اب بھی اس حقیقت سے انکار کرو گے؟"

اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ اس کے دل سے آواز نکلی "خدایا! یہ سب کیا ہے؟ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اور کانوں سے سنتے ہوئے بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔ میرے اپنے بیٹے نے مجھے گولی مار دینے کا حکم دیا ہے۔ میں یہ یقین کیسے کر دوں؟"

میں نے کہا "جب تمہیں گولی مار دی جائے گی۔ تو یقین کرنے کا وقت گزر چکا ہو گا!"

وہ گڑگڑا کر بولا "فرہاد صاحب! آپ کو خدا، رسول کا واسطہ آپ کو اپنی محبت کہنے والی ہستیوں کا واسطہ مجھے بچائیے میں کبھی آپ کی مخالفت نہیں کروں گا اور انشاء اللہ آپ کے کام آنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا واقعی میرے کام آؤ گے؟"

"آپ آزما کر دیکھ لیں۔"

"کیا تم مجھے اپنے بیٹے تک پہنچا سکتے ہو؟"

وہ ذرا چپ رہا۔ پھر بولا "میں خود اس کا پتہ ٹھکانہ نہیں جانتا۔ یہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔"

"مجھے معلوم ہے لیکن تم اس کے متعلق بہت سی معلومات فراہم کر سکتے ہو۔"

وہ پھر چپ رہا۔ سر جھکا کر سوچتا رہا۔ میں نے کہا "وہ لوگ بہت دُور چلے گئے ہیں اور اب وہاں سے تمہارا نشانہ لینے والے ہیں۔ وقت بہت کم ہے جلدی فیصلہ کرو۔"

"آپ ان بدمعاشوں کو روک دیں۔ میں آپ سے اطمینان کے ساتھ باتیں کروں گا۔"

"یہاں ویرانی اور تنہائی ہے، سکون ہے۔ یہاں سے زیادہ اطمینان کہیں نہیں مل سکتا۔ جواب دو۔ کیا تم اپنے بیٹے کے متعلق اہم معلومات فراہم کرو گے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "میں اپنے بیٹے سے کیسے دشمنی کروں؟ جسے گود میں کھلایا جسے دیکھ دیکھ کر میں زندہ ہوں۔ کاش کہ آپ والدین کی محبت کو سمجھ سکتے۔ اولاد چاہے انہیں گولی مار دے لیکن وہ اپنی اولاد کو مصیبت میں نہیں دیکھ سکتے اور نہ ہی جان بوجھ کر اسے کسی دشمن کے حوالے کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے پھر اپنے بیٹے کے ہاتھوں مر جاؤ۔"

جلال بیگ کا خاص ماتحت اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہت دُور جا چکا تھا۔ وہاں سے اس نے پلٹ کر حشمت بیگ کو دیکھا۔

پھر رائفل اٹھا کر سینے پر باندھے ہوئے بم کا نشانہ باندھنے لگا...

حشمت بیگ تڑپنا چاہتا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھنا چاہتا تھا لیکن مجبور تھا، اٹھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے چیخ کر کہا "رُک جاؤ! پہلے میری بات سن لو۔"

میں نے جلال بیگ کے خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ حشمت بیگ کی کوئی بات سننا نہیں چاہتا تھا۔ وہ حکم کا بندہ تھا۔ فوراً ہی گولی مار کر قصہ تمام کرنا چاہتا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے رائفل نیچی کر لی۔ اپنے ماتحتوں کی طرف دیکھ کر بولا "تم لوگ اپنے اپنے ہتھیار پھینک کر دُور چلے جاؤ۔"

اس کے ماتحت حیرانی سے اس کا منہ تکنے لگے۔ وہ کوئی سوال نہیں کر سکتے تھے کیونکہ انہیں گونگا بہرا بننے کا حکم تھا، تاکہ فرہاد ان کے دماغوں تک نہ پہنچ سکے۔

اس ماتحت کی زبان سے میں نے ڈانٹ کر کہا "کیا تم لوگوں نے سنا نہیں۔ اپنے ہتھیار پھینک کر دُور چلے جاؤ۔ میں کسی مصلحت کی بنا پر ایسا کہہ رہا ہوں۔ کیا تم مجھے دشمن سمجھ رہے ہو؟"

انہوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور وہاں سے دُور جانے لگے۔ جب وہ دُور پہنچ گئے تو جلال بیگ کے خاص ماتحت نے رائفل سیدھی کی۔ پھر تڑاتڑ فائرنگ کرتے ہوئے اپنے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے لگا۔ دو آدمی تڑپ کر گرے۔ باقی دو ماتحت بھاگنے لگے لیکن وہ کتنی دُور جا سکتے تھے۔ موت تو ہر جگہ پہنچ جاتی ہے۔ تڑاتڑ دو بار فائرنگ کی آواز ویرانے میں گونجی پھر وہ دونوں بھی ریت پر گر کر تڑپنے لگے۔

اس نے رائفل پھینک دی اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے حشمت بیگ کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے کہا "میں نے تمہارے بیٹے کے چار ماتحتوں کو ختم کر دیا۔ اب تمہارے سامنے ہوں۔ تم سے پوچھتا ہوں۔ فرہاد کا ساتھ دو گے یا اپنے بیٹے کے ظالمانہ حکم کے مطابق مر جاؤ گے یا میں ابھی تمہیں گولی مار سکتا ہوں؟"

وہ حیرانی سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر اپنے سامنے کھڑے ہوئے اس شخص کو دیکھ رہا تھا اور میرے لب و لہجے کو محسوس کر رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "فرہاد صاحب! کیا آپ بول رہے ہیں؟"

"ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ جسم اس کا ہے، دماغ میرا ہے۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کے خلاف آپ کا ساتھ دوں؟"

"ساتھ نہیں دو گے، تو یہ شخص تمہیں گولی مار دے گا۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "یہ زندگی بھی کیا چیز ہے۔ زندہ رہنے کو دل چاہتا ہے لیکن میں کس دل سے بیٹے کی مخالفت کروں؟ نہیں فرہاد صاحب! آپ باپ کے دل کو نہیں سمجھ سکتے۔ وہ مجھے گولی مار دے۔ بیشک میں مر جاؤں گا۔ یہ اپنے طرف اور اپنی محبت کی بات ہے، میں بیٹے کا دشمن نہیں بن سکتا۔"

حشمت بیگ بدترین دشمن تھا لیکن اس کی باتوں نے اس وقت مجھے متاثر کیا۔ کاش، آج کل کے بچے اپنے والدین کی محبت کو سمجھ سکتے جو اولاد کی جاں نثاری کرتے ہیں۔ بیماری میں ان کے سرہانے بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کی ذرا سی مصیبت پر خود دلوں پر لیشان ہوتے ہیں۔ جیسے ساری مصیبتیں ان پر نازل ہو گئی ہوں۔

میں اس ماتحت کے دماغ پر قابض تھا وہ حشمت بیگ کے سامنے جھک کر اس بم کی آہنی ڈبیہ کے ڈھکن کو کھولنے لگا۔ پھر اس نے دائیں طرف والے تار کو ہٹا دیا۔ خطرہ ٹل گیا۔ اس کے بعد اس نے بیلٹ کو کھول کر بم کو اس کے سینے سے علیحدہ کر دیا اور اسے پوری قوت سے اپنے سر کے اوپر گھماتے ہوئے دُور پھینک دیا۔ وہ بم کہیں ریت میں جا کر دھنس گیا۔ کوئی دھماکہ نہیں ہوا۔

مقولڈی دیر بعد وہیل چیئر سے بندھا ہوا حشمت بیگ آزاد ہو چکا تھا اور کھڑے ہو کر اپنے دونوں بازوؤں کو سہلا رہا تھا میں نے کہا "اب اس رائفل کو ریت پر سے اٹھا لو اور تمہارے سامنے جو کھڑا ہوا ہے اسے گولی مار دو۔"

"نہیں۔ یہ میرے بیٹے کا ماتحت ہے۔ میں اسے کیسے مار سکتا ہوں؟"

"میں تمہیں اچھی بات سمجھا رہا ہوں۔ اگر تم اسے نہیں مارو گے اور میں اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دوں گا تو یہ تمہیں گولی مار دے گا، یقین نہ ہو تو خود ہی دیکھ لو۔"

یہ کہہ کر میں نے اس ماتحت کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا ہے پہلے تو وہ چکرایا۔ اپنے سر کو تھاما کہ چند لمحے تک سوچتا رہا پھر سمجھ گیا کہ میں نے اسے ٹریپ کیا تھا۔ اس نے کہا "فرہاد صاحب کیا آپ موجود ہیں؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے آس پاس دیکھا۔ اس کی رائفل ریت پر پڑی ہوئی تھی۔ وہ فوراً ہی لپک کر رائفل کو اٹھاتے ہوئے دُور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ ریگستان کے نشیبی حصّے میں ان کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے حشمت بیگ کی زبان سے کہا "ابھی تم نے اپنے چار ساتھیوں کو گولی کا نشانہ بنایا ہے۔ میں اس وقت فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں اب تمہارے سامنے حشمت بیگ ہے اور حشمت بیگ کے سامنے تم ہو۔ اگر تم حشمت بیگ کو گولی نہیں مارو گے اور ایسے ہی واپس جاؤ گے تو جلال بیگ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

ایسا کہنے کے بعد میں نے حشمت بیگ کے دماغ کو آزاد چھوڑ

دیا۔ اس وقت تک وہ ماتحت رائفل سیدھی کرتے ہوئے بولے رہا تھا۔ "مجھے اپنا کام انجام دے کر ہی واپس جانا ہوگا۔"

رائفل سیدھی ہوتی دیکھ کر حشمت بیگ پیچھے کی طرف بھاگنے لگا اور نہیں، نہیں کی گردان کرنے لگا۔ "مجھے گولی مت مارو۔ رُک جاؤ۔ مجھے میرے بیٹے کے پاس پہنچاؤ۔ میں اُسے سمجھاؤں گا، وہ میرا خون ہے۔ وہ میرا خون نہیں بہائے گا۔"

میں اس ماتحت کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس نے رائفل کی نال نیچی کرلی۔ اس کی جیب میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمٹر رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے نکال کر کسی نے رابطہ قائم کیا۔ پھر کوڈ ورڈز کا تبادلہ کرنے کے بعد کہنے لگا۔ "میں یہاں اس ویرانے میں مسٹر حشمت بیگ کے ساتھ تنہا ہوں۔ فرہاد صاحب نے میرے دماغ پر قابض ہو کر میرے چار ساتھیوں کو میرے ہی ہاتھوں سے گولی کا نشانہ بنا دیا ہے۔ اب میرے اور مسٹر حشمت بیگ کے درمیان ایک رائفل ہے۔ فرہاد صاحب جسے چاہیں گے اس کے ہاتھ میں رائفل پہنچا دیں گے اور اس کے ذریعے کسی ایک کو ہلاک کردیں گے۔"

دوسری طرف سے کسی نے اجنبی زبان میں پوچھا۔ میں نے اس ماتحت کے ذریعے اس کا ترجمہ معلوم کیا۔ پوچھا گیا تھا، کہ کیا حشمت بیگ کے سینے سے وہ بم ہٹا دیا گیا ہے؟"

ماتحت نے جواب دیا۔ "جی ہاں! حشمت بیگ کو اس بم سے نجات مل گئی ہے۔ اب ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوئے ہیں۔"

"مسٹر فرہاد سے پوچھو، وہ کیا چاہتے ہیں؟"

میں اس ماتحت کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولنے لگا۔ "وہ چاہتے تھے کہ مسٹر حشمت بیگ اپنے بیٹے کے خلاف ان کا ساتھ دیں لیکن مسٹر حشمت بیگ اولاد کی محبت سے مجبور تھے۔ انہوں نے مرجانا پسند کیا۔ لیکن اپنے بیٹے سے دشمنی منظور نہیں کی۔ باپ مہربان باپ ہوتا ہے۔ اپنے بیٹے کے خلاف موت کا سامان نہیں کرسکتا۔ ان کا یہ جواب سن کر مسٹر فرہاد نے انہیں معاف کردیا ہے۔ صرف اس لئے کہ وہ ایک باپ کے رشتے کا احترام کررہے ہیں لیکن آئندہ لیڈی سائرہ بانو اور مس مرجانہ کے خلاف کوئی کارروائی ہوگی تو حشمت بیگ کو اسی وقت ختم کردیا جائے گا۔"

دوسری طرف سے ٹرانسمٹر پر کہا گیا۔ "آپ مسٹر فرہاد کو یقین دلائیں کہ لیڈی سائرہ بانو اور مس مرجانہ سے آئندہ کبھی دشمنی نہیں کی جائے گی۔ وہ اطمینان رکھیں۔ جلال بیگ آئندہ دوست بن کر رہنے کی کوشش کرے گا۔"

میں نے اس ماتحت کی زبان سے کہا۔ "مسٹر فرہاد کو دوستی نہیں جلال بیگ کا سر چاہیے۔ اپنی ٹیلی پیتھی کے لئے ایک گھر چاہیے اور ان کا دعویٰ ہے کہ جلال بیگ کے دماغ میں اپنا گھر بنا کر وہیں رہیں گے۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "جب مسٹر فرہاد نے مسٹر حشمت بیگ کو معاف کردیا ہے۔ جب ہم لیڈی سائرہ بانو اور مس مرجانہ کو آئندہ کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے تو پھر دشمنی باقی نہیں رہتی۔ پھر فرہاد صاحب کیوں مسٹر جلال بیگ سے دشمنی کرنا چاہتے ہیں؟"

اس ماتحت نے جواب دیا۔ "جلال بیگ دنیا کا ذلیل ترین انسان ہے۔ اس نے پاکستان کے خلاف کام کیا ہے فرہاد صاحب اس کے دو ہزار ٹکڑے کریں گے۔"

"ٹھیک ہے ہم فرہاد صاحب کی اس خواہش کو اپنے بگ باس تک پہنچا دیں گے۔ فی الحال تم مسٹر حشمت بیگ کو واپس لے آؤ۔"

اس ماتحت نے ٹرانسمٹر سے رابطہ ختم کرنے کے بعد اسے جیب میں رکھتے ہوئے حشمت بیگ کی طرف دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "مسٹر فرہاد! کیا آپ موجود ہیں؟"

"میں موجود ہوں اور تم دونوں کو یہاں سے بخیریت واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں۔"

میرے بات سنتے ہی وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب آئے پھر وہاں سے اس طرف چلنے لگے۔ جہاں وہ سڑک پر گاڑی چھوڑ کر آئے تھے۔ وہ دونوں خاموش تھے اور اپنی اپنی جگہ سوچتے جا رہے تھے۔ میں نے حشمت بیگ کے دماغ میں اس کی سوچ کے ذریعے کہا۔ "میرے بیٹے نے کتنی جلدی ہمت ہار دی تھی اور مجھے گولی مارنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ یا اللہ! کیا خون خون کا دشمن ہوجاتا ہے یہ کیسی بات ہے۔ میں سوچتا ہوں تو دل ڈوبنے لگتا ہے۔ اس دنیا سے نفرت ہوجاتی ہے۔ تمام رشتوں کو چھوڑ کر کہیں دور چلے جانے کو جی چاہتا ہے۔ بیٹے سے ضرور پوچھوں گا کہ وہ میری جان کا دشمن کیوں بن گیا تھا؟"

حشمت بیگ نے اپنے طور پر سوچا۔ لیکن میں کیسے پوچھوں گا؟ بلاواسطہ اس سے گفتگو نہیں ہوتی ہے۔ ایک بات میں کہتا ہوں تو اس کا جواب کئی گھنٹے کے بعد اور بعض اوقات کئی دن کے بعد ملتا ہے۔ وہ اس قدر مصروف رہتا ہے اور ایسا گمنام اور گوشہ نشین ہوتا ہے کہ وہاں تک میری رسائی نہیں ہوتی۔"

اِس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات آٹھویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں

نویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دلوٹا

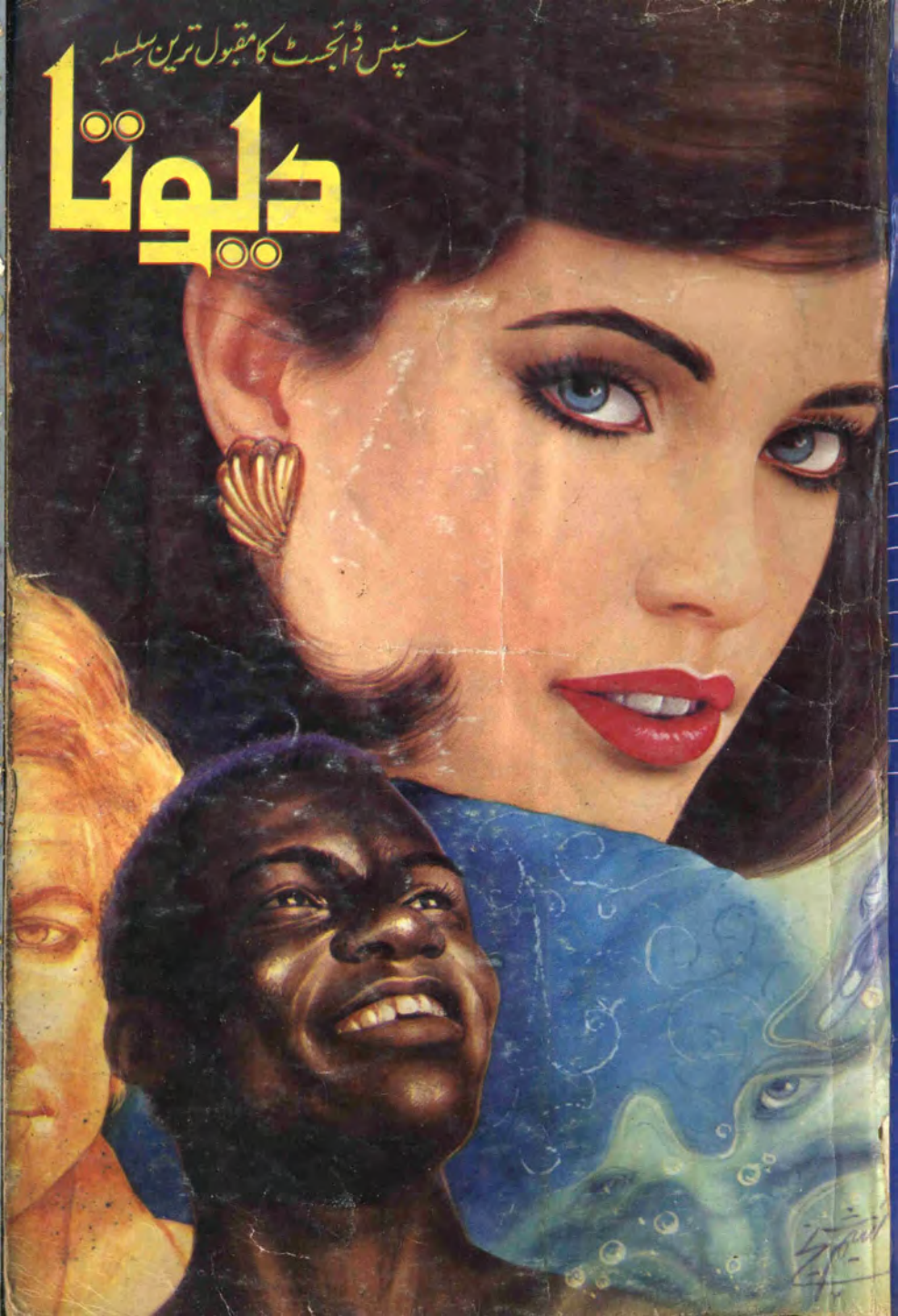

سسپنس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی

سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

دیوتا

آٹھواں حصہ

راوی:۔ فرہاد علی تیمور

مصنف:۔ محی الدین نواب

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ - کراچی - ۱

میں اسے خیال خوانی کے ذریعے ابھار رہا تھا۔ میری کوشش یہ تھی کہ کسی طرح اس کے دماغ سے جلال بیگ کے متعلق معلومات حاصل کروں۔ مگر مجھے احساس ہوا کہ وہ شعوری طور پر معلومات پہنچانے والی کوئی بات نہیں سوچے گا۔ جب وہ رات کو گہری نیند میں ہوگا تو میں اسے ٹریپ کروں گا۔ اسے اپنا معمول بناؤں گا۔ پھر اپنے مطلب کی بات حاصل کروں گا۔ یہ سوچ کر میں اس کے پاس سے واپس آ گیا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ میں نے اٹھ کر اسے کھول دیا۔ مادام روزانہ سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ "کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟"

میں نے ایک طرف ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔ وہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔ "سرلا دیوی کی طبیعت علیل ہے۔ وہ تمہارے ساتھ باہر نہیں جا سکیں گی۔"

"کوئی بات نہیں، میں بھی آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

مادام روزانہ نے مجھے میٹھی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم چاہو تو میں تمہیں لندن کی سیر کرا سکتی ہوں۔ ہم یہ رات کہیں دوسری جگہ گزاریں گے۔"

"نہیں مادام! میں آج مصروف رہنا چاہتا ہوں۔ میرے کھانے کا یہیں بندوبست کر دیا جائے۔ میں کل ہی یہاں سے نکلوں گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ باتوں ہی باتوں میں مجھے اکساتی رہی کہ میں اس کے ساتھ کہیں چلوں۔ وہ مجھے اپنی شخصیت سے، اپنی اداؤں سے، اپنی باتوں سے متاثر کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن تھوڑی دیر بعد مایوس ہو کر چلی گئی۔ ایک گھنٹے کے بعد ڈائننگ روم میں سرلا سے سامنا ہوا۔ کھانے کے دوران اس کی نظریں جھکی رہیں۔ وہ مجھے دیکھنے سے کترا رہی تھی۔ میں نے آہستگی سے کہا۔ "سرلا! اس طرح لوگوں کو شبہ ہوگا کہ میں پران پریمی نہیں ہوں۔ تم اپنے پتی کے سامنے اسی طرح خاموش اور گم صم رہتی ہو؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "میں کوشش کر رہی ہوں کہ اچھی طرح اپنا رول ادا کر سکوں، لیکن تمہیں دیکھتی ہوں تو مجھے کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ میں اس کی وضاحت نہیں کر سکتی۔"

"وضاحت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں تمہارے دل و دماغ کو اچھی طرح پڑھ سکتا ہوں۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ جیسے وہ میری ٹیلی پیتھی کو بھول گئی تھی۔ اب اسے یاد آ رہا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میں اس کے دماغ میں محض کراس کے چبھتے ہوئے جذبوں کو سمجھ سکتا ہوں۔

سرلا نے بے یقینی سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم دماغ میں چھپی ہوئی ساری باتوں کو پڑھ لیتے ہو؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا، ایک دم سے اس کی نظریں جھک گئیں۔ حیا سے چہرہ تمتمانے لگا۔ وہ میری نظروں سے چھپنا چاہتی تھی۔ پہلے اسے سمجھ میں نہیں آیا تو اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو چھپا لیا۔ پھر خیال آیا کہ وہ تو سر سے پاؤں تک میرے سامنے موجود ہے۔ وہ فوراً ہی وہاں سے اٹھ گئی۔ میری طرف سے پلٹ کر تیزی سے چلتے ہوئے ڈائننگ روم سے باہر نکل گئی۔

باہر جانے کے بعد تھوڑا اطمینان ہوا کہ اب وہ میری نظروں میں نہیں ہے۔ اس نے پلٹ کر ڈائننگ روم کی طرف دیکھا۔ تب اچانک ہی خیال آیا کہ وہ ٹیلی پیتھی کی نظروں میں ہے اور میں یقیناً اس کے دماغ میں اس وقت موجود ہوں۔ اسے دیکھ رہا ہوں، اسے پڑھ رہا ہوں۔

وہ پریشان ہونے لگی۔ پھر اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔ "فرہاد صاحب! کیا آپ موجود ہیں؟"

اس نے جواب کا انتظار کیا، پھر پوچھا۔ "دیکھئے! اگر آپ

موجود ہوں تو مجھ سے نہ پوچھیں۔ آپ کو خدا کا واسطہ ہے۔۔ مجھے بتا دیں۔"

میں فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس نے خدا کا واسطہ دیا تھا لہٰذا اب اس کے دماغ میں ٹھہرنا مناسب نہیں تھا۔ مجھے اس کے حال پر ترس آ رہا تھا۔ وہ جتنی حسین تھی، اتنی ہی ذہین بھی تھی۔ جتنی خوش نصیب تھی اتنی ہی بدنصیب بھی تھی۔ ذہین اس طرح کہ اس کی یادداشت قابلِ رشک تھی۔ ذرا ذرا سی باتیں اس کے حافظے میں محفوظ رہتی تھیں۔ سپر ماسٹر کی تنظیم کے لوگ اسے جینا پھوتا الٹانیکلو پیڈیا کہتے تھے۔ وہ اس لحاظ سے خوش نصیب تھی کہ اس کے پاس دولت کی فراوانی تھی۔ وہ دنیا کی ہر قیمتی چیز خرید سکتی تھی۔ لیکن بدنصیب بھی ایسی تھی کہ سب کچھ خریدنے کے باوجود ایک ازدواجی مسرت نہیں خرید سکتی تھی۔

کھانے سے فارغ ہو کر میں واپس اپنے کمرے میں آیا۔ پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے ایک کرسی پر بیٹھ کر حشمت بیگ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بھی کھانے پینے کے بعد ایک بستر پر گہری نیند سو رہا تھا۔ جب تک اس کے سینے سے وہ بم بندھا رہا تھا، اس کی بھوک مر گئی تھی اور نیند اڑ گئی تھی۔ اب موت ٹل گئی تھی تو وہ کسی مُردے کی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

نیند کی حالت میں آدمی کا دماغ ایک کھلی ہوئی کتاب کی مانند ہوتا ہے۔ اسے ٹیلی پیتھی کی آنکھیں پڑھ لیتی ہیں۔ کتاب کے اس حصّے کا بھی مطالعہ کر لیتی ہیں جسے وہ شخص شعوری طور پر جاگنے کے دوران دُنیا والوں سے چھپاتا ہے۔ یہی موقع تھا کہ میں حشمت بیگ کے دماغ کو ایک کھُلی کتاب کی طرح پڑھ سکتا تھا۔

اور میں پڑھنے لگا۔ ایک باپ کی یادداشت میں بیٹے کی پوری ہسٹری محفوظ تھی۔ معلوم ہوا کہ جلال بیگ کا قد ساڑھے چھ فٹ ہے۔ جسم صحت مند اور فولادی ہے۔ وہ لذیذ کھانوں کا شوقین ہے، عمدہ لباس پہنتا ہے، بہت ہی نفاست پسند ہے۔ فدّی اور خودسر ہے، خود سے برتر کسی کو نہیں سمجھتا۔ کوئی اس سے زیادہ قوی ہو، ذہین ہو، باصلاحیت ہو تو ہمیشہ اسے زیر کرنے کے منصوبے بناتا ہے اور اس پر عمل بھی کر تا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ کسی کو دوست نہیں بناتا اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کبھی کسی کو دوست بنا لے تو اس کے لئے جان کی بازی لگا دیتا ہے۔

حشمت بیگ کا دماغ پڑھتے وقت خیال آیا کہ یہ ایک باپ کا دماغ ہے۔ اپنے بیٹے کی بُرائی کم بتائے گا، اور تعریفیں زیادہ کرے گا۔ لہٰذا خود اپنی طرف سے سوالات کر کے صحیح جواب اس کے دماغ سے کُریدنا چاہئے۔ یہ سوچ کر میں نے پہلا سوال کیا۔ "کیا جلال بیگ میں کوئی خاص بُرائی ہے؟"

اس کا دماغ چند ساعتوں کے لئے چپ رہا۔ پھر جواب ملا۔ "میرے بیٹے میں کوئی بُرائی نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔ "تم جھوٹ بولتے ہو۔ کیا یہ بُرائی نہیں ہے کہ جن سے دُور کا بھی تعلق نہ ہو ان سے دشمنی کی جائے، انہیں جنگلوں میں بھٹکایا جائے۔ جن لوگوں نے ہمارے ملک کے ٹکڑے کئے، ان میں جلال بیگ کا نام بھی آتا ہے۔ کیا یہ اسکی بدترین بُرائی نہیں ہے؟"

حشمت بیگ کے دماغ سے جواب ابھرا۔ "یہ میرے بیٹے کی سیاست ہے اور وہ سیاست میں اپنے مفاد کو دیکھتا ہے۔ برائیوں کا حساب نہیں کرتا۔"

"مگر میں تم سے حساب کر رہا ہوں۔ تم میرے سوال کا صحیح جواب دو، کیا وہ شراب پیتا ہے؟"

"بالکل نہیں۔"

"کیا وہ جُوا کھیلتا ہے؟"

"کبھی کبھی شغل کے طور پر کھیلتا ہے مگر عادی نہیں ہے۔"

"کیا عورتوں سے لپچی لیتا ہے؟"

"میں نے بتایا نا کہ وہ کسی کو دوست نہیں بناتا۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔ مگر دوست بنا لے تو پھر اس پر جان نچھاور کر دیتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ کسی بہت ہی حسین لڑکی کو چاہتا ہے۔ اس سے بے انتہا محبت کرتا ہے مگر وہ کون ہے؟ میں اسے آج تک نہیں دیکھ سکا۔ میں نے اسے دیکھنے کی فرمائش بھی کی تھی لیکن بیٹے نے یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ فرہاد میرے اور اس کی محبوبہ کے دماغوں کو پھلانگتا ہوا اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ اس لئے میں نے صبر کر لیا۔ فرہاد کی وجہ سے میں آج تک اپنی ہونے والی بہو کو نہیں دیکھ سکا۔"

"کیا جلال بیگ میں کوئی جسمانی عیب ہے؟"

"کوئی عیب نہیں ہے۔"

"وہ سگریٹ ضرور پیتا ہوگا؟"

"وہ سگریٹ کے دھوئیں سے بھی نفرت کرتا ہے۔"

"اس کے چہرے یا جسم کے کسی دوسرے حصّے پر کوئی پیدائشی نشان ہے؟"

"نہیں ہے۔"

"کوئی زخم کا نشان ہے؟"

"نہیں ہے۔"

مجھے بڑی کوفت ہوئی، کیا وہ کم بخت دنیا سے نرالا تھا کہ نہ کوئی جسمانی عیب تھا نہ کوئی بُری عادت تھی۔ میں نے ایک ذرا سوچنے کے بعد پھر سوال کیا۔ "ماں باپ کو اپنی اولاد کی... حرکتیں بُری بیماری لگتی ہیں۔ تمہیں اپنے بیٹے کی کون سی حرکت بیماری لگتی ہے؟"

"جب میرا بیٹا مسکراتا ہے تو اس کے دائیں طرف کے دونوں ہونٹ آپس میں مل جاتے ہیں اور بائیں طرف کے دونوں ہونٹوں کے گوشے کھل جاتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "یہ تو مسکرانے کا بھونڈا سا انداز ہے۔"

"ہے تو بھونڈا سا انداز، لیکن میرے بیٹے کے چہرے پر یہ مسکراہٹ بڑی بھلی لگتی ہے، یہ انداز مجھے بہت ہی پیارا لگتا ہے یوں معلوم ہوتا ہے، جیسے ہونٹوں کے ایک گوشے سے مسکرا رہا ہو۔ اور دوسرے گوشے کے پیچھے اپنی کسی چال کو چھپا رہا ہو۔ میرا بیٹا اندر سے بہت گہرا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "اس کی صلاحیتوں کے متعلق کچھ بتاؤ۔"

اس نے جواب دیا۔ "میرے بیٹے کو تمام دنیا کے علوم و فنون حاصل کرنے کا خبط سوار رہتا ہے۔ وہ ادویات سازی کا ماہر ہے۔ سرجری میں بھی مہارت رکھتا ہے۔ تل ابیب کی عدالت عالیہ میں تین برس تک ایک بیرسٹر کی حیثیت سے شہرت حاصل کر چکا ہے۔ ایک اچھا فائیٹر بھی ہے لیکن اتنا ذہین ہے کہ دشمن کو لڑنے کا موقع ہی نہیں دیتا۔ اپنی ذہانت سے انہیں زیر کر دیتا ہے۔"

"کیا وہ مختلف زبانیں جانتا ہے؟"

"وہ سات زبانیں جانتا ہے۔ اردو، فارسی، عربی، انگریزی، فرانسیسی، جرمنی اور عبرانی۔"

وہ نیند کی حالت میں بھی اپنے بیٹے کے گُن گاتا تھا۔ ایسا اکثر ہوتا ہے جو والدین اپنی اولاد کو دل و جان سے چاہتے ہیں۔ اور ہمیشہ اس کی تعریفیں کرتے رہتے ہیں۔ وہ خواب کی حالت میں بھی اپنی اولاد کو آسمان کی بلندیوں پر پرواز کرتے ہوئے دیکھتے رہتے ہیں۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ہدایت دی کہ اب وہ گہری نیند سوتا رہے گا۔ جب صبح کو بیدار ہوگا تو خوابیدہ حالت میں ہونے والے سوال و جواب کو بالکل بھول جائے گا۔

میں پرتن پریمی کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک وہاں بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اٹھ کر باتھ روم میں آیا۔ وہاں ایک بڑا سا آئینہ دیوار پر لگا ہوا تھا۔ آئینے کے پاس پہنچ کر میں نے اپنے ہونٹوں کے دائیں حصّے کو دبایا اور بائیں طرف کے ہونٹ کو کھول کر مسکرانے کی کوشش کی۔ آئینے میں دیکھ کر پتہ چلا کہ ایسی مسکراہٹ میں کتنی مکاری ہوتی ہے اور بڑا ہی بھونڈا پن ہوتا ہے۔ مگر یہی مسکراہٹ حشمت بیگ کو پسند تھی، کیونکہ یہ اس کے بیٹے کی مسکراہٹ تھی۔

پہلے اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ میں حشمت بیگ کے دماغ سے اس کے بیٹے کی کسی ایک کمزوری تک پہنچ سکتا ہوں اور اس کمزوری کے ذریعے پھر اس کے بیٹے تک پہنچ سکتا ہوں۔ دراصل پچھلے دنوں میں ذہنی اُلجھنوں میں مبتلا رہا۔ میرے تمام ساتھی پے در پے نئے مسائل سے دوچار ہوتے رہے۔ پھر سائرہ بانو کے ساتھ جو بم باندھا گیا تھا اس نے ہمارے ہوش اڑا دیئے تھے۔ اب ہوش آتے ہی یہ بات سمجھائی دی تھی۔ مجھے جلال بیگ کے مسکرانے کا ایک خاص انداز معلوم ہو گیا تھا۔ اس طرح بہت کم لوگ مسکراتے ہیں۔ ان کم لوگوں میں ایک جلال بیگ بھی تھا۔ بشرطیکہ وہ لندن میں موجود ہو۔

ویسے وہ دونوں باپ بیٹے اب مسلمان نہیں رہے تھے۔ اگر جلال بیگ مسلمان ہوتا تو اسے تل ابیب کی عدالتوں میں بیرسٹری کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسے بھی وہاں کی جیلوں کی تنگ و تاریک کوٹھریوں اور اذیتیں پہنچانے والے کمپنیوں میں دوسرے مسلمانوں کی طرح قیدی بنا کر رکھا جاتا ——— میں باتھ روم سے نکل کر کمرے میں آ گیا۔ وہاں آرام سے بستر پر لیٹ کر سوچنے لگا۔ کہ دو سو دن مجھے کسی ایسے کلب میں جانا چاہئے۔ جہاں کچھ یہودی مردوں اور عورتوں سے سامنا ہو۔ میں ان میں سے کسی کے خیالات پڑھوں اور ان کے ذریعے ان کے ڈیڈوں تک پہنچنے کی کوشش کروں۔

اس مقصد کے لئے سراغ کا تعاون ضروری تھا۔ وہی مجھے لندن میں ایک جگہ سے دوسری جگہ باآسانی پہنچا سکتی تھی خصوصاً یہودیوں تک میری رسائی اسی کی مدد سے ہو سکتی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔

وہ اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ سونے کی کوشش کر رہی تھی۔ نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ پرتن پریمی کے متعلق سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے متعلق سوچتی تو اس کے خیالات میری طرف بھٹک جاتے تھے۔

یہ اس پر ظلم ہو رہا تھا۔ دیکھا جائے تو یہ ظلم میری وجہ سے ہو رہا تھا۔ سپر ماسٹر کی طرف سے حکم صادر ہوا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ کر نہ جائے۔ اپنے بستی سے دُور رہے اور میرے قریب رہے۔ میں نے فوراً ہی ماسٹر نوبین سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "ہیلو، ماسٹر! میں ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمایئے۔ میں آپ کی ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ سراغ دیوی کو کل ہی کسی فلائیٹ سے نیویارک پرتن پریمی کے پاس پہنچا دیا جائے۔"

"کیا بات ہے جناب! کیا سراغ سے آپ کو شکایت ہے یا اس نے آپ سے کہا ہے کہ آپ سفارش کریں گے تو اسے بھیج دیا جائے گا۔ کسی طرح بھی آپ کو مجبور کیا گیا ہو تو آپ ہم سے نہ چھپائیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بے چاری سراغ بہت تعاون کر رہی ہے۔ میرا ہر طرح خیال رکھتی ہے۔ لیکن میں نہیں چاہتا تھا

کہ میں شوہر کے روپ میں اس کے پاس رہوں اور وہ اپنے شوہر سے دُور رہے۔ میں صرف انسانی ہمدردی کے تحت ایسا چاہتا ہوں۔"

"لیکن جناب! مادام رعنانہ بتا رہی تھیں کہ آپ یہودیوں کے متعلق معلومات حاصل کر رہے تھے اور اس سلسلے میں سرلا دیوی آپ کی بھرپور مدد کر سکتی ہیں۔"

"یہ درست ہے۔ آپ سرلا سے اتنا کہہ دیں کہ آج رات وہ آرام نہ کرے۔ اس وقت مجھے کسی کلب وغیرہ میں اپنے ساتھ لے جائے دو چار یہودیوں سے میرا تعارف کرا دے۔ اس کے بعد سرلا کا کام ختم ہو جائے گا۔ وہ دو چار یہودی مجھے دو چار لاکھ یہودیوں تک پہنچا دیں گے۔"

"یہ تو ہم نے سوچا ہی نہیں تھا کہ آپ ایک کے ذریعے ایک لاکھ تک پہنچ سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے میں ابھی دونوں میاں بیوی کو یہ خوش خبری سنا دیتا ہوں کہ وہ جلد ہی ایک دو ہفتے سے لا دیے جائیں گے۔"

میں نے خاموشی اختیار کی جگر اس کے دماغ کو ٹٹولتا رہا۔ اب وہ سرلا سے فون پر رابطہ قائم کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی میں نے باذو والے کمرے میں فون کی گھنٹی کی آواز سنی۔ میں سرلا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بستر پر کروٹ بدل کر فون کا رسیور اٹھا رہی تھی۔ پھر اس نے ہیلو کہا۔ ماسٹر کی آواز سن کر فوراً ہی بیٹھ گئی۔ ماسٹر اسے بتا رہا تھا کہ کول ہی اسے نیویارک بھیج دیا جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ابھی فراد کے پاس جائے گا اور وہ جو چاہتا ہے کہ اس پر عمل کرے۔

اسے پران پریمی کے پاس بھیجا جا رہا تھا۔ یہ بڑی خوشی کی بات تھی۔ لیکن اس بات نے اسے پریشان کر دیا کہ وہ اس وقت فراد کے کمرے میں جائے اور فراد جو چاہتا ہے۔ اس پر عمل کرے۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"مسٹر فراد کیا چاہتے ہیں؟"

ماسٹر نے جواب دیا۔ "یہ سوال تمہیں خود اپنے مہمان سے کرنا چاہئے اور تمہارا مہمان ہم سب کے لئے معزز ہے۔"

وہ بولی۔ "ٹھیک ہے مگر آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ جب ہم نے سپر ماسٹر کی تنظیم میں شرکت کی تو ہماری شرائط میں سب سے پہلی شرط یہی تھی کہ میرے پتی پران پریمی کبھی کسی عورت سے دلچسپی نہیں لیں گے اور نہ ہی مجھے کسی مرد کے ساتھ فلرٹ کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ خواہ کیسی ہی ضرورت پیش آئے۔"

"ہمیں تم میاں بیوی کی شرطیں یاد ہیں۔ تم جا کر دیکھو تو سہی کہ مسٹر فراد کیا چاہتے ہیں؟"

"میں ابھی جا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے رسیور رکھ دیا۔ اٹھ کر لباس کو درست کیا اور کمرے سے نکل کر میرے کمرے کی طرف آنے لگی۔ میں بستر کے سرہانے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے ذرا بلند آواز سے کہا۔ "آ جاؤ۔"

دروازہ کھلا تو وہ سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ شکنیں بتا رہی تھیں کہ کتنی دیر سے وہ بستر پر کروٹیں بدلتی رہی ہے۔ میں نے پوچھا۔ "کیا میرا پیغام ماسٹر نیمن نے پہنچا دیا تھا؟"

وہ کمرے کے اندر آ کر بولی۔ "ہاں پہنچا دیا تھا مگر اتنی دیر سے پیغام پہنچانے کی کیا ضرورت تھی جبکہ میں پاس والے کمرے میں ہی موجود ہوں۔"

میں نے جواب دیا۔ "میں ایک عرصے سے خیال خوانی کر رہا ہوں۔ میرے تجربات نے مجھے سمجھایا ہے کہ کسی شریف عورت کے دماغ میں بغیر اجازت کے نہیں پہنچنا چاہئے۔ اسی لئے میں تمہارے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے مجبوراً ماسٹر کے ذریعے تمہیں یہاں پر بلوایا ہے۔"

وہ مجھے تعریفی نظروں سے دیکھنے لگی، پھر بولی۔ "مسٹر فراد! میں نے آپ کا ریکارڈ پڑھا ہے۔ آپ کی بہت ساری خوبیوں کے ساتھ جو چند خامیاں بتائی گئی ہیں۔ ان میں یہ بات بھی ہے کہ آپ بے حد عیاش ہیں اور ہر حسین اور جوان عورت پر مرمٹتے ہیں لیکن آج یہ بات غلط ثابت ہو رہی ہے۔"

"سرلا دیوی! بیشک میں عیاش تھا، لیکن رفتہ رفتہ تجربات سکھا دیتے ہیں کہ انسان کو کس طرح سنبھل سنبھل کر زندگی گزارنی چاہئے اور دوسری عورتوں کی بھی عزت کرنی چاہئے۔ میں تمہاری بے حد عزت کرتا ہوں اور تمہیں ایک بہت ہی ذہین اور پُرخلوص دوست سمجھتا ہوں۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ کیا تم مجھ پر مہربان ہو کہتے ہوئے اس وقت میرے ساتھ باہر چلو گی؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "آپ کے لئے تو میں جان بھی دے دوں گی مجھے آپ کی طرف سے یہی خلوص اور اعتماد چاہئے۔ میں ابھی تیار ہو کر آتی ہوں۔"

وہ کمرے سے چلی گئی۔ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس وقت وہ بہت خوش تھی۔ میں نے اس کا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ اسے اب یقین ہو گیا تھا کہ میں اسے کسی طرح بھی نہیں چھیڑوں گا۔ اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ٹریپ کروں گا۔ اس کی دوسری خوشی یہ تھی کہ وہ کل کسی وقت اپنے پتی سے ملنے کے لئے نیویارک جانے والی تھی۔ میں بستر سے اٹھ کر باہر جانے کے لئے تیار ہونے لگا۔

چار ماہ گزر گئے۔

ان چار مہینوں میں بہت سے واقعات پیش آئے۔ میری ساتھی عورتیں مختلف ممالک میں عارضی طور پر آباد ہو گئیں۔ یہ سب باتیں بہت زیادہ اہم نہیں ہیں۔ اس لئے میں انہیں تفصیل سے پیش نہیں کر رہا ہوں۔ مختصر طور پر بیان کرتا ہوں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے لندن میں اپنی پہلی رات سرلا کے ساتھ باہر تفریح میں گزاری۔ سرلا مجھے دو نائٹ کلبوں میں لے گئی، وہاں اس نے دو یہودیوں سے ملاقات کرائی جو اس کے شناسا تھے۔ دوسرے دن وہ نیویارک اپنے پتی کے پاس چلی گئی میں پران پریمی کے ایک پرائیویٹ بنگلے میں منتقل ہو گیا جہاں اس کا کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔ وہاں میں آرام سے رہ سکتا تھا۔

اس پرائیویٹ بنگلے کا نام پران نیواس تھا۔ وہاں میں نے آرام سے بیٹھ کر ان دو یہودیوں کے دماغوں کو ٹٹولا۔ ان کے ذریعے ان کے شناساؤں تک پہنچا۔ ان کے شناساؤں کے ذریعے پھر ان کے یہودی شناساؤں تک پہنچا۔ یہ عمل ایک ہفتے تک جاری رہا لیکن کوئی کام کی بات معلوم نہ ہو سکی۔ وہ سب عام لوگ تھے۔ ان کا تعلق کاروبار سے تھا یا اپنی مذہبی یا سماجی تقریبات میں وہ دلچسپی لیتے رہے لیکن یہودیوں کا کوئی ایسا افسر یا لیڈر یا سرغنہ نہیں تھا جس کا تعلق جلال بیگ سے ہوتا۔ ماسٹر نیمن نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں پران پریمی کے روپ میں رہ کر یہودیوں کے کسی خاص کلب میں نہ جاؤں۔ وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ کتنے یہودی پران پریمی کو جانتے ہیں۔ شاید ان میں سے کوئی پران پریمی کو سپر ماسٹر کا آدمی سمجھتا ہو۔ اس لئے مجھے محتاط سے رہنا چاہئے۔

اس رکاوٹ کے سبب میں چار مہینے میں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکا۔ پران پریمی کا میک اپ میرے راستے میں رکاوٹ بن رہا تھا۔ لیکن یہ روپ اختیار کر کے میں بہت بڑے ذرائع کا مالک بن گیا تھا۔ ہر جگہ میری عزت تھی۔ میں لندن کی اہم شخصیتوں سے ملتا رہتا تھا۔ یہ امید بھی تھی کہ شاید انہی شخصیتوں میں سے جلال بیگ بھی مجھ سے ٹکرا جائے۔

میں جہاں بھی جاتا تھا۔ وہاں کسی کو خبر معمولی انداز میں مسکراتے دیکھ کر سوچنے لگتا تھا۔ مجھے جلال بیگ یاد آ جاتا۔ اس کا انداز سبھی سے مختلف تھا۔ ایسی مسکراہٹ میں نے اب تک اور کسی کے چہرے پر نہیں دیکھی تھی۔ کوئی ہونٹوں کو اس انداز میں بگاڑتا نہیں تھا۔ اگر مجھے کوئی پُراسرار شخص نظر آ جاتا تو میں اس کے پیچھے پڑ جاتا۔ اسے کسی نہ کسی طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعے مسکرانے پر مجبور کرتا۔ پھر اس کی مسکراہٹ دیکھ کر مایوس ہو جاتا۔ وہ جلال بیگ والی مسکراہٹ مجھے نظر نہیں آ رہی تھی۔

زندگی کے حیرت انگیز فنی تجربہ شناسی
تحریر اور شخصیت
احساسِ کمتری
اسباب - تدارک - علاج
مکتبہ نفسیات

چار ماہ کے عرصے میں رسونتی غلام کے ساتھ افریقہ کے مشرقی کنارے پہنچ گئی تھی ــــ دارالسلام کے ایک مضافاتی علاقے میں غلام نے بہت خوبصورت مینیں تیتاً حاصل کی تھیں۔ وہاں رسونتی کے لئے ایک خوبصورت سا کاٹیج تیار کیا تھا۔ اپنے قابلِ اعتماد لوگوں کو اپنے ہاں آ کر آباد ہونے کی دعوت دیتا تھا۔ اس کے ذہن میں یہی بات تھی کہ میرے پیدا ہونے والے بچے کے آس پاس مسلمانوں کا ہونا لازمی ہے۔

رسونتی اب صحت مند ہو گئی تھی۔ اس نے پھر یوگا کی مشقیں شروع کر دی تھیں۔ اپنی عادت کے مطابق وہ روز صبح بیدار ہوتی تھی اور صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے ہی سانس روکنے کی مشقیں کرتی رہتی تھی۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ ذہنی اور جسمانی طور پر چاق و چوبند رہا کرتی ہے۔ اس کے خیال کے مطابق وہ جلد ہی سانس روکنے کی عادی ہو جائے گی۔ اس کی کوشش یہی تھی کہ ماں بننے سے پہلے اس کی ٹیلی پیتھی واپس آ جائے لیکن میرا خیال تھا کہ ایسا نہیں ہو سکے گا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جائے گا، اور بچے کی ولادت کا وقت قریب آتا جائے گا ــــ وہ جسمانی طور پر کمزور ہوتی جائے گی ــــ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں شاید اس کے بعد ہی اسے واپس مل سکیں۔

مرجانہ اور ڈیئر جمال لندن پہنچ گئے تھے۔ وہ دونوں عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والے باپ بیٹے کی حیثیت سے آئے تھے۔ مرجانہ کا نام مس ماریہ اور ڈیئر جمال کا نام مسٹر شان دو گلس تھا

ڈیئر جمال نے اپنے جعلی پاسپورٹ اور دیگر کاغذات کے مطابق خود کو بنکاک کا ایک بہت بڑا صنعت کار ظاہر کیا تھا۔ اپنی بیٹی ماریہ کے ساتھ ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ پہلے مرجانہ عرف ماریہ کو ایک بہت بڑے ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ پھر ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ علاج طویل ہے لہٰذا اسے اپنے مکان میں رہنا چاہئے اور اپنے ڈاکٹروں سے رابطہ قائم کرتے رہنا چاہئے۔

اب ان کی رہائش ایک کرائے کے کاٹیج میں تھی۔ لندن، فرانس، جرمنی، اٹلی، ترکی، ہندوستان اور پاکستان کے بینکوں میں سائرہ بانو کے لاکھوں اور کروڑوں ڈالر جمع رہتے تھے... سائرہ بانو نے مرجانہ کو سادے چیکوں پر دستخط کر کے دے دیئے تھے تاکہ وہ ضرورت کے وقت لندن کے بنک سے رقومات نکال سکے اور اگر کسی قسم کی دشواری ہو تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی تمام دشواریوں کو آسان کر دوں۔

پہلے ہم جس ملک میں پہنچے تھے۔ پیرس ماسٹر کے ذریعے وہاں کی کرنسی حاصل کر لیتے تھے اور دوسری طرح کی آسائشیں بھی حاصل ہو جاتی تھیں لیکن میں نے اپنی تمام سائنسیوں کو منع کر دیا تھا کہ وہ پیرس ماسٹر سے کوئی رابطہ نہ رکھیں اور کسی بھی مدد کی توقع نہ کریں۔ میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے سائرہ بانو نے اپنے بنک اکاؤنٹ کے مطابق وہ سارے چیک مرجانہ کو دے دیئے تھے۔ اس سلسلے میں ایک بار پریشانی ہوئی۔ بنک کے منیجر نے کسی شبہ کا اظہار کیا۔ کیونکہ ڈیئر جمال نے بیک وقت پچاس ہزار پونڈ بنک سے نکلوانے چاہے تھے اور سائرہ بانو کی رہائش قانونی طور پر پیرس میں تھی۔ اس لئے وہ تصدیق کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہ کام آسان کر دیا۔

میں ایسے کام کیسے کر لیتا ہوں؟ یہ میرے قارئین اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔ اس لئے میں ان تفصیلات میں جاتا نہیں چاہتا۔ اب سونیا کی طرف آتا ہوں۔ وہ سائرہ بانو کے ساتھ پاکستان پہنچ گئی تھی۔ سائرہ بانو اپنے اصلی روپ میں تھیں۔ مرجانہ کا وجود پاکستان میں ثابت کرنے کے لئے سونیا کے چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیا گیا تھا۔ یعنی نہ تو وہ سونیا رہی تھی نہ مرجانہ! ایک تیسری لڑکی نظر آتی تھی۔ جلال بیگ کے آدمیوں کو شبہ میں مبتلا رکھنا تھا کہ مرجانہ کسی اجنبی لڑکی کے میک اپ میں اپنی ماں سائرہ بانو کے ساتھ پاکستان میں ہے۔

سونیا اور سائرہ بانو دن رات ایک ساتھ رہتی تھیں۔ اس لئے سونیا کو اردو زبان سیکھنے کا اچھا خاصا موقع مل رہا تھا۔ وہ اٹھتے بیٹھتے اسے اردو زبان کے جملے سکھاتی تھیں اور اظہارِ بیان کا طریقہ بتاتی تھیں۔ سونیا بڑی مستعدی سے اور توجہ سے میری زبان سیکھ رہی تھی۔ وہ گھر کی چار دیواری میں بیٹھنے والی عورت نہیں تھی۔ دیکھتے دیکھتے اس نے بور ہو کر کہا۔ "فرہاد! میرے لئے کچھ کرو۔ میں یہاں رہنا تو چاہتی ہوں۔ پاکستان مجھے بہت پسند ہے لیکن میری کچھ مصروفیات بھی ہونی چاہئیں۔"

میں نے اسے تسلیاں دیں اور سوچا رہا کہ اسے کس طرح وہاں مصروف رکھا جائے۔ اچانک مجھے سعید احمد صاحب کا خیال آیا۔ کئی برس پہلے جب میں پاکستان میں تھا۔ اس وقت سعید احمد صاحب ایک خاص محکمے کے افسرِ اعلیٰ تھے۔ مجھ سے بہت گہری دوستی تھی پاکستان سے باہر نکلنے کے بعد میں ان تمام برسوں میں مصروف رہا۔ کبھی ان سے دماغی رابطہ قائم نہ کر سکا۔ اب مجھے ان کا لب و لہجہ یاد نہیں آ رہا تھا۔ یاد آ جاتا تو میں فوراً ہی ان کے دماغ میں پہنچ کر پرانے تعلقات اور پرانی دوستی کو بحال کر لیتا۔

سائرہ بانو کی رہائش اپنی بہن اور بہنوئی یعنی مرجانہ کے خالہ اور خالو کے ہاں تھی۔ مرجانہ کے خالو ریٹائرڈ فوجی آفیسر تھے۔ میں نے ان سے رابطہ قائم کیا اور انہیں بتایا کہ اب سے تقریباً پانچ چھ برس پہلے سعید احمد صاحب فلاں محکمے کے افسرِ اعلیٰ تھے۔ آپ معلوم کریں کہ ان دنوں وہ کہاں ہیں؟ کیا اسی عہدے پر ہیں یا کسی اور سرکاری شعبے میں منتقل ہو گئے ہیں۔

تقریباً دو دن کے بعد پھر مرجانہ کے خالو سے رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے بتایا۔ "سعید احمد صاحب ان دنوں ایک دوسرے محکمے میں نہایت اہم عہدے پر فائز ہیں۔ میں نے ان سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی جس کے نتیجے میں سرکاری طور پر میرے متعلق تحقیقات ہوئی۔ مجھ سے سوالات کئے گئے۔ تب مجھے مجبور ہو کر بتانا پڑا کہ میرے ذریعے فرہاد علی تیمور جناب سعید احمد صاحب سے ملنا چاہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی فوراً ملاقات کا وقت مقرر کیا گیا۔ اب سے تقریباً چھ گھنٹے بعد میں ان سے ملاقات کرنے کے لئے جاؤں گا۔ اس وقت تم موجود رہو گے تو ان تک پہنچ سکو گے۔"

چند گھنٹے کے بعد ملاقات ہو گئی۔ سعید احمد اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے مرجانہ کے انکل سے باتیں کر رہے تھے۔ تب ہی میں نے انکل کی زبان سے کہا۔ "جناب سعید احمد صاحب! اب میں آپ کے سامنے کوئی ریٹائرڈ فوجی افسر نہیں بلکہ مرزا علی تیمور ہوں۔ اب ان کے منہ میں میری زبان بول رہی ہے۔ ایک مدت کے بعد آپ سے مل کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔"

یہ کہتے ہی مرجانہ کے انکل اپنی جگہ سے اٹھ گئے اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ سعید احمد حیرانی سے ان کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو اور کبھی ان کے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے ان کی زبان سے کہا۔ "جناب! حیران نہ ہوں، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ کیا آپ

مصافحہ نہیں کریں گے؟"

سعید احمد نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "حیران نہیں ہونا چاہئے۔ جب تم میرے ساتھ رہا کرتے تھے تو تم نے ٹیلی پیتھی کے بڑے کمالات دکھائے تھے۔ حیرانی اس لئے ہے کہ اب وہ ساری باتیں خواب جیسی لگتی ہیں۔ اب بھی یہ خواب لگ رہا ہے۔ اگر تم واقعی فرہاد ہو تو یہ آپ والا تکلف چھوڑ دو۔"

میں نے انکل کے ذریعے ہنستے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں تم کہو گا۔ یہ بتاؤ میری شریکِ حیات کیسی ہیں؟"

"شادی کے ایک برس بعد ہی حشر کا انتقال ہو گیا تھا۔"

میں نے افسوس کا اظہار کیا۔ اس نے پوچھا۔ "تم اپنی سناؤ! تمہارے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے لیکن شادی کے سلسلے میں کچھ معلوم نہیں ہوا۔"

میں نے کہا۔ "حال ہی میں میں نے رسمی طور سے شادی کی ہے اور ایک بچے کا باپ بننے والا ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا واقعی تمہارے جیسا بدنام شخص ایسی شرافت کی زندگی گزار سکتا ہے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یقین آ جائے گا۔ ابھی تو میں ایک ضروری بات کرنے آیا ہوں۔"

"فرہاد! سچ پوچھو تو تمہارا نام سنتے ہی میں بے چینی سے انتظار کر رہا تھا کہ کب یہ وقت آئے گا۔ اور کب تم سے ایک اہم مسئلے پر گفتگو کروں گا؟"

"کیا مسئلہ؟"

"یہ ہمارا تمہارا اور پاکستان کے کروڑوں محبِ وطن کا مسئلہ ہے۔ اس کے متعلق میں تنہائی میں باتیں کر سکتا ہوں۔"

اس وقت مرجانہ کے انکل بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لئے تنہائی نہیں تھی۔ میں نے سعید احمد کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "ہیلو! اب میں تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں۔"

اس نے بے اختیار اپنے سر کو تھام کر سوچا۔ "کیا واقعی یہ فرہاد کی سوچ ہے؟"

"ہاں، کیا بھول گئے۔ میں پہلے بھی اس طرح تمہارے دماغ میں آ چکا ہوں لیکن یہ بہت عرصے پہلے کی بات ہے۔ یاد کرو۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم بول رہے ہو۔"

"تو پھر بتاؤ۔ مسئلہ کیا ہے؟"

سعید احمد نے کہا۔ "یہ بزرگ ہمارے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں چپ رہ کر سوچ کے ذریعے تم سے باتیں کروں اور یہ خاموش بیٹھے میرا منہ تکتے رہیں۔"

"اچھا ٹھہرو۔ میں ابھی انہیں رخصت کر دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے مرجانہ کے انکل کی سوچ میں کہا۔ "میں خواہ مخواہ بیٹھا ہوا ہوں۔ اب تو فرہاد اور سعید احمد صاحب کا تعارف ہو ہی چکا ہے۔ یہ لوگ سوچ کے ذریعے باتیں کر لیں گے۔ مجھے چلنا چاہئے۔"

اس خیال کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "میں آپ کے دفتری کام میں زیادہ مداخلت نہیں کرنا چاہتا۔ میرا فرض ادا ہو گیا۔ میں جا رہا ہوں۔"

سعید احمد نے اٹھ کر مصافحہ کیا۔ ان کے ساتھ دروازے تک آئے پھر انہیں رخصت کرنے کے بعد دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ سوچتے ہوئے اپنی کرسی پر آ گئے۔ میز پر ایک سگار کیس رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے ایک سگار نکال کر اس کے ایک سرے کو دانتوں سے دباتے ہوئے کہا۔ "ایک محتاط اندازے کے مطابق اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ ہمارے ملک میں کچھ سرگرمیاں دکھا رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ان کی سرگرمی یہی ہو گی کہ وہ یہاں کے لوگوں کو صیہونیت کی طرف مائل کریں۔"

سعید احمد نے سگار کو سلگاتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا۔ "نہیں! یہودی اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلمان کفر کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ خصوصاً پاکستانی مسلمان ایسے کٹر اور مستقل مزاج ہیں کہ انہیں صیہونیت کی طرف مائل نہیں کیا جا سکتا۔"

انہوں نے سگار کا کش لگا کر دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔ "تم جانتے ہو، جمہوریہ چین سے ہمارے کتنے گہرے تعلقات ہیں۔ دنیا کی ہر بڑی طاقت اس فکر میں مبتلا رہتی ہے کہ وہ ہمارے تعلقات کی گہرائی کا اندازہ کر سکے۔ پاکستان اور جمہوریہ چین کے گہرے تعلقات کے کچھ اہم پہلو ایسے ہیں جن کا ذکر ایک خفیہ فائل میں موجود ہے اور وہ فائل ہمارے ریکارڈ روم میں بہت ہی حفاظت سے رکھی ہوئی ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق ایک بڑے ملک نے اسرائیلی ایجنٹوں کی خدمات حاصل کی ہیں اور وہ اس فائل تک پہنچنا چاہتے ہیں۔"

"تم نے یہ کیسے اندازہ لگایا کہ وہ اسرائیلی ایجنٹ ہو سکتے ہیں؟"

"ایک یہودی عورت ہماری گرفت میں آئی تھی۔ ہم اس پر قدم چلا رہے تھے۔ اسی دوران کسی نے اسے قتل کر دیا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اپنی ڈیوٹی سمجھ گیا۔ میں انہیں بے نقاب کر دوں گا۔ تم انہیں یا تو گرفتار کر لو گے یا وہ سب کے سب اس ملک سے بھاگنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"ہم یہی چاہتے ہیں۔ اس فائل کی حفاظت ہمارے لئے ایک مسئلہ بن گئی ہے۔ کیا تم میرے دماغ میں رہ کر دشمنوں کو بے نقاب کرو گے؟"

"ضرورت محسوس ہوئی تو تمہارے دماغ میں بھی رہا کروں گا۔ ویسے میں آدھا پاکستان میں موجود ہوں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا: "یہ تم کس طرح پاکستان میں آدھے موجود ہو؟"

"اس طرح کہ ان دنوں سونیا اسلام آباد میں ہے اور یہ تو دنیا کی تمام دہشت پسند تنظیمیں اچھی طرح جانتی ہیں کہ جہاں سونیا موجود ہوتی ہے وہاں آدھا فرہاد موجود رہتا ہے۔ میں اس کا نصف بہتر ہوں۔"

سعید احمد آرام دہ کرسی پر آرام سے بیٹھے ہوئے سگار کے کش لگا رہے تھے۔ سونیا کا نام سنتے ہی سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر کہا: "سونیا یہاں موجود ہے اور مجھے اس بات کا علم نہیں ہے۔ فوراً بتاؤ۔ وہ کہاں ہے۔ میں ابھی اس سے بات کرتا ہوں۔"

میں نے اسے بتایا کہ سونیا اس سے صرف ملے گی لیکن خود کو دوسروں پر سونیا ظاہر نہیں کرے گی۔ وہ ایک اجنبی لڑکی کے میک اپ میں وہ کردار اصل مرجانہ کی حفاظت کر رہی ہے۔ اب یہ مرجانہ اور سائرہ بانو ہیں اور ہمارا قصہ کس طرح چل رہا ہے اور ہم کس طرح مسائل میں الجھے ہوتے ہیں۔ یہ ساری باتیں میں نے مختصر طور پر سعید احمد کو سمجھا دیں۔

اس نے ان تمام باتوں کو سننے کے بعد کہا: "اگر ہماری ایجنٹوں کو یہ پتہ چل جائے کہ سونیا یہاں موجود ہے تو پھر تمہاری اور سونیا کی دہشت اُن پر طاری رہے گی۔ کوئی ایسی تدبیر سوچو کہ سونیا سامنے آجائے اور ادھر مرجانہ کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

میں نے اس مسئلے پر غور کرنے کے لئے تھوڑی سی مہلت حاصل کی۔ پھر دوبارہ رابطہ قائم کر کے سعید احمد کو بتایا: "مرجانہ یہاں میرے قریب رہتی ہے۔ میں کسی نہ کسی طرح اس کی حفاظت کروں گا۔ اپنے ملک کا کام سب سے اہم ہے۔ اب دشمنوں پر اصلی سونیا کی دہشت طاری رہے گی۔ وہ ہمارے ہاں کی سیکرٹ فائل کو حاصل کرنے سے پہلے سونیا کو راستے سے ہٹانے کے لئے اس کے پیچھے پڑ جائیں گے اور سونیا انہیں دوڑاتی، بھگاتی رہے گی۔ حتیٰ کہ ملک سے باہر نکال دے گی۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔ ابھی تم ادھر اس مسئلے پر غور کرو۔ ہے تھے۔ ادھر میں بھی کچھ سوچ رہا تھا۔ اگر تم سونیا کو یہاں ظاہر کرنے پر راضی ہو جاؤ گے تو پھر دشمنوں کے سامنے ایک چال چلی جا سکتی ہے۔"

کو باقاعدہ سیکرٹ سروس میں ایک اہم عہدہ دیا جائے گا۔ باقاعدہ اسے ٹریننگ دی جائے گی۔ اس کے بعد ایک ڈمی فائل اس کے حوالے کر دی جائے گی۔ دشمن یہی سمجھیں گے کہ خفیہ فائل اس کے پاس ہے حالانکہ اصل فائل ہم اپنے ہی پاس محفوظ رکھیں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"تدبیر بہت اچھی ہے۔ ہم اس پر عمل کر کے دیکھتے ہیں۔ سونیا کی طرف سے اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ دشمنوں کو خوب ناچ نچائے گی۔"

سعید احمد نے خوش ہو کر پوچھا: "اچھا، فرہاد! یہ وہی مادام سونیا ہیں جو پہلے ہماری دشمن تھیں اور ہم بھی نفرت سے مادام سونیا کے بجائے اسے مادام کُتیا کہتے تھے۔ کیونکہ یہ تمہاری بُو سُونگھتی پھرتی تھی اور ماسٹر بُوشے کو تمہارے پیچھے لگا دیا تھا۔"

"ہاں۔ یہ وہی ہے جس نے پنڈی میں تمہیں قید کیا تھا۔ تم سے کار ڈرائیو کرائی تھی اور تمہیں میرے پیچھے لگا دیا تھا۔ اگر تم اپنی گاڑی کو نڈ پاتھ پر چڑھا کر کہیں ٹکرا نہ دیتے تو سونیا ماسٹر بُوشے کو میرے دماغ تک پہنچا دیتی۔ بہت تیز طرار ہے اب تو زندگی نے اور تجربات نے اس کے جسم کو فولاد، اس کے دماغ کو کمپیوٹر اور اس کے ہاتھ پاؤں کو مشین بنا دیا ہے۔"

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سونیا ہمارے ملک میں ہے۔ ذرا ٹھہرو، میں ابھی اس سلسلے میں اپنے باس سے بات کرتا ہوں جس کے بعد ہی سونیا کے متعلق کوئی اہم فیصلہ کیا جائے گا۔" میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا: "اب تمہاری حفاظیات کا انتظام ہو گیا ہے۔ تم دن رات اس قدر مصروف رہو گی کہ بہت جلد پریشان ہو جاؤ گی۔"

"خدا تمہاری طرف سے ملنے والی پریشانیوں سے محفوظ رکھے باقی دنیا کی تمام پریشانیوں سے میں نمٹ لوں گی۔ بتاؤ وہ کیسی مصروفیات ہیں؟"

"پہلی بات تو یہ کہ اپنا یہ میک اپ اتار لو اور سونیا کی حیثیت سے خود کو ظاہر کر دو۔"

میں نے سعید احمد سے ہونے والی ساری باتیں اسے سنا دیں۔ وہ خوش ہو کر بولی: "فرہاد! مرد چاہے کتنا ہی ہرجائی ہو، عورت اس کے قدموں کی خاک سے بھی محبت کرتی ہے۔ میں اس وقت جس خاک پر کھڑی ہوں یہ تمہارے وطن کی خاک ہے۔ تمہیں پیاری ہے تو مجھے بھی پیاری ہے۔ یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے کہ مرد صرف گھر بناتا ہے لیکن عورت اس گھر کو سجاتی بھی ہے۔ آباد بھی کرتی ہے، اور اسے آئندہ نسلوں تک قائم رکھتی ہے۔ یہ جو پاکستان تم لوگوں نے بنایا ہے اسے آئندہ نسلوں کے لئے قائم رکھنا عورت کا کام ہے میں اپنے اس وطن پر حرف نہیں آنے دوں گی۔ میں تمام یہودی ایجنٹوں کو پہلے بے نقاب کروں گی تاکہ دنیا یہ دیکھ لے کہ یہ لوگ پاکستان میں کیسی تخریبی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ اس کے بعد میں انہیں کتوں کی موت ماروں گی یا پھر انہیں یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دوں گی۔"

میں نے ایک گھنٹے کے بعد سعید احمد صاحب کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہاں کچھ اور اعلیٰ افسران بھی تھے۔ وہ سب سونیا کے متعلق بحث کر رہے تھے۔ ایک افسر نے کہا۔

"بیشک مادام سونیا پر ہم اعتماد کر سکتے ہیں لیکن اس سلسلے میں ایک اہم سوال ہے اور وہ یہ کہ مادام سونیا اور مسٹر فرہاد جب ہمارے ساتھ تعاون کرتے رہیں گے تو خیال خوانی کے ذریعے جانے ملک کے دوسرے تمام اہم رازوں تک بھی پہنچ جائیں گے۔ جتنے بھی خفیہ فائیں ہمارے ریکارڈ روم میں موجود ہیں۔ انہیں کوئی دیکھے بغیر، پڑھے بغیر ان رازوں کو معلوم نہیں کر سکتا لیکن فرہاد صاحب تو ریکارڈ کمپیوٹر کے ذریعے تمام فائلوں کو پڑھ لیں گے۔ کیا کیلی پیتھی جاننے والے کو اس بات کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی محبِ وطن کیوں نہ ہو۔ راز آخر راز ہوتا ہے۔ اور اس راز کو صرف متعلقہ لوگوں تک ہی محدود رکھا جاتا ہے۔"

سعید احمد نے مسکراتے ہوئے کہا: "ہم اپنے رازوں کو کتنے ہی معتبر ذرائع کے پیچھے رکھیں۔ دنیا کا کوئی بھی تالا فرہاد کی خیال خوانی کو نہیں روک سکتا۔ فرہاد اس کے پیچھے ہر حال میں پہنچ جائے گا۔ وہ اس وقت بھی ہمارے درمیان موجود ہے۔"

یہ سنتے ہی سب چونک گئے۔ اپنی گھبرائی ہوئی نظریں اِدھر اُدھر دوڑانے لگے۔ ایک نے پریشان ہو کر پوچھا: "کیا واقعی فرہاد صاحب ہمارے درمیان موجود ہیں؟ کیا ہمارے دماغوں کے دروازے ان کے لئے کھل چکے ہیں؟"

سعید احمد نے کہا: "ہاں۔ ایسا ہو چکا ہے لیکن پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تب بھی فرہاد کے لئے ہمارے ریکارڈ روم تک پہنچنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ وہ یہاں کے کسی چپراسی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذریعے بڑے بڑے افسروں تک پہنچ سکتا تھا۔ وہ جب چاہے ریکارڈ کیپر کے دماغ کو اپنے قبضے میں لے کر وہاں کے ہر فائل کو پڑھ سکتا ہے۔"

ایک افسر نے گہری سانس لے کر کہا: "یہ درست ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں ہر حال میں مسٹر فرہاد پر بھروسہ کرنا چاہئے۔"

سعید احمد نے کہا: "میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ جس طرح ہم اپنے وطن کے وفادار ہیں۔ اسی طرح فرہاد صاحب بھی وفاداری کا جذبہ رکھتے ہیں۔ بس آزمائش شرط ہے۔"

وہ سب راضی ہو گئے۔ دوپہر کو جب سعید احمد سونیا سے ملنے کے لئے اس کی رہائش گاہ پر پہنچے تو اس کوٹھی کے چاروں طرف گاڑیاں ہی گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ ان گاڑیوں میں جو جوان تھے وہ سب کے سب مسلح تھے۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ سعید احمد تمہیں لینے آئے ہیں اور یہ تمام اہتمام اس لئے کیا گیا ہے کہ ہم دشمنوں کی نظروں میں آ جائیں۔ تخریبی کارروائی کرنے والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ تم سیکرٹ سروس سے منسلک ہو گئی ہو۔"

مرجانہ کے انکل نے سعید احمد صاحب کا گرمجوشی سے استقبال کیا۔ پھر سونیا سے ان کا تعارف کرایا۔ سونیا نے انہیں دیکھتے ہی کہا: "اے! آپ تو وہی آفیسر ہیں۔ میں نے کئی برس پہلے ماسٹر بوشے کا ساتھ دینے کے لئے آپ کو ٹریپ کیا تھا۔"

سعید احمد نے ہنستے ہوئے معافی مانگی: "ہاں۔ میں وہی ہوں۔ آج ہم دوست بن کر مل رہے ہیں۔ آئیے۔ میں آپ کو اپنے دوسرے اعلیٰ افسروں سے ملاؤں گا۔"

سائرہ بانو نے انہیں تھوڑی دیر بیٹھنے اور چائے وغیرہ پینے کے لئے کہا۔ انہوں نے معذرت کی: "مجھے افسوس ہے۔ میں اس وقت ڈیوٹی پر ہوں — یوں سمجھ لیجئے کہ آج سے مادام سونیا بھی ڈیوٹی پر ہیں۔ انہیں سوتے جاگتے کسی وقت بھی ہنگامی صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے ہمیشہ مستعد رہنا ہو گا۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا: "جب سے فرہاد کے ساتھ زندگی گزار رہی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہم کبھی پوری نیند نہیں سوتے۔ سوتے بھی ہیں تو ہمارا دماغ جاگتا رہتا ہے۔"

وہ سعید احمد کے ساتھ وہاں سے ایک ایئر کنڈیشنڈ کار میں بیٹھ کر روانہ ہوئی۔ اس کار کے آگے پیچھے مسلح جوانوں کی گاڑیاں تھیں۔ اسے ایک ایسی عمارت میں پہنچایا گیا۔ جس کے چاروں طرف فوجیوں کا سخت پہرہ تھا۔ وہ اس وقت شلوار قمیص میں ملبوس تھی سینے اور سر پر دوپٹہ رکھا ہوا تھا۔ سائرہ بانو اسے اردو زبان سکھانے کے ساتھ ساتھ پاکستانی لباس پہننا بھی سکھا رہی تھیں۔

اس وقت وہ اس لباس میں ایک نہایت ہی حسین اور پُرکشش دوشیزہ لگ رہی تھی۔ اگر وہ گھر میں بیٹھنے والی عورت ہوتی تو اب تک اس کا جسم بھدا اور بے ڈول ہو جاتا لیکن زندگی میں پیش آنے والے نت نئے مسائل اسے ہمیشہ چاق و چوبند رکھتے تھے۔ قدرتی طور پر جسمانی ورزش ہوتی رہتی تھی۔ نتیجے کے طور پر اس کا جسم صحت مند اور بہت ہی پُرکشش رہتا تھا اس کے چہرے پر شوخی اور سنجیدگی کا امتزاج تھا۔ جب وہ سنجیدہ ہوتی تو دیکھنے والوں کو ایک نامعلوم سے خطرے کا احساس ہوتا۔ جب وہ مسکراتی تو چھپے ہوئے جذبے آنکھیں کھول دیتے۔ اس کی آنکھیں روشن اور چمکیلی تھیں۔ آنکھیں ذہانت کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ دنیا جہان کا تجربہ رکھنے والے لوگ جب سونیا کی آنکھوں کو دیکھتے تو پہلی ہی ملاقات میں اس کی ذہانت کا اعتراف کر لیتے تھے۔

اس کا انتظار کرنے والے تمام اعلیٰ افسران اسے دیکھ کر کچھ دیر تک بالکل گم صم بیٹھے رہے۔ ان کا خیال تھا کہ سونیا کوئی ادھیڑ

عمر کی مادام ہو گی یا اگر جوان بھی ہو گی تو اس کے چہرے پر سختی ہو گی، اور جسم پہلوانوں کی طرح بھاری بھرکم ہو گا لیکن وہ ایک قد آور دوشیزہ دکھائی دے رہی تھی۔ بظاہر یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی بہترین فائیٹر ہے اور چہرے سے تو بالکل ہی معصوم اور مسکراتی ہوئی ایک حسینہ لگ رہی تھی۔ سر پر دوپٹے کا آنچل رکھا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے ابھی عبادت سے فارغ ہو کر اپنے بزرگوں کو سلام کرنے آئی ہو۔

سعید احمد نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا: "یہ مادام سونیا ہیں۔"

اس کی آواز سن کر سب چونک گئے۔ یکے بعد دیگرے سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر سونیا سے مصافحہ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ ایک نے مصافحہ کرتے ہوئے دریافت کیا: "مادام! اگر آپ کے ذہن پر گراں نہ گزرے تو میں ایک ذاتی سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کی عمر کیا ہو گی؟"

سونیا نے مصافحہ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا: "میں عمر کی اس منزل پر ہوں جہاں حادثات اور تجربے آدمی کو چٹان بنا دیتے ہیں۔ چٹانوں کی عمر جاوداں ہوتی ہے۔ اس کا کوئی حساب نہیں ہوتا۔"

ایک اور آفیسر نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "مادام! آپ کے متعلق ہمارا میمو کچھ اور تھا۔ ہم سمجھ رہے تھے آپ جسمانی طور پر فولاد ہوں گی۔"

سونیا نے اس افسر سے بھی مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "کوئی ضروری ہے کہ فولاد بنا جائے جب پھول کی پتی سے ہیرے کا جگر کٹ سکتا ہے۔ تو جناب مجھے پھول ہی رہنے دیں۔"

تمام افسران باری باری اس سے مصافحہ کرتے ہوئے اپنے طور پر سوالات کر رہے تھے اور اس کی حاضر دماغی سے متاثر ہو رہے تھے۔ پھر وہ سب اس کمرے سے نکل کر ایک بڑے ہال میں آ گئے۔ وہاں بہت سے لوگ جمناسٹک کے کرتب دکھا رہے تھے۔ کہیں باکسنگ اور کہیں فری اسٹائل کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ سونیا ان افسران کے ساتھ چلتے ہوئے ایک دروازہ کے پاس آئی۔ ایک آفیسر نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "یہ دروازہ ایک ٹیل کو ریڈور کی طرف کھلتا ہے۔ اس کو ریڈور سے گزر کر جب تم آخری سرے پر پہنچو گی تو ہم وہاں تم سے ملاقات کریں گے۔"

ایک اور آفیسر نے کہا: "لیکن اس کو ریڈور کو کوئی صحیح سلامت نہیں پہنچ سکتا۔ اسی لئے وہاں ایک ڈاکٹر مرہم پٹی کے لئے موجود رہتا ہے۔ جس کی حالت زیادہ خراب ہوتی ہے۔ اس کے لئے ایمبولنس تیار رہتی ہے اور اسے فوراً ہسپتال میں پہنچایا جاتا ہے۔"

سعید احمد نے کہا: "مادام! اس سلسلے میں آپ کو جوان مرحلوں سے قسم کی ٹریننگ حاصل کرتے ہیں اور بالآخر کامیابی کے مرحلے تک پہنچتے ہیں ان کی آخری آزمائش اسی طرح ہوتی ہے۔ اس کو ریڈور میں پانچ ناقابل شکست افراد سے سامنا ہوتا ہے۔ جب آپ کو ریڈور میں داخل ہوں گی تو سب سے پہلے ایک بند آہنی جالی کا دروازہ ملے گا۔ اس دروازے کے پیچھے ایک شخص کھڑا ہو گا۔ وہ آپ سے باتیں کرے گا اور آپ اس سے باتیں کریں گی۔ وہ باتوں ہی باتوں میں اس آہنی دروازے کو کھولنے کا طریقہ بتائے گا۔ اگر آپ ذہین ہوں گی تو اس کی باتوں کو پکڑ لیں گی اور اس دروازے کو کھولیں گی۔ اس دروازے سے گزرنے کے بعد ایک باکسر سے سامنا ہو گا۔ وہ آپ کو ناک آؤٹ کرے گا۔ تو آپ ایک پوائنٹ بھی حاصل نہیں کر سکیں گی۔ اگر آپ نے بہت زیادہ تجربات سے کام لے کر دو چار پوائنٹ حاصل کر لئے تو یہ بڑی بات ہو گی۔ آج تک کا ریکارڈ یہی ہے کہ کوئی بھی اس باکسر کے مقابلے میں تین پوائنٹ سے زیادہ حاصل نہیں کر سکا جبکہ پورے نمبر دس ہوتے ہیں۔"

سونیا سر جھکائے سن رہی تھی۔ سعید احمد کہہ رہے تھے: "آپ اس کے بعد مقابلے کے قابل رہیں گی تو پھر ایک کراٹے ماسٹر سے سامنا کرنا ہو گا۔ وہاں بھی دس پوائنٹ حاصل کرنے ہوں گے اور وہاں کا ریکارڈ بھی یہی ہے کہ آج تک کوئی پانچ پوائنٹ سے زیادہ حاصل نہیں کر سکا۔ اگر آپ ان مقابلوں کے بعد بھی اپنے پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل رہیں تو ایک خنجر زنی کے ماہر سے سامنا ہو گا۔ وہاں آپ کے لئے مختلف قسم کے خنجر موجود ہوں گے۔ آپ ان کے ذریعے اس سے مقابلہ کر سکتی ہو اگر آپ کے جسم پر خنجر کا ایک زخم بھی نہیں لگے گا۔ تو آپ کو پورے دس پوائنٹ ملیں گے۔ اگر آپ زخمی ہونے کے باوجود اپنے مقابل کو ایک زخم بھی لگائیں گی تو آپ کو پانچ پوائنٹ حاصل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ایک بہت ہی مکار شخص سے سامنا ہو گا۔ وہ کو ریڈور کے آخری دروازے کے پاس کھڑا ہو گا اور آپ کو کسی طرح بھی دروازہ کھول کر باہر نہیں جانے دے گا۔ اب یہ آپ کی ذہانت یا مکاری پر منحصر ہے کہ وہ دروازہ کس طرح کھول کر باہر نکلیں گی۔ یعنی ان پانچوں مقابلوں میں پہلی بار آپ کو ذہانت سے اس آہنی دروازے کو کھولنا ہے اور آخری بار اپنی مکاری سے اس مکار کو شکست دے کر دروازے سے باہر نکلنا ہے۔ ان دونوں کے درمیان جسمانی مقابلے کا مظاہرہ کرنا ہے اور اپنے آپ کو کامیاب ثابت کرنا ہے۔"

ایک آفیسر نے کہا: "اور یہ تو ہم کہہ چکے ہیں کہ اس کو ریڈور سے گزر کر آخری دروازے کے باہر آنے والے کا انجام کیا ہوتا ہے اس کے لئے ہمیشہ ایک ایمبولینس تیار رہتی ہے۔ اگر کوئی بہت

زیادہ کامیاب رہا۔ تب بھی وہ زخموں سے اس قدر چور ہوتا ہے کہ اسے فوری طور پر طبی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لئے ڈاکٹر موجود رہتا ہے۔"

ایک اور آفیسر نے کہا: "مادام سونیا! ہم آپ کو یہ بتا دیں کہ کو ریڈور میں داخل ہونے کے بعد آہنی دروازے کے پاس جو شخص کھڑا ہو گا۔ صرف وہی آپ سے باتیں کرے گا۔ آپ شاید فرہاد صاحب کی رو سے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس دروازے کو کھولنے کا طریقہ معلوم کر لیں گی لیکن اس کے بعد باقی جو چار ہوں گے وہ گونگے اور بہرے بنے رہیں گے۔ آپ فرہاد صاحب کے ذریعے بھی انہیں زیر نہیں کر سکیں گی۔ آپ کو تنہا ان سے مقابلہ کرنا ہو گا۔"

سونیا ان تمام افسران کی باتوں کے دوران بڑی تیزی سے اور توجہ سے سوچتی جا رہی تھی کہ اسے کس طرح اس کو ریڈور کو پار کرنا چاہئے۔ اس نے پوچھا: "کیا اس کو ریڈور کو پار کرنے کے لئے ان لوگوں سے مقابلہ کرنا ضروری ہے؟"

"ضروری ہے۔ اگر آپ مقابلہ نہیں کریں گی تو وہ آپ کو کو ریڈور سے گزرنے نہیں دیں گے۔ آپ گزرنا چاہیں گی تو آپ کی پٹائی کریں گے۔ آپ کو اس وقت تک آخری دروازے سے باہر نہیں نکلنے دیں گے۔ جب تک آپ زخموں سے چور چور نہیں ہو جائیں گی۔"

سونیا نے پوچھا: "آخر اس مقابلے یا آزمائش کا مقصد کیا ہے؟"

ایک آفیسر نے جواب دیا: "ہم اپنے حوالوں کی ذہانت اور حوصلے کو آزماتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ مصیبتوں سے گزرنے کے دوران کس طرح پائیداری سے کھڑے رہتے ہیں۔ کس طرح زخموں کی تاب لاتے ہیں اور کس طرح ذہانت اور مکاری سے کسی بھی مصیبت کو ٹال سکتے ہیں۔ جہاں تک آپ کا تعلق ہے۔ آپ کی ظاہری حالت، حلیہ اور یہ لباس دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ آپ ہی سونیا ہیں۔ ویسے سونے کو سونا سمجھنے کے لئے کسی سے پوچھنا کیا ضروری ہے جبکہ اسے پرکھنے کے لئے اس کی ایک کسوٹی مخصوص ہوتی ہے۔ اسی طرح دلیری، ذہانت اور مکاری کو پرکھنے کے لئے بھی مخصوص طریقہ کار ہوتا ہے۔ اگر آپ مادام سونیا ہیں تو آپ کو ایسی کسی آزمائش سے گزرنے سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔"

"میں انکار نہیں کر رہی ہوں۔ میں یہ واضح کر دوں کہ کسی بھی آزمائش سے گزرتے وقت میں فرہاد کی طبی پیتھی کا سہارا نہیں لیتی۔ اپنی ذہانت اور دلیری کا مظاہرہ کروں گی لیکن ایسے وقت میرے گلے میں ایک تعویذ ہوتا ہے۔ وہ تعویذ میں اپنے گھر میں بھول آئی ہوں۔"

"تعویذ؟" تمام افسران نے اسے حیرانی سے اور بے یقینی سے دیکھا

ڈولی: "جی ہاں۔ آپ مجھے ضعیف الاعتقاد سمجھ لیں لیکن میں اس تعویذ پر معجر دسہ کرتی ہوں۔ ایک بزرگ نے مجھے وہ تعویذ لکھ کر دیا تھا۔ بہرحال وہ مجھے زبانی یاد ہے۔ اگر کہیں سے کاغذ قلم مل جائے تو میں اسے کاغذ پر لکھ کر اپنے پاس رکھ لوں گی اور اس کو ریڈور سے گزر جاؤں گی۔"

ایک آفیسر نے ہنستے ہوئے کہا: "آپ مذاق کر رہی ہیں۔"

"سچ! میں مذاق نہیں کر رہی ہوں۔ ایک کاغذ اور قلم مہیا کر دینے میں آپ لوگوں کو کیا زحمت ہو گی؟ پلیز!"

اس کے التجا کرنے کے بعد ایک کاغذ اور قلم پیش کیا گیا۔ وہ ان سے ذرا دور چلی گئی اور اس کاغذ پر کچھ لکھنے لگی۔ کچھ افسر اسے ناگواری سے دیکھ رہے تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ فرہاد کی تیر کے ساتھ رہنے والی یہ عورت ایک تعویذ پر بھروسہ کرتی ہو گی۔ اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کو پس پشت ڈال دیتی ہو گی۔ کچھ آفیسر بے یقینی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ کاغذ پر کس قسم کا تعویذ لکھ رہی ہے۔

سعید احمد نے آواز دی: "مادام! کیا ہم دیکھ سکتے ہیں کہ آپ کیا لکھ رہی ہیں؟"

اس وقت تک سونیا لکھ چکی تھی۔ اس نے کاغذ کو تہہ کرتے ہوئے کہا: "سوری! یہ میرے ایک بزرگ کی ہدایت ہے کہ میں یہ عمل کسی کو نہ بتاؤں۔ کیا تھوڑا سا دھاگہ مل سکتا ہے؟"

اس کے لئے دھاگہ مہیا کیا گیا۔ اس نے اس تہہ کئے ہوئے کاغذ کو تعویذ کی صورت میں اچھی طرح باندھ دیا۔ پھر اسے اپنے گلے میں پہن کر اس بندھے ہوئے کاغذ کو اپنے گریبان کے پیچھے چھپا لیا۔ اس کے بعد بولی: "چلئے۔ میں دروازے کو کھول کر کو ریڈور میں جاؤں گی۔"

دروازے کے پاس کھڑے ہوئے ایک شخص نے بڑے ادب سے کہا: "مادام! یہ دروازہ ایسے نہیں کھلے گا۔ یہ دیکھئے یہاں دروازہ کھولنے کا ہینڈل نہیں ہے۔ صرف ایک بٹن ہے اور بٹن کے اوپر اس خانے میں صفر نظر آ رہا ہے۔ آپ اس بٹن پر انگلی رکھیں گی تو ایک سے لے کر دس تک نمبر تبدیل ہو جائیں گے۔ اور اس تیزی سے تبدیل ہوتے رہیں گے کہ انہیں زبان سے نہیں بلکہ سوچ کی رفتار سے گنا جا سکتا ہے۔ آپ آزمائش کے طور پر بٹن کو ایک بار آن کر کے دیکھ لیں۔"

سونیا نے اس کی ہدایت کے مطابق بٹن پر انگلی رکھی تو صفر کا نمبر تبدیل ہو گیا اور ایک سے لے کر دس تک اتنی تیزی سے نمبر تبدیل ہونے لگے کہ واقعی زبان سے گننا دشوار تھا۔ دوسری بار سونیا نے پھر اس بٹن کو دبایا اور سوچ کی رفتار سے گننے

لگی۔ اس بار میں نے اس کا ساتھ دیا۔ دس تک گنتی مکمل ہوگئی۔ پھر صفر آ کر ٹھہر گیا۔ دروازے پر کھڑے ہوئے شخص نے کہا: "دیکھئے جب تیزی سے نمبر تبدیل ہوتے ہوئے سات تک پہنچے تو ٹھیک سات پر آپ دوبارہ اس بٹن پر انگلی رکھیں گی۔ یہ دروازہ کھل جائے گا مگر سات سے پہلے رکھیں گی یا سات کے بعد رکھیں گی تو دروازہ کبھی نہیں کھل سکے گا۔"

ایک آفیسر نے کہا: "جو لوگ مقابلے کے لئے اس دروازے پر آتے ہیں تو سب سے پہلے ہم یہی آزماتے ہیں کہ اس کا دماغ کتنی تیزی سے سوچتا ہے اور کتنی تیزی سے عمل کرتا ہے۔ مقابلے میں شریک ہونے والے کتنے ہی لوگ اس پہلے مرحلے میں ہی ناکام ہو جاتے ہیں۔ آج آپ کی باری ہے، شروع کریں۔"

سونیا نے ایک بار پھر اس بٹن پر انگلی رکھی اور سوچ کی قبل کے ساتھ اسے گن لیا کہ کتنی رفتار کے بعد ساتواں نمبر آتا ہے۔ دوسری بار اس نے آنکھیں بند کیں پھر بٹن پر انگلی رکھ کر اسے دبایا۔ اب دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ صرف سوچ کی رفتار پر اور سوچ کی اس مدت پر دھیان رکھنا تھا جس مدت میں ساتواں نمبر آجاتا تھا۔ اس نے ٹھیک اسی رفتار، اسی مدت کے مطابق بٹن پر انگلی رکھ کر دبا دی۔ اس کے کانوں میں ایک کھٹاک کی آواز آئی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو دروازہ کھل چکا تھا۔ سعید احمد اس کی تعریفیں کر رہے تھے۔ وہ مسکراتے ہوئے کوریڈور میں داخل ہوئی۔ دروازہ خود بخود بند ہوگیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ اب باہر کھڑے ہوئے افسران نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس کے سامنے ایک طویل کوریڈور دور تک نظر آ رہا تھا۔ بہت دور آخری دروازہ تھا اور اس آخری دروازے تک پہنچنے سے پہلے اسے پانچ افراد نظر آ رہے تھے۔

آہنی جالی کے دروازے کے پاس کھڑا ہوا شخص سونیا کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ قریب آئے گی اور دروازہ کھولنے کی درخواست کرے گی۔ سونیا آہستہ آہستہ چلتے ہوئے قریب آئی۔ پھر اس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ سونیا کا انداز ایسا راز دارانہ تھا کہ وہ شخص اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

سونیا نے اپنے گریبان کے پیچھے سے اس تہہ کئے ہوئے کاغذ کو نکالا اور اسے کھول کر اس شخص کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے اس کاغذ کو ایک بار دیکھا پھر دوسری بار سونیا کی طرف نظر اٹھائی۔ سونیا نے اشارے سے کہا کہ وہ اس کاغذ کی تحریر کو پڑھے۔

وہ پڑھنے لگا۔ پہلی بار پڑھتے ہوئے اس نے نظروں کو اٹھا کر سونیا کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ پھر دوسری بار پڑھنے لگا۔ دوسری بار پڑھنے کے دوران اس نے نظریں اٹھا کر سونیا کے کانوں کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے کانوں میں ٹاپس پہنے ہوئے تھی۔ پھر وہ جلدی جلدی اس تحریر کو پڑھتا چلا گیا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے پلٹ کر اس باکسر کے پاس گیا جو سونیا سے مقابلہ کرنے کا منتظر تھا۔ اس نے کاغذ باکسر کے حوالے کیا۔ باکسر نے اسے پڑھا۔ پھر وہ کاغذ کراٹے ماسٹر کے پاس پہنچا گیا۔ اسی طرح وہ پانچوں افراد یکے بعد دیگرے اس کاغذ کی تحریر کو پڑھتے گئے اور سونیا کی طرف دیکھتے گئے۔ پھر وہ سب کے سب آہنی دروازے کے پاس آئے۔ دروازہ کھل گیا۔ اس کے بعد وہ پانچوں افراد سونیا کو اپنے درمیان لے کر بڑے اطمینان سے کوئی لڑائی جھگڑا کئے بغیر، کسی آزمائش سے سونیا کو گزارے بغیر اس کوریڈور سے گزارتے ہوئے آخری دروازے کی طرف لے جانے لگے۔

میں نے دل ہی دل میں سونیا کو بڑے پیار سے گالی دی۔ کم بخت کے دماغ میں مکاریاں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ میں اس کے دماغ سے نکل کر سعید احمد کے دماغ میں پہنچا۔ وہ تمام افسران دوسرے راستے سے گزرتے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کوریڈور کے آخری دروازے کی طرف جا رہے تھے۔ انہیں اطمینان تھا کہ اب بھی سونیا کو مقابلہ کرنے میں کافی دیر لگے گی۔ وہ زخموں سے چور چور ہو کر اپنے پیروں پر چلتے ہوئے آخری دروازے سے باہر نہیں آسکے گی۔ اسے دو آدمی اٹھا کر یا گھسیٹ کر لائیں گے لیکن ان کے سوچنے کے دوران ہی ایک ماتحت تیزی سے چلتا ہوا ان کے پاس آیا۔ پھر ادب سے سلیوٹ کرنے کے بعد کہنے لگا: "جناب! مادام آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

وہ سب ٹھٹک گئے۔ ایک آفیسر نے حیرانی سے پوچھا: "کس مادام کا ذکر کر رہے ہو؟"

"جناب! وہی مادام سونیا کہہ رہی تھیں کہ میں جا کر آپ لوگوں کو اطلاع دے دوں۔ وہ خیریت سے آخری دروازہ پار کر چکی ہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے اس آخری دروازے کی طرف جانے لگے۔ اُدھر سونیا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تعویذ والے کاغذ کو تہہ کرتے ہوئے اتنا مختصر کر رہی تھی کہ وہ پانچ پیسے سے کچھ چھوٹا ہو گیا تھا۔ اس تہہ کئے ہوئے کاغذ کو اس نے دھاگے سے اچھی طرح باندھ کر اسے ایک گولی کی طرح بنا لیا۔ پھر اس کراٹے ماسٹر کے سامنے پہنچ کر بولی: "میں نے ایک کراٹے ماسٹر کو دیکھا ہے۔ وہ حملہ کرنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو اس طرح نچانے کے بعد منہ کو یوں کھولتا تھا اور ایک چیخ مارتا تھا۔"

سونیا ایسا کہنے کے دوران دونوں ہاتھوں کو نچا کر منہ کھول کر بتا رہی تھی کہ وہ ماسٹر کس طرح چیختا ہے اور اپنے مقابل کو للکارتا ہے پھر وہ بولی: "ماسٹر! آپ کس طرح اپنے مقابل کو للکارتے ہیں؟"

کراٹے ماسٹر نے پینترا بدل کر دونوں ہاتھوں کا پوز بنا کر

للکارنے کے انداز میں منہ کو کھولا۔ اسی وقت سونیا نے کاغذ کی وہ گولی اس کے منہ میں ڈال دی۔ اس سے پہلے کہ کراٹے ماسٹر کچھ سمجھتا، سونیا کا ایک زبردست گھونسہ اس کی ٹھوڑی پر پڑا۔ منہ بند ہوا، سونیا کا ایک زبردست گھونسہ اس کی ٹھوڑی پر پڑا۔ منہ بند ہوا اور دوسری بار آنک کی آواز کے ساتھ منہ کھلا۔ تیسری بار منہ بند ہوا اور وہ گولی حلق کے نیچے اُتر گئی۔ سونیا نے اسے کچھ سمجھنے اور سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ مسلسل کراٹے کے کئی ہاتھ چلائے۔ دو چار لاتیں بھی جمائیں۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پچھلی دیوار سے جا کر ٹکرایا، اور بیٹھ گیا۔

باکسر نے فوراً ہی مکے بازی کے لئے پوز بنا لیا۔ سونیا نے اُسی وقت ایک فلائنگ کِک ماری تو وہ اپنا پوز بھول کر لڑکھڑاتا ہوا دُور جا گرا۔ تیسرا وہ شخص تھا جسے اپنی خنجر زنی پر ناز تھا۔ لیکن وہ خنجروں کو کوریڈور میں چھوڑ آیا تھا، اور خالی ہاتھوں سے مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی اس لئے وہ ایک طرف تماشائی بنا کھڑا تھا، اور حیرانی سے دیکھ رہا تھا کہ حوا کی سیدھی سادی نظر آنے والی مادام کتنی پھرتیلی ہے۔ کبھی باکسر کی طرف حملہ کرتی تھی کبھی کراٹے ماسٹر کی خبر لیتی تھی۔ دونوں کو سنبھلنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔ ایسی تیزی، ایسی پھرتی اس نے اپنی زندگی میں اگر دیکھی بھی ہوگی تو کسی عورت میں نہیں دیکھی ہوگی۔

یہ سب کچھ صرف ایک منٹ میں ہوا۔ دوسرے منٹ کے آغاز میں سونیا اپنے دونوں ہاتھ جھاڑ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ ایک طرف کراٹے ماسٹر، دوسری طرف باکسر زمین پر پڑے ہوئے ہانپ رہے تھے۔ اور اپنی سانسیں درست کر رہے تھے۔ اپنی چوٹوں کو سہلا رہے تھے۔ اسی وقت تمام افسران وہاں پہنچ گئے۔ سعید احمد نے سونیا کو... بخیریت اطمینان سے بیٹھے دیکھ کر خوشی سے نعرہ لگایا: "بریو! مادام سونیا ہیئر یو آر....."

تمام افسران سونیا کو بڑی حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ اس کے جسم پر زخم کا نظر آنا تو دُور کی بات ہے۔ اس کے لباس پر ایک شکن بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ اس نے کسی سے مقابلہ نہیں کیا ہے اور بڑی آسانی سے کوریڈور کو پار کر لیا ہے۔ اس کے برعکس کراٹے ماسٹر اور باکسر زخمی نظر آ رہے تھے۔ ایک آفیسر نے ڈاکٹر سے کہا: "ذرا انہیں دیکھو۔ کیا مرہم پٹی کی ضرورت ہے؟"

پھر اس نے سونیا کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا: "آخر یہ سب کیا ہے؟ آپ کیسے بخیریت کوریڈور سے گزر آئیں؟"

وہ بولی: "میں نے کہا تھا نا کہ میرے پاس تعویذ ہو تو میں فولاد کی ٹیلی پیتھی پر بھی بھروسہ نہیں کرتی۔"

تمام آفیسرز نے پھر ایک بار چونک کر سونیا کو دیکھا۔ کتنوں نے یہ سوالات کئے: "تعویذ؟ آخر وہ تعویذ کیا ہے؟ کہاں ہے؟ ذرا ہمیں بھی دکھاؤ؟"

سونیا نے کہا: "اب وہ تعویذ کہاں ہے۔ میں نے آپ کے آدمیوں کو گھول کر پلا دیا ہے۔"

وہ بڑی مکاری سے مسکرانے لگی۔ اپنے سامنے والوں کو یوں دیکھنے لگی جیسے کہہ رہی ہو: "مجھے دیکھ لو۔ مجھے مان لو کہ میں سونیا ہوں۔ سونے کو پرکھنے کے لئے ایک مخصوص کسوٹی ہوتی ہے۔ سونیا کو پہچاننے کے لئے اس کی مکاریوں کا مظاہرہ کافی ہے۔"

کراٹے ماسٹر نے زمین پر سے اٹھتے ہوئے کہا: "یہ جھوٹ کہتی ہے۔ اس کے پاس کوئی تعویذ نہیں تھا۔ ایک کاغذ تھا جسے تہہ کر کے گولی بنا کر اس نے میرے منہ میں ڈال دیا۔"

ایک آفیسر نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر پوچھا: "کہاں ہے وہ کاغذ کی گولی، ہمیں دکھاؤ۔"

"ایں؟" ماسٹر نے ہچکچاتے ہوئے آفیسر کی طرف دیکھا۔ پھر کہا: "جناب! وہ تو میں نگل چکا ہوں۔"

"نگل گئے، کیوں نگل گئے؟ وہ گولی کیا کھانے کی چیز تھی؟"

باکسر نے کہا: "نہیں جناب! اس عورت نے کاغذ کی گولی کو ماسٹر کے منہ میں ڈال کر ان کی ٹھوڑی پر ایک ایسا گھونسہ رسید کیا کہ وہ حلق سے نیچے اتر گئی۔ یہ بہت چالاک ہے۔ یہ مادام سونیا نہیں ہے۔"

سعید احمد نے سختی سے کہا: "میں مادام سونیا کی شان میں کوئی گستاخی پسند نہیں کروں گا۔ آئندہ ان کے متعلق ذکر کرتے ہوئے یا انہیں مخاطب کرتے ہوئے مادام کہا جائے۔"

خنجر چلانے والے ہرنے کہا: "جناب! یہ تو میں بھی کہتا ہوں کہ مادام سونیا نہیں ہیں۔"

ایک آفیسر نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "تم سب خاموش رہو۔ میں تم سے پوچھتا ہوں۔"

اس نے اس شخص کی طرف اشارہ کیا جو کوریڈور میں پانچواں آدمی تھا اور آخری دروازے پر کھڑا رہتا تھا۔ جس کا دعویٰ تھا کہ کوئی بھی اپنی مکاری دکھا کر اس سے آخری دروازے کو کھلوا نہیں سکتا۔ آفیسر نے پوچھا: "تم اپنی ذہانت اور مکاریوں کا دعویٰ کرتے ہو۔ تم بتاؤ کیا یہ مادام سونیا نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو یہ کس طرح کوریڈور کو پار کر گئیں؟"

اس مکار شخص نے سونیا کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے ادب سے کہا: "جناب! میں ان کی عزت کرتا ہوں۔ انہوں نے اپنی مکارانہ ذہانت سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہی مادام سونیا ہیں۔ اب قصہ کیا ہے، میں آپ کو بتاتا ہوں۔ جب یہ کوریڈور کے پہلے دروازے سے اندر داخل ہوئیں تو ان کے گلے سے بندھے ہوئے دھاگے میں ایک کاغذ لپٹا ہوا تھا۔ حوا تعویذ کی شکل میں تھا۔ وہ کاغذ کھول کر انہوں نے ہمیں باری باری پڑھایا۔ اس کاغذ میں لکھا تھا کہ وہ مادام سونیا

نہیں ہیں بلکہ یہودیوں کی ایک ایجنٹ ہیں لیکن سونیا سے بہت متاثر ہیں اور فرہاد کی پرستار رہیں۔ اس لئے سونیا کی طرف سے ایک پیغام لے کر آئی ہیں لیکن وہ پیغام اپنی زبان سے ادا نہیں کر سکتیں کیونکہ ان کے کانوں میں جو ٹاپس ہیں وہ دراصل ایک بڑی قوت کے مائیک ہیں۔ وہ جو باتیں یہاں کریں گی وہ تمام باتیں دشمنوں تک نشر ہوتی ہیں گی۔ اس لئے ان کے سامنے کوئی بات نہ کی جائے بلکہ پیغام کو پڑھ لیا جائے گا۔ پیغام یہ تھا کہ مادام سونیا کہ یہودیوں نے اغوا کیا ہے اور انہیں مری کی پہاڑیوں کی طرف لے گئے ہیں۔ یہ جو ہمارے سامنے موجود ہیں یہ یہودیوں کی ایک ایجنٹ ہیں، یہ جب تک سلامت رہیں گی اور جب تک ان کے کانوں کے ٹاپس کے ذریعے ہماری اور ان کی آوازیں دشمنوں کو پہنچتی رہیں گی اس وقت سونیا کو بھی زندہ رکھا جائے گا۔ اگر ہم انہیں ہلاک کر دیں گے تو سونیا کو بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔ لہٰذا اس کارڈیور میں مار پیٹ کی آوازیں نہیں آنی چاہئیں۔

اس کاغذ پر آخر میں لکھا تھا کہ ہم اپنے اعلیٰ افسر کو ایک طرف تنہائی میں لے جا کر یہ ساری باتیں بتا دیں۔ پھر ہمارا کوئی آفیسر مادام سے تنہائی میں کہے گا تو یہ اسی طرح کا کاغذ پر لکھ لکھ کر ہمارے آفیسر کو سونیا کے تمام حالات سے آگاہ کریں گی اور دشمنوں کی صحیح نشاندہی بھی کریں گی۔ جناب! یہ اتنی اہم بات تھی کہ ہم مقابلہ کرنا بھول گئے اور اس پیغام کو آپ لوگوں تک پہنچانے کے لئے انہیں اپنے ساتھ لے کر اس دروازے سے نکل آئے۔ یہاں آنے کے بعد ان کی مکاری کا پتہ چلا۔ انہوں نے اس کاغذ کی گولی بنا کر سپیلٹر کے منہ میں ڈال دی اور انہیں نگلنے پر مجبور کیا۔ اس کے بعد انہوں نے ماسٹر اور ہمارے باکسر پر جس انداز میں تابڑ توڑ حملے کئے ہیں اور جس خوبصورتی سے اپنے لڑنے کے فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہی مادام سونیا ہیں۔"

جب اس کی باتیں ختم ہو گئیں تو ایک آفیسر نے سونیا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "مادام! یہ سب کیا ہے؟ آپ بتائیں کہ آپ نے ایسی چال کیوں چلی؟ آپ کو تو مقابلہ کرنا چاہئے تھا اور پوائنٹس حاصل کرنے چاہئیں تھے۔"

سونیا نے جواب دیا "میں پوائنٹس حاصل کر کے کیا کروں گی؟ میں نے اس کوریڈور میں داخل ہونے سے پہلے اس آزمائش کا مقصد معلوم کیا تھا۔ آپ نے جواب دیا کہ آپ اپنے جوانوں کو آزماتے ہیں کہ مصیبت کو کس طرح ٹالا جاتا ہے اور کس طرح ذہنی اور جسمانی مشقوں سے انسان پورے حوصلے کے ساتھ گزرتا ہے۔ لیکن میرا اپنا نظریہ ہے کہ جب عقل کام آتی ہو تو نادانوں کی طرح لڑنا جھگڑنا اور وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں نے دیکھا کہ کوریڈور میں پانچ آدمی ہیں۔ میں ماسٹر اور باکسر سے کوریڈور پار کرنے کے بعد بھی مقابلہ کر سکتی ہوں۔ باقی جو بچے وہ بائی ہے اس سے مقابلہ بالکل غیر ضروری تھا۔ خواہ مخواہ اپنی توانائی ضائع کرنے کی بات تھی۔ اسے تو بڑی آسانی سے بیوقوف بنایا جا سکتا تھا۔ باقی دو آدمی ایسے تھے۔ جن سے جسمانی مقابلے کی نوبت نہ آتی۔ ان سے ذہانت آزمانا تھی۔ سو میں نے ذہانت کو آزما لیا۔ جب اس آخری دروازے سے نکل آئی تو لڑائے ماسٹر اور باکسر کی حسرتیں بھی پوری کر دیں۔ اب آپ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر بولی ـــــ "ویسے، میں خود اس ملک میں یہودیوں سے محاذ آرائی کے لئے آئی ہوں۔ فرہاد نے لیڈی سائرہ بانو کی حفاظت مجھے سونپ دی ہے۔ اگر آپ مجھے اس خفیہ فائل کی حفاظت پر مامور نہ کریں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہودیوں سے تو مجھے دو دو ہاتھ کرنے ہی ہیں۔ یہ ملک فرہاد کا ہے تو میرا بھی ہے۔ جو اس ملک کے خلاف کوئی تخریبی کارروائی کرے گا وہ میرے ہاتھوں سے بچ کر نہیں نکلے گا۔ میں اس آزمائش سے گزر کر آپ لوگوں کو ایک نمونہ دکھانا چاہتی تھی۔ میں آزمائش سے نہ گزرتی تو صرف میری ہی نہیں، فرہاد کی بھی سُبکی ہوتی اور یہ مجھے منظور نہ تھا۔ چلئے اب آپ لوگ اپنا فیصلہ سنائیں۔"

وہ تمام افسران اسے بڑی حیرت سے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ ایک سینئر افسر نے قریب آ کر بڑے پیار سے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھے۔ پھر اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر کہا "یہ شلوار، یہ قمیص، یہ دوپٹہ میرے ملک کی بہنوں اور بیٹیوں کا لباس ہے۔ میری آرزو ہے کہ یہ لباس پہننے والیاں تمہاری طرح ذہین، دلیر اور حوصلہ مند ہو جائیں میں آج سے تمہیں اپنی بیٹی کہتا ہوں۔"

سونیا

کا حلیہ بھی بدل گیا تھا اور حالات بھی بدل گئے تھے۔ اب وہ فرہاد کے ساتھ رہنے والی آزاد سونیا نہیں رہی تھی اسے ایک اہم ملکی فرض سونپ دیا گیا تھا۔ ایک بہت ہی سیکرٹ فائل کی حفاظت کی ذمہ داری اس پر ڈال دی گئی تھی۔

جس عمارت میں وہ فائل موجود تھی اس کے چاروں طرف اتنا سخت پہرہ تھا کہ پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا لیکن دورِ جدید کے سائنس والوں نے اپنی دیواروں کو بھی غیر محفوظ بنا دیا تھا۔ سونیا ان جدید ایجادات سے بخوبی واقف تھی۔ عمارت میں چند خاص لوگوں کے سوا کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی اور ان پر بھی وہ کڑی نظر رکھتی تھی۔ وہ اچانک عمارت میں پہنچ کر دیکھتی کہ کوئی اپنے فرض سے غافل تو نہیں ہے۔ عمارت میں موجود چند اہم شخصیتوں کے سوا کسی کو ٹیلیفون کرنے تک کی اجازت نہیں تھی۔ سونیا سے اجازت لیے بغیر کوئی اپنے بیوی بچوں سے بھی فون پر بات نہیں کر سکتا تھا۔

فون پر ہونے والی تمام گفتگو سونیا ایک انٹر لاک رسیور کے ذریعے سنتی رہتی تھی۔

میں بھی اس سلسلے میں سونیا کی مدد کر رہا تھا۔ اسے معلومات فراہم کر رہا تھا کہ اس عمارت سے متعلق کون شخص اپنا وقت کہاں گزارتا ہے کن لوگوں سے ملتا ہے۔ اس کے گھر کس قسم کے لوگوں کی آمد و رفت ہے۔ سونیا ساری معلومات حاصل کر کے فرداً فرداً انہیں اپنے دفتر میں طلب کرتی اور ان کے معمولات کی تفصیل ان کے سامنے بیان کر کے اس کی تصدیق چاہتی تو وہ حیران رہ جاتے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عمارت میں کام کرنے والے تمام لوگ محتاط اور مستعد رہنے لگے تھے۔ سونیا اس عمارت کے جس حصے سے گزرتی تھی لوگ اسے دیکھ کر چوکنا ہو جاتے تھے۔ ہر شخص خوف زدہ رہتا تھا کہ پتہ نہیں کب اس کا محاسبہ ہو جائے۔ سونیا اب فوجی میں ملبوس رہتی تھی۔ وہ اپنے پاس کبھی ریوالور جیسے ہتھیار نہیں رکھتی تھی لیکن اب دستور کے مطابق اس کی کمر سے کارتوس کی پیٹی بھی بندھی رہتی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور بھی موجود رہتا تھا۔ اسے رہائش کے لیے سائرہ بانو کی اقامت گاہ کے قریب ہی ایک بنگلہ دے دیا گیا تھا۔ آمد و رفت کے لیے ایک جیپ مخصوص تھی۔ ایک اور جیپ میں اس کے محافظ ہر دم چاق و چوبند موجود رہتے تھے۔ اس خود نمائش کا مقصد یہ تھا کہ دشمنوں کو سونیا کے متعلق یہ علم ہو جائے کہ اب وہ ریکارڈ روم کی آر ایم او بنا دی گئی ہے۔

ایک صبح وہ سعید احمد سے ملاقات کرنے جانے کے لیے اپنی رہائش گاہ سے روانہ ہونے والی تھی، اس کے محافظ اپنی جیپ میں بیٹھے اس کے باہر نکلنے کے منتظر تھے کہ میں نے سونیا کو مخاطب کیا "ہیلو سونیا! کہاں کی تیاری ہے؟"

"کیا تم نہیں جانتے؟"

"جانتا ہوں اور تمہیں یہ خوشخبری سنانے آیا ہوں کہ اب دشمن نے تمہیں راہ سے ہٹانے کا منصوبہ مکمل کر لیا ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"تمہاری جیپ میں ایک ٹائم بم چھپا دیا گیا ہے تمہاری رہائش گاہ سے دفتر تک کا سفر آدھے گھنٹے کا ہے اور ٹائم بم میں پندرہ منٹ کا وقت مقرر کیا گیا ہے۔"

"اور وہ کس جگہ رکھا گیا ہے؟"

"اسٹیئرنگ سیٹ کے نیچے۔"

وہ فوراً رہائش گاہ سے باہر آئی اور اپنی جیپ کی طرف بڑھتے ہوئے محافظوں کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ جیپ کے پاس پہنچ کر اس نے ایک محافظ سے کہا "اسٹیئرنگ سیٹ کے نیچے ایک ٹائم بم رکھا ہوا ہے۔ اسے نکال کر اس کا سوئچ آف کر دو۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اسٹیئرنگ سیٹ کے نیچے بم موجود تھا۔ محافظ نے اسے نکال کر سوئچ آف کر دیا۔ ایک تحت نے حیرانی سے پوچھا "مادام! یہ کس کی حرکت ہے؟"

سونیا نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا "جس کی بھی حرکت ہے میں اس سے نمٹ لوں گی، چلو۔"

وہ سب اپنی جیپ میں جا کر بیٹھ گئے اور آگے پیچھے ان کی گاڑیاں روانہ ہو گئیں۔ راستے میں سونیا نے مجھ سے پوچھا۔ "فرہاد! یہ کس کی حرکت تھی؟ مجھے بتاؤ۔"

"تمہارے ریکارڈ روم میں ایک جونیئر آفیسر شمشیر علی ہے پچھلی رات اسے ایک تحریری پیغام کے ذریعے ہدایت کی گئی تھی کہ وہ کسی آدمی کے ذریعے سونیا کی جیپ میں ٹائم بم چھپا دے اور اس کے دفتر جانے کے وقت کا حساب کر کے بلاسٹنگ کا وقت مقرر کر دے۔"

سونیا نے پوچھا "تم نے شمشیر علی کے دماغ سے یہ نہیں معلوم کیا کہ وہ تحریر کس کی تھی؟"

"یہ بھی معلوم کر چکا ہوں وہ پیغام اسے لاہور سے موصول ہوا تھا۔"

"ہاں شمشیر علی چند دن پہلے لاہور سے ٹرانسفر ہو کر یہاں آیا ہے۔ اس کے ریکارڈ کے مطابق وہ ایک محب وطن اور ذمے دار آفیسر ہے۔"

"ریکارڈ کی تحریریں بعض اوقات دھوکا بھی دے دیتی ہیں۔ وہ یہاں تنہا رہتا ہے۔ اس کے بیوی بچے امریکہ میں ہیں۔ بچے وہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور بیوی بھی عیش و عشرت کی زندگی گزار رہی ہے۔ کیا ایک جونیئر آفیسر اپنے بیوی بچوں کو امریکہ جیسے مہنگے ملک میں رکھنے کا اہل ہو سکتا ہے؟ یقیناً اس کی آمدنی کے خفیہ ذرائع بھی ہیں جن کا علم ریکارڈ تیار کرنے والوں کو نہیں ہے۔"

"شمشیر علی کو وہ تحریری ہدایت کس نے دی تھی؟"

"جیمس رابن نامی گولف کے ایک کھلاڑی نے۔ وہ لاہور میں رہتا ہے اور وہیں شمشیر علی سے اس کے تعلقات قائم ہوئے تھے۔"

دفتر کی عمارت کے سامنے پہنچ کر سونیا نے جیپ رکوا دی۔ اسے دیکھتے ہی سب الرٹ ہو گئے۔ محافظوں نے اس کے لیے آہنی گیٹ کھول دیا۔ وہ جیپ ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے محافظوں کے ساتھ عمارت کے مین دروازے کے پاس پہنچی اور گاڑی سے اتر کر بادقار انداز میں چلتی عمارت میں داخل ہو گئی۔ اس کے قدم

ایک دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔

شمشیر علی اپنی کرسی پر بیٹھا بظاہر میز پر جھکا ہوا ایک فائل پڑھنے میں مصروف تھا لیکن اس کے کان کوریڈور سے ابھرنے والی قدموں کی آواز پر لگے ہوئے تھے۔ جب وہ آواز اس کے دروازے کے سامنے آکر تھم گئی تو اس کے دل کی دھڑکنیں بھی رکنے لگیں۔ میں اس کے دماغ میں موجود اس کی گھبراہٹ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اس کا سیفٹی کیچ ہٹایا اور اسے میز پر رکھی ہوئی فائل کے نیچے رکھ لیا تاکہ سونیا اگر دشمن بن کر آئے تو فوراً ہی اس کا کام تمام کیا جا سکے۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ سونیا کو دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سونیا نے اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا مجھے زندہ دیکھ کر تمہیں مایوسی ہو رہی ہے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "آپ کیا کہہ رہی ہیں مادام! ہماری تو دعا ہے کہ آپ ہمیشہ سلامت رہیں۔"

"جو دعا ٹائم بم کی ٹک ٹک سے مانگی گئی تھی۔ وہ میرے پاس محفوظ ہے۔"

شمشیر علی نے نہایت ہی پھرتی سے فائل کے نیچے سے ریوالور نکالا اور سونیا کا نشانہ لیتے ہوئے بولا۔ "میں جانتا تھا فرہاد کے ذریعے تمہیں اس کا علم ہو جائے گا۔ میں نے اس بلیک میلر سے التجا کی تھی کہ یہ کام مجھ سے نہ کرائے لیکن اس نے مجھے مجبور کر دیا۔ اسی وقت میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر تم ہم سے بچ بھی گئیں تو میرے ریوالور سے نہیں بچ سکو گی۔ میں مرتے مرتے بھی تمہیں مار ڈالوں گا۔"

اچانک اس کا لہجہ بدل گیا کیونکہ اب میں اس کی زبان سے بول رہا تھا۔ "ہیلو جان من! فکر نہ کرو، اب میں بول رہا ہوں۔ چلو ریسیور اٹھا کر سعید احمد کو شمشیر علی کے متعلق اطلاع دو۔"

سونیا نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگی۔ شمشیر علی ریوالور لیے چپ چاپ کھڑا تھا۔ وہ میری مرضی کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ سونیا نے سعید احمد کو اطلاع دینے کے بعد ریسیور رکھا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ سے ریوالور لے لیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ بری طرح بوکھلا کر کبھی اپنے خالی ہاتھوں کو اور کبھی سونیا کے ہاتھ میں موجود اپنے ریوالور کو دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے کہا۔ "تم مرتے مرتے بھی مجھے مار ڈالنا چاہتے تھے مگر اب کس طرح یہ خواہش پوری کر سکو گے۔ کیا وہ بلیک میلر جس کے ہاتھوں مجبور ہو کر تم اپنے ملک کو تباہ کرنے پر تل گئے تھے، اس وقت تمہاری مدد کر سکتا ہے؟"

سونیا کے ماتحت دروازے کے باہر موجود تھے۔ اس کے حکم پر انہوں نے اندر داخل ہو کر شمشیر علی کو گرفتار کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد سعید احمد اور دوسرے افسران بھی وہاں پہنچ گئے۔ شمشیر علی کو ایک عقوبت خانے میں پہنچا دیا گیا۔ یہ ایسی جگہ تھی جہاں بڑے بڑے سخت جان مجرموں کا پتا پانی ہو جاتا تھا اور وہ اصلیت اگلنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

وہاں پہنچ کر شمشیر علی کا حلق خشک ہونے لگا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ اسے ان مجرموں کا انجام یاد آنے لگا جنہیں اس نے اس عقوبت خانے میں اذیتیں سہتے دیکھا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہاں سے نکل کر دوسرا راستہ قبرستان ہی کو جاتا ہے۔ اذیتوں سے بچنے کے لیے اس نے فوراً ہی اعتراف کر لیا۔ اس نے کہا۔ "میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں اپنے ملک سے غداری کرتا رہا ہوں مگر میں ایسا کرنے کے لیے مجبور ہو گیا تھا۔"

اس سے سوال کیا گیا۔ "ایسی کیا مجبوری تھی جس نے تمہیں غداری پر آمادہ کر دیا؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "عورت آدمی کو بہکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ میری بیوی بہت حسین ہے۔ میں اسے بے حد چاہتا ہوں اور اس کی کوئی بات نہیں ٹال سکتا۔ ہمارے ملک کی اکثر عورتوں کی طرح وہ بھی یہی چاہتی تھی کہ اس کے پاس کار، ٹی وی ہو، نئے ماڈل کی ایئر کنڈیشنڈ کار ہو، ایک بنگلہ پاکستان میں اور ایک امریکہ میں ہو، دنیا کے کئی ملکوں میں اس کا بنک بیلنس ہو، جبکہ میری آمدنی اس کی بھی اجازت نہیں دیتی تھی کہ میں اپنے ملک میں بھی اپنا بنک بیلنس رکھ سکوں۔ مجھے اپنی بیوی کی فرمائش پوری کرنے کے لیے مجبوراً ملک دشمن عناصر کا ساتھ دینا پڑا۔ وہ لوگ کون ہیں، میں اچھی طرح نہیں جانتا۔ ابتک میں نے صرف جیمس روبن کو دیکھا ہے جو گولف کا مشہور کھلاڑی ہے مجھے اسی سے تحریری ہدایات ملتی ہیں۔"

ایک افسر نے کہا۔ "تمہارے جیسے لوگ بیویوں کے غلام بن کر، بچوں کو مغربی تعلیم دلانے کی خاطر اور بیرونی ممالک میں اپنا بنک بیلنس بڑھانے کے لیے ملک سے غداری پر آمادہ ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کو بھیانک اور عبرتناک سزا ملنی چاہیے۔ تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ کبھی پکڑے گئے تو مارے جاؤ گے۔ تمہاری حسین اور جوان بیوی کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ وہ تمہارے بعد دوسری شادی کر لے گی۔ تمہاری اولاد جس ملک میں بھی رہے گی وہ ایک غدار

باپ کی اولاد کہلائے گی۔ کیا امریکی حکومت تمہاری اولاد پر اعتماد کر سکتی ہے یا پاکستان میں انہیں اچھی نظروں سے دیکھا جا سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ تم نے صرف اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے اپنے ملک کو بیچنا چاہا تھا۔ اب تمہاری زندگی موت کے ہاتھوں بک جائے گی۔"

شمشیر علی کو چپ چاپ ایک کال کوٹھڑی میں پہنچا دیا گیا۔ وہ چاہتے تھے کہ شمشیر علی کی غداری کا علم اسٹاف کے دوسرے لوگوں کو نہ ہو۔ اور سونیا لاہور جا کر وہاں کی انتظامیہ کے تعاون سے جیمس روبن تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ اگر شمشیر علی کی گرفتاری کی خبر عام ہو جاتی تو جیمس روبن ہوشیار ہو جاتا اور ایسی صورت میں وہ ملک سے فرار یا روپوش ہو سکتا تھا۔ لاہور آفس کو اطلاع دے دی گئی تھی کہ مادام سونیا وہاں پہنچنے والی ہیں لیکن ان کی آمد سے پہلے ہی جیمس روبن کو گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے۔

سونیا دو بجے کی فلائیٹ سے لاہور جانے والی تھی۔ سائرہ بانو نے کہا۔ "بیٹی! میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ وہاں مرجانہ کے انکل رہتے ہیں۔ تم وہیں میرے ساتھ قیام کرنا۔ میں تمہیں لاہور کی سیر بھی کراؤں گی۔"

سائرہ بانو کی حفاظت کی ذمہ داری بھی سونیا پر تھی۔ اس نے سوچا اگر وہ سائرہ بانو کو چھوڑ کر لاہور چلی گئی اور دشمنوں نے اس کی غیر موجودگی میں انہیں کچھ نقصان پہنچایا تو مرجانہ کو کیا جواب دے گی۔ اس خیال سے وہ سائرہ بانو کو بھی اپنے ساتھ لاہور لے جانے پر رضامند ہو گئی۔

لاہور ایئر پورٹ پر ایک اعلیٰ افسر نے سونیا کا استقبال کیا اور اسے یہ مایوس کن خبر سنائی کہ گولف کا کھلاڑی جیمس روبن غائب ہے۔ وہ گلبرگ کی ایک کوٹھی میں کرائے پر رہتا تھا۔ کوٹھی کی تلاشی لے لی گئی ہے۔ وہاں اس کا تمام سامان موجود ہے مگر سامان میں کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی جس سے اس کا کوئی سراغ مل سکتا۔

سونیا نے کہا۔ "جیمس روبن جن لوگوں سے ملتا تھا جس حلقے میں بیٹھتا اٹھتا تھا ان تمام افراد کی فہرست تیار کر کے ان سے معلوم کیا جائے۔ کوئی نہ کوئی سراغ ضرور ملے گا۔"

"مادام! ہم یہی کر رہے ہیں۔ ہمیں تھوڑی سی مہلت چاہیے۔ انشاء اللہ کل صبح تک کچھ نہ کچھ نتیجہ نکل آئے گا۔"

وہ سائرہ بانو کے ساتھ سیدھی مرجانہ کے انکل کی رہائش گاہ پہنچا اور فوری اتار کر ایک سیدھی سادی مشرقی دوشیزہ بن گئی۔

یہاں سائرہ بانو اور طاہرہ بانو کے بہت سے رشتہ دار بھی تھے جو اس سے بہت متاثر تھے۔ وہ میرے احساس کے متعلق طرح طرح کے سوالات کرتے رہے۔ سونیا مختصراً جواب دیتی رہی۔ چائے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد سونیا ان لوگوں سے بھجیا چھڑا کر سائرہ بانو کے ساتھ شاپنگ کے لیے نکل گئی۔

میں نے سونیا سے کہا۔ "اب تو تمہیں کل ہی صبح جیمس روبن کے متعلق کچھ اطلاع ملے گی۔ مجھے اجازت دو تاکہ دوسرے لوگوں کی بھی خبر گیری کر سکوں۔"

اس سے رخصت ہو کر میں دماغی طور پر پران بسیرا میں حاضر ہو گیا۔ پران بسیرا اس چھوٹے سے خوبصورت سے کاٹیج کا نام تھا جسے پران پریمی نے ایک ایسی جگہ تعمیر کرایا تھا جہاں وہ اپنے دوستوں، رشتہ داروں وغیرہ سے دور تنہائی میں کچھ وقت گزار سکے۔ چونکہ میں پران پریمی کے روپ میں تھا اس لیے مجھے بھی اس کاٹیج سے استفادہ کرنے کی سہولت حاصل تھی۔ میں چند لمحوں تک ایک صوفے پر خاموش بیٹھا رہا۔ پھر رسونتی سے رابطہ قائم کیا۔ کئی ماہ گزر چکے تھے۔ وہ جلد ہی ماں بننے والی تھی۔ ان دنوں وہ یوگا کی ہلکی پھلکی مشقیں کر رہی تھی۔ کبھی کھڑی ہو کر کبھی چاروں شانے چت لیٹ کر وہ ذرا سی دیر کے لیے سانس روکتی پھر سانسیں لینے لگتی تھی۔ دوسرے لفظوں میں وہ بچے کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی یوگا سے متعارف کرا رہی تھی۔

میں اس سے باتیں کرتا رہا۔ وہ بہت خوش تھی۔ اس کی صحت بھی کافی اچھی ہو گئی تھی۔ سمندر کا ساحل وہاں سے تقریباً پچیس میل کے فاصلے پر تھا وہ اکثر کار کے ذریعے وہاں چہل قدمی کے لیے جاتی رہتی تھی۔ غلام نے ایک خوبصورت سی جھیل کے سامنے اس کے لیے ایک نہایت ہی خوبصورت سا کاٹیج تعمیر کرایا تھا۔ جھیل کے آس پاس جو لوگ آباد تھے وہ سب غلام کے تابعدار تھے۔ ان میں بہت سے مسلمان بھی تھے۔ رسونتی کے کاٹیج کے قریب ہی ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر کی جا رہی تھی۔ گویا غلام میرے بچے کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے لیے اسلامی ماحول پیدا کر رہا تھا۔

میں تقریباً ایک گھنٹے تک خیال خوانی کے ذریعے رسونتی کو بہلاتا رہا۔ پھر اس سے رخصت ہو کر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اور ڈیزی جمال عیسائی باپ بیٹی کی حیثیت سے ایک کرائے کے کاٹیج میں رہ رہے تھے۔ مرجانہ وہاں مس ماریہ کہلاتی تھی۔ اس کا علاج جاری تھا جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ سونیا کے متعلق سوچ رہی تھی۔

وہ سونیا کو دیوانگی کی حد تک چاہتی تھی اور مجبوراً یہ عارضی

جدائی قبول کی تھی کیونکہ اس جدائی کے نتیجے میں اس میں جو تبدیلی آنے والی تھی وہ بڑی دلفریب تھی۔ اس تبدیلی کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے سونیا کو حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی اور ابھی سے اسے اپنی ملکیت تصور کرنے لگی تھی۔

میں نے اس کے دماغ میں چھپ کر اسے سمجھانا چاہا۔ سونیا فرہاد کے سوا کسی کی نہیں ہو سکے گی۔ بے شک وہ مرجانہ کو بھی جان سے زیادہ چاہتی ہے لیکن محبت میں جان کی نہیں دل کی اہمیت ہوتی ہے اور وہ دل فرہاد کو پیش کر چکی ہے۔ مرجانہ کے لیے صرف جان رہ گئی ہے اور مرجانہ اس کی جان لینا نہیں اس پر جان قربان کر دینا چاہتی تھی۔

میں نے اسے مخاطب کرنا چاہا مگر اسی وقت ڈیئر جمال کی آواز سنائی دی۔ وہ مرجانہ سے پوچھ رہا تھا "بیٹے! کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ خیالوں سے چونک کر بولی "کچھ نہیں پاپا! میں سونیا کے متعلق سوچ رہا تھا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "جب دیکھو سونیا کے متعلق سوچتی رہتی ہو بیٹے! محبت اچھی ہوتی ہے مگر دیوانگی اچھی نہیں ہوتی۔"

"پاپا! آپ مجھے بیٹا کہہ کر بیٹی کی طرح مخاطب کرتے ہیں۔ گویا بیک وقت بیٹا بھی سمجھتے ہیں اور بیٹی بھی۔"

"تم میری بیٹی ہی ہو۔ میں تمہیں بیٹا نہیں سمجھ رہا ہوں۔"

"اچھا، تو کیا میں تبدیل نہیں ہو رہا ہوں؟ کیا آپ میری آواز میں تبدیلی محسوس نہیں کر رہے ہیں؟"

اس کی بات سن کر میں چونک گیا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کی آواز کو محسوس کر سکتا تھا اور اب میں نے توجہ دی تو معلوم ہوا کہ اس کی آواز تبدیل ہو چکی ہے۔ اس کے لہجے میں پہلے جیسی نرمی موجود تھی لیکن اس نرمی میں مردانہ سختی بھی شامل ہو گئی تھی۔ اس کی آواز قدرے بھاری ہو گئی تھی۔ اس میں وہ نسوانی ترنم نہیں رہا تھا۔

ڈیئر جمال نے کہا "بے شک تم تبدیل ہو رہی ہو۔ تقریباً ہو چکی ہو لیکن ابھی میرا ذہن اسے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوا ہے۔ اسی لیے میں تمہیں لڑکی سمجھ کر اسی انداز میں گفتگو کرتا ہوں۔"

مرجانہ نے کہا "ڈاکٹروں نے آپ کو مشورہ دیا ہے کہ میرے ساتھ لڑکوں جیسا رویہ رکھا جائے تاکہ مجھ پر نفسیاتی اثر بھی پڑتا رہے۔ لہٰذا آپ مجھے لڑکا سمجھ کر ہی مخاطب کیا کریں۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "چلو بیٹے! تم تبدیل ہو چکے ہو اور میں اس بات کو تسلیم کر کے آج سے تمہیں بیٹوں کی طرح مخاطب کیا کروں گا۔"

"تھینک یو پاپا! جب آپ نے مجھے بیٹا سمجھ لیا ہے تو یہ بھی دیکھئے کہ یہ نوجوانی کی عمر ہے۔ اگر میں سونیا سے عشق کرتا ہوں تو کیا برا کرتا ہوں؟"

"مرجانہ! عشق میں برائی نہیں ہے مگر..."

مرجانہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا "یہ مرجانہ کیا ہوتا ہے۔ جب آپ نے مجھے بیٹا تسلیم کر لیا ہے تو بیٹی کے نام سے کیوں مخاطب کر رہے ہیں؟"

"بھئی نام بھی بدل دیا جائے گا۔ اب میں تمہاری امی کو خط لکھ کر ان سے مشورہ کروں گا کہ تمہارا کیا نام رکھا جائے۔"

"میں اپنے لیے جو نام تجویز کروں گا، امی کو ضرور پسند آئے گا۔ ان سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"کیا تم نے کوئی نام تجویز کیا ہے؟"

"بہت سے نام سوچے ہیں لیکن کوئی جچ نہیں رہا ہے۔"

"دیکھو بیٹے! تم اپنے والد نواب سلامت علی کے نام کی مناسبت سے اپنا نام نواب کرامت علی یا نواب رحمت علی رکھ لو۔"

"جانے دیجئے پاپا! آپ مجھے سو سال پیچھے لے جا رہے ہیں۔ کوئی ماڈرن قسم کا نام بتائیے۔ ایسا کہ سونیا مجھے مخاطب کرے تو اس کے تخاطب میں بھی بے انتہا محبت رچی ہو۔"

ڈیئر جمال نے ہنستے ہوئے کہا "تو پھر اپنا نام محبت خان رکھ لو۔"

"آپ مذاق نہ اڑائیں۔ میں ایسا نام چاہتا ہوں جیسا آپ کا ہے۔ ڈیئر جمال! امی جب ڈیئر کہتی ہوں گی تو آپ کو کتنا اچھا لگتا ہوگا۔"

وہ جھینپ کر بولا "شریر کہیں کی۔"

"کہیں کی نہیں، کہیں کا۔"

"اوہ سوری، تم بہت شریر ہو گئے ہو۔ اپنی امی کا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"کبھی نہیں۔ مجھے اس سے جتنی خوشی ہوتی ہے اسکے اظہار کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں لیکن افسوس کہ آپ پرانے بزرگوں کی طرح میری محبت پر اعتراض کر رہے ہیں۔"

"میں اعتراض نہیں کر رہا ہوں، تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ سونیا اور فرہاد کا تمام ریکارڈ ہمارے سامنے ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ سونیا کبھی فرہاد کو چھوڑ کر تمہاری طرف مائل نہیں ہو سکتی۔ پھر اس محبت اور طلب کا کیا فائدہ ہے؟"

مرجانہ نے اپنا ایک ہاتھ آگے بڑھا کر کہا "پاپا! دنیا میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کی طرف میں ہاتھ بڑھاؤں اور اسے حاصل نہ کر سکوں۔"

"یہ ضد کرنے اور بڑے بڑے دعوے کرنے کی عمر ہے جب زمانے کی اونچ نیچ سے گزر کے تجربہ حاصل کرو گے تو یہ بات تمہاری سمجھ میں آئے گی کہ بعض معاملات میں دل پر جبر کر کے راستہ بدل لینے ہی میں عافیت ہے۔"

"آپ سمجھتے ہیں کہ میں فرہاد اور سونیا کی راہ میں حائل ہو رہا ہوں۔ پاپا! میری محبت میں سونیا کی بھلائی ہے۔ آپ کو شاید فرہاد کے متعلق زیادہ علم نہیں ہے۔ فرہاد ایک تو رسوائی سے شادی کر چکا ہے، دوسرے یہ کہ وہ سونیا سے دگنا دور رہتا ہے۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ سونیا سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے ایسے میں اگر میں سونیا کو بھرپور محبت دوں گا۔ اس کے زخمی دل پر مرہم رکھوں گا تو کیا وہ فرہاد کو بھول کر میری نہیں بن جائے گی؟ وہ عورت محبت کے جواب میں محبت چاہتی ہے۔ سونیا بھی یہی چاہتی ہوگی اور جب اسے میری محبت ملے گی تو وہ سب کچھ بھول کر میری ہو جائے گی۔"

"اور فرہاد؟"

"فرہاد مجھے بہت چاہتا ہے۔ میں اس سے التجا کروں گا۔ اسے احساس دلاؤں گا کہ وہ سونیا جیسی حسین، ذہین اور قلیر عورت کی ناقدری کر رہا ہے۔ اسے اس کی ضرورت نہیں ہے تو اسے میرے لیے چھوڑ دے۔"

ڈیئر جمال نے مسکراتے ہوئے کہا "بیٹے! تم جسے ناقدری کہہ رہے ہو، وہی حد سے بڑھی ہوئی قدردانی ہے۔ تم فرہاد اور سونیا کے دل میں جھانک کر نہیں دیکھ سکتے کہ وہ دور رہ کر بھی ایک دوسرے کو کس قدر چاہتے ہیں۔ محبت کرنے والے بعض اوقات ایک دوسرے سے اس طرح لڑتے جھگڑتے ہیں کہ ان کی محبت پر نفرت کا گمان ہونے لگتا ہے لیکن وہ بظاہر جتنے دور دور نظر آتے ہیں، ان کے دل اتنے ہی قریب اور ایک دوسرے کی محبت سے لبریز ہوتے ہیں۔ سونیا اور فرہاد کا معاملہ بھی ایسا ہی ہو سکتا ہے۔"

"آپ اس سلسلے میں کوئی بھی رائے رکھتے ہوں۔ بہرحال میں ایک بات جانتا ہوں کہ میرا جینا مرنا صرف اور صرف سونیا کے لیے ہے۔ اگر فرہاد نے میری بات نہ مانی اور وہ میرے راستے کی دیوار بنا تو میں سونیا کو لے کر اتنی دور بھاگ جاؤں گا جہاں فرہاد کبھی نہ پہنچ سکے گا۔"

"بیٹے! ذرا عقل سے کام لو۔ فرہاد کی نظروں سے تو تم بھاگ سکتے ہو مگر اس کی ٹیلی پیتھی سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟"

مرجانہ نے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر کہا "فرہاد کی ٹیلی پیتھی بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گی۔ میں سونیا کے ساتھ موت کی آغوش میں چلا جاؤں گا۔"

ڈیئر جمال نے پریشان ہو کر کہا "بیٹے! یہ کیسی دیوانگی کی باتیں کر رہے ہو۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے۔ اس عمر میں مرنے کی باتیں نہیں کرتے۔"

"پاپا! وہ محبت ہی کیا جو موت سے ڈر جائے۔ آپ دیکھئے میں فرہاد کی ٹیلی پیتھی سے لڑتا بھڑتا آگ کے دریا سے گزر کر ایک دن سونیا تک پہنچ جاؤں گا۔ جب تک میں سونیا کو حاصل نہیں کر لوں گا مجھے موت بھی نہیں آئے گی۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ڈیئر جمال سوچ رہا تھا، بیوقوف بہت ہی ناسمجھ ہے۔ اسے سمجھا بجھا کر راہِ راست پر لانے کے لیے بڑی محنت کرنا پڑے گی۔ میں سائرہ بانو سے بھی کہوں گا کہ کسی طرح اسے اپنے ارادوں سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔

وہ باتھ روم کی طرف جا رہی تھی۔ ڈیئر جمال نے اسے مخاطب کیا "بیٹے! نام کا مسئلہ تو رہ ہی گیا۔ تم نے بتایا نہیں کہ تم اپنا کیا نام رکھنا چاہتے ہو؟"

مرجانہ نے پلٹ کر کہا "جانِ من!"

"یہ کیا نام ہوا؟"

"جب ڈیئر جمال نام ہو سکتا ہے تو جانِ من کیوں نہیں ہو سکتا؟ جب سونیا مجھے جانِ من کہے گی تو میرا دل خوشی سے باغ باغ ہو جائے گا۔"

"بیٹے! یہ کوئی نام نہیں ہے۔ یہ نام کسی کو پسند نہیں آئے گا۔"

"پاپا! میرا لڑکی سے لڑکا بننا بھی شاید بہت سے لوگوں کو پسند نہ آئے اور میرا سونیا سے محبت کرنا بھی بہت سوں کو برا لگے گا مگر میرا نام، میری شخصیت میرا جینا اور مرنا سب کچھ سونیا کے لیے ہے۔ وہ مجھے جانِ من کہے گی تو مجھے کسی کی پسند اور ناپسند کی پروا نہیں رہے گی۔"

ڈیئر جمال نے گہری سانس لے کر کہا "سونیا کو دنیا میں ایک ہی نام پسند ہے اور وہ ہے فرہاد۔ تم اپنا نام سونیا سے پوچھ کر رکھو۔ وہ جو نام تجویز کرے گی اس میں محبت اور اپنائیت ہو گی اور تمہیں ساری زندگی یہ خوشی رہے گی کہ تم سونیا کے تجویز کردہ نام سے پکارے جا رہے ہو۔"

مرجانہ نے آگے بڑھ کر ڈیئر جمال کا ہاتھ تھام کر اس سے

مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "واہ پاپا! کیا تدبیر بتائی ہے۔ میں تو بالکل ہی بھول گیا تھا کہ مجھے اس سلسلے میں سونیا سے مشورہ کرنا چاہیے۔ میں ایک کیسٹ ——— میں اپنے دلی جذبات ریکارڈ کر کے سونیا کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ وہ ریکارڈر کے ذریعے میری آواز سن کر حیران رہ جائے گی کہ میں کتنا بدل گیا ہوں۔ پھر اس کے خیالوں سے مرجانہ مٹ جائے گی اور جان من اس کے دماغ میں طلوع ہو جائے گا۔"

"تمہاری بدلی ہوئی آواز سن کر وہ تسلیم کرنے سے انکار کر سکتی ہے کہ تم مرجانہ ہی ہو۔"

"پاپا! اس کیسٹ میں آپ کی بھی آواز ہوگی۔ آپ اسے یقین دلائیں گے کہ میں مرجانہ ہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے، تم آج رات کیسٹ تیار کرو۔ کل ہم وہ کیسٹ سونیا کے پاس بھیج دیں گے۔"

وہ خوش ہو کر باتھ روم میں چلی گئی۔ دروازہ بند کر کے اس نے لائٹ آن کی اور آئینے میں اپنا جائزہ لینے لگی۔ اس نے چہرے پر ہاتھ پھیر کر دیکھا وہاں ہلکی ہلکی سختی آگئی تھی۔ مونچھوں کی جگہ اور ٹھوڑی پر یوں تو پہلے ہی ہلکا ہلکا سنہرا بن جھلکنے لگا تھا مگر اب نمایاں طور پر کہیں کہیں مردانگی کی فصل اگتی ہوئی نظر آرہی تھی وہاں ڈیزی جمال کا شیونگ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ اس نے شیونگ اسٹک کھول کر اس میں بلیڈ رکھا اور اپنے چہرے پر شیونگ کریم لگا کر برش سے صابن کے جھاگ بنانے لگی۔

اگرچہ داڑھی مونچھوں کی جگہ کہیں کہیں برائے نام ننھے سے ریشم جیسے بال نظر آتے تھے۔ شیونگ کی قطعی ضرورت نہیں تھی، لیکن وہ اس لیے اپنے چہرے پر بلیڈ پھیر رہی تھی کہ فصل اور گھنی ہو جائے۔ سونیا نے ایک بار اسے بتایا تھا فرہاد کی بڑھی ہوئی شیو بڑی بھلی لگتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے پھول کو اپنے پیار بھرے کانٹوں کا رشتہ مل گیا ہو۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو جان من!"

میری سوچ کو محسوس کرتے ہی وہ چونک گئی اور مسکرا کر بولی۔ "ہیلو فرہاد! تم کب سے میرے دماغ میں ہو؟"

"جب سے تمہارے جذبات مچل رہے ہیں۔ میں نے تمہاری اور ڈیزی جمال کی گفتگو سنی ہے۔"

"یہ تو بڑی غلط بات ہے کہ تم بغیر اطلاع دیے دماغ میں گھس آتے ہو۔"

"جو لوگ غلط باتیں سوچتے یا غلط راہ پر چلتے ہیں وہ یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ان کی سوچ پڑھ کر ان کی گمراہی کو سمجھ سکے۔"

"میں کون سی گمراہی کی طرف مائل ہوں۔"

"سونیا کو تم جس راہ پر لے جانا چاہتی ہو وہ اس راہ پر نہیں جا سکتی۔"

"تم اسے روکو گے تو شاید نہ جا سکے۔"

"محبت کرنے والوں کی راہ کوئی نہیں روک سکتا۔ اسی لیے مجھے یقین ہے کہ تم سونیا کو میری راہ سے نہیں بھٹکا سکو گی۔ دیکھو جان من! اگرچہ تمہارا یہ نام مجھے پسند نہیں ہے لیکن فی الحال میں تمہیں اسی نام سے مخاطب کر رہا ہوں۔ تم سونیا سے ضرور دریافت کر لینا کہ وہ تمہیں کس نام سے مخاطب کرنا چاہتی ہے اور اس کا فیصلہ سونیا پر چھوڑ دو کہ وہ تمہاری طرف مائل ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر وہ تمہاری طرف جھک گئی تو مجھے دکھ تو ہوگا لیکن سونیا کی خوشی اور تمہاری دوستی کی خاطر میں اس کا فیصلہ قبول کر لوں گا اور اگر وہ تمہیں ٹھکرا دے تو تمہارا بھی فرض ہے کہ تم اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ کیا یہ بات انصاف کی نہیں ہے؟"

"ہاں اور مجھے یقین ہے کہ سونیا میرے حق میں فیصلہ دے گی کیونکہ تمہاری طرف سے اسے بے توجہی اور ناقدری کے سوا کچھ نہیں ملا۔ میری محبت پا کر وہ تمہیں مسترد کر دے گی۔ بشرطیکہ تم اس دوران اسے نہ بھڑکاؤ اور علاج مکمل ہونے کے بعد مجھے کچھ عرصے تک سونیا کے قریب رہنے کا موقع دو۔ پھر دیکھ لینا کہ جیت کس کی ہوتی ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ ہر طرح کا تعاون کروں گا۔ اچھا ایک بات بتاؤ، تم نے سونیا کے نقطۂ نظر سے تو اپنا نام جان من رکھ لیا۔ جب وہ جان من کہے گی تو تمہیں بڑا مزہ آئے گا، لیکن فرہاد کے نقطۂ نظر کے بارے میں بھی سوچا ہے جب میں تمہیں جان من کہہ کر پکاروں گا تو تمہیں کیسا محسوس ہوگا؟"

وہ پہلے تو جھینپ گئی پھر ڈھٹائی سے بولی۔ "تم اپنے طور پر جو چاہو سوچ سکتے ہو، لیکن تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں اپنے ارادوں میں اتنا سخت ہوں کہ فرہاد ملی تیمور کی ٹیلی پیتھی مجھے ذہنی اذیتیں دینے کے باوجود توڑ نہیں سکتی۔ مجھے صرف سونیا کی محبت ہی توڑ سکتی ہے۔ میں اس کے قدموں میں ہی بکھر سکتا ہوں۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ کون کیا ہے۔ ابھی اس پر بحث کرنا فضول ہے۔ میں جا رہا ہوں خدا حافظ۔"

میں خاموش ہو گیا مگر اس کے دماغ سے نہیں نکلا۔ وہ

شیو مکمل کرنے کے بعد اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتی اور مسکراتی رہی۔ میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "آہ مرجانہ! تم کہاں چلی گئیں، کہاں گم ہو گئیں۔ قدرت نے تمہیں جیتے جی مار ڈالا اور اب تمہاری خاک سے ایک نئی شخصیت جنم لے رہی ہے۔ میری دوست، میرے دکھ سکھ کی ساتھی مرجانہ! میں تمہیں الوداع کہتا ہوں اور تمہارے اندر سے جو نئی شخصیت جنم لے رہی ہے اسے خوش آمدید کہتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ہم ہر روپ میں اچھے دوست بن کر رہیں اور دشمنی کے راستے پر نہ چلیں۔ خدا حافظ مرجانہ!"

میں نے آنکھیں کھول دیں اور اپنی جگہ واپس آگیا۔ میرے چاروں طرف پران بسیرا کی خواب گاہ کا سناٹا تھا۔ وہ خوابگاہ میرے لیے مخصوص تھی مجھے اس کے در و دیوار خاموش اور اداس اداس سے لگ رہے تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ابھی مرجانہ کو قبر میں اتار کر آرہا ہوں۔ میں، سونیا، رسونتی، سائرہ بانو اور ڈیزی جمال اب کبھی پرانی مرجانہ کو نہیں پا سکیں گے جسے پائیں گے وہ ایک نیا انسان ہوگا۔ ایک صندی بچہ جو سونیا کے لیے مچلتا رہے گا۔

اچانک میں خیالات سے چونک گیا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میں صوفے سے اٹھ کر بستر کے سرے پر بیٹھ گیا، اور رسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو پران بر بی دس اینڈ۔"

دوسری طرف سے مادام روزانہ کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو فرہاد! تمہارے لیے ایک ضروری اطلاع ہے۔ یہ شاید تمہارے لیے خوشخبری بھی ثابت ہو۔ آج میں نے ایک انتہائی حسین لڑکی کو دیکھا ہے۔ وہ حسن و شباب کا ایسا شاہکار ہے جسے دیکھ کر تم یقیناً پاگل ہو جاؤ گے۔"

میں نے بیزاری سے پوچھا۔ "کیا تم نے یہی خوشخبری سنانے کے لیے فون کیا ہے؟"

"آگے تو سنو۔ اس حسینہ کا نام رینا جلال ہے۔"

میں ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ "رینا جلال؟ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ کیا رینا کا تعلق جلال بیگ سے ہے؟"

"بیشک۔ میں نے اسے ایک قمار خانے میں دیکھا ہے۔ میں تمہیں اس قمار خانے کا پتہ بتا دیتی ہوں۔ وہ وہاں باقاعدہ آتی ہے اور مسز رینا جلال کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ کیسینو کے دفتر میں مستقل آنے والوں کے نام اور پتے درج ہیں میں نے اپنے ذرائع سے معلومات حاصل کیں اور رجسٹر سے اس کا پورا نام اور پتہ حاصل کر لیا ہے۔ میں بتا رہی ہوں تم نوٹ کر لو۔"

"تم جو کچھ بتاؤ گی میرے دل پر نقش ہوتا رہے گا۔ بولتی رہو۔"

مشکل سے تو ایک دروازہ دکھائی دیا ہے۔ جس سے گزر کر میں جلال بیگ تک پہنچ سکتا ہوں۔"

نمبر ۱۷۵، بارھویں گلی، نیدرچپلسی۔ جانتے ہو نیدرچپلسی کے معنی ہیں دنیا کا آخر۔ اور تم دنیا کی آخری حسین ترین لڑکی سے ملنے جا رہے ہو ذرا ہوشیار رہنا۔"

"کام کی بات کرو۔ اس کے متعلق جو کچھ جانتی ہو، ایک ایک بات مجھے بتا دو۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ جلال بیگ نے رینا سے شادی کی ہوگی؟"

"ہاں میں نے ایک بار حشمت بیگ کے دماغ کو پڑھ کر جلال بیگ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ حشمت بیگ اپنے بیٹے کے متعلق زیادہ کچھ نہیں جانتا ہے لیکن اسے یہ معلوم ہے کہ جلال بیگ کسی بہت ہی حسین عورت کے عشق میں گرفتار ہے۔ حشمت بیگ اپنی بہو کو دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن جلال بیگ نے میری ٹیلی پیتھی کے خوف سے انہیں نہیں ملنے دیا۔ اور حشمت بیگ آج تک رینا جلال کو نہیں دیکھ سکا مجھے یقین ہے کہ رینا جلال ہی وہ عورت ہے جس کے بارے میں مجھے حشمت بیگ کے دماغ نے بتایا تھا۔"

مادام روزانہ نے کہا۔ "اب غور سے سنو۔ رینا جلال پچھلی رات کیسینو میں ایک لاکھ پونڈ ہار کر گئی ہے۔ میں نے اپنی تنظیم کی چند لڑکیوں کو اس کے فلیٹ کی طرف بھیجا تھا وہ لڑکیاں اپاہج بچوں کے لیے چندہ مانگنے گئی تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ رینا جلال کچھ جھنجھلائی ہوئی تھی۔ اس کے دماغ پر ہار کا اثر تھا۔ میری ہدایت کے مطابق ایک لڑکی نے اس سے کہا کہ جوا کھیلنے سے پہلے انسان کو اپنی تقدیر کا حال معلوم کر لینا چاہیے ہمارے ہاں لندن میں ایک ایسا نجومی ہے جو ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر مستقبل قریب کی پیشن گوئی کر سکتا ہے۔ رینا نے کہا کہ یہ نجومی سب فراڈ ہوتے ہیں۔

لڑکی نے کہا۔ "مگر وہ ایسا نہیں ہے۔ میں اس کا پتہ بتاتی ہوں۔ آپ اس سے مل کر آزما لیں۔ جو پوچھیں گی، اس کا آپ کو صحیح جواب ملے گا۔ وہ آپ کا ماضی، حال اور مستقبل آپکے سامنے رکھ دے گا۔"

اس کے بعد اس لڑکی نے تمہارا پتہ بتا دیا۔ تمہارا ٹیلیفون نمبر بھی رینا نے نوٹ کر لیا ہے۔" پھر وہ چہک کر بولی۔ "مجھے اپنے دل میں ذرا سی جگہ دے دو تو میں سونیا سے بھی بڑے کارنامے انجام دے سکوں گی۔ تمہارے لیے جان سے بھی گزر جاؤں گی۔"

"روزانہ! جان سے گزر جانا آسان ہے لیکن وفا نبھ

سے کام لینا بہت مشکل ہے۔ اگر تمہاری جگہ سونیا ہوتی تو جانتی ہو کیا کرتی؟"

اس نے پوچھا: "کیا کرتی؟"

"وہ رینا جلال کو کبھی پران پریمی کا نام اور پتہ نہ بتاتی۔ وہ کسی طرح رینا کو گھیر کر اسی کیسینو میں لے جاتی جہاں وہ ایک لاکھ پونڈ ہار چکی ہے، پھر مجھے اطلاع دیتی۔ میں اجنبی بن کر اس کے سامنے جاتا اور اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں اتر جاتا۔ پھر سارا کھیل آسان ہو جاتا۔"

وہ بولی: "اتنے پاپڑ بیلنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ دیکھ لینا وہ تمہارے فون نمبر پر تم سے رابطہ قائم کرے گی۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ میں جلال بیگ کو اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔ رینا اس کے مشورے اور اجازت کے بغیر کبھی کسی اجنبی سے ملاقات نہیں کرے گی۔ جلال بیگ نے یقیناً سختی سے تاکید کی ہوگی کہ اگر وہ اس کی بیوی بن کر رہنا چاہتی ہے تو کسی بھی اجنبی سے اس کی اجازت کے بغیر نہ ملے۔"

"کیا کیسینو میں جوا کھیلنے کے دوران وہ اجنبیوں سے نہیں ملتی ہوگی؟"

"بیشک ملتی ہوگی لیکن جلال بیگ کے آدمی اس کے آس پاس رہ کر یہ معلوم کرتے رہتے ہوں گے کہ کوئی اجنبی رینا میں دلچسپی تو نہیں لے رہا ہے۔ میری معلومات کے مطابق جلال بیگ بہت زیادہ محتاط رہتا ہے۔ رینا کے فلیٹ میں آرام و آسائش کی تمام چیزیں موجود ہوں گی لیکن ٹیلیفون نہیں ہوگا تاکہ کوئی اسے فون کر کے اس کی آواز سننے کی کوشش نہ کرے۔"

مادام روزانہ نے شکست خوردہ لہجے میں کہا: "ہاں، یہ بات درست ہے۔ واقعی اس کے فلیٹ میں ٹیلیفون نہیں ہے۔"

"تم میں اور سونیا میں یہی فرق ہے۔ آئندہ کبھی خود کو سونیا کی ترازو میں تولنے کی کوشش نہ کرنا۔"

میں نے رسیور رکھ دیا۔ مجھے روزانہ پر غصہ آ رہا تھا کمبخت کو جب یہ معلوم ہو گیا تھا کہ رینا اور جلال بیگ کا کیا رشتہ ہے تو وہ پہلے مجھے اطلاع دیتی لیکن وہ مجھ پر اپنی کارکردگی کا رعب جمانے کی کوشش میں مات کھا گئی تھی۔ اس کی وجہ سے اب میں بحیثیت پران پریمی اس کی طرف نہیں جا سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ رینا جلال بیگ سے بخوبی پران پریمی کا ذکر ضرور کرے گی اور اول تو جلال بیگ پران پریمی کی حقیقت سے واقف ہوگا۔ اگر ایسا نہ بھی ہوا تو اس کا دماغ میری طرف جائے گا۔ وہ مجھے ڈھونڈ نکالنے کے لیے اپنے تمام ذرائع استعمال کر ڈالے گا۔

میں بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ مجھے سونیا جلال کا پتہ معلوم ہو گیا تھا مگر موجودہ روپ میں وہاں جانا بے کار ہوتا۔ میں سوچتا اور بے چینی سے ٹہلتا رہا۔ آخر صوفے پر بیٹھ کر میں نے لندن کے ماسٹر نیومین سے دماغی رابطہ قائم کیا: "ہیلو ماسٹر! میں آپ سے کوئی مدد حاصل نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن مادام روزانہ نے میرا کام بگاڑ دیا ہے اس لیے آپ کی ضرورت پیش آ گئی ہے۔"

ماسٹر نیومین نے کہا: "فرہاد صاحب! ہم آپ کے دوست ہیں۔ ہم چوری چھپے آپ کی ہر طرح مدد کرتے رہیں گے فرمایئے؟"

میں نے ماسٹر نیومین کو بتایا کہ روزانہ کارکردگی دکھانے کی کوشش میں کہاں غلطی کر بیٹھی ہے۔ ماسٹر نیومین نے تائید کرتے ہوئے کہا: "بیشک مادام سے غلطی ہو گئی ہے۔ اب آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں چاہتا ہوں کہ اب پران پریمی کا خول اتار کر کسی ایسے جواری کا روپ اختیار کروں جو لندن میں کسی حد تک مشہور ہو۔ اس کے پاس اپنا شناختی کارڈ اور ایسے ثبوت ہوں کہ اگر جلال بیگ کے آدمی معلومات حاصل کریں تو انہیں کسی قسم کا شبہ بھی نہ ہو سکے۔"

"جناب! میں دس منٹ کے بعد آپ کو بتاؤں گا کہ آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ دس منٹ کے بعد دوبارہ رابطہ قائم کرنے پر ماسٹر نے کہا: "ایک پتہ نوٹ کر لیں۔ ایک سو پچاس پکاڈلی ڈبلیو، آئی ہائیڈ دو پانچ چار پانچ۔ اس عمارت پر شیئر اے فلیٹ کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ فلیٹ نمبر چار کا دروازہ آپ کے لیے کھلا ہوگا۔ وہاں میک اپ کا ایک ماہر تمام سامان کے ساتھ موجود ہوگا اور وہ نامور جواری بھی موجود ہوگا جس کا روپ آپ اختیار کریں گے۔ جواری کا نام رائیٹ ایروس ہے۔ وہ مسٹر رائیٹ کے نام سے مشہور ہے اور ہماری تنظیم کا ایک رکن ہے۔ مسٹر رائیٹ دبلا پتلا، کیسینو کا ایڈونٹ ہے اور کیسینو کی طرف سے تاش کی بازی لگاتا ہے۔ یہ وہی کیسینو ہے جہاں گزشتہ رات رینا جلال نے ایک لاکھ پونڈ ہارے ہیں۔ وہ کلب کے بارے میں تمام ضروری معلومات فراہم کرے گا اور آپ کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کرے گا۔"

میں نے پوچھا: "پران پریمی کی موجودہ پوزیشن کا کیا بنے گا؟"

"آپ کانچ کو لاک کر کے چلے جائیں۔ ہم پران پریمی اور سر لادیوی کو نیویارک سے واپس بلا لیں گے۔"

میں نے اسی وقت کانچ کو چھوڑ دیا۔ پران پریمی کی گاڑی بھی استعمال نہیں کی۔ ٹیکسی کے ذریعے ماسٹر نیومین کے بتاتے ہوئے پتے پر پہنچ گیا۔ وہاں میرا انتظار ہو رہا تھا۔ میرے اندر داخل ہوتے ہی ایک عورت نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ ایک نوجوان نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد! میں رائیٹ ایروس ہوں۔ مجھے اچھی طرح دیکھ لیجیے اور یہ یاد کر لیجیے کہ میں بہت کم بولتا ہوں۔ یہ بات آپ کے لیے مفید ثابت ہوگی۔ آپ کو کیسینو میں زیادہ بولنا نہیں پڑے گا۔"

رائیٹ کیسینو کا ایک کروپیئر تھا (کیسینو کی طرف سے جواریوں میں شامل ہو کر کھیلنے والوں کو کروپیئر کہا جاتا ہے) اس نے مجھے کیسینو کے مالک، منیجر، ملازمین اور دوسرے کروپیئرز کے بارے میں تمام معلومات فراہم کیں۔ میک اپ کے دوران وہ مجھے اپنی عادات، مصروفیات اور احباب کے بارے میں بتاتا رہا۔ سب کچھ جاننے کے بعد میں نے اس سے سوال کیا: "مسز رینا جلال نامی کسی عورت کو جانتے ہو؟"

"مسز رینا جلال۔" وہ چند لمحے سوچ کر بولا: "ایک انتہائی حسین و جمیل عورت ہو دو سال قبل ایک خوبرو نوجوان کے ساتھ پہلی بار کیسینو آئی تھی۔ لندن دنیا بھر میں قمار بازی کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ امریکہ تک کے بڑے بڑے دولت مند جواری لاس ویگاس جانے کے بجائے جوا کھیلنے لندن آتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء کے بعد جب انگلینڈ میں جوئے کو قانونی تحفظ حاصل ہوا ہے۔ یہاں بڑے بڑے کیسینو قائم ہوتے ہیں۔"

میں نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا: "مجھے قمار خانوں کے بارے میں نہیں، رینا جلال کے بارے میں بتاؤ۔"

"ابتدا میں وہ ایک کھیل کبیر من ڈیئر سے دلچسپی رکھتی تھی جبکہ میں دوسری میز پر ہوتا ہوں۔ چند ہفتے بعد ایک روز وہ میری میز پر آ گئی۔ پہلے دن میں نے اسے خاصی رقم جیتنے کا موقع فراہم کیا۔ جوئے میں ہار جیت ہوتی ہی رہتی ہے مگر میں رینا کو برابر چھوٹی چھوٹی رقمیں جیتنے کا موقع دیتا رہا۔ کیونکہ میں اسے کیسینو کا مستقل ممبر بنانا چاہتا تھا۔ آخر میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ وہ ہمارے کیسینو کی باقاعدہ ممبر بن گئی۔"

رائیٹ نے اپنی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور ایک سگریٹ ہونٹوں میں دبا کر سلگانے لگا۔ میں نے پوچھا: "کیا تم سگریٹ بہت زیادہ پیتے ہو؟"

"جی ہاں، جب میں تاش کی میز پر ہوتا ہوں تو ایک کے بعد دوسرا سگریٹ سلگاتا رہتا ہوں۔ یہ میری عادت ہے۔"

میں نے کہا: "بڑی مشکل ہوگی۔ میں نے ایک عرصے سے سگریٹ کو ہاتھ نہیں لگایا ــــ بہرحال تم رینا کے کھیلنے کے متعلق کچھ کہہ رہے تھے؟"

"جی ہاں، جب ہار جیت ساتھ ساتھ چلتی رہے تو جواری ہار کو یاد نہیں رکھتا۔ ایک روز رینا نے مجھے بتایا کہ وہ اب تک بتیس ہزار پونڈ جیت چکی ہے حالانکہ وہ ہارتی بھی رہی تھی مگر اسے صرف اپنی جیت کا حساب یاد رہا تھا۔ کل رات میں نے سارا حساب برابر کر دیا اور اس سے ایک لاکھ پونڈ جیت لیے۔"

میں نے کہا: "میں تیلی پیتھی کے ذریعے اپنے مقابل کی نفسیات سمجھتا رہتا ہوں اور اسی کے مطابق عمل کرتا ہوں۔ تم اپنے سامنے والے کھلاڑیوں سے کیسے جیت لیتے ہو؟"

"ہاتھ کی صفائی سے۔ کیسینو میں مجھ سے بہتر شارپر کوئی نہیں ہے، اس کے ساتھ ایک کروپیئر کو اپنے مقابل کی نفسیات سے بھی واقف رہنا پڑتا ہے۔ جو لوگ جوا کھیلنے کے لیے قمار خانے کا رخ کرتے ہیں میں ان کی نفسیات سے واقف ہوں۔"

اس نے سگریٹ کا ایک کش لے کر کہنا شروع کیا: "فرہاد صاحب! جواری اس کھلی حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ قمار بازی کے اڈے منافع حاصل کرنے کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔ وہ دوسروں کو منافع حاصل کرنے کا موقع کیسے دے سکتے ہیں؟"

میں نے تائید میں سر ہلایا۔ اس نے کہا: "سیمن راوین کہتا ہے ایسی چیز کو حاصل کرنے کی تگ و دو کیوں کی جائے جس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو۔ جواری جان بوجھ کر تو نہیں ہارتے مگر غیر شعوری طور پر ہار کر خود کو سزا دیتے ہیں۔"

ان میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اذیت رساں ہوتے ہیں اور دوسروں کو نقصان پہنچا کر خوش ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جو اذیت پسند ہوتے ہیں خود ہار کر بھی ایک طرح کی خوشی محسوس کرتے ہیں۔

جو لوگ حسن نظر نہیں رکھتے، پھول کے حسن کو نہیں سمجھتے تازہ ہوا میں ان کا دم گھٹنے لگتا ہے وہ قمار خانے کے گھٹے ہوئے ماحول میں سانس لینے آ جاتے ہیں یا جو ذہین نہیں ہوتے، کتاب کی افادیت کو نہیں سمجھتے، اپنی ذہانت سے اپنی تقدیر سنوار نا نہیں جانتے وہ تقدیر کا حال معلوم کرنے آ جاتے ہیں۔ قمار بازی صحت مند زندگی سے ایک دلچسپ فرار ہے۔ قمار بازی نقصان پہنچانے والی ایک فائدہ مند تفریح ہے۔ سیمن راوین کہتا ہے بعض جواریوں کو ہار کر ایک طرح کی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ اپنی قوت کو ضائع کر کے یا جیب سے دولت کو نکلتے دیکھ کر وہ لذت حاصل کرتے ہیں۔ جناب فرہاد صاحب! میں نے ایک دولت مند بوڑھی عورت کو ہارنے کے بعد روتے دیکھا ہے۔ وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی: 'اب مجھے اچھا سبق مل گیا ہے۔ اب مجھ میں کبھی جوا کھیلنے کی تحریک پیدا نہیں ہوگی۔ اب قمار خانے میں نہ دلچسپی ہے، نہ خوبصورتی اور

نہ کشش۔ پہلے مجھے یہ خیال اس لیے نہیں آیا کہ میں مدہوش تھی۔ قمار بازی ایک نشہ ہے ایک بیماری ہے جو زندگی بھر کی محنت سے جمع کی ہوئی تمام پونجی نچوڑ کر پیچھا چھوڑتی ہے۔"

رائیٹ ایروس بہت ہی نصیحت آمیز باتیں کر رہا تھا میں اپنی داستان میں اس کی تمام باتوں کو اس لیے پیش کر رہا ہوں کہ شاید ان باتوں سے میرے ملک کے جواریوں کا کچھ بھلا ہو اور وہ اس سے سبق حاصل کر سکیں۔

میں رات کے آٹھ بجے تک رائیٹ ایروس کا ڈپ اختیار کر چکا تھا اور رائیٹ کسی دوسرے شخص کا میک اپ کرنے بیٹھ گیا تھا۔ اس نے اپنے ایک اسسٹنٹ کو بلا کر مجھ سے تعارف کرانے کے بعد کہا۔ "جناب! یہ ہر جگہ میرے ساتھ رہتا ہے۔ کیسینو میں یہ بھی آپ کے ساتھ رہے گا۔ یوں بھی نئی جگہ پر آپ کو ایک ایسے مددگار کی ضرورت ہوگی جو نئے ماحول میں آپ کی رہنمائی کرتا رہے۔"

اس نے اپنی کار کی چابی مجھے دیتے ہوئے کہا۔ "میں ٹھیک آٹھ بجے کیسینو پہنچ جاتا ہوں۔ اس وقت آٹھ بج کر بیس منٹ ہو چکے ہیں۔ آپ اس اسسٹنٹ کے ساتھ جائیں۔ اپنے پیر سے پہنچنے کا کوئی بھی بہانہ کر دیں۔ میں کسی کا پابند نہیں ہوں۔ کسی کا رعب قبول نہیں کرتا۔ مالک بھی میرا بے حد خیال رکھتا ہے۔"

میں اس کی کار میں نو بجے ڈیلائیلا کیسینو پہنچا۔ وہاں کے مالک اور منتظمین سے میرا سامنا ہوا مگر میں نے رائیٹ ایروس کے مزاج کے مطابق ان لوگوں سے بہت کم بات کی۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ رینا جلال اکثر دس بجے آتی ہے اور ایک دو بجے واپس جاتی ہے۔ میں اس کا انتظار کرتا رہا اور اپنے سامنے میز کے گرد بیٹھے ہوئے کھلاڑیوں میں سے کسی کو جتاتا اور کسی کو ہراتا رہا۔ قارئین جانتے ہیں کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کس طرح اپنے مقابل کھلاڑیوں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے پتے معلوم کر سکتا ہوں۔ میں نے وہی چالیں چلیں اور کامیابی سے کھیلتا اور کھلاتا رہا۔ رات کا ایک بج گیا لیکن رینا نہیں آئی۔

میں نے کھیل کے دوران ماسٹر نیومین سے رابطہ قائم کیا۔

"ہیلو ماسٹر! میں یہاں رائیٹ ایروس کے روپ میں جوا کھیل رہا ہوں لیکن جس کے لیے یہ سب کچھ کیا تھا وہ ابھی تک نہیں آئی۔"

"جناب کل رات وہ بھاری رقم ہار چکی ہے۔ ابھی اس کا ماتم کر رہی ہوگی۔ شاید ایک دو روز کے بعد آئے۔ ویسے میں معلومات حاصل کر کے تھوڑی دیر بعد آپ کو بتاؤں گا۔ آپ کسی وقت بھی مجھ سے رابطہ قائم کر لیں۔"

بیس منٹ کے بعد میری ڈیوٹی ختم ہوگئی۔ جس میز پر میں کھلا رہا تھا۔ وہاں دوسرا کروپیئر آگیا۔ میں کیسینو سے نکل کر کار میں جا بیٹھا۔ میرا اسسٹنٹ میرے ساتھ موجود تھا وہ ڈرائیونگ کرنے لگا۔ اس وقت اچانک مجھے یہ خیال آیا کہ جلال بیگ نے رینا پر پابندی لگا دی ہوگی۔ ابھی وہ رینا کو کسی سے ملنے کی اجازت نہیں دے گا اور نہ ہی رینا کے بنگلے میں کسی کو آنے کا موقع دے گا۔ ایسی صورت میں ماسٹر نیومین وہاں اپنے آدمیوں کو بھیجے گا تو وہ جلال بیگ کے آدمیوں کی نظروں میں آجائیں گے اور اس کا شبہ یقین میں بدل جائے گا کہ رینا کے ذریعے اسے ٹریپ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

میں نے فوراً ہی ماسٹر نیومین کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو اس کی ذہانت پر بے حد خوشی ہوئی۔ اس نے اپنے کسی آدمی کو اس کام پر مامور کرنے کے بجائے دو آدمیوں کے ساتھ ایک تربیت یافتہ کتے کو رینا کے بنگلے کی طرف روانہ کیا تھا کتے کے گلے میں چوڑا پٹہ بندھا ہوا تھا اس میں ایک طاقتور ٹرانسمٹر کا چھوٹا سا پوشیدہ تھا۔ وہ ریسیور صرف آواز کو گرفت میں لے کر دوسرے ٹرانسمٹر کی طرف نشر کرتا تھا اور دوسرا ٹرانسمٹر ماسٹر نیومین کے سامنے رکھا ہوا تھا۔

میں نے ماسٹر کو مخاطب کیا، اس نے کہا۔ "جناب میں بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے ایک کتے کو رینا کے بنگلے کی طرف روانہ کیا ہے۔ میرے آدمی کتے کو بنگلے سے ذرا دور چھوڑ دیں گے اور بنگلے کی نشاندہی کر دیں گے۔ کتا کسی طرح بھی بنگلے کے اندر داخل ہو جائے گا۔ اگر وہاں رینا ہوگی تو یقیناً کتے کو دیکھ کر کچھ کہے گی اور معلوم کرنا چاہے گی کہ یہ کتا کس کا ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ میں رینا کی آواز اس ٹرانسمٹر کے ذریعے سن لوں گا اور آپ وہ آواز میرے دماغ کے ذریعے سن کر رینا کا لب لہجہ ذہن نشین کر لیں گے۔ میرے خیال سے یہ بہتر ین طریقہ ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "ماسٹر! آپ کی ذہانت کا جواب نہیں ہے۔ میں آپ کے دماغ میں موجود رہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں دماغی طور پر کار میں واپس آیا اور آئینٹ سے کہا۔ "میں اس وقت مصروف ہوں، تم ڈرائیو کرو اگر کہیں رکنا ضروری ہوا تو ایسی جگہ رکنا جہاں کوئی مخاطب نہ کرے اور نہ ہی تم مجھے مخاطب کرنا۔"

اسے ہدایات دے کر میں پھر ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی ٹرانسمٹر سے آوازیں سنائی دینے لگیں۔ کوئی شخص کہہ رہا تھا۔ "ارے دیکھو یہ کتا کہاں سے آگیا؟"

ایک دوسری آواز سنائی دی۔ "یہ تو ہماری طرف ہی آرہا ہے۔"

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر پہلے والی آواز ابھری۔ "یہ دُم ہلا کر محبت کا اظہار کر رہا ہے۔"

اس وقت تک میں ان دونوں کے دماغ میں پہنچ گیا تھا جو رینا کے بنگلے کے احاطے میں پہریدار کی حیثیت سے موجود تھے۔ یقیناً وہ جلال بیگ کے آدمی تھے۔ ان کے دماغ سے میں نے یہ معلوم کر لیا کہ رینا پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ وہ بنگلے سے باہر نہیں جا سکتی اور نہ ہی کسی اجنبی سے بات کر سکتی ہے۔

اس وقت کتا ان کے سامنے شرارتیں کر رہا تھا۔ وہ بنگلے کے دروازے تک دوڑتا ہوا جاتا تھا۔ دستک دینے کے انداز میں اپنا اگلا پاؤں اٹھا کر دروازے پر مارتا تھا پھر اس کے پاس واپس آجاتا تھا۔ وہ لوگ اس کی حرکتوں سے محظوظ ہو رہے تھے۔ میں نے ایک کے دماغ میں کہا۔ "شاید یہ بھوکا پیاسا ہے۔"

اس شخص نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "بھوکا ہے تو کیا کیا جائے۔ اب ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ ہم آدھی رات کو میڈم سے دروازہ کھلوا کر اس کتے کو کھانا کھلائیں۔"

اسی وقت اندر سے بہت ہی ہلکی نسوانی آواز سنائی دی۔ "دروازے پر کون ہے؟" یہ آواز رینا کی تھی۔

وہ ابھی تک جاگ رہی تھی اور دروازے کے پیچھے کسی کمرے میں موجود تھی۔ اس کی آواز بہت ہی دھیمی اور ناقابل گرفت تھی۔ اس آواز کو دوبارہ سننے کے لیے میں اس شخص کے دماغ میں موجود رہا۔ وہ شخص دروازے کے قریب پہنچ کر بولا۔ "میڈم! ایک کتا کہیں سے آگیا ہے اور دروازے کے پاس ایسی حرکتیں کر رہا ہے جیسے دستک دے رہا ہو۔ بڑے عجیب تماشے دکھا رہا ہے۔"

"واقعی؟" اندر سے آواز آئی اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔ میں اس آدمی کے دماغ سے سمجھ رہا تھا کہ رینا کھلے ہوئے دروازے میں کھڑی کتے کو دیکھ رہی تھی۔ کتا بڑا ہی تربیت یافتہ تھا۔ وہ کبھی پچھلی دو ٹانگوں پر کھڑا ہو کر چلنے لگتا اور کبھی الٹی قلابازیاں کھانے لگتا۔ رینا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "واقعی یہ تو بہت ہی دلچسپ حرکتیں کر رہا ہے۔ کہاں سے آیا ہے یہ کس کا ہے یہ؟"

میں نے رینا کے دماغ میں جگہ بنا لی۔ کتا اس کی طرف منہ اٹھا کر بھونک رہا تھا۔ وہ بولی۔ "ارے یہ تو میری طرف دیکھ کر اس طرح بھونک رہا ہے جیسے اس کی مجھ سے کوئی دشمنی ہو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کتے نے اپنی اگلی دونوں ٹانگوں کو موڑ کر سر جھکا لیا اور دم ہلانے لگا۔ رینا نے مسکرا کر کہا۔ "کمال ہے۔ ابھی بھونک رہا تھا، اب دم ہلا رہا ہے۔ اسے پکڑ کر اندر لے آؤ۔"

کتا اچھل کر دور چلا گیا۔ جیسے اس نے سن کر سمجھ لیا ہو۔ دونوں پہریدار اس کی طرف لپکے۔ کتا ان سے دور دور بھاگنے لگا۔ وہ دونوں اسے پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن جلد ہی وہ بنگلے کے احاطے کو پار کر کے کہیں غائب ہو گیا۔ رینا نے آواز دے کر کہا۔ "چھوڑ دو جانے دو۔ دوبارہ آئے تو پکڑ کر میرے پاس لے آنا۔"

یہ کہہ کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ میں نے ماسٹر نیومین کے پاس پہنچ کر کہا۔ "ماسٹر! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں رینا کے دماغ میں پہنچ چکا ہوں۔ آپ کے کتے نے میرے لیے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ انشاء اللہ میں جلد ہی جلال بیگ تک بھی پہنچ جاؤں گا۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

میں دماغی طور پر گاڑی میں حاضر ہو گیا۔ رائیٹ ایروس کا اسسٹنٹ کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "مجھے رائیٹ کی رہائش گاہ تک پہنچا دو۔ اب میں سونا چاہتا ہوں۔"

اس نے آگے جا کر گاڑی دوسری سڑک پر موڑ دی۔ میں پھر رینا کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہ اپنی خوابگاہ میں ایک ایزل کے سامنے کھڑی تھی۔ ایزل پر ایک نامکمل تصویر موجود تھی۔ وہ ایک اچھی آرٹسٹ تھی اور اس وقت اپنی یادداشت کے سہارے جلال بیگ کی تصویر بنا رہی تھی۔ سادے کینوس پر چہرے کا خاکہ بنا ہوا تھا۔ اب وہ اس خاکے میں رنگ بھرنا چاہتی تھی۔

میں بہت اطمینان سے اس کے دماغ کو کریدنے لگا۔ وہ جلال بیگ کی لاعلمی میں اس کی تصویر بنا رہی تھی۔ جلال بیگ نے بڑے پیار سے اسے سمجھایا تھا۔ "رینی! اگر تم چاہتی ہو کہ فرہاد کبھی میرے دماغ تک نہ پہنچے اور میں تمہارے لیے زندہ سلامت رہوں تو مجھ سے میری تصویر کا مطالبہ نہ کرنا۔"

رینی نے اس کے گلے کا ہار بنتے ہوئے کہا تھا۔ "جب تم یہیں ہوتے ہو تو میں اداس ہو جاتی ہوں۔ تنہائی میں وقت نہیں گزرتا تمہاری تصویر سامنے ہوگی تو دل بہلا رہے گا۔"

"تم کسی کام میں یا تفریح میں مصروف رہو کہ بھی دل بہلا سکتی ہو۔ ابھی تو تم صرف تصویر بنانے پر اعتراض کر رہی ہو، آئندہ میں تمہیں اپنی آواز بھی نہیں سنا سکوں گا۔ کبھی تمہارے پاس آؤں گا بھی تو گونگا بنا رہوں گا۔ کوئی ضروری بات کہنا بھی ہوگی تو تحریر کے ذریعے کہوں گا۔"

اس بات کو تقریباً گیارہ ماہ گزر چکے تھے۔ اس وقت رینا گیارہ ماہ پہلے کی باتیں سوچ رہی تھی۔ اس کا دماغ بتا رہا تھا کہ اب جب بھی جلال بیگ آتا ہے تو خاموش رہتا ہے۔ ویسے اسے ہر طرح خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے ساتھ

زیادہ سے زیادہ وقت گزارتا ہے۔ جہاں جاتا ہے اسے اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ ان دنوں وہ لندن آیا ہوا تھا اور رینا کو بھی اپنے ساتھ لایا تھا۔ یہاں سے کسی اور ملک کی طرف جائے گا تو رینا کو ساتھ لے کر جائے گا۔ وہ اس حسینہ کا دیوانہ تھا لیکن دیوانگی کے عالم میں بھی اسے اپنی آواز چھپانے کا ہوش رہتا تھا۔

میں نے رینا کی سوچ کے ذریعے سوال کیا: "جانے اب وہ کب آئے گا؟"

جواب ملا: "جب تک کوئی جگہ تبدیل نہیں ہوگی ملاقات نہیں ہوگی۔ دن کو کچھ لڑکیاں چندہ مانگنے آئی تھیں اور مجھے کسی کنجوس پران پریمی سے ملنے کا مشورہ دے گئی تھیں۔ اس واقعے سے جلال بیگ محتاط ہوگیا ہے۔ اس نے بتایا تھا کہ پران پریمی سپر ماسٹر کا آدمی ہے اور یہ کوئی چال ہوسکتی ہے لہٰذا وہ لندن چھوڑ دے گا یا رہائشی جگہ تبدیل کردے گا۔ اس کے بعد ہی میں اس سے مل سکوں گی۔"

اس کی سوچ پڑھ کر مجھے وقتی طور پر مایوسی ہوئی البتہ یہ معلوم ہوگیا کہ آج رات جلال بیگ رینا سے نہیں ملے گا۔ ویسے میں رینا تک پہنچ ہی گیا تھا اب کسی وقت کسی دن جلال بیگ تک بھی پہنچ سکتا تھا۔

رائیٹ کے اسسٹنٹ نے مجھے اس کی رہائش گاہ تک پہنچا دیا۔ وہ ایک چھوٹا سا فلیٹ تھا۔ ماسٹر نیو مین نے میرے لیے کچھ ریڈی میڈ لباس، ایک جوڑا جوتا اور دوسرا ضروری سامان وہاں پہنچا دیا تھا۔ میں اس پر ایک نظر ڈال کر بستر پر لیٹ گیا۔ صبح کے چار بج رہے تھے مگر مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔ میں نے پہلے مرجانہ اور ڈیئر جمال کی خیریت معلوم کی۔ وہ دونوں سو رہے تھے۔ پھر سونیا کی خیریت معلوم کی۔ اس وقت پاکستان میں دن کے نو بجے ہوں گے لیکن ابھی تک سونیا سو رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ پچھلی رات کسی وجہ سے وہ جاگتی رہی تھی۔ میں نے رسونتی کی بھی خیریت معلوم کی۔ پھر ہر طرف سے مطمئن ہوکر چار گھنٹے کے لیے سوگیا۔

نیند کے دوران میں نے بند آنکھوں کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا جو مسکرا رہا تھا اور مسکراتے وقت اس کے دائیں طرف کے ہونٹ آپس میں مل گئے تھے جب کہ بائیں طرف ہونٹ الگ تھے۔ بڑی مکارانہ مسکراہٹ تھی۔ یہ مسکراہٹ صرف جلال بیگ کی ہی ہوسکتی تھی۔

میری آنکھ کھل گئی۔ چار گھنٹے گزر چکے تھے۔ میں بستر پر چاروں شانے چت لیٹا ہوا چھت کو دیکھتے ہوئے ذہن پر زور ڈال کر یاد کرنے کی کوشش کررہا تھا کہ جس شخص کو میں نے جلال بیگ کے انداز میں مسکراتے دیکھا تھا اس کی صورت کیسی تھی۔ ناک نقشہ کیسا تھا۔ ذہن پر کافی زور ڈالنے کے باوجود اس کا ناک نقشہ میرے ذہن میں واضح نہ ہوسکا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نیند کی حالت میں ہم جسے دیکھتے ہیں جاگنے کے بعد اس کی صورت یاد نہیں رہتی۔ اس وقت میرے ساتھ یہی ہوا تھا۔

زندگی میں پہلی بار میں نے کسی دشمن کو خواب میں دیکھا تھا۔ وہ کمبخت میرے حواس پر چھا گیا تھا۔ ایسی بات نہیں تھی کہ میں اسے بہت ہی زبردست اور ناقابل شکست سمجھتا تھا۔ اس کی نسبت آدمی اسی وقت تک تھی جب تک وہ مجھ سے چھپا ہوا تھا جس دن بھی ہتھے چڑھ جاتا میں اسے ہتھے سے اکھاڑ دیتا۔

میں لیٹے ہی لیٹے رینا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سو رہی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ ذہن کو ٹٹول کر دیکھا۔ پتہ چلا کہ جلال بیگ اس کے پاس نہیں آیا۔ وہ صبح تک اس کا انتظار کرتی رہی تھی اور اب تھک ہار کر سو رہی تھی۔ میرے اور جلال بیگ کے درمیان آنکھ مچولی کا کھیل اب اختتام کے قریب تھا۔ وہ اپنے انجام سے بچنے کی کوشش کررہا تھا لیکن کسی وقت بھی اپنے انجام کو پہنچ سکتا تھا۔

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ابھی تک سو رہی تھی۔ میں چار گھنٹے تک سوتا رہا تھا۔ اس کی نیند کو پانچ گھنٹے ہوئے تھے پھر بھی میں نے اسے بیدار نہیں کیا۔ چپ چاپ اس کے دماغ سے گزشتہ رات کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کرنے لگا۔ میں نے سونیا کو اس وقت چھوڑا تھا جب وہ سائرہ بانو کے ساتھ شاپنگ کے لیے انارکلی کی طرف جارہی تھی۔ شاپنگ کے دوران ایک بڑے جنرل اسٹور میں بختاور سے ان کا سامنا ہوگیا۔ بختاور نے سائرہ بانو کو دیکھتے ہی اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے اور عاجزی سے کہا: "گو مجھے سلام کرنا چاہیے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہاتھ جوڑنے سے عاجزی اور انکساری کا اظہار ہوتا ہے۔ میں تمہارے سامنے سر نہیں اٹھا سکتا۔ تم ایک عظیم عورت ہو۔"

سائرہ بانو نے ناگواری سے کہا: "دیکھو بختاور! جو ہونا تھا ہوچکا۔ میں نے تمہیں معاف کردیا۔ اب کبھی سامنا ہو تو کترا کر نکل جایا کرو، مجھے مخاطب نہ کیا کرو۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ تم نے مجھے معاف کرکے مجھ پر اور میرے خاندان والوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔"

سونیا نے پوچھا: "آنٹی! یہ کون صاحب ہیں؟"

سائرہ بانو نے پوری طرح سونیا سے اس کا تعارف کرادیا۔

سونیا نے کہا: "مرجانہ نے مجھے ان کے متعلق بتایا تھا۔ وہ فرصت کے اوقات میں مجھے آپ کے اور اپنے تمام حالات بتاتی رہتی تھی۔"

سونیا ایک دم سے چونک کر چپ ہوگئی۔ بختاور کو کچھ دیر توجہ سے دیکھنے کے بعد سائرہ بانو سے بولی: "آنٹی! یہ تو شاہینہ کے سسر ہیں نا؟"

"ہاں بیٹی! افسوس تو اسی بات کا ہے فرہاد کی بہن اس کی بہو ہے۔"

"اوہ آنٹی! پھر تو میں شاہینہ سے ضرور ملوں گی۔"

بختاور نے خوش ہوکر کہا: "بیٹی! خدا تمہیں خوش رکھے۔ تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی۔ میں ابھی تمہیں شاہینہ کے پاس لے چلوں گا۔ وہ اپنے فرہاد بھائی جان کو بہت یاد کرتی ہے مگر تم کون ہو؟"

"میرا نام سونیا ہے۔"

"سونیا؟" بختاور نے حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا فرہاد والی سونیا؟"

سائرہ بانو نے کہا: "ہاں، وہی سونیا، یوں سمجھو کہ تمہاری بہو شاہینہ کی بھابی ہے۔"

اس نے آگے بڑھ کر سونیا کے سامنے بھی ہاتھ جوڑ دیے۔

"بیٹی! تم بھی میری بہو ہو۔ میں اب تمہیں ضرور اپنے ہاں لے چلوں گا۔ دیکھو انکار نہ کرنا۔ انکار کروگی تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا: "نہیں انکل! شاہینہ آپ کی بہو ہے اور آپ ہر حال میں ہمارے لیے قابل احترام ہیں۔ ہم ضرور آپ کے ساتھ چلیں گے، کیوں آنٹی؟"

سائرہ بانو بختاور کی صورت دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی تھیں، لیکن انہیں میرے اور شاہینہ کے رشتے کا بھی خیال تھا سونیا نے مجبور کیا تو وہ جانے کے لیے راضی ہوگئیں۔ بختاور نے اپنے ڈرائیور کو یہ ہدایت دے کر پہلے ہی روانہ کردیا کہ وہ گھر جاکر معزز مہمانوں کی آمد کی اطلاع دے دے اور خود سائرہ بانو کی گاڑی میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

سائرہ بانو کار ڈرائیو کررہی تھیں۔ راستے میں بختاور نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "سائرہ! میں تمہاری شرافت اور اعلیٰ ظرفی کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ وہ دن مجھے اچھی طرح یاد ہے جب تم میرے منہ پر تھوک سکتی تھیں۔ میرا جوان بیٹا بھی مجھے اس ذلت سے نہیں بچا سکتا تھا۔ مرجانہ نے اسے بے بس کردیا تھا۔ اس وقت اگر تم میرے منہ پر تھوک دیتیں تو میں زندہ نہ رہتا۔"

سونیا نے کہا: "مرجانہ نے بتایا تھا کہ آنٹی نے آپ کو معاف کردیا تھا۔"

بختاور نے سائرہ بانو کی طرف عقیدت سے دیکھتے ہوئے کہا: "مجھے فرہاد کی ٹیڑھی پیٹھی راہِ راست پر نہ لاسکی مگر سائرہ بانو کی ایک بات نے مجھے سیدھی راہ دکھا دی۔" وہ ایک گہری سانس لے کر بولا: "بے شک اللہ تعالیٰ جس کے ذریعے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ میں نے تو اپنی آنکھیں بند کرلی تھیں۔ مجھ سے یہ ذلت برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ میری بند آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ تب سائرہ نے مرجانہ سے کہا۔ بیٹی دیکھو اس کی بند آنکھوں کے پیچھے سے آنسو نہیں تھوک بہہ رہا ہے۔ جب ضمیر کسی انسان پر تھوکتا ہے تو اس کی آنکھوں سے ضمیر کی تھوکی ہوئی نفرت بہتی ہے۔ ہم نادان اسے آنسو سمجھتے ہیں۔"

سونیا نے تعریف کی: "آنٹی! آپ نے واقعی بہت اچھی بات کہی تھی۔ ایسی باتیں دل میں اتر جایا کرتی ہیں۔"

بختاور نے کہا: "ہاں بیٹے! وہ بات میرے دل میں ایسی اتری کہ میں سچ مچ انسان بن گیا ہوں۔ میں نے شراب چھوڑ دی ہے لوگوں سے بہت کم ملتا ہوں۔ پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہوں۔ دینی کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں، اور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کردے۔ مجھے امید ہے کہ جب سائرہ حبیبی عظیم خاتون نے مجھے معاف کردیا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی معاف کردے گا۔"

سونیا نے کہا: "کبھی کبھی ایک بدترین دشمن بھی بہترین دوست ثابت ہوتا ہے۔ ضروری تو نہیں کہ دشمن سے انتقام ہی لیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کی غلطیوں کا احساس دلا دیا جائے۔ اگر وہ شریف اور حساس ہوگا تو خود ہی شرمندہ ہوجائے گا۔"

بختاور کی کوٹھی میں موجود لوگ ان کے منتظر تھے۔ گاڑی کی آواز سن کر بیگم بختاور باہر آئیں مگر سائرہ بانو اور سونیا کو دیکھ کر ٹھٹھک گئیں۔ وہ انہیں پہچاننے کی کوشش کرتے ہوئے شوہر سے بولیں: "میں سوچ رہی تھی۔ پتہ نہیں آپ کن مہمانوں کو لا رہے ہیں۔ کچھ بتایا تو ہوتا۔"

بختاور نے کہا: "بیگم! ان سے ملو۔ یہ سائرہ بانو ہیں، ہماری وہ محسنہ جنہوں نے مگراہی کے راستے سے ہٹا کر مجھے راہِ راست پر پہنچا دیا۔"

بیگم بختاور خوش ہوکر آگے بڑھیں اور سائرہ بانو کے گلے لگ کر بولیں: "بہن! آپ نے تو کمال کردیا۔ میں تیس برس تک انہیں سمجھاتی رہی۔ اپنی محبت اور اولاد کے مستقبل کا واسطہ دیتی رہی۔ خدا کا خوف دلاتی رہی لیکن یہ راہِ راست پر نہیں آئے۔ آپ نے ہمارے پورے خاندان کو تباہی سے بچا لیا ہے آیئے اندر تشریف لایئے۔"

وہ سب ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ وہاں منصور

اور اس کی بہن سلمیٰ بیٹھی ہوئی تھی۔ سائرہ بانو کو دیکھتے ہی منصور اچھل کر کھڑا ہو گیا اور حیرانی سے بولا "آپ... آپ ہمارے گھر آئی ہیں؟"

سائرہ بانو نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا "تم میرے بیٹے ہو اب مجھے شرمندہ مت کرو۔ جو ہو چکا ہم اسے بھلا چکے ہیں۔"

اسی وقت شاہینہ بھی اپنے شوہر زبیر کے ساتھ وہاں آ گئی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔ بیگم بختاور نے سائرہ بانو سے اس کا تعارف کرایا۔

"بیٹی شاہینہ! میں آج تمہارے لیے اتنا شاندار تحفہ لایا ہوں کہ تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتیں۔ ذرا پہچانو تو یہ کون ہیں؟" بختاور نے سونیا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

شاہینہ کے ساتھ دوسرے اہل خانہ بھی سونیا کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ شاہینہ نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میں نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

بختاور نے مسکرا کر کہا "بیٹی! یہ تمہارے بھائی فرہاد کی سونیا یعنی تمہاری بھابی ہیں۔"

"سونیا!" بیک وقت سب کی زبان سے نکلا۔ وہ سبھی سونیا کو یوں دیکھ رہے تھے جیسے خلافِ توقع کوئی ناپسندیدہ چیز ہاتھ آ گئی ہو اور اب اسے پا لینے کا یقین کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ شاہینہ سونیا کے پاس آئی۔ سونیا نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ شاہینہ نے اس کے ہاتھ کو تھام کر اسے اچھی طرح محسوس کرتے ہوئے بڑی محبت اور عقیدت سے پوچھا "کیا سچ مچ یقین کر لوں کہ میں اپنے بھائی جان کی سونیا کو دیکھ رہی ہوں؟"

سونیا نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا "ہاں میں وہی سونیا ہوں۔"

شاہینہ ایک دم سے گلے لگ گئی۔ پھر ایک سرد آہ بھر کر بولی "بھائی جان سے سامنا ہوا مگر میری آنکھیں انکی صورت نہیں دیکھ سکیں۔ وہ کسی طاسق محمود کے روپ میں تھے۔ میں نے ان سے کہا تھا۔ وہ دن میری زندگی کا سب سے زیادہ پُرمسرت دن ہو گا جب میں اپنے بھائی جان کا اصل چہرہ دیکھوں گی اس روز ان کے سینے سے لگ کر مجھے باپ کی شفیق محبت اور ماں کی ممتا بھری آغوش کا سکون حاصل ہو سکے گا۔"

سونیا نے اسے بڑے پیار سے تھپکتے ہوئے کہا "مجھے معلوم ہے۔ فرہاد نے ایک ماں کی طرح پرورش کی ہے اور ایک باپ کی طرح تمہیں زمانے کے سرد و گرم سے محفوظ رکھا ہے۔ وہ مبارک دن جلد ہی آئے گا جب تم اپنے بھائی جان کو ان کے اصلی چہرے کے ساتھ دیکھ سکو گی۔"

سلمیٰ بھی آ کر سونیا سے چپک گئی تھی، وہ بولی "اللہ یقین نہیں آ رہا ہے کہ آپ ہمارے گھر میں آئی ہیں اور ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ ہم نے آپ کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔"

وہ دونوں سونیا اور سائرہ بانو پر قربان ہو رہی تھیں۔ بے انتہا اپنائیت اور عقیدت کا اظہار ہو رہا تھا۔ طرح طرح کے پُرتکلف اور لذیذ کھانے دسترخوان پر لگائے گئے۔ کھانے کے بعد سونیا اور سائرہ بانو نے جانے کی اجازت چاہی۔ شاہینہ نے کہا "نہیں، ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے۔ آج رات آپ ہمارے ہاں رہیں۔"

سائرہ بانو نے کہا "ہماری رہائش یہیں قریب ہی ہے گھبراؤ نہیں ہم کل صبح پھر آئیں گے۔"

شاہینہ نے سونیا کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہا "بھابی میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ آج میں تمام رات جاگتی رہوں گی۔ آپ کو بھی جگاؤں گی۔ آپ سے اپنے بھائی جان کے متعلق باتیں کروں گی۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "تم فرہاد کی بہن ہو، میں تمہاری بات نہیں ٹال سکتی۔ ٹھیک ہے آج رات میں تمہارے پاس رہوں گی۔"

منصور سائرہ بانو کو ان کی رہائش گاہ تک پہنچانے کے لیے چلا گیا۔ وہ سب ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے خوب دلچسپ باتیں ہوتی رہیں۔ وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہو سکا۔ رات گئے سلمیٰ اٹھ کر اپنے بیڈ روم کی طرف جاتے ہوئے بولی "بھابی! میں ابھی آتی ہوں۔"

اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ زبیر نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ پھر ریسیور سونیا کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "آپ کا فون ہے۔"

سونیا نے ریسیور ہاتھ میں لے کر کہا "ہیلو، میں سونیا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے کسی لڑکی نے کراہتے ہوئے کہا "سونیا بھابی! میں سلمیٰ بول رہی ہوں۔"

سونیا حیرانی سے پوچھا "سلمیٰ! کون سلمیٰ؟"

"میں شاہینہ بھابی کی نند سلمیٰ ہوں۔ مجھے کچھ لوگوں نے اغوا کر لیا ہے۔"

"تم کہاں سے بول رہی ہو؟"

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس کی آواز دوبارہ سنائی دی "یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری کوٹھی کے پیچھے پانچویں گلی میں ای ایک سو تیرہ نمبر کی کوٹھی ہے۔ آپ وہاں آ جائیں۔ اگر نہیں آئیں گی تو یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

"سونیا بھابی! یہ کہتے ہیں کہ آپ کو تنہا آنا ہو گا۔ کوئی ساتھ ہو گا تو..."

سونیا نے کہا "میں تنہا آؤں گی۔ اگر وہ میرے دشمن ہیں تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ سونیا اپنے ساتھ فوج لے کر کبھی نہیں چلتی۔"

اس کے پاس بیٹھے ہوئے بختاور کے خاندان والے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ اس نے ریسیور رکھا تو زبیر نے جلدی سے پوچھا "کیا بات ہے۔ آپ کس سلمیٰ سے بات کر رہی تھیں؟"

سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "کچھ لوگ تمہاری بہن کو اغوا کر لے گئے ہیں۔"

"نہیں۔" زبیر چیخ مار کر اٹھا اور سلمیٰ کے بیڈ روم کی طرف دوڑا۔ اس کے پیچھے بیگم بختاور اور شاہینہ بھی تھیں۔ بیڈ روم خالی تھا۔ کمرے کا پچھلا دروازہ جو باغ کی طرف تھا، کھلا ہوا تھا اس کا مطلب یہی تھا کہ سلمیٰ اسی راستے سے لے جائی گئی ہے۔

منصور غصے سے تلملانے لگا "یہ کس کی جرأت ہے جو کہ میری بہن کو اغوا کر لے گیا ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

سونیا نے کہا "زیادہ جوش میں مت آؤ۔ جوش میں آنے سے ہوش گم ہو جاتا ہے اور آدمی قاعدے سے کوئی کام نہیں کر پاتا۔ تم مجھے اپنی کوٹھی کے پیچھے پانچویں گلی تک پہنچا دو۔ وہاں ای۔ ایک سو تیرہ نمبر کوٹھی میں سلمیٰ موجود ہے لیکن تم میرے ساتھ کوٹھی میں نہیں جاؤ گے۔ دور سے کوٹھی دکھا کر واپس آ جاؤ گے۔ میں تمہاری بہن کو واپس لے آؤں گی۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میری غیرت کا سوال ہے۔ میری بہن کو کچھ بدمعاش اٹھا کر لے گئے اور میں چپ چاپ گھر واپس آ جاؤں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔"

"اگر نہیں ہو سکتا تو پھر جاؤ اور اپنی بہن کی لاش اٹھا کر لے آؤ۔"

بیگم بختاور نے چیخ کر کہا "نہیں بیٹی! ایسا نہ کہو۔"

سونیا نے کہا "آپ کے صاحبزادے یہی چاہتے ہیں اگر آپ اپنی بیٹی کو زندہ دیکھنا چاہتی ہیں تو منصور کو سمجھائیں۔"

شاہینہ، زبیر اور بیگم بختاور نے منصور کو سمجھایا کہ سلمیٰ کو واپس لانے کے لیے سونیا جا رہی ہے۔ پھر ڈرنے یا فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بہرحال منصور کو مجبور ہونا پڑا۔ وہ سونیا کے ساتھ کوٹھی سے باہر آیا اور اسے پانچویں گلی کی مطلوبہ کوٹھی کے قریب پہنچا دیا۔ سونیا نے اس کا شانہ تھپک کر کہا "تم میرے چھوٹے بھائی ہو۔ مجھ پر بھروسہ رکھنا اور اس کوٹھی میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرنا ورنہ سلمیٰ کے حق میں برا ہو گا۔ جاؤ واپس چلے جاؤ۔"

منصور نے اس پر ایک نظر ڈالی۔ وہ شلوار کرتے اور دوپٹے میں ملبوس بالکل مشرقی لڑکی لگ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر یقین نہیں آتا تھا کہ یہ وہی خطرناک سونیا ہے جس کی ساری دنیا میں شہرت ہے۔

منصور سر جھکائے واپس چلا گیا۔ سونیا چھوٹی سی سڑک کو پار کر کے کوٹھی کے سامنے پہنچ گئی۔ وہ کوٹھی تقریباً تین ہزار گز کے پلاٹ پر تعمیر کی گئی تھی۔ اس کے چاروں طرف نیم تاریکی تھی۔ باہر کی بتیاں روشن نہیں تھیں۔ سونیا نے بڑی بے نیازی سے مین گیٹ پر لگے کال بیل کے بٹن کو دبا دیا۔ گھنٹی غالباً بنگلے کے دوسرے حصے میں لگائی گئی تھی کیونکہ بٹن پش کرنے کے بعد گھنٹی کی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ ایک منٹ تک کوئی نہیں آیا۔ نہ ہی عمارت کے اندر کہیں روشنی نظر آئی۔ اس نے کال بیل کا بٹن مسلسل دبانا شروع کر دیا۔ کچھ ہی دیر بعد قدموں کی مدھم سی چاپ سنائی دی۔ کوئی ادھر آ رہا تھا۔ پھر بغیر آواز کے چھوٹا سا گیٹ کھل گیا۔ اس کے سامنے ایک ٹھگنے قد کا ادھیڑ عمر سیاہ فام شخص کھڑا تھا۔ سونیا نے پوچھا "سلمیٰ کہاں ہے؟"

وہ چند لمحے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر مؤدبانہ انداز میں ایک طرف ہٹ کر اس کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ کوٹھی کے احاطے میں چاروں طرف تاریکی تھی لیکن اس تاریکی میں بھی لمبے لمبے گھنے درخت نظر آ رہے تھے۔ وہ احاطے میں داخل ہو گئی۔

سیاہ فام شخص اس کے آگے آگے کوٹھی کی طرف بڑھنے لگا۔ سونیا اس کے پیچھے چلتے ہوئے بولی "کیا کوٹھی میں بجلی نہیں ہے؟"

اس نے مڑ کر سونیا کی طرف دیکھا لیکن زبان سے کچھ نہیں بولا۔ سونیا نے اس سے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ جانتی تھی کہ جو لوگ اسے اور فرہاد کو پہچانتے ہیں وہ اپنی زبان نہیں کھولتے ان کے سروں پر ٹیلی پیتھی کا بھوت سوار رہتا ہے۔ وہ آگے آگے مستعدی سے چلتا ہوا مختلف نیم تاریک راہداریوں سے گزر کر اسے ایک کمرے میں لے آیا۔ کمرہ روشن اور گرم تھا۔ یہ کسی کی خواب گاہ تھی جسے نہایت پُرتکلف انداز میں سجایا گیا تھا۔ فرش پر دبیز سبز قالین بچھا ہوا تھا۔ بند کھڑکیوں میں اسی رنگ کے پردے لٹک رہے تھے۔ سیاہ آبنوسی مسہری کے سائیڈ ٹیبل پر ایک سیاہ رنگ کی بلی

آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔

یہ بلی عام بلیوں سے جسامت میں کافی بڑی اور اتنی کالی تھی کہ نیم تاریکی میں نظر نہیں آسکتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کمرے کی ساری تاریکی سمٹ کر بلی کی شکل اختیار کر گئی ہو۔

کمرے کے ماحول میں ایک عجیب سی بھینی بھینی دلنواز اور جان لیوا قسم کی خوشبو مہک رہی تھی۔ اس طلسماتی ماحول میں پہلی بار سیاہ فام شخص کی آواز سنائی دی۔

"مادام سونیا! میں اس یقین کے ساتھ اپنی آواز سنا رہا ہوں کہ ہمارے درمیان اس وقت مسٹر فرہاد موجود نہیں ہیں۔ وہ ہوتے تو تمہیں یہاں نہ آنے دیتے۔ پہلے سلمٰی کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لیتے کہ ان کی لاڈلی بہن کی نیند اس وقت کہاں اور کس حال میں ہے؟"

سونیا نے پوچھا "سلمٰی کہاں ہے؟"

کاش میں موجود ہوتا تو واقعی سلمٰی تک پہنچ چکا ہوتا۔ سیاہ فام نے کہا "میں مسٹر فرہاد کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر تم سے اس بلی کا تعارف کرا رہا ہوں۔ فی الحال تم سلمٰی کو بھول جاؤ۔"

"کیسے بھول جاؤں۔ میں اسے لینے آئی ہوں۔ مجھے بلیوں سے تعارف حاصل کرنے کا شوق نہیں ہے۔ تم سلمٰی کے متعلق بتاؤ۔"

"جب تک تم میری بات اطمینان سے نہیں سنو گی اس وقت تک تمہیں سلمٰی کا سایہ بھی نظر نہیں آئے گا۔ وہ جہاں بھی ہے زندہ سلامت ہے۔ بخیریت ہے اور اس کی حفاظت کی جا رہی ہے۔"

سونیا اسے چپ چاپ گھورتی رہی سیاہ فام شخص نے کہا "میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم نے ایک بلی سامی کو مسٹر فرہاد کے پاس دیکھا ہوگا۔ شاید فرہاد نے اس بلی کو اس خیال سے اپنے پاس رکھا ہو کہ وہ ان کی گمشدہ محبوبہ سامی ہو سکتی ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں۔ وہ بلی حقیقتاً مسٹر فرہاد کی دلنواز محبوبہ سامی تھی۔"

وہ چند ساعتوں کے لیے چپ ہوا پھر بولا "پہلے میں اس طویل القامت سیاہ بلی کا تعارف کرا دوں۔ یہ بھی بلی نہیں چمکیلی ہے۔"

"کون چمکیلی؟"

یہ چھیما کی ایک سہیلی تھی۔ چھیما اور چمکیلی نے ایک ہی گرو سے کالے جادو کا علم حاصل کیا تھا۔ جن دنوں چھیما ہمیشہ جوان رہنے کے لیے حسین سامی کا جسم حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی، ان دنوں چمکیلی آتر پردیش میں تھی۔ یہ چھیما اور سامی کے درمیان ہونے والی طویل جنگ سے لاعلم تھی۔ وہ جنگ دلچسپ بھی تھی اور عام لوگوں کے لیے ناقابلِ یقین بھی۔

میں سونیا کو چھیما اور سامی کے بارے میں پہلے ہی بتا چکا تھا اس لیے اب وہ اس شخص کی باتوں میں دلچسپی لینے لگی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "اکثر لوگوں کا چونکہ کالے جادو سے واسطہ نہیں پڑتا اس لیے وہ طلسماتی واقعات کو جو اس سمجھتے ہیں جبکہ حقیقتاً کالے جادو کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ آج بھی یورپ اور افریقہ میں ایسے جادوگر موجود ہیں جن کے متعلق اخبارات میں طویل کالم شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان جادوگروں کے متعلق بہت سی معلوماتی و تصاویری فلمیں بھی بن چکی ہیں۔"

سونیا نے کہا "میں جانتی ہوں کالا جادو ایک ایسا بھیانک علم ہے جس کے ذریعے بڑے ہی دہشت ناک واقعات ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن تم چمکیلی کے متعلق کچھ کہہ رہے تھے۔"

"میں کہہ رہا تھا، یہ چمکیلی ہے جو اس وقت بلی کے جسم میں قید ہے۔"

"قصہ کیا ہے؟"

"طویل قصہ ہے۔ میں مختصر طور پر بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ چھیما مر چکی ہے جب چمکیلی کو معلوم ہوا کہ سامی اس کی سہیلی چھیما کی دشمن تھی تو وہ سامی کے پیچھے لگ گئی۔ اس نے کالے علم سے معلوم کر لیا کہ سامی ایک بلی کے جسم میں قید ہے اور اپنے محبوب کی تلاش میں بھٹک رہی ہے۔"

سونیا سوچتی ہوئی نظروں سے اس بلی کو دیکھنے لگی جو بولتا رہا۔ کالے علم کے ذریعے چمکیلی کو معلوم ہوا کہ سامی تقریباً پانچ برس تک بلی کے جسم میں قید رہے گی۔ اس عرصے میں جادو کا اثر آہستہ آہستہ زائل ہو جائے گا۔ اس دوران اگر چمکیلی ایک خاص منتر کا جاپ کر کے کالے علم کے ان دیکھے بندھن سے سامی کو اپنے ساتھ باندھتی رہے تو بوڑھی چمکیلی کو سامی کا حسن و شباب مل جائے گا۔"

سونیا نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا "یعنی چھیما کی طرح چمکیلی بھی جوان بننا چاہتی تھی؟"

"دنیا کی کون عورت سدا جوان نہیں رہنا چاہتی۔ چمکیلی بھی عورت ہی ہے لیکن یہ سامی کا پُرشباب جسم حاصل کرنے کی کوشش کرتے کرتے اس بلی کے جسم میں قید ہو گئی ہے۔"

"یہ بلی کیسے بن گئی؟ یہ کیوں ہوا؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ یہ کالے جادو کی ہیرا پھیری ہے۔ چمکیلی کو پہلے ہی علم ہو گیا تھا کہ جس کالے منتر سے وہ سامی کے ساتھ بندھ رہی ہے اس کے نتیجے میں جس وقت سامی بلی کے جسم سے آزاد ہو کر ایک حسین دوشیزہ کے روپ میں آئے گی اسی لمحے چمکیلی کسی بلی کے جسم میں قید ہو جائے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سونیا نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی "واہ، کیا شاندار کہانی ہے۔ بچوں کے لیے بہت دلچسپ ہے۔ پہلے سامی بلی کے جسم میں قید تھی۔ اب چمکیلی

بلی کے جسم میں قید ہو گئی اور سامی جو بلی بنی ہوئی تھی کسی حسین دوشیزہ کے روپ میں آ گئی۔ کیا بے وقوف بنانے والی باتیں کر رہے ہو کیا تم مجھے اتنا ہی ضعیف الاعتقاد سمجھتے ہو کہ میں ان باتوں پر یقین کر لوں گی۔ بے شک کالا جادو ایک علم ہے لیکن ایسا ہیرا پھیری والا علم میں نے نہ تو سنا نہ کبھی دیکھا۔"

وہ کہتے کہتے اچانک چپ ہو گئی۔ یک بیک اسے خیال آیا کہ سات ماہ پہلے فرہاد کی ہدایت پر پیرس کے ماسٹر کے ذریعے سامی کو تلاش کیا گیا تھا، لیکن وہ کہیں گم ہو گئی تھی۔ تلاش بسیار کے باوجود کہیں نظر نہیں آئی۔ اس کا مطلب تو یہی ہو سکتا تھا کہ واقعی سامی بلی کا جسم چھوڑ کر کسی حسین دوشیزہ کی شکل اختیار کر چکی ہے جبکہ چمکیلی سیاہ بلی کے جسم میں قید اس کے سامنے بیٹھی ہے۔

سیاہ فام شخص نے سونیا سے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو کیا تمہیں یقین نہیں آیا کہ سامی نے بلی کا جسم چھوڑ دیا ہے اور اب وہ فرہاد کے پاس ہوگی یا اسے تلاش کر رہی ہوگی۔ کیا تم اس کے متعلق ہمیں کچھ بتا سکتی ہو؟"

"مجھے کچھ نہیں معلوم۔ ہم نے اسے تقریباً آٹھ، نو ماہ پہلے پیرس میں چھوڑا تھا اور خود ایک جنگل میں پھنس گئے تھے۔ واپس آ کر اسے تلاش کیا تو وہ غائب ہو چکی تھی۔"

اس نے سر ہلا کر کہا "یقیناً جادو کا اثر زائل ہو چکا ہے۔ وہ بلی کے جسم میں قید نہیں رہ سکتی تھی اس لیے آزاد ہو چکی ہے۔ فرہاد سے رابطہ قائم ہو تو اس کے بارے میں معلوم کرنا۔"

"میں اس سے ضرور معلوم کروں گی، لیکن تم مجھے کن معاملات میں الجھا رہے ہو سلمٰی کہاں ہے؟ مجھے اس کے بارے میں کیوں نہیں بتاتے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "سلمٰی تو اپنے بیڈ روم میں بنی ہے، اور اپنے پلنگ کے نیچے بیہوش پڑی ہے۔ ہم نے ایک انجکشن کے ذریعے بیہوش کر کے اسے پلنگ کے نیچے چھپا دیا تھا۔"

بستر کے ایک سائیڈ ٹیبل پر چمکیلی بیٹھی سونیا کو گھور رہی تھی۔ دوسرے سائیڈ ٹیبل پر ٹیلیفون رکھا تھا۔ سونیا نے تیزی سے ٹیلیفون اٹھا کر سیاہ فام شخص سے پوچھا "تم نے کس نمبر پر بخآور صاحب کے گھر فون کیا تھا؟"

اس کے بتانے پر سونیا نے فوراً نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر آواز آئی "ہیلو! میں زبیر بول رہا ہوں۔"

"زبیر میں سونیا ہوں۔ فوراً سلمٰی کے بیڈ روم میں جاؤ اور پلنگ کے نیچے دیکھو۔ وہ موجود ہو تو مجھے بتاؤ۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ آواز سنائی دی "ہاں سلمٰی وہاں بیہوش پڑی ہوئی تھی۔ اسے کس نے بے ہوش کیا ہے؟"

"میں آ کر بتاؤں گی۔ وہ خود بخود ہوش میں آ جائے گی یا مناسب سمجھو تو کسی ڈاکٹر کو بلا کر اس سے مشورہ لے لو۔ منصور کو اس طرف نہ آنے دینا۔"

"منصور ابھی تک واپس نہیں آیا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے آس پاس ہی موجود ہے کوئی بات نہیں۔ میں تھوڑی دیر بعد آ جاؤں گی۔"

وہ رسیور رکھ کر سیاہ فام کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "مجھے یہاں کیوں بلایا گیا ہے؟"

"ہمیں فرہاد کا پتہ چاہیے کیونکہ سامی اس کے پاس پہنچ چکی ہوگی یا پہنچنے والی ہوگی۔ میں چمکیلی کو بھی وہاں لے جانا چاہتا ہوں۔"

"میں نہیں جانتی، فرہاد کہاں ہے۔ جب اسے ضرورت ہوتی ہے وہ مجھ سے دماغی رابطہ قائم کر لیتا ہے۔ اس کے بعد گم ہو جاتا ہے۔"

سیاہ فام نے کہا "دوسری بات یہ کہ ایک پارٹی ہمیں بھارت سے یہاں لائی ہے۔ وہ لوگ ہماری ضروریات کا ہر طرح خیال رکھتے اور ہمیں تمام سہولتیں فراہم کرتے ہیں مجھے امید ہے کہ وہ ہمیں فرہاد اور سامی تک بھی پہنچا دیں گے۔"

سونیا نے پوچھا "وہ کون لوگ ہیں اور تم دونوں پر اس قدر مہربانی کی وجہ کیا ہے؟"

"وہ ہمارے ذریعے تم سے ایک کام لینا چاہتے ہیں۔ تمہیں اس ملک میں کسی فائل کی حفاظت کے لیے آر۔ ایم۔ او کا عہدہ دیا گیا ہے۔ میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں وہ فائل تم سے حاصل کر کے ان کے پاس پہنچا دوں گا۔"

سونیا نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر کہا "تم یہ بات اتنے اعتماد سے شاید یہ سمجھے بغیر کہہ رہے ہو کہ تمہارے سامنے سونیا ہے اور سونیا کے پیچھے فرہاد موجود رہتا ہے۔ تو جلد وہ فائل حاصل کر کے اپنے لوگوں تک پہنچا دو۔"

سیاہ فام نے مسکرا کر چمکیلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیوں چمکیلی! وہ فائل کیسے حاصل ہوگی ذرا سونیا کو بتا دو۔"

اس کی بات سنتے ہی چمکیلی سائیڈ ٹیبل پر سے اچھل کر قالین پر آئی۔ پھر باتھ روم کے دروازے کے پاس جا کر بلیوں کی آوازیں نکالنے لگی۔ سیاہ فام نے کہا "سونیا! باتھ روم کے دروازے کی طرف غور سے دیکھتی رہو۔ دروازہ کھلے گا تو چمکیلی کا وہ چیلا باہر آئے گا جو موت کی طرح نادیدہ ہے۔ اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا مگر وہ اپنے شکار کو دیکھ کر اس کا کام تمام

کر مار ڈالتا ہے وہ دیکھو وہ آ رہا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی باتھ روم کا دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا جیسے کوئی دروازہ کھول کر باہر آ رہا ہو۔ سیاہ فام کی آواز سنائی دی۔ "ایسے وہ نظر نہیں آئے گا۔ اس دبیز قالین کو دیکھو۔ تمہیں اس کے قدموں کے نشان نظر آئیں گے۔"

سونیا نے کمرے کی تیز روشنی میں قالین کی طرف دیکھا۔ باتھ روم کے دروازے کے پاس ایک جگہ قالین یوں دبا ہوا تھا جیسے کوئی وہاں کھڑا ہوا ہو۔ پھر وہ حصہ ہموار ہو گیا۔ اسکے ایک قدم آگے قالین پھر دب گیا۔ کوئی بہت آہستہ آہستہ قدم بہ قدم سونیا کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔

کمرے کے ہولناک سناٹے میں چمکیلی کی غراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ قالین پر جہاں قدموں کے نشان نظر آتے تھے چمکیلی اس جگہ کو سونگھتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ گویا اپنے نادیدہ حلیے کے پیچھے پیچھے چل آ رہی تھی۔ قالین پر بننے والے نشانات سونیا کے سامنے دو قدم کے فاصلے پر آ کر رک گئے۔ پیچھے تمام قالین ہموار ہو چکا تھا۔ صرف دو قدم کے فاصلے پر دو نشان یوں نظر آ رہے تھے جیسے کوئی سونیا کے روبرو کھڑا ہوا ہو۔

پھر طویل خاموشی ٹوٹ گئی۔ کمرے کی محدود فضا میں کسی کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔ "ہیلو سونیا! مجھے افسوس ہے کہ تم مجھ سے مصافحہ نہیں کر سکو گی، کیونکہ میں ناقابل گرفت ہوں۔ تم ہاتھ بڑھا کر مجھے چھونا چاہو گی تو صرف ہوا میں ہاتھ لہرا کر رہ جاؤ گی۔ میرا کوئی ٹھوس وجود نہیں ہے۔"

سونیا بڑی توجہ سے سن رہی تھی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس خالی جگہ کو دیکھ رہی تھی جہاں کسی کی موجودگی محسوس ہو رہی تھی۔ کسی نے پوچھا۔ "کیوں سونیا! تمہاری دلیری، چالاکی اور حاضر دماغی کیا ہو گئی۔ کیا تم گونگی ہو گئی ہو؟"

سونیا نے اچانک مسکرا کر کہا۔ "نہیں! میں سوچ رہی تھی کہ اگر تمہارا کوئی ٹھوس وجود نہیں ہے تو قالین تمہارے قدموں کے بوجھ سے کیوں دب رہا ہے؟"

"بہت خوب! خاصی ذہین ہو، مگر طلسم کو نہیں سمجھ سکتیں کالے علم سے جو واقعات پیش آتے ہیں وہ انسانی عقل کی پہنچ سے بہت دور ہوتے ہیں۔ یہی دیکھ لو کہ میرا کوئی وجود نہیں ہے، میرا کوئی فزن نہیں ہے مگر اس قالین پر کالے علم کا بوجھ پڑ رہا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "مجھے یقین نہیں آتا۔ میں تمہیں چھو کر دیکھوں گی۔"

"بے شک آگے بڑھو۔"

سونیا آگے بڑھی اور ہاتھ لہرا کر اس جگہ جہاں قالین پر دو قدموں کا بوجھ نظر آ رہا تھا، ٹٹولنے لگی۔ پھر وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "واقعی، تمہارا کوئی وجود نہیں ہے۔ اچھا بتاؤ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"پہلے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ مجھ سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

سونیا نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا میں سمجھی ہوئی نظر آ رہی ہوں تم سے تو بچے ہی ڈر سکتے ہیں۔"

جواب میں ہنسی سنائی دی۔ پھر کسی نے کہا۔ "باہر ایک نوجوان کھڑا ہوا تھا اور اس کوٹھی میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ بھی ڈرنا نہیں جانتا تھا۔ میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا ہے۔"

سونیا نے چونک کر پوچھا۔ "تم کس کی بات کر رہے ہو؟"

"وہی جو تمہارے ساتھ کوٹھی سے یہاں تک آیا تھا۔ چونکہ وہ تمہارا آدمی ہے اس لیے میں نے اس کی جان نہیں لی، صرف گلا گھونٹ کر بے ہوش کر دیا ہے۔ تم یہاں سے واپس جاؤ گی تو وہ کوٹھی کے بیرونی برآمدے میں پڑا ہوا نظر آئے گا۔ اسے اٹھا کر لے جانا۔"

سونیا نظریں جھکا کر پھر قالین کے اس حصے کو دیکھنے لگی۔ اس نادیدہ شخص نے کہا۔ "سونیا! اب بھی میں دوستانہ ماحول میں باتیں کر رہا ہوں۔ میری باتیں توجہ سے سنو۔ کل تم ایک اچھی دوست کی طرح یہاں سے اسلام آباد واپس جاؤ۔ تمہارے لیے ریکارڈ روم کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔ تم سیکرٹ فائل کی ایک مائیکرو فلم تیار کر کے اپنی رہائش گاہ لے آؤ۔ میں اسی طرح تمہارے پاس پہنچ کر وہ فلم تم سے لے لوں گا، کوئی مجھے دیکھ نہیں سکے گا۔ صرف تم میری آواز سن سکو گی۔"

"اگر میں ایسا نہ کروں تو؟"

"آج میں نے اس نوجوان کو صرف بیہوش کر کے ایک نمونہ پیش کیا ہے۔ تم میرا مطالبہ پورا کرنے کے لیے اسلام آباد نہیں جاؤ گی تو فرہاد کی بہن شاہینہ کی حفاظت کے لیے جتنے ذرائع استعمال کر سکتی ہو، جتنے پہرے بٹھا سکتی ہو، جتنے دروازے بند کر سکتی ہو، سب کر کے دیکھ لینا۔ کل رات کو ٹھیک بارہ بجے میں شاہینہ کا گلا گھونٹنے آؤں گا۔ کل رات بارہ بجے کے بعد فرہاد کی بہن کی زندگی کا انحصار تمہارے فیصلے پر ہے۔ اب میں جا رہا ہوں۔ کل ملاقات ہو گی۔ رات کے بارہ بجے۔۔۔"

سونیا سر جھکائے قالین کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے جانے

کے لیے کہا تو قدموں کا دباؤ ختم ہو گیا اور واپس جاتے ہوئے قدموں کے نشانات نظر آنے لگے۔

سونیا کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔ وہ بہت توجہ سے قالین کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کسی کے واپس جاتے وقت ٹھیک اسی جگہ قدم نہیں پڑتے جہاں قدم رکھتا وہ آیا ہو، مگر اسکے قدم ٹھیک اسی جگہ پڑتے نظر آ رہے ہیں جہاں آتے وقت نظر آئے تھے۔

سونیا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "رک جاؤ، میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

بڑھتے ہوئے قدموں کے نشانات اسی جگہ رک گئے جیسے وہ سونیا کی باتیں سننے کے لیے رک گیا ہو۔ سونیا نے کہا۔ "واپس آ کر ذرا میری بات سن لو۔"

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر اس کی آواز سنائی دی۔ "میں یہاں سے سن رہا ہوں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "شاید تم میرے قریب دوبارہ نہیں آ سکو گے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ دیکھو میں آ رہا ہوں۔"

وہ پھر قالین کی طرف دیکھنے لگی۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ وہ قدموں کے نشانات ٹھیک اسی جگہ پڑتے ہیں جہاں پہلے نظر آ رہے تھے۔ وہ نادیدہ شخص قالین پر ادھر سے ادھر ایک انچ بھی ہٹ کر قدم نہیں رکھتا تھا۔ اس کے قدم رکھنے کی جگہ مخصوص تھی۔

سونیا نے نظریں اٹھا کر سیاہ فام شخص کو دیکھا اور اچانک ہی اٹھا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔ ہاتھا تنا زبردست تھا کہ اس کی ناک کے ایک نتھنے سے لہو بہنے لگا تھا۔ اس نے ناگواری سے کہا۔ "الو کے پٹھے! تم مجھ پر نفسیاتی حربے استعمال کر رہے ہو۔ پہلے تم نے میرے دماغ میں یہ بات بٹھائی کہ یہ بلی نہیں ہے کوئی جادوگرنی ہے جس کا نام چمکیلی ہے۔ پھر تم نے سامی کا حوالہ دیا جو فرہاد کے پاس ہے۔ تم نے مجھے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ سامی بلی کے جسم سے آزاد ہو چکی ہے اور اس کے نتیجے میں چمکیلی بلی کے جسم میں قید ہو گئی ہے۔ تم نے یہ جادوئی قصے چھیڑ کر یہاں ایک طلسمی فضا پیدا کی، اس کے بعد اس نادیدہ شخص کو لے آئے۔ ذرا اپنے اس نادیدہ اتو سے کہو کہ یہ میرا گلا گھونٹ کر مجھے مار ڈالے۔"

اچانک کمرے میں قہقہے گونجنے لگے۔ وہ نادیدہ شخص کہہ رہا تھا۔ "سونیا! تم موت کو للکار رہی ہو۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے۔ میں کل رات بارہ بجے آؤں گا۔ مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں ابھی تمہارا گلا نہیں گھونٹ سکتا کیونکہ مجھے اس فائل کی مائیکرو فلم چاہیے۔ نہ ملی تو کل آدھی رات کو اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آ جائے گا۔"

"تم لوگ میرے دل میں یہی دہشت طاری کرنا چاہتے تھے اور مجھے قائل کرنا چاہتے تھے کہ میں ہماری دنیا سے لڑ سکتی ہوں، مگر ایسی نادیدہ شیطانی قوت سے نہیں لڑ سکتی۔ اگر میں مائیکرو فلم لے کر نہیں آؤں گی تو فرہاد کی بہن ماری جائے گی۔ اگر مجھ میں حاضر دماغی نہ ہوتی تو تم لوگوں کی یہ چال بڑی حد تک کامیاب ہو جاتی۔"

آواز آئی۔ "کیا تم اسے ہماری چال سمجھتی ہو۔ کیا تمہیں یقین نہیں ہے کہ یہ کالے جادو کا عمل ہے؟"

"بکواس مت کرو۔ تمہاری آواز میرے سامنے سے نہیں آ رہی ہے بلکہ کمرے میں گونج رہی ہے۔ اگر تم سامنے موجود ہوتے تو آواز کی سمت کا آسانی سے تعین کر لیتی۔ قالین پر قدموں کے نشانات بنانا بھی کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ جہاں جہاں قدموں کے نشانات کی طرح دباؤ پڑتا ہے وہاں قالین کے نیچے خلا ہے اور ایئر کمپریشر کے ذریعے جب اس خلا کی ہوا کھینچی جاتی ہے تو قالین اندر کی طرف دب جاتا ہے۔ باتھ روم سے یہاں تک۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ اچانک کمرے میں تاریکی چھا گئی اور دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ بلی کی غراہٹ بھی سنائی دی تھی۔ چند لمحوں کے بعد ایک دم سناٹا چھا گیا۔ اندھیرا ہوتے ہی سونیا نے اپنی پوزیشن بدل لی تھی۔ اس بات کا خدشہ تھا کہ تاریکی میں کوئی حملہ نہ کر دے۔

وہ ٹٹولتے ہوئے ایک دیوار سے جا کر ٹک گئی تھی۔ وہ دروازے کی طرف جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت میاؤں کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے آواز کی سمت دیکھا۔ سامنے دیوار کے پاس دو بڑی بڑی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ایک بار پھر میاؤں کی آواز سنائی دی۔ اس کے بعد وہ طویل القامت بلی نظر آنے لگی۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ کمرے کی گہری تاریکی میں بھی وہ صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ کمرے کے فرش سے تقریباً دو فٹ بلند فضا میں معلق تھی۔ پھر چھن چھن کی ایسی آواز آنے لگی جیسے کوئی لڑکی پازیب پہن کر چل رہی ہو۔

سونیا حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ کوئی جاندار فرش سے دو فٹ اوپر معلق رہ کر چل سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے پرجیکشن کے ذریعے کوئی فلم چل رہی ہو، لیکن بلی تو پہلے سے ہی کمرے میں موجود تھی۔ تاریک کمرے کی خاموشی میں کسی عورت کی ہنسی سنائی دی۔

سونیا نے حیرانی سے پلکیں جھپکا جھپکا کر دیکھا۔ طویل القامت بلی دھوئیں میں تبدیل ہو رہی تھی۔ دھواں اوپر کی طرف اٹھ رہا تھا اور پھر وہ ایک انسان کے قد کی بلندی تک پہنچ کر رک گیا۔ ہنسی کی آواز برابر آ رہی تھی۔ پھر اس دھوئیں سے دو بوڑھے ہاتھ نمودار ہوئے جن میں چوڑیاں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ ان کے ساتھ ایک نسوانی آواز ابھری: "اچھا تو تم جادو کو فریب سمجھتی ہو۔ تم سمجھتی ہو تمہارے ساتھ کوئی چال چلی جا رہی ہے۔ دیکھو، آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو میں وہی چمکیلی ہوں۔ میں تھوڑی دیر کے لیے بلی کے جسم سے آزاد ہو کر تمہیں اپنا آپ دکھا رہی ہوں۔ غور سے دیکھو۔"

سونیا غور سے دیکھ رہی تھی۔ دھواں رفتہ رفتہ ایک بوڑھی عورت کے سراپا میں تبدیل ہو گیا تھا جو سرخ گھاگھرے اور چولی کے ساتھ سرخ ہی چیزی اوڑھے ہوئے تھی۔ ناک میں نتھ لگلے میں سونے کا ہار، کانوں میں سونے کے جھمکے تھے اور کمر کے گرد ایک چاندی کی پیٹی بندھی ہوئی تھی۔ پاؤں میں چاندی کی پازیب تھیں اور ماتھے پر جھومر سجا ہوا تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک زیورات سے لدی ہوئی تھی۔

سونیا نے تن کر کہا: "اگر تم چمکیلی ہو تو آؤ مجھ سے ہاتھ ملاؤ۔"

جواب میں چمکیلی کا وجود تھرتھرانے لگا۔ پھر سونیا نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ اس کے وجود سے ایک اور چمکیلی نمودار ہوئی۔ پھر دوسری، تیسری، چوتھی۔ ایک کے اندر سے دوسری نکلتی چلی آ رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی: "میں نے تمہاری دلیری کی داستانیں بہت سنی ہیں مگر افسوس میرے پاس کوئی جسم نہیں ہے کہ میں تم سے ہاتھ ملا سکوں۔ میں تو بس دھواں ہوں۔ ابھی تمہارے سامنے پھر دھواں بن کر بلی کے جسم میں سما جاؤں گی۔ اگر تمہیں مجھ سے ہمدردی ہے اور تم مجھ سے ہاتھ ملانا چاہتی ہو تو مجھے سامنے تک پہنچا دو۔ میں اس کے لہو سے غسل کر کے تمہاری آنکھوں کے سامنے مجسم ہو جاؤں گی میں ساری زندگی تمہارے ساتھ رہوں گی کیونکہ تمہارے ساتھ فرہاد رہتا ہے اور فرہاد مجھے بہت پسند ہے۔ میں کسی نوجوان دوشیزہ کا روپ اختیار کرتے ہی سب سے پہلے فرہاد کو اپنانا چاہتی ہوں۔ اس اعتبار سے تم مجھے اپنی سوتن بھی سمجھ سکتی ہو۔" وہ پھر چڑیلوں کی طرح ہنسنے لگی۔ "دیکھو میرے ہاتھ میں کیا ہے؟"

سونیا نے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں مٹی کا ایک ننھا سا پتلا تھا۔ وہ بولی: "یہ شاہینہ کا پتلا ہے۔ میں اس کے جس حصے میں سوئی چبھوؤں گی، شاہینہ اپنے جسم کے اسی حصے میں چبھن محسوس کرے گی۔ جب تک میں اس پتلے کے جسم سے سوئی نہیں نکالوں گی اسے آرام نہیں آئے گا۔ تم نے ہمارے کالے علم کو فریب سمجھا تھا یہ لو، میں ایک سوئی چبھو رہی ہوں۔ یہ ٹھیک اس پتلے کے بائیں شانے پر ہے۔ اب تم جا کر دیکھ لینا۔ شاہینہ اس کی تکلیف سے تڑپ رہی ہو گی۔ کل آدھی رات تک وہ مائیکرو فلم نہیں دے گی اور شاہینہ کو اس تکلیف سے نجات نہیں ملے گی۔ اب تم جاؤ۔ میں اپنے کام میں مصروف ہو جاؤں گی۔"

وہ دھوئیں میں تبدیل ہونے لگی۔ سونیا نے جلدی سے کہا: "ٹھہرو، ایک بات کا جواب دیتی جاؤ۔ جب تمہارے پاؤں نہیں ہیں، جب تم بلی بنی ہوئی ہو تو سوئی کس طرح میں چبھو سکتی ہو؟"

جواب ملا: "میرا چیلا میرا کام کرتا رہے گا۔"

اس کے قہقہوں کی آواز تیز ہوتی گئی اور دھواں بلی کی شکل اختیار کرتا چلا گیا۔ اب وہاں بلی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اچانک بلی بھی غائب ہو گئی۔

دوسرے ہی لمحے وہ تاریکی مٹ گئی۔ کمرے میں آہستہ آہستہ چاند کرنے والی روشنی ہو گئی۔ سونیا نے دیکھا۔ بلی قالین پر آہستہ چلتی ہوئی دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ وہاں پہنچ کر اس نے سر گھما کر سونیا کی طرف دیکھا اور میاؤں کی ایک آواز نکالی۔ اسی وقت دروازہ کھل گیا۔ وہ کھلے ہوئے دروازے سے گزر کر باہر چلی گئی۔

دروازہ کھولنے والا وہی سیاہ فام شخص تھا۔ وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر بلی کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ اب سونیا بھی جا سکتی ہے لیکن وہ کتنی ضدی اور ارادے کی پکی ہے، یہ میں ہی جانتا ہوں۔ وہ کمرے سے جانے کے بجائے ماضی میں قالین کو بغور دیکھتی رہی۔ پھر تیزی سے باتھ روم کے دروازے کی طرف بڑھی۔ اسے یاد تھا کہ جب اینڈرکھ اسے کون چھوڑنے گیا تھا۔ مجھ پر اور فرہاد پر اللہ کا کرم ہے۔" وہ باتیں کرتے ہوئے اپنی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ اندر آتے ہی پتہ چلا کہ گھر کے تمام افراد پریشان ہیں۔ شاہینہ اپنی خوابگاہ میں تھی۔ سونیا اور منصور زینہ طے کر کے اس کی خوابگاہ میں پہنچے۔

پاس جا کر قالین کو ایک طرف الٹ دیا۔ اس کا خیال درست نکلا۔ قالین کے نیچے چھوٹے چھوٹے گڑھے بنے ہوئے تھے۔ ان گڑھوں میں ایک ایک سوراخ تھا۔

کمرے میں اچانک ہی قہقہے گونجنے لگے۔ سونیا نے سر اٹھا کر فانوس کی طرف دیکھا تو آواز آئی: "یقیناً تم یہ بھی معلوم کر لو گی کہ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ ہم تمہارے کوئی مکارانہ چال نہ چلیں۔ تم بذات خود بہت بڑی مکار ہو۔ تمہاری چال چلی جائے گی تم اس کی تہہ تک پہنچ جاؤ گی۔ لیکن کوئی چال نہیں ہے۔ اگر تم شاہینہ کی خیریت چاہتی ہو تو اس کے پاس پہنچو۔ وہ تکلیف میں مبتلا ہو گئی۔ جو سوئی ابھی تک سامنے ایک پتلے میں چبھوئی گئی تھی وہ اس وقت تک نہیں نکالی جائے گی جب تک تم شاہینہ کے پاس پہنچ کر خود اپنی آنکھوں سے وہ تماشا نہیں دیکھ لو گی۔"

وہ جانتی تھی کہ وچ ڈاکٹر کالے جادو کے عمل سے

شانے پر ہے۔ اب تم جا کر دیکھ لینا۔ شاہینہ اس کی تکلیف سے تڑپ رہی ہو گی۔ کل آدھی رات تک وہ مائیکرو فلم نہیں دے گی اور شاہینہ کو اس تکلیف سے نجات نہیں ملے گی۔ اب تم جاؤ۔ میں اپنے کام میں مصروف ہو جاؤں گی۔"

وہ دھوئیں میں تبدیل ہونے لگی۔ سونیا نے جلدی سے کہا: "ٹھہرو، ایک بات کا جواب دیتی جاؤ۔ جب تمہارے پاؤں نہیں ہیں، جب تم بلی بنی ہوئی ہو تو سوئی کس طرح میں چبھو سکتی ہو؟"

جواب ملا: "میرا چیلا میرا کام کرتا رہے گا۔"

اس کے قہقہوں کی آواز تیز ہوتی گئی اور دھواں بلی کی شکل اختیار کرتا چلا گیا۔ اب وہاں بلی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اچانک بلی بھی غائب ہو گئی۔

دوسرے ہی لمحے وہ تاریکی مٹ گئی۔ کمرے میں آہستہ آہستہ چاند کرنے والی روشنی ہو گئی۔ سونیا نے دیکھا۔ بلی قالین پر آہستہ چلتی ہوئی دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ وہاں پہنچ کر اس نے سر گھما کر سونیا کی طرف دیکھا اور میاؤں کی ایک آواز نکالی۔ اسی وقت دروازہ کھل گیا۔ وہ کھلے ہوئے دروازے سے گزر کر باہر چلی گئی۔

دروازہ کھولنے والا وہی سیاہ فام شخص تھا۔ وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر بلی کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ اب سونیا بھی جا سکتی ہے لیکن وہ کتنی ضدی اور ارادے کی پکی ہے، یہ میں ہی جانتا ہوں۔ وہ کمرے سے جانے کے بجائے ماضی میں قالین کو بغور دیکھتی رہی۔ پھر تیزی سے باتھ روم کے دروازے کی طرف بڑھی۔ اسے یاد تھا کہ جب اینڈرکھ اسے کون چھوڑنے گیا تھا۔ مجھ پر اور فرہاد پر اللہ کا کرم ہے۔" وہ باتیں کرتے ہوئے اپنی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ اندر آتے ہی پتہ چلا کہ گھر کے تمام افراد پریشان ہیں۔ شاہینہ اپنی خوابگاہ میں تھی۔ سونیا اور منصور زینہ طے کر کے اس کی خوابگاہ میں پہنچے۔

شاہینہ بستر کے سرے پر بیٹھی کراہ رہی تھی۔ زبیر اس کے ایک ہاتھ کو شانے کو ہولے ہولے سہلا رہا تھا۔ اس کی ساس پریشانی سے کچھ رہی تھیں: "بیٹی! ابھی تم بھلی چنگی تھیں۔ یہ یک بیک تمہارے شانے میں چبھن کیسے ہونے لگی؟"

اس وقت تک سونیا قریب پہنچ گئی تھی۔ اس نے شانے ہوئے سے ہاتھ رکھ کر پوچھا: "کیا یہاں کوئی چیز چبھی ہوئی ہے؟"

"نہیں بھابی جان! کوئی چیز نہیں ہے لیکن ایسا لگتا ہے جیسے اس جگہ کوئی چبھوئی جا رہی ہو۔ پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے شاہینہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر پچکارتے ہوئے کہا: "فوراً برداشت کرنے کی کوشش کرو۔ میں ابھی تمہیں اس تکلیف سے نجات دلا دوں گی۔"

بیگم نجاد نے کہا: "بیٹی! یہ کوئی دشمنوں سے ماریٹ والی بات تو ہے نہیں کہ تم نجات دلا دو گی۔ مجھے تو کوئی جادو وادو کا چکر معلوم ہوتا ہے۔"

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "آپ درست کہتی ہیں۔ شاہینہ پر جادو کیا گیا ہے۔ مجھے پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ اس کے شانے پر چبھن محسوس ہو گی اور یہ تکلیف میں مبتلا رہے گی۔"

وہ لوگ حیرانی سے سونیا کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ مختصر طور پر تمام واقعات سنانے لگی جو اسے پیش آتے تھے۔ زبیر نے کہا: "اب کیا ہو گا۔ کیا شاہینہ کو اس تکلیف سے نجات دلانے کے لیے آپ اپنے ملک کے راز ان کے حوالے کر دیں گی؟"

"میں سوچوں گی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی نیچے ڈرائنگ روم سے نجاد نے آواز دی: "بیٹی سونیا! تمہارا فون ہے۔"

سونیا فوراً خواب گاہ سے نکل کر ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ اور نجاد سے ریسیور لے کر کہا: "ہیلو، میں سونیا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے اسی نادیدہ شخص نے پوچھا: "کیا تم میری آواز پہچان رہی ہو؟"

"ہاں، پہچان رہی ہوں۔ تم وہی نادیدہ فراڈ ہو۔"

جواب میں پھر ہنسی سنائی دی: "کیا تمہاری نند تکلیف میں مبتلا نہیں ہے؟"

"ہاں، میں نے دیکھ لیا ہے۔ اس پر کالے جادو کا اثر ہے۔ اب اسے فوراً تکلیف سے نجات دلا دو۔"

"ضرور نجات دلائیں گے لیکن ہمارا مطالبہ؟"

"میں مطالبہ پورا کر دوں گی، لیکن اس کے لیے کل نہیں، پرسوں رات تک کا وقت درکار ہے۔"

"تم یہ مہلت اس لیے چاہتی ہو کہ فرہاد سے تمہارا رابطہ قائم ہو جائے۔"

"نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ کل مجھے یہاں ایک اہم میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے۔ میں اتنی جلدی لاہور نہیں چھوڑ سکتی۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ پرسوں اس فائل کی مائیکرو فلم تیار کرنے کی کوشش کروں گی اور آدھی رات تک وہ فلم تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم پرسوں تک انتظار کریں گے لیکن یہ بات ذہن نشین کر لو کہ اب ہم میں سے کوئی اپنی آواز نہیں سنائے گا۔ ہم خاموشی سے پرسوں رات کا انتظار کریں گے۔"

"مجھ سے فلم لینے کون آئے گا؟"

"کوئی نہیں۔ تم پرسوں رات تک بڑیاں جاؤ گی۔ وہاں

ایک بڑے سے پتھر پر کالے رنگ سے کراس کا نشان بنا ہوگا تم اسی پتھر کے نیچے فلم کو رکھ کر چلی آنا۔ تمہارا کام ختم ہو جائے گا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ تمہارے آگے پیچھے کوئی جاسوس نہ ہو۔"

سونیا نے کہا: "تم جن غیر ملکی ایجنٹوں کے لیے کام کر رہے ہو ان لوگوں سے معلوم کرو۔ وہ بتائیں گے کہ سونیا اپنے آگے پیچھے کبھی مددگار لے کر نہیں چلتی۔ میں تنہا شکر پڑیاں جاؤں گی اور فلم تمہاری بتائی ہوئی جگہ رکھ کر واپس آجاؤں گی۔ فی الحال شاہینہ کو اس مصیبت سے نجات دلاؤ۔"

"ہولڈ آن کرو، میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ سونیا انتظار کرتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد آواز آئی: "ہیلو، اب شاہینہ سے پوچھو، تکلیف ختم ہوئی یا نہیں؟"

"اچھی بات ہے میں ابھی پوچھ کر بتاتی ہوں۔" سونیا نے کہا۔

اس نے رسیور پر ہاتھ رکھ کر منصور کو آواز دی: "منصور ذرا معلوم کر کے مجھے بتاؤ شاہینہ کی تکلیف ختم ہوئی یا نہیں؟"

منصور نے بالکونی میں آکر جواب دیا: "ہاں اب انھیں آرام آگیا ہے۔"

وہ رسیور میں بولی: "تمہارا بہت بہت شکریہ۔ میں اپنے وعدے کے مطابق تمہارا کام کر دوں گی۔"

"بالکل، پھر آخری بار سن لو۔ اب ہم میں سے کسی کی بھی آواز تمہیں سنائی نہیں دے گی۔ تم چپ چاپ اپنا کام انجام دو گی۔"

یہ کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ سونیا تھوڑی دیر تک سوچتے ہوئے انداز میں رسیور کو دیکھتی رہی۔ پھر اسے کریڈل پر رکھ دیا۔ بختاور پاس ہی کھڑا تھا، اس نے کہا: "بیٹے! میں نے ساری باتیں سنی ہیں۔ شاہینہ میری بہو اور فرہاد کی بہن ہے لیکن اسکی زندگی بچانے کے لیے کیا تم ملک سے غداری کرو گی؟"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا: "انکل یہ جو ہمارے دشمن ہیں نا، یہ بڑے مسخرے ہیں۔ کہیں نہ کہیں ہمیں چھیڑنے کے لیے آجاتے ہیں ہم بھی دل لگی بہلا لیتے ہیں۔"

اوپر سے بیگم بختاور کی آواز سنائی دی۔ وہ زبیر، شاہینہ اور منصور کے ساتھ نیچے ڈرائنگ روم کی طرف آتے ہوئے کہہ رہی تھیں: "بیٹی سونیا! یہ منصور کہہ رہا ہے کہ ابھی تم نے فون کے ذریعے شاہینہ کی تکلیف ختم کرا دی ہے، کیا یہ سچ ہے؟"

"جی ہاں، جن لوگوں نے جادو کے ذریعے یہ عمل کیا تھا میں نے ان سے سمجھ بوجھ کر لیا ہے، اب شاہینہ کو تکلیف سے نجات مل گئی ہے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی ویسے سلمیٰ کو ایسے کمرے میں نہ رکھا جائے جس کا دروازہ باہر کی طرف کھلتا ہو۔ شاہینہ کی طرح سلمیٰ کا بیڈ روم بھی اوپر ہونا چاہیے۔"

بیگم بختاور نے کہا: "تمہارے کہنے سے پہلے ہی ہم نے سلمیٰ کو اوپر ایک کمرے میں پہنچا دیا ہے۔ وہ آرام سے سو رہی ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ سونے دیا جائے۔"

سونیا نے پوچھا: "میرے سر میں صدمہ ہو رہا ہے، کیا اس وقت چائے یا کافی مل سکے گی؟"

منصور نے کہا: "ضرور مٹے گی۔ میں آپ کے لیے بنا کر لاتا ہوں۔"

بختاور نے کہا: "واہ، صرف سونیا کے لیے کیوں ہم سب ہی پئیں گے۔"

منصور کچن کی طرف چلا گیا۔ سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر شاہینہ کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی۔ شاہینہ نے اس کے ہاتھ تھام کر کہا: "رات کے تین بج رہے ہیں۔ میں نے سوچا تھا۔ آج رات اپنی بھابی جان کے ساتھ سوؤں گی، لیکن ہونا نصیب نہیں ہو رہا ہے۔"

سونیا نے کہا: "ہم چائے پینے کے بعد سوئیں گے۔" پھر وہ شاہینہ کی طرف جھک کر اس کے کان میں بولی: "لیکن بے چارے زبیر کا کیا ہوگا؟"

شاہینہ نے ایک قہقہہ لگایا۔ پھر سونیا کے کان میں کہا: "وہ پرانے ہو چکے ہیں۔ آپ تو بالکل نئی ہیں۔"

"کل تک میں بھی پرانی ہو جاؤں گی۔"

شاہینہ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "بھابی تو مالا جیسی ہوتی ہے اور ماں کی گود کبھی پرانی نہیں ہوتی۔ جب میں آپ سے لپٹ کر سوؤں گی تو مجھے اپنے بھائی جان کی خوشبو ملے گی۔"

چائے پینے کے بعد بھی وہ لوگ سونے کے لیے نہ جا سکے دشمنوں نے جو حالات پیدا کر دیے تھے ان کے متعلق باتیں ہونے لگی تھیں۔ یہ باتیں اتنی طویل ہو گئیں کہ صبح کے چھ بج گئے۔ تب بختاور نے محبت سے ڈانٹ کر کہا: "تم لوگوں کو کسی کے آرام کا خیال نہیں ہے۔ ہماری بیٹی دشمنوں سے الجھتی رہی ہے اسے آرام کرنے اور سونے کا موقع تک نہیں دے رہے ہو، چلو اپنے اپنے کمرے میں جاؤ۔"

وہ سب وہاں سے اٹھ گئے۔ شاہینہ سونیا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بیڈ روم میں لے گئی۔ زبیر منصور کے کمرے میں سونے کے لیے چلا گیا۔ تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد شاہینہ سونیا کے بازو پر سر رکھے سو رہی تھی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ گہری نیند میں ہے تو سونیا بڑی آہستگی سے الگ ہو کر بستر سے اتری اور دبے قدموں باتھ روم میں چلی گئی۔ اس نے اندر جا کر احتیاط سے دروازہ بند کیا اور اپنے گلے میں پڑا ہوا لاکٹ منہ کے پاس لے جا کر بٹن دبا دیا اور

کوڈ ورڈز میں کسی کو مخاطب کرنے لگی۔

جواب میں دوسری طرف سے آواز سنائی دی: "مادام سونیا! دی۔ آر اٹینڈنگ ہیئر۔ اوور۔"

سونیا نے پوچھا: "کیا میرے لاکٹ سے دشمنوں کی آوازیں نشر ہو رہی تھیں؟ اگر ہو رہی تھیں تو کتنی آوازیں ریکارڈ کی گئی ہیں؟ اوور۔"

"تین قسم کی آوازیں ریکارڈ کی گئی ہیں۔ میں مختصر طور پر سناتا ہوں۔ پلیز ویٹ اے منٹ۔"

سونیا انتظار کرنے لگی۔ چند لمحے بعد دوسری طرف سے سنائی جانے والی پہلی آواز سیاہ فام شخص کی تھی۔ دوسری آواز اس شخص کی تھی جو نظر نہیں آرہا تھا اور تیسری آواز بوڑھی چمپکیلی کی تھی جو تاریکی میں نظر آئی تھی۔ سونیا نے مطمئن ہو کر کہا: "ان تمام آوازوں کو محفوظ رکھو۔ مجھے کسی وقت بھی ان کی ضرورت پڑ سکتی ہے اوور اینڈ آل۔"

وہ باتھ روم سے باہر آگئی۔ اس وقت دن کے سات بج رہے تھے۔ شاہینہ گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ اس کے پاس آکر لیٹ گئی اور کروٹ بدل کر آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی گہری نیند میں ڈوب گئی۔

اسی وقت میں سونیا کے دماغ میں پہنچا تھا اور اسے سوتا ہوا پا کر واپس آگیا تھا۔ پھر میں بھی چار گھنٹے کے لیے سو گیا تھا اب چار گھنٹے کے بعد بیدار ہو کر دیکھا تو وہ اس وقت بھی سو رہی تھی۔ یقیناً بہت زیادہ تھکی ہوئی تھی۔ اس کے خوابیدہ دماغ سے پچھلی رات کے واقعات معلوم کرنے میں کافی وقت گزر گیا تھا۔ اب وہ بیدار ہو رہی تھی۔ شاہینہ بھی آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ دونوں کی نظریں ملیں تو شاہینہ نے اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہا: "بھابی جان! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ آپ میرے اس قدر قریب موجود ہیں۔ آپ کا ایک نام فرہاد کی محبت ہے اور دوسرا نام دشمنوں کی موت۔ میں اتنی دیر تک محبت اور موت کے سائے میں سوتی رہی ہوں۔"

میں نے شاہینہ کے دماغ میں کہا: "اس کا تیسرا نام چڑیل ہے۔"

شاہینہ ایک دم سے چونک کر اٹھ بیٹھی، بولی: "بھابی جان! مجھے ایسا لگا ہے جیسے میرے دماغ میں کسی نے آپ کو چڑیل کہا ہے۔"

سونیا اٹھ کر بیٹھ گئی بولی: "یقیناً وہ تمہارے بھائی جان ہوں گے۔ اے مسٹر! اگر تم آگئے ہو تو ذرا مجھ سے بات کرو۔"

میں نے شاہینہ کے دماغ میں کہا: "میری پیاری بہن! میں ہوں تمہارا بھائی فرہاد۔ سونیا سے کہو میں آگیا ہوں اور اس وقت تم دونوں کے درمیان موجود ہوں۔"

شاہینہ نے بے یقینی سے آنکھیں پھاڑ کر سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا: "میرے دماغ میں جیسے بھائی جان بول رہے ہیں۔ کیا میں یقین کر لوں؟"

"ہاں یقین کر لو۔ تم سے دماغی رابطہ قائم کیے ایک عرصہ گزر گیا ہے اس لیے تمہیں یقین نہیں آرہا ہے۔" پھر وہ مجھ سے لہلی "فرہاد! میں تمہیں بہت کچھ بتانا چاہتی ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "تم کیا بتاؤ گی تم سو رہی تھیں تو میں نے تمہارے خوابیدہ دماغ سے ساری باتیں معلوم کر لی ہیں۔"

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔ میں نے ہزار بار منع کیا ہے کہ بغیر اجازت دماغ میں نہ آیا کرو۔"

میں نے شاہینہ کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "دیکھا تمہاری بھابی کتنی نک چڑھی اور لڑاکا ہے۔ ارے اسے دھکے دے کر باہر نکالو۔"

شاہینہ نے مسکرا کر کہا: "بھائی جان کہتے ہیں کہ آپ نک چڑھی اور لڑاکا ہیں۔ آپ کو دھکے دے کر باہر نکال دوں جانتی ہیں میں بھائی جان کو کیا جواب دینا چاہتی ہوں۔"

"کیا جواب دو گی؟"

"یہ کہ بھائی جان پہلے آپ کو اپنے دل سے نکال کر دکھائیں۔"

"یہ بات میں ان سے ہزار بار کہہ چکی ہوں لیکن ان مردوں کا اپنے دل پر زور نہیں چلتا۔ گھر پر زور چلتا ہے اس لیے گھر سے نکال دیتے ہیں۔ دل پر زور نہیں چلتا ہے اس لیے جھنجھلاتے رہتے ہیں۔"

"بھابی! عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ عورت کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں جو سر چڑھ کر بولتا ہے وہ سر سے اتر بھی جاتا ہے لیکن آپ کا جادو نہیں ہیں۔ ٹیلی پیتھی نکل جائے تو وہ خالی رہ جائیں گے۔ وہ آپ کے بغیر ادھورے ہیں۔"

یہ کہہ کر شاہینہ نے سونیا کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "کیوں اپنی بھابی کو سر پر چڑھا رہی ہو؟"

سونیا نے کہا: "اپنے بھائی جان سے کہو کام کی باتیں کریں۔"

میں نے شاہینہ کی زبان سے کہا: "میں تمہارے دماغ کو پڑھ چکا ہوں۔ تم یہ معلوم کرنا چاہتی ہو کہ کل رات جو جادوئی

واقعات پیش آئے ان میں فراڈ کس حد تک تھا؟"

"میں یہی معلوم کرنا چاہتی ہوں ویسے وہ ناذیدہ انسان سراسر فراڈ تھا۔ لیکن وہ شاہینہ کو سوئی چبھنے والا معاملہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"وہ حقیقتاً کالے جادو کا عمل تھا۔ یہ تو ہم کتابوں میں بھی پڑھ چکے ہیں اور ایسے جادوگروں سے ہمارا سامنا بھی ہوا ہے۔ میں چھپا جیسی جادوگرنی کو کبھی بھول نہیں سکتا۔ پھر افریقہ وغیرہ میں ایسے وچ ڈاکٹر ہیں جو پتلیوں میں سوئی چبھو کر اپنے معمول کو اذیتوں میں مبتلا کر سکتے ہیں جس طرح کل رات شاہینہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔"

"میں تمہیں وہ آوازیں سنانا چاہتی ہوں جو ریکارڈ کی گئی ہیں۔"

"ضرور سناؤ، شاید میں ان لوگوں کے دماغ تک پہنچ سکوں۔"

"مجھے طلسمی انٹیلی جنس والوں سے رابطہ قائم کرنے کے لیے باتھ روم میں جانا ہوگا یا پھر شاہینہ کو اس کمرے سے باہر بھیجنا ہوگا۔ میں نہیں چاہتی کہ اسے یا کسی کو بھی میرے لاکٹ کی حقیقت کا علم ہو۔"

"احتیاط لازمی ہے۔ میں شاہینہ کو سمجھاتا ہوں۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے کمرے سے باہر چلی جائے گی۔"

سونیا مجھ سے باتیں کرتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ شاہینہ نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھ کر سمجھا کہ شاید ہم لوگ کچھ رازونیاز کی باتیں کر رہے ہیں اس لیے اس کا موجود رہنا مناسب نہیں ہے۔ وہ بستر سے اٹھ کر بولی: "آپ بھائی جان سے باتیں کریں میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

سونیا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "ارے کہاں جاتی ہو، بھلا ان سے کیا باتیں کرنی ہیں۔"

"مگر مجھے تو اپنے ساس سسر کی خدمت میں پہنچنا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے کمرے سے چلی گئی۔ سونیا نے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر اپنے لاکٹ کو ایک ہاتھ سے تھام کر رابطہ قائم کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا اس نے کہا: "میں ڈپٹی چیف سے بات کرنا چاہتی ہوں، اوور۔"

"یس مادام! ابھی میں رابطہ قائم کرتا ہوں۔ پلیز ویٹ اے منٹ۔"

تھوڑی دیر بعد ٹرانسمٹر کے ذریعے ڈپٹی چیف کی آواز سنائی دی: "یس مادام سونیا! فرمائیے میرے لائق کوئی خدمت اوور۔"

"میں آپ کو یہ اطلاع دینا چاہتی ہوں کہ اس وقت ہمارے درمیان مسٹر فرہاد علی تیمور موجود ہیں ان سے باتیں کریں وہ پچھلی رات کی ریکارڈ کی ہوئی تمام آوازیں سننا چاہتے ہیں، اوور اینڈ آل۔"

ادھر سونیا نے ٹرانسمٹر کو آف کیا ادھر میز ـــــ ڈپٹی چیف کے دماغ میں پہنچ گیا: "ہیلو چیف! میں فرہاد علی تیمور آپ سے مخاطب ہوں۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے خلا میں گھورنے لگا میں نے کہا۔

"آپ حیران ہوں گے لیکن میرا رابطہ اسی طرح قائم ہوتا ہے۔"

وہ جلدی سے تائید میں سر ہلا کر بولا: "جی ہاں، جی ہاں مادام نے بتایا ہے اور ہم نے پہلے بھی یہ سن رکھا ہے۔ مگر مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ....."

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا: "بات یہ ہے کہ آپ کو یقین نہیں آ رہا ہے تو پھر دیکھیے، آپ اپنی کرسی پر بیٹھے ہیں۔ آپ نے اب تک اپنے ٹرانسمٹر کو آف نہیں کیا ہے مگر اب دیکھیے، آپ نے ٹرانسمٹر کو ہاتھ بھی نہیں لگایا اور وہ آف ہو گیا ہے۔"

یہ کہتے ہی میں آفیسر کے دماغ پر قابض ہو گیا اور اس کے ہاتھ سے ٹرانسمٹر کو آف کرنے کے بعد اسے اسی طرح کرسی پر بٹھا دیا پھر دماغ کو آزاد چھوڑ کر پوچھا: "کیوں ٹرانسمٹر آف ہو گیا نا؟"

اس نے ٹرانسمٹر کو دیکھتے ہوئے حیرانی سے کہا: "بیشک، لیکن آپ تو یہاں موجود نہیں ہیں اسے کس نے آف کیا ہے؟"

"یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔ اب آپ کرسی سے اٹھ جائیں اور اپنے ماتحت سے کہیں کہ پچھلی رات کی ریکارڈ کی ہوئی آوازیں مجھے سنائے۔"

وہ کرسی سے اٹھا اور اپنے کمرے سے نکل کر اس عمارت کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ایک ایسے کمرے میں پہنچا جہاں سیکڑوں فائل، فلیں اور آوازوں کے کیسٹ بڑی حفاظت سے رکھے جاتے تھے اس نے پچھلی رات تیار کی جانے والی کیسٹ متعلقہ افسر سے طلب کی پھر اپنے کمرے میں آ کر ایک کیسٹ ریکارڈر میں کیسٹ کو لگاتے ہوئے پوچھا: "فرہاد صاحب! کیا آپ موجود ہیں؟"

"موجود ہوں۔ زبان سے مخاطب کرنا ضروری نہیں ہے صرف سوچ کے ذریعے مجھ سے باتیں کی جا سکتی ہیں۔"

"سوری میں، بھول گیا تھا۔ لیجیے وہ آوازیں سنیے۔"

اس نے کیسٹ ریکارڈر آن کر دیا۔ چند لمحوں تک خاموشی رہی پھر ایک آواز ابھری: "مادام سونیا! میں اس یقین کے ساتھ اپنی آواز سنا رہا ہوں کہ اس وقت ہمارے درمیان فرہاد موجود نہیں ہیں۔ وہ ہوتے تو تمہیں یہاں نہ آنے دیتے۔ پہلے سلمیٰ کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لیتے کہ ان کی لاڈلی بہن کی منڈاس وقت کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔"

کیسٹ ریکارڈر سے ابھرنے والی اس آواز کو میں نے فوراً پہچان لیا۔ وہ یقیناً سیاہ فام شخص کی آواز تھی۔ اب میں اس کے لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا میں نے آفیسر سے کہا: "آپ اس آواز کو بند کر کے دوسری آواز سنائیں۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا، تھوڑی دیر بعد مجھے ایک دوسرے شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ شخص اس یقین کے ساتھ بول رہا تھا کہ نہ تو سونیا اس کے فراڈ کو سمجھ سکے گی اور نہ ہی میں اس کے دماغ تک پہنچ سکوں گا۔ مگر اب اس کی یہ خوش فہمی ختم ہونے والی تھی۔ میں نے کہا: "آفیسر! میں نے یہ آواز بھی سن لی ہے۔ پلیز اسے بھی فارورڈ کریں اور مجھے تیسری آواز سنائیں۔"

تیسری آواز کیسٹ کے دوسری طرف تھی۔ آفیسر نے تھوڑی دیر بعد وہ آواز بھی سنائی۔ یہ اسی عورت کی آواز تھی۔ جو سونیا کے سامنے دھواں بن کر انسانی جسم اختیار کر گئی تھی۔ وہ یقیناً چمکیلی کی آواز تھی۔

میں نے کہا: "آفیسر! میں نے تمام آوازیں سن لی ہیں اب ان جادوگروں کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سیاہ فام شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک جگہ بیٹھا مالے مالے میں بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے آگ روشن تھی۔ اس کے اور آگ کے درمیان ماش کا ڈھیر رکھا ہوا تھا۔ وہ کوئی..... منتر پڑھتا تھا اور ماش کا ایک دانہ اٹھا کر آگ میں ڈال دیتا تھا۔ پھر دوسری بار وہی منتر پڑھتا تھا اور دوسرا دانہ اٹھا کر آگ میں ڈال دیتا تھا ـــــ وہ طویل القامت بلی اس وقت اس کے کاندھے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جسے وہ چمکیلی کہتا تھا۔

اس جلتی ہوئی آگ کے دوسری طرف ایک قد آدم ضیالی شیطان کا مجسمہ تھا۔ اس مجسمے کے پھیلے ہوئے ہاتھ میں مٹی کا چھوٹا سا پتلا تھا جو شاہینہ کے نام سے بنایا گیا تھا۔ اور پچھلی رات اسی میں ایک سوئی چبھوئی گئی تھی۔ دوبارہ ضرورت کے وقت وہی عمل دہرانے کے لیے اس پتلے کو حفاظت سے شیطان کے ہاتھ پر رکھ دیا گیا تھا۔

پہلے میں نے یہ معلوم کیا کہ وہ سیاہ فام کون ہے اور اس وقت کس عمل میں مصروف ہے۔ پتہ چلا اس کا نام بھونڈ وچارا تھا۔ وہ ذات کا چمار تھا۔ اس لیے اسے بھونڈ وچارا کہا جاتا تھا۔

جب میں اس کے دماغ سے یہ باتیں معلوم کر رہا تھا تو وہ منتر پڑھتے وقت گڑبڑا جاتا تھا۔ یادداشت کے مطابق اس کی زبان منتر پڑھتی رہتی تھی لیکن دماغی سوچ میرے لیے معلومات فراہم کر رہی تھی۔ ایسے میں اس کا گڑبڑا جانا یقینی تھا۔ جب وہ دو تین بار اس طرح منتر پڑھتے پڑھتے ذرا گڑبڑایا تو بلی غراتے ہوئے اس کے کاندھے سے اتر کر سامنے آ گئی اور اسے گھور کر دیکھنے لگی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا: "چمکیلی مجھے معاف کر دے۔ پتہ نہیں میرا دماغ کہاں بھٹک گیا تھا۔ میں اب ٹھیک سے جاپ کروں گا۔ جب تک ماش کے ایک ایک دانے کو آگ میں نہیں ڈال دوں گا۔ اس وقت تک یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔ میرے کاندھے پر بیٹھ جا۔"

بلی پھر اچھل کر اس کے کاندھے پر سوار ہو گئی میں بھی دوبارہ اس کے دماغ کو کریدنے لگا میں نے اس کی سوچ میں پوچھا: "کیا اس جاپ سے ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا: "پورا کیوں نہیں ہوگا ضرور ہوگا جب ماش کا ایک ایک دانہ آگ میں پہنچ جائے گا اور ہر دانے کے ساتھ منتر مکمل طور پر زبان سے ادا ہوتا ہے گا تو ماش کا آخری دانہ آگ میں گرتے ہی اڑتا ہوا دیوار کی طرف جائے گا اور وہاں دینا کا بڑا سا نقشہ لٹک رہا ہے۔ وہ دانہ اس ملک اور اس شہر کی جگہ جا کر چپک جائے گا جہاں فرہاد موجود ہوگا۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا: "فرہاد کو تلاش کر کے کیا حاصل ہوگا؟"

اس کی سوچ نے کہا: "میں ایسا کیوں سوچ رہا ہوں، جبکہ مجھے معلوم ہے کہ فرہاد کے ذریعے ہی ہم سامی تک پہنچ سکتے ہیں چمکیلی سامی کو تلاش کر رہی ہے اور جمائے کالے علم نے بتایا ہے کہ سامی فرہاد کے پاس ہی ملے گی۔ کل رات سونیا نے فرہاد کا پتہ بتانے سے انکار کر دیا تھا، شاید وہ سچ مچ یہ نہ جانتی ہو کہ فرہاد کس ملک اور کس شہر میں رہتا ہے۔ بہرحال سونیا نہ بتائے تب بھی فرق نہیں پڑتا۔ ماش کے اس ڈھیر کا آخری دانہ اس جگہ کی نشاندہی کر دے گا۔ جہاں فرہاد موجود ہوگا۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر سامی کا تصور کیا۔ تصور میں بلی نظر آئی۔ سامی کا وہ چہرہ جو برسوں پہلے میری نگاہوں کے سامنے رہا کرتا تھا۔ دھندلا گیا۔ کچھ کچھ کے ذہن پر یہ بات گراں گزرے گی کہ جو سامی مجھے دل و جان سے چاہتی ہے میری خاطر بلی بننے کے باوجود میرا پیچھا کرتی رہی۔ مجھ سے الگ رہنا گوارا نہیں کیا۔ اس کی آواز کو بھی میں نے بھلا دیا۔ اس کے لب و لہجے کو یاد نہیں رکھا اور اس کا چہرہ بھی میرے تصور میں دھندلا گیا تھا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے میں اس قدر بے مروت ہرگز نہیں ہوں۔

یہ بات اس حد تک درست ہے کہ جب میں کسی کے دماغ سے نکالتا ہوں تو پھر اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتا۔ دوسری بات یہ کہ جس انداز میں میں اور سامی ایک دوسرے سے بچھڑے تھے اس کے بعد میں نے سامی کو دانستہ بھلا دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سامی کو اپنا جسم بہت عزیز تھا اور مجھے اپنے وطن کی سرزمین سے پیار تھا۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر وہ اپنے جسم کی حفاظت کے لیے جاری سرحد سے پار جا رہی ہے تو مجھے بھی اپنی زمین سے محبت ہے۔ وہ اپنے جسم سے محبت کرے میں اپنی زمین پر پاؤں جمائے بھوانی شنکر جیسے غیر ملکی ایجنٹ کا خاتمہ کر دوں گا۔

بہرحال میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ سامی سے کس طرح جدائی ہوئی تھی۔ میرے پڑھنے والے اچھی طرح میرے ماضی کو جانتے ہیں۔ نئے پڑھنے والوں کے لیے ایک بات میں عذر کروں گا اور وہ یہ کہ سامی کو بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا اس لیے وہ بلی کے جسم میں قید رہنے

کے باوجود بھی میرے ساتھ لگی رہتی تھی۔ پھر تقدیر نے اسے مجھ سے جُدا کر دیا۔ اب مجھ بھوندو چمار جاب کے دوران تو کچھ کہہ سکتا تھا۔ جاتی سے ملنے کے بعد میں کچھ حیرانی اور بے یقینی سے سوچ رہا تھا۔ کیا وہی سامی ایک بار پھر ایک حسین دوشیزہ کے روپ میں میرے سامنے آئے گی؟ کیا وہ لوگ پھر سامی کو مجھ سے چھین کر لے جائیں گے؟

اس دوران پھر بھوندو چمار جاب کرتے کرتے گڑبڑا گیا تھا۔ اس بار چمکیلی اس کے کاندھے سے اُتر کر غراتی ہوئی اپنے پنجے زمین پر مار کر غصے کا اظہار کر رہی تھی۔ بھوندو چمار نے ہاتھ جوڑ کر کہا: "چمکیلی، پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میرے دماغ میں رہ رہ کر دوسری باتیں آجاتی ہیں اور میں منتر بھول جاتا ہوں۔"

چمکیلی نے چھلانگ لگا کر اس کے منہ پر زور سے پنجہ مارا اور دوسری جانب جا کر بیٹھ گئی۔ بھوندو نے چیخ مار کر اپنا ہاتھ چہرے پر رکھ لیا۔ اس کے چہرے پر خراشیں پڑ گئی تھیں اور لہو کی ننھی ننھی بوندیں اُبھر آئی تھیں۔ اس نے گڑگڑا کر کہا: "مجھے معاف کر دو۔ اب میں غلطی نہیں کروں گا۔ پورے دھیان سے منتر پڑھوں گا۔"

بلی نے آہستہ آہستہ آگ کے گرد ایک چکر لگایا اور ماش کے ڈھیر کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے دوبارہ زمین پر ہاتھ مارا۔ بھوندو چمار اس کی تمام حرکتوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے سر ہلا کر کہا: "میں سمجھ گیا تو کہہ رہی ہے کہ اب اس سے دوگنا ماش کے دانوں پر مجھے منتر پڑھنا ہوگا۔ یہ میری سزا بھی ہے اور تیرے کالے علم کا تقاضا بھی، ٹھیک ہے اب میں اس ڈھیر کو دوگنا کر دیتا ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مگر دوگنا ڈھیر تو بہت زیادہ ہے۔ اس کے ایک ایک دانے پر منتر پڑھتے پڑھتے آدھی رات سے بھی زیادہ وقت گزر جائے گا۔"

اس نے پریشان ہو کر بلی کو دیکھا۔ بولا: "چمکیلی کل تمام رات ہم جاگتے رہے بس ذرا سی دیر سونے کا موقع ملا۔ اب میں پھر سے پڑھنا شروع کروں گا تو آج کا سارا دن اور ساری رات بھی گزر جائے گی۔ میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ دماغ میں کچھ گڑبڑ ہے۔ مجھے آج معاف کر دو میں کل صبح ہی اٹھ کر منتر پڑھنا شروع کر دوں گا۔"

بلی نے چند لمحوں تک اسے گھور کر دیکھا۔ پھر وہاں سے اٹھی اور آہستہ آہستہ جا کر شیطان کے مجسمے کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ بھوندو نے خوش ہو کر کہا: "چمکیلی تو میری پریشانیوں کو سمجھتی ہے۔ میں کل تازہ دم ہو کر منتر پڑھوں گا۔ ہم کل شام تک فرہاد کا پتہ معلوم کر لیں گے۔"

اس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر اگ بجھائی، پھر ایک تھیلے میں سے ماش نکال کر اس ڈھیر کے پہلے سے دوگنا کر دیا۔ ایک طرف فرش پر سوکھی گھاس کا بستر لگا ہوا تھا۔ وہ وہاں جا کر آرام سے چادروں شانے چت لیٹ گیا۔

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ ایک جھونپڑی کے اندر ہے اور وہ جھونپڑی لاہور شہر سے دُور راوی کے ایک ویران ساحل پر بنائی گئی ہے۔ وہاں سے دریا تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بستی تھی۔ وہ وقت بہت کم تھا۔ وہ وقت کہ جب کبھی کبھی وہاں آتی ہے اور انہیں وہاں سے شہر پہنچا دیتی ہے۔ اسی گاڑی میں وہ شہر سے جھونپڑی تک آتے ہیں۔ یہ گاڑی ان غیر ملکی ایجنٹوں کی تھی۔ جو بھوندو کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کر رہے تھے۔

اس کے دماغ نے بتایا کہ سونیا کو دی جانے والی مہلت کے مطابق وہ غیر ملکی ایجنٹ کل رات تو نہ آئیں گے۔ اگر اس نے مائیکرو فلم ان کے حوالے نہیں کی تو پھر وہ شاہینہ کو اذیتیں پہنچا پہنچا کر مجبور کریں گے کہ وہ اُن کا مطالبہ پورا کرے۔

مجھے ان غیر ملکی ایجنٹوں تک پہنچنے کے لیے کل رات تک کا انتظار کرنا تھا۔ میں نے بھوندو کے دماغ سے معلوم کیا کہ شاہینہ کو کس طرح کالے جادو کے عمل سے بچایا جا سکتا ہے۔ اس کی سوچ نے کہا: "شاہینہ کے نام سے تو پُتلا بنایا گیا ہے۔ اس کی کمر میں شاہینہ کے سر کا بال بندھا ہوا ہے۔ اس بال کو کھول دیا جائے تو شاہینہ کالے عمل کے اثر سے آزاد ہو جائے گی۔"

میں نے پوچھا: "شاہینہ کا بال ہاتھ کیسے لگ گیا؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا: "میں نے غیر ملکی ایجنٹ سے کہا تھا کہ اگر وہ لوگ سونیا کو بے بس، مجبور کر دینا چاہتے ہیں تو انہیں شاہینہ کو کالے علم کا نشانہ بنانا ہوگا۔ اسکے لیے مجھے شاہینہ کے سر کا ایک بال درکار ہے۔ ان لوگوں نے دوسرے ہی دن مجھے بالوں کا پورا گچھا لا کر دے دیا۔ پتہ نہیں انھوں نے کیسے وہ بال حاصل کیے تھے۔ میں نے ان سے یہ بات نہیں پوچھی۔"

میں نے سوچا۔ اس پتلے کی کمر سے شاہینہ کے بال کو فی الحال کھولنا مناسب نہیں ہے۔ بھوندو اس بات سے پریشان ہو جائے گا کہ آخر بال کس طرح کھل گیا اور کہاں غائب ہو گیا۔ میں انھیں یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ میں ان کے دماغ تک پہنچ چکا ہوں۔

بھوندو چمار اور چمکیلی کے متعلق بہت کچھ معلوم کرنے کے بعد میں اس شخص کے دماغ میں پہنچا جو گزشتہ رات سونیا کے سامنے ایک نادیدہ شخص بنا ہوا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ میں بلکہ جھپکتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ وہی گولف کا کھلاڑی جیمس روبن تھا جس کی تلاش میں سونیا لاہور آئی تھی اور جواب لاپتہ ہو چکا تھا۔

وہ اس وقت نیند سے بیدار ہوا تھا اور بیڈ ٹی کا انتظار کر رہا تھا۔ کچھ دُور اس کی نگاہوں سے اوجھل کوئی عورت اس سے کہہ رہی تھی: "ڈارلنگ دوپہر ہو چکی ہے۔ اُٹھ کر منہ ہاتھ دھو لو۔ لنچ کے بعد چائے پی لینا۔"

اس کی آواز سنتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ وہی عورت تھی جو گزشتہ رات چمکیلی بن کر سونیا کو مرعوب کرنا چاہ رہی تھی۔ جیمس روبن نے بستر سے اٹھتے ہوئے پوچھا: "مالتی کوئی پیغام آیا ہے کیا؟"

وہ اس کی طرف آتے ہوئے بولی: "کوئی پیغام نہیں ہے۔ ہمارے تمام ساتھی محتاط ہو گئے ہیں۔ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ سونیا کو اپنی اور میری آواز نہ سناؤ لیکن تم جادوئی چالیں چلا کر اسے بیوقوف بنا چکے تھے۔ وہ جزائر ہمارے ساتھیوں کا مسکن ہے۔ ہماری سب چالیں ناکام ہو گئیں۔ ہمارے دوسرے ساتھی ہم سے دور رہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ شاید شام تک ان کا کوئی پیغام موصول ہو۔"

وہ خواب گاہ میں اکبر بستر درست کرنے لگی تھی جیمس روبن نے باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے کہا: "میں منہ ہاتھ دھو کر آتا ہوں۔ تم میز پر کھانا لگاؤ۔"

وہ خواب گاہ سے نکل کر کچن کی طرف چلی گئی۔ میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا: "کل رات سونیا کو بڑی اچھی طرح اُلو بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کے سامنے بلی دھواں بن کر بوڑھی چمکیلی کے روپ میں آگئی تھی۔ ہم نے کس طرح اسے یہ تماشا دکھایا تھا۔ کیا اس نے یہ بھی معلوم کر لیا ہوگا؟"

مالتی نے حقارت سے کہا: "سونیا کا باپ بھی نہیں جان سکتا کہ ہم نے یہ سب پروجیکشن کے ذریعے کیا تھا۔ سونیا کے سامنے کی دیوار کا کچھ حصہ ایک طرف سرک گیا تھا۔ گہری تاریکی میں سونیا یہ نہیں دیکھ سکی ہوگی کہ دیوار کے سرکنے کے بعد ایک اسکرین نمودار ہو گیا ہے جس کے پیچھے پروجیکشن کے ذریعے فلم چلائی جا رہی تھی۔ اس فلم کا منظر یہی تھا کہ ایک بلی دھوئیں میں تبدیل ہو کر انسان کا روپ اختیار کر لیتی ہے اور جب وہ چمکیلی بنتی ہے تو اسکرین پر ایک کے بجائے چار چمکیلی دکھائی جاتی ہیں پس منظر میں چمکیلی بن کر بول رہی تھی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ہم نے سونیا کو مجبور اور بے بس بنانے کے لیے اپنے طور پر بڑی کامیاب چالیں چلی تھیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ناکام رہے۔ بہرحال اب بھوندو چمار کے ذریعے کام تو ہو ہی جائے گا۔ روبن نت نئے منصوبے بنانے میں ماہر ہے اور بڑی کامیابی سے ان پر عمل کرتا ہے۔ آج اس کا ایک منصوبہ ناکام ہو گیا ہے تو ہمیں اپنے ساتھیوں سے الگ کر دیا گیا۔"

مالتی کی اپنی سوچ نے کہا: "ہاں یہ بڑی مصیبت ہے۔ فرہاد کے سلسلے میں جب کوئی مہم شروع کی جاتی ہے تمام لوگ ایک دوسرے سے دور بھاگ جاتے ہیں۔ جیسے فرہاد کوئی متعدی مرض ہو۔ قریب آتے ہی انھیں بھی بیماری لگ جائے گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا: "اب ہم سب سے علیحدہ تو ہو گئے ہیں لیکن رابطہ کیسے قائم ہوگا؟"

اس کی سوچ نے کہا: "ٹیلیفون کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو بھی ہم سے فون پر بات کرے گا اسے اس بات کا اندیشہ رہے گا کہ کہیں فرہاد ہمارے دماغ سے اس کی آواز نہ سن لے۔ دنیا کا کوئی بھی مجرم خواہ وہ کتنے ہی مضبوط اعصاب کا مالک ہو۔ فرہاد سے دہشت زدہ رہتا ہے۔ ویسے میرا اندازہ ہے اور روبن کو یقین ہے کہ فرہاد ابھی تک ہمارے دماغوں میں نہیں پہنچ سکا ہے۔"

مالتی کی سوچ کا رُخ بدل گیا۔ مجھے میرے سوال کا جواب نہیں مل سکا تھا۔ اس وقت وہ کچن سے کھانے کی ڈش اٹھا کر ڈائننگ روم کی میز پر لے جا رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ہاں تو میں یہ سوچ رہی تھی کہ اپنے لوگوں سے رابطہ کیسے قائم ہوگا؟"

اس سے پہلے کہ وہ سوچ کے ذہ یعے جواب دیتی ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ جلدی سے ڈشوں کو میز پر رکھ کر ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ دوسری طرف سے جیمس روبن بھی دوڑتا ہوا آیا تھا۔ اس نے مالتی سے پہلے ہی ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو!"

دوسری طرف سے ٹک ٹک ٹک کی آوازیں سنائی دینے لگی۔ شاید ٹیلی گرام کی زبان میں کچھ کہا جا رہا تھا۔ روبن توجہ سے سنتا رہا۔ پھر اس نے سر ہلا کر کہا: "شکریہ۔ میں ابھی پیغام پڑھ لوں گا۔"

ریسیور رکھتے ہوئے مالتی سے بولا: "باہر لیٹر بکس میں ہمارے نام ایک خط ہے۔ وہ نکال کر لے آؤ۔"

مالتی باہر چلی گئی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈائننگ روم میں آیا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ میں نے اس کی سوچ میں شاہینہ کا نام لیا۔ پھر اس کے سر کے بالوں کا تصور کیا۔ آدمی کے دماغ میں جس چیز کا خیال اُبھر آئے وہ اسی کے بارے میں سوچنے لگتا ہے۔ جیمس روبن مسکراتے ہوئے شاہینہ کے بالوں کے متعلق سوچنے لگا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ستارہ کے ہاں جیران نامی ایک اور ہیڈ عمر کی ملازمہ ہے۔ مالتی نے اسے ایک ہزار روپے رشوت کے طور پر دیے تھے اور اس سے کہا تھا کہ شاہینہ کے سر کا ایک آدھ بال کسی طرح حاصل کر کے لے آؤ۔

جیران نے شام تک مالتی کو شاہینہ کے بال لا کر دینے کا وعدہ کر لیا۔ جب وہ کوٹھی میں آئی تو اس وقت شاہینہ سنگھار میز کے آئینے کے سامنے کھڑی بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ کنگھی میں سر کے کچھ بال اٹکے ہوئے تھے۔ اس نے کنگھی کے تمام بالوں کو نکال کر انھیں ایک چھوٹے سے گولے کی صورت میں لپیٹ کر کھڑکی کے باہر پھینک دیا۔ جیران یہ دیکھتے ہی کوٹھی کے باہر کھڑکی کے پاس آئی اور ان بالوں کو اٹھا کر حفاظت سے کاغذ میں لپیٹ کر ایک جگہ چھپا دیا۔ پھر شام کو وعدے کے مطابق انھیں مالتی کے حوالے کر دیا۔ اچانک اس کی سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ مالتی لیٹر بکس سے خط لے کر آگئی تھی۔ اس نے کہا: "مالتی! میں کھانا کھا رہا ہوں۔ تم خط اُٹھا کر سناؤ۔"

وہ قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ کر پڑھنے لگی: "وہ ابھی تک شہر میں ہے۔ دارالسلطنت نہیں گئی ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ سوئی والے واقعے کی وجہ سے وہ ہمارا مطالبہ پورا کرنے پر مجبور ہو جائے گی تم دونوں کو اب یہ ملک فوراً چھوڑ دینا چاہیے خواہ برین کینسر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ تم نے یہاں کی حکومت کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ تمہارے ملک کے سفارت خانے پر دھاوا بول دیا جائے گا۔ بہرحال تم دونوں کو اب سر دست پار کر لینا چاہیے۔ ذہ یہ ہے کہ پاکستانی حکومت نے جس چالاک لومڑی کو ہمارے پیچھے لگایا ہے

وہ تمھارے ذریعے ایک ایک کو اس ملک سے باہر بھگانے گی یا ختم کر دے گی۔ آج رات دس بجے تم دونوں تیار رہنا ایک گاڑی آج ہی رات کو تمھیں سرحد پار پہنچا دے گی۔"

خط سننے کے بعد جیمس رابن نے کہا: "چلو چھٹی ہوئی۔ اب ہم اپنے ملک واپس جا سکیں گے۔"

مالنی نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا: "سچ پوچھو تو فرہاد ایک پرین کیسری ہے۔ یہ جس کے دماغ میں ہو جائے اسے موت کے بعد ہی چھٹکارا نصیب ہوتا ہے۔ اچھا ہے ہم یہاں سے چلے ہی جائیں۔"

میں نے جیمس رابن کے ذریعہ معلومات حاصل کیں کہ وہ کس تنظیم سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے بعد یہاں کون لوگ تخریبی کارروائیاں کرنے کے لیے رہ جائیں گے۔ معلوم ہوا وہ ایک اسرائیلی نواز تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس تنظیم کا سربراہ مڈل مین کہلاتا ہے۔ وہ شخص بین الاقوامی سطح کا ایک دلال تھا۔ بڑے بڑے ملکوں کے لیے دوسرے ممالک میں جا کر جاسوسی کرتا تھا۔ ان دونوں اسرائیلی حکومت نے اسے کرائے پر حاصل کیا تھا اور اب وہ پاکستان میں سرگرم عمل تھا۔ وہ اس سیکرٹ فائل تک پہنچنا چاہتا تھا جو اب سونیا کی تحویل میں تھی۔

میں ان لوگوں کو چھوڑ کر سونیا کے پاس آ گیا۔ وہ شاہینہ وغیرہ کے ساتھ ناشتے سے فارغ ہو چکی تھی۔ اب شاہینہ اور سلمٰی اس کے پاس بیٹھی ہوئی ضد کر رہی تھیں کہ وہ ان کے ساتھ لاہور کی سیر کرنے چلے۔ بختاور نے کہا۔ میں ابھی کسی کو سیر و تفریح کی اجازت نہیں دوں گا۔ تم دیکھ ہی رہی ہو کہ شاہینہ پر کالے جادو کا عمل کیا گیا تھا۔ دشمن پھر کسی وقت پریشان کر سکتے ہیں۔ جب تک ہماری بیٹی سونیا اور فرہاد ان جادوگروں تک پہنچ کر انھیں سزا نہیں دے دیں گے اس وقت تک میں تم لوگوں کو باہر جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

اس وقت اس کا تمام خاندان بیڈ روم میں موجود تھا صرف زبیر کسی کام سے باہر چلا گیا تھا۔ منصور سونیا سے بے حد متاثر تھا۔ وہ اسی کے ساتھ لگا رہتا تھا اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا تھا کہ وہ کس طرح خطرات سے محفوظ رہ کر اپنے دشمنوں کے منصوبوں کو ناکام بنا دیتی ہے۔ وہ سونیا سے بہت کچھ سیکھنا چاہتا تھا۔

میں نے بیگم بختاور کی سوچ کے ذریعے سوال کیا: "ملازمہ حیراں کہاں چلی گئی؟"

ان کی سوچ نے جواب دیا: "وہ صبح چھٹی لے کر اپنے پنڈ گئی ہے۔"

میں نے سونیا کو مخاطب کیا: "ہیلو! میں آ گیا ہوں۔ تم بختاور اور بیگم بختاور کو میری طرف سے سلام کہہ دو اور ان سے کہو کہ جس کمرے میں تم سب بیٹھے ہوئے ہو اس کے دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کر لیں۔ میں ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔"

سونیا نے بختاور اور بیگم بختاور کو میرا سلام کہا تو وہ خوش ہو کر سلام کے جواب میں دعائیں دینے لگے۔ سونیا اور منصور نے کمرے کی کھڑکیاں دروازوں کو بند کر دیا۔ اس کے بعد میں نے سونیا کی زبانی ان لوگوں کو بتایا کہ دشمنوں نے کس طرح حیراں کے ذریعے شاہینہ کے سر کے بال حاصل کیے تھے۔

یہ بات سب نے بڑی حیرانی سے سنی۔ بیگم بختاور نے کہا: "میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ حیراں ایسی ہوگی۔ آنے دو بدذات کو، جوتے مار مار کر اس کا ..... "

میں نے سونیا کی زبانی کہا: "آنٹی! اسے مارنے سے یا اس کا محاسبہ کرنے سے بات بگڑ جائے گی۔ ابھی دشمن اس بات سے بے خبر ہیں کہ میں اُن کے دماغوں تک پہنچ گیا ہوں۔ اور ان کے متعلق معلومات حاصل کر رہا ہوں۔ حیراں کو بھی ڈھیل دے دیں۔ وہ آئے تو اس کی طرف سے بالکل انجان بن جائیں۔ اگر ایسا نہ کر سکیں تو حیراں کی واپسی سے پہلے ہی کوئی دوسری ملازمہ رکھ لیں تاکہ حیراں کو ملازمت سے نکالنے کا معمولی سا جواز پیدا ہو جائے اور دشمنوں کو کوئی شبہ نہ ہو۔"

منصور نے کہا: "کیوں نہ ہم تھانے میں رپورٹ درج کرا دیں۔ ہماری سونے کی ایک انگوٹھی گم ہو گئی ہے اور شبہ ہے کہ حیراں یہاں سے جاتے وقت وہ انگوٹھی لے گئی ہے۔"

سونیا نے تائید کی: "یہ ٹھیک ہے۔ پولیس والے جب حیراں کے پنڈ میں تحقیقات کریں گے تو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ حیراں جب سے آئی ہے وقت ایک ہزار روپے لے کر آئی تھی۔ گو وہ ہزار روپے اسے دشمنوں سے رشوت کے طور پر ملے تھے لیکن پولیس یہی سمجھے گی کہ اس نے انگوٹھی بیچ کر ہزار روپے حاصل کیے ہیں اس طرح اسے مالکوں سے غلط کی سزا مل جائے گی۔"

سونیا نے مجھ سے پوچھا: "تم نے جو معلومات حاصل کی ہیں وہ ہمیں تفصیل سے بتاؤ۔"

"تم اتنے لوگوں کے درمیان بیٹھی ہو۔ میں تفصیل بیان کروں گا تو تم خاموش بیٹھی سنتی رہو گی اور آس پاس والے تمھارا منہ تکتے رہیں گے اور وہ سے طرح طرح کے سوال کریں گے۔ للہ اتم ڈیولپ ایبلڈ کرنے کے بہانے گھر سے نکلو۔ میں راستے میں تمھیں سب کچھ بتا دوں گا۔"

سونیا نے اٹھتے ہوئے کہا: "انکل! مجھے دفتر جانا ہے۔ تب تک ہم دشمنوں کو گرفتار نہ کر لیں اس وقت تک آپ لوگوں کو اپنی حفاظت کے قابل رکھنا ہوگا۔"

بختاور نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا: "بیٹی! ہم بھی جب وطن میں تمھاری اور فرہاد کی قدر کرتے ہیں۔ تم دونوں مجھے اپنے خاندان کے ساتھ خاک ہو جانے کے لیے بھی کہو گے تو ہم انکار نہیں کریں گے۔"

وہ شاہینہ کے ساتھ اس کے بیڈ روم میں آئی اور اپنے سوٹ کیس سے پتلون اور شرٹ نکال کر پہننے لگی۔ سائرہ بانو نے اس کا سوٹ کیس

اس کے پاس پہنچا دیا تھا۔ شاہینہ نے پوچھا: "بھابی جان! آپ کتنے عرصے سے بھائی جان سے جدا ہیں؟"

پین کر سونیا کچھ اداس ہو گئی۔ پھر آہستگی سے بولی: "یہ نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ تمھارے بھائی جان بہت ہی سنگدل اور بے مروت ہیں۔ کبھی میرے پاس ایک دن بھی رہنا گوارا نہیں کرتے طرح طرح کے بہانے بنا کر مجھ سے دور رہتے ہیں۔"

"چلو بڑے افسوس کی بات ہے۔ اور بڑی ناانصافی ہے میں بھائی جان سے آپ کے لیے لڑائی کروں گی۔"

میں نے شاہینہ کے دماغ میں کہا: "بیٹے! میں مجبوراً سونیا سے دور رہتا ہوں، اور تم نے دیکھا ہے کہ تمھاری بھابی جان کتنی پیاری ہیں۔ ہر اعتبار سے قابل قدر ہیں، صورت، سیرت، شخصیت، ذہانت، بے باکی، بے خوفی کسی اعتبار سے بھی کوئی دوسری عورت سونیا کا بدل نہیں ہو سکتی۔"

"بھائی جان آپ اتنی تعریفیں کرتے ہیں۔ بھابی جان کو اتنا چاہتے ہیں۔ پھر دور کیوں رہتے ہیں؟"

"مجبوری ہے میں تمھیں کیا بتلاؤں، خود سونیا جانتی ہے کہ میں کیسے حالات سے گزرتا رہتا ہوں۔ اکثر اپنوں کی بھلائی کی خاطر مجھے انھیں سے دور رہنا پڑتا ہے۔ ابھی دیکھو کہ سونیا تم سے ملنے آئی تو دشمن تمھیں ٹریپ کرنے لگے ہیں۔ تمھیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرنے لگے ہیں۔ اسی لیے ہم اپنوں کے ساتھ گھریلو اور خاندانی زندگی نہیں گزار سکتے کہ کہیں ہماری وجہ سے دشمن ہمارے عزیزوں اور رشتے داروں کو پریشان کرنا شروع نہ کر دیں۔ اس طرح ہم کمزور ہو جائیں گے اور بیک وقت کئی محاذوں پر نہیں لڑ سکیں گے۔"

"بھائی جان! میں آپ کی بات سمجھ رہی ہوں۔ یقیناً آپ ہمارے ساتھ رہیں گے تو دشمن ہمیں نقصان پہنچائیں گے لیکن بھابی جان کے ساتھ تو رہیں گے تو کس کی مجال ہے کہ کوئی انھیں نقصان پہنچانے کا سوچ بھی سکے۔ وہ تو آپ کے بغیر ہی دشمنوں کے دانت کھٹے کر سکتی ہیں۔ پھر مجبوری کیسی ہے؟"

"بھئی تم تو بچوں کی طرح بحث کرنے لگی ہو۔ آخر تم چاہتی کیا ہو؟"

"میں جو چاہتی ہوں۔ وہ آپ سے منوا لوں گی۔ مجھے اس بات پر ناز ہے کہ میں دن کو رات کہوں تو میرے بھائی جان بھی رات کہنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کیا میں غلط کہتی ہوں؟"

"نہیں بیٹے! تمھارے لیے تو فرہاد کی جان بھی حاضر ہے میں تمھاری ہر خواہش پوری کرنے پر مجبور ہوں مگر مجھے یہ بھی یقین ہے کہ میری بہن ضد کرتے وقت میری مجبوریوں کا بھی خیال رکھے گی۔"

"میں خیال نہیں رکھوں گی تو کون رکھے گا۔ سن لیجیے۔ میں اپنی بھابی جان کو پھر سے دلھن بنانا چاہتی ہوں۔"

میں نے چونک کر پوچھا: "ایں! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ بھابی جان اس وقت بیوہ مسلم ہیں۔ آپ نے شادی بھی کی تو پورے اسلامی طور طریقے سے نہیں کی۔ میں انھیں اسلام قبول کرنے کے لیے کہوں گی۔ جب یہ مسلمان ہو جائیں گی تو باقاعدہ نکاح پڑھایا جائے گا۔ یہ شادی ہمارے مزاج، ہمارے مذہب، ہمارے معاشرے اور ہماری تہذیب کے مطابق ہوگی۔"

"مگر بیٹے! میں رسوتی سے شادی کر چکا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میں رسوتی کی بھی عزت کروں گی۔ لیکن آپ برا نہ مانیں۔ رسوتی بھابی کو آپ سے دلی لگاؤ نہیں ہے۔ اگر وہ دل کی گہرائیوں سے محبت کرتیں تو آپ کی بیوی بننے سے پہلے اسلام قبول کر لیتیں۔ دیکھیے یہ ایک بنیادی بحث ہے کہ انھوں نے اسلام قبول کیوں نہیں کیا یا آپ نے انھیں مسلمان بنانا ضروری کیوں نہیں سمجھا۔ یہ آپ دونوں کا ذاتی عمل ہے۔ میں آپ لوگوں کا محاسبہ نہیں کرنا چاہتی لیکن ایک بہنوئی کام کرنا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ جو ہستی آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ چاہتی ہے اور جو آپ کی خاطر ایک خدا اور آخری رسول پر ایمان لا سکتی ہے۔ میں اسے مسلمان بنا کر باقاعدہ آپ سے نکاح پڑھوا کر اپنی بھابی جان بنانا چاہتی ہوں۔ کیا آپ انکار کریں گے؟"

"بھئی وہ تو تمھاری بھابی جان پہلے ہی ہیں۔ پھر دوسری بات نکاح پڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں نے کہا نا کہ اسلامی اصولوں کے مطابق دوبارہ آپ کا نکاح ہونا چاہیے۔"

میں نے شکست تسلیم کرتے ہوئے کہا: "بیٹے! تمھاری یہ ضد ہر اعتبار سے جائز اور معقول ہے۔ میں تمھاری خوشی پوری کر دوں گا۔"

"کر دوں گا نہیں۔ ابھی کریں گے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "ابھی کیسے؟"

"ایسے کہ بھابی جان دفتر سے واپس آئیں گی۔ تو ہم انھیں غسل کرا کے کلمہ پڑھائیں گے اور دو رکعت نماز پڑھا کر پوری طرح مشرف بہ اسلام کرنے کے بعد قاضی کو بلا کر نکاح پڑھائیں گے۔ آپ اتنی جلدی یہاں نہیں آ سکتے ہیں لیکن سوچ کے ذریعے نکاح تو قبول کر سکتے ہیں۔ جب ہزاروں میل کے فاصلے سے ٹیلیفون کے ذریعے نکاح ہو جاتا ہے۔ تو پھر سوچ کے ذریعے کیوں نہیں ہو سکتا؟"

"تم تو عجیب باتیں کر رہی ہو۔ پہلے ہمیں کسی عالم دین یا مفتی صاحب سے معلوم کرنا ہوگا کہ سوچ کے ذریعے نکاح پڑھایا جا سکتا ہے یا نہیں؟"

"میں یہ معلومات حاصل کر لوں گی۔ لیکن آپ بھی اچھی طرح سن لیں۔ اگر مفتی صاحب نے یہ کہہ دیا کہ سوچ کے ذریعے نکاح نہیں پڑھایا جا سکتا ہے تو پھر آپ کو چوبیس گھنٹے کے اندر یہاں پہنچنا ہوگا۔ نہیں آئیں گے تو میں رو رو کر جان دے دوں گی۔"

"تم اپنی ضد سے مجھے پریشان کر رہی ہو۔ میں چوبیس گھنٹے کے اندر کیسے آ سکتا ہوں؟"

"چلیے چوہیں گھنٹے نہ سہی اڑتالیس گھنٹے کے اندر تو آسکتے ہیں نا؟"

"بھئی مجھے کچھ سوچنے کا تو موقع دو۔ اپنی ہی بات منوانے پر اڑی ہوئی ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ بھابی جان اس وقت دفتر جارہی ہیں۔ شام تک آپ بھی اپنا فیصلہ سنادیں۔"

وہ مجھ سے زبانی باتیں کررہی تھی۔ اس لیے سونیا بھی سب کچھ سن کر اسے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "کیا بے حیاؤں کی طرح مسکرا رہی ہو۔ تم اسے سمجھا نہیں سکتیں؟"

"میں کیوں سمجھاؤں بے مروت کہیں کے۔ میں نے تمہیں باندھ کر رکھنے کے لیے ہزاروں کوششیں کرڈالیں مگر تم بندِ صبر توڑ کر بھاگتے ہے اب ذرا شاہینہ کو ناراض کرکے دکھاؤ۔ اگر تم نے اس کا دل توڑ دیا تو میں یقین کروں گی کہ تم انسان نہیں پتھر ہو اور دنیا میں کسی بھی رشتے کا احترام نہیں کرسکتے۔"

یہ کہہ کر سونیا نے شاہینہ کو اتنے شدید پیار کے جذبے سے دیکھا جیسے اس کی روح شاہینہ کے لیے کھنچ کر آنکھوں میں آگئی ہو پھر اس نے آگے بڑھ کر شاہینہ کو اپنے سینے سے لگالیا۔ ممتا بھرے انداز میں اس کی پیشانی کو چوم کر کہا: "مرد کتنا ہی سنگدل ہو وہ اپنی اولاد کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔ تم اگر فرہاد کی بیٹی ہو تو میری بھی بیٹی ہو اور اب اس رشتے سے وہ تمہاری ماں کو کبھی نظر انداز نہیں کرسکیں گے۔"

اس نے شاہینہ کو اس طرح اپنی آغوش میں سمیٹ لیا جیسے کوئی عورت اپنے بے وفا اور سنگدل شوہر کی بے وفائی کے غم سے نجات حاصل کرنے کے لیے اپنی اولاد کو سینے سے لگالیتی ہے۔ وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "شاہینہ میں عورت بن کر انھیں حاصل نہ کرسکی۔ بھائی بھابی تمہاری ماں بن کر یقیناً انہیں جیت لوں گی۔"

میں نے شرمندگی سے کہا: "سونیا کیوں ایسی باتیں کرتی ہو۔ کیا تم اپنے دل میں جھانک کر یہ کہہ سکتی ہو کہ میں تمہیں دل وجان سے نہیں چاہتا ہوں؟ کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو تمہارے مقابلے میں چاہی جاسکتی ہو کبھی نہیں سونیا! ہم دونوں کے مزاج ایسے ہیں کہ ہم لڑتے ہیں جھگڑتے ہیں۔ ایک دوسرے سے دور رہتے ہیں مگر وہ دوری ہزار قربتوں سے بہتر ہوتی ہے۔ ایک طویل جدائی کے بعد جب ہم ملتے ہیں تو ہماری محبت کی تجدید ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ہم پہلی بار مل رہے ہوں۔ پہلی بار ایک دوسرے پر دل وجان سے قربان ہورہے ہوں۔ اب ہم پھر ملیں گے۔"

سونیا نے پوچھا "کب ملیں گے؟"

"پہلے یہ بتاؤ کیا تم میری خاطر اسلام قبول کررہی ہو؟"

"جب تمہیں قبول کیا تھا اُسی وقت اسلام بھی قبول کرلیا تھا۔ اب خدا کے آگے جھک کر اور اس کے آخری رسولؐ کی رسالت کا زبانی اعتراف کرکے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان بھی کردوں گی۔"

"تو پھر مجھے ذرا سوچ لینے دو۔ میں جلد سے جلد تمہارے پاس آنے کی کوشش کروں گا۔ شاہینہ کو خوشخبری سنادو کہ ہمارا نکاح سوچ کے فیصلے نہیں بلکہ نفس نفیس ایک دوسرے کے روبرو پڑھایا جائے گا۔"

اس نے شاہینہ کو یہ خوشخبری سنادی۔ وہ خوشی سے اُچھل پڑی اور اپنی بے پناہ مسرت کا اظہار کرتی، خوشی سے ناچتی، اپنی سرتوں میں ہونے کو شریک کرنے کے لیے ایک ایک کو آوازیں دیتی ہوئی نیچے ڈرائنگ روم کی طرف بھاگتی چلی گئی۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر وہ انتہائی مسرور لہجے میں ایک کو پکڑ پکڑ کر کہنے لگی: "میرے بھائی جان آنے والے ہیں۔ میرے بھائی جان آنے والے ہیں۔ اس گھر میں شادیانے بجیں گے۔ میں بھابی کو دلھن بنا کر اپنے ہاتھوں سے بھائی جان کے سر پہ سہرا باندھوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "سونیا! آج شاہینہ بہت خوش ہے۔ اسے زندگی کی سب سے بڑی خوشی ملی ہے بہرحال اب تم دفتر چلو۔ مجھے تمہارے فرضی باتیں کرنی ہیں۔"

بنقاد رکی کوٹھی کے احاطے میں سرکاری گاڑی تھی اور چار مسلح جوان سونیا کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے موجود تھے۔ سونیا نے باہر نکل کر ان جوانوں سے روکر کوٹھی کے چاروں طرف گشت کرتے ہیں۔ کسی کو بغیر صاحب کی اجازت کے اندر نہ آنے دیا جائے۔"

انھیں ہدایت دے کر وہ ایک مسلح محافظ کے ساتھ دفتر کی طرف روانہ ہوگئی۔ مسلح محافظ گاڑی ڈرائیو کررہا تھا۔ وہ اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے اسے وہ تمام باتیں بتائیں جو مجھے کرنی تھیں اور مانی کے دماغوں سے معلوم ہوئی تھیں۔ اس نے پوچھا "کیا جیمس اور مانی کو آج رات مرحد پار کرنے کا موقع دے دیا جائے؟"

"ہاں! انھیں فرار ہوجانے دو۔ اگر ہم انھیں گرفتار کریں گے تو پھر گے تو ڈل مین ہوشیار ہوجائے گا۔ مڈل مین تک پہنچنے کے لیے ہمیں کے آلہ کاروں کو ڈھیل دے دینا چاہیے۔ یوں بھی جیمس روبن اور مانی کے دماغ میری مٹھی میں ہیں۔ وہ کہیں بھی جائیں ہر جگہ میری گرفت میں ہیں گے"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ میں تک ایک جعلی مائیکرو فلم پہنچانے کے لیے مجھے اسلام آباد جانا ہوگا۔"

"تم چیف آفیسر سے مل کر اس بات کی پلٹی کرو کہ کل صبح کی فلائٹ سے اسلام آباد جارہی ہو۔ اس دوران ہم دیکھیں گے کہ کتنے لوگ ہمارے نقوش میں آتے ہیں۔"

"اس پتلے کا کیا ہوگا جس کی مکر سے شاہینہ کے سر کے بال بندھے ہوئے ہیں؟"

"اسے ابھی یوں ہی رہنے دو جب تک تم ان کی ہدایت پر عمل کرتی رہو گی۔ ان کا مطالبہ پورا کرنے کی کوشش کرتی رہو گی۔ اس وقت تک وہ پتلے میں سوئی نہیں چبھوئیں گے۔ اگر ایسا موقع آیا تو میں تمہیں

کے دماغ کو اپنے قابو میں لے کر اس کی مکر سے شاہینہ کے بال کھول کر انہیں ہوا میں اڑا دوں گا۔"

"میں یہاں کے معاملات سنبھال لوں گی۔ اب تم رستوتی کے پاس جاؤ۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "رستوتی کے پاس کیوں؟"

وہ مسکرا کر بولی: "سنا ہے تمہارے مذہب میں دوسری شادی کرنے کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا پڑتی ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر سونیا کو خدا حافظ کہا اور دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوکر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ واقعی ابھی رستوتی کے ساتھ سر کھپانا تھا۔ اسے یقیناً میری بات بُری لگے گی۔

میں رائل ایروس کے بیڈ روم میں بیٹھا سوچ رہا تھا اچانک ہی میں نے اپنے دماغ میں بہت سی ہلکا سا جھٹکا محسوس کیا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ یہ کس قسم کا جھٹکا تھا۔ میں پوری توجہ سے اپنے دماغ کی اندرونی کیفیت کو محسوس کرنے لگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ پھر میں نے کچھ سوچتے ہوئے اپنی سانس روک لی۔ سانس روکتے ہی میرے دماغ میں ایک ذرا سا ہلکا پن محسوس ہوا جیسے کوئی بوجھ اتر گیا ہو۔

یہ بڑی عجیب سی بات تھی۔ اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ مجھے خیال آیا کیا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کررہا تھا جب میں نے سانس روک لیا تو اس کی سوچ کی لہریں میرے دماغ سے واپس چلی گئیں۔ کیا کوئی میرے ساتھ بھی آنکھ مچولی کھیل رہا ہے؟

میرا خیال ایک دم سے رستوتی کی طرف گیا۔ میں نے بلیک میجیکنے ہی اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا تو اس نے چونک کر سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے واپس آگئیں۔ اس کا مطلب تھا کہ رستوتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آگئی ہیں۔ اب وہ سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو واپس کرسکتی تھی۔

میں نے پھر اس کے دماغ میں جھانک کر اسے مخاطب کیا: "ہیلو رستوتی! تم کیا کررہی ہو؟"

اس وقت مجھے اسکے دماغ میں جگہ لگ گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھے، آنکھیں بند کیے شمال کی طرف منہ کیے کھڑی تھی۔ اس نے کہا: "میں اپنے آپ کو آزما رہی ہوں۔ میری سوچ کی لہریں اب کسی کے بھی دماغ میں جگہ بنا سکتی ہیں۔ میں نے آزمائش کے طور پر تمہارے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو تم نے پہلے تو حیرانی کا اظہار کیا۔ پھر اپنی سانس روک لی جس کے نتیجے میں میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔"

"ہاں میں نے ایسا کیا تھا۔"

رستوتی نے پوچھا: "لیکن پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوتا تھا میں تمہارے دماغ میں آرام سے پہنچ جاتی تھی اور تم سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو واپس نہیں کرسکتے تھے۔"

میں نے کہا: "یہ تعجب کی بات ہے اس کی ایک ہی وجہ ہوسکتی ہے کہ میں چوبیس دن رات خیال خوانی میں مصروف رہتا ہوں۔ میری مشقیں بڑھ جاتی ہیں اس لیے اب میرا دماغ بہت زیادہ حساس ہوگیا ہے۔ وہ کسی بھی سوچ کی لہر کو فوراً ہی محسوس کرلیتا ہے۔ اپنی سوچ اور پرائی سوچ میں فوراً ہی تمیز ہوجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تم میرے دماغ میں آئیں تو میں نے کچھ اجنبیت سی محسوس کی۔"

رستوتی نے کہا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ احساس کی جس شدت کو میں نے یوگا کی مشقوں سے حاصل کیا تھا تم نے دن رات کی خیال خوانی کی مشقوں سے وہی شدت حاصل کرلی ہے۔ اب میں یا کوئی بھی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ جب بھی میں تمہارے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کروں گی تو تمہارے احساسات بیدار ہوجائیں گے۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ اب میرے دل میں یہ اندیشہ نہ رہا کہ رستوتی کسی وقت بھی میرے دماغ میں جھانک کر میری وہ باتیں معلوم کرسکتی ہے جو میں اس سے چھپانا چاہتا ہوں۔ میں نے پھر اپنے دماغ میں ایک بہت ہلکا سا جھٹکا محسوس کیا۔ میں نے پوچھا: "ہاں، بولو کیا بات ہے؟"

وہ بولی: "تم بڑی دیر تک غیر حاضر رہے تھے میری خبر کیوں نہیں لی؟"

"میں سونیا کے پاس تھا۔ وہ پاکستان میں بڑے ہی اہم معاملات میں الجھی ہوئی ہے۔"

"فرہاد جس طرح میں دنیا والوں سے کنارہ کش ہوکر یہاں گمنامی کی زندگی گزار رہی ہوں۔ نہ کوئی دشمن ہے۔ نہ کوئی نامانی آفت ہے۔ کیا تم اور سونیا ایسا نہیں کرسکتے۔ تم دونوں دنیا والوں سے چھپ کر یہاں آسکتے ہو؟"

"ہاں ہمیں آنے سے کوئی نہیں روک سکتا بس فرائض روک دیتے ہیں۔ دیکھو نا وہاں مرجانہ اور اس کی امی ہیں۔ پھر میرے اپنے رشتہ دار ہیں۔ میری اپنی بہن شاہینہ ہے جو میرے پیار کی محتاج ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میرا اپنا وطن ہے جسے میری اور سونیا کی ضرورت ہے۔ میں ان سب فرائض کو بھول کر جیسے دشت تنہائی میں زندگی گزار سکتا ہوں؟"

"میں تمہیں تمہارے ارادوں سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اب سناؤ کہ جہاں رہتے ہو وہاں تمہاری کیا مصروفیات ہیں؟"

"میں جلد ہی جلال بیگ تک پہنچنے والا ہوں۔ شاید آج رات تک اس سے سامنا ہوجائے لیکن ابھی میں تم سے ایک ذاتی معاملے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"بولو میں سن رہی ہوں۔"

"میں سونیا کے متعلق تم سے مشورہ لینا چاہتا ہوں۔ کیا وہ ساری

عمر اسی طرح میری محبت میں بھٹکتی رہے گی۔ کیا اسے ازدواجی زندگی کبھی نصیب نہیں ہوگی؟"

"اب یہ کیا کہ سونیا سے اتنی محبت کیسے ہوگئی کہ ازدواجی رشتے کے متعلق سوچنے لگے ہو؟"

"سونیا ان دنوں میری بہن شاہینہ کے پاس ہے اور شاہینہ کی ضد ہے کہ میں اس سے ضرور شادی کرلوں۔"

وہ ذرا چڑ کر بولی: "مبارک ہو۔"

"ناراض ہوگئیں؟"

"بہت خوش ہوں۔ دنیا کی کسی عورت سے بھی پوچھ لو۔ ایسے وقت وہ خوش ہوتی ہے یا اس کے دل پر بجلی گرتی ہے؟"

"مگر سونتی! تم تو ہماری شادی سے پہلے ہی میرے حالات سے واقف تھیں۔ سونیا کا ہاتھ تم سے پہلے تھا۔ مگر پہلی بیوی تم بن گئیں۔ تم نے کہا بھی تھا کہ تمھیں سونیا کو کبھی سوتن کی حیثیت سے قبول کرنا بھی پڑا تو انکار نہیں کروگی۔"

"بیشک میں نے یہ بات کہی تھی۔ مجھے سونیا سے کوئی دشمنی نہیں ہے لیکن میں اپنی زبان سے اس کی اجازت دینے کی ہمت نہیں رکھتی۔ تم آخر مجھ سے اس سلسلے میں مشورہ ہی کیوں لے رہے ہو؟"

"ہمارے مذہب میں سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ اپنی پہلی بیوی سے اجازت حاصل کرو اور دوسری شادی کے لیے کوئی معقول جواز پیش کرو۔"

"تمھارے پاس معقول جواز کیا ہے۔ کیا میں اپاہج ہوں۔ کیا میں ازدواجی زندگی گزارنے کے قابل نہیں ہوں۔ کیا میں صحت مند نہیں رہی۔ کیا میرے بچے کو جنم دینے کی صلاحیت نہیں رکھتی؟ مجھ میں کس بات کی کمی ہے؟"

"تم میں کسی بات کی کمی نہیں ہے لیکن پاکستان میں میرے رشتہ دار، دوست احباب اور سوسائٹی کے لوگوں کا تقاضا ہے کہ میں ایک مسلمان کی حیثیت سے ازدواجی زندگی گزاروں۔ میری بیوی مسلمان ہو اور سونیا اسلام قبول کررہی ہے۔ کیا تم یہ تقاضے پورے کرنے کے لیے اپنا دھرم بدل سکتی ہو؟"

"میں اپنے دھرم کو چھوڑ سکتی تو بہت پہلے ہی چھوڑ دیتی۔ ہم نے ایک دوسرے کو انسانی برادری کے ناتے سے اپنایا ہے۔ اس وقت ہمارے درمیان کوئی دھرم، کوئی مذہب نہیں تھا۔ وہ محبت تھی جو دنیا کا ایک مشترکہ مذہب ہے۔ مگر آج تم اپنی سوسائٹی، اپنے معاشرے اور اپنے دین کے لیے سونیا کو اپنانا چاہتے ہو بے شک اگر وہ اسلام قبول کرہی رہی ہے اور تمھارے لیے اپنا سب کچھ چھوڑنے کو تیار ہے تو میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ وہ تو تمھیں جیتنا چاہتی ہے اور جیت کر رہے گی۔"

"رسونتی تم نے بھی مجھے جیت لیا ہے۔ لیکن تم سے جو کبھی بے اسے سونیا لوٹا کر دے گی اور یہی میری دوسری شادی کی وجہ ہے۔"

"تم سے شادی کرتے وقت میں جانتی تھی کہ کبھی یہ وقت بھی آئے گا۔ اب تم جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

"تمھیں ناراض کرکے کیسے چلا جاؤں۔ کیا تم خوش دلی سے جانے نہیں دے سکتیں؟"

"میں نہیں سمجھتی کہ دنیا کی کوئی بھی عورت اس کے لیے خوشی سے آمادہ ہوسکتی ہے۔ یہ رشتہ تو بس مجبوراً ہی قبول کیا جاسکتا ہے۔"

"شکریہ۔ تمھیں کچھ عرصے تک مجھ سے شکایت ضرور رہے گی۔ لیکن سونیا تمھیں اپنے سوتن ہونے کا احساس تک نہیں ہونے دے گی۔"

"میں سونیا کو جانتی ہوں۔ مجھے یہ بھی اس سے شکایت ہوگی کہ یہ بھی شکایت ہوگی۔"

"کیا تم سونیا کے کسی کام آنا چاہتی ہو؟"

"ماضی میں وہ میرے بہت کام آئی ہے۔ اس کے مجھ پر احسانات ہیں میں بھی وقت آنے پر ضرور اس کے کسی کام آؤں گی۔"

"تو پھر اس کی خبر لیتی رہو۔ اب تمھاری صلاحیتیں کسی حد تک بحال ہو گئی ہیں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتی رہنا کہ وہ کن حالات سے گزر رہی ہے۔ میں ذرا دوسری جگہ مصروف رہوں گا۔"

"ابھی نہیں۔ تم نے مجھے جو ذہنی صدمہ پہنچایا ہے پہلے اس سے سنبھل جانے دو ــــ ابھی میں اس کے پاس جاؤں گی تو ممکن ہے جلال کا شکار ہوجاؤں۔ میرا سر درد کررہا ہے۔ مجھے تھوڑی دیر کے لیے تنہا چھوڑ دو۔"

ہمارا رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے دوسرے ہی لمحے رینا جلال کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت لندن میں دن کے دو بج رہے تھے۔ رینا لنچ کے بعد بستر پر لیٹی آرام کررہی تھی۔ جلال بیگ ابھی تک اس کے سامنے نہیں آیا تھا اور نہ ہی اس کا کوئی پیغام آیا تھا۔ رینا کو اطمینان تھا کہ اب تک کوئی پیغام نہیں آئے گا۔ اس وقت تک جلال بیگ لندن میں ہی موجود رہے گا اور موقع ملتے ہی اس سے ملنے آئے گا۔

رینا کی سوچ میرے لیے اُمید افزا تھی۔ میں بھی اسی کے نقطۂ نظر تھا میں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر لباس تبدیل کیا پھر فلیٹ سے نکل کر رائل ایروس کی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کا اسسٹنٹ ڈرائیو کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں اس کے ساتھ ایک ریستوران میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ کھانے کے دوران میں نے مرجانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت ایک ڈاکٹر اس کا معائنہ کررہا تھا۔ اور اس سے کچھ دوائیں تجویز کررہا تھا۔ میں نے ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا کہ مرجانہ اپنی تبدیلی کے سلسلے میں کس مرحلے سے گزر رہی ہے۔

ڈاکٹر کی سوچ کے ذریعے دو اہم انکشافات ہوئے۔ ایک تو یہ کہ مرجانہ تبدیلی کے مراحل سے گزرتے ہوئے ایک ایسے مرحلے پر آگئی ہے جہاں سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتی۔ دوسرا اہم انکشاف یہ تھا کہ جو ڈاکٹر اس کا علاج کررہا تھا۔ وہ اس سے متاثر تھا اور چاہتا تھا کہ مرجانہ تبدیل نہ ہو بلکہ وہ اپنی قدرتی نفس کی طرف واپس لوٹ آئے۔

میں نے ڈاکٹر کی سوچ میں سوال کیا: "کیا ایسا ممکن ہے کہ مرجانہ پھر اپنے عورت پن کی طرف واپس آجائے؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا: "ممکن ہے۔ دراصل ہارمونز کی کمی بیشی سے انسانوں میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک عورت کے اندر ہارمونز کچھ زیادہ ہوجائیں تو اس کے چہرے پر کہیں کہیں مونچھیں اور داڑھی کے بال نکل آتے ہیں۔ یہ مردانہ پن کی نشانی ہے۔ اس میں کسی حد تک مردانگی بھی آجاتی ہے اور عورت پن تھوڑے کم ہوجاتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ مرد بن جاتی ہے۔ وہ جسمانی اعتبار سے عورت ہی رہتی ہے بالکل اسی طرح مس ماریہ (مرجانہ) میں ہارمونز کی زیادتی نے انھیں مردانگی کی طرف مائل کردیا تھا لیکن اب طبی سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ جن کے اندر ہارمونز زیادہ ہوں ان میں کمی کی جا سکتی ہے اور جن میں کم ہوں ان میں زیادہ کیے جاسکتے ہیں۔ مس ماریہ (مرجانہ) میں ہارمونز کی جو زیادتی ہوگئی ہے۔ اسے میں رفتہ رفتہ دواؤں کے ذریعے کم کررہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ مس ماریہ کی تبدیلی رک گئی ہے۔"

ڈاکٹر کی سوچ پڑھ کر مجھے حیرانی ہوئی۔ شاید وہ کم بخت مرجانہ سے عشق کرنے لگا تھا اور اسے عورت کے ہی روپ میں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے مرجانہ کے مزاج کے خلاف اسے اس کی لاعلمی میں عورت پن کی طرف واپس لے جارہا تھا۔

ادھر مرجانہ تھی کہ مرد بننے کے شوق میں شیو بھی کرنے لگی تھی۔ تاکہ جلدی سے داڑھی اور مونچھوں کے بال اُگ آئیں۔ مجھے اس ڈاکٹر پر غصہ آنے کے بجائے خوشی ہوئی۔ یہ میری مرضی کے عین مطابق تھا۔ مجھے مرجانہ کی تبدیلی بالکل ہی پسند نہیں تھی۔ میں چاہتا تھا کہ قدرت نے اسے عورت بنا کر پیدا کیا ہے تو وہ عورت ہی رہے۔ ڈاکٹر میری یہ خواہش پوری کررہا تھا۔ جس کمرے میں وہ مرجانہ کا معائنہ کررہا تھا۔ وہاں ٹیڈی جمال بھی موجود تھا۔ میں نے ٹیڈی جمال کو اکسایا کہ مرجانہ کے شیو کرنے کا ذکر ڈاکٹر سے کرنا چاہیے۔

ٹیڈی جمال نے کہا: "ڈاکٹر! ہماری بیٹی کو بیٹا بننے کا بہت شوق ہے۔"

مرجانہ نے گھور کر کہا: "آپ نے مجھے پھر بیٹی کہا۔"

"اوہ سوری، یہ ہمارا بیٹا ہے۔ اب کیس مرحلے پر ہے؟"

"میں دوائیں دے رہا ہوں۔ اگر آپریشن کی ضرورت ہوئی تو وہ بھی ہوجائے گا۔ ویسے میں ابھی یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"لیکن ڈاکٹر! یہ تو اب شیو کرنے لگا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تبدیلی رک جائے اور شیو کرنے کی وجہ سے داڑھی مونچھ نکل آئے۔"

ڈاکٹر نے مسکرا کر مرجانہ کو دیکھتے ہوئے کہا: "یہ غلط بات ہے۔ وقت سے پہلے انسان کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے۔ جس کی وجہ سے بعد میں پچھتانا پڑے۔"

مرجانہ نے پوچھا: "پچھتانا کیوں پڑے گا۔ اب تو میں مرد بن ہی رہا ہوں۔"

ڈاکٹر نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "نہیں۔ اگر تمھاری آواز ذرا بھاری ہوگئی ہے اور تم اپنے اندر کچھ تبدیلیاں محسوس کرنے لگے ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ واقعی مرد بن چکے ہو۔ ابھی تو ازدواجی مرحلے ہے اس تبدیلی ــــ"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ مرجانہ نے پوچھا: "آپ نے بات بیچ میں کیوں چھوڑ دی؟"

"تمھیں یہ سن کر دکھ ہوسکتا ہے۔ تبدیلی رک گئی ہے اور میں پریشان ہوں کہ کیا کروں؟ تمھیں واپس تو لوٹایا جاسکتا ہے لیکن آگے بڑھانا ممکن نہیں ہے۔"

یہ سنتے ہی مرجانہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ غصے سے بولی: "جب واپس لوٹایا جاسکتا ہے تو آگے کیوں نہیں بڑھایا جاسکتا؟"

"واپس لوٹانا آسان ہے جو ہارمونز پیدا ہوچکے ہیں ان میں کمی کی جاسکتی ہے۔ بھلا اعورت پن واپس آسکتا ہے۔"

مرجانہ نے کہا: "اسی طرح ہارمونز کو بڑھایا بھی تو جاسکتا ہے؟"

"یہ نظام قدرت کے خلاف ہے۔ کوئی بھی ڈاکٹر ایک حد تک ہارمونز کی کمی کو پورا کرسکتا ہے لیکن اپنی مرضی سے اس حد تک ہارمونز پیدا نہیں کرسکتا کہ ایک عورت کو مرد بنادے۔ اگر ایسا کیا جاسکتا تو ڈاکٹر کتنی ہی عورتوں کو اب تک مرد بنا چکے ہوتے۔"

مرجانہ نے غصے سے چیخ کر کہا: "یو شٹ اپ۔ تم ڈاکٹر نہیں گھیا رے ہو۔ تم میرا علاج نہیں کرسکتے۔ آئی سے یو گیٹ آؤٹ میں کسی دوسرے ڈاکٹر سے علاج کراؤں گا۔"

ڈاکٹر نے نرمی سے کہا: "مس ماریہ! آپ ناحق غصہ ہورہی ہیں۔"

وہ پھر چیخ کر بولی: "میں مس نہیں ہوں، مسٹر ہوں۔"

"چلیے مسٹر ہی سہی۔ لیکن آپ قدرت سے نہیں لڑسکتیں۔ میں نے آپ سے جھوٹ نہیں کہا ہے۔ آپ کے معائنے سے مجھے جو کچھ معلوم ہوا ہے، وہی میں آپ کو بتا رہا ہوں۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوگئی۔ "میں نہیں مانتا ہوں کسی دوسرے تجربہ کار

مشہور چور بنک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضہ پر چراتا ہے

ان چوروں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوریاں

وہ تمام کہانیاں جو آج تک لکھی گئی ہیں

قیمت ۲۵/- روپے

ڈاک خرچ ۱/- روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

ڈاکٹر سے کنسلٹ کروں گا۔"

"آپ ایک نہیں دس ڈاکٹروں سے کنسلٹ کریں لیکن مجھے امید ہے کہ اگر دوسرے ڈاکٹروں کی رپورٹ میری رپورٹ سے مطابقت رکھے تو آپ مجھ ہی سے علاج کرائیں گی۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی: "علاج کراؤں گی نہیں علاج کرائیں گے۔"

"اوہ سوری میں بھول جاتا ہوں۔ کیا کروں جو مجھے نظر آرہا ہے۔ میں اسی کے مطابق بولتا ہوں اور آپ مجھے اس کے برعکس بولنے پر مجبور کرتی ہیں۔ سوری کہتے ہیں نا۔"

میں ریستوران میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ کھانا ختم کر کے میں نے بل ادا کیا اور پھر اس کے ساتھ باہر آگیا۔ کار میں بیٹھ کر میں نے اسے دریائے ٹیمز کے کنارے چلنے کی ہدایت کی اور دوبارہ مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت تک ڈاکٹر وہاں سے جا چکا تھا۔ میں نے ڈاکٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنی کار ڈرائیو کرتے ہوئے مرجانہ کے متعلق سوچ رہا تھا اور پریشان تھا کہ وہ دوسرے ڈاکٹروں سے کنسلٹ کرے گی۔ اور اس کے نتیجے دکھائے گی تو راز کھل جائے گا۔

میں اسے چھوڑ کر پھر مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اب جس ڈاکٹر کے پاس جائے گی میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر وہی نسخہ لکھواؤں گا جو پہلا ڈاکٹر اس کے لیے تجویز کر چکا تھا۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ مرجانہ ہفتہ دس دن کی طرف واپس چلی آئے۔

مرجانہ کے ساتھ عجیب تماشا ہو رہا تھا۔ وہ مرد بننے کے لیے شیو کرتی تھی۔ دوسری طرف تقدیر اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔ پہلے بھی ڈاکٹر کا یہ حتمی فیصلہ تھا کہ مرجانہ اپنے طور پر کسی بھی ڈاکٹر کا علاج کرائے جس مرحلے پر اس کی تبدیلی رک گئی ہے۔ وہ اس سے آگے نہیں بڑھے گی۔ یعنی وہ مکمل مرد نہیں ہوگی اور واپسی کی دوائیں نہ دی جائیں تو مکمل عورت بھی نہیں رہے گی۔

اس وقت مرجانہ اور ڈیوڈ جمال گائیڈ بک سے لندن کے مشہور و معروف عجائب گھروں کے پتے نوٹ کر رہے تھے۔ میں ان کے پاس سے واپس آگیا۔ تھوڑی دیر بعد میں دریائے ٹیمز کے کنارے ایک بنچ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں چاروں طرف شبنمی دھند لکا چھایا ہوا تھا میں اوور کوٹ پہنے فیلٹ ہیٹ پیشانی پر جھکائے سوچوں میں گم بے خیالی میں دریائے ٹیمز کی لہروں کو دیکھ رہا تھا کہ ایک نوجوان انگریز دوشیزہ میرے پاس آکر بیٹھ گئی۔ اس نے مسکرا کر پوچھا: "کیا تمہارے پاس سگریٹ ہوگا؟"

میں نے اُسے کوئی بازاری عورت سمجھ کر بھگا دینا چاہا، مگر پھر خیال آیا ایک سگریٹ پلا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ سوچ کر میں نے اپنی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور اسے سگریٹ دینے کے دوران اس کی سوچ پڑھی تو چونک گیا۔ وہ سوچ رہی تھی: "اوہ گاڈ! یہ کسی طرح میرے دام میں آجائے اور میں اسے کاٹن گودام تک پہنچا دوں تاکہ وہ لوگ مجھے پانچ سو پاؤنڈ دے دیں۔ اس رقم سے میرے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اوہ کرائسٹ میں تیرا نام لے کر کوشش کرتی ہوں۔"

وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔ میں نے اس کا سگریٹ سلگا دیا۔ اس نے ایک کش لے کر کہا: "میں اسٹریٹ گرل ہوں۔ مگر تم سے ایک پینس بھی نہیں لوں گی۔ میں پارکنگ ایریا سے تمہارا پیچھا کرتی آرہی ہوں۔ کیا میرے ساتھ چلو گے؟"

"تم اتنی حسین ہو اور پھر مجھ سے کچھ طلب بھی نہیں کرنا چاہتیں۔ مجھ سے زیادہ خوش نصیب کون ہوگا۔ کہاں چلنا ہوگا؟"

"بس وہ اُدھر کاٹن گودام کے قریب میرا گھر ہے۔"

میں نے کہا: "یہاں کا منظر بڑا ہی رومان پرور ہے ہم تھوڑی دیر بیٹھیں گے۔ یہ سگریٹ ختم ہو جائے گا تو چلیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

اس نے مسکرا کر اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔ وہ کچھ بولنا چاہتی تھی لیکن میں نے اُسے بولنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کی سوچ کو ان لوگوں کی طرف بھٹکا دیا جو اسے کرائے پر حاصل کر کے مجھے کاٹن گودام کی طرف بُلا رہے تھے۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ مجھے بلانے والے کون لوگ ہیں اور وہ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ میں نے رائیٹ ایروس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ ایک پب میں بیٹھا شراب پی رہا تھا میں نے "ہیلو رائیٹ! میں فریاد بول رہا ہوں۔"

اس نے سوچ کے ذریعے کہا: "فرمائیے جناب! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں اس وقت دریائے ٹیمز کے کنارے ہوں اور میرے پہلو میں ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ وہ مجھے پھانس کر کاٹن گودام کی طرف لے جانا چاہتی ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے کرائے پر حاصل کیا ہے۔ کیا تمہارا کوئی ایسا دشمن بھی ہے۔ جو تمہیں تنہائی میں گھیر کر نقصان پہنچانا چاہتا ہو۔"

"بظاہر تو ایسا کوئی دشمن میری نظر میں نہیں ہے۔ جو لوگ کاروبار میں بڑی بڑی ٹھیس مار جاتے ہیں۔ وہ اکثر مجھے گالیاں بھی دیتے ہیں۔ قتل کرنے کی دھمکیاں بھی، لیکن آج تک کسی نے نہ قتل کیا ہے نہ ہی مجھے کوئی نقصان پہنچایا ہے۔ یہ کون لوگ ہیں۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔"

"میرا مشورہ ہے کہ تم یہاں آجاؤ۔"

"کہاں آجاؤں؟ میں تو ٹیمز کے قریب ہی ایک پب میں بیٹھا ہوا ہوں۔"

"پھر تو یہ اور بھی اچھی بات ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ تم میری جگہ لو اور اس لڑکی کے ساتھ اس کاٹن گودام تک چلے جاؤ۔ میں خیال خود کے ذریعے تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔"

"کیا میں اس لڑکی کے سامنے آپ کی جگہ لے سکتا ہوں؟"

"نہیں، تم وہاں کسی جگہ چھپ جانا میں کسی بہانے تمہارے پاس آکر اپنا ہیٹ اور اوور کوٹ تمہیں دے دوں گا۔ اسے پہن کر تم لڑکی کے پاس آجانا۔"

"یہ مناسب ہے یہاں پب کے پاس ایک اوپن ایئر تھیٹر ہے میں وہاں ویٹنگ روم میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا اور اس کے اسسٹنٹ کے دماغ میں پہنچ کر اسے بتایا کہ جب میں ایک لڑکی کے ساتھ اگلی پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤں تو وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا اوپن ایئر تھیٹر کی طرف لے جائے۔ وہاں تھوڑی دیر کے لیے گاڑی روک دے میں اتر کر چلا جاؤں گا۔ اس کے بعد اصلی رائیٹ ایروس پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ جائے گا اس لڑکی کو اس تبدیلی کا علم نہیں ہونا چاہیے۔

اسے سمجھانے کے بعد میں نے سگریٹ ایک طرف پھینک دیا اور لڑکی کا ہاتھ تھام کر کہا: "آؤ چلیں۔"

وہ خوش ہو کر میرے ساتھ اٹھ گئی۔ ہم پارکنگ ایریا میں پہنچے تو اسسٹنٹ نے ہمارے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ آدھے منٹ کے بعد ہی اوپن ایئر تھیٹر آگیا۔ میں نے اس لڑکی کو سنانے کے لیے کہا۔

"تھیٹر کے قریب ذرا گاڑی روک دو۔ مجھے ایک ضروری کام ہے۔"

پھر میں نے لڑکی سے کہا: "ایکسکیوزمی میرے ایک منٹ میں آجاؤں۔"

اس نے مسکرا کر اجازت دے دی۔ میں کار سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا ویٹنگ روم میں پہنچا۔ وہاں وہ میرا منتظر تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا: "دیکھیے آپ کا حکم ملتے ہی میں نے اپنا میک اپ اتار دیا ہے اور اپنے اصلی روپ میں آگیا ہوں۔"

میں نے اسے دیکھ کر کہا: "یہ میں بھول ہی گیا تھا کہ کل تم نے میری خاطر میک اپ کر کے اپنا حلیہ بدل لیا تھا۔ جاؤ لڑکی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہے۔ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔"

وہ مسکرا بولا: "فریاد صاحب! یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے میں تو آپ کے لیے جان دینے کو تیار ہوں۔ بھی جاتا ہوں۔"

اس نے میرا اوور کوٹ پہنا۔ سر پر فلیٹ ہیٹ رکھی اور باہر نکل گیا۔ میں نے قریب ہی ایک کنٹین کے کاؤنٹر پر جا کر کافی کا آرڈر دیا اور پھر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ ڈاکٹر سے ملنے کب جائے گی۔ پتہ چلا پانچ منٹ کے مطابق کل صبح ڈاکٹر سے ملاقات ہوگی۔ لندن کے مشہور و معروف ڈاکٹر اتنے مصروف ہوتے تھے کہ ہفتہ کے بعد ملاقات کا وقت دیتے تھے۔ مرجانہ کو اتفاق سے ایک ایسا ڈاکٹر مل گیا تھا جس نے اصرار کے بعد دوسرے دن صبح کا وقت دے دیا تھا۔ اس کے باوجود وہ بے چین تھی۔ جلد از جلد کسی اچھے ڈاکٹر سے کنسلٹ کرنا چاہتی تھی۔ اب وہ گائیڈ بک دوبارہ کھول کر ایسے ہسپتالوں کے پتے نوٹ کر رہی تھی۔ جہاں اس وقت ڈاکٹر موجود ہو سکتے تھے اور کسی وقت اسے مشورے کے لیے وقت دے سکتے تھے۔

وہ مرد بننے کے جنون میں قدرت کے خلاف لڑنے کی تیاریاں کر رہی تھی میں مسکراتے ہوئے اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ سوچا تھوڑی دیر بعد معلوم کروں گا۔ اب میں براہ راست اس کی طرف توجہ دینا چاہتا تھا وہ جس ڈاکٹر کے پاس بھی جاتی میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر پہلے والے ڈاکٹر کی نسخے کو جاری کرا دیتا۔ اس طرح وہ ہزار کوششوں کے باوجود بھی عورت پن کی طرف مائل ہو جاتی۔ جب قدرت کو یہ منظور تھا تو میں ایسا کیوں نہ کرتا؟

رائیٹ ایروس کار کی پچھلی سیٹ پر اس لڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس کے ساتھ فری ہو رہی تھی۔ رائیٹ اس سے زیادہ ہی فری ہو رہا تھا۔ راستہ اسی طرح گزر گیا۔ گاڑی کاٹن گودام کے سامنے پہنچ کر رک گئی، لڑکی نے ہاتھ پکڑ کر کہا: "یہاں میری بہن سے میرے ساتھ آؤ میں اس سے چابی لوں گی پھر ہم فلیٹ میں چلیں گے میں اپنی بہن سے بھی تمہارا تعارف کرا دوں گی۔"

رائیٹ ایروس گاڑی سے اتر کر اس کے ساتھ گودام کے ایک حصے میں داخل ہوا۔ گودام ایک وسیع و عریض میدان کی طرح دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اگر اس کی اونچی چار دیواری اور چھت نہ ہوتی تو وہ میدان ہی کہلاتا۔ شیلنگ کرین کے ذریعے روئی کی بڑی گانٹھیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائی جا رہی تھیں۔ رائیٹ لڑکی کے ساتھ گودام کے ایک طرف سے گزرتا ہوا دوسرے حصے میں پہنچا وہاں مختلف کمرے اور ریلڈیاں بنی ہوئی تھیں۔ دو شخص کھڑے ہوئے انھیں دیکھ رہے تھے انھوں نے قریب آنے پر ہاتھ کے اشارے سے انھیں ایک راہداری کی طرف چلنے کے لیے کہا اور ان کی رہنمائی کرتے ہوئے ایک کمرے کے دروازے پر لے آئے۔ دروازہ کھول کر رائیٹ لڑکی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ ہی باہر سے دروازہ بند کر دیا گیا۔

کمرہ تقریباً نیم تاریک تھا۔ چھت میں لگے بلب کے اوپر بڑا سا شیڈ لگا دیا گیا تھا جس کی وجہ سے کمرے کا اوپری آدھا حصہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور نچلا آدھا حصہ روشن تھا۔ اس کی وجہ سے وہاں بیٹھے ہوئے لوگ بھی کچھ اندھیرے میں تھے اور کچھ اجالے میں، ان میں سے ایک شخص نے لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "تم اس راستے سے باہر چلی جاؤ۔ وہاں تمہیں پانچ سو پاؤنڈ مل جائیں گے۔"

لڑکی رائیٹ کو چھوڑ کر تیزی سے دوسرے دروازے کی طرف بڑھی۔ وہاں دو مسلح جوان کھڑے تھے۔ انھوں نے اس کیلئے دروازہ کھول دیا۔ وہ باہر نکل گئی۔

جس نے لڑکی کو مخاطب کیا تھا اسی نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

"اس کا شاہ رائیٹ ایروس کی طرف تھا۔ اس کا حکم سنتے ہی دو

آدمی رائیٹ کے پاس آ کر اس کی تلاشی لینے لگے۔ اس نے حیران و پریشان ہو کر پوچھا: "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ آپ لوگ کون ہیں؟ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

اس شخص نے کہا: "تم خاموش کھڑے رہو۔ زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ ابھی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

تلاشی لینے والے نے کہا: "اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

پھر وہ لوگ اسے کھینچتے ہوئے بلب کے سامنے روشنی میں لے آئے۔ ایک بوڑھے نے اس کے سامنے آ کر اپنی عینک درست کرتے ہوئے محدب شیشے سے رائیٹ کے چہرے کو غور سے دیکھنا شروع کیا پھر اسے چھو کر دیکھنے کے بعد انکار میں سر ہلا کر بولا: "میک اپ نہیں ہے۔ یہ اصلی چہرہ ہے۔ مسٹر ذرا اپنے گریبان کے بٹن کھول کر قمیص شلوار سے نیچے کرو۔"

رائیٹ نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ گریبان کھول کر قمیص کو شلوار سے نیچے ہٹایا۔ دو آدمیوں نے اس کی گردن پر ہاتھ پھیر کر دیکھنے کے بعد کہا: "ماسک میک اپ بھی نہیں ہے۔"

رائیٹ نے پوچھا: "جناب! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ کیا آپ لوگ مجھے کوئی سپر ہیومن سمجھ رہے ہیں؟"

ڈانٹ کر کہا گیا: "تم خاموش رہو۔"

"لیکن میں ایک امن پسند شہری ہوں۔ آپ لوگ میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔"

"تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ ہم جو سوال کریں۔ ان کے بالکل صحیح صحیح جواب دو۔ ہمیں معلوم ہوا تھا کہ تم جب ریستوران میں کھانا کھا رہے تھے۔ اس وقت تمہارے چہرے پر میک اپ تھا۔"

رائیٹ نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "میں جیسا ریستوران میں تھا ویسا ہی آپ کے سامنے ہوں۔ آپ کو وہاں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔"

اس شخص نے کہا: "میں وہاں خود موجود نہیں تھا۔ ورنہ میں تصدیق کر لیتا۔ مجھے اطلاع ملی تھی۔ تمہارے بالوں کے قریب پیشانی کی جلد پر۔۔ ادھڑی ہوئی تھی جیسے میک اپ بگڑ گیا ہو۔"

ان کی بات سن کر میں نے سوچا۔ یہ اطلاع کس نے دی ہو گی۔ یقیناً اس ریستوران میں جو ویٹرس ہماری میز پر کھانا رکھ کر گئی تھی۔ اسی نے مجھے قریب سے دیکھا تھا وہ کھانا رکھتے وقت میز پر جھکی ہو گی تو اس کی نظر میری پیشانی پر گئی ہو گی اور یقیناً وہاں کا میک اپ کچھ ادھڑا ہوا ہو گا۔

بہرحال ان اجنبی لوگوں نے رائیٹ کو ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ اور اس سے سوالات کرنے لگے۔ ایک نے کہا: "پرسوں رات تم نے ایک حسین خاتون کو ایک لاکھ پاؤنڈ کا نقصان پہنچایا ہے۔"

رائیٹ نے مسکرا کر اس شخص کو دیکھ کر کہا: "ہاں مجھے یاد ہے اس خاتون کا نام رینا جلال ہے۔ آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"مسز رینا جلال کو ایک ہی رات میں اتنا بڑا نقصان کیوں پہنچایا گیا؟ اس کے پیچھے کون سا مقصد کارفرما ہے؟"

رائیٹ نے پوچھا: "آپ کیا سمجھتے ہیں؟"

"ہم سمجھتے ہیں کہ رینا جلال کو مشتعل کرنے کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔ یہ اس کے ذریعے اس کے گھر تک پہنچنے کی ایک سازش بھی ہو سکتی ہے۔"

رائیٹ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "آپ اسے سازش نہ کہیں۔ یہ دل کا معاملہ ہے یقیناً میں رینا جلال کے گھر تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

اس شخص نے چونک کر پوچھا: "کیوں، تمہیں اس سے کیا دلچسپی ہے؟"

"تعجب ہے۔ آپ رینا جیسی حسین عورت کو جانتے ہوئے بھی یہ پوچھ رہے ہیں۔ کون ہے جو اسے دیکھتے ہی اس پر جان دینے کے لیے تیار نہیں ہو جائے گا۔ وہ جب سے کیسینو میں آ رہی ہے میں اس کا دل جیتنے کے لیے ہمیشہ اسے جیتنے کا موقع دیتا رہا ہوں۔ اگر آپ لوگ رینا کو قریب سے جانتے ہیں تو یہ بھی جانتے ہوں گے کہ اب تک میں نے اسے ہزاروں پاؤنڈ جیتنے کے مواقع فراہم کیے ہیں۔ لیکن وہ اتنی مغرور ہے کہ مجھے منہ بھی نہیں لگاتی۔ آخر میں نے اس کے غرور کو ٹھیس پہنچانے کے لیے پرسوں رات اسے ایک لاکھ پاؤنڈ کا چیلنج دے دیا۔ میں عورتوں کی فطرت کو خوب سمجھتا ہوں۔ خواہ وہ کتنی ہی دولت مند اور شاہ خرچ ہوں اور اپنی دولت کو پانی کی طرح بہاتی ہوں لیکن شکست کے انداز میں دولت کو ضائع کرنا گوارا نہیں کرتیں۔ انھیں جھٹکا ہٹ ہوتی ہے کہ وہ کیوں ہار گئیں۔ رینا جیسی حسین عورتیں کہیں بھی شکست کھانا پسند نہیں کرتیں۔ میں نے سوچا، وہ ہارنے کے بعد میرے قریب آنے کی کوشش کرے گی اور جیتنے کا گر معلوم کرنا چاہے گی۔ اس طرح میں اس کے گھر تک پہنچ جاؤں گا۔"

وہ لوگ رائیٹ کی باتیں توجہ سے سن رہے تھے اور کبھی کبھی سر گھما کر اس شخص کو دیکھ رہے تھے جو میز کے آخری سرے پر بیٹھا ہوا تھا وہ مشروع ہی سے خاموش تھا۔ اس کے اوپری آدھے چہرے پر تاریکی تھی اور ناک سے نیچے کا آدھا حصہ روشنی میں تھا۔ ان میں سے ایک نے پوچھا: "جناب! کیا آپ اس کی باتوں سے مطمئن ہیں؟"

اس پُراسرار شخص نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جیسے کہہ رہا ہو وہ مطمئن ہے۔ دوسرے شخص نے کہا: "جناب ہمارا بھی یہی خیال ہے۔ لادام رینا کوئی معمولی خاتون نہیں ہیں۔ ایسے کتنے ہی کروپیئر اور کتنے ہی بڑے بڑے دولتمندان کے لیے ٹھنڈی آہیں بھرتے ہوں گے لیکن وہ صرف آپ ہی کی دیوانی ہیں۔"

یہ سن کر وہ شخص یوں مسکرایا۔ جیسے رینا کی تعریف سن کر خوش ہو رہا ہو۔ رائیٹ کے دماغ نے بتایا کہ مسکراتے وقت اس کے بائیں طرف ہونٹ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تھے اور دائیں طرف ہونٹ

پوری طرح کھل گئے تھے۔ اس کی سوچ پڑھتے ہی اچانک مجھے جھٹکا لگا۔ میں کافی پی رہا تھا۔ ایک دم سے گڑبڑا گیا میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جلال بیگ اچانک اس طرح میرے سامنے آ جائے گا۔

مگر وہ میرے سامنے کہاں تھا۔ وہ رائیٹ کے سامنے تھا۔ اگر میں رائیٹ بن کر وہاں جاتا تو اس وقت وہ میرے روبرو ہوتا لیکن میں وہاں جاتا تو میرے میک اپ کا جھاگ پھوٹ جاتا اور اس سے پہلے کہ میں اس کی مسکراہٹ دیکھ سکتا۔ وہ وہاں سے فرار ہو جاتا۔

میں دو مال نکال کر اپنے کوٹ پر گری ہوئی کافی پونچھنے لگا۔ کاؤنٹر پر کھڑی ہوئی لڑکی میری بوکھلاہٹ پر ہنسنے لگی۔ میں نے فوراً ہی دس پونڈ کا ایک نوٹ نکال کر اس کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا: "دی ریسٹ از یورس۔"

میں وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا ویٹنگ روم میں پہنچ گیا اور ایک جگہ بیٹھ کر رائیٹ کے دماغ میں جا پہنچا۔ وہ لوگ رائیٹ کی طرف سے مطمئن ہو گئے تھے اور ایک ایک آدمی اس سے ہاتھ ملا ملا کر معذرت کر رہا تھا پھر اسے واپس جانے کی اجازت دے دی گئی۔ رائیٹ کے وہاں سے نکلتے ہی میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جو رائیٹ سے سوالات کر رہا تھا۔

اس نے جلال بیگ سے کہا: "جناب تمام خدشات بے بنیاد ثابت ہوئے۔ یہاں اس پاس کہیں بھی فرہاد کا نام و نشان نہیں ہے۔ ہم نے اچھی طرح چھان بین کی ہے۔ سپر ماسٹر پر بار بار ہاؤنڈ الا ہے۔ وہ بھی مجبور ہے اور نہیں جانتا کہ فرہاد ان دونوں کس ملک میں ہے۔ بہرحال یہ تو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ لندن میں نہیں ہے۔ آپ بالکل مطمئن ہو کر لادام رینا سے ملاقات کر سکتے ہیں۔"

جلال بیگ سر جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر اپنے دست راست کی طرف بڑھا دیا۔ میں نے اس کے دماغ سے پڑھا۔ اس نے لکھا تھا: "رینا کو تل ابیب روانہ کر دو میں اس سے وہیں ملاقات کروں گا۔"

اس دوران جلال بیگ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ جانا چاہتا تھا میں اپنی جگہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ میں ایک ایک آدمی کے دماغ میں جھانکنے لگا رہا تھا۔ پتہ چلا کہ جو اس کا دست راست ہے۔ وہی اس کے ساتھ کمرے سے باہر جا رہا ہے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب وہ جلال بیگ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ دونوں اس گودام کے پچھلے دروازے سے باہر نکلے۔ وہاں ایک سفید کار کھڑی تھی۔ اس کے دست راست نے اس کے لیے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ جلال بیگ کے بیٹھنے کے بعد وہ دروازہ بند کر کے دوسری طرف سے گھوم کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گیا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

اس نے پوچھا: "جناب! کیا آپ ہوٹل جانا پسند کریں گے؟"

جلال بیگ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ کمبخت زبان نہیں ہلا رہا تھا۔ مستقل گونگا بنا ہوا تھا۔ اپنے دست راست کے سامنے بھی کچھ نہیں بولتا تھا۔ میں نے ڈرائیو کرنے والے کے دماغ میں پہنچ کر ہوٹل کا نقشہ کھینچا تو اس نے ہوٹل کا نام اور وہ کمرہ نمبر بھی بتایا جس میں جلال بیگ ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے سوچا۔ اگر وہ لندن سے چلا جائے تو کیا ہو گا؟

میں نے اپنے آپ کو تسلی دی کچھ نہیں ہو گا۔ وہ یہاں سے تل ابیب جائے گا اور وہاں رینا سے ملاقات کرے گا میں رینا کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کروں گا لیکن میری پوری کوشش یہی تھی کہ میں لندن میں ہی اسے ٹریپ کر لوں۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں رک گئی۔ جلال بیگ ڈیش بورڈ پر کاغذ رکھ کے کچھ لکھ رہا تھا پھر اس نے وہ کاغذ اپنے دست راست کی طرف بڑھا دیا۔ اس میں لکھا تھا: "میرے چارٹرڈ طیارے کے پائلٹ کے پاس جاؤ اس سے کہو کہ وہ سرکاری کاغذات کی خانہ پری کر کے ایک گھنٹے کے بعد لندن ایئرپورٹ چھوڑنے کی اجازت حاصل کر لے۔ میرے تمام ضروری کاغذات اسی پائلٹ کے پاس ہیں لیکن خبردار! اسے بات کرنے پر مجبور نہ کرنا میں ایک گھنٹے بعد ایئرپورٹ پہنچ جاؤں گا۔"

جلال بیگ کار سے اتر کر ہوٹل کے اندر جا چکا تھا۔ وہ ایک گھنٹے بعد لندن چھوڑنے والا تھا میں اس کے دست راست کے دماغ میں موجود رہا۔ وہ پارکنگ ایریا سے کار نکال کر پائلٹ کی رہائش گاہ کی طرف جا رہا تھا۔ میری خیال آرائی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ کینٹین کے کاؤنٹر پر جس لڑکی نے میرے سامنے کافی کی پیالی رکھی تھی۔ اور جسے میں نے دس پونڈ کا ایک نوٹ دیا تھا۔ وہ میرے سامنے کھڑی مجھ سے کہہ رہی تھی: "مسٹر تم نے بڑی ٹپ دی ہے میں ایسی ویسی لڑکی نہیں ہو۔ یہ لو باقی رقم۔"

میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ درنہیں اسے سمجھاتا کہ میں نے نیک نیتی سے ٹپ دی تھی میں نے اس سے وہ رقم لے کر جیب میں رکھ لی۔ اور دوسری طرف منہ پھیر لیا تاکہ وہ چلی جائے اور وہ چلی گئی میں پھر جلال بیگ کے دست راست کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بنگلے کے دروازے پر کھڑا ہوا کال بیل کے بٹن کو دبا رہا تھا اندر گھنٹی کی آواز سنائی دے رہی تھی وہ انتظار کرنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد دروازہ کھلا ایک چھوٹی سی لڑکی نے سر باہر نکال کر پوچھا: "یس مسٹر! آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟"

"جیکب کہاں ہے۔ میں بگ باس کا پیغام لایا ہوں۔"

لڑکی نے کہا: "ویٹ اے منٹ۔ وہ ایئر لائن کلب میں ہیں۔ انھوں نے کہا تھا کوئی ضروری پیغام ہو تو میں فون پر انھیں اطلاع دے دوں۔"

وہ اندر چلی گئی میں اس لڑکی کے ساتھ تھا۔ وہ کمرے میں پہنچ کر ایئر لائن کلب کا فون نمبر ڈائل کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

لڑکی نے کہا: "میں اپنے بھائی جیکب سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

سے ہولڈ آن کرنے کے لیے کہا گیا۔ چند لمحوں کے بعد جیکب کی آواز سنائی دی: "ہیلو بے بی کیا بات ہے؟"

بے بی نے کہا: "بگ باس کی طرف سے ایک شخص کوئی پیغام لایا ہے۔"

"کیا تم نے اس شخص سے بات کی تھی؟"

"ہاں، بات کرنے سے ہی معلوم ہوا کہ پیغام لایا ہے۔"

"اوہ بے بی! میں نے تمھیں منع کیا تھا کہ کوئی بھی دروازے پر آئے تو اس کے سامنے گونگی بنی رہو تمھیں اشارے سے معلوم کرنا چاہیے تھا آنے والا کیا چاہتا ہے بہرحال جو بھی ہو اب اس کے سامنے بات نہ کرنا۔ اسے فون کے پاس لے آؤ میں بگ باس کا پیغام سن لوں گا۔"

لڑکی نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ ریسیور ایک طرف رکھ کر باہر دروازے پر گئی اور اسے اشارے سے بلا کر اندر لے آئی۔ پھر ریسیور کی طرف اشارہ کیا۔ دست راست نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو جیکب میں بگ باس کا پیغام لایا ہوں۔ لیکن تمھاری آواز سننے کی ممانعت ہے۔"

دوسری طرف سے دوبارہ چٹکی بجنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے مطمئن ہو کر جلال بیگ کا پیغام اسے سنا دیا جواب میں پھر دوبارہ چٹکی کی آواز سنائی دی۔ وہ ریسیور رکھ کر گھر سے نکل گیا۔ میں اسے چھوڑ کر جیکب کے دماغ میں پہنچ گیا۔

جیکب کلب سے باہر آگیا تھا۔ ایئرپورٹ وہاں سے چند قدم کے فاصلے پر تھا۔ وہ ایک سب وے سے گزرتے ہوئے سوچ رہا تھا بے بی نے پیغام لانے والے سے گفتگو کی ہے۔ کیا یہ بات بگ باس کو معلوم ہو جائے گی؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "بگ باس کو یہ بات کبھی معلوم نہیں ہوگی جو شخص پیغام لے کر آیا تھا۔ اس نے توجہ نہیں دی کہ میری بہن نے اس سے بات کی ہے۔ اگر وہ توجہ دیتا تو فون پر اس کا ذکر ضرور کرتا۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی جیکب جھنجلا کر سوچنے لگا: "کیا ملازمت ملی ہے۔ ہمیشہ گونگے بن کر رہنا پڑتا ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں ایک بہن ہے۔ اس کے سامنے بھی اکثر گونگا بن کر رہتا ہوں۔ بگ باس ایسے عذاب میں مبتلا ہو گیا ہے کہ نہ جیتا ہے نہ مرتا ہے۔ زندہ ہے مگر سہما سہما سا رہتا ہے۔ فرہاد علی تیمور اس کے اعصاب پر سوار ہو گیا ہے۔ آخر اتنی احتیاط کی کیا ضرورت ہے؟ کیا اس وقت فرہاد موجود ہوگا۔ کیا اس کو خبر ہوگی کہ میری کوئی چھوٹی بھی بہن ہے؟ اور وہ میری بہن کے ذریعے میرے دماغ تک پہنچ سکتا ہے؟ یہ سب کچھ بالکل ہی احمقانہ باتیں ہیں۔"

وہ سوچتے ہوئے ایئرپورٹ کی عمارت میں داخل ہو گیا اور لاکر روم میں جا کر اس نے ایک چابی کے ذریعے لاکر کو کھولا۔ جلال بیگ کے پاسپورٹ کے علاوہ اہم کاغذات بھی وہاں محفوظ تھے۔ تمام لاکر اسی مقصد کے لیے

تھے کہ آنے والے مسافر اپنے ضروری سامان کو حفاظت سے لاک کر سکیں۔ جیکب چارٹرڈ طیارے کی پرواز کے لیے قانونی طور پر اجازت حاصل کرنے کے دفتر کی طرف چل رہا تھا۔

میری خیال خوانی کا سلسلہ پھر ٹوٹ گیا۔ وہ ہی کینٹین والی لڑکی میرے پاس بھیجی۔ مجھے جھنجھوڑ کر کہہ رہی تھی: "اے کیا تم یہاں اجنبی ہو؟"

میں نے پوچھا: "اب کیوں آئی ہو؟"

"اس لیے کہ تمھاری رہنمائی کر سکوں۔ اگر تمھیں کسی ساتھی کی ضرورت ہے تو کینٹین کے کاؤنٹر کے پاس لگے ہوئے نوٹس بورڈ کو پڑھ لو۔ وہاں تمھیں اچھی اچھی لڑکیوں کے ایڈریس مل جائیں گے۔"

میں نے سوچا۔ ابھی جیکب دفتری کارروائیوں میں مصروف ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس کی خبر ہوں گا۔ اس وقت تک اس لڑکی سے لندن کی اسٹریٹ گرلز کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہو جائیں۔ یہ سوچ کر میں نے پوچھا۔ "اچھی اچھی لڑکیوں سے تمھاری کیا مراد ہے؟"

"اب ایسے بھی نادان نہیں ہو۔ اگر لندن میں نئے آئے ہو تو سن لو۔ یہاں پیشہ ور لڑکیاں کو ڈبزنس کے ذریعے دستیاب ہو جاتی ہیں لندن میں ایسی دکانیں ہیں جہاں بظاہر عام ضروریات کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں مگر اس کے پیچھے دوسرا دھندا ہوتا ہے۔ ان دکانوں کے نوٹس بورڈ پر مختلف لڑکیوں کے نام اور پتوں کے کارڈ لگے ہوتے ہیں۔ ایسی لڑکیاں اور ایسے دکاندار قانون کی گرفت سے محفوظ رہتے ہیں۔ تم بھی قانون کی گرفت میں نہیں آؤ گے۔"

میں نے پوچھا: "وہ کیسے؟"

لڑکی نے کہا: "خود ہی جا کر نوٹس بورڈ پر لگے ہوئے کارڈز پڑھ لو۔ معلوم ہو جائے گا۔"

میں وہاں سے اٹھ کر اس لڑکی کے ساتھ کینٹین کے کاؤنٹر کے پاس آیا۔ نوٹس بورڈ پر کتنے ہی کارڈ لگے ہوئے تھے۔ ایک کارڈ پر لکھا ہوا تھا۔ "گھر کے اوپری کاموں کے لیے ملازمہ کی ضرورت ہو تو مس لی سے مندرجہ ذیل پتے پر ملاقات کریں۔ مس لی کی عمر سترہ سال ہے۔"

میں نے دوسرے کارڈ کی طرف دیکھا۔ وہاں لکھا تھا: "بچوں کی ٹیوٹر کے لیے مس فلاور سے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ قائم کریں۔ مس فلاور کی عمر فلاور جیسی ہے۔"

میں یہ اشاراتی جملے پڑھ کر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا واقعی ایسی لڑکیاں اور ایسے دکاندار قانون کی گرفت میں نہیں آسکتے تھے۔ میں پلٹ کر جانے لگا۔ لڑکی نے پوچھا: "کیا ہوا؟ کوئی پسند نہیں آئی؟ ارے خالی نام اور پتہ دیکھنے سے کیا ہوتا ہے جا کر ان کی صورتیں بھی تو دیکھو۔"

"مجھے کسی بھی پیشہ ور لڑکی کی ضرورت نہیں ہے تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"تم مجھے بہت بڑی ٹپ دے رہے تھے۔ میں چاہتی ہوں تم لندن میں کسی غلط جگہ پر پھنس جاؤ۔ مجھے صاف صاف بتاؤ۔ کیا تم تنہا ہو؟"

وہ ہمدردی سے بولی: "مجھے افسوس ہے۔ میں تمھاری تنہائی دور نہیں کر سکتی میں کچھ اور لڑکی ہوں لیکن میں اس سلسلے میں تمھاری مدد کر سکتی ہوں۔ دیکھو یہاں جو لوگ تنہا تفریح نہیں کر سکتے جنھیں کسی پارٹنر کی ضرورت ہوتی ہے۔ انھیں مختلف ایجنسیوں کے ذریعے فلم کی ایکسٹرا یا ماڈل تقریباً سو پاؤنڈ میں ایک شام کے لیے مل جاتے ہیں لیکن یہ لوگ بہت ہی مہنگے ہوتے ہیں۔ یہ لڑکیاں اپنے جسم کو سستا نہیں کرتیں بلکہ بڑے ہی مہذب انداز میں وقت گزارتی ہیں۔ اگر تمھیں کسی ایسی ہی اچھی اور مہذب ساتھی کی ضرورت ہے تو میں تمھیں اس کا بھی پتہ بتا دیتی ہوں۔"

میں نے مسکرا کر کہا میرے دل کے نوٹس بورڈ پر صرف ایک ہی لڑکی کا پتہ لکھا ہوا ہے۔"

میں نے اس کی ٹھوڑی کو چھوتے ہوئے کہا: "اور میں اس پتے پر پہنچ گیا ہوں۔"

وہ ٹھوڑی سے کھل کر مسکرائی۔ اور ایک قدم پیچھے ہٹ کر اٹوائے ناز سے اٹھلا کر بولی: "بہت سے لوگ مجھے دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرتے ہیں لیکن کوئی مجھے حاصل نہیں کر سکتا۔"

"لے بی! ایسے کسی کو چیلنج نہ کیا کرو۔ پتہ نہیں کیسے کیسے لوگ تمھارے سامنے سے گزر جاتے ہوں اور تمھیں نظر انداز کر دیتے ہوں یا تمھیں جبراً حاصل کرنا نہیں چاہتے ہوں۔ ایسوں کے لیے تمھاری بات ایک چیلنج بن جائے گی۔"

"میں غلط نہیں کہہ رہی ہوں۔ میں اتنے ہٹوں ارادے کی مالک ہوں کہ اپنی مرضی کے بغیر کسی کو اپنی کمپنی کا بھی موقع نہیں دے سکتی۔ پھر مجھے اپنی مرضی سے کون لے جا سکتا ہے؟"

"چلو میں ابھی ثابت کر دیتا ہوں کہ تم اسی وقت میرے ساتھ چلو گی۔"

وہ بولی: "ہرگز نہیں۔"

میں قہقہہ لگا کر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے اس عمارت کے باہر ایک پارک میں لے آیا۔ وہاں میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ میرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے جلدی سے ہاتھ چھڑا کر پوچھا: "میں یہاں کیسے آگئی؟"

"جس طرح میں تمھیں کینٹین سے یہاں لے آیا ہوں۔ اسی طرح یہاں سے کہیں اور بھی لے جا سکتا ہوں۔ تم خیریت چاہتی ہو تو اپنا چیلنج واپس لے لو۔"

وہ مجھے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی پھر اچانک ہی پلٹ کر بھاگتے ہوئے کینٹین کی طرف چلی گئی۔ میں مسکراتے ہوئے پارک سے نکل کر ایک شاہراہ کے کنارے فٹ پاتھ پر کھڑا ہو گیا۔ مجھے اطمینان تھا کہ جلال بیگ جلد ہی میری گرفت میں آجائے گا۔ چونکہ ریناجلال کے بعد جلال بیگ کا اسسٹنٹ دراس کے چارٹرڈ طیارے کا پائلٹ جیکب بھی ٹیلی پیتھی کی زد میں آگیا تھا اور اب میں کسی وقت بھی جلال بیگ کی آواز سننے کا منتظر تھا۔ اگر وہ خود نہیں بولتا تو میں کوئی ایسی سچویشن پیدا کر دیتا کہ وہ بے اختیار بولنے پر مجبور ہو جاتا۔

میں نے جیکب کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پتہ چلا آدھے گھنٹے کے بعد ان کا طیارہ پرواز کرے گا اور پرواز سے صرف دس منٹ پہلے جلال بیگ طیارے میں سوار ہوگا۔ میں نے اس کے دماغ سے واپس آکر ماسٹر نوین کو مخاطب کیا: "ہیلو ماسٹر! اس وقت میں ٹیمز کے قریب گل فروشوں کی آخری دکان کے پاس ایک فٹ پاتھ پر کھڑا ہوا ہوں میرے لیے ایک گاڑی بھیج دیجیے۔ اور کسی ایسی جگہ کا بندوبست کر دیجیے۔ جہاں میں اپنا یہ موجودہ میک اپ اتار کر اصلی روپ میں آسکوں۔"

ماسٹر نوین نے حیران سے پوچھا: "کیا آپ اصلی چہرے کے ساتھ لندن میں رہنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں کچھ دیر بعد میں اپنے آپ کو ظاہر کر کے آپ سے کچھ ضروری باتیں کروں گا۔ فی الحال گاڑی بھیج دیجیے اور میرے لیے کسی خاص جگہ کا انتظام کر دیجیے۔"

"آپ انتظار کریں۔ پندرہ منٹ کے اندر گاڑی آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔"

"ماسٹر! گاڑی لانے والا کوئی اناڑی نہ ہو۔ بہتر ہے کہ آپ مادام روزانہ کو بھیج دیں اور تاکید کر دیں کہ اس وقت تک مجھ سے گفتگو نہ کریں جب تک میں گفتگو میں پہل نہ کروں۔ شکریہ۔"

میں نے پھر جیکب کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اور مطمئن ہو کر واپس آگیا۔ میں وقت گزارنے کے لیے رونق، سونیا، مرجانہ اور سلمٰی بانو وغیرہ سے باتیں کر سکتا تھا لیکن ابھی میں کسی طرف دھیان نہیں دینا چاہتا تھا۔ وقت تیزی سے گزرتا جا رہا تھا۔ اور وہ سچویشن آنے ہی والی تھی جب جلال بیگ کی ساری حیاتی تدبیر دھری کی دھری رہ جائیں اور اس کے چہرے سے پُراسراریت کا نقاب اتر جائے۔

ٹھیک پندرھویں منٹ ایک بڑی سی خوبصورت کار میرے سامنے آکر رک گئی۔ مادام روزانہ کھڑکی سے مجھے دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ میں دوسری طرف سے گھوم کر اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولی: "مجھے تاکید کی گئی ہے کہ میں گفتگو میں پہل نہ کروں مگر مجھے بڑی بے چینی ہے پلیز یہ بتا دو۔ کیا جلال بیگ تک پہنچ گئے ہو؟"

"ابھی نہیں۔ میں ریناتک پہنچ گیا ہوں اور جلال بیگ کے انتظار میں ہوں۔"

میں نے دانستہ اس سے جھوٹ بول کر اسے تاکید کی "دیکھو اب باتیں نہ کرنا میں سونیا سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔"

وہ سونیا کا نام سن کر جل جاتی تھی۔ خود کو سونیا سے برتر سمجھتی تھی۔ بے شک سپر ماسٹر کی تنظیم میں اسے بہت اہمیت حاصل تھی اور اس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تھے لیکن اس وقت میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ سونیا کے نام پر بڑی خوش دلی سے مسکرا رہی تھی۔ یہ بات مادام روزانہ کے مزاج کے بالکل خلاف تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانکا تو فوراً سنبھل گیا۔ مادام روزانہ اپنے بنگلے کے ایک کمرے میں بندھی پڑی تھی اور چرمیرے پاس بیٹھی ڈرائیو کر رہی تھی۔ وہ کوئی ڈراما رچ رہی تھی اس نے بڑی کامیابی سے روزانہ کی نقل کی تھی اور مجھے اپنے ساتھ کہیں لے جا رہی تھی۔

وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھی کہ جب تک میں اسے مادام روزانہ سمجھتا رہوں گا۔ اس کے دماغ میں جھانک کر نہیں دیکھوں گا۔ مجھے کچھ بولنا یا پوچھنا ہوا تو میں اس سے زبانی پوچھوں گا۔

میں اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ ٹٹولنے لگا۔ اس کار کے اسٹیئرنگ سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر منسلک تھا۔ اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے جلال بیگ اپنی کار میں بیٹھا ہماری گفتگو سن رہا ہے۔ لڑکی کی سوچ نے بتایا کہ اس وقت جلال بیگ ایئرپورٹ کی طرف جا رہا ہوگا۔ جب تک وہ طیارے میں بیٹھ کر وہاں سے پرواز نہیں کرے گا۔ اور لندن ایئرپورٹ کو نہیں چھوڑ دے گا اس وقت تک وہ مجھے اپنی باتوں میں الجھائے رکھے گی۔

میں نے ایک ذرا رینا جلال کے دماغ میں جھانک کر تھوڑی سی معلومات حاصل کیں پھر ایک گہری سانس لے کر بولا "جیس سے رابطہ قائم کر تا ہوں۔ اسی سے مایوسی ہوتی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "کیا ہوا؟"

"ہوگا کیا؟ سونیا کے دماغ میں پہنچا تو وہ سو رہی ہے۔ رسوتی بوجا میں مصروف ہے پھر میں نے سوچا رینا کے دماغ سے کچھ معلومات حاصل کی جائیں۔ پتہ چلا کہ وہ اپنا سامان پیک کر رہی ہے اور تل ابیب جانے والی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "یہ ٹیلی پیتھی بڑی کمال کی چیز ہے۔ تم ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے کہاں کہاں پہنچ جاتے ہو؟"

"ہاں، پہنچ تو جاتا ہوں مگر اکثر ناکامی ہوتی ہے۔ اب یہی دیکھو میں تو توقع کر رہا تھا رینا اور جلال بیگ کی یہاں ملاقات ہوگی۔ مگر اب وہ تل ابیب پہنچے گی تو جلال بیگ اس سے کس دن ملے گا۔ یہ رینا نہیں جانتی ہے۔"

میں گفتگو کے وقفے میں اپنی ہمسفر کے دماغ میں جھانکتا رہتا تھا۔ اس وقت وہ کہنا چاہتی تھی "فرہاد تم رائیٹ ایروس کے میک اپ کے ذریعے جلال بیگ پر واضح کر دینا چاہتی تھی کہ فرہاد اس کے رائیٹ کے میک اپ میں ہے۔ اُدھر وہ ہوشیار ہو جاتا کہ جس لڑکے سے کاؤنٹر گوداس میں سامنا ہوا تھا۔ فرہاد اس کے ذریعے دست راست کے دماغ تک بھی پہنچا ہوگا۔

بہرحال میں نے اپنی ہمسفر کو یہ سوال کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے دماغ پر قابض ہو کر میں نے اس کی زبان سے کہلوایا "فرہاد سڑکوں پر اپنے اصلی روپ میں گھوم رہے ہو اگر جلال بیگ نے تمہیں دیکھ لیا تو وہ محتاط ہو جائے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "کیسی باتیں کر رہی ہو جب رینا طیارہ چھوڑ کر تل ابیب جا رہی ہے تو یقیناً جلال بیگ بھی جا رہا ہوگا۔ میرا یہاں سامنا نہیں ہو سکے گا۔ مجھے اطمینان ہے میں کسی نہ کسی کے ذریعے اسے گرفت میں لے لوں گا۔"

میری ہمسفر حیرانی سے سوچ رہی تھی کہ بھی اسے کیا ہو گیا؟ کتنی دیر کے لیے دماغی طور پر غیر حاضر ہو گئی تھی۔ میں نے اسے سوچنے نہیں دیا۔ دوبارہ اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔

چارٹرڈ طیارے کے لیے پرواز کا جو وقت مقرر کیا گیا تھا وہ گزر چکا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ طیارہ پرواز کر چکا ہے اور جلال اس میں سفر کر رہا ہے میں نے یہ معلوم کرنے کے لیے ہمسفر سے گاڑی رکوا کر انجن بند کر دیا۔ ٹرانسمیٹر کو کار کے اسٹارٹر سے ساتھ منسلک کیا گیا تھا۔ انجن کے بند ہونے سے ٹرانسمیٹر بند ہو گیا تھا۔ لہٰذا ٹرانسمیٹر بھی آف ہو گیا۔ اب جلال بیگ ہماری باتیں نہیں سن سکتا تھا میں اس کے دماغ کو آزاد کر کے پائلٹ جیکب کے دماغ میں پہنچ گیا۔

جہاز بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ ایک نہایت ہی سجے سجائے آرام دہ کیبن میں جلال بیگ بیٹھا ہوا تھا جب سے وہ جہاز میں سوار ہوا تھا بالکل خاموش تھا۔ وہ احتیاطاً ہمیشہ خاموش ہی رہا کرتا تھا۔

میں چند ساعتوں کے لیے جیکب کے دماغ میں رہا تھا۔ اس دوران میں میری ہمسفر اپنے دماغ میں ہونے والی گڑبڑ کو سمجھ گئی تھی۔ اسی وقت اپنا پستول نکال لیا تھا۔ وہ مجھے گولی مارنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا دیا تو پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا۔ میں نے کہا "چلو اسے پھر اٹھاؤ اور مجھے گولی مارو۔"

اس میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ اپنے ہاتھ پاؤں ہلا سکتی۔ پستول اس کے قدموں میں پڑا ہوا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض تھا۔ اس نے جھک کر پستول کو اپنے قدموں سے اٹھایا۔ اس میں سے گولیاں نکال کر کھڑکی کے باہر پھینکیں پھر پستول میری طرف پھینک دیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر پستول اٹھا کر کہا "دیکھو اب میرے پاس ہے۔"

موت کو سامنے دیکھ کر وہ زرد پڑ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ میں نے پستول اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ یہ لو۔ مجھے گولی مار دو۔"

اس نے بڑی حیرانی سے مجھے اور پھر پستول کو دیکھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہاتھ بڑھا کر اسے لے سکتی تھی۔ اس نے آنکھیں سرہلا کر کہا۔ "نہ ..... نہیں۔ میں تمہیں نہیں مار سکتی۔"

"اسے لے لو۔ اگر تم نے مجھے گولی نہیں ماروگی تو جلال بیگ کے آدمی تمہیں مار ڈالیں گے۔"

وہ کانپتے ہوئے ہاتھوں میں پستول تھام کر مجھے دیکھنے لگی پستول اس کے قبضے میں تھا لیکن وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔ وہ تذبذب کا شکار تھی۔ پھر اس نے جلدی سے پستول پچھلی سیٹ کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "نہیں تب باس کے آدمی مجھے گولی نہیں ماریں گے میں بیان دوں گی کہ تم میرے دماغ میں نہیں پہنچ سکے تھے اور آخر تک یہ دھوکا کھاتے رہے کہ میں مادام روزانہ ہوں۔"

"تم مجھے کہاں لے جا رہی تھیں؟"

"کنگز یہ اسٹریٹ میں میرے آدمی تمہارے منتظر ہیں۔ وہ تمہارا اصلی چہرہ دیکھتے ہی تمہیں گولی مار دیتے۔ باس کا حکم ہے کہ اب تمہیں ذرا بھی چھیڑ نہ دی جائے۔ جہاں بھی نظر آؤ گے۔ تمہیں بے دریغ قتل کر دیا جائے گا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ماسٹر ٹوبین نے مادام روزانہ کے ذریعے میرے پاس ایک گاڑی بھیج رہا ہے پھر اتنی جلدی یعنی پندرہ منٹ کے اندر تم نے روزانہ کا روپ بھی اختیار کر لیا اور گاڑی بھی لے کر پہنچ گئیں؟"

"میں پہلے دو دن سے مادام روزانہ کے میک اپ میں ہوں۔ روزانہ کے ٹیلیفون کے ساتھ ایک جاسوسی آلہ لگا دیا گیا ہے۔ وہ ماسٹر ٹوبین سے جو بھی بات کرتی ہے وہ ساری باتیں ہمیں معلوم ہو جاتی ہیں یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ پندرہ منٹ کے اندر تمہارے پاس گاڑی پہنچنی چاہیے لہٰذا ادھر میں گاڑی لے کر آئی۔ اُدھر میرے آدمیوں نے مادام روزانہ کو قابو میں کر کے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے ہوں گے۔"

"اب مجھے کہاں لے جاؤ گی؟"

"اگر مجھ پر اعتماد کرو گے تو اپنے فلیٹ میں لے جاؤں گی۔"

"تم پر اعتماد نہ ہوتا تو پستول تمہارے حوالے نہ کرتا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم نے مجھے بہت متاثر کیا ہے فرہاد میرے فلیٹ میں تم رکھے اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہوگی۔"

"اچھا تھوڑی دیر کے لیے اجازت چاہتا ہوں۔ ذرا خیال خوانی کر لوں پھر تم سے باتیں کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں پھر جیکب کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک تجربہ کار پائلٹ تھا۔ بڑی مہارت سے جہاز کو اپنی مرضی کے مطابق کنٹرول کر رہا تھا میں اس کی سوچ کے ذریعے ان چند آلات کو سمجھنے لگا جن کے ذریعے جہاز کنٹرول کیا جاتا تھا۔ معلومات حاصل کرنے کے دوران کار ایک جگہ رک گئی میں نے چونک کر پوچھا "کیا یہی ہماری منزل ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی "ہاں بڑی خوبصورت منزل ہے۔ آجاؤ۔"

میں نے کار سے اترتے وقت اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ کہیں کوئی فراڈ نہ ہو لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک مہربان کی حیثیت سے مجھے اپنے ہاں لائی تھی۔

جلال بیگ تک پہنچنے کے لیے میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ اگر کسی معاملے میں جلد بازی کی جائے اور وقت اور ماحول کا خیال نہ رکھا جائے تو کام بگڑ جاتا ہے۔ مجھے ایسے ماحول کی ضرورت تھی۔ جہاں میں اطمینان سے اسے گرفت میں لے سکوں۔ میں یہ کبھی نہیں بھولتا کہ سامنے جو دشمن بے دست و پا نظر آ رہا ہے اس کے پاس اپنے بچاؤ کی کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور ہوگی۔ دشمن اپنے پاس اپنے بچاؤ کا کوئی حربہ ضرور رکھتا ہے۔

ہم سیڑھیاں چڑھ کر دوسری منزل کے ایک فلیٹ میں پہنچے۔ اجنبی ہمسفر نے دروازہ کھول کر لائٹ آن کی۔ یہ ایک سجا سجایا خوبصورت سا بیڈ روم تھا۔ وہ مسکرا کر بولی "کیسا ہے میرا فلیٹ؟"

"بہت شاندار ہے ابھی تک تم نے اپنا نام نہیں بتایا اور نہ ہی اپنا اصلی چہرہ دکھایا ہے۔ یہ مادام روزانہ کا میک اپ کب اترے گا؟"

"یہی سوال میرا بھی ہے۔ مجھے فرہاد علی تیمور کا چہرہ کب نظر آئے گا؟"

ہم دونوں ہنستے ہوئے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر باتھ روم میں داخل ہو گئے۔ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے اپنے چہرے پر ویشنگ کریم لگائی۔ اس دوران میں پھر جیکب کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا تھا کہ سفر لمبا ہے اور ابھی پرواز جاری رہے گی میں پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ صابن سے ہاتھ منہ دھو کر میں بیڈ روم میں واپس آ گیا۔ بیڈ روم میں ایک بڑا سا ٹیپ ریکارڈر رکھا ہوا تھا۔ وہ تولیے سے منہ پونچھتے ہوئے بیڈ روم میں آئی اور مجھے دیکھتے ہوئے بولی "مائی گڈنس تمہیں پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔ مجھے کچھ ہو رہا ہے۔"

میں خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بے حد حسین لڑکی تھی ہر پرکشش سراپا کی مالک تھی۔ میں نے پوچھا "تمہارا نام؟"

"لیزا ہارورڈ۔"

"کیا یہودی ہو؟"

وہ اثبات میں سرہلا کر بولی "غالباً یہ جان کر تم مجھ سے نفرت کرنے لگو گے؟"

میں نے انکار میں سرہلا کر کہا "ابھی مجھے نفرت کرنے کی فرصت نہیں ہے دو زانو منٹ انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔ یاد رکھو جب تک میں تمہیں مخاطب نہ کروں تم مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

یہ کہتے ہی میں جیکب کے دماغ میں پہنچ کر اس پر قابض ہوگیا۔ اب میں ان آلات کو اپنے طور پر کنٹرول کر رہا تھا اور میرا کنٹرولنگ سسٹم ایسا تھا کہ جہاز کبھی ایک طرف جھکنے لگتا کبھی دوسری طرف۔ یقیناً پیچھے کیبن میں بیٹھا یا لیٹا ہوا جلال بیگ اِدھر سے اُدھر لڑھک رہا ہوگا۔ وہ حیران ہوگا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ چند لمحوں کے بعد ہی کیبن کے دماغ سے پرسشک ہوئی۔ وہ اب بھی زبان نہیں کھول رہا تھا۔ دستک کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جہاز میں کیا گڑبڑ پیدا ہوگئی ہے۔

پھر جہاز کو ہلکے ہلکے جھٹکے لگنے لگے۔ یہ ایسی سچوایشن تھی کہ اچھے اچھوں کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور ساری مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ ایک جھٹکے سے کیبن روم کا دروازہ کھلا اور وہ پائلٹ روم میں جھانک کر چیختے ہوئے بولا "جیکب یہ کیا ہو رہا ہے؟ جہاز کو کنٹرول کرو۔"

میں نے اسی وقت اپنی آنکھیں کھول دیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر خوشی سے چیخا "وہ مارا ہپ ہپ ہُرّا۔"

مجھے خوشی سے چیختے دیکھ کر لیزا ایک دم سے پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے حیرانی سے مجھے دیکھ کر پوچھا "کیا ہوا؟"

میں نے ایک ہاتھ سے کیسٹ ریکارڈر آن کر دیا۔ رضا سمیا کی پُرشور دھن کمرے میں گونجنے لگی میں نے لیزا کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے اردو میں کہا "آؤ میری جان! آج میں بہت خوش ہوں۔"

میں نے رقص کے انداز میں ایک چکر لگایا۔ موسیقی کی تال پر لیزا کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کرنے لگا۔ وہ بہت اچھی رقاصہ تھی۔ رقص کے دوران سر سے پاؤں تک چھما چھم ہو رہی تھی۔

یہ میرا وعدہ ہے کہ میں جلال بیگ کو کبھی جان سے نہیں ماروں گا۔ وہ ہر لمحہ موت کی دعائیں مانگنے کے لیے زندہ رہے گا صرف اس کے دماغ پر یہ مردنی چھائی رہے گی۔

لیزا کے ساتھ رقص کرتے ہوئے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے قدم زمین پر پڑنے کے بجائے جلال بیگ کے سر پر پڑ رہے ہوں اور ہم اس کی مردہ کھوپڑی پر محوِ رقص ہوں۔

اب جیلیے کی پرواز پُرسکون ہوگئی تھی۔ جیکب کا دماغ بھی پُرسکون تھا۔ فی الحال میں نے جلال بیگ کو نظر انداز کر دیا۔ اس کا دماغ میری چٹکی میں آچکا تھا۔ میں جب چاہتا اس کی کھوپڑی کو اِدھر سے اُدھر کر سکتا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ وہ ابھی شک و شبہے میں مبتلا رہے اندیشے اسے گھیرے رہیں۔ وہ غلطیاں کرتا رہے۔ وہ ہر لمحے خواہ مخواہ یہ سوچتا رہے کہ اس کے متعلق سوچے گا لیکن تصدیق نہیں ہوگی کہ اس پر جو گزر رہی ہے اس کے پیچھے میرا ہی ہاتھ ہے۔

ہاں تو جیکب کا دماغ پُرسکون ہوگیا تھا۔ اس لیے طیارہ بھی بڑے سکون سے پرواز کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اچھی اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا۔ جہاز کیوں اس کے قابو سے باہر ہو گیا تھا۔ اس کا دماغ کیوں نہیں کام کر رہا تھا۔ اسی وقت پائلٹ کیبن کا دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے جیکب کے دماغ سے جلال بیگ کی آواز سنی۔ وہ غصے میں پوچھ رہا تھا "ڈیوٹی ماسٹر! کیا تم نشے میں ہو؟ جہاز تمھارے کنٹرول سے باہر کیوں ہوگیا؟"

جیکب بے پریشان ہو کر کہا "سر پلیز ویٹ اے منٹ میں بہت پریشان ہوں۔"

میں نے جیکب کی سوچ میں کہا۔ شاید میں اس لیے پریشان ہوں کہ میرے دماغ کے گوشے میں میری بہن چھپی رہتی ہے۔ میں اسے تنہا چھوڑ کر آتا ہوں۔"

میری اس بات کے تسلسل سے اس نے خود ہی سوچنا شروع کیا۔ "ہاں جب میں لندن سے آتا ہوں تو میری بے بی ہاسٹل میں رہنے چلی جاتی ہے۔ وہیں اس کی تعلیم ہوتی ہے لیکن کب تک ایسا ہوگا۔ وہ جوان ہو رہی ہے۔ مجھے اب اس کے پاس رہنا چاہیے۔"

ایسا سوچتے ہوئے اس نے پھر حیرانی سے سوچا۔ "لیکن جہاز کی پرواز سے میری بہن کا کیا تعلق ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "بہت گہرا تعلق ہے۔ انسانی نفسیات کو ہم سمجھ نہیں سکتے۔ جو بات ایک پریشانی بن کر ہر شخص کے دماغ کو تھوڑی دیر کے لیے ناکارہ بنا دیتی ہے۔ اس وقت میں بہن کے متعلق سوچ رہا تھا۔ تبھی یہ طیارہ کنٹرول سے باہر ہوگیا۔"

میں ایک بھائی کو بہن کی محبت میں الجھا کر جلال بیگ کے پاس پہنچ گیا وہ پائلٹ کیبن کے دروازے کے دوسری طرف فرش پر یوں بیٹھا ہوا تھا جیسے گر پڑا ہو۔ واقعی جہاز کے ڈگمگانے کے دوران وہ دروازے کے پاس آکر گر پڑا تھا اور وہیں سے دروازے کو کئی بار پیٹ کر پائلٹ جیکب کو مخاطب کرتا رہا تھا۔ پھر اس کے دماغ میں بات آئی۔ "میں بھی بدحواس ہوگیا ہوں خواہ مخواہ یہاں سے چیخ کر باتیں کر رہا ہوں جبکہ انٹرکام کے ذریعے آسانی سے گفتگو ہو سکتی ہے۔"

وہ کراہتے ہوئے اٹھنے لگا۔ اسے جگہ جگہ چوٹیں آئی تھیں۔ جہاں وہ موجود تھا وہاں کی بہت سی چیزیں اِدھر اُدھر گر پڑی تھیں — وہ ایک سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ سیٹ کے پاس ہی ایک بٹن ایسا تھا جسے دباتے ہی دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوگیا۔ "ہیلو جیکب! کیا بات ہے۔ جہاز بے قابو کیوں ہوگیا تھا؟"

دوسری طرف سے جیکب کی آواز سنائی دی۔ "سر میں کچھ پریشان ہوگیا تھا۔ آپ سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ لندن میں تنہا اپنی بہن کو چھوڑ کر آتا ہوں۔ اسی کے متعلق سوچنے کے دوران اپنی ڈیوٹی سے غافل ہوگیا۔ مجھے افسوس ہے آپ کو پریشانی ہوئی۔"

"جیکب! انسان کے لیے فرض سب سے اہم ہوتا ہے۔ فرض کی ادائیگی کے دوران رشتوں کو بہتر بھلا دیا جاتا ہے۔"

"میں ایسا ہی کرتا ہوں لیکن میں آپ کو سمجھا نہیں سکتا۔ میرے اندر بہن کی محبت جوش مارتی ہے۔ یہ اپنے اپنے دل و دماغ کی بات ہے، آپ یقیناً فولاد کے بنے ہوئے ہیں۔ اپنے خون کے رشتوں کو بھلا دیتے ہیں۔ سوری جناب! میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

چند لمحوں تک جلال بیگ نے سوچنے کے بعد کہا۔ "اچھی بات ہے۔ پیرس کے ایئرپورٹ سے رابطہ قائم کرو۔ یہ طیارہ وہاں لینڈ کرے گا۔ میں تمھیں واپس لندن جانے کی اجازت دوں گا اگر تم اپنی بہن سے مل سکو۔ کسی اور جگہ کوئی دوسرا لے گا۔"

"تھینک یو سر! آپ بہت مہربان ہیں میرے دکھ درد کو سمجھتے ہیں۔"

"جیکب! میں سمجھتا ہوں تم بھی مجھے سمجھو اگر کوئی ایسی ویسی بات ہے تو مجھ سے نہ چھپاؤ۔ ذرا غور کرو اور جواب دو۔ کیا فرہاد کسی طرح تمھارے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا؟"

جیکب سوچنے لگا، یک بہک اسے یاد آیا کہ جلال بیگ کے دست راست نے اس کے گھر آکر اس کی بہن سے گفتگو کی تھی۔ یہ ایسی غلطی تھی جس پر جیکب نے اپنی بہن کو سمجھایا تھا کہ آئندہ وہ پیغام لانے والے سے گفتگو نہ کرے، گونگی بنی رہے لیکن وہ غلطی ہو چکی تھی۔

اب وہ سوچ رہا تھا۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ فرہاد جلال بیگ کے اس دست راست کے دماغ میں پہنچ چکا ہو۔ اس کے ذریعے وہ میری بہن کے دماغ میں پہنچا ہو اور بہن کے ذریعے میرے دماغ میں بھی پہنچ گیا ہو۔ ایسا ہو سکتا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میرا دماغ اتنی لمبی دوڑ لگا رہا ہے فرہاد کتنوں کے دماغ سے گزرتا ہوا میرے دماغ میں آسکتا ہے۔ یہ محض کہانی کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایسے سوچا جائے تو یقین نہیں آتا — ایسا نہیں ہو سکتا۔"

جیکب کی اپنی سوچ نے کہا۔ "اگر ایسا ہو بھی جائے تو مجھے اپنی زبان بند رکھنی چاہیے۔ جلال بیگ جتنا سیدھا، شریف اور مہربان ہے۔ اتنا ہی ظالم ہے۔ اگر اسے پتہ چلا کہ میری بہن نے اس کے دست راست سے گفتگو کی تھی تو وہ میری بہن کو زندہ نہیں چھوڑے گا اور مجھے بھی مار ڈالے گا۔"

جلال بیگ کی آواز سنائی دی۔ "جیکب کیا تم میری باتوں پر غور کر رہے ہو؟"

"یس سر! میں نے اچھی طرح سوچا ہے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ فرہاد کس طرح میرے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔ میں تو بہت محتاط رہتا ہوں۔"

جلال بیگ نے کہا۔ "مجھ سے زیادہ محتاط کوئی نہیں رہتا۔ اس کے باوجود مجھے بھی سوسائٹی میں اٹھنا بیٹھنا پڑتا ہے۔ تم بھی اپنی ایک سوسائٹی رکھتے ہو، بتاؤ کیا پتہ کہ فرہاد کس کے روپ میں کس وقت تمھارے سامنے سے گزر گیا ہوگا۔ بہرحال تم انجان ہو۔ تم نہیں سمجھ سکتے۔ میں تم سے کیا کہہ سکتا ہوں۔"

جلال بیگ نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اسی مسئلے پر بڑی سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ اس کا دماغ اپنے اس دست راست کی طرف جا رہا تھا جسے اس نے پیغام دے کر جیکب کے پاس بھیجا تھا۔ وہ اپنا شبہ دور کرنا چاہتا تھا۔ ہر طرح سے مطمئن ہونا چاہتا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس نے ایک چمڑے کے سوٹ کیس کو اٹھایا۔ پھر ایک آرام دہ برتھ پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اس نے اس بریف کیس کو کھولا وہ ایک ٹرانسمیٹر تھا۔

اس ٹرانسمیٹر میں کچھ تبدیلیاں کی گئی تھیں۔ اس میں مختلف بٹن لگے ہوئے تھے اور ٹیلیگراف کے طرز پر پیغام رسانی ہوتی تھی۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو آن کیا۔ پھر مختلف بٹن یوں باری باری دبانے لگا جیسے ٹیلیگراف کی اشاراتی زبان ہوتی ہے۔ "ٹٹے ٹے ٹکا۔ ٹکا ٹکا۔ ٹٹے ٹکا۔"

میں اس کے دماغ سے اشاراتی زبان سمجھ رہا تھا۔ جلال بیگ اپنی ایک بیتی سیکرٹری سے کہہ رہا تھا۔ "لندن کے مسٹر کیمرون سے فوراً رابطہ قائم کرو۔ اس سے پوچھو۔ کیا کسی طرح وہ اپنے دماغ میں کوئی اجنبیت محسوس کر رہا ہے، کوئی ایسی بات محسوس کر رہا ہو جس سے یہ شبہ ہو کہ فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ گیا ہے، ابھی مجھے اس بات کا جواب دو۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

پیغام رسانی ختم ہوگئی۔ وہ سوٹ کیس کو اپنے سامنے رکھے انتظار کرنے لگا۔ اس نے اپنی لیڈی سیکرٹری سے کسی مسٹر کیمرون کا ذکر کیا تھا میں نے اس کے دماغ سے معلوم کیا۔ مسٹر کیمرون اس کا وہی دست راست تھا جو جیکب کے پاس پیغام

لے گیا تھا۔ میں فوراً ہی کیمرون کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک کلب کے بلیئرڈ روم میں تھا اور بلیئرڈ میز کی مخملی سطح پر جھکا ہوا ایک سرخ گیند پر ہٹ لگا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کلب کے چپراسی نے اطلاع دی کہ اس کا ٹیلی فون ہے۔ وہ کھیل چھوڑ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ پھر ریسیور کھٹکا کر بولا "ہیلو"۔

دوسری طرف سے کوڈ ورڈ زمیں کہا گیا "ٹرانسمٹر اینڈ کوڈ"۔

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا کلب کے باہر آیا۔ پارکنگ ایریا میں پہنچا پھر وہاں اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈیش بورڈ کو کھول کر اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمٹر نکالنے کے بعد اسے اپنے سامنے رکھ لیا اور انتظار کرنے لگا۔

پانچ منٹ کے بعد ٹرانسمٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے ایک بٹن کو دبایا۔ کسی کی آواز آنے لگی۔ کوئی کوڈ ورڈ زمیں اسے مخاطب کر رہا تھا۔ اس نے بھی کوڈ ورڈ زمیں جواب دیا۔ پھر اسے جلال بیگ کا پیغام سنایا گیا۔

اس نے جواب دیا "میں اپنے دماغ میں ایسی کوئی بات محسوس نہیں کر رہا ہوں"۔

"کیا کیسینو کے اس کروپیئر رائٹ ایروس کے ذریعے فرہاد تمہارے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا؟"

"رائٹ ایروس کے متعلق پوری تحقیقات کی گئی تھی۔ ہمارے بگ باس بھی اس کے سامنے بیٹھے ہوئے اس کا بیان سن رہے تھے۔ ہم سب مطمئن ہو گئے تھے۔ فرہاد کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ فرہاد میرے دماغ میں کیسے پہنچ سکتا ہے؟"

"تمہاری باتیں درست ہیں لیکن تم ننانوے میں اطمینان سے بیٹھ کر سوچو شاید کوئی بات سمجھ آجائے"۔

"ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ وہ یہ کہ بگ باس رفتہ رفتہ وہمی ہوتے جا رہے ہیں۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے فرہاد کے سوا انھیں کوئی نظر نہیں آتا ہے۔ وہ اپنے سائے پر بھی شبہ کرتے ہیں۔ ان کے شبہے کے علاج ہمارے پاس نہیں ہے"۔

"ہاں یہ تو ہم سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ بگ باس کو نہ فرہاد مارے گا نہ فرہاد کی ہتھیلی پیتھی مارے گی۔ ان کا وہم ہی انھیں مار ڈالے گا۔ اوور اینڈ آل"۔

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں کیمرون کے دماغ سے نکل کر جلال بیگ کے پاس پہنچ گیا۔ مجھے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا۔ پھر ٹرانسمٹر کے ذریعے وہی اشارتی پیغام موصول ہونے لگا۔ جلال بیگ نے تمام باتیں سننے کے بعد رابطہ ختم کر دیا۔ اس سوٹ کیس کو بند کر کے ایک طرف رکھ دیا۔ اب اسے مطمئن ہو جانا چاہیے تھا لیکن وہ پریشان تھا۔ ایک ہی بات دماغ میں گونج رہی تھی کہ طیارہ کیوں ڈگمگا رہا تھا۔ جیک کو کیا ہو گیا تھا؟

میں نے سوچا۔ ابھی اس کے لیے اتنی ہی پریشانی کافی ہے۔ اب وہ ہر طرح سے مطمئن ہونے کے لیے اپنے ایک ایک آدمی کو چیک کرے گا۔ ایک ایک آدمی کا بیان لیتا رہے گا لیکن اسے کبھی نہیں معلوم ہو گا کہ میں اس کے پاس موجود رہتا ہوں۔

میں نے آئندہ اسے کسی اور عذاب میں مبتلا کرنے کے لیے فی الحال ڈھیل دے دی۔ اسے چھوڑ کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ لیزا بستر پر لیٹی ہوئی مجھے توجہ سے دیکھ رہی تھی جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولی "کیا خیال خوانی میں مصروف تھے؟"

"تمہارے بگ باس کی خیریت معلوم کر رہا تھا"۔

لیزا نے مسکرا کر کہا "اب وہ بے چارہ خیریت سے نہیں رہے گا"۔

"وہ جتنا بڑا باس بن رہا ہے اور جتنا پُراسرار نظر آتا رہا ہے اتنا ہی اندر سے اپنے آپ کو کھوکھلا کر رہا ہے ہر لمحہ مجھ سے خوف زدہ رہتا ہے"۔

"ہاں یہ بات ہمارے لوگ کہتے رہتے ہیں کہ بگ باس ایک ان دیکھے عذاب میں مبتلا ہے"۔

اچانک مجھے یاد آیا کہ لیزا مادام روزانہ کے میک اپ میں مجھے گھیر کر لا رہی تھی جس کار میں میں لیزا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس کے اسٹیئرنگ سے ایک ایسا ٹرانسمٹر منسلک تھا جس کے ذریعے دوسری طرف جلال بیگ میری اور لیزا کی گفتگو سن رہا تھا۔ یہ بات مجھے لیزا کے دماغ سے معلوم ہوئی تھی۔

اب سوچنے کی بات یہ تھی کہ جلال بیگ لندن میں میری موجودگی کو سمجھ گیا تھا۔ پھر وہ اپنے لندن کے ماتحتوں کے ذریعے یہ کیوں نہیں معلوم کر رہا تھا کہ مجھے گھیرنے میں وہ لوگ کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اور اب ان کی کیا پوزیشن ہے؟

یہ سوچتے ہی میں نے لیزا سے پوچھا "مادام روزانہ کے ٹیلی فون کے ساتھ ایک جاسوسی آلہ منسلک کیا گیا تھا جس کے ذریعے تم ماسٹر نیومین اور مادام روزانہ کے درمیان ہونے والی باتیں سن لیا کرتی تھیں یا تمہارے آدمی سن لیا کرتے تھے۔ کیا ان کے ذریعے یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ میں لندن میں موجود ہوں اور میرے لیے ہی مادام روزانہ کار لے کر آ رہی ہیں"۔

لیزا نے جواب دیا "مادام روزانہ اور ماسٹر نیومین اپنی

گفتگو کے دوران کبھی تھا را تم نہیں لیتے ہیں۔ آخری بار بھی ماسٹر نیومین نے فون پر کہا تھا کہ بی سی کو فلاں جگہ مادام کا انتظار ہے لہٰذا مادام کو پندرہ منٹ کے اندر کار لے کر وہاں پہنچنا چاہیے"۔

میں نے لیزا سے پوچھا "بی سی کا مطلب تم لوگ کیا سمجھے تھے؟"

"یہی کہ بی سی تمھیں کہا جاتا ہے اور یہ بی سی یقیناً برین کینسر کا مخفف ہے۔ بتھیں یاد ہے جب میں اس وقت کار لے کر تمہارے پاس پہنچی تھی تو پہلی بات تم سے کیا ہوئی تھی؟"

"مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے"۔

لیزا نے کہا "میں نے تم سے کہا تھا۔ مجھے تاکید کی گئی ہے کہ میں گفتگو میں پہل نہ کروں مگر مجھے بڑی بے چینی ہے۔ پلیز یہ بتا دو کیا جلال بیگ تک پہنچ گئے ہو؟"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہاں تم نے یہی بات کہی تھی"۔

"تم فکر نہ کرو۔ بس ان سے باتیں کرنا۔ باقی میں سمجھ لوں گا"۔

یہ کہہ کر میں باتھ روم میں چلا گیا۔ وہ دوسرے کمرے میں گئی اور بیرونی دروازے کو کھول دیا۔ کھلے ہوئے دروازے کے سامنے تین آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے اسے دیکھتے ہی کہا "ہیلو! تم نے اپنے متعلق کوئی خبر نہیں دی؟"

میں نے لیزا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے کہا "اندر آجاؤ جس کے ڈر سے میں نے خبر نہیں دی وہ مجھے گولی مار سکتا ہے"۔

وہ تینوں فوراً ہی اندر آگئے۔ ایک نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے؟ تم پریشان ہو؟"

"ماسٹر نیومین اور مادام روزانہ جس شخص کو بی سی کہتے ہیں۔ وہ میری کار میں بیٹھ کر لیورپول تک آیا۔ پھر اس نے مجھے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ میں اتنا ناداں نہیں ہوں۔ تم لوگوں کی چالاکیاں سمجھتا ہوں۔ سیدھی طرح یہاں سے اپنے گھر جا کر آرام سے سو جاؤ ورنہ اگر تم نے اپنے آدمیوں سے ملنے کی کوشش کی یا مادام روزانہ کے خلاف اور کوئی قدم اٹھایا تو میں کہیں سے بھی تمھیں گولی مار سکتا ہوں"۔

اس شخص نے پوچھا "لیکن اسے کیسے معلوم ہوا کہ ہم نے مادام روزانہ کو اپنے قبضے میں کیا ہوا ہے؟"

"یہ میں نہیں جانتی۔ آخر وہ لوگ سپر ماسٹر کے اہم آدمی ہیں۔ ان کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ وہ اب تک یہ معلوم کر چکے ہوں گے کہ تم لوگوں نے مادام روزانہ کو باندھ کر ہاسٹور روم میں بند کر دیا ہے اور پتہ نہیں وہ ہمارے خلاف کیسے اقدامات کریں"۔

ایک اور شخص نے کہا "گھبراؤ نہیں۔ تم اس بند فلیٹ

میں نے جواب دیا "میری قسمت اچھی تھی اور جلال بیگ کی قسمت تو بگڑ ہی چکی ہے اس کا ٹرانسمٹر بگڑ گیا تھا۔ وہ میری اور تمھاری گفتگو نہیں سن سکا اور نہ ہی اسے یہ معلوم ہو سکا کہ میں ہی بی سی کہلاتا ہوں"۔

میری بات ختم ہوتے ہی کال بیل کی آواز سنائی دی۔ لیزا نے چونک کر کہا "شاید میرے ساتھی ہیں۔ وہ معلوم کریں گے کہ بی سی کہلانے والے جس شخص کو میں گھیر کے لائی تھی اسے میں نے ان کے پاس کیوں نہیں پہنچایا؟"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستگی سے کہا "میں باتھ روم میں جا رہا ہوں۔ تم دروازہ کھول کر آنے والے سے باتیں کرو"۔

وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی "لیکن میرے آدمی ہوں گے تو وہ میرے فلیٹ کی تلاشی لیں گے۔ باتھ روم میں بھی جھانک کر دیکھیں گے"۔

"تم فکر نہ کرو۔ بس ان سے باتیں کرنا۔ باقی میں سمجھ لوں گا"۔

یہ کہہ کر میں باتھ روم میں چلا گیا۔ وہ دوسرے کمرے میں گئی اور بیرونی دروازے کو کھول دیا۔ کھلے ہوئے دروازے کے سامنے تین آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے اسے دیکھتے ہی کہا "ہیلو! تم نے اپنے متعلق کوئی خبر نہیں دی؟"

میں نے لیزا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے کہا "اندر آجاؤ جس کے ڈر سے میں نے خبر نہیں دی وہ مجھے گولی مار سکتا ہے"۔

وہ تینوں فوراً ہی اندر آگئے۔ ایک نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے؟ تم پریشان ہو؟"

"ماسٹر نیومین اور مادام روزانہ جس شخص کو بی سی کہتے ہیں۔ وہ میری کار میں بیٹھ کر لیورپول تک آیا۔ پھر اس نے مجھے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ میں اتنا ناداں نہیں ہوں۔ تم لوگوں کی چالاکیاں سمجھتا ہوں۔ سیدھی طرح یہاں سے اپنے گھر جا کر آرام سے سو جاؤ ورنہ اگر تم نے اپنے آدمیوں سے ملنے کی کوشش کی یا مادام روزانہ کے خلاف اور کوئی قدم اٹھایا تو میں کہیں سے بھی تمھیں گولی مار سکتا ہوں"۔

اس شخص نے پوچھا "لیکن اسے کیسے معلوم ہوا کہ ہم نے مادام روزانہ کو اپنے قبضے میں کیا ہوا ہے؟"

"یہ میں نہیں جانتی۔ آخر وہ لوگ سپر ماسٹر کے اہم آدمی ہیں۔ ان کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ وہ اب تک یہ معلوم کر چکے ہوں گے کہ تم لوگوں نے مادام روزانہ کو باندھ کر ہاسٹور روم میں بند کر دیا ہے اور پتہ نہیں وہ ہمارے خلاف کیسے اقدامات کریں"۔

ایک اور شخص نے کہا "گھبراؤ نہیں۔ تم اس بند فلیٹ

میں محفوظ رہوگی۔ ہم باہر جاتے ہیں۔ اگر کوئی بھی راہ دشمن نظر آیا تو اس سے نمٹ لیں گے۔"

وہ لوگ تسلیاں دے کر باہر چلے گئے۔ لیزا نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگی۔ اس وقت تک میں باتھ روم سے نکل کر آگیا تھا اور اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ گئی، مسکراتے ہوئے میرے پاس آگئی۔ اس کے بعد ہم بڑی دیر تک مسکراتی ہوئی گھڑیاں گزارتے رہے پھر میں نے کہا: "بہت رات ہو چکی ہے۔ تم آرام سے سو جاؤ۔"

"اور تم؟"

"میں سونے سے پہلے اپنے لوگوں کی خیریت معلوم کرتا ہوں۔ اس کے بعد سوتا ہوں۔"

میں ایک کرسی پر آکر آرام سے بیٹھ گیا۔ پھر آنکھیں بند کرلیں۔ رابطہ قائم کرتے وقت سب سے پہلے سونیا کا ہی دماغ میں آیا کیونکہ وہ سب سے آخر میں اس سے رابطہ قائم کرتا تھا۔ کیونکہ وہی ایک ہستی ایسی تھی جس کے متعلق میں ہمیشہ مطمئن رہتا تھا۔ مجھے کبھی یہ پریشانی لاحق نہیں رہی کہ کوئی دشمن اس کا کچھ بگاڑ سکے گا۔

میں ایک پیتے کا باپ بننے والا تھا۔ میری توجہ ہونق کی طرف رہتی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ سو رہی تھی۔ ایک دم سے چونک کر بیدار ہوگئی۔ پھر اس نے خلا میں گھورتے ہوئے پوچھا: "فرہاد کیا تم ہو؟"

"ہاں، میں ہوں۔ تم نے سونے سے پہلے اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ میری سوچ کی لہروں سے بیدار ہو جاؤ گی۔"

وہ مسکرا کر بولی: "ہاں، میں تمہیں بھی اچھی طرح جانتی ہوں تم بھی میری طرف سے محتاط ہو کر اسی طرح اپنے دماغ کو ہدایات دیتے ہو گے۔"

"چلو کوئی بات نہیں ہے۔ میاں بیوی خواہ کتنے ہی گہرے رشتے میں ڈوب جائیں پھر بھی وہ ایک دوسرے سے اپنی کوئی نہ کوئی چھوٹی بڑی بات چھپاتے ہیں۔ بات چھپانے میں یہ مقصد نہیں ہوتا کہ ایک دوسرے کے اعتماد کو دھوکا دے رہے ہیں۔ بس یہ انسانی فطرت ہے۔ کسی نہ کسی مجبوری سے بھی کوئی بات چھپائی جاتی ہے۔ اس لیے ہم اپنے دماغوں پر ایسے تالے ڈال دیں کہ کوئی ایک دوسرے کی اجازت کے بغیر اندر نہ آسکے تو اس میں برا ماننے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"میں برا نہیں مانتی۔ بولو، اس وقت کیا کر رہے ہو؟"

"سونے جا رہا ہوں۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"بہت ہی خاص بات ہے۔ میں جلال بیگ کے دماغ میں پہنچ چکا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "کیا سچ؟"

"ہاں بالکل سچ۔ میں نے ابھی اس کے دماغ کو چھیڑا نہیں ہے۔ چپکے چپکے اسے ذہنی پریشانیوں میں مبتلا کرتا رہوں گا، ویسے وہ پہلے ہی سے دماغی خلجان میں مبتلا رہتا آیا ہے۔ ہر لمحہ مجھ سے دہشت زدہ رہتا ہے۔"

"فرہاد، اس کم بخت کو زندہ نہ چھوڑنا۔ اس کی وجہ سے ہماری ممی ماری گئیں۔ میں وہ منظر کبھی نہیں بھول سکتی جب ممی نے میری جان بچانے کے لیے میرے سامنے ڈھال بن کر دشمن کی گولی اپنے سینے پر کھائی تھی اور وہ دشمن اسی جلال بیگ کا بھیجا ہوا تھا۔ اسی نے ہمیں جنگلوں میں بھٹکایا تھا۔"

"میں یک لخت اسے مار ڈالوں گا تو وہ زندگی کے غموں سے نجات پا جائے گا۔ میری طرف سے جو اندیشے ہر لمحے اسے کھائے جا رہے ہیں انہیں اسے کھانے دو۔ آہستہ آہستہ مرنے دو۔"

وہ جمائی لینے لگی۔ میں نے کہا: "تم کچی نیند سے بیدار ہوئی ہو۔ سو جاؤ۔ کل ملاقات ہوگی۔"

وہ انگڑائی لیتے ہوئے بولی: "ہائے، میں بہت تھک گئی ہوں لیکن سونے سے پہلے یہ کہہ دوں کہ میں نے سونیا سے دماغی رابطہ قائم کیا تھا۔"

"کیا واقعی؟"

"میں نے اسے بتا دیا ہے کہ میری صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں اور اسے تاکید بھی کی ہے کہ کسی اور کو یہ بات نہ بتائے۔ میں جانتی ہوں تم بھی اس سے کوئی بات نہیں چھپاتے ہو۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ جو اسے بتا دیا۔"

"میں نے اسے شادی کی مبارک باد بھی دی ہے۔"

"رہسونتی، تم بہت ہی فراخ دل ہو، مجھے تم سے یہی امید تھی۔"

"لیں اب خوشامدیں نہ کرو۔ میں سو رہی ہوں اب جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیے۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ لیزا بستر پر گہری نیند سو رہی تھی اچانک مجھے مادام روزانہ کا خیال آیا میں اسے بھول ہی گیا تھا۔ میں نے فوراً اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ واقعی وہ اسٹور روم میں بندھی پڑی تھی۔ دروازہ باہر سے بند تھا۔ اس کے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اور اوپر سے ہونٹوں پر ٹیپ چپکا دیا گیا

تھا۔ دونوں ہاتھ پشت کی طرف بندھے ہوئے تھے۔ وہ اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے تک نہیں لا سکتی تھی۔ بہرحال وہ بری طرح مجبور تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو روزانہ کس حال میں ہو؟"

وہ بولی: "جان بوجھ کر پوچھ رہے ہو؟"

"اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ سونیا سے کبھی پوچھنے کی نوبت نہیں آئی۔ اس نے دشمنوں کو کبھی ایسا موقع نہیں دیا۔ کیا تم اسی بات پر سونیا سے برتری کا دعویٰ کرتی رہی تھیں؟"

"بکنے دو۔ ماسٹر کو اطلاع دو۔"

ماسٹر نیومین سونے جا رہا تھا۔ میں نے اسے اطلاع دی کہ مادام روزانہ اپنی رہائش گاہ کے ایک اسٹور روم میں بندھی پڑی ہیں۔ مختصر طور پر میں نے اپنے تمام حالات سنا دیے۔ اس نے فوراً ہی اپنے ماتحتوں کو بلایا اور انھیں مادام روزانہ کی رہائش گاہ کی طرف روانہ کر دیا۔

اس کے بعد میں نے کہا: "ہمارے درمیان یہ بات طے پائی تھی کہ آپ کا سپر ماسٹر میرے اور جلال بیگ کے درمیان نہیں آئے گا اور میں نے بھی کہا تھا کہ آئندہ میں سپر ماسٹر سے کسی قسم کی امداد حاصل نہیں کروں گا۔"

ماسٹر نیومین نے کہا: "مجھے یاد ہے لیکن آپ کو بھی یاد ہونا چاہیے کہ سپر ماسٹر کی تنظیم سے ہٹ کر ہم آپ کے کام آتے رہیں گے۔ یہ میرا وعدہ تھا۔"

"آپ کا وعدہ یاد ہے۔ ابھی ایک کام آپ سے آپڑا ہے۔"

"آپ حکم دیں جو بھی کام ہوگا میں ذاتی طور پر انجام دوں گا۔"

"ماسٹر! پاکستان میں میری ایک ایسی بہن ہے جس کا حکم بھی ٹال نہیں سکتا اور اس کا حکم ہے کہ میں اڑتالیس گھنٹے کے اندر پاکستان پہنچ جاؤں۔ کیا اس کے انتظامات ہو سکتے ہیں؟"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ کیا آپ میک اپ میں جائیں گے؟"

"ظاہر ہے وہ نہ میرے آس پاس بھٹکنے لگ جائے گی۔"

"میں آپ کے میک اپ کا اور عارضی رہائش کا بندوبست کرتا ہوں۔ آپ اس وقت کہاں ہیں؟"

میں نے لیزا کے فلیٹ کا پتہ بتاتے ہوئے کہا: "آپ یہاں گاڑی بھیج دیں اور یہ بتا دیں کہ میری عارضی رہائش کہاں ہوگی؟ اور میں لندن سے لاہور کس طرح یہاں سے جاؤں گا؟"

"آپ ذرا انتظار کریں۔ ابھی تمام معلومات حاصل ہو جائیں گی۔"

"ماسٹر ایک بات اور۔ یہ بات مادام روزانہ کو بھی نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں پاکستان جا رہا ہوں۔"

"فرہاد صاحب! آپ کا راز صرف میرے دل میں محفوظ رہے گا۔ میں اس تنظیم کے کسی بھی فرد کو آپ کے متعلق کچھ نہیں بتاؤں گا جو بھی مجھ سے پوچھے گا۔ میں یہی کہوں گا کہ آپ اچانک لندن سے غائب ہو گئے ہیں یا پھر ہم سے رابطہ قائم نہیں کر رہے ہیں۔"

میں ماسٹر کے دماغ سے واپس آگیا۔ دس منٹ کے بعد پھر میں نے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا: "جناب! میں اپنے ایک ماتحت کو بلا کر بتا رہا ہوں کہ آپ اس کی سوچ کو پڑھ لیں، وہ گاڑی لے کر آپ کے پتے پر ابھی پہنچنے والا ہے۔"

اس نے اپنے ماتحت کو بلایا۔ اس سے باتیں کیں۔ اسے ہدایت دی کہ کس پتے پر ابھی جانا چاہیے۔ یہ معاملہ طے ہونے کے بعد میں دماغی طور پر لیزا کے فلیٹ میں حاضر ہو گیا وہ گہری نیند میں تھی۔ میں اسے اسی حالت میں چھوڑ کر جانا چاہتا تھا جس حد تک دوستی ضروری تھی وہ ہو چکی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ میں جھانک کر کہا: "لیزا! تم سو رہی ہو اور اسی طرح سوتی رہو گی۔ میں جا رہا ہوں۔ جب بیدار ہو تو یہ سمجھ لینا کہ میں نے جاتے وقت اخلاقاً تم سے اجازت حاصل کی تھی۔"

اس کے دماغ میں خواب کا سا منظر تھا اور اسی منظر میں وہ مجھے دیکھ رہی تھی اور آگے بڑھ کر ہاتھ بڑھاتے ہوئے مجھے روک رہی تھی: "نہیں فرہاد! نہ جاؤ، اب تو میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

"مجھے افسوس ہے میری دوستی کی عمر بہت مختصر ہوتی ہے اس لیے مجھے بھولنے کی کوشش کرنا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ تم کوئی بھلا دینے والی چیز ہو۔ میں تو جتنا بھلاؤں گی اتنا ہی یاد آؤ گے۔"

"میں تم سے زیادہ بحث نہیں کر سکتا۔ میری روانگی کا وقت ہو رہا ہے۔ تمہاری خوابیدہ آنکھوں کے سامنے سے اب یہ منظر گم ہو رہا ہے، میں گزرنے والا وقت ہوں۔ تمہاری زندگی سے گزر چکا ہوں، مٹ چکا ہوں۔ اب تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکو گی اور اس وقت بھی نہیں دیکھ رہی ہو۔"

اس کے خوابیدہ دماغ سے وہ منظر گم ہو گیا۔ اب وہ خواب نہیں دیکھ رہی تھی۔ بے خواب نیند میں تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا۔ ماسٹر نیومین کا ماتحت میرے لیے گاڑی لے کر فلیٹ کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ میں نے وہاں سے

چلتے وقت سوچا۔ اگر میں فلیٹ سے نکل کر جاؤں گا تو اس فلیٹ کا بیرونی دروازہ کھلا رہے گا۔ ایک جوان حسین لڑکی یہاں سو رہی ہے۔ کوئی بھی یہاں داخل ہو کر اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔

میں نے لیزا کے دماغ میں جھانکتے ہوئے کہا "میں جا رہا ہوں اٹھو اور فلیٹ کے دروازے کو اندر سے بند کر لو لیکن تم اس طرح اٹھو گی کہ نیند کی حالت میں چلتی ہوئی آؤ گی۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق اٹھنے لگی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے سہارا دے رہا تھا۔ وہ سوچ کی لہروں پر بہتی ہوئی، میرے ساتھ چلتی ہوئی فلیٹ کے دروازے تک آئی۔ میں رخصت ہونے لگا۔ رخصت ہونے کا منظر اس کے خواب میں تھا۔ وہ رخصتی لمحوں کو خواب کی صورت میں دیکھ رہی تھی۔ پھر میں اسے چھوڑ کر دروازے سے باہر آ گیا۔ اس کے دماغ کو کنٹرول کرتے ہوئے دروازے کو اندر سے بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔ اس کے بعد وہ اسی طرح نیند کی حالت میں چلتی ہوئی اپنے بستر پر پہنچی اور وہاں آرام سے لیٹ گئی۔

میں اس کی طرف سے مطمئن ہو کر سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آیا۔ گلی میں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تو وہی کار میرے لیے آئی تھی۔ میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور بیٹھ گیا۔ ماسٹر ٹوبن کے ماتحت نے پلٹ کر مجھے دیکھا میں اپنے اصلی روپ میں تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ حیرت اور مسرت سے بولا "جناب! یہ آپ ہیں؟ میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ آپ کو دیکھ رہا ہوں اور آپ کی خدمت کے لیے آیا ہوں۔"

میں نے مسکرا کر کہا "گاڑی آگے بڑھاؤ۔ یہاں ٹھیرنا مناسب نہیں ہے۔"

اس نے فوراً گاڑی کو اسٹارٹ کیا۔ پھر اسے آگے بڑھا دیا۔ میں نے پوچھا "تم مجھے دیکھ کر حیران ہو رہے ہو۔ کیا ماسٹر نے تمھارے سامنے میرا ذکر نہیں کیا تھا؟"

"ماسٹر بہت کم گو ہے۔ اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ مجھے یہاں آنا ہے اور یہاں سے آپ کو پکاڈلی اسٹریٹ کے ایک فلیٹ میں پہنچانا ہے۔"

لیزا کے فلیٹ سے پکاڈلی اسٹریٹ زیادہ دور نہیں تھی۔ میں وہاں کے ایک فلیٹ میں پہنچ گیا۔ اس فلیٹ میں ایک ملازم میرا منتظر تھا۔ اس نے کہا "جناب! آپ ماسٹر سے رابطہ قائم کر لیں۔ وہ آپ سے ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے ماسٹر کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "آج رات آپ اس فلیٹ میں آرام کریں۔ کل صبح ایک میک اپ مین آپ کے پاس آئے گا اور آپ کے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلیاں کر دے گا۔ کل تک پاسپورٹ وغیرہ تیار ہو جائیں گے۔ کل دوپہر کی فلائٹ میں آپ کے لیے ایک سیٹ ریزرو کرا دی گئی ہے۔"

میں نے ماسٹر کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اس سے رخصت ہو کر فلیٹ کے ملازم سے کہا "میرے لیے سینڈوچز اور کافی لے آؤ۔"

"جناب! کچن میں کھانے کا انتظام نہیں ہے۔ آپ انتظار کریں تو میں باہر سے لے آتا ہوں۔"

میں نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ پھر ایک آرام دہ صوفے میں دھنس گیا۔ ارادہ تھا کہ پہلے شاہینہ اور سونیا سے رابطہ قائم کر کے انھیں اپنی آمد کی خوش خبری سناؤں لیکن جلال بیگ کا خیال آیا۔ میں اس بیمار آسیب زدہ کو پہلی ہپناٹزم کی پہلی خوراک دے چکا تھا۔ اب دوسری خوراک کے لیے اس کے پاس پہنچ گیا۔ بے چارہ پیرس پہنچ چکا تھا اور وہاں کے ایک بنگلے میں ایک بیمار کی طرح بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس کی طبیعت اور بگڑ گئی تھی۔ اس کے اندر کچھ عجیب سی گھبراہٹ پیدا ہو رہی تھی۔

اس کے بستر کے پاس کھڑا ہوا ایک ڈاکٹر کہہ رہا تھا۔ "آپ کچھ بولتے نہیں ہیں۔ اندر ہی اندر گھلتے جا رہے ہیں۔ میں آپ کا ایک بہت پرانا قابل اعتماد ڈاکٹر ہوں۔ غم از کم میرے سامنے زبان کھولیں۔ اپنے دل کا حال سنائیں۔ اگر میں کسی ماہر نفسیات کی خدمات حاصل کروں تو بے کار ہو گا کیونکہ آپ اس ماہر نفسیات کے سامنے بھی زبان نہیں کھولیں گے۔ آپ کے دل و دماغ میں یہی بات بیٹھی ہوئی ہے کہ فرہاد کسی کے بھی ذریعے آپ کے دماغ میں پہنچ جائے گا۔ یہ تو بڑی مشکل ہے۔ آپ کا علاج کیسے کیا جائے؟"

جلال بیگ ایک کاغذ پر لکھنے لگا "میں آج ہمیشہ سے زیادہ پریشان ہوں۔ آج کی بات ہی کچھ اور ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ طیارہ پرواز کے دوران اس قدر کیوں ڈگمگا رہا تھا اور رہ رہ کر ہچکولے کیوں ہو رہی تھی۔"

ڈاکٹر نے اس تحریر کو پڑھ کر کہا "جناب! کچھ تو آپ سمجھنے کی کوشش کریں — طیارے میں کچھ خرابی ہو سکتی ہے۔ آپ کا پائلٹ بھی ذہنی طور پر پریشان تھا۔ اس سے بھی کچھ غلطیاں ہوئی ہوں گی۔ آپ ایک ہی بات کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے آپ کو روگ لگاتے رہتے ہیں۔"

اتنے میں بگ باس کی تنظیم کے کچھ اہم افراد کمرے میں آ گئے۔ ڈاکٹر نے ایک چھوٹے سے گلاس میں دوا انڈیل کر کہا

"اسے پی لیجیے۔ آپ کے اعصاب میں جو کھنچاؤ ہے۔ اس میں کمی ہو گی۔ ذرا سکون حاصل ہو گا۔"

جلال بیگ نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس چھوٹے سے گلاس کو لیا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو کپکپانا شروع کر دیا۔ وہ دماغی طور پر حاضر تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ نہیں کیا تھا لیکن اس کی سوچ کو ذرا کمزور کر کے اپنی سوچ کو حاوی کر دیا تھا۔

وہ بری طرح دہشت زدہ ہو کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے لرزتے ہوئے ہاتھ کو دیکھنے لگا۔ گلاس میں جو دوا تھی وہ آہستہ آہستہ چھلک رہی تھی۔ وہ بے اختیار بولنے لگا "دیکھو! دیکھو ڈاکٹر۔ میرا ہاتھ کانپ رہا ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں مگر یہ کپکپی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہی ہے۔ فرہاد میرے دماغ میں پہنچ چکا ہے۔۔۔۔"

اس نے گلاس کو ایک طرف پھینک دیا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ فرہاد آپ کے دماغ میں نہیں ہے۔ آپ کو وہم ہو گیا ہے۔"

دوسرے ماتحت جو آس پاس کھڑے ہوئے تھے وہ بھی اسے سمجھانے لگے۔ جلال بیگ فوراً ہی اپنے بستر سے اتر کر فرش پر کھڑا ہو گیا۔ سہمی ہوئی نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس وقت میں اس کے دماغ پر قابض تھا۔ وہ بچوں کی طرح ڈرتا ہوا پیچھے ہٹتا ہوا، الماری کے پاس چلا گیا اور وہاں دبک کر اکڑوں بیٹھ گیا۔ سر جھکا کر کہنے لگا "فرہاد آئے تو کہہ دینا میں گھر پر نہیں ہوں۔ سمجھے اسے میرا پتہ نہ بتانا۔"

وہ سب لوگ خاموش کھڑے ہوئے اپنے بگ باس کو دیکھ رہے تھے۔ اس نے کتنا اونچا نام رکھا تھا۔ بگ باس! لوگ طاقت کے گھمنڈ میں جانے اپنے کیسے کیسے نام رکھ لیتے ہیں۔ غرور میں بھول جاتے ہیں کہ ازل سے آج تک کتنی ہی بے شمار بڑی بڑی طاقتیں مٹی میں مل چکی ہیں۔ جب کہ وہ میری ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں نہیں آیا تھا تو بہت ہی پُراسرار اور بہت ہی بارسوخ ذرائع کا مالک نظر آتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ دنیا کو ٹھوکروں میں اڑا رہا ہو۔ وہ مجھ کو اور میری صلاحیتوں کو چنگلوں میں جھٹکا رہا تھا۔ جو دل میں آ رہا تھا وہ کرتا چلا جا رہا تھا اور اب؟ اب وہ کیا تھا؟ ایک چیونٹی بھی اس سے برتر اور برتر تھی۔

جب وہ اتنا ہی حقیر ہو گیا تھا تو اسے زندہ رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں پلک جھپکتے ہی اس کا کام تمام کر سکتا تھا۔ خود کو جہاں پاک ہو جاتا لیکن مجھے تسلی نہ ہوتی۔ اس نے جس طرح سائرہ بانو کو پریشان کیا تھا جس طرح ممی اس کی وجہ سے ماری گئی تھیں اور جس طرح اس نے ہمارے ملک کے خلاف سازشیں کی تھیں تو اس کی سزا یہ نہیں تھی کہ اسے یک لخت مار دیا جاتا۔ نہیں اسے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہیے۔ دنیا والوں کے سامنے ایک عبرت ناک تماشہ بنانا چاہیے۔ پھر یہ کہ وہ ایک اسرائیلی مہرہ تھا۔ میں اس مہرے کے ذریعے ان کی بچھائی ہوئی بساط تک پہنچ سکتا تھا۔

وہ الماری کے پاس پھپھنے کے انداز میں اکڑوں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ تب وہ اپنے آپ کو حیرانی سے دیکھنے لگا۔ اس وقت تک اس کے ماتحت قریب آ گئے تھے اور اسے پکڑ کر کہہ رہے تھے "جناب! آپ بہت پریشان ہیں یہاں آرام سے لیٹ جائیں۔ فرہاد نہیں آئے گا۔ ہم سب آپ کی حفاظت کے لیے موجود ہیں۔"

وہ ان لوگوں کے ہاتھوں کو جھٹک کر کھڑا ہو گیا۔ پھر کپکپاتے ہوئے لہجے میں بولا "میں۔ میں فرہاد سے نہیں ڈرتا ہوں۔ میں یہاں کیسے آ گیا؟"

ڈاکٹر نے کہا "آپ کی حالت بگڑتی جا رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک دن آپ ذہنی توازن کھو بیٹھیں۔ آپ خاموشی سے بستر پر آ کر لیٹ جائیں۔ میں انجکشن لگاتا ہوں۔ آپ کو گہری نیند آ جائے گی۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بستر پر آ کر بیٹھا۔ پھر یک بیک اچھل کر کھڑا ہو گیا اور گھبراتے ہوئے انداز میں بولا "کیا میں اتنی دیر سے تم لوگوں کے سامنے بول رہا ہوں۔ کیا میں نے اپنی زبان کھولی ہے؟ فرہاد، تم میں سے کسی کے دماغ میں ہر گز نہ وہ میری آواز سن رہا ہو گا اور اب میرے دماغ میں پہنچ رہا ہو گا۔"

ڈاکٹر نے اس کے ماتحتوں سے کہا "پلیز آپ لوگ انھیں زبردستی بستر پر لٹا دیں۔ انھیں انجکشن لگانا بہت ضروری ہے۔"

اس کے تمام ماتحتوں نے اسے پکڑ لیا بلکہ جکڑ لیا اور اسے بستر پر لٹا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر اس کے بازو میں انجکشن لگا رہا تھا۔ اس کے چند لمحے بعد جلال بیگ کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں، وہ نیند میں ڈوب رہا تھا۔

میرے مریض کے لیے یہ دوسری خوراک کافی تھی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ملازم میرے لیے کھانا لے آیا تھا۔ میں کھانے لگا۔ کھانے کے بعد سگریٹ کی طلب ہوئی۔ رائٹ ایرو کے میک اپ میں رہ کر مجھے بہت زیادہ سگریٹ پینا

پڑا تھا۔ پھر وہی لت پڑنے والی تھی۔ میں نے پوری قوتِ ارادی سے کام لیتے ہوئے سگریٹ کی طلب کو کچل دیا۔ آہستہ آہستہ چسکی لیتے ہوئے کافی پینے لگا۔

اس وقت رات کا ایک بج رہا تھا۔ پاکستان میں صبح کے چھ بجنے والے تھے۔ سونیا اور شاہینہ بیدار ہو گئی تھیں۔ شاہینہ نے اس رات بھی سونیا کو ضد کر کے اپنے ہی پاس سلایا تھا۔ وہ بیدار ہونے کے بعد اس کے بازو پر سر رکھے لیٹی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی: "بھابی! آپ کے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سنائی دے رہی ہے۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا: "کیا زبیر کی دھڑکنیں بھی اسی طرح سنتی ہو؟"

"آنے دیجیے بھائی جان کو۔ یہی سوال میں آپ سے کروں گی۔" سونیا ہنسنے لگی۔ پھر اس نے کہا: "شاہینہ! آج دوپہر کو مولوی صاحب آئیں گے وہ جو دوپہر کی نماز ہوتی ہے اس کو کیا کہتے ہیں؟"

"اسے ظہر کی نماز کہتے ہیں۔ اچھا بتائیے۔ آپ نے پہلا کلمہ یاد کر لیا؟ میں چاہتی ہوں کہ آپ مولوی صاحب کے سامنے بیٹھ کر اسلام قبول کریں تو آپ کو پہلے ہی سے کلمہ یاد ہو۔"

"رات کو سونے سے پہلے یاد کیا تھا۔ تھوڑے پہلے میں دل میں دہرا لوں۔ پھر تمہیں سناتی ہوں۔"

وہ خاموش ہوئی۔ اس کی سوچ کلمہ پڑھ رہی تھی۔ پڑھنے کے دوران اٹک رہی تھی۔ ایک جگہ وہ بھول گئی۔ پھر شروع سے پڑھنے لگی۔ اس بار میں نے اس کی سوچ میں پڑھنا شروع کیا تو وہ خوش ہو کر بولی: "مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے سنو!"

وہ سنانے لگی۔ چونکہ میں اپنی سوچ کے ذریعے سہارا دے رہا تھا اس لیے اس نے سنا دیا۔ شاہینہ نے خوش ہو کر کہا۔ "شاباش پھر سنائیے۔"

اس بار میں چپ رہا۔ وہ اپنی یادداشت کے سہارے پڑھنے لگی۔ اس نے اٹک اٹک کر پڑھا مگر صحیح پڑھ لیا۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا: "مبارک ہو میرا اسلام اور تمہاری اسلامی زندگی مبارک ہو۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ شاہینہ نے پوچھا: "کیا ہوا بھابی؟"

سونیا نے اپنے سر پر آنچل رکھتے ہوئے پوچھا: "تم نے یہی بتایا تھا نا؟ کہ اپنے شوہر کا ذکر ہو تو پہلے سر پر آنچل رکھ لیا جائے؟"

"ہاں کیا آپ بھائی جان کا ذکر کرنے والی ہیں؟"

"وہ ہمارے درمیان موجود ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "سچ؟" پھر اس نے مجھے مخاطب کیا: "بھائی جان! آپ میری آواز سن رہے ہیں؟"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "ہاں سن رہا ہوں اور تمہاری خوشی بھی دیکھ رہا ہوں۔"

"میری خوشی تو اس وقت پوری ہو گی جب آپ میرا ایڈریس گھنٹے کے اندر پہنچیں گے اور اب اڑتالیس گھنٹے کم مت میں کتنے گھنٹے کم ہو گئے ہیں آپ ذرا حساب کر لیں۔"

"حساب کر چکا ہوں اور تمہیں ایک خوشخبری سنانے آیا ہوں۔"

"بس بس! میں سمجھ گئی، وہ خوشخبری یہی ہو سکتی ہے کہ آپ آ رہے ہیں۔"

"ہاں! آ رہا ہوں اب سے بارہ گھنٹے کے بعد شاید میرا سفر یہاں سے شروع ہو گا۔"

وہ ذرا ناراض ہو کر بولی: "شاید کا کیا مطلب ہے؟"

"یونہی میری زبان سے نکل گیا۔ میں ضرور آ رہا ہوں لیکن اس سے پہلے تمہیں اور سونیا کو بتا دوں گا کہ وہ طیارہ کس وقت لاہور پہنچے گا۔"

یہ کہہ کر میں نے شاہینہ کی زبان سے سونیا کو اپنی آمد کی خبر سنائی۔ وہ خوش ہو کر بولی: "کیا واقعی۔ مجھے یقین کر لینا چاہیے؟"

"یقین کر لو۔ یہ میری بہن کی ضد ہے۔ تم نے کہا تھا نا اگر میں نے اپنی بہن کی ضد پوری نہیں کی تو مجھے ایسا سنگدل اور پتھر سمجھو گی جو کسی رشتے کی محبت سے پگھل نہیں سکتا۔ میں پگھل چکا ہوں۔"

شاہینہ نے کہا: "بھائی جان! میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میرے اڑنے کے بغیر میری زبان کیسے ہل رہی ہے؟ اور میں کیسے بولتی جا رہی ہوں؟"

"میری بہنا! یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔ یہ بتاؤ مجھے ایئرپورٹ لینے آؤ گی؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ میرا تو جی چاہتا ہے ابھی سے جا کر زینہ پر بیٹھ جاؤں۔"

میں ہنسنے لگا: "ایک بات ہے بھائی جان۔ ہم سب کے سب آپ کو لینے آئیں گے لیکن بھابی نہیں آئیں گی۔"

"سونیا کیوں نہیں آئے گی؟"

"شادی سے پہلے آپ دلھن کو نہیں دیکھ سکتے اور دلھن بھی آپ سے نہیں مل سکتی۔ آپ لوگوں پر بڑی سخت پابندیاں

ہوں گی: نکاح کے بعد جو دستور ہے اسی دستور کے مطابق آپ کو بھابی کا منہ دیکھنا ہو گا۔"

"شاہینہ! میں جانتا ہوں تم میری اس شادی میں اپنے تمام ارمان پورے کرو گی۔ مجھے اور سونیا کو پوری طرح دولھا اور دلھن بنا دو گی لیکن ایک بات میری مان لو۔ بہت زیادہ دھوم دھام نہ کرنا۔ بہت سے لوگوں کو دعوت نہ دینا۔ صرف تمہارے سسرالی رشتے دار ہوں۔ سائرہ بانو کے خاندان والے ہوں اور سعید احمد چند اہم افسران کے ساتھ شریک ہوں۔ یہ بات پبلسٹی سے باہر نہ جائے ورنہ میری شادی کی خبر پھیلے گی تو ایسا مجمع لگے گا کہ دولھا، دلھن کو بھاگنا پڑے گا۔ صرف شادی کرانے والے ہی رہ جائیں گے۔"

"آپ کے دشمن بھاگیں گے۔ آپ ایسی باتیں منہ سے نہ نکالیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "یہ محاورہ غلط ہو گیا یہ باتیں منہ سے نہیں، سوچ کے ذریعے تمہارے پاس پہنچ رہی ہیں۔"

"میں آپ کی یہ بات مان لیتی ہوں کہ زیادہ دھوم دھام نہیں ہونا چاہیے لیکن میں جو کہوں گی آپ وہی کریں گے۔"

"ہاں بابا وہی کروں گا اور کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ آپ اب بھابی سے بالکل باتیں نہیں کریں گے۔ سوچ کے ذریعے بھی نہیں۔"

سونیا نے جلدی سے کہا: "یہ کیا کہہ رہی ہو۔ میں سرکاری فرائض کی پابند ہوں۔ دشمن میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں میں نے ان سے حملہ حاصل کی ہے۔ اگر ان کے کانوں میں یہ بھنک پڑ گئی کہ میں فائل لانے کے بجائے اپنی شادی کر رہی ہوں تو یہ شادی پتہ نہیں کیسے ہنگاموں میں بدل جائے گی۔ تمہارے بھائی جان سے مجھے ان مسائل پر گفتگو کرنا ہے۔"

"لیجیے دیجیے بھابی! ہمارے ہاں کی عورتیں باہر کے معاملات میں بالکل دلچسپی نہیں لیتیں۔ آپ نے لی ہے تو اب ساری ذمہ داری بھائی جان پر ہے۔ بھائی جان آپ کے دشمنوں سے نمٹ لیں گے۔ اب ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ آپ یہاں بالوں بیٹھیں گی اور دشمنوں سے مقابلہ بھی کرتی رہیں گی۔ نہیں ہمارے ہاں کی دلھنیں ایسا نہیں کرتی ہیں۔"

میں نے چپکے سے سونیا کے دماغ میں کہا: "بھئی اس کی بات مان لو۔ ہم چپ چاپ سوچ کے ذریعے ان مسائل پر باتیں کر لیں گے۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے اس کے گردن میں بانہیں ڈال کر کہا: "میری جان تم فرہاد کی جان ہو۔ تمہاری بات میں کیسے ٹال سکتی ہوں۔ اب وہ میرے دماغ میں آ کر باتیں کرنا چاہیں گے تو میں بولنے سے انکار کر دوں گی۔"

"یہ ہوئی نا بات۔ میں ابھی جا کر سب لوگوں کو بھائی جان کے آنے کی خوشخبری سناتی ہوں۔"

وہ پلنگ سے اتر کر کھڑی ہو گئی۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی دروازے تک گئی۔ وہاں پہنچ کر وہ ٹھٹک گئی۔ پلٹ کر بولی: "بھائی جان! آپ کہاں ہیں؟"

میں نے اس کے دماغ میں کہا: "میں تمہارے پاس ہوں۔"

"چلیے بھابی کے کمرے سے باہر جائیے۔ آپ یہاں میری غیر موجودگی میں بھی نہیں آ سکتے۔"

"اچھا، میں جا رہا ہوں۔ یہاں بھی میری بہت سی مصروفیات ہیں۔ خدا حافظ۔ میں پھر آؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں چپ ہو گیا۔ وہ چند لمحوں تک آنکھیں پھاڑے خلا میں تکتے ہوئے انتظار کرتی رہی۔ جب اس نے اپنے دماغ میں مجھے محسوس نہیں کیا تو مطمئن ہو کر دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔ "دیکھیے بھابی! اپنے وعدے پر قائم رہیے گا۔ بھائی جان آئیں تو جھگا دیجیے گا۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلی گئی۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "دیکھا بہن کیا ہوتی ہے۔ شادی میری ہو رہی ہے لیکن اسے دنیا جہان کی خوشیاں مل رہی ہیں۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا: "کیا تمہارے ہاں اتنی سختی سے پردے کی پابندی ہوتی ہے؟"

"اکثر گھرانوں میں پردے کا بہت ہی سخت رواج ہے لیکن ہمارے درمیان نکاح پڑھانے تک کی بات ہے۔ اس وقت تک شاہینہ کی بات ماننی پڑے گی۔ ہم اس کی موجودگی میں ایک دوسرے سے نہ تو مل سکتے ہیں نہ باتیں کر سکتے ہیں۔"

"ویسے فرہاد تمہارے ہاں کی یہ مشرقی رسمیں بہت دلچسپ بھی ہیں اور بڑی معنی خیز بھی۔ جب ہم شادی سے پہلے ایک دوسرے کو نہیں دیکھیں گے۔ ایک دوسرے کے سامنے نہیں آئیں گے، ایک دوسرے سے باتیں نہیں کریں گے تو کتنی کشش پیدا ہوتی رہے گی۔ میرا دل تمہاری طرف اور تمہارا دل میری طرف لگا رہے گا۔ ہم یوں محسوس کریں گے جیسے پہلی بار مل رہے ہوں۔"

"ہم شاہینہ کی بدولت زندگی میں پہلی بار جائز لطف لینے میں منسلک ہونے والے ہیں۔ اس سے بڑی خوشی اور کوئی نہیں ہو سکتی لیکن اس خوشی میں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمارے ساتھ قدم قدم پر کوئی نہ کوئی مصیبت بھی چلتی رہتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ شادی کے پُرمسرت موقعے پر کوئی نیا ہنگامہ

کھڑا ہو جائے۔ ہمیں ہر پہلو پر غور کر لینا چاہیے۔ دشمنوں کی ناکہ بندی کر دینا چاہیے جب تک میری بہن کی تمام خوشیاں جھولی نہ ہوں اس وقت تک کوئی دشمن ہمارے راستے میں نہ آئے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو، ہمیں دشمنوں کو بھولنا نہیں چاہیے۔"

"صرف دشمنوں کو نہیں بلکہ ناگہانی آفتوں کو بھی نہیں بھولنا چاہیے کبھی کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ دشمن ہمارے راستے میں حائل نہیں ہوتے۔ کوئی عجیب قسم کی نئی مصیبت کھڑی ہو جاتی ہے۔"

"فرہاد! سب سے پہلے تو شاہینہ کی حفاظت کی جائے۔ جو شاہینہ کے نام سے پتلا بنا کر رکھا گیا ہے اس پتلے کی کمر سے شاہینہ کے سر کے بالوں کو کھول دیا جائے۔ اس جادو کا توڑ کیا جائے۔"

"میں ابھی چمکیلی کے چیلے بھوندو چمار کے پاس جا کر دیکھتا ہوں تم سعید احمد سے رابطہ قائم کرو۔ انھیں شادی کی بات دہرانا۔ صرف اتنا کہہ دینا کہ میں یہاں پہنچنے والا ہوں اس لیے وہ لاہور چلے آئیں۔ وہ میری آمد کے متعلق اپنے حاضر افسران کو بتا سکتے ہیں۔ زیادہ لوگوں کو یہ بات نہ معلوم ہو۔"

میں سونیا سے رخصت ہو کر بھوندو چمار کے ڈیرے میں پہنچا۔ اس وقت سات بجنے والے تھے۔ اچھی طرح دن نکل آیا تھا لیکن بھوندو گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ بلی جسے چمکیلی کہا جاتا تھا۔ وہ شیطان کے مجسمے کے قدموں میں سویا ہی تھی۔ میں نے بھوندو کے خوابیدہ دماغ میں جھانک کر معلوم کیا۔ پتہ چلا کہ وہ پچھلی رات تین بجے تک ماش کے دانوں پر منتر پڑھتا رہا تھا۔ ابھی ماش کا تھوڑا سا ڈھیر باقی رہ گیا تھا۔

اس نے چمکیلی سے وعدہ کیا تھا کہ بیدار ہونے کے بعد باقی ماش کے ڈھیر سے ایک ایک دانہ اٹھا کر منتر پڑھتا جائے گا اور اس دانے کو آگ میں پھینکتا جائے گا جس کے نتیجے میں ماش کا آخری دانہ طلسماتی اثرات سے اڑتا ہوا اس دیوار کی طرف جائے گا جہاں دنیا کا نقشہ لگا ہوا تھا۔ وہ دانہ اس ملک اور اس شہر کے نام پر جا کر چپک جائے گا جہاں فرہاد موجود ہو گا۔

میں نے بھوندو چمار کو اس طرح اٹھایا کہ اس کا جسم جاگتا رہا اور دماغ سوتا رہا۔ یعنی وہ نیند کی حالت میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر کھڑا ہو گیا۔ وہ میرے احکامات پر عمل کر رہا تھا۔ اپنی جگہ سے چلتا ہوا اس مٹی کے چھوٹے سے پتلے کے پاس آیا جو شاہینہ کے نام سے بنایا گیا تھا۔ اس پتلے کی کمر سے شاہینہ کے چند بال

بندھے ہوئے تھے۔ بھوندو نے ان بالوں کو کھول دیا۔ پھر میں پکڑ کر کھڑکی کے پاس آیا۔ سرکنڈے سے بنی ہوئی ٹوکری سی کھڑکی کھلی ہوئی تھی اُس نے ہاتھ کھڑکی سے باہر نکال کر ہوا میں کھول دی۔ وہ بال ہوا میں اڑ کر کہیں گم ہو گئے۔

وہ کھڑکی کے پاس سے پلٹ گیا۔ اس کے سر کے بال بڑھے ہوئے تھے کہ شانے سے نیچے تک آتے تھے۔ وہ ایک ایک بال کو توڑنے لگا۔ چار عدد بالوں کو توڑنے کے بعد اس نے انھیں پتلے کی کمر سے باندھ دیا۔ اب یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاہینہ کے بال وہاں بندھے ہوئے ہیں۔

میں ایسا احتیاط کر رہا تھا۔ دشمنوں پر یہ ظاہر نہیں چاہتا تھا کہ وہ میری خیال خوانی کی زد میں آ چکے ہیں۔ پھر اپنی جگہ آ کر اسی طرح لیٹ گیا۔ پھر میری خیال خوانی نے اسے دوبارہ گہری نیند میں گم کر دیا۔

میں چاہتا تو اس سیاہ بلی کی نیند سے فائدہ اٹھا سکتا تھا اگر وہ سچ مچ چمکیلی تھی تو میں بھوندو کے ہاتھ میں جا کر اس کے ہاتھوں اس بلی کو ہلاک کر سکتا تھا یا ماشہ کے دانے کو ایسے بھیج دیتا یا ان کے ڈھیر میں اضافہ کر دیتا کہ وہ منتر اختتام تک نہ پہنچ سکتا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں چاہتا تھا کیا ماش کا آخری دانہ وہاں سے اڑ کر دنیا کے جس شہر جگہ آ کر چپکتا ہے؟ اگر ایسا ہو گا تو یہ بڑی حیرت انگیز بات ہو گی اور میرے تجربے میں اضافہ بھی ہو گا۔

میں سونیا کے پاس واپس آیا۔ وہ ٹیلی فون پر سعید احمد سے باتیں کر رہی تھی، سعید احمد خوش ہو کر کہہ رہے تھے "میرا یار لاہور آ رہا ہے اور میں نہ آؤں؟ میں ہر حال میں شام تک وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

جب ان کی باتیں ختم ہو گئیں اور سعید احمد نے ریسیور رکھ دیا تو میں نے کہا "ہیلو سعید صاحب۔ کیا حال ہیں؟"

انھوں نے چونک کر کہا "ارے فرہاد، تم ہماری باتیں سن رہے تھے؟"

"جی ہاں سن رہا تھا۔ آپ نے سونیا سے یہ نہیں پوچھا کہ میں اچانک لاہور کیوں پہنچ رہا ہوں؟"

"تمھارے آنے کی خوشی ایسی تھی کہ اور کوئی سوال دماغ میں پیدا نہیں ہوا۔ تم بتا دو؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "اصل بات یہ ہے کہ ہماری شادی ہو رہی ہے۔"

"یہ ہماری کا مطلب کیا ہوا؟"

"میری اور سونیا کی شادی۔"

"اس کا بھی مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا تمھاری شادی پہلے نہیں ہوئی تھی؟"

"دل کے رشتے سے ہوئی تھی مگر ایمان سے نہیں ہوئی تھی اب سونیا اسلام قبول کر رہی ہے۔"

"اچھا ہو گیا۔ بھئی مبارک ہو۔ میں تو ابھی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

"اور دیکھیے۔ میں نے سونیا سے بھی کہا ہے۔ اپنی بہن شاہینہ کو بھی سمجھا دیا ہے۔ زیادہ دھوم دھام نہیں ہونا چاہیے۔ آپ تو جانتے ہیں۔ ہماری شادی کی بات عام ہو گی تو میلہ لگ جائے گا۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ میں صرف اہم افسروں کو تمھاری آمد کی اطلاع دوں گا۔"

میں نے تھوڑی دیر تک ان سے گفتگو کی۔ پھر سونیا کے پاس آ گیا۔ وہاں شادی کی خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔ شاہینہ زبیر منصور سلہری اور ان کے والدین سب شادی کی تیاریوں کے سلسلے میں ایک دوسرے کو ذمہ داریاں تقسیم کر رہے تھے۔

میں سونیا اور شاہینہ کو مخاطب کیے بغیر دماغی طور پر فلیٹ میں حاضر ہو گیا۔ اب اپنوں میں مرجانہ رہ گئی تھی۔ ابھی اس کی خبر تک معلوم کرنی تھی۔ اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ میرا خیال تھا وہ سو چکی ہو گی۔ میں اس کے خوابیدہ ذہن سے بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ مرجانہ کا قصہ ایک مقام پر آ کر اٹک گیا تھا یعنی اس کی تبدیلی اٹک گئی تھی۔ جو ڈاکٹر اس کا علاج کر رہا تھا اس نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ مرجانہ مکمل مرد نہیں بن سکے گی۔ وہ تبدیلی کے جس مرحلے پر پہنچ گئی ہے وہاں سے اسے عورت پن کی طرف واپس لایا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر کی یہ بات سن کر مرجانہ بری طرح ناراض ہو گئی تھی۔ اس نے ڈاکٹر سے علاج کرانے سے انکار کر دیا تھا اور اب کسی دوسرے ڈاکٹر سے مشورے لے رہی تھی۔ میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ خلافِ توقع جاگ رہی تھی اور اپنے سوٹ کیس میں کپڑے رکھ رہی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ سفر کی تیاری کر رہی ہے۔ میں حیران رہ گیا۔ رات کے دو بجے وہ کہاں جانے کی تیاری کر رہی تھی؟

میں نے اس کے دماغ کو کریدنا شروع کیا۔ تب ایک حیرت انگیز انکشاف ہوا۔ اسے میری اور سونیا کی شادی کا علم ہو گیا تھا۔ یہ بات اس لیے حیرت انگیز تھی کہ ابھی ہماری شادی کی بات یا تو شاہینہ کے خاندان والے جانتے تھے یا پھر مجھے اور رسونتی کو معلوم تھا۔ ماسٹر نیو مین ایک دوست کی حیثیت سے میری روانگی کے تمام انتظامات کر رہا تھا لیکن بے چارہ ہماری شادی کے متعلق نہیں جانتا تھا۔ پھر مرجانہ تک کس نے یہ خبر پہنچائی؟

ایک خیال سائرہ بانو کی طرف گیا۔ شاید انھیں شاہینہ کے ہاں جا کر یہ خبر مل گئی ہو گی اور انھوں نے بیٹی کو فوراً اطلاع دی ہو گی۔ میں نے پھر مرجانہ کے دماغ کو ٹٹولنا شروع کیا معلوم ہوا کہ سائرہ بانو سے رابطہ قائم نہیں ہوا ہے وہ اپنی امی کو اطلاع دیے بغیر اچانک لاہور پہنچنا چاہتی ہے اور کسی طرح ہماری شادی کو روکنا چاہتی ہے۔

میں نے مرجانہ کی سوچ میں کہا "اچھا ہوا مجھے یہ اطلاع مل گئی۔ اگر نہ ملتی تو سونیا فرہاد کی شریکِ حیات بن جاتی۔ اطلاع دینے والے کا شکریہ۔"

میری اس سوچ کے تصور سے اس کا ذہن اطلاع دینے والے کی طرف گھوم گیا۔ اب وہ سوچ رہی تھی اور میں سمجھ رہا تھا۔ قصہ یہ تھا کہ وہ رات کو دس بجے سو گئی تھی۔ ساڑھے گیارہ بجے اچانک ہی آنکھ کھل گئی۔ اس کے سرھانے ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔ میں ماریہ بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے کسی مرد کی آواز سنائی دی "آپ ماریہ نہیں مس مرجانہ ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں آپ کو مس کہوں یا مسٹر؟"

مرجانہ نے پوچھا "آپ کون ہیں؟"

"یہ نہ پوچھیں میں کون ہوں۔ یہ سمجھو کہ تم کون ہو۔ مس ہو یا مسٹر ہو؟ اگر مس ہو تو فرہاد کی محتاج ہو۔ اگر مسٹر ہو تو فرہاد سے اپنا حق چھیننے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ وہ سونیا سے شادی کرنے کے لیے کل یہاں سے لاہور جا رہا ہے۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر بے یقینی سے بولی۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"اگر تم میری سچائی کو سمجھنا چاہتی ہو تو فرہاد جب بھی رابطہ قائم کرے اس سے کہو کہ کل شام کو تم اس سے ملنا چاہتی ہو۔ وہ بہانے کرے گا۔ تم سے نہیں مل سکے گا۔ جانتی ہو کیوں؟ وہ کل شام سے پہلے ہی لندن چھوڑ دے گا۔ لاہور جانے کے لیے۔ سونیا کو حاصل کرنے کے لیے۔۔۔۔"

مرجانہ نے کہا "فرہاد اور سونیا کے بہت پرانے تعلقات ہیں۔ آج تک انھوں نے شادی کی ضرورت محسوس نہیں کی پھر اب یہ شادی کیسی؟"

"ایسی کہ تمھیں فرہاد صاحب کچھ زیادہ ہی مسلمان ہوتے جارہے ہیں اور وہ سونیا کو بھی مشرف بہ اسلام کرنے کے بعد اسے اپنی شریکِ حیات بنانا چاہتے ہیں۔ میں تو کہوں گا کہ وہ تمھارے ڈور سے فوراً ہی سونیا کو اپنا لینا چاہتا ہے۔ تم تیزی سے تبدیلی کے مراحل طے کرتے ہوئے مرد بننے والی ہو۔ اس سے پہلے وہ سونیا کو تم سے دور کردے گا۔"

وہ قائل ہوکر بولی: "فرہاد ایسا کرسکتا ہے اب میں کیا کروں جس طرح اڑ کر سونیا کے پاس پہنچ جاؤں؟"

"فکر نہ کرو۔ میں تمھارا دوست ہوں۔ ہر مرحلے پر تمھاری مدد کروں گا۔ تمھیں لندن سے لاہور پہنچاؤں گا۔ تم روانگی کی تیاری کرو۔ کل صبح تک تمھیں اور تمھارے پاپا کو ایسے پاسپورٹ مل جائیں گے جن سے تم دونوں بغیر کسی روک ٹوک کے لاہور پہنچ سکو گے۔ تمھارے لیے یہاں سے روانہ ہونے والے پہلے طیارے میں سیٹ ریزرو کرادی جائے گی۔"

"جب تم مجھ سے اس حد تک دوستی نباہ رہے ہو، میرے کام آرہے ہو تو اپنا نام بتاؤ، اپنا تعارف کراؤ۔ میں سامنے آؤ۔"

"مجھے افسوس ہے، میں تمھارے سامنے نہیں آسکوں گا۔ میں تمھاری دوستی کا دعویٰ کررہا ہوں اور اس کا عملی ثبوت دے رہا ہوں۔ آئندہ بھی تمھارے کام آتا رہوں گا۔"

"اس دنیا میں کوئی اپنی غرض یا لالچ کے بغیر کسی کے کام نہیں آتا۔ فرہاد علی تیمور جیسا دوست بھی اس وقت اپنی غرض کا بندہ بنا ہوا ہے۔ مجھے اندھیرے میں رکھ کر شادی رچانے جارہا ہے۔ تم جو کوئی بھی ہو اگر خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تو نہ سہی لیکن اپنا مقصد بیان کردو۔ بتاؤ اس سلسلے میں تم مجھ سے کیا چاہو گے؟"

"بائی گاڈ، میں تم سے اپنی دوستی اور امداد کے صلے میں کچھ نہیں چاہوں گا۔ میں تمھارے ساتھ بے لوث دوستی کا مظاہرہ کررہا ہوں گا۔ آزمائش شرط ہے۔ بس تیاری کرو۔ کل صبح تم سے فون پر گفتگو ہوگی۔"

یہ کہتے ہی دوسری طرف ریسیور رکھ دیا گیا۔ مرجانہ نے دو تین بار ہیلو ہیلو کہہ کر آواز دی۔ پھر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ بستر سے اٹھ کر ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگی۔ پھر اس نے اپنے پاپا کو بلایا اور فون پر ہونے والی گفتگو کا تفصیلی ذکر کیا۔ ڈیئر جمال نے ساری باتیں سننے کے بعد پریشان ہوکر کہا: "کہیں ایسا تو نہیں کہ دشمن ہمیں بے وقوف بنا رہے ہوں اور فرہاد صاحب کے خلاف بھڑکا رہے ہوں؟"

"پاپا! بھڑکانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم لاہور

جائیں گے اتنی سے ملاقات ہوگی اور سب سے بڑی بات یہ ہے میں سونیا سے ملوں گی، شادی ہورہی ہے یا نہیں۔ یہ سب باتیں معلوم ہوجائیں گی۔ جانے میں ہرج کیا ہے؟"

"یہاں تمھارا اغلاء ہورہا ہے۔"

آج شام کو جو ڈاکٹر نے نئے نسخہ لکھ کر دیے ہیں۔ اس کے مطابق میں دوائیں لے آئی ہوں۔ یہ دوائیں پاکستان میں بھی مل سکتی ہیں یا پھر میں دواؤں کا کچھ اسٹاک اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ ہمارے پاکستان میں بھی قابل اور تجربہ کار ڈاکٹر ہیں ان سے مشورے لیتی رہوں گی لیکن میں ضرور جاؤں گی آپ کو بھی میرے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ تمھاری ضد ہے تو تیاری کرو۔ میری دعا ہے کہ ہمارے جانے سے پہلے فرہاد صاحب ہم سے رابطہ قائم کریں ساری حقیقت سامنے آجائے گی۔"

مرجانہ نے کہا: "دیکھے پاپا۔ اگر فرہاد واقعی سونیا سے شادی کرنے جارہے ہیں تو وہ مجھے نظر انداز نہیں کریں گے یا رابطہ قائم کریں گے تو حقیقت کو چھپانے کی کوشش کرتے رہیں گے بہرحال رابطہ قائم ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ آپ سفر کی تیاریاں کریں۔ میں بھی کررہی ہوں۔"

میں مرجانہ کے دماغ کو ٹٹول کر یہ ساری باتیں معلوم کررہا تھا۔ اب وہ سیج سج جانے کی تیاریاں کررہی تھی۔ میں اپنی جگہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ دو سوال میرے ذہن میں گونج رہے تھے۔ مرجانہ کو کس پُراسرار شخص نے میری شادی کی اطلاع دی؟ دوسرا سوال یہ کہ مرجانہ رکاوٹ بنے گی تو ہماری شادی کیا ہوسکے گی؟ دوسرے سوال کا جواب آسان تھا۔ میں اپنے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی پیچ چلا کر مرجانہ کے سامنے رکاوٹیں پیدا کرسکتا تھا لیکن سب سے اہم سوال یہ تھا کہ اس شادی کی اطلاع اس پُراسرار شخص کو کیسے ملی؟

کون ہے وہ شخص؟ میں ادھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے بڑی تیزی سے سوچنے لگا۔ چاروں طرف اپنے ذہن کو دوڑانے لگا۔ میرا خیال گھوم پھر کر رسونتی کی طرف جارہا تھا۔ کیا وہ اپنی سوکن کا راستہ روکنے کے لیے دور سے کوئی چال چل رہی ہے؟

میرے ذہن نے جواب دیا: "وہ کیسے اتنی گہری چال چل سکتی ہے۔ غرض کیا کہ اس نے لندن کے کسی شخص کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا ہوا اور اس کے دماغ پر قابض ہوکر مرجانہ کے ٹیلی فون پر بات کی ہو۔ رسونتی اس حد تک چال چل سکتی تھی لیکن وہ مرجانہ اور ڈیئر جمال کے لیے جعلی پاسپورٹ کس کے ذریعے تیار کرا سکتی تھی۔ اس کے لیے اسے سپر ماسٹر کی تنظیم کسی ماسٹر سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔

میں نے ماسٹر نیومین کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت وہ سو رہا تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ ذہن سے معلومات حاصل کیں۔ پتہ چلا کہ رسونتی سے اس کا رابطہ قائم نہیں ہوا ہے۔

میں نے ماسٹر عبداللہ بن صمیم کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے بعد میں پیرس کے ماسٹر کے دماغ میں پہنچا۔ کسی بھی ماسٹر کے دماغ سے معلوم ہوا کہ رسونتی سے کسی کا بھی رابطہ قائم نہیں ہوا ہے۔

غلام بھی سو رہا تھا۔ اس نے جو چھوٹی سی بستی رسونتی بسالی آباد کی تھی۔ اس بستی میں تمام لوگ اس کے اپنے اعتماد والے تھے۔ کسی سے کسی قسم کا دھوکا نہیں ہوسکتا تھا۔ کوئی باہر کا آدمی بھی ایسا نہیں آتا تھا۔ جس نے رسونتی سے ملاقات کی ہو یا رسونتی نے اس کے ذریعے کسی اور تنظیم سے رابطہ قائم کیا ہو۔ رسونتی کے متعلق یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ وہ کسی دشمن تنظیم سے رابطہ قائم کرے گی۔ میں محض احتیاطاً رسونتی کے متعلق شبہ کرتے ہوئے اتنی دور تک سوچ رہا تھا لیکن وہ ایسی نہیں ہوسکتی تھی۔

جو پُراسرار شخص مرجانہ اور ڈیئر جمال کے لیے جعلی پاسپورٹ تیار کررہا تھا۔ ان کے لیے کل کسی طیارے میں سیٹ ریزرو کرا رہا تھا اور آئندہ بھی ہر طرح کی امداد پہنچانے کا دعویٰ کررہا تھا وہ کوئی معمولی شخص نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ یقیناً بہت بڑے ذرائع کا مالک ہوگا یا کسی بڑی تنظیم سے تعلق رکھتا ہوگا اور اس وقت میرے مقابل وہی بیہودیوں کی تنظیم تھی۔

جلال بیگ اب تک گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ بھی ہماری شادی کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس کا علاج کرنے والا ڈاکٹر بھی سو رہا تھا۔ بھلا اتنی رات کو کون جاگتا ہے ایک میں ہی ہوں جسے خیال خوانی سے فرصت نہیں ملتی۔ بہرحال میں نے اس ڈاکٹر کے بھی خوابیدہ ذہن سے معلومات حاصل کیں۔ پتہ چلا کہ ساری دنیا میں بیہودیوں کی ایک بہت بڑی تنظیم ہے جس کا نام کاہال ہے۔ کاہال تنظیم کی جانب سے ڈاکٹر کو اور جلال بیگ کے دوسرے ماتحتوں کو حکم دیا گیا تھا۔ اب وہ کاہال کے کسی بھی فرد سے رابطہ قائم نہیں کرسکتے تھے۔ جلال بیگ مشکوک ہوچلا ہے۔ ان کے شبہ کے مطابق فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ کاہال تنظیم کا فیصلہ تھا کہ جب ڈاکٹر اور ماہر نفسیات کسی ایک نتیجے پر پہنچیں گے تو جلال بیگ اور اس کی ٹیم والی تنظیم کے دوسرے افراد سے رابطہ قائم کیا جائے گا۔ اس وقت تک جلال بیگ کا اغوا اسرائیلی حدود میں ممنوع ہوگا۔ اب وہ قتل بھی نہیں جاسکتا تھا۔ اسے اسرائیلی امداد اور ذرائع سے محروم کردیا گیا تھا۔

میں دماغی طور پر عاجز ہوکر ٹہلتے ٹہلتے تھک گیا تھا۔ اس لیے کرسی پر بیٹھ گیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر ہماری شادی کی اطلاع کسی پُراسرار شخص کو کیسے پہنچ گئی؟ میں نے سونیا کو مخاطب کیا اور اسے یہ ساری باتیں بتائیں۔ اس نے کہا۔

"ابھی مرجانہ کی جنگ کوئی اور ہوتی یا ہوتا تو ہم اسے چٹکیوں میں مسل دیتے۔ اپنی خوشی کے راستے میں حائل ہونے کا موقع نہ دیتے لیکن وشنوادی یہی ہے کہ مرجانہ ہماری اپنی ہے۔ ہم اس سے دشمنوں کے انداز میں مخالفت نہیں کرسکتے۔ اس کی اتنی میری شادی کے سلسلے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں۔ مرجانہ یہاں پہنچے گی تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا ہمیں سائرہ بانو کا دل بھی نہیں دکھانا چاہیے۔"

"میں اس کی اتنی کوئی قسم کا صدمہ پہنچائے بغیر اسے اور ڈیئر جمال کو روک سکتا ہوں۔ میرے پاس بڑے ہتھکنڈے ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ پُراسرار شخص کون ہے؟"

سونیا نے کہا: "سیدھی سی بات ہے۔ کوئی ایرا غیرا مخالفانہ انداز میں ہم سے دل چسپی نہیں لے گا۔ یہ دشمنوں کی چال ہے۔ وہ مرجانہ کے ذریعے ہماری شادی میں بھی رکاوٹ پیدا کررہے ہیں اور اسے ہمارے لیے بہت بڑا مسئلہ بنا رہے ہیں۔"

"میں یہ ساری باتیں سمجھ رہا ہوں لیکن ایک سوال کا جواب نہیں مل رہا ہے اس پُراسرار شخص کو ہماری شادی کی اطلاع کیسے ملی؟ یہ بہت اہم سوال ہے۔ سونیا۔ اس کا جواب تلاش کرو۔"

وہ مسکرا کر بولی: "تم مجھے چالاک اور مکار کہتے ہو شاید اس لیے کہ میں دشمنوں کی مکاریوں کو اپنی مکاریوں کے ترازو میں تولتی ہوں تو سنو میرے پاس پہلے سے جواب موجود ہے۔ میں تمھارا دل نہیں دکھانا چاہتی۔"

"اس میں دل دکھانے کی کیا بات ہے تم کسی نتیجے پر پہنچ رہی ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"فرہاد، سیدھی سی بات ہے۔ تم نے تمام ماسٹروں کے دماغ میں جھانک کر دیکھ لیا۔ غلام کے دماغ سے ہوکر چلے آئے میرے دماغ کو ٹٹول سکتے ہو۔ یہاں جتنے لوگ ہیں فرداً فرداً ہر ایک سے معلومات حاصل کرسکتے ہو صرف ایک ایسی ہستی ہے جس کے دماغ میں تم نہیں پہنچ سکتے اور وہ ہے رسونتی تم اس کے پوشیدہ خیالات کو نہیں پڑھ سکو گے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ وہ تمھاری دشمن ہے مگر وہ ایک عورت ہے۔ میری دشمن نہ ہوتے ہوئے بھی میرے سوتن والے اقدام کی مخالفت میں ضرور کوئی قدم

اٹھائے گی۔"

"تمھاری اس بات میں وزن ہے کہ میں رسونتی کے خیالات نہیں پڑھ سکتا۔"

"فرہاد، عورت بیوی بننے کے بعد اپنے مرد کے لیے راز نہیں رہتی خصوصاً تمھارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے چھپ نہیں سکتی۔ میں نے آج تک اپنی کوئی بات تم سے نہیں چھپائی۔ اگر رسونتی تم سے سچی محبت کرتی ہے تو اس سے کہو۔ وہ اپنے دماغ کے دروازے ہمیشہ تمھارے لیے کھلا رکھا کرے تاکہ تم جب چاہو اس کے خیالات پڑھ سکو۔"

"وہ راضی نہیں ہوگی۔"

"کوئی بات نہیں صرف اتنا کہو کہ وہ دو چار گھنٹے کے لیے اپنے دماغ کو آزاد چھوڑ دے تاکہ تم اچانک اس کے دماغ میں پہنچ سکو اور تخلیقت معلوم کر سکو۔ اگر وہ بے قصور ہے۔ کوئی چال نہیں چل رہی ہے تو دو چار گھنٹے کے لیے تو ضرور راضی ہو جائے گی۔"

"تم نے کتنا اچھا مشورہ دیا ہے۔ میں ابھی رسونتی سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گہری نیند میں تھی جیسے ہی میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک پہنچیں وہ ایک دم سے چونک کر بیدار ہو گئی، بیدار ہوتے ہی اس نے اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیے۔ میں نے پھر اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پوچھا: "فرہاد، کیا تم ہو؟"

"ہاں تم بہت محتاط ہو کر سونے لگی ہو۔ صرف گھر کے دروازے نہیں دماغ کے دروازے بھی بند کر لیتی ہو۔"

"ایسا ہی ہے، اتنی رات کو مجھے نیند سے کیوں جگایا ہے؟"

"بہت ضروری بات کرنے آیا ہوں۔"

"میں سن رہی ہوں۔"

میں نے اسے وہ ساری تفصیل سنائی کہ کس طرح ایک پُراسرار شخص نے مرجانہ کو ہماری شادی کی اطلاع دی ہے۔ رسونتی نے ساری باتیں سن کر پوچھا: "تمھارا کیا خیال ہے؟ اس شخص کو کیسے اطلاع مل سکتی ہے؟"

"رسونتی شادی کی بات ابھی ہم تین کے درمیان ہے، میں، سونیا اور تم۔ ادھر شاہینہ کے رشتے داروں اور سائرہ بانو نے مرجانہ کو اطلاع نہیں دی ہے۔ اب ہم تینوں میں سے کون دے سکتا ہے؟"

وہ طنزیہ انداز میں بولی: "میں ہی دے سکتی ہوں۔ مجھ پر ہی شبہ کر رہے ہو۔ کیوں؟"

"ناراض ہونے کی بات نہیں ہے۔ میں دور دور تک متعلقہ لوگوں کے دماغوں میں جھانک کر دیکھ چکا ہوں۔ صرف تمھاری اجازت کے بغیر تمھارے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔"

"صاف صاف کہو کیا مجھ پر شبہ کر رہے ہو؟"

"اپنوں پر بھی شبہ کیا جاتا ہے لیکن نفرت سے نہیں محبت سے۔"

"پچھلے دو باتیں نہ کرو تم مجھ پر شبہ کرتے ہو تو مجھے شرم سے مرجانا چاہیے۔ کیا میں سونیا کو سوتن بننے سے روکنے کے لیے تمھاری دشمن تنظیموں سے رابطہ قائم کروں گی اور اگر رابطہ قائم نہیں کیا ہے تو میرے پاس ایسے کون سے ذرائع ہیں کہ میں مرجانہ اور ڈیوجمال کے لیے جعلی پاسپورٹ تیار کروں۔ ان کے لیے فوراً ہی کسی طیارے میں سیٹ ریزرو کرا دوں۔ کیا یہ باتیں کافی ہیں تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ چلے جاؤ میرے دماغ سے۔ میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"میں جانتا تھا۔ تمھیں غصہ آئے گا۔ تم بیوی ہو ناراض ہو سکتی ہو۔ یہ تمھارا حق ہے، اور میرا حق ہے کہ میں تمھیں مناتا پھروں گا۔ انصاف سے بولو میں اپنی پریشانیوں کا ذکر تم سے نہیں کروں گا تو اور کس سے کروں گا؟"

"پریشانیوں کا ذکر کرنا اور بات ہے۔ بیوی پر شبہہ کرنا اور بات ہے۔"

"تو پھر میری ایک بات مان لو۔"

"کیا بات ہے؟"

"دو چار گھنٹے کے لیے اپنے دماغ کو بالکل آزاد چھوڑ دو۔ اپنے دماغ کے دروازے بند نہ کرو۔ میں کسی وقت بھی آکر چپکے سے تمھارے خیالات پڑھوں گا۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ عورت کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔ وہ بیوی بن کر سب کچھ اپنے مرد کے حوالے کرنے کے باوجود اپنے بہت سے جذبوں کو چھپا کر رکھتی ہے۔ وہ جذبے ایسے نہیں ہوتے کہ مرد کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی جائے۔ بس عورت کی انا ہوتی ہے۔ اس کی اپنی ایک فطرت ہوتی ہے کہ وہ کچھ چھپاتی ہے۔"

"تم کیا چھپاتی ہو؟"

"ایسی کوئی بات نہیں چھپا رہی ہوں جس سے تمھیں کوئی نقصان پہنچے گا۔ میں تمھاری دھرم پتنی ہوں۔ تمھارا نقصان میرا نقصان ہے بلکہ ہمارے بچے کا نقصان ہے۔"

"لیکن میرا فائدہ تمھارا فائدہ نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"سونیا میری شریک حیات بنے گی تو تمھارا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ نقصان ہوگا۔ تمھاری سوچ کے مطابق سونیا سے ہونے والا بچہ تمھارے بچے کی محبت کو تقسیم کرے گا۔ باپ کو ادھر سے اُدھر لے جائے گا۔"

وہ غصے سے بولی: "میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میرے متعلق اس انداز سے سوچو گے۔ میں نے تمھاری دوسری شادی پر اعتراض نہیں کیا۔ میں نے سونیا سے رابطہ قائم کر کے اسے مبارکباد دی۔ میں اس سے نہ تو نفرت کرتی ہوں اور نہ ہی دشمنی کر سکتی ہوں۔ اس کی احسان مند بھی ہوں۔ وہ کئی بار میرے بُرے وقت میں کام آئی ہے۔ میں اس سلسلے میں اب کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ تم چلے جاؤ۔ مجھے پریشان نہ کرو۔ پتہ نہیں کتنی رات ہو چکی ہے۔ تم نے میری نیند اڑا دی ہے۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ پلیز۔"

"بیویاں اپنے شوہروں پر جان دینے کا دعویٰ کرتی ہیں، کوئی ایسا موقع آجائے تو تم میرے لیے جان کی بازی بھی لگا دو گی، کیا میں غلط سمجھتا ہوں؟"

وہ ناراضی سے منہ پھلا کر بولی: "ایسا وقت آئے گا تو مجھے آزما لینا پہلے بھی کئی بار مجھے آزما چکے ہو۔ میں نے کبھی بُرے وقت میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑا۔"

"جب اتنی محبت کرتی ہو۔ میری اتنی وفادار ہو تو کیا اتنی سی بات نہیں مان سکتیں۔ صرف دو گھنٹے کے لیے اپنے دماغ کو آزاد چھوڑ دو۔"

"میں نے کہہ دیا۔ میں ایسا نہیں کروں گی۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔ تم ناراض ہوتے ہو تو ہوتے رہو، میں تمھاری بیوی ہی نہیں بلکہ ہونے والے بچے کی ماں بھی ہوں تم مجھ سے ڈٹ کر کہیں نہیں جا سکو گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ دماغ کے دروازے بند کر لیے میں واپس آگیا۔ سونیا کو مخاطب کرنے کے بعد کہا۔ "رسونتی دو گھنٹے کے لیے بھی اپنے دماغی دروازے کھلے رکھنے پر راضی نہیں ہے۔ کہتی ہے کہ عورت اپنے شوہر سے بھی بہت کچھ چھپاتی ہے اور چھپانے میں اس کا کوئی بُرا ارادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی شوہر کے خلاف کوئی کارروائی ہوتی ہے۔ وہ مجھ سے اور تم سے بھی بے انتہا محبت کا دعویٰ کر رہی ہے، ہم کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر اس پر شبہ نہیں کر سکتے۔"

"اس سے بڑا ثبوت اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ وہ تمھارے لیے بھی دماغ کے دروازے تھوڑی دیر کے لیے نہیں کھول سکتی۔ بہرحال رسونتی کو ٹارگٹ بنا کر سوچنے رہو گے تو پریشان بنے رہو گے۔ میرا مشورہ ہے اسے نظر انداز کر دو اور مرجانہ کے متعلق سوچو کیا اسے محبت سے سمجھایا جا سکتا ہے؟"

"امید نظر نہیں آتی، میں اس کا فون نمبر معلوم کر کے تمھیں بتاتا ہوں تم وہاں سے رابطہ قائم کرو اور اپنے طور پر سمجھاؤ، اگر میں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

میں نے تھوڑی دیر کے لیے مرجانہ کے دماغ میں جھانک کر اس کے کانٹیکٹ کا فون نمبر معلوم کیا۔ پھر وہ نمبر سونیا کو بتا دیا۔ اس کے بعد میں نے مرجانہ کو مخاطب کیا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی میرے مخاطب کرتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئی، کہنے لگی: "مجھے امید نہیں تھی کہ شادی سے پہلے تم مجھ سے رابطہ قائم کرو گے۔"

"مجھے بھی یہ امید نہیں تھی کہ تم دشمنوں کے بھڑکانے میں آؤ گی اور ہماری شادی میں رکاوٹ بننے کی تیاریاں کرو گی۔"

"اپنا وعدہ یاد کرو، تم نے کہا تھا کہ مجھے سونیا کے پاس جانے کا، اس سے باتیں کرنے کا اور اسے اپنی طرف مائل کرنے کا موقع دو گے میرے راستے میں رکاوٹ نہیں بنو گے۔ کیا یہ باتیں یاد ہیں؟"

"یاد ہیں۔ لیکن جب سونیا کی رضامندی حاصل ہو گئی ہے وہ شادی کے لیے تیار ہے تو پھر تمھارے اعتراض کے لیے کوئی گنجائش نہیں رہتی۔"

"گنجائش ہے۔ ایک بار مجھے سونیا سے ملنے دو۔ میں اس کا ارادہ بدل دوں گا۔"

"میں نے تمھارا فون نمبر سونیا کو بتا دیا ہے۔ وہ وہاں سے رابطہ قائم کرنے والی ہے۔ شاید دو چار گھنٹوں میں تم اس کی آواز سن سکو۔"

"یہ تم نے بہت بڑی خوش خبری سنائی ہے۔ میں ابھی اپنی جان کی آوازیں سنوں گا، تم بھی موجود رہو گے؟"

"وہ تو رہنا ہی ہوگا۔ تم نے آج میری نیند حرام کر دی ہے۔ میں سونا چاہتا تھا۔ کل سویرے بہت سے کام کرنے ہیں مگر تمھارا معاملہ تو نمٹانا ہی ہوگا۔"

"بہت آسانی سے نمٹ جائے گا۔ سونیا سے دستبردار ہو جاؤ۔ تمھارے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

"یہ تم سوچ رہی ہو۔ ورنہ سونیا تم سے زیادہ میرے لیے اہم ہے میں دنیا چھوڑ سکتا ہوں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔"

وہ سر ہلا کر بولی: "میرا بھی یہی دعویٰ ہے۔ میں بھی سونیا کے لیے ساری دنیا کو چھوڑ سکتا ہوں۔"

"تم چھوکروں کی طرح بولتے ہوئے عجیب سی لگتی ہو، خدا کے لیے لڑکی ہی بنی رہو۔"

"قدرت مجھے مرد بنا چکی ہے۔"

"یہ تمھاری خوش فہمی ہے۔ تم ڈاکٹر کی رپورٹ کو غلط سمجھتی ہو۔ بہرحال آنے والا وقت ہی تمھیں سمجھائے گا۔ میں نہیں سمجھا سکتا۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس کے ساتھ فضول بحث کر کے اپنا سر کھپانا نہیں چاہتا تھا۔ ایک گھنٹے بعد جب میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو اس کے تھوڑی دیر کے بعد ہی ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ مرجانہ نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کہا گیا: "لانگ ڈیسٹنس کال مس مرجانہ کے لیے ہے۔"

مرجانہ نے کہا: "یس مادیہ اٹینڈنگ۔"

تھوڑی دیر بعد سونیا کی آواز سنائی دی: "ہیلو مرجانہ! میری آواز پہچان رہی ہو؟"

مرجانہ نے خالص رومانی انداز میں کہا: "جس آواز کو سنتے سنتے مرجانا چاہتا ہوں بھلا اسے کیسے نہیں پہچانوں گا۔"

"کیا تم میری خوشیاں دیکھنا نہیں چاہتیں؟"

"میں تمھاری خوشی کے لیے تمھیں اپنانا چاہتا ہوں۔ تم نے فرہاد سے شادی کرنے کی غلطی کی تو ابھی دو روز کہ پچھتاتی ہو شادی کے بعد اور زیادہ پچھتاؤ گی۔"

"میں پچھتاتی ہوں یا نہیں۔ یہ ایک لمبی بحث ہے جو فون پر نہیں ہو سکتی۔"

"فون پر کوئی بھی اہم فیصلہ نہیں ہو سکتا، اسی لیے میں تمھارے پاس آ رہا ہوں۔ پاپا بھی آ رہے ہیں۔"

"تمھیں علاج کے لیے وہاں رہنا چاہیے، یہاں آنا ضروری نہیں ہے۔"

"کیسی بے مروت ہو، ایک تو میری مرضی کے خلاف شادی کر رہی ہو۔ دوسرے چھوٹے منہ بھی میری آمد سے خوشی ظاہر نہیں کر رہی ہو۔"

"میں جانتی ہوں تم رکاوٹ بننے کے لیے آ رہی ہو۔"

"میں تمھیں بُرا لگوں گا تو دھتکار دینا۔ میں تمھاری دنیا سے دور چلا جاؤں گا لیکن ایک بار آ کر تمھارے روبرو تمھیں سمجھاؤں گا۔ تمھیں منانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"اور میں جانتی ہوں تم جھگڑا بھی کرو گی۔ کسی نہ کسی طرح رکاوٹیں بھی پیدا کرو گی۔ ہم تمھارے مزاج کو خوب سمجھتے ہیں مرجانہ۔"

"مجھے مرجانہ نہیں، عجمت ہے تو جانِ من کہو۔"

"دیکھو پھر فون پر بحث کر رہی ہو، میں نے تمھیں صرف یہ سمجھانے کے لیے رابطہ قائم کیا ہے کہ علاج کو ادھورا نہ چھوڑو۔ علاج کے بعد چلی آنا۔ یا ہم تمھارے پاس آ جائیں گے۔"

"میں ہر حال میں آؤں گا۔"

"اپنی عجمت کا ثبوت دو۔ میری بات مان لو۔"

"میں تمھاری بات مانتا ہوں اور عجمت کا ثبوت دینے کے لیے علاج بھی ادھورا نہیں چھوڑوں گا۔ ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق تمام دوائیں لے کر تمھارے پاس پہنچوں گا۔"

"تم ضد سے باز نہیں آؤ گی مرجانہ؟"

"مرجانہ نہیں، جانِ من کہو۔"

"میں جانِ من پر لعنت بھیجتی ہوں۔ مجھے صرف مرجانہ سے عجمت ہے۔ میں مرجانہ کے لیے جان بھی دے سکتی ہوں اگر کہیں جانِ من میرے سامنے آیا تو میں، اس کی دھجیاں اڑا دوں گی۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔ تمھارے ہاتھوں سے مر گا تو شہید وفا کہلاؤں گا۔"

"تم کتنی ڈھیٹ ہو۔"

"یہ اس وقت معلوم ہو گا جب میں تمھارے پاس پہنچوں گا۔ تمھیں آخری حد تک سمجھاؤں گا۔ اگر تم نے میرے ساتھ وفا نہیں کی تو تمھارے نکاح سے پہلے اپنی جان دے دوں گا۔ پھر تم دلھن بنی میری لاش پر آنسو بہاؤ گی۔"

"مرجانہ آمام خطرناک نظیموں میں تمھیں میرا رپورٹ دیکھنے کا موقع ملے تو میرے رپورٹ میں آنسو کا ایک قطرہ بھی نہیں آئے گا۔ میں رونے والی عورت نہیں ہوں۔"

پھر اس نے مجھے مخاطب کیا: "فرہاد! کیا تم ہماری باتیں سن رہے ہو؟"

"میں نے سب کچھ سنا ہے، اس لڑکی کے ساتھ سر کھپانا فضول ہے۔ ریسیور رکھ دو۔ میں دیکھوں گا کہ اس کا راستہ کیسے روک سکتا ہوں۔"

سونیا نے ادھر ریسیور رکھ دیا۔ اُدھر مرجانہ ریسیور منہ سے لگائے چیخنے لگی: "ہیلو ہیلو! سونیا کیا تم نے ریسیور رکھ دیا ہے یا رابطہ منقطع ہو گیا ہے۔ ہیلو، ہیلو! ایکسچینج ..."

دوسری طرف سے آواز آئی: "سوری، دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا ہے، ہم کچھ نہیں کر سکتے۔"

مرجانہ نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ پھر سوچنے لگی: "سونیا نے آخری بار فرہاد کو مخاطب کیا تھا۔ فرہاد نے اسے کیا کہا ہو گا۔ جب ہی اس نے رابطہ ختم کر دیا ہے۔"

وہ سوچ کے ذریعے مجھے پکارنے لگی: "فرہاد! کیا تم میرے دماغ میں موجود ہو۔ مجھے بتاؤ تم نے سونیا سے کیا کہا ہے؟"

میں نے خاموشی سے اس کی بات سنی۔ پھر اس کے دماغ سے چلا آیا۔ جی چاہتا تھا اسے غوطہ دماغی دے کر پہنچا دوں

اسے عجمت کرنے کے قابل بھی نہ چھوڑوں۔ مگر افسوس وہ ہماری اچھی ساتھیوں میں سے ایک تھی۔ ہم نے اچھا اور بُرا وقت ایک ساتھ گزارا تھا۔ خطرناک آزمائشی مراحل سے ایک ساتھ گزرے تھے۔ اس کی والدہ سائرہ بانو ہم سب کے لیے محترم تھیں۔ مرجانہ کو کوئی نقصان پہنچا کر ہم سائرہ بانو کو صدمہ نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا، پھر میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔ دشمن کو نفرت سے اور دوست کو عجمت سے مارنا چاہیے، میں نے مرجانہ کو سزا دینے کا طریقہ سوچ لیا۔

طریقہ یہ تھا کہ اسے مرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ نہ وہ مرنے گی نہ مردانہ انداز میں سونیا کا مطالبہ کرے گی، میری تدبیر کے مطابق قدرت بھی میرا ساتھ دے رہی تھی میں اسے تیزی سے کسی ڈاکٹر کے ذریعے عورت پن کی طرف لا سکتا تھا اور اتنا ہی نہیں کہ اسے عورت پن کے مرحلے پر پہنچا کر چھوڑ دوں۔ نہیں اب میں اسے بھرپور عورت بنانا چاہتا تھا ایسی عورت جو نزاکت سے سوچتی ہے۔ ایک مرد کو اپنا آئیڈیل بناتی ہے۔ اب وہ سونیا کو نہیں مجھ کو اپنا آئیڈیل بنائے گی۔ میں اس سے نہ تو عجمت کروں گا نہ شادی کروں گا۔ اسے سزا دوں گا۔ اسے تڑپا تڑپا کر یہ سبق سکھاؤں گا کہ دوسروں کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے اور ان کی خوشیوں کو پامال کرنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟

ٹھیک ہے فولادی مرجانہ! اب میں تمھیں ایک نازک اندام حسینہ بناؤں گا۔

میں نے اس ڈاکٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا جو مرجانہ کو چیک چیک چاہتا تھا۔ وہ دواؤں کے ذریعے اسے عورت پن کی طرف واپس لا رہا تھا۔ اس وقت وہ سو رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو ایک ہلکا سا جھٹکا پہنچایا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ جیسے ہی وہ بیدار ہوا۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا۔ "مادیہ! مادیہ میری مادیہ ...."

اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر مرجانہ کا تصور کیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "وہ مجھ سے علاج نہیں کرا رہی ہے۔ ناراض ہو کر کسی دوسرے سے کنسلٹ کر رہی ہے۔"

ڈاکٹر کی اپنی سوچ نے کہا: "میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ جس ڈاکٹر کے پاس وہ جائے گی۔ میں کل صبح معلوم کروں گا۔ اس ڈاکٹر کو اس کی میڈیکل رپورٹ دکھاؤں گا۔ میں نے اب تک کی جو اسٹڈی کی ہے اس ڈاکٹر کو بتاؤں گا۔ پھر وہ یقیناً مرجانہ کو وہی دوائیں دے گا جو میں دے رہا ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "وہ دوسرے ڈاکٹر سے دوائیں بھی لا چکی ہو گی۔ شاید اس نے ایک خوراک استعمال بھی کی ہو گی۔"

ڈاکٹر کی اپنی سوچ نے کہا: "ایک خوراک سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر کچھ نہیں ہوتا تو مجھے ابھی اس کے کاٹیج میں جانا چاہیے، اس کے پاس جو دوسرے ڈاکٹر کی دی ہوئی دوائیں پڑی ہوئی ہیں انھیں بدل دینا چاہیے۔"

وہ عجمت کا مارا تھا۔ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا: "میں نے جو نسخہ اس کے لیے تجویز کیا ہے۔ اسی کے مطابق ابھی دوائیں خرید کر لے جانا چاہیے تاکہ میں دواؤں کو بدل سکوں۔"

وہ دوائیں خریدنے اور پھر مرجانہ کے پاس پہنچنے کے لیے لباس تبدیل کرنے لگا۔ میں نے ڈیئر جمال کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ سو گیا تھا۔ مرجانہ بھی اس وقت بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ میں دھیرے دھیرے اس کے دماغ کو تھپکنے لگا۔ اسے نیند کی وادی میں لے گیا۔ تقریباً دس منٹ کے اندر میں نے اسے گہری نیند سلا دیا۔ اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ صبح آٹھ بجے سے پہلے اس کی آنکھ نہ کھلے یا پھر کوئی اسے بیدار کرے تبھی وہ بیدار ہو ورنہ سوتی رہے۔

ڈاکٹر اب کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک ڈے اینڈ نائٹ ڈرگ اسٹور میں پہنچ گیا تھا اور وہاں سے اپنے نسخے کے مطابق دوائیں خرید رہا تھا۔ میں ڈیئر جمال کے پاس آ گیا۔ اسے میں نے نیند کی حالت میں اٹھایا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر بستر سے اتر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا کاٹیج کے بیرونی دروازے کے پاس آیا۔ وہاں اس نے دروازے کو کھول دیا۔ اس کے بعد واپس آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ میں نے اس کے بھی دماغ کو ہدایت دی کہ صبح آٹھ بجے تک سوتا رہے یا پھر کسی کے بیدار کرنے پر بیدار ہو۔

وہ ڈاکٹر دوائیں خریدنے کے بعد کار ڈرائیو کرتا ہوا کاٹیج کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس کے دل میں دھڑکا لگا ہوا تھا کہ میں کس طرح کاٹیج میں داخل ہوں گا۔ اگر مرجانہ نے یا اس کے پاپا نے اسے پکڑ لیا اور یہ پوچھ لیا کہ انتی رات کو چوروں کی طرح کیوں آیا ہے تو کیا جواب دے گا؟

میں اس کی سوچ کو کنٹرول کرنے لگا۔ اس کے اندر حوصلہ پیدا کرنے لگا۔ ایک تو وہ یوں بھی عاشق تھا، اور عاشق نڈر، بے باک ہوتے ہیں، انھیں ذرا سا حوصلہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بس وہ کاٹیج کے دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ اسے حیرانی

ہوئی کہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دبے قدموں اندر آیا۔ پہلے کمرے میں دُبیز جمال سو رہا تھا۔ وہ دوسرے کمرے میں پہنچا۔ وہاں مرجانہ سو رہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک اس حسینہ کو بڑی محبت سے دیکھتا رہا۔ پھر مرجانے کی میز کے پاس آیا۔ وہاں دوائیں رکھی ہوئی تھیں۔ پلاسٹک کی ایک ڈبیہ میں مختلف ٹیبلیٹس اور کیپسول رکھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نے ڈبیہ خالی کردی اس میں اپنے لائے ہوئے ٹیبلیٹس اور کیپسول رکھ دیے۔

اس کے بعد وہ دوا کی شیشی اٹھا کر باتھ روم میں گیا۔ وہاں اس نے شیشی کھول کر مساوی دوا سنک میں انڈیل دی۔ پانی کے ذریعے دوا کو بہا دیا۔ بوتل کو اچھی طرح صاف کردیا۔ پھر جو بوتل وہ لے کر آیا تھا۔ اس کی دوا اس خالی بوتل میں منتقل کردی اور اس کا ڈھکنا بند کردیا۔

اب لیبل کے اعتبار سے مرجانہ کے لیے وہی دوا تھی جو دوسرے ڈاکٹر نے دی تھی لیکن استعمال کے اعتبار سے وہ دوا تھی جو مرجانہ کا عاشق اس کے لیے تجویز کرچکا تھا۔

اس عاشق نے وہ دوا لاکر سرھانے کی میز پر رکھ دی۔ اپنی خالی بوتل لے کر کمرے سے جانے لگا۔ دروازے کے پاس رک کر اس نے پھر مرجانہ کو بڑی محبت سے دیکھا۔ میں نے اسے پلٹا دیا۔ اب اس کا کام ہو چکا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہاں ایک عاشق کی حیثیت سے رہے۔ وہ باہر آکر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ پھر ڈرائیو کرتے ہوئے اپنے مکان کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ میں پوچھا "دوائیں تمام بدل گئیں۔ انجکشن کا کیا ہوگا؟"

اس کی سوچ نے کہا "وہ میرے زیرِ علاج نہیں ہے جس ڈاکٹر کے پاس جائے گی وہی انجکشن لگائے گا اس کے لیے میں مجبور ہوں لیکن اتنا جانتا ہوں کہ صرف انجکشن کوئی اثر نہیں دکھائے گا اس کے برعکس میری دوائیں کام کریں گی۔ ویسے میری دواؤں کے کمبینیشن میں میرا تجویز کردہ انجکشن ہوتا تو بہتر ہوتا۔"

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے اس کے تجویز کردہ انجکشن کا نام معلوم کیا اور اپنی یادداشت میں محفوظ کرلیا۔ ارادہ تھا کہ اب مرجانہ کسی بھی ڈاکٹر کے پاس نسخہ لے کر جائے گی تو میں انجکشن تبدیل کرادوں گا۔

"بین" بج کر چالیس منٹ ہو چکے تھے۔ رات گزر رہی تھی بلکہ گزر چکی تھی۔ تھوڑی دیر میں صبح ہونے والی تھی۔ تھکن سے برا حال تھا۔ مرجانہ نے بہت پریشان کیا تھا۔ میرا سر دکھ رہا تھا۔ میں ایک آرام دہ بستر پر لیٹ گیا۔

خیال آیا۔ صبح کے وقت سو جاؤں گا تو ادھر مارگریٹ اپنے میک اپ مین کو میرے پاس بھیجے گا۔ پھر فیصلہ ہوا کیا جائے گا۔ یہ سوچ کر میں نے ماسٹر نیومین کے خوابیدہ ذہن کو ہدایت دی کہ فرہاد صبح آٹھ بجے تک سوتا رہے گا۔ میک اپ مین کو نو بجے بھیجا جائے۔

اس کے بعد میں حسبِ معمول اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا۔ بہت زیادہ تھکن کے بعد ہاتھ پاؤں پھیلا کر سونے کا موقع ملے تو زیادہ آرام ملتا ہے، ایسی گہری نیند آتی ہے۔ پھر بے ہوشی طاری ہوگئی ہو۔ جب آنکھ کھلی تو لگا۔ ابھی آنکھ بند ہوئی تھی اور ابھی کھل گئی لیکن دماغی طور پر جو ہدایات دی گئی تھی اس کے مطابق دن کے آٹھ بجے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میں بستر سے اٹھ کر غسل خانے میں گیا۔ پھر غسل وغیرہ فارغ ہو کر کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے ملازم سے کہا "ناشتہ لے آؤ۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ناشتہ لے کر آیا۔ ناشتے کے ساتھ اخبار بھی تھا۔ اس نے کہا "جناب! ڈرائنگ روم میں میک اپ مین آپ کا انتظار کررہا ہے۔"

میں ناشتہ کرنے کے دوران اخبار پڑھتا رہا۔ کافی پینے کے بعد ڈرائنگ روم میں آگیا۔ وہاں میک اپ مین نے کھڑے ہو کر مجھے سلام کیا۔ پھر ایک بڑا سا لفافہ میری طرف بڑھایا۔ اس کے اندر نئے پاسپورٹ اور دوسری ضروری کاغذات کے ساتھ ایک نوجوان کی تصویر بھی تھی۔ میک اپ مین نے کہا "آپ اس روپ میں یہاں سے جائیں گے۔ چہرے پر معمولی سی تبدیلی کرنی ہوگی۔ زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ شخص انگریز برلتا ہے۔ آپ پاکستان پہنچنے کے بعد اس میک اپ کو ختم کردیں گے۔"

میں نے تائید میں سر ہلایا۔ تھوڑی دیر بعد میک اپ شروع ہوگیا۔ میں نے اس دوران سب سے پہلے جلال بیگ کی خبر لی۔ وہ انجکشن کے اثر سے پہلی رات گہری نیند سو رہا تھا۔ صبح اٹھنے کے بعد دماغی طور پر نارمل رہا۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر عمدہ لباس زیبِ تن کرکے بظاہر بڑی شاندار پُرکشش نظر آرہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اسے اس کے ماتحت نے بڑا سا لفافہ لاکر دیا۔ اس لفافے میں سے چند کاغذات برآمد ہوئے۔ اسے کھول کر دیکھتے ہی پتہ چل گیا کہ یہودیوں کی سب سے بڑی تنظیم کا ہال کی جانب سے حکم نامہ ہے اور جلال بیگ کے لیے ضروری ہدایات ہیں۔ وہ انھیں پڑھنے لگا۔ لکھا ہوا تھا

"مسٹر گبب باس! ہم تمھاری خدمات سے بہت خوش ہیں۔ تم نے ہمارے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں جن کی تفصیل ہمارے پاس ریکارڈ کے طور پر موجود ہے لیکن ادھر کچھ عرصے سے تم ذہنی پریشانیوں میں مبتلا ہو رہے ہو۔ دن بدن تمھاری ذہنی حالت بگڑتی جارہی ہے۔ تم اپنے سائے سے بھی بدک جاتے ہو۔ کسی سے بات نہیں کرتے۔ کچھ کھاتے وقت تمھارا ہاتھ لرزنے لگتا ہے کہ فرہاد کی پتلی بیٹھی نے اس کھانے میں زہر نہ ملا دیا ہو۔ کوئی آہٹ سنائی دیتی ہے تو تمھارے لیے فرہاد کی طرف سے ایک دھماکا ہوتا ہے۔ ہمارے ڈاکٹروں نے تمھیں اعصابی کھنچاؤ سے محفوظ رکھنے اور پُرسکون رہنے کی دوائیں دیں۔ لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

سپر ماسٹر کی تنظیم کے لوگ اگر اسے برین کینسر کہتے ہیں تو غلط نہیں کہتے۔ تمھارے دماغ میں یہی کینسر ہوگیا ہے۔ وہ تمھارے پاس نہیں پہنچ سکا ہے مگر اس کی دہشت پہنچ چکی ہے اور یہ دہشت اتنی شدید ہے کہ شاید فرہاد کی موجودگی بھی اتنی شدید نہ ہوتی۔ پچھلی شام تم نے اپنے معالج کے اور اپنے ماتحتوں کے سامنے بچوں جیسی حرکتیں کیں۔ بچوں کی طرح سہمے سہمے تمھارے جیسا دانش مند، دلیر اور پُرعزم انسان بچوں جیسی حرکتیں کرے تو لگتا ہے کہ تم نہیں پاگل کتے ہیں۔ یقین کرو تم رفتہ رفتہ پاگل پن کی حدود میں داخل ہونے لگے ہو۔

تمھارے موجودہ حالات کے پیشِ نظر تنظیم نے جو فیصلہ کیا ہے وہ دوسرے صفحے پر درج ہے۔ اسے پڑھ لو اور اس پر عمل کرو۔ تم جانتے ہو کہ تنظیم کی طرف سے جو احکامات صادر ہوتے ہیں ان کی تعمیل لازمی ہوتی ہے جو تعمیل نہ کرے اسے گولی ماردی جاتی ہے۔ تم ہمارے بہت ہی وفادار ساتھی ہو۔ ہمیں مجبور نہ کرنا کہ تمھارے خلاف بھی ایسا سخت قدم اٹھانا پڑے۔"

جلال بیگ نے دوسرے صفحے کو اٹھا کر پڑھنا شروع کیا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔

"تنظیم کے ارکان اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ مسٹر جلال بیگ کے ذہنی توازن بگڑنے کا اندیشہ پیدا ہوگیا ہے لہٰذا انھیں ہدایات دی جاتی ہیں کہ وہ چوبیس گھنٹے کے اندر خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کریں۔ ان کے آس پاس ہمارے افراد موجود رہیں گے اور ان کی اسٹڈی کرتے رہیں گے۔ نارمل نہ رہنے کی صورت میں وہ چوبیس گھنٹے کے بعد برین چھوڑ کر سوئٹزرلینڈ چلے جائیں اور وہاں کے پاگل خانے میں داخل ہوجائیں۔ اس پاگل خانے میں ان کا خاص خیال رکھا جائے گا۔ خاص طور پر علاج کیا جائے گا۔ ہم ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں۔ انھیں اپنا بہترین ساتھی تسلیم کرتے ہیں اور ان کے لیے پریشان بھی ہیں لیکن جب ہماری تحریک کو ان کی طرف سے کوئی خطرہ پیدا ہوگا اور جب ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ فرہاد واقعی ان کے دماغ میں پہنچ چکا ہے تو ہمارا آخری فیصلہ وہی ہوگا جسے مسٹر جلال بیگ خوب جانتے ہیں۔"

جلال بیگ کے ہاتھ سے وہ کاغذ چھوٹ گیا۔ وہ خوب جانتا تھا۔ آخری فیصلہ موت ہوتا ہے۔ کابال تنظیم کے افراد جب اس کی طرف سے خطرہ محسوس کریں گے تو اسے گولی ماردیں گے۔ میں نے اس کی سوچ میں ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا "کیا میں انسان نہیں ہوں۔ انسان کبھی نیم پاگل، ہو جائے تو کیا وہ پاگل کتا ہوتا ہے جسے گولی ماردی جاتی ہے۔ کیا میری تمام پچھلی خدمات کا یہی صلہ ملے گا؟"

اس نے تیسرے کاغذ کو اٹھا کر پڑھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔

"تنظیم کے اراکین نے فیصلہ کیا ہے، جب تک مسٹر جلال بیگ دماغی طور پر نارمل نہیں ہوجائیں گے اس وقت تک ان کی جگہ باس والی تنظیم کی سرگرمیاں معطل رہیں گی۔ جگ باس کی جانب سے کوئی حکم نہ تو صادر ہوگا نہ ہی قابلِ عمل ہوگا۔ باس کے تمام ماتحت اب کابال تنظیم کے احکام کے پابند ہوں گے۔"

مسٹر جلال بیگ کے مخصوص ٹرانسمٹر کی فریکوئنسی اور وہ تمام ٹیلی فون نمبر منسوخ کردیے گئے ہیں جن کے ذریعے تنظیم سے رابطہ قائم کیا جاتا تھا۔

مسز رینا جلال کو جلال بیگ کے پاس بھیجا جارہا ہے دونوں میاں بیوی کا داخلہ اسرائیلی حدود میں ممنوع ہے۔

مسز رینا جلال اور جلال بیگ کو تائید کی جاتی ہے کہ وہ تنظیم کے کسی بھی سب آفس یا ہیڈ کوارٹر کی طرف رخ نہ کریں۔ ادھر جائیں گے تو ادھر کا کوئی بھی آدمی ان کی جان کا دشمن بن سکتا ہے۔

ہمیں افسوس کے ساتھ یہ احکامات صادر کرنے پڑ رہے ہیں۔ جلال بیگ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح انھوں نے سائرہ بانو کے سینے سے بم باندھ کر انھیں لمحہ لمحہ موت کی اذیتوں سے گزارا تھا ٹھیک اسی طرح اس وقت جلال بیگ کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا بم بندھا ہوا ہے۔ جب تک اس بم کا سوئچ ہٹایا نہیں جائے گا ہم میں سے ہر شخص مسٹر جلال بیگ سے دور رہے گا۔ یہ ہماری مجبوری ہے۔ ان سے امید ہے کہ وہ ہماری مجبوریوں کو سمجھ کر ہمارے احکامات پر عمل کریں گے اور اچھے دوست ہونے کا ثبوت دیں گے۔"

وہ تیسرا کاغذ بھی جلال بیگ نے ایک طرف رکھ دیا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک

دیا گیا ہو۔ آس پاس اس کا کوئی بھی ہمدم، مددگار نہیں تھا۔ بیٹوی تنظیم کے اراکین اسے دلاسے دے رہے تھے۔ خفیہ طور پر ہم اس کی مدد کر سکتے تھے لیکن اب نہ تو وہ بگ باس رہا تھا اور نہ ہی اس کا حکم ایک کتے پر بھی چل سکتا تھا۔ اس نے ملازم کو بلانے کے لیے کال بیل کا بٹن دبایا۔ دروازہ کھلا اور ایک نیا ملازم نظر آیا۔ اس نے کاغذ پر کچھ لکھ کر پوچھا "تم کون ہو؟ میرا ملازم کہاں ہے؟"

جواب میں ملازم نے بھی کاغذ پر ایک تحریر پیش کی۔ اس میں لکھا ہوا تھا "میں آپ کا نیا ملازم ہوں مجھے سختی سے منع کیا گیا ہے کہ آپ کے سامنے زبان نہ کھولوں۔ آپ کے تمام پرانے ملازموں اور ماتحتوں کو یہاں سے دور کر دیا گیا ہے۔"

جلال بیگ نے ایک گہری سانس لے کر بے بسی سے ملازم کو دیکھا پھر تحریری حکم دیا "میرے لیے ناشتہ لے آؤ۔"

تھوڑی دیر بعد ملازم ناشتہ لے کر کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں تڑے تھی۔ جانے کیا ہوا کہ وہ ٹھوکر کھا کر گرا۔ تڑے زمین پر گرتے ہی زوردار آواز ہوئی، جلال بیگ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کے دماغ میں چیخ کر کہا۔ "فرہاد، فرہاد آ گیا۔۔۔"

وہ چیخ پڑا "یہ ٹیلی پیتھی کی ٹھوکر کھا کر گرا ہے۔ فرہاد یقیناً یہاں موجود ہے۔ مجھے بچاؤ۔ بچاؤ۔۔۔"

اس کی آواز سنتے ہی کمرے کے دونوں دروازے کھلے۔ کتنے ہی لوگ داخل ہوئے۔ کسی کے ہاتھوں میں کیمرہ تھا۔ کسی کے ہاتھوں میں کیسٹ ریکارڈر تھا۔ کوئی نوٹ بک لیے کچھ لکھ رہا تھا اور جلال بیگ کو دیکھتا جا رہا تھا۔ سبھی اسے یوں دیکھ رہے تھے جیسے اس کی اسٹڈی کر رہے ہوں۔ فوٹو گرافر اس کی تصویریں لے رہے تھے۔ متحرک فلم میں اس کی ایک ایک حرکت کو محفوظ کیا جا رہا تھا۔ کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے اس کی آواز کو بھی محفوظ کیا جا رہا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ ساری چیزیں کاہال تنظیم کے اراکین کے پاس بھیجی جائیں گی تاکہ وہ جلال بیگ کی دماغی حالت کو سمجھ سکیں۔

اور دماغی حالت تو ابتر ہوتی جا رہی تھی۔ میں ایک فراسی چنگاری پھونکتا تھا اور اس کے دماغ میں شعلے بھڑکنے لگتے تھے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اضطراری حرکتیں کرنے لگتا تھا۔ دیکھنے والوں کو اس کے پاگل پن کا یقین ہوتا جا رہا تھا۔

میں اس کے پاس سے واپس آ گیا۔ مجھے یاد آیا کہ صبح کا وقت ہے۔ مرجانہ ناشتہ کرنے کے بعد دوائیں استعمال کرے گی۔ مجھے دیکھنا چاہیے۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک پتھریلے

فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔ پہلے سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے اور کیوں اس طرح بیٹھی ہوئی ہے۔ پھر اس کے دماغ سے پتہ چلا کہ وہ قانون کی گرفت میں آ گئی ہے۔ لندن کی پولیس نے حراست میں لے لیا ہے مگر کیوں؟

میں اطمینان سے اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ پچھلی رات میں اس سے رخصت ہو کر اپنے بستر پر سو گیا تھا۔ تقریباً پانچ بجے دروازے پر دستک سنائی دی۔ دروازہ کھلا ہی ہوا تھا کیونکہ وہ ڈاکٹر رات کو دوا میں بدل کر گیا تھا۔ ڈیئر جمال سمجھا گیا۔ اس نے دروازے پر آ کر دیکھا۔ پندرہ پولیس والے کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں ایک پولیس آفیسر تھا۔ اس نے کہا کہ وہ آپ لوگوں کے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات چیک کرنا آئے ہیں۔"

ڈیئر جمال نے انھیں کمرے میں بلایا۔ پھر دوسرے کمرے میں جا کر مرجانہ کو جگایا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ پندرہ پولیس والے ان کے کاغذات دیکھنا چاہتے ہیں تو اس نے اپنے بیگ میں سے وہ پاسپورٹ اور کاغذات نکالے جن کی رو سے مرجانہ ماریہ بنی ہوئی تھی اور ڈیئر جمال مسٹر سٹیون ولگر کے روپ میں تھا۔ وہ تمام کاغذات لے کر دوسرے کمرے میں آئی اور انھیں پولیس آفیسر کی طرف بڑھایا۔ آفیسر نے ایک نظر پاسپورٹ پر اور اس کی تصویروں پر ڈالی۔ پھر اسے ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا "یہ فراڈ ہے، ہمیں معلوم ہو چکا ہے، تم مس مرجانہ ہو اور یہ ڈیئر جمال ہیں، کیا غلط ہے؟"

ڈیئر جمال نے بچکچاتے ہوئے مرجانہ کو دیکھا۔ مرجانہ نے کہا "آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں ماریہ اور یہ مسٹر شان ڈوگلس نہیں ہیں؟"

"کسی کے کہنے سننے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پولیس اسٹیشن میں پہنچ کر آپ لوگوں کے چہرے کی صفائی کی جائے گی تو اصلیت سامنے آ جائے گی۔"

مرجانہ فوراً ہی پیچھے ہٹ کر بولی "میں پولیس اسٹیشن نہیں جاؤں گا۔"

آفیسر نے کہا "آپ کا اعتراض کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ آپ سیدھی طرح ہمارے ساتھ نہیں جائیں گی تو جبراً ہتھکڑی پہنا کر لے جانا ہوگا۔"

ڈیئر جمال نے کہا "بیٹی، ضد نہ کرو۔ ہم قانون سے ٹکرا نہیں سکتے۔"

وہ غصے سے بولی "پاپا میں سب سمجھتا ہوں۔ یہ فراڈ کی چال ہے۔ اسی نے ہمارے خلاف رپورٹ دی ہے۔ ورنہ کسی کو کیا معلوم ہو سکتا تھا کہ ہم کون ہیں۔ اس وقت چار بجے ہیں۔ اندھیرے کبھی کوئی پولیس آفیسر کسی کے گھر پر آ کر چھاپہ مارتا ہے

یہ ہمارے خلاف چالیں چلی جا رہی ہیں تاکہ میں لاہور نہ پہنچ سکوں۔ آفیسر آپ صرف اتنا بتا دیں کہ ہمارے خلاف کس نے رپورٹ دی ہے؟"

"کسی نے نہیں۔ ہماری انٹیلی جنس خود کام کرتی ہے۔"

اچانک ہی مرجانہ نے ایک لمبی چھلانگ لگائی۔ وہ دروازے تک پہنچ کر وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی لیکن جیسے ہی وہ چھلانگ لگا کر دروازے کے قریب پہنچی، کسی نے اس کی ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ وہ اوندھے منہ گر پڑی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتی، کسی نے اس کے سر کے پچھلے حصے پر ایک شدید ضرب لگائی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ دماغ اندھیرے میں ڈوبنے لگا۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ ایک چٹائی پر زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے پاس ڈیئر جمال بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ سامنے ایک آہنی سلاخوں والی دیوار تھی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر وہاں آئی۔ پھر سلاخوں کو تھام کر انھیں جھنجھوڑنے لگی۔ "مجھے باہر جانے دو۔ دون نکل آیا ہے۔ مجھے لاہور جانا ہے۔ مجھے ہر حال میں وہاں پہنچنا ہے میں کہتا ہوں میرے راستے میں رکاوٹ نہ بنو۔"

اس کی باتوں کا کسی نے جواب نہیں ملا۔ وہ غصے میں جھنجلا کر کہنے لگی۔ "فرہاد کو بلاؤ۔ وہ بزدل میرے راستے میں قانون کی دیواریں کھڑی کر رہا ہے۔ اگر میرے سامنے آنے کا حوصلہ نہیں ہے تو سوچ کے ذریعے باتیں کرے۔ میں اسے چیلنج کرتا ہوں۔ شادی سے پہلے ہر حال میں سونیا کے پاس پہنچ کر دکھاؤں گا۔ چاہے اس کے لیے مجھے اس کی دشمن تنظیموں کا آلۂ کار کیوں نہ بننا پڑے۔ مگر میں ہر حال میں سونیا کو حاصل کروں گا۔"

ڈیئر جمال نے اس کے بازو کو تھام کر کہا "بیٹے! یوں چلانے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا میں آوازیں دے چکا ہوں۔ یہاں آس پاس کوئی نہیں ہے۔"

"پاپا! آپ خود سمجھیں، اگر یہ قانونی کارروائی ہوتی تو سپاہی ضرور موجود ہوتے۔ آس پاس بھی کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ پتہ نہیں ہمیں کس ویرانے میں قید کیا گیا ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے مرحوم ابا کی تمام جائداد داؤ پر لگا دوں گا۔ میں جلال بیگ کا دوست بن جاؤں گا۔ میں یہودی تنظیم میں شامل ہو جاؤں گا۔ میں سپر ماسٹر کا آلۂ کار بن جاؤں گا۔ آج یہ بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ سونیا کو حاصل کرنے کے لیے پہلے فرہاد کو موت کے گھاٹ اتارنا ہوگا اور شاید اس کی تقدیر میں ہمیشہ ہی ہاتھوں سے موت لکھی ہوئی ہے۔"

وہ بڑی دیر تک چیختی چلاتی رہی۔ کبھی ادھر سے ادھر ٹہلتی رہی کبھی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی رہی۔ کبھی سلاخوں کو تھام کر باہر دیکھتی رہی مگر سلاخوں کے باہر کا منظر صرف اتنا ہی تھا کہ دور تک ایک کاریڈور نظر آ رہا تھا۔ اس کے بعد کیا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ کوئی مکان تھا۔ کوئی پرانی عمارت تھی۔ وہ لندن شہر تھا یا کوئی دوسری جگہ تھی کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔

آخر وہ تھک ہار کر اپنے پاپا کے پاس بیٹھ گئی ڈیئر جمال اسے تسلیاں دے رہا تھا اور سمجھا رہا تھا "بیٹا! غصہ کرنے سے کبھی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ سہولت سے سوچو۔ غصہ تھوک دو۔ فرہاد ہمارا دوست ہے۔ وہ ایسی دشمنی کبھی نہیں کرے گا۔ یہ دشمنوں کی چال معلوم ہوتی ہے۔"

"آپ فرہاد کی طرف داری نہ کریں ورنہ میں آپ کو بھی دشمن سمجھوں گی۔ آپ اس مکار کو نہیں جانتے۔ میں اس کے ساتھ کافی عرصہ رہ چکا ہوں کبھی کبھی تو وہ اپنوں کو بھی بے وقوف بناتا ہے ایسی چالیں چلتا ہے کہ اس کے اپنے بھی دھوکا کھا جاتے ہیں۔"

"میں فرہاد کی حمایت نہیں کر رہا ہوں۔ حقیقت کو سمجھنے کے لیے کہہ رہا ہوں۔"

"حقیقت بس اتنی ہے کہ فرہاد اپنی شادی کے معاملے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں چاہتا۔ سب سے بڑی رکاوٹ میں ہوں۔ آخر یہ اچانک ہی ہم سے دشمنی کیوں ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے تو کوئی ہمارا دشمن نہیں تھا۔ صرف فرہاد ہماری حفاظت کر رہا تھا مگر اب کیسے کرے گا۔ یہ تو صرف اس کی چال ہے۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میک اپ مین نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "جناب! آپ آئینے میں دیکھیں اور اس تصویر سے اپنا چہرہ ملا لیں۔ کوئی خامی ہو تو مجھے بتائیں۔"

میں وہ تصویر دیکھ کر آئینے میں اپنے آپ کو دیکھنے لگا۔ اس نے بڑے کمال کا میک اپ کیا تھا۔ میں نے اس کی تعریف کی مگر میرا ذہن جلال کی طرف اٹکا ہوا تھا۔ آخر یہ سب کیا ہو رہا تھا۔ یہ کس کی چال تھی۔

میں نے میک اپ مین کو رخصت کر دیا۔ پھر ماسٹر نوین کو مخاطب کیا۔ وہ میرا ہی انتظار کر رہا تھا "ماسٹر! آپ میرے ساتھ بڑا تعاون کیا ہے۔ میرا میک اپ ہو چکا ہے۔ پاسپورٹ اور ضروری کاغذات بھی پہنچ گئے ہیں۔ اب ہمیں سے کب روانہ ہونا ہے؟ میں ایک اور ضروری بات آپ سے کر لینا چاہتا ہوں۔"

"فرمائیے۔"

"کیا آپ کے آدمیوں نے مرجانہ اور ڈیئر جمال کو حراست میں رکھا ہوا ہے؟"

"نہیں جناب! کیا مس مرجانہ اور ڈیئر جمال اپنے کالج میں نہیں ہیں؟"

"نہیں، پچھلی رات کے آخری حصے میں چند پولیس والے آئے تھے انھیں اس الزام میں پکڑ کر لے گئے کہ وہ ماریہ اور شان ڈگلس نہیں ہیں۔ انھیں کسی ایسے نامعلوم مقام میں قید کر کے رکھا گیا ہے جس کے ایک کمرے کی دیوار آہنی سلاخوں والی ہے لیکن وہ جیل نہیں ہے۔ نہ ہی اسے لاک اپ یا حوالات کہا جا سکتا ہے۔"

ماسٹر نیومین نے شدید حیرانی کا اظہار کیا۔ یوں بھی میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر اس کے جھوٹ اور سچ کو سمجھ سکتا تھا۔ وہ مجھے دھوکا نہیں دے رہا تھا۔ اس نے پوچھا: "آپ کا شبہ کس پر ہے؟ پولیس والے یقیناً ایسا نہیں کر سکتے۔ اگر یہ پولیس کیس ہوگا تو میں گھنٹوں میں انھیں چھڑا لاؤں گا۔"

"ماسٹر! میں اپنے مذہبی احکامات کے مطابق سونیا سے شادی کرنے جا رہا ہوں۔ یہ بات میں نے مرجانہ سے بھی چھپائی تھی۔ وہ میری اور سونیا کی شادی کے خلاف ہے۔ ہماری شادی کا علم میرے اور سونیا کے علاوہ صرف رسونتی کو تھا لیکن کسی پراسرار شخص کو یہ خبر مل گئی۔ اس نے مرجانہ کو ہمارے خلاف بھڑکا دیا ہے۔"

ماسٹر نیومین نے پوچھا: "وہ پُراسرار شخص کون ہو سکتا ہے؟ اور اسے کیسے شادی کی خبر مل سکتی ہے جبکہ آپ نے اتنی احتیاط سے کام لیا تھا۔"

"ماسٹر! یہی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس وقت مرجانہ کو جس نے بھی قید کیا ہے وہ یقیناً دوہری چال چل رہا ہے۔ ایک طرف اسے میرے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ دوسری طرف اُسے یہ تاثر دے رہا ہے کہ اس کی گرفتاری میری وجہ سے ہوئی ہے۔ وہ میری دشمن نہیں ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں ابھی معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ یہ کن لوگوں کی حرکت ہے اور مرجانہ کو کہاں قید کیا گیا ہے؟"

میں مرجانہ کے پاس پہنچا۔ اس وقت ڈیئر جمال اس سے کہہ رہا تھا: "بیٹے! اگر پولیس والے ہمیں حراست میں لے کر آتے تو ہمارا سامان بھی ساتھ نہ لاتے۔ ہم دونوں کے سوٹ کیس یہاں رکھے ہوئے ہیں۔ تمھاری دوائیں بھی موجود ہیں۔"

"پاپا! آپ نے دیکھا نہیں تھا کہ یہ لوگ کن راستوں سے گزر کر یہاں تک آئے ہیں؟"

"ہم دونوں ایک گاڑی کے پچھلے حصے میں تھے۔ وہ حصہ چاروں طرف سے بند تھا۔ تم بے ہوش پڑی ہوئی تھیں اور میں باہر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ پھر میں نے سوچا۔ دیکھنے کی ضرورت بھی کیا ہے پولیس والے ہیں۔ کسی پولیس اسٹیشن تک ہی لے جائیں گے۔ بڑی دیر تک سفر جاری رہا۔ ان کے چار آدمی سیاہ ہیوں کی طرح میرے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جب گاڑی ایک جگہ رک گئی تو انھوں نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ میں نے سبب پوچھی تو ایک نے ریوالور نکال کر مجھے نشانے پر رکھ لیا۔ میں نے چپ چاپ اپنی آنکھوں پر پٹی بندھوا لی۔ اس کے بعد دو آدمی مجھے اس کمرے میں لے آئے۔"

مرجانہ سوٹ کیس کے اوپر رکھی ہوئی دواؤں کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی: "شاید فرہاد کو یہ نہیں معلوم ہے کہ میں نے بڑا کوٹ بدل دیا ہے۔ وہ یہی سمجھ رہا ہوگا کہ پہلے ڈاکٹر کے نسخے کے مطابق مجھے عورت پن کی طرف واپس لے جایا جا رہا ہے۔ اس لیے اس نے یہ دوائیں بھی میرے ساتھ اسی قید خانے میں پہنچا دی ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ٹھیک ہے وہ دھوکا کھا رہا ہے تو اُسے دھوکا دینا چاہیے اور مجھے ان دواؤں کا استعمال جاری رکھنا چاہیے۔ میں جتنی باقاعدگی سے دوا استعمال کروں گا اتنی ہی جلدی مکمل مرد بنوں گا اور اب تو فرہاد کے مقابلے میں ڈٹ کر رہنے کے لیے یہ دوائیں لازمی ہیں۔"

اس خیال کے ساتھ ہی وہ دوائیں استعمال کرنے لگی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مرجانہ کا تمام حال سنایا۔ وہ پریشان ہو کر بولی: "فرہاد یہ کیا ہو رہا ہے؟ دشمنوں کی بن آئی ہے۔ وہ بڑی مکاری سے مرجانہ کو ہمارے خلاف بھڑکا رہے ہیں اور کامیاب ہو رہے ہیں۔ کسی طرح اُسے سمجھاؤ۔"

"سچ پوچھو تو میں اس لڑکی سے بہت بیزار ہو گیا ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے بھی اس سے رابطہ قائم کرنا نہیں چاہتا۔ مجبوراً اُس کے پاس پہنچ کر حالات کو سمجھانا پڑتا ہے۔"

"مجبوری ہی سہی اس کے پاس جاؤ اور اسے سمجھانے کی کوشش کرو۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پتھریلے فرش پر بے چینی سے ٹہل رہی تھی اس نے دوائیں استعمال کی تھیں۔ پچھلے کئی ماہ سے وہ دوائیں اس کے استعمال میں رہی تھیں۔ اس کے عاشق ڈاکٹر نے نسخے تبدیل کیے تھے۔ لیکن وہ تمام نسخے ایسے ہی تھے جو اسے عورت پن کی طرف واپس لے جاتے تھے۔ ان دواؤں کے استعمال میں ایک دن کا بھی ناغہ نہیں ہوا تھا۔ البتہ انجکشن کا ناغہ ہو رہا تھا لیکن حالات ایسے تھے کہ وہ کسی ڈاکٹر کے پاس جا نہیں سکتی تھی۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر آہستہ آہستہ ماضی کی وہ باتیں یاد دلائیں جب وہ میرے ساتھ رہی تھی۔ ایک بار ہم نے ایک ہی چھت کے نیچے ایک رات گزاری تھی۔ میں اس کے دماغ میں بڑی دیر تک سفر جاری رہا۔ ان کے چار آدمی سیاہ ہیوں کی طرح میرے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جب گاڑی ایک جگہ رک گئی تو انھوں نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ میں نے سبب پوچھی تو ایک نے ریوالور نکال کر مجھے نشانے پر رکھ لیا۔ میں نے چپ چاپ اپنی آنکھوں پر پٹی بندھوا لی۔ اس کے بعد دو آدمی مجھے اس کمرے میں لے آئے۔"

مرجانہ سوٹ کیس کے اوپر رکھی ہوئی دواؤں کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی: "شاید فرہاد کو یہ نہیں معلوم ہے کہ میں نے کوٹ بدل دیا ہے۔ وہ یہی سمجھ رہا ہوگا کہ پہلے ڈاکٹر کے نسخے کے مطابق مجھے عورت پن کی طرف واپس لے جایا جا رہا ہے۔ اس لیے اس نے یہ دوائیں بھی میرے ساتھ اسی قید خانے میں پہنچا دی ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ٹھیک ہے وہ دھوکا کھا رہا ہے تو اُسے دھوکا دینا چاہیے اور مجھے ان دواؤں کا استعمال جاری رکھنا چاہیے۔ میں جتنی باقاعدگی سے دوا استعمال کروں گا اتنی ہی جلدی مکمل مرد بنوں گا اور اب تو فرہاد کے مقابلے میں ڈٹ کر رہنے کے لیے یہ دوائیں لازمی ہیں۔"

اس خیال کے ساتھ ہی وہ دوائیں استعمال کرنے لگی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مرجانہ کا تمام حال سنایا۔ وہ پریشان ہو کر بولی: "فرہاد یہ کیا ہو رہا ہے؟ دشمنوں کی بن آئی ہے۔ وہ بڑی مکاری سے مرجانہ کو ہمارے خلاف بھڑکا رہے ہیں اور کامیاب ہو رہے ہیں۔ کسی طرح اُسے سمجھاؤ۔"

"سچ پوچھو تو میں اس لڑکی سے بہت بیزار ہو گیا ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے بھی اس سے رابطہ قائم کرنا نہیں چاہتا۔ مجبوراً اُس کے پاس پہنچ کر حالات کو سمجھانا پڑتا ہے۔"

"مجبوری ہی سہی اس کے پاس جاؤ اور اسے سمجھانے کی کوشش کرو۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پتھریلے فرش پر بے چینی سے ٹہل رہی تھی اس نے دوائیں استعمال کی تھیں۔ پچھلے کئی ماہ سے وہ دوائیں اس کے استعمال میں رہی تھیں۔ اس کے عاشق ڈاکٹر نے نسخے تبدیل کیے تھے۔ لیکن وہ تمام نسخے ایسے ہی تھے جو اسے عورت پن کی طرف واپس لے جاتے تھے۔ ان دواؤں کے استعمال میں ایک دن کا بھی ناغہ نہیں ہوا تھا۔ البتہ انجکشن کا ناغہ ہو رہا تھا لیکن حالات ایسے تھے کہ وہ کسی ڈاکٹر کے پاس جا نہیں سکتی تھی۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر آہستہ آہستہ ماضی کی وہ باتیں یاد دلائیں جب وہ میرے ساتھ رہی تھی۔ ایک بار ہم نے ایک ہی چھت کے نیچے ایک رات گزاری تھی۔ میں اس کے دماغ میں بڑی دیر تک سفر جاری رہا۔ ان کے چار آدمی سیاہ ہیوں کی طرح میرے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جب گاڑی ایک جگہ رک گئی تو انھوں نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ میں نے سبب پوچھی تو ایک نے ریوالور نکال کر مجھے نشانے پر رکھ لیا۔ میں نے چپ چاپ اپنی آنکھوں پر پٹی بندھوا لی۔ اس کے بعد دو آدمی مجھے اس کمرے میں لے آئے۔"

مرجانہ سوٹ کیس کے اوپر رکھی ہوئی دواؤں کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی: "شاید فرہاد کو یہ نہیں معلوم ہے کہ میں نے کوٹ بدل دیا ہے۔ وہ یہی سمجھ رہا ہوگا کہ پہلے ڈاکٹر کے نسخے کے مطابق مجھے عورت پن کی طرف واپس لے جایا جا رہا ہے۔ اس لیے اس نے یہ دوائیں بھی میرے ساتھ اسی قید خانے میں پہنچا دی ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ٹھیک ہے وہ دھوکا کھا رہا ہے تو اُسے دھوکا دینا چاہیے اور مجھے ان دواؤں کا استعمال جاری رکھنا چاہیے۔ میں جتنی باقاعدگی سے دوا استعمال کروں گا اتنی ہی جلدی مکمل مرد بنوں گا اور اب تو فرہاد کے مقابلے میں ڈٹ کر رہنے کے لیے یہ دوائیں لازمی ہیں۔"

اس خیال کے ساتھ ہی وہ دوائیں استعمال کرنے لگی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مرجانہ کا تمام حال سنایا۔ وہ پریشان ہو کر بولی: "فرہاد یہ کیا ہو رہا ہے؟ دشمنوں کی بن آئی ہے۔ وہ بڑی مکاری سے مرجانہ کو ہمارے خلاف بھڑکا رہے ہیں اور کامیاب ہو رہے ہیں۔ کسی طرح اُسے سمجھاؤ۔"

"سچ پوچھو تو میں اس لڑکی سے بہت بیزار ہو گیا ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے بھی اس سے رابطہ قائم کرنا نہیں چاہتا۔ مجبوراً اُس کے پاس پہنچ کر حالات کو سمجھانا پڑتا ہے۔"

"مجبوری ہی سہی اس کے پاس جاؤ اور اسے سمجھانے کی کوشش کرو۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پتھریلے فرش پر بے چینی سے ٹہل رہی تھی اس نے دوائیں استعمال کی تھیں۔ پچھلے کئی ماہ سے وہ دوائیں اس کے استعمال میں رہی تھیں۔ اس کے عاشق ڈاکٹر نے نسخے تبدیل کیے تھے۔ لیکن وہ تمام نسخے ایسے ہی تھے جو اسے عورت پن کی طرف واپس لے جاتے تھے۔ ان دواؤں کے استعمال میں ایک دن کا بھی ناغہ نہیں ہوا تھا۔ البتہ انجکشن کا ناغہ ہو رہا تھا لیکن حالات ایسے تھے کہ وہ کسی ڈاکٹر کے پاس جا نہیں سکتی تھی۔

"آپ مجھے پھر لڑکی کہہ رہے ہیں۔"

"سوری بیٹے! تمھاری یہ خوش فہمی بھی دیرپا نہیں ہے۔ تم لڑکی ہو۔ لڑکی ہی رہو گی۔ میں تمھیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں اس لیے لڑکا کہتا رہتا ہوں لیکن میرے کہنے سے قدرت کے نظام میں تبدیلی تو نہیں آئے گی۔ تمھیں پہلے ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرنا چاہیے تھا۔ وہی دوائیں استعمال کرنی تھیں۔ بہرحال موجودہ دواؤں کے استعمال سے اپنی ضد پوری کر لو دیکھیں کہ تم قدرت سے لڑ سکتی ہو یا نہیں۔ سوری، لڑ سکتے ہو یا نہیں۔"

"پاپا! بات میری تبدیلی کی نہیں، فرہاد کی دشمنی کی ہو رہی ہے۔"

"بات ایک ہی ہے۔ کیا یہ تبدیلی نہیں ہے کہ تم فرہاد جیسے دوست کو دشمن سمجھ رہے ہو؟"

"آپ مجھ سے عمر میں زیادہ ہیں۔ تجربات میں زیادہ ہیں لیکن آپ اس بات کا جواب نہیں دے سکتے کہ فرہاد نے یہاں قید کرنے کے بعد ہمیں نظر انداز کیوں کر دیا ہے؟ کیا اس نے خیال خوانی سے اب تک رابطہ قائم کیا ہے؟ اگر وہ رابطہ قائم کرے تو آپ اس سے صرف ایک بات کہہ دیں کہ وہ ایک آخری بار دوستی کا ثبوت دے اور سونیا کو میرے حوالے کر دے۔ اس کے بعد میں فرہاد کا ایک ادنیٰ غلام بن کر زندگی گزار دوں گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوگا۔ فرہاد مجھے اسی طرح ابھارتا رہے گا۔ میرے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرتا رہے گا لیکن میری محبت کو میرے حوالے نہیں کرے گا۔"

میں بڑی دیر سے مرجانہ کے دماغ میں اپنی دوستی، محبت اور خلوص کی یادیں تازہ کر رہا تھا۔ جس کا کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ اسے شکایت تھی کہ میں نے اُسے قید کر کے اس سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔ سوچا کہ اس کی شکایت دور کر دوں اور اُسے خود سمجھاؤں۔ اُسی وقت کہیں سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ مرجانہ اور ڈیئر جمال فوراً ہی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ دوڑتے ہوئے آہنی سلاخوں کے پاس آ کر دیکھنے لگے۔

ان کی آنکھوں کے سامنے ایک ویران کاریڈور تھا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ باہر رہ رہ کر فائرنگ کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ قریب ہی کچھ لوگوں کے لڑنے جھگڑنے اور تکلیف سے کراہنے کی آوازیں سنائی دیں پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں قریب آنے لگیں۔ ایک شخص کاریڈور میں داخل ہوا۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔ پھر وہ دوڑتا ہوا سلاخوں کے قریب آنے لگا۔ اسی وقت دوسرے شخص نے کاریڈور میں داخل ہوتے ہوئے فائر کیا۔ دوڑ کر آنے والا چیخ مار کر لڑکھڑایا اور فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔ فائر کرنے والا اب تیزی سے دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ اس نے زمین پر گرنے

والے کی جیبوں کی تلاشی لی۔ ایک جیب سے چابیوں کا گچھا نکال لیا۔ اس کے بعد وہ جلدی سے چلتا ہوا آہنی سلاخوں کے پاس آ گیا پھر پڑے سے تالے کو کھولنے لگا۔

مرجانہ اور ڈیئر جمال آزاد ہو گئے۔ آہنی پنجرے سے نکل آئے۔ وہ شخص اشارے سے انھیں اپنے پیچھے آنے کے لیے کہتا ہوا تیزی سے کاریڈور کو طے کرنے لگا۔ کاریڈور کے آخری سرے پر پہنچ کر اس نے دیوار کی آڑ لے کر باہر کی طرف دیکھا میں نے مرجانہ کے دماغ میں سوال پیدا کیا۔ میرے اس سوال کے مطابق مرجانہ نے اس سے پوچھا "تم کون ہو؟ ہمیں پہلے کس نے قید کیا تھا؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ان کی مدد کرنے والے نے ہاتھ کے اشارے سے چلنے کے لیے کہا۔ پھر خود باہر چلا گیا۔ مرجانہ اور ڈیئر جمال دوڑتے ہوئے اس کے پیچھے باہر آ گئے۔ وہاں دور دور تک ہرا بھرا جنگل نظر آیا۔ ذرا فاصلے پر ایک جیپ کار کھڑی ہوئی تھی۔ ان کی مدد کرنے والا انھیں اشارے کرتا ہوا جیپ کار کی طرف بھاگ رہا تھا۔ ان دونوں نے ادھر دوڑ لگاتے ہوئے اپنے آس پاس دیکھا۔ کتنی ہی لاشیں زمین پر پڑی ہوئی تھیں۔ دو چار آدمی ہاتھ میں اسٹین گن لیے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ یقیناً مدد کرنے والے کے ساتھی تھے۔ اسی لیے انھیں نقصان نہیں پہنچا رہے تھے۔

بہرحال وہ سب اگلی جیپ میں بیٹھ گئے۔ گاڑی اسٹارٹ ہوئی پھر تیز رفتاری سے ایک طرف جانے لگی۔ میں نے ماسٹر نوین کے پاس پہنچ کر کہا "ماسٹر! آپ کا کہنا بہت شکریہ۔ آپ کے آدمی مرجانہ کے پاس پہنچ گئے ہیں اور اسے رہائی دلا کر اپنے ساتھ لا رہے ہیں۔"

ماسٹر نوین نے حیرانی سے کہا "جناب! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہمیں ابھی تک مرجانہ کا سراغ نہیں مل سکا ہے۔ آخر کون لوگ اسے اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں؟"

میں اس کی بات سن کر پریشان ہو گیا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمن پھر کوئی چال چل رہے ہیں۔ اسے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ وہ اب تک فرہاد کی قید میں تھی اور اس کے انجانے دوست اسے رہائی دلا کر اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔"

"فرہاد صاحب، پلیز آپ مرجانہ کے دماغ میں رہ کر معلوم کریں کہ وہ کون سی جگہ ہے آس پاس کا ماحول ہمیں بتائیں جیسے ہی وہ جگہ معلوم ہو گی۔ ہم منٹوں میں وہاں پہنچ جائیں گے۔ ہماری تیز رفتار گاڑیاں اور ہیلی کاپٹر وغیرہ تیار ہیں۔ صرف میرے حکم کی دیر ہے۔"

میں پھر مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک ہیلی کاپٹر کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ رہی تھی۔ میں نے ماسٹر سے کہا "وہ ایک ہیلی کاپٹر میں سوار ہو چکی ہے۔"

"آپ فوراً ہی یہ بتائیں کہ وہ ہیلی کاپٹر کس رنگ کا ہے اور کس ملک کا ساختہ ہے۔"

میں پھر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے اور ڈیئر جمال کے علاوہ میں کسی کے دماغ میں جھانک کر معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ سب گونگے بنے ہوئے تھے۔ میں نے مرجانہ کے دماغ کو ہیلی کاپٹر کی طرف لگایا پھر ماسٹر کے پاس آ کر بتایا کہ پیلے رنگ کے ہیلی کاپٹر پر دو پڑی بڑی کالے رنگ کی دھاریاں ہیں۔ کسی نے سر اٹھا کر کہا "میں سمجھ گیا۔ یہ پیرس کے ایک ارب پتی یہودی مرچنٹ شیفرڈ کا ہیلی کاپٹر ہے۔ اس ہیلی کاپٹر کی پرواز فرانس سے انگلینڈ تک محدود ہے۔ اس سے آگے جانے کا اجازت نامہ نہیں ہے اگر یہ انگلینڈ کے کسی حصے سے پرواز کر رہا ہے تو یہ زیادہ سے زیادہ فرانس تک جائے گا۔ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں۔"

وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے مختلف ماسٹروں اور ماتحتوں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ مرجانہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھ رہی تھی "مجھے معلوم ہونا چاہیے زمین کن دوستوں کے درمیان ہوں؟"

ہیلی کاپٹر زمین سے بلند ہو کر پرواز کر رہا تھا۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے اپنی جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے کھول کر پڑھنے لگی۔ اس میں لکھا ہوا تھا

"مسٹر! پہلے تو ہم آپ کو اس سے مسٹر بننے کی مبارک باد دیتے ہیں۔ حقیقتاً آپ جیسی فولادی ہستی کو عورت کا روپ بھلا نہیں تھا۔ آپ کو مرد بننا چاہیے تھا۔ قدرت نے آپ کے ساتھ یہ ناانصافی کیا ہے۔

اس مبارک باد کے بعد ہم آپ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ سونیا پر آپ کا اور صرف آپ کا حق ہے۔ سونیا بھی آپ پر دل و جان سے مرتی ہے اور آپ ہی کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہے لیکن جب آپ اس سے پوچھتے ہیں تو وہ زبان سے انکار کرتی ہے نہیں؟ محض اس لیے کہ سونیا کی زبان انکار کرتے وقت سونیا کی زبان نہیں ہوتی بلکہ فرہاد اس کے دماغ میں بیٹھ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے سونیا کے اقرار کو انکار میں بدل دیتا ہے وہ تمھارے سامنے مجبوراً انکار کرتی ہے اور کسی وقت بھی اپنے دل و دماغ کی آزادی سے تمھاری محبت کا دم نہیں بھر سکتی۔ وہ فرہاد کی محبت کی نہیں، بلکہ ٹیلی پیتھی کی اسیر ہے۔

اب فرہاد نے آپ کو چار دیواری میں اسیر کیا تھا۔ آپ مقصد

اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ وہ آپ کو سونیا کے پاس پہنچنے سے روک رہا ہے لیکن ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کو سونیا کے پاس پہنچائیں گے۔

اب آپ سوچیں کہ ہم فرہاد کے خلاف آپ کی مدد کیوں کر رہے ہیں؟ اس کا مختصر سا جواب یہ ہے کہ فرہاد ہمارا پہلا اور آخری دشمن ہے اور وہ ہمارا اور آپ کا مشترکہ دشمن ہے۔ ہم مشترکہ جدوجہد کے ذریعے اسے زیر کر سکتے ہیں۔ اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم کر سکتے یا غیر مؤثر بنا سکتے ہیں۔ اب یہ کیسے ہو گا؟ یہ ہم آپ کو رفتہ رفتہ بتائیں گے۔ پہلے تو ہمارے درمیان دوستی مستحکم ہونی چاہیے۔

دوستی کے استحکام کے لیے ہم آپ کو سونیا تک پہنچا رہے ہیں۔ یہ دوستی کا پہلا ثبوت ہے۔ دوسرا ثبوت آپ کو اس وقت ملے گا جب آپ کا یہ سفر ختم ہو گا۔ جس منزل پر آپ پہنچیں گے۔ وہاں ہم آپ کے سامنے ایک ایسا تحفہ پیش کریں گے کہ آپ آنکھیں بند کر کے ہماری دوستی پر ایمان لے آئیں گے۔

ہم مجبور ہیں، براہ راست آپ سے گفتگو نہیں کر سکتے اس کی وجہ آپ خوب جانتے ہیں۔ منزل پر پہنچنے کے بعد ہمارا ایک نمائندہ آپ سے تفصیلی گفتگو کرے گا۔"

تحریر ختم ہو گئی۔ میں اس کی روشنی میں پوری طرح سمجھ گیا کہ یہودی کھل کر میرے سامنے محاذ بنا رہے ہیں۔ اپنے پہلے محاذ مرجانہ کو میرے خلاف پیش کر رہے ہیں۔ مرجانہ کی تنہا کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ صرف ایک ناقابل شکست فائٹر تھی۔ فولادی جسم رکھتی تھی۔ اور اپنے قد مقابل کو زیادہ دیر پاؤں پر کھڑے رہنے کا موقع نہیں دیتی تھی۔ ایسے فائٹر میرے سامنے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔

اس کے علاوہ مرجانہ کے پاس کوئی ایسی ذہنی صلاحیت نہیں تھی جو قابل ذکر ہو یا جسے یہودی تنظیم کے لوگ اپنے کام میں لا سکیں۔ وہ لوگ صرف موقع سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ مرجانہ کے عاشقانہ جذبے کو ہوا دے رہے تھے۔ ہمارے درمیان تفرقہ پیدا کر رہے تھے اور کامیاب ہو رہے تھے۔

یہودی فوجی نوعیت کی جنگیں بہت کم لڑتے ہیں۔ وہ دماغی بساط پر مکاری اور سازشی مہرے چلنے کے عادی ہیں۔ یہ کتنی بڑی مکاری تھی وہ مرجانہ کو سمجھا رہے تھے کہ سونیا اس کی محبت سے انکار نہیں کرتی ہے۔ بلکہ فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی زبان سے انکار کراتا ہے۔ یہ بڑا ہی کامیاب سائنسی نکتہ تھا۔ جس پر مرجانہ آنکھیں بند کر کے یقین کر رہی تھی۔

میں ماسٹر نوین کے پاس پہنچا۔ ماسٹر نے کہا۔ "جناب ہمیں الیاہی کاپٹر کا سراغ مل گیا ہے ہمارے دو ہیلی کاپٹر اس کا تعاقب کرنے جا رہے ہیں۔ بہت جلد اسے اپنے گھیرے میں لے لیں گے۔"

"آپ اپنے ہیلی کاپٹر واپس آنے کا حکم دیں۔ پھر میں بتاتا ہوں۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے حکم دیا۔ اس کے بعد میں نے کہا "مرجانہ کو میرے خلاف پوری طرح بھڑکایا گیا ہے۔ وہ یہی سمجھ رہی ہے کہ اس چار دیواری میں اسے میں نے ہی قید کرایا تھا اور اس کے یہودی دوست وہاں سے رہائی دلا کر لے جا رہے ہیں اگر آپ کے ہیلی کاپٹر ان کا تعاقب کریں اور انھیں گھیرے میں لیں گے تو مرجانہ کے دماغ میں یہ بات جڑ پکڑ لے گی کہ میں اسے گھیر رہا ہوں۔ اسے یہودی تنظیم کی جانب سے ایک خط موصول ہوا ہے وہ خط مرجانہ کے مخالفانہ خیالات کو مستحکم کرتا ہے۔ لہٰذا اب آپ اس معاملے سے الگ ہو جائیں۔"

"اس وقت ایک بج رہا ہے۔ ٹھیک پانچ بجے طیارہ یہاں سے پرواز کرے گا۔ آپ ساڑھے چار بجے ایئر پورٹ پہنچ جائیں وہاں آپ سے سوہی بیک آپ میں ملاقات کرے گا اور آپ کے سامان کی رسید دے گا۔"

میں نے پوچھا "کیسا سامان؟"

اس نے مسکرا کر کہا "مادام سونیا دلھن بن رہی ہیں اس لیے میری طرف سے کچھ تحائف ہیں۔ آپ کی بہن اور بہنوئی کے لیے بھی میں نے بہت کچھ خرید کر رکھ دیا ہے۔"

"ماسٹر آپ نے تو میرا دل جیت لیا۔ آپ میرا اتنا خیال کرتے ہیں۔"

"جناب! میں بیان نہیں کر سکتا کہ مجھے آپ سے کتنی عقیدت ہے۔ میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں۔ سپر ماسٹر کی لاعلمی میں کر رہا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔ وہاں شاہینہ کے لورھی رشتے دار ہیں۔ آپ سامان میں کچھ اضافہ کر دیں تاکہ میں شاہینہ کے ساس، سسر دیور اور نند کو بھی کچھ تحفے پیش کر سکوں۔"

"اچھی بات ہے۔ اس تمام سامان کی رسید آپ کو ایئر پورٹ میں مل جائے گی۔"

میں نے رسونتی سے رابطہ قائم کیا۔ اسے تمام حالات بتا کر کہا "میں مرجانہ کے پاس جا رہا ہوں وہ یقیناً اپنی کسی منزل تک پہنچ گئی ہو گی۔"

رسونتی نے کہا "تم اسے مخاطب نہ کرنا۔ میں بھی اس کے دماغ میں پہنچ رہی ہوں۔ اسے اپنے طور پر سمجھانے کی کوشش کروں گی۔"

ہم دونوں ایک ساتھ اس کے دماغ میں پہنچے۔ پیرس کے مضافاتی علاقے میں ایک بہت بڑی کوٹھی تھی جہاں وہ پہنچائی

گئی تھی۔ اس وقت وہ اور ڈیئر جمال ایک نہایت ہی خوبصورت سجے ہوئے کمرے میں بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے ناشتے کی ٹرے لائی گئی تھی۔ مرجانہ نے کہا: "مجھے بھوک نہیں ہے میں سونیا کے پاس پہنچنے کے بعد کھاؤں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کمرے کا ایک دروازہ کھلا اور وہاں سے ایک شخص داخل ہوا۔ اس نے ادب سے جھک کر مرجانہ کو سلام کیا پھر کہا: "آپ کو ہم پر مکمل بھروسہ کرنا چاہیے ہم آپ کو ضرور سونیا کے پاس پہنچائیں گے۔"

"میں فرہاد سے پہلے وہاں پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"آپ نہتے جا کر کیا کریں گے۔ اگر شیر کے منہ سے نوالا چھینا ہوتا تو ہم آپ کو رائفل اور دوسرے آتشی اسلحہ دے کر روانہ کر دیتے لیکن آپ فرہاد سے سونیا کو چھیننے جا رہے ہیں۔ اس کے لیے آپ کو بڑی تیاریاں کرنی ہوں گی۔ جوش اور جذبے میں وہاں پہنچیں گے تو چیخنے چلانے کے سوا کچھ نہیں کر سکیں گے۔ یہاں سے آپ کچھ ایسے سامان لے کر جائیں جو آپ کی کامیابی کا سامان پیدا کریں۔ ہمارے ذرائع آپ کے لیے ہوں گے۔ آپ کے پیچھے ایک فوج ہوگی۔ آپ کے پیچھے ہر وہ اسلحہ ہوگا جو آپ کے کسی وقت بھی کام آ سکتا ہے۔ وہاں پہنچ کر شاید ایسا وقت بھی آئے جب سونیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجبور ہو کر آپ کی محبت سے انکار کر دے اور آپ کو مجبور ہو کر اسے اغوا کرنا پڑے۔ لہٰذا اغوا کرنے کے تمام ذرائع ابھی سے مستحکم کر لیے جائیں۔ آپ کا فرہاد سے پہلے پہنچنا ضروری نہیں ہے۔ ہم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ان کی شادی سے پہلے ہم آپ کو پہنچا دیں گے۔ پلیز آپ ہماری میزبانی قبول کریں اور کچھ کھا لیں۔"

وہ اس کی باتوں سے قائل ہو کر کھانے لگی۔ رسونتی نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو مرجانہ، کیا تم میری آواز اور لہجے کو محسوس کر رہی ہو؟"

وہ کھاتے کھاتے رک گئی۔ غصے سے بولی: "آواز اور لہجہ تو رسونتی کا ہے لیکن میں خوب سمجھتا ہوں۔ فرہاد تم مرد سے عورت بن کر میرے دماغ میں آئے ہو۔"

رسونتی نے کہا: "یہ فرہاد نہیں۔ رسونتی ہوں تم یقین کرو۔"

"کیسے یقین کروں۔ رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم ہو چکی ہیں۔"

"ختم ہو جاتیں تو اس وقت میں تم سے گفتگو نہ کرتی۔"

"میں کہتا ہوں شرم کرو۔ مرد ہو۔ عورت بن کر نہ بولو۔"

"مرجانہ! میری سمجھ میں نہیں آتا میں تمہیں کس طرح سمجھاؤں۔ چلو، مجھے فرہاد سمجھ لو۔ مگر میری بات سن لو۔"

"بکواس کرتے رہو۔ مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔"

وہ کھانے میں مصروف ہو گئی۔ رسونتی نے کہا: "دیکھو مرجانہ، فرہاد ہمیشہ سے دوست رہا ہے۔ وہ کبھی کسی حال میں دشمن نہیں بن سکتا تم خواہ مخواہ سونیا کے لیے ضد کر رہی ہو۔"

مرجانہ نے اچانک زوردار قہقہہ لگایا۔ ڈیئر جمال چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ وہ اُسے نظر انداز کرتے ہوئے بولی: "رسونتی کبھی نہ کہتی کہ میں سونیا کے لیے ضد کر رہی ہوں۔ کیونکہ وہ تمہاری شریک حیات ہے اور کوئی بھی عورت اپنی سوتن کے لیے ایسے الفاظ استعمال نہیں کرتی۔ فرہاد تمہارا بھید کھل چکا ہے تم رسونتی بن کر بول رہے ہو۔ چلے جاؤ میرے دماغ سے۔"

میں نے رسونتی سے کہا: "فضول ہے۔ وہ کبھی یقین نہیں کرے گی۔"

رسونتی نے کہا: "فرہاد، تم اسے مخاطب کرو۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ ابھی وہ تمہارے لب و لہجے کو مجھ سے منسوب کر رہی تھی۔ اب کہے گی کہ میرا رسونتی والا فراڈ نہیں چلا اس لیے اپنے لب و لہجے میں مخاطب کر رہا ہوں۔ میں ہر طرح اس کے سامنے دشمن کی حیثیت سے آ رہا ہوں۔ اس کے سوچنے کا انداز بدل گیا ہے۔ نہ وہ دوست بن کر سوچے گی نہ میں خود کو دوست ثابت کر سکوں گا۔"

"اب کیا کرو گے ہم؟"

"کیا کر سکتا ہوں؟ میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر ان دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا سکتا ہوں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا میں چوبیس گھنٹے اس کے دماغ پر قابض رہ سکتا ہوں۔ جب میں اس کے دماغ کو آزاد چھوڑوں گا اور جب وہ اپنے ہوش و حواس میں ہوگی۔ تو یہی سوچے گی کہ میں ان کے خلاف قدم اٹھا رہا ہوں، تو ابھی اس کے سب سے بڑے دوست اور ہمدرد ہیں۔"

"وہ ایسا ہی سوچے گی۔ پھر تم کیا کرو گے کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

"کچھ تو کروں گا۔ پہلے دیکھ لوں کہ اس کے دوست اور ہمدرد بننے والے کیسے منصوبے بناتے ہیں۔ آؤ ہم پھر مرجانہ کے دماغ میں چلیں۔"

ہم اس کے پاس پہنچ گئے وہ ناشتے سے فارغ ہو چکی تھی۔ اور اب کافی کی ایک پیالی اٹھائے آہستہ آہستہ چسکی لے رہی تھی۔ اس کے سامنے صوفے پر وہ شخص بیٹھا ہوا تھا جو یہودی تنظیم کا نمائندہ تھا۔ اس نے کہا: "سر! آپ کا کوئی نام ہونا چاہیے تاکہ آپ کو مخاطب کرنے میں آسانی رہے۔"

مرجانہ نے کہا: "سر ہی کافی ہے۔ مجھے سفر کے دوران بتایا گیا ہے کہ یہاں پہنچتے ہی کوئی غیر معمولی تحفہ پیش کیا جائے گا۔"

"آپ کافی ختم کر لیں۔ وہ تحفہ ابھی پیش کیا جائے گا۔"

مرجانہ نے پیالی کو میز پر رکھتے ہوئے کہا: "پیش کرو۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا: "وہ تحفہ ایسا ہے کہ آپ خود چل کر اسے دوسرے کمرے میں دیکھ لیں۔"

یہ کہہ کر وہ ایک کمرے کے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ مرجانہ اور ڈیئر جمال بھی اس کے پیچھے چلتے ہوئے دروازے تک آئے۔ اس نے دروازے کو کھولتے ہوئے کہا: "آیئے اندر تشریف لائیے۔"

وہ اندر آ گئے۔ وہ ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ مگر سامان سے خالی تھا۔ کمرے کے آخر میں دو کرسیاں تھیں جن پر رینا جلال اور جلال بیگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نمائندے کے دماغ سے جلال بیگ کا نام سن کر میں چونک گیا۔ فوراً ہی سمجھ گیا کہ یہ مکاریہودی جلال بیگ اور مرجانہ کا سامنا کیوں کرایا ہے؟"

رینا اور جلال بیگ مرجانہ کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑے ہو گئے یقیناً انھوں نے مرجانہ کی اور ہم سب کی تصویریں دیکھی ہوں گی اس نمائندے نے آگے بڑھ کر کہا: "تم نے تو پہچان لیا کہ یہ مرجانہ ہے۔"

اس نے مرجانہ کی طرف رُخ کر کے کہا: "اور مسٹر آپ کے لیے سب سے بڑی خوشخبری، آپ کا وہ دشمن آپ کے سامنے ہے جس نے آپ کی والدہ کے سینے میں بم کو باندھ کر ہر لمحہ انھیں موت کی اذیتوں سے گزارا تھا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی مرجانہ نے ایک زوردار چیخ ماری۔ کراٹے کا پوز بنایا۔ پھر چشم زدن میں سنبھلے دیکھا کہ وہ فضا میں اڑتی ہوئی جلال بیگ کی طرف گئی تھی اور اس کے سینے پر ایک بھرپور لات ماری تھی۔ جلال بیگ کے حلق سے ایک چیخ نکلی وہ پیچھے کی طرف لڑھکتا آیا اور کرسی کو ساتھ لیے فرش پر گر پڑا۔ رینا چیختی ہوئی جلال بیگ کی طرف گئی: "نہیں نہیں، انھیں نہ مارو۔ یہ پہلے ہی دہشت زدہ ہیں۔ میں تم سے ان کی زندگی اور سلامتی کی بھیک مانگتی ہوں۔ میرا اس دنیا میں ان کے سوا کوئی نہیں ہے۔"

مرجانہ نے کراٹے کا پوز بناتے ہوئے ایک جگہ رک کر کہا: "اے عورت ہٹ جا۔ تو اس کی زندگی کی بھیک مانگ رہی ہے۔ جس نے میری امّی کو تماشا بنا کر رکھا ہوا تھا۔ اس وقت تو نے میری امّی کی زندگی کے لیے بھیک نہیں مانگی ہوگی۔ آج میں اس ذلیل کے جسم کے کسی اور حصّے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی صرف سینے پر اسی جگہ حملے کروں گی جہاں میری امّی کے سینے پر بم باندھا گیا تھا۔ میں اس کے جسم کو ٹھیک اسی جگہ ہاتھوں سے کھوکھلا کر دوں گی۔ سنا ہے کہ یہ زبردست قوتِ ارادی کا مالک ہے میں دیکھوں گی کہ میرے کتنے ہاتھ اس کے سینے پر پڑتے ہیں اور اس کے دل کی دھڑکنیں کب تک برقرار رہتی ہیں۔ کتنی دیر قوتِ ارادی سے یہ اپنی دھڑکنوں کو جاری رکھ سکتا ہے۔"

میں نے مرجانہ کے دماغ میں کہا: "اس وقت تم صحیح معنوں میں ایک بیٹی کے جوش اور جذبے سے باتیں کر رہی ہو۔ اسی لیے بیٹی کے انداز میں گفتگو کر رہی ہو۔ لڑکا بننا بھول گئی ہو۔"

وہ چونک کر سوچنے لگی: "کیا میں ابھی جوش میں اور روانی میں لڑکی کی طرح بول رہی تھی نہیں بول رہا تھا۔ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "امّی نے مجھے جس ممتا سے اور جس دکھ درد سے جنم دیا ہے اس جنم کے رشتے سے میں بیٹی ہوں۔ اس وقت میں ان کے لیے انتقام لینا چاہتی ہوں۔ تو میرے اندر صرف ایک بیٹی بول رہی ہے۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی اس نے اپنی سوچ کو جھٹک کر کہا: "نہیں میں بیٹا ہوں۔"

اس وقت تک جلال بیگ فرش پر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نمائندے کو کھونسہ دکھا کر کہہ رہا تھا: "ذلیل کمینے! میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ کاہال تنظیم کے لوگ مجھے کارہ سمجھ رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ میں فرہاد کی مٹھی میں آ گیا ہوں۔ تم لوگوں کو مجھ سے خطرہ ہے۔ مجھے راستے سے ہٹانا چاہتے ہو۔ تم لوگ مجھے گولی بھی مار سکتے تھے۔ لیکن تمہاری مکاری کا جواب نہیں ہے تم اس چھوکری کو میرے مقابلے پر لے آئے تاکہ اس کی خوشنودی حاصل کر سکو اور اس پر جتا سکو کہ تم لوگوں نے اس کے بہت بڑے دشمن کو اس کے سامنے لا کر دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ تم اپنی ذلالت سے باز آ جاؤ۔ میں ناکارہ نہیں ہوں۔ مجھ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ فرہاد میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکا ہے۔"

اس کی بات سنتے ہی اس نمائندے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: "جلال بیگ تم آدھے پاگل ہو چکے ہو۔ تم اپنی احتیاطی تدابیر بھول چکے ہو۔ یہ بھی بھول گئے کہ اس وقت مرجانہ کے سامنے چیخ چیخ کر بول رہے ہو۔ فرہاد ضرور تمہارے لب و لہجے کو گرفت میں لے چکا ہوگا۔"

"میں جانتا ہوں اگر اس چھوکری کے ہاتھوں نہیں مروں گا تو تم لوگ گولی مار دو گے۔ جب مرنا ہی ٹھہرا تو پھر فرہاد سے کیا ڈرنا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی مرجانہ نے اس پر حملہ کیا۔ اس نے حملے کو روک لیا۔ اس نے پھر حملہ کیا پھر اس نے روک لیا۔ تیسری

بار پھر زبردست حملہ کیا۔ جلال بیگ نے اسے بھی روک لیا۔ یہ کوئی چیونٹی نہیں تھا کہ مرجانہ آسانی سے مسل دیتی۔ وہ جتنی ذہنی صلاحیتیں رکھتا تھا۔ اتنی ہی جسمانی صلاحیتوں کا بھی مالک تھا اور اپنے حلقے میں ایک بہترین فائٹر تسلیم کیا جاتا تھا۔

مرجانہ پلٹ گئی۔ جلال بیگ دھوکا کھا گیا کہ وہ نمائندے کی طرف جارہی ہے۔ اسی وقت اس نے اچانک ہی پلٹ کر ایک لات ماری۔ لات اس کی ٹھوڑی پر پڑی تھی۔ اس کا سر اوپر کی طرف اٹھ گیا۔ اس نے دوسرا زبردست حملہ کیا اس کے سینے پر چار انگلیوں کا پنچ مارا۔ ایسے پنچ کو وہی لوگ جانتے ہیں جو انتہائی جان لیوا قسم کے کراٹے آرٹ میں مہارت رکھتے ہیں۔ مرجانہ نے اپنے استاد والٹسورد کی سے ایسے پنچ کا آرٹ بڑے ہی خطرناک انداز میں سیکھا تھا۔ لوہے کے ذرات کے ڈھیر میں وہ سیدھی انگلیوں کے پنچ مارا کرتی تھی جس کی وجہ سے اس کی انگلیاں بھی فولاد ہوگئی تھیں۔

جلال بیگ مضبوط اور صحت مند جسم کا مالک تھا لیکن مرجانہ کا وہ پنچ ایسا تھا کہ ایک دم سے اس نے ابکائی لی اور اس کے منہ سے خون گرنے لگا۔ مرجانہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اس لہو کو منہ سے اگلنے سے روکو۔ میں تمہارے سینے سے خون ابلتا دیکھنا چاہتی ہوں۔ اب جو دوسرا ہاتھ پڑے گا تو میری چاروں انگلیاں سینے میں پیوست ہوجائیں گی سنبھلو۔"

یہ کہتے ہی اس نے کراٹے کا ایک پوز بنایا۔ للکارنے کے انداز میں ایک چیخ ماری۔ پھر اس پر حملہ کیا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو بہکا دیا۔ حملہ ناکام ہوگیا۔ دوسری بار پھر وہ بنیترا بدل کر حملہ کرنے لگی۔ میں نے پھر بہکا دیا۔ وہ رک کر حیرانی سے جلال بیگ کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی، یہ کیا ہورہا ہے۔

میں جلال بیگ کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ تب وہ سینہ تان کر کھڑا ہوگیا اور آستین سے لہو پونچھتے ہوئے بولا۔ "مرجانہ! میں فرہاد تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔"

وہ چونک کر جلال بیگ کو دیکھنے لگی۔ پھر سر ہلا کر بولی۔ "اچھا اب سمجھ میں آیا کہ میرے حملے ناکام کیوں ہوئے تھے۔"

میں نے جلال بیگ کی زبانی کہا۔ "تمہارے حملے آئندہ بھی ناکام ہوتے رہیں گے۔ تمہاری یہ حسرت کبھی پوری نہ ہوگی کہ تمہارا دشمن تمہارے ہاتھوں مرسکے میں جلال بیگ کو مرنے نہیں دوں گا۔"

دور کھڑے ہوئے نمائندے نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! اگر آپ واقعی ہم سے مخاطب ہیں تو سن لیجیے۔ جلال بیگ اس کمرے سے زندہ واپس نہیں جائے گا۔ اگر مسٹر کے ہاتھوں نہ مرسکا تو ہم اسے گولی ماردیں گے۔ آپ زیادہ سے زیادہ مجھے مار سکتے ہیں مگر جلال بیگ کو مرنے سے نہیں بچا سکتے۔"

میں نے جلال بیگ کی زبانی کہا۔ "مجھے جلال بیگ کی موت سے نہیں اس کی زندگی سے دلچسپی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ تڑپ تڑپ کر ہر روز تھوڑا تھوڑا مرتا رہے۔ میں اسے ایسی اذیتوں میں مبتلا کرنا چاہتا ہوں کہ دوسرے عبرت حاصل کریں۔ لیکن یہ لڑکی جوش میں آکر ہوش کھو بیٹھی ہے۔ مجھ جیسے دوست کو اپنا دشمن سمجھ رہی ہے اور جلال بیگ کو ایک دم مار کر تمام اذیتوں سے نجات دلانا چاہتی ہے میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ جلال بیگ اس طرح نہیں مرے گا۔"

وہ چیخ کر بولی۔ "مر در مرے گا میں ابھی اسے ختم کروں گا۔"

یہ کہتے ہی ایک فلائنگ کِک ماری۔ میں اس کی سوچ پڑھتے ہی ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ فضا میں اڑتی ہوئی آئی اور دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑی۔ میں نے کہا۔ "مرجانہ! اٹھ کر کھڑی ہوجاؤ۔ تمہارے سامنے فرہاد ہے۔ تم اسی طرح دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر مرجاؤ گی۔"

وہ فوراً ہی اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اور جلال بیگ کی طرف جھپٹتے ہوئے بولی۔ "دیکھو فرہاد! مجھ سے زیادہ دشمنی نہ بڑھاؤ۔ بہتر ہے جلال بیگ کو میرے حوالے کردو۔"

میں نے کہا۔ "میرے ایک سوال کا جواب دو۔ تمہاری نظروں میں کس کی زیادہ اہمیت ہے۔ ماں کی یا محبوبہ کی؟"

اُس نے پوچھا۔ "تمہارا مطلب کیا ہے؟"

"مطلب یہی ہے کہ اگر ماں کی اہمیت زیادہ ہے اور تم اپنی ماں کی مصیبتوں کا انتقام اپنے اس بدترین دشمن سے لینا چاہتی تو سونیا سے دستبردار ہوجاؤ۔ میں ابھی جلال بیگ کو تمہارے حوالے کردوں گا۔ اور اگر سونیا تمہارے لیے بہت زیادہ اہم ہے تو ماں کی طرف سے انتقام کو بھول جاؤ۔ تم ایسی خود غرض لولاد ہو جو جوانی میں عشقیہ جذبوں کو اہمیت دے کر اپنے ماں باپ کو بھول جاتی ہے۔"

"میری امی نے بیس سال تک جو تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ انھیں میں بھول نہیں سکتا۔ میں اس سے انتقام ضرور لوں گا۔ اور سونیا کو بھی حاصل کرکے رہوں گا۔ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔"

"میں نے کہہ دیا ہے کہ جلال بیگ کو اس وقت تک تمہارے حوالے نہیں کیا جائے گا جب تک تم سونیا سے دستبردار نہیں ہوگی چاہے یہ لوگ جلال بیگ کو گولی کیوں نہ ماردیں مگر یہ دشمن تمہارے ہاتھوں سے نہیں مرے گا۔ تمہیں یہ اعزاز کبھی حاصل نہیں ہوگا۔ تم اپنی امی کے سامنے سرخرو کہلانا چاہتی ہو گی کہ سونیا کے حصول کے لیے تم نے اپنے دشمن کو چھوڑ دیا تھا۔"

مرجانہ چند لمحوں تک سوچتی رہی۔ پھر اس نے نمائندے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ جلال بیگ کو گولی نہ ماری جائے اسے میرے لیے زندہ رکھا جائے۔"

نمائندے نے ادب سے کہا۔ "آپ کا حکم سر آنکھوں پر ہم اسے

آپ کے لیے زندہ رکھیں گے۔"

میں نے جلال بیگ کے ذہن سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "یہ زندہ کیسے رہے گا۔ یہ تو آہستہ آہستہ موت کے منہ میں جارہا ہے۔ میں اسے سسکا سسکا کر مار رہا ہوں۔ یہ اعزاز مجھے حاصل ہے کہ میں تمہاری امی کا انتقام لے رہا ہوں۔ دیکھو میں اسے کس طرح موت کی تھوڑی تھوڑی سی خوراک دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے جلال بیگ کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بوکھلا کر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "مجھے کیا ہوگیا تھا؟"

رینا اس کے قریب آکر بولی۔ "ابھی مسٹر فرہاد، تمہارے دماغ پر قابض تھے اور تمہارے ذریعے ان لوگوں سے باتیں کررہے تھے۔"

وہ ایک دم سہم گیا۔ دبے پھاڑ پھاڑ کر حیران حیران سا ہر ایک کو دیکھنے لگا۔ میں نے سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو جلال بیگ! میں تمہیں مخاطب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ تمہارے ذہن میں بیٹھ کر چپ چاپ تمہیں آہستہ آہستہ اندر سے کھوکھلا کرنا چاہتا تھا لیکن مرجانہ کی جلد بازی نے کام بگاڑ دیا۔ میں مجبور ہوکر تمہیں مخاطب کررہا ہوں۔ چلو، اب فرش پر گھٹنے ٹیک دو۔ دونوں ہاتھوں کے بل جھک جاؤ اور کتے کی طرح جھوٹ بولنا شروع کردو۔"

"نہیں نہیں، میں ایسا نہیں کرسکتا۔ میں بلند مرتبہ اور باعزت آدمی ہوں۔"

"تم ایسا ضرور کروگے جلال بیگ! میں تمہیں ایسا کرنے پر مجبور کردوں گا۔ لوگ سمجھیں گے کہ تم کتے بن گئے ہو۔ یہ نہیں سوچیں گے کہ ٹیلی پیتھی سے مجبور ہوکر ایسا کررہے ہو۔"

"نہیں، لوگ یہی سمجھیں گے کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجبور کیا گیا ہوں۔"

"نہیں جلال بیگ! وہ یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی سے خوفزدہ ہوکر ایسا کررہے ہو۔ چلو اب شروع ہوجاؤ۔"

میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ وہ گھٹنے ٹیک کر دونوں ہاتھوں کے بل جھک گیا اور کتے کی طرح بھونکنے لگا۔ سب لوگ تماشا دیکھ رہے تھے۔ رینا تڑپ کر اس کے پاس آئی اور اسے جھنجوڑ کر کہنے لگی۔ "جلال! یہ کیا کررہے ہو؟ کیا ہوگیا ہے تمہیں؟"

جلال بیگ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "دیکھو مرجانہ! یہ کس قدر ذلیل ہوگیا ہے۔ دشمن کو آہستہ آہستہ ایسی ہی ذلت کی موت سے دوچار کرنا چاہیے۔ میں ایسا ہی کررہا ہوں۔ تم نہیں کرسکو گی۔ کبھی نہیں کرسکو گی۔"

میں نے جلال بیگ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے دیوانگی کی طرف دیکھا۔ رینا نے کہا۔ "جلال! تمہیں کیا ہوگیا تھا۔ تم کتے کی طرح کیوں بھونک رہے تھے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر زمین پر گر پڑا۔ وہ ذلت کے احساس سے مرا جارہا تھا۔ اس نے بڑی محنت سے عزت بنائی تھی۔ نام کمایا تھا۔ ایک پُراسرار باس بن کر حکومت کی حتی الوسع اب اتنا گر گیا تھا کہ خود اپنی نظروں میں کوئی مقام نہ رہا تھا۔

میں مرجانہ کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ واقعی یہ جس طرح ذلت کے احساس سے مررہا ہے۔ اسے ایسی ہی موت ملنی چاہیے لیکن اس کی موت میں میرا ہاتھ نہیں ہوگا تو میں امی کے سامنے سرخ رو نہ ہوسکوں گا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی نمائندے کے پاس آئی اور اس سے کہا۔ "جلال بیگ کو کسی ایسی جگہ قید کردو جہاں اسے دیکھنے والا کوئی نہ ہو۔ صرف ایک آدمی اس کی روزمرہ ضروریات پوری کرنے اس کے پاس جائے۔ جب کوئی دیکھنے والا نہ ہوگا تو یہ تنہائی میں کچھ بھی کرتا ہے اسے اپنی ذلت کا اتنا احساس نہ ہوگا پھر میں دیکھوں گا کہ فرہاد کس طرح اسے ذلت کی موت مارتا ہے۔ میں اسے ہر حال میں صرف اپنے انتقام کے لیے زندہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ ڈیوجمال کے ساتھ دوسرے کمرے میں آگئی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "تم ابھی بچی ہو، نادان لڑکی! تم جلال بیگ کو کسی کال کوٹھڑی میں بھیج دو۔ تین کی تہہ میں چھپا دو۔ میں اسے دنیا والوں کے سامنے ذلت کی موت مارنے کے لیے پاتال سے بھی نکال لاؤں گا۔"

اسی وقت نمائندے نے کمرے میں آکر کہا۔ "مسٹر اگر آپ فرہاد کو زیر کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے پاس ایک بہت ہی عمدہ تدبیر ہے۔ آپ مسٹر ڈیوجمال کو اس کمرے میں آرام کرنے دیں اور میرے ساتھ دوسرے کمرے میں چلیں تاکہ میں آپ کو اس کی تفصیل بتاسکوں۔"

مرجانہ نے کہا۔ "پاپا! آپ آرام کریں میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ نمائندے کے ساتھ دوسرے کمرے میں آگئی دیوار پر ایک چھوٹا سا اسکرین بنا ہوا تھا۔ دوسری طرف ایک پروجیکٹر رکھا تھا۔ پروجیکٹر سے فلم چلانے کے تمام انتظامات مکمل تھے نمائندے نے کہا۔ "مسٹر! میں نہیں جانتا کہ وہ تدبیر کیا ہے۔ مجھے بھی یہ بات نہیں بتائی گئی ہے۔ میں تو حکم کا بندہ ہوں۔ آپ کو اس کمرے میں چھوڑ کر باہر چلا جاؤں گا۔ آپ دروازہ اندر سے بند کرکے پروجیکٹر آن کردیں۔ آپ کو تمام معلومات حاصل ہوجائیں گی۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ مرجانہ نے دروازہ اندر سے بند کیا اور پروجیکٹر کے پاس آکے کمرے کی بتی بجھائی پھر پروجیکٹر آن کردیا۔ سامنے اسکرین پر ایک کمرے کا منظر نظر آنے لگا۔ اس کمرے میں ایک شیشے کا بوجھ بنا ہوا تھا۔ پھر اسکرین پر صرف بوجھ رہ گیا۔ اور ایک تحریر نظر آنے لگی۔ "اس بوجھ کو اچھی طرح

دیکھو۔ اس کے اندر جانے کے بعد جب تم باہر نکلو گے تو تمھاری زندگی بدل جائے گی۔ تمھاری دنیا بدل جائے گی اور تم ناقابلِ شکست بن جاؤ گے۔ فرہاد بھی تمھیں کبھی شکست نہیں دے سکے گا۔ بلکہ تم سے دور بھاگتا رہے گا۔"

اس کے بعد بوڑھا بھی غائب ہو گیا اور صرف تحریری ہدایتیں حرکت کرتی نظر آنے لگیں۔ مرجانہ اسکرین پر پڑھ ہی رہی تھی تو میں اس کی سوچ سے پڑھ رہا تھا۔ فرہاد کے پاس صرف ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ہے۔ چونکہ وہ تمھارے لب ولہجے کو اچھی طرح پہچانتا ہے اس لیے تمھارے دماغ کو اپنے قابو میں کر لیتا ہے اگر کوئی ایسا راستہ نکل آئے کہ وہ تمھارے دماغ تک نہ پہنچ سکے تو پھر بھی وہ تمھیں زیر نہیں کر سکے گا بلکہ تمھارے پاس فولادی قوت اور خطرناک آرٹ ہے وہ فرہاد کے لیے جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے۔ فرہاد ایک طرح کا برین کینسر ہے جس طرح خون کے کینسر میں وقتی وقفے سے پورے جسم کا خون تبدیل کر کے مریض کو کینسر کے خطرناک اثرات سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح تمھارا وہ کینسر زدہ دماغ جو تمھاری کمزوری بن گیا ہے، جس کی وجہ سے تم فرہاد سے شکست کھا جاتے ہو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔"

پھر منظر بدل گیا۔ اب شیشے کے بوتھ میں کوئی شخص بیٹھا تھا۔ اس کے سر پر فولادی ٹوپی چڑھی ہوئی تھی۔ چند سیکنڈ کے بعد دوبارہ تحریریں ابھرنے لگیں۔ اب اُسے بتایا جا رہا تھا یہ برین واش کامل ہے۔ اس عمل کے ذریعے تمھارا برین صاف کیا جا سکتا ہے۔ تمھارا ذہن یوں دھل جائے گا کہ تم کچھ عرصے کے لیے اپنے آپ کو بھی بھول جاؤ گے۔ اپنا لب ولہجہ بھول جاؤ گے۔ برین واشنگ کے بعد تمھیں نئے لب ولہجے کے ساتھ گفتگو سکھائی جائے گی۔ اس کے بعد تم صرف تین ہستیوں کو یاد رکھ سکو گے۔ سونیا، جو تمھیں جان سے پیاری ہے۔ تمھاری امّی جو تمھیں ایمان کی طرح عزیز ہیں اور ڈیرجمال جو تمھاری امّی کی پسند ہیں۔ برین واشنگ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ فرہاد تمھارے دماغ تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ تم ہمیشہ کورنی بنی رہو گی اور تمھاری آنکھوں پر آئی لینس چڑھے رہیں گے۔ فرہاد تو تمھاری آنکھوں کے ذریعے تمھارے دماغ تک پہنچ سکے گا مگر لب ولہجے کے ذریعے۔ تم ہمیشہ کے لیے اس کی ٹیلی پیتھی سے نجات پا جاؤ گے۔ اگر تمھیں ہماری پیش کش منظور ہے تو اس کمرے کے دوسرے دروازے کو کھول کر ایک اور کمرے میں داخل ہو جاؤ۔ تمھارے سامنے شیشے کا بوتھ ہو گا۔ ہمارے ماہرین تمھیں اس بوتھ تک پہنچا کر برین واشنگ کے عمل سے گزار دیں گے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر اس وقت فرہاد تمھارے دماغ میں موجود ہو گا تو تمھیں اس کمرے میں جانے سے روکے گا۔ اس کی ہر ممکن کوشش ہو گی کہ تمھارا برین واش نہ کیا جائے۔ اس لیے ہم نے پہلے سے اسی کمرے میں ایسے آدمی چھپا رکھے ہیں جو تمھیں کسی بھی اضطراری حرکت سے روکیں گے۔ تم مزاحمت کی تو ہم بلند آواز سے کہہ دیں گے۔ تمھیں برین واشنگ منظور ہے۔"

اس سے پہلے کہ میں اسے روکتا، اس نے چیخ کر کہا۔ "میں یہ ہے۔"

میں فوراً ہی اس کے دماغ پر قابض ہو گیا اور اسے روکنا چاہا لیکن وہ اچانک اٹھ کھڑا ہوا اور چیخ کر کہا کہ گر پڑی۔ پیر پٹخ کر کسی سے ٹانگ پر ٹانگ ماری تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اچھل کر باہر اٹھتا، اندھیرے میں نہ جانے کتنے لوگوں نے اسے دبوچ لیا۔ اس نے انجکشن کی سوئی کی چبھن اپنے بازو پر محسوس کی۔ اس کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔ میری سوچ کی لہریں اس سے واپس آ گئیں۔

میں چند لمحوں کے لیے بدحواس سا ہو گیا۔ مرجانہ دیکھتے دیکھتے میرے ہاتھوں سے نکل گئی تھی۔ اس کا دماغ میری گرفت میں نہیں رہا تھا۔ میں اسے دشمنوں کی سازشوں سے نہیں بچا سکا تھا۔ میں نے فوراً ہی ڈیرجمال کے پاس پہنچ کر کہا۔ "آپ فوراً ہی کمرے کو کھول کر اندر جانے کی کوشش کریں۔ جہاں ابھی مرجانہ گئی ہے۔ اس کے ساتھ بڑی بھیانک سازش ہو رہی ہے۔ اس کا برین واش کیا جانے والا ہے۔"

ڈیرجمال اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اس دروازے کی طرف بڑھا تو اس نمائندے نے راستہ روکتے ہوئے کہا۔ "جناب رکیں جائیں۔"

ڈیرجمال نے ایک گھونسا اس کے منہ پر رسید کیا وہ لڑکھڑا ہوا پیچھے چلا گیا۔ ڈیرجمال نے تیزی سے دروازے کے پاس پہنچ کر اُسے کھولنا چاہا لیکن وہ اندر سے بند تھا۔ مرجانہ نے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا مگر اب وہ اسے کھولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری تھی۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ حالات یوں پلٹا کھائیں گے۔ اب مجھے مرجانہ کی طرف سے فکر لاحق ہو گئی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ برین واشنگ کے بعد وہ سب کچھ بھول جائے گی۔ یا صرف چند لمحے اس کے دماغ سے صاف ہو جائیں گی۔ میں پریشان تھا کہ کہیں وہ سب کچھ بھول کر دشمنوں کے ہاتھوں میں نہ کھیلی جائے۔

میں نے جلال بیگ کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا۔ "شیشے کا بوتھ برین واشنگ۔"

میری سوچ کے ساتھ ہی جلال بیگ کے خیالات برین واشنگ کی طرف مڑ گئے۔ وہ اس کمرے کے بارے میں سوچنے لگا جہاں اس کی سوچ کے ذریعے معلومات حاصل کرنے لگا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ برین واشنگ اس حد تک بھی ہوتی ہے کہ انسان کی گفتگو کا انداز بدل دیا جائے۔ اس کے لب ولہجے کو بدل دیا جائے اور اس کے سوچنے

کے انداز کو بھی کسی حد تک تبدیل کر دیا جائے جو مخالفانہ خیالات ہیں وہ دوستانہ ہو جائیں اور جو دوستانہ ہوں وہ مخالفانہ ہو جائیں۔

ان معلومات نے میری پریشانیوں میں اضافہ کر دیا۔ میرا نداز ہے ہاتھوں میں چلی گئی تھی جہاں سے میں اُسے واپس نہیں لا سکتا تھا۔ اب بعد میں آئی تو بھی ہماری اپنی نہیں رہے گی۔ یہ بہت بڑا المیہ تھا۔ اس کی امی بیس گی تو بے چاری پر کیا گزرے گی۔

کاش یہ بھی کہ میں جلال بیگ سے بھی کوئی کام نہیں لے سکتا تھا کیونکہ وہ قید میں تھا۔ اگر میں اسے وہاں سے فرار کرا دیتا تو بھی اس کی رسائی اس کمرے تک نہ ہوتی جہاں مرجانہ تھی۔ یقیناً اس کمرے کے چاروں طرف ایسے حفاظتی انتظامات کیے گئے ہوں گے کہ میری ٹیلی پیتھی کی لہریں بھی وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔

میں نے اپنی سوچ کی لہروں کو رسونتی کے پاس پہنچا دیا۔ وہ چونک گئی۔ اس نے اپنی سانس روک لی۔ مگر دوسرے ہی لمحے سانس لے کر میری سوچ کی لہروں کو قبول کر لیا۔ اس وقت وہ رو رہی تھی میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے۔ کیوں رو رہی ہو؟"

"کیا مرجانہ کے انجام پر تمھیں خوشی ہونا چاہیے؟ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے ساتھ ایسا ہو گا۔ اب کیا ہو گا فرہاد؟"

"رسونتی! تم یہ نہیں سوچ سکتی تھیں کہ مرجانہ کے ساتھ ایسا ہو گا پھر تم کیا سوچ رہی تھیں؟"

رسونتی نے چونک کر پوچھا۔ "کیا مطلب، تمھارے اس سوال کا مطلب کیا ہے؟"

"کچھ نہیں، میں پھر اپنا وہی سوال دہراتا ہوں۔ تم سچ سچ بتاؤ مرجانہ کو ہماری شادی کی خبر کس نے دی؟"

"دیکھو فرہاد! تم پھر مجھ پر شبہ کر رہے ہو۔ خود تم نے مجھے بتایا ہے کہ کسی پُراسرار شخص نے ٹیلیفون پر مرجانہ کو اطلاع دی تھی۔"

"لیکن اس پُراسرار شخص کو کس نے بتایا؟"

"میں نہیں جانتی۔ مجھ سے فضول سوال نہ کرو۔"

"نہیں کروں گا۔ بشرطیکہ تم میری بات مان لو۔ صرف ایک گھنٹے کے لیے اپنے دماغ کو آزاد چھوڑ دو۔"

"میں ایسا نہیں کروں گی۔ تم ناراض ہوتے ہو تو ہوتے رہو۔"

"جب تک ثبوت نہیں ملتا میں کسی پر ناراض نہیں ہو سکتا۔ مگر یاد رکھو اگر کبھی مجھ پر یہ ظاہر ہو گیا کہ ہماری شادی کی خبر تمھارے ذریعے دشمنوں تک پہنچی جنھوں نے اُسے مرجانہ تک پہنچایا یا اس کی وجہ سے مرجانہ اس حال کو پہنچ رہی ہے تو پھر میں تم سے صرف ناراض نہیں ہوں گا بلکہ تم سے ۔۔۔"

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ رسونتی نے کہا۔ "ہاں آگے کہو۔ مجھ سے رشتہ توڑ دو گے تو کیا اپنے بچے سے بھی رشتہ توڑ دو گے؟"

"کیا تمھیں اسی بات کا غرور ہے کہ تم میرے بچے کی ماں بننے والی ہو، بچے کو اپنی طاقت بنا کر میرے ساتھ ایسی سازشیں کرو گی تو کیا میں تم سے خوش رہوں گا؟"

"تم خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہو، خواہ مخواہ مجھ پر شبہ کر رہے ہو۔ میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سونیا کے پاس پہنچا۔ اسے تمام حالات بتائے۔ سونیا نے بھی دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ وہ بولی۔ "فرہاد! یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہماری شادی ہو رہی ہے یا مرجانہ کی بربادی۔ مرجانہ کی امّی کا کیا حال ہو گا؟"

"اب جو کچھ بھی ہو۔ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ تم اس کی امّی کے پاس جاؤ اور انھیں نرمی سے ساری باتیں بتا کر سمجھانے کی کوشش کرو۔ کہ وہ ان حالات میں صبر کریں اور اپنی بیٹی کی واپسی کا انتظار کریں۔ وہ ہماری شادی رد کرنے کے لیے یہاں ضرور پہنچے گی۔"

"فرہاد میں چاہتی ہوں کہ ابھی شادی کا پروگرام منسوخ ہو جائے دیکھو حالات ہمارے خلاف جا رہے ہیں۔"

"سونیا! ایسی باتیں نہ کرو۔ میری بہن کی خواہش ہے اور یہ خواہش ہر حال میں پوری ہو گی۔ ہمارا نکاح ضرور ہو گا۔ خواہ دشمنوں کی لاشوں پر بیٹھ کر پڑھا یا جائے۔ تم جا کر سائرہ بانو کو سمجھاؤ۔ میرے فلائٹ کا وقت ہو گیا ہے۔ میں اب روانہ ہونے والا ہوں۔ شاہینہ کو یہ خوشخبری سنا دو۔"

سونیا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "ایک المناک خبر ہے جو مجھے آنٹی سائرہ بانو کو سنانا ہے۔ ایک خوشخبری ہے جو شاہینہ کے لیے ہے۔ فرہاد! میں اس وقت کس مقام پر کھڑی ہوں؟"

"زندگی میں ایسے مقامات بھی آتے ہیں۔ مجبوری ہے ہمیں ان حالات سے بھی گزرنا ہی ہے۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ اپنی چھوٹی سی اٹیچی اٹھائی اور فلیٹ سے باہر آ کر ایک ٹیکسی میں ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ساڑھے چار بجنے والے تھے۔ میں نے بھوندو چمار کی خبر لی۔ ان کی طرف سے بھی یہ اندیشہ تھا کہ کہیں اس پتلے کو غور سے دیکھ کر یہ نہ سمجھ لیں کہ ہمکی کمرے بند ہے ہوئے بال بدل دیے گئے ہیں۔

وہ اس بات سے بے خبر تھا اور جلتی ہوئی آگ کے سامنے بیٹھا ماش پر منتر پڑھ پڑھ کر اسے آگ میں ڈالتا جا رہا تھا۔ اس کے سامنے چند ماش کے دانے رہ گئے تھے۔ وہ جلد ہی ختم ہونے والے تھے۔ میں ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ وہاں وہی میک اپ میں نظر آیا۔ اس نے سامان کی رسید دی۔ پانچ بجنے والے تھے۔ اعلان ہو رہا تھا کہ مسافروں کو طیارے میں پہنچ جانا چاہیے۔

میں میک اپ میں سے رخصت ہو کر طیارے کی طرف چل دیا۔

طیارے میں اپنی مخصوص سیٹ پر بیٹھ کر میں نے دو بادہ بھوندو چمار سے رابطہ قائم کیا۔ ماش کا آخری دانہ بھوندو چمار کی چٹکی میں تھا۔ اس نے منتر پڑھ کر اسے بھی آگ میں پھینکنا چاہا لیکن وہ آگ میں جانے کے بجائے فضا میں معلق ہو گیا۔ بھوندو چمار آگ کے پاس جا کر اسے دیکھنے لگا۔ دانہ اڑتا ہوا اس دیوار کی طرف گیا جہاں دینا کا بہت بڑا نقشہ ٹنگا ہوا تھا اور لندن کی جگہ جا کر چپک گیا۔ بھوندو چمار خوشی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بلی کو اٹھا کر نقشے کے پاس لایا اور اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولا: "دیکھ، دیکھ چمکیلی! دیکھ فرہاد لندن میں ہے ہم وہیں جائیں گے۔"

اس کا جادو اس کی صحیح رہنمائی کر رہا تھا۔ اس وقت میں لندن میں ہی تھا۔ تھوڑی دیر بعد طیارے نے پرواز کی اور لندن کی زمین کو چھوڑ کر فضا میں بلند ہونے لگا۔ بھوندو چمار اب اس نقشے کے سامنے نہیں تھا۔ چمکیلی کو لے کر بھونپڑی سے باہر نکل گیا تھا وہ اپنے صاحب لوگوں کو اطلاع دینا چاہتا تھا کہ فرہاد لندن میں ہے اگر وہ واپس آ کر نقشے کی طرف دیکھتا تو شاید ماش کا دانہ اب لندن سے جا چکا ہوا نظر نہ آتا۔

میں نے بھوندو چمار کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ چمکیلی اس کے کاندھے پر بیٹھی تھی اور وہ کہہ رہا تھا: "چمکیلی! فکر نہ کر۔ اب فرہاد کا پتہ چل گیا ہے۔ سامی ضرور فرہاد کے پاس ہو گی۔ مجھے اس کا جسم ضرور ملے گا۔"

میں طیارے کی کھڑکی سے باہر بادلوں کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ کیا سامی واقعی بلی کے جسم سے آزاد ہو کر کسی دوشیزہ کا جسم اختیار کر چکی ہے۔ بھوندو چمار اور چمکیلی کے جادو نے بیشک بہت سے کمالات دکھائے تھے۔ کیا ان کی یہ بات بھی درست ہو گی لیکن کیسے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ سامی میرے پاس ہے لیکن سامی میرے پاس نہیں ہے۔ پھر وہ کہاں ہے؟

میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ ایک حسین ہوشربا ایئر ہوسٹس کے لباس میں چلی آ رہی تھی۔ مجھ سے نظریں ملیں تو وہ مسکراتی ہوئی میرے پاس سے گزر گئی۔ میں نے سوچا اگر مان کے کہنے کے مطابق سامی میرے پاس ہے۔ تو اسے بھی میرے ساتھ اس طیارے میں ہونا چاہیے تھا۔

مجھے خیال آیا کہ اٹھ کر ان تمام حسین دوشیزاؤں کو دیکھوں جو اس وقت طیارے میں سفر کر رہی تھیں۔ شاید ان میں سے کوئی سامی ہو لیکن یہ سراسر احمقانہ خیال تھا۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے ہمسفر نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا: "ویل مسٹر! آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ کوئی عمدہ لطیفہ ہو تو مجھے بھی سنائیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "اس سے بڑا لطیفہ اور کیا ہو گا کہ کسی لطیفے کے بغیر ہی کوئی شخص ہنس دے۔"

"مسٹر! آپ تو فلسفی معلوم ہوتے ہیں۔"

میں نے کہا: "بائی دی وے، آپ جادو پر یقین رکھتے ہیں؟"

وہ ہنسنے لگا۔ میں نے پوچھا: "کیا کوئی لطیفہ یاد آ گیا؟"

اس نے بدستور ہنستے ہوئے کہا: "مجھے ہنسی اس بات پر آئی کہ آپ ایک جادوگر سے پوچھ رہے ہیں کہ وہ جادو پر یقین رکھتا ہے یا نہیں، مسٹر! میں ڈیپ ڈی اکٹر ہوں۔"

میں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میرا نام بشیر احمد ہے میں لاہور پاکستان جا رہا ہوں۔"

اس نے جواباً مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "مجھے پروفیسر اوٹیلو چیمپئن کہتے ہیں۔ نام تو میرا صرف اوٹیلو ہے چونکہ میں جادو کی مکابلے دکھانے کے کئی مقابلے جیت چکا ہوں۔ اس لیے چیمپئن کہلاتا ہوں۔ میرے مؤکل مجھے پروفیسر کہتے ہیں۔ اس طرح میں پروفیسر اوٹیلو چیمپئن بن گیا ہوں۔"

میں نے پوچھا: "کیا آپ بھی مشرق ہی کے کسی ملک جا رہے ہیں؟"

"نہیں میں اٹلی جا رہا ہوں۔ اب آپ پوچھیں گے کہ وہاں کیوں جا رہا ہوں تو سنیے میں نے ایک بہت بڑا چیلنج قبول کیا ہے۔ ایک بہت ہی حیرت انگیز جادو کا توڑ کرنے جا رہا ہوں۔"

میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا: "وہ جادو کیسے ہے جس کا توڑ آپ کرنے والے ہیں؟"

اس نے کہا: "آپ لندن سے آ رہے ہیں۔ یقیناً پرسوں کا کوئی اخبار آپ نے پڑھا ہو گا؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "پرسوں میں بہت مصروف تھا۔ اخبار نہیں پڑھ سکا۔"

"پھر تو آپ نے کچھ نہیں پڑھا۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے بیگ میں ہاتھ ڈالا اور ایک اخبار نکال کر کھولتے ہوئے کہا: "یہ دیکھیے۔"

اس نے اخبار کی ایک تصویر میرے سامنے کر دی۔ وہ ایک حسین دوشیزہ کی تصویر تھی لیکن دھندلی تھی۔ چہرہ واضح نہیں تھا۔ لیکن اس دھندلی تصویر سے بھی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بیحد حسین دوشیزہ ہے۔

میں نے پوچھا: "اس تصویر میں کیا بات ہے؟"

وہ تصویر پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا: "یہی تو خاص بات ہے۔ یہ آپ کو یقیناً لڑکی نظر آ رہی ہو گی۔"

میں نے حیرانی سے اسے دیکھا: "یہ لڑکی ہی تو ہے جو بھی اسے دیکھے گا لڑکی ہی کہے گا۔"

وہ فخریہ انداز میں یوں مسکرایا جیسے مجھے احمق سمجھ رہا ہو۔ اس نے کہا: "آپ یقین نہیں کریں گے یہ لڑکی نہیں بلی ہے۔"

"کیا؟" میں ایک دم سے سیدھا ہو کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اور اس کے ہاتھ سے تصویر لے کر غور سے دیکھنے لگا۔ کاش اس تصویر والی دوشیزہ کا چہرہ واضح ہوتا۔ اگر آنکھیں صاف طور پر نظر آتیں تو میں ابھی اس بلی تک پہنچ کر اس کی حقیقت معلوم کر لیتا۔ تصویر کے نیچے لکھا تھا: "ایک نوعمر لڑکی ہے جو دنیا کی کوئی زبان نہیں جانتی اور میاؤں میاؤں کے سوا کچھ نہیں بول سکتی۔"

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ سامی کی دھندلی سی تصویر نظروں کے سامنے آ گئی۔ پھر وہ بلی بھی نظروں میں گھومنے لگی جو آج عرصے تک میرے ساتھ رہی تھی۔ اگر میں اسے پیرس کے ماسٹر کے حوالے کر کے خود جھگڑوں میں الجھنے کے لیے نکل جاتا تو وہ میرے ہی پاس ہوتی۔

میں پھر اس اشتہاری مضمون کو پڑھنے لگا۔ لکھا تھا: "ہم نے اس لڑکی کا طبی معائنہ کرایا۔ اس کے سر کا ایکسرے حاصل کیا۔ ڈاکٹروں نے اس کی دماغی کمزوریوں کو پانے کی کوشش کی لیکن کوئی کمزوری نظر نہیں آئی بظاہر وہ مانی حالت صحیح ہے لیکن یہ انسانوں کی طرح سوچنے سمجھنے اور محسوس کرنے سے قاصر ہے پھر ہم نے ماہرین نفسیات کی خدمات حاصل کیں لیکن کوئی بھی اس کا ذہنی تجزیہ نہ کر سکا۔ آخر ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شاید یہ لڑکی کسی کالے جادو کے زیر اثر ہے اس لیے ہم اس سلسلے میں بڑے بڑے تجربے کار جادوگروں کی توجہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جو بھی جادوگر اس لڑکی کو کالے جادو کے عمل سے نجات دلا سکے گا اسے ہم دس ہزار ڈالر انعام کے طور پر دیں گے۔"

اس اشتہاری مضمون کے نیچے پتہ لکھا ہوا تھا۔ پروفیسر اوٹیلو چیمپئن نے کہا: "دیکھا، دس ہزار ڈالر انعام رکھا گیا ہے۔ یہ کوئی معمولی رقم نہیں ہے اور میں اتنی بڑی رقم کو جیبی بجا کر حاصل کروں گا۔ میں معلوم کروں گا کہ اس پر کس نے جادو کیا ہے اور اس جادو کا توڑ کیا ہو سکتا ہے۔ وہ میرے سامنے فر فر بولنے لگے گی۔ بلی کی میاؤں میاؤں بھول جائے گی۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ لڑکی کیا بچپن سے میاؤں میاؤں کرتی رہی ہے اگر بچپن سے ایسا کرتی ہے تو پھر اب جوانی میں اس کے متعلقین اس کے لیے پریشان کیوں ہیں؟ اور اب اس کے لیے دس ہزار ڈالر کیوں خرچ کر رہے ہیں؟"

"اس میں یہ تو نہیں لکھا ہے کہ یہ لڑکی بچپن سے ایسا کرتی ہے۔ ہو سکتا ہے جوانی میں اس پر جادو کیا گیا ہو۔"

"تو اس کے متعلقین بھی نہیں جانتے کہ کالا جادو کیا گیا ہے یا وہ آپ ہی آپ انسان سے بلی بن گئی ہے کہ میاؤں میاؤں کے نگلی ہے؟" اوٹیلو نے کہا: "یہ وہی لوگ جانیں کہ اصل قصہ کیا ہے۔ وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہو گا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔"

میرے دل کی عجیب حالت تھی۔ جی چاہتا تھا کہ اپنا سفر ملتوی کر دوں اور اٹلی پہنچ کر اس لڑکی کے متعلق معلومات حاصل کروں۔

معلوم یہ کرنا تھا کہ یہ لڑکی کن لوگوں کے پاس تھی۔ یہ تو ظاہر تھا کہ وہ جن لوگوں کے پاس تھی۔ وہ خود اس کے متعلق زیادہ نہیں جانتے تھے۔ اگر وہ انھیں پیرس یا فرانس کے کسی دوسرے علاقے سے ملی تھی تو یقیناً وہ سامی ہو گی مگر اس کی تصدیق کیسے ہو گی کہ سامی ہی ہے؟ کوئی ضروری تو نہیں کہ میاؤں، میاؤں کرنے والی لڑکی سامی ہی ہو۔ سامی کے چہرے کے تمام نقوش میرے ذہن سے مٹ چکے تھے۔ پھر بھی مجھے یقین تھا کہ وہ میرے سامنے آ جائے تو بھولی ہوئی تمام باتیں یاد آ جائیں گی۔ اس کے چہرے کا ایک ایک نقش میرے ذہن میں تازہ ہو جائے گا۔

مجھے ماضی کا ایک واقعہ یاد آیا۔ جب چھپیا نے سامی کے جسم پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ وہ بھارتی فوج کے نرغے میں تھی اور وہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ سامی اس جنگل کے تمکر جان پوکر کی لڑکی ہی ہے یا کوئی اور ہے۔

سامی کے ڈیڈی جان پوکر اپنی بیٹی کی شناخت کے لیے آئے تھے۔ چونکہ چھپیا سامی کے اندر سمائی ہوئی تھی اس لیے وہ جان پوکر کو اپنا باپ تسلیم کرنے سے انکار کر رہی تھی۔ تب ایک فوجی آفیسر نے جان پوکر سے کہا تھا کہ آپ اپنی بیٹی کی کوئی ایسی نشانی بتائیں جس سے تصدیق ہو سکے کہ یہ آپ کی بیٹی سامی ہے۔ جان پوکر نے بتایا تھا کہ اس کی بیٹی کی کمر پر بائیں جانب ایک سیاہ تل ہے۔

میں ماضی کی باتیں یاد کر رہا تھا اور مجھے سامی کی ایک نشانی یاد آ گئی تھی۔ اسی وقت طیارے میں اعلان ہونے لگا کہ اب ہم اٹلی کے شہر روم پہنچ رہے ہیں۔ سب لوگ سیفٹی بیلٹ باندھ لیں۔"

میں نے بیلٹ کستے ہوئے سفر ملتوی کرنے کے بارے میں سوچا لیکن فوراً ہی میری نگاہوں کے سامنے شاہینہ کا چہرہ گھوم گیا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں ساری دنیا سے منہ موڑ کر سامی کے لیے روم میں ٹھہر جاتا لیکن اپنی بہن کو مایوس نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بڑی آس لیے بیٹھی خوشیاں منا رہی تھی۔ اگر میں سوچ کے ذریعے اسے بتا دیتا کہ کسی مجبوری کے تحت سفر ملتوی ہو گیا ہے

تو وہ رونا شروع کر دیتی اور میں اس کی آنکھوں میں آنسو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے اپنے آپ کو سمجھایا۔ جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔ یہ تو معلوم ہو ہی گیا ہے کہ روم میں ایک ایسی لڑکی موجود ہے جو صرف بلی کی بولی بولتی ہے۔ لہٰذا میرا روم جانا ضروری تو نہیں۔ پروفیسر اوٹیو چیمپئن وہاں جا ہی رہا ہے۔ میں اس کے ذریعے ان تمام لوگوں کے دماغوں میں پہنچ سکتا ہوں۔ جن کی پناہ میں وہ لڑکی ہے۔ اس طرح اس کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرنے کے علاوہ کسی عورت کے ذریعے اس کی کمر پر تل دیکھ لوں گا اگر وہ سامی ہی ہے تو سونیا سے شادی کر کے بہن کی خوشیاں پوری کرنے کے بعد اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔

سامی میری پہلی محبت تھی۔ دل کو اطمینان نہیں تھا۔ عجیب سا لگ رہا تھا کہ اپنی بچھڑی ہوئی محبت کو روم میں چھوڑ کر آگے نکل جاؤں لیکن دل کی بات کو دماغ پر ترجیح دینے کے بجائے دل پر جبر کر کے آگے بڑھ جانا ہی مناسب معلوم ہوا۔

طیارہ روم سے پرواز کرنے لگا تو مجھے اپنے دماغ میں اجنبی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ میں نے فوراً ہی سانس روک لی۔ وہ لہریں واپس چلی گئیں۔ اس کے بعد میں نے آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے پوچھا: "رسونتی کیا تم ہو؟"

"ہاں، میں ہی ہوں۔ کہو، سفر جاری ہے؟"

"ہاں، میں لاہور جا رہا ہوں۔"

وہ بولی: "میری سوچ کی لہروں نے مرجانہ کے دماغ کو چھوا ہے۔ دماغ تو موجود ہے لیکن اس میں کوئی سوچ نہیں ہے شاید اس پر طویل بے ہوشی طاری ہے؟"

"ٹھہرو، ذرا میں بھی دیکھ لوں۔"

میں نے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر محسوس کیا۔ وہاں ہلکی ہلکی سرسراہٹ تھی۔ ہم اس کے دماغ میں پہنچ تو سکتے تھے مگر وہاں ویرانی اور سناٹا تھا۔ میں نے واپس آ کر رسونتی سے کہا: "ہاں، وہ زندہ ہے یقیناً برین واشنگ کے مرحلے سے گزر رہی ہے۔"

"میں مرجانہ کے دماغ میں جھانکتی رہتی ہوں۔ دیکھنا چاہتی ہوں کہ برین واشنگ کب اور کیسے ہوتی ہے۔"

"اچھا ہے تمہیں معلومات بھی ہوں گی اور یہ بھی پتہ چلے گا کہ برین واش کرنے کے بعد وہ لوگ کس قسم کے خیالات اور نظریات مرجانہ کے دماغ میں ٹھونسنا چاہتے ہیں۔"

"میں سمجھتی ہوں۔ وہ کٹر صیہونی لڑکی بن کر سامنے آئے گی۔"

"اگر ایسا ہوا تو بڑے افسوس کی بات ہوگی۔"

"عجیب مذاق ہے۔ اُدھر تم سونیا کو مسلمان بنا رہے ہو اِدھر ایک مسلمان لڑکی یہودی بنائی جا رہی ہے۔ کیا تماشہ ہے؟"

"یہ سب کچھ مرجانہ کی بے جا ضد اور نادانی کی وجہ سے ہو رہا ہے ٹھیک ہے کبھی نہ کبھی تو اس سے سامنا ہوگا۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کا برین واش کر دوں گا اور پھر اسے اپنی طرف مائل کر لوں گا۔"

"بھول جاؤ۔ فرہاد! جب تم ابھی اسے اپنی طرف مائل نہ کر سکے اور دشمنوں نے پے در پے ایسے حالات پیدا کر دیئے جو اسے تمہارے خلاف بھڑکانے کے لیے بہت زیادہ تھے تو آئندہ کیا کر سکو گے جبکہ اس کی پچھلی سوچیں ختم ہو رہی ہیں۔ اس کا لب و لہجہ بدل رہا ہے۔ اس کا مزاج، اس کا ذہن بدل رہا ہے۔ اب اس کے دماغ میں پہنچنے کا راستہ کہاں ملے گا؟"

"تم جانتی ہو، میں ہمت ہارنا نہیں جانتا۔ میرا ایک راستہ روکا جائے تو میں دوسرے کئی راستے ڈھونڈ نکالتا ہوں۔ مایوس ہونا نہیں جانتا۔"

"اچھی بات ہے۔ یہ بتاؤ اس جاہ گرنی چمکیلی کا کیا ہوا؟"

میں نے رسونتی کو بتایا کہ جب میں لندن سے روانہ ہو رہا تھا تو اس وقت بھوندو چمار کے منتر کا جاپ ختم ہو گیا تھا اور ماش کا سخوی خانہ نقشے میں لندن کے نشان پر جا کر چپک گیا تھا۔

رسونتی حیرانی سے ساری باتیں سن رہی تھی۔ پھر اس نے کہا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جادو ان کی صحیح رہنمائی کر رہا ہے۔"

"ہاں، ابھی مجھے یہ بھی پتا چلا ہے کہ روم میں ایک ایسی نوجوان لڑکی ہے۔ جو انسانی زبان نہیں جانتی۔ صرف بلی کی طرح بولتی اور ویسی ہی حرکتیں کرتی ہے۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟ کیا وہ سامی ہو سکتی ہے؟"

"پتہ نہیں، ایک وچ ڈاکٹر میرا ہمسفر تھا۔ وہ سامی کے سلسلے میں ہی روم گیا ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اس پر کالے جادو کا اثر ہے یا نہیں۔ میں اس وچ ڈاکٹر کے ذریعے اس تک پہنچ کر معلوم کروں گا۔"

"فرہاد! مجھے اس وچ ڈاکٹر تک پہنچا دو۔ میں بھی تمہاری غیر موجودگی میں اس کے دماغ کو ٹٹولتی رہوں گی۔ شاید میں سامی کے متعلق کچھ معلوم کر سکوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچتا ہوں۔ اس کا نام پروفیسر اوٹیلو چیمپئن ہے۔"

یہ کہہ کر میں اوٹیلو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں اپنا سامان درست کر رہا تھا۔ اس کی سوچ کو رسونتی نے اپنی گرفت میں لے کر کہا: "ٹھیک ہے، فرہاد! میں اب اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک باتیں کرتی رہی۔ پھر رخصت ہو گئی۔ رات کے کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ میں کھانے کے دوران ڈیٹر جمال کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ میں نے اسے تسلیاں دیں۔ وہ کہنے لگا: "جناب! اب مرجانہ کا کیا ہوگا؟ وہ تو ہمارے لیے بالکل ہی اجنبی ہو جائے گی۔"

اب تو وہ بھی نہ ہو جائے کم سے کم ہے مرجانہ کے والد مرحوم بظاہر ایک روایتی قسم کے نواب تھے جن کے پاس معمولی سی دولت تھی لیکن خفیہ دولت کا علم بہت کم لوگوں کو تھا۔ پیرس میں جب نواب سلامت علی سائرہ بانو کے ساتھ مقیم ہوئے اور اپنی خفیہ دولت وہاں منتقل کی تو یورپ کے بڑے بڑے دولت مندوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ ان کے پاس ایسے ایسے نادر و نایاب جواہرات تھے جن کی مالیت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ یہودی بہت دولت مند کہلاتے ہیں لیکن ان میں صف اوّل کے جو دولت مند ہیں۔ ان میں بھی اب سائرہ بانو سرفہرست ہوں گی۔ کتنے ہی لوگ ان کے خفیہ خزانے کو دیکھ کر اس کی مالیت کا اندازہ لگانے کے لیے بے چین رہتے ہیں۔ اب مرجانہ ان کی مٹھی میں آ گئی ہے۔ وہ لوگ اپنی مرضی کے مطابق اس کا دماغ واش کریں گے۔ جب وہ ہمارے سامنے آئے گی تو یہودیوں کی وفادار ہوگی اور اسی وفاداری میں وہ اپنے باپ کی یہ دولت ان کے حوالے کر دے گی۔ وہ اسے حاصل کرنے کے لیے بے چین ہیں اور اس کے لیے سائرہ بانو اور ہم سب کو پریشان کرتے رہے ہیں۔ اب یہ مرحلہ ان کے لیے آسان ہو گیا ہے۔"

"فرہاد صاحب! کیا آپ کچھ نہیں کر سکتے؟"

"میں نے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا رہتا ہوں۔ اس کا دماغ سوچ سے خالی ہے۔ وہ ایک ایسے عالم میں ہے جب انسان خوابوں سے، خیالوں سے اور دنیا کی ہر چیز سے غافل ہوتا ہے۔ میری اور رسونتی کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے واپس آ چکی ہیں۔ ہم نہ تو اسے مخاطب کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی سوچ سے اسے متاثر کر سکتے ہیں۔"

"آپ بڑی دیر تک مرجانہ کو نظر انداز کرتے رہے تھے۔ جب ہم قید میں تھے اس وقت آپ کیوں نہیں آئے؟"

"میں آپ لوگوں کے پاس موجود تھا لیکن حالات ایسے تھے کہ وہ مجھے دشمن سمجھ رہی تھی۔ اس وقت میں جتنا بھی اسے یقین دلانے کی کوشش کرتا۔ وہ یقین نہیں کرتی۔"

ڈیٹر جمال نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "آپ درست فرماتے ہیں۔ وہ مجھے بھی آپ کی حمایت میں نہیں بولنے دیتی تھی۔ تعجب ہے اچانک ہی دشمن بن گئی تھی میں پریشان ہوں۔ سائرہ بانو سے سامنا ہوگا تو ان سے کیسے کہوں گا کہ میں ان کی بیٹی کی حفاظت نہ کر سکا۔"

"ہم سب پریشان اور شرمندہ ہیں۔ میں نے سونیا سے کہا ہے۔ وہ سائرہ بانو کو تمام حالات سے آگاہ کرے۔ اور انہیں ہماری مجبوریوں کا احساس دلائے تاکہ ہم ان کے سامنے شرمندہ نہ ہو سکیں۔"

"بہرحال کچھ بھی ہو میں یہاں مرجانہ کا انتظار کرتا رہوں گا۔ وہ لوگ مجھے لاہور بھیجنا چاہتے تھے۔ میں نے ان سے صاف کہہ دیا کہ مرجانہ کو ساتھ لے کر ہی جاؤں گا۔ زبردستی کی گئی تو راستے میں اپنی جان دے دوں گا۔ لیکن خالی ہاتھ سائرہ بانو کا سامنا نہیں کروں گا۔"

"آپ مطمئن رہیں۔ ہم آپ کو شرمندگی سے بچا لیں گے۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ کھانا بھی ختم ہو چکا تھا۔ میں نے سونیا کے پاس جا کر پوچھا: "کیا سائرہ بانو کو سب کچھ بتا دیا ہے؟"

"ہاں، وہ بہت رو رہی ہیں۔"

"رونے کی تو بات ہی ہے۔ بہرحال آہستہ آہستہ انھیں صبر آ جائے گا۔"

"جب تک وہ مرجانہ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیں گی اس وقت تک صبر نہیں آئے گا۔ وہ سوچتی ہیں کہ دشمن اسے جانی نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ میں نے سمجھایا کہ دشمنوں کو اگر جانی نقصان پہنچانا ہوتا تو پہلے ہی ایسا کر چکے ہوتے لیکن وہ کبھی بیٹی کو گرفت میں لے کر اور کبھی دوسرے ہتھکنڈوں سے سائرہ بانو کو مجبور کرتے رہتے ہیں کہ وہ انہیں خزانوں تک پہنچا دیں لہٰذا جب تک سائرہ بانو کے دماغ میں خزانے کا راستہ پوشیدہ ہے اس وقت تک مرجانہ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ لیکن ان کے ساتھ کئی گھنٹے گزارنے اور تسلیاں دینے کے بعد جب میں واپس آئی تب بھی وہ رو رہی تھیں۔ مجھے بڑا دکھ ہوا۔"

اس سے تھوڑی دیر بات چیت کرنے کے بعد میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اپنے تمام لوگوں کی خیریت معلوم ہو گئی تھی۔ اب میں سونے سے پہلے ایک بار جلال بیگ کی خیر لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

اسے کوشش کرنا ہی کہا جا سکتا ہے کیونکہ تمام تر کوشش کے باوجود میں اس کے دماغ میں پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ وہاں بھی مکمل ویرانی اور سناٹا تھا۔ وہ بھی مرجانہ کی طرح بے حس ہو گیا تھا۔ اس کا دماغ کسی کام کا نہیں رہا تھا۔ نہ وہ کچھ سوچ سکتا تھا۔ میری سوچ کی لہروں سے متاثر ہو سکتا تھا۔

چند گھنٹے قبل میں نے اُسے اچھا خاصا چھوڑا تھا۔ اس کا دماغ خود بخود ناکارہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اسے ناکارہ بنایا گیا تھا مگر کیوں؟ وہ لوگ تو اسے گولی مار کر قصہ ہی ختم کر دینا چاہتے تھے

پھر اس کے دماغ میں ایسا اندھیرا کیوں کر دیا کہ میری ٹیلی پیتھی کی روشنی وہاں تک نہ پہنچ سکے۔

میں یہودیوں کے اس نمائندے کے پاس پہنچ گیا جو مرجانہ سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو چپ چاپ ٹٹولا۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ جب تک جلال بیگ کے سلسلے میں اس بات کی تصدیق نہیں ہوتی تھی کہ فریاد اسے اپنی گرفت میں لے چکا ہے۔ اس وقت تک یہی تاثر دیا جا رہا تھا کہ جلال بیگ کو یا تو پاگل خانے بھیج دیا جائے گا یا پھر اُسے بالکل ہی ناکارہ سمجھ کر گولی مار دی جائے گی۔ تاکہ فریاد اس کے دماغ سے کچھ حاصل نہ کر سکے۔

میں نے اس نمائندے کی سوچ میں سوال کیا: "ایسا تاثر کیوں اور کسے دیا جا رہا تھا؟"

نمائندے کی سوچ نے کہا: "دراصل فریاد کو ہی یہ سمجھانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ اگر فریاد جلال بیگ کے دماغ میں موجود رہتا ہے تو وہ ہمارے فیصلوں کو بھی سنے گا اور یہی ہوا۔ ایک مقام پر وہ مرجانہ سے جلال بیگ کو محفوظ رکھنے کے لیے اس کے دماغ میں ظاہر ہو گیا۔"

میں نے اس کی سوچ سے کہا: "لہٰذا اس کے دماغ کو ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔ تاکہ فریاد اب اُسے گرفت میں نہ لے سکے۔"

اس کی سوچ نے جواب دیا: "صرف ناکارہ نہیں بنایا گیا ہے بلکہ اس کے برین کو بھی واش کیا جائے گا۔ اس کے لب و لہجے کو بدل دیا جائے گا۔ جلال بیگ یہودی تنظیم کا بہت ہی قابل اور وفادار ممبر ہے۔ کاہال تنظیم کے لوگ کبھی اسے ضائع نہیں ہونے دیں گے اسی لیے اس کے برین کو اس حد تک واش کیا جائے گا کہ اس کا لب و لہجہ بدل جائے، اس کے مزاج میں کچھ تبدیلی آ جائے، سوچ کا انداز بدل جائے۔ لیکن اس کی صلاحیتیں متاثر نہ ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ سے تمام باتیں معلوم کرنے کے بعد اس کی سوچ میں کہا: "فریاد تو میرے دماغ میں بھی پہنچ چکا ہے میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

اس کی سوچ نے کہا: "میرے ساتھ بھلا کیا ہو گا۔ میں تو ایک معمولی آدمی ہوں۔ کاہال تنظیم کے لوگ مجھے اتنی ہی باتیں بتاتے ہیں جتنی فریاد میرے دماغ سے معلوم کر سکے اور مجھے اسی لیے یہاں روکا گیا ہے کہ جب مرجانہ برین واشنگ کے بعد سامنے۔۔۔۔ آئے گی تو فریاد اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا۔ میرے ہی دماغ سے معلوم کر سکے گا کہ مرجانہ کی واپسی ہو چکی ہے اور اب وہ ایک نئے انداز میں اس کے مقابل آئے گی اور جلال بیگ کے متعلق بھی فریاد میرے ہی دماغ سے معلومات حاصل کر سکے گا۔ مجھے تو محض آلۂ کار بنا کر یہاں رکھا گیا ہے۔ شاید یہ لوگ جانتے ہیں کہ فریاد مجھ جیسے لوگوں کو جانی نقصان نہیں پہنچاتا کیونکہ ہم جیسے لوگوں سے تو اسے کوئی فائدہ پہنچتا ہے نہ ہی نقصان پہنچتا ہے۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آ کر طیارے میں جا منڈلایا۔ بہت سے مسافر اونگھ رہے تھے۔ کچھ ابھی جاگ رہے تھے۔ میں نے سونے سے پہلے سوچا کہ صبح اپنے دماغ کو کس طرح ہدایات دوں کیونکہ میں کسی بند کمرے میں نہیں تھا۔ میرے آگے پیچھے بہت سے مسافر تھے۔ ان میں سے کوئی بھی اچٹتا سا خیال کی طرف جا سکتا تھا۔ ایئر ہوسٹس وغیرہ کا بھی آنا جانا تھا۔ میرا دماغ کو یہ ہدایت نہیں دے سکتا تھا کہ کسی کی نقل و حرکت سے میری آنکھ کھل جائے۔ چنانچہ میں نے سونے کا ارادہ منسوخ کر دیا۔ کسی پُراسرار شخص نے مرجانہ کو میرے خلاف بھڑکانے کے لیے یہ اطلاع دی تھی کہ میں کیوں لاہور جا رہا ہوں۔ یہ سوال سے پہلے کی بات چھپانے کے باوجود ظاہر ہو گئی تھی۔ یقیناً وہ یہ بھی جاننا چاہتی ہوں گے کہ اس وقت میں کس طیارے سے سفر کر رہا ہوں۔ اگر انہوں نے میک اپ میں مجھے نہیں پہچانا ہے۔ تو کسی وقت بھی پہچان سکتے تھے۔

جاگنے کے لیے خود کو کسی نہ کسی کام میں مصروف رکھنا ضروری تھا اور میرے پاس خیال خوانی کی مصروفیات ہمیشہ رہتی تھیں۔ یہ ایک ایسا شغل تھا جو مجھے بیٹھے بیٹھے دور تک پہنچا دیتا تھا۔ میں اور ٹی وی کے اسکرین پر اتنی دلچسپ فلمیں کبھی نظر نہیں آ سکتیں جتنی دلچسپ باتیں اور واقعات میرے دماغ کی اسکرین پر رونما ہوتے رہتے تھے۔ میں نے پروفیسر اولیور جیمپئن کے دماغ میں جھانکنا شروع کر دیا۔

وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ اس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا کہ رات زیادہ ہو چکی تھی اس لیے اس نے دوسرے دن سویرے اس بستے پر جانے کا ارادہ کیا ہے جہاں اس بلی کی بولی بولنے والی لڑکی سے سامنا ہوتا لیکن میں کل صبح تک انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ میں سو رہا تھا میں جاگ رہا تھا اور مجھے جاگنے کے لیے کوئی متحرک جگہ درکار تھی۔

میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کی اسکرین پر خواب دکھانا شروع کیا۔ خواب کے منظر میں ایک لڑکی کا دھندلا سا پیکر تھا۔ وہ لڑکی اپنے گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل زمین پر جھکی ہوئی بلی کی طرح میاؤں کر رہی تھی۔

پھر وہ ہنسنے لگی اور انسانوں کی طرح بولنے لگی: "پروفیسر! پروفیسر! تم سو رہے ہو اور میں تمہارے انتظار میں جاگ رہی ہوں۔ تم ہی مجھے کالے جادو سے نجات دلا سکتے ہو۔ جب تم مجھ پر عمل کرو گے تو میں سارا بھید کھول دوں گی اور تمہیں دس ہزار ڈالر انعام دلواؤں گی۔ آ جاؤ میرے پاس آ جاؤ۔"

پھر میں نے خواب کے منظر میں دکھایا کہ نوٹوں کی بارش ہو رہی ہے اُسے مقام کے طور پر ڈھیر ساری دولت مل گئی ہے۔ فوراً ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ خالی خالی آنکھوں سے ہوٹل کے کمرے کو دیکھنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ اوہ میں تو خواب دیکھ رہا تھا۔ اور خواب تو خواب ہی ہوتا ہے۔

یہ سوچتے ہوئے اس نے لیٹ کر دوبارہ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے بند آنکھوں کے پیچھے پھر وہی منظر دکھایا۔ لڑکی ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی میاؤں میاؤں کرنے کے بعد انسانی زبان میں بولی: "تم کیسے پروفیسر ہو۔ پھر سو گئے جبکہ میں تمہیں بلا رہی ہوں۔"

اس نے پھر آنکھیں کھول دیں۔ حیرانی سے نیم تاریک کمرے کو دیکھنے لگا۔ کمرے میں ہلکی ہلکی نیلی روشنی ہو رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں میاؤں، میاؤں کیا تو وہ پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اس کی نظروں کے سامنے دیوار کے پاس اس کا سوٹ کیس رکھا ہوا تھا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر کوئی منتر پڑھتے ہوئے اپنے سوٹ کیس کی طرف گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ اچانک وہ سوٹ کیس آپ ہی آپ کھل گیا۔ میں حیرانی سے اور دلچسپی سے اس کے دماغ کی طرف پوری طرح متوجہ ہو گیا۔

سوٹ کیس کھلنے کے بعد اس نے ایک بار پھر کوئی منتر پڑھا تو سوٹ کیس میں سے ایک انسانی کھوپڑی برآمد ہوئی اور وہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھ کر فضا میں معلق ہو گئی۔

اُس نے پھر منتر پڑھنا شروع کیا۔ چند لمحوں بعد میں نے اس کے حلق سے گھٹیوں کی آوازیں سنیں۔ بہت سی گھنٹیاں ایک ساتھ بج رہی تھیں۔ پھر ان آوازوں کے ساتھ ایک نسوانی قہقہہ بلند ہونے لگا۔ میں نے توجہ سے سنا۔ کوئی عورت کسی اجنبی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔

میں نے پروفیسر کے دماغ سے اس کا ترجمہ سنا۔ وہ کہہ رہی تھی: "نہیں، یہ خواب نہیں ہے۔ خواب نہیں ہے۔"

پروفیسر نے پوچھا: "پھر حقیقت ہے؟"

"نہیں حقیقت نہیں ہے۔ حقیقت نہیں ہے۔"

"جب خواب بھی نہیں ہے اور حقیقت بھی نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟"

"کوئی عامل ہے تیرے دماغ میں گھسا ہوا ہے۔"

"اسے پکڑو۔ مجھے بتاؤ وہ کون ہے۔"

"نہیں پکڑ سکتی۔ نہیں پکڑ سکتی۔ نہ وہ زمین پر ہے نہ آسمان پر ہے دونوں کے درمیان تیزی سے تیر رہا ہے میں اُسے نہیں پکڑ سکتی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ عامل چاہتا ہے کہ میں اس وقت اس لڑکی سے ملنے جاؤں۔ تبھی وہ لڑکی کے ذریعے مجھے بلا رہا ہے تو بتا۔ کیا مجھے اس وقت وہاں جانا چاہیے؟"

"میں تجھے یہاں آنے سے روکتی رہی۔ تجھے منع کیا۔ کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ مگر تو یہاں تک چلا آیا۔"

"مجھ سے بحث نہ کر۔ اتنا بتلا دے۔ ابھی جانا چاہیے یا نہیں؟"

"نہ ابھی جانا چاہیے۔ نہ کبھی اور۔۔۔"

"آخر کیوں؟ کیا تجھے نقصان پہنچے گا؟"

"نہ نقصان پہنچے گا نہ فائدہ حاصل ہو گا۔"

پروفیسر نے غصے سے کہا: "شیطان کی بچی! تو نے مجھے کبھی اپنی بات نہیں بتائی۔ جا بھاگ جا یہاں سے۔ میں تیرے باپ سے پوچھوں گا۔"

گھنٹیوں کی آوازیں دور ہوتے ہوتے آہستہ آہستہ ختم ہو گئیں۔ فضا میں معلق کھوپڑی دوبارہ سوٹ کیس کے اندر چلی گئی تھی اور سوٹ کیس بند ہو گیا۔

پروفیسر کے دماغ نے بتایا کہ اب وہ دوسرا منتر پڑھ کر شیطان کو بلائے گا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے ایک دوسری الماری کھول کر لیٹر پیڈ اور قلم نکالا۔ اور ایک کاغذ پر لکھنے لگا۔

"اے اوشیطان کے چیلے! کیا منتر ہی پڑھتا رہے گا۔ منتر سے کچھ نہیں ہو گا۔ عمل کر عمل۔ جا اس لڑکی کے پاس چلا جا۔ فقط تیرا باپ۔"

لکھنے کے بعد اس نے قلم وغیرہ کو اپنی جیب میں بند کر دیا۔ پھر کاغذ کو لے کر اس سوٹ کیس کے پاس آیا۔ جس میں انسانی کھوپڑی اور جادو کے دوسرے آلات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے سوٹ کیس کو کھول کر کھوپڑی کو ایک ہاتھ میں لیا اور اس کھوپڑی کے کھلے ہوئے منہ میں لکھے ہوئے کاغذ کو لپیٹ کر گھسا دیا۔ کاغذ آدھا کھوپڑی کے منہ کے اندر تھا اور آدھا اس طرح باہر جیسے وہ کھوپڑی منہ میں سگار دبائے ہوئے ہو۔

اس نے کھوپڑی کو سوٹ کیس میں رکھ کے بند کر دیا۔ پھر واپس بستر پر آ کر اسی طرح بیٹھ گیا۔ اسی وقت میں نے اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ آزاد چھوڑنا شروع کیا۔ وہ حیران ہو کر سوچنے لگا کہ ابھی وہ غافل کیسے ہو گیا تھا۔ پھر اُس نے سر کو جھٹک کر منتر پڑھنا شروع کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ پہلے ایسا منتر پڑھ رہا ہے جس سے کھوپڑی آپ ہی آپ سوٹ کیس سے باہر نکل آئے۔

ایسا ہی ہوا۔ پہلے کی طرح وہ کھوپڑی پھر سوٹ کیس سے نکل کر فضا میں معلق ہو گئی۔ اس کے کانوں میں گھنٹیاں بجنے لگیں۔ اسی

وقت میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا اور اُسے مزید منتر پڑھنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے دیکھا کھوپڑی فضا میں معلق تھی۔ اور اس کے منہ میں کوئی کاغذ سگار کی طرح دبا ہوا تھا۔ اس نے پہلے تو حیران ہو کر اس منظر کو دیکھا۔ یقین نہیں آیا کہ آنکھ سے جو کچھ دیکھ رہا ہے وہ سچ ہے۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھوپڑی کے قریب گیا۔ غور سے دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر اس کاغذ کو اس کے منہ سے نکال کر کھولا اور پڑھنے لگا۔

اس کے لیے شدید حیرانی کا مقام تھا۔ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ شیطان نے تحریر کی صورت میں کبھی ایسا حکم نہیں دیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ حیران ہوگا پھر لڑکی کے پاس چلا جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ پوری طرح منتر پڑھ کر شیطان سے بات کرنا چاہتا تھا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

وہ پھر آکر اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔ کھوپڑی اسی طرح فضا میں معلق تھی۔ وہ منتر پڑھنے لگا۔ میں چپ چاپ تماشا دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پھر اس کے کانوں میں گھنٹیاں بجنے لگیں اور ایک مردانہ قہقہہ سنائی دیا۔ یقیناً شیطان آگیا تھا۔ پھر کوئی اجنبی زبان سنائی دی۔ پروفیسر کے دماغ نے ترجمہ کیا۔ کوئی کہہ رہا تھا: "میری پوجا کرنے والے، میں تیرے سامنے حاضر ہوں۔"

پروفیسر نے کہا: "میرے آقا، میں تیرا غلام ہوں۔ کیا یہ سچ ہے کہ کوئی عامل میرے دماغ میں گھسا ہوا ہے؟"

"ہاں، کوئی تیرے دماغ میں موجود ہے۔ اس وقت تو اکیلا نہیں ہے۔"

"کون ہے میرے دماغ میں۔ میرے آقا! اسے پکڑ کر مروا دو۔"

"میں اسے نہیں پکڑ سکتا۔ وہ زمین پر نہیں ہے۔ آسمان پر نہیں ہے۔ میری بیٹی نے مجھے سے جھوٹ نہیں کہا تھا۔"

"تم باپ اور بیٹی مجھے دس ہزار ڈالر کمانے سے کیوں روک رہے ہو۔ اس لڑکی کے پاس جانے کیوں نہیں دیتے؟"

شیطان نے جواب دیا: "ہم نے تجھے جانے سے نہیں روکا تو وہاں تک پہنچ گیا ہے۔ اب لڑکی کے پیتے پر بھی چلے جانا مگر تجھے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

میں وہ باتیں سن رہا تھا۔ اچانک مجھے خیال آیا۔ میں نے پروفیسر کی زبان سے انگریزی میں کہا: "آخر تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ لڑکی کے پاس جانے سے مجھے کچھ حاصل کیوں نہیں ہوگا؟"

جواب میں شیطان کی انگریزی سنائی دی: "ہمیں آگے کا حال جس حد تک معلوم ہوتا ہے وہ ہم تجھے بتا دیتے ہیں۔"

شیطان کی انگریزی سنتے ہی میں فوراً اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک ٹانگ پر کھڑا ہوا تھا۔ پتہ چلا کہ اس کی ایک ٹانگ ہے۔ سچ ہے شیطان کی دوسری ٹانگ ہوتی تو وہ راستے پر چلتا اور بدی کو چھوڑ دیتا۔

اس انگریز شیطان کے سامنے ایک الاؤ روشن تھا۔ شعلے لہرا رہے تھے اور وہ ان شعلوں کو ایک آنکھ سے دیکھ رہا تھا۔ پروفیسر اس کی ایک ہی آنکھ ہے۔ موٹے دایان کی بھی ایک ہی آنکھ ہے کہ جال بھی ایک آنکھ رکھتا ہے۔ اگر اتفاق سے کوئی کانا اور شریف ہے تو یہ خدا کی شان ہے۔

ہاں تو وہ کانا شیطان ایک آنکھ سے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو گھورتا ہوا اپنے چیلے پروفیسر اوٹیلو چیمپین سے گفتگو کر رہا تھا۔ کمرہ میں تھا۔ اور اس کا آقا لندن سے بہت دور کسی کھنڈر میں اس کے پاس اس کی بیٹی ایک گھاس کے بستر پر لیٹی ہوئی اپنے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اس کے دماغ سے پتہ چلا کہ پروفیسر اوٹیلو اس کا داماد یعنی اس کی بیٹی کا شوہر ہے۔ ایسے لوگ قانون کی نظروں میں ہوتے ہیں۔ جو لوگ قانون کی نظروں میں آجاتے ہیں وہ پولیس سے پھرتے ہیں۔ اس وقت بھی وہ باپ بیٹی شہر سے دور ایک کھنڈر میں پناہ لیے ہوئے تھے۔ ان کا داماد پروفیسر اوٹیلو چیمپین باقاعدہ شہر میں زندگی گزارتا تھا۔ سوسائٹی میں اس نے اپنی عزت بنا رکھی تھی۔ شعبدے بازی کے کمالات دکھاتا تھا۔ خود کو جادوگر ظاہر نہیں کرتا تھا۔ وہ قابل گرفت نہیں تھا۔

مجھے ان لوگوں کے ذاتی حالات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے اس لنگڑے اور کانے شیطان کے دماغ پر قبضہ کر لیا اور اس کی زبان سے کہا: "اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو ابھی اس لڑکی کے پاس جاؤ اور اس کے متعلق معلومات حاصل کر لو۔ ہو سکے تو فوراً واپس آؤ۔ میری بیٹی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے کانے شیطان کی زبان بند کر دی۔ اس کے دماغ پر قابض رہا تاکہ وہ کچھ کہہ نہ سکے۔ اگر اس کا دماغ آزاد ہوتا اور وہ منتر پڑھنے کے قابل ہوتا تو شاید میری ٹیلی پیتھی کی گرفت میں نہ آتا لیکن میں اسے منتر پڑھنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔

ایک منٹ کے بعد میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ حیران اور پریشان تھا۔ اپنے آپ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ تھوڑی دیر کے لیے وہ دماغی طور پر کیسے غافل ہو گیا تھا، کیا کر رہا تھا۔ اس نے یہ بات اپنی بیٹی کو بتائی۔ وہ اٹھ کر چلی گئی۔ اُس نے کہا: "اوٹیلو سے پوچھو کہ اس وقت وہ کیا کر رہا ہے۔ اس کے دماغ میں بھی تو کوئی گڑبڑ نہیں ہے۔ میرا لول گھبرا رہا ہے۔ کہو کہ واپس آجائے۔"

کانے شیطان نے منتر پڑھنا شروع کیا۔ وہ اوٹیلو سے

قائم کرنا چاہتا تھا پھر اس نے منتر ختم کر دیا اور اپنی بیٹی سے کہا: "اس کھوپڑی کو اپنے سوٹ کیس میں بند کر دی ہے۔ جب تک وہ منتر پڑھ کر کھوپڑی کو باہر نہیں نکالے گا ہم سے رابطہ قائم نہیں ہو گا۔ معلوم ہوتا ہے وہ سو گیا ہے۔"

اس کی بات سن کر میں اوٹیلو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سو نہیں رہا بلکہ اپنے سر شیطان کا یہ حکم سنتے ہی کہ اسے لڑکی کے پاس جانا چاہیے۔ وہ اپنے جادوئی سامان والا سوٹ کیس اٹھا کر ہوٹل سے چل پڑا تھا۔ رات کا ایک بج رہا تھا۔ وہ ایک بج کر تیس منٹ پر ٹیکسی کے ذریعے اس بنگلے کے سامنے پہنچ گیا جس کا پتہ اخبار میں شائع ہوا تھا۔ بنگلے کے چوکیدار نے کہا: "جناب! اس وقت تو صاحب لوگ آرام کر رہے ہیں۔ آپ صبح آئیں۔"

اوٹیلو نے کہا: "اپنے صاحب کو خبر کر دو کہ لندن سے ایک بہت بڑا پروجِ ڈاکٹر پروفیسر اوٹیلو چیمپین آیا ہے اور صبح سے پہلے واپس چلا جائے گا۔ اگر وہ لڑکی کے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ابھی مجھ سے ملاقات کریں۔"

دربان نے خوش ہو کر پوچھا: "آپ جادوگر ہیں تو کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ اس لڑکی کو کس نے اغوا کیا ہے؟"

اوٹیلو نے حیرانی سے پوچھا: "اغوا؟"

دربان نے کہا: "جی ہاں، ابھی شام کو پتہ نہیں لڑکی کیسے غائب ہو گئی۔ صاحب لوگ بہت پریشان ہیں۔ پولیس والوں کو خبر کی گئی۔ لوگ اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔"

اوٹیلو نے مایوس ہو کر پوچھا: "اس کا مطلب ہے کہ لڑکی اب اس بنگلے میں نہیں ہے۔"

دربان نے کہا: "جناب! آپ اغوا کا مطلب نہیں سمجھتے۔ جب میں نے کہا کہ وہ اغوا کی گئی ہے تو یقیناً وہ یہاں نہیں ہے۔ سمجھی اس کے لیے پریشان ہیں۔"

اوٹیلو نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ وہ دونوں باپ بیٹی ٹھیک ہی کہہ رہے تھے کہ یہاں آکر مجھے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اس نے دربان سے پوچھا: "وہ لڑکی کون تھی؟ کیا بچپن سے یہیں رہتی تھی؟"

"نہیں جناب! وہ تو ابھی چند ماہ پہلے یہاں لائی گئی تھی۔"

اوٹیلو نے پوچھا: "کہاں سے لائی گئی تھی؟"

دربان نے کہا: "جناب! شام سے پولیس والے سوالات کر کر کے پریشان کر رہے ہیں۔ اب آپ تو پریشان نہ کریں۔"

اوٹیلو نے جیب سے پانچ ڈالر نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا: "صرف اتنا بتا دو کہ وہ لڑکی کہاں سے لائی گئی تھی؟"

دربان نے ڈالر جیب میں رکھتے ہوئے کہا: "میں اچھی طرح نہیں جانتا۔ صاحب لوگوں کو باتیں کرتے سنا تھا کہ وہ لوگ سرحد کی طرف شکار کے لیے گئے تھے وہیں وہ لڑکی ایک جھاڑی کے پاس گھاس پر پڑی ہوئی نظر آئی تھی۔ اسے اپنے ساتھ یہاں لے آئے۔"

اوٹیلو نے پوچھا: "وہ بلی کی طرح میاؤں میاؤں کیا کرتی ہے؟"

"یہی تو کسی کو معلوم نہیں ہے مگر ایک بات بڑی عجیب ہے۔"

"وہ کیا؟"

"صاحب لوگ کہتے ہیں جنگل میں جہاں وہ لڑکی پڑی ملی تھی وہیں اس کے قریب ایک مردہ بلی پڑی ہوئی تھی۔ اب یہ لوگ جادوگروں کے ذریعے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اس بلی سے اس لڑکی کا کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ اور اگر نہیں ہے تو یہ بلی کی طرح حرکتیں کیوں کرتی ہے۔ میرا مطلب ہے کرتی تھی۔ اب تو وہ نہیں ہے۔"

میں دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو گیا۔ اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ لڑکی سامی ہے۔ ایک مردہ بلی کا اس کے پاس پایا جانا اس بات کا ثبوت ہے لیکن اب وہ کہاں ہے کن لوگوں نے اسے اغوا کیا ہے اور اغوا کرنے والوں کی نظروں میں سامی کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔ یا وہ کس کے لیے بہت زیادہ اہم ہو سکتی ہے؟

اس کا جواب بالکل واضح تھا۔ سامی سب سے زیادہ چمکیلی کے لیے اہم تھی۔ وہ اس کے لہو سے اشنان کر کے سدا بہار دوشیزہ بننا چاہتی تھی۔ چمکیلی کا خیال آتے ہی میں نے بھوندو چما کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنی جھونپڑی میں سو رہا تھا۔

اس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا کہ مانس کے آخری دان نے نقشے پر لندن کی نشاندہی کر دی تو وہ چمکیلی کو اپنے کاندھے پر کر باہر چلا گیا تھا اور اپنے صاحب لوگوں کو یہ خوشخبری سنانی تھی کہ فریاد لندن میں ہے۔

ہندی زبان جاننے والے ایک انگریز صاحب نے بھوندو چما سے کہا: "سونیا ابھی تک اسی شہر میں ہے۔ اس نے ہمیں ٹالنے کے لیے مہلت حاصل کی تھی۔ اس لیے اب فریاد کی بہن کو سزا دینا ضروری ہے۔ تم لوگ اس کے بدن میں سوئی چبھوتے رہو تاکہ سونیا مجبور ہو کر اسلام آباد چلی جائے۔"

بھوندو ان کے حکم پر عمل کرنے کے لیے چمکیلی کے ساتھ پھر جھونپڑی میں آگیا۔ اس نے ایک سوئی اس پتلے کے بدن میں چبھو دی۔ اتنا ہی کافی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سونیا پریشان ہو کر اس کے صاحب لوگوں سے رابطہ قائم کرے گی۔ اب وہ مطمئن ہو کر آرام سے سو رہا تھا۔ میں اس کے دماغ سے جانا ہی چاہتا تھا کہ وہ نیند میں کسمسانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کیا کہ وہ نیند کی حالت میں بھی کسی گاڑی کی آواز سن رہا تھا۔ پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اس نے جھونپڑی سے نکل کر دیکھا تو دور ایک کار کھڑی ہوئی تھی اور اس کی ہیڈ لائٹس کی روشنی جھونپڑی کی طرف آرہی تھی وہ سمجھ گیا کہ اس کے صاحب لوگ اس سے ملنے آئے ہیں۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا کار کے قریب پہنچا ایک انگریز جو ہندی زبان جانتا تھا۔ اس نے غصے سے کہا "تم یہاں آرام کر رہے ہو۔ تم نے ہمارے حکم پر عمل نہیں کیا۔"

"جناب! میں نے تو وہی کیا ہے جو آپ نے کہا تھا۔ میں نے پتلے کے جسم میں سوئی چبھو دی ہے۔"

"بکو اس کرتے ہو۔ فرہاد کی بہن تو بالکل آرام سے ہے۔ اس پر تمہارے جادو کا کوئی اثر نہیں ہوا ہے۔"

بھونڈو چمار نے حیرانی کا اظہار کیا۔ اس انگریز نے کہا "تمہارا جادو بالکل جھوٹا ہے۔ تم نے کہا تھا کہ فرہاد لندن میں ہے۔ یہ بھی غلط ہے ایک لڑکی جو بلی کی طرح بولتی اور حرکتیں کرتی ہے وہ روم میں موجود تھی۔ ہمارے آدمیوں نے آج شام کو اسے اغوا کر لیا ہے یا جانے پر مجبور کیا ہے۔ وہ بھی نہیں جانتا تھا کہ سامی کون ہے کہاں سے لائی جا رہی ہے اور یہاں کہاں اور کب پہنچائی جائے گی۔ وہ صرف حکم کا بندہ تھا۔

میں اس کے ذریعے معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا اس سے یہی فائدہ حاصل ہوتا کہ کبھی کسی موقع پر میں خود اسے آلۂ کار بنا سکتا تھا۔ اور مٹل مین کے خلاف اسے استعمال کر سکتا تھا۔ میں بھونڈو کے پاس آگیا۔

چمکیلی انگیٹھی کے چاروں طرف گھوم رہی تھی۔ بھونڈو بھی اس کے پیچھے پیچھے گھوم رہا تھا۔ انگیٹھی کی آگ سرد ہو چکی تھی۔ پھر چمکیلی وہاں سے چلتی ہوئی سٹیطان کے مجسمے کے پیچھے آئی۔ وہاں ایک پتلا زمین پر پڑا ہوا تھا۔ چمکیلی نے اپنا ایک پنجہ اس پتلے پر رکھ دیا۔

بھونڈو نے قریب آکر پتلے کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھ گیا۔ تو چاہتی ہے کہ اب اس پتلے پر عمل کیا جائے۔"

وہ کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "دیکھ چمکیلی! یہ تو فرہاد کا پتلا ہے جب تک فرہاد کی کوئی چیز ہمیں نہیں ملے گی۔ فرہاد پر کوئی جادو اثر نہیں کرے گا۔ اس کے لیے ایئرپورٹ جانا ہوگا۔ تاکہ فرہاد کے آتے ہی اس کی کوئی چیز حاصل کی جا سکے۔"

پھر اس نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "لیکن سوئیلا نے مجھے دیکھا ہے اگر وہ ایئرپورٹ فرہاد کو لینے آئے گی تو مجھے پہچان لے گی۔ میں وہاں نہیں جا سکتا۔"

اس کی بات سن کر چمکیلی اچھل کر اس کے کاندھے سے ہوتی ہوئی سر پر پہنچ کر اپنا پنجہ اس کے سر پر مارنے لگی۔ بھونڈو دیدے پھیلائے اس کے پنجوں کا حساب کر رہا تھا پھر اس نے سر ہلا کر کہا "میں سمجھ گیا تو ایئرپورٹ جانا چاہتی ہے میں مجھے دور ہی سے وہاں چھوڑ دوں گا۔ تو کیا کرے گی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اچھی بات ہے۔ میں تیرے کہنے پر عمل کروں گا۔"

اس سعید احمد کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بیدار ہو گئے تھے اور اب بستر سے اٹھ کر باتھ روم جانا چاہتے تھے۔ میں نے کہا "السلام علیکم۔"

وہ چونک کر بولے "فرہاد! تم ہو؟"

"ہاں! میں ہوں۔ یہ پوچھنے آیا ہوں کہ ایئرپورٹ پر میرے لیے کچھ خفیہ انتظامات کیے گئے ہیں؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ میں نے اپنے طور پر سخت انتظامات کیے ہیں۔ یہاں کوئی دشمن نظر میں ہو تو بتاؤ۔"

"یہ تو تمہیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ یہودی نواز تنظیم کا ایک مٹل مین ہمارے ملک میں موجود ہے لیکن اتنا پُراسرار ہے کہ ابھی تک سونیا کی نظروں میں بھی نہیں آسکا ہے لیکن اس کے آلۂ کار یقیناً ایئرپورٹ مزدور پہنچیں گے۔ دوسری بات یہ کہ ایک ہندوستانی تلنگ قد کا آدمی ایک بلی کے ساتھ ادھر آئے گا۔ لیکن ایئرپورٹ سے بہت دور اس بلی کو چھوڑ دے گا۔ وہ بلی دراصل ایک جادوگر بڑھیا ہے۔"

میری اس بات پر سعید احمد مسکرانے لگے۔ میں نے کہا "میں جانتا ہوں آپ یقین نہیں کریں گے۔ طلسمی معاملات پر بڑی مشکل سے یقین آتا ہے۔ بہرحال آپ سن لیں۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

"بلی کے ساتھ جو نانے قد کا آدمی ہے اس کا نام بھونڈو چمار ہے۔ ان لوگوں نے پہلے شاہینہ پر کالے جادو کا عمل کیا تھا اور اسے تکلیف پہنچائی تھی اب وہ مجھ پر عمل کر رہے ہیں۔ میرے ذریعے وہ سامی تک پہنچنا چاہتے ہیں کیونکہ سامی بھی یہاں پہنچ رہی ہے اور یقیناً وہ میرے آس پاس ہی کہیں رہے گی۔"

"کیا تم میک اپ میں رہو گے؟"

"ہاں، آپ لوگوں کو پہچاننے کی زحمت نہیں کرنا پڑے گی۔ میں خود ہی خیال خوانی کے ذریعے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ یہ بتائیں کہ گھر سے مجھے لینے کے لیے کتنے لوگ آرہے ہیں؟"

"میں نے شاہینہ کو سمجھایا ہے کہ زیادہ لوگوں کا ایئرپورٹ پر آنا مناسب نہیں ہے۔ زبیر نے بھی اسے سمجھایا لیکن وہ ماننے والی نہیں ہے۔ مجبوراً میں نے اسے اور منصور کو ساتھ آنے کی اجازت دے دی ہے۔ اب ہم دو گھنٹے بعد ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہوں گے۔"

میں نے شاہینہ اور منصور وغیرہ کی خبر لی۔ وہاں سارا گھر میرے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ سونیا اپنے کمرے میں چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی۔ شاہینہ نے اسے مجبور کر دیا تھا۔ وہ گھر سے باہر قدم نہیں نکال سکتی تھی۔ نہ ہی مجھ سے ملنے آسکتی تھی۔ میں نے کہا "میری جان! اب تو نکاح کے بعد ہی ملاقات ہوگی۔"

"ہاں، دل بڑا بے چین ہے تم سے ملنا چاہتی ہوں لیکن یہ بھی اچھا لگ رہا ہے کہ ہمارے درمیان محبت سے رکاوٹیں پیدا کی جا رہی ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بھونڈو نے عاجزی سے کہا "حضور! ہماری درخواست پر غور کریں اور ساسی کو ہمارے حوالے کر دیں۔ ہم آپ کے بہت کام آئیں گے مزید تری ہیکسلا نے اس نے ڈانٹ کر کہا "بکو اس مت کرو۔ تمہیں صرف اتنی چمکیلی کی پڑی ہے۔ اگر تم اس بلی کو انسانی روپ میں لانا چاہتے ہو تو فرہاد کی بہن کو اذیتیں پہنچاؤ۔ سونیا کی شادی کو روکو اور اسے اسلام آباد جانے پر مجبور کر دو۔"

گاڑی اسٹارٹ ہو کر جانے لگی۔ بھونڈو گاڑی کو جلتے ہوئے دیکھتا رہا پھر پلٹ کر تیزی سے جھونپڑی میں آیا۔ چمکیلی غرا کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ غصے میں بھرا اس دیوار کے پاس آیا جہاں دنیا الٹا لٹک رہا تھا۔ اب تک وہ ماش کا دانہ لندن کی جگہ پہنچا ہوا تھا۔ اس نے غصے سے دانے کو ایک گھونسا مارا۔ وہ نیچے گر پڑا۔

چمکیلی غرا کر اس کے پاس آئی۔ وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر کہنے لگا "چمکیلی! میں دن رات محنت کر کے منتر پڑھتا رہا۔ تو نے بتایا تھا کہ ایسا کرنے سے ہمیں فرہاد کا پتہ معلوم ہوگا۔ لیکن جانتی ہے وہ دانہ غلط جگہ آکر چپک گیا۔ فرہاد لندن میں نہیں ہے۔ وہ کل صبح یہاں پہنچنے والا ہے اور ساسی بھی یہیں آرہی ہے۔"

ساسی کا نام سنتے ہی چمکیلی میاؤں میاؤں کرتے ہوئے شیطان کے مجسمے کے پاس گئی اور اس کے قدموں پر اپنا سر رگڑنے لگی۔ وہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی بھونڈو نے آگے بڑھ کر کہا "تو خوش ہو رہی ہے۔ مگر ساسی تجھے نہیں ملے گی۔"

بلی نے سر اٹھا کر بھونڈو کی طرف دیکھا۔ وہ کہنے لگا "ابھی صرف لوگ آئے تھے۔ وہ کہہ رہے ہیں جب تک ہم فرہاد کی بہن کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے اور سونیا کو اسلام آباد جانے پر مجبور نہیں کریں گے اس وقت تک ساسی کو ہمارے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ میں نے اس پتلے میں سوئی چبھو دی ہے۔ لیکن اس کی بہن کو کوئی تکلیف نہیں ہو رہی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا ہمارا جادو بے اثر کیوں ہو رہا ہے۔ سوئی چبھونے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ ماش کا دانہ غلط جگہ جا کر چپک گیا۔ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

وہ غصے میں کہہ رہا تھا اور چمکی سر اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی۔ میں بھونڈو کے دماغ سے نکل آیا۔ اب وہ جو بھی تدبیر کرتے اسے میں بعد میں ان کے دماغ سے سمجھ سکتا تھا۔ فی الحال میں اس بلی بہادر کے دماغ میں پہنچ گیا جو ابھی بھونڈو سے مل کر گیا تھا۔ اس نے پہلے بھونڈو کا مالبطہ جیمس رابرٹن اور اس کی ساتھی مالنی سے ملا تھا۔ ان دونوں کو سرحد پار بھیج دیا گیا تھا اب یہ نیا انگریز بھونڈو سے رابطہ قائم کرتا تھا۔

وہ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا سگریٹ سلگا رہا تھا۔ میں اس

"کاش مرجانہ بھی محبت سے رکاوٹ بنتی۔ ہمیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ بھونڈو چمار میری کوئی چیز حاصل کر کے اپنے میرے بنائے ہوئے تیلے پر کالا عمل کرنا چاہتا ہے۔ شاہینہ کی حفاظت بھی لازمی ہے۔ وہ کوئی بھی اوچھا وار کر سکتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "ہمیں اپنے موجود حالات کا سرسری طور پر جائزہ لینا چاہیے اور چند اہم نکتوں کو یاد رکھنا چاہیے؟"

"سونیا! سب سے اہم نکتہ تو یہ ہے کہ مرجانہ کو جس پُراسرار شخص نے ہماری شادی کی اطلاع دی ہے۔ اس شخص کو کس نے اطلاع دی ہے؟ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ مرجانہ کا برین واش ہو رہا ہے وہ ہماری شادی تک کیا رنگ لائے گی؟ شاید حلال بیگ کا بھی برین واش کیا جا رہا ہے کیونکہ اس کا دماغ بھی اب میری مٹھی میں نہیں آ رہا ہے۔ اسے میری ٹیلی پیتھی سے نجات دلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ سامی کا سراغ مل گیا ہے لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی جب اس نے کسی دوشیزہ کا روپ اختیار کیا ہے تو وہ انسانوں کی طرح کیوں نہیں بول سکتی۔ کیا طویل عرصے تک بلی بن کر رہنے کے باعث وہ انسانی زبان اور انسانی مزاج کو بھول گئی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ سامی بھی یہاں پہنچ رہی ہے۔ بھونڈو چمار کی طلسماتی پیش گوئی کے مطابق وہ کسی نہ کسی طرح میرے قریب آنے والی ہے۔"

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا "ہائے فرہاد! کیا شادی ایسے ہوتی ہے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "ایسے تو نہیں ہوتی مگر ہماری ہو رہی ہے۔ چاروں طرف سے شکنجے مضبوط کیے جا رہے ہیں۔ بالکونیوں اور ایئر ہیٹوں کی نالیں صاف کی جا رہی ہیں۔ کار توس بھرے جا رہے ہیں۔ کہیں سرنگیں بچھائی جائیں گی۔ کہیں جادو کی بان چلائے جائیں گے۔ کوئی ٹائم بم کے کانٹے کو موت کی گھڑی کی طرف لے جانے کی سوچ رہا ہوگا۔ کہیں سے کوئی سنسناتی ہوئی گولی ہوگی۔ خون کی ہولی ہوگی۔ آگ کا دریا ہوگا۔ سونیا اور فرہاد موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نکاح قبول کریں گے۔ یہ ہماری شادی ہے اور ہماری شادی میں ہنگامہ نہ ہو۔ تو ہمیں کون پہچانے گا؟"

مطالعہ کو مہ امتحان شیخ از زیادہ دلت بڑھانے کیلئے ایک بے مثال نفسیاتی کتاب

امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۲ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی نمبر ۱

میرا سفر ختم ہونے ہی والا تھا۔ طیارہ لاہور کی فضا پر پرواز کر رہا تھا مگر ابھی زمین تک پہنچنے میں ذرا دیر تھی۔ مجھے ایئرپورٹ سے شاہینہ کی کوٹھی تک پہنچانے کے لیے جو حفاظتی اقدامات کیے گئے تھے۔ میں ان سے مطمئن تھا۔ پھر میں نے آخری بار بھونڈو چمار کی خبر لی۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ بھونڈو چمار اب چنگیلی کی مدد کے مطابق میری کوئی چیز حاصل کر کے میرے نام سے بنائے ہوئے پتلے سے منسلک کرنا چاہتا تھا تاکہ اس پر کالے جادو کا عمل کر سکے اور اس کے ذریعے مجھے اذیتیں پہنچائی جائیں۔ چونکہ میں کسی مسئلہ تھا کہ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا۔ بھونڈو چمار کے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ وہ میری کوئی چیز کیسے حاصل کرے گا۔ ایک سونیا سے اس کا سامنا ہو چکا تھا۔ اب وہ ایئرپورٹ کی طرح نہیں آ سکتا تھا۔ بچا جان لیے جانے کا اندیشہ تھا۔

چنگیلی نے اشارتی زبان سے سمجھایا تھا کہ بھونڈو چمار وہ ایئرپورٹ جائے گی اور کسی طرح میری کوئی چیز حاصل کر گی لہٰذا میں ایئرپورٹ کی زمین پر قدم رکھنے سے پہلے معلوم چاہتا تھا کہ چنگیلی کس طرح میرے پاس آ کر میری کوئی چیز حاصل کرنا چاہتی ہے۔

اب میں نے بھونڈو چمار کے دماغ میں جھانک کر دیکھا ایک نیا انکشاف ہوا۔ وہ چنگیلی کو کاندھے پر بٹھا کر ایئرپورٹ کی طرف آ رہا تھا۔ راستہ بہت لمبا تھا۔ وہ آبادی کے قریب پہنچ کر کسی گاڑی کے ذریعے جانا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی ایک قریب آ کر رک گئی۔ کار چلانے والا سفید دردی میں ملبوس تھا۔ کی پچھلی سیٹ پر ایک نہایت ہی حسین و جمیل دوشیزہ بیٹھی تھی۔ بھونڈو نے اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ چنگیلی اسے غرّانے لگی۔

اس دوشیزہ کے حسن کی تعریف کرنے کے لیے بھونڈو کی شاعرانہ نہیں تھی۔ ایسے لوگ جنھیں اظہار کے لیے الفاظ نہیں سکتے تعریف کے لیے زبان ہونے ہوئے بھی وہ گونگے بن جاتے ہیں۔ حیران حیران سے دیکھتے رہ جاتے ہیں اس کا حسن ایسا ہے کہ دیکھنے والی آنکھوں کو حیران ہونا سکھا دیتا تھا۔

دوشیزہ کی رنگت گلابی تھی۔ اس کا لباس بھی گلابی تھا اس کے گلے میں سیاہ موتیوں کی ایک مالا تھی۔ موتیوں کے دانے بڑے بڑے اور چمکیلے تھے۔ سیاہی کے باوجود چمکتے تھے۔ یاں سے کبھی نیلا، کبھی پیلا، کبھی نارنجی اور کبھی رنگینی رنگ بھرتا یوں لگتا تھا جیسے ہار کے وہ دانے ادھر اُدھر سے ایک آنکھ کھول دیکھتے ہوں اور پھر آنکھ بند کر لیتے ہوں۔ وہ کوئی غیر معمولی ہار تھا جس کے دانے جگنو کی طرح چمکتے تھے۔ بجھتے تھے اور پھر چمکنے لگتے تھے

اس دوشیزہ نے ہار کے ایک دانے کو اپنی ایک چٹکی میں لیا اور اس سے کھیلتے ہوئے کہا "بھونڈو! اگلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

بھونڈو نے حیران ہو کر پوچھا "آپ کون ہیں اور میرا نام کیسے جانتی ہیں؟"

"یہ سوال فی الحال تم نہیں کر سکتے ہو۔ وہ کار کے اگلے دروازے کو کھول کر بیٹھ گیا۔ دروازہ بند ہوا اور کار آگے بڑھ گئی۔ جانے اس دوشیزہ میں کیا بات تھی۔ بھونڈو اسی کے سحر میں کھویا ہوا تھا۔ اسی کے متعلق سوچ رہا تھا کہ اسے اپنے پیچھے سے آواز سنائی دی۔ "سامی یہاں پہنچ گئی ہے۔"

بھونڈو نے ایک دم سے چونک کر پیچھے کی طرف گھوم کر دیکھا۔ چنگیلی بھی سامی کا نام سن کر بھونڈو کے کاندھے پر آ گئی تھی اور غرّا کر اس دوشیزہ کو دیکھ رہی تھی۔ دوشیزہ نے حکم دیا۔ "اس بلی کو نیچے اتارو۔ اپنی گود میں بٹھاؤ یا سیٹ پر۔ یہ میری طرف یوں دیکھتی رہے گی تو میں اس کی آنکھیں پھوڑ دوں گی۔"

وہ بلی کو پچکارتے ہوئے اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے بولا۔ "تو یہ ہی آپ سامی کے متعلق کہہ رہی تھیں۔ کیا واقعی وہ یہاں پہنچ گئی ہے۔"

"میں ایک بار کہوں گی۔ اگر یاد نہ رہے یا یقین نہ آئے تو دوسری بار سوال نہ کرنا۔"

"میں معافی چاہتا ہوں۔ اتنا بتا دیجیے۔ سامی کہاں ہے؟"

"تم جس مقصد کے لیے اسے تلاش کر رہے ہو وہ مقصد میرے ذریعے پورا ہو جائے گا۔"

"آپ کون ہیں؟ ہمیں کیسے جانتی ہیں؟"

"پہلے تھا رابطہ ہمیں روبن اور مالنی سے تھا۔ پھر تمہارے ساتھ ملنے لگا۔ اب ان کی جگہ میں آ گئی ہوں۔"

"اچھا تو تم ہمارے دوستوں کی طرف سے آئی ہو۔"

"ہاں میں جو کہوں اس پر عمل کرو۔ اگر ایئرپورٹ کے قریب تمہارا سامنا نظر آئے تو اس سے منہ پھیر لینا۔ اجنبی بن جانا۔ وہ تمہیں مخاطب کرے تو صاف طور سے جواب دے دینا کہ تم اسے بالکل نہیں جانتے اور نہ ہی اس کے کسی حکم پر عمل کرو گے کیونکہ وہ ہم سے غداری کر رہا ہے۔ اب وہ ہمارا آدمی نہیں رہا۔"

"لیکن میں کیسے یقین کر لوں کہ آپ سچ کہہ رہی ہیں؟"

"میری باتوں کا یقین آ جائے گا۔ جب میں چنگیلی کو سامی کے خون سے غسل کراؤں گی۔"

یہ سنتے ہی چنگیلی پھر غرّا کر اٹھی۔ بھونڈو نے اسے تھپک کر سلاتے ہوئے کہا "بیٹھ جا چنگیلی! تیری جگہ میں باتیں کر رہا ہوں۔"

پھر اس نے لڑکی سے پوچھا "کیا تم مجھے اور چنگیلی کو سامی تک پہنچا سکتی ہو؟ میں ایک ہی وار میں اس کے جسم سے اتنا خون نکال لوں گا کہ چنگیلی اس میں بھیگ کر بلی کے جسم سے رہائی حاصل کر لے گی پھر جو بھی حسین دوشیزہ قریب ہوگی وہ اس کے جسم میں سما جائے گی۔"

پچھلی سیٹ سے دوشیزہ نے کہا "میں جانتی ہوں۔"

"آپ کیسے جانتی ہیں؟"

"میں یہ بھی جانتی ہوں کہ چنگیلی کو آخری بار جس دوشیزہ کا جسم ملے گا اگر وہ جسم مر جائے گا تو چنگیلی بھی ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائے گی۔ لہٰذا اسے سوچ سمجھ کر کسی ایسے جسم میں جانا ہوگا جو خطرات سے محفوظ ہو۔"

بھونڈو نے حیرانی سے کہا "آپ ہمارے کالے جادو کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتی ہیں جبکہ جیمس روبن صاحب اور تھامسن صاحب کچھ نہیں جانتے تھے لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ چنگیلی کو اب آخری بار جسم ملے گا۔"

"میں کہہ چکی ہوں۔ مجھ سے بار بار ایک ہی سوال نہ کرو اور میرے مشورے سے فائدہ اٹھاؤ۔"

"فائدے کی بات ہوگی تو ہم ضرور مانیں گے۔"

"اگر چنگیلی یہ چاہتی ہے کہ اس بار کسی دوشیزہ کے جسم میں محفوظ رہے۔ موت اس کے قریب نہ آئے تو اس کے لیے اس شہر میں اور خصوصاً ایئرپورٹ کے پاس صرف ایک ہی جسم ایسا ہے جو ہر طرح سے محفوظ ہوگا۔"

بھونڈو نے پوچھا "وہ کس کا جسم ہے؟"

پچھلی سیٹ سے وہی مترنم آواز سنائی دی۔ "وہ شاہینہ کا جسم ہے۔"

یہ سنتے ہی چنگیلی غرّانے لگی۔ بھونڈو نے اس کی طرف دیکھا وہ اشاراتی زبان سے کچھ کہہ رہی تھی۔ پھر بھونڈو نے کہا "چنگیلی کو اعتراض ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ دراصل یہ فرہاد سے عشق کرنا چاہتی ہے۔"

دوشیزہ نے حقارت سے کہا "اونہہ پھر تو یہ حرام موت مرے گی۔ اگر میری بات نہ مانی گئی تو میں اسے سامی کے خون سے غسل کرنے کا موقع نہیں دوں گی اور اگر مان جائے گی تو بھی اسے سامی کا خون مل جائے گا۔"

بھونڈو نے کہا "ہم آپ کی بات مان لیں گے۔"

"ہوں دھوکا ہوا تو سمجھ لینا کہ یہ زندہ نہیں رہے گی میں اس کی ناک میں دم کر دوں گی۔ اس نے شاہینہ کو چھوڑ کر کسی دوسری عورت کا جسم منتخب کیا تو میں اسے ہلاک کر دوں گی۔"

"آپ یہ کیوں چاہتی ہیں کہ چمکیلی صرف شاہینہ کے جسم میں داخل ہو؟"

"صرف میں نہیں چاہتی۔ ہمارا باس بھی چاہتا ہے۔ تمہارے وہ دوست چاہتے ہیں جو تم لوگوں کو ہندوستان سے یہاں لائے ہیں اور یہاں سے بھی دوسرے ملک میں بھی پہنچا سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ہم آپ کے مشورے پر عمل کریں گے۔"

"چمکیلی شاہینہ کے جسم میں داخل ہو کر فرہاد کے قریب رہ سکے گی۔ کالے جادو کے لیے فرہاد کی کوئی چیز بڑی آسانی سے حاصل کر سکے گی۔ ہمیں یہ فائدہ پہنچے گا کہ اس کے ذریعے فرہاد اور سونیا کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔ کیونکہ یہ ان کے ساتھ تنہائی میں بھی وقت گزار سکے گی۔"

بھوندو نے قائل ہو کر کہا۔ "چمکیلی تو سن رہی ہے نا؟ بیشک تجھے آخری بار کسی انسان کا جسم ملے گا تو شاہینہ کے جسم میں ہی ہر طرح محفوظ رہے گی۔"

اس دوشیزہ نے کہا۔ "فرہاد جیسا شخص اسے اپنی بہن سمجھ کر اپنی جان کی بازی لگا کر اس کی حفاظت کرتا رہے گا۔ باس کا حکم ہے جس وقت فرہاد طیارے کے زینے سے اتر کر ایئرپورٹ کی عمارت کی طرف آ رہا ہوگا۔ اسی وقت چمکیلی جو شاہینہ کے جسم میں ہوگی خوشی سے چیخ چیخ کر اپنے بھائی جان کو پکارتے ہوئے دوڑتی ہوئی اس کے پاس جائے گی۔"

بھوندو نے پوچھا۔ "ایسا کرنے کا مقصد کیا ہے؟"

"تم بہت زیادہ سوالات کرتے ہو۔ کیا اتنی عقل نہیں ہے کہ ایک بہن برسوں کے بعد اپنے بھائی کو دیکھ کر دیوانہ وار اسے پکارتے ہوئے اس کی طرف دوڑے گی۔ کیا اتنا ہی سمجھ لینا کافی نہیں ہے؟"

"میں سمجھ گیا۔ چمکیلی ایسا ہی کرے گی۔"

ان کی باتیں جاری رہیں۔ فاصلے طے ہوتے رہے پھر ایئرپورٹ کے قریب کار رک گئی۔ پچھلی سیٹ سے دوشیزہ نے ایک چھوٹی سی بوتل بھوندو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ ہے سامی کا خون۔"

بھوندو نے لپک کر دونوں ہاتھوں سے اس بوتل کو تھام لیا۔ چمکیلی اس سرخ سیال کو دیکھ کر غرا رہی تھی۔ دوشیزہ نے کہا۔ "اسے لے کر گاڑی سے باہر چلے جاؤ لیکن چمکیلی شاہینہ کو کیسے پہچانے گی۔ بغیر پہچانے ہوئے اس کے جسم میں کیسے داخل ہوگی؟"

"ہاں ہم نے شاہینہ کا حلیہ بتایا تھا لیکن ایسے حلیے خیالی ہوتے ہیں۔ چمکیلی نے صرف شاہینہ کے بال دیکھے ہیں صورت نہیں دیکھی ہے۔"

دوشیزہ نے کہا۔ "میں نشانی بتاتی ہوں۔ اسے یاد رکھو۔ ایک شخص نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس ہوگا، نیلے رنگ کی ٹائی ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی ایک دوشیزہ ہوگی۔ وہ بھی کلر کے شلوار سوٹ میں ملبوس ہے۔ اس چاکلیٹی کلر کے پیلے رنگ کے پھول بنے ہوئے ہیں۔ اس کے جوڑے میں سرخ پھولوں کی وینی ہے۔ اتنی نشانی کافی ہے۔ اگر چمکیلی نے یاد نہیں رکھا اور اس کے جسم میں جا کر نہیں سمائے گی تو پھر طرح بھٹکائے گی۔"

بھوندو ایک ہاتھ میں خون کی بوتل اور دوسرے میں چمکیلی کو اٹھا کر کار سے باہر نکل گیا۔ دوشیزہ نے اپنی پچھلی سیٹ کی کھڑکی سے جھانکتے ہوئے کہا۔ "چمکیلی کو اچھی طرح وہ۔ اگر یہ شاہینہ کے لباس کو یاد نہیں رکھے گی اور اس کے میں نہیں سمائے گی تو میرے ہاتھوں سے ماری جائے گی جلدی جاؤ۔"

اس کے بعد کار اسٹارٹ ہوئی اور دوسری طرف چلی گئی۔ بھوندو چمکیلی کو لے کر کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جہاں لوگوں سے چھپ کر بلی کو لہو سے غسل کرا سکے۔ اسے یقین تھا اس کے باس نے سامی کا خون بوتل میں بند کر کے بھیجا ہے۔ ایئرپورٹ کے قریب ہی ایک کوٹھی کے پاس رکا۔ کوٹھی احاطے کی دیوار کے سامنے خوب صورت تراشیدہ جھاڑیاں وہ ادھر ادھر دیکھ کر ایک جھاڑی کے پیچھے چلا گیا۔ پھر تو کر تھوڑا سا خون ایک ہاتھ کے چلو میں لے کر اس بلی کے بدن پر لگانے لگا اسے لہو سے غسل کرانے لگا۔ جب وہ پوری بھیگ گئی تو ایک دم سے غراتی ہوئی میاؤں میاؤں کرنے لگی پھر تڑپتے تڑپتے زمین پر گر کر ٹھنڈی ہو گئی۔

ایسے طلسمی واقعات بھی ہوتے ہیں جن کا ذکر سنو تو یقین نہیں آتا۔ جو لوگ آنکھوں سے ایسے جادوئی کمالات دیکھتے وہی سمجھ سکتے ہیں کہ ہماری دنیا میں کیسے کیسے حیرت انگیز اور یقین واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

بھوندو نے یہ تو دیکھا تھا کہ بلی کا جسم ساکت ہو گیا وہ بھی تھی لیکن اب چمکیلی کہاں گئی؟ وہ نہیں جانتا تھا وہ جاننا چاہتا تھا لیکن اس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا ایئرپورٹ کے قریب جاتا۔ مجھے یہ ساری معلومات اس حاصل ہوئیں۔ جب چمکیلی بلی کا جسم چھوڑ چکی تھی۔ بھوندو جھاڑی سے نکل کر اپنے ہاتھ دھو کر ایئرپورٹ کے قریب بھٹک رہا تھا۔

میں نے شاہینہ کی حفاظت کے لیے اس کے پاس پہنچ

وہ ایک کار کی پچھلی سیٹ پر منصور کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ کار کے دروازے لاک کر دیے گئے تھے۔ کھڑکی کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ آس پاس مسلح محافظ تھے۔ میں نے اس کی سوچ سے معلوم کیا تو وہ ہلکے آسمانی رنگ کے شلوار سوٹ میں ملبوس تھی۔ منصور براؤن کلر کی پتلون اور سفید نیان پہنے ہوئے تھا یعنی اس دوشیزہ نے بھوندو کو جو نیلے سوٹ اور چاکلیٹ کلر کے شلوار سوٹ کے متعلق بتایا تھا۔ وہ غلط تھا۔ چمکیلی بلی کے جسم سے رہائی حاصل کر کے میری بہن تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اگر پہنچتی تو اب تک پہنچ چکی ہوتی۔ چمکیلی نہ جانے کس کے جسم میں سما گئی تھی۔ بہرحال مجھے اپنی بہن کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا۔

اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا میرے جسم کو ایک جھٹکا لگا تھا۔ طیارے کے چند مسافروں کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی کیونکہ طیارہ زمین کو چھو کر رن وے پر دوڑتا جا رہا تھا۔ میرا دھیان اس پراسرار دوشیزہ کی طرف تھا جو کار کی سیٹ پر بیٹھی ہوئی بھوندو سے باتیں کرتی رہی تھی۔ اس نے جانے کہاں سے سامی کا خون بوتل میں لا کر دیا تھا۔ یقیناً وہ سامی کا ہی لہو ہوگا جبھی تو چمکیلی بلی کے جسم سے نجات پا سکی تھی۔

یہ تماشا عجیب بھی تھا اور دلچسپ بھی لیکن اس تماشے کا مقصد کیا تھا جبکہ میری بہن محفوظ تھی۔ ایک طرف اس دوشیزہ نے چمکیلی کی مخلصانہ مدد کی تھی۔ دوسری طرف اس کی غلط راہنمائی کی تھی۔ شاہینہ کے بجائے اسے کسی دوسری طرف لگا دیا تھا۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟

طیارہ ٹھہر گیا تھا۔ مسافر اپنے اپنے سیفٹی بیلٹ کھول رہے تھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اترنے سے پہلے اپنے اپنے سامان کو سمیٹ کر رہے تھے۔ ابھی دروازہ کھلنے میں دیر تھی۔ میں پھر اس دوشیزہ کے متعلق سوچنے لگا۔ اس بار سوچتے وقت سامی کی طرف دھیان گیا۔ اس پراسرار دوشیزہ نے میری ساری توجہ اپنی طرف مبذول کر لی تھی۔ سامی کے متعلق سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ اب میں نے سوچا، جب بوتل میں وہ لہو سامی کا تھا تو یقیناً سامی کو نقصان پہنچایا گیا ہے اور جانی نقصان پہنچایا گیا ہے تبھی اس کا خون حاصل کیا گیا ہے۔

اس خیال سے میرے اندر بے چینی پیدا ہونے لگی۔ میں دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہاں دیکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ سامی کے پاس جانے کا دروازہ مجھے معلوم نہیں تھا، پتہ نہیں وہ لوگ سامی کو یہاں کس جگہ لائے تھے اور کہاں اس کی زندگی سے کھیل کر اس کے لہو کو چمکیلی تک پہنچایا تھا۔

مجھے تھامسن کا خیال آیا جو مڈل مین کا ایجنٹ تھا اور اب جیمس روبن کی جگہ کام کر رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھنے لگا۔ پتہ چلا کہ سامی ابھی تک پاکستان نہیں پہنچی ہے۔ لاہور میں اس نے قدم نہیں رکھا ہے۔ میں نے تھامسن کی سوچ میں کہا۔ یہ ہو سکتا ہے۔ مڈل مین اور اس تنظیم کے دوسرے لوگ مجھ سے سامی کو چھپا رہے ہوں۔ اس سلسلے میں مجھے کچھ نہ بتا رہے ہوں۔"

تھامسن نے بے بسی سے سوچا۔ "ہاں ایسا ہو سکتا ہے میں تو ایک معمولی آلۂ کار ہوں۔"

وہ درست سوچ رہا تھا۔ میں اس کے پاس سے واپس آ گیا۔ بڑی حیرت کی بات تھی۔ کیا چکر تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ دل یہی کہتا تھا کہ سامی پہنچ گئی ہے۔ تھامسن سے بات چھپائی گئی ہے اور اب سامی اس دنیا میں نہیں رہی، صرف اس کا لہو تھا جو کام آ گیا۔

طیارے کا دروازہ کھل گیا۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے مسافر کو شاید اترنے کی جلدی تھی۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر جانا چاہتا تھا مگر دروازے کی طرف دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہاں چار فوجی جوان نظر آئے ان میں ایک افسر بھی تھا۔ وہ مسلح تھے اور سیدھے میری طرف آ رہے تھے۔ انھوں نے آتے ہی میرے آگے اور پیچھے والی سیٹوں کے مسافروں سے کہا۔ "پلیز آپ لوگ یہ سیٹیں خالی کر دیں۔"

ان کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ جیسے ہی میرے آگے پیچھے والی سیٹیں خالی ہوئیں، جوان ادھر چلے گئے۔ یعنی دو جوان میرے آگے اور دو پیچھے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے ریوالور نکال کر مجھے نشانے پر رکھ لیا تھا۔ طیارے میں بالکل سناٹا چھا گیا تھا۔ تمام مسافر سوالیہ نظروں سے مجھے اور ان محافظوں کو دیکھ رہے تھے۔ ایک افسر نے بلند آواز سے کہا۔ "مسٹر دنیا کا بڑے سے بڑا آسمگلر ہماری زمین پر قدم رکھے تو ہمیں پہلے ہی اس کی بُو مل جاتی ہے۔ ہم ابھی تمھارے سامان سے میرے برآمد کر لیں گے۔ اس کے لیے تمھیں کسٹم کے دفتر تک چلنا ہوگا لیکن سب سے آخر میں پہلے معزز مسافر اس طیارے سے باہر جائیں گے۔"

مسافروں کو یکے بعد دیگرے باہر جانے کے لیے کہا گیا۔ میں گھبراہٹ کا اظہار کر رہا تھا لیکن اندر سے مطمئن تھا کیونکہ یہ سب سعید احمد صاحب کی چال تھی۔ وہ مجھے دشمنوں کے سامنے ایک اسمگلر ظاہر کرنا چاہتے تھے۔

میں نے پہلے ہی خیال خوانی کے ذریعے سعید احمد صاحب کو بتا دیا تھا کہ میں کس لباس میں ہوں گا لیکن چمکیلی جو کسی انجانے جسم میں سرایت کر گئی ہوگی وہ مجھے کیسے پہچانے گی؟

اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے میں بھوندو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایئرپورٹ سے دور بھنگ رہا تھا اور جگیلی کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا "اس دوشیزہ نے اپنی ہدایات اور احکامات کے دوران فرہاد کی شناخت بتائی تھی۔ ان سے کہا تھا کہ جیسے ہی کوئی شخص سفید سوٹ سفید ہیٹ اور سیاہ چشمے میں طیارے سے باہر آئے وہ اکیلا ہو یا محافظوں کے درمیان ہو جگیلی اسے بھائی جان کہہ کر پکارتی ہوئی اس کے پاس جائے گی۔"

یہ بڑے تعجب کی بات تھی۔ میں کس لباس میں سفر کر رہا تھا یہ صرف سعید احمد کو معلوم تھا لیکن وہ دوشیزہ بھی میرے لباس کے متعلق جانتی تھی۔ اس کی معلومات کتنی وسیع تھیں۔ کون تھی وہ؟ اگر مڈل مین سے اس کا کوئی تعلق تھا تو پھر اس نے جگیلی کی غلط راہنمائی کیوں کی تھی؟

میں سوچ سوچ کر الجھ رہا تھا۔ پھر میں نے اپنے دماغ کو سمجھایا خواہ مخواہ پریشان ہو رہا ہوں۔ ابھی طیارے سے مسلوں گا تو حقیقت سامنے آجائے گی۔ اتنا تو اطمینان ہے کہ میری بہن شاہینہ بالکل محفوظ ہے اور سونیا بھی بخیریت ہے۔

طیارے کے تمام مسافر چلے گئے۔ پھر میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک جوان نے میرا سامان اٹھا لیا۔ میں ان کے آگے آگے چلتا ہوا طیارے کے دروازے پر پہنچا۔ پھر ایک ایک قدم زینے سے اترنے لگا۔ ایک بار پھر میں نے شاہینہ کی خیریت معلوم کی اور مطمئن ہو گیا۔ وہ اسی طرح کار کی پچھلی سیٹ پر منصور کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ کار کے باہر سعید احمد کھڑے ہوئے تھے۔ شاہینہ کو سختی سے ہدایت کی گئی تھی کہ وہ کار کے شیشے بھی نیچے نہ کرے۔

میں سیڑھیوں سے اتر کر ان محافظوں کے گھیرے میں عمارت کی طرف چلنے لگا۔ اسی وقت ایک عورت کی چیخ سنائی دی۔ وہ بھان جان کہتی ہوئی دوڑتی ہوئی میری طرف آرہی تھی۔ اس کے بدن پر چاکلیٹی سوٹ تھا اور اس سوٹ پر نارنجی اور پیلے پھول بنے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جگیلی میری طرف چلی آرہی تھی۔

وہ خود کو شاہینہ سمجھ رہی تھی۔ اس پُراسرار دوشیزہ نے اسے خوش فہمی میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں اسے روکنے کے لیے اپنے آس پاس کے محافظوں سے کچھ کہتا۔ اس وقت ایک گولی چلی۔ دوڑنے والی کی چیخ سنائی دی۔ وہ لڑکھڑائی۔ اس کے گرنے سے پہلے پھر ایک گولی چلی اس کے ساتھ ہی وہ زمین پر گر پڑی۔

پہلے فائر کے ساتھ ہی ایک گاڑی سائرن بجاتی ہوئی تیزی سے ہماری طرف چلی آرہی تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے ہمارے سامنے رکی۔ مجھے فوراً بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ گولی کھا کر گرنے والی گاڑی سے چند قدموں کے فاصلے پر تھی۔ میں نے اس کی کراہتی ہوئی آواز سنی "نہیں میں نہیں مر سکتی۔ زندہ رہوں گی۔ میں دوسرے جنم میں جاؤں گی۔"

میں فوراً گاڑی کے اندر بیٹھ گیا۔ محافظ بھی میرے ساتھ بیٹھ گئے۔ گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ جگیلی اپنی نئی زندگی پا کر نیا جسم پا کر پھر موت کی آغوش میں جا رہی تھی۔ وہ مرنا نہیں چاہتی تھی لیکن کالے عمل کے مطابق اب اسے کوئی دوسرا جسم نہیں مل سکتا تھا۔ اس کا کھیل ختم ہو چکا تھا۔ زندگی کے لیے تمام بھاگ دوڑ اور کالے جادو کا عمل سب بے کار ہو چکے تھے۔ جب زندگی آخری سانس لیتی ہے تو انسان کی تمام کوششوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ میں نے اس کے لیے گہرائی میں لیتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ اس کا دماغ مر چکا تھا۔

ہم جس گاڑی میں تھے۔ وہاں ایک افسر چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر رہا تھا کسی سے کہہ رہا تھا "مسٹر سعید احمد کو خبر کی جائے۔ ہم فرہاد صاحب کو مسٹر بختاور کی کوٹھی میں لے جا رہے ہیں۔ وہ ان کے خاندان والوں کے ساتھ وہیں پہنچ جائیں یہاں رکنا مناسب نہیں ہے۔"

دو بار گولیاں چلنے اور ایک عورت کے ——— ہلاک ہونے کے بعد وہاں سراسیمگی پھیل گئی ہوگی۔ میں وہاں کے حالات معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ ہماری گاڑی ایئرپورٹ کے حدود سے نکل گئی تھی۔ نیہال خرانی کے ذریعے معلوم ہوا کہ سعید احمد بھی اس کار میں وہاں سے چلے آئے تھے جس کی پچھلی سیٹ پر شاہینہ اور منصور بیٹھے ہوئے تھے۔ منصور کہہ رہا تھا "بھائی ابا جان یہاں آنا ہی بیکار ہوا۔ اب تو ان سے اپنی کوٹھی میں ہی ملاقات ہوگی۔"

شاہینہ کا منہ لٹک گیا تھا۔ وہ مایوسی سے کہہ رہی تھی "پتہ نہیں میری تقدیر میں کیا ہے؟ بھائی جان میرے پاس آکر بھی بچھڑ جاتے ہیں۔"

سعید احمد نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "گھبراتی کیوں ہو میں ابھی تمہارے بھائی جان کے پاس پہنچا دیتا ہوں۔"

میں نے شاہینہ کو تسلی دینے کے لیے اس سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا میرا ذہن قتل کی وارداتوں میں الجھا ہوا تھا۔ آخر ایسا کیوں ہوا۔ کیوں وہ عورت قتل کر دی گئی جو شاہینہ بن کر بھائی جان کہہ کر دوڑتے ہوئے میری طرف آرہی تھی؟

اس کا جواب سمجھ میں آگیا۔ دشمن میری بہن کو قتل کر کے مجھے بہت بڑا صدمہ پہنچانا چاہتے تھے۔ سونیا کو اسلام آباد سے خفیہ فائل لانے کے لیے کہا گیا تھا۔ نہ لانے کی صورت میں شاہینہ کو کالے جادو کے عمل کے ذریعے اذیتیں پہنچانے کی دھمکی دی گئی تھی۔ چونکہ سونیا نے اپنے وعدے پر عمل نہیں کیا تھا۔ اس لیے وہ سرِعام شاہینہ کو گولی مار کر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ وہ بھی اپنی دھن کے پکے ہیں۔ جو چیلنج کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔

افسوس ان بے چاروں کو یہ نہیں معلوم تھا کہ انھوں نے کسی اور کو گولی ماردی تھی لیکن وہ عورت کون تھی؟

یہ پولیس کی تفتیش کے بعد پتہ چل جائے گا لیکن وہ پُراسرار دوشیزہ کون ہے۔ وہ تو میری ہمدرد نکلی۔ اس نے شاہینہ کے بجائے کسی دوسری لڑکی کو میری طرف دوڑا دیا تھا جن لوگوں نے بھی گولی چلائی تھی وہ شاہینہ کو صورت خسکل سے نہیں جانتے تھے۔ اس کے عمل سے انھوں نے پہچانا کہ جو لڑکی دیوانہ وار اپنے بھائی کو پکارتی ہوئی جا رہی ہے وہ ہی شاہینہ ہوگی۔

بہرحال جگیلی ماری گئی تھی۔ میں نے بھوندو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ابھی تک ایئرپورٹ سے دور بھنگ رہا تھا۔ جگیلی کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ اب اس کم بخت کا کیا کام رہ گیا تھا۔ مجھے جتنے جادوئی تماشے دیکھنے تھے وہ دیکھ چکا تھا۔ اسے گرفتار کرا دینا ضروری تھا لیکن اس وقت تک ہم کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے تھے۔ میں نے تھوڑی دیر کے لیے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔

کوٹھی کے احاطے میں ہماری گاڑی رک گئی۔ وہاں ہر جگہ مسلح جوان نظر آئے۔ میں گاڑی کے پچھلے حصے سے اتر کر باہر آیا۔ کوٹھی کے دروازے پر زبیر اور بختاور کھڑے ہوئے تھے۔ بیگم بختاور کی گود میں ایک ننھی سی بچی تھی۔ یقیناً وہ میری شاہینہ کی بیٹی اور میری بھانجی تھی۔ انھوں نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا لیکن وہ سمجھ رہے تھے کہ میں ہی فرہاد ہوں کیونکہ مسلح محافظ مجھے ہی لے کر آئے تھے۔

میں نے بختاور اور ان کی بیگم کو سلام کیا۔ پھر زبیر سے کہا۔ "ہیلو زبیر! میں فرہاد ہوں۔"

میں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے جھجکتے ہوئے کہا "مگر آپ؟"

"میں میک اَپ میں ہوں۔ اندر چلو! ابھی اپنے اصلی روپ میں آجاؤں گا۔"

میرے ساتھ آنے والے افسر نے میری تصدیق کی۔ تب بختاور نے مجھے گلے لگا لیا۔ بیگم دعائیں لینے لگیں۔ میں بچی کو گود میں لے کر خوب پیار کرنے لگا۔ زبیر نے ندامت سے کہا "بھائی جان! مجھے معاف کر دیجیے۔ میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "اس وقت تو آئینہ دیکھ کر میں بھی خود کو نہیں پہچان سکتا۔ اس میں تمہارا کیا قصور ہے۔ چلو۔"

ہم سب اندر آئے۔ سونیا اوپر بالکونی میں کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی پیچھے ہٹ گئی۔ زبیر نے مسکراتے ہوئے کہا "ہماری ہونے والی بھابی پردہ کر رہی ہیں۔ شاہینہ کا بہت سختی سے حکم ہے کہ آپ ان کے سامنے نہ جائیں۔ وہ آپ کے سامنے نہ آئیں مگر ان شاہینہ اور منصور کہاں ہیں؟"

میں نے مختصر طور پر انھیں بتایا "ایئرپورٹ پر ایک قتل کی واردات ہو گئی ہے۔ مجھے آگ گاڑی میں آنا پڑا اور وہ لوگ سعید احمد کے ساتھ ...."

میری بات ادھوری رہ گئی۔ اسی وقت پورچ میں ایک گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا "شاید وہ لوگ آگئے ہیں۔"

زبیر نے پوچھا "یہ شاید کا کیا مطلب ہوا۔ آپ تو خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں۔ دوسرے لمحے آنکھیں کھول کر کہا "ہاں شاہینہ آگئی ہے۔" میں دروازے کی طرف بڑھا۔ ادھر سے وہ داخل ہوئی۔ اس نے مجھے دیکھا میں نے گود کی بچی کو سہلاتے ہوئے کہا "میری شاہینہ! میں تمہارا بھائی فرہاد ہوں۔"

اس نے بھچکچاتے ہوئے اپنے شوہر زبیر کو دیکھا۔ اس کے ساس سسر نے مسکراتے ہوئے کہا "ہاں بیٹی یہ تمہارے بھائی جان ہیں۔" زبیر نے بھی تائید کی تب وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی اور رونے لگی۔

بہنوں کے آنسو بھی خوب ہوتے ہیں۔ بھائی بچھڑتے ہیں تو بھی روتی ہیں بھائی ملتے ہیں تب بھی روتی ہیں۔ کیا کیا جائے خوشیوں کی انتہا قنقہموں سے نہیں آنسوؤں سے ظاہر ہوتی ہے۔

میں چند لمحوں تک خاموش رہا۔ شاہینہ کو اپنے بازوؤں میں محسوس کرتا رہا۔ وہ میرے لیے اب بھی ایک ننھی سی بچی تھی جو میری گود میں کھیلتی رہی تھی اور مجھے اپنی ماں اور اپنا باپ سمجھتی رہی تھی۔ برسوں کے بعد ہمارے اس ملاپ میں بڑی بےچینی تھی لیکن میں نے سوچا۔ بےچینی کا اختیار کروں گا تو یہ روتی ہی رہے گی۔ اس کے آنسو پونچھنا مشکل ہو جائے گا۔

میں نے فوراً ہی زندہ دلی کا مظاہرہ کیا "منصور! میں جانتا ہوں تم مجھ سے مصافحہ کرنے یا بغل گیر ہونے کے لیے بے چین ہو لیکن کیا کیا جائے یہ میری بیٹی ہے۔ اس نے آتے ہی مجھ پر قبضہ

جالیا ہے اب تو یہ مجھے کسی سے ملنے نہیں دے گی۔"

شاہینہ نے آنسو پونچھ کر مسکراتے ہوئے کہا: "کیوں نہیں ملنے دوں گی۔ آج ہی تو مجھے موقع ملا ہے۔ میں اپنے سسرال والوں کے سامنے فخر سے ایک ایسے بھائی کو پیش کر سکتی ہوں جس کے نام کا ڈنکا بجتا ہے۔ جو ساری دنیا میں بھائی کے رشتے سے جب بھی پہچانا جائے گا تو شاہینہ کے نام سے پہچانا جائے گا۔ یہ فخر مجھے اپنی سسرال میں حاصل ہے۔"

بجانے آگے بڑھ کر شاہینہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "بیٹی! ہمیں تو شروع سے تم پر فخر ہے۔ تم ہمارے خاندان کی بڑی بہو ہو۔ رونے فریاد میاں تو اب ہمارا خاندان بھی انھیں اپنا رشتہ دار کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہے گا۔"

شاہینہ نے مجھے پیار سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا: "پہلے اپنی صورت تو دکھایئے۔"

"ویٹنگ کریم لے آؤ۔ میں باتھ روم میں جا کر منہ صاف کروں گا۔"

میں نے منصور سے مصافحہ کیا۔ وہ مجھ سے بغل گیر ہو گیا۔ اسی وقت سعید احمد بھی اندر آئے۔ وہ بھی مجھ سے بغل گیر ہو گئے ان سے تھوڑی دیر تک باتیں ہوئیں۔ پھر میں بچی کو شاہینہ کی گود میں دے کر باتھ روم میں چلا گیا۔ جب واپس آیا تو اپنے اصلی روپ میں تھا۔ شاہینہ پھر مجھ سے لپٹ گئی۔ ایک ملازم ناشتے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ ٹرالی کے ساتھ ایک نوجوان لڑکی چلی آ رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے مسکرا کر سلام کیا۔ پھر کہا۔ "مجھے پہچانیے میں کون ہوں مگر آپ خیال خوانی نہ کریں۔"

میں شاہینہ کے ساتھ چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔ پھر اسے دوسرے بازو میں سمیٹ کر اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا: "تم میری وہ بہن ہو جو بے ہوش ہو کر پلنگ کے نیچے سو جاتی ہے۔"

اس بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔ سلمیٰ جھینپ گئی۔ منصور نے مجھ سے کہا: "بھائی جان! اگر سونیا بھابی نہ ہوتیں تو ہمیں پتہ ہی نہ چلتا کہ یہ پلنگ کے نیچے بے ہوش پڑی ہیں۔ چاوی بھابی ادھر دشمنوں میں جا کر پھنس گئی تھیں۔"

میں نے سونیا کے ذکر پر سر اٹھا کر بالکنی کی طرف دیکھا وہ کھڑی ہوئی تھی۔ اسی وقت شاہینہ نے سخت مگر محبت بھرے لہجے میں کہا: "یہ کیا ہو رہا ہے؟ بھابی اندر جایئے۔"

اس بات پر قہقہے بلند ہوئے۔ سعید احمد نے کہا: "شاہینہ ایسا ظلم نہ کرو۔ فرہاد بہت دنوں بعد آیا ہے۔ اسے سونیا سے دو باتیں کرنے کا موقع دو۔"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "اگر مجھ ہمارے ہاں پڑے کا رواج نہیں ہے لیکن شادی سے پہلے دلہنیں پردہ کرتی ہیں۔"

اس کی باتوں کے دوران میں نے سونیا سے کہا: "میری جان! کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔ بس خیال خوانی کے ذریعے ہی باتیں ہو سکتی ہیں۔"

یہ کہہ کر میں نے شاہینہ سے کہا: "اچھا مجھے تھوڑی دیر خاموش رہنے کی اجازت دو۔ میں کچھ ضروری دماغی رابطے قائم کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ میں خوب سمجھتی ہوں —— آپ بھابی سے باتیں کریں گے۔"

"میں دشمنوں کے سلسلے میں رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ پھر میں نے سعید احمد سے کہا: "سعید صاحب! میں نے آپ کو خیال خوانی کے ذریعے بتایا تھا کہ ایک بلی ایئرپورٹ کی طرف آئے گی۔"

سعید احمد نے کہا: "مجھے یاد ہے لیکن محافظوں کو بلی کہیں نظر نہیں آئی۔"

میں نے مختصر طور پر وہ واقعات سنائے کہ کس طرح چمکیلی نے بلی کا جسم چھوڑ دیا تھا اور اس عورت کے جسم کو اپنا لیا تھا جو ایئرپورٹ کے حدود میں ماری گئی ہے۔ وہ سب حیرانی سے میری باتیں سن رہے تھے۔ سعید احمد نے پوچھا: "تمھارے بیان کے مطابق وہ ماری جانے والی عورت بھائی جان کہتی ہوئی تمھارے پاس آ رہی تھی۔"

"ہاں! اور دشمن اسے شاہینہ سمجھ رہے تھے۔ اسی لیے گولی مار دی۔"

سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ لوگ کبھی شاہینہ کو اور کبھی مجھ کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے سر ہلا کر کہا: "دشمن مجھے صدمہ پہنچانا چاہتے تھے۔ اس سے بڑا صدمہ اور کوئی نہ ہوتا کہ میری آنکھوں کے سامنے میری بہن قتل کر دی جاتی۔ خدا کا شکر ہے، کسی پراسرار دوشیزہ نے شاہینہ کو موت کے منہ سے بچا لیا۔"

سعید احمد نے پوچھا: "وہ کون ہو سکتی ہے؟"

"کبھی وہ میری ٹیلی پیتھی کی زد میں آئے گی تو میں کچھ معلوم کر سکوں گا۔ اچھا میں اس بھوندو چمار کو قانون کے ہاتھوں میں دے دوں۔ پھر باتیں کریں گے۔"

یہ کہہ کر میں نے بھوندو کے دماغ سے رابطہ قائم کیا۔ وہ پریشان حال ایک جگہ کھڑا ہوا —— سوچ رہا تھا کہ چمکیلی واپس کیوں نہیں آئی۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ دوڑتے ہوئے ایئرپورٹ کی طرف جانے لگا۔ وہاں قتل کے متعلق طرح طرح کی باتیں ہو رہی تھیں۔ جب بھوندو وہاں پہنچا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے قریب ہی دو آدمی باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا: "کوئی عورت ماری گئی ہے۔ پتہ نہیں چلا کہ کون ہے۔ پولیس والے اُدھر کسی کو جانے نہیں دیتے ہیں۔"

دوسرے شخص نے کہا: "میں نے اس عورت کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ دوڑتے ہوئے ان لوگوں کی طرف جا رہی تھی جو طیارے سے اتر کر آ رہے تھے اور وہ کسی کو بھائی جان کہہ کر پکار رہی تھی۔"

میں نے بھوندو کی زبان سے سوال کیا: "بھائی صاحب! کیا آپ اس عورت کا حلیہ بتا سکتے ہیں؟ وہ کس قسم کے لباس میں تھی؟"

اس شخص نے ذرا سوچتے ہوئے کہا: "میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا۔ جب وہ بھاگ رہی تھی تو اس کی پشت میری طرف تھی۔ ہاں! اس نے چاکلیٹ کلر کا شلوار سوٹ پہنا ہوا تھا۔"

"کیا اس چاکلیٹ کلر کے اوپر نارنجی اور پیلے رنگ کے پھول بنے ہوئے تھے؟"

اس شخص نے سر ہلاتے ہوئے کہا: "ہاں ہاں ایسے ہی پھول بنے ہوئے تھے۔"

بھوندو نے ایک چیخ ماری اور اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "ہائے چمکیلی! کیا تو مر گئی ہے؟ کس نے تجھے مار ڈالا؟ کیا تو میرے پاس دوبارہ واپس نہیں آئے گی؟"

وہ دونوں اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ ایک نے پوچھا۔ "کیا تم اس عورت کو جانتے ہو؟"

"اچھی طرح جانتا ہوں۔ مجھے اس کے پاس لے چلو۔ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ یقین کرنا چاہتا ہوں کہ وہ زندہ ہے یا مردہ۔" پھر وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا: "نہیں، نہیں وہ نہیں مر سکتی وہ کبھی نہیں مر سکتی۔ وہ امر ہے۔ میں اسے مرنے نہیں دوں گا۔"

اس وقت ایک ٹرالی پر اس مرنے والی کی لاش رکھ کر لے جائی جا رہی تھی۔ اس پر ایک چادر ڈال دی گئی تھی۔ پولیس والے مسافروں کو دور ہٹا رہے تھے۔ کسی کو قریب آنے کا موقع نہیں دے رہے تھے بھوندو کے قریب کھڑے ہوئے شخص نے کہا۔ "یہ اسی عورت کی لاش کو لے جا رہے ہیں۔"

یہ سنتے ہی بھوندو چمکیلی کا نام لے کر چیخیں مارتے ہوئے اس لاش کی طرف جانے لگا۔ وہ یہی ہیں نے اسے پکڑ لیا مگر وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک سپاہی نے آ کر اس کے منہ پر طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا: "ابے کیا تجھے اس کو دبا کے، کیا چاہتا ہے؟"

وہ کہنے لگا: "یہ میری عورت ہے۔ یہ چمکیلی ہے۔ مجھے اس کے پاس جانے دو۔ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں بھوندو کو اس کے حال پر چھوڑ کر اپنے لوگوں میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میرے حاضر ہوتے ہی سب نے ناشتہ کرنا شروع کیا۔ میں سعید احمد کو بتانے لگا: "میں نے بھوندو چمار کو پولیس والوں کے بتھے چڑھا دیا ہے۔ اب جو بھی ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد معلوم کر لیا جائے گا۔"

میں نے محسوس کیا۔ سعید صاحب میری باتوں کو توجہ سے نہیں سن رہے ہیں بلکہ ٹالنے کے انداز میں ہوں ہاں کرتے جا رہے ہیں۔ مجھے جب چاپ ان کے دماغ میں جھانکنا پڑا تب میں مسکراتے مسکراتے رہ گیا۔ بات بڑی دلچسپ تھی۔ سعید احمد سامنے بیٹھی ہوئی سلمیٰ سے متاثر ہو رہے تھے۔ سان کا دھیان اسی کی طرف لگا ہوا تھا اور وہ سب کی نظریں بچا بچا کر اسے دیکھ رہے تھے۔

یوں تو خوب صورت اور اسمارٹ لڑکیاں بہت سی نظر آتی ہیں لیکن سلمیٰ میں کچھ اور خوبیاں بھی تھیں۔ خوب صورت اور تعلیم یافتہ ہونے اور نئی نسل کے نئے رجحانات رکھنے کے باوجود اس میں گھریلو لڑکیوں جیسی سنجیدگی تھی۔ وہ بے پروائی سے آزادانہ گھومتی تھی لیکن شرم و حیا کا پاس تھا۔ بڑے ہی پیارے انداز میں نظریں جھکا کر مسکراتے ہوئے باتیں کرتی تھی۔ یہی انداز سعید احمد کو لبھا رہا تھا بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ان کی جان لے رہا تھا۔

ہم خواہ کتنے ہی فیشن ایبل اور مغرب زدہ ہوں لیکن اپنی آئیڈیل شریک حیات کے بارے میں سوچتے ہیں تو اس میں مشرقی تہذیب تلاش کرتے ہیں۔ خصوصاً مشرقی شرم و حیا کے بغیر ہم کسی عورت کو اپنی بیوی کی حیثیت سے قبول نہیں کرتے۔ سعید احمد بھی جانے کتنے خاندانوں میں اٹھتے بیٹھتے تھے اونچی سوسائٹی میں رہتے تھے لیکن سلمیٰ جیسی لڑکی نے انھیں پہلی بار متاثر کیا تھا۔ شاید اس لیے کہ ہمارے ہاں اب کسی کسی گھر میں سلمیٰ جیا مشرقی انداز نظر آتا ہے۔

مجھے یہ جوڑا بہت پسند آیا۔ میں نے اسی وقت دونوں کو ایک سنگم پر لانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس ارادے سے چپ چاپ سلمیٰ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں چاہتا تھا کہ اس کے شوق کو بھی سعید احمد کی طرف ہوا دوں۔ جب وہاں پہنچا تو انکشاف ہوا کہ لڑکیاں خاموش رہتی ہیں لیکن ان کی خاموشی کا مطلب نادانی نہیں ہوتا۔ سلمیٰ ان کی نگاہوں کو محسوس کر رہی تھی۔ پہلی بار جب اس کی چھٹی حس نے بتایا کہ وہ آنکھیں اسے پیار سے اور پسندیدگی سے

دیکھ رہی ہیں تو اس نے نظریں اٹھا کر سعید صاحب کی طرف دیکھا تھا۔ پھر جلدی سے نظریں جھکا لی تھیں۔ اس وقت اسے گھبراہٹ محسوس ہوئی تھی۔ دل کی دھڑکنیں کچھ کہنے لگی تھیں۔ پھر لمحہ بہ لمحہ وہ گھبراہٹ شرم و حیا میں تبدیل ہونے لگی۔ اب وہ نظریں اٹھا کر نہیں دیکھ رہی تھی۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "یہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔ مجھے تو دن رات جانے کتنے لوگ دیکھتے رہتے ہیں۔ میں کبھی کسی کی پروا نہیں کرتی مگر یہ دیکھ رہے ہیں تو کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔"

کیسا عجیب سا لگ رہا ہے۔ اس کی تفسیر اتنی جلدی سمجھ میں آتی نہیں ہے لیکن بے اختیار ہونٹوں پر مسکراہٹ آجاتی ہے۔ اس کا دل کہہ رہا تھا: "سعید صاحب بہت اچھے ہیں۔ سوٹ میں کیسے بھاری بھرکم اور باوقار نظر آرہے ہیں۔ ہائے اللہ! یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ یہ اتنے بڑے سرکاری عہدے پر فائز ہیں۔ کہاں یہ کہاں میں۔۔۔"

میں نے سوچا۔ ایسے کام نہیں چلے گا۔ ان کے درمیان کوئی چکر چلانا ہوگا۔ عام طور سے دیکھا گیا ہے، اگر کسی لڑکے کو کسی لڑکی سے محبت ہوتی ہے تو لڑکا دانستہ وہ چیز پسند کرتا ہے جو لڑکی کو پسند ہوتی ہے۔ اس کا دل جیتنے کے لیے اس کا ہم مزاج بننے کی کوشش کرتا ہے۔ میں نے سلمیٰ کی سوچ میں معلوم کیا کہ اس کی پسندیدہ چیزیں کیا ہیں اور اس کا پسندیدہ مشغلہ کیا ہے؟ اسے مصوری کا بہت شوق تھا اپنے کمرے کے باہر ہی دوسرے کمرے میں اس نے چھوٹا سا اسٹوڈیو قائم کر رکھا تھا۔ جہاں وہ فرصت کے اوقات میں پینٹنگ کرتی رہتی تھی۔

میں سعید صاحب کی پسند اور ناپسند کو اور ان کے مزاج کو بہت اچھی طرح سمجھتا تھا۔ جب پہلی بار انھوں نے ثمر سے محبت کی تھی تو میں نے ثمر کو ہمجابی بنانے کے لیے ٹیلی پیتھی سے بہت کام لیا تھا۔ میرے ذریعے وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے تھے۔ افسوس کہ ثمر ہمجابی اس دنیا میں نہیں رہیں۔ اس کے بعد کافی عرصے تک سعید صاحب نے شادی کے متعلق نہیں سوچا۔ میں نے سعید صاحب کے اندر ذرا شوخی پیدا کی۔ وہ بے اختیار بولے "بھئی ہم کچھ نہ کچھ کھائے ہے" میں لیکن سلمیٰ منہ دیکھ رہی ہیں۔ کیا ڈاکٹر نے انھیں منع کیا ہے؟"

سلمیٰ نے فوراً اپنے دوپٹے کو ادھر ادھر سے درست کیا۔ شرم و حیا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ زبان بند ہو جائے۔ شرم آنکھوں میں ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی نظریں جھکی رہیں۔ وہ بڑے بھلے تبسم کے ساتھ بولی۔ "کسی کو کھانے کا شوق ہوتا ہے کسی کو کھلانے کا۔"

میں نے کہا: "سلمیٰ! اس کا عملی ثبوت دینا ہے۔"

سلمیٰ نے فوراً ہی ایک نمکین ڈش اٹھا کر سعید صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "لیجیے، میں اپنا شوق پورا کر رہی ہوں کھلانے کا۔ آپ اپنا شوق پورا کریں کھانے کا۔"

اس بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔ سعید صاحب جھینپ کر کہا: "اچھا تو مجھے پیٹو سمجھ کر قہقہے لگائے جا رہے ہیں۔"

"آپ سلمیٰ کی گفتگو کو سمجھیں کتنے اچھے انداز میں اس نے اپنے اور آپ کے شوق کا عملی ثبوت پیش کیا ہے۔"

سعید احمد نے کہا: "ویسے سلمیٰ کی یہ بات مجھے بڑی اچھی لگی ہے کہ یہ بزرگوں کے سامنے منہ کھول کر نہیں ہنستی ہیں۔ ہنسنے کی بات کو مسکرا کر ٹال دیتی ہیں۔"

میں نے کہا: "سعید صاحب ہیری بہن میں بڑی خوبیاں ہیں۔ یہ آپ کو رفتہ رفتہ معلوم ہوگا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ ان کی بہت اچھی تصویریں بناتی ہے؟"

سعید احمد نے چونک کر سلمیٰ کو دیکھا۔ پھر تعریفی انداز میں کہا: "بھئی مجھے تو معصومیت سے بڑا لگاؤ ہے۔ میں چاہتا ہوں کوئی مجھے مونالیزا کی مسکراہٹ کینوس پر اتار کر دے۔"

سلمیٰ نے کہا: "مونالیزا کی مسکراہٹ، عورت کی حیا، تقدس، سنجیدگی اور اس کی کم سخنی کی ایک بھرپور تفسیر ہے۔ اس مسکراہٹ کو سمجھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اسے کینوس پر اتارنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ پھر بھی میں نے کوشش کی ہے میرے ذاتی اسٹوڈیو میں ایسی ہی ایک تصویر موجود ہے۔"

سعید صاحب نے کہا: "میں ضرور دیکھوں گا اور ابھی دیکھوں گا۔"

میں نے کہا: "آپ کا ہاتھ کس نے پکڑا ہے۔ جائیے اور دیکھ لیجیے۔ آپ کے چلے جانے سے کم از کم ہمیں کھانے کا موقع تو ملے گا۔"

اس بات پر سب ہی قہقہے لگانے لگے۔ میں نے سلمیٰ سے کہا: "چلو اٹھو۔ سعید صاحب کو لے جا کر اپنا اسٹوڈیو دکھاؤ۔"

سلمیٰ ہچکچانے لگی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "یہ موقع ہے۔ مجھے جانا چاہیے لیکن امی اور ابو کیا سوچیں گے؟"

میں نے فوراً ہی بخاور کی زبان سے کہلوایا: "ہاں بیٹی جاؤ، سعید صاحب کو اسٹوڈیو دکھاؤ، یہ تو بڑی اچھی بات ہے انھیں بھی مصوری کا شوق ہے۔"

سعید صاحب یہی چاہتے تھے۔ فوراً ہی کھڑے ہو گئے۔ سلمیٰ کو بھی اٹھنا پڑا۔ وہ آنچل کو درست کرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ سعید صاحب اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ وہ دونوں ایک دروازے سے گزر کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

میں نے بخاور سے کہا: "امّی! میں شاہینہ کی طرح سلمیٰ کو بھی اپنی بہن بنانا چاہتا ہوں اور اپنے طور پر اس کا رشتہ طے کرنا چاہتا ہوں۔"

بیگم اور بخاور نے تقریباً ایک ساتھ کہا: "یہ ہماری خوش نصیبی ہے۔"

زبیر نے کہا: "بھائی جان! آپ نے یہ ذمہ داری لے کر ہمارے سر سے بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ کیا آپ کی نظروں میں کوئی لڑکا ہے؟"

"ہے تو سہی۔ کیا آپ لوگ میری پیش کش منظور کریں گے؟"

بخاور نے کہا: "بیٹا تم غیروں کی طرح کیوں باتیں کر رہے ہو۔ وہ تمھاری بہن ہے۔ تم جس سے بھی منسوب کرو گے ہم اس کا حسب و نسب اپنے جیسا ہی نہیں جانیں گے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے شاہینہ کو دیکھا۔ پھر بخاور کی بیگم سے کہا: "آنٹی! آپ یہ بتائیں۔ ہمارے سعید صاحب کیسے لگیں گے؟"

"کیا؟" سب ہی حیرانی سے میری طرف دیکھنے لگے۔ سبھی کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اتنے بڑے سرکاری عہدیدار سے سلمیٰ منسوب ہو سکے گی۔ بخاور نے پوچھا: "کیا سعید صاحب نے تم سے اس سلسلے میں کچھ کہا ہے؟"

"انکل! کیا میرے سامنے کسی کو کچھ کہنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ میں خود ہی اس کے دماغ سے باتیں نکال کر لے آتا ہوں۔"

وہ مسکرانے لگے۔ زبیر نے کہا: "واہ! کمال ہے بھائی جان یعنی آپ نے چپکے چپکے سعید صاحب کے دل کی بات معلوم کی ہے۔"

"میں دونوں کے ہی دل کی باتیں جانتا ہوں۔ دونوں ایک دوسرے کو پسند کر رہے ہیں لیکن آپ لوگ ابھی اس معاملے میں بالکل انجان بنے رہیں جیسے کچھ جانتے ہی نہ ہوں۔ جلی دلوں کو جلنے کی آزادی دی جائے یہ بات رفتہ رفتہ شادی تک پہنچ جائے گی۔"

شاہینہ نے خوش ہو کر کہا: "ہائے بھائی جان! آپ کے پاس کتنا بہتر انیگر علم ہے۔ ادھر لڑکے کے دماغ میں منتر پڑھا۔ ادھر لڑکی کے دماغ میں پھونک ماری اور دونوں شادی کے لیے راضی ہو گئے۔ آپ شادی دفتر کھول لیں، بہنوں کا بھلا ہوگا۔"

اس بات پر سب نے قہقہہ لگایا۔ میں نے شاہینہ سے کہا: "لیکن تم کسی کی بھلائی نہیں چاہتیں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"درست کہہ رہا ہوں۔ ہم سب کتنے خوش ہیں، کیسے قہقہے لگا رہے ہیں جیسے دنیا جہاں کی خوشیاں مل گئی ہوں اور وہ بے چاری سونیا اکیلی کمرے میں بیٹھی ہوئی ہے یا کہیں چھپی ہوئی ہم لوگوں کو دیکھ رہی ہے۔ کتنا ظلم ہو رہا ہے بے چاری کی ہنسی میں خلل نہیں ہونا چاہیے۔"

منصور نے مجھ سے کہا: "بھائی جان! آپ کو اتنا زیادہ ہنستے دیکھ کر ایک سوال پیدا ہو رہا ہے۔ ذرا جواب دیں۔ کیا یہ لطیفہ درست ہے کہ ابھی آپ ہنس رہے ہیں۔ شادی کے بعد سونیا بھابی غروب ہنسیں گی اور آپ روئیں گے۔"

منصور کی امّی نے ڈانٹ کر کہا: "روئیں فرہاد کے دشمن، ایسی منحوس باتیں نہ کرو۔"

حامی: "یہ منحوس باتیں نہیں لطیفہ ہے۔"

"چولھے میں گیا تمھارا لطیفہ۔"

ان کی بات ختم ہوتے ہی ٹیلی فون کی مختصر سی گھنٹی سنائی دی۔ شاہینہ نے ریسیور کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "اچھا تو بھابی کو سکون نہیں مل رہا ہے۔ اوپر سے فون کر رہی ہیں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو! کیا بات ہے؟"

میں نے شاہینہ کے دماغ سے سنا۔ اوپر سے سونیا بول رہی تھی: "اپنے بھائی جان سے کہو ہنسی مذاق میں مگن نہ رہیں۔ اپنے دشمنوں کی بھی خبر لیں۔ ذرا معلوم کریں کہ ایئرپورٹ پر مرنے والی وہ عورت کون تھی اور بھونڈے چمار کا کیا ہوا؟"

"بھابی! یہ پولیس والے، انٹیلی جنس والے اور سعید صاحب کے محکمے والے سمجھیں گے۔ بھائی جان کو تھوڑی دیر آرام کرنے اور ہنسنے بولنے کا تو موقع دیں۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا: "شاہینہ کیا بات ہے؟"

وہ مجھے سونیا کی باتیں بتانے لگی۔ میں نے فوراً ہی اٹھ کر کہا: "اوہ! میں تو واقعی ہنسی مذاق میں بھول گیا تھا۔ یہ معلومات حاصل کرنا بہت ضروری ہیں۔ میں ابھی دوسرے افسران سے باتیں کر کے آتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے میں کوٹھی کے باہر آیا۔ احاطے میں اور احاطے کے مین گیٹ پر مسلح جوان موجود تھے۔ انیکسی میں دو افسر بھی تھے میں نے وہاں آکر پوچھا: "کچھ پتہ چلا وہ مرنے والی کون تھی؟"

ایک افسر نے ٹرانسمٹر کی طرف پلٹ کر کہا: "وہ عورت میک اپ میں تھی۔ اس کا میک اپ اتارا گیا تو شناخت ہو گئی۔ یہ دشمنوں کے گروہ سے تعلق رکھنے والی ایک عورت ہے۔ اس کا نام مالنی ہے۔ مادام سونیا جانتی ہیں۔ شاید آپ کو بھی معلوم ہو۔"

میں نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "لیکن مالنی اور جیمس روبن تو سرحد پار کر چکے ہیں۔"

"ان کے سفارت خانے سے یہی رپورٹ ملی تھی لیکن مالنی کو دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ جیمس روبن بھی یہاں موجود ہے۔"

میں ایک کرسی پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ میری سوچ کا مرکز وہی پُراسرار دوشیزہ تھی۔ اب اس کی ایک اور چال سمجھ میں آئی۔

وہ یہ کہ اس نے ایک تیر سے کئی شکار کیے تھے۔ اس نے مالنی کو شاہینہ بنا کر پیش کیا تھا۔ یعنی ایک طرف اس نے چکیلی کو ختم کیا۔ دوسری طرف اسی ہم وار مالنی کو ختم کیا۔ تیسرے یہ کہ مالنی مڈل مین کی آلۂ کار تھی۔ انھیں بھی نقصان پہنچایا۔ یقیناً مڈل مین کے ہی کسی آدمی نے مالنی کو نہ پہچانتے ہوئے اور اسے شاہینہ سمجھتے ہوئے گولی ماری تھی کیونکہ مالنی میک اَپ میں تھی۔ اپنے اصل رُوپ میں نہیں تھی۔ مڈل مین کا وہ آلۂ کار جس نے گولی ماری تھی وہ مالنی کے اصل رُوپ کو تو جانتا ہوگا لیکن اسے یہ نہیں معلوم ہوگا کہ وہ میک اَپ میں چھپ کر ایئرپورٹ کی طرف آئی ہے اور وہی شاہینہ بن کر فرہاد کی طرف بڑھ رہی ہے۔

وہ پُراسرار دوشیزہ بہت سوچ سمجھ کر بڑی گہری چالیں چلتی رہی تھی اور ان چالوں میں کامیاب ہوتی تھی لیکن وہ ایسا کیوں کر رہی تھی؟ وہ مڈل مین کی دشمن اور میری دوست کیسے تھی؟ کون تھی؟ مجھ سے ہمدردی کیوں کر رہی تھی؟ شاہینہ کو اس نے میری خاطر کیوں بچایا تھا؟ جب وہ میرے لیے اتنا کچھ کر رہی تھی تو اس نے میری سامی کالو کہاں سے پایا تھا؟ کیوں اسے ہلاک کر دیا تھا۔ یہ دوستی کا کون سا انداز ہے کہ ایک طرف شاہینہ کو بچایا جائے، دوسری طرف سامی کو مار دیا جائے۔ کیا وہ کوئی ایسی چال نہیں چل سکتی تھی کہ دونوں کی زندگی بچائی جا سکتی؟

ایک آفیسر نے کہا: "فرہاد صاحب! ہمیں اطلاع ملی ہے کہ بھوندو چمار گرفتار ہو گیا ہے۔ وہ اس عورت کے قتل کے سلسلے میں کچھ جاوونی قصے سنا رہا ہے۔ پاگل معلوم ہوتا ہے۔"

میں نے کہا: "پولیس والے تو کیا، اس دور کے بچے بھی اس بات کو پاگل پن ہی کہیں گے۔ بہرحال بھوندو چمار اب قانون کے ہاتھوں سزا پائے گا۔ اس کی میری نظروں میں کوئی اہمیت نہیں رہی۔"

میری نظروں میں اس وقت صرف ایک ہستی کی اہمیت تھی اور وہ پُراسرار دوشیزہ تھی۔ میں کسی طرح "معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے لیکن کیسے معلوم کروں؟ معلومات کا کوئی ذریعہ تو ہونا چاہیے اور اس کا کسی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

یہ سوچتے ہوئے میں چونک گیا۔ تعلق کیوں نہیں ہے اگرچہ میں اسے نہیں جانتا ہوں مگر وہ تو مجھے جانتی ہے۔ پھر وہ میرے دشمنوں کو بھی جانتی ہے۔ یقیناً وہ میرے کسی آدمی سے یا دشمنوں کے کسی آلۂ کار سے ضرور کوئی رابطہ رکھتی ہوگی تب ہی اسے دشمنوں کے منصوبوں کا علم ہوتا ہوگا۔ ویسے وہ کیسے وسیع ذرائع کی مالک تھی؟ کس طرح اتنی ساری معلومات حاصل کر لیتی تھی؟

یہاں دشمنوں کا ایک آدمی تھا جس میری ٹیلی پیتھی کی زد میں تھا۔ اس دوشیزہ نے بھوندو چمار اور چکیلی کو ٹریپ کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے تھامسن کو بھی ٹریپ کیا ہو اور وہاں وہ مالنی اور جیمس روبن کو بھی جانتی تھی جبھی تو اس نے مالنی کو ریزرو کے گھاٹ اتار دیا تھا یعنی میں جیمس روبن اور تھامسن جیسے آدمیوں کو جانتا تھا جن سے اس دوشیزہ کا بھی رابطہ رہا ہے۔

میں اس نکتے پر پہنچ کر پہلے جیمس روبن کے پاس پہنچا۔ وہ ایک کمرے میں بند تھا۔ اِدھر سے اُدھر ٹہلتا ہوا سگریٹ پی رہا تھا۔ بہت پریشان تھا۔ سوچ رہا تھا۔ میں نے بڑی تعلقی سے مالنی کے ساتھ ائیرپورٹ کی طرف نہیں جانا چاہیے تھا لیکن میں کیا کرتا۔ مالنی کی ضد تھی۔ وہ فرہاد کو دیکھنا چاہتی تھی۔ میں نے بھی سوچا کہ اسے ایک نظر دیکھ لینا چاہیے شاید ہم کسی طرح اسے نقصان پہنچا سکیں یا اس کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہنے کا کوئی راستہ دریافت کر سکیں۔ ہمارے دماغوں میں بہت سا کچرا تھا جو ہمیں کشاں کشاں وہاں لے گیا۔"

وہ ایک سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلگانے کے بعد سوچنے لگا۔ "پولیس والوں نے مالنی کی لاش کو پہچان لیا ہوگا۔ اس کے چہرے سے میک اَپ اتر گیا ہوگا۔ اب وہ لوگ ہیرو کی لاش میں ہوں گے۔ سفارت خانے والوں نے یہاں کی سرکار کو یقین دلایا تھا کہ ہم سرحد پار کر چکے ہیں لیکن اب کیا ہوگا؟ اوہ! وہ کم بخت پُراسرار دوشیزہ کون تھی؟ اس نے وارننگ دی تھی کہ ہم نے اس کے مشوروں پر عمل نہ کیا تو ہم میں سے کسی کی جان جائے گی۔"

میں جیمس روبن کے دماغ سے اس دوشیزہ کا ذکر سن کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور توجہ سے اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا: "کل رات دس بجے جب میں اور مالنی رات کا کھانے سے فارغ ہوئے تو دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ باہر گیٹ کے احاطے کے پاس سفید رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اسی کار میں کوئی آیا تھا۔ دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ دروازے کے پاس جو کوئی بھی تھا وہ کھڑکی سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے پوچھا: "کون ہے؟"

ایک نہایت ہی دلکش آواز سنائی دی۔ "فرام مڈل مین! پلیز اوپن دی ڈور۔"

میں نے تیزی سے دروازے کے پاس پہنچ کر اسے کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی میں نے اپنے سامنے ایک ایسی حسین دوشیزہ کو دیکھا جس پر سے نظریں نہ ہٹ سکیں۔ مجھے جیسے اس کا حسن مسحور کر رہا ہے۔ عجیب بے مثال حسن تھا۔

نقوش میں بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ اپنے گلے میں سیاہ موتیوں کی ایک مالا پہنے ہوئے تھی۔ وہ غیر معمولی مالا تھی۔ اس کے موتی یکے بعد دیگرے یوں چمکتے تھے جیسے ستارے آنکھ کھول رہے ہوں۔ بند کر رہے ہوں۔ پھر آنکھ کھول کر روشنی دکھا رہے ہوں۔ میں نے مرتبوں کی ایسی مالا کبھی دیکھی نہیں تھی۔ کبھی اس کے متعلق سنا نہیں تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ مالا اس دوشیزہ کے جسم کا ایک اہم حصہ ہو۔ اس کی شخصیت سے اس مالا کا گہرا تعلق ہو۔

میں ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ ایک ادائے ناز سے کمرے میں داخل ہوئی اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ایک صوفے کی طرف جانے لگی۔ کیا غضب کی چال تھی۔ یوں لگتا تھا، اس کے پاؤں زمین پر نہ پڑ رہے ہوں۔ ہوا اپنی ہتھیلیوں پر اسے اٹھائے اس کی چال کو ایک نیا انداز دے رہی ہو۔

وہ صوفے کے پاس پہنچ کر پلٹ گئی۔ میری طرف بڑھتی خندگی سے دیکھا پھر دروازے کو دیکھا۔ وہاں مالنی کھڑی ہوئی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ اطمینان سے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ صوفے کے ہتھے پر ہاتھ رکھے ایسے شاہانہ انداز میں بیٹھی ہوئی تھی جیسے مکہ عالیہ تختِ طاؤس پر جلوہ افروز ہوں۔

ہم کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوتے لیکن اس کے انداز میں اس کی شخصیت میں ایسا رعب اور دبدبہ تھا کہ میں اور مالنی دونوں ہی احساسِ کمتری میں مبتلا ہو رہے تھے۔ اسی وقت اس دوشیزہ نے نہایت مترنم آواز میں کہا: "میرے سامنے بیٹھ جاؤ۔ میں تمھارے دوستوں میں سے نہیں ہوں۔ مڈل مین سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

یہ سنتے ہی میں چونک گیا۔ جلدی سے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر غرا کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا: "کون ہو تم؟ یہاں کیوں آئی ہو؟"

وہ مجھے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں بولی: "روبن! مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے لہجے کو نرم رکھو۔ ورنہ میں ابھی تم دونوں کو قانون کے حوالے کر دوں گی۔"

اس کی دھمکی بڑی زوردار تھی۔ میں ٹھنڈا پڑ گیا۔ مالنی بھی مرعوب سی ہو گئی۔ وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی: "بہن! تم کون ہو اور ہم سے کیا چاہتی ہو؟"

"میں کسی کی بہن نہیں ہوں۔ میرا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ میں کسی کی بے تکلفی برداشت نہیں کرتی۔"

مالنی نے جلدی سے اپنا لہجہ بدلتے ہوئے پوچھا کہ آپ چاہتی کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ "میں چاہتی ہوں تم دونوں مڈل مین سے ملاقات کرو اور اس سے باتیں کرو۔"

میں نے کہا: "مڈل مین کسی سے باتیں نہیں کرتا۔ نہ کبھی ملاقات کرتا ہے۔ ہم نے اسے کبھی نہیں دیکھا ہے۔"

اس دوشیزہ نے بڑے یقین کے ساتھ کہا: "میں تمھیں اس کا جلوہ دکھاؤں گی، تمھیں اس کا پتہ بتاؤں گی۔ تم اور مالنی اس سے گفتگو کرو گے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تم مڈل مین کو جانتی ہو؟"

"یہ سوال فضول ہے۔ ابھی میں کہہ چکی ہوں....."

"تم یہ کیوں چاہتی ہو کہ ہم اس سے گفتگو کریں؟"

"اس لیے کہ جب فرہاد یہاں آئے تو تمھارے دماغ کے ذریعے مڈل مین تک پہنچ جائے۔"

میں نے گھبرا کر پوچھا: "تم کون ہو؟ فرہاد کو کیسے جانتی ہو؟ کیا فرہاد میرے دماغ تک پہنچ چکا ہے؟"

"اگر نہیں پہنچا ہے تو صبح تم اور مالنی ائیرپورٹ جاؤ گے اور کسی بہانے فرہاد سے کوئی بات کرو گے۔ اس طرح وہ تمھارے دماغوں کے دروازے سے گزر کر مڈل مین کے دماغ تک پہنچ جائے گا۔ میں یہ بات صرف تم سے نہیں کہہ رہی ہوں۔ مڈل مین کے تمام آلۂ کاروں سے کہہ رہی ہوں کہ وہ مڈل مین کو ایک راز نہ رہنے دیں۔"

"تم فرہاد کی کون ہو؟"

"یہ غیر ضروری سوال ہے۔ میرے سوال کا جواب دو۔"

میں یا مالنی فرہاد کا سامنا نہیں کر سکتے۔ مڈل مین کا حکم ہے کہ ہم یہاں چھپے رہیں۔ یہاں کی انٹیلی جنس والوں کو یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ ہم سرحد پار بھاگ گئے ہیں۔ مڈل مین مجھے اور مالنی کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ خصوصاً مالنی اردو زبان بہت روانی سے بولتی ہے اس کی یہاں سخت ضرورت ہے۔ اس کی وجہ سے میں بھی یہاں ہوں۔ اب ہم مڈل مین کی مرضی کے خلاف تمھارے بتائے ہوئے پتے پر اس سے ملاقات کریں گے تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

وہ بولی: "میں تمھیں بتاؤں گی کہ مڈل مین کس دن، کس وقت، کس ہوٹل میں کھانے کے لیے جائے گا۔ تم اور مالنی بھی اسی وقت اسی ہوٹل میں کھانے کے لیے جاؤ گے اور اس کی ماڈانگ میں سامنا کرو گے۔ کوئی بات چھیڑ دو گے اس طرح مڈل مین تمھیں پہچان تو لے گا لیکن وہ یہی سمجھے گا کہ تم لوگوں سے انجانے میں سامنا ہو گیا ہے اور تم دونوں اسے پہچانتے نہیں ہو۔ اس طرح وہ تمھارا دشمن نہیں بنے گا۔ تم پر اعتماد کرتا رہے گا۔"

مالنی نے کہا: "تعجب ہے۔ تم مڈل مین کے متعلق اتنی

باتیں جانتی ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ کہاں سوتا ہے۔ کس ہوٹل میں کھانا کھاتا ہے۔ تم خود فرہاد کو اس کے پاس کیوں نہیں پہنچا دیتیں؟"

اس دوشیزہ نے آرام سے صوفے کی پشت پر ٹیک لگاتے ہوئے کہا: "میری اس سے دشمنی ہے۔"

میں نے اور مالنی نے تقریباً ایک ساتھ چیختے ہوئے حیرانی سے پوچھا: "کس سے دشمنی ہے؟"

اس نے جواب دیا: "فرہاد سے۔ وہ میرا دشمن ہے۔ میں اس سے ملنا نہیں چاہتی۔ اس سے بولنا نہیں چاہتی۔ اس کے کسی کام نہیں آنا چاہتی۔"

میں نے پریشان ہو کر پوچھا: "بھئی تم کون ہو کیسی باتیں کر رہی ہو۔ فرہاد کے لیے سب کچھ کر رہی ہو۔ ہمیں مڈل مین کے پاس بھیجنا چاہتی ہو۔ اگر وہ تمھارا دشمن ہے تو آؤ، ہماری دوست بن جاؤ، ہمارے لیے کام کرو۔"

وہ حقارت سے بولی: "تم لوگوں کی حیثیت کیا ہے؟ ایک معمولی آلۂ کار اور تم مجھے اپنا دوست بناؤ گے۔ اپنی حیثیت دیکھ کر بات کرو۔ میں اپنے دشمنوں سے دشمنی کرتی ہوں۔ جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اس طرح ایک دشمن سے دوسرے دشمن کو کاٹتی ہوں۔ فرہاد میرا دشمن ہے مڈل مین بھی میرا دشمن ہے اور میں فرہاد سے اس مڈل مین کو کاٹنا چاہتی ہوں اور ایسا ہی ہوگا۔"

میں نے کہا: "چلو تمھارا طریقۂ کار سمجھ میں آگیا۔ اب اتنا بتا دو کہ فرہاد کو کس دشمن کے ذریعے کاٹنا چاہو گی؟"

"کیا ضروری ہے کہ میں فرہاد کو نقصان پہنچاؤں۔ دشمنی کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ جانی نقصان پہنچایا جائے۔"

"پھر کیا مطلب ہوتا ہے؟"

"یہی کہ دشمن بن کر بھی محبت کی جائے۔ محبت دوست بنے کے لیے ہو تو پھولوں کا ہار ہے اور یہی محبت دشمن بننے کے لیے ہو تو زہریلا ہتھیار ہے۔ تم میری اس بات کو نہیں سمجھو گے کیونکہ تم لوگوں نے ساری زندگی ایک دوسرے سے دشمنی کی ہے اور محبت کے ہتھیار کو کبھی آزمایا نہیں ہے۔ اگر آزمانا چاہو تو میں طریقہ بتاتی ہوں۔"

"تمھاری باتوں میں بڑا وزن ہے۔ چلو، ہم ایک بار یہ ہتھیار بھی آزما کر دیکھیں، طریقہ بتاؤ؟"

وہ کہنے لگی: "تم اور مالنی کل میک اپ میں ایئرپورٹ جاؤ اور وہاں فرہاد سے سامنا کرو۔ مڈل مین تم لوگوں کو پہچان نہیں سکے گا نہ ہی اس کے آدمی تمھیں پہچانیں گے۔"

"لیکن وہاں فرہاد سے ملنے کی اجازت نہیں ہوگی، ہم کس طرح اس کے پاس پہنچ سکتے ہیں؟"

"نہایت آسان طریقہ ہے۔ مالنی بہن بن کر فرہاد کے پاس جائے گی۔ اگر وہ بھائی جان بھائی جان کہہ کر پکارتے ہوئے اس کے پاس جائے تو فرہاد بھی پہلے حیران ہوگا۔ پھر خیال خوانی سے معلوم کرے گا کہ تم دونوں اس کے دوست بن کر یہ ہوا وہ کسی طریقے سے تمھاری حفاظت کرے گا۔ تم دونوں دو طرف چلو گے۔ ایک طرف مڈل مین کے آدمی رہو گے۔ دوسری طرف فرہاد کی حمایت حاصل کر لو گے۔ فرہاد تمھاری یہ سوچ پڑھ کر خوش ہوگا کہ تم جلد ہی مڈل مین سے ملنے والے ہو اور وہ تمھارے ذریعے اس دشمن تک پہنچنے والا ہے، ہر طرح سے تمھارے لیے آسانیاں ہیں اور تم دونوں کے تحفظ کی ضمانت ہے۔"

مالنی نے مجھ سے کہا: "روبن! ہمیں اس مشورے پر غور کرنا چاہیے۔ یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ آخر ہم کب تک مجرموں کی طرح اس ملک میں چھپ کر رہیں گے۔ مڈل مین ہمیں سرحد پار کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا ہے۔"

مالنی درست کہہ رہی تھی، میں نے کہا: "اچھی بات ہے، ہم اس مشورے پر غور کریں گے۔"

وہ دوشیزہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے کہا: "میں جا رہی ہوں۔ رات کے دو بجے فون پر معلوم کروں گی کہ میرے مشورے پر کل صبح عمل کیا جائے گا یا نہیں۔ اگر مشورہ قابلِ قبول ہو تو اپنے فون پر بتا دینا کہ کل کون سا لباس پہن کر جاؤ گے۔ جواباً میں تمھیں بتاؤں گی کہ فرہاد کس لباس میں اور کس حلیے میں طیارے سے باہر آئے گا۔"

یہ کہہ کر وہ اطمینان سے چلتے ہوئے پھر دروازہ کھولتے ہوئے باہر چلی گئی۔ میں اور مالنی اسے سحر زدہ سے دیکھتے رہے۔ پھر گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ ہم نے دروازے کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ باہر مین گیٹ کے پاس کھڑی ہوئی گاڑی آہستہ گھوم کر جا رہی تھی۔ میں نے دروازے کو بند کرتے ہوئے مالنی سے سخت لہجے میں کہا: "تم کسی کی باتوں میں فوراً آجاتی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ عورت مڈل مین کی طرف سے آئی ہو اور وہ معلوم کرنا چاہتا ہو کہ ہم اس کے کتنے وفادار ہیں۔"

مالنی نے کہا: "نہیں، یہ عورت ایسی نہیں لگتی۔ یہ تو کچھ عجیب قسم کی ہے۔ سچ پوچھو تو میں اس کے سامنے اپنے کو بہت چھوٹا سمجھ رہی تھی۔"

یوں تو میں بھی اپنے کو کمتر سمجھ رہا تھا لیکن میں نے مالنی کے سامنے اظہار نہیں کیا۔ وہ ضد کرتی رہی کہ ہم صبح ایئرپورٹ جائیں گے لیکن میں انکار کرتا رہا۔ اس نے محبت سے اپنی ادا سے مجبور کرنا شروع کیا۔ تب میں نے کہا: "ٹھیک ہے ہم کل میک اپ

میں جائیں گے لیکن اس پُراسرار دوشیزہ کو یہ نہیں بتائیں گے کہ ہم کس میک اپ میں ہیں اور کس لباس میں ہیں، ہم مڈل مین سے غداری نہیں کریں گے۔"

مالنی راضی ہو گئی۔ ٹھیک دو بجے فون کی گھنٹی بجنے لگی میں نے ریسیور اٹھا کر سنا۔ وہی دوشیزہ پوچھ رہی تھی: "کیا فیصلہ کیا؟"

میں نے سخت لہجے میں کہا: "تم کوئی زبردست فراڈ ہو ہمارے مشورے پر عمل نہیں کریں گے۔ آئندہ ہمیں فون نہ کرنا۔"

"میں نے سمجھانے کا فرض ادا کر دیا ہے۔ اگر میرے مشورے پر عمل نہ کیا گیا تو تم دونوں میں سے کسی ایک کی جان جائے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ادھر سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں نے جھنجلا کر ریسیور کو کریڈل پر پٹختے ہوئے کہا: "مالنی! یہ قصہ بلا ہمارے پیچھے پڑ گئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا اسے تو ہمارا فون نمبر بھی معلوم ہے۔"

مالنی نے کہا: "اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ جو عورت یہ ہوش ربا کرتی ہو کہ وہ مڈل مین کو اچھی طرح جانتی ہے۔ وہ ہمارے تعلق کیسے نہ جانتی ہوگی۔"

بہرحال وہ رات گزر گئی۔ دوسری صبح وہ دونوں جس میک اپ میں اور جس لباس میں ایئرپورٹ گئے۔ اس میں وہ دوشیزہ تو کیا مڈل مین بھی انہیں پہچان سکتا تھا لیکن وہی ہوا جو اس دوشیزہ نے کہا تھا یعنی تم دونوں میں سے کوئی ایک جان سے جائے گا اور مالنی جان سے چلی گئی تھی اور اب جیمس روبن بے چینی سے گھبرایا ہوا اپنے بند کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اسی وقت میں خیال خوانی کے لیے اس کے پاس پہنچ گیا تھا اور یہ ساری معلومات حاصل کر رہا تھا۔

جتنی معلومات حاصل ہوتی جا رہی تھیں اتنی ہی زیادہ وہ دوشیزہ پُراسرار بنتی جا رہی تھی اور اپنی ذات کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ بناتی جا رہی تھی۔ اگر وہ مڈل مین کا پتہ جیمس روبن کو بتا جاتی تو میں اس کے ذریعے اس مڈل مین کا پتہ جیمس روبن تک پہنچ جاتا۔ کم از کم یہ تو معلوم کر لیتا کہ ساحلی جو روم سے لاہور پہنچنے والی تھی وہ پہنچی ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں پہنچی ہے تو اس دوشیزہ کو ساحلی کالعدم کہاں سے حاصل ہو گیا تھا؟

بڑے پیچیدہ واقعات تھے۔ میرا ذہن الجھتا جا رہا تھا۔ اتنے میں سعید صاحب تیزی سے چلتے ہوئے انیکسی میں داخل ہوئے۔ انھوں نے آتے ہی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا: "فرہاد! ابھی کسی لڑکی نے سونیا سے فون پر رابطہ قائم کیا تھا۔ پتہ نہیں وہ کون ہے، یہاں سے لے کر اسلام آباد تک جتنے مجرم ہیں وہ سب کے نام اور پتے جانتی ہے اور یہ پتے اس نے سونیا کے ذریعے نوٹ کرائے ہیں اور اس نے تمھارے نام ایک پیغام بھیجا ہے۔"

میں حیرانی سے سعید صاحب کی باتیں سن رہا تھا۔ جس لڑکی نے ابھی سونیا سے رابطہ قائم کیا تھا وہ اور کون ہو سکتی تھی۔ لاہور سے اسلام آباد تک تمام مجرموں کے نام اور پتے جاننے والی کوئی غیر معمولی لڑکی ہی ہو سکتی تھی، وہ وہی تھی ہاں وہی تھی۔

سعید احمد نے پوچھا: "تم اس طرح میرا منہ کیا تک رہے ہو۔ کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں اسی لڑکی کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ بہرحال آپ بتائیں اس نے میرے لیے کیا پیغام بھیجا ہے؟"

"یہی کہ مسٹر فرہاد سے کہنا۔ اپنے آس پاس گہری نظر رکھا کریں۔ جن لوگوں کے دماغوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ انھیں بھول نہ جایا کریں۔ ہندوستان میں سائرہ بانو کا ایک بدترین دشمن تھا۔ ایا کم کبیر ہیل ہے۔ اگر مسٹر فرہاد کبیر ہیل کے دماغ میں پہنچیں گے تو انھیں مڈل مین دکھائی دے جائے گا۔"

میں نے حیرانی سے کہا: "واقعی میں اسے بھول چکا تھا۔ اگر یاد بھی رکھتا تو یہ بھی سمجھ نہیں سکتا تھا کہ مڈل مین وہی ہوگا یا اس کا مڈل مین سے گہرا تعلق ہوگا لیکن میں نے فون پر لوگوں کے لب و لہجے یاد رکھ سکتا ہوں۔ بہت عرصہ پہلے میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ پڑھی تھی۔ اب اسے بھول گیا ہوں۔"

سعید صاحب مسکراتے ہوئے کہا: "وہ لڑکی تمھارے مزاج کو خوب سمجھتی ہے۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ تمھیں کبیر ہیل یاد نہیں رہا ہوگا۔ اس لیے اس نے اس کا موجودہ پتہ نوٹ کرایا ہے۔ اس کا فون نمبر بھی ہے۔ کیا رابطہ قائم کیا جائے؟"

میں کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بڑبڑانے کے انداز میں کہنے لگا: "خدا کی قسم، اس پُراسرار لڑکی نے تو مجھے صرف حیران ہی نہیں۔ پریشان بھی کر دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا یہ کون ہے اور اسے اتنی ساری معلومات کیسے حاصل ہو جاتی ہیں؟"

"اس لڑکی کے متعلق بعد میں سوچا جا سکتا ہے۔ ابھی یہ بتاؤ، اس کبیر ہیل کے پاس کیسے پہنچنا چاہتے ہو؟"

"آپ اس کا فون نمبر بتائیں۔"

انھوں نے نمبر بتایا۔ میں جیمس روبن کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ سے ریسیور اٹھا کر میں نے وہ نمبر ڈائل کرایا۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ پوچھا گیا: "ہیلو! کون ہے؟"

جیمس روبن نے خوف زدہ ہو کر ہکلاتے ہوئے کہا: "میں روبن ہوں، بہت پریشان ہوں۔ ایسا لگتا ہے فرہاد نے مجھے زہریلا کیا ہے شاید اسی وجہ سے مالنی ماری گئی ہے۔"

دوسری طرف سے خاموشی رہی۔ یقیناً وہاں جو بھی بول رہا تھا۔ وہ یہ سن کر گونگا بن گیا تھا کہ فرہاد جیمس روبن کے دماغ میں

پہنچ گیا ہے لیکن دوسری طرف سے بولنے والا ایک جملہ اپنی زبان سے ادا کر چکا تھا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے پوچھا تھا "کون ہے؟" اور کون ہے کے سلسلے کو تھام کر میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے اب ریسیور رکھ دیا تھا اور پریشان ہو کر سوچ رہا تھا "جیمس روبن کو ہمارا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

اسی وقت کسی نے اس سے پوچھا "کس کا فون تھا؟ کیا سوچ رہے ہو؟"

اس نے چونک کر اپنے سامنے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھا۔ اتنی دیر میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ چکا تھا اور وہ کبیر بیدل تھا۔ ریسیور رکھنے والے نے کہا "مسٹر جیمس روبن کا فون تھا وہ بہت گھبرایا ہوا ہے۔"

کبیر بیدل نے حیرانی سے پوچھا "اسے ہمارا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"یہی تو میں سوچ رہا ہوں۔ وہ خوف زدہ تھا اور کہہ رہا تھا شاید فرہاد نے اسے ٹریس کر لیا ہے۔ یہ سنتے ہی میں نے ریسیور رکھ دیا۔"

"کیا؟" کبیر بیدل نے حیرانی اور پریشانی سے اپنے محسن کا منہ دیکھا پھر پوچھا "تمہارے ریسیور رکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ تم نے کچھ تو اس سے بات کی ہوگی؟"

"جناب! میں نے ریسیور اٹھا کر صرف اتنا پوچھا تھا۔ "کون ہے"۔ اس سے آگے کوئی بات نہیں کی۔"

وہ پریشان ہو کر ٹہلتے ہوئے دوسری طرف گیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر بولا "تم سے بڑی بھول ہوئی۔ تمہیں ایک لفظ بھی ریسیور پر نہیں کہنا چاہیے تھا۔ تم ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ وہ لفظ کہہ دینا ہی بہت ہے۔ اگر جیمس روبن کا اندیشہ درست ہے تو فرہاد تمہارے دماغ میں پہنچ چکا ہے اور میں تو پہلے ہی تم سے سوال کر بیٹھا تھا اس طرح فرہاد میرے دماغ میں بھی آ چکا ہوگا۔"

ایسا کہتے ہوئے وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا جیسے دماغ کے اندر جھانک رہا ہو۔ وہ محسوس کرنا چاہتا تھا سمجھنا چاہتا تھا کہ میں اس کے دماغ میں ہوں یا نہیں؟ پھر اس نے دیدے نچا کر سر کو انکار میں ہلاتے ہوئے کہا "نہیں، وہ میرے دماغ میں نہیں ہے۔ مجھے تو کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ فضول اندیشے ہیں مجھے موجودہ مسائل پر غور کرنا چاہیے۔"

میری اس سوچ کے بعد وہ موجودہ مسئلے پر غور کرنے لگا۔ سوچنے کی بات یہ تھی کہ مالنی میک اپ میں ایئرپورٹ کیوں گئی تھی؟ اور جانے سے پہلے اس نے اس کو یعنی کبیر بیدل کو یعنی مین کو اطلاع کیوں نہیں دی تھی اس سے چھپ کر کیوں گئی تھی۔

بعد میں کبیر بیدل نے عبیشت ٹمل مین یہ سوال ہیمر سے کیا تھا اور جیمس روبن نے جھوٹ کہہ دیا تھا کہ اسے اس کا علم نہیں ہے کہ مالنی وہاں کیوں گئی تھی۔ اس کے بیان کے مطابق مالنی اس کی لاعلمی میں چپ چاپ گئی تھی۔

کبیر بیدل نے اپنے ایک نشانہ باز کو اس کام پر مقرر کیا تھا کہ جو عورت فرہاد کی طرف پہلے بڑھے گی۔ شاید اسے بچا جان کہہ کر بھی پکارے گی وہ یقیناً شاہینہ ہوگی۔ فرہاد کی دو ایک بہن ہے کوئی اور عورت اسے بھائی جان نہیں کہتی ہے جیسے ہی وہ عورت نظروں میں آئے فوراً اسے گولی مار دی جائے۔

کبیر بیدل کی یہ سوچ پڑھ کر میں دانت پیس کر رہ گیا۔ کم بخت میری بہن کو مارنا چاہتا تھا اب خود موت کی چکی میں سانس لے رہا تھا۔ ابھی اسے خبر نہیں تھی۔ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ بہرحال اس کا مسئلہ یہ بھی تھا کہ بھونڈی چال پولیس والوں کی حراست میں چلا گیا تھا اور اسے یہ بھی بیان دے رہا تھا۔

میرے لاہور پہنچنے کے باعث کبیر بیدل نے اپنے منصوبوں میں تھوڑی تبدیلی کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ میرے آنے سے اس خفیہ فائل کو حاصل کرنے میں اور زیادہ دشواریاں پیدا ہوں گی۔ میں سونیا کے بے پوری طرح ڈھال بن جاؤں گا اور وہ سونیا کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اسے اسلام آباد جانے پر مجبور نہیں کر سکیں گے۔ دوسری طرف بھونڈ چمار نے شاہینہ کے تبلے کے ذریعے اوتیتیں پہنچانے کا جو کالا عمل کیا تھا وہ بے اثر ہو گیا تھا لہٰذا منصوبے میں یہ تبدیلی ہوئی تھی شاہینہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔

کبیر بیدل کا دماغ سوچ رہا تھا "اس کے علاوہ سالی یہاں پہنچنے والی ہے۔ فرہاد کے پاس اس کی تصویریں بھی جائیں گی اور اس سے کہا جائے گا کہ شاہینہ کے بعد سالی موت کے گھاٹ اتاری جائے گی۔ وہ اپنی پہلی محبوبہ کے لیے جان کی بازی لگائے گا مگر وہ کس سے ٹکرائے گا جبکہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتا سامی کو بچانے کا بس ایک ہی راستہ ہوگا کہ وہ خفیہ فائل کے حوالے کر دیا جائے۔"

بے چارہ ٹمل مین بڑی خوش فہمی میں سوچتا جا رہا تھا "اگر اس کے بعد بھی وہ خفیہ فائل حاصل نہ ہو تو لیکن ہم فرہاد اور سونیا کو الجھائے رکھیں گے۔ ان کی شادی ہونے دیں گے۔ کاہال تنظیم سے احکامات موصول ہونے

ان کے مفاد کے لیے اس شادی کو روکنا بہت ضروری ہے۔ شادی میں رکاوٹیں پیدا ہوں گی تو مرجانہ خوش ہوگی اور کاہال تنظیم کو ابھی مرجانہ کی سخت ضرورت ہے۔ اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ابھی فرہاد اور سونیا کے سامنے بہت سے مسائل پیدا کیے جائیں گے۔"

کبیر بیدل کے دماغ نے مرجانہ کے متعلق سوچا تو میں نے اس کی سوچ میں کہا "مرجانہ اس وقت کہاں ہوگی؟"

وہ سر جھکا کر اپنے آپ سے کہنے لگا "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں، مجھے کیا معلوم کہ وہ کہاں ہوگی۔ کاہال تنظیم والے اتنا کہاں بتاتے ہیں بس تو محض ان کا ایجنٹ ہوں۔ وہ مجھ سے اپنا کام نکالنے کی حد تک اپنے راز میں شریک کرتے ہیں۔ کاش میرے پاس ایسے ذرائع ہوتے کہ میں کاہال تنظیم کی جڑوں تک پہنچ جاتا۔ پھر کسی موقع پر ساتھیں بھی بلیک میل کرتا اور ان کے راز کسی دوسری مخالف سپر طاقت کے ہاتھوں فروخت کرتا۔"

یقیناً کبیر بیدل بین الاقوامی مجرم کا دلال تھا اپنے مفاد کے لیے اور زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹنے کے لیے وہ مختلف مالک کی طرف سے جاسوسی کے فرائض انجام دیتا تھا۔

وہ سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں مداخلت پیدا کی "جیمس روبن کو میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

وہ چند لمحوں تک گہری سنجیدگی سے سوچتا رہا، اب اس کا خیال ایک دوشیزہ کی طرف جا رہا تھا۔ ایک ایسی حسین و جمیل دوشیزہ جس کا رنگ و روپ دیکھ کر جس کی چال اور انداز دیکھ کر وہ دیوانہ ہو گیا تھا۔

اس کی سوچ پڑھ کر میں سمجھ گیا کہ وہ پراسرار دوشیزہ اس ٹمل مین تک بھی پہنچ گئی ہے۔ یہ بات نہایت ہی حیرت انگیز ہے کہ سونیا اپنی ذہانت سے اور میں اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹمل مین تک نہیں پہنچ سکا اور وہ پہنچ گئی۔ کیسے پہنچ گئی؟ کس طرح اس کی اور ٹمل مین کی ملاقات ہوئی؟

میرے سامنے ٹمل مین کا دماغ ایک کتاب کی طرح کھلا ہوا تھا اور میں اسے پڑھ رہا تھا۔ وہ دو دن پہلے شالامار باغ کی سیر کرنے گیا تھا۔ وہیں رنگا رنگ پھولوں کے ہجوم میں وہ کھڑی ہوئی تھی۔ کبیر بیدل نے اسے دیکھا تو اس پر سے نظریں نہ ہٹا سکا۔ پہلے چلتے اس کے قریب رک گیا۔ پھر اس نے سوچا کہ وہ کیا کرے گی۔ اس لیے آگے بڑھ گیا۔ وہ پیچھے رہ گئی لیکن اب وہ اپنے تصور میں اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کا حسن نگاہوں سے اوجھل ہو کر تصور کی آنکھوں میں کاجا تا تھا۔ اس نے ذرا آگے بڑھ کر دیکھا تو ٹھٹھک گیا۔ سامنے فوارے کے پاس وہ کھڑی ہوئی تھی۔ فوارے کا پانی رقص کرتا ہوا آسمان کی طرف جا رہا تھا۔ پھر بل کھاتا ہوا زمین کی طرف لوٹ کر صاف و شفاف حوض میں گر رہا تھا۔ وہاں کا ماحول نہایت ہی اجلا، صاف، معطر اور رنگوں سے بھرپور تھا۔ ان خوشبوؤں اور رنگوں کے درمیان اس کے حسن کو صرف دیکھا جا سکتا تھا۔ تعریف کے لیے لفظوں کا انتخاب کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔

کبیر بیدل نے حیران ہو کر سر گھماتے ہوئے پھولوں کی اس انجمن میں دیکھا۔ جہاں پہلے وہ کھڑی ہوئی تھی اب وہ وہاں نہیں تھی۔ نگاہوں کے سامنے فوارے کے پاس تھی۔ یہ کیسے ممکن تھا۔ پھولوں کی انجمن سے فوارے تک اتنی جلدی کیسے آ گئی تھی؟ وہاں کبیر بیدل سے پہلے کیسے پہنچ گئی تھی؟

اس کے گلے میں سیاہ موتیوں کی ایک مالا تھی۔ شام کا وقت تھا۔ تھوڑی دیر میں اندھیرا پھیلنے والا تھا اور شام کی اس ہلکی روشنی میں اس ہار کے دانے یکے بعد دیگرے چمک رہے تھے اور بجھ رہے تھے۔ جیسے جگنو چمک رہے ہوں، بجھ رہے ہوں اور پھر چمک رہے ہوں۔ کبیر بیدل نے اپنی عمر کے پچاس برس میں دنیا کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھا تھا لیکن ایسی مالا نہیں دیکھی تھی جس کے سیاہ دانوں سے روشنی پھوٹتی ہو۔

نظریں ملتے ہی دوشیزہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ بڑی معنی خیز مسکراہٹ تھی۔ کبھی کبھی مسکرانے والا زبان سے کچھ نہیں کہتا مگر مسکرانے کا انداز بتا دیتا ہے جیسے برسوں کی پرانی جان پہچان ہو۔ وہ اس مسکراہٹ کو پڑھتے ہی ایک دم سے سہم گیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات آئی "کہیں یہ سونیا تو نہیں ہے؟"

وہ سہم کر پلٹ گیا۔ دل کو دھڑکانے والا حسن و شباب تھا لیکن سونیا کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ وہ کسی بھی حسن سے محظوظ نہیں ہو سکتا تھا۔ تیزی سے پلٹ کر وہاں سے جانے لگا اسے اپنے پیچھے ایک نہایت ہی مترنم ہنسی کی آواز سنائی دی۔ ایسا ترنم تھا جیسے ہنسی فوارے کی طرح پھوٹ رہی ہو۔ رقص کرتی ہوئی آسمان کی طرف جا رہی ہو اور فضا میں بکھرتی ہوئی اسے چیلنج کر رہی ہو۔ حسن ہو، شباب ہو اور شراب ہو تو دنیا کی ہر چیز بھلا دی جاتی ہے۔ اگر سونیا کو بھلا سکتے ہو تو آؤ۔ جاتے کہاں ہو؟

وہ چلا آیا۔ دل و دماغ پر سونیا کی وحشت طاری تھی۔ وہی حال تھا جو جلال بیگ کے ساتھ ہو رہا تھا۔ پہلے وہ پراسرار بگ باس بنا ہوا تھا۔ ادھر یہ پراسرار ٹمل مین بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ حقیقتاً پردوں میں چھپ کر رہنے والے بزدل ہی ہوتے ہیں اسی لیے پراسرار رہتے ہیں اور اپنی ملتم

قوتوں کو تمام ذرائع کو چھپ چھپ کر استعمال کرتے ہیں، ہمیشہ ان کے دماغ پر یہ دہشت طاری رہتی ہے کہ اگر وہ بے نقاب ہوگئے تو کیا ہوگا؟

کبیر بیدل کی صرف دو خواہشیں تھیں۔ ایک یہ کہ کسی طرح وہ خفیہ فائل حاصل کرکے بیوویوں کی نظروں میں بہت اونچا مقام حاصل کرلے۔ دوسری اہم خواہش یہ تھی کہ کبھی سونیا سے سامنا نہ ہو۔ بہرحال رات کو وہ آفیسرز کلب میں گیا۔ وہاں اس نے چند افسروں سے دوستی گانٹھ لی تھی اور ان سے بے تکلف ہوگیا تھا۔ رات کے گیارہ بجے وہ نشے میں لڑکھڑاتا ہوا کلب سے باہر نکلا۔ اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار ڈرائیو کرتے ہوئے اپنی کوٹھی کی طرف چلنے لگا۔ شادمان کالونی کے ایک راستے پر اسے اپنی گاڑی کی رفتار کچھ دھیمی کرنی پڑی۔ سامنے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا بونٹ اٹھا ہوا تھا اور ڈرائیور جھکا ہوا اس کی کوئی خرابی دور کررہا تھا لیکن کبیر بیدل نے کچھ اور دیکھ کر گاڑی کی رفتار سست کی تھی۔ وہاں کار کے بونٹ کے پاس وہ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ نشے میں تھا۔ دور سے اسے پہچان نہیں سکا تھا لیکن نشے کی حالت میں بھی ذرا دور سے سیاہ موتیوں کی وہ چمکتی ہوئی مالا نظر آگئی تھی۔ وہ سست رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا اس بگڑی ہوئی کار کے قریب سے گزرنے لگا۔ وہ فتنہ عالم اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی پھر ایک ہاتھ اٹھا کر ٹاٹا کرنے کے انداز میں یوں ہلایا جیسے کہہ رہی ہو "جاتے جاتے ہو تو جاؤ ہم پھر ملیں گے۔"

کار آگے بڑھ گئی تھی۔ اب وہ عقب نما آئینے میں نظر آرہی تھی۔ جب تک کار آگے بڑھتی رہی اور وہ عقب نما آئینے میں نظر آتی رہی۔ وہ اسے دیکھتا رہا۔ جب وہ آئینے کی زد سے نکل گئی تو اس نے گاڑی روک دی۔ پھر پلٹ کر اسے دیکھنا چاہا لیکن اسے جو کچھ نظر آیا۔ وہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو سکتا تھا وہ دوشیزہ کو تقریباً پچیس گز کے فاصلے پر پیچھے چھوڑ آیا تھا اور وہ بڑی دیر تک عقب نما آئینے میں نظر آتی رہی تھی لیکن پلٹ کر دیکھتے ہی وہ اسے اپنی ہی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی نظر آئی۔ اس نے اپنی ایک چٹکی میں مالا کے ایک موتی کو تھام لیا تھا اور بڑے ہی دل کش انداز میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ بین الاقوامی دلال بڑے ہی دل گردے کا مالک تھا۔ نہ کوئی اسے متاثر کرسکتا تھا نہ ہی خوف زدہ کرسکتا تھا لیکن اس یقین نے اسے دہشت زدہ کردیا کہ سونیا اس سے دو یا ڈھائی فٹ کے فاصلے پر پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی ہے اور اگر وہ سونیا نہیں ہے تو کون ہے؟

پہلے تو وہ سہما سہما ہوا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کار کے پچھلے شیشے کے اس پار بہت دور دیکھا تو وہ بگڑی ہوئی کار نظر آئی۔ اس کا بونٹ اپنی جگہ آچکا تھا۔ کار درست ہوچکی تھی۔ وہ دوشیزہ ایک سائے کی طرح وہاں نظر آرہی تھی اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کار میں بیٹھ رہی تھی۔ پھر وہ کار اسٹارٹ ہوئی اور وہاں سے بھاگنے لگی۔ کبیر بیدل اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ اگر وہ ہی دوشیزہ وہاں کھڑی ہوئی تھی اور اس کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر گئی تھی تو یہاں اس پچھلی سیٹ پر وہی دوشیزہ کیسے بیٹھی ہوئی ہے؟ "کون ہو تم؟"

کبیر بیدل کے سوال پر وہ مسکرائی۔ اس کا ایک ہاتھ دروازے کی طرف گیا۔ وہ بڑے ہی مترنم آواز میں بولی "میں سونیا نہیں ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلا۔ پھر وہ کار سے باہر جھانکنے لگی۔ کبیر بیدل نے ہاتھ بڑھا کر کہا "ٹھیرو۔ رک جاؤ۔ یہ بتاؤ۔ تم میری کار کی پچھلی سیٹ پر کیسے پہنچیں۔ میں جب یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔ نہ تو دروازہ کھولنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ جیسے میں ابھی پیچھے چھوڑ کر آیا ہوں وہ اتنی جلدی میری کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ جائے۔"

وہ کار کے باہر چلی گئی۔ دروازے کو ایک زوردار آواز کے ساتھ بند کردیا۔ پھر اجنبی سے بولی "میں وہاں بھی تھی میں یہاں بھی ہوں تم جہاں جاؤ گے، وہاں پہنچ جاؤں گی۔ یقین نہ ہو تو اپنی کوٹھی میں جاؤ۔ میں اس وقت تمہارے بیڈروم میں بیٹھی ہوئی ہوں۔"

اس نے پہلے تو اسے حیرانی سے دیکھا پھر کہا "تم بہت پراسرار بننے کی کوشش کررہی ہو، میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔ تمہیں بتانا ہوگا کہ تم کون ہو؟"

"میں جو کوئی بھی ہوں تمہارے لیے خطرہ بھی ہوں اور نہیں بھی ہوں تمہاری نظروں میں پراسرار ہوں اور تمہاری پراسراریت کو ختم کرسکتی ہوں۔ اپنی خیریت اور سلامتی چاہتے ہو تو چپ چاپ اپنے گھر چلے جاؤ۔ میں وہاں تمہارا انتظار کررہی ہوں۔"

وہ گھوم کر جانے لگی۔ وہ اس کے گھومنے اور پھر چلنے کے انداز کو دیکھنے لگا عجیب دل کشی تھی۔ جب تک وہ نظر آتی رہی اس کی نظریں اس پر جمی رہیں۔ جب وہ ایک گلی میں مڑ گئی تب وہ چونکا اور اچھل ہوگئی تب وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا

ہوکر بیٹھ گیا تھوڑی دیر تک سوچتا رہا، پھر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اسے واپس موڑ کر اس گلی کی طرف آیا۔ وہ اس کا تعاقب کرنا چاہتا تھا لیکن اب وہ گلی دور تک خالی نظر آرہی تھی۔

وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اس گلی سے گزرتا ہوا دوسری گلی میں پہنچا۔ دوسری سے تیسری گلی میں آیا لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئی۔ آخر مایوس ہوکر وہ اپنی کوٹھی کے سامنے پہنچا۔ چوکیدار نے بین گیٹ کو کھولا۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ کی کھڑکی سے ہی جھک کر پوچھا "کیا مجھ سے ملنے کے لیے کوئی لڑکی آئی تھی؟"

چوکیدار نے انکار میں سر ہلا کر کہا "کوئی نہیں صاحب۔"

وہ پورچ میں آیا۔ کار سے اتر کر کوٹھی کے اندر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اس نے ملازم سے بھی یہی سوال کیا۔ ملازم نے بھی انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں صاحب! آپ سے کوئی بھی ملنے نہیں آیا۔ آپ کا کوئی فون بھی نہیں آیا۔"

کبیر بیدل نے دل ہی دل میں کہا "سب بکواس ہے وہ کم بخت پراسرار بننے کی کوشش کررہی تھی۔ مجھے مرعوب کرنے کے لیے کہہ رہی تھی کہ مجھ سے پہلے ہی میرے بیڈروم میں پہنچ کر انتظار کرتی ملے گی۔ ایسا کبھی ہوسکتا ہے؟"

اس نے ایک سگریٹ نکال کر سلگایا۔ اس کا پہلا کش لیتے ہی دماغ نے کہا "ایسا ہوسکتا ہے۔ اگر نہیں ہوسکتا تو پھر وہ دوشیزہ جو سڑک پر کھڑی ہوئی نظر آئی تھی وہ اچانک اس کی کار کی پچھلی سیٹ پر کیسے پہنچ گئی تھی؟"

اس کا جواب کبیر بیدل کے پاس نہیں تھا۔ وہ ٹہلنے لگا۔ دوشیزہ نے ایسا چکر دیا تھا کہ نشہ ہرن ہوگیا تھا۔ پھر پینے کو دل چاہ رہا تھا۔ بیڈروم میں چھوٹا سا فریج رکھا ہوا تھا اور فریج میں بوتلیں تھیں۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے بیڈروم کے دروازے تک آیا۔ وہ اپنے بیڈروم کو مقفل کرکے جاتا تھا۔ اس کا کوئی ملازم اور کوٹھی میں رہنے والا اس کا خاص ماتحت بھی اس بیڈروم میں نہیں جاسکتا تھا۔ وہاں اس کے بہت ضروری کاغذات اور کچھ ایسی اہم چیزیں ہوتی تھیں جنہیں وہ کسی کی نظروں میں لانا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے جیب سے چابی نکالی۔ پھر اسے کی ہول میں ڈال کر کھولنا چاہا تو پتہ چلا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ حیران رہ گیا۔ اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ اس پر ہلکا سا دباؤ ڈالا تو وہ کھلتا چلا گیا اور جب وہ کھلا تو بستر پر وہی نظر آئی۔ اس کے گلے میں سیاہ موتیوں کی مالا تھی اور وہ ایک موتی کو اپنی چٹکی میں دبائے مسکرا رہی تھی۔

کبیر بیدل نے اندر آکر فوراً ہی دروازے کو بند کیا۔ پھر سہمے ہوئے انداز میں پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی "میں سونیا نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ جو کوئی بھی ہوں اس سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ فریج کے پاس آئی، اسے کھول کر ایک بوتل نکالی۔ پھر ایک گلاس نکالا۔ پھر ایک پیگ بناتے ہوئے پوچھا "پانی ملاتے ہو، سوڈا ملاتے ہو یا نیٹ پیتے ہو؟"

وہ اس کے قریب جاتے ہوئے بولا "میں پی کر مدہوش ہونے والا نہیں ہوں۔ تم یہاں سے نہیں جاسکو گی۔"

وہ ہنسنے لگی "جس طرح آئی ہوں۔ اس طرح چلی بھی جاؤں گی۔ تم میری فکر نہ کرو لو پیو۔"

اس نے گلاس کو بڑھایا۔ کبیر بیدل نے گلاس کے ساتھ اس کے ہاتھ کو بھی تھام لیا۔ وہ غرا کر بولی "گلاس لو۔ ہاتھ چھوڑ دو۔ ایک۔ دو۔ تین۔"

تین تک گنتی پوری کرتے ہی کبیر بیدل کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ گلاس اس دوشیزہ کے ہاتھ میں رہا۔ اس کی چیخ سننے کے بعد دروازے پر دستک ہونے لگی۔ اسے اپنے ہاتھ میں یوں لگ رہا تھا جیسے بچھو نے ڈنک مارا ہو۔ وہ ابھی تک ایسی ہی زہریلی جلن محسوس کررہا تھا۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر جلدی سے چلتا ہوا وہاں تک پہنچا اور اس کی چٹخنی گرادی۔

دونوں ملازموں نے اندر آتے ہی پوچھا "صاحب کیا ہوا؟ آپ کی چیخ سنائی دی تھی۔"

اس نے کراہتے ہوئے کہا "تم دونوں اس کوٹھی میں کیا کررہے تھے۔ یہ میرے بیڈروم میں کیسے آگئی؟"

اس نے ایسا کہتے وقت اس دوشیزہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا تھا۔ دونوں ملازموں نے اشارے کے مطابق ادھر دیکھا۔ حیرانی کا اظہار کیا۔ پھر ایک ملازم نے پوچھا "صاحب کون آگئی؟"

وہ چیخ کر بولا "کیا اندھے ہوگئے ہو تمہیں وہ سامنے کھڑی ہوئی لڑکی نظر نہیں آرہی ہے؟"

"صاحب! ہمیں تو کچھ نظر نہیں آرہا ہے، آپ کیسی باتیں کررہے ہیں؟"

دوسرے ملازم نے کہا "آپ اپنا کمرہ بند کرکے جاتے ہیں۔ چابی آپ کے پاس ہوتی ہے۔ پھر بھلا یہاں کون آسکتا ہے۔ حضور یہاں کوئی نہیں ہے۔"

وہ ملازم ایسا کہتے کہتے ہچکچا گیا۔ پھر غور سے اُدھر دیکھا جہاں وہ دوشیزہ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر اس نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا "ایسے یہ گلاس کیسے اوپر اٹھا ہوا ہے۔ نہ زمین پر ہے نہ فرنیچر کے اوپر ہے۔ آپ ہی آپ ہوا میں کیسے ٹھیرا ہوا ہے؟"

دوسرے ملازم نے بھی غور سے دیکھا۔ پھر وہ دونوں اس گلاس کے قریب گئے اور اسے دیکھنے لگے۔ کمبیر بیدل نے پاؤں پنجے کران کے قریب آتے ہوئے ان کی گردنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑتے ہوئے کہا "بے وقوفو کے بچو! کیا تم اندھے ہو۔ یہ گلاس ہوا میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ لڑکی پکڑے ہوئے ہے تم اسے چھو کر دیکھو۔"

ایک ملازم نے ڈرتے ہوئے گلاس کو ہاتھ لگایا۔ پھر اسے پکڑ لیا۔ گلاس اس کے ہاتھ میں آگیا۔ لڑکی نے اس گلاس کو چھوڑ دیا تھا۔ کمبیر بیدل نے کہا "دیکھو! اس لڑکی نے گلاس کو چھوڑ دیا ہے اور اب یہ گلاس تمھارے ہاتھ میں آگیا ہے۔"

"نہیں صاحب! اس گلاس کو تو کسی نے نہیں پکڑا ہے۔ اسے ہوا میں نے پکڑا ہے۔"

اس نے غصّے سے کہا "ابے! تو نے ابھی پکڑا ہے پہلے وہ پکڑے ہوئے تھی۔"

"حضور! کون پکڑے ہوئے تھی، جو پکڑے ہوئے تھی آپ اسے پکڑ کر تو بتائیں۔"

"دیکھو میں ابھی پکڑتا ہوں۔"

اس نے پکڑنے کا ارادہ کیا۔ وہ مسکرائی۔ اس کی مسکراہٹ کو دیکھتے ہی اسے اپنے ہاتھوں کی جلن یاد آئی۔ اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ پھر دوسرے ملازم کے سر پر ایک چپت مارتے ہوئے بولا "تو یہاں کیا کر رہا ہے۔ ہاتھ آگے بڑھا کر اسے پکڑ لے۔"

ملازم نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "حضور! ہم آپ کے غلام ہیں آپ کا ہر حکم مانتے ہیں مگر ہوا کو کیسے پکڑیں؟"

"میں کہتا ہوں مجھ سے سامنے ہوا نہیں ہے۔ ایک لڑکی کھڑی ہوئی ہے۔ ذرا ہاتھ آگے بڑھا کر اسے چھو کر تو دیکھو۔"

ملازم نے حکم کی تعمیل کی۔ آہستہ آہستہ ڈرتے ڈرتے ہاتھ بڑھایا۔ جب وہ ہاتھ اس کے قریب پہنچنے لگا تو وہ ذرا پیچھے ہٹ گئی۔ ملازم اپنے ہاتھ کی لمبائی تک ادھر اُدھر ٹٹولنے لگا۔ دوشیزہ اس سے پرے کھڑی ہوئی تھی۔ کمبیر بیدل نے کہا۔ "وہ پیچھے ہٹ گئی ہے۔ تم ذرا آگے بڑھ کر پکڑو۔"

ملازم نے پھر حکم کی تعمیل کی۔ ذرا آگے بڑھا۔ دوشیزہ اور پیچھے ہٹ گئی۔ ملازم پھر اِدھر اُدھر اندھے کی طرح دونوں ہاتھوں سے ٹٹولنے لگا۔ کمبیر بیدل نے کہا "وہ پیچھے ہٹ رہی ہے۔"

"حضور! پیچھے ہٹ رہی ہے تو آپ اسے پکڑ لیں پھر ہم اسے چھو کر دیکھیں گے۔"

"میں؟ لیکن میں اسے نہیں پکڑ سکتا۔"

"تب ہم کیسے پکڑیں؟"

وہ جھنجلا کر بولا "سؤر مارا کہاں ہے۔ اسے بلاؤ۔ وہ اسے چیونٹی کی طرح مسل دے گا۔"

ایک ملازم نے کہا "حضور! آج سؤر مارا صاحب نے بہت زیادہ پی لی ہے۔ انکیسی میں پڑے ہوئے ہیں۔"

کمبیر بیدل نے غصّے سے جھنجلا کے نفی کہا "کیا اسی طرح وہ میرا یا ڈی گارڈ بن کر رہے گا۔ یہاں مجھ پر یہ آفت آئی ہوئی ہے اور وہ نشے میں مدہوش ہے۔"

ایک ملازم نے عاجزی سے کہا "اگر یہاں کوئی آفت ہے تو سیدھی سی بات ہے۔ آپ اپنا ریوالور نکالیں اور اسے گولی مار دیں۔ قصّہ ختم ہو جائے گا۔"

"اوہ، یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں سے جانے نہیں دوں گا۔"

وہ تیزی سے اپنی الماری کی طرف گیا۔ اپنا ریوالور نکالنا چاہتا تھا کہ دوشیزہ نے کہا "ٹھیرو۔ ریوالور نکالنے سے پہلے یہ سن لو۔ میں مر جاؤں گی تو وہ زندہ رہے گی جسے تم نے مٹرک کے کنارے ایک بگڑی ہوئی کار کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ بھی مر جائے گی تو اسے دیکھو گے جسے تم نے شالامار باغ میں فوارے کے پاس دیکھا تھا۔ وہ مرجائے گی تو اسے دیکھو گے جو پھولوں کے جھرمٹ میں کھڑی ہوئی تھی۔ تم کس کس کو مارو گے؟"

"پہلے تمھیں ماروں گا۔ اس کے بعد سوچوں گا۔"

"تو پھر شروع ہو جاؤ لیکن میرے مرتے ہی یہاں پولیس والے چاروں طرف سے تمھیں گھیر لیں گے۔"

وہ سینہ تان کر بولا "میں کوئی مجرم نہیں ہوں۔"

"تم مڈل مین ہو۔ وہ ایک دم سے چونک گیا۔" اور مڈل مین تھا رانا نام کمبیر بیدل ہے۔"

وہ پھر حیران اور پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے دونوں ملازموں سے کہا۔ "گدھو! کھڑے کھڑے میرا منہ کیا تک رہے ہو۔ کیا تم اس کی آواز بھی نہیں سن رہے ہو؟"

دونوں نے ایک ساتھ پوچھا "کس کی آواز؟"

"کیا تم اندھے ہونے کے ساتھ ساتھ بہرے بھی ہو گئے ہو۔ وہ میرے ساتھ باتیں کر رہی ہے۔"

حضور! آپ کے ساتھ کوئی باتیں نہیں کر رہی ہے۔ آپ ہمارے سامنے بڑبڑا رہے ہیں۔"

وہ غصّے سے دوڑتا ہوا آیا اور ان کی پٹائی کرنے لگا۔ وہ مار کھا رہے تھے اور گڑگڑا رہے تھے۔ دوشیزہ نے کہا "کھسیانی بلّی کھمبا نوچتی ہے۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے صرف ان کمزوروں پر غصّہ اتار سکو گے۔"

کمبیر بیدل نے انھیں دھکے دیتے ہوئے کہا "نکل جاؤ۔ اس کمرے سے۔"

وہ دونوں بھاگتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ اس نے الماری کی دراز میں سے ریوالور نکالا۔ پھر لڑکی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ مجھے سچ سچ بتا دو تم کون ہو اور مجھے کیسے جانتی ہو؟"

کمبیر بیدل! میں وہ ہوں جسے نہ تمھارے آدمی دیکھ سکتے ہیں۔ نہ سن سکتے ہیں، نہ چھو سکتے ہیں۔ تم اپنی آنکھوں سے تماشا دیکھ چکے ہو، یہ مت پوچھو کہ تمھیں کیسے جانتی ہوں۔ اس کا جواب دینا میں ضروری نہیں سمجھتی۔"

"تو پھر تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جاؤ گی۔" یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کے ٹریگر کو دبایا۔ کھٹ کی آواز آئی لیکن دھماکا نہیں ہوا۔ گولی نہیں چلی۔ گولی کی آواز کے بجائے اس کی مترنم ہنسی کمرے کی فضا میں گنگنانے لگی۔

اس نے ریوالور کو تعجب سے دیکھا۔ پھر دوشیزہ کی طرف دیکھا۔ کیا الو کی طرح دیکھ رہے ہو۔ کیا تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو۔ میں تمھارے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ تم نے غصّے میں الماری کو کھولتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ الماری پہلے سے کیسے کھلی ہوئی تھی اور اگر کھلی ہوئی تھی تو پھر اس ریوالور کا چیمبر کیسے بھرا ہوا رہ سکتا تھا۔"

یہ سنتے ہی کمبیر بیدل کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ فوراً خیال آیا کہ الماری کے اندر اس کی بہت سی اہم دستاویزات اور ایسی چیزیں رکھی ہوئی ہیں جو اس کے جرائم پر پردہ اٹھاتی ہیں۔ اسے ایک بین الاقوامی دلال ثابت کرتی ہیں۔"

وہ فوراً ہی پلٹ کر الماری کے ایک خانے سے کپڑوں کو نکال کر باہر پھینکنے لگا۔ اس الماری کے پچھلے حصّے میں ایک اور چور خانہ تھا۔ جہاں وہ اہم دستاویز رکھی ہوئی تھیں۔ اسی وقت "دوشیزہ کی آواز سنائی دی" فضول ہے مڈل مین جن چیزوں کی تلاش ہے وہ میری ہمزاد لے گئی ہے۔"

اس نے پلٹ کر اسے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کن چیزوں کی بات کر رہی ہو؟"

"مجھ کے ذریعے تم ہو دیوں کے چمچے" ثابت ہو سکتے ہو اور وہ مائیکرو فلم بھی جسے تم اپنے ہی ملک ہند و نشان سے چرا کر لائے ہو اور اسے دوسرے ملک کے ہاتھوں بیچنا چاہتے ہو۔"

وہ غصّے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "وہ میرا سرمایہ کہاں ہے وہ؟"

"میں نے کہا نا وہ میری ہمزاد کے پاس ہے۔ اِدھر تم مجھے قتل کرو گے اُدھر تمھاری ہلاکت کا سامان ہو گا۔ اگر تم یہاں اسی طرح بہروپیے بن کر رہنا چاہتے ہو تو میں تمھارے راستے میں نہیں آؤں گی۔ تم میرے راستے میں نہ آؤ۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگی۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازے کی طرف گئی۔ اس نے کہا "جب تم میرے راستے میں نہیں آؤ گی تو پھر میری چیزیں واپس دے دو پلیز۔ تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اگر اس کا معاوضہ چاہتی ہو تو میں دینے کے لیے تیار ہوں۔"

وہ دروازہ کھول کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "جب میں ضروری سمجھوں گی تو سودا ہو گا۔ ابھی انتظار کرو۔"

یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ کمبیر بیدل چند لمحوں تک کھڑا اُدھر دیکھتا رہا۔ پھر جلدی سے آگے بڑھا۔ اس وقت تک وہ کوٹھی سے باہر نکل گئی تھی۔ وہ بھی تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کے باہر پورچ میں آیا۔ وہ بلٹ پروف گیٹ کی طرف جا رہی تھی۔ بین گیٹ بند تھا۔ باہر چوکیدار کھڑا ہوا ہو گا۔ اس نے وہاں پہنچ کر دستک دی۔

دوسرے ہی لمحے گیٹ کھل گیا۔ اس دوشیزہ نے گیٹ کو پوری طرح کھول دیا۔ باہر کھڑا ہوا چوکیدار حیرانی سے گیٹ کو کھلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ دوشیزہ اس سے کترا کر چلی گئی۔ اُدھر کمبیر بیدل تیزی سے چلتا ہوا چوکیدار کے پاس آیا۔ چوکیدار نے کہا "حضور! پتہ نہیں کیا بات ہے۔ ابھی مجھے اس گیٹ پر کھٹک کھٹک کی آواز سنائی دی۔ میں نے کھولا تو کوئی نظر نہیں آیا بلکہ یہ گیٹ اور زیادہ کھلتا چلا گیا۔"

کمبیر بیدل اس کی بات سن رہا تھا اور اس کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ سامنے ہی سڑک پر ایک سفید رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیور نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ دوشیزہ وہاں جا کر بیٹھنے لگی۔ کمبیر بیدل نے فوراً ہی چوکیدار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "وہ دیکھو! اس کار کا پچھلا دروازہ ڈرائیور نے کھولا ہے۔ وہاں ایک لڑکی پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھ رہی ہے۔ کیا تمھیں نظر نہیں آ رہا ہے؟"

چوکیدار نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں صاحب! یہ تو دکھائی دے رہا ہے کہ گاڑی کے ڈرائیور نے پچھلا دروازہ کھولا

ہے اور پھر بند کر دیا ہے مگر آپ کس کی بات کر رہے ہیں کون وہاں جا کر بیٹھ رہی ہے؟"

کبیر بیدل دوڑتا ہوا کار کی طرف گیا۔ اس وقت تک کار اسٹارٹ ہو چکی تھی۔ آگے بڑھنے والی تھی۔ اس نے ہاتھ ہلا کر کہا "ہیڈو۔ رک جاؤ" ڈرائیور نے سر جھکا کر کھڑکی کے باہر کبیر بیدل کو دیکھا۔ وہ بھاگتا ہوا قریب آیا۔ پھر اس نے ڈرائیور سے پوچھا۔ "کیا تمہیں یہ عورت نظر آ رہی ہے جو پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی ہے اور جس کے لیے ابھی تم نے دروازہ کھول کر بند کیا ہے؟"

ڈرائیور نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا تم کوئی پاگل ہو؟ یہ میری مالکہ ہیں۔ بھلا مجھے نظر کیوں نہیں آئیں گی۔"

کبیر بیدل نے حیرانی سے دوشیزہ کی طرف دیکھا — وہ اپنی ایک چٹکی میں ایک سیاہ موتی کو دبائے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ وہ پھر ڈرائیور کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "بڑی حیرانی کی بات ہے میرے کسی بھی ملازم کو یہ نظر نہیں آ رہی ہے۔"

ڈرائیور نے سر ہلا کر کہا "آج سے پہلے تمہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔"

"ہاں نظر نہیں آ رہی تھی۔"

"اب نظر آ رہی ہے؟"

"ہاں یہی تو کہہ رہا ہوں۔ اب نظر آ رہی ہے۔"

ڈرائیور نے پوچھا "تو پھر اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟"

"بھئی کتنی سی بات؟"

"یہی کہ جس کی موت آتی ہے اسی کو موت نظر آتی ہے۔"

یہ کہتے ہی گاڑی آگے بڑھ گئی۔ پھر تیز رفتاری سے دور ہوتی چلی گئی۔ وہ مٹھیاں بھینچ کر دانت پیس کر رہ گیا۔ ایک لڑکی کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ آخر وہ کیسے کچھ بگاڑ سکتا تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑتے ہی جیسے بچھو نے ڈنک مارا تھا۔ الماری سے ریوالور نکالا تو اس کا چیمبر خالی تھا۔ سوڈیا جو اس کا باڈی گارڈ تھا۔ وہ مدہوش پڑا ہوا تھا۔

وہ غصے میں چلتا ہوا کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوا۔ پھر انیکسی میں پہنچا۔ وہاں اس کا باڈی گارڈ بستر پر اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ اس نے قریب پہنچ کر اسے زور کی ایک لات ماری۔ اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر اس نے اس کے سر کے بالوں کو پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا جس کے نتیجے میں اس کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی پھر خاموشی چھا گئی تھی۔ اسے مخاطب کر کے یا اس کی پٹائی کرنا حماقت تھی۔ اس پر کچھ اثر نہ ہوتا۔

وہ وہاں سے چلتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آیا۔ وہ [illegible] کے ذریعے ہیوی نواز سفارت خانے سے رابطہ قائم کر [illegible] تھا۔ اس کے دل میں دہشت بیٹھ گئی تھی اسکے جرائم [illegible] پہلے ہاتھوں میں پہنچ گیا تھا۔ اب وہ یہاں نہیں [illegible] یہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔

بیڈ روم میں پہنچتے ہی عقل آ گئی۔ اس نے سوچا کہ سفارت خانے والوں سے اس دوشیزہ کے متعلق باتیں گا تو گڑبڑ ہو جائے گی اس دوشیزہ سے اپنے جرائم کے کا سودا ہو سکتا تھا۔ ویسے بھی کاہال تنظیم کو پتہ چل جائے کے ایک ایجنٹ کی تمام کمزوریاں ایک لڑکی کے ہاتھوں چلی گئی ہیں تو وہ تنظیم والے اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

وہ سوچتا رہا اور ٹہلتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اسے روم کی طرف سے اشارہ موصول ہوا۔ وہاں ٹرانسمیٹر رکھا ہوا وہ باتھ روم میں آیا۔ پھر ٹرانسمیٹر سے موصول ہونے والی کو سننے لگا۔ اسے بتایا جا رہا تھا "فرہاد اور سونیا کی شادی والی ہے۔ یہ اطلاع درست ہے تو یقیناً فرہاد شادی کے لاہور پہنچے گا۔ جب بھی اس اطلاع کی تصدیق ہو گی اور اس جانے کے متعلق معلومات حاصل ہوں گی تو ہم تمہیں اطلاع دیں گے۔ بہرحال ہوشیار رہو۔ فرہاد کسی نہ کسی دن وہاں پہنچے گا سامی کو اس سے پہلے وہاں پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔ ان کے منصوبے کے مطابق فرہاد پاکستان پہنچے اس پر دو طرف سے دباؤ ڈالا جائے گا۔ ایک طرف اس کی شاہینہ سے جس پر کالے جادو کا عمل کرایا جا رہا ہے۔ دوسری طرف اس کی پہلی محبت سامی ہے۔ اسے بھی نقصان پہنچے گا تب فرہاد اور سونیا اس خفیہ فائل کو لانے پر مجبور ہو جائیں گے اگر انھوں نے ایسا نہ کیا تو فرہاد کے سامنے پہلے شاہینہ اور پھر سامی کو قتل کیا جائے گا۔

❁

کبیر بیدل کا دماغ میرے سامنے ایک کتاب کی طرح کھلا ہوا تھا اور میں اسے پڑھ رہا تھا، اچانک سعید صاحب کی آواز نے چونکا دیا "بھئی کب تک خیال خوانی کرتے رہو گے کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ۔ کیا معلومات حاصل ہو رہی ہیں؟"

میں نے سونیا کو سوچ کے ذریعے مخاطب کرتے ہوئے "میں زبان سے سعید صاحب کو کبیر بیدل کے متعلق تمام باتیں بتا رہا ہوں اور تم سوچ کے ذریعے سنتی رہو گی۔"

اس نے کہا "ذرا چھیڑو فرہاد۔ ابھی شاہینہ اور سامی پاس بیٹھی ہوئی ہیں ان سے کوئی بہانہ کرتی ہوں؟"

اس نے شاہینہ سے کہا "میں باتھ روم سے ہو کر ابھی آتی ہوں یہ کہہ کر وہ باتھ روم میں آئی۔ پھر اندر سے دروازے کو لاک لگاتے ہوئے کہا "ہاں اب بولو۔"

میں سعید صاحب کو کبیر بیدل سے جتنی معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ وہ سب کچھ بتانے لگا۔ سونیا نے تمام باتیں سمجھ لینے کے بعد کہا "فرہاد! کافی معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ وہ دوشیزہ یقیناً بہت پُراسرار بھی ہے اور چالاک بھی ہے۔ ہم اس کے متعلق بعد میں باتیں کریں گے۔ پہلے تم اپنا ایک فرض ادا کرو۔ تم نے ابھی تک سائرہ بانو سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔ یہ بری بات ہے۔ وہ ہماری بزرگ ہیں تم انھیں تسلی دو کہ فرہاد جلد ہی ان سے آ کر ملے گی اور ہم اسے پہلے کی طرح دوست بنائے رکھنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔"

سعید صاحب نے مجھ سے پوچھا "تم کیا کہتے ہو۔ کیا اس مسئلے کو حراست میں لے لیا جائے؟"

"فی الحال ایسا کرنا چاہیے لیکن میں یہ بتا چکا ہوں کہ اس کے پاس جرائم کے جتنے ثبوت تھے۔ اب وہ اس پُراسرار دوشیزہ کے پاس ہیں۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولے "ہاں ثبوت کے بغیر ہم یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ اسی شخص کے حکم پر ہمارے ہاں سے خفیہ فائل چرانے کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔"

میں نے کہا "سعید صاحب....."

انھوں نے مجھے ٹوکتے ہوئے کہا "یار! کتنی بار سمجھایا ہے کہ یہ سعید صاحب والا تکلف نہ کرو۔"

"اس لیے کہ میں آپ کی دل سے بے حد عزت کرتا ہوں۔"

"یہ تو کوئی بات نہیں ہے جسے تم کہہ کر مخاطب کرتے ہو کیا تمہارے ماں باپ ان کے لیے عزت نہیں ہوتی۔ بلکہ اور زیادہ عزت ہوتی ہے بے تکلفی ہوتی ہے۔ اپنا پن ہوتا ہے۔"

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا "آپ کا اپنا پن تو صرف سلمیٰ سے ہو گا۔"

وہ ذرا جھینپ گئے۔ ذرا مسکرائے۔ پھر کہنے لگے "اسی طرح تھوڑا تعاون حاصل رہا تو سلمیٰ میری ہو جائے گی۔ پھر میں لگے کے لحاظ سے بھی تمہارے اور خاشینہ کے بہت قریب آ جاؤں گا۔ اس لحاظ سے یہ آپ والا تکلف....."

میں نے بات کاٹتے ہوئے کہا "میں آپ کی ہر تمام باتیں مانتا ہوں بے تکلفی سے اپنا پن ظاہر ہوتا ہے لیکن میں آپ کو آپ اس لیے کہتا ہوں کہ آپ صرف سعید احمد نہیں ہیں آپ میرے ملک کے ایک بہت بڑے ذمے دار اور فرض شناس افسر ہیں۔ میں اس افسر کی عزت کرتا ہوں اس عہدے کو سلام کرتا ہوں۔"

وہ بے بسی سے بولے "اگر سلمیٰ نے بھی دور ہی سے سلام کیا تو میرا کیا ہو گا؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ دیکھیے جیسے اسپورٹس مین اسپرٹ ہوتی ہے اسی طرح آپ محبوب والی اسپرٹ پیدا کریں۔ اس سے قریب ہونے کی کوشش کریں۔ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اندر جائیں اس سے باتیں کرنے کا موقع نکالیں۔"

"کیسے جاؤں سلمیٰ سے یا اس کے خاندان والوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو تمہارے دوست کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں۔"

"تو پھر دوست کی حیثیت سے جائیے اور میری شادی کی بات چھیڑیے۔ ان کے درمیان یہ بحث شروع کر دیں کہ میری اور سونیا کی شادی کب ہو گی وہ بحث میں الجھ جائیں تو سلمیٰ کو اشارے سے باغ میں ملنے کے لیے کہہ دیں۔"

"بھئی کیسی ماں کھلانے والی باتیں کرتے ہو۔ ابھی تو ابتدا ہوئی ہے۔ وہ بہت شرماتی ہے۔ بڑے رکھ رکھاؤ والی لڑکی ہے میرے اشارے کا برا مان گئی تو کیا ہو گا؟"

"آپ آفیسر ہی رہتے تو اچھا رہتا، خواہ مخواہ محبوب بن رہے ہیں۔ جائیے میں اس سلسلے میں مدد کروں گا۔ آپ جب چاہیں گے میں سلمیٰ کو باغ میں پہنچا دوں گا۔"

انھوں نے خوش ہو کر مجھ سے ہاتھ ملایا اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی میں نے سائرہ بانو سے رابطہ قائم کیا۔ وہ اپنی بہن اور بہنوئی کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے علاوہ دو بدمعاش قسم کے دار بھی تھے ان کے بہنوئی کہہ رہے تھے "اگر آپ فرہاد سے ملنے چلی جاتیں تو بہتر ہوتا۔ دیکھیے اس وقت ایک بجنے والا ہے۔ فرہاد صاحب کو یہاں آنا ہوتا تو وہ اب تک آ چکے ہوتے۔"

سائرہ بانو نے کہا "اس کے ساتھ بڑی مجبوریاں ہوتی ہیں وہ بہت سے مسائل میں گھرا رہتا ہے۔ جب بھی اسے فرصت ملے گی وہ میرے پاس ضرور آئے گا۔"

ایک نوجوان لڑکی نے کہا "آنٹی! آپ تو بلاوجہ ضد کر رہی ہیں۔ ہمارا کتنا دل چاہ رہا ہے کہ فرہاد صاحب کو دیکھیں مگر آپ وہاں چلتی ہی نہیں ہیں۔"

سائرہ بانو نے کہا "تم ابھی ناداں ہو۔ ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتیں۔ خواہ مخواہ ضد نہ کرو۔"

مجھے ان کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ خود آ کر کہیں نہیں ملنا چاہتیں دراصل شاہینہ کا گھر اس وقت شادی کا گھر بنا ہوا تھا اور خوشادی ہماری ہو رہی تھی اس کے حوالے سے ان کی بیٹی مرجانہ کی بربادی ہو رہی تھی وہ یہ سمجھ رہی تھیں کہ مرجانہ کی ضد مناسب نہیں ہے لیکن اپنی اولاد کی ضد نامناسب بھی تو نہیں لگتی۔

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ شاہینہ اور زبیر انیکسی میں آئے تھے۔ وہ کہنے لگی: "بھائی جان! آپ یہاں آ کر بیٹھ گئے ہم وہاں انتظار کر رہے ہیں۔ چلیے، کھانا لگایا جا رہا ہے۔ پہلے کھانا کھا لیجیے۔"

میں نے اٹھ کر ان کے ساتھ چلتے ہوئے سعید صاحب کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ اس وقت سلمیٰ کے چھوٹے سے اسٹوڈیو میں تھے اور اس کی بنائی ہوئی تصویروں کو دیکھتے ہوئے اس سے باتیں کر رہے تھے۔ میں نے ان کے دماغ سے بیگم بخاور کی آواز سنی: "وہ ڈرائنگ روم سے اپنی بیٹی کو پکار کر کہہ رہی تھیں: "سلمیٰ! سعید صاحب کو یہاں لے آؤ، کھانا لگایا جا رہا ہے۔"

دوسرے افسروں اور مسلح جوانوں کے لیے انیکسی میں کھانا بھیجا جا رہا تھا۔ ہم سب ڈرائنگ روم میں جمع ہو گئے اور میز کے اطراف بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ کھانے کے دوران خوب مزے کی باتیں ہوتی رہیں لیکن بے چاری سونیا اس وقت بھی غیر حاضر رہی۔ اسے اس وقت بھی پردہ کرایا گیا۔ شاہینہ نے کہا: "بھائی جان! آپ فکر نہ کریں۔ ہم بھابی کو بھوکا نہیں رکھیں گے۔ آپ دیکھ لیجیے ہیں کہ میں اور سلمیٰ آپ لوگوں کو کھلا رہے ہیں۔ خود نہیں کھا رہے ہیں اس لیے کہ آپ لوگوں کے بعد بھابی کے ساتھ کھائیں گے۔"

کھانے کے بعد میں نے کہا: "سعید صاحب! میں سائرہ بانو سے ملنے کے لیے جا رہا ہوں۔"

انھوں نے کہا: "میں آپ کے لیے حفاظتی انتظامات کر دیتا ہوں۔"

"آپ ایسا نہ کریں۔ آخر کب تک میرے لیے ایسے انتظامات کیے جائیں گے۔ یوں بھی میں کوئی سرکاری عہدے دار نہیں ہوں ہاں جب ہماری شادی کا وقت قریب آئے گا تو اس وقت ایسے انتظامات کی ضرورت ہوگی۔"

بخاور نے کہا: "بیٹے! آج شادی کا دن مقرر ہو جانا چاہیے۔"

میں نے فوراً ہی سوچ کے ذریعے سونیا سے پوچھا: "تمھارا کیا خیال ہے شادی کی تاریخ کب مقرر کی جائے؟"

شادی کسی وقت بھی ہو سکتی ہے لیکن یہ مناسب نہیں

لگتا کہ مرجانہ کا کوئی سراغ نہ ملے اور ہم خوشیاں منائیں اور وہاں دکھی ہوں گی۔ ہمیں کم از کم ایک ہفتے تک مرجانہ کی کا انتظار کرنا چاہیے۔"

میں وداعی طور پر ڈرائنگ روم میں حاضر ہو گیا۔ نے مسکرا کر پوچھا: "کہاں چلے گئے تھے؟"

میں نے جھینپ کر کہا: "جی کہیں نہیں۔ بس مشورہ تھا کہ شادی کی تاریخ کب مقرر کی جائے؟"

شاہینہ نے آنکھیں دکھا کر پوچھا: "آپ کس سے لے رہے تھے؟"

"بھئی، سائرہ بانو سے مشورہ لے رہا تھا۔ وہ کہہ کہ پہلے میرے پاس آؤ۔ مجھ سے باتیں کرو۔ اس کے بعد کی تاریخ مقرر ہوگی۔"

شاہینہ مطمئن ہو گئی۔ میں نے منصور سے کہا: "منصور تم تو سائرہ بانو کی رہائش گاہ جانتے ہو، مجھے وہاں لے چلو۔"

منصور خوشی سے تیار ہو گیا۔ اس نے باہر جا کر کار نکالی۔ پھر ہم دونوں اس میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو میں نے سائرہ بانو کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "آپی السلام علیکم پہلے تو وہ گم صم رہیں۔ پھر جلدی سے بولیں: "وعلیکم فرہاد کیا تم ہو؟"

"ہاں آپی! میں ہوں۔ یہاں آتے ہی بہت زیادہ ہو گیا۔ اب آپ کے پاس آ رہا ہوں۔ اس وقت راستے میں ہوں بس پہنچنے ہی والا ہوں۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ اپنی بہن اور سے کہا: "فرہاد میاں آ رہے ہیں۔ آؤ، ہم کوٹھی کے باہر میں چلیں۔"

منصور نے کہا: "بھائی جان! آپ کو اور سونیا بھابی دیکھ کر میرے دل میں بڑا جوش اور جذبہ پیدا ہوتا ہے آپ میرے دماغ میں جھانک کر دیکھیں۔ میں کبھی خطرات سے گھبراتا اور میرے حوصلے ہر حال میں بلند رہتے ہیں۔ آپ بڑے بھائی ہیں کیا مجھے اپنی ٹیم میں شامل نہیں کریں گے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "تم میرے چھوٹے بھائی لیکن یہ تو بتاؤ کہ میری ٹیم ہے کہاں؟"

"واہ، کیوں نہیں ہے سونیا بھابی ہیں۔ رسونتی بھابی ہیں اور وہ مرجانہ ہے اور، اور سنا ہے کہ کوئی سالی بھی آ رہی ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "کیا تم نے کبھی یہ سنا ہے کہ مرغے کو انڈوں کی ٹیم بنائی ہو؟"

اس نے چند لمحوں تک سوچا۔ پھر کہا: "آپ نے بنائی تو نہیں ہے لیکن حالات نے بنا دی ہے اور وہ بھی ایسی ٹیم ہے جو بڑی بڑی خطرناک تنظیموں پر بھاری ہے۔"

"منصور! ٹیم یا جماعت یا تنظیم کی ایک تعریف یہ ہے کہ اس کا ایک سربراہ ہوتا ہے اور اس سربراہ کے احکامات ماننے والے ہوتے ہیں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو سربراہ کو مشورے دیتے ہیں اور وہ ان کے مشوروں پر عمل کرتا ہے لیکن ہمارے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہیں ہے۔ میری نہ تو کوئی ٹیم ہے۔ نہ میں سربراہ ہوں کبھی سونیا کا دل چاہتا ہے تو وہ میری مرضی کے خلاف یا مجھ سے مشورہ لیے بغیر بھی کوئی قدم اٹھا لیتی ہے یا کسی مسئلے میں الجھ جاتی ہے۔ رسونتی کا بھی یہی حال ہے۔ جب چاہتی ہے میری فرمانبردار بن جاتی ہے اور جب چاہتی ہے اپنے لیے الگ کسی راہ کا تعین کر لیتی ہے۔ مرجانہ کی مثال بھی تمھارے سامنے ہے میں کسی پر زور نہیں دیتا۔ کسی پر زبردستی اپنا حکم نہیں چلاتا۔ ہم ایک مزاج ہو کر ایک خیال ہو کر کسی مرحلے سے گزرتے ہیں تو دنیا والے اسے ہماری ایک ٹیم سمجھتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ یہ ٹیم پھر کسی وقت منتشر ہو جاتی ہے۔"

"میں آپ سے ایک ذاتی قسم کا سوال کروں؟"

"ہاں ضرور۔"

"آپ کی ساتھیوں میں سب سے زیادہ آپ کو عزیز کون ہے یا آپ سب سے زیادہ کس سے متاثر ہیں اور سب سے زیادہ کس پر اعتماد کرتے ہیں؟"

میں نے کہا: "سونیا کو ایک طرف رکھ دو۔ اس کا مقابلہ کسی سے نہ کرو۔ باقی میری زندگی میں جو بھی ساتھی ہیں، کچھ آتے رہتے ہیں کچھ جاتے رہتے ہیں میں ان سب کا احسان مند ہوں۔ انھوں نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی محبت اور اپنے اپنے تعاون کا بھرپور ثبوت دیا ہے۔"

"آنٹی سائرہ کا مکان قریب آ رہا ہے۔ میں جلدی سے ایک اور سوال پوچھ رہا ہوں۔ آج ہمارے گھر میں اس پُراسرار دوشیزہ کا بڑا ذکر ہو رہا ہے۔ بڑی بچیاں ہو رہی ہیں لیکن آپ بہت ہی طمطراق نظر آ رہے ہیں۔ کیا آپ اس دوشیزہ تک پہنچنا نہیں چاہتے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "نہیں انکل آپ بتائیں میں کیا سوچ رہا ہوں؟"

دوسری لڑکی نے کہا: "نہیں پہلے میرے دماغ میں آئیے۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کیا لگتا ہے۔"

ایک طرف سے ایک لڑکے نے کہا: "کیا تم لوگوں

منصور نے حیرانی سے پوچھا: "آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سونیا بھابی ابھی پردے میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ دلھن بننے والی ہیں کیا ایسے میں وہ اس پُراسرار دوشیزہ تک پہنچ جائیں گی؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم تو شاہینہ کی خوشیوں کا احترام کر رہے ہیں اور یوں بھی اس دوشیزہ تک پہنچنے کی کوئی جلدی نہیں ہے کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ وہ ہماری حمایت میں ہی کام کر رہی ہے۔"

ہم اس کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے۔ جہاں سائرہ بانو کا قیام تھا وہ باہر ہی برآمدے میں اپنے رشتے داروں کے ساتھ کھڑی تھیں۔ کار کو رکتے دیکھ کر سب مین گیٹ کی طرف آنے لگے۔ میں کار سے باہر نکلا اور سائرہ بانو کے پاس پہنچ کر ان کے سامنے جھکتے ہوئے کہا: "آپی! میں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہو گیا ہوں۔"

وہ میرے سر پر ہاتھ پھیر کر دعائیں دینے لگیں۔ پھر انھوں نے میری پیشانی کو چوم کر کہا: "اندر آؤ، آس پاس کی کوٹھیوں میں نہ جانے یہ بات کیسے پھیل گئی کہ آج تم یہاں آنے والے ہو۔ سبھی جیسے تمھارے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

میں ان کے ساتھ چلتا ہوا کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں آیا۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں میرے قریب آنے کی کوشش کر رہے تھے اور طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ کچھ ہنس رہے تھے کچھ سرگوشیاں کر رہے تھے۔ پیچھے سے ایک لڑکے کی دھیمی آواز سنائی دی: "یہ تو ہمارے ہی جیسے ہیں۔"

دوسرے لڑکے نے جواب دیا: "تم کیا سمجھ رہے تھے فرہاد انکل کے دو سر ہوں گے یا ایک میں آدمی کا دماغ ہوگا۔ ایک بڑی ٹیلی پیتھی کی مشین ہوگی۔"

اس بات پر اس کے آس پاس والے لڑکے لڑکیاں ہنسنے لگے۔ میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سب لوگ آس پاس بیٹھنے لگے جسے جگہ نہیں ملی وہ صوفے کے پیچھے کھڑے ہو کر مجھے دیکھنے لگے۔ سائرہ بانو نے کہا: "بچو! گھیرنا نہ لگاؤ۔ میں فرہاد میاں سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

ایک لڑکے نے کہا: "نہیں آنٹی! پہلے ہم انکل سے باتیں کریں گے۔ پھر آپ کو باتیں کرنے کی اجازت دیں گے۔"

ایک لڑکی نے کہا: "انکل آپ بتائیں میں کیا سوچ رہی ہوں؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "جس شہر میں سونیا ہو۔ اس شہر میں کوئی پُراسرار شخص رہ جائے یہ ممکن نہیں ہے۔ تم نہیں جلنتے۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی سمیت ایک بار پُراسرار بننے کی کوشش کر چکا ہوں لیکن وہ مجھے ٹیلی پیتھی کے آہنی پردے کے نیچے سے نکال لائی تھی۔"

نے انکل کو خرید لیا ہے۔ ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ نہیں انکل پہلے میری سوچ پڑھ کر بتائیے۔"

میں نے ہاتھ اٹھا کر سب لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارا کرتے ہوئے کہا۔ "میں سب ہی کی سوچ پڑھ لوں گا اور سب ہی کی خواہش پوری کر دوں گا لیکن پہلے اچھی طرح اس بات پر غور کر لو اگر میں نے کسی کا چھپا ہوا راز آشکارا کر دیا تو اس محفل میں اس کی پوزیشن کیا ہوگی؟"

لڑکیاں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں۔ ایک لڑکے نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "میرے ماند کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ انکل یہ لڑکیاں گفتنی ہوتی ہیں۔ اپنے دلوں میں بہت سی باتیں چھپا کر رکھتی ہیں۔ ہم تو بہت صاف گو ہیں۔"

میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر آنکھیں بند کر لیں۔ سب خاموش ہو گئے۔ پھر تقریباً آدھے منٹ بعد آنکھ کھول کر میں نے اس لڑکے سے کہا۔ "تمہارا نام رفیع احمد ہے۔ تم نے شازیہ سے یہ بات کیوں چھپائی کہ پہلے تم فرحانہ سے محبت کرتے تھے فرحانہ نے تمہیں لفٹ نہیں دی تو شازیہ کی طرف چلے آئے۔"

اچانک ایک لڑکی اچھل کر کھڑی ہو گئی اور غصے سے رفیع احمد کو دیکھنے لگی۔ وہ شازیہ تھی۔ رفیع احمد نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "انکل! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ کیسی سوچ پڑھ رہے ہیں میں نے تو بات اصل میں یہ ہے کہ....."

شازیہ نے کہا۔ "ہاں ہاں اور جھوٹ بولو تم دنیا والوں سے چھپ سکتے ہو مجھے بے وقوف بنا سکتے ہو میرے ماں باپ کو بھی بے وقوف بنا سکتے ہو مگر انکل سے کیسے باتیں چھپاؤ گے؟"

میں نے کہا۔ "شازیہ! اپنی جگہ بیٹھ جاؤ۔ تم سب اچھی طرح سن لو کہ ہر انسان میں کوئی خامی ہوتی ہے۔ کوئی کمزوری ہوتی ہے۔ اس کے اندر جانے کتنے بھید ہوتے ہیں اگر میں یہاں تم سب کے دماغ میں جھانکنا شروع کر دوں تو تم لوگوں کی خوبیوں کے ساتھ خامیاں بھی سامنے آئیں گی۔ اگر تم لوگ یہ کہو کے کہ صرف خوبیاں سامنے آئیں تو پھر دماغ کے اندر جھانکنے کا فائدہ کیا ہے؟ خوبیاں تو اوپر سے نظر آ ہی جاتی ہیں۔ میری ایک بات گرہ میں باندھ لو اور ہمیشہ یاد رکھو۔ چاہے تم کتنے ہی پارسا اور ایمان دار ہو لیکن یہ دعویٰ کبھی نہ کرو کہ تمہارے اندر کوئی خامی نہیں ہے۔ تمہارے خیالات میں کوئی کمزوری نہیں ہے اگر کوئی خامیوں سے اور کمزوریوں سے اور عیبوں سے پاک ہے تو وہ صرف خدا کی ذات ہے۔"

سائرہ بانو نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آؤ بیٹے! ہم دوسرے کمرے میں چلیں۔ یہ بچے پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

میں ان کے ساتھ دوسرے کمرے میں آ گیا۔ انھوں نے مجھے بیٹھنے کے لیے کہا اور دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ پلنگ کے سرے پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔ "سونیا نے مجھے تمہارے تمام حالات بتائے ہیں۔ بڑا دکھ ہے۔ وہ لڑکی بہت ضدی ہے۔ میرے سامنے تو میں اپنی ممتا کا واسطہ دے کر اسے سمجھا دیتی۔"

"امی! تب بھی وہ نہ سمجھتی۔ دشمنوں نے اسے اتنی چالاکی سے میرے خلاف بھڑکایا ہے کہ وہ مجھے اپنا سب سے بدترین دشمن سمجھنے لگی ہے۔ اس کی سوچ کی انتہا یہ ہے کہ کہیں سے پہنچنے کے لیے وہ مجھے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی ہے۔"

سائرہ بانو نے دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں کانوں کو پکڑ کر کہا۔ "توبہ! اللہ اسے عقل دے۔ بیٹا تم نے ہم پر جو احسان کیے ہیں ہم اسے کبھی بھلا نہیں سکتے۔ وہ نادان ہے میری طرف سے اسے معاف کر دو۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں ہم آج بھی اس کے دشمن نہیں ہیں۔ آئندہ بھی اسے دوست بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے لیکن آپ یہ تو سوچیں جب اس کا برین واش ہو گا جب یہودی اپنے خیالات اور نظریات اس کے دماغ میں ٹھونسیں گے اور اس کے دماغ کو اپنے طور پر استعمال کے لیے ممکن حربے استعمال کریں گے تو پھر وہ لڑکی کس طرح ہماری بن سکے گی۔ میں نہیں سمجھتا کہ برین واش کے بعد وہ آپ کی بات بھی مان سکے گی۔ نہیں وہ تو بالکل ہی باغی بن کر سامنے آئے گی۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولیں۔ "بیٹے کبھی وہ میرے بس میں نہیں تھی۔ میں اس سے ملنے کی دعائیں مانگتی تھی۔ برسوں بعد وہ مجھ سے ملی تو میں سوچنے لگی کہ اس کے لیے دنیا جہان کی تمام خوشیاں خرید لوں گی میرے پاس اتنی دولت ہے جسے میں ظاہر کر دوں تو اس دنیا کی کم از کم تیسری دولت مند عورت کہلاؤں گی۔ میں اس کے لیے کیا نہیں خرید سکتی لیکن افسوس سونیا بہت مہنگی ہے۔ میں اپنی تمام دولت سے اسے خرید نہیں سکتی۔ نہ تم اسے چھوڑ سکتے ہو۔"

"آپ اچھی طرح سمجھ سکتی ہیں دل کے سودے دولت سے نہیں ہوتے۔ یہ اپنی اپنی مرضی اپنی اپنی پسند ہوتی ہے سونیا میرے سوا کسی دوسرے کو اپنی محبت نہیں دے سکتی مرجانہ خواہ مخواہ ضد کر رہی ہے۔ قدرت بھی اس کے خلاف ہے۔ اس کی تبدیلی ایک مرحلے پر رک گئی ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اسے ایسی دوائیں استعمال کرنی چاہئیں جو اسے عورت پن کی طرف واپس لے جائیں لیکن وہ نہ تو ڈاکٹروں کے مشورے

کو مانتی ہے نہ قدرت کی مرضی کو سمجھتی ہے اور نہ ہی سونیا کے دل و دماغ کو سمجھنا چاہتی ہے پھر اسے کون سمجھا سکے گا؟"

وہ مجھے بڑی ہی مجبور نظروں سے دیکھ رہی تھیں پھر انھوں نے بھیگے ہوئے لہجے میں کہا۔ "بیٹے! ایک بات مانو گے؟"

"ہم آپ کی ہزار باتیں مانیں گے۔ آپ حکم دیں۔"

"ابھی تم نے کہا ہے کہ قدرت بھی مرجانہ کے خلاف ہے اس کی تبدیلی رک گئی ہے۔ وہ عورت پن کی طرف واپس آئے گی۔ قدرت سے وہ لڑ نہیں سکتی۔ اگر تم اسے بہلانے پھسلانے کے لیے اس کا دل لبھانے کے لیے اس کی ضد پوری کرنے کے لیے کچھ عرصے تک سونیا سے دستبردار ہو جاؤ۔ تمہارا یا سونیا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ ایک بچی گمراہ ہو گئی ہے وہ راہِ راست پر آ جائے گی۔"

میں نے سوچنے کے انداز میں سر کو جھکا لیا پھر سونیا کو مخاطب کیا۔ اسے سائرہ بانو کی یہ باتیں سنائیں اور کہا۔ "سونیا ان کی یہ بات دل کو لگتی ہے۔ جب وہ عورت سے مرد بن ہی نہیں سکتی اور عورت پن کی طرف واپس آئے گی تو پھر تمہارا اس سے کترانا بے معنی ہے۔ کیوں نہ ہم اس کا دل رکھنے کے لیے اس کی بات مان لیں اور کچھ عرصے کے لیے اپنی شادی ملتوی کر دیں۔ اسے اطمینان ہو جائے گا۔ پھر ہم آہستہ آہستہ اس کے دماغ میں یہ خیال مستحکم کریں گے کہ ہم اس کے اپنے ہیں۔ دشمن کبھی اپنے نہیں ہوتے۔"

سونیا نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "میری قسمت ہی ایسی ہے جس روز میں نے اسلام قبول کیا اس روز میں نے اللہ تعالیٰ سے پہلی دعا یہی مانگی کہ فرہاد میرا ہو جائے ساری دنیا کے سامنے میں فخر سے کہہ سکوں کہ میں اس کی شریکِ حیات ہوں لیکن اب یہ فخر حاصل نہیں ہوگا۔"

"سونیا! اللہ کی ذات سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اگر ہماری شادی میں کچھ عرصے کے لیے رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے تو شاید اس میں بھی ہمارے لیے کوئی بھلائی ہو۔"

"میں تھوڑی دیر کے لیے مایوس ہوتی ہوں لیکن ہمت نہیں ہارتی مگر تم شاہینہ کو کیسے سمجھاؤ گے؟ وہ خوشی سے دیوانی ہو رہی ہے شادی کی تیاریوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہے۔"

"ہاں شاہینہ کا ایک مسئلہ ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اسے کس طرح سمجھایا جا سکتا ہے۔ اچھا میں پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے سر اٹھایا اور اپنے سامنے بیٹھی ہوئی سائرہ بانو کو دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ نے بڑی اچھی بات کہہ دی ہے۔ ہمیں مرجانہ کو ایک نادان بچی سمجھ کر اسے بہلانا چاہیے۔ میں آپ کے مشوروں پر عمل کروں گا مگر یہ تو معلوم ہو کہ مرجانہ یہاں کب آئے گی؟"

سائرہ بانو نے مجھ سے نظریں چراتے ہوئے اور ذرا ہچکچاتے ہوئے دھیرے سے کہا۔ "آج صبح جمال صاحب نے پیرس سے فون کیا تھا۔ وہ مجھے بہت تسلیاں دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ مرجانہ کو یہاں پہنچنے میں تقریباً ایک ماہ لگ جائے گا۔"

"آپ نے یہ تو پوچھا ہوگا کہ مرجانہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟"

"ہاں پوچھا تھا۔ جمال صاحب کہہ رہے تھے مرجانہ سے ملاقات نہیں ہو رہی ہے لیکن جو لوگ مرجانہ کے حمایتی دوست اور ہمدرد بنے ہوئے ہیں وہ یقین دلا رہے ہیں کہ ایک ہفتے بعد مرجانہ سے جمال صاحب کی ملاقات کرائیں گے اور ایک ماہ بعد جمال صاحب مرجانہ کو لے کر پاکستان جا سکیں گے۔"

انھوں نے چند لمحوں تک خاموش رہ کر مجھے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "بیٹے! کیا تم اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے؟"

"میں نے کوشش کی تھی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ کی لہروں کو نہ پا سکا۔ وہاں بالکل سناٹا ہے۔ سناٹے سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کا دماغ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ خدا اسے سلامت رکھے وہ زندہ ہے لیکن ایسے عالم میں ہے جہاں جسم زندہ ہوتا ہے لیکن دماغ کے سوچنے سمجھنے اور محسوس کرنے کی قوتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ برین واشنگ میں یہی ہوتا ہے جس طرح ایک پکی ہوئی ہانڈی کو چولھے سے اتار کر اس کا کھانا نکال کر پھر اسے خالی کر دیا جاتا ہے۔ اس ہانڈی کو دھو کر صاف کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح مرجانہ کے دماغ کو صاف کر دیا گیا ہے۔ پھر دوسرے وقت اس ہانڈی میں جو کھچڑی پکائی جاتی ہے اسی طرح اب مرجانہ کے دماغ میں نئے خیالات اور نئے نظریات کی کھچڑی پکائی جائے گی۔ آپ کو یہ اطمینان رکھنا چاہیے کہ وہ زندہ سلامت ہے اور یہاں بخیریت واپس آئے گی۔"

ہم بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ میں انھیں تسلیاں دیتا رہا اور یقین دلاتا رہا کہ ہم ان کے مشورے پر عمل کریں گے اس کے بعد ہم کمرے سے باہر آئے۔ ڈرائنگ روم میں اسی طرح نوجوان لڑکے لڑکیاں اور اس خاندان کے بزرگ ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ ان میں منصور بھی بیٹھا ہوا تھا۔

میرے وہاں پہنچتے ہی تکلفات کی ٹرالی لائی گئی۔ میں نے تھوڑا سا ناشتہ کیا۔ چائے پی۔ پھر جانے کی اجازت چاہی۔

اس گھر کے بزرگ اصرار کرنے لگے کہ میں رات کا کھانا ان کے ساتھ کھاؤں۔ تمام بچے بھی ضد کرنے لگے۔ میں نے کہا۔ "دیکھیں میں یہ بات خود نہیں جانتا کہ ابھی یہاں ہوں تو تھوڑی دیر بعد تقدیر مجھے کہاں لے جائے گی یا کون سی مصیبت میرے سامنے آکر میرا راستہ بدل دے گی۔ اگر میں آج رات تک بخیریت لاہور میں رہا تو آپ کے ہاں نو بجے تک کھانے کے لیے آجاؤں گا۔ نہ آسکا تو میرے لیے دعائیں کیجیے گا۔"

میں اٹھ گیا۔ اسی وقت اس نوجوان لڑکے رفیع احمد نے کہا۔ "انکل! آپ نے تو میرا کباڑا کر دیا۔ یہ شازیہ مجھ سے ناراض ہے بلکہ ہمارے بزرگ ایک دوسرے سے ناراض ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ مجھے فراڈ سمجھ رہے ہیں۔ آپ میری سوچ پڑھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے شازیہ سے اگر فرحانہ کی بات چھپائی تھی تو اس میں میری نیک نیتی تھی۔"

میں نے مسکرا کر شازیہ کو دیکھا۔ پھر رفیع سے کہا۔ "تم نے سینہ ٹھونک کر یہ دعویٰ کیا تھا کہ تم بہت صاف گو ہو۔ اسی لیے میں نے تمہاری پول کھول دی۔ اگر صاف گوئی کا دعویٰ تھا تو ہزار مجبوریوں کے باوجود تم شازیہ کو اپنی پہلی محبت کا قصہ سنا دیتے لیکن تمہاری صاف گوئی باقی نہیں رہی۔ اس بات کو تسلیم کرتے ہو؟"

"جی ہاں" یہ میں تسلیم کرتا ہوں۔ آئندہ ایسے دعوے کبھی نہیں کروں گا۔"

میں نے شازیہ سے کہا۔ "اب تم سنو، میں نے اس وقت رفیع احمد کے دماغ کی پوری باتیں بیان نہیں کی تھیں یہ یقیناً تمھارے لیے بہت ہی پرخلوص ہے اور اس کی محبت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ اس نے اس لیے یہ بات چھپائی کہ ایک عورت دوسری عورت کا ذکر پسند نہیں کرتی۔ پھر یہ کہ فرحانہ نے رفیع کو لفٹ نہیں دی تو اس میں رفیع کی کوئی توہین نہیں ہوئی۔ تم اسے دوسرے پہلو سے سوچو کہ فرحانہ رفیع کی قدر نہ کر سکی۔ تم نے قدر کی، تم اسے پانے والی ہو۔ یہ ضروری تو نہیں کہ فرحانہ کو لپ اسٹک کا جو شیڈ یا نیل پالش کا جو رنگ پسند ہو وہی تمہیں بھی پسند ہو۔ دونوں کی پسند اور مزاج میں اختلاف یقینی ہے۔ اسی طرح ایک آئیڈیل کو پسند کرنے کے سلسلے میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ میں تمھارے بزرگوں کو اپنی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ رفیع احمد تمہارا بہترین جیون ساتھی ثابت ہوگا۔"

یہ کہہ کر میں منصوبے کے ساتھ باہر آگیا اور کار میں بیٹھ گیا۔ وہ لوگ مجھے کار تک چھوڑنے آئے تھے۔ بہت خوش ہو رہے تھے اور بار بار کہہ رہے تھے کہ مجھے آج رات نو بجے تک کھانے پر پہنچنا چاہیے۔ میں وعدہ کر کے رخصت ہو گیا۔ منصور کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "بھائی جان! میں آپ سے کچھ پوچھوں؟"

"تم میرے چھوٹے بھائی ہو۔ کیا مجھ سے اجازت لے کر باتیں کیا کرو گے؟"

"نہیں میں سوچتا ہوں۔ آپ بہت مصروف رہتے ہیں۔ خیال خوانی بھی کرتے ہیں لوگوں سے باتیں بھی کرتے ہیں تھک جاتے ہوں گے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ محنت تو بہت ہوتی ہے لیکن باوجود مجھے جتنی گہری اور پرسکون نیند حاصل ہوتی ہے شاید ہی کسی آدمی کو حاصل ہوتی ہوگی کیونکہ میں نیلی پیتھی کے ذریعے اپنے دماغ کو ہدایات دیتا ہوں کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کئی کئی رات تک سونے کا موقع نہیں ملا۔ اس کے باوجود بھی نیند آئی تو بے خوف و خطر آئی۔ ہاں تو تم کیا کہہ رہے تھے؟"

"میں ایک چھوٹی سی درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ مجھے کسی مہم پر لگا دیں۔ کوئی ایسا کام دیں کہ میں اپنی صلاحیتیں آپ پر ثابت کر سکوں۔"

میں نے اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "اچھی بات ہے تم نے اس پراسرار دوشیزہ کے تمام واقعات اور حالات سن لیے ہیں۔ کیا تم اسے تلاش کر سکتے ہو؟"

اس نے خوش ہو کر کہا۔ "آپ ذرا سی رہنمائی کریں میں اسے ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کروں گا۔"

"پہلے تم اپنے طور پر سوچو کہ اس کا سراغ لگانے کے لیے تمھیں کن راستوں پر چلنا ہوگا اور کن لوگوں سے ملنا ہوگا۔ وہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولا۔" وہ دوشیزہ جن سے مل چکی ہے۔ مجھے ان سے ملنا چاہیے یا جب چاپ اس متعلق معلومات حاصل کرنا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "اس سے پہلے اور بھی بہت کچھ سوچنا ہے مثلاً یہ کہ وہ دوشیزہ کوئی جادوئی عمل جانتی ہے یا ذہانت سے خود کو پراسرار بنا رہی ہے۔ اگر وہ جادوئی عمل جانتی ہے تو صرف کبیر بیدل کو اور جمیس روبن اور مانکی کو بھوت کو کیوں نظر آئی ان لوگوں نے اس کی آواز بھی سنی اس سے براہِ راست گفتگو بھی کی لیکن کبیر بیدل کے ملازم کو وہ نظر نہیں آئی اور نہ ہی وہ ملازم اس کی آواز سن سکا۔"

"ہاں بھائی جان! یہ سوچنے کی بات ہے۔"

"یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ وہ دوشیزہ اپنی مرضی کسی کے لیے دیدہ اور کسی کے لیے نادیدہ بن جاتی ہے۔ وہ

بھی باتوں کو کیسے جان لیتی ہے مثلاً یہ کہ اسے کیسے معلوم ہوا کہ مانی چاکلیٹ کلر کا شلوار سوٹ پہن کر آئے گی اور جمیس روبن نیلے سوٹ میں ہوگا۔ اس دوشیزہ نے صرف ایک بار کبیر بیدل سے ملاقات کی۔ اس کے بعد اس کے پاس نہیں گئی۔ پھر اسے کیسے معلوم ہوا کہ میں طیارے سے کون سا لباس پہن کر اتروں گا۔ میرے سر پر کون سا ہیٹ ہوگا اور آنکھوں پر کون سا چشمہ ہوگا؟"

"بھائی جان! ان باتوں سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کوئی جادوئی عمل جانتی ہے۔"

"اتنی جلدی کسی نتیجے پر نہ پہنچو — ایک ایک نکتے پر مختلف پہلوؤں سے غور کرو۔"

ہم کوٹھی کے احاطے میں پہنچ گئے۔ انکیسی سے دو سرکاری افسران چلے گئے تھے۔ دو مسلح جوان رہ گئے تھے۔ سعید صاحب میرا انتظار کر رہے تھے۔ کچھ سلمیٰ کی کوشش نے انھیں بہلائے رکھا تھا۔ جب میں کوٹھی کے اندر ڈرائنگ روم میں پہنچا تو وہاں بھی میرے منتظر تھے۔ سعید صاحب نے کہا۔ "ابھی اس دوشیزہ کا فون آیا تھا۔ سونیا بھابی نے اس سے بات کی ہے۔ وہ کہہ رہی تھی کہ ابھی ہم کبیر بیدل کی کوٹھی پر بھاپ پہ مار دیں۔ اس کی الماری میں اس کے جرائم کے تمام ثبوت رکھ دیے گئے ہیں۔ فرہاد ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

میں نے تائید کی۔ "ٹھیک ہے۔ آپ پولیس کی ایک جماعت لے کر اور ذمہ دار افسران کو لے کر ان کے ساتھ جائیں اور ہاں یہاں سے منصور کو اپنے ساتھ لے جائیں۔"

ان کے جانے کے بعد شاہینہ نے کہا۔ "بھائی جان! جب وہ کبیر بیدل گرفتار ہو جائے گا تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ وہی ظالم سونیا بھابی کو قائل لانے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس کی وجہ سے مجھے بھی کالے جادو کے ذریعے اذیتیں پہنچائی جا رہی تھیں اب تو وہ جادوگر بھی گرفتار ہو چکا ہے۔"

میں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تمھاری خوشیوں کو سمجھتا ہوں لیکن تمھیں نہیں معلوم ہے کہ ایک مصیبت ختم ہوتی ہے تو دوسری دس مصیبتیں ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ دیکھو جب تک مرجانہ واپس نہیں آئے گی، یہ شادی ادھوری رہے گی۔ تمھیں تو خوشیاں مل جائیں گی لیکن سارہ بانو سے بھی ہمارا گہرا تعلق ہے۔ وہ اپنی بیٹی کے لیے اور اس میں وہاں وہ مامتی حالات سے گزر رہی ہیں، یہاں شادی کی خوشیاں ہوں تو کیسا نامناسب لگتا ہے۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں کیا شادی نہیں کریں گے؟"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ شادی ضرور ہوگی لیکن مرجانہ کے آنے کے بعد، پہلے ہم اسے سمجھیں گے سمجھائیں گے دوست بنائیں گے۔"

"بھائی جان! وہ دشمن بن چکی ہے۔ دوست کبھی نہیں بنے گی۔"

"کوشش کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔"

بختاور نے کہا۔ "فرہاد میاں! اگر اسے دوست بنانے کی کوئی معقول تدبیر ہو تو پھر کوشش کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔"

"جی ہاں" تدبیر یہ ہے کہ جب وہ یہاں آئے گی تو میں سونیا کو اس کے حوالے کر دوں گا۔ کچھ عرصے تک سونیا اس کے ساتھ رہے گی اور مجھے یقین ہے کہ سونیا اپنی صلاحیتوں سے اسے پھر سے اپنا بنا لے گی۔"

شاہینہ نے میرے پاس سے ہٹ کر دوسری جگہ بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ سے نہیں بولتی۔ آپ میری بھابی جان کو اس کے حوالے کریں گے۔ میں یہاں سے انھیں جانے نہیں دوں گی۔"

میں نے کہا۔ "بیٹے! حالات کو اور مجبوریوں کو سمجھا کرو۔ تم اپنی بھابی جان کو کب تک اپنے آنچل سے باندھ کر رکھو گی۔ وہ بھی ایک بہتا ہوا دریا ہے۔ حالات اسے پتہ نہیں کہاں لے جانے ہیں۔ ہم کبھی ایک جگہ ٹھیر ہی نہیں سکتے۔ یہ تو تمھاری خوشیوں کا خیال تھا کہ ہم اتنی دیر حالات سے لڑتے جھگڑتے ٹھیرے ہوئے ہیں۔"

اس نے منہ پھیر لیا۔ مجھ سے ناراض ہو گئی۔ بیگم بختاور نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بیٹے! اگر تم نے اس کی خواہش پوری نہیں کی تو ہماری مصیبت آجائے گی۔ یہ سب سے روٹھی رہے گی اور ہم اپنی بہو کو کبھی ناراض نہیں ہونے دیتے۔"

میں نے بے بسی سے کہا۔ "آپ ہی مجھے بتائیے کہ میں کیا کروں؟"

بختاور نے کہا۔ "میری ایک تجویز ہے۔ اس پر عمل کرو تو شاہینہ کی خوشی بھی پوری ہو جائے گی اور مرجانہ کا انتظار بھی کر لیا جائے گا۔"

"ہاں ضرور فرمائیں، میں اس پر غور کروں گا۔"

بختاور نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس وقت چار بج کر پینتیس منٹ ہوئے ہیں۔ ہم مغرب کی نماز کے بعد اور عشا سے پہلے تھارا اور سونیا کا چپ چاپ نکاح پڑھا دیتے ہیں۔ اس طرح شاہینہ کی خوشی پوری ہو جائے گی، ہمارے گھر والوں کے علاوہ کسی کو اس نکاح کی خبر نہیں ہوگی حتیٰ کہ سارہ بانو کو بھی اس میں شریک نہیں کیا جائے گا۔"

میں نے اس مشورے پر غور کیا، نہایت ہی مناسب مشورہ

تھا۔ میں نے سائرہ بانو سے وعدہ کیا تھا کہ میں سونیا سے کچھ عرصے کے لیے علیحدہ ہو جاؤں گا۔ لیکن یہ تو نہیں کیا تھا کہ اس وقت سونیا میری منکوحہ نہیں ہوگی اور وہ میری شریکِ حیات ہو یا نہ ہو اس سے مرحبانہ کے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ مرحبانہ آخر مرحبانہ تھی یعنی لڑکی ہی تھی اور لڑکی ہی رہے گی۔

شاہینہ میرا منہ تک رہی تھی اور میرے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے منظور ہے۔ میں اپنی بہن کی خوشی کے لیے آج ہی سونیا سے نکاح پڑھوا لوں گا۔"

وہ خوشی سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر دوڑتی ہوئی سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر سونیا کے پاس جانے لگی۔ بیگم بخاور نے ہنستے ہوئے کہا۔ "پگلی ہے اور ہاں منصور کا نکاح میں شریک ہونا تو ضروری ہے۔"

بخاور نے پوچھا۔ "اور سعید صاحب کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

"سعید صاحب بالکل اپنے ہیں میرے بہت گہرے دوست بھی ہیں اور رازدار بھی۔ پھر یہ کہ اللہ نے چاہا تو ہمارے آپ کے رشتے دار بھی بن جائیں گے۔"

میری یہ بات سنتے ہی سلمیٰ وہاں سے جانے لگی۔ بخاور نے کہا۔ "زبیر! تم ابھی جاؤ اور قاضی صاحب سے بعد نمازِ مغرب نکاح کے لیے وقت مقرر کر لو۔ واپسی میں پھولوں کے ہار لیتے آنا۔"

میں اس ہنگامی تیاری کی اطلاع دینے کے لیے سعید صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ وہ منصور کے ساتھ کبیر بیدل کی کوٹھی میں پہنچ چکے تھے۔ اس کوٹھی کو چاروں طرف سے پولیس والوں نے گھیر لیا تھا۔ پولیس کے اعلیٰ افسران کبیر بیدل کے بیڈ روم کی تلاشی لے رہے تھے۔ ہماری کھول کر دی گئی تمام شہوت حاصل کر رہے تھے جس کا ذکر اس دوشیزہ نے کیا تھا۔ ایک آفیسر نے کہا۔ "اچھا تو تمہارا نام کبیر بیدل ہے۔ تم مڈل مین کہلاتے ہو اور یہاں شریف حسین کے نام سے مسلمان بن کر ہم لوگوں کو دھوکا دیتے رہے ہو؟"

اسی وقت ایک اور آفیسر ہاتھ روم سے باہر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمٹر تھا۔ اس نے کہا۔ "یہ دیکھیے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بین الاقوامی سطح کا مجرم ہے۔"

دوسرے آفیسر نے کہا۔ "یہ ثابت کرنے کے لیے وہ تمام ثبوت ہی کافی ہیں۔ جو الماری سے برآمد ہوئے ہیں۔"

میں نے سعید صاحب سے کہا۔ "آپ منصور کو لے کر گھر چلے آئیں۔ میں آپ کا کام ختم ہو گیا ہے لیکن وہاں شروع ہونے والا ہے۔"

"وہاں کون سا کام شروع ہونے والا ہے؟"

"آپ آئیں گے تو بتاؤں گا۔ بس منصور کو لے کر چلے آئیں۔"

وہ پولیس والوں سے رخصت ہونے لگے۔ میں نے ہلکی سوچ کی لہروں کو جیمس روبن تک پہنچایا لیکن پہنچا نہ سکا۔ سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ مارا گیا ہے۔ میں فوراً ہی کبیر بیدل کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی سوچ کو ٹٹولنے لگا۔ وہ اس اندیشے میں گھرا ہوا تھا کہ جیمس روبن کو اس کا فون نمبر کیسے معلوم ہوا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو تحقیق کے لیے جیمس روبن کے پاس بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ معقول جواب ملے تو اسے گولی مار دی جائے۔

میں نے ایک پولیس آفیسر کے دماغ میں جیمس روبن کا خیال پیدا کیا۔ اس آفیسر نے کبیر بیدل سے پوچھا۔ "وہ گولڈ کا مشہور کھلاڑی جیمس روبن کہاں ہے؟"

میں فوراً ہی کبیر بیدل کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے جواب دیا۔ "اسے میں نے اپنے آدمیوں کے ذریعے قتل کرا دیا ہے۔"

"تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"مجھے شبہ تھا کہ فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔ میرا فون نمبر میرے کسی بھی ماتحت کو نہیں معلوم تھا۔ اسے معلوم ہو گیا۔ بس اسی شبہ کی بنا پر میں نے اسے قتل کرا دیا۔"

ایک سب انسپکٹر اپنے ہاتھوں میں چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر لیے اس کے بیانات کو ریکارڈ کرتا جا رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بوکھلا کر اپنے سر کو ٹٹولنے لگا۔ وہ بے حیلا کر اپنے آس پاس کھڑے ہوئے افسروں کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں نہیں جانتا کہ جیمس روبن کون ہے۔"

ایک آفیسر نے اس کے منہ پر طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا۔ "ابھی تو نے اعتراف کیا ہے کہ اسے قتل کرایا تھا اور اب کہتا ہے کہ اسے جانتا نہیں ہے۔"

میں پھر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہا۔ "ہاں جناب! میں جانتا ہوں۔ میں نے ہی اسے قتل کرایا ہے۔ غلطی ہوئی۔ میں نے جھوٹ کہا۔"

آفیسر نے کہا۔ "بس ایک ہی طمانچے میں سیدھا ہو گیا۔ ابھی تو مجھے ایسی اذیتیں پہنچائی جائیں گی کہ روئیں روئیں ہچکولوں کی جھلی کھائے گا اور ان کے ایک ایک منصوبے سے ہمیں آگاہ کرے گا۔"

میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ دوپہر کو سائرہ بانو سے ملاقات کے دوران جب ہماری طویل گفتگو ہوئی تھی تو میں نے ان کے سامنے کبیر بیدل کا ذکر بھی کیا تھا۔ وہ یہ سن کر بہت

خوش ہوئی تھیں کہ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا ہوں اور وہ عبرت ناک سزا پانے والا ہے۔

سائرہ بانو کے چار بدترین دشمن تھے۔ جن میں سے حشمت بیگ ہمارے ہاتھوں کتنی ہی بار سزائیں پا چکا تھا۔ آخری بار جب اس کے سینے سے بم باندھا گیا تو اس کے اپنے بیٹے جلال بیگ کے ریوالور نے اسے بددل کر دیا۔ اس کا اپنا بیٹا اسے گولی مارنے کا حکم دے چکا تھا اور میں نے اسے بچایا تھا۔ یہ ایسی بات تھی کہ سنگدل سے سنگدل دشمن بھی شرمندہ ہو کر سر جھکا لیتا ہے اب وہ سر جھکا کر ایک حقیر چیونٹی کی طرح زندگی گزار رہا تھا۔

دوسرا بدترین دشمن بخاور تھا۔ لقمہ نے اسے بھی سائرہ بانو کے سامنے اس بری طرح شرمندہ کیا تھا کہ اب وہ نہایت ہی شرمناک طرز کی گھریلو زندگی گزار رہا تھا۔ شراب تو بہ کر لی تھی۔ غرور بھول گیا تھا اور بڑا بول منہ سے کبھی نکلتا بھی تو کان پکڑ کر توبہ کرنے لگتا تھا۔

تیسرا بدترین دشمن کبیر بیدل تھا جو اب اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچنے والا تھا۔

چوتھا دشمن رگھو ابھی نہ جانے کہاں تھا۔ کبھی اس سے بھی سامنا ہو سکتا تھا اور میری کوشش تھی کہ اس سے بھی ایک بار نٹ لیا جائے۔ سائرہ بانو کے دل میں یہ حسرت نہ رہے کہ فرہاد نے ان کے تمام دشمنوں سے انتقام نہیں لیا اور ان کے دشمن اپنے عبرت ناک انجام کو نہیں پہنچے تین تو پہنچ گئے تھے آخری دشمن رگھو رہ گیا تھا۔

مجھے کبیر بیدل کے باڈی گارڈ سورما کا خیال آیا۔ وہ اس پُراسرار دوشیزہ کی آمد کے وقت نشے میں مدہوش انکیسی میں پڑا ہوا تھا۔ میں پھر کبیر بیدل کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں ایک سب انسپکٹر ملازموں سے سوالات کر رہا تھا اور وہ جواب دے رہے تھے۔ ایک سوال کے جواب میں ملازم نے بتایا کہ ان کے صاحب کا ایک باڈی گارڈ ہے جس کا نام سورما ہے؟"

سب انسپکٹر نے کبیر بیدل سے پوچھا۔ "تمہارا وہ باڈی گارڈ کہاں ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "وہ میری ملازمت چھوڑ کر جا چکا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہوگا۔"

میں نے اس کے دماغ کو ٹٹولنا شروع کیا۔ پتہ چلا کہ آج ہی لاہور میں آمد کی توقع تھی اس لیے سورما کی ڈیوٹی ایک کوٹھی میں لگائی گئی تھی۔ وہ کوٹھی شاہینہ اور زبیر کی کوٹھی کے ٹھیک سامنے تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے سامنے والی کوٹھی دشمنوں کا اڈہ تھی۔

پہلے میں نے سورما کی طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ اب خیال آیا کہ جو لوگ شاہینہ کو ایئر پورٹ میں ہلاک نہ کر سکے۔ وہ آسانی سے سامنے والی کوٹھی سے یہ کام کر سکتے ہیں۔ شاہینہ کی زندگی خطرے میں ہے۔ میں نے فوراً ہی بخاور سے کہا۔ "انکل آپ شاہینہ، سلمیٰ اور آنٹی پر پابندی لگا دیں کہ کوٹھی سے باہر بالکل نہ جائیں۔ کم از کم ایک گھنٹے۔ کھڑکیوں اور دروازوں کے قریب نہ جائیں۔ ایک دشمن ہمارے قریب ہے۔ میں پہلے اس سے نمٹ لیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں پھر کبیر بیدل کے پاس پہنچا اور اس کی زبان سے کہنے لگا۔ "جناب مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں نے آپ سے جھوٹ کہا تھا۔ سورما میری ملازمت چھوڑ کر نہیں گیا ہے۔ میں نے اس کی ڈیوٹی اس کوٹھی پر لگائی ہے جو بخاور کی کوٹھی کے سامنے ہے۔"

ایک آفیسر ٹیلی فون کے سامنے آیا اور ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ احکامات صادر کر رہا تھا کہ بخاور کے سامنے والی کوٹھی کا محاصرہ کیا جائے۔ محاصرہ کرنے والوں کو اس کوٹھی کا نمبر بتایا گیا۔ میں نے کبیر بیدل کی زبان سے کہا۔ "اور جناب وہاں محاصرہ کرتے وقت بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ سورما کے ساتھ دو آدمی اور بھی ہیں۔ ان کے پاس ریوالور اور اسٹین گنیں ہیں۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہاں بخاور کا پورا خاندان کچھ سہما ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ "گھبرانے کی بات نہیں ہے بس احتیاط کی ضرورت ہے۔ ابھی کوئی باہر نہ جائے۔"

اسی وقت گاڑی کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا۔ "منصور اور سعید صاحب آ گئے ہیں۔ میں انھیں دیکھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں کھڑکی کے پاس آیا اور دیکھنے لگا۔ سامنے والی کوٹھی نظر آ رہی تھی۔ وہ تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر ہوگی۔ منصور اور سعید احمد کار سے اتر کر تجریت کوٹھی کے اندر آ گئے۔ ابھی تو خیریت ہی تھی۔ سورما اور اس کے ساتھی سامنے والی کوٹھی میں چھپے رہنے کے باوجود ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ یہ محض اس لیے کہ اسے کبیر بیدل کی طرف سے ایسے احکامات نہیں ملے تھے۔ میرے اندازے کے مطابق وہ دوربین کے ذریعے ہماری طرف دیکھ رہا ہوگا اور ہم لوگوں کے آنے جانے پر نظر رکھ رہا ہوگا۔

سعید احمد اور منصور کو بتایا گیا کہ اس وقت پوزیشن کیا ہے۔ منصور نے کھڑکی کے پاس آ کر سامنے والی کوٹھی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بھائی جان! میرا ایک کلاس فیلو یہاں رہتا ہے

وہ ذرا عیاش قسم کا نوجوان ہے اس لیے میں اس سے زیادہ دوستی نہیں رکھتا۔"

اچانک مجھے کچھ خیال آیا۔ میں نے پوچھا: "کیا تمھیں اس کا فون نمبر معلوم ہے؟"

منصور نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو! اس کا نمبر ڈائل کرو۔"

منصور نے نمبر ڈائل کیا۔ میں ریسیور کان سے لگا کر سننے لگا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔ میں نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر منصور سے پوچھا: "جسے فون کیا جا رہا ہے اس نوجوان کا نام کیا ہے؟"

"اس کا نام ارشد علی ہے۔"

"اس کے اور بھائی بہن ہیں؟"

"ایک بہن ہے۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ وزیر آباد گئی ہے اس کا نام شمیمہ ہے۔"

میں نے اشاروں سے شاہینہ کو اپنی طرف بلایا اور ریسیور اسے دے دیا۔ وہ کان سے لگا کر سننے لگی۔ ابھی تک دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ کسی نے ریسیور نہیں اٹھایا تھا۔ شاہینہ کا دماغ مکمل طور پر میرے قبضے میں تھا۔ اور میں پوری توجہ سے ادھر گھنٹی کی آواز سن رہا تھا۔ پھر ہلکی سی کلک سنائی دی۔ کسی نے ریسیور اٹھایا۔ شاہینہ نے میری مرضی کے مطابق ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بہت ہی باریک سی آواز میں بولی کہا۔ جیسے بہت دور سے کہا جا رہا ہو۔ "ہیلو، ہیلو، مسٹر ارشد علی ذیر آباد سے ٹرنک کال ہے۔ اٹینڈ کریں۔"

یہ بات دو بار دہرائی گئی۔ پھر ارشد علی کی آواز سنائی دی "ہیلو! میں ارشد علی بول رہا ہوں۔"

شاہینہ کا ہاتھ ابھی تک ماؤتھ پیس پر رکھا ہوا تھا۔ وہ جیسے چیختے ہوئے بول رہی تھی: "میں شمیمہ بول رہی ہوں، بھائی جان! آپ میری آواز سن رہے ہیں؟"

"سن رہا ہوں۔ یہ بتاؤ کس لیے فون کیا ہے؟"

"بس فون کیا ہے۔ میں بہن ہوں۔ کیا اپنے بھائی کو فون نہیں کر سکتی۔ ہم آج رات تک وہاں پہنچنے والے ہیں۔ امی آپ کے لیے بہت بے چین ہیں۔"

میں نے شاہینہ کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر کریڈل پر ہاتھ رکھتے ہوئے رابطہ منقطع کر دیا اور دوسرے ہی لمحے ارشد کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریسیور اٹھائے "ہیلو، ہیلو" کہہ کر چیخ رہا تھا۔ اس وقت وہ ٹیلی فون کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے ایک شخص اسٹین گن اپنے کاندھے سے لگائے اس کی طرف جھکا ہوا تھا اور ریسیور سے آنے والی آواز سن رہا تھا۔ باقی دو اشخاص سامنے ہی ریوالور اور اسٹین گن لیے کھڑے ہوئے تھے۔ اس کی طرف جھکے ہوئے شخص نے اس سے ریسیور چھینتے ہوئے کہا: "کیا ہیلو ہیلو کر رہے ہو۔ ادھر سے لائن کٹ گئی ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے ریسیور کو کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر کہنے لگا: "یہ تمھاری بہن تھی میں سب سن رہا تھا۔ وہ تمھارے ماں باپ کے ساتھ رات کو کسی وقت پہنچنے والی ہے۔ یہ تو بڑی خطرناک بات ہے۔ اب کیا ہوگا؟"

وہیں اس کمرے میں ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک لڑکی بستر سے اٹھتے ہوئے بولی۔ "ارشد ڈیئر! اپنے ماں باپ کو فون کرو کہ ابھی نہ آئیں۔ کیا ہماری ملاقات اتنی مختصر ہوگی؟"

ارشد علی نے اسے پیار بھری نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "ابھی لائن کٹ گئی ہے شاید دوبارہ فون آئے تو میں ان سے کہہ دوں گا کہ وہ لوگ یہاں نہ آئیں۔ میں آج رات کو ان کے پاس جاؤں گا۔ کل صبح تک یہاں پہنچوں گا۔ اس طرح وہ لوگ میرے انتظار میں رک جائیں گے۔"

لڑکی نے خوش ہو کر کہا۔ "یہ ہوئی نا بات۔ تم سچ مچ مجھے چاہتے ہو۔ کیوں سورما؟" اس نے اس قد آور شخص کو مخاطب کیا جس نے ارشد سے ریسیور چھین کر کریڈل پر رکھا تھا۔ اس کے گلے سے ایک دوربین لٹک رہی تھی اور کاندھے سے اسٹین گن۔ وہ ڈیل ڈول میں ہاتھی جیسا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا۔ "باہر چلو۔ ارشد بابو کو موج کرنے دو۔"

وہ تینوں باہر چلے گئے۔ ارشد نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر اس لڑکی کے پاس چلا آیا۔ میں سورما کے پاس آ گیا۔ وہ اندر سے پریشان تھا۔ سوچ رہا تھا کہ مڈل مین نے کوئی پیغام کیوں نہیں بھیجا۔ آخر اس کوٹھی میں کب تک رہا جا سکتا تھا۔ ارشد کو ایک حسین لڑکی کا لالچ دیا گیا ہے لیکن اگر اس کے دوست وقت سے وہاں آ جائیں تو کیا پوزیشن ہوگی؟

اس نے کھڑکی کے پاس پہنچ کر پردے کو ذرا سا کھسکایا پھر آنکھوں سے دوربین لگا کر دیکھنے لگا۔ دوربین لگاتے ہی وہ ایک دم سے چونک گیا۔ پتہ چل گیا کہ اس کوٹھی کا محاصرہ کیا جا رہا ہے۔ چاروں طرف پولیس کے جوان پھیلے ہوئے تھے۔ افسر نے اسپیکر کے ذریعے چیخنا شروع کیا۔ "سورما! تم اس کوٹھی میں پھنسے ہوئے ہو، باہر آ جاؤ۔ ہم تمھیں وارننگ دیتے ہیں۔ اگر باہر نہیں آؤ گے تو ہم تمھیں چھپے کی بل سے بھی نکال لیں گے۔"

سورما نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ "ہم تو بری طرح پھنس گئے ہیں۔ مقابلے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔"

اس کے ایک ساتھی نے کہا۔ "استاد! پہلے ارشد بابو کو باہر بھیجا جائے اور انھیں سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ ہم یہاں نہیں ہیں۔"

سورما نے اسے جھڑک کر کہا۔ "بے وقوف نہ بنو۔ اگر ارشد چلا گیا تو ہم یہاں صرف ہتھیاروں کے ساتھ رہ جائیں گے۔ ارشد بے شک پولیس والوں کو دھمکی دیں گے۔ اگر وہ ہمیں گرفتار کرنے کے لیے کوٹھی کے اندر آئے تو ہم ارشد کو ختم کر دیں گے۔ پولیس والے ایک بے گناہ شہری کی زندگی بچانے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

میں سورما کی باتیں سن رہا تھا۔ اس طرح تو معاملہ طویل ہو جاتا۔ میں اتنی دیر تک اس کھیل کو جاری رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے میں سورما کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے کہا۔ اچھا ایسا کرو۔ تم دونوں اپنے اپنے ریوالور مجھے دے دو۔ تمھارے پاس اسٹین گنیں کافی ہیں۔"

انھوں نے اپنے ریوالور اسے دے دیے۔ اس نے کہا۔ "اب تم اس طرف جاؤ اور تم ادھر جاؤ۔"

وہ دونوں جانے لگے۔ اسی وقت اس نے ایک فائر کیا۔ اس کا ایک ساتھی چیخ مار کر لڑکھڑاتا ہوا فرش پر گرا۔ اس سے پہلے کہ دوسرا ساتھی صورتِ حال کو سمجھتا، دوسری گولی چلی اور وہ بھی فرش پر گر پڑا۔ وہ لڑکی دوڑتی ہوئی باہر آئی۔ پھر پوچھا۔ "سورما! یہ کیا ہو گیا؟"

سورما نے اسے اور ارشد کو ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں کے ساتھ بھی یہی ہوگا۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو باہر چلو۔"

لڑکی نے حیران اور پریشان ہو کر پوچھا۔ "یہ تم کیا کر رہے ہو؟ کیا اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں" ہو کر کہہ رہا ہوں۔ وہ کرو۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

لڑکی ارشد کے ساتھ چلتے ہوئے باہر جانے لگی۔ سورما ان کے پیچھے تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کوٹھی سے باہر آ گئے۔ چاروں طرف پولیس کے جوان پھیلے ہوئے تھے۔ آفیسر نے اسپیکر کے ذریعے کہا۔ "سورما، اپنا ریوالور اور اسٹین گن پھینک دو اور خود کو ہمارے حوالے کر دو۔"

سورما نے چیخ کر کہا۔ "اس وقت میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ آپ اگر میرے قریب آ سکتے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اسٹین گن اور ریوالور کو دور پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ لڑکی دوڑتی ہوئی ریوالور کی طرف گئی۔ سورما نے ایک چھلانگ لگائی۔ ادھر لڑکی ریوالور کے پاس پہنچی۔ ادھر وہ پہنچا۔ پھر اس نے ایک ٹھوکر اس کے منہ پر رسید کی۔ وہ چیختی ہوئی دوسری طرف الٹ گئی۔ اس وقت تک پولیس کے تمام جوان وہاں پہنچ گئے تھے۔ لڑکی کو اور ہتھیاروں کو اپنے قبضے میں لے رہے تھے۔ دو جوانوں نے سورما کو بھی پکڑ رکھا تھا۔ پھر افسر کے حکم سے سورما کو ہتھکڑی لگائی گئی۔ اس کے بعد میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ آپ سے اب اصلی سورما گفتگو کرے گا۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ سورما ایک دم سے لڑکھڑایا۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامنا چاہتا تھا۔ پتہ چلا کہ ہاتھوں میں ہتھکڑی لگی ہوئی ہے۔ وہ حیران پریشان اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "یہ کیا ہو گیا؟ میں یہاں کیسے پہنچ گیا؟"

آفیسر نے مسکرا کر اس کوٹھی کی طرف دیکھا جہاں میں اپنے خاندان والوں کے ساتھ تھا۔ پھر اس نے پلٹ کر سورما سے کہا۔ "مسٹر فرہاد، تمھیں یہاں تک پہنچایا ہے۔"

میں نے سعید صاحب اور منصور کے ساتھ کوٹھی کے باہر آ کر آفیسر سے ملاقات کی۔ مصافحہ کیا۔ پھر ان کا شکریہ ادا کیا اور سورما سے کہا۔ "تم یہاں میری بہن کو قتل کرنے آئے تھے۔ میں تم سے اس بری طرح انتقام لیتا کہ تمھارے ساتھی تمھارا انجام دیکھ کر تھرا جاتے لیکن میں پاکستان کا ایک پرامن شہری ہوں۔ یہاں قانون کو اپنے ہاتھوں میں نہیں لوں گا۔ تم خود ہی اپنے انجام کو پہنچو۔"

میں سعید صاحب اور منصور کے ساتھ کوٹھی میں واپس آ گیا۔ وہاں بیگم بخت اور اوپری منزل کی طرف منہ اٹھا کر کہہ رہی تھیں: "اری لڑکیو! نیچے بھی آؤ۔ دلھن کو ابھی سے بنانے سنوارنے کی کیا ضرورت ہے۔ نکاح کے بعد دلھن کا سنگار کیا جاتا ہے۔"

اوپر سے سلمیٰ نے کہا۔ "امی! ہم سنگار نہیں کرا رہے ہیں بلکہ مہندی لگا رہے ہیں۔"

سلمیٰ بالکونی میں کھڑی ہوئی باتیں کر رہی تھی۔ اس نے ہمیں آتے ہوئے دیکھا۔ سعید صاحب کو دیکھ کر اس نے جلدی سے سر پر آنچل رکھ لیا۔ پھر مجھ سے کہا۔ "بھائی جان! آپ آدم سے ملنے ہیں مغرب کا وقت ہو چلا ہے۔ جائیے غسل کیجیے اور یہ مغربی لباس اتار دیے پاکستانی لباس میں نکاح

پڑھایا جائے گا۔"

میں نے باتھ روم کی طرف منہ اٹھا کر اس سے کہا۔ "بی بی! زیادہ چپکنے کی کوشش مت کرو۔ ورنہ میں سعید صاحب کو بھی پاکستانی لباس پہنا کر تیار کر دوں گا۔"

یہ سنتے ہی وہ شرما کر وہاں سے بھاگ گئی۔ سعید صاحب مسکرا رہے تھے۔ بیگم نے غصہ اور دوپٹے میں منہ چھپا کر وہاں سے جانے کیلئے میں منصوبے کرنے میں آیا۔ وہاں میرا سامان رکھا ہوا تھا پھر میں غسل کرنے، لباس بدلنے اور دولہا بننے کی تیاریاں کرنے لگا۔

ابھی مجھے کچھ اطمینان حاصل ہوا تھا۔ سب سے زیادہ اطمینان شاہینہ کی طرف سے تھا کہ میں نے اس کے دشمنوں کو قانون کے حوالے کر دیا تھا اس میں اس پر اسرار دوشیزہ کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ اس نے میری بہن پر احسان کیا تھا۔ حقیقتاً شاہینہ کو نئی زندگی اسی سے ملی تھی، کاش وہ میرے سامنے ہوتی تو میں اس کا شکریہ ادا کرتا۔

صبح سے رسونتی کئی بار یاد آئی۔ سوچا اس سے رابطہ قائم کروں۔ پھر وقت کا بھی خیال تھا کہ جلدی تیار ہونا ہے۔ اگر رسونتی سے کسی بحث میں الجھ گیا تو دیر ہوگی۔ رات کو سونے سے پہلے اس سے رابطہ قائم کروں گا۔

سہاگ رات کے تصور سے ہی سونیا کا چہرہ نگاہوں کے سامنے آگیا۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ کسی حد تک گھونگھٹ میں چھپی ہوئی سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی سلمیٰ اور شاہینہ اس کے پاؤں میں مہندی لگا رہی تھیں آہستہ آہستہ سہاگ کے گیت گنگنا رہی تھیں اور سونیا کو چھیڑتی جا رہی تھیں۔

سونیا میری زندگی کی پہلی عورت تھی جو تقریباً چار برس سے میری شریک حیات بننے کی ضد کر رہی تھی اور میں اسے ٹال دیا کرتا تھا۔ دنیا کی کوئی ایسی چیز نہیں تھی۔ جس پر سونیا ہاتھ ڈالے اور اسے حاصل نہ کر لے۔ ایک میں ہی رہ گیا اور آج بڑے ارمانوں سے وہ مجھے بھی حاصل کر رہی تھی۔

میں نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس پہنا اور قد آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو دیکھنے لگا مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے۔ شاید پانچ برس کے بعد میں نے پاکستانی لباس شلوار قمیص پہنا تھا۔ دل اور دماغ تو پاکستانی ہی تھا لیکن آج لباس سے اس کا اظہار بھی ہو رہا تھا منصور نے کمرے میں آکر کہا۔ "بھائی جان! ڈی جی صاحب آپ سے ملاقات کرنے آئے ہیں ان کے ساتھ دوسرے افسران بھی ہیں سعید صاحب نے انھیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔ آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔"

میں ڈرائنگ روم میں آیا۔ سعید صاحب نے انٹیلی جنس کے افسران سے تعارف کرایا۔ ہم ایک دوسرے سے مصافحہ کر کے صوفے پر بیٹھ گئے۔ ڈائرکٹر جنرل نے کہا۔ "مسٹر فرہاد علی! آج آپ سے مل کر جتنی مسرت ہو رہی ہے اتنی ہی تکلیف اس بات پر شرمندگی ہے کہ میں اپنا ایک فرض ادا کرنے آیا ہوں جو کہ فی الحال مناسب نہیں ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر فرض یوں ادا کیا جائے انصاف کے تقاضے پورے ہوں تو پھر وہ فرض نامناسب نہیں ہوتا۔ آپ جو کہنا چاہتے ہیں اسے کھل کر بیان کریں۔"

انھوں نے کہا۔ "ہم آپ کے سلسلے میں تفتیش کرنے آئے ہیں۔ یوں تو کوئی معمولی افسر بھی آسکتا تھا پر ہم آپ کا معاملہ ہے اس لیے میں نے خود آنا مناسب سمجھا۔"

میں نے پھر مسکرا کر کہا۔ "یہ میری عزت افزائی ہے۔"

"ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ پاکستان کس طرح داخل ہوئے؟"

یہ ایسا سوال تھا جس کا جواب دیتے ہی میں قانون کی گرفت میں آسکتا تھا مگر جواب تو دینا ہی تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں ایک پاسپورٹ کے ذریعے آیا ہوں۔"

"اور وہ پاسپورٹ جعلی تھا۔"

"جناب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میرے ہزاروں دشمن ہیں مجھے بھروپیا بن کر آنا پڑتا ہے۔"

"یہ آپ کی مجبوریاں ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ بین الاقوامی قوانین کے خلاف بھی ہیں اور ہمارے ملک کے تحفظ کے لیے چیلنج بھی۔"

سعید صاحب نے کہا۔ "بے شک یہ خلاف قانون ہے لیکن آپ یہ بھی تو دیکھیں کہ ان کی شخصیت کتنی اہم ہے پاکستان کے علاوہ یہ محب وطن ہیں۔ انھوں نے آج تک پاکستان کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ آج کل یہ اور سونیا ملک کے لیے جتنے اہم فرائض ادا کر رہے ہیں کہ اسے بیان کیا جا سکتا۔ یہ ایک خفیہ معاملہ ہے۔ بس یوں سمجھ لیں کہ ملک دشمن عناصر کی گرفتاریاں عمل میں آرہی ہیں اور ان کے ضمن میں ہو رہا ہے۔"

ڈائرکٹر جنرل نے کہا۔ "جناب سعید صاحب نے کیا سمجھ لیا ہے۔ میں فرہاد صاحب کو صرف اچھی طرح جانتا ہوں وہ عمری ہی نہیں کہ بلکہ اس بات کا جلی دعویٰ کرتا ہوں ان کا بہت بڑا معتقد ہوں۔ ان کے لیے کسی بھی وقت تن من دھن سے کام آنے کے لیے تیار ہوں لیکن اس وقت ایک سرکاری عہدے دار ہوں اور قانون کا محافظ ہوں بالادستی قائم رکھنا میرا فرض ہے اور اسی کے لیے میں حاضر ہوا ہوں۔"

ایک اور آفیسر نے کہا۔ "جناب فرہاد صاحب! ہم سب یہاں آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ خیال خوانی کے ذریعے ہمارے اندرونی خیالات کو پڑھ لیں۔ آپ کو پتہ چلے گا کہ ہم آپ کو کتنا چاہتے ہیں لیکن بہت مجبور ہو کر یہ ناگوار ڈیوٹی ادا کرنے آئے ہیں ہم تو حکم کے بندے ہیں۔ اوپر سے احکامات آئے ہیں کہ جنھیں سن کر پہلے تو ہم پریشان ہو گئے ہم نے ڈائرکٹر جنرل صاحب سے مشورہ کیا کہ آپ کے سلسلے میں کیا کیا جائے۔ پھر یہ بہت سا تھوڑا آنے کے لیے راضی ہو گئے۔ ہم سب کے دل سے یہ فرض ادا کرنے آئے ہیں — آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "خواہ مخواہ خیال خوانی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں آپ لوگوں کے خلوص اور محبت کو اچھی طرح سمجھ رہا ہوں آپ یہ بتائیں کہ اوپر سے کیا احکامات آئے ہیں؟"

افسروں نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا۔ پھر وہ ڈائرکٹر جنرل کی طرف دیکھنے لگے انھوں نے کہا۔ "آپ پر الزامات ہیں کہ آپ جعلی پاسپورٹ کے ذریعے پاکستان میں آئے ہیں۔ جعلی پاسپورٹ ہی جعلی نہیں بلکہ آپ کی شخصیت بھی جعلی ہے فرہاد علی جاسوس اور دوسرے تخریب پسند عناصر اسی طرح جعلی ناموں سے داخل ہوتے ہیں اور ان کا سختی سے محاسبہ کیا جاتا ہے۔ عدالت میں ان کے خلاف فیصلے سنائے جاتے ہیں۔ قید کی سزائیں دی جاتی ہیں۔ آپ کے سلسلے میں یہ پوچھا گیا ہے کہ آپ کو کس خوشی میں نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ جو جرم دوسروں نے کیا ہے وہی آپ نے کیا ہے لہٰذا آپ کو بھی حراست میں لیا جائے۔"

اس بات کے ساتھ ہی ڈرائنگ روم میں سناٹا چھا گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ قانون جو کہتا ہے آپ پورا کریں۔"

ایک آفیسر نے کہا۔ "دیکھیے فرہاد صاحب! اس سے پہلے آپ یہاں آچکے ہیں۔ ابھی کچھ عرصے پہلے آپ دو تین دن کے لیے لاہور آئے تھے۔ ہمیں ساری باتوں کا علم ہوتا ہے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ سے ملاقات کریں گے لیکن اچانک ہی آپ لاہور سے چلے گئے۔ بہرحال کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آج آپ کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی گئی اور نہ ہی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ آپ ہمارے سامنے ایک کھلی کتاب ہیں اور ہم سب آپ کی بے حد عزت کرتے ہیں پتہ نہیں کیا بات ہے۔ اوپر سے ایسے احکامات کیوں آئے ہیں۔ بخدا ہم بہت پریشان ہیں۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "میں آپ لوگوں کی محبت سے جتنا فخر محسوس کر رہا ہوں اتنا اس بات کا صدمہ نہیں ہے کہ میرے خلاف کوئی قانونی کارروائی کی جائے گی۔"

"جناب ایسی تو بات ہے۔ آپ کے خلاف قانونی کارروائی بھی نہیں کی جائے گی۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "پھر؟"

"ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو حراست میں لے کر ابھی سرحد پار پہنچا دیں اگر آپ پاکستان چھوڑنے پر اعتراض کریں گے تو آپ پر باقاعدہ مقدمہ چلایا جائے گا اور جب تک کوئی فیصلہ نہیں ہو گا اس وقت تک آپ کو کہیں نظر بند رکھا جائے گا آپ کے کسی کو ملنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

سعید صاحب بے پریشان ہو کر کہا۔ "لیکن جناب! ابھی قاضی صاحب آنے والے ہیں۔ فرہاد اور سونیا کا نکاح پڑھایا جائے گا۔ آپ ابھی تو قانونی کارروائی نہ کریں۔"

ڈائرکٹر جنرل نے بے بسی سے کہا۔ "ہمیں افسوس ہے۔ احکامات میں خاص طور سے تاکید کی گئی ہے کہ ہم مغرب سے پہلے فرہاد کو حراست میں لے کر یا تو سرحد پار کرا دیں یا پھر کہیں نظر بند رکھیں۔"

میں نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "کیا واقعی اس بات کی سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ مجھے مغرب کی نماز سے پہلے حراست میں لے لیا جائے؟"

"جی ہاں یہی بات تو ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ ایک تو یہ کہ ہم مقدمہ چلائے بغیر سرحد پار پہنچا دیں۔ دوسرا یہ کہ مغرب کی نماز سے پہلے ہی آپ کو آپ کے لوگوں سے دور کر دیا جائے ان احکامات کے پیچھے کیا راز ہے یہ ہم نہیں جانتے۔"

اوپر بالکونی سے سونیا کی آواز سنائی دی۔ "میں سمجھ گئی ہوں۔"

سب نے ادھر سر گھما کر اور نظریں اٹھا کر دیکھا وہ اوپری زینے پر کھڑی ہوئی تھی۔ سہاگ کے سرخ جوڑے میں گلاب کی طرح کھل رہی تھی۔ میں نے زندگی میں پہلی بار اسے دلھن کے روپ میں دیکھا تھا اتنی پیاری اتنی حسین لگ رہی تھی کہ اسے دیکھتے ہی میں بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا میرے منہ سے نکلا۔ "یہ سونیا ہے۔"

سونیا کا نام سنتے ہی وہ سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور بڑے اشتیاق سے اسے دیکھنے لگے، وہ ایک ایک زینہ اترتے

ہوئے کہہ رہی تھی ــــ "میں یہاں دلھن بننے آئی تھی۔ مجھے شرم و حیا کا پاس رکھنا چاہیے لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں بھی بڑی طاقتوں کا دباؤ ہے ایسا نہ ہوتا تو ایسے اوٹ پٹانگ احکامات تھانے سے خلاف صادر نہ کیے جاتے۔"

وہ زینے سے اترتے ہوئے نیچے آگئی تھی۔ میں نے نظریں اٹھا کر اوپر دیکھا۔ بالکونی میں سلمیٰ اور شاہینہ کھڑی ہوئی اپنے آنچل سے آنکھیں پونچھ رہی تھیں۔ وہ رو رہی تھیں۔ پورے گھر والوں کو اس بات کا علم ہوگیا تھا کہ میرے خلاف کس قسم کی کارروائی کی جا رہی ہے۔

سونیا نے کہا۔ "جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مغرب کی نماز سے پہلے تمہیں ہم سے الگ کر دیا جائے۔ وہ حقیقتاً صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہماری شادی نہ ہو سکے۔"

اسی وقت مغرب کی اذان ہونے لگی سب خاموش تھے۔ ڈی جی صاحب نے چونک کر کہا۔ "دیکھیے مجھے بڑی سختی سے حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ کو اذان سے پہلے اس کوٹھی سے باہر لے آئیں اور کسی سے ملنے کی اجازت نہ دیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "چلیے میں تیار ہوں۔"

میری یہ بات سنتے ہی شاہینہ نے بالکونی سے ایک چیخ ماری اور بھائی جان پکارتے ہوئے، دوڑتے ہوئے، پھلانگتے ہوئے میری طرف آئی اور لپٹ کر رونے لگی۔ اس کے پیچھے سلمیٰ بھی آئی تھی۔ وہ بھی مجھ سے لپٹ گئی تھی، وہ دونوں سر ہلا ہلا کر انکار کر رہی تھیں کہ مجھے نہیں جانے دیں گی۔ سونیا کے اندر کیا طوفان برپا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ بظاہر اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "منصور! اپنے بھائی جان کی چھوٹی الیچی لے آؤ۔ سرحد پار جانے کے لیے انھیں اپنے ضروری سامان کی ضرورت ہوگی۔"

منصور دل برداشتہ ہو کر اپنے کمرے میں گیا اور وہاں سے میری الیچی اٹھا کر لے آیا۔ سلمیٰ اور شاہینہ مجھ سے لپٹی رو رہی تھیں اور میں انھیں سمجھا رہا تھا۔ پھر زبیر نے آگے شاہینہ کو پکڑ لیا، منصور نے سلمیٰ کو مجھ سے الگ کیا اور میں الیچی اٹھا کر ان افسروں کے ساتھ کوٹھی سے باہر آگیا۔ وہاں گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں ڈی جی کے ساتھ ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا۔ "ذرا چند منٹ توقف کریں۔ میں اپنے عزیز، رشتہ داروں کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے انھیں تسلیاں دینا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں سونیا کے دماغ میں پہنچا۔ وہاں جیسے آندھیاں چل رہی تھیں اور وہ اپنے غصے کو برداشت کرنے کی انتہائی کوششیں کر رہی تھی۔ شاہینہ اور سلمیٰ ابھی تک رو رہی تھیں اور زبیر کوٹھی کے باہر آکر مجھے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ سر جھکائے، بجھا بجھا سر جھکائے ایک طرف کھڑے ہوئے تھے۔ سر اٹھا کر ان کی نظروں سے اوجھل ہوگئی تو وہ کوٹھی کے اندر اسکرین لے رہے ہوں۔ ہم کتنے بے بس ہیں کہ تمہیں سہاگن نہ بنا سکے۔ بن گئیں۔ ہم تھانے دار دلھا کو جاتے ہوئے نہ روک سکے۔

سونیا اب آہستہ آہستہ اپنے زیور، کانوں کے جھمکے، کاہار، ہاتھوں کی چوڑیاں اتارنا شروع کر چکا تھا۔ ایک طرف پھینکتی جا رہی تھی۔ میں نے بے بسی سے کہا۔ "میں کیا کروں سونیا۔ دیکھو کیا پیدا ہوگئی کہ تمہیں دلھن نہ بنا سکا۔ کیا تم مایوس ہوگئی ہو؟"

وہ بولی۔ "میں مایوس ہونا نہیں جانتی لیکن اتنا جانتی ہوں کہ آج تک جو کچھ حاصل کرنا چاہا، حاصل کیا ہے لیکن حاصل کرتے وقت ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہنیں، آج چوڑیاں پہنیں تو میرے ہاتھ سے نکل گئے۔"

پھر وہ اپنی ایک سونی کلائی کو سہلاتے ہوئے بولی۔ "میرا مقصد ایک ہی ہے تمہیں حاصل کرنے کے لیے میں اس سے لڑاؤں گی جس نے پہلی بار مرجانہ کو ہماری شادی کی اطلاع دی اور اسے ہمارے خلاف بھڑکایا اور آج بھی ہماری شادی کی اطلاع ایسے بارسوخ ذرائع تک پہنچائی جن کے ذریعے ہمارا نکاح روک دیا گیا۔"

میں نے کہا۔ "واقعی یہ سوچنے کی بات ہے۔ ابھی چند گھنٹے پہلے ہم نے اپنی کوٹھی کے بند کمرے میں مغرب کے بعد نکاح پڑھانے کا پروگرام بنایا، صرف گھر والے وہاں موجود تھے کسی کی خبر نہیں تھی پھر وہ کون ہے۔ کہ اس بات کی خبر ہوگئی۔ مغرب کے بعد نکاح پڑھایا جائے گا۔ لہٰذا مغرب کی اذان ہوتے ہی مجھے اس کوٹھی سے باہر نکال دیا جائے، انجن سے جائے بلکہ سرحد پار پہنچا دیا جائے۔"

"فرہاد! ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ دشمنوں کو ہماری شادی ہونے یا نہ ہونے سے کیا دلچسپی ہے۔ انھیں کیا فائدہ پہنچے گا ہے یا کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

"ہاں اس بات پر غور کرنا چاہیے۔"

"میں نے غور کیا ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ دشمنوں کو ہماری شادی سے نہ تو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ وہ لوگ ہماری شادی روک کر کیا خوشی کرنا چاہتے ہیں۔ اب وہ کون ہے جسے ہمارے

خوش رکھنا چاہتے ہیں اور جسے وہ خوش رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ ان کے لیے کس قدر اہم ہوگا کہ اس کی خاطر وہ ہم سے محکمہ رہے ہیں اور ہماری خوشیوں کے راستے میں حائل ہو رہے ہیں یقیناً جسے وہ خوش کرنا چاہتے ہیں وہ ہستی ہمارے دشمنوں کے لیے بہت ہی اہم اور بہت ہی کارآمد ہوگی۔"

میں نے کہا۔ "ایک تو مرجانہ ہماری نظروں میں ہے۔ وہ اسے خوش کرنا چاہتے ہیں اور اسے اپنا آلۂ کار بنائے رکھنا چاہتے ہیں۔"

"نہیں فرہاد! مرجانہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے تو اسے ناقابلِ شکست خرافاتی فائٹر کہا جا سکتا ہے اور دشمنوں کے پاس ایسے لڑنے والے ہزاروں ہوں گے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو، دشمن کسی ایسی ہستی کو بہت زیادہ خوش رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کے ذریعے وہ ہمارے خلاف بے شمار فائدے حاصل کر سکتے ہیں، کوئی بات نہیں سونیا، ہم نے بازی نہیں ہاری ہے۔ فی الحال ہم نے ذرا پیچھے قدم ہٹا لیے ہیں آئندہ آگے بڑھنے کے لیے اب ہم اس دشمن ہستی کے پیچھے پڑ جائیں گے جو ہمارے خلاف دشمنوں کو معلومات فراہم کر رہی ہے۔ اچھا، اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ پھر تم سے باتیں کروں گا۔"

میں نے دماغی طور پر کار کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہوتے ہوئے ڈاکٹر جنرل سے پوچھا۔ "ہاں تو آپ کیا فرما رہے تھے؟"

انھوں نے کہا۔ "میں آپ کی ہونے والی دلھن سے آپ کو چھین کر لے جا رہا ہوں۔ اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا؟"

"آپ ایک ذمہ دار آفیسر ہیں۔ اپنے فرض سے مجبور ہیں۔"

انھوں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "فرض کے متعلق اور کچھ نہیں کہنا ہے وہ تو میں ادا کر رہا ہوں۔"

کار میں خاموشی چھا گئی۔ ... پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سعید احمد کو دیکھ رہی تھی۔ سعید صاحب ٹیلی فون کے پاس بیٹھے ہوئے اپنے بڑے افسروں سے رابطہ قائم کر رہے تھے اور میرے متعلق انھیں بتا رہے تھے۔ ان سے درخواست کر رہے تھے کہ جس طرح مجھے سرحد پار لے جائے جانے سے روکا جائے۔

سونیا نے کہا۔ "آپ اپنی تسلی کے لیے کوششیں کر لیں ہم دنیا کے ہر ملک میں جانتے ہیں۔ رہتے بھی ہیں، ہم نے ہر ملک میں خطرناک تنظیموں کی حکمرانی دیکھی ہے۔ یہ تنظیمیں اتنے وسیع ذرائع کی مالک ہوتی ہیں کہ بڑے بڑے ترقی یافتہ ملکوں کی انتظامیہ بعض اوقات ان کے سامنے بے بس ہو جاتی ہے ــــ"

سعید صاحب نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری بات مانتا ہوں لیکن ہم اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے، بیٹھے نہیں رہ سکتے۔"

"آپ کیا سمجھتے ہیں۔ وہ شخص جو اتنی خرافات کے ساتھ ان افسروں کے گھیرے میں گیا ہے کیا وہ سرحد بھی پار کر جائے گا؟ سعید صاحب! میں فرہاد کو آپ لوگوں سے زیادہ جانتی ہوں۔" سونیا نے بڑے وثوق سے کہا۔

اس کی بات سن کر تمام لوگ حیران ہو کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ سعید صاحب نے پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ فرہاد سرحد پار نہیں کرے گا؟"

سونیا نے جواب دیا۔ "شاید وہ سرحد پار کریں گے ایک محب وطن اپنے وطن کے افسران کو کبھی ان کے فرائض کی ادائیگی سے نہیں روکتا اور ایک محب وطن یہ بھی نہیں چاہتا کہ دشمنوں سے شکست کھا کر میدان خالی کر دے اور انھیں من مانی کرنے کا موقع دے۔ اس لیے فرہاد واپس آئیں گے۔ خواہ سرحد پار کرنے سے پہلے آئیں یا سرحد پار کرنے کے بعد۔"

شاہینہ اس سے لپٹ گئی۔ "ہائے بھابی جان! آپ نے کتنی اچھی خوش خبری سنائی ہے میرے بھائی جان آجائیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "دیکھو اب زیادہ خوش نہ ہونا اور نہ ہی شادی کے خواب دیکھنا۔ تمہارے بھائی جان آئیں گے تو کسی کو خبر نہیں ہوگی نہ ہی وہ کسی سے رابطہ قائم کریں گے رشتے داروں میں بٹنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن ہمارے رشتوں کی محبت کو ہماری کمزوری بنا لیتے ہیں، تمہارے ساتھ کیا عمل کیا گیا، پھر آج صبح ایئرپورٹ پر تمہارے دھوکے میں کسی اور کو قتل کیا گیا ابھی وہ باڈی گارڈ سوٹ والا سامنے والی کوٹھی میں تمہاری تاک میں بیٹھا ہوا تھا۔ نہیں شاہینہ! تمہاری زندگی فرہاد کے لیے اور ہم سب کے لیے بہت قیمتی ہے میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ فرہاد کو ضد کر کے اپنے پاس نہ بلانا۔ انھیں موقع ملے گا تو وہ خود تمہارے پاس دوڑے آئیں گے۔"

وہ شاہینہ کو سمجھا رہی تھی۔ میں سن رہا تھا۔ پھر میں نے سائرہ باؤ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اچھی ہمارے آئندہ ٹھکانے ہمیں کہاں لے جاتے ہیں، ہم نہیں جانتے۔ آپ کے رشتے داروں نے آج رات مجھے کھانے پر مدعو کیا تھا لیکن میں بہت دور جا رہا ہوں قانون کے محافظ میری یہاں آمد کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے مجھے سرحد پار جانے پر مجبور کر رہے ہیں۔ خدا نے چاہا تو پھر ملاقات ہوگی۔"

ان سے تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد میں پھر دعائی طور پر حاضر ہو گیا۔ اب گاڑی رک گئی تھی۔ وہ شالامار باغ سے آگے کا علاقہ تھا۔ رات کا اندھیرا پوری طرح پھیل چکا تھا لیکن اس اندھیرے میں بھی بہت سے مسلح افراد نظر آ رہے تھے جنھوں نے ہماری گاڑیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ پھر ہماری کار کے پچھلے دونوں دروازے کھول دیے گئے۔ رائفل کے اشارے سے صرف مجھے باہر آنے کے لیے کہا گیا۔ میں نے اشارتی حکم کی تعمیل کی۔ دو آدمیوں نے مجھے پیچھے سے رائفلوں کی زد میں لے کر نال سے میری پیٹھ کو ٹہوکا دیا تاکہ میں آگے بڑھوں۔ میں آگے بڑھنے لگا۔ آگے ایک اور مسلح جوان چل رہا تھا۔ اس نے ایک گاڑی تک میری رہنمائی کی۔ مجھے اس گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بٹھا دیا گیا، پھر دو صحت مند کڑیل جوان میرے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

پھر وہ گاڑی وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے دیکھا۔ ڈی جی اسی طرح پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی کار کے دروازے بند کر دیے گئے تھے۔ اب ان گاڑیوں کو واپس جانے کا حکم دیا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ گاڑیاں جانے لگیں۔ میں نے اپنی گاڑی میں دیکھا۔ وہ ایک سفید ویگن تھی میرے سامنے والی سیٹ پر تین مسلح افراد تھے۔ ان کے سامنے والی سیٹ پہ ایک ڈرائیور تھا اور ڈرائیور کے پاس بھی ایک مسلح شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اب وہ ویگن کچے راستے پر مڑ گئی تھی۔ گاڑی کو بڑے جھٹکے لگ رہے تھے۔ وہ ڈگمگا کر ہی تھی مگر ایک مخصوص رفتار سے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

میرے ملک کے افسران اپنا فرض ادا کرنے کے لیے مجھے سرحد کی طرف لے جا رہے تھے اور یہ لوگ سرحد کے راستے سے گزر کر کسی کچے راستے پر چل رہے تھے اس کا مطلب یہ تھا کہ مجھے سرحد پار نہیں لے جا رہے ہیں۔ پھر کہاں لے جا رہے ہیں؟ میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے مسلح جوان سے پوچھا: "تم لوگ کون ہو؟ تم لوگوں نے مجھے قانون کی گرفت سے ڈائی دلائی ہے اس کا مطلب ہے کہ میرے دوست ہو۔ میرا بھلا چاہتے ہو۔ لہٰذا مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں کن دوستوں میں ہوں؟"

وہ سب خاموش رہے۔ کسی نے جواب نہیں دیا۔ گاڑی کے چاروں طرف رات کی گہری تاریکی مسلط تھی۔ صرف ہیڈ لائٹس کے ذریعے دور تک کچا راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ تب میں نے اس کچے راستے پر کسی ریشمی لباس والی کو دیکھا۔ دوسرے وہ ہچاپی نہیں گئی لیکن جیسے جیسے گاڑی قریب پہنچتی گئی وہ نظر آتی گئی۔ وہ بیچ راستے پر کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے گلے میں سیاہ موتیوں کی مالا تھی۔ رات کی تاریکی میں اور ہیڈ لائٹس کی روشنی میں اس مالا کے سیاہ موتی یکے بعد دیگرے چمک رہے تھے بجھ رہے تھے اور پھر چمک رہے تھے۔

ویگن ڈرائیور نے ہارن دیا۔ وہ یقیناً حیران ہو گا کہ اتنی رات کو ایسے ویرانے میں ایک دوشیزہ بیچ راستے پہ کیوں کھڑی ہوئی ہے جیسے راستہ روکنا چاہتی ہو۔ ڈرائیور کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: "جب وہ محترمہ گاڑی رکوانا چاہتی ہے تو گاڑی روک دو۔ پیلو روکو۔"

گاڑی اچانک ہی رک گئی۔ میں اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے ایک ریوالور ڈرائیور کی پسلی سے لگا دیا تھا۔ تب ہی ڈرائیور رکنے پہ مجبور ہوا کہ بھرائی سے کہہ رہا تھا: "تم یہ کیا کر رہے ہو؟ مجھے ریوالور سے دھمکی دے رہے ہو۔ کیا ہم ایک لڑکی کو کچل کر آگے نہیں بڑھ سکتے؟ کیا تمھیں نہیں معلوم ہے کہ ہم کتنے اہم آدمی کو اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں؟"

میرے سامنے والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تینوں مسلح افراد اپنے ریوالور نکال کر سامنے والے شخص کو دھمکی دینا چاہتے تھے اسی وقت میرے آس پاس بیٹھے ہوئے دو مسلح کڑیل جوانوں نے اپنے ریوالور ان کی کنپٹیوں پہ رکھ دیے۔ پھر ایک نے کہا: "ہاں کسی اہم شخصیت کو اپنے ساتھ لے جانا اتنا آسان نہیں ہوتا جتنا تم لوگوں نے سمجھا ہے۔ اپنے منصوبے گاڑی میں ہی چھوڑ دو اور چپ چاپ باہر نکل جاؤ۔ ہم اپنا وقت ضائع کرنا نہیں جانتے فوراً گولی مار دیتے ہیں۔ چلو۔"

گاڑی کے اندر جو کچھ ہو رہا تھا، اسے میں نے سرسری نظروں سے دیکھا اور سنا لیکن اسے گہری نظروں سے دیکھتا رہا جو گاڑی کے باہر بیچ سڑک پر کھڑی ہوئی تھی۔ غضب کا حسن تھا۔ ایسا حسن خوابیدہ آنکھیں بھی نہیں دیکھ سکتیں۔ یوں گمان ہوتا تھا۔ جیسے فریبِ نظر ہو اور آنکھوں کو چیلنج کر رہا ہو کہ حسن کو بیان کر سکتے ہو تو کرو۔ نہیں کر سکتے تو سحر زدہ ہو کر دیکھتے رہو۔

اسے جو کوئی دیکھتا، اس کے حضور میں حاضر ہونے کی تمنا کرتا۔ میری تمنا تھی کہ میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں لیکن وہ مجھ سے کافی فاصلے پر تھی میں اس کی آنکھوں میں نہیں جھانک سکتا تھا۔ اس کی آواز سننا چاہتا تھا لیکن وہ خاموش تھی۔ اب آہستہ آہستہ چل کر سڑک کے کنارے کھڑی ہو گئی تھی۔ اس کا رخ ہماری گاڑی کی طرف تھا۔ ہماری گاڑی میں مسلح دشمن نتھے کر دیے گئے تھے۔ وہ

ہتھیار پھینک کر گاڑی سے باہر چلے گئے تھے۔ اب وہ دوشیزہ ہماری طرف سے پلٹ کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دور جا رہی تھی۔ سڑک کے کنارے کنارے چل رہی تھی۔ چلنے کا انداز ایسا تھا جیسے زمین پر نہیں بلکہ ہوا کی ہتھیلی پہ قدم رکھتی جا رہی ہو۔ ہماری گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور اس کے پیچھے پیچھے بہت ہی آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ میں نے پوچھا: "تم لوگ کون ہو؟ اور یہ لڑکی کون ہے؟ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

ویگن کی روشنی دور تک سڑک تک جا رہی تھی۔ آگے ایک سفید رنگ کی کار نظر آئی، وہ اس کار کے قریب پہنچ گئی تھی۔ ایک سفید وردی میں ملبوس ڈرائیور نے اس کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ اس نے پلٹ کر اپنی ایک جھنگی میں ایک سیاہ موتی کو تھام کر میری طرف مسکراتے ہوئے دیکھا جیسے الوداع کہہ رہی ہو۔ پھر وہ پچھلی سیٹ پہ بیٹھ گئی۔

میں نے اپنی سیٹ پر بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "کیا تم لوگ مجھے اس سے ملنے کا موقع نہیں دو گے؟"

جواب دینے کی کسی کو فرصت نہیں تھی۔ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف تھے۔ جو لوگ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ گاڑی سے اتر گئے تھے اور ان کی جگہ دوسرے مسلح افراد بیٹھ رہے تھے۔ اس دوران وہ کار اسٹارٹ ہو کر دور ہوتی جا رہی تھی یعنی میں نے جن لوگوں سے سوال کیا تھا۔ وہ گاڑی سے اتر گئے تھے۔ میرا وہ سوال اور وہ خواہش ان لوگوں کے ساتھ چلی گئی تھی اور نئے لوگ میرے آس پاس آ گئے تھے۔

وہ سفید کار آگے جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میں نے بے بسی سے اپنے آس پاس کے لوگوں کو دیکھا، اس وقت تک ہماری ویگن بھی آگے بڑھ چکی تھی۔ میں نے کہا: "تم لوگوں نے مجھے اغوا کنندگان سے نجات دلائی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میری حفاظت کرنا چاہتے ہو لیکن ایسا نہ ہو کہ میری ذات سے تم لوگوں کو نقصان پہنچے لہٰذا اپنے متعلق بتاؤ کہ کون ہو اور وہ دوشیزہ کون ہے؟"

میرے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: "وہ ہماری مالکہ ہیں۔"

"مالکہ کا کوئی نام تو ہو گا؟"

"اعلیٰ بی بی۔"

"اعلیٰ بی بی؟ یہ بھی کوئی نام ہے؟"

اس شخص نے کہا: "ہم اپنی مالکہ سے یہ نہیں پوچھ سکتے۔"

"تم لوگ کون ہو؟"

اس نے جواب دیا: "چور۔ ہم چالیس چور ہیں۔"

میں نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر پوچھا: "کیا مجھ سے مذاق کر رہے ہو؟"

"فرہاد صاحب! ہم آپ سے مذاق کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔"

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ اعلیٰ بی بی ہے اور تم چالیس چور ہو؟"

"جی ہاں ہماری جماعت کا نام یہی ہے۔ اعلیٰ بی بی چالیس چور۔ آپ کو یقین نہ ہو تو آپ ہماری سوچ پڑھ کر دیکھ لیں۔ ابھی دوسرا اور تیسرا چور بھی آپ سے گفتگو کرے گا۔ آپ ہر ایک کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں اور ہمارے جھوٹ اور سچ کو سمجھ سکتے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا: "میں چور نمبر پچیس ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہمارے جو چور ساتھی آپ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ گاڑی سے اتر گئے اور ان کی جگہ ہم آ گئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ پہلے جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ہمارے خریدے ہوئے آلۂ کار ہیں۔ ہم ان سے کام لیتے ہیں اور انھیں اجرت دیتے ہیں اس کے بعد ان کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ وہ ہمارے کسی راز میں شریک نہیں ہوتے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ اعلیٰ بی بی اور چالیس چور کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

میرے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: "میں چور نمبر چھبیس ہوں۔ ہم تمام چور اپنی اپنی جگہ اتنی اہمیت کے حامل ہیں کہ کوئی کسی سے کم نہیں ہے کوئی کسی سے زیادہ نہیں ہے۔ اعلیٰ بی بی کی حکمرانی میں ہم صرف چالیس ہیں۔ چالیس سے نہ تو ایک زیادہ ہوتا ہے نہ ایک کم ہوتا ہے۔ اگر ایک کو موت آ جائے یا وہ ناکارہ ہو جائے یا وہ استعفیٰ دے دے تو پھر اس کی جگہ کسی دوسرے چور کو شامل کر لیا جاتا ہے اور چالیس کی تعداد پوری ہو جاتی ہے۔ ہمارے علاوہ اور بھی بہت سے کام کرنے والے ہوتے ہیں وہ ہمارے خریدے ہوئے عارضی آلۂ کار ہوتے ہیں۔"

میرے دوسری طرف بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: "میں چور نمبر تئیس ہوں۔ جناب! ہم اپنے ہنر میں اتنے باکمال ہیں کہ آپ ٹیلی پیتھی کا سہارا نہ لیں تو ہم آپ کی آنکھ سے منظر چرا کر لے جائیں۔ ابھی اتنی دیر میں ہم نے آپ کی تلاشی لی ہے۔ آپ شلوار قمیص میں ہیں۔ صرف ایک جیب ہے اور وہ بھی خالی۔ آپ کو پتہ بھی نہیں چلا اور میں نے آپ کی جیب سے کچھ نکال کر رکھ دیا ہے۔"

میں نے فوراً ہی اپنی جیب کو ٹٹولا اور ہاتھ ڈال کر وہ چیز نکالی۔ وہ ایک خوب صورت سی گھڑی تھی جسے کسی

چیں سے منسلک کر کے گلے میں پہنا جا سکتا تھا یا بیلٹ کے ذریعے کلائی سے باندھا جا سکتا تھا۔ اس نے کہا: "یہ محض گھڑی نہیں ہے، اس کی ننھی سی چابی کو اگر آپ اندر کی طرف دو بار دبائیں گے تو اسی انڈیکیٹر کے ذریعے اعلیٰ بی بی کو اشارتی پیغام موصول ہوگا۔ وہ سمجھ لیں گی کہ آپ کو ان کی ضرورت ہے۔ پھر وہ اپنے چوروں کو فوراً ہی آپ کی خدمت کے لیے روانہ کر دیں گی۔"

میرے دوسری طرف بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: "جناب! ہم چور ہیں اپنے ہنر اور کمال کی باتیں کر رہے تھے۔ کمال یہ ہے کہ آدمی کے دماغ سے کھیلا جائے جیسے آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کھیلتے ہیں لیکن ہم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے اس کے باوجود انسانی ذہن سے کھیلنا جانتے ہیں کیونکہ ہم نفسیات کے ماہر بھی ہیں۔ اتنی دیر سے ہم آپ کی نفسیات سے کھیل رہے ہیں۔ آپ کو باتوں میں الجھائے رکھا اور آپ کی کلائی سے گھڑی اتار لی۔"

میں نے چونک کر اپنی کلائی کو دیکھا، وہ گھڑی سے خالی تھی۔ میں نے حیرانی سے کہا: "کمال ہے، یہ کیسے ہو گیا؟"

ایک اور شخص نے کہا: "میں چور نمبر اٹھائیس ہوں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ ہم اپنے سامنے والے کے مزاج کو اور ماحول کو سمجھتے ہیں، آپ کا مزاج عاشقانہ ہے۔ آپ نے ہماری اعلیٰ بی بی کے حسن و جمال کو دیکھا۔ یہ نفسیاتی حقیقت جھٹلائی نہیں جا سکتی کہ آپ زبان سے گفتگو کرتے وقت ہمارے پاس موجود ہیں لیکن آپ کا سارا دھیان اعلیٰ بی بی کی طرف لگا ہوا ہے۔ پھر یہ کہ ہم باتوں کے ماہر ہیں۔ آپ نے اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں جیسے اپنے متعلق معلومات فراہم کر رہے ہوں۔ چالیس چوروں سے آپ کو دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ اب آئینے ماحول کی طرف۔ یہ ایک دلکش کا ماحول ہے۔ راستہ کچا ہے گاڑی ڈگمگاتی ہے کبھی جھٹکے کھاتی ہے۔ کبھی ادھر ہوتی ہے کبھی ادھر ہوتی ہے۔ بس ادھر ادھر میں آپ کی کلائی سے گھڑی صاف ہو گئی اور آپ کا سر جو ننگا تھا اس پر ایک ہیٹ رکھ دیا گیا اور آپ کو احساس بھی نہیں ہوا۔"

بے اختیار میرے دونوں ہاتھ اپنے سر کی طرف گئے۔ وہاں ایک ہیٹ رکھا ہوا تھا۔ میں نے بڑی فراخ دلی سے ہنستے ہوئے ان چوروں کو تعریفی نظروں سے دیکھا پھر کہا: "میں ایسے کمالات ٹیلی پیتھی کے ذریعے دکھاتا ہوں اور تم لوگ نفسیات کے اتنے ماہر ہو کہ انسانی دماغ سے کھیلتے ہو اور وہ بھی ٹیلی پیتھی کے ماہر دماغ سے کھیل رہے ہو۔ میں زندگی میں پہلی بار تم جیسے دلچسپ لوگوں سے مل رہا ہوں۔"

ایک چور نے کہا: "بس جناب! آپ نے تعریف کر دی۔ ہمیں بہت بڑا انعام مل گیا۔"

"ہم جتنے بھی کارنامے انجام دیتے رہیں ان کا ہمیں بھاری معاوضہ ملتا ہے۔ اعلیٰ بی بی ہمیں کسی چیز کی کمی محسوس ہونے نہیں دیتیں لیکن آپ جیسے دماغوں سے کھیلنے والے ماہر نے ہماری تعریف کی ہے تو اس سے بڑا انعام ہمارے لیے کوئی نہیں ہو سکتا۔" دوسرے نے کہا۔

وہ سب باری باری خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ اتنے میں گاڑی ایک جگہ رک گئی۔ ان لوگوں نے مجھے مصروف رکھا تھا۔ راستے کی طوالت کا احساس نہیں ہوا۔ ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے تھے، یہ مجھے پتہ ہی نہ چلا۔ جہاں گاڑی رکی ہوئی تھی اس کے ایک طرف نہر تھی۔ دوسری طرف ایک کوٹھی نظر آئی جس کا گیٹ کھولا جا رہا تھا۔ پھر وہ گاڑی اس گیٹ میں داخل ہو کر کوٹھی کے احاطے سے گزرتی ہوئی پورچ میں آ گئی۔

ہم گاڑی سے اتر گئے، وہ لوگ میرے آس پاس بڑے ادب سے کھڑے ہوئے تھے۔ ایک چور نے گاڑی ڈرائیو کرنے والے سے کہا: "اس گاڑی کو ٹھیک ہماری کوٹھی کے سامنے سڑک پر کھڑی کرو۔ وہ لوگ اسے تلاش کر رہے ہوں گے۔ یہاں آئیں گے اور اسے لے جائیں گے۔"

میں نے اس کی بات پر ذرا غور کیا۔ پھر مسکرانے لگا اس چور نے کہا: "آپ یقیناً سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم ایسا کیوں کر رہے ہیں؟"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: "ہاں جو لوگ مجھے تلاش کر رہے ہوں گے وہ اس گاڑی کو دیکھ کر یہاں رک جائیں گے اور یہ سوچیں گے کہ مجھے لے جانے والوں نے گاڑی کو یہاں روک دیا ہے۔ یہاں سے کسی دوسری گاڑی میں مجھے لے گئے ہیں۔ اگر مجھے اس کوٹھی میں لایا جاتا تو گاڑی کو کسی دوسری جگہ چھوڑا جاتا۔ یہ ایک زبردست نفسیاتی چال ہے اور واقعی تم لوگ ماہر نفسیات ہو۔"

میں ایک چور کی رہنمائی میں کوٹھی کے اندر آیا۔ وہ بہت ہی خوب صورت کوٹھی تھی۔ سب سے پہلے مجھے ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچایا گیا۔ جہاں چاروں طرف ولایتی پردے آویزاں لگے ہوئے تھے۔ تیز روشنی تھی اور ان آئینوں کے پاس میک اپ کا بہت سا سامان رکھا ہوا تھا۔ اس چور نے کہا: "یہاں میں موجود ہوں۔ اب میرے روپ میں آپ یہاں کچھ عرصے تک رہیں گے۔ اعلیٰ بی بی نے درخواست کی ہے کہ آپ کچھ عرصے کے لیے بالکل غائب ہو جائیں۔"

میں اعلیٰ بی بی سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"میک اپ کے بعد ملاقات ہو جائے گی۔ آپ سے التجا ہے کہ مادام سونیا کو بھی اس جگہ کا علم نہ ہو۔ اس کے علاوہ رسونتی صاحبہ کو بھی آپ کچھ نہ بتائیں۔ غرض یہ کہ اپنے کسی بھی ساتھی کو اپنے متعلق صحیح اطلاع نہ دیں۔"

"مجھے ایسے مشورے کیوں دیے جا رہے ہیں؟"

"اعلیٰ بی بی یہ جاننا چاہتی ہیں کہ آپ کی اور مادام سونیا کی شادی کی اطلاع ہیوونی تنظیم تک کیسے پہنچ جاتی ہے آپ اپنے گرد دوستوں اور قریبی رشتے داروں سے بھی چھپ کر رہیں گے تو اعلیٰ بی بی جلد ہی اس پراسرار شخص تک پہنچ جائیں گی جو آپ کے خلاف اطلاعات فراہم کرتا ہے۔"

میں آئینے کے سامنے ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گیا۔ ایک شخص میرے میک اپ کی تیاری کرنے لگا۔ میں نے چور سے پوچھا: "اعلیٰ بی بی نے اس پراسرار شخص سے متعلق کوئی رائے ضرور قائم کی ہوگی؟"

"جی ہاں" وہ کہتی ہیں کہ جو آپ کے خلاف اطلاعات فراہم کرتا ہے وہ یقیناً ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یہ سوچنے کی اور سمجھنے کی بات ہے کہ آج مغرب کے بعد آپ لوگوں کا نکاح پڑھایا جانے والا تھا، یہ بات صرف آپ کے گھر کے چند افراد جانتے تھے پھر دشمنوں تک کیسے اطلاع پہنچ گئی؟ تھوڑی ہی دیر میں آپ کے دانتے میں کیسی کیسی رکاوٹیں پیدا کی گئیں۔ آپ کو مرحد پار پہنچانے کے انتظامات کر دیے گئے۔ مقصد یہ تھا کہ مادام سونیا سے آپ کی شادی نہ ہو۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "سونیا، رسونتی پر شبہ کر ہی نہیں سکتا۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ رسونتی ایسی نادانی نہیں کرے گی۔"

"مجھے دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہے اور میری وفادار ہے۔ لیکن موجودہ حالات میں اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی ہماری مخبری کر رہا ہے۔ ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔ میں ابھی تم سے بات کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں آنکھیں بند کر کے ایڈی فرینک کی سوچ کی لہروں کو گرفت میں لینے لگا۔ ایڈی فرینک وہی شخص تھا جو بمبئی میں پکڑے جانے کے بعد مجھ سے ملا تھا۔ ایک بار لاہور سے کراچی تک سفر کرنے کے دوران اس سے سامنا ہو گیا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے معاملے میں ہم سے کم تر تھا۔ ہماری مخالفت میں کسی دشمن کا ساتھ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ جب میں نے اس کی سوچ کی لہروں کو گرفت میں لینا چاہا تو مجھے اس کا دماغ نہیں ملا۔ اس کا مطلب تھا کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں تھا۔ مر چکا تھا۔

میں نے آنکھیں کھول کر اس چور سے کہا: "میری معلومات کے مطابق ایک شخص جو ٹیلی پیتھی جانتا تھا وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا، تعجب ہے دوسرا کون ہو سکتا ہے؟"

"جناب! ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کرنا بہت ہی مشکل ہے لیکن آپ جیسے حوصلہ مند مشکل کو آسان بنا دیتے ہیں ہو سکتا ہے کسی اور حوصلہ مند نے یہ علم حاصل کر لیا ہو۔"

"ہاں ہو سکتا ہے۔"

"اعلیٰ بی بی اس سلسلے میں بہت محتاط ہیں اور ہمیں بھی سختی سے تاکید کی ہے کہ ہم ہر ایک کے سامنے اپنی زبان نہ کھولیں۔ اس وقت تک گونگے بنے رہیں گے جب تک کہ وہ پراسرار شخص ہمارے سامنے بے نقاب نہ ہو جائے۔"

میں نے کہا: "کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا میری اجازت کے بغیر میرے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو میں محسوس کر لوں گا۔ لہٰذا وہ میرے رشتے داروں یا میرے دوستوں کے دماغ میں بھی پہنچ کر میرے متعلق معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ آج بھی یہی ہوا ہوگا جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اس نے سونیا یا شاہینہ وغیرہ کے دماغ میں پہنچ کر نکاح کی بات معلوم کر لی ہوگی۔"

"مادام سونیا آپ کا انتظار کر رہی ہوں گی۔ کیا آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ قائم کریں گے؟"

"میں رابطہ قائم کر کے اسے تسلی دوں گا لیکن یہ نہیں بتاؤں گا کہ میں کہاں ہوں۔"

"آپ کچھ دیر اور ٹھہر جائیں تو بہتر ہے۔ آدھی رات کے بعد رابطہ قائم کریں۔ اس وقت یہ کہیں گے کہ سرحد پار کر چکے ہیں تو یہ زیادہ مناسب ہوگا۔"

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد میک اپ ختم ہو گیا۔ اب آئینے کے سامنے میں نہیں تھا بلکہ وہ چور تھا جو میرے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے کہا: "میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ آپ یاد رکھیں میرا نام تو قیر احمد ہے۔ میں لاہور کا باشندہ ہوں چالیس چوروں میں ایک چور بننے کے لیے میں نے طویل ٹریننگ حاصل کی ہے اور اس جماعت میں شریک ہونے کے قابل ہو گیا ہوں۔ بظاہر مال روڈ پر میرا ایکسپورٹ امپورٹ کا ایک دفتر ہے۔ وہ دفتر میں سنبھال لیا کروں گا۔ آپ دماغی رابطہ قائم کر کے مجھے بتایا کریں گے یا میں آپ کو بتا دیا کروں گا کہ کس وقت میں کہاں ہوتا ہوں اور کس وقت کون لوگ آپ سے ملنے آتے ہیں اور ان سے آپ کو کس قسم کی گفتگو کرنی چاہیے۔ ویسے تو قیر احمد

بن کر بیٹھنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی۔ ہم سب آپ کے آس پاس ہی رہیں گے۔"

میں کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کی رہنمائی میں چلتا ہوا ایک کمرے سے گزرتا ہوا کوریڈور کو عبور کرتا ہوا ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ پھر اعلیٰ بی بی کو دیکھتے ہی ٹھٹھک گیا۔

وہ حسین چہرہ نگاہوں کے عین سامنے تھا۔ میں اس دوشیزہ کو سر سے پاؤں تک بڑی تفصیل سے دیکھ سکتا تھا۔ اس کے گلے میں موتیوں کی مالا پڑی ہوئی تھی لیکن اب وہ تمام موتی بجھے ہوئے تھے۔ ان میں چمک نہیں تھی۔ وہ مسکرا کر بولی۔ "میں آپ کو خلوصِ دل سے خوش آمدید کہتی ہوں۔"

میں نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "کیا واقعی تمہارا نام اعلیٰ بی بی ہے؟"

"میرے چور ساتھی چور تو ہیں مگر جھوٹے نہیں ہیں انھوں نے سچ کہا ہے۔"

"مگر یہ تو عجیب بوڑھیوں جیسا نام ہے۔"

وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولی۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے نام سے خوش نہ کر سکی۔ یہ وعدہ رہا کہ اپنے کام سے خوش کرتی رہوں گی۔ آئیے۔ ڈنر کا وقت ہے۔ کھانا تیار ہے۔"

وہ ایک دروازے کی طرف گھوم گئی۔ میں اس کے ساتھ چلنے لگا۔ ڈرائنگ روم کے بعد ایک ڈائننگ روم نظر آیا۔ جس ایک میز پر پاکستانی کھانوں کی خوشیں ترتیب سے رکھی ہوئی تھیں۔ اس میز پر صرف میرے اور اس کے لیے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ ایک خادمہ ادب سے کھڑی ہوئی تھی۔ اعلیٰ بی بی کا اشارہ پاتے ہی چلی گئی۔ ہم دونوں میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔ "میں تمہارے متعلق بہت کچھ جاننا چاہتا ہوں۔ میرے ذہن میں بہت سے سوالات ہیں لیکن پہلا سوال یہی کروں گا۔ کیا تم کالا جادو جانتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "بالکل نہیں۔"

"کبیر بیدل نے تمہیں شالامار باغ میں دو مختلف جگہوں پر ایک ہی وقت میں دیکھا۔ پھر نم شادمان کالونی کے ایک راستے کے کنارے اپنی بگھی ہوئی کار کے پاس کھڑی ہوئی تھیں اور اسی وقت کبیر بیدل کی کار کی پچھلی سیٹ پر بھی بیٹھی ہوئی تھیں وہاں سے اتر کر گئیں تو اس دھوئے کے ساتھ کہ تم کبیر بیدل کے خواب گاہ میں موجود ملوگی وہ اپنی خواب گاہ میں پہنچا تو واقعی تم وہاں موجود تھیں جبکہ اس کی خواب گاہ مقفل تھی۔"

"آپ کھانا شروع کریں۔ میں بتاتی ہوں۔"

میں نے کھانا شروع کیا۔ وہ کہنے لگی۔ "اصل اعلیٰ بی بی کبیر بیدل کی خواب گاہ میں تھی۔ وہاں اس کی الماری سے اس کے جرائم کے ثبوت حاصل کر چکی تھی۔ اس کے ریوالور کے چیمبر کو خالی کر چکا تھا۔ باقی جتنی بھی اعلیٰ بی بیاں اسے راستے میں یا شالامار باغ میں نظر آئیں وہ سب دوسری لڑکیاں تھیں اور سب کی سب اعلیٰ بی بی کے میک اپ میں تھیں۔"

میں نے تعجب سے کہا۔ "اتنی سی بات میری سمجھ میں کیوں نہیں آئی تھی۔"

"اعلیٰ بی بی اور چالیس چور انسانوں کی نفسیات سے کچھ خوب جانتے ہیں۔ آپ کے 'سونیا کے' شاہ ہینہ کے تمام افراد خاندان کے اور کبیر بیدل کے دماغ میں جمیلی اور بھوندو کے کالے جادو کی بات سمائی ہوئی تھی۔ کبیر بیدل کے سامنے جب اعلیٰ بی بی بیان آئیں تو اس نے اسے کالے جادو کا کمال سمجھا اور آپ نے بھی یہی سمجھا۔"

"لیکن وہ تماشہ کیا تھا، کبیر بیدل مجھے دیکھ سکتا تھا اس کے ملازم نہ مجھے دیکھ سکتے تھے نہ مقناطیسی آواز سن سکتے تھے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "کبیر بیدل کے ایک چوکیدار اور ملازموں کو ہم نے بھاری معاوضہ دے کر خرید لیا تھا۔ وہ اعلیٰ بی بی کو دیکھ چکے تھے سن چکے تھے مگر گونگے اور بہرے بن گئے تھے۔ رہ گیا باڈی گارڈ سو رہا تو ہم نے اس کی شراب میں دوا ملا دیا گیا تھا۔ اسی لیے وہ مدہوش پڑا ہوا تھا۔"

میں نے کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ بہت سی باتیں پراسرار تھیں۔ ان کی وضاحت ہو رہی تھی لیکن ابھی اور بھی سی باتوں نے الجھا رکھا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "تمہارے اور چوروں کے ذرائع کتنے وسیع ہیں؟ تم لوگ ایسی جگہ پہنچ سکتی ہو جہاں میری ٹیلی پیتھی بھی نہ پہنچ سکی۔ مثلاً تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ کبیر بیدل مڈل مین ہے اور وہی ہیروئین کے بیوپار کر رہا ہے؟"

اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "آخر آپ نے یہ سوال کر ہی لیا جس کا جواب میں نہیں دے سکتی۔"

"کیوں نہیں دے سکتیں؟"

"اس لیے کہ اس کا جواب صرف اعلیٰ بی بی ہی دے سکتی ہیں۔"

میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا؟ کیا تم اعلیٰ بی بی نہیں ہو؟"

"میں تو ان پانچ لڑکیوں میں سے ایک ہوں جو اعلیٰ بی بی کا رول ادا کرتی ہیں۔"

میں نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "کیا یہ فیصلہ ہے کہ ہم پانچوں میں سے کوئی اصلی اعلیٰ بی بی ہو۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہم پانچوں نقلی ہوں؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "ہاں یہ ہو سکتا ہے۔"

میں نے پھر سوال کیا۔ "اعلیٰ بی بی کی اصل پہچان کیا ہے؟"

وہ کھانے کھاتے میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ "آپ شاید میرے دماغ میں پہنچ گئے ہیں۔ اسی لیے چپ ہیں۔ میرے دماغ میں طرح طرح کی سوچیں پیدا کر رہے ہیں۔"

"ہاں میں پوچھ رہا تھا کہ اصلی اعلیٰ بی بی کی پہچان کیا ہے؟"

وہ اپنا بایاں ہاتھ اپنے سر کے پیچھے گردن کے پاس لے گئی۔ وہیں سے اس نے وہ سیاہ موتیوں والا ہار جھلنے لگا۔ کبھی اس کا ایک موتی، کبھی دوسرا موتی، کبھی تیسرا موتی چمکتا تھا۔ پھر چمکتا تھا اور پھر چمکتا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہ ایک ننھے سوئچ کے ذریعے روشن ہوتے ہیں اور بجھتے ہیں۔ یہ دیکھیے میں اسے آف کرتی ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے وہ تمام موتی بجھ گئے۔ وہ ایک معمولی ہار بن گیا۔ اس نے کہا۔ "اصلی اعلیٰ بی بی کی پہچان یہ ہے کہ اس کے گلے کا ہار اصلی ہے۔ ان موتیوں میں قدرتی چمک ہے۔ وہ قدرتی طور پر جلتے بجھتے ہیں۔"

"تمہارا محسن کسی سنگدل یا سیاہوٹ کا محتاج نہیں ہے۔ شاید اعلیٰ بی بی ایک میک اپ نہیں کرتی ہوگی اور سیاہوٹ کے لیے زیورات نہیں پہنتی ہوگی۔ پھر ایسے جلنے بجھنے والے ہار کو پہننے کا مقصد کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "اگر چمکنے یا جگمگانے والا ہار پہننے کی فرمائش ہوتی تو اعلیٰ بی بی ہیرے جواہرات سے جڑے ہوئے ہار بھی پہن سکتی تھیں۔ میں سمجھتی ہوں سیاہ موتیوں کے اس ہار کے پیچھے ضرور کوئی غیر معمولی بات ہے تبھی وہ اسے ہمیشہ پہنے رہتی ہیں۔"

"اس وقت وہ کہاں ہوں گی؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ وہ کس ملک میں ہوں گی۔ شالامار کو انھوں نے ہمیں ایک بوتل خون لا کر دیا تھا۔ مجھے سمجھایا گیا کہ اس طرح بھوندو چمار سے ملاقات کرنا ہے اور خون کی وہ بوتل اس کے حوالے کرنا ہے۔"

"اس بوتل میں سامی کا خون تھا۔ کیا سامی کو ہلاک کر دیا گیا ہے؟"

"میں نہیں جانتی کہ اس میں کس کا خون تھا اور کسی کو ہلاک کیا گیا ہے یا نہیں؟ میں نے حکم کی تعمیل کی تھی اور وہ بوتل بھوندو چمار تک پہنچا دی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ یہ میں نہیں جانتی۔"

"میں جانتا ہوں۔ مڈل مین کا منصوبہ تھا کہ شاہینہ کو ہلاک کیا جائے گا تو شادی کے گھر میں ماتم شروع ہو جائے گا۔ میری اور سونیا کی شادی ایک طویل عرصے تک رک جائے گی۔ اس وقت تک مرجانہ برین واش کے بعد سونیا کو حاصل کرنے پہنچ جائے گی لیکن اعلیٰ بی بی نے ایک تیر سے کئی شکار کر لیے۔ جمیلی کو لہنی کے بھیس میں بھیج کر مڈل مین کے آدمیوں کی گولی کا نشانہ بنا دیا۔ اس طرح مالعی مر گئی، اس کا بھیس گولیوں سے تباہ ہوا تو جمیلی بھی تباہ ہو گئی اور مڈل مین کی چال اسے ہی لوٹا دی گئی۔"

وہ فخر سے بولی۔ "آپ ان باتوں سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ چالیس چوروں پر حکومت کرنے والی اعلیٰ بی بی کتنی ذہین اور بلند دماغ ہیں۔"

"میں مانتا ہوں یہ بتاؤ کہ تم لوگ دشمنوں کے بہت سے رازوں تک کیسے پہنچ جاتے ہو۔ اعلیٰ بی بی کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ مالنی چاکلیٹ کلر کے سوٹ میں اور جیمس رابن نیلے سوٹ میں ملبوس ہوں گے اور میں طیارے سے اترتے وقت سفید سوٹ میں ہوں گا۔ میرے سر پر سفید ہیٹ اور آنکھوں پر سیاہ چشمہ ہوگا۔ ذرا ذرا سی باتوں کا علم تم لوگوں کو کیسے ہو جاتا ہے؟"

"پہلے تو ہمارا طریقۂ کار یہ ہے کہ ہم دشمنوں کے گھروں میں جگہ بناتے ہیں۔ نوٹوں کی بھاری بھاری گڈیاں دے کر ان گھروں کے لالچی رشتے داروں کو یا ملازموں کو خرید لیتے ہیں۔ جیسا کہ کبیر بیدل کے ملازموں کو خرید لیا گیا۔ پھر یہ کہ دشمنوں کے آدمیوں کو دولت سے خریدنے میں ناکامی ہو تو ان کے جرائم کے حوالے سے انھیں بلیک میل کرتے ہیں۔ ان کے جرائم کا ثبوت نہ ملے تو ہم انھیں وانٹڈ کسی جرم میں ملوث کر کے ثبوت حاصل کر لیتے ہیں۔"

وہ ایک لقمہ چباتے ہوئے بولی۔ "دشمنوں کی صفوں میں گھسنے، ان کے ہال سرنگیں لگانے اور ان میں گھل مل جانے کے اور بہت سے طریقے ہیں۔ جب ہم اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے کمروں میں اور ان کے خاص خاص خفیہ اڈوں میں ایسے جاسوسی آلات نصب کر دیتے ہیں جن کے ذریعے ہمیں اپنے خفیہ اڈوں میں ان کی ایک ایک بات سنائی دیتی رہتی ہے۔ جب مالنی اور جیمس رابن سے ایک نقلی اعلیٰ بی بی گفتگو میں مصروف تھی تو ہمارے دوسرے چور ان کے دوسرے کمرے میں جاسوسی آلات چھپا کر رکھ رہے تھے۔ اسی طرح کبیر بیدل کے بیڈ روم میں اور خاص طور پر باتھ روم میں جاسوسی آلات لگے گئے تھے۔ ان کے ذریعے ہمیں یہ پتہ چل گیا کہ آپ کس لباس

میں یہاں آئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مڈل مین اور دوسرے تمام دشمنوں کو آپ کی آمد کی اطلاع مل گئی ہے اور اس طیارے میں بھی ان کے جاسوس موجود ہیں وہ آپ کو دانستہ نہیں چھیڑ رہے تھے۔ شاید اس لیے کہ وہ آپ کے لاہور پہنچتے ہی شاہینہ کو ہلاک کرنے اور آپ کو زبردست صدمہ پہنچانے کا منصوبہ بنائے بیٹھے تھے۔"

"اعلیٰ بی بی کے تعاون کو میں کبھی بھلا نہیں سکوں گا۔ ویسے تم لوگوں کا مقصد کیا ہے؟"

"آپ کی مدد کرنا اور دشمنوں کو بے اثر بنانا ہمارا مقصد ہے۔ ہماری سرگرمیاں صرف آپ کے لیے ہیں جہاں آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے گی وہاں ہم پہنچ جائیں گے۔"

"کیا چالیس چور پاکستان میں موجود ہیں؟"

"میری معلومات کے مطابق ہم چالیس چور زمین مقامات کے لیے تقسیم کیے گئے ہیں۔ پہلا مقام پاکستان ہے۔ کچھ چور ایسے ہیں جو پیرس اور نیویارک میں ہیں اور کاہال تنظیم کے اندر سرنگ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں ان میں سے کچھ مراعات کو حاصل کرنے کی فکر میں ہیں۔ انھیں موقع ملے گا تو وہ اسے اغوا کر لیں گے۔ تیسرا مقام دارالسلام کی وہ مضافاتی بستی ہے جسے آپ کے غلام نے آباد کیا ہے اور جہاں رسونتی آپ کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

"میں حیران ہوں کہ چالیس چور میری خاطر کہاں کہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ گویا اعلیٰ بی بی اور چالیس چوروں کی تمام جدوجہد تمام مصروفیت حتیٰ کہ تم تمام لوگوں کا جینا اور مرنا بھی میرے لیے ہے۔ اعلیٰ بی بی میرے لیے اتنا کچھ کر رہی ہے پھر میرے سامنے کیوں نہیں آتی؟"

"شاید کسی دن ملاقات بھی ہو جائے۔"

"رسونتی کے آس پاس رہنے کا کیا مقصد ہے جبکہ اس کی حفاظت کے لیے غلام اور اس کی فوج کافی ہے۔"

"شاید کافی نہ ہوں۔ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جہاں فوج اور ہتھیار کام نہیں آتے۔ صرف ذہانت کام آتی ہے آپ کی اس بات کا جواب اعلیٰ بی بی دے سکیں گی۔"

میں کھانا کھا چکا تھا۔ میں نے ہاتھ دھونے کے لیے اٹھتے ہوئے کہا: "حد سے زیادہ بڑھی ہوئی دوستی حد سے زیادہ پریشانیاں پیدا کرتی ہے۔ تمھاری اعلیٰ بی بی میرے لیے پریشانی کا سبب بن گئی ہے وہ میرے لیے جو کچھ کر رہی ہے۔ ایسا اسی لیے کیا جاتا ہے جس سے دل کی گہرائیوں سے اور روح کی گہرائیوں سے تعلق ہوتا ہے۔ اعلیٰ بی بی کا مجھ سے کیا تعلق ہے؟"

یہ کہتے ہوئے میں باتھ روم میں ہاتھ دھونے چلا گیا۔

نے اس کا جواب نہیں سنا اور وہ جواب دے بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ بھی باتھ روم میں اگر ہاتھ دھوتے ہوئے بولی: "آپ آرام ہی کرتے رہے۔ کھانا تو کچھ بھی نہیں کھایا۔"

"جب انسان کے آگے سے کھانا ہٹا دیا جائے تو وہ کھائے گا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "کھانا تو آپ کے سامنے تھا۔"

"میں محبت کی خوراک کے متعلق کہہ رہا ہوں۔ ابھی میری میری دھن ہوتی۔ اسے مجھ سے اور مجھے اس سے چھین لیا گیا۔ کوئی آدمی کیا کھائے گا۔ کیسے سوئے گا۔ آج مجھے نیند نہیں آئے گی۔ میں پہلی بار مجھے ناکامی کا احساس ہو رہا ہے کہ میں اپنی محبوبہ کو حاصل نہ کر سکا۔"

"آپ مایوس ہو رہے ہیں۔ ہماری کوششیں جاری ہیں شاید جلد ہی سونیا آپ کے پاس آ جائے۔"

"تعجب ہے ہم ایک دوسرے کے جیون ساتھی کیوں نہیں بن سکتے؟ دشمنوں کا کیا بگڑتا ہے؟ وہ پراسرار شخص کون ہے۔ ہم ادھر نکاح پڑھانے کی بات سوچتے ہیں۔ ادھر خبر ہو جاتی ہے۔"

وہ بولی: "ہم اسی کوشش میں ہیں کہ اس بار ایسا نہ ہو۔ ابھی ہم جتنی باتیں کر رہے ہیں اس اطمینان کے ساتھ کہ کوئی تیسرا سن نہیں سکتا۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ کوئی پیغام پہنچانے والا میرے دماغ میں نہیں ہے اور آپ کے دماغ میں آئے گا تو شاید آپ اسے پکڑ لیں گے۔"

میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "ہاں کسی کی بھی سوچ کی لہر میرے دماغ میں آئے تو مجھے خبر ہو جاتی ہے۔"

"پھر تو میں یہ بتا دوں کہ ہم آپ کی سونیلے خاتون کو کوشش کر رہے ہیں۔"

ہم ہاتھ پونچھنے کے بعد باہر آ گئے اور اس کوٹھی دوسرے حصے کی طرف جانے لگے۔ میں نے کہا: "اچھا تم لوگ اس پراسرار شخص کو پکڑنے کی فکر میں ہو۔"

"ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے اس منصوبے تک پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ میرے اور آپ کے علاوہ اس وقت چار چور ایسے ہیں جو آپ کی شادی کے پروگرام متعلق جانتے ہیں۔"

وہ مجھے ایک بہت ہی آرام دہ اور پُرتکلف خواب میں لے آئی پھر اس نے پوچھا: "کیا آپ کھانا کھانے چائے یا کافی لیتے ہیں؟"

"اس وقت میں صرف آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ پھر دروازے کے پاس پہنچ کر بولی: "میں دو باتیں پھر یاد دلانا چاہتی ہوں ایک تو یہ کہ آپ اپنوں سے رابطہ قائم کرتے وقت کسی کو موجودہ پناہ گاہ کے متعلق نہ بتائیں۔ دوسرے کل ہونے والی شادی کا ذکر سونیا سے بھی نہ کریں بشکریہ۔"

وہ دروازہ بند کرتے ہوئے چلی گئی۔ میں ایک صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ اس پراسرار دوشیزہ کے متعلق مجھے بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا اور جیسے کچھ بھی معلوم نہیں ہوا تھا۔ میں اس کی پناہ میں تھا۔ وہ مجھ پر مہربان تھی۔ وہ میرے کام آ رہی تھی۔ اس کے باوجود میں یہ بھی نہ معلوم کر سکا کہ وہ کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ اعلیٰ بی بی اصلی نام نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ کس تنظیم سے تعلق رکھتی ہے؟ مجھے کیسے جانتی ہے؟ بلکہ اس حد تک پہچانتی ہے کہ میرے لیے دنیا کے دور دراز ملکوں تک اپنے چوروں کو پھیلائے رکھا ہے۔ میں اس کے خیال کو اپنے دماغ سے نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ جب بیٹھے بیٹھے کچھ معلوم نہ ہو سکے تو اس کے متعلق سوچنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ حسب دستور میری سوچ کی لہریں پہنچتے ہی اس نے اپنی سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس چھوڑتے ہوئے پوچھا: "فرہاد تم ہو؟"

"ہاں، میں ہوں۔"

"بڑی دیر بعد میری یاد آئی۔ کیا سونیا سے فرصت مل گئی ہے؟"

"طعنے دینے سے پہلے یہ تو سوچ لیا کرو کہ میرے چاروں طرف دشمن ہوتے ہیں اور میرے حالات اچانک ہی بدل جاتے ہیں۔ جب میں یہاں آیا ہوں اس قدر مصروف ہوں کہ تم سے دعائی رابطہ قائم نہ کر سکا۔"

میں مختصر طور پر اسے تمام واقعات سنانے لگا پھر میں نے بتایا کہ مجھے جبراً سرحد پار پہنچانے کے لیے لے جایا جا رہا تھا۔ ایک مسلح گروہ نے قافلے کے ہاتھوں سے مجھے چھین لیا۔ پھر کچھ لمحے بعد دوسرے گروہ نے مجھے ان سے چھین لیا اور اب مجھے ایسی جگہ پہنچا دیا ہے جس کے متعلق میں ابھی کسی سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیوں نہیں کہہ سکتے۔ کیا میں تمھاری بیوی نہیں ہوں؟"

"ضرور ہو لیکن حالات رازداری پر مجبور کر رہے ہیں۔"

"تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ کہاں ہو اور کس حال میں ہو؟ تو میں سکون سے نہیں رہ سکوں گی۔"

"میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ کس طرح ہماری ہر بات چشم زدن میں دشمنوں تک پہنچ جاتی ہے۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اپنوں میں سے کسی کو بھی اپنے متعلق صحیح اطلاعات دوں تو دشمن مجھ تک پہنچ سکیں گے یا نہیں؟"

"میں دشمنوں کو نہیں جانتی۔ میں تمھاری دوست ہوں۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے۔"

"دوست ہونے کا دعویٰ نہ کرو۔ دعویٰ کرتی ہو تو کم از کم ایک گھنٹے کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔"

"میں تم سے کہہ چکی ہوں۔ میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتیں، میں ویسا نہیں کر سکتا۔ تم اپنی مرضی کی مالک ہو۔ میں اپنے حالات کے مطابق محتاط رہنا ضروری سمجھتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، میں سونیا کے دماغ سے تمھارے متعلق معلومات حاصل کر لوں گی۔"

"تم میری بیوی ہو، سونیا ابھی بیوی نہیں ہے جب میں بیوی کو اپنے متعلق نہیں بتا رہا ہوں تو سونیا کو کیسے بتا سکتا ہوں۔ تم میرے کسی بھی عزیز، رشتے دار کے دماغ میں پہنچ کر کچھ نہیں معلوم کر سکو گی۔"

"تم ایسے محتاط ہو جیسے میں ہی تمھاری دشمن ہوں۔"

"رسونتی! خدا گواہ ہے۔ میں اب تک تمھیں دشمن نہیں سمجھ رہا ہوں لیکن تمھاری عورتوں والی ہٹ دھرمی میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"تم اسے ہٹ دھرمی کہتے ہو۔ میں اسے آزمائش کہتی ہوں۔ میں تمھیں آزما رہی ہوں۔ یہ دیکھنا چاہتی ہوں کہ تم کس حد تک آنکھیں بند کر کے مجھ پر اعتماد کرتے ہو۔ اگر ہم میاں بیوی ٹیلی پیتھی سے خالی ہوتے تو ایک دوسرے پر اعتماد کرنا ہی پڑتا۔ تم ایک دانش مند اور تجربہ کار شوہر کی طرح حالات کا تجزیہ کرتے میری وفاؤں کا حساب کرتے، میری محبت کی گہرائیوں کو سمجھتے میرے اس جذبے کو سمجھتے جس جذبے سے میں تمھارے بچے کی ماں بن رہی ہوں پھر تم کسی بھی ٹیلی پیتھی کا سہارا لیے بغیر مجھ پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرنے لگتے۔ اس ٹیلی پیتھی نے ہمارے درمیان شک و شبے کی دیوار کھڑی کر دی ہے۔ میں اس دیوار کو گرا دوں گی ——— تمھیں مجبور کر دوں گی کہ ٹیلی پیتھی کا سہارا لیے بغیر اپنی بیوی کو سمجھنے اور اس پر اعتماد کرنے کی کوشش کرو۔"

"تم بہت اچھی باتیں کر رہی ہو۔ اب تم بھی مجھ سے میری موجودہ پناہ گاہ کے متعلق نہ پوچھنا اگر ہم ٹیلی پیتھی سے خالی ہوتے

تو ہم حالات کا تجزیہ کر تیں میری محبت کا اندازہ لگاتیں ایک عورت کے جذبے سے یہ سوچتیں کہ میں نے جہاں پناہ لی ہے میں وہیں محفوظ رہوں کسی سائے کو بھی میری پناہ گاہ کا علم نہ ہو تم مجھے کریدنے کے بجائے میری سلامتی کی دعائیں مانگتیں۔

بہرحال میں اب تم پر ایک عام شوہر کی طرح اعتماد کروں گا تم مجھ پر ایک عام بیوی کی طرح اعتماد کرو اور کوئی سوال نہ کرو۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ مجھے اپنے دماغ میں اجنبی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ میں نے فوراً ہی سانس روک لی۔ وہ لہریں واپس چلی گئیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھ سے کچھ اور کہنا چاہتی ہے۔ ضد کرنا چاہتی ہے میں نے اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیے۔ چند لمحوں کے بعد پھر خیال خوانی کی دستک ہوئی۔ میں نے پھر سانس روک لی۔ میں اسے احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ایسا کر سکتی ہے تو شوہر بھی جواباً ایسا کر سکتا ہے۔

میں تھوڑی دیر چپ چاپ صوفے پر دراز رہا۔ پھر اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اعلیٰ بی بی کے متعلق خیالات کا ہجوم دماغ میں در آیا تھا۔ میں نے اس کے پاگل خیال کو جھٹک دیا اور دماغی طور پر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ شاہینہ کے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی۔ شاہینہ اپنی ننھی سی بچی کو تھپک رہی تھی۔ سونیا نے محض اسے دکھانے کے لیے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ جیسے سو رہی ہو۔

اس وقت وہ بند آنکھوں کے پیچھے اپنے بیٹوں اور بالوسیوں کے اتھاہ سمندر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اس کی دلی تمنا پوری نہیں ہوئی تھی اور وہ تمنا ایسی تھی کہ اس پر وہ سارے جہاں کی خوشیاں قربان کر سکتی تھی جو چوٹ اس کے دل پر لگی تھی۔ اسے وہ سمجھ سکتی تھی یا میں اس کے دماغ میں محسوس کر سکتا تھا۔ اس لمحے اس کی سوچ کہہ رہی تھی اے اللہ! میں نے مجھے مان لیا۔ تیرا سچا مذہب قبول کر لیا۔ فرہاد کو جتنے سکے لیے تیرا جو حکم ہوگا اسے بھی مانتی رہوں گی۔ عمل کرتی رہوں گی مگر مجھے فرہاد سے دور نہ کر۔ اسے میں یوں اپنا ؤں کو دنیا کی کوئی عورت اپنے مرد کو ایسے نہ اپناتی ہو۔ خدایا! میں کیا کروں۔ تو نے مجھے اتنا پتھر بنایا ہے کہ میں رو بھی نہیں سکتی مگر پتھر کو بھی چوٹ لگتی ہے۔ میں آنسو نہیں بہا سکتی۔ رو نہیں سکتی۔ بس تجھ سے التجا کر سکتی ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میں اپنے ہی جذبات میں ڈوبی ہوئی ہوں۔ صرف اپنی ہی محرومیوں اور ناخوشیوں کا حساب کر رہی ہوں۔ یہ نہیں سوچتی کہ فرہاد کا کیا ہوگا؟ وہ اس وقت کہاں ہو سکتا ہے؟ خیریت سے بھی ہے یا نہیں؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "میں جانتی ہوں۔ وہ خیریت سے ہوگا جب بھی اسے فرصت ملے گی اور دشمنوں کی طرف سے اطمینان ہوگا تو وہ مجھ سے رابطہ قائم کرے گا۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں پوچھا۔ "اگر دشمنوں نے اسے زندہ نہ چھوڑا ہو تو؟"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ یک لخت اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ دانت پر دانت جم گئے۔ پھر اس نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "فرہاد کو دشمن نہیں مار سکتے۔ اللہ مہربان سے میں اتنا سمجھتی ہوں۔ جب بھی اس کا آخری وقت آئے گا اور جب وہ آخری سانس لے گا تو مرنے سے پہلے وہ مجھے ضرور پکارے گا۔"

شاہینہ کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "بھابی جان! آپ نیند میں مٹھیاں کیوں بھینچ رہی ہیں؟ آپ کا بدن کتنا سخت ہو گیا ہے؟"

سونیا نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر شاہینہ کو گلے لگا لیا اس کے سر پر اور پشت پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ کہنے لگی۔ "مجھے برے برے خیال آ رہے تھے۔ میں ان خیالوں کو دماغ سے جھٹک رہی تھی۔"

شاہینہ نے اس سے الگ ہوتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔ "بھابی جان کیا آپ کو رونا نہیں آتا؟ آپ کے سامنے دشمنوں نے بھائی جان کو آپ سے دور کر دیا۔ پتہ نہیں وہ کس حال میں ہیں؟ کیسے ہیں؟ کہاں ہیں؟ شام سے میں آپ کی آنکھوں کو دیکھ رہی ہوں انتظار کر رہی ہوں کہ شاید آپ روئیں گی تو میں بھی برا مت مانوں گا۔ کیا آپ کو بھائی جان سے محبت نہیں ہے؟"

سونیا نے ہولے سے مسکرا کر بزرگانہ انداز میں شاہینہ کو دیکھا... جیسے کسی ننھی ناداں بچی کو دیکھ رہی ہو۔ پھر اپنا سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ "شاہینہ! کمزور عورتیں اپنی محرومیوں کا اور تڑپنے کا اظہار آنسوؤں سے کرتی ہیں مگر جو شدید ہوتی ہیں وہ رونا نہیں جانتیں بلکہ اپنی محرومیوں کا حساب کرنا اور اپنی کھوئی ہوئی چیز کو حاصل کرنا جانتی ہیں۔ مجھے ابھی تک پورا اعتماد ہے کہ تمہارے بھائی جان جہاں بھی ہیں خیریت سے ہیں خدا نہ کرے اگر انہیں کچھ ہوا تو پھر تم دیکھو گی کہ میں عورت ہوں یا کوئی بلا ہوں۔"

"اگر انہیں کچھ ہو گیا تو آپ کیا کر لیں گی؟"

"جب اپنے سگے رشتے داروں کو کچھ ہو جاتا ہے تو ان پر آنسو بہائے جاتے ہیں۔ میں آنسو کیوں بہاؤں جبکہ میں انتقام

لے سکتی ہوں اور اپنے دل کا غبار نکال سکتی ہوں۔ میں فرہاد کے دشمنوں کا کیا حشر کروں گی یہ تو ایک الگ بات ہے۔ آنے والا وقت بتائے گا لیکن میں سب سے پہلے رسونتی کا محاسبہ کروں گی۔ اس سے پوچھوں گی کہ جب فرہاد کو مجھ سے چھینا جا رہا تھا تو اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہم سے رابطہ قائم کیوں نہیں کیا۔ وہ کس کی طرف سے کیوں غافل تھی۔ اگر وہ غافل تھی تو اس وقت سے لے کر اب تک تقریباً تیرہ گھنٹے گزر چکے ہیں کیا ان تیرہ گھنٹوں میں اسے ایک لمحے کی بھی فرصت نہیں ملی وہ میرے پاس آ کر مجھے تسلیاں دے سکتی تھی۔ ویسے وہ مجھ سے بڑی محبت کا اظہار کرتی ہے کم از کم وہ فرہاد سے دماغی رابطہ قائم کر کے مجھے ان کے حالات سے آگاہ کر سکتی تھی لیکن ادھر سے طویل خاموشی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس کے دماغ میں رسونتی کا لہراتا سنائی دیا۔ "سونیا! تم خواہ مخواہ مجھ سے بدظن ہو رہی ہو۔ میں کیا کر سکتی ہوں؟ فرہاد بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں لیکن انہوں نے دشمنوں کا کیا بگاڑ لیا؟ میں دنیا کے ایک کونے میں ہوں سب سے دور پڑی ہوئی ہوں میں کیسے کسی کے دماغ تک پہنچ سکتی ہوں۔"

"رسونتی! یہ تو نہ کہو تم چاہو تو فرہاد کے ذریعے تم دشمنوں کے دماغوں تک پہنچ سکتی ہو، ہر ایک کے لب و لہجے کو یاد رکھ سکتی ہو اور کچھ نہ سہی ان حالات میں فرہاد کے ساتھ رہ کر ان کی خیریت معلوم کر سکتی ہو۔"

"میں ابھی ان کے پاس گئی تھی انہوں نے اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیے ہیں مجھے کچھ بتانے سے انکار کر رہے ہیں پھر میں کیا خیریت معلوم کروں گی اور کیا تمہیں بتاؤں گی؟"

"یقیناً وہ تم سے ناراض ہوں گے۔"

"ناراض تو مجھے ہونا چاہیے، جب سے وہ پاکستان گئے ہیں میری خبر نہیں لی، ایک بار بھی مجھ سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا۔"

"یہ ان کی غلطی نہیں ہے۔ تمہیں خود ان کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہیے تھا۔ وہ یہاں آتے ہی بری طرح مصروف ہو گئے تھے انہوں نے دشمنوں کو قانون کے حوالے کیا ہے، میں مانتی ہوں تمہیں ان پر ناراض ہونے کا حق ہے لیکن میرے یا کسی اور کے دماغ میں پہنچ کر ان کی خیریت تو معلوم کر سکتی تھیں بہتیں یہ معلوم ہو جاتا کہ دشمنوں نے ہمارے خلاف کیسی چالیں چلی ہیں اور ہمیں کس طرح الگ کیا ہے۔"

"مجھے غصہ آتا ہے تو میں کچھ نہیں سوچتی۔" انھوں نے سرد مہری کا اظہار کیا ہے مجھ سے غیروں جیسا سلوک کیا ہے۔ مجھے بتانے سے انکار کر دیا ہے کہ وہ کہاں ہیں؟"

"اس میں کوئی مصلحت ہوگی۔"

"میں خوب سمجھتی ہوں۔ وہ مجھ پر شبہ کرتے ہیں کہ میں ہی تم لوگوں کے دماغوں میں چپ چاپ جھانک کر دشمنوں کو اطلاع دے دیتی ہوں۔ تم نے بھی میرے خلاف فرہاد سے شکایت کی ہے۔"

"شکایت کرنے اور شبہ کرنے میں بہت فرق ہے شکایت اس وقت کی جاتی ہے جب یقین ہو جاتا ہے۔ شبہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد تمہاری طرف دھیان جاتا ہے۔ ہماری مخبری کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی کر سکتا ہے۔"

"صاف کیوں نہیں کہتیں کہ میں نے ہی ایسا کیا ہے اور تم مجھے یقین کے ساتھ اپنا دشمن سمجھتی ہو۔"

"میں شبہ کرنے کا حق رکھتی ہوں۔ اگر یہ یقین ہو گیا اور ثبوت مل گیا کہ دشمن تم ہی ہو تو رسونتی، خدا کی قسم اپنی ٹیلی پیتھی پر ناز نہ کرنا۔ ناز انسانیت پر ہو تو وہ قائم رہتا ہے اور شیطانیت پر ہو تو فنا ہو جاتا ہے اور تم اچھی طرح جانتی ہو میں شیطانوں کا سر کچلنا جانتی ہوں۔"

"تم جذبات میں بہہ کر ایسا کہہ رہی ہو، میں ابھی جواب میں کچھ نہیں کہوں گی، جب یہ ثابت ہو جائے کہ دشمن میں نہیں ہوں تو تمہاری شرمندگی کا کیا عالم ہوگا۔ بہتر ہے کہ ابھی غصہ تھوک دو۔ آنے والے وقت کا انتظار کرو۔"

"بائی دی وے اس وقت میرا کیسے خیال آ گیا؟"

"سونیا! اس وقت بھی تمہارے لہجے میں طنز ہے انھوں نے اپنے دماغ کے دروازے میرے لیے بند کر دیے ہیں۔ لہٰذا تمہارے دماغ کے ذریعہ ان کی باتیں سننے آئی ہوں۔"

"وہ موجود نہیں ہیں کیا تم میرے دماغ میں انھیں محسوس کر رہی ہو؟"

"کسی کو دوسرے کے دماغ میں محسوس کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ ایک کمرے میں جہاں گہری تاریکی چھائی ہو وہاں تم بیٹھی رہو تو جب تک اس کمرے میں کسی کی آہٹ نہیں سنو گی اس وقت تک نہیں سمجھ سکو گی کہ تمہارے علاوہ اس تاریکی میں کوئی دوسرا بھی موجود ہے۔ اگر فرہاد تمہارے دماغ میں ہوتے تو وہ میری باتیں سن رہے ہوں گے لیکن میں انھیں محسوس نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ خاموش ہوں گے اور کسی طرح بھی اپنی موجودگی ظاہر نہیں کریں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "بہرحال میں تم سے کہوں گی کہ انھیں ناراض نہ کرو۔ ان کی بات مان لو۔ اپنے دماغ کے دروازے ان کے لیے کھلے رکھو۔"

"تم عورت ہو کر ایسی باتیں کر رہی ہو۔ کیا تم نہیں جانتیں

کہ عورتیں ایسی بہت سی باتیں سوچتی ہیں اور چھپا کر رکھتی ہیں جو اپنے مرد کی محبت کے لیے اس کی وفاؤں کے لیے ہوتی ہیں لیکن وہ اپنے مرد سے بھی چھپانا چاہتی ہیں اور بھی کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جنھیں میں بول نہیں سکتی تم بحیثیت ایک عورت کے سمجھ سکتی ہو۔"

"میں سمجھتی ہوں لیکن ابھی حالات مختلف ہیں مرد کو کسی بات کا شبہ ہو تو عورت کا فرض ہے کہ اسے دور کرے۔"

"جب کوئی جرم نہ کیا ہو تو شبہ کیا دور کروں گی۔ میں سچی ہوں۔ انھیں جلد ہی اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ بہرحال میں جوابات کہنے آئی ہوں۔ وہ تو رہ گئی ہم دوسری باتوں میں الجھ گئے۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"تھالے ذریعے فریاد سے کہنا چاہتی ہوں کہ حالات کو سمجھتے ہوئے اپنے دماغ کے دروازے میرے لیے بند نہ کریں میں اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی نگرانی کرتی رہوں گی۔"

"بے شک صرف تم ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی حفاظت کر سکتی ہو لیکن وہ تمھاری مدد کیوں نہیں لینا چاہتے یہ مجھے زیادہ وہ جانتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "سونیا! میں تمھارے دماغ میں موجود ہوں اور رسونتی سے مخاطب ہوں ہاں تو رسونتی! تمھیں اس بات کی شکایت ہے کہ میں اپنی پناہ گاہ کے متعلق کیوں نہیں بتا رہا ہوں۔ یہ میری ایک احتیاطی تدبیر ہے۔ میں سونیا کو بھی کچھ نہیں بتاؤں گا تمھیں یقین نہ ہو تو کسی وقت بھی سونیا کے خیالات پڑھ لینا۔ تمھیں میری سچائی کا یقین ہو جائے گا۔"

رسونتی نے کہا۔ "لیکن ہم تمھارے اپنے ہیں۔ ہم سے کوئی دشمن کیسے معلومات حاصل کرے گا؟"

"سونیا بھی میری اپنی تھی۔ شاہینہ بھی میری اپنی بہن ہے اور شاہینہ کے دوسرے رشتے داروں پر بھی پورا اعتماد ہے پھر جمالے نکاح کی خبر دشمنوں تک کیسے پہنچ گئی؟ ایک بات پر بار بار بحث کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ میری احتیاطی تدبیر مناسب ہے تم سب خاموش بیٹھی رہو۔ مجھے کوئی حادثہ پیش آئے گا، تو میں سب سے پہلے سونیا کو اور تم کو اطلاع دوں گا۔"

رسونتی نے کہا۔ "اب میں تم سے کچھ نہیں پوچھوں گی۔"

میں نے سونیا سے کہا۔ "اب سو جاؤ جو کچھ ہوا اسے دماغ میں بہت گہرائی تک جگہ نہ دو۔ ایسی مصیبتیں اور ایسی محرومیاں ہماری زندگی میں آتی ہیں مگر چلی جاتی ہیں یہ محرومی بھی ختم ہو جائے گی۔ اگر رسونتی ابھی تک موجود ہے تو میں اس سے کہتا ہوں کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمھیں سلانے میں مدد دے۔"

میں خاموش ہو گیا، رسونتی نے مجھے آواز دی "فریاد سنو۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، سونیا نے بھی پوچھا "کیا تم چلے گئے؟ مجھ سے براہِ راست کوئی بات نہیں کرو گے؟"

میں پھر خاموش رہا، تب رسونتی نے کہا۔ "وہ پریشان ہیں میں نے بھی ضد کر کے انھیں بہت پریشان کیا ہے۔ انھیں جانے دو۔ ذرا آرام کرنے دو۔ تم اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ دماغ پر کوئی بوجھ نہ ڈالو۔ میں تمھیں سلا دوں گی۔"

"نہیں رسونتی! میں جاگنا چاہتی ہوں سوچنا چاہتی ہوں خوب سوچنا چاہتی ہوں۔"

"جتنا سوچو گی اتنا ہی الجھتی جاؤ گی۔ سکون نہیں ملے گا۔ فریاد نے جو کہا ہے میں اس پر عمل کروں گی اور تمھیں جاگنے نہیں دوں گی، چلو، آنکھیں بند کر لو۔"

رسونتی نے سمجھا منا کر اسے آنکھیں بند کرنے پر مجبور کیا پھر وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے سلانے لگی۔ میں واپس آ گیا۔ دماغی طور پر اپنی خراب گاہ میں حاضر ہو گیا۔ رات کافی گزر چکی تھی۔ میں بھی آرام دہ بستر پر آ کر لیٹ گیا لیٹتے ہی تھکن کا احساس ہوا۔ ہاتھ پاؤں سیدھے کیے۔ ایک بھرپور انگڑائی لی پھر اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ صبح چھ بجے میری آنکھ کھل جائے اور اگر خوابگاہ میں کوئی داخل ہو تو....

یہ سوچتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے یاد آیا کہ میں نے خراب گاہ کا دروازہ اندر سے بند نہیں کیا ہے۔ میں وہاں سے اٹھ کر دروازے کے پاس آیا۔ اسے کھول کر باہر کی طرف دیکھا کوریڈور میں دو چوکیدار کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان ایک تپائی پر شطرنج کی بساط بچھی ہوئی تھی۔ وہ کھیلنے میں مگن تھے آہٹ سن کر انھوں نے میری طرف دیکھا۔ میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "یہاں کیوں بیٹھے ہو؟"

"پتہ نہیں آپ کو کس وقت ہماری ضرورت پیش آئے اس لیے بیٹھے ہیں۔"

"میرے لیے اتنی تکلیف نہ کرو۔ آرام سے سو جاؤ کوئی بات ہو گی تو میں خیال خوانی کے ذریعے تمھیں جگا دوں گا۔"

وہ میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئے اور دوسرے کمرے میں جانے لگے۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر بستر پر لیٹ کر اپنے دماغ کو ہدایت دی اور سو گیا۔

آنکھ کھلی تو لگا جیسے ابھی سویا تھا ابھی بیدار ہو گیا گھڑی دیکھی۔ دماغ کو جو ہدایت دی تھی۔ اس سے تقریباً تین گھنٹے پہلے ہی آنکھ کھل گئی تھی کیونکہ دروازے پر دستک ہو رہی تھی میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے دروازے کے پاس آ کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

"میں ہوں۔"

میں نے اس لڑکی کی آواز پہچان لی جو اعلیٰ بی بی کا رول ادا کر رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا پھر مطمئن ہو کر دروازے کو کھول دیا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "سونیا نیند سے جگا رہا ہے لیکن بہت ضروری بات ہے۔ کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟"

میں نے ایک طرف ہٹ کر اسے آنے کا راستہ دیا۔ اس نے کمرے میں آ کر کہا۔ "اعلیٰ بی بی کا پیغام آیا ہے۔ وہ پُراسرار شخص جو آپ کی شادی میں رکاوٹیں پیدا کر رہا ہے وہ اعلیٰ بی بی کے اندازے کے مطابق ابھی سو رہا ہے۔"

"اعلیٰ بی بی نے یہ کیسے اندازہ لگایا؟"

"پتہ نہیں وہ کہتی ہیں کہ وہ پُراسرار شخص دینا کے جس حصے میں رہتا ہے وہاں ابھی رات کا ایک یا ڈیڑھ بجا ہوگا۔ آپ اسی وقت سونیا کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے مخاطب کریں۔ شاہینہ کی کوٹھی کے سامنے ایک بڑی سی گاڑی آئے گی۔ وہ سب اس کے پچھلے حصے میں آ کر بیٹھ جائیں۔ اس پچھلے حصے کو چاروں طرف سے بند کر دیا جائے گا۔ وہ یہ نہیں دیکھ سکیں گے کہ انھیں کہاں لے جایا جا رہا ہے گاڑی انھیں آپ کے پاس لے آئے گی۔"

"مقصد کیا ہے؟"

"ابھی سونیا سے آپ کا نکاح پڑھا جائے گا۔ چونکہ یہ آپ کی بہن شاہینہ کی دلی تمنا ہے اس لیے اس کے سسرال والوں کو بھی شریک کیا جا رہا ہے۔ آپ دیر نہ کریں۔ فوراً انھیں اطلاع دیں۔"

میں نے پوچھا۔ "یہاں شادی کیسے ہو سکتی ہے۔ کیا انتظامات ہو چکے ہیں؟"

"سارے انتظامات ہو چکے ہیں۔ مولوی صاحب بھی وقت پر یہاں پہنچ جائیں گے۔"

"کیا اتنی رات کو نکاح پڑھا یا جاتا ہے؟"

"جب تک سونیا اور شاہینہ کے سسرال والے یہاں پہنچیں گے اس وقت تک صبح ہو جائے گی۔ ہم نے قاضی صاحب سے پوچھ لیا ہے فجر کی نماز کے بعد نکاح پڑھایا جا سکتا ہے۔ اگر ہماری یہ تدبیر کامیاب نہ ہوئی تو پھر دوسرے انداز میں سوچا ہوگا۔ دوسرے منصوبے بنانے ہوں گے۔ بہرحال آزمائش ضرور ہے۔"

میں اس کی باتوں سے قائل ہو کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر سونیا کے پاس پہنچا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی جیسے ہی میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ میں پہنچیں۔ وہ ایک دم سے چونک کر بیدار ہو گئی۔ میں نے کہا۔ "بیلو سونیا! میں فریاد ہوں تعجب ہے میری سوچ کی لہریں دماغ میں پہنچتے ہی تم اچانک بیدار کیسے ہو گئیں؟"

اس نے کہا۔ "پتہ نہیں میں تو سو رہی تھی۔ اچانک آنکھ کھل گئی۔ رسونتی نے دیکھتے ہی دیکھتے خیال خوانی کے ذریعے سلا دیا تھا۔"

"اب اپنی باقی نیند میرے پاس آ کر پوری کرو گی، میں اسی لیے تمھارے پاس آیا ہوں۔ فوراً تیار ہو جاؤ ابھی میں بختاور صاحب کے دماغ میں پہنچ کر انھیں بھی تیار ہونے کے لیے کہتا ہوں۔ ان کی کوٹھی کے سامنے ایک بڑی سی گاڑی آ کر لگے گی تم شاہینہ اور اس کے تمام سسرال والے اس گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر میرے پاس آؤ گے۔ یہاں ہمارا نکاح پڑھایا جائے گا۔"

وہ خوشی سے اٹھ کر بیٹھ گئی اور شاہینہ کو جگانے لگی میں نے کچھ سوچ کر سعید صاحب کے دماغ میں دیکھا۔ میں انھیں اپنی خوشیوں میں شریک کرنا چاہتا تھا۔ پھر یہ کہ آئندہ سلمیٰ سے انھیں منسوب کرنے کے لیے ضروری تھا کہ انھیں اپنی خوشی میں شریک کیا جائے۔

میں نے انھیں بیدار کیا۔ سادی باتیں بتائیں اور انھیں تاکید کی کہ فوراً ہی شاہینہ کی کوٹھی میں پہنچیں۔ زیادہ تیاریوں میں وقت ضائع نہ کریں پھر میں بختاور انکل کے پاس آیا اور انھیں بھی یہ خوشخبری سنائی۔ تھوڑی دیر میں ہی وہ پھر سے شادی کا گھر بن گیا۔ ہر طرف خوشی ہی خوشی تھی۔ تیاریاں ہو رہی تھیں لباس پہنے جا رہے تھے۔ ایک دوسرے کو تاکید کی جا رہی تھی کہ ذرا بھی آواز نہ ہو، باہر کسی کو خبر نہ ہو، ملازموں کو بھی نہ بتایا جائے کہ کہاں جا رہے ہیں۔ بہرحال وہ لوگ محتاط بھی تھے۔ خوش بھی تھے۔ میں نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی سے پوچھا۔ "میں تمھیں اعلیٰ بی بی کہوں یا چوہدری؟"

وہ مسکرا کر بولی: "نمبر تین، مجھے آپ نمبر تین کہہ سکتے ہیں یا جب تک اعلیٰ بی بی کا رول ادا کر رہی ہوں اور وہ موجود نہیں ہیں تو مجھے اعلیٰ بی بی بھی کہہ سکتے ہیں جو آپ کی مرضی۔"

میں نے کہا: "سونیا اور شاہینہ آنے کی تیاریاں کر رہی ہیں سارا گھر ہی تیار ہے۔"

"گاڑی ساڑھے چار بجے اس کوٹھی کے سامنے پہنچ جائے گی آپ ایک بار سونیا سے پھر رابطہ قائم کریں یہ تاکید کر دیں کہ گاڑی کے ڈرائیور سے کوئی بات نہ کرے اور نہ ہی اسے کچھ کہنے پر مجبور کرے سفر کے دوران سب گونگے اور بہرے بنے رہیں۔"

میں پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کرنا چاہتا تھا کہ نیچے ڈرائنگ روم سے منصور کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا: "بھابی جان! ٹیلی فون پر کوئی آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہے میں نے نام پوچھا مگر اس نے نام نہیں بتایا۔"

سونیا بالکونی میں آئی۔ پھر وہاں سے سیڑھیاں اترتی ہوئی ڈرائنگ روم میں پہنچی، ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو؟"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی: "ہیلو سونیا کیا تم بول رہی ہو؟"

"میں بول رہی ہوں۔ کیا بات ہے؟ کون ہو تم؟"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی: "فرہاد کے لیے ایک خوش خبری ہے اور وہ یہ کہ سامی یہاں پہنچ گئی ہے۔ اس وقت میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔"

یہ سنتے ہی میں فوراً اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ اسے سونیا کی آواز نہیں مل رہی تھی۔ پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اسی وقت دور کھڑے ہوئے ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے چٹکی بجاتے ہوئے اشارہ کیا۔ میں نے اس شخص کے دماغ سے اشارے کا مطلب سمجھا۔ یعنی وہ کہہ رہا تھا کہ سامی کو بولنے اور حرکتیں کرنے پر مجبور کرو۔

وہ سامی کو چٹکی بجا بجا کر اور پچکار کر اپنی طرف بلانے لگا اور نیچے بیٹھنے لگا۔ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا سامی نے کرسی سے اتر کر فرش پر گھٹنے اور دونوں ہاتھ ٹیک دیے تھے اور بلیوں بچوں کی طرح رینگ رہی تھی جیسے بلی چار پاؤں سے چل رہی ہو۔ آگے فرش پر ایک بڑا سا پیالہ رکھا ہوا تھا اس پیالے میں دودھ بھرا ہوا تھا۔ سامی رینگتے ہوئے اس پیالے کے پاس پہنچی اور اس میں منہ ڈال کر دودھ پینے لگی۔ بلی زبان کے ذریعے دودھ کو اپنے منہ تک پہنچاتی ہے۔ اس حرکت کر لپٹر لگتے ہیں۔ گویا کہ سامی بلی کی طرح پیالے سے دودھ لپڑ رہی تھی۔ بلیوں جیسی حرکت کر رہی تھی۔ انسان پیالے میں منہ ڈال کر صرف زبان کے ذریعے دودھ نہیں پی سکتا مگر وہ بڑی کامیابی سے پی رہی تھی جیسے یہ اس کی برسوں کی عادت ہو یا پیدائشی فطرت۔

اس کی زبان نہیں سمجھ سکوں گی، بہرحال لو سن لو۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے ریسیور اس لڑکی کی طرف بڑھایا اس کے منہ کی طرف لے گیا، پھر اسے پچکارتے ہوئے بولا: "ہیلو ہیلو پسی کیٹ، اسپیک آن، بولو ہاں بولو۔ تمہارا فرہاد تمہاری آواز سننا چاہتا ہے۔ شاید وہ سونیا کے دماغ میں موجود ہو اور تمہاری خوش بو اسے تمہارے پاس کھینچ لائے، پچکار، فرہاد کو پچکار۔"

دوسرے ہی لمحے وہ ماؤتھ پیس پر بولنے لگی۔ ایسی بولی کہ سونیا ادھر حیران تھی، ادھر میں حیران تھا۔ وہ ماؤتھ پیس پر بول رہی تھی: "میاؤں میاؤں میاؤں میاؤں ...."

اس شخص نے ہنستے ہوئے، پھر اسے پچکارتے ہوئے کہا۔ "کیوں بے بی کیٹ تم کوئی اور بولی نہیں بول سکتیں فرہاد اس بولی کو نہ تو سمجھ سکے گا، نہ اس کے ذریعے تمہارے دماغ تک پہنچ سکے گا۔ کچھ اور بولو۔"

لیکن وہ میاؤں میاؤں کے سوا کچھ نہیں کہہ رہی تھی۔ میں نے سونیا سے کہا: "ریسیور رکھ دو۔ میں اس بولنے والے کے دماغ تک پہنچ چکا ہوں۔ ابھی تمہیں سامی کے متعلق بتاؤں گا تم روانگی کی تیاریاں کرو۔"

میں اس کے دماغ میں پھر پہنچ گیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ اسے سونیا کی آواز نہیں مل رہی تھی۔ پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اسی وقت دور کھڑے ہوئے ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے چٹکی بجاتے ہوئے اشارہ کیا۔ میں نے اس شخص کے دماغ سے اشارے کا مطلب سمجھا۔ یعنی وہ کہہ رہا تھا کہ سامی کو بولنے اور حرکتیں کرنے پر مجبور کرو۔

وہ سامی کو چٹکی بجا بجا کر اور پچکار کر اپنی طرف بلانے لگا اور نیچے بیٹھنے لگا۔ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا سامی نے کرسی سے اتر کر فرش پر گھٹنے اور دونوں ہاتھ ٹیک دیے تھے اور بلیوں بچوں کی طرح رینگ رہی تھی جیسے بلی چار پاؤں سے چل رہی ہو۔ آگے فرش پر ایک بڑا سا پیالہ رکھا ہوا تھا اس پیالے میں دودھ بھرا ہوا تھا۔ سامی رینگتے ہوئے اس پیالے کے پاس پہنچی اور اس میں منہ ڈال کر دودھ پینے لگی۔ بلی زبان کے ذریعے دودھ کو اپنے منہ تک پہنچاتی ہے۔ اس حرکت کر لپٹر لگتے ہیں۔ گویا کہ سامی بلی کی طرح پیالے سے دودھ لپڑ رہی تھی۔ بلیوں جیسی حرکت کر رہی تھی۔ انسان پیالے میں منہ ڈال کر صرف زبان کے ذریعے دودھ نہیں پی سکتا مگر وہ بڑی کامیابی سے پی رہی تھی جیسے یہ اس کی برسوں کی عادت ہو یا پیدائشی فطرت۔

ایک بات میرے دماغ میں آئی۔ وہ یہ کہ اس وقت سامی سے یہ حرکتیں کیوں کروائی جا رہی تھیں؟ کیا مجھے تماشہ دکھایا جا رہا تھا؟ کچھ ایسی ہی بات تھی۔ دوسرے ادھیڑ عمر شخص نے جب چٹکی بجا کر اس شخص کو اشارہ کیا تھا تب ہی سے وہ شخص سامی سے ایسی حرکتیں کروا رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ انھیں میری موجودگی کا علم ہو گیا تھا، کسی نے خبر کر دی تھی کہ میں اس شخص کے دماغ میں موجود ہوں۔

یہ بات میرے دماغ میں آتے ہی میں نے سوچا کہ فوراً ہی رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھوں۔ وہ سو رہی ہے یا جاگ رہی ہے؟ پھر خیال آیا وہ سو رہی ہو گی اور میں اس کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کروں گا تو وہ چونک کر اٹھ جائے گی۔ جب وہ بیدار ہو جائے گی تو اسے میری اور سونیا کی ہونے والی شادی کا علم ہو جائے گا اور میں نکاح پڑھا جانے تک اسے بے خبر رکھنا چاہتا تھا۔

یہ سوچ کر میں نے رسونتی سے رابطہ قائم کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ اس شخص کے دماغ میں پہنچ کر سامی کی حرکتیں دیکھنے لگا اور اس کی سوچ کے ذریعے سامی کے متعلق معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ وہ محض ایک معمولی آلۂ کار تھا۔ اسے کرائے پر حاصل کیا گیا تھا اور پہلے سے سمجھا دیا گیا تھا کہ وہ ادھیڑ عمر کا شخص چٹکی بجا کر اشارے کرے گا تو اس کے مطابق اس لڑکی کو کرسی سے اتار کر دودھ کے پیالے تک پہنچانا ہو گا۔ اس کے بعد پھر سامی کے سامنے ایک چوہا پیش کیا جائے گا۔

اسی وقت سامی دودھ پیتے پیتے چونک گئی۔ سر اٹھا کر ایک طرف دیکھا۔ ایک چوہا دیوار کے پاس کھڑا ہوا تھا اور سامی کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے اپنی طرف آنے کی دعوت دے رہا ہو۔ وہ غرائی۔ پھر میاؤں میاؤں کرتی ہوئی اس کی طرف لپکی۔ جب وہ قریب آئی تو چوہا آگے کی طرف کھسک گیا۔ سامی پھر آگے بڑھی۔ اپنا ایک ہاتھ بڑھا کر جیسے بلی پنجہ مارتی ہے ویسے چوہے کی طرف پنجہ مارا لیکن وہ آگے بڑھ گیا اور سامی کا ہاتھ خالی فرش پر پڑا۔ وہ غرانے لگی۔

میں نے حیرانی سے سوچا۔ یا خدا یہ کیا ماجرا ہے؟ سامی بلی سے انسان بن گئی پھر انسان کے جسم میں آ کر وہ بولتی کیوں نہیں ہے؟ کیوں میاؤں میاؤں کرتی ہے؟ کیا یہ اس کی عادت بن گئی ہے؟ پانچ برس تک بلی کے جسم میں قید رہنا کوئی معمولی بات تو نہیں ہے لیکن یہ بات کیسی گھناؤنی ہے کہ اب وہ چوہے کے پیچھے دوڑ رہی تھی۔ کیا وہ انسان ہو کر بلی کی فطرت کے مطابق چوہے کھائے گی؟

یہ ایسا خیال تھا کہ مجھے ابکائی آنے لگی لیکن میں وہ تماشہ دیکھنے پر مجبور تھا۔ میں نے سوچا جیسے ہی وہ چوہے کو گرفت میں لے گی، میں اس آدمی کے دماغ پر قابض ہو کر چوہے کو اس سے چھڑا دوں گا لیکن وہاں بات کچھ اور ہی تھی۔ میں نے اس شخص کے ذہن سے معلوم کیا۔ اس کمرے میں جو ادھیڑ عمر کا شخص کھڑا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ایک ریڈیو کنٹرولر تھا۔ اس کے ذریعے وہ فرش پر بچھ گئے والے چوہے کو کنٹرول کر رہا تھا۔ چوہے کو دوڑا دیتا تھا۔ جہاں چاہتا تھا اسے روک دیتا تھا۔ گویا وہ اصلی چوہا نہیں تھا بلکہ ایسا کھلونا تھا جو ریڈیائی لہروں کے ذریعے ایک کنٹرولنگ آلے سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔

ایک شخص نے کمرے کا دوسرا دروازہ کھول دیا۔ دروازے کے دوسری طرف ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ اس بڑے کمرے کے اندر ایک بہت بڑا آہنی پنجرہ تھا۔ چوہا کنٹرولنگ آلے کے ذریعے دوڑتا ہوا اس پنجرے کے اندر چلا گیا۔ سامی بھی رینگتے ہوئے، دوڑتے ہوئے تقریباً چھلانگیں لگاتے ہوئے چوہے کے پیچھے بھاگتی ہوئی اس پنجرے کے دروازے تک پہنچ گئی۔

اسی شخص نے کہا: "دیکھو سامی چوہا پنجرے کے اندر چلا گیا ہے۔ اگر تم پنجرے کے اندر جاؤ گی تو اس چھت پر نوکیلے خنجر لگے ہوئے ہیں۔ یہ خنجر ایک ایک کر کے تمہارے بدن پر گریں گے۔ پھر یہ پنجرہ تمہارا تابوت بن جائے گا لیکن ہم اس کا دروازہ کھولنے اور تمہیں اندر پہنچانے سے پہلے فرہاد کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ تمہیں مخاطب کرے گا تو بات آگے بڑھے گی۔"

میں نے مجبور ہو کر مخاطب کیا: "میں تمہارے دماغ میں موجود ہوں۔ بولو کیا بولنا چاہتے ہو؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس ادھیڑ عمر کے شخص کی طرف دیکھنے لگا۔ ادھیڑ عمر کے آدمی نے چٹکی بجا کر کچھ پوچھا۔ اس شخص نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "ہاں مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہو۔"

میں نے اس کی زبان سے کہا: "میں فرہاد بول رہا ہوں اور یہ سمجھ گیا ہوں کہ تم اس کنٹرولنگ آلے کے ذریعے چوہے کو دوڑا رہے ہو اور سامی کو اس کے پیچھے بھاگنے پر مجبور کر رہے ہو۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لڑکی اتنی ناداں کیوں ہے؟ یہ بولتی کیوں نہیں ہے؟ اس کی انسانی سوجھ بوجھ کو کیا ہوا ہے؟"

میری بات ختم ہوتے ہی اس شخص نے بوکھلا کر کہا۔ "یہ میں آپ ہی آپ کیسے بول رہا ہوں۔ حالانکہ بولنا نہیں چاہتا ہوں۔ یہ باتیں بے اختیار میری زبان سے نکل رہی ہیں۔"

اس شخص نے چٹکی بجا کر کچھ اشارہ کیا۔ وہ سر ہلا کر سوچنے لگا۔ "فرہاد سے کیا بولنا چاہیے۔ ہاں جب یاد نہ آئے تو جو کچھ کاغذ میں لکھا ہوا ہے اسے پڑھنا چاہیے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ ایک بڑے سے تہہ کیے ہوئے کاغذ کو نکال کر کھولا۔ اس میں وہ باتیں لکھی ہوئی تھیں جو میرے سامنے کی جانے والی تھیں وہ اس تحریر کو پڑھنے لگا۔ لکھا ہوا تھا۔

"فرہاد صاحب! اس حسین و دوشیزہ کا نام سامی ہے ابھی آپ اس کی حرکتیں دیکھ چکے ہیں اور اس کی بولیاں بھی سن لے رہے ہیں۔ اس کے غرّانے کا انداز بھی دیکھ رہے ہیں۔ صرف انھی باتوں سے اس کے سامی ہونے کا یقین ہوتا ہے۔ ورنہ ہم بھی نہیں جانتے کہ یہ کون ہے اور کس ملک سے اور کن لوگوں سے تعلق رکھتی ہے۔

ہم نے اخبارات کے اشتہاری کالم میں یہ پڑھا تھا کہ ایک لڑکی بلیوں جیسی حرکتیں کرتی ہے۔ اس کا نفسیاتی تجزیہ کیا گیا ہے ڈاکٹروں کے زیرِ علاج رکھا گیا ہے۔ اس کے باوجود یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ ایک لڑکی بلیوں جیسی حرکتیں کیوں کرتی ہے اور انسانوں کی طرح کیوں نہیں بولتی۔ اب اس اشتہار میں جادوگروں کو دعوت دی گئی۔ ان کا خیال تھا کہ یہ لڑکی کالے جادو کے زیرِ اثر ہے۔ کوئی وچ ڈاکٹر ہی اس کالے جادو کا توڑ کر سکتا ہے۔

یہ اشتہار پڑھ کر ہم اس جگہ پہنچے اور اسے اغوا کر کے لے آئے۔ ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ وہی سامی ہے جو ایک عرصے تک آپ کے پاس تھی کبھی انسان کے روپ میں اور کبھی بلّی کے روپ میں بہرحال اب یہ ہمارے پاس ہے۔ اگر یہ سامی نہیں ہے تو پھر ایک مظلوم لڑکی ہے جسے کالے جادو کے عمل نے ایسا بنا دیا گیا ہے۔ اس کی مظلومیت بھی آپ کی توجہ طلب کرتی ہے اور ہمارے یقین کے مطابق یہ سامی ہے تو آپ سامی کو کبھی اس حال میں نہیں چھوڑیں گے۔

آپ سامی کو حاصل کرنے کا پتہ اپنی یادداشت میں محفوظ کر لیں۔ آپ جہاں بھی ہے وہاں سے بڑھا دریا کے پل تک پہنچ جائیں۔ پل سے اتر کر آپ دریا کے کنارے کنارے مغرب کی سمت چلیں۔ آگے جا کر آپ کو ایک زرد رنگ کا دو منزلہ مکان نظر آئے گا۔ اس کے دروازے پر آپ ہی کے نام کی یعنی فرہاد کے نام کی تختی لگی ہوئی ہے۔ آپ اس دروازے سے داخل ہو جائیں سامی سے ملاقات ہو جائے گی۔

اب ہم اس آہنی پنجرے کا دروازہ کھولتے ہیں۔ آپ کو نمونہ دکھاتے ہیں کہ سامی کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ اگر آپ یہاں نہیں آئیں گے اور سونیا سے نکاح پڑھانے کو ترجیح دیں گے تو ہم آپ کی اور سونیا کی شادی کی خوشی میں تحفے کے طور پر سامی کی لاش پیش کریں گے۔ آپ کی شادی میں اس سے بہتر تحفہ اور کوئی نہیں ہوگا۔ فیصلہ آپ کریں۔"

وہ شخص کاغذ کی تحریر پڑھ رہا تھا اور میں سن رہا تھا، پھر اس نے سر اٹھا کر اس ادھیڑ عمر کے شخص کی طرف دیکھا، اس نے چٹکی بجا کر اپنے دوسرے دو آدمیوں کو اشارہ کیا۔ وہ آگے بڑھ کر پنجرے کا دروازہ کھول دیا۔ سامی لپک کر اندر جانے لگی۔ اس پنجرے کے اندر آخری سرے پر وہ چوہا موجود تھا۔ سامی دبکتے ہوئے اس پنجرے کے اندر پہنچ گئی۔ اسی وقت ایک کھٹکا... سنائی دیا۔ ایک خنجر پنجرے کی چھت سے نیچے آ کر سامی کی ایک ٹانگ کی پنڈلی میں پیوست ہو گیا تھا۔ وہ غرّانے کے انداز میں چیخنے لگی۔ میں محسوس کر سکتا تھا کہ وہ بڑے کرب میں مبتلا ہے۔ اس کی پنڈلی سے خون بہہ رہا تھا۔ پھر وہ اوندھے منہ پنجرے کے فرش پر گر پڑی۔ وہ فرش لکڑی کے تختے کا تھا۔ اسی وقت ایک خنجر پھر نیچے آ... ور سامی کی کمر کے پاس ہی پیوست ہو گیا۔ وہ پھر غرّانے اور چیخنے لگی۔ بار بار میاؤں میاؤں کی آوازیں نکالنے لگی۔ پھر تیسرا خنجر اس کی بائیں ہتھیلی کی پشت میں آ کر پیوست ہو گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ منجمد نہ ہوں بلکہ سامی کو اوندھے منہ لکڑی کے تختے پر گرا کر اس کے بدن پر کیلیں ٹھونک ٹھونک کر اسے مصلوب کیا جا رہا ہو۔

پھر وہ شخص دوبارہ اس کاغذ کی تحریر کو پڑھنے لگا۔ آگے لکھا تھا۔ "فرہاد صاحب! آپ نے یہ تماشہ دیکھ لیا۔ اب سامی اس تختے سے اوندھے منہ مصلوب رہے گی، یہاں سے اٹھ نہیں سکے گی۔ جہاں جہاں خنجر پیوست ہیں وہاں سے لہو بہتا رہے گا۔ آپ جیسے سمجھ دار آدمی کو سمجھانا تو نہیں چاہیے۔ پھر بھی احتیاطاً سمجھا دیتے ہیں۔ آپ یہاں تنہا آئیں۔ آپ کے ساتھ قانون کے محافظ ہوں گے تو اس صورت میں بھی آپ کو سامی زندہ نہیں ملے گی۔

آپ کے ساتھ کوئی مجبوری ہو یا یہاں تک آنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو ہم یہ چیز سمجھنے تک سامی کو محض اس شرط پر زندہ رکھیں گے کہ آپ سونیا سے نکاح نہ پڑھائیں آپ کا اور

دنیا کا نکاح ہمارے مفاد کے خلاف ہے۔ آ سکتے ہیں تو آ جائیں۔ فقط سامی کے ہمدرد۔"

میں نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ ہونٹوں کو سختی سے [illegible] گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اندر ہی اندر غصے کو برداشت [illegible] کی کوشش کرنے لگا۔ کیونکہ غصہ حرام ہوتا ہے اور غصے [illegible] انسان اپنی عقل کھو بیٹھتا ہے۔ میں نے سامی کے متعلق تمام [illegible] سونیا کو بتا دیں۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بے بسی سے [illegible] فرہاد! اب ہم شادی کا خیال دل سے نکال دیں۔ جب [illegible] وہ پُراسرار دشمن ہماری گرفت میں نہیں آئے گا اس وقت [illegible] ہم نکاح پڑھانے کا خواب بھی نہیں دیکھیں گے۔"

"نہیں سونیا! انسان ہزاروں مصائب سے گزرتے رہنے کے [illegible] خوشیوں کے سپنے دیکھتا ہے۔ یہ ہمارا پہلا اور آخری خواب ہے جس کی تعبیر ضرور ہمارے سامنے آئے گی۔ نہیں ہمت نہیں ہارنا چاہیے میں وہاں تنہا جاؤں گا اور سامی کو لے کر آؤں گا۔ پھر ہمارا نکاح پڑھایا جائے گا ضرور پڑھایا جائے گا۔"

وہ اداسی سے ہنستے ہوئے بولی۔ "تم مجھے دلاسے نہ دو۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ دشمنوں نے وہاں کیسے کیسے جال بچھائے ہوں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ تمھیں واپس نہیں آنے دیں گے۔ مرجانہ کو خوش لکھنے کے لیے یا پھر کسی اور پُراسرار دشمن کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تمھیں حراست میں لے لیں گے تمھیں محکوم بنانے کی کوشش کریں گے۔"

"کیا تم مشورہ دے رہی ہو کہ میں وہاں نہ جاؤں۔ سامی کو مر جانے دوں۔ سونیا! سوچو کہ سامی کیا ہے۔ یہ جب پہلی بار میری زندگی میں آئی تو اس وقت بھی چھپ کر اس کے لیے مصیبت بن گئی تھی۔ اس نے طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا دیں میری خاطر عرصے تک جدوجہد کرتی رہی پھر ایک بلّی کے روپ میں میرے پاس آئی۔ میرے قدموں سے لپٹی رہی اب وہ نہ تو انسان ہے نہ بلّی ہے۔ ایک ایسی چیز ہے جس سے اگر ہم نے چھٹکارا نہیں کیا اور اسے انسان نہ بنایا۔ اسے انسانی زندگی نہ دی تو پھر ہمارا دین ان لوگوں میں لیا جائے گا جو دوسروں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر ساگ کی خوشیاں مناتے ہیں۔"

سونیا وقت نہیں ہے، فیصلے کی گھڑی بہت مختصر ہے ہماری شادی اور سامی کی موت یا ہمارا صبر اور سامی کی سلامتی؟

ساتھ عجیب مذاق ہو رہا تھا۔ دوست ہمارے ہماری شادی کی تیاریاں کر رہے تھے اور دشمن بربادی کا سامان کیے بیٹھے تھے۔ شاہینہ اداس اس کی سسرال والے رنگا رنگ لباسوں میں ملبوس سونیا کو دلہن بنانے میں مصروف تھے کہ حالات کی اس نئی کروٹ کا علم ہوا۔ وہ سب کے سب بھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔

وہ بے چارے بھی پریشان تھے۔ بختاور نے سونیا سے کہا۔ "بیٹی اس طرح بات کبھی نہیں بنے گی۔ تم نے اور فرہاد نے بڑے بڑے دشمنوں کو مات دی ہے اور مضبوط سے مضبوط دیواریں گرائی ہیں۔ اپنی شادی کی راہ میں بھی جو دیوار سامنے آئے اُسے گرا کے چلے جاؤ پہلے کسی طرح نکاح ہو جائے تو سارے جھگڑے خود بخود ختم ہو جائیں گے۔"

سونیا نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں انکل! ہم اپنی شادی میں سامی کی لاش کا تحفہ قبول نہیں کرنا چاہتے۔ پہلے ہم اسے دشمنوں کے پنجے سے آزاد کرائیں گے۔ کہیں فرہاد! تم کیا کہتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "ذرا ٹھہرو، میں ابھی جواب دیتا ہوں۔"

میں دماغی طور پر اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا۔ جولڑکی اعلیٰ بی بی کے روپ میں میرے سامنے بیٹھی تھی میں نے اس سے کہا۔ "تمھارے آدمی گاڑی لے کر شاہینہ کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے ہیں لیکن وہ لوگ سونیا کو دلہن بنا کر یہاں نہیں لا سکیں گے۔"

اس نے پوچھا۔ "کیوں نہیں لا سکیں گے؟"

"اس لیے کہ دشمنوں کو اس بار بھی ہماری شادی کی اطلاع مل گئی ہے۔"

وہ چونک کر کھڑی ہو گئی۔ "لیکن [illegible] کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ جبکہ ہم نے بہت احتیاط سے کام لیا تھا۔"

"تم کہہ رہی تھیں کہ جو پُراسرار شخص شادی کی خبر دشمنوں تک پہنچا دیتا ہے وہ اس وقت سو رہا ہوگا۔ تمھاری اعلیٰ بی بی کا یہ اندازہ غلط ثابت ہوا۔ ویسے میں تمھیں اعلیٰ بی بی نہیں کہہ سکتا۔ تم چودہ نمبر تین ہو۔ تمھیں نمبر تین ہی کہوں گا؟"

"ہاں، میرا نمبر تین ہے۔ آپ یہ بتائیں۔ اس بار دشمنوں نے کیا رکاوٹ کھڑی کی ہے؟"

"وہ سامی کو میرے سامنے لے آئے ہیں۔ اگر میں نے یہ شادی کی تو وہ اسے مار ڈالیں گے۔ اسے آزاد دلانے اور اس کی سلامتی کے لیے یہ ضروری ہے کہ پہلے میں اس کی طرف توجہ دوں۔"

"سامی؟" وہ سوچتے ہوئے بڑبڑائی پھر سر اٹھا کر بولی۔ "ذرا ٹھہریے، میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ خوابگاہ سے باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئی تو اس کے ساتھ دو نوجوان تھے۔ ایک نے کہا۔ "فرہاد صاحب! ہو سکتا ہے وہ کوئی دوسری لڑکی ہو اور اسے سامی کہہ کر آپ کو مجبور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔"

"میں اس شخص کے دماغ سے لڑکی کو بلی کی طرح حرکتیں کرتے دیکھ چکا ہوں۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ دشمنوں نے آپ کو بہکانے کے لیے کسی لڑکی کو سمجھا بجھا کر ایسی حرکتیں کرائی ہوں۔"

"میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم نہیں کر سکتا۔ یہ سب محض ایکٹنگ بھی ہو سکتی ہے لیکن تم اس بات کا کیا جواب دو گے کہ وہ پنجرے میں داخل ہوئی تو اس کے جسم میں خنجر پیوست ہونے لگے۔ کیا یہ اذیتیں بھی اداکاری ہو سکتی ہیں؟"

وہ میری بات سن کر کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ "آپ دشمنوں سے کہیں کہ اگر وہ آپ کو سونیا سے شادی کرنے سے باز رکھنا چاہتے ہیں تو پنجرے میں زخمی ہونے والی سامی کا تھوڑا سا خون بھیج دیں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"بھدو بچمار نے جس خون سے اپنی بلی کو غسل دیا تھا اگر اس خون سے پنجرے والی لڑکی کے خون کا گروپ مل گیا تو آپ یقین کریں کہ وہ سچ کہہ رہے ہیں۔ ورنہ سمجھ لیں کہ یہ آپ کو پھانسنے کے لیے دشمن کی ایک چال ہے۔"

"لیکن میں سامی کے خون کا گروپ نہیں جانتا۔"

"ہماری اعلیٰ بی بی جانتی ہیں۔ آپ ان سے کہیں تو۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جس نے ٹیلیفون کے ذریعے سونیا سے سامی کا تعارف کرایا تھا۔ وہ آہنی پنجرے کے پاس تین آدمیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس آہنی پنجرے کے اندر سامی اوندھے منہ پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بدن میں تین جگہ خنجر پیوست تھے۔ اور زخموں سے لہو بہہ رہا تھا۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "مسٹر! میں سامی کے متعلق تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔"

اس شخص نے چونک کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "میں اپنے دماغ میں پھر فرہاد صاحب کو محسوس کر رہا ہوں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ پہلے سامی کے متعلق تصدیق کریں گے۔"

ادھیڑ عمر شخص نے چٹکی بجا کر مجھ سے بات کرنے کا اشارہ کیا۔ اس شخص نے پوچھا۔ "فرہاد صاحب! آپ تصدیق کس طرح کریں گے؟"

"میرے پاس سامی کے خون کا گروپ نمبر موجود ہے۔ تمہارے پاس جو سامی ہے اس کا تھوڑا سا خون میرے پاس بھیجو۔ وہ ہماری سامی کے خون کے گروپ سے مل جائے گا تو میں تمہارے بتائے ہوئے پتے پر پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

اس شخص نے میری بات اپنے ساتھیوں کے سامنے دہرا دی۔ ادھیڑ عمر شخص نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس شخص نے زور سے پڑھا۔ "سامی کے خون کا گروپ کیا ہے؟ آپ ہمیں بتائیں۔"

میں نے جواب دیا۔ "سوری، میں نہیں بتا سکتا۔ پہلے تمہاری سامی کے خون کا نمونہ چاہیے۔"

اس شخص نے جواب لکھا۔ "ہم اتنا بھولے نہیں کہ بنا بھائے اس طرح آپ کو ہمارے خلاف اپنے ذرائع استعمال کرنے کا وقت مل جائے گا۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ یہ سامی ہے۔ آپ اگر اس کی زندگی بچانا چاہتے ہیں تو فوراً چلے آئیں۔ ورنہ ہم اس لڑکی کو ختم کر دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "تمہاری مرضی۔ اسے زندہ رکھو یا مارڈالو۔ میں تمہیں صرف یہ بتا رہا ہوں کہ اس کے سامی ہونے کا یقین نہیں ہو جائے گا میں پہنچ نہیں کروں گا۔ میں اب دماغی رابطہ ختم کر رہا ہوں۔"

اس شخص نے لکھا۔ "ابھی رابطہ ختم نہ کریں۔ ہمیں بتائیں کہ سامی لڑکی کا خون کس طرح حاصل کریں گے؟"

"میں خود حاصل نہیں کروں گا۔ تم میں سے کوئی شخص اس کا خون لے کر کسی ہسپتال یا لیبارٹری میں جائے گا اور خون کا گروپ معلوم کرے گا میں اس شخص کے دماغ میں موجود رہ کر تصدیق کر لوں گا۔"

اس نے لکھا۔ "اچھی بات ہے آپ پندرہ منٹ بعد ہمارے رابطہ قائم کریں۔ پھر ہم آپ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کریں گے۔"

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ لڑکی اور دونوں چور میرے سامنے منظر کھڑے تھے۔ میں نے انھیں بتایا کہ پندرہ منٹ کے بعد ان کو جواب ملے گا۔ پھر میں نے سونے پر سہاگہ سونیا سے رابطہ قائم کیا اور اسے تمام باتیں بتائیں۔

سونیا نے کہا۔ "یہ اعلیٰ بی بی اور چالیس چور تو رحمت کے فرشتے ثابت ہوئے ہیں۔ انھوں نے سامی کی شناخت کا بہت اچھا ذریعہ بتایا ہے۔"

"میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ جس خون سے بلی کو غسل کرایا گیا تھا۔ اسی خون کے ذریعے ہم اس لڑکی کو بھی پہچان سکتے ہیں۔ فرہاد، اعلیٰ بی بی نے سامی کا خون کہاں سے حاصل کیا ہوگا؟"

"یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ جب اس سے سامنا ہوگا تبھی معلوم ہو سکے گا۔ اتنا معلوم ہو گیا ہے کہ اعلیٰ بی بی نے سامی کو دیکھا ہے اس نے یقیناً اسے اپنی حراست میں بھی رکھا ہوگا اور اس کے بدن سے ایک بوتل خون حاصل کیا ہوگا۔ اب سامی، اعلیٰ بی بی کے پاس ہے یا نہیں یہ پندرہ منٹ بلکہ اب تو دس منٹ کے بعد معلوم ہو جائے گا۔"

"اب تک ہماری شادی کو روکنے کے لیے دشمنوں نے کتنی چالیں چلیں۔ کیسی رکاوٹیں پیدا کیں۔ آؤ ہم ان کا مختصراً حساب کریں۔ ان کی آئندہ چالوں کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ پہلی بار ان لوگوں نے مجھے

یرغمال بنانے کی کوشش کی۔"

"بالکل ٹھیک۔ اور دوسری بار انھوں نے ایئرپورٹ پر مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ اس میں بھی وہ ناکام رہے۔"

سونیا نے کہا۔ "تیسری بار ہم نے مغرب کے بعد نکاح کا پروگرام بنایا تو تمہیں سرجیکل کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اس میں بھی دشمنوں کو ناکامی ہوئی۔ اللہ نے چاہا تو یہ سامی کا نیا ڈرامہ بھی ناکام رہے گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ سامی نہیں ہے۔ کسی لڑکی کو سامی کا روپ اوڑھنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔"

"میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

"ایسا ہوا اور دشمن اس بار بھی ناکام رہے تب وہ آئندہ کیا چال چلیں گے؟ ہمیں کچھ اندازہ ہونا چاہیے اور میں سمجھتی ہوں اس وقت ہماری سب سے بڑی کمزوری شاہینہ ہے۔ وہ لوگ اب کی بار شاہینہ پاس کی پچی شناخت کو نقصان پہنچانے کی پوری کوشش کریں گے۔"

"مجھے خدا پر بھروسہ ہے۔ تم شاہینہ کے قریب ہو۔ دشمن اسے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ تم محتاط رہو۔ پندرہ منٹ پورے ہونے والے ہیں میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔" میں نے آنکھیں کھول کر لڑکی اور چوروں سے کہا۔ "میں اب دشمنوں کا جواب معلوم کرنے جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں دشمنوں کے پاس پہنچ گیا۔ ایک ہی کا دماغ ایسا تھا جس کے پاس پہنچ کر میں دوسروں کے متعلق جان سکتا تھا۔ اس وقت وہ لوگ اس مکان میں نہیں تھے۔ سامی کو حاصل کرنے کے لیے مجھے جو پتہ بتایا گیا تھا۔ وہ کوئی اور جگہ تھی۔ میں جس آلٹکار کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا، وہ بے چارہ اس جگہ کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ اسے وہاں آنکھوں پر پٹی باندھ کر کسی گاڑی میں لایا گیا تھا۔

اس کی سوچ نے بتایا کہ جس لڑکی کو سامی بتایا گیا تھا۔ اس کی آنکھ پٹی کر کے اسے کسی دوسری جگہ بھیج دیا گیا تھا۔ اس کی سوچ پڑھنے کے بعد میں نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ادھیڑ عمر شخص سے کہا۔ "جناب! فرہاد صاحب، میرے دماغ میں آ گئے ہیں۔"

اس شخص نے ایک لیٹر پیڈ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے بڑبڑانا شروع کیا۔ "مسٹر فرہاد! پہلے ہمارا مطالبہ تھا کہ سونیا، خفیہ فائل ہمارے حوالے کر دے۔ پھر حالات بدل گئے اور ہم نے مطالبہ کیا کہ آپ سونیا سے شادی نہ کریں۔ لیکن اب ہمارا مطالبہ ہے کہ آپ ہمیں اس لڑکی اور شیزہ اعلیٰ بی بی کے متعلق معلومات فراہم کریں اور اس کا کوئی پتہ ٹھکانہ بتائیں۔"

ہم سچ بھی نہیں بتا سکتے تھے کہ اعلیٰ بی بی اصل سامی کا خون لے کر مکھیسی تک پہنچا دے گی اور اس کے خون کا گروپ آپ کو بھی بتا دے گی۔ اگر یہ بات ہمیں پہلے معلوم ہو جاتی تو ہم اس لڑکی کو سامی بنا کر پیش کرنے کا ڈرامہ نہ کرتے۔

ہماری یہ چال بھی ناکام ہو چکی ہے۔ اس لیے آپ کو حقیقت بتا دیتے ہیں جس لڑکی کو آپ نے بلی کی طرح بولتے اور حرکتیں کرتے سنا ہے۔ ہم نے اس لڑکی کا برین واش کر کے اس کے دماغ کی تختی کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ اسے بلیوں کے ساتھ رکھ کر بلیوں کی آواز کی ریکارڈنگ سنائی ہے۔ بلیوں کی تصویروں کو بڑے اسکرین پر دکھایا ہے۔ اسے اس ماحول میں رکھ کر ایسی تربیت دی ہے کہ وہ ذہنی طور پر بلی بن گئی۔ صرف جسم انسانی رہ گیا ہے۔

ہمیں بھدو بچمار کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا کہ جو بلی آپ کے پاس ہے وہ انسانی شکل اختیار کرنے والی ہے۔ ہم ایسی بھول باتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ لیکن جادوئی تماشے ہم بھی آئے دن دیکھتے ہیں۔ ہم نے یورپ کے تمام اخباروں میں یہ اشتہار شائع کرایا کہ ایک ایسی لڑکی پائی گئی ہے جو بلی کی طرح بولتی ہے اور اس کی طرح حرکتیں کرتی ہے۔ شاید اس کے پیچھے کسی کالے جادو کا عمل ہے۔

اشتہار شائع کرانے کا مقصد یہ تھا کہ یورپ کا کوئی اخبار آپ کی نظروں سے گزرے تو آپ اس کی تلاش کریں۔ پھر ہم آپ کو اپنی سامی کے ذریعے ٹریپ کر لیں گے پھر پتہ چلا کہ آپ لاہور جا رہے ہیں۔ تب ہم نے یہ افواہ پھیلائی کہ سامی کو روم سے اغوا کر لیا گیا ہے اور اب اسے لاہور پہنچایا جائے گا۔ ہم نے سامی کو ایک اہم مہرہ بنا کر رکھا تھا۔ لیکن ہمارا یہ مہرہ پہلی ہی چال میں پٹ گیا۔

مڈل مین جو ہمارے لیے کام کر رہا تھا ——— اعلیٰ بی بی نے اسے بے نقاب کر دیا۔ ہم نے آپ کو پاکستان سے باہر نکلوانا چاہا لیکن اعلیٰ بی بی نے ہماری یہ کوشش بھی ناکام بنا دی۔ ہم نے سامی کے ذریعے آپ کو بلیک میل کرنا چاہا مگر اعلیٰ بی بی نے اس حربے کو بھی ناکام بنا دیا۔ اب ہم اعلیٰ بی بی کی حقیقت جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کیا بلا ہے اور اس سلسلے میں آپ ہماری مدد کریں گے۔ یقیناً اس سے آپ کا گہرا رابطہ و ضبط ہے۔

مسٹر فرہاد! آپ کی بھلائی کے لیے آپ سے درخواست ہے کہ کل صبح سات بجے سے پہلے سونیا کو اسلام آباد روانہ کر دیں اور وہ خفیہ فائل ہم تک پہنچا دیں۔

آپ سے دوسری درخواست یہ ہے کہ کل صبح سے پہلے آپ اپنی خفیہ پناہ گاہ سے باہر آ جائیں عورتوں کی طرح چھپنا آپ کو زیب نہیں دیتا۔

آپ سے تیسری درخواست یہ ہے کہ سونیا سے شادی کا خیال دماغ سے نکال دیں۔ اگر یہ شادی ہو گئی تو اس کا عبرتناک انجام آپ کے سامنے آئے گا۔ ہم کیا کرنے والے ہیں۔ یہ آنے والا وقت

بتائے گا اور وہ آنے والا وقت صبح سات بجے کے بعد آپ کے سامنے ہوگا۔

ہماری آخری درخواست ہے کہ آپ صبح سے پہلے اس ریکارڈ دوشیزہ اعلیٰ بی بی کے متعلق تمام معلومات فراہم کردیں یہ درخواست بہت ہی دوستانہ انداز میں کی جارہی ہے آپ شاید اسے دھمکی سمجھیں۔ تیر جب تک ترکش میں رہتا ہے دھمکی کہلاتا ہے۔ جب کمان سے چھوٹ جائے تو موت بن جاتا ہے۔ آپ دشمنوں کے دماغ میں بیٹھ کر آج تک ان کے ہوش اڑاتے آئے ہیں کل صبح سات بجے کے بعد دنیا دیکھے گی کہ فرہاد علی تیمور کے ہوش اڑ گئے ہیں۔"

وہ تحریر ختم ہوگئی۔ میں جس شخص کے دماغ میں بیٹھا ہوا تھا وہ بیڈ ایک طرف رکھ کے انتظار کرنے لگا کہ شاید میں اس سے کچھ کہوں گا۔ وہ مجھے دھمکی دے چکے تھے۔ لہٰذا صبح کے سات بجے سے پہلے ان سے کچھ کہنا سننا فضول تھا میں دماغی طور پر اپنے بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ وہ لڑکی اور دونوں چور میرے منتظر تھے میں نے ان لوگوں کو ساری باتیں سنا دیں۔ یہ سنتے ہی وہ تینوں اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ لڑکی نے کہا "میں اعلیٰ بی بی کی حیثیت سے آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ہم ان کی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے کا موقع نہیں دیں گے اس سے پہلے ہی کچھ کر گزریں گے۔ پہلے ہم یہ تو سمجھ لیں کہ دشمن کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

وہ تینوں کمرے سے چلے گئے میں نے سونیا کو ساری باتیں بتائیں۔ اس نے کہا: "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ وہ یقیناً کوئی زبردست چال چلیں گے۔ میں رات بھر جاگ کر شاہینہ اور اس کی بیٹی شبانہ کی نگرانی کروں گی لیکن ہمیں یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنا چاہیے کہ دشمنوں نے اتنی زبردست دھمکی کس بنا پر دی ہے؟ آخر وہ تمہیں کس قسم کا نقصان پہنچائیں گے؟"

"وہ شاہینہ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ایک تو تم وہاں موجود ہو۔ دوسرے میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی حفاظت کروں گا۔ یہ دشمن اچھی طرح سمجھتے ہیں پھر یہ کہ چالیس چوروں میں سے کچھ چور تمہاری کوٹھی کے آس پاس ضرور موجود رہیں گے۔"

سونیا نے کہا: "میرا دھیان مرجانہ کی طرف جاتا ہے شاید اس کی برین واشنگ ہو چکی ہے۔ دشمن اسے کسی عجیب اور انوکھے انداز میں ہمارے لیے مصیبت بنا کر پیش کرنا چاہتے ہیں۔"

"دشمنوں کا دعویٰ ہے کہ وہ میرے ہوش اڑا دیں گے۔ شاید مجھے کوئی ایسا صدمہ پہنچائیں گے جس کے باعث میں سوچنے سمجھنے اور اپنے دماغ سے کام لینے کے قابل نہیں رہوں گا۔ ہمارے اپنوں میں ایک مرجانہ اور دوسری رسونتی ہے۔ مرجانہ سے مجھے اتنی دلچسپی نہیں رہی اس نے مجھے بہت پریشان کیا ہے ہاں رسونتی کو کوئی نقصان پہنچایا گیا تو۔۔۔۔"

سونیا نے کہا: "ہمیں رسونتی کی فکر نہیں کرنی چاہیے، وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اپنی حفاظت کرلے گی۔ دوسرے یہ کہ غلام اسے دینا کے کس حصے میں لے جاکر رکھا ہے دشمن یہ نہیں جانتے وہ رسونتی تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

سونیا کی بات سنتے ہی میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ اعلیٰ بی بی کو رسونتی کی پناہ گاہ کا علم کیسے ہوا۔ اعلیٰ بی بی کا رول ادا کرنے والی لڑکی نے بتایا تھا کہ چالیس چور دنیا کے مختلف مقامات پر ہیں۔ ان میں سے ایک مقام دارالسلام کی وہ مضافاتی بستی ہے جسے غلام نے رسونتی کے لیے آباد کیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اعلیٰ بی بی کو اس بستی کا علم کیسے ہوا؟

یہ سوچتے ہوئے میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ سونیا نے پوچھا "تم کہاں چلے گئے تھے؟ خیریت تو ہے؟"

"میں ایک سوچ میں الجھ گیا تھا۔ یہ اعلیٰ بی بی تو بہت ہی گہری معلوم ہوتی ہے۔ اسے یہ کیسے معلوم ہوا کہ رسونتی دارالسلام کی ایک مضافاتی بستی میں رہتی ہے؟"

"ہاں یہ سوچنے کی بات ہے۔"

"ٹھہرو۔ میں اس لڑکی سے دریافت کرتا ہوں جو یہاں اعلیٰ بی بی کے روپ میں موجود ہے۔"

میں نے اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ کر سوالات کیے۔ اس نے بتایا: "فرہاد صاحب! میں آپ کو بتا چکی ہوں ہمارا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ہم جس کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کے ملازمین یا لالچی رشتہ داروں کو بڑی بڑی رقمیں دے کر خرید لیتے ہیں۔ شاہینہ کی کوٹھی کا ایک ملازم ہمارا زر خرید ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا ایک چور منصور کا گہرا دوست ہے۔ منصور اپنے دوستوں میں بیٹھ کر آپ اور سونیا کے متعلق باتیں کرتا رہتا ہے۔ ایسی ڈینگیں مارتا ہے جیسے آپ لوگوں کے بہت قریب رہتا ہو اور آپ لوگ اسے بہت چاہتے ہوں۔"

میں نے کہا: "بیشک ہم اسے چاہتے ہیں لیکن منصور کا رسونتی کے متعلق کیسے معلوم ہوا؟"

"سونیا نے کسی وقت شاہینہ سے ذکر کیا تھا۔ شاہینہ نے منصور سے ذکر کیا اور منصور سے ہمارے چور کو معلوم ہوگیا۔"

یہ معلوم کرتے ہی میں نے سونیا کے پاس جاکر پوچھا: "کیا تم نے کبھی شاہینہ سے بتایا تھا کہ رسونتی ان دنوں کہاں رہتی ہے؟"

"ہاں، وہ بہت ضد کر رہی تھی۔ اور اپنی دوسری بہنوں کے مقابلے میں جاننا چاہتی تھی۔ اس کی ضد اور بے پناہ اصرار سے مجبور ہوکر میں نے اسے بتا دیا تھا۔"

"سونیا! تم سے سخت غلطی ہوگئی ہے اگر دشمنوں کو بھی یہ بات معلوم ہوگئی ہے تو سمجھ لو کہ رسونتی اس وقت خطرے میں ہے۔"

میں سونیا سے رخصت ہوکر رسونتی کے پاس پہنچا۔ پہلے تو میری سوچ کی لہروں کو راستہ نہیں ملا۔ پھر اس نے راستہ دے کر پوچھا "کیسے آنا ہوا؟ تم تو مجھ سے بھاگ رہے تھے۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ تم اپنی ضد پر قائم ہو۔ اس لیے میں بھی ضد پر آگیا تھا اور تم سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا اس وقت مجھے خطرے کا احساس ہوا ہے تو تمہارے پاس آیا ہوں۔"

"کیسا خطرہ؟ اور کس کے لیے خطرہ؟"

"تمہارے لیے۔ مجھے بتاؤ۔ کیا تمہارے آس پاس کوئی اجنبی یا مشکوک شخص تو موجود نہیں ہے؟"

"کسی پر شبہ ہوتا تو میں اس کے خیالات پڑھ لیتی جہاں تک کسی اجنبی کے بستی میں آنے کا تعلق ہے تو جب سے یہ بستی آباد ہوئی ہے ہر روز کچھ نئے لوگ یہاں آکر آباد ہوتے ہیں۔ غلام ان کے متعلق اچھی طرح معلومات حاصل کرتا ہے۔ مجھے موقع ملتا ہے تو میں بھی ان کے خیالات پڑھ لیتی ہوں۔ مجھے کسی قسم کا خطرہ محسوس نہیں ہو رہا ہے۔"

میں نے رسونتی کو بتایا کہ دشمنوں نے مجھے کس قسم کا چیلنج کیا ہے اور وہ صبح سات بجے کے بعد اس چیلنج پر عمل کریں گے۔ رسونتی نے کہا: "فرہاد! بہت رات ہوگئی ہے۔ سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو۔ میری طرف سے بالکل بے فکر رہو۔ غلام بہت محتاط رہتا ہے اس نے اتنے اچھے انتظامات کر رکھے ہیں کہ کوئی مشکوک آدمی ہماری نظروں سے بچ نہیں سکے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم سو جاؤ۔ مجھے تو نیند نہیں آئے گی۔"

میں اس سے رخصت ہوکر غلام کے پاس پہنچا میں نے اسے بتایا کہ دشمنوں نے مجھے کس طرح کا چیلنج کیا ہے۔ اس نے کہا۔۔

"آقا آپ بے فکر رہیں۔ میں کل صبح تک جاگتا رہوں گا میں اور میرے آدمی مالکہ رسونتی کے کاٹج کے چاروں طرف پہرہ دیتے رہیں گے۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔"

میں اپنی خواب گاہ میں حاضر ہوگیا میں نے اسی لڑکی اور دوسرے چوروں کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سب ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کر رہے تھے۔ لڑکی کی سوچ نے بتایا کہ شاہینہ کی کوٹھی کے آس پاس سخت پہرہ لگا دیا گیا ہے۔ کوئی دشمن اس کوٹھی کے احاطے میں قدم نہیں رکھ سکے گا۔ اس کے علاوہ جو چور غلام کی بستی میں پہنچے ہوئے تھے یا اس بستی کے آس پاس تھے ان لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ میں ان کی پُرخلوص کوششوں کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا ان کی طرف سے مطمئن تھا۔ اس لیے پھر خوابگاہ میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔

اچانک مجھے اس گھڑی کا خیال آیا جو ان چوروں نے مجھے دی تھی میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اسے نکالا جس چور نے مجھے یہ گھڑی دی تھی۔ اس نے کہا تھا: "اس کی چابی کو اندر کی طرف دو بار یا چار بار دبایا جائے تو اعلیٰ بی بی تک یہ خبر پہنچ جائے گی کہ آپ کو ان کی مدد کی ضرورت ہے۔"

میں نے اس گھڑی کو دیکھتے ہوئے سوچا کہ اس بٹن کو دبا کر اعلیٰ بی بی تک پیغام پہنچانا چاہیے۔ دیکھیں اس سے براہ راست بات چیت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یہ سوچ کر میں نے گھڑی کی چابی کو دو بار اندر کی طرف دبایا۔ پھر نتیجے کا انتظار کرنے لگا۔

چند لمحوں کے بعد ہی میری خواب گاہ کا دروازہ کھلا اور وہ لڑکی حاضر ہوگئی جو اعلیٰ بی بی کا رول ادا کر رہی تھی۔ اس نے کہا "جناب!"

"میں نے تو تمہیں نہیں بلایا ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میری گھڑی میں اشارہ موصول ہوا ہے۔"

"بیشک میں نے اپنی گھڑی کا بٹن دبایا تھا میں اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم سے ہی رابطہ قائم ہوگا۔"

وہ مسکرا کر بولی: "میں یہاں کی اعلیٰ بی بی ہوں۔ اسی لیے آپ کا رابطہ مجھ سے قائم ہوگا۔"

میں نے گھڑی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "اسے رکھ لو۔ جب میں تم لوگوں سے دماغی رابطہ قائم کر سکتا ہوں تو مجھے کسی ایسے انڈیکیٹر کی کیا ضرورت ہے؟"

اس نے گھڑی کو لیتے ہوئے کہا: "ہم نے شاہینہ کی کوٹھی کے اطراف ایسے انتظامات کر دیے ہیں کہ دشمن اس کوٹھی کے احاطے میں قدم نہیں رکھ سکیں گے۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"صرف اتنا ہی نہیں۔ ہم غلام کی بستی تک پہنچنے کی کوشش بھی کر رہے ہیں۔ وہاں ہمارے جو ساتھی ہیں۔ ان سے ابھی تک رابطہ قائم نہیں ہوا ہے۔ صبح سے پہلے وہاں بھی ہمارے تمام ساتھی ہوشیار ہو جائیں گے اور رسونتی صاحبہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

میں تھکے ہوئے انداز میں بستر کے سرے پر بیٹھ گیا اور سر تھام کر بولا: "میرا سر بھاری ہو رہا ہے۔"

وہ قریب آکر بولی: "میں سر دبا دوں؟"

میں لیٹ گیا۔ وہ میرے پاس آکر بیٹھ گئی اور مجھ پر جھک کر ہولے ہولے سر دبانے لگی میں نے گھبرا کر کہا۔ "پیچھے ہٹ جاؤ۔ اس طرح مجھے آرام مل رہا ہے میں سو جاؤں گا لیکن آج سونے والی رات نہیں ہے۔"

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ بستر کے پاس کھڑی ہوگئی: "میں آپ

کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

"ہو سکے تو گرم گرم کافی پلا دو تاکہ نیند اڑ جائے۔"

وہ جانے لگی تو میں نے کہا: "سنو! تمھارے نزدیک جو سب سے زیادہ ذہین چور ہو اُسے میرے پاس بھیج دو میں باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے دروازے کے پاس پہنچ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم چالیسوں چور دہانت میں اپنا جواب آپ ہیں میں بھی آپ کے سامنے موجود ہوں۔ کہیے تو کسی اور کو بھیج دوں؟"

"تم کافی لے آؤ کسی اور کو یہاں بھیج دو۔"

وہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک چور میرے کمرے میں آیا۔ اُس کا نمبر پچیس تھا۔ میں نے کہا: "آؤ پچیس نمبر بیٹھو۔ یہ رات بہت لمبی ہے۔ صبح نہیں ہو رہی ہے۔"

"جناب! صبح ہو جائے گی اور سخیریت ہوگی۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

"میں سوچ رہا ہوں۔ کیا دشمنوں کی اپنی پناہ گاہ سے نکل کر خود کو ظاہر کر دینے والی بات مان لوں۔"

اس نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "ظاہر ہونے کی ایک صورت ہے۔ آپ دشمنوں کے آلۂ کار سے رابطہ قائم کر کے کہیں کہ آپ خود کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اس وقت ڈھائی بجے ہیں۔ رات کے تین بجے سے لاہور کی اخبار مارکیٹ میں چہل پہل شروع ہو جاتی ہے۔ آپ وہیں جائیے ہیں تاکہ وہ لوگ آپ کو دیکھ لیں لیکن آپ بیک اَپ میں رہیں گے تاکہ قانون کے محافظ آپ کو دوبارہ پکڑ کر سرحد پار نہ کرا دیں۔"

"میں خود کو ظاہر کر دوں اور دشمن ہی مجھے قانون کے حوالے کر دیں۔ تب کیا ہوگا؟"

"ہم آپ کو جانے ہی کب دیں گے۔ آپ کے بجائے میں اخبار مارکیٹ جاؤں گا۔ آپ انھیں میری پہچان بتا دیں۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ آپ میک اَپ میں آئے ہیں۔ اس کے بعد جو ہوگا۔ میں دیکھ لوں گا۔"

میں دشمنوں کے آلۂ کار کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بے چارہ سو رہا تھا میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ اس کے دماغ نے جواب دیا: "میں ایک کمرے میں قید ہوں اور کمرہ یا مکان کس علاقے میں ہے۔ مجھے پتہ نہیں کیونکہ میری آنکھوں پر پٹی باندھ کر مجھے یہاں پہنچایا گیا ہے۔ البتہ کمرے میں ایک ٹیلیفون رکھا ہے مجھے ایک نمبر بتا دیا گیا ہے تاکہ فرہاد رابطہ قائم کرے تو یہ نمبر ڈائل کرنے کے بعد صرف اتنی اطلاع دے دوں کہ فرہاد نے رابطہ قائم کیا ہے۔ دوسری طرف سے اسے جواب نہیں ملے گا۔ لیکن اس کے بعد وہ اس سے خود رابطہ قائم کر لیں گے۔"

میں نے اس کے دماغ میں واپس آ کر چور نمبر پچیس کو ٹیلیفون نمبر بتایا اور اس کے دماغ سے معلوم ہونے والی باتیں بھی بتائیں۔ اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ یہ فون نمبر کس کا ہے۔"

وہ اُٹھ کر فون کرنے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی کافی آ گئی۔ میں نے پیالی ہاتھ میں لے کر شکریہ ادا کرتے ہوئے کافی کی ہلکی سی چُسکی لی۔ وہ مسکرا کر بولی: "یہ کافی میں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کی ہے۔"

میں نے بھی جواباً مسکراتے ہوئے کہا: "گویا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ اس کافی میں تمھارے ہاتھوں کی مٹھاس شامل ہے۔"

اس نے قہقہہ لگا کر کہا: "یہ ہوئی نا زندہ دلی کی بات۔ صبح کیا ہوگا یہ صبح دیکھا جائے گا۔ ابھی سے اس کی فکر میں کیوں گھلا جائے۔ آپ بہت زیادہ سنجیدہ ہو گئے تھے۔"

میں نے کہا: میں نے اور سونیا نے کبھی اپنی پرواہ نہیں کی ہمیشہ اپنے معاملے میں سنجیدہ نہیں ہوتے مگر اس وقت بات دوسری ہے۔ ایک طرف شاہینہ ہے۔ دوسری طرف رسونتی اسی لیے میں سنجیدگی سے خطرات کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"ہم اور آپ تدبیریں کر رہے ہیں۔ ہم نے جو حفاظتی انتظامات کیے ہیں ان پر بھی ہمیں بھروسہ ہے۔ اب دیکھیں کہ آنے والا وقت کیا کہتا ہے۔ بائی دی وے، یہ بتائیں۔ میں کیسی لگتی ہوں۔"

میں نے پوچھا: "کیا اعلیٰ بی بی کا یہی چہرہ ہے؟ بالکل ایسا ہی؟"

"جی ہاں، بالکل ایسا ہی چہرہ ہے۔ کیا یہ چہرہ حسین نہیں ہے؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے لیکن تمھارا اپنا اصلی چہرہ کیسا ہے؟"

وہ ذرا اٹھلا کر بولی: "میں اپنے منہ میاں مٹھو بننا پسند نہیں کرتی۔"

"میاں مٹھو تو مرد کہلاتے ہیں۔"

"چلیے، بی مینا سہی۔ ویسے میں بھی کچھ بُری نہیں ہوں۔"

"کاش میں تمھارا اصلی چہرہ دیکھ سکتا۔"

"اعلیٰ بی بی کا حکم ہے کہ ہم آپ کی ہر خواہش کا احترام کریں۔ آپ حکم دیں تو میں یہ میک اَپ اتار کر اپنا اصلی چہرہ دکھا دوں۔"

"میں تم لوگوں کے کاموں میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا۔ تم اعلیٰ بی بی کا کردار ادا کر رہی ہو۔ یہ میک اَپ تمھارے لیے ضروری ہے۔"

میں نے پیالی خالی کر کے اسے دیتے ہوئے کہا: "کافی بہت ہی مزیدار تھی۔"

اسی وقت ایک چور نے کمرے میں داخل ہو کر کہا: "جناب پچیس نمبر کی درخواست ہے کہ آپ اس کے دماغ میں پہنچیں۔"

میں فوراً ہی اس کے دماغ میں جا پہنچا۔ وہ ٹیلیفون کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

اس نے کہا: "جو نمبر آپ نے دیا ہے وہ ڈائریکٹری میں نہیں ہے۔ اب میں یہ نمبر ڈائل کر رہا ہوں۔ اگر دشمن سے رابطہ قائم ہو گیا تو اُسے نفسیاتی طور پر اُلجھانے کی کوشش کروں گا۔"

میں نے پوچھا: "کیسے؟"

"فرہاد صاحب! اس وقت تین بجنے میں پندرہ منٹ ہیں۔ رات کے اس پہر میں لوگ بہت گہری نیند سوتے ہیں اور دشمن تھکا ہارا بہت گہری نیند سو رہا ہوگا۔ اچانک فون کی گھنٹی بجے گی تو وہ یہی سمجھے گا کہ آپ سے متعلق اطلاع ہے لیکن میں اس کے ذہن کو جھٹکا کر اُسے بولنے پر مجبور کرنے کی کوشش کروں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے ریسیور اٹھایا اسی وقت چور نمبر پچیس نے اتنے زور کی نوٹ خراش چیخ ماری کہ میں خود چونک گیا۔ فوراً ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "ارے کون ہے؟ کیا ہو گیا؟ کون چیخ رہا ہے؟"

میرے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ پلک جھپکتے ہی میں اس کے دماغ میں بیٹھا اسے کرید رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو پچیس نمبر میرے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ میرے آنکھیں کھولتے ہی اس نے کہا: "کیوں جناب! میں آپ کے لیے اس کے دماغ کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہوا یا نہیں؟"

میں نے اُسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "کمال ہے تم نے بڑی ذہانت سے کام لیا ہے۔ اس کا نام نیاز احمد ہے۔ وہ ریلوے کے بنگلہ نمبر تیس میں ہے۔ یہ بنگلہ ریلوے کے چیف انجینئر کا ہے۔ انجینئر اپنی فیملی کے ساتھ چھٹی پر گیا ہوا ہے۔ نیاز احمد اس کا ٹیلیفون استعمال کرنے کے لیے غیر قانونی طور پر وہاں داخل ہوا ہے۔ اس کے دونوں ساتھی اس کے ساتھ موجود ہیں۔"

"جناب! یہ نیاز احمد خود کہاں رہتا ہے؟"

"وہ مغل پورہ کے ریلوے کوارٹرز میں کرایہ دار کی حیثیت سے رہتا ہے۔" میں نے اُسے کوارٹر کا نمبر بھی بتا دیا۔

وہ فوراً ہی باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے سونیا کے دماغ میں جھانکا۔ شاہینہ اور گھر کے تمام لوگ بے خبر کی نیند سو رہے تھے۔ سونیا اور منصور جاگ رہے تھے۔ اس وقت وہ منصور کو شاہینہ کی نگرانی کے لیے چھوڑ کر کچن میں چائے بنا رہی تھی میں اسے مخاطب کیے بغیر چھوڑ کر غلام کے پاس جا پہنچا۔ اس نے رسونتی کی حفاظت کے لیے سخت اقدامات کیے تھے۔ رسونتی کی کاٹج کے گرد دو چوکیداروں کی ٹولیوں میں محافظ مقرر تھے جو بیدار رہنے کی غفلت سے بچنے کے لیے اپنی اپنی جگہ بیٹھے شراب اور قہوے سے شغل کر رہے تھے میں نے رسونتی کے خوابیدہ ذہن کو چھیڑ کر اس کی نیند میں خلل انداز ہونا مناسب نہیں سمجھا اور اس کی حفاظت کے انتظامات سے مطمئن ہو کر واپس چلا آیا۔

دونوں طرف سے مطمئن ہو کر میں نے چور نمبر پچیس سے رابطہ قائم کیا۔ وہ اس وقت ریلوے انجینئر کے بنگلے پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے کہا: "فرہاد صاحب! میں اطلاعی گھنٹی بجا رہا ہوں آپ نیاز احمد سے دروازہ کھلوائیں میں نے ایک آدمی کو اس کوارٹر کی جانب بھی روانہ کر دیا ہے۔ جہاں نیاز احمد کے بیوی بچے رہتے ہیں۔"

اس نے جیسے ہی گھنٹی کا بٹن دبایا میں نیاز احمد کے دماغ پر قابض ہو گیا اور اسے باہر لاکر دروازہ کھلوا دیا۔ دروازہ کھلا تو میں نے اس کے ذہن کو آزاد کر دیا۔ وہ چونک کر بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنے سامنے کھڑے ہوئے چور کو دیکھنے لگا۔ چور نے اسے کچھ سمجھنے کا موقع دیے بغیر پوری قوت سے اس کے پیٹ میں لات ماری۔ وہ پیٹ پکڑ کر تکلیف سے کراہتے ہوئے پیچھے ہٹا تو اس کے عقب میں کھڑے اس کے دونوں ساتھیوں نے اُسے سنبھال کر گرنے سے بچا لیا۔ چور ایک ہاتھ میں بریف کیس تھامے اندر داخل ہوا اور دوسرے ہاتھ سے دروازہ بند کر کے بولا: "میں فرہاد کا علم تھا ہوں۔"

نیاز احمد سنبھل کر جوابی حملہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر میرا نام سنتے ہی ٹھٹھک گیا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے چور کو دیکھ رہا تھا۔ چور نے کہا: "اگر یقین نہ ہو تو میں ابھی تمھارا نام اور پورا شجرہ بتا کر یقین دلا دوں؟ تم جن لوگوں کے لیے کام کر رہے ہو کیا انھوں نے تمھیں یہ نہیں بتایا کہ جب مڈل مین جیسا شخص مجھ سے چھپا نہ رہ سکا تو تمھاری کیا حقیقت ہے؟"

نیاز احمد کے ایک ساتھی نے کہا: "استاد یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ فرہاد نہیں ہو سکتا۔"

میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ اس نے چیخ ماری اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر لڑکھڑاتے ہوئے ایک دیوار سے ٹکرا گیا۔ چور نے بریف کیس کو ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا: "کیا تم دونوں کو بھی یقین دلانا ہوگا؟"

اس وقت میں نیاز احمد کے دماغ میں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا: "یہ کمبخت ہمارے دماغ میں کیسے پہنچ گیا؟ اب کیا ہوگا؟"

میں نے چور نمبر پچیس کی زبان سے کہا: "جب یہ کمبخت تمھارے دماغ میں پہنچ ہی گیا ہے تو تمھاری زندگی کے خاتمے کے سوا اور کیا ہوگا۔"

نیاز احمد نے کہا: "یہ میں جانتا تھا کہ جب بھی آپ کی گرفت میں آؤں گا۔ وہ دن میری زندگی کا بدترین دن ہوگا۔ یا تو آپ میری جان لے لیں گے یا ذہنی طور پر مجھے مفلوج کر دیں گے۔"

اس کی باتوں کے دوران میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا: "فرہاد صاحب! میں کھل کر بیان نہیں کر سکتا، آپ میرے دماغ سے سمجھ سکتے ہیں۔ میرے ساتھ جو دوسرا شخص ہے اس کا نام پال ہے۔ یہ ہمارے گیا سرار باس کا خاص آدمی ہے اسی نے ہمیں باس کے پاس ملازم رکھوایا ہے۔ یقین کیجیے ہم باس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، ہاں یہ پال سب کچھ جانتا ہے۔"

میں نے پچیس نمبر سے کہا: "نیاز احمد کے دائیں طرف جو شخص کھڑا ہے۔ اس کا نام پال ہے، ہمارا اصل شکار وہی ہے۔ اسے زبان کھولنے پر مجبور کر دو۔"

پچیس نمبر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا: "پال! تم سمجھتے ہو۔ میں تمہارے دماغ تک نہیں پہنچ سکا ہوں۔ اسی لیے تم گونگے بنے ہوئے ہو۔ یا تو تم زبان کھولو۔ ورنہ میں اپنے ہاتھ کھولتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ پال ایک طرف لڑھکا۔ دوسری طرف میں نیاز احمد کے دماغ پر قابض ہو چکا تھا۔ نیاز احمد نے دوسری طرف سے اس پر زبردست حملہ کیا۔ پال ڈگمگاتا ہوا پچیس نمبر کے پاس آیا۔ پھر وہ پھرتی سے پلٹ گیا اور دروازے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ پچیس نمبر بھی کم پھرتیلا نہیں تھا۔ اس نے چھلانگ لگا کر اس کی ٹانگیں پکڑ لیں۔ پال اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔

تیسرا شخص نیاز احمد کا دوست تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ نیاز احمد پر پال پر حملہ کیا ہے تو اس نے بھی پال کی پٹائی شروع کر دی تینوں بے دردی سے اس کی مرمت کر رہے تھے۔ پچیس نمبر نے پوچھا: "بولو تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

پال خاموشی سے پٹتا رہا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ نیاز احمد اور اس کے ساتھی نے دونوں طرف سے پکڑ کر پال کو زمین پر گرا دیا اور پچیس نمبر نے دونوں ہاتھوں کا پورا زور لگا کر اس کا پیٹ دبانا شروع کیا۔ پال کے حلق سے "آ ک... آہ.... ہائے..." کی آوازیں نکلیں۔ تو پچیس نمبر نے مجھ سے پوچھا: "فرہاد صاحب! ان آوازوں سے کام چل جائے گا؟"

"نہیں اسے کچھ بولنے پر مجبور کرو۔"

وہ پال کی دونوں ٹانگوں کو دبا کر بیٹھ گیا اور اس کے تلوے سہلانے لگا۔ پال گدگدی سے بے حال ہو کر مچلنے لگا۔ اس کے منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکل رہی تھیں لیکن کوئی چھوٹا سا مجلہ بھی اس کے منہ سے نہ نکل سکا۔ آخر پچیس نمبر زور سے اچھل کر اس کے پیٹ کے اوپر اپنے پورے وزن کے ساتھ گرا تو پال بے اختیار تکلیف کی شدت سے چیخا: "اوہ، مائی گاڈ!"

پچیس نمبر نے کہا: "اب خدا یاد آیا، کیوں فرہاد صاحب کام چل جائے گا؟"

"ہاں، میں اب اس کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔ تم اس سے سوال کرو۔"

پچیس نمبر نے پوچھا: "تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟ وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟"

اسے چھوڑ دیا گیا تھا۔ وہ فرش سے اٹھتا ہوا بولا: "میں کسی کے لیے کام نہیں کر رہا ہوں۔ میں کسی کو نہیں جانتا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اسے دوڑا کر سامنے والی دیوار سے ٹکرا دیا۔ وہ تکلیف سے چیختے ہوئے پیچھے ہٹنے لگا جیسے اچانک ہی دیوار اس کے سامنے آ گئی ہو۔ پھر میں نے اسے دوسری طرف پلٹا کر دوسری دیوار سے ٹکرایا۔ تب بھی اسے یہی لگا جیسے دوسری طرف کی دیوار اس پر آ گئی ہو۔ وہ بدحواس ہو گیا تھا۔ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔

دوسرے ہی لمحے اس پر پھر دورہ پڑا۔ وہ دیوار سے اپنا سر بار بار ٹکرانے لگا۔ یہاں تک کہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے کی طرف آ کر کرسی پر گر پڑا۔ اب اس کا سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ سر اور چہرہ لہو سے تر تھا یوں لگ رہا تھا جیسے اب تب میں دم نکلنے والا ہو۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "باس! اوہ باس!"

اسکے کمزور دماغ میں باس کا تصور ابھرنے لگا۔ وہ اس کے متعلق سوچنے لگا۔ پتہ چلا کہ کبیر ہیل کی جگہ کوئی دوسرا ہٹل مین آ گیا تھا۔ وہ کون تھا، اس کا نام کیا تھا یہ بتانے سے پہلے ہی اس کا دماغ تاریک ہو گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو ٹٹولا مگر وہاں تاریکی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا تھا۔ وہ مر چکا تھا۔

پچیس نمبر فوراً ہی دروازے کے پیچھے دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ کسی نے دروازے کے باہر سے پال کے سینے میں گولی اتار دی تھی۔ فائر کی آواز نہیں ہوئی تھی۔ یقیناً سائلنسر استعمال کیا گیا تھا۔ میں نے نیاز احمد کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا کہ دروازے کے باہر کون ہے؟

اس کی سوچ نے جواب دیا: "کسی کی جھلک تو نظر آئی تھی مگر شناخت سے قبل ہی وہ فائر کر کے غائب ہو گیا تھا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے باہر جا کر اسے تلاش کرنا چاہیے۔"

مگر وہ سہم کر سوچنے لگا: "نہیں، میری جان اتنی سستی نہیں ہے میں خواہ مخواہ باہر جا کر قاتل کو کیوں تلاش کروں؟ اس کے پاس سائلنسر لگا ہوا ریوالور ہے۔"

میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اب وہ چپ چاپ باہر جا رہا تھا۔ باہر آ کر اس نے ادھر ادھر دیکھا، بنگلے کے چاروں طرف چکر لگا کر تلاش کیا مگر وہ شخص کہیں نظر نہیں آیا۔ میں نے پچیس نمبر کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "جس سے معلومات حاصل ہو سکتی تھیں وہ مارا گیا ہے اور اسے مارنے والا آس پاس کہیں موجود نہیں ہے۔ تم وہاں سے نکل سکتے ہو۔"

اس نے اپنی رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا: "فرہاد صاحب! ہم میں سے کوئی جو کسی مہم پر روانہ ہوتا ہے تو ہمارا کوئی ساتھی اس کا تعاقب ضرور کرتا ہے۔ چور نمبر تین نے میرا تعاقب کیا تھا۔ اب وہ رسٹ واچ کے ذریعے مجھے سگنل دے رہا ہے۔ آپ فوراً تین نمبر کے دماغ میں پہنچ جائیں۔"

"مجھے یاد نہیں ہے کہ تین نمبر کون تھا۔"

"تھا نہیں جناب! تھی بلکہ ہے۔ آپ چور نمبر تین سے رابطہ قائم کریں۔ وہ آپ کو تین نمبر کی آواز کا کیسٹ سنائے گی۔"

میں نے تین نمبر سے رابطہ قائم کر کے کہا: "مجھے فوراً تین نمبر کی آواز کا کیسٹ سنا دو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔"

پانچ منٹ کے اندر میں کیسٹ کے ذریعہ اس کی آواز سن رہا تھا۔ چند فقرے سننے کے بعد میں نے کہا: "بس کافی ہے۔ ریکارڈر بند کر دو۔"

میں تین نمبر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک کار کی اگلی اور پچھلی سیٹ کے درمیانی حصے میں لیٹی ہوئی تھی۔ کار تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ میں نے کہا: "ہیلو! تین نمبر! میں فرہاد ہوں۔"

وہ سوچنے لگی: "کیا واقعی فرہاد صاحب میرے دماغ میں موجود ہیں؟"

میں نے کہا: "تم اس الجھن میں مت پڑو۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ تمہارے دماغ میں جو سوالات ابھریں خاموشی سے ان کے جواب سوچتی رہو۔ ہاں، یہ کار کس کی ہے؟"

اس کی سوچ نے بتایا: "تین پچیس نمبر اور اس کے ساتھی کا تعاقب کرتے ہوئے اس بنگلے کے قریب پہنچی تھی۔ میرے سامنے بنگلے سے ذرا دور ایک کار آ کر رکی۔ اس میں سے ایک شخص باہر آیا پہلے تو میں نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی لیکن جب وہ بنگلے کے احاطے میں پہنچ کر اپنے چہرے پر مفلر لپیٹنے لگا تو میں چوکنا ہو گئی اور اصول کے مطابق اپنے ساتھی کو اس کے حال پر چھوڑ کر نئے شکار کے پیچھے لگ گئی۔ میں نے اس کی کار کے پاس جا کر دیکھا۔ اس کا اگلا دروازہ مقفل نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جانے والا جلد ہی واپس آئے گا۔ اگلی سیٹ کے دونوں سیٹوں کے درمیان ایک انڈیکیٹر چھپا کر رکھ دیا۔ اب یہ کار جہاں بھی جائے گی۔ انڈیکیٹر میں اس کی سمت اور مقام کی اطلاع ملتی رہے گی۔ انڈیکیٹر رکھ کر میں باہر نکلنا چاہتی تھی کہ میں نے کسی کے قدموں کی آواز سنی۔ وہ شخص توقع سے بہت پہلے واپس آ گیا تھا۔ چنانچہ میں سیٹوں کے درمیان لیٹ گئی۔ وہ شخص دوڑتا ہوا آیا اور دروازہ کھول کر اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اب یہ کہاں جا رہا ہے میں معلوم نہیں کر سکتی۔"

میں نے پوچھا: "اگر میں تم سے دماغی رابطہ قائم نہ کرتا تو تم کیا کرتیں؟"

"فرہاد صاحب! مجھے یہ اطمینان ہے کہ میں نے کار میں انڈیکیٹر چھپا دیا ہے۔ جہاں کوئی ساتھی کسی وقت بھی اس کار والے تک پہنچ جائے گا۔ رہ گئی میری بات تو میں یہاں سے بہ آسانی نکل سکتی ہوں لیکن اعلیٰ بی بی کے حکم کے مطابق ہم آپ سے مشورہ لیتے رہتے ہیں۔"

"اچھا تو ذرا مجھے نکل کر بتاؤ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس موقع پر تمہارا دماغ کس طرح کام کرتا ہے۔"

"یہ تو کوئی بات ہی نہ ہوئی بھلا اس کار سے نکلنا کوئی مشکل کام ہے۔ یہ لیجیے۔"

یہ کہتے ہی اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کے بالوں کو بے ترتیب کر دیا۔ پھر اس کی آنکھوں کا کاجل پھیل گیا۔ لبوں کی لالی مٹ گئی۔ اس نے لمبے لمبے ناخنوں سے اپنے چہرے اور گردن پر خراشیں ڈال لیں۔ کوئی جوان لڑکی اپنا چہرہ نہیں بگاڑتی۔ وہ بھی نادان نہیں تھی۔ اس کے چہرے پر ماسک بیک آپ تھا۔ لہٰذا اس کے ناخن اس کے چہرے کے ماسک پر خراشیں ڈال رہے تھے۔ پھر اس نے اپنے بالوں میں سے ایک پن نکال کر اپنے بدن کے ایک حصے میں چبھوئی۔ وہاں سے تھوڑا سا خون اُبل پڑا۔ اس نے اس خون کو اپنے چہرے اور گردن کی خراشوں پر مل دیا۔

میں اس کی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے جگہ جگہ سے اپنا لباس اس طرح مہارت سے پھاڑا کہ کپڑا پھٹنے کی ذرا سی آواز نہ ہو سکی۔ اب وہ ایک ایسی تباہ حال لڑکی نظر آ رہی تھی جسے کسی نے بُری طرح لوٹ لیا ہو۔

اس نے اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر آنکھیں بند کر لیں اور ہولے ہولے کراہنا شروع کر دیا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ یقیناً کراہنے کی آواز ڈرائیور نے دروازے کے کانوں تک پہنچی تھی۔ اس نے تیزی سے پلٹ کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں سیٹوں کے درمیان آنکھیں بند کیے یوں ہولے ہولے کراہ رہی تھی۔ جیسے بیہوشی کی حالت سے نکل کر ہوش میں آ رہی ہو۔ یہ صورت حال کار والے کے لیے انتہائی پریشان کن تھی۔ صبح ہونے والی تھی۔ مین روڈ پر اگر کسی کی نظر لڑکی پر پڑ جاتی تو اسے جان چھڑانا مشکل ہو جاتا۔ غالباً اسی خیال سے اس نے کار دوبارہ اسٹارٹ کر کے پوری رفتار سے دوڑانا شروع کر دی۔

بیس نمبر نے اس کے ٹھکانے پر پہنچنے کا انتظار کرنے کے بجائے ہسٹیریائی انداز میں چیخ ماری اور اُٹھ کر چلانے لگی: "نہیں، نہیں، مجھے چھوڑ دو۔ ذلیل! کمینے! مجھے چھوڑ دو۔ میں مر جاؤں گی مگر اپنی عزت پر

آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

اس نے پھر ایک زور کی چیخ ماری۔ ڈرائیو کرنے والے نے بوکھلا کر مڑک کے کنارے گاڑی روک دی اور اس کی طرف پلٹ کر پوچھا: "اے تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟"

وہ ایک دم سے چپ ہو کر خالی خالی نظروں سے اسے تکنے لگی۔ پھر بڑبڑانے کے انداز میں بولی: "تم ۔۔۔ تم کون ہو؟ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"یہی تو میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ تم کون ہو اور میری کار میں کب اور کیسے آ گھسی ہو؟"

وہ غصے سے کانپنے لگی، مٹھیاں بھینچ کر زور سے چیخی: "مجھ سے فراڈ کرتے ہو۔ تمھارے آدمیوں نے مجھے یہاں لا کر ڈال دیا ہے۔ میں ابھی چیخ چیخ کر لوگوں کو جمع کر لوں گی۔"

اس نے گڑگڑاتے ہوئے التجائی: "فار گاڈ سیک۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں کوئی بُرا آدمی نہیں ہوں۔ میں نے تمھارے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہیں کیا میری عزت رکھ لو۔ اس طرح چیخنے چلانے سے ہم دونوں کی عزت خاک میں مل جائے گی۔"

"اگر تمھیں اپنی عزت کا اتنا وقار ہے تو مجھے جانے دو۔"

وہ جلدی سے بولا: "ہاں، ہاں ضرور جاؤ۔ میں تمھیں نہیں روکوں گا۔"

اس نے جلدی سے کار کا دروازہ کھول دیا۔ اس دوران میں نے بیس نمبر کے ذہن سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ وہ لبرٹی مارکیٹ کے پاس ہے۔ میں نے یہ اطلاع چوبیس نمبر تین کو دی اس نے فوراً ہی بیس نمبر کے لیے گاڑی روانہ کر دی۔ ادھر بیس نمبر نے اس سے کہا: "بورو! نہ کھولو۔ میں اس حالت میں گاڑی سے باہر نہیں جا سکتی۔ مجھے اُدھر سامنے والے پارک کے پاس پہنچا دو۔ میں وہاں پہنچ کر کسی کی مدد حاصل کر لوں گی۔"

کار والا اسے پارک کے گیٹ کی طرف لے گیا۔ صبح کا وقت تھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ گاڑی سے اُتر کر پارک میں چلی گئی میں نے اس کے لیے گاڑی لانے والوں کو بتا دیا کہ وہ کہاں ہے پھر اس کار والے کے دماغ میں سما گیا۔

وہ گلبرگ کی طرف جا رہا تھا۔ اس کا نام ڈینی وائٹر تھا اور اس نام کی مناسبت سے ہی اس کا ذہن کام بھی کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ شاید مجھے پھانسنے کے لیے اس لڑکی کو چارے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اس لڑکی کے دماغ میں بیٹھ کر کہیں فرہاد تو میرا تعاقب نہیں کر رہا تھا؟"

وہ بڑے ہی مضبوط اعصاب کا مالک تھا لیکن میرے نام کی دہشت اس کے دل پر بھی طاری تھی۔ اس خیال سے اسے گھبراہٹ سی ہونے لگی تھی۔ وہ اس گھبراہٹ کو اہمیت نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے خود کو ذہنی طور پر آمادہ کر رہا تھا۔ اپنی منزل تک پہنچتے پہنچتے اس نے کئی بار اپنے دماغ میں مجھے محسوس کر لیا کہ میں نے اسے اپنی موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ اور وہ پوری طرح سے بالکل مطمئن ہو گیا۔

ایک عمارت کے سامنے کے گیٹ پر اس نے گاڑی روکی تو دربان نے فوراً گیٹ کھول کر اسے اندر جانے کے لیے راستہ دے دیا۔ اس عمارت پر ایک غیر ملکی پرچم لہرا رہا تھا۔ یہ ایک ملک کے سفارت خانے کی عمارت تھی اور وہ شخص اس سفارت خانے کا سیکرٹری تھا جو فی الوقت مڈل مین کی جگہ کام کر رہا تھا۔

میں اس کے ذہن کو کرید کرید کر معلومات حاصل کرتا رہا۔ میں مڈل مین بہت محتاط ہو کر کام کر رہا تھا۔ کبیر بیدل کا انجام اسے یاد تھا۔ اس لیے اب ڈینی وائٹر اپنی کوٹھی میں نہ تو کوئی ٹرانسمیٹر رکھتا تھا اور نہ ہی کوئی ایسا ثبوت جس سے وہ گرفت میں آ سکے۔

میں انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل صمد ہمدانی صاحب کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بے چارے تمام رات جاگتے رہے تھے۔ دشمنوں نے مجھے ان کی حراست سے چھین لیا تھا چنانچہ اب ان پر افسران بالا نے سوالات کی بوچھار کر رکھی تھی۔ انھیں نااہل قرار دے کر الزام لگایا گیا تھا کہ انھوں نے فرہاد کو جان بوجھ کر فرار ہونے کا موقع دیا ہے۔

میں جب ان کے پاس پہنچا تو انھیں میری موجودگی کا یقین نہیں آیا میں نے اپنے طریقۂ کار کے مطابق انھیں یقین دلایا۔ تب انھوں نے کہا: "ہم تو بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ فرض ادا کرنے کے لیے آپ کو سرحد پار لے جانے کی کوشش کی لیکن نتیجے میں نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے۔"

میں نے کہا: "آپ پریشان نہ ہوں۔ جو لوگ مجھے آپ کے ذریعے سرحد پار کرانا چاہتے تھے۔ ہم انھیں اپنے ملک سے باہر نکال کر دم لیں گے۔ جس سفارت خانے کے مڈل مین کبیر بیدل نے پہلی تخریبی کارروائیاں شروع کی تھیں۔ انھوں نے دوسرا مڈل مین مقرر کر دیا ہے اور یہ نیا مڈل مین بہت محتاط ہے، اس کے خلاف کوئی ثبوت حاصل کرنا آسان نہ ہوگا۔"

"پھر وہ کیسے گرفت میں آئے گا؟" ہمدانی صاحب نے پوچھا۔

"ہمدانی صاحب! دنیا کا کوئی بھی مجرم جب کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اسی خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ وہ بڑی کامیابی سے اپنا کام انجام دے رہا ہے۔ یہی اطمینان اسے قانون کی گرفت میں پہنچا دیتا ہے۔ اس وقت سفارت خانے کے سیکرٹری ڈینی وائٹر کے پاس ایک سائلنسر لگا ہوا ریوالور ہے۔ اس ریوالور کا لائسنس

اس کے نام پر ہے۔ کچھ دیر قبل اس نے اپنے سفارت خانے کے ایک شخص پال کو اسی ریوالور سے گولی مار کر ہلاک کیا ہے چنانچہ اسے قتل کے الزام میں گرفتار کیا جا سکتا ہے۔"

"وہ ریوالور اس وقت کہاں ہے؟"

"آپ وہاں سے روانہ ہوں میں بتا دوں گا۔"

"میں انٹیلی جنس کے چند ذمے دار افسران کو ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔ آپ وزارت خارجہ کے سعید احمد صاحب اور دوسرے افسران کو مطلع کر دیں۔"

میں نے سعید احمد صاحب سے رابطہ قائم کر کے انھیں تاکید کی آپ فوراً اعلیٰ افسران کو لے کر وہاں پہنچیں۔ ہمارے ملک کی انٹیلی جنس ایجنسی آپ جیسے افسران بڑے پہلے پر ان کا محاسبہ کریں گے تبھی انھیں چوڑے سے اکھاڑ کر پھینکا جا سکتا ہے۔" میں پھر ڈینی وائٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے ریوالور اپنی الماری میں چھپا رکھا تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ اس کے جرم سے کوئی واقف نہیں ہے اور میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکا ہوں۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے عام مجرموں کی طرح مطمئن نہیں رہنا چاہیے۔ پتہ نہیں کس وقت کیا ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ دشمنوں نے مجھے اپنی نظر میں رکھا ہو اور کسی خاص موقع پر مجھے گرفت میں لینا چاہتے ہوں۔"

اس سوچ کے دماغ میں ابھرتے ہی اسے بھی خیال آیا: "ہاں یہ مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ ریوالور الماری سے برآمد کیا جا سکتا ہے۔"

یہ خیال آتے ہی اس نے الماری کھول کر ریوالور نکال لیا۔ ہال پر گھل چلتے وقت وہ دستانے پہنے تھا۔ لیکن گھر آنے کے بعد اس نے دستانے اتار دیے تھے۔ اس وقت بھی اس کے ہاتھ میں دستانے نہیں تھے۔ گو وہ پوری طرح مطمئن نہیں تھا لیکن اسے اتنا اطمینان ضرور تھا کہ اس نے دستانوں کا خیال نہیں کیا اور ایک بڑے سے ریڈیو کو کھول کر اس میں ریوالور کو چھپا دیا۔

اب وہ پوری طرح مطمئن تھا کہ قانون کے کھولے اس ریوالور تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

میں نے صمد ہمدانی کے پاس پہنچ کر ریوالور کی نشاندہی کر دی۔ اس کے بعد دماغی طور پر اپنی خواب گاہ میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت دن کی روشنی پھیل چکی تھی۔ گھڑی میں چھ بج کر پینتیس منٹ ہوئے تھے۔ پچیس منٹ کے بعد دشمن مجھے کوئی دھماکہ خیز خبر سنانے والا تھا۔ میں نے سوچا۔ ممکن ہے ڈینی وائٹر اس بارے میں کچھ جانتا ہو۔ یہ خیال آتے ہی میں پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ کو ٹٹولنے لگا۔ معلوم ہوا کہ وہ عارضی طور پر مڈل مین کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ اور اس کے پیشِ نظر صرف اتنا ہی کام تھا کہ وہ میری پناہ گاہ تلاش کر کے مجھے دوبارہ سرحد پار کرنے پر مجبور کرے۔ اس وقت تک اس کی کوٹھی کو پولیس نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ انٹیلی جنس اور وزارت خارجہ کے افسران اسکی کوٹھی کے اندر پہنچ گئے تھے۔ جب اتنے بڑے پیمانے پر انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر اس کے ہاں پہنچے تو وہ سمجھ گیا، خیریت نہیں ہے اسے کسی طرح پھانسا جا رہا ہے اس کا دھیان اپنے ریوالور کی طرف گیا لیکن میں نے اس کی سوچ میں کہا: "انٹیلی جنس والے خواہ کتنے ہی چالاک ہوں۔ وہ اس ریڈیو کی طرف نہیں جائیں گے۔ پھانسے مارٹیم کے ساتھ ریڈیو کو بھی دیکھ چکے تھے۔ جن سے ٹیم کے ارکان کے ایک ایک عمل کی فلم بندی کی جا رہی تھی۔ ڈینی وائٹر کے مسلسل انکار کے بعد انھوں نے اس کے بیڈ روم میں رکھے ہوئے ریڈیو سے ریوالور برآمد کر لیا۔ میں انھیں چھوڑ کر واپس چلا آیا۔

سات بج چکے تھے۔ میں نے سب سے پہلے شاہینہ اور اس کے خاندان والوں کی خبر لی۔ وہ سب خیریت سے تھے۔ سوتیلے کہا: تم فکر نہ کرو۔ یہاں سب خیریت ہے تم رعونتی کی خبر لو۔"

میں رعونتی کے پاس پہنچا تو مجھے اس کے دماغ کے دروازے کھلے ہوئے ملے۔ وہ بے ہوش تھی۔ میں نے اس کی بے ہوشی کا سبب جاننے کے لیے فوراً غلام کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی لیکن انتہائی کوشش کے باوجود مجھے اس کا دماغ نہیں مل سکا۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ وہ اب اس دنیا کے متحرک لوگوں میں شامل نہیں رہا۔ وہ لاش کی صورت میں کہیں ابدی نیند سو رہا ہے۔ میں سونیا کو اس کی اطلاع دینے کے لیے اس کے پاس واپس پہنچا تو وہ فون پر کسی سے بات کر رہی تھی۔ میں اس شخص کے دماغ میں جا پہنچا جو دوسری طرف سے بول رہا تھا۔ اسے بھی دشمنوں نے کرائے پر حاصل کیا تھا۔ وہ اپنے سامنے رکھا ہوا تحریری پیغام سونیا کو پڑھ کر سنا رہا تھا۔

وہ پڑھ رہا تھا: "مادام سونیا! ہمیں یقین ہے کہ مسٹر فرہاد سے آپ کا رابطہ ضرور قائم ہوتا ہے آپ ہماری بات ان تک پہنچا دیں۔ ہم نے کہا تھا کہ ہم صبح سات بجے آپ کو ایک دھماکہ خیز اطلاع دیں گے۔ دیکھیے ہم اپنی زبان کے کس قدر پکے ہیں۔ ہم نے رعونتی کو اغوا کر لیا ہے اور اب اسے ایسی جگہ پہنچا رہے ہیں۔ جہاں پہنچنے میں فرہاد صاحب کی ٹیلی پیتھی کے بھی پر جل جائیں گے۔ ہمیں افسوس ہے کہ اس کوشش میں آپ کا وفادار غلام مارا گیا ہے۔ غلام سے ہماری کوئی دشمنی نہیں تھی۔ ہم اسے نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تھے لیکن مقابلے کے دوران جب گولیاں چلتی ہیں تو وہ دوست دشمن میں تمیز نہیں کر سکتیں۔ ایک ناواقف گولی جو غلام کو نہیں جانتی تھی اس کی زندگی چاٹ گئی۔ آپ فرہاد صاحب کو بتا دیں، رعونتی ان کے بچے کی ماں بننے تک ہماری حفاظت میں رہے گی۔ سنا ہے کہ کسی ویچ ڈاکٹر نے بیٹا پیدا ہونے کی پیش گوئی کی ہے۔ اگر ایسا ہوا

تو فرہاد صاحب کا بیٹا ہمارے پاس رہے گا اور ہم اپنے مزاج کے مطابق اس کی پرورش کریں گے۔ نتیجتاً بیٹا باپ کا دشمن بن کر جوان ہوگا۔ ہماری منصوبہ بندی بہت طویل ہے۔ بہرحال فی الحال تو رسونتی ہماری مہمان ہے۔

مادام سونیا! اب اگر آپ نے مسٹر فرہاد سے شادی کی تو ہم رسونتی کی لاش کا تحفہ آپ لوگوں کو پیش کریں گے۔ سامی تو ایک فراڈ تھی مگر رسونتی فراڈ نہیں ہے۔ فرہاد صاحب اس سے جلد ہی رابطہ قائم کرکے معلوم کرلیں گے۔ ابھی تو وہ بے ہوش ہے۔"

تحریر ختم ہوگئی۔ پڑھنے والے نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر رابطہ منقطع کردیا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "میں سب کچھ سن چکا ہوں۔ ذرا دیر انتظار کردیں ابھی اگر تم سے بات کروں گا۔"

میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جو سونیا کو وہ تحریر پڑھ کر سنا رہا تھا۔ معلوم ہوا اسے ایک اجنبی نے سونیا کا نمبر بتا کر فون پر یہ تحریر سنانے کے عوض ایک ہزار روپے کی پیش کش کی تھی چند منٹ کے بے ضرر سے کام کا معاوضہ ایک ہزار مل رہا تھا اسے بھلا کیا انکار ہوسکتا تھا۔ اس نے ایک ٹیلیفون بوتھ سے سونیا کے نمبر ڈائل کیے اور رابطہ قائم ہونے کے بعد تحریر پڑھ کر سنا دی۔ اس کام سے فارغ ہوکر وہ بوتھ سے باہر نکلا تو اس اجنبی کی کار غائب تھی۔ وہ جاچکا تھا میں نے اس کے دماغ میں سوال ابھارا۔ اس کار کا نمبر کیا تھا؟"

وہ سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگا۔ "بھلا مجھے کار کے نمبر سے کیا لینا ہے۔ وہ کوئی بھی تھا جہنم میں جائے۔ مجھے تو ایک ہزار روپے مل چکے ہیں۔"

میں نے اسے بھی جہنم میں جانے کے لیے آزاد کردیا۔ اس سے کوئی کام کی بات معلوم ہونے کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ میں نے سونیا کے پاس آکر اسے ساری بات بتائی۔ اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔ "فرہاد! یہ کیا ہوگیا؟ مجھے شبہ تو تھا کہ شاید دشمن رسونتی کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ یہ یقین نہیں تھا کہ وہ اس پر اتنی آسانی سے قابو پالیں گے۔"

میں نے کہا۔ "تمہیں اس لیے بھی یقین نہیں تھا کہ ہماری شادی میں جو رکاوٹیں کھڑی کی جارہی تھیں۔ اس کے سلسلے میں بھی ہم اسے شک کی نظر سے دیکھ رہے تھے لیکن اب یہ بات بھی صاف ہوگئی اگر رسونتی ہمارے ساتھ کوئی ہیرا پھیری کررہی ہوتی تو اس کے ساتھ یہ سلوک نہ کیا جاتا۔ دشمن اسے اغوا کرکے یرغمال بنانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ سونیا، رسونتی پر ہم خواہ مخواہ ہی شبہ کرتے رہے۔"

سونیا نے کسی قدر نادم ہوکر کہا۔ "مجھے افسوس ہے۔ میں رسونتی سے معافی مانگ لوں گی لیکن اب وہ کس حال میں ہے۔ ذرا دیکھو، شاید اسے ہوش آگیا ہو۔"

میں نے رسونتی کے دماغ میں جھانکا وہ ہنوز بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ غالباً اغوا کرنے والوں نے اسے طویل بے ہوشی کا انجکشن دیا تھا یا کوئی ایسی اذیت دی تھی جس کی وجہ سے بے ہوشی کا دورانیہ طویل ہوگیا تھا۔

میں نے چوتھے نمبر تین کو بلا کر بتایا۔ "دشمنوں نے اپنی دوسری کو عملی جامہ پہنا دیا ہے۔ انھوں نے رسونتی کو اغوا کرلیا۔ وہ اس اولاد کے پیدا ہونے والے بچے کو اپنی تحویل میں رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ میرے لیے نہایت اذیت کی بات ہے اور دشمن کی طرف سے ایک کھلا چیلنج بھی ہے۔"

میری بات سنتے ہی وہ میرے کمرے سے نکل کر اس کمرے میں پہنچی جہاں ٹرانسمیٹر وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو موجودہ حالات سے آگاہ کیا پھر وہ لوگ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی سے رابطہ قائم کرنے لگے میں سر جھکا کر دل ہی دل میں غلام کی موت کا ماتم کرنے لگا۔ وہ میرا بہت ہی پیارا ساتھی بہت ہی وفادار ساتھی تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے دلیر اور ناقابل شکست انسان کو ایسے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔ بے شک اس دنیا کی ہر چیز کو فنا ہے۔

تھوڑی دیر بعد میں نے چوتھے نمبر تین کے دماغ میں جھانک کر دیکھا انھیں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع ملی تھی کہ غلام کی بستی بالکل کھنڈر بن گئی ہے۔ غلام اور اس کے بہت سارے ساتھی مارے گئے ہیں۔ بے شمار جھونپڑیاں نذر آتش کردی گئی ہیں۔ وہاں زبردست جنگ ہوئی تھی۔ تقریباً بیس منٹ تک مشین گنوں سے گولیاں برستی رہی تھیں اور دستی بموں کے دھماکوں سے زمین دہلتی رہی تھی۔ اب وہاں زخمیوں کی کراہوں اور زندہ بچنے والوں کی آہ وزاری کے سوا کچھ نہ رہا تھا۔

میں نے نمبر تین سے پوچھا۔ "رسونتی کو وہ لوگ کیسے لے گئے؟"

"یہ بات معلوم نہ ہوسکی۔ ان کی منصوبہ بندی میں کہیں جھول نہیں ملتا۔ غالباً انھوں نے غلام اور اس کے ساتھیوں کو جنگ میں الجھا کر رسونتی کی طرف سے غافل کردیا ہوگا۔ اس غفلت سے فائدہ اٹھا کر ان کے کچھ آدمی رسونتی کو اغوا کرنے میں کامیاب ہوگئے ہوں گے۔"

میرے سر میں درد ہونے لگا۔ میں نے کہا۔ "مجھے کافی پلاؤ۔"

"ابھی حاضر کرتی ہوں۔ ویسے آپ پچھلی رات سے جاگے ہیں۔ کب تک کافی پی پی کر زندہ رہتے لڑتے رہیں گے۔ کچھ دیر آرام کرلیں۔"

"کیا ان حالات میں مجھے نیند آسکتی ہے؟ میں سکون کی نیند سو سکتا ہوں؟"

"نیند آ تو نہیں سکتی۔ لیکن آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے دماغ کو پُرسکون رکھ سکتے ہیں۔ اگر ذرا دیر سو لیں گے تو تازہ دم ہوکر حالات

سنبھالنے کے قابل ہوجائیں گے۔"

"دشمنوں کا دعویٰ تھا کہ وہ میرا سکون چھین لیں گے۔ میری نیندیں اڑا دیں گے اور انھوں نے یہ سچ کر دکھایا۔ اب میری باری ہے۔ مجھے اس کا جواب دینا ہے۔ بس رسونتی کے ہوش میں آنے کا انتظار ہے۔"

میں چار گھنٹے تک رسونتی کی بے ہوشی ٹوٹنے کا انتظار کرتا رہا۔ میں نے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔ میری بے چینی دم بدم بڑھتی جارہی تھی۔ دل کو کسی پہلو قرار نہ تھا کبھی اٹھ کر ٹہلنے لگتا تھا اور کبھی صوفے پر کبھی پہلو بدلنے لگتا۔ کبھی سونیا کے پاس پہنچتا تھا کبھی سعید صاحب اور صمدانی کے پاس۔ انھیں میرے حالات کا علم ہوا تو انھوں نے وعدہ کیا کہ جیل سفارت خانے کے عملے کا محاسبہ کیا جارہا ہے ان سے رسونتی کے متعلق بھی معلوم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

یہ محض طفل تسلیاں تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ مجھے جھٹلانے کا ان کے پاس وہی ٹوٹا ایک موثر ذریعہ تھی۔ وہ اسے کیسے ہاتھ سے جانے دیں گے۔ میری الجھن اور پریشانی بڑھتی جارہی تھی۔ زندگی میں پہلی بار مجھے اپنی کوتاہ قامتی کا احساس ہو رہا تھا اور دشمن کے سامنے اپنے آپ کو بونا بونا محسوس ہو رہا تھا میں نے گڑگڑا کر اپنے رب سے التجائی۔ "اے میرے خدا! میں تیرا عاجز بندہ ہوں۔ تو نے مجھے بلند مرتبہ دکھایا ہے میرے مالک! اب بھی اس سمر کی لاج رکھ لے۔ مجھے دشمن کے سامنے سرنگوں ہونے سے بچالے۔"

پھر گھنٹے کے بعد رسونتی کو ہوش آگیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ ایک پُرسکون کمرے کے آرام دہ بستر پر لیٹی تھی۔ اس کے دائیں بائیں چار نوجوان لڑکیاں نظر آئیں۔ سامنے پاؤں کی طرف دو جوان مرد تھے۔ سب کے سب ہاتھ باندھے ادب سے کھڑے تھے۔ ان میں سے دو حبشی دوشیزائیں تھیں جو رسونتی کی پرانی خادمائیں تھیں۔ رسونتی ان پر بڑا اعتماد کرتی تھی۔

وہ آنکھیں کھلے اس نئے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کررہی تھی۔ میں کہاں آگئی ہوں۔ یہ میرا کاٹیج تو معلوم نہیں ہوتا۔ یہ تو کوئی بڑی شاہانہ خواب گاہ نظر آتی ہے۔"

اسے آنکھ کھولتے دیکھ کر دو حبشی دوشیزائیں آگے بڑھیں۔ ایک پلنگ کے بائیں جانب دوڑا لو ہوگئی۔ دوسری دائیں جانب آکر کھڑی ہوگئی۔ دونوں نے ہاتھ سینے پر رکھے اور سانس روک کر آنکھیں بند کرلیں۔ رسونتی کا دماغ کہہ رہا تھا۔ "یہ میری رازدار کنیزیں ہیں۔ بائیں طرف نباسی ہے اور دائیں طرف منجالی ہے۔ منجالی لڑکا کے آس میں ہے۔ مجھے اشارے سے سمجھا رہی ہے کہ میرے لیے بھی لڑکا کا عمل لازمی ہے۔ ہوسکتا ہے۔ کوئی میرے دماغ میں ہو۔"

یہ سوچتے ہی رسونتی نے اپنی سانسیں روک لیں۔ میری نگاہیں اس کے دماغ سے باہر نکل گئیں۔ میں نے پھر اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس بار اس نے آہستہ آہستہ سانس چھوڑتے ہوئے پوچھا۔ "فرہاد کیا یہ تم ہو؟"

"ہاں، میں ہی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تم کب سے میرے دماغ میں چھپے ہوئے تھے؟"

"میں ابھی آیا ہوں۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ نہ جانے تم نے میری کیسی کیسی سوچیں پڑھ لی ہیں۔ تم اپنی حرکتوں سے باز کیوں نہیں آتے؟"

"رسونتی! تم خواہ مخواہ ایک بے بنیاد بات پر بحث کررہی ہو۔ تمھیں اس بات کی فکر نہیں ہے کہ اپنے کاٹیج کے بجائے کسی اجنبی ماحول میں کیسے چلی آئی ہو؟ اور اب تک بے ہوش کیوں تھیں؟ کس نے تمھیں بے ہوش کیا تھا؟"

"میں جانتی ہوں۔ یہ دشمنوں کی مہربانی ہوگی۔ اس وقت میری جان کا اندیشہ بھی ہے۔ مگر بعض حالات میں عورت کی جان پر بن آئے تب بھی وہ اپنی حیا کے متعلق پہلے سوچتی ہے کہ اس کی کوئی شرمیلی سوچ مرد پر ظاہر نہ ہوگئی ہو۔"

"مجھے معلوم ہوتا کہ تم خواہ مخواہ الزام دوگی تو میں چپ چاپ تمھارے خیالات پڑھ لیتا۔ لیکن بُرا ہو منجالی کا۔ یہ منجالی اور جمالی کیا بلائیں ہیں۔ ان کے متعلق تم نے پہلے کبھی نہیں بتایا۔"

"یہ میری رازدار اور وفادار کنیزیں ہیں۔"

"میرے پاس تمھارے لیے ایک بُری خبر ہے۔ غلام تمھاری حفاظت کا فرض ادا کرتے ہوئے مارا جاچکا ہے اور اب تم دشمن کی قید میں ہو۔"

وہ ایک دم سے سکتے میں رہ گئی۔ چند لمحوں تک خاموش رہی اپنے تصور میں غلام کی صورت دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"تم اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھ لو۔ تمھیں اس کی سوچ کی لہریں نہیں ملیں گی۔"

اس نے فوراً ہی اپنی سوچ کی لہروں کو غلام کی طرف موڑ دیا۔ مگر وہ بھٹکتی رہیں غلام انھیں نہ مل سکا۔ پھر اس نے نڈھال ہوکر کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ وہ دنیا میں نہیں ہے۔ یہ کیا ہوگیا فرہاد؟ وہ کیسے مارا گیا۔ کس نے اسے قتل کیا؟"

"انھوں نے قتل کیا ہے۔ جو تمھیں اٹھا کر یہاں لے آئے ہیں۔"

اس نے سر گھما کر ادھر ادھر دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے منجالی کو دیکھ کر افریقہ کی سواحلی زبان میں کچھ کہا۔ اسے یہ زبان بولتے سن کر مجھے حیرانی نہیں ہوئی۔ میں جانتا تھا۔ وہ غلام سے یہ زبان سیکھتی رہی تھی۔ اس کا دماغ اس کا ترجمہ بھی پیش کررہا تھا۔ وہ منجالی سے پوچھ رہی تھی۔ "ہم کہاں آگئے ہیں۔ یہ کون سی جگہ ہے؟"

منجالی کے جواب کا مفہوم بھی میں رسونتی کے دماغ سے ہی سمجھا۔ وہ کہہ رہی تھی "مالکہ! آپ کو انجکشن کے نہ لیے بیہوش کر دیا گیا تھا۔ یہ ہمیں ساتھ نہیں لائے تھے لیکن ہم دونوں آپ سے لپٹ گئیں۔ ہم نے صاف صاف کہہ دیا کہ آپ ہمارے سوا کسی کی خدمت گزاری قبول نہیں کریں گی۔ ہم آپ کے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے غرض کہ ایک ایک اشارے کو سمجھتے ہیں۔ اگر ہمیں ساتھ نہ لے گئے تو ہماری مالکہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم لوگوں کو کبھی سکون سے نہیں رہنے دیں گی۔ یہ سُن کر وہ ہمیں بھی ساتھ لے آئے۔"

رسونتی نے پوچھا "یہ لوگ ہمیں اغوا کرنے میں کامیاب کیسے ہو گئے۔ کیا غلام کے مسلح جوانوں نے ان کا راستہ نہیں روکا؟"

"مالکہ! بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی تھی۔ بڑی تباہی بھی مچی۔ بے شمار کانچ جل کر راکھ ہو گئے۔ اَن گنت عورتیں، مرد اور بچے مارے گئے۔ اسی افراتفری میں یہ لوگ آپ کو اسٹریچر پر ڈال کر، ایک وین کے ذریعے نکال لائے۔ کافی دور آ کر ہمیں ایک ہیلی کاپٹر میں منتقل کر دیا گیا۔ اس ہیلی کاپٹر نے ہمیں یہاں پہنچا دیا۔ لیکن یہ کون سی جگہ ہے ہمیں نہیں معلوم۔ یہاں آنے سے پہلے ہماری آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی گئی تھیں۔"

رسونتی نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے جوانوں کو دیکھا۔ وہ ادب سے ہاتھ باندھے گویا کسی حکم کے منتظر کھڑے تھے۔ اس نے پوچھا۔ "تم کون ہو اور ہمیں کہاں لے آئے ہو؟"

ایک جوان نے سر جھکا کر جواب دیا۔ "مادام! ہم آپ کے خدمت گار ہیں۔ جو حکم دیں گی۔ اس کی تعمیل کریں گے لیکن جس بات کا جواب ہم نہیں دے سکتے۔ اس کے لیے آپ مجبور نہ کریں۔"

"تم میری اس بات کا جواب کیوں نہیں دے سکتے؟"

"آپ ہماری مالکہ ہیں لیکن ہمارے لیے آپ سے بھی برتر ہمارے آقا ہیں۔ ان کا حکم ہے کہ ہم اس ملک یا اس علاقے کا نام زبان پہ نہ لائیں۔ جہاں یہ عمارت ہے۔"

اس کی بات سنتے ہی میں نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ میں حیران رہ گیا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ اس نے کہا۔ "مادام! آپ اپنی سوچ کی لہریں ہمارے دماغ تک پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔ ہم زبانی بات چیت کریں گے سوچ کے ذریعے کوئی بات نہیں ہو گی۔"

رسونتی نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

میں نے فوراً ہی رسونتی سے کہا۔ "میں نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی مگر یہ دونوں یوگا کے ماہر ہیں اور سانس روک کر سوچ کی لہروں کو واپس کر دیتے ہیں۔"

دوسرے نوجوان نے کہا۔ "مادام! فرہاد علی تیمور کے بچے کی ولادت اسی جگہ ہو گی۔ خواہ اس میں کتنا ہی عرصہ لگے۔ آپ کو یہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہو گی۔ ہم آپ کے لیے دنیا کی ہر آسائش مہیا کریں گے اور آپ کو وقت گزارنے کا احساس تک نہ ہو سکے گا۔"

وہ غصّے سے بولی۔ "میں یہاں قیدی بن کر نہیں رہ سکتی۔ بچے والے بچے کی صحت اور سلامتی کے لیے میرا کھلی فضا میں رہنا بہت ضروری ہے۔"

دوسرے نوجوان نے کہا۔ "آپ قیدی نہیں ہیں۔ آپ پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہے۔ آپ یہاں سے باہر نکل کر کھلی فضا میں جہاں تک جانا چاہیں، چہل قدمی کے لیے جا سکتی ہیں۔ آپ کا راستہ کوئی نہیں روکے گا۔"

اسی وقت ایک دوشیزہ بڑی سی ٹرے اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی۔ ٹرے میں دودھ سے بھرا ہوا بڑا سا جگ اور تازہ پھل رکھے تھے۔ ایک نوجوان نے کہا۔ "آپ دودھ اور پھل استعمال کریں۔ اس سے آپ کی کھوئی ہوئی توانائی بحال ہو جائے گی۔"

وہ انکار کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "اس کے مشورے پر عمل کرو۔ پھل کھاؤ، دودھ پیو اور چہل قدمی کے بہانے اس پارس کے ماحول کو دیکھو۔ ہم سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ یہ کون سی جگہ ہے۔"

اس نے میرے مشورے پر عمل کیا۔ کھانے کے دوران میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر اسے رسونتی کے بارے میں بتایا۔ میں سونیا کے پاس سے واپس آیا تو رسونتی بستر سے اٹھ کر اپنی رازدار کنیزوں کے ہمراہ آہستہ آہستہ چلتی، خواب گاہ سے باہر نکل رہی تھی۔ اس کے آگے دونوں جوان چل رہے تھے۔ پیچھے دوسری دو دوشیزائیں تھیں۔

وہ اپنی حیثیت کا یقین نہیں کر سکی تھی کہ آیا وہ قیدی کی حیثیت سے ان کے درمیان چل رہی تھی یا مالکہ کی شان سے اپنے خدام اور خادماؤں کے جلو میں چہل قدمی کے لیے جا رہی تھی۔ باہر ہر طرف ہریالی تھی۔ سامنے ایک بہت بڑی جھیل نظر آئی۔ جھیل کے اس پار اونچے اونچے پہاڑ تھے۔ میں نے کہا۔ "اطمینان سے ٹہلنے کے انداز میں عمارت کے چاروں طرف چکر لگا کر دیکھو کہ دوسری طرف کیا ہے۔"

وہ اسی طرح ٹہلتے ہوئے عمارت کے پیچھے چلی گئی۔ یہاں بھی دور دور تک ہریالی نظر آ رہی تھی۔ رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ خوش رنگ پرندے درختوں کی شاخوں پر بیٹھے اور ادھر ادھر پرواز کرتے ہوئے اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔ آبی پرندے بھی نظر آ رہے تھے وہاں مختلف رنگ اور نسل کے پرندوں کی اتنی کثرت تھی کہ کسی چڑیا گھر کا گماں ہوتا تھا۔

میں نے کہا۔ "رسونتی! یہ معلوم کرنا بہت مشکل ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ یہاں جنگل ہے۔ جھیل ہے پہاڑ ہیں۔ ہریالی ہے۔ رنگا رنگ پھول اور طرح طرح کے پرندے ہیں مگر دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آ رہا ہے۔"

رسونتی نے کہا۔ "عمارت کے گیٹ کے پاس کیبن کے اندر

میں نے دو مسلح محافظوں کو دیکھا ہے۔ دو نوجوان میرے ساتھ ہیں۔ اس طرح یہاں صرف چار مرد اور پانچ عورتیں ہیں۔ ایک میں خود، چوتھی منجالی، تیسری مہ سی، باقی دو لڑکیاں میرے لیے اجنبی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اس حساب سے ان دونوں لڑکیوں کو ملا کر دشمنوں کی تعداد چھ ہے اور تم تین ہو۔ تم جسمانی مشقت یا بھاگ دوڑ نہیں کر سکتیں۔ ہو سکتا ہے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اپنی حفاظت کر سکتی ہو لیکن وہاں بھی یوگا کے ماہر ہیں۔ ان پر تمہاری ٹیلی پیتھی کارگر نہیں ہو سکتی۔ وہ تمہیں تمہاری راڈار کنیزیں تو دے بھی دیں تو اسے کیا کر سکتی ہیں؟"

"یہ میری بہت ہی وفادار ہیں۔ میرے ساتھ ہر طرح کا دکھ سکھ جھیل سکتی ہیں۔ میرے ساتھ مصائب سے گزر سکتی ہیں مگر ان میں کوئی ایسی قابلِ ذکر صلاحیت نہیں ہے جو دشمنوں کے خلاف استعمال کی جا سکے۔ ویسے تم ان کے دماغ پر قابض ہو کر ان سے کوئی کام لے سکتے ہو۔"

"میں ان سے کیا کام لے سکتا ہوں۔ یہ صرف اپنی مادری زبان میں تم سے بات کر سکتی ہیں۔ ان سے کہو۔ انگریزی میں گفتگو کریں۔"

رسونتی نے ان سے کہا۔ "تم دونوں انگریزی زبان میں گفتگو کرو۔ فرہاد تمہارے جذبات میں جھانکنا چاہتے ہیں۔"

وہ چہل قدمی کرتے ہوئے انگریزی زبان میں باتیں کرنے لگیں۔ میں نے پہلے منجالی اور پھر مہ سی کے دماغ کو آئینہ بنایا۔ وہ ان کے پاس کے ماحول کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔ عمارت کے چاروں طرف دور تک حاطہ بندی کی گئی تھی۔ احاطے کی دیوار میں مضبوط آہنی تار کا جال لگی تھیں۔ وہ تار کاٹنے ایک دوسرے سے اس طرح اُلجھے ہوئے تھے کہ ان کے درمیان سے گزرنا ممکن ہی نہیں رہا تھا۔

دونوں نوجوان رسونتی سے ذرا فاصلے پر چل رہے تھے۔ رسونتی نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام جیفر ہے اور یہ میرا ساتھی ایڈی ہے۔ ان دو لڑکیوں میں سے جس نے مخروطی رنگ کا گاؤن پہنا ہے اس کا نام روزا ہے دوسری نیلے لباس والی سارکیا ہے۔"

ایڈی نے کہا۔ "میں اور جیفر قتل لیب سے آئے ہیں۔ سارکیا کا تعلق اٹلیا سے ہے اور روزا اٹلی سے آئی ہے۔ باہر میں گیٹ کی طرف کے دونوں مسلح محافظ گونگے ہیں۔ نہ تو بول سکتے ہیں نہ ہماری بات سمجھ سکتے ہیں۔ انھیں حکم ہے کہ رات کے وقت ہم میں سے کسی کو احاطے کے باہر نہ جانے دیں۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "رات کے لیے ہی یہ پابندی کیوں لگائی گئی ہے؟"

"اس لیے کہ یہاں جنگلی جانور، شیر اور چیتے بھی ہیں۔ دن کی روشنی میں ان سے زیادہ خطرہ نہیں ہے۔ آپ احاطے کے باہر جھیل کے کنارے بے خوف جا سکتی ہیں مگر رات کو ڈر کے مارے آپ نیند بھی نہیں کر سکیں گی۔"

رسونتی نے میرے کہنے کے مطابق اس سے سوال کیا۔ "کیا ہم یہاں اتنے ہی ہیں جتنے نظر آ رہے ہیں؟"

"جی ہاں، ان سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں راشن محدود ہے۔ یہاں سے میلوں دور تک کوئی انسانی آبادی نہیں ہے۔ کسی انسان سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ صرف جنگلی درندے ہیں۔ ان کے لیے جالے دو مسلح محافظ کافی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ سے یا آپ کی کنیزوں سے جسمانی مقابلے کی نوبت نہیں آئے گی۔ آپ کی یا فرہاد صاحب کی ٹیلی پیتھی ہم پر کارگر نہیں ہو سکے گی لہٰذا یہاں فوج رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

رسونتی نے سوال کیا۔ "اگر یہاں راشن محدود ہے تو ہم لوگ زیادہ عرصہ یہاں کس طرح رہ سکیں گے؟"

"ہر ہفتے ہیلی کاپٹر کے ذریعے جانے آنے والے آدمی راشن اور دوسری ضروریات کا سامان یہیں پہنچاتے رہیں گے۔"

سارکیا نے کہا۔ "مادام میں ہندوستانی ہوں اور مجھے خاص طور سے آپ کی خدمت کے لیے بھیجا گیا ہے تاکہ میں آپ کے لیے ہندوستانی کھانے پکا سکوں۔ آپ حکم دیں اس وقت کیا کھانا پسند کریں گی؟"

رسونتی نے کہا۔ "اپنے دیس کا ہر کھانا مجھے پسند ہے۔ اس وقت بارہ بجنے والے ہیں۔ ٹھیک دو بجے دوپہر کے کھانے کی میز پر پہنچوں گی۔"

سارکیا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر سر کو جھکایا اور وہاں سے کچن کی طرف چلی گئی۔ میں نے رسونتی کی زبان سے سوال کیا۔ "اس وقت تمہاری گھڑی میں بارہ بجنے میں دو منٹ ہیں۔ اس علاقہ میں کیا وقت ہوا ہے؟"

جیفر نے مسکرا کر کہا۔ "ہمیں افسوس ہے ہم اس ملک کے مطابقِ آپ کو وقت نہیں بتا سکیں گے۔ ہماری گھڑی میں بھی وہی وقت ہوا ہے جو آپ کی گھڑی میں ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے عمارت کے اندر ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ ڈرائنگ روم بھی قیمتی ساز و سامان سے آراستہ تھا۔ عمارت کا ہر کمرہ اسطرح آراستہ کیا گیا تھا کہ رسونتی ایک قیدی کے بجائے خود کو کسی شاہی محل میں زندگی گزارنے والی شہزادی تصور کرتی رہے۔ میں نے کہا۔ "تم ان لوگوں کی سطح اپنی باتوں میں اُٹھانے کی کوشش کرو کہ بے خیالی میں کسی وقت یہ اس مقام کے بارے میں بتا دیں۔"

رسونتی نے روزا سے پوچھا۔ "میں روزا تمہیں کس مقصد کے لیے میرے پاس رکھا گیا ہے؟"

"مادام! میں لیڈی ڈاکٹر ہوں۔ آپ کی صحت کا خیال رکھنا میرا فرض ہے۔ بچے کی ولادت کے وقت میں ہی آپ کی خدمت کروں گی۔"

رسونتی نے جیفر سے پوچھا۔ "تمہارا یہاں کیا کام ہے؟"

اس نے جواب دیا: "میں اور ایڈی آپ کے محافظ ہیں۔ ہم دونوں بہترین فائٹر ہیں۔ ہمارے نشانے اتنے پکے ہیں کہ گہری تاریکی میں آواز کی سمت کا تعین کر کے گولی یا خنجر سے صحیح نشانہ لے سکتے ہیں۔ ایک بار کے سوا ہم نے کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھا۔"

ایڈی نے کہا: "آپ یہاں بیٹھ کر اطمینان سے مسٹر فرہاد سے رابطہ قائم کر کے انھیں بتائیں کہ آپ کو ایسی جگہ پہنچا دیا گیا ہے جہاں ان کی ٹیلی پیتھی بھی راہ بھول جائے گی۔ اس بھول بھلیاں سے گزر کر ان کے بس کی بات نہیں ہے وہ آپ کو یہاں سے لے جانے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکیں گے ہم آپ کو نقصان پہنچانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے فرہاد صاحب سے کہیں کہ وہ ہم سے دوستی کر لیں اور ہماری دوستی صرف ایک صورت میں قائم ہو سکتی ہے وہ یہ کہ مسٹر فرہاد سونیا سے شادی کرنے کا خیال اپنے دل سے نکال دیں۔"

رسونتی نے کہا: "اس وقت فرہاد ہمارے درمیان موجود ہیں۔ یہ بہت اچھا موقع ہے میں ان کی غلط فہمی دور کر سکتی ہوں تم لوگ جاتے کس مقصد کے لیے ان کی اور سونیا کی شادی روکنا چاہتے ہو، انھیں شبہ ہے کہ میں سونیا کو ان کی بیوی بننے سے روک رہی ہوں۔ کیا تم لوگ اپنا مقصد بتا کر فرہاد کی غلط فہمی دور کر سکتے ہو؟"

"مجھے افسوس ہے میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو ضرور بتا دیتا۔"

رسونتی نے کہا: "تمھارے آقا مجھے دوست رکھنا چاہتے ہیں اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تو ان سے کہو فرہاد کے دل سے میرے خلاف شبہ نکال دیں۔"

"ہم آپ کی یہ خواہش اپنے سربراہ تک پہنچا دیں گے ہمیں امید ہے کہ وہ آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے فرہاد صاحب پر اپنا مقصد واضح کر دیں گے۔ لیکن ہمیں اس کے لیے کچھ انتظار کرنا ہوگا۔"

رسونتی نے مجھ سے پوچھا: "کیوں فرہاد! کیا تم اپنی غلط فہمی دور نہیں کرو گے جس کی وجہ سے سونیا مجھے تمھاری نظروں سے گرا رہی ہے؟"

سونیا کو ایسا نہ سمجھو۔ نہ وہ کچھ کر رہی ہے۔ نہ تم میری نظروں سے کبھی گر سکتی ہو۔ ہم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور محبت میں کبھی کبھی غلط فہمیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ غلط فہمی دور ہو جائے تو بات ختم ہو جاتی ہے۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے اٹھتے ہی چیف ڈایڈی اور روزا بھی کھڑے ہو گئے۔ رسونتی نے پوچھا: "کیا تم لوگ ہمیشہ میرے آس پاس منڈلاتے رہا کرو گے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ حکم دیں ہم دور ہو جائیں گے اور آپ جب بھی بلائیں گی حاضر ہو جائیں گے۔"

"میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔ تم لوگ جا سکتے ہو۔"

وہ منجالی اور لمباسی کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آ گئی۔ بستر پر آرام دہ صوفے پر بیٹھ کر اس نے مجھ سے کہا: "فرہاد! تم بھی جاؤ۔ مجھے آرام کرنے دو میں اپنے دماغ کے دروازے بند کر رہی ہوں۔"

"ٹھہرو۔ میری ایک بات سن لو۔ سارے کائنہ پر ستانی دیوتا ہے۔ تمھارے دھرم سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ تم سے ناراض ہو گئی ہے تم اس سے دوستی کر لو اور اسے اپنے اعتماد میں لے کر اس کے ذریعے ہمیں پتہ چل جائے گا کہ تم کس ملک میں ہو اور وہ کون سا علاقہ ہے۔"

"میں کوشش کروں گی اور کچھ؟"

"بس کچھ نہیں، میں جا رہا ہوں۔"

رسونتی نے سانس روک کر اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیے۔ میں وہاں سے نکل کر منجالی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ منجالی نے چونک کر رسونتی کی طرف دیکھا اور سوچ کے ذریعے پوچھا: "مادام! کیا آپ میرے دماغ میں ہیں؟"

رسونتی کی سوچ سنائی دی: "ہاں، میں تمھارے دماغ میں ہوں۔ اب واپس جا رہی ہوں۔ تم محسوس کرو۔ کیا فرہاد تمھارے دماغ میں موجود ہے؟"

رسونتی کی سوچ خاموش ہو گئی۔ میں نے منجالی کے دماغ سے دیکھا رسونتی نے آنکھیں کھول دی تھیں اور لمباسی سے کہہ رہی تھی: "روزا فرش پر بیٹھ کر اس کے پاؤں کو ہولے ہولے دبائے۔"

ادھر منجالی اپنے دماغ میں مجھے محسوس کر رہی تھی۔ اس نے چپکے سے کہا: "فرہاد صاحب! آپ میرے پاس ہیں۔ یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں دیکھیے، اس وقت مادام رسونتی لمباسی سے محو گفتگو ہیں۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اتنی سی التجا کرتی ہوں کہ رسونتی کے علم میں آئے بغیر آپ بعد میں مجھ سے دماغی رابطہ قائم کر کے آپ کی معلومات اور دلچسپی کے لیے صرف اتنا کہہ دیں کہ میں آپ کی ہوں۔ بس اب آپ چلے جائیں۔"

میں حیرت اور مسرت کی ملی جلی کیفیت کا ایسا شکار ہوا کہ اس کے دماغ سے نکلنے کا خیال ہی نہ رہا۔ وہ آنکھیں کھول کر رسونتی سے کہہ رہی تھی: "مادام! میں فرہاد صاحب کو محسوس نہیں کر رہی ہوں۔"

رسونتی نے منجالی اور لمباسی کو سنانے کے لیے زبان سے کہا: "فرہاد! اگر تم لمباسی کے دماغ میں موجود ہو تو چلے جاؤ۔ عورتوں کے درمیان رہنا اچھی بات نہیں ہے۔"

رسونتی کو لمباسی سے مخاطب پا کر منجالی نے سوچ کے ذریعے مجھ سے کہا: "آپ ابھی تک میرے دماغ میں موجود ہیں پلیز چلے جائیں

آپ کی سوچ نے ذرا بھی کچھ کہا تو مادام آپ کی موجودگی سمجھ لیں گی۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ کہہ سن کر رسونتی کے لیے خاموش ہو گئی تھی۔ رسونتی کی سوچ سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی: "منجالی جب بھی تم کسی اجنبی سوچ کی لہروں کو محسوس کرو تو فوراً مجھے بتا دینا۔"

"میں ضرور بتاؤں گی لیکن ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں؟"

"پوچھو؟"

"نہ فرہاد صاحب آپ کے خلاف ہیں نہ آپ فرہاد صاحب کے خلاف ہیں پھر آپ ان کی خیال خوانی پر معترض کیوں ہیں؟"

"محض اس لیے کہ عورتیں تنہائی میں بعض اوقات کچھ ایسی باتیں کر جاتی ہیں جن کا کسی مرد کے علم میں آنا مناسب نہیں خواہ وہ شوہر ہی کیوں نہ ہو۔ کیا تم یہ بات پسند کر سکتی ہو؟"

اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "آپ درست کہتی ہیں، میں ویسے ہی محسوس کروں گی آپ کو بتا دوں گی۔"

"مجھے تم سے یہی امید ہے۔ میں کوئی خاص بات کرتے وقت بھی لمباسی کو ہٹا دیتی ہوں کہ یہ سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتی۔ مقصد یہی ہے کہ ہماری تنہائی میں کوئی مخل نہ ہو۔ جب تمھاری شادی ہوگی تب تمھیں میری باتوں کا اندازہ ہوگا۔"

منجالی نے زہریلے انداز میں ہنستے ہوئے کہا: "میں آپ کو بتا چکی ہوں میرے قبیلے کے رسم و رواج نے مجھے عورت نہیں رہنے دیا ہے۔"

رسونتی نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں، ہمارے ہاں بھی قدیم ہندوستان کے سپیروں میں یہ رسم تھی۔ وہ بھی اپنی کسی ایک لڑکی کو وشکنیا بنا کر رکھتے تھے۔ وشکنیا سمجھتی ہو نا۔ یعنی تمھاری جیسی زہریلی لڑکی۔"

منجالی نے کہا: "دنیا کے جس حصے میں بھی یہ رسم چلی آ رہی ہے۔ ان سب کا طریقہ کار یکساں ہی ہے۔ نوزائیدہ لڑکی کی خوراک میں تھوڑا تھوڑا زہر شامل کر کے اسے بچپن ہی سے عادی بنا دیا جاتا ہے۔ شباب کی عمر تک پہنچتے پہنچتے لڑکی ناگن بن چکی ہوتی ہے۔"

رسونتی نے مسکرا کر کہا: "میں تمھیں بہت پسند کرتی ہوں تمھیں ہلاک کرنا کوئی یقین نہیں کر سکتا کہ تم کس قدر زہریلی ناگن ہو۔ تمھارا رنگ کالا ضرور ہے مگر تم حبشی عورتوں کی طرح بدصورت نہیں ہو تمھارے بارے میں بڑی دلکشی ہے۔"

منجالی نے کہا: "میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آپ فرہاد صاحب سے میری حقیقت کیوں چھپانا چاہتی ہیں؟"

"بس یونہی، میں جس انداز میں اپنے ہونے والے بچے کی پرورش کرنا چاہتی ہوں۔ فرہاد شاید اسے پسند نہ کریں اور میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ اچانک ان کے سامنے اپنے بچے کے زہریلے ہونے کا انکشاف کر کے انھیں حیران کر دوں۔"

یہ سنتے ہی میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میں فوراً ہی منجالی کے دماغ سے نکل کر اپنی خواب گاہ میں واپس آ گیا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے سامنے کی دیوار کو تکنے لگا۔

میرے ذہن میں ایک ہی سوال بار بار سر ابھار رہا تھا کیا رسونتی نے میرے بچے کو زہریلا بنانے کے لیے اپنی خوراک میں زہر شامل کرنا شروع کر دیا ہے؟ کیا یہ مناسب ہے کہ میرا بچہ انسان کے بجائے ایک زہریلا سانپ بن جائے۔ نہیں انسان کو انسان ہی رہنا چاہیے۔

اب یہ بات بھی ظاہر ہو گئی تھی کہ رسونتی میرے لیے اپنے دماغ کے دروازے کیوں بند رکھتی ہے۔ مجھے بغیر اجازت اپنی سوچیں پڑھنے کا موقع کیوں نہیں دیتی۔ وہ میرے بچے کی پرورش اپنے طرز پر کرنا چاہتی تھی۔ منجالی اس کی رازدار کنیز تھی۔ اسے یقین تھا کہ میں منجالی کے دماغ میں پہنچوں گا تو وہ محسوس کر لے گی اور رسونتی کو میری موجودگی سے آگاہ کر دے گی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے۔ وہ میری بھلائی کے لیے میری امداد کے لیے میرے چاہنے والوں کو کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ اعلیٰ بی بی کا رسونتی کے پاس پہنچنا میرے لیے تائید غیبی سے کم نہ تھا۔ یہ بات کہ اعلیٰ بی بی منجالی بن کر اس حد تک کس طرح پہنچی بعد میں بھی معلوم کی جا سکتی تھی۔ اس وقت تو میں اپنے ہونے والے بچے کے لیے فکر مند تھا۔

خیال آیا کہ رسونتی سے رابطہ قائم کر کے اسے صاف صاف سنا دوں کہ بچے کی پرورش میری مرضی اور میرے مزاج کے مطابق ہوگی اس نے اب تک جو کچھ کیا ہے اس سے باز آ جائے ورنہ میں اسے سخت خمیازہ بھگتوں گا۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری سزا سے بچ بھی گئی تو ہمیشہ کے لیے میری محبت سے محروم ہو جائے گی۔

میں رسونتی سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا مگر میرے دماغ نے میری رہنمائی کرتے ہوئے سمجھایا کہ یہ جذباتی فیصلے کرنے کا وقت نہیں ہے۔ کچھ عرصے اور صبر کرنا چاہیے۔ اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کر کے اسے رسونتی کا ساتھ دینے سے منع کر دیا جائے تو وہ ایسے خوفناک کام میں اس کی مدد نہیں کرے گی۔

مزید گفتگو سننے کے لیے میں پھر چپکے سے منجالی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ رسونتی کی خواب گاہ سے نکل کر دوسرے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرتے ہی کہا: "مادام! کیا آپ میرے دماغ میں موجود ہیں؟"

رسونتی کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں پھر بھی خاموش رہا۔ مجھے خوشی تھا کہ رسونتی بھی میری طرح دماغ میں چھپ کر دھوکا نہ دے رہی ہو۔"

رسونتی کی جانب سے کوئی جواب نہ پا کر منجالی پریشان ہو گئی۔ اس کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ اس کے دماغ میں رسونتی

ہے یا نہیں۔

وہ چند لمحے الجھتی رہی، پھر مسکرا کر سوچ کے ذریعے بولی۔

"مادام! آپ مجھے کئی بار آزما چکی ہیں۔ گو میں یوگا کے آرٹ میں مہارت نہیں رکھتی ہوں۔ مگر میرا دماغ اور مزاج زہریلے سانپ کی طرح ہے۔ اپنے دماغ میں کوئی بھی غیر معمولی بات میں فوراً محسوس کر لیتی ہوں۔ فرمائیے کیا حکم ہے؟ میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

سوچ کے ذریعے رسونتی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ اپنے لیے مخصوص خواب گاہ میں پہنچ گئی۔ دروازہ بند کر کے گہری گہری سانسیں لے کر وہ کمرے میں کچھ سونگھنے لگی۔ غالباً گہ بُو کے ذریعے کسی دوسرے شخص کی کمرے میں موجودگی کو محسوس کرنا چاہتی تھی۔ پھر اس نے مطمئن انداز میں سانس لے کر سوچا۔ کمرے میں میرے سوا کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ رسونتی کے بارے میں سوچنے لگی۔

کیا مادام رسونتی اپنے کمرے میں خاموش بیٹھی ہیں یا یوگا کی مشق میں مصروف ہیں؟

اس کے ساتھ ہی اس نے چونک کر رسونتی کو مخاطب کیا۔

"مادام! ہیلو مادام! میرے دماغ میں کوئی پُٹی سوچ آپ کے متعلق سوال ابھار رہی ہے۔ یقیناً۔ فرہاد صاحب میرے دماغ میں ہیں۔ میں آپ کو رپورٹ دے رہی ہوں۔ آپ سن رہی ہیں نا؟"

اب بھی رسونتی کی طرف سے اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ مسکرا کر بولی۔ "ہیلو فرہاد صاحب! میں نے اطمینان کر لیا ہے۔ مادام یہاں نہیں ہیں۔ صرف آپ میرے دماغ میں موجود ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ہیں تمہاری ذہانت کی داد دیتا ہوں۔ رسونتی اگر موجود ہوتی تو یقیناً میری موجودگی پر معترض ہو کر مجھے چلے جانے کے لیے کہتی۔ واقعی اعلیٰ بی بی اور چالیس چوروں کی پوری ٹیم ذہانت میں بے مثال ہے۔"

"آپ تعریف میں وقت ضائع نہ کریں۔ ابھی مختصر سی بات سن کر چلے جائیں۔ آپ کا میرے دماغ میں رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ میری ساری پلاننگ خاک میں مل جائے گی۔ آج رات میں مادام رسونتی سے کہوں گی کہ مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔ وہ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سُلا دیں۔ وہ مجھے سُلا کر میری طرف سے مطمئن ہو جائیں گی۔ اس کے بعد آپ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے بیدار کر لیں پھر اطمینان سے باتیں کر سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں۔ صرف اتنا بتا دو کہ کیا میرے بچے کو زہر پلانے کے لیے تم رسونتی کی مدد کر رہی ہو؟"

"نہیں فرہاد صاحب! ہم کبھی ایسی غلطی نہیں کر سکتے۔ میں نے مادام رسونتی کو یونہی خوش فہمی میں مبتلا رکھا ہے۔ آپ بالکل مطمئن ہیں۔"

میں نے خیال خوانی ختم کر کے ایک بھرپور انگڑائی لی اور خوش ہو کر بستر پر گر پڑا۔ بعض عورتیں چاہتی ہیں کہ ان کی اولاد باپ کے نقشِ قدم پر چلنے کے بجائے ماں کے مزاج اور ماں کی خواہشوں کے مطابق پرورش پائے۔ رسونتی بھی یہی چاہتی تھی۔ وہ کئی بار کہہ چکی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو بچپن ہی سے یوگا کی مشق کرانے گی۔ اور اسے ٹیلی پیتھی کا علم دے گی۔ غلام کا خیال تھا کہ وہ اسے بہتر سپر فائٹر بنائے گا۔ افسوس کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا لیکن رسونتی نے مجھ سے یہ بات چھپائے رکھی کہ وہ اپنے بیٹے کو زہر دلوا کر مارنا چاہتی ہے تاکہ وہ دنیا کا ایک ناقابلِ شکست اور غیر معمولی انسان بن کر اُبھرے۔

پتہ نہیں، رسونتی کے نور کیا کیا عزائم ہوں گے جنہیں وہ مجھ سے چھپا رہی تھی اور جن کا علم منجالی کو بھی نہیں ہوا ہوگا۔ ہر ابھرنے والے بچے کی حفاظت کے لیے منجالی اعلیٰ بی بی کی حیثیت سے یا اعلیٰ بی بی منجالی کی حیثیت سے موجود تھی۔

میں نے سونیا سے رابطہ قائم کر کے اسے مختصر طور پر اب تک کے تمام حالات بتائے لیکن یہ نہیں بتایا کہ منجالی درحقیقت کون ہے اور کیا کردار ادا کر رہی ہے اور یہ بھی نہیں بتایا کہ رسونتی حالات کو کنٹرول میں بنانے کے سلسلے میں انتہا پسندی کی آخری حد تک پہنچ گئی ہے۔

میں سونیا سے کوئی بات نہیں چھپاتا لیکن [illegible] کہ رسونتی اس کے دماغ سے یہ باتیں معلوم کر سکتی تھی۔ سونیا موجودہ حالات پر بحث کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے مشورہ دیا کہ [illegible] سے جاگ رہی ہو۔ بہتر ہے پہلے نیند پوری کر لو۔ اس کے بعد ہم باتیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سونے جا رہی ہوں۔ جگہ بدل کر بیٹھے بیٹھے مجھے زنگ لگ رہا ہے۔ خاموش تماشائی بن کر رہنا میرے مزاج کے خلاف ہے۔ میں اب میدانِ عمل میں آنا چاہتی ہوں۔ تم سے کچھ سوچ درمیں خود ہی دشمنوں کے پیچھے بھاگنا شروع کر دو گی۔"

"اچھا، ابھی تو سو جاؤ۔ بعد میں بات کریں گے۔"

دروازے پر دستک سن کر میز نے کہا۔ "آ جاؤ۔"

چوربنتر کا دروازہ کھولی کر اندر آ گئی۔ اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں؟ ہم سب بے انتظار کر رہے ہیں کہ آپ سو کر اٹھیں گے تو دوپہر کا کھانا کھائیں گے۔ اس وقت شام کے پانچ بجے ہیں۔"

"میں اب تک خیال خوانی میں مصروف رہا ہوں۔ بے حد لطف مجھے بھوک، پیاس اور نیند کا احساس ہی نہیں ہونے دیتی تم نے یاد دلایا ہے تو اب بھوک کا احساس ہو رہا ہے۔ چلو۔"

میں نے اسکے ساتھ خواب گاہ سے باہر آتے ہوئے اسے رسونتی اور منجالی کے متعلق بتایا۔ ہم باتیں کرتے ہوئے ڈائننگ ہال میں پہنچ کر ایک میز کے اطراف بیٹھ چکے تھے۔ منجالی کا نام سنتے ہی چوربنتر اچھل کر کھڑی ہو گئی اور خوش ہو کر بولی۔ "کیا منجالی زندہ ہے؟"

"ہاں، میں اس سے دماغی رابطہ قائم کر چکا ہوں۔"

"اوہ فرہاد صاحب! ہمارے ہاں کے روٹین بورڈ میں اسے وہ قرار دے دیا گیا ہے۔"

"یہ روٹین بورڈ کیا چیز ہے؟"

"آپ نے ہمارا وہ کمرہ دیکھا ہے جہاں ٹرانسمیٹر وغیرہ ہیں۔ وہیں ایک بورڈ بنا ہوا ہے۔ اس میں اعلیٰ بی بی کے علاوہ چالیس چوروں کے نام لکھے ہوئے ہیں اور ہر چور کے نمبر کے ساتھ یہ لکھا ہوا ہے کہ کون کس علاقے میں ہے اور اس کے سپرد کیا ذمہ داریاں ہیں۔ منجالی کا نام غلام کے نام کے نیچے لکھا ہوا تھا۔ جب ہمیں پتہ چلا کہ وہ بستی بالکل ہی تباہ ہو گئی ہے۔ بہت سے لوگ مارے گئے ہیں تو ہم نے سمجھ لیا منجالی بھی ختم ہو چکی ہے کیونکہ یہ پچھلی بات ہے اب تک کوشش کے باوجود اس سے رابطہ قائم نہیں ہو سکا۔"

"رابطہ کیسے قائم ہوتا وہ رسونتی کے ساتھ کسی ایسی جگہ پہنچا دیا گیا ہے جہاں دور دور تک ہرے بھرے جنگل اور چند دشمنوں کے علاوہ کوئی انسان نظر نہیں آتا۔ منجالی کے پاس تم لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ اس کا بھی دماغی رابطہ قائم ہو گیا۔"

کھانے کے دوران نمبر تین نے اپنے ایک ساتھی چور کو بُلا کر کہا۔ "منجالی زندہ ہے۔ فرہاد صاحب کا اس سے دماغی رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ یہ بات اعلیٰ بی بی تک پہنچا دو اور روٹین بورڈ پر اسے پھر سے زندہ کر دو۔"

کھانے سے فارغ ہو کر میں اپنی خواب گاہ میں آیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ ان حالات میں نیند کا آنا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن میں نے مقابلے کے لیے تازہ دم رہنا بھی بے حد ضروری تھا چنانچہ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی اور چند لمحے بعد ہی گہری نیند میں ڈوب گیا۔ سونیا نے درست کہا تھا کہ اسے زنگ لگ رہا ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا ہم دونوں کے مزاج کے خلاف تھا۔ رات دس بجے میری آنکھ کھلی تو میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ بھی اسی وقت بیدار ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "اب کیا حال ہے؟ رسونتی کو آزادی دلانے کے لیے کوئی منصوبہ بنایا؟"

"جب تک ہمیں یہ نہ معلوم ہو کہ رسونتی کس ملک یا کس مقام پر ہے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ہمیں پہلے اس جگہ کا سراغ لگانا ہوگا۔"

"مگر سراغ کیسے لگایا جائے گا؟"

"فی الحال تو دشمن نے ہمیں بالکل ہی بے بس کر کے رکھ دیا ہے۔ کوئی امکان یا راہ بھی نہیں چھوڑا ہے کہ صحیح سمت ہی متعین کر سکیں۔"

"رسونتی سے رابطہ قائم کرو۔ شاید کوئی نئی بات معلوم ہو سکے۔"

میں نے سوچا۔ رسونتی سے رابطہ قائم کرنے کے بجائے منجالی کے دماغ میں پہنچوں۔ مگر فوراً ہی عقل آ گئی۔ دماغ نے سمجھایا ابھی میں سونیا سے باتیں کر رہا تھا۔ ہو سکتا ہے۔ رسونتی سونیا کے دماغ میں موجود ہو۔ اب اگر میں نے سونیا کے مشورے کے مطابق رسونتی سے رابطہ قائم نہیں کیا تو اسے شبہ ہو جائے گا۔ اور وہ میری تلاش میں منجالی کے دماغ تک پہنچ گئی تو سب تدبیریں الٹ جائیں گی۔ لہٰذا میں نے منجالی کے بجائے رسونتی کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پوچھا۔ "کہاں تھے اتنی دیر سے؟"

"میں ذرا تازہ دم ہونے کے لیے کچھ دیر سو گیا تھا۔ تمہیں اس جگہ کے بارے میں کوئی نئی بات معلوم ہوئی؟"

"کوئی بات معلوم نہ ہو سکی۔ میں بھی سونا چاہتی تھی لیکن نئی جگہ کی وجہ سے نیند نہیں آئی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی تو سو سکتی ہو۔"

"سو تو سکتی تھی، مگر اس لیے نہیں سوئی کہ شاید یہاں کے متعلق کوئی نئی بات معلوم ہو جائے۔ نیند زیادہ ستائے گی تو سو جاؤں گی۔"

اپنی خواب گاہ کے دروازے پر دستک سن کر رسونتی نے فوراً سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو واپس کر دیا۔ میں اس کی حرکت کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ ذرا دیر بعد اس نے میرے دماغ کے دروازے پر دستک دی۔ "برا نہ ماننا میں نے منجالی کو ایک اہم بات کرنے کے لیے اپنے پاس بلا لیا ہے۔ اس بات کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد تم سے رابطہ قائم کروں گی۔"

میں نے جھلا کر کہا۔ "آخر تمہاری ایسی کون سی بات ہے جس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے؟"

"تم تو ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتے ہو، میرے پیٹ میں تکلیف ہو رہی تھی۔ میں نے منجال کو مالش کے لیے بلایا ہے۔"

"یہ بھی کوئی چھپانے کی بات ہے؟"

"نہ ہو۔ لیکن اتنی تمہی سی بات کا بتانا بھی کیا ضروری ہے؟ سونیا نے تمہارے ذہن میں شک کا بیج ڈال دیا ہے اسی لیے تم میرے ہر عمل کو شک کی نظر سے دیکھنے لگے ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ تم سونیا کی جانب سے ایسے خیالات کو دل میں جگہ نہ دو۔ بہرحال اب جاؤ۔ پہلے مالش کراؤ۔ میں جا رہا ہوں۔ خدا حافظ۔"

وہ میرے دماغ سے رخصت ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی میں منجالی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسی وقت رسونتی کی سوچ سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "منجالی! اگر تم اپنے دماغ میں فرہاد کی سوچ کو محسوس کر رہی ہو تو اسے بتا دینا کہ تم صرف میری خدمت کر رہی ہو۔ وہ واپس چلا جائے۔"

"جی بہتر ہے۔ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گی۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ منجالی اپنے دماغ میں مجھے محسوس کر رہی تھی لیکن یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ وہ رسونتی ہے یا میں ہوں۔ اس نے رسونتی سے کہا: "مادام میں اپنے دماغ میں کسی کو محسوس کر رہی ہوں۔ اگر یہ آپ نہیں ہیں تو فریاد صاحب سے میری درخواست ہے کہ وہ اس وقت میرے دماغ سے چلے جائیں۔ میں مادام کی خدمت میں مصروف ہوں۔"

وہ خاموش ہو کر رسونتی کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔ مگر رسونتی کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ یقیناً اس کے دماغ سے چلی گئی تھی۔ اس دوران میں نے منجالی کی سوچ سے معلوم کر لیا تھا کہ وہ رسونتی سے دور اپنی خواب گاہ میں ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ رسونتی نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا کہ وہ منجالی سے مالش کرا رہی ہے۔

منجالی نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر کہا: "مادام! میرے دماغ میں بے چینی سی ہے۔ کہہ دیجیے کہ آپ موجود ہیں۔ آخر آپ خاموش کیوں ہیں؟"

رسونتی کی طرف سے اب بھی کوئی جواب نہیں ملا۔ میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔ میں ایک لمحے کے لیے اس کے دماغ سے نکل کر پھر اس کے پاس پہنچا اور اس کے ذہن میں یہ خیال ابھارا کہ کیا ابھی ایک لمحے کے لیے میرے دماغ سے اجنبی سوچ کی لہریں نکل گئی تھیں؟

اس کی سوچ نے کہا: "ہاں، ایسا ہوا تھا ایک لمحے قبل میرا ذہن پرائی سوچ سے خالی ہو گیا تھا۔"

تب میں نے کہا: "منجالی! مطمئن رہو اب صرف میں ہی تمھارے دماغ میں موجود ہوں۔ میں تمھارے دماغ سے یہی معلوم کرنے کے لیے نکلا تھا کہ وہاں اب رسونتی کی سوچ تو موجود نہیں ہے میرے نکلنے کے بعد تمھارا دماغ پرائی سوچ سے خالی ہو گیا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ اب یہاں میرے سوا کوئی موجود نہیں ہے۔"

منجالی نے جواب دیا: "یہ ٹھیک ہے کہ اس وقت مادام موجود نہیں ہے لیکن وہ اچانک کسی وقت بھی آ سکتی ہیں۔ اگر انھیں ذرا بھی یہ شبہ ہو گیا کہ میں ان کے ساتھ رہ کر آپ کے مفادات کی حفاظت کر رہی ہوں تو ہماری تمام تدبیریں بے کار ہو جائیں گی۔ احتیاط بہت ضروری ہے۔ جب تک مادام مجھی نہ آپ مجھے مخاطب کرنے کی غلطی نہ کریں خاموشی سے ہماری باتیں سن کر واپس چلے جایا کریں۔"

وہ سوچنے کے انداز میں بڑبڑانے لگی: "میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں۔ میرے دماغ میں اجنبی تصورات ابھرتے رہتے ہیں۔ میں کیسے معلوم کروں کہ کس وقت کون آیا ہے۔ مادام کا حکم ہے کہ جب تک وہ خود نہ بلائیں میں اپنی خواب گاہ سے بھی باہر نہ نکلوں۔"

میں نے پوچھا: "کیا وقت ہوا ہو گا؟"

"وقت کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ اس نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا: "ذرا دیر پہلے شام کی دم توڑتی ہوئی روشنی تھی اور اب تاریکی چھا گئی ہے۔"

میں نے نمبر تین کو بلا کر کہا: "منجالی نے بتایا ہے کہ جس علاقے میں انھیں رکھا گیا ہے وہاں رات شروع ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی ہے جبکہ ہمارے ہاں ساڑھے دس بجے ہیں۔ تم یہ معلوم کرو کہ وہ زمین کے کس حصے میں ابھی شب کا آغاز ہوا ہے۔"

نمبر تین نے کہا: "میرا خیال ہے اس طرح بھی ہم صحیح جگہ کو نہیں نہیں کر سکیں گے۔ ایسے کئی ممالک ہوں گے جہاں گھنٹے، آدھے گھنٹے کے فرق سے رات کا آغاز ہوا ہو گا۔"

"پھر تو معلوم کر ہی لیں کہ وہ کون سی زمین کے کس حصے میں ہے جہاں پر وہاں کی پیداوار، درختوں، جنگلوں، پہاڑوں اور میدانوں کے بارے میں معلوم کرنے سے مقام کا بھی پتہ چل ہی جائے گا۔"

نمبر تین چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں رسونتی کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ مجھ سے جھوٹ کیوں بول رہی تھی؟ اس نے مجھ سے مالش کرانے کا بہانہ کیوں کیا تھا جبکہ منجالی کے لیے اس نے کمرے سے باہر نکلنے پر بھی پابندی لگا دی تھی۔ ایسا کیوں کیا تھا؟ وہ کیا کر رہی تھی؟ کیا وہ منجالی سے بھی چھپ کر کوئی کام کر رہی تھی؟

یہ عورت رفتہ رفتہ میرے لیے معمہ بنتی جا رہی تھی۔ میری شریکِ حیات اور شریکِ راز ہونے کے باوجود مجھے اپنا ہمراز بنانا نہیں چاہتی تھی۔ اس کی وفاداری شک و شبہ سے بالا تھی۔ وہ میرے خلاف سازش کرے گی، یہ بات میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے اپنے بچے کو زہر پلا بنانے کے بارے میں جو فیصلہ کیا تھا اس سے بھی اس کی نیت کا کھوٹ ثابت نہیں ہوتا تھا۔ اس عمل کے پیچھے صرف جذبہ کار فرما تھا کہ وہ بچے کو غیر معمولی بنا کر مجھے حیران کر جانا چاہتی تھی۔ اسے مجھ پر اتنا اعتماد تھا کہ میں اگر اس کے اس عمل سے ناراض بھی ہوا تو مجھے منا کر اپنا ہم خیال بنا لے گی۔ عورت کو ناقص العقل اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی عقلمندی کے زعم میں دوسروں سے چھپا کر کوئی کام کر لیتی ہے لیکن انجام دینا چاہتی ہے اور بعد میں اس کے نتائج پر پچھتاتی ہے۔

میں نے جمالی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پتہ چلا کہ وہ بھی اپنی خواب گاہ میں بند بیٹھی ہے۔ اسے بھی رسونتی نے یہی حکم دیا ہے کہ جب تک اسے بلایا نہ جائے وہ اپنے کمرے سے نہ نکلے۔

اب اگر میں رسونتی سے کہتا کہ تم نے جمالی پر یہ پابندی کیوں لگائی ہے تو جواب یہی ملتا کہ وہ منجالی سے مالش کرا رہی تھی اس لیے جمالی کو باہر رکھا تھا۔

میں اس سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں منجالی کے دماغ میں جھانک چکا ہوں۔ بڑی مجبوری تھی۔ وہ میری لاعلمی میں کچھ کر رہی تھی اور میں صبر و تحمل سے نتیجہ ظاہر ہونے تک اپنی بے خبری کا اظہار کرتے رہنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے یہ فیصلہ کر کے خیال خانی کا

منقطع کر دیا کہ رات کو رسونتی کے سونے کے بعد منجالی سے تفصیلی گفتگو کروں گا۔

میں اپنی خواب گاہ سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ چور نمبر تین اور اس کے ساتھی مجھے دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا: "یہاں پتلیوں کی طرح بند ہو کر بیٹھتے ہوئے کافی وقت گزر گیا ہے۔ اب میں باہر نکلنا چاہتا ہوں۔"

پچیس نمبر نے کہا: "جناب! باہر نکلنے سے قبل آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں موجود آپ کے دشمن گھات لگانے تو نہیں بیٹھے ہیں۔ اور فرمانِ بالا کا ردِ عمل آپ کے سلسلے میں تبدیل ہوا یا نہیں۔"

اس کا مشورہ معقول تھا۔ میں سعید صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سونے کی تیاری کر رہے تھے۔ ان کے دماغ کو کرید نے سے معلوم ہوا کہ شام کو وہ میرے بارے میں معلوم کرنے شاہینہ کی کوٹھی گئے تھے۔ اس وقت سونیا سو رہی تھی اور کسی کو میرے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔

میں نے انھیں مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولے: "بھئی تم کہاں رہ جاتے ہو۔ میں سارا دن تمھارا انتظار کرتا رہا۔"

"جی ہاں، آپ میرا انتظار کرتے کرتے سلمیٰ بیگم کے گھر بھی پہنچ گئے تھے۔"

انھوں نے جھینپ کر کہا: "کام کی بات کرو۔ تمھارے لیے ایک خوشخبری ہے کہ وزارتِ خارجہ نے ڈپٹی وائسز کے سفارتخانے فنڈز دے دیا ہے کہ وہ یہ ملک چھوڑ دیں۔ ان سے سفارتی تعلقات ختم کیے جا رہے ہیں۔ آئندہ غیر ملکی جاسوس ایکسکرٹ ایجنٹ اور باہر سے آنے والے تخریب کار اس سفارت خانے کے زیرِ سایہ ہمارے ملک میں کوئی گڑبڑ نہیں کر سکیں گے۔"

"یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔"

"ایک اور خوشخبری سنو۔ کل صبح تک ہم تمھارے لیے پاکستانی شہریت کا اجازت نامہ حاصل کر لیں گے پھر تمھیں یہاں رہنے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔"

"یہ تو اور زیادہ خوشی کی بات ہے میں بیزار ہو کر اپنی پناہ گاہ سے نکلنے ہی والا تھا۔ آپ سے بروقت رابطہ قائم ہو گیا۔"

انھوں نے قدرے جھکتے ہوئے کہا: "مغرباد! اب تم جلد ہی کوٹھی خوشخبری سناؤ۔ میں بہت بے چین ہوں۔"

"اچھا یہ بات ہے۔ کیا خیال ہے منگنی کی رسم ادا کر دی جائے؟"

"تم مذاق نہ اڑاؤ تو ایک بات کہوں۔"

"مذاق نہیں اڑاؤں گا۔"

"کیا انتظام کر دو کہ چٹ منگنی اور پٹ بیاہ والی بات ہو جائے۔"

میں نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا: "واہ بہت خوب۔ میں نے آپ کا مذاق نہ اڑانے کا وعدہ کیا ہے لیکن آپ وعدہ خلافی پر مجبور کر رہے ہیں۔ بھئی وہ ایک معزز گھرانے کے لوگ ہیں۔ آنی جلدی شادی بیاہ کے نہ تو انتظامات ہو سکتے ہیں اور نہ ہی وہ راضی ہوں گے مانا کہ آپ دونوں ایک دوسرے کے مزاج سے آشنا ہو چکے ہیں مگر اس کے علاوہ بھی کچھ باتیں سمجھنے والی ہوتی ہیں فی الحال بس ملاقاتوں پر اکتفا کرتے رہیں اس سے محبت کی چنگاری کو ہوا ملتی رہتی ہے۔"

"نصیحتیں چھوڑو اور میرا کام کر دو۔ اب تو یہاں سے تمھارے تقریباً تمام ہی دشمنوں کا صفایا ہو چکا ہے۔ تمھارے یہاں قیام کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ چنانچہ اب تم اطمینان سے میرے مسئلے کی طرف توجہ دے سکو گے۔"

"کاش ایسا ہی ہوتا۔ تقدیر مجھے اور مجھ سے وابستہ لوگوں کو اطمینان کا سانس کبھی نہیں لینے دیتی۔ بفضل گفتگو ملاقات ہونے پر ہو گی۔ بہرحال میں آپ کے مسئلے میں بھی کچھ کروں گا۔ اچھا خدا حافظ۔" میں نے دماغی طور پر چور دل کے درمیان حاضر ہو کر کہا: "میک اپ اتارنے کا سامان لے آؤ۔ اب میں اپنے اصلی روپ میں رہوں گا۔ مجھے اپنے ملک میں رہنے کا حق دیا جا رہا ہے۔"

ایک شخص اٹھ کر سامان لینے چلا گیا۔ دوسرے نے پوچھا: "اس وقت آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟"

"کہیں نہیں۔ بس کچھ دور چہل قدمی کر کے واپس آ جاؤں گا۔"

نمبر تین نے کہا: "ہم نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ ہمارے ہاں جب رات کے ساڑھے دس بجتے ہیں تو دنیا کے کس خطے میں رات کی ابتدا ہوتی ہے۔ کون کون سے ممالک اس میں شامل کیے جا سکتے ہیں۔" اس نے میرے سامنے دنیا کا نقشہ پھیلا کر بتانا شروع کیا: "یہ دیکھیے افریقہ کا مشرقی حصہ۔ پورٹ الزبتھ، موزمبیق، تنزانیہ، کینیا، ایتھوپیا، یمن، صحرائے سینائی، لبنان، ترکی اور روس کا وسیع تر مغربی حصہ۔ جس میں لینن گراڈ شامل ہے۔ ہمیں اس پورے خطے کو کھنگالنا ہو گا۔ مادام رسونتی اور منجالی یہیں کہیں موجود ہیں۔"

میں نے ذرا دیر سوچنے کے بعد کہا: "ہمیں تنزانیہ کو اہمیت دینی چاہیے۔ غلام نے دارالسلام کے مضافاتی علاقے میں بستی بسائی تھی۔ جو لوگ رسونتی کو لے گئے ہیں انھوں نے اپنی سہولت کا بھی خیال رکھا ہو گا اور کم سے کم فاصلہ طے کرنے کے لیے انھوں نے اس پاس کا کوئی علاقہ منتخب کیا ہو گا۔"

"آپ اس خطے کے موسم اور مناظر کے بارے میں معلوم کریں؟"

"میں رسونتی اور منجالی سے اس کے بارے میں معلوم کرتا رہا ہوں وہاں کا موسم گرم ہے۔ شام کو ٹھنڈی اور خوشگوار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ترکی کا شمالی حصہ اور روس کا برفانی علاقہ خارج ہی سمجھو۔ اب تم دوسرے علاقوں کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ میں میک اپ اتار کر غسل کرنا چاہتا ہوں۔"

میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر واپس آیا تو نمبر تین نے کہا: "کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ اس سے فارغ ہو کر ہی کہیں جائیے۔"

میں اس کے ساتھ کھانے کی میز پر بیٹھ گیا۔ کھانے کے دوران میں نے پوچھا: "مرجانہ کے بارے میں بھی کوئی اطلاع ملی؟"

"اعلیٰ بی بی مرجانہ کی طرف سے غافل نہیں ہوں گی۔ شاید اس سلسلے میں کوئی قابلِ ذکر بات نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو وہ آپ کو ضرور اطلاع دیتیں۔"

"میں سامی کے متعلق بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ آئندہ ضرور پوچھنا کہ سامی سے اعلیٰ بی بی کی ملاقات کہاں ہوئی تھی اور اس نے سامی کا خون کہاں اور کیسے حاصل کیا تھا۔ بہت سے سوالات ابھی جواب طلب ہیں۔"

کھانے کے بعد میں کوٹھی سے باہر آیا تو پورچ میں ایک خوبصورت کار کھڑی دیکھ کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔ پچیس نمبر نے کہا: "ہمارے آدمی آپ کے آگے پیچھے کچھ فاصلے سے موجود رہیں گے۔ آپ اطمینان سے جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں۔"

"تم لوگ یہ جانتے ہو کہ ضرورت کے وقت میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ رابطہ قائم کر سکتا ہوں تو آگے پیچھے محافظوں کی کیا ضرورت ہے۔ کوئی بات ہوئی تو میں اطلاع دے دوں گا۔"

میں دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تو نمبر تین نے مجھے مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا: "آپ جیسے ڈرائیور اور اسمارٹ شخص کو اس وقت کسی حسین ساتھی کے بغیر گھر سے نہیں نکلنا چاہیے۔"

میں نے نمبر تین کو مسکرا کر دیکھا۔ وہ اعلیٰ بی بی کے روپ میں حسن کا بے مثال نمونہ تھی۔ میں نے کہا: "تمھاری موجودگی سے یہ کمی بھی پوری ہو سکتی ہے۔"

"آپ حکم دیں تو میں آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"میرے لیے یہ ایک اعزاز سے کم نہیں ہوگا۔ مگر اس وقت میرے لیے تمھارا یہاں رہ کر رسوتی اور صفائی کی اقامت گاہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا زیادہ اہم ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی: "جو حکم۔ میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

میں نے گاڑی سٹارٹ کی اور آہستہ آہستہ کوٹھی کے احاطے سے باہر نکل گیا۔ چاروں طرف چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ موسم بہت ہی خوشگوار تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ میں نے ایک کھڑکی کا شیشہ نیچے کر دیا اور مخصوص رفتار سے ڈرائیو کرتا ہوا راوی کی طرف بڑھنے لگا۔ چاندنی میں راوی کا منظر بڑا ہی رومان پرور ہوتا ہے۔

اس وقت اگر سونیا میرے ساتھ ہوتی تو لطف آجاتا لیکن دشمنوں کو ہماری رفاقت منظور نہیں تھی۔ سونیا کی بات میرے دماغ میں چبھنے لگی۔ یہ حرکتیں رسوتی کی ہیں۔ وہ اپنی سوتن کو برداشت نہیں کر سکتی۔ بظاہر دوست رہتے ہوئے عقب سے دشمنوں کی طرح وار کر رہی ہے!

میں نے فوراً ہی اپنے دماغ سے یہ خیال جھٹک دیا۔ رسونیا کے سونے تک وقت گزاری کے لیے تفریح کرنے نکلا تھا۔ رسونیا کے سونے کے بعد بحالی ہے بہت سی باتیں کرنا تھیں۔ اس وقت تک میں کسی کے بارے میں سوچنا یا خیال خوانی کرنا نہیں چاہتا تھا۔

میں کنٹونمنٹ کے پاس سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص نے بیچ راستے پر کھڑے ہو کر دور سے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔ چاندنی رات کی ویرانی اور سناٹا تھا۔ ایسے میں کسی کو لفٹ دے کر میں کسی نئی مصیبت یا پریشانی کو دعوت نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس شخص کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ میں نے اسے نظر انداز کر کے گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔ اور اس کے قریب سے گزر گیا۔

کچھ ہی دور چلا تھا کہ دو حسین رکاوٹیں راستے میں حائل ہو گئیں۔ وہ سڑک کے دونوں طرف کھڑی ہوئی تھیں۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں بریف کیس تھے جن کا رُخ میری گاڑی کی طرف تھا۔ انداز ایسا ہی تھا کہ میں نے گاڑی نہیں روکی تو وہ فائر کر دیں گی۔

میں نے ان سے ذرا دور گاڑی روک دی۔ وہ تیزی سے گاڑی کی طرف لپکیں۔ ایک کے جسم پر شلوار قمیص تھی اور اس نے دوپٹے سے اپنا آدھا چہرہ ڈاکوؤں کی طرح چھپا رکھا تھا۔ دوسری تیلون اور بنیان پہنے ہوئے تھی۔ اس نے اسکارف سے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ دونوں کی صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ دونوں کے ہاتھوں میں بریف کیس تھے کار کے قریب آکر ایک نے پہلے دروازے کو کھولا۔ دوسری میرے پاس کھڑے ہو کر ریوالور دکھاتے ہوئے بولی: "خود ہی وہی کرو گے جو میں کہوں گی۔"

میں نے کہا: "دنیا کا ہر فرمانبردار مرد وہی کرتا ہے جو عورت کہتی ہے۔ تم اپنے انداز اور آواز سے عورت نہیں دوشیزہ معلوم ہوتی ہو۔ ویسے مارنے کے لیے ریوالور کیا ضروری ہے۔ چہرے سے نقاب ہٹا دو۔ خود ہی مر جاؤ گی۔"

میرا فقرہ سیٹ پر پیشانی تک جھکا ہوا تھا۔ چہرہ صاف نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ مجھے دیکھ نہیں سکتی تھی۔ دوسرے گاڑی کے قریب تاریکی تھی۔ پیچھے بیٹھنے والی نے میری گردن سے ریوالور کی نال کو لگا کر کہا: "ہم تمھیں جلوہ بھی ضرور دکھائیں گے مگر موت کا۔"

میرے پاس کھڑی ہوئی لڑکی گھوم کر کھلی سیٹ کی طرف آئی۔ گلی میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "اچھا تو تم نے بھی مجھے اپنی ظالم آواز سنا ہی دی۔"

پیچھے والی نے کہا: "آواز سنانے سے کیا ہوتا ہے۔ تم کوئی فرہاد علی تیمور تو ہو نہیں کہ ٹیلی پیتھی سے ہمارے ریوالور ناکارہ کر دو۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ اسی وقت وہ شخص جو میرا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے ہاتھ میں بھی بریف کیس تھا۔ اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور میرے برابر بیٹھ گیا۔ میں اتنی دیر میں پیچھے بیٹھی ہوئی لڑکی کے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا کہ انہیں کہاں جانا ہے۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا: "ٹھیک ہے راوی روڈ پر جہاں کہو گی پہنچا دوں گا۔"

میں نے گاڑی آگے بڑھا دی اس کا ریوالور والا ہاتھ کانپ گیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر بولی: "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ ہم راوی روڈ جانا چاہتے ہیں؟"

میں نے کہا: "مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ میں نے تو یہ بات اس لیے کہی ہے کہ میں خود ادھر ہی جا رہا ہوں۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ میں نے گاڑی کو دوسری سڑک پر موڑتے ہوئے کہا: "اچھی بات ہے۔ میں لمبے راستے سے راوی روڈ جاؤں گا۔ اس دوران تم دونوں اطمینان سے لباس تبدیل کر لو۔ میں پیچھے نہیں دیکھوں گا۔"

دوسری لڑکی نے حیرانی سے کہا: "یا بیٹی، یہ تمھیں کیسے معلوم ہوا۔ یا بیٹی تو میں نے ابھی تم سے کہنے کے لیے سوچی ہی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے۔ جیسے تم نے میرے خیالات پڑھ کر یہ بات کہی ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "خیالات پڑھنا تو فرہاد علی تیمور کا کام ہے۔ میں تو خود تمھاری لائن کا آدمی ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ کوئی واردات کرنے کے بعد اپنی شناخت مٹانے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے۔ تجربے اور جرائم کی دنیا کے اصولوں کے مطابق کہا ہے۔ اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے؟"

"اچھا تو پھر میں لباس تبدیل کر رہی ہوں۔ تم پیچھے مڑ کر مت دیکھنا۔"

دوسری لڑکی نے کہا: "دیکھے گا تو گولی مار دوں گی تم اطمینان سے اپنا کام کرو۔"

دونوں خاموش ہو کر لباس تبدیل کرنے لگی۔ میں باری باری اُن تینوں کے دماغوں کو ٹٹولنے لگا۔ وہ دو لڑکیاں سگی بہنیں تھیں اور ان کے ساتھ والا شخص ان کا باپ تھا۔ جو لڑکی لباس تبدیل کر رہی تھی اس کا نام نازیہ تھا اور وہ بی اے کی طالبہ تھی۔ دوسری لڑکی کا نام شازیہ تھا اس نے حال ہی میں ایم اے کیا تھا۔ وہ نازیہ سے بڑی تھی۔ نازیہ لباس بدل کر اتارے ہوئے کپڑے تہہ کرنے لگی تو میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اپنے ریوالور کے دستے سے انگلیوں کے نشانات صاف کیے اور ریوالور اتارے ہوئے کپڑوں میں لپیٹ کر اُنھیں باہر پھینک دیا۔

شازیہ نے اس سے کہا: "اب تم میری جگہ آگے اسے ریوالور کی نال سے لوگ کہ میں بھی اپنا لباس تبدیل کر لوں۔"

نازیہ نے پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا: "ارے میرا ریوالور کہاں گیا؟ ابھی تو یہیں رکھا تھا۔"

اس کے باپ نے کہا: "تم بہت ہی بے پروا اور غیر ذمے دار لڑکی ہو۔ ہمیشہ ایسی ہی حرکتیں کرتی ہو تم نے اپنے کپڑوں کے ساتھ ریوالور بھی باہر پھینک دیا ہوگا۔"

شازیہ نے کہا: "پاپا! آپ خاموش رہیں۔ نہیں تو اس کا منہ پھول جائے گا۔" پھر اس نے نازیہ سے کہا: "تم میرا ریوالور لے لو۔"

اسی وقت میں نے شازیہ کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا دے کر اسے آگے جھکا دیا۔ اس کے جھکتے ہی ریوالور پھسل کر میرے سامنے آگیا۔ میں نے اُسے شازیہ کے ہاتھ سے لے کر کھڑکی کے باہر اچھال دیا۔

شازیہ نے چیخ کر کہا: "پاپا! میرا ریوالور۔۔۔۔"

اس کے باپ نے پیچھے مڑ کر پوچھا: "تمھارے ریوالور کو کیا ہوا؟"

"پاپا! وہ اس آدمی نے جسے میں کھڑکی سے باہر پھینک دیا ہے۔"

بوڑھے نے حیران ہو کر میری طرف دیکھا۔ وہ پہلے ہی سہما ہوا تھا۔ اس کے چہرے سے گھبراہٹ ظاہر ہونے لگی تھی۔ گاڑی پوری رفتار سے بھاگی جا رہی تھی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا: "پاپا صاحب! آپ دونوں لڑکیوں سے کہیں کہ وہ پیچھے سے میری گردن دبوچ لیں۔ اسٹیئرنگ پر میری گرفت ڈھیلی ہوگی تو گاڑی لہرا کر کسی درخت سے ٹکرا جائے گی۔ رات کے سناٹے میں زور کا دھماکہ ہوگا۔ اور ہم میں سے جو زندہ بچے گا اسے پولیس اسپتال پہنچا دے گی۔"

بوڑھے نے آہ بھر کر کہا: "لقمہ بہ ہر بار ہیں منزل کے قریب لاکر دھوکا دے جاتی ہے، ہر بار لبِ بام آکر کمند ٹوٹ جاتی ہے۔ ٹیکسی کی چوری سے ڈاکہ زنی تک ہر کام خوش اسلوبی سے موتار ہا مگر جب کامیاب ہو کر واپس ہوتے تو ٹیکسی نے ساتھ چھوڑ دیا اور تقدیر نے تمھارے رحم و کرم پر لا ڈالا۔"

"آج کے انسان کی ساری شہ زوری ہتھیاروں کی مرہونِ منت ہے۔ ہتھیار نہ ہو تو آدمی کیچوا بن جاتا ہے۔ ریوالوروں کی موجودگی میں آپ لوگوں کے انداز ہی کچھ اور تھے۔ انھی کے زور پر مجھے گاڑی روکنے پر مجبور کیا تھا۔ ریوالور ہاتھ سے نکلتے ہی ساری شہ زوری ہوا ہو گئی۔"

نازیہ نے کہا: "گاڑی روک دو۔ ہم یہیں اُتر جائیں گے۔"

میں نے کہا: "ماڈل ٹاؤن پیچھے رہ گیا ہے۔ ہم لمبا چکر کاٹ کر وہاں جا رہے تھے۔ اگر میں نے تمھیں یہاں اتار دیا تو اس ویرانے میں کوئی تم سے بھی بڑا راہزن مل سکتا ہے۔ تم نے تو کسی کا مال لوٹا ہے ممکن ہے وہ تمھیں ہی لوٹ کر لے جائے۔"

میری بات سُن کر وہ خوف زدہ ہو گئے۔ تینوں ہی چپ چاپ اپنے اپنے خیالات میں گم تھے۔ میں نے شازیہ سے کہا: "اب تم بھی لباس تبدیل کر لو۔ میں وعدہ کرتا ہوں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھوں گا۔"

شازیہ نے کہا: "اب تو ہم تمھارے رحم و کرم پر ہیں۔ تم ہم سے

جیسا چاہو سلوک کر سکتے ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم مجھے غلط نہ سمجھو! ایسی حرکتیں کمینے لوگ کرتے ہیں میں کسی کی بے بسی سے فائدہ اٹھانے کا قائل نہیں ہوں۔ میں نے وعدہ کیا ہے۔ تم بے فکر ہو کر لباس بدل لو میں تمہارے پاپا سے بات کر رہا ہوں۔" پھر میں نے اس کے باپ سے کہا: "ہاں تو جناب! آپ لوگوں نے کس کے گھر ماتم کا اہتمام کیا ہے اور اس کے عوض کتنا مال ہاتھ آیا ہے؟"

چند لمحے خاموش ہو کر وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا رہا پھر جھجکتے ہوئے بولا: "ہم کوئی پیشہ ور ڈاکو نہیں ہیں۔ بہت مجبوری کی حالت میں بلکہ یوں سمجھ لیں کہ اتفاقاً ایسا کیا ہے۔"

"کس سے انتقام لیا ہے — آپ لوگوں نے؟ میں نے پوچھا۔

"اپنے بڑے بھائی سے خدا گواہ ہے جو کچھ ہم لوٹ کر لے جا رہے ہیں وہ سب ہمارا اپنا مال ہے۔ میرے بڑے بھائی نے میری دولت اور جائداد پر قبضہ کر لیا ہے۔ ہم قانونی طور پر ان کا کچھ نہیں کر سکے۔ ہمارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے۔ ہماری پوزیشن بہت کمزور ہے۔ ان کی اس حرکت سے ہم پیسے پیسے کو محتاج ہو گئے ہیں۔ جب ہم خوشحال تھے تو میں نے بھائی کے اصرار پر اپنی بیٹی شازیہ کی منگنی ان کے بیٹے جاوید سے کر دی تھی۔"

شازیہ نے پچھلی سیٹ سے کہا۔ "پاپا! پاپا! آپ اس کا ذکر نہ کریں جس دولت کے غرور میں انھوں نے منگنی توڑی ہے اس کا ایک حصہ بھی اب میں ان کے پاس نہیں رہنے دوں گی۔"

باپ نے کہا: "نادانی کی باتیں نہیں کرتے بیٹی! میں تمہیں پہلے بھی سمجھا رہا ہوں۔ مگر تم نے میری بات نہیں مانی، جان دینے کی دھمکی دے کر مجھے اپنے ساتھ شریک ہونے پر مجبور کر دیا۔ اب دیکھ لیا اس کا انجام؟"

میں نے کہا: "کسی دولت مند کی تھوڑی بہت رقم لوٹ لینے سے وہ کنگال تو نہیں ہو جائے گا۔ یہ تو بڑی احمقانہ بات ہے۔"

"میں نے بھی یہی بات ان لڑکیوں کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ مگر یہ انتقام کے جوش میں اندھی ہو رہی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قانون اگر ہمیں انصاف نہیں دلا سکتا تو ہم خود چھین لیں گے۔"

میں نے پوچھا: "لوٹی ہوئی رقم ان بریف کیسوں میں ہے اندازاً کتنی ہو گی؟"

اس بار نازیہ نے جواب دیا: "میرے بریف کیس میں ہمارے کپڑے ہیں جو ہم نے واردات کے بعد تبدیل کرنے کے لیے ساتھ لے لیے تھے۔ باقی دونوں میں دو لاکھ روپے اور کچھ زیورات ہیں۔"

میں نے سر گھما کر نازیہ کی طرف دیکھا اس کی آواز میں جتنی دلکشی تھی۔ اس کے سراپا میں بھی اتنی ہی جاذبیت اور کشش تھی۔

میں نے کہا: "ڈاکہ ڈالتے وقت تم لوگوں نے اپنے چہرے چھپا لیے تھے۔ لیکن جہاں تم نے ڈاکہ ڈالا ہے وہ لوگ تمہارے قریبی عزیز ہیں۔ بچپن سے جوانی تک تمہیں دیکھتے رہے ہیں تمہارا قدوقامت، چال ڈھال اور انداز گفتگو ان سے پوشیدہ نہیں رہے گا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ تمہیں پہچان نہ سکے ہوں۔"

نازیہ کے باپ نے کہا: "ایسا ہو سکتا ہے۔ ان کے ہاں دشمنی بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ پولیس کو لے کر سیدھے ہمارے گھر پہنچیں گے۔ اسی لیے ہم ان سے پہلے ہی اپنے گھر پہنچ جانا چاہتے تھے۔ لیکن ٹیکسی کے خراب ہونے سے ہماری ساری پلاننگ فیل ہو گئی ہے۔ وہ اب تک ہمارے گھر پہنچ چکے ہوں گے۔ یہ تقدیر کی کرشمہ سازی ہے۔ اب جو کچھ ہو گا بھگتنا ہی پڑے گا۔"

میں نے کہا: "میں کوشش کروں گا کہ تم لوگوں پر کوئی آنچ نہ آئے لیکن قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا اچھی بات نہیں ہے۔ جرم نہ کرے تب بھی مجرم بن جاتا ہے آپ نے تو ڈاکہ ڈالا ہے۔"

نازیہ نے تنک کر کہا: "بس رہنے دیجیے اپنی تقریر اپنے پاس ایسی ہی باتیں کرتے ہیں کسی کی مجبوری کو کوئی نہیں سمجھتا۔ آپ نے فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہے؟"

میں نے اپنا نام سن کر مسکراتے ہوئے کہا: "اپنے منہ سے یہ نام نہ لو تو ہے۔"

"تم نے تو صرف نام سنا ہے میں اس کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ وہ ساری دنیا میں مشہور ہے لیکن اتنا مشہور بھی اپنی ابتدائی زندگی میں ہماری طرح مجبور تھا۔ ہماری ہی طرح اپنے چچا کے چچا نے بھی اس کی ساری دولت اور جائداد ہضم کر لی تھی اور اسے بالکل بے بس کر دیا تھا۔ وہ قانون کی مدد نہیں لے سکتا تھا۔ تب اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی چچی کو آلہ کار بنا کر ان کے گھر میں ڈاکے ڈالے اور انھیں کنگال کر کے بدنام جائداد کاغذات اپنے نام کروا لیے۔"

"فرہاد علی تیمور کے متعلق اتنی ساری باتیں تمہیں کیسے معلوم ہوئیں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

نازیہ نے جواب دیا: "ایک لڑکا منصور میری بہن شازیہ کا کلاس فیلو تھا۔ وہ فرہاد علی تیمور کا رشتہ دار ہے۔ فرہاد اور منصور کی بھاوج ہے۔ اس نے ہمیں فرہاد کے بارے میں سب کچھ بتایا ہے۔"

شازیہ لباس بدل چکی تھی۔ اس نے نازیہ کو ڈانٹ کر کہا: "جہاں بیٹھتی ہو۔ فرہاد کے قصیدے پڑھنے لگتی ہو۔ کوئی ضرورت ہے اس ذکر کی؟"

نازیہ نے کہا: "تم اس کے ذکر سے جلتی کیوں ہو؟"

"اس لیے کہ یہ ساری قصہ کہانیوں کی باتیں ہیں۔ کوئی فرہاد

وہاد نہیں ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "ایسا نہ کہیں مس شازیہ! فرہاد ایک حقیقت ہے۔ میرے دوستوں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص اس کا نام دل ہی دل میں دس بار الٹا کر کے دہرائے تو وہ شخص اس کے دماغ میں پہنچ جاتا ہے۔"

شازیہ نے ناگواری سے کہا: "سب بکواس ہے۔"

شازیہ کو میری بات پر یقین نہیں آیا تھا مگر نازیہ نے آنکھیں بند کر کے میرے نام کی الٹی گردان شروع کر دی تھی۔ چنانچہ اس نے دس بار تیمور علی فرہاد کہا تو میں نے فلمی بادشاہ کی طرح اس کے دماغ میں کہا: "فرہاد دی! ہمیں کس لیے پکارا ہے؟"

نازیہ نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ حیرت سے کبھی اپنی بہن کو کبھی باپ کو اور کبھی مجھے دیکھنے لگی۔ کار کے اندر تاریکی تھی اور فیٹنٹ سیٹ میرے چہرے پر جھکا ہوا تھا۔ وہ مجھے دیکھ نہیں سکتی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "تم ادھر ادھر کیا دیکھ رہی ہو۔ اندھیرے میں تمہیں کیا نظر آئے گا؟ مجھے بتاؤ تم نے مجھے کیوں پکارا ہے؟"

وہ آواز سے بولی: "فرہاد صاحب! کیا سچ مچ آپ میرے دماغ میں بول رہے ہیں؟"

شازیہ نے اسے جھنجوڑ کر پوچھا: "اے تم کیا بڑبڑا رہی ہو؟"

نازیہ نے اس کا ہاتھ جھٹک کر کہا: "باجی! چپ رہو۔ نہیں تو فرہاد صاحب چلے جائیں گے۔ ہاں، فرہاد صاحب! بتائیں نا، کیا آپ ہی میرے پاس ہیں؟"

"جو مجھے اس طرح سے پکارتا ہے میں اس کے پاس پہنچ جاتا ہوں۔ میں نے تمہارے دماغ کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ تم ایک کار میں سفر کر رہی ہو۔ تمہارے ساتھ تمہاری بہن اور والد ہیں اور کوئی اجنبی شخص کار ڈرائیو کر رہا ہے۔ تمہارے پاس دو لاکھ روپے اور کچھ زیورات ہیں۔"

وہ خوشی سے اچھل کر بولی: "آپ تو ہمارے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ آپ کہاں ہیں؟ میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"کیا کرو گی مل کر۔ اس وقت میں گہری نیند میں تھا تم نے مجھے بیدار کر کے میرے نام کی الٹی گردان کر کے میری کھوپڑی الٹ دی۔ میں بیدار ہو کر تمہارے پاس پہنچ گیا۔"

"آپ میرے خیالوں میں آئے ہیں تو لگتا ہوں میں بھی آجائیے نا۔ میں آپ کو دیکھنے کے لیے کس قدر بے چین ہوں۔ میرے دماغ میں آپ اپنے لیے میرے دل کی تڑپ اور بے چینی کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ آپ کے لیے یہ جاننا مشکل نہیں ہے کہ میں کب سے آپ کی منتظر ہوں۔ آپ کی مورت سجائے اس کی پوجا کر رہی ہوں۔"

"دماغ میں رہ کر کسی کے حسن کا تصور کرنا بہت مشکل ہے۔ آئینے میں اپنی شکل دیکھو گی تو میں تمہارے ذہن سے تمہاری تصویر دیکھ لوں گا۔ پھر اگر تمہارے جمال کی کشش مجھے اپنی طرف کھینچے گی تو میں ضرور تمہارے پاس آجاؤں گا۔"

اس نے بڑے اضطراب سے پوچھا: "اگر میں ابھی آئینہ دیکھوں تو آپ ابھی میرے پاس پہنچ جائیں گے؟"

"ہاں، ضرور۔ بشرطیکہ تمہارا جمال ایسا ہی پرکشش ہوا۔"

اس نے شازیہ سے پوچھا: "باجی! تمہارے پاس آئینہ ہے؟"

شازیہ نے ناگواری سے کہا: "کیا میں راستے میں سنگھار کرتی ہوں جو آئینہ ہو گا میرے پاس۔ تمہیں اس وقت آئینہ کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے؟"

"باجی! فرہاد صاحب کہہ رہے ہیں میں جیسے ہی آئینہ دیکھوں گی وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔"

اس کے والد نے کہا: "تو پاگل تو نہیں ہو گئی ہو؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ فرہاد کوئی جادوگر ہے کیا؟ وہ تو صرف ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہ اچانک یہاں کیسے پہنچ جائے گا؟"

"دیکھیے پاپا! فرہاد صاحب کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ مجھے یقین ہے وہ ضرور آجائیں گے۔ آپ آئینہ تو دے دیں مجھے۔"

"کیا میں بڑھاپے میں اپنے ساتھ آئینہ لیے پھرتا ہوں؟"

میں نے نازیہ کے دماغ میں کہا: "اری پگلی، عقل استعمال کرو آئینہ تمہارے قریب ہی موجود ہے جسے بوکھلاہٹ میں تم بھولی ہوئی ہو۔ دیکھو وہ، اپنے عقب نما آئینہ لگا ہوا ہے۔ اگلی سیٹ پر آ کر قریب سے دیکھو گی تو میں بھی اس آئینے میں نظر آجاؤں گا۔"

وہ خوش ہو کر اپنے پاپا سے بولی: "پاپا! آپ میری جگہ آجائیں میں آگے بیٹھوں گی۔" پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوئی: "اے مسٹر! کاری گر!"

اس کے باپ نے کہا: "بیٹی! یہ کیا حرکت ہے۔ تم یہاں کیوں آنا چاہتی ہو آخر؟"

شازیہ نے کہا: "پاپا! یہ پاگل ہو گئی ہے۔ آپ ادھر آجائیں یہ آئینہ دیکھنے کے لیے وہاں جا رہی ہے۔ ہم دیکھیں گے فرہاد اس کے پاس کیسے آجائے گا۔"

میں نے نگاہ روک دی۔ نازیہ نے جلدی سے نیچے اتر کر اپنے پاپا کی طرف کا دروازہ کھول دیا۔ ان کے باہر نکلتے ہی وہ جلدی سے ان کی جگہ بیٹھ گئی۔ دونوں کے بیٹھتے ہی میں نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ نازیہ نے آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا: "اے مسٹر! روشنی کرو میں آئینہ دیکھوں گی۔"

میں نے ہاتھ بڑھا کر چھت کا ننھا سا بلب آن کر دیا۔ وہ آئینہ دیکھنے لگی۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا: "آئینہ اپنے دائیں جانب ذرا سا نیچے جھکا کر دیکھو۔"

اس نے فوراً میری ہدایت پر عمل کیا میں نے ایک ہاتھ سے

فلیٹ ہیٹ اتار کر گود میں رکھ لیا۔ اب میں اسے آئینے میں نظر آ رہا تھا۔ وہ آئینے میں نظریں جمائے گم صم سی مجھے تک رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "یہ تو وہی ہیں۔ فرہاد صاحب ہیں۔ بالکل وہی منصور نے جو تصویر دکھائی تھی۔ تو ہو بہو ویسے ہی ہیں۔ مگر یہ یہاں کیسے آ گئے؟" وہ اچھل کر میری طرف گھومی اور بنے حیرانی سے دیکھنے لگی۔ یوں جیسے وقت ساکت ہو گیا ہو اور کائنات کے سارے نظارے مجھ میں سما گئے ہوں ——— میں اس کے دماغ کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ اس کی بے تاب دھڑکنوں کو اپنے سینے میں محسوس کر رہا تھا۔ وہ عجیب گومگو کی کیفیت سے دوچار تھی۔ دل کہتا تھا میرے وجود کو تسلیم کر لے تو دماغ اسے سراب کہہ کر رد کر دیتا تھا۔ بلاغ تبسم کرتا تھا تو دل مسکرا جاتا تھا۔ اسے اپنے خیالوں کی اس تعبیر پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے مجھے چھو کر محسوس کرنے کے لیے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ ذرا جھجکی، رکی، شرما کر سمٹی، پھر ہمت کر کے آہستہ سے میرا ہاتھ چھو لیا۔ وہ آہستہ آہستہ ٹٹول ٹٹول کر یقین کرنے لگی۔ میں نے مسکراتے ہوئے سر گھما کر اس کی طرف دیکھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے میرا بازو تھام لیا۔ یوں جیسے اسے ڈر ہو کہ ذرا بھی گرفت کمزور ہوئی تو اس کے خواب ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

نازیہ کو یوں گم صم بیٹھا دیکھ کر اس کے باپ نے میرے چہرے پر نگاہ ڈالی تو چونک کر بے ساختہ کہا: "ارے یہ تو واقعی فرہاد صاحب ہیں!" پھر وہ تیزی سے میری طرف جھک کر مجھے بغور دیکھتے ہوئے بولے: "حیرت ہے یقین نہیں آتا آپ تو سچ مچ فرہاد صاحب ہی ہیں؟"

اُن کی بات سن کر شازیہ بھی مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے گاڑی ایک جگہ روک دی اور ان کی طرف مڑ کر مسکراتے ہوئے بولا: "جی ہاں! میں فرہاد علی تیموری ہوں۔ آپ لوگ مجھے اچھی طرح دیکھ لیں۔ بس شازیہ کیا میں آپ کو کوئی افسانوی کردار نظر آ رہا ہوں؟"

وہ اب تک حیرانی سے آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا: "آپ تو واقعی بالکل وہی ہیں جن کی تصویر منصور نے مجھے دکھائی تھی۔ میں نے آپ کے وجود سے تو کبھی انکار نہیں کیا۔ وجود نہ ہوتا تو منصور کے پاس تصویر کہاں سے آتی لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص ٹی بیتی کے ذریعے ایسے حیرت انگیز کارنامے انجام دے سکتا ہے۔"

میں نے مسکرا کر نازیہ کو دیکھا اور گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا: "کیا یہ میرا کمال نہیں ہے کہ تم دونوں بہنوں کے ریوالورز ٹی بیتی کے ذریعے کار سے باہر پہنچا چکا ہوں۔ اس وقت ہم۔ کمبل بیٹری سے گزر رہے ہیں۔ آگے لے این اسٹوڈیو کے پاس تھوڑا چھوٹا بھائی تم لوگوں کا انتظار کر رہا ہے۔ تم لوگوں کا منصوبہ یہی تھا نا کہ ایک بجے شب تم دونوں بہنیں اس اسٹوڈیو کے پاس اور مال لے کر اتر جاؤ گی۔ وہاں تمہارا بھائی موجود ہو گا۔ تم تینوں بہن بھائی سارا مال اپنی خالہ کے ہاں لے جا کر چھپا دو گے۔ تھوڑا فاصلہ ٹیکسی کہیں دور پرانے میں چھوڑ کر گھر چلے جائیں گے۔"

شازیہ نے حیرانی سے کہا: "کمال ہے آپ تو لوگوں کا ایک ایک یوں جان جاتے ہیں جیسے یہ سب کچھ آپ کے سامنے ہوا ہو۔"

میں نے گاڑی اے این اسٹوڈیو کے قریب روک دی۔ کچھ دور ایک پندرہ سولہ سالہ لڑکا کھڑا ہوا تھا۔ نازیہ کے باپ نے گاڑی سے اتر کر لڑکے کو سلمان کہہ کر پکارا۔ وہ دوڑتا ہوا ہمارے قریب آ کر بولا: "پاپا! بڑا غضب ہو گیا۔ چچا جان پولیس کے گھیرے میں ہمارے مکان کے سامنے بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں ان کے پہنچنے سے پہلے ہی نکل آیا تھا۔ وہ مجھے نہیں دیکھ سکے۔ میں نے انھیں دیکھا ہے۔"

میں نے بڑے میاں سے کہا: "آپ اپنے صاحبزادے کو گھر بھیج دیں۔ وہ لوگ آپ کے بارے میں معلوم کریں تو یہ انھیں بتا دے آپ دونوں لڑکیوں کے ساتھ اپنے کسی دوست کے بیٹے کی بارات میں سیر کرنے گئے ہیں۔"

بڑے میاں نے لڑکے کو میری ہدایت کے مطابق سمجھا کر گھر کی طرف روانہ کر دیا۔ نازیہ "ہنوز بت بنی بیٹھی مجھے تک رہی تھی۔ شازیہ نے پوچھا: "اب آپ کیا کریں گے؟"

"ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تمہارے چچا کے دماغ تک رسائی حاصل کرنے کے بعد ہی فیصلہ کر سکوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

سلمان اپنے گھر کے قریب پہنچا تو میں نے اس کے ذریعے ماحول کا جائزہ لیا۔ ان کے گھر کے سامنے ایک کار کھڑی تھی۔ ان کے چچا کی تھی۔ قریب ہی دو چارپائیاں بچھی تھیں۔ ایک پر ایک انسپکٹر اور سلمان کا چچا بیٹھا تھا، دوسری پر چار سپاہی بیٹھے تھے۔ راستے کو تکتے ہے تھے جدھر سے سلمان گھر کی طرف جا رہا تھا۔ پہنچا تو اس کے چچا نے لپک کر اس کا بازو تھام لیا اور اسے جھڑکتے ہوئے پوچھا: "اے لڑکے! تیرا باپ اور بہنیں کہاں گئی ہیں؟"

سلمان نے میری ہدایت کے مطابق جواب دیا۔ انسپکٹر نے گرج کر سپاہیوں سے کہا: "اس چھوکرے کو حراست میں لے لو۔ مجھے تو اس کا باپ کوئی دلال معلوم ہوتا ہے۔ گھر میں تالا ڈال کر بیٹیوں کے ساتھ آدھی رات کو باہر گھوم رہا ہے۔"

سلمان نے غصے سے انسپکٹر کو دیکھتے ہوئے اپنے چچا سے کہا: "چچا جان! یہ گالی صرف میرے باپ کو نہیں، آپ کو بھی گئی ہے۔ اس لیے کہ آپ میرے باپ کے سگے بھائی ہیں۔"

چچا نے ڈانٹ کر کہا: "بکواس مت کرو۔ میرا اس سے کوئی رشتہ نہیں۔"

چچا کے بیٹے جاوید نے کہا: "ابا! یہ ٹھیک ہے کہ ڈکیتی کے سلسلے میں آپ کو اپنے بھائی پر شبہ ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے لیے نازیبا الفاظ استعمال کیے جائیں۔ میں انسپکٹر صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی زبان کو قابو میں رکھیں۔"

انسپکٹر نے کہا: "میاں صاحبزادے! چوروں اور بدمعاشوں سے کس طرح بات کرنا چاہیے، یہ ہم تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اگر تمہیں ان کا اتنا ہی خیال تھا تو جائے پاس کیوں آئے تھے۔ ہم جانے ہیں تم خود اپنے چچا سے حساب کتاب کرتے رہنا۔" وہ غصے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

جاوید کے باپ چوہدری رحمت علی نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "ارے ارے، انسپکٹر صاحب! آپ تو بچے کی بات پر سیریس ہو گئے۔ پھر وہ بیٹے کو ڈانٹنے لگا۔

میں اس کے دماغ تک پہنچ چکا تھا۔ اس نے انسپکٹر سے کہا: "آپ لوگ بیٹھیں میں آگے جا کر دیکھتا ہوں۔ شاید وہ لوگ نظر آ جائیں۔" وہ اٹھ کر اپنی کار میں جا بیٹھا۔

چوہدری رحمت علی ہلکی رفتار سے کار چلاتا اسی طرف آ رہا تھا۔ جہاں ہم لوگ موجود تھے۔ میں نے نازیہ کے باپ برکت علی سے کہا: "آپ کے بھائی چوہدری رحمت علی ادھر آ رہے ہیں، وہ یہاں آ کر آپ سے بریف کیس مانگیں گے۔ آپ نقدی اور زیورات والے بریف کیس اُن کے حوالے کر دیجیے گا۔ ابھی مجھ سے بحث نہ کریں۔ میں بعد میں آپ لوگوں کو اس کا مقصد سمجھا دوں گا۔"

یہ کہہ کر میں پھر چوہدری رحمت علی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سڑک کے کنارے آ کر رک گیا تھا اور سوچ رہا تھا میں یہاں کیوں آیا ہوں۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اوہ، میں بھی کتنا بیوقوف ہوں۔ شاید مال ہاتھ سے نکل جانے کے غم میں پاگل ہو گیا ہوں۔ میں تو یہاں برکت علی اور اس کی لڑکیوں کو دیکھنے آیا تھا۔ کچھ اور آگے جا کر دیکھنا چاہیے۔"

اس نے کار کا رخ اُدھر موڑ دیا۔ جدھر ہماری کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ جیسے ہی ہماری کار کے قریب آیا میں نے اُسے قابو میں کر کے کار روکنے پر مجبور کر دیا۔ وہ انجن بند کر کے چابی ہاتھ میں لیے باہر نکلا اور کار کی ڈگی کھول کر برکت علی کے پاس آ کر بولا: "وہ دونوں بریف کیس جن میں زیورات ہیں مجھے دے دو۔"

شازیہ، نازیہ اور ان کے پاپا حیرانی سے چوہدری رحمت علی کو دیکھ رہے تھے جو میرے لب و لہجے میں بول رہا تھا۔ میں اسٹیئرنگ سیٹ پر ایک مجسمے کی طرح ساکت بیٹھا تھا۔ میری آنکھیں بند تھیں۔ برکت علی کی زبان سے کہا: "دیر مت کرو۔ وقت بہت کم ہے۔ فوراً بریف کیس میرے حوالے کر دو۔ اس وقت میں فرہاد علی تیموری کے دماغ پر قابض ہوں۔"

انھوں نے بریف کیس اس کے حوالے کر دیے۔ اس نے انھیں لے جا کر کار کی ڈگی میں رکھ دیا اور ڈگی کو لاک کر کے دوبارہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آ بیٹھا۔ کچھ دور جانے کے بعد میں نے اس کے دماغ کو آزاد کیا تو اس نے بوکھلا کر کار روک دی اور حیرت سے اطراف کا جائزہ لیتے ہوئے سوچنے لگا۔ مجھے کیا ہو گیا۔ خیالات میں اس قدر غرق ہو گیا کہ اردگرد کا ہوش تک نہ رہا۔ یہی حال رہا تو کہیں ایکسیڈنٹ نہ کر بیٹھوں۔ مجھے واپس جا کر وہیں ان لوگوں کا انتظار کرنا چاہیے۔ اس نے کار کا رُخ موڑا اور واپس برکت علی کے گھر کی طرف چل دیا۔

میں نے بھی اب کار اسٹارٹ کر کے برکت علی سے کہا: "اب ہم گھر چل رہے ہیں۔ آپ پولیس کو یہی بیان دیں گے کہ چند گھنٹے مختلف مقامات پر گھوم پھر کر واپس آئے ہیں۔ ڈکیتی کی بات ہو تو اپنا رویہ سخت کر لیجیے۔"

شازیہ نے کہا: "فرہاد صاحب! آپ کی وجہ سے ہم نے قیمتی مشکل سے حاصل کیا ہوا مال واپس کر دیا۔ اگر ہمارے پاپا بھی کہتے تو ہم کبھی ایسا نہ کرتے لیکن اب کیا ہو گا۔ آپ نے ہماری ساری محنت پر پانی پھیر دیا ہے؟"

نازیہ نے جلدی سے کہا: "باجی! ایسا نہ کہو۔ فرہاد صاحب کوئی قدم بے مقصد نہیں اٹھاتے۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا: "تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا میری وجہ سے تم لوگوں کو نقصان پہنچے گا؟"

اس نے بڑے اعتماد سے کہا: "ہرگز نہیں۔ مجھے پوری طرح یقین ہے کہ آپ کبھی ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"بس تو دیکھتی جاؤ۔ جس طرح میں نے اپنی زمین، جائداد وغیرہ اپنے چچا سے حاصل کی تھی اسی طرح قانونی طور پر تم لوگوں کو تمہارا حق ملے گا۔"

نازیہ زبان سے کچھ نہ کہہ سکی۔ فرطِ عقیدت سے اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

ہم گھر پہنچے تو پولیس انسپکٹر، چوہدری رحمت علی اور جاوید وغیرہ میری شاندار امپورٹڈ کار دیکھ کر اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔

انسپکٹر میری قیمتی گاڑی سے اس قدر متاثر تھا کہ برکت علی کو کار سے اترتا دیکھ کر بھی کوئی سوال کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔ برکت علی نے اپنے بھائی کو دیکھ کر قدرے تعجب سے پوچھا: "بھائی جان! آپ اس وقت یہاں کیسے؟"

انسپکٹر نے آگے بڑھ کر کہا: "تمہارے بھائی نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ تم نے اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ ان کے گھر میں ڈاکہ ڈالا ہے۔"

برکت علی نے اپنے بھائی کو دیکھ کر ناگواری سے کہا: "بھائی جان! بڑے شرم کی بات ہے کہ آپ میرے گھر پولیس لے کر آئے

ہیں۔ اگر آپ کو مجھ پر شبہ تھا تو میرے پاس آ کر خود بھی اس کی تصدیق کر سکتے تھے۔ مجھے آپ سے یہ اُمید نہیں تھی۔"

چوہدری رحمت علی نے کہا "میں تصدیق کر کے کیا کرتا، جبکہ تم چہرے سے ہی چور، بدمعاش نظر آتے ہو۔"

"بھائی جان! ہم دونوں کے چہروں میں فرق ہو سکتا ہے مگر خون تو ایک ہی ہے۔ اگر میں بدمعاش ہوں تو آپ شریف کیسے ہو سکتے ہیں؟"

میں کار کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ انسپکٹر نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھ کر پوچھا "آپ کی تعریف؟"

برکت علی نے میری ہدایت کے مطابق جواب دیا کہ میں ان کے ایک دوست کا لڑکا ہوں۔ چوہدری رحمت علی اور جاوید مجھے غور سے دیکھ رہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھے فریاد کی حیثیت سے پہچان لیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں ان کے لیے بالکل اجنبی تھا۔

چوہدری رحمت علی نے کہا "یہ تمہارے کون سے دوست کا لڑکا ہے، میں نے آج سے پہلے کبھی اسے نہیں دیکھا؟"

میں نے کہا "جناب! آپ کو مجھ سے کیا لینا ہے۔ آپ تو یہ بتائیں کہ کیا آپ ان کے گھر کی تلاشی لینے آئے ہیں؟"

انسپکٹر نے کہا "یہاں تو ہم بہت دیر سے بیٹھے ہیں۔ گھر میں کچھ نہیں ہوگا۔ دروازے پر لگا ہوا تالا ہمیں نظر آ رہا ہے۔ جو کچھ ہوگا اسی کار میں ہوگا جس میں تم لوگ آئے ہو۔"

میں نے اپنی کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "تو پھر بسم اللہ آپ اس کی تلاشی لے لیں۔ کار کے چاروں دروازے کھلے ہیں اور میں ڈگی بھی کھول دیتا ہوں۔"

میں نے ڈگی کا تالا کھول کر انھیں تلاشی لینے کا اشارہ کیا۔ چاروں سپاہیوں اور انسپکٹر نے کار کی اچھی طرح تلاشی لی۔ اور کچھ نہ پا کر مایوسی سے الگ ہٹ گئے۔

چوہدری رحمت علی نے کہا "انسپکٹر صاحب! میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ یہ بہت چالاک لوگ ہیں۔ آپ ان کے گھر کی تلاشی لیں۔ ہو سکتا ہے انھوں نے کسی طرح مال گھر میں پہنچا دیا ہو اور باہر سے تالا لگا کر گھومنے پھرنے چلے گئے ہوں۔"

میں نے برکت علی کی زبان سے کہا "بھائی جان! مجھے بہت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ میرے بھائی نہیں، دشمن ہیں۔ میں اپنے گھر میں کسی کو نہیں جانے دوں گا۔"

انسپکٹر نے پوچھا "کیوں نہیں جانے دو گے؟"

برکت علی نے کہا "اس لیے کہ اس بہانے چوری کا مال میرے گھر میں پہنچا کر مجھے پھنسایا جا سکتا ہے۔"

انسپکٹر نے کہا "ایسا نہیں ہوگا۔ میرے ہوتے ہوئے یہ تمہارے خلاف کیسی حرکت کیسے کر سکتے ہیں؟"

"آپ میرے اس بھائی کو مجھ سے زیادہ نہیں جانتے جو پرلے درجے کا بدمعاش ہے۔ وہ آپ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنی دھمکی کو عملی جامہ بھی پہنا سکتا ہے۔"

"کیسی دھمکی؟ انھوں نے تمہیں کیا دھمکی دی ہے؟"

"یہی کہ میرے گھر سے چوری کا مال برآمد کرا کے، مجھے حوالات سڑوا دیں گے، مجھے اور میرے بچوں کو کہیں منہ دکھانے کے نہیں رہنے دیں گے۔"

جاوید نے کہا "چچا جان! آپ دونوں بھائی آپس میں ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہیں۔ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ ابا کے خلاف کوئی ایسی حرکت کرنا چاہتے ہیں؟"

برکت علی نے کہا "بیٹے! تم ابھی بچے ہو۔ تمہیں کچھ نہیں کہہ چکا ہوں کہ کسی کو اندر نہیں جانے دوں گا۔ البتہ اس شرط پر ہٹ سکتا ہوں کہ جس طرح اس کار کی تلاشی لی گئی ہے اسی طرح باپ، بیٹے بھی اپنی کار کی تلاشی دے کر ہمیں یقین دلا دو کہ تم لوگ ہمیں پھانسنے کے لیے اپنے گھر کا مال اس گاڑی میں چھپا کر نہیں لائے۔"

میں نے برکت علی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بولا کم اور اُدھر دیکھنے لگا۔ میں نے ان کی سوچ میں کہا "لو، شاید فریاد کی ٹیلی پیتھی نے میرے دماغ پر قبضہ کر لیا تھا۔"

وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ میں نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے انسپکٹر سے کہا "جناب! جب آپ نے ہماری گاڑی کی تلاشی لی ہے۔ تو ہماری تسلی کے لیے ان کی گاڑی کی بھی تلاشی لیں۔ اپنے اطمینان کے بعد ہم آپ کو گھر کی تلاشی لینے کی اجازت دیں گے۔"

ہمارے اصرار پر انسپکٹر نے رحمت علی کی کار کی تلاشی لینا شروع کی۔ اس نے کار کی ڈگی کھلوائی تو وہاں دونوں بریف کیس نہیں تھے۔ انسپکٹر نے بریف کیس باہر نکال کر کھولے تو سب کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔ چوہدری رحمت علی اور جاوید بھی حیران رہ گئے۔ اس مال کو دیکھ رہے تھے۔ جس کی ڈکیتی کی اطلاع انھوں نے پولیس کو دی تھی۔

رحمت علی نے بوکھلا کر کہا "انسپکٹر صاحب! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بریف کیس ہم نے یہاں نہیں رکھے۔ یہ تو وہی ہیں جو یہ لوگ ہم سے چھین کر لے گئے تھے۔"

انسپکٹر نے کہا "اب آپ کو اس بند کریں۔ آپ نے اپنے بھائی پر ڈکیتی کا الزام لگایا تھا جبکہ بریف کیس آپ کی کار کی ڈگی سے ملے ہوئے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ ہم یہ حقیقت بھول کر آپ کے جھوٹ کو تسلیم کر لیں گے؟"

محلے کے لوگ جو دیر سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے، ہم پر لعن طعن کرنے لگے۔ انسپکٹر نے کہا "مسٹر رحمت علی! آپ کو ساتھ تھانے چلنا ہوگا۔ آپ نے غلط بیانی سے کام لے کر ہمارا بہت وقت برباد کیا ہے۔"

رحمت علی نے بڑی قسمیں کھائیں، جاوید نے اپنے باپ کی بیگناہی یقین دلانے کی بہت کوشش کی لیکن ان کی کوئی بات نہ چل سکی۔ انسپکٹر نے کہا "اب تو تھانے پہنچ کر ہی آپ سے بات ہوگی۔"

وہ سپاہیوں کے ساتھ رحمت علی کو انھی کی گاڑی میں بٹھا کر لے گیا۔ ان کے جانے کے بعد برکت علی نے اپنے مکان کا تالا کھولا اور مجھے ساتھ لے کر گھر میں داخل ہو گیا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ دو بج کر بیس منٹ ہو چکے تھے۔ محلے والے بھی آہستہ آہستہ اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ میں نے موقع پا کر منیالی کے دماغ میں جھانکا۔ وہ ابھی تک جاگ رہی تھی۔ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی وہ سوچنے لگی۔ "کافی رات ہو گئی ہے مگر مجھے ابھی تک نیند نہیں آئی۔ ماں دام کہوں کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے سلا دیں۔ پتہ نہیں وہ اس وقت اپنے کمرے میں کیا کر رہی ہیں۔"

منیالی نے بڑی چالاکی سے مجھے سمجھا دیا کہ ابھی اس کے پاس رہنے کا موقع نہیں ہے۔ اس لیے میں پھر نازیہ کے مکان میں واپس آ گیا۔ وہ میرے سامنے کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔ نازیہ دروازے پر کھڑی تھی۔ میں نے برکت علی سے کہا "آپ اپنے حالات مجھے بتائیں اور اپنے بھائی کے بارے میں بھی بتائیں۔ نیز یہ کہ انھوں نے کب اور کس طرح آپ کا حق غصب کیا۔ آپ کے حصے کی جائداد کے کاغذات کہاں ہیں؟ اور آپ کا کتنا روپیہ ان کے قبضے میں ہے۔ یہ تمام باتیں جاننے کے بعد ہی میں آپ کی مدد کر سکوں گا۔"

برکت علی نے کہا "مجھے ایک ایک بات بتا دی۔ اس دوران نازیہ دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی مگر نازیہ وہیں بیٹھی ٹکٹکی لگائے مجھے تکتی رہی۔ میں اس کے جذبات و احساسات کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا لیکن اس کی حوصلہ افزائی کر کے اپنے لیے مزید پریشانیاں خریدنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے برکت علی سے کہا "اچھا جناب! میں آپ کے بارے میں سوچوں گا۔ اب مجھے اجازت دیجیے۔ میری کار باہر کھڑی ہے اگر آپ حالات یہاں کھڑی رہی تو محلے والے آپ لوگوں کے بارے میں چہ میگوئیاں کریں گے۔"

برکت علی نے پوچھا "اتنی رات کو تم کہاں جاؤ گے؟"

"میں یہ رات راوی کے کنارے گزارنا چاہتا ہوں۔"

نازیہ نے کہا "کیوں آپ رات بھر گھر سے باہر کیوں رہنا چاہتے ہیں؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "اس دنیا میں میرے لیے کبھی کچھ ہے۔ دوست، ہمدرد، شناسا اور محبت کرنے والے، لیکن میرا کوئی گھر نہیں ہے۔"

برکت علی نے کہا "چاہو تو اسے اپنا گھر سمجھ کر تم یہاں رہ سکتے ہو۔"

"مجھے رہنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے مگر محلے والے آپ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کریں گے۔ اس قسم کی کار کے ساتھ آپ کے مکان میں رہنے والے کو کوئی فرشتہ نہیں کہے گا۔"

انھوں نے قائل ہو کر کہا "تم ٹھیک کہتے ہو۔"

نازیہ نے آگے بڑھ کر کہا "ٹھیک ہو یا غلط، میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ ہماری خوش نصیبی آپ کو ہمارے ہاں لے آئی ہے تو ہم آپ کو اب جانے نہیں دیں گے۔ جو لوگ آپ سے واقف ہیں وہ ایک دیوتا کی طرح آپ کی پرستش کرتے ہیں۔ آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ترستے ہیں۔ پھر ہم آپ کو پا کر کیسے گنوا دیں۔ آپ چلے گئے تو ہمارے خوابوں کے شیش محل چکنا چور ہو جائیں گے۔ اس گھر کے در و دیوار سے ماتم کی صدائیں ابھرنے لگیں گی۔"

میں نے کہا "تمہاری ایک ایک بات سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اس گھر کے لوگ مجھے کس قدر چاہتے ہیں، یہاں میری کس قدر عزت کی جاتی ہے۔ جو لوگ مجھے اتنا چاہتے ہیں میں ان کے دامن پر بدنامی کا داغ نہیں دیکھ سکتا۔ یہاں رہ کر اس محلے کے لوگوں کو تم لوگوں کی طرف انگلیاں اٹھانے کا موقع نہیں دے سکتا۔"

نازیہ نے کہا "آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ آپ ہمارے حقوق دلانے کے سلسلے میں کیا کریں گے؟"

"میں نے وعدہ کیا ہے تو ضرور کچھ کروں گا۔ پہلے خیال خوانی کے ذریعے تمہارے چچا کے خفیہ اور اہم معاملات کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ یہ معلوم کروں گا کہ وہ اہم دستاویزات کہاں رکھتے ہیں۔ یہ ایک لمبا چکر ہے اس میں کچھ وقت لگے گا میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک تم لوگوں کے حقوق نہیں مل جائیں گے میں تم لوگوں سے دور نہیں جاؤں گا۔"

نازیہ دونوں ہاتھ پھیلا کر دروازے پر کھڑی ہو گئی "نہیں، میں آپ کی باتوں میں نہیں آؤں گی۔ میں نے سُنا ہے کہ آپ ایک بار جس راہ سے گزر جاتے ہیں اس پر دوبارہ واپس نہیں آتے۔ پیچھے رہ جانے والے تمام رشتے اور محبتیں ایک خواب گراں کی طرح آپ کے ذہن سے مٹ جاتی ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا "جب تم اتنا جانتی ہو تو تمھیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ میں اپنے دور کا حاتم طائی ہوں۔ سات سوال پورے کرنے نکلا ہوں اور درمیان میں پیدا ہونے والے نئے نئے سوالات حل کرتا ہوا آگے بڑھ رہا ہوں۔ کسی کا سوال ادھورا چھوڑ کر کبھی نہیں جاتا۔ تمھارے مسائل حل کر کے میں اپنے سفر پر روانہ ہو جاؤں گا۔ یاد رکھو نازیہ! میں وقت کا وہ تیز دھار ہوں جس کے آگے کبھی کوئی بند نہیں باندھ سکا۔ اگر مجھے روکنے کی کوشش کی جائے

تو میں بہنے کے لیے چور راستے تلاش کر لیتا ہوں۔"

نازیہ نے اپنے پھیلے ہوئے ہاتھوں نیچے گرا دیے جیسے اپنی شکست تسلیم کر کے ہتھیار ڈال رہی ہو۔ اس کی آنکھوں میں جذبات کا ساگر اُمڈ آیا تھا۔ دل ناکام حسرتوں کا مدفن بن گیا تھا۔ چشم غزالاں خاموش سوالی بنی میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

میں نے اس کے پاس پہنچ کر جیب سے رومال نکالا اور اس کی چشم پُرنم پر ٹھہرتے شبنم کے موتی اپنے رومال میں سمیٹتے ہوئے کہا: "نازیہ! میں تمھارے جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن تمھاری اور تمھارے خاندان کی بہتری کے لیے تم لوگوں کو زمانے کی نظروں میں رسوا ہونے سے محفوظ رکھنے کے لیے اس وقت میرا یہاں سے چلا جانا ہی بہتر ہے۔ ان آنسوؤں کو سنبھال کر رکھو، یہ قیمتی موتی اس طرح مٹی میں مت رولو کہ دیکھنے والے مشکوک ہو جائیں۔"

اس نے اداسی سے کہا: "اگر آپ کے رکنے سے ہماری رسوائی کا خوف نہ ہے تو کیا آپ رک جائیں گے؟"

"ہاں، اگر ایسا ہو سکے تو میں ضرور رک جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"یں تو پھر آپ یہاں رہیں۔ یں اور باجی پڑوس میں ماسی بسم اللہ کے ہاں رات گزار لیں گے۔"

شازیہ نے بھی اپنی بہن کی حمایت کی: "فرہاد صاحب! ہمیں آپ کی خدمت کرنے اور آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا شرف حاصل ہوا ہے تو ہم اس سے محروم نہیں ہونا چاہتے۔ ہم دونوں بہنیں ماسی بسم اللہ کے ہاں جا کر سو جائیں گی۔ آپ یہاں آرام کریں۔"

میں نے محسوس کیا کہ نازیہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے لیکن شازیہ کی وجہ سے ہچکچا رہی ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا: "کیا بات ہے تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

اس نے اپنی بہن کے ساتھ باہر جاتے ہوئے کہا: "ہاں صرف اتنی سی گزارش کرنا چاہتی ہوں کہ فرصت ملے تو کچھ دیر کے لیے میرے دماغ میں ضرور آیئے میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں ابھی خیال خوانی میں مصروف ہو جاؤں گا، پتہ نہیں یہ مصروفیت کتنی طویل ہو گی۔ شاید میں صبح تک سو بھی نہ سکوں۔ بہرحال میں وعدہ کرتا ہوں کہ فرصت ملی تو تمھارے پاس ضرور آؤں گا۔"

برکت علی نے کہا: "اگر کچھ دیر جاگنے کا ارادہ ہو تو چائے منگوا لوں؟"

نازیہ باپ کی بات سُن کر رُک گئی۔ اسے تو میرے پاس رہنے کا بہانہ چاہیے تھا۔ جلدی سے بولی: "پاپا! ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ صبح تک جاگنے کے لیے آپ کو چائے ضرور پی لینا چاہیے۔"

برکت علی نے چونک کر پوچھا: "نازیہ بیٹی! تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ صبح تک جاگتے رہیں گے؟ یہ بے چارے تو ابھی سفر سے لوٹے ہیں، تھکے ہوئے ہیں، سونا چاہتے ہوں گے۔"

نازیہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ جو بات میں نے خیال خوانی کے ذریعے بتائی تھی اس کا اظہار اسے یوں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ سنبھل کر بولی: "پاپا! آپ کو کیا دنیں، منصور نے ایک بار بتایا تھا کہ فرہاد صاحب اکثر رات بھر خیال خوانی کرتے رہتے ہیں، سونے کا موقع بھی بہت کم ملتا ہے۔"

میں نے کہا: "میں چائے نہیں پیوں گا۔ البتہ کمرے میں بند ہو کر خیال خوانی میں مصروف رہوں گا میری درخواست ہے کہ اگلی صبح تک کوئی کمرے کے دروازے پر دستک بھی نہ دے جب تک میں خود مخاطب نہ کروں۔"

"جی بہتر ہے۔" برکت علی نے کہا اور سب لوگ کمرے سے باہر نکل گئے۔

میں نے کمرہ بند کر کے پلنگ پر لیٹتے ہی منجالی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ جیسے ہی میں دماغ میں پہنچا وہ چونک کر بیدار ہو گئی۔ رسونتی نے غلط بیانی کے ذریعے اسے سُلا دیا تھا۔

وہ بستر پر چادروں شالوں چیت لیٹی ہوئی خالی خالی نظروں سے چھت کو تکتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ اس کے دماغ میں کبھی رسونتی یا فرہاد!

میں نے کہا: "میں ہوں فرہاد۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے رسونتی کو آواز دی: "میں فرہاد صاحب کو اپنے دماغ میں محسوس کر رہی ہوں۔ پلیز آپ ان سے کہیں کہ میرے دماغ سے چلے جائیں۔"

چند لمحے خاموش رہ کر رسونتی کے جواب کا انتظار کرنے کے بعد اس نے پھر اُسے مخاطب کیا: "مادام! کیا میں سمجھ لوں کہ آپ میرے دماغ میں نہیں ہیں، فرہاد صاحب اکیلے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو میں فرہاد صاحب سے درخواست کروں گی کہ وہ میرے دماغ سے چلے جائیں اور مادام کی مرضی کے بغیر میرے پاس نہ آیا کریں۔"

میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے اس کے دماغ میں سوچ پیدا کی: "ہاں اب میرا دماغ ہلکا ہو گیا ہے، فرہاد صاحب چلے گئے ہیں لیکن آخر وہ میرے پاس کیوں آتے تھے؟ انھیں میری نیند کیوں خراب کی؟"

اسی وقت رسونتی کی سوچ سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی: "منجالی کہہ کر دو۔ میں چپ چاپ تمھاری نگرانی کر رہی ہوں۔ ابھی فرہاد کے پاس جا کر انھیں سمجھا دیتی ہوں کہ وہ تمھارے پاس آ کر میرے لیے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔"

منجالی نے کہا: "مادام! ابھی میں آپ کو آوازیں دیتی ہوں۔"

منظر دیکھ سکی۔ وہ لوگ تہ خانے سے سونا نکالنے میں مصروف تھے کہ اس کی حرکت قلب بند ہو گئی۔

انھوں نے اس کے ہاتھ پیر کھول کر منہ سے کپڑا نکالا تو معلوم ہوا کہ اس کی دہشت ناک موت ہو چکی ہے۔ میں نے رحمت علی کو بھی آزاد کر دیا۔ اس نے جھک کر دونوں اجنبیوں اور اپنی ساکت پڑی ہوئی بیگم کو دیکھا۔ پھر کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے گرج کر بولا: "کون ہو تم لوگ۔ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"ایک چور نے کہا: "ہم تمھارا تہ خانہ خالی کرنے آئے تھے۔ ذرا دیکھ لو اس میں کچھ باقی تو نہیں رہ گیا۔"

رحمت علی بڑبڑاتا ہوا آگے بڑھا۔ پلنگ کے نیچے جھانک کر اس نے تہ خانے میں جھانک کر دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور وہ چکرا کر تہ خانے میں جا گرا۔ بیوی کی لاش تو وہ دیکھ ہی چکا تھا۔ اتنا بڑا مال نقصان دیکھ کر دل کی دھڑکنیں قائم نہ رکھ سکا۔ یہ بات تو کبھی وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ تقدیر اس کے ساتھ بھی مذاق کر سکتی ہے۔ دوسروں پر ستم کے تیر چلانے والے کو کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ اس کی کمان سے نکلا ہوا کوئی تیر راستہ بھٹک کر خود اس کی طرف بھی آ سکتا ہے جب کسی کی بازی یوں بے خبری میں الٹ جائے تو وہ اسی طرح سانسیں لینا بھول جاتا ہے۔ دولت کی مار کچھ ایسی ہی ہوتی ہے اس کے آنے کی خوشی تو قابل برداشت ہوتی ہے لیکن جانے کا غم برداشت کرنے کا حوصلہ بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے۔ میں نے ایک چور سے کہا: "چلو، خس کم جہاں پاک۔ بڑی بی کو بھی اندر ڈال کر تہ خانہ بند کر دو۔"

انھوں نے رحمت علی کی بیگم کو بھی اس کے پاس پہنچا کر تہ خانہ بند کر دیا۔ اب کوئی ان کا سراغ نہیں پا سکتا تھا۔ وہ ایسے کم ہوئے تھے کہ ان کی اولاد بھی انھیں تلاش نہیں کر سکتی تھی۔ اپنے بچوں کو تہ خانے کے وجود سے بے خبر رکھ کر اپنے لیے اس بے نشان قبر کا انتظام انھوں نے خود ہی کیا تھا۔

میں نے خیال خوانی کا سلسلہ ختم کر کے گھڑی دیکھی تو دس بجنے میں دو منٹ رہ گئے تھے۔ میں نے بستر سے اٹھ کر دروازے کو کھول دیا۔ نازیہ اپنی بہن، بھائی اور باپ کے ساتھ باہر کھڑی دروازہ کھلنے کی منتظر تھی۔ دروازہ کھلتے ہی وہ سب ہنستے مسکراتے اندر آ گئے۔

میں نے کہا: "چائے پینے سے پہلے میں باتھ روم میں جاؤں گا۔" سامان نے باتھ روم تک میری رہنمائی کی۔ تھوڑی دیر بعد میں ہاتھ منہ دھو کر واپس آیا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگا۔

برکت علی نے پوچھا: "کیا تم تمام رات جاگتے رہے ہو؟"

"میں ڈیڑھ گھنٹے کے لیے سویا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

شازیہ نے کہا: "یہ نازیہ تو ابھی تک جاگ رہی ہے!"

نازیہ نے اپنی گھنیری پلکیں اٹھا کر کچھ ایسی ادا سے مجھے دیکھا کہ میرے دل کے سارے تار جھنجھنا اُٹھے۔ قدرت نے زمین کے ہر خطے پر ان آدم کے امتحان کا ایسا سامان کر رکھا ہے کہ ایمان سلامت رکھنا آسان نہیں رہا ہے۔ میں اُسے صاف جواب دے چکا تھا مگر پھر بھی وہ اپنے ترکش کا ہر تیر آزمانے پر تلی ہوئی تھی۔

ناشتے کے بعد میں نے کہا: "اب آپ لوگوں کے لیے میرے پاس دو اہم خبریں ہیں۔ ایک اچھی دوسری بُری۔ آپ لوگ کون سی خبر پہلے سننا پسند کریں گے؟"

برکت علی نے کہا: "پہلے بُری خبر سنا دو تاکہ اچھی خبر اس کا اثر جلد زائل کر دے۔"

میں نے کہا: "بُری خبر یہ ہے کہ آپ کے بھائی اور بھاوج اس دنیائے ناپائیدار سے کوچ کر گئے ہیں۔"

سب حیرانی اور بے یقینی سے میرا منہ تکنے لگے۔ برکت علی نے کہا: "بیٹے! یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کیا میں اسے سچ سمجھوں؟"

میں نے کہا: "جناب! میں آپ سے مذاق کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔"

"مگر اچانک یہ کیسے ہو گیا؟ کیا اس میں تمھاری ٹیلی پیتھی کو کچھ دخل ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "نہیں جناب! میں اتنا ظالم نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ کسی کی جان لے لوں۔ بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان کے دن پورے ہو گئے تھے۔ اور پھر یہ کہ زندگی اور موت کا مالک وہی ہے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولے: "مجھے وہاں جانا چاہیے۔"

میں نے کہا: "بیٹھ جائیے۔ خبر سنانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ وہاں جا کر ان کی موت کی تصدیق کریں۔ جاوید اور ان کے دوسرے گھر والوں کو ان کی موت کی خبر نہیں ہے معلوم ہو جانے کے بعد بھی انھیں ان کی لاشیں نہیں مل سکیں گی۔"

وہ حیران ہو کر بیٹھتے ہوئے بولے: "اس کا کیا مطلب ہوا۔ ان کی لاشیں کہاں ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے۔ یہ بات میں بھی نہیں جانتا۔ شاید آپ نہیں جانتے کہ میں زندہ لوگوں کے دماغوں سے تو یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہیں، کسی مردے کے دماغ تک میری رسائی ممکن نہیں ہے۔"

"تمھیں ان کی موت کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

میں ان کے دماغ میں جھانک کر دیکھنا چاہتا تھا لیکن میری سوچ کی لہریں ان تک نہیں پہنچ سکیں۔ میں جس شخص کے دماغ میں رسائی حاصل کر لیتا ہوں وہ اگر زندہ ہے تو دنیا کے کسی بھی حصے میں میری پہنچ سے دور نہیں ہوتا۔ موت ہی مجھے اس تک

پہنچنے سے روک سکتی ہے۔ جب مجھے ان کا دماغ نہ مل سکا تو میں نے سمجھ لیا کہ وہ زندہ نہیں ہے۔"

"پاپا! آپ ان کے لیے اتنے فکرمند کیوں ہو رہے ہیں؟ ٹھیک ہے کہ وہ آپ کے بھائی تھے۔ مگر آپ کے خون کے پیاسے بھی تھے آپ کو تو ان کی موت پر افسوس بھی نہیں کرنا چاہیے۔ ہمارے لیے تو وہ قابلِ نفرت تھے۔" شازیہ نے کہا۔

"بیٹی! مرنے والوں کے لیے ایسا نہیں کہتے۔"

"آپ مُردوں کی بات کرتے ہیں انھوں نے ہم نہتوں کے ساتھ کتنے اور کرنے میں کیا کمی چھوڑی ہے۔ انھی کی وجہ سے تو ہم اس بوسیدہ سے مکان میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارا حق مار کے انھیں کیا ملا۔ وہ اس میں سے اپنے ساتھ کیا لے گئے۔ بس ہمیں خوار کرنا تھا سو کر گئے۔"

میں نے کہا: "شازیہ ٹھیک کہتی ہے۔ آپ کو اپنے آپ پر قابو رکھنا چاہیے اور کسی طرح یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہیے کہ آپ کو ان کی موت کی اطلاع مل چکی ہے۔ ان کے گھر والوں کو ان کی گمشدگی کا علم ہو گا تو وہ آپ لوگوں پر ہی شبہ کریں گے۔ اگر پولیس تحقیقات کے لیے یہاں آئے تو آپ بالکل انجان بن جائیں۔ اگر آپ کے کسی عمل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ پہلے سے اس سلسلے میں کچھ جانتے ہیں تو بڑی مصیبتوں میں گرفتار ہو جائیں گے۔"

نازیہ اور شازیہ نے بھی انھیں سمجھایا تو انھوں نے وعدہ کر لیا کہ وہ اپنے جذبات پر قابو رکھیں گے اور کسی پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیں گے۔

نازیہ نے مجھ سے کہا: "اب بتائیے وہ خوشخبری کیا ہے۔"

میں نے کہا: "خوشخبری یہ ہے کہ آپ لوگوں کو شام تک اتنی دولت مل جائے گی جس کا کبھی تصور بھی نہیں کیا ہو گا۔"

نازیہ نے پوچھا: "پھر بھی کتنی، کچھ تو بتلائیے۔"

میں نے برکت علی سے پوچھا: "آپ کے خیال میں آپ کے بھائی کے پاس کتنی دولت ہو گی۔"

انھوں نے کچھ سوچ کر کہا: "میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا۔ اس نے بڑے اڈے سیدھے دھندے کیے ہیں۔ اندازاً پندرہ بیس لاکھ روپے تو ہوں گے ہی۔"

میں نے کہا: "جناب! اس کے پاس پچپن سے ساٹھ لاکھ روپے تک کا تو صرف سونا ہے۔"

"کیا؟" حیرانی سے ان سب کے منہ کھل گئے۔

میں نے کہا: "ہاں، اور وہ تمام سونا اور چند لاکھ روپے نقد آپ کو مل جائیں گے۔ پہلے میرا خیال تھا کہ یہ تمام دولت آج شام تک آپ کے پاس پہنچا دی جائے لیکن اب میں نے سوچا کہ اتنی ساری دولت ایک دم آپ کو مل گئی تو چھپی نہ رہ سکے گی۔ آپ کے اس کے بارے میں پوچھ گچھ شروع ہو جائے گی۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ سب کچھ اس طرح بتدریج آپ تک پہنچے کہ کسی کو آپ کے [illegible] رات دولت مند بن جانے کا احساس نہ ہو سکے۔"

برکت علی نے میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کہا: "بیٹے! تم ہم پر کرم کر رہے ہو۔ ہماری سات پشتیں بھی اس کا بدلہ نہیں چکا سکیں گی۔"

میں نے جلدی سے ان کے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر سے ہٹاتے ہوئے کہا: "آپ میرے بزرگ ہیں۔ میرے پیروں کو ہاتھ لگا کر مجھے گناہگار نہ کریں۔"

انھوں نے پوچھا: "یہ سب کچھ تم نے ان سے حاصل کس طرح کیا؟"

"مجھ سے ایسے سوالات نہ کریں تو بہتر ہے جن کے جواب میں نہ دے سکتا۔"

میں ان سے اجازت لے کر کچھ دیر آرام کرنے کے لیے کمرے میں چلا آیا۔ میرے پیچھے پیچھے نازیہ بھی وہاں آ گئی۔ اس نے کہا: "آپ رات بھر کے جاگے ہوئے ہیں۔ لائیے میں آپ کا سر دبا کر سلا دیتی ہوں۔"

میں نے کہا: "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسے کام خود کر لیتا ہوں۔ اب تو میں اس کا عادی ہو چکا ہوں۔"

اس کا منہ فق گیا۔ وہ اداسی سے بولی: "کیا آپ مجھے اس قابل بھی نہیں سمجھتے کہ میں کچھ وقت آپ کے ساتھ گزار سکوں۔"

مجھے اس پر ترس آ گیا۔ میں نے اس کا دل رکھنے کو کہا: "نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ آج کل میں بہت مصروف ہوں۔ دشمن نے چاروں طرف سے یلغار کی ہوئی ہے۔ ان سے نمٹ لوں پھر تم چاہو میرے ساتھ وقت گزار لینا۔ اب تو خوش ہو؟"

"مجھے آپ کے وعدے پر یقین ہے۔ ٹھیک ہے میں جاتی ہوں۔ آپ آرام کریں۔" وہ جاتے جاتے باہر چلی گئی۔

میں نے دروازہ بند کیا اور بستر پر لیٹ کر حالات کا تجزیہ کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد میں نے نازیہ کے دماغ میں جھانکا۔ وہ ماسی بسم اللہ کے ہاں بستر پر لیٹی میرے بارے میں سوچ رہی تھی۔ گزشتہ شب وہ ایک پل کے لیے بھی نہیں سوئی تھی اور اب بھی آنکھیں بند کرنے پر آمادہ نہیں تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ میں اس کے دماغ میں آؤں تو اسے سوتا پا کر واپس چلا جاؤں۔ پگلی سائے کے پیچھے دوڑ کر اپنی نیند کو ہلکان کیے لے رہی تھی۔ میں نے ٹیلی پیتھی سے اس کے دماغ کو تھپکنا شروع کر دیا تو اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ کم از کم سات گھنٹے تک سوتی رہے۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تو میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

پھر میں نے چوروں سے رابطہ قائم کر کے انھیں تمام [illegible]

[illegible] رقم میں تبدیل کرانے کی ہدایت کی۔ اس سے فارغ ہو کر میں نے سونیا کے دماغ پر دستک دی۔ وہ جاگ رہی تھی۔ اسے اپنی خیریت سے مطلع کر کے کچھ دیر اس سے باتیں کرنے کے بعد میں واپس آیا اور اپنے دماغ کو ہدایت دے کر سو گیا۔

دوپہر کے دو بجے سو کر اٹھا تو طبیعت تر و تازہ ہو چکی تھی۔ میں دھماکے سے کھول کر باہر آ گیا۔ برکت علی ایک کرسی پر بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا: "اب مجھے اجازت دیجیے اور آپ بھی میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جائیے۔ میں آپ کو ایک صاحب سے ملاؤں گا۔ ان کے ساتھ جا کر آپ کسی اچھی جگہ کوٹھی یا بنگلہ دیکھ کر منتقل کر لیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ یہاں سے کسی ایسی جگہ منتقل ہو جائیں جہاں آپ کی موجودہ زندگی کے بارے میں کوئی کچھ نہ جانتا ہو۔"

شازیہ نے کہا: "لیکن آپ اس طرح کہاں جا رہے ہیں؟ کھانا تیار ہے۔ آپ کے جاگنے کے انتظار میں ہم نے بھی ابھی تک کچھ نہیں کھایا ہے۔ پہلے کھانے سے فارغ ہو لیں۔"

میں نے کہا: "ٹھیک ہے میں منہ ہاتھ دھو لوں۔ آپ کھانا لگائیں۔" پھر ادھر ادھر دیکھ کر پوچھا: "نازیہ اس وقت نظر نہیں آ رہی ہے۔ وہ کہاں گئی؟"

شازیہ بولی: "وہ رات بھر کی جاگی ہوئی تھی۔ ماسی بسم اللہ کے ہاں سو رہی ہے۔ میں ابھی بلا کر لاتی ہوں۔" وہ نازیہ کو بلانے چلی گئی اور میں غسل خانے میں گھس گیا۔

منہ دھوتے ہوئے میں نے چور بمبرتن سے رابطہ قائم کر کے اسے حالات سے آگاہ کر دیا تھا اور اسے ہدایت کی تھی کہ کسی ایسے شخص کو یہاں بھیج دے جو برکت علی کے لیے مکان کا انتظام کر سکے چنانچہ کھانے سے فارغ ہو کر میں برکت علی کے ساتھ گھر سے نکلا اور ٹیکسی کراس کے پاس ایک چور اپنی کار میں ہمارا منتظر تھا میں نے اپنے ایک ماتحت کی حیثیت سے اس کا تعارف برکت علی سے کرایا اور انھیں اس کے ساتھ روانہ کر کے اعلیٰ بی بی کی اقامت گاہ کی طرف چل دیا۔

ایک مختصر ہنگامہ اپنی تمام تر خشر سامانیوں کے ساتھ میرے استقبال کے لیے بیرونی دروازے پر ہی موجود تھی۔ وہ میرے لیے قطعی اجنبی تھی۔ میں نے اس سے قبل اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں کے راستے اس کے دماغ میں جھانکا تو حیران رہ گیا۔ لمحۂ قبل تھی جو اس وقت اپنی اصل شکل و صورت میں میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں نے مسکرا کر اس دوشیزۂ جمال و کمال سے کہا: "تم تو میری توقع سے کہیں زیادہ حسین ثابت ہوئی ہو۔ یہ دولت جس کماں سے لوٹی ہے؟"

وہ خوشی سے کھل کر بولی: "یہ سب اعلیٰ بی بی کی عنایات ہیں۔ ہمارا ہر طرح سے خیال رکھتی ہیں۔ میرے کوتراش کر اسے نظر فریب

نظاروں میں ڈھالنے کا فن انھیں خوب آتا ہے۔"

میں نے پوچھا: "یہ تمھاری اعلیٰ بی بی آخر ہے کیا بلا؟ وہ میرے سامنے کب آئے گی۔ کہاں ہے وہ؟"

"ذرا صبر کریں۔ ایک دن ان سے بھی آپ کی ملاقات ہو جائے گی۔ فی الحال تو آپ منجالی سے ملاقات کریں۔"

میں نے چونک کر پوچھا: "منجالی سے ملاقات۔ کیا مطلب؟ کیا وہ یہاں پہنچ گئی ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "وہ نہیں پہنچی جناب! اس کی ہسٹری شیٹ پہنچ گئی ہے۔ جس کے مطالعے کے بعد آپ منجالی سے مکمل واقفیت حاصل کر لیں گے۔" اس نے ایک فائل میری طرف بڑھا دی۔

اس کے ہاتھ سے فائل لے کر میں ڈرائنگ روم میں چلا گیا اور نہایت بے چینی سے فائل کھول کر مطالعے میں غرق ہو گیا۔ پہلے صفحے پر ایک سیاہ رنگت لیکن دلکش نقوش کی مالک دوشیزہ کی تصویر تھی۔ جوانِ سیاہ رنگ کے باوجود دیکھنے والوں کی نظریں اپنے چہرے سے ہٹنے نہیں دیتی تھی۔ اسے دیکھ کر پورے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا تھا کہ اعلیٰ بی بی میرے تراشناہی نہیں، پرکھنا بھی خوب جانتی تھی۔

دوسرے صفحے سے اس کی ہسٹری شروع ہو گئی تھی۔ نام منجالی۔

عمر۔ اٹھائیس سال۔

قد۔ ساڑھے پانچ فٹ۔

تعلیم۔ میڈیکل سوجن۔

اضافی صلاحیت۔ زہروں کے خواص سے واقف ہے۔

جنوبی افریقہ کے وحشی قبیلے منگورا سے تعلق رکھتی ہے۔ اس قبیلے کو کوبرا قبیلہ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ سانپوں کا زہر نکال کر محفوظ کر لیتے ہیں خصوصاً کوبرا کا۔

منجالی قبیلے کے سردار کی بیٹی ہے۔ جسے قبیلے کے دستور کے مطابق بچپن ہی سے زہر پلا پلا کر پالا گیا ہے۔ اس پر کسی قسم کا زہر اثر نہیں کرتا۔ خود وہ کسی خطرناک ناگن سے کم نہیں۔

اس کی آنکھوں میں سانپ ہی کی طرح سفاکیت کی کشش ہے۔ کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتی ہے تو وہ پلک جھپکانا تک بھول جاتا ہے۔ اس کا جھوٹا کھانے یا پینے والا اس کے زہر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ فطرت بھی ناگن جیسی ہے۔ پانچوں حواس اس قدر تیز ہیں کہ عالمِ خواب میں بھی چوکنا اور ہوشیار رہتی ہے۔ زمین سے کان لگا کر سو گز کے فاصلے سے آنے والے کے قدموں کی آہٹ محسوس کر لیتی ہے۔ ذہین اتنا حساس ہے کہ خلافِ معمول ہونے والی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی محسوس کر لیتی ہے۔ ٹیلی پیتھی کی لہریں بھی اس کی بے خبری

میں اس کے دماغ میں داخل نہیں ہو سکتیں۔

اس کے بعد چالیس چوروں کی تنظیم کا مختصر تعارف تھا اس تنظیم کے بانی فرہاد واسطی تھے۔ جن کا تعلق ایک ایسی گھرانے سے تھا۔ ان کا اصل نام فرانڈو اسکر تھا جسے اسلام قبول کرنے کے بعد فرہاد واسطی سے بدل دیا گیا تھا۔ بیس سال جنید عالموں کی صحبت میں گزار کر اسلام اور اس کے ضابطوں سے آگاہی حاصل کی۔ ہائمنس فلسفہ، نفسیات، نجوم اور قیافہ کا علم حاصل کیا۔ طبی پیتھی کے فن پر عبور حاصل کیا۔ شترنج کی بہترین کھیل فن کے خزانے سے بے بہا ہیرے چننے کے بعد عمل کی دنیا میں قدم رکھا اور ایک ایسے ادارے کی بنیاد رکھی جو موجودہ ناراض نسل کی اصلاح اور رہنمائی کر کے راہِ راست پر تعمیم کی نشاندہی کر سکے۔

ان کی آنکھوں کی مقناطیسی کشش اور دل میں اتر جانے والے انداز گفتار نے سیکڑوں سرکشوں کے سر نگوں کر دیے تھے۔ طبی پیتھی کا فن وہ بھٹکے ہوئے نوجوانوں کو راہ راست پر لانے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ ستر برس کی عمر میں بھی صحت قابل رشک تھی۔ چوروں اور ڈاکوؤں کی ذہانت اور مہارت کا رخ تخریب سے تعمیر کی طرف موڑ کر انھیں معاشرے کا ایک شریف فرد بنانے میں انھیں ملکہ حاصل تھا۔ انسان اور انسانیت کو دنیا کی ہر چیز سے بالاتر قرار دے کر انسان کو مکمل طور پر انسانیت کے سانچے میں دیکھنا چاہتے تھے۔ چالیس چوروں کی یہ تنظیم اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ ان کے ادارے میں اس وقت پانچ سو طلبا اور طالبات علم اور اخلاق کے زیور سے آراستہ کیے جا رہے تھے۔ یہ ادارہ انسٹیٹیوٹ آف تھیوریکل اینڈ پریکٹیکل سائیکولوجی کے نام سے جانا جاتا تھا۔

منجالی کو بابا فرید واسطی نے ایک مہم کے دوران، جنوبی افریقہ کے ایک خطے سے دریافت کیا تھا۔ وہ جب انسٹیٹیوٹ لائی گئی اس وقت اسکی عمر سولہ برس تھی۔ وہ بے حد ضدی، ہٹ دھرم اور سرکش لڑکی تھی۔ بابا نے اس پر بڑی محنت کی اور بمشکل اس کے مزاج کا آتش فشاں ٹھنڈا کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ منجالی کا موجودہ روپ بابا کی دس سالہ کاوش کا نتیجہ ہے۔

منجالی سونیا کو اپنا آئیڈیل سمجھتی ہے۔ بابا کے ادارے میں طلبا کو دنیا بھر کے ماہر فن اور نامور لوگوں کے حالات زندگی سے آگاہ رکھا جاتا ہے۔ فرہاد علی تیمور کے حالات زندگی جاننے کے دوران وہ سونیا کے کردار سے بے حد متاثر ہوئی اور اسے اپنا آئیڈیل بنا لیا۔

سخت ترین آزمائشی مراحل سے گزر کر ایک سال قبل وہ چالیس چوروں کی تنظیم میں شامل ہوئی ہے۔ چھ ماہ قبل اسے رسونتی کے قریب رکھنے کا فیصلہ کر کے غلام کی بستی میں پہنچا دیا گیا تھا۔ غلام کو ایسے باکمال لوگوں کی تلاش تھی۔ جن کے ساتھ رہ کر فرہاد علی تیمور کی اولاد غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک بن سکے چنانچہ زہروں سے واقفیت اور بابا کے ہوئے دوسرے علوم وفنون نے منجالی کو جلد ہی رسونتی کے معتمدین کی صف میں شامل کر دیا۔ رسونتی کو جب یہ معلوم ہوا کہ منجالی ایک زہریلی لڑکی ہے اور انسانوں کو سانپ کے خواص عطا کرنے کے فن سے آشنا ہے تو اس کے دل میں اپنے ہونے والے بچے کو زہریلا بنانے کے لیے دیگر علوم وفنون کے علاوہ زہریلا سانپ لانے کی خواہش انگڑائیاں لینے لگی۔

اس نے منجالی سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو منجالی نے اعتماد حاصل کرنے کے لیے بخوشی اس کی خواہش پوری کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ رسونتی کو اس کی صرف ایک بات پسند نہیں تھی کہ وہ دوسرے خدمت گاروں کی طرح منجالی کی لاعلمی میں اس کا دماغ نہیں پڑھ سکتی تھی۔ لیکن جلد ہی منجالی کی بے لوث محبت اور وفاداری نے اس کے دل سے یہ خلش بھی دور کر دی۔ اور وہ منجالی پر آنکھ بند کر کے اعتماد کرنے لگی۔

منجالی کو رسونتی کی نگرانی پر مقرر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ بابا فرید واسطی رسونتی کی طرف سے مطمئن نہیں تھے۔ انھیں شبہ تھا کہ فرہاد کے ساتھ دوہری چال چل رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ جب ایک ہی ہٹ دھرمی میں جکڑے ہونے کے دوران ——— نے کلمہ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا تھا اور جب خدا کو گواہ بنا کر اپنے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کا عہد کیا تھا اس وقت رسونتی نے ہندو عقائد کے مطابق اپنے بھگوان کا عہد کیا تھا۔ اس کی زبان سے بھگوان کا نام سن کر فرہاد نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ بے پناہ مسرت و شادمانی سے سرشار فرہاد نے غور ہی نہیں کیا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ اس کے کان تو صرف یہ نوید سن رہے تھے کہ وہ زندگی بھر کے لیے اس کے دامن میں پناہ لینے کا اعلان کر رہی ہے۔ مگر بابا فرید واسطی جو ان کی باطنی آنکھ سے اپنی طبی پیتھی کی آنکھ سے انھیں دیکھ رہے تھے۔ رسونتی کے عہد سے چوکنا ہو گئے تھے۔ انھیں رسونتی کی نیت کا کھوٹ نظر آ رہا تھا۔ چنانچہ وہ مستعد ہو کر اس کی نگرانی کرتے رہے اور جب رسونتی کھوئی ہوئی توانائی لوٹ آنے پر طبی پیتھی کی طاقت بحال ہونے کے لیے چھپ کر اس کے دماغ سے معلومات حاصل کرنا چاہی تھی۔ اس دوران یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ رسونتی اپنے بچے کی پیدائش کی ابتدا کے بجائے اپنی مرضی کے مطابق تربیت دینا چاہتی ہے۔ لہٰذا انھوں نے یہ کام منجالی کے سپرد کر دیا۔

ایسی صورت میں جبکہ رسونتی نے فرہاد کے لیے اپنے دروازے بند کر دیے ہیں بابا واسطی بھی اس کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں جا سکتے۔ ایک منجالی ہی ایسی تھی جو رسونتی کے قریب رہ کر اس کی چالوں کو سمجھ سکتی اور ان کا توڑ کر سکتی تھی۔ اسے یہ ہدایت کر دی گئی ہے کہ اگر رسونتی اسکی بات نہ مانے یا اس پر عمل کرنے لگے تو وہ اسے اپنا جھوٹا کھلا کر زہر کے ذریعے اس کا دماغ اتنا کمزور کر دے کہ ٹیلی پیتھی کا استعمال اس کے لیے ناممکن ہو جائے۔ فرہاد کے بچے کو رسونتی کی سازش سے محفوظ رکھنا تنظیم اپنا فرض سمجھتی ہے۔

یہ انکشاف میرے لیے اس قدر اذیت ناک تھا کہ مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ رسونتی سے مجھے یہ اُمید نہ تھی۔ اگر میں منجالی کی فائل نہ پڑھتا تو اس کے بارے میں اس انداز سے کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ رسونتی نے میرے دل کے شیشے پر پتھر کھینچ مارا تھا۔ اعتماد کی مضبوط دیوار ڈھا کر بے اعتباری کا بیج بو دیا تھا۔

آخر میں اعلیٰ بی بی نے مجھے مخاطب کر کے لکھا تھا میں اب منجالی کے دماغ میں جانے کی کوشش نہ کروں۔ رسونتی ہر وقت اس کی نگرانی کرتی رہتی ہے۔ اس طرح مجھے کوئی فائدہ نہ ہو سکے گا اور اگر بات کھل گئی تو منجالی بھی کچھ نہ کر سکے گی۔ وہ لوگ یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ رسونتی کو کہاں رکھا گیا ہے۔ ماحول اور موسم کے بارے میں مجھ سے جو کچھ معلوم ہوا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ وہ دارالسلام کے آس پاس کہیں موجود ہیں۔ ان کی تنظیم کے کارکن اس علاقے کے جنگلوں اور پہاڑوں میں وہ جگہ تلاش کرنے میں مصروف ہیں۔ اُمید ہے وہ بہت جلد مطلوبہ مقام تک پہنچ جائیں گے۔ اگر میں اس طرح کامیاب نہ ہو سکی تو ہم چار ماہ انتظار کریں گے۔ چار ماہ بعد رسونتی کے بچے کی ولادت متوقع ہے۔ اس وقت وہ نہایت اذیت سے دوچار ہوگی اس کے دوران اسے خود اپنا ہوش نہ ہوگا۔ اس کا دماغ اس قدر کمزور ہو جائے گا کہ شاید وہ کسی دوسری سوچ کو اپنے دماغ میں محسوس ہی نہ کر سکے۔ اس وقت اس کے دماغ سے سلسلے ملا کر اگلوائے جا سکیں گے۔ وہ ایک عام آدمی کی طرح سب کچھ بتانے پر مجبور ہو جائے گی۔

منجالی سونیا سے ملاقات کی خواہش مند ہے ہمارا خیال ہے کہ جگہ کے بارے میں معلوم ہو جانے کے بعد رسونتی اور بچے کو وہاں سے نکال کر لانے کی مہم سونیا کے سپرد کر دی جائے۔ اس طرح یہ معرکہ جو پنجہ خانیت سر انجام دیا جائے گا اور منجالی کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔ میں ان کے خیال سے متفق ہوں تو یہ بات ابھی اپنے تک محدود رکھیں۔ سونیا کو ابھی سے کچھ بتایا گیا تو ممکن ہے، رسونتی اس کے دماغ سے ہمارا منصوبہ معلوم کر کے ہوشیار ہو جائے۔

میں نے فائل بند کر کے رکھ دی میرے سر پہ جیسے کوئی ہتھوڑے سے ضربیں لگا رہا تھا۔ میں رسونتی کی ایک ایک بات یاد کر رہا تھا اس کے ہر انکار، ہر گریز میں بھانک کر دیکھا، یا تھا مجھے ہر جگہ ہر عمل میں جھوٹ اور فریب کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن اس نے ایسا کیوں کیا؟ وہ یہ سب کچھ کیوں کر رہی تھی؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں نے اس کا ہر طرح خیال رکھا تھا، ہر بُرے وقت میں اس کی ڈھال بن گیا تھا پھر وہ کیوں اس ڈھال کو توڑ دینا چاہتی تھی؟

میں نے آنکھیں بند کر کے صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر فائل تکیہ نما کی طرف بڑھا دیا۔ "میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ فائل میرے ہاتھ سے لے کر بولی: "کہیں تو کافی بنا کر لے آؤں؟"

میں نے کہا: "نہیں، اس وقت کافی کو بالکل دل نہیں چاہ رہا ہے۔"

"تو پھر لائیے سر دبا دوں۔" اس نے کہا۔

میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ وہ بڑے دل آویز انداز میں مسکرا رہی تھی۔ ایک بار پہلے بھی اس نے میرا سر دبانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ اس وقت میں نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن اس وقت اس کے لہجے کی مٹھاس نے میرے زخمی دل پر مرہم کا کام کیا تھا۔ آج میں نے اسے اس کے اصلی روپ میں دیکھا تھا اور یہ روپ بھی ایسا نہیں تھا کہ میں آنکھیں بند کر کے اسے فراموش کر دیتا۔ میرے دل میں اسے جاننے کی خواہش نے سر ابھارا۔ میں نے پوچھا: "تمھارا نام کیا ہے؟"

"اینی فاسٹر۔" اس نے جواب دیا۔ "میرا تعلق جرمنی سے ہے۔"

میں نے کہا: "اینی! میں خواب گاہ میں جا رہا ہوں۔ تم یہ فائل رکھ کر وہاں آ جاؤ۔ ممکن ہے تمھاری معیت میں میرا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔"

"جی بہتر ہے۔" وہ فائل لے کر چلی گئی میں خواب گاہ میں آ کر بستر پر دراز ہو گیا۔ چند ثانیے بعد اینی بھی آ گئی۔ وہ میرے پاس بیٹھ کر اپنے نرم و نازک ہاتھوں سے آہستہ آہستہ میرا سر دبانے لگی۔ اس کے ہاتھوں کے لطیف لمس اور جسم سے اٹھتی ہوئی بھینی بھینی پُرکیف خوشبو کا سحر میرے دل و دماغ پر چھا تا چلا گیا۔ جلد ہی دنیا کی ہر شے سے بے نیاز ہو کر میں خوابوں کی جنت میں داخل ہو گیا۔

وقت کا کبھی نہ ختم ہونے والا سفر جاری رہا۔ ہر دروازہ بند پا کر ہر کوشش میں ناکام و کامیں اس وقت کا انتظار کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ جب رسونتی کی ساری توانائیاں اس کا ساتھ چھوڑ کر اسے میرے رحم و کرم پر چھوڑ جاتیں۔ اس دوران سونیا اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے اسلام آباد چلی گئی تھی۔ برکت علی، نازیہ اور شازیہ اب ایک شاندار

کوٹھی میں پُرتعیش زندگی گزار رہے تھے۔ مگر نازیہ میرے لیے دیوانی ہو رہی تھی۔ وہ میرے ہر جاننے والے سے میرے بارے میں پوچھتی پھرتی تھی۔ پگلی حقیقت کو جھٹلا کر سراب کے پیچھے بھاگ رہی تھی گزرے ہوئے اس وقت کو پکڑنا چاہتی تھی جو کبھی واپس نہیں آتا۔ وہ عمر کے جس دور سے گزر رہی تھی۔ وہاں جذبوں کی شوریدہ سری آدمی کو ایسے ہی فریب میں مبتلا کر دیتی ہے سامنے کی سچائیاں نظر نہیں آتیں۔ نظر فریب نظاروں پر حقیقت کا گماں ہوتا ہے میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ کر کنارہ کر لیا تھا۔ مجھے یقین تھا جب سرکش جذبوں کی طغیانی کا زور ٹوٹے گا، شعورِ عقل کے دروازے پر دستک دے گا تو دل کو خود بخود قرار آ جائے گا۔ ابھی اگر میں اسے سمجھانے کی کوشش کرتا تو آتش عشق سرد ہونے کے بجائے اور بھڑک اٹھتی۔ اس کا بس یہی ایک علاج تھا کہ میں اس سے قطع تعلق کر کے اسے اسکے حال پہ چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں نے یہی کیا تھا۔

اعلیٰ بی بی کی ہدایت کے مطابق میں نے منجالی سے دوبارہ رابطہ قائم نہیں کیا۔ وہ ماہ بڑے کرب اور بے چینی کے عالم میں گزارے مزید صبر کرنا ممکن نہ رہا تو میں نے ممباسی کے دماغ سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں بھی مجھے کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ رسونتی اس قدر محتاط تھی کہ اپنی دونوں رازدار اور نہایت ہی قابلِ اعتماد کنیزوں پر بھی کوئی بات ظاہر نہیں ہونے دیتی تھی۔

تیسرے مہینے تین چوڑ وار السلام کے ساحلی علاقے کا جائزہ لینے کے لیے ایک موٹر بوٹ میں ماہی گیروں کا روپ دھار کر روانہ ہوئے۔ ساحل سے ڈھائی تین میل کے فاصلے پر الدبرا نامی جزیرے کے قریب انھوں نے ایک جہاز کو لنگر انداز دیکھا تو وہ جہاز کی طرف بڑھنے لگے۔ قریب پہنچے پر جہاز سے ان کی موٹر بوٹ پر روشنی ڈال کر اوڈا اسپیکر سے پوچھا گیا۔ وہ کون لوگ ہیں اور ادھر کیوں آئے ہیں۔ ان لوگوں نے بتایا کہ وہ ماہی گیر ہیں اور شاید راستہ بھول کر ادھر نکل آئے ہیں۔ جہاز سے کہا گیا کہ وہ واپس چلے جائیں جزیرہ الدبرا پر کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ انھوں نے اپنی موٹر بوٹ کا رخ موڑ لیا اور ایک طویل چکر کاٹ کر جزیرے کے دوسری جانب نکل گئے مگر کہیں جزیرے تک پہنچنے کا راستہ نہ مل سکا کیونکہ جزیرے کے گرد کئی موٹر بوٹ وقفے وقفے سے چکر لگا رہی تھیں جن میں مسلح جوان رائفلیں اور مشین گنیں لیے چوکنا کھڑے نظر آ رہے تھے۔ ہر بوٹ سے بار بار یہ اعلان دہرایا جا رہا تھا کہ جزیرہ الدبرا سے دور رہیں کسی اجنبی کو ادھر آنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ لوگ مایوس ہو کر واپس آ گئے۔

اعلیٰ بی بی نے اپنی تنظیم کے ممبروں کو ہدایت کی کہ افریقہ کے مشرقی ساحل کی ریاستوں سے رابطہ قائم کر کے الدبرا کے بارے میں معلوم کیا جائے کہ وہ کس ریاست کی حدود میں ہے۔ اور وہاں کس طرح پہنچا جا سکتا ہے۔ ایک ماہ کی تگ و دو کے بعد معلوم ہوا کہ جزیرہ الدبرا ایک بڑے ملک کے پولیٹیکل ایڈوائزر کی ذاتی ملکیت ہے یہ گورا ایک یہودی سرمایہ دار ہے۔ اس نے جزیرے کی مکمل ناکہ بندی کر دی ہے۔ اور وہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کا ذاتی جہاز جو جزیرے کے ساحل پر لنگر انداز ہے جزیرے کی حفاظت اور نگرانی کا کام انجام دیتا ہے۔

اس جستجو کے ناکام میں چار ماہ گزر گئے تھے۔ اب رسونتی کے ہاں بچے کی ولادت کا وقت قریب آ چکا تھا چنانچہ میں نے رسونتی کی دوسری کنیز ممباسی کے دماغ سے رسونتی کے بارے لمحے لمحے کی اطلاع حاصل کرنا شروع کر دیں۔ چند ہی روز بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ گھڑی لمحات آ پہنچے ہیں جن کا میں چھ ماہ سے انتظار تھا۔ لیڈی ڈاکٹر روزا رسونتی کی خواب گاہ میں جا چکی ہے اور رسونتی تخلیق کے کرب میں مبتلا ہے میں نے فوراً رسونتی کے دماغ میں جھانکا۔ درد و کرب کے ان اذیت ناک لمحات میں اسے اپنا ہوش نہیں تھا۔ وہ میری موجودگی کو کس طرح محسوس کر سکتی تھی۔ وقت پر گرفت رکھنا اس کے لیے ممکن نہ رہا تھا۔ چنانچہ بے وفا وقت اس کا ساتھ چھوڑ کر میرے قدم سے قدم ملا کر چلنے لگا۔

ڈاکٹر روزا پوری توجہ اور انہماک سے اسے اس مشکل سے نکالنے میں مصروف تھی۔ منجالی اور ممباسی اس کی ہمت بڑھا رہی تھیں چند منٹ اذیت سہنے کے بعد رسونتی قدرے پُرسکون ہونے لگی میں نے ڈاکٹر روزا کے دماغ کو ٹٹولا معلوم ہوا ابھی ابتدائی مرحلہ ہے تین چار گھنٹے تک ولادت متوقع ہے میں نے منجالی کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا تو وہ چونک اٹھی۔

میں نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا "اب فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ رسونتی اس وقت اس قابل نہیں ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کچھ معلوم کر سکے۔ تم بے خوف و خطر مجھ سے باتیں کر سکتی ہو۔ تم نے اس وقت یہاں موجود لوگوں کے معمولات سے خاصی واقفیت حاصل کر لی ہوگی۔ کیا تمھاری نظر میں کوئی ایسا شخص ہے جو میرا معمول بن کر اس علاقے کے بارے میں کچھ پتا سکے؟"

اس نے کہا "فرہاد صاحب! میں ان لوگوں کے معمولات کا بہت گہری نظروں سے جائزہ لیتی رہی ہوں۔ مجھے جیفر کچھ کام کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ وہ بلا ناغہ رات کے نو بجے سے شراب نوشی شروع کر دیتا ہے اور اس وقت تک پیتا رہتا ہے جب تک اس کی بوتل اور گلاس اٹھانے کی طاقت سے محروم نہیں ہو جاتے۔ ابھی ساڑھے آٹھ بجے ہیں اگر آپ کہیں تو میں جا کر اس کی شراب کی بوتل اور گلاس کے کناروں پر اپنا لعابِ دہن لگا آتی ہوں تاکہ جب وہ وقت سے شراب انڈیلے اور گلاس منہ سے لگائے تو میرا زہر شراب میں گھل جائے۔"

رسونتی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "ہاں میں جانتی ہوں اسی وقت اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جلد ہی چھین لے۔" میں نے کہا "ٹھیک ہے تم جاؤ جب تک میں رسونتی کا دماغ دیکھتا ہوں۔"

وہ ممباسی کے کان میں ابھی واپس آنے کا کہہ کر باہر چلی گئی میں رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ پُرسکون تھی۔ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر کے اس نے سانس روکنا چاہی تاکہ مجھے اپنے دماغ سے نکال دے لیکن وہ ایسا نہ کر سکی۔ اس کی سانس یوں دھونکنی کی طرح چل رہی تھی جیسے بہت دور سے دوڑتی ہوئی آئی ہو۔ چنانچہ اس گھبراہٹ کی حالت میں اس کے لیے سانس روکنا ممکن نہ ہو سکا میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا "رسونتی! اس وقت تمھیں ایک ایسے ہمدرد و غمگسار کی ضرورت ہے جو تمھارا دل بہلا سکے۔ اس خوف ناک اذیت کی جانب سے تمھاری توجہ ہٹا کر تمھاری دلجوئی اور حوصلہ افزائی کر سکے اس وقت بھی تم مجھے خود سے دور رکھنا چاہتی ہو؟"

اس نے جواب دیا "فرہاد! تمھاری محبت ہی تو میری زندگی کا کل سرمایہ ہے میں تمھیں اپنے سے دور کیسے رکھ سکتی ہوں۔ مجھے ہر قدم پر تمھاری ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر اس وقت تمھاری یہاں موجودگی کا احساس میری جان لے لے گا۔ میں شرم و حیا سے جاں بلب ہو جاؤں گی۔ اگر تم اپنی رسونتی کی زندگی چاہتے ہو تو اس وقت میری تنہائیاں لوٹا دو، مجھے اس احساس سے آزاد کر دو کہ ان تین عورتوں کے علاوہ بھی کوئی مجھے دیکھ رہا ہے۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے اگر تم مناسب نہیں سمجھتیں تو میں جاتا ہوں۔ اچھا خدا حافظ!"

میں اس کے دماغ سے نکل کر ممباسی کے دماغ سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ چپ چاپ لیٹی چھت پر نظریں جمائے شاید مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہ یقین حاصل کر رہی تھی کہ واقعی میں اس کے دماغ سے جا چکا ہوں یا چھپ کر اسے دھوکا دینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اسی دوران منجالی واپس آ گئی۔ اس نے منجالی کو دیکھ کر کہا "منجالی! کیا تم اپنے دماغ میں کسی کی موجودگی محسوس کر رہی ہو؟"

منجالی نے جواب دیا "نہیں مادام! میں ایسی کوئی بات محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ اس وقت میرا دماغ بالکل نارمل ہے۔"

وہ آہستہ سے بڑبڑائی "ابھی میرے دماغ میں فرہاد موجود تھے۔ نہ جانے کہاں چلے گئے ہیں۔ اگر وہ میری بات مان کر واپس چلے گئے ہیں۔ اگر تم اپنے دماغ میں محسوس کرو تو مجھے فوراً بتا دینا۔"

منجالی نے کہا "مادام! آپ مجھے بارہا آزما چکی ہیں میں ہمیشہ فرہاد صاحب کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی آپ کو مطلع کر دیتی ہوں۔"

یہ تم پر آنکھ بند کر کے اعتبار کرتی ہوں۔ مجھے تمھاری وفاداری اور سعادت مندی پر کبھی شبہ نہیں ہوا۔" پھر وہ ممباسی کی طرف دیکھ کر بولی۔ "ممباسی! تم بھی میری وفادار اور شریک راز ہو۔ مجھے تم پر بھی اتنا ہی اعتبار ہے، تم کبھی میرے ساتھ فریب نہیں کر سکتیں لیکن فرہاد کے معاملے میں تم بے بس ہو۔ تم انھیں اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر سکتیں۔ تمھارے دماغ میں رہ کر وہ یہاں کے بارے میں ہر بات جان سکتے ہیں۔ میں مناسب نہیں سمجھتی کہ وہ اس وقت ہمارے درمیان رہیں لہٰذا تم باہر چلی جاؤ۔ اگر ضرورت ہوگی تو تمھیں بلا لیا جائے گا۔"

ممباسی نے جھک کر تعظیم دی اور اس کے حکم کی تعمیل میں کمرے سے باہر نکل گئی۔ میں نے اس کے دماغ میں سوال پیدا کیا "ذرا دیکھوں مسٹر ایڈی اور جیفر کیا کر رہے ہیں، یہ خیال آتے ہی اس نے اپنے دائیں جانب ایک کمرے کے نیم وا دروازے کی طرف دیکھ کر سوچا "مسٹر جیفر اپنے کمرے میں موجود ہیں۔ نو بجنے والے ہیں یہ ان کی شراب نوشی کا وقت ہے۔ اسی دوران وہ سو جائیں گے۔"

یہ معلوم ہوتے ہی میں نے جیفر کے دماغ کی طرف جست کی۔ وہ سر جھکائے ایک صوفے پر بیٹھا تھا۔ سامنے سنٹر ٹیبل پر شراب کی نصف خالی بوتل اور ایک خالی گلاس رکھا تھا۔ اس کا دماغ بُری طرح چکرا رہا تھا اور وہ حیران حیران سا سوچ رہا تھا آج تو ایسا لگ رہا ہے جیسے یہ شراب مجھے پی رہی ہو۔ شراب تو میں روز ہی پیتا ہوں مگر آج.... کیا بات ہے کسی نے اس میں کچھ ملا تو نہیں دیا۔ اُف میرا دماغ سنسنا رہا ہے، سینے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ پورے بدن کی جان نکلی جا رہی ہے۔ آہ، ایڈی، ایڈی کا خیال آتے ہی اس نے اسے آواز دینے کے لیے منہ کھولا پھر اُسے یاد آیا کہ ایڈی تو اس وقت ٹرانسمیٹر کے سامنے بیٹھا مادام رسونتی کے بارے میں پل پل کی خبریں دے رہا ہوگا۔ میں نے اس کے دماغ کو اکسایا "جس طرح میرے اندر گڑبڑ ہو رہی ہے اگر اسی طرح ٹرانسمیٹر میں گڑبڑ ہو جائے تو ایڈی کس طرح پیغام پہنچائے گا۔"

فوراً ہی اس کی اپنی سوچ نے کہا "لو، یہ بھی کیسی باتیں سوچنے لگا ہوں، یہ بھی کوئی سوچنے کی بات ہے۔ ٹرانسمیٹر میں گڑبڑ کیوں ہونے لگی؟ اور اگر گڑبڑ ہو بھی جائے تو کیا ہوگا۔ کوئی زیادہ فاصلہ تو نہیں ہے۔ وہ خود جا کر بھی اطلاع دے سکتا ہے۔ جزیرے کے ساحل پر جا کر جہاز میں موجود لوگوں تک پیغام پہنچانے میں دیر ہی کتنی.... لگے گی۔ یہ جزیرہ الدبرا....."

سوچتے سوچتے اس کا دماغ ڈوبنے لگا۔ وہ کچھ سوچنے کے قابل نہ رہا تو میں اس کے تحت الشعور میں اتر گیا اور اس کے شعور کے پردے اٹھانا شروع کر دیے معلوم ہوا۔ جزیرے کے ساحل پر لنگر انداز جہاز میں دو مسلح افراد، چھ موٹر بوٹس، دو مشین گنیں،

بے شمار اسٹین گنیں، رائفلیں، دستی بم اور دوسرے ہتھیار موجود ہیں۔ دو ہیلی کاپٹر ہر وقت جہاز کے عرشے پر موجود رہتے ہیں، ایک ہیلی کاپٹر جزیرے پر موجود لوگوں کے لیے راشن اور دوسرا سامان ضرورت فراہم کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دو سرا کسی ہنگامی ضرورت کے لیے تیار رہتا ہے۔ موٹر بوٹس جزیرے کے گرد چکر لگا کر گشت کرتے رہتے ہیں۔ ان کے درمیان دن کے وقت آدھے آدھے اور رات کو ایک ایک گھنٹے کا وقفہ رکھا جاتا ہے۔

یہ تمام معلومات حاصل کر کے میں عباسی کے دماغ میں واپس پہنچا تو وہ سونتی کی خواب گاہ کے باہر ہی چکر لگا رہی تھی۔ اسے ابھی تک اندر نہیں بلایا گیا تھا میں اسے چھوڑ کر منچالی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر لیا مگر خاموش کھڑی رہی۔ میں نے اس کے دماغ سے سونتی کو ورد سے تڑپتے، چیختے دیکھا اور فوراً اس کے پاس پہنچ گیا۔ سونتی تکلیف سے نڈھال ہوئی جا رہی تھی۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے شعور کی کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا۔

وہاں ایسے ایسے انکشافات میرے منتظر تھے جن کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ سونیا کا خیال بالکل درست ثابت ہوا تھا۔ میری اور سونیا کی شادی کی اطلاع ہمارے دشمنوں کو سونتی نے ہی پہنچائی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ میں یہ بات کبھی نہیں جان سکوں گا۔ وہ وقت کی چالوں سے بے خبر تھی، اسے نہیں معلوم تھا کہ کبھی وہ میرے سامنے ایسی کتاب بن جائے گی جسے میں حسب منشا جہاں سے چاہوں گا پڑھتا چلا جاؤں گا۔ میں اسے ورق ورق پڑھ رہا تھا۔ غلام نے نئی بستی آباد کی تو دنیا کے گوشے گوشے سے ذہین اور باصلاحیت مسلمانوں کو لا لا کر وہاں جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان لوگوں میں الٰہی بخش کے دو چور اور میرے دشمنوں کے آدمی بھی شامل ہو گئے تھے۔ سونتی کی ٹیلی پیتھی نے ان میں سے ایک کو بے نقاب کر دیا۔ وہ اسرائیلی ایجنٹ تھا۔ سونتی نے غلام کو اس سے آگاہ کرنے کے بجائے اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا دیا۔ اس نے اس شرط پر یہودیوں کا ساتھ دینا منظور کر لیا کہ وہ لوگ اس کے بچے کی پیدائش کے بعد اسے اپنی حفاظت میں لے کر اس کی تعلیم و تربیت، سونتی کی منشا کے مطابق کریں۔ یہودیوں نے بخوشی اس کی یہ بات مان لی۔ انھوں نے اسے یقین دلایا، ہمیں آپ کی شرط منظور ہے۔ آپ ہماری دوست بن گئیں تو ہم آپ کی ہر شرط، آپ کی ہر خواہش پوری کرنا اپنا فرض سمجھیں گے۔"

سونتی نے کہا: "میں یہ بھی چاہوں گی کہ میرا سہاگ سلامت رہے۔ میری مانگ کا سیندور قائم رہے۔ فرہاد کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔"

انھوں نے وعدہ کیا۔ "ہم فرہاد صاحب کو کبھی گزند نہیں پہنچائیں گے اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھیں گے۔"

سہاگ کی سلامتی کی ضمانت ملتے ہی اس کے اندر کی عورت بول اٹھی: "آپ لوگ اس بات کا بھی خیال رکھیں گے کہ فرہاد شادی نہ کر سکیں۔ میرے سہاگ میں کوئی دوسری عورت شریک نہ ہو سکے۔ فرہاد سونیا سے شادی کر رہے ہیں۔ آپ لوگ ہر قیمت پر شادی رکوا دیں۔"

یہی وہ شرط تھی جو میرے اور سونیا کے درمیان حائل تھی۔ جس نے سونیا کے بیٹے کا ٹوں کی سیج اور میرے لیے محرومیوں کا سہرا تیار کیا تھا۔ اسی شرط نے یہودیوں کی عالمی تنظیم کا مالیہ کے ایجنٹوں کو ہماری راہ پر لگایا تھا۔ ابھی لوگوں نے مرجانہ کو شادی کی اطلاع دے کر ہمارے خلاف صف آرا کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ سونتی نے ایک تیر سے دو شکار کیے تھے۔ سونیا سے شادی تو رکوا ہی چکی تھی۔ مرجانہ کو میرے خلاف بھڑکا کر اس امکان کی بھی بندش کر دی تھی کہ مستقبل قریب یا بعید میں، میں مرجانہ کی طرف مائل ہو جاؤں۔ وہ سونیا اور شاہینہ کے دماغوں سے معلومات حاصل کر کے یہاں تک پہنچا رہی تھی۔ مجھے پاکستان سے نکلوانے کی سازش کے پیچھے بھی اسی کے ذہن میں جنم لیا تھا اور میرے دشمنوں کی قید میں جانے کا منصوبہ بھی اس نے خود ہی بنایا تھا۔ اب وہ میرے بچے کو جنم دے کر دشمنوں کے حوالے کرنا چاہتی تھی۔ اس طرح وہ میری شہ رگ دشمن کے ہاتھ میں دینا چاہتی تھی۔ میرا دماغ کھول اٹھا۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ جسے میں جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں وہی میری جان کی دشمن ہو گی، آستین کا سانپ بن جائے گی۔ میں اسے دشمنوں سے بچا بچا کر موت کے جبڑوں سے چھین چھین کر خود کو ڈسوانے کے لیے تیار کر رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ مجھ سے بے حد محبت کرتی تھی اور یہ دیوانگی کی حدوں کو چھوتی ہوئی محبت ہی تھی جس نے اسے اس حد تک پہنچا دیا تھا کہ وہ دوست اور دشمن کی شناخت بھول گئی تھی وہ جو میرے خون کے پیاسے تھے انھی سے میرے جگر گوشے کی آبیاری کا کام لینا چاہتی تھی اور توقع رکھتی تھی کہ وہ اس کے سہاگ کا سایہ قائم رہنے دیں گے۔ اس کی خواہشات کا اس حد تک احترام کریں گے کہ فرہاد علی تیمور کے دشمن کے محافظ بن جائیں گے۔

اچانک مجھے گہری خاموشی کا احساس ہوا۔ کمرے میں سانس لینے والی سونتی کی آہ و بکا ختم ہو چکی تھی۔ میں نے چونک کر منچالی اور ٹٹولا۔ معلوم ہوا کہ سونتی کرب و بلا کے مشکل ترین مرحلے سے گزر چکی ہے۔ اس نے میرے بیٹے کو جنم دیا تھا۔ ایک ایسے بچے کو جو اس نے دنیا میں آنے سے قبل ہی بڑی مشیتوں اور ریاضتوں کا پھل تھا۔ وہ عام بچوں کی طرح دنیا میں آنے کے بعد چیخ چیخ کر رونا

نہیں بھلا دنیا میں آتے ہی آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا تھا ——— اسے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔

منچالی نے بچے کو گود میں اٹھا کر مجھے مخاطب کیا: "فرہاد صاحب! سونتی چاہتی ہیں کہ میں اپنے قبیلے کے اصولوں کے مطابق اپنی طرح اس بچے کو بھی زہریلا بنا دوں میں نے انھیں جھوٹے وعدے کی ڈوری دے کر سلا دیا ہے۔ وہ مطمئن ہیں کہ میں ان کی خواہش پوری کر دوں گی لیکن آپ سے میرا وعدہ ہے کہ میں ایسا نہیں کروں گی میں اس بچے کے مستقبل سے نہیں کھیلوں گی، اسے قدرت کے عطیات سے محروم کرنے کی سازش میں شریک نہیں ہوں گی۔ یہ میری آغوش میں پروان چڑھے گا لیکن اسی طرح جیسے ایک انسان کا بچہ پرورش پاتا ہے۔ میں اسے ناگ نہیں بننے دوں گی میں ثابت کر دوں گی کہ ناگن بھی انسان کے بچوں کو پال سکتی ہے۔"

خوابگاہ

میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی جیسے طوفان گزرنے کے بعد فضا پرسکون ہو جاتی ہے اسی طرح سونتی اپنے بستر پر سکون سے لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ جیسے جان نکل گئی ہو۔ وہ بہت مطمئن نظر آ رہی تھی۔ سانسیں لے رہی تھی اور خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "آرام کر لو۔ جتنی سکون کی سانسیں لے سکتی ہو لے لو۔ چونکہ تم نے میرے بچے کو جنم دیا ہے اس لیے میں انعام کے طور پر تمھیں معاف کر رہا ہوں ورنہ ابھی بلک جھپکنے میں تمھیں ختم کر سکتا ہوں۔"

اس کی سوچ نے بڑی لجاہت سے کہا: "فرہاد! مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں آج بھی تمھاری وفادار ہوں۔ تمھارے لیے جان دے سکتی ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ جو عورت اپنی اولاد کو سانپوں کے بل میں لے جا کر چھوڑ دے۔ وہ نہ تو سمجھ دار اور ذمہ دار ماں بن سکتی ہے اور نہ وفادار بیوی کہلا سکتی ہے۔"

"تمھارا حق ہے۔ تم مجھے گالیاں دے سکتے ہو۔ مار سکتے ہو۔ ٹکڑے بھی تمھارے قدموں کی خاک بن کر رہوں گی۔"

"میں تمھیں ٹھوکروں میں اڑا دوں گا۔ ذرا اس بستر سے اٹھ کر اپنے چہیتے دشمنوں کو آواز دو اور ان سے پوچھو کہ وہ میرے بیٹے کو اپنی گود میں کتنی دیر رکھ سکتے ہیں میں اپنے بچے کو جان کی بازی لگا کر بھی چھڑا لوں گا۔"

"فرہاد! یہ بچوں جیسے چیلنج نہ کرو۔ تم کبھی نہیں سمجھ سکو گے کہ میں اپنے بچے کے ساتھ کہاں ہوں۔ اگر معلوم کر بھی لو گے تو یہاں نہیں پہنچ سکو گے۔ یہاں ہمارے علاوہ کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہے۔ چاروں طرف سخت پہرہ ہے۔ پرندہ بھی یہاں سے گزرتا ہے تو اسے گولی مار دی جاتی ہے۔"

"تمھیں اپنے دوستوں یعنی میرے دشمنوں پر بڑا ناز ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے میں جانتی تھی، جب میرا بھید کھلے گا تو تم مجھ سے بے طرح ناراض ہو گے اور انتقاماً میرے بچے کو مجھ سے چھین لو گے۔ یہ سوچ کر میں نے سب سے پہلے اپنے بچے کی حفاظت کے انتظامات کیے۔ جو میرا ساتھ دے رہے ہیں انھوں نے قسمیں کھا کر وعدہ کیا ہے کہ میرے بچے کو کبھی مجھ سے جدا نہیں ہونے دیں گے۔"

"اور اس کے بدلے تم میرے دشمنوں کے کام آتی رہو گی۔ بے وقوف عورت! دشمنوں کو جب تمھاری ٹیلی پیتھی سے فائدہ حاصل نہیں ہو گا تب وہ تمھارے بچے کی حفاظت نہیں کریں گے۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ اس بچے کے ذریعے وہ لوگ فرہاد کو کمزور بنائیں گے تمھاری طرح مجھے بھی اپنا آلۂ کار بنائیں گے۔ لعنت ہے تم پر۔"

سونتی نے آنکھیں کھول کر روزا کو دیکھتے ہوئے کہا: "ڈاکٹر بچے کو منچالی سے لے لو۔ پھر اس نے منچالی سے کہا: "برا نہ ماننا اس وقت فرہاد دہشت گھستے ہیں۔ وہ تمھارے دماغ میں پہنچ کر تمھیں ٹریپ کر سکتے ہیں۔ تمھاری ایک خوبی یہ ہے کہ تم دماغ میں انھیں محسوس کر لیتی ہو مگر ایک خرابی یہ ہے کہ لوگا کے ماہروں کی طرح اپنے دماغ میں آنے والے کو باہر نہیں نکال سکتیں۔ ذرا ایسا کرنے لگی۔ اس لیے میرا بچہ اس کے پاس رہے گا۔"

میں نے منچالی کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "سونتی کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ خیال خوانی کر سکے اور تمھارے دماغ میں آ کر میری سوچ کو سن سکے۔ تم بھی کوئی انتقامی کارروائی نہ کرنا بچے کو لے کر یہاں سے فرار ہونا نادانی ہو گی۔ وقت کا انتظار کرو۔ میں بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

منچالی نے سوچ کے ذریعے کہا: "فرہاد صاحب! اب تو آپ کسی وقت بھی رابطہ قائم کر سکتے ہیں میں اپنا آئندہ پروگرام بتا دوں۔ ابھی تھوڑی دیر بعد معلوم سونتی کو جو خوراک دی جائے گی میں اسے موقع پا کر جھوٹ کر دوں گی اس خوراک سے مادام کا دماغ متاثر ہو گا۔ میرے زہر کی ایک ذرہ برابر مقدار سے ان کا دماغ اس حد تک کمزور ہو گا کہ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہیں گی۔ جب تک ہم بچے کو یہاں سے صحیح سلامت نکال کر نہ لے جائیں، میں اس وقت تک ان کے دماغ کو متاثر کرتی رہوں گی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: "تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ سونتی کے پاس یہی ایک ہتھیار ہے اور اب اس ہتھیار کو کند ہو جانا

چاہیے۔ اس طرح ہم آسانی رابطہ قائم کرسکیں گے۔ رسونتی کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں رہے گا۔ واقعی، اعلیٰ بی بی کی ذہانت کو ماننا پڑتا ہے۔ اس نے خوب سوچ سمجھ کر تمھارا انتخاب کیا اور رسونتی کے پاس بھیجا۔ صرف تم ہی رسونتی کو ایک معتمد معمل بنا سکتی ہو۔"

میں نے اس سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر سونیا کے پاس آگیا۔ اسے ساری باتیں بتائیں۔ اس نے سننے کے بعد کہا۔ "فرہاد! جب کبھی ہماری شادی کے سلسلے میں رکاوٹیں پیدا ہوتی رہیں۔ تب میرے دماغ نے بار بار چیخ کر کہا۔ یہ سب رسونتی کر رہی ہے۔ میں تم سے کھل کر شکایت کرنا چاہتی تھی۔ اسے الزام دینا چاہتی تھی لیکن میں نے سوچا۔ وہ تمھاری شریک حیات ہے تمھیں برا لگے گا۔ اس لیے دبے لفظوں میں اپنا خیال ظاہر کرتی رہی۔ رسونتی مجھ سے ناراض ہوگئی تھی۔ اس نے تمھیں بھی میرے خلاف مہذب انداز میں بھڑکانے کی کوشش کی۔ اب سچائی کھل کر سامنے آگئی ہے۔"

"میں شرمندہ ہوں کہ میں نے ضرورت سے زیادہ اس پر بھروسہ کیا اور تمھارا دل توڑا۔"

"نہیں، تم نے اتنا ہی اعتماد کیا جتنا ایک شوہر کو اپنی بیوی پر کرنا چاہیے۔ ایک مرد کھانے کمانے کے لیے دور دیس چلا جاتا ہے۔ بیوی کو اعتماد پر چھوڑ کر جاتا ہے اگر بیوی دھوکہ دے تو اس میں مرد کے اعتماد پر الزام نہیں آتا۔"

"اس پر خاک ڈالو۔ مجھے اپنے بچے کی فکر ہے۔"

"وہ میرا بھی بیٹا ہے۔ اگرچہ میرا خون نہیں لیکن میرے فرہاد کی جان ہے میں اس کے لیے اپنی جان کی بازی لگاؤں گی میں خود اسے لینے جاؤں گی۔"

"میں نے اسی لیے تمھیں مخاطب کیا ہے تم اپنی مکاری ملاحیت سے ایک طویل چھٹی لو۔ ہم یہاں سے کسی وقت بھی روانہ ہوسکتے ہیں۔"

"ہم کا مطلب یہ ہوا کہ تم بھی چل رہے ہو۔"

"اب چلنا نہیں، دوڑنا ہے۔ میرا بچہ دشمنوں کے نرغے میں ہو اور میں یہاں بیٹھا رہوں، یہ نہیں ہوسکتا۔"

"فرہاد! بڑی مشکلوں سے تمھیں پاکستان کی شہریت ملی ہے۔ اب ملک سے باہر جانے کے لیے کیا کرو گے۔ ہم کیا ہم باقاعدہ پاسپورٹ کے ذریعے جائیں گے؟"

"تم سعید صاحب سے بات کرو۔ میں بھی یہاں انٹیلی جنس کے افسران سے گفتگو کرتا ہوں۔ ہم جائز طریقے سے جائیں گے۔ پھر اپنے ملک میں واپس آنے کے لیے۔"

میں سونیا سے رخصت ہوکر ڈائریکٹر جنرل محمد ہمدانی کے پاس پہنچا۔ انھیں تمام حالات بتلائے وہ یہ سن کر خوش ہوئے کہ میں ایک بیٹے کا باپ بن گیا ہوں۔ انھوں نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! وہ آپ کا بیٹا ہے۔ پیدا ہوتے ہی آپ کی طرح دشمنوں کے خلاف اور وہاں سے نکل آنے کی تربیت حاصل کرنا شروع کر دے گا۔ فکر نہ کریں روانگی کی تیاری کریں۔ ہم ابھی احکام سے مطلع کیے دیتے ہیں۔ چھ گھنٹے کے اندر آپ کے اور مادام سونیا کے ضروری کاغذات تیار ہو جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "جناب! اس سلسلے میں ایک مشکل ہے۔ اعلیٰ سطح پر میرے لیے کوشش کریں گے تو اعلیٰ سطح پر تحقیق کرنے والے دشمنوں کو اس کی خبر ہوگی۔"

"انٹیلی جنس کے شعبے میں اکثر ہی ہوتا ہے دشمن ہمیں ہیں اور ہم دشمنوں سے اپنی کارروائیاں چھپاتے رہتے ہیں۔ اس وقت بھی یہی کوشش ہوگی کہ دشمنوں کو آپ کی روانگی کی خبر نہ ہو اور اگر خبر ہو جائے تب آپ بتائیں ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

"کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر میں نے ناجائز ذرائع استعمال کیے تو آپ یقین کریں، چند گھنٹوں کے اندر یہاں سے نکل جاؤں گا میں پاکستان میں ایسا نہیں کروں گا۔ اُدھر اسلام آباد میں سعید صاحب کے ذریعے روانگی کی کوشش کر رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی فون کے ذریعے سعید صاحب سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ ہم سب مشترکہ کوششیں کریں گے۔"

میں سونیا کے دماغ میں پہنچا۔ اس وقت وہ سعید صاحب کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ سعید احمد کہہ رہے تھے۔ "ہم دو چار گھنٹے میں ہی تمھاری اور فرہاد کی روانگی کے انتظامات کر سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہوگا کہ یہاں سے پاکستان کی خاطر ایک مہم پر روانہ ہو جاؤ۔ ایک تیر سے دو شکار کرو۔ فرہاد کے بیٹے کو پالو اور اپنے وطن کے ایک بیرونی معاملے میں بھی ایک قابل ذکر خدمت انجام دو۔ تمھیں اور فرہاد کو کیا کرنا ہے۔ یہ میں ایک گھنٹے بعد بتاؤں گا۔"

میں نے دماغی طور پر اپنی خوابگاہ میں حاضر ہو کر چونکا دینے والی خبر سنائی۔ اعلیٰ بی بی عرف اینی فاسٹر کو بلایا اور اسے بتایا کہ جزیرہ الدرایا پر کیا ہو رہا ہے۔ وہاں جو کچھ بھی ہو رہا تھا مگر یہ ان کے لیے خوشی کی بات تھی کہ میں ایک بیٹے کا باپ بن گیا ہوں۔ بغیر تن نے کہا۔ "میں تمھیں یہ خوشخبری اعلیٰ بی بی تک پہنچاتی ہوں۔ یقیناً اس سلسلے میں ہم خوشی منائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "تم ہوش میں تو ہو۔ میرا بیٹا وہاں مصیبت میں ہے اور تم جشن منانے کی بات کر رہی ہو۔"

"فرہاد صاحب! نہ تو کوئی زبردستی روک سکتا ہے۔" قہقہے لگا سکتا ہے یہ تو اندرونی جذبے کی بات ہے۔ جب بہت زیادہ صدمہ پہنچتا ہے تو آنسو آپ ہی آپ نکل آتے ہیں اور دل بہت زیادہ خوشی انڈیلنے لگتی ہے تو قہقہے نہیں رکتے خواہ کتنا

روکنے کی کوشش کی جائے۔ جشن اپنی جگہ ہے۔ ہماری جدوجہد اپنی جگہ۔"

"تمھاری دلیل بہت معقول ہے لیکن بعض حالات میں معقول باتیں نامعقول لگتی ہیں۔ اعلیٰ بی بی تمھاری طرح جشن منانے کی بچکانہ خواہش نہیں کرے گی۔ بہرحال تم لوگ جو چاہو کرو۔ میں جلد ہی یہاں سے جانے والا ہوں۔ اپنی اعلیٰ بی بی سے فوراً رابطہ قائم کرو۔ تاکہ میں دارالسلام پہنچ کر تمھارے دوسرے ساتھیوں سے ملاقات کرسکوں۔"

میں نے شاہینہ سے رابطہ قائم کیا۔ اسے خوشخبری سنائی۔ وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ میں نے اُسے بُری خبر سنائی۔ وہ ایک دم چپ ہوگئی۔ پھر اس نے غصے سے، ناراضگی سے کہا۔ "بھائی جان! میں آپ سے نہیں بولوں گی۔ آپ نے کیوں ایسی عورت کو اپنی بیوی بنایا ہے تو آپ کی محبت کے نشے سے اُسے بھائی کہتی تھی۔ اب کبھی نہیں کہوں گی۔ نہ ہی اس کی صورت دیکھنا گوارا کروں گی۔ میرے بھتیجے کو کسی طرح لائیے۔ جلد سے جلد لائیے۔"

"شاہینہ، اللہ پر بھروسہ رکھو۔ تمھارا بھتیجا جلد ہی تمھاری گود میں آئے گا۔ ابھی ہمارے لیے پریشانیاں ہیں۔ ہمیں اندازہ نہیں کہ اپنے بچے کے لیے ہمیں کتنے مصائب سے گزرنا ہوگا۔ اللہ اس کی حفاظت کرنے والا ہے میں جلد ہی اسے لے کر آؤں گا۔"

وہ بہت دیر تک میرے بیٹے کے بارے میں باتیں کرتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "میں ایک بیٹے کی آرزو کرتی تھی۔ سوچتی تھی اس کا نام پارس رکھوں گی۔ وہ بیٹا اس دنیا میں آچکا ہے۔ میں اس کا نام پارس علی تجویز کرتی ہوں۔"

"بیشک معنی مفہوم اور ادائیگی کے لحاظ سے یہ ایک خوبصورت نام ہے میرا بیٹا اپنی پھوپھی کے تجویز کردہ نام سے پکارا جائے گا۔"

میں نے سائرہ بانو سے رابطہ قائم کیا۔ ان کو موجودہ حالات سے باخبر کرنا ضروری تھا۔ ان حالات کا تعلق ان کی بیٹی مرجانہ سے بھی تھا۔ انھوں نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ "بیٹے! اب تمھیں انصاف کرو۔ میری بیٹی کو بہکانے والی رسونتی ہے۔ نہ وہ اسے تمھاری شادی کی خبر پہنچاتی نہ وہ تمھاری دشمن بنتی۔ میرے لیے سب سے بڑا ناقابل تلافی نقصان تو یہ ہے کہ ایک ماں کی بیٹی گم گئی۔ رسونتی کا کیا گیا؟"

"رسونتی کو جتنا برا کہا جائے کم ہے۔ وہ خود تو دشمنوں میں گئی۔ مرجانہ کو بھی وہاں پہنچا دیا۔ اب وہ دشمنوں کی آلہ کار بنے گی۔ نہیں بنے گی تو دشمن میرے بیٹے کو اس کی کمزوری بنائیں گے۔ دوسری طرف اگلی دہر سے مرجانہ کی برین واشنگ ہو چکی ہوگی۔ پتہ نہیں، وہ کس حال میں ہوگی اور کس روپ میں ہمارے سامنے آئے گی؟"

"آئے گی۔ ہاں بیٹے، وہ آئے گی۔ میں پچھلے ساڑھے چار مہینے سے ایک ایک دن، ایک ایک رات، ایک ایک لمحہ اس کے انتظار میں گزار رہی ہوں۔ لمحہ لمحہ میرے آنسو خشک ہوگئے۔ اچھا ہوتا کہ وہ تم سے کبھی نہ ملتی۔ نہ تم سے دوستی ہوتی نہ یہ دشمنی ہوتی۔"

"امی، میں آپ کے درد کو سمجھ رہا ہوں۔ ان آنسوؤں کو بھی سمجھ رہا ہوں جو ماں کی آنکھوں سے بہتے ہیں اور قسمت کے سینے میں چھالوں کی طرح نقش ہو جاتے ہیں۔ امی آپ نے ماضی میں بڑے حوصلے کا مظاہرہ کیا ہے۔ بیس برس اپنی بیٹی کا انتظار کرتی رہیں۔ یہ ساڑھے چار ماہ تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ انشاء اللہ مرجانہ کا جلد ہی سراغ ملے گا اور ہم اسے آپ کے پاس لے کر آئیں گے۔"

"میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ تم نے جب بھی دوسروں کی دستگیری کی ہے۔ دوسروں کے لیے اپنے دن رات کا سکھ چین گنوایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمھیں کامیابی عطا کی ہے۔ یا اللہ، میرے فرہاد بیٹے کو ایسی کامیابی عطا کر جس سے رسونتی کی غلطی کی تلافی ہو جائے۔ میری بیٹی مجھے صحیح سلامت، دوستوں کی صورت میں واپس مل جائے ہاں بیٹے، تم نے اپنے نوزائیدہ بچے کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔"

"کیا بتاؤں؟ حالات ایسے تھے کہ میں نے خود اپنے بچے کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں کیں۔ ایک کنیز کے دماغ سے اتنا پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک خوبصورت چاند سا بیٹا عطا کیا ہے۔ شاہینہ نے اس کا نام پارس علی تیمور تجویز کیا ہے۔"

سائرہ بانو خوش ہو کر بولیں: "واہ بہت ہی خوبصورت اور معنی سے بھرپور نام ہے۔ تم جہاں جاتے ہو وہاں محبتوں، کامیابیوں اور کامرانیوں کے پھول کھلاتے ہو۔ تمھارا بیٹا پارس جس چیز کو ہاتھ لگائے گا وہ سونا ہو جائے گی۔ پارس کی خاصیت یہی ہے۔ میں دادی کی حیثیت سے دعا کرتی ہوں کہ میرے پوتے کو یہی خاصیت ملے۔ آمین۔"

بہت دیر ہو چکی تھی۔ رسونتی اور منجالی کی طرف سے زیادہ دیر غافل نہیں رہنا چاہیے تھا۔ میں نے اپنی سوچ کی لہریں رسونتی کے دماغ تک پہنچانے کی کوشش کی۔ کوشش کرنے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ میں پہنچنا چاہتا ہوں اور پہنچ نہیں سکتا۔ پہنچ جاتا ہوں تو کامیابی نہیں ہوتی۔ اس وقت بھی میں ناکام رہا کیونکہ رسونتی بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔

میں نے منجالی سے پوچھا۔ "کیا تم نے اپنا حربہ استعمال کیا ہے؟ وہ بے ہوش پڑی ہے۔"

"جی ہاں، جو میں نے کہا تھا۔ وہی کیا ہے۔"

"تم نے بڑی جلدی کی ہے۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس جزیرے کے متعلق کیا جانتی ہے۔ جیفر لو ایڈی وغیرہ سے مل کر کابل تنظیم والوں سے کیسے رابطہ قائم کرتی ہے اور کس طرح ان کی آلہ کار بنتی جا رہی ہے۔"

"آپ نے جیفر کے دماغ سے جو معلومات حاصل کی ہیں۔ مادام اس سے زیادہ نہیں جانتی ہیں۔ میں نے جلد بازی کی، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جیفر کی شراب میں، میں نے تھوڑا سا زہر ملایا تھا۔ وہ اس وقت بھی بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ ڈاکٹر روزا اس کی بیہوشی کی وجہ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ چونکہ یہاں لیبارٹری وغیرہ کے انتظامات نہیں ہیں اور شراب کا تجزیہ کیا نہیں جا سکتا۔ اس لیے وہ ابھی میرے متعلق نہیں جان سکے گی۔"

"اچھا سمجھ گیا۔ تمہیں یہ اندیشہ تھا کہ رسونتی تمہارے زہر دینے کے متعلق انھیں بتا دے گی۔"

"جی ہاں، وہ اب تک زندگی کی تکالیف سے گزر رہی تھیں۔ انھیں جیفر کے متعلق روزانے نہیں بتایا تھا مگر زندگی کے بعد وہ پُرسکون ہو گئی تھیں۔ اب ان کے درمیان یہ باتیں کسی وقت بھی ہو سکتی تھیں۔ میں نے اس سے پہلے ہی اُن کے دماغ کو مفلوج کر دیا۔"

"منجلی! وہ آج نہیں تو کل شراب کی اس بوتل کو طبی تجزیے کے لیے کہیں بھیجیں گے۔"

"اب پروا نہیں ہے۔ شراب میں اگھل ہوتا ہے یعنی زہر کا ایک خفیف ساحصہ۔ تجزیے کے بعد بھی معلوم ہوگا کہ اگھل غیر معمولی مقدار میں زیادہ ہونے کے باعث جیفر کے ساتھ ایسا ہوا مگر دوا ضعلو پر کسی زہر کی نشاندہی نہیں ہو سکے گی۔ یہ نشاندہی مادام رسونتی کر سکتی ہیں اور میں انھیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔"

"میرے بیٹے کے متعلق بتاؤ؟ وہ کہاں ہے؟"

"میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ روزا نے ابھی اسے غسل کرایا ہے اور کپڑے میں لپیٹ کر رکھا ہے۔ بڑی توجہ سے اس کی دیکھ بھال میں مصروف ہے۔ اس کی ڈیوٹی یہی ہے۔ ارے ہاں، میں بھی عجیب ہوں۔ آپ کو مبارک باد دینا بھول گئی۔ بھئی مبارک ہو۔ آپ کا بیٹا بے حد خوبرو ہے۔ ناک نقشہ آپ کا ہے لیکن آنکھیں اپنی ماں سے لی ہیں۔ بہت ہی خوبصورت، بڑی بڑی آنکھیں ہیں، پیشانی چوڑی ہے۔ ذہانت کا اظہار ہوتا ہے۔ یقیناً اسے دیکھنے کے لیے آپ کا دل مچل رہا ہوگا۔"

"ہاں، میں چاہتا ہوں کہ پَر لگ جائیں اور میں اڑ کر وہاں پہنچ جاؤں۔ میں اور سونیا تمہارے پاس آ رہے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا سچ؟ میں مادام سونیا سے مل سکوں گی؟ وہ کب تک یہاں پہنچ سکیں گی؟"

"جس جزیرے میں تم لوگوں کو رکھا گیا ہے۔ اس کے آس پاس بڑا سخت پہرہ ہے۔ اس سمندری علاقے میں کسی کو آنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ وہاں سے گزرنے والے جہاز میلوں دور سے گزرتے ہیں۔ ایک بڑا سا بھری جہاز جزیرے کے قریب ہے وہاں دو ہیلی کاپٹر، دو گن بوٹ اور بے شمار اسلحہ ہے۔ تقریباً دو سو جوان ہیں۔ چھ موٹر بوٹ ہیں جو ایک ایک گھنٹے کے وقفے سے کے چاروں طرف چکر لگاتی رہتی ہیں۔ ایسی صورت میں ہم تمہارے پاس کیسے پہنچیں گے یہ ابھی ہم خود نہیں جانتے۔ دارالسلام کے بعد سوچیں گے۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ چوہدری نمبر چوبیس نے آ کر کہا "جناب، اعلیٰ بی بی کا پیغام آیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ آپ کے وقت کیے بغیر دارالسلام پہنچنا چاہیے۔ اس کے لیے ہم نے انتظامات ہیں۔ آج شام کی فلائیٹ سے ایک میاں بیوی تنزانیہ جا رہے آپ کا حکم ہو تو انھیں غائب کر دیں۔ ان کی جگہ آپ اور مادام جا سکتے ہیں۔"

بے شک ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ وہاں جزیرہ الدبرا میں پتا نہیں اپنے کون سے منصوبے میں تبدیلی کر لیتے۔ اپنی چالیں بدل دیتے اس بے وقت کم اور مقابلہ سخت تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر کہا ٹھہرو۔ میں پہلے اپنے ملک کے حکام سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ اگر وہ سے جلدی روانگی کے انتظامات نہ ہو سکے تو پھر تمہارے منصوبے کے مطابق ہم یہاں سے جائیں گے۔"

میں نے انھیں انتظار کرنے کے لیے کہا اور سیدھا سے رابطہ قائم کیا وہ اس وقت ایک پرائیویٹ کمرے میں وہ اعلیٰ افسران کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سونیا بھی تھی ایک بڑی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے موجودہ حالات پر گفتگو تھے۔ ہماری روانگی زیر بحث تھی اور سونیا کو سرکاری طور پر جا رہا تھا اس کے متعلق بھی تفصیلی گفتگو ہو رہی تھی۔ موضوع تھا کہ جزیرہ الدبرا کو پُرامن بنانے کی کوشش کی جا جزیرے کے اطراف سخت پہرہ لگایا گیا تھا۔ یہ بات اس کے ممالک کے لیے پریشانی کا باعث تھی۔ پاکستان کے تعلقات افریقی ممالک کے ساتھ بڑے ہی دوستانہ ہیں۔ ان ممالک نے کبھی کھل کر اور کبھی خفیہ طور پر پاکستان کا ساتھ ہے۔ جزیرہ الدبرا پاکستان دوست افریقی ممالک سے زیادہ پر نہیں تھا۔ خاص طور پر موزمبیق اور مڈگاسکر کے درمیان چینل سے جب بھی کوئی بھری جہاز گزرتا تھا۔ الدبرا کے قریب رکاوٹ پیدا ہو جاتی تھی۔ ان ممالک نے احتجاج کیا تھا مگر وہی تھی کہ بڑی طاقتیں یہودیوں کا ساتھ دے رہی تھیں۔ دوسرے ممالک پہنچتے چلاتے ہی رہ جاتے تھے اور یہودی اپنی من مانی کر چلے جاتے تھے۔ اس کی صورت اب ایک ہی تھی کہ کوئی خفیہ طریقے اس طریقے سے اس جزیرے کو خالی کرایا جائے اور وہاں یہودی طاقت کو اس طرح کمزور کیا جائے کہ کھل کر بات سامنے

یہ یعنی بظاہر لاٹھی بھی ٹوٹے اور سانپ بھی مر جائے۔

اسی لیے اب میری اور سونیا کی خدمات حاصل کی جا رہی تھیں۔ اسی سلسلے میں طریقہ کار یہ تھا کہ سرکاری طور پر سونیا کو ملک سے باہر جا کر دوسرے معاملات میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس لیے وہ استعفیٰ دے کر جانے والی تھی۔ میں تو پہلے ہی پاکستان کا شہری نہیں مانا جاتا تھا۔ مجھے اعزازی طور پر یہاں کی شہریت ملنے والی تھی لیکن اس معاملے میں میری پاکستانی شہریت کو منسوخ کر دیا۔ اب میں اور سونیا اس ملک سے باہر جانے کے بعد اپنے ملک سے تعلق نہ رکھتے۔ ہماری کہیں کی شہریت نہ ہوتی۔ آج تک یہی ہوتا آیا ہے۔ ہم کسی بھی ملک کے نہ تو کبھی قانونی باشندے رہے ہیں اور نہ رہ سکتے ہیں۔ اب الدبرا میں جا کر ہم جو کچھ کرتے وہ ہمارا ذاتی معاملہ ہوتا۔ اگر ہم کامیاب ہو جاتے۔ اپنے دوست ممالک کی پریشانیاں دور کر دیتے تو کوئی یہ نہ کہتا کہ ہم کسی خاص ملک کی طرف سے ایسا کرنے آئے ہیں۔

طے یہ پایا کہ میں مشام کو یہاں سے ایک طیارے میں لاہور روانہ ہو طیارہ کراچی کے ہوائی اڈے پر پہنچے گا۔ وہاں سونیا بھی راولپنڈی سے پہنچ جائے گی اور وہاں سے ہم قاہرہ پہنچیں گے۔ قاہرہ سے دوسرے طیارے میں سوار ہو کر تنزانیہ پہنچیں گے۔ تمام پروگرام معلوم کرنے کے بعد میں وہاں دماغی طور پر چوروں کے درمیان حاضر ہو گیا۔ میں نے ان سے کہا میری روانگی کے انتظامات ہو چکے ہیں۔ میں اسی طیارے میں جا چاہوں جس میں تم مجھے بھیجنا چاہتے تھے۔ بہرحال اپنی اعلیٰ بی بی کے افسروں سے میرا تعارف کراؤ۔ ان کی آواز سنا دو۔ دارالسلام میں ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد ایک کیسٹ ریکارڈر میرے سامنے لایا گیا۔ اس میں ایک کیسٹ لگا کر آواز سنائی گئی وہ چوہدری نمبر چالیس کی آواز تھی۔ کہنے کے بعد دینا کا ایک بڑا نقشہ میرے سامنے بچھایا گیا۔ میں اس نقشے کو دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے چالیس نمبر سے رابطہ قائم کیا۔ اسے یقین دلایا کہ میں فریدا دلول رہا ہوں۔ تب اس نے اطمینان ہو کر کہا "جناب! مجھے بڑی خوشی ہے کہ اپنے دماغ میں آپ کو محسوس کر رہا ہوں۔"

میں نے کہا "میں اور سونیا آج شام کو یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں، شاید رات کے آخری پہر ہم دارالسلام پہنچیں گے۔"

"جناب! ہم آپ کے بے چینی سے منتظر رہیں گے۔ یہاں پہنچتے ہی آپ لوگوں کو جن چیزوں کی ضرورت ہو وہ ہمیں بتا دیں۔ آپ کی ضروریات کا تمام سامان موجود رہے گا۔"

"میرے سامنے اس وقت دینا کا نقشہ ہے میں جزیرہ الدبرا دیکھ سکتا ہوں۔ اگر تم لوگوں نے اس نقشے کو غور سے دیکھا ہے

تو یہاں سے ایک اندازے کے مطابق پچاس میل کے فاصلے پر دوسرا جزیرہ ہے جسے گلوریس آئی لینڈ کہتے ہیں۔"

"جی ہاں، ہم سوچ رہے تھے کہ گلوریس آئی لینڈ کو اپنا محاذ بنائیں؟"

"بہت خوب، جو بات میرے دماغ میں ہے وہی تم کہہ رہے ہو۔ الدبرا تک پہنچنے کے لیے یہی ایک قریب ترین جزیرہ ہے۔ ہم دارالسلام پہنچتے ہی ہیلی کاپٹر کے ذریعے گلوریس آئی لینڈ جائیں گے اس کے بعد آئندہ کا پروگرام مرتب کیا جائے گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا اور چوہدریوں سے کہا "اس وقت بارہ بج کر تیس منٹ ہوئے ہیں۔ اب میں تم لوگوں سے رخصت ہو رہا ہوں۔ یہاں سے کار لے کر جاؤں گا۔ پھر پانچ بجے ایئرپورٹ پہنچ جاؤں گا۔ وہاں سے تم لوگ اپنی کار لے آنا۔"

وہ سب کہنے لگے "جناب! آپ کے ساتھ ہم نے جو وقت گزارا ہے۔ ہم کبھی نہیں بھولیں گے۔ امید ہے کہ آپ آئندہ بھی ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیں گے۔"

میں نے ساری باری ہر ایک سے مصافحہ کیا۔ اپنی فاسٹ لینی چوہدری نمبر تین میرے ساتھ باہر پورچ تک آئی۔ اس نے آہستگی سے کہا "میری خواہش ہے کہ میں پھر آپ کی خدمت کروں۔ کیا یہ خواہش پوری نہیں ہوگی؟"

"میں تمہاری خدمات کو بھول ہی نہیں سکتا۔ تم بہت اچھا سرد باتی ہو۔ جب بھی میرے سر میں درد ہوگا۔ تم یاد آیا کرو گی۔" میں نے اُس کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ وہ ہنسنے لگی میں نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اسے مسکرا کر دیکھا۔ تمام چوہدری آس پاس کھڑے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ میں ان سے رخصت ہو کر شاہینہ کی کوٹھی میں پہنچ گیا۔ شاہینہ نے مجھے اچانک جو دیکھا تو مارے خوشی کے مجھ سے لپٹ گئی۔ پھر رندھی ہوئی آواز میں کہنے لگی "بھائی جان! آپ کہاں غائب ہو جاتے ہیں۔ اچانک خوش کر دیتے ہیں۔ پھر اچانک صدمہ بھی پہنچاتے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "بڑی مشکل ہے۔ بہنیں ملتی ہیں تب بھی روتی ہیں، بچھڑتی ہیں تب بھی روتی ہیں۔ بھئی، میں ابھی سے بتا دوں کہ صرف گھنٹے دو گھنٹے کے لیے آیا ہوں۔ تمہارے ساتھ دوپہر کا کھانا کھاؤں گا۔ پھر رخصت ہو جاؤں گا۔"

زبیر، منصور، سلمیٰ، بشنا اور صاحب لوران کی بیگم سبھی میری آمد پر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ میں اپنی بھانجی کو گود میں لے کر پیار کرتا رہا۔ اس سے کھیلتا رہا اور رسمی باتیں کرتا رہا۔ پھر میز پر کھانا لگایا گیا اور ہم کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ شاہینہ نے اپنی بیٹی کو میری گود سے لیتے ہوئے کہا "بھائی جان! بڑی مشکل ہے۔ میری

بیٹی گھر میں آپ کے بیٹے سے بڑی ہے۔ وہ نہ ہی فوراً ہی پارس کو اپنا داماد بنالیتی۔"

یہ سنتے ہی سب ہنسنے لگے۔ بیگم نے کہا: "قدر کیوں کرتی ہو۔ اللہ نے چاہا تو ہماری ایک اور پوتی ہوگی جو پارس سے منسوب ہوگی۔"

شاہینہ شرمانے لگی۔ زبیر نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "آج آپ وعدہ کریں ہمارے یہاں پھر بیٹی ہوئی تو پارس ہمارا بیٹا ہوگا اور وہ بیٹی آپ کی ہوگی۔"

میں نے ایک لقمہ چباتے ہوئے کہا۔ مجھے اتنی بڑی دنیا میں اپنی بھی شاہینہ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے جب میں اس کے لیے جان دے سکتا ہوں تو بھر اپنا بیٹا کیوں نہیں دے سکتا لیکن ایک بات ہم سب کو سمجھنا چاہیے۔ بچے جوان ہو کر کس مزاج کے ہوتے ہیں۔ اور ان کی پسند کیا ہوتی ہے۔ یہ ہم نہیں جانتے۔ اپنے بچوں پر اپنی پسند کو نہیں ٹھونسنا چاہیے۔ آئندہ جو حالات ہوں گے دیکھا جائے گا۔"

بختاور نے میری تائید کی: "بے شک ہمیں اپنے بچوں کی پسند ناپسند کو ترجیح دینا چاہیے۔"

"انکل جب بچوں کی پسند کا ذکر چل ہی پڑا ہے تو سلمیٰ کے متعلق کیا خیال ہے؟"

بیگم نے مسکرا کر کہا: "نیک خیال ہے۔ ہم تو پہلے ہی کہہ چکے ہیں جو تم چاہو کرو۔ ایک ذرا اعتراض نہیں کریں گے۔ بختاوری بہن ہے۔ تم سے بہتر کون اس کے مستقبل کے متعلق سوچ سکتا ہے۔"

سلمیٰ کھانے کھانے فوراً ہی اٹھ کر جانے لگی۔ میں نے کہا: "شیطان لاحول پڑھنے سے اور لڑکیاں شادی کا ذکر کرنے سے بھاگتی ہیں۔"

میری اس بات پر سبھی نے قہقہہ لگایا۔ میں نے بختاور کی بیگم سے کہا: "آنٹی! ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ آج یہاں ہیں تو کل وہاں۔ میں سوچتا ہوں کہ سلمیٰ کی شادی جلدی کر دی جائے۔ ادھر سعید صاحب کی بھی یہی خواہش ہے۔ کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ اب جب بھی میں اپنے بچے کو لے کر یہاں آؤں تو اسی وقت یہ شادی ہو جائے۔"

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم شادی کے انتظامات بالکل مکمل کر رکھیں گے۔ بس تمہارا اور سونیا کا انتظار رہے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سعید صاحب کو بھی تیار رہنے کے لیے کہہ دوں گا۔"

میں نے کھانے کھاتے ایک ذرا سعید صاحب کے پاس پہنچ کر خوشخبری سنائی۔ وہ خوش ہو کر بولے: "بھئی، تم نے یہ بہت بڑا کام کیا ہے۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ ملک سے باہر جا رہے ہو، پتا نہیں کب واپس آؤ گے اور کب میری خوشی کا خیال رکھو گے۔"

"میں اتنا بے حس نہیں ہوں۔ جاتے جاتے آپ کی خوشیاں پوری کرتا جا رہا ہوں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ منگنی کی رسم ادا نہیں ہوگی۔ میں اور سونیا جب بھی واپس آئیں گے اس کے دوسرے تیسرے دن آپ اور سلمیٰ ازدواجی رشتے میں منسلک کر دیے جائیں۔"

"میرا دل زور و شور سے دھڑک دھڑک کر پوچھ رہا ہے تم دونوں کب واپس آؤ گے؟"

"ہو سکتا ہے۔ دو چار دن میں ہی واپس آ جائیں۔ ہو سکتا ہے دو چار مہینے لگ جائیں، ہم جلد آنے کی کوشش کریں گے۔"

انھوں نے ہنستے ہوئے کہا: "ایک بات کہوں میں کل ہی کام سے لاہور جانے والا ہوں۔ ان کے گھر جاؤں گا تو کوئی اور ہی بات تو نہیں ہوگی؟"

میں نے انجان بن کر پوچھا: "آپ کن کے گھر جائیں گے؟"

"مذاق نہ کرو۔ تم سمجھتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ ایک نہیں ہزار بار اس گھر میں آ کر کہہ دیجیے۔ لوگ تنگ نظر نہیں اور نہ ہی پرانے کے قائل ہیں۔ سلمیٰ کو قبول کر لیں گے۔ باتیں بھی کر سکو گے۔"

میں نے ان سے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر بختاور سے کہا: "انکل سعید صاحب کل یہاں کسی کام سے آ رہے ہیں۔ وہ جہاں جاتے ہیں سرکاری طور پر ان کی رہائش اور کھانے پینے کے انتظامات ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں وہ جب بھی لاہور آئیں تو آپ کے ہاں رہا کریں۔"

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اب تو وہ ہمارے گھر کے فرد ہیں ہم مہمانوں کو انیکسی میں ٹھہراتے ہیں۔ وہ ہماری کوٹھی میں آ کر رہیں گے۔ آپ ان سے کہہ دیں کسی قسم کی جھجک محسوس نہ کریں۔"

کھانے کے بعد میں، شاہینہ، زبیر، منصور اور سلمیٰ باہر آ گئے۔ ہم کار میں بیٹھ کر سائرہ بانو سے ملنے کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں منصور نے کہا: "بھائی جان! وہ نازیہ کئی بار آپ کی بات بھی سے بھی ملتی ہے اور ہمیشہ آپ کے متعلق پوچھتی ہے اس نے بتایا تھا کہ ایک بار آپ نے ان لوگوں سے ملاقات کی اور ان کے گھر بھی گئے۔"

"دن پھیرنے والا صرف خدا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جو اس کا حق دلوایا جائے۔" میں نے کہا۔ "اس کے بعد اگر نازیہ تلاش کرتی ہے تو یہ ایک غلط بات ہے۔ تم اس سے کہہ دینا اس ملک سے جا چکا ہوں۔ پتا نہیں کب واپس آؤں گا۔"

شاہینہ نے کہا: "بھائی جان! میں نے نازیہ کو دیکھا ہے بہت حسین لڑکی ہے۔ اسے دیکھو تو دیکھتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔ پتا نہیں کیا بات ہے سونیا بھابی کے سامنے دنیا کی کوئی عورت اچھی نہیں لگتی۔ بس وہی میری بھابی ہوں گی۔ دنیا کی کوئی عورت ان کی جگہ نہیں لے گی۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ شادی کے سلسلے میں رسونتی میری زندگی کا پہلا اور آخری تجربہ تھا۔ اس کے بعد ایک سونیا ہی میری شریک حیات ہوگی۔"

زبیر نے پوچھا: "آپ نے رسونتی بھابی کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔ البتہ اب ہمارے وہ تعلقات نہیں رہیں گے جو اعتماد کی بنیاد پر قائم رہتے ہیں۔"

سلمیٰ نے پوچھا: "کیا آپ طلاق دیں گے؟"

"میری طرف سے ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ وہ طلاق لینا چاہے تو لے سکتی ہے۔"

کبھی حالات سے مجبور ہو کر مل بیٹھنا اور بات ہے لیکن ہم نے جو کچھ کیا ہے اس کی سزا تو اُسے ضرور ملے گی اور مل رہی ہے اس کا بچہ اب اس کے پاس کبھی نہیں رہے گا۔ ایک ماں کے لیے یہ سب سے بڑی سزا ہے۔"

"بھائی جان! پارس کی پرورش میں کروں گی۔ وہ میری گود میں پروان چڑھے گا۔"

"میں چاہتا تو یہی ہوں لیکن ایسا مناسب نہیں ہے۔"

"کیوں مناسب نہیں ہے؟"

"رسونتی کو جب بھی موقع ملے گا۔ وہ تمہیں جانی نقصان پہنچا کر بھی اپنے بچے کو حاصل کرے گی۔ بچہ ایسی جگہ رہے گا جہاں رسونتی ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی نہیں پہنچ سکے۔"

"ایسی کون سی جگہ ہے؟"

"میں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا: "اعلیٰ بی بی۔ میرا بیٹا اعلیٰ بی بی کے سائے میں پرورش پائے گا۔"

طیارہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ بادل کھڑکی کے قریب سے گزرتے جا رہے تھے۔ سونیا میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی، وہ ایک غیر ملکی طیارہ تھا۔ وہاں شراب کا دور چل رہا تھا۔ ہر طرح کی آزادی تھی۔ ایک محبوبہ کے لیے اتنی چھوٹ ضرور تھی کہ وہ اپنے محبوب کے قریب سے قریب تر ہو کر بیٹھے۔ اس لیے سونیا میرے قریب ہو کر اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا تھا۔

ہم جیسے صدیوں کے بچھڑے ہوئے تھے۔ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ میں اس کی محبت کو اس کی نسائیت، اس کے جذبے کو اس کے ہاتھوں سے محسوس کر رہا تھا۔ اس کی سوچ بھی میرے پڑھنے کے لیے تھا اور کوئی بھی محبت کرنے والا ٹیلی پیتھی کے لیے جذبوں کو نہیں پڑھتا۔ یہ تو دلبر کی خوبصورت ادائیں پہچانتی ہیں۔

ایئر ہوسٹس ہمارے قریب سے کئی بار گزر چکی تھی لیکن اس نے ہمیں چائے یا دوسرے مشروبات کے لیے نہیں پوچھا۔ وہ اتنا تو جانتی ہی تھی کہ ایسے وقت میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔

ہم ایک خطرناک مہم پر جا رہے تھے۔ پتہ نہیں ہمارے خلاف دشمنوں نے کیا کچھ منصوبے بنائے ہوں گے۔ کیسے کیسے جال بچھائے ہوں گے۔ وہ اتنے نادان تو نہیں ہو سکتے کہ انھیں ہماری روانگی کی اطلاع نہ ملی ہو۔ ہم سب کچھ سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ پر اتنا بھروسہ تھا کہ ہمیں ناکامی نہیں ہوگی۔ انشاء اللہ ہم بچے کو واپس لے کر آئیں گے۔

ہم نے وقتی طور پر بچے کو فراموش کر دیا تھا۔ میں نے خیال خوانی ترک کر دی تھی۔ ہم کسی مسئلے پر غور نہیں کرنا چاہتے تھے۔ بس ہمارا ایک ہی مسئلہ تھا کہ ہم دونوں بار بار کیوں بچھڑ جاتے ہیں۔ پھر ملتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے نیا جنم لیا ہو۔ پہلی بار مل رہے ہوں۔ ہم ایک دوسرے کے لیے اچھوتے ہوں۔ اور اب چھو رہے ہوں۔

بڑی دیر بعد سونیا نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا: "فرہاد! میری تقدیر کیسی ہے کہ میں کبھی تمہاری جیون ساتھی نہیں بن سکوں گی۔"

"میں تمہیں ہر حال میں اپنا جیون ساتھی بناؤں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ ہماری شادی میں بڑی رکاوٹ رسونتی تھی۔ ہم رسونتی کے ٹیلی پیتھی کے حربے کو بالکل ہی زنگ آلود کر دیں گے اور منجانی یہ کام شروع کر چکی ہے۔"

رات کے کھانے کے وقت ایک ایئر ہوسٹس ہمارے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے مسکرا کر کہا: "مداخلت کی معافی چاہتی ہوں لیکن یہ بھی کہنا چاہتی ہوں کہ محبت میں بھوک نہیں لگتی اور بھوک کی حالت میں محبت نہیں کی جا سکتی۔ دونوں میں سے کون سا خیال درست ہے؟"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا: "دونوں ہی خیال درست ہیں۔ کسی فاقہ زدہ انسان سے کہا جائے کہ وہ محبت کرے تو نہیں کرے گا۔ اور کسی محبت کرنے والے سے کہا جائے کہ ابھی کھانا کھا لو تو وہ نہیں کھائے گا۔"

میں نے کہا: "مگر ہم کھائیں گے۔ پیٹ بھری محبت بہتر ہوتی ہے۔"

ایئر ہوسٹس مسکرا کر کھانا لانے چلی گئی۔ میں نے کہا: "بھی موقع ہے کہ ہم آرام سے کھا لیں۔ آرام سے کچھ وقت گزار لیں۔ جب ہم دارالسلام پہنچیں گے تو پتہ نہیں کیا حالات ہوں گے۔"

ہم نے سفر شروع کرنے سے پہلے طیارے کے عملے سے ملاقات کی تھی۔ سعید صاحب نے ان سے ہمارا تعارف کرایا تھا۔ ان سے درخواست کی تھی کہ سفر کے دوران ہمارا خاص خیال رکھیں۔ اس تعارف کا مطلب صرف یہ تھا کہ میں اس ملاقات کے دوران تمام

لوگوں کے خیالات پڑھ لوں تاکہ بعد میں ہمارے خلاف کوئی سازش ہو تو مجھے اس کا علم ہو تا رہے۔

جو ائیر ہوسٹس کھانا لانے گئی تھی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے آس پاس دوسرے اسٹیورڈ اور ائیر ہوسٹس وغیرہ بھی تھے۔ اور وہ دوسرے مسافروں کے لیے بھی کھانے کی ٹرالیں سجا رہے تھے۔ میں نے ہر ایک کے خیالات کو پڑھا اور مطمئن ہوتا رہا۔ ہمارے خلاف کھانے پینے کی چیزوں میں کسی چیز کی ملاوٹ نہیں ہو رہی تھی۔ کوئی سازش نہیں تھی۔

آدھی رات کے بعد ہم بخیریت قاہرہ پہنچ گئے۔ وہاں ـــــ انٹیلی جنس کے کچھ افسران ہمارے استقبال کے لیے آئے تھے۔ ہمارے درمیان پہلے ہی سعید صاحب کے ذریعے کوڈ ورڈز مخصوص ہو چکے تھے۔ ان کوڈ ورڈز کے ذریعے ہم نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ پھر وہ ہمیں وی۔ آئی۔ پی روم میں لے آئے۔ اعلیٰ بی بی کا ایک چور قاہرہ میں بھی تھا۔ وی۔ آئی۔ پی روم میں اس سے ملاقات ہوئی۔ ایک گھنٹے بعد ہمیں دوسرے طیارے کے ذریعے دارالسلام جانا تھا۔

ہماری گفتگو کے دوران وی۔ آئی۔ پی روم کا دروازہ کھلا۔ پھر چند لوگ داخل ہوئے۔ انھوں نے اپنا تعارف کرایا۔ وہ نیروبی انٹیلی جنس کے افراد تھے۔ میں نے تعارف کے دوران باری باری ان کے دماغوں کو پڑھ کر دیکھا اور مطمئن ہوتا رہا۔ پھر وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ نیروبی انٹیلی جنس کے ایک افسر نے جیب سے دنیا کا نقشہ نکالا اور اسے کھول کر ہمارے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ دیکھیے جزیرہ الدبرا سے تقریباً پچاس میل کے فاصلے پر گلوریس آئی لینڈ ہے مگر گلوریس جزیرے کے گورنر نے اس بات کی اجازت نہیں دی ہے کہ اجنبی لوگ اس جزیرے میں داخل ہوں اور کسی دوسرے جزیرے کے خلاف کارروائی کریں۔"

دارالسلام کے ایک افسر نے کہا۔ "ہمیں پہلے ہی شبہ تھا کہ وہاں کا گورنر اعتراض کرے گا۔ وہ اسی ٹبڑی طاقت کا پٹھو ہے۔ وہی طاقت جو یہودیوں کی پشت پناہی کر رہی ہے۔"

نیروبی کے افسر نے کہا۔ "اسی لیے میں حاضر ہوا ہوں میری اپنی پلاننگ یہ ہے کہ مادام سونیا اور مسٹر فرہاد ہمارے ساتھ نیروبی تک چلیں وہاں سے ہم ایک گمنام جزیرے میں انھیں پہنچائیں گے۔ ذرا نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔" اس نے افریقہ کے مشرقی حصے کے سمندر پر ایک جگہ انگلی رکھی پھر کہا۔ "یہ جزیرہ الدبرا ہے اور اس کے شمال میں تیس یا پینتیس میل کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے نقشے میں وہ جزیرہ نظر آ رہا ہے۔ ایسے بے شمار جزیرے سمندر میں ہیں جو عام نقشوں میں نظر نہیں آتے اور جو اب تک گمنام ہیں۔ انھی میں اس جزیرے کا شمار ہوتا ہے۔"

ایک آفیسر نے کہا۔ "نقشے کے مطابق حکومت کینیا کے سمندری علاقے میں یہ جزیرہ ہے۔ کیا آپ کی حکومت نے اس جزیرے کے متعلق معلومات حاصل نہیں کیں؟"

"ہاں، کئی بار ہماری مہم جو پارٹیاں ادھر گئی ہیں لیکن بہت کم لوگ وہاں سے واپس آئے۔ واپس آنے والے اسے موت کا جزیرہ کہتے ہیں۔ ان کے ساتھی کہاں غائب ہو جاتے ہیں۔ کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ہڈیوں کے انسانی ڈھانچے انھیں کئی جگہ نظر آئے لیکن وہ ڈھانچے ان کے ساتھیوں کے تھے یا نہیں۔ یہ سمجھنا مشکل تھا۔ ڈھانچوں سے اپنے اور پرائے کی پہچان نہیں ہو سکتی۔"

دارالسلام کے ایک افسر نے کہا۔ "واہ جناب! جب آپ جانتے ہیں کہ وہ موت کا جزیرہ ہے اور ایسا پُراسرار جزیرہ ہے کہ آپ کی حکومت نے اب تک اس کے متعلق صحیح معلومات حاصل نہیں کی ہیں۔ ایسی جگہ آپ مسٹر فرہاد اور مادام سونیا کو کیوں بھیجنا چاہتے ہیں؟"

اس آفیسر نے جواب دیا۔ "میں نے مسٹر فرہاد اور مادام سونیا کو وہاں جانے کا مشورہ دیا ہے، حکم نہیں دیا۔ وہاں جانے سے پہلے اس جزیرے کے متعلق جو کچھ معلومات ہیں میں وہ فراہم کر رہا ہوں۔ وہاں جانا یا نہ جانا ان دونوں کی مرضی پر ہے۔"

دوسرے آفیسر نے کہا۔ "ہم انھیں تنہا جانے کے لیے نہیں کہہ رہے ہیں۔ ہماری ایک مہم جو پارٹی پہلے ہی اس جزیرے کے مغربی ساحل پر پہنچ کر کیمپ لگا چکی ہے۔" اب تک ان کی گفتگو یا بحث خاموشی سے سن رہا تھا میں نے پوچھا۔ "ہمیں بتایا گیا ہے کہ الدبرا مشن پر کسی بھی حکومت کا کوئی نمائندہ یا کوئی جاسوس ادھر نہیں جائے گا بلکہ میرے اور سونیا جیسے لوگ وہاں جائیں گے جن کا تعلق بظاہر کسی حکومت سے نہیں ہوتا ہے۔"

نیروبی کے افسر نے کہا۔ "آپ نے درست سنا ہے۔ جو پارٹی وہاں گئی ہے اس میں ایسے لوگ ہیں جو چھٹے ہوئے بدمعاش اور غنڈے ہیں اور کسی نہ کسی صلاحیت کے حامل ہیں۔ بہت ہی نڈر، بیباک اور جان پر کھیل جانے والے لوگ ہیں۔ ان میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی اور ایسے لوگ بھی ہیں جو نیروبی کی جیل میں عمر قید کی سزا کاٹ رہے تھے انھیں بھی آزاد کر کے وہاں بھیج دیا گیا ہے اس شرط پر کہ اگر وہ لوٹیں گے تو ان کی باقی سزا معاف کر دی جائے گی۔ مختصر یہ کہ کوئی بڑی طاقت 'الدبرا مشن' کے سلسلے میں ہمیں الزام نہیں دے سکے گی۔"

دارالسلام کے افسر نے کہا۔ "ہم نے بھی ایسی ہی ایک پارٹی کی ہے۔ ہم اسے گلوریس آئی لینڈ بھیجنے والے تھے۔ چونکہ راستہ بدلا گیا ہے اس لیے یہ ٹیم بھی اسی گمنام جزیرے پر جائے گی۔"

سونیا نے نیروبی کے ایک آفیسر سے سوال کیا۔ "آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ اس گمنام جزیرے میں جانے والے بہت کم واپس

اور جو واپس نہ آ سکے ان کی ہڈیوں کے ڈھانچے ملے۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ ان کے ساتھیوں کے ہی ڈھانچے تھے تو انھیں کس نے ہلاک کیا۔ کیا اس کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کی گئی؟"

"ہم نے یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ افریقہ کے قدیم آدم خور قبیلے کے لوگ ہیں جو آج بھی انسانوں کا گوشت کھاتے ہیں۔ خصوصاً انھیں عورتوں کا گوشت بہت پسند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بار ہماری مہم جو پارٹی میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ وحشی لوگ ان عورتوں کو حاصل کرنے کے لیے سامنے آئیں تو کچھ بات بنے۔"

میں نے پوچھا۔ "ہم نیروبی کب تک پہنچیں گے؟"

"اس وقت ایک بج کر پندرہ منٹ ہوئے ہیں۔ شاید پانچ بجے تک وہاں پہنچ جائیں گے۔"

میں نے دارالسلام کے انٹیلی جنس افسر سے کہا۔ "آپ اپنی وہ ٹیم اس موت کے جزیرے میں بھیج دیں۔ ہم اور سونیا کل شام تک وہاں پہنچ جائیں گے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "وہاں جانے کا ذریعہ کیا ہے کیا ہیلی کاپٹر؟"

"جی نہیں، موٹر بوٹ یا لانچ کے ذریعے سفر کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ آپ کو ماہی گیروں یا مفرور قیدیوں کی حیثیت سے وہاں جانا چاہیے۔ اگر ہیلی کاپٹر استعمال ہوگا تو وہ دشمنوں کی نظروں میں آ جائے گا اور ہنگامہ برپا ہو جائے گا کہ اس ہیلی کاپٹر کا تعلق کس ملک سے ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "جو مہم جو پارٹی وہاں پہنچی ہوئی ہے کیا اس پارٹی کے افراد 'میرب' اور سونیا کے متعلق جانتے ہیں؟"

"ہم نے انھیں بتایا ہے لیکن وہ آپ لوگوں سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں۔ وہ کسی فلمی پبلسٹی کو نہیں مانتے ہیں اور نہ آپ دونوں کی شخصیت سے متاثر ہو سکتے ہیں ـــــ وہ بہت ہی جاہل، وحشی اور مصیبت پیدا کرنے والے شورہ پشت لوگ ہیں لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ انھیں ہینڈل کر لیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد ہم وی۔ آئی۔ پی روم سے نکلے ایک کار ہمیں ہوائی جہاز تک پہنچانے کے لیے موجود تھی میں نے، اعلیٰ بی بی کے چور نے تعاقب کرتے ہوئے کہا۔ "میں دارالسلام کے چوروں سے دماغی رابطہ قائم کروں گا۔ آپ کی ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے۔ خدا حافظ۔"

اس سے رخصت ہو کر ہم طیارے میں سوار ہو گئے۔ ٹھیک ڈیڑھ بجے ہمارا سفر دوبارہ شروع ہوا۔ سفر کے دوران میں نے دارالسلام کے دونوں چوروں سے رابطہ قائم کیا۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ ہماری کار بدل گئی ہے اور ہم کسی گمنام جزیرے میں جانے والے ہیں تو انھوں نے کہا۔ "جناب! ہم بھی ادھر ہی پہنچ رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "میں اس بات کا مشورہ نہیں دوں گا۔ میری پلاننگ کچھ اور ہے۔ ذرا توجہ سے سنو۔ اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرو اور میری یہ تجویز پیش کرو۔ ہم سب اس گمنام جزیرے میں جا رہے ہیں جو موت کا جزیرہ کہلاتا ہے۔ یقیناً دشمنوں کی نظر ہم پر ہوگی۔ اگر ہم پر نظر ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ساری توجہ بھی ہماری طرف ہوگی۔ لہٰذا چالیس چوروں کو الدبرا کی طرف رُخ کرنا چاہیے۔ کچھ چوروں کو گلوریس آئی لینڈ میں کسی نہ کسی طرح قدم رکھنا چاہیے۔ اس آئی لینڈ میں وہاں کے گورنر کے لیے کم از کم ایک ہیلی کاپٹر ضرور ہوگا۔ اس بات کا پتہ لگایا جائے اور اس ہیلی کاپٹر پر نظر رکھی جائے۔ ضرورت کے وقت وہ ہمارے کام آئے گا۔ ہو سکتا ہے جس وقت ہم بچتے کھوچے کر اس جزیرے سے نکلنا چاہیں تو ہیلی کاپٹر کی ضرورت پیش آئے۔ آئندہ پیش آنے والے واقعات پر غور کیا جائے اور آئندہ پیش آنے والی ضروریات پر اس طرح نظر رکھی جائے کہ وقت پر مدد یہی دے سکو۔"

دو بج کر تیس منٹ ہو چکے تھے میں نے سونیا سے کہا۔ "تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔ جہاز میں کوئی ہمارا دشمن نہیں ہے۔ یہ ہمیں بحفاظت نیروبی تک ضرور پہنچائے گا۔ میں نے سونیا کے ذہن کو تھپک تھپک کر سلا دیا پھر اپنے دماغ کو یہ ہدایت دے کر سو گیا کہ وہ گھنٹے تک آرام سے سوتا رہوں۔ اس دوران اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو میری آنکھ کھل جائے۔

ایسی کوئی بات نہیں ہوئی میں اور سونیا آرام سے سوتے رہے وقت مقررہ پر آنکھ کھل گئی میں نے سونیا کو بیدار کیا۔ ہم نے بعد دیگرے باتھ روم میں گھس منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہو گئے۔ تقریباً سوا پانچ بجے وہ طیارہ نیروبی ائیر پورٹ رن وے پر اترا۔ جب ہم طیارے سے اتر کر ائیر پورٹ کی عمارت میں داخل ہوئے تو دن کی روشنی پھیل چکی تھی ایک کاؤنٹر پر ہم پاسپورٹ اور دوسرے مزدوری کا معاوضہ لے کر پہنچے۔ کاؤنٹر گرل نے ایک لفافہ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ کے پاسپورٹ سے میں نے پہچان لیا ہے۔ آپ فرہاد علی تیمور ہیں۔ یہ آپ کے نام ایک پیغام ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کس نے دیا ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے ایک نظر سونیا پر ڈالی۔ پھر مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔ "ایک بہت ہی حسین لڑکی نے دیا ہے۔ میں نے نام پوچھا، پتہ پوچھا تو اس نے کہا۔ جیسے پیغام دے رہی ہوں۔ وہ مجھے جنم جنم سے جانتا ہے۔"

"تعجب ہے۔" میں نے سونیا سے کہا۔ "ہندو عقیدے کے مطابق جنم جنم سے جاننے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے ایک جنم کے بعد دوسرا جنم لیا۔ پھر تیسرا جنم لیا۔ پھر چوتھا جنم لیا اور ہر جنم میں یہ لفافہ دینے والی مجھے جانتی رہی یا میں اسے جانتا رہا لیکن ہم تو سلمان

ہیں۔ ہم ایسا عقیدہ نہیں رکھتے۔"

"تو پھر لفافہ کھول کر دیکھ لو۔ یہ کس عقیدے سے تعلق رکھنے والی ہے؟"

میں نے لفافہ چاک کیا۔ اس میں سے تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا۔ پھر اسے کھول کر دیکھا۔ میرے لیے اتنی دور ایک اجنبی ملک میں یہ بات حیرانی کی تھی کہ وہ خط اردو زبان میں لکھا ہوا تھا۔

"میرے فرہاد!

شاید تم مجھے بھلا چکے ہو مگر میں عورت ہوں۔ تمہیں مرنے کے بعد بھی نہیں بھول سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے مرنے کے بعد جب دوسری زندگی پائی تو تمہیں یاد رکھا مگر تم سدا کے ہرجائی نکلے پھر اس سونیا سے قریب ہوتے جا رہے ہو جس سے یہ برداشت نہیں کر سکتی۔

تم نے مجھے بھلا دیا ہے تو میں یاد دلاؤں گی کہ میں تمہیں چاہتی ہوں ——— یہ بھی چاہتی ہوں کہ میرے سوا کوئی دوسرا تمہیں نہ چاہے جو تمہیں چاہے گی وہ دنیا کی سب سے بدنصیب عورت ہوگی۔ ایسی بدنصیبی کی مثال سونیا پیش کرے گی۔ اس ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر نکلو تو تم دونوں اپنے راستے الگ کر لو۔ اگر سونیا تمہارے ساتھ چلے گی تو میں اسے چلنے کے قابل نہیں چھوڑوں گی۔ اس عمارت سے باہر نکلتے وقت اگر اس کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہوا تو پھر وہ ہاتھ آئندہ کبھی کسی سے مصافحہ کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لو۔

فقط تمہاری اور صرف تمہاری ہاں تمہاری۔۔۔"

میں نے وہ خط سونیا کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا: "تم سارے ہاز سے اردو پڑھنا اور لوبلنا بھی سیکھ رہی تھیں۔ کیا اسے پڑھ سکتی ہو؟"

سونیا نے خط لے کر کہا: "ہاں اٹک اٹک کر پڑھ لوں گی۔" پھر وہ پڑھنے لگی میں نے انٹلی جنس کے افسران کو اس خط کے متعلق بتایا۔ ایک افسر نے کہا: "تعجب ہے۔ آپ کے لیے اس خط میں محبت ہے اور ملادام کے لیے دھمکی۔ بہرحال آپ فکر نہ کریں۔ ہمارے آدمی آپ لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر کر باہر کھڑی ہوئی کار تک لے جائیں گے۔"

سونیا اٹک اٹک کر پڑھ رہی تھی۔ میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر اس کے ہاتھ سے خط کو چھینتے ہوئے کہا: "اس طرح تو تم صبح سے شام کرو گی۔ لاؤ سنو۔ میں سناتا ہوں۔"

پھر میں نے اسے وہ خط پڑھ کر سنایا۔ وہ سیٹی بجانے کے انداز میں ہونٹوں کو سکیڑ کر بولی: "کیا یہ مرجانہ نے لکھا ہے؟"

میں نے چونک کر سونیا کو دیکھا۔ پھر ایک نظر اس خط پر ڈالی اس کے بعد کہا: "تمہارے دماغ میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا؟"

"اس لیے کہ تم سے محبت کرنے والیوں کو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تمہاری زندگی میں آج تک کوئی ایسی لڑکی نہیں آئی جو تمہاری کسی دوست کے ہاتھ پاؤں توڑنے کا دعویٰ کرے۔ صرف مرجانہ ایسا کر سکتی ہے۔"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "نہیں مرجانہ تو تمہیں چاہتی ہے۔ تمہاری خاطر میرے ہاتھ پاؤں توڑنے کا دعویٰ کر سکتی ہے۔ تم الٹی بات ہو رہی ہے۔"

وہ بولی: "ہاں، بات تو الٹی ہے مگر یہ بھی تو سوچنا چاہیے کہ برین واش کرنے والوں نے اس کے دماغ کو الٹا دیا ہو۔ یقیناً اس خط کا ایک ایک لفظ مرجانہ کے مزاج کو ظاہر کر رہا ہے۔"

تب میں نے اس خط کو دوبارہ پڑھا۔ میری حیرت کی انتہا نہیں رہی۔ واقعی دوبارہ خط پڑھتے وقت مرجانہ تقریر میں کی گئی وہی بولتی ہوئی لگ رہی تھی۔ سونیا اس کے بہت قریب رہی تھی اور بڑی گہرائی سے اس نے مرجانہ کا مشاہدہ اور مطالعہ کیا تھا۔

میں نے مرجانہ کے لب و لہجہ کو یاد کرتے ہوئے اپنی آنکھ لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچانے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ اس کا سا لہجہ لب و لہجہ میٹ بچکا تھا۔ برین واش ہو چکا تھا۔ پتا نہیں نیا لب و لہجہ کیسا ہوگا۔ ایک آفیسر نے مجھے مخاطب کیا: "تمہارا کیا ارادہ ہے۔ یہاں سے چلنا چاہیے۔ دیکھیے ہمارے یہ مسلح افراد آپ دونوں کے چاروں طرف چلتے رہیں گے۔ کوئی چھپ کر آپ لوگوں پر فائر نہیں کر سکے گا۔"

میں نے سونیا سے کہا: "اب تک ہم ہزاروں بار اپنے دشمنوں کو تشدد کا تجربہ کر چکے ہیں۔"

سونیا نے کہا: "چلو ایک تجربہ اور سہی۔"

ہم چلنا ہی چاہتے تھے کہ ایئرپورٹ کے ایک پولیس افسر نے سونیا کے سامنے آ کر پوچھا: "کیا آپ مادام سونیا ہیں؟"

سونیا نے اقرار میں سر ہلایا۔ پولیس افسر نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "ادھر پاکستان ایئرلائن کے ایک صاحب نے مجھے یہ دیا اور آپ کا حلیہ بتایا کہ آپ گلابی کے پاکستانی لباس میں ہوں گی اور آپ کا نام مادام سونیا ہوگا۔ یہ خط آپ تک پہنچا دوں۔"

سونیا نے اس سے لفافہ لیتے ہوئے کہا: "میرا خیال ہے مرجانہ نے شاید مجھے بھی دھمکی دی ہوگی۔" یہ کہتے کہتے اس نے لفافہ کو چاک کر کے اس کے اندر کے کاغذ کو نکال لیا تھا اور پڑھ رہی تھی۔ وہ خط انگریزی میں تھا۔

"سونیا! میرے دشمن کی آواز اور میری جان!

میں تمہارا سب سے پہلا عاشق ہوں جسے تم نہیں جانتی ہو مگر میں مرنے کے بعد بھی تمہیں بھلا نہ سکا۔ اب ایک نئی زندگی پانے کے بعد تمہاری تمنا پہلے کی طرح شدت سے کر رہا ہوں۔

مجھے معلوم ہے کہ کون تمہارے ہاتھ پاؤں توڑنے کی دھمکی دے رہی ہے۔ میں اسے ایسا کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ حالانکہ وہ انتہائی خطرناک عورت ہے۔ اس کے مقابلے میں بڑے بڑے شہ زور بھی اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں رہ سکتے۔ فرہاد نہ تو اپنی جسمانی قوت سے اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں اس کی سنگدلی سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ صرف میں تمہاری حفاظت کر سکتا ہوں۔ تمہیں میری محبت کی قدر کرنا چاہیے اور فرہاد کو ٹھوکر مار دینا چاہیے۔ تمہاری سلامتی اور تمہاری بقا صرف میرے ہی دم سے ہے۔ یقین نہ ہو تو ایئرپورٹ کی عمارت سے فرہاد کے ساتھ باہر نکل کر دیکھو۔ میں ہر جگہ تمہاری حفاظت اور سلامتی کے لیے موجود ہوں گا۔ فقط۔ تمہارا اور صرف تمہارا ہاں تمہارا۔۔۔"

میں اس خط کو سونیا کی سوچ کے ذریعے پڑھ چکا تھا۔ سونیا نے خط انٹلی جنس کے ایک آفیسر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "اوہ! ان لوگوں نے کیا تماشا بنا رکھا ہے۔ فرہاد چلو۔"

وہ آفیسر خط پڑھتے ہوئے ہمارے ساتھ چلنے لگا۔ ہمارے آس پاس اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ اگرچہ وہ دونوں خطوط خطرناک چیلنج کے باوجود معمّہ سے نبرد آزما تھے پھر بھی ہم محتاط تھے اور چلنے کے دوران آس پاس توجہ سے دیکھتے جا رہے تھے اور جسے دیکھتے تھے اسے تجربات کی نگاہوں سے تولتے جاتے تھے۔

ہم ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر آ گئے۔ سفید رنگ کی بڑی سی مرسیڈیز ہمارے سامنے کھڑی تھی۔ جیسے ہی ہم قریب پہنچے۔ ایسکارٹ نے آگے بڑھ کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ ریزیڈنسٹ کے اصول کے مطابق پہلے سونیا اندر گئی۔ اس کے بعد میں دروازے کی طرف بڑھا۔ اسی وقت کار کو ایک جھٹکا لگا اس کا انجن پہلے ہی سے بیدار تھا۔ سونیا کے بیٹھتے ہی کار آگے بڑھ کر اچانک تیز رفتاری سے دوڑنے لگی۔

میں نے حیرانی سے دور جاتی ہوئی کار کو دیکھا۔ ہم میں سے کسی نے سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے جاسوسوں اور تجربہ کار لوگوں کی موجودگی میں مجرم اتنی دیدہ دلیری کا ثبوت دیں گے اس کار کے آگے پیچھے کئی۔ جیپیں کھڑی ہوئی تھیں۔ جب وہ کار آگے بڑھی اور ایک آفیسر نے اشارہ دیا تو وہ جیپ کاریں بھی حرکت میں آ گئیں اور اس کے تعاقب میں آگے بڑھیں۔ تھوڑی دور جا کر ہی دونوں گاڑیاں چلتے چلتے رک گئیں۔ ان میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ دشمنوں نے خرابی پیدا کر دی تھی۔

دونوں افسران دوڑتے ہوئے اپنی ذاتی کاروں کی طرف گئے پھر اس میں بیٹھ کر ڈرائیو کرتے ہوئے میرے پاس آ گئے۔ آگے پیچھے دو کاریں کھڑی ہو گئیں۔ دونوں افسران نے کار کی کھڑکی سے جھانک کر مجھے دیکھا۔ ایک نے کہا: "فرہاد صاحب! آئیں دیر نہ کریں۔"

دوسرے آفیسر نے پوچھا: "آپ اتنے اطمینان سے کیوں کھڑے ہیں؟"

میں نے کہا: "آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔ پریشان انھیں ہونا چاہیے جو سونیا کو لے گئے ہیں۔"

ایک آفیسر نے کار سے باہر نکلتے ہوئے پوچھا: "کیا مطلب۔ کیا آپ اس کے پیچھے نہیں جائیں گے؟"

"جاؤں گا لیکن آپ لوگوں کی کاروں میں نہیں۔ آپ میرے لیے ایک ٹیکسی طلب کریں۔"

"ٹیکسی کیوں؟"

"آپ کی ان کاروں میں بھی دشمنوں نے یقیناً کوئی خرابی پیدا کی ہوگی۔ جو ذرا آگے جا کر معلوم ہوگی۔" یہ کہتے ہی میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا: "سونیا خیریت سے تو ہو؟"

وہ کار کی پچھلی سیٹ پر آرام سے بیٹھی ہوئی تھی۔ کہنے لگی: "تم خود ہی دیکھ لو۔ میں کس حال میں ہوں۔"

"تم تو بڑے اطمینان سے ہو۔"

"اور کیا کروں؟ کیا اس نتھو ڈرائیور پر حملہ کر دوں؟"

"جب وہ نہتا ہے تو یقیناً اپنی جان پر کھیل کر تمہیں لے جا رہا ہوگا۔ تم حملہ کرو گی تو وہ گاڑی کو کسی ایسی جگہ ٹکرائے گا جہاں تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"اسی لیے اطمینان سے بیٹھی ہوں۔ اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ دشمن کیا چاہتے ہیں اور مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔ تم تو میرے آس پاس موجود ہی رہو گے۔"

"تم کھڑکی سے باہر دیکھتی جاؤ اور سوچتی جاؤ کہ کن راستوں سے گزر رہی ہو۔ وہاں کے سائن بورڈ، ہوٹل، کلب اور مخصوص عمارتوں کی نشاندہی کرتی جاؤ۔ میں ایک ٹیکسی میں آ رہا ہوں۔ اچھی راستوں پر چلتا جاؤں گا۔"

"دشمن اتنے نادان تو نہیں ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہوں گے کہ تم

ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑی کامیابی سے میرا تعارف کرتے ہوئے ان لوگوں تک پہنچ جائے گے۔"

"ہاں، دشمن یہ سمجھ سکتے ہیں، مگر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ فی الحال میں اسی طرح تمھارے پیچھے آرہا ہوں۔"

میں نے سوچ کا رابطہ ختم کیا۔ سامنے ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی نظر آئی۔ ایک آفیسر اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا تھا میں پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔ پھر ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ آفیسر نے پوچھا "کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ہمیں کس طرف سے چلنا چاہیے؟"

میں نے سوچ کے ذریعے معلوم کیا۔ پھر آفیسر سے کہا "راستے کے دائیں طرف ایک بہت بڑا ہورڈنگ ہے جس پر سکس فیکٹر کا اشتہار ہے۔"

"جناب! سکس فیکٹر کے اشتہار کے ہورڈنگز اس شہر میں کئی جگہ ہیں۔"

"تو پھر ٹھہریے۔ میں کچھ اور معلوم کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں سونیا کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ گاڑی ایک ویران سڑک پر رک گئی تھی۔ اس کے چاروں طرف اسٹین گن والے تھے اور سونیا کو باہر نکال کر دوسری گاڑی میں جانے پر مجبور کر رہے تھے۔ سونیا ان کے نرغے میں چلتے ہوئے دوسری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ تب اس کے دماغ نے بتایا کہ وہ جس گاڑی میں بیٹھی ہوئی ہے اس کے شیشے اندھے ہیں یعنی آر پار نہیں دیکھا جا سکتا اب وہ راستوں کی نشاندہی نہیں کر سکے گی۔

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ آفیسر نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "اب تم بتاؤ کہاں چلیں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا مطلب؟"

"جہاں آپ نے میری رہائش کا انتظام کیا ہے۔ مجھے وہاں پہنچا دیں۔ سونیا کا تعاقب نہیں کیا جا سکتا۔ دشمن بہت چالاک ہیں۔ انھوں نے میری ٹیلی پیتھی کے راستے محدود کر دیے ہیں۔"

"کیا آپ ملادام کو ان کے حال پر چھوڑ دیں گے؟"

"آفیسر وہ کوئی گھریلو ناری نہیں خاتون نہیں ہے۔ آپ چلیے۔"

آفیسر نے ٹیکسی ڈرائیور کو راستہ بدلنے کے لیے کہا میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت اس کے آس پاس دو مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ سونیا ان سے کہہ رہی تھی "اس تکلف کی کیا ضرورت ہے جب وہ ڈرائیور تھا تب بھی میں نے اس پر حملہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی فرار ہونے کی کوشش کی تھی میں تو سیدھی وہاں جا رہی ہوں جہاں تم لوگ لے جانا چاہتے ہو۔"

اس پاس بیٹھے ہوئے جوان خاموش ہے۔ انھیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ سونیا نے مجھے مخاطب کیا "تم نے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا ہوگا؟"

"اور کیا کر سکتا ہوں۔ میری رہائش کا جہاں انتظام کیا گیا ہے وہاں جا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ وہاں پہنچ کر اطمینان سے خیال خوانی کرو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ چاہتے کیا ہیں؟"

میں نے دماغی طور پر ٹیکسی میں حاضر ہو کر آفیسر سے کہا "کیا کے اینٹی جنس والے یقیناً باصلاحیت ہوں گے لیکن غیر ملکی کے معاملے میں وہ اتنے ذہین نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو دشمن سونیا کو اتنی آسانی سے نہ لے جاتے۔"

آفیسر نے ندامت سے کہا "میں اس معاملے میں تحقیق کروں گا۔ آخر ایسا کیوں ہوا۔ اس میں ہمارے ملک کی بدنامی ہے۔"

"کوئی بات نہیں، غلطیاں سبھی سے ہوتی ہیں۔ دراصل ہم لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ دشمن دوست بن کر بھی آپ لوگوں کے درمیان رہ سکتے ہیں۔ آپ کی تمام گاڑیاں آپ ہی کے کسی آدمی نے ایئرپورٹ پر خراب کی ہیں اور وہ آدمی یقیناً دشمنوں سے ملا ہوا ہے۔"

آفیسر نے تائید میں سر ہلایا۔ ہم ایک شاندار بنگلے کے احاطے میں پہنچ گئے۔ بنگلے کے احاطے میں کچھ لوگ ایک میز کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ میز پر ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا اور وہ اس کے ذریعے کسی سے گفتگو کر رہے تھے۔ وہ ہمیں ٹیکسی سے اترتا دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

میں آفیسر کے ساتھ ٹیکسی سے اتر کر ان کے پاس آیا ایک ماتحت ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے اسے رخصت کر رہا تھا۔ جب ہم ٹرانسمیٹر کے قریب پہنچے تو ایک ماتحت نے کہا "جناب! ہمارا ایک آدمی اس گاڑی کا پیچھا کر رہا ہے جس میں مادام کو لے جایا گیا ہے۔"

میں نے کہا "وہ گاڑی تو بدل چکی ہے۔ مادام سونیا دوسری گاڑی میں جا رہی ہیں۔"

اس ماتحت نے کہا "یس سر! ہم اسی دوسری گاڑی کو اپنی نظروں میں رکھے ہوئے ہیں۔ دراصل ہمارا ایک جاسوس ایئرپورٹ کی عمارت سے ذرا دور ایک موٹر سائیکل پر موجود تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اچانک ہی ایک گاڑی جس میں کہ آپ لوگوں کو جانا تھا پل پڑی ہے اور اس شاہراہ پر کچھ فاصلے پر نظر آ رہی ہے تو اس نے اس گاڑی کا پیچھا کیا۔ ایک ویران راستے پر اس نے دیکھا کہ وہ لوگ ملادام سونیا کو اسٹین گنوں کی زد میں لے کر دوسری گاڑی میں بٹھا رہے ہیں۔ اس جاسوس نے تعاقب جاری رکھا جو تا حال جاری ہے۔"

آنے والے آفیسر نے فخر سے سینہ تان کر میری طرف دیکھا اور کہا "میں نے فریاد! آپ نے درست کہا تھا کہ غلطیاں ہو جاتی ہیں لیکن ہمارے ماتحتوں پر ناز ہے۔ دیکھیے کس طرح ہمارے ذہین جاسوس دشمن کا پیچھا کرتے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر داد دینے کے انداز میں اسے دیکھا پھر سونیا

کے پاس پہنچ کر معلوم کیا وہ اس وقت جس گاڑی میں تھی۔ وہ گاڑی رکی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا "کہاں ہو؟ کچھ پتہ چل رہا ہے؟"

اسی وقت اس گاڑی کے دونوں طرف والے دروازے کھلے اور وہ دونوں سونیا کو باہر نکلنے کا اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل گئے۔ سونیا نے گاڑی سے نکل کر دیکھا۔ وہ ایک بڑا سا گیراج تھا۔ گاڑی گیراج میں جس راستے سے داخل ہوئی تھی۔ وہ راستہ ایک آہنی شٹر کے ذریعے بند ہو گیا تھا۔ پھر گاڑی کے دروازے بھی بند ہو گئے۔ سونیا مسلح جوانوں کے نرغے میں ایک دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ گاڑی جس جگہ کھڑی ہوئی تھی، وہاں گڑگڑاہٹ کی ہلکی سی آوازیں آ رہی تھیں اور گاڑی زمین کے اندر دھنستی جا رہی تھی۔

پھر وہ ذرا نیچے جا کر رک گئی۔ اس کے بعد اسٹارٹ ہوئی اور آگے بڑھ گئی۔ گاڑی کی جگہ خالی ہو گئی وہ خالی جگہ پھر گڑگڑاہٹ کے ساتھ اوپر آنے لگی حتیٰ کہ اوپر آ کر فرش کے برابر ہو گئی۔ اب اس فرش میں خلا نہیں تھا۔

سونیا ان کے ساتھ چلتے ہوئے ایک لفٹ کے دروازے کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ دروازے پر لگے ہوئے نمبر تبدیل ہو رہے تھے۔ پتہ چل رہا تھا کہ لفٹ اوپر سے نیچے آ رہی ہے۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ان ماتحتوں کو دیکھا جو ٹرانسمیٹر سے مسلسل رابطہ قائم کر رہے تھے۔ انھیں اطلاع مل گئی تھی کہ سونیا کی گاڑی کہاں گم ہو گئی ہے اور تعاقب کرنے والا جاسوس ناکامی سے ادھر ادھر بھٹک رہا ہے۔ میں نے انھیں بتایا کہ وہ ایک ایسے گیراج میں پہنچ گئی ہے۔ جہاں وہ شٹر والا دروازہ کھلے گا تو اس گاڑی کا نام و نشان بھی نہیں ملے گا کیونکہ وہ ایک بڑی لفٹ کے ذریعے زمین کے اندر تہہ خانے میں پہنچ گئی ہے اور سونیا ایک لفٹ کے ذریعے اس عمارت کے اوپر جا رہی ہے لہٰذا کوئی ایسی عمارت دیکھیے جہاں بڑا سا آہنی شٹر والا گیراج نما دروازہ ہو۔

دو ماتحت یہی بات ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس جاسوس کو بتانے لگے میں پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہ لفٹ میں ایک طرف کھڑی ہوئی تھی اور اوپر کی طرف جا رہی تھی۔ میں وہیں لان میں رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب ٹرانسمیٹر کے قریب کھڑے ہوئے چار آدمیوں میں سے دو آدمی جا رہے تھے وہ ایک موٹر سائیکل پر بیٹھ کر تعاقب کرنے والے جاسوس کی رہنمائی کرنا چاہتے تھے اور ایسی عمارت تلاش کرنا چاہتے تھے۔ جہاں ایک گیراج نما بڑا سا آہنی شٹر والا دروازہ ہو اور وہ عمارت اتنی اونچی ہو کہ جس کے اوپری منزل پر پہنچنے کے لیے لفٹ کی ضرورت پیش آئے۔

وہ عمارت کی سب سے اونچی منزل پر پہنچ گئی۔ ایک کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ پھر مسلح جوان کمرے سے باہر آ گئے۔ دروازے کو باہر سے بند کر دیا جس کمرے میں وہ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ تقریباً خالی خالی سا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے رسمی سی ملاقات کے لیے اسے بلایا گیا ہے اسی لیے وہاں صرف دو کرسیاں آمنے سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ ان دو کرسیوں کی سیٹنگ بتا رہی تھی کہ ایک پردہ بیٹھے گی اور دوسری پر کوئی دوسرا بیٹھ کر گفتگو کرے گا۔

پھر اسے کسی کی آواز سنائی دی "مادام سونیا! خوش آمدید۔ آپ ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ سکتی ہیں۔"

میں فوراً ہی بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں مالک کے سامنے بیٹھا ہوا بول رہا تھا۔ مجھے اس کے دماغ سے سونیا کا جواب سنائی دیا۔ وہ کہہ رہی تھی "پہلے اسے بلاؤ جس کے لیے یہ دوسری کرسی ہے۔ میں دیکھوں گی کہ میرے مقابل بیٹھنے کے قابل ہے یا نہیں؟"

مالک کے سامنے بولنے والے نے کہا "مادام! ہم آپ کی شان، آپ کے وقار اور آپ کی شخصیت کے مطابق ہی کسی کو پیش کر سکتے ہیں۔ جسے پیش کر رہے ہیں، ہم اسے آپ سے برتر تو نہیں کہہ سکتے لیکن کم تر بھی نہیں کہہ سکتے۔ لیجیے وہ شخصیت آپ کے سامنے آتی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔ سونیا نے ادھر گھوم کر دیکھا۔ ایک شخص کھلے ہوئے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ وہ قد آور تھا۔ بہت ہی اچھی صحت کا مالک تھا۔ اس کے چہرے... اور اس کے سراپا میں مردانگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مالک سے بولنے والے نے کہا "مادام! یہ وہ شخص ہے جس نے مسٹر فرہاد کو آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو مہینوں تگنی کا ناچ نچایا ہے، آپ اسے چہرے سے نہیں پہچان سکتیں۔ اس کے لب و لہجے کو سن کر صرف مسٹر فرہاد ہی جان سکتے ہیں۔ یہ وہ شکار ہے۔ جو آج کے ہاتھ آ کر پھسل گیا اور اب پھر ان کی ٹیلی پیتھی کی زد سے آزاد ہے۔"

سونیا نے کہا "اتنے لمبے چوڑے تعارف کی کیا ضرورت ہے۔ کیا یہ شخص گونگا ہو گیا ہے تاکہ فرہاد اسکے دماغ میں منہ نہیں سکے؟"

اس شخص نے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے سونیا کے مقابل آ کر مسکراتے ہوئے کہا "نہیں سونیا! میں گونگا نہیں ہوں۔ تمھارا جنم جنم کا عاشق ہوں۔"

اس کی آواز سنتے ہی میں چونک گیا۔ وہ جلال بیگ تھا۔

میں نے سونیا کو بتایا تو اس نے بھی کچھ حیرانی سے دیکھا، مگر جلد ہی حیرانی کو چھپاتے ہوئے مسکرا کر بولی "اچھا تو تم جلال بیگ ہو۔"

جلال بیگ نے جواباً مسکرا کر کہا "اچھا تو فرہاد تمھارے دماغ میں موجود ہے۔ اس سے کہہ دو کہ وہ تمھارے دل سے اور دماغ سے نکل جائے۔ تم میری ملکیت ہو۔ میں نے برسوں تمھاری تمنا کی ہے۔"

"بے چارہ انسان بہت سی ناکام تمناؤں کو لے کر قبر میں چلا جاتا ہے۔"

"میں قبر سے واپس آیا ہوں اور صرف تمھارے لیے آیا ہوں میری وہ زندگی جس پر فریاد علی تیور کا قبضہ ہو چکا تھا۔ وہ ختم ہو گئی ہے میں نے نیا جنم لیا ہے۔ میرے اس نئے جنم کے دو اہم مقاصد ہیں۔ ایک تمھاری محبت، دوسرا یہودیوں کی حمایت۔ پہلے میں تمھیں یہودیوں نواز سونیا بناؤں گا۔ پھر تم سے شادی کروں گا۔ ہمارے بچے بھی یہودی نواز ہوں گے اور ہمیشہ ان کی حمایت کرتے رہیں گے۔"

سونیا نے پوچھا: "کیا تم مسلمان سے یہودی بن گئے ہو؟"

"نہیں، بظاہر میں مسلمان ہوں۔ لیکن مسلمان ہونا اور بات ہے اور سچائی کا ساتھ دینا اور بات ہے۔ یہودی اگر اپنی جدوجہد میں سچے، کھرے اور باصول ہیں تو ہم سب کو ان کی حمایت کرنا چاہیے۔"

"وہ ان کے سچے اور کھرے اصول کیا ہیں؟"

"تم غور کرو تو یہ بات تمھاری سمجھ میں آجائے گی۔ اسلام ہو، عیسائیت ہو یا دنیا کا کوئی بھی مذہب ہو اس میں ایک سے زیادہ فرقے ہوتے ہیں۔ یہودیوں کی مسلسل کامیابی کا راز صرف یہ ہے کہ ان کے درمیان فرقے نہیں ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے نفرت نہیں کرتے۔ ایک دوسرے کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔ حالانکہ نظریاتی اعتبار سے کمیونسٹ یہودی ان سے الگ ہیں لیکن تنظیم کا پال کے خفیہ احکامات پر عمل کرتے وقت یہ لوگ نظریات کو بالائے طاق رکھ کر ایک ہو جاتے ہیں۔ پھر نہ کوئی روسی کمیونسٹ ہوتا ہے اور نہ کوئی امریکی سرمایہ دار سب یہودی ایک ہو جاتے ہیں۔"

"میں مانتی ہوں۔ یہودیوں میں ایسا مثالی اتحاد ہے کہ دنیا کی کوئی قوم ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ ان میں یہی خوبیاں ہیں اور مشترکہ جدوجہد کے اصول ہیں جن پر یہ سختی سے عمل کرتے ہیں۔"

"تم بہت جلد یہودی نواز کہلاؤ گی۔"

"یہ خوش فہمی اپنے دماغ سے نکال دو۔ اگر کسی قوم میں یا کسی مذہب میں بہت سی اچھائیاں ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ان اچھائیوں کو قبول کرنے کے لیے اس مذہب کو بھی قبول کر لیں یا وہ قومیت اختیار کر لیں بلکہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے اچھے اصولوں کو سراہا جائے اور اگر ہم میں وہ خوبیاں نہ ہوں تو ہمیں اس پر ندامت ہو اور یہ عزم ہو کہ ہم بھی وہی اصول اپنائیں گے اور ان سے بھی زیادہ متحد ہو کر جدوجہد کرنے کا سلیقہ اپنے اندر پیدا کریں گے۔"

جلال بیگ نے طنزیہ انداز میں کہا: "مسلمان کبھی متحد نہیں ہو سکیں گے۔ میں نے کہا نا جہاں ایک سے زیادہ فرقے ہوں وہاں اتحاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"میں فی الحال جواب نہیں دے سکتی تمھارے اس چیلنج کو مسلمانوں تک پہنچانے کی کوشش کروں گی۔"

سونیا نے بڑی بے بسی سے یہ جواب دیا تھا۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھا سب کچھ سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ تمام فرقے والے یہی کہتے ہیں کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور ہر فرقہ اپنے نظریات اور اپنے عقیدے کے مطابق رسی کو تھامے ہوتا ہے چونکہ نظریات اور عقائد مختلف ہوتے ہیں۔ جنبے، سوچ اور مزاج بھی مختلف ہو جاتے ہیں تو پھر اس رسی پر گرفت مضبوط نہیں رہتی۔ میں یہ سوچ رہا تھا اور ندامت سے میرا سر جھک رہا تھا۔

سونیا نے جلال بیگ سے پوچھا: "کیا ایئر پورٹ پر تم نے کسی کو تار بھیجا تھا؟"

"اور کون یہ جرأت کر سکتا ہے میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اب تمھیں بھی محبت کرنا سکھا رہا ہوں۔"

"کیسے سکھاؤ گے؟"

"محبت سے سکھاؤں گا۔"

"اگر میں محبت کو تسلیم نہ کروں تو؟"

"تو اس کی دوسری صورت ہوگی۔"

سونیا نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "دوسری صورت یہی کہ محبت سے نہیں تو طاقت سے مجھے حاصل کرو گے۔ طاقت سے نہیں تو سازشوں سے حاصل کرو گے۔"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "نہیں سونیا میری جان ۔۔۔۔!"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اچانک سونیا نے جام کر ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر مارا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے الٹا اور پھر سنبھل گیا۔ سونیا نے کہا: "میری جان کہنے کا حق اس دنیا کے صرف ایک آدمی کو ہے۔ ڈکشنری میں سیکڑوں، ہزاروں الفاظ ہیں لیکن وہ الفاظ جو مجھے ناگوار گزریں اپنی زبان پر لانے سے پہلے اجازت حاصل کر لینا۔"

جلال بیگ نے مسکرا کر کہا: "معلوم ہوتا ہے، فریاد تمھارے دماغ میں موجود نہیں ہے۔ اگر موجود ہوتا تو تمھیں بتا دیتا کہ میں ہمیشہ اس قسم کا فائٹر ہوں۔ ہاں، واقعی وہ موجود نہیں ہے۔ اسی لیے تو اس نے اب تک میرے دماغ میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی ہے۔"

سونیا نے کہا: "فریاد کی کوئی مصلحت ہوگی۔ وہ ہمارے درمیان موجود ہیں اور تمھاری بکواس سن رہے ہیں۔ ابھی تم جو کہہ رہے تھے وہ غلط تھا میری جان، کہے الفاظ واپس لیتے جاؤ۔"

اس نے ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا: "میں نہ تو بازو کی طاقت سے تمھیں حاصل کروں گا نہ کسی سازش کے ذریعے میں تمھیں محبت سے اپنی طرف بلا رہا ہوں۔ نہیں آؤ گی تو تمھارے برین کی واشنگ ہوگی۔ تمھارے دماغ کو ایک بار مار ڈالا جائے گا۔ تمھاری موت کے بعد دوسری سونیا جنم لے گی۔ ایک نئے دماغ کے ساتھ۔ جس طرح ہم نے جنم لیا اور تمھارا وہ نیا دماغ یہودیت سے بھرپور ہوگا جیسا کہ ہمارا دماغ ہے۔"

"تو پھر دیر کس بات کی ہے۔ مجھے برین واشنگ کے لیے لے چلو۔"

"مسئلہ یہ ہے کہ ہمارا برین واشنگ کا آپریشن تھیٹر صرف پیرس میں ہے۔ تمھیں اور فریاد کو وہاں تک لے جانے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔ ہم کوئی ایسا راستہ تلاش کر رہے ہیں جس پر تم دونوں آسانی کے ساتھ راضی خوشی ہمارے ساتھ چل سکو۔"

"وہ آسان راستہ کیا ہوگا؟"

"ابھی میں نہیں بتا سکتا۔"

سونیا نے پوچھا: "تمھاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ میرے ساتھ ساتھ فریاد کی بھی برین واشنگ کی جائے گی۔"

"ہاں، یہودی تنظیم کو تمھاری جیسی عورت اور فریاد جیسے ٹیلنٹڈ جاننے والے کی سخت ضرورت ہے۔ رسوتی ہاتھ آ ہی گئی ہے فریاد بھی ہمارا ساتھ دے تو پھر ہم دیکھتے ہی دیکھتے ساری دنیا پر چھا جائیں گے۔"

میں نے سوچا کہ اب اس کے دماغ میں پہنچنا چاہیے اور یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ لوگ مجھے اور سونیا کو کس طرح برین واشنگ کے لیے پیرس لے جانا چاہتے ہیں۔ یہ سوچتے ہی میں نے اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچایا۔ سوچ کی لہریں وہاں تک پہنچیں پھر واپس ہو گئیں کیونکہ اچانک ہی اس کے دماغ کے دروازے بند ہو گئے تھے۔ اس کی آنکھیں بھی بند ہو گئی تھیں۔

دوسرے ہی لمحے اس نے آنکھیں کھول کر مسکراتے ہوئے کہا: "فریاد! تمھاری کوشش بیکار ہے۔ میں اب وہ جلال بیگ نہیں ہوں جس کا دماغ تمھارے قبضے میں آ چکا تھا۔ اس دماغ کو صاف کر دیا گیا ہے اور نئے جوہ دماغ کو اتنا حساس بنایا گیا ہے کہ غیر معمولی باتوں کو فوراً محسوس کر لیتا ہے۔ میں نے تمھاری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک کر اسے واپس بھگا دیا۔ آیندہ بھی ٹیلی پیتھی کے ساتھ ہی سلوک کیا جائے گا۔"

یہ باتیں وہ زبان سے کہہ رہا تھا جسے سونیا بھی سن رہی تھی۔ اس نے پوچھا: "وہ راستہ تم نہیں بتاؤ گے جس پر چل کر ہم تمھارے پیرس والے آپریشن تھیٹر تک پہنچیں گے۔ چلو اتنا ہی بتا دو کہ اس وقت میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

وہ مسکرا کر بولا: "ایک محبوبہ کے شایانِ شان سلوک کیا جائے گا۔"

سونیا نے غرا کر کہا: "جلال بیگ میں تمھیں وارننگ دیتی ہوں۔ مجھے محبوبہ نہ کہنا۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔"

اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر جیسے متوقع حملے سے بچنے کے انداز میں کہا: "دیکھو میں جھگڑا نہیں کرنا چاہتا۔ تم سے کیا لڑوں گا جبکہ تم سے محبت کرتا ہوں۔ برین واشنگ کے بعد تم سر سے پاؤں تک میری ہو گی۔ فریاد کو ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ گی۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے پلٹ کر جانے لگا۔ سونیا اچھل کر اس کے راستے میں آ گئی۔ جلال بیگ نے کہا: "میرا راستہ نہ روکی۔ میں لڑائی بھگڑے والی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔"

سونیا نے اچانک ہی مسکراتے ہوئے محبت بھرے انداز میں کہا: "کیسے ہرجائی ہو؟ جب محبت کا دھوئی کر رہے ہو تو چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو؟ میں محبت کرتی ہوں تو مجھے نہیں چھوڑتی محبت کرنا سکھاتی ہوں۔ محبت کا پہلا سبق یہ ہے کہ مجھے ساتھ لے چلو۔ اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "میں جانتا ہوں، سونیا کس بلا کا نام ہے۔ اس بلا سے محبت کرنا آسان نہیں ہے۔ چلو میرے ساتھ۔"

جلال بیگ نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھل گیا۔ باہر چار مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے۔ سونیا جلال بیگ کے ساتھ چلتی ہوئی ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک زینے کے پاس پہنچی۔ جلال بیگ اس زینے پر چڑھنے لگا۔ سونیا نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ وہ زینہ انھیں چھت پر لے گیا لیکن وہاں پہنچتے ہی سونیا ٹھٹھک گئی۔

چھت پر کتنے ہی مسلح جوان اسٹین گنیں لیے کھڑے ہوئے تھے اور چھت کے درمیان ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ جلال بیگ نے مسکراتے ہوئے کہا: "جب ہم ایک دوسرے کا پیچھا نہیں چھوڑنے تو چلو ایک ساتھ اس ہیلی کاپٹر میں کسی ہنی مون منانے چلیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سونیا نے تابڑ توڑ دو وار کیے تھے جو اسے جائے کہ وہ مار کھاتا ہوا پیچھے گیا۔ پھر اس نے سونیا کے حملے کو روک لیا۔ سونیا پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے کہا: "میں تمھیں پہلے سمجھا چکی ہوں۔ جو لفظ مجھے ناگوار گزرتا ہے اسے زبان پر مت لاؤ۔ میرے ساتھ تو تم کسی موت کے جزیرے میں ہی ہنی مون منا سکتے ہو۔"

جلال بیگ نے جیب سے رومال نکال کر اپنی باچھوں سے بہتے ہوئے لہو کو پونچھتے ہوئے کہا: "واہ، سونیا واہ! کیا لاجواب بات کہہ دی ہے۔ اتفاق سے میں تمھیں موت کے جزیرے میں ہی لے جا رہا ہوں۔"

سونیا نے اسے حیرانی اور بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا تم یہ بات سنجیدگی سے کہہ رہے ہو؟"

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ دیکھو جن کے لیے میں کام کر رہا ہوں یا جن کا وفادار ہوں وہ اتنے نادان نہیں ہیں کہ تم لوگوں سے غافل رہیں۔ تمھارے کچھ لوگ گلوریس آئی لینڈ تک پہنچنا چاہتے تھے مگر وہ ناکام رہے۔ اب جزیرہ الدبرا کے قریب ایک اور جزیرہ ہے جو گمنام ہے۔ کچھ عرصہ پہلے جو لوگ اس جزیرے میں گئے تھے، ان میں سے دو چار ہی واپس آئے، باقی لاپتہ ہو گئے۔ رفتہ رفتہ وہ جزیرہ

موت کا جزیرہ کہلانے لگا۔ اب فرہاد کے وفادار اور حمایتی پھر اس جزیرے میں پہنچ رہے ہیں۔ ہمارا اندازہ ہے کہ اب تک جو لوگ جزیرے میں جا کر کیمپ لگا چکے ہیں وہ سب اعلیٰ بی بی کے آدمی ہیں۔"

میں جلال بیگ کی باتیں سن رہا تھا۔ یہاں اس کی یا یہودی تنظیم والوں کی معلومات غلط تھیں۔ وہاں مشرقِ وسطیٰ کے تمام ممالک سے چھٹے ہوئے بدمعاش گئے تھے میں نے سونیا سے کہا "کیا خیال ہے ہنستے بولتے اس کے ساتھ چلی جاؤ۔ یوں بھی ہمیں اسی جزیرے میں جانا تھا۔ ادھر تم جاؤ گی۔ اُدھر میں وہاں پہنچوں گا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ میں جاؤں گی۔ مگر ایک اور بات پوچھ لوں۔"

اس نے جلال بیگ سے پوچھا "کیا موت کے جزیرے میں آدم خور رہتے ہیں؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا "وہاں آدم خور ہیں لیکن تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ شرط یہ ہے کہ تم میرے ساتھ وہاں رہو گی اگر مجھ سے دور بھاگنا چاہو گی تو وہ تمہیں بھون کر کھا جائیں گے۔"

"کیا ان آدم خوروں سے تمہاری رشتہ داری ہے؟"

"جو کچھ ہو سمجھو کبھی وہ آدم خور بھی ہماری طرح مہذب انسان تھے۔ پھر ان کی برین واشنگ کی گئی۔ ان کے دماغ کو انسانی گوشت کی لذت سے آشنا کرایا گیا۔ صرف وہی ایک خوراک انہیں دی گئی۔ اور اس کا عادی بنایا گیا۔ انھیں سکھایا گیا کہ کس طرح کسی انسان پر حملہ کرنا چاہیے، اسے کس طرح شکار کرنا چاہیے اور یہ بھی سکھایا گیا کہ انھیں کس طرح میرا محکوم بن کر رہنا چاہیے۔ مجھ جیسے کچھ لوگ ہیں جو ان کے حاکم بنے رہتے ہیں۔"

سونیا نے اسے نفرت سے دیکھا پھر پوچھا "تمھیں یہودی نواز بنایا گیا انھیں آدم خور کیوں بنایا گیا کیا تمھارے یہودی انھیں اپنا وفادار بنا کر نہیں رکھ سکتے تھے؟"

"جو لوگ میری طرح اور مرجانہ کی طرح باصلاحیت ہوتے ہیں اور رسونتی کی طرح ٹٹلی پیتی کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہیں۔ انھیں یہودی نواز بنایا جاتا ہے۔ باقی جو ناکارہ ہوتے ہیں کسی کام نہیں آسکتے۔ انھیں آدم خور بنا کر اس جزیرے میں بھیج دیا جاتا ہے۔"

"یہ انسانوں کے ساتھ دنیا کا بدترین غیر انسانی سلوک ہے۔ بھلا انھیں آدم خور بنانے کا فائدہ کیا ہوگا؟"

"موت کا وہ جزیرہ یہودی تنظیم کے لیے بالکل بیکار ہے۔ لیکن اس بات کا اندیشہ رہتا ہے کہ دشمن اس جزیرے کو اپنا ٹھکانہ بنا سکتے ہیں۔ اس لیے ہم نے وہاں آدم خور چھوڑ رکھے ہیں۔ اگر وہ پکڑے بھی گئے تو کوئی یہ ثابت نہیں کر سکے گا کہ ان کی برین واشنگ کی گئی تھی۔ اور انھیں ایسا بنایا گیا تھا۔ ویسے ہم نے انھیں بڑی اچھی تربیت دی ہے۔ وہ کسی کے ہاتھ نہیں لگ سکتے۔"

"اگر تم مجھے اسی جزیرے میں لے جانا چاہتے ہو تو میں چلنے کو تیار ہوں اور اگر تم نے مجھے دھوکہ دیا، کہیں اور لے جانا چاہا تو میں بھاگنے کہیں اور پہنچا دوں گی۔ تمھارے آدمی پھر تمھیں تلاش نہیں کر سکیں گے۔"

اس نے مسکرا کر کہا "میں دھوکہ نہیں دوں گا چلو۔"

وہ دونوں ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ چند منٹ کے بعد وہ ہیلی کاپٹر چھت سے بلند ہوا اور فضا میں پرواز کرتا ہوا اپنی منزل کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ ایک مقامی عورت بنگلے کے اندر سے دوڑتی ہوئی آئی اور انٹیلی جنس کے آفیسر سے ہانپتے ہوئے بولی "سر! بنگلے کے پیچھے دو مشتبہ محافظ زخمی حالت میں پڑے ہیں اور دو نوکر بے ہوش ہیں۔"

یہ سنتے ہی ٹرانسمیٹر کے پاس کھڑے ہوئے دونوں نوجوان دوڑتے ہوئے ادھر جانے لگے۔ آفیسر نے حیرانی سے پوچھا "انھیں کس نے زخمی کیا ہے؟"

سیاہ فام ملازمہ نے کہا "مجھے کچھ معلوم نہیں ہے میں کچرا پھینکنے کے لیے کچن کے پچھلے دروازے سے باہر نکلی، وہاں دونوں کو بے ہوش پڑا دیکھا مالک کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور دوسرا زخمی تو نظر نہیں آتا مگر یقیناً اسے بھی کہیں ایسی جگہ چوٹ پہنچائی گئی ہے کہ وہ ہوش میں نہیں ہے۔"

آفیسر نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ کو فوراً بنگلے کے اندر پہنچ جانا چاہیے۔ کوئی بھی دشمن چھپ کر آپ کو گولی کا نشانہ بنا سکتا ہے۔"

"آپ میری فکر نہ کریں۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ دشمن مجھے نقصان کبھی نہیں پہنچائیں گے۔"

"آپ کے اس اطمینان اور یقین کی وجہ کیا ہے؟"

"میں دشمنوں کے مزاج کو اور ان کے مقاصد کو سمجھتا ہوں اور یہ درست بھی تھا ابھی تھوڑی دیر پہلے جلال بیگ کی زبان سے بھی معلوم ہو چکا تھا۔ جب ہم ان کے کام آسکتے تھے اور یہ ویرانی واشنگ کے مرحلے سے گزارنے کے تمام انتظامات ان کے یہاں موجود تھے تو پھر وہ ہمیں جانی نقصان کیوں پہنچاتے۔"

وہ دونوں نوجوان ٹرانسمیٹر کے پاس سے اٹھ کر بنگلے کے پچھلے حصے کی طرف جا چکے تھے، واپس نہیں آئے۔ ٹرانسمیٹر کے پاس چار جوان تھے جو ان میں سے پہلے ہی جا چکے تھے۔ آفیسر نے پریشان ہو کر کہا "یہ دونوں کہاں گئے۔ واپس کیوں نہیں آئے؟"

میں نے کہا "آپ میرے لیے مسلح محافظ نہ رکھیں تو بہتر ہے یوں بھی کوئی ضرورت نہیں ہے میں جلد از جلد موت کے جزیرے کو چھوڑ کر جانا چاہتا ہوں۔ برائے مہربانی آپ میری روانگی کے انتظامات کریں۔"

آفیسر نے سیاہ فام ملازمہ سے پوچھا "کیا مسٹر فرہاد کے لیے کھانا تیار ہے؟"

"یس سر۔ تیار ہے۔"

آفیسر نے مجھ سے کہا "آیئے ہم اندر چلیں۔ آپ غسل وغیرہ سے فارغ ہو جائیں۔ لباس تبدیل کر لیں۔ جب تک آپ کھانے سے فارغ ہوں گے اس وقت تک میں آپ کی روانگی کے انتظامات کر دوں گا۔"

ہم لان سے گزرتے ہوئے بنگلے کے بیرونی دروازے کے پاس آئے۔ اسی وقت وہ دروازہ کھلا اور ایک نوجوان زخموں سے چور دکھائی دیا۔ یہ وہی تھا جو ٹرانسمیٹر کے پاس سے اٹھ کر گیا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔ ہم دوڑتے ہوئے اس کے پاس پہنچے مگر بیچارہ ہوش ہو چکا تھا۔

آفیسر نے اسے جھنجھوڑ کر آواز دی۔ پھر اپنا ریوالور نکالتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا "میں انھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ دیکھتا ہوں یہاں کتنے دشمن چھپے ہوئے ہیں۔"

میں نے کہا "آپ پلیز میں نہ آئیں۔ یہ تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں کہ جو بھی تھے — اور جو بھی ہیں اس انجانے دشمن کی طرف گیدڑ دو زخمی اور بے ہوش ہو گیا۔ آپ کو میں پہلے ہی سمجھا چکا ہوں میرے لیے مسلح محافظوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ کچھ کرنا ہی چاہتے ہیں تو فوراً ایمبولینس طلب کریں اور ان زخمیوں کو ہسپتال پہنچائیں یا فوجی امداد پہنچانے کے انتظامات کریں۔"

میرے سمجھانے کا اثر ہوا۔ وہ ڈرائنگ روم میں گیا اور وہاں سے ٹیلیفون کے ذریعہ ایک ایمبولینس طلب کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ہم دونوں بنگلے کے اندرونی حصے سے گزرتے ہوئے ایک بیڈروم کے دروازے پر آئے جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور کھلے ہوئے دروازے سے بیڈروم کے دور افتادہ حصے میں ایک بڑی سی کھڑکی کے پاس وہ کھڑی ہوئی نظر آرہی تھی۔

اس کی پشت ہماری طرف تھی۔ چہرہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سراپا نظر آرہا تھا۔ وہ قد میں میرے برابر تھی۔ اس نے نارنجی بنیان اور سفید جینز پہنی ہوئی تھی۔ جینز کے پائنچے پنڈلی کے اوپر تک تھے پاؤں میں کینوس کے جوتے اور سفید موزے تھے۔ پنڈلی کا کچھ گول حصہ جھلک رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے بڑی شان سے، بڑے اعتماد سے کھڑی ہوئی تھی جیسے وہ جہاں کھڑی ہو جاتی ہے وہ جگہ اسی کی ہو جاتی ہے۔

ہم دروازے سے گزر کر بیڈروم میں آگئے۔ آفیسر نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا "تم کون ہو؟ اس کمرے میں کیسے آئی ہو؟ اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

وہ اسی طرح کھڑی رہی۔ اس کی آواز سنائی دی "جمال ٹٹلی پیتی کو نقصان پہنچانا فریدی کی توہین ہے۔"

اس کی آواز سنتے ہی میں چونک گیا۔ خوش بھی ہوا۔ کیونکہ وہ مرجانہ تھی۔ وہ آہستہ آہستہ گھوم کر میرے روبرو ہو گئی۔

ہاں، وہ مرجانہ ہی تھی میں نے ایک نہیں، ہزار بار اسے دیکھا تھا اور اب یوں لگ رہا تھا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ اس مرجانہ میں بڑی خوبصورت تبدیلیاں آئی تھیں۔ چہرہ وہی تھا۔ ناک نقشہ وہی تھا مگر اس ناک نقشے میں کچھ ایسا نکھار پیدا ہو گیا تھا۔ چہرہ مکمل گلاب کی طرح کھل گیا تھا، نفیس شانوں تک تراشیدہ تھیں۔ ایک سیاہ رنگ کی پٹی پیشانی پر سے سر کے پچھلے حصے تک بندھی ہوئی تھی تاکہ لڑنے کے دوران زلفیں بکھر نہ پائیں۔ اگر زلفیں بکھر جاتیں، چہرے پر آجاتیں تو لڑنے والے چاند کو بدلی میں چھپتے اور ابھرتے دیکھ کر خود بھی ٹھٹک جاتے، لڑنا بھول جاتے۔

چند لمحوں تک ہم ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ پھر اس نے اپنی دونوں بانہیں میری طرف پھیلا دیں۔ یوں لگا جیسے پھول اپنی پنکھڑیاں کھول رہا ہو۔ پھر وہ فریاد کہہ کر دوڑتے ہوئے میرے پاس آئی۔ وہ پھول تھی، پھولوں کا ہار بن گئی۔

کیا دشمن کبھی دوست بن کر گلے لگ سکتا ہے۔ وہ بھی ایسا دشمن جو جان لینے کے درپے تھا۔ یہ بڑے تعجب کا مقام تھا لیکن میں نے تعجب کا اظہار نہیں کیا۔ چپ چاپ اس کے جذبوں کی زبان کو سمجھتا رہا۔

اور سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ خود ہی زبان سے بول رہی تھی: "فرہاد! تم کہاں چلے گئے تھے میں رات تمھارا انتظار کرتی تھی۔ مجھ سے کہا جاتا تھا کہ بس تم آنے ہی والے ہو۔ آہ کتنے طویل انتظار کے بعد یہ خوبصورت لمحہ آیا ہے میں چاہتی ہوں کہ یہ وقت ٹھہر جائے۔"

"تم سونیا کو دل و جان سے چاہتی تھیں اب یہ کیسی کایا پلٹ ہو گئی؟"

"اتنے خوشی کے موقع پر اس کمینی کا نام نہ لو۔ مجھے اس سے نفرت ہے وہی تمھیں دور لے جاتی ہے۔"

"سونیا کو کبھی برے الفاظ سے یاد نہ کرنا اگر ایسا ہوا تو مجھے اپنا دشمن پاؤ گی۔"

"آہ، فرہاد۔ میں کیا کروں تم جانتے ہو کہ میں کیسی ضدی ہوں۔ راستے میں دیوار آئے تو گرا دیتی ہوں کسی بھی دشمن کو یا سوکن کو برداشت نہیں کر سکتی۔ ابھی یہاں تمھارے پاس آنا چاہتی تھی بنگلے کے پچھلے حصے میں دو مسلح گارڈز نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔ میں نے انھیں زمین بوس کر دیا۔ یہاں اندر آنے لگی تو پھر دو آدمیوں نے راستہ روکا۔ ان کا بھی انجام تم نے دیکھ لیا ہوگا۔"

وہ اب تک میرے دل کی دھڑکنوں سے ہم آہنگ ہو کر بول رہی تھی۔ وہ ایک مشرقی لڑکی تھی۔ برین واشنگ نے اس کے اندر سے مشرقیت کو دھو ڈالا تھا۔ اسی لیے وہ بڑی بے شرمی سے یا بڑی

بے باکی سے اس آفیسر کے سامنے رسمانی انداز اختیار کیے ہوئے تھی۔
میں نے آفیسر سے کہا: "میں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ مجھے مسلح محافظوں کی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھ لیجیے، یہ میری دشمن تھی اور دوست بن کر مل رہی ہے۔ بہت سے دوست ہوتے ہیں جو دشمن بن کر ملتے ہیں۔ ہماری دوستی اور دشمنی کا کوئی اصول نہیں ہے۔ ہمارے دشمن جب چاہتے ہیں، جس انداز میں چاہتے ہیں ہم سے مل لیتے ہیں۔ آپ جائیے اور ان زخمیوں کو طبی امداد پہنچائیے۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے مرجانہ سے پوچھا "کیا ایئرپورٹ پر تم نے وہ خط بھیجا تھا؟"

"ہاں، میں نے سونیا کو دھمکی دی تھی۔ اگر جلال بیگ راستے میں نہ آتا اور مجھ سے یہ وعدہ نہ کرتا کہ وہ سونیا کو میرے راستے سے ہٹا دے گا تو میں اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اپاہج بنا دیتی۔"

"مرجانہ میں حیران ہوں کہ یہ الفاظ تمہارے منہ سے نکل رہے ہیں اور اس سونیا کے لیے نکل رہے ہیں جسے تم دیوانہ وار چاہتی تھیں۔ جس کے لیے ہر وقت جان دینے کو تیار رہتی تھیں۔"

"مجھے تو کچھ یاد نہیں ہے۔ بھلا میں کسی دشمن عورت کو کیوں چاہوں گی؟ وہ بھی ایسی عورت کو جو میری محبت کو میری زندگی کو، میرے فرہاد کو مجھ سے چھین رہی ہو۔"

میں نے اُسے حیرت سے دیکھ کر کہا: "یہ کمال ہے۔ اس برین واشنگ نے تمہیں میرے لیے ٹائم بم سے پوزیٹو بنا دیا ہے اور سونیا کے لیے تمہیں پوزیٹو سے نیگیٹو بنا دیا ہے۔ یہ بتاؤ کیا اب تمہارے اندر مرد بننے کی خواہش نہیں ہے یا لوں ایک عورت کی طرح تم میرے آگے ہتھیار ڈال رہی ہو؟"

اس نے تعجب سے پوچھا: "یہ میرا مرد بننا کیا ہوتا ہے؟"

"کیا تمہیں کچھ یاد نہیں ہے؟ تمہارے اندر تبدیلی ہو رہی تھی۔ تم عورت سے مرد بننے والی تھیں۔ تمہارا باقاعدہ علاج ہونے لگا۔ ایک مرحلے پر ڈاکٹر نے فیصلہ سنایا کہ تمہاری تبدیلی رُک گئی ہے۔ تمہیں واپس عورت پن کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے لیکن ایک مکمل مرد نہیں بنایا جا سکتا۔ پھر تم ضد کرنے لگیں۔ تم ہر حال میں مرد بننا چاہتی تھیں اور اب یہ عالم ہے کہ ایک عورت کے جذبے سے تم میرے پاس آئی ہو اور مجھ سے مل رہی ہو۔"

"تم جو کچھ کہہ رہے ہو۔ وہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ ویسے میں عورت ہوں، عورت ہی رہنا پسند کروں گی اور اس پر فخر کروں گی کیونکہ عورت ہونے کی وجہ سے مجھے فرہاد کی محبت مل رہی ہے۔ پانچ ماہ پہلے میں اس سے بڑی حد تک بیزار ہو گیا تھا۔ اگر اس کا خیال نہ ہوتا تو شاید میں اسے ذہنی اذیتیں دے کر ختم کر دیتا۔ میرے اور سونیا کے درمیان سب سے پہلی دیوار یہی تھی۔ اب پھر دیوار بن کر آئی تھی مگر دوسرے انداز میں۔ میں اس بات کا شکوہ کر رہا تھا کہ مرجانہ کی محبت اور دیوانگی سے سونیا کو نجات مل گئی ہے اب میرے پیچھے پڑ رہی تھی میں اسے مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا میں نے سوچ لیا تھا کہ آئندہ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

میں نے پوچھا: "تمہیں کب احساس ہوا کہ تم مجھ سے محبت کرنے لگی ہو؟"

وہ بولی: "محبت کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ میں کیا بتاؤں کہ کب مجھے تمہاری محبت کا عرفان ہوا۔ میں تو اتنا سمجھتی ہوں کہ پچھلی زندگی میں بھی تم سے پیار کیا تھا۔ اس زندگی میں بھی کر رہی ہوں۔ اس کے بعد جو زندگی ملے گی اس میں بھی تم سے ہی پیار کروں گی۔"

"کیا تم نے بار بار مرنے اور جینے کا ٹھیکہ لے لیا ہے؟"

"کیا تم میری باتوں کو جھوٹ سمجھ رہے ہو؟"

"سراسر جھوٹ۔ تمہیں علم نہیں ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا۔ میں جانتا ہوں تمہاری برین واشنگ ہوئی ہے کیا آج سے پانچ ماہ پہلے کی باتیں تمہیں یاد ہیں؟"

"مجھے یاد نہیں تھیں وہ باتیں یاد دلائی گئی ہیں۔ ڈاکٹر نے مجھے بتایا ہے کہ موجودہ جنم میں ایک حادثہ پیش آیا تھا جس کی وجہ سے میری یادداشت گم ہو گئی تھی۔ وہ لوگ میری یادداشت واپس لانے کے لیے مجھے طرح طرح کی باتیں بتاتے رہے۔ ماضی کی پوری داستانیں سناتے رہے۔ پھر مجھے فلمیں بھی دکھائی گئیں۔ اس فلم میں تم تھے، میں تھی اور ہم دونوں کی پچھلی زندگی کے بہت سے واقعات تھے۔"

"مرجانہ، جو فلمیں تمہیں دکھائی گئیں۔ اس میں ہم اور تم نہیں تھے وہ سراسر فراڈ تھا۔ یوں سمجھ کہ ایک لڑکی پر تمہارا میک اپ کیا گیا ایک مرد پر میرا میک اپ کیا گیا یعنی کسی کو مرجانہ بنایا گیا۔ کسی کو فرہاد بنایا گیا۔ ایک فلم کی سٹوری ہوئی۔ باقاعدہ اسکرپٹ لکھنے کے بعد اُن لوگوں نے پتا نہیں کیسے کیسے واقعات کی فلمیں بنائیں اور تمہیں دکھایا کہ یہی تمہاری پچھلی زندگی ہے۔ یقیناً اُن لوگوں نے اس فلم میں سونیا کو بھی دکھایا ہوگا۔"

ہاں، میں نے اسے بھی دیکھا ہے۔ وہ میری دشمن ہے۔ کئی بار اس نے ہمیں ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہا۔ پھر میں حادثے کا شکار ہو کر ان ڈاکٹروں کے پاس پہنچ گئی تب سونیا نے تمہیں اپنا بنا لیا۔ اگر آج جلال بیگ اسے نہ لے جاتا تو۔۔۔"

"جلال بیگ اسے کہاں لے گیا ہے؟"

"موت کے جزیرے میں۔"

"تم مجھے کہاں لے جاؤ گی؟"

"میں جہاں بھی لے جاؤں گی۔ تم انکار نہیں کرو گے مجھے پورا یقین ہے۔"

"تمہیں شاید یہ بھی یقین ہوگا کہ میں یہودیوں کی حمایت کروں گا۔ تمہارے اور جلال بیگ کی طرح آدھا مسلمان اور آدھا یہودی ہوں۔"

جاؤں گا۔"

اس نے خوش ہو کر حیرانی سے پوچھا: "اسے ہاتھیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں۔ یہ تو ابھی میں تمہیں بتانے ہی والی تھی۔"

پھر اس نے سوچ کر کہا: "اوہ، یاد آیا۔ فلم میں یہ بھی دکھایا گیا تھا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ ہر ایک کے دماغ میں پہنچ جاتے ہو۔ صرف میرے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے۔"

"اس فلم میں تمہیں یہ بھی سمجھایا گیا ہے کہ میں پہلے بھی تمہارے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔"

"تو جھوٹ کیا ہے، آزما کر دیکھ لو۔"

میں نے اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچایا۔ اس نے فوراً ہی آنکھیں بند کر لیں۔ میری سوچ کی لہریں واپس آئیں۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے دیکھ کر فاتحانہ انداز میں مسکرانے لگی جیسے پوچھ رہی ہو: اب کہو۔ کیا میں جھوٹ بولتی ہوں؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "یہ تمہارے برین واشنگ کی جو ٹریننگ ہوئی ہے۔ اس میں تمہارے ذہن کو بہت ہی حساس بنا دیا گیا ہے۔ اسی لیے تم اجنبی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہو۔"

"یقیناً وہ لوگ برین واش کرتے ہیں۔ سونیا کی بھی برین واشنگ کریں گے لیکن انھوں نے میرے ساتھ ایسا نہیں کیا ہے۔ ایک حادثے میں میری یادداشت گم ہو گئی تھی۔ دوسرے لفظوں میں تم گم ہو گئے تھے۔ انھوں نے مجھے تمہارے پاس پہنچا دیا۔ میں ان کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

میں نے سر ہلا کر کہا: "اور اس احسان کے بدلے تم مجھے یہودیوں کا انٹرنیشنل بنانے کی کوشش کرو گی۔"

"اس میں کوشش کرنے کی کیا بات ہے۔ تم محبت سے نہیں مانو گے تو ایک دن تمہاری برین واشنگ ہو جائے گی۔ خود ہی میرے بنائے ہوئے راستوں پر چلنے لگو گے۔ یہودی دنیا میں سب سے برتر ہیں۔ ہر بڑھتے ہوئے سورج ہیں۔ انھیں کوئی غروب نہیں کر سکتا۔"

"کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے جب یہ نصف النہار پر آئیں گے تو خود ہی زوال کی طرف جانے لگیں گے۔ شاید اس وقت تک مسلمانوں کو بھی عقل آ جائے اور وہ فرقوں اور جغرافیائی تقسیم کے بجائے متحد ہونا سیکھ لیں۔ جس دن یہ متحد ہو گئے اور۔۔۔"

"اور وہ کبھی نہیں آئے گا۔" یہ کہہ کر وہ عزیزانہ انداز میں مسکرانے لگی۔ مجھے ذلت کا احساس ہوا تھا۔ ندامت اس بات پر نہیں تھی کہ مسلمانوں کا مذاق اڑایا تھا بلکہ میں ایسی باتوں پر نادم اس لیے نہیں ہوتا کہ ہم خواہ کتنے ہی فرقوں میں بٹ جائیں اور کتنے ہی منتشر ہوں لیکن ہمارے حوصلے جوان ہیں۔ ہمارے ایمان میں ایک نہ ایک دن ہم ضرور متحد ہو جائیں گے۔ ندامت کی وجہ تو یہ تھی کہ دشمن ہمارے ذہنوں کو بدل رہے تھے۔ سائنسی طریقہ کار سے برین واشنگ اور بات ہے۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اسی طرح برین واشنگ ہو تو ذہن بدل جائیں۔ کتنے ہی مسلمان ہیں جو برین واشنگ کے بغیر ہی دوسروں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ ان کے اصولوں کو بہت ہی ٹھوس، مستحکم اور قابلِ عمل سمجھتے ہیں۔ یہ محض اس لیے کہ بچپن سے ان کے والدین، ان کے بزرگوں سے اور ان کی سوسائٹی نے اپنی تہذیب اور تعلیم کے ذریعے ان کی برین واشنگ نہیں کی۔

میں نے تھوڑی دیر کے لیے مرجانہ کی طرف سے غیر حاضر ہو کر سونیا کی خبر لی۔ وہ ابھی تک ہیلی کاپٹر میں جلال بیگ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اور ہیلی کاپٹر پرواز کر رہا تھا۔ منزل ابھی نہیں آئی تھی میں نے اُسے بتایا کہ مرجانہ سے میرا سامنا ہو گیا ہے۔ اس وقت وہ میرے پاس موجود ہے۔ جو باتیں جلال بیگ یہودیوں کی حمایت میں اس سے کر رہا تھا۔ وہی مرجانہ مجھ سے کر رہی ہے۔

"فرہاد! کسی طرح معلوم کرو کیا جلال بیگ واقعی مجھے موت کے جزیرے میں لے جا رہا ہے؟"

"میں معلوم کر چکا ہوں۔ مرجانہ بھی یہی کہہ رہی تھی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت ہی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت جلال بیگ کو مجھ سے ٹکرایا گیا ہے اور مرجانہ کو تم سے۔ مرجانہ بھی یقیناً تمہیں اپنے ساتھ کہیں لے جانا چاہے گی۔ ذرا اس سے معلوم کرو۔"

میں اس سے رخصت ہو کر مرجانہ کے پاس حاضر ہو گیا۔ وہ مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ جب میں نے اسے دیکھا تو اس نے پوچھا: "کیا تم خیال خوانی میں مصروف تھے؟"

"ہاں میں سونیا کی خبر لے رہا تھا۔"

سونیا کا نام سنتے ہی اس کے تیور بدل گئے۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ میں نے کہا: "دیکھو، میں تمہیں سمجھا چکا ہوں۔ سونیا کے خلاف کوئی ایسی بات نہ کہنا جو مجھے ناگوار گزرے۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر غصے سے بولی: "کیا وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے؟ کیا وہ مجھ سے لڑنے میں برتر ہے؟"

"وہ کیا ہے یہ میں اپنی زبان سے کیا کہوں۔ ایک دنیا جانتی ہے اور دنیا کی نظروں میں تمہیں آنے کے لیے ابھی پتہ نہیں کتنی بار پیدا ہونا پڑے گا۔ تمہارے کہنے کے مطابق تم نے ابھی دوسرا ہی جنم لیا ہے۔ ذرا پانچ جنموں سے اور گزر لو۔"

وہ اچھل کر فرش پر کھڑی ہو گئی۔ دونوں مٹھیاں بھینچ کر غصے سے تلملاتے ہوئے بولی: "اگر تمہاری جگہ کوئی دوسرا ہوتا اور اس کے منہ سے ایسی بات نکلتی تو میں اس کے ٹکڑے کر دیتی۔ تم کہتے ہو کہ ہمارے متعلق جو فلمیں مجھے دکھائی گئی ہیں، وہ فراڈ ہیں۔ میں کہتی ہوں، وہ سچی باتیں ہیں۔ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ سونیا ایک ڈیپ ڈاکٹر ہے جس نے تم پر جادو کیا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "اس فلم کا اتنا حصہ بالکل درست

ہے۔ واقعی وہ جادوگر ہے۔ اس کے جادو کا توڑ دنیا کی کوئی حسین وفینو نہیں کر سکے گی۔"

وہ تنبیہ کے انداز میں میری طرف انگلی اٹھا کر بولی: "ایسا دعویٰ مت کرو۔ اس جادوگرنی کا توڑ بھی میرے پاس ہے اور وہ توڑ ہے اس کی موت۔ جو میرے ہاتھوں سے ہوگی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "جب ہوگی تب ہوگی۔ ابھی تو غصہ تھوک۔"

وہ پاؤں پٹخ کر ٹہلنے کے انداز میں ادھر سے اُدھر گئی پھر میری طرف پلٹ کر بولی: "تمھاری ہنسی زہر لگ رہی ہے۔ اس فلم میں ایک ایک بات درست کی گئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ تم ہر جائی ہو۔ ابھی مجھ سے یوں پیش آ رہے تھے جیسے میرے سوا تمھارا دنیا میں کوئی نہ ہو۔ اور اب دیکھتے ہی دیکھتے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔ میرے ہی سامنے اس کے گن گا رہے ہو۔"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا: "جب تم سونیا سے دیوانہ وار محبت کرتی تھیں تب بھی میرے لیے مصیبت تھیں۔ مجھے اپنا رقیب سمجھتی تھیں۔ اب تم دیوانہ وار مجھ سے محبت کر رہی ہو تو سونیا کے لیے مصیبت بن گئی ہو۔ اُسے سوتن سمجھتی ہو۔ مجھ سے دوستی رکھنا چاہتی ہو اور مجھ سے محبت کرتی ہو تو میرے مشورے پر عمل کرو۔"

"مشورہ کیا ہے، ذرا میں بھی تو سنوں۔"

"بہت معمولی سی بات ہے جس پر تم عمل کر سکتی ہو۔ میں تمھارے سامنے سونیا کی تعریف نہیں کروں گا۔ تم میرے سامنے سونیا کی برائی نہ کرو۔"

وہ ہاتھ نچا کر بولی: "واہ، بات تو ایک ہی ہوئی۔ میرے منہ سے سونیا کی برائی نہ سننے کا مطلب تو یہی ہوا کہ وہ قابلِ تعریف ہے۔"

"تم جو بھی سمجھ لو۔ دوستی، محبت اور سمجھوتا چاہتی ہو تو میرے مشورے پر عمل کرو۔ اگر یہ چاہتی ہو کہ میں تم سے دور ہو جاؤں تو پھر سونیا کی برائی کرو۔ تمھارے وہ تمام ہیودی سرتوڑ کوشش کر لیں گے تب بھی تمھیں میرے پاس دوسری بار نہیں پہنچا سکیں گے۔"

میری اس بات کا اُس پر اثر ہوا۔ یقیناً اُس کی برین واشنگ ایسے ہوئی تھی کہ اس کے دل اور دماغ میں میری محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی۔ وہ مجھ سے دور نہیں ہونا چاہتی تھی۔ دشمنوں نے عجب کمال دکھایا تھا۔ میرے لیے پانی میں آگ لگا دی تھی۔

وہ چند لمحوں تک چپکے چپکے دانت پیستی رہی۔ اپنے اندر اپنی ضد کو کچلتی رہی۔ پھر جبراً نرم لہجے میں بولی: "محبت آپس کے سمجھوتے سے ہی قائم رہتی ہے اور میں اسے قائم رکھوں گی۔ اس لیے تمھارے مشورے پر عمل کرتی ہوں۔ اس کے خلاف کچھ نہیں بولوں گی لیکن مجھے موقع ملا تو....."

میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "تم پھر کچھ بولنے والی ہو۔ تمھیں موقع ملے تو سونیا کو جان سے مار ڈالنا۔ مگر میرے سامنے کچھ نہ بولو۔"

وہ تیور بدل کر بولی: "تم تو ایسے بول رہے ہو جیسے میں سونیا کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گی۔ جیسے میں کوئی پچکانہ دعویٰ کر رہی ہوں؟"

"مرجانہ! تم کسی نہ کسی بہانے سونیا کا ذکر کیوں چھیڑتی ہو۔ میں تمھیں بتا دوں کہ موت ایک نہیں ہزاروں بار میرے اور سونیا کے درمیان آئی اور منہ پھیر کر چلی گئی۔ اس طرح میرا یہ ایمان قائم ہو گیا ہے کہ موت اُسی کو جب بھی موت آئے گی تو وہ خدا کی طرف سے ہوگی۔ کوئی دشمن اُس کی مرضی کے بغیر ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ آئندہ تم اپنا دعویٰ اپنی ذات تک محدود رکھو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "تم اس کے متعلق جیسی باتیں اعتماد سے اور محبت سے کر رہے ہو، ایسی باتیں میرے متعلق کرو۔ تو میں ساری دنیا کو تمھارے آگے جھکا دوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "ابھی تو تم ساری دنیا کو ہیودیوں کے سامنے جھکانے کے لیے نکلی ہو۔ خدا ہی تم پر رحم کرے گا۔ ہاں اگر ہیودیوں نے میری برین واشنگ کی تو میرے دماغ سے ٹیلی پیتھی دُھل جائے گی۔ پھر میں ان کے کس کام کا رہوں گا؟"

"یہ میں نہیں جانتی۔ اتنا جانتی ہوں کہ وہ برین واشنگ کے نت نئے طریقے جانتے ہیں۔ آدمی کو کچھ سے کچھ بنا دیتے ہیں وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ تمھاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ختم ہو۔ پتہ نہیں وہ تمھارے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ بہرحال میرے ساتھ چلو۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "سونیا نے پہلے ہی پیش گوئی کر دی تھی کہ تم مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ گی۔ اب بتاؤ۔ کہاں چلوں؟"

اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے مرجانہ کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے باتھ روم میں گھس گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ وہاں انٹیلی جنس کا آفیسر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا: "مسٹر فرہاد! ہم نے آپ کی رہائش کے انتظامات کر دیے ہیں۔"

میرے پیچھے باتھ روم کا دروازہ ایک ذرا سا کھلا۔ مرجانہ کی آواز سنائی دی: "فرہاد! انکار کر دو۔ تم میرے ساتھ جاؤ گے۔"

میں نے باتھ روم کے دروازے کی طرف دیکھا۔ کچھ سوچا پھر آفیسر سے کہا: "سوری آفیسر! میں نے آپ لوگوں کو بڑی تکلیف دی ہے لیکن میرے جانے کے انتظامات ہو چکے ہیں۔"

"کیا آپ اسی موت کے جزیرے میں جا رہے ہیں؟"

میں نے بڑی ہی دھیمی آواز میں کہا: "پتہ نہیں، یہ جو بلا آئی ہے یہ مجھے کہیں لے جا رہی ہے۔"

آفیسر نے حیرانی سے پوچھا: "اور آپ بغیر سوچے سمجھے اس کے ساتھ جا رہے ہیں؟"

"میں نے کہا نا۔ بلا آخر بلا ہوتی ہے اور اگر حسین دوشیزہ کے روپ میں ہو تو بلا در بلا ہوتی ہے۔ آپ نہیں سمجھیں گے۔"

اس نے ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا: "میں سمجھ گیا ایک بلا

میرے بھی پیچھے پڑ گئی تھی۔ لوگ آج کل اسے میری بیوی کہتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی وہ پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں اُدھر دیکھتا رہا پھر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ وہ باتھ روم سے نکل کر آئینے کے سامنے آئی اور اپنے بالوں پر برش پھیرنے لگی۔ میں نے پوچھا: "تم مجھے کہاں لے جانا چاہتی ہو؟"

وہ آئینے کی سطح پر مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ پھر ایک ادائے ناز سے بولی: "میں تمھیں جہاں بھی لے جاؤں کیا تم چلو گے؟"

میں نے جواب دیا: "جب ہمارے درمیان دوستی تھی تو ہم تم سونیا اور دشمنی جنہی راستوں سے بھی گزرتے ہے۔ میں اب بھی محبت میں تمھارے لیے سب کچھ کر سکتا ہوں۔ تمہاری ہر بات مان سکتا ہوں۔ لیکن افسوس کہ تم دشمنوں کی آلۂ کار بنی ہوئی ہو۔ اسی لیے پوچھ رہا ہوں۔"

وہ برش کو ایک طرف رکھ کر آئینے کے پاس سے ہٹ گئی۔ پھر آہستہ آہستہ میری طرف بڑھتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولی۔ "کیسے باپ ہو۔ کیا اپنے بیٹے کو اپنے بازوؤں میں لے کر پیار نہیں کرو گے؟"

میں اپنے بیٹے کے ذکر سے چونک گیا۔ پھر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولی: "میں تمھارے بیٹے کے پاس تمھیں لے جاؤں گی۔"

میں نے بے یقینی سے پوچھا: "کیا تم مذاق کر رہی ہو؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی: "نہیں، مشرقی افریقہ کے ممالک مذاق کر رہے ہیں۔ اپنے جاسوسوں کو اُدھر بھیجنا چاہتے ہیں اور ناکام ہو جاتے ہیں۔ وہاں پرندہ بھی ہماری مرضی کے بغیر پر نہیں مار سکتا مگر تم میرے ساتھ پرواز کرو گے اور جزیرہ الدرا میں پہنچ کر اپنے بیٹے کو دیکھ سکو گے۔ اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر چوم سکو گے۔"

میں نے مارے خوشی کے اسے جھنجوڑ ڈالا۔ وہ ہنس رہی تھی۔ اپنی لہراؤں سے مجھے اور بھی جھنجوڑنے پر مجبور کر رہی تھی۔ پھر جیسے مجھے ہوش آیا۔ کچھ خیال آیا۔ میں نے چونک کر کہا: "یہ تو کھلی سازش ہے۔"

اس نے پوچھا: "کیسی سازش؟"

"جلال بیگ سونیا کو لے گیا ہے۔ تم مجھے لے جا رہی ہو آخر منصوبہ کیا ہے؟"

"وہ اسے موت کے جزیرے میں لے گیا ہے اور میں تمھیں زندگی کے جزیرے میں لے جا رہی ہوں۔ تمھارے خیال کے مطابق تمھارا بیٹا دشمنوں کے نرغے میں ہے۔ کیا اپنے بیٹے کے پاس پہنچ کر تمھیں ایک نئی زندگی نہیں ملے گی؟"

میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ پھر ٹہلتے ہوئے دوسری طرف جا کر کہا: "میں اولاد کی خوشی میں دشمنوں کو بھول گیا تھا۔ وہ جانتے ہیں کہ کس طرح کسی کی کمزوری کو تلاش کر کے اس تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ لہٰذا انھوں نے تمھارے ذریعے میرا راستہ آسان بنا دیا۔ میں وہاں جاؤں گا اور ہمیشہ کے لیے ان کا قیدی بن جاؤں گا۔ پھر وہ میرے بچے کو گن پوائنٹ پر رکھ کر مجھے آلۂ کار بننے پر مجبور کرتے ہیں گے۔"

مرجانہ نے میرے قریب آ کر بڑے پیار سے کہا: "کیا میں تمھیں دشمنوں کے درمیان پھانسنے کے لیے لے جا رہی ہوں۔ کیا میں تم سے محبت نہیں کرتی ہوں۔ مجھے میری محبت کی قسم۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ کوئی تمھارا یا تمھارے بچے کا دشمن بننا چاہے گا تو میں اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔"

"تمھارے جان پر کھیل جانے سے دشمنوں کا کیا بگڑے گا؟ اور میرا کیا بھلا ہوگا؟ تم میرے لیے ٹھیک قربانی دو گی لیکن اس قربانی کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔"

"کیا تم اپنے بچے کی سلامتی کے لیے وہاں نہیں جاؤ گے؟"

"کسی کی سلامتی کے لیے دشمنوں میں جانا اور اپنی سلامتی کو خطرے میں ڈالنا دانشمندی نہیں ہے۔"

"میں یہ سوچ کر آئی تھی کہ تمھارے بیٹے کے متعلق خوشخبری سناؤں گی۔ تمھیں اس سے ملاؤں گی۔ مگر تم نہ تو مجھ پر بھروسہ کر رہے ہو۔ اور نہ ہی اپنے بچے سے باپ کی طرح محبت کا اظہار کر رہے ہو۔"

"میں باپ ہوں اور اپنے بیٹے کے لیے پریشان ہوں مگر خوب سوچ سمجھ کر تمھارے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ مجھے سوچنے کی مہلت دو۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم کل صبح یہاں سے جائیں؟"

"ہمیں آج اور ابھی چلنا چاہیے۔ کیا تم اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے کہ تمھاری بیوی اور تمھارے بچے کو تمھارے پاس ہونا چاہیے۔"

میں نے اسے ذرا غور سے دیکھا۔ پھر پوچھا: "تم جانتی ہو۔ روتی میری بیوی ہے۔ تم روتی سے حسد نہیں کر رہی ہو لیکن سونیا سے نفرت کر رہی ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے؟"

"میں رسوتی کو مجبوراً برداشت کر رہی ہوں۔ وہ تمھاری بیوی ہے۔ مگر سونیا تمھاری کوئی نہیں لگتی۔ اگر مجبوریہ لگتی ہے تو اس سے برتر۔ اس سے بہتر میں ہوں۔"

"کیا تم سونیا سے برتر ہونے کا ثبوت دے سکتی ہو؟"

"آزما کر دیکھ لو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمھاری محبت کو آزمانا چاہتا ہوں۔ میرے بچے کو یہاں میرے پاس لے آؤ۔"

"نائس!" اس نے پریشان ہو کر مجھے دیکھا۔ پھر ہچکچاتے ہوئے کہا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم کسی دوسری طرح مجھے آزماؤ۔"

"تب آزمائشوں سے گزرنے کا سبق سیکھو۔ سونیا میرے بیٹے کو لے آئے گی۔"

"تم مجھ سونیا کے مقابلے میں اکسا رہے ہو۔ لیکن میں تمھیں کیسے سمجھاؤں کہ میں اپنے محسنوں سے غداری نہیں کر سکتی۔"

"پھر تم مجھ سے محبت نہیں کر سکتیں۔"

"یہ کہو کہ تم مجھ سے محبت نہیں کر سکتے خیر، برین واشنگ کے بعد کرنے لگو گے۔"

"اچھی بات ہے ابھی جاؤ۔ برین واشنگ کے بعد محبت کرنے آجاؤں گا۔"

"کہاں جاؤں۔ میں تمھارے لیے دوبارہ پیدا ہوئی ہوں تمھارے ساتھ رہوں گی۔ تمھارے ساتھ مروں گی۔"

"یعنی پیچھا نہیں چھوڑو گی۔"

وہ میرے پاس آگئی۔ محبت میں پاس ہونے کی کوشش کرنے لگی پھر کہنے لگی: "مجھے دیکھو۔ کیا میں حسین نہیں ہوں؟ جوان نہیں ہوں؟ پرکشش نہیں ہوں؟ میں کسی کو گھاس نہیں ڈالتی حالانکہ کتنے ہی لوگ مجھ پر مرتے ہیں۔"

"جن کے دن پورے ہو چکے ہیں، وہی مرتے ہوں گے۔ مجھے ابھی زندہ رہنا ہے۔"

"مجھ سے بھول ہوئی کہ میں نے ملتے ہی خود کو تمھارے سامنے ظاہر کر دیا۔ اگر میں دور سے للچاتی، ابھاتی، اپنا بھاؤ بڑھاتی۔ اپنے آپ کو مہنگا کر دیتی تو تم میرے پیچھے بھاگنے لگتے۔"

"تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"

"یہ میری جذباتی نادانی تھی حالانکہ مجھے ان لوگوں نے سمجھایا تھا۔"

"کیا سمجھایا تھا؟"

"یہی کہ تم مرجانی پوری ہسٹری شیٹ میں صرف سونیا ہے جس سے تمھاری طویل رفاقت ہے۔ باقی سب دھوپ چھاؤں کی طرح آتی جاتی رہتی ہیں۔ طویل رفاقت کے لیے مجھے بھی تم سے دور رہنا چاہیے تھا لیکن ہماری محبت کی ایسی ایسی فلمیں مجھے دکھائی گئیں کہ میں تم سے ملنے کے لیے بے چین ہو گئی۔ میرے اندر اپنی تڑپ تھی جسے تم دیکھ چکے ہو۔"

"یہ تڑپ، یہ بے چینی سونیا میں بھی موجود ہے۔ کبھی وہ میرے اتنے قریب آجاتی ہے کہ میرے وجود کا ایک حصہ بن جاتی ہے۔ کبھی اتنی دور چلی جاتی ہے کہ سمندر کا وہ کنارا بن جاتی ہے جو نظر نہیں آتا۔ یہ کہنا غلط ہے کہ عورت اپنا پیار، اپنا سب کچھ دے کر مرد کی نظروں سے گر جاتی ہے یا کمتر ہو جاتی ہے۔ نہیں بلکہ مرد کی نظروں میں اور بلند مقام حاصل کر لیتی ہے۔ جیسے سونیا نے کیا ہے۔ اور تم بھی کر سکتی ہو۔"

وہ تڑپ کر میرے قریب آگئی: "مجھے بتاؤ میں وہ مقام کیسے حاصل کر سکتی ہوں؟"

"عورت اپنی محبت اور وفا سے ہی مرد کو جیت سکتی ہے۔ مگر تم دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہو۔ تمھاری محبت میرے لیے ہے اور وفا یہودیوں کے لیے۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی میں نے کہا: "تم سوچتی رہو میں ذرا سونیا کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

میں ایک صوفے پر بیٹھ کر ایک چوہے کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا: "فرمائیے جناب! ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔"

"کیا تم میں سے کوئی چوہا ایسا ہے جس کا قد میرے برابر ہو اور جس کے چہرے پر میرا میک اپ با آسانی ہو سکتا ہو؟"

"جی ہاں۔ آپ حکم دیں۔"

"دوسرے فریاد کی تیاری میں کتنا وقت لگے گا؟"

"کم از کم دو گھنٹے۔"

"میں دو گھنٹے اور دیتا ہوں۔ اس چار گھنٹے کے اندر فریاد بننے والے چوہے کو میں تمام واقعات سناتا ہوں گا۔ مرجانہ سے یہاں کس طرح ملاقات ہوئی ہے، یہاں میں نے اس کے ساتھ کس طرح وقت گزارا ہے، کیا باتیں ہوئی ہیں اور کس طرح مرجانہ کے ساتھ جزیرہ الدیرا میں پہنچا ہے۔ اس کے علاوہ ایک رنگ کے دو سوٹ خریدے جائیں۔ جو سوٹ وہ نقلی فریاد پہنے گا وہی سوٹ یہاں میرے لیے بھیجا جائے۔ میں مرجانہ سے کہہ دوں گا کہ میرے پاس لباس کی کمی ہے اس لیے یہ سوٹ یہاں کے میزبانوں نے میرے لیے بھیجا ہے۔"

"جناب! آپ کی پلاننگ میری سمجھ میں آرہی ہے یعنی آپ وہ سوٹ پہن کر وہاں اس بنگلے میں رہیں گے یا باہر مرجانہ کے ساتھ نکلیں گے پھر کہیں بھی ہمارا آدمی آپ کی جگہ لے لے گا اور آپ مرجانہ سے پیچھا چھڑا لیں گے۔"

"یہی بات ہے۔ بٹھیک چار گھنٹے بعد میں نکلنے سے پہلے تمھیں اطلاع دوں گا۔ تم لوگ ہمارا تعاقب کرو گے۔ اس بات کا خیال رکھو گے کہ دشمن ہمارا تعاقب کر رہے ہیں یا نہیں پھر کسی مناسب جگہ پر جعلی فریاد میری جگہ آجائے گا۔"

میں یہ ہدایات دے کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میلی کا پڑ سے اتر گئی تھی۔ جہاں وہ تھی اس کے آس پاس ہر طرف جنگلی مسلح افراد سیلی کاپٹر میں واپس چلے گئے تھے۔ صرف جلال بیگ اس کے ساتھ تھا۔ اس کے سامنے ایک فرلانگ کے فاصلے پر ایک اونچا سا ٹیلا تھا اور اس ٹیلے پر ایک چھوٹا سا کاٹج نظر آرہا تھا۔

میں نے پوچھا: "کیا یہی موت کا جزیرہ ہے؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا: "جب ہمارا ہیلی کاپٹر سمندر سے گزرتا ہوا اس جزیرے کی طرف آرہا تھا تو میں نے جزیرے کے نزدیک ساحل پر بہت سے خیمے لگے ہوئے دیکھے۔ وہاں مردوں کے ساتھ بہت سی عورتیں بھی تھیں۔ جلال بیگ نے مجھے بتایا کہ یہ اطالوی کے لوگ ہیں اور جزیرہ الدیرا تک پہنچنے کے لیے انھوں نے وہاں کیمپ لگایا ہے لیکن موت کے جزیرے سے یہ لوگ زندہ واپس نہیں جا سکیں گے۔"

"چلو اچھا ہے۔ جلال بیگ اور اس کے یہودی آقا بھی مجھے ہیں کہ اطالوی بی کے آدمی اس جزیرے میں پہنچے ہوئے ہیں۔"

اس نے جلال بیگ کے ساتھ کاٹج کی طرف جاتے ہوئے پوچھا: "وہ تمھارے آدم خور ماتحت کہاں ہیں؟"

"کہیں چھپے ہوئے ہوں گے جب انھیں انسانوں کی بو ملے گی، تو وہ باہر آجائیں گے اور بھوک لگے گی تو خوراک کی تلاش میں نکل پڑیں گے۔"

میں نے خیال خوانی کا سلسلہ ختم کر دیا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا مرجانہ میرے سامنے بیٹھی مجھے بڑے پیار سے دیکھ رہی تھی میں نے اٹھتے ہوئے کہا: "اب میں غسل کرنے جا رہا ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے میں نے اپنے لیے ایک لباس منگوایا ہے۔ اب سے ٹھیک ساڑھے تین گھنٹے بعد ہم کہیں تفریح کے لیے نکلیں گے۔"

"ساڑھے تین گھنٹے کے بعد کیوں؟"

"ابھی مجھے غسل کرنا ہے۔ اس کے بعد خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس رہنا ہے۔ جب مجھے اطمینان ہو جائے گا کہ وہ موت کے جزیرے میں بخیریت ہے تو پھر تمھارے ساتھ چلوں گا۔"

"ساڑھے تین گھنٹے کے بعد جانے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں سے ڈھائی بجے روانہ ہوں گے میں ابھی فون کے ذریعے اپنے لوگوں کو خبر کرتی ہوں۔ وہ ٹھیک ڈھائی بجے اس بنگلے کے سامنے ہمارے لیے ایک کار پہنچا دیں گے۔"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا: "چوچا ہو کر دو ابھی میں کافی دیر تک خیال خوانی میں بہت مصروف رہوں گا۔ تمھیں وقت نہیں دے سکوں گا۔ ڈھائی بجے کے بعد تمھارا ہو جاؤں گا پھر تم جتنا وقت چاہو گی تمھارا ہو گا۔"

وہ خوش ہو کر چلی گئی۔ میں باتھ روم میں پہنچ کر خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس آگیا۔ وہ کاٹج کے احاطے میں پہنچ گئی تھی میں نے کہا: "تم ہر چیز کو توجہ سے دیکھتی رہو۔ ان کی ساخت، ان کے رنگ اور ان کے آس پاس کے ماحول کے متعلق بھی سوچتی رہو۔ میں چاہتا ہوں کہ وہاں جن لوگوں نے کیمپ لگایا ہے انھیں اس کاٹج کی طرف روانہ کر دوں۔"

"کسی طرح ان کیمپ والوں سے رابطہ قائم ہو جائے تو اچھی بات ہوگی۔ یقیناً اس کاٹج میں یا کہیں آس پاس وہ آدم خور رہتے ہوں گے۔"

اسی وقت جلال بیگ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر تین بار تالیاں بجائیں۔ اس کے بعد کاٹج کا دروازہ کھلا، پہلے ایک عورت باہر آئی پھر دو مرد نظر آئے، ان کی کمر سے لے کر گھٹنے تک صرف لنگوٹ پڑا ہوا تھا۔ عورت کا لباس بھی یہی تھا۔ ان کے جسیم جسم بتا رہے تھے کہ وہ تہذیب و تمدن کو بالکل نہیں سمجھتے۔ صرف جنگلوں میں رہ کر زندگی گزارنے کے عادی ہیں۔

سونیا کو دیکھتے ہی ان تینوں کی باچھیں کھل گئیں۔ دونوں مرد اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے۔ عورت جیسے برسوں کی بھوکی ہڈیا پنجر منہ کھولے اپنے تیز نوکیلے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے سونیا کی طرف بڑھنے لگی۔ جلال بیگ نے کہا: "رک جاؤ۔ یہ تمھارے لیے نہیں ہے۔ یہ میری دوست ہے۔ جب تک دوست ہے اس وقت تک تم میں سے کوئی اسے ہاتھ نہیں لگائے گا۔"

اس عورت کے پیچھے کھڑے ہوئے دونوں آدمی ہاتھی جیسا ڈیل ڈول رکھتے تھے۔ ایسے بھاری بھرکم تھے جیسے پہاڑ کھڑے ہوں۔ وہ بڑے مضبوط، بڑے جاندار تھے۔ سونیا تنہا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ ان میں سے ایک آدم خور نے سونیا کو دیکھتے ہوئے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "ہم بھوکے ہیں۔ ہمیں کھانا چاہیے۔"

جلال بیگ نے کہا: "جب یہاں سے کسی انسان کا گزر نہیں ہوتا۔ تو تم لوگوں کے لیے اونٹوں کا گوشت فراہم کیا جاتا ہے تمھیں کبھی بھوکا نہیں رکھا جاتا، پھر بھی تم بھوکا رہنے کی شکایت کر رہے ہو؟"

دوسرے آدم خور نے کہا: "ہم نہیں جانتے کہ تم کون کون سے جانوروں کا گوشت ہمیں کھلاتے ہو لیکن جو لذت عورت کے گوشت میں ہے وہ....."

اگلے فقرے ادھورے چھوڑ کر سونیا کو دیکھا۔ پھر ہی ہی کی آواز سے ہنسنے لگا۔ جلال بیگ نے کہا: "یہاں مغربی ساحل پر کتنے ہی لوگوں نے کیمپ لگا رکھے ہیں۔ کیا ان میں سے کوئی حلال نہیں ہوا؟"

اس عورت نے اپنی انگلی اٹھا کر کہا: "ایک ---- ایک ملا ہے۔"

دوسرے نے کاٹج کے پیچھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "وہاں ہمارے ساتھی اسے بھون رہے ہیں۔"

جلال بیگ نے غصے سے کہا: "میں نے تم لوگوں کو منع نہیں کیا تھا؟ اس کاٹج کے آس پاس انسانوں پر حملہ نہیں کرو گے اور نہ ہی یہاں پیٹ بھرو گے۔"

اس بات پر وہ غرانے لگے۔ جلال بیگ نے کہا: "پالتو کتے اپنے مالک پر غرایا نہیں کرتے۔ جاؤ اور جسے بھون رہے ہو اسے وہاں سے لے جاؤ، وہاں کی آگ کو سرد کر دو۔ مادام سونیا اس کاٹج میں رہیں گی۔ اپنی زندگی کا سارا سامان یہاں سے اٹھا کر لے جاؤ۔"

وہ تینوں وہاں سے جانے لگے۔ سونیا انھیں دیکھ رہی تھی۔ وہ کاٹج کے پچھلے حصے کی طرف کہ جہاں نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ جلال بیگ نے کہا: "آؤ اندر چلیں۔"

وہ چلتے ہوئے بولی: "کیا تم یہاں میرے ساتھ رہو گے؟"

وہ مسکرا کر بولا: "میرا، تمھارا جنم جنم کا ساتھ ہے۔"

"کیا یہاں میری برین واشنگ ہو گی؟"

وہ اس کے ساتھ کاٹج کے ایک کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا: "اگر تم خود ہی فریاد کو اپنے دماغ سے واش آؤٹ کر دو اور مجھے اپنے دماغ میں بسا لو تو برین واشنگ کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ دراصل تم فریاد کی محبت میں یہ سب کچھ کر رہی ہو۔ جب تمھاری زندگی

ہیں فریاد نہیں ہوگا اور تمھارا جیون ساتھی میں ہوں گا تو میرے مزاج کے مطابق زندگی گزارو گی اور میرے مزاج کے مطابق میرے آقاؤں کی حمایت کرو گی۔"

وہ کانچ کی اندرونی آرائش کو دیکھ رہی تھی، وہاں دو کمرے تھے۔ دونوں کمروں کے درمیان ایک دروازہ تھا۔ اگلے حصّے اور پچھلے حصّے کی طرف بھی دروازے تھے۔ کھڑکیاں بھی اسی طرح دروازوں کے ساتھ لگی ہوئی تھیں۔ سونیا نے آگے بڑھ کر کھڑکی کے اس پار دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ اس نے فوراً ہی منہ پھیر لیا۔ وہاں ایک الاؤ روشن تھا۔ ایک آٹھ فٹ لمبی آہنی سلاخ کو ایک انسانی جسم میں پرو دیا گیا تھا۔ دور دور تک آدم خور کھڑے ہوئے ڈنر تیار ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

سونیا وہاں آدم خوروں کی تعداد معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس نے پلٹ کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ کل سترہ آدم خور نظر آئے۔ جن میں سے بارہ مرد تھے اور پانچ عورتیں تھیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک دانتی نما آہنی ہتھیار تھا۔ وہ دانتی بڑے سائز کی تھی۔ پول لگتا جیسے نصف تلوار کو کمان کی صورت میں خم دے دیا گیا ہے اس کے دونوں سرے دھار والے تھے۔ یعنی جس طرف سے حملہ کیا جاتا، شکار بچ کر نہ جاتا۔

میں نے اس آدم خور کے دماغ میں جھانک کر دیکھا جو کانچ کے سامنے باتیں کر رہا تھا۔ مجھے حیرانی ہوئی کہ میں اس کے دماغ میں آسانی سے پہنچ گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ برین واش کرنے والوں نے ان کے دماغ کو بھی حسّاس بنایا ہوگا لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ آدم خور نہ تو اچھے فائٹر تھے، نہ ہی ان میں کوئی غیر معمولی صلاحیت تھی۔ اسی لیے برین واش کرنے والوں نے ان پر زیادہ محنت نہیں کی تھی۔ انھیں انسان نما درندہ بنا کر اس جزیرے میں چھوڑ دیا تھا میں جس کے دماغ میں پہنچا، اس کا نام برینڈو تھا۔ برینڈو اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا "یہ جو عورت آئی ہے، بہت خوبصورت ہے۔ بہت نمکین ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہاں نمک ملانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" ان کے درمیان کھڑی ہوئی عورت نے کہا "مگر اپنا باس کباب میں ہڈی بن گیا ہے۔"

برینڈو نے ناگواری سے کہا "باس کی ایسی تیسی، وہ ہمیں کیا دیتا ہے۔ ہم خود شکار کر کے کھاتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "یہ باس مر جائے گا تو دوسرا آدمی آجائے گا مگر یہ عورت ہاتھ سے نکل جائے گی تو ایسی دوسری نہیں ملے گی۔ اس جزیرے میں بڑی مشکل سے کوئی عورت ہاتھ آتی ہے۔"

اس عورت نے کہا "اگر ہم کچھ ساتھیوں کو اپنے اعتماد میں لے لیں تو باس کا صفایا ہو سکتا ہے۔ وہ بھی ہماری خوراک بن جائے گا۔"

برینڈو نے کہا "یہ تو ٹھیک ہے مگر دوسروں کو اپنے اعتماد میں لینا بہت مشکل ہے۔ سب انگریزی نہیں سمجھتے ہیں۔ کوئی فرانسیسی جانتا ہے، کوئی جرمن اور کوئی افریقی زبان جانتا ہے۔ ہم ان کی زبان نہیں بول سکتے، انھیں قائل نہیں کر سکتے۔ اس طرح بات بگڑ جائے گی۔"

دوسرے نے پوچھا "پھر کیا کیا جائے؟"

برینڈو نے کہا "ایک ہی راستہ ہے۔ چپکے سے باس کو ختم کر دیا جائے، پھر اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی جائے وہ یہی سمجھیں گے کہ کسی نے باس کو ہلاک کر دیا ہے۔ جب وہ کھانے کے بعد کھانے کی میز پر آئے گا تو وہ زیادہ تفتیش نہیں کریں گے۔ وہ آم کھائیں گے پیٹر نہیں گنیں گے۔"

میں سونیا کے پاس پہنچا تو صورت حال بدل چکی تھی۔ جلال بیگ اس پر حملے کر رہا تھا۔ اور وہ اس کے حملوں کو روکتے ہوئے پیچھے ہٹ رہی تھی۔ کبھی پینترا بدل کر دوسری طرف چلی جاتی تھی۔ میں نے کہا "یہ دوستی! دشمنی میں کیسے بدل گئی؟"

وہ پھر پینترا بدلتے ہوئے اور جلال بیگ کے حملوں سے بچتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولی "یہ کمینہ مجھ سے کھیلنا چاہتا تھا۔ مجھے مجبور کر رہا تھا، دھمکیاں دے رہا تھا کہ میں اس کی بات نہیں مانوں گی تو یہ مجھے آدم خوروں کے حوالے کر کے چلا جائے گا۔"

"اس سے پوچھو، سیلی کاپٹر جا چکا ہے۔ وہ تمھیں چھوڑ کیسے جائے گا اور کہاں جائے گا؟"

سونیا نے اچانک ہی ایک قلانگ لگ اس کے پیچھے ماری۔ پھر الٹی قلابازی کھا کر دوسری طرف کھڑی ہو گئی۔ جلال بیگ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا، اب پھر آگے بڑھ رہا تھا۔ اس نے حملہ کیا۔ سونیا نے پھر دوسری بار حملہ کیا۔ سونیا مار کھا کر پیچھے ہٹ کر بولی "تم بہت شرمندہ ہو، اب مجھے تم پر پیار آرہا ہے۔ سوچ رہی ہوں۔ تمھاری محبت قبول کر لوں۔"

وہ خوش ہو گیا۔ سونیا نے پوچھا "اگر میں تمھاری بات مان لوں تو تم مجھے چھوڑ کر کیسے جاؤ گے؟ جبکہ سیلی کاپٹر جا چکا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں تو تمھیں یونہی دھمکی دے رہا تھا۔ میں تمھیں چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں جبکہ دل و جان سے چاہتا ہوں۔ ہاں اگر تم غصّہ آجاتا تو اکیلا یہاں سے چلا جاتا۔ اس کانچ کے جنوب کی طرف دو میل کے فاصلے پر ساحل ہے، وہاں سے جزیرہ الدبرا صرف چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ ساحل پر ایک موٹر بوٹ کھڑی رہتی ہے۔ میں اس موٹر بوٹ کے ذریعے جب چاہوں الدبرا جا سکتا ہوں۔"

اتنا کہنے کے بعد اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا پھر کہا "شاید فریاد تمھارے دماغ میں بیٹھا ہنس رہا ہو یا تم سوچ رہی ہو کتنا بے وقوف ہوں، تمھیں الدبرا پہنچنے کا راستہ بتا رہا ہوں۔ لیکن جان! تم کبھی اس کانچ سے نکل ہی نہیں سکو گی۔ تم نے دیکھ ہی لیا

ہے کہ آدم خور تمھیں کیسی بھوکی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ رہ گئی..... تو پیٹی پیتی تو یہاں صرف تین آدم خور انگریزی جانتے ہیں۔ میں جب تمھارا دشمن بنوں گا تو ان تین آدمیوں کو گولی سے اڑا دوں گا تاکہ فریاد کی ٹیلی پیتی یہاں بے اثر ہو جائے۔"

"تمھارے پاس ریوالور نظر نہیں آتا۔ انھیں گولی کیسے مارو گے؟"

اس نے ہنستے ہوئے جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا "یہ ریوالور نہیں، ایک چھوٹا سا پستول ہے۔ یہ دیکھو۔" اور جیب سے پستول نکال کر دکھایا۔ پھر اس نے سونیا سے کہا "ابھی ایک دو تین گنتے ہی میں جلال بیگ کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کروں گا اور یقیناً پہنچ نہیں سکوں گا۔ وہ میری ٹیلی پیتھی سے بچنے کی خاطر ایک ذرا اپنے دماغ کے دونوں کو بند کرتے ہوئے آنکھیں بند کرے گا۔ بس وہ وقت تمھارے لیے کافی ہوگا۔"

پھر میں نے ایک، دو، تین کہا اور تین کہتے ہی اپنی سوچ کی لہروں کو جلال بیگ کے دماغ میں پہنچایا۔ اس نے فوراً ہی آنکھیں بند کر لیں۔ بس پلک جھپکنے کی بات تھی۔ دوسرے لمحے اس نے آنکھ اس وقت کھولی جب اس کے ہاتھ کو جھٹکا پہنچا تھا۔ سونیا نے لات ماری تھی، پستول دور جا گرا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، سونیا نے چھلانگ لگائی اور پستول کو فرش سے اٹھا لیا پھر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی "حرکت کرو گے؟"

وہ آگے بڑھ رہا تھا ٹھٹھک گیا۔ سہمے ہوئے انداز میں پستول کو دیکھتے ہوئے بولا "دیکھو، گولی چل جائے گی، میں مذاق کر رہا تھا۔ میں بھلا تمھیں آدم خوروں کے حوالے کر کے کہیں جا سکتا ہوں۔ نہیں، میں تم سے سچی محبت کرتا ہوں، قسم کھاتا ہوں۔"

سونیا نے اس کی بات کاٹ کر کہا "میں بھی قسم کھاتی ہوں کہ یہ آدم خور تمھیں کھائیں گے۔"

وہ کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تم ایسا نہیں کر سکتیں، یہ سب میرے ماتحت ہیں، میرے حکم کے پابند ہیں، ہم دونوں کی دوستی میں ایک دوسرے کی سلامتی ہے۔ اگر تم نے مجھے مار ڈالا تو یقیناً یہ مجھے چھوڑیں گے نہیں لیکن میرے بعد تم بھی ان سے نہیں بچ سکو گی۔" یہ کہتے ہوئے وہ دروازے کو کھولنا چاہتا تھا۔ سونیا نے ڈانٹ کر کہا "خبردار! دروازے کی طرف ہاتھ نہ بڑھانا۔ ادھر بیچ میں آجاؤ۔"

وہ حکم کی تعمیل کرتا ہوا کمرے کے وسط میں آکر کھڑا ہو گیا۔ سونیا نے پوچھا "تمھارے پاس اس پستول کی اور کتنی گولیاں ہیں؟"

"صرف یہ پستول لوڈ ہے اور گولیاں نہیں ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ سیدھی طرح بتاؤ۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔"

"دوسری بار قسم کھاؤ گے تو گولی کھاؤ گے، جو کہتی ہوں اس پر عمل کرو۔ اپنے کپڑے اتارو۔"

وہ چونک کر، پریشان ہو کر بولا "میں نے کچھ نہیں چھپایا ہے۔ تم خواہ مخواہ مجھے کپڑے اتارنے کے لیے کہہ رہی ہو۔"

"میرا وقت ضائع نہ کرو۔" پھر اس نے بلند آواز سے مجھے مخاطب کیا تاکہ جلال بیگ بھی سن لے "فریاد! کیا تم موجود ہو؟"

میں نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا "جلال بیگ کے دماغ میں پہنچو۔ اگر تمھیں اپنے دماغ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے گا تو میں فوراً ہی اسے گولی مار دوں گی۔ جاؤ فریاد! اس کے دماغ کے دروازے کی چابی میرے ہاتھ میں ہے۔"

جلال بیگ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر جلدی سے کہا "ٹھہرو! ٹھہر جاؤ، میں کپڑے اتار رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنی قمیص اتاری۔ اس کے شانے سے کمر تک کارتوس کی پیٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے اس پیٹی کو کھول کر سونیا کی طرف اچھال دیا۔ اس نے اسے بائیں ہاتھ سے روک کر اپنے شانے سے ٹکا لیا، پھر جلال بیگ نے کہا "بس اور کچھ نہیں ہے۔ پتلون تو رہنے دو۔"

"جلال بیگ! ان یہودیوں نے کیا سوچ کر تمھیں میرے پاس بھیجا تھا۔ کیا وہ مجھے اور فریاد کو نہیں جانتے ہیں؟"

"انھوں نے تو کافی سوچ سمجھ کر تمھارے لیے میرا انتخاب کیا تھا۔ اور یہ بات خاص طور پر سمجھائی تھی کہ میں تمھاری مرضی اور مزاج کے خلاف کوئی بات نہ کہوں، نہ کروں، چپ چاپ تمھیں موت کے جزیرے میں لے آؤں۔ وہ تمھاری زندگی کو زیادہ سے زیادہ خطرے میں ڈال کر فریاد کو بلیک میل کرنا چاہتے تھے لیکن اس کانچ میں پہنچتے ہی میں اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا تم ہو ہی ایسی دلکش، دلنشیں۔"

سونیا نے سرد لہجے میں کہا "پتلون اتارو۔"

وہ بڑی عاجزی سے انکار کرنے لگا۔ سونیا نے ڈانٹ کر کہا۔ "جو کہہ رہی ہوں، وہ کرو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "اچھی بات ہے میں دوسری طرف منہ پھیر کر....."

وہ بات کاٹ کر بولی "میں کوئی ننھی سی بچی نہیں ہوں۔ تمھارے جیسے بے شرم کو ایسا کرنے میں جھجک محسوس ہو رہی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم شرما رہے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے کوئی اہم چیز چھپا رکھی ہے۔ کم آن ہری اَپ۔"

وہ آہستہ آہستہ بٹن کھولنے لگا۔ شرم کی یا بے حیائی کی کوئی بات نہیں تھی۔ اس نے انڈر ویئر پہن رکھا تھا۔ صرف سونیا کے سامنے نہیں رہا تھا۔ پتلون اتر کر گھٹنے تک آئی۔ تو دونوں رانوں پر کوئی چیز بندھی ہوئی نظر آئی۔ سونیا نے پوچھا "یہ کیا ہے؟"

"یہ میں نے اپنی حفاظت کے لیے رکھا ہے۔ ان آدم خوروں

کا کوئی ٹھیک نہیں ہے۔ شاید ان کو بھوک لگے تو یہ مجھے بھی کھا جائیں۔ اس لیے میں نے یہ زہریلی سوئیاں رکھی ہوئی ہیں اس ران پر جو پسل گن بندھی ہوئی ہے اس کے ذریعے سوئی کو اپنے شکار کی طرف پھینکا جاتا ہے۔ یہ زہریلی سوئی بدن کے کسی بھی حصے کو چھو لے تو شکار چند منٹ میں تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہے۔"

"اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو اور دوسری طرف گھوم جاؤ۔ تمہاری پیٹھوں گھٹنوں میں پھنسی ہوئی ہے۔ اسے اسی طرح رہنے دو۔ اس طرح تم پھرتی نہیں دکھا سکو گے۔"

اس نے بے بسی سے سونیا کو دیکھا۔ پھر آہستہ آہستہ دوسری طرف گھوم گیا۔ سونیا محتاط انداز میں آگے بڑھ کر اس کی پشت پر پہنچی۔ پھر پستول کی نال کو پیٹھ کی طرف سے دل والے حصے سے لگا دیا اور بڑی سفاکی سے بولی: "جلال بیگ! اگر میری ہسٹری شیٹ پڑھ چکے ہو تو یہ حساب کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں نے کتنے قتل کیے ہیں۔ اگر تم ذرا سی بھی حرکت کرو گے یا چالاکی دکھانے کی کوشش کرو گے تو اس فہرست میں تمہارے نام کا بھی اضافہ ہو جائے گا۔" پھر اس نے ذرا سا جھک کر ایک ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس پسل گن کو وہاں سے کھینچ لیا۔ اسے الٹ پلٹ کر دیکھا اس نے ایسی گن کبھی استعمال نہیں کی تھی۔ لیکن اس کے استعمال کا طریقہ جانتی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ سے اس گن کو اپنی کمر میں اڑس لیا۔

جلال بیگ کی دوسری ٹانگ سے وہ ڈبیہ بندھی ہوئی تھی جس میں زہریلی سوئیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے اس ڈبیہ کو بھی حاصل کر لیا۔ پھر پیچھے سے اس کی کمر پر ایک لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا سامنے والی دیوار سے ٹکرا گیا۔ میں نے سونیا سے کہا: "اب اسے دھکا دے کر آدم خوروں کے پاس جانے کے لیے کہو۔"

وہ کانچ کی دیوار سے ٹکرانے کے بعد وہیں کھڑا رہ گیا تھا۔ سونیا کا حکم سنتے ہی ایک دم سے گھبرا گیا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہنے لگا: "مجھ پر یہ ظلم نہ کرو۔ میں ان آدم خوروں کے پاس نہیں جا سکتا۔"

"تمہارے آقاؤں نے ان درندوں کو اس جزیرے میں اسی لیے چھوڑا ہے کہ تمہارے جیسے نئے نئے ان کے ہتھے چڑھتے جائیں تم سے پہلے جانے کتنے بے گناہ مارے گئے ہیں، اب تمہاری باری ہے۔ جلال بیگ تم نے ہم سب کو جس قدر پریشان کیا ہے جس طرح تم نے سائرہ باقو کے سینے سے بم باندھ کر انھیں ایک ایک پل لو نہیں پہنچائیں ہیں، اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ آدم خور تمہیں کچا کھا جائیں۔"

وہ دیوار سے لگ کر ایک طرف کھسکنے لگا۔ انکار میں سر ہلانے لگا: "نہیں، میں باہر نہیں جاؤں گا۔ میں ان کی خوراک نہیں بنوں گا۔ تم مجھے گولی مار دو۔ تم مجھے زہریلی سوئی سے ہلاک کر دو، یہ مجھے منظور ہے مگر وہ موت منظور نہیں ہے۔"

سونیا نے اطمینان سے چلتے ہوئے دروازے کے پاس پہنچ کر اس کے پٹ کھول دیے پھر ایک طرف ہٹ کر بولی: "تم باہر نہیں جاؤ گے تو آدم خور اندر آ جائیں گے۔ جس کے ہاتھ میں ہتھیار ہو گا جس کے پاس طاقت ہوتی ہے، جانور اور درندے اسی کے مطیع اور فرمانبردار ہوتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھو کہ ان آدم خوروں میں سے تین ایسے ہیں، جو فریاد کی نیلی ہیتی کی زد میں آ چکے ہیں۔ اس حساب سے میں اکیلی نہیں، تمہارے دشمن اب چار ہیں۔ بولو، باہر جاتے ہو یا نہیں؟"

وہ بے بسی سے باہر کی طرف جھانکنے لگا۔ سونیا نے کہا: "تمہیں اس کا خیال رکھو، میں ایک بھی گولی ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ یہ گولیاں اور زہریلی سوئیاں آئندہ کام آئیں گی۔"

میں نے کہا: "اطمینان رکھو، جیسے ہی وہ کوئی چالاکی دکھائے گا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ وہ جو ایک ساعت کے لیے آنکھیں بند کرتا ہے، وہی مہلت تمہارے لیے کافی ہو گی۔"

جلال بیگ نے کوئی چالاکی نہیں دکھائی۔ وہ کچھ اور سوچ کر باہر چلا گیا۔ پھر بلند آواز سے کسی اجنبی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ میں نے برنیڈو کے دماغ سے معلوم کیا۔ وہ آدم خوروں کو اپنی حمایت پر آمادہ کر رہا تھا اور انھیں سونیا کے خلاف بھڑکا رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچایا۔ وہ بولتے بولتے رک گیا۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ دوسرے ہی لمحے اس نے پھر آنکھیں کھول کر کچھ کہنا چاہا۔ میں نے پھر اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچایا۔ اس کی آنکھیں اور اس کی زبان پھر بند ہو گئیں۔ تیسری بار میں اس آدم خور عورت کے دماغ پر قابض ہو گیا جو انگریزی جانتی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی اپنے درانتی نما ہتھیار کو سنبھالتی ہوئی جلال بیگ کی طرف لپکی۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اپنی درانتی سے ایک بھرپور ضرب لگائی۔ تازہ تازہ خون اور تازہ تازہ گوشت کی تھوڑی سی جھلک آدم خوروں کے لیے کافی تھی۔ وہ سب کے سب اس پر ٹوٹ پڑے۔

میں نے سونیا سے کہا: "اب برنیڈو تمہاری طرف آئے گا اور تمہارے ساتھ جنوبی ساحل تک جائے گا۔ اسے دشمن نہ سمجھنا میں اس کے دماغ میں موجود رہوں گا۔"

میں نے برنیڈو کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا: "یہ سب کے سب باس پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ کیوں نہ میں اس عورت کو ہپناٹائز کر کے اپنے ساتھ کہیں دور لے جاؤں اور پھر اکیلا ہی ہڑپ کر جاؤں۔"

اس کی سوچ نے کہا: "واقعی بہت اچھا موقع ہے۔"

یہ سوچتے سوچتے وہ آہستہ آہستہ الٹے قدموں کانچ کے دروازے کی طرف آ رہا تھا اور دیکھتا جا رہا تھا کہ کوئی آدم خور اس کی طرف توجہ دے رہا ہے یا نہیں۔ آدم خوروں کو اتنی فرصت نہیں تھی۔ وہ بہت مصروف تھے۔

برنیڈو نے کانچ میں آگر دوسری طرف کا دروازہ کھولا پھر سونیا کو اشارے سے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ سونیا اس کے ساتھ جانے لگی۔ پہلے وہ ڈبے قدموں تیزی سے آگے بڑھتے رہے۔ کانچ کے احاطے سے باہر آنے کے بعد وہ دونوں ہی دوڑنے لگے۔ میں نے برنیڈو کے دماغ میں یہ خیال قائم کر دیا تھا کہ اسے جنوبی ساحل کی طرف جانا چاہیے اور وہ اسی طرف سونیا کو لے جا رہا تھا۔

اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں باتھ روم میں تھا اور دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ پھر مرجانہ کی آواز سنائی دی۔ "کیا تم باتھ روم میں سو گئے ہو؟ میں (اتنی دیر سے) انتظار کر رہی ہوں۔ میں نے غسل بھی کر لیا، اپنے لیے دوسرا لباس منگوایا تھا وہ بھی پہن لیا ہے اور تم ہو کہ باہر آنے کا نام ہی نہیں لیتے۔"

میں نے جواب دیا: "میں اس وقت غسل بھی کر رہا ہوں اور خیال خوانی میں بھی مصروف ہوں۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں، ڈھائی بجے کے بعد میں تمہارے پاس آؤں گا۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس نہیں جاؤں گا۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم اپنے دماغ سے سونیا کو نہیں نکال سکتے۔"

"میری جان! میں تمہیں ایک خوشخبری سنا رہا ہوں۔ آج میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کی بے وفائی دیکھ لی ہے۔ اس نے جلال بیگ کو اپنا لیا ہے اور اب وہ میرے قابل نہیں رہی ہے۔"

"تو پھر اس پر خاک ڈالو اور باہر آ جاؤ۔"

"خاک ہی ڈال رہا ہوں۔ جب ہم کسی پرانے رشتے کو مار دیتے ہیں اور اسے دفناتے ہیں تو آخری بار اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالتے ہیں، وہ مٹی ڈالنے کا موقع تو دو۔ آرام سے بیٹھ کر میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ چپ رہی۔ شاید دروازے کے پاس سے ہٹ کر کمرے کی دوسری طرف چلی گئی تھی۔ میں پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ برنیڈو کے ساتھ کبھی تیزی سے چلتی ہوئی جا رہی تھی۔ اور کبھی دوڑتی ہوئی جا رہی تھی۔ فاصلہ بحال کسی طرح طے ہو گیا۔ ساحل نظر آ گیا اور ساحل پر موٹر بوٹ بھی نظر آ گئی۔ برنیڈو سوچ رہا تھا: "یہ اچھی جگہ ہے۔ یہاں سے گزر کر۔ لوں اور غائب کر دوں پھر اس کے ڈھانچے کو زمین میں دفن کر دوں گا تو کسی کو پتہ نہیں چلے گا۔ سبھی سمجھا جائے گا کہ یہ موٹر بوٹ لے کر فرار ہو گئی ہے۔ میں اس موٹر بوٹ کو بھی کسی دوسری جگہ لے جا کر چھوڑ دوں گا۔"

"اس کی عقل جو اسے سمجھا رہی تھی۔ وہ وہی سمجھ رہا تھا پھر اس سے پہلے کہ وہ سونیا کا راستہ روکتا، میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ سونیا نے جاپانی زبان میں پوچھا: "فریاد! کیا اب بھی تم غائب ہو؟"

"میں موجود ہوں، تھوڑی دیر کے لیے چلا گیا تھا۔"

"اسے ساحل پر ہی روک کے رکھو، میں موٹر بوٹ کو اسٹارٹ کر رہی ہوں۔"

میں نے برنیڈو کی زبان سے کہا: "جاؤ اور موٹر بوٹ کو مشرق کی طرف، ساحل ساحل لے جاؤ۔ نقشے کے مطابق تم اس جزیرے کے مغربی ساحل پر پہنچو گی۔ وہاں تمہیں وہ کیمپ والے مل سکتے ہیں۔" لیکن اس دوران وہ موٹر بوٹ پر سوار ہو کر انجن اسٹارٹ کر چکی تھی۔ اور اب وہ بوٹ پانی کی لہروں پر آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ تب میں نے برنیڈو کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ حیرانی سے دور جاتی ہوئی سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ اب وہ کیا کر سکتا تھا۔ سمندر میں چھلانگ لگا کر خودکشی نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے سونیا سے پوچھا: "اب تمہیں دشمنوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم تنہا مغربی ساحل تک سفر کر سکو گی؟"

"اب میری طرف سے مطمئن رہو۔ کیا تمہارا وہاں دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے؟"

"میں مرجانہ کو دھوکہ دے رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ایک بھرپور فریاد کو جزیرہ الدرا بھیج رہا ہوں۔ اس لیے اجازت چاہتا ہوں۔"

میں اجازت لے ہی رہا تھا کہ باتھ روم کے دروازے پر دستک سنائی دی۔ مرجانہ نے کہا: "فریاد! کوئی شخص تمہارے لیے نیلے رنگ کا سوٹ، جوتے، جرابیں اور نکٹائی وغیرہ لے کر آیا ہے۔"

میں نے باتھ روم کے دروازے کو کھول دیا۔ مرجانہ نے فوراً ہی دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ میں نے تولیے سے بدن کو خشک کرتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ پھولدار لباس میں خوب کھل رہی تھی۔ پہلے اس میں عورت پن کم تھا، مرجانہ پن جھلکتا تھا۔ جال میں بھی نزاکت نہیں تھی۔ باتوں میں بھی جیسی تمنا ہوتی تھی۔ لیکن اب وہ آگ سے پھول بن گئی تھی۔ وہ اب بھی شہد زور تھی مگر اس میں شاعرانہ ادائیں بھی بھر گئی تھیں۔ وہ اتنی بھری بھری تھی کہ ڈر لگتا تھا کہ چھلک نہ جائے۔ وہ چھلکنے کو بے تاب تھی۔ نشہ بری چیز ہے مگر منہ سے لگ جائے تو نہیں چھوٹتا۔ میں نے کبھی نہ پینے اور نہ چکھنے کا عہد کیا تھا۔ ایک عرصے تک میں اپنے اس ارادے پر مضبوطی سے قائم رہا۔ کتنی ہی خوبصورت، اٹھتی بھری بھری یوتیں میری نظروں کے سامنے سے گزر گئیں۔ میری تنہائی میں آ کر چلی گئیں لیکن میں اپنی توبہ پر قائم رہا۔

بہت عرصے بعد لاہور میں نازیہ نے مجھے متاثر کیا تھا۔ میری

تو یہ ٹوٹ چکی تھی لیکن میرے ضمیر نے ایک شریف خاندان کی عزت سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی۔ پہاڑوں سے پستی کی طرف بہنے والا دریا بہت ہی پُرشور و پُرزور ہوتا ہے۔ اس کا راستہ روکو تو وہ رکاوٹ کو توڑ دیتا ہے۔ توڑ نہ سکے تو راستہ بدل کر بہنے لگتا ہے۔ دوسری طرف اپنی نے سرد باکر مجھے آرام سے سلا دیا تھا۔

میرے ضمیر نے ایک سوال کیا: "مرجانہ بھی ایک شریف خاندان کی عزت ہے؟"

میرے دماغ نے جواب دیا: "بے شک سائرہ بانو ایک نہایت ہی شریف خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کا ابتدائی حصّہ اور اپنی جوانی کا آدھا حصّہ دشمنوں اور شیطانوں کے درمیان گزارا ہمیشہ اپنی عزت کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتی رہیں۔ ناکام ہوتی رہیں۔ پھر ایک وقت آیا کہ سچائی اور شرافت کی جیت ہوئی اور اب وہ بہت اچھے دن گزار رہی ہیں۔ ان کے برعکس ان کی بیٹی دشمنوں سے محفوظ رہنے کے بجائے دشمنوں سے جا ملی ہے۔ ان کے اشاروں پر چل رہی ہے۔ ان کی فرمانبردار ہے۔ برین واشنگ کے بعد دشمن اس کے دماغ میں ہوس پرستی کا نظریہ بھر سکتے تھے۔ اسے آدم خور بھی بنا سکتے تھے۔ لیکن انھوں نے اتنی مہربانی کی کہ اس کے دماغ میں صرف میری چاہت کو شدید کر دیا۔ مجھ میں وہ شدت نہیں تھی۔ ہاں انتقام کا جذبہ غیر شعوری طور پر پلتا رہا۔ ایک بار میں نے جھنجلا کر یہ عہد کیا تھا کہ اسے مکمل عورت بنا کر رہوں گا یا یہ سونیا پر عاشق تھی مگر عورت بننے کے بعد میرے لیے تڑپتی رہے گی۔ میری چاہت میں گرفتار ہوگی اور میں اسے لفٹ نہیں دوں گا۔ اسے ستائے اور جذبوں کی پہچان کراؤں گا۔ پھر چھوڑ دوں گا۔ اس سے دور رہوں گا۔ کبھی اپنے قریب نہیں پھٹکنے دوں گا اور آج یہ انتقام پورا ہو چکا تھا۔ اگرچہ یہ کوئی قابلِ تعریف بات نہیں ہے۔ میں نے کوئی دانشمندی نہیں کی لیکن انتقام کے جوش میں عقل خبط ہو جاتی ہے اور آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ میں نے بھی چند گھڑیاں اندھے پن میں گزاریں۔

ہمیں پروگرام کے مطابق وہاں سے ڈھائی بجے نکل جانا تھا۔ میں نے چوروں سے بھی یہی کہا تھا لیکن چار بج رہے تھے۔ پروگرام میں گڑبڑ ہو گئی تھی۔ میں نے بہروپیے فریاد کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "جناب! ہم بڑی دیر سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایک گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"جو سوٹ آپ کے پاس بھیجا گیا ہے۔ وہ بازار میں ایک ہی تھا۔ ہمیں اس ناپ کا کوئی دوسرا سوٹ نہیں ملا اور ملا بھی تو اس کے رنگ سے ملتا ہوا رنگ نہ تھا۔ اگر رنگ ملتا تھا تو کپڑوں کی تراش خراش میں فرق تھا۔ مجبوراً ہم نے ایک ہی سوٹ آپ کے پاس بھیجا ہے۔"

"یہ تو واقعی گڑبڑ ہو گئی۔ تم میری جگہ کیسے لوگے؟"

"آپ مرجانہ کو اپنے کمرے سے کسی دوسرے کمرے میں بھیج دیں یا آپ کسی دوسرے کمرے میں چلے آئیں۔ میں وہاں پہنچا ہوں۔ جو کپڑے میں نے آپ کے پاس بھیجے ہیں۔ وہی پہن لوں گا۔ آپ اسی بنگلے میں کہیں چھپ جائیے یا کہیں چلے جائیے گا۔"

میں نے کہا "بھروپ۔ میں کوشش کرتا ہوں۔"

میں نے کوشش کرنے کے لیے مرجانہ کی طرف دیکھا جو وہاں نہیں تھی۔ باتھ روم کے اندر پانی گرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے دروازے کے قریب جا کر کہا: "میں دوسرے باتھ روم میں جا کر لباس تبدیل کروں گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے چوروں کو فوراً اس بنگلے میں پہنچنے کی ہدایت کی۔ اس دوران میں نے دوسرا لباس پہن لیا تھا جو سوٹ میرے لیے آیا تھا اور دیگر چیزیں میں دوسری خواب گاہ میں لے گیا۔ چند منٹ کے بعد ہی دوسرا چور وہاں پہنچ گیا۔

اصولاً مجھے غسل کر کے لباس پہننا تھا اور مرجانہ کے سامنے جانا تھا۔ چونکہ اب دوسرا فریاد مرجانہ کے سامنے پہنچنے والا تھا اس لیے اس بہانے کو غسل کرنا پڑا۔ اس نے لباس تبدیل کیا جب ——— وہ جرابیں اور جوتے پہن رہا تھا تبھی مرجانہ کمرے میں لگی ہوئی باتھ روم میں تھا۔ میں نے بہروپیے فریاد کی رہنمائی کی۔ اس کے مطابق اس نے کھنکار کر اپنا گلا صاف کرتے ہوئے کہا: "آج میں نے غسل کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے زکام ہو گیا ہے۔ گلے میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ کیا تم میری آواز کچھ بدلی ہوئی سی محسوس کر رہی ہو؟"

مرجانہ نے کہا: "ہاں، کچھ فرق تو محسوس ہو رہا ہے۔ میں غسل نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جلدی دیر ہو رہی ہے۔"

بہروپیا اٹھ گیا اور آئینے کے سامنے اپنی نکٹائی درست کرنے لگا۔ مرجانہ بنگلے سے باہر جانے سے پہلے چند منٹ رکنا چاہتی تھی۔ میں نے بہروپیے کے دماغ میں بیٹھ کر کہا: "چلو، دیر ہو رہی ہے۔ محبت لعبد میں بھی ہو سکتی ہے۔"

وہ مرجانہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے تقریباً کھینچتا ہوا باہر لے جانے لگا۔ مرجانہ نے کہا: "آخر ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ دیر تو تمھاری وجہ سے ہو رہی ہے۔"

"میں نے دیر کی ہے؟ میں جلدی کر رہا ہوں۔ میں ایک خوشخبری سناؤں؟"

"میرے لیے اس سے بڑی خوشخبری اور کیا ہو سکتی ہے کہ تم سونیا سے نفرت کرنے لگے ہو اور مجھ سے محبت، اگر مجھ پر اعتماد کرتے ہو تو میرے ساتھ جزیرہ الدیر اچلو، میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میرے دوستوں نے تمھیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو وہ میرے لیے دشمن بن جائیں گے۔"

بہروپیے نے کہا: "میں یہی خوشخبری تمھیں سنا رہا ہوں۔

اس وقت تمھارے ساتھ جزیرہ الدیر اچل رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر کمبل بن گئی۔ پھر بولی: "ٹھہرو، میں ابھی فون پر اپنے ساتھیوں کو اطلاع دیتی ہوں۔"

وہ دوڑتی ہوئی پھر ڈریسنگ روم میں آئی۔ میں وہاں چھپا ہوا تھا۔ ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیے۔ پھر کہا: "پروگرام بدل گیا ہے۔ مجھے اور فریاد کو کسی ویرانے میں گھیر لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ میرے ساتھ راضی خوشی چلنے کو تیار ہے۔ میں اسے لے کر سیلی کاپٹر کی طرف آ رہی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر دوڑتی ہوئی بہروپیے کے پاس پہنچ گئی۔ بنگلے کے احاطے کے باہر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ جو مرجانہ نے منگوائی تھی۔ وہ اس کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ میں تھوڑی دیر تک ان کے پاس موجود رہا اور بہروپیے کی ایکٹنگ سے مطمئن ہوتا رہا۔ اعلیٰ بی بی نے ایسے تمام چوروں کو جن کا قد میرے برابر تھا اور جو میرے جیسی جسامت رکھتے تھے ——— میری آواز، میرے لب و لہجہ کی بڑی کامیابی سے مشق کرائی تھی۔ انھوں نے اس میں مہارت حاصل کی تھی۔ اعلیٰ بی بی اور چالیس چوروں میں میری اور سونیا کی کتنی اہمیت تھی، اسی سے اندازہ ہو جاتا تھا۔ ان چوروں میں جو عورتیں سونیا کے قد کے برابر تھیں اور سونیا جیسی جسامت رکھتی تھیں، انھوں نے بھی سونیا بننے کی پوری کامیابی سے تربیت حاصل کی تھی۔

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ وہ مغربی ساحل تک پہنچ گئی تھی۔ اس نے ایک لانچی نما کے ذریعے موٹر بوٹ کو لنگر انداز کیا تھا۔ اور اب ایک اندازے کے مطابق اُدھر جا رہی تھی جہاں کیمپ والوں سے ملنے کی توقع تھی۔ میں نے کہا: "میں مرجانہ کو بھیجا نہ سے کر آ رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ایک بہروپیے فریاد کو روانہ کر دیا ہے۔ تم چلتی ہو میں تمھارے ساتھ ساتھ ہوں۔"

اس نے پوچھا: "جو آدم خور میرے ساتھ بھاگتا ہوا موٹر بوٹ تک آیا تھا کیا تم نے اسے زندہ چھوڑ دیا ہے؟"

"اسے اور اس کے دو ایسے ساتھیوں کو جو انگریزی جانتے ہیں میں نے فی الحال زندہ رکھا ہے۔ حالانکہ آدم خور جانور سمجھا یا انسان انھیں پہلی فرصت میں گولی مار دینا چاہیے لیکن مصلحتاً میں نے ایسا کیا، شاید وہ کسی مرحلے پر ہمارے کام آ جائے۔"

"اب کیا پروگرام ہے۔ کیا بیٹھے بیٹھے خیال خوانی کرتے ہو گے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں ایکشن میں ہوں اور تمھارے پاس پہنچنے والا ہوں۔"

اس سے باتیں کرنے کے دوران مجھے بنگلے کے اندرونی حصوں کا چاپ سائی دی۔ میں نے کہا: "ذرا ٹھہرو، میں جہاں ہوں وہاں لوگ آ رہے ہیں۔ میں پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے کمرے سے نکل کر دیکھا۔ ڈرائنگ روم میں انٹیلی جنس کا وہی آفیسر آیا ہوا تھا اور اپنے ماتحتوں سے کہہ رہا تھا: "اس بنگلے کو لاک کر دو۔ مسٹر فریاد جا چکے ہیں۔"

میں نے اس کے سامنے پہنچ کر مسکراتے ہوئے کہا: "مجھے لاک نہ کرنا۔" آفیسر اور اس کے ماتحتوں نے مجھے بڑی حیرانی سے دیکھا۔ پھر پیروڈی دروازے کی طرف یوں دیکھا جیسے باہر جانے والے فریاد کو ڈھونڈ رہے ہوں۔ آفیسر نے پوچھا: "آپ یہاں کیسے؟ آپ تو اپنی اس عورت کے ساتھ کار میں بیٹھ کر گئے تھے۔"

"بس یہی تو ٹوٹلی بیہودگی کے کمالات ہیں۔ میں نے مرجانہ کے سامنے انکار کیا تھا، وہ سب دکھاوا تھا۔ برائے مہربانی اب میری روانگی کے انتظامات کر دیں۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکے۔"

وہ ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں بہروپیے کے پاس پہنچ گیا۔ مرجانہ اس کے شانے پر سر رکھے ہیلی کاپٹر کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بہروپیے سے رابطہ قائم کرنے پر اس نے کہا: "فریاد صاحب! ہم میں سے کسی چوٹ آپ کی نقل اتنی کامیابی سے کر سکتے ہیں کہ آپ ہمیں دیکھ کر حیران رہ جائیں۔ لیکن بعض معاملات بڑے پیچیدہ اور بڑے صبر آزما ہوتے ہیں مثلاً یہی کہ مرجانہ اس وقت میرے شانے پر سر رکھے بیٹھی ہے۔ یہ رومانس آگے بھی بڑھ سکتا ہے۔ میں اس سلسلے میں کیا کروں؟ بڑی الجھن میں ہوں۔"

"آخری حد تک کوشش کیے رہنا کہ مرجانہ سے تنہائی میں ملاقات نہ ہو۔ ہو بھی تو مختصر ہو۔ اس کے ساتھ زیادہ وقت نہ گزارنا پڑے۔"

"آپ مرجانہ کے مزاج سے واقف ہیں۔ وہ چاہتی ہے کہ گزرتی ہے۔"

"ایسا وقت آئے گا تو مجبوری ہے۔ جو چاہے کہ گزرنے دو۔ میرے لیے صرف میرے بچے کی اہمیت ہے اور تم میرے بچے کو حاصل کرنے جا رہے ہو۔ میں اور سونیا بھی جلد وہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا اور انٹیلی جنس کے آفیسر سے کہا: "مجھے دو چیزوں کی سخت ضرورت ہے۔ نمبر ایک میک اپ کا مکمل سامان اور نمبر دو سمندر کے نیچے سفر کرنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے وہ سب سامان آپ مہیا کر دیں۔ ہو سکتا ہے کہ الدیر اتک پہنچنے کے لیے ہمیں کسی مرحلے پر زیرِ آب سفر کرنا پڑے۔"

"آپ بنگلے میں ہی بیٹھ کر میک اپ کریں گے یا بلڈ میں؟"

"میں موٹر بوٹ یا لانچ کے ذریعے سفر کروں گا۔ سفر کے دوران میک اپ کے لیے کافی وقت ملے گا۔ کوئی تجربہ کار میک اپ مین ساتھ ہو تو بہتر ہوگا اور ہاں، میرا ایک اور ہمسفر بھی ہو سکتا ہے۔"

میں نے ایک چور سے رابطہ قائم کیا: "کیا یہاں تیراکی میں ایسا کوئی چور ہے جو غوطہ خوری اور زیرِ آب سفر کرنے کا تجربہ رکھتا ہو؟"

"ایسے دو ساتھی ہیں وہ اس وقت موت کے جزیرے میں ہیں۔"

"میں وہیں جا رہا ہوں۔ اُن سے رابطہ کیسے قائم ہوگا؟"

"ذرا ایک منٹ ٹھہریے۔ میں ان کے کیسٹ سنواتا ہوں۔"

میں نے تھوڑی دیر بعد دوبارہ اس سے رابطہ قائم کیا۔ وہ کیسٹ کے ذریعے دونوں چوروں کی آواز اور ان کے لب و لہجے کی شناخت کرانے لگا۔ میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر باری باری ان چوروں کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ وہ دونوں چور اُن مجرموں اور چھٹے ہوئے بدمعاشوں کے درمیان تھے جنھوں نے موت کے جزیرے میں کیمپ لگا رکھا تھا۔ پہلے تو ان چوروں کو یقین نہیں آیا کہ میں ہی ان سے سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہا ہوں، پھر میں نے اپنے طریقۂ کار کے مطابق انھیں یقین دلایا۔ وہ فوراً ہی میرے تابعدار بن گئے۔ میں نے انھیں بتایا کہ میں آ رہا ہوں، لیکن سونیا اس مغربی ساحل تک پہنچ گئی ہے۔ لہٰذا وہ دونوں جا کر اسے تلاش کریں اور کیمپ میں لے آئیں۔"

وہ دونوں اسی وقت کیمپ سے روانہ ہو گئے۔ میں سونیا کے پاس آیا۔ وہ ایک گھنے جنگل سے گزر رہی تھی۔ چاروں طرف ہریالی تھی، گھنے درخت تھے۔ بالکل وہی منظر تھا جو رمنتی اور رنجالی نے اپنے جزیرے میں دیکھا تھا۔ ویسے ہی رنگ برنگے پرندے بھی نظر آ رہے تھے۔ وہ گمنام جزیرہ اور جزیرہ الدبرا ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ اسی لیے دونوں میں جغرافیائی یکسانیت تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا: "سونیا! یہاں اعلیٰ بی بی کے دو چور موجود ہیں۔ وہ اس وقت تمھاری تلاش میں کیمپ سے نکل چکے ہیں، شاید تمھیں کہیں راستے میں مل جائیں۔ وہ کیمپ تک تمھاری رہنمائی کریں گے۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ ایک درخت سے ٹیک لگا کر بولی۔

"فراڈ بہت تھکن محسوس ہو رہی ہے۔ صبح سے کچھ کھایا نہیں ہے۔"

"میں تمھاری حالت سمجھ رہا ہوں۔ ذرا دیر اور انتظار کر لو۔ تھوڑی دیر بعد ہی تم کیمپ تک پہنچ جاؤ گی۔ وہاں بہت کچھ کھانے کو ملے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں دور سے آ رہی تھیں۔ سونیا چونک کر آواز کی سمت کا تعین کرنے لگی۔ اسی وقت ایک نسوانی چیخ سنائی دی۔ وہ فوراً ہی دوڑتے ہوئے اُدھر جانے لگی۔ کوئی عورت چیخ رہی تھی۔

"ہیلپ۔ ہیلپ ....."

وہ مدد کے لیے پکارنے والی بہت جلد نظر آ گئی۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں دوڑتی آ رہی تھی۔ کبھی درخت کا سہارا لے کر سانس لینے لگتی تھی پھر آگے دوڑنا شروع کر دیتی۔ اتنے میں دو ہٹے کٹے قدآور آدم خور اچانک ہی جھاڑیوں کے پیچھے سے نمودار ہوئے ــــ وہ دوڑتے ہوئے لڑکی کی طرف آ رہے تھے۔

لڑکی نے انھیں دیکھا تو پھر دوڑنے لگی۔ اس میں اب چلنے کی بھی سکت نہیں تھی، مگر زندگی بہت عزیز ہوتی ہے۔ وہ اپنی آخری قوتوں کو جمع کرتے ہوئے بھاگنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن پھر لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑی۔ اب اس میں اٹھنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ وہ اوندھی پڑی، زور زور سے سانسیں لے رہی تھی۔ لمحہ بہ لمحہ قدموں کی آوازوں کو اپنے قریب محسوس کر رہی تھی۔ پھر وہ دونوں اس کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک اس کے سر کے پاس، دوسرا پاؤں کے پاس، اور دونوں ہی بڑی للچائی ہوئی نظروں سے بہت خوش ہو کر اسے دیکھ رہے تھے۔

ان کے ہاتھوں میں درانتی نما آہنی ہتھیار تھے۔ دو دھاری تھے۔ دونوں طرف سے اپنے شکار کو کاٹ کر اس کے ٹکڑے کر سکتے تھے۔ پھر ایک نے اپنے درانتی نما ہتھیار کو اپنے سر سے بلند کیا اور گھٹنے ٹیک کر لڑکی کے سرہانے بیٹھ گیا۔ اب وہ اس پر وار کرنا چاہتا تھا۔ اسی وقت ٹھائیں سے گولی چلی اور اس کے ہاتھ سے درانتی چھوٹ کر گر پڑی۔

دونوں نے سہم کر ادھر دیکھا۔ سونیا انھیں پستول کے نشانے پر رکھے ہوئے کھڑی تھی۔ اس نے بڑی سفاکی سے کہا: "پٹ جاؤ یور ویپنز، ورنہ آئی شوٹ یو۔"

دوسرے آدم خور نے ہتھیار کو پھینک تو دیا مگر فوراً ہی جھک کر بھاگنے لگا۔ اسی وقت ایک اور گولی چلی اور وہ لڑکھڑا کر گھاس پر اوندھے منہ گر پڑا۔ ایسا گرا کہ پھر اٹھ نہ سکا۔

وہ لڑکی اب اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور بری طرح کانپ رہی تھی کیونکہ دوسرا آدم خور زخمی حالت میں اس کے قریب ہی پڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ پاؤں ٹیک کر رینگتے ہوئے سونیا کی طرف جانے لگی۔ اس کے شانے سے ٹکا ہوا کیمرہ زمین پر گھسٹتا جا رہا تھا پھر وہ سونیا کے قدموں کے پاس جا کر گر پڑی۔

سونیا نے اس زخمی آدم خور کو نشانے پر رکھتے ہوئے تلخی سے پوچھا: "تمھارا نام کیا ہے؟"

"مائیکل۔ میرا نام مائیکل ہے۔ پلیز، مجھے جان سے نہ مارو۔"

"تمھارے ساتھی اس جزیرے کے دوسرے حصے میں ہیں اور وہ تعداد میں سترہ ہیں۔ اس حصے میں تمھارے ساتھ کتنے آدم خور ہیں؟"

"ہم نہیں ہیں بلکہ ایک، ایک کو تم نے مار دیا۔"

"تم لوگ ان اطراف میں کہاں چھپے رہتے ہو؟"

اسی وقت بہت سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ سونیا نے دو بار گولی چلائی تھی۔ اس کی آواز جنگل میں دور تک گونجتی چلی گئی تھی۔ کتنے ہی پرندے شور مچاتے اُڑتے چلے گئے تھے۔ سونیا نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھاتے ہوئے کہا: "کم آن، رن وِد می۔ شاید باقی آدم خور آ گئے ہیں۔"

لڑکی اس کے ساتھ بے تحاشہ بھاگنے لگی۔ بہت کانپ رہی تھی۔

جغرافیہ بدلنے اور بھٹکانے کے باوجود دوڑتی جا رہی تھی۔ سونیا بے ساختہ کہہ اٹھی: "ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئی۔ اتنا تو وہ جانتی تھی کہ جتنے آدم خور ہیں ان کے پاس صرف درانتی نما ہتھیار ہیں، نہ تو وہ ہمیں ہتھیار استعمال کرتے ہیں، نہ ہی تیر و کمان سے کام لیتے ہیں۔

ٹیلے کی اونچائی سے دونوں آدم خور نظر آ رہے تھے۔ جن میں سے ایک مردہ تھا۔ دوسرا اپنے زخمی ہاتھ کو پکڑے ہوئے تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر لڑکھڑاتے ہوئے کہیں پناہ کی تلاش میں جانا چاہتا تھا۔ سونیا نے چیخ کر کہا: "مائیکل، اپنی جگہ کھڑے رہو، نہیں تو گولی مار دوں گی۔"

وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ یہ اس کے دماغ میں پہنچ کر سونیا کے سوال... کو دہرانے لگا: "وہ اور اس کے ساتھی کہاں چھپے رہتے ہیں؟"

اس کی سوچ نے کراہتے ہوئے کہا: "آہ، میں کسی طرح وہاں پہنچ جاتا تو میرے ساتھی میری کچھ مدد کرتے۔ یہ بُلٹ میرے بازو میں دھنس گیا ہے، یہ کیسے نکلے گا؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "گولی کسی طرح نکل ہی جائے گی لیکن مجھے اپنی پناہ گاہ تک پہنچنے کے لیے قریب ترین راستہ سوچنا ہوگا۔"

اس کی سوچ نے کہا: "کسی طرف سے بھی جاؤ، ڈھائی میل کا فاصلہ ہے۔ اوپر ایک پہاڑی پر چڑھنا ہوگا۔ میں اس زخمی حالت میں کیسے چڑھ سکوں گا۔ اس کے بعد ایک غار میں داخل ہونا پڑے گا۔ اگر غار کے اندر میرا کوئی ساتھی موجود ہوا تو وہ اس بڑے پتھر کو ہٹائے گا۔ تب اندر زمین کی تہہ میں جانے کا موقع ملے گا۔ اس زمین کی تہہ میں ہم سب چھپے رہتے ہیں۔"

اس کی سوچ تھم گئی۔ وہ دوڑتے ہوئے لوگ اب قریب پہنچ گئے تھے۔ وہ آدم خور نہیں تھے۔ سونیا کا خیال غلط نکلا۔ وہ کیمپ کے لوگ تھے۔ ان میں سب سے آگے دو خوبرو، صحت مند نوجوان تھے۔ ان میں سے ایک نے اس آدم خور کے قریب جا کر اسے دیکھا۔ دوسرا دو نیچے ٹیلے پر کھڑی ہوئی سونیا اور اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے بلند آواز سے کہا: "ہم آپ کے ساتھ کھڑی ہوئی جینیفر کو جانتے ہیں۔ یہ ہمارے کیمپ سے آئی ہے۔ آپ ہمارے لیے اجنبی ہیں لیکن اگر آپ مادام سونیا ہیں تو بالکل اجنبی نہیں ہیں۔"

سونیا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: "ہاں میں سونیا ہوں۔ تم ہی ہو، اعلیٰ بی بی کے ساتھی....."

اس نے کہا: "جی ہاں، اور یہ میرا ساتھی ہے۔"

اس وقت اس آدم خور کے پاس اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ مرد، عورت سبھی تھے۔ ان میں سے کتنے ہی چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے "اسے مار ڈالو۔ زندہ نہ چھوڑو۔ یہ کمبخت انسانوں کا گوشت کھاتے ہیں۔ لعنت ہے۔"

طرح طرح کی بولیاں سنائی دے رہی تھیں۔ اوپر سے سونیا نے چیخ کر کہا: "نمبر چھتیس، ان لوگوں کو روکو۔ اس آدم خور کو مرنا نہیں چاہیے۔ اس کے ذریعے دوسرے آدم خوروں کا سراغ ملے گا۔"

نمبر چھتیس دوڑتا ہوا اس بھیڑ میں گیا۔ اس وقت وہ لوگ آدم خور کی اچھی خاصی پٹائی کر چکے تھے۔ جس کے ہاتھ میں چاقو تھا وہ چاقو استعمال کر رہا تھا۔ بھلا ایسی حالت میں وہ زندہ کیسے بچتا۔ جب نمبر چھتیس وہاں پہنچا تو آدم خور ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

سونیا ٹیلے سے اتر کر دوڑتی ہوئی اُدھر آنے لگی۔ نمبر چھتیس نے غصّے سے پوچھا: "یہ کیا حماقت ہے کس نے کہا تھا کہ اسے مار ڈالو؟"

ایک قدآور نوجوان نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "میں نے کہا تھا۔"

سونیا قریب آ گئی تھی۔ نمبر چھتیس اور اڑتیس نے اس کے سامنے اٹنشن ہو کر سلام کیا۔ سب حیرانی سے اور سوالیہ نظروں سے سونیا کی طرف دیکھنے لگے۔ نمبر اڑتیس نے کہا: "میں اہلِ کیمپ کو یہ بتا دوں کہ جی مادام سونیا ہیں۔ جن کی آمد کی پیش گوئی ہم نے تھوڑی دیر پہلے کی تھی اور آپ لوگوں نے یقین نہیں کیا تھا۔"

اسی قدآور جوان نے آگے بڑھ کر پوچھا: "تبھی تو میں تم سے پوچھ رہا تھا، تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ عورت آنے والی ہے؟"

نمبر چھتیس نے ڈانٹ کر کہا: "مسٹر ابرانو! عورت نہیں، مادام کہو۔ یہ ہماری محترم و معزز مادام سونیا ہیں۔ مغربی سونیا ہیں۔ ان کی شان میں کوئی گستاخی برداشت نہیں کریں گے۔"

ابرانو نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر کہا: "اور میں اس کیمپ کا لیڈر ہوں۔ مجھ سے بات کرتے وقت اپنا لہجہ درست رکھو۔"

ایک ادھیڑ عمر کا شخص تیزی سے لوگوں کو ہٹاتا ہوا سونیا کے سامنے آیا۔ پھر جھک کر سلام کرتے ہوئے ابرانو سے بولا: "مسٹر ابرانو ڈرو، مادام سے ڈرو۔ اگر طبعی عمر گزار کر آرام سے مرنا چاہتے ہو تو مادام کے سامنے ہیلپ کے انداز میں گفتگو نہ کرو۔ معافی مانگو۔"

ابرانو نے ایک طرف سے دوسری طرف گھومتے ہوئے تمام کیمپ والوں کو دیکھتے ہوئے کہا: "اس شخص کی باتیں سنتے ہو۔ یہ مجھے ایک عورت سے ڈرا رہا ہے۔ کیا تم لوگوں نے کسی سونیا اور فراڈ کا نام سنا ہے؟"

سب خاموش رہے۔ شاید ان میں سے کوئی بھی مجھے اور سونیا کو نہیں جانتا تھا۔ پھر کسی دوسرے ایک شخص نے کہا: "ہم لوگوں کی زندگی اکثر جیل میں گزرتی ہے۔ اب ہماری اپنی حکومتوں نے ہمیں کالے پانی بھیج دیا ہے۔ یہ جزیرہ کالے پانی سے کیا کم ہے؟"

ایک اور نے کہا: "یہ تو کالے پانی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یہاں آدم خور تک موجود ہیں۔"

تیسرے شخص نے کہا: "بہرحال ہم نے اپنی مرضی سے مسٹر

ابرانو کو اپنا کیمپ لیڈر بنایا ہے۔ پھر کوئی سونیا آئے یا فرہاد، ہم سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ جو ابرانو سے برتر ہوگا وہی ہمارا لیڈر رہے گا۔"

ابرانو کے پاس کھڑے ہوئے ایک موٹے اور بھدّے سے آدمی نے کہا: "ابرانو سے برتر ہونے کے لیے پہلے ابرانو کے ہاتھوں مرنا ہوگا۔ پھر جنم لینا ہوگا۔ پھر ابرانو کے ہاتھوں مرنا ہوگا۔ پھر جنم لینا ہوگا۔ پھر....."

اس کی پھر پھر کی ٹکار پر سب لوگ ہنسنے لگے۔ سونیا نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا: "مجھے لیڈر بننے کا شوق نہیں ہے میں صرف اتنا کہتی ہوں کہ جو بھی لیڈر رہے وہ صرف اپنی طاقت پر گھمنڈ نہ کرے بلکہ ذہانت سے بھی کام لے۔ اگر اس آدم خور کو زندہ رکھا جاتا تو ہم اس کے ذریعے دوسرے آدم خوروں کا سراغ لگا سکتے تھے۔"

ابرانو نے کہا: "میں تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ یہ آدم خور ہماری زبان نہ تو بولتے ہیں، نہ سمجھتے ہیں، پھر یہ ہماری رہنمائی اپنے آدمیوں تک کیسے کر سکتا تھا؟"

وہ سب ابرانو کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔ سونیا نے پھر بلند آواز سے کہا: "سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے۔ ہم گنگے آدمیوں کے ذریعے بھی آدم خوروں تک پہنچ سکتے ہیں۔ کیا آپ لوگوں نے یہ نہیں سنا کہ ایک ذہین جاسوس ایک معمولی سیفٹی پن یا پاؤں کے لوہے کی کیلوں کے نشانات سے مجرموں تک پہنچ جاتا ہے؟"

سونیا کی باتوں پر لوگ ہاں، ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگے۔ ابرانو نے کہا: "تم لوگ بھٹالی کے بینگن کی طرح ادھر سے اُدھر کیوں لڑھکتے ہو۔ اتنا کیوں نہیں سمجھتے، وہ آدم خور اگرچہ انسان ہیں لیکن جانوروں کی طرح ہیں اور جانوروں کا شکار کرنے کے لیے کسی جاسوس کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ شکاری ہونا ضروری ہے اور میں بہت بڑا شکاری ہوں۔ یہ سب جانتے ہیں۔ میں ان لوگوں تک پہنچ کر دکھاؤں گا۔"

چھبیس نمبر اڑتیس نے کہا: "تم کیا دکھاؤ گے؟ ایک عورت اور دو مرد اب تک ہمارے کیمپ سے غائب ہو چکے ہیں۔ آج جینیفر بھی غائب ہونے والی تھی۔ اس طرح تو آہستہ آہستہ ہماری تعداد کم ہو جائے گی اور ہم ایک ایک کر کے ان کا لقمہ بنتے جائیں گے۔"

جینیفر نے سونیا کے قریب آ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "آج آدم خوروں سے سامنا ہونے کے بعد میرے دماغ میں بہت سی باتیں آ رہی ہیں۔ وہ باتیں میں آپ لوگوں کو بتانا چاہتی ہوں۔ آپ توجہ سے سنیں اور مجھے جواب دیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے کیمپ سے سب سے پہلے کرسٹی اپنے لوائے فرینڈ کے ساتھ کیس گھومنے گئی تھی۔ وہ دونوں کیمپ سے دور چلے گئے تھے۔ کرسٹی کے لوائے فرینڈ کے پاس بھرا ہوا ریوالور تھا۔ لیکن وہ واپس نہیں آئے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کے لوائے فرینڈ نے اس بھرے ہوئے ریوالور کو کبھی نہیں استعمال کیا؟"

ابرانو کے ایک آدمی نے کہا: "ہو سکتا ہے کہ اس سے فائر کیا ہو لیکن....."

اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی جینیفر نے کہا: "اگر اس نے فائر کیا ہوتا تو اس کی آواز ہم تک ضرور پہنچتی۔"

دوسرے شخص نے کہا: "ہو سکتا ہے کہ اسے فائر کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔"

جینیفر نے کہا: "اس کے بعد پھر مسٹر چیونڈ ہمارے کیمپ سے گئے۔ ہم نے منع بھی کیا لیکن انھوں نے فخر سے کہا کہ ان کے پاس بھری ہوئی رائفل ہے اور کارتوس کی پیٹیاں ہیں لیکن وہ بھی چلے گئے بعد واپس نہیں آئے۔ کیا مسٹر چیونڈ کو بھی فائرنگ کا موقع نہیں ملا تھا؟"

"ہاں، یہ سوچنے کی بات ہے۔" مجمع کے اندر لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔

جینیفر نے پھر چیخ کر کہا: "پہلے آپ میری پوری بات سن لیں۔ آج میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ جب ہم میں سے کوئی بھی کیمپ سے باہر اپنی رائفل یا ریوالور لے کر جاتا ہے تو کوئی چپ چاپ ہمارے جھیاروں کو خالی کر دیتا ہے۔ میں سچ کہہ رہی ہوں، جب آدم خور نے حملہ کرنے آئے تو میں نے ریوالور سے ان کا نشانہ لیا۔ ٹریگر کو دبایا لیکن چیمبر خالی تھا۔ میں بڑی حیران ہوئی، کیونکہ جب میں کیمپ سے نکل رہی تھی تو اس سے آدھا گھنٹہ پہلے میں نے خود اپنے ہاتھوں سے ریوالور کے چیمبر کو بھرا تھا۔ پھر میں غسل کرنے اور لباس بدلنے میں مصروف ہو گئی۔ میں سمجھتی ہوں کہ اسی دوران کسی نے اسکے چیمبر کو خالی کر دیا تھا۔"

کسی نے پوچھا: "ایسا کون کر سکتا ہے؟"

کسی اور نے پوچھا: "ایسا کوئی کیوں کرے گا کسی کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟"

جینیفر نے چیخ کر کہا: "میں موت کے منہ سے نکل کر آئی ہوں اس لیے تم سب سے بہتر جانتی ہوں کہ ہمارے درمیان کوئی ایسا شخص موجود ہے جو آدم خوروں کا ایجنٹ ہے، جو ہمارے کیمپ سے ان کے لیے خفیہ طور پر سپلائی کرتا ہے۔ آج میں یہاں نیچرل فوڈ اکٹھا کرنے کے لیے کیمپ سے نکلی تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہمارے درمیان چھپا ہوا کوئی ایجنٹ میرے ریوالور کے چیمبر کو خالی کر دے گا۔ مجھے میری لاعلمی میں آدم خوروں کا لقمہ بنانے گا۔"

ابرانو نے غصّے سے ہاتھ جھٹک کر کہا: "تم بکواس کرتی ہو۔ اس کیمپ میں ایسا کوئی آدمی نہیں ہے۔ ہم ایک ایک کو اچھی طرح جانتے ہیں۔"

سونیا نے کہا: "جاننا اور بات ہے، پہچاننا اور بات ہے جینیفر کی بات قابلِ غور ہے۔ اگر اس خفیہ ایجنٹ کو تلاش نہ کیا گیا تو کیمپ سے لوگ آہستہ آہستہ آدم خوروں کی خوراک بنتے جائیں گے۔"

ابرانو کے پاس کھڑے ہوئے فیٹ مین نے کہا: "ابھی جینیفر نے کہا ہے کہ ہمارا ایک ساتھی رائفل اور کارتوس کی پیٹیاں لے کر گیا تھا۔ سوچنے کی بات ہے کہ رائفل کیسے خالی کی جا سکتی ہے۔ اگر رائفل خالی کی گئی تھی، تو اس کے پاس کارتوس کی پیٹیاں تھیں۔ دراصل آدم خور اس طرح اچانک حملہ کرتے ہوں گے کہ جوابی حملے کا موقع ہی نہیں ملتا ہوگا۔"

چوبیس نمبر تھیتیس نے کہا: "مسٹر فیٹ مین! تم بات نہ بناؤ۔ یہ درست ہے کہ ریوالور کے چیمبر خالی کر دیے جاتے ہیں۔ رہ گیا رائفل اور کارتوس کی پیٹیوں کا معاملہ تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ رائفل میں کوئی خرابی پیدا کر دی گئی ہوگی جس کی وجہ سے وہ رائفل کو استعمال نہیں کر سکا۔"

سونیا نے مجھے مخاطب کیا: "فرہاد! کیا تم خیال خوانی کے ذریعے اس خفیہ ایجنٹ تک نہیں پہنچ سکتے؟"

"میں باری باری ہر ایک کے دماغ میں پہنچ چکا ہوں۔ ابرانو اور اس کے ساتھی فیٹ مین کے دماغ میں بھی جھانک کر دیکھا ہے۔ یہ لوگ خفیہ ایجنٹ نہیں ہیں۔ لیکن کوئی ایجنٹ ضرور موجود ہے کیمپ میں جا کر پتہ لگانا ہوگا۔ تم لوگ وہاں سے کیمپ کی طرف جاؤ۔"

سونیا نے چھتیس نمبر سے پوچھا: "کیا کیمپ میں اتنے ہی لوگ ہیں جتنے یہاں نظر آ رہے ہیں؟"

اس نے جواب دیا: "یہاں جتنے ہیں ان سے دوگنی تعداد میں وہاں ہیں۔ چلیے، ہم چلیں۔"

وہ دونوں چوروں اور جینیفر کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے بھی چلنے لگے۔ ابرانو نے چلتے چلتے سونیا کے قریب آ کر کہا: "مجھے افسوس ہے کہ ہمارے درمیان تلخ کلامی ہو گئی۔ ہمیں دوست بن کر رہنا چاہیے۔ کیا کروں میں اپنے سے برتر کسی کو تسلیم نہیں کر سکتا۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا: "چلو، میں بھی تمھیں اپنے سے برتر تسلیم کر رہی ہوں۔"

"مجھے فرہاد سے برتر تسلیم کرو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "دیکھو ابرانو! تم یہاں ایسے کارنامے انجام دو کہ لوگ خود بخود تمھیں اپنا بڑا تسلیم کر لیں۔ یوں زبانی ہیرو بننے سے کیا فائدہ؟"

"تم میری توہین کر رہی ہو۔ میں صرف زبانی ہی نہیں عملی طور پر بھی ہیرو ہوں اور یہ بات ثابت کر سکتا ہوں۔ کیا آج رات میرے ساتھ....."

اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی اچانک سونیا کا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا، وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک عورت کا ہاتھ اتنا زبردست ہوگا۔ آواز ایسی تھی کہ سب لوگ چونک گئے اور دور ہٹنے لگے۔ ابرانو کا ساتھی فیٹ مین سونیا پر حملہ کرنے جا رہا تھا کہ ایک چور نے اپنی ٹانگ پھنسا دی۔ وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ ابرانو نے چیخ کر کہا: "نہیں، فیٹ مین! تم ایک طرف کھڑے رہو گے۔ ہمارے کیمپ کے دستور کے مطابق مجھے زبانی چیلنج کرنے والا یا مجھ پر ہاتھ اٹھانے والا ہمارے کیمپ کا لیڈر بنے گا بشرطیکہ وہ زندہ رہ سکے۔" اس نے بڑی سفاکی سے مسکراتے ہوئے طنزیہ انداز میں سونیا کو یوں دیکھا جیسے ایک کمزور عورت نے مرد کو للکار کر بڑی غلطی کی ہو۔ وہ ایک قدم آگے بڑھ کر رُک گیا۔ پھر اسے گھورتے ہوئے بولا: "مجھے تم پر ترس آتا ہے۔ میں دو ہی صورتوں میں تمھیں زندہ چھوڑ سکتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ آج رات تم میرے ساتھ گزارو اور دوسری صورت یہ....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی سونیا دوسری طرف گھوم گئی۔ اس نے سمجھا کہ وہ ناراض ہو کر جا رہی ہے لیکن دوسرے ہی لمحے سونیا نے گھوم کر ایک لات اس کے منہ پر ماری۔ وہ لوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس بار اس کی باچھوں سے خون رس رہا تھا۔ سونیا نے کہا: "رات ابھی دور ہے۔ میرے ساتھ دن ہی گزار لو تو بہت ہے۔"

اچانک ہی ابرانو نے حملہ کیا۔ پھر دوسرا حملہ کیا، اس کے بعد تیسرا حملہ۔ لوگ دیکھ رہے تھے، پیچھے ہٹ رہے تھے، سونیا پینترے بدل رہی تھی۔ تماشا دیکھنے والوں کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی۔ ابرانو کا ایک ہاتھ بھی سونیا تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ اس نے فلائنگ کک بھی استعمال کی تھی لیکن خود ہی فضا میں اڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ کر گر پڑا تھا۔ وہ ادھیڑ عمر کا شخص چیخ چیخ کا کہہ رہا تھا: "ابرانو! میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ اپنی عمر اطمینان سے گزار کر طبعی موت مرو۔ زیادہ مرنا اچھی بات نہیں ہے۔ اب بھی دوستی کر لو۔"

کسی نے چیخ کر کہا: "اب دوستی نہیں ہو سکتی، چیلنج ہو چکا ہے۔ عمل ہو رہا ہے۔ اس فائٹ میں زندہ بچنے والا ہمارا کیمپ لیڈر بنے گا۔"

ابرانو، فلائنگ کک کے نتیجے میں گرنے کے بعد اب سنبھل کر کھڑا ہو گیا تھا اور سونیا کو سوچتی ہوئی گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ پڑھی۔ وہ سوچ رہا تھا: "یہ کوئی معمولی عورت نہیں۔ جو تعریفیں سنی ہیں، اسی کے مطابق نظر آتی ہے۔ اس پر سنبھل کر حملہ کرنا پڑے گا۔ جوش میں آنا بہت بڑی غلطی ہوگی۔"

یہ سوچتا ہوا، پینترے بدلتا ہوا وہ سونیا کے قریب آیا۔ پھر اس نے ایک دم سے گھوم کر کہ لات کا ہاتھ مارنا چاہا مگر سونیا اس جگہ نہیں تھی۔ اس کی آواز سنائی دی: "میں یہاں ہوں۔"

اس نے فوراً ہی گھوم کر دیکھا، وہ اس کے پیچھے کھڑی تھی۔ اسے پھر غصہ آ گیا۔ بے شک غصّہ آدمی کے دماغ کو بے کار کر دیتا ہے۔ ابرانو اچھا فائٹر تھا۔ قد آور، صحت مند لیکن صرف جسمانی طاقت

استعمال کرنے سے کوئی اپنے مقابل پر کبھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ سونیا اپنے لڑنے کے فن کو برائے نام استعمال کر رہی تھی۔ صرف اس کی حماقتوں سے فائدہ اٹھا رہی تھی اور اسے خود ہی ذلیل ہونے کا موقع دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہانپنے لگا۔ پریشان ہو کر حملے کرنے لگا۔ وہ شکست تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔ اپنی برتری اور لیڈر شپ برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ جو اس سے چھنتی نظر آ رہی تھی۔

اس نے آخری بار کوشش کی کہ کسی طرح سونیا کو زیر کر دے۔ کم از کم ایک دو ہاتھ ایسے جمائے کہ وہ زخمی ہو جائے مگر اس کی حسرت پوری نہ ہو سکی۔ جب اس نے دیکھا کہ کوئی حربہ کام نہیں آ رہا۔ سارے داؤ پیچ بے کار ہو رہے ہیں تو اس نے بیکارگی اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا۔ تب میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔

اس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھتے ہی سب لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ وہ ادھیڑ عمر والا کہنے لگا۔ "یہ غلط ہے، تمہیں خالی ہاتھ مقابلہ کرنا چاہیے یا پھر ہاوام سونیا بھی اپنا پستول استعمال کریں۔"

سونیا نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میں نے اپنا پستول رکھ لیا ہے۔ خواہ مخواہ گولیاں ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ یہ پاگل کا بچہ یا تو اپنی برتری کے غرور سے باز آ جائے گا یا اپنے ہی ریوالور سے خودکشی کر لے گا۔"

اس نے چیخ کر کہا۔ "میں تم سے برتر ہوں میں مرد ہوں۔ میں شہہ زور ہوں۔"

اس ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا۔ "بے وقوف! یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ شہہ زور صرف مرد ہو۔ کیا تم نے دیکھا نہیں بہت سی بیویاں اپنے شوہروں کی پٹائی کرتی ہیں۔ اس وقت مرد کی شہہ زوری کہاں چلی جاتی ہے؟"

اس کی بات پر سب ہنسنے لگے پھر اچانک ہی انہیں خیال آیا کہ سچویشن بڑی گمبھیر ہے۔ ہنسنے کا موقع نہیں ہے۔ ابرالو کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر اب بھی موجود تھا۔ تب ابرالو نے اپنے ریوالور کی نال کا رُخ اپنی کنپٹی کی طرف کر لیا۔ سونیا نے کہا۔ "دیکھو، ابرالو! اب بھی وقت ہے۔ مرنے سے پہلے اپنی حماقتوں سے باز آ جاؤ۔ میں اب بھی تمہیں کیمپ لیڈر تسلیم کر لوں گی۔ مان لو کہ غرور کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔"

میں نے اس کے دماغ میں کہا۔ "مجھے افسوس ہے میں اسے اچھی طرح ٹٹول چکا ہوں۔ اس کے دماغ میں یہی بات ہے کہ تم سے شکست کھانے کے بعد . . . کم تر ہو کر نہیں رہے گا۔ کسی وقت بھی کوئی سازش کرے گا اور تمہاری جان کا دشمن ہو جائے گا۔ اس لیے اس کا زندہ رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔"

دوسری ہی لمحے گولی چل گئی۔ قصہ تمام ہو گیا۔ جنگل کے سناٹے میں دیر تک فائر کی آواز گونجتی رہی۔ دیر تک لوگوں پر سکوت طاری رہا۔ پھر چوہدری نبی نے بلند آواز سے کہا۔ "کیمپ لیڈر تھا۔ وہ دستور کے مطابق چیلنج کے بعد ختم ہو چکا ہے۔ ماؤلم سونیا اب ہماری لیڈر ہوں گی کسی کو اعتراض ہو تو وہ آواز بلند کرے۔"

کتنے ہی لوگوں نے آوازیں بلند کیں۔ لیکن وہ آوازیں سونیا کی حمایت میں تھیں۔ تمام عورتیں سونیا کے پاس دوڑتی ہوئی آ گئی تھیں۔ چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اس سے طرح طرح کے سوالات کر رہی تھیں۔ سونیا نے کہا۔ "کیمپ چلو۔ وہاں، اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"

وہ کیمپ کی طرف جانے لگے۔ میں سونیا سے رخصت ہو کر دماغی طور پر لاپنج میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت لاپنج سمندر کے پیچھے تیر رہی تھی۔ میں نے میک اپ بکس اٹھا لیا۔ پھر میک اپ کے دوران تھوڑے تھوڑے وقفے سے ہر دو پیے فرہاد کی خبر لیتا رہا۔ اس وقت وہ مرجانہ کے ساتھ ایک بحری جہاز میں پہنچ گیا تھا۔ وہ بحری جہاز وہی تھا جو جزیرۂ الدیرا کے قریب لنگر انداز تھا۔ جہاں تقریباً دو سو مسلح جوان تھے۔ وہاں دو مشین گنیں اور ہیلی کاپٹر موجود رہتے تھے جس میں سے ایک ہیلی کاپٹر پر مرجانہ اس ہر دو پیے کے ساتھ وہاں پہنچ گئی تھی۔

اس بحری جہاز میں جتنے لوگ تھے انہوں نے ہر دو پیے کو فرہاد سمجھ کر اپنی مسلح طاقت کا مظاہرہ کیا تھا۔ سب نے جیکٹ پہن لیے تھے اور فوجی پریڈ دکھائی تھی۔ مرجانہ اسے عرشے پر لے گئی تھی۔ جہاں ہیلی کاپٹر اترتا تھا۔ تقریباً جتنا کچھ مشین گنیں لگی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا۔ "اس طرف سے کوئی جہاز یا ہیلی کاپٹر ہماری اجازت کے بغیر الدیرا نہیں جا سکتا۔"

ہر دو پیے نے سوال کیا۔ "جزیرے کے دوسری طرف سے تو داخل ہو سکتا ہے؟"

"چاروں طرف سخت پہرہ ہے۔ بہت سی موٹر بوٹس اور گن بوٹس اس کے چاروں طرف گشت کرتی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ جزیرے کے دوسرے ساحل پر بھی ایک ایک مشین گن لگی ہوئی ہے۔ وہاں تک صرف تمہاری ٹیلی پیتھی جا سکتی ہے اور صرف ٹیلی پیتھی تمہارا کچھ بھلا نہیں کر سکے گی۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ چلوں گا تو بچہ مجھے مل جائے گا۔"

"تم میری بات مان کر آ گئے ہو تو یقیناً بچہ اب تمہیں مل جائے گا۔"

ہر دو پیے نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مرجانہ! میں اب بھی تمہیں خبردار کرتا ہوں۔ تم یا تو خود دھوکہ کھا رہی ہو اور نادانستگی میں مجھے بھی پھنسا رہی ہو یا پھر تمہیں معلوم ہے کہ وہاں جانے کے بعد میں ان کا قیدی بن جاؤں گا اور واپس نہیں آ سکوں گا۔ دو میں سے ضرور کوئی ایک بات ہے۔ مجھے اپنا دماغ پڑھنے دو۔ میں ابھی حقیقت معلوم کر لوں گا۔"

"نہیں، تم میرے دماغ میں نہیں گھس سکتے۔"

"کیوں نہیں گھس سکتا؟ کیا تم نے صرف دل سے مجھے قبول نہیں کیا؟"

چاہے، دماغ سے قبول نہیں کیا؟"

"تم نہیں جانتے، میرا دماغ بہت زیادہ حساس ہے میں ایسا محسوس کرتی ہوں جیسے میں حمام میں ہوں اور کوئی گھس آیا ہے۔ میں برداشت نہیں کر سکتی۔"

"کیا ہمارے درمیان اب کوئی پردہ رہ گیا ہے؟"

"دنیا کی کوئی بھی عورت ہو اپنے مرد سے چھپتی ضرور ہے۔ یہ چھپنا یہ شرمانا، اپنے آپ کو راز بنا کر رکھنا عورت کی فطرت اور اس کی گھٹی میں شامل ہے۔"

ہر دو پیے نے چپ ہو کر سوچ کے ذریعے مجھ سے کہا۔ "فرہاد صاحب! یہ تو دماغ کے دروازے کھولنا نہیں چاہتی۔ حقیقت کا علم کیسے ہو گا؟"

"حقیقت یہی ہے کہ وہاں تمہیں فریب سمجھ کر پھانس لیا جائے گا۔ قیدی بنا لیا جائے گا۔ اسی لیے تمہیں بھیجا گیا ہے۔ وہ گئی یہ بات کہ اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتی تو میں بے چارا مجبور ہے برین واشنگ کے ذریعے اس کے دماغ کو بہت زیادہ حساس بنایا گیا ہے۔ اجنبی لہروں کی لہریں پہنچتی ہیں تو میرے چین ہو جاتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کسی انجانے بوجھ سے جان نکلی جا رہی ہو۔ یہ ہمارے مطلب کی بات سوچنے کے بجائے اس جزو معمولی بات کو سوچنے لگتی ہے اور ہمارا مقصد حل نہیں ہوتا۔"

ہر دو پیے نے مرجانہ سے پوچھا۔ "بحری جہاز کی سیر ہو چکی تم نے مجھے یہاں کی فوج، یہاں کے ہتھیار اور یہاں کے انتظامات دکھا کر مرعوب کر دیا ہے۔ اب بتاؤ، جزیرے میں کب لے چلو گی؟"

اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ بڑی محبت سے مسکرا کر بولی۔ "ہم آج کی رات یہاں گزاریں گے۔ کل صبح وہاں جائیں گے۔"

ہر دو پیے نے فوراً ہی اپنے ہاتھ کو چھڑا کر کہا۔ "مرجانہ! تم بہت عرصے بعد نیرو بی میں ملی تھیں اور ایک نئے روپ، نئے انداز میں ملی تھیں۔ اس لیے میں نے تمہاری خوشی کے لیے تمہارا دل رکھ لیا تھا۔ ورنہ میرے دل میں بھانک کر دیکھو، میں اپنے بچے کے لیے بہت فکرمند ہوں۔ جب تک میرا بچہ مجھے نہیں ملے گا، میں تمہارے ساتھ ایک منٹ بھی فالتو نہیں گزاروں گا۔"

وہ اس کے قریب ہو کر بولی۔ "کیا مجھ سے زیادہ بچے سے پیار ہے؟"

"کیا مجھے اپنے بچے سے محبت نہیں ہونا چاہیے؟"

"ہاں، ضرور، مگر میں . . . ."

ہر دو پیے نے اچانک ہی روکھا تلخ انداز میں کہا۔ "تم تو میرے راستے کی ٹھوکر بن رہی ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں جب ہم بچے کو لے کر وہاں سے نکل آئیں گے تو پھر میں تمہارے ساتھ ہی ساری عمر گزار دوں گا۔ سونیا کو چھوڑ ہی چکا ہوں۔ رسونتی بھی میرے دل سے اتر گئی ہے۔ اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے ایک تم ہی رہ گئی ہو تم سے وفا کا وعدہ کرتا ہوں۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں، تمہارے لیے جان دے دوں گی۔ مگر تم سے بے وفائی کبھی نہیں کروں گی۔"

"تو پھر میری بات مانو اور جلد سے جلد جزیرے میں پہنچنے کی کوشش کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی روانگی کا انتظام کرتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ وہیں ایک نوجوان کھڑا ہوا سگریٹ پی رہا تھا۔ ہر دو پیے کو ہدایت دی کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے میری ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ نوجوان سے سگریٹ طلب کیا۔ اس سے بات کی اور میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر اس کے دماغ پر قابض ہو کر اُدھر گیا۔ جدھر مرجانہ گئی تھی۔ وہ ایک کیبن میں آفیسر کے پاس بیٹھی ہوئی کہہ رہی تھی۔ "اس کیبن کے آس پاس سخت پہرہ ہے فرہاد ادھر نہیں آ سکے گا۔ ہم اطمینان سے باتیں کر سکتے ہیں۔"

آفیسر نے کہا۔ "ہاں، وہ میرے کیبن کی طرف نہیں آ سکے گا۔ باقی دن تم آج رات یہاں گزارنا چاہتی تھیں پھر فوراً جزیرے میں جانے کا فیصلہ کیوں کر رہی ہو؟"

مرجانہ نے جواب دیا۔ "فرہاد اپنے بچے کے لیے بہت بیقرار ہے۔ اسے دیکھنا چاہتا ہے۔ اسے اپنے سینے سے لگانا چاہتا ہے۔ آخر باپ ہے۔ اس کے بغیر وہ میرے ساتھ خوش نہیں رہ سکے گا۔"

آفیسر نے ہنس کر کہا۔ "ہم بھی بہت بے قرار ہیں فرہاد کی دوستی کے بغیر سکون سے نہیں رہ سکتے۔ وہ دوستی کے لیے کیا کہتا ہے؟"

"رفتہ رفتہ وہ دوست بن جائے گا۔ جب میں نے اسے اپنا لیا ہے تو پریشانی کس بات کی ہے؟"

"تم نے اسے اپنا لیا ہے لیکن تمام عمر کے لیے پابند نہیں کیا ہے اصل مقصد تو اسے اپنا پابند بنانا ہے۔ دنیا کی کوئی عورت اسے اپنے حسن کے جال میں قید نہیں کر سکتی۔ وہ کتنے ہی جال توڑ کر نکل چکا ہے اس کو پابند بنانے اور ہمیشہ پابہ زنجیر رکھنے کے لیے ایک آخری راستہ رہ گیا ہے اور وہ ہے اس کا بیٹا۔"

مرجانہ نے پوچھا۔ "تو کیا اسے قیدی بنایا جائے گا؟ اس جزیرے میں جانے کے بعد پھر وہاں سے نکلنے نہیں دیا جائے گا؟"

"تم کیا چاہتی ہو؟ پہلے تو تم نے کہا تھا کہ اس کے ساتھ جزیرے میں پوری زندگی گزار لو گی۔"

"اب بھی یہی کہتی ہوں۔ لیکن وہ ہمیشہ ایک ہی جگہ نہیں رہے گا۔ وہ ملک ملک کی سیر کرنے والا آوارہ گرد ہے۔ آخر سیر کیا ہے۔ میں اسے اور اس کے بچے کو جہاں لے کر جاؤں گی، جیوش سوسائٹی

کے لیے کام کرتی رہوں گی۔ میری وفاداری پر آپ لوگوں کو شبہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"بے شک تم پر ہم کبھی شبہ نہیں کر سکتے۔ تمھارا ذہن ایسا ہے کہ تمھیں ہماری طرف بہکایا نہیں جا سکتا۔ ہمارا مخالف نہیں بنایا جا سکتا لیکن فرہاد کسی وقت بھی تم سے رستی تڑا کر بھاگ جائے گا۔"

"تو پھر اس کا برین واش کر دو اور یہ قصّہ ہی ختم کر دو۔"

"ابھی ہم برین واشنگ کے سلسلے میں کچھ ضروری تحقیقات کر رہے ہیں، تجربات کر رہے ہیں۔ تمھارے ساتھ بھی یہی تجربہ کیا گیا ہے۔ ہم سوچتے تھے کہ جب برین واشنگ ہوگی تو تم لڑنے کے فن کو بھول جاؤ گی۔ پھر ہم نے اپنے طریقہ کار کے مطابق رفتہ رفتہ تمھارے دماغ کے سامنے جوڈو کراٹے کے تمام داؤ پیچ پیش کیے۔ فلموں میں بھی سلوموشن کے ذریعے تمھارے اس آرٹ کو تازہ کیا گیا۔ رفتہ رفتہ تمھیں بھی عملی طور پر آزمایا گیا پھر یہ بات سامنے آتی گئی کہ تمھیں جوڈو کراٹے کے فن کی ایک ایک بار کی ایک ایک داؤ پیچ یاد آتے جا رہے ہیں۔"

مرجانہ نے پوچھا: "فرہاد کی برین واشنگ کے بعد اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کو کیسے تازہ کیا جائے گا؟"

"ہم اسی فکر میں ہیں اور اس کے لیے طریقہ کار کا تعین کر رہے ہیں جہاں تک تمھارے رقّاصے کے آرٹ کا تعلق ہے۔ وہ ایک جسمانی مظاہرہ ہے۔ ہم نے یہ جسمانی مظاہرہ کسی دوسرے کے ذریعے تمھارے سامنے پیش کیا۔ تمھارے ذہن میں اسے تازہ کیا۔ یہ کس ٹیلی پیتھی ایسا مشکل فن ہے کہ فرہاد کے دماغ میں اسے دوبارہ تازہ کرنے کے لیے کوئی دوسری ہستی اسے پیش نہیں کر سکے گی۔ ہاں، اب رستی کے ساتھ فرہاد بھی اس جزیرے میں پہنچ جائے گا۔ پھر ہم اس مرحلے سے گزریں گے۔ یعنی پہلے فرہاد کی برین واشنگ ہوگی اور رستی کے ذریعے اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد فرہاد مکمل نئے دماغ کے ساتھ ہمارا دوست، ہمارا حمایتی بن جائے گا۔ پھر ہم رستی کی برین واشنگ کریں گے اور فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی صلاحیتوں کو بحال کرے گا۔ اس طرح وہ دونوں ہمارے وفادار ہو جائیں گے اور ان کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھی برقرار رہیں گی۔"

مرجانہ نے کچھ سوچ کر کہا: "پہلے رستی کی برین واشنگ ہونا چاہیے تاکہ فرہاد اس کے نئے دماغ میں ٹیلی پیتھی کو دوبارہ بحال کرے اور یہ بات آپ لوگوں کے سامنے آ جائے کہ اس طرح کامیابی ہوتی ہے یا نہیں۔"

آفیسر نے کہا: "نہیں، پہلے فرہاد کی برین واشنگ ہوگی۔ رستی ہماری وفادار رہے اور اپنے بچے کی خاطر بھی وفاداری پر مجبور رہے جب فرہاد کا نیا دماغ ہوگا تو رستی ہماری وفاداری کی مناسبت سے اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں پیدا کرے گی۔"

آفیسر نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا: "یا اس طرح سمجھ لو کہ اگر ہم نے پہلے رستی کی برین واشنگ کی اور فرہاد سے اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی بحالی کے لیے کہا تو وہ رستی کو ہمارے خلاف بھڑکائے گا۔ اس کے دماغ میں جو صلاحیتیں پیدا کرے گا وہ ہمارے لیے نقصان دہ ہوں گی۔ ہم فرہاد پر اس وقت تک بھروسہ نہیں کر سکتے جب تک کہ اس کی برین واشنگ نہ ہو۔"

مرجانہ نے کہا: "لیکن رستی کا دماغ کمزور ہو چکا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری کوئی مدد نہیں کر سکے گی۔ البتہ جونہی فرہاد کی برین واشنگ ہو اور اُدھر رستی کے دماغ کی کمزوری کا پتا بھی لے ڈوبے۔"

"مرجانہ! اسی لیے ہم اتنی دیر کر رہے ہیں اور انتظار کر رہے ہیں کہ رستی، دماغی طور پر صحت مند ہو جائے تو ہم یہ کام کریں۔ بہرحال تم فرہاد کو لے کر جزیرے میں جا سکتی ہو۔"

میں نے اپنے اس آلۂ کار کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پلٹ کر اپنے آس پاس دیکھا اور تیزی سے چلتا ہوا کیبن سے دور جزیرے پر آ گیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنی حماقت کا ذکر اپنے افسران سے نہیں کرے گا۔ ورنہ اسے گولی مار دی جائے گی۔ میں بہرحال پیسے کے پاس آ گیا۔ مرجانہ اور آفیسر کے درمیان ہونے والی گفتگو سنانے لگا پھر اسے سمجھا دیا: "دیکھو جب تم جزیرے میں جاؤ تو نیچرل ایکٹنگ کرو۔ رستی سے نفرت ظاہر کرنا ایک فطرتی بات ہوگی کیونکہ اس نے تمھیں دھوکا دیا اور دشمنوں کی دوست بن گئی۔ دوسری طرف بچے سے بے انتہا محبت ظاہر کرتی رہو۔ پھر رفتہ رفتہ اپنے آپ کو یوں پیش کر دو جیسے بچے کی محبت سے مجبور ہو کر تم نے رستی کی خطائیں معاف کر دی ہیں۔ کچھ ایسی ایکٹنگ بھی کرتے رہو جیسے ہپناٹزم کے طریقوں سے متاثر ہو رہے ہو اور ان کی طرف مائل ہوتے جا رہے ہو۔ اس طرح وہ تمھیں بالکل ہی قیدی بنا کر نہیں رکھیں گے اور نہ ہی تمھارے دشمن بنے رہیں گے۔ اس عرصہ میں تم اور سونیا بچے تک پہنچ جائیں گے۔"

میں اس سے باتیں کر ہی رہا تھا کہ مرجانہ وہاں پہنچ گئی۔ میں اس سے رخصت ہو کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میں نے میرا چہرہ تبدیل کر دیا تھا۔ میں رستی کے دماغ میں پہنچ کر منجالی کے زہر نے اپنا اثر دکھایا تھا۔ وہ ہوش میں تھی لیکن اس کا دماغ اس حد تک کمزور ہو گیا تھا کہ وہ رہ رہ کر سر جھٹکنے لگتا تھا۔ وہ کچھ سوچنا چاہتی تھی تو سر دکھنے لگتا تھا۔ اس حالت میں اسے بچے کا خیال آیا تھا۔ آخر ماں تھی۔ اسی کو یاد کرتی تھی۔ اس نے نقاہت آواز میں پکارا تھا تب لیڈی ڈاکٹر روزا بچے کو اس کے پاس لے آئی تھی۔ اور اس کے پاس سلا دیا تھا۔

اب وہ کروٹ بدل کر اپنے بچے کی طرف منہ کر کے بڑی ممتا بھری نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ بڑی کمزوری سے اپنے ہاتھ کو اس کے سر پر رکھ رہی تھی۔ اس کے سر کو سہلا رہی تھی۔ اس کی کمزور سی سوچ بتا رہی تھی کہ ہمارا بیٹا کتنا خوبرو ہے۔ اس کے ذریعے اپنے بیٹے کے ناک نقشے کو سمجھ رہا تھا۔ یہ بھی معلوم کر رہا تھا کہ وہ پیدائش کے وقت سے ہی صحت مند ہے اور اچھے دل و دماغ والا قد آور جوان نکلے گا۔

میں اس کے دماغ میں تھا لیکن اس سے بولنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی طرف سے دل بھر گیا تھا۔ اگرچہ وہ میرے بچے کو بھرپور محبت دے رہی تھی۔ بڑے ہی ممتا بھرے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے پیار کر رہی تھی لیکن اب میں ایسی ماں کے سائے میں اپنے بچے کی پرورش نہیں کروا سکتا تھا۔

اتنے میں منجالی آ گئی۔ اس نے پلنگ کے کنارے گھٹنے ٹیک کر بچے کی طرف جھکتے ہوئے کہا: "مادام! کتنا پیارا بچہ ہے میں آپ کو اس کی سالگرہ مبارک باد نہ دے سکی۔ آپ کی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔"

رستی نے کہا: "میں خود پریشان ہوں۔ پتہ نہیں۔ میرے دماغ کو کیا ہو گیا ہے۔ ایک خیال رہ رہ کر آتا ہے مگر سوچتی ہوں ایسا نہیں ہو سکتا۔"

منجالی نے پوچھا: "کیا نہیں ہو سکتا؟"

"یہی کہ شاید فرہاد نے موقع پا کر کسی طرح میرے دماغ کو کمزور کیا ہے۔ زچگی کے دوران میں بے بس تھی۔ فرہاد کی سوچ کی لہروں کو دماغ میں آنے سے نہیں روک سکتی تھی۔ اسی وقت اس نے کوئی ایسی حرکت کی ہے جو اس وقت میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

"کیا فرہاد صاحب آپ کے دماغ میں آئے تھے؟"

"جب سے مجھے ہوش آیا ہے، میں نے ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا ہے۔ کبھی کبھی وہ ایک بار آ جاتے ہیں۔ گڑگڑا کر ان سے التجائیں کرتی ہوں گی۔ مجھے یقین ہے، وہ مجھ سے ناراض ہونے کے باوجود اپنے بچے کی خاطر مجھے معاف کر دیں گے۔"

"مالکن آپ اپنے بیٹے کو میری طرح زہریلا بنانا چاہتی تھیں تو اب یہ کیسے ہو گا؟"

رستی نے پوچھا: "کیوں نہیں ہو گا؟"

"فرہاد صاحب آپ کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لیں گے اور بچے کو ویسا بنا دیں گے۔"

رستی نے ایک گہری سانس لی۔ پھر بولی: "یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ فرہاد کو اب معلوم ہو جائے گا وہ میرے دماغ میں آئیں گے تو ان سے ذکر کروں گی، ضد کروں گی کہ وہ بچے کو ایک غیر معمولی ماحول میں میرا ساتھ دیں۔"

منجالی نے کہا: "ان کے ساتھ دینے سے بھی کچھ نہیں ہو گا۔ جب تک آپ جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند نہیں ہوں گی اس وقت تک آپ زہر کو کیسے برداشت کریں گی۔ آپ برداشت نہیں کریں گی تو آپ کا بیٹا بھی برداشت نہیں کر سکے گا۔ اسے جو کچھ حاصل ہو گا وہ ماں کے دودھ سے حاصل ہو گا۔"

رستی نے ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام لیا اس کا سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ بولنے لگی: "فکر کی بات ہو۔ پریشانی ہو تو میرا سر بُری طرح چکرانے لگتا ہے میں کیا کروں؟ کیا ہو گیا ہے میرے دماغ کو؟"

منجالی انجان بنی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ کو تھام کر کبھی اس کے سر کو سہلا کر تسلیاں دے رہی تھی۔ اسی وقت وہاں کی... ملازمہ ساریکا نے آ کر کہا: "مادام! آپ کے لیے ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔ اگر آپ کی طبیعت ٹھیک ہو تو میں عرض کروں؟"

رستی نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور کہا: "دنیا کی سب سے زود اثر ٹانک خوشخبری ہے۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو ٹھیک ہو جائے گی۔ سناؤ۔"

اس نے سر جھکا کر، پھر سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہا: "فرہاد صاحب، جلد ہی تشریف لانے والے ہیں۔"

"سچ؟" رستی خوش ہو کر اپنے ہاتھوں کے بل پر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ منجالی نے اسے سہارا دیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے پوچھا: "کب آ رہے ہیں؟"

"ابھی اطلاع ملی ہے۔ مس مرجانہ انھیں اپنے ساتھ لے کر یہاں پہنچنے ہی والی ہیں۔"

رستی نے بچے کو دیکھا۔ پھر اپنے کپڑوں کو اِدھر اُدھر سے چھو کر دیکھتے ہوئے کہنے لگی: "میرے کپڑے کیسے ہو گئے ہیں، دوسرا لباس لاؤ۔ مجھے آئینہ دکھاؤ۔ میں کیسی لگ رہی ہوں؟ بچے کے لیے کچھ کرو۔ میرا مطلب ہے، اس کے لیے کہیں سے کاجل لاؤ۔ میں اسے ایک دم سے گمٹا بنا کر پیش کرنا چاہتی ہوں۔ انھیں یہ دکھانا چاہتی ہوں کہ میں نے ان کے لیے کتنے خوبصورت بیٹے کو جنم دیا ہے۔ یہ تحفہ اتنا خوبصورت، اتنا پائیدار ہے جو اُن کی آئندہ نسلوں کو قائم اور دائم رکھے گا۔ میں کیا کروں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔ کھڑی کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو۔ چلو جلدی سے مجھے بناؤ، سنوارو، ڈاکٹر روزا کہاں ہے؟ جیفر کو بلاؤ۔"

ساریکا نے کہا: "روزا آنے والی ہیں۔ جیفر کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے۔ اسے جزیرے سے باہر لے گئے ہیں۔"

ضرورت سے زیادہ خوشی حاصل ہو تو دماغ قابو میں نہیں رہتا۔ رستی کا دماغ پہلے ہی بے قابو تھا۔ اب پھر چکرانے لگا۔ خوشی کے ساتھ یہ بُری خبر بھی تھی کہ جیفر کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ وہ بھٹکے ہوئے انداز

میں سانس لے رہی تھی۔ پھر اُس نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ "کیا واقعی جیفر کا دماغ خراب ہوگیا ہے؟ کیا فرہاد اس کے دماغ تک پہنچ گئے تھے؟"

"مادام، ہم کچھ نہیں جانتے لیکن کچھ گڑبڑ ہوگئی تھی اس لیے انھیں جزیرے سے نکال دیا گیا ہے۔"

رسونتی کچھ مایوس ہوگئی۔ منجالی نے جلدی سے کہا: "مادام! کیا آپ کو صاحب کے آنے کی خوشی نہیں ہے۔ آپ نے ایسا منہ کیوں بنا لیا ہے؟"

وہ جلدی سے خوش ہوکر بولی: "ہاں ہاں! مجھے بہت خوشی ہے۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ مرجانہ انھیں اپنے ساتھ کیسے لا رہی ہے؟ کیا انھوں نے مرجانہ کو معاف کر دیا ہے؟"

منجالی نے کہا: "یقیناً معاف کر دیا ہوگا۔"

رسونتی نے خوش ہوکر کہا: "پھر تو میں بیوی ہوں۔ مجھے تو وہ فوراً ہی معاف کر دیں گے۔"

میں اس کی خوش فہمی پر مسکرا لیا۔ اس کے پاس سے چلا آیا تھوڑی دیر ایڈجانے کا ارادہ تھا۔ ابھی وہ بننے سنورنے میں مصروف تھی اور اپنے آپ کو اور اپنے بچے کو بہت ہی خوبصورت بنا کر میرے سامنے پیش کرنا چاہتی تھی۔ میں لانچ کے عرشے پر آگیا۔ ابھی شام کا وقت تھا۔ رات ہونے میں دیر تھی۔ دور بہت دور آسمان پر گدھ اڑتے نظر آرہے تھے۔ میں نے کیپٹن سے پوچھا: "کیا وہاں زمین کا حصہ ہے؟"

"جی ہاں! یہ وہی جزیرہ ہے جہاں ہم جا رہے ہیں ہم تقریباً ایک گھنٹے میں وہاں پہنچ جائیں گے۔"

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا: "میں تقریباً ایک گھنٹے میں وہاں پہنچنے والا ہوں تم چند ساتھیوں کو لے کر مغربی کنارے کی طرف آؤ۔"

وہ اس وقت کیمپ میں ایک ایزی چیئر پر بیٹھی لوگوں سے باتیں کر رہی تھی۔ اس کے آس پاس دونوں چور موجود تھے۔ وہاں تقریباً پچیس خیمے لگے ہوئے تھے۔ ایک خیمہ صرف کیمپ لیڈر کے لیے مخصوص تھا اور اب سونیا ان کی لیڈر تھی۔ باقی خیموں میں تقریباً ستر آدمی رہتے تھے۔ جن میں عورتیں بھی تھیں۔ عورتوں کے لیے مخصوص خیمے تھے۔ ان تمام خیموں کے چاروں طرف سخت پہرہ رہتا تھا۔ اُن پہروداروں کے لیے اوقات مقرر تھے۔

سونیا ان سے میرے متعلق کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے فوراً کہا: "ٹھہرو۔ انھیں یہ نہ بتانا کہ فرہاد وہاں پہنچ رہا ہے۔ تم اپنا کوئی شناسا کھسدو۔ کیونکہ ایک فرہاد جزیرہ الدیرا میں بھی پہنچ رہا ہے۔"

سونیا نے تائید کی: "ہاں یوں بھی اس کیمپ میں دشمنوں کے ایجنٹ چھپے ہوئے ہیں۔ جو آدم خوروں کو یہاں سے خوراک سپلائی کرتے ہیں۔ تمھارا ظاہر ہونا مناسب نہیں ہے۔"

"کیا اتنی دیر میں تمھیں کوئی مشکوک آدمی نظر آیا ہے؟"

"میں ابھی تھوڑی دیر پہلے کیمپ میں آکر بیٹھی ہوں، بہت سے لوگوں سے سامنا نہیں ہوا ہے۔ تم میرے دماغ میں رہنما لہر تو میں ابھی فرداً فرداً سبھی سے ملاقات کرتی ہوں۔ پھر تم ان کے دماغ میں پہنچ کر ایجنٹوں کو تلاش کر لو گے۔"

"ایسا کیا جا سکتا ہے، لیکن وہ بہروپیا فرہاد الدیرا پہنچنے والا ہے۔ مجھے وہاں بھی دیکھنا ہے۔ وہاں سے فرصت ملتے ہی تمھارے پاس آؤں گا۔ پھر ہم ان خفیہ ایجنٹوں کو تلاش کریں گے۔"

سونیا نے کہا: "لانچ کے ناخدا سے دریافت کرو۔ جس لانچ میں وہ لانچ رکے گی۔ وہاں کی کچھ نشانیاں بتائے تاکہ ہم وہاں تک پہنچ سکیں۔"

میں نے ناخدا سے دریافت کیا۔ اس نے ایک مخصوص جگہ بتائی۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا: "اتفاق سے وہی جگہ ہے جہاں تم موٹر بوٹ کے ذریعے پہنچی تھیں۔ کیا وہ موٹر بوٹ اسی جگہ موجود ہوگی؟"

"ہونا تو چاہیے۔ میں نے اسے جھاڑیوں میں چھپا دیا تھا۔ تم اسی جگہ پہنچنے کی کوشش کرو۔"

میں اس سے رخصت ہوا اور بہروپیے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر زمین پر اتر کر ٹھہر گیا تھا۔ اس کے تیزی سے گردش کرتے ہوئے پنکھے آہستہ آہستہ تھم گئے تھے۔ پہلے مرجانہ ہیلی کاپٹر سے باہر آئی۔ پھر بہروپیے نے زمین پر قدم رکھا۔ پنکھے کا شور رہت تیز ہوا۔ اس نے مرجانہ کے کان کے قریب کہا: "یہاں کوئی مسلح محافظ نظر نہیں آرہا ہے؟"

مرجانہ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا: "میں تمھیں بتا چکی ہوں، یہاں صرف ساحلی علاقوں میں سخت پہرہ ہے۔ جزیرے کے دیہاتی حصے میں پہرے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں صرف دو گونگے محافظ ہیں۔"

وہ ہیلی کاپٹر سے دور آگئے۔ بحری جہاز سے آنے والے دو آدمی ہیلی کاپٹر سے راشن اور دوسرا سامان اتار رہے تھے، تاکہ اسے عمارت تک پہنچایا جا سکے۔ بہروپیے کو تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی عمارت نظر آرہی تھی۔ مرجانہ اسی طرف چل رہی تھی۔

میں نے بہروپیے سے کہا: "ویسے تو میں تمام چوروں کی ذہانت سے مطمئن ہوں پھر بھی تمھیں سمجھا رہا ہوں، رسونتی کے بالکل قریب نہ جانا ممکن ہے وہ قربت کی وجہ سے تمھیں پہچان لے۔ عورت کی ایک ایسی حس ہوتی ہے جسے وہ خود نہیں سمجھتی مگر تمھاری ہر اپنے پرائے کی پہچان کر لیتی ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میں مادام رسونتی اور مرجانہ کو تنہائی میں کبھی اپنے قریب آنے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔"

وہ مرجانہ کے ساتھ احاطے کے مین گیٹ تک پہنچ گیا۔ ایک

مسلح گونگا انھیں دیکھتے ہی اٹنشن ہوگیا۔ دوسرا گونگا نظر نہیں آرہا تھا شاید اس کے آرام کا وقت تھا۔ وہ باری باری ڈیوٹی پر ہوتے تھے۔ احاطے میں داخل ہوتے ہی روزا اور ایڈی نظر آئے۔ روزا مسکراتے ہوئے بولی: "ویلکم، مسٹر فرہاد! آپ سے ملنے کی بڑی تمنا تھی۔ آج یہ خواہش پوری ہو رہی ہے۔"

اس سے پہلے ایڈی نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اور کہا: "ویسے ہماری بھی خواہش پوری ہو رہی ہے۔ مگر افسوس آپ ہمارے دماغوں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

روزا نے بہروپیے سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ آپ میرے دل تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ مرجانہ نے میرے لیے گنجائش ہی نہیں چھوڑی ہے۔"

مرجانہ کھسیانا کر ہنسنے لگی۔ وہ سب باتیں کرتے ہوئے عمارت کے دروازے تک آئے۔ وہاں کھلے ہوئے دروازے کے سامنے ساریکا نہایت ہی دلکش انداز میں ساڑی پہنے ہوئے کھڑی تھی۔ اس نے بہروپیے کو فرہاد سمجھ کر دونوں ہاتھ جوڑ دیے سر جھکا کر نمستے کیا۔ اس نے بھی سر جھکا کر اشارے سے جواب دیا۔ پھر ڈاکٹر روزا کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ روزا نے کہا: "مسٹر فرہاد! آپ کے بیٹے نے میرے ہاتھوں سے جنم لیا ہے مجھے بہت بڑا انعام ملنا چاہیے میری کوئی بہت بڑی خوشی پوری ہونا چاہیے۔"

"تم جو کہو گی میں وہ خوشی پوری کروں گا۔"

"کیا آپ وعدہ کرتے ہیں؟"

"فرہاد کا وعدہ ہر حال میں پورا ہوتا ہے۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ یہ وعدہ ایک قرض کے طور پر باقی رہا جب میری کوئی خواہش ہوگی تو میں آپ کے سامنے بیان کروں گی اور آپ اسے ضرور پورا کریں گے۔"

"ضرور۔" بہروپیے نے سر ہلایا۔ پھر روزا کے ساتھ چلتا ہوا اس ہیڈ روم کے دروازے تک پہنچ گیا جس کے پیچھے رسونتی میرا انتظار کر رہی تھی۔

ساریکا نے آگے بڑھ کر خوابگاہ کے دروازے کو کھول دیا۔ کھلے ہوئے دروازے سے خوابگاہ کا اندرونی منظر دکھائی دیا۔ وہ خوابگاہ بہت ہی خوبصورتی سے سجائی گئی تھی۔ رسونتی کو شاہانہ انداز میں رکھا گیا تھا۔ وہ اتنے خوبصورت پلنگ پر بیٹھی ہوئی تھی کہ اس پلنگ کی بھی تعریف نہیں کی جا سکتی۔ وہاں بیٹھے ہی بیٹھے تمام تفریحی سامان مہیا ہو جاتے تھے۔ رسونتی نے فرہاد کو، اپنے شوہر کو دیکھتے ہی سر پر آنچل رکھ لیا۔ شرماتے ہوئے، لجاتے ہوئے سر کو جھکایا۔ کنکھیوں سے مسکرانے لگی۔ یقیناً اس کی دائیں بڑی خوبصورت تھیں لیکن بہروپیے نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

ڈاکٹر روزا نے پوچھا: "یہ کیا، آپ خوابگاہ میں نہیں جائیں گے؟ اپنی بیوی سے نہیں ملیں گے؟ اپنے بچے کو پیار نہیں کریں گے؟"

بہروپیے نے اسی طرح منہ پھیر کر، بلند آواز سے کہا: "میری کوئی بیوی نہیں ہے۔ اس کا نام میرے سامنے نہ لو۔ مجھے معلوم ہوتا کہ اس کا سامنا ہوگا تو میں اس کمرے کی طرف نہ آتا۔"

خوابگاہ سے رسونتی نے چیخ کر کہا: "فرہاد! ایسا نہ کہو۔ کچھ بھی ہو، میں تمھاری بیوی ہوں اور تمھاری بیوی رہوں گی۔ بے شک میں نے بڑی غلطیاں کی ہیں۔ مجھے اپنی صفائی کا موقع دو میں اپنی غلطیاں بھی تسلیم کر لوں گی۔ تمھارے قدموں میں سر رکھ کر جان بھی دے دوں گی۔ مگر مجھ سے اس طرح منہ نہ پھیرو میں مر جاؤں گی۔"

"تم مجھے اپنی آواز بھی نہ سناؤ۔ میری سماعت میں کانٹے چبھتے ہیں۔ اگر بچے کی کشش نہ ہوتی تو میں کبھی نہ آتا۔ ڈاکٹر روزا! میں تم سے درخواست کرتا ہوں، بچے کو یہاں لاؤ۔ میں اسے دیکھنے کے لیے تڑپ رہا ہوں۔"

رسونتی کی آواز سنائی دی: "فرہاد! یہ میرا بھی ہے۔"

بہروپیے نے کہا: "میں نے اس بات سے انکار نہیں کیا۔ کوئی حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتا۔ یہ بچہ تمھارا بھی ہے۔ اسی طرح تمھیں بھی حقیقت کو نہیں جھٹلانا چاہیے تھا کہ فرہاد سے کوئی بات چھپی نہیں رہے گی۔"

"میں بہت شرمندہ ہوں۔ مجھے موقع دو۔ میں بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں، میرے آنسوؤں، میری آہوں کا تمھارے دل پر اثر نہ ہو۔ تو مجھے جان سے مار ڈالنا۔" کہتے کہتے اس نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ دماغ کی کمزوری کے باعث اس کا سر چکرا رہا تھا۔ پھر وہ ایک دم سے بستر پر چادروں شانے چت ہوگئی۔ میں نے سوچ کے ذریعے بہروپیے سے کہا: "وہ بے ہوش ہوگئی ہے۔ اب تم اس کے قریب جا سکتے ہو۔ اس کی حالت زار پر کچھ ہمدردی کرنا ہوگی۔"

اس نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ پھر رسونتی کو کمر اُس کی طرف بڑھ گیا۔ ڈاکٹر روزا اس کے پیچھے آئی۔ اس نے نبض کو ٹٹول کر دیکھا۔ پھر مطمئن ہوکر بولی: "گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ دماغ بہت کمزور ہوگیا ہے، ابھی ٹھیک ہو جائیں گی۔ ویسے مسٹر فرہاد! آپ کو اپنی بیوی سے بہت محبت ہے۔ خواہ مخواہ غصہ دکھا رہے تھے۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ میں نے بہروپیے کے دماغ سے مرجانہ کو دیکھا۔ وہ اس بات پر جل بھن گئی تھی۔ اگرچہ وہ رسونتی کی دشمن نہیں تھی مگر یہ دل کے معاملات عجیب ہوتے ہیں۔

میں نے رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ بے شک اسے چکر آیا تھا۔ لیکن وہ ہوش میں تھی۔ اور دل ہی دل میں یہ سوچ کر خوش ہو رہی تھی کہ فرہاد اس کی اتنی بڑی غلطی کے باوجود دل سے ناراض نہیں ہے، اوپر سے غصہ دکھا رہا ہے۔ اسی لیے تو لے اختیار قریب چلا آیا۔ میں نے اس کے دل میں سوتا پے کی جلن پیدا کی: "لیکن یہ مرجانہ کم فرہاد

کے ساتھ کیوں لگی ہوئی ہے؟"

رسونتی کی سوچ ذرا ٹھٹک گئی۔ اس نے غور کیا تو اسے ایسا ہی لگا جیسے مرجانہ نے فرہاد پر قبضہ جما لیا ہے پھر اس نے اپنے ذہن کو جھٹک کر سوچا: "نہیں یہ فرہاد کو میرے پاس لے کر آئی ہے۔ یہ بھی میری طرح یہودیوں کی وفادار ہے اور ان کے کہنے کے مطابق عمل کر رہی ہے۔"

اسی وقت بہروپیے نے کہا: "ڈاکٹر روزا! میں انسانی ہمدردی کے تحت اس عورت کے پاس آیا ہوں۔ ورنہ شوہر کی حیثیت میں اس سے بھی حد درجہ دور رہوں گا۔ ابھی میں صرف ایک باپ ہوں۔ میرا بیٹا کہاں ہے؟"

ڈاکٹر روزا نے مسکرا کہا: "آپ کا بیٹا وہ رہا مگر میں اسے اٹھا کر آپ کی گود میں نہیں دے سکتی۔ نہ ہی آپ کو خود آگے بڑھ کر اٹھانا چاہیے۔"

بہروپیے نے پوچھا: "کیوں؟"

"اس لیے کہ مادام نے آپ کے لیے اسے جنم دیا ہے۔ یہ دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت تحفہ ہے جو ایک عورت اپنے مرد کو دیتی ہے اس لیے آپ کی عورت اپنے ہاتھوں سے آپ کو یہ تحفہ پیش کرے گی۔ ذرا مادام کو سنبھلنے دیجیے۔"

وہ یہ سب کچھ اس لیے کہہ رہی تھی کہ بہروپیا ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے پلنگ کی ایک طرف سے دوسری طرف آیا۔ جہاں بچہ سونتی کے پاس لیٹا ہوا تھا۔ اس نے بچے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں خود اسے اٹھا لوں گا۔"

دوسرے ہی لمحے رسونتی نے اچانک کروٹ بدلی اور ایک بازو بچے کے اوپر رکھ دیا۔ اس پر جھک گئی۔ وہ بچے پر جھکا ہوا تھا۔ سیدھا ہو گیا۔ پھر سخت لہجے میں بولا: "کیا تم بچے کو باپ کی گود میں نہیں دیکھ سکتیں؟"

وہ بڑی نقاہت سے بولی: "یہ تمہارا ہے۔ کیوں نہیں دیکھ سکتی۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ ذرا ٹھہرو میں اسے اپنے ہاتھوں سے تمہارے ہاتھوں میں دوں گی۔"

بہروپیے نے طنزیہ انداز میں کہا: "کیا اس طرح دونوں ہاتھوں کے درمیان محبت بڑھ جائے گی۔ دونوں ہاتھ مضبوطی سے ایک دوسرے کو تھام لیں گے۔ ایسی حرکتیں کرنے سے پہلے تمہیں سوچنا چاہیے تھا کہ تم نے اپنے ہاتھوں کو کتنا کمزور بنا لیا ہے۔"

"میں نے کمزور نہیں بنایا ہے میں تمہارے استحکام کے لیے کام کر رہی ہوں۔ ہم دونوں نے مل کر ایک نئی مملکت قائم کرنے کا خواب دیکھا تھا۔ اب وہ خواب بہت جلد پورا ہونے والا ہے۔"

بہروپیے نے طنزیہ انداز میں پوچھا: "کیا تمہارے یہ یہودی دوست تمہیں ایک الگ حکومت قائم کرنے کا موقع دیں گے؟"

"ضرور دیں گے مسٹر پراسٹر والٹر بہت ہی سلجھے ہوئے ذہن کے آدمی ہیں۔ وہ ہمارے مداح ہیں۔ انھوں نے مجھے ساری باتیں سمجھائی ہیں کہ کس طرح ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ساری دنیا پر حکومت کر سکتے ہیں اور کس طرح ایک بڑی اور سب سے بڑی طاقت بن سکتے ہیں۔"

بہروپیے نے کہا: "حکومت ساری دنیا پر نہیں صرف مرد پر حکومت کرنے کا خواب دیکھتی ہے اور اسے پورا کرتی ہے مسٹر پراسٹر والٹر کو میں نہیں جانتا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ انھوں نے تمہیں کچھ پر حکومت کرنے کے گر سکھا دیے ہیں۔ اسی لیے ایک طرف مرجانہ کو میرا ڈکشن بنایا۔ دوسری طرف تمہاری مدد حاصل کرتے ہوئے تمہاری ٹیلی پیتھی کا سہارا لیتے ہوئے میری اور سونیا کی شادی روکنے سے تمہیں یہ تاثر دیتے ہے کہ فرہاد صرف تمہاری جاگیر ہے گا، سونیا یا کوئی دوسری عورت اس کے قریب نہیں جا سکے گی۔"

"میں ناداں بچی نہیں ہوں، مسٹر بہروپیے نے مجھے ایسی باتیں نہیں سکھائی ہیں۔ میں خود بھی سمجھتی ہوں۔ تم خود ہی فیصلہ کرو۔ کیا تم یہ گوارا کر سکتے ہو کہ میں کسی دوسرے مرد سے پیار کروں۔ کبھی نہیں۔ اسی طرح میں بھی اپنے اور تمہارے درمیان کسی اور کو برداشت نہیں کر سکتی۔ خواہ وہ سونیا ہی کیوں نہ ہو۔ اسی لیے میں نے ایسی چالیں چلی تھیں میں ایک عورت ہوں اور اپنے حق کے لیے لڑتی رہوں گی چاہے اس لڑائی میں دشمنوں کی امداد ہی کیوں نہ حاصل کرنا پڑے۔"

"اور وہ امداد تم حاصل کر چکی ہو۔"

وہ دونوں ہاتھوں کا سہارا لیتے ہوئے بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئی پھر اس نے بڑی محبت سے بچے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا اسے بہروپیے کی طرف بڑھاتے ہوئے، مسکراتے ہوئے محبت سے دیکھتے ہوئے کہا: "ہمارے درمیان کتنی ہی لڑائی ہو سکتے ہی اختلافات ہوں، یہ ایک مضبوط کڑی ہے جو ہمیں ٹوٹنے نہیں دے گی۔ یہ تمہارا بیٹا ہے مگر مجھ سے ہے۔ اسے سینے سے لگاؤ گے، اسے پیار کرو گے تو تمہیں میری قدر معلوم ہوگی۔"

بہروپیے نے بے دلی سے بچے کو لیا لیکن ہاتھ میں لیتے ہی سکھانے لگا۔ ایک باپ کی شفقت سے اسے چومنے لگا۔ اس کی تعریفیں کرنے لگا۔ وہ بہت اچھی... ایکٹنگ کر رہا تھا۔ رسونتی اپنے بچے کو میری گود میں سمجھ کر نہال ہو رہی تھی۔ پھر اس نے کہا: "میں تنہائی چاہتی ہوں۔ اپنے شوہر سے کچھ باتیں کروں گی۔"

ڈاکٹر روزا، سارکیا اور ایڈی وہاں سے جانے لگے مرجانہ کھڑی رہی۔ رسونتی نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا تم نہیں جاؤ گی؟"

مرجانہ نے بہروپیے کو دیکھا۔ اس نے مسکرا کر کہا: "نہیں، مرجانہ میرے ساتھ آئی ہے اور میرے ساتھ رہے گی۔"

"مگر میں تمہاری بیوی ہوں ہمارا راز دار ہوں، تنہائی میں بہت ساری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں بعد میں فیصلہ کروں گا کہ تم سے میرا کیا رشتہ ہونا چاہیے۔ جب تک میں کسی فیصلے پر نہ پہنچوں اس وقت تک تنہائی میں تمہارے ساتھ ایک منٹ بھی نہیں گزاروں گا۔"

رسونتی نے ڈوبتے ہوئے دل سے مایوس ہو کر اسے دیکھا۔ پھر پوچھا: "کیا میرے بچے کو اپنے سینے سے لگانے کے بعد بھی تمہارے دل میں محبت پیدا نہیں ہوئی؟ کیا تم مجھے معاف نہیں کرو گے؟"

"میں تمہیں معاف کروں گا یا نہیں۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔"

"ابھی بتا دو فرہاد! نہیں تو مجھے سکون نہیں ملے گا میں اور زیادہ بیمار پڑ جاؤں گی۔"

"مجھے افسوس ہے۔ تم نے مجھے دشمنوں کے درمیان پھنسا دیا۔ اگر میرا بچہ یہاں نہ ہوتا تو میں ادھر کبھی نہ آتا۔ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے۔"

"میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ تمہیں کوئی نہیں پھانسے گا کوئی تمہیں قیدی نہ کر سکے گا۔ تم پہلے بھی آزاد تھے۔ اب بھی آزاد رہو گے۔ یقین نہ ہو تو کسی طرح بھی آزما کر دیکھ لو۔"

"کیا میں آزما کر دیکھوں؟"

"ہاں، بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میں اپنے بچے کو پاکستان لے جانا چاہتا ہوں۔"

"ضرور لے جاؤ مگر میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ تب ہمیں کوئی نہیں روکے گا۔ لیکن جانے سے پہلے تم ایک بار مسٹر پراسٹر والٹر سے ملاقات کر لو۔ وہ بہت اچھے آدمی ہیں ہم بہت ہی دوستانہ ماحول میں رخصت ہوں گے۔ تم مجھے اور بچے کو جہاں لے جا کر رکھنا چاہو گے، تمہیں کوئی نہیں روکے گا۔"

"مجھے یقین تو نہیں ہے۔ تاہم ملاقات کر لوں گا میری گھڑی میں ابھی تین بج کر تیس منٹ ہوئے ہیں اور یہ پاکستانی وقت ہے۔ یہاں کیا وقت ہوا ہے؟"

رسونتی نے سامنے دیوار پر گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا: "ابھی پونے چھ کر بیالیس منٹ ہوئے ہیں۔ اب تو میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ میں بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

بہروپیے نے مرجانہ کی طرف دیکھا مرجانہ نے منہ پھیر کر کہا: "تم کہو گے تو میں چلی جاؤں گی۔"

بہروپیے نے کہا: "مرجانہ! میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا۔"

وہ خوش ہو گئی۔ فوراً ہی قریب آ کر اس کے ہاتھ کو تھام کر بولی: "میں بھی تمہیں ناراض نہیں کرنا چاہتی۔ تم دونوں یہاں بیٹھو۔ ٹھیک ہے باتیں کر لو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ واضح طور کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمرے سے چلی گئی۔ دروازے کو بند کر دیا۔ میں نے بہروپیے سے کہا: "میں جانتا ہوں رسونتی اپنی صفائی میں بہت ساری باتیں کرے گی اور وہ سب میرے لیے بکواس ہوگی۔ تم سنتے رہو اور خاطر خواہ جواب دیتے رہو۔ میں کسی وقت آ کر اس ملاقات کا مختصر حال معلوم کر لوں گا۔"

میں دعائی طور پر لانچ میں حاضر ہو گیا۔ اب جزیرے کا ساحل قریب نظر آ رہا تھا۔ شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ دن کی روشنی دم توڑ رہی تھی۔ جب وہ لانچ ساحل پر پہنچی تو مجھے وہی جگہ نظر آئی جسے میں سونیا کے دماغ سے دیکھ چکا تھا۔

ناخدا نے میرے قریب آ کر کہا: "کیا ارادہ ہے۔ آپ یہاں اپنے ساتھیوں کا انتظار کریں گے یا ساحل پر جائیں گے؟"

میں نے کہا: "میں لانچ کے عرشے سے انہیں دیکھتا ہوں گا۔ وہ اب پہنچنے ہی والے ہوں گے۔"

میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ کیمپ کے دس آدمیوں کے ساتھ میری طرف آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ایک چوربھی تھا۔ دوسرا چور کیمپ میں رہ گیا تھا۔ سونیا نے مشورہ دیا تھا کہ اپنے ایک آدمی کو کیمپ میں رہنا چاہیے اور خفیہ ایجنٹوں کو تلاش کرنا چاہیے۔

وہ ابھی ساحل سے بہت دور تھی۔ میں نے فہرالوتیس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ کیمپ کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے الاؤ روشن کیا جا رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گیا۔ میں نے کہا: "چونکنے یا حیرانی ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ورنہ تمہارے آس پاس والے محتاط ہو جائیں گے۔ میں فرہاد ہوں۔ بس یقین کر لو۔"

"جناب! میں نے یقین کر لیا فرمائیے؟"

"وہاں جو خفیہ ایجنٹ ہیں۔ وہ خود کو ظاہر نہیں ہونے دیں گے۔ خصوصاً سونیا سے اور تم دونوں چوروں سے دور رہیں گے۔ اپنی آواز بھی نہیں سنائیں گے۔ تم خوبصورت لڑکیوں کی نگرانی کرو۔"

"مزید کروں گا۔ مقصد بتا دیجیے؟"

میں نے کہا: "آدم خوروں کو عورتیں بہت پسند ہیں۔ اس لیے وہ ایجنٹ یہاں کی عورتوں سے دوستی کرتے ہوں گے۔ انھیں کسی طرح کیمپ سے دور تنہا بھیجنے کے منصوبے بناتے ہوں گے۔ تم دیکھو کہ ایسے کون لوگ ہیں جو یہاں کی حسین عورتوں سے دوستی کر رہے ہیں۔"

اس نے چونک کر کہا: "جناب! آپ ذرا خاموش ہو جائیں میں کسی عورت کی آواز اپنے پیچھے سن رہا ہوں۔ آپ بھی سننے کی کوشش کریں۔"

میں خاموش ہو گیا۔ اس کے دماغ میں بیٹھ کر اس کی آواز کو توجہ سے سننے لگا۔ وہ ہنس رہی تھی اور کسی سے کہہ رہی تھی: "پنکی! تم بڑی زندہ دل ہو۔ اتنے لطیفے کیسے یاد کر لیے۔ بہت ہنساتی ہو۔ بس کرو۔ میرا پیٹ دکھنے لگا ہے۔"

اڑتیس نمبر نے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ وہاں ایک خیمہ تھا۔ خیمے کے اندر وہ دونوں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں۔ پنکی نے کہا: "چلو اب نہیں ہنساؤں گی۔ مگر ہاں تم نے گلہری اور گلہرا کو دیکھا ہے؟"

اس عورت نے تعجب سے پوچھا: "یہ گلہریاں کیا ہوتا ہے؟"

پنکی نے ہنستے ہوئے کہا: "گلہری کا شوہر۔"

وہ دونوں زور زور سے ہنسنے لگیں۔ اس عورت نے کہا: "دیکھو پھر ہنسانے والی بات کی ہے۔"

"نہیں، میں تو سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ اگر تم گلہری فیملی کا تماشہ دیکھنا چاہتی ہو کہ ان میں میاں بیوی کیسی حرکتیں کرتے ہیں تو میں تمہیں دکھا سکتی ہوں۔"

اس عورت نے بڑے اشتیاق سے پوچھا: "سچ؟"

"اور نہیں تو کیا جھوٹ کہتی ہوں۔ یہاں جنگل میں ایسے جانوروں کے تماشے دیکھنے میں آتے ہیں۔ ہم شہروں میں رہ کر یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ اگر کیمرہ ہو تو ان کا فوٹو بھی لے سکتے ہیں۔"

"میرے پاس کیمرہ ہے۔"

پنکی نے کہا: "ہمیں کیمپ سے کچھ دور چلنا ہوگا۔ خرگوش، گلہریاں اور دوسرے بزدل قسم کے جانور انسانوں کے قریب نہیں آتے اس لیے ہمیں کیمپ سے ذرا دور جانا ہوگا۔"

اس عورت نے سہمے ہوئے انداز میں کہا: "نہیں۔ میں اس وقت نہیں جاؤں گی۔ اندھیرا پھیل چکا ہے۔"

پنکی نے کہا: "میں ابھی تھوڑا ہی کہہ رہی ہوں۔ ہم کل صبح چپ چاپ یہاں سے نکلیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

چودھری ارتمیس نے پوچھا: "کیوں فریاد صاحب ٹھیک ہے؟"

"ہاں، میں پنکی کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔"

اور میں پہنچ گیا۔ وہ خیمے کے اندر ایک ایزی کینوس چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے ایک اور عورت تھی۔ اس نے کہا: "دیکھو یہ بات کسی اور سے نہ کہنا ورنہ کیمپ کے لوگ ہمیں تنہا جانے نہیں دیں گے اور ہم وہ تماشہ دوسروں کے سامنے نہیں دیکھ سکیں گے۔ آخر شرم بھی تو کوئی چیز ہے۔"

اس عورت نے شرماتے ہوئے کہا: "ہاں، میں کسی سے نہیں کہوں گی۔ ہمیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم اپنے اپنے ریوالور ساتھ لے چلیں گے۔"

وہ عورت کہتے کہتے رک گئی۔ پھر کچھ سوچ کر بولی: "میں چلنے سے پہلے اپنے ریوالور کو اچھی طرح چیک کر لوں گی۔ جینیفر کہہ رہی تھی کہ ہمارا کوئی دشمن ہے۔ جو ہمارے ریوالوروں کے چیمبر خالی کر دیتا ہے۔"

"سب فضول باتیں ہیں۔ بہرحال ہم اپنے ریوالوروں تک کسی کو پہنچنے نہیں دیں گے۔ پھر چیمبر کیسے خالی ہوں گے؟"

پنکی بول رہی تھی اور میں اس کے دماغ کے تہہ خانے میں اتر کر چور خیالات کو پریشان جا رہا تھا۔ وہی خفیہ ایجنٹ تھی اور وہ تنہا نہیں تھی۔ اس کا ایک ساتھی مرد بھی تھا جس کا نام لوفر تھا۔ میں اس کے دماغ میں زیادہ دیر نہیں رہ سکا کیونکہ سونیا ساحل پر پہنچ چکی تھی۔ میں نے رابطہ ختم کیا اور دماغی طور پر لانچ سے اترتے ہوئے ساحل پر پہنچ گیا۔ میں نے اجنبی بن کر اس سے مصافحہ کر کے کہا: "ہیلو مادام! یقیناً آپ کو میرے آنے کی اطلاع مل گئی ہوگی۔ اسی لیے آپ یہاں آ کر میری عزت افزائی کر رہی ہیں۔ میرا نام جیک لوفر ہے۔"

سونیا کے پاس کھڑے ہوئے فیٹ مین نے کہا: "کیا واقعی تمہارا نام یہی ہے؟"

"ہاں، تمہیں حیرانی کیوں ہو رہی ہے؟"

فیٹ مین نے کہا: "ہمارے کیمپ میں بھی ایک شخص ہے جس کا نام جیک لوفر ہے۔"

"تو کیا ہوا؟ ایک ہی نام کے کئی لوگ ہوتے ہیں۔ کیا ہماری دنیا میں ایسا نہیں ہوتا؟"

فیٹ مین نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "بے شک ہوتا ہے۔"

میں نے باری باری تمام لوگوں سے ہاتھ ملایا پھر مسز مچھلی سے گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "لانچ سے ہمارے لیے بہت ضروری سامان اتارا جا رہا ہے۔ اس کی نگرانی آپ کے ذمہ رہے گی۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ میں تمام سامان حفاظت سے اتروا لوں گا اور اپنے پاس رکھوں گا۔"

میں نے سونیا سے پوچھا: "کیمپ سے یہاں تک کا فاصلہ کتنا ہے؟"

وہ سوچتے ہوئے بولی: "ہم تقریباً چالیس منٹ میں وہاں سے یہاں پہنچے ہیں۔"

لانچ سے تمام ضروری سامان اتار لیا گیا۔ ہم کیمپ کی طرف جانے لگے۔ میں سونیا کے ساتھ سب سے پیچھے چل رہا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ کس طرح میں پنکی اور جیک لوفر کا سراغ لگاتا ہوا یہاں اور اب اس وقت لوفر کے دماغ تک پہنچنا چاہتا ہوں اس لیے وہ چپ چاپ میرے ساتھ چلنے لگی۔

میں پنکی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ اس خیمے سے نکل رہی تھی۔ اس عورت سے رخصت ہو رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ ٹہلنے کے انداز میں چلتی ہوئی دور ایک خیمے میں گئی۔ خیمے کا کینوس والا دروازہ اندر سے بند تھا۔ پنکی نے ہولے سے سیٹی بجائی۔ اندر سے آواز سنائی دی: "ٹھیک ہے ابھی آتا ہوں۔"

یہ لوفر کی آواز تھی۔ وہ اندر بیٹھا ہوا ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ پنکی کی آواز سن کر اس نے کینوس کے دروازے کو ایک طرف سے ذرا سا کھول دیا۔ پنکی جھک کر خیمے میں داخل ہوئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ لوفر نے پوچھا: "کچھ پتہ چلا؟" سونیا

کس کے لیے ساحل تک گئی ہے؟"

پنکی نے جواب دیا: "وہ ابھی تک واپس نہیں آئی ہے۔ میں بور ہو رہی تھی۔ تمہارے پاس آ گئی۔ تم کیا اطلاع دے رہے ہو؟"

"میں یہی بتا رہا تھا کہ اس جزیرے میں ایک شخص آ رہا ہے یقیناً وہ کوئی اہم آدمی ہوگا تبھی سونیا اسے لینے گئی ہے۔"

پنکی نے پوچھا: "دوسری طرف سے کیا جواب ملا؟"

"بحری جہاز والے مطمئن ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں۔ فریاد ابھی مرجانہ کے ساتھ وہاں تھا۔ اب الدبرا پہنچا ہوا ہے۔ اس لیے یہ آنے والا فریاد نہیں ہو سکتا۔ اعلیٰ بی بی کا کوئی خاص آدمی ہوگا۔ جسے سونیا لینے گئی ہے۔"

وہ چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کو اٹھا کر اپنے سوٹ کیس میں رکھنے لگا پھر اس نے پوچھا: "کیا تم نے ڈائنا کو شیشے میں اتار لیا؟"

"ہاں، وہ میرے ساتھ کیمپ سے دور جانے کے لیے راضی ہو گئی ہے مگر لوفر، مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"ڈر کس بات کا؟"

"آخر وہ آدم خور ہیں۔ کہیں انھوں نے مجھے بھی پکڑ لیا تو؟"

"بے وقوفی کی باتیں نہ کرو۔ آدم خوروں کو سمجھا دیا گیا ہے۔ تمہارے بالوں میں سُرخ پھول ہوگا۔ وہ تمہیں ہاتھ نہیں لگائیں گے۔"

"اگر وہ پھول کہیں اتفاق سے گر پڑا تو؟"

"پھر بھی گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ تمہارے پاس بھرا ہوا ریوالور ہوگا۔ ڈائنا کے پاس جو ریوالور ہے اس میں ہم پہلے ہی خرابی پیدا کر چکے ہیں۔ وہ اس خرابی کو سمجھ نہیں پائے گی۔ اسے لوڈ کرنے کے بعد مطمئن ہو جائے گی۔"

پنکی نے مطمئن ہو کر پوچھا: "یہ بتاؤ آدمی کون ہو سکتا ہے؟"

"کوئی بھی ہو۔ ہمیں سونیا پر نظر رکھنا ہے۔ جب بھی یہ جزیرے سے باہر جائے گی۔ ہم بحری جہاز تک اطلاع پہنچا دیں گے۔"

میں ان کی باتیں سن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ جزیرہ الدبرا کے ساحل پر جو بحری جہاز ہے وہ ان کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ وہیں سے تمام الٹی سیدھی قائم ہوتے ہیں۔ راشن بھی وہیں سے پہنچایا جاتا ہے۔ ہیلی کاپٹر بھی وہیں سے پرواز کرتے ہیں۔ سونیا نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا: "سب سے پہلے پنکی اور لوفر کو ختم کرنا چاہیے۔ ورنہ یہ تمہارا راز فاش کر دیں گے۔"

"میں ذرا یہ تو معلوم کر لوں کہ اس حصے میں جو آدم خور ہیں ان کا ٹھکانہ کہاں ہے؟"

"یہ معلوم ہو چکا ہے یہاں ایک اونچی سی پہاڑی ہے جس کے نیچے غار ہے۔ غار کے اندر ایک بڑا سا پتھر زمین پر رکھا ہوا ہے۔ اگر اس پتھر کو ہٹایا جائے تو وہاں سے ایک زینہ اندر تہہ خانے کو جاتا ہے۔ اسی تہہ خانے میں یہ لوگ چھپے رہتے ہیں۔"

میں نے لوفر کے دماغ سے معلومات حاصل کیں۔ پھر سونیا سے کہا: "وہ پہاڑی یہاں سے تقریباً ڈھائی میل کے فاصلے پر ہے۔ اس پہاڑی کے مغربی کنارے پر ایک عمودی چٹان کئی فٹ کی بلندی تک گئی ہے۔ اس کی بلندی پر ایک چھوٹا سا پتھر رکھا ہوا ہے۔ وہ پتھر نیچے سے دیکھو تو یوں لگتا ہے جیسے کوئی بندر اس چٹان پر بیٹھا ہو۔ یہی اس پہاڑی کی پہچان ہے۔"

ہم کیمپ میں پہنچ گئے۔ دوسرے لوگوں نے مجھ سے ملاقات کی، مصافحہ کیا۔ ہم باتیں کرتے ہوئے الاؤ کے آس پاس بیٹھ گئے۔ سونیا چونکہ کیمپ لیڈر تھی۔ لہٰذا اسے ایک کرسی پر بٹھایا گیا۔ اس نے آس پاس دیکھتے ہوئے پوچھا: "پنکی اور لوفر نظر نہیں آ رہے ہیں؟"

کسی نے کہا: "وہ عیاش میں مصروف ہوں گے۔"

سب ہنسنے لگے۔ سونیا نے کہا: "میں ان لوگوں سے ملنا چاہتی ہوں۔ جب سے آئی ہوں، ان کے نام سنے ہیں مگر چہرے نہیں دیکھے۔"

دو آدمی انھیں بلانے کے لیے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک نے واپس آ کر کہا: "مادام سونیا! وہ آنا نہیں چاہتے۔ کہتے ہیں ہماری تنہائی میں مخل نہ ہوں، ہم صبح ملاقات کریں گے۔"

سونیا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے کہا: "میرے ساتھ چار آدمی چلیں۔"

میں اور دونوں چور تیار ہو گئے۔ فیٹ مین بھی ساتھ ہو گیا۔ ہم وہاں پہنچے تو لوفر کا خیمہ اندر سے بند تھا۔ سونیا نے آواز دی۔ "مسٹر لوفر اور پنکی! میں کیمپ لیڈر کی حیثیت سے تمہیں حکم دیتی ہوں باہر آ جاؤ۔"

کوئی جواب نہیں ملا۔ دوسرے لمحے سونیا نے ایک لمبا سا چاقو کھولا۔ پھر خیمے کی دیوار کو اوپر سے نیچے تک کاٹتی چلی گئی۔ اس کے بعد وہ اندر داخل ہوئی تو لوفر ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑا ہوا تھا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ پنکی نے اس کاغذ کو سونیا کی طرف بڑھا دیا۔ سونیا نے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا: "میں ابھی طرح جانتا ہوں، فریاد تمہارے دماغ کے ذریعے دوسروں کے دماغوں تک پہنچ جاتا ہے اس لیے تم میری اور پنکی کی آواز نہیں سنو گی۔ ہم نہیں چاہتے کہ فریاد ہمارے دماغ میں پہنچے۔ ہم تمہارے دشمن نہیں، دوست ہیں۔ کسی موقع پر آزما لینا۔"

سونیا نے اس کاغذ کو میری طرف بڑھایا۔ میں نے چوروں کی طرف بڑھا دیا کیونکہ میں پڑھ ہی چکا تھا۔ سونیا نے کہا: "اگر تم دوست ہو تو مجھ سے اور فریاد سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے بدترین دشمن ہیں۔ ریوالور پھینک دو۔"

لوفر انکار میں سر ہلایا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے اس کے دماغ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے ریوالور کو سونیا کے سامنے پھینک دیا۔ سونیا نے اسے اٹھا لیا۔ پنکی گھبرا کر لوفر کو دیکھتے ہوئے بولی: "یہ تم نے

کیا کیا ؟"

دوسرے ہی لمحے پنکی کو احساس ہوا کہ اس نے اپنی آواز سنا دی ہے۔ اس نے گھبرا کر سونیا کی طرف دیکھا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا: "پنکی! تم نے اپنی آواز سنا دی ہے۔ چلو، اپنا ریوالور دے دو۔ بے چاری ڈائنا کے ریوالور میں تو تم نے خرابی پیدا کر ہی دی ہے۔"

وہ دونوں ایک دم گھبرا گئے۔ پریشان ہو کر ادھر ادھر یوں دیکھنے لگے جیسے فرار کا راستہ ڈھونڈ رہے ہوں۔ سونیا نے کہا: "فیٹ مین، لوفر کے سوٹ کیس کی تلاشی لو۔ اس سوٹ کیس کے اندر ایک ٹرانسمیٹر ہے۔ یہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آقاؤں کو اطلاع دیتا ہے کہ ہم یہاں کیا کر رہے ہیں۔ ہماری مصروفیات کیا ہیں۔ اور یہی دونوں آدم خوروں تک ہمارے لوگوں کو پہنچاتے ہیں۔"

لوفر نے چیخ کر کہا: "یہ جھوٹ ہے۔ بکواس ہے میں اپنے سوٹ کیس کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

ایک چور نے آگے بڑھ کر لوفر کے منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر دوسری طرف گیا۔ فیٹ مین نے آگے بڑھ کر اس کے سوٹ کیس کو کھول دیا۔ کپڑے اٹھا کر ادھر اُدھر پھینکے تو نیچے سے ایک چھوٹا ٹرانسمیٹر برآمد ہو گیا۔ دونوں چوروں نے ایک رسّی سے لوفر کے دونوں ہاتھوں کو پشت پر باندھ دیا۔ پنکی گھبرائی ہوئی تھی۔ سونیا نے کہا: "تم نے ابھی تک اپنا ریوالور میرے حوالے نہیں کیا۔"

وہ اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالنے لگی جیسے ریوالور نکال رہی ہو۔ ہم نے دیناد دیکھی ہے۔ اتنا تو جانتے ہی تھے کہ ریوالور گریبان کے اندر نہیں آئے گا۔ اور وہ بھی پنکی کا گریبان۔ وہاں تو ریوالور کی گنجائش ہو ہی نہیں سکتی تھی۔

اُس نے ہاتھ نکالا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پنسل ریوالور تھا۔ جس سے زہریلی سوئی پھینکی جاتی تھی۔ جیسے ہی اس کا ہاتھ باہر آیا۔ سونیا نے گولی چلا دی۔ دوسرے لمحے وہ زمین پر پڑی تھی۔ سانس رخصت ہو چکا تھا۔

لوفر کو باندھ کر لاؤ کے سامنے لایا گیا۔ کیمپ کے تمام لوگ وہاں حاضر تھے۔ انھیں ساری روداد سنائی گئی۔ بتایا گیا کہ کس طرح یہ لوگ ایجنٹ بنے ہوئے ہیں اور آدم خوروں کے لیے خوراک مہیا کر رہے ہیں۔ سب لوگوں نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کیا کہ اسے فوراً ہی ختم کر دیا جائے۔

ہم اس قصّے کو طول نہیں دینا چاہتے تھے۔ اس لیے لوفر کے قصّے کو تمام کر دیا۔ اس کے بعد سونیا نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ابھی رات کے کھانے کے بعد ہمیں اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ یہ معلوم کرنے جاؤں گی کہ آدم خور کہاں چھپے رہتے ہیں۔ ہم صبح ہونے تک واپس آ جائیں گے۔ اس کے بعد ہم سب مل کر ان پر حملہ کریں گے۔"

سونیا نے یہ بات اس لیے کہہ دی کہ ہمیں کھانے کے بعد ساحل تک جانا تھا۔ ادھر رات کے دس بجے ... پرائمز الٹر میٹر فریاد سے ملاقات کرنے آ رہا تھا۔ وہ بہروپیا اسے رات کے ایک بجے تک اپنی باتوں میں لگائے رکھے گا۔ اس وقت تک ہمارا وہاں پہنچنا ضروری تھا۔

ضروری اس لیے بھی تھا کہ پرائمز الٹر سیلی کاپٹر سے اس جزیرے میں پہنچنے والا تھا۔ وہی ہیلی کاپٹر ہم واپسی کے وقت استعمال کرنا چاہتے تھے۔ بچے کو لے کر ہم اسی کے ذریعے اس جزیرے سے نکل سکتے تھے۔ رات کے کھانے کے بعد ہم نے فیٹ مین کو کیمپ لیڈر بنایا، وہ خوش ہو گیا۔ اس نے ہم سے وعدہ کیا کہ ہماری واپسی تک وہ محتاط رہے گا اور اپنے کیمپ کے تمام لوگوں کو منظم رکھے گا۔

ہم وہاں سے اپنا ضروری سامان خاص طور پر ترپال کا سامان لے کر چل پڑے۔ ترپال کی اور غوطہ خوری کے سلسلے میں چربی بہت ہمارا رہنما تھا۔ وہ برٹش نیوی میں زیرِ آب تحقیقاتی شعبے کا ایک افسر رہ چکا تھا۔ اسے غوطہ خوری کے سلسلے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ ہم ساحل پر پہنچے، وہاں جھاڑیوں میں چھپی ہوئی موٹر بوٹ کو نکالا۔ پھر اس میں سوار ہو کر جزیرہ الدرائی سمت روانہ ہو گئے۔ چودہ اڑتیس اس سلسلے میں کافی تجربہ کار تھا۔ رات کے وقت سمندر میں کس طرح سفر جاری رکھنا چاہیے اور سمتوں کا تعین کس طرح کرنا چاہیے۔ وہ خوب جانتا تھا۔

اس وقت رات کے دس بج چکے تھے۔ رسونتی نے بہروپیے فریاد سے کہا تھا کہ وہ کھانے کے وقت مسٹر پرائمز الٹر سے ملاقات کرے۔ بہروپیے نے جواب میں کہا تھا: "میں رات کے دس بجے سے پہلے کھانا نہیں کھاؤں گا۔ دس بجے کے بعد پرائمز الٹر سے ملاقات کروں گا۔"

میرے حساب سے دس بج چکے تھے اس لیے میں بہروپیے کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ اپنے کمرے میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ اور بھی نہیں تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے سچ کے ذریعے جواب دیا: "ابھی اطلاع ملی ہے کہ پرائمز الٹر یہاں پہنچ چکا ہے۔ میں نے ہیلی کاپٹر کی آواز بھی سنی ہے۔ سارہ کیا کہہ رہی تھی کہ ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد میز پر کھانا لگایا جائے گا۔"

"مرجانہ کہاں ہے؟"

"ابھی میرے پاس سے گئی ہے۔ بڑی مشکل سے تنہائی میں بے لگام ہو جاتی ہے۔ بڑی مشکلوں سے لگام دی ہے۔"

بہروپیا واقعی شکل میں تھا مگر بڑی ذہانت سے کام لے

رہا تھا۔ اس کی جگہ میں ہوتا تو یہی کرتا جو وہ کر رہا ہے۔ وہ ایک شوہر کی حیثیت سے سونتی کو غصہ دکھا رہا تھا۔ اس سے دور رہنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ اس کے حق میں کوئی فیصلہ نہیں کرے گا۔ اس وقت تک اُس پر غضب نہیں آئے گا۔

میں نے اس سے کہا: "میں اور سونیا تمھارے دو چور ساتھیوں کے ساتھ جزیرے کی طرف آ رہے ہیں۔ تم آدھے گھنٹے کے بعد کھانے کی میز پر پرائمز الٹر کے سامنے جاؤ گے تو میں تمھارے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔"

میں دماغی طور پر موٹر بوٹ میں حاضر ہوا پھر سونیا کو وہاں کے حالات بتائے۔ سونیا نے فیبراڑتیس سے پوچھا: "یہاں سے الدبرا کا فاصلہ کتنی دیر میں طے ہو گا؟"

"میرے اندازے کے مطابق ہم دو گھنٹے میں وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ ہمارا سفر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا ہو گا۔ ہم جزیرے سے بہت دور رک جائیں گے۔ وہاں دشمن موٹر بوٹ کے ذریعے جزیرے کے چاروں طرف گشت کرتے رہتے ہیں۔ ان کے پاس ہیڈ لائٹس ہیں۔ اندازہ کریں گے کہ ہیڈ لائٹس کی روشنی کتنی دور تک جاتی ہے۔ اتنی دور تک نہیں جائیں گے، اس روشنی کی زد سے باہر رہیں گے اور وہیں سے غوطہ خوری شروع کریں گے۔"

میں پھر بہروپیے کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت میں نے اس کے دماغ سے دستک کی آواز سنی۔ وہ اٹھ کر دروازے کی طرف گیا۔ اس نے پوچھا: "کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی: "میں ہوں روزا!"

ڈاکٹر روزا اس سے ملنے آئی تھی۔ میں نے کہا: "دروازہ کھول دیکھتے ہیں وہ کس لیے آئی ہے۔"

ڈاکٹر روزا ہمارے لیے بہت اہم تھی۔ میرا بیٹا اسی کے پاس تھا۔ وہی اس کی پرورش کر رہی تھی۔ اس کی نگرانی کر رہی تھی۔ بہروپیے نے دروازہ کھول دیا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی: "دروازہ بند کیوں دیر کر دی؟ کیا خیال خوانی میں مصروف تھے؟"

بہروپیے نے ایک طرف ہٹ کر اسے اندر آنے کا موقع دیتے ہوئے کہا: "خود ہی سوال کر رہی ہو۔ خود ہی جواب دے رہی ہو۔"

وہ اندر آئی۔ اس نے دروازے کو بند کر دیا اور مسکرا کر بولی: "لوگوں سے آپ کے پاس آئی ہوں۔ مرجانہ مجھے شیرنی کی طرح مارتی ہے۔ جیسے میں آپ پر ٹوٹ کر ڈالنے والی ہوں۔"

اس نے بڑی لگاوٹ سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ "دوسرے ڈالنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ خدا نے تمھیں ایسا بنایا ہے۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی روزا نے کہا: "مجھے بنایا ہے ہو۔"

"میں حسن پرست مشہور ہوں۔ تم نے یقیناً میرے متعلق سنا ہو گا۔ میں کبھی کسی معمولی عورت کی طرف مائل نہیں ہوتا اور نہ ہی کبھی اس کی تعریف میں اپنا وقت ضائع کرتا ہوں۔ تمھاری تعریف میں اپنی ساری عمر بھی ضائع کر دوں تب بھی وہ ضائع نہیں ہو گی۔ بلکہ اتنا حسین مصرف ہو گا کہ عمر دعائیں دے گی۔"

"مسٹر فریاد! میں یقین کرتا ہوں۔"

بہروپیے نے اس کی بات کاٹ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا: "مسٹر نہیں، صرف فریاد کہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "اچھا فریاد! مجھے یقین دلاؤ تو جو کہہ رہے ہو وہ دل سے کہہ رہے ہو۔ اس میں بناوٹ یا کوئی غرض چھپی ہوئی نہیں ہے۔"

"روزا! غرض کی بات نہ کرو۔ اس وقت ہم دو مختلف محاذوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ تم میرے دشمنوں کی آلہ کار ہو اور میں اپنے دشمنوں کا مہمان ہوں۔ میں اپنے بچّے کے لیے آیا ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ تم سے متاثر ہو رہا ہوں۔ تم سے متاثر ہونے میں میری کوئی غرض نہیں ہے۔ میں دل و جان سے تمھاری تعریف کر رہا ہوں ویسے میں ہر حالت میں اپنے بچّے کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ ادھر تمھاری اپنی غرض اور اپنا فرض یہ ہے کہ تم اپنے آقاؤں کے حکم کے مطابق بچّے کو مجھ سے دور رکھو گی۔"

"تم واقعی اپنے معاملے میں بہت صاف اور کھرے ہو۔" پھر اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور رازدارانہ انداز میں ایک قدم سے قریب ہو کر بولی: "میری سوچ پڑھو۔ میں زبان سے وہ نہیں کہہ سکتی جو کہنا چاہتی ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ پڑھی۔ وہ کہہ رہی تھی: "فریاد! میں تم سے شدید ہی سے متاثر ہوں۔ جب سے میں نے تمھارے کارنامے سنے ہیں۔ تمھاری ہسٹری شیٹ پڑھی ہے، تب سے میرا عجیب حال ہے۔ مجھ پر ہمیشہ تمھارے نام کا سحر طاری رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اپنے آقاؤں کی وفادار ہوں۔ ان سے غداری نہیں کرنا چاہتی۔ لیکن تمھارے لیے جی چاہتا ہے کہ جان کی بازی لگا دوں۔ تمھیں ساری عمر کے لیے نہ سہی، ایک لمحے کے لیے ہی جیت لوں۔ اور اس جیت کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ بنا لوں۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "کسی کو جیتنے کے لیے کسی کے کام آنا پڑتا ہے۔"

"میں اس طرح کام آنا چاہتی ہوں کہ اپنے آقاؤں کی بھی وفادار رہوں۔"

"دو کشتیوں پر پاؤں رکھ کر دریا پار نہیں کر سکو گی۔"

"تم چاہو تو پار لگا سکتے ہو۔"

میں نے کہا: "تم رسونتی کو دیکھ رہی ہو۔ کیا وہ کسی سے کم ہے؟"

"وہ تو ایک آئیڈیل بیوی ہے۔"

"اور تم نے مرجانہ کو دیکھا ہے۔ وہ حسنِ بے مثال ہے۔"

"میں اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ تمھاری زندگی میں ہمیشہ بے مثال لڑکیاں آتی ہیں اور وہ تمھارے لیے جان پر کھیلتی رہتی ہیں۔"

"اور تم نہیں کھیل سکتیں۔"

"میں بہت مجبور ہوں۔"

"ایسی کیا مجبوری ہے کیا تم میرے بیٹے کو اس طرح میرے حوالے نہیں کر سکتیں کہ میں چپ چاپ اسے لے کر یہاں سے نکل جاؤں۔"

اس نے حیرانی سے مجھے دیکھا ــــ پھر کہا: "فرہاد! کیا تم اس جزیرے سے نکل جانا اتنا آسان سمجھتے ہو اور وہ بھی ایک نوزائدہ بچے کو لے کر۔ نہیں، یہ ناممکن ہے۔ یہاں بڑا سخت پہرہ ہے۔"

"میں سب جانتا ہوں لیکن تم اتنا تو کر سکتی ہو کہ میرے بچے کو دشمنوں سے محفوظ رکھو۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔ تمھارا بچہ میری گود میں ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"فرض کرو کوئی نقصان پہنچائے تو تم کیا کرو گی۔ کیا میں توقع رکھوں کہ تم مجھے اطلاع دو گی۔"

وہ ذرا دیر تک سوچتی رہی۔ پھر بولی: "اگر اسے کوئی نقصان پہنچانے کی بات ہوئی تو میں تمھیں اطلاع دوں گی۔ یہ تھوڑی سی غداری ہے، مگر میں مطمئن ہوں کہ بچے کو تمھاری تحویل میں جانے نہیں دوں گی۔ اور نہ ہی اس کا موقع دوں گی کہ تم میرے آقاؤں کو دھوکہ دے کر یہاں سے لے سکو۔"

"اتنا ہی کافی ہے، تم میرے کام نہیں آ سکتیں۔ کوئی بات نہیں۔ میرے بچے کے کام آتی رہو۔ یہی میرے کام آنا ہوا۔"

"اچھا اب میں اپنے دماغ کے دروازے بند کرتی ہوں۔"

میں نے کہا: "میں بھی چند لمحے تک ذرا چپ رہوں گا۔ خیال خوانی کے بعد یہ میری عادت ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے بہروپیے کو وہ ساری باتیں سنا دیں جو سوچ کے ذریعے اس سے ہوتی رہی تھیں۔ پھر بہروپیے نے اس سے پوچھا۔ "میرا بیٹا اس وقت کہاں ہے؟"

"وہ اپنی ماں کے پاس ہے۔ دونوں کنیز منجالی اور عباسی وہاں موجود ہیں۔"

بہروپیے نے پھر سوال کیا: "کیا مسٹر پرائمز والٹر بھی تم لوگوں کی طرح یوگا میں مہارت رکھتے ہیں یا کیا میں ان کے دماغ تک نہیں پہنچ سکوں گا؟"

"بے شک تم ان کی سوچ پڑھ سکو گے۔ وہ ہماری طرح اپنے دماغ کی حفاظت نہیں کر سکیں گے۔"

"وہ مجھ سے ملاقات کرنے کا خطرہ کیسے مول لے رہے ہیں؟"

"کوئی تو ایسا شخص ہونا چاہیے جو تمھارے شایانِ شان طریقے سے تم سے معاملات طے کر سکے اور ہر معاملے پر تفصیل سے گفتگو کر سکے۔ مسٹر پرائمز والٹر بہت ہی ذہین، تجربے کار سیاستداں اور شاطر ہیں۔ میرا خیال ہے۔ مجھے اب چلنا چاہیے۔ مرجانہ آتی ہی ہوگی۔"

بہروپیا اس کا ہاتھ تھام کر دروازے تک جانے لگا۔ "آج رات جب مسٹر والٹر واپس چلے جائیں گے تو میں تمھارے کمرے میں آؤں گی۔"

بہروپیا کوئی بہانہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس کی زبان سے کہا: "یو آر موسٹ ویلکم۔ میری آنکھیں تمھارے انتظار میں صبح تک کھلی رہیں گی اور یہ دروازہ بھی ــــ"

یہ کہتے ہوئے بہروپیے نے دروازے کو کھول دیا۔ وہ چلا گیا۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے پوچھا: "فرہاد! تم نے یہ آپ نے مجھے روزا کے ساتھ کیوں پھنسا دیا ہے۔ یہ رات کو میرے پاس آئے گی۔"

"یہ بہت ضروری ہے۔ یہ سمجھو کہ یہ یہاں رہے گی تو میرا ایجنٹ بھی اور منجالی کے پاس رہے گا۔ بچے کے آس پاس جو حفاظتی انتظامات ہیں ہم انھیں اسی طرح کمزور بنا سکتے ہیں۔"

میں ذرا دیر کے لیے موٹر بوٹ میں دماغی طور پر محو ہو گیا۔ چاروں طرف رات کی گہری تاریکی تھی۔ موٹر بوٹ اندھیرے میں تیرتی ہوئی سے بڑھتی جا رہی تھی۔ ٹارچ کے ذریعے قطب نما کو دیکھ کر سمت کا تعین کیا جا رہا تھا۔ سونیا اور دونوں جوڑوں سے آہستہ آہستہ باتیں کر رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک پُرسکون بیٹھا رہا۔ سونیا نے مجھے متوجہ دیکھ کر پوچھا: "وہاں کیا حالات ہیں؟"

"تھوڑی دیر بعد بہروپیے فرہاد سے پرائمز والٹر کی ملاقات ہونے والی ہے۔ والٹر کے جانے کے بعد روزا ثرات کو بہروپیے کے کمرے میں جائے گی۔ بچہ منجالی کی حفاظت میں رہے گا۔ ہمارے لیے بہترین موقع ہے۔ اس سے پہلے کہ پرائمز والٹر اپنے ہیلی کاپٹر میں واپس جائے۔ ہمیں وہاں پہنچ جانا چاہیے۔ دیکھیں، اب کتنی دیر لگتی ہے۔"

نمبر اڑتیس نے کہا: "اب ہم جزیرے کے قریب پہنچنے ہی والے ہیں۔ کیوں نہ انجن کو بند کر دیں، اس کی آواز دور تک جاتی ہے۔"

"تم جو مناسب سمجھتے ہو کرو۔ میں والٹر سے ملاقات کر کے آتا ہوں۔"

انھوں نے موٹر بوٹ کے انجن کو بند کر دیا۔ پھر تیراکی کا بیاں اور گیس سلنڈر وغیرہ نکالنے لگے۔ میں بہروپیے کے پاس آ گیا۔ اس وقت وہ مرجانہ کے ساتھ عمارت کے ایک حصے سے گزر رہا تھا۔ ایک بڑے سے ڈائننگ روم میں داخل ہوا۔ وہاں چار مسلح جوان تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ وہ کھانے کی میز کے اطراف فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے۔ میز کے ایک سرے پر افتادہ حصے میں ایک دوسرا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ بہروپیے کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا: "آپا، مسٹر فرہاد علی تیمور، آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

بہروپیے نے اس سے مصافحہ کرتے وقت کسی گرمجوشی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ مصافحہ کرنے والے نے کہا: "معلوم ہوتا ہے مجھے دیکھتے ہی آپ نے میرے خیالات پڑھ لیے ہیں اور آپ کو معلوم ہو گیا ہے کہ میں پرائمز والٹر نہیں ہوں۔ آپ بڑی بے دلی سے مصافحہ کر رہے ہیں۔"

بہروپیے نے کہا: "مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ میرے سامنے کون ہے؟ میں تو یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آخر یہاں مجھ سے کس قسم کی باتیں ہوتی ہیں اور میرے ساتھ کیسا رویہ اختیار کیا جائے۔"

"ہم دوست ہیں۔ ہماری ہر ممکن کوشش یہی ہوگی کہ آپ سے دوستانہ رویہ رکھیں۔"

دوستی صرف ایک صورت میں ہوگی۔ میں اپنے مٹے کو جزیرے سے لے کر باہر جاؤں پھر کسی اور ملک میں بیٹھ کر ہمارے درمیان دوستی کا معاہدہ شاید ہو سکتا ہے۔"

"آپ گفتگو میں بڑے محتاط ہیں۔ دوستی کے معاہدے کے سلسلے میں لفظ شاید استعمال کر رہے ہیں۔ آئیے، تشریف لائیے کھانے کے دوران باتیں ہوتی رہیں گی۔"

وہ آگے بڑھ کر کھانے کی میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ میں بہروپیے کے تیز دماغ کی سوچ ٹٹولنے لگا۔ پتہ چلا، اس کا نام ڈینیلے ہے اور وہ پرائمز والٹر کا اسسٹنٹ ہے۔ والٹر بھی اپنی ایک لیڈی سیکریٹری کے ساتھ آیا ہے لیکن دوسرے کمرے میں بیٹھا ہوا ہے۔ ڈائننگ ٹیبل کے اوپر چھت پر ایک مانیٹر لٹک رہا تھا۔ یقیناً ان کی گفتگو دوسرے کمرے میں سنی جا رہی تھی۔

ڈینیلے نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا: "انسان اپنی پیدائش کے وقت اپنے ماحول اپنے نظریات اور اپنے عقائد کا پابند ہوتا ہے۔ کسی دوسرے نظریات اور عقائد کو تسلیم نہیں کرتا اور کرنا بھی نہیں چاہیے۔ ہم یہودی ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ دوسرے مذہب والے ہمارا مذہب اختیار کریں لیکن ایک سماجی زندگی گزارنے کے لیے بین الاقوامی برادری کا رشتہ قائم کرنے کے لیے ایک دوسرے کو سمجھنا اور ایک دوسرے کی کمزوریاں، خامیاں دور کرنا ہم سب کا فرض ہے۔"

بہروپیے نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "بے شک، نیک نیتی سے یہ کوشش کی جائے کہ عالمی برادری مستحکم ہو اور اختلافات کم سے کم ہوتے جائیں تو اس سے بہتر انسانی خدمت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔"

"فرہاد صاحب! اسی لیے ہم آپ کا تعاون چاہتے ہیں۔ علوم، رسومیات، ہماری باتوں کو سمجھ رہی ہیں۔ ہمارے لیے دوستی کے نیک جذبات رکھتی ہیں۔ اگر آپ بھی ہمارے ساتھ ــــ"

بہروپیے نے بات کاٹ کر کہا: "آپ کس قسم کا تعاون چاہتے ہیں؟ کیا میں فلسطین پر آپ لوگوں کے قبضے کو جائز تسلیم کر لوں؟ اور فلسطینی عوام کی ہجرت، بے سروسامانی اور بے وطنی پر خاموش رہوں؟"

اس نے مسکرا کر کہا: "آپ خاموش نہ رہیں۔ بولتے رہیں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کتنے ہی اسلامی ممالک بول رہے ہیں۔ چیخ رہے ہیں۔ کتنے ہی بڑے ممالک ان چیخنے والوں کی حمایت میں کچھ نہ کچھ کہہ رہے ہیں لیکن یہ سائنٹک ورلڈ ہمارے خلاف کوئی فیصلہ نہیں سنا سکتے۔ ہمارے سامنے اقوامِ متحدہ بھی بے بس ہے۔"

"جب آپ لوگ اتنے طاقتور ہیں اور وسیع ذرائع کے مالک ہیں تو مجھ سے دوستی کی کیا ضرورت ہے؟ میری کیا حیثیت ہے؟"

"ہم صرف فرہاد علی تیمور کو ہی نہیں، ایک معمولی آدمی کو بھی اپنا دوست، اپنا بھائی بنانا چاہتے ہیں۔ ہم سمجھانا چاہتے ہیں، لوگو! سوچو، سمجھو کہ ہم نے اتنی طاقت کیسے حاصل کی۔ ہم بھی تمھاری طرح انسان ہی تھے۔ بھی ایک قوم ہو تو ہم بھی ایک قوم ہیں، بکھرا اتحاد کس میں ہے؟ تم میں ہے یا ہم میں ہے؟ آج ہم ساری دنیا میں متحد اور منظم ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ہمارے اصول ٹھوس اور آزمودہ ہیں۔ اب بھی آزمائے جا رہے ہیں اور ثابت کیے جا رہے ہیں۔ ہم جس زمین پر قدم رکھ دیتے ہیں، وہاں ہمارے پاؤں جم جاتے ہیں۔ کوئی ہمیں اکھاڑ نہیں سکتا۔ اس لیے کہ اکھاڑنے والے ہمارے سامنے اصولی طور پر بھی کمزور ہیں اور اتحاد، نظم و نسق کے لحاظ سے بھی کورے ہیں۔ فرہاد صاحب! میرے کہنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم یہودی ساری دنیا فتح کرنے کے لیے آپ کا تعاون حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہرگز نہیں، دنیا کو فتح کرنے کے لیے ہمارے پاس جدید ترین ہتھیار اور فوجی ساز و سامان ہے۔ دنیا کی بڑی اور اہم تجارتیں ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے پریس ہمارے اشاروں پر خبریں شائع کرتے ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں لاٹھی ہے اس لیے دنیا کی ساری بھینسیں ہماری ہیں۔"

بہروپیا خاموشی سے کہتا رہا۔ ڈینیلے نے کہا: "تم آپ سے صرف انسانی برادری کی بنیاد پر تعاون چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اسلامی ممالک میں اور خصوصاً پاکستان میں لوگوں کو سمجھائیں کہ یہودی بُرے نہیں ہوتے۔ ہم بھی انسان ہیں۔ ہمارے اندر اچھائیاں بھی ہوتی ہیں۔ اگر برائیاں ہیں تو وہ کسی وقت ختم کی جا سکتی ہیں لیکن پوری یہودی قوم کو نیست و نابود کر دینے کا خواب دیکھنا، ایسا ہی ہے کہ خواب دیکھتے ہی رہ جائیں اور تعبیر کبھی سامنے نہ آئے۔"

بہروپیے نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "بے شک! میں اپنے

پاکستانی بھائیوں سے یہ کہوں گا کہ قائداعظم نے اتحاد، تنظیم کا جو درس ہمیں دیا تھا اس پر یہودی عمل کر رہے ہیں اور ہم بے عمل ہیں۔ میں اپنے تمام پاکستانی بھائیوں کے ساتھ مل کر یہ دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل دے، ذہانت دے لیکن یہودیوں والی مکاری نہ دے۔ تم مجھے اپنے نظریات کے پرچار کے لیے اور یہودیت کی تبلیغ کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہو۔ کیا تم لوگوں کو یقین ہے کہ میں راضی ہو جاؤں گا؟"

"آپ ہمیں غلط سمجھ رہے ہیں۔ ہم نہ تو اپنے نظریات کا پرچار چاہتے۔ نہ ہی یہودیت کو پھیلانا چاہتے ہیں۔ ہم صرف اچھائی کی تبلیغ چاہتے ہیں۔ ایک نیک جذبے کو، ایک اچھی بات کو دور دور تک پھیلانا سب سے بڑی نیکی ہے۔ ہم میں جو اچھائی ہے آپ اس کی تشہیر کریں۔"

"اور تم میں جو برائی ہے۔ کیا اسے چھپایا جائے؟"

"جو برائیاں یا کمزوریاں ہیں۔ اسے ہم خود دور کر لیں گے۔ ہم تو صرف اچھائیوں کی بات کر رہے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں کوئی تبلیغ نہیں ہوں۔ اور نہ ہی تمہاری تبلیغی جماعت کا رہنما بن سکتا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، ہم آپ کو مجبور نہیں کریں گے۔ آپ ہمارے دوست بن کر نہیں رہنا چاہتے نہ سہی، دشمن بن کر بھی نہ رہیں۔ آپ غیر جانبداری برت سکتے ہیں۔"

"اگر ہمارا کوئی نقصان نہ ہو تو شاید میں غیر جانبدار رہوں۔ کوئی میرے ملک میں اگر میرے ہاں کے خفیہ فائل کو چرانے کی کوشش کرے تو کیا میں غیر جانبدار رہوں گا؟ کبھی نہیں۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں۔ پاکستان میں کبھی کوئی تخریبی کارروائی نہیں کریں گے۔ نہ ہی ادھر کا رُخ کریں گے۔"

بہروپیے نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے۔ کرسی پر سیدھی طرح بیٹھتے ہوئے کہا: "شاید آپ کو یہ نہیں معلوم ہے کہ ہماری نظریاتی سرحدیں پاکستان سے شروع ہوتی ہیں اور فلسطین تک جاتی ہیں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا: "دیکھیے، اس طرح تو بحث جاری رہے گی اور صبح ہو جائے گی ہمیں مختصر الفاظ میں کسی بہتر نتیجے تک پہنچنا چاہیے۔ آپ دوستی کے لیے کوئی سیاسی بات درمیان میں نہ لائیں۔ فلسطین وغیرہ کا مسئلہ اقوام متحدہ پر چھوڑ دیں۔"

بہروپیے نے کہا: "اقوام متحدہ میں جو فیصلہ ہوگا، اسی کے مطابق آپ لوگوں سے دوستی یا دشمنی ہوگی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی آپ کسی طرح بھی دوستی پر آمادہ نہیں ہو سکتے؟"

"اگر میں صاف طور پر انکار کر دوں تو؟"

وہ ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کھانے کی پلیٹ کو اپنے آگے سے ذرا دور سرکاتے ہوئے پوچھا: "آپ نے یہ سوچا ہے کہ تم آپ کو اس جزیرے میں کیوں لے کر آئے ہیں؟"

"میں اپنی مرضی سے مرجانہ کے ساتھ آیا ہوں۔"

"کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت ہی ناداں ہیں۔ بیچارے فرہاد علی تیمور کو اس جزیرے میں آنے کا موقع دیا گیا تاکہ اس کے قدم پڑتے ہیں وہاں کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ تم بچے کو یہاں سے لے جانے کے لیے ایسی چالیں چلو گے جو ہمارے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوں گی۔ ہمیں بعد میں پچھتاوا ہوگا کہ ہم تمہیں اس جزیرے میں کیوں لے آئے تھے یا تم خود چلے آئے اور ہم نے آنے کی اجازت کیوں دی؟"

بہروپیے نے کھانا ختم کرتے ہوئے پوچھا: "ہاں، یہ غور طلب سوال ہے۔ آپ لوگوں نے مجھے یہاں آنے کی اجازت کیوں دی؟"

وہ پھر ایک بار ہنستے ہوئے بولا: "ہمیں بچے کی طرف سے اطمینان ہے۔ اب وہ بچہ آپ کی گود میں نہیں آ سکے گا۔"

بہروپیے نے اپنے چاروں طرف دیکھا۔ چار مسلح جوان اسٹین گنیں لیے کھڑے ہوئے تھے ان اسٹین گنوں کا رُخ بہروپیے کی طرف تھا۔ اس نے پوچھا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ اب میں قیدی بنا لیا گیا ہوں؟"

"آپ جب چاہیں آزاد ہو سکتے ہیں۔ آپ کو اس کے لیے پابند کیا گیا ہے کہ آپ بچے تک نہ پہنچ سکیں۔ بچے کو ہم اپنی پارٹی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ وہ جزیرے سے چلا جائے گا۔ آپ اپنی وائف کے ساتھ یہاں آرام سے زندگی کے دن گزارتے رہیں۔ ہم آپ کے مشوروں پر غور کرتے رہیں گے۔"

میں نے بہروپیے سے کہا: "تم خاموشی سے ان کے قیدی بن جاؤ۔ میں بچے کے لیے جا رہا ہوں۔"

یہ تو میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا رسونتی اپنی حماقتوں کی وجہ سے پہلے خود قیدی بن گئی تھی۔ اب میں بھی جزیرے میں جاؤں گا تو قیدی بنا لیا جاؤں گا لیکن یہ نہیں سوچا تھا کہ بچے کو ہم سے دور کر دیا جائے گا، اسے کسی دوسری جگہ بھیج دیا جائے گا۔ یہ ان کی بڑی نکلا چال تھی۔

میں رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر روذا بچے کو اس کے پاس سے اٹھا کر لے جا رہی تھی۔ منجالی نے پوچھا: "بچہ آرام سے سو رہا ہے اسے کہاں لے جا رہی ہو؟" روذا نے کہا: "یہ میری ذمہ داری ہے میں سمجھتی ہوں کہ بچے کو کہاں لے جانا چاہیے اور کہاں سُلانا چاہیے۔"

میں نے روذا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی۔ دوسرے ہی لمحے پھر سانس چھوڑتے ہوئے پوچھا: "فرہاد تم ہو؟"

"ہاں، میری جان یہیں ہوں۔ یہ تمہارے پیار کی آزمائش کا وقت ہے۔ بتاؤ، بچے کو کہاں لے جا رہی ہو؟"

"فرہاد! میں اپنے آقاؤں کی وفادار ہوں۔ ان کے حکم کے مطابق اسے ہیلی کاپٹر کی طرف لے جا رہی ہوں۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم ان کے حکم کی تعمیل بھی کرو اور میری محبت کا ثبوت بھی دو۔"

اس نے پوچھا: "وہ کیسے؟"

"منجالی کو اپنے ساتھ لے چلو۔ تم اپنا فرض ادا کرو میں منجالی کے ذریعے اپنا کام کروں گا۔"

"منجالی بھی اپنے دماغ میں اجنبی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہے۔ وہ تمہیں اپنے دماغ میں جگہ نہ دے گی۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں اسے کنٹرول کر لوں گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا منجالی سے کوئی رابطہ پہلے بھی رہا ہے؟"

"یہ باتیں جاننے دو۔ تم میرے کام آنا چاہتی ہو یا نہیں؟"

"مجھے افسوس ہے۔ میں اپنے آقاؤں سے غداری نہیں کروں گی۔ میں جا رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیے۔ میں نے منجالی کے پاس پہنچ کر اسے بتایا کہ روذا بچے کو ہیلی کاپٹر کی طرف لے جا رہی ہے۔ وہ لوگ اسے جزیرے سے باہر لے جا رہے ہیں۔

منجالی ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ دوڑتی ہوئی روذا کی طرف گئی لیکن اس وقت تک روذا دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔ وہاں کھڑے ہوئے دو مسلح جوانوں نے دروازے کو ایک زوردار آواز کے ساتھ بند کر دیا اور اسے باہر سے لاک کر دیا۔ منجالی دروازہ پیٹنا چاہتی تھی میں نے منع کر دیا: "صبر سے کام لو میں کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں عمباسی کے پاس پہنچا۔ وہ ایک کمرے میں تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے کمرے سے نکلنا چاہا تو پتا چلا کہ اسکے کمرے کا دروازہ بھی باہر سے بند ہے۔ میں فوراً ہی ساریکا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ پہلے تو اس نے اپنی سانس روک لیں پھر دوسری بار گہری سانس لیتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد! مجھے معلوم ہے۔ آپ اس وقت میرے پاس کس لیے آئے ہیں میں آپ کی مدد نہیں کر سکوں گی میں اپنے آقاؤں کی وفادار ہوں۔"

"ساریکا! تم ہندوستانی ہو اور رسونتی تمہارے دیس کی رہنے والی ہے۔ تمہیں اس سے محبت ہونا چاہیے۔ تمہیں اس کے کام آنا چاہیے۔"

"میں رسونتی کی دشمن نہیں ہوں۔ بچہ جہاں بھی لے جایا جا رہا ہے۔ وہاں حفاظت سے رہے گا۔ ایک دن رسونتی کو مل جائے گا۔ آپ بچے کو پانا چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر چاہتے ہیں تو میرے آقاؤں کی باتوں کو تسلیم کر لیجیے۔ بس اب جائیے۔ میں اپنے دماغ کے دروازے بند کر رہی ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے باہر آ گئیں۔ میں ایک دم سے تڑپ گیا۔ مجھے اپنے بچے کی حفاظت کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ تمام دروازے بند کیے جا چکے تھے۔ تمام راستے مسدود ہو چکے تھے۔ میں دونوں مٹھیاں بھینچے، دانت پر دانت جمائے بیٹھا تھا۔ اچانک سونیا نے جھنجوڑ کر پوچھا: "فرہاد کیا ہو گیا ہے؟ تم اس طرح کیوں کانپ رہے ہو؟ مٹھیاں کیوں بھینچ لی ہیں؟"

میں نے آنکھیں کھول کر کہا: "غضب ہو گیا۔ وہ لوگ میرے بچے کو جزیرے سے کسی دوسری جگہ لے جا رہے ہیں۔ بہروپیے کو فرہاد سمجھ رہے ہیں اس لیے اسے اور رسونتی کو جزیرے میں چھوڑ رہے ہیں۔"

پھر دوسرے ہی لمحے میں نے چونک کر کہا: "ذرا ٹھہرو۔ میں ڈینیلے کو ٹریپ کر کے دیکھتا ہوں۔"

میں ڈینیلے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بہروپیے سے کہہ رہا تھا: "مسٹر فرہاد! آپ تو بالکل گم صُم بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیا خیالوں میں مصروف ہیں بھئی، میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔ مجھے مخاطب کریں اور میرے ذریعے اپنے بچے تک پہنچنے کی کوشش کریں۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا پھر ہنستے ہوئے کہنے لگا: "لیکن یہ چاروں محافظ گنگے اور بہرے ہیں۔ آپ میرے دماغ پر قابض ہو کر مجھے بچے کی طرف روانہ کریں گے تو یہ مجھے جانے نہیں دیں گے۔ میں جانا چاہوں گا تو مجھے گولی مار دیں گے۔ یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لیں۔ میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آیا ہوں۔ اپنے آقاؤں کا وفادار ہوں۔ ان کے لیے جان دے سکتا ہوں۔"

بہروپیے نے مجھ سے کہا: "فرہاد! کیا آپ میرے ایک مشورے پر عمل کریں گے؟"

"ضرور عمل کروں گا۔ بولو!"

"آپ اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کریں۔ وہ ہمارے بارے میں جاننے کے لیے بہت بے چین ہوں گی۔"

"اعلیٰ بی بی سے کس طرح رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ آپ نیروبی کے چور سے رابطہ قائم کریں وہ آپ کو اعلیٰ بی بی کا کیسٹ سنائے گا۔"

میں نے اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچا۔ عجب ہے۔ اتنی سی بات میری سمجھ میں پہلے نہیں آئی۔ اگر یہ معلوم ہو تو میں کیسٹ کے ذریعے اعلیٰ بی بی کی آواز سن سکتا ہوں تو میں بہت پہلے ہی اس آواز کو سننے کا مطالبہ کرتا۔ سونیا نے پوچھا: "تم کچھ سوچ رہے ہو؟"

"غوطہ خوری سے پہلے میں اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرنا چاہتا

ہوں۔ ذرا ٹھہرو اور میرا انتظار کرو۔"

میں نے نیروبی کے چور سے رابطہ قائم کیا اور اپنا مطالبہ پیش کیا۔ اس نے کہا: "ذرا ایک منٹ انتظار کریں۔ میں ابھی ان کی آواز کا کیسٹ سناتا ہوں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا تمہیں اس بات کی اجازت ہے کہ تم اعلیٰ بی بی کی آواز مجھ تک پہنچاؤ اور میں ان کے دماغ تک پہنچ جاؤں؟"

"جی ہاں، ان کا حکم ہے۔ جب کبھی ایسی سچوایشن پیدا ہو جائے کہ آپ کے اور اعلیٰ بی بی کے درمیان رابطہ قائم کرنا نہایت ضروری ہو جائے تو مزدوران کی آواز آپ تک پہنچائی جائے، پلیز، ویٹ اے منٹ۔"

میں انتظار کرنے لگا۔ وہ اعلیٰ بی بی جو بہت پُراسرار بنی ہوئی تھی وہ اب میری ٹیلی پیتھی کی زد میں آنے والی تھی۔ یوں تو میری زندگی میں بہت سے لوگ پُراسرار بنتے رہے اور میں انھیں بے نقاب کرتا رہا لیکن اعلیٰ بی بی ان سب سے الگ اور منفرد تھی۔ کیونکہ وہ دشمنوں کی طرح پُراسرار نہیں تھی۔ شاید مصلحت سے دور رہنے پر مجبور تھی، اور اب وہ دوری ختم ہونے والی تھی۔

اس چور نے کیسٹ کو ایک ریکارڈر میں سیٹ کرنے کے بعد پوچھا: "فرہاد صاحب! آپ موجود ہیں؟"

"ہاں، سناؤ۔"

اس نے ریکارڈر کو آن کر دیا۔ چند سیکنڈ تک خاموشی رہی۔ پھر بہت ہی مترنم، رس بھری آواز سنائی دی: "ہیلو فرہاد! میں بول رہی ہوں اور تم سن رہے ہو؟ اگر نہیں پہچان رہے ہو تو میری آواز نہ سنو۔ میں خاموش ہو جاتی ہوں۔ اتنا ہی کافی ہے تم میرے دماغ تک پہنچ سکتے ہو مگر پہنچنے سے پہلے مجھے پہچان لینا میں تمہاری ہوں۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کی ابتدا سے تمہاری ہوں۔"

اس کے بعد آواز ختم ہو گئی۔ وہ چپ ہو گئی تھی۔ کیسٹ خاموش ہو گیا تھا۔ میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ میں اس آواز کو، اس لب و لہجے کو پہچان رہا تھا۔ اسے پہچاننے میں غلطی بھی ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ایک طویل عرصہ گزر چکا تھا لیکن اس نے آخر میں یہ کہا تھا کہ میری ٹیلی پیتھی کی ابتدا سے وہ میری ہے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ سامی ہے۔

سامی اور اعلیٰ بی بی؟

مگر کیسے؟ اعلیٰ بی بی، سامی کیسے بن گئی؟ یا سامی اعلیٰ بی بی کیسے بن گئی؟

ان سوالوں کا جواب فوراً ہی سمجھ میں آ گیا۔ سامی ہی اعلیٰ بی بی تھی اور اس اعلیٰ بی بی نے اپنے بدن کا خون نکال کر ایک بوتل میں بھونددچمار کے حوالے کیا تھا تاکہ وہ چمکیلی بلّی اس کے خون سے غسل کرے۔ اپنے جادوئی عمل کی تکمیل کرے اور انسانی روپ میں واپس آنے کے بعد اعلیٰ بی بی کی چالبازی سے بے موت ماری جائے۔

بہرحال اعلیٰ بی بی نے اپنی ذہانت یا چالبازی سے اس کالے جادو کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تھا۔

اس وقت میری عجیب حالت تھی۔ میں بڑے اضطراب میں مبتلا تھا۔ ایک طرف فکر تھی، اندیشہ تھا۔ دشمن میرے بچے کو اتنی دور لے جانے کے درپے ہو سکتا۔ ادھر یہ اہم انکشاف ہوا تھا کہ اعلیٰ بی بی میری سامی ہے۔ میری سوچ کی لہریں تڑپ کر سامی کی طرف پرواز کرنے لگیں۔

میں اس کے دماغ میں پہنچا، پھر باہر نکل آیا۔ کیونکہ اسی لمحے اس نے سانس روک لی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ بابا فرید واٹسی نے اسے بھی اپنی طرح یوگا کا آرٹ سکھایا تھا۔ بہرحال پھر میں نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو راستہ مل گیا۔ اس کی دھنواز سوچ نے کہا: "ہائے فرہاد! یہ تم ہو اگر تم ہو تو خوش آمدید میرے محبوب!"

"ہاں، سامی، میں ہوں فرہاد۔ تمہارا فرہاد۔۔۔"

"اچھا۔ ہماری باتیں تو ابھی بہت سی ہوں گی۔ پہلے میرے پاس کی آوازیں سنو۔"

میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر سننے لگا۔ سب سے پہلے بچے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ سامی، اسے دونوں ہاتھوں میں لے کر پچکار رہی تھی۔ چوم رہی تھی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیا؟ یہ کس کا بچہ ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "اگر میں کہوں فرہاد کا بچہ تو یہ چاند بھری نوک جھوک ہو گی اور تم جواب میں کھو گے۔ سامی کی۔ ویسے یہ حقیقتاً ہم سب کا بچہ ہے۔ تمہارا بیٹا ہے اور میری گود میں ہے۔"

یہ تو اور زیادہ چونکا دینے والا انکشاف تھا جس بیٹے کے لیے میں پریشان ہو رہا تھا۔ وہ سامی عرف اعلیٰ بی بی کی گود میں پہنچ گیا تھا۔

ٹھیک ہے کہ میرا بیٹا اس کی گود میں پہنچ گیا تھا لیکن وہ میرے بیٹے تک کیسے پہنچ گئی تھی؟

ہی لمحے میری حیرانی دور ہو گئی۔ سامی عرف دوسرے اعلیٰ بی بی نے بچے کو چوم کر کہا: "میں مسٹر رابرٹ والٹر کی سکریٹری سولیٹا ہوں۔ جب تک تم جزیرے پر نہیں پہنچ گئے میں پرائیوٹ والٹر کو یہاں سے جانے کا موقع نہیں دوں گی۔ تم جلد سے جلد یہاں پہنچنے کی کوشش کرو۔"

میں نے موٹر بوٹ میں دمامنی طور پر حاضر ہو کر سونیا سے کہا:

ایک چونکا دینے والی بات سنو۔ اعلیٰ بی بی جزیرہ الدبرا میں موجود ہے۔"

"کیا؟" سونیا کے ساتھ دونوں چوروں نے بھی حیرانی کا اظہار کیا اور مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

میں نے سونیا کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا: "اور کچھ سنو گی۔ وہ اعلیٰ بی بی ہماری سامی ہے۔ گمشدہ سامی۔۔۔"

سونیا نے بے یقینی سے انکار میں سر ہلا کر کہا: "نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا تم کوئی طلسمی کہانی سنا رہے ہو؟"

"ہاں، جب سامی پہلی بار میری زندگی میں آئی تھی تو طلسم ہوشربا کے ساتھ آئی تھی اور کچھ عرصہ پہلے تک بھی وہ کالے جادو کے زیر اثر تھی۔ اس کالے جادو کا توڑ کر کے سامی بلی سے اعلیٰ بی بی کیسے بن گئی، یہ معلوم کرنے کی ابھی فرصت نہیں ہے۔ ہمیں جلد از جلد جزیرے میں پہنچنا ہے۔ وہاں پہنچنے کے بعد اعلیٰ بی بی سے ملاقات ہو گی۔ تبھی اس راز سے پردہ اٹھ سکے گا۔"

ہم نے تیراکی کے لباس پہن کر ایک دوسرے کی پشت پر گیس سلنڈر باندھے اور چہروں پر واٹر پروف ماسک چڑھا لیے۔ اس ماسک سے گیس پائپ کی نلکی منسلک تھی جس کے ذریعے ہم پانی کے اندر سانس لے سکتے تھے۔ موٹر بوٹ چھوڑنے سے پہلے میں نے سامی سے کہا: "اب ہمارا زیر آب سفر شروع ہو رہا ہے۔ اگر تمہارے چور نے ہماری صحیح رہنمائی کی تو ہم جلد ہی اس جزیرے میں پہنچ جائیں گے۔"

اس وقت میرا بیٹا پارس سامی کی گود میں نہیں تھا۔ ڈاکٹر روز افیڈر سے لیے دودھ پلا رہی تھی۔ مجھے ایک مرد کی آواز سنائی دی: "وہ سامی سے کہہ رہا تھا: مس سلوانا، تمہارا کیا خیال ہے، کیا فرہاد ہم سے دوستی پر آمادہ ہو جائے گا؟"

سامی نے جواب دیا: "میں سمجھتی ہوں۔ اُسے آمادہ ہونا پڑے گا۔ آپ بڑی ذہانت سے اُسے گرفت میں لیا ہے۔ وہ اس جزیرے سے باہر نہیں جا سکتا۔ جزیرہ تو دور کی بات ہے، جس کمرے میں ہے اس کمرے سے نہیں نکل سکتا۔ چاروں طرف ایٹمین گنیں موجود ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے سوچ کے ذریعے مجھ سے پوچھا: "فرہاد تم مسٹر پرائز والٹر کے لب و لہجے کو نوٹ کر رہے ہو؟"

"ہاں اب میں کسی وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں۔ فی الحال زیر آب جا رہا ہوں۔ جزیرے میں پہنچ کر ہی تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں دمامنی طور پر موٹر بوٹ میں حاضر ہو گیا سب سے پہلے چور نمبر چھتیس نے موٹر بوٹ سے اتر کر پانی میں ڈبکی لگائی اس کے بعد سونیا نے موٹر بوٹ کو چھوڑا۔ آخر میں میں نے غوطہ لگایا۔ ہمارا چوتھا ساتھی یعنی چور نمبر اڑتیس موٹر بوٹ میں رہا۔ اسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ صبح ہونے تک وہیں سمندر میں ہمارا انتظار کرے۔ اگر ہم واپس نہ آئے اور دن کی روشنی میں اسے دیکھ لیے جانے کا اندیشہ ہو تو وہ موت کے جزیرے کی طرف واپس چلا جائے۔"

ہم سمندر کی پُراسرار اجنبی دنیا میں پہنچ گئے۔ وہ دنیا ہماری دنیا سے مختلف تھی۔ ہمارے دونوں پاؤں مسلسل چپوؤں کی طرح حرکت کر رہے تھے اور ہاتھوں میں ایرو گن تھیں۔ اس کے علاوہ واٹر پروف بیگ میں ایسے ہتھیار بھی تھے جو خشکی پر استعمال کیے جا سکتے تھے۔ زیر آب استعمال ہونے والے اور دوسرے ہتھیار ہمارے بیلٹ سے منسلک تھے۔ ہماری پیشانیوں پر ایک ایک بڑی قوت کی ٹارچ بندھی ہوئی تھی۔ جو آگے کا راستہ دکھا رہی تھی۔

ویسے پانی کے اندر راستہ کہاں دکھائی دیتا ہے راستہ بنانا پڑتا ہے اور ہماری رہنمائی کرنے والا چور جانتا تھا کہ ہمیں کس سمت جانا ہے۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ ٹارچ کی روشنی میں ہمیں مچھلیاں، دوسرے آبی جانور، سمندری جھاڑیاں اور عجیب و غریب پودے نظر آ جاتے تھے۔ ہم ان کے درمیان سے گزرتے رہے۔ وہ ایک طویل اور تھکا دینے والا سفر تھا۔ کافی فاصلے کے بعد ہمیں کالی زندہ چٹانیں نظر آئیں گی۔ ہماری رہنمائی کرنے والے چور نے بتایا تھا کہ ساحل کے قریب ہمیں کالی زندہ چٹانوں کے نظر آتے ہی ہم سمندر کی سطح پر پہنچنے کے لیے اوپر اٹھنے لگیں گے اس وقت ہم اس کی رہنمائی میں اوپر کی جانب تیر رہے تھے۔ زیر آب سمندر پرسکون تھا۔ رفتہ رفتہ ہمیں لہروں کی تیزی اور تندی کا احساس ہونے لگا۔ اکھڑی ہوئی جھاڑیاں اور پودے ہمارے ساتھ ساتھ تیرتے ہوئے ہم سے لپٹنے لگے۔ پھر کچھ کچھ طور ریت نظر آنے لگی۔

اسی وقت ہمارے آگے جانے والے چور نے اپنی ہیڈ لائٹ بجھا دی۔ ہم نے بھی اس کی تقلید کی۔ اب اندھیرا چھا گیا لیکن اس کے ساتھ ہی ہمارے پاؤں ریت پر پڑنے لگے۔ نہ زور لہریں ہمیں بہا کر آگے کی طرف لے جانے لگیں۔ چور نے ہمیں اشارا کیا۔ اس اشارے کا مطلب یہ تھا کہ ہم اپنے قدم ریت پر جمائے رکھیں۔ اس لیے کہ لہریں اب واپس جائیں گی۔

اور ایسا ہی ہوا جب لہریں واپس جانے لگیں تو ہمارے پاؤں اکھڑنے لگے۔ سونیا نے مجھے اور میں نے اُسے مضبوطی سے تھام لیا۔ چند سیکنڈ کی بات تھی۔ پھر لہریں ہمیں آگے کی طرف دھکیلنے لگیں۔ تب ہم سمندر کی سطح پر ابھر آئے۔

اندھیری رات میں پہلے تو کچھ نظر نہیں آیا۔ آنکھیں میں آگیا تھا کہ کسی ساحل پر پہنچ گئے ہیں ہم تھوڑی دور دوڑتے ہوئے آگے کی طرف گئے پھر ریت برابر سی جگہ گر پڑے جہاں سمندر کی لہریں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ میں نے سونیا کے چہرے سے ماسک کھولا۔

چور نے مجھے ماسک سے نجات دلائی۔ ہم نے خود کو گیس سلنڈر وغیرہ سے آزاد کیا اور کھلی فضا میں سانس لیتے ہوئے ریت پر چاروں شانے چت لیٹ گئے۔

میں تھوڑی دیر تک تازہ ہوا میں سانس لیتا رہا۔ اس کے بعد پرائمز والٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک کمرے میں بیٹھا ہوا مرجانہ سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی: "میں فرہاد سے دور نہیں رہ سکتی۔ آپ مجھے اس کے پاس جانے سے کیوں روک رہے ہیں؟"

پرائمز والٹر نے ذرا سخت لہجے میں کہا: "مرجانہ! تم ہماری وفادار ہو۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ جو حکم دیا جاتا ہے۔ اس پر ہر حال میں عمل کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد کسی سوال کی گنجائش نہیں رہتی۔ میں تمہارے سوال کے جواب میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مصلحت ہے۔ فرہاد تین بجے تک تنہا رہنا چاہتا ہے۔ وہ اس مسئلے پر غور کر رہا ہے کہ ہم سے سمجھوتہ کرے گا یا نہیں۔"

مرجانہ نے کہا: "میں اس سلسلے میں آپ کی مدد کر سکتی ہوں۔ وہ اگر اس مسئلے پر غور کر رہا ہے تو میں اسے زیادہ سے زیادہ آپ لوگوں کی طرف مائل کروں گی۔ میں اسے اپنا ہم خیال بنانے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گی۔ مجھے اس کی تنہائی میں جانے سے مت روکیے۔"

پرائمز والٹر نے جواب نہیں دیا۔ اپنا پائپ سلگانے کے بہانے سوچنے لگا۔ "پتہ نہیں اس کمبخت فرہاد میں کیا بات ہے کہ یہ عورتیں اس پر اس قدر مرتی ہیں۔ ابھی ڈاکٹر روزا نے میرے آگے گڑگڑاتے ہوئے کہا تھا کہ وہ فرہاد کو ہماری طرف مائل کرے گی۔ اسے فرہاد سے تنہائی میں ملنے کا موقع دیا جائے۔ میں نے اسے موقع دیا ہے۔ یہ بات اگر مرجانہ کو معلوم ہو گئی تو یہ پھر لک جائے گی اور روزا کی ہڈیوں کا بھی سرمہ بنا دے گی۔ مصلحت کا تقاضا ہے کہ انہیں لڑائی جھگڑے سے دور رکھا جائے اور کوئی نیا مسئلہ پیدا نہ ہونے دیا جائے۔"

یہ سوچنے کے دوران اس نے پائپ سلگا کر ایک کش لیا اور دھواں چھوڑنے کے بعد کہا: "ہم رات کے دو بجے فرہاد سے پوچھیں گے کہ اس نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ اگر اس نے فیصلہ نہ کیا ہو گا یا ٹالنے کی کوشش کرے گا تو ہم دو بجے کے بعد تمہیں اس کے پاس بھیج دیں گے۔"

وہ خوش ہو گئی۔ پرائمز والٹر نے سوچا: "ٹھیک دو بجے ڈاکٹر روزا کو فرہاد کے پاس سے بلا لیا جائے گا اور مرجانہ کو وہاں بھیج دیا جائے گا۔ دیکھیں یہ عورتیں کیا کارنامہ انجام دیتی ہیں۔"

میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ڈاکٹر روزا بہروپیے فرہاد کے ساتھ کیا چال چل رہی ہے۔ وہ اسے کس طرح شیشے میں اتارنے کی کوشش کر رہی ہے۔ چنانچہ میں بہروپیے کے دماغ میں جا پہنچا مگر دوسرے ہی لمحے واپس آجانا پڑا۔ میرا وہاں رہنا مناسب نہیں تھا۔

میں پرائمز والٹر کے پاس پہنچا۔ وہ مرجانہ سے کہہ رہا تھا: "لیے تو فرہاد ہماری مٹھی میں ہے۔ کہیں نکل کر جا نہیں سکتا۔ اپنے بچے کی خاطر اُسے ہمارے آگے جھکنا ہی ہو گا لیکن میں چاہتا ہوں۔ تمام معاملات دوستانہ انداز میں طے ہو جائیں اور ہمیں اسے بچے کے ذریعے بلیک میل نہ کرنا پڑے تو زیادہ اچھا ہو گا۔"

"یعنی وہ نہ مانے تو انھیں بلیک میل کیا جائے گا۔ سمجھ نہیں آتا کیا جائے گا۔"

"جب ہم مجبور ہوں گے تو اُسے بھی مجبور کریں گے۔"

مرجانہ نے پریشان ہو کر کہا: "پھر تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ فرہاد مجھ سے نفرت کرنے لگیں گے کیونکہ میں ہی انھیں اس جزیرے میں لائی ہوں اور اپنی حجت کا واسطہ دے کر انھیں یقین دلایا تھا کہ یہاں دوستانہ انداز میں ان کا استقبال ہو گا اور بچہ ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔"

پرائمز والٹر نے کہا: "ہم کب انکار کر رہے ہیں۔ ہم تو خود چاہتے ہیں کہ وہ ہم سے دشمنی نہ رکھے۔ ہم اسے بہتر دوست اُسے کہیں نہیں مل سکتے۔"

میں نے سامی کے پاس پہنچ کر کہا: "میں جزیرے میں آگیا ہوں۔ میرے ساتھ سونیا اور چور نمبر چھتیس ہیں۔ میں نے ابھی پرائمز والٹر کے دماغ میں پہنچ کر اس کی گفتگو سنی ہے۔"

پھر میں نے مرجانہ اور اس کی گفتگو کا خلاصہ سامی کو سنا دیا۔ وہ بولی: "فرہاد! ذرا سوچو۔ عورتوں کے معاملے میں تم کتنے بدنام ہو چکے ہو۔"

"تم بات کو کہیں اور لے جا رہی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ مرجانہ سے روزا کی پٹائی کروا دی جائے۔ اسے جب معلوم ہو گا کہ وہ فرہاد کے کہنے میں ہے تو مرجانہ اسے چھوڑے گی نہیں۔"

سامی نے کہا: "اس سے فائدہ کیا ہو گا، ان دونوں میں جھگڑا ہو گا تو یہ یہودی آقا ان میں صلح کرا دیں گے۔"

"ہاں، ہو سکتا ہے کہ صلح کرا دیں لیکن مرجانہ کے دل میں یہ خلش پیدا ہو جائے گی کہ اس کے یہودی آقا دو طرفہ چالیں چل رہے ہیں۔ ایک طرف مجھے اس کا محبوب بنا رہے ہیں۔ دوسری طرف اس کے محبوب کے پاس دوسری عورتوں کو بھیج رہے ہیں۔ یہ دوغلی حرکات مرجانہ کو باغی بنا سکتی ہیں۔"

سامی نے کہا: "چلو، کوشش کر کے دیکھ لو۔ میں سمجھتی ہوں کہ برین واشنگ کے بعد مرجانہ پوری طرح یہودیت کو قبول کر چکی ہے۔ وہ ان سے شکایت تو کرے گی۔ مخالفت میں بولے گی بھی ضرور مگر بغاوت نہیں کرے گی۔ ویسے تمہاری یہ چال اس قول کے مطابق ہے کہ ہم اپنے سامنے کی دیوار کو گرا نہ سکیں تو کم از کم اس میں سوراخ تو کر سکتے ہیں۔"

ہم ریت پر سے اٹھ گئے۔ تیراکی کے لباس اتار کر ایک تھیلے میں بھر دیے اور اس تھیلے کو چھپانے کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے کے دوران میں نے سامی سے پوچھا: "تم جزیرے کی کس سمت میں ہو؟"

اس نے بتایا۔ یہ عمارت جزیرہ الدبرا کے مشرقی حصے میں ہے۔ تم ساحل کے ساتھ ساتھ مشرق کی سمت بڑھتے چلو جہاں بہت زیادہ ہریالی نظر آئے وہاں سے ساحل کو چھوڑ کر جزیرے کے اندرونی حصے میں داخل ہو جاؤ۔ چند میل سفر کے بعد تم لوگوں کو یہ عمارت نظر آجائے گی۔"

میں نے کہا: "تمہارے چور کے پاس قطب نما ہے ہم اس کے ذریعے اسی طرف بڑھتے ہیں لیکن ساحل کے ساتھ چلنے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں دشمنوں سے ٹکراؤ نہ ہو جائے ہماری معلومات کے مطابق جزیرے کے چاروں طرف سخت پہرہ ہے۔ اور شاید دو چار مشین گنیں بھی کہیں نصب ہیں۔ یہ تو ایک اتفاق ہے کہ ہم اس ویران ساحل پر پہنچے ہیں۔ آگے کیا ہو گا، پتہ نہیں۔"

"کسی سے ٹکراؤ نہ ہو تو بہتر ہے کیونکہ جزیرے کے چاروں طرف مورچے ہیں۔ وہاں ٹرانسمیٹر بھی موجود ہیں جن کے ذریعے بحری جہاز سے بھی رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے اور مسٹر پرائمز والٹر کے اسسٹنٹ مسٹر ڈبلیے سے بھی رابطہ قائم ہو سکتا ہے۔ ٹکراؤ ہوا تو انھیں پتہ چل جائے گا کہ جزیرے میں تین اجنبی داخل ہو چکے ہیں۔ تم پر تو شبہ نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ وہ اب تک نقلی فرہاد پر شک نہیں کر سکے ہیں۔ البتہ وہ سمجھ لیں گے کہ فرہاد کی تلاش میں سونیا یہاں آگئی ہے۔ یہ لوگ تمہیں برین کیسز سمجھتے ہیں تو سونیا کو دھماکہ خیز زلزلے سے کم نہیں سمجھتے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ جہاں جاتی ہے پاؤں تلے سے زمین سرکا دیتی ہے۔"

ہم نے ایک بہت بڑے درخت کے پاس پہنچ کر اوپر کی طرف دیکھا۔ وہ درخت بہت گھنا تھا۔ چور، ہمارے تیراکی کے لباس اور گیس سلنڈر وغیرہ وہاں چھپانے کے لیے اس درخت پر چڑھنے لگا۔ سونیا نے کچھ سوچ کر کہا: "سوئمنگ فرہاد کا گیس سلنڈر اور تیراکی کا لباس، دوسرے خیر ضروری سامان کے ساتھ یہاں چھپا دو۔ ہم دونوں کا تمام سامان ہمارے ساتھ ہی رہے گا۔"

میں نے پوچھا: "اس سے کیا حاصل ہو گا؟"

"میں چاہتی ہوں کہ اگر دشمنوں سے ٹکراؤ ہو تو ہم دونوں ان کا مقابلہ کریں اور تم کہیں دور چھپ جاؤ۔ یقیناً وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دیں گے کہ یہاں دو اجنبی آگئے ہیں اور شوخ حرکتیں کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا: "یقیناً تمام دشمنوں کا خیال تمہاری طرف جائے گا کیونکہ ان کے خیال میں صرف تم ہی جزیرے میں پہنچ سکتی ہو۔"

"ہاں، یہی میں سوچ رہی ہوں کہ اگر وہ نہ سمجھے تو میں کسی طرح خود کو ان پر ظاہر کر دوں۔ وہ نقلی فرہاد پر دباؤ ڈالیں گے کہ اگر وہ بچے کی سلامتی چاہتا ہے تو خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو ہتھیار پھینکنے پر مجبور کرے۔ میں ظاہر کر دوں گی کہ مجھ سے خیال خوانی کے ذریعے تمہارا رابطہ قائم ہو گیا ہے اور تم نے مجھے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا ہے۔ پھر میں اور نمبر چھتیس ہتھیار پھینک کر گرفتاری پیش کر دیں گے۔ وہ ہمیں گرفتار کر کے اسی عمارت کی طرف لے جائیں گے۔ اس طرح تم ان کے پیچھے بآسانی عمارت تک پہنچ سکتے ہو۔"

نمبر چھتیس نے کہا: "مادام! پلان تو بہت اچھا ہے لیکن ہمارے ہتھیار پھینکنے کے بعد دشمنوں نے ہمیں گولی مار دی تو کیا ہو گا؟ مجھے اپنی جان کی پروا نہیں ہے لیکن آپ کی زندگی بہت قیمتی ہے۔"

سونیا نے کہا: "اطمینان رکھو۔ وہ ہمیں گولی نہیں ماریں گے کیونکہ جب وہ نقلی فرہاد پر دباؤ ڈالیں گے تو وہ ان سے کہے گا کہ اگر سونیا کو بحفاظت اس عمارت تک پہنچایا جائے تو وہ ان سے دوستی کا معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔"

نمبر چھتیس نے قائل ہو کر کہا: "واقعی اس طرح تو ہم بڑی آسانی سے اس عمارت تک پہنچ سکتے ہیں۔"

میں نے خوش ہو کر بڑے فخر سے سونیا کو دیکھا اور اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا: "ابھی تھوڑی دیر پہلے سامی کہہ رہی تھی کہ تم پاؤں تلے سے زمین سرکا دیتی ہو۔ واقعی مکاری تمہاری رگ رگ میں بھری ہوئی ہے۔" پھر میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "اگر اس وقت نمبر چھتیس نہ ہوتا تو میں تمہیں جی بھر کر داد دیتا۔"

ہم آگے بڑھ گئے۔ میں نے چلتے ہوئے مرجانہ سے رابطہ قائم کیا۔ پہلے تو وہ ٹھٹھک گئی۔ پھر خوش ہو کر بولی: "فرہاد! تم ہو۔ کتنی دیر سے انتظار کر رہی ہوں۔ مجھے بھول ہی بیٹھے ہیں کب سے پرائمز والٹر سے کہہ رہی ہوں کہ مجھے تمہارے پاس جانے دیا جائے۔ مگر یہ میری بات نہیں مان رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا: "کیا تم پر اتنی پابندی ہے کہ تم اپنے دوستوں کی اجازت کے بغیر مجھ سے بھی نہیں مل سکتیں؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں چاہوں تو تیر کی طرح تمہارے کمرے میں آسکتی ہوں لیکن مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔ میرے یہ دوست بہت ہی اچھے بڑے مہربان ہیں۔ میں ان سے خواہ مخواہ مخالفت مول لینا نہیں چاہتی۔"

"یہ صرف تمہارا خیال ہے کہ یہ تم پر مہربان ہیں ورنہ یہ تمہیں بیوقوف بنا رہے ہیں۔ تمہیں کسی نہ کسی طرح دوسری جگہ مصروف رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ انھوں نے روزا کو میرے کمرے میں بھیج دیا ہے۔ وہ مجھے اپنی اداؤں کے جال میں پھانسنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

وہ ایک دم سے اچھل پڑی۔ اس کا مزاج عجیب تھا۔ جب

اس کی برین واشنگ نہیں کی گئی تھی۔ اس وقت وہ سونیا کے لیے دیوانی تھی۔ ایسی دیوانی کہ مجھے اپنا رقیب سمجھتی تھی اور سونیا کے قریب میرا سایہ تک برداشت نہیں کرتی تھی۔ اب یہ حال تھا کہ وہ میرے قریب کسی عورت کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ پہلے سونیا کو اپنی جاگیر سمجھتی تھی۔ اب مجھے اپنی ملکیت سمجھ رہی تھی۔

اس نے بے یقینی سے پوچھا: "فرہاد! کیا تم سچ کہہ رہے ہو کیا تم اپنے کمرے میں تنہا نہیں ہو۔ کیا واقعی روزا تمہارے ساتھ ہے؟"

"میری جان! میں تم سے کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ یقین نہ ہو تو خود آ کر دیکھ لو۔"

"مجھے اس لیے یقین نہیں آ رہا ہے کہ میں اُن کی وفادار ہوں اور میرا خیال ہے کہ یہ میرے ساتھ کوئی دھوکے بازی نہیں کر سکتے۔ میں ابھی آ کر دیکھتی ہوں۔"

اس وقت پرائز وائلڈ اس کے پاس نہیں تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے کہیں جا چکا تھا۔ مرجانہ کمرے میں تنہا تھی۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف لپکی تاکہ باہر نکل کر نقلی فرہاد کے کمرے میں پہنچ سکے۔ مگر دروازہ باہر سے بند تھا۔ اس نے زور زور سے گھونسے مار مار کر دروازہ پیٹتے ہوئے کہا: "دروازہ کھولو، یہ باہر سے کس نے بند کیا ہے؟"

دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ غصے میں اور زیادہ زور زور سے دروازہ پیٹتے ہوئے چیخنے لگی: "میں سب سمجھ گئی ہوں۔ مجھے اس کمرے میں قید کر دیا گیا ہے تاکہ روزا وہاں گلچھرے اڑاتی رہے۔ اگر اس لیڈی ڈاکٹر کی اتنی زیادہ اہمیت ہے تو مجھے یہاں سے جانے دو، میں تنظیم کے سربراہ سے شکایت کروں گی۔ مجھے دھوکہ دیا گیا ہے۔ مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے۔ میری وفاداری کا پاس نہیں رکھا گیا۔"

وہ چیخ رہی تھی اور دروازے کو پیٹ رہی تھی۔ وہ نہایت موٹی لکڑی کا مضبوط دروازہ تھا، ورنہ مرجانہ کی مُکّوں کو زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

میں نقلی فرہاد کے پاس پہنچ گیا۔ روزا بڑی عجلت میں اس سے رخصت ہو رہی تھی۔ ڈینیلے نے روزا سے کہا تھا کہ اسے فوراً نکل جانا چاہیے۔ مرجانہ ادھر آنے ہی والی ہے۔"

روزا نے تعجب سے پوچھا: "مرجانہ کو کیسے پتا چلا کہ میں یہاں ہوں؟"

جواب میں ڈینیلے نے نقلی فرہاد کی طرف دیکھا۔ اس نے میری ہدایت کے مطابق کہا: "میں نے مرجانہ کو خیال خوانی کے ذریعے بتایا ہے۔"

روزا نے پوچھا: "تم نے اسے کیوں بتایا؟ کیا تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے تھے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ میں مرجانہ سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔ اس لیے میں نے اسے بتایا تھا کہ میں تمہیں چاہتا ہوں۔ تم میں دلچسپی لیتا ہوں۔ تم سے محبت کرتا ہوں۔"

روزا خوش ہو گئی۔ بولی: "اچھا ابھی تو میں جا رہی ہوں پھر آؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ ادھر میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر کہا: "کیوں خواہ مخواہ دروازہ پیٹ پیٹ کر ہلکان ہو رہی ہو۔ تمہارے مہربان دوستوں نے روزا کو میرے کمرے سے نکال دیا ہے اور اب تمہارے کمرے کا دروازہ کھول دیں گے تاکہ تم یہاں آ کر دیکھو تو میرے کمرے میں کسی کو نہ پاؤ۔"

مرجانہ نے کچھ سوچ کر پوچھا: "فرہاد! تم کہیں مجھے بیوقوف تو نہیں بنا رہے ہو؟ کوئی چال تو نہیں چل رہے ہو تاکہ میں اپنے دوستوں سے بغاوت پر آمادہ ہو جاؤں؟"

"تم مجھے جھوٹا سمجھتی ہو تو اپنے دوستوں اور آقاؤں سے پوچھ لو کہ انھوں نے تمہیں اس کمرے میں قید کیوں کیا ہے۔ تمہیں بتائے بغیر دروازے کو باہر سے بند کیوں کیا گیا ہے؟"

وہ میری باتوں سے قائل ہو گئی۔ اسی وقت دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلا تو سامنے ڈینیلے دو مسلح جوانوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ مرجانہ نے اُسے گھور کر دیکھا۔ وہ بولا: "آپ اس قدر غصے کیوں ہو رہی ہیں؟ شور کیوں مچا رہی ہیں۔ آپ سے یہ کس نے کہہ دیا کہ روزا فرہاد کے کمرے میں ہے؟"

"میں سب جانتی ہوں۔ فرہاد نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے سب بتا دیا ہے۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ فرہاد تمہیں ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہو۔ یقین نہ ہو تو جا کر دیکھ لو روزا اس کے کمرے میں نہیں ہے۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹخ کر بولی: "روزا کو تم نے اس کے کمرے سے نکال دیا ہے۔ اب میں وہاں جا کر کیا دیکھوں گی؟"

"کیا تمہیں ہم پر یقین نہیں ہے؟"

"تم لوگوں کو مجھ پر یقین نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو میرے کمرے کے دروازے کو باہر سے بند نہ کرتے۔ آخر اس کا مقصد کیا ہے؟"

ڈینیلے نے عاجزی سے کہا: "مادام! سمجھنے کی کوشش کریں۔ فرہاد صاحب نے تین بجے تک مہلت حاصل کی ہے۔ اس دوران وہ کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے چالیں بھی چل سکتے ہیں اور جن لوگوں سے ان کا رابطہ ہے ان کے ذریعے ہمیں نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ آپ تو جانتی ہیں کہ آپ سے بھی ان کا رابطہ ہے۔ ہم نے مادام رونتی، مچالی، مماسیا، ساریکا اور ان تمام عورتوں کو جن سے وہ ذاتی رابطہ قائم کر سکتے ہیں ان کے کمروں میں محدود کر دیا ہے۔ انھیں باہر نکلنے کا موقع نہیں دے رہے ہیں۔ یہی سلوک آپ کے ساتھ کیا گیا ہے اس کے باوجود فرہاد کی چالاکی دیکھیے کہ اس نے کس طرح آپ کو ہمارے خلاف بھڑکا دیا ہے ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ کو غصہ نہیں دلا سکتے۔ اس لیے مجبوراً ہو کر دروازہ کھول دیا ہے۔ اب

آپ خود دانشمندی سے کام لے کر حالات پر غور کریں اور فرہاد کی چال کو سمجھیں۔"

مرجانہ کا سارا غصہ اس کی باتیں سُن کر جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ اس نے مجھے مخاطب کیا: "فرہاد! میں تمہیں اچھی طرح پڑھ چکی ہوں۔ تمہاری فلمیں دیکھ چکی ہوں۔ تم واقعی مکار ہو۔ تم نے بڑی کامیابی سے مجھے میرے دوستوں کے خلاف بھڑکا دیا تھا لیکن اب میں تمہاری باتوں میں نہیں آؤں گی۔"

میں نے کہا: "تم پر لعنت ہے۔ تم میری محبت کو سازش سمجھ رہی ہو۔ میں روزا سے پیچھا چھڑانے کے لیے تمہیں اپنے پاس بلانا چاہتا تھا مگر تم نے مجھے جھوٹا سمجھا۔ بس خبردار، آئندہ میرے پاس نہ آنا۔ میں تمہیں اپنی تنہائی میں آنے کا کبھی موقع نہیں دوں گا۔"

وہ بولی: "ایسا نہ کہو فرہاد! میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں تمہاری چالاکیوں کو، تمہاری مکاریوں کو سمجھنے کے باوجود تم سے محبت کرتی رہوں گی۔ میری وفائیں میرے یہودی دوستوں کے ساتھ ہیں۔ اور میری محبت تمہارے لیے ہے اور تمہارے لیے رہے گی میں ابھی تمہارے پاس آ رہی ہوں۔"

میں نے ڈینیلے کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "مسٹر ڈینی! مرجانہ کو میرے پاس آنے سے روک دیں۔ میں نے تین بجے تک کی مہلت حاصل کی ہے اور میں بالکل تنہا رہنا چاہتا ہوں۔ کوئی میری تنہائی میں مداخلت نہ کرے۔ اگر ایسا ہوا تو میں تمہارے پرائز وائلڈ کو دوستانہ انداز میں جواب نہیں دے سکوں گا۔"

مرجانہ آگے بڑھ چکی تھی۔ ڈینیلے نے اُسے آواز دے کر کہا: "مادام! ٹھہر جائیے، آپ کے وہاں جانے سے معاملات بگڑ جائیں گے۔ مسٹر فرہاد نے کہا ہے کہ ان کی تنہائی میں کوئی بھی آئے گا تو وہ دوستانہ انداز میں جواب نہیں دیں گے۔"

مرجانہ رک گئی، پھر اُس نے کہا: "میں ابھی جا کر فرہاد کو سمجھا دوں گی۔"

ڈینیلے نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "پلیز مادام! مسٹر پرائز وائلڈ کا حکم ہے کہ تین بجے تک اُن سے کوئی نہ ملے۔ آپ کی یہ غلط فہمی ہم نے دور کر دی کہ روزا فرہاد کے کمرے میں تھی۔ لہٰذا اب آپ کو مطمئن ہو جانا چاہیے اور وہاں جانے کی ضد نہیں کرنا چاہیے۔"

مرجانہ نے بے بسی سے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ٹھیک ہے ایک بج کر چالیس منٹ ہو چکے ہیں۔ میں تین بجے تک ٹھہر جاتی ہوں۔"

میں نے سامی کے پاس پہنچ کر کہا: "تم نے ٹھیک کہا تھا کہ مرجانہ کو بھڑکانے کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ سامنے نہیں آیا۔ وہ اب بھی الفی کی وفادار ہے۔"

سامی نے کہا: "تم اتنی دیر سے کہاں تھے۔ فوراً پرائز وائلڈ کے دماغ میں پہنچو۔ وہ ایک کمرے میں بند ہے اور ٹرانسمیٹر کیسی سے باتیں کر رہا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے میں پرائز وائلڈ کے دماغ میں تھا۔ وہ جزیرہ الدبرا کے ساحل پر کھڑے ہوئے بحری جہاز کے آفیسر انچارج سے باتیں کر رہا تھا۔ آفیسر کہہ رہا تھا: "مسٹر پرائز وائلڈ، بڑی تشویشناک بات ہے۔ موت کے جزیرے میں ہمارے دو ایجنٹ پنچی اور جیک لوفر لاپتہ ہیں۔ ان کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے اوور۔"

پرائز وائلڈ نے کہا: "پنچی یا جیک لوفر کی طرف سے آخری خبر کس وقت وصول ہوئی تھی؟ اوور۔"

آفیسر نے وقت بتلاتے ہوئے کہا: "جب سے سونیا موت کے جزیرے میں پہنچی ہے وہاں بڑی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ جیک لوفر نے اطلاع دی تھی کہ اس کی وجہ سے دو آدم خور مارے گئے ہیں۔ سونیا نے کیمپ لیڈر کو بھی ختم کر دیا اور خود کیمپ لیڈر بن گئی ہے۔ اس کے بعد اطلاع موصول ہوئی کہ سونیا کو کسی اور ساتھی کا انتظار ہے۔ اور وہ موت کے جزیرے میں پہنچنے ہی والا ہے۔ اس اطلاع کے بعد پھر جیک لوفر کی آواز سنائی نہیں دی۔ اوور۔"

پرائز وائلڈ نے کہا: "اس کا مطلب تو یہی ہے کہ سونیا نے انھیں ایجنٹ کی حیثیت سے پہچان لیا ہوگا اور انھیں ختم کر دیا ہوگا۔ کیا وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ سونیا کیسی عورت ہے؟ اوور۔"

"ہم نے انھیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ بھلا فرہاد اور سونیا کو کون نہیں جانتا ہے۔ جہاں یہ پہنچتے ہیں۔ وہاں بھی لوگ محتاط رہتے ہیں۔ اتنے محتاط اور چوکنے رہنے والے بھی مات کھا جائیں تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ فرہاد اور سونیا نہ تو اپنی طبعی عمر سے پہلے مریں گے اور نہ ہی اپنی بدنصیبی سے پہلے کسی دشمن کی گرفت میں آئیں گے۔ بہرحال اب ہمارا اندازہ ہے کہ سونیا موت کے جزیرے سے ہمارے جزیرے کی طرف آئے گی۔ آپ ساحلی محافظوں کو محتاط رہنے کا حکم دیں۔ اوور۔"

"سونیا کس طرح اس جزیرے میں آ سکتی ہے۔ ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعے آئے گی تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کسی موٹر بوٹ یا لانچ میں آئے گی۔ تب بھی ہمارے جزیرے کے ساحل تک نہیں پہنچ سکے گی۔ ہم نے چاروں طرف سخت پہرہ لگایا ہوا ہے اوور۔"

"جزیرے کے پیچھے پیچھے پہرہ نہیں ہے۔ جو موٹر بوٹس چاروں طرف چکر لگاتی رہتی ہیں۔ ان کے لیے بھی مخصوص وقت ہے۔ ایسے ہی کسی وقت میں وہ موٹر بوٹ کے ذریعے ساحل تک پہنچ سکتی ہے۔ فرض کریں کہ وہ ایسا نہ کر سکے۔ تب بھی سونیا اور فرہاد کے متعلق یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ زمین میں سرنگ بناتے ہوئے بھی پہنچ سکتے ہیں۔ وہ زیر آب سفر کر کے کیوں نہیں پہنچ سکتے؟"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے۔ فرہاد ہمارے قابو میں ہے۔ لیکن سونیا ابھی آزاد ہے۔ وہ

کوئی ہنگامہ ضرور کھڑا کر سکتی ہے۔ ہمیں احتیاطاً اپنے منصوبے میں ذرا سی تبدیلی کرنا ہوگی۔ اب آپ ایسا کریں کہ بحری جہاز میں جو بچہ ہم نے فرہاد کے لیے رکھا ہے۔ اسے دوسرے ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں بھیج دیں۔ ہم اس بچے کو یہاں رکھیں گے اور فرہاد کے بیٹے کو اسی ہیلی کاپٹر سے بحری جہاز میں پہنچا دیں گے۔"

یہ پلاننگ سن کر میں اپنا سر سہلانے لگا۔ کم بخت میری اولاد کو میری سب سے بڑی کمزوری بنائے رکھنے کے لیے کیسی کیسی چالیں چل رہے تھے۔ اس وقت پرائمز والٹر کہہ رہا تھا: "فرہاد کے بیٹے کے تمام فوٹو گرافس وہاں موجود ہیں۔ جس بچے کو یہاں بھیجا جا رہا ہے اس پر اس کے بیٹے کا بالکل مکمل میک اپ ہونا چاہیے۔ تاکہ فرہاد اسے دیکھے تو اُسے شبہ نہ ہو۔ اوور۔"

"کیا، آپ یہ سمجھتے ہیں کہ فرہاد اپنے بیٹے کو ہمارے قبضے میں دیکھنے کے باوجود ہماری دوستی سے انکار کرے گا۔ اوور۔"

"ہاں، انکار کر سکتا ہے۔ اس کی ضد مشہور ہے اور وفا کا نہ کرے۔ تب بھی سونیا کی طرف سے خطرہ ہے۔ ان کی ہسٹری شیٹ سے ظاہر ہے کہ وہ بڑی بڑی رکاوٹوں کو توڑ کر نکل جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بچے کو لے کر بھی یہاں سے چلے جائیں اور ہم ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر وہ بچے کو لے کر نکل جائیں تو وہ بچہ ان کا نہ ہو۔ وہی ہو جو ہم اُن کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ اس بچے کو تین بجے سے پہلے یہاں پہنچا دو۔ اوور اینڈ آل۔"

میں نے سامی کے پاس پہنچ کر کہا: "بحری جہاز میں ایک بچے پر میرے بیٹے کا میک اپ کیا جا رہا ہے۔ اسے تین بجے سے پہلے دوسرے ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں پہنچایا جائے گا اور یہاں سے میرے بیٹے کو بحری جہاز میں پہنچا دیا جائے گا۔ تاکہ ہم خوش فہمی میں مبتلا رہیں اور مفاہمت کرنے کے بعد بھی ہمیں ہمارا بچہ نہ مل سکے۔"

سامی نے کہا: "چال تو بڑی اچھی چل رہے ہیں لیکن یہ اپنے دام میں خود آجائیں گے۔ ہمارے بیٹے پارس کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ اس جزیرے سے نکل کر بحری جہاز تک پہنچ جائے۔ یقیناً اسے پرائمز والٹر ہی اپنے ساتھ لے جائے گا۔ میں چونکہ پرائمز والٹر کی سکریٹری ہوں اس لیے ہر جگہ اس کے ساتھ رہوں گی اور جب بھی موقع ملے گا میں پارس کو اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دوں گی۔"

میں نے کہا: "تدبیر تو اچھی ہے لیکن اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ بچے کے ساتھ تمہی رہو گی۔"

"میں ابھی اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

میں سامی کے پاس سے واپس آگیا۔ اس وقت چاند نکل آیا تھا۔ ہم کافی دور نکل آئے تھے اور اب سامنے ہریالی نظر آ رہی تھی۔ دُور دُور تک گھنے درخت دکھائی دے رہے تھے۔ میں سونیا کو تمام باتیں بتلانے لگا۔ وہ توجہ سے سنتی رہی۔

پھر اس نے سامی کی تدبیر سن کر کہا: "میں سامی سے متفق نہیں ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ سامی پارس کے ساتھ نہ جا سکے یا وہ لوگ پارس کو کسی اور کے ساتھ کسی ایسی جگہ بھیج دیں۔ جس کا نہ سامی کو علم ہو نہ پرائمز والٹر کو۔ ہمیں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہیے۔"

میں نے کہا: "سامی سے میں اس اندیشے کا اظہار کر چکا ہوں اور وہ اپنے طور پر اس بارے میں معلومات حاصل کر رہی ہے۔"

"دیکھو فرہاد! اگر ہمیں اس بات کا یقین ہو بھی جائے کہ سامی بچے کے ساتھ جائے گی تب بھی ہمیں ان لوگوں پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ وہ کسی وقت بھی اپنے پروگرام میں اچانک کوئی ایسی تبدیلی کر سکتے ہیں کہ سامی مجبور و بے بس ہو کر رہ جائے۔ ہمیں ایسا انتظام کرنا چاہیے کہ سامی کسی طرح اسی نقلی بچے کو پارس کی جگہ پہنچا دے۔ اور پارس ہمارے ساتھ اسی جزیرے میں ہے۔ ہم موقع ملتے ہی اسے اپنے ساتھ لے کر نکل جائیں گے۔"

میں نے سونیا کے مشورے پر غور کیا۔ بہت ہی مناسب اور معقول مشورہ تھا۔ میں سامی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پرائمز والٹر کے پاس جانے ہی والی تھی۔ میں نے کہا: "سامی! لائن آف ایکشن بدل دو۔ یہ کوشش کرو کہ جو بچہ یہاں لایا جا رہا ہے وہی واپس بھیجا جائے۔ دشمن بچوں کا تبادلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ ہمارا پارس یہیں رہے اور جو بچہ آ رہا ہے۔ دشمن اُسی کو پارس سمجھ کر واپس بحری جہاز میں لے جائیں۔"

"ہاں، تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا کر سکتے ہو۔"

"اگر میں کامیاب نہ ہو سکوں تو دوسری صورت یہی ہوگی کہ ہم ہمیشہ پارس کے ساتھ رہو اس کے لیے تم اس طرح کوشش کرو کہ وہ خود بچہ تمہارے پاس رکھنے کا فیصلہ کریں۔"

"میں یہ کوشش ضرور کروں گی۔"

میں پرائمز والٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا تھا اور اب پائپ کے کش لگاتے ہوئے بچوں کے سلسلے میں اپنے آئندہ اقدام پر غور کر رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے کوئی ایسی تدبیر سوچنا چاہیے کہ جس سے فرہاد پر ہماری گرفت اور زیادہ مضبوط ہو سکے۔"

اس کی سوچ نے کہا: "ہماری گرفت بہت مضبوط ہے۔ فرہاد یہاں سے واپس نہیں جا سکے گا۔ ہم نے اس کا بھی انتظام کر لیا ہے کہ سونیا اس کے پیچھے آئے گی تو وہ بھی یہیں پھنس کر رہ جائے گی۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا: "یہ تو ٹھیک ہے۔ جو لوگ منصوبہ بندی کرتے ہیں وہ اپنے منصوبے کے ہر پہلو پر غور کر کے اس سے پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد ہی اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ تو عمل کے بعد ہی پتہ چلتا ہے کہ ہم نے کہاں غلطی کی تھی اور کیوں ہمارا منصوبہ ناکام ہو گیا۔"

وہ ذرا فکرمند ہو گیا۔ اس کی سوچ نے کہا: "ہاں، فرہاد اور سونیا کا ذہن ایسا کرشمہ ساز ہے کہ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ مجھے ان کی طرف سے بہت محتاط رہنا چاہیے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اگر بچے کو تبدیل کرتے وقت کوئی گڑبڑ ہو جائے یا فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کر دے تو میں کیا کروں گا؟"

"ہاں، اس وقت میں کیا کروں گا؟" وہ بے چینی سے سوچنے لگا۔

میں نے پھر اس کے دماغ میں کہا: "ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ جو بچہ لایا جا رہا ہے۔ اسے لایا ہی نہ جائے اور اگر لایا جائے اور کوئی گڑبڑ پیدا ہو جائے تو فرہاد کو یہ تاثر دیا جائے کہ اس کے بیٹے کو جزیرے سے لے جا کر اس کا کوئی ہم شکل یہاں چھوڑ دیا گیا ہے۔"

پرائمز والٹر کی سوچ نے کہا: "یہ تو احمقانہ چکر ہوگا۔ بھلا اس سے کیا فائدہ ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "فرہاد اگر دوستی پر آمادہ ہو جائے تب بھی اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ جب اپنے بچے کو لے کر جزیرے سے نکلے گا تو پھر باغی ہو جائے گا۔ ہم نے اس کی برین واشنگ تو کی نہیں ہے کہ اس پر اعتماد کر سکیں۔"

یہ بھی غور طلب بات تھی۔ پرائمز والٹر بڑی سنجیدگی سے سوچنے لگا: "ہمارا منصوبہ یہ ہے کہ جب فرہاد مفاہمت کے لیے راضی ہو جائے تو ہم سونیا اور بچے کو اپنے پاس رکھنے کی شرط پیش کریں۔ ظاہر ہے کہ ہی دوستانہ ہوگی۔ ہم یہ وعدہ کریں گے کہ فرہاد کا بیٹا قتل ابیب میں پرورش پائے گا۔ وہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرے گا۔ اسے دنیا بھر کی سہولتیں حاصل ہوں گی اور رونستی بھی عیش و آرام سے رہے گی۔ فرہاد کا جب جی چاہے گا وہ اپنی بیوی اور بچے سے ملنے کے لیے تل ابیب جا سکے گا۔ اس پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ اس طرح وہ مکمل طور پر ہمارا پابند ہی رہے گا۔"

وہ سوچنے کے دوران اپنے سامنے میز کو یوں گھور رہا تھا جیسے اس کے سامنے شطرنج کی بساط بچھی ہو۔ میں نے اُسے ایک نئی چال سُجھا دی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا: "اگر فرہاد، سونیا اور بچے کو ہماری سرپرستی میں رکھنے کے لیے راضی نہ ہو تو پھر یہی چال مناسب ہے کہ بچے تو اس کے حوالے کر دیا جائے لیکن بعد میں یہ تاثر دیا جائے کہ اصل بچہ ہمارے پاس ہے اور ہم نے اس کے بیٹے کے ایک ہمشکل بچے کو اس کے حوالے کیا ہے۔ پھر ساری زندگی اس کے دل میں یہ کانٹا چبھتا رہے گا کہ اس کا اپنا بیٹا قتل ابیب میں ہمارے زیر نگرانی پرورش پا رہا ہے۔ اگر فرہاد اس بات پر راضی نہ ہو، تب بھی اس کے بیٹے کو اس کے حوالے کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم اس کے ہمشکل کو اسے دے کر اس کی تسلی کر سکتے ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "نہیں، یہ ایک وقتی کامیابی ہوگی لیکن بعد میں یہ بھید کھل جائے گا کہ بچہ اس کا نہیں ہے۔ آخر بچے پر میک اَپ کب تک رہے گا۔ فرہاد اور سونیا میک اَپ کے ماہر ہیں۔ وہ تھوڑی دیر میں ہی اصل اور نقل کی پہچان کر لیں گے۔"

وہ دوبارہ پائپ سلگا کر اس کے کش لگاتے ہوئے سوچنے لگا۔ پھر اس نے اپنی سکریٹری سلوانا کو طلب کیا۔ سامی اس کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے کہا: "سلوانا! میں نے تمہاری ذہانت سے متاثر ہو کر تمہیں سکریٹری بنایا ہے اور تم نے اہم معاملات میں مجھے ہمیشہ بڑے مفید مشورے دیے ہیں۔ اس وقت بھی میں ایک نازک مسئلے سے دوچار ہوں۔ ذرا اس سلسلے میں میری مدد کرو۔" پھر اس نے فرہاد اور بچوں کا مسئلہ اس کے سامنے رکھ دیا۔

سامی نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا: "سر! آپ کی یہ سیدھی چال دل کو لگتی ہے۔ دماغ بھی تسلیم کرتا ہے۔ فرہاد کو اگر کوئی نقلی بچہ دیا جائے گا تو یقیناً یہ بھید کھل جائے گا۔ ایک اور تدبیر ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیا؟" پرائمز والٹر نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اگر فرہاد آپ لوگوں کی سرپرستی میں رسونتی اور بچے کو رکھنے کے لیے تیار نہ ہو تو پھر فرہاد، رسونتی اور بچے کو اسی جزیرے میں رکھا جائے اور یہیں اس کا اپنا بیٹا بھی ہو تو وہ تینوں آپ کے قابو میں رہیں گے۔ اس طرح نقلی بچے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی البتہ فرہاد اور رسونتی کو توڑنے کے لیے یہ حیلہ تاثر دیا جا سکتا ہے کہ ان کے پاس اصلی بچہ نہیں ہے۔ ان کے بیٹے کو ہم جزیرے سے باہر لے گئے ہیں۔ اس طرح بچے کے اصلی اور نقلی ہونے کا بھید بھی نہیں کھل سکے گا اور فرہاد بھی ایک جان سوا فشاں میں مبتلا ہو جائے گا۔"

میں ان کے پاس سے واپس آگیا۔ مجھے سامی پر اعتماد تھا کہ وہ پرائمز والٹر کو شیشے میں اُتار لے گی۔ میں چلتے چلتے رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بستر پر لیٹی تھی۔ سونا چاہتی تھی مگر بچے کے لیے فکرمند تھی۔ بار بار یہ سوال کرنے کے باوجود کہ بچہ کہاں ہے؟ اسے اپنے پاس کیوں نہیں لایا جاتا۔ وہ کوئی مناسب جواب نہ پا سکی تھی۔ منجلی سے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ اس کا بیڈ روم باہر سے بند ہے۔ اور کسی کو باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ تب سے وہ بے چین تھی۔ کبھی اٹھ کر بستر پر بیٹھتی تھی۔ کبھی لیٹ جاتی تھی۔ بار بار مجھے پکارتی تھی۔ ایک بار ڈینیلے نے آ کر رسونتی اور منجالی کو سمجھایا تھا کہ ان کے ساتھ دشمنی نہیں کی جا رہی ہے بلکہ یہ احتیاطی تدبیر ہے۔ فرہاد بچے کو یہاں سے لے جانے کے لیے چالیں چل رہا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے رسونتی اور منجالی کو اطمینان معمول بنا سکتا ہے۔ اس لیے یہ ہدایات جاری کی گئی ہیں۔

رسونتی کو کسی حد تک ڈینیلے کی باتوں پر یقین آگیا تھا۔ کیونکہ وہ بھی انھیں اپنا دوست سمجھتی تھی لیکن منجالی بار بار کہہ رہی تھی کہ بچے کو ہم سے جُدا کرنے کے لیے کوئی بہت گہری چال چلی جارہی ہے۔ رسونتی کا سکون برباد ہوچکا تھا۔ وہ مجھے پھر بُلکانے لگی۔ میں نے کہا "اب کس لیے پُکار رہی ہو۔ جب دشمنوں سے مل کر میرے اور سونیا کے خلاف سازشیں کیں۔ اس وقت تمھیں عقل نہیں آئی۔ اب تمھارا فریاد تمھیں یاد آرہا ہے۔ رسونتی! تم جیسی عورتوں کی تو خدا بھی مدد نہیں کرتا۔ پھر ہم تو اس کے ناچیز بندے ہیں۔"

"آہ، فریاد! میں نہ اِدھر کی رہی نہ اُدھر کی بیچ میں معلق ہوں۔ وہ کبھی دوست نظر آتے ہیں کبھی دشمن اور تمھیں تو میں نے کبھی دشمن نہیں سمجھا۔ صرف اپنے اور اپنے بچے کے مستقبل کے لیے سوچتے ہوئے ان سے دوستی کی۔ اب تم مجھ پر کبھی بھروسہ نہیں کرسکو گے۔ اگر بچہ تمھیں مل جائے گا تو بھی شاید تم میرے بیٹے کو میرے پاس نہیں رہنے دو گے۔ میں کیا کروں ہمنہ اپنے بیٹے کو تمھارے پاس رکھ کر مطمئن ہوسکتی ہوں نہ ان دوست نما دشمنوں یا دشمن نما دوستوں کے پاس چھوڑ سکتی ہوں۔ میرا بیٹا میرے پاس ہی رہنا چاہیے۔ میں اسے اپنے پاس رکھنے کا حق رکھتی ہوں۔ دنیا کی کسی عورت کو کسی مرد کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ایک ماں سے اس کا بچہ چھین لے۔"

"اب تم اپنے حقوق کا مطالبہ کرتی رہو۔ چیختی رہو۔ چلاتی رہو۔ دنیا کی کسی عدالت میں بھی چلی جاؤ مگر شاید بچہ اب تمھارے پاس کبھی نہ آسکے گا۔"

وہ یہ جملہ کہہ کر بولی "نہیں فریاد، ایسا نہ کہو۔ میں اپنے بیٹے کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ مرجاؤں گی۔"

"تمھاری زندگی سے فائدہ بھی کس کو پہنچ رہا ہے خود تمھارے اپنے بیٹے کو تمھاری ذات سے نقصان پہنچ رہا ہے۔ بولو، کیا یہ غلط ہے۔ کیا تمھارا بیٹا تمھاری وجہ سے دشمنوں کے ہاتھوں میں نہیں گیا؟ تم کیسی ماں ہو کہ اپنی اولاد کے لیے یہ کانٹوں بھرا بستر تیار کیا ہے مگر میں اپنے بیٹے کو دشمنوں کے رحم و کرم پر نہیں رہنے دوں گا۔"

اسی دوران مجھے رسونتی کے دماغ میں ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ آواز بہت دور سے آرہی تھی میں سمجھ گیا کہ وہ ہیلی کاپٹر دوسرے بچے کو لے کر آرہا ہے۔ میں فوراً ہی پرائمز والٹر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ٹرانسمیٹر سے اشارا پاکر تیزی سے دوسرے کمرے میں جارہا تھا۔ سامی اس کمرے میں اکیلی تھی۔ میں نے کہا "میں ابھی والٹر کے پاس سے واپس آکر تمھیں بتادوں گا کہ ٹرانسمیٹر پر کیا گفتگو ہورہی ہے۔"

جب میں پرائمز والٹر کے پاس پہنچا تو وہ ٹرانسمیٹر کو آن کر کے کوڈ ورڈز میں اپنی شناخت کرا رہا تھا۔ دوسری طرف سے کہا گیا "جناب! ہم نے جزیرے میں کچھ لوگوں کے قدموں کی آہٹیں سنی ہیں۔ ہم تعداد معلوم نہیں کرسکے۔ اگرچہ چاند کی روشنی ہے مگر وہ لوگ گھنے درختوں کے سائے میں چل رہے ہیں۔ اس لیے نظر نہیں آتے۔ کیا انھیں گھیر کر آپ کے پاس پہنچایا جائے اور ہر"

"انھیں بہت محتاط ہوکر گھیرنے کی کوشش کرو۔ خیال رکھو کہ ان میں سونیا بھی ہوگی۔ گھیرنے والوں سے ذرا بھی بھول ہوئی تو وہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اسے زندہ سلامت یہاں پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس کے ذریعے ہم اپنے کئی منصوبوں کی تکمیل کرسکتے ہیں۔ اوور اینڈ آل۔"

وہ اس سے رابطہ ختم کر کے بحری جہاز کے آفیسر انچارج سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں رابطہ قائم ہوگیا۔ اس نے کہا "تمھارا اندازہ درست تھا۔ یقیناً سونیا یہاں پہنچ گئی ہے ہمارے ساحلی محافظوں نے کچھ لوگوں کو یہاں دیکھا ہے اور اب انھیں گھیرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ ہاں میں سونیا بھی ہے یا نہیں ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا۔ ہم کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتے۔ میں فریاد کے بیٹے کو لے کر ہیلی کاپٹر سے آرہا ہوں۔ یہاں ڈینیلے فریاد سے سمجھوتہ کرے گا اور یہاں کے معاملات سنبھالے گا وہی اس نقلی بچے کو فریاد کے حوالے کرے گا۔ اوور اینڈ آل۔"

ٹرانسمیٹر کو بند کر کے وہ اس کمرے میں آگیا۔ جہاں سامی اس کا انتظار کررہی تھی۔ اس نے کہا "ہم ابھی فریاد کے اصلی بیٹے کو لے کر یہاں سے روانہ ہوجائیں گے اور نقلی کو یہاں چھوڑیں گے۔"

سامی نے اپنی خوشی کو چھپاتے ہوئے پوچھا "کیا میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی؟"

"آف کورس۔ تم میری سکریٹری ہو۔ میرے ساتھ نہیں رہو گی تو کیا یہاں فریاد اور رسونتی کے ساتھ رہو گی؟ ہری اَپ ہم روانہ ہونے ہی والے ہیں۔"

"سر! ایک بات بتا دیجیے۔ کیا ہم بحری جہاز میں جائیں گے؟"

اس نے جواب دیا "ہاں — اور وہاں سے ہم مڈغاسکر کے لیے روانہ ہوجائیں گے۔ مڈغاسکر میں ہمارے لیے ایک طیارہ موجود ہوگا۔ وہ ہمیں تل ابیب پہنچادے گا۔"

سامی نے اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکلتے ہوئے سوال کیا "کیا بچے کی نگرانی اور پرورش کے لیے ڈاکٹر روذ ابھی ہمارے ساتھ جائے گی؟"

"میں ایسے کسی فرد کو اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہتا جس سے فریاد گفتگو کرچکا ہو۔ یہاں ہم دونوں ہی ایسے ہیں۔ جو فریاد کی ٹیلی پیتھی کی زد میں نہیں آئے ہیں۔ نہ ہی وہ ہم تک پہنچ سکا ہے۔ لہٰذا صرف ہم دونوں ہی بچے کو لے کر جائیں گے۔"

میں نے دماغی طور پر واپس آکر سونیا سے کہا "سونیا! میں ذرا دیر سے یہ اطلاع دے رہا ہوں لیکن میرا وہاں رہنا بھی بے حد ضروری تھا۔ اطلاع یہ ہے کہ دشمنوں کو یہاں ہماری موجودگی کا علم ہوگیا ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ ہماری تعداد کتنی ہے۔ وہ اب ہمارے بہت قریب آچکے ہوں گے۔"

سونیا نے پوچھا "تم نے دیر سے اطلاع کیوں دی۔ کیا وہاں کے حالات قابو میں نہیں ہیں؟"

"نہیں، پرائمز والٹر بچے کو لے کر اس جزیرے سے جارہا ہے۔ مجھے ان کے پاس موجود رہنا چاہیے اور اس کا ایک یہی طریقہ ہے کہ میں اس قریبی درخت پر چڑھ کر شاخوں اور پتوں کے درمیان چھپ جاؤں اور وہاں بیٹھ کر خیال خوانی کرتا ہوں۔"

سونیا نے کہا "تم ہماری فکر نہ کرو۔ ہم دشمنوں سے نمٹ لیں گے۔ انھیں اپنے پیچھے لگا کر دور لے جائیں گے۔ کوئی تم تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

میں ایک قریبی درخت پر چڑھنے لگا۔ میرے پاس ایک اسٹین گن تھی۔ درخت پر چڑھتے وقت روشنی کافی نہیں تھی۔ چاند کی روشنی شاخوں اور پتوں کی وجہ سے رکی ہوئی تھی۔ میں نیم تاریکی میں راستہ ٹٹولتا ہوا، شاخوں کو محسوس کرتا ہوا، سنبھل سنبھل کر اوپر چڑھتا گیا۔ بڑی مشکل سے ایک دو شاخے پر گھنے پتوں کے درمیان چھپ کر بیٹھنے کی جگہ مل گئی۔ وہاں بیٹھتے ہی میں پرائمز والٹر کے دماغ میں پہنچ گیا، سنا ہے، آدمی جتنی بلندی پر جاتا ہے اتنی ہی عقل بڑھتی جاتی ہے پتہ نہیں یہ بات کہاں تک درست ہے لیکن درخت کی بلندی پر پہنچتے ہی مجھے عقل آگئی کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اس وقت پرائمز والٹر اپنے خاص کمرے میں تھا۔ اور اپنا ضروری سامان سمیٹ کر نکلنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا اور اس کے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اُن لوگوں سے رابطہ قائم کیا۔ جنھوں نے چند اجنبیوں کے جزیرے میں آنے کی اطلاع دی تھی۔ پرائمز والٹر نے رابطہ قائم ہوتے ہی کہا "تم لوگ کسی کو گھیرنے کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ دور چلے جاؤ۔ وہ جہاں بھی ہیں۔ میں اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ وہاں پہنچ رہا ہوں۔ ہیلی کاپٹر میں آؤں گا۔ تم سب دور رہنا۔ جب مجھے ضرورت ہوگی تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے تم لوگوں کو اپنے پاس بلالوں گا۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر بند کیا اور کمرے سے نکل کر اس کمرے میں آیا۔ جہاں سامی اس کا انتظار کررہی تھی۔ وہاں اس نے یعنی میں نے ڈینیلے کو پرائمز والٹر کے انداز میں ایک کاغذ پر یہ حکم تحریر کیا کہ منجالی کو فوراً ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچادو۔ بچے کی نگہداشت کے لیے منجالی کی ضرورت پیش آئے گی۔ روذا یہیں رہے گی۔

ڈینیلے وہ تحریر پڑھنے کے بعد حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔

جب کمرے میں تنہائی ہوئی تو میں نے پرائمز والٹر کی زبانی سامی کو مخاطب کیا "ہیلو سامی! میں فریاد بول رہا ہوں۔ پرائمز والٹر کے دماغ پر میرا پوری طرح قبضہ ہے۔"

سامی حیرانی اور بے یقینی سے اُسے دیکھنے لگی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میری جان! یہ درست ہے۔"

یہ کہہ کر میں پرائمز والٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بوکھلا گیا تھا کہ اب تک کہاں غیر حاضر تھا۔ بہرحال پھر میں نے اس پر قبضہ جمایا تو اس کی اپنی شخصیت گم ہوگئی۔

سامی نے پوچھا "اوہ فریاد! یہ تمھیں کیا سوجھی۔ تمھیں پرائمز والٹر کو یہ محسوس نہیں ہونے دینا چاہیے تھا کہ تم اس کے دماغ تک پہنچ گئے ہو۔ اب وہ سمجھ جائے گا۔"

میں نے پرائمز والٹر کی زبان سے کہا "اسے سمجھنے دو۔ میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ یہ میرے بیٹے کو مجھ سے دور لے جائے، سامی! ہم اپنے بچے کو اپنی حفاظت میں رکھیں گے۔"

"تمھارا منصوبہ کیا ہے؟" سامی نے پوچھا۔

"تم اور منجالی والٹر کے ساتھ بچے کو لے کر اُدھر ہی آجاؤ۔ جہاں میں، سونیا اور نمبر چھتیس کے ساتھ بھٹک رہا ہوں۔ اتنا معلوم ہوچکا ہے کہ ہم جنگل میں محاذ نمبر تین کے پاس ہیں۔ میں ابھی سونیا کے پاس سے آتا ہوں لیکن ادھر جاؤں گا تو پرائمز والٹر کا دماغ آزاد ہوجائے گا۔ تم ایسا کرو۔ اس کا ریوالور لے کر اسے نشانے پر رکھو میں سونیا کو ہدایت دے کر ابھی واپس آتا ہوں۔"

سامی نے میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے پرائمز والٹر کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اسے کور کر لیا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم چونک کر بولا "یہ کیا؟"

سامی نے سخت لہجے میں کہا "تو تم دیکھ رہے ہو دوست۔ اس وقت موت تمھارے سامنے ہے۔ اگر ذرا بھی آواز نکالو گے تو میں بے سوچے سمجھے گولی چلادوں گی اور تمھاری زندگی ختم ہوجائے گی۔"

پرائمز والٹر نے غصے سے کہا "نادان لڑکی! تم یہ سمجھتی ہو کہ ہم اتنی بڑی بازی اتنی آسانی سے ہار جائیں گے۔ ہم اپنی جان پر کھیل کر فریاد کو یہاں قید میں رکھیں گے۔ میں ابھی تمام لوگوں کے سامنے تمھیں بے نقاب کردیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے چیخنے کے لیے منہ کھولا۔ میں نے ذرا بھی اس کے دماغ پر قابض ہوکر اس کا منہ بند کردیا۔ پھر میں نے کہا "سامی! مشکل ہے۔ یہ بہت ہی ضدی اور اڑیل کا پٹھا ہے۔ یہ ہم سب کو اپنا دفادار بنانے کے لیے جان پر کھیل جائے گا۔ ہمیں یہاں سے جلد نکلنا چاہیے۔"

"لیکن فریاد! رسونتی کا کیا ہوگا۔ کیا اسے یہیں چھوڑ جاؤ گے؟ پھر میرا ایک چور یہاں تمھارے روپ میں موجود ہے۔ میں اسے نہیں

چھوڑ سکتی۔"

میں نے کہا: "میرا تو جی چاہتا ہے کہ رسونتی کو چھوڑ دوں۔ ایسے یہاں دشمنوں میں رہ کر ایسی سزا ملے کہ دوسری عورتیں اس سے عبرت حاصل کریں لیکن میں اس کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کروں گا میں اسے بھی یہاں سے لے جاؤں گا اور تھانہ اجاڑ بھی جائے گا لیکن دوسرے ہیلی کاپٹر میں۔ پہلے تم یہاں سے نکل کر میرے پاس پہنچو پھر میں ٹیلی پیتھی کے زور پر رسونتی اور نقلی فرہاد کو بھی نکال لوں گا۔"

"فرہاد! میرا مشورہ ہے کہ منچالی کو بھی یہاں چھوڑ دو وہ اپنے تہہ کے ذریعے یہاں کچھ دشمنوں کو کم کرے گی۔ ہم چار مسلح افراد کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ ان چاروں کے بعد یہاں کوئنگے جو کیدار دں کو ملا کر کل پانچ مسلح افراد رہ جائیں گے۔ ان سے ہمارا چوراہا در منچالی نمٹ لیں گے۔"

ہماری گفتگو کے دوران ڈینیلے منچالی کے ساتھ کمرے میں آگیا۔ میں نے ڈینیلے کو ایک کاغذ پر لکھ کر دیا: "فوراً جا کر چار مسلح نوجوانوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں انھیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

وہ تحریر پڑھ کر کمرے سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی سامی نے منچالی سے کہا: "تم نے مجھے پہچانا میں تمھاری اعلیٰ بی بی ہوں۔" پھر اس نے کوڈ ورڈ زمیں کچھ کہنا شروع کر دیا۔ منچالی ایک ایک سر جھکاتی گئی۔

میں نے کہا: "اور منچالی! میں فرہاد ہوں۔ ہم تمھیں یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ تم رسونتی کا خیال رکھو گی اور اپنے زہر کے ذریعے یہاں کے لوگوں کو یا تو ختم کرو گی یا اس قدر کمزور کر دو گی کہ وہ کسی طرح کی مزاحمت کے قابل نہ رہیں۔ میں جلد ہی تم تینوں کو اپنے پاس بلا لوں گا۔"

منچالی نے کہا: "ہم اعلیٰ بی بی کے چور اپنی پیروا کبھی نہیں کرتے۔ آپ ہمیں یہاں چھوڑ کر چلے جائیں۔ پھر بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہمیں یہاں سے نکل کر جانا ہوا تو چلے جائیں گے۔ مرنا ہوا تو مر جائیں گے۔"

سامی نے کہا: "تم اپنا کام بتاؤ۔ ہماری غیر موجودگی میں کیا کرو گی؟"

منچالی نے جواب دیا: "میں فرہاد صاحب سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ نقلی فرہاد اور رسونتی کو یہاں کی کوئی چیز کھانے پینے سے منع کر دیں۔ مجھے جس کمرے میں بھی قید کیا جائے گا میں اس کے باتھ روم کا نل کھول کر اس سے منہ لگا دوں گی اور جو پانی میرے منہ میں آئے گا میں اسے واپس نکلنے میں پہنچانے کی کوشش کروں گی۔ اگر چینل سے آنے والے پانی میں تیزی ہوتی ہے تاہم کھلے ہوئے نل کے پانی میں زہر تسلسل ہو گا تو اس کا اثر پانی کی اس ٹنکی تک پہنچ جائے گا جو اس عمارت کے اوپر ہے۔"

میں نے کہا: "یوں پوری طرح زہر نہیں پہنچ سکے گا البتہ زہر کے کچھ اثرات پہنچ جائیں گے۔"

منچالی نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "جی ہاں، وہ تمام پانی مکمل زہر ہلا نہیں ہو سکے گا لیکن ایسا ہو گا کہ پینے والوں کے جسم و دماغ قدرے کمزور ہوتے جائیں اور ان کی قوت مدافعت آہستہ آہستہ ختم ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے بتا دوں گا کہ تمھیں کس وقت عمل کرنا ہے۔ ابھی ایسا نہ کرنا۔ پہلے میں نقلی فرہاد اور رسونتی کو سمجھا دوں۔ ابھی میں پرائمز والٹر کے دماغ پر قابض ہوں۔ اس لیے مجھے انھیں سمجھانے کا موقع نہیں مل سکتا۔ ذرا صبر سے کام لینا۔"

اتنے میں ڈینیلے چار مسلح محافظوں کے ساتھ آگیا۔ میں نے پھر کاغذ پر لکھا: "مجھے اندیشہ ہے کہ فرہاد منچالی کے ذریعے مجھ تک پہنچ جائے گا میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ اس لیے اس عورت کو واپس لے جاؤ اور کیا تمھیں یقین ہے کہ فرہاد ان چار مسلح جوانوں تک نہیں پہنچ سکا ہے؟ دوسری بات یہ کہ ایسے ہی کسی ایک نوجوان کے ذریعے بچے کو ہیلی کاپٹر تک پہنچا دو۔ ہم وہیں جا رہے ہیں۔"

ڈینیلے نے اس کاغذ کو پڑھنے کے بعد کہا: "جی ہاں۔ ہمارے کسی بھی مسلح نوجوان تک فرہاد نہیں پہنچ سکتا۔ آپ اطمینان سے انھیں لے جائیں۔ میں بچے کو بھیج رہا ہوں۔"

وہ منچالی کو اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے فرداً فرداً ان نوجوانوں سے کہا: "میری یادداشت یوں تو بہت اچھی ہے لیکن بحری جہاز میں تمھاری تعداد تقریباً دو سو ہے اور دو سو جوانوں کے نام یاد رکھنا ذرا مشکل ہوتا ہے تم اپنے نام بتاؤ۔"

وہ نام بتانے لگے۔ میں ان کے لب و لہجے کو سمجھنے لگا۔ پھر ہم سب عمارت سے باہر نکل آئے۔ احاطے سے نکل کر ہمیں تھوڑی دور تک چلنا پڑا۔ دور دو ہیلی کاپٹر کچھ فاصلے پر کھڑے تھے۔ پرائمز والٹر کو دیکھتے ہی دونوں پائلٹ اٹینشن ہو گئے۔ میں نے ڈاکٹر کی زبان سے کہا: "پہلے ہم محاذ نمبر تین کی طرف جائیں گے۔ پھر وہاں سے بحری جہاز کی طرف پرواز کریں گے۔"

ہمیں اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنائی دی۔ ایڈی اور روزا بچے کو لے کر آ رہے تھے۔ قریب پہنچ کر ایڈی نے کہا: "مسٹر پرائمز والٹر میں اس لیے آیا ہوں کہ فرہاد میرے اور روزا کے دماغ میں ہماری مرضی کے خلاف نہیں پہنچ سکتا، ہم آسانی گفتگو کر سکتے ہیں۔"

میں نے والٹر کی زبان سے کہا: "جو کہنا ہے جلدی کہو۔"

ایڈی نے کہا: "ہم یہی تو معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ جلدی کس بات کی ہے۔ آپ یہاں فرہاد کا فیصلہ سننے آئے ہیں لیکن اس کا فیصلہ سنے بغیر بچے کو لے کر واپس جا رہے ہیں؟"

میں نے والٹر کے ذریعے غصے کا اظہار کیا: "کیا تم مجھ سے سوال کرنے اور میرا احتساب کرنے کا حق رکھتے ہو؟ کیا میں تمھارے سامنے جواب دہ ہوں؟"

"جناب! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ آپ کو فرہاد کی طرف سے ہر دم چوکنا اور محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں شبہہ ہے کہ فرہاد آپ کو فریب کر رہا ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے، فرہاد مجھ تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ میں بچے کو اس لیے اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں کہ اس کی جگہ دوسرا بچہ یہاں آگیا ہے جس کے ذریعے فرہاد کو خوش فہمی میں مبتلا رکھا جا سکتا ہے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ جزیرے میں کچھ لوگ داخل ہو گئے ہیں۔ یقیناً ان میں سونیا بھی ہو گی اور میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ چونکہ بچے کو بحری جہاز تک پہنچانا کٹھن ہے اس کی طرف سے اطمینان ہو جانا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر والٹر، ہم بھی کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے۔ اس لیے میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ یقیناً آپ کو اعتراض نہیں ہو گا کیونکہ ہم سب اپنی تنظیم کے مفاد اور بہتری کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا: "فرض کرو۔ اگر فرہاد نے مجھے ٹریپ کر لیا ہے۔ تو تم ہمارے ساتھ چل کر کیا کرو گے؟"

ایڈی نے جواب دیا: "میں کہہ چکا ہوں کہ ہم یوگا کے ماہر ہیں۔ یہ فرہاد ہمارے دماغ تک پہنچ سکتا ہے نہ ہی ہمیں ٹریپ کر سکتا ہے۔ اس لیے اگر آپ ٹریپ کیے گئے تو میں آپ کی حفاظت کروں گا۔ کم از کم بچے کو اپنی حفاظت میں لے کر فرہاد کی ٹیلی پیتھی سے دور نکلنے کی کوشش کروں گا۔"

"بے شک۔ تم تنظیم کے وفادار ہو۔ تمھیں میرے ساتھ چلنا چاہیے۔"

"جناب! ایک بات اور۔ یہاں سے بحری جہاز تک جانے کے لیے چار مسلح جوانوں کی ضرورت نہیں ہے میں اکیلا آپ کی حفاظت کے لیے کافی ہوں۔"

"تمھیں ان چاروں کو لے جانے میں کیا اعتراض ہے؟"

"اعتراض یہ ہے کہ یہاں فرہاد کے چاروں طرف سخت پہرہ رہنا چاہیے۔ اگر یہ چاروں یہاں سے چلے جائیں گے اور میں بھی ساتھ جاؤں گا۔ تو یہاں صرف چار مسلح جوان رہ جائیں گے جن میں دو تو بچے ہیں۔"

"تمھاری یہ دلیل کمزور ہے۔ کیونکہ فرہاد کو ایک کمرے میں قید کر دیا گیا ہے۔ اس سے کسی کا رابطہ نہیں ہے۔ کوئی اس کے سامنے نہیں جاتا ہے۔"

"جناب! آپ درست فرماتے ہیں لیکن جیسا میں کہہ چکا ہوں۔ اگر فرہاد نے آپ کو ٹریپ کیا ہے تو آپ کے ذریعے اس نے ان چاروں مسلح جوانوں کی آواز سنی ہو گی۔ ان کے لب و لہجے کو پہچانا ہو گا۔ لہٰذا ان کا ساتھ چلنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔"

"تھوڑی دیر بعد تم یہ بھی کہو گے کہ میں اپنی سکریٹری سلوانا کو بھی یہاں سے نہ لے جاؤں۔"

"دیکھیے جناب! میں حکم نہیں دے سکتا صرف درخواست کر سکتا ہوں کہ آپ اپنی سکریٹری سلوانا کو بھی ساتھ نہ لے جائیں۔ بچے کی نگہداشت کے لیے ڈاکٹر روزا ہمارے ساتھ بحری جہاز تک جائے گی۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ بچے کی تمام ذمہ داریاں ڈاکٹر روزا کو سونپی گئی ہیں۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا: "ڈاکٹر روزا کی ذمہ داریاں اپنی جگہ ہیں لیکن میری سکریٹری میرے ساتھ جائے گی۔ سلوانا تم بچے کو روزا سے لے لو۔"

روزا نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر کہا: "نہیں یہ بچہ میرے پاس رہے گا۔"

ایڈی نے کہا: "جناب! آپ ہمارے لیے مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔ بہتر تو یہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔ اس پر عمل کریں۔"

"کیا تم مجھے اپنے حکم کی تعمیل پر مجبور کر رہے ہو؟" میں نے چاروں محافظوں کو دیکھتے ہوئے کہا: "روزا اور ایڈی کو حراست میں لے لو۔"

وہ چاروں محافظ بحری جہاز سے آئے تھے۔ وہاں پرائمز والٹر کی حیثیت ایک سربراہ کی تھی۔ سبھی اس کے سامنے باادب رہتے اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ ایڈی ان باتوں کو سمجھتا تھا۔ اس نے فوراً ہی ریوالور نکال کر پرائمز والٹر کو نشانے پر لیتے ہوئے کہا۔ "خبردار کوئی حرکت نہ کرے۔ ورنہ میں پرائمز والٹر کو گولی مار دوں گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "تو یہ ثابت ہو گیا کہ فرہاد تمھارے دماغ پر قبضہ کر چکا ہے۔ تمھاری یوگا کی مہارت کام نہیں آئی۔ وہ اتنا چالاک ہے کہ تمام مہارت کو پانی کر دیتا ہے۔"

ایڈی نے کہا: "مسٹر والٹر! آپ جو بھی کہہ لیں۔ میں آپ کو اس بچے کے ساتھ نہیں جانے دوں گا۔ اب آپ بھی یہاں رہیں گے۔ میں اور روزا بچے کو بحری جہاز میں پہنچائیں۔ آپ کا کام فرہاد کو دوست بنانا ہے۔ اور آپ یہاں رہ کر اسے دوست بنانے کی کوشش کرتے رہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک ایک محافظ نے اپنی اسٹین گن سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر زمین کی طرف جھکنے لگا۔ اسی وقت میں نے اس محافظ کے دماغ پر قابض ہو کر اسے مجبور کیا کہ وہ دوسری بار بھرپور ضرب لگائے۔ پرائمز والٹر کا دماغ آزاد ہوا تو اس نے کچھ کہنا چاہا مگر میں بارہ کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ محافظ نے ایڈی کے سر پر پے در پے بھرپور ضرب لگائی کہ وہ زمین بوس ہو گیا۔ دوسرے محافظوں نے روزا کو پکڑ لیا تھا۔ سامی نے آگے بڑھ کر بچے کو اس سے لینا چاہا۔ وہ اب بھی انکار کر رہی تھی مگر سامی نے زبردستی بچے کو چھین لیا۔

میں نے پرائمز والٹر کے دماغ کو آزاد کر دیا۔ تاکہ وہ ایڈی کی حالت دیکھ لے لیکن اس کے دماغ میں موجود رہا۔ ایڈی کو دیکھتے

ہی اس نے سوچا "یہ کیا ہوگیا۔ میں یہاں کیسے پہنچ گیا؟"

میری سوچ نے کہا "یہ تو بعد کی باتیں ہے کہ میں یہاں کیسے پہنچا۔ پہلے تو ایڈی کی خبر لینا چاہیے۔ اگر وہ ٹھیک ہوا تو اسی سے تمام حالات معلوم ہوسکیں گے۔"

وہ آگے بڑھ کر ایڈی پر جھک گیا۔ مجھے فوراً موقع ملا۔ میں نے ایڈی کے دماغ پر قبضہ کرلیا۔ اس کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں سر چکرا رہا تھا۔ دماغ اتنا کمزور تھا کہ وہ یوگا کا مظاہرہ نہیں کرسکتا تھا۔ نہ ہی میری سوچ کی لہروں کو روک سکتا تھا۔ اس نے زمین پر پڑے موٹے ریوالور کو اٹھا کر کہا "خبردار میرے نزدیک نہ آنا میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تمہیں گولی ماردوں گا۔"

پرائز والٹر بوکھلا کر سیدھا کھڑا ہوگیا۔ میں نے ایڈی کو بھی کھڑا کردیا۔ وہ بہت کمزور تھا۔ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوسکتا تھا۔ لیکن یہ صرف چند لمحوں کی بات تھی۔ ایڈی نے پلٹ کر بڑی سرعت کے ساتھ دو فائر کیے اور دو محافظوں کو ختم کردیا تیسرے فائر کی نوبت نہیں آئی۔ کیونکہ تیسرے محافظ نے اُسے گولی ماردی۔ اس کے فوراً بعد ہی میں پرائز والٹر کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ پے در پے ایسے واقعات رونما ہوئے تھے کہ والٹر اپنے متعلق زیادہ نہیں سوچ سکا تھا۔ اور اب میں اسے سوچنے کا موقع بھی نہیں دے سکتا تھا۔

والٹر نے اپنے ریوالور سے روزا کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "تم سب دیکھ اور سُن چکے ہو کہ ایڈی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ فرہاد اس کے دماغ پر قابض ہوگیا تھا۔ لہٰذا فرہاد ہی روزا کو بھی بہکا کر لے آیا ہے۔ جب وہ ایک یوگا جاننے والے کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے تو دوسرے کے دماغ پر بھی قابض ہوسکتا ہے۔ اس کی زندگی ہمارے لیے خطرے کا باعث ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ایک گولی چلی اور روزا زمین پر گر کر تڑپنے لگی۔ میں نے دل ہی دل میں کہا "افسوس، تم بہت زیادہ وفادار تھیں۔ نقلی فرہاد نے تمہیں محبت سے سمجھایا۔ دوستی کا واسطہ دیا۔ بھائے ساتھ تنہائی میں وقت گزارا۔ مگر تم پھر بھی دشمن بنی رہیں، دشمنی کا انجام تو یہی ہوتا ہے۔"

پرائز والٹر نے ایک محافظ سے کہا "ہمارے دو وفادار جوان ہمارے گئے ہیں۔ افسوس کا مقام ہے۔ تم میں سے ایک عمارت کی طرف جائے اور وہاں سے دو اور محافظوں کو اپنے ساتھ لے آئے۔"

ایک محافظ فوراً ادھر روانہ ہوگیا۔ فائرنگ کی آوازیں یقیناً عمارت تک بھی پہنچی ہوں گی لیکن وہاں صرف چار مسلح جوان رہ گئے تھے۔ جو فرہاد اور رسونتی کو چھوڑ کر اِدھر نہیں آسکتے تھے۔ بہرحال وہ محافظ جب احاطے کے مین گیٹ پر پہنچا تو دو گنگے محافظ وہاں رائفلیں لیے اٹینشن کھڑے تھے۔ میں اسی وقت اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ میں نے وقت کا خیال رکھا کہ کہیں پرائز والٹر، دماغ

آزاد ہوتے ہی ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو خطرے کا احساس نہ دلائے۔ بس چند لمحوں کے لیے میں نے اس مسلح محافظ کے دماغ پر قبضہ کیا۔ اس نے اسٹین گن سے تڑاتڑ فائرنگ کی۔ دونوں گونگے محافظ وہیں ڈھیر ہوگئے۔ میں فوراً والٹر کے دماغ میں واپس آگیا۔ پتہ چلا کہ وہ چند لمحوں کے لیے بوکھلا کر اِدھر اُدھر دیکھ ہی رہا تھا کہ میں واپس آگیا۔ میرے دماغ پر قبضہ کرتے ہی وہ پھر ساکت کھڑا ہوگیا۔

پائلٹ نے پوچھا "سر! کیا ہوا؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

اس نے ایک ہاتھ سے اپنا سر تھام کر کہا "یہاں جو واقعات اچانک پے در پے رونما ہوئے ہیں اور جس طرح ہمارے آدمی فرہاد کی ٹیلی پیتھی کا شکار ہوکر مارے جارہے ہیں۔ اس نے مجھے پریشان کردیا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہیں وہ میرے دماغ میں بھی نہ پہنچ جائے۔"

پائلٹ نے کہا "سر! ہم لوگوں کو فوراً یہاں سے روانہ ہوجانا چاہیے۔"

والٹر نے کہا "نہیں تم اس بچے اور میری سکریٹری کو تین نمبر محاذ پر لے جاؤ۔ وہاں ہمارے خاص ساتھی موجود ہیں۔ وہ بھی اس ہیلی کاپٹر میں سوار ہوں گے۔ پھر تم ان سب کو بحری جہازوں پر لے جانا۔ یہاں حالات میری توقع کے خلاف ہیں۔ اس لیے میرا یہاں رہنا لازمی ہے۔"

سامی بچے کو لے کر ہیلی کاپٹر میں سوار ہوگئی۔ پائلٹ نے اپنی جگہ سنبھالی۔ جو ایک محافظ وہاں رہ گیا تھا۔ میں نے اسے سامی کے ساتھ بٹھا دیا۔ سامی نے ایڈی کا ریوالور اپنے پاس رکھ لیا تھا اور یہ اس نے اچھا ہی کیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر پنکھا گردش کرنے لگا۔ پھر وہ فضا میں بلند ہوکر ایک طرف پرواز کرتے ہوئے محاذ نمبر تین کی سمت چلا گیا۔ میں نے والٹر کو آزاد کرکے سونیا سے کہا "سنو! ایک ہیلی کاپٹر ہمارے بیٹے کو لے کر ادھر آرہا ہے۔ وہ محاذ نمبر تین کے قریب ہی اترے گا۔ ہم اس میں سوار ہوجائیں گے۔ باقی باتیں میں بعد میں بتاؤں گا۔ سامی کے پاس میرا بیٹا ہے اور سامی کے ساتھ ایک مسلح جوان ہے۔ اگر سامی اسے ٹھکانے نہ لگا سکے تو تم اس کا کام تمام کردینا۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ ہمارے لیے کام کا ہے۔ لہٰذا اسے ہرگز نہ مارنا۔ میں وقتِ ضرورت اس کے دماغ پر قابض ہوکر اسے کنٹرول کرتا رہوں گا۔"

میں پھر پرائز والٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ چیختا ہوا عمارت کی طرف جارہا تھا۔ ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ فرہاد! میرے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔ میرے ساتھ عجیب واقعات رونما ہوئے ہیں۔ ایڈی اور روزا مارے گئے ہیں۔ ڈینیئلے تم کہاں ہو؟"

اس کے بعد اس کی آواز بند ہوگئی۔ میں نے اس کے منہ کو بند کردیا تھا۔ اب وہ اسی طرح تیزی سے دوڑتا ہوا عمارت کی طرف جارہا تھا۔ وہ محافظ جس نے دو گونگوں کو ہلاک کیا تھا۔ وہ بوکھلایا ہوا اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ اس نے پرائز والٹر کو دیکھا تو گھبرا کر کہا "جناب! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں نے ان دونوں کو کیسے ہلاک کردیا۔ عمارت کے اندر جو لوگ ہیں وہ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ میں نے انھیں کیوں ہلاک کیا ہے؟"

والٹر نے اپنے ریوالور کا رُخ اس کی طرف کرکے چیخ کر کہا۔ "ڈینیئلے! اس محافظ کے دماغ میں فرہاد پہنچ چکا ہے۔ اسی لیے اس نے محافظوں کو ہلاک کردیا ہے۔ اس کا زندہ رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلا دی اور دوڑتا ہوا عمارت کے احاطے میں داخل ہوگیا۔ ڈینیئلے اور باقی دو محافظ سہمے ہوئے انداز میں محتاط کھڑے ہوئے تھے۔ وہ پرائز والٹر کو یوں دیکھ رہے تھے جیسے اس کے اندر فرہاد منتظر آرہا ہو۔ وہ سمجھنے کی کوشش کررہے تھے کہ یہ کیا ہورہا ہے۔

وہ اسی طرح دوڑتا ہوا اس کمرے میں پہنچا جہاں ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ اس نے دروازہ اندر سے بند کرکے ٹرانسمیٹر آن کیا اور محاذ نمبر تین سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا "ایک ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ رہا ہے۔ تم سب وہ جگہ خالی کرکے محاذ نمبر دو پر چلے جاؤ۔ وہاں نئے محافظ آئے ہیں۔ جو بہت تجربے کار ہیں۔ ان کے پاس انٹی ڈارک آئی لینس ہیں۔ جن کے ذریعے وہ اُجالے والوں کو ٹریپ کرلیں گے۔ تم لوگ فوراً وہ جگہ خالی کردو۔"

جواب میں یقین دلایا گیا کہ اس کے حکم کی تعمیل میں دیر نہیں کی جائے گی۔ اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ والٹر نے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر ٹرانسمیٹر آف کرکے اتنی زور سے زمین پر پٹخا کہ باہر تک دھماکہ سنائی دیا۔ پھر اُس نے اپنے ریوالور سے ٹرانسمیٹر پر کئی فائر کرکے اسے ناکارہ کردیا۔ باہر سے ڈینیئلے کی آواز سنائی دی "جناب! دروازہ کھولیے۔ ہمیں شبہ ہے کہ فرہاد آپ تک پہنچ چکا ہے؟"

میں دروازے کے باہر ڈینیئلے کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس نے ایک محافظ سے کہا "تم مجھے اپنی اسٹین گن دو۔ مجھے والٹر صاحب کی طرف سے خطرہ ہے۔"

محافظ اسٹین گن دیتے ہوئے ہچکچا رہا تھا لیکن ڈینیئلے نے اس کے ہاتھ سے اسٹین گن جھپٹ کر اس کا رُخ دروازے کی طرف کردیا۔ پھر اچانک محافظوں کی طرف پلٹ کر تڑاتڑ گولیاں چلا دیں۔ تھوڑی دیر تک فضا گولیوں کی آواز سے گونجتی رہی۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔

پھر اسی سناٹے میں پرائز والٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ کمرے کے اندر چیخ رہا تھا "یہ کیا ہورہا ہے۔ یہ ٹرانسمیٹر کیسے بیکار ہوگیا۔ باہر گولیاں کیوں چل رہی ہیں؟ مگر نہیں۔ میں کچھ نہیں بولوں گا کسی سے نہیں بولوں گا۔ ڈینیئلے! میں تمہارے سامنے بھی نہیں آؤں گا۔ ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ فرہاد میرے دماغ پر قبضہ کرچکا ہے۔ میں یہیں اپنی جان دے دوں گا۔"

میں فوراً ہی پرائز والٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ریوالور میں ایک آخری گولی رہ گئی تھی۔ وہ ریوالور کی نال اپنی کنپٹی سے لگا رہا تھا تاکہ میں اسے ٹریپ کرکے نیچے کو یا قیدی فرہاد اور سونیا کو وہاں سے نہ لے جاسکوں لیکن اب وہ خودکشی نہیں کرسکتا تھا۔ ریوالور اس کی کنپٹی سے ہٹ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے ڈینیئلے کھڑا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا اور دوسرے ہاتھ میں اسٹین گن۔ دونوں ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔ ڈینیئلے نے بے بسی سے شکست خوردہ انداز میں کہا۔ "جناب! آپ اس وقت میرے سامنے پرائز والٹر ہیں یا فرہاد، میں نہیں جانتا۔ میں چاہوں تو اس اسٹین گن کو بھی آپ کے خلاف استعمال نہیں کرسکتا۔ یہ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اس لیے آپ کے سامنے ہتھیار ڈال رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اسٹین گن کو ایک طرف پھینک دیا۔ میں نے والٹر کی زبان سے کہا "دانشمندی یہی ہے۔ اب چلو، فرہاد اور رسونتی کو ان کے کمروں سے نکالو۔"

وہ آگے آگے چلنے لگا۔ والٹر ریوالور لیے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ سب سے پہلے نقلی فرہاد کو آزاد کیا گیا۔ میں نے اُسے بتایا کہ میں اسوقت پرائز والٹر کے دماغ میں موجود ہوں۔

مرجانہ بھی کمرے سے نکل آئی تھی۔ اور وہ ہمیں توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ اچانک ہی اس نے والٹر کے ہاتھ پر ایک زوردار لات ماری۔ ریوالور دور جا پڑا۔ اس سے پہلے کہ میں اس کے دماغ میں سنبھلتا، اس نے ایک بھرپور ہاتھ والٹر کے منہ پر رسید کیا۔ پھر لپک کر ریوالور اٹھا لیا اور اُسے کور کرکے بولی۔ "اچھا تو فرہاد! تم نے والٹر کے دماغ پر بھی قبضہ کرلیا ہے؟"

میں نے والٹر کی زبان سے کہا "مرجانہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ مجھے محبت کا واسطہ، اس وقت دشمنی نہ کرو۔ ہمارا ساتھ دو۔"

مرجانہ نے حیرانی سے والٹر کو دیکھا۔ پھر نقلی فرہاد کو دیکھتے ہوئے کہا "فرہاد! جب تم ادھر موجود ہو تو والٹر کے دماغ میں بیٹھ کر مجھے کیوں مخاطب کررہے ہو؟"

میں نے کہا "جس فرہاد کو تم اپنا سمجھ رہی ہو وہ نقلی ہے۔ بیرونی سے روانہ ہونے سے پہلے ہی میں روپوش ہوگیا تھا۔ اور میری جگہ یہ آگیا تھا۔"

اس نے غصے سے نقلی فرہاد کی طرف دیکھا۔ نقلی فرہاد

نے ہاتھ اٹھا کر کہا "مرجانہ! تم خود اس بات کی گواہ ہو کہ جب سے میں فرہاد صاحب کا رول ادا کر رہا ہوں بھیتیں قریب آنے کا موقع نہیں دیا۔ خود ہی تم سے کترا رہا ہوں۔ میں نہیں محبت کے سلسلے میں دھوکہ نہیں دینا چاہتا تھا اور نہ ہی دیا ہے۔"

اسی وقت میں نے پرائز والٹر کے ذریعے اس کے ہاتھ پر ایک زور کی ٹھوکر ماری۔ ریوالور مرجانہ کے ہاتھ سے نکل گیا۔ مرجانہ نے پلٹ کر اس پر حملہ کر دیا۔ مگر وہ میں تھا۔ میں نے اس کے اس حملے کو تو روک لیا مگر دوسرے تیسرے حملے کو نہ روک سکا۔ یقیناً وہ لڑنے کے سلسلے میں بجلی تھی۔ اتنی پھرتی سے ہاتھ پاؤں چلاتی، ایسی تیزی سے پینترا بدلتی تھی کہ سنبھلنا مشکل ہو جاتا تھا۔ پرائز والٹر مار کھا کر ایک طرف گر گیا۔ دوسری طرف نقلی فرہاد نے ریوالور اٹھا کر کہا "مرجانہ! خاموشی سے کھڑی ہو جاؤ ورنہ میں گولی مار دوں گا۔"

منجالی نے کہا "فرہاد صاحب، مرجانہ کو لے جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اس کا دماغ بُری طرح ہوسِ دیوں سے متاثر ہے۔ یہ ان کی وفادار رہے گی اور ہمارے لیے خطرات پیدا کرتی رہے گی۔"

پرائز والٹر مرجانہ سے مار کھانے کے بعد کراہتے ہوئے اٹھ رہا تھا۔ پھر میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر کہا "یہ درست ہے۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ مرجانہ کا کیا کروں۔ میں نے اس کی امّی سے وعدہ کیا ہے کہ مرجانہ کو ان کے پاس پہنچاؤں گا لیکن میں ایسی کسی ہستی کو پاکستان کی حدود میں برداشت نہیں کر سکتا۔ جو بہبودیوں کی وفادار ہو۔"

رسونتی نے کہا "تم سب اپنی ہی باتیں کیے جا رہے ہو۔ میرے بچے کے بارے میں تو کچھ بتاؤ۔ کہاں ہے وہ؟"

میں نے والٹر کی زبان سے جھڑک کر کہا "بچوں اس مت کرو۔ تم میرے بچے کی ماں نہیں، دشمن ہو۔ پہلے میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں، پھر تم کو دیکھوں گا۔"

رسونتی نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "فرہاد! تم مجھے جو سزا دو گے میں خوشی سے برداشت کر لوں گی۔ ساری عمر تمہارے قدموں کی خاک بنی رہوں گی مگر میرے بچے کے سلسلے میں یہ نہ کہو۔ میں اس کی دشمن نہیں ہوں۔"

"یہ باتیں بعد میں ہوں گی۔ تم سب باہر نکلو۔ مرجانہ! تم اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرو گی۔ ورنہ یہ بہروپیا فرہاد تمہیں گولی مار دے گا۔"

منجالی نے رسونتی کو اٹھنے کے لیے سہارا دیا۔ وہ اس کے سہارے چلتی ہوئی کمرے سے نکلی میں بھی باہر آیا۔ بہروپیا مرجانہ کو نشانے پر رکھتے ہوئے دروازے تک آیا۔ پھر اس نے فوراً ہی دروازے کو ایک جھٹکے سے بند کر کے باہر سے لاک کر دیا۔ میں نے کہا "میں پہلے ہیلی کاپٹر کی طرف جا رہا ہوں۔ تم لوگ میرے پیچھے آؤ۔ مجھے اس پائلٹ کو بھی ٹریپ کرنا ہے۔ ورنہ وہ تم سب کو دیکھ کر خطرہ محسوس کرے گا۔"

یہ کہہ کر پرائز والٹر وہاں سے ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگا۔ جب وہ عمارت کے باہر فراخ دور پہنچا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ جہاں میں درخت پر چھپا بیٹھا تھا۔ وہاں سے نیچے اترنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہیں اتر چکا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے معلوم کیا۔ سونیا نمبر چھتیس کے ساتھ دوڑتی ہوئی جا رہی تھی۔ میں بھی ادھر جاتے ہوئے پرائز والٹر کے دماغ پر قابض ہو گیا۔

اب وہ جھیل کی طرف دوڑ رہا تھا۔ خودکشی کرنا چاہتا تھا۔ ڈوب مرنا چاہتا تھا تاکہ میں اسے پھر ٹریپ نہ کر سکوں۔ اس کی تنظیم کو نقصان نہ پہنچا سکوں۔ کس قدر نقصان پہنچ چکا ہے، ابھی اسے پوری طرح اندازہ نہیں تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "جھیل میں ڈوب مرنے سے بہتر ہے کہ اپنی تنظیم کو بچانے کی آخری کوشش کی جائے۔ میں پائلٹ کو خطرے سے آگاہ کر دیتا ہوں۔ وہ ہیلی کاپٹر لے کر یہاں سے فرار ہو جائے گا۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی وہ ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑنے لگا۔ میں بدستور اس کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے پائلٹ کے پاس پہنچ کر کہا "ہم تباہ ہو گئے، سب کچھ تباہ ہو گیا۔ پتہ نہیں ہمارے کتنے آدمی مارے گئے ہیں۔ شاید فرہاد کامیاب ہو رہا ہے۔ اسے ناکام بنانے کی بس ایک ہی صورت ہے کہ تم ہیلی کاپٹر لے کر یہاں سے فرار ہو جاؤ۔"

پائلٹ نے پوچھا "کیا آپ میرے ساتھ چل رہے ہیں؟ اور وہ ڈینیلے صاحب کہاں ہیں؟"

"مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ ورنہ فرہاد تمہارے دماغ میں پہنچ جائے گا۔"

اور میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پائلٹ نے اسی وقت ایک گھونسہ اس کے منہ پر رسید کیا۔ پرائز والٹر لڑکھڑا کر پیچھے جا گرا اور اسے حیرانی سے دیکھنے لگا۔ پائلٹ مسکرا رہا تھا۔ والٹر نے اٹھ کر پریشان ہو کر پوچھا "تو کیا؟ کیا فرہاد تمہارے دماغ میں پہلے سے موجود تھا؟"

"نہیں، بے وقوف کے بچے تم نے ہی فرہاد کو میرے دماغ تک پہنچایا ہے۔"

اس وقت تک بہروپیا فرہاد، رسونتی اور منجالی کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ پائلٹ نے بہروپیے سے کہا "میں فرہاد دونوں ہاتھوں سے کیا تم پائلٹ کی جگہ کام کر سکتے ہو؟"

بہروپیے نے کہا "بے شک کر سکتا ہوں۔ آپ جہاں کہیں

گے میں اس ہیلی کاپٹر کو پہنچا دوں گا۔"

"فوراً اس کا ایندھن چیک کرو اور اندازہ لگاؤ کہ تم افریقہ کے کس قریب ترین ملک تک پہنچ سکتے ہو۔"

"وہ چیکنگ کے لیے ہیلی کاپٹر کی طرف چلا گیا۔ پائلٹ نے بہروپیا فرہاد سے کہا "مسٹر پرائز والٹر تم نے ہمیں غلام بنائے رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔ لہٰذا تم سب کا انجام تمہاری یہودی تنظیم والوں کو معلوم ہونا چاہیے۔" یہ کہتے ہی پائلٹ نے اسے گولی مار دی۔

جب تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر کی پرواز کا وقت آیا اور سب سوار ہو گئے تو بہروپیے نے پائلٹ کو بھی ختم کیا اور وہاں سے پرواز کرتا ہوا افریقہ کے مشرقی ساحل کی طرف جانے لگا۔

جب میں خیال خوانی کے دوران چلتا رہتا ہوں یا اپنی جگہ رہ کر کرتا رہتا ہوں تو اس وقت میری یہ حالت ہوتی ہے جیسے میں غافل بھی ہوں اور بیدار بھی۔ اپنے ماحول سے دور بھی رہتا ہوں اور ایک ایک پل کے لیے دماغی طور پر حاضر بھی رہتا ہوں۔ اس بات کی مجھے اچھی خاصی مشق ہو چکی ہے۔

بہرحال میں دماغی طور پر اس جنگل میں حاضر ہو گیا جہاں سامی، پارس کو لے کر ہیلی کاپٹر میں آ گئی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے معلوم کیا۔ سونیا بھی وہاں پہنچ گئی تھی۔ اتنی دیر میں اس نے سامی کے ساتھ آنے والے مسلح جوان کو ختم کر دیا تھا۔ اور پائلٹ کو اسٹین گن کی زد پر رکھے ہوئے نمبر چھتیس سے پوچھ رہی تھی "کیا تم ہیلی کاپٹر کو یہاں سے افریقہ کے مشرقی ساحل تک پہنچا سکتے ہو؟"

سامی نے کہا "میرے کہتے ہی چوبیس جہاز رانی اور فضائی پروازوں کا ماہر ہیں۔ نمبر چھتیس یہ کام انجام دے گا۔"

یہ سنتے ہی سونیا، پائلٹ کو ختم کرنا چاہتی تھی میں نے کہا "ٹھہرو۔ پہلے ایندھن وغیرہ چیک کراؤ۔"

چوبیس نمبر چھتیس میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد جب میں وہاں پہنچا تو پائلٹ کو ختم کر دیا گیا تھا۔ نمبر چھتیس نے پائلٹ کی جگہ سنبھال لی تھی۔ سونیا اور سامی ایک دوسرے سے مل کر خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ سونیا بچے کو لے کر چوم رہی تھی۔ ہم سب ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئے۔ پھر وہ ہیلی کاپٹر زمین سے بلند ہو کر پرواز کرنے لگا۔ ہمارا چوبیس نمبر اڑتیس ابھی تک کمند میں تھا اور موٹر بوٹ پر بیٹھا ہوا ہماری واپسی کا منتظر تھا۔ میں نے اس سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا "تم واپس لوٹ کے جزیرے میں جاؤ۔ ہم اپنی مہم میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اور بچے کو لے کر افریقہ کے ساحل تک جا رہے ہیں۔ میں ابھی تمہاری اعلیٰ بی بی سے معلوم کرتا ہوں کہ تمہیں کہاں جانا چاہیے۔"

میں نے سامی سے پوچھا "سامی نے کہا "اسے نیروبی پہنچنا چاہیے۔"

میں نے اسے اعلیٰ بی بی کا حکم سنا دیا۔ وہ موٹر بوٹ اسٹارٹ کر کے واپس جانے لگا۔ میں نے نیروبی کے چور سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اس سے کہا "میں اعلیٰ بی بی کے ساتھ ایک ہیلی کاپٹر میں آ رہا ہوں میرے ساتھ سونیا ہے۔ دوسرے ہیلی کاپٹر میں بہروپیا فرہاد، منجالی اور رسونتی سفر کر رہے ہیں۔ تم ساحلی ممالک کے تمام چوروں کو اطلاع دے دو۔ ہمارے ہیلی کاپٹر کہیں بھی اتر سکتے ہیں ہم جہاں پہنچیں گے وہاں نہیں ٹھہریں گے۔ بلکہ آگے بڑھ جائیں گے۔ آگے بڑھنے کے لیے یہی مناسب ہے کہ فوری طور پر کل صبح کی فلائٹوں کے متعلق معلومات حاصل کرو اور یہ دیکھو کہ کس فلائٹ میں کتنی سیٹیں مل سکتی ہیں؟"

میں ہیلی کاپٹر میں حاضر ہو گیا۔ سامی اور سونیا آہستہ آہستہ باتیں کر رہی تھیں میں نے ان سے کہا "میں بہت پہلے ہی اپنے دل میں یہ ارادہ کر چکا تھا کہ اپنے بیٹے کو سامی عرف اعلیٰ بی بی کے حوالے کر دوں گا۔ سامی بہت ہی پُراسرار زندگی گزار رہی ہے۔ دشمن اس کے پاس نہیں پہنچ سکتے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

سامی نے خوش ہو کر کہا "تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے میں ننھے بچے کو اپنے پاس رکھوں گی۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ کوئی بندہ میرے پاس یا بچے کے پاس نہیں پہنچ سکے گا۔ خدا نے چاہا تو یہ دوسری بات ہے۔"

"تم فی الحال پارس کو لے کر کہاں جانا چاہو گی؟"

اس نے جواب دیا "تم نیروبی کے چور کو میرا پیغام دو کہ وہ ایسی عورت کی تلاش کرے جس نے ابھی دو ہفتے کے دوران بچے کو جنم دیا ہو۔ نیروبی پہنچتے ہی پارس کا میک اَپ کیا جائے گا۔ وہ عورت پارس کو لے کر پیرس جائے گی۔ میں اور چور اس کی نگرانی کرتے چلیں گے۔ اس کا بچہ ہماری حفاظت میں رہے گا۔ پیرس پہنچ کر ہم اس کا بچہ اُسے دے دیں گے۔ پارس کو واپس لے لیں گے۔ اس کے بعد وہ عورت جہاں جانا چاہے گی۔ ہم اُسے پہنچا دیں گے۔"

میں نے پوچھا "اتنا لمبا چکر چلانے کی کیا ضرورت ہے؟ تم کسی ایسی عورت کی خدمات کیوں حاصل کرنا چاہتی ہو؟"

پہلے تو وہ ہچکچائی پھر بولی۔ "تم عورتوں کے معاملات کو نہیں سمجھتے ہو۔ دشمن بہت چالاک ہوتے ہیں۔ اگر انھوں نے اس عورت کا میڈیکل چیک اَپ کرانا چاہا تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ واقعی وہ نوزائیدہ بچے کی ماں ہے اور اگر بچہ میرے پاس رہا تو یہ ثابت نہیں ہو سکے گا۔ ہمیں ہر پہلو سے محتاط رہنا چاہیے۔"

سونیا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "سامی! تم واقعی ذہین ہو۔ ہمیں یہ موقع نہیں مل رہا ہے کہ تمہارے اعلیٰ بی بی ہونے کا راز معلوم کریں۔"

میں نیروبی کے چور کے پاس پہنچ کر اسے اعلیٰ بی بی کا پیغام سنانے لگا۔ سونیا میری طرف دیکھ رہی تھی۔ جب میں نے اُسے دیکھا

تو اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔ چہرے پر اُداسی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم نہیں کیا۔ براہِ راست اس سے پوچھا: "کیا بات ہے تم اچانک اُداس کیوں ہوگئی ہو؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی: "فرہاد! مرجانہ جیسی بھی ہو ہماری ہے۔ اُسے تم نے چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔"

"پھر میں کیا کرتا؟"

"اُسے ساتھ لے آتے۔ جب اتنی ساری مصیبتیں ہمارے ساتھ چلتی ہیں تو ایک مصیبت وہ بھی ہوتی۔ ہم اسے کسی طرح جھیل لیتے۔"

"اب میں کسی کو نہیں جھیل سکتا۔ میں تھک گیا ہوں۔ آرام کرنا چاہتا ہوں۔ گوشہ نشین ہونا چاہتا ہوں۔ میں ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں میرے پاس کوئی نہ پہنچ سکے۔ میں کچھ عرصے تک پرسکون زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ کیا تم میرا ساتھ دو گی؟"

سونیا اور سامی دھیمے سے ہنسنے لگیں۔ میں نے کہا: "سامی! یہ بات میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔ تم فی الحال میرے بیٹے کا ساتھ دو۔ جب ہمیں یقین ہو جائے گا کہ میرے بیٹے تک کوئی دشمن نہیں پہنچ سکے گا۔ تب میں تم سے ملاقات کروں گا۔ ہم اس دوران سوچتے رہیں گے کہ ہمیں اپنا ٹھکانہ کہاں بنانا چاہیے۔ میں سچ کہتا ہوں۔ میں ان ہنگاموں سے بیزار ہو گیا ہوں۔ اس لیے کہ ان کا کوئی اچھا نتیجہ سامنے نہیں آتا۔ ہیں کامیابی تو ہوتی ہے لیکن دشمنوں کا جانی نقصان ہوتا ہے وہ ہونا بھی چاہیے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ان کی وجہ سے ایسے لوگ بھی مارے جاتے ہیں۔ جنہیں زندہ رہنا چاہیے۔ جنہیں جینے کا حق حاصل ہونا چاہیے ان کا جانی نقصان بھی ہوتا ہے، مالی نقصان بھی ہوتا ہے اور ہماری طرف سے اخلاقی نقصان بھی پہنچتا ہے۔"

سامی نے کہا: "تم واقعی پریشان ہو۔ تمہیں کچھ عرصہ آرام کرنے کی ضرورت ہے۔"

سونیا نے کہا: "اس سے پہلے بھی فرہاد نے کئی بار ارادہ کیا مگر ناکامی ہوئی۔ ہم نے جب بھی گوشۂ تنہائی میں اپنے دن گزارنے چاہے تو کوئی نہ کوئی دشمن پہنچ گیا یا کسی مصیبت نے ہمیں اپنی طرف بلا لیا۔"

سامی نے کہا: "اس بار میں تم دونوں کا ساتھ دوں گی۔ اگر کوئی دشمن تمہاری طرف آنا چاہے گا تو اس کا راستہ روکوں گی۔ کوئی مصیبت یا کوئی اخلاقی ہمدردی تم لوگوں کو اپنی طرف کھینچے گی تو میں اُدھر جاؤں گی بگر تم دونوں کو مکمل آرام کرنے کا موقع دوں گی۔"

سونیا نے خوش ہو کر اسے دیکھا۔ مسکرا کر مجھے دیکھنے لگی پھر ایک گہری سانس لے کر بولی: "فرہاد! تم کچھ بھی کہو۔ مجھے مرجانہ کی یاد ستاتی رہے گی۔ اسے وہاں سے نکالو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اس کے لیے انتظامات کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کیں اور جزیرہ الدبرا کے پاس کھڑے ہوئے بحری جہاز کے افسرِ انچارج کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ جہاز کے اہم افسران کے ساتھ ایک کیبن میں بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ میں چپ چاپ سننے لگا۔ اہم بات یہی تھی کہ جزیرہ الدبرا کی اس عمارت سے نرائسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم نہیں ہو رہا تھا۔ پرائمز الٹرا کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اس کا اسسٹنٹ ڈینیلے بھی لاپتہ تھا۔ وہیلی کاپٹر جو وہاں گئے تھے۔ ان کے متعلق ایک محاذ سے اطلاع ملی تھی کہ کہیں قریب سے ان کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ جزیرے سے باہر پرواز کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ یہ ایسی باتیں تھیں کہ اُن کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ صرف یہی شبہہ جڑ پکڑ رہا تھا کہ فرہاد اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے آدمیوں کو نقصان پہنچا کر وہاں سے نکل گیا ہے۔

میں تھوڑی دیر تک ان کی باتیں سنتا رہا۔ دوسرے افسران کے لب و لہجے کو سمجھتا رہا۔ پھر میں نے ایک آفیسر کے ذریعے کہا: "اب آپ سے فرہاد علی تیمور مخاطب ہے۔ آپ لوگ میری طرف توجہ دیں۔"

اس کے بدلے ہوئے لہجے کو سن کر سب چونک گئے۔ اس کی طرف سوالیہ نظروں سے اور حیرانی سے دیکھنے لگے۔ اس نے کہا: "میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اس وقت فرہاد میرے دماغ پر قابض ہے اور جو کچھ میری زبان سے ادا ہو رہا ہے۔ وہ فرہاد کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تم سب کے دماغوں میں پہنچ چکا ہوں۔ اگر یقین نہ ہو تو میں اس کا ثبوت پیش کر سکتا ہوں۔"

کوئی ثبوت کے بغیر حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔ لہٰذا مجھے طریقہ کار کے مطابق ثبوت پیش کرنا پڑا۔ میں ہر ایک کے دماغ میں پہنچ کر ان سے عجیب و غریب حرکتیں کرانے لگا اور ان کی حرکتیں ایک دوسرے کو دکھانے لگا۔ تب ان لوگوں نے متفقہ طور پر تسلیم کیا کہ میں ان کے درمیان موجود ہوں اور وہ میری باتیں سننا چاہتے ہیں۔

میں انھیں سنانے لگا: "تمہارا جزیرہ الدبرا ویران ہو چکا ہے۔ پرائمز الٹرا اور ڈینیلے اب کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ میں نے اپنے بچے کو پالیا ہے۔ تم لوگوں سے پہلے دنیا کی سب سے خطرناک تنظیم کے سپرماسٹر نے بھی مجھے اپنا بنانے، اپنا غلام، اپنا محکوم بنانا چاہا تھا۔ اس کا کیا حشر ہوا یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ میں نے گرین لینڈ میں ان کے ایٹمی پلان کو اتنا نقصان پہنچایا کہ ان کے ہوش اڑ گئے۔ سپرماسٹر کو اپنا عہدہ چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ اس کی جگہ دوسرا سپرماسٹر لایا گیا۔ اب تم لوگوں نے مجھے، سونیا کو، میرے بچے کو اور سونیا کو بڑی کامیابی سے جزیرے میں گھیر لیا تھا۔ ہمیں ہر طرح سے مجبور کر دیا تھا لیکن انجام ابھی تم لوگوں کے سامنے آ رہا ہے۔"

میں نے تھوڑی دیر کے لیے اس کی زبان کو بند رکھا۔ اس نے سر کو ذرا اٹھا کر چھت کی طرف دیکھا۔ وہاں ایک مائک لٹک رہا تھا۔ میں نے اُسے دیکھتے ہوئے اس کی زبان سے کہا: "یقیناً

تمہاری تنظیم کا سربراہ کہیں بیٹھا ہوا ہماری باتیں سن رہا ہے اور اُسے سننا بھی چاہیے۔ سمجھنا بھی چاہیے۔ ورنہ اسے بچانے کا موقع کیسے ملے گا۔

تم لوگوں نے جزیرہ الدبرا کی اس عمارت کے اندر اور باہر جتنے سخت پہرے لگائے تھے وہ سب ختم ہو چکے ہیں۔ پہرے دار نابود ہو گئے ہیں۔ تمہارا پرائمز الٹرا، ڈینیلے، ایڈی لوز ڈاکٹر روزا وغیرہ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ یہ تم لوگوں کے لیے بہت بڑا نقصان ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑا نقصان سن لو۔ اس وقت جس کیبن میں تم بیٹھے ہوئے ہو اس کے نیچے اسلحہ خانہ ہے میں اس جہاز کے متعلق تمام معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ میں چاہوں تو ابھی بٹن دبا کر۔ پھٹکتے ہی اس اسلحہ خانے میں ایسا دھماکہ ہو کہ تمہارے اس بحری جہاز کے چیتھڑے اڑ جائیں۔ یہاں کا ایک فرد بھی زندہ سلامت نہ رہ سکے۔ یہ صرف دھمکی نہیں ہے۔ کہو تو میں اس پر عمل کروں اور اس کے بعد پھر تمہارے سربراہ سے کہیں اور ملاقات کروں اور معاملات طے کروں؟"

ایک آفیسر نے کہا: "نہیں، فرہاد صاحب! ہم آپ کی بات تسلیم کرتے ہیں۔ مزید نقصان اٹھانے کو نادانی سمجھتے ہیں۔ آپ اس جہاز کو تباہ نہ کریں۔ یقیناً ہماری تنظیم کے سربراہ ہماری باتیں سن رہے ہیں۔"

"دنیا کی ہر تنظیم کا سربراہ میرے سامنے گونگا اور بہرا بن جاتا ہے۔ میں نے ابھی جن نقصانات کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بہت ہی معمولی نقصان ہیں۔ آپ سب اطمینان رکھیں۔ میں اس جہاز کو تباہ نہیں کروں گا۔ لیکن اس کے بعد مجھے، میرے بچے کو، میری ساتھیوں کو چھیڑا گیا اور میرے ملک کا رُخ کیا گیا، تخریبی کارروائی کی گئی تو میری طرف سے پہنچنے والے نقصانات کا اندازہ آپ ابھی نہیں لگا سکیں گے۔ مجھے مجبور نہ کیا جائے کہ میں دُور تک تمہاری تنظیم کی گہرائیوں میں پہنچوں اور تم لوگوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دوں۔ اس کے لیے مجھے بہت سے نقصانات برداشت کرنے پڑیں گے لیکن اگر میں ضد میں آ جاؤں گا تو یہ بھی کر گزروں گا۔"

ایک آفیسر نے سوال کیا: "فرہاد صاحب! آپ کیا چاہتے ہیں۔ ہم کس طرح سمجھوتہ ہو سکتا ہے؟"

میں نے جواب دیا: "میں تم لوگوں کی ایک بات سے متفق ہوں کہ تمہاری قوم میں بہت ہی مستحکم اور ناقابلِ شکست اتحاد ہے اور ہم ملک ملک، قوم قوم، فرقے فرقے، بٹے ہوئے ہیں۔ میں ایک فرہاد علی تیمور تنہا عالم بن کر، مصلح بن کر تمام لوگوں کو نہ تو متحد کر سکتا ہوں۔ نہ ہی ان کی تقدیر بدل سکتا ہوں۔ جو مسلمان اپنی تقدیر آپ بدلنا چاہیں گے میں ان کا ساتھ دوں گا فی الحال مختصر اپنے ملک کی بات کرتا ہوں اور وہ یہ کہ تمہاری کوئی بھی

تخریبی کارروائی میرے ملک میں نہیں ہونا چاہیے۔ تمہارا کوئی جاسوس میرے ملک کی سرحد میں قدم نہ رکھے۔"

"ہمارا وعدہ ہے۔ ہم کبھی آپ کے ملک کی طرف رُخ نہیں کریں گے۔ ہمارا کوئی جاسوس، کوئی فرد اُدھر نہیں جائے گا۔ نہ ہی کوئی تخریبی کارروائی کرے گا۔"

"دوسری شرط یہ ہے کہ مرجانہ کا برین ٹریٹمنٹ کیا جائے۔ اس کے دماغ سے تمہاری وفاداری اور تمہارے نظریات نکالے جائیں۔ وہ ایک مسلمان لڑکی ہے۔ اسے سابقہ حالات میں لایا جائے جب تک ایسا نہ ہو اس وقت تک اسے پاکستان کی طرف جانے نہ دیا جائے بلکہ اس کی والدہ کو اس کے پاس پہنچا دیا جائے جب وہ نارمل ہو جائے گی اور محبِ وطن پاکستانی بن جائے گی تو اسے پاکستان جانے کی اجازت دے دی جائے اور اس کے راستے میں رکاوٹیں پیدا نہ کی جائیں۔"

"ہمیں آپ کی یہ شرط بھی منظور ہے۔ ہمارے ماہرین جلد ہی مرجانہ کو اس کی سابقہ دماغی حالت میں واپس لے آئیں گے۔"

"ایک شرط اور ہے۔ وہ یہ کہ میں، سونیا، میرا بیٹا پارس علی تیمور، سونیا اور اعلیٰ بی بی اور اس کے تمام ماتحت دنیا کے جس حصے میں ہیں وہاں ہمارے مفادات اور ہمارے نظریات سے ٹکرانے کی کوشش نہ کی جائے۔ کوئی ایسی مجبوری آڑے آئے تو پہلے مجھ سے رابطہ قائم کیا جائے اور میرے ذریعے سمجھوتے کی راہ نکالی جائے۔"

کتنے ہی افسروں نے کہا: "فرہاد صاحب! آپ نے بڑی ہی معقول بات کہہ دی ہے۔ ہم ہمیشہ آپ کے ذریعے سمجھوتے کی راہیں نکالتے رہیں گے۔ یہ ہماری دلی خواہش ہے۔"

اتنے میں ایک مسلح جوان کیبن کا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اس نے ایک بڑا سا لفافہ آفیسر انچارج کے حوالے کیا۔ پتا چلا، ٹیلی پیتھ کے ذریعے تنظیم کے سربراہ کا جواب موصول ہو گیا تھا۔ وہ آفیسر انچارج اسے پڑھ کر سنانے لگا۔ اس میں لکھا تھا:

"مسٹر فرہاد علی تیمور! آپ ہمارے ایک آفیسر کے ذریعے ہمارے درمیان موجود ہیں۔ یہ ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔"

میں نے سوچا: یہ تو زبردست چاپلوسی والی بات کی جا رہی ہے۔

وہ پڑھ رہا تھا۔ میں سن رہا تھا۔ آگے لکھا تھا: "اگر آپ اپنی شرائط پہلے ہی پیش کر دیتے تو یقین جانیے ہم آپ کو کبھی جزیرہ الدبرا میں اس طرح پہریداروں کے درمیان نہ رکھتے اور نہ ہی ہمارے بہترین آدمی مارے جاتے۔ بہرحال ہماری سب سے بڑی غلطی یہی تھی کہ ہم نے صادم سونتی کو پہلے اپنے قابو میں کیا۔ پھر آپ کو مختلف انداز میں طیش دلایا۔ اس کا نتیجہ کچھ تو ہمارے سامنے تباہی کی صورت میں آ چکا ہے اور مزید تباہی ہم نہیں چاہتے۔ ہمیں ابتدا سے آپ کی

دوستی عزیز ہے اور ہم آپ کو دوست بنائے رکھنے کے لیے آپ کی ہر جائز، ناجائز شرط کو تسلیم کرتے رہیں گے۔

ہماری دوستی کی ابتدا ابھی سے ہو رہی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ ہمارے دونوں ہیلی کاپٹر لے کر کہاں جا رہے ہیں؟ ہم اس بات کا سراغ نہیں لگائیں گے نہ ہی تعاقب کریں گے۔

ہم آپ کی تمام شرائط کو تسلیم کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔

آپ مرجانہ کو ہمارے حوالے کر دیں۔ ہم اپنی دوستی کا ثبوت پیش کرنے کے لیے اسے جلد از جلد دماغی طور پر نارمل بنا دیں گے۔ پہلے والی مرجانہ آپ کو واپس مل جائے گی۔"

اس کے جواب میں میں نے کہا: "مرجانہ، ساریکا اور عباسی جزیرہ الدبرا کی اسی عمارت میں قید ہیں، انہیں وہاں سے لایا جا سکتا ہے۔"

ایک آفیسر نے کہا: "ہم ابھی محاذ نمبر ایک سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ وہ لوگ وہاں سے مرجانہ، ساریکا اور عباسی کو لے آئیں گے۔"

آفیسر انچارج پھر اپنی تنظیم کے سربراہ کا باقی پیغام پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا: "آخر میں ہم فرہاد صاحب سے پائیدار دوستی کی توقع رکھتے ہوئے ان سے کسی موقع پر ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے پھر درمیان میں ٹوکتے ہوئے کہا: "میں نے آپ لوگوں سے دوستی نہیں کی، صرف چند معاملات پر سمجھوتہ کیا ہے۔ میں ہر موقع پر اپنے فلسطینی بھائیوں کی حمایت کروں گا اور آپ لوگوں کی مخالفت کرتا رہوں گا۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ ہمارے درمیان دوستی کا نہیں، بلکہ صرف پرامن رہنے کا معاہدہ ہے اور وہ بھی زبانی معاہدہ ہے۔ آپ کی طرف سے وعدہ شکنی ہوئی تو اس کا منہ توڑ جواب ملے گا۔ میں ایک عرصے سے انسانی دماغوں سے کھیلتا آ رہا ہوں اور ان کی گفتگو سے ہی ان کے مزاج کو سمجھ لیتا ہوں۔ تمہارے سربراہ کے پیغام کے پیچھے جو خوشامد، چالاکی اور معاملہ فہمی چھپی ہوئی ہے۔ وہ میں خوب سمجھتا ہوں، مزید پیغام پڑھ کر نہ سنایا جائے۔ میں نے اپنی شرائط پیش کیں۔ تم لوگوں نے یہ شرائط منظور کیں۔ بات ختم ہو گئی۔ اس کے بعد میرے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو گی تو دیکھا جائے گا۔ میں خوست ہوتا ہوں۔ اپنی سلامتی، اپنے تحفظ کے لیے کوشش کرو۔ کبھی مجھ سے یا میرے ساتھیوں سے تجاوز نہ ہونے پائے۔"

یہ کہہ کر میں نے آفیسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ لوٹ کھلا کر دیدے پھیلا کر آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو تکنے لگا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا: "مجھے کیا ہو گیا تھا۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں سو گیا تھا یا کہیں گم ہو گیا تھا۔"

میں نے اس کی بکواس نہیں سنی۔ دماغی طور پر ہیلی کاپٹر میں حاضر ہو گیا۔ سونیا اور سامی دھیمی دھیمی سرگوشیوں میں باتیں کر رہی تھیں۔

سونیا شروع ہی سے سامی کو بہت چاہتی تھی اور سامی کی باتوں سے اور حرکتوں سے بھی یہی پتہ چلتا تھا کہ وہ بھی سونیا کو بہت زیادہ پسند کرتی ہے۔ میں نے ان کی گفتگو میں مداخلت نہیں کی۔ نیروبی کے چور کے پاس پہنچ گیا۔ اسے بتایا کہ میں سونیا کے ساتھ پاکستان جانا چاہتا ہوں۔ لہٰذا اگلی کسی فلائٹ میں ہمارے لیے دو سیٹیں ریزرو کرائی جائیں۔

اس کے بعد میں نے سونیا اور سامی کو مخاطب کیا۔ بحری جہاز میں تمام آفیسروں کے ساتھ ہونے والی گفتگو اور تنظیم کے سربراہ کا پیغام جو کچھ مجھے یاد تھا سب انہیں سنایا۔ سامی نے تمام باتیں سننے کے بعد پوچھا: "کیا ان بیوقوفوں پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟"

میں نے جواب دیا: "سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سپر پاسٹر ہماری ہر ممکن مدد کر چکا ہے لیکن ہم اس پر کبھی بھروسہ نہیں کرتے۔ ہم دیکھیں گے کہ یہ سمجھوتہ کب تک قائم رہتا ہے۔ ہم تو وہی کریں گے جو پہلے فیصلہ کر چکے ہیں یعنی میرا بیٹا پارس ہمارے پاس ہے گا۔ میں سونیا کے ساتھ پاکستان جا رہا ہوں۔"

سونیا نے خوش ہو کر کہا: "میں بھی مطمئن ہوں۔ شاید اب ہم اپنے گھر بار میں زندگی گزار سکیں گے۔ ایسے خواب میں نے کئی بار دیکھے ہیں۔ اس بار بھی دیکھ رہی ہوں۔ دیکھیں کہ پاکستان پہنچنے کے بعد اس کا کیا ہوتی ہے۔"

سامی نے کہا: "فرہاد! تم نے مرجانہ کے متعلق اچھی خبر پیش کی ہے۔ وہ لوگ اپنی دوستی کا ثبوت پیش کرنے کے لیے یقیناً اسے دماغی طور پر نارمل بنائیں گے لیکن تم نے رسونتی کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ اس کا کیا ہو گا۔ وہ کہاں جائے گی۔ کیا تم اسے اپنے ساتھ نہیں رکھو گے؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "نہیں، اس کی سزا یہ ہے کہ وہ مجھ سے دور رہے۔ میرے بچے سے دور رہے۔ اسے احساس دلانا ہو گا کہ اس نے جو غلطی کی ہے۔۔۔"

سونیا نے بات کاٹ کر کہا: "دیکھو فرہاد! وہ عورت ہے۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ہونے کے باوجود نادان ہے۔ اتنی بڑی سزا نہ دو۔۔۔ اس کی خطا کا اندازہ میں کر سکتی ہوں۔ وہ یقیناً اپنی غلطی پچھتا رہی ہو گی۔ اسے معاف کر دو۔"

میں نے کہا: "یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ ایک بار تم بھی کسی کی طرف جھک گئی تھیں۔ مجھ سے لفرت کا اظہار کرتی تھیں۔ بے شک اس وقت میرا بھی قصور تھا کہ میں نے تمہاری طرف سے بہت زیادہ بے پروائی ظاہر کی تھی اور تمہیں بالکل ہی اپنے سے دور کر دیا تھا۔ بہرحال یہ بات میں نے برداشت کر لی ہیں اچھی طرح جانتا تھا کہ تم بھی کچھ عرصہ میرا امتحان سمجھ کر قبول کر رہی ہو۔ اس کے بعد تم نے میرا ساتھ دیا۔ تنظیم

میں شامل ہو کر مجھے غصہ دلایا۔ میں نے ایک طویل عرصے کے لیے تم سے دوری اختیار کی تھی۔ میں بالکل نظر انداز کر دیا۔ جب ہم ایک طویل عرصے کے بعد ملے تو میں نے صرف اس لیے تمہیں معاف کر دیا کہ تم نے دشمنوں کی تنظیم میں شامل ہونے کے بعد مجھے یا میرے ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اب رسونتی کے متعلق سوچو اس نے کتنا زبردست دھوکا دیا۔ وہ بے وقوف عورت میری آئندہ نسل کو یہودیوں کے حوالے کر چکی تھی۔ اگر ہم اس مہم میں خدانہ کرے ناکام ہوتے تو رسونتی میرے بیٹے کو اپنے مزاج کے مطابق پروان چڑھاتی اور میرا بیٹا یہودیوں کے سانچے میں ڈھل کر خود ہی حیثیت اختیار کرتا۔ وہ ضائع ہو جاتا۔"

سامی نے کہا: "فرہاد! تمہاری باتیں درست ہیں۔ لیکن یہ بھی سوچو۔ رسونتی کتنے ہی مشکل اور آزمائشی مرحلوں میں تمہارے ساتھ رہی ہے۔ اس نے ہمیشہ ثابت قدمی اور وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔"

"بے شک! سونیا ہو، رسونتی ہو یا کوئی ہو، میں انہیں کو معاف کر سکتا ہوں اور کرتا بھی ہوں لیکن جیسی سزا میں نے سونیا کو دی تھی ویسی ہی سزا رسونتی کو دوں گا۔ ایک طویل عرصے تک اس سے کوئی علق نہیں رکھوں گا۔ نہ ہی اس کی صورت دیکھوں گا نہ اپنی صورت دکھاؤں گا۔"

سامی نے کہا: "چلو یہ سزا مناسب ہے۔ تم شوہر کی حیثیت سے اس کے ساتھ جو سلوک چاہو کر سکتے ہو۔ لیکن ایک ماں کو اس کے بچے سے محروم نہ کرو۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "تم کیا چاہتی ہو؟ کیا میں پارس کو پھر اس کے حوالے کر دوں؟"

"پارس تو میرے ہی پاس رہے گا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اس پر دشمنوں کا سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گی۔ اگر رسونتی بھی میرے پاس رہے تو میں محتاط رہوں گی۔ وہ میری مجرم ہے۔ میں اپنے مزاج کے مطابق پارس کی پرورش نہیں کرے گی۔ تم جس انداز میں چاہو گے اسی انداز میں اس کی پرورش ہو گی۔ جب تمہیں میری بات سے اطمینان ہو جائے تو رسونتی کو میرے حوالے کر دینا۔"

"مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے لیکن رسونتی پر نہیں ہے جب بھی دماغی طور پر صحت مند ہو گی اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آئیں گی وہ پھر میرے بھیجے شروع کر دے گی۔ پھر اپنے آپ کو برتر سمجھنے لگے گی۔"

"تم مجھے عرف سامی نہ سمجھو۔ میں دوسرے روپ میں ایل بی بی ہوں۔ میرے سامنے اس کی چالاکی، مکاری یا برتری کام نہیں آئے گی۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بھی میرے دماغ پر بے اثر ہو گی میں ایک اچھی طرح سمجھتی ہوں اگر سانپ کو اپنے پٹلے میں رکھنا ہے اس کے ساتھ کھیلتے رہنا ہے تو پہلے اس کا زہر نکال لو۔ اور اس رسونتی کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا زہر نکالتی ہوں گی۔ کبھی میں اس کے دماغ کو اس قدر صحت مند نہیں ہونے دوں گی کہ وہ اپنی برتری کا راستہ ڈھونڈ نکالے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ وہ ایک نامعلوم مدت کے لیے تمہارے پاس رہے گی۔"

ہم تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ پھر میں نے کہا: "سامی! بہت دل چاہتا ہے کہ تمہاری داستان سنی جائے۔ تم بہت ہی پُراسرار ہو۔ اگر وہاں پہنچ کر ہمیں تھوڑی دیر بیٹھنے اور باتیں کرنے کا موقع ملا تو تمہاری داستان سنی جائے گی۔"

ہم تھوڑی دیر بعد نیروبی پہنچ گئے۔ ایک وسیع میدان میں ہیلی کاپٹر کو اتارا گیا۔ وہ ایک ویران علاقہ تھا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے نیروبی کے چوروں کو اس علاقے کی نشاندہی کی وہ وہاں پہنچنے کے لیے اپنی جگہ سے چل پڑے۔

پھر میں نے بہروپیے فرہاد سے رابطہ قائم کیا۔ ان کا ہیلی کاپٹر بھی ہماری طرف آ رہا تھا۔ میں نے کہا: "اس کا رخ دوسری طرف کرو۔ کسی دوسری جگہ اسے اتارو۔ میں نہیں چاہتا کہ رسونتی میرے سامنے آئے۔"

اس نے کہا: "جناب! ما دام رسونتی ہمیں بہت پریشان کر رہی ہیں۔ ان کی ایک ہی ضد ہے کہ ہم انہیں آپ کے پاس پہنچا دیں۔ وہ بچے کو دیکھنا چاہتی ہیں۔"

"انہیں ضد کرنے دو۔ تمہاری اعلیٰ بی بی ان سے ملاقات کریں گی تو انہیں سمجھا لیں گی۔"

"میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ بہت سی پولیس کاروں کے سائرن کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ آوازیں ہمارے ہیلی کاپٹر کے قریب آ رہی تھیں۔ میں ہیلی کاپٹر سے باہر آ گیا اور فوراً ہی نیروبی کے پولیس محکمہ والوں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ وہاں کے ایک آفیسر کے دماغ میں میں بہت پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ اسے جانتا تھا اور بھی مجھے جانتا تھا۔ میں نے اس سے کہا: "میں اپنے لوگوں کے ساتھ جزیرہ الدبرا سے واپس آ گیا ہوں۔ یہاں میرا ہیلی کاپٹر لینڈ کر چکا ہے اور اب پولیس والے ہمیں گھیرنے آ رہے ہیں۔ آپ ان سے رابطہ قائم کریں۔"

آفیسر نے جواب دیا: "میں ابھی آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں۔ راستے میں ہی وائرلیس کے ذریعے پولیس والوں سے رابطہ قائم کر لوں گا۔"

اتنی دیر میں ہم کار میں اس میدان میں پہنچ گئیں اور چاروں طرف دوڑنے لگیں۔ ہیلی کاپٹر کو گھیرنے لگیں۔ پھر ہیلی کاپٹر سے بہت دور رکتی گئیں۔ ان میں سے پولیس والے رائفلیں لیے ہوئے نکلنے لگے۔ ایک پولیس آفیسر نے اسپیکر کے ذریعے کہنا شروع کیا۔ "ہیلی کاپٹر میں جو لوگ ہیں وہ خالی ہاتھ باہر آ جائیں اور اپنے ہاتھ

اپنے سروں پر رکھیں۔"

میں خالی ہاتھ تھا۔ اطمینان سے چلتا ہوا پولیس آفیسر کے سامنے پہنچ گیا۔ پھر میں نے کہا: "ابھی آپ بے وائرلیس کے ذریعے۔ انٹیلی جنس والے رابطہ قائم کریں گے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس آفیسر کی کار سے اشارے موصول ہونے لگے۔ اسسٹنٹ نے کہا: "جناب! آپ کے لیے کال ہے۔"

پولیس آفیسر کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور پیغام سننے لگا۔ میں نے اس کے دماغ سے سُنا۔ انٹیلی جنس کا وہی آفیسر میرے بارے میں باتیں کر رہا تھا۔ اتنے میں دو گاڑیاں نظر آئیں۔ ایک کار تھی اور ایک بڑی سے ویگن کار۔ دو چور وہ گاڑیاں لے کر آئے تھے۔ پولیس والوں کو دیکھ کر دور ہی رک گئے۔ ہیلی کاپٹر سے سامی اور سونیا بچے کو لے کر باہر آ رہی تھیں۔

میں نے بہزیبے فریاد سے رابطہ قائم کیا۔ پتا چلا۔ اس کا ہیلی کاپٹر ماؤنٹ کینیا کے دامن میں اُترا ہے۔ اسی وقت آنے والے پولیس آفیسر نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "مسٹر فریاد! مجھے خوشی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو رہی ہے۔"

میں نے خیال خوانی ختم کی اور اس سے مصافحہ کرتے ہوئے رسمی جملے ادا کیے۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے انٹیلی جنس کے آفیسر کو بتایا: "ہمارے ساتھیوں کا دوسرا ہیلی کاپٹر ماؤنٹ کینیا کے دامن میں اترا ہے۔ وہاں بھی اپنے آدمیوں کو بھیج دیجیے تاکہ انھیں کوئی پریشانی نہ ہو۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں سونیا اور سامی کے ساتھ چلتا ہوا، اس کار کی طرف آیا جسے نیروبی کے چور لے کر آئے تھے۔ اس کی پچھلی سیٹ پر ایک جوان عورت غمزدہ اور نڈھال سی بیٹھی ہوئی تھی۔ سونیا کی گود میں ننھے پارس کو دیکھتے ہی جیسے اس عورت میں ایک نئی زندگی کی لہر پیدا ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں ممتا کی چمک نظر آئی۔ وہ فوراً ہی دروازہ کھول کر باہر آ گئی اور بچے کو دیکھنے لگی۔ پھر اس نے نیروبی کے چور کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا یہی بچہ ہے؟ کیا تم اس بچے کو میری گود میں دو گے؟"

میں نے مسکرا کہا: "ہاں، یہی ہے۔ اپنا ہی بیٹا سمجھو۔ تم اسے گود میں لے سکتی ہو۔"

اس نے دونوں ہاتھ بڑھا کر بڑی محبت سے، بڑی ممتا سے بچے کو سینے سے لگا لیا۔ تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کیے اسی طرح گم صم کھڑی رہی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں اس کے دماغ میں جھانک کر اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ آج سے پانچ دن پہلے اس نے ایک بچے کو جنم دیا تھا جو پیدا ہونے کے تھوڑی دیر بعد مر گیا تھا۔ اس بچے کی پیدائش سے پہلے اس کا شوہر بھی ایک حادثے میں ہلاک ہو گیا تھا۔ اس کی شادی کو صرف ایک سال کا عرصہ گزرا تھا۔ اس عرصے میں اس پر دو بار قیامت ٹوٹ چکی تھی۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ صبح کا اُجالا پھیل چکا تھا۔ گرمی بڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے کہا: "بچے کو لے کر کار میں بیٹھ جاؤ۔"

وہ چونک گئی۔ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ پھر کار کی پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی۔ چور نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "ہم نے آپ لوگوں کے لیے ایک بنگلے کا انتظام کیا ہے۔ آپ کی فلائٹ دوپہر کے وقت ہے اور پاکستان جانے والی فلائٹ آج رات نو بجے ہے۔ آج کا دن وہاں گزارنا ہی ہو گا۔"

سامی نے مجھ سے پوچھا: "کیا تم خیال خوانی کے ذریعے اس عورت سے مطمئن ہو گئے ہو؟"

میں نے کہا: "ہاں، اس کا نام جمیلہ ہے۔ ایک سال پہلے شادی ہوئی تھی اور ایک ہی سال کے اندر بیوہ بھی ہو گئی۔ بچے کی ماں بنی اور ممتا سے بھی محروم ہو گئی۔ یہ کام کی عورت ہے۔ تم اسے اپنے ساتھ لے جا سکتی ہو۔ اس پر بھروسہ بھی کر سکتی ہو۔ میں اجازت دیتا ہوں۔ جمیلہ میرے بیٹے کو اپنا دودھ پلا سکتی ہے۔"

سامی نے اپنے چور کی طرف دیکھا۔ اس نے ادب سے کہا: "مادام! جس فلائٹ میں آپ کے لیے سیٹ بک کرائی گئی ہے اسی فلائٹ میں جمیلہ اور اس کے فرضی شوہر کے لیے دو سیٹیں بک ہیں۔ آپ ہم میں سے جسے کہیں گی۔ وہ جمیلہ کے شوہر کا رول ادا کرے گا چونکہ نیروبی چھوڑنے سے پہلے اپنے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات پیش کرنے پڑے۔ اس لیے میں نے ہی جمیلہ کے شوہر کی حیثیت سے اپنا پاسپورٹ اور کاغذات پیش کر دیے ہیں۔"

سامی نے سر ہلا کر کہا: "تم جمیلہ کے ساتھ چل سکتے ہو۔"

"مادام! آپ کے اصلی روپ کی تصویر میرے پاس موجود تھی۔ میں نے اسی تصویر کے ذریعے پاسپورٹ اور کاغذات تیار کیے ہیں۔"

"ہاں، میں اپنے اصلی روپ میں سفر کروں گی مجھے یہ سلوانا کا روپ ختم کرنا ہو گا۔"

آتے میں انٹیلی جنس کا آفیسر اپنے ماتحتوں کے ساتھ اپنی گاڑی میں آ گیا۔ اس نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ مجھ سے جزیرہ الدبرا کے بارے میں سوال کرنے لگا۔ میں نے مختصر طور پر وہاں کے حالات بتائے۔ آفیسر نے کہا: "آپ ہمارے ساتھ چلیں، آپ ہمارے مہمان ہیں۔"

"میں نے یہاں رہائش کا انتظام کر لیا ہے۔ یہ میرے ساتھی ہیں۔ انھوں نے ایک بنگلہ ہمارے لیے مخصوص کیا ہے میں آپ کے ساتھ اس بنگلے تک چلتا ہوں۔ راستے میں تفصیلی گفتگو ہو جائے گی۔"

نیروبی کے چور نے انٹیلی جنس کے آفیسر کو اس بنگلے کا پتہ بتایا۔ میں آفیسر کے ساتھ بیٹھ گیا۔ سونیا اور سامی اس کار میں جمیلہ کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ راستے میں میں نے انٹیلی جنس کے آفیسر کو جزیرہ الدبرا اور موت کے جزیرے کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ اس نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا: "جناب! ہم آپ کو مبارک باد دیتے ہیں کہ آپ کا بیٹا آپ کو مل گیا لیکن ہمارے لیے بات وہیں رہ گئی۔ وہ بحری جہاز جزیرہ الدبرا کے ساحل پر کھڑا ہوا ہے۔ وہاں سے کسی دوسرے جہاز کو گزرنے کی اجازت نہیں ملتی ہے۔ ایک بڑا لنک اس کا حمایتی ہے۔"

میں نے کہا: "میں سیاست سے دُور ہوں۔ یہ معاملہ افریقہ کے تمام مشرقی ممالک کا ہے۔ آپ لوگ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ویسے جزیرہ الدبرا میں کوئی فوجی اڈہ قائم نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا منصوبہ بنایا جا رہا ہے جس کے ذریعے یہاں کے مشرقی ممالک کو نقصان پہنچ سکے۔ اب ان کے اندرونی معاملات اور ان کے خفیہ منصوبے کیا ہیں۔ یہ میں نہیں جانتا۔ میں نے جن کے دماغ پڑھے ہیں، ان کے ذریعے کوئی اہم انکشاف نہیں ہوا ہے۔"

میرے اس جواب سے انٹیلی جنس کا آفیسر کچھ مایوس اور مبذول ہو گیا تھا۔ میں نے اس کی پروا نہیں کی۔ میں فیصلہ کر چکا تھا۔ اب میں کسی کی خاطر کسی معاملے میں ٹانگ نہیں اڑاؤں گا۔ میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر میں نے کہا: "موت کے جزیرے میں آدم خوروں کے دو اڈے ہیں۔ میں ان کی نشاندہی کر رہا ہوں۔ آپ لوگ وہاں ریڈ کر سکتے ہیں اور ان کا صفایا کرنے کے بعد اپنے آدمیوں کو واپس بلا سکتے ہیں۔"

میں انھیں ان آدم خوروں کے متعلق بتانے لگا۔ سات بجے کے قریب ہم ایک شاندار بنگلے کے احاطے میں پہنچ گئے۔ آفیسر مجھ سے رخصت ہو کر چلا گیا۔ میں سونیا، سامی اور جمیلہ اسی بنگلے کے اندر آئے۔ دو چور بھی ہمارے ساتھ آئے تھے۔ انھوں نے کہا: "آپ لوگ آرام کریں۔ سونا چاہیں تو اطمینان سے نیند پوری کر لیں۔ بنگلے کے چاروں طرف سخت پہرہ ہے کوئی اِدھر آ نہیں سکے گا۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ جمیلہ ایک خوابگاہ میں بچے کو لے کر چلی گئی۔ سامی نے اٹھتے ہوئے کہا: "اس وقت سات بجے ہیں۔ ہم کم از کم تین گھنٹے کی نیند پوری کر لیں تو اس کے بعد تازہ دم ہو کر کچھ باتیں کر سکیں گے اور کھانے پینے کے موڈ میں بھی ہیں گے۔"

میں نے تائید کی۔ سامی دوسرے بیڈ روم میں چلی گئی۔ میں اور سونیا تیسرے بیڈ روم میں آ گئے۔ سونیا نے پوچھا: "ایک بات بتاؤ۔ جب سامی پہلی بار تمھاری زندگی میں آئی تھی۔ تو کیا اس کی شکل صورت ایسی ہی تھی؟"

میں نے مسکرا کر سر ہلا کر کہا: "نہیں، وہ ایسی نہیں تھی۔ اس کی دھندلی دھندلی سی صورت میرے ذہن میں ہے۔ کہانی عرصہ گزر چکا ہے میں تصور میں اس کی مکمل تصویر نہیں بنا سکتا۔"

سونیا نے بستر پر بیٹھتے ہوئے انداز میں کرتے ہوئے کہا: "کیا اس کی آواز، اس کا لب و لہجہ سامی کے جیسا ہے؟"

میں بستر کے سرے پر بیٹھ کر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر کہا: "جب میں نے موٹر بوٹ میں بیٹھ کر پہلی بار اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا تو اس کے لب و لہجے کو نہ پہچان سکا۔ اعلیٰ بی بی نے یعنی سامی نے خود ہی ہنستے ہوئے کہا تھا: میرے لب و لہجے کو پہچانو میں تمھاری زندگی میں بہت پہلے سے، بہت دور سے آئی ہوں۔ تب میرے دماغ میں سامی کا خیال آیا۔ اعلیٰ بی بی نے اعتراف کیا کہ وہ سامی ہے۔ تم دیکھ رہی ہو، اب تک وہ سامی کی حیثیت سے ہمارے ساتھ ہے۔ ہم اس پر شبہ نہیں کر سکتے۔"

سونیا نے تائید کی: "بے شک، میں بھی شبہ نہیں کرتی۔ وہ اعلیٰ بی بی یا سامی جو کہہ رہی ہے اس میں کچھ حقیقت ہو گی لیکن تم یہ مانتے ہو کہ سامی کی صورت ایسی نہیں ہے؟"

"یہ بھی تو سوچو کہ اعلیٰ بی بی کا یہ اصلی روپ نہیں ہے؟"

"اعلیٰ بی بی نے ہمارے ساتھ اتنی مہربانیاں کی ہیں۔ اتنا تعاون کیا ہے اور تمام چوروں کو ہماری خدمات کے لیے یوں مقرر کیا ہے جیسے تم بے تاج بادشاہ ہو اور وہ سب تمھارے غلام ہوں۔ میں اعلیٰ بی بی کی نیک نیتی، دوستی اور محبت پر آنکھیں بند کر کے یقین کرتی ہوں۔ مگر جانے کیوں ایک بات کھٹکتی ہے۔ وہ یہ کہ سامی تم سے بے حد محبت کرتی تھی۔ لیکن اس نے ایک بار بھی نہ تو زبان کے ذریعے محبت کا اظہار کیا نہ ہی اشارے کنائے سے کام لیا۔"

"ہم کل رات سے اب تک بہت مصروف ہیں۔ اعلیٰ بی بی سے ایسے ہنگامی حالات میں ملاقات ہوئی ہے کہ ذاتی معاملات پر بات ہو نہیں سکتی۔ بہرحال آئندہ دیکھا جائے گا۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا: "دیکھا کیا جائے گا۔ تمھاری توجہ تو ہے تم اُدھر ضرور جھکو گے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر بستر پر لیٹتے ہوئے کہا۔ "میں تمھارے ساتھ دُور بہت دُور جانا چاہتا ہوں۔ اتنی دور جہاں کوئی تیسرا ہمارے آس پاس نہ ہو۔ یہ میری دلی تمنا ہے۔ پتہ نہیں، اس بار بھی یہ تمنا پوری ہو گی یا نہیں۔"

یہ کہہ کر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے جوتے اتارنے لگی۔ ہم تین گھنٹے تک گہری نیند سوتے رہے۔

پھر حسبِ ہدایت میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے سونیا کو بیدار کیا اور بیڈ روم کا دروازہ کھولا۔ سامنے کاریڈور میں ایک میز پر کپڑوں کے بہت سے پیکٹ رکھے ہوئے تھے۔ میرے جوتے اور جرابیں ہنگائی اسی طرح سونیا کے لیے بھی بہت سی چیزیں تھیں۔ ایک چور وہاں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا: "شاید آپ جانتے ہوں۔ آپ لوگوں کی ہسٹری شیٹ میں آپ لوگوں کے قد و قامت کے علاوہ آپ کے لباس اور جوتے وغیرہ کے ناپ بھی شامل ہیں۔ اسی کے مطابق ہم یہ چیزیں لے آئے ہیں۔ آپ استعمال کر کے دیکھیں۔ فٹنگ نہ ہوئی تو بدلے جا سکتے ہیں۔"

ہم نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر انھیں پہن کر دیکھا۔ واقعی وہ ہمارے ناپ کے مطابق تھے۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سامی بیدار ہو گئی ہے یا نہیں۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا تو پہنچ نہ سکا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ پھر دوسری بار جب میں نے کوشش کی تو اس نے پوچھا: "فرہاد تم ہو؟"

"ہاں، اگر بیدار ہو گئی ہو تو ڈرائنگ روم میں آ جاؤ۔"

"میں ڈرائنگ روم میں بیٹھی انتظار کر رہی ہوں۔"

میں نے سونیا سے کہا: "آؤ، سامی کے پاس چلیں۔ وہ ڈرائنگ روم میں ہمارا انتظار کر رہی ہے۔"

سونیا نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "تم تنہا ڈرائنگ روم میں جاؤ۔ اس سے باتیں کرو۔ شاید وہ بھی تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہو۔ میں بچے کے پاس جا رہی ہوں۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا: "تمھیں ڈر نہیں لگتا کہ سامی مجھے اڑا کر لے جائے گی؟"

وہ فخر سے بولی: "کتنی ہی اڑانے والیاں آئیں اور خوار ہو گئیں۔" وہ ہنستے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

دروازے پر پہنچتے ہی میرے قدم رک گئے۔ وہ سامنے ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہو گئی۔ میں ایک ٹک اسے دیکھتا رہ گیا۔ میرے تصور میں سامی تھی۔ میں سامی کو دیکھنے اور اس سے ملنے آیا تھا۔ لیکن وہاں اعلیٰ بی بی کھڑی ہوئی تھی۔

ہاں، اعلیٰ بی بی۔ وہ اعلیٰ بی بی جسے پہلی بار میں نے بھوندو چمار کی دماغی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ بھوندو کی آنکھ شاعر نہیں تھی۔ وہ اس کے حسن کی تعریف نہیں کر سکتا تھا اور جن کے پاس تعریف کے لیے الفاظ نہ ہوں تو ان کے منہ کھلے رہ جاتے ہیں۔ میرا منہ بھی اسے دیکھتے ہی کھلا رہ گیا تھا۔ بھوندو چمار کے حیران حیران سے دماغ نے کہا تھا اس کا حسن ایسا ہے کہ دیکھنے والی آنکھوں کو حیران ہونا سکھا دیتا ہے۔

اس کی رنگت گلابی تھی۔ اس کا لباس بھی گلابی تھا۔ اس کے گلے میں سیاہ موتیوں کی ایک مالا تھی۔ موتیوں کے دانے بڑے بڑے اور چمکیلے تھے۔ سیاہی کے باوجود چمکتے تھے۔ ان میں سے کبھی نیلا، کبھی پیلا، کبھی نارنجی اور کبھی اودا رنگ ابھرتا تھا۔ یوں لگتا تھا۔ جیسے ہار کے وہ دانے ادھر اُدھر سے ایک آنکھ کھول کر دیکھتے ہوں اور پھر بند کر لیتے ہوں۔ وہ کوئی غیر معمولی ہار تھا۔ اس کے دانے جگنو کی طرح چمکتے تھے۔ بجھتے تھے اور پھر چمکنے لگتے تھے۔

اعلیٰ بی بی نے ہار کے ایک دانے کو اپنی ایک چٹکی میں لے کر اس سے کھیلتے ہوئے مسکراتے ہوئے اور میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "جاگ رہے ہو؟"

میں چونک گیا۔ آگے بڑھ کر ڈرائنگ میں داخل ہوا۔ پھر میں نے کہا: "جاگنے سے کیا ہوتا ہے۔ بعض اوقات بیدار آنکھیں جو کچھ دیکھتی ہیں اسے دماغ تسلیم نہیں کرتا۔ میں ابھی بھوندو چمار کے متعلق سوچ رہا تھا۔ پہلی بار میں نے اسی کے دماغ سے تمھیں دیکھا۔ تم یا تمھاری کوئی نائب اعلیٰ بی بی جیمس روبن کی کوٹھی میں گئی تھی۔ جیمس روبن نے بھی تمھیں دیکھا تو سحر زدہ ہو کر رہ گیا۔ وہ تمھاری مالا سے بہت متاثر تھا۔ اس کا دماغ مجھے بتا رہا تھا کہ اس کے موتی یکے بعد دیگرے یوں چمکتے ہیں جیسے ستارے آنکھیں کھول رہے ہوں، بند کر رہے ہوں۔ پھر آنکھ کھول کر روشنی دکھاتے ہوں۔ اس نے موتیوں کی ایسی مالا کبھی نہیں دیکھی تھی۔ میں نے بھی کبھی نہیں دیکھی۔ کبھی اس کے متعلق سنا نہیں۔ جیمس روبن کے خیال کے مطابق یہ مالا تمھارے جسم کا ایک اہم حصہ لگتی ہے۔ تمھاری شخصیت سے اس مالا کا گہرا تعلق معلوم ہوتا ہے۔ کیا مجھے اس کے متعلق بتاؤ گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "پہلے اور تعریفیں کرو۔ پھر بتاؤں گی تم نے کتنوں کے دماغوں میں پہنچ کر مجھے دیکھا اور میرا تصور کیا؟"

میں نے کچھ سوچ کر کہا: "تمھاری بار میں کبیر ہیدل کے دماغ میں پہنچ کر تمھارے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا۔ اس نے تمھیں پہلی بار شالامار کے اُجلے، صاف، معطر اور رنگوں سے بھرپور باغوں میں دیکھا تھا۔ ان خوشبوؤں اور رنگوں کے درمیان تمھارے حسن کو صرف دیکھا جا سکتا تھا۔ تعریف کے لیے لفظوں کا انتخاب کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ یہ کبیر ہیدل کے خیالات ہیں وہ بھی تمھاری مالا کے متعلق بھی سوچتا رہا کہ اس نے اپنی عمر کے پچاس برس اس دنیا میں گزار دیے۔ اس دنیا کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھا لیکن ایسی مالا نہیں دیکھی جس کے سیاہ دانے چمکتے ہوں۔ اس نے کہا: "یہ مالا غیر معمولی ہے۔ یہ میرا حسن، بے مثال روپ، یہ اُجلا اُجلا رنگ، یہ ناقابلِ انکار دلکشی، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ لیکن اسے سنوارنے میں، اسے نکھارنے میں

بابا فرہاد اسطلی کا ہاتھ ہے۔"

"بابا کے متعلق کچھ بتاؤ؟"

"کیا بتاؤں۔ جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ تم منجالی کی ہسٹری شیٹ میں پڑھ چکے ہو۔ وہ ایک پُراسرار بزرگ ہیں۔ ایک جہاندیدہ علم ہیں۔ انھوں نے نوجوانوں کو ایک نیا عزم، نیا حوصلہ اور جینے کی نئی راہ دکھائی ہے جو حسین ہیں۔ انھیں اور زیادہ حسین بننے کے گُر سکھائے جو ناقابلِ شکست ہیں۔ انھیں سر جھکا کر اپنانا اور عاجزی سے زندگی گزارنا سکھایا۔ جو چالاک ہیں ان کی چالاکی کو اور جلادی اور ان کی ذہانت کو نئے نئے راستے سجھائے۔ ہمارے ادارے میں اس وقت تقریباً پانچ سو نوجوان زیرِ تربیت ہیں جو مقابلے میں اوّل، دوم آتے رہتے ہیں اور چالیس چوروں کی ٹیم میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔"

"تمھیں چالیس چوروں کا سربراہ کیوں بنایا گیا؟"

"میں ذہانت، چالاکی، منکسر مزاجی، معاملہ فہمی اور چشم زدن میں حاضر دماغی سے فیصلہ کرنے کے امتحانات میں اوّل آئی تھی۔"

"اعلیٰ بی بی کا عہدہ حاصل کرنے سے پہلے تمھارا نام کیا تھا؟"

"سمیرا۔ یہ میں نہیں جانتی کہ میرا یہ نام میرے والدین نے رکھا یا بابا نے؟ میں اپنے والدین کو بھی نہیں جانتی۔ جب سے ہوش سنبھالا ہے، بابا فرہاد اسطلی کو ہی اپنا بزرگ، اپنا باپ، اپنا سب کچھ سمجھا اور اب بھی سمجھتی ہوں۔"

"اگر تمھارا نام سمیرا ہے تو پھر تم سامی نہیں ہو۔"

وہ ایک ادائے ناز سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی: "میں کیا ہوں، کیا نہیں ہوں، یہ مجھ سے زیادہ بابا جانتے ہیں۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے، ایک وقت آئے گا جب مجھ میں ایک نامعلوم سی تبدیلی ہو گی۔ وہ تبدیلی میں محسوس نہیں کر سکوں گی۔ صرف بابا سمجھیں گے اور میں ایک طویل مدت کے بعد کسی فرہاد علی تیمور کے لیے سامی کے نام سے پہچانی جاؤں گی۔"

"تم نے پہلی بار میرا نام کب سُنا تھا؟"

"شاید چھ برس پہلے کے لب ہیں سے بابا مجھے تمھارے متعلق بتاتے رہتے تھے۔ پھر تمھاری ہسٹری شیٹ تیار ہوتی گئی۔ کتنی ہی مظلوموں کے دفاتر میں یہ ہسٹری شیٹ موجود ہے۔ وہاں سے ہمارے جاسوسوں نے اس کی نقل لی اور مجھ تک پہنچایا۔"

"کیا آئی اسٹڈی کے بعد تم نے مجھ سے کوئی تاثر حاصل کیا؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "جس طرح وِش کنیا کی رگوں میں زہر ملایا جاتا ہے اور اسے زہریلی بنایا جاتا ہے، اسی طرح میرے دماغ میں تمھارے نام کے شہد کو خطرہ قطرہ پلایا گیا۔ پچھلے برس سے میں تمھارا نام سُن رہی ہوں۔ تمھارا ذکر سُن رہی ہوں۔ تمھارے کارنامے پڑھ رہی ہوں۔ تمھاری ذات سے متاثر ہو رہی ہوں۔ یہ ایک فطری بات ہے۔ تاثر تو یقیناً حاصل ہو گا۔"

"تم کب سے اپنے آپ کو سامی کہہ رہی ہو؟"

وہ چند لمحوں تک سوچتی رہی۔ پھر اس نے سر اٹھا کر کہا: "آج سے تقریباً دس یا گیارہ ماہ پہلے میں سخت بیمار پڑ گئی۔ بڑی توجہ سے میرا علاج کیا گیا۔ مگر میری زندگی کے دن پورے ہو گئے تھے۔ یہ بابا کہتے ہیں کہ میں ایک زندگی ہار چکی ہوں۔ دوسری زندگی جو اس وقت مجھے ملی ہے وہ سامی کی ہے۔"

"تمھارا اپنا خیال کیا ہے۔ تم سمیرا عرف اعلیٰ بی بی ہو یا خود کو سامی تسلیم کرتی ہو؟"

"میں بابا کی بات کو جھٹلا نہیں سکتی۔ وہ اتنے محترم ہیں کہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے۔"

"میں نے انھیں نہیں دیکھا ماں کا ذکر سُنا ہے۔ میں بھی ان کا احترام کرتا ہوں لیکن بار بار بابا کا حوالہ نہ دو۔ صرف اپنے ذہن کی بات بتاؤ۔ تم نے کب محسوس کیا کہ سامی بن گئی ہو؟"

"میں سخت بیمار تھی۔ دوائیں اثر نہیں کر رہی تھیں میری سانس اکھڑ رہی تھی۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ میں اپنی زندگی کے لیے موت سے کب تک لڑتی رہی۔ پھر میں سمجھتی ہوں کہ مجھ پر غفلت طاری ہو گئی۔ شاید میری موت واقع ہو گئی۔ بابا کے کہنے کے مطابق میں نے دوسری زندگی پائی۔ وہ سامی کی زندگی ہے لیکن تم میری ذاتی رائے پوچھتے ہو تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں کچھ عرصے تک عالمِ سکوت میں رہی۔ میرے چاروں طرف سناٹا تھا۔ کوئی آواز نہیں تھی۔ کوئی روشنی نہیں تھی۔ اندھیرا بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ شاید اسی کو موت کہتے ہیں۔ لیکن پھر مجھے ہوش آنے لگا۔ مجھے روشنی دکھائی دینے لگی۔ مجھے آوازیں سنائی دینے لگیں۔ میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر دیکھا تو بابا میرے پر جھکے ہوئے کچھ پڑھ رہے تھے اور دم کر رہے تھے۔ پھر انھوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا: "بیٹی! سامی! تمھیں انسانی زندگی مبارک ہو۔"

اعلیٰ بی بی کی باتیں سن کر میں نے کہا: "میں نے اپنی زندگی میں بہت سے کالے جادو کے تماشے دیکھے ہیں۔ سامی میرے سامنے کالے جادو کے عمل سے گزرتی رہی۔ یہ ہر شخص کے لیے قابلِ قبول بات نہیں ہے۔ ایک مضحکہ خیز کہانی ہے اور اگر بابا نے تمھیں نئی انسانی زندگی کی مبارک باد دی تھی تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ تم سے زیادہ تمھاری حقیقت کو سمجھ رہے ہیں۔"

وہ خاموش رہی۔ میں نے پوچھا: "جب سے تمھیں سامی کے نام سے نئی زندگی ملی ہے تب سے کوئی نئی بات محسوس کی؟ کوئی نئی صلاحیت تم میں پیدا ہوئی۔ کیا کسی نئے ارادے یا نئے جذبے نے سر ابھارا؟"

وہ میری بات سُن کر صوفے سے اُٹھ گئی۔ کچھ ہچکچانے لگی جیسے جواب نہ دینا چاہتی ہو۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ میری طرف سے منہ پھیر کر دوسری طرف گئی۔ چند قدم جانے کے بعد رُک گئی۔ مجھ سے نظریں چراتے ہوئے بولی "جب میں صحت مند ہوئی، مجھے بابا نے مبارک باد دی۔ تب سے جانے کیوں میرا دل تمھاری طرف کھنچا جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے میں ایک طویل مدت سے، صدیوں سے تمھیں چاہتی رہی ہوں۔ تمھاری تمنا کرتی رہی ہوں۔ تم سدا سے میرے رہے ہو۔ میں نے ایسے خیالات کو بار بار اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے، قدم آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں دل اور دماغ سے نکال دیے جانے کے قابل ہوں؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو میں عملی زندگی گزارنے والی لڑکی ہوں۔ میرے سامنے دو اور دو چار کی حقیقت ہوتی ہے۔ میں نے فلسفہ پڑھا ہے۔ علم نفسیات کی کتابیں کھنگال ڈالی ہیں۔ میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں سانس لے رہی ہوں۔ لیلیٰ مجنوں کی طرح محبت کرنا ایک احمقانہ فعل ہے۔ میرا دل تمھاری طرف کھنچا جاتا ہے تو میں اپنا تجزیہ کرتی ہوں۔ مگر سمجھ نہیں پاتی کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔"

"کب تک سمجھ لوگی؟" میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ اسی طرح منہ پھیرے کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے آہستگی سے اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھا۔ وہ ہولے سے کسمسائی پھر التجا آمیز لہجے میں بولی "فرہاد! پلیز مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

میں نے اپنا ہاتھ ہٹا کر پوچھا "میری بات کا جواب دو؟"

اس نے جواب دیا "جب کوئی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہے تو ہم بابا سے پوچھتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ میں کیوں دن رات فرہاد کے متعلق سوچتی ہوں؟ تو بابا نے کہا۔ یہ تمھارے اندر کی سامی مچل رہی ہے۔ میں نے پوچھا۔ ایسا ہے تو میں اپنے اندر سامی کو سمجھ کیوں نہیں سکتی؟"

بابا نے جواب دیا: "اکثر لوگ اپنے اندر کچھ محسوس تو کرتے ہیں مگر سمجھ نہیں سکتے۔ خود اپنے اندر رہنے والی بہت سی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم نے ابھی تک اپنے اندر سامی کو محسوس تو کیا ہے۔ پہچانا نہیں ہے۔ یا اگر بابا کے سمجھانے سے پہچان رہی ہو تو تسلیم نہیں کر رہی ہو۔ لیکن تسلیم کر دو یا نہ کرو۔ اس جذبے سے انکار نہیں کر سکتیں جو سامی کے دل میں پھلتا رہا تھا۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "بابا نے کہا ہے میں اندر ہی اندر اپنے آپ سے لڑتی رہوں گی۔ اور تم سے دور رہنے کی کوشش کروں گی۔"

"کب تک؟"

"یہ میں نہیں جانتی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تم نے ذہانت، چالاکی، مکاری، معاملہ فہمی اور چشم زدن میں حاضر دماغی سے فیصلہ کرنے کے امتحانات پاس کیے ہیں۔ یہ تمھارا دعویٰ ہے لیکن ایک محبت کا جذبہ ایسا ہے جو تمھاری ذہانت کو کھا رہا ہے۔ تمھاری معاملہ فہمی اور تمھاری چشم زدن میں فیصلہ کرنے کی قوت کو کمزور بنا رہا ہے۔ پھر تو تمھیں اعلیٰ بی بی کے منصب پر نہیں رہنا چاہیے۔ ذہانت کی بنیادی شرط یہ ہے کہ انسان اپنے کسی بھی ذاتی مسئلے کو حل کرنے سے پہلے اپنا تجزیہ کرے۔"

وہ میری طرف گھوم کر بولی "میں نے اپنا تجزیہ کیا ہے میری سمجھ میں یہی بات آتی ہے کہ میں تمھیں چاہتی ہوں۔ بہت چاہتی ہوں۔ یہ چاہت محبت ہے یا نہیں، یہ میں نہیں جانتی۔ اگر محبت کا مطلب یہ ہے کہ میں تمھاری تنہائی کی ساتھی بن جاؤں اور تمھاری محبوبہ کہلاؤں تو تم پہلے ہی نہ جانے کتنوں کے مطلوب ہو پھر میں بھی فہرست میں اپنا نام کیوں لکھاؤں؟ میری اپنی ایک اہمیت ہے، حیثیت ہے، مرتبہ ہے۔ تم فرہاد علی تیمور ہو تو میں اعلیٰ بی بی ہوں۔ میں تم سے برتر نہیں ہوں لیکن تم سے کمتر بھی نہیں ہوں۔ پھر میں تمھیں جھک کر کیوں حاصل کروں؟ کیوں تمھیں اپنی جھولی میں اپناؤں؟ اگر اپنا لیتی ہوں تو دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ وہ روستی ہو، سونیا ہو یا کوئی اور ہو۔ ان بے چاریوں نے تمھیں دل و جان سے چاہا ہے ان کی چاہت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ جم نے ہیلی کاپٹر میں سونیا کو بھی طعنہ دیا تھا کہ ایک بار وہ تمھیں چھوڑ کر جمی کی طرف جھک گئی تھی اور سپر ماسٹر کی تنظیم میں شامل ہو گئی تھی۔ روستی بھی دشمنوں کے فریب میں آ گئی۔ اس کے باوجود تم خوب جانتے ہو کہ روستی آج بھی تمھاری وفادار ہے اور تمھارے سوا کسی دوسرے مرد کا منہ نہیں دیکھے گی۔ سونیا کی بھی یہی خاصیت ہے۔ پھر میں ان عورتوں کی حق تلفی کیوں کروں۔ میں کبھی ایسا نہیں کروں گی۔"

"ایسا اس لیے نہیں کرو گی کہ ابھی تمھارے اندر ایک جنگ جاری ہے اور یہ بحث آخر طویل ہے کہ شاید ہم مہینوں اور سالوں میں کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکیں۔ یا شاید پل بھر میں کوئی فیصلہ ہو جائے۔ بہرحال سونیا اور وہ بے چاری جمیلہ کھانے پر ہمارا انتظار کر رہی ہوں گی۔ چلو۔"

وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے ڈرائنگ روم سے گزرتے ہوئے ایک کارپیٹ پر رُک گئی۔ میں نے فوراً رک کر پوچھا "ہاں اس ہار کے متعلق نہیں بتایا۔ اس میں کیا خاصیت ہے۔ اعلیٰ بی بی

رول ادا کرنے والی دوسری لڑکیاں جو ہار پہنتی ہیں ان کے سیاہ موتی ایک سیل کے ذریعے جلتے بجھتے ہیں۔ تمھارا رول ادا کرنے والی لڑکی نے مجھے بتایا تھا کہ تمھارے گلے کا ہار نقلی نہیں ہے۔ اس میں قدرتی چمک ہے۔"

"ہاں، اس میں قدرتی چمک ہے۔ یہ ہار بابا نے مجھے پہنایا تھا۔ یہ ایک علامت ہے کہ تاریکی میں نور چھپا ہوتا ہے۔ رنگ چھپے ہوتے ہیں۔ اور جو کچھ بھی ہم دیکھتے ہیں وہ تاریکی سے پھوٹنے والی روشنی اور رنگ ہیں جیسے کہ ان تاریک سیاہ دانوں سے روشنی بھی پھوٹتی ہے اور رنگ بھی نکھرتے ہیں۔"

"تم یہ ہار کیوں پہنتی ہو؟"

"یوں سمجھ لو کہ ایک عقیدہ ہے جیسے کچھ لوگ تعویذ پہنتے ہیں کہ بیماریوں سے محفوظ رہیں۔ کچھ لوگ امام ضامن باندھتے ہیں کہ بلائیں ان سے دور رہیں گی۔ کچھ لوگ کسی مقدس مزار کی مٹی پھانکتے ہیں کہ ان کے ذریعے بیماریاں اور بلائیں دور ہوتی ہیں۔ مراویں پوری ہوتی ہیں یا نہیں۔ یہ ایک الگ سی بات ہے لیکن یہ عقیدے کی پختگی ہے کہ لوگ ایسا کرتے ہیں۔ ان کے دل پُرسکون اور مطمئن ہوتے ہیں۔ بابا نے مجھ سے کہا ہے۔ جب تک یہ ہار میرے گلے میں رہے گا، مجھ سے بلائیں دور رہیں گی۔ میں ہر مصیبت کا سامنا خندہ پیشانی سے کروں گی اور کامیاب ہوتی رہوں گی۔ بابا جو کہتے ہیں۔ میں اسے مان لیتی ہوں۔ یہ میرا عقیدہ ہے۔ اس لیے میں نے اس ہار کو پہن رکھا ہے۔"

ہم کاریڈور سے گزرنے لگے۔ میں نے کہا "ویسے یہ ہار غیر معمولی ہے۔ اسے پہن کر تمھاری شخصیت بھی غیر معمولی لگتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے کوئی دیوی یا دیوتا کے رتھ سے اتر کر پہاڑوں کی بلندیوں کو چھو کر زمین کی پستی میں ہمارے برابر آ گئی ہو۔"

"تم باتیں خوب کرتے ہو۔ افسوس، میں عام عورتوں کی طرح دل نہیں ہار سکتی۔"

"دل ہار انہیں جاتا۔ دل تو ایک تخت طاؤس ہے جب محبت اس تخت پر آ کر بیٹھتی ہے تو خود بخود اس کا تختہ ہو جاتا ہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ ہم دونوں جمیلہ کے بیڈ روم میں داخل ہوئے۔ وہاں سونیا بچے کو گود میں لے کر اسے بہلا رہی تھی۔ اس سے کھیل رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو لیا۔ اسے پیار کیا۔ جی بھر کے اس کے چہرے کو دیکھا پھر سامی نے مسکرا کر کہا "اچھی طرح دیکھ لو۔ شاید تمھارا ایجنٹ جھلک رہا ہے۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا "جانتے ہو یہ جمیلہ کا دودھ پینے کے بعد بڑے آرام سے سوتا رہا۔ اسے ماں کی ممتا مل گئی ہے۔"

میں نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہا "ماں کہیں ہے ممتا کہیں ہے۔"

سونیا نے کہا "کیا کرو گے فرہاد جب سے پارس پیدا ہوا ہے اسے جی بھر کر ماں کی گود نصیب نہیں ہوئی ہے۔ یہ اپنی ماں کے لمس سے آشنا نہیں ہے۔ اسے کبھی محبالی لیتی رہی اور کبھی روزا اپنے پاس رکھتی رہی۔ اب یہ جمیلہ کی آغوش میں ہے۔ اسے ابھی تک ایک گود، ایک پالنا اور ایک دودھ نصیب نہیں ہوا ہے۔ دیکھیں جمیلہ کا ساتھ کب تک رہتا ہے؟"

جمیلہ نے تڑپ کر کہا "آپ ایسا نہ کہیں میں اپنے اس بیٹے کے ساتھ ساری زندگی گزار دوں گی۔ میں اس کے لیے سب کچھ چھوڑ دوں گی کبھی دوسری شادی کا تصور نہیں کروں گی۔ بس یہ بیٹا مجھے دے دو۔"

سامی نے کہا "یہ ہمیشہ تمھارے ہی پاس رہے گا۔ اس شرط پر کہ تم ہمیشہ ہمارے پاس رہو گی۔"

"میں آپ کی ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔ میرا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ یہ مجھے مل گیا ہے۔ اس کے سہارے زندگی گزار لوں گی۔"

میں نے کہا "اب یہ چند گھنٹوں کے بعد اپنے باپ سے جدا ہو جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے کچھ فوٹو گرافس لے جائیں۔"

سونیا نے کہا "پارس کی تصویر نہ اتاری جائے تو بہتر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ تصویریں دشمنوں کے ہاتھ لگ جائیں۔"

سامی نے کہا "وہ تو دشمنوں تک پہنچ ہی گئی ہیں۔ جزیرہ الدببا میں پارس کی تصویریں کتنے ہی زاویوں سے اتاری گئی ہیں۔ تبھی ایک ہمشکل بچہ وہاں لایا گیا تھا۔"

میں نے کہا "ہم بھی اس کی تصویریں اپنے پاس رکھیں گے۔ لیکن جیسے جیسے اس کی عمر بڑھتی جائے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس کی ایک بھی تصویر نہ اتاری جائے اور نہ ہی دشمن اسے دیکھنے پائیں۔"

سامی نے مسکرا کر کہا "فرہاد! بعض فنکار بڑے ماہر بڑے ہی باکمال ہوتے ہیں۔ بچپن کی ایک تصویر دیکھ کر ہی بچے کی جوانی اور بڑھاپے تک کی تصویریں اسکیچ کر لیتے ہیں پھر وہ بچہ جوان ہو کر اور بوڑھا ہو کر بالکل ویسا ہی دکھائی دیتا ہے۔"

ایک چور نے کمرے میں داخل ہو کر کہا "مادام! اس وقت بارہ بجنے میں صرف پانچ منٹ ہیں۔ آپ کی فلائٹ کا وقت دو بجے کا ہے۔ کھانا تیار ہے، نوش فرمالیں۔"

ہم سب وہاں سے باتیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئے۔ پھر کھانے کی میز کی اطراف بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ چور بھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا۔ اعلیٰ بی بی کے سامنے کوئی کسی سے برتر یا کمتر نہیں تھا۔ اسی لیے وہ اپنے چوروں کے ساتھ بیٹھ کر

کھاتی پیتی اور ہنستی بولتی تھی۔ اس وقت دو چور میز کے اطراف بیٹھے ہوئے اعلیٰ بی بی کی مین الاقوامی حالات بتا رہے تھے۔ یعنی وہ حالات جن سے اعلیٰ بی بی اور چالیس چوروں کا تعلق تھا۔ کولمبیا چور کس ملک میں ہے۔ اور وہاں کیا ہو رہا ہے۔ اس کی مختصر سی روداد پیش کی جا رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی انھیں سنتی جا رہی تھی اور احکامات صادر کرتی جا رہی تھی۔ اس کے احکامات ایک مائکرو ریکارڈر میں ریکارڈ ہوتے جا رہے تھے۔

کھانے کے بعد ہم نے بچے کو سنبھال لیا۔ جمیلہ کھانا کھانے بیٹھ گئی۔ کبھی میں پارس کو گود میں لیتا تھا۔ کبھی سونیا اُسے لے کر پیار کرتی تھی۔ ہم دونوں ہی باری باری اسے لے رہے تھے۔ ہمارا جی نہیں بھرتا تھا۔ وہ ہم سے جُدا ہونے والا تھا۔ مجھے پہلی بار احساس ہوا تھا کہ اولاد کی محبت کیا ہوتی ہے۔ میرا بیٹا اتنا اچھا تھا۔ اتنا پیارا لگتا تھا کہ اُسے جُدا کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ بُرا ہو دشمنوں کا۔ انھوں نے مجھے مجبور کر دیا تھا۔

اس دوران سامی سے باتیں ہو رہی تھیں۔ پروگرام بنائے جا رہے تھے کہ کس طرح ہمارے درمیان خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم ہوگا اور جب بھی میں یا سونیا بچے سے اور سامی سے ملنا چاہیں گے تو کسی مخصوص مقام کا تعین کر لیا جائے گا۔ میں نے سامی سے کہا: "میں تمھارے بابا فریدوا سطی صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی: "بہت دیر بعد ان سے ملنے کا خیال آیا؟"

"یہ بات نہیں ہے سامی۔ میں اپنے بچے کے سلسلے میں کس قدر جذباتی ہوں، بیان نہیں کر سکتا۔ تم سے بھی پہلی بار ملاقات ہوئی ہے۔ اِدھر میرا بچہ مجھ سے جُدا ہو رہا ہے۔ بہت سے مسائل نے ہمیں گھیر رکھا ہے۔ ایک ایک بات رہ رہ کر یاد آتی ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ ایسے بزرگ سے نہ ملنا میری کوتاہی، کم علمی اور نادانی ہوگی۔ جنھوں نے نوجوان نسل کو نئی راہ دکھائی ہے اور تم سب کو اس قدر باکمال بنایا ہے۔"

سامی نے کہا: "میں نے ایک بار بابا سے پوچھا تھا کہ فرہاد سے ملاقات ہو تو کیا میں اسے آپ کے پاس لے کر آؤں؟"

انھوں نے جواب دیا تھا: "کوئی اپنی مرضی سے کہیں جا نہیں سکتا۔ کسی سے مل نہیں سکتا۔ اس میں تقدیر کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے اگر ہماری تقدیر میں ملاقات ہوگی تو تم ایک دوسرے سے مل لیں گے ورنہ شاید میرا اور فرہاد کا سامنا نہ ہو سکے۔"

میں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا۔ روانگی کے وقت سامی نے ایک چور کے ہاتھ سے بڑا سا البم لے کر مجھے دیتے ہوئے کہا: "میں رخصتی کے وقت تمھیں یہ تحفہ پیش کر رہی ہوں۔" میں نے اسے کھول کر دیکھا۔ البم کے ہر صفحے پر پارس علی تیمور کی تصویریں تھیں اور مختلف زاویوں سے تھیں۔ میں نے وہ البم شکریہ کے ساتھ قبول کرتے ہوئے اسے ایک طرف رکھتے ہوئے پارس کو سونیا سے لیا۔ پھر سامی کے حوالے کرتے ہوئے کہا: "میں بھی رخصتی کے وقت اپنی زندگی کا سب سے قیمتی تحفہ تمھیں پیش کر رہا ہوں۔ یہ تحفہ بھی ہے اور میری امانت بھی۔"

پھر میں نے اچانک اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "اور یہ میری محبت بھی ہے۔"

وہ پارس کو میرے ہاتھوں سے لے رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ کانپنے لگے۔ اس نے جلدی سے بچے کو سنبھال لیا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "میرا بیٹا پارس تمھارے اندر ہونے والی اس جنگ کو محبت سے جیت لے گا اور محبت سے جتنا کوئی ایسی بات تو نہیں ہے کہ گھبراہٹ طاری ہو جائے۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ سونیا کیا سوچے گی؟"

وہ فوراً ہی پارس کو اپنے سینے سے لگا کر اُسے تھپکنے لگی۔ اُسے پیار کرتے ہوئے خود کو سنبھالنے لگی۔ اس نے اپنی ساری توجہ پارس پر مبذول کر دی۔ ہم انھیں رخصت کرنے کے لیے ایئرپورٹ تک جانا چاہتے تھے۔ اس نے کہا: "میرا مشورہ ہے کہ تم اور سونیا رات کو فلائٹ کے وقت یہاں سے نکلنا۔ ابھی خواہ مخواہ کسی مصیبت کو دعوت نہیں دینا چاہیے۔"

اس کا مشورہ معقول تھا۔ ہم اسی بنگلے میں رہ گئے۔ سامی پارس کو لے کر جمیلہ کے ساتھ رخصت ہو گئی۔ اس کے جانے کے بعد بھی کچھ لوگ پہرہ دار کے طور پر بنگلے کے آس پاس موجود تھے۔ میں اور سونیا اپنے بیڈ روم میں آ گئے۔ سونیا نے کہا: "سامی بچے کو لے کر چلی گئی ہے لیکن رسونتی کا کیا ہوگا؟"

میں نے کہا: "سامی نے رسونتی کو اپنے پاس رکھنے کی ذمہ داری لی ہے۔ وہی اپنی ذمہ داری نبھائے گی۔ ہمیں سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"پھر بھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لو رسونتی کہاں ہے، کس حال میں ہے؟"

"تم میرے مزاج کو خوب سمجھتی ہو۔ جب میں تم سے ناراض ہوتا ہوں تو خیال خوانی کے ذریعے تمھاری بھی خبر نہیں لیتا۔ ویسے پریشانی کی بات کیا ہے۔ کیا اعلیٰ بی بی کے چور اس کے ساتھ نہیں ہیں؟"

وہ بیڈ روم سے جانے لگی۔ میں نے پوچھا: "کہاں جا رہی ہو؟"

اس نے پلٹ کر کہا: "تمھیں خیال خوانی پر بڑا ناز ہے۔ کیا میں دوسرے ذرائع سے معلوم نہیں کر سکتی؟"

"آخر تمھیں اس سے اتنی ہمدردی کیوں ہے؟"

"میں ایک عورت ہوں اور دوسری عورت کے دکھ کو خوب

طیارہ اب اسلام آباد کے ہوائی اڈے پر لینڈ کرنے ہی والا ہے۔ آپ فوراً گاڑی لے کر چکلالہ کے ہوائی اڈے پر پہنچ جائیں۔"

وہ حیرانی سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ ارے کیا کہہ رہے ہو۔ اچانک یہاں پہنچ رہے ہو۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ مذاق تو نہیں کر رہے ہو؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "آپ کی سلما کی قسم مذاق نہیں کر رہا ہوں۔"

وہ جھینپ کر بولے: "کیا تم اپنے اصلی روپ میں ہی آ رہے ہو؟"

"ظاہر ہے، جب مجھے پاکستان کی شہریت مل چکی ہے۔ میرے پاس پاسپورٹ اور تمام ضروری کاغذات موجود ہیں تو مجھے روپ بدلنے کی کیا ضرورت ہے۔ رسونتی بھی اپنے اصلی روپ میں ہے۔ آپ کوشش کریں کہ رسونتی کو بھی پاکستان کی شہریت حاصل ہو جائے ورنہ دشمن پریشانیوں میں مبتلا کر دیں گے۔"

انھوں نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا: "آپ فکر نہ کریں سب انتظامات ہو جائیں گے۔" انھوں نے ڈائل کرتے ہوئے ملازم کو آواز دی۔ ملازم آیا تو انھوں نے کہا: "شوفر سے کہو، میری گاڑی نکالے۔ ایئرپورٹ جانا ہے۔"

پھر وہ اپنے اعلیٰ افسروں سے اور دوسرے افسروں سے رابطہ قائم کر کے میرے متعلق اطلاع دینے لگے۔ وہ دوسرے افسران سے رابطہ قائم کر رہے تھے۔ ہماری حفاظت کے لیے خفیہ انتظامات کر رہے تھے۔

میں نے سیفٹی بیلٹ باندھتے ہوئے کہا: "سعید صاحب! اس بات کا خیال رکھیے گا کہ ابھی لاہور والوں کو میرے متعلق کوئی اطلاع نہ ملے ورنہ شاہینہ دوڑی چلی آئے گی۔"

انھوں نے مسکراتے ہوئے ذرا جھینپتے ہوئے کہا: "اسی نوخیزی کے بہانے ان سے بھی فون پر گفتگو ہو جاتی مگر تم مجھے روک رہے ہو۔"

"آپ گھبراتے کیوں ہیں۔ آپ کو سگنل سے ڈبل کرنے کے لیے ہی آیا ہوں۔"

وہ کوٹھی سے نکل کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ پھر وہ گاڑی چکلالہ کی طرف روانہ ہوئی۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: "آخر لاہور والوں کو اطلاع کیوں نہیں دینا چاہتے۔ شاہینہ ناراض ہے اپنے دو بہن ہے وہ تو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمھارے پیچھے بھاگتی جائے گی۔"

"وہ سونیا کے متعلق پوچھے گی۔ سونیا فی الحال نہیں آ سکتی۔ دوسری جگہ مصروف ہے اور شاہینہ اتنی جلدی رسونتی کو بھابی کی حیثیت سے قبول نہیں کرے گی۔ اس میں جھجک اور غیریت ہوگی۔ اس بات کو رسونتی محسوس کرے گی۔ میں یہ نہیں چاہتا۔"

انھوں نے میٹھی ناراضگی سے کہا: "بھئی تم عجیب ہو۔ خواہ مخواہ دل کے بھید کھولنے پر مجبور کرتے ہو۔ سلمیٰ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں کسی بہانے سے ٹیلیفون پر رابطہ قائم کر لوں۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے شاہینہ کو قائل کر سکتے ہو۔ اسے سمجھا سکتے ہو کہ وہ رسونتی کو بھابی کی حیثیت سے قبول کر لے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "آپ کی بے چینی بھی خوب ہے لیکن ابھی میں کچھ اور نہیں کہہ سکتا۔ طیارہ اترنے ہی والا ہے۔ مجھے یہاں دماغی طور پر حاضر رہنا چاہیے۔"

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ رسونتی نے پوچھا: "کیوں ہنس رہے ہو؟"

میں نے اسے سعید احمد کے متعلق بتایا۔ ان کے رومانس کی داستان سنائی تو وہ بھی مسکرانے لگی۔ اس وقت تک طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا ایک جگہ ٹھہر گیا تھا۔ رسونتی نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنی گردن تک اسے سہلاتے ہوئے کہا: "مجھے عجیب سی گھبراہٹ محسوس ہو رہی ہے۔ جب سے ناشتہ کیا ہے طبیعت بھاری ہے۔ سر کبھی کبھی چکراتا ہے۔ میں فوراً ہی قوت ارادی سے برداشت کرتی ہوں۔ مگر ایسا کیوں ہو رہا ہے فرہاد۔۔۔!"

میں نے اس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا: "گھبراؤ نہیں، ہم یہاں پہنچ گئے ہیں۔ کسی اچھے ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹر سے تمھارا علاج ہوگا۔ یہ کمزوری دور ہو جائے گی۔"

تھوڑی دیر بعد مسافر اترنے لگے۔ ابھی تک سعید احمد وہاں نہیں پہنچے تھے لیکن دوسرے افسران موجود تھے۔ طیارے کے زینے کے قریب خفیہ طور پر مسلح محافظ بھی تھے۔ جب رسونتی میرے ساتھ چلتے ہوئے طیارے کے زینے کے اوپری حصے پر پہنچی تو اچانک ڈوبتی ہوئی آواز میں بولی: "فرہاد! میرا سر، میرے بیٹے کو سنبھالو۔"

ایک ایئر ہوسٹس نے آگے بڑھ کر اس بچے کو گود میں لے لیا۔ میں نے رسونتی کو سہارا دیا۔ وہ زینے اترنے لگی۔ میں ذرا مطمئن ہو گیا اسے حوصلہ دینے لگا کہ وہ سنبھل سنبھل کر اترنے کی کوشش کرے۔ نیچے کھڑے ہوئے چند افسران جو ہمارے استقبال کے لیے آئے تھے، ہمیں دیکھ کر مسکرا رہے تھے،

ہاتھ ہلا رہے تھے۔ اچانک ہی رسونتی لڑکھڑائی۔ اگر میں اسے سنبھال نہ لیتا تو وہ زینے پر سے لڑھکتے ہوئے نیچے پہنچ جاتی اس کے باوجود وہ ایک پائیدان سے ڈگمگا کر دوسرے تیسرے پائیدان تک پہنچ گئی تھی۔ وہاں پہنچتے ہی میں نے اسے روک لیا تھا۔ پھر میں نے دونوں بازوؤں میں اسے اٹھایا۔ آہستہ آہستہ زینے سے اترنے لگا۔ دوسرے افسران اور محافظ بھی قریب آ گئے تھے۔ ہمارے لیے پہلے ہی ایک گاڑی موجود تھی۔ دوسرے محافظوں نے رسونتی کو سنبھال لیا۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پہنچا دیا۔ ایک شخص نے بچے کو ایئر ہوسٹس سے لے لیا۔ میں رسونتی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اسے سوچ کے ذریعے تسلیاں دے رہا تھا، حوصلہ بڑھا رہا تھا لیکن وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے ایک افسر سے کہا: "پلیز! اسے جلد از جلد کسی ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹر کے پاس پہنچائیں۔ یہ ذہنی طور پر بہت کمزور ہے کوئی دماغی امراض کا ماہر ہونا چاہیے۔"

گاڑی اسٹارٹ ہوئی۔ آگے بڑھی۔ اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک آفیسر نے وائرلیس کے ذریعے سعید احمد صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ انہیں موجودہ حالات کے متعلق اطلاع دی اور انہیں بتایا کہ رسونتی کو ڈاکٹر وسیم درانی کے پرائیویٹ کلینک میں پہنچایا جا رہا ہے۔ وہ ادھر ہی چلے آئیں۔

میری پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے رسونتی کی دماغی حالت کو خوب سمجھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ دماغ موت کے اندھیروں میں ڈوبنے والا ہو۔ میں نے ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی کو تھام لیا، پھر کہا۔ "اوہ منجالی! تم تو توقع سے زیادہ خطرناک نکلیں۔ ہم نے کیا سوچا تھا اور کیا ہو رہا ہے۔ ہمارے دل و دماغ کے کسی گوشے میں رسونتی کو قتل کرنے کی گھناؤنی سازش نہیں تھی۔ یہ خدا جانتا ہے۔"

اس کا ڈوبتا ہوا دماغ آس پاس کی آوازوں کو ڈوبتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ مگر ان آوازوں کی شناخت بھول گیا تھا حتیٰ کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو بھی نہیں پہچان رہی تھی۔ میں اسے مخاطب کرتا تھا اور میری سوچ اسے گنبد کی صدا لگتی تھی جو گونجتی تھی مگر واضح طور پر سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

ایسے ہی وقت اس کے مکڑ سے دماغ نے بچے کے رونے کی آواز سنی۔ اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا ایک شخص بچے کو گود میں لیے ہوئے تھا۔ وہ مچل مچل کر رو رہا تھا۔ میں نے رسونتی کے دماغ میں محسوس کیا کہ وہ تڑپ رہی ہے۔ اس کے دل کی

دھڑکن جو ڈوب رہی تھی اس میں ایک جوش، ایک سنسنی ایک روانی آ گئی ہے۔ پھر میں نے ممتا کو دیکھا، جو ایک طاقت بن گئی تھی، جو موت کو پیچھے دھکیل رہی تھی۔ پھر اس کے ہونٹ کھلے اور وہ بولنے لگی۔ "میرا بچہ... بچہ... پا... پارس!"

اگر کوئی موت سے انٹرویو لے تو وہ یہی کہے کہ وہ بڑے سے بڑے پہلوانوں کو پچھاڑ دیتی ہے لیکن ایک نوزائیدہ بچے سے اس کی ماں کو چھڑاتے وقت موت کو بھی پسینہ آ جاتا ہے وہ ایک ماں کے اندر سے روح تو نکال سکتی ہے ممتا کو نہیں نکال سکتی اور جب ممتا کو نہ نکال سکے تو پھر موت نے کس کو مارا؟ ایسی جگہ وہ ہار جاتی ہے۔

رسونتی جیت رہی تھی۔ اسے ڈاکٹر کے کلینک میں پہنچا دیا گیا۔ بڑی توجہ سے اس کا معائنہ کیا گیا۔ اس کا خون ٹیسٹ کرنے کے لیے بیماڑی میں بھیجا۔ ڈاکٹر تسلیاں دے رہا تھا اور یہ بھی کہہ رہا تھا کہ حالت بہت ہی تشویشناک ہے دماغی کمزوری کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔

سعید صاحب نے پارس کے لیے ایک ٹرینڈ آیا کا انتظام کر دیا تھا۔ ہم سب کلینک میں ہی تھے۔ بیماڑی رپورٹ اور ڈاکٹر کے فیصلے کا انتظار کر رہے تھے۔ کبھی کبھی میں خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ بن غازی پہنچ گئے ہیں۔ اس دوران میں سونیا کو رسونتی کے متعلق تمام باتیں بتاتا رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بار بار اس کی خیریت پوچھتی تھی۔ میں نے کہا: "فی الحال تم مرجانہ کی طرف توجہ دو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں مرجانہ کے لیے کیا کروں۔ رسونتی کے دماغ کو کمزور بنانے کے لیے منجالی کا سہارا لیا، وہ اس حال کو پہنچ چکی ہے۔ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ اگر مرجانہ کے سلسلے میں بھی کوئی دوا استعمال کی گئی، کوئی انجکشن لگایا گیا اور وہ مہلک ثابت ہوا تو میں اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکوں گا۔"

"فرہاد! تم بہت زیادہ پریشان ہو گئے ہو۔ اتنا تو سمجھو کہ منجالی کے زہر میں اور ڈاکٹروں کی دواؤں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے بے شک بہت سی دواؤں کا ری ایکشن ہوتا ہے لیکن اس ری ایکشن کا بھی علاج ہو جاتا ہے۔ مرجانہ کو کنٹرول کرنے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے اس کے دماغ کو وقتی طور پر کمزور بنانا ہی ہوگا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ رسونتی کی طرف پوری توجہ دے کر اس کا علاج کرو اور اسی کے پاس رہو۔"

میں دماغی طور پر ڈاکٹر وسیم درانی کی کلینک میں حاضر ہو گیا۔ اسی وقت ڈاکٹر خود ہی بیماڑی کی رپورٹ لے کر آیا

[illegible] نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد! خون کی [illegible] بتاتی ہے کہ فوری طور پر علاج نہ کیا گیا اور پوری توجہ نہ [illegible] تو بلڈ کینسر ہو سکتا ہے۔"

[illegible] میں نے پریشان ہو کر سوچا: "خون کا سرطان یعنی خون [illegible] ہو رہا ہے۔ منجالی کا زہر کام دکھا رہا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا: "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے خون [illegible] منفی اثرات ہیں، انہیں ختم کیا جا سکتا ہے۔ کیا آپ ٹیلی [illegible] کے ذریعے مریضہ کی دماغی حالت کی تفصیلی رپورٹ پیش کر سکتے [illegible] آپ اس سلسلے میں ہمارے بہت کام آ سکتے ہیں۔"

میں ڈاکٹر کے ساتھ ایک کمرے میں آیا۔ وہاں رسونتی [illegible] میں بندھے پڑی ہوئی تھی۔ ایک نرس اور اسسٹنٹ [illegible] اس کے پاس موجود تھے۔ رسونتی کے سر کے اطراف [illegible] لگائے گئے تھے جو دونوں کنپٹیوں تک تھے۔ ان کے [illegible] ایک گراف بورڈ پر دماغی حالت کے نشیب و فراز [illegible] نیچی لکیریں بن رہی تھیں۔ وہ لکیریں خدا اوپر جاتی [illegible] پھر نیچے پہنچ جاتی تھیں، دماغی حالت عروج کی طرف کم تھی اور زوال [illegible] زیادہ تھی۔

میں نے گراف بورڈ کی طرف سے منہ پھیر کر ڈاکٹر کو مخاطب [illegible] "ڈاکٹر! میں گراف بورڈ کو نہیں دیکھ رہا ہوں لیکن جو کچھ [illegible] ہوں آپ اس کے مطابق گراف لائن کی اسٹڈی کریں۔"

یہ کہتے ہی میں رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر میں [illegible] "ابھی اس کا دماغ روشن ہو رہا ہے۔ اب بجھ رہا ہے [illegible] تشویش کی حد تک بجھنے والا ہے لیکن نہیں پھر جگنو کی طرح [illegible] گیا ہے پھر اس میں ایک نامعلوم سی قوت پیدا ہو [illegible] ہے۔"

میں جیسے رسونتی کے دماغ میں بیٹھ کر کنٹرول کر رہا تھا [illegible] نے گراف بورڈ کو دیکھتے ہوئے کہا: "آپ بالکل درست [illegible] ہیں۔ آپ کے کہنے کے مطابق گراف لائنیں بن رہی [illegible] بھی اوپر جاتی ہیں کبھی نیچے پہنچ جاتی ہیں لیکن آپ یہ تمام [illegible] جینے کی یا سمجھنے کی قوت کیا ہے۔ کیا یہ واضح طور پر کسی بات [illegible] سکتی ہیں یا محسوس کر سکتی ہیں؟"

"دماغ میں کوئی سوچ واضح نہیں ہے لیکن ٹھہر ٹھہر کر [illegible] لفظ نمایاں ہوتا ہے اور پھر گم ہو جاتا ہے اور وہ لفظ ہے [illegible]"

ڈاکٹر نے تعجب سے پوچھا: "پاس کا مطلب کیا ہو سکتا [illegible] کیا یہ کسی معاملے میں فیل ہو چکی ہیں۔ کوئی ناکامی ان کے [illegible] پر اثر انداز ہوئی ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "ایسی کوئی بات نہیں ہے دراصل یہ ہمارے بیٹے پارس کا نام لینا چاہتی ہے۔ کمزوری کے باعث پارس کا 'ر' ادا نہیں کر سکتی ہے صرف پاس کہہ رہی ہے۔"

ڈاکٹر نے سر ہلا کر کہا: "ہیئر از دی پوائنٹ۔ آپ ان کے دماغ میں ان کی ممتا کو ابھارنے کی کوشش کریں۔ ممتا ایک ایسا جذبہ ہے، ایسی قوت ہے کہ انہیں زندگی کی طرف واپس لائے گی۔ پلیز، آپ ہماری مدد کریں۔ دوا ہم کرتے ہیں نفسیاتی علاج آپ کریں۔"

میں اس کے دماغ میں جم کر بیٹھ گیا۔ کبھی پارس کا مکمل نام لینے لگا، کبھی بچے کے انداز میں رونے کی آواز سنائی۔ میں نے محسوس کیا۔ جب رونے کی آواز آتی تھی تو اس میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی تھی۔ وہ کچھ بے چین ہوتی تھی۔

میں اس کے دماغ کی اسکرین پر ایک بچے کی تصویر واضح کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ تصویر تو صاف نہیں ہو رہی تھی۔ میں زیادہ سے زیادہ بچے کی آواز سنا سکتا تھا۔ میں نے کسی ننھے سے بچے کے لہجے میں پکارا: "میں پارس بول رہا ہوں۔ ماں، امی! ممی میری ماما آپ کہاں ہیں؟ امی جان آنکھیں کھولیے۔ اپنے بیٹے کو دیکھیے نا۔ نہیں دیکھیں گی تو میں روٹھ جاؤں گا۔ چلا جاؤں گا۔"

تب میں نے رسونتی کے دماغ میں ایک کمزوری پگھل محسوس کی، جیسے وہ اپنے بچے کو روٹھنے سے روکنا چاہتی ہو اور روٹھ جانے تو اسے منانا چاہتی ہو۔ یہ ایک طویل نفسیاتی طریقہ علاج تھا جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے زیادہ آسان تھا مگر صبر طلب اور وقت طلب تھا۔ اس لیے وقت گزرنے لگا۔ صبح سے دوپہر اور دوپہر سے شام ہو گئی۔ کھانے کا ہوش نہ رہا۔ ایکبار سعید صاحب نے مجھے سمجھایا کہ میں کچھ کھا لوں لیکن بھوک نہیں تھی۔ میری ساری محبت، ساری توجہ اپنی حریف حیات کی طرف مبذول ہو گئی تھی۔ دماغ کے کسی گوشے میں یہ احساس کچوکے لگا رہا ہو کہ میری وجہ سے رسونتی اس حال کو پہنچی ہے۔ میں منجالی کو اس کا دماغ کمزور بنانے کا مشورہ نہ دیتا تو ایسا نہ ہوتا۔

ہم انسان سوچتے ہیں کہ ویسا کرتے تو ایسا ہوتا اور ایسا نہ کرتے تو ویسا ہوتا۔ ہمارے سوچنے سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا اگرچہ تدبیر ضروری ہوتی ہے۔ انسان کو اپنے عمل اور نیک نیتی کا پورا خیال رکھنا چاہیے تاہم قدرت کی بھی رضا اس میں شامل ہوتی ہے۔ ہم نے جو چاہا تھا اس میں رسونتی سے ایسی دشمنی نہیں تھی اور

میں دعا مانگ رہا تھا کہ میری یہ غلطی کسی بھیانک نتیجے کا سبب نہ بنے۔

میری دعا قبول ہوگئی۔ شام کو رسونتی نے آنکھیں کھول دیں۔ آنکھیں کھولتے ہی بڑی ہی کمزور سی آواز میں پوچھا۔

"میرا بیٹا؟"

فوراً ہی فرضی پارس کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس کے ہاتھ میں بچے کو لٹا دیا گیا۔ وہ اس کی طرف کروٹ لے کر اسے چھونے لگی۔ اسے محبت سے سہلانے لگی۔ ممتا بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! میرے کہنے میں جو پہلی دوا لکھی جائے گی اس دوا کا نام ہے پارس علی تیمور۔ اس بچے نے اپنی ماں کی جان بچائی ہے۔ بچہ ماں سے ہے اور ماں بچے سے ہے۔ اس بات کا خیال رکھیں۔ یہی بچہ آپ کی شریکِ حیات کو زندہ رکھے گا۔"

پھر اس نے رسونتی سے کہا۔ "مسز فرہاد! آپ کو بہت زیادہ پرسکون رہنا چاہیے۔ آپ کسی کے متعلق کچھ نہ سوچیں صرف اپنے بچے سے تعلق رکھیں۔ اسی کی طرف توجہ دیں۔ آپ یہاں بچے کے ساتھ تنہا رہیں گی۔ میں آپ کے فرہاد صاحب کو ذرا اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ دروازے کے باہر ایک وارڈ بوائے موجود رہے گا۔ کوئی پریشانی ہو تو آپ مجھے کسی وقت بھی بلا سکتی ہیں۔"

میں نے رسونتی کے ہاتھ کو محبت سے دونوں ہاتھوں میں لیا اس کی ہتھیلی کی پشت کو چوم کر کہا۔ "میں ابھی آؤں گا۔ تم بیٹے سے دل بہلاؤ۔"

میں ڈاکٹر کے ساتھ باہر آ گیا۔ سعید صاحب نے کہا۔ "بھئی اب تو کچھ آرام کرو، کچھ کھا پی لو۔ بھابی خطرے سے باہر ہیں۔"

میں ان کی گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ "سعید صاحب! میں ابھی یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ پھر رسونتی کو جاگ کر دیکھوں گا۔ جب وہ آرام سے سو جائے گی تو آپ کے ساتھ چلوں گا، یا آپ جائیں میں خود آپ کی رہائش گاہ تک پہنچ جاؤں گا۔"

"میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ اچھا یہیں بیٹھو، میں تمہارے لیے کھانا منگوا رہا ہوں۔"

وہ چلے گئے۔ بڑی دیر بعد مجھے سونیا کے پاس جانے کا موقع ملا۔ میں اس کے پاس پہنچا تو وہ پریشان نظر آئی۔ میں نے دل میں کہا۔ "پھر کوئی مصیبت شروع ہوئی ہے۔"

اس نے بتایا کہ مرجانہ لاتیہ ہے۔

"کیسے؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "وہ بیدار کیسے ہوئی؟"

"میں نے اسے جگایا تھا۔ وہ کچھ کمزور سی لگ رہی تھی۔ ضرورت سے زیادہ سوتی رہی تھی اس لیے اس پر سستی چھا گئی تھی اس نے غصے سے مجھے دیکھا لیکن زبان سے کچھ نہیں کہا۔ میں سمجھ گئی کہ یہ آہستہ آہستہ نرم پڑ رہی ہے۔ میں نے اسے پیار سے سمجھایا۔ منایا محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا لیا۔ پھر بھی میں نے کہا۔ 'تم سوتے سوتے تھک گئی ہو، میں تمہارے لیے دودھ لے کر آتی ہوں گرم گرم دودھ پیو گی تو طبیعت بحال ہو جائے گی۔' میں دودھ لانے کچن میں گئی۔ وہاں سے واپس آئی تو وہ نہیں تھی۔"

میں نے کہا۔ "کیا مصیبت ہے۔ ابھی رسونتی کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا تو مرجانہ مسئلہ بن گئی ہے۔ تم نے تو کہا تھا کہ اسے کنٹرول کر لو گی۔ اسے تنہا چھوڑ کر کیوں گئی تھیں؟ کیا وہاں چور نمبر پندرہ موجود نہیں تھا؟"

"وہ کسی ڈاکٹر سے ملنے گیا ہوا تھا کہ مرجانہ کو کسی دوا یا انجکشن کے ذریعے کمزور بنایا جا سکے۔"

"کچھ نہیں ہو سکے گا۔ سونیا! کچھ نہیں ہو سکے گا۔ ہم ایک پُرسکون زندگی گزارنے کے لیے سوچتے ہی رہیں گے اور ایک دن موت آ کر ہمیں سکون دے گی۔"

"تم رسونتی کی وجہ سے بہت پریشان ہو گئے ہو۔ اب تو خدا کا فضل ہے۔ میں مانتی ہوں کہ مرجانہ کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ میری اس بھول کو معاف کر دو اور اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرو۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے کا موقع ہی نہیں دے گی۔"

"کوشش کرو۔ کوئی بہانہ تلاش کرو۔ کوئی ڈرامہ پلے کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ انتظار کرو۔ میں کوشش کرتا ہوں۔"

میں دماغی طور پر پھر اس گاڑی میں حاضر ہو گیا۔ سعید صاحب واپس نہیں آئے تھے۔ میں مرجانہ کے دماغ تک پہنچنے کی تدبیر سوچنے لگا۔ اسی وقت ایک چھوٹا سا لڑکا میرے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ تھا۔ اسے دیکھتے ہی میرا ماتھا ٹھنکا۔ دشمن ایسی چال پہلے بھی چل چکے تھے۔ میں نے اس کاغذ کو لیتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟ کس نے دیا ہے؟"

اس لڑکے نے کہا۔ "ادھر ایک آدمی گاڑی میں آیا تھا۔ اس نے مجھے دس روپے دیے اور کہا کہ ادھر گاڑی میں آپ بیٹھے ہوتے ہیں۔ میں آپ تک یہ خط پہنچا دوں۔"

میں نے گاڑی سے اتر کر دور دور تک دیکھا۔ ہسپتال کے احاطے کے باہر کوئی گاڑی نظر نہیں آئی، ویسے شاہراہ پر بہت سی گاڑیاں گزر رہی تھیں مگر میں کسی دشمن کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر اس تہہ کیے ہوئے کاغذ کو کھولا۔ اس میں لکھا تھا۔

"مسٹر فرہاد! میں اتنی دیر تک یہی سمجھ رہا تھا کہ رسونتی مر جائے گی۔ مر جائے گی تو میری ساری پلاننگ فیل ہو جائے گی۔ چلیں، آپ خدا کا شکر ادا کریں آپ کی شریکِ حیات زندہ سلامت ہے۔ میں بھی خوش قسمت ہوں کہ آپ سے رشتہ پائیدار ہوتا جائے گا۔ آپ سوچیں گے کہ میں کیسا رشتہ دار ہوں؟

بھئی وہی پارس علی تیمور کے ناتے سے۔ آپ اس کے ایک باپ ہیں۔ دوسرا باپ میں ہوں۔ دنیا اسے آپ کے نام سے جانے گی اور میرے خون سے پہچانے گی۔

لیکن بات دنیا والوں کے جاننے اور پہچاننے کی نہیں ہے رسونتی کی بات ہے۔ اگر اسے یہ حقیقت معلوم ہو جائے تو کیا ہو گا یقیناً تمہیں ڈاکٹر کی رپورٹ اور مشورہ یاد ہو گا۔ یاد نہ ہو تو یہ خط رسونتی کو پڑھنے کو دے دو۔ وہ پڑھے گی اور اس کی حرکتِ قلب بند ہو جائے گی۔

تم میں حوصلہ نہ ہو تو مجھے حکم دو۔ میں رسونتی کو حقیقت بتا دیتا ہوں۔ اسے معلوم ہو گا کہ تم نے کتنا بڑا فراڈ کیا ہے۔ اس کے بیٹے کو اس سے چھین کر کہیں دوسری جگہ پہنچا دیا ہے اور اس کی ممتا سے کھیل رہے ہو۔ اسے بیوی بنا کر اپنے بچے کی ماں بنا کر اس کا مذاق اڑا رہے ہو۔ یہ باتیں وہ سوچ نہیں سکے گی۔ اسے سوچنے کی فرصت ہی نہیں ملے گی۔ ادھر حقیقت معلوم ہو گی، اُدھر اس کا دم نکل جائے گا۔

بچے کے دم سے رسونتی کا دم ہے۔ میں اتنا ظالم نہیں ہوں کہ اپنے بیٹے کو اس سے چھین لوں، مگر ہاں میرے پاس بھی تو کوئی اولاد ہونی چاہیے۔ لہٰذا اپنے بیٹے پارس کو میرے حوالے کر دو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو میں اعلان کر دوں گا کہ فرہاد علی تیمور کا اصل بیٹا پارس علی تیمور میرے پاس ہے۔ تم یہ ثابت نہیں کر سکو گے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ جزیرہ الدرا کی عمارت میں جب اس بچے نے جنم لیا تھا تو کتنے ہی زاویوں سے اس بچے کی تصویریں اتاری گئی تھیں۔ وہ بچہ ننگا تھا اور اس کے ننگے شانے پر کسی قسم کا نشان نہیں تھا اور وہ بچہ رسونتی کے پاس لیٹا ہوا تھا۔ رسونتی نے اسے ایک بار ہاتھ بھی لگایا تھا اسے دیکھا بھی تھا۔

جب میں دعویٰ کروں گا کہ رسونتی کا وہ تصویر والا بچہ میرے پاس ہے تو وہ یقین کر لے گی۔ اس کے پاس جو بچہ ہے اس کے بائیں شانے پر ایک پیدائشی نشان ہے۔ تصویروں میں جس بچے کو اس نے ہاتھوں میں لیا ہے اس بچے کے شانے پر کوئی نشان نہیں ہے۔

ٹیلی پیتھی کے سانپ! ہم بھی سپیرے ہیں۔ سانپوں کا منتر جانتے ہیں۔ تم نے بہت عرصے تک پریشان کیا ہے۔ رسونتی تو ٹیلی پیتھی سے گئی۔ اب تمہیں بھی جانا چاہیے۔ اس وقت رسونتی کے تکیے کے نیچے ایک چھوٹی سی شیشی ہے۔ اس شیشی میں ایک کیپسول رکھا ہوا ہے۔ تم اسے کھا لو۔ کھانے کے بعد ٹیلی پیتھی سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر لو گے۔

یہ میرا مخلصانہ مشورہ ہے۔ اگر اس کیپسول کو اپنے حلق سے نیچے نہیں اتارو گے تو ہم رسونتی پر دوسرا دورہ پڑنے کا انتظار کریں گے۔ جب وہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہو گی تب اس پر بچے کے راز کا انکشاف کر دیا جائے گا۔

چلو، تم سے ایک رعایت کی جاتی ہے۔ اس کیپسول کو نہ کھاؤ، صرف اپنے بیٹے پارس علی تیمور کا پتہ بتا دو۔

کوئی تو بات تمہیں ماننی ہی پڑے گی، فقط۔

تمہارے پارس کا طالب۔

اپنے پارس کا خون۔

فادر جوجو۔"

میں

نے اس کاغذ کو مٹھی میں بھینچ لیا۔ غصے سے دانت پیس کر آس پاس دیکھنے لگا۔ دشمن پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن وہ یقیناً صبح سے ہسپتال میں موجود تھا۔ رسونتی کی بیماری اور اس کے علاج کے متعلق سب کچھ دیکھ اور سمجھ رہا تھا۔ یہاں تک جان چکا تھا کہ رسونتی کا علاج صرف وہ بچہ ہے۔

جو کم سن لڑکا وہ خط لے کر آیا تھا، وہ جا چکا تھا۔ میں نے اس خط کے پرزے کر کے ہوا میں اڑا دیے۔ تھوڑی دیر بعد ہی سعید صاحب واپس آ گئے۔ ان کے پیچھے ایک ملازم ٹرے میں کھانا لے کر آ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "سعید صاحب! آپ بھی شریک ہو جائیے۔"

"میں کھا چکا ہوں۔ تم شروع ہو جاؤ۔"

میں نے ٹرے کو اپنے زانو پر رکھ کر کھانا کھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ نے جو خفیہ پہرہ بٹھایا ہے وہ بہت مستعد ہے اور کوئی جاسوس یا دشمن اس ہسپتال میں داخل نہیں ہو سکے گا؟"

"مجھے اطمینان ہے۔ اگر تمہیں کوئی نئی اطلاع ملی ہو تو مجھے بتاؤ۔"

میں نے کہا۔ "آپ رسونتی کے کمرے میں جا کر اس کے تکیے کے نیچے دیکھیں، ایک چھوٹی سی شیشی میں آپ کو ایک کیپسول ملے گا۔ مجھے دشمنوں کی طرف سے ہدایت ملی ہے کہ میں وہ کیپسول کھا کر اپنے دماغ کا کباڑا کر لوں اور ٹیلی پیتھی سے خالی ہو جاؤں۔"

سعید صاحب نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ مگر تمہیں یہ ہدایت کیسے ملی اور یہ کیسے معلوم ہوا کہ رسونتی کے تکیے کے نیچے کیا رکھا ہے؟ میں نے تمہیں زیادہ دیر تو تنہا نہیں چھوڑا ہے۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔ دشمن تو لمحوں میں اپنا کام کر گزرتے ہیں۔ وہ میرے دشمن ہیں۔ انھیں میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"لیکن تمھیں یہ اطلاع ملی کیسے؟"

"نہایت بچکانہ انداز میں۔ ایک کم سن لڑکے کے ہاتھ خط بھیج کر مجھے مطلع کیا گیا ہے۔ میں نے خط پڑھ کر پھاڑ دیا ہے۔"

"تم نے اس خط کو ضائع کیوں کیا؟ اس سے کوئی سراغ مل سکتا تھا۔"

"ایسا ہوتا تو میں اسے ضائع نہ کرتا۔ جو لوگ اتنے سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود اندر داخل ہو کر سونتی کے کیبن کے نیچے کیپسول کی شیشی رکھ سکتے ہیں وہ اتنے بے وقوف نہیں ہو سکتے کہ ایک خط کے ذریعے اُن کا سراغ لگا لیا جائے۔"

سعید صاحب نے جواب نہیں دیا۔ فوراً ہی پلٹ کر تیز تیز قدم اٹھاتے ہسپتال کے دروازے پر پہنچے اور وہاں موجود دونوں سادہ لباس والوں سے سخت لہجے میں کچھ کہہ کر زور زور سے زمین پر پیر مارتے ہوئے اندر چلے گئے۔ میں کنا کھاتے ہوئے سوچنے لگا کہ اس خط کے جواب میں میرا ردِعمل کیا ہونا چاہیے۔

سب سے پہلے تو مجھے یہ معلوم ہونا ضروری تھا کہ فادر جوجو کون ہے؟ کیا واقعی یہ فرضی پارس کا باپ ہے؟

اگر باپ ہے تو میرے پیچھے اتنے جلدی کیسے چلا آیا؟ کیا یہ پہلے سے سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔ ایک جال بچھایا جا رہا تھا اور مجھے پھانس لیا گیا تھا۔

میں نے نیرو بی کے چور کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس نے چونک کر پوچھا: "فرمائیے جناب؟"

میں نے پوچھا: "تم نے اس بچے کو کہاں سے حاصل کیا تھا؟"

"جناب! یہاں ایک ادارہ ہے۔ اس کا نام ہے۔ دی ہاؤس آف آن وانٹڈ بے بیز۔"

"کیا وہاں ایسے ناجائز بچے ہوتے ہیں جن کے باپ کا نام اور پتہ نہیں ہوتا؟"

"نہیں جناب! وہاں ایسے بچے لائے جاتے ہیں جنھیں ان کے والدین غیر ضروری سمجھتے ہیں یا ان کی پرورش نہ کرنا نہیں چاہتے۔ یا ان کی پرورش کرنے میں ان کی کوئی مجبوری آڑے آتی ہے۔ وہ اس ادارے کو اچھا خاصا چندہ دے کر وہاں بچے کو چھوڑ جاتے ہیں اور یہ معاہدہ کر لیتے ہیں کہ کوئی دولت مند اس بچے کو گود لینا چاہے تو انھیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بچہ تم نے مجھے دیا ہے اس کے باپ کا نام اور پتہ اس ادارے میں درج ہوگا؟"

"جی ہاں، پوری قانونی کارروائی کے ساتھ ہر بچے کو وہاں رکھا جاتا ہے۔"

"مجھے اس بچے کے باپ کا نام اور پتہ چاہیے۔ تم کب تک بتا سکتے ہو؟"

"آپ آدھے گھنٹے بعد رابطہ قائم کریں۔ میں اس ادارے میں جا کر مکمل معلومات حاصل کرتا ہوں۔"

"کیا اس بچے کو گود دیتے وقت اور تحریری معاہدہ کرتے وقت تمھارے سامنے اس بچے کے باپ کا نام نہیں آیا تھا یا تم بھول گئے ہو؟"

"جناب! ہماری یادداشت اتنی کمزور نہیں ہے۔ اس بچے کے باپ کا نام پاپا جوجو بتایا گیا تھا۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ اس خط میں بھی یہی نام لکھا تھا۔ صرف پاپا کی جگہ فادر لکھ دیا گیا تھا۔ فادر جوجو۔ اس چور نے کہا تھا پاپا جوجو اسپین کا رہنے والا ہے۔ اب نیرو بی میں آباد ہو گیا ہے۔ میں اس کے متعلق پوری معلومات حاصل کر کے آپ تک پہنچا دوں گا۔"

"یہ بھی معلوم کرو کہ کسی نے اس ادارے میں جا کر اس بچے کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں یا نہیں؟ یہ بہت ضروری ہے — دشمن مجھے اس بچے کے ذریعے بلیک میل کرنا چاہتے ہیں۔ سونتی کی حالت بہت نازک ہے۔ اس کی زندگی کے لیے بچہ نہایت ضروری ہے۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟"

"میں سمجھ گیا جناب! ابھی آپ کو تمام معلومات حاصل ہو جائیں گی۔"

میں واپس آ گیا۔ کھانے کی ٹرے میری زانو پر رکھی ہوئی تھی۔ میں نے سوچا۔ ادھر مرجانہ بھی مشکل میں ہے۔ وہ سونیا کی گرفت سے نکل گئی ہے۔ اگر دوبارہ دشمنوں میں جا پھنسی تو وہ اسے پھر اپنا آلۂ کار بنا لیں گے اور اس کے ذریعے مجھے اور سونیا کو پریشان کرتے رہیں گے۔ دشمنوں کا ایک حربہ یہ بھی ہوتا ہے کہ پریشان کر کے اپنے مدِمقابل کو ذہنی طور پر تھکا دیا جائے اور دماغ میں اس قدر انتشار پیدا کر دیا جائے کہ سوچنے سمجھنے کے قابل نہ رہے۔

میرا بھی حال ہو رہا تھا۔ سونے کی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ کھانا بھی ہسپتال کے باہر ایک گاڑی میں بیٹھ کر کھا رہا تھا۔ کبھی سونتی کے متعلق سوچتا تھا اور کبھی مرجانہ کی طرف دھیان جاتا تھا۔ وہ دشمنوں سے ملنے کے بعد سونیا کے لیے زبردست خطرہ بن سکتی تھی۔

میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بیچین تھی۔ مگر مرجانہ کے لیے پریشان تھی۔ وہ اور چور نمبر نیدرہ اسے تلاش کر رہے تھے۔ میں اسکے پاس سے واپس آ گیا۔ ابھی میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں سونیا کے ساتھ لگا رہتا۔

میں جیوش سوسائٹی کے سربراہ دانیال کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب ہی ایک راستہ رہ گیا تھا میں تمام شوہروں کے دماغوں تک علیحدہ علیحدہ پہنچ کر معلوم کر سکتا تھا کہ یہ پاپا جوجو میرے ساتھ ساتھ پاکستان کیسے پہنچا؟ اور مرجانہ نے ان سے رابطہ قائم کیا ہے یا نہیں؟

پتہ چلا کہ دانیال اور اسکے اُن تمام ساتھیوں کو جو اس رات کی رنگین تقریب میں شریک تھے۔ جیوش سوسائٹی سے خارج کر دیا گیا ہے۔ ان کے عہدے چھین کر ان کی جگہ نئے لوگ مقرر کر دیے گئے ہیں جو میرے لیے اجنبی ہیں اور میں ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکتا۔

وہاں سے ناکام ہو کر میں بحری جہاز کے آفیسر انچارج کے پاس پہنچا۔ وہ آفیسر اور اس کے جتنے ساتھی بحری جہاز میں موجود تھے وہ تمام لوگ بھی وہاں سے ہٹا دیے گئے تھے اور وہاں بھی نئے لوگ آ گئے تھے۔ میری یادداشت میں جتنے دشمن محفوظ تھے۔ میں نے ان سب کے دماغوں میں جھانک کر دیکھ لیا۔ وہ تمام لوگ اپنے عہدوں سے ہٹا دیے گئے تھے جو میرے کام آ سکتے تھے۔

کھانا ختم ہو گیا تو ایک ملازم ٹرے واپس لے گیا۔ سعید صاحب نے آ کر کہا۔ "کیبن کے نیچے سے یہ شیشی ملی ہے۔ اسے جس نے بھی وہاں رکھا ہے اب وہ ہسپتال کی حدود میں نہیں ہوگا۔ تمھیں اطلاع دینے سے پہلے فرار ہو چکا ہوگا پھر بھی ہمارے آدمی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا: "جب سونتی کو اس چھوٹے سے ہسپتال میں لایا گیا تھا تو یہاں کے تمام اسٹاف کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ میں فرہاد ہوں اور وہ سونتی ہے اور ہم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں، لہٰذا کوئی ڈاکٹر، نرس یا وارڈ بوائے وغیرہ اتنی جرأت نہیں کر سکتے تھے کہ ہمارے خلاف کسی دشمن کا آلۂ کار بن کر اس شیشی کو کیبن کے نیچے رکھ دیں۔"

"وہ ڈاکٹر، ایک نرس اور ایک وارڈ بوائے کے سوا کوئی بھابی وہاں کے نہیں گیا تھا۔ پھر کون ایسا کر سکتا ہے؟"

میں نے سوچ کر کہا: "یہ کام ہسپتال کا جمعدار کر سکتا ہے۔ جمعدار کو شاید ہمارے متعلق کچھ معلوم نہ ہو اور معلوم بھی ہو تو یہ لوگ ہمارے اتنے عادی ہوتے ہیں کہ نشے کی ترنگ میں سب کچھ کر گزرتے ہیں۔"

سعید صاحب پھر ہسپتال کے اندر چلے گئے۔ میں سونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ سو رہی تھی۔ اس کا دماغ بالکل ٹھیک تھا۔ صحیح معنوں میں وہ میری سوچ کی لہروں کو قبول بھی کر سکتا تھا اور میں اس سے پیچیدہ سوچوں کو پڑھ بھی سکتا تھا۔

میں اس سسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا جو سونتی کے لیے مخصوص کی گئی تھی۔ وہ دروازے کے قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اسکے ذہن سے معلوم کیا۔ بچہ سونتی کے بستر کے قریب ہی جھولے سے جھولے میں سو رہا تھا۔ سسٹر سوچ رہی تھی: "نیچے نیچے وہ شیشی کون رکھ سکتا ہے؟ آفیسر ہم سے یوں پوچھ رہے جیسے ہم نے کوئی جرم کیا ہو۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "کیا ہمارا وارڈ بوائے ایسا کر سکتا ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا: "نہیں، وہ تو بہت ہی اچھا لڑکا ہے۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں پوچھا: "اس کمرے میں اور کون آیا تھا؟"

اس کا خیال ایک بھنگن کی طرف گیا جو دوپہر کو ایک بار صفائی کے لیے کمرے میں آئی تھی۔ اسی دوران سعید صاحب وہاں پہنچ گئے۔ انھیں دیکھتے ہی سسٹر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر جلدی سے بولی۔ "میرا خیال اس بھنگن کی طرف جا رہا ہے جو دوپہر کو یہاں صفائی کے لیے آئی تھی۔"

سعید صاحب نے کہا: "مجھے اس کا نام حلیہ اور پتا بتاؤ۔ کیا وہ ہسپتال کے کوارٹروں میں رہتی ہے؟"

"جی ہاں، میں وارڈ بوائے کو آپ کے ساتھ کرتی ہوں۔ وہ آپ کو اس کے پاس پہنچا دے گا۔"

میں ان کے دماغ سے نکل آیا۔ کچھ دیر بعد ان کی تفتیش کا نتیجہ سامنے آ سکتا تھا میں نیرو بی کے چور کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا۔

"جناب! میں بہت دیر سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ یہاں اس بچے کے سلسلے میں بڑا سنسنی خیز ڈرامہ کھیلا گیا ہے۔ میں اُس ادارے میں پہنچا تو وہاں کے انچارج نے بتایا۔ دو اجنبی اس کے پاس آئے تھے۔ وہ اس بچے کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ انچارج نے انھیں کہا۔ چونکہ اس بچے کو یہاں کی انٹیلی جنس کے ایک آفیسر کے حوالے کیا گیا ہے اور وہ اس کا ذمہ دار ہے اس لیے بچے کے متعلق کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔ تب ان میں سے ایک شخص نے ریوالور نکالا اور اس کی نال انچارج کی کنپٹی پر رکھ دی۔ انچارج بتانے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے وہ فائل انھیں دے دی جس میں معاہدے کی تفصیل تھی۔ وہ لوگ فائل سے کاغذات نکال کر اپنے ساتھ لے گئے۔"

میں نے پوچھا: "معاہدے کی دوسری نقل انٹیلی جنس کے اس آفیسر کے پاس ہوگی جس نے اس بچے کی ذمہ داری قبول کی ہے؟"

"میں اس آفیسر کے پاس گیا تھا۔ آپ کو یہ سُن کر حیرت ہوگی کہ اُسے قتل کر دیا گیا ہے۔ اس کے کمرے کا تمام سامان بکھرا پڑا تھا۔ قاتل کو یقیناً معاہدے کی دوسری کاپی کی تلاش ہوگی اور شاید وہ اسے بھی حاصل کر لینے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

"اب تم کیا کرو گے؟"

"آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ میں اسی ادارے کے قریب ہوں۔ آپ میرے دماغ میں موجود رہیں۔ میں اس انچارج سے باتیں کر رہا ہوں۔ آپ اس کے دماغ میں پہنچ کر پاپا جوجو کا پتا معلوم کر لیں۔"

میں نے اس کی تائید کی۔ وہ اس ادارے میں دوسری بار پہنچ گیا۔ انچارج نے اسے دیکھتے ہی دور سے ہاتھ ہلا کر کہا: "جاؤ، واپس چلے جاؤ۔ میں تم سے بات کرنا نہیں چاہتا۔"

چور نے کہا: "مگر میری بات تو سنو۔ کیا تمھیں یہ نہیں معلوم ہے کہ جو لوگ تمھیں ریوالور کے ذریعے دھمکی دینے آئے تھے انھوں نے انٹیلی جنس

کے اُس آفیسر کو قتل کر دیا ہے۔ جو تم سے بچہ لے گیا تھا؟"

انچارج گھبرا گیا۔ اس نے کہا: "تم یہاں کیوں آئے ہو؟ جاؤ، چلے جاؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ مجھے اور پاپا جو کو بھی قتل کر دیں؟"

"وہ لوگ پاپا جو کو کیوں قتل کریں گے؟"

انھوں نے دھمکی دی تھی کہ وہ پاپا جو جو کا پتا ٹھکانہ مٹا دیں گے اور کسی کو وہاں تک پہنچنے نہ دیں گے۔ جو بھی شخص پاپا جو جو تک پہنچے گا اس کو قتل کر دیا جائے گا۔"

چور وہاں سے واپس جانے لگا۔ میں نے کہا: "باہر جا کر انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے انچارج کے دماغ میں پہنچ کر اس کی یادداشت کو کریدنا شروع کیا۔ یہ تازہ تازہ واقعہ تھا۔ ابھی بات پرانی نہیں ہوئی تھی۔ اسے پاپا جو جو کا پتا یاد تھا جو میں نے ذہن نشین کر لیا اور اس چور کے پاس پہنچ کر اسے بتا دیا۔ اس نے کہا: "اگر میں اُس پتے پر..."

پاپا جو جو سے ملنے جاؤں گا تو دشمن اسے بھی مار ڈالیں گے۔ یقیناً اس کی سخت ٹکرانی ہو رہی ہوگی۔"

"پھر کیا کرو گے؟"

"میں اپنے ایک ساتھی سے فون پر بات کر رہا ہوں۔ آپ اس کے دماغ میں پہنچ جائیں۔ اس کے ذریعہ یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

اس نے ایک قریبی ٹیلیفون بوتھ سے اپنے اس ساتھی کو فون کیا اور رابطہ قائم ہونے کے بعد بولا: "میں انگولا اسٹریٹ کے پانچویں مکان کے ایک مکین سے ملنا چاہتا ہوں لیکن براہِ راست نہیں مل سکتا۔ وہاں دشمنوں کا سخت پہرہ ہے۔ کیا تم اس علاقے کے پوسٹ مین یا میٹر چیکر سے بات کر سکتے ہو؟"

اس کے ساتھی نے کہا: "یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں اس علاقے کے پوسٹ آفس یا سب پاور اسٹیشن جا کر ایسے کسی بھی شخص سے بات کر سکتا ہوں۔ پھر اس کے بعد کیا کرنا ہے؟"

"اس کے بعد تمھیں کچھ نہیں کرنا ہوگا۔ گھر واپس آ کر آرام کرنا بس۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیا بات ہوئی؟ پھر تم انگولا اسٹریٹ کے پانچویں مکان کے اس مکین تک کیسے پہنچو گے؟"

"میں پہنچ جاؤں گا۔ تم فکر مت کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی جاتا ہوں۔"

میں اس چور کے ساتھی کے دماغ میں موجود تھا مگر سعید صاحب نے آ کر خیال خوانی کا سلسلہ توڑ دیا۔ انھوں نے کہا: "میں اس بھنگن سے مل چکا ہوں۔ اس نے اس شخص کا مکمل حلیہ بتایا ہے جس نے اسے بھاری معاوضہ دے کر شیشی کو تکیے کے نیچے رکھنے پر آمادہ کیا تھا ہم اس حلیے کے مطابق اسکیچ تیار کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اسے جلد ہی ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"میں خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ کوئی ضروری اطلاع ہو تو آپ مداخلت کر سکتے ہیں۔ میں دماغی طور پر کبھی آپ کے پاس رہوں گا اور کبھی اُدھر چلا جاؤں گا۔"

"فرہاد! تم کب تک یہاں بیٹھے رہو گے۔ میں نے ہسپتال کے قریب ہی اُس سامنے والی کوٹھی میں تمھاری رہائش کا عارضی انتظام کیا ہے۔ کل تک بھائی کی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی تو میری کوٹھی میں چلے چلنا مگر ابھی اس کوٹھی میں جا کر آرام کرو۔ اس کے مکین تمھارا نام سن کر بہت خوش ہوئے اور تم سے ملنے کے لیے بہت بے قرار ہیں۔"

اس وقت اس کوٹھی میں جاؤں گا تو ان لوگوں سے بھی گفتگو بھی کرنا ہوگی۔ جس میں میرا کافی وقت ضائع ہوگا۔ آپ تھوڑی دیر انتظار کریں۔ میں کچھ اہم معلومات حاصل کر رہا ہوں۔ پھر میں آپ کے ساتھ اس کوٹھی میں چلوں گا۔"

میں پھر اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جس کے ذریعے میں انگولا اسٹریٹ کے پانچویں مکان کے اندر پاپا جو جو تک پہنچ سکتا تھا۔ وہ اس علاقے کے پوسٹ آفس میں پہنچ کر اس پوسٹ مین سے باتیں کر رہا تھا جو انگولا اسٹریٹ میں ڈاک تقسیم کرتا تھا۔ میں نے پوسٹ مین کے دماغ سے معلوم کیا۔ اس روز اسٹریٹ کے پانچویں مکان کے لیے کوئی خط نہیں آیا تھا۔ میں نے نیر دبی کے چور کے ساتھی کے دماغ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے ایک مختصر سا خط لکھا: "جوجو! اُمید ہے تم میری تحریر سے مجھے پہچان لو گے۔ میرا بچہ کہاں ہے؟ میں اس کے متعلق جو کچھ سن رہی ہوں، اس سے پریشانی بڑھ گئی ہے۔ فوراً مجھ سے ملاقات کرو اور مجھے اس کے بارے میں صحیح بات بتاؤ۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔"

اس نے یہ خط لفافے میں بند کر کے پوسٹ مین کو دیتے ہوئے کہا: "یہ ایک ضروری خط ہے میں نے اس پر ایڈریس لکھ دیا ہے۔ تم اسے ابھی درج شدہ پتے پر پہنچا دو۔"

پوسٹ مین نے لفافہ لے کر پتا دیکھنے کے بعد کہا: "میری ڈیوٹی یہی ہے جناب! میں اُدھر ہی جا رہا ہوں۔ آپ کا خط بھی پہنچا دوں گا۔"

میں پوسٹ مین کے ساتھ ساتھ لگا ہوا انگولا اسٹریٹ کے پانچویں مکان تک پہنچ گیا۔ پوسٹ مین کو دیکھ کر مکان کے چوکیدار نے کہا: "خط مجھے دے دو، میں اندر پہنچا دوں گا۔"

اُسی وقت ایک شخص بنگلے کے برآمدے سے دوڑتا ہوا آیا اور چوکیدار کے ہاتھ سے خط چھینتے ہوئے بولا: "میں نے تمھیں تاکید کی تھی کہ اگر کوئی ملنے آئے یا کوئی خط لے کر آئے تو اسے میرے پاس پہنچا دینا۔ میں ان کا سیکرٹری ہوں۔"

پھر اُس نے مسکرا کر جیب سے ایک سکہ نکالا اور بخشش کے طور

پوسٹ مین کو دے دیا۔ پوسٹ مین کے جانے کے بعد جس نے خود کو پاپا جو جو کا سیکرٹری ظاہر کیا تھا۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ اس نے لفافے کو کھول کر پڑھا اور سوچنے لگا: "یہ کون ہو سکتی ہے؟"

وہ سوچتے ہوئے بنگلے کے اندر آیا۔ وہاں دو مسلح افراد موجود تھے۔ اس نے وہ خط ان کے سامنے پیش کر دیا۔ پھر ایک نائٹر لیس کے ذریعے کسی سے رابطہ قائم کر کے کہا: "سر! پاپا جو جو کے نام ایک خط آیا ہے۔ بہت مختصر سی تحریر ہے میں پڑھ کر سنا رہا ہوں۔"

وہ پڑھ کر سنانے لگا۔ دوسری طرف سے سننے والے نے کہا: "ہوں۔ وہ بچہ اسی عورت کا ہوگا جس نے خط لکھا ہے میں ابھی جوجو سے معلوم کرتا ہوں۔"

وہ وائرلیس سیٹ آف کر کے ایک کمرے میں پہنچا۔ وہاں ایک بوڑھا شخص ایک ایزی چیئر پر بیٹھا پائپ سلگا رہا تھا۔ اس نے ذرا غصہ دکھاتے ہوئے کہا: "جوجو! تم نے تو ہم سے کہا تھا کہ بچے کی ماں کہیں گم ہو گئی ہے؟"

جوجو نے پائپ کا ایک کش لگا کر دھواں چھوڑتے ہوئے پوچھا: "کیا یہ بات پھر دہراؤں؟"

"تم یہ کہو اس کہتے ہو۔ اس بچے کی ماں زندہ ہے۔ اس نے لوکل ڈاک سے تمھیں ایک خط بھیجا ہے۔ اسے بچے کے متعلق کچھ معلوم ہوا ہے۔ وہ پریشان ہے اور تم سے ملنا چاہتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے وہ اسی شہر میں موجود ہے اور تم اس کا پتہ جانتے ہو۔"

"تعجب ہے۔ کیا اس نے خط میں اپنا نام اور پتہ لکھا ہے؟"

"اس نے خط اس انداز میں لکھا ہے جیسے تم اسے جانتے ہو اور اس کے پاس پہنچ سکتے ہو۔"

جوجو نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "میں کہہ چکا ہوں کہ میں بچے کی ماں کو نہیں جانتا ہوں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر وہ بچہ تمھیں کیسے ملا؟"

"کتنے ہی بچے کسی نہ کسی طریقے سے مل جاتے ہیں۔ اس دنیا میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ کسی بچے کے باپ کا نام اور پتا معلوم نہیں ہوتا تو کسی کی ماں کا سراغ نہیں ملتا۔"

"تم نے اس اوارے میں یہ کیوں لکھایا تھا کہ وہ بچہ تمھارا ہے؟"

"وہ میرا بچہ ہے اس لیے میں نے یہ لکھایا تھا۔"

وہ چند لمحوں تک اسے غصے سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا: "تم جانتے ہیں کہ تم بہت اچھے سخرے ہو مگر ہم سے مذاق کرنے کے بجائے سیدھی طرح سچی بات بتا دو اصل قصہ کیا ہے؟"

"میں بتا چکا ہوں۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنے عشق کیے ہیں اور ان سے دوستی کی ہے کہ بیشتر کے نام تک یاد نہیں ہیں۔ اس سے نیسر بی میں رہائش اختیار کی ہے یہاں بھی درجنوں عورتیں مجھ پر فدا ہوتی رہیں۔"

اس نے حقارت سے کہا: "خود کو بڑا گلفام سمجھتے ہو؟"

"میں نہیں سمجھتا۔ عورتیں سمجھتی ہیں۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

اس نے گھونسہ دکھاتے ہوئے کہا: "بوڑھے کھوسٹ! میرے اعلیٰ افسران نے حکم دیا ہے کہ تمھارے ساتھ دوستانہ رویہ رکھوں۔ ورنہ میں ابھی تمھارے بچے ہوئے دانت بھی منہ سے باہر نکال دیتا۔"

"میں صرف رات کو سوتے وقت تیسی باہر نکالتا ہوں۔"

وہ شخص غصے سے ٹہلنے لگا۔ پاپا جو جو نے کہا: "غصہ آدمی کو دوست نہیں بناتا اور تمھارے افسران نے تمھیں دوست بننے کا حکم دیا ہے۔ ویسے میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میری بہت سی عورتوں سے دوستی رہی ہے۔ پتا نہیں کون اس بچے کو جنم دے کر ایک رات میرے دروازے پر چھوڑ گئی تھی۔ اس نے اس کے ساتھ ایک رقعہ بھی چھوڑا تھا جس میں تحریر تھا کہ یہ تمھارا ہے تمھی سنبھالو۔"

"وہ کون تھی جو اسے یہاں چھوڑ گئی تھی؟"

"یہی تو میں نہیں جانتا۔ تم نے قدیم ہندوستان کے کوروپانڈو کا قصہ سنا ہے۔ میں سنا ہے کہ ان میں سے کسی کے والد محترم نے شاید سو شادیاں کی تھیں۔ یا ان کے سو بچے تھے۔ وہ یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ ایک سال میں ان کی کتنی بیویاں کتنے بچوں کی مائیں بنتی ہیں۔ موجودہ دور میں ارب پتی، کھرب پتی سرمایہ داروں کی بے شمار بیویاں اور داشتائیں ہوتی ہیں۔ وہ ان کے کتنے بچوں کو پیدا کرتی ہیں وہ بے چارے کیسے حساب رکھ سکتے ہیں میں بے چارہ کیسے بتا سکتا ہوں کہ میرے دروازے پر کون میرے بچے کو چھوڑ گئی تھی۔"

اسی وقت ایک شخص نے کمرے میں آ کر کہا: "جناب! آپ کے لیے کال ہے۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ وائرلیس سیٹ کے پاس بیٹھ کر اسے آپریٹ کرنے لگا۔ دوسری طرف سے کوڈ ورڈز میں اسے پکارا جا رہا تھا۔ اس نے کوڈ ورڈز میں جواب دیتے ہوئے اپنی شناخت کرانے کے بعد کہا: "فرمائیے؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا: "اس شخص کا کیا بنا جو ہاؤس آف اَن وانٹڈ بے بیز میں جا کر پاپا جو جو کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا؟"

"ابھی تک اس کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی ہے۔"

"کیا جوجو نے اپنے بیان میں تبدیلی کی ہے؟"

"نہیں جناب! وہ یہی بک رہا ہے کہ اس کی سیکرٹریوں چاہنے والیاں ہیں۔ پتا نہیں کس نے اس بچے کو جنم دیا ہے۔"

"لعنت بھیجو اس پر۔ ہم اسے اپنا آلۂ کار بنانا چاہتے ہیں۔

اسے اس بات پر آمادہ کرو۔ بڑی سے بڑی رقم کا لالچ دو یا اس کی کوئی کمزوری تلاش کرو۔ اگر وہ ہمارے قابو میں نہ آیا تو ہم اسے ختم کر دیں گے اور کسی دوسرے کو پایا جو جو بنا کر پاکستان بھیجیں گے۔ ایٹمی بم کے افشر نے اس بچے کو حاصل کرنے کے لیے جو معاہدہ کیا تھا وہ ہمارے پاس ہے اور وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ رسونتی کے پاس جو بچہ ہے وہ اس کا نہیں ہے۔ پایا جو جو کو اس معاہدے کے ساتھ پاکستان جا کر فرہاد کے لیے زیادہ سے زیادہ مشکلات پیدا کرنا ہیں۔"

میں دوسری طرف سے بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا اور اس کے دماغ کے تہہ خانے میں اتر کر ان تمام لوگوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہودیوں نے ذہین اور تجربہ کار بوڑھوں اور جان پر کھیل جانے والے جوانوں اور انسانیت سوز مظالم ڈھا کر اور تڑپا تڑپا کر قتل کرنے میں لذت محسوس کرنے والے جنونیوں پر مشتمل جیوز و الینیٹرز نامی ایک خطرناک فوج تشکیل دی ہے۔ اس فوج کے مقاصد کو دو مرحلوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ پہلے مرحلے میں ذہین اور تجربہ کار بوڑھوں کو ایک ماہ کے اندر فرہاد کو دوست یا آلہ کار بنانا تھا تاکہ اسے دشمنی سے باز رکھا جا سکے۔ اگر وہ لوگ اس میں کامیاب نہ ہو سکیں تو دوسرے مرحلے میں جوانوں پر یہ فرض کر دیا گیا تھا کہ وہ کسی جگہ، کسی بھی وقت موقع ملتے ہی فرہاد کو گولی مار کر ہمیشہ کے لیے ٹیلی پیتھی کے عذاب کو ختم کر دیں۔

ٹیلی پیتھی کا یہ عذاب دشمن محض اس لیے برداشت کرتے آئے تھے کہ شاید یہ ٹیلی پیتھی ان کے کام آ جائے۔ میں ان کا ہم خیال اور دوست بن جاؤں۔ پیرجاسٹر اور اس کی تنظیم کے تمام ماسٹر مجھے دوست بنانے بناتے تھک گئے تھے مگر میں ان کے قابو میں نہ آ سکا تھا۔ اب یہودی کوشش کر رہے تھے اور زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھے۔ جانتے تھے کہ مجھے دوست بنانا تقریباً ناممکن ہے اسی لیے ناکامی کی صورت میں مجھے ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کا فیصلہ بھی کر چکے تھے۔

ان یہودی رضاکاروں کا تعلق نہ تو جیوش سوسائٹی سے تھا نہ ہی کا ہال تنظیم سے۔ یہ بالکل الگ تھلگ تھے۔ ان کی چھوٹی سی فوج تشکیل دینے کے بعد انہیں ہدایت دی گئی تھی کہ وہ یہودیوں سے کسی طرح کا بھی رابطہ قائم نہ رکھیں۔ فرہاد کے سلسلے میں جو کرنا ہے اپنی ذہانت سے کریں۔ ذہانت کام نہ آئے تو آخری فیصلے پر عمل کریں جب فرہاد ختم ہو جائے گا اور رسونتی بھی ماری جائے گی یا پہلے کی طرح دوست بنا لی جائے گی۔ تب یہ یہودی رضاکار دوسری یہودی تنظیموں سے رابطہ قائم کر سکیں گے۔

دوسرے لفظوں میں میرے لیے وہ تمام راستے بند کر دیے گئے تھے جہاں سے گزر کر میں یہودی تنظیموں کو جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک سکتا تھا۔ فی الحال یہی یہودی رضاکار میری زد میں آئے تھے اور ان کے متعلق ابھی اور معلومات حاصل کرنا تھیں۔

میں اس کے دماغ میں بیٹھا اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کرتا رہا۔ پتا چلا کہ ان یہودی رضاکاروں میں پچیس بوڑھے ہیں۔ بارہ بارہ بوڑھوں کی دو ٹولیاں ہیں۔ ان دونوں ٹولیوں کا سربراہ ایک بوڑھا شخص ہے۔ اس طرح وہ پچیس کی تعداد میں ہیں لیکن بوڑھوں کی ایک ٹولی دوسری کے متعلق کچھ نہیں جانتی نہ ہی ان کے طریقۂ کار سے واقف ہے اور نہ وہ کسی بھی حالت میں کسی بھی وقت ان سے رابطہ قائم کر سکتی ہے۔ یہ احتیاط اس لیے تھی کہ میں کہیں بوڑھوں کی ایک ٹولی کے ذریعے دوسری ٹولی میں نہ پہنچ جاؤں۔

ان بوڑھوں کے علاوہ گیارہ نوجوان تھے۔ دو دو جوانوں کی پانچ ٹولیاں تھیں اور ان پانچوں ٹولیوں کا ایک سرغنہ تھا۔ بوڑھے اور جوان اپنے اپنے سرغنہ کا نام، پتا اور ٹھکانہ نہیں جانتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنے اپنے سرغنہ کی صورت اور شخصیت سے بھی واقف نہیں تھے۔

ان یہودی رضاکاروں کو چھیڑنا ابھی مناسب نہیں تھا اس لیے میں وہاں طور پر اس گاڑی میں حاضر ہو گیا۔ بڑی دیر تک میں اس گاڑی میں بیٹھا رہا تھا۔ بے چارے سعید صاحب بار بار آتے تھے، مجھے دیکھتے تھے اور خیال خوانی میں مصروف پا کر چلے جاتے تھے۔ اس بار آ کر انھوں نے کہا: "فرہاد! حد ہو گئی ہے۔ اس طرح مسلسل خیال خوانی کرتے ہوئے پاگل ہو جاؤ گے۔"

"یہ خیال خوانی ایک عادت، ایک فطرت ثانیہ بن گئی ہے۔ یہ مشق ایسی ہو گئی ہے۔ تجربہ اتنا گہرا ہو گیا ہے کہ میں اپنے سننے والے سے باتیں کرنے کے دوران بھی اس کے خیالات پڑھ لیا کروں، مثلاً آپ سوچ رہے ہیں کہ کب دشمن یہ پیچھا چھوڑیں گے اور کب میں آپ کی سلمیٰ کے متعلق کوئی خوش کن بات چھیڑوں گا۔"

انھوں نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "میں صرف سلمیٰ کے لیے نہیں سوچتا میں تمھاری بھلائی کے لیے، سونیا رسونتی اور بچے کی سلامتی کے لیے بھی سوچتا ہوں۔ یہ دشمن آخر کب پیچھا چھوڑیں گے؟ آخر یہ چاہتے کیا ہیں؟"

"مجھے دوست بنانا چاہتے ہیں۔ دوسرے معنوں میں اپنا محکوم بنانا چاہتے ہیں اور اگر ایک ماہ کے اندر مجھے اپنا محکوم بنانے میں کامیاب نہ ہو سکے تو پھر وہ مجھے کہیں بھی کسی وقت بھی گولی مار دیں گے۔"

سعید صاحب کچھ کہنے والے تھے کہ ایک ماتحت نے آ کر کہا: "مادام رسونتی فرہاد صاحب کو یاد کر رہی ہیں۔"

میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ لمبا تڑنگا ہم دراز کھانے میں مصروف تھی۔ کھانے کے دوران اپنے بیٹے کو بھی کھلاتی جاتی تھی۔ جونہی میں ایک جھولے میں لیٹا ہوا تھا میں گاڑی سے اتر کر ہسپتال میں داخل ہوا اور اس کمرے میں پہنچ گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر

مسکرانے لگی۔ میں نے پوچھا کیا حال ہے؟ اب تو تمھیں دماغی پریشانی نہیں ہے؟"

ابھی تو آرام ہے۔ میں نے سنا ہے تم ایئرپورٹ سے یہاں میرے ساتھ آئے ہو اور اب تک نہ تو آرام کیا ہے نہ ٹھیک طرح سے کھانا کھایا ہے۔ تمھیں سعید صاحب کے ساتھ جا کر آرام کرنا چاہیے۔ پیٹ بھر کر کھانا کھانا اور اپنی تھکن اتارنا چاہیے۔"

تمھاری حالت ایسی ہو گئی تھی کہ مجھ پر نیند حرام ہو گئی۔ کھلے کو بچی نہیں جا سکتا تھا۔ تمھاری طبیعت سنبھلنے کے بعد میں نے تھوڑی دیر پہلے کھانا کھا لیا ہے۔ اطمینان رکھو اب میں آرام کروں گا۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کر کے بھی میری کیفیت معلوم کر سکتے ہو پھر پریشانی کس بات کی ہے۔ پلیز چلے جاؤ۔"

میں نے جھولے کے پاس جا کر بچے کو دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا اور اسے پیار کرنے لگا۔ وہ خوشی سے کھل اٹھی۔ بے چاری یہی سمجھ رہی تھی کہ میں اس کے بیٹے کو پیار کر رہا ہوں۔

میں اس سے رخصت ہو کر سعید صاحب کے ساتھ ہسپتال کے قریب والی کوٹھی کی طرف چل دیا۔ میں چاہتا تو بچے کے مسئلے کو چٹکی بجا کر ختم کر سکتا تھا۔ سامی سے کہہ دیتا کہ وہ میرے پاس کوٹے آئے۔ میں رسونتی سے معذرت کر کے اسے بتا دیتا کہ دشمنوں سے اپنے بیٹے کو محفوظ رکھنے کے لیے اسے چھپا دیا تھا اور ایک فرضی پارس کو اس کی گود میں دے دیا تھا۔ وہ بُرا نہ مانتی۔ یا مانتی تو میں اسے منا لیتا۔

لیکن ایسا کرنے سے دشمن اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے۔ وہ یہی چاہتے تھے کہ میں اپنے بیٹے کو اس کی پناہ گاہ سے باہر نکال کر ان کی نظروں کے سامنے لے آؤں اور وہ اس کے ذریعے ہمیں پریشان کرتے رہیں۔

ہمارا پارس اعلیٰ پی ایچ ڈی اور چالیس چوروں کی نگرانی میں تھا اور وہ وہیں محفوظ اور سلامت رہ سکتا تھا۔ رہ گئی رسونتی تو دماغی طور پر صحت مند ہو جانے اور زہریلے اثرات ختم ہو جانے کے بعد میں اسے سمجھا بجھا کر مطمئن کر سکتا تھا۔

ہم نے ہسپتال سے تقریباً چار سو گز کا فاصلہ طے کیا اور اس کوٹھی میں پہنچ گئے جہاں میرے عارضی قیام کا بندوبست کیا گیا تھا۔ کوٹھی کے افراد بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا تو سبھی کوٹھی سے نکل آئے۔ سعید صاحب نے باری باری سب سے تعارف کرایا۔ ایک بوڑھے سے آدمی نے کہا کہ یہ اس کوٹھی کے مالک اور خاندان کے سربراہ تھے۔ ان کی بیگم تھیں جن کے گلے میں کیمرے لٹک رہے تھے۔ ان کی اٹھارہ برس کی ایک بیٹی تھی جو اپنے ماں باپ کی طرح بہت خوبصورت تھی۔ اس کے علاوہ ان کے دو بیٹے، بہو اور تین جوان بیٹیاں تھیں۔ دو لڑکیوں نے اپنی ماں کی طرح گلے میں کیمرے لٹکا رکھے تھے۔ ان کا میک اپ، ان کا لباس، ان کی گفتگو، ان کا سراندار ایسا تھا جیسے وہ مجھے متاثر کرنے کے تمام حربے استعمال کر رہی ہوں۔ تیسری لڑکی ان کے برعکس تھی۔ اس کے چہرے پر ایک ذرا میک اپ نہیں تھا۔ لباس میں بھی سادگی تھی۔ اس کی گفتگو اور رکھ رکھاؤ سے سنجیدگی اور ذہانت کا پتا چلتا تھا۔

مجھے انھوں نے اپنی کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ وہ ڈرائنگ روم بہت وسیع و عریض تھا۔ بڑے شاہانہ انداز سے سجایا گیا تھا۔ وہاں کے قیمتی آرائشی سامان کو دیکھ کر کوئی بھی احساس کمتری میں مبتلا ہو سکتا تھا اور ان لوگوں کی دولت مندی اور شان و شوکت سے متاثر ہو سکتا تھا۔ میں ان لوگوں سے گفتگو کے دوران ایک ایک کے دماغ کو پڑھتا اور سرسری معلومات حاصل کرتا جا رہا تھا۔ پتا چلا کہ وہ لوگ بے انتہا دولت مند ہیں اور یہ دولت چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی کے ذریعے حاصل کی گئی ہے۔

ان کے ایک صاحبزادے نے مجھے کھانے کے لیے کہا۔ میں نے انکار کر دیا۔ ان کی بڑی صاحبزادی نے بڑے پیار بھرے اپنائیت سے کہا: "کم از کم ناشتہ ہی کر لیں۔"

میں نے کہا: "میں تھوڑی دیر پہلے ہی کھانا کھا چکا ہوں۔ گنجائش نہیں ہے۔"

تب چھوٹی صاحبزادی نے پوچھا: "کیا چائے بھی نہیں پئیں گے؟"

میں نے اس لڑکی کی طرف دیکھا اور پھر کہا: "ریحانہ! تم اچھی طرح سمجھ رہی ہو کہ میں کھانے پینے سے کیوں انکار کر رہا ہوں۔"

سب چونک کر کبھی مجھے اور کبھی ریحانہ کو دیکھنے لگے۔ میں ریحانہ کی سوچ پڑھ چکا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا: "میرے یہاں آنے سے پہلے ہی آپ کی چھوٹی صاحبزادی نے پیش گوئی کی تھی کہ میں اس گھر میں نہیں رہوں گا۔ شاید یہاں کچھ کھانا پینا بھی پسند نہ کروں اور اگر رہ گیا تو اس گھر کی تباہی کا باعث بنوں گا۔"

میری باتیں سُن کر جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ ریحانہ اس کا بڑا بھائی جاوید اور اس کی بیوی یعنی ریحانہ کی بھابی، یہ تینوں ہم خیال تھے اور ناجائز دولت پر اعتراض کرتے تھے میں نے کہا: "میں سب جانتا ہوں۔ دوسرے شہروں میں بھی آپ لوگوں کی ایسی شاندار کوٹھیاں ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں بنک بیلنس ہیں۔ ملک کے باہر مختلف بنکوں میں آپ لوگوں کے تقریباً چالیس لاکھ ڈالر ہیں۔ ہر سال آپ لوگ نئے ماڈل کی گاڑیاں خریدتے ہیں۔ ہر ایک کے لیے ایک ایک ایئر کنڈیشنڈ کار موجود ہے۔ آپ لوگوں کے پاس اتنی دولت ہے کہ آپ کی کئی نسلیں بغیر محنت کے آرام سے بیٹھ کر شاہانہ انداز میں زندگی گزار سکتی ہیں۔ اس کے باوجود آپ کے بڑے صاحبزادے جاوید ایک بنک میں ملازم ہیں۔ یہ محنت کرتے ہیں اور اپنی کمائی پر گزر بسر کرتے ہیں لیکن آپ کی ناجائز

دولت میں سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتے۔ کیوں میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

جاوید کی بیوی نے اپنے سر پر آنچل رکھ کر کہا: "فرہاد بھائی! آپ سے تو کوئی بات چھپ نہیں سکتی۔ پھر کس میں انکار کی جرأت ہے۔"

جاوید نے کہا: "میں نے اور ریحانہ نے ابا جان اور امی جان کو سمجھایا تھا کہ یہ شان و شوکت فرہاد بھائی کو متاثر نہیں کرے گی۔ انھوں نے اتنی دنیا دیکھی ہے وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اتنی دولت حاصل کر سکتے ہیں کہ کوئی اس کے متعلق تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اگر آپ یہاں آئیں گے تو ابا جان کے سائے بھید کھل جائینگے۔"

ریحانہ نے جلدی سے کہا: "ہمارے کہنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم آپ کے قریب نہیں آنا چاہتے یا آپ کو اپنے پاس بلانا نہیں چاہتے۔ دراصل یہ گھر آپ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ آپ کا مزاج کچھ اور ہے۔ میں نے آپ کے متعلق جو پڑھا ہے اور سنا ہے یہ گھر اور یہاں کے رہنے والے اس کے برعکس ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "لیکن تم، تمھارے بڑے بھائی جان اور تمھاری بھابی جان میرے مزاج کے مطابق ہیں۔ مجھے تم تینوں سے مل کر جتنی مسرت ہو رہی ہے وہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میرے ملک میں تمھارے جیسے جوان موجود ہیں تو بیحد رام کی کمائی بھی آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گی۔ اب میں تمھارے والدین کو کیا کہوں۔ میں چاہوں تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے منٹوں میں یہ ساری دولت اور شان و شوکت خاک میں ملا دوں اور یہ تمام گھر والے فٹ پاتھ پر کھڑے ہوئے نظر آئیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں اپنے ملک کے کتنے لوگوں کو اس طرح سزا دے کر انھیں اخلاقی درس دے سکتا ہوں۔ یہ لوگ ناسمجھ نہیں ہیں انھیں خود سوچنا چاہیے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ سزا کتنوں کو ملتی ہے؟ جرائم بہت زیادہ ہیں۔ مجرموں کی تعداد بے شمار ہے مگر سزا پانے والے کم ہیں۔ میں یہاں آ کر سن جا کر بیٹھ جاؤں اور اپنے ملک کے ایک ایک گھر کا محاسبہ کرنا شروع کر دوں تو میری زندگی گزر جائے مگر یہ محاسبہ ختم نہ ہو۔"

جاوید نے کہا: "آپ درست فرماتے ہیں۔ اگر سزائیں دے کر انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنایا جا سکتا تو آج دنیا ایسی نہ ہوتی۔ یہاں صرف فرشتے نظر آتے لیکن سزائیں شریف لوگوں کو ڈراتی ہیں اور بدمعاشوں کو ضدی اور دلیر بنا دیتی ہیں۔"

ریحانہ نے اپنے دوسرے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "حامد بھائی! آپ ذرا غور کریں۔ اس وقت آپ فٹ پاتھ پر کھڑے ہوں اور آپ کی جیب میں ایک پیسہ نہ ہو۔ آپ کے کپڑے پھٹے پرانے ہوں اور یہ ساری شان و شوکت خاک میں مل چکی ہو تو آپ کا کیا حشر ہو گا۔ کیا اُس وقت آپ کی گردن نہیں جھکے گی۔ کیا فرہاد صاحب آپ کے ساتھ یہ سلوک نہیں کر سکتے۔ بھائی جان ایمانداری سے زندگی گزار رہے ہیں۔ صرف والدین کی محبت کی خاطر یہاں آتے جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ اُلو کی یہ ساری دولت لینے اور اس کاروبار میں الو کا ہاتھ بٹانے سے انکار کر دیں تو پھر ہمارے بزرگ کس کے لیے اس دولت کی جستجو کریں گے؟ میں آپ سے چھوٹی ہوں آپ سے جواب طلب کرنے کا حق نہیں رکھتی اور آپ جواب بھی نہ دیں۔ اتنی دولت کوئی ایسے ہی نہیں چھوڑ دیتا۔ اس کے لیے بڑا حوصلہ اور وژن ہی اخلاقی عظمت چاہیے۔ اگر یہ آپ میں پیدا ہو جائے تو آپ خود ہی فیصلہ کر لیں۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: "چلیے سعید صاحب، مجھے افسوس ہے کہ میں یہاں نہیں رہ سکتا۔"

وہ سب خاموشی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اچانک ہی بھابی کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔ میں نے اس کی بھابی کو دیکھا وہ بھی دوپٹے کے آنچل سے اپنی آنکھیں پونچھ رہی تھیں۔ جاوید اداس کھڑا ہوا تھا میں نے جاوید کو اپنی طرف کھینچ کر گلے سے لگایا اور اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا: "میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ کل دوپہر کو میں تمھاری کمائی سے پکایا ہوا کھانا تمھارے گھر میں آ کر کھاؤں گا اور اس دعوت میں ریحانہ بھی شریک ہو گی۔ چلو، اب جلدی سے آنسو پونچھ کر مسکرا دو۔"

مجھے یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ تینوں بے اختیار مسکرانے لگے تھے۔ ان کے چہرے خوشی سے کھل گئے تھے۔ ریحانہ اور اس کی بھابی بھی میرے قریب آ گئیں۔ تینوں نے خوش ہو کر کہا: "ہم لوگ کل بے چینی سے آپ کا انتظار کریں گے۔"

جاوید نے کہا: "لیکن آپ ہمارے گھر تک کیسے پہنچیں گے وہ بہت چھوٹا سا علاقہ ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "اگر تم چھوٹے ہو تو میں بھی چھوٹا ہوں اور تمھارے برابر ہوں۔ ہم سب چھوٹے بن کر بڑا کام کریں تو یہ سب سے افضل بڑائی ہو گی۔ میں تمھارے گھر پہنچ جاؤں گا۔ تمھیں پتا بتانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔"

سعید صاحب نے ہنستے ہوئے کہا: "بھئی جاوید! یہ تمھارے دماغ میں رہ کر تمھارے گھر تک پہنچ جائیں گے۔ بے فکر رہو۔"

میں ان سے رخصت ہو کر سعید صاحب کے ساتھ باہر آ گیا اور ان کی گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولا: "آپ نے خواہ مخواہ یہاں آ کر وقت ضائع کیا۔ اتنا وقت ضائع ہوا ہے اب آپ اپنے گھر لے چلیے میں بالکل تنہائی چاہتا ہوں۔"

میں سعید صاحب کے ساتھ ان کی کوٹھی پر پہنچا تو انھوں نے ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا: "یہ تمھارے لیے ہے۔ تم یہاں بیٹھ کر سکون سے خیال خوانی کر سکتے ہو۔ یہاں کوئی تمھیں پریشان نہیں کرے گا۔"

میں نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: "کل صبح ہونے سے

پہلے میں شاہینہ کو یہ خوشخبری سناؤں گا کہ میں دو ایک روز میں پاکستان پہنچ رہا ہوں۔ للہ اسلمی اور آپ کی شادی کے انتظامات مکمل کر لیے جائیں اور میری موجودگی میں یہ شادی ہو جائے۔"

انھوں نے خوش ہو کر کہا: "اچھا میں چلتا ہوں۔ رات کو بھوک لگے یا چائے وغیرہ کی ضرورت ہو تو کچن کھلا ہے۔ اس کے علاوہ ایک ملازم ڈرائنگ روم میں موجود ہے۔ وہ تمھاری ضرورت کی ہر چیز مہیا کرتے گا۔"

وہ چلے گئے۔ میں دروازہ بند کر کے ایک آرام کرسی پر بیٹھتے ہی سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ پہلی بار اس نے کہا تھا کہ میں اس کی فکر نہ کروں۔ وہ مرجانہ کو تلاش کر لے گی یا مرجانہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ میں رسونتی کی طرف دھیان دوں — اور پوری توجہ سے اس کا علاج کرتا رہوں۔

میں یہی کرتا رہا۔ ادھر وہ اور چورہ نمبر پندرہ مرجانہ کو تلاش کر رہے تھے۔ اب میں نے پہنچ کر دیکھا تو بازی پلٹ گئی تھی۔ اب مرجانہ سونیا کو تلاش کر رہی تھی اور سونیا اس سے چھپتی پھر رہی تھی میں نے پوچھا: "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی: "میں اسے غصے اور جھنجلاہٹ کی انتہا تک پہنچانا چاہتی ہوں۔ حتیٰ کہ وہ پاگل ہو جائے اپنے سر کے بال نوچنے لگے۔ کپڑے پھاڑنے لگے اور چیخ چیخ کر یہ اعتراف کرے کہ نہ تو وہ مجھ تک پہنچ سکتی ہے اور نہ ہی مجھ پر قابو پا سکتی ہے۔"

"مگر یہ ہوا کیا؟ پہلے تم اسے تلاش کر رہی تھیں۔ اب وہ تمھیں تلاش کر رہی ہے؟"

اس نے جواب دیا: "جب وہ ہمارے پاس سے بھاگ گئی تھی تو میں نے اور پندرہ نمبر نے اس مکان کو چھوڑتے وقت ایک رقعہ لکھ کر وہیں اس کے لیے چھوڑ دیا تھا اور ملازمہ کو ہدایت کر دی تھی کہ مرجانہ نام کی کوئی لڑکی مجھے پوچھنے آئے تو وہ خط اسے دے دیا جائے۔"

اچھا تو تمھیں یقین تھا کہ وہ واپس آئے گی؟"

"یقیناً۔ وہ مجبور آ مجھے چھوڑ کر گئی تھی کیونکہ اس وقت اس کی جسمانی حالت ایسی نہیں تھی کہ مجھ سے مقابلہ کر سکتی۔ ذہنی طور پر بھی پریشان تھی کہ اتنے طویل عرصے تک کیسے سوتی رہی۔ اسے سہارے کی تلاش تھی اور وہ سہارا اسے اپنے ہمدرد دوستوں سے ہی مل سکتا تھا۔ مرجانہ اپنے آپ کو دماغی اور جسمانی طور پر بالکل نارمل اور پرفیکٹ بنا کر میرے سامنے آنا چاہتی تھی۔"

میں نے تائید کی: "ہاں، یہ دونوں نے اس کے دماغ میں یہی بات ٹھونس دی ہے کہ رسونتی اور سونیا ختم کر دی جائیں تبھی وہ مجھے حاصل کر سکے گی۔ رسونتی کے لیے انھوں نے کچھ اور بھی وعدے کیے ہیں۔ جن سے مرجانہ مطمئن ہے۔ صرف تم ایک ایسی دیوار ہو جسے وہ ہمیشہ کے لیے گرا دینا چاہتی ہے۔"

"اسی لیے جب ہم اسے تلاش کرنے گئے تھے تو وہ ہماری غیر موجودگی میں تقریباً دو گھنٹے کے بعد واپس آئی تھی۔ ملازم نے اسے میرا خط دے دیا۔ میں نے اس میں لکھا تھا: مرجانہ! تم بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتیں۔ تم میری طرف واپس آؤ گی۔ کیونکہ جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک تم فرہاد تک نہیں پہنچ سکو گی۔ دوسری بات یہ کہ تمھارے یہودی دوست تمھیں یقیناً یہ سمجھا رہے ہوں گے کہ تم مجھے قتل نہ کرو صرف ان کے حوالے کر دو۔ تو وہ فرہاد کو تمھاری طرف جھکنے پر مجبور کر دیں گے۔ میں دو اور دو چار کے حقائق پر منصوبے بناتی اور اندازے لگاتی ہوں۔ اندازے غلط بھی ہو سکتے ہیں لیکن یہ دیکھ لو کہ تم اس وقت واپس آ گر میرا یہ خط پڑھ رہی اور جب واپس آ ہی گئی ہو تو اس ڈرائنگ روم کے ٹیلیفون کے پاس بیٹھو۔ چھ بج کر پندرہ منٹ پر میں فون کر کے اپنا پتا بتاؤں گی۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں جیسے تم یہاں آئی ہو اس پتے پر بھی آ جاؤ گی۔ فون کو تکتی رہو اور انتظار کرتی رہو۔"

سونیا کی سوچ پڑھ کر میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "تم بہت ہی ظالمانہ نفسیاتی تجربے کر رہی ہو۔ یقیناً اس جیسی مغرور لڑکی کے لیے ایک جگہ بیٹھ کر تمھارے فون کا انتظار کرتے رہنا انتہائی تنگ کرنے کا باعث ہے۔ وہ یقیناً بہت زیادہ ٹہلتی رہی ہو گی۔ آگے بتاؤ؟"

سونیا نے کہا: "میں نے تین بجکر بیالیس منٹ پر وہاں فون کیا۔ میں تصدیق کرنا چاہتی تھی کہ میرے اندازے کے مطابق مرجانہ وہاں پہنچی ہے یا نہیں۔ جواب میں اسی نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ میں نے اس کی آواز پہچان کر ریسیور رکھ دیا اور اسے پھر انتظار کا کرب سہنے کے لیے چھوڑ دیا۔ دوسری طرف نمبر پندرہ نے ٹیلیفون ایکسچینج کے ایک آفیسر تک رسائی حاصل کی اور اس سے اتجا کی کہ اس نمبر کے فون سے جہاں جہاں فون کیا جائے ان کے نمبر نوٹ کر کے ہمیں بتا دیے جائیں۔

"کیا تمھیں فون نمبر بتائے گئے؟"

"ہاں، مرجانہ نے وہاں انتظار کرنے کے دوران صرف ایک بار ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے تھے۔ وہ نمبر جیوش کلب کے تھے۔ ٹیلیفون ایکسچینج کے آفیسر نے ان کی باتیں ریکارڈ کی تھیں۔ مرجانہ نے میرا وہ خط مخاطب کو پڑھ کر سنایا اور کہا تھا کہ وہ چھ بجکر پندرہ منٹ تک سونیا کے فون کا انتظار کرے گی۔

دوسری طرف سے کہا گیا۔ سونیا اگر اپنا پتا بتائے گی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے لیے حفاظتی انتظامات کر کے تمھارے لیے جال بچھایا ہو گا۔

جیوش کلب سے کسی نے مرجانہ کو سمجھایا کہ وہ واپس آ جائے۔ سونیا کے بتائے ہوئے پتے پر نہ جائے۔ لیکن یہ بات مرجانہ کے مزاج کے خلاف ہے وہ ابھی تک وہاں بیٹھی میرے فون کا انتظار کر رہی ہو گی۔ اب تم میرے پاس آئے ہو تو میں اسے فون کرنے جا رہی ہوں۔"

اس وقت سونیا اسی بنگلے کے قریب ایک ٹیلیفون بوتھ کے

پاس کھڑی تھی مجھے یہ تمام باتیں بتانے کے بعد بوتھ کے اندر جا کر اس نے مرجانہ سے رابطہ قائم کیا۔ مرجانہ نے اس کی آواز پہچانتے ہی کہا۔ "تم بزدل اور ذلیل عورت ہو۔ کیا اپنے مدِمقابل سے اسی طرح اندھیرے میں چھپ کر مقابلہ کرتی ہو؟"

سونیا نے کہا: "مرجانہ! تمھارے ماسٹر وائسورو کی نے تمھیں تمام گر سکھائے لیکن اندھیرے میں لڑنے کا فن نہیں سکھایا۔ تم یہ کیوں بھولتی ہو کہ وہاں تمھارے لیے اندھیرا تھا تو میرے لیے بھی اندھیرا تھا۔ اپنی شکست پر جھنجلا کر مجھے بزدل اور ذلیل نہ کہو۔ یہ گالی تمھیں پڑنا چاہیے۔"

"بکواس مت کرو۔ اپنا پتا بتاؤ۔"

"میں تمھارے پاس ہوں۔"

"وہ ایک دم سے چونک کر بولی: "کیا مطلب؟ کیا تم اسی بنگلے میں ہو؟"

"ہاں، اسی بنگلے میں ہوں۔"

وہ جھنجلا کر بولی: "پھر تم نے مجھے اتنی دیر تک کیوں بٹھائے رکھا؟ میں یہاں تین بجے سے بیٹھی ہوئی ہوں۔"

"میں نے تمھیں بیٹھے رہنے پر مجبور نہیں کیا تھا۔"

اس نے غصّے سے ریسیور رکھ دیا۔ سونیا نے کہا: "فرہاد! ذرا دیکھو وہ کیا کر رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب وہ بنگلے کے دوسرے کمروں میں مجھے تلاش کرے گی۔ میں وہاں پہنچ رہی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں مرجانہ کے دماغ پر دستک دینے لگا۔ اس نے فوراً ہی پوچھا: "فرہاد! تم ہو؟ اب میرا خیال آیا ہے تمھیں؟"

"مجھے تمھارا بہت زیادہ خیال ہے، مگر تمھارے دماغ میں میری بات نہیں آتی۔"

"میں خوب سمجھتی ہوں۔ تم بہت دیر سے سونیا کے ساتھ ہو۔ تمھیں پتا چل گیا ہے کہ میں یہاں کے دوسرے کمروں میں اسے تلاش کرنے جا رہی ہوں۔ اس لیے میرے پاس آ گئے ہو تاکہ اس کی حفاظت کر سکو۔"

"وہ میری محتاج نہیں ہے۔ پچھلی بار جب تم دونوں آپس میں لڑ رہی تھیں تو میں نے اس قصّے کو جلد ختم کرنے کے لیے تمھارے دماغ پر قابض ہو کر تمھیں دیوار سے ٹکرا دیا تھا۔ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ تمھیں زیادہ نقصان نہ پہنچے اور ہم تمھیں کسی ایسی پناہ گاہ میں لے جائیں جہاں یہودی تمھارے پاس نہ پہنچ سکیں۔"

"تم میرا اتنا خیال رکھتے ہو شکریہ۔"

"طعنے نہ دو۔ میں تمھیں چاہتا ہوں۔ تمھاری امّی کو امّی کہتا ہوں۔ تم کیسی بیٹی ہو کہ ابھی تک اپنی ماں سے ملنے کے لیے بھی نہیں گئیں۔"

"میں بہت پہلے ہی چلی جاتی مگر تمھارے معاملات نے مجھے الجھا دیا ہے۔ میرے یہودی دوستوں نے کہا تھا کہ تمھیں جزیرہ الدرا پہنچانے کے بعد وہاں سے میں، تم اور تمھارا بیٹا پاکستان چلے جائیں گے۔ پھر میں اپنی امّی سے ملاقات کر سکوں گی۔"

"بیوقوف لڑکی! انھوں نے ہمیشہ تمھیں سبز باغ دکھائے ہیں اور تم اب تک بے وقوف بن رہی ہو۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی: "یہ تو میں کسی حد تک سمجھ گئی ہوں یہ یہودی بھی بعض حالات میں ساتھ چھوڑ دیتے ہیں یا ایسی مکاری دکھاتے ہیں کہ ہم نقصان سہہ کر بھی ان سے شکایت نہیں کر سکتے۔"

"جب تم جانتی ہو کہ وہ تمھارے سچّے دوست نہیں ہیں تو پھر میری طرف کیوں نہیں آ جاتیں؟"

"میں تو تمھاری طرف ہی آنا چاہتی ہوں مگر تم ہر جائی بن کر دُور دُور بھاگتے پھر رہے ہو۔"

"میں ہرجائی نہیں ہوں۔ میری زندگی میں جو عورتیں محبت وفا اور خلوص کے ساتھ جینے کا سلیقہ اور مرنے کا حوصلہ لے کر آئی ہیں میں نے ان کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑا۔ اس کی مثال سونیا ہے۔ وہ شروع سے اب تک میرے ساتھ ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں۔ رمونتی کی غلطی بھی میں نے اسی لیے معاف کر دی کہ یہ عورت بڑے آزمائشی وقتوں میں میرا ساتھ دیتی رہی ہے۔ میں تمھارا بھی ساتھ دے سکتا ہوں۔"

"مجھے ایسا ساتھ نہیں چاہیے۔ میں جس چیز کو اپناتی ہوں اُسے صرف اپنے لیے ہی محفوظ رکھنا چاہتی ہوں۔"

وہ مجھ سے سوچ کے ذریعے گفتگو کرنے کے دوران اس بنگلے کے مختلف کمروں میں سونیا کو تلاش کر رہی تھی۔ اس نے ٹی وی لاؤنج میں آ کر جھنجلاتے ہوئے کہا: "کہاں ہے وہ کمینی؟ بھوت بول رہی تھی کہ اسی مکان میں موجود ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تاریکی چھا گئی۔ وہ ایک دم سے چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی میں اس کے دماغ میں موجود اس کی بدحواسی کو سمجھ رہا تھا۔ اندھیرا ہوتے ہی اسے پچھلی رات کی تاریکی یاد آ گئی تھی اور اس تاریکی میں چھپی ہوئی سونیا بھی ایک آسیب بن گئی تھی۔ میں نے کہا: "یہ تاریکی اس بات کی گواہ ہے کہ وہ تمھارے پاس موجود ہے۔"

وہ حقارت سے بولی: "میں کوئی نادان بچّی نہیں ہوں کہ جو تم اندھیرے میں مجھے سونیا کا نام لے کر ڈرانا چاہتے ہو۔"

ایسا کہتے ہی وہ فوراً چپ ہو گئی۔ کان لگانے لگی۔ کہیں قریب ہی قدموں کی ہلکی ہلکی دھمک سنائی دے رہی تھی۔ قدموں کی ہلکی ہلکی چاپ مرجانہ کے دماغ میں دھمک ہی محسوس ہو رہی تھی۔ ہر آہٹ پر اس کے دل کی دھڑکن دماغ میں دھماکے پیدا کر رہی تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف تاریکی میں گھورتے ہوئے

تقریباً چیخ کر بولی: "تم کہاں ہو؟ ایک بار میری بات کا جواب دو۔ پھر میں تمھاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا وہ اس کے قریب ہی کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ایک لمبی سی بلی تھی۔ اس نے بلی کو اندھیرے میں دوسری طرف اچھال دیا۔ بلی کے گرنے کی ہلکی سی آواز پر مرجانہ برق رفتاری سے آواز کی طرف جھپٹی۔ سونیا نے ایک زور کی لات ماری۔ دوسرے ہی لمحے اونک کی آماذ کے ساتھ مرجانہ کی کراہ سنائی دی۔ دوسری لات اس کے منہ پر پڑی۔ سونیا کو اتنا اندازہ تھا کہ ایک لات کھانے کے بعد وہ بھٹکے گی اور اُسے دوسری لات کس طرف چلانا چاہیے۔ اس کا نشانہ اندھیرے میں بھی بے خطا تھا

میں نے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ منہ پر لات پڑتے ہی وہ الٹ کر پیچھے کی طرف گئی تھی اور ایک کرسی میں دھنس گئی تھی۔ وہ سانس لیتے ہوئے اپنی سانسوں میں نمی اور حرارت محسوس کر رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ فوراً ہی اٹھی اور کرسی اٹھا کر تاریکی میں پوری قوت سے اس طرح چاروں طرف گھمانے لگی کہ سونیا اس کی زد سے نہ بچ سکے۔

وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑے کان لگائے آہٹ سننے کی کوشش کر رہی تھی جب کرسی پوری قوت سے ادھر سے اُدھر گھومتی تھی تو ہوا کی ہلکی سی سائیں سائیں سنائی دیتی تھی۔ اس نے سمجھ لیا کہ مرجانہ اپنے ہاتھوں میں کوئی چیز پکڑ کر اپنے سامنے گھما رہی ہے۔

وہ خود کو اس کی زد سے بچانے کے لیے پیچھے ہٹی تو ایک کرسی سے ٹکرا گئی۔ اس نے گرتے گرتے سنبھل کر وہ کرسی اٹھا لی اور اسے اپنے سامنے ڈھال بنا لیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی مرجانہ کی کرسی اس سے ٹکرائی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گئی اور کرسی زمین پر رکھ کر ایک طرف ہٹ گئی۔

مرجانہ نے اندازہ کر لیا کہ سونیا زد میں آ گئی ہے آگے بڑھ کر زوردار وار کرنا چاہا مگر سونیا نے جو کرسی سامنے رکھی تھی وہ اس سے ٹکرا کر اوندھے منہ گر پڑی۔

سونیا نے اندازے سے آگے بڑھ کر کرسی دوبارہ اٹھائی اور اسے اپنے سامنے کر کے پیچھے ہٹتے ہوئے بولی: "میرے پاس بازو ہے میں چاہوں تو پل بھر میں تمھارا کام تمام کر دوں مگر خدا کا شکر ادا کرو کہ تم سونیا کی لاڈلی ہو۔ جیسی بھی ہو ہماری ہو۔ اٹھو میری جان۔ آج میں تمھیں اندھیرے میں لڑنے کے گر سکھاؤں گی۔"

تاریکی میں اس کی آواز سنائی دی۔ وہ غصّے سے بول رہی تھی۔ "بکواس کرتی ہو۔ تم بھی میری طرح انسان ہو تمھیں بھی اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آ رہا ہے لیکن فرہاد کی ٹیلی پیتھی تمھاری رہنمائی کر رہی ہے۔ فرہاد تمھیں بتا رہا ہے کہ میں کہاں ہوں اور کس طرح حملے کر رہی ہوں۔"

"مرجانہ! خدا کی قسم، اگر فرہاد نے ہمارے درمیان مداخلت کی تو میں تمھارے ہاتھوں سے مار کھانا پسند کروں گی مگر اس کی مدد لینا گوارا نہیں کروں گی۔"

میں نے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "تم سونیا کے مزاج کے کو اچھی طرح جانتی ہو۔ میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اب تک تم دونوں کے دماغوں میں پہنچ کر ایک لفظ بھی نہیں کہا ہے۔ مجبور ہو کر اس وقت تمھارے دماغ میں آیا ہوں اگر تم تاریکی میں ڈنے کے فن سے واقف نہیں ہو تو اپنی نااہلی کا اعتراف کر لو۔ سونیا پھر سونیا ہے۔ مان جاؤ اُسے۔"

وہ جھنجلا کر بولی: "میں ایسی عورت کو دلیر نہیں مان سکتی جو چھپ چھپ کر لڑتی ہو۔"

سونیا نے اس کی بات سن کر کہا: "ابھی تم نے دنیا ہی کیا دیکھی ہے۔ لڑنے کا ایک انداز ہوتا ہے۔ تم نے ان شہ زوروں کو نہیں دیکھا جنھوں نے دن کی روشنی میں میرا مقابلہ کیا۔ ان میں سے کوئی میدان چھوڑ گیا، کوئی دنیا چھوڑ گیا۔ میں حسبِ حالات لڑتی ہوں۔ مقابلہ برابر کا ہو تو روبرو لڑتی ہوں۔ کوئی مجھ سے زیادہ شہ زور ہو تو مکاری دکھا کر شکست دیتی ہوں۔ میں یہ مانتی ہوں کہ تم مجھ سے زیادہ شہ زور ہو۔ وائسورو کی نے تمھیں فولاد بنا دیا ہے۔ تمھیں شکست دینے کا یہی طریقہ ہے کہ تم دن کی روشنی میں ہمیشہ مجھے تلاش کرتی رہو اور میں رات کی تاریکی میں تمھارے سر پر سوار ہو جاؤں۔"

سونیا کرسی کو ڈھال بنائے ہوئے پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔ "یہ ذہانت سے لڑنے والی بات ہے۔ تم فولاد ہو اور جو ڈوکرائے کا فن جانتی ہو۔ تم سے یہ کہا جائے کہ جو ڈوکرائے لڑائی کے دوران استعمال نہ کرو تو تم اسے کبھی تسلیم نہیں کرو گی۔ اسی طرح کوئی لڑائی کے دوران چاقو چھری استعمال کرتا ہے کوئی آتشی اسلحہ کے ذریعے خود کو فاتح بنا لیتا ہے۔ اسی طرح فرہاد لڑائی کے دوران ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرتے ہیں بغرض یہ کہ دنیا میں جس کے پاس جو ہتھیار ہے وہ اسے استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے۔ میرے پاس مکاری ہے۔ میں مکاری سے لڑ رہی ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس کی کرسی سے کسی چیز کے ٹکرانے کی آواز آئی۔ ساتھ ہی مرجانہ کی ہلکی سی چیخ سنائی دی۔ مرجانہ نے سونیا کی آواز کی سمت کرائے کا ایک ہاتھ رسید کیا تھا جو کرسی سے ٹکرا گیا تھا اور خود اسے چوٹ آ گئی تھی۔ سونیا نے کہا۔ "ایک بات یاد رکھو جب میں بولوں گی کہ کسی چیز کو اپنے سامنے

ڈھال بنائے رکھوں گی۔ لہٰذا میرے بولنے کے دوران کبھی حملہ نہ کرنا۔ چونکہ میں تمھیں لڑنے کا فن سکھا رہی ہوں۔ اب حملہ کر سکتی ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے کرسی کو ایک طرف پھینکا۔ اس کے ساتھ ہی مرجانہ کی چیخ سنائی دی۔ وہ زمین آگئی تھی اور اس کرسی سمیت فرش پر گر پڑی تھی۔ سونیا نے کہا۔ "اوہ سوری، مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم ادھر ہی کھڑی ہو۔"

یہ کہتے ہی وہ اندھیرے میں دوسری طرف چلی گئی تاکہ مرجانہ غلط سمت کا تعین کر کے اس پر حملہ نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر بعد قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ سونیا نے کہا۔ "رک جاؤ۔ میں تمھارے قدموں کی آہٹ سن کر تمھارے پاس پہنچ سکتی ہوں۔"

آواز رک گئی۔ سونیا اپنی پوزیشن بدل کر دوسری جگہ چلی گئی اور کراٹے کا پوز بناتے ہوئے کہا۔ "اندھیرے میں پوری طرح پاؤں جما کر دشمن کے قریب پہنچنا چاہو گی تو آہٹ مل جائے گی۔ بلی اور چیتے کی طرح پنجوں کے بل چلنا چاہیے۔"

اس کی باتوں کے دوران اچانک مرجانہ نے آواز کی سمت حملہ کیا۔ سونیا پہلے ہی کراٹے کے پوز بنائے ہوئے تھے مرجانہ کے حملے کو دونوں ہاتھوں سے روک کر فوراً جوابی کارروائی کی۔ اور تابڑ توڑ دو چار حملے کر کے ایک دم سے پوزیشن بدل دی۔ بولی۔ "میں نے پہلے ہی کہا تھا جنگ میں بولتی رہوں مجھ پر حملہ نہ کرنا۔ میں ڈھال کے طور پر اپنے سامنے کچھ نہ کچھ رکھتی ہوں۔ اس وقت ایک تپائی میرے ہاتھوں میں ہے۔"

اس بار سونیا نے جھوٹ کہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں کچھ نہیں تھا لیکن اس نے مکاری سے مرجانہ کو محتاط رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب وہ اس کی آواز کی سمت حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے کہا۔ "سونیا! اس طرح تم اسے ساری رات نچاتی رہو گی۔ آخر یہ کھیل کب تک جاری رہے گا۔ میرا وقت قیمتی ہے۔ میں کب تک تم دونوں کے پاس موجود رہوں؟"

سونیا نے پوچھا۔ "میں نے تم سے کب کہا تھا کہ تم یہاں موجود رہو؟ اپنا کام کرو۔ کبھی کبھی آ کر ہماری خیریت معلوم کر لیا کرو۔ ویل گڈ بائی اینڈ وش لے گڈ لک فور می اینڈ مرجانہ۔۔۔۔"

میں ان سے رخصت ہو کر دماغی طور پر اس خواب کا میں حاضر ہو گیا جسے سعید صاحب نے میرے لیے وقف کیا تھا۔ اگر ان کے درمیان لڑائی سنجیدگی سے جاری رہتی اور مجھے اس بات کا اندیشہ ہوتا کہ دونوں میں سے کسی کی جان کو نقصان پہنچ جائے گا تو میں ان کے ساتھ موجود رہتا لیکن سنجیدگی اور دشمنی صرف مرجانہ کی طرف سے تھی۔ سونیا تو اسے بچوں کی طرح کھلا رہی تھی۔

اب میری توجہ کی سب سے زیادہ مستحق رسونتی تھی۔ اس کے حالات

کا تقاضا تھا کہ میں لمحہ لمحہ اس کی خیریت معلوم کرتا رہوں مگر ہر لمحہ تو ممکن نہیں ہے۔ جب بھی حالات اجازت دیتے میں سب سے پہلے اسی کے پاس پہنچنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس بار بھی میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سو رہی تھی۔ میں اس کے خوابیدہ دماغ میں جھانکنے لگا۔ دماغی حالت پہلے جیسی نارمل نہیں تھی۔ کچھ گڑبڑ سی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے دماغ میں ایسی انجان لہریں تھیں۔ جو میری سمجھ سے باہر تھیں۔ وہ لہریں میری اور رسونتی کی سوچوں کے درمیان حائل ہو رہی تھیں۔ رسونتی کی سوچوں کو کمزور بنا رہی تھیں۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل کر اسکے معالج ڈاکٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنے گھر میں آرام کر رہا تھا۔ میں نے سعید صاحب کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "رسونتی کی حالت بگڑنے والی ہے۔ ڈاکٹر کو فوراً اطلاع دیجیے تاکہ وہ رسونتی کے پاس پہنچے۔ بچے کو وہاں سے ہٹا دیا جائے۔"

چونکہ اس ہسپتال کا ڈاکٹر میری خیال خوانی کے رابطے کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اسے سمجھانے میں کافی دیر لگتی اس لیے میں نے سعید صاحب کے ذریعے اسے اطلاع دی۔ ٹیلیفون کے ذریعے سعید صاحب نے فوراً ہی اسے بیدار کر کے کہا۔ "رسونتی کی دماغی حالت بگڑ رہی ہے۔ فرہاد نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کا حال معلوم کر کے آپکو فوراً اس کے پاس پہنچنے کی ہدایت کی ہے۔"

ڈاکٹر اسی وقت گھر سے نکل کر ہسپتال پہنچ گیا۔ مجھے دربان نے پردستک سنائی دی میں نے کہا۔ "آجائیے۔"

سعید صاحب، دروازہ کھول کر اندر آتے ہوئے بولے۔ "اگر بہت ضروری خیال خوانی میں مصروف ہو تو۔۔۔"

میں نے جلدی سے بات کاٹ کر کہا۔ "جی نہیں آجائیے میں رسونتی کے لیے پریشان ہوں۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔ "کیا تم رسونتی کو بہت زیادہ چاہتے ہو؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ وہ بھی مجھے دل و جان سے چاہتی ہے۔ اگرچہ اس نے اتنی بڑی غلطی کی تھی جو قابل معافی نہ تھی لیکن میں نے اس کی محبت سے مجبور ہو کر ہی اُسے معاف کر دیا ہے۔ اس سے آپ میری محبت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔"

سعید صاحب نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "ڈاکٹر مجھے تنہائی میں بتا رہا تھا۔ بھائی کی حالت بڑی تشویش ناک ہے۔ ان کا ذہنی توازن رہ رہ کر بگڑ جاتا ہے گا۔ شاید یہ دماغی مرض جان لیوا بھی ثابت ہو۔"

یہ سُن کر میں نے ایک ہاتھ سے سر تھام لیا وہ کتنی بدنصیب تھی۔ اس نے اپنی اولاد کی خاطر مجھ سے بہت کچھ چھپایا۔ اپنے بیٹے کو اپنے مزاج کے مطابق پرورش کرنے اور اپنے طور پر باصلاحیت بنا کر جوان کرنے کی دھن میں وہ دشمنوں سے غافل رہی۔ اس بچے کو پیدائش کے بعد جی بھر کے دیکھنا بھی اُسے نصیب نہ ہوا تھا جس بچے کے لیے اس نے اپنا اعتبار کھویا، مجھ سے مخالفتیں مول لیں۔ اسے سینے سے لگا کر اپنی ممتا کو سکون بھی نہ پہنچا سکی تھی۔ میں دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا کہ وہ زندہ رہے۔ سلامت رہے، صحت مند رہے اور اپنے بیٹے پارس کو اپنی گود میں کھلائے۔ اس پر یہ حقیقت ظاہر ہو جائے کہ اس کا اپنا بیٹا کون ہے۔ کاش زندگی اس سے اس قدر وفا کر سکے۔

میں نے ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ڈاکٹر رسونتی کے پاس موجود تھے۔ اس کے سر کے اطراف کئی طرح کے آلات لگے ہوئے تھے اور ان کا کنکشن ایک رپورٹنگ اسکرین سے تھا۔ اس اسکرین پر بڑھتی میڑھی لکیریں بنتی جا رہی تھیں۔ وہ لکیریں کبھی گہرائی کے مختلف خانوں کے اوپر جاتی تھیں، کبھی نیچے آتی تھیں۔ اس طرح وہ رسونتی کی دماغی حالات کا اندازہ کر رہے تھے۔

اچانک رسونتی ایک چیخ مار کر اپنے ہاتھ پیر جھٹکنے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگی۔ اس کے ایسا کرنے سے سر کے اطراف لگے ہوئے آلات اپنی جگہ چھوڑنے لگے۔ نرسیں اور وارڈ بوائے اسے دبوچ کر قابو کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ سعید صاحب نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

میں نے انھیں بتایا کہ رسونتی کی حالت بہت خراب ہے۔ وہ بری طرح تڑپ رہی ہے۔ انھوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "چلو ہم بھی وہاں چلتے ہیں۔"

ہم تیزی سے کوٹھی کے پورچ میں پہنچے اور کار میں بیٹھ کر ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں بار بار کبھی رسونتی کے دماغ سے اور کبھی ڈاکٹروں کے ذریعے اس کی حالت معلوم کرتا تھا۔ اس خیال سے میرا دل کانپ اٹھتا تھا کہ کہیں وہ مر ہی نہ جائے۔

مرنا تو ایک دن سبھی کو ہے۔ لیکن رسونتی کو ابھی نہیں مرنا چاہیے ابھی پارس کو اس کی ضرورت ہے۔ ابھی تو خود اس نے بھی اپنے بیٹے کو سینے سے لگانے کی آرزو پوری نہیں کی تھی۔ مجھے اس کی بے بسی پر ترس آ رہا تھا۔ میں اس کی زندگی کا چراغ روشن رہنے کی دعائیں مانگنے لگا۔ اس کی غلطی اتنی بڑی نہیں تھی کہ وہ سزائے موت کی مستحق ٹھہرتی۔ مجھے یقین تھا کہ قدرت میرے بیٹے پارس کو اپنی ماں کی ممتا بھری آغوش سے محروم نہیں کرے گی۔

ہسپتال پہنچ کر ہم سیدھے اسپیشل وارڈ کے اس کمرے میں پہنچے جہاں رسونتی کو رکھا گیا تھا۔ اس وقت تک اس کے سر کے اطراف سے آلات ہٹا لیے گئے تھے۔ وہ پُرسکون لیٹی آنکھیں کھولے چھت کو تک رہی تھی میں اس کے قریب پہنچا تو ڈاکٹر نے میرا شانہ تھپک کر ہمدردی سے کہا۔ "آپ اسے آواز دیں۔"

میں نے اس پر جھک کر آہستہ سے کہا۔ "رسونتی! دیکھو میں تمھارے پاس آیا ہوں۔"

اسی طرح ساکت لیٹے لیٹے اس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کن انکھیوں سے میری طرف دیکھا اور ہولے ہولے ہنسنے لگی۔ پھر اس کی ہنسی شدت اختیار کرتی چلی گئی۔ میں نے پریشان ہو کر اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ "رسونتی! ہوش میں آؤ، اس طرح کیوں ہنس رہی ہو؟ کیا ہوا ہے تمھیں؟"

اچانک اس کی ہنسی رک گئی۔ اس نے ایک لمحے میرے ہاتھوں میں دبے اپنے ہاتھ کو دیکھا پھر ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا کے دوسری طرف کروٹ لے کے بیٹھ گئی اور خوف زدہ سی آواز میں چلانے لگی۔ "کون ہو۔۔۔ تم کون ہو؟ میرا ہاتھ کیوں پکڑ رہے ہو؟ جاؤ۔۔۔ جاؤ۔ چلے جاؤ۔۔۔ چلے جاؤ یہاں سے۔۔۔؟ بھاگ جاؤ۔۔۔ بھاگ جاؤ۔۔۔ چلے جاؤ۔۔۔"

میں نے پیار سے کہا۔ "رسونتی! میں فرہاد ہوں۔ فرہاد۔ مجھے پہچانو۔ میں تمھارا فرہاد ہوں۔"

اپنا نام بار بار لیتے ہوئے میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اب اس کے دماغ میں میرا نام گونج رہا تھا۔ "فرہاد، فرہاد، فرہاد، فرہاد!"

اس کا سر چکرانے لگا۔ فرہاد، فرہاد کی گونج سے وہ پریشان ہونے لگی اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر آگے پیچھے جھولنے لگی۔ یہ نرس نے بڑھ کر اسے سنبھالا اور آہستہ سے بستر پر لٹا دیا۔ میں برابر اس کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ مختلف خیالات اس کے ذہن میں یوں گڈمڈ ہو رہے تھے کہ کوئی بات واضح نہیں ہو پا رہی تھی۔ اس کے شعور کا خانہ بالکل خالی معلوم ہو رہا تھا۔ وہاں کسی خالی اور ویران کمرے جیسا سناٹا طاری تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کا شعور گہری نیند سو رہا ہو۔

میں نے ڈاکٹر سے دھیمے لہجے میں کہا۔ "یہ سو گئی ہے ہمیں اسے تنہا چھوڑ دینا چاہیے۔ چلیے باہر چلیں۔"

ہم ایک ایک کر کے اس کمرے سے باہر آ گئے۔ صرف ایک نرس رہ گئی۔ ڈاکٹر نے باہر آ کر کہا۔ "ہم صبح تک مادام کو کسی طرح سنبھال لیں گے لیکن یہ دماغی مرض کا معاملہ ہے۔ آپ کل ہی انھیں مینٹل ہسپتال میں داخل کرا دیں۔ میں ابھی ڈاکٹر فاروقی صاحب سے بات کرتا ہوں۔ وہ مینٹل ہسپتال کے انچارج ہیں۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے ڈاکٹر کے کمرے میں پہنچے۔ ڈاکٹر نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پتا چلا کہ ڈاکٹر فاروقی اپنے گھر پر ہیں۔ ڈاکٹر نے گھر کے نمبر پر رابطہ قائم کر کے ڈاکٹر فاروقی سے میرا تعارف کرا کے رسونتی کی حالت بتائی۔

ڈاکٹر فاروقی نے کہا۔ "میں فرہاد کے بارے میں اخبار میں پڑھتا

رہا ہوں۔ بہرحال میں اپنے طور پر پوری کوشش کروں گا۔ کل آپ مریضہ کو یہاں بھیج دیں۔ ان کے لیے اسپیشل وارڈ کا ایک کمرہ ریزرو کر دیا جائے گا۔"

میں مطمئن ہو کر سعید صاحب کے ساتھ گھر جانے کے لیے ہسپتال سے باہر نکل آیا۔ راستے میں میں نے سونیا اور مرجانہ کی خبر لی۔ ان کے پاس سے آئے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ وہاں پہنچا تو یہ دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی کہ ان کے درمیان غالباً اسی تاریک کمرے میں ابھی تک جنگ جاری تھی۔ میں نے سونیا سے پوچھا: "سونیا! یہ کیا حماقت ہے۔ تم تو منٹوں میں لڑائی کا فیصلہ کر دیتی ہو۔ آخر کب تک اس سے لڑتی رہو گی؟"

"میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ یہ کب تک لڑ سکتی ہے۔ اپنی شکست تسلیم کرتی ہے یا نہیں؟"

"تم تھکی تھکی سی لگ رہی ہو۔"

"میں بھی انسان ہوں۔ تقریباً تین گھنٹے سے ایک سخت مقابلہ کر رہی ہوں۔ تھکوں گی نہیں؟"

میں نے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ لہولہان ہو رہی تھی۔ اس کی ناک سے، ہاتھوں سے، سر سے اور جسم کے مختلف حصوں سے خون بہہ رہا تھا۔ کئی جگہ شدید چوٹیں آئی تھیں مگر اس کے جسم کی طرح اس کا عزم بھی فولادی تھا۔ بے پناہ قوتِ برداشت کے ساتھ وہ سونیا کے مقابل جمی ہوئی تھی۔

میں نے سونیا سے کہا: "سونیا! مرجانہ بُری طرح زخمی ہو چکی ہے۔ اس کا جسم خون میں نہایا ہوا ہے۔"

یہ سنتے ہی سونیا کا دل پگھلنے لگا۔ وہ مرجانہ کو دل و جان سے چاہتی تھی، کہنے لگی: "میں کیا کروں؟ یہ کمینی میری بات نہیں مانتی ہے۔ کوئی چاہے کتنا ہی اپنا ہو۔ اگر وہ نقصان پہنچانے لگے تو کیا اسے سزا نہیں دینا ہی چاہیے؟"

"بہت سزا ہو چکی۔ اسے بے ہوش کر کے چھوڑ دو یا پھر تم نے کیا سوچا ہے۔ مجھے بتاؤ؟"

میں اسے اپنے ساتھ بابا فرید واسطی کے پاس لے جانا چاہتی ہوں۔ یہودیوں نے گو اس کی برین واشنگ کی ہے لیکن اس کی فطری سرکشی اسے مکمل طور پر یہودیوں کی طابع ہونے سے روکتی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے جب یہودی اس کے ساتھ اپنی عیارانہ چالیں چلتے ہیں تو یہ بپھر کر ان کے خلاف سوچنے لگتی ہے۔ بابا فرید واسطی کے پاس رہ کر روحانیت کے عملی مظاہرے دیکھے گی اور یوگا کی مشقیں کرے گی۔ تو یہودیوں کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔"

"مجھے تمھاری بات سے اتفاق ہے۔ یہ یقیناً بابا صاحب کے سائے میں رہ کر ہماری ہو جائے گی۔ اب بہت ہو چکا ہے۔ اسے ایک بار پھر محبت سے اپنانے کی کوشش کرو۔"

کہہ کر وہ سونیا نے ذرا بلند آواز سے کہا: "نمبر ففٹین! مین سوئچ آن کر دو۔"

چند لمحے بعد ہی بنگلہ روشن ہو گیا۔ سونیا نے اس روشنی میں مرجانہ کو دیکھا۔ اس کا آدھے سے زیادہ چہرہ لہو سے بھیگا ہوا تھا۔ بدن پر کئی جگہ چوٹوں کے نشانات تھے۔ لباس بھی جگہ جگہ سے خون آلود نظر آ رہا تھا۔ وہ چپ چاپ دیوار سے لگی سونیا کو گھور رہی تھی۔

سونیا نے نرمی سے کہا: "دیکھو مرجانہ! میں تم سے دشمنی نہیں نبھانا چاہتی ہوں۔ یہ تمام زخم تمھیں خود تمھاری حماقتوں نے دیے ہیں۔ میں تمھیں اب بھی اسی طرح اسی خلوص سے چاہتی ہوں جس طرح ماضی میں ہم ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ تم تو میری محبت میں دیوانی ہوئی پھرتی تھیں۔ میری خاطر فرہاد کو دشمن سمجھنے لگی تھیں پھر اب وہ محبت، وہ چاہت کیا ہوئی۔ کیا تم سب کچھ بھول گئیں؟"

وہ گم صم کھڑی رہی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا سو سونیا نے پھر کہا: "میں نے روشنی کر دی ہے۔ اگر تم میری محبت میرا خلوص آزمانا چاہتی تو میں تمھارے ہاتھوں سے مار کھانے کے لیے تیار ہوں۔ آگے بڑھو اور مجھے بھی لہولہان کر دو۔"

مرجانہ نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔ دانت پر دانت جما لیے۔ اسے گھورتے ہوئے آگے بڑھی۔ سونیا اسی طرح چپ چاپ کھڑی رہی۔ اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ مرجانہ نے چیخ کر کہا: "بزدل! آنکھیں کیوں بند کر لی ہیں۔ خرگوش کی عادت نہ اپناؤ جب وہ اپنا سر کہیں چھپا لیتا ہے تو سمجھتا ہے کہ ساری دنیا سے چھپ گیا ہے۔ کوئی اسے نہیں دیکھ رہا ہے۔ تم آنکھیں بند کر کے کس سے چھپنا چاہتی ہو؟"

سونیا نے آنکھیں کھول دیں لیکن جواب نہیں دیا چپ چاپ کھڑی اسے دیکھتی رہی۔

وہ غصہ سے کانپتے ہوئے بولی: "تم کیا سمجھتی ہو اس طرح معصوم بن کر کھڑی رہو گی تو میں تم پر حملہ نہیں کروں گی؟ نہیں میں تمھیں کچل کر رکھ دوں گی۔ آج میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تم ذلیل ہو۔ کمینی ہو۔ تم نے میرا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ جب بھی میں کسی دشمن کے متعلق سوچتی ہوں تو سب سے پہلا نام تمھارا ذہن میں آتا ہے۔"

وہ بولتی رہی اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہی حتیٰ کہ وہ سونیا کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ اچانک اس نے مٹھیاں بھینچ کر دانت پیسے اور چیخ مار کر سونیا سے لپٹ گئی۔ ایک لمحے کے لیے میرا دماغ سُن ہو گیا میں یہ نہیں جان سکا تھا کہ وہ اس سے اس طرح کیوں لپٹی ہے۔ اسے مارنے کے لیے یا اس پر مرنے کے لیے۔

دوسرے ہی لمحے وہ چیخ چیخ کر کہنے لگی: "میں تم سے پیار نہیں کروں گی۔ تم بہت گندی ہو۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ بہت زیادہ نفرت کرتی ہوں۔"

سونیا نے آہستگی سے دونوں بانہیں پھیلا کر اسے سینے میں سمیٹ لیا اور اس کی پیٹھ ہولے ہولے تھپکنے لگی۔ وہ چاہتی تھی کہ مرجانہ خوب اپنے دل کی بھڑاس نکال لے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ مرجانہ کو سینے سے لگائے ایک صوفے کے پاس آئی اور اسے ساتھ لے کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ مرجانہ نے اپنا چہرہ سونیا کے سینے میں چھپا لیا۔ سونیا اپنے دوپٹے سے اس کے چہرے کا لہو صاف کرتے ہوئے اسے پیار کر کے پوچھا۔ "مجھے پیار کرو گی، نا؟"

مرجانہ نے اس کے سینے میں منہ چھپائے آہستہ سے سر کو اثبات میں ہلا دیا۔ سونیا نے پوچھا: "تمھیں اچانک مجھ پر محبت کیسے آ گئی؟"

اس نے ہولے سے کہا: "مجھے اچانک اپنے ماسٹر فالسورو کی کی بات یاد آ گئی۔ اس نے ایک بار کہا تھا: 'میں نے تمھیں فولاد بنا دیا ہے۔ تم میری نظروں میں ناقابلِ شکست ہو لیکن یاد رکھو کبھی زندگی کے کسی موڑ پر کوئی تم سے زیادہ شہ زور آ جائے اور وہ تمھارا دوست بننا چاہے تو اس کی دوستی کی قدر کرنا۔ دنیا میں کم سے کم لوگوں کو دشمن بنانا۔ اسی میں تمھاری سلامتی اور بہتری ہے۔' اپنے استاد کی اس نصیحت نے ہی مجھے تمھارے سامنے جھکا دیا ہے۔ میں کھلے دل سے اعتراف کرتی ہوں کہ تم مجھ سے اتنی برتر ہو کہ تمھاری برتری کو چھونے کے لیے ابھی مجھے بہت کچھ سیکھنا پڑے گا۔"

میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی اور ان سے خیال خوانی کا رابطہ ختم کر دیا۔ اس وقت ہماری کار کوٹھی میں داخل ہو رہی تھی۔ سعید صاحب نے گاڑی کھڑی کر دی۔ ہم دونوں گاڑی سے اتر کر ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ میں نے سعید صاحب سے کہا: "آپ ایک ذمے دار افسر ہیں۔ صبح آپ کو اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے دفتر جانا ہو گا۔ بہتر ہے کہ اب آپ جا کر آرام کریں۔"

سعید صاحب کو واقعی نیند آ رہی تھی۔ وہ اپنی خواب گاہ میں چلے گئے۔ میں نے ملازم سے ایک پیالی چائے کے لیے کہا اور اپنی خواب گاہ میں جا کر آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ میرا تھکن سے بُرا حال تھا۔ ایک تو مشرقِ افریقہ سے یہاں تک کے طویل سفر کی تھکن تھی۔ دوسرے روسونتی کی بیماری نے مجھے ذہنی طور پر اس قدر نڈھال کر دیا تھا کہ جی چاہتا تھا آنکھیں بند کر کے ہر چیز سے بے نیاز ہو کر بے خبر سو جاؤں۔ لیکن میرے نصیب میں آرام کی گھڑیاں بہت کم تھیں۔ ابھی میرے سامنے کئی حل طلب مسائل ایسے تھے جنھیں نمٹائے بغیر میں آنکھیں بھی بند نہیں کر سکتا تھا۔

ملازم چائے لے آیا تو میں ایک ایک گھونٹ مزے لے لے کر پیتے ہوئے ان بوڑھے یہودی رضاکاروں کے بارے میں سوچنے لگا جنھیں مجھے ایک ماہ میں دوستی پر آمادہ کرنے کا فرض سونپا گیا تھا۔ پھر مجھے ان نوجوانوں کا خیال آیا جو میری زندگی کا چراغ گل کرنے کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔ ان کے بارے میں سوچتے سوچتے میں پاپا جوجو کے پاس پہنچ گیا۔

وہ گہری نیند میں تھا۔ میں نے اس کی خوابیدہ سوچوں کے ذریعے اپنے آپ کو خواب کی اسکرین پر پیش کیا ہے۔ وہ مجھے دیکھنے لگا۔ اس کی سوچ نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

"میں اجنبی ہوں۔ تم بتاؤ تمھارا اصل نام کیا ہے؟"

خواب کی دنیا میں ہم دونوں ایک پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ اس نے کہا: "میرا نام پوپائے جوشوا ہے۔ میں نے اس نام کو آسان بنا کر پاپا جوجو کر دیا ہے۔"

"کیا اسپین کے رہنے والے ہو؟"

"ہاں، میں اسپین میں پیدا ہوا، جوانی کا ابتدائی حصہ وہیں گزارا ہے۔"

"تمھارے بیوی بچے کہاں ہیں؟"

"جب بیوی نہیں ہے تو بچے کہاں سے آئیں گے؟"

"تم نے ان وانٹیڈ بے بیز کے ادارے میں کسی عورت کے بچے کو پہنچایا تھا؟"

"میں اس عورت کو نہیں جانتا۔ جو بیان میں نے ان بوڑھوں کو دیا ہے۔ وہ کسی حد تک درست ہے۔ کوئی عورت اسے میرے دروازے پر چھوڑ گئی تھی۔ ایک مختصر سا خط لکھ کر بچے کے پاس رکھ دیا تھا۔ لکھا تھا۔

"جوجو! اپنی تمام محبوباؤں کی فہرست کو سرسری سے آخر تک پڑھو اور سوچو کہ تمھاری کس محبوبہ نے اس بچے کو جنم دیا ہے۔"

جوجو نے کہا: "میں نے اس خط کو پھاڑ کر پھینک دیا اور بچے کو ان وانٹیڈ بے بیز کے ادارے میں پہنچا دیا۔"

میں نے سوال کیا: "کیا وہ بچہ واقعی تمھارا تھا؟"

جوجو نے کہا: "دنیا کا کوئی باپ یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس بچے کو وہ اپنا کہہ رہا ہے وہ اسی کی اولاد ہے۔ اس کا فیصلہ تو صرف ماں کر سکتی ہے۔"

"تمھاری عمر کیا ہے؟"

"چار ماہ بعد پورے ستر برس کا ہو جاؤں گا لیکن عورتوں کو اپنی عمر کبھی پینتیس چالیس برس سے زیادہ نہیں بتاتا۔ میری صحت دیکھ کر عورتیں میری بات پر یقین کر لیتی ہیں۔"

"کیا واقعی تمھاری بے شمار محبوبائیں ہیں؟"

"ہاں، تمھیں یقین کیوں نہیں آتا۔ دولت میں اتنی کشش ہے کہ عورتیں خود بخود کھنچی چلی آتی ہیں۔"

"تمھاری آمدنی کا ذریعہ کیا ہے؟"

"میں پیرس میں ایک مرکس میں کام کرتا تھا۔ بڑا ہوا تو مسخرے کا رول ادا کرنے لگا۔ پھر ایک شارپر سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے مجھے پتے بازی کا فن سکھا دیا۔ اب میں جس قمار خانے کی میز پر جا کر

بیٹھ جاتا ہوں۔ وہاں سے ہزاروں ڈالر سمیٹ کر لے آتا ہوں۔ چین کے تمام قمار خانے والوں نے میرے لیے اپنے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ سب نے سمجھ لیا ہے کہ میں ان کا دیوالہ نکالتا ہوں خود کبھی دیوالیہ نہیں ہوتا۔"

"اچھا تو آپ نیوٹرینو میں بھی اسی فن سے دولت کما رہے ہو؟"

"اس ہاتھ سے کماتا ہوں۔ اس ہاتھ سے لٹا دیتا ہوں حسین عورتوں کا ہجوم ساتھ ہو تو دولت کو پر لگ جاتے ہیں۔ اسے سنبھالے رکھنا آدمی کے بس کی بات نہیں رہتی۔"

"ان بوڑھوں نے تمہارے مکان پر قبضہ کر کے تمہیں اس جگہ قید کر دیا ہے۔ آخر وہ تم سے کیا چاہتے ہیں؟"

"پاکستان میں کوئی فرہاد علی تیمور رہتے ہیں۔ اسے اپنے قبضے میں کرنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے، بہت خطرناک آدمی ہے۔"

"اس خطرناک آدمی کو قابو کرنے میں تم ان کی کیا مدد کر سکتے ہو؟"

"یہ لوگ مجھے سبق پڑھا رہے ہیں۔ سمجھا رہے ہیں کہ میں پاکستان پہنچ کر فرہاد علی تیمور کو بلیک میل کروں۔ اس کی بہت بڑی کمزوری ان کے ہاتھ میں ہے۔ جس بچے کو میں ان دانتیلے سے سیز کے ادارے میں پہنچا آیا تھا۔ وہ بچہ اب فرہاد کے پاس ہے اور میں اس بچے کا باپ ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہوں۔"

"تم دعویٰ کرنے کے لیے پاکستان کب آ رہے ہو؟"

"کل شام کی فلائیٹ سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

"جب تم نے اس بچے کو ایک ادارے میں پہنچا دیا تھا تو پھر اسے حاصل کرنے کے لیے کیوں آؤ گے۔ وہ بچہ ایک اچھے میاں بیوی کی سرپرستی میں ہے۔ اس وقت وہ عورت جس نے بچے کو گود لیا ہے۔ بیمار ہے۔ زندگی اور موت کشمکش میں مبتلا ہے۔ بچے کو اس سے چھین لیا گیا تو وہ زندہ نہ رہ سکے گا۔"

"فرہاد کی اسی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے لیے یہ لوگ مجھے پاکستان بھیج رہے ہیں۔ مجھ سے عورت کی آنکھ میں آنسو نہیں دیکھے جاتے۔ فرہاد علی تیمور مجھ پر کچھ خرچ کرے گا تو میں پتری بدل دوں گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بوڑھے بھی تمہیں اچھی خاصی رقم دے رہے ہیں اور تم قمار کے پیشگین ہو۔ جدھر زیادہ آمدنی ہوتی ہے ادھر لڑھک جاتے ہو۔"

"ہاں، لیکن میں کھلم کھلا کسی سے دشمنی مول لینے کے حق میں نہیں ہوں۔ بہت سوچ سمجھ کر چالیں چلتا ہوں۔ گرفہاد نے چاہا تو میں پاکستان پہنچ کر اس کا دوست بن جاؤں گا۔ اور ان لوگوں کو بھی چکمہ دیتا رہوں گا۔"

میں نے اطمینان کی سانس لے کر اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ بستر پر لیٹے لیٹے آرام طلب تو نیند نے حملے کرنا شروع کر دیا۔ میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ابھی بہت سا کام باقی تھا۔ پھر میں اس بوڑھے کے پاس پہنچ گیا جو دن کے وقت پایا جو جو سے باتیں کر رہا تھا۔ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ بچہ جو جو نے کہاں سے حاصل کیا تھا؟

اس بوڑھے کا نام گاسکر تھا۔ اس کے ساتھی اسے اولڈ مین گاسکر کہتے تھے۔ وہ بوڑھوں کی پہلی ٹولی سے تعلق رکھتا تھا۔ اس وقت وہ بھی ایک مسئلے میں سوچ رہا تھا۔ اس کی خوابیدہ سوچ نے بتایا کہ دوسرے لوگ اس مکان کے چاروں طرف پہرہ دے رہے ہیں۔ تاکہ پایا جو جو وہاں سے فرار نہ ہو سکے۔ میں نے گاسکر کے خوابیدہ دماغ میں سوالات پیدا کیے۔ تقریباً جواب وہی تھا جو پایا جو سے مل چکا تھا۔ یعنی پایا جو جوکل شام کی فلائیٹ سے پاکستان آنے والا تھا۔ میں نے پوچھا "وہ فائل کہاں رکھی ہوئی ہے۔ جو ان دانتیلے سے سیز کے ادارے سے حاصل کی گئی تھی اور جس کے ذریعے پارس کے فرضی ہونے کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے؟"

اس نے بتایا "بوڑھوں کی دونوں ٹولیوں کا جو سربراہ ہے تمام اہم چیزیں اسی کے پاس محفوظ رہتی ہیں۔ وہ فائل بھی اسی کے پاس ہے۔"

"کیا روانگی کے وقت وہ فائل جو جو کو دے دی جائے گی؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ ہماری ٹیم کا لیڈر ہی جانتا ہے کہ فائل جو جو کے حوالے کی جائے گی یا کسی اور ذریعے سے پاکستان پہنچائی جائے گی۔"

"تمہارا لیڈر کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟"

"یہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا بلکہ ہم دونوں ٹولیوں کے بوڑھے بھی ایک دوسرے کو نہیں جانتے ہیں۔ میں صرف اپنی ٹولی کے چار بوڑھوں کو جانتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ خواہ مخواہ وقت ضائع کرنا دانشمندی نہیں تھی۔ جب پایا جو جو ادھر آئے گا تو دیکھا جائے گا کہ وہ فائل کس کی تحویل میں رہتی ہے۔ ویسے آثار یہ تھے کہ وہ بلیک میلنگ کا حربہ استعمال نہیں کر سکیں گے کیونکہ رسونتی، ذہنی طور پر مفلوج ہوتی جا رہی تھی۔ آج اس نے مجھے نہیں پہچانا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ بچے کو بھی نہ پہچانے۔ وہ سب کچھ بھول گئی تو ان کا یہ حربہ بے کار ہی ہو کر رہ جائے گا۔

رسونتی کا خیال آیا تو میرا دل ڈوبنے لگا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس پر اتنا بُرا وقت آئے گا۔ موت اس طرح اس کے سرہانے جا کھڑی ہوگی۔ میں گھٹ گھٹ کے مرنے لگا۔ میرا دل کہہ رہا تھا: میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ دنیا کے چپے چپے سے واقف ہوں میرے تعلقات دنیا کے بڑے بڑے لوگوں سے ہیں۔ پھر بھی کیا میں رسونتی کا علاج معالجے کی جدید سہولتوں سے محروم رہ کر یہاں پڑے پڑے دنیا سے رخصت ہو جائے گی؟"

میرے پاکستانی ڈاکٹر یقیناً تجربے کار ہیں، ذہین ہیں لیکن ان کے پاس وسائل کی کمی ہے۔ اس بے سروسامانی کے عالم میں بھی یہ لوگ خطرناک سے خطرناک مرض کا علاج کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اکثر کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ ایک جوا ہی ہوتا ہے اور میں رسونتی کی زندگی کا جوا کھیلنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہو سکتا تھا۔

میں نے ایک کرسی پر بیٹھ کر آنکھیں بند کیں اور لندن کے ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ سونے کے لیے بستر پر جا رہا تھا۔ میں نے مخاطب کیا تو وہ چونک گیا۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

"مسٹر فرہاد! کیا آپ ہیں؟"

"ہاں۔ میں آپ سے مخاطب ہوں۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ بہت عرصے بعد آپ نے مجھے یاد کیا۔ فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں اس وقت بہت پریشانی میں مبتلا ہوں۔ رسونتی کی حالت بہت نازک ہے۔ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ اس کے دماغ میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ ایسا کیسے ہوا، اس کی تفصیل میں آپ کو بتا رہا ہوں فدا تو جہ سے میری بات سننے کی کوشش کریں۔"

میں نے رسونتی کے ساتھ پیش آنے والے تمام واقعات اسے تفصیل سے سنانے کے بعد کہا: "پچھلی رات سے رسونتی کی حالت بہت ہی تشویشناک ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی بہت ہی قابل، ذہین اور تجربے کار ڈاکٹر رسونتی کو اٹینڈ کرے۔ اسے اپنا پورا وقت دے کر اس پر اپنے سارے تجربے آزمائے اور اسے موت کے منہ سے نکال لائے۔ پاگل ہونے سے بچا لے اس کا ذہنی توازن نہ بگڑنے دے۔"

"آپ نے بہت عرصے بعد مجھے اپنی خدمت کا موقع دیا ہے۔ مجھے ایک آدھ گھنٹے کی مہلت دے دیجیے۔ میں مادام رسونتی کے گرد دنیا کے قابل ترین ڈاکٹروں کا میلہ لگا دوں گا۔"

میں نے کہا: "اچھی بات ہے۔ میں وقتاً فوقتاً آپ کے دماغ میں جھانکتا رہوں گا، دیکھتا رہوں گا کہ آپ میرے لیے کیا کر رہے ہیں۔"

میں اس سے رخصت ہو کر اپنے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ اب مجھے اطمینان تھا کہ رسونتی کا خاطر خواہ علاج ہو گا اور پھر پورے پورے توجہ دی جائے گی۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ سکون سے سو رہی تھی۔ اس وقت پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔ میں اس کے پاس سے واپس آ گیا۔

اب سعید صاحب کا کام رہ گیا تھا۔ سلمہ سے شادی کی تاریخ مقرر کرنا تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ رات کے تین بج رہے تھے۔ بے قصور خدا کے آرام کا وقت تھا۔ سبھی پر تو بری طرح آرام حرام نہیں ہوا تھا۔ انھیں اس وقت اٹھا کر شادی کی بات کرنا نہایت ہی احمقانہ بات ہوتی۔ میں نے سوچا "اور گھنٹے دو گھنٹے کے بعد انھیں مخاطب کروں گا۔ اس وقت تک صبح ہونے لگے گی۔ دوسرے کام کر رسونتی کے علاج کے سلسلے میں، میں نے جو نیا قدم اٹھایا تھا۔ اس کی وجہ سے ممکن ہے مجھے اتنا وقت ہی نہ مل سکتا کہ میں لاہور جا کر شاہینہ وغیرہ سے ملاقات کر سکتا۔ اس لیے میں نے ان سے بات کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور دوبارہ لندن کے ماسٹر کے پاس جا پہنچا۔

میں نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ چپ چاپ اس کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ پتا چلا کہ اس نے سپر ماسٹر تک رسونتی کی بیماری کی خبر پہنچا دی ہے اور اس سے مشورے طلب کیے ہیں۔ وہ خود بار بار فون کے ذریعے بڑے بڑے ڈاکٹروں سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے امریکہ اور یورپ کے مختلف ماسٹروں سے رابطہ قائم کر کے انھیں بھی رسونتی کے متعلق مختصر طور پر بتانے کے بعد ہدایات دے رہا تھا کہ اپنے ہاں کے تمام ماہرین سے فوری طور پر رابطہ قائم کریں اور یہ معلوم کریں کہ مریضہ کو پاکستان میں دیکھا جائے گا۔ یا اسے امریکہ یا یورپ کے کسی شہر میں لانا پڑے گا۔

ماسٹر جن تندہی سے رسونتی کے لیے کوششیں کر رہا تھا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ خدا نے چاہا تو رسونتی دماغی طور پر جلد ہی صحت یاب ہو جائے گی۔ میں ماسٹر کے دماغ سے واپس آنا چاہتا تھا۔ اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا۔ اس کے ایک ماتحت نے اندر آ کر کہا "سر! ٹیلی پیتھر کے ذریعے سپر ماسٹر کا پیغام آیا ہے۔"

اس نے ایک لانبا سا کاغذ ماسٹر کی طرف بڑھا دیا۔ ماسٹر نے اسے لے کر پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا: "ماسٹر! میری طرف سے مسٹر فرہاد اور مادام سونیا کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کریں۔ جب تک مادام رسونتی صحت یاب نہیں ہو جائیں گی۔ اس وقت تک ہماری محبت صرف ان کے لیے وقف رہے گی۔ یہاں میں نے آئی، ایم، الیف سے معاملات طے کر لیے ہیں۔ انٹرنیشنل میڈیکل کا فلائنگ ہسپتال پاکستان سے مادام رسونتی کو سوئٹزرلینڈ لے آئے گا۔ مسٹر فرہاد کو اگر اس فلائنگ ہسپتال کے متعلق معلوم نہ ہو تو آپ بتا دیں۔ پاکستان ایئر لائنز کے افسران کو اطلاع دی جا رہی ہے کہ وہ فلائنگ ہسپتال کل دن کے گیارہ بجے تک چکلالہ کے ہوائی اڈے پر پہنچے گا۔ کچھ عرصہ پہلے ہم نے یہ طے کیا تھا کہ مسٹر فرہاد اور یہودیوں کے معاملات میں نہیں بولیں گے۔ اس سلسلے میں بالکل غیر جانبدار رہیں گے۔ نہ تو یہودیوں کا ساتھ دیں گے نہ مسٹر فرہاد کی مدد کریں گے لیکن یہ سب کچھ محض انسان دوستی کی بنیاد پر کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ یہ ایک خالص انسانی مسئلہ ہے۔ یہودیوں کے معاملات سے قطع نظر ذاتی طور پر فرہاد صاحب کے دوست ہیں اور ہمیشہ دوست رہیں گے۔ ایک بار پھر ہم مسٹر فرہاد کو اپنے پھر پور تعاون اور توجہ کا یقین دلاتے ہیں۔ وہ کسی وقت بھی ہمیں اپنی خدمات کے لیے طلب کر سکتے ہیں فقط سپر ماسٹر۔"

جب ماسٹر نے اپنے سپر ماسٹر کا پیغام پڑھ لیا تو میں نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے چونک کر پوچھا: "کیا آپ یہ پیغام میرے دماغ کے ذریعے پڑھ رہے تھے؟"

"ہاں، میں یہ ساری معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ یہ دیکھ چکا ہوں کہ آپ رسونتی کے لیے کیا کر رہے ہیں۔ میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔"

"فرہاد صاحب! ہمیں شرمندہ نہ کریں۔ ہم آپ کی ہر خدمت کے لیے ہر وقت حاضر ہیں۔"

"آپ یہ بتائیں یہ فلائنگ ہسپتال کیا چیز ہے؟"

"یہ ایک بہت بڑا طیارہ ہے۔ اس طیارے کے اندر پورا ایک ہسپتال قائم کیا گیا ہے۔ دنیا کے بہترین تجربے کار ڈاکٹر ہمیشہ اس میں موجود رہتے ہیں۔ ان کے پاس دنیا کی بہترین قیمتی، نایاب اور زود اثر دوائیں ہوتی ہیں۔ وہاں لیبارٹریز سے لے کر آپریشن تھیٹر تک ہسپتال کا ہر شعبہ قائم کیا گیا ہے۔ دراصل یہ طیارہ دنیا کی اہم شخصیتوں کے لیے ہے۔ کوئی اہم شخصیت کسی غیر ملک میں بیمار ہو جائے، اسے فوری طور پر طبی امداد کی ضرورت بھی ہو اور اسی دوران اسے اس کے ملک تک پہنچانا بھی ضروری ہو تو اس طیارے کو کام میں لایا جاتا ہے اور یہ طیارہ پہلی بار آپ کے ملک میں مادام رسونتی کے لیے جائے گا۔"

"ماسٹر! میں آپ لوگوں کی دوستی اور تعاون کو کبھی نہیں بھلا سکوں گا۔ میرے سر سے ایک بڑا بوجھ اتر گیا ہے۔ اب ایک گزارش اور ہے۔"

"فرمائیے، ہم حاضر ہیں۔"

"رسونتی کو اس فلائنگ ہسپتال کے ذریعے یہاں سے لے جایا جائے تو اس کے لیے سخت حفاظتی انتظامات ہونے چاہییں۔ آپ تو جانتے ہی ہیں میری آج کل یہودیوں سے ٹھنی ہوئی ہے۔ وہ رسونتی کو اغوا کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

"آپ اطمینان رکھیں سپر ماسٹر کے ذریعے یہودیوں سے یہ معاملہ طے کر لیا جائے گا۔ جب تک مادام رسونتی دماغی اور جسمانی طور پر صحت یاب نہ ہو جائیں۔ اس وقت تک کوئی مادام کی طرف رُخ نہ کرے ورنہ سپر ماسٹر کی دشمنی مول لینا پڑے گی۔"

میں نے ماسٹر کا شکریہ ادا کیا اور دوستانہ طور پر اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ اب رات بہت بیت چکی تھی۔ تھکن سے برا حال ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا۔ اب شاہینہ وغیرہ سے سو کر اٹھنے کے بعد ہی رابطہ قائم کیا کروں گا۔ رسونتی کے سلسلے میں بہت سا بوجھ اتر گیا تھا اس لیے میں اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا اور اب نیند سے لڑنا بھی میرے لیے مشکل ہو گیا تھا۔

میں بستر پر گر کر لیٹ گیا۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا میں نے حسب معمول اپنے دماغ کو ہدایات دیں اور سو گیا۔

سو کر اٹھا تو نو بج چکے تھے۔ میرے بیدار ہونے ہی سعید صاحب کے ملازم نے ان کا رقعہ دے کر کہا: "یہ صاحب آپ کے لیے دے گئے ہیں۔"

میں نے رقعہ پڑھنا شروع کیا۔ سعید صاحب نے لکھا تھا وہ صبح ناشتہ کر رہے تھے کہ اُن کے ملازم نے آ کر کہا: "جناب! کچھ لوگ آپ سے ملنے آئے ہیں۔"

سعید صاحب نے انھیں ڈرائنگ روم میں بٹھانے کے لیے کہا۔ اطمینان سے ناشتہ کرنے اور چائے پینے کے بعد وہ ڈرائنگ روم میں گئے۔ وہاں دو اجنبی آدمی ان کے منتظر تھے۔ سعید نے اٹھ کر ان سے مصافحہ کرتے ہوئے اپنا تعارف ایٹلی جنس کے ایک افسر کی حیثیت سے کرا کے بتایا کہ مقامی ایئر لائنز کی طرف سے فرہاد سے ملنے اور رسونتی کے علاج کے سلسلے میں آیا ہے۔

سعید صاحب نے حیرانی سے پوچھا: "آپ لوگوں کو اس بات کا علم کیسے ہوا کہ مادام رسونتی ہمارے ہاں ہیں؟"

ایٹلی جنس کے افسر نے کہا: "جناب آپ صرف اس بات پر حیران ہیں کہ پاکستانی ایٹلی جنس والوں کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ آپ کو یہ جان کر اور زیادہ حیرانی ہوگی کہ ہمیں یہ اطلاع براہِ راست انگلستان سے موصول ہوئی ہے۔"

"کیا؟" سعید صاحب نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے بے یقینی سے دیکھا۔

آفیسر نے بتایا: "آئی، ایم، ایف کا فلائنگ ہسپتال مادام رسونتی کے لیے آج گیارہ بجے تک یہاں پہنچنے والا ہے۔ اس سلسلے میں ہم فرہاد صاحب سے رابطہ قائم کرنے کے لیے آئے ہیں۔"

"آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ مسٹر فرہاد میرے ہاں مل سکتے ہیں؟"

"ہمیں بتایا گیا تھا کہ مادام رسونتی کے کیس کا تعلق دماغی امراض سے ہے۔ ہم نے نیشنل ہسپتال کے ڈاکٹر فاروقی سے رابطہ قائم کیا انھوں نے اس ہسپتال کا پتا بتایا جہاں مادام رسونتی زیرِ علاج ہیں۔ اس ہسپتال سے ہمیں آپ کا پتا معلوم ہوا۔"

"بہر حال آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"مسٹر فرہاد سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ انھیں ایک اسپیشل کیس دینا چاہتے ہیں۔ جب طیارہ یہاں پہنچے گا تو ہم ایمبولینس لے کر ہسپتال جائیں گے اور مادام کو اپنی نگرانی میں ایئر پورٹ پہنچا دیں گے۔ مادام رسونتی کے ساتھ صرف مسٹر فرہاد رہ سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی بھی اس فلائنگ ہسپتال تک نہیں جا سکے گا۔ ہمیں حکم ملا ہے کہ مادام رسونتی کی اس وقت تک سخت نگرانی اور حفاظت کی جائے جب تک فلائنگ ہسپتال چکلالہ ایئر پورٹ کے کارنر ون سے پر موجود رہے۔"

"مجھے افسوس ہے اس وقت آپ مسٹر فرہاد سے ملاقات نہیں کر سکیں گے۔ مادام رسونتی کے سلسلے میں وہ تمام رات پریشان رہے ہیں اور اس وقت سو رہے ہیں۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس وقت بیدار ہوں گے۔ آپ اپنا نام اور ٹیلیفون نمبر دے دیجیے۔ وہ بیدار ہونے کے بعد آپ سے رابطہ قائم کریں گے۔"

ایٹلی جنس کے آفیسر نے اپنا نام، فون نمبر لکھ دیا۔ رقعے میں اس افسر کا نام اور فون نمبر درج تھا۔ میں نے بلا توقف فون پر اس

سے رابطہ قائم کیا اور دوران گفتگو اس کے خیالات پڑھ کر یہ اطمینان کر لیا کہ وہ واقعی ہمارے ملک کی انٹیلی جنس سے تعلق رکھتا تھا۔ میرے ساتھ کوئی فراڈ نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے کہا: "میں ساڑھے دس بجے تک ہسپتال پہنچ جاؤں گا۔ آپ لوگ وہیں مجھ سے مل لیں۔"

غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتہ کرنے اور لباس تبدیل کر کے باہر نکلنے میں ایک گھنٹہ صرف ہو گیا۔ اس ایک گھنٹے کے دوران میں نے بختاور صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ وہ لوگ اس وقت ناشتے کی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے مخاطب کیا تو وہ چونک کر شاہینہ کو دیکھتے ہوئے بولے: "وکلمن! معلوم ہوتا ہے فرہاد صاحب مجھ سے مخاطب ہیں۔"

میں نے کہا: "انکل! واقعی میں آپ سے مخاطب ہوں۔"

میں نے انھیں یقین دلایا تو وہ خوش ہو کر بولے: "بہت دنوں بعد یاد کیا ہے۔ تم کہاں ہو؟"

"میں جلد ہی آپ لوگوں کے پاس پہنچنے والا ہوں۔"

شاہینہ نے کہا: "انکل! بھائی جان کیا باتیں کر رہے ہیں۔ ان سے کہیے میرے پاس آئیں۔"

میں نے اس کے پاس پہنچ کر پیار سے کہا: "میری بہنا! تمھارے لیے خوشخبری ہے کہ میں بہت جلد تمھارے پاس آ رہا ہوں۔ سلمیٰ اور سعید صاحب کی شادی کی تاریخ مقرر کرنا ہے۔ اس لیے بختاور صاحب سے بات کر رہا ہوں تم ذرا صبر کرو۔"

"نہیں بھائی جان، آپ کسی کو اپنا معمول بنا کر باتیں کریں تاکہ ہم سب یہ باتیں سن سکیں۔ سب سے پہلے میرے بیٹے پارس کے متعلق بتائیں۔ اور یہ بتائیں کہ سونیا بھابی کہاں ہیں؟"

میں نے سونیا اور پارس کے متعلق زبیر کی زبان سے سب کو جھوٹی سچی باتیں بتائیں۔ پھر میں نے بختاور صاحب سے کہا: "انکل! میں آپ کا بیٹا زبیر نہیں ہوں، فرہاد ہوں۔ اسی لیے آپ کو انکل کہہ رہا ہوں۔"

زبیر نے اپنی والدہ کی طرف سر گھما کر دیکھا میں نے اس کی زبان سے کہا: "امّی! میں نے یہاں سے جاتے وقت آپ لوگوں سے کہا تھا کہ سلمیٰ اور سعید صاحب کی شادی کی ساری تیاریاں مکمل رکھیں میں جب بھی واپس آؤں گا فوری طور پر تاریخ مقرر کر کے نکاح اور شادی کی رسومات ادا کر دیں جائیں گی۔"

بختاور کی بیگم نے کہا: "ہاں بیٹے! مجھے یاد ہے۔ ہم نے اپنی طرف سے تمام تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ اب تم بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں، آج سے دس دن کے اندر کی کوئی تاریخ مقرر کر دی جائے میں مقررہ تاریخ سے ایک دو دن پہلے آپ لوگوں کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

سلمیٰ ناشتہ چھوڑ کر وہاں سے جانے لگی۔ شاہینہ نے کہا۔ "یہ کیا؟ چلو بیٹھو۔ اس میں شرمانے کی کیا بات ہے؟"

میں نے زبیر کی زبان سے کہا: "سلمیٰ! میں تمھارا فرہاد بھائی جان ہوں تمھیں بیٹھنے کے لیے کہہ رہا ہوں۔ نہیں بیٹھو گی تو ابھی فلک چھیکتے ہی بڑی بے تکلفی سے شادی کی باتیں کرنا شروع کر دو گی۔"

سلمیٰ نے زبیر کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے اس کے زبیر بھائی جان فرہاد کے انداز میں بول رہے تھے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ نہیں کیا بلکہ اسے صرف بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بے اختیار بولنے لگی: "آپ لوگ شادی کی جو بھی تاریخ مقرر کریں وہ ذرا قریب ہو اور میں نکاح کے وقت سرخ بنارسی جوڑا پہنوں گی۔"

میں پھر زبیر کے دماغ میں پہنچ گیا وہ ایک دم سے گڑبڑا کر سب کو دیکھنے لگی۔ میں نے کہا: "ابھی میں نے کہا تھا نا کہ بے تکلفی سے اپنی شادی کی باتیں کرنے لگو گی۔ دیکھ لو۔ میں نے غلط تو نہیں کہا تھا؟"

یہ سنتے ہی وہ ایک دم سے شرما کر کچن کی طرف بھاگ گئی۔ سب لوگ قہقہے لگانے لگے۔ بختاور نے کہا: "بیٹے! شادی کے لیے جمعہ کا دن مبارک ہوتا ہے۔ تم دس دن کی قید لگا رہے ہو۔ اگلا جمعہ آج سے ٹھیک پانچ دن کے بعد ہے کیا خیال ہے؟"

میں نے تائید کرتے ہوئے کہا: "یہ مناسب ہے میں ابھی سعید صاحب سے رابطہ قائم کر کے انھیں جمعہ کی تاریخ بتا دوں گا۔"

بیگم بختاور نے کہا: "بیٹے! یہ سب تو ٹھیک ہے تم نے یہ باتیں طے کر لیں۔ اصولاً لڑکے والے آ کر شادی کی تاریخ مقرر کراتے ہیں۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ آج کسی وقت بھی سعید صاحب کا فون آئے گا۔ وہ ٹیلیفون کے ذریعے آپ سے تاریخ طے کر لیں گے۔ اس طرح آپ کی یہ رسم بھی ادا ہو جائے گی۔"

"لیکن سعید میاں تو دولہا ہیں۔ ان کا کوئی بزرگ ان کی طرف سے بات کرنے والا نہیں ہے؟ وہ خود ہم سے بات کریں گے تو کچھ عجیب سا لگے گا۔"

"آپ انکل براہِ راست سعید صاحب سے گفتگو نہ کریں۔ ان کا فون آئے گا تو شاہینہ بات کر لے گی اور شاہینہ کے ذریعے ان کی طرف سے معاملات طے ہو جائیں گے۔ اب تو آپ مطمئن ہیں؟"

اس بات کو سب نے تسلیم کر لیا میں تھوڑی دیر تک شاہینہ سے باتیں کرتا رہا۔ پھر اس سے اجازت لے کر اپنی جگہ واپس ہو گیا۔ اس وقت تک میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کر چکا تھا۔ رسونتی کے پاس ہسپتال جانے سے پہلے میں نے اس کی خیریت معلوم کی۔ وہ اس وقت سو رہی تھی۔ مجھے حیرانی ہوئی کہ کل رات سے مسلسل کیسے سو رہی ہے۔ میں نے ڈاکٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ جو نرس رات کو ڈیوٹی پر تھی اس نے بتایا تھا کہ رات کو پھر ایک بار رسونتی کی طبیعت بگڑ گئی تھی۔ اس نے وارڈ بوائے

اور نرس کو کافی پریشان کیا تھا۔ بعد میں اسے ایک انجکشن کے ذریعے سلا دیا گیا۔ وہ ابھی تک سو رہی ہے۔ ڈاکٹر کے اندازے کے مطابق اس انجکشن کا اثر زائل ہو رہا تھا۔ وہ بیدار ہونے والی تھی۔

میں سعید صاحب کی کوٹھی سے باہر آیا۔ وہاں میرے لیے ایک کار موجود تھی۔ ڈرائیور بھی تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی ایک سپاہی کے انداز میں الرٹ ہو کر سیلوٹ کیا۔ میں کار کے پچھلے دروازے کے پاس آیا۔ اس نے میرے لیے دروازے کو کھول دیا لیکن میں اندر جانے سے پہلے رک گیا۔ مجھے اچانک ہی جاوید اور ریحانہ کا خیال آ گیا تھا۔ وہ دونوں بہن بھائی اور جاوید کی بیوی آج دوپہر کے کھانے پر میرا انتظار کرنے والے تھے۔ پتا نہیں بے چاروں نے کھانے میں کیا کچھ اہتمام کیا ہوگا میں پریشان ہو کر سوچنے لگا کیا کروں؟ اگر ان کی دعوت کو ملتوی کرتا ہوں تو ان کا دل ٹوٹ جائے گا۔ ان کی حلال کی کمائی کے سلسلے میں ان کی ہمت افزائی کرنا چاہتا تھا میرے نہ جانے پر اس بات کی نفی ہو جاتی۔

میں کار میں بیٹھنے کے بجائے پلٹ کر واپس کوٹھی کی جانب چل دیا۔ میں نے جاوید کے دماغ میں جھانک کر اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا کہ اس کے گھر میں ٹیلیفون ہے یا نہیں۔ وہ بیچارا بنک کا ایک ملازم تھا۔ گھر پر ٹیلیفون نہیں تھا۔ البتہ اس کے محلے کے ایک جنرل اسٹور میں ٹیلیفون تھا۔ جاوید ضرورت پڑنے پر دفتر سے اس اسٹور پر فون کر کے اپنی بیوی اور ریحانہ سے بات کر لیتا تھا۔

میں نے ڈرائنگ روم میں ٹیلیفون کے پاس بیٹھ کر جاوید کے دماغ سے جنرل اسٹور کے ٹیلیفون کا نمبر معلوم کیا اور ریسیور اٹھا کر وہ نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری جانب سے فون ایک سیلز مین نے ریسیو کیا۔ میں نے کہا "آپ کی دکان کے قریب مکان نمبر چھتیس میں جاوید صاحب رہتے ہیں۔ میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ مہربانی فرما کر انہیں بلا سکتے ہیں؟"

سیلز مین نے ناگواری سے کہا "مسٹر! ہم یہاں دکانداری کرتے ہیں۔ پیغام رسانی نہیں کرتے ہمیں ڈسٹرب نہ کریں۔"

وہ ٹیلیفون کا ریسیور رکھنا ہی چاہتا تھا کہ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے ریسیور کریڈل پر رکھنے کے بجائے ایک طرف رکھ کر اپنے ایک ساتھی سے کہا "یار ذرا اس چھتیس نمبر کے مکان تک چلے جاؤ اور جاوید صاحب سے بولو۔ ان کا ٹیلیفون آیا ہے بات کر لیں۔"

اس روز اتوار کی چھٹی تھی۔ جاوید گھر ہی میں موجود تھا۔ اگر بنک میں ہوتا تو رابطہ قائم کرنے میں آسانی ہوتی۔ بہرحال تھوڑی دیر بعد جاوید کی آواز ٹیلیفون پر سنائی دی۔ میں نے کہا "ہیلو جاوید! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

جاوید نے خوش ہو کر کہا "بھائی جان! آپ نے ہمیں یاد رکھا۔ یہ ہمارے لیے کتنی خوش نصیبی کی بات ہے۔ ہم آپ کا انتظار کل رات سے ہی کر رہے ہیں۔ میری بیگم اور ریحانہ کا عجیب حال ہے۔ بس اٹھتے بیٹھتے آپ کا ذکر ہو رہا ہے۔ بار بار گھڑی دیکھی جا رہی ہے۔"

"میں جانتا ہوں تم تینوں سے مجھے بہت پیار سے بہت لگاؤ ہے۔ میں نے تمہیں یہ کہنے کے لیے بلایا ہے کہ تمہاری ہونے والی بھابی کی حالت بڑی ہی تشویشناک ہے۔ مجھے تمہارے ہاں آنے میں دیر ہو سکتی ہے لیکن میں ہر حال میں آؤں گا ضرور۔ اگر تم گھر میں یونہی بیٹھے ہو، کوئی کام نہیں ہے تو ہسپتال آ جاؤ وہیں باتیں ہوں گی۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا لیکن دماغی طور پر اس جنرل اسٹور میں موجود رہا۔ سیلز مین حیران، پریشان سوالیہ نظروں سے جاوید کو دیکھ رہا تھا۔ جاوید نے ریسیور رکھا۔ سیلز مین کا شکریہ ادا کیا اور دکان سے باہر چلا گیا۔ سیلز مین نے اپنے ساتھی سے پوچھا "یہ ہمارے دکان تک کیسے آ گیا۔ اسے کیسے پتا چلا کہ اس کا فون آیا ہے؟"

اس کے ساتھی نے کہا "تم عجیب احمق ہو۔ ابھی تم نے ہی تو کہا تھا کہ میں جاوید صاحب کو ان کے گھر سے بلا لاؤں۔ میں انہیں بلا لایا۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے، تم دیکھتے رہے ہو باتیں کرتا رہا۔ اب وہ چلا گیا ہے تو تم مجھ سے سوال کر رہے ہو کیا تمہارے دماغ کا کوئی پیچ ڈھیلا پڑ گیا ہے؟"

میں مسکراتے ہوئے اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر کوٹھی کے باہر پہنچا۔ پھر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ڈرائیور کو ہسپتال چلنے کے لیے کہا۔ نیند ویسے ہی یہاں آنے کے بعد میں نے اپنے تمام لوگوں سے رابطہ قائم کیا تھا۔ صرف سامی عرف اعلیٰ بی بی کو نظر انداز کر رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مجھ سے کترا رہی تھی اور میں اسے چھیڑنا چاہتا تھا۔ رومانٹک انداز میں چھیڑنے کے لیے ذرا وقت کی ضرورت ہوتی ہے اور موڈ بھی اچھا ہونا ضروری ہے۔ میرے حالات اچھے نہیں تھے۔ میں اس انتظار میں تھا کہ رستمی کے متعلق کوئی اطمینان بخش رپورٹ مل جائے تو پھر اعلیٰ بی بی کی طرف رُخ کروں۔

گاڑی ہسپتال کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ میں پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکلا تو سامنے ہی وہ نرس کھڑی تھی جس کی ڈیوٹی رات کو تھی۔ اب وہ آرام کرنے کے لیے اپنے کوارٹر کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی مسکرا کر سلام کیا۔ اس کے آس پاس ایک بوڑھا شخص، ایک نہایت ہی حسین و جمیل لڑکی اور دو خوبرو نوجوان نظر آ رہے تھے۔ وہ سب خوش لباس بھی تھے اور خوش مزاج بھی لگ رہے تھے۔ نرس نے ان سے کہا "ڈاکٹر یہی مسٹر فرہاد ہیں۔" پھر نرس نے مجھے مخاطب کیا "مسٹر فرہاد! یہ ڈاکٹر

فاروقی ہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ لڑکی اور اس کے دونوں بھائی تیر کی طرح میرے پاس آئے۔ مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ لڑکی نے میرے دائیں ہاتھ کو تھام کر اپنی طرف کھینچا۔ پھر اپنے دائیں ہاتھ کو میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے گویا کہ جبراً مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرا نام سونیا ہے۔ میرے پیدائشی نام کو چھوڑیے۔ آپ کو یہ نام بہت پسند ہے نا؟ اس لیے میں نے یہ نام رکھا ہوا ہے۔ میں بھی سونیا کی طرح جوڈو کراٹے سیکھ رہی ہوں۔ ابھی بی بی لے کی طالبہ ہوں۔ ہاکی کی بہترین کھلاڑی ہوں کبھی کبھی کھیلتے کھیلتے ہاکی چلانے لگتی ہوں۔ آپ کو ایسی لڑکیاں بہت پسند ہیں نا؟"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا۔ اس نے خود ہی جواب دیا۔ "بالکل پسند ہیں۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ میں آپ کے بارے میں اسٹڈی کرتی رہی ہوں۔ وہ جو آپ کی بہن کا دیور منصور ہے نا۔ وہ میرا فرینڈ ہے۔ وہ مجھے آپ کے بارے میں بہت سی باتیں بتاتا رہتا ہے۔ آخر وہ آپ کا رشتے دار ہے۔ جو بھی کہتا ہوگا آپ کے بارے میں سچ کہتا ہوگا کیوں ٹھیک ہے نا؟"

میں نے پھر کچھ جواب میں کہنا چاہا۔ اس نے فوراً کہا۔ "منصور کو جانے دیجیے میری بات سنیے میرا وزن ایک من بیس سیر ہے۔ قد پانچ فٹ چھ انچ ہے۔ سونیا کا قد کیا ہے؟"

میں نے نظریں جھکا کر زمین کی طرف اس کے قدموں کو دیکھا، بے اختیار اس کی نظریں بھی جھک گئیں۔ پھر میں نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ اس کا سر بھی اوپر اٹھ گیا۔ وہ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "یہ آپ نیچے اوپر کیا دیکھ رہے ہیں؟"

"تم کچھ بولنے کا موقع دو تو میں جواب بھی دوں۔"

"ہاں ہاں، میں کیا بول رہی ہوں۔ بھئی میں نے تو اپنا تعارف کرایا ہے۔ مجھے زیادہ بولنے کی عادت نہیں ہے۔ پاپا اکثر کہتے ہیں، بے بی، تم چپ چپ کیوں رہتی ہو۔ باتی دی تے، اس کا مطلب کیا ہوا۔ پہلے آپ نے زمین کی طرف دیکھا۔ پھر آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ جبکہ میں نے آپ سے سونیا کا قد پوچھا تھا؟"

میں نے زمین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "سونیا کے پاؤں زمین پر ہوتے ہیں اور سر....."

میں نے بات ادھوری چھوڑ کر سر اٹھایا اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کا سر بھی اٹھ گیا۔ وہ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "کیا مطلب ہے؟"

"مطلب یہ کہ آج تک کوئی اس کے قد کی بلندی کو ناپ نہیں سکا۔"

اس کے بھائی نے ہاتھ بڑھا کر کہا "فرہاد صاحب! ہم سے بھی تو تعارف ہو جائے۔"

"اگر تمہاری بہن میرا ہاتھ چھوڑے تو میں تم سے مصافحہ کروں۔"

خود کو سونیا کہنے والی نے میرا ہاتھ فوراً ہی چھوڑ دیا۔ میں نے اس کے بھائیوں سے مصافحہ کیا۔ وہ اپنا تعارف کرانے لگے۔ میں نے اس لڑکی کے دماغ میں جھانک کر معلوم کیا۔ اس کی پیدائشی نام تہمینہ تھا اور میرے اور سونیا کے متعلق معلومات حاصل کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ اب بات مشغلے سے بڑھ کر یہاں تک آ پہنچی تھی کہ وہ خود سونیا بننے کے خواب دیکھنے لگی تھی۔ اسی لیے اس نے خود کو سونیا کہنا شروع کر دیا تھا۔ اور گھر والوں کو مجبور کرتی رہتی تھی کہ وہ اسے سونیا کہہ کر مخاطب کیا کریں۔ وہ اپنے کالج اور احباب میں بھی اسی نام سے پکاری جاتی تھی۔ کوئی اسے تہمینہ کہہ دیتا تھا تو اس سے لڑنے جھگڑنے لگتی تھی اور اس کی دشمن بن جاتی تھی۔

ڈاکٹر فاروقی نے آگے بڑھ کر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "مسٹر فرہاد! میں اچھی طرح جانتا ہوں میرے بچے مجھ آپ سے ملنے کی فرصت ہی نہیں دیں گے اس لیے خود آ گیا ہوں۔ صبح یہاں آتے ہی مل نے آپ کی والف کا معائنہ کیا ہے۔ میرے خیال میں....."

تہمینہ نے فوراً ہی اپنے باپ کی بات کاٹ کر کہا "پاپا کے خیال میں آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ابھی ہم رسونتی صاحبہ کو اپنے پاپا کے ہسپتال میں لے جائیں گے پھر تو بڑا مزا آئے گا۔"

میں نے تحمل سے کہا "تہمینہ! ذرا خاموش ہو جاؤ۔ مجھے اپنی والف کے متعلق خود ہی بات کرنے دو۔"

"بھلا آپ پاپا سے کیا باتیں کریں گے؟ ان سے کیا پوچھیں گے؟ جو پوچھنا ہے مجھ سے پوچھیے۔ میں رسونتی صاحبہ کا پورا کیس تفصیل سے بیان کر دوں گی۔"

میں اچانک ہی تہمینہ کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ چپ ہو کر ایک دم مڑی اور ہسپتال کے لان کی طرف چل دی۔ لان میں پھولوں کے گملے لائن سے رکھے ہوئے تھے تمام گملوں میں طرح طرح کے پھولوں کے پودے لگے تھے۔ ایک گملا خالی پڑا تھا۔ وہ جا کر اس گملے پر بیٹھ گئی۔ اس کے بھائیوں نے حیرانی سے پوچھا "اسے یہ ہماری سونیا گملے پر جا کر کیوں بیٹھ گئی ہے؟"

چونکہ میں اس کے دماغ پر پوری طرح قابض تھا اس لیے اس نے وہیں سے چیخ کر کہا "پاپا! آپ لوگ میری فکر نہ کریں میں یہاں آرام سے بیٹھی ہوں۔ اس گملے کی گیلی گیلی مٹی بڑی ٹھنڈک پہنچا رہی ہے۔ آپ مسٹر فرہاد کو تفصیلی رپورٹ سنا دیں۔"

ڈاکٹر فاروقی نے اپنی بیٹی کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہت شریر ہے، بہت پریشان کرتی ہے۔ ہاں تو مسٹر فرہاد میں نے آپ

کی وائف کا اچھی طرح معائنہ کیا ہے۔ یہاں کے ڈاکٹر وسیم درانی کی رپورٹ پڑھی ہے۔ میں بھی ڈاکٹر وسیم درانی کے خیال سے متفق ہوں کہ بلڈ کینسر کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔ مادام کے بدن کا تمام خون تبدیل کرنا ہوگا۔"

تہمینہ نے اپنی جگہ سے چیخ کر پوچھا: "پاپا! کیا یہاں خون تبدیل کرنے کے انتظامات ہو سکتے ہیں؟"

ڈاکٹر فاروقی نے سر ہلا کر کہا: "یہ تو ہو سکتا ہے لیکن مادام رسونتی کے خون کا گروپ 'او نیگیٹو' ہے اور یہ بڑا ہی نایاب ہوتا ہے۔ یہاں ہماری مطلوبہ مقدار میں دستیاب نہیں ہوگا۔"

تہمینہ نے گملے پر بیٹھے بیٹھے کہا: "آپ فکر نہ کریں میں شام تک بیرونی ممالک سے مطلوبہ مقدار میں یہ خون منگوا لوں گا۔"

ڈاکٹر فاروقی نے سر ہلاتے ہوئے کہا: "بے شک آپ ایسا کر سکتے ہیں مجھے یقین نہیں تھا۔ یہ بچے آپ کی تعریفیں کرتے تھے تو میں آپ کو قصہ کہانی کا کردار سمجھتا تھا۔ ابھی یہاں ہسپتال آ کر پتا چلا کہ آپ کے لیے آئی، ایم، ایف کا فلائنگ ہسپتال یہاں پہنچ رہا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جس چیز کا مطالبہ کریں وہ پورا ہو جاتا ہے۔ اور دنیا کے کسی بھی خطے سے وہ آپ کے لیے پیش کر دی جاتی ہے۔"

تہمینہ نے کہا: "دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کی بات کیا کر رہے ہیں؟ فرہاد صاحب تو اس گملے تک بھی پہنچے ہوئے ہیں۔"

ڈاکٹر فاروقی نے بے خیالی میں سر ہلایا۔ پھر چونک کر کہا: "اسے میں اتنی دیر سے آپ سے گفتگو کر رہا ہوں اور بہت ہی دھیمے لہجے میں بول رہا ہوں لیکن تہمینہ اتنی دور بیٹھی کیسے سن رہی ہے اور آپ کی طرح وہی سارے سوال جواب کر رہی ہے؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "یہی ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔ آپ اپنی شریر بیٹی سے خیریت پوچھیں میں اپنی بیوی سے ملنے جا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں تیزی سے ہسپتال کے اندر چلا گیا۔ مختلف کاریڈورز سے گزرتا ہوا میں رسونتی کے کمرے کے سامنے پہنچا۔ وہاں دو ادھیڑ عمر شخص کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سعید صاحب اور دوسرے اعلیٰ افسران نے ہسپتال کے باہر اور اندر سادہ لباس والے مقرر کر دیے تھے۔ ان میں سے کچھ مجھے اچھی طرح پہچانتے تھے۔ وہ ایک سادہ لباس والے نے مجھے دیکھتے ہی سلام کیا۔ میں اسے جواب دے کر کمرے میں داخل ہو گیا۔ رسونتی چپ چاپ بستر پر لیٹی چھت کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر وسیم درانی نے میری طرف بڑھتے ہوئے کہا: "ابھی تو یہ پُرسکون ہیں، لیکن حالت بہت ہی تشویشناک ہوتی جا رہی ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ آئی، ایم، ایف کا فلائنگ ہسپتال یہاں پہنچ رہا ہے۔ اس میں ایٹلی جنس کے ایک صاحب سے کہا: "میرے ساتھ یہ مسٹر جاوید رہیں گے۔ یہ فلائنگ ہسپتال تک تو نہیں جائیں گے لیکن یہ میری غیر موجودگی میں ایئر پورٹ کے ڈی، آئی، پی روم میں میرا انتظار کریں گے۔ آپ لوگ اس کا انتظام کر دیں کہ ان کے لیے ڈی آئی، پی روم کھول دیا جائے۔"

ان میں سے ایک شخص اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کے لیے دوسری طرف چلا گیا۔ اتنے میں سعید صاحب آ گئے۔ انھوں نے آتے ہی رسونتی کی خیریت معلوم کی۔ کہا: "میں جب بھی بھابی کے متعلق سوچتا ہوں تو دل سے دعائیں نکلنے لگتی ہیں۔"

"آپ دعائیں کر رہے ہیں۔ میں آپ کے لیے دوا کر چکا ہوں۔ تہمینہ اور اس کے سسرال والوں سے بات ہو چکی ہے۔ وہ لوگ آپ کے فون کا انتظار کر رہے۔ آپ سے شاہینہ فون پر گفتگو کرے گی۔ آپ آئندہ جمعہ کو نکاح کی تاریخ مقرر کر لیں۔"

انھوں نے تعجب سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا: "کمال ہے۔ یہاں بھابی کی حالت اتنی نازک ہے تم پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہو اور میری شادی کی بات کر رہے ہو۔"

جاوید نے کہا: "یہی تو میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بھائی جان کا کتنا حوصلہ ہے۔ ادھر آپ کی شادی کی باتیں کر رہے ہیں۔ اُدھر دوپہر کو میرے ہاں کھانے کی دعوت قبول کی ہے!"

"دنیا کے کام کبھی نہیں رکتے ہیں اگر دوپہر کو نہ کھاؤں تو کیا شام کو بھی بھوکا رہوں گا۔ شام کو نہ کھاؤں تو کیا کل بھی بھوکا رہوں گا۔ سعید صاحب! آج شادی کی تاریخ مقرر نہ کریں۔ کل تو کریں گے۔ ایک سال بعد تو کریں گے۔ جب کام رکتا نہیں ہے تو اسے آج روکنا کون

کے لیے گھر چلی گئی ہے۔"

اسی وقت میری نظر جاوید پر پڑی۔ وہ ہسپتال کے باہر کھڑا ہوا تھا میں نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس سے مصافحہ کر کے اسے بتایا کہ رسونتی کی حالت بے حد تشویشناک ہے: ابھی ہم اسے یہاں سے لے جانے والے ہیں۔

جاوید نے کہا: "بھائی جان! آپ بھابی کی وجہ سے بہت پریشان ہیں لیکن مرتا اس دعوت کو منسوخ نہیں کر رہے ہیں میرا مشورہ ہے کہ آپ اپنی توجہ صرف بھابی پر مرکوز رکھیں۔ دعوت بعد میں ہوتی رہے گی۔"

میں نے مسکرا کر اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا: "پریشانیوں میں انسان وقت پر کھا نہیں سکتا لیکن جب بھی وقت ملتا ہے کھانا ضرور ہے۔ ممکن ہے میں وقت پر تمھارے گھر نہ پہنچ سکوں۔ لیکن میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ پہنچوں گا ضرور اور اب تو تم میرے ساتھ ہی ہو۔"

پھر میں نے ایٹلی جنس کے ایک صاحب سے کہا: "میرے ساتھ یہ مسٹر جاوید رہیں گے۔ یہ فلائنگ ہسپتال تک تو نہیں جائیں گے لیکن یہ میری غیر موجودگی میں ایئر پورٹ کے ڈی، آئی، پی روم میں میرا انتظار کریں گے۔ آپ لوگ اس کا انتظام کر دیں کہ ان کے لیے ڈی آئی، پی روم کھول دیا جائے۔"

ان میں سے ایک شخص اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کے لیے دوسری طرف چلا گیا۔ اتنے میں سعید صاحب آ گئے۔ انھوں نے آتے ہی رسونتی کی خیریت معلوم کی۔ کہا: "میں جب بھی بھابی کے متعلق سوچتا ہوں تو دل سے دعائیں نکلنے لگتی ہیں۔"

"آپ دعائیں کر رہے ہیں۔ میں آپ کے لیے دوا کر چکا ہوں۔ تہمینہ اور اس کے سسرال والوں سے بات ہو چکی ہے۔ وہ لوگ آپ کے فون کا انتظار کر رہے۔ آپ سے شاہینہ فون پر گفتگو کرے گی۔ آپ آئندہ جمعہ کو نکاح کی تاریخ مقرر کر لیں۔"

انھوں نے تعجب سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا: "کمال ہے۔ یہاں بھابی کی حالت اتنی نازک ہے تم پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہو اور میری شادی کی بات کر رہے ہو۔"

جاوید نے کہا: "یہی تو میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بھائی جان کا کتنا حوصلہ ہے۔ ادھر آپ کی شادی کی باتیں کر رہے ہیں۔ اُدھر دوپہر کو میرے ہاں کھانے کی دعوت قبول کی ہے!"

"دنیا کے کام کبھی نہیں رکتے ہیں اگر دوپہر کو نہ کھاؤں تو کیا شام کو بھی بھوکا رہوں گا۔ شام کو نہ کھاؤں تو کیا کل بھی بھوکا رہوں گا۔ سعید صاحب! آج شادی کی تاریخ مقرر نہ کریں۔ کل تو کریں گے۔ ایک سال بعد تو کریں گے۔ جب کام رکتا نہیں ہے تو اسے آج روکنا کون سی دانشمندی ہے۔"

اسی وقت مجھے رسونتی کی چیخ سنائی دی۔ اس کا کمرہ وہاں سے بہت دور تھا۔ اس لیے چیخ کی آواز ہلکی سی تھی۔ میں نے فوراً اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ ایک نرس اور دو وارڈ بوائے اسے پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ انھیں نوچ کھسوٹ رہی تھی۔ پاگلوں کی طرح اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اپنے بال نوچ رہی تھی۔ اپنے کپڑے پھاڑ رہی تھی۔

میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا: "آیئے، رسونتی پر پھر دورہ پڑا ہے۔"

سعید صاحب اور جاوید تقریباً بھاگتے ہوئے میرے ساتھ اس کمرے میں پہنچے۔ ڈاکٹر وسیم درانی ہم سے پہلے پہنچ گئے تھے۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر اس کی حالت معلوم کرنے کی کوشش کی میں نفظوں میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس کی ذہنی حالت کیا تھی۔ عجیب انتشار تھا۔ کوئی سوچ اپنی جگہ نہیں تھی۔ میں نے اس کے تحت الشعور میں جھانک کر دیکھا تو پتا چلا اس کے تحت الشعور میں کسی طرح یہ خیال جم گیا ہے کہ اس کی کھوپڑی میں بہت سے زہریلے سانپ رینگ رہے ہیں۔ جو اُسے بار بار ڈس رہے ہیں۔ ان کا زہر اس کی رگوں میں سرایت کرتا جا رہا ہے۔

ہسپتال کے لوگوں نے اسے بستر پر لٹا کے اس کے ہاتھ پیر پلنگ سے باندھ دیے۔ ڈاکٹر نے کہا: "ہم بار بار تہ تو بیہوشی کی دوا دے سکتے ہیں نہ انجکشن لگا سکتے ہیں۔ اس وقت یوں بھی مناسب نہیں ہے۔ فلائنگ ہسپتال کے ڈاکٹر یہاں پہنچنے والے ہیں۔ وہ اپنے طور پر ان کا معائنہ کریں گے۔ اس لیے ان کا ہوش میں رہنا ضروری ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اطلاع ملی کہ ڈاکٹر آ پہنچے ہیں۔ ڈاکٹر وسیم درانی نے سب سے کہا: "آپ لوگ کمرے سے باہر جائیں۔ کوئی بھی غیر ضروری آدمی یہاں نہ رہے۔"

میں سعید صاحب اور جاوید کے ساتھ باہر آ گیا۔ ہماری موجودگی وہاں غیر ضروری تھی۔ دو انگریز ڈاکٹر ایک نرس اور ایک اسسٹنٹ کے ساتھ وہاں پہنچ گئے تھے۔ انھیں رسونتی کے کمرے میں پہنچایا گیا۔ میں ڈاکٹر وسیم درانی کے دماغ میں پہنچ کر ان کی باتیں سننے لگا۔ وہ رسونتی کے متعلق سوالات کر رہے تھے اور ان کی تیار کی ہوئی رپورٹ کی اسٹڈی بھی کرتے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا تعلق امریکہ سے تھا اور دوسرے کا جرمنی سے۔ امریکی ڈاکٹر رسونتی کا معائنہ کرنے لگا جرمن ڈاکٹر نے رسونتی کے سر کے اطراف آلات لگائے اور گراف اسکرین پر اس کی حالت کا جائزہ لینے لگا۔ امریکی ڈاکٹر نے چونک کر وسیم درانی سے پوچھا: "وہ مسٹر فرہاد علی تیمور کہاں ہیں؟ ہم نے ان کے متعلق

بہت کچھ سُنا ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ دماغ کی تہہ میں پہنچ جاتے ہیں۔"

اس کی باتوں کے دوران میں کمرے کے اندر پہنچ گیا۔ میں نے کہا: "میں حاضر ہوں۔ فرمائیے۔ آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" میں نے دونوں ڈاکٹروں سے مصافحہ کیا۔

نرس نے بھی آگے بڑھ کر مجھے مسکراتے ہوئے دیکھا اور کہا۔ "میں آپ کے متعلق بہت کچھ سُن چکی ہوں۔"

میں نے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے ڈاکٹروں سے کہا۔ "آپ لوگ اسکرین گراف لائن کو دیکھتے رہیں۔ میں اُدھر دیکھے بغیر اپنی وائف کے دماغ میں جھانک کر جو معلومات حاصل کروں گا۔ اسے بیان کرتا جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں دوسری طرف گھوم گیا اور رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر کمنٹری کرنے لگا۔ اس کی دماغی حالت کے نشیب و فراز کے بارے میں بتانے لگا۔ میں نے کہا: "اگرچہ اس کی کوئی سوچ اپنی جگہ مکمل نہیں ہے لیکن دماغ کے تہہ خانے میں ایک احساس زندہ ہے وہ اپنے اندر زہر کو محسوس کر رہی ہے۔"

میں کہتے کہتے رک گیا۔ مجھے اپنے دونوں شانوں پر دو ہاتھ محسوس ہوئے تھے۔ میں نے دائیں بائیں سر گھما کر دیکھا۔ ایک شانے پر امریکی ڈاکٹر کا ہاتھ تھا اور دوسرے شانے پر جرمن ڈاکٹر کا اور نرس سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ سب بڑی عقیدت سے مسکرا رہے تھے۔ دونوں ڈاکٹر قدرے حیران حیران تعریفی نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کہا: "کمال ہے۔ آپ تو بالکل اکبر مہ نشین ہیں۔ دماغ کی تہہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ آپ نے ہمارے لیے بہت سی آسانیاں فراہم کر دی ہیں۔ ڈاکٹر وسیم ورآنی کی مکمل رپورٹ اور آپ کی ٹیلی پیتھی کی گواہی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مادام کے خون میں زہریلے جراثیم ہیں۔ ان کے جسم کا تمام خون تبدیل کر دیا جائے تو کچھ بات بن سکتی ہے۔ ہم فوری طور پر لیا کرنے کے لیے مادام کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔"

تقریباً بیتالیس منٹ بعد رسونتی فلائنگ ہسپتال کے ایک آرام دہ بستر پر لیٹی تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں اسی طرح بندھے ہوئے تھے کیونکہ وہ اب بھی اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کر رہی تھی اور وہ رہ رہ کر چیخنے چلانے لگتی تھی۔ سعید صاحب اور جاوید وی آئی پی روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں تنہا ہسپتال میں آیا تھا۔ کسی اور کو اس ہسپتال میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ میں نے زندگی میں پہلی بار ایک ایسا ہسپتال دیکھا تھا جو زمین اور آسمان کے درمیان معلق رہتا تھا اور وہاں تمام امراض کی دوائیں اور ماہرین ڈاکٹر موجود رہتے تھے۔ اس وقت وہ طیارہ کارنر زن دے پر کھڑا ہوا تھا۔ رسونتی کو فوری طور پر ضروری طبی امداد دینے اور اس کا ردِعمل معلوم ہونے کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا جا سکتا تھا کہ اس کا مکمل علاج یہیں ہو سکے گا یا اسے کہیں اور لے جانا پڑے گا۔

تقریباً ایک بجے تبدیلیٔ خون کا عمل شروع ہوا۔ مجھے ایک میز کے پاس کاغذ اور قلم دے کر بٹھا دیا گیا۔ وہ گراف اسکرین سے رسونتی کی دماغی حالت معلوم کر رہے تھے اور میں نقطوں میں اس کی تشریح کر رہا تھا۔ اس طرح ڈاکٹروں کو بڑی مدد مل رہی تھی۔

میں نے ایک گھنٹے بعد محسوس کیا جیسے جیسے رسونتی کے بدن میں نیا خون پہنچ رہا ہے۔ اس کی دماغی حالت بہتر ہوتی جا رہی تھی۔ اب وہ بڑی حد تک پُرسکون ہو گئی تھی اور یہی بات ہمارے لیے باعثِ اطمینان تھی۔

شام کے پانچ بجے میں فلائنگ ہسپتال سے باہر آیا۔ دونوں ڈاکٹر میرے ساتھ تھے۔ رسونتی گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے ڈاکٹروں سے کہا: "میں وقتاً فوقتاً آپ دونوں کے دماغ سے رسونتی کی دماغی حالت معلوم کرتا رہوں گا۔"

پھر میں نے باری باری ایک ایک کے دماغ میں پہنچ کر انھیں بتایا کہ ان کے دماغ میری سوچ کی لہروں کو کس طرح محسوس کریں گے۔ انھوں نے بڑی دلچسپی سے اس عمل کو محسوس کیا اور خوش ہو کر بولے: "ٹھیک ہے۔ ہم تمھارے منتظر رہیں گے۔"

میں ان سے رخصت ہو کر ائیر پورٹ کے وی آئی پی روم میں آیا۔ بے چارے سعید صاحب اور جاوید دونوں میرے انتظار کی کوفت سے دوچار تھے۔ میں نے ان سے معذرت چاہی۔ انھوں نے کہا: "آپ کیسی غیروں جیسی باتیں کر رہے ہیں بھابی کی حالت جب تک نہیں سنبھلے گی ہم دن رات یہاں بیٹھے رہیں گے۔"

"رسونتی کی حالت کافی سنبھل گئی ہے۔ اُمید ہے وہ جلد ہی صحت یاب ہو جائے گی۔"

دونوں نے خوش ہو کر مجھے مبارک باد دی۔ میں نے سعید صاحب سے کہا: "آئیے، اب جاوید کے ہاں چل کر کھانا کھاتے ہیں۔"

سعید صاحب نے کہا: "تمھیں معلوم ہے، میں صبح سے اپنی ڈیوٹی پر نہیں ہوں۔ میرا جانا بہت ضروری ہے۔ جاوید کے ہاں کھانا پھر کسی دن کھا لوں گا۔"

وہ چلے گئے، اپنی کار میرے لیے چھوڑ گئے۔ میں نے ڈرائیور کو چھٹی دے دی۔ جاوید کو اپنے ساتھ بٹھایا اور ڈرائیو کرتا ہوا اس کے مکان کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ ایک بہت ہی پسندیدہ علاقہ تھا۔ قیمتی کار دیکھ کر بہت سی عورتیں اپنے گھروں سے جھانکنے لگیں۔ بچے شور مچاتے ہوئے کار کے پاس آ گئے۔ جاوید نے کار سے اُتر کر دروازے پر دستک دی تو جواب نہیں ملا۔ وہ دوسری بار دستک دینا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے کہا: "ٹھہرو۔ میں معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے ریحانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو بے اختیار ہو کر کار سے باہر آ گیا۔ میرا دل ان کے لیے عقیدت و احترام کے جذبات سے بھر گیا۔ ریحانہ اور اس کی بھابی دونوں نماز پڑھنے کے بعد رسونتی کی صحت یابی کے لیے گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہی تھیں۔ میں نے جاوید کو ان کے بارے میں بتا کر کہا: "جاوید! میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑی دنیا دیکھی ہے۔ میں چاہوں تو ساری دنیا کی دولت سمیٹ سکتا ہوں لیکن وہ بے لوث محبت، خلوص اور چاہت جو اس وقت ریحانہ اور تمھاری بیوی کے مقدس جذبوں نے مجھے بخشا ہے، کہیں نہیں پا سکوں گا۔"

ان کے جائے نماز سے اٹھنے کے بعد میں نے دروازے پر دستک دی۔ ذرا دیر بعد ہی دروازہ کھل گیا۔ دونوں نے مجھے دیکھتے ہی سلام کر کے پوچھا: "بھابی کیسی ہیں؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "تم دونوں اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگو اور وہ قبول نہ ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ اس وقت بخیریت ہے اور اُمید ہے کہ جلد ہی مکمل صحت حاصل کر لے گی۔" میں نے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا: "مجھے دیر تو ہو گئی ہے مگر وعدے کے مطابق میں آ ضرور گیا ہوں۔"

ریحانہ نے کہا: "بھائی جان کہہ رہے تھے کہ آپ میز کرسی پر کھانے کے عادی ہوں گے اس لیے اپنے ایک پڑوسی کے ہاں سے بڑی سی میز اور کرسیاں منگوا لی جائیں۔ میں نے کہہ دیا۔ مگر نہیں، میرے فرہاد بھائی جان ہمارے ساتھ فرش پر بیٹھ کر بھی کھانا کھا لیں گے۔"

"تم نے بالکل درست کہا لیکن دیکھو۔ آئندہ مجھے فرہاد بھائی جان نہیں بڑے بھائی جان کہنا۔"

بھابی نے پوچھا: "اور میں کیا کہوں؟"

میں نے کہا: "اتنی بڑی دنیا میں کوئی بھائی نہیں تھا۔ اب جاوید مل گیا ہے تو اس کے رشتے سے ایک بھابی بھی مل گئی ہے لہٰذا تم سے مذاق کا رشتہ رہے گا۔"

ہم ہنستے بولتے ایک بڑے سے کمرے میں آ گئے۔ میں اور جاوید کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ بھابی اور ریحانہ فرش پر دری بچھا کر باورچی خانے میں چلی گئیں۔ میں نے جاوید سے کہا: "تھوڑی دیر خاموش رہنا۔ میں ابھی رسونتی کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

وہ بے خبر سو رہی تھی۔ دماغ کی کائنات میں کسی طوفان کے آثار نہیں تھے۔ سوچ کا دریا سکون سے بہہ رہا تھا۔ اور وہ نہایت سکون سے سو رہی تھی۔

میں نے امریکی ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا تو اس نے چونک کر پوچھا۔ کیا میں یقین کر لوں کہ مسٹر فرہاد میرے دماغ میں موجود ہیں اور مجھے مخاطب کر رہے ہیں؟"

"جی ہاں، آپ یقین کر لیں۔ میں نے رسونتی کی دماغی حالت معلوم کی ہے۔ وہ بہت پُرسکون ہے۔ اس کی سوچ کی لہریں بتا رہی ہیں کہ آئندہ پریشانی کے آثار نہیں ہیں لیکن دماغ کے تہہ خانے میں ایک انجانہ سا خوف ہے ایک اندیشہ ہے۔ زہر کی ذرہ برابر مقدار دماغ میں کہیں چھپ رہی ہے۔"

امریکی ڈاکٹر نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ایسا ہو سکتا ہے۔ ہم نے تمام خون تبدیل کر دیا ہے۔ مگر تبدیلی کے عمل کے دوران پچھلے زہریلے خون کا کچھ تو اثر موجودہ خون میں آیا ہو گا۔ اب اس خون کو بھی اس وقت تبدیل کرنا ہو گا جب اس میں زہریلے جراثیم پرورش پانے لگیں گے۔ ہم پہلے ان جراثیم کو دواؤں کے ذریعے مارنے کی کوشش کریں گے۔ ناکامی کی صورت میں دوبارہ خون تبدیل کرنا ہو گا۔"

میں نے تھوڑی دیر تک ڈاکٹر سے باتیں کیں۔ پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ہمارے سامنے فرش پر دسترخوان بچھانے کے بعد کھانا چُن دیا گیا تھا۔ بڑی اچھی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ ایک عرصے کے بعد نہایت اہتمام کے ساتھ پکایا ہوا پاکستانی کھانا نصیب ہو رہا تھا۔ میں ہاتھ دھو کر بیٹھ گیا۔ ریحانہ اور بھابی میزبانی کے فرائض انجام دینا چاہتی تھیں لیکن میں نے انھیں بھی جبراً بٹھا لیا۔ ہم کھانے کے دوران گھر کے افراد کی طرح گھل مل کر باتیں کرتے رہے۔ بہت عرصے کے بعد مجھے یہ گھریلو ماحول نصیب ہوا تھا۔ کھانا بھی عمدہ اور لذیذ تھا۔ دلچسپ باتوں اور بے تکلفانہ ماحول میں خوب مزے لے لے کر کھانا کھایا جا رہا تھا کہ دروازے پر دستک سنائی دی۔

جاوید نے اٹھتے ہوئے کہا: "میں جا کر دیکھتا ہوں۔ کوئی پڑوسن ہو گی۔"

وہ اٹھ کر چلا گیا۔ ہم کھانے میں مصروف رہے۔ ذرا دیر بعد ہی وہ دوڑتا ہوا آیا اور خوش ہو کر بولا: "بھائی جان! ہماری سونیا بھابی آئی ہیں۔"

یہ سنتے ہی ریحانہ اور بھابی اچھل کر کھڑی ہو گئیں۔ میں بھی چونک گیا۔ دوسرے ہی لمحے خیال آیا کہ بھلا سونیا یہاں کیسے آ سکتی ہے۔ یہ وہی تہمینہ ہو گی۔"

تہمینہ ہمارے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی تھی۔ ریحانہ اور بھابی اسے گلے لگانے کے لیے آگے بڑھنا چاہتی تھیں۔ میں نے انھیں روکتے ہوئے کہا: "یہ تمھاری بھابی نہیں ہے۔ یہ بناسپتی سونیا ہے۔"

تہمینہ نے مجھے گھور کر دیکھا اور دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے کہا: "تم نے میری بے عزتی کی ہے۔ گملے کی گیلی مٹی پر بٹھا دیا۔ ہسپتال کے لوگ میرے پیچھے دیکھ دیکھ کر ہنستے تھے۔ میں گھر جا کر

کپڑے بدل کر آئی تو بتایا چلو تم رسونتی کو لے کر ایئرپورٹ گئے ہو۔ ایئرپورٹ کی طرف گئی تو کوئی گھاس نہیں ڈالتا تھا۔ آگے جانے ہی نہیں دیتا تھا۔ تم سے ملنے کی اجازت نہیں ملتی تھی میں تمہارا انتظار کرنے لگی۔ شام کے پانچ بجے تم نظر آئے تو میں نے تمہاری گاڑی کا پیچھا کیا جو یہاں گلی میں کھڑی ہوئی ہے۔ میرے پاس موٹر سائیکل تھی۔ سوچا جب تم اپنے مہمان کو گھر پہنچا کر واپس ہونے لگو گے تو تمہارا سامنا کروں گی۔ مگر تم تو یہاں آکر بیٹھ ہی گئے۔ اب دیکھ رہی ہوں کہ بڑے مزے سے کھانا کھائے ہے ہو اور میں صبح سے بھوکی ہوں۔ تمہیں کچھ تو میرا خیال کرنا چاہیے۔"

یہ کہتے ہی وہ میرے پاس جوتوں سمیت پلتھی مار کر بیٹھ گئی۔ ایک پلیٹ اپنی طرف کھسکائی اور کھانا نکالنے لگی۔ میں حیران ہو کر اسے دیکھ رہا تھا لیکن کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ اس لیے کہ وہ بولنے کا موقع ہی نہیں دیتی تھی۔ اس کی ٹرٹر جاری تھی۔ وہ ریحانہ اور بھابی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی: "سنو تم ہی انصاف سے کہو۔ کوئی دن بھر بھوکا رہے تو اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اسے اس کے منہ سے تو آواز بھی نہیں نکلتی۔ یہ تو میرا ہی حوصلہ ہے کہ بول رہی ہوں۔ حالانکہ مجھے بولنے کی عادت نہیں ہے اور ہاں....."

ہاں کہتے وقت اس کا منہ جیسے ہی کھلا، میں نے اپنے ہاتھ کا لقمہ اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ اس کی آواز بند ہو گئی۔ دیدے پھیل گئے۔ اس نے حیرانی سے میری طرف دیکھا پھر جلدی سے لقمہ چباتے ہوئے خوش ہو کر بولی: "میری آرزو تھی کہ فرہاد علی تیمور کے ہاتھ سے کھانا کھاؤں۔ یہ آرزو بھی پوری ہو گئی۔ دراصل یہ مجھے بہت چاہتے ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اپنے پیچھے دوڑاتے رہتے ہیں۔ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میں سونیا کی طرح ان کے پاس پہنچ سکتی ہوں یا نہیں۔"

میں نے ایک ہاتھ سے اپنا سر تھام لیا۔ میں اس سے دور رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ میرے قریب آنے کی مجنونانہ کوششیں کر رہی تھی۔ دور رہنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ کوئی بدصورت یا ایسی ہی کوئی معمولی لڑکی تھی نہیں، یقیناً وہ بے حد خوبصورت تھی۔ ناک نقشہ بڑا ہی دلکش تھا۔ آنکھیں اتنی بڑی اور اتنی گہری تھیں کہ میں تفریح کے موڈ میں ہوتا تو شاید ان آنکھوں میں ڈوب جاتا۔ وہ ہاکی کی کھلاڑی تھی، ورزش کرنے کی بھی عادی تھی۔ دن بھر اپنے دوستوں اور سہیلیوں کے ساتھ بھاگ دوڑ میں لگی رہتی تھی ہمیشہ چاق و چوبند رہنے کے باعث اس کے جسم میں پھولوں کی نزاکت بھی تھی اور پھولوں بھری شاخ کی سی لچک بھی۔

تہمینہ میں بہت کچھ تھا لیکن میں اب کسی نئی مصیبت کو گلے لگانا نہیں چاہتا تھا۔ اسی لیے میں نے اسے لفٹ نہیں دی تھی۔ اس سے کترا رہا تھا تو وہ اس طرح گلے پڑ رہی تھی۔ اگر ایک بار بھی ذرا سی چھوٹ دے دیتا تو پھر یہ خوبصورت بلا کبھی میرے سر سے نہ ٹلتی۔

میں نے پوچھا: "تہمینہ! کیا کھانے کے بعد بھی تم میرا سر کھاؤ گی؟"

"یہ لو، تم تو ایسے الزام دے رہے ہو جیسے میں تمہارے گلے پڑ رہی ہوں۔ تم خود ہی تو مجھے پریشان کرتے ہو۔ مجھے چھیڑتے رہتے ہو۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "کیا؟ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

اس نے ریحانہ اور بھابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "پہلے یہ بتاؤ کہ یہ رشتے میں تمہاری کیا لگتی ہیں؟"

"یہ میری بہن ہے۔ یہ میری بھابی ہے۔ یہ میرا بھائی ہے۔ تم کیا سمجھ رہی تھیں؟"

"بکواس نہیں۔ سچ کہہ رہی ہوں۔ تم ان کے سامنے قسم کھا کر کہو۔ کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغ میں خواب بن کر نہیں آتے ہو؟"

"بیشک آتا ہوں۔ جہاں ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ ان کے خوابوں میں چلا جاتا ہوں۔"

"یہ بتاؤ میرے خوابوں میں کتنی بار آئے ہو؟"

"ایک بار بھی نہیں۔"

"دیکھو، فرہاد علی تیمور ہو کر جھوٹ مت بولو۔ کئی بار میرے خوابوں میں آچکے ہو۔ ہر بار کہتے ہو میری سیکنڈ سونیا۔ یہ سیکنڈ کا رد و میں کیا کہتے ہیں؟"

جاوید نے کہا: "ثانی۔"

وہ فوراً ہی چہک کر بولی: "ہاں تم میرے خواب میں آکر یہی کہتے ہو میری سونیا ثانی! میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اب میں جلد ہی خوابوں سے نکل کر تعبیر بن کر تمہاری زندگی میں آنے والا ہوں۔ تب میں کہتی ہوں۔ دیکھو فرہاد! میں تمہاری عزت کرتی ہوں۔ تم مجھے سونیا، رسونتی یا رومانہ وغیرہ سمجھ کر محبوبہ بنانے کی کوشش نہ کرنا میں کوئی نادان لڑکی نہیں ہوں۔"

میں نے کہا: "تعجب ہے۔ تمہارے ماں باپ اور تمہارے گھر والے تمہیں کس طرح برداشت کرتے ہوں گے۔ ایک تو تم اول درجے کی جھوٹی ہو۔ دوسرے اپنے سامنے کسی کو بولنے کا موقع ہی نہیں دیتی ہو۔"

پھر میں نے جاوید، ریحانہ اور بھابی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "تم لوگ ذرا چپ رہ کر تماشہ دیکھو میں اسے رخصت کرتا ہوں۔"

وہ جلدی سے اٹھتے ہوئے بولی: "دیکھو! یہ اچھی بات نہیں

ہے۔ ٹیلی پیتھی استعمال کرنا کوئی مردانگی نہیں ہے۔ تم اپنی بہن اور بھابی کے سامنے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے یہاں سے بھگا دو گے اور بعد میں پھر میرے پیچھے آؤ گے۔ میں تو تنگ آگئی ہوں تم سے۔"

میں نے مچل ہو کر ہنستے ہوئے کہا: "میں نے آج تک تمہاری جیسی ڈھیٹ لڑکی نہیں دیکھی۔ دیکھو، میں نے ابھی کھانا کھایا ہے۔ اب آرام سے گھنٹے دو گھنٹے تک سونا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے سونے کا موقع دو گی؟"

"میں کوئی تمہاری دشمن ہوں۔ تم صبح تک سوتے رہو۔ میں جگانے نہیں آؤں گی۔ بلکہ یہیں بہن اور بھابی کے کاموں میں ہاتھ بٹاتی رہوں گی۔ حالانکہ میں گھر میں ایک تنکا بھی نہیں اٹھاتی۔ ذرا کام نہیں کرتی میں اپنے ماں باپ کی بہت لاڈلی ہوں لیکن یہاں میں برتن بھی دھو سکتی ہوں۔ چلیے بھابی ہم برتن اٹھا کر چلیں۔"

میں نے ہاتھ کے اشارے سے کہا: "اسے لے جاؤ اور مجھے آرام سے سونے دو۔"

میں جاوید کے ساتھ دوسرے کمرے میں آگیا۔ وہاں ایک صاف ستھرا بستر بچھا ہوا تھا۔ میں نے اس پر بیٹھتے ہوئے کہا: "اب میں تھوڑی دیر آرام کروں گا۔ بہت تھک گیا ہوں۔"

جاوید کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے پہلے رسونتی کی خیر لی۔ وہ بخیریت تھی۔ اس کا دماغ بھی پُرسکون تھا۔ میں نے ڈاکٹروں کو اس کی دماغی حالت کی تفصیل بتا کر پوچھا: "کیا میں رسونتی کے خواب میں پہنچ کر اسے مخاطب کر سکتا ہوں؟"

ڈاکٹر نے سوچ کر کہا: "ٹھہریے، ہم رسونتی کے پاس چلتے ہیں۔ اس کے بعد آپ اس کے پاس پہنچیے گا۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں، کیا ردِعمل ہوتا ہے۔"

وہ لوگ اپنے چیمبر سے نکل کر رسونتی کے کمرے میں پہنچے۔ وہ بستر پر آنکھیں بند کیے سو رہی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ کر بڑے پیار سے اسے مخاطب کیا: "رسونتی؟ دیکھو میں آیا ہوں۔ مجھے دیکھ رہی ہو؟"

اس کے خواب کی اسکرین پر دھندلا دھندلا سا پیکر نظر آنے لگا لیکن وہ پیکر کس کا تھا۔ رسونتی اسے پہچان نہیں رہی تھی۔ میری سوچ کی لہریں اسے پکار رہی تھیں۔ میں نے اس سے کہا: "میری بات کا جواب دو۔ کیا تم اپنے فرہاد کی آواز سن رہی ہو؟ کیا مجھے پہچان رہی ہو؟"

اس کی سوچ کی لہریں کچھ کہنا چاہتی تھیں۔ کوئی جواب دینا چاہتی تھیں لیکن اس کے حلق سے ایک کراہ نکل کر رہ گئی۔

میں اس کے دماغ سے نکل آیا اور امریکی ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر میں نے کہا: "آپ لوگوں نے اس کی کراہ سنی ہو گی؟"

ڈاکٹروں نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے انھیں اس کی وجہ بتائی۔ ایک ڈاکٹر نے کہا: "آپ اس کے دماغ کو نہ چھیڑیں۔ وہ ابھی سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہے۔ بے حد کمزور ہے۔ ابھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔"

جرمنی کے ڈاکٹر نے کہا: "مسٹر فرہاد! مادام رسونتی کو دماغی توانائی حاصل کرنے کے لیے ابھی کافی عرصہ لگے گا اور ہمارا اندازہ ہسپتال کسی بھی ملک میں چوبیس گھنٹے سے زیادہ قیام نہیں کر سکتا۔ آپ کل گیارہ بجے تک فیصلہ کر لیں۔ مادام کو یہاں زیرِ علاج رکھنا چاہتے ہیں یا ہمارے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ ہم انھیں شکاگو کے مینٹل ہسپتال میں داخل کر دیں گے یا آپ یورپ کے جس ملک میں پسند کریں گے۔ ہم انھیں ہر ملک کے دماغی ہسپتال میں بآسانی داخلہ دلوا سکتے ہیں۔ یہ جہاں رہیں گی ان کا پورا خیال رکھا جائے گا۔ ویسے آپ کے ذرائع بھی بہت وسیع ہیں۔"

یورپ کی بات سن کر میرے سامنے سامی عرف اللہ بی بی کا چہرہ آگیا۔ سونیا اور مریجانہ بھی ادھر ہی گئی ہوئی تھیں۔ میں نے فوراً کہا: "میں رسونتی کو پیرس یا سوئٹزرلینڈ میں رکھنا پسند کروں گا۔ آپ ان میں سے کسی بھی ایک ملک کے ہسپتال میں رسونتی کو داخل کرا دیں۔"

"آپ اپنے اور اپنی وائف کے کاغذات پیرس کے لیے مکمل کروا لیں۔ کل ہم یہاں سے فلائی کر جائیں گے۔"

میں ان سے رخصت ہو کر دماغی طور پر پھر اپنے بستر پر حاضر ہو گیا۔ دور باورچی خانے سے تہمینہ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ ابھی تک ریکارڈ کی طرح بج رہی تھی۔ میں دماغی طور پر وہاں پہنچ گیا۔ بھابی اسے سمجھا رہی تھیں: "ذرا آہستہ بولو۔ نہیں تو بھائی جان اٹھ جائیں گے نیند میں خلل پڑے گا۔"

وہ کہنے لگی: "بھابی، آپ نہیں جانتیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سوتے ہیں۔ ان کے سر کے پاس کوئی بم کا دھماکہ کرے تب بھی ان کی آنکھ نہیں کھلے گی۔ جب ان کا دماغ چاہے گا تب ہی وہ بیدار ہوں گے۔ میں ان کے بارے میں بہت کچھ پڑھ چکی ہوں اور بہت کچھ جانتی ہوں۔ یوں سمجھیے کہ میں فرہاد کی طرح پوری ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ صرف خیال خوانی نہیں کر سکتی۔ کسی دن خیال خوانی کر لوں گی مگر ٹیلی پیتھی جانتی تو ہوں نا؟"

میں اس کی باتوں پر مسکرانے لگا۔ واقعی وہ جتنی حسین تھی۔ اتنی ہی نادان تھی۔ ماں باپ نے اتنا سر چڑھا رکھا تھا کہ وہ اس عمر میں بھی بچوں جیسی باتیں کرتی تھی جس بات کی ضد کر لیتی تھی۔ اس کے پیچھے پڑ جاتی تھی۔ جیسے میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔

اچانک مجھے خیال آیا کہ میں اس کے متعلق سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں۔ میں نے فوراً اسے اپنے دماغ سے جھٹک دیا اور

سعید صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ ان سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ انھوں نے پروگرام کے مطابق جمعہ کی تاریخ مقرر کر لی ہے۔ میں نے ان سے کہا: "میں کل سونتی کے ساتھ فلائنگ ہسپتال سے پرسں جا رہا ہوں۔ آپ ہمارے کاغذات مکمل کرا دیں۔ میں آپ کے پاس شادی سے دو روز پہلے پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ ورنہ ایک دن پہلے تو ضرور پہنچ جاؤں گا۔"

انھوں نے پوچھا: "پارس کو وہیں ہسپتال میں رکھا جائے یا میں کسی آیا کی خدمات حاصل کر کے اپنے گھر لے آؤں؟"

میں نے کہا: "اب کل ہی کی بات ہے۔ اسے ہسپتال میں رہنے دیں۔ میں یہاں واپس آؤں گا تو ہسپتال میں اسے دیکھتا ہوا آپ کے گھر پہنچوں گا۔"

میں پاکستان پہنچنے کے بعد جن مسائل سے دوچار ہوا تھا۔ اب وہ کسی حد تک حل ہو گئے ہیں۔ مثلاً سونتی کے معاملے میں اطمینان ہو گیا تھا۔ سعید صاحب اور سلمیٰ کی شادی کی تاریخ بھی مقرر ہو گئی تھی۔ اب جاوید مدرسانہ اور اپنی بھائی کے لیے کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے میں سوچ رہا تھا: "جاوید نے چارٹرڈ اکاؤنٹینسی کا کورس مکمل کیا تھا لیکن اسے وہ سنہری مواقع حاصل نہیں ہو رہے تھے جو دوسرے سفارشوں کے ذریعے حاصل کر لیتے ہیں۔

مجھے ممی یاد آ گئیں۔ وہ ممی جنھوں نے مجھے برما سے افریقہ کے جنگلوں تک ایک ماں کا بھرپور پیار دیا تھا اور اپنی ہونے والی بہو سونتی کے لیے جان دے دی تھی۔ انھوں نے مرنے سے پہلے اپنی تمام دولت اور جائداد جو برما میں تھی، میرے لیے وقف کر دی تھی۔ میرے نام وصیت لکھ دی تھی وہ وصیت اب بھی برما میں ان کے وکیل کے پاس موجود تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ جاوید اور ریحانہ اس دولت سے فائدہ اٹھائیں گے۔

ہر طرف سے مطمئن ہو کر میں سونیا کے پاس پہنچا۔ وہ اور مرجانہ ننگے پاؤں ایک پہاڑی پر چڑھ رہی تھیں۔ میں نے ان کی سوچ سے معلوم کیا۔ بیسل اور سوئٹزرلینڈ کے درمیان ایک برفانی پہاڑی علاقے میں بابا فرید واسطی کی درسگاہ تھی جہاں تقریباً پانچ سو طلبا اور طالبات تعلیم اور مختلف قسم کی تربیت حاصل کر رہے تھے۔ درسگاہ چاروں طرف پہاڑیوں سے گھری ہوئی تھی۔

ان پہاڑیوں کے درمیان ایک وسیع میدان تھا۔ جہاں بڑے بڑے کوارٹرز بنا کر طلبا اور طالبات کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔ وہاں کھانے پکانے، رہنے سہنے کے مکمل انتظامات تھے۔

انھی پہاڑیوں کے ایک طرف ایک پہاڑی کی بلندی پر ایک چھوٹے سے کاٹیج میں بابا فرید واسطی رہتے تھے اور وہ دونوں اس وقت بابا سے ملنے کے لیے ننگے پاؤں اس برف سے ڈھکی ہوئی پہاڑی پر چڑھ رہی تھیں۔ بابا فرید واسطی سے ملنے کے لیے ہر طالب ننگے پیر ہی ان کی قیام گاہ تک جانا پڑتا تھا اور وہی لوگ جا سکتے تھے جنھیں بابا فرید واسطی اپنے پاس آنے کی اجازت دے دیتے تھے۔

دونوں کے ہاتھوں میں چھوٹی چھوٹی اٹیچیاں تھیں۔ ان کے کپڑے اور ضروری سامان تھا۔ ان کے اس پہاڑی پر چڑھنے کا مطلب یہ تھا کہ انھیں بابا کے پاس جانے کی اجازت مل چکی ہے۔ یہ سفر ختم نگر نہایت کٹھن اور تھکا دینے والا تھا مرجانہ نے چلتے چلتے پہاڑی پر ایک جگہ گھٹنے ٹیک دیے۔ سونیا نے اسے سنبھالتے ہوئے پوچھا: "کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔ یہ تو قوتِ برداشت کا امتحان ہے میں اس امتحان سے گزر جاؤں گی۔"

"شاباش۔ دراصل یہاں کے لوگوں کے لیے یہ سفر اتنا کٹھن نہیں ہے جتنا ہمارے لیے ہے۔ کیونکہ ہم گرم ملک سے آئے ہیں۔ اس لیے یہاں کی سردی ہمیں سخت اور ناقابلِ برداشت معلوم ہو رہی ہے۔"

اس نے مرجانہ کو سہارا دے کر اٹھایا۔ وہ آگے بڑھنے لگیں۔ کاٹیج چند قدم کے فاصلے پر ہی تھا۔ چاروں طرف برف ہی برف نظر آ رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کاٹیج برسوں سے ویران پڑا ہو۔ وہاں کوئی نہ رہتا ہو۔

وہ بڑا پُراسرار لگ رہا تھا جیسے اس کے اندر کوئی بہت بڑا، بہت گہرا راز چھپا ہوا ہو اور وہ دونوں اس راز کو فاش کرنے کے لیے جا رہی ہوں۔ ان کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ وہ دونوں اتنی دلیر تھیں کہ موت کے سامنے بھی کبھی ان کے قدم نہیں لڑکھڑاتے تھے لیکن بابا سے ایک عقیدت تھی۔ ان کی بزرگی کا رعب ان پر طاری تھا۔ اس لیے وہ ذرا سہم کر ٹھہر ٹھہر کر دروازے کے سامنے پہنچ گئیں۔

دروازہ کھلا ہوا تھا سامنے ہی بڑے سے کمرے کے آخری حصے میں دیوار کے ساتھ ایک چھوٹا سا چبوترہ بنا ہوا تھا۔ اس چبوترے پر ایک بزرگ پلتھی مارے، دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے سانس روکے، آنکھیں بند کیے بیٹھے تھے۔ کمرے کے اندر تیز تاریکی تھی لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے بزرگ کے آس پاس کوئی انجانی سی روشنی ہے۔ ایسی روشنی جس کا سرچشمہ نظر نہیں آتا۔ یہ پتا نہیں چلتا کہ وہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے۔ نور ایسا بھی ہوتا ہے جو مقدس بزرگوں کے وجود سے پھوٹ کر باہر آتا ہے اور دیکھنے والی آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے۔

ماہنامہ پاکیزہ کا مقبول ترین سلسلہ

ناہید سلطانہ اختر کے طلسماتی قلم کا ایک شاہکار معاشرتی ناول

بہتے پانی پہ مکاں

بابل کی گلیوں سے پیا کے آنگن سدھارنے والی ایک نصیبوں جلی کی داستان

مقبول ٹی وی سیریل

آنچ

کی کہانی اس کتاب پر مبنی ہے

قیمت ۱۰۰/- روپے، ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے

وہ خود اپنی نہیں رہی مگر دوسروں کو اپنا لیا

کتابیات پبلی کیشنز

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

نواں حصّہ

دیوتا

فرہاد علی تیمور

وہ دونوں دروازے کے پاس بابا کے بالکل مقابل کھڑی تھیں۔ ان کے اور بابا کے درمیان تقریباً دس گز کا فاصلہ تھا۔ ان کی آنکھیں بند تھیں۔ چند لمحے بعد انھوں نے آنکھیں کھول کر ان دونوں کو دیکھا تو سونیا اور مرجانہ کو یوں لگا جیسے ان آنکھوں کی کمان سے کوئی نادیدہ تیر نکل کر سیدھا ان کے دلوں میں پیوست ہو گیا ہو۔ وہ جہاں کھڑی تھیں وہیں کھڑی رہ گئیں۔ ان کے ہاتھوں سے اینٹی چھوٹ کر گر گئی۔ خود انھیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے بابا کی نظریں انھیں سہارا دیے ہوئے ہوں۔ اگر بابا فریدہ اسطی نے آنکھیں بند کر لیں تو وہ دونوں بھی کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین پر گر پڑیں گی۔

میں نے سونیا اور مرجانہ کے دماغوں میں باری باری جھانک کر دیکھا۔ وہاں بابا کی آواز گونج رہی تھی۔ جبکہ بابا کے ہونٹ بند تھے۔ زبان چپ تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغوں میں بول رہے تھے "ہوں، تم دونوں فرہاد کو بھی ساتھ لائی ہو؟"

وہ دونوں چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگیں۔ جیسے میں ان کے پاس ہی کہیں موجود ہوں۔

"وہ آس پاس نہیں، اس وقت سونیا کے دماغ میں ہے۔"

میں جاوید کے ہاں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ کہا۔ "بابا! السلام علیکم۔"

بابا نے سلام کا جواب دے کر مجھے حکم دیا ہے "یہاں سے چلے جاؤ۔ آئندہ کبھی میری اجازت کے بغیر نہ آنا۔"

میں دوسرے ہی لمحے دماغی طور پر اپنے بستر پر حاضر ہو گیا تھا۔ اس وقت میرا جسم پسینے سے بھیگ رہا تھا۔ میں نے اپنے چہرے اور گردن کو چھو کر دیکھا، پسینہ ہی پسینہ تھا۔ پتا نہیں ان کی شخصیت میں کیسا رعب اور دبدبہ تھا۔ ان کی سوچ میں کسی قسم کا تحکم تھا کہ مجھ جیسا سنگدل اور مضبوط عزائم رکھنے والا پسینہ پسینہ ہو گیا تھا۔ اب وہاں دوبارہ جانے کی مجھ میں جرأت نہیں تھی۔ نہ ہی یہ پوچھنے کا حوصلہ تھا کہ انھوں نے مجھے اپنے دروازے نامراد کیوں لوٹا دیا؟ کیا وہ مجھے اپنی قدم بوسی کے قابل نہیں سمجھتے؟

میں بہت دیر تک اسی طرح بستر پر بیٹھا اپنے آپ کو بہلانے کی کوشش کرتا رہا پھر میں سامی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا "کیا میں اپنی سانس روک لوں؟"

میں نے کہا "میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔"

وہ فوراً ہی سنبھل کر بولی "پریشان ہوں تمھارے دشمن۔ کہو میں تمھارے لیے کیا کروں۔ ابھی میرے آدمی تمھارے چاروں طرف ڈھال بن کر پہنچ جائیں گے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں ابھی سونیا اور مرجانہ کے دماغوں میں تھا۔ وہ بابا کے پاس پہنچ چکی ہیں جب وہ دروازے پر پہنچیں تو بابا نے حکم دیا کہ میں چلا جاؤں اور آئندہ کبھی ان کی اجازت کے بغیر وہاں

جانے کی جرأت نہ کروں۔"

سامی نے کہا: "میں نے تمھیں پہلے ہی بتایا تھا کہ ان کی اجازت کے بغیر وہاں کوئی نہیں جاسکتا۔ تم کیوں گئے تھے؟"

"تم نے یہ تو نہیں بتایا تھا کہ وہ دوسروں کے دماغ میں بھی اجنبی سوچ کو محسوس کر کے اُسے پہچان لیتے ہیں۔"

وہ کیا جانتے ہیں اور کیا کر سکتے ہیں۔ اُس کے بارے میں ہم سے کوئی نہیں جانتا۔ میں نے اشارتاً کہا تھا کہ وہ دنیا کے بہت سے علوم حاصل کر چکے ہیں۔ پتا نہیں کتنے علوم میں مہارت رکھتے ہیں۔ انھوں نے کبھی ہمارے دماغوں میں پہنچ کر اس طرح بات نہیں کی۔ شاید تمھاری وجہ سے انھوں نے ایسا کیا ہے۔"

"سامی! مجھے یوں لگ رہا ہے۔ جیسے میں کوئی حقیر سا آدمی ہوں جسے دروازے سے دھتکار دیا گیا ہو۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو۔ تم تو وہ خوش نصیب انسان ہو جس پر بابا اس قدر مہربان ہیں۔ انھوں نے مجھ جیسی اعلیٰ بی بی کی خدمات تمھارے لیے وقف کر دی ہیں۔"

"پھر انھوں نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟"

"تم خود سمجھنے کی کوشش کرو۔ کسی بزرگ کے آستانے یا بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے سے پہلے اجازت حاصل کی جاتی ہے۔ تم بغیر اجازت وہاں گئے تھے۔ وہ تم سے ہر طرح برتر ہیں۔ وہ تمھیں سبق سکھانے کا حق رکھتے ہیں۔ اگر ان کی بات کا بُرا مانو گے تو یہ بُری بات ہوگی۔"

میں چپ رہا۔ سامی نے پوچھا: "خاموش کیوں ہو؟ رسونتی کا کیا حال ہے؟"

میں نے مختصر الفاظ میں رسونتی کے متعلق بتایا۔ وہ یہ سُن کر خوش ہوگئی کہ میں اسے لے کر پیرس آرہا ہوں۔ میں نے کہا: "میرا موڈ خراب ہوگیا ہے۔"

"کیا میں بہلا کر تمھارا موڈ درست کر دوں؟"

"کیسے بہلاؤ گی؟"

"اچھی اچھی باتیں کر کے۔"

"اچھی اچھی باتیں کرنے کے لیے نانیاں، دادیاں کافی ہیں۔ تم روما فی گفتگو کر سکو تو شاید میرا دل بہل جائے۔"

"آگئے اپنی لائن پر۔ موج سے فائدہ اٹھانا خوب جانتے ہو۔ موڈ خراب ہونے کا بہانہ کر کے میرے دل میں محبت کا شعلہ بھڑکانا چاہتے ہو۔ میں کوئی ناداں بچی نہیں ہوں۔ تمھارے فریب میں نہیں آؤں گی۔"

"بھئی محبت سے باتیں تو کر سکتی ہو۔ میں تمھیں کوئی فریب نہیں دے رہا ہوں۔"

"پیار محبت کی باتیں نہیں ہوں گی۔ باقی جو چاہو باتیں کرو۔"

"چلو، دوسری باتیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنی چیزیں بنائی ہیں وہ سب انسانوں کے استعمال کے لیے بنائی ہیں کیوں درست ہے، نا؟"

"بالکل درست ہے۔ صرف اعلیٰ بی بی کو تمھارے لیے ناقابلِ استعمال بنایا ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "تم خواہ مخواہ اپنے اوپر بات لے لیتی ہو۔ میں دوسری بات کر رہا تھا۔ اچھا۔ دیکھو۔ تمھاری تمام معروفیات اور تمام خدمات میرے لیے وقف ہیں۔ بولو، میں کہ نہیں؟"

"ضرور ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تمھارے لیے لوڑھنا بچھونا بن جاؤں۔ آگے بولو۔"

میں نے بے بسی سے پوچھا: "میرا بیٹا پارس کیسا ہے؟"

"خدا کا شکر ہے، تمھیں بیٹے کا خیال تو آیا۔ وہ خیریت سے ہے اور اس وقت جمیلہ کی گود میں ہے۔"

"جب میرا بیٹا بیس بائیس برس کا کڑیل جوان ہوگا اور محبت کو سمجھنے لگے گا تب میں اس سے کہوں گا بیٹے! اپنی سامی آنٹی سے کہو، میری محبت کی قدر کریں اور میری ہو جائیں۔"

"اس وقت پارس سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی حس رفتار سے تم عشق پر عشق کرتے چلے جا رہے ہو۔ وہ رفتار بیس برس کے عرصے میں تمھیں پچھاڑ ڈالے گی۔ تم اس قابل نہیں رہو گے کہ بستر سے بھی اٹھ سکو۔ اس وقت میں خود ہی تمھارے پاس آجاؤں گی۔"

میں ایک سرد آہ بھر کر اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ وہ بہت ذہین، بڑی چالاک تھی۔ میرے ہتھکنڈوں کو خوب سمجھتی تھی۔ ماہر نفسیات تھی۔ بھلا میری باتوں میں کیسے آجاتی؟ اسے اپنی طرف مکمل توجہ سے لگانے کے لیے کوئی ایسی تدبیر سوچنے کی ضرورت تھی جو اسے کشاں کشاں میری طرف لے آتی۔

میں سوچنے لگا لیکن سہولت سے سوچنے کا موقع کہاں ملتا ہے۔ اچانک ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ مکان کے بیرونی دروازے کی دوسری طرف کوئی تہمینہ کو سونیا کہہ کر آوازیں دے رہا تھا۔ میں فوراً ہی اٹھا اور کمرے سے نکل کر صحن میں آگیا۔ اسی وقت جاوید بھی آگیا۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا باہر نوجوان لڑکوں اور لڑکیاں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ لڑکیاں اس سے پوچھنے لگیں: "سونیا کہاں ہے؟ سونیا کہاں ہے؟"

ایک لڑکا جو سامنے کھڑا تھا، اچھا صحت مند اور قد آور تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا: "اسے کہاں چھپایا ہے۔ باہر نکالو۔"

میں نے کہا: "ذرا ہوش میں رہ کر بات کرو۔ اسے چھپانے کی کیا ضرورت ہے وہ خود یہاں آئی ہے۔ اگر تمھاری کوئی دشمنی ہے تو یہاں آکر آرام سے بات کرو۔"

اسی وقت تہمینہ کچن سے نکل کر صحن میں آگئی اور اس نوجوان کو دیکھ کر بولی: "اے رومیو کے بچے! تم میرا پیچھا کرتے ہوئے یہاں بھی پہنچ گئے؟"

"میں تو تمھارے لیے جہنم میں بھی پہنچ سکتا ہوں۔"

تہمینہ نے میرے قریب آکر میرے بازو پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "یہ فرہاد علی تیمور ہیں۔ تمھارا کچومر نکال کر رکھ دیں گے۔ میں کہتی تھی نا میرا ایک آئیڈیل ہے، دیکھ لو، میرے آئیڈیل کو۔"

رومیو کا نام کچھ اور ہوگا۔ بہرحال اس رومیو نے مجھے سر سے پاؤں تک حقارت سے دیکھا جیسے میں کوئی چیونٹی ہوں جسے وہ ابھی مسل ڈالے گا۔ اس نے مسکرا کر تہمینہ سے کہا: "دیکھو! تمھیں یاد ہے۔ تم نے کہا تھا: میں تمھارے آئیڈیل کو شکست دے کر اس سے تمھیں جیت لوں گا تو تم ہمیشہ کے لیے میری ہو جاؤ گی۔"

تہمینہ نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور گردن اکڑا کر ہاتھ ہوا میں لہراتے ہوئے کہا: "ہاں ہاں، مجھے یاد ہے لیکن اس سے پہلے کہ میں فرہاد سے کہوں کہ یہ تم پر ہاتھ اٹھائیں تم گھر جا کر اپنی ماں سے دودھ بخشوا آؤ۔"

وہ غصے سے دہاڑ کر بولا: "تم میری انسلٹ کر رہی ہو۔"

میں نے فوراً ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر اسے روکتے ہوئے کہا: "میری بات سن لو۔ یہ غریبوں اور شریفوں کا محلہ ہے۔ یہاں لڑنے جھگڑنے کی باتیں نہ کرو۔ میں تم دونوں کی باتیں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، چلو کہیں دور کسی میدان میں جا کر فیصلہ کر لیتے ہیں۔"

تمام لڑکے اور لڑکیاں خوشی سے چیخ چیخ کر کہنے لگے: "ہاں ہاں، گراؤنڈ چلو وہیں فیصلہ ہوگا۔"

جاوید نے پریشان ہو کر مجھے دیکھا۔ ریحانہ اور بھابی دروازے کے دروازے کے پاس کھڑی تھیں۔ میں نے تہمینہ سے کہا: "چلو باہر نکلو میں ابھی آتا ہوں۔"

تہمینہ دونوں ہاتھ پونچھتی ہوئی باہر چلی گئی۔ میں نے جاوید، ریحانہ اور بھابی سے کہا: "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، بچے ہیں۔ میں انھیں بے وقوف بنا کر واپس چلا جاؤں گا پھر خیال خوانی کے ذریعے جاوید سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں جانے لگا تو ریحانہ نے آگے بڑھ کر کہا: "بھائی جان! آپ اچانک ہی جا رہے ہیں۔ آپ سے جی بھر کر باتیں بھی نہ ہوئیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "تمھارے بھائی جان کے پاس ٹیلی پیتھی کا ذریعہ ہے۔ خوب جی بھر کر باتیں کرنا۔ میں تمھیں موقع دوں گا۔"

میں گھر سے باہر آگیا۔ وہ تمام لڑکے لڑکیاں میرا انتظار کر رہے تھے۔ محلے میں بھیڑ لگ گئی تھی۔ تہمینہ نے اپنی موٹر سائیکل اپنے ایک کلاس فیلو کو دے دی اور میری کار کی اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ ہم سب وہاں سے ایک قافلے کی صورت میں روانہ ہوگئے۔

میں راستہ نہیں جانتا تھا۔ تہمینہ مجھے بتاتی رہی اور بھابی کہتی رہی کہ زیادہ لڑائی جھگڑا نہ کرنا۔ اس چھوکرے کو لفٹ نہ دینا۔ بڑا رومیو بنتا ہے اور اپنے کو ہرکولس لی بھی کہتا ہے۔ بس ایک ہاتھ میں اسے چاروں شانے چت کر دینا۔ میری دھاک بیٹھ جائے گی۔ جگہ جگہ میری شہرت ہوگی کہ فرہاد نے میرے لیے فائیٹ کی ہے اور رومیو سے مجھے جیت لیا ہے۔ واہ، کیا مزا آئے گا۔"

میں چپ چاپ اس کی باتیں سن رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسے احساس ہوا کہ وہ بول رہی ہے اور میں صرف سُن رہا ہوں۔ اس نے پوچھا: "تم خاموش کیوں ہو؟ بولتے کیوں نہیں ہو؟"

پیدا ہونے کے بعد سے اب تک تم نے کسی کو بولنے کا موقع دیا ہے؟"

"بھئی، تمھارے بولنے کے لیے آخر ہے کیا؟ تمھیں تو صرف دو ہاتھ مارنا ہیں۔ مرد ہاتھ چلاتا ہے۔ عورت زبان چلاتی ہے دونوں اپنی اپنی جگہ اچھے لگتے ہیں۔"

یہی تو مشکل ہے کہ مجھے لڑنا نہیں آتا۔"

تہمینہ نے حیرانی سے مجھے دیکھا۔ بولی: "کیوں بیوقوف بناتے ہو۔ میں نے پڑھا بھی ہے اور سُنا بھی ہے۔ منصور کہہ رہا تھا تم بہت اچھے فائٹر ہو۔"

منصور نے غلط کہا تھا۔ فائٹر سونیا ہے اور میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے لڑتا ہوں۔ اب اگر ٹیلی پیتھی کے ذریعے رومیو کو شکست دوں گا تو یہ بے عزتی کی بات ہوئی نا؟ مردانگی تو نہیں ہوئی نا؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ اے، فرہاد علی تیمور اور ایک چھوکرے سے شکست کھا جائے تمھیں تو ڈوب مرنا چاہیے۔"

"یہی میں بھی سوچ رہا ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو؟"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر ڈرامائی کرتے ہوئے کہا: "میں کہاں آکر پھنس گیا ہوں۔ میں نے کتنی مشکلوں سے اپنا رعب اور دبدبہ قائم کیا تھا۔ ساری دنیا مجھے جانے کیا کیا کہتی تھی۔ کوئی مجھے جن سمجھتا تھا، کوئی مجھے دیو اور دیوتا سمجھنے لگا تھا۔ بڑے بڑے شہر زور اور خطرناک قسم کے قاتل، بدمعاش دور ہی سے کترا جاتے تھے۔ کوئی میرا سامنا نہیں کرتا تھا۔ آج اگر مقابلے کی نوبت آجائے گی اور میں شکست کھا جاؤں گا تو میری کیسی بے عزتی ہوگی۔ ہر طرف اس کا چرچا ہوگا پھر لوگ مجھے چیونٹی کی طرح مسل دیں گے۔ آہ، میں کیا کروں؟"

"تم بن رہے ہو۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ تم اس قدر کمزور ہو۔ تمھارے

مقابلے میں وہ چھوکرا ہے؟"

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ اس کا تو تقریباً میرے برابر ہے۔ کچھ کم ہوگا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ڈبل ڈول میں اچھا خاصا ہے۔ ہمر کم جینے سے کیا ہوتا ہے۔ طاقت تو اس کے بدن میں ہوگی، نا۔ اس جھگڑے کو، اس چیلنج کو ختم کرنے کا یہی ایک ہی راستہ ہے۔ تم میری ایک بات مان لو۔"

"کیسی بات؟"

"یہی کہ وہ تمہیں چاہتا ہے۔ تم بھی اسے چاہو۔ قاضی صاحب پوچھیں تو کہہ دینا تعجل ہے۔"

"میں اس کا اور قاضی کا منہ نوچ لوں گی۔"

"اسے کسی کو تو اپنی زندگی میں پسند کرو گی؟"

"وہ تو کر لیا، میرے پاس بیٹھا ہوا ہے۔"

"بے بی تہمینہ! نادان لڑکیوں جیسی باتیں نہ کرو۔ بس اور طرح کا آدمی ہوں۔ شام کو ایک شاخ پر بسیرا کرتا ہوں۔ صبح کو پھر سے اڑ جاتا ہوں۔ آگے پرواز کرتے کرتے پھر شام ہوتی ہے تو جانے کس درخت پر کس شاخ پر بسیرا کرنے کا موقع ملے تم مجھے ایک بار چاہو گی تو زندگی کے ہر سانس میں پچھتاؤ گی۔"

جو عورت دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہے وہ زندگی میں کبھی نہیں پچھتاتی۔ سونیا پر سوں تم سے دور ہو کر کبھی پچھتائی ہی ہو تو مجھے بتاؤ۔ زیادہ سے زیادہ اس نے شکایتیں کی ہوں گی لیکن تمہاری محبت سے باز نہیں آئی ہوگی۔"

سونیا کی بات اور ہے۔"

"جو محبت کی مثالیں قائم کر دیتے ہیں۔ اُن کی بات کچھ اور ہو جاتی ہے۔ ایک دن میری بات بھی کچھ اور ہو گی۔"

میں اس کی باتوں سے پریشان ہو گیا لیکن کوئی جواب نہ دے سکا۔ ہم ریس گراؤنڈ میں پہنچ گئے تھے۔ ایک حصے میں سارے لڑکے لڑکیاں جمع ہو گئے تھے۔ موٹر سائیکل اور کاروں کو ایک جگہ پارک کر کے انھوں نے چاروں طرف پھیل کر درمیان میں اتنی جگہ بنا دی تھی جیسے وہاں کوئی زبردست تماشہ ہونے والا ہو۔

ردمیو اپنی موٹر سائیکل ایک طرف کھڑی کرنے کے بعد میدان میں اتر کر اپنی آستینیں چڑھا رہا تھا۔ سب لوگ تین تال کی تالیاں رک رک کر بجا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے۔ "لیٹ اس سی، ہوا ڈی ونر آف اے پراؤڈ بیوٹی۔ ہم دیکھیں گے مغرور حسن کا فاتح کون ہے؟"

میں نے کار سے اتر کر دوسری طرف کا دروازہ تہمینہ کے لیے کھولا۔ وہ باہر آئی۔ اس کی ریشمی زلفیں ہوا میں لہرا رہی تھیں۔ بڑی بڑی سیاہ غزالی آنکھیں مجھ سے پوچھ رہی تھیں۔ کیا میری عزت نہیں رکھو گے؟ اس وقت چاروں طرف لڑکیاں اور لڑکے شور مچا رہے تھے۔ ایک ایک دو فقروں میں جیسے تہمینہ کے حسن کے قصیدے سنا رہے تھے۔ اس کے حسن، اس کے اسٹائل، اسکے مغرورانہ انداز، اس کی خوش لباسی اور اس کی بے نیازی پر ہر سال کالج کے لڑکے اسے جو نت نئے خطابات دیا کرتے تھے۔ ان خطابات کا تذکرہ کر رہے تھے۔ ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ تہمینہ اپنے پورے حلقے میں خاصی مشہور تھی۔

میں ردمیو کی طرف بڑھا۔ تہمینہ نے میرا بازو تھام کر کہا۔ "میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے جان بوجھ کر ردمیو سے ہار مان جاؤ گے لیکن ایک بات میں بھی کہتی ہوں۔ اگر میں نے تمہیں ہارا تو تمہارے ساتھ اپنی زندگی بھی ہار جاؤں گی۔ یقین نہ ہو تو کسی بھی وقت، کسی بھی لمحے میرے دماغ میں جھانک کر دیکھ لینا۔ میں اپنے ارادے کی بہت پکی اور ضدی ہوں۔ اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

میں نے اسے سنجیدگی سے دیکھا اور میدان میں اتر گیا۔ میرے میدان میں آتے ہی اور زور زور سے تین تال پر تالیاں بجنے لگیں۔ میں نے ردمیو کے سامنے پہنچ کر کہا۔ "میں عمر میں تمہارے بھائی کے جیسا ہوں۔ تجربے میں باپ کے برابر ہوں۔ اس لیے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں، اس چیز کو پسند کرو اور حاصل کر دو جو تمہیں حاصل ہو سکتی ہے۔ جو تم سے دور بھاگے، اسے طاقت کے غرور میں کبھی حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو۔"

اس نے گرج کر کہا۔ "ایک پتے کی بات مجھ سے بھی سن لو۔ دولت دماغ سے حاصل ہوتی ہے، عورت قوتِ بازو سے۔ جو ایسا نہیں کر سکتے وہ نصیحتوں کا سہارا لیتے ہیں۔ میرے ہاتھوں تمہیں اپنی موت نظر آ رہی ہے تو یہ تمہیں بھاگنے کا موقع دیتا ہوں۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

"بیٹے! میں لڑنا نہیں چاہتا تم سے لڑنا میرے لیے شرم کی بات ہے۔ بڑی مشکل میں ہوں، تم پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔"

"فکر نہ کرو میں تمہیں ہاتھ اٹھانے پر مجبور کر دوں گا۔"

اس نے اچانک پینترا بدل کر مجھ پر حملہ کیا۔ میں بچ گیا۔ چاروں طرف سے ایک لمبی ہُو کی آواز سنائی دی۔

اب وہ میرے چاروں طرف پینترے بدل رہا تھا۔ لیکن میں جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ مجھے اس کے ساتھ چاروں طرف گھوم کر پینترے بدلنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے سمجھ رہا تھا کہ وہ کب اور کدھر سے حملہ کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے حملہ کیا تو اسے پھر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ میں پھر بچ گیا تھا اور ایک طرف آرام سے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے دور کھڑی ہوئی تہمینہ کو دیکھا۔ وہ اچھل اچھل کر زور زور سے تالیاں بجا رہی تھی۔

ردمیو کی کھوپڑی گرم ہو گئی۔ یقیناً غصے میں آنے کی بات تھی۔ وہ تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر جدھر سے پاتا تھا۔ حملہ کرتے

کے لیے دوڑ کر آتا تھا مگر اس کی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی۔ کبھی ہاتھ چلاتا تھا۔ کبھی فلائنگ کِک مارتا تھا۔ اور فضا میں اچھل کر خود ہی زمین پر چاروں شانے چت ہو جاتا تھا۔ اب تو چاروں طرف سے تالیوں کا شور بلند ہو رہا تھا وہ اپنی شکست کے احساس سے غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلسل دیوانہ وار حملوں کے باعث بُری طرح ہانپنے لگا اور ایک طرف کھڑے ہو کر غصے سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر لڑکے اور لڑکیوں کو شور مچانے سے منع کیا اور بلند آواز سے کہا۔ "میں نے اب تک اسے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اس لیے کہ میں اسے مارنا، اس پر ہاتھ اٹھانا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ یہ مجھ سے بہت چھوٹا ہے۔ ایک ناتجربے کار بچہ ہے۔ شرط یہ تھی کہ تہمینہ کو کون جیت کر لے جائے گا ایسی نادان شرطیں بچے ہی لگایا کرتے ہیں ورنہ ایک نوجوان لڑکی کو جیتنے کے لیے میدان جیتنے کی نہیں، دل جیتنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تمہارا یہ ردمیو تہمینہ کا دل جیت سکے گا یا نہیں۔ یہ میں نہیں جانتا لیکن اس نے مجھے ایک ہاتھ بھی مار دیا تو یہ مجھے جیتے لے گا اور میں اپنی شکست تسلیم کر لوں گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس نے اچانک مجھ پر حملہ کر دیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں باتوں میں لگا ہوا ہوں لیکن یہ حملہ اسے بہت ہی مہنگا پڑا۔ کیونکہ اس بار وہ اس ریلنگ سے بُری طرح ٹکرا گیا تھا۔ جس کے دوسری طرف گھوڑے کھڑے تھے۔ اس کے حلق سے بڑی ہی دلخراش چیخ نکلی تھی۔ وہ زمین پر گر کے بُری طرح لوٹنے لگا۔ اس سے اٹھا نہیں جا رہا تھا۔ اس کے چند ساتھی دوڑ کر اس کے پاس پہنچے اس نے غصے سے ہاتھ پاؤں جھٹکتے ہوئے انھیں دور بھگا دیا۔ وہ بہت ہی ضدی اور غصہ ور تھا۔ کسی کی مدد کی طرح اٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن بُری طرح ڈگمگا رہا تھا۔ دونوں پاؤں پر اچھی طرح کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ گرتا پڑتا اپنی موٹر سائیکل کے پاس گیا اور جب دوبارہ میرے پاس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک لمبا سا چاقو تھا۔ تمام لڑکے اور لڑکیاں ہائے کہہ کر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر سہمی "شیم شیم" کے آوازے کسنے لگے۔ لیکن اس کے دماغ میں گرمی چڑھ گئی تھی جنون سوار ہو گیا تھا۔ وہ کسی طرح مجھے ختم کر دینا چاہتا تھا۔

میں نے کہا۔ "میں اب بھی تمہیں سمجھا رہا ہوں تم میرے خلاف یہ چاقو استعمال نہیں کر سکو گے۔ بزرگوں کی باتیں مان لیا کرو۔ کبھی اپنی جوانی، اپنی طاقت کو بھول جایا کرو۔ ہمیشہ طاقت کے نشے میں رہو گے تو ساری عمر اسی طرح ذلیل ہوتے رہو گے۔"

باتوں کے دوران اس نے مجھے غافل سمجھ کر پھر حملہ کر دیا لیکن ناکامی اس کا مقدر تھی۔ وہ بار بار حملے کرتا تھا اور منہ کی کھا کر گر پڑتا تھا۔ ایک بار وہ زمین پر گرا تو اٹھنے کے قابل نہ رہا۔ اس کا چاقو اس کے بازو میں پیوست ہو گیا تھا۔

کئی لڑکے دوڑتے ہوئے اس کے پاس پہنچے۔ ایک نے اس کے ہاتھ سے چاقو نکال لیا۔ دوسرا اس کی مرہم پٹی کرنے لگا۔ میں ایک طرف کھڑا تھا۔ اچانک ہی تہمینہ دوڑتے ہوئے آ کر میرے گلے کا ہار بن گئی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اتنی بیباکی کا مظاہرہ کرے گی۔ مجھے یوں لگا جیسے ریشم پتھر سے ٹکرا کر اپنی ملائمیت کا ذکر چھیڑ رہا ہو اور پھول اچانک کانٹے کی نوک پر آ کر کہہ رہا ہو میں تو کانٹوں کے بستر پر ہی کھلا کرتا ہوں۔ پھر میں ہڑبڑا کر اس سے الگ ہو گیا۔ کئی لڑکیاں، لڑکے میرے آس پاس تالیاں بجا رہے تھے۔ میں اپنی کار کی طرف بڑھا تو وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے بولی۔

"تم تو کہہ رہے تھے کہ لڑنا نہیں جانتے؟"

"تم نے دیکھا، میں نے لڑائی لڑی تھی؟ وہ خود ہی لڑتا رہا اور خود ہی شکست کھا گیا۔"

میں اپنی کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ دوسری طرف کا دروازہ کھول کر پاس والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا۔

"یہ کیا؟ تم اپنی موٹر سائیکل پر جاؤ۔"

میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔ موٹر سائیکل میرا ایک فرینڈ لے آئے گا۔"

میں چاہوں تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں یہاں سے اٹھا کر

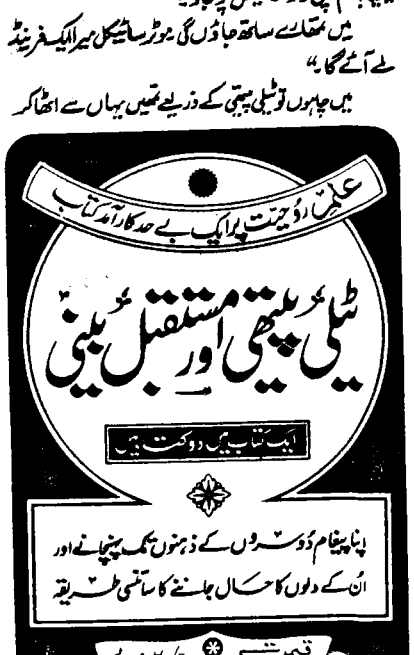

موٹر سائیکل کی سیٹ پر پہنچا سکتا ہوں، بہتر ہے، تم خود ہی چلی جاؤ۔"

"میں مانتی ہوں، تم بہت کچھ کر سکتے ہو لیکن کیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرا دل پھیر سکتے ہو؟"

اس کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔ مجھے کل یہاں سے چلے جانا تھا۔ کل تک میں اسے آسانی ٹال سکتا تھا میری دوستی جو رنگ لاتی ہے، میں اس رنگ میں اسے رنگنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ فوراً ہی دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اپنی موٹر سائیکل کے قریب پہنچ گئی تو میں اپنی کار اسٹارٹ کر کے روانہ ہو گیا۔

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگی۔ اس نے دور جاتی ہوئی کار کو دیکھا تو موٹر سائیکل پر سوار ہو کر اسے اسٹارٹ کرنے لگی لیکن وہ اسٹارٹ نہ ہو سکی۔ میں نے اس کے دماغ کو بہکا کر گاڑی اسٹارٹ کرنے کا طریقہ اس کے ذہن سے نکال دیا تھا۔ اس نے جھنجلا کر کہا: "میں خوب سمجھتی ہوں، تم میرے دماغ میں موجود ہو اور مجھے تعاقب سے باز رکھنے کے لیے یہ حرکتیں کر رہے ہو۔"

"تم بہت سمجھ دار ہو۔ میرے پیچھے آنے کے بجائے اپنے دوستوں کے ساتھ چلی جاؤ۔ خدا تمھیں خوش رکھے۔ خدا حافظ۔"

میں نے جاوید سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ خوش ہو کر بولا: "بھائی جان! آپ کی سوچ اپنے دماغ میں محسوس کر کے عجیب سا لگ رہا ہے۔ یہ آپ ہی بول رہے ہیں نا؟"

"ہاں، میں ہی بول رہا ہوں۔ تم کل اپنا بین الاقوامی پاسپورٹ بنوا لو۔ میں اس سلسلے میں سعید صاحب سے بات کر لوں گا تمھیں جلد ہی برما جانا ہوگا۔ وہاں رنگونوں میں میری بہت سی دولت اور جائداد منجمد ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے حاصل کر کے کوئی کاروبار شروع کر دو۔ وہ تمام سرمایہ تمھارے اور ریحانہ کے لیے ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں میں اتنا بڑا احسان نہیں اٹھا سکوں گا۔"

"بھائی بھائی پر احسان نہیں کرتا۔ اس کے کام آتا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں اپنی محنت سے کمانا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم میری دولت اور جائداد کے نگراں بن جاؤ اس کام کے عوض میں تمھارے لیے جو معاوضہ مقرر کروں اسے قبول کر لینا لیکن تمھیں ہر حال میں رنگون جانا ہے۔ اس کے لیے ابھی سے ذہنی طور پر تیار ہو جاؤ۔"

میں ہسپتال پہنچا تو معلوم ہوا ڈاکٹر فاروقی کی بیگم میرے فرضی پارس کو اپنے ساتھ لے گئی ہیں۔ میں نے ڈاکٹر وسیم درانی سے یہ پوچھا۔ "آپ نے انھیں کیوں لے جانے دیا؟"

ڈاکٹر نے کہا: "وہ بڑے اعتماد کے لوگ ہیں۔ وہ آپ کے بیٹے کی پوری نگرانی کریں گے۔ اس کی حفاظت کریں گے۔ انھوں نے اس کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ یہاں آپ نے اسے آیا کے حوالے کیا تھا۔ آیا کسی وقت بھی آپ کے دشمنوں کی چال میں آ سکتی تھی۔ ہم بہت پریشان تھے۔ اس بچے کی حفاظت ہمارے لیے ایک پرابلم بن گئی تھی۔"

میں ڈاکٹر وسیم درانی کی اس مجبوری کا احساس کر کے خاموش ہو گیا اور کار میں بیٹھ کر ڈاکٹر فاروقی کے مینٹل ہسپتال جا پہنچا۔ ہسپتال کے پیچھے ہی ان کا ایک بنگلہ تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو تہمینہ برآمدے میں کرسی پر بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "میں جانتی تھی آپ یہاں ضرور تشریف لائیں گے۔ آپ کے صاحبزادے میرے پاس ہیں۔ میں سونیا سے کسی طرح بھی چالاکی میں کم نہیں ہوں۔ میں نے اتنی سے ضد کی تھی کہ وہ کسی طرح پارس کو یہاں لے آئیں۔ ہم اس کی پرورش اور نگرانی کریں گے۔"

میں ایک کرسی کھینچ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ "بھئی، میں ہار گیا۔ تم جیت گئیں۔ کہاں ہے میرا بیٹا؟"

تھوڑی دیر بعد اس کی آیا پارس کو گود میں لے کر آ گئیں اور اسے میری گود میں دے دیا میں نے انھیں سلام کیا۔ وہ ڈھیر ساری دعائیں دینے لگیں۔ انھوں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا: "بیٹا! رات ہو چلی ہے۔ ابھی کھانے کا وقت ہو جائے گا۔ اب ہم تمھیں کھانا کھائے بغیر نہیں جانے دیں گے۔"

"آنٹی! یہ آپ کی صاحبزادی جانتی ہیں کہ میں نے شام کے پانچ بجے کھانا کھایا ہے۔ اتنی جلدی دوبارہ تو نہیں کھا سکتا۔"

تہمینہ نے کہا: "کوئی بات نہیں۔ رات کے گیارہ بجے کھائیں گے مگر جب تک کھانا نہیں کھائیں گے یہاں سے نہیں جا سکیں گے۔"

اس کی والدہ نے کہا: "بیٹی تم جاؤ اور ان کے لیے اچھی سی چائے بنا کر لے آؤ۔"

تہمینہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی اس کی امی نے تشویشناک انداز میں کہا: "تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ اگر چاہو تو تہمینہ کے دماغ میں پہنچ کر اس کا تجزیہ کر سکتے ہو۔ یہ ذرا پاگل قسم کی لڑکی ہے۔ دو بار اس پر دماغی دورہ پڑ چکا ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ بچپن سے اس قریبی مینٹل ہسپتال میں جاتی اور دماغی مریضوں کے ساتھ وقت گزارتی رہی ہے۔ شاید اسی کا اثر ہے۔ عجیب الٹی سیدھی حرکتیں کرتی ہے۔ دیکھو نا تمھارے بچے کو یہاں لانے کیلیے اس قدر ضد کی کہ میں مجبور ہو گئی۔ اگر میں اس کی بات نہ مانتی تو یہ خودکشی کر لیتی۔"

میں مسکرا کر بولا: "اس نے آپ لوگوں کو خوب دھمکی دی ہے۔"

"یہ دھمکی نہیں ہے۔ ہم آزما چکے ہیں۔ ایک بار ہم نے اس کی ضد پوری نہیں کی تو اس نے زہر کھا لیا تھا۔ بڑی مشکلوں سے اس کی جان بچائی ہے۔ اب ہم کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتے۔"

"کیا اب بھی کوئی بات ہو رہی ہے؟"

"تمھارے بچے کے سلسلے میں ضد کر رہی ہے کہتی ہے بچہ ہمارے پاس رہے گا۔ اگر تمھاری بیوی رسونتی کے ساتھ اسے بھیجا جائے گا تو اس کے لیے ایک آیا کی ضرورت ہوگی لہٰذا وہ اپنے بین الاقوامی پاسپورٹ کے ذریعے آیا بن کر اس بچے کو تمھارے ساتھ لے کر جائے گی۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا: "اس کی یہ ضد مجھے بھی مشکلات میں ڈال دے گی۔"

"میں ایک ماں ہوں۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ میری بیٹی تمھیں دل و جان سے چاہتی ہے۔ تمھیں اپنانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ اگر وہ ناکام ہو گئی تو جان پر کھیل جائے گی میں اس کا انجام بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ میں تم سے یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ تم میری بیٹی کو اپنا لو۔ تم ایک بیوی کے شوہر ہو۔ میرے لڑکے بتاتے تھے کہ رسونتی کے علاوہ تمھاری زندگی میں سونیا جیسی عورتیں بھی ہیں۔ پھر بھلا میں اپنی بیٹی کے لیے ایسی کوئی بات کیسے زبان پر لا سکتی ہوں؟"

"آنٹی! آج صبح سے میں تہمینہ کو طرح طرح سے ٹال رہا ہوں۔ اس سے کترا رہا ہوں۔ اب یہی ہو سکتا ہے میں کل یہاں سے چپ چاپ چلا جاؤں اور اسے خبر تک نہ ہو۔"

"خبر کیسے نہیں ہوگی۔ یہ تمھارے بارے میں پل پل کی خبر رکھتی ہے۔ پھر تم کوئی گمنام آدمی بھی نہیں ہو پھر ائیرپورٹ میں جو فلائنگ ہسپتال موجود ہے۔ اس کے جانے کی اسے ضرور خبر ہو جائے گی۔"

میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ایک جگہ قید کر دوں گا یا اس کے دماغ میں اس وقت تک قابض رہوں گا جب تک یہاں سے چلا نہ جاؤں۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا بیٹے؟ اس کے بعد تو اس پر جنون سوار ہو جائے گا۔ یہ کچھ کسی کی نہیں سنے گی۔ اپنی جان پر کھیل جائے گی۔ ہم ایک بار یہ تماشہ دیکھ چکے ہیں۔ اب دوسری بار دیکھنے کا حوصلہ نہیں ہے۔"

میں نے تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر غور کرنے کے بعد کہا: "اچھی بات ہے۔ آج اسے سونے دیجیے۔ جب یہ گہری نیند میں ہو گی تو میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے منفی اور مثبت خیالات کو سمجھنے کی کوشش کروں گا اور یہ بھی سمجھنا چاہوں گا کہ کس طرح اس کے منفی خیالات پر مثبت خیالات غالب آ سکتے ہیں۔"

"اس کے پاپا دماغی امراض کے بہت بڑے ماہر ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ تم چاہو تو اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کا تجزیہ کر سکتے ہو اور اس کو راہِ راست پر لا سکتے ہو۔ ہماری پریشانیاں تھی ختم کر سکتے ہو۔"

"میں پوری دیانت داری سے یہ کوشش کروں گا۔"

تھوڑی دیر بعد تہمینہ چائے لے کر آ گئی۔ میں نے کہا: "میں چائے پینے کے دوران بالکل خاموشی چاہتا ہوں۔ آپ لوگ آپس میں باتیں کرنا چاہیں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن مجھے مخاطب نہ کریں۔"

یہ کہہ کر میں نے چائے کی پیالی سے ایک ہلکی سی چسکی لی اور رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آنکھیں بند کیے بستر پر آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ اس کا دماغ اس پاس کی آوازوں کو سن اور سمجھ رہا تھا۔ ڈاکٹر قریب ہی کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

میں نے ایک ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میں آپی رسونتی کے دماغ سے آ رہا ہوں۔ وہ ہوش میں ہے اور آپ لوگوں کی باتیں اچھی طرح سن اور سمجھ رہی ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا علاج کامیاب ثابت ہو رہا ہے۔ آپ اس کے دماغ کی کچھ اور حالت بیان کریں۔"

میں پھر اس کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا: "یہ دماغی طور پر نارمل ہے۔ سوچ کی لہریں اپنی روانی میں ہیں لیکن یہ خود کو اجنبی محسوس کر رہی ہے۔ سوچ رہی ہے کہ یہ آس پاس کون لوگ بول رہے ہیں اور مجھے نظر کیوں نہیں آ رہے ہیں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی دوسرے ڈاکٹر نے کہا: "دیکھیے! وہ آنکھیں کھول رہی ہے۔"

دونوں ڈاکٹر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ آہستہ آہستہ آنکھیں کھول رہی تھی۔ پھر اس نے پوری طرح آنکھیں کھول کر آس پاس کے ماحول کو دیکھنا شروع کیا وہ سوچ رہی تھی: "میں کہاں ہوں؟ یہ کون سی جگہ ہے؟"

میں نے اس کے دماغ میں کہا: "رسونتی! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ کیا تم مجھے پہچان رہی ہو؟"

وہ تھوڑی دیر تک میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتی رہی۔ سنتی رہی۔ پھر اس نے بڑی نقاہت سے زبان کے ذریعے کہا: "یہ مجھے کون مخاطب کر رہا ہے؟ کون بول رہا ہے؟"

ایک ڈاکٹر نے اس کے قریب جھک کر کہا: "ابھی تو تم سے کوئی نہیں بول رہا ہے، ہم تمھارے پاس ہیں۔"

"میرے دماغ میں کوئی گھس رہا ہے۔ میں فرہاد ہوں۔ مجھ کو پہچانو۔"

ڈاکٹر نے کہا: "ہاں، ہاں مسٹر فرہاد تمھارے شوہر ہیں۔ تم ان کی بیوی ہو۔ کیا تم انھیں نہیں پہچان سکتی ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولی: "نہیں، تم لوگ کون ہو۔ مجھے یہاں کس لیے لائے ہو؟"

"ہم ڈاکٹر ہیں۔ تمھارا علاج کر رہے ہیں تم بہت بیمار ہو۔"
اس نے پوچھا: "میں بیمار ہوں؟"
"ہاں، یہ بتاؤ۔ تمھارا نام کیا ہے؟"
وہ بہت ہی نقاہت سے بولی: "میرا نام؟ میرا نام؟"
وہ سوچنے لگی۔ یاد کرنے لگی۔ پھر اس نے پوچھا: "تمھارا نام کیا ہے؟"
ڈاکٹر نے کہا: "میرا نام ہیرش داسکی ہے اور تمھارا نام رسونتی ہے۔ رسونتی۔ بولو۔ رسونتی۔"
وہ دھیرے دھیرے بڑبڑانے لگی: "رس ون تی۔ رسونتی۔"
ڈاکٹر نے پوچھا: "جانتی ہو۔ پارس کس کا نام ہے؟"
وہ سوالیہ نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھنے لگی۔ میں اس کے دماغ میں تھا۔ وہ اپنے ذہن پر زور دے کر سوچنے کی کوشش کر رہی تھی کہ پارس کس کا نام ہے لیکن اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا: "پارس تمھارے بیٹے کا نام ہے۔ کیا تم اپنے بیٹے کو بھی بھول گئیں؟"
وہ مجھ کو، پارس کو حتیٰ کہ اپنے آپ کو بھی بھول چکی تھی اور جو اپنے آپ کو بھول جائے وہ ساری دنیا کو بھول جاتا ہے۔ ڈاکٹر نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "کوئی بات نہیں۔ ہم پہلے مرحلے میں اس حد تک کامیاب ہو گئے ہیں کہ دماغ سے زہریلے اثرات ختم ہو گئے۔ آئندہ مرحلے میں یہ اپنے آپ کو اور اپنے لوگوں کو پہچاننے بھی لگیں گی۔"
دوسرے ڈاکٹر نے رسونتی کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا: "آرام سے لیٹی رہو، اپنے ذہن پر زور نہ ڈالو۔ تمھیں کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"
انھوں نے ایک نرس کو ہدایتیں لگا دی اور کمرے سے باہر نکل گئے۔ میں نے پوچھا: "کیا میں آہستہ آہستہ اس کے ذہن میں اپنی یاد تازہ کرنے کی کوشش کروں؟"
ڈاکٹر نے جواب دیا: "یہ مناسب نہیں ہے۔ ابھی اس کی ذہنی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ دوسری سوچوں کو قبول کرے۔ اس کا دماغ کمزور ہے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔"
"ڈاکٹر! میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی بیوی کے دماغ کو اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔ اس کے شعور سے تحت الشعور تک کوئی بات بھی تشریح ناک نظر نہیں آتی۔ آپ طبی مطالعہ کی رو سے بتائیں۔"
"ہماری اسٹڈی بھی یہی ہے۔ آپ کی وائف دماغی طور پر یوں تو پرسکون ہو چکی ہیں اور زہریلے اثرات سے محفوظ ہو گئی ہیں لیکن ان کے دماغ میں جو کمزوری باقی رہ گئی ہے۔ اسے بھی دور کرنا ہے اور یہ بھی دیکھنا ہے کہ جو خون تبدیل کر کے انھیں دیا گیا ہے۔ وہ پچھلے خون کے مضر اثرات سے کس حد تک محفوظ ہے۔ بائی، دی، وے مسٹر فرہاد! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ یہ سب کچھ یہاں کے ڈاکٹر بھی معلوم کر سکتے ہیں اور آپ کی وائف کا خاطر خواہ علاج بھی کر سکتے ہیں۔ اگر مصروفیت کی وجہ سے اتنی دور پیرس نہ جانا چاہیں۔ تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ ہمارے ساتھ سفر کریں۔ آپ کی وائف کو یہاں کے بہترین مینٹل ہسپتال میں رکھا جا سکتا ہے۔ اگر کبھی حالت بہت زیادہ تشویش ناک ہوئی تو ہم اسی طرح وہیں وقت پر مدد کے لیے پہنچ جائیں گے۔"
"آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ میں اپنے ملک میں رہنا چاہتا ہوں۔ یہاں میرے اپنے بہت سے لوگ ہیں میری وائف کے لیے بہت سی محبتیں ہیں۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی اس کے پاس موجود رہے گا۔ علاج بھی ہوتا رہے گا اور میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغی علاج کے ماہرین کی بھرپور مدد کرتا رہوں گا۔"
"ٹھیک ہے۔ آپ اپنی وائف کو کل صبح تک کسی مینٹل ہسپتال میں منتقل کر دیں۔ ہم اپنے وقت پر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"
میں دماغی طور پر ڈاکٹر فاروقی کی بیٹھی کے برآمدے میں حاضر ہو گیا۔ میرے سامنے تہمینہ اور اس کی والدہ بیٹھی ہوئی دھیرے دھیرے باتیں کر رہی تھیں۔ جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو تہمینہ نے حیرانی سے کہا: "مائی گڈنس۔ اگر میں اتنی دیر خاموش رہوں تو میرا دم نکل جائے اور کوئی اتنی دیر خاموش رہ کر عبادت میں ڈوبا ہے کو اسے فوراً جنت مل جائے۔ تم آدمی ہو یا مشین؟"
اس کی والدہ نے ذرا ناراض ہو کر کہا: "فرہاد میاں سے تمھاری یہ بے تکلفی اچھی نہیں لگتی۔ یہ تم سے تجربے میں، شہرت میں، عمر میں، ہر لحاظ سے بڑے ہیں۔ تمھیں ان کے سامنے ادب سے گفتگو کرنا چاہیے۔"
"ممی! آپ مجھے ادب سے گفتگو کرنے کی نصیحتیں کر رہی ہیں حالانکہ بے تکلفی کا مطلب بے ادبی نہیں ہوتی۔ اگر میں نے ناشائستہ الفاظ کہے ہوں، یا ایسی کوئی بات کہہ دی ہو جس سے فرہاد کی توہین کا پہلو نکلتا ہو تو میں ابھی آپ کے سامنے سر جھکا کر معافی مانگ لوں گی۔"
"فرہاد میاں تم سے عمر میں تقریباً دوگنے ہیں۔ اور تم انھیں فرہاد کہتی ہو۔ بھائی جان نہیں کہہ سکتیں؟"
"ممی! ہماری سوسائٹی میں دوست کو بھائی جان نہیں کہتے۔ یہ آپ کے زمانے میں ہوتا تھا۔ آپ لوگ پہلے کسی کو بھائی کہتی ہیں۔ پھر میاں بنا لیتی ہیں۔"
وہ غصے سے بولیں: "کیا بکتی ہے لڑکی؟"
"آپ ہی نے تو کہا تھا کہ شادی سے پہلے آپ پاپا کو بھائی جان کہا کرتی تھیں۔"
وہ بولیں: "وہ میرے بڑے ابا کے ہم جنر اشے ہیں میں انھیں اور کیا کہتی؟"
"اور اب شادی کے بعد پاپا کو جان کہتی ہیں۔ بھائی کو ماضی میں چھپا دیا اور جان کو رہنے دیا۔"
اس کی والدہ میرے سامنے جھینپ گئیں۔ دوسری طرف منہ پھیر کر سر پر دوپٹہ رکھ آنچل سے اپنے چہرے کو چھپاتے ہوئے بولیں۔ "اے لڑکی! تیری زبان چلتی ہے تو سوچتی نہیں کہ کیا بول رہی ہے۔ تیرے باپ نے بھتا تجھے سر پر چڑھا رکھا ہے۔ ایک دن وہ اتنا ہی پچھتائیں گے۔"
ان کی بات ختم ہوتے ہی ہسپتال کے پچھلے حصے سے ڈاکٹر فاروقی آتے ہوئے نظر آئے۔ تہمینہ کی والدہ انھیں دیکھتے ہی اٹھ کر اپنے میاں کے پاس پہنچ گئیں۔ وہ اتنی دور تھیں کہ ان کی باتیں ہم نہیں سن سکتے تھے۔ لیکن میں نے خیال خوانی کے ذریعے سن لیا وہ کہہ رہی تھیں: "آپ نے اپنی لاڈلی کو اتنا سر چڑھا لیا ہے کہ اب آپ کے اور ہمارے رونے کے دن آ گئے ہیں۔ یہ فرہاد میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔ اس لڑکی کی دیوانگی کو آپ نہیں سمجھ سکتے۔ میں سمجھ رہی ہوں۔"
"میں بھی سمجھتا ہوں یہ آج کل کے لڑکے لڑکیاں ذرا سی ناکامی کو برداشت نہیں کرتے اور خودکشی کر لیتے ہیں۔ میں اپنی بیٹی کی طرف سے انڈیشوں میں گھرا رہتا ہوں۔ کیا کروں سمجھ میں نہیں آتا۔"
تہمینہ نے پوچھا: "یہ تم کہاں گم ہو گئے ہو؟ کیا پھر خیال خوانی شروع کر دی؟"
میں نے چونک کر اسے دیکھا اور سنجیدگی سے کہا: "تہمینہ! کیا اتنی سی بات تمھاری سمجھ میں نہیں آئی کہ سائے کے پیچھے بھاگنا نادانی ہے۔"
"وجود کے بغیر سایہ نہیں ہوتا۔ میں جس سائے کے پیچھے بھاگ رہی ہوں۔ اس کا یقیناً کوئی وجود ہے۔"
"میں ایسے وجود کی بات کر رہا ہوں جو سائے کی طرح کبھی ہاتھ نہیں آتا۔"
"تو کیا ہوا؟ میں بھاگتے بھاگتے گر پڑنے اور مر جانے کا حوصلہ رکھتی ہوں۔"
میں اس کی بات کا جواب نہ دے سکا۔ ڈاکٹر فاروقی اپنی بیگم کے ساتھ برآمدے میں پہنچ گئے تھے۔ میں نے اٹھ کر ان سے مصافحہ کیا۔ انھوں نے پوچھا: "تمھاری بیگم کا کیا حال ہے؟"
"میں انھیں آپ کے ہسپتال میں منتقل کرنا چاہتا ہوں۔"
انھوں نے حیرانی سے پوچھا: "میں نے تو سنا تھا، تم انھیں اور بچے کو لے کر پیرس جا رہے ہو۔"
میں نے انھیں امریکا اور جرمن ڈاکٹروں کے مشورے سنائے۔ رسونتی کی موجودہ حالت سے آگاہ کیا۔ انھوں نے کہا: "پھر تو بیشک رسونتی کو میرے ہسپتال میں لے آؤ۔ ان کے لیے ایک کمرہ ابھی مخصوص کیے دیتا ہوں۔"
ان کی بیگم نے پریشان ہو کر اپنی بیٹی تہمینہ کو دیکھ کر مجھ سے پوچھا: "فرہاد میاں! کیا تم رسونتی کے ساتھ یہیں رہو گے؟"
میں نے تہمینہ کی طرف دیکھا۔ وہ چپ چاپ مسکرا رہی تھی مگر اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "یہ سائے کے پیچھے بھاگنے والی کی تقدیر ہے۔ سایہ بھاگتے بھاگتے میرے ہی دروازے پر رک رہا ہے۔"
میں نے اس کی والدہ سے کہا: "ہم سب حالات سے لڑ سکتے ہیں تقدیر سے نہیں لڑ سکتے۔ میں کل صبح تک یہاں سے چلے جانے کی کوشش کروں گا۔"
میری بات سنتے ہی تہمینہ نے ایک دم غصے سے کہا: "امی، اِٹ از شیم فار یو۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ فرہاد کو یہاں سے بھگا کر مجھے پنجرے میں بند کر دیں گی۔ میں آپ کے زمانے کی لڑکی نہیں ہوں جنھیں گھونگھٹ میں باندھ دیا جاتا تھا۔"
وہ غصے سے پاؤں پٹختے ہوئے بنگلے کے اندر چلی گئی۔ اس کی امی نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا: "اے میں کیوں بھگانے لگی فرہاد میاں کو۔ یہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ یہ خود ہی کل جا رہے ہیں۔"
ڈاکٹر فاروقی نے ذرا سخت لہجے میں کہا: "بیگم! ہماری آج کی نسل اتنی نادان نہیں ہے کہ باتوں کے پیچھے چھپے ہوئے مفہوم کو نہ سمجھ سکے۔"
وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنی جگہ بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ نہ تو میری وجہ سے پریشان ہوں نہ آپس میں جھگڑا کریں۔ میں خاموشی سے چلا جاؤں گا۔ تہمینہ کو آپ لوگ یہی بتائیں کہ میں رسونتی کے علاج کے لیے یہاں ایک عرصے تک قیام کروں گا۔ آپ کی بیگم کے سوچنے کا انداز بالکل مناسب ہے۔ یہ ایک بیٹی کی ماں ہیں۔ انھیں اسی انداز میں سوچنا چاہیے۔ سیلاب کے آگے بند باندھنا بہت مشکل ہے۔ جب تک میں یہاں نہیں تھا اس وقت تہمینہ میرے متعلق سنتی تھی، پڑھتی تھی، معلومات حاصل کرتی تھی لیکن یہ دیوانگی نہیں تھی جو اب نظر آ رہی ہے۔ اسی طرح جب میں نظروں سے دور ہو جاؤں گا اور کہیں میرا نام نشان نہیں ملے گا۔ وہ میرے کسی ٹھکانے تک نہیں پہنچ سکے گی تو رفتہ رفتہ اس کی دیوانگی میں کمی آ جائے گی۔"
ڈاکٹر فاروقی نے کہا: "میں آپ سے شرمندہ ہوں۔ میری بیٹی کی وجہ سے آپ اپنی بیوی کا علاج میرے ہاں نہیں کرائیں گے کسی دوسری جگہ لے جائیں گے۔"

"اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ علاج ہونا ہے کہیں بھی ہو جائے گا لیکن میں وہ بدنامی اپنے سر نہیں لینا چاہتا جو آئندہ میرا انتظار کر رہی ہے۔ میں ماضی میں بہت بدنام ہو چکا ہوں۔ بے شک ایک عیاش اور آوارہ آدمی سمجھا جاتا ہوں لیکن کوئی یہ الزام سے نہیں کہتا کہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اب میں کوشش کرتا ہوں کہ تالی بجاتے وقت میرا ہاتھ آگے نہ بڑھے۔ اسی لیے میں پیچھے ہٹ رہا ہوں۔"

تہمینہ کی والدہ نے کہا: "خدا تمہارا بھلا کرے خدا تمہیں لمبی عمر دے اور دشمنوں سے محفوظ رکھے لیکن بیٹے! وہ پارس کو یہاں لے آئی ہے اب اسے اپنی نظروں سے دور نہیں کرے گی۔"

"میں رستمی کو ہسپتال میں لاؤں گا تو کل شام کو بچے کو یہاں سے لے جاؤں گا۔ بچہ رستمی کے پاس ہوگا تو میں ماں بیٹے کو لے کر چپ چاپ نکل جاؤں گا، آپ اطمینان رکھیں۔ یہ ساری باتیں مجھ پر چھوڑ دیں۔"

ڈاکٹر نے کہا: "میں آپ کو دماغی امراض کے ایک ماہر کا پتا بتا رہا ہوں وہ بہت ہی تجربے کار ہیں۔ آپ رستمی کو وہاں۔"

میں نے ان کی بات کاٹ کر کہا: "آپ کسی کا پتا نہ بتائیں کیونکہ آپ کی لاڈلی بیٹی جب آپ سے ضد کرے گی تو آپ وہ پتا اسے بتانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ میں خود ہی معلومات حاصل کر لوں گا۔"

آپ رستمی کو کب ہسپتال پہنچا رہے ہیں؟"

"میں ابھی معلوم کر کے بتاتا ہوں۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے رستمی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اس کے پاس ایک نرس بیٹھی ہوئی اس سے باتیں کر رہی تھی، رستمی اس کی باتیں سن رہی تھی لیکن اس کے سمجھنے میں بچوں جیسا بھولپن تھا۔ وہ بڑی حیرانی سے جو سنتی تھی، ان کے متعلق سوالات بھی کرتی تھی۔ اس نے کہا: "سسٹر! تمہاری باتیں سن کر مجھے تمہاری دنیا اجنبی سی لگتی ہے۔ یہ سوچ کر عجیب سا لگتا ہے کہ کوئی فرہاد میرے شوہر میں اور میں اُن کے بچے کی ماں بن گئی ہوں۔ پھر بھی، کیسی شرم کی بات ہے مجھے تو سوچنے سے ہی شرم آتی ہے تم عورت ہو، میں تم ہی سے پوچھ سکتی ہوں پلیز سچ سچ بتاؤ، کیا کوئی مرد شوہر کی حیثیت سے میرے قریب آچکا ہے؟"

نرس نے ہنس کر اس کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے کہا: "کیسی پاگلوں جیسی باتیں کر رہی ہو۔ یہ تو محبت ہے اور یہ بہت پیارا رشتہ ہے جو نئی نسل کو جنم دیتا ہے۔ تمہارا شوہر تو بہت ہی نامور شخص ہے۔ ایک غیر معمولی صلاحیت کا انسان ہے۔ تمہیں تو اس پر فخر کرنا چاہیے۔ اس میں شرم کی کیا بات ہے؟"

نرس اس کی شرم حیا کو نہیں سمجھ سکتی تھی جب رستمی پہلی بار میرے سامنے آئی تھی تو وہ ایک مندر کی دیوداسی تھی۔ اس کے دماغ کے کسی گوشے میں بھی کبھی کسی مرد کا تصور نہیں تھا۔ وہ اپنے آپ کو دیوتاؤں کی امانت سمجھتی تھی اور اب پھر اسی مقام پر پہنچ گئی تھی۔

منحنال کا زہر اسے مار ہی ڈالتا لیکن ڈاکٹروں نے اسے بچا لیا۔

میں نے امریکی ڈاکٹر کے پاس پہنچ کر کہا: "ڈاکٹر! ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ جو زہر ہلاہن رستمی کے دماغ میں تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی موجودہ زندگی کی یادیں بھی ختم ہو گئی ہیں۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ وہ اپنے ماضی بعید کو نہیں بھول سکی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ وہ کنواری ہے اور صرف اپنے دیوتاؤں کی امانت ہے۔ کوئی مرد اس کے بدن کو چھو نہیں سکتا۔ بہت پہلے اس کے یہی خیالات تھے۔ جب میری اس سے شادی نہیں ہوئی تھی اور اب بھی وہی خیالات اس پر غالب آ گئے ہیں۔"

ڈاکٹر نے کہا: "جب یہ ہوش میں آئی تھی تو اپنے آپ کو بھی نہیں پہچان رہی تھی۔ آپ نے اس کے دماغ کی تہہ میں جھانک کر دیکھا تھا اور اس کی دماغی رپورٹ پیش کی تھی۔ اب یہ اپنے آپ کو پہچان رہی ہے۔ موجودہ زندگی کے حوالے سے نہ پہچاننے لیکن ماضی کے حوالے سے پہچاننے لگی ہے۔ اب آپ اس کے دماغ کی تہہ میں پہنچ کر معلومات حاصل کریں تو ہمیں بھی اس کیس کے بارے میں کچھ نئی معلومات حاصل ہوں گی۔"

ڈاکٹر کا مشورہ سنتے ہی میں رستمی کے پاس پہنچ کر اس کے دماغ کی تہہ میں اُتر گیا۔ اس کی سوچ کی لہریں بڑی رواں دواں تھیں۔ کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ وہ اپنے موجودہ حالات کے متعلق سوچتے وقت ذرا پریشان ہو جاتی تھی ورنہ کوئی بات تشویشناک نہیں تھی۔ میں نے اس کے دماغ کی تہہ میں اتر کر معلوم کرنے کی کوشش کی۔ آخر وہ مجھے کیوں نہیں پہچانتی تھی؟ اپنی موجودہ زندگی کیوں بھول گئی تھی؟ اور اس کا ماضی کیوں اس پر غالب آ رہا تھا؟

آہستہ آہستہ مجھے اس کے دماغ کی تہہ سے جواب موصول ہونے لگا وہ چونکہ ایک کٹر ہندو گھرانے میں پیدا ہوئی تھی۔ اس کے ذہن پر اس کا دھرم پوری طرح حاوی تھا اسے بچپن سے جوانی تک مندر کا ماحول ملا تھا، منحنال کے زہر نے اس کے دماغ کو بالکل دھو ڈالا تھا اب نئے خون کی تبدیلی سے دماغ کی نئی ابتدا ہو رہی تھی۔ وہ اپنے ابتدا سے سوچنا شروع کر رہی تھی اور اس کی سوچ کے مطابق خود کو ایک ہندو کنواری دوشیزہ سمجھ رہی تھی۔

میں نے ڈاکٹر کے پاس پہنچ کر تفصیلی رپورٹ پیش کی۔

وہ ہنسنے کے بعد کہنے لگا: "اب یہ ایک نفسیاتی کیس بن گیا ہے۔ اس کا دماغ اپنی زندگی کو شروع سے دہرا رہا ہے جس طرح بچے بھولے ہوئے سبق کو اچھی طرح یاد کرنے کے لیے اسے ابتدا سے پڑھتے ہیں۔ اسی طرح رستمی نے آموختہ شروع کیا ہے۔ ماضی کو بالکل ابتدا سے پڑھ رہی ہے۔ جب تک وہ موجودہ حالات تک نہیں پہنچے گی۔ اس وقت تک تمہیں اور بچے کو پہچاننے سے انکار کرتی رہے گی۔"

میں ان سے رخصت ہو کر دماغی طور پر ڈاکٹر فاروقی کے سامنے حاضر ہو گیا۔ ڈاکٹر نے پوچھا: "کیا حال ہے؟"

میں نے انھیں تفصیل سے رستمی کے متعلق بتایا۔ انھوں نے بھی یہی کہا: "یہ ایک نفسیاتی کیس بن گیا ہے۔ اس کے ذہن کی تجدید ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ ابتدا سے اپنے آپ کو یاد کرے گی۔ اس کا دھرم اور اس کی پوجا اور اس کے مندر کا ماحول چونکہ اس کے حواس پر غالب ہے۔ اس لیے وہ اپنی یادداشت کی ابتدا وہیں سے کر رہی ہے۔"

میں نے تعجب کا اظہار کیا: "کمال ہے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ عورت جب ماں بن جاتی ہے تو پھر وہ اپنا دھرم، عقیدہ، ماحول اور اپنا ماضی سب کچھ بھول جاتی ہے صرف بچے کو اور اپنی ممتا کو یاد رکھتی ہے۔ تعجب ہے کہ اس نے پارس کو بھلا دیا ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی تہمینہ کی والدہ گھبرائی ہوئی ہمارے پاس آئیں۔ ان کے پیچھے ملازم بھی تھی۔ وہ ہانپتے ہوئے بولیں۔

"میں نے تمام کمروں میں دیکھ لیا ہے، پارس نہیں ہے۔"

"کیا؟" میں ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

وہ بولیں: "میں نے اس کمبخت کو پارس کی دیکھ بھال کے لیے کہا تھا۔ یہ کہتی ہے کہ تہمینہ بی بی نے اُسے لکھن میں جائے بنانے کے لیے بھیج دیا تھا جس کی وجہ سے یہ پارس سے غافل ہو گئی۔"

میں نے ملازمہ کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا: "میں جائے بنا کر واپس آئی تو بچہ کمرے میں نہیں تھا میں نے سوچا شاید تہمینہ بی بی اسے باہر لے گئی ہیں۔"

بیگم نے کہا: "تہمینہ نے کبھی کسی رشتے دار کے بچے کو بھی گود میں نہیں لیا۔ میں حیران ہوئی کہ آخر اسے کیسے لے گئی؟ اور کہاں لے گئی؟ میں نے تمام کمرے دیکھ ڈالے لیکن نہ وہ ہے، نہ بچہ ہے۔"

میں فوراً ہی تہمینہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس اس کی گود میں تھا۔ میں نے پوچھا: "تہمینہ! یہ کیا حماقت ہے۔ تم بچے کو کہاں لے جا رہی ہو؟"

وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ارد گرد دیکھنے لگی میں نے کہا: "میں فرہاد ہوں، تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں۔ اِدھر اُدھر کیا دیکھ رہی ہو، میرے سوال کا جواب دو۔"

اس نے جواب دیا: "اگر تم میرے دماغ میں پہنچ ہی چکے ہو تو سُن لو میں تمہاری محبت کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں۔ میں میری اور پارس کی قسم ہے۔ میری ممی اور پاپا کو کچھ نہ بتانا۔ ہو سکے تو میرے دماغ سے تم بھی کچھ معلوم نہ کرنا۔ میں بعد میں بتلا دوں گی۔"

"بچو! اس مت کرو۔ فوراً واپس آؤ۔ ورنہ میں تمہارے والدین کو لے کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"میں نہیں آؤں گی اور نہ ہی تمہیں کچھ بتاؤں گی۔"

میں نے فوراً ہی اس کے دماغ پر قبضہ کر لیا۔ پتا چلا۔ اس وقت اس کی ٹیکسی شاہراہ پاکستان پر دوڑ رہی ہے اور اس کا رُخ جہلم کی طرف ہے۔ میں نے اس کے ذریعے ڈرائیور کو مخاطب کیا اور کہا: "ڈرائیور! واپس چلو۔ میں آگے نہیں جاؤں گی۔"

ڈرائیور نے جواب نہیں دیا۔ میں نے پھر اس کی زبان سے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔ تب بھی جواب نہ ملا۔ تب میرا ماتھا ٹھنکا یقیناً اسے اور میرے بچے کو اغوا کیا جا رہا تھا۔ اس وقت تہمینہ پوری طرح میرے کنٹرول میں تھی۔ اس نے بچے کو پچھلی سیٹ پر آرام سے لٹا دیا اور عقب سے ڈرائیور کی گردن دبوچ کر بولی: "روکتے ہو یا میں تمہارا گلا دبا دوں؟"

ڈرائیور نے گاڑی روک دی۔ تہمینہ نے اس کی گردن چھوڑ دی اور بچے کو گود میں اٹھا کر گاڑی سے اترنے کے لیے دروازے کی طرف مڑی ہی تھی کہ ڈرائیور نے اس کی کنپٹی سے پستول کی نال لگا کر اسے اگلی سیٹ پر آنے کا اشارہ کیا۔

میں تہمینہ کے دماغ پر قابض ہونے کے باوجود پستول کے سامنے کچھ نہیں کر سکتا تھا اگر تہمینہ کے ذریعے کوئی اقدام کرتا تو تہمینہ اور نقلی پارس کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ بے چون و چرا ڈرائیور کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ چنانچہ میں نے اُن کے درمیان مداخلت نہیں کی۔ تہمینہ خاموشی سے بچے کو لے کر آگے چلی گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی ڈرائیور نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

میں نے اس کے دماغ سے نکل کر آنکھیں کھول دیں اور اپنی کار کی طرف بڑھتے ہوئے بولا: "تہمینہ اور بچے کو اغوا کر کے جہلم لے جایا جا رہا ہے۔"

کار تک پہنچنے سے پہلے ہی میں نے سعید صاحب سے رابطہ قائم کر کے انھیں حالات سے آگاہ کر دیا۔ انھوں نے کہا: "میں ابھی ٹریسمیٹر کے ذریعے ہائی وے کی تمام پولیس چوکیوں کو اطلاع دے کر خود بھی ادھر ہی آ رہا ہوں۔ تم میری رہنمائی کرتے رہنا۔"

میں نے اپنی کار زیرو پوائنٹ کی طرف دوڑا دی۔ وہ ٹیکسی بھی اُدھر ہی جا رہی تھی۔ اس کا ڈرائیور میرے دشمنوں میں سے ہی تھا۔ اس نے تہمینہ کے سامنے زبان بند رکھنے کے لیے اپنے دماغ سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی۔ میں برابر تہمینہ کی

خبر گیری کر رہا تھا۔ وہ بار بار اس سے پوچھ رہی تھی کہ وہ اسے کہاں لے جانا چاہتا ہے لیکن ڈرائیور اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے یوں انجان بنا ہوا تھا جیسے اس کی کوئی بات اس کے کانوں تک پہنچ ہی نہ رہی ہو۔

میں نے تہمینہ کے دماغ سے معلوم کیا اس وقت ان کی ٹیکسی ایک ایسے پہاڑی راستے سے گزر رہی تھی جہاں کچھ فاصلے پر گہری کھائیاں بھی تھیں۔ گاڑی کی رفتار پچاس میل فی گھنٹہ تھی۔ میں ستر اور اسی میل کی رفتار سے ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ ان کی گاڑی کی رفتار معلوم ہونے کے بعد میں نے اپنی کار کی رفتار اور بڑھا دی۔ شاہراہ سے گزرنے والی چھوٹی بڑی گاڑیوں کو پیچھے چھوڑتا ہوا میں اس خطرناک انداز سے آگے بڑھ رہا تھا کہ میری ذرا سی چوک یہ سارا کھیل ختم کر سکتی تھی۔ فریاد اور اس کی ٹیلی پیتھی کا قصہ یوں تمام ہو جاتا کہ میری داستان تک نہ ہوتی داستانوں میں۔

میرے لیے اب اس بچے کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی کیونکہ جس کے لیے وہ بچہ حاصل کیا گیا تھا وہ اب اس قابل نہیں رہی تھی کہ کوئی بھی بچہ اس کی بے سکون زندگی کو قرار بخش سکتا یا اس کے دماغ کا منتشر تانا بانا جوڑ کر اسے شعور کی دنیا میں واپس لا سکتا۔ لیکن بہرحال وہ ایک انسان کا بچہ تھا۔ کسی کی آنکھوں کا اُجالا تھا اور کبھی میں نے اُسے رسوئتی کے دل کے زخم بھرنے کے لیے مرہم بنایا تھا اور جب وہ موت کی تاریک راہوں پر چل پڑی تھی تو اسی بچے کو اس کی راہ میں حائل کر کے اسے موت کو شکست دینے کے قابل بنایا تھا۔ اگر یہ بچہ اس کے سینے میں دبی ہوئی ممتا کی چنگاری کو ہوا نہ دیتا تو ہوئتی کی زندگی کا پراغ روشن نہ رہ سکتا۔ اسی بچے کے مجھ پر اور ہوئتی پر بڑے احسانات تھے اور میں احسان فراموش نہیں تھا کہ سب کچھ بھول کر اسے دشمنوں کے حوالے کر دیتا۔

ڈرائیور نے ٹیکسی سڑک کے کنارے روک کر ریوالور سے تہمینہ کو بچے کے ساتھ نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔ میں نے تہمینہ سے کہا: "اس کے حکم پر بلا چوں وچرا عمل کرتی رہو۔ یہ تمہیں جہاں بھی لے جانا چاہے خاموشی سے چلی جاؤ لیکن جس طرف سے گزرو راستے کے اہم نشانات اپنے ذہن میں دہراتی رہو تاکہ میں بہ آسانی تم لوگوں کے پیچھے آسکوں۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہیں میں تمہارے ساتھ ہوں اور بہت جلد تمہاری مدد کے لیے پہنچ رہا ہوں۔"

میری ہدایت کے مطابق تہمینہ ٹیکسی سے اتر گئی۔ ڈرائیور نے گاڑی سے نکل کر اس کا بازو پکڑا اور اسے کھینچتا ہوا ایک جانب لے چلا۔ نیچے اونچا ہموار چھریلے راستے پر اس طرح چلنے میں تہمینہ کو بڑی دشواری ہو رہی تھی۔ اس نے جھٹکا دے کر اپنا ہاتھ چھڑا کے کہا: "میرا ہاتھ چھوڑو، میں خود چل رہی ہوں ریوالور ہاتھ میں رکھ کر بھی ایک کمزور لڑکی کو اس طرح کھینچتے ہوئے شرم نہیں آتی تمہیں؟"

میں تہمینہ کی آنکھوں سے ماحول کا جائزہ لے کر راستہ ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔ پندرہ منٹ بعد مجھے سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی ٹیکسی نظر آگئی۔ میں گاڑی روک کر دوڑتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ ٹیکسی خالی تھی۔ میں سڑک کے بائیں جانب اس طرف چل دیا جدھر ٹیکسی ڈرائیور تہمینہ کو لے کر گیا تھا۔ چاندنی خوب چٹکی ہوئی تھی۔ دور دور تک چیزیں صاف نظر آرہی تھیں۔ میں نے ایک چھوٹا سا ٹیلہ عبور کیا اور بغور سامنے دیکھتا ہوا ہموار راستے پر سنبھل سنبھل کے چلنے لگا۔ اس دوران بھی میں تہمینہ کے دماغ میں جھانک کر یہ معلوم کرتا جا رہا تھا کہ وہ لوگ کہاں پہنچ چکے ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ لوگ خاصے نشیب میں ایک ایسے ہموار اور سیدھے راستے پر پہنچ گئے تھے۔ جہاں سے ریلوے لائن گزرتی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور ریلوے لائن کے پاس پہنچ کر رک گیا۔ اس نے تہمینہ کو بھی اپنے ساتھ کھڑا کر لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب وہ مزید آگے جانے کے بجائے وہیں رک کر کسی کا انتظار کر رہا ہے۔

میں نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ کئی بار ٹھوکر کھا کر گرتے گرتے بچا لیکن اپنی رفتار میں کمی نہیں کی اور تقریباً دوڑتا ہوا اس ہموار راستے کے قریب پہنچ گیا۔ مجھے ریلوے لائن نظر آنے لگی تھی۔ نیچے اترتے ہوئے مجھے زور سے ٹھوکر لگی میں لڑھک کر نیچے گرنے لگا تھا کہ ایک چٹان کا کنارہ میرے ہاتھ میں آگیا۔ اس نے مجھے تو نشیب میں لڑھک کر ٹوٹ پھوٹ سے بچا لیا مگر ایک پتھر زوردار آواز سے نیچے لڑھکتا چلا گیا۔ رات کے سناٹے میں پتھر کے لڑھکنے کی آواز بہت دور تک سنی جا سکتی تھی۔ میں نے تہمینہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے بھی وہ آواز سن لی تھی اور وہ چوکنا ہو کر آواز کی سمت دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ تہمینہ کو ریوالور سے کور کیے ہوئے اس سے دور ہٹنے لگا۔ یقیناً وہ اس سے دور ہو جانا چاہتا تھا۔ شاید اسے میرے وہاں پہنچنے کا احساس ہو گیا تھا اور وہ خطرہ محسوس کر کے میرے پہنچنے سے پہلے ہی فرار ہو جانا چاہتا تھا۔

میں نیچے پہنچا تو اس کا دور دور پتا نہ تھا۔ ریلوے لائن میرے سامنے تھی لیکن تہمینہ بھی مجھے نظر نہیں آرہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ریلوے لائن کے پاس ہی کھڑی تھی میں نے اس سے مخاطب کر کے اس جگہ کی نشاندہی کرنے کو کہا۔ جہاں وہ کھڑی تھی تو اس نے بتایا "دائیں طرف سیدھے چلے آؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں نظر آجاؤں گی۔"

میں نے تیزی سے دائیں طرف چلنا شروع کیا کچھ ہی دور جانے کے بعد ایک موڑ پر وہ بچے کے ساتھ نظر آگئی۔ میں نے قریب پہنچ کر غصے سے پوچھا: "یہ کیا حماقت ہے۔ تم بچے کو ساتھ لے کر کیوں نکلی تھیں؟"

اس نے میرا سوال اور غصہ نظر انداز کر کے کہا: "تم اپنے ساتھ ریوالور تو نہیں لائے ہو گے؟ منصور نے بتایا تھا کہ تم کسی ہتھیار کے بغیر ہی دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے عادی ہو۔"

"کیا تم میرا امتحان لینے کے لیے بچے کو لے کر اس ویرانے میں آئی ہو؟"

"میں تو اسے اس لیے لائی تھی کہ یہ میرے پاس ہو گا تو تم میرے پیچھے چلے آؤ گے۔ پھر ہم دونوں کہیں دور، بہت دور چلے جائیں گے۔"

"اگر میں نہ آتا تو وہ ریوالور والا تمہاری دُور بہت دُور پہنچنے کی حسرت اچھی طرح پوری کر دیتا۔ وہ کہاں چلا گیا؟"

اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "اسی لائن پر سیدھا گیا ہے۔ وہ بار بار اس طرح اُدھر دیکھ رہا تھا جیسے ادھر سے کسی کے آنے کا منتظر ہو۔"

میں نے کہا: "معلوم ہوتا ہے یا تو اُدھر سے کوئی ایسی ٹرین آنے والی ہے جس میں اس کے ساتھی ہوں گے یا پھر وہ لوگ ریلوے کی ٹرالی لا رہے ہیں تاکہ تمہیں اور بچے کو اس کے ذریعے کہیں دور لے جا سکیں۔ یہیں یہاں نہیں رکنا چاہیے۔ آؤ واپس چلیں۔"

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر واپسی کے راستے کی طرف کھینچا۔ وہ اپنا ہاتھ جھٹک کر بولی: "اُدھر کہاں جا رہے ہو؟ کیا مجھے واپس گھر لے جاؤ گے؟"

"اور کیا سسرال لے جاؤں گا؟"

وہ خوش ہو کر بولی: "تم نے تو میرے مُنہ کی بات چھین لی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ جلدی چلو۔"

میں اُسے کھینچ کر واپس لے جانا چاہتا تھا کہ اچانک فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں۔ جس پہاڑی سے اُتر کر میں یہاں تک آیا تھا۔ فائرنگ وہیں سے ہو رہی تھی اور نشانہ ہم ہی تھے۔ میں نے چاند کی روشنی میں دیکھا۔ پھر کچی زمین سے پانچ چھ گز دور زمین پر گولیاں برس رہی تھیں۔ میں پلٹ کر تہمینہ کو کھینچتا ہوا، ریلوے لائن کے دوسری طرف دوڑنے لگا۔

فائرنگ کرنے والے ایک سے زیادہ تھے۔ کیونکہ ایک ساتھ کئی گولیاں چلنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ ہم کافی دور نکل آئے تو فائرنگ کی آوازیں تھم گئیں۔ تہمینہ بھاگتے بھاگتے رک کر ہانپتے ہوئے بولی: "میں اور زیادہ نہیں دوڑ سکتی۔ ذرا دیر رک جاؤ۔"

میں نے رک کر سعید صاحب کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ایک نوجوان فوجی افسر کے ساتھ ایک کار میں آرہے تھے۔ انھوں نے راستے کی پولیس چوکیوں کو اطلاع دے دی تھی۔ میں نے ان سے کہا:

"جب آپ اس جگہ پہنچ جائیں جہاں ایک ٹیلی اور آپ کی دو کار جو میرے استقبال میں رہتی ہے کھڑی ہے تو دائیں طرف ایک ٹیلا عبور کرنے کے بعد ناہموار راستے پر سیدھے چلے آئیں۔ بلندی کے اختتام پر کافی نیچے آپ کو ریلوے لائن نظر آئے گی۔ اس ریلوے لائن سے کافی آگے ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

تہمینہ نے پوچھا: "کیا مراقبے میں جا چکے ہیں؟"

میں نے اسے غصے سے دیکھتے ہوئے کہا: "تم بکواس کرنا چاہتی ہو؟"

"اگر یہاں جنگلی جانور یا ڈاکو لٹیرے آجائیں تو تم خالی ہاتھ کیا کرو گے؟ ڈاکوؤں سے تو خیر ٹیلی پیتھی کے ذریعے مقابلہ کر لو گے مگر جانوروں سے؟"

"یہ ساری باتیں تمہیں گھر سے نکلنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھیں۔"

"میں نے تو کافی سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا ہے۔ اسی لیے گھر سے چلتے وقت اپنے پاپا کا پستول بھی اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔"

میں نے حیران ہو کر پوچھا: "تمہارے پاس پستول تھا اور تم نے اسے ڈرائیور کے خلاف استعمال نہیں کیا؟"

"مجھے اس کا موقع ہی نہیں ملا۔ میں بچے کو سنبھالے ہوئے تھی۔ ایک ہاتھ سے پستول نہیں نکال سکتی تھی۔ پھر یہ کہ وہ ایک ہاتھ سے ریوالور پکڑے، دوسرے ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو سنبھالے ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں نے سوچا۔ جب تم میرے دماغ میں پہنچ ہی گئے ہو اور میرے تعاقب میں آرہے ہو تو کیوں نہ اس صورت حال سے پوری طرح لطف اندوز ہوا جائے۔ مجھے ایڈونچر کا بہت شوق ہے۔"

"زیادہ نہ بولو۔ ورنہ تمہارا شوق مجھے ایسا شاک پہنچائے گا کہ میں آپے سے باہر ہو جاؤں گا۔"

وہ میرے بالکل قریب آگئی اور سر اٹھا کر مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا: "یہ آپے سے باہر کیسے ہوا جاتا ہے؟"

اس کا چہرہ میری طرف اٹھا ہوا تھا۔ چاند اس کے چہرے پر اس طرح روشن تھا جیسے وہ چاند اس کا چہرہ بن گیا ہو۔ ایسا اُجلا اُجلا، ایسا نکھرا نکھرا حسن تھا کہ میں چند لمحوں تک اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ پھر میں نے چونک کر پیچھے ہٹتے ہوئے، اس کے شانے پر لٹکتے ہوئے بیگ کو دیکھ کر پوچھا: "اس میں کیا ہے؟"

"اس میں دودھ کا ڈبہ اور فیڈر ہے۔ پانی کی ایک بڑی بوتل ہے۔ میں نے سوچا۔ پتا نہیں کب بچے کو بھوک لگ جائے۔ اس لیے اس کی غذا ہر وقت ساتھ ہونا چاہیے۔"

اسی وقت دور کہیں سے کھٹ کھٹ کی مسلسل آوازیں سنائی دینے لگی۔ میں نے کان لگا کر توجہ سے آوازیں سننے لگا۔ کوئی ٹرالی

ریلوے لائن پر دوڑ رہی تھی میں نے کہا: "میرا خیال درست ہی تھا۔ وہ ریلوے والا اسی طرف گیا تھا جہاں سے اُسے اپنے آدمیوں کے آنے کی توقع تھی۔ اب وہ لوگ ٹرالی لے کر ہماری تلاش میں آئے ہیں۔ اِدھر پہاڑیوں میں بھی مسلح افراد ہمیں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ ہمیں یہاں نہیں رکنا چاہیے۔"

ہم نے پھر دوڑنا شروع کر دیا۔ میں نے سعید صاحب سے رابطہ قائم کیا: "کیا آپ ابھی تک اس جگہ نہیں پہنچے ہیں؟"

انھوں نے جواب دیا: "میں جہلم کے قریب پہنچ رہا ہوں لیکن مجھے تو سڑک کنارے کہیں کوئی ٹیکسی کھڑی نظر نہیں آئی اور نہ ہی وہ گاڑی جو تمھارے استعمال میں ہے۔"

میں نے حیرانی سے کہا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" پھر چونک کر بولا: "اوہ دشمنوں نے عیاری دکھائی ہے۔ وہ دونوں گاڑیاں وہاں سے ہٹا دی گئی ہیں۔ میں جلدی میں اپنی جیپ گاڑی میں ہی چھوڑ کر چلا آیا تھا۔"

"پھر میں تمھیں کیسے تلاش کروں؟"

میں نے کہا: "آپ کسی قریبی ریلوے اسٹیشن پہنچ جائیں۔ ایک ٹرالی ابھی ابھی پنڈی کی طرف گئی ہے۔ جو یقیناً ناجائز طریقے سے حاصل کی گئی ہوگی۔ اس کا کسی رجسٹر میں اندراج نہیں ہوگا۔ آپ دوسری ٹرالی لے کر اسی طرف چلے جائیں۔ یقیناً آپ کو راستے میں کہیں ٹرالی کھڑی نظر آئے گی۔ وہاں دشمنوں سے سامنا بھی ہو سکتا ہے۔ آپ اپنے ساتھ کچھ آدمی ضرور رکھیں۔ ٹرالی خالی نظر آئے تو سمجھ لیجیے دشمن ہمارے تعاقب میں ہے۔ ریلوے لائن کے دوسری طرف ایک چھوٹا سا نالہ بہہ رہا ہے۔ آپ وہیں سے آگے بڑھتے چلے آئیں۔ ہم اسی طرف سے گزر کر آئے ہیں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا اور رک کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ اب ایک نئی پریشانی ہمیں گھیر رہی تھی۔ آسمان پر بادل منڈلانے لگے تھے۔ چاند نی مدھم پڑنے لگی تھی۔ میں نے کہا: "یہ ایک اور مصیبت کھڑی ہو گئی۔ ہم اندھیرے میں آگے کیسے بڑھیں گے؟"

تہمینہ نے کہا: "اس مصیبت کے ساتھ یہ اطمینان بھی تو ہے کہ اندھیرے میں دشمن ہمیں دور سے نہیں دیکھ سکیں گے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ میں نے کہا: "بچے کو مجھے دے دو۔ تم اندھیرے میں اسے لے کر نہیں چل سکو گی۔"

"تم فکر نہ کرو۔ خود گر دن گی مگر اسے چوٹ نہیں لگنے دوں گی۔"

"پتھوں جیسی باتیں نہ کرو۔ گرنے والا جان بوجھ کر پلاننگ کے ساتھ نہیں گرتا جو تم اس طرح کا دعویٰ کر رہی ہو۔"

میں نے بچے کو اس سے لے لیا اور سنبھل سنبھل کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ میرا بازو پکڑے میرے ساتھ چلنے لگی۔ راستہ بے حد ناہموار تھا۔ ہم لڑکھڑاتے، ڈگمگاتے ایک دوسرے کو سہارا دیتے آگے بڑھ رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا۔ میں نے پریشان ہو کر کہا: "یہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ کسی آبادی یا راہ گزر کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم راہ سے بھٹک گئے ہیں۔"

چاند چھپ چکا تھا۔ ہر سو تاریکی کی دبیز چادر پھیل چکی تھی۔ اُسی وقت بادل گرجنے لگے۔ تہمینہ پریشان ہو کر بولی: "اب کیا ہوگا؟ بارش ہو گئی تو بچہ بھیگ کر بیمار ہو جائے گا۔"

میں نے جل کر کہا: "تمھارا ایڈونچر کا شوق تو پورا ہو جائے گا۔"

"بارش ہوئی تو ہم کسی بڑی سی چٹان کے سائے میں پناہ لے کر بچے کو بھیگنے سے بچا سکتے ہیں۔ کوئی ایسی جگہ تلاش کرو۔" وہ میری بات ان سنی کر کے بولی۔

"وہ چٹان کا سایہ چار دیواری کی طرح محفوظ نہیں ہو سکتا۔ پانی کی بوچھار اور تیز ہوا کے جھکڑوں سے وہاں بھی اسے نہیں بچایا جا سکے گا۔"

وہ روہانسی ہو کر بولی: "کیا تم سونیا کو بھی اسی طرح ڈانٹتے رہتے ہو؟"

'خدا کے لیے سونیا سے اپنا موازنہ نہ کرو۔ تم نے بچے کو اپنے ساتھ لا کر حماقت کی ہے۔ اسے میں کبھی نہیں بھولوں گا۔'

وہ خوش ہو کر بولی: "یعنی اس کے ساتھ مجھے بھی کبھی نہیں بھول سکو گی۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ اب میں اس سے کیا کہوں۔ گو اپنے قد و قامت سے یہ ایک نوجوان اور سمجھ دار دوشیزہ ہی لگتی ہے۔ لیکن ذہنی اعتبار سے بالکل بچہ ہے۔ میں نے پوچھا: "تمھاری عمر کیا ہے؟"

"پچھلے مہینے میری پندرھویں سالگرہ ہوئی تھی۔ میں پندرہ برس ایک مہینے کی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

میں اس کی سوچ پڑھ کر اس کی سچائی معلوم کر سکتا تھا۔ یہ کوئی حیرانی کی بات بھی نہیں تھی۔ پنجاب اور سرحد کی لڑکیاں بارہ اور چودہ برس کی عمر میں اپنے قد اور جسامت کے اعتبار سے بھرپور جوان نظر آتی ہیں۔ شہروں کا مغربی ماحول انھیں سب کچھ سکھا دیتا ہے اور وہ مشرقی حیا کو بالائے طاق رکھ کر عشق و محبت کے کھیل کھیلنے لگتی ہیں۔

چلتے چلتے بہت دور ہلکی سی روشنی دکھائی دی۔ میں نے مطمئن ہو کر کہا: "شاید وہاں ہمیں سر چھپانے کے لیے کوئی سائبان میسر آ جائے اور کوئی ہمارے راستے کی نشاندہی کر سکے۔"

ہمارے اندر ایک نئی تازگی پیدا ہو گئی۔ ہم تیزی سے ادھر چلنے لگے۔ میں نے اپنی ریڈیم ڈائل کی گھڑی کو دیکھا۔ گیارہ بج کر پندرہ منٹ ہو گئے تھے۔ ہم ساڑھے گیارہ بجے ایک جھونپڑی کے سامنے پہنچ گئے۔ وہ جھونپڑی ایک چھوٹے سے ٹیلے پر بنی ہوئی تھی اور اس کے کھلے دروازے پر ایک لالٹین رکھی ہوئی تھی۔ میں نے دُور سے آواز دی: "کوئی موجود ہے؟ ہم بھٹکے ہوئے مسافر ہیں، میرے ساتھ ایک لڑکی ہے اور ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔"

میری آواز سُن کر ایک شخص باہر آ گیا۔ اس نے لالٹین اٹھا کر ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "آپ لوگ بھٹکے ہوئے مسافر ہوں، چور ہوں، ڈاکو ہوں، شریف ہوں، جو کوئی بھی ہوں۔ یہاں چلے آئیں۔ میں اسی لیے دروازہ کھلا رکھتا ہوں۔ غریب آدمی ہوں میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے کوئی لوٹ کر لے جا سکے۔"

ٹیلے کے ایک طرف مٹی کاٹ کر زینہ بنایا گیا تھا تاکہ جھونپڑی تک پہنچا جا سکے۔ جب ہم اوپر پہنچے تو بہت سے پرندوں کا شور سنائی دیا۔ اس شخص نے کہا: "جھونپڑی کے دوسری طرف ایک چھوٹا سا کمرہ ہے۔ وہاں بہت سے پرندے ہیں۔ میں یہاں رات کو آ کر رہتا ہوں۔ ادھر صبح سویرے بہت سے رنگ برنگے پرندے آتے ہیں۔ میں انھیں پکڑتا ہوں پھر قریبی بستی میں لے جا کر مہاجن کے ہاتھوں فروخت کر دیتا ہوں۔"

میں نے پوچھا: "قریبی بستی یہاں سے کتنی دُور ہے؟"

"کوئی بیس میل کے فاصلے پر ہے۔"

اسی وقت بارش ہونے لگی۔ ہم جھونپڑی کے اندر چلے گئے۔ اندر ایک جوان عورت چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس شخص نے کہا: "یہ میری گھر والی ہے۔ آج ضد کر کے چلی آئی ورنہ میں اس ویرانے میں اسے کبھی نہیں لاتا ہوں۔"

جھونپڑی بہت چھوٹی تھی۔ ایک بڑی سی چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ اس کے بعد تھوڑی سی جگہ خالی بچی تھی۔ اس نے ہمیں چارپائی پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ اس کی گھر والی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے کہا: "یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم دو مرد تو کھڑے رہ سکتے ہیں مگر عورتوں کو پریشان نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بچہ بھی عورتیں ہی سنبھالیں گی۔"

میں نے بچے کو تہمینہ کی گود میں دے دیا۔ وہ اسے لے کر چارپائی پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے اس عورت کو بھی زبردستی اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ بچہ اب بھوک سے مچل رہا تھا۔ وہ اس کے لیے دودھ تیار کرنے لگی۔ دروازے سے باہر تاریکی میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا میں نے اس شخص سے کہا: "اس لالٹین کی روشنی دھیمی کر دو یا بجھا دو۔ تاکہ دور سے آنے والوں کو روشنی نظر نہ آئے۔"

اس شخص نے پوچھا: "آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟"

"ہمارے کچھ دشمن ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ یہاں تک آ پہنچیں۔"

اس نے بستر کے سرہانے سے ایک ٹارچ نکال لی اور لالٹین کو بجھا کر پوچھا: "دشمن کیوں پیچھا کر رہے ہیں؟ آپ لوگ کون ہیں؟ کہاں سے آ رہے ہیں؟"

میں نے مختصر طور پر اسے بتایا۔ وہ چپ ہو گیا۔ میں سوچنے لگا۔ اس طرح رات کیسے گزرے گی؟ ہم نے یہاں آ کر ان کی تنہائی میں مداخلت کی ہے اور یہ بہت ہی نامناسب سی بات ہے۔ اگر بچہ ساتھ نہ ہوتا تو ہم آگے بڑھ جاتے۔ ابھی یہاں سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد بارش تھم گئی۔ میں نے اس شخص سے کہا: "کیا تم ہمارے بچے کو آج رات اپنے پاس رکھ سکتے ہو؟ اس کے پینے کے لیے دودھ کا انتظام ہے۔ تمھاری گھر والی اسے سنبھال سکتی ہے۔ اگر یہ ہمارے ساتھ نہیں ہو گا تو ہم آسانی سے کہیں دوسری جگہ جا کر چھپ سکتے ہیں۔"

"آپ اس اندھیری رات میں کہاں جائیں گے؟"

"بچے کو تم رکھ لو اور ٹارچ مجھے دے دو۔ میں قریبی بستی میں جا کر پولیس کی مدد حاصل کرنے کے بعد یہاں آ کر بچے کو لے جاؤں گا۔"

تہمینہ نے کہا: "میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گی۔"

"تمھیں تو ساتھ چلنا ہی ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ بچے کے پاس ہم دونوں نہ رہیں۔ دشمن ہماری غیر موجودگی میں یہاں آئے بھی تو اسے ان دونوں کا بچہ سمجھیں گے۔ مگر ایک بات کا ڈر ہے۔"

اس شخص نے پوچھا: "کس بات کا؟"

"دشمن یہ جانتے ہیں کہ میرے بچے کے دائیں شانے پر نئے پیسے کے برابر ایک سُرخ نشان ہے وہ اس نشان کے ذریعے اسے پہچان لیں گے۔"

اس شخص نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا: "ٹھہریے، میں ابھی ایک تدبیر کرتا ہوں۔"

اس نے ٹارچ کی روشنی میں ادھر اُدھر کچھ دیکھا کچھ چیزیں جمع کیں۔ پھر میرے بچے کے پاس چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے بچے کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہوئے کہا: "اب دیکھیے، بچہ کیسا نظر آ رہا ہے؟"

میں نے دیکھا، بچے کے چہرے پر چیچک کے داغ نظر آ رہے تھے۔ میں نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کس طرح ہو گیا؟"

اس نے جواب دیا: "یہاں ایک جنگلی درخت کے ننھے ننھے پھل پائے جاتے ہیں۔ میں نے انھیں اس کے چہرے پر چھپکا دیا ہے۔ لالٹین کی دھیمی روشنی میں یہ ایک چیچک زدہ بچہ ہی نظر آئے گا۔ کوئی بھی ایک چیچک زدہ بچے کو قریب سے جا کر نہیں دیکھے گا۔ دور ہی سے بدک جائے گا۔"

میں نے اُسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "تم تو بہت ہی سمجھ دار ہو۔ مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ ٹارچ ہمیں دے دو۔

ہم صبح سے پہلے پولیس کے ساتھ واپس آنے کی کوشش کریں گے۔"

اس نے ٹارچ مجھے دے دی۔ تہمینہ نے بچے کو اس عورت کے حوالے کر دیا اور وہاں سے اُٹھ کر میرے پاس آ گئی۔ ہم دونوں جھونپڑی سے باہر آئے۔ وہ شخص ہمیں باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔ اس نے کہا: "ذرا سنبھل سنبھل کر جائیے بارش ہونے کے بعد پہاڑی راستے اور زیادہ خطرناک ہو جاتے ہیں۔"

میں نے ٹارچ روشن کیے بغیر اس سے کہا: "جہاں تک ہو سکے۔ اپنی جھونپڑی میں اندھیرا ہی رکھنا۔ پھر میں تہمینہ کا ہاتھ پکڑ کر مٹی کے نیچے زینے سے سنبھل سنبھل کر نیچے اُترنے لگا۔ ایک بار پھر ہم ناہموار اونچے نیچے راستوں پر ڈگمگاتے لڑکھڑاتے چلے جا رہے تھے۔ کبھی کسی چڑھائی پر چڑھتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ چڑھائی کبھی ختم نہ ہوگی۔ کبھی کوئی ڈھلان شروع ہو جاتی تو معلوم ہوتا کہ یہ سخت اترائی میں جا کر ہی ختم ہوگی۔ بجلیاں مسلسل چمک رہی تھیں اور ان کی روشنی میں دُور تک میدان، پہاڑ اور جنگل کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ہم اسی طرح آگے بڑھ رہے تھے کہ ایک بار پھر بارش نے آگھیرا۔ میں تہمینہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا ایک درخت کے سائے میں آ گیا۔ درخت اتنا گھنا نہیں تھا کہ چھت کی طرح ہمیں بارش سے بالکل محفوظ کر لیتا۔ ہم اس کے سائے میں بھی بھیگنے سے نہیں بچ سکے۔ میں نے سعید صاحب کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پتا چلا کہ انھیں قریبی ریلوے اسٹیشن سے کوئی ٹرالی نہیں ملی تھی۔ وہ جہلم تک پہنچ گئے۔ ہماری ریلوے کا انتظام بھی خوب تھا۔ جہلم جیسے اسٹیشن پر بھی اس وقت کوئی ٹرالی نہیں تھی نہ کوئی ایسا ذریعہ تھا کہ وہ میری بتائی ہوئی جگہ تک پہنچ سکتے۔

میں نے سامی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ چونک کر بولی: "فرہاد یہ تمھی ہو نا؟"

"ہاں، میں ہی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے خیال میں اس وقت پاکستان میں رات کا ایک بج چکا ہے تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟ خیریت تو ہے؟"

"میں ادھر ایک ویرانے میں اُچھنسا ہوں۔ مغنی پارس کو دشمن گھیر رہے ہیں۔ میں نے اُسے ایک جھونپڑی میں چھپا دیا ہے۔ اس وقت میں پنڈی اور جہلم کے درمیان ہوں۔ کیا یہاں بھی تمھارا کوئی چور موجود ہے؟"

"تمھارے پاکستان روانہ ہوتے ہی میں نے اپنی فاسٹر کو اطلاع دے دی تھی۔ یقیناً وہ چوروں کی پوری ٹیم کے ساتھ وہاں پہنچ چکی ہوگی۔ کیا تم اس سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتے؟"

"ابھی کرتا ہوں۔ ویسے یہ بتاؤ۔ کیا سونیا اور مرجانہ اب بھی بابا کے پاس ہیں، کیا میں ان سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں؟"

"وہ وہاں بھی ہوں گی۔ ہو رہی ہوں گی۔ بابا کے سائے میں رہنے والے تمام طلبا اور طالبات ساڑھے نو بجے بستر پر چلے جاتے ہیں۔ اور صبح چار بجے بیدار ہو جاتے ہیں۔"

"سونیا کل صبح بابا کے پاس پہنچ جائے گی۔ اس طرح میں کبھی اس رابطہ قائم نہیں کر سکوں گا۔"

"پریشان کیوں ہوتے ہو۔ کل۔ مجھ سے معلوم کر لینا جب سونیا بابا کے پاس نہیں ہوگی تو میں تمھیں بتا دوں گی۔"

میں نے سامی سے رخصت ہو کر اپنی فاسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ یہ وہی اپنی فاسٹر تھی جو پہلے بھی پاکستان میں اعلیٰ بی بی کا رول ادا کرتی رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ خوش ہو کر بولی: "جناب! میں اعلیٰ بی بی کا حکم ملتے ہی اپنی ٹیم کے ساتھ پنڈی پہنچ گئی تھی۔ وہاں میں نے آپ کے ساتھ ایک نہایت ہی حسین و جمیل لڑکی کو دیکھا۔ وہ آپ میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی تھی۔ میں نے سوچا۔ کباب میں ہڈی نہیں بننا چاہیے۔ اس لیے دُور ہی دُور سے آپ کی نگرانی کرتی رہی۔ سوچا، جب آپ کو ضرورت ہوگی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

"تم مجھ سے دور رہ کر کیا کرتی رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"آپ کے جو عزیز اور چاہنے والے ہیں میں ان کا بھی خیال رکھتی ہوں۔ یہ اعلیٰ بی بی کا حکم ہے۔ آپ جاوید صاحب کے ہاں کھانے پر گئے تھے۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد شاید ابھی تک آپ نے ان سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا ہے ورنہ آپ کو میرے متعلق معلوم ہو جاتا۔ وہ آدمی آپ کے بچے کے بارے میں معلومات کرنے وہاں گئے تھے۔ انھوں نے جاوید پر سختی کرنا چاہی تھی لیکن میرے دو چوروں نے بُری طرح پٹائی کر کے انھیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ پھر میں ہسپتال پہنچی تو معلوم ہوا کہ بیگم ڈاکٹر فاروقی پارس کو ہسپتال سے اپنے گھر لے گئی ہیں۔ میں فاروقی صاحب کے گھر کی طرف گئی۔ اس وقت شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ میں نے آپ کو ان کے بنگلے کے برآمدے میں بیٹھے چائے پیتے ہوئے دیکھا۔ میں چوروں کے ساتھ بنگلے کے عقبی حصے میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اسی حسین و جمیل لڑکی کو دیکھا۔ وہ بچے کو لے کر باہر جا رہی تھی۔ ہم اس کے پیچھے لگ گئے۔ وہ ٹیکسی اسٹینڈ پہنچی تو ایک ٹیکسی والے نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ہم بھی اپنی کار میں اس گاڑی کا پیچھا کرنے لگے۔ گاڑی ہائی وے پر پہنچی تو ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ہم میں سے کوئی چور شہر میں رہ جاتا تو آپ کو اطلاع دے سکتا تھا۔ ہمارے پاس ٹرانسمیٹر بھی نہیں ہے۔ پھر ہمارا بدنصیبی کیسے کہ ہماری گاڑی اچانک راستے میں خراب ہو گئی۔ ہم ان کا تعاقب جاری نہ رکھ سکے۔ کار کو ٹھیک کرنے میں تقریباً

بیس منٹ لگ گئے۔ ہم آگے بڑھے تو کئی میل آگے جا کر ہمیں راستے کے کنارے وہ ٹیکسی کھڑی ہوئی نظر آئی۔ اس ٹیکسی کے پیچھے ایک کار کھڑی تھی۔ ہم بہت دور اپنی گاڑی روک کر واپس آئے۔ ہمارا خیال تھا کہ سڑک کے جس طرف گاڑی کھڑی ہے یقیناً ٹیکسی والا لڑکی اور بچے کو ادھر ہی لے گیا ہوگا۔ ہم ایک ٹیلہ پار کر کے آگے بڑھتے ہوئے ایک پہاڑی پر پہنچ گئے۔ یہاں چاندنی میں دُور ریلوے لائن نظر آئی، جہاں دو انسانی سائے بھی موجود تھے۔ ہمیں یقین تھا کہ ان میں سے ایک وہی حسین لڑکی ہے جو بچے کو اٹھائے ہوئے تھی اور دوسرا ٹیکسی ڈرائیور ہے۔ ہم نے انھیں دھمکانے کے لیے بلندی سے فائرنگ کی تو وہ ریلوے لائن کے دوسری طرف بھاگ گئے۔

میں نے اس کی بات سن کر کہا: "اوہ اپنی! وہ تم لوگوں نے فائرنگ کی تھی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ دشمن ہیں۔ وہاں تو میں تہمینہ کے ساتھ کھڑا تھا اور یہ سمجھ کر کہ دشمن عقب سے حملہ آور ہوا ہے، تہمینہ اور بچے کے ساتھ ریلوے لائن کے دوسری طرف بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ تم ہو تو یوں دیر لگنے میں خوار نہ ہوتا پھرتا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ آپ کے وہاں سے جانے کے بعد کچھ لوگ ٹرالی میں آئے تھے۔ ہم ان سے اُلجھ پڑے تھے۔ اور اب ہم ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ آپ کے قریب پہنچیں تو سمجھ لیجیے کہ ہم بھی آپ کے نزدیک ہی کہیں موجود ہیں۔"

"اس وقت تم لوگ کہاں ہو؟" میں نے پوچھا۔

میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ میرے ساتھ دو چور ہیں جبکہ ہمارے اندازے کے مطابق دشمن چھ یا سات ہیں۔ انھیں ہماری موجودگی کا علم ہے۔ مگر وہ ہم سے مقابلہ کرنے سے کترا رہے ہیں۔ شاید اس خیال سے کہ فائرنگ کی آواز سُن کر آپ محتاط ہو جائیں گے۔"

"تم ٹھیک سوچ رہی ہو۔ وہ بڑی خاموشی سے مجھ تک پہنچنے اور تم لوگوں سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کریں گے۔"

بارش تیز ہوتی جا رہی تھی۔ میں یہاں تہمینہ کے ساتھ بھیگ رہا تھا۔ مجھے یہ معلوم کر کے حیرانی ہوئی کہ اپنی فاسٹر بارش سے محفوظ تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا تمھاری طرف بارش نہیں ہو رہی ہے؟"

"ابھی ابھی تھی ہے۔"

"میں یہاں بارش میں بُری طرح بھیگ رہا ہوں، بہرحال بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر تہمینہ کی طرف دیکھا۔ اس وقت بجلی برابر چمک رہی تھی۔ اس کی روشنی میں وہ سر سے پاؤں تک بھیگی بھیگی سی نظر آئی۔ بجلی کی روشنی میں بھیگے بھیگے سُن کی ہلکی سی جھلک کوندے کی طرح لپکتی تھی۔ وہ اپنی بڑی بڑی غزالی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور سردی سے کانپتے ہوئے درخت کے تنے سے لگی بارش سے بچنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اچانک بجلی اتنے زور سے کڑکی کہ وہ ایک دم چمک کر مجھ پر آ گری۔ یوں لگا جیسے وہ مجھے جلا کر خاک کر دے گی۔ میرے اندر سے جیلی لکڑی کی طرح دھواں اٹھنے لگا میں پگھلنے لگا تھا۔

بارش کا زور ٹوٹا تو میری پانی سے شرابور راکھ ہی وہاں باقی رہ گئی تھی۔ اس طوفان یا دو باراں میں میرے ارادوں کی ساری پختگی بہہ گئی تھی۔ اس کم سن اور ناتجربے کار لڑکی نے میرے سارے بھرموں اور ساری فہم فراست کو مات دے دی تھی۔

میں نے اس کی سوچ پڑھی تو اس کے معصوم جذبوں کی سچائی نے میرے پیروں میں زنجیر ڈال دی۔ میرے دل میں اس کے لیے محبت کا ایسا شدید جذبہ اُبھر آیا کہ میرے لیے فرار کے تمام راستے مسدود ہو گئے۔ بارگاہِ عشق میں سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

میری زندگی میں جتنی لڑکیاں آئیں ان میں وہ سب سے کم عمر تھی۔ ایڈونچر کے شوق میں وہ میرے ساتھ اونچے نیچے ناہموار راستوں سے گزرتی، ٹھوکریں کھاتی، زخم سہتی اتنی دور چلی آئی تھی کہ ہم واپسی کا راستہ بھی بھول گئے تھے۔ اس ویرانے میں وہ میری ہم سفر بن گئی تھی۔ یہ رشتہ کیسے نبھے گا؟ یہ بیل کیسے منڈھے چڑھے گی۔ یہ سوچنے کا نہ وقت تھا نہ ہوش۔ ذہن پر نشہ طاری ہو تو عقل کترانے لگتی ہے۔ دیوانے اگر فرزانوں جیسی باتیں سوچنے لگیں تو دیوانوں کی مجلس سے خارج کر دیے جاتے ہیں۔

میں نے اپنی ریڈیم ڈائل کی گھڑی پر نظر ڈالی۔ رات کے تین بج چکے تھے۔ عالمِ مدہوشی میں بہت وقت گزر گیا تھا۔ چنانچہ میں نے بچے کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس شخص کے دماغ میں جھانکا جس کی جھونپڑی میں ہم اس بچے کو چھوڑ آئے تھے۔ اس کے دماغ میں پہنچتے ہی میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ کوئی اجنبی جھونپڑی کے دروازے میں کھڑا اس سے کہہ رہا تھا: "روشنی کرو، ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تمھاری بیوی اور بچے کے سوا یہاں کوئی ہے یا نہیں۔"

اس شخص نے ماچس کی تیلی جلا کر لالٹین روشن کر دی۔ اس کی مدھم روشنی میں ایک خاصا طویل القامت شخص اسے دروازے میں کھڑا نظر آیا۔ اس کے پیچھے ایک اور لمبا تڑنگا شخص کھڑا تھا۔ اس نے کہا: "اگر یہاں فرہاد موجود ہو تو تمھارے سامنے آ جائے۔ ہم اسے اس یقین کے ساتھ اپنی آواز سُنا رہے ہیں کہ وہ ہمارے دماغوں کو تسخیر نہیں کر سکے گا۔"

اس کی بات سُن کر میں سمجھ گیا کہ اس نے لوگا میں مہارت حاصل کی ہوئی ہے۔ اچھا ہی ہوا کہ اس نے خود ہی یہ ظاہر کر دیا میں محتاط ہو گیا۔ اگر میں اس کے دماغ میں جاتا تو وہ فوراً ہی سمجھ لیتا کہ میں کہیں آس پاس ہی موجود ہوں اور اس جھونپڑی والے سے مل چکا ہوں۔ مجھے اس کے دماغ تک رسائی حاصل ہو چکی ہے۔ تبھی میں اس کے ذریعے خود اس کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کر رہا ہوں۔

اس نے پوچھا: "یہ بچہ کس کا ہے؟"

"حضور! ادرس کا ہو سکتا ہے۔ ہمارا ہے۔ اس وقت سخت بیمار ہے۔ اسے چیچک نکل آئی ہے۔"

چیچک کا نام سنتے ہی وہ دونوں پیچھے ہٹ گئے۔ ان میں سے ایک نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے چار آدمیوں میں سے ایک کو اشارہ کر کے اپنی طرف بلایا اور کہا: "تم اپنی زبان سے کچھ نہیں بولو گے۔ ورنہ وہ تمہارے دماغ کا پھوڑا بن جائے گا۔ چپ چاپ آگے بڑھ کر دیکھو۔ کیا واقعی یہ بچہ چیچک زدہ ہے؟"

اس شخص نے ہچکچاتے ہوئے آگے بڑھ کر لالٹین کی روشنی میں دیکھا۔ بچہ گردن تک ایک چادر میں چھپا ہوا تھا۔ چہرے پر جابجا دانے نظر آتے تھے۔ اس نے منہ پھیر کر سر کے اشارے سے تائید کی اور جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔ ایک قدآور شخص لالٹین لے کر جھونپڑی کے دوسری طرف اس کمرے میں چلا گیا جہاں پرندوں کو قید کیا گیا تھا۔ اس نے لالٹین کی روشنی میں اس کمرے کے اندر جھانک کر دیکھا پرندے ہی پرندے نظر آ رہے تھے۔ ہم نظر نہیں آئے۔

میں نے اپنی فاسٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کہاں بھٹک رہی ہو۔ ہم جس جھونپڑی میں اپنے بیٹے کو چھوڑ کر آئے ہیں دشمن وہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ ہمارا بیٹا خیریت سے ہے۔ کیا تم اس جھونپڑی تک نہیں پہنچ سکتیں؟"

"یہاں اندھیرے میں سمتوں کا تعین کرنا مشکل ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ہم کہاں گم ہو گئے ہیں؟"

"اب تو اس جھونپڑی میں لالٹین روشن ہو گئی ہے۔ ذرا دُور دُور تک نظریں دوڑاؤ۔"

وہ اور اس کے ساتھی اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ مگر انہیں تاریکی کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اینی نے کہا: "فرہاد صاحب! یقیناً وہاں روشنی ہو گی لیکن اونچی نیچی پہاڑیوں اور چٹانوں کی وجہ سے وہ ہمیں نظر نہیں آ رہی ہے۔"

میں اپنی بے رخصت ہو کر پھر اس جھونپڑی والے شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ دونوں قدآور اور ان کے ساتھی پرندوں والے کمرے سے واپس آ گئے تھے۔ ایک قدآور نے کہا۔

"اس لالٹین کو اپنی جھونپڑی کے دروازے پر روشن رہنے دو۔ ہو سکتا ہے، فرہاد اس لڑکی اور بچے کے ساتھ روشنی دیکھ کر اِدھر آئے، ہم یہاں سے ذرا دور کسی جگہ چھپ کر اس کا انتظار کریں گے۔"

اچانک اسے اپنے ایک ساتھی کی چیخ سنائی دی۔ سب چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "سانپ، میرے پیروں سے سانپ لپٹ گیا ہے۔"

ایک لالٹین اٹھا کر اُدھر دیکھا۔ واقعی ایک سانپ اس کے ساتھی کے ایک پیر سے لپٹا ہوا تھا۔ دوسرے نے اپنی رائفل سیدھی کی۔ اسی وقت قدآور نے گرج کر کہا خبردار گولی نہ چلانا۔ فائر کی آواز فرہاد کے کانوں تک پہنچ جائے گی۔"

رائفل والے نے کہا: "واہ جناب! کیا بات ہے۔ آپ ہمارے ساتھی کو سانپ سے ڈسوانا چاہتے ہیں؟"

دوسرے شخص نے کہا: "صرف اس لیے کہ آپ کا دشمن ہوشیار نہ ہو جائے — آپ اس کی جان لے لینا چاہتے ہیں؟ نہیں جناب! اس کی جان اتنی سستی نہیں ہے۔"

قدآور شخص نے کہا: "بکواس مت کرو۔ میں سانپ کو اس سے الگ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

جھونپڑی والے شخص نے کہا: "اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس علاقے میں برائے نام سانپ ہیں اور جو ہیں اور وہ بھی زہریلے نہیں ہوتے۔"

وہ اس کے پاس گیا اور سانپ کا منہ اپنی مٹھی میں پکڑ کر اسے آہستہ آہستہ کھینچنے لگا۔ اسی وقت میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ تہمینہ نے مجھے آواز دے کر کہا تھا: "کیا سو رہے ہو؟"

"سو نہیں رہا ہوں اپنے دشمنوں کے ساتھ لگا ہوا ہوں۔ وہ لوگ اس جھونپڑی تک پہنچ گئے ہیں۔"

میں نے اُسے دشمنوں کے متعلق بتا کر کہا: "تم ذرا خاموش رہو۔ میں ابھی تمہارے پاس آ جاؤں گا۔"

میں پھر وہاں پہنچ گیا۔ وہ شخص سانپ سے آزاد ہو گیا تھا۔ سانپ رینگتا ہوا ایک طرف چلا گیا تھا۔ ایک قدآور نے اپنے ساتھیوں کو گھور کر کہا: "میں نے تم لوگوں کو سختی سے تاکید کی تھی کہ کوئی اپنے منہ سے آواز نہ نکالے۔ جان جاتی ہو تب بھی خاموش رہے۔"

اس کے ایک ساتھی نے کہا: "واہ صاحب! جان پر بن آئے تو بے اختیار منہ سے نکلنے والی چیخ کو کون روک سکتا ہے؟"

ایک اور شخص نے کہا: "ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ٹیلی پیتھی آخر کیا چیز ہے؟ آپ دونوں اس آدمی سے اتنا ڈرتے کیوں ہیں اور ڈرتے ہیں تو اسے ڈھونڈتے کیوں پھر رہے ہیں۔ وہ کہیں نظر آئے گا تو اسے گولی مار دینا۔ کیوں ہم لوگوں کو پریشان کر رہے ہو۔ ہمیں معلوم ہوتا کہ ایسی اندھیری رات میں اسے تلاش کرنا ہو گا اور اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنا ہو گا تو ہم اتنے کم معاوضے پر کبھی آپ کے ساتھ نہ آتے۔"

قدآور نے جھنجلا کر کہا: "تم سب مسلسل بولے ہی جا رہے ہو۔ خاموش نہیں رہو گے؟"

اس کے قدآور ساتھی نے اس سے کہا: "براؤن! میرا خیال ہے کہ فرہاد ادھر نہیں آیا ہے۔ اس کے ریکارڈ کے مطابق وہ بہت ہی عیاش آدمی ہے۔ وہ اس جھونپڑی کو دیکھ لیتا تو اس لڑکی کے ساتھ رات کالی کرنے کے لیے یہاں ضرور آتا۔ اور ان دونوں میاں بیوی کو بھاری معاوضہ دے کر پرندوں والے کمرے میں بھیج دیتا۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ اِدھر آیا ہی نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے ساتھیوں کے دماغ میں پہنچ سکا ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے جھونپڑی سے دُور آ گئے۔ ایک جگہ پہنچ کر براؤن نے اپنے ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "سوڈی! تم دو رائفل بردار ساتھیوں کو لے کر اس جھونپڑی کے پیچھے جا کر بیٹھ جاؤ۔ میں بھی دو ساتھیوں کے ساتھ یہاں موجود رہوں گا۔"

سوڈی نے کہا: "ہم تمام رات اندھیرے میں بھٹکتے اور بارش میں بھیگتے رہے ہیں۔ بہتر ہے اب ذرا آرام بھی کر لیں۔ اس وقت تین بج کر پینتیس منٹ ہوئے ہیں۔ ڈیڑھ دو گھنٹے کے بعد صبح کا اجالا ہونے لگے گا۔ دن کی روشنی میں وہ ہماری نگاہوں سے چھپا نہ رہ سکے گا۔"

سوڈی دو آدمیوں کے ساتھ جھونپڑی کے عقبی حصے کی طرف چلا گیا۔ میں نے جھونپڑی والے شخص کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کی بیوی سرگوشی میں کہہ رہی تھی: "خدا کا شکر ہے انہوں نے بچے کو بالکل قریب آ کر نہیں دیکھا۔"

میں نے اس شخص کی زبان سے کہا: "نیک بخت! سرگوشی میں بھی ایسی بات نہ کر۔ دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ لوگ ہماری جھونپڑی کے قریب ہی کہیں چھپے ہوئے ہوں۔" پھر میں نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر تہمینہ سے کہا: "تہمینہ! اٹھو! صبح ہونے والی ہے۔ اجالا ہوتے ہی دشمن ہمارے سروں پر پہنچ جائیں گے۔ میں ان سے پہلے ہی ان سے نمٹ لینا چاہتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی: "ہاں، اب اندھیرا چھٹنے لگا ہے۔ درخت سائے کی طرح نظر آنے لگے ہیں۔ آسمان بھی صاف ہو گیا ہے۔ تارے نکل آئے ہیں۔" اس نے میرے شانے پر سر رکھ کر عجلت سے سرشار لہجے میں کہا: "برسات یہ رات میں کبھی نہیں بھول سکوں گی۔"

"میں بھی اپنے دشمنوں کو فراموش نہیں کر سکتا۔ اس لیے مجھے اجازت دو کہ میں ان کی پوزیشن معلوم کر لوں۔"

میں اس رائفل بردار شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جو براؤن کے ساتھ موجود تھا۔ میں نے اس کے ذریعے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ہیلو براؤن! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی رائفل سیدھی کر کے براؤن کو نشانے پر رکھ لیا۔ ابھی رات ختم نہیں ہوئی تھی لیکن پہلے جیسی تاریکی بھی نہیں رہی تھی۔ شاید صبح کاذب کی ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔ براؤن نے رائفل اپنی طرف اٹھی دیکھی تو ذرا پیچھے ہٹ کر مسکراتے ہوئے بولا: "میں جانتا تھا ایسا وقت بھی آ سکتا ہے۔ تم میرے کسی ساتھی کے دماغ پر قابض ہو سکتے ہو۔ شاید تمہیں یہ معلوم ہو گیا ہے کہ تمہارے لیے ہمارے دماغوں تک پہنچنا ممکن نہیں۔"

میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا: "تمہیں اور سوڈی کو آخر مجھ سے کیا دشمنی ہے؟ جو تم دونوں ان کرائے کے غنڈوں کو ساتھ لیے مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہو؟"

اس نے مسکرا کر جواب دیا: "میرے اور سوڈی کے علاوہ دس اور نوجوان تمہارے خون کے پیاسے ہیں اگر ہم تمہیں ٹھکانے لگانے میں ناکام رہے تو ان میں سے دو نوجوان یہ فرض اپنے ذمے لے لیں گے۔ وہ دونوں بھی کامیاب نہ ہو سکے تو دو اور آگے آ جائیں گے۔ ویسے ہم نے ناکامی کا لفظ سُنا ہی ہے، کبھی اس کا منہ نہیں دیکھا ہے۔ ہمیں اپنے نشانے پر اتنا اعتماد ہے کہ میں نے اور سوڈی نے تمہارے لیے اپنے ریوالوروں میں صرف ایک ایک گولی رکھی ہے۔ جب بھی تم ہمیں نظر آ گئے یقین کرو ایک ہی گولی تمہارا کام تمام کر دے گی۔ ہمیں دوسری گولی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اب دیکھنا یہ ہے ہم دونوں میں سے کس کے ریوالور میں تمہارے حصے کی گولی رکھی گئی ہے؟"

"لیکن اب یہ حسرت تمہارے دل میں ہی رہ جائے گی۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس کے ایک ساتھی نے رائفل کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی جیسے میں نے اپنا معمول بنایا ہوا تھا۔ اس نے کہا: "دلاور خان یہ کیا کرتا ہے۔ ہم بدمعاش ہیں۔ ہمارے بھی کچھ اصول ہیں۔ ہم نے ان کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اور اس کا معقول معاوضہ بھی لیا ہے۔ رائفل نیچے کرو۔"

میں نے اس کی زبان سے کہا: "تم کیسے مسلمان ہو؟ اپنے ایک مسلمان بھائی فرہاد کو مارنے کے لیے ان یہودیوں کا ساتھ دے رہے ہو۔ ہمیں فرہاد کا ساتھ دینا چاہیے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک براؤن نے دلاور پر

چھلانگ لگادی اور اسے لیے ہوئے پتھریلی زمین پر جاگرا۔ دونوں کو سخت چوٹیں آئیں۔ لیکن وہ ایک دوسرے کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھے۔ گویا میں براؤن سے لپٹا ہوا تھا اور دلاور کے دماغ سے اس کی جسمانی قوت کا اندازہ کر رہا تھا۔ براؤن اور سوڈی دونوں قد آور اور ورزشی جسم کے مالک تھے۔ براؤن نے دیکھتے ہی دیکھتے دلاور کو دبوچ کر اس کی گردن دبانا شروع کر دی میں نے دلاور کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا اور اس کے ساتھی کے دماغ پر قابض ہو کر اس سے براؤن پر گولی چلوا دی۔ اسی وقت دلاور پلٹا کھا کر براؤن کے اوپر آگیا تھا نتیجے میں براؤن پر چلائی جانے والی گولی کا استقبال دلاور نے ہی کیا۔ میں نے فوراً ہی دوسری گولی چلوا دی لیکن براؤن بلا کا پھرتیلا تھا۔ اس نے زخمی دلاور کو دونوں ٹانگوں سے اس کے ساتھی کی طرف اچھال دیا۔ دلاور اس طرح اس پر گرا کہ اسے تیسری گولی چلانے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ جب تک وہ سنبھلتا براؤن نے دلاور کی رائفل اٹھا کر اس پر گولی چلا دی۔ اب وہ شخص بھی میرے کام کا نہ رہا تھا چنانچہ میں فوراً ہی سوڈی کے ماتحتوں میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ گیا گولیاں چلنے کی آواز وہاں تک بھی پہنچی تھی۔ سوڈی نے ریسیور کر پوچھا "براؤن کیا بات ہے؟ تم لوگ کس پر فائرنگ کر رہے ہو؟ کیا فرہاد نظر آگیا ہے؟"

میں جس کے دماغ میں پہنچا تھا اس نے اپنی رائفل سیدھی کر کے سوڈی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "نہیں، یہ گولیاں فرہاد کے دماغ سے چلی تھیں اور اب وہ گولی میرے دماغ کے چیمبر میں آگئی ہے۔ اس وقت میں فرہاد تم سے مخاطب ہوں۔"

سوڈی نے اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ تم فرہاد نہیں شیدے ہو؟"

"میں فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔ جو پوچھا ہوں اس کا صحیح جواب دو۔ اگر تم دونوں یہودی رضاکار ہو تو تم لوگوں کا منصوبہ تو ایک ماہ بعد مجھے قتل کرنے کا تھا۔ ابھی تو صرف مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی پھر تم لوگوں نے اپنا منصوبہ کیوں بدل دیا؟"

سوڈی اطمینان سے کھڑا ہوا تھا۔ یقیناً یہ حیرانی کی بات تھی۔ اس کی خود اعتمادی سے ظاہر ہوتا تھا کہ جیسے اسے یہ اطمینان ہو کہ رائفل بردار اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اس نے کہا "اگر تم واقعی فرہاد بول رہے ہو تو تم نے درست سمجھا ہے۔ ہم وہی بارہ نوجوان یہودی رضاکار ہیں۔ ہمارا منصوبہ وہی تھا لیکن ہم ایک ماہ تک خاموش تماشائی بنے نہیں رہ سکتے تھے۔ اسی لیے ہمارے دو ساتھی ہر وقت تمہارے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ ہم اس طیارے میں بھی موجود تھے جس کے ذریعے تم رسونتی اور نقلی پارس کو لے آئے تھے۔ ہم نے ہی تمہیں پایا جوجو کی طرف سے خط لکھا تھا۔ ہم رسونتی کے بارے میں پل پل کی خبریں حاصل کرتے رہتے ہیں۔ جب ہمیں معلوم ہوا کہ رسونتی ذہنی طور صحت یاب ہونے کے باوجود کسی کو پہچان نہیں رہی ہے، اس کی یادداشت اس کا ساتھ چھوڑ چکی ہے۔ اور ایک طویل عرصے تک مناسب علاج کیے بغیر وہ ٹھیک نہیں ہو سکے گی تو ہم نے سمجھ لیا کہ اب بچے اور پایا جوجو کے ذریعے بلیک میل کر کے تم پر قابو پانا ممکن نہیں رہا ہے۔"

اس نے ایک لمحے کے لیے خاموش ہو کر رائفل کی نال کی طرف دیکھا جو اس کی طرف اٹھی ہوئی تھی میں نے کہا "یہ چالاکی دکھانے کی کوشش نہ کرنا۔ میں محتاط ہوں۔ ذرا سی بھی حرکت تمہیں موت کے منہ میں لے جائے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں اتنا احمق نہیں ہوں۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ جو کچھ میں تمہیں بتا رہا ہوں اسے سننے کے بعد تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔ بہرحال آگے سنو۔ میں نے براؤن کو مشورہ دیا کہ اب ہمیں کم از کم چار کرائے کے بدمعاشوں کا تعاون حاصل کر لینا چاہیے تاکہ جیسے ہی ڈاکٹر رسونتی کے مکمل طور پر ذہنی دیوالیہ ہونے کا اعلان کریں ہم اپنے پروگرام میں تبدیلی کر کے میدان عمل میں آجائیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تم بہ رضا و رغبت کبھی بھی ہمارے ساتھ دوستی یا تعاون کرنے پر آمادہ نہیں ہو گے۔ تمہاری کسی کمزور رگ پر ہاتھ رکھ کر ہی تمہیں مجبور کیا جا سکتا ہے اور رسونتی کی یادداشت گم ہو جانے کے بعد ہمارے پاس تمہاری کوئی کمزوری باقی نہیں رہی۔ چنانچہ ایک ماہ انتظار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں رہا۔ یہ یقین ہو جانے کے بعد کہ تم کبھی ہمارے کام نہ آسکو گے اور تمہاری زندگی ہمارے مقاصد کی راہ میں گڑھے کھودتی رہے گی۔ ہم نے اپنے پروگرام میں تبدیلی کر کے تمہیں جلد از جلد اس جہان فانی سے رخصت کر دینے کا فیصلہ کر لیا اور اس فیصلے پر عمل کرنے کے لیے تمہارے پیچھے ان ویرانوں کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی گولی چلنے کی آواز سنائی دی اور دوسرے ہی لمحے شیدے جس کے دماغ پر میرا قبضہ تھا لہرا کر زمین پر گر پڑا۔ میں نے اس کے دوسرے ساتھی کے دماغ میں چھلانگ لگا دی۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے کس نے گولی ماری ہے؟ اسی وقت تہمینہ نے مجھے مخاطب کر لیا۔ وہ پوچھ رہی تھی "یہ فائرنگ کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟"

"ذرا دیر کے لیے خاموش رہو میں سب کچھ بتا دوں گا۔"

میں دوبارہ شیدے کے ساتھی کے دماغ میں پہنچا اسی وقت دوسرے فائر کی آواز سنائی دی میں جس کے دماغ میں پہنچا

تھا اس کے ہاتھ سے رائفل چھوٹ کر گر پڑی تھی اور اس کا بازو زخمی ہو گیا تھا اس کے ساتھ ہی براؤن کی آواز سنائی دی "فرہاد! میں نے اس بدمعاش کو بھی مفلوج کر دیا ہے مگر اسے زندہ اس لیے رکھا ہے کہ تم اس کے ذریعے ہم سے بات کر سکو۔"

بدمعاش اپنے زخمی بازو کو تھام کر کراہتے ہوئے بولا۔ "صاحب جی! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں فرہاد نہیں ہوں۔ میں آپ کا خادم ہوں اور آپ ہی کے ایما پر اپنے ایک ہم وطن فرہاد کا دشمن ہوا ہوں۔"

براؤن نے طنزیہ انداز میں کہا "تم میرے ایما پر نہیں میری دولت کے ذریعے آئے ہو۔ میں نے تمہیں اچھا خاصا معاوضہ دیا ہے۔ تمہارے جیسے کتے ہر ملک میں ہوتے ہیں۔ جو چند ڈالروں کے عوض خریدے جا سکتے ہیں۔"

وہ اپنا زخمی بازو سہلاتے اور کراہتے ہوئے بولا "میں پڑھا لکھا تو نہیں ہوں لیکن جرائم کے اس سوال سے خوب واقف ہوں کہ جب کسی سے کوئی معاملہ طے کرو تو اپنے وعدے اور زبان کا پورا پورا پاس رکھو۔ ہم جس کے لیے کام کرتے ہیں اسے دھوکا نہیں دیتے مگر آج معلوم ہوا کہ یہودی ہم سے بھی بڑے بدمعاش ہیں۔ میرے گورے صاحب! تم جتنے بڑے بدمعاش ہو۔ اتنے بڑے اصول پسند بھی بن جاؤ۔ کم از کم بدمعاشوں سے تو وفا کیا کرو۔"

براؤن نے کہا "وہ نیلی پیتھی کا ناگ جس دماغ میں اپنے لیے بل بنا لیتا ہے۔ اسے زندہ چھوڑنا سراسر نادانی ہے۔ بیشک بدمعاش اپنے معاہدے سے نہیں پھرتے۔ دوسرے بدمعاش کو نقصان نہیں پہنچاتے لیکن ہم مجبور رہیں۔ اگر میں ایسا نہیں کرتا تو فرہاد تمہارے دماغ میں گھس کر ہمیں ختم کر دیتا۔ بات زندگی اور موت میں سے کسی ایک کے انتخاب کی ہو تو موت کا انتخاب کوئی نہیں کرتا۔"

اس نے ایک بار پھر رائفل سیدھی کی اور فائر کر دیا۔ گولی اس کے دوسرے بازو پر لگی اور وہ بھی مفلوج ہو گیا۔ اب میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر اس کے ہاتھوں سے کوئی کام نہیں لے سکتا تھا۔ سوڈی نے خوش ہو کر کہا "براؤن! تم نے بہت اچھا کیا۔ اب فرہاد صرف بول سکتا ہے۔ کچھ کر نہیں سکتا۔"

براؤن نے مجھ سے کہا "اب یہ بات تو واضح ہو گئی کہ تم اس جھونپڑی کے پاس سے ضرور گزرے ہو۔ تم نے یہاں جھونپڑی کے مالک سے باتیں کی ہیں اور اس کے دماغ تک رسائی حاصل کی ہے اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو تم کبھی ہمارے آدمیوں کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔"

سوڈی نے کہا "براؤن! اس جھونپڑی میں جو بچہ ہے اسے میں نے یا تم نے قریب سے نہیں دیکھا تھا۔ ہم نے ٹھی میں سے ایک شخص کے ذریعے یہ تصدیق کرائی تھی۔ کہ وہ چیچک زدہ ہے یا نہیں۔ ممکن ہے بچہ بیمار نہ ہو اور فرہاد نے اس شخص کے دماغ پر قبضہ کر کے اس سے بیماری کی تصدیق کرا دی ہو۔"

"یہ ممکن ہے بلکہ ایسا ہی ہوا ہے۔"

اب ہم واپس جا کر اس جھونپڑی میں آگ لگا دیں گے تاکہ وہ بچہ وہیں جل کر مر جائے گا۔"

براؤن نے کہا "مگر اب اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیوں کہ اب اس بچے کی فرہاد کو کوئی ضرورت نہیں رہی ہے۔"

"لیکن تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ وہ ایک باضمیر شخص ہے اور کوئی بھی ایسی بات برداشت نہیں کرتا جو اخلاقی اور انسانی قدروں کے خلاف ہو۔ وہ کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ کوئی مصیبت زدہ نظر آجائے تو بلا امتیاز اس کی مدد کے لیے دوڑ پڑتا ہے۔ اس کا ماضی ایسے بے شمار واقعات کا شاہد ہے۔ بلکہ اس کے بیشتر مصائب کی بنیادی وجہ ہی دوسروں کے معاملات ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں دیکھ سکے گا کہ ایک معصوم بچہ زندہ جلا دیا جائے اسے بچانے کی خاطر وہ اپنی پناہ گاہ سے ضرور باہر نکل آئے گا اور اگر یہ بھی نکلے تو آخر کوشش کرنے میں کیا ہرج ہے؟ اگر بچہ فرہاد کے لیے غیر اہم ہو گیا ہے تو ہمیں بھی اس کی ضرورت کب رہی ہے؟"

میں نے زخمی بدمعاش کی زبان سے کہا "ٹھہرو! اس جھونپڑی کی طرف نہ جاؤ۔ بیشک میں یہ نہیں چاہوں گا کہ ایک بچے کو زندگی سے جلا دیا جائے میں تم لوگوں سے تقریباً دو تین فرلانگ کے فاصلے پر ہوں۔ جھونپڑی کے بالکل سامنے ناک کی سیدھ میں وہ جگہ ہے۔ جہاں میں مل سکتا ہوں۔ ادھر چلے آؤ۔"

وہ میری بتائی ہوئی سمت میں آگے بڑھنے لگے میں نے دماغی طور پر واپس آکر تہمینہ سے کہا "اب تم یہاں سے بھاگ جاؤ اور اس بستی میں پہنچنے کی کوشش کرو جس کا ذکر جھونپڑی کے مالک نے کیا تھا۔ میں نے دشمن کو یہاں بلایا ہے۔ جلد ہی یہاں ایک خونریز معرکہ ہو گا۔ لہٰذا تمہارا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں، میں تمہیں تنہا چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

میں نے اسے سمجھایا "ضد مت کرو، چلی جاؤ، دشمن خاصا طاقت ور ہے بہت سخت مقابلہ ہو گا۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ فتح کس کا مقدر ہو گی۔ کس کا وقت پورا ہو چکا ہے۔"

"میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میں تمہارے مقدر میں لکھی جا چکی ہوں اور اب میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تمہارا وقت

پورا ہو چکا ہے تو میں اُس دنیا میں بھی تمھارے ساتھ ہی جاؤں گی۔ تمھارے بعد دنیا میرے لیے خالی ہو جائے گی اور میں اس خالی دنیا میں تنہا رہ کر کیا کروں گی۔"

اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک ننھا سا پستول نکال لیا اور اسے میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ "یہ تمھارے کام آئے گا۔"

میں نے اسے لے کر دیکھا۔ وہ اتنا ننھا سا ہتھیار جسے عورتیں اپنے پرس میں باآسانی چھپا سکتی تھیں۔ اس میں صرف دو بلٹ کی گنجائش تھی۔ جو اس میں موجود تھے میں نے پوچھا۔ "کیا تمھارے پاس فاضل بلٹ ہیں؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "نہیں، میں اسے پاپا کی دراز سے نکال کر لائی ہوں، اس وقت مجھے اس کا خیال ہی نہیں آیا۔ میں نے بچے کھچے کولڈ ازجلد وہاں سے نکل بھاگنے کے چکر میں اس طرف دھیان ہی نہیں دیا۔ کیا دشمن بہت زیادہ ہیں؟"

"نہیں، یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ وہ دو ہیں اور انھوں نے اپنے اپنے ریوالور میں میرے نام کی ایک ہی ایک گولی رکھی ہے اور میرے پاس بھی ان دونوں کے لیے صرف دو ہی گولیاں ہیں۔"

"منصور کہتا تھا کہ تمھارا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا۔"

میں نے چڑ کر کہا۔ "لاہور پہنچنے کے بعد میں منصور کی اچھی طرح خبر لوں گا۔ اس نے پتا نہیں کتنی لڑکیوں کو جھوٹی سچی داستانیں سنا کر میرے پیچھے لگا دیا ہے۔ نازیہ سے پیچھا چھڑایا تو تم میرے پیچھے پڑ گئیں۔"

اس نے اداس نظروں سے مجھے دیکھ کر کہا۔ "کیا اب بھی میں تمھیں بوجھ معلوم ہوتی ہوں؟"

میں نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔ دشمن یہاں پہنچنے والا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ مقابلے کے وقت تم یہاں موجود ہو۔ میں تنہا ہوں گا تو پوری یکسوئی سے ان کا مقابلہ کر سکوں گا۔ تم ساتھ ہو گی تو میری توجہ دو طرف بٹی رہے گی۔"

یہ کیا بات ہوئی۔ میں نے تمھیں پستول دیا ہے تاکہ تم ان کا مقابلہ کر سکو اور تم مجھے ہی اپنے لیے دردِ سر سمجھ رہے ہو؟"

میں نے براؤن کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی۔ وہ چلتے چلتے ٹھٹھک گیا۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ پھر میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "یقیناً تم فرہاد ہو۔ میری سانس کو جھٹکا نہ پہنچتا۔ میں تمھیں اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ بولو کیا بات ہے؟"

"بس یونہی میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میرے کتنے قریب آ گئے ہو۔"

براؤن نے دُور دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے ایک چھوٹی سی پہاڑی پر درخت نظر آ رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "یا کل صحیح جگہ پہنچے ہو۔ میں یہیں تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔"

اس نے آگے بڑھتے ہوئے سانس روک لی میں اس کے دماغ سے نکل آیا اور تہمینہ کا ہاتھ پکڑ کر دوڑتا ہوا ایک بڑے درخت کے پیچھے چلا گیا لیکن یہ مناسب جگہ نہیں تھی۔ اگر وہ دونوں مجھے دو طرف سے گھیرتے تو یہ درخت میرے لیے ڈھال نہیں بن سکتا تھا۔ میں وہاں سے ہٹ کر چوکنا انداز میں کسی مناسب جگہ کی تلاش کرنے لگا۔ ایک بڑی سی چٹان کے پیچھے قدرے محفوظ جگہ دیکھ کر ادھر چل دیا۔ چٹان کے عقب میں ایک گہری کھائی تھی۔ اور درمیان میں صرف اتنی جگہ تھی کہ ہم دونوں آرام سے بیٹھ سکتے تھے۔ لیکن یہ خوف ہر وقت طاری رہتا کہ اگر ذرا بھی چوک ہو گئی تو اس سیکڑوں فٹ گہری کھائی میں ہماری ہڈیاں بھی سلامت نہ رہ سکیں گی۔ مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ اردگرد اس سے زیادہ محفوظ کوئی اور جائے پناہ بھی نہیں تھی۔ یہاں دشمن کے کسی اور طرف سے حملہ آور ہونے کا خدشہ نہیں تھا اور نہ ہی حملے شکست کھا کر فرار ہونے کا کوئی راستہ تھا۔ پیچھے کھائی تھی، ایک جانب کھائی کے ساتھ ساتھ ایک بلند ٹیلا تھا اور دوسری جانب وہ سیدھا اور سپاٹ راستہ تھا جو بستی کی طرف جاتا تھا جبکہ سامنے سے دشمن بڑھا چلا آ رہا تھا۔

میں نے تہمینہ سے کہا۔ "تم اس چٹان کے پیچھے خاموشی سے کھڑی ہو جاؤ۔ یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش مت کرنا اگر تم پر دشمن کی نظر پڑ گئی تو وہ مجھے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کے لیے تمھیں اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کریں گے اور اگر تمھیں کچھ ہو گیا تو مجھے تمھارے والدین کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا میں انھیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔"

وہ چٹان کے پیچھے چلی گئی تو میں چاروں ہاتھ پیروں سے سنبھل سنبھل کر ٹیلے پر چڑھنے لگا۔ تہمینہ گھبرا کر بولی۔ "یہ کیا کر رہے ہو۔ اگر پھسل گئے تو نیچے کھائی میں جا گرو گے۔ ایسی خطرناک جگہ پر کیوں چڑھ رہے ہو؟"

"تم خاموشی سے کھڑی رہو۔ میں اوپر جا کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ دشمن کدھر اور کتنی دور ہیں؟"

سخت محنت اور جدوجہد سے میں ٹیلے کی چوٹی پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہاں سے نیچے کی ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی۔ میں نے ان دونوں کو بھی دیکھ لیا۔ وہ دونوں الگ الگ دو سمتوں سے آگے بڑھ رہے تھے۔ دونوں پستول ہاتھوں میں لیے بہت محتاط

انداز میں قدم بڑھا رہے تھے۔ پہاڑی کے بالکل نیچے پہنچ کر وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف انھیں تلاش کرنے لگا۔ مجھے اپنی زیادہ فکر نہیں تھی۔ کیونکہ میں ایک ایسی جگہ تھا جہاں وہ آسانی سے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ البتہ تہمینہ اگر چٹان کی اوٹ سے کوئی اوندھی سیدھی حرکت کر بیٹھتی تو ہم دونوں پریشانی میں مبتلا ہو سکتے تھے۔

اچانک دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سن کر میں نے مڑ کر چٹان کی طرف دیکھا تو وہ دونوں مجھے درختوں کی آڑ میں چھپتے ہوئے نظر آ گئے۔ وہ بہت چالاک اور بے حد پھرتیلے تھے۔ میری توقع سے کہیں زیادہ تیزی کے ساتھ وہ اوپر پہنچ چکے تھے اور ایک شمال میں تو دوسرا جنوب میں پوزیشن لے چکا تھا۔

سوڈی نے مجھے للکارنے کے انداز میں مخاطب کیا۔ "فرہاد! ہم یہاں تک آ گئے ہیں۔ تم بتاؤ کہاں ہو؟"

میں نے اُسے کوئی جواب نہیں دیا۔ براؤن نے چیخ کر کہا۔ "ہمیں جواب دو تم کہاں ہو اگر تم نے جواب نہیں دیا تو ہم دوسرا طریقہ اختیار کریں گے۔"

میں پھر بھی خاموش رہا۔ براؤن نے سوڈی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "سوڈی تم یہاں کھڑے رہو۔ میں نیچے جا کر اس جھونپڑی کو آگ لگا دیتا ہوں۔ اگر فرہاد مجھ پر فائر کرے تو تم اس پر فائر کر دینا۔"

سوڈی نے کہا۔ "نہیں، ہم کچھ دیر اور انتظار کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ فرہاد بچے کو زندہ جلانا پسند نہیں کرے گا۔ خود سامنے آ جائے گا۔"

اس بار میں نے چیخ کر کہا۔ "میں اتنا نادان بھی نہیں ہوں کہ ایک بچے کی جان بچانے کے لیے اپنی جان خطرے میں ڈال دوں۔ میں سامنے نہیں آؤں گا لیکن اپنی یہاں موجودگی تم پر ظاہر کر رہا ہوں۔"

ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ یقیناً وہ اس اُلجھن میں پڑ گئے ہوں گے کہ میں بلندی سے انھیں دیکھ رہا ہوں، وہ دونوں وہیں پیچھے رہنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اگر باہر نکلتے تو میرے پستول کی گولی ان کا استقبال کرتی۔

مجھے سوڈی کی آواز سنائی دی۔ "بلندی سے اتر کر ہمارے سامنے آ جاؤ، ورنہ ہم دشمن کو سامنے آنے پر مجبور کرنا جانتے ہیں۔ میں تین تک گنتی گن رہا ہوں۔ براؤن! تم سانپ کو بل سے نکالنے کے لیے بالکل تیار ہو جاؤ۔" پھر اُس کی آواز اُبھری "ایک... دو..." اسکے

پندرہ رکا شاید میرے سامنے آنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔ مگر میں اپنی جگہ ساکت بیٹھا رہا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ لوگ مجھے اپنی پناہ گاہ سے نکالنے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ کچھ دیر رک کر اس نے کہا۔ "تین"

سوڈی کے تین کہتے ہی درخت کے پیچھے چھپے براؤن کی طرف سے کوئی چیز اڑتی ہوئی آ کر اس چٹان کے قریب گری جس کے پیچھے تہمینہ چھپی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک زوردار دھماکہ ہوا میں اچھل کر پیچھے چلا گیا اگر ایک بڑا زمین میں دھنسا ہوا پتھر میرے ہاتھ میں نہ آ جاتا تو میں کھائی کی گہرائی میں گم ہو کر رہ جاتا۔ دھماکے کے ساتھ تہمینہ کی چیخ بھی سنائی دی تھی اور چھوٹے بڑے پتھروں اور گرد و غبار کا بادل سا اٹھا تھا۔ چند لمحے بعد ہی سوڈی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "فرہاد! لگتا ہے تمھیشہ کسی کا ساتھ نہیں دیتی۔ وہ اب تک ضرور ان لیتا۔ پر مہربان تھی کہ تمھاری موت سوڈی اور براؤن کے ہاتھوں لکھی جا چکی تھی۔ اب ہم آ گئے ہیں تو قسمت تمھیں ہمارے سپرد کر کے جا چکی ہے۔"

میں سنبھل سنبھل ٹیلے سے اُتر آیا۔ تہمینہ چٹان کے پیچھے سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ اس کے سر اور بازو سے خون بہہ رہا تھا۔ پورے پر گرد جم گئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ گھبرا کے بولی۔ "اب کیا ہو گا۔ یہ تو لوگ دستی بم استعمال کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اسی کو ایڈونچر کہتے ہیں۔ تمھیں تو اس کا بہت شوق تھا نا؟ اب یہاں سے بچ نکلو تو آئندہ کے لیے توبہ کر لینا۔"

وہ بولی۔ "کیا تم مجھے بزدل سمجھتے ہو۔ میں پیچھا ہٹانے والی لڑکیوں میں سے نہیں ہوں۔ تمھاری ہو گئی ہوں تو آخری سانس تک تمھارے ساتھ موت کا سامنا کرتی رہوں گی۔"

اُسی وقت سوڈی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "براؤن! اس بار میں دستی بم پھینکتا ہوں میں اس ٹیلے کو نشانہ بناؤں گا۔ اگر فرہاد مجھ پر فائر کرے تو تم اسے گولی مار دینا۔"

میں تہمینہ کو لے کر چٹان کے بالکل پیچھے چلا گیا۔ چند لمحوں کے بعد میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ فضا میں کوئی چیز اڑتی ہوئی نظر آئی۔ سوڈی نے پوری قوت سے دستی بم پھینکا تھا۔ لیکن اس نے کچھ زیادہ ہی قوت استعمال کر دی تھی۔ وہ ٹیلے کو پار کر کے ہمارے پاس سے گزرتا ہوا نیچے کھائی میں چلا گیا۔ چند لمحوں کے بعد ہمیں زبردست دھماکہ سنائی دیا۔ ہمارے پاؤں تلے کی چٹانی زمین لرزنے لگی یوں لگ رہا تھا۔ جہاں ہم کھڑے ہوئے ہیں وہ حصہ اب پہاڑی سے ٹوٹ کر نیچے کھائی میں گرنے والا ہے۔

ہم چپ چاپ اپنی موت کا انتظار کرتے رہے ہمارے پاؤں تلے کا زلزلہ ختم ہو گیا۔ زمین شانت ہو گئی۔ جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے وہ جگہ صدیوں سے ایک چٹان کی طرح مستحکم تھی۔ میں نے اپنی فاسٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ شاید اُدھر سے کوئی مدد

حاصل ہو جائے۔ اس نے مجھے اپنے پاس محسوس کرتے ہی کہا "فریاد صاحب! میں اور میرے ساتھی دھماکوں کی آوازیں سن رہے ہیں فائرنگ کی آوازیں بھی سنی تھیں۔ مشکل یہ ہے کہ پہاڑی علاقوں میں آوازیں چاروں طرف گونجتی ہیں۔ ہم آواز کی سمت کا تعین کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ ہم سے بہت دور ہیں۔ اس وقت اعلیٰ بی بی کے چیخنے بھی ہمارے کام نہیں آسکیں گے۔ اسی وقت براؤن کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "فریاد! اب بھی موقع ہے۔ ہمارے سامنے آجاؤ۔ میری بات مان لو۔ ہتھیار پھینکنے پر مجبور نہ کرو۔ اس بار یقیناً تم دھوکے پر نیچے اتر جاؤ گے۔"

میں زمین پر بیٹھ گیا اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلتا ہوا چٹان کے سرے پر آیا۔ میں وہاں سے جھانک کر دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے جیسے ہی پستول والا ہاتھ سہارا لینے کے لیے چٹان پر رکھا ریوالور چھینی اور رسالی دن اور میرا ہاتھ [illegible] سے نیچے آگیا۔ پستول میرے ہاتھ سے نکل کر نیچے گر گیا تھا۔ میرے ہاتھ میں انگارے بھر گئے تھے اور تیزی سے خون بہنے لگا تھا۔

کمبختوں کا نشانہ غضب کا تھا۔ مجھے تسلیم کرنا پڑا اگر میں وہاں ہاتھ رکھ کر آگے بڑھنے کے بجائے سر آگے بڑھا کر جھانکتا تو میری کھوپڑی میں سوراخ ہو چکا ہوتا۔ تہمینہ نے چیخ کر کہا "تمہارے ہاتھ سے خون بہہ رہا ہے۔"

گولی میری ہتھیلی کے آر پار ہو گئی تھی۔ میں نے پستول کی طرف دیکھا۔ وہ چٹان سے تقریباً تین چار بالشت کے فاصلے پر تھا۔ یہ فاصلہ کچھ بھی نہیں تھا لیکن میں اسے اٹھا نہیں سکتا تھا۔ اگر اسے اٹھانے کے لیے دوسرا ہاتھ چٹان کی اوٹ سے باہر نکالتا تو براؤن یا سوڈی کے پاس ایک گولی اور رہ گئی تھی۔ میرا دوسرا ہاتھ بھی زخمی ہو جاتا۔ میرا دماغ تیزی سے اگلا قدم اٹھانے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ پھر ایک دم خاموشی چھا گئی۔ مجھے اپنے دل کی دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں۔ اگلے پل کیا ہونے والا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ دوڑنے والا کوئی بھی ہو وہ میرے پستول کے قریب آنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بھی یہ سوچ سکتا تھا کہ میں کسی موقع پر چھلانگ لگا کر اپنے پستول کے پاس پہنچ سکتا ہوں۔

موت میرے اور دشمنوں کے درمیان کھڑی انتظار کر رہی تھی۔ تہمینہ آنکھیں پھاڑے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک دم چیخ پڑی۔ میں نے فوراً ہی سر اٹھا کر دیکھا۔ ٹیلے پر جہاں پہلے میں تھا اب سوڈی کھڑا ہوا تھا۔ یقیناً وہ دوسری طرف سے وہاں پہنچا تھا اور مجھ پر گولی چلانے کے لیے نشانہ لے چکا تھا۔ میں نے موت کو اتنا قریب دیکھا تو بلا جھجک اپنے پستول کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اسی وقت سوڈی نے گولی چلا دی۔

"نہیں نہیں!" تہمینہ کی چیخ سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی وہ میرے اوپر گر پڑی۔ اس ایک پل میں وہ میرے لیے ڈھال بن گئی تھی۔ پستول میرے بائیں ہاتھ میں آگیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے بھی گولی چلا دی۔ بلندی پر کھڑا ہوا سوڈی ایک دم اپنا سینہ پکڑ کر جھکا اور لڑھکتا ہوا پتھروں سے ٹکراتا چٹان پر سے گر کر سر کے قریب آگرا۔ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اپنے سینے پر گرم گرم لہو محسوس کر کے میں نے تہمینہ کو دیکھا، وہ آخری ہچکیاں لے رہی تھی۔ میں نے فوراً اٹھ کر اسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ "تہمینہ! یہ کیا کیا تم نے پگلی! آف یہ ....؟"

اس کے ہونٹوں پر زندگی کی آخری مسکراہٹ آئی۔ حماقت تو وہ کرتی آرہی تھی۔ مجھ سے محبت کر نا بھی تو دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہی ہے۔ سونیا اور رومانہ جیسی عورتیں ہی میرے ساتھ آگ اور خون کے دریا پار کر سکتی تھیں کسی کمزور عورت کے لیے میرا ساتھ دینا ممکن ہی نہیں تھا۔

میں اس پر جھک گیا۔ اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ اس کا سارا وجود لرز رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ سرد پڑ گئی۔ میرا دل لرز کر رہ گیا۔ موت نے اسے برے وقت پر تاکا تھا۔ ابھی اس نے زندگی کو برتنے کا سلیقہ بھی نہیں سیکھا تھا۔ ابھی تو جوانی نے اس کی دہلیز پر دستک ہی دی تھی۔ یہ عمر دنیا سے اس طرح منہ موڑ لینے کی تو نہیں ہوتی۔ اس کے حصے کی ساری ہی مسرتیں ابھی باقی تھیں ابھی تو اس نے دنیا سے کچھ بھی وصول نہیں کیا تھا بس ایک شب کا پُر آلام سفر ہی تو میری ہمراہی میں طے کیا تھا کہ زندگی نے اسے دھوکا دے دیا۔

میں نے دانت پر دانت جما لیے۔ میرے جبڑے کھنچ گئے۔ میرا ایک دشمن ابھی باقی تھا اور میں اسے گتے کی موت مارنا چاہتا تھا۔ میں نے بڑی آہستگی سے تہمینہ کو پتھر کی سیج پر لٹا دیا۔

میں نے پستول کو مضبوطی سے بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ اگلی ٹریگر پر چم گئی پھر میں چٹان کے پیچھے سے نکل کر کھلے میدان میں آگیا اور للکارتے ہوئے بولا۔ "براؤن! ابھی دی گیٹ! میرے سامنے آجا۔ میں جانتا ہوں اب تیرے پاس دستی بم نہیں ہے ورنہ تو خاموش نہ رہتا۔ دو گولیاں تم دونوں کے پاس تھیں اور وہ میرے پاس تمہاری گولیاں تو میرے کام نہ آسکیں لیکن میری ایک گولی سوڈی کے کام آچکی ہے اور دوسری تیرا انتظار کر رہی ہے۔"

میں نے اس درخت کی طرف دیکھا جس کے پیچھے میں پہلے براؤن کو چھپتے دیکھ چکا تھا۔ کوئی چیز حرکت کرتی نظر آئی۔ براؤن نے زرد رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھی اور جو بازو درخت کے پیچھے سے جھانک رہا تھا اس کی آستینیں بھی زرد تھی۔ میں نے اسے دیکھتے ہی گولی چلا دی۔ میں نے بائیں ہاتھ سے نشانہ لیا تھا پھر بھی میرا نشانہ خطا نہیں ہوا لیکن گولی کھا کر جو چیز نیچے گری وہ صرف براؤن کی قمیص تھی۔ جسے اس عیار شخص نے مجھے دھوکا دینے کے لیے ایک لکڑی پر اس طرح پھیلایا تھا کہ وہ درخت سے جھانکتا ہوا اس کا بازو معلوم ہوتا تھا۔

میں نے اپنی اس حماقت پر جھنجلا کر دوسری بار فائر کیا مگر اب پستول میں گولی کہاں تھی؟ اسی وقت براؤن درخت کے پیچھے سے نکل آیا۔ اس کے جسم پر صرف پتلون تھی۔ قمیص وہ پہلے ہی اتار چکا تھا۔

اس نے میری طرف بڑھتے ہوئے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔ "ہم دونوں نہتے ہو چکے ہیں۔ اب مقابلہ برابر کا ہوگا۔"

میں نے اپنا زخمی ہاتھ اسے دکھا کر کہا۔ "تمہارے دونوں ہاتھ سلامت ہیں اور میرا صرف ایک ہاتھ ہے۔ پھر بھی میں تم سے کوئی رعایت نہیں چاہوں گا۔ میرا ایک ہاتھ تمہارے دس سلیقوں کے لیے کافی ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس نے ایک فلائنگ کک میرے سینے پر ماری، میں لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ دوسری فلائنگ کک مارنے کے لیے اچھلا تو میں نیچے بیٹھ گیا۔ وہ میرے اوپر سے گزر کر دوسری طرف جا گرا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا میں نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری اس کے بعد ہم دونوں میں باقاعدہ ٹھن گئی۔

وہ فری اسٹائل کا ماہر تھا جسمانی طاقت میں بھی مجھ سے سوا تھا۔ میری مجبوری یہ بھی تھی کہ میں اپنا دایاں ہاتھ استعمال نہیں کر سکتا تھا ایک ہاتھ سے لڑ رہا تھا۔ کبھی میں اس پر غالب آتا تھا کبھی وہ مجھ پر تابڑ توڑ حملے کر کے مجھے پیچھے دھکیل دیتا۔

ہمارے درمیان بڑی دیر تک جنگ ہوتی رہی، اور جب وہ مجھے کسی طرح زیر نہ کر سکا تو اس نے جھنجلا کر ایک بڑا سا پتھر پورے زور سے مجھ پر دے مارا۔ میں اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ پتھر میری پیشانی پر لگا اور میں چکرا کر گر پڑا۔ میرا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ ہر شے گھومتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ میں نے دھندلاتی ہوئی آنکھوں سے اسے دوڑ کر اپنی طرف آتے دیکھا۔ اس نے دور ہی سے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں نے اپنی دماغی قوتوں کو مجتمع کر کے کروٹ بدل لی۔ وہ پتھریلی زمین پر اس بری طرح لڑھکتے منہ گرا کہ اس کی چیخ نکل گئی۔ وہ تیزی سے اٹھا رہا تھا۔ میں نے ایک ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ایک بھاری پتھر پیشانی پر لگنے اور اس کا اثر نہ ہونا ممکن نہیں ہے میں کوئی سپرمین نہیں ہوں۔ میرا بدن بری طرح لرزنے لگا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میرے شانے پر سر نہ ہو۔ میں نے آنکھیں بند کر کے تصور میں شمع کی لو روشن کر لی اور اس پر اپنی تمام توجہ مرکوز کر دی اور ٹیلی پیتھی کے پہلے سبق شمع بینی کا سہارا لینے لگا۔ آہستہ آہستہ مجھے اپنے دماغ میں ٹھنڈک اترتی محسوس ہونے لگی۔ ابھی میں پوری طرح پُرسکون نہیں ہو سکا تھا کہ میرے منہ پر ایک ٹھوکر لگی۔ میری آنکھ کھل گئی اور میں دوسری طرف الٹ گیا۔ میں نے کروٹ لے کر براؤن سے دور ہونا چاہا تو دل کر رہ گیا۔ میں بالکل کھائی کے کنارے پر پڑا تھا اگر کروٹ لے لیتا تو میری لاش بھی کسی کو نہیں ملتی۔ اسی وقت براؤن نے جوتے سمیت اپنا ایک پاؤں میری ٹھوڑی کے نیچے حلق پر رکھ کر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔

میری سانس رکنے لگی۔ جیسے دم نکلنے لگا ہو۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کا پیر پکڑ کر اپنے حلق سے ہٹانے کی کوشش کی۔ میرا سر پہلے ہی چکرا رہا تھا۔ ہوش و حواس درست نہیں تھے۔ اس لیے پوری قوت صرف نہیں کر پا رہا تھا۔ پھر بھی میں نے اسے کسی نہ کسی طرح اپنے حلق سے پیر ہٹانے پر مجبور کر دیا۔ وہ آرام طلب تو میں نے گہری گہری سانسیں لے کر خود کو سنبھالنا چاہا مگر وہ بھی اناڑی نہیں تھا۔ اس نے مجھے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر میرے منہ پر ٹھوکر مار کر دوبارہ الٹ دیا۔

اب مجھ میں اٹھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ میں نے سفلائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ براؤن ایک بہت بڑا وزنی پتھر دونوں ہاتھوں میں اٹھائے آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ پتھر اتنا وزنی تھا کہ اسے اٹھا کر چلنا اس کے لیے دشوار ہو رہا تھا۔ وہ پتھر مجھ پر گرتا تو میرے بھیجے کے ساتھ ساری ٹیلی پیتھی باہر آجاتی۔ مگر اس سے بچنے کا بھی کوئی راستہ نہ رہا تھا۔ مجھ میں اتنی بھی سکت نہیں رہی تھی کہ کروٹ لے سکتا۔ میرا کوئی مددگار وہاں موجود نہیں تھا۔ اعلیٰ بی بی، اپنی فاسٹر اور اس کے چور مجھ سے بہت دور تھے۔ اور موت قدم قدم میری طرف بڑھی چلی آرہی تھی۔ میری آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ مجھے انھیں کھلا رکھنے میں بڑی دشواری ہو رہی تھی۔ میں اپنی تمام توانائی صرف کر کے انھیں کھلا رکھنے پر مجبور تھا۔ میں آنکھیں بند کر کے اپنی موت کا تماشہ دیکھنے سے محروم نہیں رہنا چاہتا تھا۔ دنیا میں بے شمار تماشے دیکھے تھے تو اپنی بے بسی کی موت کا تماشہ کیوں نہیں دیکھتا۔ براؤن میرے سر پر آپہنچا تھا۔ میں نے پوری طرح آنکھیں کھول دیں۔ یہ وقت ایک دن سبھی پر آتا ہے اور اسے کون ٹال سکا ہے نہ خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر اور نہ ہی خدائی دعویٰ کرنے والے مغرور اور سرکش موت کا ذائقہ تو سبھی نے چکھا ہے اور مجھے بھی ایک نہ ایک دن اپنا یہ ہنگامہ خیز سفر تمام کرنا ہی تھا۔ وہ دن وہ لمحہ جس کا میرے دشمنوں کو برسوں سے انتظار تھا آخر آپہنچا تھا۔ موت میرے سر پر پھیلائے کھڑی تھی۔

جب موت اچانک آتی ہے تو کلمہ پڑھنے کی بھی مہلت نہیں دیتی اور جب دشمن مارنے آتا ہے تو وہ ایک سانس کے بعد دوسری سانس لینے کا موقع نہیں دیتا۔ میرا وہ دشمن دونوں ہاتھوں سے پتھر اٹھائے میرے سر کو کچلنے کے لیے تیار تھا۔ اسے کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں تھی۔ آناً فاناً میرا کام تمام کر دینا ہی اس کا سب سے اہم کام تھا۔

لیکن لڑائی کے دوران صرف مجھ میں کمزور نہیں آئی تھی، وہ بھی اچھی خاصی مار کھانے کے بعد کمزور ہو گیا تھا۔ اس بھاری پتھر کو اٹھا کر میری طرف آتے ہوئے ڈگمگا رہا تھا۔ ایک بار لڑکھڑایا پھر میرے سر پر آ پہنچا۔ اب صرف پتھر کو میرے سر پر دے مارنا تھا لیکن وہ کیسے مارتا؟ اچانک ہی آسمان سے جیسے کوئی میری مدد کے لیے آن ٹپکا۔ یکبارگی کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ کوئی مردانہ آواز تھی۔ وہ چیخنے والا جانے کہاں سے دوڑتا آیا۔ پھر اس نے چھلانگ لگا کر اپنی دونوں ٹانگیں براؤن کے جسم کے اطراف لپیٹ لیں۔ براؤن اس جھٹکے کو برداشت نہ کر سکا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑایا پتھر پیچھے کی طرف گرا اور پیچھے ایک گہری کھائی تھی۔ سیکڑوں فٹ گہری کھائی۔

میرا سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا۔ میں نے اس اندھیرے میں اور ڈوبتی ہوئی روشنی میں اتنا دیکھا کہ وہ ٹانگوں کے ذریعے لپٹنے والا اسے لیے ہوئے کھائی کے کنارے گر پڑا تھا۔ اس کے دونوں بازو شانوں پر یوں جھول رہے تھے جیسے بالکل ہی بے کار ہوں اور وہ صرف ٹانگوں سے کام لے سکتا ہو۔ اس کی آواز سنائی دی: "ہاں، میں کتا ہوں تم نے مجھے چند ڈالروں کے عوض بکنے والا کتا کہا تھا۔ اور یہ کہہ کر تم نے ایک مسلمان کی غیرت کو جھنجوڑ ڈالا تھا۔ میں آخری وقت اپنی غلطیوں کا، اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اس کے ساتھ لڑھکتے ہوئے بالکل کھائی کے کنارے پہنچ گیا۔ پھر دونوں کی چیخیں سنائی دیں۔ وہ چیخیں دور بہت دور پستی میں گم ہوتی چلی گئیں۔ شاید میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ کیونکہ مجھے اپنا ہوش نہیں رہا تھا۔

میری بے ہوشی کے دوران کیا ہوتا رہا۔ یہ میں آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس لیے آنکھوں دیکھا حال نہیں لکھ سکتا۔ ہاں، بعد میں سعید احمد صاحب اور اینی فاسٹر نے جو کچھ بتایا اس کے مطابق لکھ رہا ہوں۔

اگر طائرانہ نظروں سے دیکھا جاتا تو اس پہاڑی کی مسطح بلندی پر تین لاشیں نظر آتیں۔ ایک تہمینہ کی لاش تھی۔ دوسری سوڈی کی اور تیسری میری۔ سعید احمد صاحب نے ہیلی کاپٹر کی بلندی سے دیکھا تو انھیں یہی نظر آیا۔ جب انھوں نے دوربین لگائی تو طائرانہ نظروں کے باوجود مجھے پہچان لیا۔ اُن کا دل دھک سے رہ گیا۔ ایک دم سے آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یہی سمجھ میں آیا کہ میں دنیا سے اٹھ چکا ہوں۔ اور ان دو لاشوں کے ساتھ ابدی نیند سو رہا ہوں۔

جب دو پہلی رات مجھ تک پہنچنے میں ناکام رہے تو جہلم سے پنڈی واپس آ گئے۔ تقریباً صبح چار بجے وہاں پہنچے اور ایک ہیلی کاپٹر حاصل کرنے کی کوشش کی۔ پہلے تو اعلیٰ حکام کو سمجھانا پڑا کہ یہ ایک بچے کے اغوا کا معمولی کیس نہیں ہے۔ اس کا تعلق فرہاد علی تیمور سے ہے اور فرہاد علی تیمور کون ہے۔ یہ بھی انھیں سمجھانا پڑا۔ کچھ لوگ سمجھتے تھے کچھ لوگ بعد میں سمجھ گئے۔ اس وقت تک صبح کا اجالا پھیلنے لگا۔ بہرحال وہ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے پاس آئے اس کی پوری توجہ سے چیکنگ ہو رہی تھی۔ اس میں بھی کچھ وقت صرف ہو گیا پھر وہ ہیلی کاپٹر وہاں سے پرواز کرنے لگا تو سورج کی روشنی اچھی طرح پھیل چکی تھی اور ادھر ہماری فیصلہ کن جنگ کا اختتام ہو چکا تھا۔

وہ ہیلی کاپٹر اس پہاڑی کی مسطح بلندی پر آ کر اتر گیا۔ سعید صاحب ہیلی کاپٹر سے اتر کر دوڑتے ہوئے میرا نام لے کر چیختے ہوئے میرے پاس آئے۔ میری نبض ٹٹولنے لگے۔ سینے پر کان رکھ کر دل کی دھڑکنوں کو محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ ان کے ساتھی افسر نے بعد میں مجھے بتایا کہ اس نے زندگی میں پہلی بار سعید صاحب کو تڑپتے دیکھا تھا۔

پھر انھوں نے روتے روتے یک بیک خوشی سے چیخ کر کہا: "یہ زندہ ہے۔ میرا یار نہیں مر سکتا۔ خدا اس کا نگہبان ہے۔ اسے فوراً ہیلی کاپٹر میں لے چلو کسی قریبی ہسپتال میں پہنچاؤ اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

دو فوجی جوان اٹین گن لیے ہوئے تھے۔ انھوں نے اٹین گن کو ایک طرف رکھا پھر مجھے اٹھا کر ہیلی کاپٹر میں لے گئے۔ تب سعید صاحب نے تہمینہ کو دیکھا۔ وہ اس کے پاس دوڑتے ہوئے آئے لیکن وہاں ان کا دل ڈوب گیا۔ وہ چند لمحوں تک اس کے پاس سر جھکائے بیٹھے رہے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر انھوں نے ایک مسلح جوان سے کہا: "ان لاشوں کو گدھوں سے محفوظ رکھنے کے لیے کسی کا یہاں رہنا ضروری ہے تم اٹین گن کے ساتھ یہاں رہو۔ ہم بعد میں ان لاشوں کو شہر پہنچائیں گے۔"

اس ہیلی کاپٹر میں گنجائش نہیں تھی۔ اس لیے پہلے مجھے ایک ملٹری ہسپتال میں پہنچایا گیا۔ سعید صاحب میرے ساتھ رہے۔ دوسرے فوجی جوان ہیلی کاپٹر کو دوبارہ پہاڑی پر لے گئے۔ اس وقت اینی فاسٹر اپنے دو نوں چرواہوں کے ساتھ وہاں پہنچ گئی تھی۔ وہ مسلح جوان انھیں پہچانتے نہیں تھے۔ لہٰذا انھیں حراست میں لے لیا گیا۔

انھوں نے ان میں سے ایک فوجی افسر کو بتایا کہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا یہاں ایک قریبی جھونپڑی میں ہے، اسے بھی ساتھ لیا جائے۔ اُدھر شہر میں سعید صاحب نے ٹیلیفون کے ذریعے ڈاکٹر فاروقی کو وہ بُری خبر سنائی جسے سُن کر ماں باپ کے دل پر بھلی گزرتی ہے۔ وہ روتے پیٹتے ملٹری ہسپتال میں پہنچے۔ سعید صاحب نے انھیں بتایا "فرہاد بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ اس کا علاج کیا جا رہا ہے اور تہمینہ کی لاش اب پہنچنے ہی والی ہے۔"

تہمینہ کی والدہ نے اپنی چھاتی پیٹ کر کہا: "ہائے میں کس سے فریاد کروں۔ اگر فرہاد یہاں نہ آتا تو میری بیٹی اس کی دیوانی نہ ہوتی۔ اس کی وجہ سے میری بیٹی کی جان گئی ہے۔"

سعید صاحب نے سخت لہجے میں کہا: "محترمہ! آپ ہوش و حواس میں رہنے کی کوشش کریں اور اپنی زبان قابو میں رکھیں ورنہ میں آپ لوگوں پر فرہاد کے بیٹے پارس کے اغوا کا کیس بنا سکتا ہوں۔"

ڈاکٹر فاروقی نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: "بیٹے! تم درست کہتے ہو۔ قصور ہماری بیٹی کا ہے۔ وہی اس کے بیٹے کو لے کر گھر سے بھاگ گئی تھی۔"

"اور بھاگنے کے بعد اس پر کیا بیتی اور بچہ کس مصیبت میں گرفتار ہوا یہ آپ لوگوں کو پتہ نہیں ہے۔ دشمنوں نے اس بچے کو حاصل کرنے کے لیے تہمینہ کو بھی اغوا کیا۔ اگر فرہاد وقت پر نہ پہنچتا تو وہ بچے کو اور تہمینہ کو لے جاتے۔"

اس کی والدہ نے کہا: "ہائے۔ دشمن نہیں لے گئے موت تو لے گئی۔"

"میں فرہاد کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس نے یقیناً آپ کی بیٹی کو سمجھایا ہوگا کہ وہ واپس چلی جائے یا پھر اس جھونپڑی میں بچے کے ساتھ رہے یا پھر اسے کسی جگہ محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہوگی۔ لیکن آپ کی بیٹی کیسی دیوانی تھی۔ یہ آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس نے فرہاد کے سوا اور کوئی پناہ قبول نہیں کی ہوگی۔"

تہمینہ کی لاش آ گئی پھر ضروری کارروائی کے بعد اس کے والدین کے حوالے کر دی گئی۔ اینی فاسٹر اور دونوں چرواہوں کو سعید صاحب نے دیکھا۔ اینی نے بتایا: "میں وہی اعلیٰ بی بی ہوں جس کا ذکر یقیناً فرہاد صاحب نے آپ سے کیا ہوگا۔"

سعید صاحب نے سر ہلا کر کہا: "آپ لوگوں کا ذکر میں نے سنا ہے اور آپ لوگوں کے احسانات فرہاد پر بہت ہیں لیکن افسوس ہے آپ لوگوں کو شکل سے نہیں پہچانتا۔ اس لیے آپ مائنڈ نہ کریں۔ جب تک فرہاد ہوش میں نہیں آئے گا۔ آپ تینوں کہیں جا نہیں سکتے۔"

وہ رنگ ہسپتال گیارہ بجے وہاں سے پرواز کرنے والا تھا۔ ان غیر معمولی واقعات کے پیش آنے کے باعث دو گھنٹے لیٹ ہو گیا۔ رسونتی کو اس جہاز سے فوری طور پر ملٹری ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا۔ وہ ہوش و حواس میں تھی اور اس وقت تک میں بھی ہوش میں آ گیا تھا۔

میں زخموں سے چُور تھا۔ میرے سر اور چہرے کے اطراف پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ میں بہت کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ رسونتی کسی دوسرے کمرے میں لیٹی ہوئی مجھ سے بالکل بیگانہ تھی۔ سعید صاحب اس کے پاس گئے تھے۔ اس سے باتیں کیں لیکن اجنبی کی طرح جب وہ مجھے اور اپنے بیٹے پارس کو نہیں پہچانتی تھی تو پھر اور کسے پہچان سکتی ہے؟

سعید صاحب نے میرے پاس آ کر کہا: "رسونتی ایک ہی بات کہتی ہے کہ اسے ہندوستان پہنچا دیا جائے۔ وہ اپنی چھوٹی بہن وسنتی سے ملنا چاہتی ہے۔"

میں نے کہا: "آہ۔ اب اسے کیسے سمجھایا جائے، اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے، ماں باپ اور چھوٹی بہن وسنتی کب کے مر چکے ہیں۔"

سعید صاحب نے میرے شانے کو تھپک کر کہا: "تم زیادہ باتیں نہ کرو۔ ابھی آنکھیں بند کیے لیٹے رہو اور خیال خوانی بھی نہ کرنا ورنہ دماغ پر بوجھ پڑے گا۔"

میں نے نقاہت سے کہا: "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔ پارس کہاں ہے؟"

"وہ بھی اسی ہسپتال میں ہے۔ میں اس کے لیے کسی آیا کا انتظام کرتا ہوں۔"

وہ جانے لگے۔ پھر پلٹ کر کہا: "ہاں، یہاں ایک پولیس آفیسر تمھارا بیان لینے کے لیے موجود ہے۔ اگر تم ایزی فیل کرو تو کسی وقت اسے بلا کر اپنا بیان قلمبند کرا دینا۔"

"ٹھیک ہے۔ اینی کو میرے پاس بھیج دیجیے۔"

وہ چلے گئے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد آہٹ سُن کر آنکھیں کھولیں، وہ میرے قریب ہی مسکرا رہی تھی۔ دو چور میرے بستر کے آس پاس کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اینی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھ کر نقاہت سے کہا: "میں بہت تھک گیا ہوں۔"

وہ دوسرے ہاتھ سے میرے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے بولی: "آپ خاموشی سے سو جائیں۔"

"تم میرے پاس رہو گی۔"

"جب تک سانس رہے گی میں رہوں گی۔ آپ آرام سے سوتے رہیں۔"

میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ نیند نہیں آرہی تھی۔ بند آنکھوں کے پیچھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھوں میں تہمینہ کا ہاتھ ہو۔ نرم و نازک پھول کی طرح ملائم، جذبوں کی طرح گرم اور وفا کی طرح مستحکم ہاتھ۔ وہ مجھے تصور میں نظر آرہی تھی۔ مسکرا رہی تھی۔ پھولوں بھری انجمن میں خوشبو کی طرح انگڑائیاں لے رہی تھی۔

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اپنی نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

میں نے کہا: "اگر وہ نہ ہوتی تو آج میں نہ ہوتا۔ یوں تو زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن میری یہ زندگی تہمینہ کی امانت ہے۔"

میں نے خوابیدہ آنکھوں سے دیکھا۔ وہ خلا میں نظر آرہی تھی۔

"آہ۔ اس نے میرے حصے کی گولی اپنے سینے میں اتار لی۔ میری موت کو اپنے گلے سے لگالیا۔"

اپنی نے مجھے تھپک کر کہا: "آپ سونے کی کوشش کریں۔ ایسے وقت جذباتی انداز میں نہیں سوچنا چاہیے۔"

"میں جذباتی نہیں ہوں۔ اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔ تہمینہ بیحد حسین تھی۔ شباب سے معمور تھی۔ بڑی اداؤں بھری تھی لیکن یاد رہنے والی بات یہی ہوتی ہے کہ کسی نے ہمارے لیے کیا کیا اور اس نے جو میرے لیے کیا وہ میں آخری سانس تک نہیں بھلا سکوں گا۔"

اپنی نے پریشان ہو کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا: "میں ابھی سو جاؤں گا لیکن اپنی ایک خواہش بیان کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ محبت سے بولی: "ہاں، بتاؤ۔ کیا خواہش ہے؟"

میں نے دور تہمینہ کو دیکھتے ہوئے کہا: "اس کی قبر کے سرہانے جو کتبہ ہوگا۔ میں اس پر لکھوانا چاہتا ہوں کہ تہمینہ کے حصے کی سانسیں فریاد لے رہا ہے اور جب تک فریاد زندہ ہے۔ تہمینہ زندہ رہے گی۔"

یہ کہہ کر میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ اپنی میرے سر کو سہلا رہی تھی۔ پھر میں نے اس کی گرم گرم سانسیں اپنے پیشانی پر محسوس کیں۔ ہسپتال کے اس کمرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ شاید مجھے نیند کی دوا دی گئی تھی۔ میں آہستہ آہستہ سو گیا۔

بڑی دیر تک سوتا رہا۔ جب آنکھ کھلی تو دوپہر ہو چکی تھی۔ تین بج رہے تھے۔ اپنی میرے بستر کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے خوش ہو کر کہا: "تم بہت اچھی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی: "تین بج رہے ہیں۔ یقیناً تمہیں بھوک لگ رہی ہوگی۔"

"اور یقیناً تم نے بھی کچھ نہیں کھایا ہوگا؟"

وہ اٹھ کر بولی: "میں ابھی کھانے کو کچھ لاتی ہوں۔"

"صرف میرے لیے نہیں۔ اپنے لیے بھی۔ ہم دونوں کھائیں گے۔ میں بڑی تازگی اور توانائی محسوس کر رہا ہوں۔"

"خدا کا شکر ہے۔" یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ اپنے دماغ کی توانائی کو آزمانے کے لیے خیال خوانی کی اور بڑی کامیابی سے رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اسی ہسپتال کے ایک بستر پر لیٹی ہوئی سوچ رہی تھی: "میں کہاں آکر پھنس گئی ہوں۔ یہاں سے نکل نہیں سکتی۔ باہر لیڈی کانسٹیبل پہرہ دے رہی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا: "مگر میں یہاں سے نکل کر کہاں جاؤں گی؟"

اس کی دوسری سوچ نے کہا: "میں بھارت جاؤں گی۔ اپنے دیس میں رہوں گی۔ یہ پاکستان ہے۔ آہ میں پاکستان کے خلاف سپر ماسٹر سے معاہدہ کر رہی تھی۔ اپنے پتاجی کو اور رسونتی کو سپر ماسٹر کی قید سے چھڑا کر لا رہی تھی مگر اچانک یہ سب کیا ہو گیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں کھول دیں۔ رسونتی اس دور کو یاد کر رہی تھی جب پہلی بار نرتکی میں، میں نے اسکا نام سنا تھا۔ پرنس آئی لینڈ میں اس سے سامنا بھی ہوا تھا۔ ان دنوں اس کا باپ تن سنگ اور بہن وسنتی سپر ماسٹر کی قید میں تھے اور سپر ماسٹر اس سے سودے بازی میں مصروف تھا۔

یہ بہت پرانی بات تھی۔ حالات پھر بدلتے گئے تھے۔ رسونتی دشمن سے دوست بنتی گئی تھی لیکن وہ صرف پرانی باتیں کیوں سوچ رہی تھی؟

مجھے فلائنگ ہسپتال کے امریکی اور جرمن ڈاکٹروں کے بیانات یاد آئے۔ انھوں نے کہا تھا: "رسونتی کے جسم سے زہریلا خون سارا کا سارا نکال دیا گیا ہے اور نیا خون داخل کیا گیا ہے۔ نئے خون سے اس کے دماغ کی تجدید ہو رہی ہے۔ ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا لیکن رسونتی کا کیس بتا رہا ہے کہ وہ سب کچھ بھول کر شروع سے اپنی زندگی کو یاد کر رہی ہے۔ اسی طرح یاد کرتے کرتے وہ موجودہ دور تک پہنچے گی۔ لیکن اس میں کافی عرصہ لگے گا۔"

میرا ذہن الجھنے لگا۔ میں پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ کیا کروں؟ رسونتی اجنبی بن گئی تھی میرے لیے بالکل غیر ہو گئی تھی لیکن اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ حالات نے، تقدیر نے اسے ایسا کر دیا تھا۔ میں اسے کسی حال میں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

دوسری طرف رسونتی مجھے چھوڑنے پر تیار بیٹھی تھی۔ وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔ میں اسے جبراً اپنے ساتھ کب تک رکھ سکتا تھا۔ میرے سوچنے کے دوران اپنی کھانے کی ٹرالی لے کر آگئی۔ مختلف قسم کے کھانے تھے۔ کچھ پرہیزی تھے۔ اس نے پرہیزی کھانے میری طرف بڑھائے۔ پھر میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا آپ پریشان ہیں؟"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

"میں بھی کسی حد تک چہرے کو پڑھ لیتی ہوں۔ آپ کچھ چھپا رہے ہیں۔"

"رسونتی کے لیے فکرمند ہوں۔ اس کی یادداشت اتنی کمزور ہو گئی ہے کہ صرف اپنی ابتدائی زندگی کو یاد رکھے ہوئے ہے۔ ایسے میں وہ ہندوستان جا کر اپنے ماں باپ اور بہن کے ساتھ رہنا چاہتی ہے جبکہ اس کا وہاں کوئی نہیں ہے۔ میں کیا کروں؟"

"آپ بہت سمجھ دار ہیں۔ یہ بھی سمجھتے ہوں گے کہ پریشانی کی حالت میں کبھی کسی مسئلے پر غور نہیں کرنا چاہیے۔ دماغ کو آزاد چھوڑ دینا چاہیے۔ آپ آرام سے کھائیے۔ ہنسیے۔ بولیے۔ پھر کسی اسپیشلسٹ سے مشورہ لیجیے۔ وہ مادام رسونتی کے متعلق بہت صحیح مشورہ دے گا۔"

اس نے پہلا لقمہ میرے منہ میں ڈالا۔ پھر میں خود کھانے لگا۔ اس نے بتایا کہ ایم بی بی ایس میرے موجودہ حالات کے متعلق بتا دیا گیا ہے۔ "ان سے ٹرانسمٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا گیا تھا۔ وہ آپ کے لیے بہت پریشان ہیں اور حکم دیا ہے کہ جیسے ہی آپ ہوش میں آئیں اور نارمل ہوں تو ان سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کریں۔"

کھانے کے دوران وہ ہنستی بولتی رہی اور مجھے ہنسانے کی کوششیں کرتی رہی۔ اس کے بعد وہ کھانے کی ٹرالی لے جانے لگی۔ سعید صاحب ایک پولیس آفیسر کے ساتھ وہاں آگئے پھر میں پچھلی واردات کے متعلق تفصیلی بیان دینے لگا۔ آخر میں بیان کے اس حصے میں پہنچا جب میرے بچنے کی کوئی اُمید نہیں رہی تھی اور اچانک ہی کوئی دونوں ہاتھوں کا ایا بیج میرے لیے فرشتہ بن کر آگیا تھا۔

سعید صاحب نے پوچھا: "کیا وہی کرائے کا بدمعاش تھا جس کے دونوں بازوؤں پر براؤن نے گولی ماری تھی تاکہ تم اس کے ذریعے انھیں نقصان نہ پہنچا سکو؟"

"ہاں، وہی بدمعاش تھا۔ براؤن نے اس سے کہا تھا کہ تمھارے جیسے کئی ہر ملک میں پائے جاتے ہیں جو چند ڈالروں کے عوض اپنے ملک کے خلاف بک جاتے ہیں اور اپنے ملک کے لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ بات بدمعاش کے دل کو لگ گئی۔ اس کے ضمیر نے اسے جھنجوڑا ہوگا تب ہی وہ جانے کیسے آخری وقت مجھ تک پہنچ گیا۔ آہ، میری زندگی پر اس کا بھی احسان ہے۔ خدا کرے، ہر ضمیر فروش کی کایا اسی طرح پلٹ جائے۔"

پولیس آفیسر وہاں سے چلا گیا۔ جاوید، ریحانہ اور اپنی بیوی کے ساتھ وہاں آگیا۔ سعید صاحب نے اسے اطلاع دے دی تھی اور ہسپتال میں بھی کہہ دیا تھا کہ اسے کمرے میں آنے کی اجازت دے دی جائے۔ وہ تینوں میری حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ ریحانہ نے ایک ہاتھ کو تھام کر کہنے لگی: "بھائی جان! یہ آپ کیسی زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا دشمن آپ کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑیں گے؟"

میں نے محبت سے اس کے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھ کر کہا: "جب تک انسان کے پاس دولت ہوتی ہے چور اس کا پیچھا کرتے رہتے ہیں۔ میرے پاس ٹیلی پیتھی کا خزانہ ہے۔ یہ خزانہ جس دن خالی ہو گا تمام دشمنوں کے کلیجے ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔ پھر وہ مجھے ایک معمولی چیونٹی سمجھ کر معاف کر دیں گے۔ مجھ سے منہ پھیر کر چلے جائیں گے اور سچ پوچھو بہنا تو میں چیونٹی نہیں بننا چاہتا۔ میں فرہاد ہوں اور فرہاد کی حیثیت سے ہی مرنا چاہتا ہوں۔"

پھر میں نے سعید صاحب سے پوچھا: "جاوید کے پاسپورٹ کا کیا بنا؟"

"کل سے تم نے میرے ہاتھ پاؤں پھلا رکھے ہیں۔ تمھارے لیے، بچے کے لیے، رسونتی بھابی کے لیے اتنا پریشان ہوں کہ اپنی ڈیوٹی سے بھی گیا۔ فکر کیوں کرتے ہو۔ پاسپورٹ تیار ہو جائے گا۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے؟"

"اسپیشلسٹ کی خدمات حاصل کریں۔ رسونتی کا کیس اسے سمجھائیں۔ میں اس کے لیے بہت فکرمند ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد جاوید، ریحانہ اور اپنی بیوی کے ساتھ چلا گیا۔ میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ وہ لاہور جانے کے لیے تیار رہیں۔ سعید صاحب کی شادی میں حاضر رہنا ہے۔

ان کے جانے کے بعد سعید صاحب نے اپنی فاسٹر کو دیکھا۔ پھر پوچھا: "فریاد! وہ بارہ دشمنوں کا کیا قصہ ہے۔ ان میں سے دو مر چکے ہیں۔ باقی دس کہاں ہو سکتے ہیں؟"

اپنی فاسٹر نے چونک کر میری طرف دیکھا پھر پوچھا: "یہ کیا قصہ ہے؟"

"یہودی رضاکاروں کی ایک ٹیم میرے خلاف منصوبہ بندی میں مصروف ہے۔ ان میں جو بوڑھے ہیں وہ مجھ سے محبت سے دوست بنانا چاہتے ہیں اور جو جوان ہیں وہ اپنے وقت کے بہت ہی سفاک، بے رحم قاتل ہیں۔ پتہ نہیں، انھوں نے اپنی زندگی میں کتنے قتل کیے ہیں اور کیسے کیسے بھیانک تجربات سے گزرتے رہے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ فریاد پہلے حملے میں ہی ان سے بچ کر نہیں نکل سکتا اور یہ بات تو براؤن اور سوڈی نے ثابت کر دی۔ کمبختوں کا نشانہ بڑا ہی پختہ تھا۔ ان کا اعتماد مستحکم تھا۔ وہ اپنے ریوالور میں صرف ایک ایک گولی لے کر آئے تھے۔ وہ یقیناً اس گولی کو کام میں لے آتے لیکن ان کی تقدیر خراب تھی اور خدا میرا نگہبان تھا۔"

سعید صاحب نے کہا: "خدا سب کا نگہبان ہے لیکن تم کب

تک بچتے رہو گے؟" باقی دس قاتل تمھارے پیچھے ہیں۔ ان کا کیا ہو گا؟ میں تمھارے آس پاس بہت سخت پہرہ لگا دوں گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "وہ سخت پہروں سے بھی گزرنا جانتے ہوں گے۔"

انیتی چپ چاپ سن رہی تھی۔ پھر وہ پلٹ کر کسی سے جانے لگی۔ میں نے اس کی سوچ کو پڑھ کر دیکھا۔ وہ حفاظتی انتظامات کرنے جا رہی تھی۔ ملک کے مختلف حصّوں سے اپنے چوروں کو یہاں بلانا چاہتی تھی۔ میں نے اسے نہیں روکا۔ سعید احمد نے کہا: "دشمن زبردست پہروں میں ہوں تو انھیں پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ دس قاتل یقیناً غیر ملکی ہوں گے اور یہودی ہوں گے۔ ان کا تعلق یورپ سے ہو گا۔ اس طرح ہم انھیں پہچان سکتے ہیں۔"

میں نے پوچھا: "کیسے پہچان سکتے ہیں۔ ہمارے ملک میں غیر ملکی مختلف تجارت اور مختلف منصوبوں کی تکمیل کے لیے آتے ہیں۔ وہ غیر ملکی آفیسر بھی ہوتے ہیں اور اعلیٰ پائے کے مزدور بھی ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ڈیوٹی کے اوقات کے بعد شہروں میں آزادانہ گھومتے ہیں۔ بغلوں میں جاتے ہیں۔ ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں نظر آتے ہیں۔ پھر آپ انھیں کیسے پہچانیں گے؟"

"ایسے چند مقامات ہیں انھیں پہچاننا دشوار ہو گا لیکن ہمارے ہاں کی خاص تقریبات ہیں: مثلاً میری شادی کے موقع پر وہ وہاں پائے گئے تو یقیناً دشمن ہوں گے۔ ہم کسی غیر ملکی کو دعوت نہیں دیں گے۔ لاہور میں بخاری صاحب کی کوٹھی کے پاس تقریباً چار فرلانگ تک غیر ملکیوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے گا جو غیر ملکی اعلیٰ افسران ہوں گے حکومت سے جن کا گہرا تعلق ہو گا وہ تو خیر ہمارے جانے پہچانے ہوں گے۔ اسی طرح یہاں ولیمے کی تقریب میں بھی ایسے ہی سخت انتظامات کیے جائیں گے۔"

میں مسکرانے لگا۔ انھوں نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "یہ مسکراہٹ کیسی؟ کیا مجھے بچہ سمجھ رہے ہو؟"

"اس معاملے میں آپ بچے ہیں۔ آپ دشمنوں کی چال کو نہیں سمجھتے۔ آپ ان کے ہتھکنڈوں سے گزریں گے تو حیران رہ جائیں گے، ایک معمولی سی بات ہے۔ وہ براہِ راست میرے قریب نہیں آئیں گے۔ جب دیکھیں گے کہ سخت پہرہ ہے تو یہاں کے بدمعاشوں کو خریدیں گے۔ جس طرح ان دونوں نے چار بدمعاشوں کو خرید رکھا تھا۔"

سعید صاحب میرے آس پاس ٹہلتے ہوئے سوچنے لگے۔

میں نے کہا: "لیکن ایک بات ہے۔ یہ دس قاتل۔ یہ کبھی کسی کرائے کے بدمعاش سے مجھے قتل نہیں کرائیں گے۔ انھیں اپنے آپ پر بڑا ناز ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ اپنے ہاتھوں سے مجھے قتل کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ کرانے کے بدمعاشوں کو صرف اس لیے استعمال کریں گے کہ وہ مجھے کسی طرح میری پناہ گاہ سے باہر نکال کر ان کے سامنے پہنچا دیں۔ اس کے لیے وہ بہت ہی گری ہوئی حرکتیں بھی کر سکتے ہیں۔"

"مثلاً؟" سعید صاحب نے پوچھا۔

"مثلاً وہ جانتے ہیں۔ لاہور میں میری سب سے بڑی کمزوری شاہینہ ہے۔ پھر دوسری کمزوری پارس ہے۔ تیسری کمزوری شاہینہ کی بیٹی میری بھانجی شبانہ ہے۔ یہ ایسے اہم رشتے ہیں کہ جنھیں اغوا کیا جا سکتا ہے۔ جنھیں کسی مصیبت میں گرفتار کرایا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے میں ان حالات میں دشمنوں کے سامنے جانے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

"بھئی صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم میری شادی اور ولیمے میں شریک نہیں ہونا چاہتے۔"

"میں ضرور شریک ہوں گا لیکن اپنا حلیہ بدلنے کے بعد۔ اس روپ اختیار کروں گا کہ مجھے کوئی نہ پہچان سکے۔ پیشتر اس کے آپ جائیں اور رسونتی کے لیے ماہر نفسیات کی خدمت جلد حاصل کریں۔"

وہ چلے گئے۔ میں تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ پھر میں نے آنکھیں بند کیں اور سائی عرف اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ دستور کے مطابق پہلے تو مجھے اس کے دماغ میں راستہ نہیں ملا۔ پھر اس نے کہا: "آجاؤ۔ تمھارے سوا اب تک مجھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ملا۔ بھلا کوئی اور میرے دماغ میں کیسے آسکتا ہے۔"

"جب یہ جانتی ہو تو پہلی ہی دستک پر اپنے دماغ کے دروازے کھول دیا کرو۔"

"محتاط رہنے کی عادت ہے۔ اس لیے ایسا کرتی ہوں۔ ورنہ تمھارے لیے تو ....."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ ہچکچانے لگی۔ میں نے کہا: "میرے لیے تو دل کے دروازے کھلے ہیں، دماغ کی کیا بات ہے؟"

وہ جلدی سے بات بدل کر بولی: "جی نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اپنی خیریت سناؤ۔ سنا ہے زخموں سے چور کسی ہسپتال میں پڑے ہو۔"

"تمھیں اپنی فاسٹر کے ذریعے بہت کچھ معلوم ہو چکا ہو گا وہ یہودی رضاکار ہیں۔ جن میں دو مارے گئے ہیں اور ابھی دس باقی ہیں۔"

"ان دونے یہ قیامت ڈھائی ہے۔ تمھاری ہڈیاں پسلیاں ایک کر کے ہسپتال پہنچا دیا ہے۔ باقی دس کیا کریں گے؟"

"یہ بڑے زبردست لوگ ہیں۔ خدا جانے یہ کیسی کیسی خطرناک صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔"

"کیا ابھی اسلام آباد میں تمھارا قیام ہے یا؟"

"ایک ہفتے بعد سعید صاحب کی شادی میری بہن کی نند

ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں مجھے لاہور جانا ہو گا۔"

اس کے بعد میں نے اُسے رسونتی کے تمام حالات بتانے کے بعد کہا: "یہ ایک مسئلہ ہے۔ وہ میرے ساتھ رہنا گوارا نہیں کرے گی بلکہ مصیبت بن جائے گی۔ وہ ہندوستان جانا چاہتی ہے اور میں اسے کسی حالت میں جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ وہاں اس کے دشمن ہی دشمن ہیں۔ یہ بات وہ نہیں سمجھ رہی ہے۔"

"تم جانتے ہو کہ میں اور میرے چور علم نفسیات میں دخل رکھتے ہیں۔ خصوصاً اعلیٰ بی بی کے لیے علم نفسیات میں کامل ہونا لازمی ہے۔ میری سمجھ میں رسونتی کا کیس آگیا ہے۔ جو حالات تم نے تفصیل سے بتائے ہیں۔ اس کا تقاضا یہی ہے کہ رسونتی کو اس کے ابتدائی ماحول میں رکھا جائے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ کیا میں اسے ہندوستان بھیج دوں؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے تم اُسے برما یا کسی ایسے ملک میں بھیجو جہاں ہندوؤں کا ماحول ہے۔ جہاں پنڈت اور پوجا کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ غیر شعوری طور پر گذشتہ حافظے کی تلاش میں ہے۔ پتہ نہیں ابھی وہ یادداشت کے کتنے مرحلوں سے گزرے گی۔ اسے اس کا ماحول ضرور ملنا چاہیے۔"

"لیکن اسے کس طرح یقین دلایا جائے کہ اس کی بہن اور اس کے ماں باپ مر چکے ہیں اور بھارتی سرکار اس کی دشمن ہے۔"

"یہ یقین دلانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا کوئی دور کا رشتے دار ضرور ہو یا پھر کوئی ایسا شخص یا ایسی عورت جس پر وہ بھروسہ کرتی ہو اور جس کا تعلق ہندوستان سے ہو۔"

میں سوچنے لگا چند لمحوں کے بعد اس نے پوچھا: "کہاں گم ہو گئے؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ ہندوستان کا کون شخص یا کون عورت ایسی ہو سکتی ہے۔"

کہتے کہتے میں خود ہی چونک گیا۔ میں نے کہا: "ہاں مجھے ایک شخص یاد آرہا ہے۔ اس کا نام راجیش متر ا ہے وہ ایک صوبائی گورنر کا چیف سیکرٹری تھا۔ ایک بار اس نے رومانہ کو بھارتی پاسپورٹ سے چھپانے کے لیے اپنی حویلی میں پناہ دی تھی اور اسے ایک ہوٹل سے گرفتاریوں کا محاصرہ توڑ کر فرار ہونے میں بھی مدد دی تھی۔"

"راجیش کا تعلق رسونتی سے کیا ہو سکتا ہے؟"

میں نے جواب دیا: "راجیش متر ا رسونتی کے باپ تن سنگ کا شاگرد رہ چکا ہے۔ تن سنگ نے ایک بار جڑی بوٹیوں کے ذریعے راجیش کو سانپ کے زہر سے بچایا تھا۔ دوسری بار راجیش کے باپ کو ایک دائمی مرض سے نجات دلائی تھی۔ تب سے راجیش کے اور تن سنگ کے خاندان میں رابطہ ضبط قائم ہو گیا۔ وہ ایک دوسرے سے زبانی رشتے قائم کر کے اسے لہو کے رشتوں سے زیادہ مضبوط سمجھنے لگے۔ رسونتی راجیش متر ا کو اچھی طرح جانتی ہے اور اس پر اعتماد بھی کرتی ہے۔"

"پھر تو ٹھیک ہے۔ راجیش سے رابطہ قائم کرو اور اس سے کہو کہ وہ برما پہنچے اور وہاں رسونتی کے لیے ایسا ماحول فراہم کرے جو اس کی موجودہ ذہنی حالت کے مطابق ہو۔"

"مشکل یہ ہے کہ راجیش سے دماغی رابطہ قائم کیے ایک عرصہ گزر چکا ہے۔ میں اس کے لب و لہجے کو بھول چکا ہوں۔"

"اگر راجیش متر ا کا پتہ معلوم ہو جائے تو ہندوستان میں میرے چند چور ہیں، وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے پھر میرے چوروں کے ذریعے تم راجیش کے دماغ تک پہنچ سکو گے۔"

میں نے دماغ پر زور ڈال کر سوچا مجھے راجیش متر ا کا پتہ یاد نہیں آیا۔ وہ دہلی کے کسی محلے میں رہتا تھا اور اس کا چھوٹا بھائی کلکتہ میں رہا کرتا تھا۔ زمانہ نے آخر میں اس کے چھوٹے بھائی کے گھر میں پناہ لی تھی اور وہیں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوئی تھی۔

"ان دونوں بھائیوں کا پتہ معلوم ہو سکتا ہے۔"

"کیسے؟"

"ابھی رسونتی دماغی طور پر اپنی بے شعوری زندگی کے ابتدائی مرحلوں سے گزر رہی ہے اسے اس وقت کی تمام باتیں یاد ہیں یقیناً ان دونوں بھائیوں کا پتہ بھی یاد ہو گا۔ تم ذرا اس کے پاس پہنچ کر دیکھو۔"

دوسرے ہی لمحے میں رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا وہ سبھی اپنے ماں باپ کو اور کبھی اپنی بہن وسنتی کو تصور میں دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا: "بھارت میں میرے اور کون اپنے جاننے والے ہیں؟ کوئی اور قریبی رشتہ دار ہو گا؟"

اس نے اپنے دماغ پر زور ڈال کر سوچا۔ پھر اس کی سوچ نے انکار کرتے ہوئے کہا: "نہیں، میرا کوئی سگا رشتہ دار نہیں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا: "کوئی ایسا منہ بولا بھائی، بہن چچا، چچی، ماما، مامی کوئی ہونا چاہیے۔"

یہ کہتے ہی اس کے دماغ میں اچانک راجیش اور مہیش کے نام روشن ہو گئے، دو اجنبی بھائیوں کی صورتیں بھی تصور میں آئیں۔ اسے یاد آنے لگا کہ راجیش اور مہیش کی ایک بوڑھی والدہ ہیں۔ راجیش کی ایک بیوی ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ٹھیک ہے اگر میں یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جاؤں تو بھارت میں ان کے پاس کیسے پہنچوں گی؟ ان کا پتہ یاد ہونا چاہیے۔"

اس کی سوچ نے کہا: "مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ وہ لوگ

کلکتہ کے ایک محلے مانک تلہ میں رہتے تھے۔ گرو دیو کے آشرم کے سامنے ان کی ایک دو منزلہ چھوٹی سی کوٹھی تھی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "کلکتہ ہندوستان کے دوسرے سرے پر ہے۔ یہاں سے طویل فاصلہ ہے۔ مجھے تو دہلی کے متعلق سوچنا چاہیے۔ راجیش کہاں رہتا ہے؟"

وہ دماغ پر زور ڈال کر سوچنے لگی۔ پھر اس کی سوچ نے کہا: "اس کا بتا دلہ کئی جگہ ہوا۔ دہلی کا پتہ مجھے یاد نہیں ہے جب میں یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤں گی تو سیدھی کلکتہ ہیش کے پاس جاؤں گی۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچا پھر میں نے مخاطب کیا: "سامی!"

اس نے مجھے ٹوک دیا: "میں اعلیٰ بی بی ہوں۔ مجھے سامی کہہ کر مخاطب نہ کرو۔"

"تم اعلیٰ بی بی ہو گی اپنے چوروں کے لیے اور اپنے بابا فرید اصلی کے لیے۔ میں صرف اپنی سامی سے دلچسپی رکھتا ہوں۔"

"فرہاد، بچوں جیسی ضد نہ کیا کرو۔ تم مجھے سامی کہتے ہو تو۔"

وہ پھر رک گئی۔ میں نے پوچھا: "تو دل میں کچھ ہوتا ہے؟ تمھارے اندر سامی مچلتی ہے تمھیں میری طرف دھکیلتی ہے عجیب بات ہے۔ تم بڑے بڑے خطرناک دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیتی ہو اور اپنے آپ سے نہیں لڑ سکتیں؟"

"ابھی ہمارے درمیان ایک دوسرا مسئلہ زیر بحث ہے مجھے بتاؤ۔ رسونتی سے کیا معلوم ہوا؟"

"بھارت کے شہر کلکتہ کے ایک محلہ مانک تلہ میں گرو دیو کا آشرم ہے۔ اس آشرم کے بالکل سامنے ایک دو منزلہ کوٹھی ہے۔ اس کوٹھی میں راجیش یا مہیش سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے تھوڑا وقت دو۔ میں بھارت کے چوروں سے رابطہ قائم کرتی ہوں پھر تم سے باتیں کروں گی۔"

"یہ تو بتاؤ اب میں سونیا سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں یا نہیں؟ یا وہ ابھی بابا کے پاس موجود ہے؟"

"تم پاکستانی وقت کے مطابق رات گیارہ بجے کے بعد اس سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ اس وقت وہاں سات بجیں گے۔ بابا کے طلبا اور طالبات سات بجے رات کا کھانا کھا لیتے ہیں۔ پھر نو بجے تک وہ آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ باتیں کرتے ہیں۔ ہنستے لوٹتے ہیں۔ نو سے ساڑھے نو بجے تک وہ بستروں میں چلے جاتے ہیں۔ پھر صبح چار بجے بیدار ہوتے ہیں۔ تم اپنے ہاں کے گیارہ بجے سے ایک بجے تک اس سے باتیں کر سکو گے۔"

"کیا وہ تمام دن بابا کی خدمت میں حاضر رہتی ہے؟"

"صرف وہی ایک لیتی ہے جسے بابا نے اپنی خدمت کے لیے مخصوص کر لیا ہے اس کے علاوہ مرجانہ کی برین واشنگ ہو رہی ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "بابا کے ہاں برین واشنگ؟"

"ہاں، یہ ضروری نہیں ہے کہ سائنسی آلات کے ذریعے برین کو واش کیا جائے۔ جب یہ آلات نہیں تھے تو انسان کے ذہن کو تبدیل کرنے کے لیے، قلب کی صفائی کے لیے روحانی عمل ہوتا تھا۔ آج بھی ہماری دنیا میں بابا فرید اصلی جیسے بزرگ موجود ہیں۔ دوسرے بزرگان دین کا طریقہ کار کیا ہے۔ یہ میں نہیں جانتی۔ بابا کے متعلق اتنا جانتی ہوں کہ وہ ایک تو مرجانہ کے سلسلے میں روحانی عمل کر رہے ہیں۔ دوسرے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی سوچ کو بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مرجانہ کے ساتھ ان کی دعائیں بھی ہیں اور دوائیں بھی۔ ہمیں امید ہے کہ دو چار روز میں وہ پھر پہلے والی مرجانہ بن جائے گی۔ بابا سونیا سے کہہ رہے تھے کہ مرجانہ کو چھ دن کے اندر اس کی والدہ کے پاس پاکستان روانہ کر دیا جائے گا۔"

"یہ تو بہت ہی خوشی کی بات ہے۔ جب مرجانہ کے یہاں آنے کا دن مقرر ہو جائے گا تو میں یہ خوشخبری اس کی امی کو سناؤں گا۔ ویسے ایک بات بتاؤ۔ کیا بابا رسونتی کی یادداشت واپس نہیں لا سکتے۔ میں اس کے لیے بہت فکرمند ہوں۔ میں ایک طویل عرصے تک اس کی واپسی کا انتظار نہیں کر سکتا پتہ نہیں، وہ مجھے کب پہچاننے لگی۔"

"مجھے افسوس ہے، فرہاد! تمھارے اور رسونتی کے سلسلے میں بابا بالکل خاموش ہیں۔ جب وہ کسی کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کرتے کچھ نہیں بولتے تو ہم میں سے کسی کی اتنی جرأت نہیں ہوتی کہ اس سلسلے میں کوئی سوال کر سکے۔"

یہ کہہ کر وہ ایک جھٹکے سے رابطہ قائم کرنے لگی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ اتنی دیر تک خیال خوانی کرتے رہنے کے باعث میرا سر کھد رہا ہے۔ میں اسی طرح آنکھیں بند کیے چپ چاپ لیٹا رہا۔ ہر طرح کی سوچ سے پرہیز کرنے لگا۔ میرے دماغ میں تہمینہ آئی۔ میں نے اسے رخصت کر دیا۔ اپنی کا خیال آیا۔ اسے دماغ سے جھٹک دیا۔ رسونتی کی فکر لاحق ہوئی۔ یہ سوچ کر تسلی کر لی کہ اس کے لیے اعلیٰ بی بی انتظامات کر رہی ہے سونیا کے متعلق تو معلوم ہو ہی چکا تھا کہ رات کے گیارہ بجے سے پہلے میں اس سے رابطہ قائم نہیں کر سکوں گا۔

اس طرح باری باری سبھی میرے دماغ میں آ رہے تھے۔ میں ان کی سوچ سے مختلف خیالات سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن جب تک دماغ جاگتا رہتا ہے اس وقت تک سوچیں بھی آتی رہتی ہیں۔ کسی نہ کسی بہانے دماغ میں کروٹیں لیتی رہتی

ہیں۔ پھر مجھے اپنے باقی دس قاتلوں کا خیال آیا۔ وہ اس وقت کہاں ہوں گے؟ کس طرح مجھے گھیرنے کی کوششیں کر رہے ہوں گے؟ کیا سب کے سب پاکستان میں ہوں گے؟

نہیں، سب ایک ساتھ مجھے نہیں گھیریں گے۔ ان میں سے ہر ایک کو یہ خوش فہمی ہے یا اپنے آپ پر مکمل اعتماد ہے کہ وہ مجھے بآسانی قتل کر دے گا کبھی ان میں سے کوئی ناکام نہیں ہوا تھا۔ اس لیے ناکامی کے متعلق کوئی سوچ نہیں سکتا تھا۔ ان بارہ قاتلوں نے دو دو کی چھ ٹولیاں بنائی تھیں جن میں سے دو کی ایک ٹولی ختم ہو چکی تھی۔ باقی پانچ ٹولیاں تھیں۔ اب دوسری ٹولی کے دو قاتل میری طرف آئیں گے یا آ چکے ہوں گے۔

ان کے متعلق کچھ معلوم کرنے کے لیے مجھے پاپا جو جو کا خیال آیا۔ میں نے کل سے اس کے دماغ میں جھانک کر ان ہوڈی رضا کاروں کے متعلق معلومات حاصل نہیں کی تھیں۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ آخری بار اس کی سوچ کے ذریعے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ شام کی فلائٹ سے پاکستان کے لیے روانہ ہو گا۔ اب جو میں نے اس کے پاس پہنچ کر دیکھا تو وہ یہاں پہنچ چکا تھا۔

میں اور رسونتی جس ہسپتال میں زیر علاج تھے اس ہسپتال سے تھوڑی دور ایک ریستوران میں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ میز کے دوسری طرف اس کا ایک بوڑھا ساتھی تھا۔ وہ بوڑھا یہودی رضا کاروں کی ٹیم سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن وہ بوڑھوں کی ٹیم اب معطل ہو گئی تھی۔ پاپا جو جو اس سے کہہ رہا تھا: "جب ایسی بات تھی تو مجھے اتنی دور آنے پر مجبور کیوں کیا گیا؟"

اس بوڑھے نے کہا: "جب ہم نے سفر شروع کیا تو ہمیں اس بات کا علم نہیں تھا۔ یہاں پہنچنے پر بتایا گیا ہے کہ رسونتی اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہے۔ جب وہ اپنے شوہر کو، اپنے بچے کو نہیں پہچانتی ہے تو تمھارے اس فرضی پاپا کی یا تمھاری اب کیا اہمیت رہ گئی ہے؟"

"واہ بہت خوب تو پھر مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکنے کا ارادہ ہے؟"

"ایسی بات بھی نہیں ہے۔ جب ہم کسی کو آلہ کار بناتے ہیں تو اسے بیچ بھنور میں نہیں چھوڑتے۔ تمھارا وہ بیٹا آئندہ ہمارے کام آ سکتا ہے۔"

"کیسے؟"

"ایک نہ ایک دن رسونتی کی یادداشت لوٹ آئے گی پھر وہ اپنے بچے کا مطالبہ کرے گی۔ اس نے اس بچے کو دیکھا ہے جس کے دائیں شانے پر تتے پیسے کے برابر سرخ نشان ہے۔ وہ اسی کو اپنا بچہ سمجھتی ہے اور وہ بچہ تمھارا ہے۔"

پاپا جو جو نے کہا: "سمجھ گیا۔ میں ویٹنگ لسٹ میں رہوں گا جب اس عورت کی یادداشت واپس آئے گی تو مجھے اور میرے بچے کو کام میں لایا جائے گا۔"

بوڑھے نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "ایسی بات نہیں ہے۔ تم ابھی ہمارے لیے کام کرو گے۔ اَن وانٹیڈ بے بیز کے ادارے سے تمھارے بچے کو حاصل کرنے کے لیے جو تحریری معاہدہ ہوا تھا۔ اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں اس فائل میں موجود ہیں۔ اصل معاہدہ ہمارے پاس ہے۔ تم یہ فائل لے کر فرہاد کے پاس جاؤ گے اور اپنے بچے کا دعویٰ کرو گے۔"

"لیکن اس فائل میں ایسے کسی والدین کا نام اور پتہ درج نہیں ہے۔ جنھوں نے بچے کو گود لیا ہے۔ اس طرح میں فرہاد پر کیسے الزام لگاؤں گا کہ وہ میرے بچے کو وہاں سے یہاں لے آیا ہے۔"

"اس معاہدے میں یہ تو لکھا ہوا ہے کہ بچے کو گود لینے والوں کا نام اور پتہ دانستہ نہیں لکھا جا رہا ہے۔ تاکہ بچے کے سلسلے میں بچے کے اصل والدین دعوے دار نہ بنیں اور اس پتے پر نہ پہنچ سکیں لیکن تم نے فرہاد کا پتہ حاصل کر لیا اور اب اس کے پاس پہنچ رہے ہو۔"

"پھر بھی اس بات کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے کہ وہ بچہ میرا ہی ہے۔"

"سب سے بڑا ثبوت اس کے دائیں شانے پر ہے۔ اس کے علاوہ ایک ضمیر کی آواز بھی ہوتی ہے۔ کچھ اخلاقی تقاضے ہوتے ہیں۔ ہم فرہاد کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے ضمیر کے خلاف کبھی اس بچے پر تمھارے حقوق سے انکار نہیں کرے گا۔"

"فرض کرو۔ وہ انکار نہیں کرے گا۔ تسلیم کرے گا کہ وہ بچہ میرا ہے۔ پھر؟"

"پھر تم اس سے دوستانہ انداز میں کہو گے کہ تم اس کے اور رسونتی کے دشمن نہیں ہو۔ بری بھلی بات ہے کہ اس بچے کو رسونتی کی ممتا ملی لیکن جب تک رسونتی اپنی ممتا سے انکار کر رہی ہے۔ اس بچے کو نہیں پہچان رہی ہے اس وقت تک وہ بچہ تمھارے پاس رہے گا۔ جب رسونتی اس کا مطالبہ کرے گی تو بچے کو اس کے پاس پہنچا دو گے۔"

"پھر وہ بچہ لاکر میں تم لوگوں کے حوالے کر دوں گا؟"

"ہاں، وہ بچہ ہمارے پاس رہے گا۔ فرہاد کی ایک مکروری ہمارے ہاتھ میں رہے گی۔ جب بھی رسونتی اپنے لوگوں کو پہچاننے لگی تو سب سے پہلے بچے کا مطالبہ کرے گی۔ پھر اس سلسلے میں

ہمارے بھی کچھ مطالبات ہوں گے۔"

"یہ ساری باتیں سمجھ میں آگئیں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ جب بچے کے ذریعے فرہاد کو بلیک میل کرنا ہے تو اسے اس کی کمزوری بتا کر رکھنا ہے تو تمھارے قاتل اسے جان سے مار ناکیوں چاہتے ہیں؟"

"یہ تو مجھے یہاں آکر معلوم ہوا کہ نوجوان یہودی رضا کاروں نے حملے شروع کر دیے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہ مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔ یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ شاید ہمارے منصوبے میں فرہاد کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔ اس کا مرجانا ہمارے لیے فائدہ مند ہے۔ بچے کے ذریعے بعد میں رسونتی کو اپنے قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔"

"تم لوگ نیروبی سے یہاں تک جتنی پلاننگ کر کے آئے ہو۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ فرہاد بہت خطرناک آدمی ہے۔"

"بے حد خطرناک۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ براؤن اور سوڈی اس کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ ان کے ہاتھوں سے اس کا بچ نکلنا ایک اتفاق بھی ہو سکتا ہے لیکن اس بار سوڈی کا بھائی و اسکوڈی اور اس کا ساتھی جینا اسے زیادہ دنوں تک سانس لینے کا موقع نہیں دیں گے۔ موت اس کے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

پاپاجوجو نے اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "بھئی، جب وہ مرنے ہی والا ہے تو اس کے پاس جا کر بچے کے سلسلے میں دعویٰ کیوں کروں؟ فائدہ کیا ہوگا؟ بچہ کہیں بھی ہو جب رسونتی کی یادداشت واپس آئے گی تو میں اس کے پاس جا کر دعویٰ کروں گا۔"

"تم خواہ مخواہ بحث میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ میں ہوں کہ تمھاری باتوں کا جواب دیے جا رہا ہوں۔ بھئی میں جو کچھ کر رہا ہوں اپنے منصوبے کے مطابق کر رہا ہوں۔ ہمارے سربراہ کی طرف سے ایسا کوئی حکم نہیں آیا ہے کہ ہم اپنے مشن کو روک دیں۔ جب تک ہمیں منع نہ کیا جائے گا ہم فرہاد کو ہر طرح سے ٹریپ کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ ناکام ہوئے تو کوئی بات نہیں۔ بچہ ہر حال میں ہمارے ہی ہاتھ لگے گا۔ اب جاؤ۔"

پاپاجوجو جانے کے لیے اٹھنے لگا۔ بوڑھے نے کہا۔ "اور ہاں، فرہاد سے ملاقات کرنے کے بعد مجھ سے تمھاری ملاقات نہیں ہوگی۔ ہوگی بھی تو میں تم سے باتیں نہیں کروں گا۔ جو کچھ کہنا ہوگا تحریر کے ذریعے کہوں گا کیونکہ وہ تمھارے دماغ میں پہنچ چکا ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ تمھارے ذہ۔ لیے میرے دماغ میں اپنے لیے جگہ بنائے۔ اب جاؤ۔"

پاپاجوجو وہ فائل اٹھا کر وہاں سے جانے لگا۔ میں نے سیکورٹی آفیسر کو اپنے پاس بلا کر کہا۔ "ایک شخص پاپاجوجو نامی یہاں آرہا ہے۔ وہ مجھ سے ملنا چاہے گا۔ آپ کہہ دیں کہ میں سو رہا ہوں۔ اگر کوئی بہت ہی ضروری کام ہو تو مجھے نیند سے بیدار کیا جا سکتا ہے۔"

آفیسر نے پوچھا۔ "اگر اس نے ضروری کام بتایا تو؟"

"میں آپ کے دماغ میں پہنچ چکا ہوں گا اور آپ کے ذریعے اس سے نمٹ لوں گا۔"

آفیسر وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سپاہی نے آکر سیکورٹی آفیسر کو بتایا کہ ایک غیر ملکی جس کا نام پاپاجوجو ہے۔ وہ مسٹر فرہاد سے ملنا چاہتا ہے۔

سیکورٹی آفیسر نے اُسے اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا۔ میرے، رسونتی اور فرضی پارس کی حفاظت اور نگرانی کے لیے فوجی سخت انتظامات کیے گئے تھے۔ اس سلسلے میں ہسپتال کے ایک کمرے کو سیکورٹی آفیسر کا دفتر بنا دیا گیا تھا۔ کوئی بھی ملنے والا پہلے وہاں سے اجازت حاصل کرتا تھا۔ پاپاجوجو جب اس کمرے میں آیا تو آفیسر نے خشک لہجے میں پوچھا۔ "تم کون ہو اور کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہو؟"

پاپاجوجو نے کہا۔ "میں ایک بے ضرر انسان ہوں۔ یہاں آنے سے پہلے میری اچھی طرح تلاشی لی گئی ہے۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ پھر یہ کہ میں بوڑھا ہوں۔ جسمانی اعتبار سے کمزور ہوں۔ فرہاد صاحب کو میری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں اُن سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ سو رہے ہیں اور ہم انھیں بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اگر بہت ضروری کام ہو تو انھیں بیدار کیا جا سکتا ہے۔"

"جی ہاں، بہت ضروری کام ہے۔ جسے وہ اپنا بیٹا پارس کہتے ہیں میں اس بچے کے سلسلے میں کچھ اہم باتیں کہنا چاہتا ہوں۔"

"مثلاً کیسی باتیں؟ پہلے ہم سننا چاہیں گے۔"

پاپاجوجو نے وہ فائل آفیسر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس یہ ثبوت ہے کہ جو بچہ ان کے پاس ہے۔ وہ میرا ہے۔"

میں نے آفیسر کی زبان سے کہا۔ "بس اتنی سی بات ہے؟ یہ تو مسٹر فرہاد نے ہمیں پہلے سے بتا دیا ہے۔ کیا آپ اسے لے جانا چاہتے ہیں؟"

"جی ہاں، میں اس سلسلے میں ان سے کچھ بات بھی کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری، باتیں کرنے کی اجازت نہیں مل سکتی۔ ہم نے کہا نا کہ وہ آرام کر رہے ہیں اور کسی سے نہیں ملیں گے۔"

پھر آفیسر نے ایک سپاہی کو حکم دیا۔ "مسٹر فرہاد کے بیٹے پارس کو یہاں لایا جائے۔"

حکم کی تعمیل کی گئی تھوڑی دیر میں وہ بچہ وہاں حاضر کر دیا گیا۔ جوجو کو بھلا گیا تھا۔ آفیسر نے کہا۔ "یہ تمھارا بچہ ہے۔ تم اسے لے جا سکتے ہو لیکن....."

پاپاجوجو نے آفیسر کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے آفیسر کی زبان سے کہا۔ "لیکن پہلے تمھیں اس سلسلے میں تحریری بیان دینا ہوگا کہ تم نے اس بچے کو حاصل کر لیا ہے۔ اسے لے جانے کے سلسلے میں تمھیں اپنے ملک کے سفارت خانے والوں کی بھی گواہی دینا ہوگی۔ اب تم جا سکتے ہو۔ جب بھی اپنے سفارت خانے والوں کے ساتھ تحریری معاہدے کے لیے آؤ گے تو یہ بچہ تمھیں مل جائے گا۔ ناؤ گیٹ آؤٹ۔"

وہ بے چارہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میری طرف سے بچے کی واپسی ہو جائے گی۔ اس نے سر جھکا کر اپنی فائل کو اٹھایا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا ہسپتال کے باہر آگیا۔ اسی ریستوران میں وہ بوڑھا اس کا منتظر تھا۔ پاپاجوجو کو اتنی جلدی واپس آتے دیکھ کر حیران ہوا۔ اُس نے فوراً ہی ایک کاغذ پر لکھا۔ "تم اتنی جلدی واپس کیسے آگئے؟"

اس نے سوال کو پڑھا۔ پھر ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "کمال ہو گیا۔ تم لوگ جتنی پلاننگ کر رہے ہو اسے فرہاد خاک میں ملا رہا ہے۔"

وہ بوڑھا یہودی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ پاپاجوجو نے کہا۔ "اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو۔ گھبراؤ مت۔ میرا فرہاد سے سامنا ہی نہیں ہوا۔ وہ اس وقت گہری نیند سو رہا ہے۔"

اس نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔ "کیا تمھیں یقین ہے کہ فرہاد سو رہا ہوگا؟"

"وہاں سیکورٹی آفیسر نے مجھے بتایا ہے کہ فرہاد کو نیند سے بیدار کرنے کا حکم نہیں ہے۔ اگر کوئی ضروری کام ہے تو انھیں بتایا جائے۔ تب میں نے بتایا کہ تو بچہ ان کے پاس ہے وہ میرا ہے اور اس کا ثبوت اس فائل میں موجود ہے۔ جانتے ہو پھر کیا ہوا؟"

وہ پھر اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس نے کہا۔ "اے گھبرائے کیوں ہو۔ میں نے کہا نا کہ وہ تمھارے دماغ میں نہیں پہنچے گا میرے ہی دماغ تک نہیں آیا بلکہ میری نظروں کے سامنے بھی نہیں آیا۔"

اس بوڑھے یہودی نے جھنجھلا کر پوچھا۔ "بکواس ہی کیے جا رہے ہو۔ یہ تو بتاؤ آفیسر نے اس فائل کو دیکھ کر کیا کہا؟"

"آفیسر نے اس فائل کو دیکھا ہی نہیں۔ فرہاد نے پہلے ہی یہ بتا دیا ہے کہ وہ بچہ نے پالک ہے اور وہ ان کا اپنا بیٹا پارس نہیں ہے۔ اس بچے کو میرے سامنے منگایا گیا۔ میں نے اُسے دیکھا۔ بالکل میرا ہی بیٹا ہے۔ اس کے دائیں شانے پر میں نے وہ نشان بھی دیکھا۔ تب آفیسر نے کہا۔ تم اسے لے جا سکتے ہو لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے میں اپنے سفارت خانے والوں کو لاؤں اور ان کی گواہیاں پیش کر کے ایک تحریری بیان دوں کہ میں نے بچے کو حاصل کر لیا ہے۔ اس کے بعد میں بچے کو لے جا سکوں گا۔"

اس بوڑھے نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "عجیب ہے ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ فرہاد یوں آسانی سے بچے کو واپس کرنے کے لیے تیار بیٹھا ہوگا۔"

"اب بتاؤ۔ کیا ہم بچے کو نیروبی واپس لے جائیں گے؟"

وہ جھنجھلا کر بولا۔ "مجھے سوچنے تو دو۔ آخر فرہاد نے بچے کی اہمیت کو نظر انداز کیوں کر دیا۔ ایک دن رسونتی کی یادداشت واپس آئے گی تو وہ یقیناً اسی بچے کا مطالبہ کرے گی۔"

پاپاجوجو نے کہا۔ "اس کی بیوی کی یادداشت واپس آئے گی تو کافی عرصہ گزر چکا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اُسے وہ دائیں شانے کا نشان یاد نہ رہے۔ اگر یاد رہے تو فرہاد کوئی بات بنائے عورت کو قائل کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی۔ مجھ سے ہزاروں لڑکیاں عشق کرتی ہیں۔ میں ہزاروں کو قائل کرتا رہتا ہوں۔"

اس بوڑھے نے گھونسہ دکھا کر کہا۔ "خبردار، اب تم اپنے عشق کی داستان شروع نہ کرنا۔"

"تو پھر بتاؤ کہ اس بچے کے سلسلے میں کیا کرنا ہے؟"

"کل تم اپنے سفارت خانے کے اہم افراد کے ساتھ وہاں جاؤ گے۔ اُن سے کہو گے کہ تم ایک بے روزگار انسان ہو۔ نیروبی میں تمھارا کام نہیں چلتا ہے۔ اس لیے فرہاد کے پاس چلے آئے ہو۔ شاید بچے کی وجہ سے وہ تمھیں بھی اپنے پاس رکھ لے۔ اس طرح تمھاری گزر بسر کا ایک ذریعہ بن جائے گا۔"

"جب فرہاد کو بچے کی ہی ضرورت نہیں ہے تو وہ مجھے کیوں اپنے پاس رکھے گا؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دو فوجی جوان اُن کے پاس آکر کھڑے ہو گئے پھر ایک نے کہا۔ "مسٹر پاپاجوجو! تم اپنے کاغذات دکھاؤ اور یہ بتاؤ کہ دوسرا بوڑھا کون ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمھارے بارے میں تحقیقات کریں۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ سعید صاحب نے مخاطب کیا۔ "کیا سو رہے ہو؟"

میں آنکھیں کھول کر مسکرانے لگا۔ انھوں نے پوچھا۔ "کیا یہ سچ ہے کہ تم پارس کو کسی غیر ملکی کے حوالے کرنے والے ہو؟"

"جی ہاں، آپ کو شاید یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ بچہ ہمارا نہیں ہے۔"

"تم نے مجھ سے یہ حقیقت کیوں چھپائی تھی؟"

"مصلحت تھی۔ پھر یہاں آنے کے بعد اتنی فرصت ہی نہیں ملی کہ میں پوری تفصیل سے تمھیں اس بچے کا بیک گراؤنڈ بتاتا۔"

"تمھارا بیٹا کہاں ہے؟"

"وہ یہاں سے بہت دور حفاظت سے اور خیریت سے ہے۔ اگر میں تمھیں بتاؤں گا تو۔۔۔"

انھوں نے بات کاٹ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا: "بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمھاری احتیاطی تدابیر مناسب ہیں۔"

"جب پاپا جو اپنے سفارت خانے والوں کے ساتھ آئے گا اور تحریری بیان دینا چاہے گا تو اس سے آن دا ریکارڈ بے بیز کا معاہدہ طلب کیا جائے جو اصل ہے۔ فوٹو اسٹیٹ کاپی تسلیم نہ کی جائے۔ نئے تحریری معاہدے کے مطابق بچے اسے دے دیا جائے۔ جب وہ بچے کو لے کر اس ملک سے باہر جانے لگے گا تو میں اسے دماغی طور پر ٹریپ کروں گا اور بچے کو واپس حاصل کرلوں گا۔"

سعید صاحب نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "میں بھی یہی کہنے والا تھا۔ رسونتی بھابی کو کسی وقت بھی اس بچے کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو نہیں بلکہ اسے پہچانتی ہیں۔"

"سعید صاحب! صرف رسونتی کی بات نہیں ہے۔ جب ہم نے اسے ایک بار سینے سے لگا لیا۔ اسے اپنا سمجھ لیا ہے تو اسے غیروں کے حوالے اور خصوصاً دشمنوں کے حوالے نہیں کریں گے۔ پتہ نہیں یہ کس کی اولاد ہے۔ اب اس کی اخلاقی ذمہ داری ہم پر ہے اور ہم یہ ذمہ داری آخر وقت تک نبھائیں گے۔"

سعید صاحب نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "واقعی تم عظیم ہو۔ یہ بچہ تمھارا کوئی نہیں ہے اور کل تم نے اس کے لیے جان کی بازی لگا دی تھی۔"

"دشمنوں سے بازی میری تھی۔ جان تہمینہ نے دی۔"

انھوں نے چونک کر کہا: "ہاں یاد آیا۔ جس فلائٹ سے تم رسونتی بھابی کے ساتھ نیروبی سے یہاں آئے تھے۔ اس فلائٹ کے مسافروں کی فہرست میں نے چیک کی ہے۔ اس فہرست میں براؤن اور سوڈی کا نام بھی ہے۔"

"اب آپ مزید دو ناموں کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ ایک کا نام ہے جینا ـــ دوسرے کا نام ہے وا سکوڈی۔ یہ دونوں حال ہی میں پاکستان کسی فلائٹ سے آئے ہوں گے۔"

انھوں نے پوچھا: "کیا یہ ان کے نام ہے جو اب تمھیں قتل کرنا چاہتے ہیں؟"

"آپ نے درست سمجھا ہے۔"

وہ فوراً ہی جاتے ہوئے بولے: "میں آج کل میں آنے والی بیرونی ممالک کی تمام فلائٹس کے مسافروں کی فہرست ابھی چیک کرتا ہوں۔"

وہ چلے گئے اب مجھے اعلیٰ بی بی سے یہ معلوم کرنا تھا کہ ہندوستان میں اس کے چوریمیش اور راجیش سے کب تک ملاقات کر رہے ہیں۔ میں اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت سیکورٹی آفیسر کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ایک ٹیلیفون لاکر میرے سرہانے رکھتے ہوئے کہا: "تھوڑی دیر پہلے آپ کو کسی نے فون پر مخاطب کیا تھا۔ ہم نے پوچھا کون ہے تو اس نے کہا: میں صرف فریاد سے بات کرنا چاہتا ہوں لیکن جتنی دیر میں فریاد سے رابطہ قائم ہوگا اس وقت تک تم لوگ یہ معلوم کر لو گے کہ میں کس گھر سے اور کس نمبر سے فون کر رہا ہوں۔ لہٰذا فون کا سیٹ فریاد کے پاس رکھ دیا جائے میں بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد پھر کسی دوسرے نمبر سے رنگ کروں گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ قاتل بہت بے چین ہیں۔ ان سے صبر نہیں ہو رہا ہے۔"

سیکورٹی آفیسر نے کہا: "ہم نے اس فون کا کنکشن دوسری جگہ رکھا ہے۔ جو بھی بات کرے گا۔ اس کی آواز ریکارڈ ہو جائے گی۔"

یہ کہہ کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور فون کی طرف دیکھتے ہوئے انتظار کرنے لگا۔ یقیناً دشمن بڑے بے چین تھے۔ ذرا دیر بعد ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو! میں فریاد بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "نام نہ بتاؤ۔ ہم تمھیں آواز سے پہچانتے ہیں۔"

میں نے دوسرے ہی لمحے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ چند لمحوں کے بعد اس نے ہنستے ہوئے کہا: "کیا تم نہیں جانتے کہ ہم سب یوگا کے ماہر ہیں؟"

"میں سمجھ گیا۔ چھ ٹولیوں میں سے ایک ٹولی ختم ہو گئی۔ تم دوسری ٹولی سے تعلق رکھتے ہو۔"

اسی وقت ریسیور پر دہاڑنے کی آواز سنائی دی۔ کوئی دوسرا کہہ رہا تھا: "ذلیل کتے! میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے ایک گہری سانس لی پھر کہا: "جینا! ریسیور واسکوڈی کو دے دو۔"

میرے یہ کہتے ہی شاید جینا چونک گیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تم ہمارے نام جانتے ہو؟"

"ہاں، جو جھنجھلا کر بول رہا ہے وہ سوڈی کا بھائی واسکوڈی ہے۔ یقیناً اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لیے بے چین ہے۔"

جینا نے کہا: "ایک بات اچھی طرح یاد رکھو، شیر زخمی ہو تو دھوکے کے بار ہوتا ہے۔ ہم اس وقت تک تم پر حملہ نہیں کریں گے۔ جب تک تم صحت مند نہ ہو جاؤ۔ کتے کو مارنا ہماری مردانگی کے خلاف ہے۔"

میں نے کہا: "شاید تمھیں کسی نے یہ نہیں بتایا کہ کتے اور شیر میں کتنا فرق ہوتا ہے اور کسی نے یہ بھی نہیں سمجھایا کہ زخمی شیر سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ دیکھ لو میں زخموں سے چور لیٹا ہوں لیکن تم لوگوں کے نام جانتا ہوں۔ اب چوہے بلی کا کھیل شروع ہوگا تم میرے تعاقب میں آؤ گے اور میں تمھارے تعاقب میں رہوں گا۔ تمھاری خیریت اسی میں ہے کہ اپنے پاسپورٹ وغیرہ ضائع کر دو۔ اپنے سفارت خانے سے تعلقات ختم کر دو۔ اپنی پناہ گاہیں چھوڑ دو اور آوارہ بھٹکتے رہو۔ میرے آدمی تمھارے ناموں کے ذریعے تمھاری فلائٹ کے ذریعے پہلے تمھارے سفارت خانے تک اور پھر تمھاری رہائش گاہ تک پہنچنے ہی والے ہیں۔ بس پہنچنے ہی والے ہیں۔"

میری یہ باتیں انھیں ہراساں کرنے کے لیے کافی تھیں۔

فوراً ہی دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ یقیناً اب وہ اپنے بچاؤ کی فکر میں ہوں گے۔ یوگا کے ماہر ہمیشہ سانس روک کے نہیں رہتے۔ یقیناً وہ سانس لیتے رہتے ہیں۔ ایسے وقت میں نے ایک جھٹکے سے جینا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اور میں پہنچ گیا۔ مگر دوسرے ہی لمحے اس نے سانس روک لی۔ اتنا تو ہوا کہ میں نے اسے ایک خفیف سا جھٹکا پہنچا دیا۔

دوسری بار میں نے واسکوڈی کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ ایک ساعت کے لیے اس کے دماغ میں جگہ ملی۔ اس ایک ساعت میں میں نے سمجھ لیا کہ وہ دوڑتے ہوئے ایک کار میں آکر بیٹھ گئے ہیں۔ پھر دوسری ساعت میں اس نے اپنی سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

ایک تو یہ بات ان کے لیے پریشان کن تھی کہ میں ان کے ناموں تک کیسے پہنچ گیا؟ جو ناموں تک پہنچ سکتا ہے۔ وہ رہائش گاہ تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ میں نے پاسپورٹ اور سفارتخانے والی بات بالکل درست کہی تھی۔ یہ بات ان کے دل کو لگی تھی۔ اس طرح وہ کافی ہراساں ہو گئے تھے۔ پھر یہ کہ وقفے وقفے سے ان کے دماغ کو جھٹکے پہنچانا یا ان کے دماغ میں پہنچنے کی کامیاب یا ناکام کوشش کرنا بھی ایسا عمل تھا کہ وہ پریشان ہوئے جا رہے تھے۔

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سیکورٹی آفیسر کو دیکھا۔ وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا میں نے کہا: "سعید صاحب ان لوگوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے گئے ہیں۔ ویسے میں نے انھیں کافی خوفزدہ کر دیا ہے۔ اب وہ ایک جگہ چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ انھیں اپنی موجودہ رہائش گاہ کو چھوڑنا ہی پڑے گا۔ سفارتخانے والے ان کی مدد نہیں کر سکیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ انھیں پاکستان میں رہنے کے لیے پناہ گزیں کا ہیرو پ اختیار کرنا ہوگا۔ بیرونی ممالک کے سیاحوں میں سچی ایسے ہوتے ہیں جن کی طرف ہمارے لوگ توجہ نہیں دیتے لیکن میں انھیں پناہ گزیں کی جماعت میں بھی چین سے رہنے نہیں دوں گا۔ وہ یہ ملک چھوڑ کر بھاگ جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

آفیسر وہاں سے چلا گیا۔ میں نے تنہائی ملتے ہی آنکھیں بند کیں اور اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی مسکرانے لگی۔ میں نے کہا: "میں تمھیں کسی نام سے مخاطب نہیں کروں گا۔ جو بات ہے۔ وہ انداز تخاطب کے بغیر شروع کرتا ہوں۔"

"ٹھہرو۔ بات پھر شروع ہو گی۔ پہلے یہ بتاؤ مجھے کسی نام سے مخاطب کیوں نہیں کرو گے؟"

"میں سامی کہتا ہوں، تمھیں تکلیف پہنچتی ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی میٹھی سی تکلیف ہو۔ میں تمھارے مزاج کے خلاف اس نام سے مخاطب نہیں کروں گا اور اعلیٰ بی بی اس لیے نہیں کہوں گا کہ اس نام کے پیچھے میری سامی کا نام چھپ جاتا ہے۔"

"تم لڑکیوں کو لبھانے والی باتیں خوب بنا لیتے ہو۔ چلو، نہ سامی کہو، نہ اعلیٰ بی بی۔ میرے پیدائشی نام سے مجھے پکارو۔ میرا نام سمیرا ہے۔"

"کیا کہا؟ تو میرا بھتی تو میرا تو اچھا نہیں لگتا۔ ہاں تو میری کہہ سکتا ہوں۔"

"تم باز نہیں آؤ گے؟ میں نے تو میرا نہیں سوئیرا کہا ہے سمیرا۔ بائی دی وے فریاد۔ تم چھپڑ چھاڑ میں اپنا بہت سا قیمتی وقت ضائع کر دیتے ہو۔"

"تم اپنے آپ کو علم نفسیات کی ماہر کہتی ہو لیکن اتنا بھی نہیں سمجھتیں کہ میں ایک ہسپتال میں ہوں۔ بیمار ہوں۔ زخموں سے چور ہوں۔ ایسے وقت مجھے خوش مزاجی کا ٹانک استعمال کرنا چاہیے۔"

وہ شرمندہ ہو کر بولی: "سوری، میں تو بھول ہی گئی تھی۔ واقعی تمھیں بہت زیادہ ہنسنا بولنا چاہیے۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔"

"تمھارے چور کلکتہ میں ہیں؟"

"وہ دہلی میں تھے۔ اب ان میں سے ایک کلکتہ کے لیے روانہ ہونے والا ہے۔ آدھی رات تک وہ راجیش اور رمیش کے گھر تک پہنچ جائے گا۔ تم کسی وقت بھی اس چور کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہو۔"

"آدھی رات کو کسی کے دروازے پر دستک دینا اور اس سے ملاقات کرنا مناسب نہیں ہے۔ جبکہ تمھارے چور غیر ملکی ہوں گے۔"

"نہیں۔ وہ مقامی لوگ ہیں۔ ان پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔"

"جو چور وہاں پہنچنے والا ہے، تم اس کی آواز مجھے سناؤ گی؟"

"تم ابھی سن سکتے ہو یا آدھی رات کے بعد یہاں سے آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچ جانا؟"

"آدھی رات کے بعد پہلے میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس کے بعد کلکتہ پہنچ جاؤں گا۔"

اسی وقت اعلیٰ بی بی کے قریب فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہلکا سا انداز میں کہا: "یس؟"

دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز کو میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ کے ذریعے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا: "ایئر فرانس کا ایک طیارہ رات کے دس بجے روانہ ہوگا۔ اس میں آپ کے لیے سیٹ ریزرو کرا دی ہے۔ آپ کے ماتحت بھی آپ کے ساتھ ہیں گے۔ آپ کل صبح تک پاکستان پہنچ جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی ایئر پورٹ کے لیے روانہ ہو جاتی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تم یہاں آ رہی ہو؟"

"ہاں، تمہارے پاس۔"

"یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی؟"

"کیسے بتاتی؟ ہم دوسرے مسائل میں الجھے ہوئے تھے اور تم موقع بے موقع فضول باتیں بھی چھیڑتے رہتے ہو۔ میں نے سوچا۔ پہلے اپنی فلائٹ کنفرم کر لوں۔ اس کے بعد بتاؤں گی۔ سوئم نے سن لیا۔ اب ایک کام کرو۔"

"ہاں بولو۔"

"میں چاہوں تو یہاں سے اپنے تمام چوروں کے ساتھ رابطہ قائم کر سکتی ہوں۔ ویسے میں نے تقریباً اٹھائیس چوروں کو اطلاع دی ہے۔ وہ بھی کل برسوں تک تمہارے قریب پہنچنے والے ہیں۔ باقی بارہ چوروں میں سے چھ پاکستان میں ہیں اور چھ بھارت میں۔ تم پاکستانی چوروں کو اپنی فاسٹر کے ذریعے اطلاع دے دو۔ آدھی رات کے بعد جب تم کلکتہ والے چور سے رابطہ قائم کرو گے تو اسے بھی بتا دینا۔ وہ اپنے باقی پانچ ساتھیوں کو پاکستان روانہ کر دے گا اور وہ خود تمہارے کام کے لیے ہندوستان میں رہے گا۔"

"تم میرے پاس آ رہی ہو۔ یہ میرے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے میں بے صبری سے تمہارا انتظار کرتا رہوں گا لیکن یہ تمام چوروں کو کس خوشی میں بلا رہی ہو؟"

"ان دس قاتلوں سے نمٹنے کے لیے۔ وہ قاتل جوان ہوں یا بوڑھے، میں تمام یہودی رضاکاروں کا صفایا کرنے آ رہی ہوں۔ میرے ساتھ چالیس چوروں کا اتنا سخت پہرہ ہوگا کہ تمہارے پاس سے صرف تمہاری سانسیں گزر سکیں گی اور کوئی گزرنا چاہے گا تو اس سے پہلے دنیا سے گزر جائے گا۔"

"میرے خیال میں اتنی بھیڑ مناسب نہیں ہے۔"

"تمہیں اس پاس بھیڑ کا احساس بھی نہیں ہوگا۔ ہمارے چور تم سے دور رہ کر بھی ہر پل قریب رہیں گے۔ تمہارے قاتلوں کو ان کی موجودگی کا علم بھی نہیں ہو سکے گا۔ تم اپنے آفیسر دوست سعید صاحب سے کہو۔ میرے وہاں پہنچنے کے بعد وہ اپنے پہریداروں کو ہٹا لیں۔ دشمنوں کو کھلی چھٹی دے دیں۔"

"میں تمہاری پلاننگ سمجھ رہا ہوں۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ بابا فرید فاطمی مجھ سے رابطہ قائم نہیں کرتے۔ مجھ سے بات نہیں کرتے۔ انھوں نے مجھے اپنے دروازے سے واپس کر دیا لیکن ان کی عزیز شاگرد اعلیٰ بی بی اور چالیس چور میرے لیے وقف ہو گئے ہیں۔ بابا صاحب کی یہ دوری اور یہ محبت میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"بابا اپنی باتیں آپ سمجھتے ہیں۔ ویسے میری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ تم ایک باضمیر انسان ہو۔ اپنے ضمیر کی آواز سنتے ہو۔ اس پر عمل کرتے ہو۔ لوگوں کے کام آتے ہو۔ محبت کرنے والا دل رکھتے ہو۔ اس لیے وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور شاید تم سے دوری اس لیے قائم رکھی ہے کہ تم پھیلے ہوئے ہو۔ جہاں کوئی مجسمہ حسن نظر آیا وہاں پھسل جاتے ہو۔"

"یہ مجھ پر سراسر الزام ہے۔ تم پھسلنے کا موقع نہیں دے رہی ہو۔"

"اگر یہ شوخی ہے اور تم یار کی حیثیت سے ٹانک استعمال کر رہے ہو تو میں تمہیں چھیڑ چھاڑ کا موقع دیتی رہوں گی۔ ورنہ سلسلہ ختم کرو۔ مجھے اب یہاں سے پیرس جانا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں یہاں کے وقت کے مطابق رات کے بارہ بجے تم سے رابطہ قائم کروں گا اور اس چور کی آواز سنوں گا۔"

"ہاں، یاد آیا۔ مجھے اس کی آواز سنانے کے لیے سفر کے دوران اس کا کیسٹ اور ایک چھوٹا سا ریکارڈر رکھنا ہوگا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم ابھی اس کی آواز سن لیتے۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ ابھی سنا دو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں ایک کیسٹ ریکارڈر سے اس چور کی آواز سن رہا تھا۔ اس نے کہا: "فرہاد صاحب، السلام علیکم۔"

میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "وعلیکم السلام۔ وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ دہلی سے کلکتہ کی طرف جا رہا تھا۔ وہ ایک دم سے چونک گیا۔ میں نے کہا: "میں تمہارا کیسٹ سننے والا تھا۔ ابتدا میں ہی تم نے سلام کیا تو جواب دینا میرا فرض تھا۔ اس لیے جواب قبول کرو۔"

اس نے خوش ہو کر کہا: "جناب آپ کو اپنے دماغ میں محسوس کر کے ایسی خوشی حاصل ہو رہی ہے کہ میں بیان نہیں

کر سکتا۔"

"بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جب میں دماغ میں پہنچ جاتا ہوں۔ تو تمام باتیں خود ہی سمجھ لیتا ہوں۔ باقی دی وے، اعلیٰ بی بی نے بتایا تھا کہ تم آدھے گھنٹے تک کلکتہ پہنچ گے۔ اس وقت پاکستان میں ساڑھے پانچ ہوئے ہیں اور تمہاری گھڑی میں چھ بجے ہوں گے۔ تم اتنی جلدی کہاں جا رہے ہو؟"

"اتفاق سے مجھے پہلی فلائٹ سے سیٹ مل گئی۔ میں ساڑھے سات بجے کلکتہ پہنچ جاؤں گا۔ آپ دو گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ اس وقت تک میں راجیش اور رمیش تک پہنچ چکا ہوں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر پھر اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی پوچھا: "یہ تم کیسٹ شروع ہوتے ہی میرے دماغ سے کیوں چلے گئے تھے۔ میں پریشان ہو رہی ہوں۔ کیا پتہ اچانک تم پر افتاد آ پڑی ہو؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "میں بخیریت ہوں۔ تمہارے چور سے دماغی رابطہ قائم کر کے واپس آیا ہوں۔"

"اچھا، سمجھ گئی۔ کیسٹ کی ابتدا میں ہی اس چور کی زبان سے وہ چار الفاظ سن کر تم اس کے پاس پہنچ گئے ہو گے۔ بڑی پھرتی دکھلاتے ہو۔"

"بس کہہ دی ہو۔ پھرتی دکھانے کا موقع تو دیا کرو۔"

اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ اپنے دماغ سے نکال دیا میں نے آنکھیں کھول دیں۔ کمرے میں خاموشی تھی۔ میں اکیلا تھا۔ تھوڑی دیر تک چپ چاپ لیٹا رہا پھر میں نے اپنی فاسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ جب اسے یہ بتایا کہ اس کی اعلیٰ بی بی آ رہی ہے تو وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ میں نے کہا: "وہ پیرس کے وقت کے مطابق رات کے دس بجے طیارے میں سوار ہو گی۔ تم معلوم کرو کہ ایئر فرانس کا وہ طیارہ یہاں کس وقت پہنچے گا۔ پاکستان میں جو چور جہاں بھی موجود ہیں انھیں ایک دو دن تک یہاں پہنچنا چاہیے۔"

"یقیناً سبھی یہاں پہنچیں گے۔ میں ابھی طیارے کا وقت معلوم کرتی ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ اسی وقت سعید صاحب کمرے میں داخل ہوئے۔ مجھے دیکھتے ہی کہا: "وہ دونوں قاتل جینیا اور واسکوڈی لاپتہ ہیں۔ شاید پنڈی اور پشاور یا پنڈی اور لاہور کے درمیان کہیں سفر کر رہے ہیں۔ میں نے ہائی وے کی ناکہ بندی کرا دی ہے۔"

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ سفر کر رہے ہیں؟"

انھوں نے جواب دیا: "جس سفارت خانے سے ان دونوں کا تعلق ظاہر ہوتا تھا۔ وہ سفارت خانے والے ان دونوں کو پہچاننے سے انکار کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جینیا اور واسکوڈی نامی مجرم یقیناً جعلی پاسپورٹ وغیرہ کے ذریعے یہاں پہنچے ہیں۔ انھوں نے اس سفیر کے سیکریٹری سے ملاقات کی تھی اور اپنے آپ کو ان کا ہموطن ظاہر کر کے ان سے ایک کار حاصل کی تھی۔ رہائش کے لیے ٹھکانہ بھی حاصل کیا تھا پھر وہ کار لے کر گئے تو اب تک واپس نہیں آئے۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ محتاط ہو گئے ہیں۔ پنڈی اور اسلام آباد چھوڑ کر کسی دوسری طرف سفر کر رہے ہیں۔"

ان کی بات ختم ہوتے ہی سیکوریٹی آفیسر نے آ کر کہا: "ابھی فون سے اطلاع ملی ہے جس ٹیکسی کار کو روکنے کے لیے آپ نے ہائی وے کی پولیس کو اطلاع دی تھی وہ اسلام آباد کے قریب مری روڈ کے کنارے کھڑی ہوئی پائی گئی۔ مجرم غائب ہیں۔"

میں نے کہا: "سعید صاحب! وہ بہت ہی خطرناک قسم کے مجرم اور قاتل ہیں۔ انھوں نے جب تہیہ کر لیا کہ مجھے قتل کریں گے تو وہ مجھ سے زیادہ دور نہیں جائیں گے۔ یقیناً اسلام آباد اور پنڈی میں ہی کہیں چھپتے پھریں گے۔"

"وہ کہاں چھپ سکتے ہیں؟ سفارت خانے والے انھیں پناہ نہیں دیں گے۔ اس میں ان کی بدنامی ہے۔ وہ ہمارے ہاں کے شہروں میں، ہمارے ہاں کے لوگوں میں رنگ و نسل کے اختلاف کے باعث واضح طور پر پہچانے جائیں گے۔"

میں نے کہا: "وہ کسی کے مکان میں پناہ لے سکتے ہیں۔"

"کس مکان میں؟"

"ہمارے ہاں سب ہی محب وطن نہیں ہیں۔ دشمنوں کو بھی خاصی رقم لے کر پناہ دے سکتے ہیں۔"

سیکوریٹی آفیسر نے کہا: "وہ ایسے علاقوں میں پناہ نہیں لے سکتے۔ جہاں مکان قریب قریب ہوتے ہیں۔ ایسے علاقوں میں محلوں میں کوئی بھی گورا پناہ لے گا تو لوگوں سے یہ بات چھپی نہیں رہے گی۔ وہ بڑی بڑی کوٹھیوں میں پناہ لے سکتے ہیں۔ عموماً بڑے لوگ یہ کبھی نہیں سوچتے اور نہ ہی توجہ دیتے ہیں کہ کس کوٹھی میں کون آیا ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟"

میں نے ان کی باتوں کے دوران چپ چاپ اپنی فاسٹر کے پاس پہنچ کر پوچھا: "وہ جہاز کب آ رہا ہے؟"

"کل صبح نو بج کر پینتالیس منٹ پر پہنچنے کی توقع ہے۔"

میں نے اپنے ہسپتال کے کمرے میں دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا: "سعید صاحب! میرا خیال ہے، اب آپ لوگ اس معاملے میں زیادہ پریشان نہ ہوں۔ کل دن کے بارہ بجے تک اپنے پہریداروں کو چوکس رہنے کے لیے کہیں۔ اس کے بعد اچانک پہرہ اٹھا دیں۔"

انھوں نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیا بات ہوئی؟"

"میں نے اپنی حفاظت کے لیے دوسری تدابیر کی ہیں۔ کل بارہ بجے کے بعد میرے اور رستوگی کے پاس ڈیوٹی دینے والا ہسپتال کا اسٹاف بدل جائے گا۔ ان کی جگہ میرے اپنے آدمی آئیں گے۔ ان میں عورتیں بھی ہوں گی۔ وہ لیڈی ڈاکٹر اور نرسوں کی جگہ سنبھالیں گی۔ مرد ڈاکٹروں اور وارڈ بوائے بنرز کے طور پر میرے آس پاس ہیں گے۔ آپ ہسپتال کے اسٹاف کوارٹرز میں ان کی رہائش کے لیے گنجائش نکال لیں۔"

"یہ سارے انتظامات ہو جائیں گے۔"

سیکورٹی آفیسر چلا گیا۔ میں نے سعید صاحب سے کہا۔ "کل بارہ بجے کے بعد آپ میری طرف سے بالکل بے فکر ہو جائیں اور اطمینان سے اپنی شادی کی تیاریاں کریں۔"

"مجھے سلمیٰ کو پانے کی خوشی ہے لیکن یہ دس قاتل جب تک گرفتار نہیں ہوں گے، میں آپ کے لیے فکر مند رہوں گا۔"

"یہاں اعلیٰ بی بی کل پہنچ رہی ہے۔ وہ بہت ہی چالاک اور حاضر دماغ ہے۔ اس کی موجودگی میں صرف اسی وقت مجھے موت آسکتی ہے۔ جب خدا کو منظور ہوگا ویسے بھی آپ نے پچھلے دنوں لاہور میں اس کے چوروں کی کارکردگی دیکھی ہے۔"

"ایسی بات ہے تو میں مطمئن رہنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی ایک نرس آئی۔ وہ مجھے دوا پلا کر چلی گئی۔ تنہائی ملتے ہی میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ بہت دیر تک خیال خوانی بھی کی اور دوسرے معاملات پر بحث کرتا رہا۔ اس لیے سر میں درد ہو رہا تھا۔ پھر بھی یکے بعد دیگرے بہت سی باتیں یاد آرہی تھیں۔ بہت سے مسائل سامنے آئے تھے۔ جنھیں حل کرنا ضروری تھا۔

میں نے اپنی فاسٹر سے پوچھا: "لاہور میں جو چور موجود ہیں کیا تم نے انھیں بلایا ہے؟"

"جی ہاں! انھیں بلانا چاہتی ہوں۔"

"انھیں وہیں رہنے دو۔ آج سے چھ سات دنوں کے بعد میں لاہور جاؤں گا۔ سعید صاحب کی شادی میں شریک ہونا ہے تمھارا اور ان چوروں کا وہاں رہنا ضروری ہے۔"

"پھر سات دن کی بات ہے۔ اس وقت تک ہم سب لاہور پہنچ جائیں گے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ شاہینہ کے ہاں پہلے سے تمھارے آدمیوں کو موجود رہنا چاہیے۔ وہاں کتنے چور ہیں؟"

"فی الحال وہاں صرف دو ہیں۔ مجھے ملا کر یہاں چار ہیں۔"

"ان دونوں سے کہو۔ وہ شاہینہ کی کوٹھی میں جائیں اور انکل بخمار سے ملاقات کریں۔ میں بخمار صاحب سے کہہ دیتا ہوں۔ وہ آپس میں کوئی رشتہ داری قائم کرلیں گے اور رشتہ داری کی حیثیت سے ان کے ہاں آجا سکیں گے۔ تم مجھے ان کے نام بتاؤ۔"

"ایک کا نام سرفراز ہے اور دوسرے کا نام وحید خان۔"

میں نے بخمار سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت وہ اپنے خاندان والوں کے ساتھ کار سے اتر کر کوٹھی میں داخل ہو رہا تھا۔ سب نے بڑے بڑے پیکٹ اٹھا رکھے تھے۔ ملازم بھی ڈگی کھول کر سامان نکال رہے تھے۔ شادی کے سلسلے میں شاپنگ ہو رہی تھی۔ میں نے کہا: "انکل السلام علیکم۔"

وہ ایک دم سے چونک گئے۔ میں نے کہا: "میں آپ کا بیٹا فرہاد آپ سے مخاطب ہوں۔"

انھوں نے خوش ہو کر کہا: "بیٹی شاہینہ! فرہاد میاں مجھے مخاطب کر رہے ہیں۔"

شاہینہ نے ایک دم خوش ہو کر کہا: "بھائی جان! میرے پاس آئیے۔ مجھ سے باتیں کیجیے۔"

میں نے اس کے پاس پہنچ کر کہا: "ذرا صبر کرو۔ میں ضروری بات کر رہا ہوں۔"

پھر میں نے بخمار سے کہا: "انکل! میں یہاں آنے سے پہلے اپنے لیے حفاظتی تدابیر کر رہا ہوں۔ اس سلسلے میں کسی وقت آپ کے پاس دو جوان آئیں گے۔ ان میں سے ایک کا نام سرفراز ہے اور دوسرے کا نام وحید خان۔ آپ ان سے مل کر آپس میں کوئی رشتہ داری قائم کر لیجیے اور انھیں اپنے ہاں اینکسی میں رہنے کی اجازت دیجیے۔ وہ میرے محافظ ہوں گے۔ آپ اپنے رشتہ داروں کو یقین دلانے کی کوشش کریں کہ وہ دونوں آپ کے کسی پرانے دوست کے صاحبزادے ہیں اور یہاں کام کے سلسلے میں آئے ہیں۔ لہٰذا شادی بھی اٹینڈ کریں گے۔"

انھوں نے کہا: "اطمینان رکھو۔ وہ آئیں گے تو ہم آپس میں کوئی نہ کوئی رشتہ داری قائم کر کے انھیں یہاں آرام سے رکھیں گے۔"

"ان کے علاوہ دو ایک عورتیں بھی ہوں گی جو شاہینہ اور سلمیٰ کی سہیلیاں بن کر بعد میں آئیں گی۔ ان باتوں کے لیے آپ سب تیار رہیں۔"

پھر میں نے شاہینہ کے پاس پہنچ کر پوچھا: "ہاں، بولو کیا کہہ رہی ہو؟"

"آپ سونیا بھابی کو اپنے ساتھ ضرور لائیے گا۔"

"مجبوری ہے۔ وہ نہیں آسکے گی۔ ایک جگہ بہت مصروف ہے۔"

"آپ بہانے کر رہے ہیں۔ مجھے ان کے بغیر اچھا نہیں لگے گا۔"

"بھئی مجھے آنے دو۔ میں تمھیں سمجھا لوں گا۔ میں یہاں بہت مصروف ہوں۔ تم سے زیادہ بحث نہیں کر سکتا۔ ابھی زبیر وغیرہ سے بات کرنا ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے زبیر سے اس کی خیریت پوچھی۔ شاہینہ نے چیخ کر کہا: "بھائی جان! یہ تو بتائیے ہمارا بھتیجا پارس کیسا ہے؟"

میں نے زبیر کی زبان سے کہا: "وہ خیریت سے ہے۔"

میں نے سلمیٰ کے پاس پہنچ کر چپکے سے کہا: "یہ تم ایک طرف کھڑی ہوئی آپ ہی آپ شرما کیوں رہی ہو؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمھارے دماغ میں نہیں پہنچوں گا؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر بولی: "بھائی جان! آپ کو سونیا بھابی کی قسم میرے دماغ سے جائیے۔ اللہ مجھے شرم آرہی ہے۔"

اسی وقت منصور نے بلند آواز سے کہا: "بھائی جان! آپ سب سے باتیں کر رہے ہیں اور میں؟"

میں نے زبیر کی زبان سے کہا: "منصور! میں تو تمھاری وہ کھنچائی کروں گا کہ تم ساری زندگی یاد کرو گے۔ میں تم سے بہت ناراض ہوں۔"

منصور نے پوچھا: "میں نے کیا کیا ہے؟"

میں نے کہا: "پہلے اپنے دونوں کان پکڑو۔"

"دیکھیے بھائی جان! آپ سب کے سامنے کیسی سزا دے رہے ہیں۔"

"چپ چاپ اپنے کان پکڑو۔ ورنہ میں اس سے بھی زیادہ سزا دوں گا۔"

اس نے اپنے دونوں کان پکڑتے ہوئے کہا: "میرا جرم تو بتائیے؟"

میں نے زبیر کی زبان سے کہا: "تم بہت ڈنگیں مارتے ہو۔ پتہ نہیں کتنی لڑکیوں سے تمھاری دوستی ہے۔ جہاں لڑکیوں کی محفل میں بیٹھتے ہو وہاں میرا ذکر چھیڑ دیتے ہو۔ میرے ایسے ایسے قصے سناتے ہو کہ وہ میرے سینے دیکھنے لگتی ہیں۔ میرے پیچھے پڑ جاتی ہیں۔ ناز یہ کو تم نے میرے پیچھے لگا دیا۔ میں نے اس سے پیچھا چھڑایا تو ادھر تہمینہ۔۔۔۔"

میں کہتے کہتے رک گیا۔ پھر میں نے کہا: "جانے دو۔ اب میں کیا کہوں۔ تہمینہ کا قصہ چھیڑ دل گا تو بہت دیر ہو جائے گی۔ ادھر میں بہت مصروف ہوں۔ میں تمھیں سمجھاتا ہوں۔ آئندہ کسی بھی لڑکی یا لڑکے کے سامنے میرا ذکر کیا تو میں تمھارے ہاں نہیں آؤں گا۔"

وہ جلدی سے دونوں کان پکڑ کر بولا: "لیجیے بھائی جان! میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں آئندہ کبھی کسی کے سامنے آپ کا ذکر نہیں کروں گا۔"

بخمار نے کہا: "تمھاری تو یہ سزا ہے کہ صبح تک اسی طرح بیٹھک لگاتے رہو۔"

میں نے زبیر کی زبان سے کہا: "انکل رہنے دیجیے۔ منصور نے جیسی بھی غلطی کی ہے۔ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ مجھے بہت پیارا ہے۔ میں اسے معاف کرتا ہوں۔"

منصور نے خوشی سے اچھل کر کہا: "وہ مارا۔ آخر بھائی جان کا دل بھی جیت ہی لیا۔"

میں نے ہنستے ہوئے تھوڑی دیر ان سے بات کی۔ پھر رخصت ہو کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس وقت میری گھڑی میں آٹھ بج رہے تھے۔ بھارت میں ساڑھے آٹھ کا وقت ہوگا۔ میں اس چور کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کلکتہ پہنچ چکا تھا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر راجیش کے پتے تک پہنچنے والا تھا۔ میں نے اُسے مخاطب کیا: "تم وہاں پہنچو۔ میں بھی تھوڑی دیر بعد تمھارے پاس آجاؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں پھر ہسپتال کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت ایک فاسٹر ٹرالی میں کھانا لے کر آرہی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ پھر بولی۔ "ڈریف کو جلدی کھانا اور جلدی سو جانا چاہیے۔ آپ وعدہ کریں کہ کھانا کھانے کے بعد زیادہ خیال خوانی نہیں کریں گے اور آرام سے سو جائیں گے۔ کل صبح اعلیٰ بی بی یہاں آئیں گی۔ آپ کی تمام پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔ آپ یوں سمجھیں کہ ان قاتلوں کا بُرا وقت آگیا ہے۔"

میں نے کہا: "میں خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اعلیٰ بی بی بھی میری طرح انسان ہے۔ اگرچہ بہت حاضر دماغ ہے لیکن یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ دشمنوں کی ہر چال کا جواب دے سکے گی۔ کہیں تو کوئی غلطی ہو سکتی ہے۔"

ہم کھانے کے دوران باتیں کرتے رہے۔ میں نے اسے بتایا کہ اعلیٰ بی بی کے یہاں پہنچنے کے بعد کس طرح وہ اور اس کے ساتھی ڈاکٹر، لیڈی ڈاکٹر، نرس اور وارڈ بوائے کی جگہ سنبھال لیں گے۔

میں نے تھوڑا سا کھایا۔ اپنی ضد کی۔ میں نے کہا: "بس اس سے زیادہ نہیں کھا سکوں گا۔ ابھی ایک ضروری رابطہ قائم کرنا ہے۔ تم چپ چاپ ٹرالی لے کر چلی جاؤ۔ دروازے کو بند کر دینا۔ میں کچھ دیر تک مصروف رہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے آرام سے نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کیں اور اس چور کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ راجیش کے مکان کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ہیش سے ملاقات ہو چکی ہے۔ اس نے ہیش سے میرا ذکر کیا تھا اور وہ خوش ہو کر میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے کہا: "تم اُس سے باتیں کرو۔"

اُس نے ہیش کو مخاطب کیا: "تمھارے فرہاد بھائی موجود ہیں۔ ان سے باتیں کرو۔"

اس نے خوش ہو کر کسی پرسیدھی طرح بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بھائی جی! آپ کی بڑی کرپا ہے۔ بہت عرصے بعد اپنے بھائی کو یاد کیا ہے۔ کہیے میں کیا سیوا کر سکتا ہوں۔"

میں نے اس چور کی زبان سے پوچھا: "میں اس وقت فرہاد

بول رہا ہوں۔ تم کہو تو میں تمھارے دماغ میں پہنچ کر بات کروں یا پھر تمھارے سامنے بیٹھ کر۔"

"آپ جیسے مناسب سمجھیں۔"

"پھر میں تمھارے دماغ میں آرہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا یا اسے مخاطب کیا تو اس نے عجیب سی کیفیت محسوس کی۔ میں نے کہا: "اسی لیے میں تمھارے دماغ میں نہیں آرہا تھا۔ مجھے یقین دلانا پڑے گا کہ میں موجود ہوں۔"

اس نے کہا: "جی۔ مجھے یقین آگیا ہے۔"

میں نے پوچھا: "راجیش کہاں ہے؟"

"وہ تو دلی میں ہیں۔"

"کیا تم ٹرنک کال کے ذریعے ان سے رابطہ قائم کرسکتے ہو؟"

"میں ابھی اُن سے بات کرتا ہوں۔ آپ میرے پاس موجود رہیں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ پھر دوسرے کمرے میں آکر اس نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا۔ چونکہ راجیش ایک بڑے سرکاری عہدے پر فائز تھا اس لیے کلکتہ سے دہلی رابطہ قائم کرنا میش کے لیے کوئی دشوار نہیں تھا۔ دس منٹ کے اندر رابطہ قائم ہوگیا۔ میش نے کہا۔ "بھیّا! میں میش بول رہا ہوں۔ آپ کو ایک بڑی خوشخبری سنا رہا ہوں۔ فرہاد بھائی جی نے مجھ سے دماغی رابطہ قائم کیا ہے اور اب آپ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

راجیش نے خوش ہوکر پوچھا: "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ میں ان کا بے چینی سے انتظار کروں گا۔ وہ میرے پاس کب پہنچیں گے؟"

دوسرے ہی لمحے میں نے راجیش کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "ہیلو راجیش! میں تمھارے دماغ میں موجود ہوں۔ ٹھہرو، میں ابھی میش سے رخصت ہوکر آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے میش سے کہا: "اب تم ریسیور رکھ دو۔ میں تمھارے بھیّا کے پاس جارہا ہوں۔ تمھارے پاس جو مہمان آیا ہے۔ اس کی خاطر مدارت کرو۔ میں بعد میں تم سے بات کروں گا۔"

میں راجیش کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ابھی تک ریسیور پکڑے ایک طرف تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا: "کیا واقعی بھائی جی نے مجھے مخاطب کیا تھا؟"

میں نے کہا: "ہاں، ریسیور رکھ دو۔ میں تمھارا بھائی ہوں۔"

"بھائی جی، مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"اچھا تو دیکھو۔ تمھارے ہاتھ میں ریسیور ہے۔ تمھیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ تم نے اسے رکھ دیا ہے۔"

میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر پوچھا: "اب بتاؤ؟"

اس نے چونک کر اپنے خالی ہاتھ کو دیکھا۔ پھر کہا: "بھائی جی! مان لیا مگر یہ عجیب ملن ہے۔ آپ میرے پاس آئے ہیں مگر آپ میرے سامنے نہیں ہے ہیں آپ کی سیوا کیسے کروں؟"

"میں بتاتا ہوں۔ آرام سے بیٹھ جاؤ۔ داستان بڑی طویل ہے۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ میں نے اُسے بتایا کہ میں نے رسونتی سے شادی کرلی ہے اور اس سے میرا ایک بیٹا پیدا ہوا ہے۔ لیکن حالات نے اسے دماغی امراض میں مبتلا کردیا ہے۔ وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہے۔ مجھے اور اپنے بیٹے کو بھول گئی ہے۔ صرف اپنی زندگی کے ابتدائی دنوں کو یاد رکھے ہوئے ہے۔ ایک ماہر نفسیات کا مشورہ ہے کہ رسونتی کو اس کے ابتدائی ماحول میں رکھا جائے۔ وہ تو جانتا ہی ہے کہ اسے ہندوستان بھیجنا سراسر نادانی ہوگی۔ وہاں بھی اس کے دشمن ہیں۔

"جی ہاں، رسونتی کا یہاں آنا مناسب نہیں ہے۔"

"میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔ برما میں بھی مندروں اور پوجا پاٹ کا ماحول ہے۔ اگر وہاں رسونتی کو کسی رشتہ دار کے ساتھ رکھا جائے تو بات بن سکتی ہے اور تم جانتے ہو کہ اب کوئی اس کا رشتہ دار نہیں رہا۔ رسونتی ادھر سمجھ رہی ہے کہ اس کے ماتا، پتا اور اس کی بہن دشنتی زندہ ہیں۔ وہ مجھے اجنبی سمجھتی ہے اور میری کسی بات کا یقین نہیں کرتی ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ میں رسونتی کو یقین دلاؤں گا۔ اسے اس کا ماحول دوں گا۔ آپ اسے برما کب بھیجنا چاہتے ہیں؟"

"تم وہاں کب تک پہنچ سکتے ہو؟"

"مجھے آج چھٹی کی درخواست دینا ہوگی۔ کل تک منظور ہوجائے گی۔ کل شام تک یہاں سے جاسکتا ہوں۔ کیا رنگون جانا ہوگا؟"

"میرا خیال ہے رنگون زیادہ مناسب رہے گا۔ وہاں میری کچھ جائداد ہے۔ اسے اپنے نام منتقل کرانے کے لیے شاید میں بھی وہاں جاسکوں۔"

"وہاں آپ سے ملاقات ہوگی تو میں اپنے کو بڑا بھاگوان سمجھوں گا۔"

"میں پرسوں تک رسونتی کو وہاں بھیج دوں گا۔ فی الحال خود نہیں آسکوں گا لیکن تم سے ضرور ملاقات کروں گا۔ تم ایک سرکاری عہدے دار ہو۔ تم پر بڑی ذمہ داریاں ہوں گی۔ تم کب تک رنگون میں رسونتی کے ساتھ رہ سکو گے؟"

"میں میش کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ اسے رسونتی کے پاس چھوڑ دوں گا۔ ہوسکا تو ماتا جی کو بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ رسونتی کو ہر ممکن طرح اس کا گھریلو ماحول دینے کی کوشش کروں گا۔"

"میری کچھ باتیں ذہن نشین کرلو۔ رسونتی کے ہزاروں، لاکھوں دشمن ہیں۔ لہٰذا اس کی نگرانی کے لیے میرے آدمی اس کے آس پاس موجود رہیں گے۔ ان سے تمھارا اور میش کا تعارف ہوجائے گا۔ ان کا تعارف حاصل کرنے کے بعد تم دونوں بھائی ان سے انجان بنے رہنا۔ اللہ نے چاہا تو ان محافظوں کی موجودگی میں دشمن اسے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں میش کے پاس پہنچا۔ اسے بتایا کہ رسونتی سے ملنے کے لیے اسے اپنے بھائی راجیش کے ساتھ برما جانا ہے۔ اس لیے وہ ابھی سے تیاری شروع کردے۔ شاید اس کی ماتا جی بھی ساتھ جائیں گی۔

پھر میں نے اس چور سے پوچھا: "ہندوستان میں تمھارے ساتھ پانچ چور ہیں۔ کیا وہ پاکستان کے لیے روانہ ہوچکے ہیں؟"

"جب میں دہلی سے روانہ ہوا تو وہ پاکستان جانے کی تیاری کر رہے تھے۔"

"بہرحال تمھیں برما جانا ہے۔ رنگون پہنچنا ہے۔ اس میں کوئی دشواری ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں راجیش کے ذریعے یہ مرحلہ آسان کردوں گا۔"

"جناب! آپ فکر نہ کریں۔ میں رنگون پہنچ جاؤں گا۔ فرمایئے، کب تک؟"

"کل یا پرسوں تک؟"

ان سے رخصت ہوکر میں نے پھر اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ "راجیش اور میش سے رابطہ قائم ہوچکا ہے۔ میں نے انھیں رسونتی کے حالات مختصر طور پر بتادیے ہیں۔ وہ پرسوں تک رنگون روانہ ہوجائیں گے۔ میں رسونتی کو یہاں سے روانہ کردوں گا۔ تم بھی یہاں پہنچ جاؤ گی۔ میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں تمھارے چوچور ہیں۔ انھیں رسونتی کی حفاظت کے لیے رنگون پہنچنا چاہیے۔ تم انھیں پاکستان میرے پاس نہ بلاؤ۔"

اعلیٰ بی بی اس وقت تک پیرس پہنچ گئی تھی اور ضروری شاپنگ میں مصروف تھی۔ اس نے کہا: "میں بھارت میں رہنے والے چوروں کو وہاں جانے کا حکم دے دوں گی اور کچھ؟"

"ہاں، پیرس کی خوشبویات بہت مشہور ہیں۔ سنا ہے بعض عورتیں اتنی تیز خوشبو استعمال کرتی ہیں کہ ان کے عاشق اپنی قبروں میں اٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں، تم خوشبو کا بدن بن کر آؤ۔ کم از کم میں بستر علالت پر تو اٹھ کر بیٹھ سکوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی: "تمھارے جیسے بیمار کے لیے اتنی خوش مزاجی کافی ہے۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں واپس آگیا۔ گھڑی دیکھی۔ گیارہ بجنے والے تھے۔ جہاں سونیا تھی، وہاں سات بج رہے ہوں گے۔ میں نے تھوڑی دیر تک خاموشی اختیار کی۔ سونیا کا تصور کیا۔ اسے خیال ہی خیال میں دیکھ کر مسکراتا رہا۔ پھر آنکھیں بند کیں اور اس کے پاس پہنچ گیا۔

وہ ہوسٹل کے ڈائننگ ہال میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ اور بھی لڑکیاں اور لڑکے بیٹھے اس سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ سونیا ان کے سوالوں کے جواب دیتی جارہی تھی۔ ایک لڑکے نے پوچھا: "مادام! کیا واقعی فرہاد صاحب ہمارے بابا کی طرح ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟"

میں نے سونیا سے کہا: "جان من! میں تمھارے پاس آگیا ہوں۔ بڑا انتظار کرایا ہے۔ حساب کرو۔ چھبیس گھنٹے سے زیادہ ہوگئے۔ تم سے رابطہ قائم نہیں کیا۔"

"فرہاد! میں بھی تو بے چین تھی مگر کیا کروں؟ بابا کا حکم سر آنکھوں پر۔"

"وہاں شاہینہ ہماری شادی کے سلسلے میں پردہ کرا رہی تھی۔ تمھیں میرے سامنے نہیں آنے دیتی تھی۔ لیکن میں دماغی رابطہ قائم کرلیتا تھا۔ یہاں تو بابا نے ہمارے دماغوں کے درمیان بھی دیوار کھڑی کردی ہے۔ میں اپنی مرضی کے مطابق کسی وقت بھی تم سے رابطہ قائم نہیں کرسکتا۔"

وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بولی: "اس وقت سات بج کر پانچ منٹ ہوئے ہیں۔ اب سے نو بجے تک تم رابطہ قائم کرسکتے ہو۔"

"آخر بابا کے پاس ہوتا کیا ہے؟"

اسی وقت اس لڑکے نے پوچھا: "مادام! آپ کہاں گم ہوگئی ہیں؟"

میں نے کہا: "اس سے کہو، میں یہاں موجود ہوں اور ابھی ان سب کے سامنے اپنی موجودگی ظاہر کررہا ہوں۔"

سونیا نے انھیں میرے متعلق بتایا۔ وہ خوش ہوگئے۔ میرا انتظار کرنے لگے۔ میں نے اس لڑکے کی زبان سے کہا: "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

سب اسے بے یقینی سے دیکھنے لگے۔ صرف سونیا مسکرا رہی تھی۔ میں نے ایک لڑکی کی طرف دیکھا۔ پھر اس سے پوچھا: "تمھارا نام کیا ہے؟"

اس لڑکی نے کہا: "واہ کیا تم نہیں جانتے؟"

میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر نام معلوم کیا۔ پھر اس لڑکے کی زبان سے کہا: "اچھا، تمھارا نام بلّی ہے۔ اب تم ہمیں نظم سناؤ گی۔"

بلّی نے کہا: "ہرگز نہیں۔"

"میں اپنی مرضی کے مطابق ہر کام کرالیتا ہوں۔ دیکھو، اب تم نظم پڑھ رہی ہو۔"

میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ وہ پڑھنے لگی: "ٹوئنکل، ٹوئنکل لٹل اسٹار۔ ہاؤ آئی وانڈر وھاٹ یو آر....."

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم چونک کر دیکھنے لگی۔ اس کے آس پاس سبھی لڑکے، لڑکیاں خوش ہو کر تالیاں بجا رہے تھے اور کہہ رہے تھے "ہمیں یقین ہو گیا ہے، فرہاد صاحب! آپ ہمارے پاس موجود ہیں۔"

میں نے کہا: "تم سب مجھے بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو اور یہاں کیا کرتے رہتے ہو؟"

ایک نے اپنا نام بتایا۔ پھر کہا: "جہاں ہم ابھی ہیں یہ ایک بہت بڑا انسٹی ٹیوٹ ہے۔ اس کا نام دی ونڈر فل نیو جنریشن ہے۔ یہ ہمارا انسٹی ٹیوٹ یا کالج یا ادارہ آپ جو کہہ لیں، تقریباً دو میل کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ میں ٹیکنیکل شعبے سے تعلق رکھتا ہوں۔ اس شعبے میں ہر طرح کی مشینوں کو سمجھنے، انھیں آپریٹ کرنے اور ان کی خرابیوں کو سمجھنے اور انھیں دور کرنے کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے۔"

ایک لڑکی نے اپنا نام بتا کر کہا: "میرا تعلق نیوی سے ہے۔ میں نے برٹش نیوی میں رہ کر تین برس کا کورس مکمل کیا ہے۔ مجھے بحری جہازوں، آبدوز کشتیوں، حتیٰ کہ جنگی جہازوں کی نقل و حرکت کے سلسلے میں پوری معلومات حاصل ہیں۔ اب میں دنیا کی تمام بندرگاہوں حتیٰ کہ بلیک پورٹ یعنی غیر قانونی بندرگاہوں کے متعلق بھی معلومات حاصل کر رہی ہوں۔"

ایک اور نوجوان نے کہا: "میں فلائنگ کلب کا ممبر ہوں۔ ہم دنیا کے کسی بھی ایئرویز کے تعلیمی اداروں میں داخل ہو سکتے ہیں۔ بابا کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ دو برس کے بعد مجھے کسی بھی ملک کی ایئر فورس میں ملازمت مل سکتی ہے۔"

سونیا نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "بھئی بس کرو۔ اگر تم لوگوں نے اپنے اپنے شعبوں کے متعلق بتانا شروع کیا تو وقت گزر جائے گا اور میں فرہاد سے باتیں نہیں کر سکوں گی۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی: "مجھے اجازت دو۔ میں اپنے کمرے میں جا کر بات کروں گی۔"

اس نے باری باری سب سے مصافحہ کیا اور شب بخیر کہہ کر ڈائننگ ہال سے باہر نکل آئی۔ پھر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ اس نے پوچھا: "کیا میرے پاس ہو؟"

"اتنے انتظار کے بعد تمھیں پایا ہے۔ چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں؟"

"فرہاد! میں تم سے دور رہ کر خوش نہیں رہ سکتی لیکن یقین کرو۔ یہاں بابا کے سائے میں بہت مطمئن ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں پوری طرح اس ماحول میں رچ بس جاؤں گی اور یہاں سے بہت کچھ حاصل کرنے کے بعد تمھارے پاس آؤں گی۔"

"یہی تو میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم وہاں کیا کر رہی ہو اور وہاں وہ بہت کچھ کیا ہے جو تم حاصل کرنا چاہتی ہو؟"

"میں بابا فرید داسلمی صاحب کی شخصیت سے بہت متاثر ہوں۔ میں انھیں چھوڑنا نہیں چاہتی۔ یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے کہ بابا صاحب مجھے چاہتے ہیں اور صرف میری ہی موجودگی برداشت کرتے ہیں ورنہ کسی طالب علم یا طالبہ کو اپنے پاس بلاتے ہیں تو پانچ دس منٹ سے زیادہ بات نہیں کرتے اور رخصت کر دیتے ہیں۔"

وہ اپنے ہوسٹل کے کمرے میں پہنچ گئی۔ پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی: "بابا کے سائے میں جتنے طلبا اور طالبات ہیں۔ یہ سب کے سب لاوارث ہیں۔ ان کے ماں باپ یا رشتہ دار نہیں ہیں۔ دور کے رشتہ دار تو ہو سکتے ہیں۔ یہ سب بابا کو ہی اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں۔ تم نے کسی سے کہہ سن لیا کہ یہ لوگ کیسی کیسی تعلیم اور کیسے کیسے ہنر حاصل کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ ان سب میں جو مشترک تعلیم ہے وہ ہے یونیورسل اور علم نفسیات۔ ان سب کو چوبیس گھنٹے میں کسی نہ کسی ذہنی آزمائش سے گزرنا پڑتا ہے کیسی نہ کسی مسئلے پر حاضر دماغی کا ثبوت دینا پڑتا ہے۔ ایسے امتحانات ہوتے ہیں کہ یہ سب کچھ دیکھ کر میری دلچسپی بڑھ گئی ہے۔ میں اپنے آپ کو آزمانا چاہتی ہوں کہ میں اب تک عملی تجربات سے گزرنے کے بعد کتنی ذہین اور کتنی حاضر دماغ ہوں۔ علم نفسیات کو کس حد تک سمجھ سکتی ہوں۔ میں یہی سب کچھ حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ایک طویل عرصے تک میرے سامنے نہیں آؤ گی۔ یہی دماغی رابطہ قائم رہے گا؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ کتنا عرصہ لگے گا۔ یہاں ہونے کی تعلیم حاصل کرنے کی کم سے کم مدت تین برس ہے۔ میں الگ الگ شعبوں سے مختلف ہوں۔ میں نے تمھارے ساتھ ایک طویل عملی اور تجرباتی زندگی گزاری ہے۔ شاید میں ان کے مقابلے میں جلد ہی یہاں کے بہتر امتحانات پاس کر لوں۔"

"کیا اس کے بعد اعلیٰ پی ایچ ڈی کا ارادہ ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی: "مجھے یہ شوق نہیں ہے۔ میں تو جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو چمکانے آئی ہوں۔ یہاں کی لڑکیاں خوش مزاج، اتنی ہشاش بشاش اور تر و تازہ نظر آتی ہیں۔ انھیں دیکھ کر آنکھوں کے سامنے گلاب کھلنے لگتے ہیں۔ اکثر دن میں بھی تمھاری آنکھوں کے سامنے گلاب کیوں کھل کر آ جاتے ہیں؟"

میں نے بے بسی سے ایک گہری سانس لی پھر بولا: "کچھ بابا کے متعلق بتاؤ؟"

"کیا بتاؤں۔ تم جانتے ہو کہ میں نے تمھارے ساتھ قدم قدم پر موت سے آنکھیں ملائی ہیں لیکن بابا سے آنکھیں نہیں ملا سکتی اور جب آنکھیں نہیں ملا سکتی تو ان کے متعلق کیا بتا سکتی ہوں۔ میں نے ابھی تک انھیں نظر بھر کر نہیں دیکھا ہے۔ دیکھنے کا حوصلہ ہی نہیں ہوتا۔ جب وہ بولتے ہیں تو ان کی آواز کانوں کے ذریعے دل میں ایسے اترتی ہے جیسے کوئی مسرور کن نغمہ اتر رہا ہے۔"

"چلو مرجانہ کے متعلق کچھ بتاؤ۔"

"وہ اس وقت عالم سکوت میں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"بابا نے اس پر کوئی عمل کیا ہے۔ میں نے آخری بار جب اُسے دیکھا تو وہ بابا کے کاٹج کے فرش پر آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔ نہ وہ ہوش میں تھی نہ بے ہوش تھی۔ اس کی سانس چل رہی تھی لیکن وہ اتنی بے حس تھی کہ کاٹج کے ننگے فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ تم سوچ سکتے ہو کہ یہاں کا علاقہ کتنا سرد اور برفانی ہے۔ اس پر موسم کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ بابا نے صرف اتنا بتایا ہے کہ جب یہ طویل خاموشی کے بعد آنکھیں کھولے گی تو انشاء اللہ ہیولیوں کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔ برین واشنگ کے ذریعے جو باتیں اس کے دماغ سے مٹا دی گئی تھیں وہ اس کے دماغ کے تختے پر دوبارہ لکھ دی جائیں گی۔ اسے سب کچھ یاد آ جائے گا۔"

"میں نے سُنا ہے۔ اسے چھ دن کے اندر پاکستان روانہ کر دیا جائے گا۔"

"تم نے درست سُنا ہے۔"

"بابا نے تمھیں اپنے پاس رکھا ہے اور سیکڑوں طلبا اور طالبات ہیں۔ پھر انھوں نے مرجانہ کو اپنے پاس کیوں نہیں رکھا؟"

"یہاں صرف وہ رہتے ہیں جن کے والدین یا سرپرست نہیں ہیں۔ میرا کوئی سرپرست نہیں ہے۔ اس لیے مجھے یہاں رہنے کی اجازت مل گئی ہے۔ پھر بابا صاحب کی خاص مہربانیاں مجھ پر ہیں۔"

"میرا بیٹا کہاں ہے؟"

"یہ تم جمیلہ کے پاس جا کر معلوم کر لو۔ ویسے تمھیں سب کچھ پوچھنے جا رہے ہو۔ کچھ مجھے بھی اپنے متعلق بتاؤ۔"

مثنیٰ تھوڑی دیر خاموش رہ کر اس کی سوچ پڑھی۔ معلوم ہوا کہ اعلیٰ پی ایچ ڈی نے اسے میرے متعلق کچھ نہیں بتایا ہے۔ میں نے سوچا: کیا اپنے زخمی ہونے والی داستان اسے سناؤں؟ پھر سوچا نہیں وہ مطمئن ہے، خوش ہے اور ابھی بابا کی خدمت میں رہنا چاہتی ہے اور اس لیے میں نے کہا: "میں مزے میں ہوں۔ صرف رسونیٰ کی طرف سے پریشانی ہے۔ وہ مجھے اور فرمنی پارس کو نہیں پہچان رہی ہے۔ اس کا کچھ نفسیاتی علاج کرایا جائے گا۔"

میں نے مختصر طور پر رسونیٰ کے متعلق بتایا۔ سونیا نے افسوس کا اظہار کیا۔ میں بڑی دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا۔ پھر اُس نے کہا: "اب سونے کا وقت ہو رہا ہے۔ بابا کا حکم ہے کہ نو بجے ہمیں بستر پر پہنچ جانا چاہیے، ابھی نو بجنے میں بیس منٹ ہیں۔ میں لباس تبدیل کروں گی۔ باتھ روم جاؤں گی۔ اس لیے اب یہاں سے جاؤ۔"

میں اس سے رخصت ہو کر جمیلہ کے پاس پہنچا۔ وہ میرے بیٹے کو دودھ پلا رہی تھی۔ میں نے چپ چاپ اس کی سوچ پڑھی۔ معلوم ہوا کہ وہ اسی ہوسٹل کے ایک دو رافادہ کمرے میں رہتی ہے اور بڑے آرام سے ہے۔ وہاں کے طلبا اور طالبات کو دیکھ کر ان سے متاثر ہوتی رہتی ہے۔ اسے اس بات کی خوشی ہے کہ بچہ یہاں پرورش پائے گا تو ان نوجوانوں کی طرح چاق و چوبند تعلیم یافتہ اور ہنرمند ہو گا۔

میں اس کے دماغ سے نکل کر اپنے ہسپتال کے بستر پر حاضر ہو گیا۔ ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر سیکورٹی آفیسر سے رابطہ قائم کیا اور کہا: "اب میں دروازے کو اندر سے بند کر کے سونے جا رہا ہوں۔ نرس یا ڈاکٹر سے پوچھ لیں کوئی دوا کھانے کے لیے تو نہیں رہ گئی؟"

"جی ہاں، ایک نرس آپ کے لیے دوا اور دودھ لے کر آ رہی ہے۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نرس مسکراتے ہوئے آئی۔ میری خیریت پوچھی۔ پھر دو ٹیبلٹس اور ایک کیپسول کھانے کے لیے دیا۔ ایک گلاس دودھ پینے کے لیے کہا۔ میں نے پی لیا۔ میرے لیے جو بھی کھانے پینے کا سامان آتا تھا پہلے اسے ڈاکٹر چیک کر لیتے تھے۔ اس لیے میں مطمئن تھا۔ نرس خالی گلاس لے کر چلی گئی۔ میں بستر سے اتر کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس حد تک توانائی آ گئی تھی کہ میں اپنے کمرے میں آرام سے ٹہل سکتا تھا۔ صرف کبھی کبھی ٹیسیں اٹھتی تھیں۔ میں دروازے کے پاس آیا۔ پھر اسے اندر سے بند کرنے کے بعد تھوڑی دیر تک کھڑا رہا۔ مجھے اچھا لگ رہا تھا۔ بستر پر پڑے پڑے اکتا گیا تھا۔

میں کمرے کے اندر آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر ٹہلنے لگا۔ جب ذرا تھکن کا احساس ہوا تو بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ دماغ کو ہدایت دی اور آرام سے سو گیا۔

صبح چھ بجے میری آنکھ کھل گئی۔ میں تھوڑی دیر تک چپ چاپ لیٹا رہا پھر ٹیلیفون کی طرف دیکھا۔ اس کے ذریعے میں سیکورٹی آفیسر سے بات کرنا چاہتا تھا۔ پھر خیال آیا کہ پہلے خیال خوانی

کے ذریعے سیکورٹی آفیسر کے پاس پہنچ کر دیکھنا چاہیے کہ میرے سلسلے میں وہ لوگ مستعد ہیں یا کسی قسم کی کوتاہی برت رہے ہیں۔

میں آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس وقت اپنے مکان میں تھا اور اپنے بستر پر سو رہا تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ ذہن سے معلوم کیا پتہ چلا کہ ڈیوٹی بدل گئی ہے۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا سیکورٹی آفیسر ہسپتال میں موجود ہے۔ میں نے اس کے خواب کی اسکرین کو روشن کیا۔ وہ مجھے خواب میں دیکھنے لگا۔ میں نے اس سے کہا: "آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ آپ کی ڈیوٹی کس وقت بدلنے والی ہے اور دوسرا آفیسر کون آئے گا۔ مجھے اس بات کا علم پہلے سے ہونا چاہیے تھا۔"

آفیسر نے جواب دیا: "جی ہاں، اصولاً آپ کو معلوم ہونا چاہیے تھا لیکن ہم سب ایک دوسرے پر بکل اعتماد کرتے ہیں اس لیے میں نے آپ کو بتانا ضروری نہیں سمجھا۔"

"ضروری ہے۔ آپ ابھی فون کے ذریعے اس سیکورٹی آفیسر سے بات کریں جو اس وقت ہسپتال میں آپ کی جگہ ڈیوٹی پر ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس آفیسر نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ ابھی تک نیند میں تھا اور اسی عالم میں میرے حکم کے مطابق اُٹھ گیا تھا۔ بستر کے سرہانے رکھے ہوئے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس سیکورٹی آفیسر سے رابطہ قائم ہوا پھر اس نے کہا: "ہیلو میں ارشد کمال بول رہا ہوں آپ ڈیوٹی پر ہیں نا؟"

ہسپتال کے ڈیوٹی آفیسر نے کہا: "بے شک میں اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر بھلا کہاں جا سکتا ہوں؟"

آفیسر ارشد کمال نے کہا: "میں آپ کو یہ بتانا بھول گیا کہ فرہاد صاحب بعض اوقات تمام رات خیال خوانی میں مصروف رہتے ہیں۔ اگر وہ نیند سے بیدار نہ ہوں اور دن چڑھے تک سوتے رہیں تو کوئی ان کی نیند میں مداخلت نہ کرے۔ آپ ابھی حکم دیجیے کوئی اُن کے کمرے کے دروازے کے قریب بھی نہ گزرے۔"

"میں ابھی اُن کے کمرے کے پاس ایک سپاہی کو بٹھا دیتا ہوں۔ وہ وہاں سے کسی کو گزرنے نہیں دے گا۔"

ان کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں اس سیکورٹی آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا جو ابھی ہسپتال میں موجود تھا وہ ابھی ریسیور رکھ کر سر جھکائے سوچ رہا تھا۔

"ہاں، وہ سوچ رہا تھا: "اب کیا ہوگا۔ پتہ نہیں مسٹر فرہاد کب بیدار ہوں گے۔ کب مجھے اس مصیبت سے نجات ملے گی۔"

وہ کسی مصیبت میں گرفتار تھا۔ اس کے تصور میں اس کی دس برس کی بچی پھر رہی تھی۔ اس وقت وہ کسی کے شکنجے میں تھی۔

میں اس کی سوچ کو گہرائی سے پڑھنے لگا۔ پتہ چلا کہ میرے دو قاتلوں میں سے جس کا نام جینیا ہے وہ اس سیکورٹی آفیسر کے گھر میں پہنچ چکا ہے اور اس کی بچی کو گن پوائنٹ پر رکھے ہوئے ہے۔

جو سیکورٹی آفیسر اس وقت پریشان ہو کر سوچ رہا تھا، اس کا نام مقصود تھا۔ جینیا اور واسکوڈی نے مقصود سے کہا تھا کہ وہ کسی کو اس بات کی خبر کرے گا تو اس کی بچی اسے زندہ نہیں ملے گی اگر وہ اپنی بچی کی زندگی چاہتا ہے تو جینیا بچی کے پاس رہے گا۔ دوسرے لفظوں میں بچی جینیا کے ریوالور کی زد میں رہے گی اور واسکوڈی ہسپتال میں بھیس بدل کر پہنچے گا بیکورٹی آفیسر مقصود اپنی ڈیوٹی کے وقت اسے ایک ملاقاتی کی حیثیت سے فرہاد کے کمرے میں جانے کا موقع دے گا۔

جینیا نے کہا تھا: "سنو مقصود! آپ کا کام صرف واسکوڈی کو اس کمرے تک پہنچانا ہے۔ واسکوڈی فرہاد کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا یا ناکام ہو گیا اگر فرہاد ہو گیا تو فرہاد کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے جب آپ اسے وہاں تک پہنچنے کا موقع دیں گے تو یہاں آپ کی بیٹی آزاد ہو جائے گی۔ ہم اسے ذرا بھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

بے چارہ آفیسر مقصود احمد کش و پنج میں تھا۔ کبھی سوچتا تھا کہ اپنے فرض پر بیٹی قربان کر دے۔ قاتل کو فرہاد تک نہ پہنچنے دے۔ لیکن اپنی معصوم بچی کا چہرہ نگاہوں کے سامنے آ جاتا تھا۔ اس کا دل تڑپ جاتا تھا۔ پھر اسے اپنی بیوی کے آنسو یاد آتے تھے۔ وہ ممتا سے مجبور ہو کر دروازہ کی طرف تڑپ کر کہہ چکی تھی: "کچھ کرو، کچھ نہیں جانتی۔ مجھے اپنی بچی چاہیے۔"

میں مقصود کی پریشانیوں کو، اس کے فرائض کو اور اس کی پدرانہ محبت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ میں سوچنے لگا: "کیا کروں کس طرح اس کی بچی کو قصائی کی چھری تلے سے نکالوں؟"

واسکوڈی کو ایسے وقت گرفتار کرنا بہت آسان تھا۔ جونہی وہ ملاقاتی کی حیثیت سے ملنے آتا اسے واپس جانے کا موقع دیا جاتا لیکن پہلے اس بچی کو بچانا ضروری تھا۔ ورنہ ادھر واسکوڈی گرفتار ہوگا اُدھر وہ بچی کو ختم کر دے گا۔

میں بستر پر بیٹھ گیا۔ تیزی سے میرا دماغ سوچ رہا تھا۔ میں نے مقصود کی سوچ کے ذریعے اس کے مکان کا پتہ اور اس کے گھر کا فون نمبر معلوم کیا۔ اس کے بعد اپنی فاسٹر کے پاس پہنچا وہ صرف اپنی اعلیٰ ای بی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ میں نے اپنی فوراً اٹھو اپنے ساتھ اپنے چوروں کو لو اور میں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔"

"آپ حکم دیں۔"

"پہلے اپنے چوروں کو اپنے پاس بلاؤ۔"

وہ اپنے چوروں کے ساتھ ایک چھوٹے سے بنگلے میں سرائے دار کی حیثیت سے رہ رہی تھی۔ اس نے انھیں ایک کمرے میں جمع کیا۔ میں نے ان میں سے ایک چور کی آواز سنی۔ پھر اسے مقصود کے فون نمبر بتانے کے بعد کہا: "تم کہیں سے اس نمبر پر فون کرو۔"

اس نے پوچھا: "میں بات کرنے والے سے کیا کہوں گا؟"

"تم دوسرے چوروں کے ساتھ جاؤ۔ جب میں کہوں تو اس مکان میں داخل ہو جانا۔"

وہ فوراً اس بنگلے سے نکل گئے۔ میں اس چور کے دماغ میں رہا جو فون کرنے والا تھا۔ وہ ایک ٹیلیفون بوتھ میں پہنچ کر میرے بتائے ہوئے نمبر کے مطابق رابطہ قائم کرنے لگا۔ اس کے کان سے ریسیور لگا ہوا تھا۔ مجھے دوسری طرف گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ کسی نے ریسیور اٹھا کر نسوانی آواز میں پوچھا: "ہیلو آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں؟" اسی وقت میں نے واسکوڈی کی آواز میں کہا: "فون میرے ساتھی جینیا کو دے دو۔"

میں جینیا اور واسکوڈی کے لب و لہجے کو ٹیلیفون کے ذریعے پہلے ہی سُن چکا تھا۔ انھیں اچھی طرح یاد رکھا تھا۔ ذرا دیر بعد ہی فون پر جینیا کی آواز سنائی دی۔ وہ بہت محتاط انداز میں پوچھ رہا تھا: "ہیلو، کون؟"

میں نے واسکوڈی کے لب و لہجے میں کہا: "میں واسکوڈی بول رہا ہوں۔ بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ میں ہسپتال میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ملٹری انٹیلی جنس والے تھانے پاس پہنچنے ہی والے ہیں۔ فوراً وہاں سے بھاگو۔"

جینیا نے پوچھا: "کیا میں بھاگنے سے بچ جاؤں گا۔ کیوں نہ میں اس بچی کو یرغمال بناؤں؟"

میں نے واسکوڈی کے لب و لہجے میں کہا: "کیسی احمقانہ باتیں کر رہے ہو۔ جب ہم فرہاد تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب میں اسے قتل نہیں کر سکتا تو کسی کی بچی کو یرغمال بنانے یا اسے قتل کر دینے سے ہمارا فائدہ کیا ہوگا۔ ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ فوراً اس بچی کو اور اس کی ماں کو اسٹور روم میں بند کر کے بھاگ جاؤ۔ کوئی تمھارا راستہ نہیں روک سکے گا۔ ہاں، یہ بتا دو فرار ہونے کے بعد کہاں ملو گے؟"

"اور کہاں مل سکتے ہیں۔ اسی کوٹھی میں ملاقات ہوگی۔"

میں نے کہا: "اوہ کیا مصیبت ہے۔ یہ پاکستانی شہروں اور گلیوں کے نام یاد نہیں رہتے۔ اس اسٹریٹ کا نام کیا ہے؟"

"ہاں، ہلے لیے ذرا مشکل نام ہے میں بتاتا ہوں۔"

وہ اٹک اٹک کر بولنے لگا: "راجا غضنفر علی اسٹریٹ۔"

"میں کوٹھی کا نمبر بھی معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن زیادہ بات کرنے سے جینیا کو شبہ ہو سکتا تھا۔ میں نے اتنا ہی کہا: "تم فوراً وہاں سے نکل جاؤ۔"

جینیا نے دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا۔ میں نے چور سے کہا: "تمھارا کام ختم۔"

یہ کہہ کر میں مقصود کی بیوی کے دماغ میں پہنچ گیا جینیا اسے ریوالور دکھلاتے ہوئے کہہ رہا تھا: "فوراً اپنی بیٹی کے ساتھ اسٹور روم کے اندر چلی جاؤ۔ دیر کرو گی تو گولی مار دوں گا۔"

وہ اپنی بیٹی کو فوراً ہی اٹھا کر تیزی سے اسٹور روم کے اندر چلی گئی۔ جینیا نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ افسوس میں جینیا کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پہنچنا چاہتا تو وہ محتاط ہو جاتا۔ کسی شبہے میں مبتلا ہو جاتا یا میں اُسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے یہ نہ دیکھ سکا کہ اسٹور روم بند کرنے کے بعد وہ کہاں گیا کیونکہ مقصود احمد کی بیوی میرا ایک ذریعہ تھی جو بند ہو چکی تھی۔ میں نے اپنی سے کہا: "اگر تم سب اس کوٹھی کے آس پاس پہنچ گئے ہو تو ایک شخص وہاں سے نکل کر جا رہا ہوگا۔ اسے جانے دو۔ اس کے سامنے نہ آؤ۔"

اپنی میری سوچ کو سننے کے دوران توجہ سے کوٹھی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ایک چور نے قریب آ کر بتایا: "اُدھر سے ایک شخص جا رہا ہے۔"

اپنی نے کہا: "اسے جانے دو۔ چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

میں نے کہا: "اب تم لوگ اس کوٹھی میں داخل ہو جاؤ۔ اسٹور روم میں سیکورٹی آفیسر مقصود کی بیوی اور بچی بند ہے۔ انھیں آزاد کر دو اور انھیں تاکید کر دو کہ کھڑکی دروازے اندر سے بند رکھیں تا وقتیکہ اُن کی حفاظت کا انتظام نہ ہو جائے۔ ان ماں بیٹی کو آزاد کرانے اور سمجھانے کے بعد تم لوگوں کی ڈیوٹی ختم ہو جائے گی۔ جب تک میں نہ کہوں، ہسپتال کی طرف نہ آنا۔"

میں نے وہاں سے مطمئن ہو کر اپنے مرہانے رکھے ہوئے ریسیور کو اٹھایا اور نمبر ڈائل کر کے سیکورٹی آفیسر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا: "ہیلو، میں سیکورٹی آفیسر بول رہا ہوں۔"

"کسی نرس کو میرے پاس بھیج دیجیے۔ بائی دی وے آپ کی آواز بدلی ہوئی ہے۔ آپ مجھے وہ آفیسر نہیں معلوم ہوتے۔"

"جی ہاں، ان کی ڈیوٹی بدل گئی ہے۔ اس وقت میں ڈیوٹی پر ہوں۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ بستر سے اتر کر آہستہ آہستہ دروازے کے پاس آیا۔ پھر اس کی چٹخنی گرا دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک نرس آئی۔ اس نے مسکرا کر سلام کیا۔ میری خیریت پوچھی، پھر

کہا: "آپ منہ ہاتھ دھو کر آرام سے لیٹ جائیں۔ میں آپ کے لیے دوا اور ناشتہ لے کر آتی ہوں۔"

"میں ایک گھنٹے کے بعد ناشتہ کروں گا اور اسی وقت دوا کھاؤں گا۔ اس سے پہلے مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

وہ چلی گئی۔ میں مقصود کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے دفتری کمرے سے نکل کر ٹہلتا ہوا ہسپتال کے برآمدے میں آیا۔ پھر اس برآمدے سے اتر کر باغیچے کی طرف گیا۔ وہاں جا کر اس نے اپنے سر کو جھٹکا۔ پھر تھوڑی دیر بعد واپس اپنے دفتری کمرے میں آگیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اس نے سر جھٹکا کر واسکوڈی کو اشارہ کیا ہے کہ وہ آسکتا ہے۔ فرہاد بیدار ہو گیا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ایک سپاہی واسکوڈی کو لے کر اس کمرے میں آیا اور کہنے لگا: "جناب! یہ گونگا ہے اور کچھ کہہ رہا ہے۔"

واسکوڈی نے ایک کاغذ آفیسر کی طرف بڑھا دیا۔ اس میں لکھا تھا: "میں گونگا ہوں۔ مسٹر فرہاد علی تیمور نے انگلینڈ میں میری بڑی مدد کی تھی۔ ان کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں۔ یہاں آکر مجھے پتہ چلا کہ وہ بیمار ہیں۔ میں ان کی عیادت کے لیے آیا ہوں۔ آپ سے گزارش ہے کہ مجھے ان سے ملنے کی اجازت دی جائے۔"

واسکوڈی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آیا تھا۔ اتنی سی اُمید تھی کہ اگر پکڑا جائے گا تو مقصود کی بیٹی کو یرغمال بنا کر شاید اپنے آپ کو رہا کرا لے۔ ورنہ اسے اپنی جان کی پروا نہیں تھی۔ صرف ایک مقصد تھا۔ چاہے اپنی جان چلی جائے مگر فرہاد ختم ہو جائے۔

دوسرے ہی لمحے مقصود احمد نے اٹھ کر ریوالور نکالتے ہوئے کہا: "واسکوڈی! اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لو اور میرے آدمیوں کو تلاشی لینے دو۔"

واسکوڈی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر دبی زبان سے کہا: "آفیسر! کیا تمہیں اپنی بیٹی سے محبت نہیں ہے؟"

"اُلو کے پٹھے! اس وقت میں کسی بیٹی کا باپ نہیں، فرہاد علی تیمور ہوں۔"

اس نے آفیسر کو تو خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیے۔ پھر بڑے یقین سے کہا: "مجھے زیادہ عرصے حراست میں نہیں رکھ سکو گے اور مجھے مجرم بھی ثابت نہیں کر سکو گے میں دوست بن کر فرہاد علی تیمور سے ملنے آیا تھا۔ مجھے یہاں دشمن سمجھا جا رہا ہے۔"

دو سپاہیوں نے آگے بڑھ کر اس کی تلاشی لی۔ اس کی جیب سے ایک ابنا سا چاقو نکلا۔ میں نے مقصود احمد کی زبان سے پوچھا: "کیا اس چاقو سے دوستی کرنے آئے تھے؟"

"یہ میں اپنی حفاظت کے لیے رکھتا ہوں۔ ویسے کوئی دشمن ایک چاقو سے فرہاد کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ فرہاد صاحب جب چاہیں گے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے زیر کر لیں گے۔"

"فرہاد یہ بھی جانتا ہے کہ تم یوگا کے ماہر ہو۔ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو روک لیتے ہو۔"

"یہ غلط ہے۔ میں یوگا کا ماہر نہیں ہوں۔ فرہاد صاحب جب چاہیں میرے دماغ میں آسکتے ہیں۔ ویسے آفیسر آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ مجھے مجرم سمجھ رہے ہیں تو حراست میں لے لیجیے میں اپنا بچاؤ کر لوں گا۔"

ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا دی۔ اس دوران میں اپنے کمرے سے آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس دفتری کمرے تک پہنچ گیا تھا۔ واسکوڈی نے مجھے دیکھا تو تلملا کر رہ گیا۔ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا میں نے سیکورٹی آفیسر کے اسسٹنٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "مسٹر! آپ کا نام کیا ہے؟"

"مجھے راؤ ارشاد علی کہتے ہیں۔"

میں نے کہا: "مسٹر راؤ! آپ اپنے سیکورٹی آفیسر مسٹر مقصود احمد کو حراست میں لے لیں۔"

اسسٹنٹ آفیسر راؤ ارشاد علی حیرانی سے پوچھا: "جناب! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"جو کہہ رہا ہوں۔ آپ اس پر عمل کریں۔ ورنہ نتیجے کی ذمہ داری آپ پر ہو گی۔"

میں مقصود احمد کے دماغ کو آزاد چھوڑ چکا تھا۔ وہ مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہاں کیا تماشہ ہو چکا ہے اور واسکوڈی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں کیسے لگ گئی ہیں۔ میں نے کہا: "مسٹر مقصود احمد! میں آپ کے حالات سے پوری طرح واقف ہوں۔ واسکوڈی کا ایک ساتھی جینا آپ کے گھر میں تھا۔ اس نے آپ کی بچی کو یرغمال بنایا تھا لیکن اب آپ کی بچی اور بیوی آزاد ہیں۔ آپ ٹیلیفون کر کے معلوم کر لیں۔"

اس نے فوراً ہی ریوالور ہولسٹر میں رکھا اور ریسیور اٹھا کر اپنے گھر کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جب رابطہ قائم ہوا تو اُسے اپنی بیوی کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا: "بیٹی کہاں ہے؟"

اس کی بیوی نے کہا: "خدا کا شکر ہے۔ وہ بدمعاش یہیں اسٹور روم میں بند کر کے چلا گیا تھا۔ ایک انگریز عورت مردوں کے ساتھ آئی تھی۔ اس نے اسٹور روم سے ہمیں آزاد کیا اور سمجھایا ہے کہ جب تک ہماری حفاظت کا انتظام نہ ہو جائے کھڑکی دروازے اندر سے بند رکھیں۔"

مقصود احمد نے کہا: "تمہیں ٹھیک مشورہ دیا گیا ہے۔ میں ابھی تم لوگوں کی حفاظت کے انتظامات کرتا ہوں۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا: "اب ریسیور رکھ دیجیے آپ کی بیوی اور بچی کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔ آپ کے ذمہ جو فرض تھا آپ اُسے نبھا نہیں سکے۔ اپنا ریوالور اپنے اسسٹنٹ کو دے دیجیے اور خود کو حراست میں سمجھیے۔"

مقصود احمد نے میری طرف احمقوں کی طرح دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا آپ نے یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیا ہے؟ کیا آپ نے میری بیٹی کو بچایا ہے؟"

"جی۔ آپ نے تو کسی کو خبر نہیں کی تھی میں نے ہی آپ کے دماغ میں پہنچ کر ساری باتیں معلوم کر لی تھیں۔"

سیکورٹی آفیسر مقصود احمد نے اپنا ریوالور اپنے اسسٹنٹ کو دیتے ہوئے کہا: "بے شک میں نے اپنے فرض کی ادائیگی نہیں کی۔ اپنے فرض پر اپنے بیوی بچوں کی محبت کو ترجیح دی۔ مجھے اس کی سزا ملنا چاہیے۔ میں خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرتا ہوں۔"

میں نے راؤ ارشاد علی سے کہا: "آپ اس کے ساتھی کو راجا غضنفر علی اسٹریٹ کی ایک کوٹھی سے حراست میں لے سکتے ہیں۔"

واسکوڈی میری بات سنتے ہی چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا: "تم کیا سمجھتے ہو، تمہارے روک لینے سے میں تمہارے دماغوں میں پہنچ کر تمہاری پناہ گاہوں تک نہیں پہنچ سکوں گا؟"

واسکوڈی نے دانت پیستے ہوئے کہا: "میں ابھی یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم نے ہمارے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے کس قسم کی تکنیک استعمال کی ہے۔ بہرحال اس وقت میرے دماغ میں پہنچ کر میری بات سن لو۔ میں زبان سے نہیں کہوں گا، تمہارے لیے اس وقت میرے دماغ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "ہاں، کیا کہتے ہو۔ میں موجود ہوں۔"

اس نے کہا: "اس وقت میں غصے اور نفرت کی آگ میں جل رہا ہوں۔ اپنے اندر بڑی سختی سے اپنے انتقامی جذبے کو کچل رہا ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ابھی تم پر جھپٹ پڑوں لیکن عقل سمجھاتی ہے کہ وقت کا انتظار کیا جائے۔ اس وقت تمہارا پلہ بھاری ہے لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں، تمہاری موت میرے ہاتھوں سے ہوگی۔ یہاں مجھ پر کوئی سنگین الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے زیادہ سے زیادہ سال دو سال تک سلاخوں کے پیچھے رہنا ہوگا۔ شاید ایسا بھی نہ ہو۔ اگر اس ملک سے نکال دیا گیا تو میں تمہیں بھی یہاں سے نکلنے پر مجبور کر دوں گا اور تم وہیں پہنچو گے جہاں میں نے تمہاری موت کا انتظام کیا ہے۔"

"کیا تم نے اسی طرح بھونکنے کے لیے اپنے دماغ میں بلایا ہے؟"

"میں یہ چیلنج ان قانون کے محافظوں کے سامنے نہیں کر سکتا اگر ان لوگوں نے میری آواز ریکارڈ کر لی اور گواہ بن گئے تو مجھ پر اور سخت الزامات عائد کیے جائیں گے۔ ناؤ گیٹ آؤٹ!"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر مسکرانے لگا۔ میں جانتا تھا کہ اس طرح وہ اور کتنا تلملائے گا۔ یقیناً وہ تلملا رہا تھا لیکن برداشت کر رہا تھا۔ میں نے راؤ ارشاد علی سے کہا: "آفیسر! اس وقت میں آپ کے دماغ میں پہنچ کر ایک ضروری بات کہہ رہا ہوں۔"

میں آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر میں نے کہا: "میں نے راجا غضنفر علی اسٹریٹ کا پتہ بتایا ہے۔ وہاں ایک کوٹھی ہے۔ جس میں کوئی چوہدری رہتا ہے۔ میں اس کا پورا نام معلوم نہیں کر سکا۔ یہ مجرم لوگ کے ماہر ہیں۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچ کر پوری تفصیلات حاصل نہیں کر سکتا۔ میں اپنے کمرے میں چلا جاؤں تو آپ واسکوڈی سے اگلوانے کی کوشش کریں۔ وہ نہ بتائے تو آپ راجا غضنفر علی اسٹریٹ کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیں۔ وہاں کی کوٹھیوں کے کسی بھی فرد کو باہر جانے کی اجازت نہ دیں۔ تاوقتیکہ جینا آپ لوگوں کی گرفت میں نہ آجائے۔ بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے آخری بار مسکراتے ہوئے واسکوڈی کو دیکھا پھر وہاں سے پلٹ کر ہسپتال کے اندرونی حصے کی طرف جانے لگا۔ ایک کاریڈور سے گزرتے وقت میرے دل نے بے چین ہو کر کہا: "رسونتی کے پاس جانا چاہیے۔ دیکھیں وہ کیا کہتی ہے۔"

میں اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس دروازے پر بھی ایک مسلح سپاہی کھڑا ہوا تھا۔ وہ مجھے پہچانتا تھا۔ اس نے راستہ نہیں روکا۔ میں کمرے میں پہنچا تو وہ ناشتہ کرنے میں مصروف تھی۔ مجھے دیکھا تو رک گئی۔ سوالیہ نظروں سے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگی، میرے سر اور چہرے کے اطراف پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ میرے دائیں ہاتھ پر بھی پٹیاں نظر آرہی تھیں۔ اس نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

اس کے یوں اجنبی بن جانے سے میرے دل پر ایک چوٹ سی لگی۔ میں نے اسے بے بسی سے دیکھا۔ آہ، بیماری کے

بعد وہ اور زیادہ حسین دکھائی دے رہی تھی۔ ایک تو یوں بھی اس کے حسن کا جواب نہیں تھا۔ اس پر اس کی معصومیت، اس کی اجنبیت، اس کا اپنے آپ کو نہ پہچاننا، یہ ایسی باتیں تھیں کہ اس پر بہت زیادہ پیار آ رہا تھا اور پیار کیوں نہ آتا۔ وہ میرے بیٹے کی ماں تھی۔ میری سب کچھ تھی۔

اس نے مجھے خاموش دیکھ کر سخت لہجے میں کہا: "یہاں سے چلے جاؤ۔ میں اپنے قریب کسی اجنبی کو برداشت نہیں کرتی۔ اگر نہیں جاؤ گے تو چیخنا شروع کر دوں گی۔"

میں نے جلدی سے کہا: "تمھارے لیے میں بے شک اجنبی ہوں لیکن تمھاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ تمھارے کسی کام آنا چاہتا ہوں۔"

"تم میرے کیا کام آؤ گے؟"

میں نے ذرا آگے بڑھ کر دھیمی آواز میں کہا: "میں ایک دوسرے کمرے میں مریض کی حیثیت سے پڑا ہوا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا کہ تمھارا نام رسونتی ہے۔ یہاں کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ تم کسی فرہاد کی بیوی ہو اور اس کے بچے کی ماں بھی ہو۔"

وہ دانت پیس کر غصے سے بولی: "یہ جھوٹ ہے۔ میری شادی نہیں ہوئی ہے۔ میں اس دنیا کے کسی بھی انسان سے رشتہ نہیں جوڑ سکتی۔ میں دیوتاؤں کی امانت ہوں۔"

"وہ لوگ یہ بھی کہہ رہے تھے جو ابھی تم کہہ رہی ہو لیکن وہ تمھاری باتوں پر ہنستے ہیں۔ کہتے ہیں بھلا اس دھرتی کی ایک عورت دیوتاؤں سے کس طرح منسوب ہو سکتی ہے۔ اس لیے یہ لوگ تمھاری باتوں سے تمھیں پاگل قرار دے رہے ہیں۔"

وہ بے بسی سے بولی: "میں کیا کروں؟ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کمرے کے باہر ان لوگوں نے پہرہ بٹھا دیا ہے۔ میں یہاں سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتی۔"

میں نے پوچھا: "کیا تم یہاں سے بھاگنا چاہتی ہو؟"

"میرا بس چلے تو ابھی یہاں سے چلی جاؤں۔"

"کیا یہاں تمھارا کوئی رشتہ دار یا جان پہچان والا ہے۔ اگر ہے تو کہو، میں تمھیں وہاں پہنچانے کی کوشش کروں گا۔"

"تم مجھے کیسے پہنچاؤ گے؟ میں نے سنا ہے کہ یہ فوجیوں کا ہسپتال ہے۔ یہاں نہ کوئی اجازت کے بغیر آ سکتا ہے نہ باہر جا سکتا ہے۔"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔ یہ بتاؤ۔ تمھارا کوئی رشتہ دار ہے؟"

"میرے ماتا پتا ہیں۔ میری ایک بہن ہے لیکن وہ اس وقت کہاں ہیں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔"

"کسی اور رشتہ دار کا نام پتہ بتاؤ۔"

"میرے بابا کے ایک شاگرد ہیں۔ ان کا نام راجیش مترا ہے۔"

"ایک راجیش مترا کو تو میں بھی جانتا ہوں۔ ایک صوبائی گورنر کا سیکریٹری ....."

وہ ایک دم خوش ہو کر بولی: "ہاں ہاں، وہی راجیش مترا۔ تم اسے کیسے جانتے ہو جبکہ تم زخمی ہو۔ اتنی دیر سے کھڑے ہوئے ہو۔ کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

میں اس کی مہربانی پر مسکرایا اور قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا: "میں اور راجیش ایک ساتھ کلکتہ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ وہیں سے ہماری دوستی قائم ہوئی۔ اس کا چھوٹا بھائی مہیش اپنی ماتا جی کے ساتھ مانک تلہ میں رہتا ہے۔"

رسونتی کا اضطراب بڑھ گیا۔ اس نے سر کے ہلتے ہوئے بستر کے سرے پر پہنچ کر پوچھا: "کیا تم بھی ہندوستانی ہو؟"

"ہاں، میں ہندوستانی ہوں۔ کہہ تو رہا ہوں کہ کلکتہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہے۔"

"کیا تم ہمارے دھرم کے ہو؟"

میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "میں کمیونسٹ ہوں۔"

اس نے مجھے ذرا گھور کر دیکھا۔ پھر کہا: "کمیونسٹ ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ آدمی بھگوان کو نہ مانے۔"

"بھگوان ہو، خدا ہو، گاڈ ہو۔ جو کچھ بھی کہہ لو۔ دنیا میں کوئی ایک بہت بڑی طاقت تو ہے جس کے ذریعے اس کائنات کا کارخانہ چلتا ہے لیکن میرا دھرم پوچھنا ہی چاہتی ہو تو میرا دھرم انسانیت ہے پہلے میں انسان کو مانتا ہوں اور انسان کے کام آنے کو بڑی عبادت سمجھتا ہوں۔"

"تمھارا نام کیا ہے۔ میں نام سے سمجھ لوں گی۔"

اس وقت فوراً ہی میرے دماغ میں کبیر بیدل کا نام آیا۔ میں نے وہ نام بتا دیا۔ اس نے تعجب سے پوچھا: "بھلا یہ کیا نام ہوا۔ اس سے تو نہ مسلمان ہونے کا پتہ چلتا ہے نہ ہندو ہونے کا۔"

"ہاں، کبیر داس جی کے بارے میں آج تک کوئی یہ نہ جان سکا کہ وہ مسلمان تھے یا ہندو۔ رہ گیا بیدل تو میں شاعر ہوں۔ یہ میرا تخلص ہے۔"

"اپنے ماں باپ کا نام بتاؤ۔ میں ابھی سمجھ لوں گی۔"

"میرے باپ کا نام شیر خان تھا۔ ماں کا نام وملا کماری۔ بھائی کا نام بلونت سنگھ اور بہن کا نام ایلزبتھ تھا۔"

وہ چڑ کر بولی: "لے دے کر تو کیا دنیا کے سارے مذہب تمھارے خاندان میں جمع ہو گئے ہیں؟"

"میں نے کہا نا کہ ہمارا مذہب انسانیت ہے میرے والدین اور میرے خاندان والے سب انسانیت کو ترجیح دیتے تھے۔

اس مذہب کا ایک فائدہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں کی کوئی لڑکی کسی دیوتا سے منسوب نہیں ہوتی۔ وہ انسان ہوتی ہے اور انسانیت سے ہی منسوب ہو کر رہتی ہے۔"

اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر کہا: "میں مخواہ تمھارے نام اور تمھارے دھرم سے دلچسپی لینے بیٹھ گئی۔ تم میرے کام کی بات کرو۔ کیا مجھے راجیش یا مہیش تک پہنچا سکتے ہو؟"

"کوشش کروں تو یہ کام کوئی مشکل نہیں ہے۔ لیکن راجیش اور مہیش برما کے شہر رنگون میں رہتے ہیں۔"

"وہ کہیں بھی رہتے ہوں۔ مجھے ان کے پاس کسی طرح پہنچا دو۔ بھگوان تمھارا بھلا کرے گا۔"

"تم پھر میرے سلسلے میں بھگوان کا نام لے رہی ہو۔ یہ کہو کہ انسانیت کے ناتے میں تمھارے کام آ رہا ہوں۔ تم بھی میرے کام آؤ گی۔"

"ہاں ہاں ضرور۔ میں بھی تمھارے آڑے وقت میں کام آؤں گی۔"

"میں اس ہسپتال میں ایک زخمی قیدی کی حیثیت سے زیر علاج ہوں۔ مجھ پر مقدمہ چل رہا ہے لیکن میرے خاص آدمی ہسپتال کے باہر موجود رہتے ہیں۔ وہ مجھے یہاں سے کسی وقت بھی نکال کر لے جا سکتے ہیں لیکن میں پہلے تمھیں یہاں سے نکال کر رنگون پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ میں مرد ہوں۔ اپنے لیے بعد میں راستہ بنا لوں گا۔"

وہ مجھے احسان مندی سے دیکھتے ہوئے بولی: "تم کتنے دلیر اور کتنے انسان دوست ہو۔ میں مانتی ہوں کہ انسانیت بہت بڑا دھرم ہے۔"

میں نے پوچھا: "اگر میں بھی یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جاؤں اور تمھارے پاس کبھی رنگون پہنچوں تو کیا مجھے اپنے گھر میں پناہ دو گی؟"

"ضرور۔ جب تک تمھارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہو گا۔ اس وقت تک اپنے ہاں تمھیں جگہ دوں گی۔"

"پھر تو ٹھیک ہے میں آج ہی اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کر کے کہوں گا کہ وہ فرہاد علی تیمور کے مکان میں ڈاکہ ڈالیں۔ وہ لوگ کہہ رہے تھے کہ رسونتی کا ایک بین الاقوامی پاسپورٹ ہے۔ وہ پاسپورٹ ہاتھ لگ جائے گا تو اس کے ذریعے تم برما پہنچ سکتی ہو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا سچ مچ میرا کوئی پاسپورٹ ہو سکتا ہے؟"

"ہاں، ایک آفیسر کہہ رہا تھا مسز رسونتی فرہاد علی تیمور کے نام سے تمھارا پاسپورٹ ہے۔"

اس نے اپنے ہاتھ سے سر کو تھام کر کہا: "اوہ پتہ نہیں، میرے ساتھ کیا فراڈ ہو رہا ہے۔ کیسے ان لوگوں نے یہ پاسپورٹ بنا لیا ہے۔"

"کیا تمھیں کچھ یاد نہیں آ رہا ہے کہ اس ہسپتال میں آنے سے پہلے تم کہاں تھیں؟ تمھارے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہو گا۔ میں پچھلی باتیں یاد نہیں کر سکتی۔ بس مجھے اپنے لوگ یاد ہیں۔"

"تمھیں پچھلی باتیں یاد نہیں ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تم نے فرہاد علی تیمور سے شادی کی ہو۔ اس کی بیوی بن کر پاسپورٹ بنوایا ہو۔ اس کے ساتھ سفر کر کے پاکستان آئی ہو۔ اگر وہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ تم فرہاد علی تیمور کی شریک حیات ہو تو....."

وہ غصے سے بولی: "بس بس چپ رہو۔ میں کسی کی بیوی نہیں ہوں۔ میں ایک کنواری لڑکی ہوں۔ مجھ سے ایسی باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔ صرف کام کی باتیں کرو۔"

میں نے اس کے پاس سے اٹھتے ہوئے کہا: "میں جلد ہی ہوں۔ میرے آدمی آج رات کو فرہاد کے مکان میں ڈاکہ ڈالیں گے اور تمھارے مطلب کی ہر چیز تلاش کر لائیں گے۔ جن کے ذریعہ یہاں سے بھاگنے میں آسانی ہو۔ بہرحال میں دیکھتا ہوں کہ تمھارے لیے کیا ہو سکتا ہے۔"

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے تک آیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں تمھاری مدد کیوں کر رہا ہوں؟"

"تمھارا مذہب انسانیت ہے نا۔ انسانیت کے ناتے مدد کر رہے ہو۔"

"یہ درست ہے لیکن اس کے علاوہ بھی ایک بات ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تم اپنے آپ کو دیوتاؤں سے منسوب کر رہی ہو یہ تمھاری مرضی ہے لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تم بے حد حسین ہو۔ ایسا حسن میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی میں پلٹ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ دروازے کو بند کر دیا۔ وہاں کھڑے ہو کر اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ غصے سے سوچ رہی تھی: "اس آدمی کی ہمت کیسے ہوئی؟ اس نے میری خوبصورتی کی تعریف کیوں کی؟ میں کسی انسان کے منہ سے اپنی تعریف سن نہیں سکتی۔ میرے گرو دیو سمجھایا کرتے تھے۔ عورت صرف تعریف کے ہتھیار سے ماری جاتی ہے اس لیے کبھی کسی کی زبان سے تعریف سن کر خوش فہمی میں مبتلا نہ ہونا۔ تمھاری سب سے بڑی تعریف یہ ہے کہ تم دیوتاؤں کی امانت ہو اور دیوتاؤں نے تمھیں اپنے لیے پسند کیا ہے۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ایک نرس اس کے کمرے

کے اندر جانا چاہتی تھی۔ میں نے اُسے روک کر کہا: "اگر رسونتی میرے متعلق پوچھے تو کہنا۔ میرا نام کبیر بیدل ہے اور میں ایک زخمی قیدی ہوں۔ مجھ پر مقدمہ چل رہا ہے۔"

پھر میں نے پلٹ کر سپاہی سے پوچھا: "تم نے بھی سُن لیا ہے نا؟"

"یس سر! میں یاد رکھوں گا۔"

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا سیکوریٹی آفیسر کے کمرے میں آیا۔ راؤ ارشاد علی مجھے دیکھتے ہی اٹھ کر بولا: "واسکوڈی کو یہاں کے لاک اَپ میں رکھا گیا ہے۔ اس نے توقع کے خلاف ہمیں اس چوہدری کی کوٹھی کا نمبر بتا دیا ہے۔ جہاں اس کا ساتھی جینیا چھپا ہوا ہے۔ ہمارے آدمی اس کوٹھی کو گھیرنے کے لیے گئے ہیں۔"

میں نے کہا: "واسکوڈی بہت چالاک ہے۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے نہ بتانے کے باوجود جینیا ہمارے ہاتھوں سے نہیں بچے گا۔ بہرحال میں ابھی رسونتی کے کمرے میں گیا تھا۔ میں نے اُسے بتایا ہے کہ میرا نام کبیر بیدل ہے۔ آپ لوگ بھی اسے یاد رکھیں۔ اسے یہ نہ معلوم ہو کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

ان لوگوں کو اچھی طرح سمجھانے کے بعد میں اپنے کمرے میں واپس آیا۔ جب منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ کرنے کے لیے بیٹھا تو دن کے نو بج رہے تھے۔ میں نے پہلے سعید صاحب سے رابطہ قائم کر کے کہا: "آپ رسونتی کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار رکھیں۔ اس کے علاوہ جاوید کا بھی بین الاقوامی پاسپورٹ تیار رہنا چاہیے۔ آپ کی شادی کے بعد میں جاوید کو لے کر رنگون جاؤں گا۔"

"تمہارا سارا کام ہو جائے گا۔ ابھی میں نے یہ خوشخبری سنی ہے کہ واسکوڈی گرفتار ہو گیا ہے اور اس کا ساتھی بھی گرفتار ہونے والا ہے۔"

"آپ نے درست سُنا ہے۔"

"فرہاد! تمہاری ٹیلی پیتھی کا جواب نہیں ہے۔ زخمی حالت میں بستر پر پڑے ہی پڑے بھرموں تک پہنچ گئے۔ واقعی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جتنے خطرناک قسم کے بین الاقوامی مجرم ہیں وہ سب تمہارے نام سے تھرّاتے ہوں گے۔"

"آپ مجھے تعریف کی رشوت نہ دیں۔ میں آپ کی دلمن کے پاس سے ہو کر آ رہا ہوں۔"

"کیا واقعی؟"

"جی ہاں، بے چاری شرما رہی تھی۔ مجھ سے کہنے لگی۔ بھائی جان میرے دفتر سے چلے جائیے۔"

"اس نے ایسا کیوں کہا؟"

"ظاہر ہے۔ آپ کے بارے میں پتہ نہیں کیا کچھ سوچ رہی ہو گی۔ دنیا کی کوئی عورت اپنے چور خیالات میں کسی کو شریک نہیں کرتی۔"

وہ ہنسنے لگے۔ میں ان کے پاس سے واپس آ کر ناشتہ کر چکا تھا۔ نرس نے میری طرف چائے کی پیالی بڑھائی۔ پھر مسکراتے ہوئے بولی: "چائے پینے کے پندرہ منٹ کے بعد دوا کھلانے کے لیے آؤں گی۔ پلیز اس وقت تک آپ ٹیلی پیتھی کے چکر میں نہ رہیں اور اگر رہیں تو مجھے مداخلت کی اجازت دیں۔"

"تم جب چاہو آ سکتی ہو۔"

وہ تمام برتن سمیٹ کر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ پر دستک دی۔ دروازہ کھل گیا۔ میں نے کہا۔

"ایک خوشخبری سناؤں؟"

"کیا خوشخبری بھی پوچھ کر سنائی جاتی ہے؟"

"پوچھا اس لیے جاتا ہے کہ سننے والے کے دل میں تجسس پیدا ہو۔"

"بائی گاڈ، تجسس پیدا ہو رہا ہے۔ جلدی سناؤ۔ کیا بات ہے؟"

"وہ دونوں قاتل واسکوڈی اور جینیا گرفتار ہو چکے ہیں۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا: "سچ؟"

"واسکوڈی تو میرے سامنے ہی گرفتار ہوا ہے اور جینیا بھی شاید گرفتار ہو چکا ہے۔"

پھر میں نے اُسے بتایا کہ میں کس طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ان قاتلوں تک پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا: "کیا اب تم مطمئن ہو کر بیٹھے ہو؟"

"ابھی اطمینان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں ابھی طرح سمجھتا ہوں۔ اب قاتلوں کی تیسری ٹولی مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرے گی۔ اس تیسری ٹولی میں بھی دو قاتل ہوں گے۔ ویسے اب وہ بہت سنبھل کر میرے قریب آنے کی کوشش کریں گے۔ ایک تو براؤن اور سوڈی کا انجام ان کے سامنے ہو گا۔ دوسرے واسکوڈی اور جینیا کی گرفتاری انہیں اور محتاط رہنا سکھائے گی۔"

"میری دعا ہے کہ میرے پہنچنے تک وہ تیسری ٹولی والے حملہ نہ کریں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اس کے دماغ سے سنا۔ طیارے کے اندر اعلان کیا جا رہا تھا کہ وہ پاکستان کی حدود میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور اب تھوڑی دیر کے بعد طیارہ چکر لگا کے ہوائی اڈے پر اترے گا۔ میں نے پوچھا: "تم اپنے اصلی روپ میں ہو یا میک اَپ میں؟"

"میں اصلی روپ میں ہوں۔ اپنی وغیرہ مجھے پہچان لیں گے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر اپنے کے پاس آیا۔ اسے بتایا کہ

اعلیٰ بی بی اس طیارے میں موجود ہیں جو ابھی یہاں پہنچنے والا ہے۔ پھر میں سعید صاحب کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتہ چلا۔ وہ میرے پاس پہنچ چکے ہیں۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا: "کیا بہت ضروری خیال خوانی ہو رہی تھی؟"

"جی نہیں، میں آپ ہی کے پاس پہنچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو بتاؤں گا کہ اعلیٰ بی بی سے آپ کی ملاقات کہاں ہو سکتی ہے۔ آپ ان سے تمام معاملات طے کر لیں کہ وہ لوگ کس طرح ڈاکٹر لیڈی ڈاکٹر، نرس اور وارڈ بوائے کے روپ میں یہاں آئیں گے اور اس کے بعد سیکوریٹی آفیسر اور دوسرے مسلح سپاہیوں کو یہاں سے ہٹا دیا جائے گا۔"

"یہ تو بعد کی بات ہے۔ یہ بتاؤ۔ کیا تم نے رسونتی بھابی کو اپنا نام کبیر بیدل بتایا ہے؟"

"جی ہاں۔"

"تم یہ کیا چال چل رہے ہو؟"

"رسونتی کا نفسیاتی علاج جاری رکھنے کے لیے اسے اس کے ماحول میں واپس بھیجنا ہے۔ جب وہ رنگون جائے گی تو میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ وہ میری ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ وہ یہاں سے نکلے گی تو بہودی اس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ اعلیٰ بی بی کے تمام چور اس کے آس پاس موجود رہیں گے اس کے باوجود مجھے اطمینان نہیں ہو گا۔ میں اس کے قریب رہوں گا۔"

"کیا کبیر بیدل بن کر قریب رہو گے؟"

"فرہاد علی تیمور کو وہ تسلیم نہیں کرتی ہے۔ میں کبیر بیدل بن کر اس کا دل جیتنے کی کوشش کروں گا۔ جب میں اسے یہاں سے نکال کر لے جاؤں گا۔ اس کی مدد کروں گا تو وہ مجھ سے متاثر ہو گی اور مجھے رنگون میں اپنے ہاں پناہ دے گی۔ دوسرے لفظوں میں مجھے اس کے قریب رہنے کا موقع ملے گا۔"

"خدا تم پر رحم کرے۔ تم کہاں کہاں ٹھوکریں کھاتے ہو گے؟ کب تک کھاتے رہو گے؟"

"میں تقدیر کا پوری طرح قائل ہوں۔ میں نے بارہا پُرامن، پُرسکون زندگی گزارنے کے ارادے کیے۔ دشمنوں سے دور بھاگنے کی کوشش کی لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ اب تک میرے ساتھ کیا ہوتا آیا ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو، میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے موجودہ سیکوریٹی آفیسر راؤ ارشاد علی نے کہا: "جناب! گڑبڑ ہو گئی۔ ہم نے واسکوڈی کے بتائے ہوئے کوٹھی نمبر کا محاصرہ کیا تھا۔ اس کوٹھی کے مالک کا نام چوہدری برکت علی ہے لیکن وہاں کوئی اجنبی نہیں ملا۔ اس کوٹھی کے ایک ایک کمرے کو ایک ایک کونے کو دیکھا گیا ہے۔ دیواروں اور فرش کو بجا کر محسوس کیا گیا ہے کہ کوئی چور دروازہ یا تہہ خانہ تو نہیں لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا ان لوگوں نے آس پاس کی کوٹھیوں والوں سے کچھ دریافت کیا تھا؟"

"جب کچھ حاصل نہ ہوا تو سامنے والی کوٹھی میں جا کر پوچھا گیا۔ اس کوٹھی کے مالک کا نام چوہدری بدیع الزماں ہے۔"

یہ سن کر میں چونک گیا۔ میں نے کہا: "جب آپ لوگوں نے چوہدری برکت علی کی کوٹھی کا محاصرہ کیا تو سامنے والی کوٹھیوں کے مکینوں نے یہ دیکھا ہو گا۔ اُدھر بھی چوہدری، اِدھر بھی چوہدری۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ واسکوڈی نے آپ لوگوں کو بھٹکانے کے لیے چوہدری بدیع الزمان کا پتہ بتانے کے بجائے اس کے سامنے والی کوٹھی کا پتہ بتایا۔ جب اُدھر والوں نے خطرہ دیکھا تو اِدھر سے جینیا فرار ہو گیا۔"

"جناب! معلوم تو یہی ہوتا ہے۔ کمبخت واسکوڈی نے ہمیں بے وقوف بنایا ہے۔ میں ابھی اس سے نمٹ لیتا ہوں۔"

"فضول ہے۔ زیادہ سے زیادہ آپ لوگ اس پر خفیہ تشدد کر سکتے ہیں مگر فرار ہونے والے مجرم کو گرفتار نہیں کر سکتے۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

میں نے ریسیور رکھ کر سعید صاحب کو بتایا کہ جینیا فرار ہو گیا ہے۔ وہ میری بات سن کر بولے: "یہ تمہارے دشمن بہت ہی چالاک، مکار اور سفاک قسم کے قاتل ہیں۔ ان سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ واسکوڈی کے اعتراف کتنا سخت پہرہ لگایا گیا ہے۔ اسے کس لاک اَپ میں رکھا گیا ہے۔"

وہ کمرے کے باہر چلے گئے۔ اعلیٰ بی بی پاکستان پہنچ گئی تھی اس وقت ایک کار کی پچھلی سیٹ پر اپنی فاسٹر کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اگلی سیٹ پر دو چور تھے جن میں سے ایک ڈرائیو کر رہا تھا۔ ان چوروں نے اپنی اعلیٰ بی بی کے شایانِ شان کسی جگہ رہائش کا انتظام پہلے ہی کر لیا تھا۔ میں نے کہا: "تم اپنی رہائش گاہ پر پہنچ کر آرام کرو۔ میں سعید صاحب کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔ وہاں تم لوگ آپس میں طے کر لینا کہ میرے آس پاس رہنے کا طریقہ کار کیا ہو گا۔"

میں نے اس سے رخصت ہو کر سوا آدھے گھنٹے کے بعد سعید صاحب سے رابطہ قائم کیا اور انہیں اعلیٰ بی بی سے ملاقات کے لیے کہوں گا۔ مجھے یہاں سے فرصت ملی تو میں راجیش کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا: "بھائی جی! ہماری طرف سے انتظامات ہو گئے ہیں۔ میں کل ماتا جی اور ہیش کو لے کر رنگون چلا جاؤں گا۔ وہاں

میں نے اپنے ایک دوست کو اطلاع دی ہے۔ اس نے ہمارے لیے ایک پگوڈا نما بنگلہ کرائے پر حاصل کیا ہے۔ اس بنگلے کا نمبر دو سو تیس ہے۔ یہ شوڈاگون پوائنٹ کی ایک کراس اسٹریٹ میں ہے۔ اگر آپ رنگون گئے ہوں تو سمجھ گئے ہوں گے شوڈاگون برما کا سب سے بڑا اور سب سے بلند پگوڈا ہے۔ اس کی بلندی پچاس سونے کے پتر چمکتے ہیں اور میلوں دور سے نظر آتے ہیں۔"

"ہاں مجھے یاد آگیا۔ اس شوڈاگون پگوڈا کے اطراف میں مہاتما بدھ کے کئی مذہبی پیرو آباد ہیں لیکن پگوڈا اور مندر کے ماحول میں فرق ہوتا ہے۔"

"ہم نے جہاں وہ پگوڈا نما بنگلہ حاصل کیا ہے۔ اس کراس اسٹریٹ سے پرے ہندوؤں کی آبادی ہے۔ وہاں ایک بڑا مندر بھی ہے۔"

میں اس سے باتیں کرنے کے بعد اس چور کے پاس پہنچا جو کلکتہ میں تھا اور جس کے ذریعے میں نے مہیش سے، پھر عبیش سے رابطہ قائم کیا تھا۔ میں نے اُسے پگوڈا نما بنگلے کا نمبر اور پتہ بتایا اور اس سے کہا: "تم اپنے تمام چور ساتھیوں کو یہ پتہ بتاؤ۔ وہاں کل تک پہنچنے کی کوشش کرو اور سونتی کے آس پاس رہنے کا ٹھکانا بنا لو۔"

میں نے اُسے ہدایت دے کر اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ اسے بھی رنگون کا وہ پتہ بتا دیا۔ پھر اطلاع دی کہ اس کے بھارتی چور کل تک شاید رنگون پہنچ جائیں گے۔ اس نے کہا: "جب رسونتی یہاں سے روانہ ہوگی تو تمہارے بھی ایک دو چور اس کے ساتھ سائے کی طرح لگے رہیں گے۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں دماغی طور پر ہسپتال کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نے تقریباً ایک گھنٹے بعد سعید صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت وہ اپنے دفتری کمرے میں اِدھر سے اُدھر پریشانی کی حالت میں ٹہل رہے تھے۔ اس کمرے میں چار اور آفیسر بیٹھے ہوئے اپنی اپنی جگہ سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ میں نے انھیں مخاطب نہیں کیا۔ چپ چاپ ان کی سوچ پڑھنے لگا۔

ان کی سوچ نے بتایا۔ اعلیٰ حکام کی طرف سے یہ جواب طلب کیا گیا ہے کہ فریاد اور رسونتی کی پاکستان میں اہمیت کیا ہے؟ یقیناً وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ یہ پچھلے دونوں فریاد اور سونیا نے کتنے ہی ملک دشمن ایجنٹوں کو گرفتار کرایا ہے لیکن سونیا یہاں سے استعفیٰ دے کر جا چکی ہے اور فریاد کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں ہے اور جب نہیں ہے تو اسے اور رسونتی کو فوجی ہسپتال کے وی آئی پی روم میں کیوں رکھا گیا ہے۔ ان کے لیے سیکریٹری آفیسر اور اس کے مسلح ماتحتوں کی ایک ٹیم کو پہرے دار رکھا کر وہاں کیوں بٹھا دیا گیا ہے؟

سعید صاحب نے جواب دیا تھا: "بے شک سونیا استعفیٰ دے کر جا چکی ہے اور فریاد کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں ہے لیکن فریاد، سونیا اور رسونتی بین الاقوامی سطح پر اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ اس کرۂ ارض کی بڑی بڑی خطرناک تنظیمیں ان سے دہشت زدہ رہتی ہیں۔ بڑے بڑے ممالک ان کی راہوں میں حائل نہیں ہوتے۔ دوستانہ انداز میں ان کے لیے سہولتیں فراہم کرتے ہیں پھر ہمارے ملک کو کیا اعتراض ہے۔ ہمیں تو اس پر فخر کرنا چاہیے۔"

وہاں بیٹھے ہوئے ایک آفیسر نے کہا: "سعید صاحب! آپ جانتے ہیں کہ ہم فریاد اور سونیا کی کتنی عزت کرتے ہیں۔ ان پر فخر بھی کرتے ہیں لیکن ان کے یہاں رہنے سے ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ فریاد صاحب اور مادام سونیا سے ایک بڑا ملک خوش ہے تو دوسرا بڑا ملک مخالفت کرتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ پاکستان کی پالیسی کی بنیاد دوستی ہے۔ ہم دنیا کے صرف بڑے ممالک کو ہی نہیں بلکہ ترقی پذیر ممالک اور پسماندہ ممالک کو بھی اپنا دوست بنا کر رکھتے ہیں۔ کسی سے کوئی مخالفت مول لینا نہیں چاہتے۔ کسی کو کوئی شکایت ہوتی ہے تو ہم اس شکایت کو رفع کرنے کی آخری حد تک کوشش کرتے ہیں۔ آج بھی یہی صورتِ حال ہے۔ سعید صاحب! دنیا کے دو بڑے ملک اسرائیلی حکومت کی طرف سے اس بات کی ضمانت دے رہے ہیں کہ ہمارے ملک کے اندر کوئی یہودی تخریبی کارروائی نہیں کرے گا۔ اسرائیلی حکومت پاکستان کے اندرونی اور بیرونی معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں رکھے گی۔ کوئی مخالفانہ رویہ اختیار نہیں کرے گی۔ شرط یہ ہے کہ فریاد کو اس ملک سے نکال دیا جائے۔"

سعید صاحب نے ایک دم سے چونک کر کہا: "کیا کہا؟ کیا کہہ کے کہہ دینے سے ایک دوست کو اپنے ملک سے نکال دیا جائے؟"

"وہ لوگ ٹھوس بنیاد پر ایسا کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے مسٹر فریاد پر الزام عائد کیا ہے کہ انھوں نے اسرائیلی حکومت کی ایک اہم ہستی کو اغوا کیا ہے اور اسے لے کر پاکستان چلے گئے ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"یہ سچ ہے۔ اسرائیلی حکومت کی وہ اہم ہستی ہے مادام رسونتی۔ ان کا دعویٰ ہے کہ رسونتی کا تعلق "اس کا رابطہ" اس کی دوستی اسرائیل سے ہے۔ فریاد سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر وہ اس کی بیوی ہے تو وہ دنیا کے کسی مذہب کے مطابق نکاح یا دنیا کی کسی عدالت سے حاصل کیا ہوا میرج کا سرٹیفکیٹ پیش نہیں کر سکتا۔"

میں ان کی باتیں سن کر چونک گیا۔ ان کمبخت یہودیوں نے میرے خلاف کتنی زبردست چال کا آغاز کیا تھا۔ آخر انھیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ میرے اور رسونتی کے پاس نکاح کا سرٹیفکیٹ نہیں ہے؟

پھر میرے دماغ نے جواب دیا۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ رسونتی نے جب ان یہودیوں سے دوستی کی تھی تو اُن لوگوں نے یقیناً اسے بھلا پھسلا کر ہمارے متعلق بہت سی معلومات حاصل کی ہوں گی۔ ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی جو اب ان کے کام آ رہی تھی۔

اُدھر بے چارے سعید صاحب ان باتوں کو نہیں جانتے تھے۔ انھوں نے دعوے سے کہا: "میں فریاد سے ابھی جا کر ملوں گا اور ان کا نکاح نامہ لا کر پیش کر دوں گا۔"

میں نے انھیں مخاطب کیا: "سعید صاحب! ہمارے پاس کوئی نکاح نامہ نہیں ہے۔"

وہ چونک کر بولے: "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم نے رسونتی بھابی سے باقاعدہ نکاح نہیں پڑھایا ہے؟"

"سعید صاحب۔ آپ کے اس سوال کا جواب دینے کے لیے یا مجھے دنیا والوں کی عدالت میں حاضر ہونے کے لیے اس بات کو ایک انسانی مسئلہ بنا کر پیش کرنا ہوگا۔"

میں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا: "دنیا کے تمام مذاہب نے مرد اور عورت کے جذبات کو تہذیب کے دھاگے پر پہنے کے لیے نکاح کی پابندی عائد کی لیکن جہاں انسانی آبادی نہ ہو۔ ایک جوان مرد اور ایک جوان عورت کسی جزیرے میں آ کر پھنس گئے ہوں۔ سمندر پار نہ کر سکتے ہوں یا کسی جنگل کی بھول بھلیوں میں گم ہو گئے ہوں۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگ گئی ہوں۔ وہ سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ایک دوسرے سے الگ نہ ہو سکتے ہوں۔ کرنے کا کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔ کیا ایسے وقت مذہبی یا دنیاوی عدالت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ خدا کو حاضر و ناظر جان کر انسان محبت کے رشتہ میں منسلک ہو جائے؟

اللہ تعالیٰ کو کسی نے نہیں دیکھا لیکن جب بھی کوئی اہم بات ہوتی ہے۔ کوئی اہم قسم ہوتی ہے۔ کوئی اہم رشتہ قائم ہوتا ہے تو ہر جگہ خدا کو حاضر و ناظر جان کر ہی ان مراحل سے گزرا جاتا ہے۔ بات جھوٹی ہو یا سچی، دنیا کی ہر عدالت یہ اقرار کرانا ضروری سمجھتی ہے کہ خدا حاضر ہے اور ناظر ہے۔ جب عدالت اس بات کو تسلیم کرتی ہے تو پھر ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر دوسرے کو عمر بھر ساتھی اور شریکِ حیات کی حیثیت سے قبول کیا اور ہم جانتے ہیں کہ خداوند کریم کے سامنے ہماری شادی جائز ہے۔"

سعید صاحب نے پریشان ہو کر کہا: "آپ کے دلائل اپنی جگہ مستحکم ہیں۔ جن مخصوص حالات میں آپ دونوں نے ایک دوسرے کو تسلیم کر لیا اُسے یقیناً ایک انسانی مسئلہ بنا کر عدالتوں میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ فیصلہ جو کچھ بھی ہو لیکن موجودہ حالات میں آپ بُری طرح مارے گئے کیونکہ رسونتی کی یادداشت گم ہو چکی ہے۔ وہ اس بات کی گواہی نہیں دے گی کہ آپ نے اس کے ساتھ شادی کی ہے۔ وہ تو آپ کو پہچاننے سے ہی انکار کر رہی ہے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ یہودیوں کی مکاری کا دوسرا پہلو یہ تھا۔ رسونتی ابھی یہ سمجھ رہی تھی کہ فریاد علی تیمور زبردستی اس کا شوہر بن رہا ہے اور اُسے اپنے ساتھ پاکستان میں لکھے ہوئے ہے۔ وہ مجھ سے کترا کر یہاں سے فرار ہونا چاہتی تھی۔ ایسے میں اُسے یہودیوں کی حمایت حاصل ہوتی اور یہودی اسے یقین دلاتے کہ ہندوستان کے یا مندروں کے پرانے ماحول میں پہنچا دیا جائے گا تو وہ ان کی حمایت میں بولتی۔ میں تو بُری طرح پھنس رہا تھا۔ رسونتی جو میری شریکِ حیات تھی۔ میرے بچے کی ماں تھی۔ افسوس وہی دشمن بن رہی تھی اور دشمن بن کر بھی وہ بے چاری تھی۔ معصوم تھی۔ میں غصہ بھی نہیں دکھا سکتا تھا کیسی مجبوری تھی۔

میں نے سعید صاحب سے کہا: "آپ ان سے ذرا یہ پوچھیے کہ رسونتی کی شادی مجھ سے نہیں ہوئی تو اس کا بچہ کہاں سے آیا؟"

سعید صاحب نے پوچھا: "تمھارا اور رسونتی کا بیٹا پارس کہاں ہے۔ یہاں جو پارس ہے ہم نے اس کے سلسلے میں اعتراف کر لیا ہے کہ وہ تمھارا بیٹا نہیں ہے۔ یا پا جو جو چاہے تو اپنے سفارتخانے والوں کی ضمانت حاصل کر کے اس بچے کو لے جا سکتا ہے۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا: "واقعی، یہ لوگ زبردست چال چل رہے ہیں۔ اگر میں اپنے اصل بیٹے پارس کو بھی کسی عدالت میں پیش کروں تو فائدہ کیا ہوگا جبکہ رسونتی اسے اپنا بیٹا ہی تسلیم نہیں کرے گی۔ بلکہ وہ یہاں سے نکل بھاگنے اور اپنے ملک تک پہنچنے کے لیے یہودیوں کی مرضی کے مطابق بیان دے گی۔"

سعید صاحب نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد ان افسران سے کہا: "اگر یہ ثابت ہو جائے کہ فریاد نے رسونتی کو اغوا کیا ہے اور اسے یہودیوں سے چھین کر لایا ہے تو پھر صورتِ حال کیا ہوگی؟"

"یہی کہ ایک طرف فریاد ان کا مجرم ہے دوسری طرف کسی کو بھگا کر ہمارے ملک میں لے آیا ہے۔ اسرائیلی حکومت کا مطالبہ ہے کہ رسونتی اور فریاد کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ ہماری حکومت

کا فیصلہ ہے کہ ہم اس طرح ان کا مطالبہ تسلیم نہیں کریں گے البتہ فرہاد صاحب سے درخواست کریں گے کہ مادام رسونتی کو اُن کے حوالے کردیں۔ اگر وہ راضی نہ ہوں تو رسونتی کو لے کر ملک سے باہر چلے جائیں۔"

"فرہاد ابھی مجبور ہے۔ رسونتی کی یادداشت گم ہو جانے کے باعث اُسے گواہ بنا کر پیش نہیں کر سکتا البتہ ہم یہاں بے دماغی امراض کے ماہرین سے اور ڈاکٹروں سے رسونتی کی یادداشت گم ہونے کی تصدیق کرا سکتے ہیں۔"

"سعید صاحب آپ درست فرما رہے ہیں۔ اس طرح عارضی طور پر فرہاد صاحب پر جرم ثابت نہیں ہوتا لیکن جب تک رسونتی کی یادداشت واپس نہ آئے اور وہ فرہاد کی حمایت میں یا مخالفت میں بیان نہ دے اس وقت تک فرہاد صاحب ملک بدر رہیں گے اگر وہ بے قصور ثابت ہوں گے تو پھر انھیں پاکستان آنے کی اجازت دے دی جائے گی۔"

دوسرے آفیسر نے کہا۔ "فرہاد صاحب کو صرف آپ ہی نہیں، ہم بھی اپنا سمجھتے ہیں لیکن ہماری مجبوری سمجھیے ان یہودیوں نے کتنی زبردست چال چلی ہے اور کتنا بڑا الزام عائد کیا ہے۔ یقیناً وہ بڑے مکار ہیں۔ وہ رسونتی کی موجودہ پوزیشن کو سمجھتے ہیں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ کسی طرح فرہاد صاحب کو اس ملک سے باہر کسی ملک میں پہنچا کر انھیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔"

میں نے کہا۔ "سعید صاحب! حکومت نے جو فیصلہ کیا ہے اس کی بنیاد مجھ سے کوئی دشمنی نہیں ہے بلکہ وہ الزامات ہیں جو مجھ پر عائد کیے گئے ہیں۔ میرا فرض ہے کہ میں اپنی حکومت کے سامنے خود کو بے قصور ثابت کروں۔"

سعید صاحب نے میری بات سننے کے بعد ان افسران سے کہا۔ "ہماری حکومت کا یہ فیصلہ اس حد تک اچھا ہے کہ فرہاد اور رسونتی بھابی کو یہودیوں کے حوالے نہیں کیا جائے گا لیکن سزا کی مدت مختصر ہونی چاہیے۔ ملک بدر کس طرح کیا جائے گا؟"

ایک نے کہا۔ "ابھی ہم سب مسٹر فرہاد سے ملاقات کریں گے اور انھیں کہیں گے کہ وہ چوبیس گھنٹے کے اندر اس ملک سے باہر چلے جائیں۔ اگر وہ یہاں سے رخصت ہونے کے فوری انتظامات نہ کر سکیں تو ہم کرا دیں گے۔ وہ جس ملک میں جانا چاہیں گے وہاں انھیں پہنچا دیا جائے گا۔"

سعید صاحب شکست خوردہ انداز میں ایک کرسی میں پر بیٹھ گئے۔ ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر کہا۔ "فرہاد! یہ کیا ہو گیا تم میری شادی میں بھی شریک نہیں ہو سکو گے۔"

"یہ آپ کے نہیں، میرے مقدر کی خرابی ہے۔ میں ہر ایک کے دکھ میں بڑی آسانی سے شریک ہو جاتا ہوں۔ آڑے وقت میں کام آجاتا ہوں لیکن کسی کی خوشی میں شریک ہونے کا موقع آئے تو بدنصیبی یہی رنگ لاتی ہے۔ اور تو اور میں خود اپنی خوشی میں شریک نہیں ہو سکتا۔ آپ نے پچھلے دنوں دیکھا ہی ہے۔ سونیا سے شادی کی خوشی ملتی وہ کیا ہو گئی؟ آپ مایوس نہ ہوں۔ آپ کی شادی میں، میں جسمانی طور پر تو حاضر نہیں ہوں گا مگر دماغی طور پر ضرور ہوں گا۔"

"میں شاہینہ کے متعلق بھی سوچ رہا ہوں۔ اس کے دل کو بہت صدمہ پہنچے گا۔"

میں سعید صاحب سے رخصت ہو کر شاہینہ کے کمرے کی طرف صاحب کے پاس پہنچا۔ اُن سے کہا۔ "میں صرف ایک دن کے لیے اسلام آباد آیا ہوں۔ آپ پوری فیملی کے ساتھ مجھ سے ملنے آسکتے ہوں تو آجائیں۔"

"بیٹے! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ تم آؤ اور ہم تم سے ملاقات نہ کریں۔ میں ابھی سب کو یہ خوشخبری سناتا ہوں۔"

ان سے پہلے میں نے شاہینہ کے پاس پہنچ کر یہ خوشخبری سنائی۔ وہ خوش تو ہوئی پھر مایوس ہو کر بولی۔ "کیا ایک ہی دن کے لیے آئے ہیں؟ کیوں واپس جا رہے ہیں؟ شادی میں اب تھوڑے ہی دن رہ گئے ہیں۔ آپ یہاں رہ جائیں۔"

"میری بہنا! تم یہاں آجاؤ۔ میں تمھیں تفصیل سے بتاؤں گا کہ میری مجبوریاں کیا ہیں؟"

میں اسے سمجھا بجھا کر اس سے رخصت ہو گیا پھر میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ جب اسے موجودہ حالات بتائے تو وہ حیران ہو کر سنتی رہی پھر اس نے کہا۔ "یہ اچانک کیا ہو گیا؟ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہودی ایسی چال چلیں گے اور تمھیں ملک سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیں گے۔ یقیناً آپ تم رسونتی کے ساتھ جاؤ گے؟"

"وہیں جانا مناسب ہے۔ شاید وہاں اس کی یادداشت واپس آجائے۔"

"میں ابھی اپنے چوروں کے ساتھ یہاں سے روانہ ہونے کے انتظامات کرتی ہوں۔ مجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تم کب اور کس طیارے سے روانہ ہو جاؤ گے۔ میں بھی اسی طیارے میں اپنے چوروں کے ساتھ روانہ ہو جاؤں گی۔"

"پھر تو یہ ایک چھوٹی سی فوج کی صورت ہو گی۔ میں تم لوگوں کے گھیرے میں یہاں سے بر سبیل سفر کروں گا۔"

"یہی ہو گا۔ میں تمھیں تنہا کبھی جانے نہیں دوں گی۔"

"تو تم نہیں کسی مسافر بردار طیارے میں اتنی سیٹیں نہیں ملیں گی۔ پھر یہ کہ جس مسافر طیارے میں بھی ہم سفر کریں گے۔ وہ سفر میں ایک چارٹرڈ طیارہ بھی ضرور آئے گا۔"

سفر کے دوران کوئی ایسی گڑبڑ کر سکتے ہیں جس سے طیارے کے دوسرے مسافروں کی جانیں بھی خطرے میں پڑ جائیں۔"

"کیا میں بابا فرید مسعود صاحب سے رابطہ قائم کروں۔ وہ بڑے وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ وہ ہمارے لیے ایک طیارہ چارٹرڈ کر کے پاکستان بھجوا سکتے ہیں۔"

میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "میں بابا صاحب کو تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ جب بالکل ہی بے دست و پا ہو جاؤں گا تو وہ دوسری بات ہو گی۔ ذرا ٹھہرو۔ میں ابھی کچھ انتظامات کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے لندن کے ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ میرے مخاطب کرتے ہی اس نے خوش ہو کر کہا۔ "جناب! مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ مادام رسونتی خطرے سے نکل گئی ہیں۔ یہاں ڈاکٹروں نے مجھے تفصیل بتائی ہے۔"

میں نے کہا۔ "وہ تو خطرے سے نکل گئی ہے لیکن میں خطرے میں پڑ گیا ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا بات ہے۔ میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

میں نے مختصر طور پر بتایا کہ دشمن مجھے ملک سے باہر نکل جانے پر مجبور کر چکے ہیں۔ لہٰذا میں کسی ایسے طیارے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر کرنا چاہتا ہوں جس میں کسی دشمن کی گنجائش نہ ہے۔ مسافر بردار طیارہ میرے لیے خطرے سے خالی نہیں ہو گا۔

"میں سمجھ گیا آپ ایک چارٹرڈ طیارہ چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"آپ پاکستان سے کہاں جانا چاہتے ہیں؟ میں آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو لندن میں خوش آمدید کہنے کے لیے بیتاب ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔ آپ میرے لیے کتنے پرخلوص ہیں لیکن میرا وہاں جانا بہت ضروری ہے۔ فرصت ملی تو آپ کے پاس ضرور آؤں گا۔"

"آپ کے لیے ایک چارٹرڈ طیارہ وہاں پہنچ جائے گا۔ ذرا مجھے ملت دیجیے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ جو بھی بات ہوتی ہے اس کی اطلاع سپر ماسٹر کو دینا پڑتی ہے۔ ویسے سپر ماسٹر نے سختی سے حکم دیا ہے کہ آپ کی خدمات کے سلسلے میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یقیناً اس سلسلے میں سپر ماسٹر پہلی ملت میں میری مدد فرمائیں گے۔ جو بڑے ملک ان یہودیوں کی حمایت کر رہے ہیں ان میں سپر ماسٹر کا ملک بھی شامل ہے۔ جبکہ ماسٹر نے کہا تھا کہ وہ بالکل غیر جانبدار رہیں گے۔ بہرحال جب یہودیوں کی حمایت میں یہاں ان کا کیس پیش کر سکتے ہیں تو میری مدد کی کریں گے۔"

"یقیناً آئے گا۔ بہرحال میں آئے گا۔ آپ کو کب تک چاہیے؟"

"مجھے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی گئی ہے یعنی پاکستانی وقت کے مطابق کل ایک بجے سے پہلے مجھے یہ ملک چھوڑ دینا ہو گا۔"

"وہ چارٹرڈ طیارہ کل صبح نو بجے تک پہنچ جائے گا۔"

"آپ کا شکریہ۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر اعلیٰ بی بی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "انتظام ہو چکا ہے۔ کل صبح نو بجے تک ایک طیارہ یہاں پہنچ جائے گا۔ ہم سب اسی میں سفر کریں گے۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد اس چارٹرڈ طیارے کے متعلق غور کیا۔ پھر دوبارہ لندن کے ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے سپر ماسٹر کے نام پیغامات ریکارڈ کرا رہا تھا۔ جب اس نے رابطہ ختم کر دیا تو میں نے اُسے مخاطب کیا۔ "ماسٹر! ایک بات پوچھنا بھول گیا۔ جو طیارہ ہمارے لیے چارٹرڈ ہو گا۔ اس کے متعلق مجھے کیسے یقین ہو گا کہ وہ ہمارے لیے بالکل محفوظ ہے۔ آپ خوب سمجھتے ہیں۔ اگر دشمن کو اطلاع مل گئی تو وہ ٹائم بم وغیرہ ہی اس میں چھپا کر رکھ سکتے ہیں۔"

"آپ اطمینان رکھیں، میرے آدمی سختی سے اس طیارے کی نگرانی کریں گے۔ اس کا پائلٹ اور اسٹیورڈ وغیرہ ہمارے آدمی ہوں گے۔ آپ اور زیادہ مطمئن ہونا چاہتے ہیں تو میں خود جا کر طیارہ چارٹرڈ کرا لوں گا اور جب تک وہ لندن سے پرواز نہیں کرے گا میں وہاں اپنے آدمیوں کے ساتھ موجود رہوں گا۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "میں آپ کے اس تعاون کو کبھی نہیں بھولوں گا بس مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔"

میں نے تھوڑی دیر اس سے گفتگو کی پھر رابطہ ختم کر دیا۔ اسی وقت سعید صاحب دوسرے افسران کے ساتھ میرے کمرے میں آگئے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "افسوس! میں آپ لوگوں سے مصافحہ نہیں کر سکوں گا۔ میرا دایاں ہاتھ زخمی ہے۔"

ایک افسر نے مسکرا کر کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ ہم تو آپ سے ملاقات کرنے آئے ہیں۔"

"شاید یہ بھی کہنے کہ ہمیں اس ہسپتال سے کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا کیونکہ میں اغوا کا ملزم ہوں۔"

ایک آفیسر نے کہا۔ "فرہاد صاحب! آپ ہمیں شرمندہ نہ کریں۔ آپ یہیں رہیں گے اور مادام رسونتی بھی اسی ہسپتال میں کل تک رہیں گی۔ ہم آپ سے یہ کہنے آئے ہیں کہ آپ کی روانگی کے لیے۔۔۔"

میں نے ان کی بات کاٹ کر کہا۔ "میری روانگی کے سلسلے میں آپ لوگوں کو زحمت نہیں اٹھانا پڑے گی۔ میں نے انتظامات کر لیے ہیں۔ کل یہاں نو بجے تک میرے لیے ایک چارٹرڈ طیارہ آئے گا۔"

اس کے بعد میں رسونتی اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

سب نے اپنے سر جھکا لیے تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ میں ان کے دلوں کو سمجھ رہا تھا۔ وہ بے چارے مجھ سے محبت کرتے تھے مگر اپنے فرائض سے مجبور تھے پھر ایک آفیسر نے کہا: "فرہاد صاحب! ہم بہت مجبور ہیں۔ آپ کے سلسلے میں بڑے سخت احکامات ملے ہیں۔"

"کیا اور کوئی سزا بھی میرے لیے تجویز کی گئی ہے؟"

"ہم سے کہا گیا ہے کہ جب تک آپ یہ ملک نہ چھوڑیں اس وقت تک آپ کو اس کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دی جائے اور کوئی آپ سے ملنے کے لیے یہاں نہ آئے۔"

میں نے سعید صاحب کی طرف دیکھا۔ وہ جلدی سے بولے۔ "میں نے فون پر بختاور صاحب سے بات کی ہے۔ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تم نے انھیں بلایا ہے۔ میں خصوصی اجازت نامہ حاصل کروں گا جس کے تحت بختاور صاحب اور شاہینہ وغیرہم سے ملاقات کر سکیں گے۔"

میں نے ایک ذرا آنکھ بند کی اور شاہینہ کے دماغ میں پہنچا وہ سب دو کاروں میں آرہے تھے۔ میں نے آنکھیں کھول کر کہا سعید صاحب، وہ لوگ وہاں سے چل پڑے ہیں۔ گو جرانوالہ پار کر چکے ہیں۔ آپ پہلے اجازت نامہ حاصل کر لیں ورنہ شاہینہ یہاں آئے گی اور مجھ سے ملاقات ہونے میں دیر ہوگی تو وہ رونا شروع کر دے گی۔"

وہ چلے گئے۔ ایک آفیسر نے کہا: "ہم آپ کے متعلق جب بھی سوچتے ہیں، حیران رہ جاتے ہیں۔ آپ کتنے وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ آپ نے لیٹے ہی لیٹے اپنے لیے ایک طیارہ منگوا لیا۔ یہ کتنے کمال کی بات ہے۔ آخر وہ کس ملک سے آرہا ہے؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "آپ پوچھ کر کیا کریں گے میں کتنے ممالک کے نام بتاؤں۔ کتنے دوستوں کے نام گنواؤں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک میرے ایک قدم پر دشمن ہیں تو دوسرے قدم پر دوست بھی ہیں۔ زندگی اور موت میرے دائیں بائیں چلتی رہتی ہیں۔"

دوسرے آفیسر نے کہا: "آپ اتنے بارسوخ ہیں۔ جب چاہتے ہیں کہیں نہ کہیں سے امداد حاصل کر لیتے ہیں کیا آپ ان یہودیوں کو کچل نہیں سکتے؟"

"یہودی مجھ سے زیادہ بارسوخ ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ مجھے میرے ہی ملک سے نکالنے میں کامیاب نہ ہوتے۔"

وہ چپ ہو گئے۔ میں نے کہا: "میں آپ لوگوں کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتا۔ وہ کم بخت خود کبھی سامنے نہیں آتے، بلا کے عیار ہیں ہمیشہ بڑی طاقتوں کو سامنے لاتے ہیں۔"

تب میں ایک ڈاکٹر ایک وارڈ بوائے کے ساتھ میرے زخموں کی ڈریسنگ کرنے آ گیا۔ وہ افسر وہاں سے چلے گئے۔ ڈاکٹر نے خوش اخلاقی سے میری خیریت پوچھی پھر ڈریسنگ کے دوران مجھے تسلیاں دینے لگا: "آپ بے فکر رہیں۔ چند دنوں میں سارے زخم بھر جائیں گے۔" اس نے ڈریسنگ کے بعد ایک انجکشن لگایا۔ کھلنے کے بیسیوریں دیں۔ پھر چلا گیا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا: "تمہارے ساتھ تمہارے کتنے آدمی طیارے میں سفر کریں گے؟"

اس نے جواب دیا: "مجھے ملا کر ہماری تعداد تیس ہے۔ آج رات کو تین چوراور پہنچیں گے۔ گویا کہ تینتیس مسافر ہیں۔"

"مجھے اور رسونتی کو ملا کر پینتیس مسافر ہوں گے۔ تم اور تمام آپریٹروں کے ناموں کی ایک فہرست بناؤ۔ وہ فہرست سعید صاحب کو دی جائے گی تاکہ تم میں سے کسی کو طیارے تک پہنچنے سے روکا نہ جائے۔"

"میں ابھی فہرست تیار کرائی ہوں۔"

میں نے سعید صاحب سے کہا: "اعلیٰ بی بی ایک فہرست دیں گی۔ اس فہرست میں ان تمام مسافروں کے نام ہوں گے جو کل میرے ساتھ چارٹرڈ طیارے میں سفر کریں گے۔ لہٰذا آپ ان کے ضروری کاغذات لے کر کل کی روانگی کی مہر لگوا دیں۔ آپ کہیں تو میں اعلیٰ بی بی کا پتہ بتاتا ہوں۔ وہاں جا کر ان سے ملاقات کر لیں یا اعلیٰ بی بی آپ کے ہاں پہنچ جائیں گی۔"

"مجھے اعلیٰ بی بی سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے۔ انھوں نے تمہارے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ اُس سے اُن سے ملنے کے لیے مجھے خود جانا چاہیے۔ مجھے پتہ بتاؤ۔" میں نے پتہ بتایا۔ پھر وہ ماغی طور پر رابطہ کر کے میرے دماغ میں حاضر ہو گیا۔ شاہینہ رات کے آٹھ یا نو بجے کے درمیان پہنچنے والی تھی۔ اس وقت تک مجھے بالکل فرصت تھی۔ میں نے آنکھیں بند کیں اور آرام سے لیٹ گیا۔ خیال خوانی ترک کر دی۔ دماغ کو پُرسکون رکھنے کی خوش رہنے کے دوران طرح طرح کے خیال آتے تھے لیکن میں انھیں کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا۔ کسی بھی خیال کا اثر نہیں لیتا تھا۔ اپنے دل اور دماغ کو بالکل آزاد رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے اس میں کامیابی ہوئی۔ میں رات کے آٹھ بجے تک پُرسکون رہا۔ آٹھ بجے میں نے شاہینہ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا وہ تقریباً لون لگے میں یہاں پہنچنے والی تھی۔ میں نے سعید صاحب کو اس بات سے آگاہ کیا۔ پھر لندن کے ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔

ماسٹر نے کہا: "میں بڑی دیر سے آپ کا منتظر ہوں۔ آپ نے جو حکم دیا تھا اس کی تعمیل ہو چکی ہے۔ سپر ماسٹر نے آپ کے لیے ایک پیغام بھیجا ہے۔ کہیے تو پڑھ کر سناؤں۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

ماسٹر ایک کاغذ کھول کر پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا:

فرہاد علی تیمور! سپر ماسٹر آپ کو سلام عرض کرتا ہے۔ ہم آپ کے گہرے دوست ہیں اور یہ گہرائی ہمیشہ قائم رہے گی۔

آپ کی یہ شکایت درست ہے کہ اسرائیلی حکومت نے آپ پر رسونتی کے اغوا کا جو الزام عائد کیا ہے۔ اس الزام کو ہماری حکومت نے آپ کی حکومت تک پہنچایا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں یہ ڈپلومیسی ہے۔ اس کے بغیر سیاسی کاروبار آگے نہیں بڑھتا۔ آپ یہ بھی مانتے ہوں گے کہ یہودیوں کا ساتھ دینے کے باوجود ہم آپ سے مخلص ہیں۔ ان کے خلاف آپ کی بھرپور مدد کرنے اور ہر لمحہ تعاون کرنے کے لیے ہم تن مستعد رہتے ہیں۔

آپ ہمارے اس دہرے رویے کو نہ دیکھیں۔ یہ دیکھیں کہ آپ نے حکم دیا اور ہم نے ماداموں رسونتی کی جان بچانے کے لیے فوراً فلائنگ ہسپتال روانہ کر دیا۔ اب آپ نے طیارے کے لیے حکم دیا ہے تو آپ کو ایک خوشخبری سناؤں۔ وہ طیارہ جو آپ کے پاس پہنچ رہا ہے۔ اعلیٰ بی بی کے نام بھیجا جا رہا ہے۔ اس طیارے کی ملکیت کے ضروری کاغذات چند روز میں آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ وہ طیارہ ہمیشہ آپ کے استعمال کے لیے آپ کے پاس رہے گا۔ آپ کسی ملک میں بھی اسے لے جا سکتے ہیں لیکن اس کے لیے اجازت نامے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ اجازت نامہ آپ تک جلد پہنچ جائے گا۔

اسرائیلی حکومت ڈالے نہیں جانتے کہ سپر ماسٹر درپردہ آپ کا کتنا گہرا اور مخلص دوست ہے وہ نہیں جانتے کہ میں نے یہ آپ کے لیے مخصوص کیا ہے۔ ان کے علم میں یہی بات آئے گی کہ پیرس کے ایک بہت ہی محترم بزرگ بابا فرید واسطی نے اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی کے لیے وہ طیارہ اپنے اخراجات پر حاصل کیا ہے۔ اب اعلیٰ بی بی اسے فرہاد کے لیے استعمال میں دے یا خود رکھے یہ اس کی اپنی مرضی ہے۔ بہرحال اسرائیلی حکومت ہم پر اعتراض نہیں کر سکے گی۔

فرہاد صاحب! ہم ایک طویل عرصے سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ بابا فرید واسطی کے ادارے دی ورلڈ فل ہیومینٹیرین آرگنائزیشن کے طلبا اور طالبات آخر کس مقصد کے لیے علم و ہنر کی طرف مائل ہیں اور غیر معمولی ذہانت اور حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک بن رہے ہیں۔ ہمیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ یہ ادارہ کہیں ریڈ پاور کی طرف مائل نہ ہو جائے۔ اب ہمیں اطمینان ہو گیا ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے سب آپ کے لیے ہو رہا ہے۔ کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے کہ بابا فرید واسطی صاحب سے آپ کے کیسے تعلقات ہیں؟

آپ کسی بھی ملک میں زیادہ عرصے قیام نہیں کرتے ہیں۔ حالات کے مطابق ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے وقت آپ کو کسی بھی دوسرے ملک میں یا کسی بھی اجنبی جگہ قیام و طعام کے انتظامات کرنے پڑتے ہیں۔ اکثر آپ کو فوری طور پر گاڑیوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے آپ کے لیے ہر بڑے ملک کے بڑے شہر میں ایک بنگلے اور ایک کار کا انتظام کیا ہے یہ محض اس لیے کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے آپ کو مجھ سے یا میرے ماسٹروں سے رابطہ قائم کرنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

جلد ہی آپ کے پاس ایک طویل فہرست پہنچے گی۔ اس فہرست میں تمام ممالک کے اور تمام شہروں کے ماسٹروں کے نام اور پتے درج ہوں گے۔ ان کے فون نمبر اور ان سے رابطے کا طریقہ کار بھی آپ کو بتایا جائے گا۔ دوسری فہرست میں جو بنگلے اور کاریں مخصوص ہوں گی — ان کے پتے اور ان کاروں کے نمبر درج ہوں گے۔ ہر بنگلے میں آپ کے اعتماد کے مطابق دو مسلح محافظ اور دو ملازم موجود رہیں گے جو آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے بنگلے کی نگرانی کرتے رہیں گے۔

اس کے علاوہ ان بنگلوں میں جدید آلات نصب کیے جائیں گے۔ آپ وہاں پہنچتے ہی ان آلات کے ذریعے معلوم کر لیں گے کہ کہیں کوئی ٹائم وغیرہ چھپا کر رکھا تو نہیں گیا ہے؟ دشمنوں کی طرف سے کوئی ڈکٹافون اور دیگر سراغ رسانی کے آلات چھپا کر رکھے گئے ہوں گے تو ہمارے نصب کردہ آلات کے ذریعے آپ کو ان کی خبر ہو جائے گی۔

ایک کار کے علاوہ مزید گاڑیوں کی ضرورت ہو تو آپ اس شہر یا اس ملک کے ماسٹر کو حکم دے کر گاڑیاں طلب کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو شہر ساحل سمندر پر واقع ہیں۔ وہاں آپ کے لیے ایک تیز رفتار موٹر بوٹ موجود رہے گی۔ آپ کسی بھی ملک، کسی بھی شہر میں پہنچنے کے بعد میرے یا ماسٹروں کے محتاج نہیں رہیں گے۔ ایک دن میں یہ ثابت کر دوں گا کہ کسی لالچ کے بغیر میں آپ کا مخلص اور بے لوث ساتھی ہوں۔

آپ کی خدمت میں اب بھی کوئی کمی رہ گئی ہو تو فوراً اطلاع دیں بلکہ حکم دیں۔ فقط۔ آپ کا سپر ماسٹر۔"

میں نے وہ پیغام سننے کے بعد لندن کے ماسٹر سے کہا: "آپ سپر ماسٹر کے نام میرا پیغام نوٹ کریں۔"

"بہتر یہ ہوتا کہ آپ کیسٹ ریکارڈر میں وہ پیغام میرے ذریعے ریکارڈ کرا دیتے۔"

"یہی مناسب ہے۔ ریکارڈ کریں۔"

اس نے ایک ریکارڈر میں نیا کیسٹ سیٹ کیا پھر وہاں

ایک مائک اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس ماسٹر کی زبان سے کہنا شروع کیا۔

"سپر ماسٹر! آپ کو فرہاد علی تیمور جواباً سلام عرض کرتا ہے۔

آپ نے ماضی میں میرے لیے جو کچھ کیا اور اب کر رہے ہیں اور آئندہ بھی کچھ کرنے والے ہیں۔ اسے میں خوب سمجھتا ہوں اور آپ کی دوستی اور خلوص کا دل سے اعتراف کرتا ہوں۔

آپ سے پہلے جو سپر ماسٹر تھا۔ اس نے بھی مجھے دوست بنانے کی حتی الامکان کوشش کی لیکن وہ مجھے اپنے رویے سے دشمن بناتا رہا۔ اس وقت میں آپ کے ایک ماسٹر کی زبان سے بول رہا ہوں۔ آواز آپ کے ماسٹر کی ہے لیکن لب و لہجہ میرا ہے۔ میں اس لب و لہجے میں بحیثیت فرہاد علی تیمور اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ آج سے میں سپر ماسٹر کا دوست ہوں۔ ایک دوست کا فرض ہے کہ وہ دوستی کے جواب میں اپنی دوستی بھی ثابت کرے کہ آئندہ آپ کا ایسا کوئی کام جو میرے ذریعے ہو سکتا ہو، آپ بلا تامل مجھ سے رجوع کریں۔ میں بھی اپنی دوستی کا ثبوت پیش کروں گا۔

آپ نے سوال کیا ہے کہ بابا فرید واسطی صاحب سے میرا کیا تعلق ہے؟ آپ یقین کریں۔ میں آپ سے نہ تو جھوٹ بولوں گا، نہ اپنی کوئی بات چھپاؤں گا۔ میں خود حیران اور پریشان ہوں، بابا فرید واسطی کا رویہ میرے ساتھ عجیب سا ہے۔ وہ اب تک میرے لیے بہت ہی پُراسرار ہیں۔ انھوں نے مجھ سے ملاقات نہیں کی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرنا چاہا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ مجھے اپنے دروازے سے لوٹا دیا۔

میرا خیال ہے آپ کو میری بات کا یقین آ جانا چاہیے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جس دن بھی بابا فرید واسطی کے متعلق مجھے معلومات حاصل ہوں اور اُن سے ملاقات ہو گی یا ان سے بات ہو گی تو میں آپ کو ضرور اطلاع دوں گا۔

میری اب تک کی معلومات کے مطابق دی انسٹی ٹیوٹ آف دی ونڈر فل نیچر جنریشن کے جتنے طلبا اور طالبات ہیں۔ وہ سب لاوارث ہیں ان کے والدین یا سرپرست نہیں ہیں۔ بابا فرید واسطی صاحب ان سب کو اپنی اولاد کی طرح رکھتے ہیں اور ان سب کو بیٹا یا بیٹی کہتے ہیں۔ اسی طرح اعلیٰ بی بی کو بھی بیٹی کہتے ہیں حالانکہ اعلیٰ بی بی ان کی اپنی اولاد نہیں ہے۔

بابا صاحب کے قائم کردہ انسٹی ٹیوٹ میں اعلیٰ بی بی کا عہدہ سب سے برتر سب سے افضل ہے۔ اعلیٰ بی بی اس دوشیزہ کو بنایا جاتا ہے جو ذہانت، حاضر دماغی اور موقع محل کے مطابق بہترین فیصلہ میں اہم اور کامیاب فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اعلیٰ بی بی کے چالیس ماتحت ہوتے ہیں۔ جن میں مرد بھی ہوتے ہیں اور عورتیں بھی۔ یہ مختلف صلاحیتوں میں کامل ہوتے ہیں۔ کبھی آپ کے لیے کوئی دشواری پیدا ہو تو آپ انھیں آزما سکتے ہیں۔ اعلیٰ بی بی کے چوراسی کے کام ضرور آئیں گے۔ یہ میرا وعدہ ہے۔

یہ ریکارڈ کیا ہوا پیغام میری اور آپ کی دوستی کا زبانی معاہدہ ہے اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ فرہاد اپنی زبان کا پابند ہے۔ فقط آپ کا فرہاد علی تیمور۔"

پیغام ختم ہوتے ہی ماسٹر نے ریکارڈ کو آف کر دیا پھر مجھ سے کہا: "میں ابھی طیارے کے سلسلے میں فلائنگ کلب جا رہا ہوں لیکن ایک بات ہے۔ طیارہ چاہے سرکاری ہو یا کسی کمپنی سے تعلق رکھتا ہو، چارٹرڈ یا کسی کی ذاتی ملکیت ہو اس کا ایک مخصوص نام ہوتا ہے۔ آپ اپنے طیارے کا کیا نام رکھنا پسند فرمائیں گے؟"

"آپ ایک منٹ انتظار کریں۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا کہ ایک طیارہ ہمارے لیے آ رہا ہے وہ ہماری ذاتی ملکیت ہو گا۔ اگرچہ سپر ماسٹر نے مجھے یہ تحفہ دیا ہے لیکن بابا فرید واسطی صاحب کی وساطت سے حاصل ہو رہا ہے اس لیے وہ طیارہ تمھارے نام سے منسوب ہے گا۔ کیا اس طیارے پر تمھارا نام لکھوا دیا جائے؟"

"مجھے اپنا نام نہیں چاہیے۔ تم کسی ایسی ہستی کا نام لکھواؤ جو تمھیں بہت عزیز ہو۔"

"دنیا میں اولاد سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہوتا لیکن میں اس طیارے پر پارس کا نام نہیں لکھانا چاہتا۔ پارس خود اپنے لیے اتنا کچھ کرے کہ اسے اپنے باپ کے ذریعے بھی اپنا نام حاصل کرنے کی معتاجی نہ ہو۔"

"تمھارے عزائم، تمھارے ارادے اور تمھارے خیالات اپنے بیٹے کے سلسلے میں بہت ہی تعمیری ہیں۔ چلو ایسا کرو تمھاری زندگی میں جس نے سب سے زیادہ اہم رول ادا کیا ہو اس کا نام اس پر لکھوا دیں۔"

میں نے ماسٹر کو مخاطب کر کے کہا: "آپ اس طیارے پر بہت ہی خوبصورت سا ذاتِ تحریر میں لکھوا دیجیے: "ایس، او، این آئی ایل"

ماسٹر نے خوش ہو کر کہا: "ہمارے سپر ماسٹر نے آپ کو جو تحفہ دیا ہے اس کے لیے سونیا سے بہتر نام اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی نام لکھوایا جائے گا۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ دس منٹ تک بستر پر لیٹا رہا پھر جیسے ہی اٹھ کر بیٹھا، میرے کمرے کا دروازہ ایک دھڑاکے سے کھل گیا۔ شاہینہ نظر آئی پہلے تو چند ساعتوں تک وہ مجھے حیران حیران سی دیکھتی رہی پھر بھائی جان کہہ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کے پیچھے بختاور صاحب اور ان کی فیملی کے تمام لوگ کمرے میں داخل ہو گئے۔ شاہینہ مجھے ایک ہاتھ سے مارنے جا رہی تھی۔ روتی جا رہی تھی اور کہہ رہی تھی: "آپ یہاں تین دن سے ہیں اور میں وہاں بے خبر رہی۔ آخر بہنیں کس لیے ہوتی ہیں۔ میں آپ سے نہیں بولوں گی۔ آپ میرے کوئی نہیں ہیں۔"

میں اس کی محبت کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کر رہا تھا۔ مسکرا رہا تھا۔ اسے تھپک رہا تھا۔ پھر میں نے اشارے سے بختاور صاحب اور ان کی بیگم کو سلام کیا۔ زبیر، منصور اور سلمیٰ میرے قریب آ گئے۔ میں نے ایک بازو پھیلا کر سلمیٰ کو بلایا وہ آ گئی۔ میں نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ وہ میرے پاس ہی بیٹھ گئی۔ میں نے کن انکھیوں سے دور دروازے کی طرف دیکھا کھلے ہوئے دروازے کے پاس سید صاحب کھڑے ہوئے مسکرا رہے تھے اور سلمیٰ کو ہی دیکھے جا رہے تھے۔

بیگم بختاور نے میری بلائیں لیتے ہوئے کہا: "بیٹا! کیوں ایسی پُرخطر زندگی گزارتے ہو۔ میرے پاس آ جاؤ۔ میں تمھیں اپنے آنچل میں چھپا کر رکھوں گی۔"

"آنٹی! آپ ہی جیسی ماؤں اور شاہینہ اور سلمیٰ جیسی بہنوں کا پیار اور دعائیں ہیں کہ میں جی رہا ہوں اور آپ ہی لوگوں کی دعاؤں سے اپنی طبعی عمر گزار لوں گا۔"

بھائی جان! میں ابھی آپ کے ڈاکٹر سے بات کروں گی اگر اُس نے آپ کو لاہور تک سفر کرنے کی اجازت دی تو میں آپ کو ساتھ لے جاؤں گی۔"

میں نے مسکرا کر اُسے بڑی حسرت سے، بڑی اداسی سے دیکھا پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا: "میں نے تم سب کو اس لیے بلایا ہے کہ میں سلمیٰ کی شادی میں شریک نہ ہو سکوں گا۔"

"کیا؟" سب نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ بختاور صاحب نے کہا: "بیٹے! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ تمھارے بغیر شادی کیسے ہو گی۔ تھی تو یہ سب کچھ تمھارے لیے ہو۔"

بیگم بختاور بھی ضد کرنے لگیں۔ زبیر اور منصور بھی احتجاج کرنے لگے۔ صرف شاہینہ گم صم کھڑی میرے منہ کو تک رہی تھی۔

"یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ شاہینہ! سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"کیا سمجھوں گی۔ آپ نے کبھی مجھے سمجھنے کا موقع دیا ہے؟ کبھی میرے ساتھ ایک دن بھی سکون سے گزارا ہے؟ کبھی میرے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھایا ہے؟"

بیگم نے شاہینہ کی بیٹی شبانہ کو میری گود میں دیا میں اُسے لے کر چومنے لگا۔ شاہینہ نے کہا: "یہ سب منہ دیکھی محبت ہے۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ اگر آپ انکار کریں گے تو میں سوگ منانا شروع کر دوں گی۔"

"شاہینہ بچوں کی طرح ضد نہ کرو۔ میری مجبوریوں کو سمجھو۔ ایک بار پہلے بھی تم نے دیکھا ہے کہ کس طرح حکومت کی طرف سے مجھے باہر جانے پر مجبور کیا گیا۔ آج بھی مجھے ملک سے نکل جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ میں اپنی مرضی کے مطابق یا تمھاری محبت کی خاطر نہیں رک سکتا۔ قانون کسی کی مرضی یا محبت کو نہیں دیکھتا۔ بہرحال میں اس پر عمل کرنے پر مجبور ہوں۔"

بختاور نے پوچھا: "کچھ معلوم تو ہو کہ تمھارے ساتھ کیا ہوا ہے۔ تمھیں ملک سے نکل جانے کے لیے کیوں کہا جا رہا ہے؟"

"آپ کو سعید صاحب تمام باتیں تفصیل سے بتا دیں گے۔ ہسپتال میں ملاقات کا وقت کم ہوتا ہے۔ آپ لوگ مجھے بتائیں کہ شادی کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟"

سلمیٰ جلدی سے اپنے سر پر آنچل درست کرنے لگی میں نے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں سعید صاحب نہیں تھے۔ ان کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ دروازے سے ذرا دور کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے سلمیٰ سے کہا: "تم ذرا باہر جاؤ۔ یہاں رہو گی تو خواہ مخواہ شرماتی ہو گی۔"

وہ میرے پاس سے اٹھ کر جانے لگی۔ بیگم نے کہا: "شاہینہ تمھارے لیے گوجرانوالہ سے تکے کباب اور پراٹھے لے کر آئی ہے۔ ڈاکٹر پرہیز نہ بتاتا ہو تو اُسے کھاؤ۔"

وہ فٹن کیریئر کھولنے لگیں۔ شاہینہ ایک طرف منہ پھلائے کھڑی ہوئی تھی۔ مجھ سے بات نہیں کر رہی تھی۔ بختاور صاحب بتانے لگے کہ کس طرح شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں بلکہ تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ بیگم نے کہا: "ہم بڑی جلدی میں لاہور سے روانہ ہوئے۔ برتن لانا بھول گئے۔ چلو فٹن کیریئر میں ہی کھا لو۔"

میں نے شبانہ کو زبیر کی گود میں دیتے ہوئے کہا: "جب تک میری بہن میرے ساتھ نہیں کھائے گی۔ میں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

وہ اسی طرح روٹھی ہوئی کھڑی تھی۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھا پھر بڑی محبت سے کہا: "دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک اگر کوئی دوسری شاہینہ ہوتی تو میں اُسے جا کر منا لیتا منانے کے لیے تو بس ایک ہی ہے۔ مان جاؤ۔ دیکھو کل صبح میں چلا جاؤں گا۔"

وہ ایک دم سے چیخ مار کر لپٹتے ہوئے لپٹ گئی: "میں نہیں جانے دوں گی۔ میں نہیں جانے دوں گی۔ یہ کیسا ظلم ہے۔"

میں نے اُسے تھپک تھپک کر کہا: "پریشان ہونے کی بات نہیں ہے۔ مجھ پر ایک الزام عائد کیا گیا ہے۔ میں اس الزام کو جھوٹا ثابت کر دوں گا تو واپس آ جاؤں گا۔ سب سے پہلے تمھارے پاس پہنچوں گا۔ یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اب کی بار تمھارے ساتھ کچھ دن ضرور گزاروں گا۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔"

میں نے اُسے سمجھا بجھا کر کھانے پر رضامند کر لیا پھر میں نے پہلا لقمہ اپنے ہاتھ سے کھلایا۔ وہ سر جھکا کر کھانے لگی۔ اس وقت بڑا ہی پیارا انداز تھا اپنی بہن پر اتنی محبت آ رہی تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ ایک طرف وہ رو رو کھٹی ہوئی تھی۔ دوسری طرف میرے ہاتھ سے کھا بھی رہی تھی۔

پھر وہ رفتہ رفتہ مان گئی۔ مجھ سے باتیں کرنے لگی۔ بار بار وعدے لینے لگی کہ میں فینے لگی کہ میں اس کے پاس جلدی آؤں گا۔ میں نے اُسے ہر ممکن طریقے سے یقین دلایا۔ ایک گھنٹے بعد سعید صاحب نے آ کر کہا: "اب ہمیں چلنا چاہیے۔ ملاقات کی اجازت اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔"

شاہینہ اداس ہو گئی۔ میں نے کہا "سعید صاحب کچھ ایسے انتظامات کریں کہ میں رسونتی کے ساتھ صبح چھ بجے ہسپتال سے نکل جاؤں اور رونگی تک کسی ایسی جگہ رہوں جہاں شاہینہ سے جی بھر کر باتیں ہو سکیں۔"

شاہینہ نے چونک کر پوچھا: "کیا رسونتی آپ کے ساتھ ہے؟"

"ہاں، تمھیں سعید صاحب اس کے بارے میں سب کچھ بتا دیں گے۔"

وہ نفرت سے بولی: "میں ایسی عورت کے متعلق نہیں سننا چاہتی جس نے میرے بھائی کو اور میرے بھتیجے پارس کی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔"

میں نے اسے سمجھایا: "شاہینہ ایسا نہ کہو۔ کچھ بھی ہو وہ تمھاری بھابی ہے۔ اس نے واقعی میں جو کچھ بھی کیا ہے اسے میں نے اور سونیا نے معاف کر دیا ہے۔ تم بھی معاف کر دو۔"

شاہینہ نے چونک کر پوچھا: "جب آپ یہاں ہیں۔ رسونتی یہاں ہے تو ہمارا پارس کہاں ہے؟"

"پہلے رسونتی کو بھابی کہو۔ پھر میں جواب دوں گا۔"

"نہیں بھائی جان! مجھے وہ اچھی نہیں لگتیں۔ میں بھابی نہیں کہوں گی۔"

"پھر اس نے جس بچے کو جنم دیا ہے۔ اس کے بارے میں کیوں پوچھتی ہو؟"

اس نے مجبور ہو کر کہا: "چلیے، بھابی کہے دیتی ہوں۔"

"پارس سونیا کے پاس ہے۔ اب یہ نہ پوچھو کہ سونیا نے اُسے کہاں رکھا ہے۔ وہ دشمنوں سے چھپا کر لایا ہے۔ اس لیے میں اپنے سائے کو بھی اس کا پتہ نہیں بتاتا ہوں۔"

پھر میں نے اس کی پیشانی کو بوسہ دے کر کہا: "اب جاؤ انشاء اللہ کل صبح ملاقات ہو گی۔"

میں اُسے دروازے تک چھوڑنے کے لیے گیا پھر میں نے سعید صاحب سے کہا: "آپ جاوید کو نہ بھولیں۔ اس کے لیے جلد از جلد پاسپورٹ وغیرہ تیار کرا دیں تاکہ وہ رنگون میرے پاس پہنچ جائے۔ میرے اس فرضی پارس کو میرے جانے کے بعد جاوید کے حوالے کر دیں۔ دشمنوں کا دھیان اُدھر نہیں جائے گا اور بابا جو جو اپنے سفارت خانے والوں کو گواہ بنا کر نہیں لا سکے گا۔"

انھوں نے وعدہ کیا۔ پھر بخشا در کی فیملی کے ساتھ وہاں سے چلے گئے۔ ایک سسٹر نے آ کر مجھے دوائیں دیں۔ ایک انجکشن لگایا اور چلی گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ تھوڑی دیر تک ٹہلتا رہا۔ اس دوران میں نے جاوید سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا: "بھائی جان! میں کئی بار ہسپتال تک گیا۔ آپ سے ملنے کی کوشش کی لیکن کسی نے مجھے آپ تک پہنچنے کی اجازت نہیں دی۔"

"مجھے معلوم ہے تم سب مجھ سے ملنے کے لیے بے چین ہو۔ میرے اطراف بڑا سخت پہرہ ہے۔ مجھ سے اب رنگون میں ملاقات ہو گی۔ سعید صاحب میرے پارس کو تمھاری حفاظت میں دیں گے۔"

اس نے خوش ہو کر کہا: "یہ میری خوش نصیبی ہے۔ میری بیگم اور ریحانہ اسے جان سے زیادہ عزیز رکھیں گے۔"

اب گیارہ بجنے والے تھے۔ سونیا سے ملاقات کا وقت ہو رہا تھا۔ میں آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کیں اور اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے ٹائم ٹیبل کے مطابق اسی طرح ہوٹل کے بڑے سے ڈائننگ ہال میں نوجوان ساتھیوں کے ساتھ بیٹھی کھانے میں مصروف تھی۔ میں نے کہا: "ان نوجوانوں کو میری موجودگی کے متعلق نہ بتانا ورنہ وقت ضائع ہو گا۔"

اس نے پوچھا: "کیا اعلیٰ بی بی وہاں بخیریت پہنچ چکی ہیں؟"

"وہ بخیریت ہے۔ کل ہم سب یہاں سے برما کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔"

"یہ اچانک برما جانے کا پروگرام کیوں بن گیا؟"

میں اسے تفصیل سے موجودہ حالات کے متعلق بتانے لگا۔ وہ چپ چاپ کھاتی رہی اور سنتی رہی۔ اس دوران کھانا ختم ہو گیا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے معذرت چاہتے ہوئے وہاں سے اٹھی اور اپنے ہوسٹل کے کمرے کی طرف جانے لگی۔ میری باتیں سنتے سنتے وہ اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔ پھر اس نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا: "فرہاد! کل سے اب تک چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں اور ان چوبیس گھنٹوں میں بہت سی باتیں ہوئیں لیکن تم نے مجھے ان بارہ قاتلوں کے متعلق کیوں نہیں بتایا جن میں سے دو ختم ہو چکے ہیں اور دس ابھی تک تمھاری جان کے پیچھے ہیں۔"

"سونیا! ایک طویل انتظار کے بعد تم سے رابطہ قائم ہوا تھا اس لیے میں نے اس پہلو کو پہلے نہیں چھیڑا۔ پھر یہ کہ میں تمھیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تم نے میرے مصائب کے متعلق کچھ اندازہ کر لیا ہو گا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "میں کیسے اندازہ کر لیتی؟"

"ایسے کہ اعلیٰ بی بی نے اچانک ہی وہ جگہ چھوڑ دی اور میری مدد کے لیے اپنے چوروں کے ساتھ پاکستان پہنچ گئی۔"

"میں یہ نہیں جانتی کہ اعلیٰ بی بی کے ساتھ کتنے چور گئے۔ میری سمجھ میں یہی آیا کہ وہ ہمارے سامنے انکار کرنے کے باوجود دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمھارے قریب پہنچ رہی ہے۔"

"وہ اندر سے چٹان کی طرح مضبوط ہے۔ عام عورتوں کی طرح پگھل جانے والی نہیں ہے۔ وہ میری حفاظت کے لیے یہاں آئی ہے۔ بہرحال اپنی بات کرو۔ کیا تم میرے لیے پریشان ہو؟"

"تم جانتے ہو۔ موت بار بار ہم دونوں کی شہ رگ کے قریب پہنچ کر واپس چلی گئی۔ تمھارے لیے کیا پریشان ہونا ہے۔ دو میں سے کوئی بات ایک دن بیتی آئے گی یا ہم طبعی موت مریں گے یا دشمنوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ بات ایک ہی ہے کہ ایک دن مرنا ہے اور جب مرنا ہے تو پریشانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کھڑکی کے پاس گئی۔ پھر اسے کھول کر باہر چاندنی میں دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا: "میں تمھارے لیے سوچتی ہوں تو دل دکھتا ہے۔ تمھیں ایک پُرسکون زندگی نصیب نہیں ہوتی۔ ہم دونوں نے کیسے کیسے سپنے دیکھے کتنی بار الگ تھلگ زندگی گزارنے کی کوشش کی اور ناکام رہے لیکن میں ناکام نہیں ہوں۔ بابا صاحب کے سائے میں اگر مجھے پُرسکون زندگی نصیب ہو گئی ہے لیکن تم رہ گئے۔ سمجھ میں نہیں آتا تمھارا کیا ہو گا؟"

"وہی ہو گا جو منظورِ خدا ہو گا۔"

"ویسے ایک طرف یہودیوں نے زبردست جال چلی اور تمھارے ہی ملک سے تمھیں نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ دوسری طرف سپر ماسٹر نے دوستی کی انتہا کر دی۔ میں سمجھتی ہوں۔ رنگون پہنچتے ہی دشمنوں کے حملے شروع ہو جائیں گے۔"

"یہاں کتنے ہی لوگوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ میں رنگون جا رہا ہوں۔ یہ بات کسی نہ کسی طرح دشمنوں تک پہنچی ہو گی۔ یقیناً رنگون میں بڑے ہنگامے ہوں گے۔"

"میں یقین سے کہتی ہوں کہ اعلیٰ بی بی اور اس کے چوروں کے سامنے ان دس قاتلوں کو پسینہ آ جائے گا۔"

"ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو لیکن وہ قاتل بھی بہت ہی دبیع فنائل کے مالک ہیں۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ میں اپنا ملک چھوڑ کر ان کے تیار کیے ہوئے میدانِ جنگ کی طرف جا رہا ہوں۔ پاکستان میں وہ اپنے تمام ہتھکنڈے استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ رنگون میں کر سکیں گے۔ ہمارے سوچنے کا انداز یہ ہے کہ جو ہو گا وہ سامنے آئے گا اور جو سامنے آئے گا اور اس کے لیے سوچا گیا یا وقت ضائع کرنا ہے۔ سوچنے سے ہونی انہونی نہیں ہو سکتی۔ کوئی دوسری بات کرو۔"

اس نے چونک کر کہا: "اوہ، میں یہ تو بتانا بھول گئی کہ مرجانہ کی امی سائرہ بانو پیرس میں ہیں۔ میں کل ان کے پاس جاؤں گی اور انھیں یہاں لے کر آؤں گی۔ کل ماں بیٹی کی ملاقات ہو گی۔"

"یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ بہت دنوں بعد ماں بیٹی ایک دوسرے سے ملیں گی۔ کیا مرجانہ اس وقت ہوش و حواس میں ہے؟"

"ہاں، وہ ایک طویل نیند سے بیدار ہو چکی ہے۔ میں نے اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بابا کے سامنے دو زانو ہو کر سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اتنی پیاری، اتنی معصوم، اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ بیان نہیں کر سکتی، وہ بالکل خاموش تھی میں نے اس کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں سنا لیکن میں یقین سے کہتی ہوں کہ بابا نے برین واشنگ کے طلسم کو توڑ دیا ہے اور ہماری مرجانہ پہلے والی مرجانہ بن گئی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دیوار سے لگے ہوئے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سونیا نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا پھر کہا: "ہیلو، میں سونیا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے کسی نے کہا: "بابا نے آپ کو فوراً طلب کیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ آنے سے پہلے آپ فرہاد صاحب کو رخصت کر دیں۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے کہا: "میں سن چکا ہوں۔ اب جا رہا ہوں۔ پتہ نہیں۔ انھوں نے فوراً ہی تمھیں کیوں طلب کیا ہے۔"

"اب تم سے کل رات اسی وقت ملاقات ہو سکتی ہے۔ اچھا خدا حافظ۔"

اس سے رخصت ہو کر میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا کسی سے رابطہ قائم نہیں کرنا چاہتا تھا میں نے دروازے پر ایک نظر ڈالی۔ وہ اندر سے بند تھا پھر مطمئن ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ صبح چار بجے میری آنکھ کھل جائے اس دوران کوئی غیر معمولی بات ہو اور کمرے میں کوئی داخل ہونے کی کوشش کرے تو میری آنکھ کھل جائے۔

صبح چار بجے میری آنکھ کھل گئی۔ میں بستر سے اٹھ گیا۔ باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا پھر اپنے کمرے میں آ کر اپنے لیے

ایک لباس کا انتخاب کیا اور اسے پہن لیا۔ اس دوران میں نے سعید صاحب کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ میں نے انھیں بیدار کیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ پھر کہنے لگے۔ میں رات دو بجے تک بختاور صاحب سے باتیں کرتا رہا۔ اس لیے ابھی تک سو رہا تھا۔ ورنہ ارادہ تو یہی تھا کہ صبح چار بجے بستر چھوڑ دوں گا۔ کیا وقت ہوا ہے؟"

"چار بج کر پینتیس منٹ۔ ویسے آپ بختاور صاحب سے باتیں کرتے ہوئے مگر نظریں کہیں اور بھٹک رہی ہوں گی۔"

وہ مسکرانے لگے۔ "کیا آپ کو معلوم ہے کہ بختاور صاحب کے تمام گھر والوں کو میں اپنے ہاں لے آیا ہوں۔ وہ آنا نہیں چاہتے تھے۔ مگر میرے اصرار پر آ گئے۔"

"اب ہمارا کیا بنے گا۔ مجھے اور رسونتی کو یہاں سے کہاں لے جایا جائے گا؟"

"میں نے انتظامات کر لیے ہیں۔ وہاں کے سیکورٹی آفیسر اپنے ماتحتوں کے ساتھ تمھیں گاڑی میں بٹھا کر ائیرپورٹ تک لے جائیں گے۔ وہیں قریب ایک کوٹھی خالی کر دی گئی ہے۔ تم رسونتی بھابی کے ساتھ وہاں رہو گے۔ میں شاہینہ وغیرہ کو لے کر آ رہا ہوں۔"

میں نے شاہینہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو میرے دل میں اس کے لیے محبت ہی محبت کے جذبات موجزن ہونے لگے۔ وہ پچھلی تمام رات جاگتی رہی تھی اور اب باورچی خانے میں میرے لیے صبح کا ناشتہ تیار کر رہی تھی۔ بیگم بختاور بھی اس کا ہاتھ بٹا رہی تھیں۔ سلمیٰ نے ننھی شبانہ کو سنبھال لیا تھا۔ گویا کہ کسی نہ کسی طرح سبھی میری خاطر جاگ رہے تھے۔

میں نے سعید صاحب سے پوچھا۔ "اعلیٰ بی بی اور اس کے ماتحتوں کے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات کے متعلق کیا ہوا؟"

"تمام کاغذات پر یہاں سے روانگی کی مہر لگ چکی ہے۔ اعلیٰ بی بی اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب چاہیں ائیرپورٹ پہنچ سکتی ہیں۔ انھیں کوئی نہیں روکے گا۔"

میں ان سے رخصت ہو کر رسونتی کے پاس پہنچا۔ وہ بچپن ہی سے صبح چار بجے بیدار ہونے کی عادی تھی۔ اس وقت لباس بدل کر بستر پر بیٹھ گئی تھی اور ایک وارڈ بوائے سے کہہ رہی تھی۔ "میں بیمار نہیں ہوں۔ مجھے ہسپتال میں کیوں رکھا گیا ہے؟"

میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ اپنے بستر کے سرہانے رکھے ہوئے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر سیکورٹی آفیسر کو اطلاع دی۔ "میں بیدار ہو چکا ہوں اور یہاں سے چلنے کے لیے تیار ہوں۔ مادام رسونتی بھی تیار ہیں۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ تقریباً چھ بجے میں اور رسونتی ایک ساتھ ہسپتال میں سے نکلے۔ اس نے مجھے دیکھا لیکن خاموش رہی۔ جب ہم ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے تو اس نے آہستگی سے پوچھا۔ "ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے؟"

ہمیں لے جانے والے سیکورٹی آفیسر اور اس کے ماتحت سادہ لباس میں تھے۔ میں نے رسونتی کی طرف جھک کر آہستگی سے کہا۔ "یہ چاروں طرف میرے آدمی ہیں۔ میں نے ایسا جال بچھایا ہے کہ ہمارے فرار کا راستہ آسان ہو گیا ہے۔ یہاں سے ہم ایک کوٹھی میں جا کر چھپ جائیں گے۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "اگر ہم پکڑے گئے تو؟"

"فکر نہ کرو۔ جس کوٹھی میں ہم چھپیں گے وہاں مجھ سے ملنے کے لیے کچھ مرد اور کچھ عورتیں آئیں گی۔ تم ایک کمرے میں رہنا۔ نہ نکلنا۔ جب طیارہ رن وے کے ایک حصے میں پہنچے گا تو ہم وہاں سے نکل کر اس طیارے میں پہنچ جائیں گے۔"

وہ بے اختیار انگریزی میں بولی۔ "مسٹر کبیر، یو آر ویری نائس ٹو می۔ آئی لو یو۔۔۔۔"

کہتے کہتے وہ ایک دم سے رک گئی۔ پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "یہ، یہ میں انگریزی کیسے بول لیتی ہوں۔ کل رات کو بھی اس سسٹر کے سامنے بے اختیار میری زبان سے انگریزی الفاظ نکل گئے تھے۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا۔ "کیا تم انگریزی نہیں جانتی ہو؟"

"بالکل نہیں۔ میں صرف ہندی جانتی تھی۔"

"تم انگریزی بول رہی ہو اس کے معنی سمجھ رہی ہو؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ "اچھی طرح سمجھ رہی ہوں لیکن حیران ہوں کہ مجھ سے یہ زبان کیسے آ گئی؟"

"تمھاری باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمھیں کوئی بہت بڑا ذہنی حادثہ پیش آیا ہے۔ تم اپنی پچھلی بہت سی باتیں بھول گئی ہو۔ انھیں سہولت سے رفتہ رفتہ یاد کرنے کی کوشش کرو۔ اپنے دماغ پر زور نہ ڈالو۔ ایک دن تمھیں یاد آ جائے گا کہ تم یہ زبان کیسے جانتی ہو۔"

ہمیں ائیرپورٹ کے قریب اس کوٹھی میں پہنچا دیا گیا جو ہمارے لیے مخصوص کی گئی تھی۔ وہاں بہت سے کمرے تھے۔ میں رسونتی کے ساتھ ان کمروں اور کاریڈور سے گزرتا ہوا کوٹھی کے پیچھے آخری کمرے میں آیا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔ "تم اس کمرے میں دروازے کو اندر سے بند کر کے آرام کرو۔ جاگنے کا وقت آئے گا تو میں تمھیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

میں نے اسے کمرے میں چھوڑ دیا۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ میں وہاں سے ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ کوٹھی کے

آگے پیچھے سادہ لباس میں جوان نظر آ رہے تھے۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "کیا کر رہی ہو؟"

"میرے بہت سے چور ائیرپورٹ کی طرف گئے ہیں۔ ہمیں وہاں جانے کا اجازت نامہ مل چکا ہے۔ میں تمھارے انتظار میں بیٹھی ہوں اور تمھارے ساتھ ائیرپورٹ تک جانا چاہتی ہوں۔"

میں نے اس کو کوٹھی کا پتہ بتا دیا۔ اسی وقت سعید صاحب دو گاڑیوں میں بختاور صاحب کی پوری فیملی کے ساتھ پہنچ گئے تھے۔ شاہینہ نے مجھے دیکھتے ہی مسکرا کر سلام کیا۔ تمام آنے والوں کے ساتھ سلام دعا کے بعد ہم ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔ شاہینہ اور سلمیٰ کھانے کا سامان لے کر کچن کی طرف چلی گئیں۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سے ہمارے لیے ناشتہ لے آئیں۔ دور ہی سے مغلئی پراٹھوں کی خوشبو آ رہی تھی۔ گرما گرم پوریاں بھاجی، حلوہ جانے کیا کیا وہ پکا کر لائی تھی۔ میں نے کہا۔ "یہ سب کیا اٹھا لائی ہو؟"

شاہینہ نے مسکرا کر کہا۔ "ہم پر چھوڑ دیں میں ہیں۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکی۔"

"مگر یہ تو بہت کم ہے اس سے میرا پیٹ کیسے بھرے گا؟"

میری بات پر سب ہنسنے لگے۔ شاہینہ نے منہ بنا کر کہا۔ "آپ لوگ تو یوں ہنس رہے ہیں جیسے یہ بہت ہی خوشی کا موقع ہو۔ حالانکہ بھائی جان ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ پتہ نہیں پھر کب ملن ہو گا؟"

اس کی باتیں سن کر سب خاموش ہو گئے۔ میں نے شاہینہ کو گھور کر کہا۔ "یہ کیا تک ہے؟ رونے والوں کو ہنسانا بہت مشکل ہے اور ہنسنے والوں کو رلانا بہت زیادہ آسان ہے۔ تم نے اپنی باتوں سے سب کو اداس کر دیا۔"

شاہینہ نے کہا۔ "میں نے ایک بات کہہ دی، مجرم بن گئی۔ اور آپ اتنے لوگوں کو اداس چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اپنے متعلق کیا کہتے ہیں؟"

"میں مجبور ہو کر جا رہا ہوں۔"

"اور میں بے اختیار رونے پر مجبور ہوں۔ جب میں روتی ہوں تو آپ میرے آنسوؤں کو پونچھتے ہیں۔ کیا کوئی عورت، کوئی بہن، کوئی بیٹی جان بوجھ کر روتی ہے؟"

بختاور نے کہا۔ "نہیں بیٹے، ہم ابھی ہنس رہے تھے تو یہ ہنسی بے اختیار آئی تھی اسی طرح آنسو بھی آنکھوں میں بے اختیار آتے ہیں۔ نہ کوئی اپنی ہنسی روک سکتا ہے نہ آنسوؤں کو آنکھوں کے پیچھے چھپا سکتا ہے۔"

ہم نے ناشتہ شروع کیا اور باتیں کرنے لگے۔ اچانک مجھے رسونتی کا خیال آیا۔ میں فوراً ہی اٹھ گیا۔ ایک پلیٹ میں اس کے لیے الگ ناشتہ نکالنے لگا۔ شاہینہ نے پوچھا۔ "یہ کیا کر رہے ہیں؟"

"میں رسونتی کو بھول ہی گیا تھا وہ ایک کمرے میں ہے میں اسے دے کر آتا ہوں۔"

شاہینہ سوجتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ سلمیٰ نے کہا۔ "آئیے نا بھابی ہم رسونتی بھابی کو دیکھیں۔ سنا ہے بہت خوبصورت ہیں۔"

شاہینہ آہستگی سے اٹھ گئی پھر میری طرف ہاتھ بڑھا کر بولی۔ "پلیٹ مجھے دے دیجیے میں یہ ناشتہ دے کر آتی ہوں۔"

"دیکھو، تم دونوں اسے بھابی نہ کہنا۔ سعید صاحب نے یہ تو بتا دیا ہو گا کہ اس کی یادداشت گم ہو گئی ہے۔ وہ مجھے فرہاد کی حیثیت سے نہیں پہچانتی ہے۔ وہ مجھے کبیر بیدل سمجھتی ہے۔"

سعید صاحب نے کہا۔ "وہ کچھ پوچھے تو کہہ دینا کہ تم دونوں اس کوٹھی میں رہتی ہو اور اس کے لیے ناشتہ لے کر آئی ہو۔"

بیگم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "چلو میں بھی اسے دیکھ لوں۔ آخر وہ میری بہو ہے۔"

وہ تینوں چلی گئیں۔ میں پھر ناشتہ کرنے لگا اور اس دوران ان کے دماغوں میں بھی جھانکنے لگا۔ مجھے فکر تھی کہ رسونتی ان لوگوں کو دیکھ کر بدک نہ جائے اور میرے خلاف کوئی راستے قائم نہ کر لے۔

رسونتی کے کمرے کے پاس پہنچ کر سلمیٰ نے دروازے پر دستک دی۔ پھر کہا۔ "دروازہ کھولو۔ ہم تمھارے لیے ناشتہ لائے ہیں۔"

رسونتی نے کھڑکی کے پاس آ کر دیکھا۔ پھر عورتوں کو دیکھ کر مطمئن ہو گئی اور دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھولتے ہی ان تینوں نے جب اسے دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئیں۔ میں نے شاہینہ کے دماغ کی سوچ پڑھی۔ وہ حیرانی سے سوچ رہی تھی۔ "میرے خدایا! اتنی حسین عورت! تبھی تو میں سوچوں کہ بھائی جان اسے چھوڑنا کیوں نہیں چاہتے۔"

سلمیٰ گم صم سی ہو کر اسے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ "ہائے، کیا ایسا بھی حسن ہوتا ہے یا کسی مصور نے ایک بہت ہی خوبصورت خیالی تصویر بنا دی ہے اور میں اسے دیکھ رہی ہوں۔"

بیگم نے کہا۔ "تم دونوں اسے کھلاؤ میں ابھی آتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچیں اور بختاور صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے جی! سنتے ہیں۔ ذرا بہو کو چل کر دیکھیں۔ خدا کی قسم، کیا رنگ ہے، کیا روپ ہے۔ چہرے کے نقش ایسے ہیں کہ آنکھوں کے سامنے تصویر کھنچ جاتی ہے۔ اسے دیکھو تو اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔"

بختاور نے کہا۔ "بھئی اتنی تعریفیں نہیں کرو۔ ہم سب اسے بے اختیار دیکھنے جائیں گے تو ہماری زبان سے کوئی ایسی بات نکل جائے

گی کہ رازفاش ہوجائے گا وہ سمجھ لے گی کہ ہم سب فرہاد کے رشتے دار ہیں۔"

بیگم نے کہا: "میں نے کوئی منہ دیکھی تعریف نہیں کررہی ہوں۔ میری اتنی عمر گزر گئی بیٹے فرہاد! تم سے کہاں سے ڈھونڈ لائے ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "یہ خدا کی دین ہے۔ میں جب سونتی کی تعریفیں سنتا ہوں تو مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے۔ حق دار کو اس کا حق ملنا چاہیے۔ سونیا اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے عظیم ہے۔ اس کی جتنی بھی تعریفیں کی جائیں کم ہیں۔ اسی طرح رسونتی روپ، رنگ اور ناک نقشے کے اعتبار سے لاجواب ہے۔ آپ سچ پوچھیں تو میں نے بھی آج تک رسونتی جیسی کوئی دوسری حسین صورت نہیں دیکھی۔ یوں تو دنیا میں طرح طرح کے حسن بکھرے پڑے ہیں۔"

بھنڈورنے کہا: "اب ان لڑکیوں سے کہو کہ ہمارے لیے چائے کی فکر کریں۔ جب ہماری بہو یہاں سے ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہوگی تو ہم اسے دیکھ لیں گے۔"

چند منٹ کے بعد چائے حاضر ہوگئی۔ شاہینہ بھی آگئی تھی اور اب مجھ سے لگی بیٹھی تھی۔ آٹھ بج کر پچیس منٹ پر اطلاع آئی کہ ہمارا جہاز پہنچ گیا ہے۔ اس جہاز کو کارنر ون سے پر ٹھہرنے کے لیے ایک گھنٹے کا وقت دیا گیا ہے۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ اب مجھے جانا ہوگا۔"

شاہینہ مجھ سے لپٹ کر اچانک ہی رونے لگی۔ میں اُسے تھپک تھپک کر تسلیاں دینے لگا۔ اسی وقت ایک گاڑی کوٹھی کے سامنے آکر رکی۔ میں اعلیٰ بی بی کا منتظر تھا۔ اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہی اس گاڑی میں آئی تھی۔ میں نے سعید صاحب سے کہا: "اعلیٰ بی بی ہے۔ اسے یہاں آنے کی اجازت دے دیں۔"

سعید صاحب باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد اعلیٰ بی بی آئی۔ میرے چاروں اطراف رشتہ داروں کی بھیڑ دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ میرے آس پاس تبھی لوگ اسے گم صم ہوکر دیکھنے لگے۔ وہ اپنے اصلی روپ میں تھی اور ایسے وقت میں وہ ہلکے گلابی رنگ کا لباس پہنتی تھی۔ اس کے گلے میں وہی سیاہ موتیوں کی مالا تھی جس کے دانے یکے بعد دیگرے چمک رہے تھے اور نگاہوں کو اپنی طرف متوجہ کررہے تھے۔ اس کے لانبے بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ کچھ شانوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ سیاہ بالوں کے ہجوم میں چہرے کی چاندنی جواں جواں تھی۔

اگر میں اسی طرح اپنے آس پاس رہنے والی دوشیزاؤں کی تعریفیں کرتا رہوں تو یہ بڑی مضحکہ خیز بات ہوگی لیکن دن کو سورج نکلے اور دن جگمگا جائے تو اس کی جگمگاہٹ سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ میرے آس پاس کھڑے ہوئے تمام افراد کی نگاہیں بتا رہی تھیں کہ وہ اعلیٰ بی بی کو دیکھ کر کچھ کہنا بھول گئے ہیں۔ اگر میں ان کے دماغوں میں جھانک کر ان کی سوچیں پڑھتا تو مجھے یقیناً ہر سو سے یہی کہتی سنائی دیتی کہ فرہاد ملائشیا خوش نصیب ہے اور حسن نظر رکھتا ہے۔ تب ہی اس کی کتابِ زندگی کا ورق ورق حسین ہے۔

اعلیٰ بی بی نے مسکرا کر شاہینہ کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا: "میں یقین سے کہتی ہوں کہ یہ شاہینہ ہے۔"

میں نے شاہینہ سے کہا: "تم نے پہچانا۔ یہ اعلیٰ بی بی ہے جس کا ذکر تم اکثر سنتی رہی ہو۔"

شاہینہ نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرنا چاہا لیکن اعلیٰ بی بی نے اُسے گلے سے لگالیا۔ پھر میں نے اعلیٰ بی بی سے سب کا تعارف کرایا۔ وقت کم تھا اس لیے ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ میں رسونتی کو اس کے کمرے سے لے کر آیا۔ جنتا ور، زبیر اور منصور اسے دیکھ کر حیرانی سے اور تعریفی نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔ جب ہم کوٹھی سے باہر نکلے تو شاہینہ نے میرے بازو کو جھنجوڑتے ہوئے کہا: "میں آپ کے ساتھ جہاز تک جاؤں گی۔"

میں نے سعید صاحب سے کہا: "آپ تو اس پگلی کی دیوانگی جانتے ہیں۔ کچھ کیجیے۔"

سعید صاحب نے کہا: "کوئی بات نہیں۔ شاہینہ میرے ساتھ چلی جائے گی۔ کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔ باقی سب یہیں سے الوداع کہہ دیں۔"

بہرحال بحالتِ مجبوری سب نے مجھے وہیں سے الوداع کہا۔ ہم مختلف گاڑیوں میں بیٹھ کر ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ وی آئی پی لاؤنج سے نکل کر رن وے پر آئے۔ دور ہی سے اس جہاز پر جلی حرفوں سے سونیا کا نام نظر آیا۔ شاہینہ نے خوش ہوکر کہا: "اللہ! میری بچی کا نام اس جہاز پر کتنا اچھا لگ رہا ہے؟"

میں نے اس کے دماغ میں کہا: "ذرا محتاط رہو۔ رسونتی کے سامنے سونیا کو بھابی وغیرہ نہ کہو۔ حالانکہ وہ سونیا کو بھی بھول چکی ہے لیکن احتیاط لازمی ہے۔"

اُسی وقت میں نے دائیں طرف رسونتی کو ہولے ہولے بڑبڑاتے ہوئے سنا۔ وہ کہہ رہی تھی: "سونیا۔ پھر جہاز کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نام کو پڑھ رہی تھی پھر اس نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا: "ایسا لگتا ہے جیسے یہ نام میں نے کہیں سنا ہے۔"

میں نے پوچھا: "کہاں سنا ہے؟"

وہ ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی کو رگڑنے لگی۔ میں نے کہا: "دماغ پر زور نہ ڈالو۔ کوئی بات یاد کرنا ہو تو سہولت سے کرو۔ یاد نہ آئے تو اُسے بھول جانے کی کوشش کرو۔ رفتہ رفتہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

ایک چور نے آکر اعلیٰ بی بی کے سامنے ایٹیشن ہوتے ہوئے

کہا: "ہم نے خصوصی آلات کے ذریعے جہاز کو پوری طرح چیک کیا ہے۔ کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔ ایندھن اتنا ہے کہ ہم برما ہی نہیں ہانگ کانگ تک بھی جاسکتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے سر کو ہلایا۔ پھر آگے بڑھ گئی۔ ہم اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ جہاز کے قریب پہنچ کر سب زینے کے ذریعے چڑھنے لگے۔ اعلیٰ بی بی نے رسونتی کا ہاتھ تھام لیا اور اُسے اپنے ساتھ لے گئی۔ میں نے شاہینہ کے ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا: "میری بہن! میں جارہا ہوں۔ تمھاری دعائیں ساتھ رہیں گی تو میں ہر خطرے سے نکل آؤں گا اور جلد ہی تم سے ملوں گا۔"

وہ رو رہی تھی اور یوں رو رہی تھی کہ اس کی زبان سے کوئی لفظ ادا نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے اُسے سینے سے لگایا۔ اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر سعید صاحب نے شاہینہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا: "اب فرہاد کو جانے دو۔"

انھوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ پھر میں شاہینہ کو الوداعی نظروں سے دیکھتے ہوئے طیارے کے اندر پہنچ گیا۔ میرے پہنچتے ہی وہاں سے سیڑھی ہٹائی جانے لگی۔ دروازہ بند ہوگیا۔ طیارے کا اندرونی ماحول یوڈی کولون سے معطر تھا۔ میں اس کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ اسی وقت اسپیکر سے آواز سنائی دی: "جناب فرہاد ملک تیمور صاحب! میں آپ کے طیارے کا پائلٹ وائڈ کریچر آپ سے مخاطب ہوں۔ اس طیارے کی پرواز کا وقت دس بج کر پندرہ منٹ ہے۔ اس سے پہلے آپ میرے دماغ میں پہنچ کر مطمئن ہوجائیں۔ میں آپ کا خادم ہوں اور آپ کے حکم کی تعمیل کرنا میرا اولین فرض ہے۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا اور اپنے طریقۂ کار کے مطابق اس کے دماغ کے شعوری اور غیر شعوری خانوں میں پہنچ رہا تھا۔ اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ ہر انسان اپنے دماغ کے اندر کچھ نہ کچھ چھپا کر رکھتا ہے۔ اس نے بھی بہت کچھ چھپایا تھا لیکن اس کی پوری کا تعلق کچھ رومانس سے تھا۔ کچھ اپنے ذاتی معاملات سے تھا۔ میں پوری طرح مطمئن ہوگیا۔ وہ دشمن اور سازشی نہیں تھا۔

اس کے بعد ایک انگریز نوجوان مسکراتا ہوا میرے سامنے آیا۔ پھر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد ملک تیمور! میں اس جہاز کا اسٹیورڈ ہیزی کو پر ہوں۔ آپ میرے دماغ میں پہنچ کر مطمئن ہوسکتے ہیں۔"

پھر ایک نوجوان انگریز عورت میرے پاس آئی۔ اس نے بھی مسکراتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "میں اس طیارے کی ایئرہوسٹس لولیتا ہوں۔ آپ مجھ سے بھی مطمئن ہوسکتے ہیں۔"

میں نے ان دونوں سے کہا: "تم میرے ساتھیوں کو انٹرٹین کرو۔ مجھے جو معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔ وہ کرلوں گا۔"

وہ چلے گئے۔ میں اسی جگہ کھڑا سر گھما کر ادھر سے اُدھر طیارے کو یوں دیکھنے لگا جیسے معائنہ کررہا ہوں لیکن میں اسٹیورڈ ہیزی کو پر اور ایئرہوسٹس لولیتا کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ان کے دماغوں کو ٹٹول رہا تھا۔ پھر میں ان سے بھی مطمئن ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے سوچ کے ذریعے اپنے پائلٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "مسٹر وائڈ کریچر! میں نے تم سب کے خیالات پڑھ لیے ہیں اور میں مطمئن ہوں تم اپنے وقت پر پرواز کرسکتے ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے میرے قریب آکر کہا: "کیا میں رسونتی کے ساتھ بیٹھوں یا تم بیٹھو گے؟"

"نہیں، تمھارا بیٹھنا ضروری ہے۔ یہاں آتے وقت وہ اس جہاز پر سونیا کا نام پڑھ رہی تھی۔ شاہینہ کی زبان سے بھی اس نے یہ نام سنا۔ اسے کچھ یاد آرہا تھا مگر وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ سونیا کا نام کہاں سنا ہے؟"

اعلیٰ بی بی بڑی توجہ سے میری باتیں سن رہی تھی اور سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ چند لمحوں کے بعد اس نے کہا: "وہ سب کچھ بھول چکی ہے لیکن ایک بات ہے۔ یہ علم نفسیات کی روشنی میں کہتی ہوں کہ انسان چاہے سب کچھ بھول جائے لیکن اسے دکھی نہیں بھولتا جو اس کے دل کو، دماغ کو متاثر کرکے اس کی روح میں اُتر گیا ہو۔ سونیا نے رسونتی کے لیے اتنی بڑی قربانی دی ہے اور رسونتی کو اس انداز میں متاثر کیا ہے کہ وہ سب کچھ بھولنے کے بعد بھی سونیا کے نام پر چونک گئی ہے۔ اس کے دماغ کے تہہ خانے تک تم پہنچ چکے ہو لیکن دماغ کے پاتال میں پہنچنا بہت مشکل ہے اور اس پاتال میں سونیا موجود ہے۔"

میں نے کہا: "ٹھیک ہے۔ تم رسونتی کے پاس بیٹھو۔ ہوسکتا ہے تمھیں اس کی باتوں سے کچھ اور معلومات حاصل ہوں اور تم اس کے دماغ کا تجزیہ کرسکو۔"

وہ رسونتی کے پاس چلی گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ اپنی کے پاس ایک سیٹ میرے لیے خالی تھی۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ وہ اٹھ کر احتراماً کھڑی ہوگئی۔ میں نے کہا: "بیٹھ جاؤ۔"

پھر میں نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا: "کیا تم مطمئن ہو کہ یہاں سب ہمارے آدمی ہیں۔ کوئی بہروپیا نہیں ہے؟"

"میں مطمئن ہوں۔ سب سے پہلے میں اس طیارے کے دروازے پر آکر کھڑی ہوگئی تھی۔ پھر جو بھی آتا گیا۔ میں اسے کوٹ ورڈز کے ذریعے پہچانتی گئی۔ دھوکے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

میں پائلٹ وائڈ کریچر کے دماغ میں پہنچ گیا اس وقت وہ کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھا۔ وہاں سے کہا جا

رہا تھا۔ دس بج کر پانچ منٹ ہو چکے ہیں۔ سونیا کو مین رن وے پر لایا جائے۔"

پائلٹ نے ٹاور سے ملنے والے احکامات کی تعمیل کی۔ آخر دس بج کر پندرہ منٹ پر طیارے نے پرواز کی۔ ہم نے پاکستان کی زمین کو الوداع کہہ دیا۔ جب جہاز بلندی پر پہنچ گیا تو میں نے اسٹیورڈ ہنری کو پرے کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سامنے اس دروازے کے پاس پہنچا جس کے دوسری طرف پائلٹ روم تھا اس نے دروازے کے پاس ٹیکنے والے ایک مائک کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ پھر کہنا شروع کیا: "میں فرہاد علی تیمور تم سب سے مخاطب ہوں۔"

سب چونک کر کبھی میری طرف اور کبھی اس اسٹیورڈ کی طرف دیکھنے لگے۔ میں مسکرا رہا تھا اور اسٹیورڈ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ صبح کے ذریعے اپنی باتیں نشر کر رہا تھا اور وہ باتیں اسٹیورڈ کی زبان سے ادا ہو رہی تھیں۔ اسٹیورڈ نے کہا: "مائی سویٹ اعلیٰ بی بی! اور اعلیٰ بی بی کے وفادار ساتھیو! — سونیا کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ سب سے تم اچھی طرح جانتے ہو مگر تم صرف اسے جانتے ہو۔ میں اُسے پہچانتا بھی ہوں۔ میرے شاہ بابا شاہ اس نے ایک نہیں ہزار بار موت کے راستوں کو بدل دیا۔ آج ہم اسی سونیا کی آغوش میں اپنے نئے سفر کا آغاز کر رہے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بلند آواز سے کہا: "بھری چیرز فار سونیا۔"

اس کے جواب میں سب نے ایک آواز میں تین بار کہا: "ہپ ہپ ہُرا۔"

میں نے پھر اسٹیورڈ کی زبان سے کہا: "مگر میرے ساتھیو! یہ البیلی سونیا ہمیں جس منزل پر پہنچائے گی۔ وہاں قدم قدم پر موت ہماری منتظر ہوگی۔ دشمنوں نے میرے خلاف کتنی زبردست چال چلی ہے یہ آپ لوگوں کے علم میں ہے۔ وہ صرف بھیڑیوں سے نہیں، مکاریوں سے بھی لڑ رہے ہیں۔ وہاں وہ کیسی مکارانہ چالیں چلیں گے۔ یہ ابھی ہم نہیں جانتے لیکن ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ میں جانتا ہوں کہ بابا فرید واسطی کے سائے میں رہ کر تم لوگوں نے ہر لمحہ محتاط اور متحد رہ کر زندگی گزارنا سیکھا ہے۔ اب میں دیکھوں گا کہ تم لوگ عملی طور پر کتنے ذہین حاضر دماغ اور باصلاحیت ہو۔"

میری اس بات پر وہ سب مسکرانے لگے۔ اعلیٰ بی بی بھی مسکرا رہی تھی لیکن کسی نے زبان سے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ اپنے باصلاحیت، ذہین اور حاضر دماغ ہونے کا عملی ثبوت دیں گے۔ یقیناً وہ لوگ دعوے کرنا نہیں جانتے تھے۔ وقت آنے پر کر گزرنا جانتے تھے۔

میں نے اسٹیورڈ ہنری کو پرے کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا کر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو دیکھنے لگا۔ پھر حیرانی سے بولا: "میں اب تک کیا کر رہا تھا؟"

اس کی بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ میں نے مسکرا کر کہا: "اب تک میں تمہارے دماغ پر قابض تھا۔ اب تم جو کہنا چاہو، وہ کہہ سکتے ہو۔"

اس نے مسکرا کر پھر مجھے دیکھا۔ اس کے بعد کہنے لگا: "میرے معزز دوستو! سفر کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں مسٹر فرہاد نے میرے دماغ کے ذریعے آپ لوگوں سے کیا کہنا ہے، یہ میں نہیں جانتا۔ میں آپ لوگوں کو اس طیارے کے متعلق چند معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں۔"

ایک لمحہ ٹھہر کر اس نے کہنا شروع کیا: "آج سے پہلے طیارہ ہمارے سپرد ماسٹر کے استعمال میں تھا۔ انھوں نے اپنی اندر ساتھ سفر کرنے والے ساتھیوں کی حفاظت کے لیے یہاں انتظامات کر رکھے ہیں۔ وہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ پہلی بات یہ سمجھ لیجیے کہ اگر کوئی طیارے کو اغوا کرنا چاہے۔ یہاں میری ایک اسٹین گن لے کر کھڑا ہو جائے اور دھمکی دے کہ کوئی سے حرکت نہ کرے تو ایسی صورت میں کسی کو کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ میں سے کوئی ایک شخص بیٹھے ہی بیٹھے اپنے دائیں پاؤں کو سیٹ کے نیچے لے جائے۔ میں فرہاد صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ ایسا کریں۔"

میں نے ایسا ہی کیا۔ بیٹھے ہی بیٹھے اپنے دائیں پاؤں کو سیٹ کے اندر لے گیا۔ میرا وہ پیر ایک جگہ کسی چیز سے ٹکرایا۔ اسٹیورڈ نے کہا: "یقیناً اب آپ کا پاؤں ایک جگہ رک گیا ہوگا۔ رک گیا ہے۔ وہاں اس حصے کو آپ اپنے جوتے کی ایڑی سے دبا دیجیے۔"

میں نے دبایا۔ دوسرے ہی لمحے اسٹیورڈ کے حلق سے کراہ نکلی۔ وہ اب نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک دم سے پھسلتا گیا اور پھسلتا ہوا ہمارے درمیان والی راہداری سے گزرتا ہوا جا میں نے فوراً پاؤں ہٹایا تو وہ رک گیا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کپڑے جھاڑتا ہوا مائک کے پاس آیا اور پھر کہنے لگا۔ فلور ہے کوئی بھی اسٹین گن یا مہلک ہتھیار لے کر یہاں قدموں پر کھڑا نہیں رہ سکتا۔ راہداری کے اس سرے سے سرے تک پھسلتا چلا جائے گا اور کسی کو اپنے نشانے پر نہیں سکے گا۔ فرہاد صاحب نے جس کل کو اپنے دائیں پاؤں سے ہے وہ کل ہر ایک کی سیٹ کے نیچے موجود ہے۔ اب کوئی کل کو نہ دبائے۔ میں اور تماشہ بننا نہیں چاہتا۔"

اس کی اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ اسٹیورڈ نے "ویسے یہ محض احتیاطی تدبیر ہے ورنہ پائلٹ روم میں ایک جاسوسی آلہ لگا ہوا ہے کہ کوئی اس طیارے میں آتشی اسلحہ یا ٹائم بم وغیرہ لے کر داخل ہو تو پائلٹ روم میں ایک سرخ لائٹ روشن ہو جاتی ہے اور ایسے لوگوں کی نشاندہی کرتی ہے۔"

اس نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا: "اگر جہاز کا ایندھن ختم ہو جائے یا جہاز میں کوئی ایسی خرابی پیدا ہو جائے کہ رن وے پر نہ اتارا جا سکے یا جہاز میں اچانک آگ لگ جائے تو اس کے لیے بچاؤ کی جو تدبیر ہے وہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ آپ لوگوں کی سیٹ کے ساتھ جو سیفٹی بیلٹ ہے اسے ان حالات میں فوراً باندھ لیں۔ آپ کے دائیں ہاتھ کے بیٹھے کے نیچے ایک بٹن ہے۔ آپ میں سے کوئی چار مسافر بیک وقت اپنے اپنے بٹن دبائیں تو اس طیارے کی چھت یکبارگی کھل جائے گی۔"

پھر اس نے جلدی سے کہا: "دیکھیے۔ آپ اس بٹن کو ہولے سے چھو کر دیکھیں۔ اسے دبائیں گے تو گڑھا سا ہو جائے گی۔ اسی وقت چھت کھل جائے گی۔ چھونے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔"

ہم سب نے بیٹھے کے نیچے اُسے چھو کر دیکھا اور ایک ٹہنی کو محسوس کیا۔ اسٹیورڈ نے کہا: "آپ تمام لوگوں کی سیٹوں کی چھت پر جو دائرے نظر آ رہے ہیں ان میں پیراشوٹ بندھے ہوئے ہیں۔ وہ پیراشوٹ آپ لوگوں کی سیٹوں سے منسلک ہیں۔ اب آپ اپنے بائیں ہاتھ کے بیٹھے کے نیچے ایک بٹن کو محسوس کریں۔"

سب نے اپنے بائیں ہتھے کے نیچے اس بٹن کو محسوس کیا۔ اسٹیورڈ نے تاکید کی تھی کہ اسے بھی دبایا نہ جائے۔ اس کے بعد اس نے کہا: "چھت کھلتے ہی جب آپ بائیں ہاتھ کے بٹن کو نوچ سے دبائیں گے تو اچانک ایئر کمپریشر کی وجہ سے وہ تمام پیراشوٹ ایک جھٹکے سے کھلیں گے اور آپ کو اپنی سیٹوں سمیت اڑا کر چھت کے پار لے جائیں گے۔"

میں نے حیرانی سے اپنی سیٹ کو دیکھا۔ اسٹیورڈ نے کہا: "یہ سیٹیں دوہری ہیں۔ جب آپ پیراشوٹ کے ساتھ اوپر جائیں گے تو آپ جس سیٹ پر بیٹھے رہیں گے وہ آپ کی ان سیٹوں کا اوپری حصہ ہوگا۔ باقی سیٹ ہتھے اور پشت کے ساتھ اسی جہاز میں رہ جائے گی۔"

سب لوگ اپنی اپنی سیٹوں کو ادھر اُدھر سے دیکھنے لگے۔ اسٹیورڈ نے کہا: "اس طیارے میں سفر کرنے کے دوران جو باتیں ذہن نشین ہونا چاہئیں، وہ یہ ہیں کہ سیٹ کے دونوں ہتھوں کے نیچے جو بٹن ہیں انھیں زور سے نہ دبایا جائے۔ یہ احتیاط بہت ہی لازمی ہے۔ اس کے بعد سیٹ کے نیچے دائیں پاؤں کے پاس جو کل ہے اسے بھی نہ دبایا جائے کیونکہ جس وقت ہم آپ کی خدمت میں مصروف ہوں گے۔ اور بٹن دب گیا تو اس رولنگ فلور پر پھسل کر دور تک جائیں گے اور ہمارا جو حشر ہوگا وہ آپ نے ابھی دیکھا ہے۔"

اس نے ایک ذرا رک کر پھر کہا: "اب میں آپ لوگوں کو پیراشوٹ کے بارے میں بتاؤں۔ جو پیراشوٹ اوپر چھت کے دائروں میں محفوظ ہیں۔ ان میں آپ لوگوں کے لیے ایک ایک کٹ موجود ہے۔ کٹ کے اندر ایک پھریرا ہوا، ریوالور، چند کارتوس، ایک شکاری چاقو، ایک قطب نما، سوکھے میوے اور سرپند کھانوں کے ڈبے، پانی کی بوتلیں اور ایک ایک کمبل موجود ہیں۔ ان میں سے سیٹ نمبر سات اور چودہ کی کٹ میں ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ پندرہ اور سولہ نمبر کی سیٹ میں انٹی ڈارک آئی لینس اور ٹارچ لائٹ وغیرہ ہیں۔ اسی طرح مختلف سیٹوں کی کٹ میں مختلف قسم کی ایسی چیزیں ہیں جو کسی جنگل میں، ویرانے میں یا پہاڑی راستوں میں کام آ سکتی ہیں۔"

وہ پھر ذرا دیر کے لیے رکا۔ اس کے بعد کہنے لگا: "پرواز کے دوران جو آفات ہم پر نازل ہو سکتی ہیں۔ ان سے بچاؤ کی تدابیر میں نے بتا دیں۔ اب آپ سنیے۔ اگر یہ طیارہ کسی رن وے پر کھڑا ہوا ہو اور دشمنوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا ہو تو آپ کیا کریں گے؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے سب کو دیکھا۔ پھر مسکرا کر کہا: "آپ سب اپنے سائیڈ کی کھڑکیوں کو دیکھیں۔ کھڑکیوں کے ساتھ ایک بٹن ہے آپ اپنی اپنی کھڑکی کے بٹن دبائیں۔"

سب نے اس پر عمل کیا۔ بٹن دباتے ہی کھڑکیوں پر آہنی چادریں چڑھ گئیں۔ اسٹیورڈ نے کہا: "یہ چادریں اس پورے طیارے کی بیرونی باڈی کی طرح بلٹ پروف ہیں۔ باہر سے جتنی بھی فائرنگ ہوگی۔ آپ محفوظ رہیں گے۔ لیکن آپ باہر والے دشمنوں کو کیسے دیکھیں گے؟"

اس نے پھر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس کے جواب میں آپ لوگوں کو یہ بتا دوں کہ اس طیارے میں سب سے اہم جو کی سیٹ ہے اور اس وقت اس سیٹ پر اعلیٰ بی بی بیٹھی ہوئی ہیں۔"

ایک چور نے خوش ہو کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا: "میں ذرا ایور لکی۔"

اسٹیورڈ نے کہا: "میں اعلیٰ بی بی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے سامنے والی سیٹ کے پشت پر لگے ہوئے ایک بٹن کو دبائیں۔"

اعلیٰ بی بی نے اس بٹن کو دبایا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ٹکڑے سے سیٹ کا پچھلا حصہ کھل کر ایک ٹرے کی طرح اعلیٰ بی بی کے سامنے آ گیا۔ اس ٹرے پر ایک چھوٹی سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ اسٹیورڈ نے کہا: "اب آپ اس بٹن کو دبائیں جس پر آن لکھا ہوا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے اسے دبایا تو اسٹیورڈ کے سر کے اوپر ایک

ویوارٹی، وی اسکرین کی طرح روشن ہوگئی جہاز کے دائیں طرف باہر کا حصہ نظر آنے لگا۔ بادل تیر رہے تھے کبھی نضا تھی۔ اسٹیورڈ نے کہا: "اسی طرح آپ دو نمبر کے بٹن کو دبائیں گی تو طیارے کے بائیں طرف کا حصہ نظر آئے گا۔ تین نمبر کے بٹن کو دبانے سے طیارے کا اگلا حصہ اور چار نمبر کا بٹن دبانے سے طیارے کا پچھلا حصہ نظر آئے گا۔ گویا طیارے کے چاروں طرف جو دشمن ہوں گے وہ اس اوپر والی اسکرین پر باری باری نظر آتے رہیں گے۔ آپ اس مشین کو دیکھیں۔ نمبر ایک کے ساتھ حرف "اے" والا ایک بٹن ہے۔ پھر نمبر دو کے ساتھ "بی" والا بٹن ہے۔ نمبر تین کے ساتھ سی والا بٹن ہے اور نمبر چار کے ساتھ ڈی والا بٹن ہے۔ آپ ان بٹنوں کو باری باری دبائیں گی تو دائیں بائیں آگے پیچھے اس طیارے کی نچلی باڈی سے فائرنگ ہونے لگی۔"

میں نے مسکرا کر دل ہی دل میں کہا: "واہ سپر جاسوسہ! آج پتہ چلا کہ تم کہیں بھی جاتے ہو تو جیمز بانڈ بن کر سفر کرتے ہو۔"

اسٹیورڈ نے کہا: "میں نے آپ کو اس طیارے کے متعلق تمام معلومات فراہم کر دی ہیں۔ اب کوئی سوال ہو تو مجھ سے کریں۔ اور آپ کے سامنے اب مس لولیتا حاضر ہو رہی ہیں۔ آپ کھانے پینے کی فرمائشیں کر سکتے ہیں۔" اسٹیورڈ اور لولیتا پوچھتے پھر رہے تھے کہ ہم کیا کھانا چاہتے ہیں۔ کیا پینا چاہتے ہیں۔ سب اپنی اپنی خواہش کا اظہار کر رہے تھے۔ طیارے کا اندرونی ماحول نہایت ہی خوشگوار تھا۔ اس ماحول میں یوڈی کلون کی خوشبو دماغ کو معطر کر رہی تھی۔ سفر اتنا آرام دہ، پُرسکون تھا جیسے طوفان سے پہلے سمندر کی لہریں پُرسکون ہو جاتی ہیں۔

ہمارا طیارہ رنگون کے کارزن ڈے پر اتر کر رک گیا۔ رنگون کا ماسٹر اپنے تمام ماتحتوں کے ساتھ میرے استقبال کے لیے آیا ہوا تھا۔ سب سے پہلے اعلیٰ بی بی کے چند خاص آدمی طیارے کے باہر گئے تاکہ ماسٹر سے گفتگو کریں اور جہاں میری رہائش کا انتظام ہو۔ وہاں مجھ سے پہلے وہ لوگ جائیں اور اس رہائش گاہ کو اندر اور باہر سے چیک کریں۔ میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ پندرہ بیس منٹ کے بعد ان کے دماغوں میں پہنچ کر صورت حال معلوم کروں گا۔

ان کے بعد اعلیٰ بی بی اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ باہر گئی۔ میں سونتی کے پاس آ گیا۔ وہ خاموش تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے۔ کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ کچھ نہیں بولی۔ تب میں نے خاموش رہ کر اس کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ وہ سوچ رہی تھی: "میں کیا کروں۔ ان لوگوں سے کیسے نجات حاصل کروں۔ یہ تو بہت گہرے لوگ ہیں۔ ان کی پوری فوج ہے۔ میں کیسے فرار ہو سکوں گی؟"

میں نے حیرانی سے اس کی سوچ پڑھی۔ پھر اس کی سوچ میں یہ سوال کیا "کیا لیکن فرار ہونا کیوں ضروری ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا: "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ جب دیو معلوم ہو چکا ہے کہ میں اس وقت فرہاد علی تیمور کے جال میں پھنسی ہوئی ہوں اور یہ سب فرہاد کے آدمی ہیں تو میں یہاں کیسے رہائی پا سکتی ہوں۔ یہ بات میرے لیے حیران کن تھی۔ اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ فرہاد اس کے ساتھ ہے۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا۔ اس کے دماغ سے جواب موصول ہوا اور جو جواب میں نے سنا اس سے میری ایک حماقت کا اظہار ہو رہا تھا۔

میری حماقت یہ تھی کہ جب ہم نے اس طیارے میں سفر کا آغاز کیا تو جہاز کے بلندی پر پہنچنے کے بعد میں نے اسٹیورڈ کی مدد سے اپنے ہمسفر ساتھیوں کو مخاطب کیا تھا اور جوش و جذبے میں یہ بھول گیا تھا کہ میں خود کو فرہاد علی تیمور کہہ کر مخاطب کر رہا ہوں اور سامنے بیٹھی ہوئی سونتی سن رہی ہے اور تب ہی سے وہ گم صم ہو گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی کے سمجھانے بجھانے پر کچھ کھا ہی تھی مگر اس کا اندر میرے خلاف پک رہا تھا۔

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر پوچھا: "کیا تم نے محسوس کیا کہ سونتی سفر کے دوران خاموش رہی ہے۔"

"ہاں، اور میں نے تمہاری ایک غلطی بھی نوٹ کی لیکن میں کیا کر سکتی تھی۔ جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ اسی طرح بات تمہاری زبان سے نکل گئی تھی۔ تم نے خود کو فرہاد علی تیمور ظاہر کر دیا تھا۔ میرا تم سے کچھ کہنا یا نہ کہنا برابر تھا اس لیے میں خاموش رہی۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر سونتی سے کہا: "تم نے پاکستان سے یہاں تک میرے ساتھ سفر کیا ہے۔ کیا میں نے تمہیں کوئی نقصان پہنچایا؟ تم فرہاد کے نام سے نفرت کرتی تھیں اس لیے میں نے خود کو کبیر بیدی کہا اور میرا مقصد یہی تھا کہ میں تمہیں پاکستان سے لا کر تمہیں تمہارے ماحول میں پہنچا دوں۔ ہندوستان تمہارے لیے خطرے کی جگہ تھی۔ اس لیے میں تمہیں رنگون میں تمہیں لے آیا ہوں۔ میں یہ سب کچھ تمہاری بھلائی کے لیے کر رہا ہوں۔ کیا پھر بھی تم مجھ سے نفرت کرو گی؟"

اس نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ پھر کہا: "اگر کوئی شخص خواہ مخواہ میرا شوہر بننا چاہے اور مجھے بدنام کرے تو کیا میں اس سے نفرت نہیں کروں گی؟"

"سونتی تم اپنے آپ کو میری حد تک بھول چکی ہو۔ اگر مجھے یاد نہیں کر رہی ہو۔ تم میرے بچے کی ماں ہو۔"

وہ تقریباً چیخ کر بولی: "بکواس مت کرو میرے پاس

دور چلے جاؤ۔ میں تمہارے قریب بیٹھنا پسند نہیں کرتی یا پھر مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"تمہارا دماغ کمزور ہے تمہیں غصے اور جوش میں نہیں آنا چاہیے چلو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میں کبھی تمہیں اپنی بیوی یا بچے کی ماں نہیں کہوں گا۔ اب تو مجھ سے نفرت نہیں کرو گی؟"

پھر میں نے اس کی سوچ پڑھی۔ وہ سوچ رہی تھی: مجھے مصلحت سے کام لینا چاہیے۔ یہاں غصہ دکھانے سے کام نہیں بنے گا۔

یہ سوچتے ہی اس نے نظریں جھکا کر ذرا نرم پڑتے ہوئے کہا: "اچھی بات ہے۔ اب میں تم سے نفرت نہیں کروں گی۔ تم میرے اتنے قریب نہ بیٹھو۔ یہاں سے اٹھ جاؤ۔"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا: "چلو اب ہم طیارے کے باہر چلیں گے۔ میں تمہارے رشتہ داروں کے پاس تمہیں پہنچاؤں گا۔ یقیناً راجیش، مہیش اور ان کی ماتا جی تمہارا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

وہ ایک دم خوش ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے سر ہلا کر کہا۔ "سونتی! میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ جو کہتا ہوں۔ اس پر عمل کرتا ہوں۔ پاکستان میں میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمہارے شناساؤں کے پاس پہنچاؤں گا۔ میں یہ وعدہ اب پورا کر رہا ہوں۔ آؤ۔"

ہم طیارے سے باہر آ گئے۔ ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "میں یہاں کا ماسٹر ڈی سوزا ہوں۔ مجھے آپ سے مل کر بے حد خوشی ہو رہی ہے آپ میرے شہر میں آئے ہیں۔ یہ میری عزت افزائی ہے۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ یہاں آپ کو کسی چیز کی کمی نہ ہو اور کسی دشمن کا سایہ آپ پر نہ پڑے۔"

میں نے کہا: "ان سے ملیے یہ ہیں مادام رسونتی۔"

ماسٹر ڈی سوزا نے خوش ہو کر کہا: "اوہ، یہ تو میری خوشی کی انتہا ہے کہ مادام بھی تشریف لائی ہیں۔"

رسونتی نے دور تک ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا: "راجیش اور مہیش نظر نہیں آ رہے ہیں؟"

"تم میرے ساتھ چلو۔ وہ ہمارے پاس آ جائیں گے۔" پھر میں نے ماسٹر سے کہا: "ایک منٹ کی مہلت چاہتا ہوں۔ ذرا اپنے آدمیوں کی خبر لے لوں۔"

یہ کہہ کر میں نے اعلیٰ بی بی کے ان چوروں سے رابطہ قائم کیا جو میری رہائش گاہ کو چیک کرنے گئے تھے۔ انہوں نے کہا۔ "جناب! ہم مطمئن ہیں۔ آپ یہاں آ سکتے ہیں۔"

ان کے بعد میں راجیش کے پاس پہنچا۔ وہ اور مہیش اپنی ماں سے باتیں کر رہے تھے۔ وہ اسی بنگلے میں تھے جس کا پتہ انہوں نے مجھے بتایا تھا۔ میں نے وہاں سے دماغی طور پر واپس آ کر ماسٹر ڈی سوزا سے کہا: "ماسٹر آپ میرے چند آدمیوں کو لے کر میری رہائش گاہ میں پہنچیں۔ میں مادام رسونتی کو ان کے ایک رشتہ دار کے ہاں چھوڑ کر آتا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا: "تم اور تمہارے چند خاص ماتحت بھی میرے ساتھ چلیں گے۔"

وہ مطمئن ہو گئی۔ دس منٹ کے بعد ہم ایئرپورٹ کے باہر آئے۔ وہاں ہمارے لیے کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ماسٹر ڈی سوزا نے کہا: "یہ آپ کی خاص کار ہے۔ اس کی خصوصیات اگر آپ پوچھنا چاہیں تو میں ابھی بتا دوں۔ یہ باہر سے بلٹ پروف ہے۔ جب کوئی خطرہ ہو تو آپ اپنے اسٹیرنگ کے سُرخ بٹن کو دبا دیں۔ کھڑکیوں، ونڈ اسکرین اور بیک اسکرین پر آہنی چادریں چڑھ جائیں گی اور یہ سب بلٹ پروف ہوں گی۔ اسی اسٹیرنگ پر سفید بٹن کو دبانے سے آپ کے سامنے ایک ٹی وی اسکرین روشن ہوگا جس سے آگے کا راستہ نظر آتا رہے گا۔ اسی اسٹیرنگ پر ایک کالا بٹن ہے جسے دباتے ہی آپ کی گاڑی کے پچھلے حصے سے فائرنگ شروع ہو جائے گی۔ تعاقب کرنے والے فرار ہونے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ ڈیش بورڈ میں ٹرانسمیٹر ہے۔ وہ مجھ سے رابطہ قائم کرنے والی فریکوئنسی بورڈ پر سیٹ کیا گیا ہے۔ آپ کسی وقت بھی مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔"

میں اور اعلیٰ بی بی رسونتی کو پچھلی سیٹ پر اپنے درمیان لے کر بیٹھ گئے۔ اگلی سیٹ پر اعلیٰ بی بی کا ایک چور تھا۔ ہمارے آگے پیچھے والی کاروں میں اعلیٰ بی بی کے خاص آدمی موجود تھے۔ ان کاروں میں بھی ماسٹر ڈی سوزا کے ڈرائیور تھے کیونکہ وہ رنگون کی سڑکوں اور گلیوں کو اچھی طرح جانتے تھے۔ میں نے انہیں راجیش کے مکان کا پتہ بتا دیا تھا۔

شوڈاگون کے علاقے کی طرف ہمارا سفر شروع ہو گیا۔ پھر ماسٹر نے ماسٹر ڈی سوزا کو سختی سے حکم دیا تھا کہ جب بھی میں اپنی رہائش گاہ سے باہر رہوں تو مجھے تنہا نہ چھوڑا جائے۔ میری پوری طرح حفاظت کی جائے۔ اس لیے ماسٹر اگلی کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ میرے ساتھ ہی رہنا چاہتا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے دیکھا۔ وہ بار بار ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ماتحتوں سے رابطہ قائم کرتا تھا اور پوچھتا تھا کیا ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے؟

جواب میں یہی کہا جاتا: "نہیں جناب! آگے پیچھے جتنی بھی کاریں ہیں۔ وہ دوسرے راستوں پر مڑ جاتی ہیں۔ اب تک کوئی ایسی گاڑی نظر نہیں آئی جو مسلسل تعاقب میں ہو۔"

تھوڑی دیر بعد ماسٹر ڈی سوزا نے ٹرانسمیٹر کو بند کر دیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "فرہاد صاحب چونکہ ہمیشہ خطرات میں

گھرے رہتے ہیں۔ اس لیے انھیں اندیشہ ہے۔ ورنہ یہاں تو ماسٹر ڈیسوزا کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ کس کی اتنی جرأت ہے کہ وہ میری موجودگی میں فرہاد صاحب کا تعاقب کرے؟"

میں اس کی سوچ پڑھنے کے بعد مسکرا کر رہ گیا۔ ہم بخیریت اس بنگلے تک پہنچ گئے جہاں راجیش ٹھہرا تھا۔ تین کاروں کو اپنے بنگلے کے سامنے دیکھ کر وہ سب باہر نکل آئے۔ ہم سب ان کے لیے اجنبی تھے۔ مجھ سے بھی ان کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ رسونتی کو دیکھے ایک مدت گزر گئی تھی پھر بھی اس کی ماتاجی نے آنکھیں مچ مچ کر دیکھا اور راجیش کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "مجھے تو یہ رسونتی لگتی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "راجیش! میں فرہاد ہوں اور یہ ہے رسونتی۔" میں نے رسونتی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ دور ہٹ گئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی مہیش اور راجیش کی ماتاجی کے پاس گئی اور ان کے قدم چھونے لگی۔ انھوں نے اسے دعائیں دیں۔ پھر اپنے گلے سے لگا لیا۔ رسونتی اس دوران کبھی راجیش کو اور کبھی مہیش کو دیکھ رہی تھی اور انھیں پہچان رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "مجھے یاد آرہا ہے۔ میں نے آپ لوگوں کو دیکھی ہے لیکن بہت پرانی بات ہے۔ پتہ نہیں۔ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں کیوں اتنی کمزور ہو گئی ہوں۔ مجھے تو سانس روک لینے کی علت تھی۔ میں دوسروں کے دماغوں میں پہنچ جاتی تھی لیکن اب یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔"

راجیش نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "آپ چنتا نہ کریں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

اس وقت اعلیٰ بی بی اسی کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور ایک چھوٹے سے ٹرانسمٹر کے ذریعے اپنے ان چوروں سے رابطہ قائم کر رہی تھی جو بھارت سے آئے تھے اور ہم سے پہلے رسونتی کی حفاظت کے لیے اس بنگلے کے چاروں طرف اپنا ٹھکانہ بنا لیا تھا۔ وہ بتا رہے تھے کہ وہ اپنے اپنے محاذ پر موجود ہیں۔ ابھی خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ کوئی مشکوک آدمی انھیں نظر نہیں آیا ہے۔

اعلیٰ بی بی نے اپنی ایک بھارتی چور کے متعلق پوچھا۔ "سجاتا کہاں ہے؟"

چور نے جواب دیا۔ "سجاتا راجیش کے ہاں ملازمت کر کے اسی بنگلے میں موجود ہے۔ اس طرح وہ ہمیشہ رسونتی کے قریب رہے گی۔"

اعلیٰ بی بی نے ٹرانسمٹر کو آف کرنے کے بعد پوچھا۔ "فرہاد تم نے سب سن لیا ہے نا؟"

"سن لیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ دشمن ہم سے دور کیوں ہو گئے ہیں؟ انھوں نے ہمارا پیچھا نہیں کیا۔ انھوں نے ہمیں گھیرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہاں بھی بالکل سناٹا ہے دور تک کسی کا پتہ نہیں ہے۔"

اس نے کہا۔ "وہ بہت گہری چال چل رہے ہیں۔ انھوں نے ہماری نادانستگی میں کوئی ایسی سرنگ بچھائی ہے۔ جس کا علم ابھی ہمیں نہیں ہے۔"

میرے ساتھ آئے ہوئے چور راجیش کے بنگلے کے چاروں طرف پھیل گئے تھے۔ میں، مہیش اور اس کی ماتاجی کے ساتھ برآمدے میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ رسونتی کو سمجھا رہے تھے کہ فرہاد دشمن نہیں ہے اور اسے بتا رہے تھے کہ میں نے کتنے برے وقتوں میں اس کی مدد کی ہے اور کس طرح اُسے اس کے ہندوستانی دشمنوں سے بچا تا رہا ہوں۔ رسونتی کبھی پریشان ہو کر راجیش، مہیش اور ان کی ماتاجی کو دیکھتی تھی۔ اسے ان پر بڑا بھروسہ تھا اور جن پر بھروسہ تھا وہی میری حمایت میں بول رہے تھے۔ پھر وہ کبھی کبھی بے یقینی سے دیکھتی تھی۔ پہچاننے کی کوشش کرتی تھی لیکن پہچان نہیں سکتی تھی۔ پھر اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر کہا۔ "ماتاجی میں اپنے من کی "اپنی آتما" کی شانتی چاہتی ہوں اور یہ شانتی بھگوان کے چرنوں میں ہی ملے گی۔ مجھے اپنے پوجا گھر میں لے چلیے۔"

اس کی ماتاجی نے کہا۔ "بیٹی! ہم آج صبح یہاں پہنچے ہیں۔ اسی لیے میں اس بنگلے کے کسی کمرے کو پوجا گھر نہیں بنا سکی۔ کل تک یہ ہو جائے گا۔ مندر اس بنگلے کے پیچھے ہی ہے۔ کوئی سو گز کا فاصلہ ہوگا۔ چلو میں تمھیں وہیں لے چلتی ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "اپنے آدمیوں کو فوراً اس بنگلے کے پیچھے والے مندر میں بھیجو۔ وہاں وہ مشتبہ آدمیوں پر نظر رکھیں۔" پھر میں نے راجیش سے پوچھا۔ "اس مندر میں بہت سے پوجا کرنے والے آتے ہوں گے؟"

"ہاں، مرد، عورت، بچے، بوڑھے سبھی جاتے ہیں۔ کسی پر پابندی نہیں ہے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چل سکتے ہیں۔"

"مجھے تو چلنا ہی ہوگا۔ اس وقت خطرات ہمارے آس پاس منڈلا رہے ہیں۔ میں رسونتی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

پندرہ منٹ کے اندر ہمارے تمام آدمی بنگلے سے مندر تک پھیل گئے۔ ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ آہستہ آہستہ چلتے مندر کی طرف چلنے لگے اس دوران میں نے ان چوروں سے رابطہ قائم کیا۔ وہ ہم سے بہت پہلے مندر میں پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے کہا۔ "ہم نے سراغ رساں آلات کے ذریعے مندر کی دیواروں کو، مندر کے ایک ایک گوشے کو اور پوجا کی جگہ کو بھی چیک کیا ہے۔ ہمارے آلات نے کسی خطرے کی نشاندہی نہیں کی۔ اب ہم مندر میں آنے جانے والے لوگوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔"

ہم بہت اونچے اور وسیع و عریض مندر کے بڑے صحن میں پہنچ گئے۔ اس احاطے میں چھوٹے چھوٹے کئی مندر تھے۔ جہاں بیوہ عورتیں، یتیم بچے اور بھٹکے ہوئے مسافر پناہ لیتے تھے۔ رسونتی مندر کے احاطے میں داخل ہوتے ہی زیر لب سنسکرت میں کچھ پڑھنے لگی۔

ہم سب اُسے اپنے درمیان لیے چل رہے تھے۔ مسلمانوں میں، میں اور اعلیٰ بی بی تھے۔ عیسائیوں میں اعلیٰ بی بی کے چار چور ہمارے پیچھے تھے۔ راجیش، مہیش اور ان کی ماتاجی رسونتی کے آس پاس اور پیچھے چل رہے تھے۔ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا۔ وہ سنسکرت زبان میں اپنے بھگوان سے مخاطب تھی اور ٹوٹا پھوٹا کر التجا کر رہی تھی کہ اسے اس کا اصلی روپ دکھایا جائے۔ وہ کیا بھول گئی ہے اور کیوں بھول رہی ہے اور یہ فرہاد اس کی زندگی سے اتنا گہرا تعلق کیوں رکھتا ہے کہ اسے اپنے بچے کی ماں کہہ رہا ہے۔ وہ بہت پریشان تھی۔ اندر ہی اندر رو رہی تھی اور پراتھنا کر رہی تھی۔ پھر ہم سب نے اپنے جوتے اتار دیے۔ مندر کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے اس کے چکنے فرش پر پہنچ گئے۔ بہت بڑے بڑے ستون نظر آئے تھے۔ ان ستونوں کے درمیان زنجیروں سے بڑے بڑے گھنٹے لٹک رہے تھے۔ پوجا کے لیے جانے والے یا وہاں سے لوٹنے پاؤں واپس ہونے والے ایک بار اس گھنٹے کو بجاتے تھے۔ جھک کر اپنے بھگوان کی مورتی کو پرنام کرتے تھے پھر چلے جاتے تھے۔ رسونتی اور راجیش وغیرہ نے بھی یہی کیا۔ ہم ان کے ساتھ چلتے ہوئے مندر کے اُس حصے میں پہنچے جہاں ایک بڑا سا لکڑی کا دروازہ تھا اس دروازے کے پیچھے شری کرشن جی کی مورتی رکھی ہوئی تھی۔ وہ روایتی انداز میں کھڑے ہوئے مرلی بجا رہے تھے۔ ان کے چرنوں کے آس پاس پھول اور پرشاد نظر آرہے تھے۔ کچھ کرنسی نوٹ اور سکے بھی تھے۔ ہم دروازے کے باہر رک گئے۔ رسونتی راجیش، مہیش اور ان کی ماتاجی کے ساتھ دروازے کے پار بھگوان کی مورتی کے پاس پہنچ گئی۔ وہاں صرف ایک پنڈت کھڑا ہوا تھا۔ پھر دوسرے ہی لمحے جو کچھ ہوا۔ اس کی ہمیں توقع نہیں تھی۔

پنڈت جی نے اچانک ہی پلٹ کر دروازے کو ایک دھڑاکے سے بند کر دیا۔ پتہ چلا کہ دروازے کے پیچھے بھی دو شخص چھپے ہوئے تھے انھوں نے اس بھاری بھرکم دروازے کو بند کرنے میں مدد دی تھی اور اس دروازے کے پیچھے کھٹکا لگا دیا تھا تاکہ ہم دھکے مار کر بھی اسے نہ کھول سکیں۔ اعلیٰ بی بی کے چور جوش میں آکر دوڑتے ہوئے دروازہ کو دھکا مارنا چاہتے تھے۔ میں نے انھیں روک دیا اور کہا۔ "اس وقت کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ سب میرے آئندہ حکم کے منتظر رہیں۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ راجیش کے دماغ میں پہنچا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "یہ کیا حرکت ہے۔ دروازے کو کیوں بند کیا گیا ہے؟" پھر میں نے راجیش کے دماغ سے معلوم کیا۔ پنڈت جی اپنے سر کی پگڑی اتار رہے تھے اور اپنے ماتھے کا تلک پونچھ رہے تھے۔ مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ "ہم پنڈت نہیں ہیں۔ تمھارے اصل پنڈت اس مورتی کے نیچے تہہ خانے میں ہیں۔"

رسونتی، ماتاجی اور مہیش سہمے ہوئے ان دو آدمیوں کو دیکھ رہے تھے جو دروازے کے ساتھ لگے کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ نقلی پنڈت نے کہا۔ "اب میں فرہاد سے مخاطب ہوں۔ اگر وہ تم میں سے کسی کے دماغ میں موجود ہے تو مجھ سے بات چیت کرے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں، میں موجود ہوں۔ بولو؟"

اس نے کہا۔ "ہم کل سے تم لوگوں کے محاط سننے کا تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ ہم نے لندن کے فلائنگ کلب میں طیارے سونیا تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن معلوم ہوا کہ ہم وہاں چھپیں گے یا کوئی مہلک ہتھیار چھپا کر رکھیں گے تو سراغرساں آلات کے ذریعے ان کی نشاندہی ہو جائے گی۔ لہٰذا ہم مجبور ہو گئے۔ یہاں بھی ہم نے دیکھا تمھاری رہائش گاہ میں اسی طرح چیکنگ ہو رہی ہے۔ پھر اس مندر میں بھی تمھارے آدمیوں نے اسی انداز سے چیکنگ شروع کی لیکن ایک بات تم سب بھول گئے اور وہ یہ کہ اکثر مندروں میں بھگوان کی مورتی کے نیچے تہہ خانے ہوتے ہیں۔ یہ تہہ خانہ مندر کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ اب اس مندر کے تہہ خانے سے ایک بم بلند ہو کر ٹائے گا اور کرشن جی کے قدموں سے چپک جائے گا پھر ایک ریموٹ فائرنگ کنٹرولر کے ذریعے اس بم کو بلاسٹ کیا جائے گا۔ اور یہاں کرشن مہاراج کی مورتی کے ساتھ ساتھ تمھاری رسونتی کے بھی چیتھڑے اڑ جائیں گے مگر نہیں۔ یہاں بے چاری ایک بوڑھی عورت بھی ہے۔ اس کی زندگی کے دن بھی پورے ہو رہے ہیں۔ بھلا اس کے زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہے۔ ان دونوں کو ہم یہیں چھوڑتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک نائیلون کی رسی لی۔ اسے رسونتی کی ایک کلائی سے باندھنے لگا۔ راجیش اور مہیش بت بنے کھڑے تھے۔ انھیں دھمکی دی گئی تھی کہ اگر ذرا بھی حرکت کریں گے تو گولی ماردی جائے گی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے راجیش اور مہیش کو سمجھا دیا تھا کہ وہ چپ چاپ تماشہ دیکھتے رہیں۔

رسونتی کی ایک کلائی کو اس نائیلون کی رسی سے باندھنے کے بعد اس نے اس کے دوسرے سرے کو لوہے کی ایک کڑی کے اندر سے گزارا جو بھگوان کی مورتی کے چبوترے کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ رسی کے دوسرے سرے کو ماتاجی کی کلائی سے باندھ دیا۔ پھر اس نے نائیلون کی دوسری رسی لی۔ اس سے رسونتی کی دوسری

کلائی کو باندھا۔ پھر بھگوان کی مورتی کے پیچھے جا کر وہاں بھی ایک لوہے کی کڑی سے اس رسّی کو گزار کر اس نے ماتا جی کی دوسری کلائی کو دوسرے سرے سے باندھ دیا۔ اس طرح ایک طرف رسوتی تھی، دوسری طرف ماتا جی تھیں اور بیچ میں چبوترے پر بھگوان کی مورتی تھی۔ وہ دونوں دروازہ کھولنے کے لیے آگے نہیں بڑھ سکتی تھیں کیونکہ نائیلون کی رسیاں آہنی کڑیوں سے الجھی ہوئی تھیں۔

اس کے بعد اس نقلی پنڈت نے چبوترے پر آ کر بھگوان کی مورتی کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا۔ ان ریوالور والوں نے اشارے سے راجیش اور رمیش کو وہاں سے جانے کے لیے کہا۔ اس پنڈت نے کہا: "اس تہہ خانے کے راستے سے نیچے اتر جاؤ اور ان عورتوں کو بھول جاؤ۔"

میں نے راجیش اور رمیش کو سختی سے تاکید کی کہ وہ کوئی حرکت نہ کریں۔ ضد نہ کریں ورنہ خواہ مخواہ مارے جائیں گے۔ اس طرح رسوتی اور ماتا جی کو بھی نہیں بچا سکیں گے لہٰذا وہ جو حکم دے اسے میں اس پر عمل کریں۔

وہ چپ چاپ سر جھکا کر اس تہہ خانے میں اتر گئے۔ ریوالور والے ان کے پیچھے تھے۔ آخر میں پنڈت آہستہ آہستہ تہہ خانے سے اترتا ہوا نیچے گیا پھر جب اس کا سر اس تہہ خانے میں غروب ہونے لگا تو اس نے دونوں ہاتھوں سے پکڑی ہوئی مورتی کو اس کی جگہ رکھ دیا۔ اس طرح تہہ خانے کا وہ راستہ بند ہو گیا۔

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ میرے آس پاس جو چور بکھرے ہوئے تھے وہ سب کے سب غائب ہو گئے تھے۔ صرف اعلیٰ بی بی مند کے اس بند دروازے سے لگی کھڑی کچھ سوچ رہی تھی۔ اپنی ذہانت اور حاضر دماغی کو آزما رہی تھی۔ دو چور ایک ستون کی آڑ میں کھڑے ہوئے اعلیٰ بی بی کے حکم کے منتظر تھے۔ میں نے مختصر طور پر اعلیٰ بی بی کو بتایا کہ رسوتی اور ماتا جی بھگوان جی کی مورتی کے آس پاس بندھی ہوئی ہیں اور دشمن راجیش اور رمیش کو لے کر تہہ خانے میں اتر گئے ہیں۔

اعلیٰ بی بی نے کہا: "میں خوب سمجھتی ہوں۔ اُن دو قاتلوں میں سے کوئی دو قاتل ہیں۔ اس وقت یقیناً وہ تمہارا مطالبہ کریں گے۔ تمھیں کہیں تنہائی میں بلائیں گے۔ تم فوراً ان کے مطالبے کو تسلیم کر لینا۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر آنکھیں بند کر لیں اور اس نقلی پنڈت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس نے مسکرا کر کہا: "آہا مسٹر فرہاد آپ میرے پاس آ گئے ہیں۔ اس طرح آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ میں کون ہوں۔ یوگا کا ماہر ہوں۔ ہمارے بارہ جوانوں میں سے دو کو تم نے ہلاک کر دیا۔ دو کو تم نے اپنے ملک میں پھنسا دیا۔ اب تیسری ٹولی تمہارے پاس پہنچ گئی ہے اور اس تیسری ٹولی کے دو قاتلوں میں سے ایک میں ہوں۔"

اس وقت تہہ خانے کے ایک تنگ راستے سے راجیش اور رمیش گزر رہے تھے۔ ان کے پیچھے وہ ریوالور والے تھے اور سب سے پیچھے وہی نقلی پنڈت یا میرا قاتل تھا۔ اس نے کہا: "فرہاد سنو! پہلے تو میں یہ وارننگ دے دوں کہ سمندر کے جس بند دروازے کے پاس تم اپنے آدمیوں کے ساتھ کھڑے ہوئے ہو۔ اس دروازے کو توڑنے کی کوشش کرنا اور نہ ہی کسی ہتھیار سے کاٹ کر گرانے کی کوشش کرنا کیونکہ میرے آدمی ایک جگہ بیٹھے ہوئے ٹی۔ وی اسکرین پر تمہاری حرکتوں کو دیکھ رہے ہیں۔ اگر تم لوگوں نے کوئی ایسی حرکت کی تو تمھیں بتانے کی مہلت دیے بغیر اس بم کو بلاسٹ کر دیا جائے گا۔"

وہ کہہ رہا تھا اور میں آہستہ آہستہ بڑبڑانے کے انداز میں یہی باتیں اعلیٰ بی بی کو سناتا جا رہا تھا۔ تہہ خانے کی وہ سرنگ بہت لمبی تھی۔ وہ چلے جا رہے تھے۔ میرے قاتل نے کہا: "ہم اس بم کی زد سے بہت دور نکل جانا چاہتے ہیں تاکہ ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔ ہاں، تو اب تمہارے سلسلے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تم رسوتی کو کیسے بچانے کے لیے کیا کر سکتے ہو؟"

وہ ایک ذرا چپ ہوا۔ پھر اس نے کہا: "رسوتی اگرچہ بہت حسین ہے۔ ایک بچے کی ماں بن چکی ہے لیکن آج بھی وہ اپنے حسن میں شریک کیا جائے تو کوئی عورت اس کے حسن کی مثال پیش نہیں کر سکے گی۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا: "مجھے ہنسی اس بات پر آ رہی ہے کہ تم بہت ہی پرانے پاپی ہو۔ ایک بار کسی کو دیے ہوئے دل سے اُتر چکی ہو گی یا شاید اس لیے اس کا مان کھونے کو تیار ہو کہ اگر تمہارے لیے ایک بڑے ہی خوبصورت بیٹے کو جنم دیا ہے۔"

اس نے سرنگ میں چلتے چلتے ٹھوکر کھائی۔ پھر سنبھل کر کہنے لگا: "میں تم سے پوچھتا ہوں۔ کیا اپنی بیوی کو، اپنے بچے کی ماں کو زندہ دیکھنے کے لیے اس جگہ آ سکتے ہو جہاں کا پتہ تمہارا ایک بھی ساتھی ہوا تو ادھر رسوتی کا کیا حشر ہو گا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ سب سرنگ سے نکل کر اچانک ہی ایک بڑے سے دروازے میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک گیس لائٹ میز پر رکھی تھی۔ اس کے پاس ایک نوجوان قد آور شخص بازی گری میں مصروف تھا۔ ایک خنجر کو کبھی اوپر کی طرف اچھال رہا تھا اور اس کے نیچے گرنے سے پہلے اسے دستے کی طرف سے روک لیتا تھا۔ کبھی ٹانگ کے نیچے سے اس خنجر کو اچھال کر دوسری طرف پھینکتا تھا پھر اُسے زمین پر گرنے نہیں دیتا تھا اور اپنے پاؤں کے انگوٹھے اور انگلی کے درمیان روک لیتا تھا۔ میرے اس قاتل نقلی پنڈت نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "سانجھل! یہ دو مرغے آ گئے ہیں اور ان کی دو عورتیں اوپر بندھی ہوئی ہیں۔ اس وقت فرہاد ہمارے درمیان موجود ہے۔"

سانجھل نے اپنی تیسری کا مظاہرہ کیا۔ اس کی باچھیں پھیل گئیں، مسکرانے کے انداز میں بڑی درندگی تھی۔ اس نے کہا: "اگر فرہاد موجود ہے تو ذرا میرا تماشہ دیکھے۔" اس نے خنجر کو نوک سے پکڑا۔ پھر راجیش کی طرف نشانہ لیتے ہوئے اس انداز میں خنجر کو پھینکا کہ وہ خنجر پنکھے کی طرح دائرے میں گردش کرتا راجیش کی طرف گیا۔ راجیش ایسا بوکھلا گیا تھا کہ اس سے بچنا بھول گیا تھا لیکن وہ خنجر اس کے سر کے اوپر سے گھوم کر پھر سانجھل کے پاس آیا اور سانجھل نے اُسے دستے کی طرف سے روک لیا۔

"ہی ہی، ہی ہی۔" اس نے بڑی سفاکی سے ہنستے ہوئے کہا۔ "فرہاد! اگر میں چاہتا تو یہ خنجر زرا نیچے کی طرف گردش کرتا ہوا جاتا اور اس کی گردن تن سے الگ ہو جاتی۔ خنجر زنی میں میرا کوئی ثانی نہیں ہے۔ جب تم میرے سامنے ہو گے تو یہی خنجر گردش کرتا ہوا تمہارے دل کی طرف جائے گا۔ میں چاہوں گا تو وہ خنجر بیوست ہو گا۔ نہیں چاہوں گا تو میرے پاس میری ہتھیلی تک واپس آ جائے گا۔ آؤ، فرہاد آؤ، تم دم توڑتے توڑتے خنجر کا رقص دیکھو گے۔"

اس نقلی پنڈت نے کہا: "سانجھل! میں نے فرہاد سے سوال کیا ہے وہ رسوتی کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے یا نہیں۔ اگر دیکھنا چاہتا ہے تو ہمارے بتائے ہوئے پتے پر بالکل تنہا آ جائے۔ تنہا چلا آئے۔"

سانجھل نے ایک زور کا قہقہہ لگانے کے بعد اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "مسٹر لارنس عبداللہ، تم آدھے مسلمان ہو۔ آدھے یہودی ہو۔ اتنا تو یقیناً جانتے ہو کہ عیاش آدمی کے لیے عورت کی قدر چند روزہ ہوتی ہے۔ بھلا فرہاد کی نظروں میں رسوتی کی کیا اہمیت ہو گی۔ رہ گیا بچہ تو بچے کو اس نے پھیلا کر اطمینان کر لیا ہے کہ کوئی وہاں تک پہنچ نہیں سکے گا مگر ہم پہنچیں گے۔"

لارنس عبداللہ نے پوچھا: "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"تیزی سے پلٹ کر لارنس سے دور گیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر بولا: "آج میں دیکھوں گا کہ میں کتنی مضبوط چٹان ہوں اور فرہاد کیسا پھولا ہوا سمندر ہے۔ میں لوٹ جاؤں گا یا وہ سمندر کی جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گا۔"

پھر اُس نے ایک طرف خلا میں انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! تم سے ایک سوال ہے تم نے ایک ہندو دوشیزہ کو اپنی محبت کے جال میں پھنسایا اس کی عزت سے کھیلا۔ اسے اپنے بیٹے کی ماں بنایا۔ تم اس عورت کو ایک باسی کھانا سمجھ کر پھینک سکتے ہو لیکن تمھاری تہذیب، تمھارے اسلامی قوانین کیا کہتے ہیں؟ کیا وہی عورت جس کی عزت سے تم کھیل چکے ہو، اس وقت اپنے بھگوان کے چرنوں سے لگی بیٹھی ہے۔ وہ بھگوان جو زندگی دیتا ہے۔ اس کے قدموں تلے موت ہے۔ اس موت کو بھگوان نہیں صرف تم ٹال سکتے ہو۔ صرف تم۔۔۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے بلانے کے انداز میں کہا: "آ جاؤ فرہاد آ جاؤ، شہر سے پینتالیس کلومیٹر دور دریائے اراودی کے ساحل پر ایک سُرخ رنگ کا پیگوڈا ہے۔ ہم اس پیگوڈا میں تمھارا انتظار کریں گے۔"

اس کی انگلی خلا میں اٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک انگلی کے اشارے سے بلانے کے انداز میں کہا: "آؤ، مگر تنہا۔۔۔"

جدھر وہ اشارہ کرتے ہوئے مجھے تصور میں دیکھ رہا تھا ادھر اُس نے اپنے خنجر کو پھینکا۔ وہ خنجر گردش کرتا ہوا گیا۔ پھر واپس آ کر اس کی ہتھیلی تک پہنچ گیا۔ پھر اُس نے کہا: "آؤ، مگر نوے منٹ کے اندر۔ اکاونویں منٹ پر رسوتی کے ساتھ تمھاری اسلامی غیرت کے چیتھڑے اڑا دیں گے۔"

میں نے دیکھا۔ بوڑھی ماتا جی کا سر بھگوان کے چرنوں پر ٹکا ہوا تھا۔ رسوتی کی زلفیں بکھری ہوئی تھیں۔ وہ سر اٹھائے بھگوان شری کرشن جی کو تک رہی تھی۔ کرشن مراری کے ہونٹوں پر ازلی تبسم تھا۔ وہ بڑے پُرسکون سے، بڑی شانتی سے مرلی بجا رہے تھے مان کی مرلی کی دھن پر رادھا کھنچی چلی آتی تھی۔ میری رادھا ان کے قدموں سے بندھی ہوئی تھی۔ میں نے تڑپ کر کہا۔

"میں آ رہا ہوں۔"

میرے

نے اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ اعلیٰ بی بی نے مجھے دیکھا۔ وہ دروازہ شاید رسوتی کی موت کے بعد بھی نہ ٹوٹ سکتا اور ہم توڑنا چاہتے تو در بیٹھے ہوئے دشمن ہمیں کسی اسکرین پر دیکھ لیتے۔ ہم دونوں نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ آگے بڑھ گئے۔ ذرا دور چلے گئے تاکہ اسکرین پر نظر نہ آئیں۔ پھر اعلیٰ بی بی نے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا اور کسی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا: "کسی مقامی باشندے کو کچھ رقم دے کر اپنے ساتھ لو اور شہر سے پینتالیس میل باہر دریائے اراودی کے ساحل پر جاؤ، وہاں سُرخ رنگ کا ایک پیگوڈا ہے۔ وہاں وہ دونوں قاتل فرہاد کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ مقامی باشندہ وہاں تک تمھاری رہنمائی کرے گا۔ اپنی ٹیم کو ساتھ لے جانا اور پیگوڈا کو چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کرنا۔"

ایک چور نے پاس آکر کہا: "ماتام! ہم مندر کے پچھلے حصّے کی کھدائی کر رہے ہیں۔"

میں اور اعلیٰ بی بی اس کے ساتھ مندر کے پچھلے حصّے کی طرف گئے۔ وہاں کئی چور تھے، کدال اور بیلچہ سے مٹی کھود رہے تھے۔ ایک نے بڑا سا کاغذ پھیلا کر اعلیٰ بی بی سے کہا: "میں نے مندر کے اندرونی حصّے کا یہ نقشہ بنایا ہے۔ یہ مندر کا پچھلا حصّہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں بھگوان کی مورتی رکھی ہوئی ہے، اس کے بعد مندر کا وہ حصّہ ہے۔۔۔۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے مندر کے ایک طرف بتایا۔ پھر نقشے پر جھکتے ہوئے کہا: "اگر ہم یہاں سے کھدائی کرنا شروع کریں تو تقریباً انیس فٹ کی گہری کھدائی کے بعد چھ فٹ کی سرنگ ہمیں نظر آجائے گی۔"

میں نے پوچھا: "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ انیس فٹ تک کھودنا ہوگا؟"

"میں نے اس مندر کے ایک پنڈت سے معلوم کیا ہے۔ وہ بتا رہا تھا کہ تہہ خانہ پچیس فٹ گہرا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق وہاں کی سرنگ چھ فٹ اونچی ہوگی۔ اس حساب سے اگر ہم انیس فٹ کی گہرائی تک کھودتے چلے جائیں تو سرنگ میں پہنچ جائیں گے۔"

یقیناً اعلیٰ بی بی کے چور بڑی ذہانت، بڑی حاضر دماغی اور بڑی تیز رفتاری سے کام دکھا رہے تھے اور صحیح مقام پر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "کیا تو تمہیں منٹ کے اندر یہ کھدائی مکمل ہو جائے گی؟ اور اب تو نوے منٹ بھی نہیں رہے۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا: "ہاں، پندرہ منٹ گزر چکے ہیں۔ تم مجھے اُس پنڈت سے ملاؤ۔ میں اُس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ میرے ساتھ مندر کے اندر آیا۔ وہاں پیچ در پیچ راہداریاں تھیں اور چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ ایک کمرے کے پاس پہنچ کر اس چور نے دستک دی۔ اندر سے جواب نہیں ملا۔ وہ دروازے کو جھنجھوڑنے لگا۔ آخر میں اندر سے ایک جھنجھلائی ہوئی آواز سنائی دی: "کون ہے؟ چلے جاؤ یہاں سے۔ میں اس سمے گیان دھیان میں ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا اور چور کو اشارے سے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ اس کے دماغ میں پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ وہ اس کمرے کے دروازے پر جواب دینے کے لیے آیا تھا پھر لیٹ کر ایک بڑے ٹوکرے کے پاس گیا اور فرش پر پڑے ہوئے ہیرے جواہرات کو سمیٹ کر اس میں ڈالنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ ایسے چار ٹوکرے اس نے پہلے سے تیار کر رکھے ہیں۔ ہیرے جواہرات کو نیچے رکھ کر اوپر سے پوجا کا پرشاد رکھ دیا ہے، پرشاد کی تہہ اتنی ہے کہ اندر تک کسی کا دھیان نہیں جائے گا اور پجاری کی اجازت کے بغیر اس پرشاد کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اس نے ایک ٹوکرا اپنے ایک چیلے کے سر پر رکھ کر اُسے اپنے گھر اور چوتھی کے پاس بھیج دیا تھا۔ اس کا گھر وہاں سے ایک میل کے فاصلے پر تھا۔ اب وہ تمام مال سمیٹ کر آخری ٹوکرے میں رکھ چکا تھا اور اوپر پرشاد رکھ کر اُسے چھپا دیا تھا۔ ان تین ٹوکروں کو وہ اپنی موجودگی میں اپنے تین چیلوں کے سروں پر رکھ کر گھر کی طرف روانہ کرنا چاہتا تھا۔

میں نے اس پجاری کے ذہن کو اور اچھی طرح کریدنا شروع کیا۔ اس کے چور خیالات کو پڑھنے لگا۔ پتہ چلا کہ مندر کے تہہ خانے کے دوسرے سرے میں ہیرے جواہرات چھپا کر رکھے گئے تھے، اس وقت جو چڑھاوا چڑھتا تھا اس رقم سے وہ آسمگل کیے گئے ہیرے جواہرات خرید کر وہاں رکھا کرتے تھے۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ پجاری کسی اور خفیہ راستے سے اس تہہ خانے تک پہنچ گیا تھا اور وہاں سے وہ تمام مال سمیٹ کر لے آیا تھا۔ میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچا۔ اس وقت وہ کھدائی کرنے والے چوروں کے قریب تھی۔ مجھے اپنے دماغ کے سامنے محسوس کر رہی تھی لیکن اپنے سامنے کھڑے ہوئے ایک اجنبی کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: "اگر تم لوگ رسونتی راجہ میں سے ہو تو فوراً اس کو بند کر دو اور مجھے نقصان پہنچانے کے متعلق سوچو۔ ورنہ بُرا انجام ہوگا۔"

اعلیٰ بی بی کے حکم سے کھدائی بند ہو گئی۔ سب نے کدالیں بھی روک کر دیں۔ ایک چور دوسرے دیلے کہا: "مگر نہ کرو۔ یہاں ہمیں راستہ مل رہا ہے۔ اس شخص کو بھاگ کر دیکھا تو وہ اس مورتی کو دیکھ رہی تھی جو اب ایک طرف کھدائی نہیں ہوگی۔ وہ وہاں کھڑا ہوا دیکھ سکتا ہے۔ تم ہٹ جاؤ۔" چاروں کے ساتھ یہاں چلی آؤ۔ مندر کے اندرونی حصّے میں اعلیٰ بی بی کا کوئی چور تھا۔ اس نے اس بم کو مورتی کے نیچے سے کمرہ ہے۔ میں وہاں ملوں گا۔ فوراً پہنچو۔"

اعلیٰ بی بی نے چار چوروں کا انتخاب کیا اور ان کے یہاں سے باہر آگیا۔ مورتی کو اس کی جگہ رکھ کر اس دروازے کے آنے لگی۔ وہ اجنبی شخص وہاں کھڑا رہا تاکہ کھدائی نہ ہو سکے۔ اس آیا جو اندر سے بند تھا۔ پھر اُس نے دروازے کو کھول دیا اسے دشمنوں نے بھیجا تھا۔ میرے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ بم کو لے کر ایک طرف دوڑتے ہوئے جانے لگا میں نے اس کے متعلق معلومات حاصل کرتا اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں نے اپنے پاس کھڑے ہوئے چور سے کہا: "تمہاری اعلیٰ بی بی ہیں۔ آگے بڑھ کر اُن کی رہنمائی کرو اور یہاں لے آؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ میں نے ماسٹر ڈیسوزا کو پہنچ کر اس سے کہا: "ماسٹر! آپ فوراً پولیس کے ذمہ دار لوگوں کو یہاں بلائیں تاکہ باقاعدہ قانونی کارروائی ہو سکے۔"

اتنے میں اعلیٰ بی بی اپنے چوروں کے ساتھ یہاں آگئی۔ میں اس پجاری کے دماغ پر تابض ہو گیا۔ وہ اطمینان سے چلتا ہوا آیا پھر اُس نے دروازے کو اندر سے کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا کر دیکھنے لگا۔ میں نے اس کے گلے کو دبوچتے ہوئے پیچھے دھکیلتے ہوئے پچھلی دیوار سے لگا دیا پھر غصّے سے دانت پیستے ہوئے کہا: "کمینے! بڑات یہاں تمہارے دھرم کی ایک ابلا ناری، ایک مظلوم عورت اور ایک پورا ہندو کنبہ اب تیرے بم کے دھماکے سے مرنے والا ہے اور تم مال سمیٹ رہے ہو۔ تم نے ہماری اس راستے تک رہنمائی نہیں کی، تمہارے جیسا نیچ انسان کوئی مشکل سے ہوگا۔"

اس دوران اعلیٰ بی بی کے چور اس خفیہ راستے سے زینے کے ذریعے تہہ خانے میں اتر گئے تھے۔ صرف اعلیٰ بی بی اپنے ایک چور کے ساتھ میرے پاس رہ گئی تھی۔ میں نے کہا: "یہ جتنے ٹوکرے تم دیکھ رہی ہو لیکن اپنے سامنے کھڑے ہوئے ایک اجنبی کو دیکھ رہی ہو، اس نے ہیرے جواہرات چھپے ہوئے ہیں۔ تم اپنے چور کے ساتھ یہاں رہو۔ ان مہاراج کو فرار ہونے کا موقع نہ دو۔ ابھی پولیس کی ایک جماعت یہاں پہنچنے والی ہے۔"

یہ کہہ کر میں بھی اس تنگ زینے سے اترتا ہوا تہہ خانے میں پہنچ گیا۔ اندر ایک دیا روشن تھا۔ ایک چور دوسرے دیلے طرف پھینک دیں اور پریشان ہو کر دیکھنے لگے۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "ہٹ جاؤ۔" پھر چڑھتے ہوئے اوپر پہنچ گئے تھے۔ میں نے رسونتی کے دماغ میں

میں پہنچ کر اس پجاری کے متعلق بتایا جو مال سمیٹ کر اپنے گھر پہنچا رہا تھا اور اس خفیہ راستے کو ہم سب نے چھپا رہا تھا کہ کوئی اس کی درست پہچان نہ کرے۔ یہ سب کچھ کہنے کے بعد میں نے کہا: "ماسٹر! آپ فوراً پولیس کے ذمہ دار لوگوں کو یہاں بلائیں تاکہ باقاعدہ قانونی کارروائی ہو سکے۔"

اس دوران میں وہ ایک کار کے پاس پہنچ گیا تھا اور اس کا دروازہ کھول کر اس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ہم اپنی پاس والی سیٹ پر رکھ دیا تھا اور گاڑی کو اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا۔ میں اس کے پاس سے واپس آگیا۔

میں نے رسونتی کے پاس آکر دیکھا۔ ایک چور ان کی رسیاں کاٹ رہا تھا۔ مندر میں پوجا کرنے والے مرد، عورت، بچے، بوڑھے اب بھی اُدھر آرہے تھے۔ اور بھیڑ لگا کر انھیں دیکھ رہے تھے۔ راجیش کی ماں رو رو کر دہائی دے رہی تھی اور کہہ رہی تھی: "میرے بچوں کا کیا ہوگا۔ انھیں میرے پاس بلا کر لاؤ۔ نہیں تو میں مر جاؤں گی۔"

چور نے کہا: "آپ اطمینان رکھیں ماں جی! آپ کے بیٹے بھی آپ کو زندہ سلامت ملیں گے۔"

میں نے راجیش کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ اور مہیش اسی تہہ خانے کے بڑے کمرے میں دو کرسیوں پر بندھے بیٹھے تھے وہ دونوں ریوالور والے ان سے دور دو کرسیوں پر بیٹھے انھیں دیکھ رہے تھے اور بیزار ہو رہے تھے۔ میں نے راجیش اور مہیش سے کہا: "ان سے باتیں کرنے کی کوشش کرو کسی طرح ان کی زبان کھلواؤ، ہم تمہارے پاس پہنچنے ہی والے ہیں۔ تمہیں خوشخبری سنا دیں۔ تمہاری ماتا جی اور رسونتی آزاد ہو گئی ہیں۔"

اس تہہ خانے میں میرے ساتھ دو چور تھے۔ ایک نے اپنے ہاتھ میں دیا اٹھایا اور میرے آگے چلنے لگا۔ دوسرا چور میرے پیچھے تھا۔ ہم ایک سرنگ سے گزرتے ہوئے تھوڑے بے پاؤں آگے بڑھنے لگے میں نے راجیش کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ان ریوالور والوں سے کہہ رہا تھا: "بھئی ہمیں تو مرنا ہی ہے۔ کم از کم سگریٹ بیڑی تو ہمیں پلا دو۔ کچھ تو بات کرو تاکہ وقت گزرے۔"

مہیش نے کہا: "بھیا! یہ بات نہیں کریں گے۔ انھیں ڈرایا گیا ہے کہ کوئی فرہاد علی تیمور دماغ میں پہنچ کر جان سے مار ڈالتا ہے۔"

راجیش نے کہا: "ارے ہاں، تبھی وہ خنجر چلانے والا ایک طرف دیکھ دیکھ کر پاگلوں کی طرح فرہاد علی تیمور کو آوازیں دے رہا تھا اور اسے للکار رہا تھا۔ اسے کہیں سے بلا رہا تھا جیسے وہ کوئی انسان نہ ہو دیوتا ہو اور اس کی باتیں کہیں آکاش کی بلندیوں پر بیٹھ کر سن رہا ہو۔"

مہیش نے کہا: "بھیا! میں سمجھ گیا۔"

راجیش نے پوچھا: "کیا سمجھے؟"

"وہ پاگل کا بچہ جو اوپر دیکھ دیکھ کر فرہاد کو للکار رہا تھا اس نے ان دونوں کو بھی بے وقوف بنایا ہے۔ انھیں ریوالور دے کر یہاں بٹھا دیا ہے۔ یہ تو دیکھ چکے ہیں کہ ایک بم بھگوان کے چرنوں کے نیچے رکھا گیا ہے۔ اگر وہ بلاسٹ ہوگا تو شاید ہم بھی نہیں بچیں گے۔ لیکن وہ اپنی مہلت سے پہلے اس بم کو بلاسٹ نہیں کریں گے۔ لاؤ تم تک میں اسے دریا میں بہا دوں گا۔"

گے اور ہمارے ساتھ یہ دونوں بھی مارے جائیں گے اور اگر اس بم کا اثر بھلا تک نہ ہوا تب بھی ہم بچ نکلنے کے بعد جب پولیس والے تہہ خانے میں اتریں گے تو یہاں ہم چاروں کو مفروریائیں گے۔ پھر ان دونوں کا کیا ہوگا؟"

وہ دونوں ریوالور والے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ راجیش میری سوچ کے مطابق کہنے لگا: "میں سمجھ گیا یہ کرائے کے لوگ ہیں۔ انھیں ہاتھ میں ریوالور پکڑا کر، بدھو بنا کر یہاں بٹھا دیا گیا ہے تاکہ یہ ہمارے ساتھ مر جائیں۔ ان کا قصہ تمام ہو جائے اور ان کے ساتھ جو لین دین کی بات ہوئی ہے۔ وہ رقم بھی انھیں نہ دینی پڑے۔"

ایک ریوالور والا ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پریشان ہو کر اس دروازے کی طرف دیکھنے لگے جہاں سے سرنگ کا راستہ تھا۔ میں نے دور سرنگ کی طرف دیکھا۔ ایک جگہ پیٹرومیکس کی روشنی نظر آ رہی تھی۔ چور نے دیے کو بجھا دیا۔ پھر ہم سب جھک گئے۔ ہاتھ پاؤں کے بل رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ ہماری کوشش یہی تھی کہ ذرا بھی آہٹ نہ ہونے پائے۔ پھر میں نے راجیش کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پتہ چلا۔ وہ ریوالور والا جو پریشان ہو گیا تھا اٹھ کر ٹہل رہا تھا۔ آخر اس نے ہاتھ کے اشارے سے دوسرے ریوالور والے کو اپنے پاس بلایا پھر وہ دونوں اس دروازے کی طرف جانے لگے۔

میں نے اپنے آگے جانے والے چور کو ہاتھ کے اشارے سے روک دیا پھر اس سے آگے بڑھ کر بہت سنبھل سنبھل رینگتے ہوئے اس پیٹرومیکس کی روشنی کے قریب پہنچنے لگا۔ یقیناً وہاں دروازہ تھا اور روشنی اس دروازے سے باہر آ رہی تھی۔ اسی وقت دو سائے نظر آئے۔ وہ دونوں ریوالور والے تھے اور میری ہی طرف آہستہ آہستہ بڑھتے آ رہے تھے۔ میں آہستگی سے سرنگ کی ایک کھردری دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے اس سناٹے میں دھیمی دھیمی سرگوشیوں کی آواز سنائی دی۔ ایک نے کہا: "پتہ نہیں کیا بات ہے۔ وہ لوگ ابھی تک واپس نہیں آئے ہیں۔ ہم نے ایک بات کا خیال نہیں کیا۔"

دوسرے نے پوچھا: "کس بات کا؟"

"یہی کہ اس تہہ خانے سے نکلنے کا راستہ وہی بھگوان کی پوجا والا راستہ ہے یا اور کوئی چور دروازہ ہوگا تو وہ ہم نہیں جانتے۔ اگر وہ لوگ واپس نہ آئے تو ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے؟"

دوسرے نے کہا: "یار تم باتیں کر رہے ہو۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ فریاد ہمارے دماغوں میں نہ پہنچ جائے۔"

"تم گدھے ہو۔ وہ کیسے پہنچے گا۔ باس نے کہا تھا کہ جو قیدی ہوں گے ان کے سامنے باتیں نہ کرنا۔ دو کونوں میں جا کر چپکے چپکے کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔"

میں نے ایک کی زبان سے دوسرے کو کہا: "بیٹے! نقصان تو ہو ہی چکا ہے۔ ہم سب انسان کے بچے ہیں۔ بے زبان جانور نہیں ہیں۔ کب تک خاموش رہ سکتے ہیں۔ ہمارے دماغ میں کلبلا رہا تھا۔ ہم وہاں سے اٹھ کر یہاں بولنے کے لیے آ گئے۔ لو دیکھ اب موت بولے گی۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے ساتھی کے سینے پر ریوالور نال رکھ دی۔ اس کے ساتھی نے پریشان ہو کر پوچھا: "یہ کیا کر رہا"

اس نے جواب دیا: "میں فریاد ہوں۔ اس وقت تمھارے ساتھی کے دماغ میں پہنچا ہوا ہوں اور یہ میرے کنٹرول میں ہے۔ یہ گولیاں گولی مار دے گا۔ اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو پہلے اسے گولی مار دو۔"

یہ سنتے ہی اس نے ٹھائیں سے فائر کیا لیکن ایک ساتھ فائروں کی آوازیں اس سرنگ میں گونجنے لگیں جس کے دماغ میں تھا، اسے بھی چوکنے نہیں دیا تھا۔ ادھر اس کے ساتھی نے فائر کیا تھا۔ ادھر میں نے اس کے ذریعے فائر کرا دیا۔ نتیجہ کے طور دونوں اب بولنے کی زحمت سے نجات پا گئے تھے۔

میں نے ان دونوں چوروں سے کہا: "اب جاؤ۔ ہنٹر کی کوئی بات نہیں رہی۔" ہم تینوں تیزی سے چلتے ہوئے اس روشن کمرے میں آئے۔ راجیش اور میڈیسن مجھے دیکھ کر خوش ہو گئے۔ میں ان کے بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں کو کھولا۔ پھر انھیں لے کر اسی سرنگ سے گزرتے ہوئے اور اس تہہ خانے کے چور دروازے سے نکلتے ہوئے ہم اوپر کی کمرے میں پہنچے جہاں وہ سجاری مال رہا تھا۔ وہاں وہ تینوں بڑے بڑے ٹوکرے رکھے ہوئے تھے میں ہیرے جواہرات چھپے ہوئے تھے لیکن وہاں کوئی نہیں تھا باہر سے بند تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "میں راجیش اور ... لے کر آ گیا ہوں۔ دروازہ کھلواؤ۔"

چند لمحوں میں دروازہ کھل گیا۔ باہر دور راہداری تک لوگ بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ پولیس والے انھیں پیچھے ہٹا رہے تھے۔ ماسٹر اپنے کچھ ماتحتوں کے ساتھ اعلیٰ بی بی رسونتی اور راجیش کی ماتا ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ کئی چور بھی اس پاس موجود تھے۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑے فرش پر اکڑوں بیٹھا ہوا تھا اور پولیس ایک افسر کو بتا رہا تھا کہ تہہ خانے میں یہ مال چھپانے والے کن کن لوگوں کا ہاتھ ہے۔

راجیش کی ماتا جی نے مجھے دیکھا تو اپنے بوڑھے جسم کے ساتھ آگے بڑھیں۔ میرے سامنے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا: "بیٹا! انسان دھرم سے نہیں کرم سے بڑا ہوتا ہے۔ ابھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ہماری جانیں بچانے کے لیے دشمنوں کے سامنے اپنے بلیدان کو جا رہے تھے۔ تم انسان نہیں دیوتا ہو۔ تم نے میرے دو جوان بیٹوں کو بچایا ہے۔ میں تمھیں آشیرباد دیتی ہوں کہ دنیا کا کوئی ہاتھ، کوئی ہتھیار تمھیں نہیں مار سکے گا۔ آؤ۔"

بوڑھی عورت نے اپنا ہاتھ آشیرباد کے لیے اٹھایا تو میں نے ان کے ہاتھوں کے نیچے اپنے سر کو جھکا لیا۔ وہ ماں کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی سچی دعا تھی۔ سچا آشیرباد تھا۔ جیسے ہی میں نے سر جھکایا ویسے ہی ٹھائیں سے گولی چلی اور وہ میرے سر کے اوپر سے گزرتی ہوئی پیچھے لکڑی کے دروازے میں پیوست ہو گئی۔ اگر میں آشیرباد کے لیے سر نہ جھکاتا۔ ماں کی دعائیں نہ لیتا۔ ایک سیکنڈ کی دیر کر دیتا تو میری کھوپڑی میں سوراخ ہو چکا ہوتا۔

گولی جس نے بھی چلائی تھی وہ بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔ اعلیٰ بی بی کے چور ماسٹر ڈلیسوزا کے ماتحت اور پولیس کے آدمی دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ وہ پکڑا گیا۔ میں نے اسے دیکھا۔ وہ لارنس تھا۔ پولیس کا ایک افسر اسے مار مار کر پوچھ رہا تھا: "تم کون ہو؟ تم نے گولی کیوں چلائی؟"

میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی۔ یہ جتنے قاتل میرے پیچھے لگ گئے تھے۔ سب کے سب لیگا کے ماہر تھے۔ اسی لیے انھیں اس پر ناز تھا کہ میری ٹیلی پیتھی ان پر اثر انداز نہیں ہوگی اور وہ مجھ پر غالب آ جائیں گے۔ میں نے اعلیٰ بی بی کے کئی چوروں کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سب اس بھیڑ میں اور مندر کے باہر سانجھل کو تلاش کر رہے تھے۔ جو میرا دوسرا قاتل تھا لیکن وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

ماسٹر ڈلیسوزا نے میرے قریب آ کر کہا: "فریاد صاحب! آپ کا اور ماتا جی رسونتی کا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ لوگ ہماری حفاظت میں رہائش گاہ تک چلیں۔"

میں نے ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میری بات غور سے سنیں۔ یہ جو قاتل گرفتار ہوا ہے اسے پولیس والے اپنی حراست میں لے لیں گے۔ قانونی بکھیڑے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بچ جائے، اسے زندہ نہیں رہنا چاہیے ورنہ یہ پھر کسی دن پلٹ کر مجھے ہلاک کرنے آئے گا۔"

ماسٹر نے سوچ کے ذریعے کہا: "میں سمجھ گیا۔ یہ پولیس اسٹیشن تک زندہ نہیں پہنچے گا۔"

پھر اعلیٰ بی بی کے چوروں اور ماسٹر ڈلیسوزا کے ماتحتوں کی بھیڑ میں رسونتی اور راجیش کا خاندان کھڑا ہو گیا۔ وہ ہمارے چاروں طرف تھے۔ وہ ہمیں اپنے گھیرے میں لے کر مندر سے باہر آئے۔ مندر کے احاطے سے نکل کر ہم باہر سڑک پر پہنچے۔ وہاں ہماری کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ سب سے پہلے میری مخصوص کار کا پچھلا دروازہ کھولا گیا۔ میں نے ماں جی سے کہا: "آپ پہلے رسونتی اور اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ بیٹھ جائیں۔"

ماں جی نے آنکھیں سر ہلا کر کہا: "دو بیٹوں کے ساتھ نہیں، تین بیٹوں کے ساتھ۔ کیا تم میرے بیٹے نہیں ہو؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "میں اگلی سیٹ پر بیٹھ جاؤں گا۔"

وہ چاروں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "میں دوسری گاڑی میں آ رہی ہوں۔ تم اگلی سیٹ پر بیٹھو اور ان کھڑکیوں اور ونڈ اسکرین وغیرہ کو بلٹ پروف بنا لو۔"

میں گاڑی کے اندر بیٹھ گیا۔ دروازہ بند کرتے ہی ڈرائیور نے بٹن کو دبایا۔ ہماری گاڑی کی چاروں کھڑکیاں، ونڈ اسکرین اور پچھلے طرف کے شیشوں پر آہنی چادریں چڑھ گئیں۔ ایئر کنڈیشنڈ آن ہو گیا۔ پھر دوسرا بٹن دباتے ہی کار کی ونڈ اسکرین فلمی پردے کی طرح روشن ہو گئی اور ہمیں سامنے کا منظر دکھائی دینے لگا۔

اسی وقت ڈیش بورڈ کا ایک سرخ بلب جلنے بجھنے لگا۔ ڈرائیور نے کہا: "جناب! ماسٹر ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ڈیش بورڈ کے ایک بٹن کو دبایا۔ وہاں کا ایک حصہ کھل گیا۔ ایک چھوٹے سے ریڈیو کے برابر ٹرانسمیٹر نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے آن کیا۔ ماسٹر کی آواز سنائی دی: "ہیلو، ہیلو، مسٹر فریاد! میں ماسٹر ڈلیسوزا بول رہا ہوں۔"

اس نے دوبارہ کہنے کے بعد "اوور" کہا تو میں نے اپنی طرف کے مائیک کا بٹن آن کیا اور کہا: "میں فریاد اٹینڈ کر رہا ہوں۔ اوور۔"

ماسٹر نے کہا: "آپ اپنی گاڑی میں آگے چلیں۔ ہم آپ سے بہت دور رہیں گے۔ شاید وہ قاتل جو اب تک ہمارے ہاتھ نہیں آیا ہے، آپ کا تعاقب کرے۔ ہم اسے موقع دینا چاہتے ہیں۔ اوور۔"

میں نے کہا: "ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ پھر اس ڈیش بورڈ کو بند کر کے ڈرائیور کو اشارہ کیا اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اسے آگے بڑھا دیا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد اس نے کہا: "جناب، آپ کے سامنے ڈیش بورڈ پر جس بٹن کے اوپر بیک لکھا ہوا ہے، اسے دبایا جائے تو پیچھے والی تمام گاڑیاں نظر آتی رہیں گی۔ اگر آپ تعاقب کرنے والوں کو پہچاننا چاہتے ہیں تو اس بٹن کو آن کر کے دیکھ سکتے ہیں۔"

میں نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا: "میرے آگے پیچھے حفاظت کرنے والے بہت ہیں۔

وہ لوگ دیکھتے رہیں گے۔"

میں نے آنکھیں بند کرلیں جیسے بہت تھک گیا ہوں لیکن میں رمنتی کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہ میرے ہی متعلق سوچ رہی تھی۔ بہت پریشان تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "ماتاجی، راجیش، مہیش سبھی فرہاد کے گن گا رہے ہیں اور اس نے جو کیا ہے وہ تو میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ماتاجی اُسے دیوتا کہتی ہیں۔ یہ سچ مچ اچھا تو لگتا ہے لیکن یہ اچھا نہیں لگتا کہ وہ جھوٹ موٹ میرا شوہر بن جائے اور مجھ کنواری لڑکی کو بدنام کرے۔"

میں نے ایک سرد آہ بھری۔ کوئی بھی کنواری لڑکی یہ برداشت نہیں کرتی کہ شادی کے بندھن کے بغیر کوئی اسے اپنی بیوی کہے یا زبردستی کا شوہر بن جائے۔ وہ بے چاری بھی خود کو کنواری سمجھ رہی تھی۔ اس دور کو یاد رکھے ہوئے تھی جب وہ اپنے آپ کو صرف دیوتاؤں کی امانت سمجھتی تھی۔ یہ اس کی مجبوری تھی۔

میں نے کہا: ماں جی! آپ نے ہمارے یہاں پہنچتے ہی دیکھ لیا کہ کیسے ہنگامے شروع ہوگئے ہیں۔ جہاں میں رہوں گا یا رمنتی رہے گی وہاں دشمن کبھی ہمیں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے اور یہ ہی ہمارے آس پاس کے لوگوں کو سکون ملے گا۔ اگر آپ راجیش اور مہیش رمنتی کو لے کر اپنی رہائش گاہ میں رہیں گے تو ہر لمحہ اندیشے گھیرتے رہیں گے۔ وہ لوگ رمنتی کو مجھ سے چھین لے جانے کے لیے اپنی ذہانت، اپنی آخری طاقت تک استعمال کردیں گے۔"

"بیٹا! سچ پوچھو تو ابھی میں یہی سوچ رہی تھی میری اس بچی کا کیا بنے گا؟ میں اس کے لیے کیا کروں؟ مجھ بڑھیا کے پاس دعاؤں کے سوا اور کیا ہے؟"

"ماں جی! دعاؤں سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوتی۔ یہ تو میں نے ابھی دیکھا ہے کہ آپ کے منہ سے دعائیں نکلتے ہی آسمان تک پہنچ جاتی ہیں۔"

راجیش نے کہا: "بھیا! میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اپنی کنواری لڑکی چھوڑ کر یہاں رمنتی کی رکھشا (حفاظت) کے لیے رہ جاؤں میں اسے خطرے میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

میں نے کہا: "راجیش! نادان فیصلے نہ کرو۔ تم سرکاری ملازم ہو۔ تمھیں واپس جانا چاہیے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ رمنتی کی حفاظت کے لیے میں نے اس کے چاروں طرف کتنا زبردست پہرہ لگایا ہے۔ بیشک ہمارے لیے ان دیکھے خطرات ہیں لیکن تم ماتاجی وغیرہ کے ساتھ رہ کر ہماری ذمہ داریوں میں اضافہ کرو گے۔ ہمیں اپنی اور رمنتی کے علاوہ تمھاری جانوں کی بھی فکر ہوگی۔"

"ان حالات میں آپ سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ آپ بتائیں۔ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں جو چاہتا ہوں وہ رمنتی نہیں چاہے گی۔ رمنتی کو نہ تو میری باتوں کا یقین ہے اور نہ ہی یہ مجھ پر بھروسہ کرنا چاہتی ہے۔ وہ میرے ساتھ نہیں رہے گی۔ اپنے کسی آدمی کو ساتھ رکھے گی۔ اس لیے مہیش کو رمنتی کے پاس چھوڑ دو اور ماتاجی کو بے کر واپس چلے جاؤ۔"

رمنتی نے کہا: "میں بھی اپنے دیس میں جاکر رہوں گی۔"

ماتاجی نے کہا: "پاگل نہ بنو۔ تمھیں کچھ پتہ نہیں ہے۔ ودیار بھارت میں تمھارے لیے قدم قدم پر خطرہ ہے۔ سبھی تمھارے دشمن ہیں۔ جو بات تم نہیں جانتی ہو اس کے لیے ہم پر بھروسہ کرو۔ ہم فیصلہ کریں گے وہ تمھاری بہتری کے لیے ہوگا۔"

میں نے رمنتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ پریشان ہوکر سوچ رہی تھی: "میرے اپنے لوگ بھی مجھے چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں۔ کیا مجھے فرہاد کے پاس رہنا ہوگا؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "میں اکیلی تو نہیں رہوں گی۔ مہیش بھی میرے ساتھ رہے گا۔"

ہماری کارنٹی رہائش گاہ کے احاطے میں پہنچ گئی۔ وہاں اگلی کار کے پورپہلے سے موجود تھے۔ ماسٹر ڈیسوزا کی طرف سے بھی مسلح کار و سوار نظر آرہے تھے۔ پہلے تو ہماری گاڑی کو احاطے کے اندر جانے کی اجازت نہیں ملی۔ مسلح محافظوں نے روک لیا تھا۔ پھر ڈرائیور نے کار سے نکل کر اپنی شناخت کرائی۔ اس کے بعد گاڑی اندر احاطے میں گئی۔ واقعی بڑے سخت انتظامات تھے۔

ہم گاڑی سے اتر کر اس کوٹھی کے اندر گئے۔ بہت ہی شاندار کوٹھی تھی۔ ڈرائنگ روم میں پہنچتے ہی پتہ چل گیا کہ وہاں میری ضرورت کا تمام سامان موجود ہے۔ ایک ملازمہ نے کہا: "ماں جی! آپ تھک گئی ہوں گی۔ آئیے، میں آپ لوگوں کو بیڈ روم دکھاؤں۔"

رمنتی نے کہا: "ہاں، ماں جی! کسی کمرے میں چلیں۔ مجھے بہت ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ ماں جی کے ساتھ ملازمہ کے پیچھے چلی گئی۔ میں نے ملازمہ کی سوچ پڑھی اور مطمئن ہوگیا۔ وہ ڈیسوزا کی ایک خاتمہ تھی اور ملازمہ کے طور پر میری خدمت کے لیے رکھی گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی کے ایک چور نے پوچھا: "جناب! آپ کی خواب گاہ اوپری منزل میں ہے۔ کیا آپ آرام کریں گے؟"

"میں اعلیٰ بی بی کا انتظار کررہا ہوں۔ تم کچن میں جاکر دیکھ سکتی ہے؟"

وہ چلا گیا۔ میں رمنتی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ماتاجی کے ساتھ ایک بہت خوبصورت خواب گاہ میں پہنچ گئی تھی۔ اس نے ملازمہ سے کہا: "تم باہر جاؤ۔ ضرورت ہوگی تو تمھیں بلایا جائے گا۔"

وہ چلی گئی۔ رمنتی نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ پھر پلٹ کر بولی: "آپ مجھے سچ سچ بتائیں۔ کیا میری شادی فرہاد سے ہوچکی ہے؟"

ماتاجی سوچنے لگیں۔ رمنتی نے کہا: "دیکھیے، آپ کو راجیش اور مہیش کی سوگند۔ آپ جھوٹ نہ بولیں۔"

"بیٹی، تم نے میرے بیٹوں کی قسم دلائی ہے تو میں کیسے کہوں کہ شادی ہوچکی ہے کیونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے۔ فرہاد کی زبان سے سُنا ہے۔ اتنا ضرور جانتی ہوں کہ فرہاد جھوٹ نہیں بولے گا۔"

"انسان انسان ہی ہوتا ہے۔ کبھی کسی لالچ میں یا کسی وجہ سے آدمی جھوٹ بول ہی دیتا ہے۔ چلیے، آپ نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ کیا راجیش بھائی اور مہیش میری شادی کے آنکھوں دیکھے گواہ ہیں؟"

"وہ بھی تمھاری شادی میں شریک نہیں ہوئے تھے۔"

"کوئی ایسا نام بتائیے۔ کسی ایسے شخص کا، کسی ایسے بھروسے والی عورت کا نام بتائیے جو ہماری شادی کی گواہی دے۔"

وہ ایسی باتیں کررہی تھی جن کا معقول جواب بھی نہیں دیا جاسکتا تھا۔ ماتاجی نے کہا: "بیٹی! میں تو پہلی بار فرہاد کو دیکھ رہی ہوں۔ اب تک تو اس کا ذکر سنا تھا۔ راجیش اور مہیش سے ٹیلی پیتی کے ذریعے ان کا رابطہ رہا ہے۔ ویسے میرے بیٹوں نے بھی فرہاد کو ہم میں پہلی بار دیکھا ہے۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ ایسے کسی شخص کو کسی عورت کو نہیں جانتے جو تمھاری شادی کی گواہی دے سکے۔"

"پھر آپ ہی بتائیں۔ یہ کیسی ناانصافی ہے۔ خواہ مخواہ مجھے کسی کی بیوی کہا جارہا ہے؟"

"ایک طریقہ ہے تم چاہو تو یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ تم شادی شدہ ہو یا نہیں۔ ایک بچے کی ماں ہو یا نہیں؟"

اس نے پوچھا: "وہ کیسے؟"

"کسی لیڈی ڈاکٹر سے اپنا معائنہ کراؤ۔ یہ ضرور معلوم ہوجائے گا کہ تم کنواری ہو یا بیاہتا ہو، بچے کی ماں ہو۔ کیا ہو؟"

رمنتی نے ایک دم سے شرماتے ہوئے آنچل میں اپنے منہ کو چھپاتے ہوئے اور ماں جی سے منہ پھیرتے ہوئے کہا: "پھر بھی ماتاجی، آپ کیسی باتیں کررہی ہیں۔ میں کسی ڈاکٹر سے معائنہ کراؤں۔ یہ کیسی شرم کی بات ہے۔ آپ مجھے کیسا مشورہ دے رہی ہیں۔ میں تو مرجاؤں گی مگر کبھی ایسا نہیں کراؤں گی۔"

"پھر بتاؤ، میں کیا کروں؟"

"مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔ وہاں آپ لوگ ہوں گے۔ بلا سے دشمن ہوں۔ مگر میرے دھرم کے تو ہوں گے۔ یہاں میں اس مسلمان کے پاس نہیں رہوں گی۔"

اس کی بات سنتے ہی ماتاجی اچھل کر کھڑی ہوگئیں۔ پھر غصے سے بولیں: "میں تمھیں بیٹی سمجھ کر تمھارا مان کرتی ہوں۔ اگر آئندہ تم کسی مان کے قابل ہونا چاہتی ہو تو پہلے اس مسلمان کے قابل ہوجاؤ۔ میں تم سے پوچھتی ہوں کیا تمھارے مندر کا وہ پجاری جو میں موت کے منہ سے چھوڑ کر تمام مال سمیٹ کر لے جارہا تھا۔ وہ بہتر ہے جب ہمارے مندر کا، ہمارے بھگوان کی مورتی کا ایمان (توہین) ہورہا تھا۔ تو وہ تمھیں اچھا لگ رہا تھا؟ نادان لڑکی! تمھاری عقل کیا اتنا بھی نہیں سوچ سکتی کہ بھگوان کے چرنوں میں جو دھرم رکھا ہوا تھا۔ اس سے صرف میری اور تمھاری تباہی نہیں ہوتی بلکہ اس مورتی کے بھی چیتھڑے اڑ جاتے۔ ایک مسلمان نے صرف ہماری نہیں بلکہ ہمارے بھگوان کی بھی رکھشا (حفاظت) کی ہے۔ اگر اتنی سی بات تمھاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے تو پھر تم خود ہی سمجھتی رہو۔ خود ہی بھگتتی رہو۔ بھلے یہ بُرے دن بتا رہے ہیں کہ تمھارا نصیب بُرے سے بھی بُرا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئیں۔ رمنتی انھیں ایک ٹک دیکھتی رہ گئی۔ کچھ بولنے کا موقع ہی نہ ملا۔ وہ غصے میں باہر آئیں۔ پھر تیزی سے چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچیں۔ مجھ سے سامنا ہوا تو وہ مجھے دیکھتے ہی ٹھٹک گئیں۔ میں نے آگے بڑھ کر انھیں اپنے بازوؤں میں لیتے ہوئے کہا: "اگر کوئی پاگل ہوتا ہے تو ہم اسے مارنہیں ڈالتے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا دماغ کام نہیں کررہا ہے۔ اس لیے پاگلوں جیسی حرکتیں کررہا ہے۔ ایک نادان کے متعلق بھی ہم یہی سمجھتے ہیں کہ اس کے سوچنے کی طاقت جہاں تک ہے بس وہیں تک سوچ کر بولتا ہے اور عمل کرتا ہے۔ آپ جانتی ہیں۔ رمنتی کی دماغی طاقت بھی زائل ہوگئی ہے۔ ابھی اسے نارمل ہونا ہے۔ ہم غصہ دکھائیں گے تو وہ بگڑ جائے گی۔ ہمارا فرض اسے بنانا ہے۔"

"بیٹے! میں بہت پریشان ہوں۔ بہت پریشان ہوں۔ سوچتی ہوں۔ یہ کب تک ٹھیک ہوگی۔ کب تک اپنے آپ کو سمجھنے کے قابل ہوگی۔ جب تک اسکی یادداشت واپس نہیں آئے گی، اس وقت تک کیا میرا مہیش اس کے ساتھ لگا رہے گا۔ سچ پوچھو تو میرا دل ڈرتا ہے۔ یہاں اتنے دشمن ہیں کہ....."

میں نے انھیں تھپکتے ہوئے کہا: "میں آپ کی بہت کچھ آپ کی بھاؤنا کو سمجھ رہا ہوں۔ آپ اپنے ایک بیٹے راجیش کے ساتھ واپس جائیں گی تو آپ کا دل دوسرے بیٹے کی طرف لگا رہے گا۔ سبھی محبت کرنے والی مائیں اس عمر میں اپنی اولادوں کو سمیٹ کر رکھتی ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ آپ کے ساتھ صرف راجیش نہیں، مہیش بھی جائے گا۔"

انھوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔ راجیش اور مہیش میرے آس پاس آکر کھڑے ہوگئے۔ میں نے کہا: "یہ بات میں بھی سوچ رہا تھا۔

کرکپ تک رسوتی کی یاد واشت واپس آئے گی اور کب تک بے چارہ مہیش اس کے ساتھ رہے گا۔ آخر کوئی حد بھی ہونی چاہیے میں مہیش کو محض رسوتی کا پہریدار بنا کر نہیں رکھ سکتا۔ اس کی اپنی زندگی ہے۔ اسے اپنا کیریئر بنانا ہے۔ اس لیے وہ آپ کے ساتھ جائے گا۔"

وہ میری بات سن کر خوشی سے رونے لگیں۔ مہیش نے کہا: "بھائی جی! رسوتی دیوی کو یوں تنہا چھوڑ کر جانا اچھا تو نہیں لگتا مگر ہم اس دشواس کے ساتھ جائیں گے کہ ہم نے دیوی کو ایک مضبوط قلعے کے اندر چھوڑا ہے۔ باہر سے کسی قسم کا حملہ کامیاب نہیں ہوگا۔"

راجیش نے کہا: "یہ آپ کے مذہب کا اور ہمارے دھرم کا بھی دستور ہے۔ لڑکیاں بیاہنے کے بعد اپنے گھر کی ہو جاتی ہیں۔ اپنے شوہر کی پناہ میں رہتی ہیں۔ اور آپ کی پناہ ایسی ہے کہ فیمن بھی پناہ مانگتے ہیں۔"

اتنے میں باہر کار کا ہارن سنائی دیا۔ کوئی اجنبی یا عام ملاقاتی آ نہیں سکتا تھا کیونکہ کسی کو بنگلے کی چار دیواری میں قدم رکھنے کی اجازت ہی نہ ملتی۔ اعلیٰ بی بی اور ماسٹر ڈیسوزا آئے تھے۔ وہ کمرے میں داخل ہوئے تو اعلیٰ بی بی نے مسکرا کر پوچھا: "کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے کہا: "میں ماتا جی اور ان کے بیٹوں کو جلد از جلد یہاں سے واپس بھیجنا چاہتا ہوں۔"

ماسٹر ڈیسوزا نے کہا: "یہ کون سی بڑی بات ہے۔ پاسپورٹ وغیرہ میرے حوالے کریں۔ میں ابھی انتظام کیے دیتا ہوں۔ جس فلائیٹ سے کہیں، اس میں تین سیٹیں ریزرو ہو جائیں گی۔"

راجیش نے کہا: "ہم آج رات بھائی جی کے ساتھ گزاریں گے۔ کل کسی بھی فلائیٹ سے چلے جائیں گے۔"

ہم سب آرام دہ صوفوں پر بیٹھ گئے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا: "یہ تو کچھ سے کچھ ہو گیا۔ ہم اس کا فیصلہ تی ٹریٹمنٹ چاہتے تھے۔ اسے مندروں کے ماحول میں اور اس کے اپنے لوگوں کے درمیان رکھنا چاہتے تھے۔"

میں نے کہا: "تم تو دیکھ رہی ہو۔ ہم رسوتی کو آزادی سے کسی بھی مندر میں جانے کی اجازت نہیں دے سکتے اور یہاں اس کے پاس جو بھی اس کے اپنے ہوں گے وہ بھی مصیبتوں میں گرفتار ہوتے رہیں گے۔ یہ دانشمندی نہیں ہے کہ ایک کی وجہ سے دوسروں کو بھی پریشان کیا جائے۔ وہاں راجیش سرکاری ملازم ہے۔ اس کی بہت سی ذمہ داریاں ہیں۔ مہیش کو اپنا ایک کیریئر بنانا ہے اور وہاں ان کے سروں پر ماتا جی کا سایہ ضروری ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "یہ درست فیصلہ ہے ہم رسوتی کے سلسلے میں سوچیں گے کہ اسے اور کون سا ٹریٹمنٹ دیا جا سکتا ہے۔"

ماسٹر ڈیسوزا نے کہا: "آپ لوگ اس ایمرجنسی ڈیوٹی کی بجائے اگر باہر کی تازہ ہوا کھانا چاہتے ہیں تو اس کوٹھی کی دوسری منزل کی چھت پر چلیں۔ وہاں ایک خوبصورت باغیچہ ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ وہاں باہر کی کھلی، تازہ ہوا بھی ملے گی۔"

ہم سب نے ماسٹر کی تائید کی اور اوپر جانے کے لیے اٹھ گئے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا: "آپ لوگ چلیں۔ میں رسوتی کو لے کر آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ ہم سب زینے پر چڑھتے ہوئے اوپری منزل پر پہنچے۔ زینے کے اوپری حصے پر ایک مسلح جوان کھڑا ہوا تھا۔ ماسٹر ڈیسوزا نے کہا: "تم بوڑھی ماں جی اور ان کے بیٹوں کو لے کر نیچے ہم میں فرہاد صاحب کے ساتھ ابھی آتا ہوں۔"

وہ لوگ چلے گئے۔ ماسٹر نے کہا: "جناب! سب سے پہلے آپ اپنی خوابگاہ کا معائنہ کر لیں۔ آئیے۔"

ہم جس حصے میں تھے وہ ایک اوپن کشادہ لابی تھی۔ اس کی ہر دیوار کے ساتھ اتنے خوبصورت گملے بنے ہوئے تھے اور اتنے رنگا رنگ پھول کھل رہے تھے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ جھلمل کرتی ہوئی جالیوں سے باہر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ کوٹھی کے تمام فرش پر چاہے ڈرائنگ روم ہو، راہداری ہو، لابی ہو یا خوابگاہ۔ مختلف رنگوں کے قالین بچھے ہوئے تھے۔ وہ قالین اتنے ملائم، اتنے دبیز تھے کہ چلتے وقت پاؤں دھنستے تھے۔ ہم ایک خوبصورت سے دروازے کے پاس پہنچ گئے۔ دروازوں کی بناوٹ بھی بے حد خوبصورت تھی ویسے اس کی خوبصورتی میں اس لیے بھی اضافہ ہو گیا تھا کہ دروازے کے ایک طرف ایک حسین و شیزہ کا مجسمہ کھڑا ہوا تھا اس مجسمے کو اتنے دلکش انداز میں ساری پہنائی گئی تھی کہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ساری کو دیکھیں یا مجسمہ کی بناوٹ کو۔

ماسٹر نے کہا: "دیکھیے، اس مجسمے کے سامنے ایک فٹ کے فاصلے پر آپ کو ایک گول دائرہ نظر آ رہا ہے۔ آپ اس دائرے پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہو جائیں۔"

میں نے بھی کیا۔ جیسے ہی اس پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہوا مجسمے کا ہاتھ مصافحہ کے لیے اٹھ گیا۔ وہ بڑے ہی سریلے انداز میں بولا: "فرہاد صاحب! آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔"

میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "مجھے بھی خوشی ہو رہی ہے لیکن حیرانی نہیں۔ ایسے کھلونے، بازاروں میں بہت مل جاتے ہیں جن کے اندر ٹیپ لپٹا رہتا ہے۔"

ماسٹر نے کہا: "فرہاد صاحب! وہ ٹیپ لگ گیا ہے۔ آپ ذرا اس کا ہاتھ محبت سے دبائیں تو یہ کچھ بولے گی۔"

میں نے جس ہاتھ کو مصافحہ کے لیے ہاتھ میں لیا ہوا تھا اسے ہولے سے محبت سے دبایا۔ وہ پھر بولنے لگی: "آپ اطمینان سے

اپنی خوابگاہ میں جا سکتے ہیں۔ خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

وہ پھر خاموش ہو گئی۔ ماسٹر نے کہا: "اب آپ اس کا ہاتھ چھوڑ کر اس دائرے سے باہر آ جائیں۔"

میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ جب اس دائرے سے پاؤں ہٹایا تو وہ پھر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ ماسٹر نے کہا: "آپ یہاں کھڑے رہیں۔ میں آپ کی خوابگاہ کے اندر جا رہا ہوں۔ میرے جانے کے دس یا پندرہ سیکنڈ بعد آپ پھر اس دائرے پر کھڑے ہو کر اس محافظ خاتون سے مصافحہ کیجیے گا۔ یہ کچھ بولے گی۔"

وہ خوابگاہ کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ میں نے پندرہ سیکنڈ کے بعد اس دائرے پر قدم رکھا تو اس حسین مجسمے کا ہاتھ مصافحہ کے لیے اٹھ گیا۔ میں نے اس سے مصافحہ کیا تو وہ بولی: "فرہاد صاحب! بی کیئر فل آپ کی خواب گاہ کے اندر خطرہ ہے۔ کوئی موجود ہے۔"

میں نے اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے اس دائرے سے پاؤں کو ہٹایا تو وہ پھر سیدھی کھڑی ہو کر خاموش ہو گئی۔ میں نے ماسٹر کے دماغ میں جھانک کر کہا: "یہ تو مجھے کسی خطرے سے آگاہ کر رہی ہے۔"

ماسٹر نے مسکرا کر کہا: "جی ہاں، ہیں اس خوابگاہ میں موجود ہوں اس لیے آپ کو باہر سے وارننگ دے رہی ہے کہ آپ اس خوابگاہ میں داخل نہ ہوں۔" پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا: "اگر مجھ سے خطرہ نہ ہو تو آپ اندر تشریف لے آئیں۔"

میں دروازہ کھول کر اندر گیا تو ٹھٹک کر رہ گیا۔ حیرانی سے اپنی خوابگاہ کو دیکھنے لگا۔ میں نے ایسی حسین خوابگاہ پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اسے قیمتی سامان سے سجایا گیا تھا اس کے ایک ایک حصے کی آرائش ایسی تھی کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی وہ ایک پال نما خوابگاہ تھی۔ ایک طرف اونچا سا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ اس اسٹیج پر ایک وسیع و عریض خوبصورت سا پلنگ تھا۔ اس پلنگ کے چاروں طرف ہلکے آسمانی رنگ کے مہین پردے تھے۔ وہ پردے اوپر کی طرف ایک مرکز پر یکجا ہو گئے تھے اور فانوس کے مرکزی حصے سے منسلک ہو گئے تھے۔ اگر اوپر سے دیکھا جاتا تو وہ مرکزی حصے سے لہر لہر پھیلتے ہوئے پلنگ کے چاروں طرف بکھر گئے تھے۔ یوں لگتا تھا۔ فانوس سے روشنی لہر لہر برستی ہوئی پھوار کی طرح میرے بستر کے اطراف پھیل رہی ہے۔

ماسٹر نے کہا: "باہر جو حسین مجسمہ کھڑا ہوا ہے، اس کے اندر دو قسم کے ٹیپ ہیں۔ جب تک یہ خوابگاہ خالی رہے گی۔ اس وقت تک وہ مجسمہ پہلے ٹیپ کی مناسبت سے صرف آپ کو خوش آمدید کہے گا۔ آپ سے مل کر خوشی کا اظہار کرے گا لیکن کوئی بھی انسان یا جانور اس خوابگاہ میں داخل ہو جائے تو وہ ٹیپ ایک طرف ہٹ جاتا ہے اور اس جگہ دوسرا ٹیپ آ جاتا ہے۔ جب بھی آپ کہیں سے آ کر یہاں داخل ہونا چاہیں گے تو اس سے پہلے اس حسین مجسمے سے ضرور مصافحہ کیجیے گا۔ وہ آپ کو بتائے گا کہ اندر کوئی ہے یا نہیں۔"

"یہ دوسرا ٹیپ کیسے بدل جاتا ہے؟"

ماسٹر نے فرش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ہم جس قالین پر کھڑے ہوئے ہیں۔ اس کے نیچے ایسے میکنزم ہیں کہ کوئی بھی اس پر چلے گا چاہے وہ انسان ہو یا جانور تو اس کے پاؤں کے ہلکے سے دباؤ سے بھی اس مجسمے کے اندر میکانکی تبدیلی آئے گی اور وہ خطرے سے آگاہ کرنے والا ٹیپ آپ سے کچھ کہنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہے گا۔ اس مجسمے کا تعلق اس فرش سے ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے مجھے بستر کے پاس لے آیا۔ اس نے کہا: "آپ اسے چاروں طرف سے دیکھ لیں۔ صرف ایک بستر ہے اس کے سرہانے آس پاس کوئی چھوٹی بڑی میز نہیں ہے۔ بظاہر یہ ایک بستر ہے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی دشمن اس کے نیچے جا کر کچھ تلاش کرنا چاہے گا تو اسے کچھ حاصل نہیں ہوگا ذرا آپ نیچے جھک کر دیکھ لیں۔"

میں نے نیچے جھک کر دیکھا۔ نیچے پلنگ کی سطح بالکل ہموار تھی۔ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ماسٹر نے کہا: "اب آپ میرے ساتھ اس ٹیلیفون کی طرف آئیں۔"

میں وہاں پہنچا۔ اس نے کہا: "آپ اس ٹیلیفون کے ذریعے کسی سے بھی باتیں کر سکتے ہیں لیکن ریسیور اٹھا کر جب تھری زیرو ون نائن (۳۰۱۹) کو ڈائل کریں گے تو کسی سے رابطہ قائم نہیں ہوگا لیکن جو کچھ ہوگا وہ آپ انتہی دیکھیں گے۔ ذرا یہ نمبر ڈائل کریں۔"

میں نے ریسیور اٹھایا اور تین صفر ایک نو کے نمبر ڈائل کیے۔ اس کے ساتھ ہی میرے پلنگ کی طرف سے آواز آئی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا بستر کے سرہانے والے دونوں سائڈ اس طرح کھل کر باہر نکل رہے تھے۔ جیسے کوئی اپنے دونوں بازو پھیلا رہا ہو۔ پھر میں نے دیکھا میرے پلنگ کے سرہانے دونوں طرف مختلف قسم کی مشینیں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے ٹیلیفون کا تعلق تو ایکس چینج سے ہوگا۔"

جی ہاں، اسی کوٹھی میں ایک چھوٹا سا ایکس چینج ہے جو تھری زیرو ون نائن کے مطابق اپنے سامنے والی مشین کو آپریٹ کرتا ہے۔ اس طرح آپ کے دائیں بائیں مشینیں نمودار ہو جاتی ہیں۔"

"اور یہ مشینیں کیسی ہیں؟"

"آئیے میں بتاتا ہوں۔"

ہم بستر کے پاس آئے۔ اس نے کہا: "آپ آرام سے لیٹ جائیے۔ یہ مشینیں آپ کے دونوں ہاتھوں کی پہنچ تک ہیں۔ بائیں طرف کی مشین کے ذریعے آپ اپنے کمرے کے اندر بہت

جگہ نشان لا سکتے ہیں مثلاً اُدھر دیکھیے جہاں جو ایک ہینڈل ہے اسکے ایک طرف اسکرین لکھا ہوا ہے۔ اگر آپ اس ہینڈل کو اسکرین کی طرف گھمائیں گے تو؟ بہتر ہے کہ آپ اسے گھمائیں۔"

میں نے اس ہینڈل کو اسکرین کی طرف گھمایا۔ مجھے سامنے والی دیوار کی طرف سے کچھ آواز سنائی دی۔ میں نے دیکھا جہاں ایک بڑی سی تصویر لگی ہوئی تھی وہ نیچے دیوار کے اندر غروب ہوتی جا رہی تھی۔ اور اس کی جگہ ایک سکرین ظاہر ہو رہا تھا۔ وہ اسکرین تقریباً چھ فٹ لانبا اور پانچ فٹ چوڑا تھا۔ ماسٹر نے کہا "آپ اس بٹن کو دبائیں جس کے پاس آن لکھا ہوا ہے۔"

میں نے یہی کیا۔ وہ اسکرین روشن ہو گیا پھر ماسٹر نے کہا۔ "آپ کی اس کوٹھی میں جتنے کمرے ہیں۔ ان کمروں کے الگ الگ نمبر ہیں۔ ان نمبروں کے مطابق آپ ایک ایک بٹن کو دبا لیجئے جائیں گے تو ہر کمرے کا منظر سامنے آجائے گا۔ اس وقت آپ کے ساتھی اوپر کی چھت پر بنے ہوئے باغیچے میں موجود ہوں گے۔ آپ اس بٹن کو دبائیے جس پر "ٹیرس" لکھا ہوا ہے۔"

میں نے اسے دبایا تو اسکرین پر اس باغیچے کا منظر سامنے آگیا۔ وہاں راجیش اور مہیش انکی ماتاجی تھیں۔ اعلیٰ بی بی بھی رسوتی کے ساتھ پہنچ گئی تھی۔ وہ بہت ہی خوبصورت باغیچہ تھا اور باغیچے کے عین وسط میں پھولوں بھرا سائبان تھا۔ اس سائبان کے نیچے ایک بھولا تھا جس پر رسوتی بیٹھی ہوئی تھی۔ باقی افراد اِدھر اُدھر کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ماسٹر نے کہا: "آپ اس مشین کے اس بٹن کو دبائیں جہاں ساؤنڈ لکھا ہوا ہے۔"

میں نے اسے دبایا۔ ان کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ جو باتیں کر رہے تھے۔ میں سن رہا تھا میں نے پوچھا: "اگر میں کسی دوسرے کمرے کا منظر دیکھنا چاہوں تو؟"

"آپ پہلے اس بٹن کو دبائیں جہاں 'بلینک' لکھا ہوا ہے۔ اسکرین بلینک ہو جائے گا۔ اس کے بعد جس کمرے کو آپ دیکھنا چاہتے ہیں اس کا نمبر دبا دیں۔"

میں نے ایسا ہی کیا۔ بلینک کا بٹن دبانے کے بعد اسکرین سادہ ہو گیا۔ پھر میں نے کسی ایک کمرے کے بٹن پر انگلی رکھی تو وہاں وہ کمرہ نظر آنے لگا۔ وہ خالی تھا مگر اس کمرے کا سارا اندرونی ماحول دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے آف والے بٹن کو دبایا۔ منظر غائب ہو گیا۔ اسکرین تاریک ہو گیا۔ اب کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

ماسٹر نے کہا: "وہاں ایک بٹن ایسا ہے جس کے پاس انگوٹھی لکھا ہوا ہے۔ اس بٹن کو آپ دبائیں گے تو اس ایکس چینج سے رابطہ قائم ہو گا جس کا نمبر بھتری زیرو دو نائن ہے۔ آپ اس ایکس چینج پر ٹیلیفون دینے والے سے جو سوال کریں گے آپ کو اس کا خاطر خواہ جواب ملے گا۔ جس کا جواب اس کے پاس نہیں ہو گا۔ وہ وہاں سے ایک وی سی آر آن کرے گا۔ اس میں وہ کیسٹ لگائے گا جس کے ذریعے آپ کو آپ کے سوال کا جواب مل جائے گا۔ مثلاً آپ دنیا کے کسی خطے کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دنیا کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہیں کسی ملک کی آب و ہوا کسی ملک کا وقت معلوم کرنا چاہتے ہیں کسی ملک کے ماسٹر کو دیکھنا یا اس کی آواز سننا چاہتے ہیں تو آپ کو اس کیسٹ کے ذریعے یہاں سامنے اسکرین پر سب کچھ نظر آنے لگے گا۔"

وہ بول رہا تھا اور میں اسے سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟"

میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا: "میں ابھی جواب دیتا ہوں۔ پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیں۔ جب باہر مجھے یہ معلوم ہو جائے گا کہ خوابگاہ میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ اندر خطرہ ہے تو یہ بات کیسے معلوم ہو گی کہ اندر کس قسم کا خطرہ ہے۔ کون موجود ہے؟"

"اس کا جواب یہ ہے کہ جس مجسمے سے آپ نے مصافحہ کیا تھا، کے سینے پر وہی نمبر لکھا ہوا ہے۔ 'بھتری زیرو دو نائن' آپ ایک ایک ہندسے پر انگلی رکھیں۔ یعنی ایک ایک عدد پر انگلی رکھتے چلے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے ایکس چینج کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی خوابگاہ میں خطرہ ہے۔ وہ وہاں سے ایک گیس سلنڈر کو آن کریں گے۔ اس گیس سلنڈر سے نکلی ہوئی نلکی آپ کی خوابگاہ تک پہنچی ہے۔ اس سے جو گیس خارج ہو گی۔ اس کے بعد جو بھی وہاں موجود ہو گا وہ دس پندرہ سیکنڈ سے زیادہ نہیں ٹھہر سکے گا۔ آپ کی خوابگاہ سے باہر نکلنے پر مجبور ہو جائے گا۔ خواہ وہ انسان ہو جانور ہو۔ کوئی زہریلا سانپ ہو۔ کوئی بھی ہو۔"

میں نے چاروں طرف گھومتے ہوئے، اس خوابگاہ کو دیکھتے ہوئے کہا: "ماسٹر ڈیسوزا! تمہاری یہ کوٹھی، یہ خوابگاہ بہت خوبصورت ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میں اس خوبصورت جگہ تمہارا مہمان ہوں۔"

"آپ مہمان نہیں ہیں۔ سپر ماسٹر نے یہ کوٹھی آپ کے نام کر دی ہے بلکہ آپ جس ملک کے جس بڑے شہر میں جائیں گے وہاں آپ کو ایسی ہی کوٹھیاں ملیں گی جو آپ کے نام ہوں گی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "میں اس سلسلے میں سپر ماسٹر سے بعد میں بات کروں گا۔ لیکن آپ سے کہتا ہوں کہ یہاں میں آج رات کا مہمان ہوں۔ اگر آپ میرے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو کل کسی ایسی کوٹھی یا ایک چھوٹے سے کاٹیج کا انتظام کر دیجیے جس میں زیادہ سے زیادہ تین کمرے ہوں۔ ایک عام سا کاٹیج ہو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "آپ اتنی حفاظتی تدابیر کے ساتھ بنائی ہوئی کوٹھی میں رہنا پسند نہیں کریں گے؟"

"ماسٹر! میری ایک بات کا جواب دیں۔ یہ جو اتنے حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں کیا اس کے بعد مجھے موت نہیں آئے گی؟"

وہ کھسیانی ہنسی ہنسنے لگا: "جناب! موت تو ہر حال میں آتی ہے۔"

"جب موت ہر حال میں آتی ہے تو بندے کو یہ سوچنا چاہیے کہ کس طرح ہمیشہ چوکس رہ سکتا ہے کس طرح ہر لمحہ محتاط رہنے کا سبق سیکھ سکتا ہے۔ سیکھنے کا بس ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اپنے چاروں طرف دیواریں نہ اٹھائے۔ دروازے رکھے تاکہ چاروں طرف دیکھنے کا عادی رہے۔ اگر کہیں آرام سے بیٹھے تو اس کے کان کھڑے رہیں۔ کبھی سوتا رہے تو لاشعوری طور پر جاگتا رہے۔ شاید آپ کو نہیں معلوم کہ میں کبھی پوری نیند نہیں سویا۔ میری آنکھ سوتی ہے میرا جسم آرام کرتا ہے۔ میں شعوری طور پر بھی سوتا ہوں لیکن غیر شعوری طور پر میرا دماغ جاگتا رہتا ہے۔ ہر رات ایسا ہوتا ہے۔ یہ اس لیے کہ میں محتاط رہنے کا سبق سیکھتا رہتا ہوں۔ اگر مجھے یہ آرام و آسائش میسر ہوں گی۔ اگر اتنے سارے حفاظتی انتظامات ہوں گے تو میں آرام ضرور کروں گی۔ دشمنوں سے بڑی حد تک محفوظ رہوں گا لیکن میری عادت بگڑتی جائے گی۔ میرے محتاط رہنے کی جو خوبیاں ہیں ان میں رفتہ رفتہ خرابیاں پیدا ہوتی جائیں گی۔"

میں اس سے زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے کہا: "اگر کسی بہت ہی مضبوط، مستحکم اور بلند حوصلہ قوم کو مارنا ہو تو سب سے بڑا ہتھیار یہی ہے کہ اسے آرام پسند بنا دیا جائے۔ ہر محل مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں کھانے کے بعد آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں ابھی کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔"

"جو لوگ چھت پر ہیں۔ میں انھیں یہاں بلا رہا ہوں۔ آپ وہاں مسلح گارڈ سے کہہ دیجیے کہ وہ یہاں تک ان کی رہنمائی کریں۔"

ماسٹر چلا گیا۔ میں ایک نہایت ہی آرام دہ صوفے میں دھنس گیا پھر میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "یہاں آجاؤ۔ تھوڑی دیر میں ہم کھانے کے لیے ڈائننگ روم میں جائیں گے۔"

"تم کہاں ہو؟ کہاں بلا رہے ہو؟"

"چھت سے اتر کر آؤ۔ تمہاری رہنمائی کی جائے گی۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا اور آرام سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر کمرے کو دیکھنے لگا۔ سپر ماسٹر نے میرے لیے ایک طیارہ مخصوص کر دیا تھا۔ اب وہ ہمیشہ کے لیے میرا تھا۔ اس طیارے میں جتنے حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے میں نے انھیں قبول کر لیا کیونکہ پرواز کے دوران طیارہ زمین سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر ہوتا ہے۔ دشمنوں سے مٹھ بھیڑ کے لیے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ملتا اور نہ ہی دشمنوں کو فرار ہونے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ طیارہ محدود جگہ ہوتی ہے۔ وہاں موت ہر حال میں لازمی ہوتی ہے یا پھر دشمنوں کے آگے گھٹنے ٹیک دینے پڑتے ہیں۔ اس لیے طیارے میں ایسے حفاظتی انتظامات ہوں اور خصوصاً مجھ جیسے آدمی کے لیے ہوں تو یہ بات قابل قبول ہوتی ہے لیکن زمین پر جہاں ہم پیدا ہوئے، جہاں ہم نے لوٹ پوٹ کر رینگنا سیکھا، پھر چلنا سیکھا، پھر دوڑنا سیکھا اور پھر دشمنوں کو دوڑانا سیکھا یا ایسی جگہ آدمی کو آرام طلب نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی بہت زیادہ حفاظتی انتظامات کے درمیان گھرا رہنا چاہیے۔ اس سہل پسندی کے نتیجے میں ہر دم محتاط رہنے اور مستعد رہنے کی صلاحیتیں زنگ آلود ہو جاتی ہیں۔

خوابگاہ کا دروازہ کھلا۔ اعلیٰ بی بی، رسوتی، ماتاجی، راجیش اور مہیش بھی اندر آگئے اور آتے ہی حیرانی سے اس خوابگاہ کو دیکھنے لگے۔ تعریفیں کرنے لگے۔ میں سر اٹھائے چھت کو تک رہا تھا لیکن رسوتی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"یہ میں کہاں آگئی ہوں۔ یہ تو کسی راجہ کا محل دکھائی دیتا ہے۔ ایسی خوبصورت خوابگاہ تو میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی مگر میری زندگی؟ میری زندگی کیا ہے؟ میری زندگی کیا تھی؟ کس دنیا میں تھی؟ کیا کبھی ایسی خوابگاہ میں تھی؟ نہیں، یوں لگتا ہے جیسے میں اب تک کسی اندھے کنوئیں میں تھی، دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جب وہاں سے نکلی تو یہ دنیا دیکھ رہی ہوں۔"

یہ سوچتے سوچتے اس نے مجھے دیکھا۔ جانے کیوں اس کے اندر ایک جھرجھری سی پیدا ہوئی۔ میں نے اس کی سوچ کو ٹٹولا۔ یہ چلا، وہ مجھ سے خوفزدہ ہے۔ اس لیے خوفزدہ ہے کہ ہر لمحہ مجھ سے متاثر ہوتی جا رہی ہے۔ اپنے چاروں طرف دیکھتی ہے، جو شخص بھی میرے پاس آتا ہے مجھ سے کمتر دکھائی دیتا ہے۔ جو بھی آتا ہے میری عزت کرتا ہے۔ مجھ پر اعتماد کرتا ہے۔ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ میری فرمانبرداری کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے پھر یہ عالیشان خوابگاہ اتنے عیش و عشرت کا سامان، لو پھر میرا انداز بے نیازی، یہ سب باتیں ایسی تھیں جو اس کے دل میں گھر کر رہی تھیں لیکن وہ میرے تاثر کو قبول نہیں کرنا چاہتی تھی۔ خود کو کنواری سمجھ رہی تھی لو وہی ایک پرانی رٹ کہ وہ دولہا تاؤں کی امانت ہے۔ بھلا مجھ سے متاثر کیسے ہو سکتی ہے؟

اعلیٰ بی بی نے میرے انداز سے سمجھ لیا تھا کہ میں خیال خوانی میں مصروف ہوں اس لیے اس نے ماتاجی اور ان کے بیٹوں کو باتوں میں لگا لیا تھا۔ اس خوابگاہ میں انھیں بے بے گھوم رہی تھی۔ ایک ایک چیز کو دیکھ رہی تھی اور انھیں دکھا رہی تھی۔ ایک رسوئی تھی جو اپنی جگہ کھڑی ہوئی مجھے تک رہی ہے۔ دوسرے خوابگاہ میں اِدھر اُدھر ٹہل رہے ہیں۔ وہ جلدی سے آگے بڑھ کر اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گئی۔

میں نے ان سب سے پوچھا: "یہ خوابگاہ کیسی ہے؟"

ماتاجی نے کہا: "بیٹے! یہ بہت خوبصورت ہے مگر تمہارے دل سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔"

"میں یہاں صرف آج رات کا مہمان ہوں۔ میں نے ماسٹر ڈیوڈ سے کہہ دیا ہے کہ مجھے اتنی خوبصورت، اتنی آرام دہ جگہ نہیں چاہیے۔"

سب مجھے حیرانی سے اور سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے صرف اعلیٰ بی بی خوش ہو کر مسکرا رہی تھی۔ میں نے کہا: "ہم جنگلوں میں رہیں یا شہروں میں ہمیشہ سانپوں کے بستر پر سونے کے عادی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی دشمن کانٹوں پر چلتا ہوا ہم تک نہیں پہنچ سکا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ریسیور اٹھایا۔ پھر آواز سنی۔ دوسری طرف سے ماسٹر ڈیسوزا کہہ رہا تھا: "ہیلو!"

"ہیلو، میں فرہاد ہوں۔"

"آپ لوگ نیچے ڈائننگ روم میں آجائیں۔ کھانا لگا دیا گیا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ہم سب ڈائننگ ٹیبل کے اطراف بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ کھانے کے دوران ڈیسوزا نے ان سب کو بتایا کہ میری خوابگاہ میں کیسے کیسے حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں۔ یہ سب لوگ حیرانی سے سن رہے تھے پھر راجیش نے مجھے دیکھ کر پوچھا: "بھائی جی آپ اتنی محفوظ جگہ کو چھوڑ کر کہاں جانا چاہتے ہیں؟"

"کسی عام سی کوٹھی، کسی جنگلے کسی کاٹج میں، جہاں مجھے یقین ہو کہ میں پوری طرح محفوظ نہیں ہوں اور مجھے اپنے بھروسے پر محتاط رہنا چاہیے۔"

سوہنی کھانا بھول گئی تھی۔ مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ نہیں پڑھی۔ اعلیٰ بی بی سے پوچھا: "تم نے یہاں اپنے لیے کمرہ دیکھ لیا ہے؟"

"دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کسی بھی کمرے میں رات گزار لوں گی۔ کیا تم مجھے آرام طلب سمجھتے ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "نہیں میں سمجھ رہا تھا۔ تم رات بھر میرے سرہانے کھڑی ہو کر پہرہ دیتی رہو گی۔"

اس نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا: "ایسا وقت آیا تو یہ بھی کر دکھاؤں گی۔"

میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا: "تم میرے لیے کیا کیا کرو گی۔ میرے لیے اپنا ملک چھوڑ دیتی ہو۔ اپنا آرام چھوڑ دیتی ہو۔ کبھی آسمان کی طرح سایہ کرتی ہو۔ کبھی زمین کی طرح قدموں تلے بچھ جاتی ہو۔ تمہارے دل میں میرے لیے کیا ہے؟ وہ کون سی محبت ہے جو کون سا جذبہ ہے جس کا تم اظہار نہیں کرتی ہو مگر میرے لیے سب کچھ کیے جاتی ہو؟"

اس نے سوچ کے ذریعے جواب دیا: "چپ چاپ کھاؤ اور آرام سے جا کر سو جاؤ۔ میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔ تم سے فضول باتیں نہیں کر سکتی۔"

میں کھانے کے بعد اٹھ گیا۔ سب سے رخصت ہو کر اوپر کی منزل پر پہنچا جہاں میری خوابگاہ تھی۔ پھر میں وہاں سے بھی نیچے پرتھ جتنا ہوا اوپر چھت پر پہنچا۔ وہاں بہت ہی خوبصورت باغیچہ تھا۔ پھول مہک رہے تھے۔ دو مسلح جوان پہرہ دینے کے انداز میں ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے، جاگ رہے تھے۔ میں جھولے پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں تک سوہنی کو تصور میں دیکھتا رہا، مسکراتا رہا پھر اس کے پاس پہنچ گیا جو اپنے ہوسٹل کے کمرے میں تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا تم رات کا کھانا کھا چکی ہو؟"

"بس تھوڑا سا کھایا۔ دل نہیں چاہتا تھا اس لیے وہاں سے اٹھ کر یہاں چلی آئی۔"

"کل تم سے اچھی طرح باتیں نہ ہو سکیں۔ تمہیں بابا صاحب نے اچانک ہی بلا لیا تھا۔ بات کیا تھی؟"

"بابا نے اطلاع دی تھی کہ سائرہ بانو بہت بیمار ہیں۔ لہٰذا مرجانہ کو ان کے پاس فوراً پہنچایا جائے۔ میں مرجانہ کو لے کر ان کے پاس گئی تھی۔"

"چلو اچھا ہے۔ وہ ماں بیٹی مل گئیں۔"

"سائرہ بانو کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ معلوم ہوتا تھا چراغ بجھتے بجھتے پھر روشن ہو گیا ہو۔ وہ بہت کمزور اور بیمار ہیں۔ بابا نے صحیح کہا تھا کہ بیٹی کو ماں کے پاس پہنچا دینا چاہیے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ چند دنوں یا چند گھنٹوں کی مہمان ہیں۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"درست کہہ رہی ہوں۔ کل مجھے ایسا ہی لگا۔ ویسے اب تک خیریت ہے۔ تمہیں ان کی عیادت کے لیے جانا چاہیے۔"

"میں جاؤں گا۔"

میں تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا۔ میں نے اُسے بتایا کہ میں پاکستان سے کن حالات میں نکلا ہوں اور برما پہنچنے کے بعد دونوں قاتلوں نے مجھے کس طرح گھیرنے کی کوشش کی اور میں کس طرح بچ نکلے ہیں۔

وہ سنتی رہی اور مسکراتی رہی۔ میں نے کہا: "ہم ان حالات میں مسکرانا اچھی طرح سیکھ گئے ہیں۔ شاید یہ ہمارے لیے ہی کہا گیا ہے کہ مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آسان ہو گئیں۔"

"میں سمجھتی ہوں، تم ان دس قاتلوں سے نمٹ لو گے۔"

"اب دس نہیں نو رہ گئے ہیں۔"

"چلو نو سہی لیکن میرا دل نہیں مانتا۔ کبھی کبھی میں بہت ہی بے چین ہو کر سوچنے لگتی ہوں کہ تمہارے پاس چلی آؤں۔ میں تمہیں خود سے دور تنہا بیٹھنے تو دے سکتی ہوں مگر تنہا مرنے نہیں دوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "بابا صاحب کی پیشن گوئی یاد ہے۔ وہ کہہ چکے ہیں کہ میرے آخری وقت میں تم ہی میرے پاس رہو گی۔ پھر بے چین ہونے تڑپنے اور میرے پاس بھاگ کر آنے کی ضرورت کیا ہے۔ تقدیر خود ہی تمہیں لے آئے گی تم اطمینان سے رہو اور

بابا صاحب کے سلسلے میں جو کچھ حاصل کر رہی ہو کرتی رہو۔"

میں اسے تسلیاں دینے کے بعد سائرہ بانو کے پاس آگیا وہ ایک بستر پر آنکھیں بند کیے ہوئے بہت آرام اور سکون سے لیٹی ہوئی تھیں۔ ان کی طبیعت اگرچہ بہت خراب تھی لیکن وہ اس خوشی میں مگن تھیں کہ بیٹی مل گئی ہے ان کی بند آنکھوں کے پیچھے بھی بیٹی کا چہرہ روشن تھا۔ تھوڑی دیر میں انھیں مرجانہ کی آواز سنائی دی۔ انھوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سامنے دروازے پر مرجانہ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ سر سے پاؤں تک مشرقی تہذیب کی ایک جیتی جاگتی تصویر نظر آ رہی تھی۔ اس نے گہرے رنگ کا چست چوڑی دار پاجامہ پہنا ہوا تھا۔ اس پر مغل شہزادیوں کی طرح پشواز پہنے ہوئے تھی۔ شانے سے لے کر کمر تک پشواز کی تراش اتنی عمدہ تھی کہ پہن کر لباس کی خوبصورتی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ کمر سے نیچے پشواز کا گھیر اتھا۔ ایک دوپٹہ اس کے گلے اور شانے کے اطراف کنڈلی مار کر اس کے سر پر یوں ٹھہر گیا تھا جیسے وہ دوپٹہ نہ ہو سچ مچ سانپ ہو اور اس کے حسن کے خزانے کا محافظ بن گیا ہو۔ اس نے سر کو ذرا سا جھکا کر دائیں ہاتھ کو اٹھا کر ایک حسن لوا سے کہا: "امی آداب!"

سائرہ بانو نے اسے دیکھ کر سی تڑپ گئی تھیں۔ بات یہ نہیں تھی کہ وہ ماں بیٹی کی پہلی ملاقات تھی۔ مگر بیٹی کا وہ مشرقی انداز انھیں اس کی طرف کھینچ رہا تھا۔ وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگیں۔ مرجانہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا: "نہیں نہیں امی! آپ اسی طرح لیٹی رہیں۔ اسی لیے تو میں یہ لباس پہن کر نہیں آ رہی تھی میں جانتی تھی۔ آپ مارے خوشی کے بستر سے اٹھنے لگیں گی۔"

وہ ماں کے قریب پہنچ کر ان پر جھک گئی اور ان کے چہرے کو ادھر ادھر چومنے لگی۔ ماں دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اس کے چہرے کو تھام رہی تھی۔ جی بھر کر دیکھ رہی تھی۔ پھر انھوں نے کہا: "بیٹی! ذرا دور کھڑی ہو جاؤ۔ میں تمہیں جی بھر کے دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس لباس میں کتنی پیاری، کتنی حسین لگ رہی ہو۔ میری بیٹی سے زیادہ حسین تو کوئی نہ ہوگا۔"

وہ ہنستے ہوئے پیچھے ہٹ کر بولی: "دنیا کی ہر ماں اپنی اولاد کو سب سے زیادہ حسین سمجھتی ہے۔"

وہ ذرا دور جا کر اس طرح کھڑی ہو گئی کہ اس کی امی اسے ہر زاویے سے دیکھ سکیں۔ پھر اس نے کہا: "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ بابا صاحب نے مجھ پر کیا جادو کیا ہے۔ میں جب وہاں گئی تو اس کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد میں کہاں پہنچ گئی یہ میں خود نہیں جانتی۔ ایسا لگتا ہے جیسے غفلت کے عالم میں تھی۔ بس ایک ہی آواز سنتی تھی اور وہ بابا کی آواز ہوتی تھی۔ ان کی آواز میں ایسا سحر تھا جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جب میں ہوش میں آئی تو ایک دن اور ایک رات گزر چکی تھی۔ میں اپنے آپ کو ایک نئی لڑکی محسوس کر رہی تھی۔ میرے دماغ میں اتنی ٹھنڈک، اتنا سکون تھا کہ میں سمجھتی ہوں شاید مجھے آئندہ کبھی غصہ نہیں آئے گا۔"

سائرہ بانو نے خوش ہو کر نقاہت سے کہا: "بیٹی! میں بابا صاحب کا احسان جتنا بھی مانوں کم ہے۔ انھوں نے تمہاری دنیا ہی بدل ڈالی ہے۔ سب سے بڑی خوشی کی بات تو یہ ہے کہ تم نے اپنے آپ کو ایک لڑکی تسلیم کر لیا ہے۔"

"بے شک بابا صاحب نے مجھے جادوؤں کے طلسم سے نکال دیا لیکن امی سچ پوچھیے تو سوہنی نے میرے ساتھ جو کیا ہے وہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔ وہ مجھے جان سے زیادہ عزیز رکھتی ہے۔ میں ہر قدم پر اس کی جان کی دشمن تھی۔ ذرا بھی مجھے موقع ملتا اور میں اس پر غالب آتی تو آج وہ زندہ نہ رہتی لیکن اس نے مجھے صرف نئی زندگی نہیں دی بلکہ نیا ذہن اور نئی سوچ دی ہے۔ میں اتنی بڑی دنیا میں اگر کسی کو سب سے زیادہ چاہتی ہوں، تو وہ میری سوہنی ہے۔"

سائرہ بانو نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں ان کے دماغ میں رہ کر یہ محسوس کر سکتا تھا کہ وہ بہت کمزور ہو گئی ہیں۔ بیٹی کی جدائی نے انھیں توڑ کر رکھ دیا تھا۔ اگرچہ وہ مل گئی تھی لیکن یہ ملنا بھی تو برسوں سے لگا ہوا تھا۔ اور برسوں سے انھوں نے اتنے دکھ سہے تھے کہ اب اس عمر میں وہ سارے مصائب انھیں گھن کی طرح کھا رہے تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جو دکھ گزر گیا سو گزر گیا۔ نئی خوشی کو گلے لگا کر ہم پچھلے مصائب کو بھول جاتے ہیں لیکن وہ مصائب ہمارے اندر ایسی جڑیں پکڑ لیتے ہیں کہ جب کوئی نئی مصیبت آتی ہے تو پرانی مصیبتوں کے دکھ تازہ ہو جاتے ہیں۔ اس عمر میں سائرہ بانو کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ انھیں مخاطب کروں لیکن اسی وقت ایک ڈاکٹر وہاں پہنچ گیا۔

میں ان کے دماغ سے نکل گیا۔ ابھی ان کا علاج ہونا چاہیے تھا۔ میں ان سے کسی دوسرے وقت باتیں کر سکتا تھا۔ پھر میں نے مرجانہ کو تصور میں دیکھا وہ مغل شہزادیوں جیسے لباس میں کتنی حسین لگ رہی ہوگی۔ میں اُسے مخاطب کرنا چاہتا تھا پھر میں نے سوچا۔ نہیں ابھی نہیں۔ وہ اپنی والدہ کی بیماری کے سلسلے میں پریشان ہوگی۔ شاید اچھے موڈ میں باتیں نہ ہو سکیں۔ اسی لیے میں نے ارادہ بدل دیا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ باغیچے میں ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ پھول مہک رہے تھے۔ میں جھولے پر بیٹھا ہوا تھا۔ برما کے وقت کے مطابق رات کے دو بج رہے تھے۔ میں وہاں سے اٹھ کر اپنی خوابگاہ کے سامنے آیا۔ اس حسین مجسمے کے سامنے فرش پر بنے ہوئے ایک چھوٹے سے دائرے پر پاؤں رکھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ اس نے مصافحہ کرتے ہوئے اپنی رس بھری آواز میں کہا: "فرہاد صاحب! آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ آپ اطمینان سے

اندر جا سکتے ہیں۔"

میں خوابگاہ کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں میں نے لباس تبدیل کیا پھر آرام دہ بستر پر آ گر پڑا۔ بستر کا فوم یقیناً اسپیشل کوالٹی کا ہوگا میں آرام چاہتا تھا لیکن بہت زیادہ عیش و آرام کی زندگی مجھے پسند نہیں تھی۔ تاہم اس وقت مجھے اس بستر پر بہت ہی لطف حاصل ہوا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے باد صبا کی ہتھیلی پہ سو رہا ہوں۔

تھوڑی دیر تک میں آرام سے لیٹا رہا۔ ادھر سے اُدھر کروٹیں بدل کر اپنے جسم کی تھکن اتارتا رہا۔ پھر میں نے اس سامنے والی تصویر کو دیکھا جس کے پیچھے اسکرین چھپا ہوا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اپنی بائیں طرف والی مشین کو آپریٹ کیا۔ وہ تصویر دیوار کے اندر نیچے کی طرف دھنسنے لگی۔ اسکرین نظر آنے لگا میں نے اُسے آن کیا۔ پھر ایک کمرے کے بٹن کو دبایا۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ کس کمرے میں کون ہے۔ جب اس بٹن کو دبایا تو راجیش، سمیش اور اس کی ماتا جی دو پلنگ پر سوتے ہوئے نظر آئے میں نے اُسے آف کر دیا۔

ایک اور بٹن کو دبایا تو اسکرین دوبارہ روشن ہو گیا۔ اب اعلیٰ بی بی نظر آ رہی تھی۔ وہ ایک ٹرانسمیٹر ہاتھ میں لیے اپنے کسی چور سے باتیں کر رہی تھی۔ میں نے سائڈ والے بٹن کو آن کیا۔ اس کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ کہہ رہی تھی: "ریڈ پاور کے باس سے کہو۔ ہم وہ دستاویز چرا کر اُس کے پاس پہنچا دیں گے لیکن رقم کی ادائیگی فرانس کے کسی شہر میں ڈالر کی صورت میں ہوگی۔"

اعلیٰ بی بی کو میں نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اسے اسکرین کے ذریعے دیکھا جا سکتا ہے اور اس کی آواز سنی جا سکتی ہے۔ ایک بات میرے دماغ میں آئی۔ "کیا ماسٹر ڈیسوزا بھی کہیں بیٹھا ہوا اعلیٰ بی بی کو اس طرح باتیں کرتے ہوئے دیکھ سکتا ہے؟"

یہ سوال پیدا ہوتے ہی میں نے ماسٹر ڈیسوزا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ ایک بستر پر آرام سے سو رہا تھا۔ مجھے ذرا اطمینان ہوا۔ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا تھا کہ اعلیٰ بی بی کے چور بہت ہی اونچے پیمانے پہ چوریاں کرتے ہیں اور بڑے بڑے ممالک کے راز چراتے ہیں اور ان کے ایجنٹوں کو بے نقاب کرتے ہیں جیسا کہ انھوں نے پاکستان میں کیپٹن ہیدل کو بے نقاب کیا تھا۔ لیکن یہاں ریڈ پاور کے باس سے کوئی سودا کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اعلیٰ بی بی سپر ماسٹر کے خلاف سودا کر رہی ہے۔ یقیناً جو بھی دستاویز چرائی جانے والی تھی اس کا تعلق سپر ماسٹر کے کسی ماسٹر سے اور اس ماسٹر کے کسی ملک سے ہوگا۔

میں نے اسکرین پر اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ وہ ٹرانسمیٹر سے گفتگو کر چکی تھی میں نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو پہلے اس نے

سے سانس روک لی پھر مسکرا کر بولی "آ جاؤ۔"

میں نے کہا: "میں تم سے یہ پوچھنے آیا ہوں کہ تم اور تمہارے تمام چور میرے ساتھ اتنا وقت کیوں برباد کرتے ہیں۔ مانا کہ تمہیں مجھ سے کوئی ایسا لگاؤ ہے جس کے تحت تم ہمیشہ میرے کام آنا چاہتی ہو مگر بابا صاحب بہت پُراسرار ہیں۔ انھوں نے تم لوگوں کو میرے ساتھ کیوں لگا رکھا ہے۔ یہ میں نہیں جانتا۔ کچھ تم ہی بتا دو۔"

وہ آرام سے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی: "تمہیں پاکستان میں ہی معلوم ہو چکا ہے کہ ہم سب اونچے پیمانے پر چوری کرتے ہیں۔"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ لیکن ایک سوال یہ ہے کہ بابا صاحب نے تم لوگوں کو میرے ساتھ کیوں لگا رکھا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "فرہاد تمہاری ذات سے تمہیں فائدہ پہنچ رہا ہے اور تمہاری ذات سے ہم فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"ایسے کہ دنیا کے بڑے ممالک کی جو پالیسیاں یہ ہیں کہ وہ اپنے زیر دست رہنے والے کسی بھی ملک کو نذر نہیں کرتے مثلاً امریکہ کی مثال لو۔ وہ ایک طرف عرب ممالک کی دوستی کا دم بھرتا رہتا ہے۔ دوسری طرف اسرائیلی حکومت کی پیٹھ ٹھونکتا رہتا ہے اور ان ہر دو ممالک کے جارحانہ عزائم پر خاموش رہتا ہے۔ اسی طرح سپر ماسٹر ممالک بہت گہرا دوست ہے۔ اس نے روسی کی زندگی اس وقت بچائی جب وہ مرنے ہی والی تھی۔ اس نے ایک بہت ہی مہنگا اور محافظ طیارہ تمہارے نام کر دیا۔ وہ دنیا کے ہر ملک، ہر شہر میں تمہارے لیے حفاظتی انتظامات کر نا چاہتا تھا۔ تمہارے لیے وہ سوتے جاگتے کام کرنا چاہتا ہے اور ہر حال میں اپنی دوستی کا ثبوت فراہم کرنا چاہتا ہے لیکن دوسری طرف وہ یہودیوں کا بھی دوست ہے۔ انہی یہودیوں کا جن کے نوّے فیصد اب تک تمہارے تعاقب میں ہیں۔"

"میں یہ باتیں سمجھتا ہوں۔ تم میرے سوال کا جواب دو۔"

"جواب یہ ہے کہ میں تمہاری دوست ہوں۔ میری پوری فوج تمہارے لیے ایک فوج کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر کبھی یہ راز فاش ہو جائے کہ اعلیٰ بی بی اور اس کے چور ریڈ پاور کے بھی کام آتے ہیں۔ سپر ماسٹر کبھی میرے خلاف شکایت کرے تو میں بڑی آسانی سے جواب دے سکتی ہوں کہ یہ ڈپلومیسی ہے۔ یہ سیاست کا ایک حصہ ہے۔ جیسا کہ سپر ماسٹر تمہارا بھی دوست ہے۔ یہودیوں کا بھی۔ لہٰذا تم جیسے بھی دوست ہو اور سپر ماسٹر کے بھی۔ اس لیے ہمارے خلاف سپر ماسٹر کی مخالفانہ کارروائی کو تم پسند نہیں کرو گے اور جس بات کو تم پسند نہیں کرتے ہو اسے سپر ماسٹر کیسے پسند کرے گا۔ ہمارے خلاف کچھ کر تو نہیں سکے گا بس اتنا ہوگا کہ ہماری طرف سے محتاط رہنے لگے گا۔ یہ بعد کی باتیں ہیں۔ دیکھا جائے گا۔"

"تم بہت بڑے بڑے ممالک کے راز چرا کر کیا کرتی ہو؟"

"ہم جتنے راز چراتے ہیں۔ ان کی ایک ایک نقل اپنے پاس ضرور رکھتے ہیں۔ کسی دستاویز کی رُو سے اگر کسی پسماندہ ملک کو نقصان پہنچا ہو یا کسی ترقی پذیر ملک کی ترقی کو پامال کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہوں تو ہم اس ملک کو دوسرے ذرائع سے اطلاع دیتے ہیں۔ اس کے سربراہ کو مختلف ذرائع سے سمجھاتے ہیں۔ اگر وہ یقین نہ کرے تو اس شرط پر وہ دستاویز اسے دکھاتے ہیں کہ وہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرے۔ اگر کرے گا تو جان سے جائے گا۔"

"وہ سپر ماسٹر جو ساری دنیا کی معلومات رکھتا ہے۔ کیا وہ یہ نہیں جانتا ہوگا کہ تم لوگ راز چرا کیا کرتے ہو؟"

"میں نے یہ کب کہا کہ وہ نہیں جانتا۔ وہ تو بس اتنا ہی جانتا ہے کہ بابا صاحب کے جتنے طلبا اور طالبات اس انسٹی ٹیوٹ سے نکلتے ہیں اور دنیا کے عملی میدان میں آتے ہیں وہ کچھ اسی قسم کے کام کرتے ہیں لیکن وہ کام مثبت انداز کا ہوتا ہے۔ کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے نہیں۔ مثلاً سپر ماسٹر یہ کہتا ہے کہ وہ چھوٹے ملک کا خیر خواہ ہے۔ بابا صاحب اس کی اس بات کو تسلیم کر لیتے ہیں اور ہمارے ذریعے اس کا کوئی کام کر دیتے ہیں۔ کسی بڑے راز کو چرا کر اس کے پاس پہنچا دیتے ہیں مگر اس کی نقل ہم اپنے پاس ضرور رکھتے ہیں۔ یہ بات سپر ماسٹر نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ ہم اس کی مخالفت میں ریڈ پاور والوں کے بھی کام کرتے رہتے ہیں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "بابا صاحب بہت گہرے ہیں۔ ان کی پلاننگ سمجھ میں آ گئی ہے۔ اسی لیے انھوں نے تم سب لوگوں کو میرے ساتھ لگایا ہے کہ میں تمہارے لیے ڈھال بنا رہوں گا۔ کبھی تم لوگوں کا بھید کھلے گا تو میری وجہ سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکے گا۔"

وہ مسکرانے لگی۔ میں نے کہا: "میں نے کبھی نہ سنا نہ دیکھا کہ کوئی ایسا بزرگ ہو جو دین دار ہو، پرہیزگار ہو، شریف، نیک ہو اور اپنے شاگردوں سے چوریاں بھی کراتا ہو۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا: "یہ معاملہ بین الاقوامی حیثیت اختیار کر گیا ہے کہ چوری میرا پیشہ ہے، نماز میرا فرض ہے۔ یہ بات اس نظریے سے درست ہے کہ چوریاں مثبت انداز کی بھی ہوتی ہیں اور منفی انداز کی بھی۔ جس چوری سے ایک انسان کو یا پورے معاشرے کو نقصان پہنچتا ہے وہ واقعی منفی ہے اور چور سزا کے قابل ہے لیکن وہ چور جو بڑے بڑے چوروں کے ہاں چوری کرتا ہو اور اس سے دوسرے مظلوموں کو فائدہ پہنچا ہو تو اسے مثبت انداز کی چوری کہا جائے گا۔"

"جیسے تم نے مثبت انداز میں چوری کی اور میرا دل چرا لیا ہے۔"

مجھے نقصان بھی نہیں پہنچا اور....."

"بس اب میرے دماغ سے نکلو ورنہ تمہارا دماغ بھٹکنے لگے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ مجھے اپنے دماغ سے باہر نکال دیا یعنی اسے پورا یقین تھا کہ اب میں اس کی سوچ نہیں پڑھ سکوں گا اور اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے دیکھ بھی نہیں سکوں گا لیکن میں سامنے والی اسکرین پر اسے دیکھ رہا تھا۔ مجھے دماغ سے نکال دینے کے بعد وہ بے اختیار مسکرا رہی تھی۔

عورت سامنے ہو تو کچھ ہوتی ہے، تنہا ہو تو کچھ اور نظر آتی ہے اسے یقین تھا کہ وہ تنہا ہے۔ کوئی اسے نہیں دیکھ رہا ہے۔ اس لیے وہ صحیح معنوں میں عورت بن گئی تھی۔ عورت کی کمزوری اس پر غالب آ رہی تھی۔ اس نے صوفے کی پشت سے سر ٹیک دیا تھا اور اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا تھا جیسے دھڑکتے ہوئے دل کو سنبھال رہی ہو۔

میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ مگر سوچتی ہوئی آنکھیں اور تمتمایا ہوا چہرہ بہت کچھ بتا دیتا ہے۔

میں نے اُسے اور قریب سے دیکھنا چاہا۔ اس کے لیے میں نے مشین کی طرف توجہ دی۔ جس حصے کو میں آپریٹ کر رہا تھا۔ وہاں اوپر ایک چھوٹی سی پلیٹ پر معلوماتی اشارے درج تھے۔ اسی پلیٹ کے پاس ایک چھوٹا سا ہینڈل بنا ہوا تھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا کہ دور سے دیکھنے کے لیے اور بالکل قریب سے دیکھنے کے لیے اس ہینڈل کو کس طرح مختلف سمتوں میں گھمانا چاہیے۔ اور اُسے آگے پیچھے سے دیکھنے کے لیے اس کا رُخ کس طرح بدلنا چاہیے میں نے اس کے مطابق عمل کیا تو اعلیٰ بی بی بالکل قریب سے نظر آنے لگی۔ اسکرین پر اس کا بڑا سا چہرہ نظر آ رہا تھا۔

گو یا میرے سامنے حسن کی تفسیر تھی۔ ریوتی اگر حسن و جمال میں مشرق کی نمائندگی کرتی تھی۔ تو اعلیٰ بی بی مغرب کا ایک شاہکار تھی۔ اس کی بڑی بڑی غزالی آنکھوں میں اتنی گہرائی تھی کہ دیکھنے والا ان گہرائیوں میں ڈوبنے لگتا تھا۔ میری یہی کیفیت تھی میں اس کے چہرے کو، اس کے ناک نقشے کو بڑی تفصیل سے دیکھ رہا تھا۔ اسی وقت اس کے چہرے نے حرکت کی۔ وہ اسکرین سے آؤٹ ہو گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ صوفے کی پشت سے جو ٹیک لگائے ہوئے تھی تو وہاں سے وہ ہٹ گئی تھی۔

میں نے ہینڈل کو آپریٹ کیا تو وہ ذرا دور سے نظر آنے لگی۔ وہ اسی طرح صوفے پر بیٹھی تھی لیکن سیدھی ہو کر اپنے پاس ہی ایک تپائی پر رکھے ہوئے پرس کو اٹھا رہی تھی۔ اس نے پرس کو کھول کر ایک چھوٹا سا پستول نکالا۔ اس پستول کو بڑی محبت سے دیکھنے لگی۔ مجھے حیرانی ہوئی کہ آخر وہ میرے متعلق سوچتے سوچتے اس پستول

سے کیوں محبت کرنے لگی ہے۔

پھر وہ پستول میرا رقیب بن گیا۔ اس نے پستول کے چھوٹے سے دستے کو اپنے گلابی رخسار سے لگایا تھا پھر وہ اس کے دستے کو چومنے لگی۔ اسے انتہائی محبت سے دیکھنے لگی۔ اگر وہ میرے خیال کو دل و دماغ سے نکالنے کے لیے اپنا دھیان بٹانا چاہتی تھی تو دھیان بٹانے کا یہ کون سا طریقہ تھا۔

میں نے اس ہینڈل کو آہستہ آہستہ آپریٹ کرنا شروع کیا۔ وہ کلورز میں آنے لگی۔ اب اس نے پستول کو اپنے سینے سے لگا لیا تھا جیسے اپنے دل کی دھڑکنیں اسے سنا رہی ہو۔ پھر اس نے پستول کو ہتھیلی پر رکھ کر دیکھا۔ میں نے ہینڈل کو اس طرح آپریٹ کیا کہ اب وہ پستول پوسے اسکرین پر الو کی تصویر سے نظر آنے لگا۔ اسی وقت اعلیٰ بی بی کا دوسرا ہاتھ پستول کے دستے پر گیا۔ وہ دستے کے اس حصے کو ایک جگہ سے دبا رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ دستے کا اوپری حصہ ایک پتلی سی پلیٹ کی صورت میں نیچے کی طرف کھسکنے لگا۔ تب میں نے دیکھا۔ وہاں کا حصہ خالی ہو گیا تھا وہ خالی نہیں تھا بلکہ وہاں میری ایک تصویر رکھی ہوئی تھی۔ میں مسکرا رہا تھا۔ ادھر تصویر میں تو مسکرا ہی رہا تھا۔ ادھر میرے ہونٹوں پر بھی بے اختیار مسکراہٹ آگئی تھی۔

اے عشق تیرا خانہ خراب تو نے رستم کو پچھاڑ کر اسے سہراب کا باپ بنا دیا۔ اگر اعلیٰ بی بی پچھاڑیں کھا رہی تھی تو زیادہ حیرانی کی بات نہیں تھی۔ بات اتنی سی ہے کہ عورت اوپر سے اخروٹ کے چھلکے کی طرح سخت ہوتی ہے۔ بہت سخت ہوتی ہے۔ اگر چھلکے کو طاقت سے توڑا جائے تو اندر سے اخروٹ سالم ہاتھ نہیں آتا۔ ریزہ ریزہ ہو کر ملتا ہے۔ عورت کو جب بھی توڑا گیا، وہ ٹوٹ ٹوٹ کر ملی۔ محبت کی ہلکی چوٹیں سخت چھلکے کے اندر سے اُسے صحیح و سالم نکال لاتی ہیں۔

میں نے اسکرین پر دیکھا۔ اعلیٰ بی بی اب میری تصویر کو دیکھ دیکھ کر مسکرا کر کہہ رہی تھی ہیسٹر! میں سمجھتی ہوں کہ لڑکیاں تمھارے سامنے کس طرح دل ہار جاتی ہوں گی لیکن میں نے خواہشات کو لگام دینا، نفس پر قابو پانا اور دل کو تھپک تھپک کر سلا دینے کا سبق خوب پڑھا ہے۔"

وہ وہاں سے اٹھی، پھر پلنگ کے پاس آئی۔ اس نے ریوالور کو اپنے تکیے کے پاس رکھ دیا۔ میری تصویر ابھی تک ہتھیلی پر تھی۔ وہ سونے سے پہلے لباس تبدیل کرنے کے لیے اپنے باتھ روم کی طرف لائی جب میں نے دیکھا کہ وہ لباس تبدیل کرنے والی ہے تو میں نے فوراً آف والے بٹن کو دبا دیا۔ اسکرین تاریک ہو گیا۔ وہ گم ہو گئی۔

اس اسکرین کے ذریعے تو کیا میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اب مقام تک پہنچ سکتا ہوں جہاں پہنچنا خلاف تہذیب ہے۔ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جانتا ہو یا ایسے وزائع کا مالک ہو کہ جب وہ کسی پرائی عورت کو تنہائی میں دیکھ سکے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی آنکھ بند کر لے۔ منہ پھیر لے یا وہاں سے چلا جائے۔ یہ محض شرافت نہیں ہے۔ بلکہ وہ مردانگی ہے جو عورت کی حیا کو تحفظ دیتی ہے۔

میں تھوڑی دیر تک خاموشی سے بستر پر لیٹا رہا۔ اعلیٰ بی بی میرے ذہن میں آتی رہی، جاتی رہی۔ پھر میں نے اسے رخصت دیا۔ رسونتی کے بارے میں سوچا۔ کیا وہ سو رہی ہوگی؟ میں خیال کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا۔ مگر سامنے اسکرین تھا۔ کیوں نہ اسے آن کر لوں۔ میں نے ایک اور بٹن کو دبایا۔ ایک خوابگاہ نظر آئی۔ وہاں دو جسم سوتے ہوئے تھے۔ ایک صوفے پر بیٹھا تھا میں نے پہچان لیا۔ وہ اعلیٰ بی بی کے چور تھے۔ وہ جاگنے والا اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے سے باہر جانے لگا۔ یقیناً وہ باری باری ڈیوٹی دینے کے لیے سو رہے تھے اور جاگ رہے تھے۔

میں نے ایک اور بٹن کو دبایا۔ اسکرین پر ایک خوابگاہ نظر آئی وہ خالی تھی۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں اسے اسکرین سے ہٹانا چاہتا تھا۔ اسی وقت راجیش کی ماتاجی کی آواز سنائی دی۔ میں نے ہینڈل کو آپریٹ کیا تو دروازے کا منظر دکھائی دیا۔ رسونتی ماتاجی کے ساتھ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو رہی تھی۔ اور ماتاجی کہہ رہی تھیں "بیٹی! اتنی رات کو مجھے اٹھا کر کیوں لائی ہو۔ کیا تمھیں نیند نہیں آ رہی ہے؟"

"میں کیا کروں۔ بہت الجھن میں ہوں۔ سونا چاہتی ہوں پر نہیں سکتی۔ بار بار اس کا خیال آتا ہے۔"

ماتاجی نے حیرانی سے پوچھا "کس کا خیال آتا ہے؟"

"وہی فرہاد۔ ہیں یہاں بہت دیر تک سونے کی کوشش کرتی رہی۔ مجھے ایسا لگتا رہا جیسے وہ میرے پاس آ رہا ہے۔"

بوڑھی ماں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "وہ صرف تمھارے دل میں اور تمھارے دماغ میں ہی نہیں سمایا ہوا ہے بلکہ تمھاری آتما (روح) میں بھی سمایا ہوا ہے۔ تم اسے کہاں کہاں الگ کر سکو گی؟"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں کبھی ایسا نہیں ہونے دوں گی۔"

"نہیں مانتی ہو تو یہ سوچ کر سو جاؤ کہ تقدیر میں جو لکھا ہے وہ پورا ہو گا۔ تمھیں جہاں رہنا ہے جس کے ساتھ رہنا ہے اسے تو زندگی گزارنا ہی ہوگی۔ کیا تم اپنی تقدیر سے لڑ سکتی ہو؟"

وہ خاموش رہی۔ ماں جی نے کہا "آؤ بستر پر لیٹ جاؤ۔ تمھارا سر سہلاتی ہوں، تمھیں نیند آ جائے گی۔"

وہ ماں جی کے ساتھ چلتی ہوئی بستر کے پاس آئی پھر لیٹ گئی۔ ماں جی، اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کا سر سہلانے لگیں میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ آہستہ آہستہ خیال خوانی کی لوریاں سنانے لگا۔ اس کے ذہن کو تھپکنے لگا۔ وہ جلدی ہی سو گئی میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔

پھر مجھے کچھ یاد آیا تو میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے کہا "تم سے ایک بات پوچھنا بھول گیا تھا۔ یہ بتاؤ۔ تم دستاویزات کی چوری وغیرہ کے سلسلے میں جب اپنے چوروں کو کوئی حکم دیتی ہو تو کیا ٹرانسمیٹر کے ذریعے دیتی ہو؟"

"کبھی روبرو کبھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے۔ کیا بات ہے؟"

"پہلے میرے سوالوں کا جواب دو۔ کیا تم نے یہاں اس کوٹھی میں رہ کر ایسا کوئی حکم اپنے کسی ماتحت کو دیا ہے؟"

"جب تم میرے پاس آئے تھے اس سے پہلے میں نے ایسی ایک بات کی تھی۔"

آئندہ یہاں اس کوٹھی میں یا ماسٹر ڈیسوزا کے حلقے میں رہ کر ٹرانسمیٹر استعمال نہ کرنا اور نہ ہی اپنے چوروں کے روبرو ایسی باتیں کرنا ہو سکتا ہے کہ ماسٹر نے یہاں خفیہ آلات لگا رکھے ہوں جن کی وجہ سے تمھاری باتیں سنی جا سکیں۔ میری بات سمجھ رہی ہو؟"

"سمجھ گئی۔ آئندہ محتاط رہوں گی۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ پھر میں نے اپنے دماغ کو ہدایات دیں اور اطمینان سے سو گیا۔ میں بارہا بتا چکا ہوں کہ سونے سے پہلے میں اپنے دماغ کو جو ہدایات دیتا ہوں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اگر میرے کمرے میں کوئی داخل ہو یا کمرے کے اندر کوئی غیر معمولی بات ہو تو وقت سے پہلے میری آنکھ کھل جائے۔

کوئی غیر معمولی بات ہو گئی۔ اچانک ہی صبح پانچ بج کر تیس منٹ پر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے لیٹے لیٹے اپنی رسٹ واچ کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ کمرے میں کوئی غیر معمولی بات ہو چکی ہے یا ہو رہی ہے۔ میں فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ہلکی سے ہلکی آواز کو سننے کی کوشش کرنے لگا۔ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کچھ سنائی دے رہا تھا۔ جو کچھ آنکھوں کے سامنے تھا وہ کمرے کا اندرونی ماحول تھا۔ نہ کوئی انسان تھا نہ کوئی جاندار تھا۔ پھر میری آنکھ کیسے کھل گئی؟

شمع بینی اور ٹیلی پیتھی کی مختلف مشقوں سے منجھا ہوا میرا دماغ مجھے دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ ضرور کوئی بات تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ تو میں نے فوراً ہی ماسٹر ڈیسوزا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ اپنے بستر کے سرہانے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ پر ایک ٹیلیفون کی طرح آلہ رکھا ہوا تھا جس میں مختلف بٹن تھے اور اس کا ہاتھ ان بٹنوں کے پاس رکھا ہوا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ آپریٹر کی کال کا انتظار کر رہا ہے۔ وہ ابھی بتانے والا ہے کہ فرہاد علی تمور اپنی خوابگاہ میں سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔

میں فوراً ہی سمجھ گیا۔ میں نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے بلند آواز سے کہا "لاحول ولاقوۃ۔ کمرے میں تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ مجھے اپنی نیند پوری کرنا چاہیے۔"

یہ کہتے ہوئے میں بستر پر سیدھا لیٹ گیا اور تکیے کو اپنے سینے سے لگا کر آنکھیں بند کیں اور سونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

ذاتی ایکس چینج میں ڈیوٹی دینے والا وہ شخص تھری زیرو ون نائن (۳۰۱۹) پر میرے بیڈ سے دو طرفہ مشینیں برآمد کر سکتا تھا میرے دروازے پر کھڑے ہوئے حسین جسمے کے سینے پر بھی تھری زیرو ون نائن لکھا ہوا تھا۔ اس کے ایک ایک نمبر پر انگلی رکھنے سے وہی ایکس چینج والا میری خوابگاہ میں پیش آنے والے خطرے کو سمجھ سکتا تھا اور وہاں سے کوئی ایسی گیس خارج کر سکتا تھا کہ کمرے میں کوئی ٹھہر نہ سکتا اور نکل آتا۔

بہرحال میں نے اسے دکھانے کے لیے آنکھیں بند کر لیں اور ماسٹر ڈیسوزا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ماسٹر سے کہہ رہا تھا۔ میں اسکرین پر دیکھ رہا ہوں۔ ابھی جیسے ہی میں نے اسکرین آن کیا تھا تو مجھے فرہاد صاحب جاگتے ہوئے نظر آئے۔ وہ کچھ پریشان تھے۔ ادھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ اور خاموش بیٹھے جیسے کچھ سننے کی کوشش کر رہے تھے پھر انھوں نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا کہ خواہ مخواہ جاگ پڑے ہیں۔ کمرے میں خطرے کی کوئی بات نہیں ہے نیند پوری کر لینا چاہیے۔ یہ کہہ کر وہ پھر سو گئے ہیں۔

ماسٹر ڈیسوزا ذرا پریشان ہو کر سوچنے لگا "مسٹر فرہاد جاگ گئے تھے پھر سو گئے۔ کیا وہ اس وقت سچ مچ سو رہے ہوں گے یا انھیں کچھ شبہ ہو گیا ہے۔ وہ اچانک کیسے جاگ گئے تھے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "انسان سوتے سوتے اچانک کسی نہ کسی وجہ سے جاگ بھی جاتا ہے۔ کبھی اسے خواب چونکا دیتے ہیں۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"

اسی وقت ایکس چینج والے آدمی کی آواز سنائی دی۔ وہ ماسٹر سے کہہ رہا تھا "جناب! ماداھم رسونتی اپنے کمرے میں سو رہی ہیں۔ دوسرے کمرے میں وہ دونوں راجیش اور ہیش بھی سو رہے ہیں۔ ان کی ماں جاگ گئی ہے اور کھڑکی کے پاس آ کر مشرق کی طرف منہ کیے دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوئی ہے۔ شاید سورج نکلتے وقت پوجا کرتی ہے۔"

یہ باتیں سن کر پتہ چل رہا تھا کہ میں یہاں بیٹھے بیٹھے اسکرین پر جس طرح پوری کوٹھی کے اندرونی اور بیرونی مناظر دیکھ سکتا ہوں۔ اسی طرح وہ ایکس چینج والا بھی دیکھ سکتا ہے۔ اس نے کہا "اور

جناب! اعلیٰ بی بی اوپر چھت والے بالاخانے میں ہیں۔ وہ ایک جگہ پلتھی مار کر بیٹھ گئی ہیں۔ بالکل ساکت ہیں۔ ان کے بدن میں ذرا بھی حرکت نہیں ہو رہی ہے۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ انھوں نے سانس روک لی ہے اور یوگا کے عمل سے گزر رہی ہیں۔"

میں ماسٹر ڈیسوزا کو چھوڑ کر ایکس چینج والے آدمی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب میں اس کے ذریعے اس کمرے کو دیکھ رہا تھا جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک بڑی سی مشین اس کے سامنے تھی اور سامنے دیوار کے ایک حصے سے ماسٹر ڈیسوزا کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا: "کیا پچھلی رات تمام کمروں میں ہونے والی گفتگو ریکارڈ ہو چکی ہے؟"

"جی ہاں، وہ کیسٹ میرے پاس موجود ہے۔"

"مجھے فوراً سنواؤ۔"

"یس سر! ابھی سناتا ہوں۔ کیسٹ کو ریلو آئنڈ کرنے میں ذرا سی دیر لگے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے مالک کے بٹن کو آف کیا۔ پھر مشین کے اس حصے کی طرف گیا جہاں ایک ریکارڈر تھا وہاں کیسٹ لگا ہوا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ پچھلی رات جتنے کمروں میں جتنے لوگوں نے جو باتیں ایک دوسرے سے کی ہیں وہ ساری گفتگو اس کیسٹ میں ریکارڈ ہے۔

میں نے فوراً ہی اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر کہا۔ اس کوٹھی سے ابھی ایک آدمی باہر نکلے گا۔ وہ زرد رنگ کی قمیص اور جاکلیٹ رنگ کی پتلون میں ملبوس ہے۔ اس کی جیب میں ایک کیسٹ ہوگا۔ اس کیسٹ میں تمھاری پچھلی رات کی تمام گفتگو ریکارڈ کی گئی ہے۔ اس گفتگو کو ابھی تک ماسٹر ڈیسوزا نے نہیں سنا ہے۔ تم سمجھ گئی ہو نا۔ کیا کرنا ہے؟"

"بالکل سمجھ گئی ہوں۔ میں ابھی اپنے باہر والے چور کو اطلاع دیتی ہوں۔"

میں پھر اس ایکس چینج والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کیسٹ کو ریلو آئنڈ کر چکا تھا۔ اسی وقت میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے کیسٹ کو ریکارڈر سے نکالا۔ اسے اپنی جیب میں رکھا۔ پھر کمرے سے نکل گیا۔ وہاں سے نکل کر وہ کوٹھی کے باہر آیا۔ جانا پہچانا آدمی تھا۔ اعلیٰ بی بی کے چور اور ماسٹر ڈیسوزا کے آدمی اسے اچھی طرح پہچانتے تھے۔ اس پر اعتماد کرتے تھے کسی نے اُسے نہ روکا۔ نہ ٹوکا۔ وہ کوٹھی کے احاطے سے باہر نکل گیا۔ پھر ایک طرف تیزی سے جانے لگا۔ بہت دور نکل گیا تو اچانک ایک کار اس کے قریب آکر رکی۔ اس کے دروازے کھلے۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا۔ دو آدمیوں نے اُسے کار کے اندر کھینچ لیا۔ دروازہ بند کیا اور کار آگے بڑھ گئی۔ پھر ایک نے پوچھا: "ہاں تو وہ کیسٹ کون سی جیب میں ہے؟"

اس نے مسکرا کر کہا: "اس وقت میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ یہ لو کیسٹ۔"

اس نے ایک جیب سے کیسٹ نکال کر اس کے حوالے کیا۔ پھر کہا: "اب فرہاد علی تیمور اس کے دماغ سے بھاگ رہا ہے۔ تم لوگ اس کا جو بھی حشر کرو لیکن پہلے اس سے وہ ساری بات اگلواؤ کہ وہ کس طرح ایک کمرے میں بیٹھ کر تمام کمروں کے متعلق جاسوسی کرا رہا۔ حالانکہ تم لوگوں نے جاسوسی آلات کے ذریعے پوری کوٹھی کی چیکنگ کی تھی اور مطمئن ہو گئے تھے کہ خفیہ آلات چھپا کر نہیں رکھے گئے ہیں۔ پھر یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ مجھے اس کی پوری تفصیل معلوم کرنی چاہیے۔ میں وہاں سے واپس آگیا۔ اعلیٰ بی بی میری منتظر تھی جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ پریشان ہو کر بولی: "فرہاد آئی ایم ویری سوری۔ تم یقین کرو۔ پہلی بار مجھ سے پچھلی رات حماقت سرزد ہوئی۔ بابا صاحب کو معلوم ہوگا تو وہ مجھے اعلیٰ بی بی کے عہدے سے ہٹا دیں گے۔ چالیس چوروں کی تین غلطیاں۔ یا تین کو تمہیں معاف کی جا سکتی ہیں لیکن اعلیٰ بی بی کو ایک غلطی یا ایک کوتاہی کی بھی اجازت نہیں ہے۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا: "جب تمہیں اعلیٰ بی بی کے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا تو پھر تمہارا نام کیا ہوگا۔ سامی یا سمیرا؟"

"تم مذاق کر رہے ہو۔"

"تمہیں یاد ہوگا کچھ عرصے پہلے میں نے کہا تھا کہ میں تمہیں اعلیٰ بی بی نہیں کہوں گا۔ سمیرا بھی نہیں کہوں گا۔ میں تمہیں اپنی سامی سمجھتا ہوں۔ اگر تم میری پسند کا خیال رکھتے ہوئے مجھے سامی کہنے کی اجازت دو گی اور اس نام کو دل سے قبول کر دو گی تو میں تمہیں نام لے کر مخاطب کروں گا ورنہ تم دیکھ ہی رہی ہو کہ میں جب تمہیں مخاطب کرتا ہوں تو تمہارا کوئی نام نہیں لیتا اور نہ ہی گفتگو کے دوران بھولے سے بھی تمہیں اعلیٰ بی بی کہتا ہوں۔"

وہ میری باتیں سنتی رہی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا پھر اس نے کہا: "یہ ایسی باتیں کرنے کا موقع نہیں ہے۔ بابا صاحب نے ہمیں سمجھایا ہے کہ ضمیر کی آواز کو کبھی نہ دباؤ۔ اس وقت میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے۔ میں بابا سے یہ بات چھپا لوں گی لیکن اپنی غلطی کی تلافی کے لیے آئندہ اور زیادہ محتاط اور مستعد رہوں گی۔"

"کیا تمہیں اعلیٰ بی بی کا عہدہ، یہ برتری یہ شان بہت زیادہ پسند ہے؟"

"خدا کی قسم مجھے یہ عہدہ، یہ شان نہیں چاہیے۔ مجھے صرف سامی چاہیے۔ یہ مصروفیت چاہیے جو آج میرے ساتھ ہے۔"

"تمہاری آج کی مستعدی، آج کی مصروفیات صرف میرے لیے ہیں۔ کیا اسی لیے تمہیں ان مصروفیت سے دلچسپی ہے؟"

وہ ہونٹوں کو بھینچ کر سوچ کے ذریعے بولی: "تم گھما پھرا کر اپنے مطلب کی بات اگلوانے کی خوب کوشش کرتے ہو۔ دیکھو سامی بہت ہی پیارا نام ہے۔ مجھے بہت ہی پسند ہے لیکن میں اس نام سے مخاطب ہونا چاہوں گی تو تمہیں شٹ ملے گی۔"

مجھے پچھلی رات کی اعلیٰ بی بی یاد آگئی۔ انھوں کے سامنے وہ سامی گھومنے لگی جو اپنے پستول کے ہتھے سے لگی ہوئی میری تصویر دیکھ رہی تھی اور مجھ سے والہانہ محبت کا اظہار کر رہی تھی: "اخروٹ کہیں کی....."

میں نے اُس سے پچھلی رات والی بات نہیں چھیڑی۔ وہ چھیڑی رہنا چاہتی تھی۔ میں نے چھیڑا ہی رہنے دیا۔ اس سے کہا: "ٹھیک ہے۔ وہ غلطی جو تم سے ہو چکی ہے اُسے بھول جاؤ۔ بابا صاحب بہت سخت ہیں۔ انہیں یہ تو سمجھنا چاہیے کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ غلطی ہو سکتی ہے۔"

وہ خوش ہو گئی۔ میں نے کہا: "یہ میرا فرض ہے کہ تمہیں خوش کروں۔ تمہارا کوئی فرض نہیں ہے۔"

"کام کی باتیں کرو۔ ماسٹر ڈیسوزا جو پیس مین ہو۔ ان سب پر بھروسہ کرنا نادانی ہے۔ یہ کمبخت ہماری غفلت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔"

"میں معلوم کروں گا کہ ماسٹر ڈیسوزا نے ایسی حرکتیں کیوں کیں۔ تم انجان بنی رہنا میں بھی اس سلسلے میں ماسٹر کو ابھی کچھ نہیں کہوں گا۔ آج تو ہم اپنی رہائش گاہ پر چلے ہی لیں گے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر ماسٹر کے دماغ میں پہنچا۔ وہ اس ایکس چینج والے کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ کیونکہ دیر ہو گئی تھی۔ اور اس شخص نے وہاں سے کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے پچھلی رات کی گفتگو نہیں سنائی تھی۔ جب وہ ایکس چینج والے کمرے میں پہنچا تو کمرہ خالی تھا۔ کیسٹ ریکارڈر کو دیکھا تو وہ بھی خالی تھا۔ وہاں کوئی کیسٹ نہیں تھا۔ وہ تیزی سے باہر آیا۔ اس نے اپنے ایک ماتحت سے پوچھا: "یہ آپریٹر کہاں گیا ہے؟"

"وہ تھوڑی دیر پہلے اس کمرے سے نکل کر کوٹھی کے سامنے والے حصے میں گیا ہے۔"

ماسٹر تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کے سامنے پہنچا۔ پھر اپنے ایک ماتحت سے یہی دریافت کیا۔ اس ماتحت نے کہا: "آپریٹر اس احاطے کے باہر گیا ہے۔"

وہ جھٹکتا ہوا احاطے کے باہر گیا پھر وہاں چوکیدار نے اسے بتایا کہ آپریٹر اسی فٹ پاتھ پر تیزی سے چلتا ہوا گیا ہے۔ ہم نے اُسے نہیں روکا۔ وہ اپنا ہی آدمی ہے۔

ماسٹر نے پریشان ہو کر اپنے دو ماتحتوں کو فوراً بلایا اور ان سے کہا: "دیکھو آپریٹر کدھر گیا ہے۔ مجھے آدھے گھنٹے کے اندر اس کے متعلق پوری پوری رپورٹ ملنی چاہیے۔"

وہ جھنجھلا ہوا کوٹھی کے اندر آگیا۔ اندر پہنچتے ہی اس نے اپنے چہرے سے جھنجلاہٹ کو ہٹانے کی کوشش کی اور مسکرانے لگا تاکہ ہم میں سے کسی سے سامنا ہو تو اس کی پریشانی کو دیکھ کر کوئی سوال نہ کر سکیں۔

وہ ڈرائنگ روم میں آیا۔ میرے کسی آدمی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ وہ وہاں سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا پھر کوٹھی کے پیچھے ایکس چینج روم میں پہنچا۔ اس کے دروازے کو اندر سے بند کرنے لگا۔ پھر اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ جہاں اس کا آپریٹر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مشین کو آپریٹ کرنا شروع کیا۔ میں پہلے ہی اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کر چکا تھا کہ وہ میرے کمرے میں مجھے دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے میں نے آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا تھا۔

پھر وہ اپنے سامنے والی دیوار کی اسکرین پر مجھے دیکھنے لگا میں اس کے دماغ کی اسکرین پر اسے دیکھ رہا تھا اور اسے پڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "دُور سے اچھی طرح معلوم نہیں ہوتا کہ مسٹر فرہاد سو رہے ہیں یا نہیں۔"

یہ سوچتے ہوئے اس نے ایک ہینڈل کو آپریٹ کیا جس کے بعد میں اسے بہت ہی کلوز اَپ میں نظر آنے لگا۔ میرا چہرہ پوری اسکرین پر چھا گیا تھا اور اس سے پتہ چل رہا تھا کہ میری آنکھیں گہری نیند کی وجہ سے بند ہیں یا میں بن رہا ہوں۔

میں نے حق الیقین اپنے آپ کو نیند کی حالت میں ظاہر کیا۔ اسے یقین ہو گیا۔ اس نے اسکرین کو آف کر دیا۔ پھر سوچنے لگا: "وہ آپریٹر کہاں چلا گیا؟ جو کیسٹ مجھے سنانے والا تھا۔ اس میں ضرور کوئی خاص بات تھی۔ وہ اسے لے کر کہاں جا سکتا ہے؟ کیا اس نے ہمارے یا فرہاد کے دشمنوں سے کوئی سودا کر لیا تھا؟"

وہ سوچتے سوچتے ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے پچھلی رات کی وہ بات یاد آئی۔ جب میں نے اپنی خواب گاہ کے اتنے حفاظتی اقدامات کو دیکھ کر خوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ کہا تھا کہ آج رات کا مہمان ہوں اور دوسرے دن میرے لیے کسی عام سی رہائش گاہ کا انتظام کیا جائے۔

ماسٹر ڈیسوزا یہ باتیں سوچ کر اب اس نتیجے پر پہنچ رہا تھا: "کیا مسٹر فرہاد کو کل رات ہی شبہ ہو گیا تھا کیا انھوں نے میرے دماغ کے چور خیالات کو پڑھ لیا تھا کہ ان کے خواب گاہ کی چھت میں کوئی ایسا بھی آلہ چھپا ہوا ہے جس کے ذریعے یہاں اسکرین پر انھیں دیکھا جا سکتا تھا یا دوسرے کمرے کی گفتگو سنی جا سکتی ہے۔ یقیناً کل رات ہی انھیں ساری باتیں معلوم ہو گئی تھیں۔"

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے کہا: "میں بھی کیسی احمقانہ

باتیں سوچ رہا ہوں اگر فرہاد صاحب کو یہ باتیں معلوم ہو جاتیں تو کیا وہ خود کو اسکرین میں دکھانے کے لیے تجھے ڈھیل دیتے یا اپنے لوگوں کی پرائیویٹ گفتگو ریکارڈ کرنے کا موقع دیتے۔ ہرگز نہیں۔ جب کوئی خاص بات ریکارڈ ہو چکی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد صاحب اب تک ان باتوں سے بے خبر ہیں۔"

یہ سوچ کر وہ مطمئن ہو گیا۔ اس کے دماغ سے کچھ بوجھ اُتر گیا وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ ایک طرف رکھے ہوئے ٹیلیفون کے رسیور کو اٹھا کر اس نے اسی کوٹھی کے چوکیدار سے رابطہ قائم کیا۔ کوٹھی کے احاطے کا جو مین گیٹ تھا وہاں ایک چھوٹا سا کیبن بنا ہوا تھا۔ جہاں مسلح چوکیدار رہتے۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے پوچھا "کیا اس آپریٹر کا پتہ چلا؟"

"جی ہاں جناب، آپ نے جنھیں ان کی تلاش میں بھیجا تھا۔ وہ آئے ہیں۔ ان سے باتیں کیجیے۔"

پھر ماسٹر ڈیسوزا نے اپنے ایک ماتحت کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "ہم بہت دور تک اُسے تلاش کرنے گئے تھے ایک جگہ کچھ پولیس والے نظر آئے۔ وہاں ذرا بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ ہم نے قریب جا کر سُنا۔ ایک شخص پولیس والے کو بتا رہا تھا کہ وہیں فٹ پاتھ کے کنارے ایک شخص زرد قمیص اور چاکلیٹ رنگ کی پتلون پہن کر جا رہا تھا۔ اچانک اس کے قریب آ کر ایک کار رکی اور کچھ لوگوں نے اسے کار کے اندر گھسیٹ لیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ کار تیز رفتاری سے آگے بڑھ کر اس راستے پر چلی گئی جو سفاری پارک کی طرف جاتا ہے۔ ہمارے آدمی ایک گاڑی میں ادھر روانہ ہو چکے ہیں لیکن پولیس والوں کو تو بھی بیان دیتا ہے یہی کہتا ہے کہ اس نے گاڑی کا نمبر نہیں دیکھا تھا۔ البتہ سب یہی کہتے ہیں کہ وہ نیلے رنگ کی گاڑی تھی۔"

ماسٹر ڈیسوزا نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب اس کی پریشانی بڑھ گئی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آخر اس کے آپریٹر کو کس نے اغوا کیا ہے اور اگر آپریٹر کو اغوا ہونا ہی تھا تو وہ اس انکیوبیٹنگ والے کمرے سے کیسٹ لے کر خود ہی کیوں باہر گیا؟

میں اس کی سوچ کو پڑھتا ہوا غسل خانے میں گیا۔ پھر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد خوابگاہ سے باہر آ گیا۔ میں نے ماسٹر ڈیسوزا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا "اگر میں اسی طرح پریشان ہو کر سوچتا رہا اور اچانک ہی فرہاد میرے دماغ میں پہنچ گئے تو بھید کھل جائے گا۔ میری پریشانیاں انھیں سب کچھ بتا دیں گی۔ مجھے ان خیالات کو دماغ سے نکال دینا چاہیے۔"

اس کی سوچ نے کہا "میری پریشانی ظاہر ہوتی تو فرہاد صاحب سے یہ کہ دل گا کہ میرا ایک آدمی اچانک ہی لاپتہ ہو گیا ہے اور اس کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔ اس لیے پریشان ہوں۔"

یہ سوچتے ہوئے وہ ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے انکیوبیٹنگ والے کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے اعلیٰ بی بی سے کہا "ڈرائنگ روم میں آ جاؤ۔"

میں ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ وہاں ماتا جی اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ میرا انتظار کر رہی تھیں۔ میں نے انھیں آداب کہا پھر راجیش سے سوال کیا "فلائٹ کس وقت ہے؟"

"تو بجے ہماری روانگی میں صرف دو گھنٹے رہ گئے ہیں۔"

ہم سب ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ وہیں اعلیٰ بی بی اور ماسٹر ڈیسوزا پہنچ گئے۔ ماتا جی نے کہا "رسوتی نہیں آئی ہے۔ کیا ابھی تک سو رہی ہے؟"

میں نے کہا "ہمیں جلد از جلد ناشتے سے فارغ ہو جانا چاہیے میں چاہتا ہوں۔ جب تک وہ سوتی رہے اس وقت تک آپ لوگ روانہ ہو جائیں۔"

ماتا جی نے کہا "یہی مناسب ہے۔ ورنہ وہ ہمارے ساتھ جانے کی ضد کرے گی۔ لیکن یہ بڑا عجیب سا لگتا ہے کہ اسے دیکھے بغیر اس سے ملے بغیر ہم چلے جائیں۔"

"ناشتہ کرنے کے بعد آپ لوگ اس کے کمرے میں چلے جائیے۔ وہ سو رہی ہے۔ اس وقت تک بیدار نہیں ہو گی۔ جب تک میں اسے نہیں جگاؤں گا میں نے اُسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلایا ہے۔"

ناشتہ کرنے کے بعد ماتا جی اپنے بیٹوں کے ساتھ رسوتی کے کمرے میں گئیں۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ ماں جی نے جھک کر اس سے پیار کیا۔ راجیش نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ امیش نے دور سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ تینوں اس کی خواب گاہ سے باہر آ گئے۔ نیچے وہاں سے رخصت ہوتے وقت ماتا جی نے میری پیشانی کو لو دیا۔ بہت سی دعائیں دیں۔ راجیش اور امیش میرے گلے لگ کر رونے لگے۔ وہ اس طرح رخصت ہو رہے تھے جیسے محبت کرنے والے سگے بھائی جُدا ہوتے ہیں۔ بہرحال وہ ایک کار میں بیٹھ کر چلے گئے ان کی حفاظت کے لیے دوسری گاڑی میں اعلیٰ بی بی کا ایک بھائی اور ماسٹر کے دو آدمی بیٹھ گئے۔ میں نے راجیش سے کہہ دیا تھا کہ طیارے کے پرواز کرنے کے بعد میں خیال خوانی کے ذریعے ان کی خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔

ان کے جانے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی سے خیال خوانی کے ذریعے کہا "تم اپنے چہروں کے ساتھ مصروف رہو۔ میں ذرا خیال خوانی کے ذریعے لندن کے ماسٹر سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

میں اس سے اور ماسٹر ڈیسوزا سے رخصت ہو کر اپنی خوابگاہ میں آیا۔ دروازے کو بند کرنے کے بعد میں نے لندن کے ماسٹر کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ ابھی وہاں رات ہی تھی۔ ساڑھے تین بجے ہیں ماسٹر گہری نیند میں تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو کریدنا شروع کیا۔ پہلے تو یہ معلوم کیا کہ کیا مختلف شہروں میں جو کوٹھیاں اور کار رہائش گاہ کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ فرہاد صاحب ایسی کوٹھی میں رہنا اب پسند نہیں کریں گے۔ اگر ان کا اعتماد حاصل نہ کیا گیا تو آئندہ وہ ہماری کوئی مدد قبول نہیں کریں گے۔"

یہ باتیں ریکارڈ کرانے کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ پھر اس نے پوچھا "فرہاد صاحب، کیا آپ موجود ہیں؟"

"ہاں، میں تمھاری تمام باتیں سن چکا ہوں۔"

اس نے ندامت سے کہا "میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ فی الحال اسی کوٹھی میں رہیں۔ ماسٹر نے ایسی حرکتیں کیوں کی ہیں یہ تھوڑی دیر بعد معلوم ہو جائے گا۔ آپ اسی طرح انجان بنے رہیں۔ ماسٹر کو خوش فہمی میں مبتلا رکھیں کہ آپ کچھ نہیں جانتے ہیں۔"

"ماسٹر! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں آپ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ کے دماغ کی گہرائیوں میں اُتر چکا ہوں۔ آپ میرے لیے بہت ہی مخلص ہیں۔ میں آپ کے مشورے پر عمل کر رہا ہوں اور ابھی اسی کوٹھی میں رہوں گا۔"

میں نے اس سے رخصت ہو کر گہری نیند دیکھی۔ نو بج چکے تھے میں نے فوراً ہی راجیش کے پاس پہنچ کر خیریت معلوم کی۔ وہ تینوں طیارے کے اندر بیٹھے ہوئے تھے اور اب طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا پرواز کرنے ہی والا تھا۔ میں نے انھیں خدا حافظ کہا۔ پھر رسوتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اسی طرح گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے ہولے سے، بڑے پیار سے کہا "رسوتی! میں تمھارا ہوں۔ دیکھو، میں تمھارا ہوں۔ میں تمھارے پاس آیا ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ آنکھیں کھولنے لگی پھر ایک دم سے چونک کر اٹھ بیٹھی۔ اسے یاد آیا کہ ابھی اس نے میرے لب ہلتے ہوئے سنا تھا۔ دماغ میں وہی لہجہ گونج رہا تھا۔ اس نے آس پاس دیکھا پھر دماغ کو اندر سے بند پا کر مطمئن ہو گئی۔ اب اس کی سوچ کے مطابق اس نے شاید خواب میں میری آواز سنی تھی۔ وہ بستر سے اتر گئی۔ میں اس کے روز کے معمولات کو سمجھتا تھا۔ اس لیے اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "رسوتی بیدار ہو گئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کمرے سے نکلے گی۔ یقیناً ماں جی وغیرہ کو پوچھے گی۔ تم اُسے صاف صاف بتا دینا کہ وہ لوگ جا چکے ہیں اور اب اسے ہمارے پاس رہنا ہو گا۔"

"اسے بتانا ہی ہو گا۔ کب تک یہ بات چھپائی جا سکتی ہے پہلے ہم نے سوچا تھا کہ اس کی یادداشت کے مطابق اسے مندروں اور پوجا پاٹ وغیرہ کے ماحول میں رکھا جائے گا تو شاید وہ رفتہ رفتہ مزید کچھ باتیں یاد کر سکے لیکن دشمنوں کی وجہ سے ہم اسے اس ماحول میں زیادہ دن نہیں رکھ سکتے۔"

"خدا جو کرتا ہے، اچھا کرتا ہے۔ شاید قدرت کو یہ منظور نہ ہو

کہ رسوتی کو وہ پرانا ماحول ملے۔"

"اب صورت حال یہ ہے کہ تم محبت سے اُسے سمجھاتے مناتے رہو گے۔ وہ نہ سمجھے گی۔ نہ مانے گی کیونکہ تمہیں بالکل ہی اجنبی سمجھتی ہے۔ ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ کبھی کبھی اس پر سختی کی جائے۔ ایسی سختی جو محبت سے کی جاتی ہے۔ جسے عورت برداشت کرتی ہے اور محبوں بھی کرتی ہے کہ جو کچھ اس کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ وہ محبت کے جذبے سے کیا جا رہا ہے۔"

اتنے میں ایک چور اس کے پاس آیا پھر اس نے کہا۔ ہم نے اس آپریٹر کو ختم کر دیا ہے۔ کیسٹ کو ایک ریکارڈر کے ذریعے سنا ہے۔ اس میں وہ گفتگو تھی جو آپ نے نمبر تین سے کی تھی۔ ہم نے اس کیسٹ کو ضائع کر دیا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "یہ معلوم کیا تھا کہ وہ کس طرح ہمیں اسکرین پر دیکھتے تھے اور ہماری آواز ریکارڈ کرتے تھے؟" جبکہ تم لوگوں نے یہاں بہت محتاط ہو کر سراغرسانی کے آلات کے ذریعے چیکنگ کی تھی۔"

"جی ہاں۔ اس نے پہلے تو بتانے سے انکار کیا لیکن جب ہم نے اذیتیں پہنچائیں تو وہ بولنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے بتایا کہ انھوں نے اسکرین پر دیکھنے کے لیے اور ہر کمرے میں ہونے والی گفتگو کو ریکارڈ کرنے کے لیے خفیہ آلات نصب کیے ہیں۔ ان پر ایک اینٹی ڈیٹیکٹو پلیٹ لگائی گئی ہے۔ تاکہ ہمارے جاسوسی آلات اس پلیٹ کے پیچھے چھپے ہوئے آلات کی نشاندہی نہ کر سکیں۔ یہاں کے ہر کمرے میں جو فانوس لٹک رہے ہیں ان میں یہ آلات چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ میں نے خود فانوس کے پاس پہنچ کر اپنے جاسوسی آلات کے ذریعے چیکنگ کی تھی اور مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا تھا۔ ایکس جینیئس روم میں بیٹھ کر جب کسی کمرے کو دیکھا ہوتا ہے یا وہاں کی باتیں سنی ہوتی ہیں تو پھر ان چھپے ہوئے آلات پر سے وہ اینٹی ڈیٹیکٹو پلیٹ خود بخود ہٹنے لگتی ہے۔ جب اس کمرے کو دیکھنا اور وہاں کی گفتگو کو ریکارڈ کرنا ضروری نہیں ہوتا تو وہ پلیٹ اپنی جگہ واپس آ جاتی ہے۔ ایکس جینیئس روم سے ہی ان پلیٹوں کو ہٹانے اور پھر ان کی جگہ واپس لانے کا عمل کیا جاتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے اسے رخصت کر دیا۔ پھر مجھ سے پوچھا۔ "تم نے سب سن لیا؟"

"ہاں۔ اب تم رسوتی کے پاس جاؤ۔"

وہ ادھم چلی گئی۔ میں ماسٹر ڈیسوزا کے پاس پہنچا۔ وہ پچھلی رات والی خوابگاہ میں بیٹھا ہوا اپنے ٹیلیفون کے ذریعے ایک ماتحت سے گفتگو کر رہا تھا اور پوچھ رہا تھا کہ اس آپریٹر کا کچھ پتہ چلا ہے یا نہیں۔ دوسری طرف سے جواب سن کر اُسے مایوسی ہوئی۔ اس نے جھنجلا کر ریسیور رکھ دیا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے گھور کر ریسیور کو دیکھا۔ پھر اُسے اٹھا کر دہاڑتے ہوئے بولا۔ "کون ہے؟"

دوسری طرف سے ذرا نرمی، ذرا لجاجت بھرے انداز میں کہا گیا۔ "ماسٹر ڈیسوزا! غصہ نہیں دکھاتے۔ جب سپر ماسٹر کی بلیک فورس موجود ہو تو کوئی غدار کیسے بچ کر جا سکتا ہے۔ جس کی تمہیں تلاش ہے وہ ہماری حراست میں ہے فوراً چلے آؤ۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ ماسٹر ڈیسوزا نے اطمینان کی سانس لی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی جن معاملات میں سپر ماسٹر کے تمام ماسٹر ناکام ہوتے ہیں وہاں بلیک فورس حرکت میں آتی ہے اور اب ماسٹر کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کیسٹ میں جو بھی گفتگو ریکارڈ کی گئی ہے اسے وہ سن سکے گا اور یہ معلوم کر سکے گا کہ اس آپریٹر نے ایسی غداری کیوں کی تھی۔

وہ اٹھ کر جانے لگا۔ میں بلیک فورس کے اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جس کی آواز ریسیور پر سنی تھی۔ جیسے ہی میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ میں پہنچیں گے۔ اس کے سانس کو ذرا سا جھٹکا لگا۔ پھر اس نے مسکرا کر کہا۔ "سر فرہاد! خوش آمدید۔ ہم آپ سے رابطہ قائم کرنے ہی والے تھے لیکن سوچا۔ پہلے ماسٹر ڈیسوزا سے نمٹ لیں پھر یہ ماسٹر اب واپس نہیں آ سکے گا۔ راستے ہی میں ہمارے آدمی اسے قتل کر دیں گے قتل کا الزام یقیناً ریڈ پاور کے سر جائے گا اور اس کی جگہ ہمارا نیا ماسٹر آئے گا۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ ماسٹر آپ کا فرمانبردار ہو گا۔ اور آپ کو کسی شکایت کا موقع نہیں دے گا۔"

میں نے کہا۔ "آج مجھے پہلی بار بلیک فورس کا علم ہوا ہے۔"

"جی ہاں۔ آپ کو یاد ہو گا۔ سابقہ سپر ماسٹر کے دور میں جب آپ سے بے انتہا دشمنی تھی تو آپ کے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار ریکارڈ بنانے کے لیے سپر ماسٹر نے ایک یوگا فوج تیار کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ آپ کو بھی یاد ہو گا کہ سابقہ سپر ماسٹر نے ماہ لم رسوتی کے والدین سنگ کو اپنی قید میں رکھا تھا تاکہ وہ ان کے جوانوں کو یوگا کی مشقیں کرائیں اور اس فن میں ماہر بنائیں۔ ان کے دور میں بہت سے نوجوان یوگا میں مہارت حاصل کر کے بلیک فورس میں شامل ہو گئے۔ آج بھی کتنے ہی جوان یہ مشقیں کرتے ہیں اور ان میں مہارت حاصل کر رہے ہیں۔ بہرحال بلیک فورس میں ایسے لوگ ہیں جو ذہین ہوتے ہیں۔ معاملات کی نزاکت کو سمجھتے ہیں اور برق رفتار اقدامات کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کی اضافی صلاحیت یہی یوگا کی صلاحیت ہے۔ کیا آپ ابھی خیال خوانی کے ذریعے نئے ماسٹر سے ملنا پسند کریں گے؟"

"ضرور۔"

بلیک فورس کے سربراہ نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے شخص کو مخاطب کیا۔ "ماسٹر ٹیک فورمین! فرہاد صاحب آپ سے ملاقات کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

ماسٹر ٹیک فورمین نے کہا۔ "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آج

میری ملاقات ماسٹر فرہاد علی تیمور سے ہو رہی ہے اور آج سے میں ان کی خدمات کے لیے وقف ہوں گا میں انھیں اپنی وفاداری کا یقین دلاتا ہوں۔"

بلیک فورس کے سربراہ نے کہا۔ "اب فرہاد صاحب تمہارے دماغ میں پہنچ گئے ہیں۔ باتیں کرو۔"

وہ خوش ہو کر مجھے محسوس کرتے ہوئے آنکھیں پھیلا کر اپنے سامنے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں آپ کو تصور میں دیکھ رہا ہوں اور آپ کی سوچ کو محسوس کر رہا ہوں۔ اگر یہ میرے دماغ کی اپنی سوچ نہ ہو۔"

"نہیں، میں ہی بول رہا ہوں۔ یہ بتاؤ جب ماسٹر ڈیسوزا ختم ہو جائے گا تو ڈی سوزا کے ماتحت تمہیں کس طرح اپنا نیا ماسٹر تسلیم کر لیں گے۔ انھیں ثبوت کیسے فراہم کیا جائے گا؟"

ماسٹر ٹیک فورمین نے کہا۔ "جناب! کسی بھی شہر یا ملک میں ماسٹر مقرر کرنے کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہاں پہلے بلیک فورس والے راستہ ہموار کرتے ہیں یعنی ماسٹروں کے تحت جو لوگ بھی کام کرتے ہیں وہ پہلے بلیک فورس کے سربراہ کو جانتے ہیں۔ اس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں، اور اسی کے حکم کے مطابق وہ کسی کو اپنا ماسٹر تسلیم کرتے ہیں۔ یہاں جو میرے سامنے ایک بلیک فورس کے سربراہ بیٹھے ہوئے ہیں ان کے حکم سے ماسٹر ڈیسوزا اپنا کام کر رہے تھے۔ اب انھی کے حکم سے تمام ماتحت مجھے نیا ماسٹر تسلیم کر لیں گے۔ جناب سپر ماسٹر کا پیغام آپ کے نام ہے۔ کیا آپ سننا پسند کریں گے؟"

میرے ہاں کہنے پر وہ اپنی فائل سے ایک کاغذ نکال کر پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا۔ "سر فرہاد علی تیمور! سپر ماسٹر آپ سے بہت نادم ہے۔

یقین کریں۔ ہر ماسٹر نے جو کچھ کیا، اس کا ہمیں بالکل علم نہیں تھا۔ آپ ہمارے لندن کے ماسٹر سے یا ہمارے بلیک فورس کے سربراہ کے دماغوں کی تہہ میں پہنچ کر ہماری سچائی کو معلوم کر سکتے ہیں۔ میں نے آپکا اعتماد حاصل کرنے کے لیے آج اپنی بلیک فورس کو بھی آپ سے متعارف کرا دیا ہے۔

ہم آپ کو کس قدر اہمیت دیتے ہیں اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ہمارے کسی بھی اہم مہمان کے سلسلے میں کوئی ماسٹر غلطی کرتا ہے تو اُسے پہلی وارننگ دی جاتی ہے۔ دوسری وارننگ فکی جاتی ہے۔ تیسری وارننگ دی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ غلطی کرے تو اُسے ماسٹر کے عہدے سے ہٹا دیا جاتا ہے لیکن آپ کے سلسلے میں اس نے صرف ایک ہی شکایت کا موقع دیا اور ہم نے اس کے لیے سزائے موت تجویز کر دی۔ جب تک آپ کو میرا یہ پیغام ملے گا اس وقت تک ماسٹر ڈیسوزا اپنے انجام کو پہنچ چکا ہو گا۔

مسٹر ٹیک فورمین آج سے دو ماہ پہلے میرے چیف سیکرٹری تھے۔ یہ تین ماہ کی چھٹی پر تھے۔ دو ماہ گزر چکے ہیں۔ میں نے ان کی ایک ماہ کی چھٹی منسوخ کر دی اور انہیں چیف سیکرٹری کے عہدے سے ہٹا کر خاص طور پر آپ کے لیے ماسٹر بنا کر وہاں بھیجا ہے۔ اگر میری ضرورت پڑی تو میں بھی سپر ماسٹر کے عہدے کو چھوڑ کر آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہو جاؤں گا۔"

مجھے اس قدر شکر لگایا جا رہا تھا اور اس قدر سر پر چڑھایا جا رہا تھا۔ جیسے دنیا کا میں ہی مالک اور مختار ہوں۔ خداوند کریم غرور سے بچائے۔ تعریف کرنے والوں اور خوشامد کرنے والوں سے محفوظ رکھے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو سپر ماسٹر کے ایسے پیغامات پڑھ کر آسمان پر پہنچ جاتا۔ یہ بھول جاتا کہ وہ خاک کا پتلا ہے۔ آسمان پر پہنچ کر بھی ایک دن خاک میں مل جائیگا

میں نے پیغام سننے کے بعد کہا۔ "ماسٹر ٹیک فورمین! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ اتنے بڑے عہدے سے اتر کر میرے لیے ماسٹر بن گئے ہیں۔ آپ کے دل میں میرے لیے جو خدمت کا جذبہ ہے وہ قابل قدر ہے۔ میں اس کی تعریف بھی کرتا ہوں اور شکریہ بھی ادا کرتا ہوں لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا کہ میرے لیے اس قدر اہتمام کیا جائے۔

میں نے پچھلی رات ماسٹر ڈیسوزا سے کہہ دیا تھا کہ اتنی شاندار کوٹھی اور اتنی عالیشان خوابگاہ دنیا کے ہر انسان کو پسند آئے گی۔ لیکن یہ سب کچھ میرے مزاج کے خلاف ہے میں بہت زیادہ آرام طلب نہیں ہوں۔ اس لیے ایک عام سے کاٹیج میں یا ٹینگے میں رہوں گا۔

میں یہ باتیں آپ کی زبان سے کہنا چاہتا ہوں اور جو کچھ کہوں گا یہی سپر ماسٹر کے نام میرا پیغام ہو گا۔ آپ اسے ریکارڈ کریں۔"

وہ ریکارڈ کرنے کے انتظامات کرنے لگے۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد میں نے ماسٹر ٹیک فورمین کی زبان سے سپر ماسٹر کے نام پیغام ریکارڈ کرانا شروع کیا۔ وہی باتیں کہیں جو ابھی ماسٹر ٹیک فورمین سے کہہ چکا تھا۔ اس کے بعد میں نے کہا۔ "سپر ماسٹر! میں چاہتا ہوں کہ آپ ماسٹر ٹیک فورمین کو ان کے سابقہ عہدے پر واپس لے جائیں اور یہاں کسی دوسرے کو ماسٹر مقرر کریں۔ آپ ابھی طرح سمجھتے ہیں۔ یہاں جو بھی ماسٹر آئے گا میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کو تباہی یا خامی کو سمجھ لوں گا اور آپ کو اس کی اطلاع دوں گا۔ پھر اس قدر اہتمام کی کیا ضرورت ہے؟ میں اسے پسند نہیں کرتا۔

میرا جہاں قیام ہے میں اس جگہ آج کی رات گزاروں گا۔ کل دوسری جگہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ منتقل ہو جاؤں گا۔ وہ دوسری کوٹھی، بنگلہ یا کاٹیج آپ کے نئے ماسٹر کی طرف سے مجھے ملے گا تو

پہلے میں اس ماسٹر کو اور اس کے تمام ماتحتوں کو اچھی طرح چیک کروں گا۔ یہ بات میری سمجھ میں آگئی ہے کہ اپنی رہائش گاہ کو چیک کرنے سے پہلے ماسٹروں اور ان کے ماتحتوں کے دماغ کی تہہ میں پہنچنا ہوگا اور ان پر زیادہ جبر و سہ نہیں کرنا ہوگا۔

میں اس سلسلے میں معلومات چاہتا ہوں کہ اینٹی ڈیٹیکٹو پلیٹ کے پیچھے چھپے ہوئے آلات کی نشاندہی کس طرح ہو سکتی ہے۔ کیا ان کی نشاندہی کے لیے آپ کی معلومات کے مطابق کوئی ایسا آلہ ہے۔ اگر ہو تو وہ میرے ساتھیوں کو فراہم کیا جائے۔

آخر میں عرض ہے کہ میں آپ کے تعاون کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اس کے لیے شکر گزار ہوں۔ آپ پر اعتماد بھی کرتا ہوں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہاں نئے ماسٹر سے رابطہ رکھوں گا اور آپ کے حوالے سے تعاون حاصل کرتا رہوں گا۔ فقط۔ آپ کا فرہاد علی تیمور۔"

یہ پیغام ریکارڈ کرانے کے بعد میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا رسونتی کی خوابگاہ کے پاس پہنچا۔ دروازہ بند تھا۔ میں دماغی طور پر اندر پہنچ گیا۔ وہ غصے سے ٹہل رہی تھی اور بار بار گھور کر اعلیٰ بی بی کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس نے کہا۔

"میں نہیں مان سکتی کہ میرے اپنے لوگ مجھے چھوڑ کر جا سکتے ہیں۔ یہ تم لوگوں کی سازش ہے۔ انھیں زبردستی یہاں سے نکالا گیا ہے انھیں مجبور کیا ہوگا کہ وہ مجھ سے ملے بغیر چلے جائیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "رسونتی! کیا تم ہماری محبت سے، ہمارے خلوص سے، ہمارے برتاؤ سے اندازہ نہیں کر سکتیں کہ ہم تمھیں کتنا چاہتے ہیں۔ ہم تمھارے دوست ہیں، دشمن نہیں ہیں۔"

"چکنی چپڑی باتیں نہ بناؤ۔ میں کل سے دیکھ رہی ہوں کہ تم لوگ کتنے خطرناک ہو۔ میں جدھر دیکھتی ہوں تمھارے آدمی ہتھیار لیے پہرہ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تم لوگ پتہ نہیں کیا ہو۔ تم لوگوں نے ایک ہوائی جہاز خرید لیا ہے۔ تم لوگوں نے اتنی عمارتیں کو بھی خرید لی ہے۔ ایک ملک سے دوسرے ملک بڑی آسانی سے چلے جاتے ہو۔ پولیس والے بھی تمھارا ساتھ دیتے ہیں اور وہ کار جس میں بیٹھ کر میں مندر سے یہاں تک آئی وہ تو عجیب کار تھی۔ کھڑکیاں بند ہو جاتی تھیں۔ شیشے بند ہو جاتے تھے مگر باہر کا سلسلہ منظر نظر آتا تھا۔ تم لوگ اتنے خطرناک، اتنے پُراسرار ہو کہ چھپ جاتے ہو مگر اندر سے دوسروں کو دیکھتے رہتے ہو۔ تم لوگ آخر کیا بلا ہو۔ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "اگر تم سے ایک معقول سوال کیا جائے تو کیا تم اس کا معقول جواب دو گی؟"

رسونتی نے اُسے گہری نظروں سے دیکھا۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "پوچھو؟"

"تم اپنے ماضی کو اس حد تک یاد رکھتی ہو کہ تم رسونتی ہو۔ تمھارا تعلق مندر سے رہا۔ تم دیوداسی کی حیثیت سے زندگی گزارتی رہیں۔ کیا تمھیں یہ یاد ہے کہ تم یوگا میں مہارت حاصل کر چکی تھیں اور فیلی پیتھی جانتی تھیں؟"

"مجھے یاد ہے۔ میں کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ میری وہ قوت کیا ہوئی؟"

"میرا دوسرا سوال یہ ہے۔ تم جس حد تک اپنے ماضی کو یاد رکھی ہو۔ اس کے بعد تمھاری زندگی میں کیا ہوا؟ اس کے بعد تم فلاں سنک ہسپتال میں کیسے پہنچ گئیں؟ اس کے بعد تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ تم پاکستان کیسے پہنچیں؟ تمھارے ساتھ کس قسم کے حالات پیش آتے رہے اور ان حالات میں کیا تم تنہا تھیں یا تمھاری حفاظت کے لیے کوئی تمھارے شانہ بشانہ تھا۔ کوئی تمھارے لیے ڈھال بن جاتا تھا؟"

رسونتی نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کون میرے شانہ بشانہ ہوتا تھا۔ کون ڈھال بن جاتا تھا؟"

"فرہاد۔ تم لاکھ انکار کرو مگر فرہاد تمھاری زندگی میں اتنے اندر تک رچا بسا ہوا ہے کہ آج تم انکار کر رہی ہو۔ کل اس انکار پر پچھتاؤ گی۔ میرا مشورہ ہے کہ ان سوالوں کا معقول جواب سوچو۔ ہو سکتا ہے۔ تمھیں فرہاد اپنا نظر آجائے۔"

"میں اوبرائے کی لڑکی ہوں۔ فرہاد کا نام میرے ساتھ نہ لو۔ میرے دیوتا ناراض ہو جائیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمھارا دیوتا وہی فرہاد ہے۔ تمھیں بچپن سے سکھایا گیا ہے۔ سمجھایا گیا ہے کہ تم کسی دیوتا سے منسوب ہو چکی ہو تو وہ جھوٹے نہیں ہے تم منسوب ہو چکی ہو اور اس دیوتا کے بیٹے کی ماں بن چکی ہو۔ خود کو لڑکی نہ سمجھو۔"

وہ جھنجلا کر کھڑی ہو گئی۔ اعلیٰ بی بی نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "غصہ نہ کرو۔ سنجیدگی سے، سہولت سے، ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ تمھیں بُرا لگتا ہے تو اب میں فرہاد کا نام تمھارے سامنے نہیں لوں گی۔ لیکن وعدہ کرو کہ تم ان سوالات کے جواب سوچو گی۔"

"وعدہ کرتی ہوں۔ ضرور سوچوں گی لیکن فرہاد کے سائے میں رہ کر نہیں۔ میں الگ رہوں گی۔"

"تم دیکھ چکی ہو کہ کس طرح لوگ تمھاری جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔ اس کوٹھی کے باہر کتنے ہی دشمن تمھاری گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ سوری رسونتی! ہم تمھیں کبھی تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ تم ہماری چار دیواری کے اندر ہی کتنا ہی خفہ دکھا لو لیکن فرار کی کوشش کرو گی، ہمیں دھوکا دینا چاہو گی تو کامیاب نہیں ہو گی۔ باہر بہت سخت پہرہ ہے۔ تمھیں کوئی نہیں جانے دے گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میں قیدی ہوں۔"

"تم قیدی نہیں ہماری جان ہو اور ہم باہر تمھیں بے جان نہیں ہونے دیں گے۔"

اعلیٰ بی بی اس کے پاس سے پلٹ کر چلتی ہوئی دروازے تک آئی۔ پھر وہاں سے گھوم کر بولی۔ "میں دو گھنٹے بعد آکر تم سے اپنے سوالوں کے جواب پوچھوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ تم کسی نتیجے تک ضرور پہنچو گی۔"

اس نے باہر نکلنے کے لیے دروازہ کھولا۔ اس کے کھلتے ہی میں نظر آیا۔ اندر کھڑی ہوئی رسونتی نے بھی مجھے دیکھا۔ اعلیٰ بی بی نے ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے دروازے کو اور کھول دیا اور ایک طرف ہٹ گئی۔ ہم دونوں چند لمحوں تک ایک دوسرے کو چپ چاپ تکتے رہے پھر میں نے کہا۔ "رسونتی! بڑی محبت سے کہا۔ "تم مجھ سے بیزار ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے دور رہوں گا۔ اگر اعلیٰ بی بی کے تمام سوالات کے صحیح جواب سوچ لو اور سمجھ لو تو میرا خیال ہے کہ مجھے پہچان لو گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس وقت بھی تم نے مجھے نہیں پہچانا اور مجھے اپنا سمجھنے سے انکار کیا تو میں ہمیشہ کے لیے تمھاری نظروں سے دور ہو جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی میں پلٹ کر ڈرائنگ روم کی طرف جانے لگا لیکن دماغی طور پر رسونتی کے پاس موجود رہا۔ جب تک میں اس سے بولتا رہا اس وقت تک وہ اندر سے کچھ سہمی رہی۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ مجھ سے کیوں سہم جاتی ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے ان تمام باتوں کو نظر انداز کر کے اس عورت کے سوالات پر غور کرنا چاہیے۔"

میں ڈرائنگ روم میں آیا۔ میرے پیچھے اعلیٰ بی بی پہنچ گئی۔ میں نے اُسے بتایا کہ آج رات ہم اسی کوٹھی میں گزاریں گے۔ کل نیا ماسٹر ہمارے لیے کسی دوسری رہائش گاہ کا انتظام کرے گا اور کل تک سپر ماسٹر ہمارے لیے ایسے آلات فراہم کر دے گا جو اینٹی ڈیٹیکٹو پلیٹ کے پیچھے چھپے ہوئے آلات کی بھی نشاندہی کر سکیں گے۔

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "تم نے پہلی ہی ملاقات میں ڈیسوزا کے دماغ کو پوری طرح کیوں نہیں ٹٹولا تھا؟ اگر اس کے دماغ کی تہہ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات کو پڑھتے تو شاید تمھیں معلوم ہو جاتا۔"

"تم جانتی ہو جب ہم اپنے ٹیلے سے یہاں پہنچے تو اس وقت یہ بات مجھے پریشان کر رہی تھی کہ میں نے رسونتی کے سامنے سفر کے دوران خود کو فرہاد ظاہر کر دیا ہے۔ پھر یہ کہ جب میں کسی کے دماغ کو ٹٹولنے لگتا ہوں تو اس کی زندگی کے ہر پہلو کو اور اس سے تعلق رکھنے والے ہر شعبے کو چیک نہیں کر سکتا۔ کوئی نہ کوئی شعبہ، کوئی نہ کوئی پرچ کا پہلو رہ جاتا ہے۔ اسی طرح میں ڈیسوزا کے دماغ سے ان خفیہ آلات کی تنصیب کو نہ سمجھ سکا۔ ایسا میرے ساتھ اکثر ہوتا ہے۔"

"کیا تمھیں ڈیسوزا کے دماغ میں پہنچنے کے بعد یہ معلوم ہوا تھا؟"

"نہیں، میں سو رہا تھا۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سوتا ہوں کہ میرے کمرے میں کوئی داخل ہو یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو میری آنکھ کھل جائے۔ جب میری آنکھ کھلی تو سمجھ میں نہیں آیا کہ کمرے میں کیا ہو رہا ہے۔ کیونکہ نہ تو کوئی انسان نہ کوئی جانور تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ جو اینٹی ڈیٹیکٹو پلیٹ اس فانوس میں لگی ہوئی تھی وہ اپنی جگہ سے سرک رہی تھی۔ یعنی میرے کمرے میں کوئی حرکت ہو رہی تھی۔ یہ ایسی غیر معمولی بات تھی کہ میرے دماغ نے مجھے نیند سے چونکا دیا۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو؟"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "ہیلو فرہاد علی تیمور سے کہو تمھارا ایک چاہنے والا تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

اسی وقت میں نے ڈیسوزا کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "دوسری طرف سے سانبھل بول رہا ہے۔ اس نے فوراً قریب آکر میرے ریسیور سے اپنے کان لگا لیے۔ دوسری طرف سے سانبھل نے توہین آمیز انداز میں کہا۔ "مرغی کے بچے! کل سے دڑبے میں چھپے ہوئے ہو۔ کب تک باہر نہیں نکلو گے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر چھپنے والے کو مرغی کا بچہ کہتے ہیں تو چھپے ہوئے تو تم ہو۔ تمھارا کوئی پتہ ٹھکانہ نہیں ہے۔ میرے متعلق تو سبھی جانتے ہیں کہ میں اس کوٹھی میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ حتیٰ کہ تم میرا فون نمبر بھی جانتے ہو۔ یہ بتاؤ تم کس ڈربے میں ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "عجیب اتفاق ہے میں نے جس مہربان کے ہاں پناہ لی ہے۔ وہ مہربان تمھاری رسونتی کا پرانا عاشق ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

"وہ جو بھی ہے جلد ہی تمھارے سامنے آئے گا۔ اور رسونتی کا دعویدار بن کر آئے گا۔ ذرا سوچو کہ رسونتی تمھیں اپنے شوہر کی حیثیت سے نہیں پہچانتی۔ ایک طرف تم شوہر ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ دوسری طرف وہ عاشق بھی شوہر ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ اب رسونتی یا تو شش و پنج میں رہے گی یا سبھی کو فراڈ سمجھے گی۔ تم جو رفتہ رفتہ اس کے ذہن میں محبت کا زہر ٹپکاتے ہو اور اس کا اعتماد حاصل کرنا چاہتے ہو تو یہ اعتماد دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو جائے گا۔ وہ سوچے گی۔ کہ ایک نہیں دو شوہر پیدا ہو گئے ہیں۔ شاید اس کے بعد اور دو چار پیدا ہو جائیں۔"

"میری بیوی لاکھوں میں ایک ہے۔ دو چار شوہر کی بات کیا کرتے ہو۔ اس کے چاہنے والے تو لاکھوں کروڑوں ہوں گے اور

جو بھی چاہنے والا میرے سامنے آئے گا، مجھے اپنا بھائی مان کر چلا جائے گا۔ تم اپنی بات کرو۔ کیا میرے قتل کے منصوبے سے باز آ کر جعلی شوہروں کی دلالی کر رہے ہو؟"

وہ غصے میں گالی دینا چاہتا تھا۔ ابھی اس کے منہ سے آدھی گالی نکلی تھی کہ میں نے اچانک ہی اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ اسے جھٹکا تو لگا مگر اس نے فوراً سانس روک لی۔ ریسیور ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔ میں نے کہا: "تم خنجر زنی کے بڑے حیرتناک کمالات دکھاتے ہو لیکن جن لوگوں کو اپنے بازوؤں پر بھروسہ نہیں ہوتا وہی زبان سے گالیاں نکالتے ہیں۔ فرہاد کے مقابلے میں آئے ہو تو اسی شان سے دشمن بن کے آؤ۔ گالی دو گے تو میں تمہیں ایک ایک پل میں دماغی جھٹکے پہنچاؤں گا۔ تم کب تک سانسیں روکو گے؟ میں تمہیں محض اس لیے نہیں چھیڑ رہا ہوں کہ اس طرح متواتر دماغی جھٹکے پہنچا کر مجھے کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ میں ذہنی طور پر تمہارے ذہن کو کمزور بناؤں گا۔ جہاں قلم موجود ہو وہاں کا پتہ بھی تمہارے دماغ سے حاصل کر لوں گا لیکن یہ جاننا چاہوں گا کہ جب تک وہاں پہنچوں گا، تم جگہ بدل چکے ہو گے۔ ہاں، اگر تم تنہا ہوتے، تمہارے آس پاس کوئی نہ ہوتا تو میں تمہیں جگہ بدلنے کا بھی موقع نہ دیتا۔ وہ جو تمہارے آس پاس چھپے ہیں وہ تمہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیں گے۔"

اس ہنستے ہوئے کہا: "اس کا مطلب یہی ہوا نا کہ تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے؟"

"بقول تمہارے مرغی کا بچہ کہیں ڈبے میں چھپا ہو تو پہنچنا مشکل ہے۔"

ہماری باتوں کے دوران کسی عورت کی آواز سنائی دی: "کیا ابھی تک باتیں۔۔۔؟"

وہ اپنی بات پوری نہ کر سکی۔ یقیناً سانجھل نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ دیا ہوگا۔ اسی لیے اس کی باقی آواز ہم تک نہیں پہنچ سکی۔ میں فوراً ہی اس عورت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ سانجھل ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھے اسے غرا کر دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا: "شٹ اپ، یو فول اگر تم نے ذرا بھی آواز نکالی تو تمہارا باپ تمہارے دماغ میں پہنچ جائے گا۔"

میں "ہیلو، ہیلو" کہہ کر سانجھل کو آواز دینے لگا: "ہیلو سانجھل! تم خاموش کیوں ہو گئے؟"

میں اس عورت کے دماغ میں پہنچ کر دیکھ رہا تھا۔ سانجھل اسی طرح ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھے سوچ رہا تھا۔ یقیناً وہ یہی سوچ رہا ہوگا کہ میں نے اس عورت کی تھوڑی سی آواز سن لی ہے یا نہیں؟ وہ عورت دروازے کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اس سے سانجھل کا فاصلہ تقریباً چار گز کا تھا۔ اس نے دانت پیس کر اس عورت سے کہا۔

"میں اپنے دشمن سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ میں نے دھیان نہیں دیا کہ تم نے کتنی اونچی آواز میں بات کی تھی۔ تم مجھے ٹھیک ٹھیک سوچ کر بتاؤ۔ تمہاری آواز کتنی اونچی تھی۔ کیا وہ اس ماؤتھ پیس تک پہنچی ہوگی؟"

وہ عورت اپنے منہ پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ سانجھل نے ڈانٹ کر پوچھا: "تم بولتی کیوں نہیں ہو؟"

اس نے منہ پر سے ہاتھ ہٹا کر کہا: "بولتی ہوں تو غصہ کرتے ہو۔ خاموش رہتی ہوں تو پھر بھی غصہ دکھاتے ہو۔ میں کیا کروں؟"

وہ جھنجلا کر بولا: "تم عورتوں کو حسن ملا، عقل نہیں ملی۔ میں جب تجھ سے پوچھ رہا ہوں تو بولتی کیوں نہیں ہے؟"

"میں کیا بولوں۔ میں تو ہمیشہ آہستگی سے باتیں کرتی ہوں۔ میری بات وہاں تک نہیں پہنچے گی۔"

ان کی باتوں کے دوران میں نے پھر ہیلو، ہیلو کہہ کر سانجھل سے پوچھا: "کیا تم ڈبے سے نکلنے کی بات سوچ رہے ہو یا ریسیور رکھ کر کہیں چلے گئے ہو؟"

وہ شش و پنج میں تھا۔ میں نے جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: "لعنت ہے ایسے دشمن پر۔ یکبخت کوئی ریسیور کریڈل پر رکھنا چاہے تو معلوم ہوتا کہ سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اعلیٰ بی بی نے ہراساں ہو کر پوچھا: "کیا تم اس عورت تک پہنچ گئے ہو؟"

"ہاں، میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں۔"

میں پھر اس عورت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے پتہ چلا کہ سانجھل نے میرے ریسیور رکھنے کے بعد اپنے ریسیور پر ہیلو ہیلو کہہ کر مجھے پکارا تھا۔ پھر اس نے غصے سے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔ اب اس سے کہہ رہا تھا: "بیڈ روم میں چلو۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا پھر اس کے ہاتھ کو پکڑ کر کھینچتے ہوئے اُسے بیڈ روم کی طرف لے جانے لگا۔ وہ کراہتے ہوئے بولی: "تم اتنے درندے کیوں ہو۔ میری کلائی ٹوٹ جائے گی۔ پلیز۔"

وہ اسے کھینچ کر لے جاتے ہوئے بولا: "میں اپنے آس پاس کسی نادیدہ خطرے کو منڈلانے کا موقع نہیں دوں گا۔ وہ تمہارے ذریعے میرے کسی ساتھی کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔ جب تک میں اپنے ساتھیوں کو ہوشیار نہ کر دوں اس وقت تک تم اس کمرے میں بند رہو گی۔"

وہ اسے ایک بیڈ روم میں لے آیا۔ پھر اُسے کمرے کے اندر دھکا دینے کے بعد دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ وہ دروازے کو پیٹ پیٹ کر کہنے لگی: "سانجھل یہ کیا کر رہے ہو۔ کیوں مجھے بند کر رہے ہو۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ وہ میرے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا ہے

میں کسی کو اپنے اندر محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ تم اس سے ڈرتے کیوں ہو؟"

وہ غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا: "بکواس مت کر۔ آج تک سانجھل سے ڈسنے والے پیدا ہوئے ہیں، ڈرانے والا کوئی پیدا نہیں ہوا۔ چیخا چلایا نا بند کر۔ مجھے سوچنے دے کہ تجھے زندہ رہنا چاہیے یا نہیں۔"

وہ دروازے کی دوسری طرف کیا کر رہا تھا، یہ میں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اسی لیے اس عورت کے دماغ کی تہہ میں بیٹھ کر معلومات حاصل کرنے لگا۔ پتہ چلا کہ وہ سانجھل کی دوست ہے اور اس کے ساتھ پناہ لینے کے لیے کسی کے گھر میں آئی ہے یعنی اس گھر کا مالک کوئی اور ہے۔"

اس عورت کے لاشعور میں اس مکان کا پتہ اور وہاں کا فون نمبر چھپا ہوا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "اس مکان کا پتہ اور فون نمبر نوٹ کرو۔"

پھر میں نے معلوم کیا۔ سانجھل شہر مولمن کا رہنے والا تھا یعنی برما کا باشندہ تھا اور یہودیوں کے لیے کام کرتا تھا۔ میں نے شہر مولمن میں اس کی رہائش گاہ کا پتہ بھی معلوم کیا۔ اس وقت وہ شاید دروازے کے دوسری طرف موجود نہیں تھا۔ میرے اندازے کے مطابق اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کرنے گیا ہوگا کہ کوئی اس کی دوست کے سامنے اپنی زبان نہ کھولے۔ شاید مشورہ لینے بھی گیا ہو کہ اس عورت کو چھوڑ دیا جائے یا مار دیا جائے۔

میں اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اس عورت کے دماغ سے رفتہ رفتہ معلومات حاصل کرتا گیا۔ سانجھل کا شغل کیا ہے۔ وہ کن تفریح گاہوں میں جاتا ہے، کس کلب کا ممبر ہے۔ اس کے خاص دوست کون کون ہیں اور ان دوستوں کے نام اور پتے کیا ہیں؟

میں سوچ کے ذریعے معلوم کر رہا تھا۔ زبان کے ذریعے بول رہا تھا اور سامنے بیٹھی ہوئی اعلیٰ بی بی سب کچھ نوٹ کرتی جا رہی تھی۔ میں نے اُس سے کہا: "تمہارے جو چور اس کوٹھی کے باہر ہیں انہیں بلاؤ۔ میں انہیں سمجھاتا ہوں کہ اس سلسلے میں کیا کرنا ہوگا۔"

وہ اٹھ کر چلی گئی۔ کاغذ اور قلم میرے پاس چھوڑ دیا تاکہ کوئی اور ضروری بات یاد آئے تو نوٹ کر سکوں۔ میں اس عورت کے پاس پہنچ گیا۔ اس بار میں نے اس کی سوچ کے ذریعے سوال کیا: "کیا سانجھل کی دوستی یہودیوں سے ہے؟ کیا یہودیوں کا کوئی کلب یا سوسائٹی ہے؟"

اس کی سوچ نے انکار کیا۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ میں مزید سوالات نہ کر سکا۔ اسی وقت دروازے کے دوسری طرف سے سانجھل کی آواز سنائی دی۔ وہ اس عورت سے کہہ رہا تھا: "میری دوست! دروازہ باہر سے کھول دیا گیا ہے۔ تم آ جاؤ۔ تمہارا فیصلہ ہو چکا ہے۔"

اس عورت نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا تو سانجھل ایک خنجر ہاتھ میں لیے کھڑا نظر آیا۔ اب اس کے آس پاس تین آدمی تھے۔ ان میں سے ایک اس قدر ناٹا تھا۔ اس قدر موٹا تھا کہ گینڈا لگتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ایک فٹ بال کو فرش پر رکھ دیا گیا ہو اور اب اسے کِک مارنے ہی والے ہوں۔ سانجھل نے خنجر کی نوک کو پکڑ کر اوپر چھت کی طرف پھینکا۔ خنجر چکراتا ہوا گیا۔ پھر چھت کو چھونے سے پہلے ہی وہاں سے واپس آیا تو اس کا دستہ سانجھل کی مٹھی میں تھا۔

اس نے اس طرح خنجر کو پھینکنے اور ایسی بازی گری دکھانے کی کافی مشق کی تھی۔ بڑی مہارت حاصل کی تھی۔ اسٹیج پر کمالات دکھانے والے بازی گروں کی طرح وہ پورا پورا حساب رکھتا تھا کہ جو خنجر اس کے پاس سے چکراتا ہوا جا رہا ہے۔ وہ کتنے فاصلے تک جائے گا اور کہاں سے مڑ کر واپس آئے گا تو اس کا دستہ ٹھیک اس کی مٹھی میں پہنچے گا۔

اس عورت نے سہمے ہوئے انداز میں ٹھوکر لگتے ہوئے پوچھا: "سانجھل کیا تم مجھے قتل کرو گے؟"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا: "تم میری دوست ہو لیکن دوست جب جان کی دشمن ہو جائے تو۔۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ بڑی سفاکی سے ہنستے ہوئے دوسرے خنجر کو نکالا۔ اب وہ دونوں ہاتھوں سے دو خنجر اچھال رہا تھا۔ خنجروں کے دستے صحیح وقت پر اس کے حساب کے مطابق اس کی مٹھی میں آ جاتے تھے۔ پھر اس نے کہا: "تم بولنا بند کرو۔ تمہارے دماغ میں فرہاد علی تیمور موجود ہے۔ میں اس سے کہتا ہوں۔ اگر تم میرے فن کا مظاہرہ دیکھنا چاہتے ہو تو اس عورت کے ذریعے میرے خنجر سے بچنے کی کوشش کرو۔ اس طرح تمہاری بھی رہرسل ہو جائے گی کہ جب ہمارا آمنا سامنا ہوگا تو تمہیں کس طرح بچنا چاہیے اور میرے خنجروں پر کس طرح جھپٹنا چاہیے۔"

میں نے اعتراف نہیں کیا کہ میں موجود ہوں۔ ایسا اعتراف کرنے کے بعد وہ پھر دور تک سوچنے لگتا کہ پتہ نہیں میں نے اس عورت کے دماغ کے ذریعے اور کیسی کیسی معلومات حاصل کی ہیں۔ میں نے اس کے پاس پہنچنے کے لیے جن ذرائع کو نوٹ کیا تھا وہ سب بے کار ہو جاتے۔ اس عورت نے خوف سے تھرتھر کانپتے ہوئے کہا: "سانجھل سوچو، میں تمہاری ہوں۔ میں نے اپنا خلوص، اپنی محبت تمہارے نام کر دی۔ تم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بڑے بڑے سرمایہ دار مجھے حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن وہ مجھے تم سے چھین کر نہ لے جا سکے۔ تمہیں اس بات پر ناز رہا کہ تمہارے خنجر سے اور میرے انکار سے ہمیشہ شکست کھاتے رہے۔"

اب وہ تین خنجروں سے کھیل رہا تھا۔ انہیں باری باری

اوپر کی طرف اچھال رہا تھا اور انھیں اپنے ہاتھوں میں روکنا چاہتا تھا۔ جب تک تیسرا خنجر آتا اس وقت تک کوئی دوسرا خنجر اوپر کی طرف اچھل جاتا تھا۔ اور وہ تیسرے خنجر کو دستے سے روک لیتا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے چینی بازی گر اکثر اسٹیج پر اگر جلتی ہوئی چھوٹی چھوٹی مشعلوں کو اچھالتے ہیں اور باری باری انھیں روکتے جاتے ہیں یہ اگرچہ بازی گری نظر آتی ہے لیکن یہ حیرت انگیز کمال تھا کہ خنجر کی تیز دھار سانجھل کی مٹھی میں نہیں پہنچتی تھی جسم کے مطابق خنجروں کا دستہ ہی اس کے ہاتھ لگتا تھا۔

اس نے بیک وقت تین عدد خنجروں سے کھیلتے ہوئے کہا۔ "ہاں یہ میں جانتا ہوں۔ تم نے مجھے دل و جان سے چاہا ہے۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ وقت آنے پر تم میرے لیے جان دے سکتی ہو اور اب وہ وقت آگیا ہے بھائے سانجھل کی بھلائی اسی میں ہے کہ تم چلی جاؤ۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمھارے مرنے کے بعد تمھارا سوگ مناؤں گا۔ تمھارے مرنے کے بعد بارہ گھنٹے تک کسی دوسری حسینہ کو یہاں اپنے پاس نہیں بلاؤں گا۔"

"نہیں نہیں سانجھل! ایسے ظالم نہ بنو۔ مجھے اپنی نظروں سے، اپنے اس شہر سے، اس ملک سے کہیں دور چلے جانے دو تاکہ جس فرہاد سے تم ڈر رہے ہو وہ میرے ذریعے تمھارے پاس نہ پہنچ سکے۔"

اس نے بدستور ان خنجروں سے کھیلتے ہوئے کہا۔ "فرہاد کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ دیکھو اُدھر فلاور اسٹینڈ پر جو ایک گلاب کا پھول سب سے اونچا دکھائی دیتا ہے۔ اس کی گردن کس طرح الگ ہوتی ہے۔ یہ کمال میں تمھیں نہیں، فرہاد کو دکھا رہا ہوں۔ وہ یقیناً تمھارے پاس موجود ہے اور اسے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ میرا نشانہ کبھی نہیں چوکتا۔"

اس نے ان خنجروں سے کھیلتے کھیلتے اچانک ہی ایک خنجر کو اپنے سامنے اس فلاور اسٹینڈ کی سیدھ میں پھینکا۔ اس طرح کہ باقی دو خنجر جو اس کے پاس رہ گئے تھے ان سے وہ بدستور کھیلتا رہا۔ ادھر وہ خنجر پنکھے کی طرح گردش کرتا ہوا گیا اور فلاور اسٹینڈ کے اوپر سے گزرتا ہوا اس گلاب کے پھول کے پچھلے حصّے کو کاٹتا ہوا اسے نیچے گراتا ہوا ذرا دور گیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر گردش کرتا ہوا جب سانجھل کے پاس آیا تو اس نے اسی طرح باقی دو خنجروں سے کھیلتے رہنے کے دوران اس کے دستے کو تھام لیا۔ یقیناً بہت ہی حیرت انگیز کمال تھا۔

گلاب کا پھول کتنا خوبصورت، کتنا خوشبوؤں سے معمور ہوتا ہے۔ اس گلاب کی گردن کٹ چکی تھی۔ وہ اپنے گلدان کے بدن سے الگ ہو کر فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اب اس حسین عورت کے جسم پر اس کا خوبصورت سا چہرہ رہ گیا تھا۔ اور کسی لمحہ بھی ان خنجروں میں سے کوئی ایک خنجر اس گلاب کی بھی گردن کاٹ سکتا تھا۔

میں تذبذب میں رہ گیا۔ اگر میں خاموش رہتا تو اس عورت کی جان جاتی۔ یہ میں کسی حد تک سمجھ گیا تھا کہ اسے بچایا نہیں جا سکتا۔ لیکن میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر کوشش تو کر سکتا تھا۔ شاید وہ بچ جاتی۔ وہاں سے نکل کر بھاگنے میں کامیاب ہو سکتی۔

دوسری طرف وہ لوگ جہاں تھے۔ وہاں سے ہم اتنی دور تھے کہ اعلیٰ بی بی کے چور خود اگر ایسے وقت نہیں پہنچ سکتے تھے جو کچھ میں کر سکتا تھا وہ ٹیلی پیتھی کے سہارے ہی کر سکتا تھا۔ اس عورت کی سوچ نے بتایا کہ سانجھل جب بھی کسی انسانی جسم پر اپنا خنجر اُتارتا ہے تو اس سے پہلے اس کے حلق سے ہوا ہی کی آواز نکلتی ہے اور اس آواز میں ایسی درندگی ہوتی ہے کہ سامنے کھڑا ہوا شکار اپنی جگہ سے حرکت کرنا بھول جاتا ہے۔

لیکن میں نہیں بھول سکتا تھا۔ جیسے ہی اس کے حلق سے ہوا ہی کی آواز نکلی۔ اس عورت نے جیسے ہی زندگی کی آخری چیخ ماری، میں نے اُسے فوراً جھٹا دیا۔ وہ خنجر جو گردش کرتا ہوا آیا تھا اور اس کی گردن الگ کرنا چاہتا تھا۔ وہ پیچھے چوکھٹ سے ٹکرا کر گر پڑا۔ سانجھل باقی دو خنجروں سے اسی طرح کھیل رہا تھا اسے پورا یقین تھا کہ نشانہ کبھی نہیں چوکے گا۔ اس کا یقین درست تھا لیکن شکار اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا۔

اس نے دونوں خنجروں کو دستے سے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ خنجر پھینکے اور وہ چوک جائے یا شکار اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ اس نے پہلے تو تعجب سے اس عورت کو دیکھا۔ پھر ایک زور کا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "تم اتنی چالاک، اتنی پھرتیلی نہیں ہو۔ مجھے جس طرح یہ یقین ہے کہ میرے خنجروں کی نوک پر موت لکھی ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی یقین ہے کہ فرہاد تمھارے اندر موجود ہے۔"

وہ حسینہ جو میرے بھٹانے سے بیٹھ گئی تھی اب وہ اٹھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگی۔ زندگی کی بھیک مانگنے لگی۔ سانجھل نے غرا کر اپنے ساتھی سے کہا "تیسرا خنجر....."

اس کے ایک ساتھی نے ایک خنجر اس کے حوالے کیا۔ وہ انھیں فضا میں اچھالنے لگا۔ بازی گری کا تماشا دکھانے لگا۔ پھر اس نے کہا "فرہاد! سنو میری زندگی میں ایسے لوگ بھی مقابل آئے ہیں۔ جو لڑنے کا فن جانتے تھے۔ وہ بہت ذہین، بہت پھرتیلے، بلکہ جنگ کے کرتب دکھا کر میرے نشانے سے دور نکل جاتے تھے۔ ان حالات میں، میں کیا کرتا ہوں، جانتے ہو؟"

اس نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا "ایسے وقت میں بیک وقت تینوں خنجروں سے کھیلتے ہوئے تینوں خنجروں کو مختلف سمت پھینکتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ شکار اٹھتا ہے، بیٹھتا ہے، آگے جاتا ہے، پیچھے جاتا ہے۔ جہاں بھی جاتا ہے میرے تینوں خنجر اس کے آس پاس ہی بستے ہیں۔"

میں اس عورت کے دماغ میں پوری طرح مستعد تھا اور تیزی سے سوچ رہا تھا کہ خنجر تین سمت سے آئیں گے تو اُسے کس طرح بچانا چاہیے۔ مشکل یہ ہے کہ میں اس عورت کے ذہن میں قلابازی کھاتا ہوا، فضا میں اچھلتا ہوا کسی دوسری جگہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر ایسا کرتا تو سانجھل کا یقین درست نکلتا۔ میں اپنے طور پر یہی کوشش کر رہا تھا کہ میری موجودگی ثابت نہ ہو خواہ وہ کتنے ہی یقین کی حد تک میری موجودگی کے متعلق سوچتا رہے۔

اسی وقت اس نے کہا "موت ایک بار آتی ہے اور کسی ایک طرف سے آتی ہے۔ یہاں موت تین بار آئے گی اور تین اطراف سے آئے گی۔ اگر تم بچنے میں کامیاب ہو گئے تو اگلی بار چار خنجروں کا تماشا دکھاؤں گا۔ لو سنبھلو....."

یہ کہتے ہی اس نے ہوا ہی آواز نکالی۔ اسی وقت میں اس عورت کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو کر اسے گول چکر کھلاتا ہوا، دائیں سے بائیں گھماتا ہوا چلا گیا۔ وہ اپنی جگہ سے یونہی رقص کے انداز میں گھومتی ہوئی چار فٹ کے فاصلے تک گئی لیکن افسوس اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ ایک خنجر چوکھٹ میں جا کر پیوست ہوا تھا۔ دوسرا خنجر کھڑکی کے شیشے کو توڑتا ہوا دوسری طرف نکل گیا تھا اور اس چوکھٹ کے درمیان جو فاصلہ رہ گیا تھا اسی فاصلے پر وہ عورت پہنچی تھی اور اس کے پہنچنے تک تیسرا خنجر ٹھیک اس کے سینے میں دل کی جگہ پیوست گیا تھا۔

اس کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ وہ آہستہ آہستہ گرنے لگی۔ اس کے دیدے پھیل گئے۔ اس میں ایک ذرا سی جان تھی۔ اسی لیے میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ شاید سانجھل کا کوئی آدمی کچھ بولتا تو میں اسکے دماغ میں پہنچ جاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ لوگ بہت محتاط تھے پھر اچانک بجلی کی موج کی لہریں واپس آگئیں۔ اس عورت کا دماغ ہمیشہ کے لیے تاریک ہو گیا تھا۔ وہ مر چکی تھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا وہ عورت مر گئی تھی؟

نہیں وہاں تو میں سانجھل کے مقابلے پر موجود تھا۔ سانجھل نے کئی بار مجھے سمجھایا تھا کہ وہ کس طرح خنجر پھینکے گا اور کس طرح لگ اب تک بچنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور کس طرح مجھے بھی بچنے کی راہ سجھانی چاہیے۔ یقیناً میں نے راہ سجھائی تھی اور اس کا انجام موت تھا اگر چہ میں زندہ بیٹھا ہوا تھا مرنے والی گو دوسری تھی لیکن یہ ایک بہت بڑی وارننگ تھی کہ وہ عورت نہیں مری۔ مقابلہ کرتے ہوئے میں مر گیا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا چیلنج تھا آئندہ سانجھل سے سامنا ہو گا تو کیا میں بیک وقت تین سمتوں سے یا چار سمتوں سے آنے والی موت سے بچ سکوں گا؟

اعلیٰ بی بی ڈرائنگ روم میں آگئی۔ مجھے دیکھتے ہی ذرا ٹھٹک گئی۔ پھر اس نے پوچھا "کیا بات ہے۔ تم بہت پریشان نظر آ رہے ہو؟"

اس کے سوال نے مجھے چونکا دیا۔ واقعی میں پریشان تھا میں نے اسے سانجھل کے ان کمالات کے متعلق بتایا اور یہ بھی بتایا کہ وہ عورت میرے بچانے کے باوجود کس طرح ماری گئی ہے۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ میرے آدمی یہاں آ چکے ہیں تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ کہو تو میں بلاؤں؟"

"ہاں، بلاؤ لیکن پریشانی کی بات صرف اتنی ہے کہ میرے دائیں ہاتھ کا زخم ابھی اچھا نہیں ہوا۔ سرکی چوٹوں میں پہلے جیسی لطیف تو نہیں ہے لیکن کبھی سانجھل کے سامنے ویسی سچویشن سے گزرنا پڑا تو میں دائیں بائیں زمین بوس ہو کر تو بچنے کی کوشش کر سکتا ہوں لیکن اپنے زخموں کی وجہ سے فضا میں قلابازی نہیں کھا سکتا۔"

"اس خیال کو دل سے نکال دو کہ ایسی کوئی سچویشن پیدا ہو گی۔ میں سانجھل کو تمھارے سامنے آنے کا موقع ہی نہیں دوں گی میرے آدمی آ رہے ہیں۔ تم انھیں ہدایات دو۔"

وہ باہر گئی اور اپنے چار چوروں کے ساتھ واپس آگئی۔ میں نے انھیں سمجھایا۔ "جو تمھیں قریب آئے، وہاں جا کر کسی کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اپنی موجودگی ظاہر کرنا ہو گی۔ میں باری باری تم لوگوں کے دماغ میں پہنچوں گا اور بتاؤں گا کہ جہاں تم لوگ پہنچے ہوئے ہو وہاں کے کسی شخص سے کسی بہانے گفتگو کرو۔ کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد تمھاری ڈیوٹی ختم ہو جائے گی۔ تم میں سے جو تاش کا بہترین کھلاڑی ہے وہ رستم کلب میں جائے۔ وہاں سانجھل اکثر جاتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "میرا خیال ہے کہ سانجھل نے جہاں عورت کو ہلاک کیا ہے اب اس مکان میں وہ لوگ نہیں رہیں گے۔"

میرے سامنے کاغذ اور قلم رکھا ہوا تھا۔ جس میں بہت سے نام اور پتے نوٹ تھے۔ میں نے اُسے اٹھا کر دیکھا، پڑھا، پھر کہا۔ "سانجھل نے اس عورت کے ساتھ جس مکان میں پناہ لی تھی اس مکان کے مالک کا نام ارجن کمار ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے جس وقت میں اس عورت کے دماغ کو ٹٹول کر ارجن کمار کا نام معلوم کر رہا تھا تو اسکے تصور میں ایک بہت ہی نامی اور بہت ہی موٹے شخص کا سراپا تھا۔ اس عورت کی سوچ کے مطابق اسے گینڈا کہہ رہی تھی۔ پھر اس نے بتایا تھا کہ وہ گینڈا ارجن کمار سفاری پارک کے قریب ایک کوٹھی میں رہتا ہے۔

اس کو ٹھی کا نمبر یہاں درج ہے۔

میں نے اس کاغذ کو واپس ایک طرف رکھتے ہوئے کہا: میں نے سانجھل کو پیشکش پیش کر رکھا ہے۔ آخر وقت تک اس عورت کی زبان سے اعتراف نہیں کیا کہ میں وہاں موجود ہوں۔ اس عورت نے بچنے کی جو کوشش کی۔ وہ ایک فطری کوشش تھی۔ کمزور سے کمزور آدمی بھی ایسے وقت خنجر کی زد میں آنے سے پہلے یا تو ہٹ بیٹھ جاتا ہے یا چکراتے ہوئے دوسری طرف نکل جانے کی کوشش کرتا ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ سانجھل بہت زیادہ پریشان ہوگا۔ اپنی دوست کو مارنے کے بعد بھی اُسے سکون نہیں ملے گا۔"

میں نے ایک چور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "تم اس گینڈے ارجن کمار کو ٹھی کو نگرانی کرو گے اور کسی طرح اس کوٹھی کے کسی بھی آدمی تک رسائی حاصل کرو گے۔ تم سب بے حد ذہین ہو۔ معاملات کو سمجھتے ہو۔ اس کے باوجود سمجھاتا ہوں کہ رسائی حاصل کرنے کے دوران کسی کو شبہ نہ ہونے پائے۔ میں یہ بات بھی یقین سے کہتا ہوں کہ ارجن کمار اپنی کوٹھی چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا البتہ اس مکان کو چھوڑ دے گا جہاں ابھی قتل کی واردات ہوئی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں وہ گینڈا ارجن کمار اس خوش فہمی میں ہوگا کہ اس نے تو منہ سے آواز ہی نہیں نکالی تھی۔ اور خاموش تماشائی بن کر اس عورت کے قتل ہونے کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس لیے تم تو اس کے دماغ تک پہنچ سکتے ہو نہ اس کی کوٹھی تک۔"

"موجودہ سچویشن کا خاص نکتہ یہ ہے کہ سانجھل کو یقین ہوتے ہوئے بھی میری موجودگی کا یقین نہیں ہوگا۔ اور یہی یقینی اور بے یقینی ان لوگوں کو انکاروں پہ لوٹتے رہنے پر مجبور کرتی رہے گی۔ ہمیں جلد از جلد ان تمام نام والوں کے ہتھوں پر پہنچنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے ہم کسی طرف سے بھی سانجھل کی شہ رگ تک پہنچ سکیں۔"

وہ تمام چور میری ہدایات سننے کے بعد چلے گئے۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔

"کیا خیال ہے۔ آج دوپہر کا کھانا نہیں کھاؤ گے۔ تین بجنے والے ہیں میں ابھی کھانا لگواتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچا تو اس نے مجھے محسوس کیا لیکن خاموش رہی کیونکہ وہ ملازموں کو کھانا لگانے کا حکم دینے کے بعد رسونتی کے پاس پہنچ گئی تھی اور اسے اپنے ساتھ ڈائننگ روم کی طرف لے جاتے ہوئے پوچھ رہی تھی: "کیا تم نے میرے سوالات پر غور کیا؟"

رسونتی نے اس کے ساتھ کمرے سے نکلتے ہوئے کہا: میں نے بہت سوچا اور جتنا سوچتی گئی اتنا ہی الجھتی گئی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جتنی باتیں مجھے یاد ہیں۔ زندگی کا جو حصہ میری یادداشت میں محفوظ ہے اس کے بعد کیا ہوا اور اس کے بعد میں اچانک فلائنگ ہسپتال میں کیسے پہنچ گئی؟ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

اعلیٰ بی بی نے بڑی محبت اور نرمی سے کہا: رسونتی! جب تمہیں یہ سب یاد آ جائے گا۔ تو تم ہماری محبت اور خلوص پر پوری طرح ایمان لے آؤ گی۔"

"تمہی بتاؤ کہ میں ہندوستان میں تھی۔ تم لوگوں کے پاس کیسے پہنچ گئی؟"

یہ باتیں فرہاد وضاحت سے بتا سکتے ہیں۔ یہ کوئی ایک دن، دو دن، ایک مہینے، دو مہینے کی بات نہیں ہے۔ یہ تو کئی سال کی بات ہے کئی سال سے تم فرہاد کے ساتھ زندگی گزار رہی ہو وہی تمہیں سب کچھ بتا سکتے ہیں۔"

اس وقت تک وہ ڈائننگ روم میں پہنچ گئی تھیں اعلیٰ بی بی نے کہا: "فرہاد! کھانے کے دوران اگر رسونتی کے ماضی کے متعلق کچھ اہم باتیں بتا سکو تو شاید رسونتی کو کچھ یاد آ جائے۔"

ہم نے ڈائننگ روم میں پہنچ کر کھانا شروع کیا۔ وہ سر جھکائے کھا رہی تھی۔ میں اُسے بتانے لگا کہ کس طرح پہلے ہماری ملاقات پرنس آئی لینڈ میں ہوئی تھی۔ میں تسکی سے اس جزیرے میں گیا تھا اور اس نے مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا محکوم بنانے کی کوشش کی تھی لیکن میں وہ خود مجھ سے متاثر ہوتی چلی گئی تھی۔

کھانے کے دوران تھوڑا تھوڑا کر کے میں اپنی اور اس کی زندگی کی اہم باتیں، اہم واقعات سناتا رہا تھا جب میں اپنی کتاب زندگی کے اس صفحے پر پہنچا جہاں رسونتی انگریزی بہت اچھی طرح سیکھ چکی تھی اور میرے ساتھ بھرپور تعاون کر رہی تھی اور ہم ایک علیحدہ نئی مملکت بنانے کا منصوبہ بنا رہے تھے تو ہمارے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا۔ رومانہ کیسے ماری گئی اور رسونتی کو انجکشن کے ذریعے کیسے بیمار بنایا گیا۔ پھر اُسے اسی بیماری کی حالت میں ایک بیگار کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں ایک گینڈا نما شخص اس پر عاشق ہو گیا۔

ایسا کہتے کہتے میں ایک دم سے چونک گیا۔ مجھے وہ گینڈا ارجن کمار یاد آ گیا جو ابھی سانجھل کے پاس موجود تھا یا دوسرے لفظوں میں سانجھل نے اپنی دوست کے ساتھ اس گینڈے کے ہاں پناہ لی تھی۔ اس کا حلیہ بھی بالکل وہی تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ سانجھل نے فون کرنے کے دوران کہا تھا کہ یہاں رسونتی کا دوسرا عاشق بھی ہے جو اس وقت اس کا مہمان ہے۔

میں اس گینڈے نما شخص کے متعلق سوچتے سوچتے پھر چونک گیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "کیا ہوا؟ تم رسونتی کو اس کے ماضی کی داستان سناتے سناتے کیوں رک گئے؟ کیا سوچ رہے ہو؟"

میں نے کہا: "وہ گینڈا نما شخص جس نے بیگار کیمپ کا ٹھیکہ لے رکھا تھا اور وہ ٹھیکہ اسے ریڈ پاور سے ملا تھا۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ شخص ہی ارجن کمار نہ ہو۔"

پھر میں نے رسونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "دشمنوں اور دوستوں کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ ورنہ ہم تمہاری وجہ سے بڑی پریشانیوں میں مبتلا رہیں گے۔ وہ شخص جو تمہیں اور ماتا جی کو بھوکوں کے چرنوں میں باندھ کر بم کے دھماکے سے اڑانا چاہتا تھا اس کا نام سانجھل ہے اور اسی نے ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے فون پر اطلاع دی تھی کہ ایک شخص تمہارا عاشق ہے اور تمہارا دوسرا شوہر بننے کا دعویٰ کرتا ہے یعنی وہ ہر طرح کے اوچھے ہتھکنڈوں سے تمہیں میرے خلاف بھڑکانے کی کوشش کریں گے۔ اگر تم کسی طرح اپنے اس ماضی کو یاد کر لو جس کے متعلق میں تمہیں بتا رہا ہوں تو دشمنوں کے بہت سے ہتھکنڈے بیکار ہو جائیں گے۔"

رسونتی نے میری طرف دیکھا پھر سر جھکا کر بولی: "میں بیگار کیمپ سے کیسے نکلی؟"

"وہ گینڈا تم سے محبت کرنے لگا تھا۔ وہ تمہیں رنگون لے آیا لیکن ریڈ پاور کے لوگ یہ نہیں چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ تم اسی طرح بیمار رہ کر تڑپ تڑپ کر مر جاؤ پھر مجھے پتہ چلا کہ گینڈے اور ریڈ پاور کے درمیان پھنسی ہوئی ہو۔ وہ گینڈا تمہارا علاج کروا سکتا ہے اور ریڈ پاور والے ایسا کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ تب میں نے ریڈ پاور والوں پر سختی کی۔ انھوں نے معافی مانگی اور تمہیں ممی مارتھا کے حوالے کر دیا۔ ممی نے تمہیں ایک ماں کا پیار دیا اور تم کو کبھی یاد آئے تو تم یہ سوچ کر روپڑو گی کہ ایک بار ایک دشمن نے تمہاری طرف گولی چلائی تھی اور ممی تمہارے سامنے ڈھال بن گئی تھیں۔ وہ گولی انھوں نے اپنے سینے پر کھائی اور تمہارے لیے جان دے دی۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "تعجب ہے کسی نے میرے لیے اتنی بڑی قربانی دی اور میں نے اسے یاد نہیں رکھا۔ اوہ میرے دماغ کو کیا ہو گیا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "تم فکر نہ کرو۔ رفتہ رفتہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تمہیں سب یاد آ جائے گا۔"

میں نے رسونتی کو بقیہ داستان سنائی۔ لیکن میرے اندر کچھ اور خیالات گردش کر رہے تھے۔ مجھے اچانک ہی اس گینڈے کے ساتھ پوپی یاد آ گئی تھی۔ میں کھانے کے بعد اٹھ گیا۔ ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گیا اور پوپی کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ کہاں ہوگی؟ آخری وقت تک گینڈے کے پاس تھی اور گینڈے نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ پوپی کو بہترین فائٹر بنائے گا اور اس کے لیے دنیا کے ناموار استادوں کی خدمات حاصل کرے گا۔ میں اُسے تصور میں دیکھنے لگا۔

تصور میں اس کی صورت واضح نہیں تھی۔ بہت عرصہ ہوا۔ جب میں نے اُسے دیکھا تھا۔ دو یا ڈھائی برس پہلے جب وہ دشمنوں کی قید سے فرار ہو رہی تھی۔ تب میں اس کے دماغ میں پہنچا تھا اور جہاں وہ پناہ لیتی رہی تھی اور دشمنوں سے اس کا سامنا ہوتا رہا تھا میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی مدد کی تھی۔ لیکن اس طرح کہ پوپی کبھی یہ نہ سمجھ سکی کہ وہ کس طرح جوڈو کراٹے کے ذریعے دشمنوں کو شکست دیتی ہے جبکہ وہ جوڈو کراٹے کی ابتدا کو سمجھتی تھی مگر مقابلہ کرنے کی صلاحیت اس میں نہ تھی۔

مجھے یاد آیا۔ ان دنوں وہ بارہ تیرہ برس کی تھی۔ بارہ تیرہ برس کی ایک لڑکی ہیوی ٹرک نہیں چلا سکتی لیکن فرار ہونے کے وقت اس نے میرے لیے ایک ہیوی ٹرک کو ڈرائیو کیا تھا۔ میلوں دور تک وہ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے گئی تھی۔ آخر میں وہ گینڈے کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ گینڈا اور اس کے ماتحت اس کی تیزی اور پھرتیلے پن کو دیکھ کر حیران تھے کہ یہ لڑکی کس طرح اپنے سے بڑے فائٹروں کو شکست دے دیتی ہے اور وہ کس طرح ہیوی ٹرک ڈرائیو کر کے آئی تھی۔

انھوں نے پوپی سے سوال کیا تھا۔ وہ بے چاری خود حیران تھی کہ کبھی وہ بہترین فائٹر بن جاتی ہے اور کبھی لڑنے کے نام سے گھبراتی ہے۔ بہرحال گینڈے نے اس سے ناراض ہو کر اسے بیگار کیمپ میں بھیج دیا تھا جہاں رسونتی نے اُسے دیکھ کر حیرانی سے سوچا تھا کہ رومانہ کہاں سے آ گئی اور میں خود حیران تھا کہ رسونتی رومانہ کو دیکھ رہی ہے یا پوپی کو۔ پھر یہ انکشاف ہوا کہ سامنے پوپی ہے لیکن شکل رومانہ کی ہے۔

کاش میں رومانہ کی اس ہمشکل کو دیکھ سکتا۔ جب تک میں بر ما میں رہا۔ اس سے صرف دماغی رابطہ قائم رہا۔ میں نے اس سے ملنے کی کوشش کی۔ ممی نے کہا: تم اس سے نہیں مل سکو گے۔ خواہ کتنی ہی کوششیں کر ڈالو۔"

اور یہی ہوا تھا۔ ایک بار جب وہ قیدی بنا کر بیگار کیمپ پہنچائی جا رہی تھی تو ایک جگہ میں موجود تھا میرے پاس اپنی ٹرانسمیٹر کار تھی اور غلام میرے ساتھ تھا اور ہمارے قریب سے ہی وہ گاڑی گزری تھی جس میں پوپی قیدی کی حیثیت سے جا رہی تھی اور مجھے معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ بعد میں ممی نے پیش گوئی کی کہ میں کوششیں نہ کروں۔ ایک وقت آئے گا کہ میرا اس سے سامنا ہوگا لیکن ابھی نہیں کچھ عرصے بعد۔ اب تقریباً ڈھائی برس کا عرصہ گزر چکا تھا۔ کیا اب اس سے سامنا ہو سکے گا؟

میں نے ایک بار پھر اُسے تصور میں دیکھا۔ اس بار مجھے رومانہ دکھائی دینے لگی۔ اس کا چہرہ نگاہوں کے سامنے صاف اور واضح تھا میرے دل میں ایک درد سا پیدا ہوا۔ میری کتنی اچھی ساتھی تھی۔

ہم نے زندگی کے اَن گنت اچھے اور بُرے دن ایک ساتھ گزارے تھے۔ وہ میرے دشمنوں پر بجلی بن کر گرتی تھی۔ ایسی تیز طرار، ایسی پھرتیلی تھی کہ اس کے مقابل، اس کے سامنے اپنے پیروں پر کھڑے نہیں رہ سکتے تھے اور حسن و شباب میں ایسی تھی کہ ذہن میں یوں نقش ہو جاتی تھی کہ مرنے کے بعد ہی وہ نقش مٹ سکتا تھا۔

میں نے پومی کو تصور میں دیکھنا چاہا تھا اور مجھے رومانہ نظر آئی تھی۔ اس کے پیچھے چھپی ہوئی پومی کیسی ہی ہوگی؟

مجھے یقین ہو چلا تھا کہ پومی کا تعلق اسی ارجن کمار سے ہے جو گینڈا مانا ہے اور اس یقین کو تقویت اس طرح بھی پہنچ رہی تھی کہ سانجھل نے اس بات کی گواہی دی تھی کہ وہ گینڈا رسوتی کا عاشق ہے۔ میں فوراً ہی اس چور کے دماغ میں پہنچ گیا جسے میں نے ارجن کمار کی کوٹھی کے پاس جا کر معلومات حاصل کرنے کے لیے کہا تھا اس وقت وہ چور ایک کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ گاڑی کے چاروں شیشوں کو چڑھانے کے بعد ڈرائیونگ سیٹ کے ذریعے اعلیٰ بی بی سے باتیں کر رہا تھا اس نے بتایا کہ کوٹھی میں ارجن کمار ابھی تک نہیں پہنچا ہے میں نے چوکیدار کو چرس کا ایک سگریٹ پلا کر دوستی کر لی ہے۔ اس کے ذریعے پتہ چلا کہ وہاں ارجن کمار اپنی بیٹی کے ساتھ رہتا ہے۔ تیسرا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔ کوئی اس کا دوست یا باہر کا آدمی ملاقات کرنے کے لیے نہ تو وہ کوٹھی میں کسی سے نہیں ملتا ہے۔ اس کی بیٹی بہت ہی مغرور اور غصہ ور ہے۔ چوکیدار مجھے ابھی یہ بتائیں تباہی رہا تھا کہ کوٹھی کے احاطے سے ایک سفید رنگ کی کار نکلی اسے ایک نہایت نوخیز لڑکی ڈرائیو کر رہی تھی۔ میں نے اُسے دیکھا تو ایک دم حیران رہ گیا۔ شاید آپ یقین نہیں کریں گی کہ وہ رومانہ تھی۔

چور کی طرف سے یہ اطلاع سنتے ہی میرا دل دھک سے رہ گیا۔ دوسری طرف اعلیٰ بی بی نے حیرانی سے پوچھا تھا "رومانہ؟ کون رومانہ؟"

"مادام! وہی رومانہ جس کی تصویر فرہاد صاحب کے ریکارڈ میں ہے ہم سب نے ان کے ریکارڈ کو اچھی طرح یاد کیا ہے۔ ایک ایک بات، ایک ایک چہرہ یاد ہے۔ ان کے ریکارڈ میں تین اہم عورتوں کی تصویریں ہیں۔ مادام سونیا، مادام رومانہ اور مادام رسوتی، مادام رومانہ کا چہرہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے میں نے جس لڑکی کو کار ڈرائیو کرتے دیکھا۔ وہ زیادہ دیر میری نظروں کے سامنے نہیں رہی۔ ڈرائیو کرتی ہوئی دور چلی گئی پھر بھی میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ رومانہ ہے۔ اور اگر رومانہ نہیں ہے تو غضب کی ہمشکل ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا تھا "تم نے یقیناً اس کا تعاقب کیا ہوگا؟"

"جی ہاں، میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں فلائنگ کلب تک آیا ہوں۔ وہ یہاں سے ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر گئی ہے۔"

"کہاں گئی ہے؟"

میں نے فلائنگ کلب میں جا کر ممبر بننے کی شرائط معلوم کرنے کے بہانے ایک شخص سے پوچھا تھا "ابھی جو ایک رئیس زادی ہیلی کاپٹر میں گئی ہے۔ وہ کون ہے، کیا آپ بتا سکتے ہیں؟"

اس شخص نے مسکرا کر مجھے دیکھا پھر کہا تھا "معلوم ہوتا ہے تم بھی اس کے دیوانے ہو۔ مسٹر یہ بہت سریلی لڑکی ہے یقین نہ ہو تو دریائے اراودی کے ساحل پر جا کر دیکھو۔ وہ ہیلی کاپٹر اس دریا کے اوپر پرواز کرتا ہے اور جانتے ہو وہ لڑکی کیا کرتی ہے۔ ہیلی کاپٹر سے ایک سیڑھی لٹکا کر اس کے ایک ایک پائیدان پر جمناسٹک کی مشقیں کرتی ہے۔"

میں حیرانی سے اس چور کی رپورٹ سن رہا تھا۔ وہ اعلیٰ بی بی سے کہہ رہا تھا "مجھے اس کی باتوں پر یقین نہیں آیا لیکن دریائے اراودی یہاں سے دور ہے۔ میں نے سوچا پہلے آپ سے رابطہ کروں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "تمہیں وہ لوکیشن معلوم کر کے ادھر جانا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ وہ لڑکی کیا کرتی ہے؟"

"مادام! اس فلائنگ کلب والے شخص نے بتایا ہے کہ وہ بالکل ہی سر پھری لڑکی ہے۔ ہیلی کاپٹر کی سیڑھی پر جمناسٹک کرتے کرتے دوران دریا میں گر پڑتی ہے۔ ہیلی کاپٹر واپس آ جاتا ہے۔ وہ اس پھیرے ہوئے دریا میں تیرتے ہوئے پتہ نہیں کہاں چلی جاتی ہے۔ پھر کسی دن جمناسٹک کی مشقیں دہرانے کا جنون سوار ہوتا ہے تو وہ پھر یہاں آ کر ایک ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرتی ہے اور اسے لے جاتی ہے۔ اسی معمول کے مطابق وہ ہیلی کاپٹر خالی واپس آ جاتا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں میں جب تک دریائے اراودی کے اس ساحل تک پہنچتا اور اسے دیکھنے کی کوشش کرتا۔ اس وقت تک وہ دریا میں تیرتے ہوئے پتہ نہیں کہاں نکل جاتی ہے۔ اس لیے میں نے پہلے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو میں چلا جاؤں۔"

"دیر ہو چکی ہے۔ اب وہاں جانا فضول ہے، تم اس کوٹھی پر نظر رکھو۔ دیکھو وہ لڑکی کوٹھی میں کب واپس آتی ہے۔ اس کے متعلق کچھ اور معلومات حاصل کرو۔"

اعلیٰ بی بی نے رابطہ ختم کر دیا میں نے چور کے دماغ سے واپس آ کر اعلیٰ بی بی سے کہا "میں نے تمہارے چور کے دماغ میں رہ کر ساری باتیں سن لی ہیں۔"

اس نے کہا "مجھے حیرانی نہیں ہے۔ دنیا میں ہمشکل ہوتے ہیں اور بڑے ہی حیرت انگیز طور پر ایک دوسرے سے اتنے ملتے ہیں کہ صرف ہمشکل ہی نہیں ان کی عادتیں بھی ملتی ہیں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "میں اس لڑکی کو جانتا ہوں۔ اس کا نام پامیلا عرف پومی ہے۔"

میں نے مختصر طور پر پومی کے متعلق اسے بتایا۔ اُس نے پوچھا۔ "کیا واقعی وہ کچھ سر پھری ہے؟ یہ کیا اسٹنگ ہے کہ ہیلی کاپٹر کی سیڑھی سے لٹک کر جمناسٹک کی مشقیں کرتی ہے اور دریا میں ضرور گرتی ہے اور گرنے کے بعد کہیں تیرتے ہوئے چلی جاتی ہے۔"

"اس کا ہیلی کاپٹر دریا کے اوپر اس سے پرواز کرتا ہے کہ جمناسٹک کی مشقوں کے دوران کسی غلطی کی وجہ سے وہ گرے تو پانی میں جائے اور تیر کر نکل آئے اگر وہ ہیلی کاپٹر زمین کے اوپر پرواز کرے تو وہ گرنے کے بعد زندہ نہیں بچے گی۔"

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن فلائنگ کلب کے اس آدمی نے بتایا ہے کہ وہ ہمیشہ جمناسٹک کی مشقیں کرنے کے بعد جان بوجھ کر دریا میں گرتی ہے۔ یہ کیا اسٹنگ ہے؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے کبھی وہ میری ٹیلی پیتھی کی زد میں آئے گی تو میں اس کے دماغ کو ٹٹول کر کچھ معلوم کر سکوں گا۔"

اسی وقت کوٹھی کے باہر ایک گاڑی کی آواز سنائی دی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "یہاں آ جاؤ۔ کوئی گاڑی آ کر رکی ہے۔"

ادھر اعلیٰ بی بی میرے پاس پہنچی۔ ادھر گاڑی میں آنے والے دو شخص ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچے۔ ماسٹر ڈیسوزا کے ایک ماتحت نے مجھ سے کہا "جناب ایک افسوسناک خبر ہے۔ ہمارے ماسٹر ڈیسوزا کو کسی نے قتل کر دیا ہے ویسے ہم جانتے ہیں کہ قتل کرنے والے ریڈ پاور کے آدمی ہی ہو سکتے ہیں۔ بہر حال ہی ہمارے نئے ماسٹر ہیں ماسٹر کیرول۔"

میں نے ماسٹر کیرول کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "مسٹر فرہاد! مجھے آپ سے مل کر جتنی خوشی ہو رہی ہے اس کا ثبوت میں اپنی خدمات کے ذریعے دوں گا لیکن پہلے آپ میرے دماغ کو اچھی طرح ٹٹول کر مطمئن ہو جائیں۔"

اس کے ساتھ آنے والے دوسرے شخص نے کہا "میں بیک فورس کا سربراہ ہوں۔ آپ سے پہلے بھی دماغی رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ یقیناً آپ نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔"

میں نے گرمجوشی سے اس کے ساتھ مصافحہ کیا پھر ہم بیٹھ گئے ماسٹر کیرول نے کہا "مجھے تمام باتوں کا علم ہو چکا ہے۔ کل آپ کے لیے ایک دوسری رہائش گاہ کا انتظام ہو جائے گا۔ یہاں میری کار لڈگی میں ایسے آلات ہیں جو انٹی ڈیٹیکٹو پلیٹ کے پیچھے چھپے ہوئے خفیہ آلات کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے دور کھڑے ہوئے ماتحت کو حکم دیا کہ ڈگی کھول کر تمام سامان یہاں لے آئے۔ وہ باہر چلا گیا پھر ماسٹر نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "جناب میرے لائق اور کوئی خدمت ہو تو حکم دیجیے۔"

"میرا ایک ذاتی کام ہے۔ میری ایک منہ بولی ممی یہاں رنگون میں رہتی تھیں۔ جو بہت ہی مشہور رنگومی اور قیافہ شناس تھیں۔ انھوں نے مرنے سے پہلے اپنی کروڑوں کی جائداد میرے نام لکھ دی تھی۔ ان کا وصیت نامہ ان کے ایک وکیل کے پاس ہے۔ میں آپ کو ممی کی کوٹھی کا پتہ بتاتا ہوں۔ آپ وہاں سے شاید اس وکیل تک پہنچ سکیں گے۔"

"آپ کوٹھی کا پتہ بتا دیں۔ باقی سارا کام ہم کر لیں گے۔ جو جائداد آپ کے نام لکھ دی گئی ہے۔ اس وصیت نامے کے مطابق وہ تمام جائداد آپ کے نام ٹرانسفر کرا دی جائے گی۔ آپ کو اس سلسلے میں کچہری کے چکر لگانے نہیں پڑیں گے۔"

بلیک فورس کے سربراہ نے کہا "یہ تو بہت ہی معمولی کام ہے مشکل کام یہ ہے کہ ہم آپ کے پیچھے لگنے والے قاتلوں کو ڈھونڈ نکالیں۔ آپ یقین کریں کہ ہمارے آدمی ہر تفریح گاہ، ہر کلب اور ہر ایسی جگہ پہنچے ہوئے ہیں۔ جہاں چور، بدمعاش یا قاتل قسم کے لوگوں کی موجودگی کا ذرا سا بھی شبہ ہو سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ ہم اب تک اس بدبخت کا سراغ نہیں لگا سکے بس ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ کل سے کہیں چھپ کر بیٹھ گیا ہے اور کسی خاص موقع کی تاک میں ہے۔"

میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ اعلیٰ بی بی کے چور اس کے پیچھے لگ گئے ہیں میں نے کہا "میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ ذرا محتاط ہو گیا ہے اور سمجھ گیا ہے کہ میرے آس پاس بہت ہی تجربہ کار نوہین اور پکے نشانہ باز موجود ہیں۔ وہ نظر آئے گا تو اُسے گولی سے اڑا دیا جائے گا۔"

ماسٹر نے کہا "اکثر مجرم اتنے دلیر ہوتے ہیں کہ کبھی سامنے آ کر یا کبھی فون کے ذریعے چیلنج کرتے ہیں۔ کیا سانجھل کا کوئی فون آپ کو موصول ہوا؟"

"اس نے فون پر گفتگو کی تھی لیکن افسوس کہ وہ لوگا کا ماہر ہے اور میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا۔ اس لیے فون پر ہونے والی گفتگو محض ایک دوسرے کے لیے چیلنج تھی۔"

"مجھے اُمید ہے کہ ہم آج رات تک سانجھل کو ڈھونڈ نکالیں گے۔"

وہ تھوڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر مجھ سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "تم جائے پلواؤ۔ میں تمہارے ان چوروں تک پہنچتا ہوں۔ جنھیں سانجھل کی تلاش میں مختلف ناموں اور پتوں پر روانہ کیا گیا ہے۔"

وہ چلی گئی۔ میرا ذہن دو طرف لگا ہوا تھا۔ ایک تو سانجھل کی فکر تھی کہ وہ کسی طرح ہتھے چڑھ جائے۔ دوسرے پومی نے میری

توجہ اپنی طرف کرلی تھی۔ میں پہلے اسی چور کے پاس پہنچا جو پومی کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے والا تھا۔ پتہ چلا کہ پومی ابھی تک کوٹھی میں واپس نہیں آئی ہے پھر ابھی وقت ہی کتنا ہوا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر گئی تھی۔ اگر ہماری اطلاعات کے مطابق وہ ہیلی کاپٹر سے کود کر دریا میں پہنچی تھی پھر دریائی راستے سے کہیں جاتی تھی تو اتنی جلدی واپس نہیں آسکتی تھی۔ میں اس چور کے دماغ سے واپس آگیا۔ دوسرے کے دماغ میں پہنچا۔ تو اس نے کہا: "جناب! کلب میں بڑے بڑے جواری رات کے نو بجے کے بعد آتے ہیں۔ اگر یہاں سانجھل نظر آئے گا تو میں مینیجر کے ذریعے اعلیٰ بی بی کو اطلاع دوں گا۔"

میں نے ہلاک ہونے والی عورت کے دماغ سے جو معلومات حاصل کی تھیں ان میں اس عورت کی چھوٹی بہن کا نام اور پتہ بھی شامل تھا۔ چور کو اس پتے پر گیا تھا۔ میں نے اس سے رابطہ قائم کیا۔ وہ میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے مخاطب کیا تو اس نے کہا۔ "سامنے والی گلی کے بارھویں مکان میں اس کی چھوٹی بہن رہتی ہے۔ آپ موجود ہیں تو میں وہاں جاکر اسکے دروازے پر دستک دیتا ہوں۔"

"چلو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

وہ گلی میں داخل ہوا۔ پھر اس نے بارھویں مکان کے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ ایک چھوٹا سا لڑکا نظر آیا۔ چور نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر پوچھا۔ "بیٹے! کیا مائیکل صاحب یہیں رہتے ہیں؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ "مکان کے اندر سے کسی لڑکی کی آواز سنائی دی۔ "وکٹر! کون آیا ہے؟"

اس لڑکے نے کہا۔ "معلوم نہیں، یہ صاحب کسی مائیکل کو پوچھ رہے ہیں۔"

پھر ایک نوجوان لڑکی نظر آئی۔ اس نے درد رے پر آکر پوچھا۔ "آپ کسے ڈھونڈ رہے ہیں؟"

چور نے ایک کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ لڑکی نے اسے پڑھنے کے بعد کہا۔ "اس میں مکان نمبر بارہ جے لکھا ہے اور ہمارے مکان کا نمبر بارہ جی ہے۔ آپ جے بلاک میں جاکر دیکھیں۔"

اس نے کاغذ کو واپس کیا۔ چور نے اپنی جیب میں رکھ کر واپس پلٹ گیا۔ میں نے کہا۔ "شکریہ، تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔"

میں اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا نام سوزی تھا۔ وہ سینئر کیمبرج کی طالبہ تھی۔ اس مکان میں اپنے چھوٹے بھائی وکٹر اور بڑی بہن روزی کے ساتھ رہتی تھی۔ وہی روزی جو سانجھل کی دوست تھی اور اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ میرا خیال تھا کہ اسے روزی کی موت کی اطلاع ضرور دی جائے گی یا پھر دیکھا جائے گا کہ روزی کے گھر نہ آنے سے سوزی اور اس کے بھائی پر کیا ردعمل ہوتا ہے۔ یا سانجھل اس کے قتل کی واردات کو کس طرح ان بہن بھائی سے چھپاتا ہے؟

میں پھر کسی وقت اس کے دماغ میں جھانکنے کے لیے وہاں سے واپس آگیا۔ سانجھل کا ذاتی مکان مولمن شہر میں تھا۔ وہاں بھی ایک چوکیدار ہوا تھا مگر ابھی تک مولمن شہر تک پہنچ نہیں سکا تھا۔ اس لیے میں اس کے دماغ سے بھی واپس آگیا۔ میں پھر اس چور کے پاس پہنچا جو پومی کی کوٹھی کے سامنے اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا۔ "میں ابھی آپ ہی کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ اجن کمار واپس آگیا ہے۔ میں قریبی ٹیلیفون بوتھ سے اس کے گھر پر اسے مخاطب کرتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ایک راستے سے گزر کر دوسرے راستے پر پہنچا۔ وہاں ایک ٹیلیفون بوتھ تھا۔ اس نے اندر جاکر اس گیسٹ نما اجن کمار کے فون نمبر پر اس سے رابطہ قائم کیا۔ ریسیور کان سے لگا کر سننے لگا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔ پھر کسی نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو؟"

چور نے پوچھا۔ "کیا آپ گل شبو، گل ہزارہ کے منیجر ہیں؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "یہ آپ کیا بول رہے ہیں۔ کس چیز کے منیجر؟"

چور نے پوچھا۔ "کیا یہ گل فروش کی دکان نہیں ہے؟"

"جی نہیں، رانگ نمبر۔"

ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں دوسری طرف بولنے والے کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ وہ اس کوٹھی کا ایک ملازم تھا۔ جیسے ہی اس نے ریسیور رکھا۔ پاس ہی صوفے پر بیٹھے ہوئے اجن کمار نے اس کا سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے کہا۔ "صاحب! رانگ نمبر تھا۔"

اجن کمار نے کہا۔ "فون ادھر لاؤ۔"

ملازم نے فون اٹھا کر اس کے قریب ہی چھوٹی سی تپائی پر رکھ دیا۔ وہ نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس وقت تک میں اس گیسٹ کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ وہ پومی کے متعلق سے پوچھنا چاہتا ہے کہ وہ خیریت سے پہنچ چکی ہے یا نہیں؟

اس وقت اس کے تصور میں ایک ہیلی کاپٹر پرواز کر رہا تھا۔ اس سے لٹکے والی ایک سیڑھی سے پومی جھول رہی تھی۔ باری گرد دکھاری تھی۔ لوگ اسے ٹریپیز گرل کہتے تھے۔ جب ہیلی کاپٹر نے پرواز کرنے والے ہیلی کاپٹر کی سیڑھی سے لٹک کر جمناسٹک کرتب دکھائے تھے تو اس کی شہرت دور تک پہنچ گئی تھی۔ پولیس اعلیٰ حکام نے اس پر اعتراض کیا تھا کہ اس خطرناک مشغلے میں جان کا خطرہ ہے۔ اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

لیکن پومی ضدی تھی۔ اس کی وجہ سے ارجن کمار کو یہ کیس عدالت تک لے جانا پڑا۔ اس نے ایسی کئی کتابیں، بیشمار تصویریں اور کچھ معرکہ فلمیں پیش کیں جن میں دیو مالا کے کتنے ہی مشہور بازی گر اپنی زندگی کو خطرات میں ڈال کر حیرت انگیز تماشے دکھاتے ہیں اور وہ تماشے نہیں عزم و ہمت کے کارنامے کہلاتے ہیں اور انسانی تاریخ میں ریکارڈ کے طور پر محفوظ رہتے ہیں۔

ارجن کمار نے یہ کیس پومی کے حق میں جیت لیا۔ اس کے بعد پولیس والے یہ بات لے کر پیچھے پڑ گئے کہ دریا کے اوپر پرواز کرنے اور ہمناسٹک کے کرتب دکھانے، پھر دریا میں گرنے کا مطلب کچھ اور ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی گہری چال ہے۔ شاید دریائی راستے سے اسمگلنگ ہوتی ہے۔

اس کی سوچ نے آگے بتایا کہ اسمگلنگ تو یقیناً ہوتی ہے لیکن اسمگلنگ کا کوئی مال پومی کے پاس نہیں ہوتا۔ وہ سگنل گرل کا رول انجام دیتی ہے۔ جب پرواز کرتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی سیڑھی سے نیچے لٹکتی ہے تو جمناسٹک کے کرتب کے دوران ہاتھوں اور پیروں کی مخصوص حرکتوں سے پیغام رسانی کرتی ہے۔

ارجن کمار کا تعلق ریڈ پاور سے تھا۔ پومی ریڈ پاور کی ایک خطرناک فائٹر اور ایک باکمال ایجنٹ سمجھی جاتی تھی۔ اپر برما میں کمیونسٹوں کا غلبہ تھا۔ وہاں سے گوریلا جنگ لڑنے والے باغیوں کے لیے کبھی آتشی اسلحہ اور کبھی جنگی ضروریات سے متعلق ضروری سامان روانہ کیا جاتا تھا۔ لانچ یا موٹر بوٹ کے ذریعے وہ سامان دریائی راستے سے آتا جاتا تھا۔ پومی اشارتی پیغام کے ذریعے ان لانچ والوں یا موٹر بوٹ والوں کی رہنمائی کرتی تھی کہ انھیں کس ساحل پر لنگر انداز ہونا چاہیے۔ کس ساحل پر کوسٹ گارڈز وغیرہ کا خطرہ ہے۔

اسی وقت ارجن کمار نے ایک کالج کے فون کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ وہ کالج دریا کے ایک ساحل پر تھا۔ وہاں ایک کار پومی کے لیے موجود رہتی تھی۔ وہ تیرتی ہوئی اس ساحل تک پہنچتی تھی۔ پھر کالج میں جاکر لباس بدلتی تھی۔ اس کے بعد اس کار میں بیٹھ کر شہر واپس آجاتی تھی۔

رابطہ قائم ہوتے ہی ارجن کمار نے پومی کے متعلق دریافت کیا۔ اس کالج کے ملازم نے کہا۔ "وہ یہاں آئی تھیں۔ لباس بدلنے کے بعد چلی گئی ہیں۔ آپ کے لیے پیغام چھوڑا ہے کہ آپ ان کا انتظار نہ کریں۔ وہ رات کو کسی وقت واپس آئیں گی یا پھر کل تک واپسی ہو گی۔"

یہ سننے کے بعد ارجن کمار نے جھنجلا کر ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ پھر سوچنے لگا۔ "عجیب بیہودہ لڑکی ہے کبھی بتا کر نہیں جاتی۔ کچھ ہو گیا تو میں اس کا انتظار ہی کرتا رہ جاؤں گا۔"

اس نے پھر ریسیور اٹھایا۔ ریڈ پاور کے باس کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "جی فرمائیے، ریکارڈ آن ہے۔"

وہ اپنا پیغام ریکارڈ کرانے لگا۔ "باس! جو پیغام پومی کے قبیلے پہنچایا گیا تھا وہ اپنے ساتھیوں تک پہنچ گیا ہے۔ پومی بخیریت واپس آگئی ہے لیکن کچھ بتائے بغیر کہیں چلی گئی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس کی نگرانی کی جائے۔ شہر میں فرہاد اور اس کی پوری ٹیم موجود ہے۔ وہ کہیں ان کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اب وہ میرے متعلق سوچ رہا تھا۔ "کیا فرہاد اس وقت سانجھل کی دوست کے دماغ میں موجود تھا۔ سانجھل بہت ہی محتاط رہنے والا آدمی ہے۔ اس نے اتنی حسین عورت کو خواہ مخواہ ہی مارڈالا۔ بدبخت نتاشا کمال اور پھر تیلا ہے۔ بیک وقت تین یا چار خنجر اپنے شکار کی طرف پھینکتا ہے اور شکار ہزار تدبیر کے باوجود بچ نہیں سکتا۔ اتنی صلاحیتیں رکھنے کے باوجود اس کے دماغ پر فرہاد آسیب کی طرح چھایا ہوا ہے۔ وہ کسی بھی ایسے شخص کے قریب نہیں رہنا چاہتا جس کے پاس فرہاد کی موجودگی کا شبہ ہو جائے۔ اسی لیے وہ میرے پاس سے بھی چلا گیا۔ مجھے بھی نہیں بتایا کہ کہاں جانے والا ہے۔"

اس نے سر کو جھٹک کر سوچا۔ "اونہہ، جہنم میں جائے۔ میں خواہ مخواہ اس کے متعلق سوچ رہا تھا۔ مجھے تو سونتی کے متعلق سوچنا چاہیے۔ سانجھل سے جاتے جاتے وعدہ کیا ہے کہ جلد ہی سونتی کو میرے پاس پہنچا دے گا۔ شرط یہی ہے کہ جب بھی سونتی اس کے سامنے آئے تو میں اس کے سامنے گونگا بنا رہوں ورنہ فرہاد مجھ تک پہنچ جائے گا۔ کیا مصیبت ہے۔ اتنی حسین عورت اتنے طویل انتظار کے بعد مل رہی ہے اور میں دل کی بات نہیں کہہ سکوں گا۔ گونگا بن کر رہنا ہوگا۔ آہ! کیا کیا جاسکتا ہے۔ کوئی بات نہیں گونگا بن کر ہی گزارا کر لوں گا۔"

وہ تصور میں حسین سونتی کو دیکھنے لگا۔ پھر وہ خیال ہی خیال میں آگے بڑھنا چاہتا تھا میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ مجھے غصہ آرہا تھا۔ یہ میری مجبوری تھی کہ اس وقت میں اسے ذہنی اذیتیں نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اگر اسے پھیڑتا تو میری موجودگی کا علم ہو جاتا۔

اس وقت سات بج رہے تھے۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ اس کوٹھی سے باہر نگون شہر جگمگاتے ہوئے قمقموں سے روشن ہو چکا ہوگا۔ لیکن میں ایک قیدی کی طرح وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ شہر کے حسن کو نہیں دیکھ سکتا تھا اور نہ ہی کسی تفریح میں حصہ لے سکتا تھا۔ مجھے ذرا سی جھنجلاہٹ ہوئی۔ یہ بھی کیا زندگی ہے اور یہ بات بھی قابل غور تھی۔ سانجھل نے پوچھا تھا کہ میں کب تک اس

کوٹھی میں قید رہوں گا۔ کب تک باہر نہیں نکلوں گا؟"

یہ سوال جواب طلب تھا۔ اس کا جواب مجھے ہی دینا تھا۔ میں وہاں سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اعلیٰ بی بی کی خواب گاہ میں پہنچا۔ وہ موجود نہیں تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی کہیں جا رہی تھی۔ میں نے پوچھا "کہاں جا رہی ہو؟"

"ابھی واپس آجاؤں گی۔ اسی دستاویز کی چوری کا سلسلہ ہے۔ کچھ معاملات طے کرنے ہیں۔"

"تم کسی نہ کسی بہانے کوٹھی سے نکل کر باہر کی سیر کر لیتی ہیں۔ میں کب تک قیدی بنا رہوں گا؟"

"غالباً تم وہاں رہ کر اکتا گئے ہوں گے۔ تمھاری زندگی تو ایڈونچر سے بھرپور رہی ہے تم ایک جگہ کیسے ٹھہر سکتے ہو ——"

اس آخری جملے نے مجھے چونکا دیا۔ اچانک ہی تمہیں یاد آگئی بے چاری ایڈونچر کے شوق میں میرے ساتھ کہاں بھٹکتی رہی تھی اور آخر کار مارا گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کہاں گم ہو گئے؟"

"سوچ رہا ہوں کہ ایڈونچر کا شوق پورا ہونا چاہیے۔ اس ماحول سے باہر نہیں نکلوں گا تو بیمار پڑ جاؤں گا۔"

"بیمار پڑیں تمھارے دشمن۔ میں رات کے کھانے سے پہلے واپس آجاؤں گی پھر ہم باہر نکلیں گے۔ یہاں کے کاسینو نائٹ کلب صبح تک جوان رہتے ہیں۔ جاگتے رہتے ہیں۔"

میں نے اُسے بتایا کہ ارجن کمار کا تعلق ریڈیو یا ورسے ہے اور وہ لوگ پوری دنیا سے ایک سگنل گرل کا کام لیتے ہیں۔ اس کے ذریعے کمیونسٹ باغیوں تک پیغام رسانی ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں نے بتایا کہ ارجن کمار کس طرح رمونتی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ ساتھ ہی نے وعدہ کیا ہے کہ جلد از جلد رمونتی کو اس کے پاس پہنچا دے گا۔

اعلیٰ بی بی نے کچھ سوچ کر کہا "کیوں نہ دشمنوں کو چھیڑا جائے اور رمونتی کو ان کے سامنے چارہ بنا کر ڈالا جائے؟"

"کیا کہہ رہی ہو۔ رمونتی کو اب میں کسی مشکل میں نہیں ڈالوں گا۔"

"پوری بات پہلے سن لو۔ رمونتی وہیں کوٹھی میں رہے گی۔ اس کے چاروں اطراف سخت پہرہ رہے گا۔ میں رمونتی کے میک اپ میں باہر نکلوں گی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "یہ پرفیکٹ نائس آئیڈیا ہے۔ میں ارجن کمار کے دماغ میں جھانک کر معلوم کرتا ہوں کہ وہ رات کو کب تک جاگتا ہے اور کہاں کہاں وقت گزارتا ہے۔ اس کے دوست کہاں ہوتے ہیں۔ اس طرح تم اس کے سامنے سے کبھی گزرو گی یا کبھی اس کے دوستوں کی نظروں میں آؤ گی تو وہ لوگ ضرور ارجن کمار کو اس بات کی اطلاع دیں گے اور وہ تمھیں رمونتی سمجھ کر تمھارا تعاقب شروع کر دے گا۔"

"اور یہ خبر سانجھل تک بھی پہنچ سکتی ہے کہ رمونتی رنگون کہیں بھٹک رہی ہے۔"

"میں ابھی اس بات پر غور کرتا ہوں۔ تم آؤ گی تو ہم اس پر عمل کریں گے۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر ارجن کمار کے دماغ میں جھانک کر اس کی رات کی مصروفیات کے متعلق معلومات حاصل کرنا رہا۔ میں نے اس کے دوستوں کے نام پتے معلوم کیے۔ مجھے ارجن کمار کا بھی علم ہوا۔ جہاں سے رمونتی یا اعلیٰ بی بی گزریں تو وہ کے آلکار انھیں دیکھ سکیں۔

پھر میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ اس کے بعد میں مرجانہ کے متعلق سوچا۔ پچھلی بار اس کی بیماری کے دماغ سے معلوم کیا کہ وہ بخیریت ہے اور پہلے جیسی مرجانہ بن چکی ہے۔ اس وقت وہ نیا لباس میں بہت ہی حسین اور بہت ہی شرمیلی نظر آرہی تھی۔ مالدار دیکھ دیکھ کر اس پر قربان ہو رہی تھی۔ اس وقت میں نے براہ راست مرجانہ کو مخاطب نہیں کیا تھا۔

اس بار میں اس کے دماغ میں جیسے ہی پہنچا وہ چونک سی گئی۔ اسے اپنے دماغ میں کوئی غیر معمولی سی بات محسوس ہوئی۔ اس کی سوچ نے کہا "کیا فرہاد میرے دماغ میں موجود ہے؟"

اس خیال سے ہی وہ شرمانے جھجکنے لگی اور آس پاس یوں دیکھنے لگی جیسے مجھ سے کترانے اور چھپنے کی جگہ تلاش کر رہی ہو۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے۔ کیا ہم آپس میں اجنبی ہیں؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "فرہاد! چلے جاؤ مجھے خوف لگ رہا ہے۔ میں اب وہ نہیں رہی جو کچھ ہمارے درمیان ہو چکا اسے ماضی کی ایک بھول سمجھ کر بھول جاؤ۔"

"مرجانہ! تم بھلائی جانے والی چیز نہیں ہو۔ یاد ہے تم نے ہر جائی پن کا طعنہ دیا تھا اور میں نے جواباً کہا تھا کہ میری زندگی جو بھی لڑکی میرے شانہ بشانہ جینے کا سلیقہ اور مرنے کا حوصلہ کر آتی ہے میں اس کا ہاتھ کبھی نہیں چھوڑتا اور تم بھی ایسی ہی ایک لڑکی ہو۔"

"میں ایسی نہیں رہی۔ میں بدل گئی ہوں۔ میرے دماغ میں کسی بھی دشمن سے لڑنے جھگڑنے کا خیال تک نہیں آتا۔ کبھی موقع آیا تو میں دشمن کو محبت سے موم کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تمھارا دماغ اس حد تک ٹھنڈا ہو گیا۔ تمھارا غرور ختم ہو گیا ہے اور تم ایک نارمل لڑکی بن گئی ہو۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دشمن اگر جان کے دشمن بن کر آئیں تو تم شریفانہ گفتگو سے موم ہو جاؤ۔ کوئی بھی دشمن ہو۔ کوئی بھی شکل ہو۔ جب بھی اس کے سامنے شریفانہ گفتگو کی جاتی ہے تو وہ اپنے

دل کے کمزور سمجھتا ہے۔"

"کچھ بھی ہو۔ بابا نے مجھے بہت کچھ سکھایا ہے میں جو سیکھ کر آئی ہوں اس پر عمل کروں گی اور آزماؤں گی کہ محبت کتنا بڑا اور کتنا زبردست ہتھیار ہے۔ وہ ہتھیار ہاتھ میں نہیں ہوتا، زبان میں ہوتا ہے، دل میں ہوتا ہے اور دشمن اس سے زیر ہو جاتے ہیں۔"

"تم کہاں کی بات کہاں لے جا رہی ہو۔ چلو بابا نے جو کچھ سکھایا ہے اس پر عمل کر لینا لیکن بابا نے یہ تو نہیں سکھایا کہ فرہاد سے دور چلی جانا؟"

"اطھوں نے یہ بھی سمجھایا ہے کہ فرہاد دماغ میں آتا ہے۔ دل میں جگہ بناتا ہے۔ پھر اس دل کو ہمیشہ کے لیے ویران چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ سمجھ دار لڑکیاں پہلے سے محتاط رہتی ہیں۔ اس لیے مجھے بھی محتاط رہنا چاہیے۔ کبھی اتنی دوستی، اتنی گفتگو۔ اتنی بے تکلفی نہ ہو کہ بعد میں مجھے پچھتانا پڑے۔"

میں نے حیرانی سے کہا "یہ بابا صاحب تو مجھ سے بڑی ہی ڈھکی چھپی دشمنی کر رہے ہیں۔ آخر میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔ نہ وہ مجھے اپنے پاس آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ نہ خیال خوانی کے ذریعے باتیں کرتے ہیں۔ ادھر سونیا کو اپنے پاس بلا کر رکھ لیا۔ ادھر تمھیں میرے خلاف بہکا دیا۔ کمال ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان کے متعلق کیا رائے قائم کروں؟"

"بابا صاحب ایک عظیم انسان ہیں۔ تمھاری رائے کسی بھی ہو ان کی شخصیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"میں قصیدہ سننا نہیں چاہتا۔ تم یہ بتاؤ کہ مجھ سے وہ بے تکلفی، وہ دوستی نہ سہی، لیکن ہم نے ماضی میں بہت عرصہ ساتھ گزارا ہے۔ بڑے ہی نشیب و فراز سے گزرتے آئے ہیں۔ اس ماضی کے حوالے سے ہم باتیں تو کر سکتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک دوسرے سے مل تو سکتے ہیں۔"

"ہمارا ملنا، ہمارا باتیں کرنا زیادہ مناسب ہے۔ بابا نے مجھے ہدایت دی ہے کہ میں جلد ہی اپنی پسند کا کوئی شریف لڑکا دیکھوں اور شادی کر لوں۔ جب میں شادی کر لوں گی اور میرے تمام خیالات، میرے تمام جذبات، میری تمام توجہ اپنے جیون ساتھی کے لیے ہو گی تو پھر مجھ پر تمھاری باتوں کا اور گھاتوں کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔"

"یعنی میں ایک مہلک مرض ہوں۔ مجھ سے نجات حاصل کرنے اور شفا پانے کا کامیاب نسخہ تمھیں بتا دیا گیا ہے۔ اب تو مجھے سنجیدگی سے بابا کے متعلق غور کرنا ہو گا۔ سمجھنا ہو گا کہ وہ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔"

اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ مرجانہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف جانے لگی میں نے کہا "میں نے تمھیں تنگ چوڑی دار پاجامے اور پشواز میں دیکھا تھا تم بہت حسین لگ رہی تھیں۔"

"مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ پلیز چلے جاؤ۔"

میں خاموش ہو گیا۔ وہ بے اختیار اپنے حسن و جمال کے متعلق سوچنے لگی۔ اسے یاد آیا کہ جب اس نے پچھلی رات وہ لباس پہن کر قدِ آدم آئینے میں اپنا سراپا دیکھا تھا تو خود کو دیکھتی رہ گئی تھی کتنی پیاری کتنی حسین لگ رہی تھی۔ مشرقی لباس نے اس کا رنگ روپ ہی بدل ڈالا تھا۔

میں چپ چاپ اس کے دماغ میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ عورت اندر سے کتنی ہی پتھر ہو، فولاد ہو مگر اپنے حسن کی تعریف سن کر اندر ہی اندر خود جہاں بچھتی ہے اور خود گرفتار ہوتی چلی جاتی ہے۔

اس نے بیرونی دروازے پر پہنچ کر اسے کھول دیا۔ دروازے پر سونیا کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ گلے لگ گئی۔ سونیا نے اُسے پیار کیا۔ پھر مسکرا کر بولی "مجھے فرصت ہی فرصت ہے۔ سوچا کیوں نہ تمھارے ساتھ کچھ وقت گزاروں۔"

وہ دونوں اندر آگئیں۔ مرجانہ نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا "کیوں مسٹر فرہاد! آپ میرے پاس موجود ہیں؟"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا "کیا فرہاد یہاں ہیں؟"

میں نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں موجود ہوں مگر تم یہاں کیسے؟ تمھیں تو اپنے ٹائم ٹیبل کے مطابق بابا کے پاس ہونا چاہیے۔"

"بابا صاحب نے میرے لیے پیغام بھیجا تھا کہ وہ دو دن تک بالکل تنہا رہیں گے اس لیے میں ان کے کاج میں نہ آؤں جب مجھے یہ خبر ملی تو میں مرجانہ کے پاس چلی آئی۔ اب یہاں پیرس میں اس کے ساتھ پرسوں تک رہوں گی۔"

میں نے پوچھا "یہ بابا صاحب آخر کیا بلا ہیں؟"

سونیا نے گھور کر خلا میں دیکھتے ہوئے کہا "کیا بکواس کر رہے ہو؟ بابا صاحب کی شان میں گستاخی نہ کرو۔"

"کیوں نہ کروں۔ کبھی تو یوں لگتا ہے کہ وہ ہٹلر آف انڈر ورلڈ نیو جنریشن کا جوادارہ قائم کیا ہے، اس کی اعلیٰ بی بی اور جاپانی چور اور دوسرے لوگ صرف میری خدمات کے لیے ہیں۔ کبھی پتہ چلتا ہے کہ وہ میرے خلاف محاذ بناتے جا رہے ہیں؟"

"تمھیں اس بات کا شبہ کیسے ہوا؟"

"اس طرح کہ تم میری پرانی اور عزیز ترین ساتھی ہو۔ انھوں نے تمھیں مجھ سے دور کر دیا اور اپنے پاس بلا کر رکھ لیا۔ مرجانہ میری دوست تھی۔ اب وہ بالکل ہی بدل گئی ہے کہتی ہے بابا نے مجھ سے تکلف ہونے کے لیے منع کیا ہے اور اسے ہدایت دی ہے کہ وہ فوراً کسی اچھے شخص سے شادی کر لے۔"

"تو بابا نے کون سا برا مشورہ دیا ہے۔ تمھیں شرم نہیں آتی۔ مرجانہ سے جو کچھ ہو چکا ہے اسے بھول جاؤ۔ وہ ابھی لڑکی ہے سامنے

اچھی زندگی گزار نے دو۔ اسے چھیڑو گے تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"میں نہیں چھیڑوں گا لیکن بابا صاحب کا رویہ مجھے کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔"

"کیا سوچنے پر مجبور کر رہا ہے؟"

"یہی کہ آئندہ تم ان کے پاس کانچ میں جاؤ گی تو میں ضرور تمہارے دماغ میں پہنچ کر ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"تم اس خیال خام میں نہ رہو۔ میرے دماغ میں موجود ہو گے تو انھیں پتہ چل جائے گا۔ وہ تمھیں فوراً ہی بھگا دیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ پہلی بار میں ان سے بے حد متاثر کیوں ہوا تھا؟ ان کی شخصیت کا رعب مجھ پر کس طرح پڑا تھا؟ کیا اب بھی وہی کیفیت ہوگی۔ تجزیہ کرنا کوئی بُری بات نہیں ہے؟"

"دیکھو فرہاد، بابا صاحب کی مرضی کے خلاف کبھی کوئی قدم نہ اٹھانا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ان کے پاس تمہارے دماغ کے ذریعے نہیں جاؤں گا اور ان کی خواہش کے مطابق مراجعہ کو بھی نہیں چھیڑوں گا لیکن پھر میری شرط یہ ہوگی کہ تم بابا صاحب کو چھوڑ کر میرے پاس چلی آؤ۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہاں بابا صاحب نے مجھے بہت سکون، بہت آرام دیا ہے۔ میں روحانیت سیکھ رہی ہوں۔ اس سے دماغ کو اور روح کو کتنا سکون ملتا ہے میں بیان نہیں کر سکتی۔ تم یقین کرو جب سال، دو سال، چار سال کے بعد تمہارے پاس آؤں گی تو مجھے پہچان نہیں سکو گے۔ میں پہلے سے زیادہ حسین، پہلے سے زیادہ کم عمر نظر آؤں گی۔"

"بس بس، نہ مجھے تمہارے حسن کی ضرورت ہے نہ کم عمری کی۔ تم جیسی بھی ہو میرے پاس آ جاؤ۔"

"میں نہیں آؤں گی۔"

"کیا بابا صاحب کی اہمیت مجھ سے زیادہ ہے؟"

"میں تم پر اس لیے انھیں ترجیح دے رہی ہوں کہ وہ بزرگ ہیں، اچھی باتیں سکھا رہے ہیں۔ تم اس بات کو سمجھتے کیوں نہیں ہو۔ دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہے جو فرہاد سے مجھے دور کر سکے۔ یا فرہاد کے خلاف میرے دماغ پر غالب آ جائے۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ میرے پاس چلی آؤ۔ میں بابا صاحب سے ناراض ہوں۔ اگر ان کے پاس نہیں پہنچ سکتا تو ان سے احتجاج کا یہی ایک طریقہ ہے کہ میں اپنی جنرز ان سے واپس لے لوں۔ صرف تم نہیں میرا بیٹا بھی تمہارے ساتھ واپس آئے گا۔"

"فرہاد یہ کیا الٹے سیدھے فیصلے کر رہے ہو۔"

"مجھے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ میں جا رہا ہوں۔ خدا حافظ۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ وہ مجھے آوازیں دینے لگی: "فرہاد دیکھو مت جاؤ۔ تمھیں خدا کی قسم، میری قسم، پارس کی قسم واپس آؤ اور میری بات سنو۔"

میں اس کی قسم پوری کر رہا تھا کیونکہ میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ بیکن وہ چپ چاپ کھڑی ہوئی خلا میں گھورتی ہوئی اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرنے کی کوشش کر رہی تھی پھر غصے سے بولی: "مجھ سے فراڈ مت کرو۔ میں تمہاری رگ رگ کو پہچانتی ہوں تم میرے پاس موجود ہو۔ سنو! نہ تو پارس یہاں سے جائے گا، میں تمھارے پاس آؤں گی۔ پارس یہاں ہر طرح سے محفوظ ہے۔ تمہاری ضد کی وجہ سے میں اسے خطرات میں نہیں ڈالوں گی۔ تم ناراض ہوتے ہو تو ہو جاؤ۔ میں نے ایک نہیں ہزار بار تمھیں ناراض ہوتے اور پھر سونیا سے دوستی کرتے دیکھا ہے۔ بس اب بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

"جب تم بھاگ ہی رہی ہو تو تمہاری اور تمھارے بابا کی ایسی کی تیسی۔ اب میں تمھارے پاس کبھی نہیں آؤں گا۔ آخری بار خدا حافظ۔"

میں چپ ہو گیا۔ اس بار اس نے پریشان ہو کر مجھے آوازیں دیں۔ "فرہاد! میں تو محبت سے بھاگنے کے لیے کہہ رہی ہوں تم میری محبت کو میرے انداز کو خوب سمجھتے ہو۔ مجھ سے ایک بار اچھی طرح خود لڑ کہہ کر رخصت ہو جاؤ۔"

میں خاموش رہا۔ وہ بار بار مجھے آوازیں دیتی رہی۔ پھر پریشان ہو کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ مراجعہ نے پوچھا: "کیا بات ہے۔ کیا فرہاد سے جھگڑا ہو گیا ہے؟"

"ہاں، خواہ مخواہ مجھے پریشان کرتے رہتے ہیں۔ ابھی کہہ گئے ہیں کہ کبھی نہیں آئیں گے۔ آخری بار خدا حافظ کہہ گئے ہیں۔ اونہہ! مقناطیس سے کہتا ہے کہ نہیں آئے گا۔"

میں نے اس کے بھرپور اعتماد پر محبت سے مسکراتے ہوئے رابطہ ختم کر دیا پھر جمیلہ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ اپنے کمرے کے فرش پر بیٹھی ہوئی پلاسٹک کے باریک ریشے کے ذریعے ایک چٹائی بُن رہی تھی۔ اس کی بناوٹ میں بڑی خوبصورتی، بڑا کمال تھا۔ اس چٹائی میں رنگ برنگے پھول بنتے جا رہے تھے۔ میں نے اس کے دماغ سے معلوم کیا۔ میرا بیٹا پارس اس وقت ایک پالنے میں سو رہا تھا۔ وہ مطمئن تھی اور اسی لیے بڑی لگن سے اپنے ہنر کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

میں نے اُسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر سوچنے لگی پھر میں نے اسے یقین دلایا کہ میں فرہاد علی تیمور اس سے مخاطب ہوں تو خوش ہو گئی۔ اس نے کہا: "آپ کا بیٹا بالکل خیریت سے ہے ماشاء اللہ صحت بھی اچھی ہے۔"

"جمیلہ! وہ صرف میرا اور رسونتی کا نہیں تمھارا بیٹا بھی ہے۔ بلکہ تمھارا حق اس پر زیادہ ہے تم میرے بیٹے کے لیے جو کچھ کر رہی ہو اسے میں کبھی نہیں بھول سکوں گا۔"

"جناب! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ نے مجھ ماما کی ماری کو ایک ایسا تحفہ دیا ہے جسے پا کر میں اپنی پچھلی تمام بدنصیبی بھول گئی ہوں۔"

میں نے اس سے تھوڑی دیر باتیں کیں۔ اس سے کہا کہ وہ ذرا اللہ کرکے بچے کے پاس جائے اور اسے دیکھے۔ میں اس کی سوچ کے ذریعے اپنے بچے کو محسوس کرنا چاہتا تھا۔

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ بچے کے پاس گئی۔ محبت کے جذبوں سے سرشار ہو کر کبھی اسے چومتی، کبھی اس کے بال سنوارتی، میں اس کے دماغ میں تھا مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں اپنے بیٹے کو چوم رہا ہوں، کھیل رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد میں اس سے رخصت ہو گیا۔ رات کے نو بج رہے تھے۔ میرا خیال تھا اعلیٰ بی بی دس بجے تک واپس آ جائے گی تو ہم باہر نکلنے کا پروگرام بنائیں گے۔ میرے دل نے کہا۔ مجھے رسونتی سے ملنا چاہیے۔ اگرچہ وہ مجھ سے گھبراتی ہے، ڈرا کتراتی ہے مگر آہستہ آہستہ مانوس ہو جائے گی۔

میں اعلیٰ بی بی کے بیڈ روم سے نکل کر رسونتی کی خوابگاہ کی طرف آیا۔ اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دروازے کا پردہ ایک طرف ہٹا ہوا تھا۔ میں نے ایک دلچسپ تماشا دیکھا۔ وہاں دو عدد رسونتی ایک دوسرے کے سامنے کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے فوراً ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ معلوم ہو گیا کہ وہ دوسری اعلیٰ بی بی ہے۔

رسونتی اپنی ہمشکل کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھ رہی تھی۔ اس کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر پہلے تو یہ پوچھا تھا: "تم کون ہو؟"

اعلیٰ بی بی کا جواب تھا: "میں رسونتی ہوں۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ رسونتی میں ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے مسکرا کر سنجیدگی سے کہا: "تم درست کہتی ہو تم بھی رسونتی ہو۔ میں بھی رسونتی ہوں۔ ہم دونوں ایک ہیں۔ ہمارے شریر (جسم) الگ نظر آتے ہیں مگر ہماری آتما ایک ہے۔ میں تمھارے شریر سے نکل کر بھٹک رہی تھی۔ آج مجھے یہ منزل مل گئی۔"

جب اعلیٰ بی بی اسے یہ بات سمجھا رہی تھی، تب ہی میں دروازے کے پاس پردے کے پیچھے پہنچ گیا تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا۔ رسونتی نے پوچھا: "تم میرے اندر سے کیسے نکلیں؟ کہاں بھٹک گئی تھیں؟ تمھاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

"یہی تو مشکل ہے تم بہت کچھ بھول گئی ہو۔ جب تم مندر میں پہنچائی گئیں تو ایک نوزائیدہ بچی تھیں۔ وہاں سے تمھیں جو تعلیم دی گئی اس کے مطابق کیا تمھیں اتنا بھی یاد نہیں ہے کہ جب آتما (روح) بے چین ہوتو وہ اپنی تڑپ اور بے چینی سے مجبور ہو کر کبھی کبھی جسم سے اس طرح الگ ہوتی ہے کہ جسم تو زندہ رہتا ہے مگر روح سے خالی ہوتا ہے۔ جس طرح تم ابھی زندہ ہو مگر تمھاری آتما یہاں سامنے کھڑی ہوئی ہے اور وہ میں ہوں۔ میں اپنے شوہر، اپنے جیون ساتھی فرہاد کے لیے بھٹک رہی تھی۔ اس کے لیے بے چین تھی۔ میں نے انتظار کیا کہ تمھارا شریر (جسم) تمھارا دل، تمھارا دماغ اپنے جیون ساتھی کو پہچان لے گا تو میں پُرسکون ہو جاؤں گی۔

مجھے سکون مل جائے گا لیکن تم اب تک اسے بھلائے میٹھی ہو تم اسے پہچاننے سے انکار کر رہی ہو۔ تم اس سے گھبراتی ہو۔ دور بھاگتی ہو لیکن اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اس سے دور نہیں رہ سکتی۔ میں اس کے پاس رہوں گی۔ اسی لیے میں تمھارے اندر سے نکل آئی ہوں۔ اب تم آدھی اُدھر اور آدھی اِدھر ہو۔"

میں مسکرانے لگا۔ واقعی اعلیٰ بی بی بڑی باکمال تھی۔ بڑے اچھے انداز میں اُسے میری طرف مائل کرنے اور قائل کرنے کا ایک نیا راستہ ڈھونڈ لیا تھا۔ یوں بھی اسے رسونتی کے ٹیک اَپ میں رہنا تھا۔ اس طرح وہ رسونتی کو اس کے مذہبی چکروں میں اُلجھا کر میری طرف مائل کر رہی تھی۔

میں پردہ ہٹا کر کمرے میں داخل ہوا۔ پھر ان دونوں کو دیکھتے ہی جان بوجھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ دونوں مجھے دیکھنے لگیں میں نے حیرانی پوچھا: "یہ کیا؟ میری بیوی، میری رسونتی کون ہے؟"

رسونتی اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر میں کہنے والی تھی پھر ایک دم سے رک گئی جیسے یہ حرکت اس سے بے اختیار سرزد ہونے والی تھی اور وہ عین وقت پر سنبھل گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا: "اپنے آپ کو رسونتی کہنے کے لیے ہم دونوں میں سے کوئی (میں) نہیں کہہ سکتا کہ میں تمھاری رسونتی ہوں۔ ہیں ہم کہنا ہوگا۔ اس کے لیے کہ ہم دونوں الگ الگ نظر آتے ہونے بھی الگ نہیں ہیں۔"

میں اعلیٰ بی بی کی باتوں کے دوران رسونتی کے دماغ میں تھا۔ اس کی سوچ تذبذب کا شکار تھی۔ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے آپ کو دیکھ رہی تھی۔ سر سے پاؤں تک بالکل وہی تھی۔ ناک نقشہ بھی تھا۔ کہیں سے کوئی فرق نہیں تھا اور وہ دوسری رسونتی دعویٰ کر رہی تھی کہ وہ اس کے جسم کا، دل کا، دماغ کا وہ حصہ ہے جو اپنے فرہاد کے لیے بے چین رہتا ہے۔ اب تک وہ حصہ اپنے فرہاد کی تلاش میں بھٹکتا رہا اور آج اپنی منزل تک پہنچ گیا ہے۔

اعلیٰ بی بی نے مجھے دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر سر کو جھکایا۔

پھر فرش پر گھٹنے ٹیک دیے اور آنکھیں بند کر کے بولی: "میرے مرتاج! میرے جیون ساتھی! میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی میں اب تک انتظار کرتی رہی کہ اپنے دونوں وجود کے ساتھ تمھارے پاس چلی آؤں لیکن میرا وہ حصہ جس کا تعلق میرے دماغ سے ہے۔ وہ آپ کو بھول گیا ہے۔ وہ حصہ آپ کے پاس آنا نہیں چاہتا اس لیے میں الگ ہو کر آپ کے چرنوں میں آگئی ہوں۔"

میں بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اعلیٰ بی بی کے پاس آیا پھر اسے دونوں بازو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولا: "یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میری رسونتی کا ایک حصہ آج مجھے مل رہا ہے۔ کل دوسرا حصہ مل جائے گا۔ میری شریکِ حیات! تمھاری جگہ میرے چرنوں میں نہیں بلکہ میرے دل میں ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے اعلیٰ بی بی کو اپنے بالکل قریب کر لیا۔ تب وہ گھبرا گئی۔ وہ تو ڈرامہ کر رہی تھی مگر یہ ڈرامہ دل میں دھک دھک پیدا کرنے لگا تھا۔

اس کے دماغ نے کہا: "فوراً ہی فرہاد سے دور ہو جانا چاہیے۔" مگر دل نے کہا: "نہیں، یونہی ذرا سا سوچنے کے بہانے، سمجھنے کے بہانے، گھبرانے کے بہانے اسی طرح رہنا چاہیے۔ اس طرح دھڑکنوں کو آرام آ رہا ہے۔"

ہائے، یہ دل کیسا ہرجائی ہوتا ہے۔ فولادی سینے میں بند کر کے رکھو، تب بھی دوسرے کے لیے بے ایمان بھاگتا ہے۔ وہ اس وقت اپنی مضبوط قوتِ ارادی سے کام لے کر مجھ سے دور ہونا ہی چاہتی تھی کہ میں نے اس کی سوچ کے فیصلے کہا: "کیا کر رہی ہو؟ ڈرامہ مکمل ہونے دو۔ اگر تم مجھ سے دور ہو گی تو رسونتی پر بھید کھل جائے گا۔ وہ سمجھ لے گی کہ تم اس کے جسم کا دوسرا حصہ، اس کی آتما، اس کا وہ دل نہیں ہو جو میرے لیے تڑپتا ہے۔ اسے دماغ سے سوچنے دو۔ اس دماغ سے جو مجھے بھول چکا ہے پلیز۔"

اس نے بڑا ہی کمزور سا اعتراض کیا: "نہیں، یہ اچھی بات نہیں ہے فرہاد! تم ہی کسی بہانے مجھ سے دور ہو جاؤ۔ میں کیا بتاؤں۔ دیکھو تم سب سمجھتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمھیں پریشان نہیں کروں گا لیکن اس بات کا اعتراف کر دو کہ تم میری سامی ہو۔"

وہ چپ رہی۔ ایک دم سے جیسے میرے قریب ٹھہر سی گئی۔ جیسے سب کچھ بھول گئی ہو۔ صرف سامی یاد رہ گئی ہو۔ میں نے کہا: "میں نے تمھیں کتنے ہی دنوں سے سامی کہہ کر، اعلیٰ بی بی کہہ کر یا سمیرا کہہ کر مخاطب نہیں کیا۔ صرف اس لیے کہ تم نے مجھے سامی کہنے کی اجازت نہیں دی۔ اب بولو۔"

اچانک ہی اس نے پوری قوتِ ارادی سے کام لیا۔ ایک دم سے اپنے آپ کو چھڑا کر الگ ہو گئی۔ منہ پھیر کر شرماتے ہوئے بولی: "چھی، چھی، میں بھی کیسے دل کے ہاتھوں مجبور ہو گئی۔ یہ سب کچھ آپ کی شریکِ حیات ہوں۔ آپ میرے جسم و جان کے مالک ہیں لیکن پھر بھی اپنے سائے کے سامنے، اپنے دوسرے حصے کے سامنے کچھ لاج شرم ہوتی ہے۔ میں آپ سے اکیلے میں باتیں کروں گی اور اپنے بے چین دل کا حال سناؤں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے چلتی ہوئی باہر چلی گئی۔ اب اعلیٰ بی بی میرے سامنے تنہا رہ گئی تھی۔ وہ گم صم کھڑی تھی۔ جو کچھ وہ دیکھ رہی تھی اسے یقین آ بھی رہا تھا اور نہیں بھی — اور جب یقین آتا تھا تو اس کے دل میں عجیب سی ہلچل پیدا ہوتی تھی۔ دماغ میں ایک حاسدانہ جذبہ پیدا ہوتا تھا جیسے پتہ نہیں اس کی کون سی چیز چھینی جا رہی ہو۔ کبھی اس کا دماغ کہتا تھا کہ وہ خود اپنے اندر سے نکل کر میرے قریب آئی تھی اور کبھی اس کا دماغ کہتا تھا کہ اپنا سایہ بھی اپنے جیون ساتھی کے پاس چلا جائے تو عورت اسے برداشت نہیں کرتی۔ جلنے کڑھنے لگتی ہے۔

یہ سوچتے ہی وہ پھر سنبھل گئی اور سنبھل کر سوچنے لگی: "میں کیوں اس شخص کو جیون ساتھی کہہ رہی ہوں؟ یہ کون لگتا ہے مگر وہ، وہ رسونتی۔۔۔"

اس نے دروازے کی طرف دیکھا پھر تیزی سے چلتے ہوئے دروازے سے باہر نکل گئی۔ وہ اعلیٰ بی بی کے پیچھے گئی تاکہ اسے پوری طرح معلومات حاصل کرے اور اپنے آپ کو مطمئن کر سکے۔ وہ دوسری رسونتی کو تلاش کرتی ہوئی ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ وہاں اعلیٰ بی بی صوفے سے پشت لگائے آنکھیں بند کیے، اپنے دونوں ہاتھ رکھے دھڑکنوں کو خاموش کرنے میں مصروف تھی۔ کی اداؤں سے یہی ظاہر ہو رہا تھا۔ میں اگر اس کے دماغ میں کراس کی دلی کیفیت معلوم کرتا تو وہ مجھے اپنے دماغ میں داخل نہ ہونے دیتی۔ اس لیے میں رسونتی کے پاس موجود رہا۔

آہٹ سن کر اعلیٰ بی بی نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے خواب محسوس ہوا جیسے میں آگیا ہوں۔ پھر رسونتی کو دیکھ کر وہ مطمئن ہو گئی۔ یہ عجیب سی بات ہے کہ عورت جسے شدت سے چاہتی ہے اس سے غیر شعوری طور پر ڈرتی بھی ہے۔ ہاں، ڈرتی بھی ہے کہ اسے چاہنے والا بڑی چاہت سے لوٹنے آ رہا ہے۔

رسونتی اس کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ کر بولی: "میں بہت پریشان ہوں۔ سچ سچ بتاؤ، کہیں تم میری ہمشکل تو نہیں؟"

اعلیٰ بی بی نے اپنی سانسوں پر قابو پاتے ہوئے کہا: "میں باتیں کر رہی ہو میں تمھیں سمجھا چکی ہوں کہ میں تم ہوں اور تم ہم دونوں رسونتی ہیں۔ تم رسونتی کا وہ حصہ ہو جس کا تعلق دماغ سے ہے اور وہ دماغ اپنے جیون ساتھی کو بھول گیا ہے میں رسونتی کا وہ حصہ ہوں جس کا تعلق دل سے ہے اور دل جب تک اپنی دھڑکن کو نہیں بھولتا، اپنے محبوب کو بھی نہیں بھولتا۔"

کہنے کو وہ کہہ گئی پھر ایک دم سے چپ ہو گئی۔ اسے یوں لگا جیسے وہ سامی کی حیثیت سے میرا اور اپنی دھڑکنوں کا رشتہ جوڑ رہی ہو۔

پھر اسے خیال آیا کہ میں رسونتی کے دماغ میں بیٹھ کر اسے دیکھ سکتا ہوں۔ اسے سن سکتا ہوں۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر بولی۔ "آج انھیں پا کر میرے اندر کچھ ہو رہا ہے۔ میں تنہائی چاہتی ہوں۔ ان کے قدموں میں بکھر جانا چاہتی ہوں۔ تم بھی تنہا رہ کر سوچو۔ اگر میری بات تمھاری سمجھ میں آ جائے تو ہم کل صبح تک پھر ایک جان ہو جائیں گے اور ایک ہو کر اپنے فریاد۔۔۔"

وہ پھر ٹھٹک گئی۔ بات پوری نہ کر سکی۔ رسونتی سے منہ پھیر کر ڈرائنگ روم سے باہر آئی۔ اسی وقت میں کوریڈور میں پہنچ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دوڑتے ہوئے اپنے کمرے میں گئی اور دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔

میں نے ڈرائنگ روم کی طرف دیکھا۔ وہاں رسونتی ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی مجھے دیکھ رہی تھی چند لمحوں تک وہ تذبذب میں ہی ہو چکی رہی کہ اسے میرے پاس آ کر صحیح حالات کا علم حاصل کرنا چاہیے یا نہیں۔ پھر وہ بڑا حوصلہ کر کے وہاں سے اٹھی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ڈرائنگ روم کے دروازے کے پاس آئی۔ پھر دروازے کے ایک پٹ کا سہارا لے کر تقریباً مجھ سے منہ چھپاتے ہوئے بولی: "آپ سچ سچ بتائیں۔ کیا میرے دو حصے ہو گئے ہیں؟"

میں نے بڑے پیار سے کہا: "رسونتی! ہمارے پاس آنکھیں ہیں اور یہ آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ ادھر بھی تم ہو اور ادھر بھی ایک رسونتی اس کمرے میں گئی ہے۔ پھر ہم آنکھوں دیکھی سچائی کو کیسے جھٹلا سکتے ہیں۔ مگر ایک بات یاد رکھو۔ تمھارے دو حصے تو کیا دس حصے ہو جائیں تب بھی میں تمھیں چاہتا رہوں گا کیونکہ تمھارا تعلق دماغ سے ہے۔ میں وہ محبت چاہتا ہوں جو دل اور دماغ کے مشترکہ جذبوں سے ہو۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ سنتی رہی اور میری باتوں سے دل کے اندر کچھ ایسا محسوس کرتی رہی جیسے میں وہاں جگہ بنا رہا ہوں اور وہ مجھے اس جگہ سے ہٹا رہی ہے اور یہ ہٹانا، یہ انکار کرنا محض ایک ہٹ دھرمی ہے۔ وہ اس بات کو سمجھ رہی تھی۔ میں نے کہا: "زیادہ الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دماغ پر زور مت ڈالو۔ اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔"

وہ اپنی ساری کو درست کرتے ہوئے، سر پر آنچل رکھتے ہوئے میرے سامنے سے سر جھکا کر گزر گئی۔ گزرتے وقت بھی ایک ذرا سا سہما ہوا انداز تھا۔ جیسے میں قریب پہنچتے ہی اسے پکڑ لوں گا لیکن یہ اس کا خیالِ خام تھا۔ وہ اطمینان کا سانس لیتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ اسی وقت ڈرائنگ روم سے فون کی گھنٹی سنائی دی۔ میں نے وہاں پہنچ کر ریسیور کو اٹھانے کے بعد ہیلو کہا۔

دوسری طرف سے سانبھل کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا: "کیا ہوا؟ کیا تمھاری ٹیلی پیتھی اب تک مجھے تلاش نہیں کر سکی؟"

میں نے کہا: "ذلیل کمینے! جب تم مجھے قتل نہیں کر سکے تو تم نے یہ اوچھا وار کیا ہے۔ اتنے سخت پہرے کے باوجود میری رسونتی کو اٹھا کر لے گئے ہو۔"

اس کی ہنسی اچانک ہی رک گئی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا: "تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"انجان مت بنو۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ رسونتی کو تم لے گئے ہو۔ وہ اپنی مرضی سے کہیں نہیں جا سکتی اور نہ ہی تمھارے سوا کوئی دوسرا اس کا دشمن ہے۔"

وہ یقیناً سخت حیران اور پریشان ہو گا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پہنچنے کی کوشش کرتا تو اسے خبر ہو جاتی اور وہ ریسیور رکھ دیتا۔ مزید گفتگو نہ ہو سکتی۔ وہ تھوڑی دیر تک چپ رہا۔ یقیناً اضطراب میں مبتلا ہو گا اور یہ سوچ رہا ہو گا کہ رسونتی اتنے سخت پہرے سے نکل گئی ہے تو اسے ضرور تلاش کر کے اپنی گرفت میں رکھنا چاہیے۔

میں نے آواز دی: "کیا ہوا؟ کہاں گم ہو گئے ہو؟ میری بات کا جواب دو۔ اگر مجھے رسونتی آدھے گھنٹے کے اندر نہ ملی تو میں تمھیں پاتال سے بھی نکال کر لے آؤں گا۔"

میرے اس چیلنج نے شاید اسے یقین دلایا کہ واقعی رسونتی میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اس نے فوراً ہی ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بھی ریسیور رکھ کر ٹیلی پیتھی کی چھلانگ لگائی اور گینڈے ارجن کمار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی مجھے اس کے ذریعے فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو۔"

دوسری طرف سے سانبھل کی آواز سنائی دی: "کیا تم نے رسونتی کو دیکھا ہے؟"

ارجن کمار نے کہا: "میں بھلا کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ تم خود جانتے ہو کہ وہ کتنے سخت پہرے میں ہے۔"

اس نے بات کاٹ کر کہا: "یہی تو بات ہے۔ وہ اتنے سخت پہرے سے بھی نکل گئی ہے۔ میرے دماغ میں یہ بات آئی ہے کہ شاید

تم نے ریڈ پاور کے آدمیوں کے ذریعے اسے حاصل کر لیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو مجھ سے نہ چھپاؤ۔ دوست کی حیثیت سے پہلے بھی تم نے میری مدد کی ہے۔ میں بھی تمھارے کام آتا رہا ہوں۔ اس بار ہم رسونتی کے ذریعے فرہاد کو اس کی پناہ گاہ سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیں گے۔"

"سانجھل! یہ ضروری نہیں ہے کہ جو بات تمھارے دماغ میں آئی ہے، وہ درست ہو۔ یقین کرو دوست! میں نے رسونتی کو ایک عرصے سے نہیں دیکھا ہے اور اسے دیکھنے کی تمنا میں جی رہا ہوں۔ ویسے رسونتی کا وہاں سے نکل جانا ہمارے لیے خوشخبری بھی ہے اور یہ سوچنے کا مقام بھی ہے کہ وہ کیسے نکلی؟ نہ تم نے نکالا نہ میں نے، پھر وہ تیسرا شخص یا تیسری تنظیم کون سی ہو سکتی ہے؟"

تھوڑی دیر تک دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ سوچتے رہے۔ پھر گرینڈے ارجن کمار نے کہا: "ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ رسونتی دماغی طور پر کمزور ہے اور یہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ فرہاد کو اپنے شوہر کی حیثیت سے اور پارس کو اپنے بیٹے کی حیثیت سے نہیں پہچانتی ہے۔ یقیناً فرہاد کو اجنبی سمجھ کر اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے کوئی موقع پا کر وہاں سے نکل گئی ہے۔"

"ہاں، تمھاری یہ بات سمجھ میں آتی ہے تم بتاؤ اب اسے کیسے تلاش کیا جائے؟"

"میں ابھی ریڈ پاور کے باس سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ اس کے تمام آدمی اسے تلاش کرنے کے لیے شہر کے ہر علاقے میں پھیل جائیں گے۔"

"ارجن! دوست کے کام آ کر دوستی ثابت کرنے کا موقع ہے تم میرے کام آ کر فرہاد کو میرے سامنے آنے پر مجبور کر سکتے ہو۔ اس طرح تمھارا بھی فائدہ ہے۔ میں فرہاد کو ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹا دوں گا۔ رسونتی پر صرف تمھارا قبضہ ہوگا۔ فرہاد اور اس کی ٹیلی پیتی سے تمھیں پھر کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔"

"جانتا ہوں۔ یہ بہت ہی سنہرا موقع ہے۔ تم اطمینان رکھو۔ میں صبح ہونے سے پہلے ہی رسونتی تک کسی نہ کسی طرح پہنچ جاؤں گا۔ یہ بتاؤ۔ تم کہاں ہو۔ میں تمھیں کیسے خبر کر سکتا ہوں؟"

"ابھی میرا پتہ نہ پوچھو۔ میں ایک جگہ نہیں ٹھہرتا۔ پتہ نہیں فرہاد کس کے ذریعے میرے پاس پہنچ جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ اچانک سامنے آئے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اچانک اس کے سامنے پہنچوں۔ دشمن کو دہشت زدہ کرنے، اُسے نفسیاتی طور پر کمزور بنانے کے لیے یہ چال بہت اہم ہوتی ہے۔ بہرحال میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ارجن کمار دوسرے فیز ڈائل کرنے لگا۔ اس نے پہلے ریڈ پاور کے باس کو یہ خبر سنائی اور اس سے درخواست کی کہ سارے آدمی رسونتی کی تلاش میں پھیلا دیے جائیں۔ شہر کا کوئی کوچہ کوئی گلی نہ چھوڑی جائے بلکہ ہر مکان میں جھانکنے کی کوشش کی جائے۔

باس نے جواب دیا: "اطمینان رکھو۔ ہمارے تمام آدمی اس کی تلاش میں نکل پڑیں گے۔ میں ابھی حکم جاری کرتا ہوں۔ بائی دے وے، یہ تمھاری بیٹی کیا کرتی پھر رہی ہے؟"

ارجن کمار نے پوچھا: "کیا ہوا۔ کیا آپ نے پومی کو کہیں دیکھا ہے؟"

"ہاں، شام کو وہ ریس کورس گراؤنڈ میں تھی۔ ایک امریکی باڈی گارڈ اسے شرط لگا رہا تھا کہ وہ گھڑ سواری میں اس سے آگے نکل جائے گی۔ میرے ایک رپورٹر نے بتایا ہے کہ دونوں میں شرط کے طور پر دوڑ شروع ہوئی جیسا کہ ہم جانتے ہیں، پومی خطرات سے کھیلنے کا موقع تلاش کرتی رہتی ہے۔ وہ بہت ہی خطرناک رفتار سے گھوڑے کو دوڑا رہی تھی جب اس امریکی نے دیکھا کہ وہ آگے نہیں نکل سکے گا تو ایک موقع پر اس کے برابر پہنچتے پہنچتے اس نے گھوڑے کی چابک پومی کو رسید کر دی۔ نتیجہ ظاہر ہے۔ پومی کب پیچھے رہنے والی تھی۔ اس نے اس امریکی گھڑسوار کی وہ درگت بنائی ہے کہ وہ اس وقت ہسپتال میں ہے اور اس کے سفارتخانے والے پومی کی تلاش میں ہیں۔ یہ تمھاری بیٹی ہمارے لیے مصیبتیں پیدا کر دیتی ہے۔"

ارجن کمار نے ہنستے ہوئے کہا: "وہ ہمارے اور آپ کے لیے بھی خطرات سے کھیلتی ہے۔ اس لیے اس کے بچکانہ لڑائی جھگڑے کو برداشت کرنا ہی ہوگا۔ ہم سفارتخانے والوں سے نمٹ لیں گے۔ وہ اس وقت کہاں ہوگی کیا آپ کے آدمی بتا سکتے ہیں؟"

"آخری اطلاع کے مطابق وہ ایک چائنیز ریستوران چنگ لاہ میں ڈنر کے لیے گئی تھی۔ وہاں فون کر کے معلوم کرو۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ارجن کمار نے ریڈ پاور کے باس کے دماغ میں کود کر دیکھا۔ وہ سنجیدگی سے سر جھکائے سوچ رہا تھا۔ یہ اچھا موقع ہے اگر رسونتی ہمارے ہاتھ لگ جائے گی تو فرہاد صاحب سے ایک بار پھر دوستی کا آغاز ہو سکتا ہے۔ میں انھیں اطلاع دوں گا کہ رسونتی میرے پاس محفوظ ہے۔ وہ جب چاہیں ایک دوست کی طرح آ کر اسے لے جا سکتے ہیں یا میں ان کے پاس اسے پہنچا دوں گا۔ یہ ارجن کمار خواہ مخواہ اس کے عشق میں مبتلا ہے۔

میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ بڑے ہی شاطرانہ انداز میں سوچ رہا تھا کہ ایسے موقع پر ریڈ پاور کے لیے کون زیادہ اہم ہے۔ ارجن کمار یا فرہاد علی تیمور۔ یقیناً میں اہم تھا۔ وہ رسونتی کو میرے لیے تلاش کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ پہلے تو اس نے آنے کی اجازت نہیں

دی۔ پھر دوسرے ہی لمحے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

"شرما جانے دو۔ اس وقت بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ پھر میں نے اسے بتایا کہ کس طرح میں نے سانجھل، ارجن کمار اور ریڈ پاور کے باس تک یہ اطلاع پہنچا دی ہے کہ رسونتی ہماری پناہ سے نکل گئی ہے۔ اب وہ سب اس کی تلاش میں پورے شنگون شہر کی خاک چھانیں گے۔ ان کے درمیان یہ کھیل جاری ہے کہ سانجھل کو اس پناہ گاہ سے باہر نکالنے کے لیے رسونتی تک پہنچنا چاہتا ہے۔ ارجن کمار اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہے اور ریڈ پاور کا باس میری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے رسونتی کو تلاش کر رہا ہوگا۔ ہلکی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ریڈ پاور یا اس کے آدمی رسونتی تک نہ پہنچ سکیں۔"

"میں سمجھ گئی۔ میں بحیثیت رسونتی، ارجن کمار کے آدمیوں کے آس پاس بھٹکتی رہوں گی۔ یقیناً وہ مجھے پکڑ کر اسی کے پاس لے جائیں گے۔ اور اس طرح وہ مجھے سانجھل کے پاس پہنچائے گا اور وہ تمھیں اپنے پاس آنے پر مجبور کر سکے گا۔ ٹھیک ہے۔ میں اپنے تمام چوروں کو اطلاع دے رہی ہوں کہ وہ ہمارے یہاں سے نکلنے سے پہلے دشمنوں کے آس پاس جال پھیلانے کی پوری کوشش کریں۔"

"ریڈ پاور کے اور سانجھل کے آدمی اس کوٹھی کے آس پاس کہیں نہ کہیں موجود ہوں گے۔ تم رسونتی کے روپ میں اس طرح یہاں سے نکلنا کہ ان کی نظروں میں نہ آ سکو۔ کیونکہ رسونتی کے نکل جانے کی اطلاع ان لوگوں کے پاس پہنچ چکی ہے اب وہ تمھیں نکلتے دیکھیں گے تو بات بگڑ جائے گی۔"

"میں یہ سمجھتی ہوں۔ تم اطمینان رکھو۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد میں یہاں سے نکل جاؤں گی۔ تم آدھ گھنٹے بعد مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرنا میں بتا دوں گی کہ اس وقت شہر کے کس حصے میں ہوں۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ ارجن کمار کے ذریعے معلوم کیا کہ وہ پومی تک پہنچ سکا ہے یا نہیں؟ پتہ چلا کہ اس نے پومی ریستوران چنگ لاہ سے فون کے ذریعے معلومات حاصل کی تھیں۔ وہاں سے جواب ملا کہ مس پومی یہاں آئی تھیں اور ڈنر کے بعد چلی گئیں۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر مردانہ آواز میں کہا: "ہیلو کون صاحب ہیں؟"

دوسری طرف سے سانجھل کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا: "تم کون ہو؟ فرہاد کو ریسیور دو۔"

میں نے اسی طرح بدلی ہوئی آواز میں کہا: "فرہاد صاحب آرام کر رہے ہیں۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ جس کی بیوی گھر سے بھاگ گئی ہو وہ آرام کیسے کر سکتا ہے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ہماری مادام یہاں سے بھاگی نہیں ہیں بلکہ ایک سانجھل نامی آدمی نے انھیں اغوا کیا ہے۔"

وہ ایک لمحے کے لیے چپ رہا۔ پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا: "یہی تو میں تمھارے فرہاد صاحب کو بتانا چاہتا ہوں۔ میں نے رسونتی کو ایک بچہ دیکھا ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: "سچ آپ بتائیں کہاں دیکھا ہے میں فرہاد صاحب کو جا کر اطلاع کرتا ہوں۔"

اس نے پوچھا: "وہ کہاں ہیں؟"

"اس وقت باہر نکلنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ مادام کی تلاش میں جانے والے ہیں۔"

اس سے سمجھ۔ مادام رسونتی کو ارجن کمار کی کوٹھی میں دیکھا گیا ہے۔ میں کوٹھی کا پتہ بتا رہا ہوں۔ تم فرہاد صاحب کو بتا دو۔"

اس نے ارجن کمار کی کوٹھی کا پتہ بتا دیا۔ پھر ریسیور رکھ دیا۔ میں نے ایک چور کو بلایا۔ اس سے کہا: "میں تھوڑی دیر بعد یہاں سے جانے والا ہوں۔ میرے بعد تم مادام رسونتی کی حفاظت کے ذمہ دار ہو گے۔ چاروں طرف سخت پہرہ دینا۔ میں وہ رہ کر تمھارے دماغ میں جھانکتا رہوں گا اور رسونتی کی خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔"

"جناب! آپ اطمینان رکھیں۔ ہماری لاش پر سے گزر کر ہی دشمن مادام تک پہنچ سکے گا۔"

پھر میں رسونتی کے بیڈ روم کے دروازے پر آیا۔ اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ قالین پر بیٹھی ہوئی سینٹر ٹیبل پر جھکی ہوئی تھی اور گلدان کے پھولوں کو بڑی توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن اس کی سوچیں ان پھولوں سے گزرتی ہوئی میری طرف منڈلا رہی تھیں۔ وہ سوچ رہی تھی: "میرا ایسا دھرم ہے کہ میں یہاں پوجا نہیں کر سکتی۔ میرے کیسے لوگ ہیں کہ مجھے فرہاد کے حوالے کر کے چلے گئے۔ یقیناً وہ پورے یقین سے جانتے ہوں گے کہ میں فرہاد کی دھرم پتنی ہوں۔ میری شادی ہو چکی ہے لیکن کیسے ہوئی۔ میں ہندو ہوں، وہ مسلمان ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اور اس مسلمان سے میرا ایک بچہ بھی ہے۔"

وہ اور زیادہ پریشان ہو کر سوچنے لگی: "کیا سچ مچ میں اس کے بیٹے کی ماں ہوں؟ کیا میں اس کی بیوی ہوں؟"

وہ سوچتے سوچتے رک گئی۔ آگے نہ سوچ سکی۔ اس نے اپنے ایک بازو میں شرم سے منہ چھپا لیا۔ مجھے اس کا یہ انداز بہت پیارا لگا۔ یہی مشرقی ادائیں ہیں، یہی مشرقی شرم و حیا ہے۔ چند لمحوں تک میں دماغ کی اسکرین پر اسے دیکھتا رہا۔ پھر اپنے کمرے میں آ گیا۔ وہاں میں نے لباس تبدیل کرنے کے دوران رسونتی کی سوچ

سے معلوم کیا کہ وہ میری غیر موجودگی کے دوران یہاں سے باہر نہیں نکلے گی۔ اب اس نے مجھ سے دور بھاگنے کا ارادہ تقریباً ترک کر دیا تھا۔ اگرچہ وہ مجھ سے کتراتی تھی لیکن رفتہ رفتہ متاثر ہو رہی تھی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ اس وقت رنگون کے ایک پسماندہ علاقے میں تھی۔ میں نے کہا: "ٹھیک ہے میں اُدھر آ رہا ہوں۔"

میں کوٹھی سے باہر نکلا۔ پورچ میں میری وہی گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس کے شیشوں اور ونڈ اسکرین پر آہنی چادریں چڑھی ہوئی تھیں اور گاڑی بلٹ پروف ہو جاتی تھی۔ ایک مسلح محافظ نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ میں نے بیٹھتے ہوئے کہا "میرے ساتھ صرف ڈرائیور جائے گا۔"

دروازہ بند ہو گیا۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر کے سب سے پہلے چاروں کھڑکیوں پر آہنی چادریں چڑھا دیں۔ ونڈ اسکرین اور پچھلے شیشے پر بھی وہی آہنی چادریں چڑھا دی گئیں۔ پھر اُس نے ایک بٹن کو دبایا۔ اس ونڈ اسکرین کے شیشے پر آگے کا منظر دکھائی دینے لگا۔ اب ہم اندر بیٹھ کر باہر کے منظر دیکھ سکتے تھے۔ اس نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر اُسے ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کے احاطے سے نکل کر مین روڈ پر لایا۔ میں نے اُسے بتایا کہ کس علاقے میں جانا ہے۔ اُس نے گاڑی کا رُخ اُدھر کر دیا۔ میں کبھی کبھی پلٹ کر پیچھے اسکرین پر دیکھتا تھا۔ کوئی گاڑی ہمارا تعاقب کر رہی ہے یا نہیں۔ رنگون شہر رات کو بھی جاگتا رہتا ہے۔ ٹریفک اچھا خاصا چلتا ہے کتنی ہی کاریں اور مختلف قسم کی گاڑیاں پیچھے آ رہی تھیں۔ بسیں اوور ٹیک کر کے گزر رہی تھیں۔ لیکن کوئی خاص گاڑی ایسی نظر نہیں آئی جس پر شبہ کیا جا سکے۔

ویسے بڑی تنظیموں کے آلۂ کار مختلف انداز میں تعاقب کرتے ہیں۔ مثلاً ایک گاڑی ایک چوک سے تعاقب کرتے ہوئے دوسرے چوک تک پہنچتی ہے پھر وہاں سے دوسری گاڑی تعاقب میں لگ جاتی ہے اور پہلی گاڑی اپنا راستہ بدل دیتی ہے۔ اس طرح گاڑیاں بدلتی رہتی ہیں اور اشارے دیتی رہتی ہیں کہ شکار آگے جا رہا ہے۔ یوں کسی خاص گاڑی پر شبہ نہیں ہوتا۔

ذرا دیر بعد میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت دو آدمی اس سے باتیں کر رہے تھے اور اس سے پوچھ رہے تھے کہ وہ تنہا کہاں بھٹک رہی ہے۔ اگر کہیں جانا چاہے تو اسے گاڑی میں پہنچایا جا سکتا ہے۔ وہ اسی لیے بھٹک رہی تھی کہ دشمن کا کوئی ایجنٹ اس کے پاس تو آئے۔ اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہاں "ہاں، میں کسی دھرم شالے میں جانا چاہتا ہوں۔"

وہ اسے ایک بہت ہی قیمتی کار کے پاس لے کر آئے

اس کار کی اگلی سیٹ پر ارجن کمار بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی گاڑی سے اتر کر آیا۔ پھر جھک کر بڑی محبت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا: "آیئے تشریف رکھیے۔ میں آپ کو آپ کی منزل تک پہنچا دوں گا۔"

اس وقت تک میں اس جگہ پہنچ چکا تھا۔ شاید میں وہاں سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ بیچ میں بہت سے کشادہ راستے تھے۔ بیچ در بیچ گلیاں تھیں لیکن اعلیٰ بی بی مجھ سے دور نہیں تھی۔ وہ ذرا ہچکچا رہی تھی۔ اور یہ ظاہر کر رہی تھی کہ تنہا اتنے آدمیوں کے ساتھ جاتے ہوئے اسے خوف آ رہا ہے۔

میں نے گاڑی روکنے کے لیے کہا۔ پھر دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ وہ علاقہ ایسا تھا کہ وہاں کی تنگ گلیوں میں وہ گاڑی گزر نہیں سکتی تھی۔ میں نے ڈرائیور کو وہیں انتظار کرنے کے لیے کہا۔ پھر تیزی سے ایک گلی میں داخل ہو گیا۔ اس گلی سے گزر کر دوسری گلی میں پہنچا۔ پھر وہاں سے گزرتا ہوا تیسری گلی میں آیا۔ اس وقت تک اعلیٰ بی بی گاڑی میں بیٹھنے سے انکار کر رہی تھی۔ بحث کر رہی تھی۔ تب ارجن کمار نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "تم سب چلے جاؤ میں اگلی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہوں۔ دیکھو اگر تمہیں میرے بیٹھنے پر بھی اعتراض ہے تو میں بھی نہیں بیٹھوں گا۔ تم تنہا اس گاڑی میں کسی دھرم شالے تک چلی جاؤ۔ میرا ڈرائیور تمہیں چھوڑ آئے گا۔"

وہ احسان مندی سے ارجن کمار کو دیکھتے ہوئے بیٹھ گئی۔

اچانک ہی میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں چلتے چلتے ٹھوکر لگی تھی۔ میں اوندھے منہ گرتے گرتے سنبھل گیا۔ اب مجھے پتہ چلا کہ مجھے ٹھوکر نہیں لگی تھی۔ بلکہ کسی نے ٹانگ اڑا دی تھی۔ میں نے سنبھل کر دیکھا تو ایک شخص گلی کے فرش پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ میں نے ایک طرف دیکھا تو ایک دروازے پر ایک شخص ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑا ہوا تھا۔ ریوالور کا رُخ میری طرف تھا پھر اس ٹانگ اڑانے والے نے کہا: "فرہاد صاحب! ذرا پیچھے بھی دیکھیں۔"

میں نے اُدھر دیکھا۔ وہاں بھی دو جوان ریوالور لیے کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے کہا: "میں بالکل نہتا ہوں۔ آپ میرے دماغ پر قابض ہو کر میرے ساتھیوں پر میرے ذریعے گولیاں نہیں چلا سکیں گے۔ آپ سے صرف اتنا کہنا ہے کہ یہ آپ کے آگے پیچھے چلتے رہیں گے اور آپ ان کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ جائیں گے۔"

میں نے ایک بار چاروں طرف گھوم کر ریوالور والوں کو دیکھا۔ اب وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آ رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک میرے آگے چلنے لگا۔ گلی میں بیٹھے ہوئے نہتے شخص نے کہا: "آپ اس کے پیچھے چلتے رہیں۔"

میں نے اس کے پیچھے چلنا شروع کیا۔ چلتے چلتے میں نے ارجن کمار کے دماغ میں جھانک کر معلوم کیا کہ کیا کیا اسلحے آدمیوں نے مجھے گھیرا ہے؟

اس کی سمرچ نے بتایا کہ وہ ابھی میرے معاملے سے بے خبر ہے۔ تب میرے دماغ میں بات آئی کہ یہ ریڈ پاور کے آدمی ہیں۔ اور ریڈ پاور کا باس شاید مجھے حراست میں لے کر اپنے پاس بلانا چاہتا ہے جیسا کہ میں اس کی سوچ پڑھ چکا تھا۔ وہ مجھ سے دوستی کرنا چاہتا تھا لیکن دوستی کرنے کا یہ عجیب نامعقول انداز تھا۔

میں نے چلتے چلتے کہا: "دوستو! اگر تم ریڈ پاور سے تعلق رکھتے ہو تو میں تمہارے باس کا دوست ہوں۔ یقین نہ ہو تو فوراً ہی کہیں سے رابطہ قائم کر کے اس سے باتیں کرو۔"

وہ خاموش رہے۔ میری بات کا انھوں نے جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ میرے آگے پیچھے چلتے رہے۔ گلی سے باہر آتے ہی ایک ویگن کار نظر آئی۔ مجھے اس میں بیٹھنا پڑا۔ میرے آگے پیچھے وہ ریوالور والے بیٹھ گئے۔ پھر گاڑی آگے بڑھ گئی۔ میری گاڑی وہاں سے دو گلی کے فاصلے پر تھی اور دوسری طرف اعلیٰ بی بی ارجن کمار کے ساتھ کار میں بیٹھی جا رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا: "یہاں مجھے گھیر لیا گیا ہے۔"

وہ چونک کر بولی: "کیا مطلب؟ کس نے گھیرا ہے؟"

"یہ ابھی نہیں معلوم۔ اگر ریڈ پاور کے آدمی ہوں گے تو تھوڑی دیر بعد میں آزاد ہو جاؤں گا اور اگر سانجھل کے آدمی ہوئے تو میں ابھی سے سنبھلنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"میرے چوروں سے رابطہ قائم کرو۔ انھیں بتاؤ کہ کس گاڑی میں ہو اور کہاں سے گزر رہے ہو۔"

میں نے دو ایک چوروں سے رابطہ قائم کیا اور انھیں بتایا۔ پھر رنگون کے ماسٹر سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ اس سے بھی یہی کہا کہ ہلکا پیلے رنگ کی ویگن میں ہوں۔ دشمنوں میں گھرا ہوا ہوں۔ وہ مجھے کہیں لے جا رہے ہیں۔ اس وقت میں ایک بھری پُری شاہراہ سے گزر رہا ہوں۔ افسوس کہ میں اس شاہراہ کا نام نہیں جانتا لیکن۔ دائیں بائیں اونچی اونچی خوبصورت عمارتیں نظر آ رہی ہیں۔ دو عمارتوں کے درمیان ایک خوبصورت سا پارک بھی نظر آ رہا ہے۔ رنگ برنگے قمقمے ہیں۔ بہت سی گاڑیاں پارکنگ ایریا میں نظر آ رہی ہیں۔"

ماسٹر نے کہا: "اتنا اشارہ کافی ہے۔ میرے آدمی ابھی اس راستے پر پہنچ جائیں گے۔ آپ اسی طرح راستوں کی نشاندہی کرتے رہیں۔"

میں ایسا ہی کرتا رہا۔ اس دوران میں نے ایک بار ارجن کمار کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اس وقت اس کے ٹرانسمیٹر سے اشارہ مسلسل ہو رہا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر آن کیا۔ دوسری طرف سے سانجھل کا آواز سنائی دی: "ہیلو! میں سانجھل ہوں۔ ہیلو، ارجن کمار! اوور۔"

ارجن کمار نے کہا: "میں بول رہا ہوں۔ کیا بات ہے؟ اوور۔"

"ہم نے فرہاد کو گھیر لیا ہے۔ میرے تین آدمی اسے لے کر تمہاری لانچ کی طرف آ رہے ہیں۔ میں اس لانچ کو یہاں سے لے جا رہا ہوں۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔ اوور۔"

اس نے کہا: "میرا انتظار کرو۔ میں بھی اسی طرف آ رہا ہوں۔ بھوم ساتھ چلیں گے۔ رسوتی بھی ہاتھ میں آ گئی ہے اور مجھے اس وقت تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے جیسے ہی ریسیور کو آف کیا۔ اعلیٰ بی بی نے پچھلی سیٹ سے آگے کی طرف کھسک کر ارجن کمار کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا: "یہ تم کس سے باتیں کر رہے تھے۔ میں نے سب سنا ہے۔ تم مجھے کسی لانچ کی طرف لے جانا چاہتے ہو۔ میں نہیں جاؤں گی۔"

وہ اُسے نرمی سے سمجھانے لگا: "رسوتی! میں تمہاری بھلائی کے لیے وہاں لے جا رہا ہوں۔ فرہاد تمہارا پیچھا کرے گا۔ پھر تمہیں پکڑ کر لے جائے گا۔ ابھی تمہارا دھرم شالا میں جانا مناسب نہیں ہے۔ تم لانچ میں چھپی رہو گی۔ پھر میں تمہیں تمہارے لوگوں میں یا تمہارے دیس میں پہنچا دوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے حیرانی کا اظہار کر کے پوچھا: "کیا آپ مجھے پہلے سے جانتے ہیں؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ میرے لوگ کون ہیں؟ میرا دیس کہاں ہے؟"

"میں تمہیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم بھی مجھے بہت اچھی طرح جانتی تھیں۔ ہم نے شادی کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر حالات ایسے پیش آئے کہ تم مجھ سے جدا ہو گئیں۔ دشمنوں نے ہمیں ایک دوسرے سے الگ ہونے پر مجبور کر دیا تھا اور ان دشمنوں میں سب سے پہلا دشمن فرہاد ہے۔"

پھر ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے آن کیا۔ سانجھل کی آواز سنائی دی: "ہیلو! ارجن کمار، میں سانجھل بول رہا ہوں۔ ابھی مجھے پتہ چلا ہے کہ جس گاڑی میں فرہاد کو لایا جا رہا ہے اس کا تعاقب کچھ گاڑیاں کر رہی ہیں۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے لوگوں کو ان راستوں کی پہچان کرا تا جا رہا ہے۔ اگر تم رسوتی کو اپنے ساتھ لے کر آ رہے ہو اور اس کی موجودگی میں ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد رسوتی کے ذریعے تمہارے دماغ میں بھی پہنچ سکتا ہے یا پہنچ چکا ہو گا۔ اگر پہنچ گیا ہے تو میں تمہارے ذریعے سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے لوگوں تک ان راستوں کی نشاندہی نہ کرے اور کسی کو یہ نہ بتائے کہ اسے کسی لانچ میں پہنچایا جا رہا ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا اور اس کے آدمیوں کی کمک پہنچی تو اس سے پہلے رسوتی کو قتل کر دیا جائے گا۔"

اس وقت تک ہماری ویگن کار شہری حدود سے باہر نکل

گئی تھی اور ایک ویران کشادہ سڑک پر تیزی سے دوڑتی جا رہی تھی۔ میں نے رنگوں کے ماسٹر سے کہا: "آپ اپنے آدمیوں کو حکم دیں۔ کہ وہ میری گاڑی کا تعاقب نہ کریں ورنہ میری ایک ساتھی کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ آپ کے آدمی دریائی راستے سے لانچ کے قریب پہنچنے کی کوشش کر سکتے ہیں تاکہ دشمنوں کو تعاقب نہ کرنے کے مطمئن کیا جا سکے۔"

اس کے بعد میں خاموش ہو گیا۔ گاڑی تیز رفتاری سے بھاگتی رہی۔ آخر ہم دریا کے ساحل پر پہنچ گئے۔ چاندنی رات میں وہاں بڑی ہریالی نظر آ رہی تھی۔ ایک خوبصورت سا کاٹج ساحل کے سامنے نظر آیا۔ کاٹج کے سامنے ایک سفید رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے پھر لومی یاد آ گئی۔ وہ اسی کاٹج میں آئی تھی۔ پھر لباس بدلنے کے بعد اسی گاڑی میں بیٹھ کر شہر کی طرف جاتی تھی۔

آخری اطلاع کے مطابق وہ ایک چینی ریستوران میں رات کا کھانا کھا کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں سے اپنے اسی کاٹج میں آئی ہو۔ یقیناً یہی بات تھی کیونکہ وہاں وہی کار کھڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ میرے دل میں ایک عجیب سی ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے رومانہ کا چہرہ گھوم رہا تھا۔ میں لومی کو ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا۔

ریوالور والوں نے مجھے اشارے سے اترنے کے لیے کہا۔ میں گاڑی سے باہر آ گیا پھر میں نے ان سے پوچھا: "کیا یہاں لومی رہتی ہے؟"

وہ مجھے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا: "حیران ہونے کی بات نہیں ہے۔ میں اُسے ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا اسے بلا سکتے ہو؟"

اُن میں سے ایک نے میری گردن پر ریوالور کی نال رکھ دی۔ پھر دوسرے ہاتھ سے آگے کی طرف دھکا دیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے کسی سے ملنے کی اجازت نہیں دیں گے میں چپ چاپ آگے بڑھ گیا۔

ساحل پر لانچ لنگر انداز تھی۔ ہم اس پر سوار ہو گئے۔ وہاں خاموشی تھی۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک ریوالور والے نے زینے پر پہنچ کر الٹے قدموں چڑھتے ہوئے مجھے ریوالور کی زد میں رکھتے ہوئے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ میں زینے پر چڑھنے لگا۔ دو ریوالور والے میرے پیچھے تھے۔ اوپر عرشے پر دو کیبن تھے۔ ان کے دروازے بند نظر آئے۔ ایک ریوالور والے نے ایک جگہ سے دو عدد رسیاں حاصل کیں۔ پھر دو ریوالور والے مجھے عرشے کی ریلنگ کے پاس لے گئے اور وہاں میرے دونوں ہاتھ باندھنے لگے۔ اس طرح کہ میرا ایک ہاتھ دائیں طرف ریلنگ سے پھیلا کر باندھا گیا اور دوسرا بائیں طرف پھیلا کر دوسری طرف ریلنگ سے باندھا گیا۔ اس طرح میرا منہ ان کیبنوں کی طرف تھا اور پشت دریا کی طرف۔

میرا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ سانجھل سامنے آئے گا تو مجھے کیا کرنا ہوگا۔ میں ماسٹر کو مخاطب کرنا چاہتا تھا تاکہ اسے اپنی موجودہ پوزیشن کے متعلق بتا سکوں۔ اسی وقت میں نے جہاز کے عرشے سے ساحل کی طرف ایک کار کو آ کر رکتے دیکھا۔ میں نے فوراً ہی ارجن کمار کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ اعلیٰ بی بی کو رسوتی سمجھ کر اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ پھر اس کار کے رکتے ہی کوئی سایہ مجھے کاٹج کے برآمدے میں نظر آیا۔ میرا دل دھڑکنے لگا۔ شاید وہ لومی ہے۔ شاید گاڑی کی آواز سن کر باہر آئی ہے لیکن وہ میرا دشمن تھا۔ جب وہ کاٹج سے باہر کھلی چاندنی میں آیا تو میں نے سانجھل کو پہچان لیا۔ وہ ارجن کمار کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا: "تمہاری بیٹی نہ تو کاٹج میں ہے اور نہ ہی گاڑی پر۔ پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے۔"

ارجن کمار نے کہا: "وہ ساحل پر ٹہلتے ہوئے دور نکل گئی ہوگی۔ میں اس کی ان عادتوں سے تنگ آ گیا ہوں۔ ہزار بار سمجھایا کہ آدھی رات کو اکیلی باہر نہ جایا کرے۔"

سانجھل نے پوچھا: "بہرحال یہ بتاؤ۔ تمہارے پاس کوئی ریوالور یا چاقو ہے؟"

ارجن کمار نے انکار میں سر ہلایا۔ اس نے مطمئن ہو کر کہا: "پھر تو خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے اندیشہ تھا کہ فرہاد تمہارے دماغ پر قابض ہو کر تمہارے خطیے ہتھیاروں سے کام لے گا۔ چلو، وہاں ہمارا شکار موجود ہے۔"

وہ بڑی احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ کسی ایسے شخص کے پاس ہتھیار نہیں دیکھنا چاہتا تھا جس کے دماغ میں میرے پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ وہ لانچ کے زینے سے چڑھتے ہوئے عرشے پر آئے اعلیٰ بی بی نے مجھے دیکھا تو ایک دم سے پریشان ہو گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس طرح میرے دونوں ہاتھ باندھ کر مجھے بے دست و پا بنا دیا جائے گا۔

سانجھل نے ہنستے ہوئے کہا: "ہیلو فرہاد! میں بہت خوش ہوں صرف ایک بار اپنے بل سے باہر آ جاؤ۔ میں تمہیں خنجر کی نوک پر لے آؤں گا۔ اب میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔"

پھر اُس نے اپنے آدمیوں سے کہا: "لنگر اٹھاؤ۔ لانچ کو یہاں سے آگے بڑھاؤ۔ ورنہ فرہاد کے کتے جنہیں اس نے ہمارے پیچھے لگایا ہے، وہ بھی ضرور آئیں گے۔"

وہ لوگ چلے گئے۔ اعلیٰ بی بی نے سانجھل کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "میں آپ سے واقف نہیں ہوں۔ میرا نام رسوتی ہے۔ آپ کی تعریف؟"

اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس کی سوچ سے سمجھ لیا۔ اس کی ایک انگلی میں ایک ایسی انگوٹھی تھی کہ مصافحہ کرتے وقت اس میں سے ایک سوئی نکلتی تھی اور تھوڑی دیر کے لیے مصافحہ کرنے والے کو ذہنی طور پر مفلوج کر دیتی تھی۔ مجھے یاد آیا۔ ایک بار قائم مقام اعلیٰ بی بی نے لاہور میں کمبر بیدل کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔

سانجھل نے اعلیٰ بی بی کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا: "رسوتی! تم میرے دوست کی امانت ہو۔ ورنہ میں تمہاری جیسی حسین و جمیل۔۔۔۔"

ابھی اس کی بات ادھوری تھی کہ اچانک اعلیٰ بی بی نے اس کے بازو پر اپنا ہاتھ مارا۔ انگوٹھی سے سوئی نکلی ہوئی تھی لیکن سانجھل ذرا سا ایک طرف ہو گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انگوٹھی سے نکلی ہوئی سوئی بازو کی طرف تمیض کو پھاڑتی ہوئی گزر گئی اور اس کا جسم محفوظ رہا۔

اعلیٰ بی بی کی حاضر دماغ تھی سمجھ گئی کہ بھید کھل گیا ہے۔ سانجھل دوسری بار اسے قریب نہیں آنے دے گا۔ اگر چہ وہ کسی زہریلی سوئی کو نہیں سمجھ سکتا تھا لیکن اتنا تو سمجھ سکتا تھا کہ اعلیٰ بی بی کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس سے قمیص پھٹ سکتی ہے۔

وہ تیزی سے پلٹ کر دوڑتی ہوئی میری طرف آئی۔ پھر ریلنگ کی طرف جھک کر میرے ایک ہاتھ کی رسی کو دانتوں سے کھولنے لگی۔ سانجھل تیزی سے اس کی طرف لپکا۔ اچانک میں نے اس کے دماغ کو ذہنی جھٹکا پہنچایا چونکہ اس نے سانس روکی ہوئی نہیں تھی۔ ایک ذرا سا جھٹکا اس کے دماغ کو پہنچا۔ پھر اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ سانس روکتے روکتے لڑکھڑا کر گرتے ہوئے اس نے اعلیٰ بی بی کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ میں ارجن کمار کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ دوڑتا ہوا میری طرف آیا۔ پھر جھک کر دوسرے ہاتھ کی رسی کو دانتوں سے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ رسی بہت مضبوطی سے بندھی ہوئی تھی۔ اسی وقت اس کے پیٹ پر ایک لات پڑی۔ سانجھل نے اُسے ٹھوکر مار کر دوسری طرف الٹنے پر مجبور کر دیا۔ گینڈا بھی مضبوط جسم کا مالک تھا۔ دوسری طرف الٹتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر سانجھل سے ٹکرانے کے لیے بڑھا۔ سانجھل اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ وہ اپنے ہی زور میں دوڑتا ہوا ریلنگ کے پاس گیا۔ پھر دوسری طرف دریا میں گرتے گرتے سنبھل گیا۔ میں اس کے دماغ پر قابض تھا۔ دوسرے لفظوں میں، میں نے ریلنگ کو پکڑ کر اس کے جسم کو دریا میں گرنے سے بچا لیا تھا۔

میں جتنی دیر اسے بچانے میں مصروف رہا۔ اتنی دیر میں سانجھل نے دوڑ کر اس کے پاس پہنچتے ہی پیچھے سے اس کی دونوں ٹانگوں کو پکڑ کر دوسری طرف الٹا دیا۔ تب میں اس کے دماغ میں رہنے کے باوجود نہ بچا سکا۔ کیونکہ اس کا جسم بہت بھاری تھا۔ اسے دوسری طرف الٹاتے ہی وہ لانچ سے نیچے دریا میں جا گرا۔

لمحے میں ایک شخص ایک ٹرے کو دو ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے زینے پر چڑھتا ہوا عرشے پر آیا۔ میں نے دیکھا اس ٹرے پر چار عدد خنجر رکھے ہوئے تھے۔ اعلیٰ بی بی پھر دوڑ کر میرے پاس آ گئی تھی اور رسی کو دانتوں سے کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سانجھل نے دو خنجر اٹھا کر اپنے ہاتھوں میں نچاتے ہوئے کہا: "میں آخری وارننگ دیتا ہوں رسوتی! اگر تم الگ نہ ہوئیں تو میں خنجر پھینکوں گا۔"

وہ فوراً ہی سہم کر کھڑی ہو گئی۔ ایک بار خنجر کو دیکھا۔ دوسری بار مجھے پھر یکبارگی میرے سامنے آ کر میری ڈھال بن گئی۔ اب اس کی حاضر دماغی، اس کی ذہانت سب کچھ ختم ہو چکی تھی۔ وہ صرف ایک عورت تھی۔ وہ عورت جو اپنے محبوب کے لیے آخری وقت میں جان کی بازی لگا دیتی ہے۔ وہ اپنی جان نچھاور کرنے کو تیار تھی۔ میں نے کہا: "ایسا کر رہی ہو۔ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ وہ سفاک قاتل ہے۔ تم نہیں ہٹو گی تو پہلا خنجر تمہارے جسم میں پیوست ہو گا۔ بہتر ہے کہ ذہانت سے کام لو اور ایک طرف ہٹ جاؤ۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی: "نہیں، نہیں میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی تم میری زندگی ہو۔ اس سے پہلے کہ تمہیں کچھ ہو جائے، میں اپنی جان دے دوں گی۔"

اس دوران سانجھل تین خنجروں سے کھیل رہا تھا۔ کبھی ایک خنجر فضا میں بلند ہوتا تھا تو دو خنجر ہاتھ میں ہوتے تھے۔ پھر ہاتھ کا دوسرا خنجر فضا میں بلند ہوتا تھا تو فضا میں بلند ہونے والا پہلا خنجر اس کے ہاتھ میں آ جاتا تھا۔ وہ بڑی پھرتی سے بازی گری کے تماشے دکھا رہا تھا۔ اس نے ایک خنجر کو اعلیٰ بی بی کی طرف پھینکا وہ پنکھے کی طرح گردش کرتا ہوا گیا۔ اعلیٰ بی بی کے ذرا قریب پہنچ کر واپس سانجھل کے پاس چلا گیا۔ اس نے اسے دستے کی طرف سے مٹھی میں جکڑ لیا۔ پھر اس نے بڑی سفاکی سے ہنستے ہوئے کہا: "میں تم جیسی خوبصورت عورت کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ اپنے دوست کو اس لیے پانی میں پھینکنا پڑا کہ فرہاد اس کے دماغ پر قابض تھا۔ وہ ابھی تیر کر واپس آ جائے گا لیکن تم اس بار نہیں ہٹو گی تو۔۔۔۔"

اعلیٰ بی بی میرے گلے کا ہار اور میری موت کے آگے ڈھال بنی

ہوئی تھی۔ میں نے آہستگی سے اس کے کان میں کہا: "جب تک میں تم سے محبتیں مانگتا رہا، تم انکار کرتی رہیں۔ چلو، اب کہہ دو کہ تم میری سامی ہو۔"

"فریاد! یہ کیسی بات پوچھ رہے ہو۔ میں تمہاری سامی ہوں۔ ہزار بار سامی ہوں۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "سامی! میری محبت! اب میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ تم نے اپنی محبت بھری دیوانگی میں غور نہیں کیا کہ میرے صرف ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ پاؤں آزاد ہیں۔ ذرا تماشا دیکھو جس وقت یہ خنجر پھینکے گا اس وقت میں الٹ کر رینگ کے دوسری طرف چلا جاؤں گا۔ پھر یہ میرے قریب آئے گا۔ اس کی ساری توجہ میری طرف ہوگی۔ تم پھر ایک بار اپنی اس انگوٹھی والی سوئی کو استعمال کرنے کی کوشش کرنا۔"

اعلیٰ بی بی کو عقل آگئی۔ اسے میری باتوں سے اطمینان ہوا تو یہ بھی سمجھ گئی کہ اب تک وہ جذبات میں بہہ رہی تھی، دماغ سے کام لینا بھول گئی تھی۔ وہ فوراً ہی ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہوگئی۔ میرے سامنے ذرا فاصلے پر کھڑا سانجھل تین خنجروں کو اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر نچا رہا تھا۔ اور دستے سے روکتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا: "لو سنبھلو۔ میں پہلا خنجر پھینک رہا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی اس کے پیچھے کیبن کا بند دروازہ کھلا۔ میں نے حیران نگاہوں سے دیکھا۔ مجھے رومانہ نظر آئی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر سانجھل کو ایک لات ماری۔ اس کے ہاتھ سے تینوں خنجر چھوٹ کر ادھر ادھر عرشے کے فرش پر گر پڑے۔ سانجھل نے پلٹ کر دیکھا۔ اسی وقت اسکے منہ پر دوسری لات پڑی۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ کیا وہ رومانہ ہے؟

"ہاپ ہپ، ہاپ ہپ۔" وہ لڑکی سے شعلہ بن گئی جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی بھڑکتے ہوئے شعلے کی طرح سانجھل کے اطراف چکر کھانے لگی۔ بالکل وہی رومانہ کا انداز تھا۔ غضب کا لچکتا ہوا بدن تھا۔ غضب کی پھرتی تھی۔ وہ بندوق کی گولی کی طرح سنسناتی ہوئی گزرتی تھی۔ ٹھائیں ٹھائیں۔ جیسے گولی چلتی ہے ویسے ہی سانجھل کے منہ پر یکے بعد دیگرے دو ٹھوکریں پڑیں۔ ٹھائیں، ٹھائیں۔ پھر "ہپ ہا، ہپ" کی آواز کے ساتھ وہ دور جا کر کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہوگئی۔

میری داستان پڑھنے والے سب ہی جانتے ہیں کہ رومانہ جمناسٹک کے آسمان کی بجلی تھی۔ آسمان سے آنے والی بجلی کو بہت کم زمین پر گرتے دیکھا گیا ہے۔ اس وقت رومانہ تھی یا پومی۔ اس کی برق رفتاری سے بھی پتہ نہیں چلتا تھا کہ کب گرتی ہے اور کب سنبھلتی ہے۔

رومانہ کا اسٹارٹنگ پوائنٹ یہ تھا کہ پہلے ہی ہے [illegible] کی ناک سے لہو کے آنسو ٹپکنے لگے تھے۔ بڑی عجیب بات تھی کہ [illegible] کمسن دوشیزہ کا اسٹارٹنگ پوائنٹ بھی یہی تھا۔ سانجھل کی [illegible] سے لہو بہہ رہا تھا۔ شاید اس کا سر چکرا گیا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر [illegible] سے ٹیک لگاتے ہوئے جھلاتے ہوئے بولا: "کون ہو تم؟"

وہ کمر پر ہاتھ رکھے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے حقارت سے کہا: "میں ہے جوالا کی بیٹی پومی ہوں۔ یو بلڈی کاؤ وڈ! دشمن کے ہاتھوں کو باندھ کر حملے کرتے ہو؟ کم آن! اگر تم زیرو پر پڑے ہو تو ایک خنجر کو بھی اٹھانے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو میں اس وقت تمہارے حوالے کر دوں گی اور اگر ناکام ہوئے تو اس دشمن کے ہاتھ کھول کر تمہیں اس کے حوالے کر دوں گی۔ کم آن....."

سانجھل نے اپنی ناک کے خون کو آستین سے پونچھ کر پھر غرا کر پوچھا: "اچھا تو تم پومی ہو۔ اچھا جوالا کی بیٹی؟"

پومی نے کہا: "وہ گینڈا میرا اپنا سوتیلا باپ ہے۔ میں پہلے پلکی ہوں، میں جے جوالا کی بیٹی ہوں۔ اگر تم مجھے باتوں میں لگا ان خنجروں تک پہنچنا چاہتے ہو تو یہ تمہاری خوش فہمی ہے چلو، میں تمہیں ایک موقع دیتی ہوں۔ میں دوسری طرف پھیرتی ہوں۔ تم اس سے فائدہ اٹھا لو۔"

یہ کہتے ہی وہ دوسری طرف گھوم گئی۔ پھر دوسرے لمحے اسی طرف گھوم کر ایک فلائنگ کک ماری۔ سانجھل اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا لیکن اس کی [illegible] میں ہی رہ گئی۔ پومی کا چیلنج برقرار رہا۔ اس نے کہا: "زمین پر پڑے ہوئے خنجروں میں سے کسی ایک کو بھی اٹھانے میں کامیاب ہو جائے گا تو وہ مجھے سانجھل کے حوالے کر دے گا۔"

وہ لات کھانے کے بعد لڑکھڑاتا ہوا زینے کے پاس پڑا تھا۔ پومی نے زمین پر پڑے ہوئے خنجروں میں سے ایک کو ٹھوکر مار کر میری طرف پھینکا۔ پھر اعلیٰ بی بی سے کہا: "ساڑی والی! چل اٹھا اس خنجر کو اور اپنے مرد کے ہاتھ کھول۔"

سانجھل نے ہڑبڑا کر زمین پر سے اٹھتے ہوئے کہا: "یہ کیا کر رہی ہو؟ میں تمہارے باپ ارجن کمار کا دوست ہوں۔ میرا اور ارجن کمار کا دشمن ہے۔ بہت ہی خطرناک دشمن۔ جانتی ہو اس کا نام فرہاد علی تیمور ہے؟"

وہ مجھے چونک کر دیکھنے لگی۔ اس کی سوچ سے پیدا ہونے والے نام سے جانتی تھی، آج چہرے سے پہچان رہی تھی۔ اسی [illegible] سانجھل نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر خنجر کی طرف [illegible] لگائی۔ میں چوکنے والا نہیں تھا۔ پومی کے دماغ پر قابض ہونے کے منہ پر ایک زوردار لات رسید کی۔ وہ دوسری طرف الٹ گیا۔ خنجر تک نہ پہنچ سکا۔ پومی کا چیلنج اپنی جگہ برقرار رہا۔

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگی۔ ابھی چند لمحوں کے لیے وہ غائب الدماغ کیے ہوگئی تھی۔ اس نے دیکھا، ان چند ساعتوں میں سانجھل پہلے جہاں تھا، وہاں نہیں تھا، دوسری جگہ الٹا پڑا تھا۔

میں نے مسکرا کر کہا: "پومی! تم نے میری مدد کی، میں نے تمہارے چیلنج کو برقرار رکھا۔ یہ خنجر تک پہنچنا چاہتا تھا۔ میں چند ساعتوں کے لیے تمہارے دماغ پر قابض ہوگیا تھا۔ پھر تمہاری لات اس کے منہ پر پڑی۔ جس کے نتیجے میں وہ تم سے ذرا فاصلے پر پڑا ہوا ہے۔ مجھے اتنا بتا دو، اسے خنجر اٹھانے کا موقع کتنی بار دو گی کیونکہ اس کی ناکامی کے بعد میری باری آئے گی۔"

اس وقت تک اعلیٰ بی بی نے خنجر کے ذریعے میرے دونوں ہاتھوں کو رسیوں سے آزاد کر دیا تھا۔ اسی وقت گینڈا ارجن کمار زینے پر چڑھتا ہوا اوپر آیا۔ وہ سر سے پاؤں تک بھیگا ہوا تھا، کپڑوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اس نے غصے سے سانجھل کو دیکھا۔ سانجھل نے جلدی سے کہا: "ارجن! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ مرزاد تمہارے دماغ پر قابض ہوگیا تھا اور تمہارے ذریعے مجھے ہلاک کر دینا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے تمہیں پانی میں گرا دیا۔ میں جانتا تھا کہ تم اچھے تیراک ہو اور واپس آ جاؤ گے۔ دیکھو! تم تیر کر واپس آ گئے ہو۔"

ارجن کمار نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں، ریلنگ کے اس پار پانی میں گرنے سے کچھ پہلے مجھے ہوش آیا تھا۔ واقعی یہ میرے دماغ پر قابض ہوگیا تھا۔"

اس کی باتوں کے دوران تین ریوالور والے اوپر آ گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: "ہم لانچ کا انجن اسٹارٹ کرنے گئے تھے۔ پتہ چلا کہ یہاں گڑبڑ ہے۔ اس لیے واپس آ گئے۔"

سانجھل نے کہا: "وقت ضائع نہ کرو۔ اسے فوراً ہی گولی مار دو۔"

اس نے انگلی سے میری طرف اشارہ کیا۔ پومی نے کہا: "خبردار! یہ لانچ میری ملکیت ہے۔ یہاں میری مرضی کے بغیر خون خرابہ نہیں ہوگا۔"

سانجھل نے کہا: "پومی! تمہیں ارجن نے بہت سر چڑھا لیا ہے۔ بے شک لانچ تمہاری ہے لیکن ریوالور میرے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پومی نے گھوم کر ایک الٹا ہاتھ ریوالور والے کے منہ پر رسید کیا۔ اس کا منہ اوپر کی طرف اٹھ گیا۔ پومی نے اس کے ریوالور والے ہاتھ کو کلائی سے تھام کر جوڈو کا داؤ استعمال کیا۔ ریوالور زمین پر گرا اور ریوالور والا الٹ کر قلابازی کھاتا ہوا دور جا کر فرش پر چاروں شانے چت ہوگیا۔

اس دوران میں نے اس ریوالور والے کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا جس نے آتے ہی سانجھل سے بات کی تھی۔ اس ریوالور والے نے اپنے ساتھی کو گولی کا نشانہ بنایا۔ سانجھل چیختا ہوا آگے بڑھا اور اسے، یہ تم نے کیا کیا؟"

اسی وقت میں نے گینڈے کے دماغ پر قابض ہو کر سانجھل کے منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ پھر گینڈا اپلٹ کر اس ریوالور والے سے لپٹ کر وہاں سے اسے دھکیلتا ہوا زینے کی طرف آیا۔ دونوں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکے۔ زینے پر ایک دوسرے کے اوپر نیچے لڑھکتے ہوئے لانچ کے نچلے حصے میں پہنچ گئے۔

پومی نے جس پر جوڈو کا داؤ استعمال کیا تھا۔ اس کا ریوالور اس کے قدموں کے پاس پڑا ہوا تھا۔ سانجھل کوئی موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے فوراً ہی ریوالور تک پہنچنے کے لیے چھلانگ لگائی۔ اسی وقت پومی نے ایک گھٹنا اس کے پیٹ میں مارا۔ وہ "آنک" کی آواز کے ساتھ پیٹ پکڑ کر جھک گیا۔ دوسرا گھٹنا اس کے منہ پر پڑا۔ وہ سیدھا ہوگیا۔ پھر پومی کا ایک کراٹے چوپ ٹھوڑی کے نیچے پڑا۔ وہ پیچھے لڑھکتا ہوا گیا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ وہ کراٹے چوپ اتنا زبردست تھا کہ اس کی سانس رکتی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ پومی نے ریوالور کو اپنے قدموں کے پاس سے اٹھا کر نچلے زینے کی طرف دیکھا۔ وہاں پر ارجن کمار جس ریوالور والے کے ساتھ لپٹ کر پہنچا تھا۔ وہ ریوالور والا اب ارجن کی گرفت سے نکل کر زینے پر چڑھتا آ رہا تھا۔ پومی نے گولی چلا دی۔ اس کی چیخ سنائی دی۔ وہ نصف زینے سے لڑھکتا ہوا دوبارہ لانچ کے نچلے حصے میں پہنچ گیا۔ پھر پومی نے ریوالور کا رخ سانجھل کی طرف کرتے ہوئے کہا: "تمہارا یہ غرور، یہ خودی ختم ہوگیا کہ ریوالور تمہارے ہیں، اب ریوالور بھی میرے ہیں اور لانچ بھی میری ہے۔"

میں نے ارجن کمار کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ زینے کے نچلے حصے سے اٹھ کر تکلیف سے کراہتا ہوا اوپر آیا۔ مجھے غرا کر دیکھنے لگا۔ سمجھ گیا تھا کہ میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر ایک ریوالور والے کے ساتھ اسے نیچے گرایا ہے اور اسے جو چوٹیں آئی ہیں، وہ سب میری وجہ سے ہیں۔

اس وقت تک سانجھل کی تکلیف میں بھی کمی ہوگئی تھی۔ وہ ایک ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے کہا: "اب تک میں خاموش تماشائی رہا۔ تم پومی سے شرط مار گئے ہو۔ میرے قبضے میں ہو۔ بولو، کیسی موت پسند کرتے ہو؟"

اسی اثنا میں میں نے عرشے پر سے دُور ساحل کی طرف دیکھا۔ پومی کے کاٹیج کے پاس کچھ کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ اعلیٰ بی بی کے چور پومی کے کاٹیج کو اور اس لانچ کو گھیرے میں لے چکے تھے پھر ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ میں نے بگون کے ماسٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اور معلوم کیا۔ اسی نے وہ ہیلی کاپٹر روانہ کیا تھا۔ میں نے ماسٹر سے کہا: "آپ ہیلی کاپٹر والوں سے ابطہ قائم کر کے کہہ دیں کہ ساحل کے پاس ایک کاٹیج نظر آرہا ہے۔ اس سے ذرا فاصلے پر وہ اتر جائیں۔ یہاں دشمنوں کو میرے آدمیوں نے بھی گھیرے میں لے رکھا ہے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ دشمن اس وقت میری مٹھی میں ہے۔"

پھر میں نے ارجن کمار سے کہا: "ساحل کی طرف دیکھو اور ہیلی کاپٹر کی آواز سنو۔ تم لوگوں کو گھیرے میں لیا جا چکا ہے۔ فرار کا راستہ بند ہو چکا ہے۔ اس لیے چُپ چاپ تماشائی بن کر کھڑے رہو۔"

یہ کہہ کر میں ساحل کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ذرا پیچھے ہٹا، جیسے سہما ہوا ہو۔ پھر اچانک ہی اس نے فلائنگ کک ماری۔ میں لڑنے کی نیت سے آگے بڑھا تھا۔ کوئی گلے لگنے کے لیے نہیں کہ اس کی نیت کو نہ سمجھ سکتا۔ اس لیے فوراً ہی ایک طرف ہٹ گیا وہ قلابازی کرتا ہوا دوسری طرف جا کر عرشے کے فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اس کے حلق سے بے ساختہ چیخ نکلی پھر وہ کراہنے لگا۔ میں نے کہا: "میں خوب جانتا ہوں تم صرف خنجر زنی کے تماشے دکھاتے ہو، تمہیں لڑنے کا فن نہیں آتا ہے۔"

میں نے قریب پہنچ کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اسے زمین پر سے اٹھایا۔ پھر کھڑا کرنے کے بعد ایک زوردار ٹکر اپنے سر سے اس کے سر پر ماری۔ وہ چیخ کر پیچھے کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔ میں نے پھر اس کے بالوں کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور دوسری ٹکر ماری۔ اس بار اس کی کھوپڑی جیسے گھوم گئی۔ وہ ایک دم سے یوں کراہنے لگا جیسے اب چیخنے کی بھی سکت نہ رہی ہو۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے کی طرف گر پڑا۔

"اٹھو۔ تمہارا وہ بازی گری کا تماشا کیا ہوا۔ وہ خنجر کہاں ہے جو پنکھے کی طرح گردش کرتا ہوا جاتا ہے اور گلاب کی گردن کاٹ کر واپس آجاتا ہے۔ وہ خنجر کہاں ہے جو تمہاری وفادار محبوبہ کے سینے میں پیوست ہو گیا تھا۔ تم کتنے ڈرامائی انداز میں مجھے چیلنج کیا کرتے تھے اور اب کیسے حقیر کیڑے کی طرح زمین پر پڑے ہوئے ہو؟"

یہ کہہ کر میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ اتنی دیر سے وہ پومی کے ہاتھوں مار کھاتا رہا تھا۔ اب میں نے اس کے سر پر ٹکریں ماریں تو اس کا بھیجہ ہل گیا۔ اس میں اتنی سکت نہ رہی کہ وہ اب سانس روک کر یا کوما کا مظاہرہ کرتے ہوئے میری سوچ کی لہروں کو روک سکتا۔ اس کے دماغ کا دروازہ اب میرے لیے کھلا ہوا تھا۔

دماغ کو جھٹکا پہنچتے ہی وہ پھر چیخ کر زمین پر لوٹنے لگا۔ اسی وقت اس کا ہاتھ ایک خنجر کی طرف گیا۔ اس نے فوراً ہی اس کے دستے کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا۔ میں نے کہا: "شاباش، ہو سکے تو دوسرے خنجر کو بھی اٹھا لو۔ تم سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

اسے ایسی ذہنی اذیتیں پہنچی تھیں کہ وہ آنکھ نہیں کھول سکتا تھا۔ میرے ایسا کہنے پر اس نے دماغی تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے ایک ذرا سی آنکھ کھول کر ادھر اُدھر دیکھا۔ ذرا فاصلے پر دوسرا خنجر نظر آگیا۔ وہ زمین پر اوندھے منہ رینگتا ہوا آگے بڑھا پھر اس نے دوسرے خنجر کو بھی دستے سے پکڑ لیا۔ میں نے کہا: "چلو اب اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ بازی گری کا وہی تماشا دکھاؤ۔ فرہاد تمہارے نشانے پر کھڑا ہوا ہے۔"

وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے دونوں خنجر والے ہاتھوں کو ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے ہاتھ سے خنجر چھوٹ رہا تھا۔ وہ اسے مضبوطی سے پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ اب وہ دونوں پاؤں پر کھڑا ہوا ڈگمگا رہا تھا۔ یہ اس کی چال بھی ہو سکتی تھی مجھے دکھانے کے لیے کہ وہ کمزور ہے۔ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہے۔ اس دھوکے میں وہ میری طرف خنجر پھینک سکتا تھا لیکن میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ اس کی ایک ایک سوچ کو پڑھتا رہا۔ وہ واقعی کمزور تھا۔ میں اسے سنبھلنے کا موقع دے رہا تھا تاکہ وہ کچھ توانائی محسوس کرے اور خنجر زنی کا تماشا دکھا سکے۔ ارجن کمار میرے آدمیوں کے درمیان گھر جانے کے بعد مجھ سے دشمنی نہیں کر سکتا تھا۔ پومی چُپ چاپ کھڑی تماشا دیکھ رہی تھی۔ جب جب میں دماغی طور پر حاضر ہوا میں نے پومی کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا۔ اب اس کے دماغ میں پہنچا تو میرے متعلق سوچتے ہوئے پایا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا دھیان، اس کا سوچنا، پہلی نظر کی محبت سے تعلق رکھتا ہے اس کے علاوہ بہت ساری باتیں ہو سکتی ہیں جن کی تفصیل مجھے اس وقت معلوم نہیں ہے۔

اعلیٰ بی بی نے پریشان ہو کر کہا: "فرہاد! یہ کیا تماشا کر رہے ہو۔ اس کا قصہ ختم کرو، ورنہ یہ دھوکے سے بھی خنجر چلا سکتا ہے۔"

میں نے کہا: "میں ایک کمزور آدمی کو اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں مارتا۔ اگر وہ سانپ ہے۔ زخمی ہے۔ مجھ پر حملہ نہیں کر سکتا تو میں یہ کوشش کرتا ہوں کہ وہ خود مر جائے۔"

میں نے اس کے دماغ میں محسوس کیا۔ بڑی حد تک اس کی توانائی بحال ہو گئی تھی۔ اب وہ اپنے خنجر کو مضبوطی سے پکڑ کر سوچ رہا تھا

ہے میں بالکل خام میں ہوں؟ میں صحیح نشانے پر خنجر پھینک سکتا ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ہاں، اپنے آپ کو آزمانے کے لیے پہلے خنجر کو پکانا چاہیے جیسا کہ میں اپنے سامنے والے شکار کو دہشت زدہ کرنے کے لیے کمالات دکھاتا رہا ہوں۔"

اس نے اس سوچ کے مطابق ایک خنجر کو ہوا میں اچھالا۔ خنجر اوپر جا کر واپس آیا تو اس نے دستے کی طرف سے پکڑ لیا۔ پھر اس نے دوسرے خنجر کو بھی اسی طرح آزمایا۔ اس کے بعد وہ اپنے فاص اسٹائل کے مطابق یکے بعد دیگرے خنجروں کو اچھالنے اور انہیں دستے کی طرف سے گرفت میں لینے لگا۔ ایسا کرتے وقت وہ دوسری طرف گھوم گیا۔ یعنی میری طرف پشت کر لی۔

اس کا ارادہ تھا کہ ایسا ہی کھیل تماشا دکھاتے دکھاتے اچانک ہی پلٹ کر میری طرف خنجر پھینکے گا اور اس کا نشانہ تو کبھی چوکتا نہیں تھا۔

میں سمجھ رہا تھا میرے آس پاس سنسنی پھیل گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی پریشان ہو کر میری طرف بڑھ رہی تھی تاکہ اچانک ہی وہ خنجر پھینکے تو میرے سامنے ڈھال بن جائے۔ دوسری طرف پومی ایک دم مستعد کھڑی تھی۔ اس نے بھی سوچ رکھا تھا کہ جیسے ہی وہ خنجر پھینکنے کے لیے میری طرف مڑے گا۔ وہ اس کی ایسی تیسی کر دے گی۔

میں نے سانبھل کی سوچ میں کہا: "فرہاد کو نشانہ بنانے سے پہلے ایک بار اور خنجر کا تماشا دکھانا چاہیے۔ سامنے کی طرف پھینکنا چاہیے اور اسے اپنی اپنی گرفت میں لینا چاہیے۔"

اس سوچ کے مطابق اس نے خنجر کو رلنگ کے اس پار لہرا کی طرف پھینکا۔ وہ خنجر پنکھے کی طرح گردش کرتا ہوا دور گیا پھر وہاں سے پلٹ کر سانبھل کی طرف آیا۔ اس نے اسے دستے کی طرف سے پکڑ لیا۔ اب میری باری تھی۔

وہ میری طرف پلٹ کر خنجر پھینکنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے دونوں خنجروں کو اوپر کی طرف اچھالنے پر مجبور کر دیا۔ خنجر اوپر گئے، پھر نیچے آئے۔ اس نے دونوں کو دستے کی طرف سے پکڑ لیا لیکن اس بار یوں تھام لیا کہ دونوں خنجروں کی نوکیں خود اس کی جانب تھیں۔ اس کے دونوں ہاتھ فضا میں بلند ہوئے چاندنی رات میں دونوں خنجروں کے پھل بجلیوں کی طرح چمکے، پھر بجلیوں کی طرح گرے۔ سب نے دیکھا۔ دونوں بجلیاں سانبھل کے سینے میں گہرائی تک اتر گئی تھیں۔

سانبھل تیری وفادار محبوبہ نے جتنی اذیتوں سے آخری چکی لگوائی، تو بھی لے۔ سانبھل! لے میں نے خنجروں کو تیرے سینے کی گہرائی میں ہمیشہ کے لیے چھپا دیا۔ تو اپنی تجوری سے اپنے خنجروں کو اب کبھی نہیں نکال سکے گا۔"

وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ کئی بار اس کا ہاتھ خنجروں کی طرف گیا لیکن اس میں اتنی قوت نہیں تھی کہ دستے کو تھام کر انہیں اپنے سینے کی گہرائیوں سے نکال سکتا۔ آخر اس میں تڑپنے کی بھی سکت نہیں رہی۔ دم توڑنے سے پہلے اس نے دھیرے پھیلا کر بڑی وحشت سے میری طرف دیکھا۔ میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ آخری وقت دم توڑتے توڑتے اس کے دل میں حسرت تھی کہ ایک موقع مل جائے پھر وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

واقعی اس دنیا میں ایسے بے رحم، سفاک اور ضدی قاتل ہوتے ہیں کہ آخری سانس کے اکھڑتے وقت بھی اپنے دشمن کو قتل کرنے کی تمنا دل میں رکھتے ہیں۔

اس کی سانس اکھڑ گئی۔ جسم ساکت ہو گیا۔ ہمارے چاروں طرف بھی گہرا سکوت طاری ہو گیا تھا۔ چند ساعتوں تک کوئی کچھ نہ بولا۔ پھر اعلیٰ بی بی نے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ وہ اب تک میرے آگے ڈھال بن جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ قاتل کے سر پر پڑتے ہی اس نے ایک گہری سانس لی۔ پھر میرے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ چاندنی اس کی آنکھوں میں اتر رہی تھی۔ وہ مجھے گہری سنجیدگی، گہری محبت، گہری عقیدت اور گہرے جذبوں سے دیکھ رہی تھی۔ اپنے اندر اپنے آپ سے لڑ رہی تھی۔ پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں بڑی آہستگی سے کہا: "فرہاد! تمہیں خدا کا واسطہ، آئندہ کبھی موت کا ایسا کھیل نہ کھیلنا، نہیں تو میں تم سے پہلے مر جاؤں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے زینے کے پاس پہنچی۔ وہاں سے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ پھر زینے سے اترتے ہوئے نیچے چلی گئی۔ اب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس جا رہی تھی۔ اس نے لانچ سے ساحل کی طرف جاتے ہوئے التجا کی: "فرہاد! پلیز میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ میری سوچ نہ پڑھو۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ یقیناً وہ مجھ سے دُور اسی لیے جا رہی تھی کہ کہیں بہک نہ جائے۔ مجھے دوبارہ زندگی پاتے دیکھ کر پتہ نہیں جذبوں میں بہتے ہوئے میرے قدموں میں کس طرح ڈھیر ہو جانا چاہتی تھی۔ میرے آگے کس طرح ریزہ ریزہ ہو جانا چاہتی تھی۔ اس نے بڑی مشکلوں سے خود کو سنبھالا تھا اور دُور جا رہی تھی۔ میں نے اسے نہیں چھیڑا، نہیں روکا۔

پومی نظریں جھکائے سانبھل کی لاش کو دیکھ رہی تھی۔ بظاہر دیکھ رہی تھی مگر سوچ رہی تھی: کیا یہ جو کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوا ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے؟ آج تک میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق پڑھا تھا، سنا تھا۔ جب بھی فرہاد کے متعلق سنتی تو میرا ذہن ماضی کے ان دنوں کی طرف چلا جاتا تھا جب میں جوڈو کراٹے نہیں جانتی تھی لیکن میرے اندر جانے کیسی نادیدہ قوت پیدا ہو جاتی تھی کہ میں بڑے بڑے لوگوں سے فاتحانہ انداز میں مقابلہ کرتی تھی۔ میں

نے ایک بہت بڑے ٹرک کو ساڑھے تیرہ برس کی عمر میں ڈرائیو کیا تھا۔ یہ باتیں جب میں سوچتی ہوں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ میں ایسی صلاحیتیں کس طرح پیدا ہو گئی تھیں۔ پھر یہ صلاحیتیں اچانک کیسے ختم ہو گئیں۔ کیا کیا فراڈ میرے دماغ میں پہلے بھی آ چکا ہے؟

میں نے اس کی سوچ میں مداخلت نہیں کی۔ اس کی طرف سے منہ پھیر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا رینگ کے پاس آیا۔ پھر اسے تھام کر ساحل کی طرف دیکھنے لگا۔ اس وقت تک جھ چور عرشے پر آ گئے تھے اور ساحل کی لاش کو اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ ان میں سے دو چور رہ گئے تھے۔ وہ پانی کی بالٹی اور جھاڑو لا کر فرش کو صاف کر رہے تھے تاکہ خون کے دھبے نہ رہیں۔ پوری نے ان سے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟"

ایک نے کہا: "ہم مسٹر بلو صاحب کے خادم ہیں۔ اپنا کام کر کے چلے جائیں گے۔"

پوری نے میری طرف دیکھا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی رینگ کے پاس آ کر میرے قریب کھڑی ہو گئی۔ ساحل کی طرف دیکھتے ہوئے بولی: "آج میں نے ایسا تماشا دیکھا ہے کہ میری آنکھیں یقین نہیں کر رہی ہیں۔ جب میں تمہارے متعلق سنتی تھی تو تم قصہ کہانیوں کے کردار لگتے تھے لیکن میں سوچتی تھی، مجھ میں جو صلاحیتیں ہیں ان کے آگے تم کچھ نہیں ہو۔ اب ایسا لگ رہا ہے جیسے میں تمہارے آگے بہت چھوٹی ہوں۔ اتنی چھوٹی کہ سر اٹھا کر دیکھوں گی تو گردن دکھنے لگے گی۔"

میں نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میں اسے بار بار دیکھنا چاہتا ہوں مگر دیکھنے سے کتراتا ہوں۔ اس کی وجہ بھی سمجھ میں آ گئی۔ جب بھی میں اسے دیکھتا تھا مجھے رومانہ سراپا دکھائی دیتی تھی۔ سچ مچ اس میں اور رومانہ میں کوئی فرق نہیں تھا۔ صورت، ناک نقشہ، جسم، قد اور صلاحیتیں، گویا جس پہلو سے بھی دیکھا جاتا وہ رومانہ ہی نظر آتی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے خدا کو رومانہ سے میری جدائی منظور نہیں تھی۔ ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ کوئی چیز حقیقت بن کر نگاہوں کے سامنے آتی ہے مگر ہاتھ بڑھاؤ تو خواب بن جاتی ہے۔ شاید یہ میری جاگتی آنکھوں کا سپنا ہو یا پھر تقدیر کا ایک بھلا وا۔

وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا: "تم کچھ کہنے والے تھے۔ پھر رک گئے۔ کیا بات ہے؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "تم مجھ سے بہت چھوٹی نہیں ہو، بہت بڑی بھی نہیں ہو۔ میرے برابر ہو۔"

"تم مجھے حوصلہ دے رہے ہو۔ بڑے آدمیوں کا بڑا پن اسی میں ہے کہ وہ چھوٹوں کو بھی اپنے برابر کا درجہ دیتے ہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ تم پہلے بھی بہت عرصہ تک میرے ساتھ رہی ہو، میرے قدم سے قدم ملا کر چلتی رہی ہو۔"

وہ شدید حیرانی سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا: "تمہیں یقیناً تعجب ہو رہا ہے لیکن میں ثبوت پیش کر سکتا ہوں۔ تمہارا رابطہ ریڈ پاور کے باس سے ہے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے کہا: "تم کسی وقت بھی ریڈ پاور کے باس سے مطالبہ کرو کہ تم فراڈ کی پوری ہسٹری شیٹ پڑھنا چاہتی ہو۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیموں نے اپنے اپنے طور پر میری جو ہسٹری شیٹ بنائی ہیں۔ ان میں ان عورتوں کی تصویریں موجود ہیں جو ماضی میں میرے ساتھ رہیں اور آج بھی میرے ساتھ ہیں۔"

"میں ابھی کاٹیج میں جا کر ریڈ پاور کے باس سے مطالبہ کروں گی۔ تمہاری ہسٹری شیٹ مجھے جلد ہی مل جائے گی لیکن مجھے یقین کیسے آئے۔ میں نے تو زندگی میں پہلی بار آج تمہیں دیکھا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ....."

میں نے بات کاٹ کر کہا: "میں جو کہہ رہا ہوں اس کا ثبوت میری ہسٹری شیٹ میں ہے۔ تم اپنے قدیم، اپنے روپ رنگ میں اپنی صورت میں اپنی صلاحیتوں میں بالکل وہی ہو جو ماضی میں میرے ساتھ موت سے ہر لحہ ٹکراتی رہی۔ میرے لیے جان کی بازی لگاتی رہی۔ اس سے آگے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تمہیں بہت جلد بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

اس نے ایک ننھی سی بچی کے انداز میں خوش ہو کر دونوں ہاتھوں سے میرے بازو کو تھام لیا۔ پھر بولی: "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا پہلے میں تمہارے لیے جان کی بازی لگاتی رہی ہوں۔ تمہاری باتیں سن کر پھر مجھے وہ بات یاد آ گئی۔"

"کون سی بات؟"

"وہی، دو برس پہلے جب میں دشمنوں کی قید میں تھی تو یہاں سے نکل کر بھاگتے وقت مجھ میں کچھ نادیدہ قوتیں سرایت کر گئی تھیں۔ میں اپنے سے بڑے اور شہ زور لوگوں سے مقابلہ کرتی تھی اور ان پر غالب آ جاتی تھی۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ کسی کو سنائی جائیں تو کوئی یقین نہ کرے لیکن اچانک وہ نادیدہ قوتیں میرے اندر سے ختم ہو گئیں۔"

"اس سلسلے میں تم نے کیا رائے قائم کی ہے؟"

"پہلے تو میں سوچتی تھی، شاید یہ کوئی روحانی قوت ہے مگر تم سے ملنے کے بعد خیال آ رہا ہے، شاید تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ٹریپ کرتے تھے جیسے ابھی میرے دماغ پر قابض ہو کر تم نے میری لات ساحبل کے منہ پر ماری تھی۔ شاید دو برس پہلے بھی تم میرے دماغ پر قابض ہو کر میرے کام آتے رہے تھے لیکن..."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ کچھ سوچنے لگی۔ میں نے پوچھا: "کیا

بات ہے؟"

"جب تم میرے دماغ میں پہنچ کر میرے کام آتے رہے تھے تو شاید اس وقت میری تصویریں تمہاری ہسٹری شیٹ میں آ گئی ہوں گی لیکن ریڈ پاور کے باس نے کبھی اس کا ذکر مجھ سے کیوں نہیں کیا؟"

"یہ سوال اس سے کرو۔ دیکھو کیا جواب دیتا ہے۔ اگر اس نے بی ہسٹری شیٹ سے تمہاری تصویر چھپا کر رکھی ہو گی تو میں کسی دوسری تنظیم والوں سے اپنی پوری داستان تصویروں کے ساتھ تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔"

وہ ساحل کی طرف دیکھتے ہوئے بولی: "یہ کیا؟ یہاں سے تمہارے تمام ساتھی کہاں چلے گئے ہیں۔ ساحل پر کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ صرف ایک کار کھڑی ہوئی ہے۔"

"شاید میرے ساتھیوں نے میرے لیے وہ کار چھوڑ دی ہے۔"

"یہ تمہارے کیسے خادم ہیں؟ تم سے اجازت لیے بغیر چلے گئے۔"

"مجھ سے اجازت لینے کے لیے زبان ہلانے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ چپ چاپ دماغی رابطے سے باتیں ہو جاتی ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ارے ہاں، میں تو بھول ہی گئی تھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا ہو سکتا ہے۔ تمہارے ساتھ دوستی کرنے میں بڑا مزا آئے گا۔ خوب تماشے ہوں گے۔ میں دشمنوں کے ساتھ بڑے دلچسپ تماشے کروں گی۔ میرے پاس وڈیو کیمرہ ہے۔ ان تماشوں کی ریکارڈنگ کروں گی۔ پھر ہم دونوں ٹی وی کے بڑے سے اسکرین پر وی سی آر کے ذریعے دیکھیں گے۔ بڑا لطف آئے گا۔"

میں اس کے بچگانہ شوق پر مسکرانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔ "مجھے ایک ذرا سی مہلت دو۔ میں اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کر کے ابھی آتا ہوں۔"

"کتنی دور جاؤ گے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "میرا جسم تمہارے سامنے ہی رہے گا بس دماغی طور پر جاؤں گا اور واپس آ جاؤں گا۔"

میں نے ساحل کی طرف دیکھتے ہوئے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے سانس نہیں روکی پھر آہٹ کی سے پوچھا: "ہاں، بولو۔"

"تم رس ونتی کے پاس جا رہی ہو؟"

"تم نے معلوم کیا ہے کہ وہ خیریت سے ہے یا نہیں؟"

"خیریت سے ہی ہو گی۔ تمہارے چور آس پاس موجود ہیں پھر ماسٹر نے بھی سخت پہرہ لگا رکھا ہے۔ ویسے میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں۔"

میں نے ایک لمحہ میں رس ونتی کی خیریت معلوم کی۔ پھر واپس آ گیا: "وہ بالکل حفاظت سے ہے۔ اپنے کمرے میں آرام کر رہی ہے۔"

"میں وہیں جا رہی ہوں۔ باقی دس چور اس کاٹیج کے آس پاس چھپے ہوئے ہیں۔ تم جب چاہو انہیں طلب کر سکتے ہو۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔ انہیں آرام کرنے دو۔ یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"ایسی بات نہ کہو! ابھی صرف چار قاتل مارے گئے ہیں۔ آٹھ باقی ہیں۔ میں نے اپنے چوروں کو حکم دیا ہے کہ وہ ساحبل کی لاش کو ایک تابوت میں رکھ کر یہاں کی یہودی سوسائٹی میں بھیج دیں۔ جب وہ لاش وہاں پہنچے گی تو باقی چھ قاتلوں میں سے کوئی پھر تمہاری طرف آئے گا۔"

میں نے چونک کر پوچھا: "ابھی تم نے کہا ہے کہ تمہارے چور کاٹیج کے آس پاس چھپے ہوئے ہیں۔ کیا تمہیں توقع ہے کہ میری یہ رات کاٹیج میں گزرے گی؟"

"توقع نہیں بلکہ یقین ہے۔ میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ بس اب میرے پاس سے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ جیسے ہی حاضر ہوا۔ مجھ اپنے پیچھے کسی کی کراہ سنائی دی۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ وہ گینڈا ارجن کمار اپنے پیٹ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے کراہ رہا تھا۔ میں نے پوری کی طرف دیکھا۔

پوری نے میرے برابر کھڑے ہی کھڑے اچانک رینگ پر دونوں ہاتھوں کا زور دے کر جمناسٹک کے کرتب دکھانے کے انداز میں پیچھے کی طرف اچھل کر لات ماری تھی۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ پیچھے کوئی خطرہ ہے۔ اس کا اندازہ درست نکلا تھا۔ اس خطرے کے پیٹ پر زوردست لات پڑی تھی۔

گینڈا ارجن کمار ہمیں غافل سمجھ کر ایک خنجر اٹھائے میری طرف آیا تھا تاکہ ہمیشہ کے لیے میرا کام تمام کر دے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسے مجھ سے دشمنی کیا تھی؟ جواب یہ ہے کہ وہ بے چارہ رقیب تھا۔ رس ونتی کا عاشق تھا۔ اسے حاصل کرنے کے لیے مجھے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اعلیٰ بی بی گئی تھی لیکن میک اپ اس ونتی کا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ میں یہاں نہ ہوتا اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ساحبل کو ختم کر کے اس کے دل میں دہشت پیدا نہ کرتا تو وہ میرے سامنے ہی رس ونتی کی کلائی پکڑ کر اسے ڈک لیتا۔

پوری نے غصے سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیوں پاپا! تمہارے دماغ میں کون سا کیڑا کلبلا رہا ہے۔ تم فراڈ کے دشمن کیوں بن گئے۔ کیا اپنے دوست ساحبل کا انتقام لینا چاہتے ہو؟"

"نہیں، میں رس ونتی کو بہت پہلے سے چاہتا ہوں لیکن اس نے اس پر قبضہ جما رکھا ہے جبکہ وہ اسے پہچانتی نہیں ہے۔ میں نے تو یہی سنا تھا۔ لیکن یہاں پہچان گئی ہے۔ اس کی وجہ بھی میں سمجھ گیا۔ یہ اس کے دماغ پر قابض ہو جاتا ہے اور وہ اس سے محبت

کہنے لگتی ہے۔ جب یہ اس کے دماغ کو آزاد چھوڑتا ہے تو وہ نفرت کرنے لگتی ہے۔"

میں نے پوچھا: "کیا تم رس ونتی سے سچ مچ محبت کرتے ہو؟"

"میں اس کے لیے جان بھی دے سکتا ہوں۔"

یوں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ تب اس نے کہا: "میں ابھی اس کی خاطر دریا میں چھلانگ لگا کر دکھا سکتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ دوڑتے ہوئے ریلنگ کے پاس آیا۔ پھر ریلنگ پر چڑھ کر دریا میں چھلانگ لگا دی۔ پومی حیرانی سے منہ کھولے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا: "یہ گینڈے کو کیا ہو گیا ہے؟"

"تم اپنے باپ کو گینڈا کہتی ہو؟"

"یہ میرا باپ کہاں ہے۔ اس نے میرے ساتھ عجیب سلوک کیا ہے۔ کبھی مجھ پر ظلم کیا، کبھی مہربان بن گیا۔ اس کی کوئی کل سیدھی نہیں ہے۔ اس نے ایک بار مجھے بیگار کیمپ میں لے جا کر چھوڑ دیا تھا۔"

وہ باتیں کرتی رہی۔ میں اس کے ساتھ چلتا ہوا زینے تک آیا پھر ہم زینے سے اتر کر لانچ کے نچلے حصے میں پہنچے۔ اس وقت تک گینڈا تیرتا ہوا لانچ پر پہنچ گیا تھا۔ اس کا لباس پانی سے تر بتر تھا سر سے پاؤں تک بھیگا ہوا تھا۔ اس نے اپنے سر کے بالوں کو پیچھے کی طرف دونوں ہاتھوں سے سمیٹتے ہوئے مجھے گھور کر دیکھا۔ میں پھر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے فوراً ایک بار کہا، ہزار بار بھی آگ کے دریا میں کودنے کے لیے کہو گے تو میں رس ونتی کے لیے کود جاؤں گا۔ پھر دیکھو۔"

یہ کہہ کر وہ پھر دوڑتا ہوا زینے تک گیا۔ زینے پر چڑھتا ہوا اوپر عرشے تک پہنچا۔ پھر ریلنگ پر چڑھ کر دریا میں چھلانگ لگا دی۔

پومی میرے پاس نچلے حصے میں کھڑی ہوئی گینڈے کی حرکتوں پر حیران ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ یہ بھول گئی تھی۔ کہ یہ ٹیلی پیتھی کی شرارتیں ہو سکتی ہیں۔

وہ میرے ساتھ چلتی ہوئی ساحل پر پہنچ کر اچانک بولی۔ "اب سمجھ گئی۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے سزا دے رہے ہو۔ مائی گڈنس یہ تو عجیب دلچسپ تماشا ہے۔ یہاں پر تیز لائٹ کا انتظام نہیں ہے۔ ورنہ میں ابھی وڈیو کیمرہ لا کر پاپا کی تصویریں اتارتی۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے کار کے پاس آئے۔ پومی نے کہا: "کہاں جاؤ گے اتنی رات ہو چکی ہے۔ ایک بات کہوں؟"

"ہاں کہو۔"

"مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ تم بہت اچھے لگتے ہو۔"

میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس کے دماغ کو پڑھا۔ اس کے اندر معصومیت تھی۔ اس کی التجا میں ایک بھولی بھالی بچی کی آرزو چھپی ہوئی تھی۔ جیسے کوئی بچی اپنے سے بڑے سے متاثر ہو گئی ہو اور اس کے سائے میں وقت گزارنا چاہتی ہو۔ اس کی اس خواہش میں، اس آرزو میں جوانی کے جذبوں کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اس لڑکی کو مجھے بڑی پیاری بیاری سی معصوم سی، ننھی سی کلی نظر آئی۔ میں اس کو زیادہ دیر نہ دیکھ سکا کیونکہ رومانہ میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

اس نے پوچھا: "کیا سوچ رہے ہو۔ کیا مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

میں نے پوچھا: "تم چائے میں کتنی چینی استعمال کرتی ہو؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیسا سوال ہے؟"

"سوال کیسا بھی ہو۔ تم جواب دو۔"

"میں آدھا چمچہ استعمال کرتی ہوں۔"

"اگر تمہاری چائے میں دو چمچے چینی ملا دی جائے تو؟"

"اف، اتنی میٹھی چائے تو میں پی نہیں سکوں گی۔"

"اگر چار چمچے چینی ملا دی جائے تو؟"

"اے ہے وہ، وہ تو مٹھاس نہ ہونی کڑوا ہٹ ہو گئی زہر مٹھاس کڑوی لگنے لگتی ہے۔"

"یہی بات میں سمجھانا چاہتا ہوں۔ تم مجھے بہت زیادہ چاہو گی آج کے بعد کل بھی مجھے روکو گی اور پرسوں بھی روکو گی تو مٹھاس بڑھتی جائے گی اور تم کہہ چکی ہو کہ زیادہ مٹھاس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟"

"جی نہیں، چائے کی بات اور ہے۔ کسی کو پسند کرنے کسی سے متاثر ہونے کی بات اور ہے۔"

"اس حد تک کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ وعدہ کرو۔ آج کے بعد کل جانے دو گی۔"

"تم بھی وعدہ کرو چینی میں آدھے چمچے کے برابر ہماری ملاقات ہوا کرے گی۔ تمہاری مصروفیات میں میرا حصہ کم از کم آدھے چمچے کے برابر تو ہو۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "بہت ذہین ہو۔ گھما پھرا کر اپنی بات رکھنا چاہتی ہو۔ چلو، میں تم سے ملتا رہوں گا۔ جب تک تقدیر ملاقاتیں لیتے گی۔"

وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی: "میں اپنی تقدیر اپنے ہاتھوں سے بناتی ہوں۔"

"ایسی بات ہے تو میں ہر روز تم سے ملاقات کرنے کے لیے ایک گھنٹہ مقرر کرتا ہوں مگر یہ کہہ دوں کہ میں تقدیر سے نہیں لڑ سکتا۔"

"میں لڑ سکتی ہوں۔ آندھی آئے، زلزلہ آئے، دشمن میرے راستے میں دیواریں کھڑی کر دیں۔ لیکن میں ہر حال میں تمہاری زندگی کے اس ایک گھنٹے کو اپنے نام کرنے کے لیے روز ملتی رہوں گی۔ میرا وعدہ ہے۔"

اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ پھر مجھے کاٹیج کی طرف لے جانے لگی۔ میں نے وہاں چھپے ہوئے چوروں میں سے ایک سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اس سے کہا: "سب میرے پاس آ جاؤ۔"

تھوڑی ہی دیر میں پومی نے چونک کر آس پاس دیکھا۔ اسے قدموں کی آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے کہا: "گھبراؤ نہیں، سب میرے ساتھی ہیں۔ میں نے انہیں بلایا ہے۔"

ذرا سی دیر میں وہ دس چور میرے آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا: "میں اس رات کا باقی حصہ اس کاٹیج میں گزاروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سب آرام کرو۔ یوں کرو کہ دو آدمی اس کاٹیج کے آگے پیچھے ڈیوٹی دیتے رہیں۔ دو دو گھنٹے بعد یہ ڈیوٹی بدلتی جائے۔ اس طرح سب کو آرام کرنے اور سونے کا موقع مل جائے گا۔"

انہوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ وہ اپنے طور پر ڈیوٹی تقسیم کرنے لگے۔ میں پومی کے ساتھ کاٹیج کے برآمدے میں آ گیا۔ پھر میں نے پلٹ کر کہا: "جب تک میں کاٹیج سے باہر آ کر طلب نہ کروں، کوئی مجھے نیند سے بیدار نہ کرے۔ ہو سکتا ہے کہ میں صبح دیر تک سوتا رہوں۔"

میں پومی کے ساتھ کاٹیج کے اندر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت گینڈے ارجن کمار کی آواز سنائی دی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا آ رہا تھا اور پوچھ رہا تھا: "پومی! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے بار بار پانی میں ڈبو رہا ہے۔ تم اسے اپنے کاٹیج میں لے جا رہی ہو، اس سے دوستی کر رہی ہو؟"

پومی نے کہا: "تم خود ہی اپنے عشق کا ثبوت دے رہے ہو۔ رس ونتی کا نام لے لے کر پانی میں چھلانگ لگا رہے ہو۔"

وہ ہاتھ ہلا کر بولا: "ہرگز نہیں۔ یہ سب کچھ اس کی ٹیلی پیتھی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم رس ونتی سے عشق نہیں کرتے ہو؟"

"ہاں کرتا ہوں، ہزار بار کرتا ہوں۔"

میں نے کہا: "سوچ سمجھ کر جواب دو۔ اگر عشق کرو گے تو اس کا ثبوت پھر دینا ہو گا۔"

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا: "نہیں نہیں، میں ایسا ثبوت نہیں دینا چاہتا۔"

پومی نے کہا: "کیوں ہماری نیند خراب کر رہے ہو۔ میں سونا چاہتی ہوں۔ تم شہر چلے جاؤ۔ میں کل صبح آ جاؤں گی۔"

"تم بہت آزاد ہو گئی ہو۔ اگر میں تمہیں ڈھیل دیتا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو بھی بوائے فرینڈ بنا لو۔ ارے یہ بوائے نہیں ہے۔ یہ تو پورا کا پورا آدمی ہے۔ تم سے عمر میں بھی بہت بڑا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "یہی بات رس ونتی تمہارے متعلق کہتی ہے۔"

پھر میں نے چوروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اگر یہ فوراً شہر کی طرف نہ جائے تو اب میں ٹیلی پیتھی استعمال نہیں کروں گا۔ تم لوگ اسے اٹھا کر پانی میں پھینک دینا۔"

وہ سب اس کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ دوڑتا ہوا پومی کی کار کی طرف گیا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چور اس سے ذرا دور رہے۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کر کے کاٹیج سے دور لے گیا۔ اس کے بعد اس نے گاڑی کو شہر جانے والی سڑک پر موڑ دیا۔ میں پومی کے ساتھ کاٹیج کے اندر آیا۔ اس نے دروازے کو بند کر دیا۔ کاٹیج میں دو کمرے تھے۔ ایک ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ دوسرا بیڈ روم کے طور پر۔ مجھے اچانک رنگون کے ماسٹر کا خیال آیا۔ اس نے میری مدد کے لیے ہیلی کاپٹر میں اپنے آدمی بھیجے تھے۔ وہ ہیلی کاپٹر کاٹیج سے کہیں دور اترا کیا تھا۔ ایسا میرے ہی کہنے پر ہوا تھا۔ میں نے فوراً ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا: "جناب! میں آپ کے لیے فکرمند ہوں۔ میرے آدمی ہیلی کاپٹر کے آس پاس موجود ہیں اور آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میں یہاں بخیریت ہوں۔ آپ کی مدد کا بہت بہت شکریہ۔ اپنے آدمیوں کو حکم دیں کہ وہ ہیلی کاپٹر میں واپس چلے جائیں۔ یہاں خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس وقت تک پومی صوفوں کے درمیان رکھے ہوئے سینٹر ٹیبل کے پاس گئی۔ پھر وہاں رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہوا۔ کسی نے دوسری طرف سے کہا: "ہیلو۔"

"میں جے جوالا کی بیٹی بول رہی ہوں اور باس سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "تم جانتی ہو، باس براہِ راست کسی سے بات نہیں کرتے ہیں۔ پیغام ریکارڈ کرا دو۔"

میں نے پومی کے دماغ پر قابض ہو کر ریسیور رکھ دیا۔ پومی نے حیرانی سے میری طرف دیکھا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "ٹھہرو، ابھی وہ باس تم سے باتیں کرے گا۔"

میں دوسری طرف بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی: "ہیلو، کیا بات ہے؟"

"باس! ابھی پومی کا فون آیا تھا۔ وہ آپ سے باتیں کرنا

چاہتی تھی۔ میں نے پیغام ریکارڈ کرانے کے لیے کہا تو اُس نے ریسیور رکھ دیا۔"

"تم احمق ہو۔ جانتے ہو کہ فرہاد اس کے پاس موجود تھا۔" یہ کہہ کر باس نے ریسیور رکھ دیا۔ اب میں باس کے دماغ میں موجود تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ فرہاد سے پھیپ کر رہنا حماقت ہے۔ آج تک کا تجربہ ہے کہ جس نے بھی چھپنے کی کوشش کی۔ وہ اس کی شہ رگ تک پہنچ گیا۔ پھر یہ کہ ہماری چال یقیناً کامیاب ہوگی۔ ہم نے پومی اور ارجن کمار کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ رومانہ کی ہم شکل ہے۔ ہم آج ہی کے دن کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک فرہاد پومی کو دیکھے اور اس کی پرانی محبت تازہ ہو جائے۔ وہ اس کے جال میں یقیناً گرفتار ہوگا، اور پومی بھی یقیناً اسے دوست بنائے گی۔"

میں نے اس کا نام معلوم کیا۔ پھر اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو! بھلو کیا تمہارا یہ مقصد پورا ہو چکا ہے؟"

اس نے حیران ہو کر سوچا۔ "یہ میرے دماغ میں کیسی بات آ رہی ہے؟"

"تمہارے دماغ میں فرہاد بول رہا ہے۔"

وہ دھپ سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ بے یقینی سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے سوچنے لگا۔ "نہیں، فرہاد میرے دماغ میں کیسے بول سکتا ہے؟"

"ایسے ہی جیسے تم تھوڑی دیر پہلے سوچ رہے تھے۔ فرہاد سے چھپنا نادانی ہے۔ جو چھپتا ہے، فرہاد اس کی شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے۔ دیکھو، تم کرسی پر بیٹھے ہو۔ ابھی اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ گے۔ ارادہ کر لو کہ تم کرسی سے نہیں اٹھو گے۔"

اس نے چپ چاپ دماغ میں ارادہ کیا۔ مضبوطی سے کرسی کے ہتھوں کو پکڑ لیا۔ اسی وقت میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ حیرانی سے اپنے آپ کو، پھر کرسی کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "اب تم کرسی پر بیٹھ جاؤ گے۔"

وہ دوسرے ہی لمحے بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ وہ جلدی سے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "میں مان گیا فرہاد صاحب! آپ میرے دماغ تک پہنچ گئے ہیں۔ باقی گاڈ۔ میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ میں آپ کا دشمن نہیں ہوں۔ میں نے پومی سے رومانہ والی بات صرف اس لیے چھپائی تھی کہ میں بڑے ڈرامائی انداز میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔"

"کیا تمہیں یقین تھا کہ میں بن بلائے آؤں گا اور تم یہ ڈرامہ پلے کرو گے؟"

"جی نہیں، میں صرف وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ سوچ رہا تھا، پومی جیمز اسٹک کے کرتب میں اور مہارت حاصل کر لے تو اور آپ کی سونیا کی طرح فائٹنگ کے سلسلے میں ناقابلِ شکست کہلانے لگے گی تو میں اسے آپ کی طرف بھیجوں گا اور وہ ایک ڈرامائی انداز میں ہوگا۔ لیکن میرے سوچنے کے برعکس آپ اچانک ہی برما پہنچ گئے۔" اور پومی سے آپ کا اس انداز میں سامنا ہو گیا۔

"یہ میری سرٹری شیٹ طلب کر رہی ہے۔"

"میں آپ کا پورا ریکارڈ اس کے پاس بھیج دوں گا۔ اس میں رومانہ کی تصویر بھی ہوگی۔"

"تم اس کے نمبر پر فون کرو ——— وہ انتظار کر رہی ہے۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں نے پومی سے کہا۔ "باس نہیں مخاطب کرنے والا ہے۔ فون کی گھنٹی ابھی بجنے ہی والی ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔"

دوسری طرف سے باس نے کہا۔ "ہیلو پومی! میں فرہاد سے ملاقات کی مبارک باد دیتا ہوں۔"

"مجھے فرہاد کی سرٹری شیٹ چاہیے۔"

"مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ تم ان کا ریکارڈ دیکھنا چاہتی ہو، اس میں رومانہ کی تصویر بھی ہے۔"

پومی نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ رومانہ کون ہے؟"

"میں ریکارڈ بھیج رہا ہوں۔ تم خود ہی دیکھ لینا۔ دیکھو گی تو یقیناً حیران رہ جاؤ گی۔"

"فرہاد بھی یہی کہہ رہے تھے۔ کیا وہاں کسی رومانہ کی جگہ میری تصویر ہے یا میں رومانہ کا روپ ماضی میں پلے کر چکی ہوں؟"

"میں ریکارڈ بھیج رہا ہوں۔ تم خود ہی پڑھ کر فیصلہ کر لینا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر خوش ہو کر بولی۔ "ابھی تمہارا تمام ریکارڈ میرے سامنے آ جائے گا۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "ذرا وقت دیکھو۔ کیا تم سونا نہیں چاہو گی؟"

"نیند کسے آتی ہے اور وہ بھی تمہارے پاس رہ کر؟ میرا تو جی چاہتا ہے، جاگتی رہوں، ہمیشہ جاگتی رہوں۔ رات گزر جائے، دن گزر جائے، پھر رات گزر جائے، پھر دن گزر جائے اور تم میرے پاس رہو۔ مجھے کبھی نیند نہ آئے۔"

"یعنی جاگو گی اور مجھے بھی جگاؤ گی؟"

"میں اتنی خود غرض نہیں ہوں۔ میں تمہیں سلاؤں گی، تمہارے سر کو سہلاؤں گی۔ جانتے ہو مجھے گانے کا شوق ہے۔ میں آہستہ آہستہ گنگناؤں گی۔ پھر تمہیں نیند آ جائے گی۔ تم سوتے

رہو گے۔ میں تمہارے پاس بیٹھی تمہیں دیکھتی رہوں گی۔ پتہ نہیں تم اتنے اچھے کیوں لگتے ہو۔ آج پہلی ملاقات ہے مگر ایسا لگتا ہے میں تمہیں جنم جنم سے جانتی ہوں۔ تمہاری اس بات پر اضافہ کرتی ہوں کہ میں ماضی میں تمہارے ساتھ قدم بہ قدم چلتی رہی ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "پہلے مجھے اپنے بیڈ روم میں جا کر لباس تبدیل کرنا چاہیے۔ پتہ نہیں اس کمرے کی کیا حالت ہے۔ فرہاد دیکھیں گے تو کیا سوچیں گے؟ ذرا میں اس کمرے کو درست کر لوں۔"

پھر اس نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور بولی۔ "تم یہاں بیٹھو میں ابھی لباس تبدیل کر کے آتی ہوں۔"

میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے اپنی خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ الماری کے پاس گئی۔ وہاں سے شب خوابی کا لباس نکالا۔ جب وہ اسے پہننے لگی تو میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر میں نے ریڈ پاور کے باس سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ اسے مخاطب کیا تو وہ پھر چونک گیا۔ میں نے کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ کیا تم نے میرا ریکارڈ بھیج دیا ہے؟"

"میرا آدمی یہاں سے روانہ ہونے ہی والا ہے۔"

"اسے روک دو۔ کل دن کے دس بجے وہ ریکارڈ پومی کے پاس بھجواؤ۔ وہ اگر پوچھے کہ رات کو کیوں نہیں بھیجا گیا، تو کہہ دینا تمہارا آدمی اس کے پاس گیا تھا لیکن وہ سو رہی تھی۔ کاٹیج کے باہر پہرہ دینے والے فرہاد کے آدمیوں نے اسے واپس بھیج دیا۔"

باس نے کہا۔ "میں ایسا ہی کروں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر میں نے پومی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ شب خوابی کا لباس پہن چکی تھی اور اب بستر کی چادر درست کر رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "کیا فرہاد کو اس بستر پر نیند آئے گی؟ پتہ نہیں وہ کتنے آرام دہ بستر پر سوتا ہوگا۔ ذرا میں اس بستر پر لیٹ کر دیکھوں۔"

میں نے اس سوچ کے ساتھ اسے لٹا دیا۔ وہ ادھر سے ادھر کروٹ بدل کر دیکھنے لگی۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔ "میں آنکھیں بند کر کے دیکھوں، فرہاد کو نیند آئے گی یا نہیں؟"

میں نے اس کی آنکھیں بند کر دیں۔ پھر اسے دوبارہ آنکھیں کھولنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ آہستہ آہستہ ٹیلی پیتھی کی لوری سے اسے سلانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ گہری نیند سو گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ صبح دس بجے بیدار ہو۔ اس دوران اس کے کمرے میں اگر کوئی غیر معمولی بات ہو یا کوئی داخل ہونے کی کوشش کرے تو اس کی آنکھ کھل جائے۔

یہ ہدایت دینے کے بعد میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ میں نے خود کو بہت ہلکا پھلکا سا محسوس کیا۔ پہلے میرے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ بیڈ روم میں جا کر بھی اس کا سامنا کرنا ہوگا اور اگر میں اپنی رومانہ کو اپنی نگاہوں کے سامنے یوں دیکھتا رہوں گا تو کیا میں بہک نہیں جاؤں گا؟ نہیں وہ بہت معصوم ہے، جوان ہے مگر کم سن ہے۔ ابھی زندگی کے عملی میدان میں بڑی تیزی سے اپنے لیے ایک مقام بنا رہی ہے۔ اس منزل کی طرف جا رہی ہے جہاں رومانہ ہے۔ ابھی اسے محبت کا روگ نہیں لگانا چاہیے، اس سے کترانا چاہیے۔

میں نے سوچا۔ اب مجھے اس کوٹھی میں جا کر سونا چاہیے، جہاں رسونتی ہے، اعلیٰ بی بی ہے اور جہاں چاروں طرف سخت پہرہ ہے۔ وہاں میں اطمینان سے کچھ دیر گہری نیند سو سکوں گا۔

میں نے رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر اس کے دماغ پر دستک دی تھی۔ پھر پوچھا۔ "کیا تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟"

"اب سونے جا رہی ہوں۔"

"میں آ رہا ہوں۔"

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے اپنی حالت کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیوں آ رہے ہو؟"

"کیوں، کیا مجھے نہیں آنا چاہیے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل میں سوچ رہی تھی کہ تمہاری رومانہ مل گئی ہے۔ تم ادھر ہی رہو گے۔"

"میں اُدھر آنا چاہتا ہوں جدھر تم ہو۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ پومی کی طرف سے کوئی لفٹ نہیں ملی؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم نے اپنی موجودگی میں دیکھا ہے کہ وہ مجھے کس طرح دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ کس طرح وہ مجھ سے متاثر تھی؟"

"اسی لیے تو میں چلی آئی تھی۔"

"تم غلط سمجھ کر گئی ہو۔ اگرچہ وہ جسمانی طور پر قد آور اور جوان نظر آتی ہے لیکن۔ ذہنی طور پر بچی ہے۔ اس کے چہرے پر بڑی معصومیت ہے۔ اس کی باتوں سے، اس کے چہرے سے، اس کی اداؤں سے، اس کی کم سنی بالکل عیاں ہے۔ مجھے اس سے دور رہنا چاہیے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "تم بہت اچھے ہو۔"

"تمہارے لیے بُرا ہوں، اسی لیے دور بھاگتی ہو۔"

"آں، نں، نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ میں..... میں..... کیا بتاؤں؟"

"تم کیا بتا سکتی ہو، خواہ مخواہ اپنے آپ سے لڑ رہی ہو۔ تمہارا دل، تمہارا دماغ، تمہارا پورا وجود میری طرف کھنچا آتا ہے اور تم انکار کرتی ہو۔"

"فرہاد! یہ معمولی بات نہیں ہے۔ مجھے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہے اور میں فیصلہ کرنے میں ناکام ہو رہی ہوں۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں تم شادی نہیں کرو گے اور میں خود گھریلو زندگی گزارنے والی عورت نہیں ہوں۔ پھر ہمارے درمیان کیا رشتہ ہو گا؟"

"دوستی کا رشتہ، وہ دوستی جو کبھی نہیں ٹوٹتی۔ تم کس حد تک سے میری خدمت کرنے اپنے چوروں کے ساتھ آئی ہو اور جس انداز میں میری خدمت کر رہی ہو۔ جس جذبے سے دن رات میرے ساتھ سائے کی طرح لگی رہتی ہو۔ میرے ہر دکھ کو اپنا دکھ سمجھتی ہو، میری پریشانیوں پر پریشان ہو جاتی ہو۔ موت میرے لیے آتی ہے ڈھال تم بن جاتی ہو۔ ایسا تو کوئی گھریلو عورت بھی نہیں کرتی۔ بہت کم بیویاں ایسی مثالیں پیش کرتی ہیں۔ تم میری سب کچھ ہو۔ یہ بھی خوب ادا ہے کہ سب کچھ ہو کر سمجھتی ہو کچھ بھی نہیں ہو۔"

"تمہاری باتیں مجھے اور زیادہ الجھا دیتی ہیں۔ پلیز مجھے سوچنے کی مہلت دو۔ میری ایک بات مانو گے؟"

"ایک ہزار باتیں مانوں گا۔"

"آج نہ آؤں؟"

"میں تمہارے دلی جذبات اور ذہنی کیفیت کو سمجھ رہا ہوں۔ ٹھیک ہے، تم کہتی ہو تو نہیں آؤں گا۔"

"میرے دس چور تمہارے آس پاس ہیں۔ ان کے ساتھ رہنا۔ نہیں تو میری پریشانی بڑھ جائے گی۔"

"چلو، یہ بھی مان لیتا ہوں۔ تمہارے چوروں کی نگرانی میں رہوں گا اور تمہارے پاس نہیں آؤں گا لیکن کل جب بھی کسی وقت آؤں تو سیدھا تمہارے دل میں آؤں اور تم اپنے دل کے دروازے میرے لیے کھلے رکھو گی۔"

یہ کہتے ہی میں نے اسے خدا حافظ کہا اور رخصت ہو گیا۔ سامنے پومی کے بیڈ روم کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ وہ گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں مطمئن ہو کر کاٹیج کے باہر آیا۔ برآمدے میں ایک چور اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا۔ میں نے اس سے کہا: "میں لانچ میں سونے جا رہا ہوں۔ تم محتاط رہنا۔ ویسے پومی کا کوئی دشمن میرے علم میں نہیں ہے لیکن مجھ سے دوستی کرنے والوں کے دشمن اچانک پیدا ہو جاتے ہیں۔"

میں سمجھ کر لانچ میں آیا۔ عرشے پر ایک چور اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا۔ میں نے وہاں سونے کا ارادہ ظاہر کیا تو فوراً ہی میرے لیے ایک کیبن خالی کر دیا گیا۔ میں نے کیبن میں آ کر اندر سے اس کا جائزہ لیا، پھر اندر سے دروازے کو بند کر کے بستر پر لیٹ گیا۔

سونے سے پہلے اکثر مجھے سونیا کی یادیں پکارتی ہیں۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت پیرس میں دس بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے۔ وہ سونے کے لیے وہاں ایک کمرے میں آئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو سونیا! میں آ گیا ہوں۔"

وہ مسکرائی۔ پھر بستر پر چاروں شانے چت ہو کر بولی: "سناؤ، کیا حال ہیں؟"

"پہلے تم بتاؤ، اتنی رات تک کیسے جاگ رہی ہو جبکہ بابا نے تمہیں یا اپنے دوسرے طلباء اور طالبات کو نو بجے تک سو جانے کا حکم دیا ہے۔"

"میں بابا کے ساتھ نہیں ہوں، اس وقت مرجانہ کی کوٹھی میں ہوں۔"

"اوہ، ہاں یاد آیا۔ تم نے کہا تھا کہ دو دن کے لیے تم مرجانہ کے پاس اپنے آئی ہو۔ بابا نے تم سے کچھ کہا تھا؟"

"ہاں، انہوں نے کہا تھا کہ وہ دو دن تک بہت مصروف رہیں گے، بالکل تنہا رہیں گے۔ اس لیے میں مرجانہ کے پاس آئی ہوں۔"

"پھر بھی اتنی رات تک جاگنے کی وجہ؟"

"جمیلہ بھی پارس کو لے کر یہاں آ گئی ہے۔"

"وہ اتنی محفوظ جگہ چھوڑ کر یہاں کیوں چلی آئی؟"

"بے چاری بہت پریشان ہے۔ پارس کے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہے۔"

میں نے پریشان ہو کر پوچھا: "کیسا خطرہ؟"

"وہ آج شام کو اپنے کمرے میں پارس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک انگریز لڑکا اس کے کمرے میں آیا اور کہنے لگا: بابا نے پارس کو دعائیں دینے کے لیے اپنے پاس بلایا ہے۔"

جمیلہ نے پارس کو اپنے سینے سے لگا کر پوچھا: "مادام سونیا کہاں ہیں؟"

اس نوجوان نے کہا: "سونیا پیرس گئی ہوئی ہے۔ وہ دو دن بعد آئے گی۔"

جمیلہ نے کہا: "پھر تو میں اکیلی اپنے بیٹے کو یہاں سے باہر نہیں لے جاؤں گی۔ مادام نے مجھے تاکید کی تھی کہ کوئی بھی اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہے تو پارس کو لے کر کبھی اپنے گھر سے نہ نکلنا۔"

اس نوجوان نے ناراض ہوتے ہوئے کہا: "مادام سونیا کی اہمیت بابا سے زیادہ نہیں ہے۔ میں تمہیں بابا کا حکم بھی سنا رہا ہوں۔"

"میں بابا کا حکم ماننے کو تیار ہوں لیکن پہلے مادام سونیا سے بات کروں گی۔ تم کمرے سے باہر جاؤ۔"

اس نے دیوار سے لٹکے ہوئے ریسیور کو دیکھا، پھر کہا۔ "میرے سامنے بات کرو۔ میں بھی مادام سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"تم باہر جاؤ۔ میں تنہا باتیں کروں گی۔ اگر نہیں جاؤ گے تو مجھے شور مچانا ہو گا۔"

وہ باہر چلا گیا۔ جمیلہ نے پارس کو بستر پر لٹایا، پھر آگے بڑھ کر دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔ واپس آ کر دیوار سے لٹکے ہوئے ریسیور کو ٹک پر سے اٹھایا، ایکسچینج سے رابطہ قائم کیا اور کہا: "میں مادام سونیا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز مجھے بتائیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس نمبر پر ملیں گی؟"

ایکسچینج سے کہا گیا: "ایک منٹ انتظار کریں۔ ہمیں مادام نے بتایا تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہیں۔ ان کا فون نمبر بھی موجود ہے۔"

بہرحال مجھ سے رابطہ قائم ہو گیا۔ جب جمیلہ نے مجھے یہ ساری باتیں بتائیں تو میں نے کہا: "کمرے کو اسی طرح اندر سے بند رکھو۔ میں ابھی آ رہی ہوں۔"

میں نے ریسیور رکھ کر مرجانا کو ساری باتیں بتائیں۔ مرجانا نے پوچھا: "کیا تم نے جمیلہ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ بابا کی حکم عدولی ہے، اسے جانا چاہیے تھا؟"

"میں نے اسے تاکید کی تھی کہ میری مرضی اور مشورے کے بغیر وہ پارس کو کسی کے ساتھ کہیں نہ لے جائے۔ یہ تاکید کرنے کے بعد میں بھول گئی تھی۔ بابا صاحب کے سلسلے میں، میں نے اپنے دوسرا حکم نہیں دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے بابا صاحب کو نظر انداز کر کے ابھی مجھ سے رابطہ قائم کیا ہے۔" مرجانہ نے پوچھا: "اب کیا ارادہ ہے۔ سوچنے میں دیر نہ کرو۔ ہمیں فوراً جمیلہ کے پاس پہنچنا چاہیے۔"

میں نے کہا: "ہاں، ذرا ایک ٹیلی فون کر لوں۔"

میں نے ریسیور اٹھا کر بابا کے ادارے دی ونڈر فل نیچر جنریشن کے ایکسچینج سے رابطہ قائم کیا۔ پھر میں نے پوچھا: "کیا بابا صاحب کی طرف سے کسی بھی طالب علم یا طالبہ کے کمرے میں کوئی پیغام پہنچا ہے؟"

ایکسچینج کی طرف سے جواب ملا: "بابا صاحب کی طرف سے بالکل خاموشی ہے۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا اور مرجانہ کے ساتھ باہر آئی۔ کار میں بیٹھ کر جمیلہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ میرا دل کہہ رہا تھا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ میں بابا صاحب سے جا کر براہ راست پوچھ سکتی تھی یا ٹیلی فون پر رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ تنہائی چاہتے ہیں۔ میں ان کی اجازت کے بغیر کسی طرح بھی ان سے رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی۔

بہرحال میں اس ادارے میں پہنچ گئی۔ طلباء و طالبات نے مجھے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ میں وقت سے پہلے آ گئی ہوں۔ میں نے کہا: جمیلہ کے پاس کوئی جوان آیا تھا اور پارس کو بابا صاحب کے پاس لے جانا چاہتا تھا جبکہ بابا صاحب دو دن کی طویل خاموشی اور تنہائی چاہتے ہیں۔"

کچھ طلباء اور طالبات میرے ساتھ جمیلہ کے کمرے تک پہنچے وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ جمیلہ نے میری آواز سن کر فوراً دروازہ کھول دیا۔ پھر ان طلباء و طالبات کو دیکھنے لگی۔ ان میں وہ نوجوان کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس اجنبی نوجوان کے سلسلے میں باتیں ہوتی رہیں۔ سب حیران تھے کہ اس انسٹی ٹیوٹ میں کبھی کوئی باہر کا آدمی بغیر اجازت نہیں آیا۔ پھر وہ نوجوان کون تھا جسے جمیلہ نہیں پہچان رہی تھی۔ سارے ہی طلباء اور طالبات یکے بعد دیگرے اس کے سامنے سے قطار بنا کر گزرنے لگے مگر وہ نوجوان ان میں نہیں تھا۔

اسی وقت میں نے فیصلہ سنا دیا کہ میں جمیلہ اور پارس کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں۔

کچھ ذہین طلباء و طالبات نے کہا: اگر یہ دشمنوں کی چال ہے تو اس طرح وہ کامیاب ہوں گے۔ شاید وہ یہی چاہتے ہیں کہ آپ کسی طرح پریشان ہو کر پارس کو اپنے ساتھ باہر لے جائیں جب وہ اس ادارے سے باہر نکلے گا تو دشمن کہیں سے بھی حملہ کر سکتے ہیں۔"

مرجانہ نے پارس کو گود میں لے کر کہا: میں دیکھوں گی کہ کون مجھ سے میرے بچے کو چھین کر لے جا سکتا ہے۔"

میں نے بھی کہا: میں اور مرجانہ ساتھ ہیں تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس کے باوجود کئی طلباء اور طالبات ہمارے ساتھ باہر آئے۔ انہوں نے اپنی اپنی موٹر سائیکلیں لے لیں۔ پھر ہمارے آگے پیچھے چلتے ہوئے ہمیں مرجانہ کے گھر تک پہنچا کر واپس چلے گئے۔"

سونیا یہ روداد سنا کر خاموش ہو گئی۔ میں چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ پھر میں نے پوچھا: "یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں تو کبھی سوچ

بھی نہیں سکتا تھا کہ بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے میں بھی کوئی دشمن گھس سکتا ہے۔ آخر اس نے کون سا راستہ اپنایا ہوگا؟"

"میں پرسوں وہاں جانے کے بعد معلوم کروں گی۔ پرسوں بابا صاحب سے ملاقات ہوگی۔"

"یہ تو ثابت ہوگیا کہ یہ دشمنوں کی چال تھی۔ ایسی حالت میں بابا صاحب بے خبر نہیں ہوں گے۔ انہیں تم سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا۔"

"انہوں نے کہا تھا۔ اگر کوئی ضروری بات ہوئی تو وہ مجھ سے سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کریں گے۔ وہ یقیناً مراقبے میں ہوں گے اور ہم سے بے خبر ہوں گے۔"

"سونیا! دشمنوں کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارا بیٹا بابا صاحب کے سائے میں ہے۔ آئندہ پارس کو ادھر نہ لے جانا۔ پہلے تم بابا صاحب سے ملاقات کرنا۔ ان سے اس واقعے کے متعلق گفتگو کرنا۔ پھر کسی بہتر نتیجے پر پہنچنے کے بعد پارس کو وہاں لے جاکر رکھنے کا فیصلہ کرنا۔"

"میں ایسا ہی کروں گی۔"

پھر اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس وقت تم جہاں ہو، وہاں چار بج رہے ہوں گے۔ صبح ہونے والی ہوگی۔ کیا تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟ یا نیند پوری کرنے کے بعد مجھ سے مخاطب ہو؟"

"جاگ رہا ہوں۔ بہت مصروف رہا ہوں۔ ایک خوش خبری سنا دوں۔ آج چوتھا قاتل بھی جہنم رسید ہوگیا ہے۔ اب آٹھ رہ گئے ہیں۔"

"یہ کوئی خوش خبری تو نہیں ہوئی۔ چار مرگئے آٹھ تو باقی ہیں۔"

"باقی صرف خدا کی ذات ہے اور کوئی باقی نہیں رہے گا۔ تم اطمینان رکھو۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے اسے پومی کے متعلق نہیں بتایا۔ وہ جانتی تھی کہ پومی روزمرہ کی ہم شکل ہے۔ وہ مجھے طعنے دینے لگتی۔ میری بات کا یقین نہ کرتی کہ میں پومی سے دور ہونے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ویسے بھی سونیا کو بتانا ضروری نہیں تھا۔ جب اسے خود معلوم ہوتا اور وہ جل بھن کر مجھ سے اس سلسلے میں باتیں کرتی تو اسے چھیڑنے میں مزا بھی آتا۔ میں نے فی الحال خاموشی اختیار کی۔ برتھ پر آرام سے لیٹ کر دماغ کو ہدایت دی اور گہری نیند میں ڈوب گیا۔

اگر کوئی شخص موت کی سزا پانے والا ہو اور جب پھانسی کا پھندا اس کے گلے میں ڈالا جا رہا ہو، اسے یہ خوش خبری سنا دی جائے کہ اس کی سزائے موت معاف کر دی گئی ہے۔ وہ آزاد کیا جا رہا ہے تو آزاد ہونے کے بعد وہ کتنی گہری اور اطمینان کی نیند سوئے گا، یہ وہی شخص جانتا ہے۔ مجھے بھی اپنے چار قاتلوں سے نجات مل گئی تھی۔ جو تھا قاتل خنجر زنی کے بڑے کمالات دکھا رہا تھا، بہت زیادہ دہشت زدہ کر رہا تھا، اب خود موت کی آغوش میں چلا گیا تھا۔ اس کے باوجود مجھے اطمینان سے جتنی گہری نیند آنا چاہیے تھی، وہ نہ آسکی۔

زندگی میں پہلی بار دماغ کو ہدایات دینے کے باوجود میں گہری پُرسکون اور اطمینان بخش نیند کے مزے نہ لے سکا۔ ایک بات ہو کہ میرے خوابیدہ دماغ میں کھٹک رہی تھی۔ ایک بے چینی تھی اور وہ بے چینی اپنے بیٹے پارس کے لیے تھی۔ دشمن اس کی خفیہ پناہ گاہ کو جان گئے تھے، اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ اگرچہ وہ سونیا اور سوچ کی آغوش میں محفوظ رہ سکتا تھا۔ لیکن پہلی بار میں نے سمجھا کہ اولاد کی محبت کیا ہوتی ہے اور وہ ایسی ہوتی ہے کہ مجھ جیسا سنگدل اور مصائب کو سہہ جانے والا شخص بھی اپنے بیٹے کے لیے پریشان ہوگیا تھا اور وہ پریشانی نیند میں بھی قائم تھی۔

میں نے خواب میں دیکھا۔ دو شیطانی ہاتھ میرے بیٹے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ لمبے لمبے ناخن اور لمبے لمبے بالوں سے بھرے ہوئے ہاتھ فولاد کی طرح سخت اور شیطانی ارادوں کی طرح خطرناک تھے۔ وہ میرے بیٹے کی گردن تک پہنچنا چاہتے تھے، لیکن نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ایک شیطانی ہاتھ سے سونیا اور دوسرے سے مرجانہ پنجہ لڑا رہی تھیں۔ ان ہاتھوں کو میرے پارس تک بڑھنے سے روک رہی تھیں۔

پھر میں نے دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھ مقابلہ کرنے میں مصروف تھیں، اتنے میں تیسری طرف سے کوئی انجانا ہاتھ آیا اور میرے بیٹے کو اٹھا کر لے گیا۔ ایک دم سے میری آنکھ کھل گئی۔

میں چند ساعتوں تک گم صم چاروں شانے چت پڑا رہا۔ مجھے پتہ نہ چلا کہ میں کہاں ہوں۔ پھر اچانک ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے فوراً ہی سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت رات کا پچھلا پہر تھا۔ وہ سو رہی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ دو دن کے لیے میں پارس جمیلہ کے پاس ہے۔

میں جمیلہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بھی سو رہی تھی۔ میں نے اس کی آنکھیں کھول دیں۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر سوچنے لگی: "مجھے اچانک کیا ہوگیا؟ میں نیند سے بیدار کیسے ہوگئی؟"

اس نے فوراً ہی اٹھ کر سوچ آن کیا مگر روشن ہوگیا۔ میں نے پلٹنے میں پارس کو دیکھ کر اطمینان کی سانس لی۔ جھک کر اسے چوما اور لائٹ آف کرنے کے بعد اپنے بستر پر آگئی۔ اب اسے سوچ نے بتایا کہ کمرے کا دروازہ اندر سے بند ہے۔ خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اور اس کمرے کے سامنے والے حصے میں سونیا سو رہی ہے۔

میں نے اطمینان کی سانس لی۔ گھڑی دیکھی تو پتہ چلا کہ میں چوک کر ٹھیک اسی وقت بیدار ہوا تھا۔ جب میں نے دماغ کو بیدار کرنے کی ہدایت دی تھی۔ اس وقت دن کے آٹھ بجے تھے۔ میں نے باتھ روم میں جاکر غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد باہر آکر دیکھا۔ سورج چمک رہا تھا۔ کانچ کی طرف خاموشی تھی۔ برآمدے میں ایک چور نظر آرہا تھا۔ میں لانچ سے اتر کر ساحل پر آگیا۔ میری کار وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیور بھی موجود تھا۔ اسی وقت ایک گاڑی آکر رکی۔ اس گاڑی کے اگلے دروازے کو کھول کر ایک مسلح شخص باہر آیا۔ پھر وہ پچھلی سیٹ کے دروازے کو کھول کر ادب سے کھڑا ہوگیا۔ اس سیٹ سے ایک ادھیڑ عمر کا آدمی باہر نکلا پھر وہ آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا: "فرہاد صاحب! میں آپ کو اپنی آواز سنا رہا ہوں۔ یقیناً آپ نے پہچان لیا ہوگا۔"

میں نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "بیشک، آپ ریڈ پاور کے باس اینجلو ہیں۔"

"میں نے سوچا، خود ہی ہسٹری شیٹ لے آؤں۔ اس طرح آپ سے ملاقات بھی ہوجائے گی۔"

"مسٹر اینجلو! مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ اگر یہ رسمی خوشی نہیں ہے تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ مجھے بھی اپنی خدمت کا موقع دے کر خوش ہونے کا موقع دیں۔"

"بھلا میں کیا موقع دے سکتا ہوں؟"

اس نے عاجزی سے کہا: "سر ماسٹر آپ کے لیے بہت کچھ کر رہا ہے، بہت سی سہولتیں آپ کے لیے فراہم کرتا ہے۔ میں بھی آپ کے لیے بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ میں اپنی دوستی کا ثبوت پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ جو سر ماسٹر کر رہا ہے۔ وہ آپ بھی کر سکتے ہیں۔ جہاں تک میری مرضی اور خوشی کا تعلق ہے تو میں آپ دونوں ہی سے کسی کو اپنا مخالف نہیں بنانا چاہتا۔ دونوں کو دوست بنائے رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ بتائیں میرے لیے کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"فی الحال میں درخواست کروں گا کہ آج مجھے میزبانی کا موقع دیں۔ میں آپ سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی میں اپنی رہائش گاہ کی طرف جا رہا ہوں۔ کچھ دیر وہاں رہوں گا۔ آپ میرے ڈرائیور کو اپنی رہائش گاہ کا پتہ بتا دیں۔ میں ٹھیک ایک بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے خوش ہو کر ڈرائیور کو اپنا پتہ سمجھایا۔ پھر کہا۔ "میں بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کروں گا۔ یہ ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہوگا کہ آپ ہمارے ہاں آئیں گے۔"

میں اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کھڑکیوں کے شیشے اور ونڈ اسکرین اور بیک اسکرین پر آہنی چادریں چڑھا دی گئیں۔ اینجلو چپ چاپ کھڑا میری کار کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا: "اونہہ، یہ کار کیا چیز ہے۔ میں فرہاد صاحب کے لیے اس سے زیادہ محفوظ گاڑی فراہم کر سکتا ہوں اور ان کے لیے ایسی ایسی رہائش گاہیں تعمیر کرا سکتا ہوں کہ سپر ماسٹر بھی دیکھے تو حیران رہ جائے۔"

میں مسکرا کر رہ گیا۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ ہم اسکرین پر باہر کے مناظر دیکھ رہے تھے اور اپنی منزل کی طرف جا رہے تھے۔ میں رسوخ کی خیریت معلوم کرنے اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ باتھ روم میں تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا: "کیا یہ سچ ہے؟ کیا فرہاد میرا مالک رہ چکا ہے؟"

وہ اور زیادہ شرمانے لگی۔ اپنے اندر کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کرتے ہوئے مختلف جذبوں سے کترانے لگی۔ وہ جذبے اس کے خلاف تھے اور وہ اپنے جذبوں کے خلاف تھی۔ اس بات سے انکار کرنا چاہتی تھی کہ میں کبھی اس کے قریب آیا تھا۔

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس حالت میں اس کے پاس رہنے سے میرے اندر ہلچل سی پیدا ہوگئی تھی اور وہ تھی کہ میرے دل کی حالت سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔ میرے بجائے سے بھی بھاگنا چاہتی تھی۔ میں اپنا دھیان بٹانے کے لیے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

جب میں کوشش کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ میں دماغ میں پہنچنا چاہتا ہوں اور وہ کوشش ناکام ہو جاتی ہے۔

میں اعلیٰ بی بی کے پاس بار بار پہنچ رہا تھا، دماغ کے دروازے پر دستک دے رہا تھا مگر وہ دروازہ نہیں کھول رہی تھی۔ پچھلی رات وہ اپنے آپ سے ڈرنے لگی تھی۔ خود سے گھبرانے لگی تھی۔ اس نے مجھ سے مہلت مانگی تھی کہ وہ کل دن اپنا فیصلہ سنائے گی اور جب فیصلہ سنانے کا وقت آیا تھا تو دماغ کے تمام دروازے بند کر کے اس کے اندر چھپ کر بیٹھ گئی تھی۔

دروازے بند کر لینے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ جسمانی طور سے نہیں چھپ سکتی تھی۔ ابھی میں وہاں پہنچے ہی والا تھا۔ اسے میرے روبرو آنا ہی ہوتا۔ یہ عورتیں بھی عجیب ہوتی ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ نہیں چھپ سکتیں، چھپتی ہیں۔ محض اس لیے کہ ہم انہیں ڈھونڈتے رہیں اور دریافت کرتے رہیں۔

میری کار رہائش گاہ تک پہنچ گئی۔ بنگلے میں پہنچ کر میں کار سے اتر کر پہلے ڈرائنگ روم میں آیا پھر وہاں سے اعلیٰ بی بی کی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچا۔ میں نے ایک بار پھر اس کے دماغ پر دستک دی مگر دروازہ بند رہا۔ خواب گاہ کے دروازے پر دستک دی، پھر بھی جواب نہیں ملا۔ تب میں نے دروازے کے ہینڈل کو دبا کر ہلکا سا دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ خواب گاہ اندر سے خالی تھی۔ میں واپس ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں اعلیٰ بی بی کا ایک چور موجود تھا۔ میں نے پوچھا: "اعلیٰ بی بی کہاں ہیں؟"

"وہ کہیں گئی ہیں۔ انہوں نے ہمیں نہیں بتایا ہے، صرف اتنا حکم دیا ہے کہ ہم آپ کی خدمت کے لیے ہمہ وقت آپ کے آس پاس موجود رہیں اور کسی بھی حکم کی تعمیل میں کوتاہی نہ کریں۔"

میں نے سوچتی ہوئی نظروں سے چور کو دیکھا۔ پھر کہا: "میرا حکم ہے کہ دس منٹ کے اندر معلوم کرو کہ وہ کہاں ہیں اور مجھے بتائے بغیر کیوں چلی گئی ہیں؟"

اس نے اپنی جیب سے ایک پاکٹ ٹرانسمیٹر نکالا پھر رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے اعلیٰ بی بی کی آواز سنائی دی۔ چور نے بتایا کہ میں اس کا پتہ معلوم کر رہا ہوں اور کچھ کہے سنے بغیر جانے کی وجہ معلوم کر رہا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "رسیور فرہاد کو دے دو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ رسیور میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے کہا: "ہیلو! تم کہاں چلی گئی ہو اور بات کرنے کے لیے ٹرانسمیٹر کا سہارا کیوں لے رہی ہو؟ اوور۔"

"میں ٹرانسمیٹر یا ٹیلی فون کے ذریعے تم سے گفتگو کروں گی تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ اوور۔"

"یہ اچانک تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا اپنے آپ سے ڈر رہی ہو۔ میں کہتا ہوں، فوراً واپس آ جاؤ۔ اوور۔"

"میں نہیں آؤں گی اور تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی میرے تمام چور تمہاری خدمات کے لیے وقف ہیں اور ہمیشہ تمہارے ساتھ لگے رہیں گے۔ اوور۔"

"مجھے تمہارے کسی ساتھی کی ضرورت نہیں ہے۔ تم گئی ہو تو انہیں بھی اپنے ساتھ لے جاؤ یا تو واپس آ جاؤ یا اپنے تمام ساتھیوں کو اپنے پاس بلا لو۔ مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ اوور۔"

"خواہ مخواہ ضد نہ کرو۔ ہمارے درمیان کوئی ناراضگی، کوئی مخالفت نہیں ہے۔ میں کچھ مہلت چاہتی ہوں۔ اوور۔"

"کل رات بھی تم نے مہلت مانگی اور مجھ سے دور بھاگ گئیں۔ اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیے۔ میں مہلت نہیں دوں گا۔ اوور۔"

"میں اچھی طرح سوچنا سمجھنا چاہتی ہوں۔ بابا صاحب نے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ جب بھی ایسا موقع آئے تو میں تمہیں اتنی دور چلی جاؤں کہ تم سوچ کے ذریعے بھی مجھ تک نہ پہنچ سکو۔ ایسے میں مجھے بڑے سکون سے اطمینان سے اپنے بارے میں غور کرنے کا موقع ملے گا اور تم سے دور رہنے کی تدبیریں بھی ذہن میں آتی رہیں گی۔ فرہاد مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ مجھے سوچنے کا موقع دو۔ اوور۔"

میں نے غصے سے کہا: "یہ بابا فرید واسطی صاحب لگتا ہے میرے دانا دشمن ہیں۔ میں انہیں غصہ بھی نہیں دکھا سکتا۔ پہلے سونیا کو بلا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ اپنی خدمت کے لیے وقف مرجانا کو سمجھا دیا کہ مجھ سے دور رہے۔ ادھر تمہیں پہلے سے رکھا ہے۔ آخر وہ میرے ساتھ کیا کھیل کھیل رہے ہیں؟ کیا ان کا خیال ہے کہ میں بھی ان کی طرح ساری دنیا کو، ساری رنگینیوں کو چھوڑ کر کسی کاٹیج میں یا کسی پہاڑی کی چوٹی پر جا کر گوشہ نشین ہو جاؤں؟ جانتی ہو، وہاں پیرس میں کیا ہو رہا ہے؟ اوور۔"

"کیا ہو رہا ہے؟ اوور۔"

"میرے بیٹے پارس کو اغوا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تمہارے بابا صاحب کے سائے میں کوئی اجنبی آدمی بغیر اجازت نہیں آ سکتا تھا پھر بھی اس انسٹی ٹیوٹ میں ایک اجنبی نوجوان جمیل کے کمرے میں پہنچ گیا تھا۔ اوور۔"

میں نے اسے وہ ساری باتیں بتائیں اور آخر میں یہ بتایا کہ اب پارس سونیا اور مرجانا کی حفاظت میں ہے۔ یہ سن کر اعلیٰ بی بی نے کہا: "میں ابھی پیرس کے لیے روانہ ہو جاؤں گی۔ پارس کی حفاظت کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ اوور۔"

"میں چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے کے آس پاس ٹریڈ مارک موجود رہے۔ کوئی اس کے پاس نہ پہنچ سکے۔ تم پہلے مجھ سے ڈر کر پھر ادھر جانے کا ارادہ کرو گی۔ اوور۔"

"میں تم سے نہیں ڈروں گی۔ یہ اچھا موقع ہے، میں پیرس جاؤں گی۔ پارس کو اپنی حفاظت میں لوں گی اور بابا کو اپنی حالت بتاؤں گی، ان سے مشورہ لوں گی۔ ان کے مشورے کے بغیر تمہارے قریب نہیں آؤں گی، اوور۔"

"اگر یہ بات ہے تو تم بھی جاؤ اور تمہارے تمام ساتھی بھی جائیں۔ میں احتجاجاً سب کی خدمات سے انکار کرتا ہوں۔ میں رمونتی کو اپنے ساتھ لے کر یہاں سے کہیں دور چلا جاؤں گا۔ اوور اینڈ آل۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ پھر اس چور کے حوالے کرتے ہوئے کہا: "اعلیٰ بی بی نے تمہیں حکم دیا تھا کہ تم سب میرے حکم کی تعمیل کرو گے؟"

"یس سر!"

"تو میں آخری حکم دے رہا ہوں، تم اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ اس رہائش گاہ سے دور چلے جاؤ۔ میں آئندہ تم لوگوں کو اپنے آس پاس دیکھنا نہیں چاہتا۔"

چور نے ادب سے کہا: "جناب! شاید آپ ہماری اعلیٰ بی بی سے کسی بات پر ناراض ہیں لیکن ہمیں تو اپنی خدمات سے محروم نہ کریں۔"

"ایک بار میں نے حکم دے دیا۔ اگر اس کی تعمیل نہیں کرو گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اعلیٰ بی بی کی حکم عدولی کر رہے ہو۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ سر جھکا کر وہاں سے چلا گیا۔ میں رنگون یا ملٹر سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ رہائش گاہ بدل دوں گا، کسی دوسری جگہ رہوں گا۔ میں نے ماسٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت وہ ممی کے وکیل سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ جائداد کے سلسلے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ میں نے اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ میرے ہی کام میں لگا ہوا تھا۔ میں نے سعید صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا: "تم نے ابھی تک اپنی خیریت کی اطلاع نہیں دی۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

"اب تو اطلاع دے رہا ہوں۔ پریشانی ختم کیجیے۔ صرف اپنی شادی کی خوشیاں منائیے۔ میں شادی کے دن دماغی طور پر آپ کے پاس حاضر رہنے کی کوشش کروں گا۔"

"صرف شادی کے دن نہیں۔ وعدہ کرو کہ روز مجھ سے رابطہ قائم کرو گے؟"

"آپ خواہ مخواہ مجھ سے اظہار محبت کر رہے ہیں۔ جب محبت کرنے والی آئے گی تو سب کچھ بھول جائیں گے۔"

"مجھے ایسا نہ سمجھو۔ آزما کر دیکھ لینا۔"

"اچھی بات ہے۔ یہ بتائیں جاوید کو برما بھیجنے کے لیے آپ نے کیا کیا ہے؟"

"انشاء اللہ کل تک پاسپورٹ تیار ہو جائے گا۔ کہو تو میں کل ہی کسی فلائیٹ سے روانہ کر دوں۔"

"یہی مناسب ہے۔ آپ جاوید کے گھر ضرور جائیں اور اپنے فرضی پارس کو بھی دیکھ لیں۔"

میں نے ان سے تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد ریحانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ بھابی اس کے قریب ہی بیٹھ کر پارس کو گود میں لیے کھلا رہی تھیں اور ہنس ہنس کر اس سے باتیں کر رہی تھیں حالانکہ وہ معصوم نہ سمجھ سکتا تھا، نہ بول سکتا تھا۔ میں نے انہیں مخاطب کیا تو وہ چونک گئیں۔ ریحانہ سے بولیں: "مجھے تو فرہاد بھائی اپنے دماغ میں محسوس ہو رہے ہیں۔"

پھر میں نے ریحانہ کو مخاطب کیا اور انہیں یقین دلایا کہ میں موجود ہوں۔ وہ دونوں بہت خوش ہوئیں۔ تھوڑی دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ پھر میں ان سے رخصت ہو کر دماغی طور پر ڈرائنگ روم میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت میرے تصور میں پارس تھا میرا اپنا بیٹا پارس۔ میں نے سوچا پھر اس کی خیریت معلوم کر لوں اور سونیا سے کچھ باتیں کر لوں۔ میں نے آنکھیں بند کیں اور برما سے پیرس پہنچ گیا۔ پیرس میں صبح ہونے والی تھی۔ نیم تاریکی اور نیم روشنی تھی۔ میں نے جمیلہ کے دماغ میں جگہ بنائی تھی تاکہ پارس کو دیکھ سکوں لیکن وہاں سونیا اور مرجانا بھی نظر آ رہی تھیں۔

جمیلہ کی سوچ نے بتایا کہ اس وقت وہ سب بنگلے کی چھت پر ہیں۔ سونیا بابا صاحب کی ہدایت کے مطابق روز صبح چار بجے بیدار ہونے کے بعد یوگا کی مشقیں کرتی تھی۔ اس وقت بھی وہ اور مرجانا یوگا کی مشقوں میں مصروف تھیں۔ سونیا کی ایک ٹانگ گھٹنے کی طرف سے مڑی ہوئی تھی۔ دوسری ٹانگ پشت کی طرف اپنی لمبائی میں زمین سے لگی ہوئی تھی اور باقی آدھا جسم کمان کی طرح خم کھا کر پیچھے کی طرف مڑ گیا تھا۔ وہ بالکل کمان ہو گئی تھی۔ ایسی حالت میں اس نے سانس روک رکھی تھی اور آہستہ آہستہ سانس چھوڑنے کے ساتھ ساتھ اپنے جسم کو ڈھیل دیتی اور سیدھا کرتی جا رہی تھی۔ اس کے سامنے مرجانا بھی ایسی ہی مشقوں میں مصروف تھی۔ ان دونوں کے درمیان میرا بیٹا پارس ایک باسکٹ میں لیٹا ہوا تھا، گرم کپڑوں میں لپٹا ہوا۔ میں مطمئن ہو گیا۔ اس کے آس پاس دو ننھی گائیں اپنے بدن کو تو ڈھو رہی تھیں، بل کھا رہی تھیں اور جیسے پھن پھیلائے پارس کے قریب آنے والے دشمنوں کو ڈسنے کے انتظار میں تھیں۔

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ سامنے ڈرائنگ روم کے دروازے پر رس ونتی سفید لباس میں ملبوس کھڑی ہوئی تھی۔ یوں لگا جیسے کوئی اپسرا آسمان سے اتر کر سیدھی زمین پر آ گئی ہو اور مجھے اپنے جلووں سے مسحور کر رہی ہو۔ اگرچہ وہ بہت قریب سے دیکھی بھالی تھی لیکن اس وقت بالکل نئی نئی، تازہ تازہ اور ایسی اجنبی سی لگ رہی تھی جیسے کسی دور دیس سے آئی ہوئی اجنبی حسینہ ہو اور نئے سرے سے مجھے لبھا رہی ہو۔ میری توجہ کو، میرے جذبوں کو پکار رہی ہو۔

اس لمحے معلوم ہوا۔ رس ونتی کے معنی ہیں رس بھری۔ پہلے جو رس ونتی تھی وہ میری بیوی تھی، میرے بچے کی ماں تھی۔ اس وقت جو رس ونتی نگاہوں کے سامنے کھڑی ہوئی تھی، وہ رس بھری تھی، اجنبی تھی۔ ایسی محبوبہ تھی جو محبت کی تجدید کر رہی تھی۔ وہ محبت

جیسے وہ بھول چکی تھی — اب اس بھولے ہوئے سبق کو پھر سے پڑھنے آگئی تھی۔

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ذرا سی سہم گئی۔ اپنے آپ میں سمٹنے لگی۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا: "میں پہچان گیا ہوں۔ تم رعونتی کا وہ حصّہ ہو جس کا تعلق دل سے ہے اور دل والی رس ونتی ہمیشہ محبت سے میری طرف کھنچی چلی آتی ہے اور تم میری طرف کھنچی آئی ہو۔"

وہ انکار میں شاید یہ کہنا چاہتی تھی کہ میں رس ونتی کا دوسرا حصّہ نہیں ہوں۔ میں دل والی نہیں ہوں بلکہ دماغ والی ہوں۔ وہ دماغ والی جو بہت کچھ بھول چکی ہے اور یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن میں نے اسے کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔

جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ آزاد نہیں تھی گرفتار تھی، اس کی سانسیں تیز ہو گئی تھیں، وہ بے حال ہو رہی تھی کچھ سوچنا چاہتی تھی۔ میں اسے سوچنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اس کی سوچ کو گڑبڑا دیتا تھا۔ اسے اپنی طرف مائل کر رہا تھا۔ جب وہ مائل ہو جاتی تھی تو اس کی سوچ کو آزاد چھوڑ دیتا تھا تاکہ وہ اپنے آپ کو پورے ہوش و حواس میں رہ کر دیکھے۔ جب وہ اپنے حال کو دیکھتی تھی تو خوفزدہ بے حال پاتی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ سنبھل کر مجھ سے نکلنے کی کوشش کرتی، میں پھر اسے ذہنی طور پر گرفتار کر لیتا تھا۔

پھر میں نے اسے چھوڑ دیا لیکن اس طرح چھوڑا کہ اس کا دماغ میرے قابو میں تھا۔ میں نے اس کے اندر سے انکار اور گھبراہٹ کو ابھرنے نہیں دیا۔ اسے شرماتے، لجاتے ہوئے اپنے سے دور جانے کا موقع دیا۔ وہ یوں شرما رہی تھی جیسے پہلی بار کسی نے اس کا ہاتھ پکڑا ہو۔ اور وہ ہاتھ چھڑا کر دور بھاگی جا رہی ہو۔ وہ بھاگتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں آئی اور اوندھے منہ بستر پر گر پڑی۔ منہ چھپا کر ان لمحات کے متعلق سوچنے لگی جو اس کے لیے خواب تھے۔ اسے ان لمحات میں یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خواب دیکھتے دیکھتے جاگ گئی ہو اور آنکھوں کے سامنے تعبیر دیکھ رہی ہو۔ پھر آنکھ لگ جاتی ہو اور خواب کا سماں گزرتا ہو۔ آنکھ کھلتی ہو پھر تعبیر نظر آتی ہو اور پھر وہ خوابوں میں گم ہو جاتی ہو۔ کیسی عجیب سی بات تھی، کیسے عجیب سے لمحات تھے، جن کے متعلق وہ صحیح طور سے سمجھ نہیں سکتی تھی کہ وہ کیسے آئے اور کیسے گزر گئے۔

جب میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا اور دماغی طور پر حاضر ہو گیا تو میری عجیب حالت ہو گئی۔ اتنی دیر تک میں اس کی سوچوں سے کھیلتا رہا تھا۔ اس کے نتیجے میں عجیب سے احساسات کا علم ہوا۔ اس کی نگاہیں، اس کا انداز، اس کا وہ شرما شرما کر خود کو چھپانا اور چھپانے نہ پانا ایسا تھا کہ میں بڑی دیر تک اسی جگہ کھڑا ہوا ان تصوّرات میں گم رہا۔

کال بیل کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے ڈرائنگ روم میں آ کر دیکھا۔ ایک ماتحت دروازے سے داخل ہو رہا تھا۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے، پہلے تو کبھی کال بیل کی ضرورت پیش نہیں آئی۔"

اس نے سر کو جھکا لیا، کوئی جواب نہ دے سکا۔ میں نے اس کی سوچ پڑھی تو پتہ چلا کہ اس نے تھوڑی دیر پہلے رعونتی کے ساتھ دیکھا تھا۔ مجھے ضروری پیغام بھی دینا تھا۔ اس لیے اس نے کال بیل کے ذریعے مجھے مخاطب کیا تھا۔ میں نے مسکرا کر کہا: "کہو کیا بات ہے؟"

ماسٹر کے ماتحت نے کہا: "ہمارے ماسٹر ایک وکیل کے ساتھ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"انہیں بھیج دو۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں ماسٹر نے آ کر مجھ سے مصافحہ کیا پھر اس وکیل سے تعارف کرایا۔ وہ آنجہانی ممّی کا وکیل تھا۔ اس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "فرہاد صاحب! میں آپ کو جانتا ہوں۔ ایک بار میں نے مادام مارتھا (ممّی) کے ہاں آپ کو دیکھا تھا۔ انہوں نے آپ کا غائبانہ تعارف بھی کرایا تھا۔ میں نے ان کی تمام دولت اور جائداد کے کاغذات آپ کے نام منتقل کرنے کے لیے تیار کر لیے ہیں۔ یہ فائل لایا ہوں۔ آپ ضروری جگہوں پر اپنے دستخط کر دیں۔"

میں وکیل کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے فائل کھولی اور جگہ جگہ کاغذات پر میرے دستخط لینے لگا۔ میں دستخط کرنے سے پہلے کاغذات کو پڑھتا جا رہا تھا۔ آخر یہ کام ختم ہو گیا۔ وکیل نے فائل کو بند کرتے ہوئے کہا: "دو چار دن میں تمام جائداد آپ کے نام ہو جائے گی۔"

اسی وقت ماتحت نے آ کر کہا: "ماسٹر! بڑی حیرانی کی بات ہے۔ ریڈ پاور کا باس یہاں آیا ہے اور فرہاد صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔"

یہ سنتے ہی ماسٹر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ سپر ماسٹر اور ریڈ پاور کی تنظیم کے درمیان بڑی نفرت تھی اور وہ ایک دوسرے سے ہمیشہ الجھتے رہتے تھے۔ ایک دوسرے کو جانی، مالی نقصان پہنچاتے رہتے تھے میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: "ماسٹر! آپ آرام سے بیٹھ جائیں۔ اگر اس کے یہاں آنے پر اعتراض ہو تو میں باہر جا کر ملاقات کر لوں گا۔"

وہ جلدی سے تیور بدل کر نرم پڑتے ہوئے بولا: "جناب! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم اپنا کیا کہہ سکتے ہیں۔"

میں نے ماتحت سے کہا کہ وہ ریڈ پاور کے باس اینجلو کو یہاں بلا کر لے آئے۔ وہ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اینجلو ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کرنے کے بعد ماسٹر کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا: "میں آپ کے ہاں مہمان ہوں۔ خوش آمدید نہیں کہہ سکتے تو نہ سہی ایسی نظروں سے تو نہ دیکھیں۔"

میں نے کہا: "مسٹر اینجلو! آپ لوگ آپس میں چھیڑ چھاڑ کریں، ورنہ بدمزگی پیدا ہو گی جس کام سے آئے ہیں۔ وہ بیان کریں۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا: "یہاں یہودی تنظیم کی بابت آپ پر مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔"

میں نے اور ماسٹر نے چونک کر اسے دیکھا۔ اینجلو نے کہا: "آپ پاکستان سے جس الزام کی بنیاد پر نکالے گئے، ہیں وہی الزام یہاں عائد کیا گیا ہے یعنی مادام رس ونتی کا تعلق یہودی تنظیم سے ہے اور آپ اسے اغوا کر کے یہاں لائے ہیں۔ لہٰذا وہ مادام رس ونتی کا مطالبہ کر رہے ہیں اگر یہ مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو عدالتی کارروائی جاری رہے گی۔ اس دوران آپ کو ہر پیشی میں عدالت جانا ہو گا اور اپنے بیانات دینے ہوں گے۔"

میں نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا: "میں ان کی چالوں کو سمجھ رہا ہوں۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں عدالت میں بار بار حاضر ہونے کے بہانے اپنی پناہ گاہ سے نکلتا رہوں اور ان کی نظروں میں رہوں اگر میری لڑلی کے دو قاتل مجھے اپنا نشانہ نہ بنا سکیں۔"

ماسٹر نے کہا: "میں ان کی یہ چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

"ماسٹر! میں آپ سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔ اس لیے آپ کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔"

میں نے اینجلو سے کہا: "آپ مائنڈ نہ کریں۔ میں آپ سے اکیلے بات کرتا ہوں۔"

میں نے ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ سپر ماسٹر اور ریڈ پاور کے ملک نے یہودیوں کا ساتھ دیا ہے۔ میرے خلاف میرے ملک میں بھی یہ الزام پیش کیا تھا۔ اب یہ الزام یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ یہودیوں کا دباؤ ہے، اس لیے آپ زیادہ سے زیادہ سپر ماسٹر کا سہارا لینا چاہیں گے اور سپر ماسٹر کھل کر میری مدد نہیں کر سکے گا۔ جتنی بھی امداد مجھے حاصل ہو رہی ہے وہ خفیہ طور پر ہے۔ لہٰذا آپ جو کچھ بھی کرنا چاہیں خفیہ طور پر کریں ورنہ یہاں ریڈ پاور کا باس اینجلو بیٹھا ہوا ہے۔ وہ آپ کے چیلنج کو سن کر یہ بات یہودیوں تک پہنچا دے گا۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر میں نے اینجلو کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا: "مسٹر اینجلو! آپ کیا فرماتے ہیں؟ اس کیس کے سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں؟"

"میں نے کہا تھا کہ خدمت کا کہ کبھی بھی موقع آئے گا تو میں اپنی بھرپور دوستی کا ثبوت پیش کروں گا۔ یہ وقت آ گیا ہے، میں یہودی تنظیم سے یہ مقدمہ لڑوں گا۔ اس طرح کہ آپ غیر حاضر رہیں گے اور آپ کی جگہ میں عدالت میں حاضر ہوا کروں گا۔ آپ کو ان قاتلوں سے چھپا کر رکھوں گا اور خود ان قاتلوں کا کام تمام کر کے ایک دن آپ کی نگاہوں میں سرخرو ہو جاؤں گا۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "پہلے اپنے ریڈ پاور کے سربراہ ماسک مین سے اس سلسلے میں بات کر لو۔ تب تمہیں معلوم ہو گا کہ تمہارا ملک اور تمہاری تنظیم بھی یہودیوں کے دباؤ میں ہے۔ تم لوگ کھل کر میری مدد نہیں کر سکو گے۔ اگر ایسا ہوتا تو سپر ماسٹر کبھی پیچھے نہ ہٹتا۔ میں ابھی تمہارے سامنے بیٹھے ہوئے ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر اسے یہی سمجھا رہا تھا کہ وہ تمہاری طرح دوغلے نہ بنے۔ تم دونوں اپنے اپنے سربراہوں کے ماتحت ہو اور تم نہیں جانتے کہ اوپر کیسی سیاست چل رہی ہے۔"

اس نے سوچ کے ذریعے کہا: "آپ نے عجیب بات کہہ دی۔ میں ابھی اپنے باس ماسک مین سے رابطہ قائم کر کے معلوم کروں گا کہ آخر آپ کی مدد کرنے میں کیا تامل ہو سکتا ہے؟ کیا یہودی اتنے بارسوخ ہیں، اتنے وسیع ذرائع کے مالک ہیں کہ ہم ان کے خلاف آپ کی حمایت نہیں کر سکیں گے؟"

"آپ جائیں۔ اپنے ماسک مین سے معلومات حاصل کریں۔ اس کے بعد میری مدد کا دعویٰ کریں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولا۔ "ٹھیک ہے، میں جا رہا ہوں۔ آپ سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کروں گا۔ یا آپ مجھ سے رابطہ قائم کریں، میں اس وقت تک ماسک مین سے آپ کی باتوں کی تصدیق کر لوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے ماسٹر سے کہا: "وہ بھی اپنے سربراہ سے معلوم کرنے گیا ہے۔ آپ بھی معلومات حاصل کر لیں اور مجھے فی الحال تنہا چھوڑ دیں۔"

ماسٹر وکیل کے ساتھ چلا گیا۔ میں ڈرائنگ روم میں تنہا رہ گیا۔ میں صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا۔ میں اس وقت کس مقام پر ہوں؟ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ میرا کوئی در نہیں ہے۔ میرے پاؤں تلے میری اپنی زمین نہیں ہے۔ میں کبھی سپر ماسٹر کی مدد حاصل کرتا ہوں، کبھی ریڈ پاور والوں سے دوستی کرتا ہوں اور ان دونوں کے درمیان یہودی مجھے دوڑا رہے ہیں۔

ان حالات میں میری داستان مسلمانانِ عالم کی داستان ہے۔ یہ یہودی کچھ اسلامی ممالک پر براہِ راست حملے کرتے ہیں اور کچھ اسلامی ممالک کو بالواسطہ بڑے ممالک کے ذریعہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ ہم تمام لوگوں کا یہ حال ہے کہ کبھی اس طاقت کی امداد حاصل کرتے ہیں کبھی اُس طاقت میں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ بڑی طاقتوں کی یہ کھلی ہوئی پالیسی ہے کہ تمام اسلامی ممالک یہودیوں سے پریشان ہو کر کسی نہ کسی طاقت کے زیرِ اثر رہیں اور ان کے ذریعے یہودیوں کی شیطانیت سے محفوظ رہیں۔ گویا کہ ہم ایک شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے دوسرے شیطانوں کی پناہ باری باری ڈھونڈتے آئے ہیں۔

آہ! میں کبھی سپر ماسٹر کی پناہ حاصل کرتا تھا کبھی ریڈ پاور کا دوست بن جاتا تھا اور اس طرح ایک ملک سے دوسرے ملک بھٹکتا رہتا تھا۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک میں نے آج تک جو زندگی گزاری وہ باری باری دو تنظیموں کی پناہ میں گزاری کبھی اِس کا کبھی اُس کا احسان لیتا رہا۔ وہ بھی میرے درپردہ دشمن تھے لیکن ایسے دوست بن کر رہتے تھے جو مشکل اوقات میں میری جان بھی بچاتے تھے۔ مجھے مالی امداد بھی پہنچاتے تھے۔ میرے لیے سہولتیں بھی فراہم کرتے تھے۔ میرے لیے اس طرح کا عیش و عشرت مہیا کرتے تھے۔ اس طرح میرے محسن بن کر مجھے احسان مند بنائے رکھتے تھے۔ اپنے آپ کو آقا نہیں کہتے تھے بلکہ دوست کہتے تھے اور یہ بڑے ملکوں کا، بڑی طاقتوں کا دستور بن گیا ہے۔ اب وہ خود کو آقا نہیں کہتے، دوست کہتے ہیں۔ جب دوست بن کر کسی کو غلام بنایا جا سکتا ہے تو آقا بن کر بدنام ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

میں اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ کیا کروں؟ کیا پھر ریڈ پاور یا سپر ماسٹر سے امداد حاصل کروں اور برما چھوڑ کر کسی اور جگہ چلا جاؤں لیکن ایسا کب تک ہو گا؟

میں نے جاوید کو پاکستان سے بلایا ہے۔ وہ دو ایک روز میں آ گیا یہاں ممی کی چھوڑی ہوئی جائداد کو سنبھالے گا۔ میں بار بار ایک ملک سے دوسرے ملک جا سکتا۔ سفر کی تھکن بھی ہوتی ہے اور نئی جگہ نئی پریشانیاں بھی جنم لیتی ہیں۔

دنیا بہت بڑی تھی۔ مگر کچھ روز چھپ کر آرام سے رہنے کے لیے کہیں چھوٹی سی جگہ بھی نہیں تھی میں جہاں جاتا، ان خطرناک تنظیم کے افراد کو میری خبر ہو جاتی، ایک طرف سپر ماسٹر اور دوسری طرف ریڈ پاور، تیسری طرف یہودی تنظیم اور پھر اس تنظیم کے باقی آٹھ قاتل۔ اتنے لوگ تھے، اتنے وسیع ذرائع کے مالک تھے کہ مجھے چھپنے کے لیے کہیں جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ میں کہاں جاؤں۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

میں پھر صوفے پر بیٹھ گیا اور سر کو پریشانی سے تھام لیا۔ اعلیٰ بی بی نے اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیے تھے۔ سوچ اور مراقبہ مجھ سے ہزاروں میل دور تھیں اور میں اپنی موجودہ پریشانی بیان کر کے انھیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اور بے چاری سوچ کر بھی کیا سکتی تھی۔ میرا ساتھ دے سکتی تھی۔ میرے ساتھ جی سکتی تھی، میرے ساتھ مر سکتی تھی لیکن وہ بھی میرے لیے کوئی پناہ گاہ تلاش نہیں کر سکتی تھی کیونکہ ہم نے آج تک اپنے لیے کوئی زمین بنائی نہ کوئی مکان بنایا نہ ہی دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے ان خطرناک تنظیموں کی طرح ایک خطرناک تنظیم بنائی۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اب یہ بات میرے دل اور دماغ میں شدت سے اُبھر رہی تھی کہ دشمن مجھے فولاد سمجھتے ہیں تو آج تک میں نے کوئی فولادی تنظیم ان کے مقابلے پر کیوں نہیں بنائی؟ اس طرح کم از کم میرے اپنے رہنے اور پناہ لینے کے کچھ ایسے ٹھکانے تو ہوتے جہاں میں کچھ روز آرام سے زندگی گزار سکتا۔

فی الحال یہی بات سمجھ میں آئی کہ کبھی تو سپر ماسٹر یا مائیکل سے مدد لینا ہی پڑے گی۔ اس کے بعد بڑی سہولت سے آرام سے سکون سے سوچا جائے گا کہ مجھے آئندہ کیا کرنا چاہیے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ریسیور کو اٹھایا۔ دوسری طرف سے باس اینجلو کی آواز سنائی دی "جناب! میں آپ سے بول رہا ہوں۔"

"میں فرہاد ہوں۔ بولو۔"

"آپ سوچ کے ذریعے گفتگو کریں، میں اتنی ہی بات کہنا چاہتا ہوں۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں بیٹھا ہوا تھا میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"میں نے ماسک مین کے نام اپنا پیغام ریکارڈ کرا دیا اور اس سے معلومات حاصل کی ہیں کہ ہم کھل کر آپ کی مدد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ہر حال وہاں سے جو بھی جواب آئے گا میں ذاتی طور پر آپ کا دوست بن کر آپ کے کام آنا چاہتا ہوں، آپ مجھے آزما سکتے ہیں۔" میں نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ کچھ عرصے کے لیے کہیں چھپ جاؤں اور کوئی میری اس پناہ گاہ تک نہ پہنچے۔"

وہ صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا "میں آپ کو ایسی جگہ چھپا سکتا ہوں جہاں میرے آدمیوں کو بھی خبر نہیں ہو گی۔ ایک خاص آدمی ہے وہ آپ کو وہاں پہنچا دے گا لیکن آپ وغیرہ کی لفٹ سے کس طرح بچ کر نکلیں گے پھر یہ کہ آپ آس پاس اعلیٰ بی بی اور اس کے ساتھی بھی موجود ہیں۔"

"اعلیٰ بی بی اور اس کے ساتھی میرے آس پاس نہیں ہیں۔ مجھے ماسٹر کے آدمی، تو میں یہی کر سکتا ہوں کہ رسونتی کو لے کر یہاں سے نکلوں اور آپ کے اس ماتحت سے باطنی رابطہ قائم کروں کسی وقت بھی ماسٹر کے آدمیوں کو ڈاج دے کر آپ کے آدمی سے ملوں اور وہ مجھے اس پناہ گاہ تک پہنچا دے۔"

اینجلو نے اپنے اس خاص ماتحت کو اپنے کمرے میں بلایا، اس سے باتیں کیں تاکہ میں اس کے لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لے سکوں۔ اس شخص کا نام کیشو تھا۔ وہ بری بدھ تھا۔ میں نے کیشو سے باطنی رابطہ قائم کیا۔ اسے سمجھایا کہ کس طرح میں سوچ کے ذریعے گفتگو کرتا ہوں اور کس طرح وہ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرے گا۔ اس نے خوش ہو کر کہا "آپ جس وقت بھی اپنی پناہ گاہ سے نکلیں، مجھے خبر کر دیں۔ میں آپ کے پیچھے سائے کی طرح لگا رہوں گا۔"

"مجھے یہ بتاؤ اس شہر کی سب سے بڑی سپر مارکیٹ یا ڈپارٹمنٹل اسٹور کہاں ہے۔ میں اپنی گاڑی سے اتر کر رسونتی کے ساتھ وہاں جاؤں گا پھر کسی پچھلے دروازے سے باہر نکلوں تو وہاں تمھاری گاڑی موجود رہے۔"

اس نے مجھے ایک بہت بڑے ڈپارٹمنٹل اسٹور کا پتہ بتایا۔ میں نے کہا "میں آدھے گھنٹے بعد یہاں سے نکلوں گا۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر کے رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی سوچ رہی تھی کہ خود کو حالات کے حوالے پر چھوڑ دینا چاہیے جو ہو گا وہی اس کا نصیب ہو گا۔

اچانک ہی اس سے رابطہ ختم ہو گیا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

"میں اعلیٰ بی بی ہوں۔ تم نے میرے آدمیوں کو واپس کیوں بھیج دیا ہے؟"

"مجھے تمھاری اور تمھارے آدمیوں کی ضرورت نہیں ہے تم نے مجھے تڑپانے کے لیے اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیے ہیں لہٰذا پتہ ہو گئی ہو۔ اب میں لاپتہ ہوں اور تم مجھے تلاش کرتی رہو۔"

میں نے رابطہ ختم کیا لیکن ریسیور کو کریڈل پر نہیں رکھا۔ اگلے رکھ دیا تاکہ وہ دوبارہ فون نہ کر سکے۔ میں نے وہاں سے اٹھ کر رسونتی کے دروازے پر دستک دی۔ دستک کی آواز سن کر وہ چونک گئی۔ دروازے کی طرف دیکھنے لگی میں نے آواز دی "میں فرہاد ہوں۔ تم سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بے چینی سے صوفے پر پہلو بدلنے لگی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے حوصلے سے کام لینا چاہیے۔ مجھے اپنے آپ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا چاہیے۔ مجھے اٹھنا چاہیے۔"

وہ اٹھ گئی۔ آگے بڑھ کر اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھے سر جھکائے کھڑی ہوئی تھی۔ "رسونتی! دشمن ہمارے قریب پہنچ گئے ہیں۔ میں تمھیں یہاں سے دور لے جانا چاہتا ہوں۔ میرا ساتھ دو، اگر تم نے مجھ سے بھاگنے کی کوشش کی تو میری پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔ دشمن اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

وہ سر جھکائے چند لمحوں تک خاموش رہی پھر آہستگی سے بولی۔ "کیا میرے وجود کا دوسرا حصہ بھی آپ کے ساتھ جائے گا؟"

اس کی اس بات پر مجھے ہنسی آئی میں نے برداشت کیا۔ نہایت سنجیدگی سے جواب دیا "کیا تمھیں پتہ نہیں ہے۔ تمھارا دوسرا حصہ تمھارے اندر پھر سے آ گیا ہے۔ اب تم دو نہیں، ایک ہو۔"

وہ حیران تھی۔ پریشان تھی۔ سوچ رہی تھی "عجیب بات ہے جب میرا دوسرا حصہ میرے وجود سے الگ ہو کر میرے سامنے آیا تو مجھے پتہ نہیں چلا کہ کب یہ حصہ میرے اندر سے نکل کر باہر آ گیا۔ اب وہ پھر میرے اندر سما گیا ہے تو مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔ عجیب بات ہے۔"

وہ اس بات پر حیران ضرور تھی لیکن اسے یقین تھا کہ ایسا ہو رہا ہے۔ اس کے دھرم میں بتایا گیا تھا کہ ایک تو آدمی مرنے کے بعد دوسرا جنم لیتا ہے اور دوسرے یہ کہ آدمی کا ایک دوسرا روپ ہوتا ہے جو کبھی کبھی اس کے سامنے آ کر بولتا ہے اور اس کی برائی کو بتاتا ہے اور اچھائی کی طرف لے جاتا ہے۔ میں نے کہا "یہ سوچنے اور وقت ضائع کرنے کا موقع نہیں ہے میرے ساتھ فوراً چلو۔"

میں نے واپس ہوتے ہوئے کنکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ میرے پیچھے چلنے لگی تھی۔ میں مطمئن ہو کر آگے بڑھنے لگا۔ اتنا جانتا تھا کہ اس میں ابھی جھجک ہے۔ میرے شانہ بشانہ نہیں چلے گی۔ میرے پیچھے پیچھے آئے گی۔ ہم کوٹھی کے باہر برآمدے میں آئے۔ وہاں ماسٹر کے ماتحت کھڑے ہوئے تھے، ڈرائیور بھی موجود تھا۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا۔ پہلے رسونتی بیٹھی، دوسری طرف سے میں بیٹھ گیا۔ دروازہ بند ہو گیا۔ ڈرائیور نے اپنی سیٹ سنبھالنے کے بعد اسے اسٹارٹ کیا پھر ہم کوٹھی سے باہر نکل کر مین روڈ پر پہنچے۔ میں نے ڈرائیور کو اس ڈپارٹمنٹل اسٹور کا پتہ بتایا۔ اس کے بعد میں نے اینجلو کے خاص ماتحت کیشو سے رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا کہ ہم ڈپارٹمنٹل اسٹور پہنچنے والے ہیں۔

رسونتی میرے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی مگر ایک طرف سمٹی ہوئی تھی۔ اس کا خوف دور ہو گیا تھا۔ وہ مجھ سے کترانا نہیں چاہتی تھی لیکن اپنی فطرت سے مجبور تھی۔ اس لیے ایک سیٹ پر ہونے کے باوجود مجھ سے ذرا دور ہو گئی تھی۔

اس کی سوچ نے بتایا کہ اب وہ مجھے بالکل ہی اجنبی نہیں سمجھتی۔ اس کا ذہن میری طرف مائل تھا۔ وہ مجھ پر اعتماد کرنے لگی

تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ میں اس کے لیے جان کی بازی لگاتا ہوں اور اس کی حفاظت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ بھٹکتا رہتا ہوں۔ وہ ابھی تک مجھے اپنا شوہر تو تسلیم نہیں کرتی تھی لیکن ایک نئی نویلی دوشیزہ کی طرح مجھ سے متاثر ہو رہی تھی۔

ہماری کار اس ڈپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ میں نے کیشو سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے بتایا کہ وہ سیاہ پتلون اور زرد رنگ کی قمیص پہنے ہوئے ہے اور اس وقت ڈپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ جیسے ہی میں کار سے باہر آؤں گا وہ اس اسٹور میں داخل ہو گا اور ہم اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہیں گے۔

میں نے یہی کیا۔ کار سے باہر نکل کر دوسری طرف سے گھوم کر رسونتی کے لیے دروازہ کھولا۔ ڈرائیور سے کہا کہ وہ انتظار کرے۔ رسونتی باہر آ گئی۔ میں نے آہستگی سے کہا "بومبے کے ساتھ ساتھ چلو ورنہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ ہمارے درمیان جھگڑا ہے اور تم روٹھی ہوئی ہو۔"

وہ اپنے سر پر ساڑی کا آنچل درست کرنے لگی۔ اس طرح درست کیا کہ وہ گھونگھٹ بن گیا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا "بڑی مشکل ہے جو دشمن سمجھیں نہیں جانتے وہ بھی تمہارے اس انداز کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ تم ہی رسونتی ہو۔ بہرحال چلو۔"

میں آگے بڑھا۔ وہ اپنی عادت کے مطابق میرے پیچھے چلنے لگی۔ بہرحال انتہائی غنیمت تھا کہ وہ میرا ساتھ دے رہی تھی۔ ہم ڈپارٹمنٹل اسٹور میں داخل ہوئے۔ کیشو ہمارے آگے ذرا فاصلے پر تھا۔ میں ادھر ادھر دیکھتا ہوا بولوں چل رہا تھا جیسے اپنے مطلب کی کوئی خاص چیز تلاش کر رہا ہوں۔ رسونتی کو یہ ایکٹنگ نہیں آتی تھی۔ وہ سر جھکائے چل رہی تھی۔ بار بار پیچھے کی طرف پلٹ کر اسے دیکھنا مناسب نہیں تھا اس لیے خیال خوانی کے ذریعے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔ اسٹور بہت وسیع و عریض تھا۔ کئی جگہ ہم مڑتے گئے۔ ایک موڑ پر وہ اچانک رک گئی۔

میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ کچھ خوفزدہ سی تھی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے سامنے پیتل سے بنے ہوئے ایک سانپ کو دیکھ رہی تھی۔ دکان کے اس حصے میں پیتل کا بنا ہوا مختلف قسم کا سامان تھا وہ سانپ پین کاڑھے ٹنڈلی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ جیسے اب تب میں ڈسنے ہی والا ہو۔

میں اس کے دماغ میں تھا اور اس کی ذہنی کیفیت کو سمجھ رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس نے سانپ کو کہیں دیکھا ہو۔ اس کے تصور میں بہت سے سانپ ادھر سے ادھر کلبلا رہے تھے اور ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے اینٹھ رہے تھے۔ بل کھا رہے تھے۔ جب اس کے جسم میں منجالی کے زہر کا اثر پھیل گیا تھا اور وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھی، اپنا ذہنی توازن کھو رہی تھی۔ اس وقت بھی میں نے اس کی سوچ کے ذریعے اس کی ذہنی حالت معلوم کر لی تھی۔ وہ ایسے ہی سانپوں کو دیکھتی تھی۔ منجالی کا زہر اسے یاد نہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ سب کچھ منجالی کا کیا دھرا ہے۔

میں نے آگے بڑھ کر سانپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور ہتھیلی کے نیچے چھپا لیا۔ پھر کہا "یہ سانپ کے اس زہر سے تمہارا دماغی توازن کو بگاڑ دیا تھا۔ تم اس لیے مجھے بھول گئی ہو۔ لیکن سب یاد آ جائے گا۔ آؤ، یہاں وقت ضائع نہ کرو۔"

میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ ذرا سمٹ کر آگے بڑھ گئی۔ میں اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اسٹور کے اگلے حصے میں ریڈی میڈ ملبوسات نظر آ رہے تھے۔ کپڑے اوپر سے ہینگروں میں اس طرح لٹکے ہوئے تھے کہ وہ حصہ بالکل چھپا ہوا تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ہم بھی دوسروں کی نظروں سے چھپ گئے۔ صرف وہی ہمیں دیکھ سکتے تھے جو ملبوسات خریدنے کے لیے اس حصے میں موجود تھے۔ اب رسونتی میرے ساتھ چل رہی تھی۔ دماغی رابطہ کیشو سے قائم تھا اور ہم سوچ کے ذریعے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ وہ میری رہنمائی کرتا جا رہا تھا۔ اس نے کہا "میں جس دروازے میں داخل ہو رہا ہوں۔ آپ بھی اسی دروازے سے چلے آئیں۔"

میں رسونتی کو لیے ہوئے اسی دروازے سے گزر گیا۔ دروازے کے دوسری طرف ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ چاروں سمت ٹی وی اسکرین نظر آ رہے تھے۔ اس اسکرین پر ڈپارٹمنٹل اسٹور کے مختلف حصے دکھائی دے رہے تھے۔ کچھ لوگ اس کمرے کے درمیان میں بیٹھے ہوئے اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے سامنے ریموٹ رکھے ہوئے تھے۔ اگر کوئی گاہک کوئی چیز چھپا کر لے جانے کی کوشش کرتا یا قیمت ادا کیے بغیر کوئی چیز اسٹور سے باہر لے جاتا تو اسکرین پر نظر آ جاتا تھا اور وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے وہاں کے مسلح گارڈز کو خبر کر دیتے تھے۔

وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں نے ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ کیشو نے ان سے کہا "کیری آن بورڈ ڈیوٹی۔ یہ میرے آدمی ہیں۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے پیچھے آنے کے لیے کہا اور ایک دروازے سے باہر نکل گیا۔ ہم باہر آئے تو یہ جگہ اسٹور کے پچھلے حصے میں پہنچ گئے ہیں۔ سامنے ہی فٹ پاتھ پاس ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ کیشو نے ہمارے لیے پچھلی سیٹ کھول دیا۔ ہم وہاں بیٹھ گئے۔ ایک منٹ کے بعد وہ کار سڑک پر دوڑتی جا رہی تھی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کوئی تعاقب کر رہا ہے یا نہیں؟ کوئی ایسی گاڑی نظر نہیں آئی جو ہمارے پیچھے چلی آ رہی ہو۔ میں اطمینان سے سیدھا ہو کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ رسونتی مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں اس سے انجان بنا ہوا تھا لیکن میرے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی اور وہ سوچ رہی تھی۔ "مجھے کیسے پریشان رہنا ہے۔ کیسے چاروں طرف توجہ رکھنی ہے۔ ہر دم محتاط نظر آنا ہے۔ اس کی یہ باتیں۔ بہت اچھی لگتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے۔ جیسے یہ میری ہی حفاظت کے لیے جی رہا ہو۔"

میں نے تھکے ہوئے انداز میں اپنے سر کو سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ اب وہ بڑی آزادی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اسے اطمینان تھا کہ میں نے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اسے نہیں پتہ کہ میں گاہے گاہے دنوں کے بعد وہ میرے چہرے کو بڑی تفصیل سے پڑھ رہی تھی۔ پہلی بار اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس نے مجھے پہلے بھی کہیں دیکھا ہو۔ شاید سپنوں میں۔۔۔۔"

میں نے اسے اس کے حال پر سوچنے کے لیے چھوڑ دیا۔ اب وہ اسی طرح رفتہ رفتہ مجھ سے متاثر ہوتی رہے گی اور میری محبت اس کے دل میں جگہ بناتی رہے گی۔ اور ایک دن اسی طرح اپنے ماضی کو تفصیل سے یاد کر لے گی۔

ہم ایک ایسے علاقے میں پہنچ گئے جہاں بڑے بڑے خوبصورت بنگلے بنے ہوئے تھے۔ وہ بنگلے ایک دوسرے سے دور دور واقع تھے۔ ایسے بنگلوں میں رہنے والوں کی ایک بڑی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے واقف نہیں ہوتے۔ کون کس بنگلے میں آیا اور کس بنگلے سے گیا کسی کو نہ تو اس کی خبر ہوتی ہے نہ کوئی اس خبر سے دلچسپی رکھتا ہے۔

ہماری کار ایک بنگلے کے احاطے کے بند گیٹ کے پاس رکی گئی۔ کیشو نے کار سے اتر کر اس بند گیٹ کو خود کھولا۔ کار اندر لے گیا۔ گھوم پھر کر بنگلے کے ایک ایک کمرے کو دیکھا۔ زینے پر چڑھتے ہوئے اوپری منزل پر پہنچے۔ وہاں بھی مختلف کمروں کو دیکھا۔ اس کے بعد چھت پر آئے۔ چھت سے بنگلے کا پچھلا حصہ نظر آیا۔ وہاں ایک سوئمنگ پول بنا ہوا تھا۔ سورج کی روشنی میں نیلے پول کا صاف شفاف پانی چمک رہا تھا پھر ہم نچلے حصے میں آ گئے۔ کیشو نے کہا۔ "کچن میں کھانے پینے کا سامان موجود ہے۔ کسی چیز کی کمی ہو گی تو میں شہر جا کر لے آؤں گا۔ ویسے بھی یہ علاقہ شہر کے اندر ہی ہے۔"

ہم کچن میں گئے۔ میں نے کہا "آج میں نے صبح سے ناشتہ نہیں کیا ہے۔"

رسونتی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر کیشو سے کہا "مجھے بتاؤ ماچس کہاں ہے اور کھانے کا سامان کہاں کہاں رکھا ہوا ہے؟"

کیشو اسے بتانے لگا ——— میں ڈرائنگ روم میں آ گیا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ رسونتی میرے لیے ہلکا پھلکا سا ناشتہ تیار کرنے کے بعد دوپہر کا کھانا خود اپنے ہاتھوں سے پکانا چاہتی تھی وہ کیشو سے اس سلسلے میں باتیں کر رہی تھی۔ میں ماسٹر کی دی ہوئی کار میں بیٹھ کر ڈپارٹمنٹل اسٹور تک آیا تھا۔ اس کا ڈرائیور ابھی تک میری واپسی کا انتظار کر رہا تھا میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے حکم دیا کہ وہ واپس چلا جائے۔

پھر میں نے رنگون کے ماسٹر سے رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا "میں نے اس کی رہائش گاہ چھوڑ دی ہے۔ اب میں واپس نہیں آؤں گا میرا جو بھی سامان وہاں رکھا ہوا ہے اسے ایک جگہ محفوظ کر دیا جائے۔ کبھی آ کر واپس لے لوں گا۔"

ماسٹر نے پوچھا "جناب! آپ کہاں گئے ہیں۔ کب تک واپس آ جائیں گے؟"

"میں جہاں بھی ہوں، مطمئن اور محفوظ ہوں۔ مصلحتاً کسی کو یہ بتانا نہیں چاہتا۔"

"آپ کی مرضی سر! ہم آپ کے حکم کے بندے ہیں۔ آپ کی رہائش گاہ کا علم ہو جاتا تو اپنے آدمی آپ کے چاروں طرف لگا دیتے۔ پھر دشمنوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہ ہوتا۔"

"میں جہاں ہوں وہاں نہ دوست پہنچ سکتے ہیں نہ دشمن۔ آپ میری طرف سے اطمینان رکھیں۔ مادام مارتھا نے جو دولت اور جائداد میرے نام کی ہے اس کے کاغذات جلد سے جلد مکمل کرا لیں۔ شاید دو دن کے اندر میرا ایک کزن یہاں آنے والا ہے۔ میں اس جائداد کی نگرانی کا کام اسے سونپنا چاہتا ہوں۔ جب وہ یہاں آئے گا تو میں آپ کو اطلاع دوں گا۔ تمام جائداد اس کے حوالے کرنے کے سلسلے میں جو کاغذی کارروائی ہو گی وہ بعد میں ہو جائے گی۔"

"آپ کی باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ ایک طویل عرصے تک ہم سے دور رہیں گے اور ہمیں آپ کی خدمت کا موقع نہیں ملے گا۔"

"میں مجبور ہوں، مصلحتاً ایسا کر رہا ہوں۔ ریڈ پاور کے پاس اینجلو کا فون آئے تو اسے بتا دینے کا کہ میں کہیں اچانک ہی گم ہو گیا ہوں میں اس سے دماغی رابطہ قائم نہیں کرنا چاہتا ورنہ خود اسے بتا دیتا۔"

میں نے اسٹر سے رابطہ ختم کر دیا۔ اسے اس خوش فہمی میں مبتلا رکھا کہ میں ریڈ پاور کے پاس اینجلو سے بھی دور ہو گیا ہوں۔

کیشو نے ڈرائنگ روم میں آکر پوچھا "کیا آپ میک اپ میں یہاں رہیں گے؟"

"ابھی میں نے سوچا نہیں ہے، جب تک میں اور رسونتی اپنے اصلی روپ میں ہیں۔ اس وقت تک بنگلے سے باہر نہیں نکلیں گے۔"

"یہاں میک اپ کا تمام سامان موجود ہے۔ آپ عارضی میک اپ یا ماسک میک اپ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ آپ کے ملبوسات آپ کے جوتے وغیرہ کا ناپ ہمیں معلوم ہے لیکن رسونتی صاحبہ کے ملبوسات کچھ ایسے ہیں کہ۔۔۔۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ میرے لیے ایک جوڑا اور رسونتی کے لیے ایک سٹ اور پاجامہ خرید کر لے آؤ۔ اس کے بعد جب ہمیں ضرورت ہوگی تو ہم میک اپ میں باہر جائیں گے اور اپنی ضرورت کا سامان خود خرید کر لے آئیں گے۔"

وہ جانے کے لیے اٹھ گیا۔ پھر اسے کچھ خیال آیا تو اس نے پوچھا "اگر کسی نے پوچھا کہ اس بنگلے میں کون کرایہ دار آیا ہے تو میں کیا نام بتاؤں گا؟"

"یہاں آس پاس کے بنگلوں میں کس قسم کے اور کس مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ رہتے ہیں؟"

"مختلف ممالک کے سفارتخانے والے رہتے ہیں۔ امریکی یورپی اور ایشائی ممالک کے باشندے آپ کو نظر آئیں گے۔"

میں نے کچھ سوچ کر کہا "اس بنگلے کے مین گیٹ پر پروفیسر دلاور زیدی کے نام کی تختی لگا دو۔"

"کس چیز کے پروفیسر؟"

"بھئی ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر قسمت کا حال بتانے والے بھی پروفیسر کہلاتے ہیں۔ تم کہہ دینا کہ میں ماہر نجومی اور قیافہ شناس ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد رسونتی ایک ٹرے میں ناشتہ لے کر اس انداز سے کچن سے آئی کہ سر پر رکھا ہوا ساری کا آنچل گھونگھٹ بنا ہوا تھا۔ اس کا آدھے سے زیادہ چہرہ چھپا ہوا تھا۔ اس نے ٹرے میرے سامنے والی درمیانی میز پر رکھ دی۔ انڈے کا پوچ تھا، ڈبل روٹی کے سلائس تھے اور کیتلی میں چائے تھی۔ اس کے ساتھ خالی پیالی رکھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا "تم بھی ناشتہ کرو۔"

وہ منہ سے کچھ نہ بولی۔ اپنے گھونگھٹ کو اور بھی نیچے کیا پھر سر جھکائے وہاں سے چلی گئی۔ خوب اداسی۔ میں نے مسکرا کر اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو میں ناشتہ کرنے میں مصروف ہوگیا۔

ناشتے کے بعد میں نے پیالی میں چائے انڈیلی۔ اس دوران ریڈیو پاور کے باس ڈیلو سے رابطہ قائم کیا اور ایک نئی پناہ گاہ حاصل کرنے کے سلسلے میں اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس نے کہا "اعلیٰ بی بی کا فون دو بار آچکا ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتی ہیں کہ آپ کہاں ہیں۔ میں نے لاعلمی ظاہر کی ہے۔"

"بہت اچھا کیا۔ میرے بارے میں آپ میرے کسی آدمی کو بھی کچھ نہ بتائیں۔"

"اور جناب پوپی بھی پریشان کر رہی ہے۔ اس نے کئی بار پوچھا ہے۔ میرے انکار کرنے کے باوجود وہ یقین نہیں کر رہی ہے۔"

"آپ انکار کرتے رہیں۔ وہ یقین کر لے گی۔"

میں نے چائے کی پیالی خالی کی۔ پھر پوپی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں اعلیٰ بی بی پہنچی ہوئی تھی اور پوپی سے میرے متعلق پوچھ رہی تھی۔ پوپی خود بھی جھنجھلائی ہوئی تھی۔ کبھی اسے اس بات پر غصہ آتا تھا کہ میں بغیر کچھ کہے سنے اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ کبھی وہ اینجلو پر غصہ دکھا رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا تو وہ بھڑک گئی۔ اس نے پوچھا۔ تم اس کی کیا لگتی ہو اور اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہی ہو؟

اعلیٰ بی بی نے کہا "میں وہی عورت ہوں جو کل فرہاد کے ساتھ تھی۔ تم نے مجھے رسونتی کے روپ میں دیکھا تھا۔ اس وقت میں اپنے اصلی روپ میں ہوں۔"

"میں کیسے یقین کر لوں کہ تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"یہاں کانچ کے آس پاس جتنے آدمی نظر آرہے ہیں اور جنہیں فرہاد چھوڑ کر گئے ہیں، سب میرے آدمی ہیں اور مجھے اعلیٰ بی بی کی حیثیت سے جانتے ہیں۔"

اس نے اپنے ایک چور کو بلایا۔ اس چور نے گواہی دی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "تم سب اس عورت کے ساتھی ہو اور فرہاد کا حکم بھی مانتے ہو۔ اس کی خاطر یہاں تمام رات ڈیوٹی دیتے ہے۔ جیسے تم لوگوں کو ساری عمر کے لیے میرے آگے پیچھے مقرر کر دیا ہو۔"

اس چور نے کہا "آپ یہی سمجھ لیں۔ فرہاد صاحب جب تک ہیں حکم نہیں دیں گے ہم یہیں رہیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "وہ تو پتہ نہیں کہاں گم ہوگئے ہیں۔ مجھے بھی نہیں بتایا ہے۔ یہاں ڈیوٹی دینے سے بہتر ہے کہ انہیں تلاش کیا جائے۔ تم سب جاؤ یہاں کے ہر ویلوں پر کڑی نظر رکھو اور اس کے ساتھ فرہاد کو تلاش کرتے رہو۔"

وہ چلا گیا۔ پوپی نے پوچھا "آخر وہ بک بیک کہاں جا پہنچ گئے۔ کیا بات ہوگئی؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ سے کیا غلطی ہو گئی؟ کل رات جب تک جاگتی رہی وہ مجھ سے بڑی محبت اور دلداری سے پیش آتے رہے۔ پھر میں اچانک ہی سو گئی۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ خود نہیں سوئی تھی۔ بلکہ انھوں نے مجھے قیلی نیپتی کے ذریعے سلا دیا تھا۔ ایسا انھوں نے کیوں کیا تھا؟"

اعلیٰ بی بی نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کہا "فرہاد تمہاری بہت عزت کرتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ تم ایسے والہانہ انداز میں اس کے قریب آؤ یا اسے اپنے پاس رہنے پر مجبور کرو۔ جس سے تمہاری کم عمری اور معصومیت کو ٹھیس پہنچے۔"

پوپی نے اس کی بات سن کر چپ سادھ لی۔ میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ اس بات کو سمجھ رہی تھی اور اپنے دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی کہ کل اس نے کس طرح والہانہ انداز میں اپنی بے تکلفی سے فرہاد کو اپنے پاس رہنے پر مجبور کیا تھا۔ اس وقت اس کے دل میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جس سے معصومیت کو ٹھیس پہنچتی۔ لیکن آج صبح بیدار ہونے کے بعد جب اسے میری ہسٹری ٹیٹ ملی تو رسونتا کی تصویر دیکھنے اور اس کے حالات پڑھنے کے بعد اس کے اندر اچانک ہی انقلاب آگیا تھا۔ اب وہ سمجھ چکی تھی کہ میں اس سے دور کہیں چلا گیا ہوں اور اس کی بھلائی کی خاطر اس سے کترا رہا ہوں۔

اعلیٰ بی بی نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا "میں یہاں بیکار آئی۔ مجھے پہلے سوچنا چاہیے تھا کہ وہ یہاں نہیں آئیں گے۔"

پوپی نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تم فرہاد سے محبت کرتی ہو؟"

وہ یوں چونک گئی جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔ پھر وہ سنبھل کر بولی "فرہاد سے کون محبت نہیں کرتا۔ عورت ہو، مرد ہو، بچہ ہو یا بوڑھا ہو۔"

"تم باتیں بنا رہی ہو۔ میں صرف تمہارے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔ کیا تم فرہاد سے محبت کرتی ہو؟"

"پوچھا کرتی ہوں۔ میں اس کی کوئی نہیں ہوں مگر اس کی پرچھائیں ہوں۔ ہمیشہ اس کی حفاظت کے لیے اس کے ساتھ بھی رہنا چاہتی ہوں۔ شاید فرہاد نے تمہیں بھی بتایا ہو بہت ہی سفاک اور بے رحم قاتل اس کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں۔ چار تو مارے گئے۔ لیکن ابھی آٹھ باقی ہیں۔"

پوپی نے کہا "میری تمنا ہے کہ وہ آٹھ قاتل پہلے میرے سامنے سے گزریں۔ فرہاد تک پہنچنے سے پہلے وہ دنیا سے گزر جائیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کانچ کے باہر کسی کی گرجدار آواز سنائی دی "وھیر از ڈیٹ کاورڈ۔ فرہاد کہاں ہو؟ کہاں چھپے ہوئے ہو؟ باہر نکلو۔ تمہاری موت تمہیں پکار رہی ہے۔"

اعلیٰ بی بی اور پوپی دونوں ہی اپنی جگہ سے اچھل پڑیں۔ تیزی سے کانچ کے باہر برآمدے میں آئیں۔ وہاں دو ایک جیپ کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے پاس ہی تقریباً آٹھ فٹ کالا بنا ڈیل ڈول والا آدمی نظر آیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی دیو کھڑا ہوا ہو۔ اس نے سر پر ہیلمٹ پہنی ہوئی تھی۔ پوپی اور اعلیٰ بی بی اسے بڑی حیرانی سے دیکھ رہی تھیں۔ ویسے انہوں نے قد آور لوگوں کو دیکھا تھا مگر وہ تو چہرے کے اعتبار سے بڑا ہی بھیانک لگ رہا تھا۔ اس نے غرا کر ان دونوں کی طرف دیکھا۔ اسی وقت دور سے ایک چور نے للکار کر پوچھا "تم کون ہو؟ یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میں شوٹ کر دوں گا۔"

اس نے ذرا گھوم کر چور کی طرف دیکھا۔ پھر غرانے کے انداز میں کہا "میری تم لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ فرہاد کو میرے سامنے بھیجو۔"

"اول تو فرہاد صاحب یہاں موجود نہیں ہیں۔ دوم فرہاد صاحب تک پہنچنے سے پہلے تمہیں ہماری لاشوں پر سے گزرنا ہوگا۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے۔ میں ابھی تمہاری لاش پر سے گزر جاؤں گا۔"

وہ آگے بڑھا تو چور نے پیچھے ہٹ کر للکارتے ہوئے کہا۔ "دیکھو، میں آخری وارننگ دے رہا ہوں۔"

اس دیو نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف بڑھتے

دنیا کے حیرت انگیز فن تحریر شناسی کی مدد سے
دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں،

تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر و رہنما کتاب،

تحریر اور شخصیت

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱½ روپے

○ آپ کو بتائے گی کہ آپ کیا کچھ کر سکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دُور کی جا سکتی ہیں؟

ملنے کا پتہ: مکتبہ نفیات ○ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

ہوئے کہا۔ "اور تمہاری آخری وارننگ ختم ہو چکی ہے۔ اس سے پہلے کہ تمہاری گردن میرے شکنجے میں آئے فائر کر دو۔"

چور نے فائر کیا۔ گولی اسے لگی لیکن وہ ہنستا رہا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ اس کے لباس کے اندر بلٹ پروف شیلڈ ہے یا پھر موجودہ ایجادات کے مطابق وہ لباس ہی اندر سے بلٹ پروف ہے۔ اعلیٰ بی بی نے چیخ کر اپنے چوروں کو حکم دیا۔ "کوئی اس سے مقابلہ نہ کرے۔ فائرنگ کرنا فضول ہے۔ اس سے دور رہو اور دور ہی سے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو۔"

وہاں صرف دو چور رہ گئے تھے۔ تھوڑی دیر پہلے اعلیٰ بی بی نے حکم دیا تھا کہ وہ لوگ یہاں سے چلے جائیں۔ باقی چلے گئے تھے۔ صرف دو اعلیٰ بی بی کے ساتھ سائے کی طرح رہتے تھے۔ اس لیے وہ رہ گئے تھے۔

دونوں چوروں نے دو لکڑیاں اٹھائیں وہ لکڑیاں ستون کی طرح لانبی، موٹی اور مضبوط تھیں۔ اگر اس لکڑی کی ایک ماری سر پر یا جسم کے کسی حصے پر پڑ جاتی تو مار کھانے والا زمین بوس ہو جاتا۔ پھر پومی اور اعلیٰ بی بی نے دور سے تماشا دیکھا۔ چور اسے دور ہی دور سے گھیر کر لکڑی سے حملہ کر رہے تھے۔ وہ دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اُسے مار پڑ رہی تھی اور وہ قہقہے لگا رہا تھا ایک چور نے پوری قوت سے اس لکڑی کو اس کے پیٹ پر مارا۔ وہ سانس روکے کھڑا تھا۔ کوئی اثر نہ ہوا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ایک مضبوط چٹان پر ڈنڈے برسائے جا رہے ہوں اور تھوڑی دیر بعد وہ ڈنڈے ٹوٹنے والے ہوں۔ پھر اس نے ایک چور کی لکڑی کو پکڑ لیا۔ اسے ذرا زور سے جھٹکا دیا تو چور اس لکڑی کے ساتھ کھنچا چلا آیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کی گردن اس دیو ہیکل شخص کے پنجے میں تھی اور وہ اسے زمین سے بلند کر رہا تھا۔ ادھر وہ بے چارہ ہاتھ پاؤں جھٹک جھٹک کر خود کو آزاد کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن ناکام ہو رہا تھا پھر اس دیو نے اسے اچھال کر پھینک دیا۔

یقیناً وہ میرا بانجواں متوقع قاتل تھا اسی لیے میں نے اس کے دماغ میں جھانکنے کی حماقت نہیں کی۔ وہ بھی دوسروں کی طرح یوگائی مہارت حاصل کر چکا ہوگا۔ اگر میں ابھی اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچاتا تو وہ مجھے محسوس کر لیتا۔ اور اعلیٰ بی بی اور پومی کے سامنے ہنس کر کہتا کہ فرہاد اس کے دماغ میں آنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ تب ان دونوں عورتوں کو پتہ چل جاتا کہ میں ان کے آس پاس موجود ہوں۔

میں پومی کے دماغ سے وہ تماشے دیکھ رہا تھا اور اس کے اضطراب کو سمجھ رہا تھا وہ کبھی مٹھیاں بھینچتی تھی کبھی دانت پیستی تھی لیکن صبر کر رہی تھی کیونکہ اس کا بھی لڑنے کا انداز دیکھنا تھا۔ پہلے وہ اپنے مدِمقابل کے لڑنے کا انداز دیکھتی تھی، اس کی اچھی طرح اسٹڈی کرنے کے بعد اس کے مقابلے پر آتی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "پومی! اگر قابو میں نہ آنا، اس سے ہاتھ پاؤں کا مقابلہ نقصان پہنچائے گا۔ اسے ذہانت کی مار مارنا ہوگا۔"

وہ بولی۔ "میں برداشت نہیں کر سکتی۔ ایک بار اس سے ضرور ٹکراؤں گی۔"

"تم ابھی بچی ہو۔ ابھی تمہیں تجربات کی بہت سی منازل سے گزرنا ہے۔ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تم سے بڑی ہوں التجا کرتی ہوں۔ میری بات مان لو۔"

وہ اس دیو ہیکل انسان کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "میں نے مقابلے کے وقت بھاگنا نہیں سیکھا ہے۔ پیچھے ہٹنا زوال ہے۔ تم خود کہتی ہو کہ ابھی مجھے تجربات کی منازل سے گزرنا ہے تو بھی ایک تجربہ ہے۔ "ٹکراؤں گی۔ زیادہ سے زیادہ پاش پاش ہو جاؤں گی یا پھر بچ گئی تو دوسری بار اس کی ہڈی پسلی ایک کر دوں گی۔"

وہ آگے بڑھتی رہی۔ اسی وقت فائرنگ کی آواز ہوئی۔ ایک گولی پومی کے قدموں کے پاس آئی اور دھواں اڑا کر گر گئی۔ پومی نے فوراً ہی پلٹ کر اعلیٰ بی بی کی طرف حیرانی سے دیکھا۔ اعلیٰ بی بی کے ہاتھ میں پستول تھا وہ کہہ رہی تھی۔ "میں تمہیں آخری بار سمجھا رہی ہوں نہیں مانو گی تو اس دیو نما انسان سے پہلے میں تمہیں نقصان پہنچاؤں گی۔ تمہارے پاؤں میں گولی مارو گی آگے بڑھنے سے روک دوں گی۔ پھر تمہاری مرہم پٹی کروں گی۔ یہ زخم جو مجھ سے ملے گا وہ بھر جائے گا مگر دشمن سے ملے گا تو ہمیشہ کے لیے اپاہج بنا کر چھوڑے گا۔ اور میں تمہاری جیسی حسین، نوجوان اور دلیر لڑکی کو اپاہج ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔"

پومی کو پہلے اعلیٰ بی بی پر غصہ آیا تھا پھر وہ اچانک ہی مکاری سے مسکرانے لگی۔ "تم ٹھیک کہتی ہو، مجھے ابھی اس شخص سے نہیں ٹکرانا چاہیے۔"

وہ آہستہ آہستہ اعلیٰ بی بی کی طرف بڑھنے لگی۔ چاہتی تھی کہ قریب پہنچ کر ریوالور پر ایک جھٹکا مارے اور اعلیٰ بی بی کو نہتا کر دے لیکن اس کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "نہیں، یہ فرہاد کو چاہنے والی مجھے بھی چاہتی ہے، مجھے نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتی ہے۔ اس کی محبت کی قدر کرنی چاہیے اور اس کی نصیحت پر عمل کرنا چاہیے۔ دانش مندی

جی ہے کہ میں ابھی اس دیو نما انسان سے نہ ٹکراؤں۔"

وہ برآمدے میں آ کر رک گئی بے چینی سے سوچنے لگی۔ "میں بزدلوں کے سے انداز میں کیوں سوچ رہی ہوں؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ بزدلی نہیں، دانشمندی ہے۔ عقل کے تقاضے کے مطابق اس وقت تماشائی بنی رہوں اور ایک دن اس دیو نما انسان کو دنیا کے سامنے تماشا بناؤں۔ یہ اس کے لیے صرف جسمانی طاقت اور لڑنے کی صلاحیت ہی نہیں بلکہ ذہنی صلاحیتوں کو بھی آزمانا ہوگا۔"

میں اسے ٹھنڈا کر رہا تھا، اسی وقت اس دیو ہیکل شخص نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "میرا اندازہ اگر غلط نہیں ہے تو تم اعلیٰ بی بی ہو اور یہ تمہارے ساتھی ہیں۔ یہ تمہارے لیے جان بھی دے سکتے ہیں۔ اپنے لوگوں کی جان بچاؤ ان سے کہو کہ مجھے غصہ نہ دلائیں۔ ہو سکے تو انہیں یہاں سے کہیں دور بھیج دو۔"

وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے پومی کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچتے ہوئے دور جا کر پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "مجھے اسٹونی راک کہتے ہیں۔ راک کے معنی چٹان ہوتے ہیں۔ اس چٹان کو آج تک کوئی نہیں توڑ سکا۔ یا تو فرہاد توڑے گا یا خود ٹوٹ جائے گا۔ کہاں ہے فرہاد؟"

وہ بھٹکتا ہوا برآمدے میں آیا۔ اس لیے جھکنا پڑا کہ اس کے قد کے آگے برآمدے کی چھت نیچی پڑ گئی تھی۔ میں بدستور پومی کے دماغ میں موجود اور محتاط تھا کہ کہیں وہ بھڑک کر اس کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے نہ بڑھ جائے۔ لہٰذا اسے کنٹرول میں رکھنا لازمی تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "فرہاد یہاں موجود نہیں ہے۔ میں خود اسے تلاش کرنے آئی ہوں، وہ صبح سے غائب ہے۔ اچانک ہی۔"

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "تم نے اُسے چھپا دیا ہے اور انہیں ہوا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے دروازے کو ایک گھونسہ مارا۔ وہ پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔ کھلتا چلا گیا۔ وہ اندر جانے لگا۔ پومی نے اُسے پکار کر کہا۔ "رک جاؤ۔ اندر کوئی نہیں ہے۔ تم میری اجازت کے بغیر میرے کانچ میں داخل نہیں ہو سکتے۔"

مگر وہ داخل ہو چکا تھا۔ اب وہ پومی کے بیڈ روم کے دروازے کو کھولنا چاہتا تھا۔ وہ باہر سے لاک تھا۔ اس وقت ملکہ پومی کانچ کے اندر پہنچ گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی اس کے ساتھ تھی تب میں نے پومی کے ذہن میں گھس کر دیکھا۔ اسٹونی راک ایک لات دروازے کو ماری تھی۔ اور جہاں لات پڑی تھی وہ حصہ ٹوٹ گیا تھا۔ اس ٹوٹے ہوئے حصے میں اسٹونی راک کی ٹانگ گھس گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اُسے نکالتا اچانک ہی پومی نے چھلانگ لگائی اور ایک کک اس کی پشت پر ماری۔ وہ ذرا اور آگے بڑھ گیا۔

پومی نے اپنی قوت کے مطابق بھرپور لگ ماری تھی۔ وہ ایسی کک تھی کہ اس کے بعد حریف زمین سے بڑی مشکلوں کے بعد ہی اُٹھ سکتا تھا لیکن اسٹونی راک پر برائے نام اثر ہوا تھا۔ وہ ذرا آگے چلا گیا۔ اس کی ٹانگ گھٹنے سے اوپر ران تک اندر گھس گئی تھی۔

پومی کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ پھر زور لگا کر اپنی ٹانگ کھینچتا۔ پومی نے دوسری لات اس کی پسلی پر ماردی پھر تیسری لات۔ اس کے بعد وہ کرائے کے ہاتھ جانے لگی۔ وہ ہنس رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "بے بی! مجھے اور زور لگاؤ۔ ذرا اپنے لڑنے کا تماشا دکھاؤ جب تم تھک جاؤ گی تو میں تمہاری جیسی بچی کو خوش کرنے کے لیے خود ہی زمین پر گر پڑوں گا کیونکہ آج تک تم نے حریفوں کو شکست دی ہوگی۔ آج میں شکست نہیں کھاؤں گا تو رونا شروع کر دو گی۔ یو پور بے بی کیری آن یور فائیٹنگ۔"

اس دوران اس نے اپنی ٹانگ دروازے کے شگاف سے نکال لی تھی۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ دروازے پر مارے۔ وہ بیچ سے ٹوٹ کر اندر کی طرف جھول گیا۔ پھر اس نے ایک اور لات ماری اور اندر جانے کا راستہ بنا لیا۔

میں اس وقت پومی کی سوچ میں اسے سمجھا رہا تھا۔ "اسے ابھی مارنا فضول ہے۔ اس پر اثر نہیں ہو رہا ہے۔ مجھے واقعی ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے اور اب اسے شکست دینے کا یہی ایک راستہ ہے کہ دوسرے انداز میں کوئی تدبیر سوچی جائے۔"

اعلیٰ بی بی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور اسے کھینچتے ہوئے باہر لے جا رہی تھی۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن میں اس کی سوچ میں اسے قائل کر رہا تھا۔ وہ دونوں کانچ سے باہر کھلے ہوئے حصے میں آ گئیں۔ اعلیٰ بی بی وہاں بھی اسے گھسیٹتے ہوئے دور لے جا رہی تھی۔ کانچ کے اندر سے چیزوں کے گرنے، ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں بڑی مشکلوں سے پومی کی سوچ کو کنٹرول کر رہا تھا۔

پھر پومی کی سوچ نے بتایا کہ اب وہ لانچ میں جائیگی اور وہاں سے ایک بڑا سا جال لے کر آئے گی۔ میں نے اُسے جانے دیا۔ وہاں جال محض دکھاوے کے لیے رکھا ہوا تھا حقیقت

یہ تھی کہ ریڈ پاور کے لوگ اپنے گوریلا جنگجو جوانوں کے لیے دریائی راستے سے ہتھیار سپلائی کرتے تھے۔ کبھی پولیس کا چھاپہ پڑنے کا خوف ہوتا تھا تو ان ہتھیاروں کو جال میں ڈال کر اور انہیں باندھ کر پانی کے اندر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اور خیال رکھا جاتا تھا کہ اس جال کو ہتھیار سمیت کہاں ڈبویا گیا ہے۔ بعد میں وہ ہتھیار نکال لیے جاتے تھے۔

ادھر پومی لانچ کی طرف گئی۔ ادھر اعلیٰ بی بی آگے بڑھ کر اس جیپ میں بیٹھ گئی جس میں اسٹونی راک بیٹھ کر آیا تھا۔ میں اعلیٰ بی بی کو ایک چور کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا کیونکہ پومی اب وہاں نہیں تھی۔

اسٹونی راک نے پورے کاٹج کی تلاشی لی۔ مجھے نہ پا کر جھنجلاتا ہوا باہر نکلا جب وہ کھلے ہوئے حصے میں پہنچا تو اچانک ایک رسی کے پھندے نے آ کر اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ غصے سے بولا "کیوں بچوں جیسا کھیل کھیل رہے ہو۔ مجھے غصہ آئے گا تو میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا۔ صرف اس لیے چھوڑ رہا ہوں کہ مجھے فرہاد کی تلاش ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک دوسرا رسی کا پھندا آیا۔ دونوں چور پھندا ڈالنے میں کامیاب رہے تھے۔ اب وہ اسے پوری قوت سے ایک طرف کھینچ کر لے جا رہے تھے وہ غصہ بھول کر قہقہے لگانے لگا۔ ان کے ساتھ تھوڑی دور تک کھنچتا ہوا گیا۔ پھر اس نے دونوں طرف کی رسیوں کو پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ دونوں چور لڑکھڑا کر گر پڑے۔ لیکن انہوں نے جلد ہی سنبھل کر اپنی اپنی رسی کو پھر مضبوطی سے تھام لیا۔ اسٹونی راک نے بزرگوں کے انداز میں پچکارتے ہوئے کہا۔ "چلو پھر کھیل شروع کرو۔ اب میں تم لوگوں کو تھکا تھکا کر فرہاد کا پتہ بتانے پر مجبور کر دوں گا۔"

وہ دونوں اسے کھینچ کر گرانے کی کوشش کرنے لگے۔ اس نے دونوں طرف کی رسیوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ تالوں کی یہ رسی کاٹی نہیں جا سکتی تھی صرف جلائی جا سکتی تھی۔ دونوں چور اس کی طرف کھنچتے ہوئے آنے لگے وہ پوری جدوجہد کر رہے تھے کہ کسی طرح اپنی مشترکہ کوششوں سے اس دیو ہیکل کو اپنی طرف کھینچ لیں لیکن انہیں ناکامی ہوئی تھی۔ جب وہ کھنچتے ہوئے قریب آئے تو انہوں نے اچانک ہی اپنی رسیاں چھوڑ دیں۔ اسٹونی راک اس وقت اپنا توازن نہ سنبھال سکا، ڈگمگا گیا۔ اسی وقت ایک جال فضا میں لہراتا ہوا آیا اور اسٹونی راک کے وجود پر چھا گیا۔ وہ سر سے پاؤں تک اس میں چھپ گیا تھا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ اسے بُری طرح پھانسنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ وہ ہاتھ پاؤں مار کر جال کو اپنے اوپر سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ اپنی کوششوں میں مصروف تھا۔ ادھر اعلیٰ بی بی نے جیپ کار اسٹارٹ کر دی تھی۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے آئی اور پھر جیپ کو اسٹونی راک سے ٹکرا دیا۔ وہ ٹکر وہ چٹان تھا لیکن انسان تھا۔ ٹکراتے ہی وہ گر پڑا۔ اچھل کر جیپ بھی تھا اس لیے جیپ کار کو بھی زبردست جھٹکا پہنچا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اچانک ہی بریک لگا دیے تھے۔ کار وہیں رک گئی تھی۔ اسٹونی راک کا آدھا جسم جیپ کے نیچے تھا آدھا باہر۔ وہ فوراً ہی اٹھ نہ سکا۔ یقیناً اسے سخت چوٹیں آئی تھیں۔ اس کے حلق سے کراہیں ایسی نکل رہی تھیں جیسے زخمی درندہ غرا رہا ہو۔

اعلیٰ بی بی نے پھر گاڑی اسٹارٹ کی۔ اسے بیک کیا اور اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ اٹھ کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہوتا اسے دوسری بار زور سے ٹکر ماری۔ اس کے قدم اکھڑ گئے۔ اس بار وہ اچھل کر جیپ کے بونٹ پر آیا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ دوسری طرف الٹ کر گرتا اس نے جھلا کر ایک گھونسہ ونڈ اسکرین پر مارا۔ شیشہ چکنا چور ہو گیا۔ ادھر وہ دوسری طرف الٹ کر گرا، اُدھر جیپ آگے جا کر رک گئی۔

اعلیٰ بی بی کے چہرے اور جسم پر ونڈ اسکرین کے ٹوٹے ہوئے شیشے کی کرچیاں لگی تھیں۔ وہ اپنے چہرے اور جسم سے ان ریزوں کو جھٹکنے کے بعد واپس ڈرائیو کرنے لگی تھی۔ دونوں چوروں نے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ دوڑتے ہوئے آئے پھر اپنے ہاتھ کی رسی اس جیپ کے پچھلے حصے میں باندھ دی۔ دوسری طرف اسٹونی راک اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب وہ ذرا سنبھلتے ہوئے، ڈگمگاتے ہوئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے لگا تو اچانک اسے جھٹکا پہنچا اور پھر گر پڑا۔

اس لیے گرا کہ جیپ آگے بڑھ گئی تھی اور وہ رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ ان رسیوں کا دوسرا سرا جیپ کے پچھلے حصے میں بندھا ہوا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جیپ آگے بڑھ رہی تھی اور وہ اونچی نیچی زمین پر گھسٹتا چلا جا رہا تھا سنبھلنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ جیپ کی رفتار تیز تھی۔ اس دیو کی تیز رفتار فنا ہو رہی تھی۔ وہ اپنے جسم کی پوری قوت صرف کر کے رسیوں کو مضبوطی سے تھام کر جیپ کو جیسے روکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ جب اس کے قدم زمین پر نہیں جمے ہوئے تھے تو بھلا وہ جیپ کو کیسے اپنی طاقت سے روک سکتا تھا۔ اب اسکا دماغ

بھی اپنے اندر محسوس نہیں کر سکتا تھا جب کسی یوگا کے ماہر کو حالت چوٹیں پہنچتی ہیں۔ تو وہ سانس روکنے کا عمل بھول جاتا ہے وہ بھی بھول گیا تھا۔ میں یہ مانتا ہوں کہ اسٹونی راک بہت ہی سخت جان تھا۔ جسمانی تکالیف برداشت کر رہا تھا لیکن انسان تھا۔ ٹکراتے ہی وہ گر پڑا، چوٹ کھا گیا تھا اور وہ دوسرا ہوتا تو اب تک بے ہوش ہو چکا ہوتا۔ اس کی جسمانی اور دماغی قوتیں اپنے آپ کو آزاد کرانے میں صرف ہیں اس لیے وہ مجھے محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ یہ بہت ہی عمدہ موقع تھا۔ میں اس کے دماغ سے بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ میں اس کے دماغی تہہ خانے میں اتر گیا۔ پھر معلوم کرنے لگا کہ وہ ہر مایا کہاں ہے؟ کن لوگوں کے ساتھ رہتا ہے اور کن لوگوں سے اس کا تعلق ہے؟ اس وقت میں اپنی خفیہ ہاتھ کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ رسونتی کچن میں تھی۔ میں خیال خوانی کے دوران اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا۔ ایک کمرے میں مجھے کھٹکے پڑھنے کا سامان مل گیا۔ میں فوراً ہی ان قسم کاغذوں اور پتوں کو نوٹ کرنے لگا۔ جن کے ذریعے میں کسی وقت بھی اسٹونی راک تک پہنچ سکتا تھا۔

یہ سب کچھ کاغذ پر نوٹ کرنے کے دوران خیال خوانی تھوڑی دیر کے لیے ملتوی ہو گئی تھی۔ اس ورق کو پیپر پیڈ سے الگ کرنے کے بعد میں نے اسے تہہ کیا۔ پھر وہیں قالین کے نیچے اسے چھپا دیا تاکہ کبھی ضرورت پڑے تو میں وہاں سے ان ناموں اور پتوں کو نکال سکوں۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر پومی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ اپنی کار کے اسٹیئرنگ پر بیٹھی ہوئی تھی دونوں چور پچھلی سیٹ پر تھے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اعلیٰ بی بی جیپ ڈرائیو کرتے ہوئے بہت دور نکل گئی ہے۔ لہٰذا جیپ نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے۔ پومی نے کار کو اسٹارٹ کیا۔ اسے آگے بڑھاتے ہوئے رفتار تیز کی۔ دونوں چور اس کے ساتھ تھے۔ تھوڑی دور جانے کے بعد جیپ نظر آئی جب وہ قریب پہنچی تو کار کو ایک جھٹکے سے روکنا پڑا۔ کیونکہ جیپ موجود تھی۔ اعلیٰ بی بی موجود نہیں تھی۔

یہ سوچا جا سکتا تھا کہ اعلیٰ بی بی کسی ضرورت کے تحت نیچے اتر گئی ہے مگر ایسا اس لیے نہ سوچا گیا کہ اسٹونی راک بھی موجود نہیں تھا۔ وہ رسیوں سے بندھا ہوا، جال میں پھنسا ہوا گھسٹتا گھسٹتا جیپ کے پیچھے اتنی دور تک چلا آیا تھا۔ اس میں اپنے آپ کو بچانے اور آزاد کرانے کی سکت نہیں رہی تھی پھر وہ نوکمال غائب ہو گیا تھا۔ دونوں کے غائب ہونے کا مطلب یہی تھا کہ وہاں تیسرے چوتھے لوگ ہوں گے۔ جنہوں نے اعلیٰ بی بی کو گھیرا ہو گا۔ اسے بے بس کیا ہو گا۔ دوسری طرف اسٹونی راک کو رسیوں اور جال سے آزاد کرایا ہو گا۔ اور اس کے بعد وہاں سے انہیں لے گئے ہوں گے۔

پومی اور دونوں چور اسی انداز میں سوچ رہے تھے میں انہیں چھوڑ کر اسٹونی راک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پڑا ہوا تکلیف سے کراہ رہا تھا میں نے اس کی سوچ کو پڑھا کہ وہ ایک وین میں سفر کر رہا ہے چونکہ وہ لیٹا ہوا تھا اس لیے وہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ گاڑی کدھر جا رہی ہے۔ ویسے وہ مطمئن تھا۔ اس کے جتنے اڈے تھے ان میں سے کسی ایک اڈے کی طرف یقیناً وہ گاڑی جا رہی ہو گی اور وہ تمام اڈے مجھے یاد تھے۔

اس کی سوچ نے آگے بتایا کہ سامنے والی سیٹ پر اعلیٰ بی بی کے اطراف دو مسلح شخص بیٹھے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ بی بی کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی ہے تاکہ نہ وہ راستے کو دیکھ سکے اور نہ میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کا تعاقب کر سکوں اور نہ ان کے اڈے تک پہنچ سکوں۔

اعلیٰ بی بی کے سامنے والی سیٹ پر ایک شخص وین کو ڈرائیو کر رہا تھا اس کے سامنے والی سیٹ پر شیو کا نیپالی بیٹھا ہوا تھا اس کا نام شیو کا تھا۔ نیپال کا رہنے والا تھا۔ اس لیے نیپالی کہلاتا تھا۔ وہ اسٹونی راک کا ساتھی تھا یعنی وہ بارہ قاتلوں میں سے یہ دو قاتل تھے جو اب میرے سامنے آ رہے تھے۔ حساب یوں تھا کہ چار قاتل مارے گئے تھے۔ جینا اور واسکوڈی میں سے واسکوڈی پاکستان میں گرفتار کر لیا گیا تھا اس کا کیا بنا۔ یہ معلوم کرنے کی مجھے ابھی تک نہ تو فرصت ملی تھی نہ ہی میرا دھیان اس کی طرف گیا تھا۔ اس کا ساتھی جینا فرار ہو گیا تھا۔ بہرحال اسٹونی راک اور شیو کا نیپالی چوتھی ٹولی کے دو قاتل تھے۔

اسٹونی راک کے کمزور دماغ سے یہ تمام باتیں معلوم کرنے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ پر دستک دی — دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔ وہ خوش ہو کر بولی "فرہاد تم ہو؟"

"اور کون ہو سکتا ہے۔ تم میری مصیبتوں میں کام آتی رہی ہو اس لیے تمہیں مصیبت میں دیکھ کر آ گیا ہوں۔"

"تم کہاں ہو؟"

"ہم وہاں ہیں جہاں کی خبر ہمیں نہیں معلوم۔"

"ایسے وقت شاعری کر رہے ہو جب کہ میری جان پر بنی ہوئی ہے۔"

"جب اتحاد ختم ہو جاتا ہے اور دو دست مختلف راستوں

پر چل پڑتے ہیں تو ہر ایک کی جان پر بن آتی ہے۔ صرف تمہاری ہی نہیں میری جان پر بھی بنی ہوئی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "کیا ہوا؟ تم کہاں ہو؟ کیا کسی مصیبت میں گرفتار ہو؟"

"میں اپنے بارے میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ مجھ پر جو بھی مصیبت آئے تمہاری مدد حاصل نہیں کروں گا۔ آئندہ تمہارا کوئی احسان نہیں لوں گا۔ بس میرا اتنا ہی کام ہے کہ میں چھپ کر تمہاری مدد کروں اور تمہیں ان دشمنوں سے نجات دلاؤں۔"

"فرہاد میں دشمنی کی دشمنی برداشت کر سکتی ہوں مگر اپنے دوست کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتی۔"

"چھوڑ کر جانے والوں کے منہ سے دوست کا لفظ اچھا نہیں لگتا۔"

"میں کہیں نہیں گئی تھی۔ اتنی دور نہیں تھی کہ تمہاری خبر بھی نہ رکھ سکوں۔"

"بہرحال مجھے اطلاع دیے بغیر چلی گئیں۔ مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھیں۔ تم نے مجھے ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد کہنے کیلئے کچھ نہیں رہ جاتا۔ اب مجھے تمہارے احسانات کا قرض اتارنا ہے۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ یقیناً وہ پریشان ہو گئی ہوگی۔ میں اس کے دماغ میں دوبارہ جا کر اس کے دلی کیفیات کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ دماغ میں پہنچتے ہی وہ پھر مجھے محسوس کر لیتی۔

اتنے میں گاڑی کی آواز سنائی دی۔ میں نے ڈرائنگ روم سے نکل کر دیکھا۔ کیشو ہماری ضروریات کا سامان لے کر آیا تھا۔ رسونتی بھی گاڑی کی آواز سن کر آ گئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی سرکا آنچل درست کرتے ہوئے بولی۔ "ابھی تھوڑی دیر میں کھانا تیار ہو جائے گا۔ آپ کس وقت کھانا پسند کریں گے؟"

"جس وقت تمہیں بھوک لگے۔"

"میں بعد میں کھاؤں گی۔ پہلے آپ کو کھلاؤں گی۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "ایسا کیوں؟"

اس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ پھر بولی۔ "ہمارے یہاں پہلے مرد کو کھلایا جاتا ہے، پھر عورت کھاتی ہے۔"

"ایسا تو اپنے مرد کے لیے کیا جاتا ہے۔ میں تمہاری نظروں میں اجنبی ہوں۔ تم مجھے وہ مرد تو نہیں سمجھتی ہو جس کیلئے یہ اصول ہے کہ پہلے مرد کھائے پھر عورت۔"

وہ جواب نہ دے سکی۔ تیزی سے کچن کی طرف چلی گئی۔

میں اس کے دماغ میں تھا اور اس کے دل میں دھڑکا ہوا تھا۔ بے شک وہ مجھے اجنبی سمجھ رہی تھی لیکن حالات نے اسے سمجھا دیا تھا کہ میں اجنبی نہیں ہوں۔ اس کا دل آہستہ آہستہ میری طرف مائل کر رہا تھا۔ اس کے دل نے کہا تھا کہ پہلے مجھے کھلانے کے بعد میں آپ کھائے۔ اس کی یہ حرکتیں بتا رہی تھیں کہ اس کے اندر میرے لیے اپنائیت، محبت اور خدمت گزاری کا جذبہ پیدا ہو چلا ہے۔

میں کیشو کے لائے ہوئے سامان کو دیکھنے لگا۔ میرے لیے لباس تھا رسونتی کے لیے ایک سلیپنگ سوٹ، میرے لیے جوتے، موزے، نکٹائی کے علاوہ میک اپ کا سامان بھی تھا۔ کیشو نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر دیتے ہوئے کہا۔ "آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ قائم کر سکتے ہیں لیکن باس نے کہا ہے، کبھی انہیں آپ سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی تو وہ یہ ٹرانسمیٹر استعمال کریں گے۔"

میں نے ٹرانسمیٹر لے لیا۔ اس نے دوسری جیب سے ایک چھوٹا سا پستول نکال کر کہا۔ "اس کی گولیاں اس پیکٹ میں موجود ہیں۔ اگرچہ آپ ایسے ہتھیار نہیں رکھتے ہیں لیکن شاید مادام رسونتی کو اس کی ضرورت پیش آ جائے۔"

میں نے اس پستول کو بھی لے کر رکھ لیا۔ پھر اس سے کہا۔ "اب تم جا سکتے ہو۔ اس کوٹھی کے احاطے میں اس وقت تک قدم نہ رکھنا جب تک میں تمہیں نہ بلاؤں۔"

وہ چلا گیا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ کو ٹٹولتا رہا۔ مجھے اطمینان ہو گیا۔ ریڈیو پاور کا باس اور کیشو دونوں ابھی تک میرے ساتھ دیانت دار تھے۔ انہوں نے کسی تیسرے شخص کو میری موجودہ رہائش گاہ کے متعلق نہیں بتایا تھا۔ ہاں، اتنا ضرور تھا کہ ماسک مین کو میرے متعلق ساری معلومات پہنچا دی گئی تھیں۔ لیکن یہ اینجلو کا فرض تھا۔ میں اس پر اعتراض نہیں کر سکتا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک چپ چاپ بیٹھا رہا۔ پھر میں نے رسونتی کے دماغ میں جھانک کر معلوم کیا۔ کھانا تیار ہونے میں ابھی تیس منٹ کی دیر تھی۔ میں اینجلو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے ٹیلیفون سے منسلک رہنے والے ٹیپ ریکارڈر کو آن کر کے پومی کی آواز سن رہا تھا۔ یعنی پومی نے اپنے باس اینجلو کو اس بات کی اطلاع دی تھی کہ چند نامعلوم لوگ اعلیٰ بی بی کو لے گئے ہیں۔ پومی نے اعلیٰ بی بی کے دو ساتھیوں کے ساتھ دور دور تک جا کر دیکھا تھا لیکن کوئی ایسا سراغ نہیں ملا جس

کے ذریعے وہ اعلیٰ بی بی تک پہنچ سکتی یا یہ معلوم کر سکتی کہ انہیں لے جانے والے کس راستے سے گئے ہیں۔

یہ تمام رپورٹ سننے کے بعد اینجلو نے ریکارڈر کو بند کیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر گیند کے بٹن ڈائل کیے تھوڑی دیر بعد اسے پومی کی آواز سنائی دی۔ اینجلو نے پوچھا۔ "یہ سب کیسے ہوا۔ تم نے تفصیل نہیں بتائی کہ اعلیٰ بی بی تمہارے پاس کیسے پہنچ گئی تھی اور وہ لوگ کون تھے جو اسے لے گئے ہیں۔ تم نے انہیں دیکھا تو ہوگا؟"

پومی وہ ساری باتیں بتانے لگی۔ کس طرح اعلیٰ بی بی فرہاد کو تلاش کرتے ہوئے اس کے پاس آ گئی تھی۔ پھر اسٹوفی راک نے وہاں آ کر کیسی تباہی مچائی اور کس طرح اس کو قابو میں کیا گیا لیکن جب وہ قابو میں آیا تو بری طرح زخمی ہو گیا تھا اسی وقت اعلیٰ بی بی اغوا کر لی گئی۔ یہ تمام واقعات بتانے کے بعد پومی نے پوچھا۔ "مسٹر اینجلو! کیا آپ فرہاد کو تلاش کر سکتے ہیں؟"

"تم فرہاد کو کیوں تلاش کرنا چاہتی ہو جبکہ اعلیٰ بی بی اغوا کی گئی ہے۔"

"فرہاد ملے گا تو اسے اعلیٰ بی بی کے متعلق بتایا جائے گا۔ وہ اس کے دماغ میں گھس کر معلوم کر سکے گا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے اور ہمیں کہاں پہنچنا چاہیے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اینجلو نے ریسیور کو رکھ دیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ اب ٹرانسمیٹر اٹھا کر مجھ سے رابطہ قائم کرے گا اور مجھے یہ چونکا دینے والی خبر سنائے گا۔ میں نے کہا۔ "ٹرانسمیٹر رکھ دیجیے۔ میں ساری باتیں سن چکا ہوں۔"

"کیا آپ جانتے ہیں کہ اعلیٰ بی بی کہاں ہیں؟"

"ہاں، ابھی اس کا سفر جاری ہے۔ وہ لوگ اسے لے جا رہے ہیں۔ وہ جہاں بھی جائے گی۔ میں اس کی مدد کروں گا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔"

"کیا آپ اس کی مدد کے لیے اپنی خفیہ رہائش گاہ سے نکلیں گے؟"

"میرا یہاں سے نکلنا ضروری نہیں ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے دشمنوں سے نجات دلا سکتا ہوں۔ میں نے کہا نا، پومی سے لاعلمی ظاہر کریں۔ میں اپنے معاملات خود نمٹا لوں گا۔ ویسے آپ نے اس خفیہ رہائش گاہ کے متعلق کسی اور کو تو نہیں بتایا ہے اس کے لیے میں آپ کا شکر گزار رہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اسٹوفی راک کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ ان کا سفر ختم ہو گیا تھا، اعلیٰ بی بی کو ایک ایسے مکان میں پہنچایا گیا تھا جس کے آس پاس دور دور تک ویرانی تھی۔ جھنگوں سے تقریباً پچیس میل دور ہائی وے سے پانچ میل کے فاصلے پر وہ مکان تھا۔

اسٹوفی راک اسی ویگن کار کی پچھلی سیٹ پر زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ وہ لوگ اعلیٰ بی بی کو ایک مکان میں لے گئے تھے۔ اس لیے مجھے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچنا پڑا۔ اس نے مجھے محسوس کیا اور مطمئن ہو کر ان لوگوں کی باتیں سننے لگی۔ شیو کا نیپالی کہہ رہا تھا۔ "اگر تم ہمارے خلاف کوئی حرکت نہیں کرو گی، یہاں آرام سے رہنا پسند کرو گی تو ہم تمہارے ہاتھ پاؤں باندھ کر نہیں رکھیں گے۔ تم اس کمرے میں بالکل آزاد رہو گی لیکن کمرے کے باہر نہیں جا سکو گی۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "کیا مجھے اس لیے قیدی بنایا جا رہا ہے کہ فرہاد میری مدد کے لیے آئے گا اور تم اسے ٹریپ کرو گے، قتل کرو گے؟"

"ہاں، ہم نے سنا ہے کہ تم فرہاد کی بُرے وقتوں میں مدد کرتی رہی ہو۔ یقیناً فرہاد بھی تمہاری مدد کے لیے آئے گا۔ سچ سچ بتاؤ۔ کیا ابھی وہ تمہارے دماغ میں موجود ہے؟"

"نہیں میرا اس سے ایک بات پر اختلاف ہو گیا تھا۔ میں اسے چھوڑ کر آ گئی تھی۔ اب پچھتا رہی ہوں۔ شاید وہ بھی مجھ سے ناراض ہے اس لیے اب تک رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔"

شیو کا نیپالی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "مجھ سے اڑنے کی کوشش نہ کرو۔ وہ تمہارے دماغ میں موجود ہو یا نہ ہو، میں تمہیں زیادہ سے زیادہ بارہ گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر وہ اس مدت میں نہ آیا تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔"

پھر میں اسٹوفی راک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سیٹ پر اوندھا پڑا ہوا کراہ رہا تھا۔ میں نے اسے سر اٹھانے پر مجبور کیا۔ وہ ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ میں اس کے دماغ کے ذریعے اس مکان کی شناخت کر رہا تھا۔ اتنے میں شیو کا نیپالی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ گیا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں جا رہا ہوں اسٹوفی راک کو طبی امداد دلانے کے بعد واپس آؤں گا۔ پتہ نہیں کتنی دیر ہو جائے۔ میری واپسی تک بہت محتاط رہنا۔ اگر فرہاد یہاں پہنچ گیا اور وہ اعلیٰ بی بی کو یہاں سے لے جانے میں کامیاب ہو گیا تو میں تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے وہاں سے چلا گیا۔ میں اعلیٰ بی بی

کے پاس آیا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "کیا میرے پاس آرہے ہو؟"

"ابھی تدبیر سوچ رہا ہوں۔"

"تم تو مجھ سے چھپ کر رہنا چاہتے ہو، مجھ سے دور رہنا چاہتے ہو پھر کیسے آؤ گے؟"

"یہ بات تمہیں سوچنا اور سمجھنا چاہیے۔ پہلے تم نے مجھ سے دور بھاگنا چاہا اور دشمنوں کے جال میں پھنس گئیں۔"

"اگر طعنے دے رہے ہو تو میری مدد نہ کرو۔ میرے جوڑوں کو یہ جگہ بتا دو۔ وہ خود ہی مجھے یہاں سے چھڑا کر لے جائیں گے۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی بھی ہو سکتی ہے اور یہ میری خوش فہمی بھی ہو سکتی ہے کہ صرف میں ہی تمہیں وہاں سے چھڑا کر لا سکتا ہوں۔ تم نے شیو کانیپالی کی بات سنی ہے؟"

اس نے پوچھا۔ "یہ شیو کانیپالی کیا بلا ہے؟"

"وہی شخص جو ابھی تم سے باتیں کرکے گیا ہے۔ بہت ہی ظالم، بے رحم اور سفاک قاتل ہے۔ اس نے کہہ دیا ہے کہ میں تمہیں چھڑانے آؤں گا تو اس کا یقین بڑی حد تک درست ہے۔ اگر تمہارے چور وہاں جائیں گے اور کسی وجہ سے ناکام رہے تو تمہاری جان جائے گی۔ لہٰذا میں اپنی جان کے لیے اپنی جان پر کھیل کر آؤں گا۔"

اس بات سے اس کا دل دھڑکنے لگا۔ اس کے احساسات یہ تھے کہ میں اس کے لیے جان پر کھیلنا چاہتا ہوں۔ ایک عورت کی اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اسی بات پر فخر کرتی ہے کہ ایک مرد جان کی حد سے گزر جانے کی حد تک اسے چاہتا ہے۔

اچانک ہی اسے خیال آیا کہ میں اس کے دماغ میں ہوں اور اس کے جذبوں کو سمجھ سکتا ہوں۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "کہاں تک چھپو گی؟ کہاں تک مجھ سے بھاگو گی؟ جب کوئی محبت کرنے والی مجھ سے دور بھاگتی ہے تو تقدیر اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال دیتی ہے۔ تمہاری زنجیروں کو میں ہی کاٹنے آرہا ہوں۔ اب رخصت ہوتا ہوں، کچھ تدبیریں کرنی ہیں۔ اس کے بعد کوئی عملی قدم اٹھاؤں گا۔"

میں نے ٹھیک وقت پر خیال خوانی ختم کی۔ رہنتی ڈرائنگ روم کے دروازے پر کھڑی ہوئی گھونگھٹ میں چھپی ہوئی کہہ رہی تھی۔ "کھانا تیار ہے۔"

میں نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ وہ نظریں چرا رہی تھی۔ "میں ایک ہی شرط پر کھاؤں گا کہ تم میرا ساتھ دو گی۔ میں نے ناشتہ اکیلے کیا ہے۔ کھانا اکیلے نہیں کھاؤں گا۔"

وہ دھیمی سی آواز میں بولی۔ "میں کھانے سے پہلے اشنان کرتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، میں انتظار کروں گا۔ جاکر غسل کر کے جو لباس لایا ہے اسے پہن لو۔ اگرچہ وہ لباس ذرا مضحکہ خیز لگے گا لیکن تم اپنا یہ لباس دھو کر ڈالو گی تو شام تک اسے پہن سکو گی۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر چلی گئی۔ اس کی سوچ نے بتایا تھا کہ وہ میری ہدایت پر عمل کرنے جا رہی ہے۔ میں اسٹوڈی راک کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک بستر پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ ایک ڈاکٹر اس کا معائنہ کر رہا تھا۔ شیو کانیپالی نے کہا۔ "ڈاکٹر اب یہ تمہارے حوالے ہے۔ اسے جلد از جلد اچھا کرنے کی کوشش کرو۔ میں جا رہا ہوں۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ اتنی جلدی اچھا نہیں ہو سکے گا اگرچہ یہ ہاتھ پاؤں کا مضبوط ہے۔ اس کی ہڈیاں فولادی ہیں اس کے باوجود ایکسرے رپورٹ ضروری ہے۔"

پھر اس نے اپنے قریب کھڑے ہوئے شخص سے کہا۔ "جیلی تم اس کے بدن پر مالش کرو۔ شاید تمہیں چوٹوں کا اندازہ ہو سکے۔"

چیزی نے کہا۔ "میں مالش کروں تو مجھے اندازہ ہو سکتا ہے۔"

وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا۔ پھر قہقہہ لگاتے ہوئے ان سے ذرا دور ہو گیا اس کے بعد پلٹ کر بولا۔ "لیکن میں چیزی نہیں ہوں، بھلا مجھے اندازہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

ڈاکٹر اور شیو کانے اسے حیرانی سے دیکھا۔ پھر شیو کانے نے کہا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو تم ہمارے آدمی ہو۔"

"میں فرہاد علی تیمور ہوں اور تم سے دو دو ہاتھ کرنے آیا ہوں۔"

یہ سنتے ہی شیو کانیپالی اچانک ہی فرش پر گر پڑا۔ مجھے یہ خوش فہمی نہیں تھی کہ وہ میرا نام سن کر چکر آگیا ہے۔ میں نے چیزی کی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ نظر نہیں آیا، زمین پر گرنے کے بعد پتہ نہیں کہاں چلا گیا تھا۔ یقیناً اس بستر کے نیچے گیا تھا جس پر اسٹوڈی راک پڑا ہوا تھا۔ میں نے شیو کا کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی تو ناکامی ہوئی۔ وہ سانس روکے ہوئے تھا۔ عجیب بات تھی وہ بستر کے نیچے کیوں چھپ گیا تھا؟ میرا قاتل بزدل تو نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس بات کی تائید ہو گئی کہ وہ بزدل نہیں تھا۔ اچانک ہی چیزی کی ٹانگوں پر ایک ضرب پڑی اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ تب پتہ چلا کہ وہ پنگ

کے نیچے سے سرکتا ہوا اور فرش پر جیسے تیرتا ہوا ایسے ہی لیٹے چیزی کے پاس پہنچا تھا۔ اس کی ٹانگوں پر ٹانگ ماری تھی پھر اسے گرانے کے بعد اس کی ٹانگوں کو اپنی دونوں ٹانگوں میں جکڑ لیا تھا۔

اس طرح اس کے لڑنے کے انداز کا پتہ چلا۔ میں نے چیزی کو اسی لیے اپنا آلۂ کار بنایا تھا کہ شیو کانیپالی کی صلاحیتوں کا اندازہ کر سکوں۔ وہ بھی دونوں پاؤں پر کھڑے ہو کر اپنے مدِمقابل کے سامنے نہیں آتا تھا۔ اس کے لڑنے کا انداز نہایت ہی انوکھا اور سب سے الگ تھلگ تھا۔ وہ ہمیشہ مقابل کے سامنے زمین پر لیٹ جاتا تھا۔ جس طرح مچھلی پانی میں تیرتی ہے اسی طرح وہ خشکی میں تیرتا تھا۔ فرش پر اتنی تیزی سے سرکتا تھا جیسے سانپ بل کھاتا ہوا تیز رفتاری سے آرہا ہو۔

اس وقت اس نے ایک سانپ کی طرح بل کھا کر چیزی کی ٹانگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور میں چیزی کے دماغ سے محسوس کر رہا تھا کہ اس کی ٹانگوں کی ہڈیاں جیسے ٹوٹنے والی ہیں۔ میں نے اس کے دماغ میں رہ کر سکتے ہی داؤ استعمال کیے۔ آزاد ہونے کی ہر طرح کوشش کی۔ پتہ چلا کہ آزاد ہونا بہت مشکل ہے۔ تب میں نے سوچا اس وقت شیو کا اپنے داؤ پیچ میں مصروف ہے میں نے یکبارگی اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔

ٹیلی پیتھی کا یہ داؤ کام کر گیا۔ وہ اس وقت سانس لے رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے مجھے اس کے ذہن کو جھٹکا پہنچانے کا موقع مل گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں چیزی کے دماغ میں واپس آگرا اس کی ٹانگوں کو نجات دلا چکا تھا۔ جب شیو کانے سنبھل کر سانس روکی تو اس وقت تک میں نے چیزی کو اس کے دونوں پاؤں پر کھڑا کر دیا تھا۔

ابھی مجھے دشمن کی صلاحیتوں کا پوری طرح اندازہ نہیں تھا۔ تاہم اتنا جانتا تھا کہ کوئی بھی مدِمقابل سست رو نہیں ہوتا۔ اپنے طور پر پوری تیز رفتاری دکھاتا ہے، جیسے ہی چیزی اپنے دونوں پاؤں پر کھڑا ہوا، شیو کا پھر فرش پر جیسے تیرتا ہوا آیا۔ چیزی نے چھلانگ لگائی، وہ اس پر سے اچھل کر فضا میں الٹتا ہوا اس کے سرہانے پہنچ کر اس کے سر پر ٹھوکر مارنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ چیزی کی یا میری زبردست بھول تھی۔ نہ ہی وہ جسمانی طور پر مضبوط اور مستحکم تھا کہ شیو کا کے مقابلے پر ٹھہر سکتا۔

میں نے شیو کا سے مقابلہ کرنے کی آخری کوشش کرنا چاہی۔ اسی وقت پتہ چلا کہ چیزی بڑی ہی اذیتوں میں مبتلا ہے۔ اس کی گردن اچانک ہی شیو کا کی دونوں ٹانگوں میں پھنس گئی تھی اور وہ اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے

وہ سنبھلتا، چیزی کے دونوں ٹخنے، شیو کا کی مٹھیوں میں جکڑے گئے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ آہنی مٹھیاں ہوں یا آہنی شکنجہ ہو جس سے نکلنا یقیناً دشوار تھا۔

چیزی تڑپنے لگا۔ اس کے اندر رہ کر میں بھی تڑپ رہا تھا۔ اس کے دونوں ٹخنوں کو چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا میں نے کمر کی طرف سے جھک کر شیو کا کے سر کی طرف پہنچ کر ضرب لگانے کی کوشش کی۔ لیکن اچانک ہی ٹخنوں میں اتنی شدید تکلیف ہوئی کہ چیزی چیختا ہوا سیدھا ہو گیا۔ شیو کا اسے بچاؤ کا موقع نہیں دے رہا تھا۔

میں نے ایک بار پھر اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچانے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی، اب وہ محتاط تھا۔ کم از کم اس وقت سانس روکے ہوئے تھا۔ میں نے چیزی کو بڑی اذیتوں میں دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے پھر اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچانے کی کوشش کی پھر ناکامی ہوئی، اسی وقت شیو کا نے فرش پر لیٹے ہی لیٹے قلابازی کھائی اور چیزی کی کمر پر آکر بیٹھ گیا۔ اس طرح کہ چیزی کے دونوں ٹخنے اس کے ہاتھوں میں ہی رہے۔ پھر میں نے چیزی کی دردناک چیخ سنی۔ اس کی کمر کی ہڈی جیسے ٹوٹنے والی تھی۔ شیو کا اُسے کمر کی طرف سے موڑ رہا تھا اور چیزی تڑپ رہا تھا۔

میں نے یکبارگی پھر دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ اس بار ناکامی نہیں ہوئی، آخر وہ کب تک سانس روک سکتا تھا۔ اس نے سانس لینے کی مہلت حاصل کی تھی۔ اس مہلت سے میں نے فائدہ اٹھایا تھا اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچتے ہی وہ ایک طرف فرش پر الٹ گیا۔ میں نے چیزی کو لڑھکاتے ہوئے دوسری طرف لے جا کر اٹھانے کی کوشش کی پتہ چلا کہ اب اس میں اُٹھنے کی طاقت نہیں رہی ہے۔ وہ اپنی کمر میں شدید تکلیف محسوس کر رہا ہے۔

میں نے سمجھ لیا کہ چیزی کو آلۂ کار بنا کر شیو کا سے مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔ اس سے مقابلہ کرنے کے لیے مجھے کسی ایسے شخص کو آلۂ کار بنانا ہوگا جو جسمانی اعتبار سے زیادہ مضبوط ہو اور حاضر دماغ بھی ہو۔ چیزی بالکل ہی بودا ثابت ہوا تھا میں ہی مقابلہ کر رہا تھا اس کی عقل کچھ کام نہیں کر رہی تھی، نہ ہی وہ جسمانی طور پر مضبوط اور مستحکم تھا کہ شیو کا کے مقابلے پر ٹھہر سکتا۔

میں نے شیو کا سے مقابلہ کرنے کی آخری کوشش کرنا چاہی۔ اسی وقت پتہ چلا کہ چیزی بڑی ہی اذیتوں میں مبتلا ہے۔ اس کی گردن اچانک ہی شیو کا کی دونوں ٹانگوں میں پھنس گئی تھی اور وہ اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے

پھر شیو کا کے دماغ کو جھٹکا پہنچانے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ میں ٹھہر ٹھہر کر اس کے دماغ کے دروازے پر شک دینے لگا۔ وہ سانس روکے ہوئے تھا یقیناً جس حد تک اس نے سانس روکنے کی مشق کی تھی اس حد تک چیری اپنی سانس نہیں روک سکتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی دیر بعد جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو پہنچ نہ سکا۔ وہاں اندھیرا ہی اندھیرا خاموشی ہی خاموشی تھی۔ موت کی خاموشی۔

میں ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر وہاں کے ماحول کو دیکھنے لگا۔ اس وقت شیو کا فرش پر سے اٹھ کر چیری کے چہرے کو ٹٹول رہا تھا اس کی گردن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"ڈاکٹر! یہ تو اپنا اصلی چیری ہے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ فرہاد اس کے میک اپ میں آیا ہے یا پھر فرہاد کا کوئی آدمی مجھے للکارنے آیا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد نے چیری کے دماغ کو ٹریپ کیا اور اس کے ذریعے تم سے لڑتا رہا۔"

شیو کا نے فرش پر سے اٹھتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔ "ہاں، بہت چالاک ہے وہ۔ میرے ہی ایک آدمی کو اپنا آلۂ کار بنا کر مجھ سے مقابلہ کرتے ہوئے میری صلاحیتوں کا اندازہ کرتا رہا ہے۔ اس نے میرا ایک حد تک اندازہ کر لیا ہے اگر وہ اب بھی یہاں موجود ہے تو میں اس سے کہتا ہوں ایک نہیں ہزار بار مجھ سے آزمائشی مقابلے کرتا رہے لیکن جب بھی وہ سامنے آئے گا تو وہ مقابلہ آزمائشی نہیں آخری ہوگا۔ اس کی زندگی کا آخری مقابلہ۔"

ڈاکٹر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ اسٹونی راک کا دماغ کمزور ہوا تو وہ اس کے دماغ میں جگہ بنا کر یہاں تک آیا ہے۔"

"ہاں، یہی بات ہے۔ اس وقت بھی وہ تمہارے اور اسٹونی راک کے دماغ میں موجود ہے۔"

ڈاکٹر نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔ "پھر اب کیا ہوگا؟ وہ میرے ذریعے ہمارے دوسرے ساتھیوں کے دماغوں میں پہنچے گا۔ ہم سب تو یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔"

شیو کا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اسٹونی راک کی بات الگ ہے۔ یہ بیمار ہے۔ کمزور ہے اس کا علاج کوئی دوسرا ڈاکٹر بھی کر سکتا ہے۔ اس ڈاکٹر کو ہدایت کی جائے گی کہ وہ اسٹونی راک کے سامنے زبان نہ کھولے۔ جو بھی اس کی تیمارداری کے لیے آئے گا۔ اسے بھی یہی ہدایت کی جائے گی۔ چونکہ تمہارے دماغ میں فرہاد پہنچ چکا ہے۔ اس لیے تمہارا اس کمرے سے زندہ واپس جانا مناسب نہیں ہے۔"

ڈاکٹر ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ خوف سے کانپ رہا تھا۔ اور شیو کا نیپالی کو دیکھتے ہوئے پیچھے ہٹ رہا تھا اسی وقت شیو کا فرش پر گر پڑا۔ اس کے بعد ہی ڈاکٹر کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔

دوسرے ہی لمحے میں، میں اس کے دماغ سے نکل آیا کیونکہ رسونتی نے مجھے مخاطب کر کے کہا تھا کھانا تیار ہو چکا ہے میں آجاؤں اور میں اس کے پیچھے پیچھے ڈائننگ روم میں پہنچ گیا۔ ہم دونوں میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ کھانے سے پہلے میں نے ڈاکٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اب اس کا دماغ اس دنیا میں نہیں تھا میں نے کھانا شروع کر دیا۔

شیو کا نیپالی کیا ہے؟ یہ کسی حد تک معلوم ہو چکا تھا۔ جب بھی اس کا سامنا ہوتا تو میں لڑنے کے عام طریقے استعمال نہیں کر سکتا تھا مثلاً میں اسے گھونسے نہیں مار سکتا تھا، کراٹے کے ہاتھ نہیں دکھا سکتا تھا۔ فلائنگ کک نہیں مار سکتا تھا کیونکہ وہ روبرو کھڑا نہیں رہتا تھا۔ سامنے ہوتے ہوئے بھی فرش پر لیٹ جاتا تھا اور لیٹے ہی لیٹے لڑنے میں بڑی حیرت انگیز مہارت رکھتا تھا۔

مگر ایک بات ہے۔ چیری کے ساتھ اس کی جو لڑائی ہوئی تھی وہ چار دیواری کے اندر ہوئی تھی۔ چیری کو زیادہ دور بھاگ یا اپنے بچاؤ کا راستہ نکالنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اگر یہی لڑائی کسی کھلے میدان میں ہوتی، نیچے چکنا فرش نہ ہوتا اور کوئی پتھریلی زمین ہوتی تو کیا ایسی حالت میں بھی شیو کا اسی انداز سے لڑ سکتا تھا؟

میرے دماغ نے سمجھایا، اسے کھلے میدان میں بھی آزمانا چاہیے۔ یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ نیپالی کا جو بھی قاتل ہوگا وہ کھلے میدان میں اپنا خاطر خواہ بچاؤ کر سکتا ہوگا اسے دور بھاگنے اور پھر قریب آکر شیو کا پر حملہ کرنے کا موقع مل سکتا تھا، چار دیواری کے اندر ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔

میں اعلیٰ بی بی کو اس کی قید سے چھڑا کر لانے سے پہلے شیو کا کے متعلق پوری معلومات حاصل کر لینا چاہتا تھا اب مجبوری یہ تھی کہ اس نے اسٹونی راک کے آس پاس بھی بولنے کی پابندی عائد کر دی تھی۔ میں اس کے کسی آدمی کے ذریعے اس کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں اس کے آس پاس رہنے کی کوئی تدبیر سوچ رہا تھا۔

تب میں نے محسوس کیا کہ رسونتی کھاتے کھاتے رک گئی ہے وہ پریشان ہو کر دیکھ رہی ہے، میں نے انجان بن کر اس کی سوچ پڑھی وہ سوچ رہی تھی۔ "میں اس کے لیے کیا کروں؟ یہ میرے لیے پریشان رہتا ہے۔ میں جانتی ہوں میرے لیے جی رہا ہے اور میرے لیے ہی کچھ کر رہا ہے مگر میں ہوں کہ صرف اسے کھانا پکا کر کھلا سکتی ہوں۔"

وہ کچھ نہیں کر سکتی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مگر میں اتنا تو کر سکتی ہوں کہ اپنے پالے ہوئے ماضی کو یاد کروں اور اسے اپنی بھرپور محبت دوں۔ محبت ایک ایسا مضبوط ہتھیار ہے جس کے آگے دوسرے ہتھیار کند ہو جاتے ہیں۔"

اس کے دماغ میں ایسی سوچ بھرنے کے بعد میں نے اچانک سوال کیا۔ "تم نے ہاتھ کیوں روک لیا۔ کھاتی کیوں نہیں ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بڑی آہستگی سے بولی۔ "میں کیا کروں؟ میں کیا کروں؟ میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تم مجھے بتاؤ۔ میں تمہیں سمجھاؤں گا۔"

"اتنے دنوں سے تم مجھے سمجھا رہے ہو۔ اعلیٰ بی بی سمجھا رہی ہے۔ بڑے بوڑھے لوگ یہاں آئے تھے اور پھر چلے گئے — وہ بھی سمجھاتے تھے۔ مگر میں پتہ نہیں کیوں تم سے ڈرتی بھی ہوں اور تمہارے سائے میں رہنا بھی چاہتی ہوں۔ تم میرے لیے پریشانیاں کیوں ہوتے ہو؟ بھگوان کے لیے، یہ پریشانی چھوڑ دو۔ خوش رہا کرو — اس پاس کی دنیا کو دیکھا کرو۔ میں دیکھتی ہوں کہ تم کسی کو نہیں دیکھتے۔ سر جھکائے سو چتے رہتے ہو ایسے تو بیمار پڑ جاؤ گے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "اگر تم اسی طرح محبت سے میرے بارے میں سوچتی رہیں تو کوئی بیماری، کوئی پریشانی میرے قریب نہیں آئے گی۔ چلو مجھے پریشان نہیں دیکھنا چاہتی ہو تو کھانا شروع کرو۔"

وہ آہستہ آہستہ کھانے لگی میں بھی کھانے لگا۔ کھانے کے دوران اس نے کہا۔ "کوئی ایسی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ جو میرے خلق تنایا جا رہا ہے اسے میں فوراً بادکر لوں۔"

"ایک تدبیر ہے۔ جب ہم ٹیلی پیتھی سیکھنے کی ابتدا کرتے ہیں تو پہلا سبق شمع بینی کا ہوتا ہے۔ اپنے آگے ایک شمع روشن کر کے اس کی جلتی ہوئی لو کو ایک ٹک دیکھتے رہتے ہیں۔ اپنی نگاہیں اس پر گاڑ کر دیتے ہیں۔ اپنے خیالات ادھر اُدھر بھٹکنے سے روکتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ہمیں اس بات کی مشق ہو جاتی ہے۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "اگر شمع بینی اور ٹیلی پیتھی کے ابتدائی سبق سے میں کچھ حاصل کر سکتی ہوں تو آج ہی سے یہ عمل شروع کر دوں گی۔"

"اس کا مشورہ میں نہیں دوں گا تم ابھی جسمانی اعتبار سے اور ذہنی اعتبار سے مکمل طور پر صحت مند نہیں ہو۔ کچھ عرصے تک بھی کی طرح کھاتی پیتی رہو۔ تمام پریشانیوں اور ذہنی الجھنوں کو اپنے دماغ سے نکالتی رہو۔ خوش رہنے کی کوشش کرو پھر میں تم سے کہوں گا کہ شمع بینی کا عمل شروع کرو۔ تب تم جلد ہی اپنے ماضی کو پہچان لو گی اور اپنی کھوئی ہوئی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھی حاصل کر لو گی۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ "میں اپنی کھوئی ہوئی محبت کو حاصل کرنا چاہتی ہوں اور کچھ نہیں چاہتی۔"

میں انجان بن کر کھاتا رہا اور اس کی محبت بھری سوچیں پڑھتا رہا۔ کھانے کے بعد میں نے کہا۔ "اب ایک کپ چائے پلا دو۔ میں تم سے کچھ ضروری باتیں بھی کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں ڈرائنگ روم میں آگیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چائے لے کر آئی۔ میں نے چائے کی ایک چسکی لیتے ہوئے کہا۔ "اگر میں باہر جاؤں تو کیا تم یہاں تنہا رہ سکو گی؟"

"کہاں جاؤ گے؟"

"اعلیٰ بی بی اس وقت دشمنوں کی قید میں ہے۔"

وہ گھبرا کر بولی۔ "کیا اسے چھڑانے جاؤ گے؟ پھر کسی نئی مصیبت میں پھنسنا چاہتے ہو؟ میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ ہماری لگا ہیں چار ہوئیں۔ اس نے جلدی سے نظریں جھکا لیں۔ اچانک دھڑکتے ہوئے دل سے سوچا۔ میں کیسی بے بس ہو گئی ہوں۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہو گئی ہوں۔ میں ان کے لیے اندر سے بیشک ٹوٹ گئی ہوں لیکن یہ بات زبان پر تو نہیں آنی چاہیے۔"

میں نے پوچھا۔ "رسونتی! تم نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ دشمن جن کے بندی میں تم لوگوں کو قید کیا تھا اور میری جان لینا چاہتا تھا۔ اس کا کیا بنا؟"

"میں نے کئی بار سوچا لیکن میرا ذہن اتنا اُلجھا ہوا رہتا ہے کہ میں اس کے بارے میں کچھ پوچھ نہ سکی۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل تم مجھ سے زیادہ باتیں کرنے سے کتراتی ہو۔ تم میں اور دوسروں میں یہ فرق ہے کہ دوسرے میرے دشمنوں کے متعلق پریشان ہو کر پوچھتے ہیں لیکن تم پریشان ہو کر میرے لیے دعائیں مانگتی ہو۔ مجھے دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے دل ہی دل میں اپنے بھگوان سے پرارتھنا کرتی ہو۔"

اس نے حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"میں اندر کے حال تو نہیں جانتا لیکن چہرے پڑھ لیتا ہوں۔"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "بیشک میں اپنا ماضی بھول چکی ہوں لیکن اتنی نادان بھی نہیں ہوں۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے خیالات پڑھ لیتے ہو۔ تمہارے آس پاس رہنے والے لوگوں کی زبان سے میں نے تمہاری خیال خوانی کی داستانیں سنی ہیں۔ مجھ سے جھوٹ مت بولو۔ سچ بتاؤ میرے خیالات پڑھتے ہو نا؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "کبھی کبھی فرصت ملتی ہے تو تمہارے دماغ میں پہنچ جاتا ہوں۔ کیا کروں۔ دل سے مجبور ہوں۔ تمہارے خیالات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا تمہارا مزاج

بدلے گا؟ میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ تم میری طرف مائل ہو رہی ہو اور بھولی ہوئی الفت تمھیں یاد آتی جا رہی ہے۔"

اس نے اپنے آنچل کو سر پر سے کھینچ کر گھونگھٹ بنا لیا۔ میں نے کہا: "میری بات ادھوری رہ گئی۔ میں اس اطمینان سے جانا چاہتا ہوں کہ میرے جانے کے بعد تم اس بنگلے کے تمام دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کر کے بے خوف و خطر ہو گی اور میرا انتظار کرو گی میں تمھیں ایک پستول دوں گا۔"

"میں پستول چلانا نہیں جانتی۔"

"تم خوب جانتی ہو۔ ایک بار اسے چلاؤ گی تو تمھیں یاد آ جائے گا۔ تم نے پہلے بھی پستول اور ریوالور وغیرہ استعمال کیے ہیں۔"

وہ چپ رہی۔ میں نے کہا: "میں جب یہاں آؤں گا تو پہلے خیال خوانی کے ذریعے تمھیں اطلاع دوں گا کہ تمھیں دروازہ کھولنا چاہیے ورنہ کوئی بھی آئے تم اپنی یہاں موجودگی بھی ظاہر نہیں کرو گی۔ خواہ کتنی ہی دستک ہو، بالکل خاموش رہو گی۔ دستک دینے والے تھک ہار کے چلے جائیں گے۔"

میں اسے دیر تک سمجھاتا رہا۔ اس نے پوچھا: "کیا تمھارا جانا ضروری ہے؟ تمھارے تو بہت مددگار ہیں — ان سے کہو، اعلیٰ بی بی کو چھڑا کر لے آئیں۔"

"میری وہ بات ادھوری رہ گئی جس دشمن نے تم لوگوں کو مندر میں قید کیا تھا اور میری جان لینا چاہتا تھا وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ میں نے اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔ اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم مجھے جھوٹی تسلیاں دے کر جانا چاہتے ہو۔"

"میں سچ کہتا ہوں۔ اعلیٰ بی بی اور ایک لڑکی پومی کی مدد کے ذریعے میں نے اس دشمن کو ہلاک کر دیا ہے۔"

"ایسی بات ہے تو پھر اعلیٰ بی بی کو کس نے قید کیا ہے؟"

"یہ اعلیٰ بی بی کے ذاتی دشمن ہیں۔ میران سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اعلیٰ بی بی اور اس کے دشمنوں کے درمیان سمجھوتہ کرانا چاہتا ہوں۔ لڑائی جھگڑے کی کوئی بات نہیں ہے۔ جان کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"کب تک واپس آ جاؤ گے؟"

"دراصل مجھے شہر سے دور جانا ہے۔ واپسی میں صبح ہو سکتی ہے ورنہ میں شام تک بھی آ سکتا ہوں۔"

"جب بہت طویل فاصلے کرنا ہے تو تم شام تک کیسے واپس آ سکو گے؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "تم تو وکیلوں کی طرح جرح کر رہی ہو۔ میں یہاں اسی شہر میں رہ کر سپر ماسٹر یا پڑوس کے آدمیوں کے ذریعے معلومات طے کرانے کی کوشش کروں گا۔ یہیں معلومات طے ہو جائیں گے تو شام تک تمھارے پاس چلا آؤں گا۔ نہ طے ہو سکے تو مجھے وہاں سے سیکڑوں میل کا فاصلہ طے کرنا ہوگا۔ اسی لیے دیر ہو گی اور کل صبح تک واپس آ سکوں گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر اس نے دھیمی آواز میں کہا: "میں یہاں پورے حوصلے سے رہوں گی۔ تمھارا انتظار کروں گی لیکن ایک بات کا وعدہ کرو کہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد خیال خوانی کے ذریعے اپنی خیریت سے آگاہ کرتے رہو گے۔"

ایسا کہتے ہی وہ جلدی سے اٹھ گئی۔ اپنے آنچل اور گھونگھٹ کو سنبھالتے ہوئے مجھ سے دور ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف چلی گئی۔ کیونکہ اس نے بڑی عجلت سے یہ بات کہی تھی اب میرا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے جانے دیا۔ اس وقت چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر اس کی خیریت معلوم کی۔ اس نے پوچھا: "تم اتنی دیر تک کہاں رہے؟ کیا کچھ معلومات حاصل کرتے رہے؟"

میں نے اسے شیو کا نپالی کی لڑنے والی صلاحیتوں کے متعلق بتایا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا: "یہ تمھاری جان کے دشمن عجیب و غریب صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ نت نئے انداز میں حملہ کرنے کے لیے آتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شیو کا نپالی سے سامنا ہوگا تو تم اس سے کس طرح مقابلہ کرو گے؟"

"ابھی میں دشمن کو سمجھ رہا ہوں۔ نہ سمجھ سکوں تب بھی اس کا مقابلہ کرنا ہی ہوگا، نہیں کروں گا تو تمھیں وہاں سے کس طرح لاؤں گا؟"

"فرہاد! میرے آدمیوں کو اطلاع دو۔ تم ادھر آؤ۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کمرے کا دروازہ کھلا اور شیو کا نپالی نظر آیا۔ اس نے اعلیٰ بی بی کو بڑے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا فرہاد موجود ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے انکار میں سر ہلا دیا۔ وہ غصے سے بولا: "تم جھوٹ بولتی ہو۔ پہلے بھی تم نے جھوٹ کہا تھا۔ وہ شروع سے تمھارے ساتھ ہے۔ اسٹونی راک کے ذریعے میرے آس پاس رہنے کی کوشش کرتا رہا ہے لیکن میں اس کے تمام راستے مسدود کر رہا ہوں۔ یہاں بھی تمھارے سامنے نہ تو پہلے کوئی بول رہا تھا نہ اب بولے گا۔ سب محاط ہو گئے ہیں۔ دیکھتا ہوں کہ وہ کس طرح تمھیں یہاں سے لے جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "تمھیں پتہ چل جائے گا کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔ ابھی تو میں خود نہیں جانتی۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "ابھی آتا ہوں۔"

اس سے رخصت ہو کر میں اسٹونی راک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک بیڈ پر لیٹا ہوا تھا اور ایکسرے کے ذریعے اس کی پسلیوں اور پسلیوں کو دیکھا جا رہا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے شیو کا نپالی سے کہا کہ وہ اپنے دوست اسٹونی راک کی خبر لے، وہاں وہ کچھ گڑبڑ کر رہا ہے۔"

یہ بات اعلیٰ بی بی نے شیو کا سے کہی۔ وہ فوراً ہی پریشان ہو کر وہاں سے پلٹ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں اسٹونی راک کے پاس پہنچ کر اس کے دماغ پر قابض ہوتے ہی گھومنے لگا۔ اس اسکرین پر مارا جہاں اس کی ہڈیاں اور پسلیاں دکھائی جا رہی تھیں بشیشہ ایک چھناکے سے چور ہو گیا۔ کسی نے کہا۔ "یہ کر رہے ہو۔ تم سب تماشا کیوں دیکھ رہے ہو۔ اسے قابو میں کرو۔"

میں بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دوسرا ڈاکٹر تھا۔ ایک اس ڈاکٹر کو احساس ہوا کہ وہ بے اختیار نہیں بولنا چاہیے تھا۔ شیو کا نپالی نے بڑا تحقی سے منع کیا تھا اور منع کرنے کے باوجود بے اختیار بولا تھا۔ بالآخر وہ پہلے ڈاکٹر کی موت کی صورت میں دیکھ چکا تھا۔ وہ پریشان ہو کر اپنے ماتحتوں کی طرف دیکھا جو اسٹونی راک کو گھیرے ہوئے تھے۔ شاید کسی نے توجہ نہیں دی تھی کہ ڈاکٹر بے اختیار بولا تھا یا ہے۔

اسٹونی راک کو قابو میں کرنا آسان ہو گیا تھا کیونکہ میں اس ڈاکٹر کے دماغ میں تھا۔ وہاں کے لوگ اسٹونی راک کو ہر طرف سے دبوچے ہوئے تھے اور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ خود اسٹونی انھیں سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ یہ حرکت کیوں ہو رہی ہے۔ تب وہ لوگ اسے چھوڑ کر آہستہ آہستہ ہٹنے لگے۔ دیکھنے لگے۔ وہاں دوبارہ ایکسرے اسکرین ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ اسکرین ٹوٹ چکا تھا۔

ڈاکٹر اپنے ماتحتوں کو باہر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے اس کمرے سے باہر آ گیا پھر وہاں سے دور جانے لگا وہ ایک دروازے سے گزرتا ہوا ایک دوسرا فراخ کمرے میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے ماتحت اس کے پیچھے آ گئے۔ اس نے کہا: "اسٹونی راک کو اس کمرے میں پہنچا دو۔ دوسری ایکسرے مشین کا انتظام کیا جائے گا۔"

یہ سن کر اس کے ماتحت جانے لگے۔ ڈاکٹر نے مخاطب کیا۔ "لیکن اسٹونی نے ہمارے خلاف توہین حرکت کی تھی۔ ایسے وقت اس نے بے اختیار کچھ کہا تو نہیں تھا؟"

"سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے پھر ایک نے کہا: "مجھے لگا تھا کسی نے کچھ کہا تھا۔"

ڈاکٹر نے اندر ہی اندر خوف سے لرزتے ہوئے پوچھا: "کس نے کہا تھا؟"

وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ بات ایسی ہی تھی۔ اچانک ہی اسٹونی راک نے ایسا کھوکھلا قہقہہ لگایا کہ وہ بوکھلا گئے تھے۔ انھوں نے اس بات پر دھیان نہیں دیا تھا کہ بولنے والا کون تھا۔

ڈاکٹر نے اپنے ایک ماتحت سے کہا: "دروازے کو اندر سے بند کر دو۔"

اس کے ایک ماتحت نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر ڈاکٹر نے رازدارانہ انداز میں کہا: "دیکھو، یہاں تم چار ہو۔ مجھے ملا کر ہم پانچ ہو گئے۔ اگر ہم میں سے کسی نے کچھ کہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد اس کے دماغ کے ذریعے ہم سب کے دماغوں تک پہنچ گیا ہے۔"

وہ سب تائید میں سر ہلانے لگے۔ ڈاکٹر نے کہا: "اگر وہ ہمارے دماغوں میں پہنچ گیا ہے۔ تو پھر جانتے ہو، شیو کا نپالی ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

انھوں نے تائید میں سر ہلایا۔ وہ سبھی خوفزدہ تھے۔ ڈاکٹر نے کہا: "ایک کی وجہ سے ہم سب کی جان جائے گی اور ہم نہیں جانتے کہ وہ ایک کون ہے جس کے ذریعے فرہاد ہم تک پہنچ رہا ہوگا۔ لہٰذا ہمارے بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے۔"

سب اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس نے کہا: "راستہ یہی ہے کہ ہم سب اس معاملے میں خاموش رہیں۔ ہم یہ ظاہر نہ کریں کہ اس وقت اسٹونی راک کے سامنے کوئی بے اختیار بول پڑا تھا۔"

وہ سب اثبات میں سر ہلانے لگے۔ ایک نے کہا: "ڈاکٹر صاحب! یہ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ اگر آپ ہمارے رازدار رہیں گے تو ہم بھی اس راز کو اپنے دل میں چھپائے رکھیں گے۔ شیو کا نپالی تک یہ خبر نہیں پہنچے گی۔"

ڈاکٹر نے کہا: "ٹھیک ہے ہم سب اسٹونی راک کے سامنے گونگے بنے رہیں گے۔ جاؤ اور اسے اس کے کمرے میں پہنچا دو۔"

وہ لوگ کمرے سے چلے گئے۔ میں نے فی الحال ڈاکٹر کو بھی چھوڑ دیا۔ وہاں سے دماغی طور پر اپنے کمرے میں پہنچا۔ لباس تبدیل کیا۔ پھر وہ پستول لے کر رسوئی کے پاس آیا۔ رسوئی اسی کمرے میں تھی۔ جہاں میں نے شیو کا نپالی اور اسٹونی راک کے تمام اٹھل کے پتے اور ان کے ملنے والوں کے نام نوٹ کر رکھے تھے۔ میں نے وہ پستول رسوئی کے حوالے کیا۔ پھر قالین کے نیچے سے اس تہہ کیے ہوئے کاغذ کو نکال کر رسوئی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "ذرا یہ نام اور پتے پڑھ کر سناؤ۔"

اس نے تہہ کیے ہوئے کاغذ کو کھول کر دیکھا۔ انگریزی

میں لکھا ہوا تھا۔ وہ بے اختیار پڑھنے لگی۔ پھر ایک نام پڑھنے کے بعد چونک کر بولی: "میں تو انگریزی سمجھ بھی لیتی ہوں اور پڑھ بھی لیتی ہوں۔"

"یہ میرے دشمنوں کے نام اور پتے ہیں میں ان نام اور پتوں کو یاد نہیں رکھ سکتا اور یاد رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ میں تمہارے دماغ کے ذریعے معلوم کر سکتا ہوں۔ اسے یہیں قالین کے نیچے چھپا کر رکھو۔ جب میں دماغی رابطہ قائم کروں گا اور مجھے ان میں سے کسی کے نام اور پتے کی ضرورت ہوگی تو میں تمہارے ذریعے معلوم کر لوں گا۔"

میں اسے ایک ایک بات اچھی طرح سمجھاتے ہوئے اس کے ساتھ ایک ایک کمرے میں پہنچتا رہا۔ تمام کھڑکیوں اور دروازوں کو دیکھتا رہا۔ وہ اندر سے بند تھے۔ پھر کمرے سے نکل کر ہم لمبے اور پر زینے کی طرف جانے والے دروازے کو بھی مقفل کر دیا گیا۔ آخر میں وہ میرے ساتھ بیرونی دروازے تک آئی۔ پھر ہم وہاں رک گئے، ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ وہ مجھ سے زیادہ دیر نظریں نہ ملا سکی۔ نظریں جھکا کر آہستگی سے بولی: "میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

"کیا اکیلی ڈرتی رہو گی؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں تنہا ساری زندگی تمہارا انتظار کرتی رہوں گی۔ شرط یہ ہے کہ میرے انتظار کی لاج رکھو گے اور واپس آجاؤ گے۔"

"میں ضرور آؤں گا۔ میرا خدا مجھے تمہارے پاس پہنچائے گا۔"

میں نے جانے سے پہلے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں اس کے ہاتھ کو بوسہ دے کر جاؤں گا مگر ہاتھ بڑھاتے ہی وہ ذرا سمٹ کر پیچھے ہٹ گئی۔ اپنے سر پر آنچل کو درست کرتے ہوئے ذرا لمحہ بھیر کر کھڑی ہوگئی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ شرما رہی ہے اور اس حد تک مجھ سے بے تکلف نہیں ہونا چاہتی کہ اس کے ہاتھ کو تھام سکوں۔

میں نے کہا: "کوئی بات نہیں میرے لیے اتنا ہی سہارا کافی ہے کہ تم مجھے اپنا سمجھنے لگی ہو۔ میرا انتظار کرو گی۔ میں آؤں گا۔ ضرور آؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے دروازے کو کھولا۔ پھر کہا: "اندر سے بند کر لو۔ خدا حافظ۔"

اس نے بند کر لیا۔ وہ بند دروازے کے پیچھے کھڑی ہوئی اپنی دل کی دھڑکنوں پر ہاتھ رکھے اور کان کو دروازے سے لگائے میرے قدموں کی چاپ سننا چاہتی تھی۔ میں وہاں سے جانے لگا۔ اس کے کان میرے جاتے ہوئے قدموں کی آواز سنتے رہے۔ پھر وہ آوازیں اس کی سماعت میں ڈوب گئیں۔ اس نے ایک سرد آہ بھری اور خالی کمرے کو دیکھنے لگی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا کیونکہ اب مجھے دماغی طور پر وہاں سے دور جانا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیا تھا کہ کیشو اس پاس نہیں ہے۔ پاس نیچے کہیں بھی کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔ میں کوٹھی کے پچھلے حصے سے نکل کر پائیں باغ کی طرف آیا تھا۔ سوئمنگ پول کی طرف سے گزرتا ہوا اس احاطے کو پار کر کے ایک سڑک پر پہنچ گیا۔ اس خفیہ کوٹھی میں آنے سے پہلے میں نے اس علاقے میں ایک خوبصورت سا بار دیکھ لیا تھا۔ میں وہاں پہنچ کر ایک درخت کے سایے میں بیٹھ گیا۔ اس وقت شام کے چار بج رہے تھے۔ دُور دُور تک کچھ جوڑے، کچھ حسین لڑکیاں، کچھ مرد نظر آرہے تھے۔ سب اپنے آپ میں گم تھے۔ میں ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

ڈاکٹر اس وقت اپنی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں پہلے چپ چاپ اس کے دماغ میں یہ معلوم کرتا رہا کہ وہاں شیو کانیپالی کے کتنے ماتحت ہیں اور یہودیوں نے کتنے ڈاکٹروں کو کتنے فائروں کو پال رکھا ہے۔ پتہ چلا کہ فائر تو اچھی خاصی تعداد میں ہیں لیکن چند ایسے ہیں جن کے نام شیو کا کے ساتھیوں اور ماتحتوں میں آتے ہیں۔ ان میں ایک واستو نامی فائر ہے۔ جو شیو کا کی کامیابیوں سے حسد کرتا ہے۔ ایک بار اس سے مقابلہ بھی ہو چکا ہے۔ چونکہ دونوں یہودی تنظیم کے آلۂ کار ہیں اس لیے یہودیوں نے انھیں آپس میں لڑنے سے روک دیا تھا۔

میں نے اس کے ذریعے واستو کا پتہ معلوم کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ واستو ایک رئیس زادہ ہے اور ایک یہودی دوشیزہ کے عشق میں گرفتار ہے۔ اس کا فون نمبر ڈاکٹر کو معلوم تھا۔ میں ڈاکٹر کے دماغ پر پوری طرح قابض ہوگیا۔ پھر وہ میرے لیے اس کا فون نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ میں نے ڈاکٹر کے لہجے کو بدل کر کہا: "میں مسٹر واستو سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ شیو کانیپالی کے متعلق ایک بہت ضروری اطلاع ہے۔"

تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس کے بعد واستو کی آواز سنائی دی: "ہیلو! میں واستو بول رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

ڈاکٹر نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک میز کے پاس گیا۔ وہاں اس نے ایک کاغذ پر لکھا۔

"ڈاکٹر! تم تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر غیر حاضر ہو جاؤ۔ تمہاری زندگی کے چند لمحات فرہاد نے چرا لیے تھے۔ اس نے تمہیں اپنے طور پر استعمال کرنے کے بعد دماغی طور پر یہاں حاضر کر دیا ہے تاکہ تم اس تحریر کو پڑھ سکو۔ اسے پڑھنے کے بعد چلے جانا۔ نہیں بھولو گے تو اپنے

جانے سے بھی جاؤ گے۔ فقط فرہاد علی تیمور۔"

اس نے لکھ کر جیسے ہی قلم کو رکھا میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا۔ پہلے جہاں تھا اور اب کہاں پہنچ گیا ہے۔ پھر میں نے اس کے ذہن کو اس کاغذ کی طرف مائل کیا جس پر اس کی اپنی تحریر تھی۔ اس نے اٹھا کر پڑھا تو خوف سے کانپنے لگا۔ فوراً ہی اس کا غذ کو مٹھی میں دبوچ لیا پھر اکہرا کر لیا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا جیسے شیو کانیپالی کی موت بن کر پہنچنے والا ہو۔ اس نے فوراً ہی جیب سے لائٹر نکالا اور خط کو جلا دیا۔

میں واستو کے دماغ میں پہنچ گیا تھا وہ ریسیور رکھ کر ہاتھ میں پکڑے نروٹھا کر رہا تھا۔ اس سے پہلے آنے والے فون کے متعلق اس نے کوئی پروا نہیں کی۔ یہی سمجھا کہ کسی کی شرارت ہو سکتی ہے اس وقت وہ اپنی محبوبہ کو فون پر مخاطب کرنے لگا۔ میں نے اس کی باتیں سنیں۔ دوسری طرف سے ایک لڑکی بڑے ہی عجت بھرے انداز میں باتیں کر رہی تھی اور آج رات کلب میں ملنے کا وعدہ کر رہی تھی۔ میں نے اس لڑکی کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ جب واستو نے ریسیور رکھا تو میں اس کے دماغ پر پوری طرح قابض ہوگیا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا اپنی کوٹھی کے باہر آیا۔ پھر کار میں بیٹھ کر ایئر پورٹ کرتا ہوا اس پارک میں پہنچ گیا جہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ پارک کے باہر کار کو روکنے کے بعد وہ وہاں سے چلتا ہوا میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا۔ تب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

اس کا بدحواس ہونا لازمی تھا۔ وہ پریشان ہو کر کبھی خود کو اور کبھی پارک کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے میری طرف نوجوی میں اسے گھور رہا تھا۔ پھر میں نے مسکرا کر کہا: "ہیلو، واستو! آؤ یہاں بیٹھو۔ شاید تم میرے نام سے واقف ہو۔ میں نرہاد علی تیمور ہوں۔"

اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور حیرانی سے میری طرف دیکھا۔ پھر بے یقینی سے پوچھا۔ "تم؟ تم واقعی فرہاد ہو؟"

"ہاں، اس کا ثبوت یہ ہے کہ تم غائب دماغ ہو کر یہاں تک پہنچ گئے۔ دوسرے لفظوں میں تمہاری مرضی نہیں تھی مگر تم آگئے۔"

اس نے دانت پیستے ہوئے مجھے دیکھا۔ پھر پوچھا: "تم نے ایسی حرکت کیوں کی؟"

"میں نے سوچا شیو کانیپالی تمہارا دشمن ہے۔۔۔۔"

"تم نے غلط سوچا۔ ہم ایک ہی تنظیم سے حق رکھتے ہیں۔"

"تم تنظیم کی بات کرتے ہو۔ ایک ہی گھر میں رہنے والے بھی ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے ہیں میں اچھی طرح جانتا ہوں تم نیپالی سے ایک بار مقابلہ کر چکے ہو۔ مقابلہ برابر رہا تھا۔ ہار جیت کا فیصلہ ہونے سے پہلے ہی یہودیوں نے تم دونوں کو روک دیا۔ کیا آج فیصلہ نہیں کرو گے؟"

"ضرور کروں گا لیکن تمہاری موت کے بعد۔ میرا اور شیو کا کا فیصلہ تمہارے بعد بھی ہو سکتا ہے۔"

"نہیں، واستو! آج ہی ہوگا۔ میں جانتا ہوں تم اس یہودی دوشیزہ پر مرمٹے ہو۔ اس کی خاطر تم یہودیوں کے آلۂ کار بن گئے۔ میری بات مان لینے میں تمہیں دو فائدے ہیں بلکہ تین فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم زندہ رہو گے۔ میں تمہیں بے موت نہیں ماروں گا۔ دوسری بات یہ کہ شیو کانیپالی سے مقابلہ کرنے کے دوران میں دماغی طور پر تمہاری مدد کروں گا۔ تم اس پر سبقت لے جاؤ گے۔ تیسری بات یہ کہ وہ یہودی دوشیزہ تمہاری ہے اور تمہاری رہے گی۔ انکار کرنے کی صورت میں کیا ہوگا، جانتے ہو؟"

میں نے اُسے مسکرا کر دیکھا۔ وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا: "دوسری صورت میں تمہاری محبوبہ آج میری خوابگاہ میں ہے گی اور کل صبح تمہیں اس کی لاش ملے گی۔"

وہ اچانک ہی مجھ پر جھپٹا لگانا چاہتا تھا میں نے اسے ایک ہلکا سا دماغی جھٹکا پہنچایا پھر کہا: "حماقت نہ کرو۔ یہاں پارک میں دور تک لوگ نظر آرہے ہیں۔ وہ ہماری طرف متوجہ ہوں گے اور بات بگڑ جائے گی۔ جو کہتا ہوں اسے خاموشی سے سننا معمل کرنے میں تمہارا فائدہ ہے۔ انکار کرنے میں نقصان۔"

اس نے شکست خوردہ انداز میں مجھے دیکھا۔ پھر میرے قریب آکر بیٹھتے ہوئے کہا: "میں اسے بہت زیادہ چاہتا ہوں۔ اس کے متعلق ایسا نہ کہو۔"

میں نے نرمی سے کہا: "ٹھیک ہے، جو کچھ میں نے اُس کے متعلق کہا وہ الفاظ واپس لیتا ہوں۔ تم میرے دوست بن جاؤ۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ یہودی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور وہ دوشیزہ ہمیشہ کے لیے تمہاری ہو جائے گی۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

یہودیوں نے تمہیں قتل کرانے کے لیے اس نیپالی کو پچیس ہزار ڈالر دیے ہیں۔ اس سے اور بھی بڑے بڑے وعدے کیے ہیں۔ تم میرے ذریعے اس نیپالی کو ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ خود مقابلہ کیوں نہیں کرتے؟"

"میں اس کے داؤ پیچ کو سمجھنا چاہتا ہوں۔ اسی لیے تمہیں استعمال کر رہا ہوں۔"

"اگر میں مارا گیا تو؟"

"ایک نہ ایک دن تم اُس سے ٹکراؤ گے۔ تم اپنے مزاج سے مجبور ہو اور تمھارے مزاج کو میں تمھارے دماغ میں رہ کر اس طرح سمجھ چکا ہوں۔"

"یہ درست ہے۔ میں کسی کو اپنے سے بہتر نہیں دیکھ سکتا۔ تمھارے آگے تمھاری ٹیلی پیتھی کی وجہ سے مجبور ہوں لیکن وہ نیپالی میرے ہاتھوں سے ایک دن ضرور مارا جائے گا۔"

میں نے کہا: "اور وہ دن آج کا دن ہے۔"

"اگر یہودیوں کو یہ معلوم ہوگا کہ نیپالی میرے ہاتھوں سے مارا گیا ہے تو وہ سب میرے دشمن بن جائیں گے۔ وہ لڑکی بھی مجھ سے دور ہو جائے گی۔"

"ایسی جنت کس کام کی جو بُرے وقتوں میں ساتھ نہ دے۔ وہ دوشیزہ تمھیں چھوڑے گی تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تمھارے پیچھے لگا دوں گا۔ چلو، ایسا کرو شیو کا نیپالی سے رابطہ قائم کرو۔ اسے بتاؤ کہ تم نے فرہاد علی تیمور کو یہاں کے ایک اسٹیڈیم میں دیکھا ہے۔ یقیناً وہ اُدھر دوڑا ہوا آئے گا۔ تم اس کے مقابلے کے لیے تیار رہنا۔"

"اس سے فائدہ کیا ہوگا؟"

"یہی کہ نیپالی سے مقابلہ کرتے ہوئے کوئی یہودی تمھیں نہیں دیکھے گا۔ وہ مارا جائے گا تو تم پر الزام نہیں آئے گا۔ اس طرح یہودی بھی تم سے ناراض نہیں ہوں گے۔ وہ دوشیزہ بھی تمھاری ہے گی۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "یہ تدبیر اچھی ہے۔ میں ایسا کر سکتا ہوں۔"

"تو پھر جاؤ اور اسے اسٹیڈیم میں بلا لو لیکن اتنا کام کرو کہ مجھے اُس جگہ تک پہنچا دو جہاں انھوں نے اعلیٰ بی بی کو قید کیا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "یہ اعلیٰ بی بی کون ہے اور اسے کہاں قید کیا گیا ہے؟"

"تمھیں نہیں معلوم تو میں بتا دوں گا۔ مجھے اپنی گاڑی میں لے چلو۔"

ہم وہاں سے باتیں کرتے ہوئے پارک کے باہر آئے میں اس کے ساتھ کار میں بیٹھ گیا۔ پھر اسے ہائی وے کے اس حصے تک لے گیا جہاں سے کچے راستے پر پانچ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ شکستہ سا مکان نظر آتا تھا۔ وہیں اعلیٰ بی بی کو قید کیا گیا تھا۔ راستہ طے کرنے کے بعد میں نے کہا: "اب تم واپس جاؤ۔ جب شیو کا تمھارے تعاقب پر پہنچے گا تو میں یہاں سے اپنا کام دکھاؤں گا۔"

وہ کار لے کر چلا گیا۔ میں اس کچے راستے پر آگے بڑھنے لگا۔ مجھے اس بات کا خیال تھا کہ کوئی گاڑی اُدھر سے گزرے گی یا کوئی آتا جاتا ہوا نظر آئے گا تو میں اس کچے راستے سے ہٹ کر کسی درخت کے پیچھے چھپ جاؤں گا۔ بہرحال ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ کچھ دیر چلنے کے بعد مجھے وہ مکان نظر آ گیا۔ میں نے استوفی راک کے دماغ میں رہ کر اس مکان کے آس پاس کے ماحول کو حسبِ طریق سمجھ لیا تھا بالکل وہی ماحول اور وہی مکان نظر آ رہا تھا۔ میں نے پگڈنڈی کا راستہ بدل دیا اور اس مکان سے دور گھنے درختوں کے سائے میں جا کر ٹھہر گیا۔ وہاں سے داستو کے دماغ میں جھانکنے لگا۔

ابھی اس کی کار پہاڑی سے نیچے اتر رہی تھی اور وہ شہر کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ میری ہدایت کے مطابق شیو کو ایک اسٹیڈیم میں بُلانے جا رہا ہے۔

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر کہا: "میں تمھارے قریب آ گیا ہوں۔ اس مکان سے تھوڑے فاصلے پر ہوں۔ تم دیکھو کہ تمھارے پاس پہنچوں گا۔ تمھارے اندازے کے مطابق وہاں کتنے آدمی ہوں گے؟"

"میں نے یہاں چار آدمیوں کو دیکھا تھا۔ پانچواں وہ نیپالی تھا جو چلا گیا ہے۔"

میں نے استوفی راک کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہاں نیپالی پہنچا ہوا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا: "آئندہ فرہاد تمھارے دماغ میں آئے تو سانس روکنے کی کوشش کرو۔ اگر تم سانس روکنے میں ناکام رہو گے تو میں نے ڈاکٹر کو سمجھا دیا ہے۔ وہ تمھیں انجکشن کے ذریعے بے ہوش کر دے گا۔ پھر فرہاد تمھیں استعمال نہیں کر سکے گا۔ میرے دوست، میں تمھیں جلد از جلد اپنے پیروں پر کھڑا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں استوفی راک کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو گیا۔ اس نے کہا: "شیو کا! اپنے پیروں پر کھڑا ہونے سے پہلے میں اپنی قوتوں کو آزمانا چاہتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک قلت شیو کا کو روانہ کی۔ وہ لڑکا اڑتا ہوا پچھلے دیوار سے لگ گیا۔ پھر اس نے مسکرا کر کہا: "اچھا تو فرہاد یہ تم ہو؟"

"ہاں، میں ہوں۔ میں صبح سے شام تک چار دیواری میں چھپ کر نہیں رہ سکتا۔ اس لیے باہر تفریح کے لیے نکلا تھا کہ ایک حسینہ سے ٹکرا گیا۔ بڑی زبردست چیز ہے۔ سوچا اس کے ساتھ وقت گزارتے وقت تمھارا بھی دھیان رکھوں اور معلوم کرتا رہوں کہ کہاں ہو۔ بس معلوم کر لیا۔ اب جا رہا ہوں۔"

میں یہ کہہ کر استوفی راک کے دماغ میں خاموش رہا۔ وہ اسے کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا: "کیا تم جا چکے ہو؟"

میں خاموش رہا۔ اس نے پوچھا: "استوفی! کیا تم اب بھی دماغ میں محسوس کر رہے ہو؟"

اس نے کراہتے ہوئے کہا: "یار! میں کہہ چکا ہوں کہ میں روک سکتا ہوں اور نہ ہی کسی کو محسوس کر سکتا ہوں۔"

اسی وقت ایک شخص کمرے میں آیا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے شیو کا نیپالی کو مخاطب کیا اور بتایا کہ اس کا فون ہے۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر گیا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا اسطرح دیکھ محسوس کر لیتا۔ اس لیے داستو کے دماغ میں پہنچ گیا وہ ایک ٹیلیفون بوتھ کے اندر تھا اور ریسیور اٹھائے نیپالی کا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں دوسری طرف سے اس کی آواز سنائی دی: "ہیلو کون ہے؟"

"میں داستو بول رہا ہوں۔ یاد ہے جب یہودیوں نے تمھیں زہر دے کر ہلاک کرنے کے لیے مقرر کیا اور بھاری معاوضہ دیا تو میں نے کہا تھا کہ میں بلا معاوضہ فرہاد کو قتل کر سکتا ہوں۔"

"مجھے یاد ہے۔ کیا یہی کہنے کے لیے مجھے فون پر بلایا ہے؟"

"نہیں، تمھیں ایک چونکا دینے والی خبر سنانا چاہتا ہوں۔ میں چاہوں تو ابھی فرہاد کو قتل کر سکتا ہوں۔ اس وقت وہ میرے نشانے پر ہے۔"

"کیا مطلب؟ کہاں ہے وہ؟"

"کیا یہ بتانا ضروری ہے، تمھیں اس کے قتل کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ تم اسے تلاش کرو لیکن میں نے اسے قتل کر دیا تو یہودیوں کے سامنے تمھاری پوزیشن کیا ہوگی؟"

شیو کا نے ذرا رُکتے ہوئے کہا: "داستو! کچھ بھی ہو۔ ہم دونوں ایک ہی تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے درمیان اختلافات ہیں لیکن اس وقت....."

داستو نے بات کاٹ کر کہا: "میں جانتا تھا تم نرم پڑ جاؤ گے۔ میں بھی تمھارا دشمن نہیں ہوں۔ میں ایک شرط پر تمھیں فرہاد کا پتہ بتا دوں گا۔ اس وقت وہ تمھیں بالکل تنہا مل جائے گا لیکن شرط سن لو۔ تم میری محبوبہ کو جانتے ہو۔ اسے حاصل کرنے کے سلسلے میں تم میری مدد کرو گے۔"

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ تم اس سے بڑی شرط لگاتے تو میں اسے بھی تسلیم کر لیتا۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ فرہاد کی لاش گرانے کے بعد سب سے پہلے کام تمھارا ہوگا۔"

"تو پھر نیشنل اسٹیڈیم میں پہنچ جاؤ۔ وہ ایک بہت ہی حسین لڑکی کے ساتھ وہاں وقت گزار رہا ہے۔"

داستو یہ نہیں جانتا تھا کہ میں نے شیو کا سے کسی حسین لڑکی کے ساتھ وقت گزارنے کی بات کہہ دی ہے۔ اسی لیے میں نے داستو کی سوچ میں آخری جملہ خود کہا۔ تاکہ اس بات کی تصدیق ہو جائے کہ داستو نے کہی ہے وہی بات داستو کہہ رہا ہے پھر تو یقیناً فرہاد کسی لڑکی کے ساتھ اسٹیڈیم میں موجود ہوگا۔

سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ داستو بوتھ سے نکل کر اپنی کار میں بیٹھ رہا تھا۔ میں ان کے دماغ سے واپس آ گیا۔ رسوتی کی خیریت معلوم کرنا ضروری تھا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی میرے متعلق سوچ رہی تھی اور میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا: "رسوتی! میں فرہاد ہوں۔"

وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی: "کیا واقعی وہ آ گئے ہیں یا میری اپنی سوچ ہے؟"

"میں آ گیا ہوں۔ دیکھو، ابھی یقین دلاتا ہوں۔"

"کیسے یقین دلاؤ گے؟"

"تمھیں یاد ہے، تم نے رخصت ہوتے وقت میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تھا۔ محبت سے تمھارے ہاتھ کو چوم کر رخصت ہونا چاہتا تھا مگر تم شرما کر دور ہٹ گئیں۔ اس وقت تم اپنے اسی ہاتھ کو میری طرف چوم لو گی۔"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی: "نہیں، مجھے شرم آتی ہے۔ میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

"تم ایسا کر رہی ہو۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو تھام لیا۔ پھر اس ہتھیلی کی پشت کو بوسہ دیا۔ اسی رو میں میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر اپنے ہاتھ کو دیکھنے لگی۔ پھر شرما کر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔

میں اس کی شرمیلی اداؤں سے محظوظ ہونے لگا۔ وہ میرے انتظار میں وہیں ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی کہ میں آ کر دستک دوں گا یا خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کروں گا تو فوراً ہی آگے بڑھ کر دروازہ کھول دے گی لیکن اب وہ اس انتظار سے بھی شرما رہی تھی۔ وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی، شرماتی ہوئی، لجاتی ہوئی اپنی خوابگاہ میں آ گئی اور بستر پر اوندھے منہ گر پڑی۔

وہاں بھی اُسے قرار نہیں آ رہا تھا۔ وہ چاروں شانے چت ہو کر چھت کو تکنے لگی۔ میں نے آہستگی سے اس کی سوچ میں کہا۔

"اپنے سرد کمرے میں،
میں اداس ہوں۔
نیم وا دریچوں سے،
نم ہوائیں آتی ہیں،
میرے جسم کو چھو کر،
آگ سی لگاتی ہیں،
تیرا نام لے لے کر،
مجھ کو گدگداتی ہیں،

کاش میرے پر ہوتے،
تیرے پاس اُڑ آتی،
کاش میں ہوا ہوتی،
تجھ کو چھو کے لوٹ آتی،
ہائے میں بھی کیا ہوں،
آپ اپنی دشمن ہوں،
اپنی سوچ کے اندر،
عمر قید کی ملزم،
میں بڑی ابھاگن ہوں۔

وہ تڑپ کر بولی: "بس کرو فریاد، تمھیں خدا کا واسطہ، چلے جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ دو!"

میں تمھیں تنہا ہی چھوڑ کر آیا ہوں۔ خیریت معلوم کرنا چاہتا تھا وہ معلوم ہو گئی۔ میں جا رہا ہوں۔ پھر تمھارے پاس آؤں گا۔"

میں اُس سے رخصت ہو کر دبے مائی طور پر گھنے درختوں کے درمیان پہنچ گیا۔ دراصل میں وہاں تھوڑا وقت گزارنا چاہتا تھا۔ اِدھر چھپ بیٹھنے والے تھے، تھوڑی دیر میں اندھیرا پھیلنے والا تھا۔ میں تاریکی میں ہی اس مکان تک پہنچ سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ وہاں پہنچنے سے پہلے شیو کا نیپالی اور واستو کے درمیان بازیت کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔

شیو کا نیپالی کو میرا پتہ معلوم ہو چکا تھا پھر بھلاوہ کیسے نہ آتا۔ وہ تو تیر کی طرح اسٹیڈیم میں پہنچا تھا۔ وہاں میں نے واستو کے دماغ میں رہ کر دیکھا تو نیپالی تیزی سے اسٹیڈیم میں داخل ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ واستو ایک زینے کی آڑ سے نکل کر اس کے سامنے آگیا۔ شیو کا نے ٹھٹک کر اُسے دیکھا پھر پوچھا: "کہاں ہے فریاد؟"

"تمھارے سامنے کھڑا ہے۔"

"اچھا تو تم نے واستو کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ تب ہی میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔"

"اگر سوچ لیتے تو کیا یہاں نہ آتے؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "بیشک میں یہاں آنے سے ضرور کتراتا۔ میں جانتا ہوں تم نے پہلے چار دیواری کے اندر چیزی کے ذریعے مجھ سے مقابلہ کیا۔ میرے لڑنے کے انداز کو سمجھتے ہو۔ اب یہاں کھلے میدان میں مقابلہ کرنے آئے ہو تاکہ معلوم ہو کہ اِن ڈور اور آؤٹ میں میرے فائٹنگ کا طریقہ کیا ہوتا ہے۔"

"اب سوچنے سے کیا ہوتا ہے، مجھ سے مقابلہ کرنا ہی ہوگا۔ بھاگنا چاہو گے تو تمھیں بھاگنے نہیں دوں گا۔ اس لیے چلو، زمین پر لیٹ جاؤ۔"

میں نے واستو کے دماغ کو پوری طرح اپنے قبضے میں نہیں لیا تھا۔ وہ تقریباً آزاد تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ میں اس کی زبان سے بول رہا ہوں اور شیو کا نیپالی کو جواب دے رہا ہوں۔ میرے کہتے ہی شیو کا نیپالی فوراً ہی پھسل کر زمین پر لیٹ گیا تھا۔ صرف لیٹا ہی نہیں تھا بلکہ سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا تیزی سے رینگتا ہوا واستو کے پاس پہنچا تھا۔ واستو بھی پھرتیلا تھا فوراً ہی چھلانگ لگا کر اس کے سر پر جانے کی کوشش کی۔ وہ اس کے سر پر ٹھوکر مارنا چاہتا تھا مگر دوسری طرف شیو کا بھی اپنے ذہن کے عمل اور ردِعمل کو خوب سمجھتا تھا اس لیے واستو کی ٹھوکر خالی گئی۔

پھر اس سے پہلے کہ واستو کی ٹھوکر مارنے والی ٹانگ واپس اپنی جگہ آتی۔ شیو کا نے اس کی دوسری ٹانگ پر ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ واستو دھب سے زمین پر گر پڑا۔ عین اسی وقت ہی سمجھ گیا تھا کہ شیو کا اس کی گردن کو اپنی ٹانگوں کی گرفت میں لینے کے لیے آگے بڑھے گا۔ وہ لڑھکتے ہوئے اس سے دور چلا گیا۔ شیو کا واقعی سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا تیزی سے اس کی طرف آ رہا تھا۔ واستو الٹی قلابازی کھا کر پھر اپنی دونوں ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا۔

اِدھر وہ کھڑا ہوا۔ اُدھر شیو کا نے دونوں ہاتھوں کے بل اوندھے لیٹے لیٹے پچھلی ٹانگوں سے اچھل کر مقابل کے سینے پر لات ماری، جیسے گدھا اپنی پچھلی ٹانگ استعمال کرتا ہے۔ واستو لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ اس بار وہ جھنجلا گیا کیونکہ اب تک نیپالی کا ہی پلہ بھاری تھا۔ اسی نے بار بار حملے کیے تھے اور واستو کو وار کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ جھنجلا کر حملہ کرتا میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے شیو کا سے دور لے گیا۔ پھر میں نے سمجھایا: "ہوش میں رہ کر مقابلہ کرو۔ غصے میں آؤ گے، جھنجلاؤ گے تو شکست کھا جاؤ گے۔ لو، میں تمھیں موقع دیتا ہوں۔ اس پر حملہ کرو۔"

یہ کہتے ہی میں نے شیو کا کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ میں اتنا سمجھ رہا تھا کہ مقابلے کی ابتدا سے اس نے سانس تک نہیں لی ہوگی مگر کب تک روک سکتا ہوگا۔ اس وقت تو یقیناً سانس لے رہا ہوگا۔ میں نے اپنے اندازے کے مطابق جھٹکا پہنچایا تو وہ تلملا گیا۔ اسی وقت واستو نے چھلانگ لگائی۔ دونوں ٹانگوں سے اس کے چہرے پر آ کر کھڑا ہوا۔ وہاں سے اچھل کر اس کے پیٹ پر گیا پھر وہاں سے قلابازی کھا کر دوسری طرف جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہاں سے بھی اس نے پلٹ کر ایک ٹھوکر شیو کا کے منہ پر ماری۔ ٹھوکر کھانے کے بعد زمین پر لڑھکتا ہوا وہ واستو سے دور چلا گیا۔ میں نے پھر اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچانے کی کوشش کی لیکن وہ سانس روکے ہوئے تھا۔

پھر میں نے واستو کے دماغ سے معلوم کیا۔ شیو کا نے میں پہ چاروں شانے چت لیٹے ہی لیٹے گول چکر کھا رہا تھا۔ تیزی سے یوں گھوم رہا تھا جیسے گرد آلود ہوا کا بگولا زمین پر چکر کھاتے ہوئے فضا میں بلند ہوتا ہے۔ شیو کا بلند تو نہیں ہو رہا تھا مگر چکراتے ہوئے بڑی تیزی سے واستو کے قریب آ رہا تھا۔ واستو نے چھلانگ لگا کر دور جانے کی کوشش کی۔ وہ کامیاب تو ہوا لیکن جہاں وہ پہنچا اس پلے شیو کا پہنچ چکا تھا۔ وہاں اس نے ایک ایسی لات رسید کی کہ واستو اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا۔ دھب سے زمین پر گرا۔ دوسرے ہی لمحے واستو کی گردن شیو کا کی دونوں ٹانگوں کے درمیان پھنس چکی تھی۔

یہ وہی داؤ تھا جس کے ذریعے اس نے چیزی کو بے بس کیا تھا۔ میں نے اس پر غور کیا، اس نے دو خطرناک داؤ استعمال کیے تھے۔ ایک یہ، چیزی کی پشت پر سوار ہو کر اس کی دونوں ٹانگوں کو گرفت میں لے کر اسے پیچھے کی طرف بوں موڑنا شروع کیا تھا کہ چیزی کی ہڈی چٹخنے لگی تھی۔

اس وقت میں نے واستو کو اس داؤ سے بچانے کی حتی الامکان کوششیں کیں۔ واستو نے اپنے دونوں ہاتھوں کو شیو کا کی دونوں ٹانگوں کے درمیان رکھ لیا تھا اور پورا زور لگا کر اپنی گردن کو چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں واستو کی قوت کا اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ کتنی طاقت صرف کر رہا ہے لیکن شیو کا کی ٹانگیں تھیں کہ اس کی گردن سے الگ نہیں ہو رہی تھیں۔

اتنا ضرور ہوا کہ پوری قوت صرف کرنے کے باعث واستو کو ذرا سانس لینے کی مہلت مل گئی۔ اب اس کی گردن بری طرح پھنسی ہوئی نہیں تھی۔ واستو نے آہستگی سے اپنا ایک ہاتھ اپنی پتلون کی جیب کی طرف بڑھایا اور وہاں سے چاقو نکالنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد ہی شیو کا کی چیخ سنائی دی وہ تیزی سے لڑھکتا ہوا دور چلا گیا۔ واستو اپنی گردن سہلاتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں چاقو تھا۔ وہ ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا شیو کا کی طرف تیزی سے جانے لگا۔ شیو کا خاموش لیٹا ہوا اس کے قریب آنے کا انتظار کر رہا تھا جیسے ہی واستو نے چاقو سے حملہ کیا وہ کروٹ بدل کر ذرا دور چلا گیا۔ دوسرے ہی لمحے کروٹ بدل کر واپس آیا پھر اس نے چاقو والے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اب دونوں کے درمیان طاقت کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ واستو اس چاقو کو شیو کا کے سینے میں پیوست کرنا چاہتا تھا اور شیو کا لیٹے ہی لیٹے اس چاقو کو گھما کر واستو کی طرف بڑھا رہا تھا۔

اکثر لڑنے والے طاقت صرف کرنے کے دوران اپنی سانس روک کے رکھتے ہیں۔ اس لیے میں نے شیو کا کے دماغ کو جھٹکا نہیں پہنچایا۔ میری ساری توجہ اس پر تھی کہ وہ چاقو واستو کی طرف نہ آنے پائے۔ میری اور واستو کی اس توجہ نے شیو کا کے لیے آسانی فراہم کی۔ پھر پتہ نہیں۔ اس نے کیسے لیٹے ہی لیٹے ایک گول چکر لگایا۔ اس طرح کہ چاقو والا ہاتھ اس کی گرفت میں رہا۔ واستو دوسری طرف الٹ کر گرا پھر اُس کے اوپر شیو کا چھا گیا۔ دوسرے ہی لمحے کچھے واستو کی ایک کربناک چیخ سنائی دی۔ وہ خنجر واستو کے سینے میں پیوست ہو چکا تھا۔

شیو کا نیپالی نے غصے سے دانت پیسنے کے بعد کہا۔ "فریاد! اس کے ڈوبتے ہوئے دماغ سے بات سن لو۔ میں تمھاری چال کو سمجھ گیا ہوں۔ تم نے واستو کو یہاں مجھ سے الجھایا اور وہاں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچنے کی کوشش کر رہے ہو۔ شاید پہنچ چکے ہو میں ابھی نوٹ بن کر تمھارے سر پر پہنچ رہا ہوں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اس مکان کی طرف دیکھا۔ اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ مکان ایک سیاہ خاکے کی طرح نظر آ رہا تھا۔ میں تیزی سے اُدھر بڑھنے لگا۔ جب قریب پہنچا تو اپنی تیز رفتاری کو سست رفتاری میں بدلنا پڑا۔ مکان کے آس پاس گہرا سناٹا تھا۔ اندر بھی خاموشی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہاں سب گونگے بستے ہوں۔

میں ایک دیوار سے جا کر لگ گیا۔ اعلیٰ بی بی کے دماغ میں کہا: "تم مجھ سے بچ تو نہیں سکتی ہو۔ کیا کسی کو بولنے پر مجبور کر سکتی ہو۔"

"کوشش کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے بند دروازے کو پیٹنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر دروازہ کھل گیا۔ آنے والے کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ ہاتھ کے اشارے سے پوچھ رہا تھا: "کیا بات ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے اس ریوالور والے کے پیچھے دیکھا۔ وہاں دو آدمی اور کھڑے ہوئے نظر آئے۔ یعنی وہاں تین آدمی تھے۔ چوتھا نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ بولی: "میں تمھارے اس نیپالی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

ریوالور والے نے اشارے سے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

"میں تم سے کیا بول سکتی ہوں۔ تم لوگ گونگے بنے ہوئے ہو۔"

یہ کہتے ہی وہ ریوالور والے کے قدموں کی طرف دیکھ کر چیختے ہوئے بولی: "سانپ ....."

ریوالور والا ایک دم سے اچھل کر پیچھے چلا گیا۔ اس سے توقع تھی کہ وہ گھبراہٹ میں کچھ بولے گا لیکن وہ بڑے چالاک تھے ان کے منہ سے کوئی بات نہ نکلی۔ اعلیٰ بی بی بھی کم چالاک

نہیں تھی۔ اس نے دیکھا کہ وہ داؤ خالی گیا ہے تو ایک دم سے چیختے ہوئے کمرے سے نکل کر بھاگنے لگی۔ ایک کمرے سے گزر کر دوسرے کمرے کی طرف جانے لگی۔ باقی دو آدمیوں نے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ وہ کترا کر آگے بڑھی۔ آگے زینہ تھا۔ وہ جان بوجھ کر زینے پر لڑکھڑائی اور گر پڑی۔ وہاں سے لڑھکتے ہوئے نیچے جانے لگی۔ بیشک اعلیٰ بی بی نے میری خاطر بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ جان بوجھ کر زینے سے لڑھکتے ہوئے، خود کو زخمی کرتے ہوئے نیچے پہنچ کر بے ہوش ہوگئی۔ تینوں دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے۔ اسے ٹٹول کر دیکھنے لگے۔ نبض دیکھی۔ پھر اس کے سانسوں کی رفتار کو محسوس کرنے لگے۔

وہ بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔ سانس روکنے میں اسے مہارت حاصل تھی۔ یوگا کے ماہر ایسے وقت مردہ سے نظر آتے ہیں۔ وہ تینوں یقیناً پریشان ہوگئے ہوں گے۔ چونکہ اعلیٰ بی بی کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ بے ہوشی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اس لیے میں اس کے ذریعے تینوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ہاں، محسوس کر رہا تھا کہ اسے تینوں نے اٹھا لیا ہے اور اب اوپر کی طرف جا رہے ہیں یعنی زینہ چڑھتے جا رہے ہیں۔ پھر اسے ایک کمرے میں لاکر ڈال دیا گیا۔

تب ایک نے کہا: "ارے، اس کے تو ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوگئے ہیں۔"

کسی نے اپنا سر اعلیٰ بی بی کے سینے پر رکھ دیا۔ اس کے دل کی دھڑکنوں کو محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ وہاں سانس رکی ہوئی تھی۔ دل کی دھڑکنیں قابو میں تھیں۔ یہی یوگا کے ماہروں کی صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ انھیں یقین ہوگیا کہ وہ پہلے بے ہوش تھی، اب مر چکی ہے۔ سر اٹھا کر کسی نے کہا: "تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ تو ختم ہوگئی ہے۔"

اب میں بولنے والے کے دماغ میں تھا اور جس کے دماغ میں تھا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ اٹھتے ہوئے بولا: "وہ ختم نہیں ہوئی ہے۔ ہم سب ختم ہونے والے ہیں۔"

اس نے ریوالور کا رُخ اپنے ساتھیوں کی طرف کیا۔ اس کے ساتھی اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ حیرانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولے: "تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"جو کچھ کہہ رہا ہوں، فرہاد کی زبان سے کہہ رہا ہوں۔ اعلیٰ بی بی اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ ڈرامہ ختم ہو چکا ہے۔"

اعلیٰ بی بی مسکراتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کمرے میں ایک طرف لگی ٹیوب سے اپنے چہرے اور پیشانی کے لہو کو پونچھنے لگی۔ اسی وقت دو بار ٹھائیں، ٹھائیں کی آواز سنائی دی۔ دو دشمن ڈھیر ہو چکے تھے۔ تیسرا میرے قابو میں تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ کوئی تیزی سے زینے پر چڑھتا ہوا آ رہا تھا۔ وہ چوتھا پہرے دار تھا۔ جیسے ہی اوپر آیا میں نے اُسے گولی مار دی۔ وہ واپس زینے پر لڑھکتا ہوا نیچے جانے لگا۔ ریوالور والے نے اعلیٰ بی بی کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا: "میں تمھارا پرانا عاشق ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے حیرانی سے اُسے دیکھا۔ پھر مسکرا کر بولی: "تب تم شرارت پر اُتر آئے ہو۔"

"شرارت سمجھو یا سنجیدگی۔ مجنوں نے لیلیٰ کی خاطر صحرا میں بھٹکتے ہوئے جان دی۔ فرہاد نے شیریں کی خاطر اپنے سر پر تیشہ مار لیا تھا۔ ہر سچا عاشق اپنی معشوقہ کے لیے خودکشی کرتا رہا ہے۔ آج میں تمھارے لیے اپنی جان دے رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اُس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگا لیا۔ پھر کہا: "میری جان ایک بار کہہ دو۔ فرہاد میں تمھاری سامی ہوں۔ تمھیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر ایک ادائے ناز سے کہا: "میں تو کبھی نہیں کہوں گی۔ یہ دیکھنا چاہوں گی کہ عاشق کس طرح جان دیتے ہیں۔"

"یہ بات ہے تو لو۔"

اس کے ساتھ ہی ٹھائیں سے گولی چلی اور اس کے سامنے کھڑا ہوا عاشق فرش پر ڈھیر ہوگیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں تھا۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے اس پر جھک گئی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور لیا پھر اس کی کمر سے کارتوس کی پیٹی کھولنے لگی۔ میں نے کہا: "فوراً چلی آؤ۔ شیو کا یہاں پہنچنے ہی والا ہے۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے زینے سے اتری۔ اور اس مکان کے باہر آگئی۔ میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ پہلے تو دشمن سمجھی تھی۔ پھر دوست کو دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے کچے راستے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "چلی آؤ۔ دشمن نے چیلنج کیا ہے کہ وہ موت بن کر میرے سر پر پہنچے گا۔ یقیناً آتا ہی ہوگا۔"

وہ دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میرے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ پھر اُس نے کہا: "اس کچے راستے کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف سے چلنا چاہیے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن ہم رستہ چھوڑ کر بھٹک جائیں گے۔ یہ جنگل ہے اور جنگل میں بھٹکنا ہمارا مقدر بن جائے گا۔"

"کچھ بھی ہو۔ اس طرح دشمن کی نظروں میں نہیں آئیں گے۔"

میں نے اس کی بات مان لی۔ کچے راستے کو چھوڑ دیا۔

دوسری طرف اس کے ساتھ چلنے لگا۔ ذرا دور جانے کے بعد ہی ہیں اس اندھیرے میں تیز روشنی دکھائی دی۔ وہ روشنی ایک طرف سیدھی چلی جا رہی تھی۔ وہ کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس تھیں اور وہ پختے راستے پر چل رہی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "یقیناً شیو کا پہنچ گیا ہے۔"

ہم وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلنے لگے۔ کبھی کبھی دوڑنے لگے۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد میں نے شیو کا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ پوچھا: "تم یہاں موجود ہو؟"

"موجود تھا۔ افسوس تمھارے ساتھی اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔ تم نے چیلنج کیا تھا کہ میں بارہ گھنٹے کے اندر اعلیٰ بی بی کو لے جاؤں اور میں لے جا رہا ہوں۔"

اس نے طعنہ دیا: "کیسے بزدل ہو۔ مقابلہ کرنے کے بہانے بھاگ رہے ہو۔"

تمھاری نظروں میں یہ بزدلی ہے۔ میری نظروں میں دور اندیشی ہے۔ میں تمھارے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا ہوں۔ تمھارے آس پاس پانچ مسلح جوان ہیں۔ میں اتنا احمق تو نہیں ہوں کہ تم لوگوں سے تمھارا ٹکرانے کے لیے ٹھہر جاتا۔ اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔ جب تمھاری موت آئے گی تو تم میرے سامنے خود بخود چلے آؤ گے۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ یقیناً اسے غصہ آ رہا ہوگا کہ میں اس کے ہاتھ آ کر نکل گیا اور اعلیٰ بی بی کو بھی اس سے چھین کر لے گیا۔ ہم تیز تیز چل رہے تھے۔ اونچا نیچا راستہ تھا۔ کبھی کبھی پتھریلی زمین بھی محسوس ہوتی تھی۔ اس جنگل میں اونچی نیچی پہاڑیاں بھی تھیں۔ ہم سے غلطی یہ ہوئی کہ ہم نے اس مکان میں کوئی ٹارچ لائٹ تلاش نہیں کی۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ اصل راستہ چھوڑ کر اس طرح بھٹکنا ہوگا۔

چلتے چلتے اچانک ہی اعلیٰ بی بی ٹھوکر کھا کر گری۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ میں نے رک کر اس کی طرف جھک کر اسے سہارا دیا: "اٹھو ذرا سنبھل کر چلو۔"

وہ کراہتے ہوئے بولی: "اندھیرے میں نظر ہی نہیں آ رہا ہے۔ ریوالور کہیں گر گیا ہے؟"

میں زمین پر بیٹھا اور دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر ریوالور کو تلاش کرنے لگا۔ وہ بھی تلاش کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں ہی ریوالور مل گیا۔ میں نے اس ریوالور اور کارتوس کی پیٹی کو اپنے پاس رکھ لیا۔ پھر اُسے سہارا دے کر اٹھایا۔ وہ آہستہ آہستہ میرے ساتھ بڑھنے لگی۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد اُس نے پوچھا: "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"یہ خدا ہی جانتا ہے۔ پختہ سڑک نظر آئے گی تو ہمیں راستے کا علم ہوگا۔ راستہ ملے گا تو منزل بھی ملے گی۔"

"تم میرے چوروں کو اطلاع دے دیتے تو خطرہ مول لے کر آنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔"

"شیو کا نے کہا تھا کہ مجھے ہی آنا ہوگا۔ اگر میں نہ آتا تو کوئی دوسرا رہائی دلانے کے لیے آتا تو وہ تمھیں کبھی زندہ نہ چھوڑتا۔"

وہ چپ ہوگئی۔ خاموشی سے چلنے لگی۔ تقریباً آدھے گھنٹے کی اضافی مسافت طے کرنے کے بعد وہ تھک ہار کر بولی: "آخر کچھ پتہ تو چلے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

ہم ایک اونچے سے ٹیلے پر بیٹھ گئے۔ میں ریوالور کے چیمبر میں کارتوس بھرنے لگا۔ اندھیرے میں اس پاس کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دُور دُور تک دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پتہ نہیں دشمن کہاں تھا۔ ہمارا تعاقب کر رہا تھا یا نہیں۔ میں نے کچھ معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے اپنے دماغ کے دروازے نہیں کھولے۔

یقیناً وہ محتاط ہوگیا ہوگا۔ پچھلی بار میں نے اس کے دماغ میں پہنچنے کے بعد اس کے آس پاس پانچ مسلح جوانوں کو دیکھ لیا تھا۔ اب وہ نہیں چاہے گا کہ میں اس کے بارے میں کچھ معلوم کر سکوں۔

اعلیٰ بی بی نے کہا: "دشمن ہمیں اس تاریکی میں نہیں دیکھ سکے گا۔"

"ہم بھی اُسے نہیں دیکھ سکیں گے۔"

"پھر کیا ہوگا، ہم کہاں بھٹکیں گے؟ کیسے اس ہائی وے تک پہنچ سکیں گے؟"

"ذرا دیر خاموش رہو۔ میں رسونتی کی خیریت معلوم کر لوں۔"

میں نے اس کی خیریت معلوم کی۔ اسے تسلی دی کہ میں جلد ہی پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ ابھی بہت ہی مصروف ہوں۔ اسے سمجھانے کے بعد میں پھر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "رسونتی کہاں ہے؟"

"جہاں میں آج کل رہتا ہوں۔"

"وہی تو پوچھ رہی ہوں۔ کہاں رہتے ہو؟"

"انھیں پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہوتا جو ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے ہاتھ کو تھام کر پوچھا: "کیا اب تک ناراض ہو؟"

"ناراضگی ایسی ہے جس سے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ دیکھ لو، تمھیں بچانے کے لیے آیا ہوں۔"

"فرہاد! تم سمجھتے کیوں نہیں ہو۔ تم اتنی شہرت رکھتے ہو۔ اپنی شخصیت میں اتنی کشش رکھتے ہو کہ دنیا جہاں کی حسین عورتیں

تمھارے پاس کھنچی چلی آتی ہیں۔ ایک میرے نہ ہونے سے کیا ہوتا ہے؟"

"پہلے تم ہی کھنچی چلی آئی تھیں۔ ابتدا تم نے کی تھی۔ یہ کیسی بات ہے کہ ابتدا کرو اور انتہا تک پہنچنے نہ دو۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر دوستی اپنی انتہا کو پہنچے۔"

"بیشک ضروری نہیں ہے۔ اسی لیے میں انتہا تک پہنچنے والے راستے سے ہٹ گیا ہوں۔ خود کو روپوش کر رہا ہوں۔ پھر میرا پتہ کیوں پوچھ رہی ہو؟ کیوں مجھے بھٹکا رہی ہو؟ کیوں مجھے انتہائی راستے پر لے جا رہی ہو؟"

وہ سر جھکا کر چپ ہو گئی۔ میں نے اُٹھ کر اپنی کمر سے کارتوس کی پیٹی کو باندھتے ہوئے کہا: "تھکن دور ہو گئی ہو تو اٹھو یہاں رات ہے۔ تاریکی ہے سناٹا ہے۔ تنہائی ہے۔ اس سے پہلے کہ مجھ پر انتہا پسندی کا الزام آئے میں تمھیں کسی آبادی تک پہنچا دینا چاہتا ہوں۔"

میں آگے بڑھ گیا۔ وہ میرے پیچھے آنے لگی۔ بہت دُور تک ہم آگے پیچھے چلتے رہے۔ ایک جگہ وہ پھر ٹھوکر کھا کر گرتے گرتے سنبھل گئی۔ میرے بازو کو تھام لیا۔ پھر میرے ساتھ چلتے ہوئے بولی: "کب تک خاموش رہو گے؟"

"کوئی بات نہ ہو تو کوئی بات کیا کرے۔"

"میں کرتی ہوں۔ تم جواب دو۔"

"پوچھو۔"

"تم یوگا کی مشقیں کیوں نہیں کرتے؟"

"یہ بتانا مشورے دے رہی ہو؟"

"تمھاری بھلائی کے لیے دے رہی ہوں۔ اگر تم اس میں مہارت حاصل کر لو گے۔ سانس روکنا سیکھ جاؤ گے تو اپنے نفس پر بھی قابو پا سکو گے۔ یقین کرو جب میں تمھاری طرف جھکنے لگتی ہوں۔ تمھاری طرف کھنچی چلی آتی ہوں تو سانس روک کر اپنے خیال کو، اپنی تمام سوچوں کو ایک طرف مرکوز کر لیتی ہوں۔ تمھاری طرف سے ہٹا دیتی ہوں۔ اس طرح بہکتے بہکتے سنبھل جاتی ہوں۔ تم بھی ایسا کر سکتے ہو۔"

"شکریہ۔ میں انسان ہوں۔ کبھی کبھی بہکنا پسند کرتا ہوں۔ تم اطمینان رکھو تمھیں میری ذات سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں تمھیں تمھاری منزل تک پہنچا کر دور ہو جاؤں گا۔"

"میں تمھیں دور نہیں ہونے دوں گی۔"

میں چلتے چلتے رک گیا۔ میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو سختی سے جکڑ کر کہا: "مجھے دور بھی نہیں جانے دیتیں۔ قریب بھی نہیں آنے دیتیں۔ مجھے ہی کچھ کرنا ہو گا۔"

اس کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ وہ سانس لدکنا بھول گئی۔ شیر اچانک ہی جھپٹ پڑے تو شکاری گولی چلانا بھول جاتا ہے۔ وہ جو اتنی دیر سے بول رہی تھی وہ اپنی گفتار بھول گئی تھی اپنی رفتار بھول گئی تھی۔ ایسے ہی وقت کہتے ہیں کہ ہرن چوکڑی بھول گیا۔

میں نے گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا: "دس بج کر چالیس منٹ ہوئے ہیں۔ میں ذرا سونتی اور سونیا وغیرہ کی خبر لے لوں۔"

اعلیٰ بی بی خاموش رہی۔ میں سونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بار بار دروازے کی طرف دیکھتی تھی۔ میں نے کہا: "میں تمھارے پاس ہوں۔"

وہ چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ میں نے کہا: "ہاں! میں ہی ہوں۔ تمھارے دماغ میں بول رہا ہوں۔"

"تم کہاں ہو۔ کیوں نہیں آ رہے ہو؟"

"بہت مصروف ہوں۔ دشمنوں سے سمجھوتہ نہیں ہوا ہے مگر ہو جائے گا۔ تم اطمینان رکھو۔ کیا تم نے کھانا کھا لیا ہے؟"

"میں تمھیں کھلائے بغیر نہیں کھا سکتی۔"

"مجھے واپس آنے میں پتہ نہیں کتنی دیر ہو۔ شاید رات گزر جائے۔ تم کب تک بھوکی رہو گی۔"

"یہاں دیکھ رہے ہو کیسی گہری تاریکی ہے۔ میں لائٹ آن کرنا نہیں چاہتی۔ دوسروں کو میری موجودگی کا علم ہو گا۔"

"کیا تم اندازے سے اندھیرے میں چلتے ہوئے کچن تک نہیں جا سکتیں۔ وہاں کوئی موم بتی ہو تو اسے جلا لینا۔ کھانا کھلنے کے بعد بجھا دینا۔ پھر اپنے بیڈ روم میں جا کر سو جانا۔"

"میں اکیلی اتنے بڑے گھر میں جس حوصلے سے ہوں یہ میرا دل جانتا ہے۔ میں یہاں تنہا سو نہیں سکوں گی۔ چونک چونک کر اٹھ جاؤں گی۔"

"تم کھانے کے بعد آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں تمھیں سلا دوں گا۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر اندازے سے چلتی ہوئی دونوں ہاتھوں سے راستہ ٹٹولتی ہوئی کسی طرح کچن میں پہنچی۔ اسے معلوم تھا کہ لائٹر کہاں رکھا ہوا ہے۔ اس نے لائٹر کو اٹھا کر اس کی روشنی میں ایک کب بورڈ سے موم بتی نکالی اور اسے جلا دیا۔ پھر اس نے تھوڑی دیر بعد کھانے کے دوران پوچھا: "کیا اعلیٰ بی بی تمھارے ساتھ ہے؟"

"ہاں، میرے ساتھ ہے۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہی۔ سوچتی رہی۔ میں اس کی سوچ پڑھتا رہا۔ پھر اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا: "وہ۔ وہ تمھارے پاس اکیلی ہے؟"

میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے شعور کے تہہ خانے

میں حسد اور جیلا پا چھپا ہوا تھا کہ میرے ساتھ اتنی رات کو کوئی عورت کیوں ہے۔

میں نے کہا: "ہمارے ساتھ سپر ماسٹر کے آدمی ہیں اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ بھی ہیں۔"

اُسے اطمینان ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی نے مجھے مخاطب کیا، میرے ذہن میں اعلیٰ بی بی کا ہی نام آتا ہے۔ شاید اسی لیے کہ جس سامی نے محبت کی رنگینی اور سنگینی سے حاصل کیا، وہ ابھی تک اس رات کی تاریکی میں چھپی ہوئی تھی۔ میں اسے آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا یا شاید اس لیے کہ سامی نے اعلیٰ بی بی کا کردار اپنی خوبصورتی سے ادا کیا تھا اور اب بھی کر رہی تھی کہ اعلیٰ بی بی کی حیثیت سے ذہن پر چھا گئی تھی۔ بہرحال اس نے پوچھا: "بڑی دیر خیال خوانی ہے۔ خیریت تو ہے؟ سونتی کا کیا حال ہے؟"

"وہ خیریت سے ہے۔ میرا انتظار کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سلانے کے بعد دماغی طور پر حاضر ہو جاؤں گا۔"

جب سونتی کھانے سے فارغ ہو گئی اور موم بتی لے کر اپنی خوابگاہ میں پہنچ گئی تو میں نے اُسے موم بتی بجھانے کے لیے کہا میں جو کہہ رہا تھا وہ اس پر عمل کر رہی تھی۔ میری ہدایت کے مطابق اس نے کمرے میں اندھیرا کر دیا۔ بستر پر آ کر لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اسے خیال خوانی کے ذریعے سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تو میں دماغی طور پر واپس آ گیا۔

اعلیٰ بی بی ابھی تک میری پشت کی طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اس کی طرف گھوم گیا۔ پھر ہم دونوں تھوڑی دیر تک گھومتے رہے۔ اس نے پوچھا: "کیا رات یہیں گزارنے کا ارادہ ہے؟"

"میں پہلے سونیا اور پارس کی خبر لوں گا۔ آؤ ذرا دیر کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ میں خیال خوانی میں مصروف رہوں۔ تم اپنے چاروں طرف نظریں دوڑاتی رہنا۔"

میں اسے سمجھانے کے بعد سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کرنے سے پہلے اس کے ماحول اور اس کے افراد کا جائزہ لینے لگا۔ پتہ چلا وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بافریدہ اسطبل کے احاطے میں جا رہی تھی۔ اس وقت اس نے سفید کلون اور سیاہ جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس کی ایک جیب میں چھوٹا سا پستول تھا۔ دوسری جیب میں ایک چاقو۔ اس کا یہ لباس بتا رہا تھا کہ وہ کوئی بہت ہی اہم مرحلہ سر کرنے جا رہی ہے۔

جب میں نے دیکھا کہ وہ ایک ویران راستے سے گزر رہی ہے اور میں اچانک اسے مخاطب کروں گا تو کسی دوسری طرف متوجہ ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہے تو میں نے اُسے مخاطب کیا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "اتنی دیر بعد خبر لینے آئے ہو۔ میں تمھیں عزیز نہ سہی، اپنی اولاد کو تو یاد کر لیا کرو۔ کیسے بیدرد بے رحم باپ ہو۔"

"جب میرا بیٹا تمھارے اور مرجانہ کے درمیان ہے تو مجھے کس بات کی فکر ہو سکتی ہے کہاں ہے پارس؟"

"مرجانہ کے پاس۔"

"تم نے اُسے مرجانہ کے پاس تنہا کیوں چھوڑ دیا؟"

"مجبوری تھی۔"

"کیا تمھیں پورا یقین ہے کہ وہ تنہا پارس کی حفاظت کر سکے گی؟"

"یقین نہ ہوتا تو چھوڑ کر نہ آتی۔ میں نے تمام حفاظتی تدابیر کر لی ہیں۔ مرجانہ کے باپ کی جو خفیہ دولت ہے اور جن ہیرے جواہرات کا تذکرہ ہم نے سنا ہے وہ ایک خفیہ تہہ خانے میں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ سائرہ بانو کے پاس اتنی دولت اور ایسے قیمتی ہیرے جواہرات ہیں کہ وہ پیرس کی امیر ترین خواتین میں شمار ہوتی ہیں لیکن اس کا ذکر یہاں کیوں ہو رہا ہے؟"

"چپ چاپ سنتے رہو۔ جس تہہ خانے میں یہ دولت ہے۔ وہ تہہ خانہ اس کوٹھی میں نہیں ہے۔ جہاں سائرہ بانو اور مرجانہ رہتی ہیں۔"

"پھر وہ تہہ خانہ کہاں ہے؟"

"جس کوٹھی میں یہ رہتی ہیں وہاں سے ایک خفیہ زمین دوز راستہ دوسری کوٹھی میں گیا ہے۔ وہ دوسری کوٹھی وہاں سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ اس دوسری کوٹھی تک پہنچنے کے خفیہ راستے میں جگہ جگہ رکاوٹیں ہیں۔ وہ رکاوٹیں مخصوص نمبروں کے ذریعے دور کی جاتی ہیں۔ پھر اس کوٹھی تک پہنچا جاتا ہے۔"

"تم مجھے کسی پُراسرار حویلی کا قصہ کیوں سنا رہی ہو؟"

"تم پھر بیچ میں بولے۔ چپ چاپ سنتے رہو۔"

"ایک تو اتنی دیر بعد ملاقات ہوتی ہے ماں پر تم ہیودلوں کے سے انداز میں ڈانٹنے لگتی ہو۔ کچھ تو خیال کرو۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

"اپنا تعارف کرانے سے پہلے یہ نہ بھولو کہ میں سونیا ہوں۔ افوہ بات کہاں سے کہاں لے جاتے ہو۔ میں کہہ رہی تھی کہ اس دوسری کوٹھی میں پہنچنا دشمنوں کے لیے تقریباً ناممکن ہے۔ اس وقت پارس، مرجانہ اور سائرہ بانو اور جمیلہ کی نگرانی میں ہے اور اس دوسری کوٹھی میں ہے۔ دشمن یہی سمجھ کر آ سکتے ہیں کہ پارس مرجانہ کے پاس ہو گا لیکن جب کوٹھی میں پہنچیں گے تو وہاں انھیں کوئی نظر نہیں آئے گا۔ بات سمجھ گئے؟"

"سمجھ گیا۔ یہ تم نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔"

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے پہلی بار ذہانت کا ثبوت دینا ہو۔"

"چلو اور تعریفیں کر دیتا ہوں۔ خوش ہو جاؤ کہ تمھاری جیسی ذہین عورت میں نے آج تک نہیں دیکھی۔"

وہ مسکرانے لگی۔ میں نے پوچھا "اب بابا صاحب کے پاس جا رہی ہو؟"

"جب تم سوچ پڑھ لیتے ہو تو پھر پوچھتے کیوں ہو؟"

اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ بابا صاحب نے تمھیں کہا تھا کہ دو دن تک وہ مصروف رہیں گے تم بھی ان کے پاس نہیں جاؤ گی۔"

"اس کے باوجود میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان سے جا کر ملوں گی۔"

"آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ پارس کو اغوا کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ بابا خاموش رہے۔ پھر جمیلہ پارس کے ساتھ وہ ادارہ چھوڑ کر میرے پاس پناہ لینے آ گئی۔ تب بھی بابا نے اپنی کوئی رائے پیش نہیں کی۔ کوئی اجنبی جوان پارس کو اغوا کرنے اس ادارے میں گھس آیا تھا۔ اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا، اب ایسا کیوں ہوا؟ کیا ان سب باتوں کی خبر بابا کو نہیں ہوگی؟ اگر نہیں ہوگی تو پھر میرا فرض ہے کہ میں انھیں موجودہ حالات سے آگاہ کروں۔"

اس دوران وہ بابا صاحب کے ادارے تک پہنچ گئی — اس نے کار روکی۔ اس کے سامنے ہی ایک بڑے گیٹ کے اوپر جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا۔ "دی انسٹیٹیوٹ آف ونڈر فل نیو جنریشن"، اس ادارے کی چار دیواری کئی میل کے رقبے کا احاطہ کرتی تھی۔ اس کے بڑے سے گیٹ پر دو مسلح گارڈ نظر آ رہے تھے۔ سونیا نے کار سے اتر کر انھیں اپنی شکل دکھائی تاکہ گارڈ اسے پہچان لیں اور دروازہ کھول دیں لیکن وہ جوں کے توں رائفل کے کندے کو زمین پر ٹیکے کھڑے ہوئے تھے۔ سونیا نے قریب جا کر دیکھا تو ٹھٹک گئی۔ وہ بالکل مجسمہ نظر آ رہے تھے۔ اس نے آواز دی۔ قریب پہنچ کر ایک ہاتھ لگایا تو وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔

سونیا نے دوسرے باڈی گارڈ کی طرف دیکھا۔ وہ بھی رائفل کے کندے کو زمین سے ٹیکے چپ چاپ کھڑا ہوا تھا۔ اسے چھیڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ انھیں مار کر مومی کی طرح کھڑا کر دیا گیا ہے۔

سونیا نے گیٹ کو ذرا سا دھکا دیا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ کھلے ہوئے دروازے سے دور دو منزلہ ہوسٹل نظر آ رہے تھے۔ اس وقت سات بج کر تیس منٹ ہوئے تھے۔ طلبا اور طالبات یقیناً کھانے اور گپ شپ میں مصروف ہوں گے۔ گیٹ کے قریب بھی ایک مسلح گارڈ کو ہلاک کیا گیا ہے اس سے یہی پتہ چلتا تھا کہ دو لوگ کھل کر مقابلہ نہیں کریں گے اور کوئی آواز والا ہتھیار استعمال نہیں کریں گے۔"

سونیا نے کہا "یہی بات میرے دماغ میں آئی تھی۔ اسی لیے میں نے سوچا کار میں بیٹھ کر حملہ کرنے والوں سے چھپ کر ادارے میں داخل ہو جاؤں گی، پھر دیکھا جائے گا۔"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی ایک طرف جا رہی تھی۔ میں نے پوچھا "ادھر کہاں جا رہی ہو؟"

تقریباً پہرے دار کے طور پر کچھ لوگ موجود رہتے تھے لیکن اس جگہ سناٹا تھا۔ اس کی چھٹی حس نے بتایا کہ خطرہ ہے۔ دشمن کہیں آس پاس اس کی تاک میں چھپے بیٹھے ہیں۔

وہ گیٹ میں داخل ہونے کے بجائے ایک طرف چلتے ہوئے اس کیبن کی طرف گئی جہاں ایک مسلح گارڈ ہوتا تھا اور وہ ٹیلیفون کے ذریعے کسی بھی طالبہ یا طالب علم کو بتاتا تھا کہ اس کا فلاں ملاقاتی آیا ہوا ہے۔

سونیا نے وہاں جا کر دیکھا۔ وہ مسلح گارڈ چپ چاپ کرسی پر سیدھا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ ایک ٹک سامنے دیکھے جا رہا تھا۔ یقیناً وہ بھی مر چکا تھا۔

وہ دوڑتے ہوئے اپنی کار کے پاس آئی۔ اور کار کو اسٹارٹ کیا اور ڈرائیو کرتے ہوئے گیٹ کے اندر داخل ہونے لگی۔ گیٹ سے داخل ہوتے ہی اس نے رفتار بہت تیز کر دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اسے کھٹا کھٹ کی آواز سنائی دی ایسا لگ رہا تھا جیسے گارڈ کی باڈی پر پتھر برسائے جا رہے ہوں۔ وہ سیٹ سے نیچے جھک گئی تھی۔ اسے اس احاطے کا اندرونی راستہ معلوم تھا لہٰذا وہ اسٹیئرنگ کو دونوں ہاتھوں سے سنبھالے سیٹ کے نیچے جھکی ڈرائیو کر رہی تھی۔ تقریباً چالیس گز کا فاصلہ طے کرنے کے بعد یہ چلا کر اب گاڑی کی باڈی اور شیشے پر پتھر نہیں برسائے جا رہے ہیں، وہ ذرا اٹھ گئی۔ اس نے اپنی پاس والی کھڑکی کے شیشے کو دیکھا وہاں پتھر نہیں برسائے گئے تھے بلکہ گولیاں برستی تھیں۔ اس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ دور سے صرف پتھر برسانے کے لیے پیچھے بیٹھے ہوں گے۔ وہ تو جان کے دشمن ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ پتھر برسائے جاتے تو گاڑی کے شیشے چکنا چور ہو جاتے مگر وہاں سائلنسر لگے ہوئے ریوالور استعمال کیے گئے تھے یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ وہ فائرنگ کی آواز کو ہوسٹل تک نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔ انھیں اس بات کا اندیشہ ہوگا کہ آواز سن کر طلبا اور طالبات ادھر چلے آئیں گے۔"

میں نے کہا "جتنی خاموشی سے گیٹ پر پہرہ دینے والے مسلح گارڈز کو ہلاک کیا گیا ہے اس سے یہی پتہ چلتا تھا کہ وہ لوگ کھل کر مقابلہ نہیں کریں گے اور کوئی آواز والا ہتھیار استعمال نہیں کریں گے۔"

سونیا نے کہا "یہی بات میرے دماغ میں آئی تھی۔ اسی لیے میں نے سوچا کار میں بیٹھ کر حملہ کرنے والوں سے چھپ کر ادارے میں داخل ہو جاؤں گی، پھر دیکھا جائے گا۔"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی ایک طرف جا رہی تھی۔ میں نے پوچھا "ادھر کہاں جا رہی ہو؟"

"آگے ایک اونچی سی پہاڑی پر بابا صاحب کا کاٹیج ہے۔ وہیں انہی کے پاس جا رہی ہوں۔"

"نہیں سونیا، ہوسٹل کی طرف جاؤ۔ طلبا اور طالبات کو اس بات کی اطلاع دو کہ یہاں کتنی دور تک سازشیں کی جا رہی ہیں۔ وہ سب اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ بابا فرید واسطی کے ادارے میں کوئی دشمن داخل نہیں ہو سکتا۔ تم ان کی خوش فہمی ختم کر دو۔"

اس نے گاڑی کو دوسرے راستے پر موڑ لیا۔ پھر وہ ہوسٹل کی ایک عمارت کے پاس پہنچ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ مختلف طلبا اور طالبات کو جمع کر کے انھیں خطرات سے آگاہ کر رہی تھی۔ ہوسٹل کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنسنی پھیل گئی۔ سب جوش اور جذبے میں باہر نکل آئے۔

جوش اور جنون کی حالت میں بھی وہ اتحاد اور تنظیم کا خیال رکھتے تھے۔ وہ سب چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بٹ گئے۔ ہر ٹولی کا ایک لیڈر ہو گیا۔ سونیا انھیں بتا رہی تھی کہ صرف دو ٹولیوں کو مین گیٹ کی طرف جانا چاہیے۔ باقی مرکزی عمارت کے چاروں طرف دور دور تک پھیل جائیں اور اپنے پیچھے ہوئے دشمنوں کا سراغ لگائیں۔ وہ ابھی بابا صاحب سے مل کر آتی ہے۔

اس نے ایک طالب علم کی موٹر سائیکل لی۔ اسے اسٹارٹ کیا پھر اس پہاڑی کی طرف جانے لگی۔ وہ پہاڑی تقریباً ایک میل کے فاصلے پر تھی۔ اس نے پوچھا۔ "فرہاد زندہ تھیں بابا صاحب کا لب لہجہ یاد ہے۔"

"یاد ہوتا تو میں اب تک ان کے پاس پہنچ چکا ہوتا۔ تمھارے ذریعے پہلی بار ان کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ انھوں نے سختی سے چلے جانے کے لیے کہا۔ اس کے بعد میری جرأت نہ ہوئی کہ ان کے لب و لہجے کو بھی یاد رکھ سکتا۔"

"تمھارا کیا خیال ہے۔ بابا ہم سے بے خبر کیوں ہیں؟"

"ظاہر ہے کہ وہ مراقبے میں ہوں گے۔ ایسی صورت میں دنیا والوں کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ وہ جہاں بھی ہوں گے، اپنے خیال میں گم ہوں گے۔ شاید انھوں نے اپنے لیے کوئی وقت مقرر کیا ہوگا۔ اسی وقت وہ اپنے دھیان گیان سے واپس آئیں گے۔"

سونیا نے پہاڑی کے قریب پہنچ کر موٹر سائیکل وہاں چھوڑ دی۔ پھر اس پہاڑی پر چڑھنے لگی۔ اوپر ایک کاٹیج تقریباً برف سے لپٹا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ تیزی سے چل رہی تھی۔ اسی وقت اعلیٰ بی بی نے مخاطب کیا۔ "اتنی دیر تک خاموش نہ رہو۔ کچھ مجھے بھی بتاؤ۔ وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"ابھی مداخلت نہ کرو۔ تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا۔"

میں پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کاٹج کے سامنے پہنچ گئی تھی احتیاط سے قدموں سے چلتی ہوئی کاٹج کے قریب پہنچ رہی تھی۔ پھر اس نے دھیمی آواز میں کہا: "بابا صاحب میں بے وقت آنے اور مداخلت کرنے کی معافی چاہتی ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کاٹج کے دروازے پر پہنچی۔ دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اسے پوری طرح کھول دیا۔ اندر نیم تاریکی تھی، اس نیم تاریکی میں بابا فرید واسطی صاف طور پر نظر آ رہے تھے۔ جہاں ان کے بیٹھنے کی جگہ تھی وہاں وہ پلتھی مارے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں بند تھیں۔ صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ سانس روکے بیٹھے ہیں اور کسی دھیان میں گم ہیں۔

سونیا نے سوچ کے ذریعے کہا: "فریاد! یہ مراقبے میں ہیں۔ کیا میں انہیں مخاطب کروں؟ کہیں یہ ناراض تو نہیں ہو جائیں گے؟"

"میں خود سوچ رہا ہوں۔ بزرگوں میں جتنی نرمی اور سنجیدگی ہوتی ہے۔ اتنا ہی جلال ہوتا ہے، غصے میں آ جاتے ہیں لیکن دوسری طرف حالات کا تقاضا ہے کہ انہیں مخاطب کیا جائے۔"

سونیا نے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے قریب جا کر انہیں دیکھا۔ مخاطب کرنے کی کوشش کی مگر حوصلہ نہیں ہوا۔ پھر وہ دوزانو ہو کر ان کے سامنے بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھ اس نے اپنے گھٹنوں پر رکھ دیے۔ پھر سر جھکا کر بولی: "میں مداخلت کی معافی چاہتی ہوں۔ میرے حالات نے مجھے یہاں آنے پر مجبور کیا ہے۔"

وہ سر جھکائے ہوئے تھی۔ بابا صاحب کے جواب کی منتظر تھی مگر جواب نہیں ملا۔ اس نے آہستگی سے سر اٹھا کر دیکھا پھر اسی طرح ڈرتے ہوئے مخاطب کیا: "بابا! میں سونیا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے بابا کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھلنے لگیں۔ وہ آنکھیں جب پوری طرح کھل گئیں تو یوں لگا جیسے ان کی آنکھوں سے انگارے برس رہے ہوں۔ ایسی سُرخ آنکھیں تھیں کہ آنکھیں نہیں ملائی جا رہی تھیں۔ سونیا نے نظریں جھکا لیں۔

ادھر نظریں جھکیں۔ اُدھر ایک زبردست ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ وہ بیٹھے ہی بیٹھے پیچھے کی طرف الٹ گئی۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بابا اس پر ہاتھ اٹھائیں گے۔ میں بھی حیران رہ گیا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ اٹھ کر بیٹھتی۔ ایک شپ کی آواز آواز آئی۔ جانے بابا کے پاس وہ ہتھیار کہاں سے آیا تھا۔ اس کے دستے سے ایک تلوار جیسا لانبا سا پھل نکلا پھر اس تلوار کی نوک سونیا کی گردن سے لگ گئی۔

ہم جو کبھی سوچ نہیں سکتے تھے وہ ہو رہا تھا۔ اسی لیے نہ تو سونیا کو سنبھلنے کا موقع ملا تھا، نہ ہی میں حالات کو سمجھ پا رہا تھا۔ اسی وقت بابا فرید واسطی کی گرجتی ہوئی آواز کاٹج کی محدود فضا میں گونجنے لگی: "بتاؤ، پارس کہاں ہے؟"

سونیا فرش پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ تلوار کی نوک ابھی تک اس کی ٹھوڑی سے نیچے لگی ہوئی تھی۔ اس کے منہ میں پارس کا نام گونج رہا تھا: "پارس۔ پارس۔ پارس۔۔۔۔"

پھر بابا کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی: "مجھے معلوم تھا کہ پارس یہاں رہے گا تو ہماری نظروں میں رہے گا۔ ہم کسی نہ کسی طرح بھی تو یاد کی کمزوری کے کھیل سکیں گے لیکن تم نے پارس سے کہاں ملاقات کی۔ ابھی اسے غائب ہوئے آدھ گھنٹہ بھی نہیں ہوا۔ ہمارے ساتھ بابو کی کوٹھی کے کنگال والے حصے میں تھا۔ وہیں دیکھا تھا۔ اب وہ وہاں نہیں ہے۔ بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

کاٹج کی نیم تاریکی میں بابا فرید واسطی کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں اور وہ انگارے پوچھ رہے تھے: "پارس کہاں ہے؟" وہ بزرگ جو پارس کے لیے سلامتی کی دعائیں مانگتے تھے وہ اس کے دشمن بن کر پوچھ رہے تھے پارس کہاں ہے؟

میں نے سونیا کے دماغ میں کہا: "یہ تمہارے بابا صاحب کی بزرگی کا بہت احترام ہو چکا۔ اب جوابی کارروائی ضروری ہے۔"

یہ کہتے ہی میں نے بابا کے دماغ کو ایک زبردست جھٹکا پہنچانا چاہا لیکن وہاں سانس روک لی گئی۔ پھر بابا فرید واسطی مضحکہ اڑانے کے انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگے: "نادان بچے نہیں ہوں۔ اتنا سمجھتا ہوں کہ تم سونیا کے ساتھ آئے ہو۔ ملاقاتی ٹیلی پیتھی مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں رہ کر محسوس کیا۔ وہ تلوار کی نوک سونیا کی ٹھوڑی کے نیچے چبھ رہی تھی وہاں سے اب خون بہہ رہا تھا۔ میں نے غصے سے دانت پیسنے کے بعد کہا: "مسٹر فرید واسطی! کسی کے دل و دماغ پر تمہاری پچھلی شخصیت کے تاثرات ہیں اس لیے یہ بڑی شرافت سے فرش پر پڑی ہوئی ہے۔ یہ اب تک تمہارے شیشے میں اتر رہی تھی۔ یہاں میں نے تمہارے دو عزیز اہم رشتے ہاتھ میں رکھے تھے ایک سونیا، دوسرا پارس۔ میں چاہتا ہوں دونوں میں سے تم کسی کو بھی کھو دینا نہیں چاہو گے اگر سونیا کی زندگی چاہتے ہو تو اس سے کہو۔ پارس کو میرے حوالے کرے میں وعدہ کرتا ہوں تمہارے بیٹے کو کوئی جانی نقصان نہیں پہنچے گا ورنہ پارس کی حفاظت کی خاطر یہ ماری جائے گی۔ کیا تمہیں اس کی موت منظور ہے؟"

میں گم صم سا ہو کر سونیا کی آنکھوں سے سامنے بیٹھے بابا فرید واسطی کو دیکھ رہا تھا۔ اس بابا فرید واسطی کی بزرگی اور عظمت کا باب ختم ہو چکا تھا اور اس کی شیطانیت کا باب شروع ہو رہا تھا۔ اس نے پھر گرجتے ہوئے پوچھا: "پارس کہاں ہے؟"

کاٹج

کی محدود فضا میں بابا فرید واسطی کی گرجتی ہوئی آواز چند لمحوں تک گونجتی رہی: "پارس کہاں ہے؟ کہاں ہے۔ ہے۔۔۔ ہے۔"

پھر وہ گونج ختم ہو گئی۔ سونیا نے تلوار کے پھل کو ایک چٹکی میں دبا کر ذرا زور لگا کر اسے اپنے گلے کے پاس سے ہٹاتے ہوئے کہا: "تم میرے بابا نہیں ہو۔"

فرید واسطی کا قہقہہ بلند ہوا۔ پھر اس نے کہا: "میں نے تمہیں اپنے عمل کے ذریعے اور اپنی ثبت کے ذریعے اس قدر حقیقت مند بنا لیا ہے کہ تم مجھے دشمن کسی حال میں نہیں سمجھو گی۔"

"میں نہیں دشمن سمجھ رہی ہوں۔ تم میرے بابا نہیں۔"

اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ تیور بدل گئے۔ اس نے گھور کر پوچھا: "یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"ایسے کہ بابا نے کبھی زخم نہیں لگایا۔" وہ اپنے گلے کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولی: "میرے گلے سے خون بہہ رہا ہے۔ اگر بابا ہوتے تو وہ اپنا ہاتھ اس زخم پر رکھتے اور خون بند ہو جاتا، زخم بھر جاتا۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ اگر تم میرا زخم بھر دو تو میں ابھی پارس کا پتہ بتا دوں گی۔"

پہلے تو وہ ہچکچایا، پھر غصے سے بولا: "میں زخم بھرنے کے لیے نہیں، زخم لگانے کے لیے آیا ہوں۔ مجھے پارس کا پتہ چاہیے۔"

سونیا نے سخت اور مستحکم لہجے میں کہا: "اور مجھے اپنے بابا کا پتہ چاہیے۔"

وہ غصے سے اٹھتے ہوئے چیخ کر بولا: "تم ایسے نہیں مانو گی، اندر آ جاؤ۔"

وہ کسی کو اندر بلاتے ہوئے اٹھ رہا تھا مگر اسے پوری طرح اٹھنا نصیب نہیں ہوا۔ سونیا نے لیٹے ہی لیٹے اس کی ٹانگ پر ایک زور کی ٹانگ ماری۔ کاٹج کے اندر کئی قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی تھی۔ وہ دشمن جو کھڑا ہونا چاہتا تھا، سونیا کے ٹانگ سنبھل نہ سکا۔ دوسری طرف الٹ کر گرتے گرتے اس کی تلوار کی نوک اس کی پسلی کی طرف آئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ایک زور کا جھٹکا پہنچا دیا۔

یقیناً ایسے وقت جب انسان گرتے گرتے سنبھلنے لگتا ہے یا کسی آفت میں مبتلا ہوتا ہے تو سانس روکنا بھول جاتا ہے اس کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ میں اس کے ذہن کو جھٹکا پہنچانے میں کامیاب رہا۔ ادھر اسے ذہنی تکلیف پہنچی، ادھر میں نے اس کا ہاتھ کی تلوار کو اس کی پسلی کے پاس چبھو دیا۔ پہلے تو وہ نوک چبھی پھر اس کے جسم میں اترتی چلی گئی۔

کاٹج کے اندر آنے والوں نے جب یہ دیکھا تو فوراً ہی لپک کر اس تلوار کو اس کے جسم سے ایک جھٹکے کے ساتھ نکال دیا۔ اس وقت تک سونیا اپنے پیروں پر کھڑی ہو چکی تھی اور لڑنے کے لیے تیار تھی۔ میں نے اسے نہ تو لڑنے کا مشورہ دیا نہ مرنے کا، کیونکہ آنے والے دشمنوں کے ہاتھوں میں سائلنسر لگے ہوئے ریوالور تھے۔

ان ریوالور والوں کے گرم لباس پر کہیں کہیں برف لگی ہوئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ سب جھونپڑی کے آس پاس برفیلی زمین کو کھود کر نیچے چھپے ہوئے تھے اور اب سونیا کو گھیرنے آ گئے تھے۔

ادھر جو دشمن بابا فرید واسطی کے روپ میں تھا اس کی حالت خراب تھی۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ تلوار ایسی جگہ پیوست ہوئی تھی جہاں اس کی کوئی آنت یا رگ کٹ گئی تھی۔ خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ اس کے دو ساتھی اسے فوری طور پر طبی امداد پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے سونیا کو سمجھایا "تم فی الحال خود کو دشمن کے حوالے کر دو۔ وہ دشمن جو اس وقت زخمی پڑا ہوا ہے اس کے دماغ کے راستے میرے لیے کھل گئے ہیں میں ان راستوں پر چل کر ابھی تمہارے پاس آؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں اس زخمی دشمن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت اس کا میر تکیر ا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ کمزوری سے کراہ رہا تھا۔ اس کے اندر اب اتنی سکت نہیں تھی کہ سانس روک سکتا۔ اب وہ میری موجودگی کو بھی اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "آہ، اب کیا ہوگا۔ کیا میں بچ جاؤں گا۔ یہ لوگ مجھے فوراً ہی طبی امداد پہنچانے کے لیے کہاں لے جائیں گے؟"

وہ کراہتے ہوئے سوچنے لگا: "اور کہاں لے جائیں گے، زمین دوز راستے سے الیکٹرونا فارم لے جائیں گے۔ یقیناً کوئی ٹرانسمیٹر کے ذریعے میرے حالات سپر ماسٹر کو بتا رہا ہوگا میرے لیے دنیا کے بڑے سے بڑے ڈاکٹر اور ماہر سرجن مٹھوں میں الیکٹرونا فارم تک پہنچائے جا سکتے ہیں۔ میرا فوراً علاج ہوگا۔ آہ، مگر یہ دیر کیوں کر رہے ہیں؟"

میں اسی طرح اس کی سوچ کے ذریعے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا۔ اس دوران سونیا کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیے گئے تھے۔ وہاں چار ریوالور بردار تھے۔ سب گیس ماسک پہنے ہوئے تھے۔ ایک گیس ماسک سونیا کو بھی

پہنایا گیا اور اس زخمی دشمن کو بھی جس کا نام مورو انانا تھا، وہ اٹلی کا رہنے والا تھا۔ فرانسیسی بہت اچھی طرح بولتا تھا اور پیر ماسٹر کا بہت ہی چہیتا ماسٹر تھا۔

مجھے پیر ماسٹر پر غصہ تو آ رہا تھا لیکن وہ غصے میں وقت ضائع کرنے کا موقع نہیں تھا۔ جب تمام لوگوں نے گیس ماسک پہن لیے تو وہ جوان اس جگہ آئے جہاں مورو انانا، بابا فرید واسطی کے روپ میں پلیتھی مارے مراقبے میں بیٹھا ہوا تھا، اس جگہ ایک بڑی سی چٹان رکھی ہوئی تھی۔ اس چٹان کو ایک طرف ہٹایا گیا تو اندر جانے کا راستہ نظر آنے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا "تم ان کے ساتھ جاؤ۔ مجھے معلوم ہے یہ کہاں جانے والے ہیں۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"

میں پھر مورو انانا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ میں سوال کیا "بابا فرید واسطی کو تو خوب چکر دیا گیا ہے۔ اب وہ۔۔۔؟"

میں نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس کی سوچ نے بات کو پورا کیا "وہ اس وقت اٹلی کے سیون اپو لو میں قیدی کی حیثیت سے پڑا ہوا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "کہیں ایسا نہ ہو کہ بابا فرید واسطی ٹیلی پیتھی کے ذریعے فرہاد اور سونیا سے رابطہ قائم کرے اور انہیں وہ باتیں بتا دے جو اب تک انہیں معلوم نہیں ہیں۔"

وہ کراہنے لگا۔ اس کی کراہتی ہوئی سوچ نے کہا "فرید واسطی اس قابل نہیں ہے کہ خیال خوانی کر سکے۔ اسے کھانے پینے کی چیزوں میں ایسی دوا ملا کر دی جا رہی ہے جس سے اس کا ذہن کمزور ہوتا جا رہا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "سیون اپو لو؟"

وہ بے اختیار سیون اپو لو کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ اٹلی کا ماسٹر تھا۔ اس نے شہر کے مضافاتی علاقے میں ایک بہت بڑی عمارت تعمیر کرائی تھی۔ اس کا نام اس نے سیون اپو رکھا تھا۔ اسی عمارت کے تہہ خانے میں بابا فرید واسطی کو قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔

میں کچھ ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد سونیا کے دماغ میں پہنچا۔ اس وقت تک وہ کاریج کے کمرے والے تہہ خانے میں پہنچ گئے تھے۔ وہاں ایک سرنگ کہیں دور تک چلی گئی تھی یقیناً وہ سرنگ والا راستہ الیکٹرونک فارم تک جاتا تھا۔ اس سرنگ میں لوہے کی چھوٹی پٹڑیاں بچھی ہوئی نظر آئیں۔ ان پٹڑیوں پر دو ٹرالیاں کھڑی تھیں۔ ایک ٹرالی پر مورو انانا کو آرام سے لٹا دیا گیا۔ اس کے ساتھ دو مسلح جوان بیٹھ گئے۔ دوسری ٹرالی میں لے کر بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے اسے اسٹارٹ کیا۔ سرنگ میں انجن کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ پھر وہ دونوں ٹرالیاں آگے بڑھنے لگیں۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر طالبات اور طالبات میں سے ایک طالب علم کے دماغ میں پہنچا، جو سب سے پہلے بھی سونیا کے ذریعے بات چیت ہو چکی تھی، اور اب بھی میں نے اس کی باتیں سنی تھیں لہٰذا اس کا لب و لہجہ یاد تھا۔ اس کا نام پیڈرو تھا۔ جب میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گیا۔

میں نے کہا "پیڈرو! میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تم سے ملاقات ہو چکی ہے۔ سونیا نے ہماری ملاقات کرائی تھی۔"

اس نے اپنی سوچ میں کہا "ہاں اس ملاقات کو بھلا نہیں سکتا۔ ڈائننگ ٹیبل پر ہم نے بڑی دیر تک باتیں کی تھیں۔ وہاں آپ نے ایک طالبہ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک نظر دیکھنے پر مجبور کیا تھا۔ بڑا مزہ آیا تھا لیکن مجھے عجیب سا لگ رہا ہے بہت دنوں بعد آپ آئے ہیں۔"

"بہرحال یہ ملاقات رسمی نہیں ہے۔ میں بہت اہم گفتگو کے لیے آیا ہوں۔ اس وقت تمہاری مادام سونیا خطرے میں گرفتار ہیں۔"

وہ تن کر سیدھا بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "یہاں تمہارے ادارے میں بہت سے دشمن گھس آئے ہیں جو دوستوں کے روپ میں ہیں۔ انہیں پہچاننے کی کوشش کرو۔ میں تمہیں پندرہ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ تم اپنے اعتماد کے طلبہ اور طالبات کو ایک جگہ جمع کرو۔ میں بہت ہی اہم باتیں کہنے والا ہوں۔"

"جناب! پندرہ منٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں جو میرے آس پاس بیٹھے ہوتے ہیں وہ میرے بالکل جاننے والے اور اعتماد کے لوگ ہیں۔ کیا کافی نہیں ہیں؟"

"یہ لوگ کتنی تعداد میں ہیں؟"

اس نے ایک نظر چاروں طرف ڈالتے ہوئے کہا۔ "تقریباً پینتیس یا چالیس ہوں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ تم کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہارے ذریعے سے ان لوگوں کو وہ باتیں سنا رہا ہوں۔ تم بھی سنتے رہو گے۔"

وہ کھڑا ہوا تو میں نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے اور پھر وہ ایک مقرر کے انداز میں خطاب کرنے لگا "میرے ساتھیو! اس وقت فرہاد علی تیمور میرے دماغ میں موجود ہیں اور وہ میری زبان سے آپ کو کچھ اہم باتیں بتانا چاہتے ہیں۔ آپ توجہ سے سنیں۔"

میں ان سب کو بتانے لگا "بابا فرید واسطی صاحب کی جگہ ایک بہروپیا اس کاریج میں پتہ نہیں کتنے دنوں سے تھا۔ اس کے متعلق بعد میں معلومات حاصل ہوں گی لیکن فوری جو معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ یہ ہیں کہ بابا یہاں سے

دور اٹلی کے ایک شہر کے مضافاتی علاقے میں قید ہیں ہم وہاں بھی جلد ہی پہنچ جائیں گے۔ فی الحال سونیا کو وہ لوگ اس کاٹج کے تہہ خانے میں لے گئے ہیں۔ اس تہہ خانے سے انہوں نے ایک سرنگ الیکٹرونا فارم تک کھودی ہوئی ہے۔ کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے کہ یہ الیکٹرونا فارم کہاں ہے؟"

اس کے متعلق وہ سب جانتے تھے۔ ایک نے جواب دیا۔ "ہاں، ہم سب جانتے ہیں۔ الیکٹرونا فارم یہاں سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔"

"وہ لوگ اس سرنگ میں ایک ریل کی پٹڑی پر ٹرالی کے ذریعے سفر کرتے ہیں۔ میں نے بابا فریدواسطی کا بہروپ اختیار کرنے والے کو بری طرح زخمی کر دیا ہے۔ وہ لوگ اسے علاج کے لیے لے جا رہے ہیں۔ اب تم میں سے ایک ایسی ٹیم بنائی جائے جو وہاں الیکٹرونا فارم پہنچ جائے اور دور ہی سے اس فارم کو گھیر لیا جائے۔ جب تک میں نہ کہوں دشمنوں کو نہ چھیڑا جائے۔ میں تم لوگوں سے رابطہ قائم کروں گا اور تم لوگوں کو وہاں کے حالات بتاتا رہوں گا۔"

ایک جوان نے کہا۔ "کیوں نہ ہم اس کاٹج کے سرنگ والے راستے سے جائیں؟"

میں نے کہا۔ "میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا کیونکہ وہاں گھٹن بہت زیادہ ہے اسی لیے وہ لوگ آکسیجن ماسک پہن کر گئے ہیں۔"

وہ لوگ الیکٹرونا فارم تک جانے کے لیے ایک ٹیم بنانے لگے۔ اس ٹیم کا ایک لیڈر مقرر کیا گیا۔ لڑکیاں احتجاج کرنے لگیں۔ ایک نے کہا۔ "ہر جگہ لڑکے لیڈر شپ حاصل نہیں کر سکتے۔ اس ٹیم کی لیڈر میں ہوں گی۔"

میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے، نادیہ کو لیڈر بنا دو۔ میں وہاں اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کروں گا۔"

پھر میں نے پیڈرو سے کہا۔ "تم یہاں کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ اور تمام استادوں کو بلاؤ۔"

یہ کہہ کر میں پھر مورو انانا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب وہ بہت کمزور ہو چکا تھا۔ دماغ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ وہ بیہوش ہونا ہی چاہتا تھا کہ میں نے اپنی سوچ کی لہروں کے ذریعے اس کے دماغ میں ایک قوت پیدا کی اور یہ سوچ پیدا کی کہ سیون اپولو کے تہہ خانے میں پہنچنے کا کوئی دوسرا خفیہ راستہ ہے یا نہیں؟

اس کا ڈوبتا ہوا دماغ سوچنے لگا۔ سیون اپولو کی عمارت سات منزلہ ہے۔ دوسری منزل پر اس ماسٹر مورو انانا کا اپنا ایک ذاتی کمرہ ہے۔ اس کمرے کے پیچھے ایک اور خفیہ کمرہ ہے اس کمرے میں ایک لفٹ ہے جو اوپر جانے کے بجائے نیچے جاتی ہے اور تہہ خانے میں پہنچاتی ہے۔

میں نے اس کی رہائش گاہ کا پتہ معلوم کیا۔ اس کی پرسنل سیکرٹری کا نام اور پتہ معلوم کیا، پھر میں نے پوچھا۔ "کیا فرنٹ جانے کے لیے کوڈ ورڈز استعمال ہوتے ہیں؟"

اس بات کا وہ جواب نہ دے سکا۔ اس وقت تک اس کا ذہن تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔ وہ بیہوش ہو گیا تھا۔

میں پیڈرو کے پاس آیا۔ وہاں ماہر انجینئر، ڈاکٹر، خوفناک قسم کے فائٹر اور بہت سے ماہرین جمع ہو گئے تھے۔ میں نے پیڈرو کی زبان سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ پیڈرو نے آپ کو صورتِ حالات سے آگاہ کر دیا ہوگا۔ آپ کے اس عظیم ادارے کے بانی بابا فریدواسطی صاحب دشمنوں کی قید میں ہیں۔ وہ اس وقت کہاں ہیں؟ میں نشاندہی کرتا ہوں۔ کیا یہاں پیسلی کاپٹر دستیاب ہو سکتا ہے؟"

ایک انجینئر نے اٹھ کر کہا۔ "جناب! آپ حکم دیں، یہاں سب کچھ حاضر ہو جائے گا۔"

"آپ اپنے تمام طلبہ اور طالبات میں سے ایسے ذہین حاضر دماغ جوانوں کا انتخاب کریں جو بابا صاحب کو وہاں سے رہائی دلا سکیں۔ اس وقت بابا صاحب اٹلی کے شہر روم اور نیپل کے درمیان ایک چھوٹے سے گاؤں گاٹا میں ہیں۔ گاٹا میں ایک سات منزلہ عمارت ہے جسے سیون اپولو کہا جاتا ہے۔ اسی کے تہہ خانے میں بابا صاحب کو رکھا گیا ہے۔ تمہاری منتخب کی ہوئی جو ٹیم جائے گی میں اس ٹیم کے لیڈر سے رابطہ قائم کروں گا اور اس کی رہنمائی کروں گا۔"

ان لوگوں نے اس ٹیم کے لیڈر کی حیثیت سے جیلیا کا انتخاب کیا، میں نے کہا۔ "اور ایک بات ذہن نشین کر لیں۔ ماسٹر یا کسی دوسری تنظیم سے کسی طرح کی مدد نہ لی جائے۔ ہی انہیں اپنے منصوبوں سے آگاہ کیا جائے کیونکہ یہ جو کچھ رہا ہے وہ سپر ماسٹر کی سازش سے ہی ہو رہا ہے۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ اس وقت سپر ماسٹر پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ مگر میں تنہا ایک علاقے میں بیٹھا اس پر غصہ دکھا کر کیا کر سکتا تھا۔ مجھے معاملے پر سنجیدگی سے غور کرنا تھا۔

رات اب تاریک نہیں تھی۔ چاند پوری طرح آیا تھا جس پہاڑی پر ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی ڈھلان دو تک گھنے درخت نظر آ رہے تھے۔ دشمن کے لیے

ہو گئی تھی۔ اب وہ ٹارچ روشن نہ کرتا اور چاندنی میں ادھر چلا آتا۔ ہمارے لیے مشکل یہ ہو گئی تھی کہ ہم وہاں بیٹھ کر گھنے درختوں میں دور تک نہیں دیکھ سکتے تھے۔ دشمنوں کو چھپ کر آنے کے لیے دور تک گھنے درختوں کا سایہ مل گیا تھا۔

لیکن میں، ہم کا استعمال غلط کر رہا ہوں کیونکہ میں تنہا جاگ رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی بڑی دیر تک میرا انتظار کرنے کے بعد ایک پتھر پر سر رکھ کر گہری نیند سو گئی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔ میں نے لندن کے ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت وہ رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ میرے مخاطب کرنے پر خوش ہو کر بولا۔ "جناب! حکم دیجیے بندہ حاضر ہے۔"

اس کی اس عاجزی اور انکساری پر مجھے غصہ نہیں آیا، کیونکہ وہ بالکل بے قصور تھا۔ میں نے اس کے ذہن کو کھوجی کی طرح کھنگال لیا تھا۔ کئی بار اس کے تحت الشعور میں ڈوب کر میں نے معلوم کیا تھا۔ وہ میرے لیے مخلص تھا۔ سپر ماسٹر کے اندرونی منصوبے کیا ہوتے ہیں، وہ کس طرح دوسرے ذرائع سے سازشیں کرتا ہے یہ بات لندن کا ماسٹر نہیں جانتا تھا۔

اس نے کہا۔ "ماسٹر! میں ایک مشکل پوزیشن میں ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ بابا فریدواسطی نے ایک بہت بڑا ادارہ قائم کر رکھا ہے جس کی اعلیٰ بی بی ان دنوں میرے ساتھ ہیں اور سونیا، پارس اور مرجانہ کے ساتھ بابا کے سائے میں رہتی ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ اب وہاں گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

"کیسی گڑبڑ جناب! آپ تفصیل میں نہ جائیں۔ مختصراً بتائیں۔"

اس نے کہنا چھوڑ دیا تھا اور میری باتیں سن رہا تھا میں نے کہا۔ "جس کاٹج میں بابا فریدواسطی مراقبے میں رہتے ہیں وہاں کسی دشمن نے ان کی جگہ لے لی ہے۔ مجھے پتہ نہیں چل رہا ہے کہ بابا فریدواسطی کا کیا ہوا ہے۔ وہ زندہ ہیں یا انہیں ہلاک کر دیا گیا ہے۔ زندہ ہوتے تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھ سے ضرور رابطہ قائم کرتے۔"

ماسٹر نے کہا۔ "پھر تو جناب یہی ثابت ہوتا ہے کہ بابا صاحب مارے گئے ہیں۔ وہ آدمی کون ہے۔ کیا آپ اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے؟"

"وہ یوگا کا ماہر ہے۔ میں نے اسے کسی طرح زخمی کر دیا۔ خیال تھا کہ زخمی ہونے کی صورت میں وہ سانس نہیں روک سکے گا۔ میں اس کے دماغ سے کچھ معلوم کر سکوں گا لیکن وہ بڑی اذیت میں مبتلا ہو گیا تھا۔ میں اس کے دماغ کو ٹریپ نہ کر سکا۔ ٹریپ کرنے کا وقت آیا تو وہ بیہوش ہو گیا ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "مادام سونیا، مرجانہ اور پارس کہاں ہیں؟"

"مرجانہ اور پارس جہاں بھی ہیں بخیریت ہیں البتہ ان دشمنوں نے سونیا کو گرفتار کر لیا ہے۔ اسے بے بس کر کے اپنے ساتھ کہیں لے جا رہے ہیں — میں سونیا کے دماغ میں ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ وہ کسی سرنگ سے گزر رہے ہیں۔ جب وہ کہیں پہنچائی جائے گی تو آپ کو بتاؤں گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے ذاتی کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "آپ تھوڑی سی مہلت دیجیے۔ میں ابھی سپر ماسٹر کے ذریعے معلوم کرتا ہوں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے اور ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اب میں دیکھنا چاہتا تھا کہ سپر ماسٹر کیا کرتا ہے۔ اتنا تو یقین تھا کہ وہ کھل کر دشمنی نہیں کرے گا۔ وہ پیچھے سے حملہ کراتا تھا اور سامنے سے آ کر مدد کرتا تھا جیسا کہ بڑی طاقتوں کا دستور رہا ہے۔

میں پھر ماسٹر نیومین کے پاس پہنچا۔ اس وقت تک وہ سپر ماسٹر کے نام اپنا پیغام ریکارڈ کرا چکا تھا اور تاکید کر رہا تھا "فوراً ہی جواب دیا جائے۔ فرہاد صاحب انتظار کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ماسٹر! ایک بات ابھی معلوم ہوئی ہے۔ بابا فریدواسطی نے بڑی اذیت میں مبتلا ہو کر مجھ سے دماغی رابطہ قائم کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ بہت تکلیف میں ہیں۔ انہوں نے رک رک کر کہا کہ سیون اپولو، روم اور نیپل کے درمیان گاٹا نام کا چھوٹا سا ٹاؤن ہے وہاں سیون اپولو کے تہہ خانے میں وہ قید ہیں۔"

وہ پھر سپر ماسٹر کے نام مزید پیغام ریکارڈ کرانے کا نظام کرنے لگا۔ میں نے کہا۔ "ایک بات آپ سپر ماسٹر کو میری طرف سے کہہ دیجیے کہ بابا فریدواسطی کی زندگی کا ثبوت مل چکا ہے۔ اب ان کی سلامتی ہمارے اور سپر ماسٹر کے دم قدم سے ہوگی۔ ہم سب کی یہ کوشش ہو کہ دشمن انہیں ذہنی طور پر ایسا نقصان نہ پہنچا پائیں کہ وہ خیال خوانی کے قابل نہ رہیں۔"

"آپ اطمینان رکھیں ابھی سب کچھ ہو جائے گا۔"

وہ پھر سپر ماسٹر کے نام پیغام ریکارڈ کرانے لگا۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا۔ "یہ تم کیا کرتے پھرتے ہو۔ اتنی دیر تک کہاں رہے؟"

"جال بچھا رہا ہوں۔ دیکھو نتیجہ کیا نکلتا ہے۔"

"ایسا نتیجہ نہ نکالو کہ میں بڑی آسانی سے رہا ہو جاؤں اور مجھے ہاتھ پاؤں نہ ہلانا پڑیں۔ ایسی رہائی مجھے منظور نہیں ہے۔ ذرا مجھے بھی کچھ موقع دینا۔"

"فی الحال اپنے شوق کو کچل دو۔ یہ مقابلہ کرنے اور دشمنوں سے انتقام لینے کا موقع نہیں ہے۔ بابا صاحب کو دشمنوں کی قید سے چھڑا کر لانا سب سے اہم کام ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ ہمیں ہاتھ پاؤں نہ ہلانا پڑیں اور وہ رہا کر دیے جائیں۔"

"ہاں، دیکھ لو۔ میں تو ہاتھ پاؤں ہلا بھی نہیں سکتی۔"

وہ ایک کرسی پر رسیوں سے بندھی ہوئی بیٹھی تھی۔ جو لوگ اسے گرفتار کر کے لائے تھے وہ کسی دوسرے کمرے میں تھے میں نے مودوانا کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی لیکن بے سود وہ بیہوش پڑا ہوا تھا۔

میں نادیہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اور اس کے ساتھی الیکٹرونا فارم تک پہنچ گئے تھے اور اسے چاروں طرف سے اس طرح گھیر رہے تھے کہ فارم والوں کی نظروں میں نہ آسکیں، میں نے پوچھا۔ "وہاں تم کیا دیکھ رہی ہو؟"

اس نے کہا۔ "جناب! اس فارم میں صرف مویشی ہی مویشی نظر آرہے ہیں۔ یہ فارم تقریباً دس ہزار گز کے رقبے میں ہے۔ درمیان میں ایک بڑا سا پختہ مکان نظر آرہا ہے۔ اس مکان کے برآمدے میں ایک بوڑھا کرسی پر بیٹھا پائپ کے کش لگا رہا ہے۔" نادیہ آنکھوں سے دوربین لگائے فارم کی طرف دیکھتے ہوئے کمنٹری کرتی جا رہی تھی، پھر اس نے کہا۔ "اب ایک قد آور شخص مکان کے اندر سے نکلا ہے۔ برآمدے میں آیا ہے وہ ریوالور سے سائلنسر نکال رہا ہے۔ اب اس نے سائلنسر کو جیب میں رکھ لیا ہے اور ریوالور کو ہولسٹر میں رکھ رہا ہے۔ جناب! مویشیوں کی وجہ سے ہمارے لیے بڑی آسانیاں ہیں۔ آپ حکم دیں تو ہم یہاں سے رینگتے ہوئے آگے بڑھ سکتے ہیں اور مویشیوں کے درمیان چھپ کر اس مکان تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"نہیں، سونیا ابھی اس مکان کے اندر بخیریت ہے۔ اسے کوئی تکلیف پہنچے گی یا اس کی زندگی خطرے میں ہوگی، تب میں کوئی دوسرا حکم دوں گا۔"

میں پیڈرو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس وقت ہیلی کاپٹر میں تھا اور ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا اٹلی کی طرف جا رہا تھا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ابھی میری ضرورت وہاں نہیں تھی۔ میں لندن کے ماسٹر نیومین کے پاس پہنچ گیا۔

اور ٹھیک وقت پر پہنچا۔ وہ ایک ٹیلیکس مشین کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس مشین سے ایک کاغذ باہر نکلتا جا رہا تھا اور اس میں سپر ماسٹر کے الفاظ درج ہوتے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مشین رک گئی۔ ماسٹر نے اس کاغذ کو مشین کے سرے سے پھاڑ کر اس کے دوسرے سرے کو تھام لیا۔ پھر پڑھنے لگا۔ اس میں سپر ماسٹر نے میرے نام لکھا تھا۔

"مسٹر فرہاد علی تیمور!

میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے میں اپنی شرمندگی کا اظہار کر سکوں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرا ایک ماسٹر آپ کے خلاف ایسی سازش کرے گا۔

آپ نے میرے نام پیغام بھیجتے وقت بابا فرید واسطی صاحب کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اس کے مطابق انہوں نے بڑی مشکل سے آپ سے خیال خوانی کی اور آپ سے رابطہ قائم کیا۔ ان کا ٹوٹے پھوٹے الفاظ نے ہماری رہنمائی کی ہے۔ بیشک لاہور اور نیپل کے درمیان ایک چھوٹا سا ٹاؤن گانٹا ہے۔ وہاں پر سات منزلہ عمارت ہے اسے سیون اپو لوکہتے ہیں اور وہ میرے اٹلی کے ماسٹر کی ملکیت ہے۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا تو یقین کریں میرا دماغ سُن ہو گیا۔ میں اپنے آپ کو مجرم سمجھنے لگا۔ میرے اس ماسٹر مودوانا نے بھی وہی ذلیل حرکت کی ہے جو برما کے ماسٹر نے پچھلے دونوں آپ کے ساتھ کی تھی۔ اور آپ کے خفیہ حالات معلوم کرنے کے چکر میں رہا تھا۔

بہرحال آپ میری بلیک فورس کے متعلق اچھی طرح جان چکے ہیں۔ جب ایسے حالات میں ہمارا کوئی ماسٹر کسی دوسری تنظیم کے ہاتھوں بک جاتا ہے یا سہولیوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن جاتا ہے تو بلیک فورس میدان عمل میں آتی ہے۔ میں نے اس بلیک فورس کو حکم دیا ہے کہ وہ فوراً ہی سیون اپو لو کا محاصرہ کر لے۔ وہاں سے ماسٹر مودوانا کی حاکمیت ختم کریں اور اس فرصت میں بابا فرید واسطی کو تہہ خانے سے نکال کر فوری امداد پہنچائی جائے اور دیکھا جائے کہ ان کے ذہن کو توانائی کے سلسلے میں کیا سازشیں کی گئی ہیں۔

جناب فرہاد صاحب! آپ نے ماضی میں بھی دیکھا ہے جب بھی میرے کسی ماسٹر یا کسی ماتحت کی طرف سے کوئی کوتاہی ہوئی یا آپ کو کوئی نقصان پہنچنے کی بات سامنے آئی تو میں جی جان سے اس کی تلافی کی ہے۔ اب بھی میں یہی کر رہا ہوں میں نے ماسٹر مودوانا سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی چلا کہ وہ فرانس میں ہے۔ میں نے فرانس کے ماسٹر سے رابطہ کیا۔ اس ماسٹر نے بتایا کہ اٹلی کا ماسٹر مودوانا پچھلے پانچ دنوں سے پیرس کے ایک ہوٹل اقامہ مضافاتی علاقے میں ہے۔ اس جگہ کا نام الیکٹرونا فارم ہے۔

میں نے فرانس کے ماسٹر کو مختصر طور پر موجودہ حالات سے آگاہ کر دیا ہے اور اسے بتایا ہے کہ اگر مادام سونیا کو ان لوگوں نے گرفتار کیا ہے تو یقیناً وہ مادام کو الیکٹرونا فارم میں لے جائیں گے۔ آپ اطمینان رکھیں، مجھے ذرا سی مہلت دیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایک گھنٹے کے اندر مادام سونیا آزاد ہو جائیں گی اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

یہ سپر ماسٹر کا وعدہ ہے کہ بابا فرید واسطی صاحب اور مادام سونیا کوئی نقصان اٹھائے بغیر آزاد ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ میرے ماسٹر نے جو غلطی کی ہے اور آپ کو اور آپ کے لوگوں کو جس طرح پریشان کیا ہے میں اس کی تلافی کسی اور طرح سے بھی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ حکم دیں کہ میں کیا کروں۔ میں بہت پریشان ہوں اور آپ سے شرمندہ ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ غلط انداز میں میرے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کریں گے۔

فقط، آپ کا خادم — سپر ماسٹر۔"

میں جانتا تھا کہ وہ اسی طرح چاپلوسی سے کام لے گا اور اپنی خدمت گزاری اور وفاداری کا سکہ بٹھانے کی کوشش کرے گا۔ میں نے ماسٹر نیومین سے کہا۔ "میں یہ پڑھ چکا ہوں۔ آپ میری طرف سے جوابی پیغام بھیجیں کہ جب مجھے بابا فرید واسطی صاحب نے خیال خوانی کے ذریعے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنے متعلق اطلاع دی تو میں نے فوراً اپنے آدمیوں کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں روانہ کر دیا۔ سپر ماسٹر کی بلیک فورس اگر سیون اپو لو کا محاصرہ کر چکی ہے تو انہیں بتا دیا جائے کہ میرے آدمی بھی وہاں پہنچ رہے ہیں۔ ان کا لیڈر ایک نوجوان پیڈرو ہے۔ سیون اپو لو کے مین دروازے پر سفید جھنڈا لہرا دیا جائے اس طرح میرے آدمیوں کو پتہ چل جائے گا کہ وہاں خطرہ نہیں ہے۔ پیڈرو آکر بلیک فورس کے لیڈر سے ملاقات کرے گا اور بابا صاحب کو اپنی نگرانی میں لے گا۔"

میں نے یہ بات پیڈرو کو بتا دی۔ اس کا سفر ابھی تک جاری تھا۔ پیڈرو نے کہا۔ "آپ نے جو ہدایات دی ہیں میں ان پر عمل کروں گا۔"

میں اسے چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچا۔ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اب وہ کرسی سے بندھی ہوئی نہیں تھی۔ وہ ایک میز پر کرسی رکھے اس پر چڑھی روشن دان سے دوسرے کمرے میں جھانک رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "یہ تم رسیوں سے آزاد کیسے ہو گئیں؟"

اس نے مسکرا کر کہا۔ "پہلے تو میں بھی حیران رہ گئی تھی۔ مجھے یوں لگا تھا جیسے میرے پیچھے کھلی ہوئی کھڑکی سے کوئی کمرے میں داخل ہوا ہو۔ میں نے ذرا سر گھما کر دیکھنے کی کوشش کی کوئی نظر نہیں آیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھوں کے پاس بندھی ہوئی رسی کو کوئی کھول رہا ہے۔ پھر کسی نے میری ہتھیلی کو زبان سے چاٹنا شروع کیا۔ تب میں سمجھ گئی کہ وہ کوئی کتا تھا اور میری رسی کی گرہ کھول رہا تھا۔"

میں نے حیرانی سے کہا۔ "کیا کتے نے تمہیں آزاد کرایا ہے؟"

"ہاں، جب میں آزاد ہو گئی اور اسے دیکھا تو فوراً پہچان گئی۔ وہ نادیہ کا کتا ہے۔ تم نادیہ کو نہیں جانتے۔ وہ ہمارے ہوشل کی طالبہ ہے۔"

"میں اسے خوب جانتا ہوں۔ اسی کی ریڈر شپ میں یہاں بہت سے طلبہ اور طالبات تمہیں رہا کرانے آئے ہیں اور میرے حکم کے منتظر ہیں۔"

پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "جب اس کمرے کی ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے تو تم روشندان سے کیا دیکھ رہی ہو؟"

"میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ اس طرف کتنے لوگ ہیں۔ اس کے بعد میں اس کتے کا انتظار کروں گی۔"

"کیا وہ پھر آئے گا؟"

"ضرور آئے گا اور اس بار میرے لیے ریوالور یا اسلحہ وغیرہ لے کر آئے گا۔ تم اس کتے کو نہیں جانتے۔ نادیہ اور دوسرے طالب علموں نے اسے بڑی اچھی ٹریننگ دی ہے۔ بڑے اچھے اچھے کمالات دکھاتا ہے۔"

میں نادیہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت کتا اسی کے پاس تھا اور اس کی جیب کی طرف منہ مار رہا تھا۔ نادیہ اپنی پتلون کی جیب پر ہاتھ رکھ کر پوچھ رہی تھی۔ "کیا چاہتے ہو، تم نے دیکھا ہے، میں نے اس جیب میں ریوالور رکھا ہے۔"

وہ پھر جیب کی طرف منہ لے جانے لگا، میں نے کہا۔ "نادیہ! اس کتے کو ساتھ لانے سے پہلے تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ یہ تمہارے کنٹرول سے باہر ہو جائے گا اور اس مکان تک پہنچ جائے گا۔"

نادیہ نے شرمندگی سے کہا۔ "جناب! میں معافی چاہتی ہوں اور اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ ہم لڑکیاں لیڈر شپ کے قابل نہیں ہیں۔ میں کچھ اور سوچ کر اسے لائی تھی۔ پتہ نہیں یہ وہاں مکان میں جا کر کیسوں واپس آگیا ہے اور اب کیا چاہتا ہے؟"

"وہ تم سے ریوالور مانگ رہا ہے۔ اسے دیدو اور جانے دو۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ جیسے ہی ریوالور نکالا، کتے نے جھپٹ کر اسے اپنے منہ میں دبا لیا۔ پھر وہاں سے بھاگتا ہوا اس مکان کی طرف جانے لگا۔ نادیہ نے پوچھا۔ "جناب! ہم آگے بڑھنے کے لیے بے چین ہیں۔"

"تم سونیا کو نہیں جانتیں۔ وہ ہاتھوں میں چوڑیاں پہن کر

آزاد ہونے والی عورت نہیں ہے۔ جب تک اپنے ہاتھ پاؤں نہیں ہلائے گی۔ دو چار کو نہیں گرائے گی، اس وقت تک اپنی رہائی منظور نہیں کرے گی۔ اسے اپنی من مانی کرنے دو۔"

وہ آنکھوں سے دور بین لگا کر دیکھنے لگی۔ چاندنی میں چاروں طرف جمی ہوئی برف چمک رہی تھی۔ چاندنی میں چاند نے سے بھی زیادہ اجالا محسوس ہو رہا تھا۔ کتا اس وقت سونیا کے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں بھی سونیا کے پاس تھا۔ وہ ریوالور لے کر اسے پچکار رہی تھی۔ میں نے پوچھا "یہ تو سمجھ میں آگیا کہ چاندنی میں یہ کتا کہاں تک آیا ہوگا لیکن اسے کیسے پتہ چلا کہ تم اس کمرے میں ہو؟"

"یہ میری بُو پہچانتا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کھڑکی کے باہر زوردار قدموں کی آواز سنائی دی۔ کتا اسی طرف بھونکتے ہوئے جانے لگا۔ آخر کتا تھا اپنی فطرت سے مجبور تھا۔ یہ مصلحت نہیں جانتا تھا کہ بھونکنا نہیں چاہیے، چپ چاپ کہیں دُبک جانا چاہیے۔ باہر سے کسی نے کہا "ارے یہ کتا کہاں سے آگیا ہے؟"

اسی وقت کتے نے اس پر چھلانگ لگائی۔ سونیا کھڑکی سے جھانک کر دیکھ رہی تھی۔ کتے نے اسے ریوالور نکالنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ اس کے پیچھے آنے والا شخص ریوالور نکال چکا تھا لیکن اس سے پہلے ہی سونیا نے اس پر گولی چلا دی۔ وہ اپنے ریوالور سمیت زمین پر گر گیا۔ سونیا کھڑکی سے باہر نکلی۔ دوسرا شخص کتے سے اُلجھا ہوا تھا۔ سونیا نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری اور اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔

اب مکان کے دوسرے حصے سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے سونیا سے کہا "اسے زخمی کرو تاکہ میں اس کے دماغ میں پہنچ سکوں۔"

سونیا نے اپنے ریوالور کی ایک گولی اس کے بائیں بازو میں اتار دی۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ کراہنے کے دوران اس نے مائی گاڈ کہا، اور میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر میں نے سونیا سے کہا "میں اس کے دماغ پر قابض ہو چکا ہوں۔ اس کا ریوالور اسے دے دو۔"

سونیا نے ریوالور اس کے حوالے کر دیا۔ وہ ریوالور لے کر کراہتا ہوا وہاں سے اُدھر جانے لگا جدھر سے قدموں کی آوازیں آرہی تھیں۔ اچانک آنے والوں کا سامنا ہوا۔ وہ ٹھٹک کر دیوار کی آڑ میں ہو گئے، ایک نے پوچھا "والٹن! کیا یہ تم ہو؟"

میں نے اس کی زبان سے کراہتے ہوئے کہا "ہاں، میں ہوں۔ پتہ نہیں کس نے فائرنگ کی۔ ہمارا ایک ساتھی مارا گیا ہے ایک گولی میرے بائیں بازو میں لگی ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "تم ادھر چلے آؤ۔ ہم سونیا کے پاس جا کر اسے ریوالور کی زد میں رکھیں گے تاکہ اس کی مدد کو آنے والے ہم پر فائر نہ کر سکیں اور مزید نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس شخص کے ذریعے اس پر فائر کیا۔ وہ دوڑتے دوڑتے لڑکھڑا کر گرا اور زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے ساتھ جو دوسرا تھا اس نے گھبرا کر اس زخمی کو دیکھا۔ پھر تیزی سے بھاگتا ہوا دوسری طرف چلا گیا۔ مجھے اتنا موقع نہیں مل سکا کہ میں اس پر فائر کرتا۔ میں اس شخص کو دوڑتا ہوا اِدھر لے جانے لگا۔ اچانک اس طرف سے فائر ہوا اور وہ زخمی شخص تڑپ کر زمین پر گر پڑا۔ اب اس کا دماغ میرے لیے بیکار تھا۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک کوریڈور سے گزر کر دوسرے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ تب اسے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ وہ دیوار کے ایک موڑ پر بیٹھ گئی۔ کان لگا کر سننے لگی۔ کوئی دوڑتے دوڑتے رک گیا تھا۔ پھر کسی کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا "مسٹر الیکزونا! یہاں گڑبڑ ہو گئی ہے۔ میں سونیا کی طرف جا رہا ہوں، تم ماسٹر مورو انانا کو زہریلا انجکشن لگا دو۔ ادھر سے حکم آیا ہے کہ یہ زندہ حالت میں سونیا یا فرہاد کے ہاتھ لگنے نہ پائے۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس کمرے کی طرف چلا لگا جہاں سونیا کو ہاندھ کر رکھا گیا تھا لیکن کوریڈور میں پہنچتے ہی گولی چلی اور وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا۔ سونیا نے آگے بڑھ کر اس بوڑھے کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "مسٹر الیکزونا! اپنا انجکشن اپنے پاس رکھو۔ ماسٹر مورو انانا کو ہمارے ہوتے ہوئے کوئی ہلاک نہیں کر سکتا۔ ہم اس سے اصل راز اگلوائیں گے۔"

یہ سنتے ہی بوڑھا دوڑتے ہوئے کمرے کی طرف جانے لگا۔ سونیا مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ جلدی جلدی انجکشن کی سرنج تیار کر رہا تھا۔ سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "بڈھے، میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ رہے ہو پھر بھی اسے انجکشن لگانا چاہتے ہو۔ کیا تمہیں اپنے ایک ساتھی کا انجام نظر نہیں آیا؟" وہ کانپتے ہاتھوں سے سرنج کو لے کر ایک طرف پھینکتے ہوئے کہنے لگا "جب تک میں زندہ ہوں، اپنے ماسٹر کے حکم کی ہر صورت میں بجا لاؤں گا۔"

وہ ایک شیشی کے پاس پہنچا جس پر زہر لکھا ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس شیشی کو ہاتھ میں لیتا، سونیا نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ بوڑھا بجلی کی تیزی کے ساتھ پلٹ کر سونیا پر سرنج کی نوک سے حملہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ اچھل کر ایک طرف ہو گئی۔ وہ اپنے ہی زور میں اوندھے منہ زمین پر گرا۔ سونیا نے اس کے سرنج والے ہاتھ پر پاؤں رکھ کر کہا "بڈھے! میں تجھ پر گولی چلانا نہیں چاہتی۔ بتا، تیرے دماغ سے نکل کر نادیہ کے پاس پہنچا۔ پتہ چلا کر وہ کہاں ہے۔ میں اسے ہلاک کرنا نہیں چاہتی۔ اسے اپنی قید میں رکھنا چاہتی ہوں۔ اگر تو نے میرا کہنا نہ مانا تو میں تیرے ہاتھ پاؤں توڑ دوں گی۔"

میں سونیا کے دماغ سے نکل کر نادیہ کے پاس پہنچا۔ پتہ چلا کہ وہ اور اس کے ساتھی گھیرا تنگ کرتے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا "اجازت ہے اس مکان میں پہنچ جاؤ۔ اب کوئی دشمن نہیں رہا۔ سونیا وہاں تنہا ہے۔"

نادیہ فوراً ہی ٹرانسمیٹر نکال کر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرنے لگی۔ وہ انہیں موجودہ صورتِ حال بتا رہی تھی۔ میں پھر سونیا کے پاس آگیا۔ سونیا نے بوڑھے کو زبردستی کھینچ کر ایک کرسی پر بٹھا دیا تھا اور کہہ رہی تھی "تو بہت بوڑھا ہو گیا ہے۔ اتنی زندگی گزار لی ہے کہ تجھے مرنے کا بھی افسوس نہیں ہوگا لیکن مجھے مارنے کا افسوس ہوگا۔ تاز تجھے کس ماسٹر نے یہ حکم دیا ہے کہ اس بیہوش ماسٹر کو زہریلا انجکشن لگا کر ختم کر دیا جائے؟"

میں بوڑھے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "میں نہیں بتاؤں گا۔ کچھ نہیں بتاؤں گا۔ مجھے کسی طرح اس زخمی کو مار ڈالنا چاہیے۔ اسے مارنے کے بعد جب میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع دوں گا کہ کام ہو چکا ہے تو پیرس کا ماسٹر کفرٹ یہاں اپنے آدمی ہیلی کاپٹر کی مدد کے لیے بھیجے گا اور اسے رہا کرا کے لے جائے گا لیکن اب تو رہا کرانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اس کمبخت عورت نے تو ہمارے سارے آدمی مار ڈالے۔ یہ عجیب بلا ہے، جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا ہوں۔"

میں نے اس بوڑھے الیکزونا کے دماغ پر قابض ہو کر کہا "سونیا! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ نادیہ اور اس کے ساتھی یہاں پہنچ رہے ہیں۔ تم اس بوڑھے کو اجازت دے دو۔ یہ زخمی ماسٹر کو زہریلا انجکشن لگائے۔ جیسی جو معلومات حاصل کرنا تھیں، وہ حاصل ہو چکی ہیں۔"

سونیا ایک طرف جا کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے اس بوڑھے کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ ذرا چکرا سا گیا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "بڈھے تمہاری حالت پر رحم آتا ہے۔ جاؤ، کیا یاد کرو گے۔ اپنا بیگ اٹھا لو۔"

بوڑھا اسے حیرانی سے دیکھنے لگا۔ پھر وہ بے یقینی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سونیا کی طرف دیکھتے ہوئے زہریلی دوا کے پاس رینگنے لگا۔ اس وقت تک بہت سے قدموں کی آہٹیں سنائی دینے لگی تھیں۔ اس نے پریشان ہو کر دروازے کے باہر دیکھا سونیا سے کہا "فکر کرو، یہ سب میرے ساتھی ہیں تمہیں کوئی نہیں مارے گا۔"

یہ کہہ کر وہ دروازے سے باہر آئی پھر نادیہ کو دیکھ کر کہا "سب یہیں رک جاؤ، اندر کوئی نہ جائے۔"

اس وقت تک بوڑھے نے زہریلا انجکشن تیار کر لیا تھا اور اب ماسٹر مورو انانا کے پاس جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ خالی سرنج لے کر وہاں سے پلٹ گیا۔ اس نے سرنج کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہا "ماداما سونیا! تمہاری یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ پہلے تو مجھے روک رہی تھیں، پھر خود ہی اسے مار ڈالنے کی اجازت دے دی۔"

میں نے سونیا کی زبان سے کہا "اس لیے اجازت دے دی کہ تمہارے دماغ سے فرہاد نے معلومات حاصل کر لی ہیں۔ پیرس کے ماسٹر کفرٹ نے تمہیں اسے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔"

بڈھا بوکھلا کر اس کا منہ تکنے لگا۔ سونیا سمجھ رہی تھی کہ میں اس کی زبان سے بول رہا ہوں۔ پھر اس نے میری سوچ کے مطابق کہا "الیکزونا! ہمیں معلومات حاصل کر چکے۔ اب اگر تمہیں یہاں سے زندہ چھوڑ کر جائیں گے تو ماسٹر کفرٹ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہمیں تمہارے دماغ کے ذریعے اصلیت معلوم ہو گئی ہے پھر یہ بات پیرس ماسٹر تک پہنچے گی تو وہ باباصاحب کی رہائی میں روڑے اٹکا سکتا ہے۔ اگر تم جاؤ گے تو پیرس ماسٹر اور ماسٹر کفرٹ مطمئن ہو جائیں گے کہ ساری بات راز میں ہے اور یہ زخمی ماسٹر راز کھلنے سے پہلے ہی زہریلے انجکشن کے ذریعے مارا گیا ہے۔"

یہ کہہ کر سونیا نے نادیہ کی طرف دیکھا اور کہا "اپنے ساتھیوں کو حکم دو کہ اس بوڑھے کو ختم کر کے یہاں سے چلیں۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا ہے۔"

وہ حکم دے کر ایک طرف چلی گئی۔ میں نے کہا "اب تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے اڈے میں پہنچو، میں تھوڑی دیر بعد آ کر بابا فریدو اسطی صاحب کے متعلق تمہیں بتاؤں گا۔"

میں پیڈرو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنی ٹیم کے ساتھ سیون اپولو کی عمارت کے سامنے پہنچا ہوا تھا۔ عمارت کے بڑے دروازے کے پاس ایک سفید پرچم لہرا رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ بلیک فورس کے لوگ وہاں پہنچ گئے ہیں اور پیڈرو کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ پیڈرو نے آگے بڑھ کر بلیک فورس کے سربراہ سے ملاقات کی۔ پھر وہ تہہ خانے کی طرف جانے لگے۔

میں اس وقت تک پیڈرو کے ساتھ لگا رہا، جب تک کہ بابا فریدو اسطی کو تہہ خانے سے نکال کر آرام سے ایک ایمبولنس میں نہ پہنچا دیا گیا۔ بابا صاحب کو روم کے ایک بہت بڑے ہسپتال میں لے جایا جا رہا تھا۔ میں نے ان کے دماغ میں جھانکنے

کی کوشش کی لیکن وہ بیہوش تھے۔ میں نے سونیا کو بتایا کہ اب ان کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جلد ہی ان کی خیریت کی اطلاع ملے گی۔ وہ آزاد ہو چکے ہیں۔

پھر میں نے سونیا سے پوچھا "اگر بابا میں اتنی مسیحائی ہے کہ وہ کسی کے زخم پر ہاتھ رکھ دیں تو زخم بھر جاتے۔ بہتا ہوا خون رک جائے تو کیا وہ اپنا علاج آپ نہیں کر سکتے؟"

"میں کیا جانوں کہ ان میں کس حد تک مسیحائی ہے۔ میں نے تو کبھی یہ بھی نہیں سنا ہے کہ بابا صاحب کسی کے زخم پہ ہاتھ رکھیں تو وہ زخم بھر جاتے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ کیا مطلب! اس وقت تم ماسٹر مودوانا سے تو یہی کہہ رہی تھیں۔"

"اس وقت میرے ذہن میں یہی تدبیر آئی تھی کہ اس کی اصلیت اگلوانے کے لیے کوئی مکاری کرنا ہوگی۔ اسی لیے میں نے اس سے جھوٹ کہا کہ وہ بابا فرید واسطی ہے تو میرے بہتے ہوئے خون پر ہاتھ رکھے۔ خون رک جائے گا، زخم بھر جائے گا اور ایسا نہ ہوا تو پھر وہ بابا نہیں ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "تم نے واقعی ثابت کر دیا ہے کہ اول درجے کی مکار ہو۔ ماسٹر مودوانا تمہاری اس بات سے چکرا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ بابا صاحب کا رول ادا نہ کر سکا۔ مائی ڈیئر! مجھے تم پر فخر ہے۔"

میں اس سے باتیں کرنے کے بعد دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اپنی ریڈیم ڈائل کی گھڑی دیکھی۔ چار بجکر پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے میں دن نکلنے والا تھا۔ میں نے چاندنی میں حدِ نظر تک دیکھا۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ پتہ نہیں وہ کمبخت شیر کانپالی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مجھے تلاش کر رہا ہے یا نہیں؟ کیا وہ ساری رات میرے تعاقب میں بھٹکتا رہا ہے؟"

یہ معلوم کرنے کے لیے میں نے اچانک ہی شیو کانپالی کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا اور کالس روکنے کی کوشش کرتا، میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ بس اتنی سی دیر میں معلوم ہو گیا کہ وہ ایک آرام دہ بستر پر سو رہا تھا اور کسی کمرے میں تھا۔ اس کے بعد اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔

پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر غصے سے سوچا۔ 'کمبخت' وہ کسی کمرے میں آرام دہ بستر پر رات گزار رہا اور میں یہ سمجھتا رہا کہ ہمارا تعاقب کر رہا ہے۔ ادھر وہ سوتا رہا، ادھر علی بی بی اپنی نیند پوری کرتی رہی۔ میری ہی تقدیر میں رات بھر جاگنا لکھا تھا۔ میں نے رسوتی کی خبر لی۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ اس کوٹھی کے اندر کوئی غیر معمولی بات ہو یا اس کے کمرے کے آس پاس ذرا سی بھی آہٹ ہو تو اس کی آنکھ کھل جائے۔ چونکہ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ اس لیے اطمینان ہوا کہ وہاں کوئی گڑبڑ نہیں ہے اور وہ بخیریت ہے۔

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر میں نے ریڈیو پلانٹ کے باس انجلو کے دماغ پر دستک دی۔ وہ اس وقت گہری نیند سو رہا تھا۔ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے کہا "انجلو! مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہاری نیند خراب کی۔"

وہ جلدی سے بولا "کوئی بات نہیں باس! فرمایئے کیا حکم ہے؟"

میں نے اسے مختصر طور پر بتایا کہ میں کس طرح اعلیٰ بی بی اور نیپالی کی قید سے رہا کرا کے نکل رہا تھا کہ رات کو جنگل میں بھٹک گیا۔ اس وقت ایک پہاڑی کے دامن پر اعلیٰ بی بی کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوں۔ مجھے راستے کا علم نہیں ہے۔ پتہ نہیں دن میں مجھے راستہ ملے گا یا اور بھٹک جاؤں گا۔

"جناب! آپ جہاں ہیں وہیں بیٹھے رہیں، میں ہیلی کاپٹر لے کر ابھی پہنچتا ہوں۔"

ابھی کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ابھی کہا اور ابھی پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر لے کر آنے میں وہ جتنی بھی جلدی کرتا، کم از کم آدھا گھنٹہ ضرور صرف ہوتا۔ پھر مجھے اور اعلیٰ بی بی کو تلاش کرنے میں بھی کچھ وقت صرف ہوتا۔ میں نے دیکھا۔ ابھی رات مہربان تھی۔ ابھی چاند ہماری جست کا راز دار بن سکتا تھا اس لیے میں نے بڑی محبت سے جھک کر اعلیٰ بی بی کو بیدار کر دیا۔ اس کی آنکھیں فوراً ہی کھل گئیں۔ وہ خواب زدہ آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اسے ہوش آیا کہ وہ کہاں ہے۔ وہ مسکرانے لگی "تم نے مجھے کیوں جگایا؟"

"دشمن نیند کے مزے لیں۔ مجھے یہ منظور نہیں ہے۔"

"اچھا تو میں دشمن ہو گئی؟"

"میں تمہاری بات نہیں کر رہا ہوں۔ وہ شیو کانپالی آرام سے رات بھر سوتا رہا اور میں یہ سمجھتا رہا کہ وہ ہمارا تعاقب کر رہا ہے۔ ابھی میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا تو وہ بستر پر بیٹھا۔ اب یقیناً پھر سو گیا ہوگا۔ ٹھہرو، ذرا میں اسے پھر جگا دوں۔"

یہ کہہ کر میں نے شیو کانپالی کے دماغ کو پھر ایک جھٹکا

پہنچایا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ پھر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر غصے سے مجھے یقیناً گالی دینا چاہتا تھا۔ میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔

کہیں گالی ملتی ہے کہیں پیار ملتا ہے۔ میں پیار سے ملنے آ گیا۔

اس نے بڑی پیار بھری سرگوشی میں کہا "فرہاد! میں کتنی نادان تھی۔ اتنی ساری مسرتوں سے دور بھاگ رہی تھی۔ تم بہت اچھے ہو بہت قابل ہو۔ نہ زیادہ دور جانے دیتے ہو نہ بہت قریب رکھتے ہو۔ اب بتاؤ مجھے کب اپنے سے دور کر دو گے؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں ہمیشہ ہمیشہ اسی طرح تمہاری چھاؤں میں رہوں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو بھی اسی وقت تمہاری چھاؤں میں زندگی کے دن پورے کر لوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "انسان کو جس سے محبت ملتی ہے وہ اسے اپنے سے کبھی جدا نہیں کرتا لیکن میری قسمت ہی ایسی ہے جو مجھے تن سے، من سے اور سو جتن سے چاہتا ہے، تقدیر اسے جدا کر دیتی ہے۔"

وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی "کیا کہنا چاہتے ہو کیا مجھے دور کر دو گے؟"

"میں نے کہا نا، میں نہیں تقدیر دور کرے گی۔ تم نے پوچھا نہیں کہ رات بھر کہاں رہا ہوں اور تقدیر کیا تماشے دکھاتی رہی؟"

"ایسے وقت کوئی سوال کرنے کو جی نہیں چاہتا۔" پھر میں نے بھی مناسب نہیں سمجھا کہ ابھی اسے سونیا اور بابا فرید واسطی کے متعلق بتاؤں۔

●

دور کہیں سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دن نکل آیا تھا۔ وہ میرے ساتھ ہی چٹان پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کچھ شرما رہی تھی۔ منہ سے بول نہیں سکتی تھی مگر سوچ کے ذریعے بہت سی باتیں کر رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سن کر وہ بھی چونک گئی۔ سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

میں نے انجلو سے کہا "میں ہیلی کاپٹر کی آواز سن رہا ہوں۔"

وہ اس ہیلی کاپٹر میں بیٹھا ہوا مجھے دور دور تک دیکھتا جا رہا تھا۔ اس نے کہا "ہاں مجھے ایک پہاڑی نظر آ رہی ہے۔"

"کیا تم ہیلی کاپٹر کو یہاں اتارو گے؟"

"میرا خیال ہے آپ ہیلی کاپٹر میں سوار نہ ہوں تو بہتر ہے کیونکہ یہاں سے آپ فلائنگ کلب پہنچیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ دشمنوں کو یا ماسٹر کے آدمیوں کو معلوم ہو جائے یا کوئی اتفاقاً دیکھ لے تو آپ کا پیچھا بیکار ہو جائے گا۔"

میں نے تائید کی "یہ درست ہے۔ پھر کیا کرو گے؟"

کیشو کار لیے ہوئے ہائی وے پر موجود ہے۔ آپ اس سے رابطہ قائم کریں اور اسے بتا دیں کہ آپ ہائی وے کے کس سمت ہیں اور وہ پہاڑی کون سی ہے تو کیشو اسی کے قریب ہائی وے پر کار لے کر پہنچ جائے گا۔"

پھر اس نے پائلٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "وہ دیکھو، دور ڈیرا پہاڑی کے دامن میں دو بیولے نظر آ رہے ہیں۔ یقیناً وہ فرہاد صاحب اور اعلیٰ بی بی ہو سکتی ہیں۔ اس طرف چلو۔"

ہیلی کاپٹر ایک لمبا چکر کاٹ کر گھومتا ہوا ہماری طرف آ رہا تھا۔ اس نے کہا "آپ مناسب سمجھیں تو میں یہاں ہیلی کاپٹر اتار کر اعلیٰ بی بی کو ساتھ لے جاؤں اور انہیں فلائنگ کلب تک پہنچا دوں۔ وہ اپنے آدمیوں میں پہنچ جائیں گی۔"

"یہ میرے ساتھ جائیں گی۔ تم ہیلی کاپٹر کو واپس لے جاؤ۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ ڈیرا پہاڑی کہلاتی ہے۔ اب مجھے کس سمت جانا ہے، بتا دو۔"

"میں آپ کو صاف طور سے دیکھ رہا ہوں۔ آپ جس رخ پر بیٹھے ہوئے ہیں اسی رخ پر سیدھے چلے جائیں۔ تقریباً ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد آپ ہائی وے پر پہنچ جائیں گے وہاں کیشو کار لیے آپ کا منتظر رہے گا۔"

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ میرا سہارا لے کر اٹھ گئی۔ پھر میں نے اسی رخ پر چلتے ہوئے کیشو کو مخاطب کیا اور اسے بتایا کہ میں ڈیرا پہاڑی سے سیدھا ہائی وے کی طرف آ رہا ہوں۔

ہم ادھر جانے لگے۔ میں راستے میں اعلیٰ بی بی کو پچھلی رات کے واقعات سناتا رہا۔ تمام باتیں سننے کے بعد وہ پریشان ہو کر بولی "بابا صاحب دکھ مصیبت میں ہیں اور میں ان سے دور ہوں۔"

میں نے چلتے چلتے اسے مسکرا کر دیکھا تو وہ بولی "میں تو بڑی الجھن میں پڑ گئی۔ بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا بھی ضروری ہے اور میرا دل یہ کسی طرح نہیں مانتا کہ تم سے ایک لمحے کے لیے جدا ہو جاؤں۔"

"میں نے تمہیں پا لیا ہے تو تمہاری طلب اور بڑھ گئی ہے میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

وہ خوش ہو کر رک گئی۔ میرا راستہ بھی روک دیا۔ چند لمحوں کے بعد ہم پھر آگے بڑھ گئے۔ میں نے چلتے چلتے رسوتی کی خبر لی۔ وہ پانچ بجکر تیس منٹ پر بیدار ہو گئی تھی۔ میں نے اس کی بیداری کا وہی وقت مقرر کیا تھا۔ اس وقت وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر پچھلے دن کے دھلے ہوئے کپڑے پہن چکی تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ بولی "تم کہاں رہ گئے ہو۔ میں بہت پریشان ہوں۔ رات گزر گئی، مجھے پتہ ہی نہ چلا۔ یقیناً تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے سلا دیا تھا۔"

"یہی بات ہے۔ میں تمہارے پاس ایک ڈیڑھ گھنٹے میں پہنچ رہا ہوں۔ اعلیٰ بی بی میرے ساتھ ہے۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولی "رات بھر کہاں تھے؟"

یہ پوچھتے وقت اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ جیسے میں سامنے موجود ہوں اور وہ یہ سوال کرتے ہوئے کچھ شرما رہی ہو۔ کچھ جھجک رہی ہو۔ کچھ اپنا حق سمجھ رہی ہو۔ میں نے بات بنائی "ریڈیو یاور کا باس ایجنٹو مجھے مجبور کر کے اپنے گھر لے گیا تھا اس وقت رات کے تین بج گئے تھے۔ میں نے اتنی رات کو واپس آنا مناسب نہیں سمجھا۔ کوئی دشمن میرے لیے مصیبت بن سکتا تھا۔"

وہ مطمئن ہو کر بولی "اچھا ہوا جو نہیں آئے۔ اپنی حفاظت کا پوری طرح خیال رکھو۔ میں یہاں اکیلی ڈرتی رہتی ہوں اور اپنے اندر ڈوب کر سوچتی ہوں۔ تو پتہ چلتا ہے کہ میں اپنے لیے نہیں، تمہارے لیے ڈر رہی ہوں اور انجانے میں تمہاری سلامتی کے لیے دعائیں مانگ رہی ہوں۔"

"رسونتی! تمہاری دعائیں قبول ہوتی رہتی ہیں۔ اسی لیے تو میں بخیریت ہوں اور تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کہاں گئے تھے؟"

"رسونتی کی خیریت معلوم کر رہا تھا۔"

"تم مجھ سے ناراض ہو کر چھپ گئے تھے۔ مارٹر وغیرہ کو بھی اپنا پتہ نہیں بتایا۔ آخر کہاں چھپے ہوئے ہو اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ رسونتی تمہیں دیکھ کر سہم جاتی تھی۔ تم سے کتراتی تھی پھر تمہارے ساتھ تنہا پیچھے کے لیے چلی گئی۔"

"وہ لاکھ مجھ سے کتراتے لیکن اس کے تحت الشعور میں میرے لیے اپنائیت ہے اور مجھ پر اعتماد ہے۔ اسی اعتماد کے سہارے وہ میرے ساتھ ہے۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے ہائی وے تک پہنچ گئے۔ کچھ فاصلے پر ہمیں ایک کار نظر آئی۔ میں نے پہچان لیا۔ کیشو کار کے باہر کھڑا ہوا چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے اپنی طرف مخاطب کیا۔ اس نے سر گھما کر میری طرف دیکھا پھر تیزی سے چلتا ہوا قریب آیا، میں نے کہا "یہاں سے ہم کسی سپر مارکیٹ میں جائیں گے۔ کچھ ضروری سامان خریدنا ہے۔ پھر پروفیسر لاودرزیدی کی کوٹھی جائیں گے۔"

ہم دونوں پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئے۔ کیشو نے کار [illegible] کی۔ پھر اسے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "یہ پروفیسر زیدی کون ہے؟"

"میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ ماہر نجومی، قیافہ شناس۔"

ایک گھنٹے بعد کیشو نے ایک سپر مارکیٹ کے سامنے [illegible] روک دی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "تمہارا اور رسونتی کا ایک جیسا ہے۔ جسامت بھی تقریباً ایک ہی ہے۔ تم نے [illegible] روپ بھی خوب اختیار کیا تھا۔"

وہ جھکی جھکی آنکھوں سے شرماتے ہوئے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی سوچ گہرا رہی تھی "تم بہت ہی بدمعاش ہو جب تم نے رسونتی کا روپ اختیار کیا تھا تو تم نے اس سے بڑا فائدہ اٹھایا تھا۔ مجھے بے بس کر دیا تھا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "تم کیشو کے ساتھ دکان میں جاؤ اور رسونتی کے لیے ساڑھی اور ریڈی میڈ بلاؤز وغیرہ خرید لو۔ اپنی ضرورت کا بھی کچھ سامان خرید لینا۔"

وہ چلی گئی۔ اس وقت سات بجکر بیس منٹ ہوئے تھے۔ اتنی صبح کوئی دکان نہیں کھلتی لیکن وہ دن رات کھلنے والا اسٹور تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے رسونتی کو [illegible] کہا "میں ایک دکان کے پاس رک گیا ہوں۔ تمہارے لیے ضروری ملبوسات خرید کر لا رہا ہوں۔ اطمینان رکھو، ہم آ جاؤں گا۔"

"میں کل سے یہی سن رہی ہوں کہ ابھی آ رہے ہو۔ کب تک انتظار کروں؟"

"تھوڑی دیر اور۔"

"میں نے ناشتہ تیار کیا ہے۔ جلدی آ جاؤ۔ [illegible] رات کو کچھ کھایا بھی تھا یا نہیں؟"

اس کے کہنے سے مجھے یاد آیا کہ میں پچھلی رات بھوکا ہوں۔ یہ مہم جوئی کی زندگی بھی عجیب ہے۔ آدمی بھوکا رہنے اور رات بھر بھٹکتے رہنے کا اتنا عادی ہو جاتا ہے کبھی بھی بے خوابی کا احساس نہیں ہوتا۔ کبھی بھوک کا خیال نہیں آتا۔

میں نے اس سے رخصت ہو کر سونیا کی خبر لی۔ اس وقت وہاں رات کے تین بجے تھے۔ وہ سو رہی تھی۔ میں نے [illegible] کے خوابیدہ ذہن سے معلومات حاصل کیں۔ اس وقت وہ [illegible] میں سفر کر رہی تھی اور ایک سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے پشت [illegible] لگا کر سو گئی تھی۔ اس وقت وہ روم کے اس ہسپتال میں جا [illegible] تھی جہاں بابا فرید واسطی کو علاج کے لیے لایا گیا تھا۔

میں نے بابا صاحب کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت وہ ہوش میں تھے اور خاموشی سے لیٹے ہوئے چھت کو تک رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر رہے ہیں۔ اگرچہ وہ اس وقت دماغی طور پر کمزور تھے، لیکن سالہا سال تک دماغ کی وسیع کائنات میں زندگی گزارتے آئے تھے۔ دوسروں کے دماغ سے کھیلتے اور اپنے دماغ کو خیال خوانی کی وسعت دیتے چلے آئے تھے۔ اسی وجہ سے وہ دماغی کمزوری کے باوجود مجھے محسوس کر رہے تھے لیکن یہ نہیں سمجھ رہے تھے کہ دماغ میں کون ہے۔

میں نے کہا "بابا صاحب! میں آپ کا خادم فرہاد علی تیمور ہوں۔"

میری سوچ کی لہریں ان کے کمزور دماغ میں تھوڑی دیر تک بیکراں رہیں۔ وہ تکلیف محسوس کر رہے تھے۔ ان کا سر دکھ رہا تھا۔ انہوں نے آہستگی سے آنکھیں بند کر لیں۔ میں ان کے دماغ سے نکل آیا۔ ابھی وہاں جانا، انہیں مخاطب کرنا اور ان سے باتیں کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے پیڈرو سے رابطہ قائم کر کے ان کے علاج کے متعلق معلوم کیا۔ اس نے بتایا "علاج بہت توجہ سے ہو رہا ہے۔ بلیک فورس کا سربراہ ڈاکٹروں کی نگرانی کر رہا ہے۔ وہ صبح تک ہم سے باتیں کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔"

میں دماغی طور پر اپنی کار میں حاضر ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ راستے میں یہ طے پایا تھا کہ اسے ہسپتال میں بابا صاحب کے پاس پہنچنا چاہیے۔ اس لیے وہ جائے گی مگر اتنی جلدی پیچھا چھڑانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ میں نے فیصلہ اس پر چھوڑ دیا تھا۔ وہ چاہے تو یہاں رہے، چاہے تو چلی جائے اور میں جانتا تھا کہ ابھی وہ جائے گی بھی تو دل سے نہیں جائے گی۔ آخر اس نے طے کیا کہ آج کا دن، آج کی رات میرے لیے ہوں گے۔ اس کے بعد وہ کل صبح یہاں سے بابا صاحب کی خدمت میں پہنچنے کے لیے روانہ ہو جائے گی۔

وہ شاپنگ کر کے آ گئی۔ ڈھیر سارے پیکٹ نظر آ رہے تھے۔ وہ سب ڈگی میں رکھ دیے گئے۔ پھر ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ راستے میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ کوئی تعاقب تو نہیں کر رہا ہے۔ اس خفیہ کوٹھی تک پہنچنے کے بعد مطمئن ہو گئے۔ دوست اور دشمن کسی کو بھی اس رہائش گاہ کا علم نہیں تھا۔ رسونتی گاڑی کی آواز سنتے ہی پہلے کھڑکی کے پاس آئی تھی۔ پھر مجھے کار سے اترتے دیکھ کر اس نے لپک کر دروازہ کھول دیا۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا جب اس نے اعلیٰ بی بی کو میرے ساتھ دیکھا تو ایک ذرا سی مرجھاہٹ آئی۔ حالانکہ میں اسے بتا چکا تھا کہ وہ میرے ساتھ آ رہی ہے۔

اعلیٰ بی بی نے قریب پہنچ کر مسکراتے ہوئے اس کی خیریت پوچھی۔ رسونتی جواب دینے کے بجائے گہری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ میں سوچ پڑھ سکتا تھا۔ اعلیٰ بی بی کا حلیہ اس کے دل میں شبہات پیدا کر رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی اس کی نظروں کو پہچان گئی۔ فوراً ہی سنجیدگی سے بولی "دیکھو بہن! دشمنوں نے میرا یہ حال کیا ہے۔ اگر فرہاد وقت پر نہ پہنچتے تو شاید میں اس وقت زندہ نظر نہ آتی۔ میرا یہاں تک زندہ سلامت چلے آنا شاید تمہیں ناگوار گزر رہا ہے۔"

رسونتی جلدی سے سنبھل کر بولی "نہیں تو۔ میں بھلا ناگواری کیوں محسوس کروں گی۔ تم اور تمہارے ساتھی ان کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ ان کے لیے دن رات مصروف رہتے ہیں۔ مجھے تو خوشی ہے کہ یہ بھی تمہارے کام آئے ہیں۔ باہر کیوں کھڑی ہو اندر آ جاؤ۔"

وہ دروازے سے ایک طرف ہٹ گئی۔ ہم اندر آ گئے۔ کیشو کار سے تمام سامان اٹھا کر لے آیا۔ میں نے کہا "رسونتی! اس میں تمہارے لیے کچھ ملبوسات ہیں، انہیں پہن لو۔"

"بعد میں دیکھ لوں گی۔ ناشتہ تیار ہے۔ ڈائننگ ٹیبل پر چلو۔"

یہ کہتے ہوئے وہ کچن کی طرف جانے لگی۔ میں نے اور اعلیٰ بی بی نے ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھا۔ ہم پہلے غسل کرنا چاہتے تھے لیکن ہم چپ چاپ ڈائننگ روم میں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہم تینوں ناشتہ کر رہے تھے۔ کیشو وہاں سے جا چکا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "تمہارا دن کے وقت یہاں سے نکلنا ممکن نہیں ہے۔ آج کا دن، آج کی رات یہاں گزارو۔ کل صبح ہوتے ہی تمہیں ایئر پورٹ پہنچا دیا جائے گا۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ تمہارے لیے کس فلائٹ میں سیٹ ریزرو ہو سکتی ہے۔"

پھر میں نے اعلیٰ بی بی کے ایک چور کو مخاطب کیا اور اس سے کہا "اعلیٰ بی بی کے لیے کسی فلائیٹ میں سیٹ ریزرو کراؤ۔ کل صبح کی کوئی فلائیٹ ہو تو بہتر ہے۔"

"جناب! ان کے ساتھ کتنے لوگ جائیں گے؟"

میں نے یہی سوال اعلیٰ بی بی سے کیا۔ اس نے جواب دیا۔ "اصولاً تو سبھی کو میرے ساتھ جانا چاہیے۔ بابا صاحب کی خدمت میں ہم سب کا حاضر ہونا ضروری ہے۔ ایسے وقت

وہ کچھ ضروری ہدایات دے سکتے ہیں۔"

"پھر تو تمہارے لیے ہمارا مخصوص طیارہ 'سونیا' مناسب رہے گا۔ تم اپنی پوری ٹیم کے ساتھ سفر کر سکتی ہو۔"

وہ سوچنے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"اگر میرے تمام ساتھی میرے ساتھ چلے جائیں گے تو تمہارے آس پاس کون رہے گا۔ تم نے سپر ماسٹر کے متعلق جو کچھ بتایا ہے اس کے بعد ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ریڈ پاور والے بھی کسی موقع پر دھوکا دے سکتے ہیں۔"

"اچھا ٹھہرو، میں اس موضوع پر ابھی گفتگو کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے اسی چور سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اس سے کہا کہ وہ طیارے 'سونیا' کو یہاں سے پیرس تک چارٹر کرائے اور اس سلسلے میں ضروری اجازت نامے حاصل کرے۔ اسے یہ ہدایات دینے کے بعد میں دوبارہ طور پر حاضر ہو گیا۔ پھر میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "بیشک سپر ماسٹر اور ریڈ پاور والوں پر پوری طرح اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ ان سے ہم دشمنی بھی نہیں کریں گے لیکن دوستی اسی حد تک کریں گے کہ وہ ہمیں نقصان نہ پہنچائیں اور کبھی کسی ضرورت کے وقت ہمارے کام آ جائیں۔ ہم بھی اس شرط پر ان کے کام آئیں گے کہ ہمارے ملک، ہماری قوم، ہماری انا اور ہماری غیرت کو کسی طرح ٹھیس نہ پہنچے۔"

"میں وہاں پہنچتے ہی بابا صاحب سے اس سلسلے میں بات کروں گی۔ فی الحال تمہارے پاس میرے کچھ آدمی ضرور رہیں گے۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔ سبھی کو ساتھ لے جاؤ۔ میں یہاں بالکل محفوظ ہوں اور کوشش کروں گا کہ رسونتی کے ساتھ اس کوٹھی سے باہر نہ نکلوں۔"

"یہ ماننے والی بات نہیں ہے۔ تم تلون مزاج ہو، ایک جگہ رہ نہیں سکتے۔ بہرحال میں اس بارے میں غور کرتی ہوں۔ میرے ماتحتوں میں کم از کم دو چار نام ایسے ضرور ہیں جو تمہارے آس پاس رہیں اور تمہارے دس دشمنوں پر تنہا بھاری پڑیں۔"

ان باتوں کے دوران میں نے اچانک ہی رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ خود کو تنہا محسوس کر رہی تھی۔ ہم دونوں باتیں کر رہے تھے اور وہ سمجھ رہی تھی کہ ہم اسے نظر انداز کر رہے ہیں۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "رسونتی! تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

وہ چونک کر بولی۔ "میں بھلا کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"تمہیں میرے ساتھ رہنا ہے۔ جو اچھے برے حالات مجھے پیش آئیں گے ان میں تم بھی شریک ہو گی۔ اس لیے تمہارا صحیح مشورہ دے سکتی ہو۔ مجھے آتنی بڑی دنیا میں تم سے زیادہ عزیز کوئی نہیں ہے۔ میں تمہارے مشورے کو زیادہ اہمیت دیتا رہا ہوں اور آئندہ بھی دوں گا۔"

وہ اندر سے بہت خوش ہوئی مگر اوپر سے گہری سنجیدگی طاری رکھنے کی کوشش کرتی رہی۔ اس نے کن انکھیوں سے اعلیٰ بی بی کو دیکھا، پھر کہا۔ "یہ تمہاری حفاظت کرتی ہیں، اپنے آدمیوں کے ساتھ تمہارے کام آتی ہیں۔ جب میں یہ سوچتی ہوں تو اپنے آپ کو بہت حقیر سمجھتی ہوں کہ میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتی۔"

"ایسی بات نہ کہو۔ تم کیا ہو، کتنی اہم ہو، ان باتوں کو بھلا چکی ہو۔ اگر یاد ہوتا تو میرے کہنے کا یقین کرتیں۔ میری طرح تم بھی ٹیلی پیتھی میں اتنی مہارت رکھتی ہو کہ دشمن تمہارے نام سے تھرتھراتے ہیں۔ تمہاری اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ تم میری وہ محبت ہو جو شادی کے بندھن میں بندھی ہوئی ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ تم میرے بیٹے پارس کی ماں ہو۔"

یہ سنتے ہی وہ فوراً وہاں سے اٹھ کر جانے لگی۔ میں نے کہا۔ "اسی لیے تو میں ایسی باتیں نہیں کرتا، تم شرما کر یا شاید ناراض ہو کر چلی جاتی ہو۔"

میں نے ناراض ہونے کی بات کہی تو وہ جاتے جاتے رک گئی۔ اس نے ذرا سر گھما کر گھونگھٹ کی اوٹ سے مجھے دیکھا، سر جھکایا، پھر وہاں سے چلی گئی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "میں شرمائی ضرور ہوں مگر اب مجھے تم سے ڈر نہیں لگتا۔"

وہ چلی گئی۔ پیٹ بھر کر ناشتہ کرنے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی سے سوچ کے ذریعے کہا۔ "اب میں سونے جا رہا ہوں، شاید آج رات بھی جاگنا پڑے۔"

میں وہاں سے بچن میں آیا۔ پھر رسونتی سے بولا۔ "میں اپنے بیڈ روم میں سونے کے لیے جا رہا ہوں۔ میری عادت ہے سونے سے پہلے کھڑکی دروازے اندر سے بند کر لیتا ہوں۔ اگر اس کمرے میں کوئی کام ہو تو میں دروازہ نہ کھولوں۔"

وہ چند لمحوں تک چپ رہی۔ پھر آہستگی سے بولی۔ "احتیاط ضروری ہے، جانے کس وقت کیا ہو جائے۔ دروازے کو اندر سے بند ہی رکھو۔"

میں اپنے کمرے میں آیا۔ رات بھر کا جاگا ہوا تھا۔ اور میرا دماغ بوجھل ہو رہا تھا اس لیے پہلے میں نے غسل کیا۔ پھر بستر پر لیٹا تو اپنے آپ کو بالکل ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ جی چاہتا تھا فوراً آنکھیں بند کر کے سو جاؤں لیکن ایک بار سونیا اور صاحب کی خیریت معلوم کرنا لازمی تھا۔ میں نے معلوم کیا

بابا صاحب کے پاس پہنچ گئی تھی اور انہی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بابا صاحب سے پوچھ رہی تھی۔ "ان لوگوں نے اندر ہی اندر سرنگ کھود لی۔ جب وہ ایسا کرتے ہوئے کاج کی تہہ میں پہنچے ہوں گے تو کیا آپ کو اس وقت پتہ نہ چلا؟"

بابا صاحب نے نقاہت سے کہا۔ "سرنگ کھود کر کاج تک پہنچنے کا کام ایک دو دن کا نہیں ہے۔ پتہ نہیں وہ کتنے مہینوں سے اور کتنے برسوں سے یہ کام کرتے چلے آ رہے تھے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ میں کبھی کبھی دو چار دن کے لیے اس کاج سے چلا جاتا ہوں۔ ایسے ہی وقت وہ میرے کاج کے تہہ خانے تک سرنگ کھودتے ہوئے پہنچ گئے تھے۔ میں جہاں راتوں میں بیٹھا کرتا تھا وہاں سے وہ میرے کاج میں چلے آتے تھے۔ آخری بار جب میں اپنے کاج میں داخل ہوا تو انہوں نے مجھے بے بس کر دیا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھتا، اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر کرتا، انہوں نے ایک انجکشن لگا دیا، جس کے بعد میں ہوش میں نہ رہ سکا۔"

"اس اٹلی کے ماسٹر موروانا نانے آپ کا روپ بڑی کامیابی سے اختیار کیا تھا۔ میں آخری وقت تک یہی سمجھتی رہی کہ وہ آپ ہیں۔ آپ مجھے اتنا بتا دیں کہ میری اور آپ کی آخری ملاقات کب ہوئی تھی؟ یہ کیا اس وقت جب آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں دو دن تک آپ کے پاس نہ آؤں۔ آپ مراقبے میں رہیں گے۔"

"یہ میں نے نہیں، اسی ہمزاد نے کہا ہو گا۔ میں نے آخری بار جو تمہیں اطلاع دی وہ یہ کہ مرجانہ کی والدہ سائرہ بانو کی طبیعت بہت خراب ہے۔ اسے وہاں پہنچا دیا جائے۔"

خیال خوانی کے دوران میری سوچ کی لہریں کمزور پڑنے لگیں۔ میں بار بار وہاں سے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہونے لگا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اونگھنے لگا تھا۔ نیند کا غلبہ تھا۔ میں سونیا کے پاس سے واپس آ گیا۔ پھر میں نے آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایات دیں اور گہری نیند میں ڈوب گیا۔

چھ گھنٹے تک سونے کا ارادہ تھا۔ میری آنکھ دس بجکر بیالیس منٹ پر لگی تھی۔ میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ پانچ بجے تک آنکھ کھل جائے لیکن ساڑھے تین بجے، ہی نیند نے پر زور دستک سنائی دی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے فوراً ہی رسونتی کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ معلوم ہوا وہی دروازے پر کھڑی مجھے نیند سے جگا رہی تھی۔

میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ وہ سامنے ہی دونوں ہاتھ سر جھکائے یوں کھڑی ہوئی تھی جیسے بھگوان کے درشن ہونے والے ہوں اور وہ پوجا کے لیے تیار ہو۔ میں نے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا، پھر ایک طرف ہٹ کر بولی۔ "بہت دیر سے سو رہے ہو، میں دوپہر کا کھانا تیار کر کے انتظار کر رہی ہوں۔ برداشت نہ ہوا تو میں نے آ کر جگا دیا۔"

"یہ تو میں سمجھ گیا لیکن ہاتھ جوڑ کر کھڑے رہنے کا مطلب تو یہی ہوا کہ مجھے اپنے شوہر کی حیثیت سے پہچاننے لگی ہو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "کاش میں اتنا ہی جان لیتی کہ وہ کون سا جذبہ ہے۔ کون سی بھولی بسری بات ہے جو مجھے انجانے میں تمہاری طرف کھینچ کرلے آتی ہے اور میں تمہارے سامنے یوں ہاتھ جوڑ کر کھڑے رہنے پر مجبور ہو جاتی ہوں جیسے اپنے بھگوان کے سامنے پہنچ رہی ہوں۔ پتہ نہیں، میں کب تک اپنے مقدر کی تاریکی میں بھٹکتی رہوں گی۔"

میں نے نرمی اور محبت سے کہا۔ "پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ انشاء اللہ جلد ہی تمہاری یادداشت واپس آ جائے گی۔ تم اعلیٰ بی بی سے کہو کہ ڈائننگ روم میں آ جائے۔ میں منہ ہاتھ دھو کر آ رہا ہوں۔"

"وہ بھی اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہی ہے۔ تم کہتے ہو تو اسے بھی جگا دیتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں منہ ہاتھ دھونے کے لیے باتھ روم میں آ گیا۔ اچانک مجھے جاوید کا خیال آیا۔ وہ شاید آج ہی برما پہنچنے والا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ واقعی وہ رنگون کے ایک ہوٹل میں موجود تھا، اور میرا ہی انتظار کر رہا تھا۔ اسے اس بات کی پریشانی تھی کہ میں یا میرا کوئی آدمی اسے ایئر پورٹ لینے نہیں آیا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ خوش ہو گیا۔ "جاوید! مجھے افسوس ہے، میں اتنا مصروف رہا ہوں کہ تمہیں لینے کے لیے ایئر پورٹ نہ آ سکا۔ تم اس ہوٹل کا نام پتہ بتاؤ۔ میرے آدمی تمہارے لیے کسی مناسب جگہ رہائش کا انتظام کر دیں گے۔ اس کے بعد میں پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

اس نے ہوٹل کا نام پتہ بتایا۔ میں نے اس سلسلے میں رنگون کے ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "جناب! آپ کل سے کہاں غائب ہیں۔ ہم بے حد پریشان ہیں۔ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو سپر ماسٹر ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"میں سپر ماسٹر کو سمجھا دوں گا۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

"پھر بھی جناب! ہمیں کچھ تو خدمت کا موقع دیجیے۔"

"اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔ میری آبجانی ممی کی جائداد کا کیا ہوا؟"

"کل تک وہ تمام جائداد آپ کے نام ٹرانسفر ہو جائیگی۔"

"اس سلسلے میں میرا بھائی یہاں آیا ہوا ہے۔ میں پتہ بتاتا ہوں۔ آپ اسے رسیو کریں اور ممی کی کوٹھی میں اس کی رہائش کا انتظام کر دیں — کل جو جائداد ٹرانسفر ہوگی، اس کا مختار نامہ آپ میرے اس بھائی جاوید کے نام کرا دیں۔ کوشش کریں کہ جس کی تکمیل کے بعد آپ کی تسلی ہو سکتی ہے کہ آپ نے میرے لیے بہت کچھ کیا ہے۔"

"میں ابھی آپ کے بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔ آپ صرف اتنا بتا دیں کہ آپ سے کسی وقت ملاقات ہو سکتی ہے یا نہیں؟"

"یہ ملاقات ہی تو ہو رہی ہے۔"

اس نے جھینپ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں روبرو ملنے کی بات کر رہا ہوں۔ اگر مجھے یہ شرف حاصل ہو جائے تو بڑی مہربانی ہوگی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "صاف کیوں نہیں کہتے کہ مجھے میری خفیہ پناہ گاہ سے نکالنا چاہتے ہو۔"

"میں کان پکڑ کر کہتا ہوں۔ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں تو محض سپر ماسٹر کی نظروں میں ایک اونچا مقام حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اسے بتانا چاہتا ہوں کہ آپ پیچھے کے باوجود بھی مجھ سے ملاقات کر لیتے ہیں۔"

"میں تمہاری یہ خواہش پوری کر دوں گا۔ جس دن میری جائداد میرے نام ٹرانسفر کرنے کے بعد جاوید کو اس کا مختار مقرر کرو گے اس دن میں ایک شاندار پارٹی دوں گا اسی پارٹی میں تم سے ملاقات کر لوں گا۔"

میں نے اس سے رخصت ہو کر جاوید کو اطلاع دی کہ رنگون کا ماسٹر اس کے پاس پہنچنے والا ہے۔ اس کے متعلق تفصیلات بتانے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی کے چور سے رابطہ قائم کیا۔ وہاں سے معلومات حاصل کیں۔ پتہ چلا کہ اعلیٰ بی بی کی روانگی کے انتظامات ہو چکے ہیں۔ کل صبح ہمارا خاص طیارہ 'سونیا' یہاں سے اعلیٰ بی بی اور اس کے ساتھیوں کو لے کر پرواز کرے گا۔

تھوڑی دیر بعد ہم تینوں ڈائننگ ٹیبل کے اطراف بیٹھ کر لنچ کرنے لگے تو میں نے اعلیٰ بی بی کو بتایا۔ "تو کل دس بجے پیرس کے لیے روانہ ہو جاؤ گی۔ تمہارے ایک ماتحت نے تمام انتظامات مکمل کر لیے ہیں۔"

یہ بات بتا کر میں نے رسونتی کی طرف دیکھا۔ وہ بہت مطمئن نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانکا۔ اسے ایسی خوشی حاصل ہو رہی تھی جیسے ایک عورت کو اپنے مرد کے آس پاس دوسری عورتوں کا کانٹا صاف کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "میں نے بہت غور کیا ہے۔ میرے تمام ماتحتوں میں صرف ایک لڑکی ایسی ہے جو تمہارے وفاداروں پر بھاری پڑ سکتی ہے۔ میں اسے تمہاری حفاظت کے لیے بلانا چاہتی ہوں۔"

رسونتی نے کھاتے کھاتے رک کر اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا ضروری ہے کہ ان کی حفاظت کے لیے کوئی لڑکی ہو۔ کوئی مرد باڈی گارڈ نہیں ہو سکتا؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "میں فرہاد کے دشمنوں کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد یہ فیصلہ کر رہی ہوں۔ کیا تم منجالی کو یاد کر سکتی ہو؟"

منجالی کا نام سن کر وہ سوچنے لگی۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ ایسی کوئی اندیشے کی بات نہیں تھی۔ اس کے دماغ میں اب منجالی کا زہریلا اثر انداز نہیں ہو رہا تھا۔ ڈاکٹروں نے بہت اچھی طرح دوائیں دی تھیں۔ بڑی آپریشن سے علاج کیا تھا۔ ایک ہی بار کے علاج سے اس کا زہریلا اثر نابود ہو گیا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "تمہیں یاد نہیں آئے گا۔ وہ بہت اچھی خدمت گزار اور بہت ہی وفادار ملازمہ کی حیثیت سے پہلے بھی تمہارے پاس رہ چکی ہے۔"

پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد! میری ٹیم کے بھی افراد منجالی کی عزت بھی کرتے ہیں اور اس سے خوفزدہ بھی رہتے ہیں۔ خوفزدہ رہنے کی وجہ محض یہ ہے کہ کبھی بھولے سے اگر جھوٹا پانی یا جھوٹا کھانا کسی کے زبان تک پہنچ جائے یا وہ غصے میں آ کر کسی پر مہربان ہو جائے تو اس کی مہربانی اور محبت بڑی مہنگی پڑتی ہے۔"

رسونتی نے ذرا مطمئن ہو کر پوچھا۔ "کیا وہ زہریلی ہے؟"

"ہاں! اس کو وش کنیا یا زہریلی دوشیزہ کہا جاتا ہے۔ کی پرورش دودھ کے بجائے زہر کے ذریعے ہوتی ہے۔"

رسونتی نے پھر اپنے اطمینان کے لیے پوچھا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مرد اس لڑکی کو اپنی بیوی نہیں بنا سکتا؟"

"اسی لیے تو کہتی ہوں کہ کبھی اس سے خوفزدہ نہیں ہیں لیکن وہ اتنی اچھی ہے کہ سب اس کی عزت بھی کرتے ہیں۔ اس کا بچپن المریقہ کے گھنے جنگلوں میں گزرا ہے اس لیے وہ جنگل کے جانوروں جیسی خاصیت رکھتی ہے۔ دور سے آنے والے ہلکے سے ہلکے قدموں کی چاپ بھی سن لیتی ہے۔ کوئی غیر معمولی بات ہو تو اس کی چھٹی حس اسے چوکنا کر دیتی ہے۔"

رسونتی نے کہا۔ "پھر تو یہ لڑکی بہت اچھی رہے گی۔ میں اسے اپنے ساتھ رکھوں گی۔ میرا مطلب ہے وہ فرہاد کے ساتھ رہے گی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "میرے کسی ساتھی سے رابطہ قائم کرو اور اس سے کہو کہ وہ منجالی کو یہاں پہنچنے کا حکم دے۔"

"کس الفاظ سے کہنے کی کیا ضرورت ہے، منجالی جیسی لڑکیاں بھلائی نہیں جاتیں۔ میں نے اس کے سب دلچسپے کو ابھی تک یاد رکھا ہے۔ میں ابھی اس سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "رسونتی! تم یہاں بیٹھو، میں کافی لاتی ہوں۔"

رسونتی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم میرے ہاں آئی ہو، میری مہمان ہو۔ کل چلی جاؤ گی۔ میں کافی بناتی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے اسے جبراً کرسی پر بٹھا دیا۔ پھر کچن کی طرف چلی گئی۔ میں نے رسونتی سے کہا۔ "تھوڑی دیر خاموش رہو گی تو میں منجالی سے رابطہ قائم کرتا ہے۔"

رسونتی نے سر کو جھکا لیا۔ وہ تنہائی میں میری باتوں کا ہمیشہ کی طرح سے تابع تھی۔ اپنی اداؤں سے ظاہر کر دیتی تھی کہ اس کا جواب کیا ہے۔ میں اپنی سوچ کی لہروں کو منجالی کے دماغ تک لے گیا۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ منجالی کا زہریلا دماغ بہت ہی حساس ہے۔ دماغ میں کوئی غیر معمولی بات ہو تو وہ فوراً محسوس کر لیتی ہے۔ وہ یوگا کی ماہر نہیں تھی لیکن کوچ کی لہروں کو سمجھ لیتی تھی۔ اس وقت وہ ٹرانسمیٹر پر کسی سے گفتگو بھی کر رہی تھی اور اپنے دماغ میں کوئی غیر معمولی بات بھی محسوس کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "فکر نہ کرو، میں فرہاد علی تمہارے ہوں۔ تم اپنی بات مکمل کر لو۔"

میرا نام سنتے ہی اس نے ٹرانسمیٹر پر اوور اینڈ آل کہا۔ پھر خوش ہو کر بولی۔ "آپ جناب! آپ میرے پاس آ رہے ہیں؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ چھت کی طرف سر اٹھا کر یوں دیکھنے لگی جیسے بہت بلندی پر مجھے تصور میں دیکھ رہی ہو، اور پرواز کرتی ہوئی اس بلندی تک آنا چاہتی ہو۔ میں نے پوچھا۔ "ٹرانسمیٹر پر کس سے گفتگو ہو رہی تھی؟"

جناب! وہاں ہیڈ کوارٹر سے یعنی انسٹی ٹیوٹ آف دی ورلڈ فل جسٹریشن کے ایک نمائندے نے اطلاع دی ہے ہمارے بابا فرید واسطی صاحب کے خلاف دشمنوں نے سازش کی ہے۔ انہیں اغوا کیا تھا۔ ماداما کے ساتھ بھی کچھ زیادتیاں ہوئی تھیں لیکن اب وہ دونوں بخیریت ہیں۔ شاید مادام سونیا آج شام تک بابا صاحب کو انسٹی ٹیوٹ میں واپس لے آئیں گی۔ ہم لوگوں کو اطلاع دی جا رہی ہے کہ تمام مصروفیات چھوڑ کر بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ بابا صاحب کی طرف سے ضروری ہدایات دی جائیں گی۔"

"میں جانتا ہوں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ میں نے اعلیٰ بی بی اور ان کے تمام ساتھیوں کو یہاں برما سے روانہ کرنے کے انتظامات کر لیے ہیں۔ انشاء اللہ وہ کل شام تک پیرس پہنچ جائیں گے۔"

"ہمیں آپ کے متعلق اطلاع ملتی رہتی ہے۔ وہاں برما میں دشمن آپ کی جان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے اڑ کر آپ کے پاس آ جاؤں۔ میں مادام سونیا سے بہت محبت کرتی ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں بھی مادام کی طرح آپ کی خدمت کروں اور وقت پڑنے پر دشمنوں کے لیے عذاب جان بن جاؤں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "جو تمنا دل کی گہرائیوں سے کی جائے وہ دعا بن کر عرش تک جاتی ہے اور قبول ہو جاتی ہے۔ سو تمہاری دعا قبول ہو گئی ہے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ہے کہ میں یہاں تنہا نہ رہنے پاؤں۔ تم میری حفاظت کے لیے یہاں آ جاؤ گی۔ بولو کب وہاں سے روانہ ہو رہی ہو؟"

"جناب! آپ کب کی بات کر رہے ہیں؟ میں ابھی روانہ ہو رہی ہوں۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں کہ مجھے کون سی فلائٹ میں سیٹ مل سکتی ہے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر جاوید کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ رنگون کے ماسٹر کے ساتھ ایک کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "مجھے تمہارے پاس پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ میں بہت مصروف تھا۔ بہرحال میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیا ہے۔ یہ رنگون کا ماسٹر ہے اور میری ہی ہدایت کے مطابق تمہیں آبجانی ممی کی کوٹھی میں لیجا رہا ہے وہ تمہاری مستقل رہائش گاہ ہے۔ جلد ہی تمہیں میری تمام جائداد کا نگران بنا دیا جائے گا۔"

اس سے تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اسی وقت اعلیٰ بی بی کافی لے کر آگئی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ منجالی سے رابطہ قائم ہوا تھا۔ وہ یہاں آنے کی کوشش کر رہی ہے۔ بابا صاحب کے جتنے طلبہ و طالبات اور جتنے عقیدت مند دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں انہیں اطلاع دے دی گئی ہے کہ وہ انسٹی ٹیوٹ آف دی ونڈر فل جنریشن میں حاضر ہو جائیں۔ بابا صاحب کچھ ضروری ہدایات دینے والے ہیں۔

کافی پینے کے بعد میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "اب میں اپنے دونوں دشمنوں اسٹونی راک اور شیوکا نیبالی سے نمٹنے جا رہا ہوں۔"

رسونتی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر اٹھتے ہوئے بولی "آخر دشمنوں کو منہ لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں خطرات کو دعوت دیتے ہو۔ کیوں اس خفیہ جگہ سے نکل کر دشمنوں پر ظاہر ہونا چاہتے ہو؟"

میں نے مسکرا کہا "میں باہر نہیں جاؤں گا، خیال خوانی کے ذریعے ان سے نمٹنا چاہتا ہوں۔"

وہ مطمئن ہو کر میز پر سے کھانے کے برتن سمیٹنے لگی۔ میں نے ڈرائنگ روم کی طرف جاتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "یہاں آکر تو میں بُری طرح پھنس گئی۔ تم سے میں دو باتیں بھی نہیں کر سکتی۔ جی چاہتا ہے اپنے دل کی باتیں خوب سناؤں لیکن رسونتی شیرنی کی طرح گھورتی رہتی ہے۔"

اسی وقت میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ سے رسونتی کی آواز سنی۔ وہ اسے گھور کر دیکھ رہی تھی اور پوچھ رہی تھی۔ "تم بیٹھے ہی بیٹھے کہاں کھو گئی ہو؟"

اعلیٰ بی بی نے چونک کر کہا "کہیں نہیں۔ میں کل یہاں سے روانہ ہونے کے متعلق سوچ رہی ہوں۔ مجھے بابا صاحب کی فکر ہے۔ بیچارے بہت زیادہ بیمار ہیں۔"

"اتنے زیادہ بیمار ہیں تو تم نے آج کسی فلائیٹ سے اپنی سیٹ ریزرو کیوں نہیں کرائی؟"

"یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ میرے ساتھ بہت سے ساتھی بھی جا رہے ہیں۔ ان کے لیے ہمارا مخصوص طیارہ ضروری تھا اور یہ طیارہ کل سے پہلے پرواز نہیں کر سکے گا۔"

اعلیٰ بی بی رسونتی کے سامنے باتیں بناتی رہی اور میں اس کے دل میں جھانکتا رہا۔ وہ اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی۔ کڑھنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ رسونتی کو اپنے راستے کا کانٹا سمجھ رہی تھی کانٹا تو وہ تھی لیکن میری شریکِ حیات تھی میرے بچے کی ماں تھی۔ اس لیے اس کا ایک مقام تھا، ایک مرتبہ تھا اس سے کڑھنے کے باوجود اس سے بیزاری ظاہر نہیں کی جا سکتی تھی۔ بہرحال اس کا احترام لازمی تھا۔

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "رسونتی کے ساتھ لگی رہو، اسے شبہ نہ ہونے دو۔"

اسے تسلیاں دے کر میں اس ڈاکٹر کے پاس پہنچا جو اسٹونی راک کا علاج کر رہا تھا۔ وہ ڈاکٹر اور اس کے ماتحت دو افراد یہودی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ سب شیوکا نیبالی سے خوفزدہ رہتے تھے۔ اس کا حکم تھا کہ اسٹونی راک کے سامنے کوئی اپنی زبان نہ کھولے۔ سب گونگے بنے رہیں ورنہ فوراً ہی ان کے دماغ میں پہنچ جائے گا۔ اگر ایک کے دماغ میں بھی پہنچا تو شیوکا نیبالی سکا خاتمہ کر دے گا۔

اپنی جان کسے عزیز نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر اور اس کے ماتحت جب بھی اسٹونی راک کے سامنے علاج کے لیے جاتے تھے تو منہ پر ٹیپ چپکا دیتے تھے تاکہ کسی بھی موقع پر بے اختیار بول پڑیں۔

اس وقت میں نے ڈاکٹر کی سوچ سے معلوم کیا کہ اسٹونی راک کے بائیں پاؤں کے گھٹنے کے نیچے ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ اس لیے وہاں پلاسٹر کیا گیا ہے۔ باقی جسم کی مالش کی جا رہی ہے۔ اس مالش کے ذریعے اس کی ہڈیوں کا درد دور ہو جائے گا۔ اسٹونی راک پہاڑ جیسے جسم کا مالک تھا۔ دو پہلوان جیسے کسلے نوجوانوں نے اس کے جسم کی مالش کی تھی۔ اب اس کے لیے وہ ڈاکٹر ایک انجکشن تیار کر رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ پچھلی رات ایسا ہی ایک انجکشن لگایا گیا تھا جس کے بعد اسٹونی راک کے بدن کی تکلیف دور ہو گئی تھی اور وہ نارمل طور پر نارمل رہا تھا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ اسٹونی راک دماغی طور پر نارمل رہے۔ کم از کم ذہنی اذیتوں میں مبتلا رہے تاکہ یوگا کے ذریعے میری سوچ کی لہروں کو نہ روک سکے۔ میں نے ڈاکٹر کی اپنی سوچ کے ذریعے معلومات حاصل کیں۔ "ایسا کونسا انجکشن لگایا جا سکتا ہے یا دوا کھلائی جا سکتی ہے جس کے ذریعے اس کا ذہن قدرے کمزور پڑ جائے؟"

جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے ڈاکٹر کے دماغ پر اپنی طرح قابض ہو کر اس انجکشن میں اس دوا کو حل کرا دیا جو اس کے دماغ کو میں نے آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بُری طرح گھبرانے لگا۔ اس نے کہا "ڈاکٹر! تم جان چکے ہو کہ میں تمہارے دماغ پر قابض ہو چکا ہوں۔ اس راز کو راز رکھنا چاہتے ہو تو جیسا میں کہہ رہا ہوں ویسا ہی کرو۔ یہ انجکشن اسٹونی راک کے جسم میں پیوست کر دو، جاؤ۔"

اس نے سرنج کو ایک ٹرے میں رکھا۔ اس ٹرے میں اسٹونی راک کے لیے دوسری دوائیں بھی تھیں۔ پھر اس نے ایک نرس کو طلب کرتے ہوئے کہا "اسے لے جاؤ۔ پہلے دوا کھلانا، اس کے بعد انجکشن لگا دینا۔"

نرس نے خوفزدہ ہو کر کہا "وہاں شیوکا نیبالی موجود ہے، مجھے اس شیطان کے سامنے جانے سے ڈر لگتا ہے۔"

ڈاکٹر نے نرس کے منہ پر ایک ٹیپ چپکاتے ہوئے کہا "جب تم خاموش رہو گی، کچھ نہیں بولو گی تو تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

وہ جانے لگی، میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ جب وہ اسٹونی راک کے کمرے میں پہنچی تو میں نے اس کے ذریعے شیوکا نیبالی کو دیکھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا اسٹونی راک سے باتیں کر رہا تھا۔ نرس اپنی ڈیوٹی انجام دینے لگی۔ اسٹونی راک اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ نرس کے ہاتھ سے کیپسول لے کر کھا رہا تھا پھر نرس نے اس کے بازو میں وہ انجکشن لگا دیا۔ شیوکا نیبالی نے کہا "اسٹونی! مجھے امید ہے کہ کل تک اچھی طرح چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ تمہاری بائیں ٹانگ ایک ہفتے کے اندر پلاسٹر سے آزاد ہو جائے گی۔"

اسٹونی راک نے کراہتے ہوئے کہا "ذرا میں دونوں ٹانگوں پر کھڑا ہو جاؤں تو اس چھوکری کو دیکھ لوں گا۔"

"تم چٹان کی طرح مضبوط اور دلیر ہو کر کراہ رہے ہو۔ کیا بات ہے؟"

"پتہ نہیں، یہ انجکشن لگانے سے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی نوک میرے دماغ میں آکر چبھی ہو۔"

"بعض دوائیں ایسی ہوتی ہیں جو زہر کی طرح کڑوی ہوتی ہیں اور فوراً ہی دماغ کو لگتی ہیں لیکن ان کا نتیجہ بہرحال اچھا نکلتا ہے۔ ڈاکٹر تمہیں اچھی دوائیں دے رہا ہے۔ یہ ابھی تمہیں کی چھوکری کہہ کیا کہہ رہا ہے؟" شیوکا نیبالی نے پوچھا۔

"وہی جو دریا کے کنارے ایک کاٹیج میں رہتی ہے۔ وہ کیا نام ہے اس کا؟ ہاں یاد آیا یومی۔"

شیوکا نیبالی کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ اس نے بڑبڑا کر کہا "اس چھوکری نے کیا کیا ہے؟"

"اسی نے مجھ پر جال پھینکا تھا اور میں بے بس ہو گیا تھا۔"

شیوکا نیبالی نے اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "یہ کیا نئی بات۔ میں اتنی دیر سے سوچ رہا تھا کہ کس کے ذریعے فرہاد کو گھیرا جا سکتا ہے۔ اب میں۔۔۔"

اس کی بات پوری نہ ہو سکی کیونکہ نرس دوا کی ٹرے اٹھا کر کمرے سے باہر آگئی تھی۔ میں اسی کے ذریعے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اسٹونی راک کے ذریعہ سننا ضروری نہیں تھا۔ اس کے ارادے سمجھ میں آگئے تھے۔ میں ڈاکٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے دماغ سے معلوم کیا کہ دوسرا انجکشن کب لگایا جائے گا۔

اس کی سوچ نے کہا "اب انجکشن نہیں لگے گا، دوائیں دی جائیں گی۔"

"کسی دوا میں وہی دوا ملا کر دو جس کے ذریعے اس کا دماغ کمزور ہوتا جائے۔"

"جناب! میں یہی کروں گا، آپ اطمینان رکھیں۔"

"ابھی تو مجھے اطمینان ہے لیکن اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو میں تمہارے دماغ کو کریدکر معلوم کر لوں گا۔ اس کے بعد اپنا انجام خود سوچ لو۔"

اسے دھمکی دے کر میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ میں تصور میں رونما کو دیکھنے لگا۔ وہ رونما تھی یا یومی، دونوں میں سے جو بھی تھی اس وقت میری نظروں میں مجسم ہو رہی تھی۔ یقیناً وہ یومی ہی تھی کیونکہ بہت کمسن نظر آ رہی تھی۔ رونما کو مجھ سے بچھڑے ہوئے برسوں گزر گئے تھے۔ میں اسے تصور میں لاتا تھا تو یومی اس تصور پر حاوی ہو جاتی تھی۔

میں یومی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ روڈ کی مارشل آرٹ کلب میں موجود تھی۔ وہاں مارشل آرٹ سیکھنے والے بہت سے جوان لڑکے لڑکیاں موجود تھے۔ ریڈ پاور کا باس ایک اسٹیج پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ مارشل آرٹ کا بلیک بیلٹ ماسٹر بھی موجود تھا۔ یومی بھی وہاں بیٹھی تھی۔ انجلو تقریر کرنے کے انداز میں کہہ رہا تھا "تم سب ماسک مین کے وفادار رہو۔ ریڈ پاور کے لیے اپنی خدمات وقف کر چکے ہو۔ اس صلے میں تمہیں جو فیش و آرام نصیب ہوتا ہے جو مقام ملتا ہے وہ دنیا کی کوئی دوسری تنظیم تمہیں نہیں دے سکتی۔ تمہیں اس فن میں اور زیادہ مہارت حاصل کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں میں نے یہ کلب تمہارے لیے قائم کیا ہے۔ تمہارے سامنے اس وقت دنیا کے سب سے خطرناک بلیک بیلٹ ماسٹر واشنگٹن کی تشریف فرما ہیں۔ تم سب ان کی صلاحیتوں کا اندازہ صرف اسی سے لگا سکتے ہو کہ انہوں نے ذہانت علی تیموری ایک اہم ساتھی مرجانہ کو ایک فولادی دوشیزہ بنا دیا ہے۔ وہ ایسی ناقابلِ شکست دوشیزہ ہے جس کے سامنے بڑے سے بڑے شہزور بھی

نہیں سکتے۔"

وہاں تقریر سننے والے تمام نوجوان لڑکے اور لڑکیاں خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ اینجلو نے کہا "تم میں سے جو بلیک بیلٹ حاصل کر چکے ہیں وہ اب مارشل واٹسورو کی کے شاگرد بنیں گے۔ بلیک بیلٹ ہونے کے بعد بھی کس طرح فولاد بنا جاتا ہے یہ سبق ان سے حاصل کریں گے۔ مسٹر واٹسورو کی ہمیں ٹریننگ حاصل کرنے کے آداب سکھائیں گے۔"

وہ بیٹھ گیا۔ سب تالیاں بجانے لگے۔ واٹسورو کی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "مجھے تقریر کرنا نہیں آتا۔ میں صرف کام کرنا جانتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ میں تم میں سے کچھ لوگوں کو کچھ سکھانے کی ابتدا کروں، یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ دنیا کا سب سے بڑا شہ زور اور سب سے بڑا فاتح وہی ہے جو ہر حال میں اپنے دماغ کو ٹھنڈا رکھنا جانتا ہے۔ میرے پاس لڑنے اور دشمن پر غالب آنے کے بہت سے داؤ پیچ ہیں۔ میں بذاتِ خود ایک فولاد ہوں، اسی لیے دوسروں کو فولاد بنا سکتا ہوں۔ اس کے باوجود مجھ میں غرور نہیں ہے۔ مجھ میں غصہ نہیں ہے۔ کوئی کسی وقت بھی آزمائے، مجھے کسی حال میں غصہ نہیں آتا۔ اگر دشمن مجھے بہت زیادہ تنگ کرتے ہیں گالیاں دیتے ہیں تو میں بڑی سہولت سے سوچتا ہوں کہ ان کا جواب کس طرح دینا چاہیے یا انکی زبان کس طرح بند کرنا چاہیے۔ ہم اسی انداز سے دشمنوں پر غالب آسکتے ہیں۔ اگر دشمنوں کے سامنے غصہ آجائے، جوش اور جذبے میں اگر تم میں سے کسی نے لڑنے کی حماقت کی تو اس حماقت کا نتیجہ ہمیشہ شکست کی صورت میں سامنے آئے گا۔"

وہ بہت ہی اہم بنیادی باتیں سمجھا رہا تھا جب وہ اپنی بات ختم کر کے بیٹھنے لگا تو تمام لڑکے اور لڑکیوں نے فرمائش کی کہ وہ اپنے لڑنے کے اسٹائل کا مظاہرہ کرے۔ ان کی فرمائش پر وہ اس ہال میں پہنچا جہاں مارشل آرٹ سکھایا جاتا تھا۔ وہاں وہ ان کے سامنے مظاہرہ کرنے لگا۔ دو دو چار چار کی ٹولیوں میں جوان لڑکے اور لڑکیاں بڑھ بڑھ کر اس پر حملہ کرتے تھے۔ وہ روکتا تھا اور انہیں سمجھاتا جاتا تھا کہ کس طرح حملہ کرنے والوں کے تیور کو ایک نظر میں بھانپ لینا چاہیے۔

میں نے ہاس اینجلو کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "فرمایئے جناب! میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ آپ خیریت سے تو ہیں؟"

"جہاں تم نے رہنے کی جگہ دی ہے۔ وہاں ہم بخیریت ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ واٹسورو کی کو تنہا کسی کمرے میں لے جائیں اور اس سے باتیں کریں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ واٹسورو کی کو کسی ضروری بات کا بہانے ایک کمرے میں لے گیا۔ وہاں میں نے اینجلو کے ذریعے واٹسورو کی سے کہا کہ میں یہاں موجود ہوں اور اس سے آپ کے ذریعے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

اینجلو نے یہ بات واٹسورو کی کو بتائی۔ وہ بہت حیران ہوا، اس نے کہا "میں نے جب سے سنا ہے کہ مرجانہ فولاد کے ساتھ رہنے لگی ہے تو یقین کیجیے میرا دل بہت چاہتا کہ فرہاد صاحب سے کبھی ملاقات ہو۔"

میں نے اینجلو کی زبان سے کہا "مارشل واٹسورو کی! فرہاد بول رہا ہوں۔ مجھے بھی اس وقت خوشی محسوس ہو رہی ہے بلکہ اس بات پر فخر ہے کہ میں ایک بہت بڑے مارشل آرٹ کے فن کار سے ملاقات کر رہا ہوں۔"

"میں نے سنا ہے کہ آپ دماغ کے اندر پہنچ کر بھی باتیں کیا یہ سچ ہے؟"

"میں ابھی آپ کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔ آپ ہی کی سوچ کے ذریعے گفتگو کروں گا۔ لب و لہجہ میرا ہوگا۔ یہ کہہ کر میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا، پھر میں نے کہا "اس وقت میں آپ کے دماغ موجود ہوں۔ آپ جس میں سوچتے ہیں یہ سوچ ذرا بدلی ہوئی ہے۔ میرا لب و لہجہ پہچان سکتے ہیں۔"

"میں پہچان رہا ہوں اور مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔ واقعی آپ نے بہت ہی حیرت انگیز علم حاصل کیا ہے۔"

"آپ بھی حیرت انگیز صلاحیتیں رکھتے ہیں۔"

"آپ میری مرجانہ بیٹی کے متعلق مجھے کچھ بتائیں۔ کہاں ہے؟ کیسی ہے؟"

"ان دنوں پیرس میں ہے اپنی والدہ کے ساتھ۔ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ اس کا مزاج بہت ہی نرم ہو گیا ہے جیسا آپ چاہتے ہیں کہ لڑنے والے کو ٹھنڈا دماغ رکھنا آج کل اس کی یہی حالت ہے۔"

"تعجب ہے۔ اس میں ایسی تبدیلی کیسے آگئی؟"

میں نے بابا فرید واسطی کے متعلق بتایا۔ یہ بھی بتایا کہ مرجانہ کی برین واشنگ کس طرح ہوئی تھی۔ بات سے نکلتی گئی۔ پھر بات یہاں پہنچی کہ میرے کچھ جانی دشمن پیچھے پڑے ہوئے ہیں جن میں سے چار ہلاک ہو چکے باقی اٹھ ابھی زندہ ہیں۔"

واٹسورو کی نے یہ تمام باتیں سننے کے بعد کہا "میں

خوش نصیبی ہے کہ میں ایسے وقت برما پہنچا ہوں۔ یقیناً آپ کے دشمنوں پر بڑا وقت آپہنچا ہے۔ میں انہیں آپ تک پہنچنے کا موقع نہیں دوں گا۔ آپ سے ایک گزارش ہے کہ مجھ سے دوبدو ملاقات کریں۔"

"ضرور کروں گا لیکن ابھی آپ سے ایک کام لینا چاہتا ہوں۔"

"آپ حکم دیجیے۔"

"جو دشمن ابھی میرے پیچھے پڑا ہوا ہے اس کا نام شیوکا نیپالی ہے۔ میں اس کے لڑنے کا انداز آپ کو بتاتا ہوں۔"

میں نے شیوکا نیپالی کے متعلق تفصیلات بیان کیں پھر اسے بتایا "اب وہ پومی کے ذریعے مجھے گھیرنا چاہتا ہے۔ یقیناً پومی کو اغوا کر کے گایا اسے کوئی نقصان پہنچائے گا تاکہ میں اسکی مدد کے لیے پہنچوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کم از کم دو چار دن پومی کے ساتھ رہیں۔"

"آپ دو چار دن کی بات کر رہے ہیں، جب تک شیوکا نیپالی اپنے انجام کو نہیں پہنچے گا اس وقت تک میں پومی کے ساتھ رہوں گا۔ آپ بتائیں مجھ سے کب ملاقات کر رہے ہیں؟"

"جس وقت آپ شیوکا نیپالی سے دو دو ہاتھ کر رہے ہوں گے۔ میں وہ تماشا دیکھنے کے لیے پہنچ جاؤں گا۔ میری بڑی خواہش ہے کہ میں آپ کو لڑتے ہوئے دیکھوں۔"

واٹسورو کی نے مسکراتے ہوئے کہا "شاید آپ کو مایوسی ہوگی۔ میں دشمنوں سے بہت کم لڑتا ہوں۔ کوشش کرتا ہوں کہ وہ اپنے ہی لڑنے کے انداز سے مار کھا جائے۔"

"یہ تو اور کمال کی بات ہے۔ میں آپ کا یہ کمال بھی دیکھوں گا۔"

ہم تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔ اس وقت رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی، سات بج کر پینتیس منٹ ہوئے تھے۔ میں اٹھ کر کچن میں آیا، رسونتی رات کا کھانا تیار کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "کیا تم صبح سے شام تک کھانا ہی پکاتی رہتی ہو؟"

وہ سر جھکا کر بولی "میرا اور کام ہی کیا ہے۔ میں سوچتی ہوں اسی طرح تمہاری خدمت کر سکتی ہوں۔"

میں نے ساڑھے چار بجے تمہارے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا ہے۔ رات کے کھانے کی گنجائش نہیں ہے۔"

"رات کو دیر تک جاگتے ہو، شاید بھوک لگ جائے۔ میں کھانا تیار رکھوں گی۔ بھوک لگے تو مجھ سے کہہ دینا میں دوبارہ گرم کر دوں گی۔"

"رسونتی! صرف پکا کر کھلا دینے اور میرے آرام کا خیال رکھنے سے محبت اور فرض کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ اس کے آگے بھی تمہارے بہت سے فرائض ہیں۔"

وہ چپ چاپ سر جھکائے سنتی رہی۔ انتظار کرتی رہی کہ میں اس کے فرائض کی وضاحت کروں گا۔ میں نے کہا "میں تمہارا شوہر ہوں۔ اس بات کو تسلیم کر لو۔"

وہ لجا کر کچن کے دوسری طرف چلی گئی۔ کسی کام کا بہانہ کرنے لگی۔ "میں شوہر کا رشتہ ظاہر کرتا ہوں، تم کترانے لگتی ہو۔ چلو میری بات چھوڑ دو، مگر ایک ماں کی حیثیت سے اپنے بیٹے کے لیے تمہارے بہت سے فرائض ہیں۔ تم اپنی ممتا کو نہیں سمجھو گی تو ہمارے بچے کا کیا بنے گا؟"

وہ آہستگی سے بولی "میں بہت دنوں سے کسی بیٹے کی بات سننے کی آرہی ہوں۔ سوچتی ہوں، میں کسی بچے کی ماں ہوں تو وہ بچہ کہاں ہے؟ آج میں پوچھتی ہوں کہ وہ کہاں ہے؟"

"یہاں سے بہت دور، بابا فرید واسطی کے سائے میں ہے۔ سونیا اس کی محافظ ہے۔ سونیا کو تم پہچانتی ہو نا؟"

سونیا کا نام اس کے دماغ میں گونجنے لگا۔ اس کے دماغ کے اندر سناٹا ہو رہا تھا۔ وہ اپنے سر کو تھام کر آنکھیں بند کر کے سوچنے لگی۔ کسی عورت کا تصور کرنے لگی۔ سونیا کی تصویر اس کے ذہن میں واضح نہیں تھی لیکن وہ نام اس کے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ بج رہا تھا "سونیا، سونیا، سونیا۔"

سونیا نے اس کے لیے اتنی بڑی قربانی دی تھی جسے وہ کبھی بھول نہیں سکتی تھی۔ یہ اس کا المیہ تھا کہ پھیلی باتیں اس کے دماغ سے مٹ گئی تھیں لیکن کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو دماغ کے تہہ خانے میں محفوظ رہتی ہیں۔ وہ بیوی بھی تو مجھے بھول چکی تھی وہ ماں تھی، پارس کو بھی بھلائے بیٹھی تھی۔ سونیا اس کی کوئی نہیں تھی لیکن اس کا نام جب بھی سامنے آتا تھا وہ کچھ عجیب سی بے چینی محسوس کرنے لگتی تھی جیسے سونیا اس کی روح میں سج بس گئی ہو۔

اسی وقت اعلیٰ بی بی کچن میں آئی۔ اس نے کہا "فرہاد! تمہارا وہ پاکٹ ٹرانسمیٹر تمہارے کمرے میں لکھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا اس میں سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ میں نے اسے آپریٹ کیا۔ ریڈیو پاور کا باس اینجلو تمہیں مخاطب کر رہا تھا، ذرا دیکھو تو کیا بات ہے؟"

میں کھڑے ہی کھڑے اینجلو کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا "جناب! کیا ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ نے پومی سے فون پر بات کی تھی؟"

ہرگز نہیں۔ میں نے اپنے آپ کو یہاں چھپایا ہوا ہے پھر بھلا اس سے رابطہ کیسے قائم کر سکتا ہوں؟"

اینجلو نے کہا "یہی تو ہم نے بھی سوچا کہ جب آپ چھپے ہوئے ہیں تو پھر کس طرح پومی سے ملنے کے لیے کاٹج میں جا سکتے ہیں؟"

"یہ کس نے کہا کہ میں کاٹج میں اس سے ملنے والا ہوں؟"

"پومی کہہ رہی تھی کہ آپ نے اسے فون کیا ہے اور ابھی کاٹج میں بلایا ہے۔ وہ تنہا جا رہی تھی۔ والٹورڈ کی نے کہا کہ وہ بھی اس کے ساتھ جائے گا۔ پومی نے بہانے کیے۔ اسے ٹالنے کی کوشش کی۔ والٹورڈ کی نے کہا "ذرا عقل سے کام لو۔ فرہاد صاحب کو ٹیلی فون کے ذریعہ رابطہ قائم کرنے کی ضرورت کیا تھی جب وہ خیال خوانی کر سکتے ہیں۔ مسٹر روڈی پومی کے ساتھ گئے ہیں۔"

"مسٹر اینجلو! آپ نے مجھے یہ اطلاع دے کر دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ واقعی کسی نے میری آواز بنا کر پومی کو کاٹج کی طرف آنے پر مجبور کیا ہے اور وہ یقیناً شیو کا نیپالی ہے۔"

"کیا آپ وہاں جائیں گے؟"

"میں رسونتی کو یہاں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

میں نے رابطہ ختم کیا۔ پھر والٹورڈ کی کے دماغ میں پہنچا۔ اس وقت وہ ایک کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ پومی کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ میں نے کہا "مسٹر ڈی! میں آپ کے پاس موجود ہوں لیکن اس کا علم پومی کو نہ ہو۔"

"آپ پومی سے اپنی موجودگی چھپانا کیوں چاہتے ہیں؟"

"وہ میرے ساتھ رہنے پر بضد ہے۔ آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ وہ کم سن ہے اور ابھی اسے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہے گی تو اسے مرجانہ کی طرح تو لاولد بننا ہوگا۔"

"یہ بات ہے تو آپ اطمینان رکھیں۔ آپ کے لیے میں پومی پر پوری توجہ دوں گا۔ ایسی محنت کروں گا کہ دوسری مرجانہ بنا دوں گا۔"

"شکریہ مسٹر ڈی! میں اپنے وعدے کے مطابق صبح ضرور ملوں گا لیکن ابھی آپ کے پاس موجود رہوں گا۔ خیال خوانی کے ذریعے دیکھوں گا کہ آپ شیو کا نیپالی کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔"

"واقعی اس کے لڑنے کا ایک حیرت انگیز اسٹائل ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ اس سے دو دو ہاتھ کرنا فضول ہے خواہ مخواہ وقت ضائع ہوگا۔ کیوں نہ اس سے مقابلہ ہو تو چھوٹے چھوٹے کانچ کے ٹکڑے زمین پر بکھیر دیے جائیں یا ایسا سفوف بھی ملتا ہے جسے زمین پر چھڑک دیا جائے اور وہ لوٹتا ہے تو اسے کھجلی شروع ہو جائے۔ سارا بدن کھجاتا رہے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "اس طرح تو وہ جسم کھجاتے کھجاتے مر جائے گا۔"

"میں کوشش کرتا ہوں کہ دشمن کو ہاتھ نہ لگانا پڑے، وہ خود ہی مر جائے لیکن ابھی یہ ناممکن نہیں ہے۔ وہ نیپالی ہم سے پہلے کاٹج میں موجود ہوگا۔ میں ایسا نہیں کر سکوں گا۔ چلیے اس کے ساتھ مقابلہ کر کے ہی آپ کو دکھا دوں۔"

اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ رسونتی کہہ رہی تھی "یہ کوئی اچھی عادت نہیں ہے کہ جہاں بیٹھے، جہاں کھڑے ہوتے وہیں خیال خوانی شروع کر دی۔ چولھا قریب سلگ رہا ہے۔ شعلہ بھڑکے گا تو کیا ہوگا۔ کسی مسئلے میں الجھ گئے ہو تو آرام سے بیٹھ کر اس کا حل تلاش کرو۔"

میں نے اسے مسکرا کر محبت سے دیکھا پھر کچن سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا پھر وہاں آرام سے بیٹھ گیا۔ بے چاری اعلیٰ بی بی میرے ساتھ نہیں آ سکتی تھی، نہ میرے ساتھ تنہا رہ سکتی تھی۔ رسونتی اس کے لیے دیوار بن گئی تھی۔ ویسے اعلیٰ بی بی قریب رہنے کے باوجود مجھ سے جتنی دور تھی، دماغ میں اتنی ہی قریب تھی۔ میں نے فی الحال اس کے خیال کو دماغ سے نکال دیا اور والٹورڈ کی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اعلیٰ کاٹج کے قریب پہنچنے والے تھے۔ جس قدر وہ کاٹج قریب آ رہا تھا پومی کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ اور گاڑی کی رفتار بھی تیز ہوتی جا رہی تھی۔ روڈی نے کہا "میں تمہارے دل کی کیفیت کو سمجھتا ہوں۔ فرہاد سے ملنے کی بے چینی ہے۔"

وہ خوشی سے مسکرا رہی تھی۔ والٹورڈ کی نے کہا "ابھی تو تمہاری یہ عمر نہیں ہے کہ تم کسی کو پسند کرو تو وہ پسند محبت کا درجہ اختیار کر لے۔"

وہ بولی "محبت تو اچھی چیز ہے۔ یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتی۔"

"بے بی! یہ بتاؤ تم ایک لوہے کو لکڑی کی آری سے کاٹ سکتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "بھلا لکڑی کی آری سے کوئی لوہا کاٹ سکتا ہے۔ لوہے کو کاٹنے کے لیے لوہے کی آری ضروری ہے۔"

"یہی بات میں تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں۔ فرہاد کو کاٹنے کے لیے فرہاد جیسا بننا لازمی ہے۔ اس کے شایانِ شان سونیا اور مرجانہ جیسی ناقابلِ شکست بن کر دکھاؤ، تب تمہاری طلب اس کے دل میں جگہ بنائے گی۔ وہ تم سے بھاگا بھاگا نہیں پھرے گا۔"

وہ ذرا اداس ہوئی، پھر خوش ہو کر بولی "وہ بھاگا بھاگا کیوں پھرے گا۔ اس نے مجھے فون کر کے یہاں بلایا ہے۔"

"یہی تو تمہاری خوش فہمی ہے۔ کسی دشمن نے فرہاد کے لیے جال پھیلایا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ تم کو اغوا کیا جائے گا یا تم خطرات میں ڈالا جائے گا تو فرہاد تمہیں بچانے کے لیے ضرور آئے گا اور جب آئے گا تو دشمنوں کا نشانہ بن جائے گا۔"

"یعنی دشمنوں کو بھی یقین ہے کہ فرہاد میری خاطر اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر خطرات میں کود سکتے ہیں؟"

"فرہاد تمہیں اس سے بھی زیادہ چاہتا ہے۔ اسکی چاہت کا ثبوت یہ ہے کہ وہ تمہیں کچھ بنتے دیکھنا چاہتا ہے۔ تمہیں چلتا پھرتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی سطح پر، جس سطح پر سونیا اور مرجانہ ہیں۔"

والٹورڈ کی بولتا جا رہا تھا اور کاٹج کے آس پاس دور دور تک دیکھتا جا رہا تھا۔ اس وقت گاڑی وہاں سے گزرتی ہوئی ایک ٹرن لے کر کاٹج کے سامنے رک گئی تھی۔ پھر وہ گاڑی سے باہر آئے۔ پومی دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ کاٹج کا برآمدہ ویران تھا۔ دروازے مقفل تھے۔ وہ ان بند دروازوں کے پیچھے میری توقع نہیں کر سکتی تھی اس لیے زیادہ تر ساحل کی طرف نظریں دوڑا رہی تھی۔

"میں یہاں ہوں" شیو کا نیپالی کی آواز سنائی دی۔

آواز سنتے ہی پومی اور والٹورڈ کی سر اٹھا کر کاٹج کی چھت کی طرف دیکھنے لگے۔ چھت پر شیو کا نیپالی چاندی اور برادر جوانوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا، اس نے کہا "میں نے احتیاطاً اس جگہ کا انتخاب کیا ہے۔ سوچا ادھر میں فرہاد بن کر بلاؤں، ادھر فرہاد کسی طرح پومی سے رابطہ قائم کرے تو بھید کھل جائے گا۔ پھر فرہاد مجھے گھیرنے کے لیے اپنے آدمیوں کو بھیجے گا مگر یہاں تو..."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ پھر والٹورڈ کی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہاں تو ایک جاپاتی گدڑا تمہارے ساتھ نظر آ رہا ہے۔"

والٹورڈ کی نے مسکرا کر انہیں دیکھا پھر کہا "بیٹے! میں گدڑا بھی ہوں اور بڈھا بھی ہوں۔ بھلا مجھ جیسے آدمی کے لیے ان ریوالورز کی کیا ضرورت ہے؟"

اس کے جواب میں شیو کا نیپالی نے چھت پر سے چھلانگ لگائی اور برآمدے کے سامنے زمین پر آ گرا۔ یوں لگا جیسے واقعی گر پڑا ہو، لیکن وہ چابک شانے چست ہوا تھا پھر وہیں سے بیٹھے ہی بیٹھے پنکھے کی طرح گردش کرتا ہوا والٹورڈ کی کے پاس آیا، اور اس کی ٹانگ پر ٹانگ ماردی۔ روڈی اس کے داؤ میں آ کر گر پڑا۔ ایک ہاتھ سے ٹانگ پکڑ کر کراہتے ہوئے کہنے لگا "اس بڈھے پر کیا طاقت آزماتے ہو بیٹا! یہ تو جوانوں کے مشغلے ہیں۔"

پومی حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے استاد کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے غصے سے کہا "یہ بڈھا ہو سکتا ہے، کمزور ہو سکتا ہے، میں نہیں ہوں۔"

یہ کہتے ہی پومی نے شیو کا نیپالی پر چھلانگ لگائی، لیکن جہاں وہ پہنچی، شیو کا وہاں نہیں تھا۔ لڑھک کر دوسری طرف چلا گیا تھا۔ پومی خالی زمین پر آ کر دونوں ٹانگوں کے بل کھڑی ہوئی، لیکن شیو کا دھوکا کھا گیا۔ اسے محض ایک نادان بچی سمجھ رہا تھا۔ پومی نے وار خالی جاتے ہی گھوم کر ایک لات رسید کی۔ وہ اس کے منہ پر پڑی۔ نیپالی ایک دم سے جھلا گیا۔

اسی وقت ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ فائرنگ ہوئی۔ گولیاں پومی کے قدموں کے آس پاس آئیں۔ وہ ایکدم سے اڑ کھڑا کر پیچھے ہٹ گئی۔ نیپالی نے کہا "لڑکی! تم بہت تیز طرار ہو۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اتنی پھرتیلی بھی ہو سکتی ہو۔ اگر اب میرے خلاف کوئی حرکت کی تو میرے آدمی تمہیں گولی مار دیں گے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔ پھر چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "تم لوگ نیچے اتر آؤ۔"

والٹورڈ کی نے سوچ کے ذریعے پوچھا "فرہاد صاحب! کیا آپ موجود ہیں؟"

"میں موجود ہوں۔"

"کیا آپ پومی کو فوراً ہی اس برآمدے میں پہنچا سکتے ہیں؟"

"آپ جب کہیں گے وہ پہنچ جائے گی۔"

"میں تین کہوں تو اسے پہنچا دیجیے۔ ایک... دو... تین..."

تین کہتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہو چکا تھا۔ پھر وہ برآمدے کی طرف کیوں نہ بھاگتی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے دیکھا والٹورڈ کی نے پیچھے سے چھلانگ لگا کر دونوں ہاتھوں کے ذریعے شیو کا کی گردن میں قینچی ڈالی، پھر اسے لیے ہوئے زمین پر گرا۔ شیو کا نیپالی کے داؤ کے مطابق ہی لڑھکتا ہوا برآمدے کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت فائرنگ کی آواز

سنائی دی۔ گولیاں چلیں لیکن وہ گولیاں زمین کی خاک اڑاتے ہوئے گزر گئیں۔

میں نے پومی کے دماغ پر قابض رہ کر دیکھا، والشورو کی کی دو انگلیاں نیپالی کی ٹھوڑی کے نیچے حلق میں گڑی ہوئی تھیں وہ کہہ رہا تھا "یہ انگلیاں نہیں نشتر ہیں۔ ابھی تمہارے حلقوم میں پیوست ہوں گی اور تمہاری سانس کا رشتہ توڑ دیں گی"۔

یہ کہہ کر اس نے نیپالی کو داؤ سے آزاد کیا لیکن گردن کی نچلی نسیں کاٹنے رکھی۔ دوسرے ہاتھ کی دو انگلیاں اس کے حلق میں چبھتی رہیں۔ وہ اسے گھسیٹ کر برآمدے میں لے آیا۔ پھر اس نے پومی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "مسٹر فرہاد! پومی کو ادھر کونے میں لے جایئے"۔

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ برآمدے میں جہاں دو طرف دیواریں آکر ملتی تھیں وہاں پومی دبک گئی۔ اس کے سامنے والشورو کی آ گیا۔ والشورو کی کے سامنے شیوکا نیپالی اس کے داؤ میں الجھا ہوا تھا۔ اس وقت تک اس کے ساتھی نیچے آ گئے تھے اور ریوالور تانے سوچ رہے تھے کہ فائرنگ کیسے کریں، جدھر سے بھی وہ فائرنگ کرتے، گولی شیوکا نیپالی کو ہی لگتی۔

والشورو کی نے کہا "نیپالی! اپنے آدمیوں سے کہو ریوالور اس طرح پھینکیں کہ وہ ہمارے سامنے آ کر گریں۔ جلدی کرو ورنہ تمہاری موت قریب ہے"۔

اس نے دونوں انگلیوں کے دباؤ کو ذرا کم کیا۔ نیپالی نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا "کوئی فائر نہ کرے۔ ریوالور یہاں میرے سامنے پھینک دو"۔

اس کے ساتھی ہچکچانے لگے۔ والشورو کی نے پھر دونوں انگلیاں اس کے حلقوم میں گاڑ دیں۔ وہ تڑپنے لگا۔ پھر انگلیوں کی گرفت نرم ہو گئی۔ اس نے پھنسی پھنسی آواز میں چیخ کر کہا "کیا تم نے میرا حکم نہیں سنا، ریوالور پھینک دو"۔

وہ چند لمحے الجھی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے رہے پھر باری باری ریوالور پھینکنے لگے جو ان کے قدموں کے قریب گرتے رہے۔

ادھر میں نے پومی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ یہ تماشہ بھی دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ فرہاد دماغ میں موجود ہے وہ نہ وہ یہاں تک کیسے پہنچتی۔ اس نے مجھے مخاطب کیا "فرہاد! تم میرے دماغ میں موجود ہو، تم نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔ مجھ سے نہ چھپو۔ پلیز! مجھ سے باتیں کرو"۔

"میں موجود ہوں لیکن جو میں کہوں اس پر عمل کرتی جاؤ۔ ان چاروں ریوالوروں کو اٹھا لو لیکن کسی پر فائر نہ کرنا"۔

اس نے آگے بڑھ کر ریوالور اٹھا لیے۔ چونکہ میں اس کے دماغ میں تھا اس لیے اس کے دل کی دھڑکنوں کو سمجھ رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھی۔ والشورو کی نے شیوکا نیپالی کو اپنے داؤ سے آزاد کرتے ہوئے، اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا "جاؤ، اپنے ساتھیوں کے پاس جاؤ"۔

اس نے بے یقینی سے بوڑھے جاپانی کو دیکھا۔ بوڑھے نے مسکرا کر کہا "یہاں برآمدے کے فرش پر گر کر اپنے لڑھکنے کا انداز دکھانا۔ میں تمہیں لڑنے کا موقع دوں گا۔ باہر کھلے میدان میں جاؤ"۔

وہ الٹے قدموں چلتا ہوا برآمدے کے باہر گیا۔ برآمدے کی روشنی باہر تک جا رہی تھی۔ اس وقت چاند بھی طلوع ہو رہا تھا۔ میں نے پومی کی زبان سے کہا "شیوکا! بالکل یہی وقت تھا جب تم نے فرہاد اور اعلیٰ بی بی کا تعاقب کیا تھا۔ انہیں جنگلوں میں رات بھر بھٹکنے پر مجبور کیا تھا۔ آج یہی چاند تمہاری موت کا تماشہ دیکھے گا"۔

شیوکا نیپالی اپنے آدمیوں کے درمیان پہنچ گیا تھا۔ وہ پانچوں ہنستے تھے۔ والشورو کی نے کہا "میں تمہیں گولی سے نہیں ماروں گا۔ تم لوگوں کو بھی وارننگ دیتا ہوں، کوئی ہتھیار ہو تو ابھی پھینک دو۔ میرے ساتھ مقابلہ کرنے کے دوران کسی نے کوئی ہتھیار استعمال کیا تو میری یہ بیٹی اس پر گولی چلا دے گی"۔

یہ کہتے ہوئے وہ برآمدے سے نکل کر کھلے میدان میں پہنچ گیا۔ پھر شیوکا نیپالی سے دو گز کے فاصلے پر رکتے ہوئے بولا "جس طرح داؤ آزمانا چاہتا ہو آزما لو۔ اگر اپنے کسی داؤ سے اس بوڑھے کو گرا دینے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو پھر مجھے مارنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں خود تم سے مر جاؤں گا"۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی شیوکا نیپالی اچانک ہی پلٹ کر دونوں ہاتھوں کے بل زمین پر پہنچا۔ پھر دونوں ٹانگیں اٹھا کر گدھے کی طرح دولتیاں رسید کرنا چاہیں۔ والشورو کی نے اس کی لاتوں کو اپنی دونوں کلائیوں پر روکا۔ پھر اسے ایک طرف پھینک دیا۔

گرتے ہی وہ پھر زمین پر گردش کرتا ہوا آیا اور والشورو کی کی ٹانگ پر زور کی ٹانگ ماری لیکن وہ بوڑھا جاپانی زمین پر یوں کھڑا ہوا تھا جیسے اس کی دونوں ٹانگیں آہنی ستونوں کی طرح زمین میں نصب ہو گئی ہوں۔

ایک حملہ ناکام ہوا تو اس نے دوسرا حملہ کیا۔ پھر تیسرا، پھر چوتھا۔ اسے جتنے داؤ پیچ آتے تھے وہ استعمال کر رہا تھا۔ کبھی دونوں ٹانگیں والشورو کی کی ٹانگوں سے لپیٹ کر کمر کی طرف سے جھک کر اسے ہاتھوں سے ضربیں لگانے کی کوشش کرتا۔ ایسے ہی وقت والشورو کی نے اس کی دونوں ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں میں الجھا لیا۔ اس طرح کھینچنی لگائی کہ وہ تڑپنے لگا۔

قاتل بے رحم، سفاک قاتل۔ ان کے لیے خطرناک ہوتے ہوئے بھی جو ان کے حملوں کا توڑ نہیں جانتے۔ اب سے پہلے میں نے شیوکا کو بجلی کی تیزی سے لڑتے دیکھا۔ پھر دائستو سے لڑتے دیکھا۔ دونوں ہی اچھے فائٹر تھے لیکن نیپالی کے مقابلے میں کمتر تھے۔ اس دنیا میں خدا تعالیٰ نے سر پر سوا سیر پیدا کیا ہے۔ یہ شہہ زوروں کے لیے عبرت کا مقام ہے کہ وہ خود کو دنیا کا سب سے زیادہ شہہ زور کبھی نہ سمجھیں۔ جب وہ معبود دیتا ہے تو زیادہ سے زیادہ دیتا چلا جاتا ہے۔ چند انسان کسی کو سب سے زیادہ دیتا ہے۔ اس لیے اس زیادہ دینے والے معبود سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

تھوڑی دیر میں شیوکا نیپالی کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔ میں بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی اذیتوں کو سمجھنے لگا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی ٹانگوں کی ہڈیاں والشورو کی کی ٹانگوں سے الجھ کر ٹوٹنے ہی والی ہوں۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ سانس کے لیے اپنے ساتھیوں کو پکار رہا تھا۔ برآمدے سے پومی نے للکار کر کہا "کوئی شیوکا کے قریب جائے گا تو میں اسے گولی مار دوں گی"۔

وہ سب ایک طرف کھڑے بے بسی سے تماشہ دیکھ رہے تھے والشورو کی کی پیٹھ کی طرف تھا۔ وہ دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چاند اس کی آنکھوں میں چمک رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بڑی ہی روحانی ایسا جلال تھا جیسے کوئی شہنشاہ کسی کو منہ مانگا تحفہ دینے کے وقت انداز بے نیازی سے کھڑا ہو۔ پھر اس نے اپنی دونوں ٹانگوں کو ایک طرف جھٹکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی شیوکا نیپالی کی الجھی ہوئی ٹانگوں کی ایک ہڈی سے چٹاخ کی آواز بلند ہوئی۔ والشورو کی اسے چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گیا۔ پھر ایک گھٹنا ٹیک کر ذرا سا جھک گیا۔ یقیناً شیوکا کی کوئی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ تڑپ کر رہ گیا۔ دوسرے ہی لمحے والشورو کی کی دونوں انگلیاں اس کے حلقوم میں پیوست ہو گئیں۔ جب اس نے دونوں انگلیوں کو بل دے کر باہر نکالا تو نیپالی کے کٹے ہوئے حلقوم سے خرخر کی آواز نکل رہی تھی اور وہ زمین پر تڑپ رہا تھا۔ اس زمین پر تڑپ رہا تھا جس پر بیٹھے ہی لمحے اس نے جانے کتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ آج وہ اسی زمین میں جا رہا تھا۔

والشورو کی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اب وہ اسکیٹنگ کر رہا تھا۔ ننگے پنجوں کے بل اچھل رہا تھا۔ ادھر سے ادھر دوڑ لگا رہا تھا۔ جیسے کھلاڑی میدان میں اترتے وقت اسکیٹنگ کرتے ہیں اور اپنے بدن کو گرم رکھتے ہیں لیکن والشورو کی کا بدن پہلے ہی گرم تھا۔ خون تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ وہ خون اس کے دماغ میں پہنچ رہا تھا۔ اس پر جنون سوار ہو گیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سرد کرنے کے لیے اپنے آپ کو مصروف رکھنے کے لیے دونوں پنجوں کے بل اچھلتا ہوا دور تک جا رہا تھا۔

میں نے پومی سے کہا "تم ریوالور لیے اسی طرح ان لوگوں کو اپنے نشانے پر رکھو۔ میں تمہارے جاپانی ماسٹر کے دماغ میں ہوں۔ ابھی واپس آؤں گا"۔

میں پھر والشورو کی کے دماغ میں پہنچا۔ وہ تیزی سے اچھلتا ہوا دور جاتے جاتے دریا کے ساحل پر پہنچا۔ پھر اس نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ میں اس کے دماغ میں موجود تھا اور محتاط تھا کہ وہ ڈوبے گا تو اسے بچا لوں گا لیکن ایسی بات نہیں تھی۔ وہ ٹھنڈے پانی میں غوطے لگانے لگا۔ یہ بھی جان بوجھ کر خوب رہا تھا، کبھی ابھر کر۔ فوراً دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ نارمل ہو رہا ہے۔

جب وہ پانی سے نکل کر ساحل پر پہنچا تو میں پومی کے پاس آ گیا۔ وہ ان چاروں کو کہہ رہی تھی "تم لوگ یہاں پیدل نہیں آئے ہو گے۔ تمہاری گاڑی کہاں ہے؟"

وہ چاروں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ پومی نے ایک کانسٹیبل لیتے ہوئے کہا "زبان نہیں کھولو گے تو گولی مار دوں گی"۔

دوسرے نے جلدی سے کہا "نہیں نہیں ہم بتاتے ہیں۔ یہاں سے قریب ہی ایک جھاڑی کے پیچھے ہم نے اپنی جیپ چھپا رکھی ہے"۔

"جاؤ اس گاڑی کو یہاں لے آؤ۔ مگر یاد رکھنا تمہاری آواز فرہاد تک پہنچ گئی ہے۔ تم فرار نہیں ہو سکو گے"۔

اس نے اپنے ایک ساتھی کے منہ پر الٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا "تم نے سنا نہیں یہ کیا کہہ رہی ہے؟ فرہاد میرے دماغ میں پہنچ چکا ہے اور اس وقت فرہاد نے ہی تمہیں طمانچہ لگایا ہے۔ چلو، زبان کھولتے جاؤ۔ یکے بعد دیگرے اپنی اپنی آواز سناؤ۔ ذرا سا تو گولی سے مرو گے یا میری ٹیلی پیتھی سے"۔

وہ سب سہمے ہوئے تھے۔ باری باری بے تکا بولنے لگے۔ میں نے چاروں کے لب و لہجے کو یاد رکھا پھر ایک کو جیپ لانے کے لیے روانہ کر دیا۔ ادھر پومی بھاگتے ہوئے والشورو کی کے پاس پہنچی۔ اس کے اس ہاتھ کو تھام لیا جس کی دو انگلیوں نے شیوکا نیپالی کا کام تمام کیا تھا۔ وہ ان انگلیوں کو چھو کر حیرانی سے بولی "ماسٹر! آپ تو کمال کے فائٹر ہیں۔ میں ایسے ہی وحشیانہ

انداز میں دشمنوں پر غالب آنا چاہتی ہوں۔ پلیز! مجھے اسی طرح فولاد بنا دیجیے۔"

والٹر وسکی نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا: "کچھ بننے کے لیے بہت سی قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔ بلندی تک جانے کے لیے ان تمام پستیوں کو چھوڑنا پڑتا ہے جو بلندیوں کا راستہ روکتی ہیں۔"

"میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ بڑی سے بڑی قربانی دینے سے دریغ نہیں کروں گی۔ آپ حکم دیجیے۔"

"میں جب قربانی مانگتا ہوں تو پھر اس پر عمل کرنا پڑتا ہے عمل نہیں کرو گی تو میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

"میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو جاؤں گی۔ آپ کے قدموں کی خاک بن جاؤں گی۔ آپ حکم تو دیجیے، میں ثابت کر دوں گی۔"

"اچھا تو سنو۔ میرا سب سے پہلا حکم ہے کہ جب تک میں تمہیں فولاد نہ بنا دوں اور تمہیں سونیا اور مرجانہ کی سطح پر لا کر کھڑا نہ کر دوں اس وقت تک فرہاد سے ملاقات کی تمنا بھی نہ کرو۔"

پومی کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر التجا آمیز نظروں سے والٹر وسکی کو دیکھنے لگی۔ اس نے پوچھا "کیوں پومی! کیا ہوا؟ تمہارا سارا جوش اور ولولہ سرد پڑ گیا؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی: "نہیں، ماسٹر نہیں۔ آپ نے مجھے دوراہے پر پہنچا دیا ہے۔ میں سنبھلنے کی کوشش کر رہی ہوں مجھے فیصلہ کرنے کی مہلت دیجیے۔"

والٹر وسکی نے سخت لہجے میں کہا: "مردانہ وار فیصلے مہلت نہیں مانگتے۔ وہ پلک جھپکتے ہی طے کر لیتے ہیں کہ انہیں کس وقت کیا کرنا چاہیے۔ یہ تمہاری آزمائش کا وقت ہے۔ اس میں کامیاب ہو جاؤ۔"

پومی نے دونوں مٹھیاں بھینچ لیں۔ دانت پیس کر والٹر وسکی کو دیکھا۔ پھر ایک جھٹکے سے بولی: "میں تیار ہوں۔ میں فرہاد سے نہیں ملوں گی۔ میں فولاد بنوں گی اور اسی کے لیے بنوں گی۔ جس سے مجھے دور رکھا جا رہا ہے۔"

میں نے والٹر وسکی سے کہا: "ماسٹر! آپ نے واقعی استاد بننے کا فرض ادا کیا ہے۔ اسے بہت اچھے فیصلے پر مجبور کر دیا ہے اب میں ادھر نہیں آؤں گا۔ کل صبح دس بجے میں اپنی ایک ساتھی اعلیٰ بی بی اور اس کے ساتھیوں کو سی آف کرنے ایئر پورٹ جاؤں گا۔ ایئر پورٹ کے کارنر رن وے پر وہ طیارہ موجود ہوگا۔ اس طیارے پر جلی حروف میں 'سونیا' لکھا ہوا ہے۔ آپ وہاں آنے کی زحمت فرمائیں تو مجھ سے ملاقات ہو جائے گی۔"

"یہ میرے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔ میں ضرور آؤں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پھر خوش خوش دوسرے کمرے میں پہنچا۔ وہاں اعلیٰ بی بی رسونتی کے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔ میں نے کہا: "ایک دشمن مارا گیا۔"

اعلیٰ بی بی نے خوش ہو کر پوچھا: "کون؟"

"شیوکا نیالی۔"

"اور وہ دوسرا اسٹونی راک؟"

"اس کا بھی فیصلہ جلد ہو جائے گا۔ ابھی وہ ہسپتال میں زخمی پڑا ہے۔"

"فرہاد! یہی بے پڑھائی تمہیں مصیبتوں میں مبتلا کرتی ہے اگر وہ زخمی حالت میں پڑا ہے تو اسے چھوڑتے کیوں ہو؟ ختم کر دو۔"

"میں نے اسے چھوڑا نہیں ہے۔ اس کے دماغ کو کمزور بنا رہا ہوں۔ آئندہ اسے اپنے لیے استعمال کروں گا۔"

رسونتی اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟"

"ابھی اعلیٰ بی بی سے یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ یہ مجھے بتا رہی تھیں کہ تمہارا ایک دشمن مرتا ہے تو دس پیدا ہو جاتے ہیں۔ آخر یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا؟"

"داناؤں کا قول ہے کہ موت ہر موجودہ سانس کے بعد ہے حادثے ہر اگلے قدم پر ہیں۔ جب تک انسان زندہ ہے وہ ان دیکھے دشمنوں اور ناگہانی مصیبتوں کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتا۔ کسی کی زندگی میں بہت مدتوں بعد کوئی دشمن آتا ہے، یا کوئی مصیبت آتی ہے اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو قدم قدم پر حادثات کا شکار ہوتے ہیں۔ ان میں میرا نام بھی آتا ہے۔"

اس نے پوچھا: "گیارہ بجنے والے ہیں۔ کیا بھوک نہیں لگی ہے؟"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔ میں اپنے کمرے میں جا کر سونا چاہتا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی اپنی جگہ سے اٹھنے لگی۔ رسونتی نے کہا: "کل صبح تم چلی جاؤ گی۔ میرا جی نہیں چاہتا کہ تمہیں اپنے سے الگ کر دوں۔ ہم آج رات ایک ہی بستر پر سوئیں گے۔ خوب باتیں کریں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے پریشان ہو کر کنکھیوں سے مجھے دیکھا۔

ادھر رسونتی ہم دونوں کی نظروں کو تاڑنے کی کوشش کر رہی تھی میں نے مسکرا کر کہا: "یہ تو اچھی بات ہے۔ رسونتی کمرے میں تنہا نہیں رہے گی۔ اعلیٰ بی بی تم اس کے ساتھ سو جاؤ۔ میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔"

میں نے وہاں سے جاتے جاتے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "مسکراتی رہو۔ رسونتی کو شبہ نہ ہونے دو۔"

میں نے اپنے کمرے میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا، پھر بستر پر لیٹ کر رسونتی کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ اعلیٰ بی بی سے کہہ رہی تھی: "انہوں نے کچھ کھایا نہیں ہے۔ کم از کم ایک گلاس دودھ ہی پی لیں۔ تم بیٹھو میں ابھی آتی ہوں۔"

بے چاری اعلیٰ بی بی کیا کر سکتی تھی۔ وہ نہ تو میرے پاس آ سکتی تھی، نہ اس کی کسی بات سے انکار کر سکتی تھی۔ چپ چاپ کمرے میں بیٹھی رہی۔ رسونتی کچن میں گئی۔ وہ سوچ رہی تھی: "کاش میرے پاس خواب آور دوا ہوتی۔ میں دودھ میں ملا کر انہیں پلا دیتی۔ وہ آرام سے صبح تک گہری نیند میں رہتے۔"

میں اس کی سوچ پر مسکرانے لگا۔ وہ دودھ کا گلاس لیکر میرے کمرے کے دروازے پر آئی۔ دراصل وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ میں نے دروازہ کھلا رکھا ہے یا بند کر کے سو رہا ہوں۔ اس نے دروازے کو ہولے سے دھکا دیا۔ وہ بند تھا۔ پھر اس نے دستک دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ اس نے کہا۔ "بھوکے نہیں سونا چاہیے۔"

میں نے گلاس لیتے ہوئے کہا: "تم میرا کتنا خیال رکھتی ہو۔ کیا اسے محبت نہیں کہتے؟"

اس نے جلدی سے پھر منہ پھیر لیا۔ میں نے کہا: "میں دروازے کو اندر سے بند کر لیتا ہوں۔"

میں نے دروازے کو بند کر دیا۔ وہ اطمینان سے چلی گئی۔ دودھ پینے کے بعد میں نے کرسی پر بیٹھ کر سونیا کی خبر لی۔ معلوم ہوا کہ وہ باباصاحب کو ہی انسٹی ٹیوٹ آف انڈر گراؤنڈ فیل جسٹریشن کے ادارے میں لے آئی ہے۔ انہیں ایک آرام دہ کمرے میں رکھا گیا ہے اور ڈاکٹروں کا علاج ہو رہا ہے۔

سونیا نے کہا: "یہاں باباصاحب کے تمام طلبا پہنچ رہے ہیں۔ اعلیٰ بی بی اور اس کے چوروں کا بھی انتظار ہو رہا ہے۔ پتہ چلا ہے کہ وہ کل وہاں سے روانہ ہو گی۔"

"ہاں، روانگی کے انتظامات ہو چکے ہیں۔ کل شام تک وہ اپنے ساتھیوں سمیت باباصاحب کی خدمت میں پہنچ جائے گی۔ صرف منجالی میرے ساتھ رہے گی۔"

"اب ہمیں اپنے مستقبل کے متعلق بڑی سنجیدگی سے فیصلہ کرنا ہوگا۔ دشمنوں نے باباصاحب کے ساتھ جو سازش کی ہے اس سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ہم کسی بھی تنظیم پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔"

"ہاں، کسی پر بھروسہ نہیں کریں گے۔ باباصاحب کی طبیعت سنبھلنے دو۔ دیکھیں گے وہ کیا فیصلہ سناتے ہیں۔"

سونیا سے تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد میں دماغی طور پر واپس آ گیا۔ ادھر دوسرے کمرے میں رسونتی باتیں کر رہی تھی۔ میں اس کے دماغ میں چپکے چپکے تھکن پیدا کرنے لگا۔ اسے ایک ذرا سی سستی کا احساس ہونے لگا۔ ذرا سی دیر میں اس نے جماہی لی۔ پھر تھکے ہوئے انداز میں بولی: "میں سونا نہیں چاہتی تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں مگر جماہی پہ جماہی چلی آ رہی ہے۔"

"تم وقت پر سونے اور وقت پر جاگنے کی عادی ہو، اس لیے سو جانا چاہیے۔"

رسونتی نے اسے غور سے دیکھا۔ اعلیٰ بی بی اس سے نظریں چرا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پھر بستر پر لیٹ کر بولی: "تم جاگتا رہو تو میں بھی جاگتی رہوں گی ورنہ میں بھی سو جاؤں گی۔"

رسونتی بستر پر آ کر اس کے برابر لیٹ گئی۔ پھر باتیں کرنے لگی۔ میں رفتہ رفتہ اس کے دماغ کو سست کرتا جا رہا تھا۔ تھکن کا احساس بڑھاتا جا رہا تھا۔ اس نے یکے بعد دیگرے دو بار جماہیاں لیں۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ میں اسے ٹیلی پیتھی کی لوریاں دے کر سلانے لگا۔

پانچ منٹ بعد ہی وہ نیند میں ڈوب گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ اسی طرح گہری نیند سوتی رہے گی۔

اسے ہدایت دینے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "اٹھو اور اپنے کمرے کا دروازہ کھول دو۔"

وہ آہستگی سے اٹھ کر بیٹھ گئی اور محتاط نظروں سے رسونتی کو دیکھنے لگی — وہ گہری نیند میں تھی —

اعلیٰ بی بی آہستگی سے پلنگ سے اتر کر دبے قدموں چلتے ہوئے دروازے کے پاس آئی۔ جب اس نے دروازے کو کھولا تو سامنے میں کھڑا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ خوش ہو گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے صدیوں سے جدا ہوا اور ملن کی ایک گھڑی نصیب ہوئی ہو۔ وہ بھی چور گھڑی تھی۔ جانے کب رسونتی اس چوری کو پکڑ لیتی۔

چار بجے تک ہم دنیا جہاں کی باتیں کرتے رہے۔ چار بجے میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "اب تم جا کر کچھ دیر آرام کر لو تمہیں صبح جانا بھی ہے۔"

"میرا جانے کو جی نہیں چاہتا ہے۔"

"میں نے رسونتی کے بیدار ہونے کا وقت مقرر کیا ہے۔ وہ بیدار ہو جائے گی تو تمہاری جانی دشمن بن جائے گی۔"

میں اسے دیر تک سمجھاتا رہا۔ پھر وہ جانے پر مجبور ہو گئی۔ میں نے اس کے ساتھ رسونتی کی خواب گاہ کے سامنے

پہنچ کر کہا۔ "اب جاؤ اور دروازے کو اندر سے بند کر لو۔ رسونتی نے سونے سے پہلے اسے اندر سے بند کیا تھا۔"

وہ جاتے جاتے بھی نہیں جا رہی تھی اور نہیں جاتے ہوئے بھی اسے جانا ہی تھا اس لیے چلی گئی۔ دروازہ اندر سے بند ہو گیا۔ میں وہاں سے چلتا ہوا اپنی خواب گاہ میں آیا۔ پھر دروازے کو اندر سے بند کیا اور بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ اس وقت تک اعلیٰ بی بی رسونتی کے پاس ہی بستر پر جا کر لیٹ گئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ تھپکنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ خوب گہری نیند میں رہے اور آٹھ بجے تک بیدار ہو جائے۔

میں چند لمحوں تک خاموشی سے لیٹا رہا۔ اب مجھے سو جانا چاہیے تھا لیکن میں رسونتی کا نفسیاتی علاج کرنا چاہتا تھا۔ مجھے ایک اچھا راستہ سجھائی دیا تھا۔ اسے اضطراب میں مبتلا کر کے اسے حاسد بنا کر میں زیادہ سے زیادہ اپنی طرف مائل کر سکتا تھا۔ میں اس کے خوابیدہ ذہن میں پہنچ گیا۔

وہ بہت پُرسکون تھی۔ گہری نیند کے مزے لے رہی تھی۔ پھر وہ خواب دیکھنے لگی کہ اس کی خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور اعلیٰ بی بی میرے پاس آ کر اس کا حق چھین رہی ہے۔ وہ غصے سے پاؤں پٹختے ہوئے قریب آئی۔ پھر اعلیٰ بی بی کے بالوں کو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے چیخی۔ "تجھے شرم نہیں آتی۔ کیا اتنی بڑی دنیا میں تجھے میرا ہی مرد ملا تھا؟ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

اعلیٰ بی بی ہونہہ کہہ کر پھر میرے پاس آ گئی۔ رسونتی نے اسے پھر پکڑ کر کھینچا۔ اس بار اعلیٰ بی بی نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور اسے اتنی زور سے دھکا دیا کہ وہ دروازے سے ٹکراتے ہوئے ایک فلاسک اسٹینڈ پر آئی۔ پھر اس اسٹینڈ کے ساتھ زمین پر گر پڑی۔ اسی وقت میں نے اسے جھنجھوڑا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ دماغ صاف ہو گیا تھا۔ اب وہ نہ تو ٹرانس میں تھی نہ نیند میں۔ اس نے گہری گہری سانس لیتے ہوئے سوچا۔ کیا وہ خواب دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سر گھما کر دیکھا۔ اعلیٰ بی بی سو رہی تھی۔ اس نے اطمینان کی سانس لی کہ جو آنکھوں نے دیکھا وہ خواب تھا جو دل نے سوچا وہ افسانہ تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی۔ "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں ہار گئی۔ میں مان گئی کہ اس سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہے مگر وہ میرا ہے، کوئی اسے دیکھتی ہے تو میں جل جاتی ہوں۔ کوئی اس سے مسکرا کر باتیں کرتی ہے تو مسکرانے والی کا منہ نوچنے کو جی چاہتا ہے۔ میں کیا کروں۔ جتنا بھی انکار کروں، میرا دل، میرا دماغ، میری روح، میرا شریر رحم اسی کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ مجھے جلد ہی اپنی گمشدہ یادوں کو ڈھونڈ نکالنا ہوگا۔ نہیں تو میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

اس نے میری خواب گاہ کے دروازے کے پاس آ کر اسے ایک انگلی سے ذرا دبایا، پتہ چلا وہ اندر سے بند ہے۔ پھر وہ ایک کھڑکی کی طرف گئی۔ کھڑکی کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا۔ اس نے اندر کا پردے کو ذرا سا ہٹا کر میری طرف دیکھا۔ میں اسے سوتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "یہ کیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ ادھر وہ سو رہی ہے، ادھر یہ سو رہے ہیں۔ کیا انہوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے سُلا دیا تھا اور پھر۔۔۔"

وہ آگے سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کا دل نہیں مانتا تھا کہ میں کسی عورت کو اپنے قریب آنے کی اجازت دوں گا۔ وہ یہی دیکھتی آئی تھی کہ میں اس کی محبت کا دم بھرتا ہوں۔ اس کے ساتھ رہتا ہوں۔ اس کے لیے پریشان رہتا ہوں۔ اس کے لیے دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہوں۔ ایسے میں عورت یہی سمجھتی ہے کہ مرد اس کا اور صرف اس کا ہے، کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔

اس نے بڑی محبت سے مجھے دیکھا پھر سر کو جھکا کر دونوں ہاتھ جوڑ دیے جیسے پوجا کر رہی ہو۔ یہ بڑے رحم کی بات ہے کہ عورت عبادت کی حد تک بھروسہ کرے اور مرد اس کے اس بھروسے کو ٹھیس پہنچائے لیکن میں اپنے دل کی بات جانتا تھا۔ میرے دل میں اگر کوئی ہمیشہ قائم رہنے والی محبت ہے تو وہ دو دیویوں ایک رسونتی جو میری شریکِ حیات ہے۔ اس کے بعد اگر کسی کو شریکِ حیات بنانا چاہتا ہوں اور بناؤں گا تو وہ سونیا۔ باقی آنی جانی ہیں اور آ کر آنی جانی ہوں ان کے لیے یہ نہیں سوچا کہ میں رسونتی یا سونیا کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا رہا ہوں۔ میری محبت، میرا خلوص کیا ہے؟ یہ میں اپنے اندر سمجھتا ہوں۔

رسونتی دوسرے کمرے میں جا کر بستر پر لیٹ گئی۔

پھر وہ آہستہ آہستہ نیند کی آغوش میں چلی گئی۔ پھر میں نے باس لینگلو کے خاص ماتحت کیشو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ہدایت دی کہ وہ چھ بجے سو کر اٹھ جائے اور آٹھ بجے تک ہمارے لیے گاڑی لے کر آئے۔ ہم ایئر پورٹ جائیں گے۔ اسے ہدایات دینے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی کے خوابیدہ دماغ کو ہدایت دی کہ وہ آٹھ بجے کے بجائے سات بجے بیدار ہو اور گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں روانگی کے لیے بالکل تیار ہو۔ اس وقت پانچ بج چکے تھے، میں بھی دو گھنٹے کے لیے سو جاؤں گا۔

جب میری آنکھ کھلی تو سات بجنے والے تھے۔ میں

رسونتی کو جگایا۔ وہ آنکھیں کھول کر تھوڑی دیر تک بستر پر لیٹی رہی اور سوچتی رہی۔ پھر یاد آیا کہ اس نے رات کو اپنا کمرہ بدل دیا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، سوچنے لگی، جانے میں کب بیدار ہو جاؤں میرے لیے ناشتہ تیار کرنا چاہیے۔ رات کو بھی میں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ اسے میری بڑی فکر تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "رسونتی! میں بیدار ہو گیا ہوں صرف چائے پینا چاہتا ہوں۔ ابھی ہم اعلیٰ بی بی کو ایئر پورٹ تک چھوڑنے جائیں گے تو کسی اچھے سے ریستوران میں ناشتہ کریں گے۔"

وہ کچن میں چلی گئی۔ میں تیار ہو کر ڈائننگ روم میں آیا۔ وہ میرے لیے چائے لے کر آ گئی۔ میرے سامنے چائے کی کیتلی اور پیالی رکھ کر وہاں سے چلی گئی۔ اس وقت میں اعلیٰ بی بی کی خبر لے رہا تھا۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد آئینے کے سامنے ہلکا سا میک اپ کر رہی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ رسونتی شبہے میں مبتلا ہو چکی ہے۔ ابھی وہ شش و پنج میں ہے۔ مجھے تو وہ بے قصور و معصوم سمجھ رہی ہے لیکن دل میں یہ گرہ پڑ گئی ہے کہ تم مجھے بہکا رہی ہو۔"

"یہ مغربی عورتیں بڑی شکی ہوتی ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا شک غلط ہوتا ہے؟"

"تم بھی یہی کہہ رہے ہو۔"

"جہاں تک شک کی بات ہے درست ہے۔ جہاں تک تمہاری محبت کی بات ہے اس کا تعلق ہمارے جذبوں سے ہے۔"

میں نے ایک پیالی چائے پی، پھر دوسری بار آدھی پیالی تیار کی۔ رسونتی کا انتظار کرنے لگا۔ آدھی پیالی بھی ختم ہو گئی وہ واپس نہیں آئی۔ مجھے بڑی حیرانی ہوئی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ باغ میں پھولوں کے درمیان ہری بھری گھاس پر اوندھے منہ پڑی ہچکیاں لے رہی تھی۔

میں فوراً ہی ڈائننگ روم سے نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بائیں باغ میں پہنچ گیا۔ "رسونتی۔۔۔" میں نے قریب پہنچ کر سہمے سے پکارا۔

وہ ایک دم سے چونک کر اٹھ گئی۔ جلدی سے ساڑی کا پلو لے کر آنسو پونچھنے لگی۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ تم گندے ہو۔" وہ پیچھے سرکتے ہوئے بولی۔

میں ٹھٹک گیا۔ بہت کچھ سمجھ گیا۔ پھر بھی میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔ "آخر بات کیا ہے، یہ کیوں رو رہی ہو؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

"انجان مت بنو۔ میں تمہاری ٹیلی پیتھی کے سارے گندے کمالات سمجھ گئی ہوں۔ کل رات تم نے مجھے بیوقوف بنا دیا۔"

میں نے تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچا۔ پھر اس کے سامنے ذرا دور گھاس پر بیٹھ گیا۔ وہ رو رہی تھی۔ اس نے روتے روتے چور نظروں سے مجھے دیکھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ روتی ہے اور میں دیکھتا رہوں اور اس طرح مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو۔ میں نے کہا۔ "رسونتی! مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔"

وہ جواب دینے کے بجائے اسی طرح روتی رہی۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ وہ چاہتی ہے کہ میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوتا رہوں۔

میں نے اس کے برعکس کہا۔ "لیکن میں اپنی غلطی پر شرمندہ نہیں ہوں۔"

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ غصے سے بولی۔ "میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ اچھا ہوا میں تمہارے فریب میں نہیں آئی۔"

"تم مجھ سے نفرت نہیں کرتی ہو، تمہیں مجھ سے دور بھاگنے کی بیماری ہو گئی ہے۔ اگر میں نے غلطی کی ہے تو تمہیں سوچنا چاہیے کہ یہ غلطی کیوں ہوئی؟ جو عورت دور بھاگتی ہے، اس کا مرد اسی طرح صحرا بدر بھٹکتا ہے۔"

یہ کہہ کر میں وہاں سے پلٹ گیا۔ تیزی سے چلتے ہوئے کوٹھی کے اندر آ گیا لیکن میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ پہلے اس نے روتے روتے سوچا۔ "اونہہ، چوری اوپر سے سینہ زوری۔ مجھے غصہ دکھا کر جا رہے ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "لیکن وہ جو بات کہہ گئے ہیں اس پر بھی غور کرنا چاہیے۔"

پھر میں نے اپنے لب و لہجے میں کہا۔ "جو عورت دور بھاگتی ہے اس کا مرد اسی طرح در بدر بھٹکتا ہے۔۔۔"

میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے اس کے دماغ میں یہ بات اس انداز میں کہتا رہا جیسے وہ باتیں یاد آ رہی ہوں اور اس کے دماغ میں گونج رہی ہوں۔ میرا یہ نفسیاتی عمل بڑی حد تک کامیاب ہو رہا تھا۔ وہ اگرچہ مجھ سے ناراض تھی۔ زبان سے کہہ رہی تھی کہ نفرت کرتی ہے۔ لیکن میری طرف کچھ اور کھنچی چلی آئی۔ اس کا روٹھنا اس کی نفرت، غض اسی لیے تھی کہ وہ بہت زیادہ محبت کرنے لگی تھی۔

عورت کی محبت حد سے تجاوز کر جائے تو پریشانی کا سبب بن جاتی ہے۔ اس کے ناز نخرے ایسے ہوتے ہیں کہ مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اچانک مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ وہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی اور ہمارے ساتھ ایئر پورٹ جانے کے لیے تیار

ہو رہی تھی۔ اس کا ساتھ جانا میرے لیے خوشی کا باعث تھا۔ میں یہ نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ میرے اور اعلیٰ بی بی کے درمیان دیوار بنے گی۔ اعلیٰ بی بی کو تو اب جانا ہی تھا لیکن اس کے دماغ میں یہ بات چھپی ہوئی تھی کہ جب میں ایئرپورٹ پر اعلیٰ بی بی کو محبت سے الوداع کہہ رہا ہوں گا تو وہ چپ چاپ کہیں چلی جائے۔ مجھ سے دور ہو جائے گی۔ چاہے دشمنوں کے سینے چھلنی ہو جائے، چاہے دشمن جان سے مار ڈالے۔ ایسے پریمی سے دشمن بہتر ہیں جو ہر دم دل میں کچوکے لگاتا رہتا ہے۔

میں نے سر تھام لیا۔ اب یہ نئی مصیبت شروع ہو رہی تھی۔ میں ایئرپورٹ تک اس پر کڑی نظر رکھ سکتا تھا لیکن میں کب تک اس کی نگرانی کرتا۔ میں صرف اسی کی طرف دھیان نہیں دے سکتا تھا۔ اگر وہ کسی وقت مجھے چھوڑ کر کہیں چلی جائے گی تو کیا ہوگا؟

آٹھ بجے سے کچھ پہلے کیشو گاڑی لے کر آ گیا۔ گاڑی کی آواز سن کر رسونتی آ گئی۔ میں نے اسے دیکھا اتنی بیماری لگ رہی تھی۔ اتنے خوبصورت انداز میں ساڑی باندھے ہوئے تھی کہ میں اس پر سے نظریں نہ ہٹا سکا۔ وہ نارضامندی ظاہر کرتے ہوئے میری طرف توجہ دینے کے بجائے باہر کی طرف جانے لگی۔ اس کے بعد اعلیٰ بی بی آئی۔ وہ بھی اس انداز میں بن سنور کر آئی جیسے جاتے جاتے میرے ذہن میں نقش ہو جانا چاہتی ہو۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا رسونتی کو نہ پا کر وہ آخری بار میرے قریب آنا چاہتی تھی۔ میں نے جلدی سے کہا۔ "ایسی غلطی نہ کرنا۔ سارا بھانڈا پھوٹ گیا ہے۔ رسونتی بہت غصے میں ہے۔"

میں آہستہ آہستہ اسے سمجھاتا ہوا کوٹھی کے باہر آیا۔ رسونتی کار کے اگلے دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ جیسے ہی ہم کار کے قریب پہنچے، اس نے اگلا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "اعلیٰ بی بی یہاں بیٹھ جاؤ۔"

وہ چپ چاپ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ رسونتی کے لیے کھولا۔ وہ آگے بڑھی، پھر رک کر بولی۔ "پہلے تم بیٹھو۔"

میں نے بحث نہیں کی، چپ چاپ بیٹھ گیا۔ میرے بعد وہ سیٹ پر آئی پھر دروازے کو ایک جھٹکے سے بند کر دیا۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ وہ اندر ہی اندر تلملا رہی تھی۔ سوچ رہی تھی جب مجھے فرہاد سے دور ہی جانا ہے تو پھر اعلیٰ بی بی یہاں بیٹھے یا وہاں، میری بلا سے۔ میں نے کیوں اعلیٰ بی بی کو آگے بٹھا دیا۔ کیوں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ یہاں میری جگہ آ کر بیٹھے۔ مجھے کیا ہو گیا ہے؟

میں نے سوچتے رہنے اور الجھتے رہنے کے لیے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اپنے حال پر غور کرنے لگا کہ اگر وہ لپاٹک ہی مجھے دھوکا دے کر کہیں چلی جاتی گی تو کیا ہوگا۔ میں اسے کس طرح روک سکتا ہوں۔ آخر یہی بات سمجھ میں آئی کہ یہاں سے واپسی پر محتاط رہوں اور برابر اس کا خیال رکھوں۔ کوٹھی میں واپس جانے کے بعد میں اسے اچھی طرح سمجھاؤں گا۔ اسے اس کے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کروں گا۔

ہم ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ اعلیٰ بی بی کے تمام ساتھی اس کا انتظار کر رہے تھے۔ میں اعلیٰ بی بی کے خیالات کو سمجھ رہا تھا اس کا دل میری طرف کھنچا جا رہا تھا۔ وہ بڑی بے چین ہو کر کوشش میں تھی۔ خدا دیر کے لیے بھی تنہائی میں دو باتیں کرنے کا موقع مل جائے لیکن رسونتی ساتھ لگی ہوئی تھی۔ رخصت کے وقت رسونتی نے کہا۔ "میں ریستوران جا رہی ہوں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

یقیناً وہ مجھ سے دور ہونا چاہتی تھی۔ کہیں گم ہو جانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "ٹھہر جاؤ۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ ہم دونوں ساتھ ناشتہ کریں گے۔"

"میں نے کہا نا، میں رک نہیں سکتی۔ مجھے جانے دو۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ میں اعلیٰ بی بی کو چھوڑ کر اس کے پیچھے چلنے لگا۔ وہ اندر ہی اندر بہت خوش تھی۔ اپنے مرد کو اپنے پیچھے لگا کر عورت کتنا خوش ہوتی ہے۔ یہ میں اس وقت سمجھ رہا تھا۔

میں نے کہا۔ "یہ کیسی نادانی ہے۔ اعلیٰ بی بی کیا سوچے گی، بے چاری جا رہی ہے۔"

"اس بے چاری کے پاس جاؤ، میرے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟"

"میں تمہارے پیچھے دنیا کے آخری سرے تک جا سکتا ہوں لیکن اعلیٰ بی بی اور اس کے ساتھیوں نے ہماری حفاظت کی ہے۔ دن رات ہماری حفاظت کی ہے۔ کم از کم انہیں ہنسی خوشی تو رخصت کر دیں۔"

"اسی لیے تو میں یہاں چلی آئی ہوں تاکہ تم بھی طرح ان کے ساتھ ہنس بول سکو۔"

"دیکھو رسونتی! جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی ایسا نہیں ہوگا۔"

میں اسے مناتا ہوا ریستوران میں داخل ہوا۔ وہ ایک میز کے پاس بیٹھ گئی۔ میں نے ایک کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کیا ضد ہے۔ تم میرے ساتھ چلو گی، یا نہیں؟"

"یوں ڈانٹ کر کیوں پوچھ رہے ہو، یہ نہیں جاؤں گی تو میرا کیا بگاڑ لو گے؟"

"میں کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اسی لیے تو محبت سے منا رہا ہوں۔ چلو، وہ کیا سوچے گی؟"

"اُدھر وہ ہے، اِدھر میں ہوں جدھر جانا ہو چلا جاؤ۔"

میں نے پریشان ہو کر اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا "میرے ہزار دشمن ہیں۔ ہزاروں روپ میں رہتے ہیں۔ پہچانے نہیں جاتے۔ کسی نے کہیں سے ٹھائیں سے گولی چلا دی تو ابھی تم بیٹھے ہی بیٹھے بیوہ ہو جاؤ گی۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف یوں دیکھنے لگی جیسے میرے دشمنوں کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "چلو یہاں سے۔"

میں اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ "عورت حسد اور جلاپے میں اپنے حقوق چھیننے کے دوران مرد کی سلامتی کو بھی بھول جاتی ہے۔"

وہ گھبرائی ہوئی تھی۔ دل ہی دل میں خود کو کوس رہی تھی کہ اس نے واقعی میری سلامتی کا خیال کیوں نہیں رکھا۔ مجھے حفاظت کرنے والوں سے دور یہاں کیوں لے آئی تھی۔

اعلیٰ بی بی طیارے کی سیڑھی کے پاس کھڑی میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ میں واپس آؤں گا اور اس سے آخری بار ملاقات کروں گا۔ میں رسونتی کے ساتھ پہنچ گیا۔

طیارے سونیا، کورن دے پر لانے کے لیے کھا جا رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی صرف ہمارے انتظار میں کھڑی رہ گئی تھی۔

وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے طیارے میں چلی گئی۔ سیڑھی ہٹا دی گئی، دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں نے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ شاید ایسی سیٹ پر بیٹھی تھی، جہاں سے نظر نہ آ سکے۔

میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "رسونتی نے جس رویے کا اظہار کیا ہے میں اس کی طرف سے معذرت چاہتا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "فرہاد! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر میں تمہاری شریکِ حیات ہوتی تو شاید میں بھی ایسا ہی کرتی۔ کسی کو تمہارے پاس پھٹکنے بھی نہ دیتی۔ رسونتی نے جو کچھ کیا، یہ اس کا حق ہے۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اچانک ہی مجھے اپنے پیچھے آواز سنائی دی۔ "اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو آپ مسٹر فرہاد ہیں۔"

میں نے فوراً ہی پلٹ کر دیکھا۔ سامنے ایک ادھیڑ عمر کا آدمی کھڑا تھا۔ اس کے سر کے بال سفید تھے۔ بھنویں بھی کہیں کہیں سفید ہو چکی تھیں۔ میں نے اس کی آواز اور لب و لہجے سے پہچان لیا تھا۔ مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مسٹر والشورمکی! مجھے آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

"اور مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے اس کا اندازہ آپ میرے دل میں اور دماغ میں جھانک کر کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کے لیے یہ بڑی آسان سی بات ہے۔ بائی دی وے میں دیر سے آنے کی معافی چاہتا ہوں۔ راستے میں گاڑی خراب ہو گئی تھی۔"

باتیں کرنے کے دوران 'سونیا' سن دے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ میں نے رسونتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر روکی! یہ میری شریکِ حیات رسونتی ہیں۔"

والشورمکی حیرت سے اور مسرت سے رسونتی کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔ "میں آج کتنا خوش نصیب ہوں کہ مادام رسونتی کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اور ملاقات کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "مگر یہ بات افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ رسونتی فی الحال تو کسی کو پہچانتی ہے اور نہ ہی اپنی پچھلی زندگی کو یاد کر سکتی ہے ورنہ میں مرجانہ کے حوالے سے آپ کا تعارف پیش کرتا۔"

والشورمکی نے کہا۔ "اوہ ہاں! باس اینجلو نے کل مجھے بتایا تھا کہ مادام آپ کو بھی شوہر کی حیثیت سے نہیں پہچانتی ہیں۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے پارکنگ لاٹ کی طرف جانے لگے۔ میں نے کہا۔ "ماسٹر روکی! آپ تھوڑی دیر میری واٹف

زندگی بنانے اور سنوارنے کے سلسلے کی ایک کڑی

قیمت ۱۵ روپے

تمباکو نوشی اور دیگر بری عادات سے چھٹکارا حاصل کیجیے

سگریٹ پینا چھوڑیے
جینا شروع کیجیے

ذاتی کوششوں کے ذریعہ پورے اعتماد کے ساتھ تمباکو نوشی سے نجات حاصل کریں۔ صرف چند دنوں میں۔

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد تمباکو نوشی چھوڑنے کی یقینی گارنٹی ہے

مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی ۱

سے باتیں کریں۔ میں اپنے دوستوں کو الوداع کہہ دوں۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہوگیا۔ اعلیٰ بی بی کو الوداع کہنے سے پہلے رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ میرے بارے میں سوچ رہی تھی "کیسے ڈھیٹ ہیں۔ میں انکار کرتی جاتی ہوں اور یہ ہیں کہ دوسروں کے سامنے مجھی واقف کہنے لگے ہیں۔ ہاں مجھے اب یاد آیا، وہاں ریستوران میں بیٹھ کر کہہ رہے تھے کہ اگر کوئی دشمن آگیا تو میں بیٹھے ہی بیٹھے بیوہ ہوجاؤں گی۔ مائی گڈنس! میں سچی گھبرا گئی تھی، جیسے واقعی میں بیوہ ہوجاؤں گی۔ تو یہ ہے جب میں انکار کر رہی ہوں کہ میری شادی نہیں ہوئی، میرا کوئی شوہر نہیں ہے تو میں بیوہ کیسے ہوجاؤں گی لیکن یہ جانے کیسے دماغ سے کھیلنے لگتے ہیں، میں آپ ہی آپ کھیل تماشا بن جاتی ہوں۔"

میں نے دل ہی دل میں سوچا، رسونتی کے لیے یہ طریقہ علاج بھی مناسب ہے۔ سوسائٹی میں دوسروں کے سامنے اسے شریک حیات کہا جائے تاکہ دوسروں کے سامنے وہ میری بات رکھنے کے لیے خاموش رہا کرے۔ خاموشی انسان کو بہت کچھ سکھا دیتی ہے۔

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ "مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں تو سوچ رہا تھا، شہر کے کسی اچھے سے ریستوران میں ناشتہ کریں گے، چلو یہیں سہی۔"

ہم تینوں اسی ریستوران میں پہنچے اور میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔ "تم اور مسٹر روی ناشتے کا آرڈر دو میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے ریستوران کی کھڑکی سے دیکھا۔ طیارہ سونیا، جو اب تک رن وے پر کھڑا ہوا تھا، آہستہ آہستہ دوڑتا جا رہا تھا۔ میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سیفٹی بیلٹ باندھے ہوئے میرا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے محسوس کرتے ہی بولی۔ "میں سمجھتی ہوں رسونتی نے تمہیں اس قدر مصروف رکھا ہوگا کہ خیال خوانی کی بھی فرصت نہیں دی ہوگی۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ مرحانہ کے استاد الشور وکی سے ملاقات ہوگئی ہے۔ انہی سے باتیں کرنے میں مصروف رہا۔ بہرحال تم جا رہی ہو میری دعائیں اور نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہیں۔"

"خواہشات کی باتیں نہ کرو۔ تم سے وابستہ رہنے والی ہر خواہش پر دم نکلتا ہے۔ میں کیسے اپنے آپ کو سمجھاؤں گی، یہ میں جانتی ہوں۔"

"میں بھی جانتا ہوں۔ تم شہر شہر آباد رہو گی مگر تمہارا وقت دل کے ویرانے میں گزرے گا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کبھی تو وہ دن آئیں گے جو میرے اور تمہارے لیے وقف نہیں رہیں گے۔"

اس وقت تک طیارہ رن وے کو چھوڑ کر پرواز کرنے لگا تھا۔ وہ کہنے لگی۔ "اس وقت نہ میں زمین پر ہوں نہ آسمان پر۔ نہ میں اپنی ہوں نہ تمہاری ہوں۔ تقدیر نے مجھے معلق کر دیا ہے، کہیں کا نہیں رکھا ہے۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر وہ بہت ہی محبت میں ڈوب کر بولی۔ "فرہاد! بہت محتاط رہنا۔ دشمن بہت مکار، بہت بے رحم، بہت چالاک ہیں۔ اپنا خیال رکھنا۔"

"میں محتاط رہوں گا۔"

پھر میں نے ہنستے ہوتے کہا۔ "ہم تو ایسے سنجیدہ ہوگئے ہیں جیسے ہمیشہ کے لیے بچھڑ رہے ہوں۔ بھئی کم بابا صاحب کی علالت کی وجہ سے مجبوراً دور جا رہی ہو۔ وہ جلدی صحت یاب ہوجائیں گے اور تم جلد ہی میرے پاس آجاؤ گی آؤ گی نا؟"

ہم تھوڑی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد رخصت ہوگئے۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اب ناشتہ میز پر چن دیا گیا تھا۔ الشور وکی بہت ہی زندہ دل آدمی تھا۔ اپنی باتوں سے رسونتی کو ہنساتا جا رہا تھا۔ میں نے خوش ہو کر اسے دیکھا، پھر کہا۔

"بڑی مدت کے بعد میں نے تمہیں ایک آزاد پنچھی کی طرح چہکتے ہوئے دیکھا ہے۔ خدا تمہیں اسی طرح ہنستا بولتا رکھے۔"

میری بات پر وہ یک لخت سنجیدہ ہوگئی۔ یوں جیسے ناچتے ہوئے مور کو اپنے پاؤں نظر آگئے ہوں۔ اسے یاد آگیا تھا کہ وہ میرے ساتھ ہے اور میرے ساتھ اس کا کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے جس پر وہ ناز کر سکے یا جس رشتے کو وہ پہچان سکے۔

ناشتہ کرنے کے بعد جائے آگئی۔ اس وقت میں نے آس پاس دیکھا۔ برما کی پولیس والے ہماری طرف بڑھ رہے تھے۔ جلد ہی احساس ہوگیا کہ ہم چاروں طرف سے پولیس کے گھیرے میں تھے۔ میں نے گھوم کر دیکھا تو پیچھے ایک پولیس آفیسر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ آپ ہی مسٹر فرہاد ہیں۔"

میں نے اپنے پاس والی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ تشریف رکھیں اور یہ بتائیں کہ میری تلاش کیوں ہے؟"

وہ خالی کرسی پر بیٹھتے ہوتے بولا۔ "یہاں کی جیوش سوسائٹی کے چیئرمین نے آپ کے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کی یہودی تنظیم کی ایک اہم رکن مادام رسونتی کو آپ نے اغوا کیا ہے۔ پہلے اسے آپ پاکستان لے گئے، جب وہاں آپ کو قانونی تحفظ نہ مل سکا تو آپ اسے لے کر یہاں آگئے ہیں۔"

رسونتی نے سختی سے کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ مجھے اغوا نہیں

کیا گیا ہے ــــ میں اپنی مرضی سے، اپنی خوشی سے ان کی پناہ میں آئی ہوں اور آئندہ بھی رہنا چاہتی ہوں۔"

انسپکٹر نے کہا۔ "آپ یہ بات عدالت میں کہہ سکتی ہیں، ہمارا فرض ہے کہ ہم مسٹر فرہاد کو عدالت میں پیش کریں۔"

"اتنا تو میں جانتا ہوں کہ آج ہی عدالت میں پیشی نہیں ہوسکتی۔ پہلے آپ اس کی اطلاع دیں گے۔ قانونی کارروائی کریں گے۔ پھر پیشی کا ایک دن ایک تاریخ مقرر ہوگی۔ اس مقررہ تاریخ کو پیش ہونے تک میری پوزیشن کیا ہوگی؟"

"ابھی تو آپ ہماری حراست میں رہیں گے۔ آپ کی نمانت لے لی گئی تو آپ کو آپ کی رہائش گاہ تک محدود کر دیا جائے گا۔"

"یعنی کہ مجھے نظر بند رکھا جائے گا۔"

"آپ جو بھی سمجھ لیں۔ کیا آپ اس وقت ہمارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہیں؟"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں فرہاد ہوں اور یہاں پایا جاسکتا ہوں؟"

انسپکٹر نے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھا کر ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ یہودی تنظیم کے ایڈوکیٹ ڈیوڈ سوبلجر ہیں۔ انہوں نے ہمیں آپ تک پہنچایا ہے۔"

میں نے اس سادہ لباس والے کی طرف دیکھا جو پولیس والوں کے ساتھ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "فرہاد صاحب! میں اس دنیا میں بالکل تنہا ہوں۔ میری بیوی، میرے بچے، میرے رشتہ دار کوئی بھی نہیں۔ میں آدھی سے زیادہ عمر گزار چکا ہوں۔ اب آپ کی ذاتی دشمنی کے ذریعے مارا جاؤں تو اس کا افسوس نہیں ہوگا، ہاں خوشی ہوگی کہ میں یہودی ہوں اور اپنی تنظیم کے لیے جان دے رہا ہوں۔ ہاں اگر آپ نے مجھ پر رحم کھایا اور مجھے زندہ چھوڑ دیا تو میں آپ کے خلاف مقدمہ لڑوں گا اور آپ کو رسونتی کے اغوا کرنے کی سزا ضرور دلاؤں گا۔"

رسونتی کرسی سے اٹھ کر غصے سے اسے دیکھتے ہوتے بولی۔ "کہہ چکی ہوں کہ مجھے اغوا نہیں کیا گیا۔"

ڈیوڈ سوبلجر نے بڑے تحمل سے کہا۔ "آپ نہیں جانتی ہیں آپ ماضی کو بھول چکی ہیں۔ آپ کو جب اپنی حقیقت معلوم ہوگی تب یقیناً آپ اس بات کو تسلیم کریں گی کہ ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ کے بہی خواہ ہیں اور ہمیشہ آپ کے وفادار اور محافظ رہے ہیں۔ یہودی تنظیم نے آپ کو شہرت کی بلندیوں تک پہنچایا ہے۔ آپ وقت کا انتظار کریں۔ آپ کو جلد ہی ماضی کی ساری باتیں یاد آجائیں گی اور آپ دوست اور دشمن کو پہچان لیں گی۔"

میں نے پولیس آفیسر سے پوچھا۔ "آپ میرے متعلق کیا جانتے ہیں؟"

اس نے کہا۔ "آپ تو بہت ہی مشہور ہستی ہیں۔ آپ کے متعلق میں نے بہت کچھ سنا تھا۔ آج آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ میری خوش نصیبی ہے۔"

"میں آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ آپ میرے متعلق کیا جانتے ہیں، اسے دو لفظوں میں بیان کریں۔"

"یہی کہ آپ دشمنوں کے لیے جان لینے کی حد تک خطرناک ہیں اور دوستوں کے لیے جان دینے کی حد تک پرخلوص انسان ہیں۔"

"آپ مجھے دشمن بنانا چاہتے ہیں یا دوست؟"

وہ میرے سوال پر چکچانے لگا، پھر اس نے کہا۔ "دیکھیے میں عجیب دوراہے پر ہوں۔ آپ کو گرفتار کر کے لے جاؤں تو دشمن کہلاؤں اور ایسا نہ کروں تو اپنے فرض کو پورا نہ کر سکوں۔"

"آپ دوستی نباہتے ہوتے بھی اپنا فرض پورا کر سکتے ہیں۔"

"ایسا میں ضرور کروں گا۔ آپ مجھے مشورہ دیں۔"

"آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ پولیس اسٹیشن تک چلوں اور اس وقت تک آپ کی حراست میں رہوں جب تک کہ میری ضمانت نہ ہوجائے، تو ان تمام سپاہیوں کو رخصت کر دیں۔ میں آپ کے ساتھ دوستانہ انداز میں جاؤں گا۔ آپ میری کار میں میرے ساتھ چلیں گے۔ یہ ہوئی دوستی کی بات۔ دشمنی کی بات یہ ہے کہ ابھی دیکھتے ہی دیکھتے یہاں زلزلہ آئے گا۔ آپ تماشہ دیکھنا چاہتے ہیں تو میں دکھاؤں؟"

وہ جلدی سے بولا۔ "نہیں نہیں جناب! میں دوست بن کر رہنا چاہتا ہوں۔"

پھر اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ چلے جائیں۔ اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ یہودی تنظیم کا ایڈوکیٹ ڈیوڈ سوبلجر بھی وہاں سے جانے لگا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر کہا۔ "اپنے گناہوں کی معافی مانگ لو۔ گھر پہنچنے تک تم خودکشی کرنے والے ہو۔"

وہ ایک دم سے پلٹ کر میری طرف دیکھنے لگا۔ پھر تیزی سے آگے بڑھتے ہوتے بولا۔ "آپ یہ نہ سمجھیں کہ میرے مر جانے سے آپ کا مقدمہ مر جائے گا۔ والا کوئی نہیں ہوگا۔ ہماری تنظیم میں ایک سے بڑھ کر ایک قانون داں ہے۔ وہ آپ کو کبھی بچ کر نکلنے نہیں دیں گے۔"

میں نے انجان بنتے ہوئے حیران ہو کر پولیس آفیسر سے پوچھا "یہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ میں نے تو اسے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔"

اس سے پہلے کہ وہ جواب میں کچھ کہتا، میں پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے میرے اور پولیس آفیسر کے درمیان آیا۔ پھر اس سے پہلے کہ پولیس آفیسر کچھ سمجھتا، اس نے اس کے ہولسٹر پر ہاتھ مارا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا ریوالور ڈیوڈ سولجر کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔

آفیسر نے اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا "مسٹر ڈیوڈ! یہ کیا حرکت ہے۔ میرا ریوالور واپس کرو۔"

وہ آفیسر کو ریوالور کے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "خبردار! میرے قریب کوئی نہ آئے۔"

وہ تمام سپاہی جو واپس جا رہے تھے، یہ تماشہ دیکھ کر رک گئے اور ڈیوڈ کے اطراف گھیرا تنگ کرنے لگے۔ ڈیوڈ سولجر نے کہا "خبردار مجھ سے دور رہو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں فرہاد اپنے بچاؤ کے راستے نکال لے گا۔ قانون کی گرفت میں نہیں آ سکے گا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا، یہیں ختم کر دوں گا۔"

رسونتی چیختی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے سامنے ڈھال بن کر بولی "نہیں نہیں! انہیں نہ مارو۔ انہیں چھوڑ دو۔ میں تمہارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔"

"تو راضی ہو تو میری طرف چلی آؤ۔"

رسونتی نے مجھے ڈبڈبائی ہوئی الوداعی نظروں سے دیکھا۔ وہ جانا ہی چاہتی تھی کہ میں نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ "میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔ دشمنوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ ہم دونوں جئیں گے ایک ساتھ مریں گے ایک ساتھ۔"

یہ کہتے ہی میں پھر ڈیوڈ سولجر کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ جتنی دیر میں نے اس کے دماغ کو کھلا چھوڑ کر رسونتی سے یہ بات کہی تھی اتنی دیر میں وہ اپنے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھ کر حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے اور یہ ریوالور لیے کیوں کھڑا ہے۔ جب تک بات اس کی سمجھ میں آتی، میں پھر اس کے اندر سما چکا تھا۔

اچانک ہی اس پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ دوسرے لفظوں میں میرے اوپر قیامت ٹوٹ پڑی کیونکہ میں اس کے اندر تھا۔ جو کچھ بھی اس کے ساتھ ہوا گویا میرے ساتھ بھی ہوا۔ ادھر سے والٹر وکی نے چاقو ہی ایک ترسی اٹھا کر اس پر پھینک دی تھی۔ وہ کرسی سمیت لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے جا کر گرا۔

نیر کی تھی۔ اس نے گلے میں ایک سونے کی چین پہنی ہوئی تھی اس چین کا لاکٹ اس کی ٹکائی پر چمک رہا تھا۔ اس کی آنکھوں پر جو سیاہ چشمہ تھا، وہ بھی عام چشموں سے مختلف تھا۔ سر پر جو ہیٹ تھی تو اس کے متعلق بھی میں نے یہی سوچا کہ جب وہ اپنے پاؤں سے لے کر چہرے تک غیر معمولی نظر آ رہا ہے، تو ہیٹ میں بھی کوئی غیر معمولی بات ہوگی۔

والٹر وکی مجھ سے دو فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ سیاہ چشمے والا مجھے نہیں بلکہ والٹر وکی کو دیکھ رہا ہے اور اس کا رخ اسی کی طرف ہے۔ میں نے کہا "مسٹر! میں نے تمہیں سر سے پاؤں تک دیکھ لیا ہے۔ تم کون ہو اور کیا کہنا چاہتے ہو؟"

وہ سرد لہجے میں بولا "میں ڈیوڈ سولجر ہوں۔ وہی ڈیوڈ سولجر جسے تم ابھی ہلاک کر چکے ہو۔ ادھر اس کی لاش پڑی ہوئی ہے اور ادھر وہی تمہارے سامنے زندہ کھڑا ہوا ہے۔"

اس کی بات پر ایک دم سے سناٹا چھا گیا۔ سب لوگ اسے توجہ اور بے یقین سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا "فرہاد! ہم یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ اس بھرے پرے ریستوران میں جو اپنی ہی فائرنگ سے ہلاک ہو چکا ہے دراصل وہ تمہاری نلی بیٹھی کی فائرنگ سے ہلاک ہوا ہے۔ آنکھوں دیکھی بات کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ اس لیے میں بھی جھٹلانا مناسب نہیں سمجھتا پھر اپنی ساری آنکھوں والوں کی موجودگی میں کوئی میری بات کا یقین کیسے کرے گا۔ یہ میں آنکھوں والا نہیں اندھا ہوں۔"

میں نے بڑی حیرت سے اسے دیکھا۔ اس وقت میری حیرانی اور بڑھ گئی جب اس نے اپنی آنکھوں پر سے اس سیاہ چشمے کو ہٹایا۔ اس کی آنکھیں دور ہی سے بے نور نظر آ رہی تھیں۔ آنکھوں کے دونوں پپوٹے اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے تھے لہٰذا آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے سامنے تقریباً چھ فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کی دونوں آنکھیں پتھر کی ہیں۔

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا "آ جاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اندر سے بھی اچھی طرح دیکھ لو۔ دیکھو کہ میرے اندر کتنا اندھیرا ہے۔ میرے راستے روشن نہیں ہیں لیکن میں اپنے راستوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ اپنے سامنے والی رکاوٹوں کو دور کرنا بھی جانتا ہوں۔ دیکھو میں یہاں سے باہر پارکنگ ایریا میں اپنی گاڑی سمجھا رہا ہوں کیسے جا رہا ہوں، یہ دیکھنا تمہارے لیے ضروری ہے پھر تم کہنا کہ میں نے اپنے متعلق معلومات فراہم نہیں کیں۔"

یہ کہنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ اپنے دائیں طرف گھومنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس نے جو جوتے پہنے ہوئے ہیں ان میں ریڈار سسٹم ہے یعنی وہ جوتے سامنے والی رکاوٹوں سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ جس طرح چمگادڑ اندھی ہوتی ہے لیکن تیزی سے اڑنے کے باوجود جب دیوار کے سامنے آتی ہے تو اچانک ہی مڑ جاتی ہے۔ چمگادڑیں قدرتی طور پر ریڈار سسٹم کی حامل ہوتی ہیں۔ کچھ ایسی ہی تکنیک ان جوتوں میں تھی۔ وہ آگے بڑھنے سے پہلے بولا "آفیسر! میں یہ کہنا بھول گیا کہ جو شخص اب تک ایڈورکیٹ ڈیوڈ سولجر بنا ہوا آپ کی راہنمائی کر رہا تھا اور جس نے آپ کو فرہاد تک پہنچایا، وہ ہماری تنظیم کا ایک معمولی آدمی تھا۔ ڈیوڈ سولجر میں ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ ریستوران سے باہر جانے لگا۔ چند قدم چلنے کے بعد ذرا رک گیا۔ کیونکہ سامنے میز اور کرسیاں تھیں۔ وہ دوسری طرف راستہ بدل کر جانے لگا۔ اس کے جوتے اسے بتا رہے تھے کہ راستہ صاف ہے۔ آگے بڑھ کر پھر وہ رک گیا۔ سامنے سے آنے والا ایک سپاہی اسے کراس کر رہا تھا۔ جب وہ اس کے پاس سے گزر گیا تو وہ پھر آگے بڑھنے لگا۔

اس کی سوچ نے یہ بھی بتایا کہ اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی کے ایک اسپیکر پوائنٹ سے مخصوص قسم کی آوازیں آہستہ آہستہ نشر ہوتی ہیں۔ جب ایک مخصوص آواز نشر ہوتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ راستے میں جو چیزیں آئی ہیں وہ ساکت ہیں مثلاً میز، کرسیاں یا کہیں کھڑی ہوئی گاڑی وغیرہ۔

پھر دوسری مخصوص آواز ایسی ہوتی ہے جسے سن کر ڈیوڈ سولجر سمجھ لیتا ہے کہ اس کے سامنے آنے والی چیزیں متحرک ہیں مثلاً انسان، کتے، بلیاں وغیرہ۔ اگر کوئی چیز موت کی طرح برق رفتاری سے اس کی طرف آ رہی ہو تو اس اسپیکر پوائنٹ سے خطرے کی گھنٹی سنائی دیتی ہے۔

میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ خطرات کے وقت وہ کیا کرتا ہے۔ کس طرح اپنا بچاؤ کرتا ہے اور کس طرح اپنے دشمنوں کو ٹھکانے لگاتا ہے؟

اس نے سوچ کے ذریعے کہا "نہیں مسٹر فرہاد! میرے دماغ کو ٹٹولنے کی کوششیں نہ کرو۔ میں نے تھوڑی دیر کے لیے اپنے دماغ میں تمہیں مہمان بنایا ہے۔ میزبان کی مرضی سے جو بھلے معزز مہمان کی طرح قبول کرو۔ اس سے زیادہ حاصل کرنے کا لالچ کرو گے تو میزبان تمہیں اپنے گھر سے باہر کر دیگا۔"

میں نے اس کی بات کا برا نہیں مانا۔ مجھے والٹر وکی کی یہ نصیحت اچھی طرح یاد تھی کہ انسان کو غصے میں نہیں آنا

چاہیے۔ دماغ کو ہمیشہ ٹھنڈا رکھنا چاہیے۔ ڈیوڈ سولجر بڑی آزادی سے آنکھ والوں کی طرح چلتا ہوا ریستوران کے دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ تب پولیس آفیسر نے آگے بڑھ کر کہا۔ "مسٹر ڈیوڈ سولجر! رک جایئے۔"

وہ رک گیا۔ پلٹ کر آواز کی سمت دیکھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی اسے یہ بھی بتا رہی تھی کہ کس سمت سے آواز آ رہی ہے اور اسے کس سمت رُخ کرنا چاہیے۔ پولیس آفیسر نے کہا۔ "مسٹر ڈیوڈ! انہیں ہمارے ساتھ پولیس اسٹیشن چل کر بیان دینا ہوگا کہ اس مرنے والے شخص نے تمہارے نام سے ہماری رہنمائی کیوں کی؟"

اندھے نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا اس نے غلط رہنمائی کی؟ کیا اس نے آپ کو فرہاد علی تیمور تک نہیں پہنچایا؟"

"پہنچایا تو ضرور ہے لیکن آپ کون ہیں؟ اندھے ہونے کے باوجود اتنی باتیں کیسے جانتے ہیں؟"

"میں اپنی گاڑی تک جا رہا ہوں۔ آپ میرے ساتھ پولیس اسٹیشن تک میری گاڑی میں چل سکتے ہیں۔"

"میں مسٹر فرہاد کے ساتھ جا رہا ہوں۔ آپ کے ساتھ دو سپاہی جائیں گے۔"

اس نے للکار میں سر ہلا کر کہا۔ "میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔ میرے ساتھ سپاہی نہیں آپ جا سکتے ہیں ورنہ میری گاڑی میں کوئی نہیں آ سکے گا۔"

میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ "آفیسر! آپ ڈیوڈ سولجر کو اپنی گاڑی میں تنہا جانے دیں۔ میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ یہ اندھا شخص اپنے وعدے کے مطابق پولیس اسٹیشن ضرور پہنچے گا۔"

ڈیوڈ سولجر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جو شخص خود کسی جرم میں ملوث ہو کر پولیس اسٹیشن جا رہا ہو، میں اس کی ضمانت اپنے لیے قبول نہیں کروں گا۔ ہماری تنظیم کا چیف یہاں موجود ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھا کر چٹکی بجائی۔ ایک شخص ہماری طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کی ایک آنکھ چمڑے کے چوکور پردے کے پیچھے چھپی ہوئی تھی۔ وہ کانا تھا۔ اسے دیکھتے ہی پولیس آفیسر نے خوشامدانہ انداز میں آگے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ کہا۔ "جناب! آپ نے یہاں آنے کی زحمت فرمائی ہے۔ کیا واقعی آپ مسٹر ڈیوڈ سولجر کے لیے آئے ہیں؟"

جواب میں اس کانے نے ایک کاغذ آفیسر کی طرف بڑھایا۔ آفیسر نے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔ "مسٹر ڈیوڈ سولجر کو جانے کی اجازت دی جائے۔ اس کے ذمہ دار ہم ہیں۔"

وہ کانا یہودیوں کا چیف مجھ سے نظر نہیں ملا رہا تھا۔ وہ اپنی ایک آنکھ کو بھی جھکائے ہوئے تھا تاکہ میں ایک آنکھ کے راستے سے بھی اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکوں۔ میں ہنستے ہوئے کہا۔ "کمال ہے۔ یہودیوں کا سربراہ یا تو کانا ہوتا ہے یا بالکل ہی اندھا۔ مزید کمال کی بات یہ ہے کہ تم یہودیوں کو اب تک اپنے اندھے پن کا احساس نہیں ہونے دیتے۔"

یہودیوں کا چیف کچھ کہے بغیر وہاں سے جانے لگا۔ میں چاہتا تو اس پر جھپٹ سکتا تھا لیکن اس وقت میں قانون کی گرفت میں تھا۔ وہ اندھا ہماری طرف سے پلٹ کر گاڑی کی طرف گیا۔ وہاں کھڑے ہوئے دربان نے دروازہ کھول دیا۔ وہ دروازے کے کھلے ہوئے پٹ سے اور دربان سے کترا تا ہوا باہر جانے لگا۔ یقیناً اس کے جوتے بتا رہے تھے کہ کس طرح اسے کترا کر گزرنا چاہیے۔ آگے زینہ تھا۔ وہ اندھا نہیں وہ رک گیا۔ اس کی چھڑی اشارہ دے رہی تھی کہ آگے زینہ ہموار نہیں ہے۔ یا گڑھا ہے یا پھر زینہ ہے۔ اس نے چھڑی کو زمین پر ٹیک دیا۔ پھر اس کے سہارے زینے سے اترنے کے بعد پھر ہموار راستہ آ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ راستے کے دائیں طرف جانے سے آگے پارکنگ لاٹ ہے۔ وہ ادھر جانے لگا۔ بالکل ایسے انداز میں چل رہا تھا جیسے آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ اس کے ہاتھ جو حالات تھے وہ سب اس کی آنکھوں کا کام کر رہے تھے۔

وہ پارکنگ ایریا میں پہنچ گیا۔ اس نے کہا۔ "فرہاد! یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ خطرات کے وقت میں کس طرح بچاؤ کرتا ہوں۔ لو یہ تماشہ بھی دیکھ دیا ہوں۔"

وہ اپنی کار کے پاس پہنچ گیا۔ کار میں کوئی ایسا انتظام تھا جو اس کی چھڑی تک اشارہ پہنچاتا تھا اور وہ اشارات مل جاتا تھا اسی لیے وہ سیدھا اپنی کار تک پہنچ گیا تھا۔ پہنچنے کے بعد اس نے کہا۔ "یہاں سے تھوڑی دور میرا آدمی ایک بلڈ ہاؤنڈ کو اپنے قابو میں رکھے ہوئے ہے۔ اس کو میرا ایک رومال سونگھا دیا گیا ہے۔ اب وہ اس کی بُو کی طرف جھپٹتا آئے گا۔ اگر مجھ سے ذرا بھی غفلت ہوئی تو وہ چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا بایاں ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ چٹکی بجائی۔ اس وقت تک میں، پولیس آفیسر، رسوتی اور دربان وغیرہ کے ساتھ پارکنگ ایریا تک پہنچ گیا تھا۔ وہاں ہم

کیا، ایک بہت ہی خطرناک قسم کا بلڈ ہاؤنڈ تیزی سے دوڑتا ہوا ڈیوڈ سولجر کی طرف جا رہا تھا۔ وہ اندھا نہیں جانتا تھا کہ وہ اندھے سے آ رہا ہے لیکن اس کی چھڑی جانتی تھی۔ پھر جیسے ہی وہ تیتا چھلانگ لگا کر اس کی طرف گیا تو بس چھلانگ لگا کر ہی رہ گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین پر گر پڑا تھا۔

میں نے اندھے کی سوجھ سے معلوم کیا۔ اس کی چھڑی کے دستے سے ایک بے آواز فائر ہوا تھا — اور وہ کتا اس فائر کی زد میں آیا تھا۔ ڈرائیور نے اپنے اندھے باس کے لیے کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "فرہاد! میرا پتہ نوٹ کر لو۔"

اس نے مجھے اپنی رہائش گاہ کا پتہ بتایا، پھر کہا۔ "تم جب چاہو میرے پاس آ سکتے ہو لیکن آنے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ وہ تمہاری آخری ملاقات ہوگی۔ اگر تم میرے پاس نہیں آؤ گے تو میں کسی بھی وقت تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔ جانتے ہو کیوں؟"

اس وقت تک اس کے ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی اور وہ گاڑی آگے بڑھتے ہوئے اس پارکنگ ایریا سے نکل رہی تھی۔ اس اندھے نے بڑے ہی بے رحم لہجے میں کہا۔ "اس لیے کہ میں تمہارا پالنہار قاتل ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں اس کے دماغ سے نکل گیا یا نکال دیا گیا کیونکہ اس نے سانس روک لی تھی۔ اس کی کار نظروں سے اوجھل ہوتی جا رہی تھی اور وہ میری ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے بھی اوجھل ہو گیا تھا۔ میرے ساتھ ایک قانون کا محافظ تھا۔ میں یہ ثابت نہیں کر سکتا تھا کہ ابھی جو اندھا یہاں سے گیا ہے وہ آئندہ میرے قاتل کی حیثیت سے سامنے آئے گا۔

واٹسن وکی نے پوچھا۔ "مسٹر فرہاد! کیا آپ خیال خوانی میں مصروف ہیں؟"

"میں اس اندھے کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہودی مجھے قتل کرنے کے لیے دنیا کے حیرت انگیز اور غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے قاتلوں کی خدمات حاصل کر رہے ہیں۔ یہ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ اس بار انہوں نے اس اندھے کی خدمات حاصل کی ہیں۔"

پولیس آفیسر نے چونک کر پوچھا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ سے نہیں کہہ رہا ہوں اور نہ ہی قانون کی مدد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس اندھے کے خلاف میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہودی تنظیم والے بھی اس بات سے انکار کر دیں گے۔"

واٹسن وکی سوچ میں ڈوبا ہوا ادھر دیکھ رہا تھا جدھر اس اندھے کی کار نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "بے شک یہ خطرناک بھی ہے، غیر معمولی بھی ہے اور حیرت انگیز بھی۔ یہ آنکھوں والوں سے زیادہ محتاط، چالاک اور چوکنا ہے۔ ابھی ہم نے دیکھ لیا ہے کہ حملہ کرنے والوں کو آن واحد میں کس طرح ہلاک کر دیتا ہے۔ خیر، ہم اسے بعد میں دیکھیں گے۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے اپنی کار کے پاس آئے۔ میں نے کہا۔ "مسٹر وکی! آپ اپنی کار میں ہمارے ساتھ چلیں۔ میں راستے میں خیال خوانی کے ذریعے برما کے ماسٹر کو بُلاؤں گا۔ وہ میری ضمانت لے لے گا۔ معاملہ جلد ہی نمٹ جائے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی دو گاڑیاں پارکنگ ایریا میں پہنچیں۔ ایک گاڑی میں برما کا ماسٹر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے گاڑی سے اتر کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "جناب! ہمیں اس بات کی اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی کہ طیارہ 'سونیا' یہاں سے پرواز کرنے والا ہے۔ ہم نے سمجھ لیا تھا، آپ یہاں ضرور آئیں گے اور یقیناً دشمن آپ کو گھیرنے کی کوشش کریں گے جس دن ریڈ پلوٹ کے باس ایجلو نے یہ اطلاع دی تھی کہ یہودی یہاں بھی آپ پر مادام سونتی کے اغوا کا الزام لگا رہے ہیں اور آپ کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنا چاہتے ہیں، میں نے اس کے دوسرے دن ہی عدالت سے آپ کے حق میں ضمانت قبل از گرفتاری حاصل کر لی تھی۔ یہ دیکھیے۔"

اس نے چند کاغذات پولیس آفیسر کی طرف بڑھائے۔ قانون کے معاملات کسی حد تک وہیں نمٹ گئے۔ عدالت کی طرف سے یہ کہا گیا تھا کہ مجھے حراست میں نہ رکھا جائے اور میری ضمانت لینے والوں پر یہ پابندی عائد کی گئی تھی کہ مجھے لندن شہر سے باہر نہ جانے دیا جائے تاوقتیکہ مقدمہ کا فیصلہ میرے حق میں نہ ہو۔

پولیس آفیسر مطمئن ہو کر چلا گیا، ماسٹر نے پوچھا۔ "جناب آپ تو اچانک غائب ہو گئے۔ کم از کم ہمیں اپنی رہائش گاہ کا پتہ تو بتا دیجیے۔"

"میری رہائش آپ کے دماغ میں ہے۔ جب بھی میری ضرورت پڑے گی میں حاضر ہو جاؤں گا۔ آپ نے جو ضمانت لی ہے اس کا پابند رہوں گا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

وہ کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا۔ "ہم جانتے ہیں کہ آپ قانون کا احترام کریں گے لیکن....."

وہ کہتے کہتے رک گیا، اس کی نظر اس کار پر گئی جو انجلو نے

مجھے دی تھی۔ اس کا ماتحت کیشو وہاں کھڑا ہوا تھا۔ کار کو اور کیشو کو دیکھنے کے بعد ماسٹر نے کہا: "میں سمجھ گیا، آپ ریڈ پاور کی پناہ میں ہیں۔"

"یہ ایک احتیاطی تدبیر ہے۔"

"لیکن جناب! ہم سے کیا غلطی ہو گئی ہے۔ ہم نے آپ کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔ مانا کہ پچھلے ماسٹر نے بہت بڑی حماقت کی تھی لیکن اسے اس کی سزا بھی دیدی گئی۔ ہم تو ہر لحظہ آپ کے لیے جان دینے کو تیار رہتے ہیں۔"

"میں مانتا ہوں لیکن میں نے فیصلہ کیا ہے کہ مجھے ریڈ پاور والوں کو بھی دوست بنا کر رکھنا چاہیے۔ جیسا کہ آپ لوگوں کی پالیسی ہے۔ کیا آپ لوگ ایک طرف مسلمانوں اور دوسری طرف یہودیوں کے دوست نہیں ہیں؟"

"وہ تو ہیں لیکن یہودیوں کے دوست ہونے کے باوجود ہم مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچاتے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "براہِ راست نقصان نہیں پہنچاتے لیکن مسلمانوں کو یہودیوں کے ہاتھوں سے نقصان پہنچتا ہے تو ایک کنارے ہو جاتے ہیں۔ کسی طرح سے اپنی مجبوریاں ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ یہی معاملہ دیکھ لیں کہ یہودی خواہ مخواہ مجھ پر رسونتی کے اغوا کا مقدمہ چلا رہے ہیں۔ آپ نے اتنا ہی کیا کہ میرے لیے ضمانت حاصل کر لی۔ بڑی مہربانی کی اور جتنی مہربانی کی میں اتنی ہی دوستی کر رہا ہوں۔"

"جناب! میں سپرماسٹر کو کیا جواب دوں؟"

"میں تھوڑی دیر بعد آپ سے دماغی رابطہ قائم کروں گا۔ پھر باتیں ہوں گی۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے اسے پھر مخاطب کیا: "ماسٹر! میں جاوید کے متعلق پوچھنا بھول گیا۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ جاوید صاحب محترم ہیں۔ کل تک انھیں مادام مارتھا کی تمام جائداد کا نگراں بنا دیا جائے گا۔"

میں نے جاوید کے دماغ میں جھانک کر دیکھی، وہ انجانی ممی کی کوٹھی میں مقیم تھا، خود کو تنہا محسوس کر رہا تھا۔ نئی جگہ سے کچھ بیزار نظر آتا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ یہاں گزارہ کیسے ہوگا۔

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گیا۔ اس نے پوچھا: "بھائی جان! کیا آپ کسی پریشانی میں مبتلا ہیں؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں جلد ہی تم سے ملنے کی کوشش کروں گا۔ یہاں اپنا دل بہلانے کی کوشش کرو، خوب تفریح کرو، کل تک تمھیں ایک بہت بڑی جائداد کا نگراں بنا دیا جائے گا۔ اس کے بعد جلد ہی تم اپنی بیگم اور ریحانہ کو یہاں بلا سکو گے۔"

میں اسے تسلیاں دے کر باقاعدہ طور پر حاضر ہوا میری کار کے پاس ہی رسونتی وانسورو کی سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ میں نے مسکرا کر کہا: "میرے ساتھ رہنے میں ایک بڑی مصیبت یہ ہے کہ میں موقع محل نہیں دیکھتا، خیال خوانی میں مصروف ہو جاتا ہوں اور میرے ساتھ رہنے والوں کو میرا انتظار کرنا پڑتا ہے۔"

رسونتی نے کہا: "میں تمھاری ان عادتوں سے بیزار ہو کر کیا کروں گی۔ تمھیں چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکتی۔ ابھی دیکھا نہیں کہ دشمن کس طرح مجھے حاصل کرنے کے لیے قانونی کارروائی کر رہے ہیں۔"

میں نے وانسورو کی سے پوچھا: "آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"میرا تو جی چاہتا ہے آپ کے ساتھ دن رات رہوں لیکن پوپی نے جلد واپس آنے کی تاکید کی ہے۔"

میں نے بھی تائید کی: "آپ کو اس کے پاس رہنا چاہیے یاد ہے نا آپ نے اسے دوسری مرحانہ بنانے کا وعدہ کیا ہے۔"

اس نے زچ ہوتے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "یقیناً لیکن میری ایک خواہش ہے۔"

"وہ کیا؟"

"پہلے میں اس اندھے سے مخاطب ہوں گا۔ اس کے بعد آپ۔"

"اس کے بعد کا مطلب ہوا کہ آپ کا مخاطب ناکام ہو سکتا ہے۔ خدانخواستہ اس نے آپ کو جانی نقصان پہنچایا تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ نیس مسٹرو کی! میں آپ کو اتنے خطرناک دشمنوں کے سامنے نہیں جانے دوں گا۔"

"یہ میری توہین ہوگی۔"

"توہین کی بات نہیں ہے۔ آپ بلاشبہ ناقابلِ شکست فائٹر ہیں، آپ کو شاید ہی کوئی شکست دے سکے لیکن آپ ایک بات نہیں جانتے۔ جو اتفاقاً لڑنے کے لیے آتے ہیں، وہ لڑنے کے اصول کو مدِنظر نہیں رکھتے۔ کوئی مکاری ایسی کرتے ہیں کہ اچھے سے اچھا لڑنے والا بھی جان سے چلا جاتا ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ میں آپ کی فرمائش کے مطابق پوپی کو فولاد بناؤں گا، آپ میری یہ فرمائش پوری کر دیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا: "جب آپ اس اندھے ڈیول سے مقابلہ کرتے ہوئے اس کی کسی مکاری سے مارے جائیں گے تو پھر پوپی کو فولاد کون بنائے گا؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں، وہاں سے زندہ واپس آؤں گا۔"

"چلیے ایسا کرتے ہیں کہ میرے سات قاتل اور ہیں، ان ساتوں میں سے آپ جس کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیں گے۔ میں آپ کو اجازت دے دوں گا۔ آپ یقین کریں، یہ اندھا بظاہر ہیں

بہت خطرناک نظر آتا ہے، اس سے کہیں زیادہ خطرناک وہ قاتل ہیں جو آئندہ میرے سامنے والے ہیں، بولیے کیا فیصلہ ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا: "ٹھیک ہے، آئندہ سات قاتلوں میں سے بھی ایک کے ساتھ مقابلہ کرنے کا فیصلہ میں کروں گا۔"

اس نے دوسری بار مصافحہ کیا اور یہ وعدہ لے کر رخصت ہو گیا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔ اس کے جانے کے بعد ہم کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے اور اپنی خفیہ پناہ گاہ کی طرف جانے لگے۔ راستے میں، میں نے پوچھا: "تم میری خیال خوانی سے بیزار ہو جاتی ہو؟"

"ہرگز نہیں لیکن بےرات کی ایک انتہا ہوتی ہے۔"

"ابھی تم انتہا نہ سمجھو تو میں ضروری خیال خوانی کروں۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ منجالی کب تک یہاں آئے گی۔"

وہ خاموش ہو کر کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھنے لگی۔ میں منجالی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مجھے محسوس کرنے لگی۔ اس کے لبوں پر ہلکا سا تبسم آ گیا۔ میں نے محسوس کیا اس کے دل کی رفتار کچھ تیز ہو گئی تھی۔ یہ ایک فطری امر ہے۔ انسان خواہ عورت ہو یا مرد۔ اگر اس کے اندر کوئی خوش گوار تبدیلی ہوتی ہے تو وہ اس کے مزاج میں اور اس کے جذبوں میں بھی نمایاں ہونے لگتی ہے۔ وہ خوش ہوتا ہے اور اگر وہ صنفِ نازک ہو اور اس کے اندر کوئی موسم جائے ایسا مرد جو میری طرح تنہا سا تو ہو مگر ان دیکھا ہو۔ اور دماغ میں آئے تو یقیناً دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں۔

وہ ایک طیارے میں سفر کر رہی تھی، میں نے پوچھا، جب بھی میں تمھارے دماغ میں آتا ہوں تھا راول عجیب طرح سے دھڑکنے لگتا ہے، ایسا کیوں؟"

میرے اس سوال سے وہ کچھ پریشان ہوئی پھر سنبھل کر بولی: "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ غیر معمولی صلاحیت کے مالک ہیں عالمی شہرت کے حامل ہیں آپ جیسی شخصیت میرے اندر سما جائے تو یقیناً حیرت سے اور مسرت سے دل دھڑکنے لگتا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کیا، وہ مجھے سچی تو بات بھی نہیں رہ سکتی، ہر انسان کے دماغ میں منفی اور مثبت خیال کی سرحد ہوتی رہتی ہے، اس سرحد کو مجھ سے نہ چھپاؤ۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "آپ جانتے ہیں میں کس قدر زہریلی ہوں، میں کبھی کسی سے شادی نہیں کر سکتی کسی کو اپنا پرائے فرینڈ نہیں بنا سکتی، اسی لیے میں نے ابتدا ہی سے سوئیٹا کو اپنا آئیڈیل بنا رکھا ہے۔"

"کیا ایک جوان لڑکی کسی عورت کو آئیڈیل بنا کر ساری زندگی گزار سکتی ہے؟"

"میں دوسروں کے متعلق نہیں کہہ سکتی کہ ان کی زندگی میں کیسی تبدیلیاں آ جاتی ہوں گی، کیسے وہ ارادے بدل کر کسی عورت کی بجائے کسی مرد کو آئیڈیل بنا لیتی ہوں گی میرے ساتھ بڑی مجبوریاں ہیں، میں کسی سے بھی محبت کروں گی تو وہ زہریلی محبت ہوگی۔"

وہ چند لمحوں کے لیے چپ رہی، اس کی خاموش سوچیں کہہ رہی تھیں کہ وہ لوگوں سے دور بھاگتی ہے مگر دل پھینک قسم کے نوجوان اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں وہ انھیں باز رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ اگرچہ وہ کالی ہے مگر اس کے زہر نے اسے غیر معمولی طور پر پُرکشش بنا رکھا ہے۔ مرد یوں کھنچے آتے ہیں جیسے لوہا مقناطیس کی طرف۔

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "میری زندگی میں جو مرد ایسے آئے جو بہت ضدی اور خود کو ناقابلِ شکست سمجھتے تھے وہ ایسے سر پھرے تھے کہ جسے چاہتے تھے حاصل کر لیتے تھے۔ اسی ضد سے انھوں نے مجھے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ان کا نتیجہ کیا ہوا یہ میں سونیا کو بتا چکی ہوں شاید آپ نے بھی سنا ہو۔ وہ تو میرے زہر سے مر گئے، تیسرا میری معلومات کے مطابق پاگل ہو گیا تھا۔ جیسے کہ مادام رسونتی پاگل ہوتے ہوتے بچ گئیں، آپ کی فوری توجہ نے انھیں دوسری زندگی دی ہے۔"

"میرا سوال کچھ اور تھا، جواب کچھ اور ملا ہے، میں پوچھ رہا ہوں تم اپنی پہاڑ جیسی زندگی کیسے گزارو گی، سنا ہے تم تین ایج میں ہڑ شاید سولہ، سترہ یا اٹھارہ برس کی۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں، اپنے دھڑکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ لیا، پھر بولی: "ایک تو یہ زہر مجھے مار ڈالے گا، پتہ نہیں میرا کیا انجام ہو۔ سچ پوچھیے تو میں آپ کے لیے پریشان ہوں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "میرے لیے کیوں؟"

وہ چند لمحوں تک چپ رہی، اس کے بعد بولی: "میں اپنی تعریف نہیں کرنا چاہتی لیکن اتنی سی عمر میں تجربات نے مجھے بتایا ہے کہ جو شخص بھی مجھے دیکھتا ہے، مجھ پر سے نظریں نہیں ہٹا سکتا لوگ میرے چہرے کو میرے سراپا کو دیکھتے رہ جاتے ہیں اس وقت بھی طیارے کے کتنے ہی مسافر کسی نہ کسی بہانے سے میری طرف دیکھ رہے ہیں، درمیانی پیسج سے گزرنے کے دوران بھی مجھے دیکھتے ہوئے گزرتے ہیں، اگر میں کسی کو نظر بھر کر دیکھوں تو اس پر ہپناٹزم کا عمل شروع ہو جائے گا۔ زہر میں کتنی قوت ہوتی ہے، کتنی کشش ہوتی ہے، یہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی۔ اس کا تجربہ اس وقت ہوگا جب میں آپ کے سامنے آؤں گی۔"

اس نے ایک گہری سانس لی، پھر کہا: "آپ زندہ دل ہیں اور حسن کے رسیا بھی، مجھے دیکھ کر آپ میری طرف مائل ہوجائیں گے تو یہ مجھ جیسی لڑکی کے لیے ایک طرف خوش نصیبی ہوگی مگر دوسری طرف بڑی بدنصیبی ہوگی کیونکہ میرے بعد پھر کوئی دوسری لڑکی آپ کی زندگی میں نہیں آسکے گی کیونکہ میرے ساتھ ہمیشہ موت آتی ہے۔"

میں نے سوچا، کیا وہ جو کچھ کہہ رہی ہے۔ وہ درست ہو سکتا ہے، کیا میں اس کی طرف مائل ہوجاؤں گا، نہیں نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ میں نے نہیں، نہیں کی گردان کرتے وقت انکار میں سر ہلایا، اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ رسونتی نے حیرانی سے پوچھا: "یہ تم کس بات پر انکار کررہے ہو؟"

میں نے اس کی طرف دیکھا پھر کہا: "ابھی آتا ہوں۔"

میں پھر منجالی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس سے کہا: "تم اطمینان رکھو، میں خود کو قابو میں رکھنا جانتا ہوں۔ مجھے اپنی زندگی بہت عزیز ہے۔"

میں دوبارہ دمائی رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کرکے کار کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہوگیا۔ میں رسونتی سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس وقت کیشو نے ایک ڈپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے گاڑی روک دی۔ پھر اس نے پلٹ کر کہا: "میں یہ محسوس کررہا ہوں کہ ہمارا تعاقب کیا جارہا ہے۔ آپ کچھ شاپنگ کرنا چاہیں تو مادام کے ساتھ اندر چلے جائیں۔ شاپنگ کے دوران مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرتے رہیں، میں آپ کو بتاؤں گا کہ تعاقب کرنے والے آپ کے پیچھے اس اسٹور میں داخل ہوئے ہیں یا نہیں۔"

"کوئی ہمارا تعاقب کررہا ہو یا نہیں، میں چاہتا ہوں کہ ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ میں ابھی تمہارے پاس سے دماغی رابطہ قائم کروں گا اور اس سے کہوں گا کہ وہ دوسری کار ڈپارٹمنٹل اسٹور کے پیچھے دوسری شاہراہ پر پہنچا دے تم وہاں موجود رہنا۔ ہم اس کار میں چلے جائیں گے۔"

یہ کہہ کر میں رسونتی کے ساتھ کار سے باہر نکلا اور اس ڈپارٹمنٹل اسٹور میں داخل ہوگیا۔ وہاں ہم نے آدھا گھنٹہ گزارا، اس دوران میں نے ایجلو سے رابطہ قائم کیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد میں نے کیشو کو بتایا کہ اس کا پاس شدہ میکر کی اور کس رنگ کی گاڑی دوسری شاہراہ پر پہنچا رہا ہے۔ وہ وہاں چلے اور اس کے ڈرائیور کو اپنی کار کی چابی دے اور دوسری کار کی چابی لے لے۔

ادھر کیشو نے بتایا تھا کہ دو شخص ڈپارٹمنٹل اسٹور میں داخل ہوئے ہیں، ایک پتلون اور بشرٹ پہنے ہوئے ہے دوسرا بنیان اور نیکر میں ہے، وہ دونوں دور ہی سے نظر آگئے۔ میں نے رسونتی سے کہا: "ادھر ان دو آدمیوں کو دیکھو۔"

وہ دیکھنے لگی، میں ان کا حلیہ اور ان کے لباس کے متعلق بتانے لگا۔ اس نے پوچھا: "مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"تم اتنے بڑے ڈپارٹمنٹل اسٹور میں یوں بھٹکتی رہو جیسے مجھ سے بچھڑ گئی ہو اور مجھے تلاش کررہی ہو، کبھی کسی کاؤنٹر گرل سے کسی چیز کی قیمت بھی پوچھ لینا۔"

وہ مجھ سے بچھڑ گئی۔ میں اسٹور کے اس حصے میں گیا جہاں کتابیں فروخت ہوتی تھیں، میں یونہی کتابیں دیکھنے کے بہانے رسونتی کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ بھٹکتی ہوئی ایک طرف گئی تھی جب اس نے دیکھا کہ وہ دونوں اس کی طرف چلے آرہے ہیں تو وہ ایک کاؤنٹر پر رک گئی، اس نے کاؤنٹر مین سے کہا: "مجھے شیونگ کا پورا سیٹ چاہیے۔"

کاؤنٹر مین نے دوسرے کاؤنٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "آپ وہاں چلی جائیں۔"

رسونتی ادھر چلنے لگی، میں کاؤنٹر مین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ لوگ کاؤنٹر کے قریب آئے تو ایک نے آہستگی سے کہا: "اکیلی نظر آرہی ہے۔ فرہاد کہاں چلا گیا؟"

دوسرے نے کہا: "جائے گا کہاں؟ اسی اسٹور میں ہوگا۔"

پھر پہلے نے کہا: "کہیں کوئی چال تو نہیں ہے، اس مٹیلی منجھلی والے سے بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے ایسا نہ ہو کہ وہ کہیں چھپ کر ہماری باتیں سن رہا ہو۔"

"تم ڈرتے بھی ہو اور بول بھی رہے ہو، ہمیں سختی سے حکم دیا گیا ہے کہ ہم گونگے بنے رہیں۔"

میں نے رسونتی سے کہا: "جدھر کتابیں فروخت ہوتی ہیں ادھر چلی آؤ۔" وہ اس طرف چل دی۔

وہ دونوں اس کا پیچھا کرنا چاہتے تھے میں نے ان میں سے ایک کو ایک عورت کی طرف گھما دیا۔ اس نے کہا: "ہائے میری جان کہاں منہ پھیر کر جارہی ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے اس عورت کے بازو کو پکڑ لیا، دوسرے ہی لمحے تڑاخ سے اس کے منہ پر طمانچہ پڑا، دوسرے ساتھی نے کہا: "یار! یہ کیا کررہے ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا، اس نے اس عورت سے کہا: "دیکھو یہ خواہ مخواہ تمہیں چھیڑ رہا ہے حالانکہ تم اس کی نہیں میری جان ہو۔"

وہ اس عورت کی طرف بڑھا تھا۔ وہ چیخ کر پیچھے ہٹ گئی، یہ تماشہ دوسرے بھی دیکھ رہے تھے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے سب نے ان دونوں کو گھیرے میں لے لیا، ان کی پٹائی کرنے لگے۔

ذرا سی دیر میں مسلح گارڈ آگئے۔ ان کا کیا حشر ہوا یہ جاننے کی ضرورت نہیں تھی، میں رسونتی کو لیے ہوئے اس ڈپارٹمنٹل اسٹور کے پچھلے حصے میں آیا، پھر وہاں سے نکل کر دوسری شاہراہ پر پہنچ گیا۔ ایک کار کے پاس کیشو کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔

تھوڑی دیر بعد ہم اس کار میں سفر کررہے تھے، رسونتی نے پریشان ہوکر پوچھا: "آخر یہ دشمن کب تک پیچھے لگے رہیں گے۔"

"جب تک میلی مینجی ساتھ رہے گی، دشمن لگے رہیں گے۔"

"چولھے میں گئی ایسی میلی مینجی، جان کا عذاب بن گئی ہے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟"

"چھوڑ دوں گا تو دشمن چیونٹی کی طرح مسل کر رکھ دیں گے، مجھے نہ اس کی روٹ چین ہے نہ اس کی روٹ۔"

"کوئی ایسی صورت نہیں ہوسکتی کہ سانپ کے سانپ بھی مرجائیں اور دشمن بھی مرجائیں؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "جب سے یہ دنیا بنی ہے تب سے انسان اپنے اپنے وقت پر مرتا آیا ہے لیکن شیطان کبھی نہیں مرتا۔"

پھر میں نے رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر سوچ کے ذریعے کہا: "میں نے سوچا ہے کہ دشمنوں کے خلاف بہت بڑا محاذ قائم کروں، یہ بات میں سوچ کے ذریعے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کیشو نہ سن سکے۔"

اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا: "کیسا محاذ قائم کررہے ہو؟"

"ابھی میرے ذہن میں پوری طرح منصوبہ نہیں ہے، میں بابا صاحب کے پاس پہنچوں گا۔ سونیا سے مشورہ کروں گا پھر فیصلہ کروں گا۔"

سونیا کا نام سن کر وہ پھر سوچ میں پڑ گئی۔ میں نے کہا: "اپنے دماغ پر زیادہ زور نہ ڈالنا، وقت آنے پر تم سونیا کو اچھی طرح پہچان لوگی۔"

"یہ بابا صاحب کون ہیں؟"

"ایک محترم بزرگ ہیں، ابھی بیمار ہیں، میں رات کو کسی وقت ان سے رابطہ قائم کروں گا تاکہ وہ اچھی طرح صحت یاب ہو جائیں تو کوئی کام کی بات ہوسکے۔"

"کیا منجالی یہاں آرہی ہے؟"

"اس کا سفر جاری ہے، شام کے سات بجے تک یہاں پہنچے گی۔ ہم اپنی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ گئے، کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے کہا: "مجھے تنہائی چاہیے تم ایک کپ چائے پلا دو۔ میں دشمنوں سے نمٹنا چاہتا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے کیشو کو نصیحت کیا۔ پھر اپنے کمرے میں آگیا۔ ہمارے ہر کمرے میں ایک ٹی وی، ریڈیو گرام اور ٹیپ ریکارڈر موجود تھا۔ میں نے ٹیپ ریکارڈر کو آن کیا، اس میں سے ویسٹرن آرکسٹرا کی آواز ابھرنے لگی، میں نے اسے آف کرنے کے بعد پلو ہنڈ کیا۔ اس کے بعد اس ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا جو اسٹوفی راک کا علاج کررہا تھا۔

وہ اپنے گھر میں تھا، دوپہر کے کھانے کے بعد آرام سے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا، گھبرا کر دروازے کی طرف یوں دیکھنے لگا جیسے یہودی تنظیم کا کوئی بھی فرد آکر اسے محض اس لیے گولی مار دے گا کہ فرہاد اس کے دماغ میں گھس کر پہنچ گیا ہے۔

میں نے کہا: "گھبراؤ مت۔ میری مہربانیوں سے تم ابھی تک زندہ ہو، صرف اس لیے کہ میں تمہارا تعاون کررہا ہوں۔ جیسا میں کہوں ویسا کرتے جاؤ، اپنی طبعی عمر تک زندہ رہو گے۔"

"آپ کی بڑی مہربانی ہے، میں آپ سے بھرپور تعاون کرتا رہوں گا۔"

"تم جیسے لوگ ہمیشہ ایسے ہی وقت کام آتے ہیں جب سر پر تلوار لٹکی رہتی ہے، مجھے بتاؤ۔ یہاں یہودی تنظیم کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟"

وہ زبان کھولنے والا تھا کہ میں نے پھر سختی سے کہا: "کچھ کہنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لو، اگر جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو..."

"نہیں نہیں جناب میں سچ بتا رہا ہوں، یہاں عام طور پر جو یہودی تنظیم ہے اس سے ہم سب کا رابطہ ہے لیکن اصل کام جیوش انٹیلی جنس والے کرتے ہیں، وہ کسی سے نہیں ملتے۔ خفیہ طور پر اپنے احکامات بڑی تنظیم تک پہنچاتے ہیں، وہ تنظیم والے ہمیں اپنا اپنا کام سونپ دیتے ہیں۔"

"جیوش انٹیلی جنس کے لوگ کس طرح اپنے احکامات تنظیم والوں تک پہنچاتے ہیں؟"

"یہ میں اچھی طرح نہیں جانتا۔ شاید ٹیلی فون کے ذریعے یا تحریر کے ذریعے احکامات موصول ہوتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ پیغامات یہودی تنظیم کے سربراہ کو براہِ راست موصول ہوتے ہوں گے کسی ایرے غیرے کو احکامات اور ہدایات نہیں دی جاسکتیں۔"

"جی جناب! یہی ہوسکتا ہے۔"

"یہودی تنظیم کے سربراہ سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کرو۔"

"جناب! براہِ راست ان سے بات نہیں ہوسکتی، ان کی سیکریٹری کو پیغام دیا جاتا ہے۔"

"چلو، سیکریٹری سہی، وہ لوگ تم سے اسٹوفی راک کی حالت

معلوم کرتے ہوں گے۔"

"جی ہاں میں اس کی رپورٹ بھیجتا رہتا ہوں۔"

"اس وقت فون پر کوئی خاص رپورٹ دو۔ میں سننا چاہتا ہوں۔"

وہ میرے حکم کی تعمیل کرنے کے لیے اپنے ڈرائنگ روم کی طرف جانے لگا۔ میں اپنی میز کے پاس آیا۔ وہاں سے ایک ہیڈ پیٹ اور قلم اٹھا کر ٹیپ ریکارڈ کے پاس آگیا۔ وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ میں وہ نمبر نوٹ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے ایک سُریلی سی آواز سنائی دی۔ "ہیلو!"

اُدھر سے ڈاکٹر نے کہا۔ "مس فلورا! میں ڈاکٹر بول رہا ہوں۔ ابھی دو گھنٹے پہلے مسٹر اسٹوفی راک نیند کی حالت میں اچانک ہی اُٹھ کر مجھ پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ فرہاد ان کے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔ میں نے ایک ذرا آواز نہیں نکالی۔ فوراً ہی کمرے سے نکل کر دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ دیکھیے! میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں اسٹوفی راک کے کمرے میں دو پہلوان قسم کے اچھے فائٹر موجود رہنے چاہئیں تاکہ کبھی وہ اسٹوفی راک کے دماغ میں پہنچے تو پہلوان اسے کنٹرول کر سکتیں۔ یہ ہم ڈاکٹروں، نرسوں اور وارڈ بوائے وغیرہ کے بس کی بات نہیں ہے۔"

دوسری طرف سے مس فلورا نے کہا۔ "آل رائٹ مسٹر والٹر مک تھار! یہ پیغام پہنچا دیا جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی فلورا نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے ریکارڈ کو آن کیا اور فلورا کے لب ہلنے کی نقل ریکارڈ کرنے لگا۔ جتنی بات اس نے کہی تھی اتنی ہی بات میں نے ریکارڈ کی۔ پھر ریکارڈ کو آف کر دیا۔

اس کے بعد میں نے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں رسونتی ہاتھ میں چائے کی پیالی لیے حیرانی سے مجھے تک رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی اس نے پوچھا۔ "یہ تم عورتوں والے انداز میں اپنی آواز ریکارڈ کیوں کر رہے ہو؟"

میں نے چائے کی پیالی کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اپنے ایک دشمن کے لب ہلنے کو ریکارڈ کر رہا ہوں تاکہ بھول نہ جاؤں۔"

اس نے آگے بڑھ کر چائے کی پیالی میرے ہاتھ میں دی۔ میں نے کہا۔ "میرے چائے پینے تک ریکارڈ کے پاس کھڑی رہو اگر کچھ لکھنے کے لیے کہوں تو اس کاغذ پر لکھتی جانا۔"

میں اسے ہدایت دے کر چائے کی پیالی لیے ہوئے ایک صوفے پر بیٹھ گیا پھر فلورا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت فلورا ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھی۔ میں نے فوراً ہی رسونتی سے کہا۔ "لکھنا شروع کرو۔ میں بول رہا ہوں۔"

اُدھر فلورا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ میں وہ نمبر اُونچی آواز میں بولنے لگا۔ رسونتی اسے لکھتی گئی۔ ڈائلنگ ختم کرتے ہی کہیں دوسری طرف کسی نے ریسیور اُٹھایا، ذرا خاموشی رہی پھر دو بار چٹکیاں بجانے کی آواز سنائی دی۔

فلورا کی سوچ نے بتایا۔ دو بار چٹکیاں بجانے کا مطلب پوچھا جا رہا ہے "کون ہے؟"

اس نے جواباً "تین بار چٹکیاں بجائیں" اس کا مطلب تھا "میں فلورا ہوں۔ تم آزادی سے باتیں کر سکتے ہو۔"

چٹکیاں بجانے کے بعد فلورا نے یہ بات اپنی زبان سے کہی دوسری طرف سے کسی نے کہا۔ "میری جان! اس وقت کیسے یاد کیا؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "رومانس کے لیے نہیں ضروری کام کے لیے فائر کی رپورٹ ہے کہ فرہاد دو ڈھائی گھنٹے پہلے اسٹوفی راک کے دماغ میں پہنچا تھا۔ ڈاکٹر نے فوراً ہی کمرے سے باہر نکل کر دروازے کو باہر سے بند کر لیا تھا۔ وہ بار بار اصرار کر رہا ہے کہ اسٹوفی راک کے کمرے میں دو پہلوان قسم کے مضبوط جثے کے آدمیوں کو ہونا چاہیے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "ٹھیک ہے۔ میں مسٹر والٹر کو بتا دوں گا کہ وہ دو اچھے مضبوط قسم کے فائٹروں کو اسٹوفی راک کے کمرے میں بھیج دیں۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ریکارڈر کے پاس آیا۔ پھر اسے آن کر کے فلورا کے عاشق کی آواز اور اس کے لب ہلنے کو ریکارڈ کرنے لگا۔ جیسے ہی میں نے ریکارڈنگ ختم کی۔ رسونتی نے تھکے سے کہا۔ "لعنت ہے تمہاری ٹیلی پیتھی پر۔ وہاں چائے ٹھنڈی ہو گئی کیا دو منٹ چائے کے لیے نکال لو گے تو دشمن بھاگ جائیں گے۔"

میں ہنستے ہوئے صوفے کی طرف آیا۔ پھر چائے کی پیالی اٹھا کر پینے لگا۔ چائے واقعی ٹھنڈی ہو گئی تھی لیکن میں نے ایک گھونٹ حلق سے اتار کر یوں منہ بنایا جیسے گرم ہو پھر سر ہلا کر کہا۔ "گرم ہے۔"

میں نے دوسرا گھونٹ پیا۔ وہ مجھے غور سے دیکھ رہی تھی بلکہ گھور رہی تھی۔ وہ میرے قریب آئی، پھر اس نے پیالی میرے ہاتھوں سے لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے الو بناتے ہو چائے ٹھنڈی ہو چکی ہے۔"

میں کہہ رہا ہوں گرم ہے۔"

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ میں پی کر دیکھتی ہوں۔"

اس نے چائے کا ایک گھونٹ اپنے حلق سے اتارا۔ اچانک احساس ہوا کہ اس نے میرا جھوٹا پیا ہے۔ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر کہا۔ "ہاتھ نہ چھڑاؤ، پیالی گر جائے گی یا چائے چھلک جائے گی۔"

وہ شرماتے ہوئے دوسری طرف منہ پھیر کر بولی۔ "مجھے چھوڑ دو۔ پلیز جانے دو۔"

وہ جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر بھاگی، پیالی ہم دونوں کے ہاتھ میں تھی اب میرے ہاتھ میں رہ گئی۔ وہ جا چکی تھی۔ میں نے مسکرا کر پیالی کو میز پر رکھی۔ پھر صوفے پر بیٹھ کر فلورا کے عاشق کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کے عاشق کا نام ماتھیو تھا۔ وہ جیوش انٹیلی جنس کا ایک اہم جاسوس تھا۔ اس انٹیلی جنس میں صرف چار افراد تھے جن میں سے تین جاسوس تھے اور چوتھا پالیسی میکر تھا یعنی وہ منصوبے بناتا تھا، پلان چاک آؤٹ کرتا تھا۔ اس کے مطابق اس کے جاسوس عمل کرتے تھے۔ جو کام یہودی تنظیم سے لینا ہوتا اس کے لیے وہ مسٹر والٹر سے رجوع کرتے تھے۔

والٹر ایک بوڑھا تجربہ کار قانون داں تھا۔ وہی میسر خلاف برما میں مقدمہ لڑنے والا تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ وہ رسونتی کو قانونی طور پر مجھ سے چھین لے گا۔ جیوش انٹیلی جنس کے پالیسی میکر کے پاس رسونتی کی ایسی تصویریں تھیں جو یہ ثابت کرتی تھیں کہ وہ یہودی تنظیم سے تعلق رکھتی ہے اور یہودیوں کے اہم افراد کے ساتھ زندگی گزارتی رہی ہے۔ اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کچھ تحریریں سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ ابتدا سے ہی فرہاد کی دشمن رہی ہے کیونکہ فرہاد ہی اس کی طرح ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور اس سے دشمنی کرتا آیا ہے۔ جن فلموں رسونتی یہودیوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی تھی انہی دنوں یہ سب کچھ حاصل کیا گیا تھا۔ رسونتی کی آواز بھی ریکارڈ کی گئی تھی۔ اس کے دیئے بھی یہ ثابت کیا جا سکتا تھا کہ فی الحال رسونتی نے اپنے ماضی کو بھلا دیا ہے اسی لیے اپنے یہودی دوستوں کو پہچاننے سے انکار کر رہی ہے اور دشمن فرہاد نے اسے اپنی فرضی محبت کے جال میں جکڑ لیا ہے۔

وہ تینوں جاسوس اپنے پالیسی میکر سے احکامات حاصل کرتے تھے اور ان احکامات کو والٹر تک پہنچاتے تھے۔ والٹر یہودی تنظیم کا سربراہ تھا جس فلورا اس کی سیکریٹری تھی لیکن فلورا اور ماتھیو کے درمیان جذباتی رشتہ تھا اس لیے وہ دونوں براہِ راست ایک دوسرے سے اہم معاملات پر گفتگو کر لیا کرتے تھے۔ اس وقت بھی وہ اہم گفتگو کرنے کے بعد ذاتی گفتگو کرنے لگے تھے اور میں ماتھیو کے دماغ کی تہہ میں پہنچ کر یہ ساری معلومات حاصل کرتا جا رہا تھا آخر ماتھیو نے کہا۔ "آج رات کو کلب میں ملاقات ہو گی۔ اس وقت اجازت دو۔ ابھی ایک بہت اہم میٹنگ ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہا وہ وہاں سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں دو آدمی بیٹھے شراب سے شغل کر رہے تھے۔ ایک نے پوچھا۔ "کس سے اتنی دیر باتیں ہوتی رہیں؟"

دوسرے نے کہا۔ "اور کس سے ہو سکتی ہیں فلورا ہو گی۔"

ماتھیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہی تھی یہاں رنگون میں اس کے ساتھ اچھا وقت گزر رہا ہے۔"

اس کے دوسرے جاسوس ساتھی نے کہا۔ "یار! ہے بہت دل آسیب کے ہیڈ کوارٹر سے آخری نصیحت کیا کی گئی تھی؟ یہی کہ ایک اچھا جاسوس شراب، شباب اور دولت کی چھین جھپٹ سے دور رہتا ہے۔ یہ تین چیزیں ایسی ہیں جو دشمن کے پتے چھڑا دیتی ہیں۔"

ماتھیو نے کہا۔ "مشکل یہ ہے کہ ہم آل ابیب کے ہیڈ کوارٹر والوں سے خود رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔ جب وہ چاہتے ہیں تو اپنی طرف سے تحریری پیغام بھیج دیتے ہیں۔ اب یہی دیکھ لو کہ شیر کانیالی کی موت کے بعد ہم تیز طرار، چھریلے، چالاک، مکار اور خطرناک قسم کے قاتل کی توقع کر رہے تھے مگر ہیڈ کوارٹر والوں نے حکم صادر کر دیا کہ اندھے ڈیلوڈ سو لجر کو استعمال کریں۔ فوری طور پر کوئی دوسرا قاتل نہیں پہنچ سکے گا۔"

ایک نے پوچھا۔ "تمہیں اس اندھے پر کیا اعتراض ہے؟ کیا وہ خطرناک نہیں ہے؟"

"بے شک خطرناک ہے۔ فرہاد کے چھکے چھڑا دے گا لیکن اس کمبخت اندھے کی کمزوری بھی عورت ہے۔ تم لوگ ابھی مجھے فلورا سے دور رہنے کی تاکید کر رہے تھے لیکن وعدہ اپنی رہائش گاہ میں تنہا نہیں رہتا۔ اس کی خدمت کے لیے ایک عورت چاہیے اور وہ بھی ایک پرقناعت نہیں کرتا۔ ایک کی جگہ دوسری چلی جاتی ہے ایسے میں ہم کو کس قدر محتاط رہنا ہو گا۔ کوئی ایسی عورت اس کے پاس نہ چلی جائے جو فرہاد کے زیر اثر ہو۔"

ان کی باتیں سن کر میں نے ذرا اطمینان کی سانس لی۔ فوراً ہی یہ تدبیر سمجھ میں آگئی کہ اس اندھے کے لڑنے کے انداز کو اور اس کے بچاؤ کی تدبیر کو مزید سمجھنے کے لیے یہودیوں کی ہی کسی عورت کو ٹریپ کر کے بھیجوں گا۔

وہ تینوں آپس میں باتیں کر رہے تھے اور میں تینوں کے لب ہلنے کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ میں نے ٹیپ ریکارڈ کے پاس جا کر باقی دو جاسوسوں کی آواز اور ان کے لب ہلنے کو ریکارڈ کر لیا۔ اسی وقت مجھے دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ رسونتی چائے کی دوسری پیالی لے کر آئی تھی لیکن وہ کمرے کے اندر نہیں آئی، دروازے کے باہر ہی سے ہاتھ بڑھا کر اس نے کمرے کے قالین پر چائے کی پیالی رکھی پھر لوٹ بھاگی جیسے ڈر رہی ہو کہ میں دوبارہ اس کا ہاتھ نہ پکڑ لوں۔

میں نے آگے بڑھ کر قالین پر سے چائے کی پیالی اٹھائی پھر چائے کی چسکی لیتا ہوا ان جاسوسوں کے درمیان پہنچ گیا۔ اس

وقت ان کا پالیسی میکر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بڑی اہم خبر لایا ہوں۔ ہیڈ کوارٹر سے تحریری اطلاع موصول ہوئی ہے کہ اسٹونی راک کو قتل کر دیا جائے۔"

"کیا؟" تینوں حیرانی سے اپنے پالیسی میکر کو دیکھنے لگے پھر ماتھیو نے پوچھا۔ "مسٹر داؤد! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

پالیسی میکر مسٹر داؤد نے کہا۔ "میں درست کہہ رہا ہوں۔ یہ اسٹونی راک ہمارے لیے دردِ سر بن گیا۔ فرہاد جب چاہتا ہے اس کے دماغ میں پہنچ جاتا ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹروں، نرسوں اور وارڈ بوائے وغیرہ کو محتاط رہنا پڑتا ہے، وہ گونگے بنے رہتے ہیں پھر یہ کہ ہمیں بھی خطرہ لاحق رہتا ہے۔ میں نے یہ بات ہیڈ کوارٹر تک پہنچائی تھی۔ وہاں سے جواب موصول ہوا ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔"

"قتل کرنا کیا ضروری ہے؟ آخر وہ ہمارا وفادار رہا ہے، اسے ہم ہرماسے کہیں باہر بھیج دیں گے۔"

داؤد نے کہا۔ "ذرا عقل سے کام لو۔ فرہاد اس کے دماغ میں موجود رہے گا تو اسے ہرما واپس لے آئے گا اور ہمارے لیے دردِ سر بنا رہے گا۔ بہتر ہے کسی کرائے کے قاتل کو اس ویلو میکل اسٹونی راک کے پیچھے لگا دیا جائے۔"

ماتھیو نے کہا۔ "وہ ویلو میکل زخموں سے چور رہے مگر پھر بھی کوئی ایک پر بھاری پڑ سکتا ہے۔ احتیاطاً دو زبردست قسم کے قاتل مقرر کیے جائیں۔"

داؤد نے کہا۔ "اب دوسری بات سنو۔ اسٹونی راک نے زخموں سے چور ہونے کے بعد اسپتال میں پہنچ کر لیومی کے متعلق جو بیان دیا تھا، اسی کے مطابق ہم نے معلومات حاصل کی ہیں۔ پتہ چلا کہ لیومی اس زمانہ کی ہم شکل ہے جس کی تصویر فرہاد کے ریکارڈ میں موجود رہتی ہے۔"

داؤد نے ایک جاسوس کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا۔ "مارشل! تم نے خود اس بات کی تصدیق کی ہے۔ تم لیومی کو دیکھ چکے ہو۔ تم نے یہ بات ہیڈ کوارٹر تک پہنچائی تھی، وہاں سے حکم ملا ہے کہ اس لڑکی کو اغوا کیا جائے یقیناً فرہاد کو اس سے جذباتی لگاؤ ہوگا، کچھ تو اس کی کمزوری ہمارے ہاتھ آئے گی۔"

مارشل نے کہا۔ "یہ کون سی بڑی بات ہے، وہ لڑکی آزاد گھومتی رہتی ہے کسی دن بھی اٹھا کر لے آئیں گے مگر اسے کہاں پہنچانا ہوگا؟"

"ہرماسے باہر اسمگل کیا جائے گا، فرہاد لیومی سے دور ہے۔ ہمارا یہ کام آسانی سے ہو جائے گا۔ تازہ ترین اطلاع کے مطابق فرہاد بھر دلپوش ہو گیا ہے، آخر وہ دونوں سے کہاں چھپا ہوا ہے۔ تم لوگ کیا کر رہے ہو اس کی خفیہ رہائش گاہ کا پتہ کیوں نہیں چلا سکتے؟"

"میں نے تو لیومی کو کوشش کی تھی۔ ہماری تنظیم کے دو آدمی اس کی کار کا تعاقب کر رہے تھے، ان دونوں آدمیوں کے پیچھے میری کار تھی، وہ ایک ڈپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے رک گئے تھے پھر فرہاد رسونتی کو لے کر اندر چلا گیا تھا۔ ہمارے دونوں آدمی ان کے پیچھے گئے مگر فرہاد نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی پٹائی کرا دی۔ میں احتیاطاً کار میں بیٹھا رہا کیونکہ فرہاد کی کار اور اس کا ڈرائیور میری نظروں میں تھا مگر میں بھی دھوکا کھا گیا۔ بہرحال اس بار وہ نظر آیا تو میں اس کی پناہ گاہ تک پہنچ کر رہوں گا۔"

داؤد نے کہا۔ "میرے ذہن میں ایک اور تدبیر ہے، ہم اس سلسلے میں اپنی یہودی تنظیم کے سربراہ والٹرس سے بھی مشورہ لیں گے۔ تدبیر یہ ہے کہ رسونتی کو بھی اغوا کیا جائے۔ ادھر فرہاد کے خلاف مقدمہ چلے گا اور عدالت میں یہ کہا جائے گا کہ رسونتی کو فانوس کی تحویل میں دیا جائے، رسونتی ہمارے ہاتھ لگ جائے گی تو فرہاد قانونی احکامات کی تعمیل نہیں کر سکے گا۔ اس پر دو ہر مقدمہ چلے گا۔"

میں نے چائے کی خالی پیالی ایک طرف رکھی پھر ٹیپ ریکارڈ کو آن کر کے پالیسی میکر داؤد کے لب و لہجے کو ریکارڈ کرنے لگا۔ جب میں اس کے دماغ میں دوبارہ پہنچا تو وہ اپنے تینوں جاسوسوں سے کہہ رہا تھا۔ "آخری بات یہ ہے کہ آج لیزا کو اندھے کے پاس بھیجا جائے۔ لیزا ڈیوڈ سولجر کی رہائش گاہ کا پتہ نہیں جانتی ہے۔ فلورا سے کہا جائے کہ وہ اسے وہاں پہنچا دے۔"

وہ باتیں کر رہے تھے اور شراب پی رہے تھے۔ بلکہ صرف پی رہے تھے۔ اہم باتیں ختم ہو چکی تھیں، میں واپس آ گیا۔ اس وقت پانچ بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ سات بجے تک منجالی یہاں پہنچنے والی تھی، میں اس کے پاس پہنچ گیا۔

اس وقت وہ ڈھکا ایئر پورٹ کی عمارت میں تھی، میں نے پوچھا۔ "یہاں کیا کر رہی ہو؟"

اس نے کہا۔ "جہاز میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی، یہ لوگ کہہ رہے ہیں کل صبح دوسرا پلین آئے گا تو ہمیں رنگون پہنچایا جائے گا، میں سوچ رہی ہوں آج رات شہر میں گزار لوں۔"

میں نے پوچھا۔ "تمہیں ایئر پورٹ سے باہر جانے کی اجازت کیسے ملے گی؟"

"یہاں بڑی افراتفری مچی ہوئی ہے، یہ نیا نیا بنگلہ دیش بنا ہے، ایئر پورٹ کا عملہ کچھ عجیب سا ہے، کوئی کسی کی خبر نہیں لیتا۔ نہ ہی کوئی خاص چیکنگ ہو رہی ہے، ابھی ایک مسافر مجھے کہہ رہا تھا کہ کسی بھی آفیسر کے ہاتھ میں پانچ ڈالر کا ایک نوٹ رکھ دو، وہ ایئر پورٹ سے باہر جا کر شہر میں رات گزارنے کی اجازت دے گا۔ میں یہی کروں گی۔"

میں اس سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کر کے رخصت ہوا اور رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک کمرے میں آرام کر رہی تھی۔ میں نے مخاطب کیا تو اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "بابا صاحب کا کیا حال ہے؟ کیا میں ان کے پاس جاؤں؟"

"وہ سو رہے ہیں، بہتر ہے انہیں ڈسٹرب نہ کرو۔ ہیں اعلیٰ بی بی کا انتظار رہے تھا، وہ یہاں پہنچنے والی ہے۔ بابا صاحب کہتے تھا اعلیٰ بی بی آ جائے گی تو کل صبح وہ ایک اہم فیصلہ سنائیں گے۔"

"اس کالج کا کیا ہوا جس کے نیچے سرنگ بنائی گئی ہے۔"

"وہ سرنگ ایکسٹرافائم تک گئی ہے، ہمارے طلبا اور طالبات نے اس فارم پر قبضہ جما لیا ہے۔ ہم اس بات کا دعویٰ کرنے والے ہیں کہ وہ فارم ہمارے ہاتھ فروخت کر دیا جائے یا پھر وہ سرنگ ہماری موجودگی میں اس طرح بند کی جائے کہ دوبارہ کھودی نہ جا سکے۔"

"اس بہروپیے بابا نے تمہاری گردن میں تلوار کی نوک چبھوئی تھی، اب وہ زخم کیسا ہے؟"

"وہ زخم کھاتے ہیں کہ اب کوئی زخم، زخم نہیں رہا۔"

رسونتی پیار سے مسکرانے لگی، میں بڑے پیار سے رخصت ہو کر جمیلہ کے پاس پہنچا۔ اس کی سوچ کے ذریعے اپنے بیٹے پارس کا حال معلوم کیا۔ وہ مرجانہ کی پناہ میں تھا۔ میں نے مرجانہ سے وعدہ کیا تھا کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں آؤں گا۔ اس لیے وہاں نہیں گیا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آ گیا۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ منجالی کل سے پہلے یہاں نہیں آ سکتی تھی، بابا صاحب بھی کل صبح اپنا کوئی اہم فیصلہ سنانے والے تھے، میرا بیٹا پارس مرجانہ کی پناہ میں محفوظ تھا، فی الحال ادھر کوئی فکر نہیں تھی۔ ادھر اپنے قاتلوں کی فکر کرنا تھی اور قاتل ایک اندھا تھا جو آنکھ والوں سے زیادہ شاطر اور خطرناک تھا۔

پہلے میں والسورو کی کے پاس پہنچا، اسے مخاطب کیا تو اس نے خوش ہو کر کہا۔ "جناب! میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔"

"کوئی خاص بات ہے؟"

"بس یونہی۔ آپ نے رابطہ قائم کرنے کے لیے کہا تھا، اس لیے اندر ہی اندر کچھ اضطراب سا تھا۔"

"میں ایک ضروری بات کہنے آیا ہوں۔ یہاں لیومی کے لیے سخت خطرہ ہے، دشمن اسے اغوا کرنا چاہتے ہیں۔"

"دشمنوں کی شامت آ گئی ہے۔"

"مسٹر والسورو کی! یقیناً آپ کی موجودگی میں لیومی کو اغوا کرنے کے لیے انہیں لوہے کے چنے چبانے پڑیں گے۔ پھر بھی وہ کیسی مکاری دکھائیں گے جس طرح جال بچھائیں گے۔ یہ ہم اور آپ نہیں جانتے ہیں کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ لیومی کو رنگون بلکہ ہرماسے باہر بھیج دیا جائے۔"

"ایسا ہو سکتا ہے بشرطیکہ لیومی اپنا وطن چھوڑنے کے لیے راضی ہو جائے۔"

"وہ راضی ہو جائے گی، آپ میرا حوالہ دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ ریڈ پاور کی تنظیم سے نکل جائے۔ ان سے پیچھا چھڑانے کا یہ ایک طریقہ ہے کہ وہ ہرما چھوڑ دے اور آپ کے ساتھ رہے۔"

والسورو کی نے اپنی ٹھوڑی کھجلاتے ہوئے سامنے بیٹھی ہوئی لیومی کی طرف دیکھا، پھر سوچ کے ذریعے کہا۔ "آپ کی خاطر شاید راضی ہو جائے آپ کی فرمائش کے مطابق میں نے اس سے کہا تھا کہ آپ اسے فولاد بنتے دیکھنا چاہتے ہیں، اس کے لیے کم از کم دو سال کا عرصہ چاہیے، یہ اس بات کے لیے راضی ہو گئی ہے محض آپ کی خاطر....."

میں نے والسورو کی کے دماغ میں رہ کر سامنے بیٹھی ہوئی لیومی کو دیکھا۔ پہلے تو میں سمجھ رہا تھا کہ وہ یونہی بیٹھی باتیں کر رہی ہو گی، بعد میں خیال آیا کہ وہ فرش پر بیٹھی ہوئی ہے۔ ماسٹر والسورو کی اسے سکھا رہا تھا کہ اچانک بیٹھے بیٹھے کس طرح کسی سہارے کے بغیر اچھل کر کھڑا ہونا چاہیے، اس طرح کہ زمین پر ہاتھ نہ ٹیکے جائیں، میں نے کہا۔ "آپ اسے نئے گر سکھا رہے ہیں، مجھے اب اجازت دیجیے۔"

"ذرا ٹھہریے، ایک بات بہت دیر سے سوچ رہا ہوں اور وہ یہ کہ آپ مادام رسونتی کی حفاظت کے متعلق کیوں نہیں سوچ لیتے ہیں؟"

"آپ نے عجیب سوال کیا ہے، میں تو اس کا محافظ ہوں۔"

"اس طرح حفاظت نہیں ہو سکے گی۔ دشمن آپ کے پیچھے ہیں، میں آپ کی بات آپ کو لوٹا رہا ہوں۔ ہم اور آپ نہیں جانتے کہ دشمن کیسی چالیں چلیں گے۔ کس طرح جال بچھائیں گے اگر انھوں نے مادام کو بھی....."

میں اس کی بات پوری طرح نہ سن سکا، مجھے یاد آ گیا تھا کہ داؤد رسونتی کو بھی اغوا کرنا چاہتا ہے۔ میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "آپ درست کہتے ہیں لیکن میں مجبور ہوں، رسونتی کو کسی کے بھروسے نہیں چھوڑ سکتا۔"

"کسی پر تو بھروسہ کرنا ہی ہوگا۔"

"بس ایک ہی جگہ ہے اور وہ بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ وہاں بھی دشمن گھس آئے تھے لیکن جب تک سونیا اور مرجانہ ہیں مجھے اپنے بیٹے کی طرف سے بھی اطمینان ہے اور رسونتی بھی وہاں محفوظ رہ سکتی ہے۔"

"وہ ایسی ہی جگہ ہے جہاں مادام سونیا اور میری شاگرد مرجانہ سے ملاقات ہو سکتی ہے تو کیوں نہ میں پومی اور مادام رسونتی کو لے کر ان کے پاس پہنچ جاؤں' آپ یہاں تنہا مطمئن رہیں گے۔ اگر چاہیں گے تو دشمن سے نمٹنے رہیں گے ورنہ چاہیں گے تو ہمارے پاس پہنچ جائیں گے۔"

میں نے وانسورو کی کے مشورے پر غور کیا پھر کہا۔ "ٹھیک ہے میں اس پر مزید غور کرتا ہوں' آپ بھی سوچیں کہ آپ کس طرح دشمنوں کی نظروں سے چھپ کر پومی اور رسونتی کو یہاں سے لے جا سکتے ہیں۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں ریڈ پاور کے باس انجلو کے پاس پہنچا۔ پھر اس سے کہا کہ پومی کو دشمنوں کی طرف سے خطرہ ہے لہٰذا وہ اور وانسورو کی جہاں بھی رہیں' ان کے اطراف پہرہ سخت کر دیا جائے' یہ ہدایت دے کر میں فلورا کے پاس پہنچ گیا۔

اب بے طرف سے اطمینان تھا۔ صرف اس اندھے قاتل سے نمٹنا تھا۔ فلورا کسی لیٹرا کو وہاں لے جانے کے لیے اپنے بنگلے سے نکل رہی تھی' ایک ملازم کو آواز دے کر کہہ رہی تھی کہ گاڑی باہر نکالے۔ پھر وہ سیاہ خرامی سے چلتی ہوئی بنگلے کے احاطے سے باہر آ کر کھڑی ہو گئی' اس نے پھول دار بیٹی کوٹ اور نیلے رنگ کا بلاؤز پہنا ہوا تھا۔ اس نے ایک طرف سر گھما کر دیکھا۔ وہاں ایک نوجوان زمین پر چھوٹی سی چادر بچھا رہا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر بولی۔ "اے تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

نوجوان نے اس کی طرف دیکھا' پھر کہا۔ "ہم مشرقی پاکستان سے جان بچا کر آئے ہیں اور مغربی پاکستان پہنچنے کے لیے چاکری (نوکری) ڈھونڈ رہے ہیں' آپ کے ہاں کوئی کام ہو تو دے دیجیے۔"

وہ مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنستے ہوئے بولی۔ "اس کو ایسٹ پاکستان کیوں بولتے ہو۔ بنگلہ دیش بولو۔ تمہارے جیسے لوگ اور بھی ٹھوکریں کھائیں گے اور بھیک مانگتے پھریں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے پرس کو کھولا اس میں سے ایک ڈالر نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ نوجوان نے پیچھے ہٹ کر کہا۔ "نہیں ہم بھیک نہیں مانگتے ہیں۔"

"پھر یہاں کپڑا بچھا کر کیا کر رہے ہو؟"

"نماز کا وقت ہو گیا ہے' نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "سنا ہے نماز پڑھنے سے پہلے پانی سے ہاتھ منہ دھوتے ہیں اور اگر نہ دھویا جائے تو نماز نہیں ہوتی اور اگر دھو لیا جائے اور کسی کافر حسینہ کو دیکھ لیا جائے تو بھی نماز نہیں ہوتی؟"

اس نے جواب دیا۔ "نیت صاف ہو۔ دل میں ایمان ہو تو عبادت قبول ہو جاتی ہے۔"

فلورا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا پھر بولی۔ "ادھر دیکھو۔"

نوجوان نے نظریں اٹھائیں تو فلورا نے اپنی ایک آستین ذرا نیچے کی طرف ڈھلکا دی۔ مالے نفے کے میرے اندر آگ سی لگ گئی۔ میں بڑبڑانے لگا کہ میں بہت ہی کٹر اور پکا مسلمان ہوں' نمازیں پڑھتا ہوں اور دین کے احکامات کی پابندی کرتا ہوں لیکن ایسا نہ کرنے کے باوجود جب کوئی ہماری ذات پر' ہمارے قوم پر' ہمارے ملک پر اور ہمارے مذہب پر کیچڑ اچھالتا ہے تو کسی طرح کا مذاق اڑاتا ہے تو پھر برداشت نہیں ہوتا۔

بات صرف اپنے مذہب کی بھی نہیں ہے' دنیا کے ہر شخص کا مذہب' دھرم اپنی اپنی جگہ محترم ہیں' جب ہم کسی کی عبادت میں خلل نہیں ڈالتے ہیں تو کوئی دوسرا ہمارے ساتھ ایسا کیوں کرے' میں نے دانت پیس کر اس کے دماغ میں رہ کر سوچا' جب اسے اپنی جوانی پر ناز ہے اور یہ دعویٰ ہے کہ کسی بھی شریف آدمی کو شیشے میں اتار لے جائے گی تو میں دیکھتا ہوں کہ اس کا دعویٰ کتنی دیر تک قائم رہتا ہے' اب میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔

وہ ایک ادائے ناز سے اپنی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ "مسٹر مسلمان' میرے گھر میں گٹر لیور ٹوائلٹ صاف کرنے کا کام ہے۔ کرنا چاہو تو کل صبح آ جانا۔"

وہ چلکتی ہوئی سوسو بل کھاتی ہوئی اپنی کار کی طرف جانے لگی' اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اسے اپنے حسن و شباب پر بڑا ناز ہے' پوری یہودی سوسائٹی میں لوگ اس کے دیوانے ہیں' اسے فلورا دی پرنسس آف فلاورز کا خطاب دیا گیا ہے۔

ڈرائیور اس کی کار احاطے سے باہر لے آیا تھا' میں فلورا کے دماغ پر قابض ہو گیا' اس نے ڈرائیور سے کہا۔ "تم جاؤ' میں خود ڈرائیو کروں گی۔"

ڈرائیور چلا گیا۔ اس نے پرس کو کھول کر نوٹ گنے۔ تقریباً ساڑھے تین ہزار ڈالر تھے۔ اس نے پلٹ کر اس حاجر کو دیکھا جو ایک پاکستان سے نکالا گیا تھا اور اب دوسرے پاکستان تک پہنچنے کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ اس وقت وہ نماز میں مصروف تھا۔ فلورا دبے قدموں چلتے ہوئے اس کے پیچھے گئی' پیچھے ایک چھوٹی سی گٹھڑی رکھی ہوئی تھی اس میں کپڑے اور کچھ ضروری سامان تھا۔ فلورا نے وہ ساڑھے تین ہزار ڈالر اس میں ٹھونس دیے پھر واپس اپنی کار کے پاس آئی۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی' دروازہ بند کیا۔ اس وقت اسے دو عورتیں' دو بچے اور ایک بوڑھا شخص نظر آیا۔ وہ سب اس نماز پڑھنے والے کو دیکھ کر خوش ہو گئے' ایک لڑکی نے کہا۔ "ابا' بھائی جان تو یہاں نماز پڑھ رہے ہیں ہم ادھر تلاش کر رہے تھے۔"

میں نے فلورا کے دماغ سے حساب لگایا' اطمینان ہو گیا کہ وہ پورا خاندان ساڑھے تین ہزار ڈالر میں بآسانی بحری جہاز کے ذریعے کراچی تک پہنچ جائے گا۔

فلورا نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر ڈرائیو کرتے ہوئے آگے جانے لگی۔ ان کے پروگرام کے مطابق اسے پہلے لیزا کے پاس جانا تھا تاکہ وہ اسے ڈیوڈ سوبلجر تک پہنچا دے لیکن میں نے اسے وہاں نہیں جانے دیا' مجھے ڈیوڈ سوبلجر کا پتہ معلوم تھا' میں نے اس پتے پر فلورا کو پہنچا دیا۔

وہ ایک چھوٹا سا کاٹیج تھا' کاٹیج کے اطراف ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا۔ میں نے باغیچے کے احاطے کے باہر گاڑی رکوا دی تھی' جب وہ کار سے باہر نکل کر مین گیٹ کے پاس آئی تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے گڑبڑا گئی' پریشان ہو کر اپنے آس پاس دیکھنے لگی۔ "یہ کیا ہے' میں یہاں کیسے آ گئی؟"

اس نے کاٹیج کو توجہ سے دیکھا' پھر ڈیوڈ سوبلجر کی رہائش گاہ کو پہچان گئی' اس نے سوچا۔ "لیزا کے پاس جانا چاہیے اور اسے یہاں لانا چاہیے۔"

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے کہا۔ "جب میں یہاں آ ہی گئی ہوں تو ڈیوڈ سوبلجر سے ملاقات کر لوں' اسے بتا دوں کہ لیزا کے پاس جا کر آنے میں ذرا وقت لگے گا۔ لہٰذا وہ انتظار کرے۔"

میں اسے اس کی سوچ کے ذریعے قائل کرتا ہوا گیٹ کے اندر لے گیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ کس طرح اندھے ڈیوڈ سوبلجر کا بیرونی دروازہ کھلوانا چاہیے کیونکہ وہ ہر آنے جانے والے کے لیے دروازہ نہیں کھولتا تھا۔ وہ دروازے کے پاس ایک چھوٹے سے سفید پتھر کو بورڈ کے سامنے کھڑی ہو گئی' اس بورڈ پر ایک سے لے کر دس تک نمبر لکھے ہوئے تھے' ان بٹنوں کے اوپر اسپیکر نظر آ رہا تھا۔ فلورا نے ایک' چار اور صفر کا بٹن باری باری دبایا پھر ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔

دوسرے ہی لمحے اسپیکر سے آواز آئی۔ "ہیلو فلورا! تم آئی ہو' ذرا اپنی آواز سناؤ؟"

"ہاں میں فلورا ہوں' تم سے ملنے آئی ہوں۔"

"کسی لڑکی کو ساتھ لائی ہو؟"

فلورا کچھ کہنا چاہتی تھی' میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا' وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "کیا میں لڑکی نہیں ہوں؟"

دوسری طرف سے اس اندھے کے ہنسنے کی آواز آئی۔ "میں تمہیں ویلکم کہتا ہوں۔ دروازہ کھل رہا ہے آ جاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی دروازے کے پاس کلک کی آواز سنائی دی جیسے اندر سے لاک ہٹایا گیا ہو' پھر وہ دروازہ آپ ہی آپ کھلتا چلا گیا۔ میں فلورا کے دماغ پر قابض تھا' وہ دروازے سے گزر کر ایک کوریڈور میں آئی' دروازہ پھر بند ہونے لگا۔ میں نے اس کے ذریعے پلٹ کر دیکھا۔ دروازے سے پھر کلک کی آواز آئی تھی' وہ مقفل ہو چکا تھا۔

شاید اس لیے مقفل ہوا تھا کہ شکار اگر محبت سے آیا ہے تو دوسری صبح واپس جائے اور دشمنی سے آیا ہے تو پھر نہ باہر جا سکے' نہ آئندہ دشمنی کے لیے آ سکے۔

کہیں اسپیکر سے آواز سنائی دی۔ "فلورا ڈرائنگ روم میں انتظار کرو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دو دروازوں کے درمیان آئی' ایک طرف کا دروازہ شاید بیڈ روم کا تھا۔ وہ اندر سے بند تھا' فلورا اس کھلے ہوئے دروازے سے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ پھر پریشان ہو گئی' اس بار وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا ہوں۔ اس نے ڈرائنگ روم کے کھلے ہوئے دروازے سے بیڈ روم کے بند دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔ "اندھا اضیاطی تدابیر میں مصروف ہو گا۔ پہلے وہ اپنے مخصوص جوتے' لباس' چشمہ اور چھڑی سے لیس ہو گا۔ اس کے بعد یہاں آئے گا۔"

وہ اتنا انتظار نہیں کر سکتی تھی' چیخ کر اسے خطرے سے آگاہ کرنا چاہتی تھی لیکن چیخ نہ سکی' پھر میری مٹھی میں آ گئی' میں نے اس کے پرس کو کھولا۔ اس میں سگریٹ اور لائٹر تھا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھ کر ایک سگریٹ کو لائٹر سے سلگانے لگی۔ پھر اس نے بیلاکش لگایا یا سگریٹ کی ننھی سی آگ مسکراتے ہوئے روشن اور روشن ہونے لگی۔

میں نے جلتی ہوئی سگریٹ اس کے اس بازو سے لگا دی جس کی نمائش کر کے اس نے ایک باوضو نوجوان کی عبادت میں خلل ڈالنا چاہا تھا ــــــ پھر میں نے فوراً اس کے دماغ کو آزاد

چھوڑا، وہ ہیجانی انداز میں چیختی ہوئی اچھل کر کھڑی ہوگئی، اس کے ہاتھ سے سگریٹ چھوٹ کر قالین پر گر پڑا تھا۔ میں نے پھر اس کے دماغ پر قابض ہو کر سگریٹ کو اٹھا لیا۔

بیڈ روم سے اندھے ڈیوڈ سولجر کی آواز سنائی دی "کیا ہوا فلورا؟ کیا ہوگیا؟"

"کچھ نہیں مسٹر ڈیوڈ سگریٹ پی رہی تھی، ٹھسکا لگ گیا ہے کوئی بات نہیں۔"

بیڈ روم کے اندر خاموشی رہی شاید ڈیوڈ سولجر اس کے جواب سے مطمئن ہوگیا تھا۔ ادھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ تکلیف سے کراہنے لگی، بڑی جلن محسوس ہو رہی تھی، اس نے اپنے جلے ہوئے حصے کو دیکھی پھر سگریٹ کو دیکھ کر کوفت سے پھینکنا چاہتی تھی۔ میں نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ وہ سگریٹ پھر آہستہ آہستہ اپنے ٹارگٹ کی طرف جانے لگا۔ اس طرح کہ میں اس کے دماغ کو کبھی آزاد چھوڑتا تھا تو وہ گھبرا کر بھی سی آگ کو روکتی تھی، کبھی میں قابض ہو جاتا تھا تو وہ ہاتھ آگے بڑھاتا تھا وہ رک رہی تھی، بچ رہی تھی، میں سمجھ رہا تھا کہ جہنم کے دہکتے ہوئے شعلے اسے ہر طرف سے جلائیں گے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے نیچے سے اندر سے باہر سے کہیں سے بچنے کا راستہ نہیں ملے گا۔ وہ جہنم کی آگ ہوگی اور یہ تو آگ کا ایک ننھا قطرہ ہے، ایک ننھی سی مسکراتی ہوئی سزا ہے، لو یہ سزا....

اسے دوسرا جھٹکا لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا وہ پھر تلملا کر ہاتھوں کے سے انداز میں چیخ مار کر کھڑی ہوئی، ادھر سے ادھر ڈرائنگ روم کے اندر بھاگنے لگی۔ وہ بری طرح جلن کو محسوس کر رہی تھی، اس کی آنکھوں کے سامنے جیسے دھواں ہی دھواں تھا، کہیں فرار کا راستہ نہیں مل رہا تھا اور وہ مجھ سے دور بھاگ جانا چاہتی تھی، اسی لیے وہ ڈرائنگ روم کے اندر ایک اندھی چرگا ڈٹکی طرح ادھر سے ادھر پھڑ پھڑا رہی تھی۔

پھر ڈیوڈ سولجر کی گرجدار آواز سنائی دی "تم اس طرح کیوں چیخ رہی ہو؟ کیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے؟"

میں نے اسے ایک جگہ روک دیا۔ ایسی جگہ جہاں سے بیڈ روم کا کھلا ہوا دروازہ نظر آ رہا تھا، اس کھلے ہوئے دروازے پر ڈیوڈ سولجر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے پاؤں میں وہی مخصوص جوتے تھے۔ لباس بھی وہی تھا۔ گلے میں [illegible] اور اس چین سے منسلک لاکٹ اس کی نکٹائی پر لٹک رہا تھا، اس کے ہاتھ میں وہی حیرت انگیز چھڑی تھی جو اسے چاروں طرف کے خطرات سے آگاہ کرتی تھی اور ناگہانی حملوں کے وقت دشمنوں پر جوابی حملے کرتی تھی، وہ اپنی چھڑی کے دستے کا رخ فلورا کی طرف کرتے ہوئے محتاط انداز میں چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا، پھر اس نے پوچھا "کیا نام واقعی فلورا ہو؟"

میں فلورا کے دماغ پر پوری طرح قابض تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق جواب دینے لگی "میں فلورا ہوں، کیا تم مجھے آواز سے نہیں پہچان سکتے۔ تم نے اپنے کانچ کا دروازہ کھولنے سے پہلے مجھے صرف ان نمبروں کے ذریعے پہچان لیا تھا۔ جس کے بٹن میں نے دبائے تھے۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا "ٹھیک ہے اتنا تو تم جانتی ہو کہ میرے سامنے کوئی بھی ہتھیار لے کر آتا ہے تو اس چھڑی سے فوراً ہی فائرنگ شروع ہو جاتی ہے۔ اگر تم نے پرس میں ریوالور یا پستول وغیرہ ہے تو اسے پرس سے باہر نہ نکالنا، جیسے ہی کوئی ایسی چیز میری چھڑی کی زد میں آئے گی اس کا نتیجہ تمہاری موت کی صورت میں ہوگا۔"

فلورا کے پرس میں ایک چھوٹا سا پستول تھا، میں نے اس کی زبان سے کہا "میں جانتی ہوں اسی لیے میرے پرس میں کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

ایسا کہتے وقت میں نے پرس کو کھولا تھا، پستول کو بیٹھی میں لے کر ٹریگر پر انگلی رکھ دی تھی لیکن اس طرح کہ پستول پرس کے اندر ہی تھا۔ میں اسے باہر نکالتا تو اس کی چھڑی خطرے کا الارم دیتی اور فلورا پر فائرنگ شروع ہو جاتی۔ میں نے پرس کے اندر ہی سے اندھے دشمن کے دل کا نشانہ لیا، اس لمحے میں اسے ہلاک کر سکتا تھا۔ اس نے کہا "تو تم میرے ہاتھ لے پرس میں کوئی ہتھیار ہے یا نہیں، میری چھڑی یہ معلوم نہیں کر سکتی، میں معلوم کرنا بھی نہیں چاہتا، اگر تم فلورا ہو تو آج میرے ساتھ وقت گزارنے آئی ہو تو میرے قریب آ کر [illegible] دلا دو کہ تم فلورا ہو۔"

فلورا اپنی موجودگی کا یقین دلانے کے لیے اس کے قریب چلی گئی۔ اندھے نے جھپٹ کر اسے بازوؤں میں جکڑ لیا اور بولا "فرہاد! ایمان سے بولو، آج تک کسی دشمن نے تمہیں اس طرح گلے سے لگایا ہے؟"

میں نے فلورا کے ذریعے ہنستے ہوئے کہا "اچھا تو تم نے پہچان لیا۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ آنکھوں والوں سے زیادہ دیکھا بھالا اور زیادہ سنتا ہوں، جس وقت تم نے فلورا کی زبان سے کہا کہ تمہارے پرس میں ہتھیار نہیں ہے اسی وقت مجھے اس چھڑی کے ذریعے زپ کے کھولنے کی آواز آئی، یقیناً تم نے پرس کی زپ کو کھول کر اندر ہاتھ ڈال کر کسی ہتھیار کو گرفت میں لیا ہوگا۔"

بھول گئے کہ ہلکی سے ہلکی آواز بھی مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔"

میں نے پوچھا "تم نے یہ جانتے ہوئے بھی مجھے فلورا کے ذریعے بلا کر اپنے سینے سے لگایا، تم بھی ایمان سے بولو۔ آج تک کوئی دشمن تمہارے بلاوے پر آگے بڑھ کر تمہارے سینے سے لگا ہے؟"

اس نے بڑی سفاکی سے ہنستے ہوئے کہا "میں اچھی طرح جانتا ہوں تمہارا مزاج کیا ہے، تم میرے متعلق تجسس میں مبتلا جب تک پوری طرح معلومات حاصل نہیں کرو گے، مجھے قتل نہیں کرو گے اور یہی تمہاری سب سے بڑی بھول ہے اور بھول کی سزا تو ملتی ہی ہے۔"

اچانک میں نے محسوس کیا جیسے فلورا کے دماغ کو بجلی کا جھٹکا پہنچا ہو، اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے تھے۔ ہاتھ سے پستول پرس کے ساتھ چھوٹ کر گر پڑا تھا اور اس کا دماغ آہستہ آہستہ تاریکی میں ڈوب رہا تھا، اندھے نے کہا "فرہاد! جب اس کا دماغ تمہارے کام کا نہ رہے تو میرے دماغ میں چلے آنا میں تھوڑی دیر کے لیے اجازت دے دوں گا۔"

میں نے تب محسوس کیا کہ فلورا کے سینے میں کوئی چیز چبھی تھی پھر ایک بار اسے جلن کا احساس ہوا تھا۔ میں نے اسے اس اندھے سے الگ کر دیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے آئی، اس کی ڈوبتی ہوئی نظروں سے وہ لاکٹ نظر آ رہا تھا جو اس کی نکٹائی پر تھا، اس لاکٹ سے ایک باریک سی سوئی نکلی ہوئی تھی بس اتنا دیکھا گیا اس کے بعد وہ چکرا کر فرش پر گر پڑی۔ اس کے سارے جسم میں زہر پھیل رہا تھا۔ وہ جان کنی کی حالت میں اندھے کو دیکھ رہی تھی، اندھا آہستہ آہستہ چلتا ہوا سینٹر ٹیبل کے پاس پہنچا پھر اس نے ٹھیک اس جگہ ہاتھ رکھا جہاں ٹیلی فون رکھا ہوا تھا۔ وہ چھڑی ایک ایک جگہ کی نشان دہی کرتی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر کہا "میں ڈیوڈ سولجر بول رہا ہوں میرے جواب میں کچھ نہ بولنا کیونکہ فرہاد اس وقت دم توڑتی ہوئی فلورا کے دماغ میں موجود ہے مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ فلورا ہماری تنظیم کے سربراہ کی سیکرٹری تھی، مجھے صرف لڑکیوں سے دلچسپی ہے یہاں سے ایک مردہ لڑکی لے جاؤ اور ایک زندہ لے آؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔ چھڑی کی رہنمائی میں ایک صوفے تک پہنچ کر بیٹھ گیا، اس وقت میری سوچ کی لہر کو جگہ نہ مل سکی، فلورا کا دماغ موت کی تاریکی میں ڈوب چکا تھا میں فوراً اندھے ڈیوڈ سولجر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ مجھے محسوس کرتے ہوئے بڑے فاتحانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

اندھے

کی چھڑی بھی اندھی ہوتی ہے۔ لیکن اندھے کو راستہ دکھاتی رہتی ہے۔ ڈیوڈ سولجر صوفے پر اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ وہ غیر معمولی چھڑی اس کے آگے بائیں ہاتھ میں تھی اور وہ چھڑی اسے بتا رہی تھی کہ فرش پر پڑا ہوا جسم جو پہلے متحرک تھا۔ اب ساکت ہوگیا ہے۔

میں پہلے بتا چکا ہوں کہ اس چھڑی سے مخصوص قسم کی آوازیں نشر ہوتی تھیں۔ اگر ڈیوڈ سولجر کے سامنے کوئی ساکت چیز آتی تو چھڑی سے ایک مخصوص آواز نشر ہوتی تھی اور اگر کوئی متحرک چیز آتی تو دوسری مخصوص آواز نشر ہونے لگتی تھی۔ اس وقت بھی فلورا کا جسم جب تک فرش پر تڑپتا رہا، متحرک رہا۔ اس وقت تک چھڑی سے وہی اشارہ موصول ہوتا رہا کہ فلورا ابھی زندہ ہے۔ مرنے والی ہے۔ جب اس کا جسم ٹھنڈا پڑ گیا۔ ساکت ہوگیا تو وہ بھی اس کمرے کی دوسری ساکت چیزوں میں شامل ہوگئی۔ چھڑی سے اب ایسی آواز نشر ہو رہی تھی۔ جیسے میز، کرسیاں اور صوفوں کے سامنے آجانے سے نشر ہوا کرتی تھی۔

اندھے نے کہا "فرہاد! تم میرے دماغ میں رہ کر دیکھ رہے ہو۔ مجھے اپنے آس پاس کی چیزوں کی موجودگی یا عدم موجودگی کا علم ہو جاتا ہے۔ میرا دشمن میرے خلاف چال چلنے سے پہلے ہی میری چال میں پھنس جاتا ہے۔"

میں خاموش رہا۔ وہ اپنے دماغ میں مجھے محسوس کر رہا تھا اس نے کہا "تم یہ بھی معلوم کر چکے ہو کہ میرے سامنے کوئی ہتھیار آتا ہے تو میری چھڑی سے فوراً فائرنگ شروع ہو جاتی ہے، اور تم یہ بھی معلوم کر چکے ہو کہ وہ ہتھیار اگر کسی پرس میں یا کسی چیز کی آڑ میں ہے تو میری چھڑی اس کی نشاندہی نہیں کر سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آئندہ تم ہتھیار لے کر آؤ گے، تو یہی حربہ استعمال کرو گے۔ اپنے ساتھ کسی ہتھیار کر کسی چیز میں چھپا کر لاؤ گے۔"

"ڈیوڈ! شاید تم نے میری ہسٹری شیٹ توجہ سے نہیں پڑھی۔ اوہ سوری، تم کیسے پڑھ سکتے ہو۔ تمہیں تو کسی نے پڑھ کر سنایا ہوگا۔ ایک بار اور میری ہسٹری شیٹ کو سنو۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ میں کبھی اپنے دشمنوں کے سامنے ہتھیار لے کر نہیں جاتا۔ کوئی مجبوری آڑے آئے یا ہتھیار خود میرے ہاتھ لگ جائے تو دوسری بات ہے اور یہ میرا وعدہ ہے کہ تمہارے سامنے ہتھیار لے کر کبھی نہیں آؤں گا۔"

"کب آئے ہو؟"

"آنے کو تو ابھی آ جاؤں لیکن یہ زندگی میرے اور تمہارے لیے بڑی اہم ہے، بہت خوبصورت ہے، ایک بار چلی جائے گی۔

تو پھر نہیں آئے گی۔ کیوں نہ آخری بار ہم ایک رات اور ایک دن خوب آزادی سے گزار لیں۔ اس دنیا کو اچھی طرح دیکھ لیں۔ تم بھی اپنی حسرتیں پوری کر لو اور میں بھی اپنی رہی سہی حسرتوں کو پورا کرنے کی کوشش کروں۔ کل کا دن گزر جائے گا تو آنے والی رات میری یا تمہاری زندگی کی آخری رات ہوگی۔"

"اچھی باتیں کرتے ہو۔ قائل کر لیتے ہو۔ چلو کل رات ہی سہی۔ اب میرے دماغ سے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میں نے تھوڑی دیر تک اپنے ماحول کا جائزہ لیا۔ میں اپنی خفیہ رہائش گاہ میں تھا۔ رس ونتی کچن میں تھی۔ یہودی تنظیم الطلوع کا ردِ عمل دیکھنا تھا کہ فلورا کی موت کے بعد وہاں کیا ہو رہا ہے؟ اس لیے میں اس جاسوس کے دماغ میں پہنچ گیا جو فلورا کا عاشق تھا اور جس کا نام مانھیو تھا۔

مانھیو کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ بہت پریشان ہے۔ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ فرہاد کس طرح فلورا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اگر اس کے دماغ میں شام سے پہلے پہنچا تھا، تو کیا تمام جاسوسوں کے دماغ میں بھی اس کے ذریعے پہنچ چکا ہے۔ یہ ایسی پریشان کن بات تھی کہ اب انہیں تمام رات نیند نہیں آسکتی تھی۔

مانھیو نے یہودی تنظیم کے سربراہ والٹر کو اس بات کی اطلاع دے دی تھی اور کہا تھا کہ وہاں سے فلورا کی لاش منگوا لی جائے۔ کل صبح عدالت کا دروازہ کھلتے ہی یہ اپیل کی جائے کہ ملزم فرہاد اور مقتولہ رس ونتی کو ایسی جگہ رکھا جائے جو مدعی اور قانون کی نظروں میں ہو۔ ان کا چھپا رہنا ہمارے لیے مزید خطرات پیدا کرے گا۔

یہودی تنظیم کے سربراہ نے اسے اطمینان دلایا تھا اور کہا تھا کہ وہ ابھی رنگون کے ماسٹر سے بھی اس سلسلے میں بات کرے گا۔ یہ بات معلوم ہوتے ہی میں ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ماسٹر کان سے ریسیور لگائے دوسری طرف کی باتیں سن رہا تھا۔ دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا: "آپ لوگ ایک طرف ہمارے دوست بنتے ہیں۔ دوسری طرف فرہاد کو ہم سے چھپاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں مان سکتے کہ فرہاد جہاں بھی ہے وہ جگہ آپ کی نظروں سے اوجھل ہے۔"

رنگون کے ماسٹر نے کہا: "مسٹر والٹر! آپ یقین کریں۔ فرہاد کی ہم کوئی مدد نہیں کر رہے ہیں۔ نہ ہی ہم نے اسے کہیں چھپایا ہے۔ ہم آپ دونوں سے بالکل الگ تھلگ ہیں ——— جس طرح دوسرے معاملات میں فرہاد کی مدد کرتے ہیں اسی طرح آپ لوگوں کی بھی ایسے معاملات میں مدد کرتے ہیں جن سے فرہاد کا کوئی تعلق نہ ہو۔"

"آپ کی یہ وضاحتیں ہمیں مطمئن نہیں کر سکتیں۔ ہم ایک آخری بات کہہ رہے ہیں۔ کل صبح تک فرہاد اور رس ونتی کو کسی ایسی جگہ ہونا چاہیے۔ جہاں وہ سب کی نظروں میں رہیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو آپ ہمارے وسیع ذرائع کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کل شام تک آپ رنگون کے ماسٹر نہیں رہیں گے بلکہ آپ کو کوئی عہدہ نہیں ملے گا۔ آپ کی سماجی حیثیت بالکل ختم ہو جائے گی۔ آمدنی کے ذرائع چھین لیے جائیں گے۔ در بدر کی ٹھوکریں کھانا آپ کا مقدر بن جائے گا۔"

یہ کہہ کر دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ ماسٹر بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا، کیا کروں؟ اگر فرہاد کا پتہ معلوم ہوتا تو اس سے بات کی جاتی لیکن بات کرنے کا نتیجہ بھی کچھ نہ ہوتا۔ ریڈ پاور کے مالک مین نے بڑی زبردست چال چلی ہے۔ فرہاد کو ہم سے چھپا دیا ہے۔ خود انجان بنا ہوا ہے اس طرح یہودی ہم پر شبہ کر رہے ہیں۔ ہم جتنی بھی وضاحت پیش کریں، وہ یقین نہیں کریں گے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اگر مجھے فرہاد کا پتہ معلوم ہو جائے تو میں چپ چاپ یہودی تنظیم کے سربراہ کو بتا دوں گا۔"

وہ جلدی سے چونک گیا، سوچا: "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر فرہاد صاحب کو معلوم ہو گیا اور یہ بات سپر ماسٹر تک پہنچی تو مجھے زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ میں نے پہلے والے ماسٹر کا انجام دیکھ لیا ہے۔ اسے بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا تھا۔"

میں نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو ماسٹر!"

وہ چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: "کوئی کسی کا وفادار، کوئی کسی کا دوست نہیں ہوتا۔ تم بھی میری وفاداری کا دعویٰ کرتے ہو۔ محض اس لیے کہ تمہیں اپنی موجودہ پوزیشن عزیز ہے، سپر ماسٹر کا ڈر ہے۔ اپنی زندگی پیاری ہے۔ بہرحال میں تمہاری مشکل آسان کر رہا ہوں۔ کل صبح میں اپنے آپ کو اور رس ونتی کو ظاہر کر دوں گا۔ بگ یاد رہے۔ اگر دشمنوں نے ہم دونوں میں سے کسی کو ذرا سا بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اس کی ذمے داری سراسر آپ پر ہوگی۔ آپ اس سلسلے میں پہلے ہی سپر ماسٹر سے بات کر لیں۔ میرے لیے ایک چھوٹے سے کاٹیج کا انتظام کر دیں۔ اس کاٹیج کا بھی سے قانون کے محافظوں کے حوالے کر دیں تاکہ وہ ہماری حفاظت کی ذمے داری سنبھال لیں آپ کے خاص آدمی وہاں میرے ملازم اور باڈی گارڈ کی حیثیت سے موجود رہیں گے۔"

میں نے اس سے کل صبح ملنے کا وعدہ کیا۔ پھر ریڈ پاور کے پاس اینجلو کے پاس پہنچ گیا۔ جب میں نے اسے بتایا کہ کل میں خود کو اور رس ونتی کو ظاہر کرنے والا ہوں تو اس نے حیرانی سے پوچھا: "آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟"

"مسٹر اینجلو! اب تک آپ میرے رازدار رہنے کا ثبوت دیتے رہے ہیں۔ اس لیے ایک اور راز کی بات سن لیں۔ کل میں یہودی تنظیم والوں کا خاتمہ کرنے والا ہوں۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ قانون کے محافظوں کی نظروں کے سامنے بیٹھا رہوں اور ادھر وہ تباہ ہوتے رہیں۔ اس طرح مجھ پر الزام نہیں آئے گا۔ قانون کے سارے محافظ میری بے گناہی کے گواہ رہیں گے۔"

اس نے خوش ہو کر کہا: "یہ بہت ہی عمدہ آئیڈیا ہے۔ آپ بتائیں کہ میں آپ کے کس طرح کام آسکتا ہوں؟"

"آپ اپنے خفیہ آدمی اس کاٹیج کے آس پاس لگا دیں۔ وہ بھی میرے دشمنوں پر نظر رکھیں گے۔ کاٹیج کہاں ہوگا۔ یہ میں بعد میں ماسٹر سے معلوم کر کے بتا دوں گا۔"

"کیا بعد میں آپ اپنی اسی خفیہ رہائش گاہ میں واپس آجائیں گے؟"

"یہ حالات پر منحصر ہے۔ اس خفیہ رہائش گاہ کا علم کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کیشو کو یہاں بھیج دیں۔ میں اپنی آنبھانی ممی مادام مارتھا کی کوٹھی میں رات گزاروں گا۔ صبح خود کو ظاہر کر دوں گا۔"

میں اینجلو سے دماغی طور پر رخصت ہو کر کچن میں پہنچا۔ رس ونتی کھانا پکانے میں مصروف تھی۔ مجھے دیکھتے ہی جلدی سے اپنے سر پر آنچل درست کرنے لگی۔ میں نے پوچھا: "کیا تمہارا یہی کام رہ گیا ہے۔ مجھے دیکھو تو سر کا آنچل درست کر دیا پھر کھانے پکاتی رہو؟"

"میں اور کس کام کی ہوں۔ اتنا ہی کر سکتی ہوں کہ اچھے اچھے کھانے پکا کر تمہیں کھلاتی رہوں۔ کچھ تو آرام پہنچاتی رہوں۔ تم ڈائننگ روم میں چلو۔ میں کھانا لگا رہی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد ہم کھانے کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا: "رس ونتی! کیا تم کو اپنے بیٹے کا ذرا بھی خیال نہیں آتا؟"

وہ کھاتے کھاتے رک گئی، پھر بولی: "میں اگر کسی بچے کی ماں ہوں تو بڑی ابھاگن ہوں کہ میرے دل میں ممتا پیدا نہیں ہو رہی ہے۔"

"خود کو ابھاگن یا بدنصیب نہ کہو۔ ماحول انسان کو سب کچھ سمجھا دیتا ہے، سکھا دیتا ہے۔ میری بات کو یوں سمجھ کر پہلے تم مجھ سے کتراتی تھیں، مجھے دشمن سمجھتی تھیں۔ میرے ساتھ رہنا گوارا نہیں کرتی تھیں۔ اب وہ دوری، وہ غیریت ختم ہو چکی ہے۔ اگر اسی طرح تم اپنے بچے کے قریب رہو گی تو وہ بچہ بھی رفتہ رفتہ تمہارے دل میں ممتا پیدا کر دے گا۔"

وہ ایک ٹک مجھے دیکھ رہی تھی، میری باتیں سن رہی تھی۔ پھر اس نے آہستگی سے پوچھا: "وہ بچہ کہاں ہے؟"

"پیرس میں ہے۔ میں چاہتا ہوں تم وہاں چلی جاؤ۔ وہاں سونیا ہے۔ جب سونیا کو دیکھو گی تو شاید اسے پہچان لو گی۔ تم اس دنیا میں اگر کسی عورت کو پسند کرتی ہو تو وہ صرف سونیا ہے۔"

اس نے نظریں جھکا کر کھانے کی پلیٹ کو دیکھا پھر کہا۔ "میں چلی جاؤں گی تو تم اکیلے رہ جاؤ گے۔ تمہیں کون پکا کھلائے گا۔ کون تمہارا خیال رکھے گا؟"

میں نے اس کی توجہ سے خوش ہو کر کہا: "میں چاہتا ہوں جس طرح تمہارے دل میں رفتہ رفتہ میرے لیے محبت پیدا ہوئی ہے۔ اپنے بیٹے کے لیے بھی ہو جائے۔ یہی عمل زیادہ مناسب ہے۔ شاید اس طرح تم اپنے ماضی کو اچھی طرح پہچان لو۔ مجھے یقین ہے کہ بابا صاحب بھی تمہیں بہت کچھ سکھائیں گے، سمجھائیں گے۔ ان کے سائے میں رہ کر یقیناً تمہارا دماغ صحت مند ہو جائے گا۔ تم اپنی کھوئی ہوئی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھی حاصل کر لو گی۔ تمہارا وہاں جانا ہر لحاظ سے بہتر ہے۔"

وہ چپ چاپ سر جھکائے کھانا کھانے لگی۔ میں کھانے کے دوران اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے اتنی بڑی دنیا میں صرف میں ہی اس کا ہوں۔ اگر میں بچھڑ گیا تو سب کچھ اس سے چھن جائے گا۔

بات درست بھی تھی۔ اس دنیا میں میرے سوا اس کا کوئی نہیں تھا۔ میں نے اسے خود سوچنے اور خود فیصلہ کرنے کے لیے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ کھانے کے بعد میں نے کہا: "جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ ہم ممی مارتھا کی کوٹھی میں چل کر رات گزاریں گے۔ وہاں میرا ایک کزن جاوید آیا ہوا ہے۔ اس سے ملاقات کرنا ہے۔ کل صبح ہم اپنے آپ کو ظاہر کر دیں گے۔"

اس نے حیران ہو کر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا میں نے کہا: "تم یہاں سے نکلنے کی تیاری کرو۔ میں راستے میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ کچن کی صفائی کرنے اور برتن دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کام دوسرے کر لیں گے۔ فوراً تیار ہو جاؤ۔ کیشو آنے والا ہے۔"

تقریباً ایک گھنٹے بعد ہم ممی مارتھا کی کوٹھی میں تھے۔ جاوید مجھے دیکھتے ہی مارے خوشی کے لپٹ گیا۔ میں نے رس ونتی کا تعارف کرایا: "یہ تمہاری بھابی ہیں۔"

اس نے سلام کیا پھر کہا: "میں نے آپ کو پنڈی کے اسپتال میں دیکھا تھا۔"

میں نے ریحانہ اور بھابی کی خیریت پوچھی۔ اس نے کہا۔ وہ دونوں بخیریت ہیں اور آپ کو یاد کرتی رہتی ہیں۔ انہیں توقع تھی کہ میں یہاں آؤں گا تو آپ میرے حوالے سے ہی ان سے باتیں کریں گے۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں بہت مصروف رہا۔ ابھی ان سے باتیں کرلیتا ہوں۔"

میں نے ان سے رابطہ قائم کیا۔ تھوڑی دیر ان سے باتیں کیں۔ انہیں شفقت سے تسلیاں دیں اور وعدہ کیا کہ جلد ہی ان دونوں کو جاوید کے پاس بلا لیا جائے گا۔ میں بھی یہاں موجود رہا کروں گا۔ اس کے بعد میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ جاوید رس ونتی کو اپنے ساتھ کوٹھی کے دوسرے کمرے دکھانے لے گیا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو رس ونتی ایک جگہ کھڑی ہوئی ممی کی بڑی سی تصویر کو تک رہی تھی جو سامنے دیوار پر لگی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی سوچ پڑھی۔ وہ اس چہرے کو پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے اس نے اس بوڑھی خاتون کو پہلے بھی دیکھا ہے اور بہت قریب سے دیکھا ہے لیکن اسے یاد نہیں آرہا تھا۔

"رس ونتی! یہ وہی بزرگ خاتون ہیں جنہوں نے تمہاری جان بچائی تھی۔ دشمن تمہیں گولی مارنا چاہتا تھا۔ یہ تمہارے سامنے آکر ڈھال بن گئیں۔ گولی انہیں لگ گئی۔"

رس ونتی کے سینے سے ایک آہ نکلی۔ میں نے دیکھا، اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ وہ بڑی عقیدت اور محبت سے ممی کی تصویر کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے حسرت سے کہا: "میں اب بھی پہچان نہ سکی، یاد نہ کرسکی لیکن میری تمام محبتیں ان کے لیے ہیں۔ اگر مرنے کے بعد انسان کو دوسرے جہاں میں زندگی ملتی ہے تو میری دعا ہے کہ میری اس جہاں کی تمام خوشیاں انہیں نصیب ہوں۔"

ہم ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔ ماسٹر نے جاوید کی خدمت کے لیے ایک ملازمہ کا بھی انتظام کردیا تھا۔ اس ملازمہ نے ہمیں چائے پلائی۔ چائے پینے کے بعد میں دوسرے کمرے میں آگیا۔ مجھے منجالی یاد آگئی تھی لیکن اس سے پہلے میں نے رنگون کے ماسٹر کو مخاطب کیا اور اس سے پوچھا کہ اس نے کہاں میرے لیے کاٹج کا انتظام کیا ہے؟

اس نے اس کاٹج کا پتہ بتایا۔ میں نے ریڈ ہاورکے باس اینجلو کو اس کا پتہ بتا دیا تاکہ اس کے آدمی کاٹج کے آس پاس میرے دشمنوں پر نظر رکھنے کے لیے موجود رہیں۔ اس کے بعد میں منجالی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک سائیکل رکشہ میں بیٹھی ہوئی جارہی تھی۔ برٹرنی ممالک سے ڈھاکہ آنے والوں کے لیے سائیکل رکشہ ایک دلچسپ سواری ہے۔ غیر ملکی ایسے رکشہ میں ضرور بیٹھتے ہیں۔ منجالی کو بھی اس میں دلچسپی محسوس ہوئی۔ وہ شہر سے رکشے میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل کی طرف جارہی تھی۔

اگر وہ تفریحی موڈ میں ہوتی تو میں اس سے محض دو باتیں کرکے چلا آتا۔ لیکن اس کی سوچ نے بتایا کہ کچھ لوگ اس کا تعاقب کررہے ہیں۔ رکشے کے آس پاس دو موٹر سائیکلیں چل رہی تھیں۔ ان پر دو دو مسلح آدمی سوار تھے۔ پیچھے بھی ایک جیپ کار چلی آرہی تھی۔ میں نے کہا: "منجالی! یہ یقیناً مکتی باہنی کے لوگ ہیں۔ اسی لیے اتنی آزادی سے ہتھیار لیے پھر رہے ہیں۔"

منجالی نے پوچھا: "یہ مکتی باہنی کیا چیز ہے؟"

"یہ بنگلہ دیش کی ایک بے لگام فوج ہے۔ مکتی باہنی کا مطلب ہے "نجات دلانے والی فوج"۔ ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے پوری بنگالی قوم کو مغربی پاکستان کے ظلم سے نجات دلائی ہے۔ یہ لوگ مغربی پاکستان والوں کے جانی دشمن ہیں۔"

منجالی نے پوچھا: "یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"جب تک یہ تمہیں نہ چھیڑیں۔ تم چپ چاپ اپنا سفر جاری رکھو۔ اور کتنی دور جانا ہے تمہیں؟"

"یہ میرے لیے اجنبی جگہ ہے لیکن میرے ایئر ٹکٹ پر ریس کورس گراؤنڈ ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ میرا ہوٹل قریب ہے۔ یہاں میں نے انٹرکانٹی نینٹل میں کمرہ لینے کی کوشش کی لیکن نہیں ملا۔ اس کے قریب ہی ایک گرین ہوٹل ہے۔ میں وہاں رات گزاروں گی۔"

اسی وقت موٹر سائیکل پر جانے والے ایک مسلح شخص نے رکشہ چلانے والے سے بنگالی زبان میں کچھ پوچھا۔ رکشے والے نے بھی بنگالی میں ہی جواب دیا۔ اس کے بعد وہ لوگ آپس میں کچھ باتیں کرتے ہوئے اپنی گاڑی کی رفتار بڑھا کر آگے نکل گئے۔ میں اس رکشے والے کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

جب وہ رکشہ گرین ہوٹل کے احاطے میں داخل ہوا تو وہ مسلح لوگ وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ اس سے اندازہ ہوگیا انہوں نے رکشے والے سے پہلے ہی پوچھ لیا تھا کہ وہ لڑکی کو کہاں لے جارہا ہے۔ رکشہ والے نے گرین ہوٹل کا پتہ بتایا تھا اور وہ پہلے ہی وہاں پہنچ گئے تھے۔

وہ رکشے کا کرایہ ادا کرکے ہوٹل کے اندر جانے لگی۔ وہ

تمام مسلح افراد اس کے آس پاس ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ منجالی نے ہوٹل کے کاؤنٹر پر پہنچ کر منیجر سے انگریزی زبان میں پوچھا: "یہ لوگ میرے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہیں؟ یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

منیجر انہیں دیکھ کر گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا: "یہ مکتی باہنی کے جوان ہیں۔ تمہیں زندہ چھوڑنے کے لیے مجھ سے سودا کریں گے۔ تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ میں ان سے معاملات طے کرلیتا ہوں۔"

میں نے اس منیجر کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ ایک اردو بولنے والا بہاری ہے۔ اس کا نام اشرف علی ہے۔ مکتی باہنی کے جوان اُن بہاریوں کو زندہ رکھتے ہیں ـــــ جو بہت دولت مند ہوتے ہیں اور ان کے جائز و ناجائز مطالبات پورے کرتے رہتے ہیں۔

مکتی باہنی کا مطالبہ تھا کہ ہوٹل کے جس کمرے میں جو مسافر قیام کرے اسے زندہ سلامت رکھنے اور ہوٹل کو مدنامی سے بچانے کے لیے ہر مسافر کی طرف سے ایک مخصوص رقم ادا کی جائے جس مسافر کے سلسلے میں رقم ادا نہیں کی جائے گی۔ اس مسافر کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جائے گی۔ ہوٹل کا مالک اور منیجر اپنے ہوٹل کی نیک نامی قائم رکھنے کے لیے اور دوسروں کو دہشت سے بچانے کے لیے ان کا مطالبہ پورا کرتے رہتے تھے۔

میں نے منجالی کی زبان سے کہا: "منیجر! میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ پریشان ہوں۔ میں ان کا مطالبہ پورا کردوں گی یا پھر ان سے پوچھو۔ اگر میں اس ہوٹل کو چھوڑ کر چلی جاؤں تو یہ میرے حساب میں آپ سے رقم نہیں لیں گے؟"

منیجر اشرف علی نے کہا: "نہیں مس! یہ یہاں سے کسی کو ادائیگی کے بغیر نہیں جانے دیتے۔ اگر رقم کی ادائیگی کے دوران کوئی مسافر جانا چاہے تو اس سے پوچھتے ہیں۔ کس طرح مرنا چاہتے ہو؟ چاقو سے، رائفل کی گولی سے، چھت پر رسّی لٹکا کر پھانسی پر چڑھا دیا جائے یا زہر کا پیالہ پلایا جائے؟"

آخری بات پر منجالی چونک گئی۔ اس نے پوچھا: "اگر کوئی مسافر ان حربوں سے نہ مرسکے جن سے یہ مارنا چاہتے ہیں تب اس مسافر کو واپس جانے دیتے ہیں؟"

مکتی باہنی کے دو چار جوان انگریزی اچھی طرح جانتے تھے۔ ان میں سے ایک نے ہنستے ہوئے اپنے ساتھیوں سے بنگلہ زبان میں کچھ کہا۔ میں اشرف علی کی سوچ کے ذریعے معلوم کررہا تھا۔ وہ نوجوان اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا: "یہ لڑکی پوچھ رہی ہے، اگر ہم اسے چاقو سے، رائفل کی گولی سے ماریں یا پھانسی پر چڑھائیں یا زہر کا پیالہ پلائیں اور اگر یہ نہ مرسکے تو کیا ہم اسے واپس جانے دیں گے۔"

اس کی بات پر سب ہی قہقہے لگانے لگے۔ پھر ایک نے کہا: "اگر یہ ہمارے مارنے کے بعد زندہ بچ جائے تو ہم قسم کھا کر کہتے ہیں۔ اسے ذرا بھی ہاتھ نہیں لگائیں گے اور جو رقم ہم لینے آئے ہیں۔ وہ رقم اسے دے کر چلے جائیں گے۔"

ایک اور مکتی باہنی کے سپاہی نے کہا: "اس لڑکی سے پوچھو، یہ کس طرح مرنا چاہتی ہے؟"

منیجر اشرف علی پریشان ہوکر منجالی کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے بتایا کہ یہ مکتی باہنی کے لوگ اس سے کیا پوچھ رہے ہیں؟ منجالی نے ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ پھر انگریزی زبان میں کہا: "میں زہر پی کر مرنا چاہتی ہوں یا کوئی بہت ہی زہریلا سانپ ہو تو اسے میرے پاس چھوڑ دو۔ وہ مجھے ڈس لے گا۔ ہاں، اس کے بعد بھی اگر زندہ رہ گئی تو اپنے وعدے پر ہمیشہ قائم رہنا۔"

سب نے کہا: "بے شک ہم زبان کے پکے ہیں۔"

ایک جوان نے منجالی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "تم یوں بھی دیکھنے میں ناگن لگتی ہو کالی ناگن۔ تمہارے اندر عجیب سی کشش ہے۔ کیا یہ کشش صرف میں محسوس کررہا ہوں یا۔۔۔؟"

اس کی بات پر دوسرے جوانوں نے کہا: "بے شک ہم بھی محسوس کررہے ہیں۔ یہ کوئی غیر معمولی لڑکی لگتی ہے۔"

ایک طرف سے ایک جوان نے کہا: "اگر یہ مرجائے گی تب بھی نقصان ہے۔ زندہ رہے گی تب بھی نقصان ہے۔ اس لیے کہ اس کے مرنے کے بعد ہم اپنی زبان کے مطابق ہوٹل کے منیجر سے اپنی مطلوبہ رقم نہیں لیں گے اور اس لڑکی سے وعدہ کہ ہی چکے ہیں کہ یہ زہر پینے کے بعد زندہ رہے گی تو اسے بخیریت واپس جانے دیا جائے گا۔ میرے دماغ میں ایک اور تدبیر ہے۔"

اس کے ساتھیوں نے پوچھا: "وہ کیا ہے؟"

"اس لڑکی کو اس ہوٹل کے اسٹیج پر پہنچا دیا جائے۔ وہیں اسے سانپ سے ڈسوا دیا جائے گا۔ اگر یہ زندہ بچ گئی تو عجیب و غریب تماشا ہوگا۔ اور ایسا تماشا دیکھنے والے سو فیصد بہت ہیں۔ کیوں نہ ہم پچیس روپے ٹکٹ لگا دیں۔ اس سے ہماری آمدنی ہوگی۔ لڑکی مرے یا زندہ رہے۔ ہم نقصان نہیں اٹھائیں گے اور اپنی زبان پر بھی قائم رہیں گے۔"

سب نے اس کی تائید کی۔ میں نے منجالی سے کہا: "یہ تم کہاں آکر پھنس گئی ہو؟ اس سے تو بہتر تھا کہ یہ رات ایئرپورٹ پر گزار دیتیں۔"

"اب تو پھنس ہی گئی ہوں۔ یہ لوگ فوج کی صورت میں ہیں۔ دو چار ہوتے تو یہیں ٹھنڈا کر دیتی۔ پھر یہ کہ پرائے ملک میں کسی سے دشمنی مول لینا نادانی ہے۔ اس طرح کام نکل جاتا ہے۔ جان بچ جاتی ہے تو یہی سہی۔"

اسی وقت ایک طرف سے آواز سنائی دی: "یہ موت کا تماشا نہیں ہو گا۔"

سب نے اس آواز کی سمت دیکھا۔ ایک قد آور شخص آہستہ آہستہ ان کی طرف آ رہا تھا۔ وہ مکتی باہنی کے جوانوں کے پاس سے گزر کر کاؤنٹر کے پاس آیا اور منجالی سے بولا: "تم ہمارے دیش میں مہمان ہو۔ تمہاری سلامتی کی ذمے داری ہم پر ہے۔ اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔"

ایک جوان نے ریوالور کا نشانہ لیتے ہوئے اس شخص سے پوچھا: "اے تم کون ہو؟ ہمارے درمیان کیوں آئے ہو؟ اگر زندگی چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔"

اس شخص نے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنا چاہا تھا کہ ایک اور مکتی باہنی کے جوان نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ ادھر ریوالور والے کی انگلی ٹریگر پر گئی۔ ادھر اچانک ہی منجالی نے پلٹ کر اس کے ہاتھ پر ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ ٹھائیں سے فائرنگ کی آواز ہوئی لیکن ہاتھ اوپر اٹھ چکا تھا۔ گولی چھت کی طرف گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ فائر کرنے والا سنبھلتا۔ منجالی نے اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا اور وہاں کھڑے ہوئے لوگ دُور ہٹنے لگے۔ یہ اُن لوگوں کے لیے بڑا ہی عجیب اور حیرت انگیز منظر تھا کہ ایک لڑکی اپنے لڑنے کی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ آج تک انہوں نے فلموں میں دیکھا تھا یا شاید کتابوں میں پڑھا تھا۔ لیکن کسی عورت کو اس طرح لڑتے دیکھنا تو دُور کی بات ہے۔ کبھی مردوں کے انداز میں چلتے پھرتے اور باتیں کرتے ہوئے بھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ اب دیکھ رہے تھے۔ شاید اس اعتماد سے بھی دیکھ رہے ہوں کہ اکیلی لڑکی ہے۔ اس پر کسی وقت بھی قابو پایا جا سکتا ہے۔

چند سیکنڈ میں فیصلہ ہو گیا۔ مار کھانے والا فرش پر گر کر بے ہوش ہو گیا تھا یا بے ہوش بنے رہنے میں اپنی عافیت سمجھ رہا تھا۔ منجالی تیزی سے پیچھے ہٹ کر کاؤنٹر کے پاس آئی۔ پھر بولی: "میں نے صرف ایک شخص کو ریوالور کی گولی سے بچانے کے لیے ایسا کیا ہے۔ مجھے اس پر مجبوراً ہاتھ اٹھانا پڑا۔ میں اپنی پہلی بات پر اب بھی قائم ہوں۔ اپنی اور دوسروں کی جان بچانے کے لیے خود کو خطرناک سانپوں کے درمیان لے جا سکتی ہوں یا زہر کا پیالہ پی سکتی ہوں۔ میری شرط اتنی سی ہے کہ کسی کی جان کو نقصان نہ پہنچے۔"

جس شخص کو ٹیلی فون کرنے سے روکا گیا تھا۔ اس نے جیب سے ایک کارڈ نکالتے ہوئے کہا: "تم لوگوں نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اور کہاں فون کرنے والا تھا؟ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں ملٹری انٹیلی جنس کا آدمی ہوں اور اس وقت قریبی کیمپ میں فون کر کے کچھ فوجیوں کو بُلا رہا ہوں تاکہ وہ تم لوگوں کو یہاں سے بھگا سکیں۔ تم سب اگرچہ بنگلہ دیش بنانے میں بہت اہم رول ادا کر چکے ہو لیکن یہ نہیں سوچتے کہ تمہاری ان غلط حرکتوں سے دیش کے باہر ہماری بدنامی ہو گئی ہے۔ یہ لوگ یہاں سے جائیں گے تو ہمارے متعلق اخبارات میں کیسے کیسے بیانات دیں گے؟"

مکتی باہنی کے ایک جوان نے کہا: "ہم تو صرف ہماریوں سے اپنا انتقام لیتے ہیں۔ یہ باہر سے آنے والی نیگرو لڑکی خواہ مخواہ ہمارے درمیان میں آ گئی اور ہم سے شرط لگانے لگی ہے۔"

انٹیلی جنس کے آفیسر نے کہا: "میں خوب سمجھتا ہوں۔ مجھے سمجھانے سے بہتر ہے یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میں ابھی فون کرتا ہوں۔"

انہوں نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر وہ اپنے ساتھی کو فرش پر سے اٹھانے لگے۔ اب وہ ہوش میں تھا اور منجالی کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔ انٹیلی جنس کے آفیسر نے منجالی کے کندھے کو ہلکے سے ہوئے کہا: "لڑکی! تم نے عین وقت پر میری جان بچائی۔ ذرا بھی دیر ہو جاتی تو چھت کی طرف جانے والی گولی میرے جسم میں اتر جاتی۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے بتاؤ، تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟ اور کہاں جانا چاہتی ہو؟ جب تک میرے دیش میں رہو گی۔ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔"

میں نے منجالی کی زبان سے کہا: "باہر سے آنے والے لوگ دو چار دن رہتے ہیں۔ پھر چلے جاتے ہیں۔ میں کل صبح چلی جاؤں گی۔ ہماری حفاظت کرنا کوئی دلیری یا بہت بڑا انسانی فرض نہیں ہے۔ آپ کو یہ بات بُری لگے گی لیکن میں ضرور کہوں گی۔ آپ کا فرض پہلے اپنے گھر میں رہنے والوں کی حفاظت کرنا ہے۔ آپ کے اس گھر میں، اس دیش میں جو ہماری مظلوم کی حیثیت سے ہیں۔ انہیں مکتی باہنی یا دوسرے متعصب لوگوں سے بچانا، ان کی حفاظت کرنا آپ کا فرض ہے۔"

آفیسر نے کہا: "ہم کوشش کرتے رہتے ہیں کہ یہ مکتی باہنی والے ایسی حرکتیں نہ کریں۔ جہاں بھی ہمیں خبر ملتی ہے۔ ہم انہیں روکنے کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔ اس کا ثبوت ابھی تم نے دیکھا ہے۔ میں نے تمہارے ساتھ موت کا تماشا نہیں ہونے دیا۔ لیکن

تم ان ہماریوں کو نہیں جانتی ہو۔ یہ بھی بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ خود کو پاکستانی کہتے ہیں۔ پھر تو انہیں پاکستان جا کر رہنا چاہیے اور اگر انہیں پاکستان میں جگہ نہیں ملتی ہے تو اس میں ہمارا قصور نہیں ہے۔ ہم بھلا کب تک ان کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے رہیں گے؟"

اچانک ہی میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر دستک سنائی دے رہی تھی۔ رسوتی کے سوا اور کون جرأت کر سکتا تھا کہ مداخلت کرے۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہی دروازے کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔ اس نے کہا: "میں جانتی تھی کہ تم آرام سے نہیں سوؤ گے۔ آخر کب تک خیال خوانی کرتے رہتے؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "تم آرام سے سو جاؤ۔ میں بھی جلدی سونے کی کوشش کروں گا۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ تم جلدی سو جاؤ۔ میں چائے لے کر آ رہی ہوں۔"

"میں چائے نہیں پیوں گا۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ ابھی سو جاؤں گا۔"

"میں کیسے یقین کر لوں؟"

"میں تمہارے سامنے بستر پر جا کر سوتا ہوں۔ آنکھیں بند کر لیتا ہوں۔ جب تک تمہیں یقین نہ ہو کہ میں گہری نیند میں ڈوب چکا ہوں، تم یہاں سے نہ جانا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ تم کس طرح سوتے ہو۔"

میں اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ وہ قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھ کر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے اس کی طرف کروٹ لے کر آنکھیں بند کر لیں۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بڑے پیار سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے دیکھ رہا ہوں۔ اسے یقین تھا کہ بند آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا۔ اس لیے وہ بڑی آزادی سے دیکھ رہی تھی۔

اس کی سوچ نے کہا: "یہ تو بالکل اپنے لگتے ہیں۔ اب مجھے شرم نہیں آتی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "پھر مجھے اپنی طرف سے بھی ایک قدم آگے بڑھنا چاہیے۔ میں انہیں تھپک کر سُلا سکتی ہوں۔ ان کے سر کو سہلا سکتی ہوں۔"

اس خیال کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ جھجک رہی تھی۔ مگر جھجکتے ہوئے بڑھتی بھی جا رہی تھی۔ پھر وہ میرے سرہانے آ کر کھڑی ہو گئی۔ آہستگی سے ہاتھ بڑھایا۔ میری پیشانی تک آ کر ہاتھ رُک گیا۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں حوصلہ دیا۔ وہ اپنی مخروطی انگلیوں سے میرے بالوں میں آہستہ آہستہ کنگھی کرنے لگی۔ میں نے اچانک ہی اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ وہ چونک گئی۔ پھر یونہی رسمی طور پر ہاتھ چھڑانے کی ناکام سی کوشش کرنے لگی۔ میں نے کہا: "اب اس ہاتھ کو میرے ہاتھ میں رہنے دو۔ بہت دُوری ہو گئی۔"

پھر میں نے منجالی کی خبر لی۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ اس نے مینیجر سے کہا تھا کہ کھانا کمرے میں بھیج دیں۔ اب وہ انتظار کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: "تم نے کمرے میں کھانا کیوں منگوایا ہے؟"

اس نے جواب دیا: "میں وہاں سب لوگوں کے سامنے تماشا بن گئی تھی۔ میرے متعلق طرح طرح کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ میں زہریلی لڑکی ہوں۔ اس لیے سانپ سے ڈسنے کا چیلنج قبول کیا تھا۔ کچھ لوگ میرے لڑنے کے انداز پر تبصرہ کر رہے تھے۔ میں نے سوچا۔ ڈائننگ ہال میں بیٹھ کر تو کھانا مشکل ہو جائے گا۔"

"تم نے واقعی بہت اچھے انداز میں لڑنے کا مظاہرہ کیا ہے۔ اعلیٰ بی بی نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ تم ایک اچھی فائٹر بھی ہو۔"

وہ مسکرانے لگی۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے کہا: "آ جاؤ۔"

دروازہ کھلا۔ ایک بیرا ایک ٹرے میں کھانا لے کر آیا تھا۔ پھر اس نے ٹرے کو میز پر رکھتے ہوئے کہا: "میں تازہ پانی لے کر آتا ہوں۔"

وہ پانی کا تھرماس اٹھا کر چلا گیا۔ دروازے کو اس نے بند کر دیا۔ منجالی نے کھانے کی طرف دیکھا۔ ایک بڑی سی ڈش رکھی ہوئی تھی۔ اوپر سے ڈھکی ہوئی تھی۔ منجالی نے مینو پڑھنے کے بعد بنگالی بھات کا آرڈر دیا تھا۔ شاید اس ڈش میں بنگالی طرز کے پکے ہوئے چاول ہوں گے۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے ڈھکن کو اٹھایا۔ کیا رگی وہ ذرا سیدھی ہو گئی۔ چھنکانے کی آواز کے ساتھ ہی ایک سانپ ڈش کے اندر کنڈلی مار کر، پھن کاڑھ کر بیٹھ گیا۔ وہ ڈش بنگالی بھات کی نہیں بلکہ بنگال کے زہریلے سانپ کی تھی اور وہ سانپ اس کی طرف منہ اٹھائے بیٹھا تھا۔ جیسے اب تب میں ڈسنے ہی والا ہو۔

وہ مسکرائی، پھر خلافِ توقع ہولے ہولے گنگنانے لگی۔ بڑی سُریلی آواز تھی۔ میں نے پہلی بار اسے گنگناتے ہوئے سنا۔ پھر اس کی گنگناہٹ گیت میں تبدیل ہونے لگی۔ وہ الفاظ ادا کر رہی تھی مگر وہ اجنبی زبان کے الفاظ تھے۔ اس کی سوچ اس اجنبی زبان کا ترجمہ کرتی جا رہی تھی۔

اب وہ میز پر جھک گئی تھی۔ سانپ کے بالکل سامنے ہو گئی تھی۔ اس کی سُریلی آواز کہہ رہی تھی۔

"ایک انسان دوسرے انسان سے لڑتا آیا ہے لیکن آج تک کسی نے ایک سانپ کو دوسرے سانپ سے لڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر سانپ آپس میں لڑتے تو پھر سے لوگوں کو ان کے لڑنے کا تماشا ضرور دکھلاتے۔"

وہ سانپ ڈسنا بھول گیا تھا۔ ایسی محویت سے پھن کاڑھے اس کی طرف تک رہا تھا جیسے اس کی مدھر آواز اور گیت کے بولوں میں گم ہو گیا ہو۔ وہ گا رہی تھی۔

"اذ زہر کے پالے میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ تو بنگال کا ناگ ہے۔ میں افریقہ کی ناگن ہوں۔ تو بھی مجھے پہچان لے۔ پھر نہ کہنا کہ منجالی نے اپنا بھید نہیں بتایا تھا۔"

اس کی آواز یقیناً رس بھری تھی۔ لیکن آواز کے ترنم کو اور گیت کے بولوں کو سانپ سنتا نہ ہو، سنتا ہو تو سمجھتا نہ ہو۔ دوست اور دشمن کو دیکھتا بھی ہو تو شاید پہچانتا نہ ہو۔ منجالی نے اپنا ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے چشمِ زدن میں اسے ڈس لیا۔

منجالی کے منہ سے ہائے نکلی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا سر چکرانے لگا۔ میں نے اس کے بدن میں بے طرح گرمی محسوس کی۔ جیسے نشے کی زیادتی سے دل و دماغ اور سارا جسم حرارت سے تپ رہا ہو۔ واقعی وہ نشے کی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ میز کے پاس سے ہٹ کر ادھر اُدھر ڈگمگاتے ہوئے کمرے کو دیکھ رہی تھی۔ کمرے کے در و دیوار ادھر سے اُدھر ڈولتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

میں نے پریشان ہو کر اسے مخاطب کیا۔ "منجالی! یہ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا یہ زہر تم پر اثر کر رہا ہے؟"

وہ لڑکھڑاتے ہوئے دو قدم آگے گئی۔ پھر رک گئی اور ڈگمگاتے ہوئے اپنا توازن قائم رکھتے ہوئے بولی۔ "کون ہے؟ یہ مجھے کون آواز دے رہا ہے؟"

"منجالی! میں ہوں۔ میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔"

"فرہاد؟" وہ سوچتی ہوئی نظروں سے خلا میں تکنے لگی۔ تصور میں مجھے دیکھنے لگی۔ پھر وہ لڑکھڑاتے ہوئے آگے آئی۔ گرتے گرتے سنبھل گئی۔ پھر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔ پھر میرا تصور اس کی نگاہوں کے سامنے قائم ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "ہاں۔ فرہاد۔" وہ فرہاد جو دماغ میں آ کر بولتا ہے۔ میرے دماغ میں بھی بولو۔ کہاں ہو تم فرہاد! کہاں ہو؟"

"میں اس وقت تمہارے دماغ میں ہوں۔ ہوش میں رہنے کی کوشش کرو۔"

وہ سرد آہ بھرتے ہوئے بولی۔ "تم ہوش میں کب رہنے دیتے ہو۔ دماغ میں آتے ہو اور سمجھتے ہو، دل میں آئے بغیر چلے گئے ہو۔ آخر میں بھی عورت ہوں۔ مجھ پر اتنا ظلم کیا گیا ہے کہ شاید دنیا کی کسی عورت پر نہ کیا گیا ہو۔ مجھے زہریلی بنا دیا گیا۔ آہ، میں کیا کروں؟ جسے دل و جان سے چاہتی ہوں، اسے نہیں چاہ سکتی۔ میں کتنی بدنصیب ہوں۔"

اس لمحے مجھے اس پر بڑا ترس آیا۔ اگر چہ یہ بھید کھلا کہ وہ مجھے چاہتی ہے۔ لیکن اپنی چاہت کو میری موت کا سبب نہیں بنا سکتی۔ مجھ پر اس طرح مرتی ہے کہ میرے لیے مر جانا چاہتی ہے لیکن مجھے اپنے زہر سے محفوظ رکھنا چاہتی ہے۔ اس نے پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ میں اس میں کشش محسوس کروں تو یہ اس کی بہت بڑی بدنصیبی ہو گی۔ کیسی عجیب بات تھی کہ میں محبت کروں۔ تب بھی وہ بدنصیب، اس سے دُور بھاگوں تب بھی بدنصیب۔

میں نے کہا۔ "میں زندگی میں پہلی بار یہ عجیب تماشا دیکھ رہا ہوں۔ سانپ کے ڈسنے سے تم پر نشہ طاری ہو گیا ہے۔ اس سانپ کو مار ڈالنے کی کوشش کرو۔ میں تمہارا ساتھ دیتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ پھر....."

وہ ہنسنے لگی۔ ہنستے ہوئے آگے بڑھی۔ پھر الٹے پاؤں لڑکھڑا کر پیچھے دیوار سے لگ گئی۔ اب وہ اس ٹرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جہاں سے سانپ نے اس پر حملہ کیا تھا۔ وہ سانپ وہیں موجود تھا۔ منجالی پھر ڈگمگاتے ہوئے آگے بڑھی۔ اس بار میں نے بھی اپنی سوچ کے ذریعے اسے سہارا دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی میز کے قریب آئی۔ سانپ کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا وہ مر چکا تھا۔

میرے بدن میں جھرجھری سی پیدا ہوئی۔ میں نے اپنی زندگی میں موت کے بے شمار رُوپ دیکھے ہیں۔ مگر ایک زہریلے سانپ کو ڈسنے کے بعد خود مرتے ہوئے پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ منجالی کے زہر سے مر گیا تھا۔

میں چند لمحے کے لیے خیال خوانی بھول گیا۔ دماغی طور پر حاضر نہ کر میں نے محسوس کیا کہ میں پسینے پسینے ہو رہا ہوں۔ اس لمحے میرا دماغ مجھ سے کہہ رہا تھا۔ فرہاد علی تیمور بہت عاشق مزاج بنتے ہو۔ اب ذرا حساب کر کے بتاؤ۔ منجالی سے عشق کرنے کے لیے تمہاری کتنی سانسیں تمہارے کام آ سکیں گی؟

میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ لڑکی مظلوم اور قابلِ رحم تھی اور وہ لڑکی بے حد خطرناک بھی تھی۔ بابا صاحب کے تمام طلبا اور طالبات اس سے محبت کرتے تھے اور سبھی اس سے

ڈرتے بھی تھے۔ میں نے ہوٹل کے منیجر اشرف علی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ اس واقعہ سے بے خبر تھا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے تھلکنے استعمال کیے۔ پھر اسے ہوٹل کے دو آدمیوں کے ساتھ منجالی کے کمرے میں پہنچا دیا۔ جب وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو منجالی کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ نشے کی حالت میں لڑکھڑاتے ہوئے اِدھر سے اُدھر کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ ان کے ٹھٹکنے کی وجہ یہ تھی کہ سانپ ابھی تک منجالی کے ہاتھ میں تھا۔ میں نے اس کی لڑکھڑاتی زبان سے کہا۔ "مسٹر اشرف علی! جانتے ہو کسی دشمن نے اسے میرے پاس بھیجا تھا۔ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔ زہر مجھے نہیں مار سکتا۔ دیکھ لو۔ میرے زہر نے اسے مار دیا۔"

اس نے سانپ کو ایک طرف فرش پر پھینک دیا۔ اشرف علی نے پوچھا۔ "کیا آپ نے نشہ کیا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "دنیا کا سب سے اونچا نشہ سانپ کا زہر ہے۔ کیا تم نے سُنا نہیں، جب لوگ نشے کی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو خود کو سانپوں سے ڈسوانے لگتے ہیں۔ بس وہی نشہ مجھ پر طاری ہو گیا ہے۔"

"مجھے اس ملٹری انٹیلی جنس کے آفیسر سے رابطہ قائم کرنا چاہیے، اور بتانا چاہیے کہ دشمنوں نے اس لڑکی پر نا کام حملہ کیا ہے۔ آئندہ بھی کر سکتے ہیں۔ اس کی ہر طرح سے حفاظت کی جانا چاہیے۔"

اس طرح سوچنے کے دوران اشرف علی آگے بڑھ کر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر منجالی کے قریب پہنچتے ہی ایک دم سے پیچھے ہٹ گیا۔ اسے یوں لگا جیسے منجالی آگ کا مجسمہ ہو۔ اس کے بدن سے آنچ اٹھ رہی تھی۔ یہ بات میں بھی اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کرتا رہا تھا۔ اس کے بدن کا درجۂ حرارت یقیناً اتنا تھا کہ ایک عام آدمی کی موت واقع ہو جاتی۔ چونکہ وہ بچپن ہی سے زہر کی گرمی اور اس کی تلخی کو برداشت کرتی آئی تھی۔ اس لیے یہ اس کے لیے محض ایک نشے کی بات تھی اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔

اشرف علی چلا گیا۔ میں منجالی کے پاس موجود رہا۔ وہ اسی طرح نشے کی حالت میں بڑبڑا رہی تھی۔ مجھے پکار رہی تھی اور بتا رہی تھی کہ اس نے سونیا کو آئیڈیل اس لیے بنایا کہ وہ دوسری سونیا بننا چاہتی تھی۔ فرہاد کے لیے دوسری سونیا۔ اور یہ سب کچھ اس کا خیال تھا، خواب تھا۔ خواب اور خیال سے آگے جو حقیقت تھی وہ زہریلی تھی۔

انٹیلی جنس کا آفیسر دو فوجی جوانوں کے ساتھ اشرف علی کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ وہ بھی منجالی کے قریب گیا تو ٹھٹک گیا۔ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اسے آنچ محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے منجالی کے دماغ پر قابض ہو کر کہا۔ "آفیسر! آپ میرے لیے پریشان نہ ہوں۔ مجھے دنیا کا کوئی زہر نہیں مار سکتا۔ میں اس وقت نشے میں ہوں۔ تھوڑی دیر میں سو جاؤں گی۔ دروازے کو اندر سے بند کر لوں گی۔ آپ صرف اتنی مہربانی کریں کہ کل صبح مجھے بحفاظت ایئر پورٹ تک پہنچا دیں۔"

آفیسر نے وعدہ کیا۔ تھوڑی دیر اس سے گفتگو کرنا چاہی مگر میں نے منجالی کی زبان سے معذرت چاہی۔ وہ چلا گیا۔ منجالی کو میں نے آگے بڑھایا۔ اس کے زیریں دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر اسے بستر پر لا کر سُلا دیا۔ اس وقت نشہ اس پر غالب آیا ہوا تھا۔ کچھ میری ٹیلی پیتھی نے تھپک تھپک کر اسے سُلا دیا۔

پھر میں بستر پر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایت دی اور نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

میں جہاں تھا۔ وہ میری آسمانی ممی کا کمرہ تھا۔ میری ممی کا بستر تھا۔ مجھے سوتے وقت ایسا لگا تھا۔ جیسے ماں کی گود میں سو رہا ہوں۔ بڑا سکون مل رہا تھا۔ میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ صبح چھ بجے میری آنکھ کھل جائے لیکن ذرا دیر کے بعد ہی مجھے محسوس ہوا جیسے میری نیند ٹوٹنے والی ہے۔ آنکھ کھلنے والی ہے۔ لیکن وہ کھل نہ سکی کسی طرح کی مداخلت ہو رہی تھی۔ جسے میں فوری طور پر نہ سمجھ سکا۔

تب میں نے ایک بزرگ کو دیکھا۔ وہ میرے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور میں سو رہا تھا۔ آنکھیں بند کیے نیند کی حالت میں تھا یا پھر ایسی بے حواسی تھی جو خواب خواب سی تھی ——

میں نے دیکھا۔ میں ایک پتھریلی زمین پر لیٹا ہوا ہوں۔ وہ بزرگ میرے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے حکم دیا۔ "اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔"

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرے آس پاس دھواں دھواں سے بادل تیر رہے تھے۔ وہ بزرگ جو میرے سامنے کھڑے ہوئے تھے اب وہ پلتھی مار کر بیٹھ گئے۔ ان کے پیچھے ایک عمودی چٹان تھی جس سے انہوں نے ٹیک لگائی تھی۔ اپنے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔ جیسے مراقبے میں جانے والے ہوں۔ میں دوزانو ہو گیا۔

انہوں نے کہا۔ "فرہاد! میں بہت بیمار ہوں۔ یہ میری آخری بیماری اور آخری رات ہے۔ کل صبح میں اس دنیا کی تمام ذمے داریوں سے سبکدوش حاصل کر لوں گا۔ اس وقت میں اپنے ادارے کے ایک بہت بڑے آڈیٹوریم میں ہوں۔ مجھے ایک بہت اونچی سی مسند پر لٹا دیا گیا ہے۔ دُور تک چاروں طرف طلبا و طالبات اور دوسرے عقیدت مندوں کا ہجوم ہے۔ میرے سرہانے سونیا اور اعلیٰ بی بی سر جھکائے بیٹھی ہوئی ہیں۔ میرے پائینتی مرجانہ اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے پاؤں تھامے زمین پر دوزانو

بیٹھی ہے اور پارس علی تیمور میرے پہلو میں لیٹا ہوا میرے کھلے کی انگلی کو چوس رہا ہے۔

میری آواز پورے آڈیٹوریم میں سنی جا رہی ہے۔ میری زندگی کے ان آخری لمحات میں میرے منہ سے نکلنے والے ہر لفظ کو ریکارڈ کیا جا رہا ہے ——— تم نے دیکھا کہ ہو دیوں نے مرجانہ کا برین واش کیا تھا۔ اس کے دماغ سے پچھلی تمام باتیں مٹا دی تھیں۔ میں نے اپنے علم اور عمل سے ہو دیوں کے طلسم کو توڑ دیا۔ رسونتی کے ساتھ حالات دوسرے تھے۔ اس کا دماغ منجالی کے زہر کے اثر سے دھندلا گیا ہے۔ وہ پتہ نہیں کتنے عرصے میں اپنے ماضی کو یاد کر سکتی ہے۔ میں نے سوچا۔ اب جا رہا ہوں جاتے جاتے پارس علی تیمور کے لیے اس کی ماں کو واپس لے آؤں۔ میں تم لوگوں کو مخاطب کرنے سے پہلے مراقبے میں تھا اور اس حالت میں رسونتی کے دماغ کی دھندلائی ہوئی تختی کے حروف واضح کر رہا تھا۔ وہ واپس آ گئی ہے لیکن ابھی نیند کی حالت میں ہے۔ میں نے اس کی بیداری کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔

میں اپنے تمام طلبا و طالبات اور تمام عقیدت مندوں کو رس دنتی کے حوالے سے ایک بات سمجھا رہا ہوں۔ اگر کسی کو ایک بار آزمالو۔ اگر وہ پُرخلوص ہے مگر احمق ہے، تو اس کی عزت کرو۔ اسے اپنے ساتھ رکھو۔ مگر یہ کبھی نہ بھولو کہ وہ احمق ہے۔ کسی وقت پھر اپنی حماقت سے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ رس دنتی بے شک ایک وفادار شریکِ حیات ہے۔ تمہیں صرف دل و جان سے ہی نہیں بلکہ اپنی روح کی گہرائیوں سے چاہتی ہے۔ لیکن کوئی عورت اپنے مرد اور اپنے بچے کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھنے کے لیے دشمنوں کے جال میں پھنس جائے یا کوئی ایسی حماقت کرے کہ بسے بسائے گھر کو آگ لگ جائے تو پھر اس عورت سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

رس دنتی کا ذہن صاف ہو گیا ہے۔ اب اس کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہے لیکن اس کے ذہن کی ایک کمزوری کو میں نے ویسے ہی چھوڑ دیا۔ وہ جب بھی شمع بینی کرے گی، ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔ تو اس کا دماغ ساتھ نہیں دے گا۔ یہ تمہارے اور پارس کے حق میں بہتر ہے۔ اسے محض ایک وفادار بیوی اور ایک دنتے دار ماں بننے دو۔ ایسی عورت کو ٹیلی پیتھی کی ساحرہ نہیں بننا چاہیے۔

میرے بعد اس ادارے کا کاروبار اسی طرح جاری رہے گا۔ اعلیٰ بی بی اپنے عہدے پر بدستور رہیں گی۔ میری جگہ کسی ایسے بزرگ شخص کو دی جائے جو صاحبِ ایمان اور باعمل ہو۔

انسانوں کو خوب پہچانتا ہو۔ نئی نسل کے تقاضوں کو سمجھتا ہو۔ صرف ماضی کی روایات پر تکیہ کرنے کے بجائے موجودہ حالات کی نبض ٹٹولنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور نئے رجحانات کو اپنا سکتا ہو۔ یاد رکھو۔ ماضی کے علوم ہوں، حال کے ہوں یا مستقبل میں متعارف ہونے والے نئے علوم ہوں۔ ہر علم قابلِ توجہ اور قابلِ حصول ہوتا ہے۔ کسی سے منہ نہ پھیرنا۔ اسے نظر انداز کرنا اپنی تنگ نظری کا ثبوت دینا ہے۔ یاد رکھو ——— تنقید کرنا، تخریب کرنا بہت آسان ہے لیکن تعمیر کرنا بہت مشکل ہے مشکل مرحلوں سے گزرنا ہی سب سے بڑی نیکی ہے۔

میرے بعد اس ادارے کی پالیسی کچھ بدل دی جائے۔ اب تک ہم فرانسیسی حکومت کے وفادار تھے۔ کسی ایک بڑی طاقت کا ساتھ دیتے آئے تھے لیکن آئندہ ہماری پالیسی مختلف ہو گی۔ ہم بالکل غیر جانبدار رہیں گے۔ ہماری دوستی تمام سپر پاورز سے ہو گی۔ سپر ماسٹر کی تنظیم اور ریڈ پاور کی تنظیم سے دشمنی نہ کی جائے۔ حتی الامکان ان سے کترانے کی کوشش کی جائے۔ حالات مجبور کریں تو یہ دوسری بات ہے۔ دوستی کا موقع آئے تو اس حد تک دوستی نہ کی جائے کہ ان کی دوستی ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہو۔ فرہاد علی تیمور! تمہارے لیے یہ نصیحت ہے کہ دشمنوں سے اونچی سطح پر نہ ٹکراؤ۔ تم اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے بڑے بڑے سربراہوں کو ہلاک کر سکتے ہو۔ مگر ان کی پھلتی پھولتی قوتوں کو کچل نہیں سکتے۔ تم ایک دو کو ہلاک کیے پوری تنظیم تمہاری جانی دشمن بن جائے گی۔ ابھی بارہ قاتل تمہارے پیچھے ہیں۔ آئندہ بارہ ہزار قاتل تمہاری ایک ایک سانس کے دشمن بن جائیں گے۔ وہ تمہیں اسی طرح چھوٹ دے رہے ہیں۔ اسی طرح غم سے کھیل رہے ہیں جس طرح دوسرے اسلامی ممالک سے کھیلتے چلے آ رہے ہیں۔ تم اکیلے اس دنیا کو اپنے رنگ میں نہیں رنگ سکتے۔ اکیلے یہودیوں کو ختم نہیں کر سکتے۔ جو ممالک بے شمار دولت کے انبار میں عیش و عشرت کی محفلیں جمائے بیٹھے ہیں یہ ان کے کام ہیں۔ وہ نہیں کریں گے تو تم بھی نہیں کر سکو گے۔ ہماری جدوجہد اس حد تک ہو گی کہ وہ ہمارے لیے ہوا بنے ہوئے ہیں تو ہم بھی ان کی راتوں کی نیندیں حرام کریں گے اور ثابت کریں گے کہ ایمان اور سچائی کو ختم کر دینا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ تم دنیا والوں پر جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو سچ، دودھ کا دودھ، پانی کا پانی ثابت کر دو۔ تمہارے خلاف یہودیوں کا غصہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ وہ صرف بارہ قاتلوں پر اکتفا نہ کریں۔ تم کسی بھی ملک کی سرزمین پر ان کی مرضی کے خلاف شاید قدم نہ رکھ سکو۔ ایسے وقت میرا مشورہ ہے کہ سونیا کو قدم قدم پر اپنے ساتھ رکھو۔ دشمنوں کے دماغوں

میں تمہاری ٹیلی پیتھی، موت کی آخری چاپ ہے لیکن یہ جلدی کی بات ہے۔ اس سے پہلے دشمنوں کے دماغوں میں سونیا کا نام خطرے کا سگنل ہے۔ اس لیے تمہارے مخالفوں کو یہ سگنل ملتا رہے گا۔ سونیا مجھے رخصت کرنے کے بعد چوبیس گھنٹے کے اندر تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ ایک بات یاد رکھو۔ تمہارے اور سونیا کے درمیان ایک فاصلہ قائم رہے گا۔ تم دونوں کے درمیان اخلاقی پابندیاں ہوں گی۔ اس وقت تک جب تک تم دونوں رشتۂ ازدواج میں منسلک نہ ہو جاؤ اور ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ فرہاد! میں نے تم سے کبھی رُوبرو ملاقات نہیں کی۔ کبھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم نہیں کیا میں ایسے لوگوں سے تعلق قائم نہیں کرتا جن کی زندگی کا کوئی واضح مقصد نہ ہو۔ تم راستے کی گرد ہو۔ ہوا تمہیں جہاں اڑا کر لے جاتی ہے تم چلے جاتے ہو اور اس بات پر فخر کرتے ہو کہ بہتے ہوئے دریا ہو۔ کبھی رکتے نہیں، اخلاقی پابندیوں سے آزاد رہ کر زندگی گزارنا کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ اسی لیے میں نے تم سے کبھی رابطہ قائم نہیں کیا۔ آج یہ رابطہ اس لیے ضروری تھا کہ میں نے بہت پہلے تمہارا اور رس دنتی کے نام کا زائچہ تیار کیا تھا۔ اس کے مطابق تم دونوں کی اولاد میری محنتوں کا ثمر ہے ——— پارس علی تیمور میرے اس ادارے کو اور زیادہ مستحکم اور پائیدار بنائے گا۔ تم اس ادارے میں اس وقت تک قدم نہ رکھنا جب تک تمہارا بلاوا نہیں اجازت نہ دے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے بھی تمہیں اِدھر نہیں بلایا اور نہ ہی تم سے رابطہ قائم کیا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ وہی خواب کا منظر تھا اور بابا صاحب میرے سامنے پلتی مارے، پیچھے ایک عمودی چٹان سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ پھر انہوں نے مجھے یوں نظر انداز کر دیا، جیسے میں ان کے سامنے نہیں ہوں۔ وہ اپنے عقیدت مندوں کو مخاطب کرنے لگے۔ "میرے بچو! میرے عقیدت مندو! میں تم سے رخصت ہونے کے بعد تمہارے دلوں میں، تمہارے دماغوں میں موجود رہوں گا۔ میں نے تمہیں جو تعلیم دی ہے۔ اس کے مطابق زندگی گزارتے رہو۔ جو سکھایا ہے، دوسروں کو سکھاتے رہو۔ انسان کی سب سے بڑی نیکی یہی ہے کہ وہ ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلاتا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔ میں ان کی طرف تکتا رہا۔ خاموشی بڑھتی جا رہی تھی۔ پھر مجھے ہوا کی سائیں سائیں سنائی دی۔ ماحول کا سکون برہم ہو رہا تھا۔ جو سفید بادل ہمارے آس پاس تیر رہے تھے، اب بکھرنے لگے تھے۔ پھر بادل گرجنے لگے۔ اچانک بجلی کی کڑک دار آواز سنائی دی۔ ایک بجلی میرے اور بابا صاحب کے درمیان گری۔ پھر وہ گم ہوئی تو میرے سامنے کچھ نہیں تھا۔ جہاں وہ بیٹھے ہوئے تھے، وہ جگہ خالی ہو چکی تھی وہاں دھواں دھواں سا تھا۔ عمودی چٹان تنہا رہ گئی تھی۔ میں نے چیخ کر آواز دی: "بابا..... بابا..... بابا....."

اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کمرے میں کچھ اندھیرا تھا۔ کچھ دھیمی دھیمی سی روشنی تھی۔ کھڑکی کے شیشے کچھ اجلے سے نظر آ رہے تھے۔ باہر صبح ہو رہی ہے۔ چڑیوں کے چہچہانے کی بھی آواز سنائی دے رہی تھی۔

میں اپنی ہی کے بستر پر چند لمحوں تک خاموشی سے بیٹھا رہا۔ پھر میں نے فوراً ہی سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کی زلفیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ بابا کے سامنے سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اعلیٰ بی بی بھی بال کھولے اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ بابا اس دنیائے فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔ میں نے پیڈرو کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک طرف سر جھکائے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اسے سر اٹھانے پر مجبور کیا۔ تب اس کی نظروں سے مجھے وہ آڈیٹوریم نظر آیا جس کا ذکر بابا نے خواب میں کیا تھا۔ بالکل وہی منظر تھا۔ تمام طلبا و طالبات اور بے شمار عقیدت مند وہاں موجود تھے۔ بابا صاحب ایک اونچی سی مسند پر چاروں شانے چت لیٹے ہوئے تھے۔ ان کے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے تھے۔ مرجانہ نے پارس کو ان کے پاس سے اٹھا لیا تھا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اپنے سر کو جھکا لیا۔

میں چند لمحوں تک اسی طرح خاموش بیٹھا رہا۔ پھر میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا۔ "میں سمجھ رہا ہوں۔ تمہارے دل پر کیسا صدمہ گزر رہا ہے۔ مجھے افسوس ہے۔"

وہ چپ چاپ سر جھکائے، زلفیں بکھرائے بابا کے سر تلے بیٹھی ہوئی تھی۔ بالکل خاموش جیسے سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ اس نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! مجھے ہمیشہ اس بات پر فخر رہا کہ میں کبھی نہیں روتی۔ کیسے بھی حالات ہوں۔ موت سر پر پہنچ جائے میری آنکھ سے کبھی آنسو نہیں نکلتے۔ آج اسی بات پر افسوس ہو رہا ہے۔ میں کیوں نہیں رو رہی ہوں؟ انسان کو اتنا پتھر بھی نہیں ہونا چاہیے۔ میں بابا صاحب کی موت پر خوب چیخ چیخ کر رونا چاہتی ہوں مگر کیسے رویا جاتا ہے فرہاد؟"

تب مجھے احساس ہوا کہ پتھریں بھی ہوں۔ میں بھی بابا صاحب کے سوگ میں سر جھکائے بیٹھا ہوں۔ لیکن آنکھ سے آنسو نہیں نکل رہے ہیں۔ میں نے سونیا کے ذریعے مرجانہ کو دیکھا۔ وہ پارس کو سینے سے لگائے کھڑی ہوئی تھی۔ آنکھیں پھاڑے بابا کے چہرے کو دُور ہی سے تک رہی تھی۔ اس کی آنکھیں خشک اور ویران تھیں۔ لیکن دل اور دماغ میں صدمات کی آندھی چل رہی ہو گی۔ میں

سونیا اور مرجانہ اس معاملے میں ہم مزاج تھے۔ ہم کسی کے دُکھ پر سر جھکا سکتے تھے۔ اس صدمے کو محسوس کر سکتے تھے۔ مگر ہمیں رونا نہیں آتا تھا۔ ہمارے برعکس اعلیٰ بی بی سر جھکائے رو رہی تھی۔

میں تھوڑی دیر بعد بستر سے اتر کر باتھ روم میں چلا گیا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا۔ پھر رس ونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سو رہی تھی۔ جاوید کی خیر تھی۔ وہ کوٹھی کے دوسری منزل پر بالکونی میں بیٹھا اخبار پڑھتے ہوئے چائے پی رہا تھا۔ میں رس ونتی کے دماغ میں واپس آ کر اسے ہولے ہولے جگانے لگا۔

اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک چپ چاپ لیٹی رہی۔ سمجھنے کی کوشش کرتی رہی کہ کہاں ہے؟ پھر اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ وہ سوچ رہی تھی: میں کہاں آ گئی ہوں؟ میں تو طیارے میں ان کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ نہیں طیارے میں نہیں۔ ہاں یاد آیا، میری طبیعت خراب ہونے لگی تھی۔ میں پاکستان پہنچ گئی تھی۔ پھر مجھے ایک ہسپتال میں پہنچایا گیا تھا۔ اس کے بعد..... اس کے بعد.....؟

وہ سوچتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگی: یہ اس ہسپتال کا کمرہ نہیں ہے۔ کسی کوٹھی کا شاندار بیڈروم ہے۔ مگر میرا بیٹا کہاں ہے۔ میرا پارس.....؟

بیٹے کی یاد آتے ہی ماں کا کلیجہ دہل گیا۔ وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر بستر سے اتری۔ چیخ کر مجھے مخاطب کیا: فرہاد! فرہاد! تم کہاں ہو؟"

وہ دوڑتے ہوئے دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھول کر باہر نکلی پھر اس اجنبی کوٹھی کو دیکھنے لگی۔ وہ پچھلی باتیں بھول گئی تھی۔ اسے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ پچھلی رات میرے ساتھ یہاں جاوید سے آ کر ملی تھی اور یہ ممی مارتھا کی کوٹھی ہے۔

میں نے اپنے بیڈروم کا دروازہ کھول دیا۔ سوچ کے ذریعے اس کی رہنمائی کی۔ وہ سیدھی میرے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ وہ مجھ سے شکایت کرنے لگی: تم نے مجھے دوسرے کمرے میں کیوں چھوڑ دیا تھا۔ خود یہاں چلے آئے۔ میرے بیٹے کو بھی اپنے ساتھ لے آئے۔ کہاں ہے میرا بیٹا؟"

وہ میرے بستر کی طرف دیکھنے لگی مگر میرا بستر خالی تھا۔ اس نے قدرے پریشانی سے پوچھا: پارس کہاں ہے؟"

میں نے کہا: ذرا آرام سے بیٹھو۔ اطمینان سے میری بات سنو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تمہیں تو یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ اس وقت تم کہاں ہو؟"

میں جہاں بھی ہوں۔ میرا بیٹا میرے پاس ہونا چاہیے۔" ہمارے بیٹے کو دشمنوں کی طرف سے بہت زیادہ خطرہ تھا۔ میں نے اسے ایک جگہ حفاظت سے رکھا ہے۔"

وہ میرا بازو جھنجوڑ کر بولی: وہ کہاں حفاظت سے رہ سکتا ہے۔ میں اس کی ماں ہوں۔ تم اس کے باپ ہو۔ ہم سے زیادہ اس کی حفاظت کوئی نہیں کر سکتا۔ جبکہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ میں بھی ٹیلی پیتھی جانتی۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ میں نے کہا: اگر جانتی ہو۔ تو میرے دماغ میں پہنچ کر بتاؤ۔"

وہ کوشش کرنے لگی۔ میں نے کہا: تم اپنے ماضی کو کچھ عرصے کے لیے بھول گئی تھیں۔ اس بُری طرح بیمار پڑی تھیں کہ تمہارے بچنے کی امید نہیں تھی۔ تم شاید یہ سمجھ رہی ہو کہ اس وقت پاکستان میں ہو۔ نہیں، یہ ہماری ممی مارتھا کی کوٹھی ہے اور ہم برما کے شہر رنگون میں ہیں۔"

وہ میرا منہ حیرانی سے تک رہی تھی۔ بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے نرمی سے پوچھا: میرا بیٹا کہاں ہے؟"

"وہ پیرس میں سونیا کی حفاظت میں ہے۔"

اس نے چونک کر کہا: سونیا؟" پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔ اس کے چہرے سے اطمینان جھلک رہا تھا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: تم میرے دیوتا ہو۔ سونیا دیوی ہے۔ میں ساری زندگی اس دیوی کی خدمت کرتی رہوں تب بھی اس کے احسانوں کا بدلہ نہیں دے سکوں گی۔ میرا بیٹا اس کے پاس ہے۔ میرے لیے یہ اطمینان کی بات ہے لیکن مجھے بیٹے کے پاس جلدی پہنچا دو۔ میری ممتا بے چین ہے۔ تم میری حالت کو سمجھنا چاہتے ہو، تو میرے دماغ میں پہنچ کر دیکھ لو۔"

میں نے پھر اسے سمجھاتے ہوئے کہا: میں تمہاری دلی حالت کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اطمینان رکھو، جلد ہی تمہیں پیرس پہنچا دیا جائے گا۔ جاؤ منہ ہاتھ دھو کر آؤ۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ ناشتہ کریں گے۔"

وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ میں نے جاوید کو مخاطب کیا اور اس سے کہا کہ ناشتہ تیار کرائے۔ ہم آ رہے ہیں۔

پھر میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا: بابا صاحب کی تجہیز و تکفین کے موقع پر دشمن اس ادارے میں گھسنے کی کوشش کریں گے۔ تم بہت ہوشیار رہنا اور مرجانہ کو بھی سمجھا دو۔ ایک سیکنڈ کے لیے بھی پارس سے غافل نہ رہے۔"

پھر میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کیا۔ وہ بہت مغموم تھی۔ میں نے کہا: یہ صدمہ دل سے جا نہیں سکتا۔ لیکن دل کو پتھر بنانے کی کوشش کرو۔ یہ دشمنوں کے لیے سنہرا موقع ہے۔ وہ یقیناً تم لوگوں میں گھلنے ملنے کی کوشش کریں گے۔ طلبا اور طالبات کے علاوہ باہر سے بہت سے عقیدت مند آئے ہوں گے۔ تم کتنوں کا حساب رکھو گی؟ ان میں کتنے دوست ہیں اور کتنے دشمن؟ اپنے تمام ساتھیوں کو فوراً حکم دو کہ وہ وہاں کے ایک ایک فرد کی سختی سے چیکنگ کریں۔ ان کا محاسبہ کریں۔ اس میں کسی کے بُرا ماننے کی بات نہیں ہے۔ جو ایسی چیکنگ پر اعتراض کرے اسے ادارے سے باہر نکال دو۔"

اسے اچھی طرح سمجھانے کے بعد میں پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بھیڑ میں دُور دُور تک دیکھ رہی تھی۔ مرجانہ اُسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ پارس مرجانہ کے پاس ہی تھا۔ میں دوسرے ہی لمحے میں مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس نے مجھے محسوس کیا۔ میں نے کہا: مرجانہ! میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں آؤں گا لیکن مجبوری تھی۔ سونیا تمہیں بھیڑ میں تلاش کر رہی ہے اور تم نظر نہیں آ رہی ہو۔ ابھی تمہارے آس پاس بھیڑ نہیں ہے۔ تم تنہا ہو۔ بتاؤ کہاں ہو؟"

وہ بولی: تم واقعی بات کے سچے ہو۔ اس دن سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا۔ کیا میری کسی بات سے ناراض ہو گئے ہو؟ میرے اعتراض کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ضرورت کے وقت بھی تم مجھ سے رابطہ نہ رکھو۔ یہ تو دشمنی والی بات ہو گئی اور میں زندگی کے کسی بھی مقام پر تم سے دشمنی کی بات سوچ بھی نہیں سکتی۔ ابھی میں ہوسٹل کے ایک کمرے میں ہوں۔ پچھلی شام میں پارس کو لے کر بابا صاحب کے پاس آئی تھی۔ اسی وقت سونیا نے بہت زیادہ محتاط رہنے کی تاکید کی تھی۔ لوگ باہر سے آ رہے ہیں۔ ان میں دشمن بھی ہو سکتے ہیں۔ یہی دیکھنے کے لیے میں کمرے میں آ گئی ہوں۔ کوئی پارس کی تاک میں ہو گا، تو اِدھر ضرور آئے گا۔"

رس ونتی باتھ روم سے واپس آ گئی۔ اس نے مجھے مخاطب کیا تو خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں اس کے ساتھ ڈائننگ روم میں آیا۔ میں نے جاوید سے اس کا پھر تعارف کرایا۔ کیونکہ پچھلی رات کا تعارف وہ بھول چکی تھی۔ اس کے بعد میں نے کہا: ہم چوپہر کا ناشتہ کرتے رہیں گے۔ کیونکہ میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔"

میں پھر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دروازے کے ایک طرف دیوار سے لگی کھڑی تھی۔ پارس اس کے سینے سے لگا ہوا تھا اور وہ باہر قدموں کی آواز سن رہی تھی۔ کوئی آہستہ آہستہ اس دروازے کی طرف آ رہا تھا۔ پھر وہ قدموں کی چاپ دروازے کے پاس رک گئی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی تھی۔ پھر آہستہ سے دستک کی آواز سنائی دی۔ وہ بالکل خاموش رہی۔

تھوڑی دیر بعد پھر دستک کی آواز سنائی دی۔ مرجانہ نے غراتے ہوئے پوچھا: کون ہے؟"

جواب میں خاموشی رہی۔ مرجانہ نے دوبارہ انگریزی میں پوچھا: ہُوز اِز ناکنگ دی ڈور؟" (دروازے پر کون دستک دے رہا ہے؟)

پھر خاموشی رہی۔ میں نے کہا: یقیناً وہ جانتا ہے کہ تمہاری بات کا جواب دے گا۔ تو میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا؟"

مرجانہ نے تیزی سے دوسری دیوار کے پاس پہنچ کر ایک سرخ رنگ کے بٹن کو دبا یا لے ٹاتے ہی پورے ہاسٹل میں گھنٹیاں بجنے لگیں۔ مرجانہ کی سوچ بتا رہی تھی کہ جہاں جہاں گھنٹی بج رہی ہے وہاں وہاں نمبر پلیٹ پر اس کمرے کا نمبر واضح طور پر نظر آ رہا ہو گا۔ سب ادھر ہی آئیں گے۔

اس کی سوچ درست تھی۔ ذرا سی دیر میں بہت سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ کسی نے پوچھا: اندر کون ہے؟ کس نے خطرے کی گھنٹی بجائی ہے؟"

"میں مرجانہ ہوں۔ سونیا کو بلاؤ۔ یہاں کوئی آیا تھا۔ دستک دے رہا تھا۔ پوچھنے پر جواب نہیں ملا۔ تم لوگوں کے آنے پر وہ فرار ہو گیا ہے۔ یا پھر تم لوگوں میں شامل ہو گیا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد سونیا کی آواز سنائی دی: مرجانہ! تم یہیں رہو۔ میں ابھی سخت حفاظتی انتظامات کر رہی ہوں۔"

میں سونیا کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔ اسی وقت رس ونتی نے مداخلت کی۔ میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ وہ کہہ رہی تھی: میں تمہاری خاموشی برداشت نہیں کر سکتی۔ مجھے بتاؤ۔ میرا بیٹا کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟"

میں نے جبراً مسکراتے ہوئے کہا: وہ خیریت سے ہے۔ اس کی فکر نہ کرو۔ میں دوسرے معاملات میں الجھا ہوا ہوں۔ ابھی آتا ہوں۔"

میں پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت اعلیٰ بی بی تمام لوگوں کو دُور جانے اور جالیس چوروں کو سامنے آ کر چار قطاروں میں کھڑے ہونے کا حکم دے رہی تھی۔ حکم کی تعمیل ہو رہی تھی۔ ذرا سی دیر میں جالیس چور چار قطاروں میں کھڑے ہو گئے تھے۔ ان میں صرف منجالی کی کمی تھی۔

سونیا نے اعلیٰ بی بی سے کہا: اپنے بیس ساتھیوں کو حکم دو کہ مسلح رہ کر اس ہوسٹل کے چاروں طرف پھیل جائیں۔ سختی سے پہرہ دیں۔ کسی کو اِدھر آنے کی اجازت نہ دیں۔ کوئی بغیر اجازت آنا چاہے تو بے دریغ گولی مار دیں۔"

"اعلیٰ بی بی نے کہا: سونیا! تم ہم سب کے لیے محترم ہو تم خود ہی حکم دے سکتی ہو۔"

"نہیں اعلیٰ بی بی! یہ تمہارا شعبہ ہے۔ تمہیں حکم دینا چاہیے۔ بہرحال باقی ساتھیوں کو اس کام پر لگا دو کہ یہاں آنے والے تمام مہمانوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے باری باری بابا صاحب کا دیدار کرانے کے بعد رخصت کرتے جائیں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ سب کے سب ان کی آخری رسومات تک یہاں موجود رہیں۔ سب کا موجود رہنا ہمارے لیے پریشانی کا باعث ہوگا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "ان لوگوں کے علاوہ ابھی اور بڑے بڑے لوگ آئیں گے۔ ہم انہیں نہیں روک سکتے۔ لیکن ان پر پابندی عاید کر سکتے ہیں۔ آنے والوں کو احاطے کے مین گیٹ کے پاس گیسٹ رُوم اور ویٹنگ رُوم وغیرہ میں بارہ بجے تک بٹھا کر فرہاد سے کہیں کہ وہ برما کے وقت کے مطابق شام پانچ بجے ہم سے دماغی رابطہ قائم کرے اور جاسے ذریعے ان تمام آنے والوں کے دماغوں کو باری باری کُرید کر دیکھے۔ جن سے اطمینان حاصل ہو جائے انہیں بابا کی آخری رسومات تک ٹھہرنے اور جاسے درمیان رہنے کی اجازت دے دی جائے۔"

میں نے سونیا سے کہا: "میں تم لوگوں کی ان احتیاطی تدابیر سے مطمئن ہوں۔ یہاں کے وقت کے مطابق پانچ بجے پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اگر رس ونتی کو نہ معلوم ہو جاتا کہ پارس کن خطرات میں گھرا ہوا ہے، تو وہ کبھی مطمئن نہ ہوتی۔ میرا یہاں سکون سے رہنا مشکل کر دیتی۔ میں نے اس سے جانے کی فرمائش کی۔ وہ جاوید سے باتیں کر رہی تھی۔ ایک پیالی میں چائے انڈیلتے ہوئے بولی: "میرا بیٹا اب کچھ بڑا ہو گیا ہوگا؟"

"ہاں، جوان ہو گیا ہے۔ کہہ رہا تھا۔ ابو چھاڑی کلوں گا۔" جاوید نے بے اختیار قہقہہ لگایا ـــــ رس ونتی نے جھینپ کر کہا: "میں اتنا بڑا جھوٹ کیوں بولوں گی۔ دیکھو تو۔ اسے دیکھے ہوئے کتنے دن ہو گئے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے ماں کی پر لگ جائیں میں اُڑ کر چلی جاؤں۔"

"میں تمہارے جانے کا بندوبست کر دوں گا۔ فی الحال میرے ساتھ باہر چلنے کی تیاری کرو۔ ہم دوسری جگہ رہیں گے۔ تمہاری یادداشت کیا گم ہوئی۔ دشمنوں نے میرا ایک جگہ رہنا مشکل کر دیا ہے۔ مجھ پر الزام ہے کہ میں نے تمہیں اغوا کیا ہے اور تم ہوڈیوں کی دوست ہو۔"

رس ونتی نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ اسے یاد آ گیا کہ اس نے ہوڈیوں سے دوستی کی تھی۔ اس کی حماقت کی وجہ سے مجھے کتنی پریشانیاں اٹھانا پڑی تھیں۔ اچانک میری نظر جاوید پر گئی۔ اس نے سر کو یوں ہلایا جیسے مجھے اپنے پاس آنے کے لیے کہہ رہا ہو۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا: "کیا بات ہے جاوید؟"

"بھائی جان! آپ نے جس پارس کو ہماری حفاظت میں دیا ہے۔ بھابی اسے اپنا بیٹا سمجھ رہی ہیں۔ کیا اسی پارس کو بھابی کے حوالے کیا جائے گا؟"

"یہ بات تو میں بھول ہی گیا تھا۔ واقعی رس ونتی اس پارس کو پہچانتی ہے۔ جو اس وقت تمہاری بیوی اور بہن کے پاس ہے۔ ٹھہرو ذرا میں تمہاری بھابی کے ذہن میں جھانک کر معلوم کرتا ہوں۔"

میں رس ونتی کے دماغ میں چُپ چاپ پہنچ گیا۔ چائے پینے کے دوران میں نے اس کی سوچ میں پوچھا: "میں اپنے بیٹے کو اتنے دنوں بعد دیکھ کر پہچان سکوں گی؟"

وہ چائے کی چسکی لے ہی رہی تھی۔ اس کی اپنی سوچ نے کہا: "ضرور پہچان لوں گی۔ آخر میرا بیٹا ہے۔ میں نے اسے جنم دیا ہے۔ پھر اس میں پہچاننے کی بات کیا ہے۔ اس کے دائیں شانے پر نئے پیسے کے برابر ایک نشان ہے۔ وہی اس کی سب سے بڑی پہچان ہے۔"

اس کی سوچ نے مجھے چکرا دیا۔ میں پہلے رس ونتی کو بھول چکا تھا۔ نقلی پارس اس کی گود میں پہنچا کر اصلی پارس کو مرنیا کے حوالے کر چکا تھا۔ اب سوال پیدا ہوا۔ کیا رس ونتی کو اصل بات بتا دی جائے؟

میرے دماغ نے جواب دیا۔ یقیناً جو سچ ہے وہی بتایا جائے۔ بابا صاحب نے آخری وقت کہا تھا کہ انہوں نے پارس کی وجہ سے رس ونتی کے دماغ میں ماضی کو واضح کر دیا ہے۔ اسے واپس لے آئے ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ رس ونتی اپنے بیٹے کے پاس پہنچے اور اسے بھرپور ممتا دے۔ بابا صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ رس ونتی کو اب ٹیلی پیتھی کی ساحرہ نہیں بننا چاہیے۔ صرف ایک وفادار بیوی اور ذمے دار ماں بن کر رہنا چاہیے۔ لہٰذا اسے اصل بات بتا دی جائے۔

میں نے سوچ کے ذریعے جاوید سے کہا: "میں تمہاری رس ونتی بھابی کے ساتھ جا رہا ہوں۔ راستے میں پارس کے سلسلے میں بات کروں گا۔"

میں نے رنگون کے ماسٹر کو اطلاع دی: "میں اپنے وعدے کے مطابق اس کابچ میں پہنچ رہا ہوں، جو میرے لیے وقف کیا گیا ہے۔"

اس کے بعد میں نے ریلوے پادر کے باس اینجلو سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے پوچھا: "اس کابچ کے آس پاس آپ کے انتظامات کیسے ہیں؟"

"بالکل اطمینان بخش ہیں۔ آپ چاہیں تو میرے ذریعے ان ماتحتوں کے دماغ میں پہنچ کر خود معلوم کر سکتے ہیں۔"

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ میں آپ پر پورا بھروسہ کرتا ہوں۔"

"یہ میری عزت افزائی ہے۔ کیا میں کیشو کو آپ کے پاس بھیج دوں؟"

"نہیں کیشو کو مجھ سے الگ رہنا چاہیے۔ جب بھی خفیہ رہائش گاہ میں جانے کی ضرورت ہوئی تو کیشو ہی میرے کام آئے گا۔"

ایک گھنٹے کے بعد میں اور رس ونتی تیار ہو کر اپنی چھوٹی سی اٹیچی لے کر جاوید سے رخصت ہوئے۔ پھر کار کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئے۔ اس کار کو رنگون کے ماسٹر کا ایک ماتحت ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ اس کابچ کا پتہ جانتا تھا۔ رس ونتی نے کہا: "سونیا بہت دلیر اور حاضر دماغ ہے۔ یقیناً وہ میرے بیٹے کی حفاظت کر سکتی ہے۔ لیکن اس نے کبھی بچے نہیں پالے۔ پارس اسے بہت پریشان کرتا ہوگا۔ بے چاری مصیبت میں پڑ گئی ہوگی۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں فوراً وہاں پہنچ جاتی۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "میں پارس کے سلسلے میں بہت ضروری اور اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔ توجہ سے سنو اور زبان سے کچھ نہ بولو۔ یہ جو ڈرائیور گاڑی چلا رہا ہے۔ رنگون کے ماسٹر کا آدمی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ ہماری باتیں سُنے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں زبان نہیں ہلاؤں گی۔"

میں نے کہا: "تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا تھا۔ ہوڈیوں سے مل گئی تھیں اور اپنے طور پر یہ سوچا کہ بچے کی سلامتی انہی کے سلسلے میں ہوگی اور میں تمہاری اور بچے کی محبت سے مجبور ہو کر ہوڈی بلاک میں آ جاؤں گا....."

رس ونتی نے سوچ کے ذریعے کہا: "فرہاد! مجھے شرمندہ نہ کرو۔ میں نے بہت بڑی حماقت کی تھی۔ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"میں تمہیں شرمندہ کرنے کے لیے نہیں، کچھ اور کہنے کے لیے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ تم سنتی جاؤ۔ جب تم نے ایسا کیا تو میں تم سے بھرپور انتقام لینے پر تل گیا۔ تم سے نفرت کرنے لگا۔ وہ تو سونیا نے ہماری نفرت کو محبت میں بدل ڈالا تھا۔"

وہ بولی: "سونیا میری بہن ہے۔ میرا دھرم ہے۔ اس کی رکھشا آتی ہے۔ تو میرا سر عقیدت سے جھک جاتا ہے۔"

میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا: "تم نے پارس کو جنم دینے کے بعد پوری توجہ سے نہیں دیکھا تھا۔ بلکہ تمہیں دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ تم دماغی کمزوریوں میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ بہرحال ہم نے تمہیں اور پارس کو دشمنوں کی قید سے نکالا۔ لیکن ہم جانتے تھے کہ دشمن پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ وہ مجھے کمزور بنانے کے لیے پارس کو ضرور حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ تب جانتی ہو، میں نے کیا کیا؟"

اس نے مجھے خاموشی سے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا: "میں نے پارس کو بدل دیا۔"

وہ حیرانی سے بولی: "بدل دیا کا مطلب کیا ہوا؟"

"میں نے لاوارث بچوں کے ادارے سے ایک بچہ حاصل کیا۔ پھر اسے تمہاری گود میں پہنچا دیا۔ ہمارا اصل بیٹا پارس سونیا کے پاس رہا۔ وہ اسے لے کر بابا فرید واسطی صاحب کے پاس چلی گئی۔"

رس ونتی مجھے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سوچ کے ذریعے کہا: "نہیں فرہاد! ایسا نہ کہو۔ میں جس بچے کو لے کر پاکستان آئی تھی۔ وہ میرا تھا۔ اس کی پہچان یہی ہے کہ....."

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا: "اس کی پہچان یہ نہیں ہے کہ اس کے دائیں شانے پر نئے پیسے کے برابر سرخ نشان ہے۔ وہ نقلی پارس ہے۔ میں نے دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے ایسا کیا تھا۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ اگر دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے ایسا کیا تھا تو مجھے کیوں دھوکا دیا؟ یہ بات مجھ سے کیوں چھپائی؟ تم مجھے تو بتا سکتے تھے؟"

"میں نے اس وقت تک تمہیں دل سے معاف نہیں کیا تھا۔ سونیا کے کہنے سے معاف کیا تھا۔ لیکن تم پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔"

"مجھ اب کیوں بھروسہ کرنے لگے ہو؟"

لاکھوں قارئین کے دلوں کی دھڑکن

محی الدین نواب

کی ۱۰ سلگتی ہوئی کہانیوں کا مجموعہ

ایمان کا سفر

منگوانے کا پتہ

مکتبہ نفیات

پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی

قیمت ۸۰ روپے

شائع ہو چکا ہے

قریبی بکسٹال سے طلب کریں یا براہِ راست منگوائیں

وہ منہ پھیر کر کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھنے لگی۔
میں نے کہا: "دیکھو رس ونتی! ....."
اس نے بات کاٹ کر کہا: "مجھے مخاطب نہ کرو۔ میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ مجھے تنہا رہنے دو۔ میں اپنے طور پر سوچنا چاہتی ہوں۔ سمجھنا چاہتی ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں خاموش رہا۔ وہ تصور میں اس پارس کو دیکھ رہی تھی۔ جس کے دائیں شانے پر نئے پیسے کے برابر نشان تھا۔ وہ اسے سینے سے لگا رہی تھی۔ جیسے اس نے بھرپور عقیدتی تھی۔ جیسے بیماری کے دوران بھی چیخ چیخ کر پکارتی رہی تھی اور جیسے دل دماغ اور روح کی گہرائیوں سے دیکھتی رہی تھی۔ اب اس کی محبت سے انکار نہیں ہو رہا تھا۔ ممتا اسی کے لیے مچل رہی تھی۔

تب اس کے دماغ نے کہا: "یہ سراسر دھوکا ہے۔ فرہاد کسی نہ کسی بہانے مجھے دھوکا دیتے رہتے ہیں۔ اب میرے بیٹے کے سلسلے میں مجھے دھوکا دیا جا رہا ہے۔ یہ میں برداشت نہیں کروں گی۔ اس میں ضرور کوئی بھید ہے، مجھے میرے پارس سے دور رکھنے کے لیے کسی دوسرے پارس کے پاس پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں، جو اب سونیا کے پاس ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا: "فرہاد دھوکا دے سکتا ہے کیا سونیا بھی جھوٹ بول لے گی؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا: "وہ کبھی ایسا نہیں کرے گی۔ مجھے دھوکا نہیں دے گی۔ لیکن فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے سونیا کو جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے پر مجبور کر دے گا۔ وہ بے چاری اسی زبان سے کہے گی جو فرہاد اس کے دماغ میں بولتا ہے گا۔"

میں سر پکڑ کر رہ گیا۔ جی میں آیا کہ اس نقلی پارس کو اس کی گود میں ڈال دوں۔ میرا کیا تھا۔ وہ اسی کو اپنا بیٹا سمجھتی رہتی۔ میرا اپنا بیٹا اطمینان اور حفاظت سے بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پاتا رہتا۔ لیکن مجبوری تھی۔ بابا صاحب کی آخری خواہش تھی کہ پارس کو رس ونتی کی ممتا ملنا چاہیے اور رس ونتی کو اس ادارے کی حدود میں پارس کے ساتھ رہنا چاہیے۔

اس نے کھڑکی کی طرف سے سر گھما کر مجھے دیکھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

میں پوچھتی ہوں آخر تم کب تک چکر چلاتے رہو گے؟ اگر میں تمہاری ہسٹری لکھنے بیٹھوں تو پتہ چلے گا کہ تم ہر روز کوئی نیا چکر چلاتے ہو۔ میں اپنے بچے کے سلسلے میں یہ برداشت نہیں کروں گی۔ نہ میں چین سے بیٹھوں گی نہ تمہیں سکون سے رہنے دوں گی۔"

"رس ونتی! میں تمہیں اتنی شدت سے چاہتا ہوں، تمہیں دھوکا کیسے دے سکتا ہوں؟"

"تم کہہ چکے ہو، جب ہم پاکستان آئے ہے تھے تو تم نے مجھے دھوکا دیا تھا۔ میری گود میں نقلی پارس کو ڈال دیا تھا۔ اگر سچ مچ نقلی پارس ہے تو پھر تسلیم کرو کہ مجھے دھوکا دیتے ہو اور یہ دھوکا دیتے ہو تو اس بات کا دعویٰ کیوں کرتے ہو کہ شدت سے چاہتے ہو۔ تم پکے جھوٹے ہو۔"

میں اس کی بات کا جواب دینا چاہتا تھا لیکن خاموش ہو گیا۔ اب ہم کاٹیج کے سامنے پہنچ چکے تھے۔ میں نے کاٹیج کے احاطے کے باہر دیکھا۔ وہاں بہت سے مسلح جوان دور دور تک نظر آئے۔ مین گیٹ پر گاڑی رک گئی۔ میں ماسٹر کو اپنی آمد کی اطلاع دے چکا تھا۔ وہ موجود تھا۔ فوراً ہی کار کے پاس آیا۔ پھر اس کی اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ ڈرائیونگ کا دروازہ کھول دیا گیا۔ کار دوڑتی ہوئی اندر گئی۔ پھر کاٹیج کے سامنے رک گئی۔ وہ ایک چھوٹا سا کاٹیج تھا۔ اس کے آس پاس بہت بڑا فیملی فلیٹ باغیچے میں رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ نہایت ہی خوش رنگ منظر تھا۔ ماسٹر نے کار سے اترتے ہوئے کہا: "اندر پولیس والے بیٹھے ہیں۔ یہودی تنظیم کا ایک نمائندہ بھی ہے۔ وہ دیکھنے آیا ہے کہ واقعی آپ رس ونتی کے ساتھ یہاں آئے ہیں یا نہیں؟ اور پولیس والے اس بات کے ذمے دار ہیں کہ آپ قانون کی نظروں میں رہیں اور پیشی کے وقت عدالت پہنچیں۔"

میں رس ونتی کے ساتھ کار سے باہر آیا۔ ماسٹر کے پیچھے چلتا ہوا کاٹیج کے اندر داخل ہوا۔ ڈرائنگ روم میں تین افراد نظر آئے۔ ماسٹر نے ان سے تعارف کرایا۔ ایک پولیس آفیسر تھا۔ دوسرا اس کا اسسٹنٹ اور تیسرا یہودی تنظیم کا نمائندہ تھا۔ انسپکٹر نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد! یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ آپ قانون سے تعاون کرنے مادام رس ونتی کے ساتھ آئے ہیں۔"

"میں ہر ملک کے قانون کا احترام کرتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں یہاں اس وقت تک موجود رہوں گا، جب تک مقدمے کا فیصلہ نہ ہو جائے اور شاید آپ بھی اسی کاٹیج میں رہیں گے۔"

"نہیں ہم مداخلت نہیں کریں گے۔ ادھر مین گیٹ کے پاس ایک کمرہ بنا ہوا ہے۔ وہاں ہمارا ایک آدمی موجود رہا کرے گا۔ وہ ہمیں اطلاع دیا کرے گا کہ آپ کب کاٹیج میں رہتے ہیں اور کب باہر جاتے ہیں اور اگر جاتے ہیں تو کہاں جاتے ہیں؟ آپ کا آنا صرف اتنا ہے کہ آپ جہاں بھی جائیں، ہمارے آدمی کو اطلاع دے دیں۔ اس سے آپ کا بھی فائدہ ہے ہم آپ کی نگرانی کرتے رہیں گے اور دشمن آپ کو نقصان نہیں پہنچا پائیں گے۔"

میں نے شکریہ ادا کیا۔ پھر اس کے اسسٹنٹ سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد یہودی تنظیم کے نمائندے نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے مسکرا کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا: "تمہاری آنکھوں پر یہ سیاہ چشمہ کہہ رہا ہے کہ صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "میں سامنے آ گیا ہوں اور اپنی آواز بھی سنا رہا ہوں۔ گویا کہ جان ہتھیلی پر رکھ کر آیا ہوں۔ رہ گیا یہ چشمہ، تو یہ اس لیے ہے کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہے۔"

میں نے ماسٹر سے کہا: "آپ اپنی مادام کو اس کاٹیج کے دوسرے کمرے دکھائیں، میں ان سے باتیں کر رہا ہوں۔"

ماسٹر رس ونتی کو لے کر چلا گیا ـــــ ہم صوفوں پر بیٹھ گئے۔ پولیس آفیسر نے کہا: "فرہاد صاحب! میں نے سنا ہے کہ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغ میں پہنچ کر باتیں کرتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "لوگ ایک بات کو اتنا طول دیتے ہیں کہ وہ داستانِ ہوشربا بن جاتی ہے۔ ٹیلی پیتھی کا علم اتنا ایڈوانس نہیں ہوا ہے۔ لوگ اس کے لیے پتہ نہیں سالہا سال تک کیسی ریاضت کرتے ہیں۔ اس کے بعد بھی اس علم کا دائرہ اثر محدود ہے۔ میں یہاں بیٹھ کر آپ کے متعلق کچھ موٹی موٹی سی باتیں بتا سکتا ہوں۔ وہ بھی جانتے ہیں۔ کس طرح؟"

آفیسر نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا: "کس طرح؟"

"ٹیلی پیتھی سے زیادہ ہم قیافہ شناسی کرتے ہیں۔ چہرے کے آثار چڑھاؤ سے گفتگو کے ذریعے اور آنکھوں کے ذریعے بہت کچھ معلوم کرتے ہیں۔ تب کچھ باتیں کہہ دیتے ہیں۔ یوں سمجھ لیجیے، کہ ہم میں اور نجومیوں میں ذرا سا فرق ہے۔ نجومی آپ کے ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق بڑی سچی باتیں کہہ دیتے ہیں۔ ان میں کچھ غلط ہوں تو یہ الگ ہی بات ہے۔ لیکن ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے زیادہ سے زیادہ آپ کے ماضی اور حال کے متعلق بتا سکتے ہیں۔ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ یہ کوئی نجومی ہی بتا سکتا ہے۔"

آفیسر نے مایوسی سے پوچھا: "کیا یہ غلط ہے کہ آپ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے ہزاروں میل دور کسی کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں؟"

میں نے زور سے قہقہہ لگایا۔ پھر اس سے پوچھا: "آپ فیملی یافتہ ہیں۔ آپ نے کبھی کسی کتاب میں پڑھا ہے یا آپ کے پاس کوئی ایسی اطلاع آئی ہے کہ دنیا کے کسی آدمی نے ٹیلی پیتھی کا علم اتنے ایڈوانس طریقے سے حاصل کیا ہو کہ ایک جگہ بیٹھ کر ہزاروں میل دور پہنچ جاتا ہو؟"

آفیسر نے جھینپ کر کہا: "ہمارے علم میں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

میں نے کہا: "لوگ ایک بات کو طول دے کر داستانِ ہوشربا بنا دیتے ہیں۔ جیسے ہمارے ان یہودی دوستوں نے میرے متعلق افواہیں اڑائی ہیں۔"

وہ یہودی نمائندہ اپنی جگہ بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔ اس نے کہا: "آپ یہ کیا فرما رہے ہیں؟ کیا آپ نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری تنظیم کی مس فلورا کو قتل نہیں کیا تھا؟"

میں نے گہری سنجیدگی سے اسے دیکھ کر کہا: "یہ تم کہہ سکتے ہو، یا تمہارے ساتھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ مجھ سے دشمنی ہے۔ دشمنی نہ ہوتی تو یہ مقدمے بازی نہ ہوتی۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ ایسا اس دنیا میں ہو سکتا ہے؟ کیا دنیا کی کوئی عدالت یہ تسلیم کرے گی؟"

پولیس آفیسر نے کہا: "انہوں نے اس قتل کا الزام آپ پر عاید کیا ہے۔ لیکن نہ تو اسے عدالت تسلیم کرے گی اور نہ ہی ہم اتنے احمق ہیں۔"

یہودی نے کہا: "جناب! آپ ان کی باتوں میں آ گئے۔ یہ بھول گئے ابھی تھوڑی دیر پہلے ماسٹر نے ہم سے کہا تھا کہ یہ دماغ میں پہنچ کر باتیں کرتے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "ماسٹر سے میرے سامنے پوچھا جائے گا تو وہ انکار کریں گے۔"

"آپ اس کے دماغ میں پہنچ کر انکار کرائیں گے۔" یہودی نے کہا۔

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "چت بھی میری پٹ بھی میری۔ اگر وہ انکار کرے تب بھی میں قصوروار، نہ کرے تب بھی میں قصوروار۔ چلو فرض لیتا ہوں کہ دماغوں میں پہنچ کر باتیں کرتا ہوں۔ آپ کا کیا بگڑتا ہے یا اس میں قانون کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ جب میرے ذریعے کسی کو نقصان پہنچے تو آپ مجھے پکڑنے کے لیے آئیں اور پھر پکڑنے کے لیے تو یہاں بیٹھے ہی ہوئے ہیں۔"

وہ یہودی نمائندہ اور پولیس آفیسر اس سلسلے میں گفتگو کرنے لگے۔ میں ذرا موقع سے فائدہ اٹھا کر ماسٹر کے دماغ میں پہنچا اور اسے سمجھا دیا کہ اس سے یہ بات پوچھی جائے تو وہ انکار کرے۔ میں خود اس کی زبان سے انکار کروں گا اور باتیں بناؤں گا۔ اس لیے وہ کسی بہانے سے ادھر چلا آئے۔

وہ آ گیا۔ اس نے آتے ہی پوچھا: "کیا چائے چلے گی؟"

یہودی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: "چائے بعد میں چلے گی پہلے آپ بتائیں۔ کیا فرہاد صاحب آپ کے دماغ میں پہنچ کر باتیں نہیں کرتے ہیں؟"

ماسٹر نے کہا: "میری سمجھ کے مطابق باتیں کرتے ہیں لیکن یہ بذاتِ خود دماغ میں موجود نہیں رہتے۔"

یہودی نمائندے نے چونک کر پوچھا: "یہ کیا بات ہوئی؟"

"جب بھی ہم فرہاد صاحب سے کہتے ہیں کہ ہم ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ تھوڑا وقت گزارنا چاہتے ہیں تو یہ ہم سے کہتے ہیں کہ ہم انہیں اپنے دماغ میں محسوس کریں۔ بڑی شدت سے محسوس کریں۔ آپ یقین کریں۔ جب ہم نے ان کی ہدایت پر عمل کیا تو ہم نے کئی بار محسوس کیا کہ یہ ہمارے سامنے موجود ہیں اور ہم سے باتیں کر رہے ہیں اور ان کی باتوں کا ایک ایک لفظ ہمارے دماغ میں گونج رہا ہے۔"

پرلیس آفیسر نے پوچھا: "یعنی یہ فرضی باتیں ہیں۔ ٹیلی پیتھی سے اس کا تعلق نہیں ہے؟"

یہودی نے کہا: "یہ بات یوں نہیں ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ دوسروں کے دماغ پر قبضہ جما لیتے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "تم یہودیوں نے فلسطین پر قبضہ جما لیا ہے۔ اسے تسلیم کرو کہ وہ ناجائز قبضہ ہے پھر میرے متعلق کہنا کہ کسی کے دماغ پر قبضہ جما تا ہوں۔ ویسے تمہارا اب یہاں کوئی کام نہیں ہے۔ تم نے مجھے یہاں دیکھ لیا۔ مطمئن ہو گئے۔ جب بھی میری موجودگی کے متعلق معلوم کرنا ہو تو باہر گیٹ پر پولیس والے موجود ہیں۔ وہ تمہیں میرے متعلق بتاتے رہیں گے۔ پلیز گیٹ آؤٹ۔"

وہ غصے سے جانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "اُلّو کا پٹھا.....!"

پھر فوراً ہی انسپکٹر سے پوچھا: "کیا آپ چائے پینا پسند کریں گے؟"

یہودی نے غصے سے پلٹ کر کہا: "دیکھیے، دیکھیے آفیسر! ابھی میرے دماغ میں فرہاد صاحب نے مجھے گالی دی ہے۔"

آفیسر نے اسے گھور کر کہا: "یہ تو مجھ سے باتیں کر رہے ہیں تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ پلیز، یہاں سے جاؤ۔"

اس نے غصے سے مجھے دیکھا۔ بے بسی کا اظہار کیا۔ پھر ڈرائنگ روم کے دروازے تک گیا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے پلٹ کر کہا: "تم آفیسر نہیں گدھے کے بچے ہو۔"

یہ کہتے ہی وہ وہاں سے بھاگا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ باہر لڑکھڑا کر سنبھل گیا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ وہاں تک کیسے آیا۔ ادھر آفیسر غصے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میں نے کہا: "جانے بھی دیجیے۔ یہ لوگ مجھ سے دشمنی کر رہے ہیں اور ناکامی پر جھنجلا رہے ہیں۔ دیکھیے نا۔ آپ کو بھی گالی دی ہے۔"

آفیسر کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "سوری۔ میں پھر کبھی آپ کے ساتھ چائے پیوں گا۔"

وہ اپنے اسسٹنٹ کو ہدایات دیتا ہوا چلا گیا کہ وہ گیٹ کے پاس والے کمرے میں موجود رہا کرے اور اس یہودی نمائندے کو یہاں داخل نہ ہونے دے۔ اس کے جاتے ہی میں مجالی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایئرپورٹ پر موجود تھی۔ میں نے کہا: "سوری مجالی! میں اس قدر مصروف رہا کہ تم سے رابطہ قائم نہ کر سکا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں خیریت سے ہوں۔ ابھی تک پتہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ دوسرا طیارہ کب آئے گا اور ہم یہاں سے کب روانہ ہوں گے؟"

"تمہارے نشے کا کیا حال ہے؟ رات کو تم نے بڑا ہی دہشت ناک تماشا دکھایا تھا۔"

وہ ہولے سے مسکرائی: "آپ میرے دماغ میں محسوس کر سکتے ہیں۔ نشہ ابھی تک طاری ہے۔ میرے جسم سے جو حرارت خارج ہوتی ہے۔ اسے میرے آس پاس والے اب بھی محسوس کرتے ہیں۔ حیرانی سے مجھے دیکھتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ میں کوشش کر رہی ہوں کہ لوگوں سے دُور ہی رہوں۔"

"میں نے سنا تھا کہ کسی وِش کنیا (زہریلی لڑکی) کو اگر جانور ڈس لے تو وہ مر جاتا ہے۔ جو سنا تھا وہ پچھلی رات دیکھ لیا۔ واقعی تم بہت ہی زہریلی، بہت ہی خطرناک ہو۔ جہاں پہنچ جاؤ وہاں موت تمہارے شانہ بشانہ کھڑی ہو گی۔"

"جو لوگ میری زہریلی صلاحیت کو دیکھتے ہیں۔ مجھ سے ڈر جاتے ہیں۔ اس خوف کے پیچھے نفرت ہوتی ہے۔ جس کا اظہار کرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں یا مرتو تاخاموش رہتے ہیں۔ آپ سچ بتائیے کہ آپ مجھ سے نفرت کر رہے ہیں؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ تم تو بہت ہی پیاری سی لڑکی ہو۔ معلوم ہے۔ کل رات نشے کی حالت میں کیا کہہ رہی تھیں؟"

"کیا؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ کہ تم مجھے تن سے، من سے اور روح کی گہرائیوں سے چاہتی ہو۔ لیکن میری زندگی بھی چاہتی ہو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "میں اتنا چاہتی ہوں کہ آپ کبھی مجھ سے نفرت نہ کریں اور مجھے اپنی خدمت کا موقع دیتے رہیں۔"

اس نے ایک سرد آہ بھری۔ میں تھوڑی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر دوسری بار رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کر کے دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں رسونتی کے پاس جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کسی کی آواز سنائی دی: "ہیلو مادام رس ونتی! کیا آپ بول رہی ہیں؟"

میں خاموش رہا۔ مجھے رس ونتی کی آواز سنائی دی: "ہاں، میں رس ونتی ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

یقیناً اس کا سوئچ کسی دوسرے کمرے میں بھی ٹیلی فون تھا.....

رس ونتی وہاں سے ریسیور اٹھا کر بول رہی تھی، اور جو رس ونتی کو مخاطب کر رہا تھا۔ اسے میں نے پہچان لیا تھا۔ وہ وہی یہودی نمائندہ تھا جو یہاں سے غصے کی حالت میں گیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "مادام! میں آپ سے باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن آپ کے فرہاد صاحب نے مجھے بھگا دیا۔ کیا آپ ہمیں یاد کر سکتی ہیں۔ ہم آپ کے بڑے گہرے دوست رہے ہیں۔ ہم آپ سے اس مقدمے کے سلسلے میں کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ کیا اس بات کرنے کا موقع مل سکتا ہے؟"

رسونتی چند لمحوں تک خاموشی سے سوچتی رہی۔ پھر اس نے کہا: "مجھے پچھلی تمام باتیں یاد آ گئی ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہودیوں نے میرا بہت ساتھ دیا۔ مجھے اور میرے بچے کو ہمیشہ پناہ دینا چاہتے تھے۔ وہ فرہاد کو بھی میرے ساتھ رکھنا چاہتے تھے لیکن حالات بدل گئے۔ مجھے یہودیوں کی دوستی پر اس لیے شرمندہ ہونا پڑا کہ یہ بات میرے شوہر کو پسند نہیں ہے۔ آپ لوگ جانتے ہیں، میں ایک مشرقی عورت ہوں۔ میری اپنی پسند کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ میری نظروں میں میرا شوہر سب سے اہم ہے۔ اگر وہ آپ لوگوں سے نفرت کرتا ہے تو میرا فرض ہے کہ میں آپ کا نام بھی زبان پر نہ لاؤں اور نہ ہی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر آپ سے گفتگو کروں۔"

ایسا کہتے وقت اچانک ہی رسونتی کو اپنے بیٹے کی یاد آئی۔ اس بات کو اچانک نہیں کہنا چاہیے۔ وہ ماں ہے، ہر لمحے اس کے متعلق سوچتی رہتی تھی۔ جیسے ہی پارس کا خیال آیا۔ اس نے کہا: "ہاں، مگر ایک بات ضرور پوچھنا چاہوں گی۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "ضرور پوچھیے۔ ہماری خوش نصیبی ہے۔ ہم آپ کے سوالوں کا صحیح جواب دیں گے۔"

"کیا میرے بیٹے پارس کی تصویریں تم لوگوں کے پاس ہیں؟"

"ضرور ہیں۔ بلکہ تصویروں کا پورا البم موجود ہے۔"

"میں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"کیا آپ اپنے بیٹے کی صورت بھول گئی ہیں؟"

"مجھے اپنا بیٹا اچھی طرح یاد ہے۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ ان تصویروں میں میرے بیٹے کے جسم پر کوئی خاص نشان ہے یا نہیں؟"

"میں اس کی بات پر مسکرانے لگا۔ وہ تصدیق کرنا چاہتی تھی کہ بچہ کون ہے۔ وہ جس کے دائیں شانے پر نشان ہے یا وہ جس کے متعلق میں کہہ رہا ہوں، وہ یہودی ہمارے اصل پارس کو ہی اس کا بیٹا بتا سکتا تھا تاکہ مقدمے کی کارروائی کے دوران اصلی پارس کو عدالت میں حاضر کرنے کا حکم دیا جا سکے۔"

لیکن میری حیرانی کی انتہا نہیں رہی۔ جب اس نے ٹیلیفون پر رسونتی سے کہا: "آپ تصویریں کیا دیکھیں گی۔ میں ابھی بتائے دیتا ہوں۔ آپ کے بیٹے کے دائیں شانے پر ایک نئے پیسے کے برابر نشان ہے۔"

رسونتی نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ پھر ریسیور کو رکھ دیا۔ میں نے غصے سے دانت پیس کر اس یہودی کے دماغ میں پہنچتے ہوئے کہا: "اُلّو کے پٹھے تم نے ابھی رسونتی سے کیا کہا ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا: "آہا تو واقعی آپ دماغ میں پہنچ کر بولتے ہیں۔ میں جو پوچھ رہا ہوں، اس کا جواب دو۔"

ہم اپنے بڑوں کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ ان کا حکم ہے کہ تم رسونتی کا بیٹا ثابت کیا جائے۔ اصلی پارس تو ہماری نظروں میں ہے۔ ہم اسے سونیا اور جرجانہ کی پناہ گاہ سے نکال کر ایک دن ختم کر دیں گے۔ جانتے ہو اس طرح کیا ہو گا؟"

وہ چند لمحوں کے لیے چپ ہوا۔ پھر سوچ کے ذریعے بولا۔ "ادھر رسونتی ہماری احسان مند رہے گی کہ ہم نے اس کے بیٹے کو اس کے پاس رکھا ہے۔ ادھر تمہارا کلیجہ دہل جائے گا، جب ہم تمہارے بیٹے کو قتل کریں گے۔ کہو کیسی تدبیر ہے؟ رسونتی سے دوستی بھی رہی۔ اس پر احسان بھی ہوا۔ اور وہ کبھی جان نہ سکے گی کہ ہم نے اس کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔"

"تم اپنی منحوس زبان سے کئی بار میرے بیٹے کو قتل کرنے کی بات کہہ چکے ہو۔ چلو اب اس ٹیلیفون بوتھ سے باہر نکلو۔"

میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ بوتھ سے باہر نکل کر فٹ پاتھ پر پہنچا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر بولا: "یہ... یہ کیا! آپ مجھے یہاں کیوں لے آئے؟"

"سڑک کی طرف دیکھو۔ یہاں بہت سی گاڑیاں تیز رفتاری سے گزر رہی ہیں۔ بولو کس گاڑی کی زد میں آ کر مرنا پسند کرو گے؟"

وہ ہکلاتے ہوئے بولا: "م.... میں مرنا نہیں چاہتا۔ دیکھیے، آپ مجھ سے ناحق دشمنی کر رہے ہیں۔ میں تو ایک معمولی آلۂ کار ہوں۔ مجھے تنظیم سے جو حکم ملتا ہے، اس پر عمل کرتا ہوں۔ آپ کو مارنا ہے تو بڑوں کو ماریں۔ میں تو ایک چھوٹا سا آدمی ہوں۔"

"بلندی تک پہنچنے کے لیے پہلے زینے کے نچلے پائیدان پر ہی قدم رکھنا پڑتا ہے۔"

میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ زیبرا کراسنگ کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ جیسے ہی ایک ہیوی ٹرک تیز رفتاری سے گزرنے

لگا۔ میں نے اسے دوڑا دیا۔ دیکھنے والوں نے یہی سمجھا ہوگا کہ کوئی عجلت میں سڑک کراس کر رہا ہے۔ اس عجلت میں اس پر جو گزری، اس کے بعد میں اس کے دماغ میں نہ رہ سکا کیونکہ دماغ میں اب جگہ نہیں رہی تھی۔

میں ڈرائنگ روم کے دروازے سے گزرتا ہوا دوسرے کمرے کے دروازے میں پہنچا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ رسونتی ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی سوچ میں گم تھی۔ میری آہٹ سنتے ہی چونک گئی۔ پھر اس نے مجھے غصّے اور شکایت بھری نظروں سے دیکھا۔ میں نے کمرے میں داخل ہو کر اجان بنتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"تم کہتے ہو کہ میں تم سے لڑتی جھگڑتی رہتی ہوں۔ تمہاری بات نہیں مانتی اور دشمنوں کے بہکانے میں آجاتی ہوں۔ تم خود اپنے ایمان سے کہو، تم مجھے کس طرح دھوکا دیتے رہتے ہو۔ کس طرح جھوٹ بول کر مجھے بے وقوف بناتے رہتے ہو۔ ابھی اس یہودی کا فون آیا تھا جو تمہارے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ میرا پارس وہی ہے جس کے شانے پر نئے پیسے کے برابر نشان ہے۔ یہ میں اپنے دل کی گہرائیوں سے بھی کہتی ہوں۔ تم جھوٹ بول کر میری ممتا کا امتحان لے رہے ہو۔ مجھے میرے بیٹے سے کس مصلحت کی بنا پر دور کر دینا چاہتے ہو؟"

"تم مجھ کو اور بچے کو بھولی ہوئی تھیں تو بہتر ہی تھا۔ اب ماضی یاد آیا ہے تو میرے لیے پھر عذاب بن گئی ہو۔ تم کیا سمجھتی ہو، کیا میں تم سے تمہارے بیٹے کو چھپا کر کمیں سے بہت بڑا انعام حاصل کروں گا؟ بتاؤ، میں کس مصلحت کی بنا پر تمہارے بیٹے کو تم سے دور رکھ سکتا ہوں؟"

"میں نہیں جانتی، مصلحت کیا ہے۔ اتنا تو سمجھتی ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو لیکن مجھ پر اعتماد نہیں کرتے۔ سمجھتے ہو کہ میں یہودیوں سے دوستی کروں گی یا ان کی باتوں میں آجاؤں گی۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں۔ ابھی فون پر میں نے ان سے جو کچھ کہا ہے وہ میں ہی جانتی ہوں۔ میں کسی حال میں نہ تمہیں چھوڑ سکتی ہوں نہ تم سے بے وفائی کر سکتی ہوں لیکن ان باتوں سے کیا حاصل ہے فرہاد؟ سیدھی سی بات ہے۔ میں جس بچے کو اپنا سمجھتی ہوں وہ مجھے دے دو۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

میں اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ "تمہاری یہی ضد ہے تو چلو یہی سہی۔ یہ میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے، جس پارس کو تم چاہتی ہو، وہ پاکستان میں ہے۔ ابھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ وہ کل یا پرسوں تک یہاں پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی: "وہ کوئی مہمان نہیں ہے کہ اس کے آنے کا اور ملنے کا انتظار کروں۔ میں ماں ہوں، وہ میرا بچہ ہے۔ تم میری ممتا کو کیوں نہیں سمجھتے۔ میں ابھی اس کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ وہ کیوں آئے گا، کیا میں اس کے پاس نہیں جا سکتی؟"

میں اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا: "تم حالات کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ دشمن ہماری جان کے پیچھے پڑے ہیں۔ کتنے ہی دشمن مجھے موت کے گھاٹ اتارتے اتارتے خود مر گئے۔ تم یہاں سے نکلو گی۔ پاکستان جانا چاہو گی اور ان کے ہتھے چڑھ جاؤ گی تو ان کے ہاتھوں میں میری بہت بڑی کمزوری آجائے گی۔"

"تم باتیں ہی بناتے رہو گے۔ جب کہ ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ پھر سپر ماسٹر تمہارا دوست ہے اور وہ تمہارا ساتھ دینے والی اعلیٰ بی بی کہاں چلی گئی؟ اتنے سارے محافظوں کے ہوتے ہوئے دشمن کس طرح مجھ تک پہنچ سکیں گے؟ دیکھو صاف بات تو یہ ہے کہ یہودی اتنے دشمن نہیں ہیں جتنا تم سمجھتے ہو۔ وہ کم از کم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

میں نے اسے غصّے سے دیکھا۔ "ایسا تم اپنے بچے کی محبت میں کہہ رہی ہو۔ کیا تم دل سے کہتی ہو کہ یہودی تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے؟"

"میں ان کے ساتھ اتنے عرصے تک رہی ہوں۔ وہ خود کو دوست کہتے تھے مگر خاکسار بن کر رہتے تھے۔ فرہاد تم صرف دشمنی کی عینک لگا کر دیکھو گے تو سبھی دشمن نظر آئیں گے۔ ایک بار ان کے آگے دوستی کا ہاتھ بڑھا کے تو دیکھو۔ وہ کس طرح تمہیں اپنے سر کا تاج بنا کر رکھتے ہیں۔"

میں نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔ وہ ذرا ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی: "تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟"

میں نے بڑے تحمل سے پوچھا: "تم پارس کو لینے کے لیے پاکستان جانا چاہتی ہو؟"

"میں تم سے اجازت لے رہی ہوں۔"

"اور یہودیوں سے دوستی کرنے کی بھی اجازت لے رہی ہو؟"

"میں انسان دوستی کی بنیاد پر ایسا کہہ رہی ہوں۔ آخر تم نے سپر ماسٹر کو کئی بار دوستی اور دشمنی کے درمیان آزمایا۔ ریڈ پاور والوں کے ساتھ بھی یہی سلسلہ رہا۔ ایک بار یہودیوں سے دوستی کر کے دیکھو۔"

"اس سے پہلے کہ مجھے غصّہ آئے یہاں سے چلی جاؤ۔ تمہیں میری طرف سے اجازت ہے۔"

"اجازت دے رہے ہو تو راضی خوشی مجھے میرے بچے تک پہنچانے کا انتظام بھی کر دو۔"

"تمہارے یہودی دوست تمہیں اس پارس تک پہنچا دیں گے۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ میں نے اپنا اصلی بیٹا طلب کیا تو اب غصّہ دکھا رہے ہو۔ تم میرے شوہر ہو۔ تم ہی انتظام کر سکتے ہو۔ میں دوسروں کے سامنے کیوں اپنی زبان کھولوں؟"

میں اس سے دور چلا گیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر بولا۔ "دنیا کہتی ہے، میں ہرجائی ہوں ایک جگہ نہیں ٹھہرتا۔ کہیں اپنا گھر نہیں بناتا۔ کسی سے شادی نہیں کرتا۔ اب دنیا والے آ کر دیکھ لیں کہ ایک سے شادی کے بعد میرا کیا انجام ہو رہا ہے۔ میں بیوی سمجھ کر اپنے بچے کی ماں سمجھ کر تمہیں ڈھیل دیتا جاتا ہوں، تم سر چڑھتی جاتی ہو۔"

"عورت دل میں جگہ بنانا چاہتی ہے اور تم مرد سمجھتے ہو کہ وہ سر پر چڑھ رہی ہے۔ ہمارا اتنا بھی حق نہیں ہے کہ تمہیں سر سے پاؤں تک صرف اپنا بنا کر رکھیں؟"

"اپنا بنانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد کو بالکل ہی غلام بنا لیا جائے۔ اس سے یہ توقع کی جائے کہ وہ تمہاری ہر جائز و ناجائز بات تسلیم کرتا چلا جائے گا۔"

"میں اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے جانا چاہتی ہوں۔ کیا میرا مطالبہ ناجائز ہے؟"

"بے وقوف عورت! میں تمہیں بیٹے سے ملنے سے نہیں روک رہا ہوں۔ بیٹے کو یہاں بلا رہا ہوں۔ تمہیں جانے سے منع کر رہا ہوں۔ تمہاری حفاظت، تمہاری سلامتی میری ذمے داری ہے۔ تم دشمنوں میں گھر جاؤ گی۔"

اچانک ہی وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ روتے روتے کہنے لگی: "میرا بچہ مجھ سے ہزاروں میل دور ہے۔ میں یہاں ہوں۔ میری محبت کو، میری ممتا کو کوئی نہیں سمجھتا۔ میرا کلیجہ اس کے لیے تڑپ رہا ہے۔ میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔ مر تم سے بات نہیں کروں گی۔ بس چلے جاؤ۔ میں بالکل تنہائی چاہتی ہوں۔"

میں نے آگے بڑھ کر اس کے دونوں بازوؤں کو محبت سے تھامتے ہوئے کہا: "میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ تم نہیں جانتیں۔ میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔"

وہ میرے ہاتھوں کو جھٹک کر دور ہٹ گئی: "مجھ پر محبت نہ جتاؤ۔ تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ عورت اولاد کو اپنے شوہر کی مکمل بیوی نہیں بن سکتی اور شوہر کے بغیر اپنی اولاد کی مکمل ماں بھی نہیں بن سکتی۔ عورت دونوں کے درمیان ادھوری رہتی ہے۔ وہ دونوں کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر اپنے وجود کا ذرہ ذرہ دونوں میں تقسیم کر دینا چاہتی ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری بن کر ہی رہوں تو پہلے میرا بیٹا میری گود میں دے دو۔"

میں ایک گہری سانس لے کر پیچھے ہٹ گیا۔ "اچھی بات ہے۔ میں ابھی خیال خوانی کے ذریعے پارس کو یہاں بھیجنے کے لیے کہتا ہوں۔ یہاں سے خود جانے کا خیال اپنے دماغ سے نکال دو۔ میں تمہیں تنہا کہیں نہیں جانے دوں گا۔"

میں جانے لگا تو اس نے کہا: "ایک بات اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہو۔ کیا سچ مچ مجھے دل و جان سے چاہتے ہو؟"

میں نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور کہا: "خدا اس بات کا گواہ ہے۔"

"جب خدا گواہ ہے تو آؤ ہم دونوں اپنے بیٹے کے پاس چلیں۔ بیٹے سے بڑھ کر اس دنیا کی کوئی مصروفیت نہیں ہو سکتی۔"

"تم مجھے آزمائشوں میں مبتلا کرنا چاہتی ہو، رسونتی! میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ کتنے خطرناک قسم کے قاتل میرے پیچھے پڑے ہیں۔ میں ان سے بچتا پھر رہا ہوں۔ انھیں ٹھکانے لگاتا جا رہا ہوں۔ ابھی یہاں کی پوری یہودی تنظیم میری ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں ہے۔ میں ان لوگوں کو تباہ کیے بغیر کہیں نہیں جا سکتا۔ منجالی اس وقت بنگلہ دیش میں ہے۔ وہ میری ہی خاطر سفر کرتی ہوئی وہاں تک پہنچی ہے اور شاید شام تک یہاں پہنچ جائے۔ سب سے اہم بات یہ کہ چوبیس گھنٹے کے اندر سونیا پہنچنے والی ہے۔ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے تمہیں اس کی خبر نہیں ہے۔ میں یہ جگہ چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

میں اس کا جواب سنے بغیر تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آگیا۔ میں نے اس کا جواب نہیں سنا لیکن میں اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی: "دیکھو، کیسے پتھر ہیں۔ اولاد کی محبت ذرا بھی دل میں نہیں ہے، سمجھتے ہیں، میں بھی پتھر ہوں۔ یہ اپنے بیٹے کے پاس اس لیے نہیں جا رہے ہیں کہ یہاں منجالی آ رہی ہے۔ سونیا آ رہی ہے۔ یہاں دشمنوں سے انتقام لینا ہے۔ یہ ساری باتیں کیا بعد میں نہیں ہو سکتیں؟ میں خوب سمجھ گئی ہوں۔ یہ مجھ سے کوئی خاص بات چھپا رہے ہیں۔ اسی لیے کبھی بچے کے بارے میں جھگڑ دیتے ہیں کبھی کہتے ہیں، میں پاکستان اپنے بچے کے پاس نہیں جا سکتی۔ بچہ یہاں آئے گا۔ بھلا کیوں آئے گا؟ کیا میں وہاں جا کر اپنے بچے کو لانے کا حق نہیں رکھتی۔ خواہ مخواہ یہودیوں کو دشمن سمجھ رہے ہیں۔ میں دعوے سے کہتی ہوں کہ میں تنہا پاکستان جاؤں گی تو یہودی مجھے نقصان نہیں پہنچائیں گے بلکہ ہاتھوں ہاتھ مجھے وہاں لے جائیں گے اور میرے

بچے کو میرے حوالے کریں گے۔"

وہ ایزی چیئر پر بیٹھ گئی۔ پھر اپنے سر کو تھام کر بولی: "میں کیا کروں؟ ایسے شوہر پر کس حد تک بھروسہ کروں؟ کیا عورت ہی ساری عمر وفادار بن کر رہے؟ مرد اس کے لیے کچھ نہ کرے؟ اس کی کوئی بات نہ مانے؟ مردوں کے ایسے ہی سلوک سے عورتیں بہک جاتی ہیں۔ اپنی من مانی کرتی ہیں۔ مجھے غصہ آئے گا تو میں یہودیوں سے رابطہ قائم کر کے اپنے بچے کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں لیکن بیٹے کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی۔"

میں نے اسے اپنے طور پر سوچنے سمجھنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر سعید صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرتے ہی خوش ہو کر کہا: "مجھے اُمید نہیں تھی کہ تمھیں میرے شادی کا دن یاد ہوگا۔ تعجب ہے کیسے یاد کر کے پہنچ گئے؟"

ان کی بات سن کر یاد آیا کہ آج سلمیٰ سے ان کی شادی ہو رہی ہے۔ میں نے جلدی سے کہا: "ہاں مجھے یاد تھا۔ اسی لیے وعدے کے مطابق چلا آیا ہوں۔ آپ پنڈی سے لاہور کب آئے؟"

"میں کل رات ہی کو پوری بارات کے ساتھ آگیا ہوں۔ آج شام کو سلمیٰ کے ہاں بارات جائے گی۔ شاہینہ بار بار تمھیں پوچھ رہی تھی۔ میں نے اُسے اطمینان دلایا ہے کہ صاحب بہادر کو یاد ہوگا تو شادی کے وقت پہنچ جائیں گے۔"

"میں ابھی شاہینہ سے رابطہ قائم کروں گا۔ جاوید یہاں خیریت سے ہے۔ کیا تم اس کی بہن اور بیوی سے ملنے گئے تھے؟"

"تم ملنے کی بات کر رہے ہو۔ میں ریحانہ اور بھائی کو اپنے ساتھ باراتی بنا کر لایا ہوں۔ وہ یہاں موجود ہیں اور وہ تمھارا نقلی پاسپورٹ بھی ہے۔"

"میں پاسپورٹ کے سلسلے میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں کہو۔ کیا بات ہے؟"

"کیا اُس کو فوری طور پر یہاں بھیجا جا سکتا ہے؟ اس کی سخت ضرورت ہے۔ بھائی اور ریحانہ بھی یہاں آسکیں تو بہتر ہوگا۔"

انھوں نے پریشان ہو کر کہا: "اتنی جلدی بھیجنے کی کیا تدبیر کروں؟ آج میری شادی ہے۔ میں یہاں اُلجھا ہوا ہوں۔ دوسرے جمعہ کا دن ہے۔ دفاتر بند ہیں۔ ریحانہ اور بھائی کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار نہیں ہیں ——— کل ہی یہ کام کرا سکوں گا۔ اس کے لیے بھی مجھے نئی دھلن کو لے کر پنڈی جانا ہوگا۔ یا کہوں رنگ میں بھنگ ڈال رہے ہو۔ ذرا سہولت سے وقت گزارنے کا موقع دو۔ آخر پارس کو وہاں جلدی بھیجنا کیوں ضروری ہو گیا ہے خیریت تو ہے؟"

"رسونتی کی ذہنی حالت ٹھیک ہو گئی ہے۔ وہ اپنے بچے کو یاد کر رہی ہے۔ پارس کے لیے ضد کر رہی ہے۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ رسونتی بھابی کو یہاں بھیج دو۔ یہ بات تمھارے لیے آسان ہوگی۔ میرے لیے یہ مشکل ہوگا کہ میں بھائی اور ریحانہ کو بچے کے ساتھ جلد از جلد روانہ کر سکوں، یہ سوں وہ یہاں سے روانہ ہو سکیں گی۔ تم مجھے پریشانیوں سے بچانا چاہتے ہو تو رسونتی بھابی کو بھیج دو۔"

"اچھا۔ میں سوچ کر جواب دوں گا۔"

میں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر اچھی کھولی۔ وہاں سے وہ ساؤنڈ ٹیپ نکالا جس میں یہودی تنظیم والوں کی آوازیں ریکارڈ کی گئی تھیں۔ میں نے اسے ریکارڈر میں لگایا۔ یہودی ایجنٹی جنس والوں کی آوازیں سننے لگا۔ اس ایجنٹی جنس میں تین جاسوس تھے۔ ایک ماتھیو جو فلورا کا عاشق تھا۔ دوسرا مارشل اور تیسرا الفریڈ۔ ان میں چوتھا شخص پالیسی میکر تھا۔ اسے داؤد کہتے تھے۔ میں داؤد کی آواز اور لب و لہجہ سننے کے بعد اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

میں نے محسوس کیا، وہ میری آمد سے بے خبر ہے۔ ان میں سے کوئی یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ اس لیے دماغ میں میرے آنے سے کوئی ہلچل پیدا نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اس کی سوچ کو چپ چاپ پڑھا۔ پتہ چلا کہ جب سے فلورا کی لاش اس اندھے کے کاٹیج سے ملی ہے اُس وقت سے وہ سب پریشان ہیں۔ اسی تبصرے میں ہنٹ میں یہ بھی فرہاد فلورا کے ذریعے یہودی تنظیم کے تمام لوگوں تک نہ پہنچ چکا ہو بلکہ ایجنٹی جنس کے آدمیوں ——— سی اس کی رسائی ہو سکتی ہے۔

داؤد نے یہ اطلاع ہیڈ کوارٹر پہنچا دی تھی۔ اپنا خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ ماہر یہودیوں کا تمام اسٹاف تبدیل دیا جائے۔ حتیٰ کہ ایجنٹی جنس والے بھی یہاں سے چلے جائیں اور دوسرے آجائیں۔ میرے خلاف مقدمے کے سلسلے میں جو اہم کاغذات تیار کیے گئے تھے۔ داؤد نے انھیں ایک ایسے یہودی کے پاس پہنچا دیا تھا جس کے متعلق پورا یقین تھا کہ میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایک تو وہ ان سب سے لاتعلق رہتا تھا۔ دوسرے وہ یوگا کا ماہر تھا۔ اس کے علاوہ رسونتی کی جو تصویریں، تحریریں اور ریکارڈ کی ہوئی آوازیں تھیں، وہ بھی اس یہودی تک پہنچا دی گئی تھیں۔ اس یہودی کا نام ڈی این کرسٹوفر تھا۔

میں نے داؤد کے ذریعے ڈی این کرسٹوفر کا پتہ معلوم کیا۔ پھر یہ کہ وہ کس طرح کرسٹوفر سے باتیں کس حد تک بے تکلفی سے اور اس نے وہ تمام چیزیں کرسٹوفر کے پاس رکھتے وقت کیا کہا تھا۔ ساری باتیں معلوم کرنے کے بعد میں اس کے دماغ سے فارغ ہو گیا۔ وہ اپنی رہائش گاہ سے نکلا۔ کار میں بیٹھا۔ پھر ڈرائیو کرتے ہوئے اس پتے پر جانے لگا۔ میں رنگون شہر کے راستوں کو اچھی طرح نہیں پہچانتا تھا۔ جہاں مجھے محسوس ہوتا کہ میں بھٹک رہا ہوں تو داؤد

کے دماغ کو ذرا آزاد چھوڑ دیتا تھا۔ وہ بوکھلا کر سوچتا تھا گاڑی کو بیک کے کنارے لے جانا چاہتا تھا۔ اتنا ہی میں یہ معلوم کر لیتا تھا کہ یہ کون سا راستہ ہے اور اس کی سوچ کس راستے کی نشاندہی کر رہی ہے۔ پھر میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر اس راستے پر چل دیتا تھا۔ حتیٰ کہ میں کرسٹوفر کے مکان کے سامنے پہنچ گیا۔

کرسٹوفر نے داؤد کو دیکھ کر مصافحہ کیا۔ اسے گھر میں لے گیا۔ داؤد نے کہا: "ابھی ہیڈ کوارٹر سے فون آیا تھا۔ میں نے انھیں بتایا تھا کہ تمام ضروری کاغذات تمھارے پاس چھپا کر رکھ دیے گئے ہیں۔ اس پر ہیڈ کوارٹر سے اعتراضات ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے، کسی ایسے وکیل کو انگیج کیا جائے جو گونگا کر ہمارے مقدمے کی کارروائی کرے۔"

کرسٹوفر نے پوچھا: "گونگا کر کس مقدمے کی پیروی کیسے کی جا سکتی ہے؟"

"ہمارا ایک یہودی وکیل گونگا بنا ہے اور اہم پوائنٹ لکھ کر دیا کرے اس تحریر کو دوسرا وکیل پڑھے گا اور عدالت میں بولے گا۔ بہرحال جو گونگا وکیل ہوگا اس کے پاس یہ تمام چیزیں رکھی جائیں۔ کیا تمھاری نظروں میں کوئی ایسا ——— ایڈووکیٹ ہے جس پر ہم پوری طرح بھروسہ کر سکیں؟"

کرسٹوفر نے تھوڑی دیر تک سوچا۔ پھر کہا: "وہ اپنا جان پہچان کا ہے۔ اگرچہ عیسائی ہے لیکن گنوں سے بھی زیادہ وفادار ہے۔ چلو اس کے پاس چلتے ہیں۔"

وہ اُٹھ کر بولا: "میں ابھی وہ تمام ——— کر آتا ہوں۔"

وہ کیا۔ پھر پانچ منٹ کے بعد ایک بریف کیس لے کر آیا۔ داؤد نے کہا: "مسٹر کرسٹوفر! مجھے یہ بریف کیس کھول کر دکھا دو۔ میری تسلی ہو جائے کہ تمام چیزیں موجود ہیں۔"

کرسٹوفر نے بریف کیس کو کھولا۔ میں داؤد کی نظروں سے دیکھنے لگا۔ تمام چیزیں موجود تھیں۔ اس نے بریف کیس کو بند کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ کر پوچھا: "تم سانس روکنے میں ماہر ہو؟"

کرسٹوفر نے مسکرا کر کہا: "یہ میں نے صرف فرہاد سے محفوظ رہنے کے لیے سیکھا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے داؤد نے جیب سے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا: "فرہاد سے بچ جاؤ گے مگر اس ریوالور کی گولی سے ہمیشہ کے لیے سانس رک جائے گی۔"

دوسرے ہی لمحے گولی چل گئی۔ کرسٹوفر لڑکھڑا کر گرا۔ پڑا۔ پھر اٹھ نہ سکا۔ داؤد نے جیب سے لائٹر نکالا۔ پھر بریف کیس کو دے کر اُٹھ گیا اور تمام اہم کاغذات جلانے شروع کر دیے۔ پھر ایک تنہائی تلاش کر کے ساؤنڈ ٹیپ کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹنے لگا۔ آخر کار

اس نے تمام تصاویر اور کاغذات کی جلی ہوئی راکھ اُن ٹیپ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے ساتھ گٹر میں بہا دی۔ بریف کیس کو لے کر واپس اسی کمرے میں آیا۔ پھر اپنے ریوالور کی نال اپنی کنپٹی سے لگائی۔ اس کے بعد یقیناً گولی چلنا چاہیے تھی اور وہ چل گئی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

اس کے بعد میری انتقامی کارروائی آگے بڑھی۔ جاسوس ماتھیو نے اپنے دس ساتھیوں کو ہلاک کیا اور کسی یہودی نے جواباً اسے ہلاک کر دیا۔ پھر مارشل اور الفریڈ کی باری آئی۔ ان دونوں نے بھی اپنی اپنی جگہ وہی حرکتیں کیں۔ اپنے ہی لوگوں کو ہلاک کرنا شروع کیا۔ ایسی دہشت پھیلی کہ رنگون شہر کے مختلف حصوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ جہاں یہ خبر پہنچتی تھی سنسنی پھیل جاتی تھی۔ قانون کے محافظ یعنی ایجنٹی جنس اور پولیس کے تمام افسران جاگے بھاگے پھر رہے تھے، معلوم کر رہے تھے، ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اور یہودی چیخ رہے تھے کہ یہ سب فرہاد کی کارگزاری ہے۔

لیکن انھیں کاٹیج میں میری موجودگی کا ثبوت مل رہا تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ریکارڈر کے پاس گیا۔ اس ٹیپ کو ریوائنڈ کیا۔ پھر اس میں جتنی آوازیں ٹیپ کی تھیں، انھیں مٹا دیا۔ ان یہودیوں میں صرف ان کا سربراہ والٹر زندہ رہ گیا تھا۔ اس کے کچھ ساتھی بھی تھے والٹر کا لب و لہجہ مجھے اچھی طرح یاد تھا اس لیے میں نے اسے بھی مٹا دیا تاکہ پولیس والے یہاں آکر چیکنگ کریں تو انھیں میرے خلاف کوئی ثبوت نہ ملے۔

میں رسونتی کے پاس آیا۔ وہ اپنے کمرے میں اسی ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں یوں سوجی ہوئی تھیں۔ جیسے بڑی دیر تک روتی رہی ہو۔ مجھے دیکھ کر پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے بڑے ہی التجا آمیز لہجے میں کہا: "پارس میرا پارس۔۔۔"

میں نے سر جھکا لیا۔ واقعی وہ اپنے بچے کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ دونوں محبتیں چاہتی تھی۔ ایک طرف شوہر، دوسری طرف بیٹا۔ میں نے کہا: "میں نے سارے انتظامات کر دیے ہیں۔ پرسوں رات تک تمھارا پارس یہاں پہنچ جائے گا۔"

میں آگے بڑھ کر اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے کہا: "اگر پولیس والے پوچھیں تو کہنا۔ ہم دونوں تقریباً دو گھنٹے سے اسی کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ میں بالکل تنہا نہیں رہا تھا آنٹی۔"

میں اس کے ساتھ کمرے کے باہر آیا۔ پھر وہاں سے گزرتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس کے باوجود پولیس آفیسر دستک دے رہا تھا۔ میں نے کہا: "اندر آجائیے۔" اس کے ساتھ اور دوسرے افسران تھے اس نے ان کا تعارف

کرایا۔ وہ سب انٹیلی جنس اور پولیس کے بڑے بڑے افسر تھے۔ میں نے انھیں ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے لیے کہا۔ ایک آفیسر نے کہا: "مسٹر فرہاد علی تیمور! ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ اس کاج سے باہر نہیں گئے۔ باہر تو بھی ہنگامے ہو رہے ہیں۔ ہم آپ کو اس کا ذمے دار نہیں ٹھہرا سکتے لیکن جیوش سوسائٹی والوں کا بیان ہے کہ یہ سب کچھ آپ گھر میں بیٹھے بیٹھے کر رہے ہیں۔ عالانکہ اسے عقل تسلیم نہیں کرتی۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "یہودی مجھ پر طرح طرح کے الزامات عائد کر رہے ہیں۔ میری، یوں کے متعلق کہا گیا کہ اسے میں نے اغوا کیا ہے۔ آپ خود رسوتی سے پوچھ لیں۔"

رسوتی نے کہا: "میں ایک مشرقی عورت ہوں۔ شادی کے بغیر کسی مرد کے ساتھ ایک چھت کے نیچے نہیں رہ سکتی۔ میں ان کی .... شریک حیات ہوں اور یہودی جو کچھ ہمارے خلاف کہہ رہے ہیں وہ بکواس ہے۔"

ایک اور آفیسر نے کہا: "اس کا فیصلہ عدالت میں ہو جائے گا۔ ہم آپ کی ٹیلی پیتھی کا ثبوت تلاش کر رہے ہیں۔ یہودیوں کے پاس آپ کی پوری ہسٹری شیٹ ہے اور آپ کے نام کے ساتھ کچھ اور نام بھی ہیں اور تصویریں بھی موجود ہیں۔ اس ہسٹری شیٹ میں ہر جگہ آپ کی ٹیلی پیتھی کا ذکر کیا گیا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "یہ ہسٹری شیٹ یہودیوں نے تیار کی ہے۔"

"ایسی ہی ہسٹری شیٹ سپر ماسٹر کے پاس موجود ہے اور ریڈ پاور کی تنظیم میں بھی موجود ہے۔"

"کیا آپ کو دوسری تنظیموں کی طرف سے میری ہسٹری شیٹ دستیاب ہوئی ہے؟"

آفیسر نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "دونوں تنظیموں کی طرف سے یہی جواب مل رہا ہے کہ فرہاد صاحب کے متعلق ایسی کوئی اطلاع ان کے پاس نہیں ہے۔"

ایک اور آفیسر نے کہا: "اُن تنظیموں کی طرف سے یہ جواب ملا ہے کہ وہ آپ کے متعلق اپنی کوئی رائے نہیں دیں گے۔ جو پوچھنا ہے براہ راست آپ سے پوچھا جائے۔"

"تو آپ مجھ سے پوچھنے آئے ہیں۔ بائی دی وے، میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں، اگر میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہ تباہی مچائی ہے؟ یہ یہودی عرصے سے میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر میں چاہتا تو وہاں انھیں تباہ کر سکتا تھا۔ میں ان لوگوں کے بڑے بڑے سربراہوں سے مل چکا ہوں۔ باتیں کر چکا ہوں۔ اگر ان کے دماغوں میں پہنچتا تو زندہ نہ رہتے، لیکن میں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ ہر ملک میں ان لوگوں نے میرے خلاف چالیں چلیں۔ مجھے وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا۔ اب یہاں انھوں نے مجھ پر مقدمہ دائر کیا ہے میں بآسانی اس مقدمے میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔ کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں کتنی آسانی سے کامیاب ہو سکتا ہوں؟"

وہ سب میرا منہ تک رہے تھے۔ میں نے کہا: "جناب! اگر میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ دماغوں میں پہنچ سکتا ہوں تو عدالت میں جو بھی وکیل میرے خلاف بولنا چاہے گا میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کا بیان بدل دوں گا جو بھی جج میرے خلاف فیصلہ سنانا چاہے گا اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کا فیصلہ بھی بدل دوں گا۔ جب میں ایسا کر سکتا ہوں تو مجھے ان موت کے ہنگاموں اور تماشوں سے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟"

وہ تائید میں سر ہلانے لگے۔ ایک نے کہا: "ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ واقعی آپ بڑے سے بڑے مقدمے کا فیصلہ اپنے حق میں کرا سکتے ہیں۔"

ایک آفیسر نے کہا: "ہم مانتے ہیں کہ آپ نے ایسا نہیں کیا ہوگا لیکن آپ مان لیں کہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ بہت عرصہ پہلے اخبارات میں آپ کا بڑا چرچا ہوا تھا۔ بنکاک میں آپ نے غیر معمولی کمالات دکھائے تھے اور شاید ایک الگ مملکت قائم کرنے کا ذکر کیا تھا۔ یہ باتیں اخبارات میں آئی تھیں۔"

"یقیناً آئی تھیں۔ ان میں بہت سی باتیں درست ہیں۔ بہت سی غلط ہیں۔ میں ایک علیحدہ مملکت قائم کرنا چاہتا تھا لیکن اخبارات میں جو خبریں شائع ہوئیں وہ سپر ماسٹر کی تنظیم کے ذریعے ہوئیں۔ اس وقت یہ تنظیم میری جانی دشمن تھی۔ انھوں نے میرے متعلق بہت کچھ بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ اس میں ٹیلی پیتھی کا بھی ذکر ہوں کیا جیسے وہ ٹیلی پیتھی نہ ہو کوئی کالا جادو ہو۔"

"مسٹر فرہاد علی تیمور! ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ اس شہر میں جو کچھ ہو رہا ہے اس میں آپ کا ہاتھ نہیں ہے لیکن آپ اس سلسلے میں ہماری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟ کیا ان مجرموں کا سراغ لگا سکتے ہیں جو ایسا کر رہے ہیں؟"

اگر میں آپ سے کہوں کہ یہ خود یہودیوں کی چال ہے۔ جب یہ دیکھتے ہیں کہ ان کی جیوش سوسائٹی کے کچھ لوگ ناکارہ ہو گئے ہیں۔ ان کے مرجانے سے تنظیم کو نقصان نہیں پہنچے گا تو یہ انھیں مار کر اس کا الزام دوسروں پر عائد کرتے ہیں۔ جیسا کہ مجھ پر کر رہے ہیں۔ آپ میری اس بات کو نوٹ کریں، آج شام تک یا کل تک جتنے یہودی مارے گئے ہیں اتنے پھر یہاں پہنچ جائیں گے۔ ان کی تنظیم کا ایک نیا سربراہ آئے گا۔ انھوں نے ایک خفیہ انٹیلی جنس کی ٹیم بنائی ہے۔ وہ ٹیم یہاں پہنچ جائے گی۔"

ایک انٹیلی جنس کے آفیسر نے چونک کر کہا: "آپ کی بات بالکل درست معلوم ہوتی ہے۔ ہمارا ایک آفیسر جو یہاں آنے جانے والی فلائٹوں کو چیک کرتا ہے۔ اس نے بتایا ہے یورپ کی ایک فلائٹ جو ہانگ کانگ جاتی ہے۔ اس کی بزنس کلاس میں ایک جرنلسٹ خاتون ہے۔ اس فلائٹ سے کل ایبیب کے رس مسافر یہاں پہنچے ہیں۔ شاید کل ایبیب سے آنے والے ان یہودیوں کا یہاں کی جیوش سوسائٹی سے ہی تعلق ہو۔"

دوسرے آفیسر نے کہا: "ہم ان آنے والوں کو چیک کریں گے لیکن مسٹر فرہاد! آپ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"میں نے محض اپنے تجربے کی بنا پر کہا ہے۔ یہ یہودی ایسی چالیں چلتے ہیں۔ میرے خلاف پہلے بھی ایسا کر چکے ہیں۔ آج میں نے دیکھا کہ پہلے والی تنظیم ناکارہ ہے تو اسے اپنے ہی ہاتھوں سے تباہ کر دیا۔ ادھر مجھے قاتل، مجرم قرار دینے کی بھرپور کوشش کی، ادھر اپنی نئی تنظیم کی ابتدا بھی کر دی۔"

وہ تمام افسران اسی موضوع پر بحث کرنے لگے۔ میں نے ان کی مصروفیت سے فائدہ اٹھایا اور والٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ والٹر کے آس پاس پولیس کا سخت پہرہ تھا۔ کسی کو اس کے کمرے میں جانے کی اجازت نہیں تھی، صرف ایک ملازم اس کے پاس جاتا ہے۔ میں نے والٹر کے ذریعے اس ملازم کی آواز سنی۔ پھر واپس اپنی جگہ آ گیا۔ اسی وقت ایک آفیسر نے پوچھا: "مسٹر فرہاد! اس سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

میں نے ان کی بات نہیں سنی تھی۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ مجھ سے کس سلسلے میں میرا خیال پوچھ رہے ہیں۔ میں نے مسکرا کر کہا: "بھلا میں کیا خیال ظاہر کر سکتا ہوں۔ آپ لوگ قانون کے محافظ ہیں۔ اپنی طرف سے صفائی پیش کرنا تھی، وہ کر چکا، فیصلہ آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔"

یہ کہتے ہی میں نے رسوتی کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "تم ذرا ان لوگوں سے باتیں کرو۔ یہ تم سے گفتگو میں الجھیں گے، میں اپنا کام نکال لوں گا۔"

درست ہے۔ رسوتی نے کہا ——— آپ لوگوں نے مجھ سے بہت ساری باتیں کیں۔ کچھ مجھ سے بھی سوالات کیے ہو سکتے ہیں، میں آپ لوگوں کی تسلی کر سکوں۔"

رسوتی سے گفتگو کرنے لگے۔ میں نے ایک دو باتیں سنیں۔ رسوتی صحیح جواب دے رہی تھی۔ جو باتیں اسے نہیں معلوم ہوتیں اس کے متعلق کہہ دیتی کہ اتنے دنوں تک وہ دماغی طور پر غیر حاضر رہی تھی اس لیے اس کا میڈیکل سرٹیفکیٹ موجود ہے۔

مطمئن ہو کر والٹر کے ملازم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس وقت اپنے سربراہ کے کمرے سے نکل کر جا رہا تھا۔ کمرے کے کھلے ہوئے دروازے پر ایک پولیس آفیسر کھڑا ہوا تھا تاکہ ملازم باہر نکلے تو دروازہ بند کرے۔ جب وہ دروازہ بند کرنے لگا تو اچانک ہی ملازم نے ہولسٹر پر ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا۔ آفیسر نے چونک کر پوچھا: "یہ کیا حرکت ہے؟"

ملازم نے سخت لہجے میں کہا: "پیچھے ہٹ جاؤ۔"

وہ خوف سے ذرا پیچھے چلا گیا لیکن اسے دھمکی دینے لگا۔

سرلت اچھی نہیں ہے۔ ریوالور واپس کر دو۔"

ملازم نے دروازے کو کھولا۔ پھر اندر جا کر اسے بند کر لیا۔ باہر سے آفیسر دروازہ پیٹنے لگا۔ اندر اطمینان سے بیٹھا ہوا والٹر دہشت سے کانپنے لگا تھا۔ اس نے پوچھا: "یہ، یہ تم ریوالور لے کر کیوں آئے ہو؟"

"تم خوب سمجھ رہے ہو کہ تمھارے سامنے کون کھڑا ہے۔ مجھے بہت زیادہ فرصت نہیں ہے اس لیے نقطہ مختصر ....."

یہ کہتے ہی ٹھائیں سے گولی چلی۔ اس کے بعد دوسری گولی چلنے کی آواز آئی اور میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ رسوتی ابھی تک ان لوگوں سے باتیں کر رہی تھی۔ پانچ منٹ کے بعد ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک آفیسر نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف کی بات سنی پھر شدید حیرانی سے پوچھا: "کیا کہا؟ کیا کہا؟ مسٹر والٹر کو بھی قتل کر دیا؟ کس نے کیا؟"

وہ دوسری طرف کی آواز سننے لگا۔ سب کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔ سب اسے تک رہے تھے۔ پھر اس نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا: "بڑی حیرانی کی بات ہے۔ والٹر کا ملازم خود اُن کا دشمن بن گیا تھا جیسا کہ پہلے بھی دیکھنے میں آیا ہے، جو لوگ یہ تخریبی کارروائی کر رہے ہیں، وہ قتل و غارت گری پر اتر آئے ہیں ان میں سے جو لوگ قتل کرتے ہیں وہ خود اپنے آپ کو گولی مارتے ہیں۔ والٹر کے ملازم نے پہلے اپنے مالک کو گولی ماری۔ اس کے بعد دوسری گولی اپنے دماغ میں اتار لی۔"

سبھی لوگ بے اختیار میری طرف دیکھنے لگے۔ میں چپ چاپ ہاتھ باندھے ان کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد میں نے پوچھا: "آپ لوگ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

ایک آفیسر نے گہری سانس لے کر انکار کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد! ہم آپ سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جو قاتل ہوتا ہے وہ قتل کرنے کے بعد ہاتھ نہیں آتا۔ اس سے پہلے ہی خود کو ہلاک کر دیتا ہے۔ تمام ثبوت ختم ہو جاتے ہیں۔"

"آفیسر! یہاں مجھ پر مقدمہ چل رہا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں بڑی آسانی سے آپ لوگوں کی پریشانیاں ختم کر دیتا۔"

آفیسر نے پوچھا "وہ کیسے؟"

"میں فوراً ہی آپ کے ملک سے باہر چلا جاتا۔ نہ یہاں رہتا نہ آپ لوگوں کو میرے سلسلے میں پریشان ہونا پڑتا۔"

دوسرے آفیسر نے مسکرا کر کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں تب بھی ہم نہیں چاہیں گے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ باہر جانے کے بعد بھی آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سب کچھ کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر آپ لوگوں نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"ہم کیا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ سپر ماسٹر اور ریڈ پاور کی تنظیم سے ہمیں جواب ملا ہے کہ مسٹر فرہاد اور یہودیوں کے درمیان تو کچھ سمجھوتہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی ان کی کشیدگی اور اختلافات ختم کیے جا سکتے ہیں۔ یہ بات ہمیں درست نظر آ رہی ہے۔ آپ یہاں رہیں یا نہ رہیں۔ یہودی ضرور رہیں گے۔ وہ رہیں گے تو آپ کہیں بھی جا کر ان کے لیے تباہی کا باعث بنتے رہیں گے۔"

"میرے اور یہودیوں کے درمیان سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔ آپ انھیں سمجھائیں کہ میری بیوی کے سلسلے میں جھوٹا مقدمہ واپس لے لیں میں ان سے دشمنی نہیں کروں گا وہ مجھ سے دشمنی نہ کریں۔"

ایک آفیسر نے پوچھا "اس کا مطلب یہ ہے کہ سمجھوتہ ہونے کے بعد شہر میں امن و امان ہو جائے گا؟"

میں نے مسکرا کر کہا "میں بھلا شہری امن و امان کی ضمانت کیسے دے سکتا ہوں۔ نہ خون خرابے میں میرا ہاتھ پہلے تھا، نہ آئندہ رہے گا۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہودی الٹی چال چلتے ہیں۔ مجھے پھانسنے کے لیے ایسی چالیں چل رہے ہیں۔ اگر سمجھوتہ ہو جائے گا تو شاید وہ اپنی چالوں سے باز آ جائیں گے۔"

کئی افسران نے میری تائید کی اور کہا، وہ سمجھوتہ کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ورنہ جیوش سوسائٹی پر اور مجھ پر بہت سی پابندیاں عاید کی جائیں گی۔ یہ نظر بندی جلد ہی ختم نہیں کی جائے گی۔ مجھے باہر تفریح کے لیے بھی نکلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور یہی سلوک یہودیوں سے ہوگا۔

وہ سب چلے گئے۔ میں نے ڈرائنگ روم کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ رمونتی نے کہا "میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا "آؤ، ہم دوسرے کمرے میں چل کر باتیں کریں۔"

پھر میں نے سوچ کے ذریعے کہا "خیال خوانی کے ذریعے بات چیت ہوگی۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ ویسے کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"اتنے سارے یہودی مارے جا رہے ہیں۔ میں جانتی ہوں اس لیے انکار نہ کرو۔ اس میں تمھارا ہاتھ ہے۔"

"میں اپنے دشمنوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ان لوگوں نے مجھے بہت پریشان کیا ہے اور آئندہ بھی کریں گے میں انھیں خوب سمجھتا ہوں۔"

"فرہاد! میری ایک بات مان لو۔ ایک بار ان سے دوستی کر کے دیکھو۔"

"میں تمھاری بات مان لیتا ہوں، صرف ایک شرط پر دوستی کر لوں گا۔ اپنے دوستوں سے کہو، وہ فلسطینی عوام کی زمین، جائداد اور ان کے تمام جائز حقوق واپس کر دیں۔"

"تم ان سے دوستی کرنے کے بعد رفتہ رفتہ اپنی باتیں منوا سکتے ہو۔"

"رمونتی! تمھاری جتنی عقل ہے اتنی ہی باتیں کرتی ہو اور میری جتنی معلومات اور تجربات ہیں میں ان کے مطابق عمل کرتا ہوں۔ اس لیے فضول باتیں نہ کرو۔"

"اب میں تم سے کچھ نہیں کہوں گی۔ بس مجھے میرا بچہ لا دو معلوم تو کرو، وہ لوگ اسے بھیجنے کے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں؟"

"معلوم کر لوں گا۔ جب سے تمھاری یاد داشت واپس آئی ہے تم نے مجھ سے پیار کا ایک لفظ نہیں کہا۔ اپنے بچے کی رٹ لگائے ہوئے ہو۔"

"میں کہہ چکی ہوں، بچے کے بغیر تمھاری محبت ادھوری ہے اور تمھارے بغیر بچے کی محبت ادھوری ہے۔ تم دونوں میری دو آنکھیں ہو۔ میرا دھڑکتا ہوا دل ہو۔ میرا دھرم ہو۔ میری آتما ہو۔ پلیز ان لوگوں سے کہہ دو کہ پارس کو جلد سے جلد بھیجنے کی کوشش کریں۔ معلوم تو کرو کیا ہو رہا ہے؟"

"میں ان کے پاس جا رہا ہوں۔ ابھی معلوم کر کے بتاتا ہوں۔ ذرا خاموش رہو۔"

وہ ایک جگہ بیٹھ گئی۔ میں نے بھی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کی اور سعید صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ میں انھیں مخاطب کرنا چاہتا تھا مگر چپ رہا۔ وہ پریشان معلوم ہوتے تھے۔ جب میں نے دماغ کو ٹٹولا اور پریشانی کی وجہ معلوم کی تو خود گھبرا گیا۔ میں نے ایک دم خیال خوانی کا سلسلہ ختم کر کے سامنے بیٹھی ہوئی رمونتی کی طرف دیکھا وہ سر جھکائے سوچنے میں مصروف تھی۔ میں پھر سعید صاحب کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ہم جو سوچ بھی نہیں سکتے تھے وہ ہو رہا تھا۔ وہ فرضی پارس غائب ہو گیا تھا۔

میں نے پوچھا "سعید صاحب! یہ کیا ہو رہا ہے، یہ کیسے ہو گیا؟"

"میں کیا بتاؤں۔ میں خود حیران ہوں۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دشمن یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ میں نے سلمیٰ کی کوٹھی کے چاروں طرف سخت پہرہ لگا دیا تھا۔ ہم جس کوٹھی سے بارات لے کر جانے

والے تھے وہاں بھی بڑی سختی ہے۔ کوئی غیر ضروری آدمی ہماری اجازت کے بغیر کوٹھی کے احاطے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا جس وقت تم نے رمونتی اور بھابی سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت پارس بھابی کے پاس تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ رونے لگا۔ بھابی نے اسے چپ کرانے کے لیے ملازمہ کو دے دیا۔ وہ اسے باہر لے گئی۔ اس کے بعد غائب ہو گئی۔"

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

وہ تیز رفتاری سے اپنی کار ڈرائیو کر رہے تھے۔ انھوں نے جواب دیا "میں ایئر پورٹ جا رہا ہوں۔ ابھی پتہ چلا ہے کہ وہاں ایک چارٹرڈ طیارہ قاہرہ سے آیا تھا۔ اب وہ دہلی کی طرف گیا ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس طیارے میں کون مسافر تھے۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ رمونتی کہہ رہی تھی "تم کچھ بتاؤ تو سہی۔ کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے جبراً مسکراتے ہوئے کہا "سب ٹھیک ہے۔ پارس کو بھیجنے کے انتظامات ہو رہے ہیں۔ آج جمعہ کا دن ہے۔ دفاتر بند ہیں۔ کل ہی یہ کوشش کی جائے گی۔ پرسوں اسے روانہ کر دیا جائے گا۔"

"وہ کل کیوں نہیں آ سکتا؟"

"یہی تو میں سعید صاحب سے پوچھ رہا تھا۔ تم نے خیال خوانی کا سلسلہ توڑ دیا۔"

"اچھا اب کچھ نہیں بولوں گی۔ تم ان پر زور ڈالو کہ وہ کل ہی میرے بیٹے کو روانہ کر دیں۔"

میں نے خیال خوانی کے بہانے آنکھیں بند کر لیں لیکن سعید صاحب کے پاس نہیں گیا۔ میں خود الجھا ہوا تھا۔ دشمنوں نے اس مقام پر مجھے پہنچا دیا تھا جہاں رمونتی کے سامنے مجرم بننے والا تھا۔ وہ کہہ چکی تھی کہ میں کسی مصلحت کی بنا پر اس کے بیٹے کو دور رکھنا چاہتا ہوں اور کوئی فرضی بچہ اس کی گود میں دینا چاہتا ہوں۔ اگر میں نے کل یا پرسوں تک اس کے بیٹے کو اس کے پاس نہ پہنچایا جس کو وہ اپنا سمجھ رہی تھی تو بات بگڑ جائے گی۔ وہ سچ مچ مجھے اپنا اور اپنے بیٹے کا دشمن سمجھنے لگے گی۔ یہودیوں کی ہمدردیاں اس کے دل میں اور گہری ہو جائیں گی۔

میں سعید صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایئر پورٹ کی عمارت میں ایک پولیس آفیسر کے ساتھ جا رہے تھے۔ پولیس آفیسر کہہ رہا تھا "میں آپ کو اطلاع دینے والا تھا۔ تعجب ہے۔ کون اس بچے کو آپ کے ہاں سے لا کر ایئر پورٹ پر چھوڑ گیا ہے۔"

سعید صاحب مطمئن ہو گئے تھے۔ میں نے خوش ہو کر آنکھ کھولتے ہی رمونتی کی طرف دیکھا۔ وہ میری طرف متوجہ نہیں تھی۔ میں پھر آنکھیں بند کر کے سعید صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک دفتر میں تھے۔ وہاں پولیس کے کچھ اور آدمی تھے۔ ایک طرف ایک بچہ کپڑے میں لپٹا پڑا تھا۔ سعید صاحب اس کے پاس گئے اسے دیکھا پھر پریشان ہو کر بولے "نہیں۔ یہ بچہ نہیں ہے۔ اس بچے کے دائیں شانے پر تیسرے پہیے کے برابر نشان ہے۔"

آفیسر نے پوچھا "تو پھر یہ کس کا ہے؟"

سعید صاحب نے کہا "کسی کا بھی ہو۔ میں آپ سے کہہ رہا ہوں، مجھے اس چارٹرڈ طیارے کے مسافروں کی فہرست دی جائے۔"

تھوڑی دیر میں وہ فہرست مل گئی — اس میں کچھ مردوں اور کچھ عورتوں کے نام تھے۔ ایک عورت ایسی تھی جو بچے والی تھی

سعید صاحب نے کہا "میری معلومات کے مطابق چارٹرڈ طیارہ صبح آیا تھا۔ پھر اتنی دیر یہاں کیسے رہ گیا؟"

"اس طیارے کے پائلٹ نے کہا تھا کہ کچھ گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے۔ اس کو پوری طرح چیک کیا جائے۔ پھر اس میں ایندھن کی بھی ضرورت تھی۔ اس سلسلے میں دیر ہو گئی۔ طیارہ آٹھ بجے یہاں پہنچا تھا بارہ بجے یہاں سے روانہ ہو گیا۔ اس کے کئی مسافر طیارے سے اتر کر یہاں آئے تھے۔"

سعید صاحب نے چونک کر پوچھا۔ یقیناً وہ بچے والی عورت بھی اپنا بچہ لے کر آئی ہوگی؟"

"یہ ہو سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے نہیں۔ یہی ہوا ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ عورت بچہ لے کر آئی۔ اس نے اپنا بچہ یہاں چھوڑا اور ہمارے بچے کو اپنے ساتھ لے گئی۔"

جناب! کوئی عورت اپنے بچے کو چھوڑ کر آپ کا بچہ کیسے لے جا سکتی ہے؟"

"اگر یہ بچہ اس عورت کا نہ ہو یعنی یہ بچہ لاوارث ہو صرف اس لیے کہیں سے حاصل کیا گیا ہو کہ اسے یہاں چھوڑا جائے گا اور اس کی جگہ ہمارا بچہ اس عورت کی گود میں جائے گا تاکہ اس عورت کے پاسپورٹ اور سفری کاغذات کے مطابق بچہ اس کی گود میں موجود رہے۔ چیکنگ کے دوران کوئی اعتراض نہ کرے اور وہ کسی کے اعتراض کے بغیر اس بچے کو لے گئی ہے۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ سعید صاحب کا یقین بالکل درست لگتا تھا۔ دشمنوں نے میرے خلاف یہی چال چلی ہوگی۔ رمونتی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"آں؟" میں نے چونک کر کہا "کچھ نہیں میرے سر میں درد ہونے لگا ہے۔"

"وہ تو ہوگا۔ جب تک جاگتے رہتے ہو۔ دماغ کے اکھاڑے میں کشتی لڑتے رہتے ہو۔ دیکھ لینا ایک دن اٹھا رہ سر ہی نہیں رہے گا۔ اس

خیال خوانی سے باز آجاؤ۔ اس کے لیے ایک وقت مقرر کر لو۔"

"کیسے وقت مقرر کر لوں؟ تم نے فرمائش کر دی کہ تمہارے بیٹے کے سلسلے میں، میں خیال خوانی کروں۔ اسی طرح دوسروں کے بھی تقاضے ہوتے ہیں۔ سونیا، اعلیٰ بی بی، منجالی، جاوید، ریحانہ بھابی شاہینہ، سعید صاحب اور دنیا جہاں کے ایسے رشتے، ایسی محبتیں ہیں جنھیں میں بھلا نہیں سکتا۔ جنھیں چھوڑ نہیں سکتا۔ چھوڑ کر دور چلا جاتا ہوں تو خیال خوانی کے ذریعے ہی ان کے قریب پہنچ سکتا ہوں۔"

"میں مان گئی۔ لیکچر نہ دو۔ بتاؤ سعید صاحب کے بیٹے کے متعلق کیا کہا؟"

"وہ کہہ رہے ہیں، کل دفتر کھلے گا۔ جائیں گے۔ کاغذات تیار کریں گے۔ ہو سکا تو کل شام کی فلائیٹ سے ہی بچے کو روانہ کریں گے اور اگر نہ ہو سکا تو پرسوں رات تک وہ ضرور آجائے گا۔"

پھر میں نے دل میں کہا: "آہ! کہاں سے آئے گا؟ میں کہاں سے اس فرضی پارس کو لاؤں جس کے دائیں شانے پر نئے پیسے کے برابر نشان ہے اور جسے رسونتی اپنا بیٹا تسلیم کرے۔ میں بڑی مشکل میں پڑ گیا تھا۔ مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ میں اسے سچ بات بتلا دیتا۔

میں نے سوچا۔ پہلے اسے دوپہر کا کھانا کھلایا جائے۔ پہلے بتا دوں گا تو وہ کچھ نہیں کھائے گی۔ مجھ سے جھگڑا کرے گی۔ اس کے دل میں میری طرف سے جو عداوت پیدا ہو گی اس کے متعلق میں سوچ سکتا تھا۔ اندازہ کر سکتا تھا اس لیے میں نے کھانے کے لیے کہا۔ وہ میرے پاس آئی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا: "مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔ میں نے بیٹے کی محبت میں تمہیں فراموش کر دیا۔"

"یہ وقت ان باتوں کے لیے مناسب نہیں ہے۔ آج صبح بابا فرید اسلمی کا انتقال ہو گیا ہے۔ تم نہیں جانتی ہو کہ انھوں نے اپنی وفات سے پہلے تم پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ تمہارے دماغ میں تمہارے ماضی کو روشن کر دیا ہے۔"

وہ میری طرف دیکھ رہی تھی مگر میری بات نہیں سمجھ رہی تھی۔ میں نے کہا: "تم نہیں سمجھ سکو گی۔ بابا صاحب نے تم پر جو عمل کیا وہ تمہاری غفلت کے دوران کیا۔ اس وقت تم نیند کی حالت میں تھیں۔"

ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ اس وقت تین بجے تھے۔ کھانے کے بعد اس نے کہا: "مجھے تھکن محسوس ہو رہی ہے۔ سونے کو جی چاہتا ہے۔"

وہ چلی گئی اور یہ میرے لیے اچھا ہی ہوا۔

میں بچے کے سلسلے میں پریشان تھا۔ کچھ سوچنا سمجھنا چاہتا تھا۔ اب کیا کیا جا سکتا ہے؟ میرے دشمن جانے کتنے دنوں سے فرضی پارس کی تاک میں ہوں گے۔ اتنا تو وہ جانتے ہی تھے کہ میں رسونتی کو لے کر پاکستان سے نکلا ہوں تو میرے ساتھ بچہ نہیں تھا۔ یقیناً پارس کو پاکستان میں چھوڑ آیا تھا۔ یہ انھوں نے معلوم کر لیا۔ پھر بڑی سہولت سے منصوبہ بنا کر اسے اغوا کر لیا۔

لیکن وہ فرضی پارس کو دہلی کیوں لے گئے؟ وہیں اسے رکھا جائے گا یا کہیں اور لے جائیں گے۔ یہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ اس بچے کے سلسلے میں انھوں نے مجھے بالکل تاریکی میں چھوڑ دیا تھا۔ روشنی کی ایک ہلکی سی رمق بھی ایسی نہ تھی جو مجھے اس بچے تک پہنچاتی۔

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا: "تم یہاں کے وقت کے مطابق بارہ بجے آنے والے تھے۔ اس وقت سوا گیارہ ہوئے ہیں۔ چلو ٹھیک ہے۔ اس وقت بہت سے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ کتنے ہی ممالک کی بڑی بڑی ہستیاں ہیں۔ میں نے ان سے بڑی معذرت کے ساتھ کہا تھا کہ بارہ بجے کے بعد انھیں اس ادارے کے اس حصے میں جانے دیا جائے گا جہاں بابا صاحب کی میت رکھی ہوئی ہے۔ پھر وہ وہاں تک جا سکیں گے جہاں ان کی تدفین ہو گی۔ اس سے پہلے فریاد علی شمیو آپ سب لوگوں کے دماغوں میں باری باری پہنچیں گے اور حیالات کے ذریعے دوست اور دشمن کو پہچان لیں گے جو دشمن ہوں گے کسی سازش کے خیال سے آئے ہوں گے ہم ان کے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے۔ جانتے ہو۔ میری اس بات کا ردعمل کیا ہوا؟"

"میں سن رہا ہوں۔ بولو۔"

"ان میں سے کتنے ہی لوگ طرح طرح کے بہانے کر کے واپس جانے لگے۔ ان میں فرانس کا ماسٹر بھی تھا۔"

"یعنی دوست نما دشمن اور سازشی افراد اکٹھا کر جا چکے ہیں۔"

"چلے تو گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کچھ ڈھیٹ قسم کے لوگ رہ گئے ہوں۔"

"سونیا! اس وقت میں بہت پریشان ہوں۔ میں فرداً فرداً ہر ایک کے دماغ میں جھانکنا اور وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔"

"پریشانی کیا ہے۔ مجھے بتاؤ۔"

میں اسے بتانے لگا۔ کس طرح فرضی پارس کو اغوا کیا گیا ہے اور اس وقت رسونتی کے سامنے میری پوزیشن کتنی کمزور ہو گئی ہے۔ میں نے ہزار یقین دلانے کے باوجود وہ یہی کہے گی کہ میں اس سے جھوٹ بولتا آیا ہوں۔ دھوکا دیتا آیا ہوں۔ اب بھی اسے دھوکا دے رہا ہوں۔

"تم نے اس فرضی پارس کو پرسوں رسونتی کے پاس پہنچانے کا وعدہ کیا ہے اور پرسوں ابھی بہت دور ہے۔ پہلے اپنے دماغ سے پریشانیاں نکال دو۔ پریشانیوں کے ساتھ کوئی تدبیر نہیں سوچ سکو گے۔ میرا مشورہ ہے کہ یہودی تنظیم کے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچو۔ شاید ان کے ذریعے کچھ معلوم ہو جائے۔"

"میں نے یہودی تنظیم کے تمام اہم افراد کو ختم کر دیا ہے۔ کچھ

بچ گئے ہیں۔ ان باقی ماندہ لوگوں سے دوسرے تمام یہودی دور رہیں گے اور انھیں اپنے کسی منصوبے اور پروگرام میں شریک نہیں کریں گے۔"

"تم نے جوش اور غصے میں آکر انھیں ختم کر دیا۔ دشمنوں کو زندہ چھوڑنا پڑتا ہے تاکہ کسی بھی موقع پر انھیں اپنا آلۂ کار بنایا جا سکے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "انتقامی جذبہ پورا ہو گیا ہے لیکن غلطی کا احساس ہو رہا ہے۔ جو لوگ ختم ہو چکے ہیں ان کی جگہ دوسرے آئے ہیں۔ افسوس، آدمی مارنے سے نہیں مرتا۔ اس دنیا میں ازل سے جتنے انسان مرتے آئے ہیں ان کی جگہ کئی گنا پیدا ہوتے رہے ہیں۔ چاہے دوست ہوں یا دشمن۔"

"میں مانتی ہوں، بعض حالات میں دشمن کو قتل کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا لیکن دشمن کو دہشت زدہ کر کے زیادہ سے زیادہ احساسِ کمتری میں مبتلا کر نا بہتر ہے تاکہ وہ ہتھیار ڈال دے اور ہمارے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹ جائے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہم نے اب تک یہی کیا ہے۔ بڑی مجبوری کی حالت میں کبھی دشمنوں کو ہلاک کیا ہے۔ ورنہ ہلاکت سے پرہیز کرتے رہے ہیں۔ آئندہ بھی یہی کوشش کی جائے گی۔"

میں اس سے باتیں کرنے کے بعد اپنی جگہ واپس آگیا۔ میں سونیا سے باتیں کرتا ہوں تو عجیب طرح کا ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ خاص طور پر پریشانی کے وقت وہ میرے دل کا چین اور دماغ کا سکون ہے۔ اس وقت بھی اس نے کتنی اچھی بات کہہ دی تھی۔ پارس کے لیے میں نے پرسوں کا وعدہ کیا ہے۔ لہٰذا پرسوں تک پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دشمنوں تک پہنچنے کے لیے دو دن بہت ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے آج ہی شام تک یا رات تک فرضی پارس کا سراغ مل جائے۔

مجھے اطمینان ہوا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کاٹیج کے اندرونی حصوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا۔ ذرا ٹہلنا چاہتا تھا پھر برآمدے میں آگیا۔ باہر خوبصورت باغیچہ تھا۔ دور دور مسلح افراد نظر آتے تھے۔ کچھ پولیس کے آدمی تھے کچھ رنگون کے ماسٹر نے اپنے مسلح افراد کو میری حفاظت کے لیے مامور کیا تھا۔ البتہ اینجلو کے آدمی نظر نہیں آتے تھے۔

میں نے اینجلو کے پاس پہنچ کر پوچھا: "تمہارے آدمی کہاں ہیں؟"

اس نے کہا: "آپ حکم دیں۔ فوراً آپ کے سامنے حاضر ہو جائیں گے ویسے ابھی وہ خود کو ظاہر نہیں کر رہے ہیں۔ آپ کے کاٹیج کے بائیں طرف اور پیچھے کی جانب جو جنگلے میں وہ ہمارے ادارے نے کرائے پر حاصل کیے ہیں۔ وہاں سے آپ کے دشمنوں پر نظر رکھی جا رہی ہے۔"

"کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں، ہم پر زور دیا جا رہا ہے کہ ہم آپ کا اصلی ریکارڈ ظاہر کر دیں۔ عدالت میں وہ مسٹری شیٹ پیش کریں جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ آپ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ باقی دی وے، آپ نے یہ بات کیوں چھپائی ہے جبکہ اخبارات میں بھی اس کا چرچا ہو چکا ہے۔ اخبارات میں جھوٹے پروپیگنڈے بھی ہوتے ہیں۔ فی الحال میری مسٹری شیٹ سے میری اصلیت ظاہر نہ ہو۔"

"نہیں ہو گی۔" ہمارے ماسک مین نے کہا: "ہم آپ کی خاطر دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں سے، تنظیموں سے، ممالک سے مخالفت مول لیں لیکن آپ کے خلاف کبھی کوئی بیان نہ دیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "ایسے ہی وقت دوستی آزمائی جاتی ہے۔ اپنے ماسک مین سے کہہ دینا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا ہے۔"

"آپ نے اس شہر میں بڑی دہشت پھیلا دی ہے۔ پولیس اور اعلیٰ حکام بڑی سختی سے پیش آئیں گے۔ ہو سکتا ہے آپ کو ہدایت دینے کا حکم دیں۔"

"دیکھا جائے گا۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر رنگون کے ماسٹر کو مخاطب کیا۔ اس کو بھی اپنی مسٹری شیٹ کے متعلق ہدایت کی۔ اس نے جواب دیا: "دنیا کے جتنے ممالک اور جتنے شہروں میں ہمارے ماسٹر ہیں۔ انھیں سختی سے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی مسٹری شیٹ اور دوسرے تمام اہم ریکارڈ کو انڈر گراؤنڈ پہنچا دیا جائے۔ کسی بھی یہودی کو آپ کے ریکارڈ کا ایک صفحہ بھی نہ ملے۔ ریٹائرڈ ماسٹر نے کہا ہے، ہم دنیا کی تمام طاقتوں، تنظیموں اور تمام بڑے ملکوں کی مخالفت مول لیں لیکن آپ کے خلاف کبھی کوئی بیان نہ دیں۔"

میں نے وہاں بھی مسکراتے ہوئے کہا: "دوستی ایسے وقت آزمائی جاتی ہے۔ ریٹائرڈ ماسٹر سے کہنا کہ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا ہے۔"

"جناب! برمی حکومت آپ کے خلاف سخت اقدامات کرنا چاہتی ہے۔ شاید آپ کو برما سے باہر چلے جانے کا حکم دے۔ ابھی اعلیٰ حکام کے درمیان اس فیصلے پر اختلافات ہیں۔ سپر ماسٹر کی طرف سے زور دیا جا رہا ہے کہ ایسا فیصلہ نہ کیا جائے۔"

"جب یہاں کی حکومت میرے خلاف کوئی فیصلہ سنائے گی تو دیکھا جائے گا۔"

میں اس سے بھی رخصت ہو گیا۔ پھر میں نے کاٹیج کے کمرے میں آکر ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے منجالی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ جس جہاز میں سفر کر رہی تھی، وہ رنگون پہنچنے ہی والا تھا۔ میں نے کہا: "یہاں مجھ پر بڑی پابندیاں ہیں۔ تمہیں لینے ائیر پورٹ نہیں آسکوں گا۔ بہرحال ریڈیو پاور کے باس اینجلو کو بھیج رہا ہوں۔"

"کیا آپ اینجلو کے دماغ میں موجود رہیں گے؟"

"میں کوشش کروں گا کسی مصروفیت کی بنا پر اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکا تو کوڈ ورڈ مقرر کر لیتے ہیں۔ اس کے مطابق تم اسے پہچان لو گی۔"

میں نے ذرا سوچا پھر کہا: "اپنی زہریلی شخصیت کے مطابق یہ کوڈ ورڈ یاد کر لو: زہر زندگی کا آخری اور موت کا دائمی ذائقہ ہے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ میں نے اینجلو کے پاس پہنچ کر پوچھا: "کیا اس وقت بہت مصروف ہو؟"

"بالکل نہیں جناب! دنیا جہاں کی مصروفیات آپ کے لیے ختم کی جا سکتی ہیں۔ حکم دیجیے۔"

"اسی وقت ایئرپورٹ روانہ ہو جاؤ۔ ایک افریقی سیاہ فام لڑکی آ رہی ہے وہ میری بہت اہم ساتھی ہے۔ اس کا نام منجالی ہے۔ سیاہ فام ہونے کے باعث وہ طیارے کے تمام مسافروں میں جانی پہچانی جا سکتی ہے۔ دوسری افریقی عورتیں ہوں تو اس کی ایک پہچان اور ہے وہ ہمیشہ سفید بے داغ لباس پہنتی ہے۔"

"مس منجالی، مجھے کیسے پہچانیں گی؟"

"آپ تعارفی کوڈ ورڈ زیادہ کر لیں۔"

میں نے وہ کوڈ ورڈ بتائے۔ وہ فوراً ہی ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ایئرپورٹ پر متعین کسی ماتحت سے رابطہ قائم ہو گیا۔ وہ طیارے کے پہنچنے کا صحیح وقت معلوم کر رہا تھا۔

پھر اس نے دوسرے نمبر ڈائل کیے اور منجالی کی رہائش کا انتظام کرنے لگا۔ میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ مجھے چائے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔

"دو گھنٹے ہو چکے ہیں۔ اب اٹھ بھی جاؤ۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے پوچھا: "کیا ایک کپ چائے ملے گی؟"

وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی: "میں ابھی چائے لے کر آتی ہوں۔ پلیز ایک بار پھر معلوم کر دو۔ کیا میرا بیٹا کامل تک پہنچ جائے گا؟"

"میں نے معلوم کیا ہے۔ بہت مجبوری ہے۔ وہ برسوں سے پہلے نہیں آ سکے گا۔"

وہ مایوس ہو کر کچن کی طرف جانے لگی۔ میں سونیا کے شوہر کے مطابق تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ رسونتی میرے لیے دردِ سر بنی ہوئی ہے۔ میں نے پھر اسے اور فرضی پارس کو دماغ سے ہٹک دیا۔ اڑھائی ڈیوڈ سو لیجر کے دماغ پر دستک دی۔ پہلے تو اس نے سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے بولا: "کون مسٹر فرہاد؟"

"میں ہوں۔ میرے حساب کے مطابق یہودیوں میں ایک تم ہی باقی رہ گئے ہو۔"

"ہاں، تنہا رہ گیا ہوں۔ کیا مجھے قتل کرنے آئے ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "تعجب ہے، ایک قاتل اپنے بسمل سے پوچھ رہا ہے، تم نے تو مجھے قتل کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔"

"جو عہد کیا ہے اسے پورا کروں گا لیکن ایک اندھے کو تنہا گھیر کر مارنا دلیری نہیں ہو گی۔"

"کیا تمہارے آس پاس حفاظتی انتظامات نہیں ہیں؟ تمہاری توپ چھڑی بھی حفاظت کے لیے کافی ہے۔"

"یہ درست ہے۔ پھر بھی مجھے تھوڑی سی مہلت چاہیے۔ میلو ہے میں نے بھی تمہیں مہلت دی تھی۔"

"میں جانتا ہوں، دوسری یہودی قیم کا انتظار کر رہے ہو۔ میں تمہیں انتظار کرنے تک زندہ رکھوں گا۔ جتنی سانسیں لے سکتے ہو لے لو۔"

رسونتی چائے لے کر آ گئی۔ اس کا منہ بنا ہوا تھا وہ چائے میرے سامنے رکھ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا: "رسونتی! تم بہت زیادہ خوبصورت ہو لیکن اس وقت بدصورت لگ رہی ہو۔ آخر یہ منہ کس لیے بنا ہے؟"

وہ ناگواری سے بولی: "مرد کو خوبصورتی مل جاتی ہے تو وہی خوبصورتی بدصورتی بن جاتی ہے یقیناً کوئی دوسری خوبصورتی ہاتھ آ گئی ہو گی۔ تبھی مجھ سے دور دور ہو۔"

میں تم سے کہہ چکا ہوں، آج صبح بابا صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔"

"آخر یہ بابا صاحب کون ہیں اور جو بھی ہوں۔ انتقال یہاں تو نہیں ہوا ہے۔"

"تم اپنی زبان بند ہی رکھو۔"

میں چائے پینے لگا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر وہ مجھے دیکھتے ہوئے وہاں سے پلٹ کر غصہ دکھاتے ہوئے جانے لگی۔ جانے کے انداز میں بھی بڑی دلکشی تھی۔ وہی ہیرویوں والا صدیوں پرانا انداز تھا۔

میں نے حسرت سے ادھر دیکھا۔ جدھر وہ چلی گئی تھی لیکن مجبوری تھی۔ میں چائے کی پیالی اٹھا کر ہلکی ہلکی چسکیاں لینے لگا۔

میں اس منحنی سی بھری مرچی کو پینے لگا۔ جی چاہتا تھا چائے پینے کے بعد خیال خوانی نہ کروں۔ جتنے ہلکے انداز میں صوفے پر قیم دراز ہو جاؤں اور اپنے دماغ کو خالی کر کے بھول جاؤں کہ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں بھول جاؤں کہ ساری دنیا میں میرے جاننے والے ہیں اور جاننے والوں سے رابطہ قائم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ میں سب کچھ بھول جاؤں۔

انسوس کہ نہیں بھول سکتا۔ میں جانتا تھا منجالی بخیریت اینجلو کی پناہ میں کسی رہائش گاہ تک پہنچ جائے گی لیکن ایسا بھی ہوا ہے کہ جس بات کی توقع ہم نہیں کرتے وہی سامنے آ جاتی ہے جیسے بنگلہ دیش میں منجالی کو خلاف توقع واقعات پیش آئے تھے۔ اسی طرح میں سونیا، مرجانہ اور پارس کی طرف سے مطمئن تھا وہاں بھی بڑے سخت حفاظتی انتظامات ہیں۔ بابا صاحب کی تجہیز و تکفین کے بعد سونیا میرے پاس آئے گی، پارس، مرجانہ اور اعلیٰ بی بی کی پناہ میں رہے گا لیکن دنیا کی کوئی پناہ گاہ ہر لحاظ سے محفوظ اور مضبوط نہیں ہے۔

لیکن وقتاً فوقتاً اپنے لوگوں کی خبر رکھنا لازمی تھا اس لیے میں نے منجالی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ مسکرانے لگی نوراً ہی محسوس کر لیتی تھی۔ میں نے دیکھا وہ ایک کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اینجلو کا ڈرائیور کرتے ہوئے کہہ رہا تھا: "مس منجالی! میں نے فرہاد صاحب سے تمہارے متعلق تفصیلی معلومات حاصل نہیں کیں۔ ان سے غیر ضروری باتیں پوچھنے کی جرأت نہیں ہوتی ویسے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ آپ بھی مادام سونیا اور مرجانہ وغیرہ کی طرح خاصی خطرناک ہیں۔"

منجالی نے مسکرا کر پوچھا: "آپ نے یہ اندازہ کیسے لگا لیا؟"

"ان کوڈ ورڈز کے ذریعے۔ دیکھیے نا کتنا خوفناک جملہ ہے۔ زہر زندگی کا آخری اور موت کا دائمی ذائقہ ہے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ اینجلو نے اسے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا: "ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں۔ ائیر پورٹ پر جب آپ سے سامنا ہو تو میں نے اپنی عجیب سی حالت محسوس کی۔ یوں لگا جیسے تمہاری طرف کھنچا جا رہا ہوں۔ تمہارے اندر عجیب سی کشش ہے۔ آخر تم میں کیا بات ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "میں کیا جانوں کشش آپ محسوس کرتے ہیں اور سوال مجھ سے کرتے ہیں؟"

اینجلو چند لمحوں تک خاموش رہا پھر اس نے کہا: "ایک بات اور پوچھنا چاہتا ہوں۔"

منجالی بہت ہی ہنسنے والی لڑکی تھی۔ اپنی عادت کے مطابق پھر ہنستے ہوئے بولی: "جب منزل ایک ہو۔ راستہ لمبا ہو تو بات کرنے کی اجازت نہیں لینا چاہیے۔"

اس نے کہا: "ائیر پورٹ پر میں نے آپ سے مصافحہ کیا تو دستانے پہننے کے باوجود تھرا رہا تھا بہت ہی گرم لگا جیسے تیز بخار ہو۔ بظاہر تو بیمار نظر نہیں آ رہی ہو۔"

"میں بچپن سے مسلسل بخار میں مبتلا ہوں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے مسلسل بخار اچھے سے اچھے شہ زور کو مار ڈالتا ہے۔ آپ مذاق کر رہی ہیں۔"

"میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ یہ بخار مجھے بچپن سے ہے اور مرتے دم تک رہے گا۔ میرا جسم تپتے رہنے کا عادی ہے۔"

"یہ بات بڑی حیرت انگیز ہے لیکن مجھے حیران نہیں ہونا چاہیے۔ فرہاد صاحب کے ساتھی بھی غیر معمولی ہوتے ہیں۔ شاید اس مسلسل بخار کے پیچھے کوئی غیر معمولی صلاحیت چھپی ہو۔"

منجالی نے کہا: "تمہارے لیے اتنا ہی سمجھنا کافی ہے کہ میرا بخار صرف نرہاد کے دشمنوں پر اترتا ہے۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ کچھ گاڑیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس آیا۔ پردے کو ذرا سرکا کر دیکھا۔ کانچ کے احاطے میں دو گاڑیاں داخل ہو رہی تھیں ان میں پولیس والے نظر آ رہے تھے۔ اتنی تعداد میں پولیس والے اور ان کے افسران کے آنے کا مطلب کوئی خاص بات ہو سکتی تھی اور میرے خلاف کوئی سخت قدم اٹھایا جا سکتا تھا۔

میں اپنے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ رسونتی تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے بھی گاڑیوں کی آواز سنی تھی۔ میں نے کہا: "گھبرانے کی بات نہیں ہے، پولیس والے آئے ہیں۔"

"یہ تو آتے رہیں گے۔ یہودیوں کی دشمنی ہر لمحے مہنگی پڑ رہی ہے۔ وہ پریشان کرتے جا رہے ہیں۔ مارنے کے باوجود مرتے نہیں ہیں اور زیادہ دشمنی پر اتر آتے ہیں۔ انہیں دوست بنا کر اپنا کام کیوں نہیں نکالتے؟"

"فرصت ملی تو تمہارے مشورے پر غور کروں گا۔"

ایک مسلح جوان نے آ کر بتایا کہ پولیس کے افسران اندر آنا چاہتے ہیں۔ میں نے آنے کی اجازت دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک ایک کر کے تمام افسران کمرے میں آ گئے۔ ان میں سے مصافحہ کرنے لگا۔ وہ سب مختلف صوفوں پر بیٹھ گئے۔ رسونتی اس کمرے کے ایک گوشے میں جا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ ایک آفیسر نے پوچھا: "مسٹر فرہاد! آپ کا بیٹا پارس علی تیمور کہاں ہے؟"

میرا ماتھا ٹھنکا۔ پارس کی بات آئی ہے تو یقیناً دشمنوں نے کوئی نئی چال چلی ہو گی۔ میں نے کہا: "وہ جہاں بھی ہے، بخیریت ہے۔ حفاظت سے ہے۔"

"کیا آپ بتانا پسند نہیں کریں گے کہ وہ کہاں ہے؟"

دوسرے آفیسر نے پوچھا: "چلیے یہی بتا دیجیے کہ آپ نے بیٹے کو ماں سے دور کیوں رکھا ہے؟"

"ظاہر ہے میری بیوی کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ یہ اپنا ماضی بھول گئی تھیں اس لیے بچے کو اور مجھ کو پہچانتی نہیں تھیں۔"

آفیسر نے رسونتی کی طرف دیکھ کر پوچھا: "کیا اب بھی آپ اپنے شوہر کو نہیں پہچانتی ہیں یا بچے کو نہیں پہچان سکیں گی؟"

رسونتی نے کہا "میری یادداشت واپس آگئی ہے میں اپنی محبت اور خون کے رشتوں کو اچھی طرح پہچان رہی ہوں۔ اپنے بیٹے کو تو ایک نظر میں پہچان سکتی ہوں۔"

"جب آپ بیٹے کو پہچانتی ہیں تو اسے دور کیوں رکھا ہے؟"

رسونتی نے جواب دیا "ابھی مجبوری ہے۔ وہ پاکستان میں ہے۔ پرسوں تک یہاں آئے گا۔"

ایک آفیسر نے مسکرا کر کہا "وہ پاکستان میں نہیں برمامیں ہے۔"

رسونتی اچھل کر کھڑی ہوگئی "کہاں ہے میرا بیٹا؟"

"مادام! آرام سے بیٹھیں۔ ہمیں جو اطلاع ملی ہے اسی کے مطابق آپ کو بتانے آئے ہیں کہ فرہاد صاحب نے پارس علی تیمور کو برما کے ایک دور افتادہ علاقے میں چھپا رکھا ہے۔ شاید اس لیے کہ دشمن ان کے بیٹے کو نقصان پہنچا سکیں۔ لیکن تعجب ہے کہ آپ کے شوہر نے آپ سے بھی اسے چھپائے رکھا ہے؟"

میں نے غصے سے کہا "یہ بکواس ہے۔ میرا بیٹا یہاں نہیں ہے۔ اگر ہے تو وہ کہاں ہے؟"

"سوری، مسٹر فرہاد! ہمیں یہودی تنظیم کے ان افراد نے بتایا ہے جو آپ کے ہاتھوں سے زندہ بچ گئے ہیں۔"

میں نے اعتراضاً پوچھا "میرے ہاتھوں سے بچنے کا مطلب کیا ہوا؟ کیا میں نے دوسروں کو قتل کیا ہے؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔ ہم وہ کہہ رہے ہیں جو یہودی ہم سے کہہ رہے ہیں وہ آج رات دس بجے اپنے بیان کے مطابق پارس علی تیمور کو رنگون لے آئیں گے۔"

رسونتی کے لیے چینی قابلِ دید تھی۔ میں نے غصے سے پوچھا۔ "رات کے دس بجے کیوں لائیں گے؟ کہاں سے لائیں گے؟ آخر وہ کہاں ہے؟"

"وہ یہ بتانے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر آپ کو معلوم ہوگیا کہ پارس علی تیمور کہاں ہے اور کہاں سے لایا جارہا ہے تو آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پھر اپنے بیٹے کو ماں سے دور کردیں گے۔"

میں نے خون آلود آنکھوں سے رسونتی کو دیکھا۔ وہ مجھے گھور کر غصے سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے آفیسر سے کہا "رسونتی میری شریکِ حیات ہے، پارس میرا بیٹا ہے۔ میں بھلا ماں بیٹے کو کیوں جدا کروں گا؟"

"یہودی کہتے ہیں آپ مادام رسونتی کو بے وقوف بنا رہے ہیں یا بلیک میل کررہے ہیں۔ بیٹے کو ماں سے دور رکھ کر ماں کو عدالت میں اپنے حق میں بیان دینے پر مجبور کررہے ہیں۔ اگر یہ یہودیوں کے خلاف نہیں بولیں گی اور آپ کی حمایت نہیں کریں گی تو آپ بیٹے کو ماں سے کبھی نہیں ملائیں گے۔"

"رسونتی! تم ان لوگوں کو بتاؤ کہ میں نے تمہیں مجبور نہیں کیا ہے۔ میں نے مقدمے سے متعلق کوئی بات تم سے نہیں کی ہے۔"

اس نے مجھے بدستور غصے سے دیکھتے ہوئے کہا "میرے خلاف تم نے مقدمے کے متعلق بات نہیں کی ہے لیکن میں ان کی حمایت میں بولتی ہوں تم سے میں نے بارہا کہا ہے کہ ان سے دشمنی نہ کرو۔ دوستی کرلو۔ میرا یہ اصرار بڑھتا ہے گا تو ایک دن وہی نوبت آئے گی جو یہودی کہہ رہے ہیں تم مجھے میرے بیٹے سے بدستور دور رکھ کر بلیک میل کروگے مجھے اپنے موافق عدالت میں بیان دینے پر مجبور کروگے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم مجھے ایسا سمجھتی ہو؟"

"میں تمہیں ایسا سمجھتی ہوں یا نہیں۔ آج رات دس بجے کے بعد اپنا فیصلہ سناؤں گی۔ میرا بیٹا مجھے یہاں مل جائے گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم جھوٹ بولتے رہے ہو اسے پاکستان میں نہیں بلکہ برما کے کسی دور افتادہ علاقے میں رکھا گیا تھا۔ تم نے رکھا تھا اور مجھے دھوکا دیتے رہے تھے۔"

میں نے جھنجلا کر کہا "تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ دشمنوں کی چال ہے۔"

وہ جواباً جھنجلا کر بولی "دشمنوں کی چال ہے جب دیکھو میرے دوستوں پر حملہ آور ہوتے ہو۔ کوئی بات ہوتی ہے۔ کوئی دشمنی ہوتی ہے۔ کوئی قاتلانہ حملہ ہوتا ہے تو ساری تان یہودیوں پر ٹوٹنے لگتی ہے۔ میں پوچھتی ہوں تمہارے پاس کیا ثبوت ہے ہم پر بار بار قاتلانہ حملے ہوئے۔ دو برس چار برس پہلے بھی تم پر قاتلانہ حملے ہوتے رہے۔ دشمنیاں بڑھتی رہیں اور یہ سب سپر ماسٹر کی طرف سے تھا۔ کیا ثبوت ہے کہ اب بھی سپر ماسٹر کے آدمی تم پر قاتلانہ حملے نہیں کرتے ہیں تمہیں جانی مالی یا کسی اور طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔ سپر ماسٹر اور ماسک میں دونوں ہی ہمیشہ سے تمہارے کھلے دشمن رہے مگر تمہاری کیا پالیسی ہے کہ ان دشمنوں سے دوستی کرلے ہو اور جن یہودیوں نے مجھے پناہ دی۔ جن کی پناہ میں میں نے تمہارے بیٹے کو جنم دیا، تم انہیں دشمن کہہ رہے ہو، کیا وہ میرے بیٹے کو پیدا ہوتے ہی ہلاک نہیں کرسکتے تھے؟ کیا میرے ماں بننے سے پہلے ہی مجھے جان سے نہیں مار سکتے تھے؟"

"رسونتی! یہ سب ان کی چالیں ہیں اس وقت بھی انہوں نے میرے خلاف گہری چال چلی ہے ابھی میں تمہیں ان کی مکاری کا یقین نہیں دلا سکتا۔"

"فرہاد! مجھے معاف کردو۔ میں نے جتنی مکاریاں تمہاری دیکھی ہیں ان ہی کا حساب کرو۔ دوسروں کے گریبان میں پھر کبھی نظر ڈالنا۔"

وہ غصے سے جلنے لگی۔ ایک آفیسر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "مادام! پلیز ایک منٹ۔ آپ کے نام یہودی تنظیم کی طرف سے ایک خط ہے۔"

میں نے ہاتھ آگے بڑھا کر کہا "میری بیوی کو کوئی غیر شخص خط نہیں دے سکتا، یہ مجھے دیں۔"

رسونتی نے آگے بڑھ کر کہا "ایسی باتیں وہ مرد کرتے ہیں جنہیں اپنی بیویوں کے کردار پر بھروسہ نہیں ہوتا۔ لائیے یہ خط مجھے دے دیجیے۔"

آفیسر نے وہ خط بڑھا دیا، رسونتی نے اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ خط انگریزی میں تھا اور میں رسونتی کی سوچ کے ذریعے پڑھ رہا تھا۔ اس میں لکھا تھا۔

"قابلِ احترام ہماری مادام!

ہمیں بڑی دیر سے اطلاع ملی کہ آپ کی یادداشت واپس آگئی ہے یقیناً آپ کو ہماری دوستی اور خلوص کا ایک ایک لمحہ یاد آگیا ہوگا، آپ جب تک ہم سے غافل رہیں تب تک ہم نے فرہاد صاحب کو اپنا دوست بنانے کی حتی الامکان کوشش کی مگر پہلے کی طرح ناکام رہے یہ آپ بھی اچھی طرح جانتی ہیں۔ آپ کے فرہاد صاحب کچھ ممالک کے آلہ کار ہیں ہم سے محض اس لیے دشمنی کرتے ہیں کہ ہم یہودی ہیں اور آپ کو محض اس لیے دھوکے پر دھوکا دیتے رہتے ہیں کہ آپ ہندو ہیں۔

اس کے باوجود ہم ان سے دشمنی نہیں کریں گے وہ آپ کے محبوب ہیں اس لیے ہمارے بھی محبوب ہیں کوئی آپ کے شوہر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا تو ہم اس کی آنکھیں نکال لیں گے کوئی حملہ آور ہوگا تو ہم اسے قتل کردیں گے۔ آپ کے شوہر کی سلامتی، آپ کی خوشی ہماری خوشی ہے لیکن فرہاد صاحب آپ کے دشمنی کریں گے تو یہ ہم سے برداشت نہیں ہوگا۔ ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کے ماں بننے سے پہلے ہم فرہاد صاحب کو آپ کے حوالے کردیں گے۔ ہم نے انہیں آپ کے پاس آنے کی دعوت دی۔ مناسب وقت آپ نے ایک خوب صورت سے بیٹے کو جنم دیا لیکن افسوس انھوں نے ہماری دوستی کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور موقع پاکر آپ کو اور بچے کو ہم سے چھین کر لے گئے۔

ان حالات میں بھی ہم نے برا نہیں مانا۔ کیونکہ آپ کی کسی حد تک راضی خوشی گئی تھیں پھر یہ کہ بچہ آپ کے پاس تھا ہم نے سوچا۔ آپ کی ممتا، آپ کی اولاد سلامت رہے اسی میں ہماری خوشی ہے۔

پھر ایک بار افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرہاد صاحب نے اس کے بعد آپ کو دھوکا دینا شروع کیا۔ جب آپ کی ذہنی حالت بگڑنے لگی تو انھوں نے آپ کے بیٹے پارس کو آپ کے پاس سے غائب کردیا اور اس کی جگہ ایک دوسرا بچہ لے آئے بقینیاً ان کا منصوبہ یہی تھا کہ پارس مسلمان باپ کا بیٹا ہے اس لیے ہندو ماں کے پاس نہ رہے اور اگر آپ کی ذہنی حالت درست ہوجائے تو اس نقلی بچے کو آپ کی گود میں دے کر یہ سمجھا دیا جائے کہ وہی آپ کا پارس ہے۔

آپ کے علاج کے بعد جب آپ کی یادداشت گم ہو گئی تو فرہاد نے اس نقلی بچے کو رنگون پاکستان میں اپنے عزیزوں کے پاس چھوڑ دیا اور آپ کو برما لے آئے بعد میں ہم نے آپ کے اصل بیٹے کا پتہ لگا لیا جس کے دائیں شانے پر نئے پیسے کے برابر نشان ہے، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آج رات دس بجے تک آپ کا بیٹا آپ کی گود میں پہنچ جائے گا۔ لیکن اس بات کی ضمانت ہونا چاہیے کہ فرہاد صاحب آپ کے بیٹے کو پھر آپ سے دور نہیں کریں گے۔"

خط کو اتنا پڑھنے کے بعد رسونتی نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اس کی نظریں کہہ رہی تھیں۔ اب میں ان پر اعتماد نہیں کروں گی، یہ میرے بچے کو پھر مجھ سے جدا کردیں گے۔ ان کے دماغ میں یہی بات ہے کہ بچہ صرف مسلمان ہی کر پروان چڑھے اور مجھ جیسی ہندو ماں کے سائے میں نہ لیے آہ، میں کتنی نادان تھی ان کی محبت کے فریب میں آکر یہ نہیں سوچا کہ یہ نہایت خود غرضانہ۔۔۔

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "رسونتی! یہ خط جھوٹ کا پلندہ ہے۔ یہ بدگمانی اچھی نہیں ہے۔"

اس نے سوچ کے ذریعے کہا "آج رات دس بجے پتہ چل جائے گا کہ یہ بدگمانی ہے یا حقیقت؟"

یہ کہہ کر وہ پھر خط پڑھنے لگی، آگے لکھا تھا۔

"اگر ہم پارس کو وہاں پہنچاتے ہیں جہاں اس وقت آپ موجود ہیں تو ہم آپ کے بیٹے کی حفاظت نہیں کرسکیں گے۔ فرہاد صاحب کی ٹیلی پیتھی کے آگے ہماری حفاظتی تدابیر ناقابلِ عمل ہوجاتی ہیں آپ اب بھی ان کی محبت کے طلسم سے نکل سکتی ہیں تو ہمارا ایک مشورہ ہے کہ آپ ہماری بتائی ہوئی جگہ پہنچ جائیں لیکن آپ کے ساتھ فرہاد صاحب نہ ہوں۔ اگر انھیں یہ اعتراض ہو کہ ہم دھوکا دے کر آپ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں تو آپ اضافی پولیس والوں کو اپنے ساتھ لاسکتی ہیں۔ مادام! بچہ ماں کی گود میں پرورش پاتا ہے اور باپ کی شخصیت سے متاثر ہوتا ہے۔ لیکن ماں کی عظمت بھی اس کے دل میں نقش رہتی ہے۔ بچے کو ماں اور باپ دونوں سے متاثر ہونا چاہیے۔ افسوس آپ کے خلاف یہی سازش ہورہی ہے

کہ بچہ آپ کی ذات سے متعلق نہ ہو۔ نہ پائے۔ ابھی دس بجے تک سوچیے سمجھیے اور دانش مندانہ فیصلہ کرنے کا اچھا خاصا وقت ہے۔ تحقیقاً آپ اپنے بچے کے ساتھ جملے سائے میں محفوظ رہ سکتی ہیں اور اپنے بیٹے کو اپنے مزاج کے مطابق پروان چڑھا سکتی ہیں۔ فرہاد صاحب آپ کے ساتھ رہنا پسند کریں تو یہ بچے کے لیے زیادہ فائدہ مند ہوگا۔ بچہ آپ دونوں سے برابر متاثر ہوتا رہے گا۔ اگر آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ بار بار دھوکا کھانے کے باوجود آپ فرہاد صاحب کے ساتھ ہی رہنا چاہتی ہیں تو ہم بہ خوشی آپ بچے کو آپ کے حوالے کردیں گے اور آپ کی خوشی میں خوش رہیں گے لیکن اس پہلو پر بھی ضرور غور کریں کہ اب کی بار فرہاد صاحب بچہ چھین لیا تو وہ بہت ہی محتاط انداز میں اسے ایسی جگہ چھپا کر رکھیں گے کہ ہم بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے شاید آئندہ ہم آپ کے کسی کام نہیں آسکیں گے۔ ہم نے صرف آپ کے تحفظ کے لیے اور آپ کو اپنے سائے میں لکھنے کے لیے فرہاد صاحب پر مقدمہ دائر کیا تھا۔ اب آپ کی یادداشت واپس آگئی ہے۔ آپ دوست اور دشمن کی اچھی طرح تمیز کرسکتی ہیں۔ ایسی صورت میں عدالتی کارروائی نامناسب ہے۔ فیصلہ تو صرف آپ پر ہے۔ اس لیے ہم یہ کیس واپس لے رہے ہیں۔ کل فرہاد صاحب کو قانونی طور پر یہ اطلاع پہنچا دی جائے گی کہ ہم نے مقدمہ واپس لے لیا ہے۔ آخر میں ہم اتنی سی التجا کرتے ہیں آپ ابتدا سے لے کر آج تک ہمارے ——— حسن سلوک پر غور کریں پھر خود بہ خود آپ کی سمجھ میں آجائے گا کہ دوست کون ہے اور آپ کے بیٹے کی حفاظت کہاں بہتر ہوسکتی ہے۔"

میں رسونتی کے دماغ سے واپس آگیا۔ تمام افسران بھی اسے اور بھی مجھے دیکھ رہے تھے۔ اس نے خط پڑھنا ختم کردیا تھا ایک افسر نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "یہ خط ہمیں دے دیجیے۔ یہ ہمارے پاس ایک دستاویز کی طرح محفوظ رہے گا اور اس بات کا ثبوت رہے گا کہ ہیومی تنظیم کے لوگ آپ سے اور فرہاد صاحب سے دوستی کرنا چاہتے ہیں اور آپ کے بچے کو آپ تک پہنچانا چاہتے ہیں رات کے دس بجے ان کے دوستانہ جذبے کی تصدیق ہوجائے گی۔"

رسونتی نے وہ خط واپس کردیا۔ میں نے کہا۔ "یہ میرے خلاف سازش ہوسی ہے میری شریکِ حیات کو میری طرف سے متنفر کیا جارہا ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ جس بچے کو میں نے پاکستان میں اپنے ایک عزیز کے ہاں رکھا تھا۔ ہیومیوں نے اس بچے کو وہاں سے اغوا کیا۔ اسے یہاں لے آئے یا پھر دس بجے رات تک کی اس لیے مہلت لی ہے کہ بچے کو یہاں تک لانے میں کوئی دشواری ہے۔ بہرحال وہ بچہ جو آج رات دس بجے آپ لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے گا وہ پاکستان سے اغوا کیا جارہا ہے۔"

رسونتی نے کہا۔ "تم جھوٹ بولتے ہو اب تک تم نے یہی کہا تھا کہ وہ بچہ پرسوں آئے گا، تم نے مجھے یہ نہیں کہا تھا کہ بچے کو اغوا کیا گیا ہے اب یہ باتیں کیوں بنا رہے ہو؟"

"میں نے مصلحتاً تم سے یہ بات چھپائی تھی۔ میں نے سوچا تھا ابھی بتاؤں گا تو میری بات کا یقین نہیں کرو گی۔ میں دو دن کے اندر ان لوگوں سے پاسپورٹ چھین کر لے آنا چاہتا تھا جنھوں نے اسے اغوا کیا ہے۔"

"تمھاری مصلحت کو صرف تم ہی سمجھتے ہو۔ مجھے جواب دو وہ جھوٹ بولنے میں کیا مصلحت تھی کہ میرا اصل بیٹا سونیا کے پاس ہے اور جس کے دائیں شانے پر پیسے کے برابر نشان ہے وہ کوئی فرضی پارس ہے۔ کیوں تم جھوٹ بول کر میرے پارس کو مجھ سے چھڑانا چاہتے تھے، جب میں راضی نہ ہوئی اور میں اپنے اس بیٹے کا تقاضا کرتی رہی جس کے شانے پر نشان ہے تو تم نے بھی اسے میرا بیٹا تسلیم کرلیا۔"

"میں نے تمھاری ضد سے مجبور ہوکر تسلیم کیا تھا۔"

رسونتی نے تمام افسران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ ان کی باتیں سن رہے ہیں اب بھی یہ کہتے ہیں کہ مجبور ہوکر اسے میرا بیٹا تسلیم کیا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ سب سے ملتے یہ کہہ رہے تھے کہ وہی میرا بیٹا ہے، اسے پاکستان میں رکھا گیا تھا اور پاکستان سے بیوپاریوں نے اسے اغوا کیا ہے۔ یہ کتنی بار کتنی باتیں بدلتے ہیں۔ یہ میں خوب جانتی ہوں۔"

"تم بے اعتمادی سے سوچ رہی ہو اس لیے ایسا کہہ رہی ہو، میرے ساتھ دو سپاہی کمرے میں چلو، میں تمھیں سہولت سے سمجھاؤں گا۔"

میری بات سنتے ہی وہ سہم کر ذرا دور ہوگئی۔ پھر کہنے لگی "نہیں میں دس بجے تک تم سے دور رہوں گی، کسی کمرے میں بھی تمھارے ساتھ تنہا نہیں جاؤں گی تم بیٹے سے جدا کرکے مجھے ہلاک کرسکتے ہو یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا محکوم اور فرماں بردار بنا سکتے ہو، جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ کرسکتے ہو یہ تمھارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"

ایک آفیسر نے پوچھا۔ "مادام! آپ ان کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو تسلیم کررہی ہیں؟"

رسونتی نے چونک کر افسر کو دیکھا، پھر انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں میں تسلیم نہیں کررہی بس یونہی غصے میں کہہ دیا ہے۔"

"اب آپ بات بنا رہی ہیں۔"

"دیکھیے آفیسر! جب تک مجھے میرا بیٹا نہیں ملے گا جب تک مجھے سچ اور جھوٹ کا پتہ نہیں چلے گا اس وقت تک میں

کچھ کہنا نہیں چاہتی۔ مجھے صرف اپنا بیٹا چاہیے۔"

"بیٹا آپ کو ضرور ملے گا۔ ہم یہاں نو بجے آپکے پاس نہیں گے اور آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

"نہیں میں یہاں اس کلچ میں ان کے ساتھ تنہا نہیں رہوں گی۔ مجھے ان سے دور اپنی نگرانی میں رکھیں۔"

ایک اور آفیسر نے پوچھا۔ "کیا یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری حفاظتی تدابیر کو ناکام نہیں بنا سکیں گے؟"

میں نے رسونتی کے دماغ پر قابض ہوکر اس کی زبان سے کہا۔ میں نے کہا۔ "میں ٹیلی پیتھی کے متعلق یونہی روانی میں کہہ گئی۔ یہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں۔ مجھے دور جانے کے بعد نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

میں نے رسونتی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ سمجھ گئی کہ میں اس کے دماغ پر قابض ہوا تھا۔ وہ سہمے ہوئے انداز میں افسروں کے درمیان چلی گئی۔ پھر بولی۔ "پلیز آپ لوگ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "میں چاہوں تو ابھی تمھارے دماغ پر قابض ہوکر تمھارے خوف کو مٹا دوں اور تمھارا بیان بدل دوں۔ تم ان افسران کے سامنے میرے ساتھ دس بجے تک چلنے پر راضی ہوجاؤ گی۔ اس سے بہتر ہے تم خود ہی راضی ہوجاؤ۔"

اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "دیکھو فرہاد! میں نے تمھارے جھوٹ کا بھرم رکھ لیا ہے۔ میں تمھیں کسی مصیبت میں پھنسانا نہیں چاہتی۔ مجھے دس بجے تک جانے دو یہیں جو کہنا ہے تنہائی میں جاکر کہنے کی کیا ضرورت ہے سوچ کے ذریعے باتیں کرسکتے ہو میں جاری ہوں مجھ سے خیال خوانی کے ذریعے کہتے رہنا۔ میں سنتی رہوں گی۔"

مجھے خاموش ہونا پڑا۔ آخر میں کب تک اس کے دماغ پر قابض رہ کر اسے قابو میں رکھ سکتا تھا۔ کسی وقت بھی وہ بے قابو ہوکر میرے خلاف بیان دے سکتی تھی۔ حالات کا تقاضا یہی تھا کہ میں اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا، لہٰذا میں نے چھوڑ دیا۔ وہ ان کے ساتھ چلی گئی۔

کلچ ایک دم سے ویران ہوگیا۔ پہلی بار یقین ہوا کہ میری کوئی شریکِ حیات نہیں ہے۔ جو تھی وہ ایک سپنا تھی، آنکھ کھلی سپنا ختم ہوگیا۔ میں نے اپنے ویران کلچ کے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ پھر میں نے ایک صوفے پر بیٹھ کر دیکھا۔ وہ ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر افسران کے ساتھ جارہی تھی۔ میں نے طے کیا۔ رسونتی اگھر ایسے ہی آباد نہیں ہوجاتا۔ بنے تک مرد اپنی بیویوں سے جھوٹ بولتے ہیں، دھوکا بھی دیتے ہیں اور اپنی بیویوں کا اعتماد بھی کھو دیتے ہیں۔

اس کے باوجود عورتوں کے دماغ کے تہہ خانے میں اور دل کی گہرائیوں میں اپنے مردوں کے لیے ایسا بھروسا اعتماد ہوتا ہے کہ جھوٹ سننے اور دھوکا کھانے کے باوجود وہ اعتماد کرتی ہیں اگر مرد غلط راستے پر بھی تو بیویوں کے صبر اور حالات کے طمانچے انھیں راہِ راست پر لے آتے ہیں اگر میں غلط ہوں تو خدا مجھے راستی پر لائے اور تم دشمنوں کے فریب میں آرہی ہو تو تمھارے لیے بھی یہ دعا ہے کہ جلد ہی سنبھل جاؤ کہ عورت کا گھر اسی وقت شاد آباد رہتا ہے جب وہ مرد کی آنکھ سے دیکھتی ہے مرد کے دماغ نے سوچتی ہے اور مرد کی کسی غلط بات کو وقتی طور پر برداشت کرلیتی ہے اگر یہ غلط ہے کہ میں نے پارس کو تم سے دور کردینے کی سازش کی ہے تو جلد ہی آنے والا وقت تمھیں سمجھا دے گا۔ ایک باپ اپنے بیٹے کو اس کی ماں سے کبھی دور نہیں کرسکتا۔"

وہ خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم میری باتوں کو اہمیت نہیں دے رہی ہو؟ کیا دشمن تمھیں اتنے پیارے ہوگئے ہیں؟"

اس نے سوچ کے ذریعے جواب دیا۔ "میرے لیے دنیا کا ہر وہ شخص پیارا ہے جو مجھے میرے بیٹے تک پہنچائے اور جو مجھ سے کبھی سونیا کا حوالہ دے کہ بہانہ نہ کرے کہ بچہ پیرس میں ہے کبھی میری ضد سے مجبور ہوکر کہہ دے کہ وہ پاکستان میں ہے۔ اور ہر بہانے کے پیچھے یہی مقصد کارفرما ہو کہ بیٹا ماں سے دور رہے تو مجھے ایسے شخص سے محبت کرنا چاہیے یا عداوت؟"

میں نے ہونٹوں کو بھینچ کر سوچ کے ذریعے کہا۔ "تمھیں مجھ سے عداوت کرنا چاہیے اور دشمنوں سے محبت۔"

وہ خاموش رہی۔ میں نے کہا۔ "دشمنوں کی چال بڑی کامیاب رہی ہے۔ تم پوری طرح ان کی گرفت میں آگئی ہو۔ میں اپنی محبت سے، اپنے خلوص سے اپنی ٹیلی پیتھی سے تمھیں اپنا بنا کر نہیں رکھ سکوں گا۔ دس بجے تک انتظار کروں گا۔ بچے کو اپنے سینے سے لگا لو اور مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینے کا فیصلہ کرلو۔"

"میں تمھیں چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔"

"مگر کرلوگی۔ دشمنوں کی مہربانیاں تمھیں جیت بھی جائیں تو خدا حافظ ہی کہنا ہوگا۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ جب بالکل تنہائی محسوس ہوتی ہے اور چاروں طرف یوں لگتا ہے جیسے میرا اپنا کوئی نہیں ہے تو بے یار و مددگاری کے عالم میں سونیا ہی یاد آتی ہے۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر رسونتی کے متعلق بتایا۔

اس وقت بابا صاحب کو سپردِ خاک کیا جارہا تھا۔ سونیا

دوسری عورتوں اور طالبات کے ساتھ اس جگہ سے بہت دور سر جھکائے مغموم کھڑی ہوئی تھی اور دماغ کے اندر میری باتیں سُن رہی تھی۔ تمام باتیں سننے کے بعد اس نے کہا "حالات ایسے ہیں کہ رسونتی کی جگہ کوئی بھی عورت ہوتی تو وہ تم سے بدظن ہو جاتی اور دشمنوں کے فریب میں آجاتی، قصور رسونتی کا نہیں ہے۔ کچھ حالات ایسے ہیں اور کچھ تم نے حالات ایسے پیدا کر دیے بہرحال یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ رسونتی باتھ سے گئی۔"

"جانے والوں کو کوئی نہیں روک سکتا میری ٹیلی پیتھی بھی نہیں روک سکتی۔ جب اسے بچہ مل جائے گا تو میں آخری بار کوشش کروں گا۔"

"فرہاد خود کو تنہا مت سمجھو، میں پارس کے لیے تخلیقی انتظامات کرنے کے بعد جلد سے جلد تمہارے پاس آرہی ہوں۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں میرا دل نہیں لگا۔ وہاں سے نکل کر باہر برآمدے میں پہنچا۔ رات کی تاریکی کے باوجود بجلی کی روشنی میں دور تک باغیچہ نظر آرہا تھا۔ تازہ ہوا اور کھلی فضا میں دل چاہتا تھا کہ آزادی سے گھومتا پھرتا رہوں لیکن مجھے یہاں سے نکلنے کی اجازت نہیں تھی، ایک طرح سے میں قیدی تھا اور یہ بھی میرے لیے بہتر ہی تھا۔ باہر نہ جانے دشمنوں نے اور کیسے کیسے جال بچھا رکھے ہوں، ہو سکتا ہے کہ ان کا آخری جال مجھے موت کی طرف کھینچ کر لے جائے۔

میں کاٹج کے اندر واپس آگیا، وقت گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔ یہودی تنظیم کے اہم افراد کو یکے بعد دیگرے ہلاک کرنے کے بعد میں نے خود کو قانون کی نظروں میں مجرم بنا رکھا تھا اگرچہ وہ ثبوت نہیں پیش کر سکتے تھے لیکن مجھ پر پابندیاں عاید کر سکتے تھے اور یہی کر رہے تھے اچانک میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں چھپی نہیں رہ سکتیں، یہ میں نے وقتی طور پر چھپا رکھی تھیں۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین میری حمایت کر رہے تھے لیکن دشمن رسونتی کا دل جیتنے کے بعد اس سے کسی طرح بھی یہ حقیقت اگلوا سکتے تھے اور وہ بے وقوف عورت ایسا کر سکتی تھی اس سے کچھ بعید نہیں تھا۔

میں نے کمرے کے اندر ٹہلتے ہوئے باس انجلو سے رابطہ قائم کیا، اسے بھی رسونتی کے متعلق بتایا۔ انجلو نے کہا "جناب! یقیناً وہ پولیس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ مادام رسونتی کو بالکل اپنی طرف کر لیں گے۔ آپ سے وہ بدظن ہو رہی ہیں چند گھنٹوں کے بعد یہ بدظنی مستحکم ہو جائے گی۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ اگر وہ میرے خلاف جائے گی تو ایک دن پچھتائے گی۔ لیکن اگر رسونتی نے دشمنوں کے سامنے میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا اقرار کر لیا تو یہاں جتنی قتل و غارت گری ہوئی ہے، میں ان سب کا مجرم ٹھہرایا جاؤں گا۔ مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے اور آپ کی اسی خفیہ رہائش گاہ میں پناہ لینا چاہیے۔"

"یہی دانش مندی ہوگی، اس سے پہلے کہ یہودی کوئی دوسری چال چلیں آپ کو وہاں سے نکل جانا چاہیے، ورنہ قانون کی گرفت سخت ہو جائے گی۔"

"آپ کوئی تدبیر سوچیں۔ میں یہاں سے کس طرح نکل سکتا ہوں؟"

"مجھے تھوڑی سی مہلت دیں، تقریباً پندرہ بیس منٹ کے بعد رابطہ قائم کریں، میں کوئی معمولی سی تدبیر سوچ لوں گا۔"

میں نے بیس منٹ کا وقت گزارنے کے لیے ماسٹر والٹر کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "آپ نے تو ہمیں بالکل ہی بھلا دیا ہے۔ میں ہر وقت آپ کا انتظار کرتا رہتا ہوں۔"

"میں بہت مصروف ہوں، چند منٹ کی فرصت ملی تو سوچا آپ سے کچھ باتیں کر لوں، پولی کیسی ہے؟"

"بخیریت ہے۔ اکثر ہنستے ہنستے کہیں کھو جاتی ہے۔ میں اس کی سوچوں کو خوب سمجھتا ہوں حالانکہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "پولی کو رفتہ رفتہ صبر آجائے گا آپ اسے جو کچھ سکھائیں گے وہ اس میں اپنے آپ کو گم کر دے گی۔"

"ہم نے آپ کے مشورے کے مطابق بابا فرید واسطی کے دارے میں جا کر رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے، پولی جانے کے لیے راضی ہے۔ کہتی تھی۔ بڑے سے نکل جانا ہی بہتر ہے، شاید فرہاد سے ہزاروں میل دور رہ کر اس سے ملنے کی خواہش دل میں کچھ کم ہو جائے۔"

میرے تصور میں رومانہ کا چہرہ آگیا، رومانہ یا پولی وہ ایک ہی چہرہ تھا۔ میں نے پوچھا "کب تک چلے جانے کا ارادہ ہے؟"

"آپ باس انجلو سے کہہ دیں۔ وہ جس طیارے میں سیٹ ریزرو کرائیں گے ہم اسی میں چلے جائیں گے۔"

"آپ دونوں بالکل تیار رہیں، ہو سکتا ہے کل کسی طیارے میں سیٹ مل جائے، میں ابھی انجلو سے بات کرتا ہوں۔"

میں پھر انجلو کے دماغ میں پہنچ گیا، اس نے کہا "آپ کے کاٹج کے احاطے میں ماسٹر کے مسلح افراد اور پولیس والے ہیں اس احاطے سے باہر آس پاس میرے آدمی پھیلے ہوئے ہیں، یہ لوگ اچانک ہی ماسٹر کے آدمیوں اور پولیس والوں پر دھاوا بول دیں گے۔ اچھی خاصی جنگ شروع ہو جائے گی۔ وہ آپس میں لڑتے رہیں گے۔ آپ کاٹج کے پچھلے حصے سے نکل جائیے گا۔ پچھلے حصے میں میرے زیادہ آدمی موجود ہوں گے وہاں مزاحمت کرنے والوں کو ختم کر دیں گے، آپ

کے لیے فرار کا راستہ صاف ہوگا۔ کاٹج کے پیچھے جو سڑک ہے وہاں آپ کے لیے ایک کار تیار رہے گی۔"

"فرار کے لیے تدبیر اچھی ہے لیکن میں چاہتا ہوں آپ کے آدمی جب حملہ کریں تو اس کا الزام یہودیوں پر ہو کہ انھوں نے مجھے قتل کرنے کے لیے یہاں کے مسلح افراد پر حملہ کیا اور مجھ تک پہنچنے کی کوشش کی۔ میں اپنی جان بچا کر فرار ہو گیا۔"

"آپ کی اس تدبیر پر عمل کرنے کے لیے مجھے مزید آدھے گھنٹے کی مہلت چاہیے۔ یہاں یہودی تنظیم کے دو چار لوگ ہماری نظروں میں ہیں۔ میں ان میں سے کم از کم دو آدمیوں کو ہلاک کرا دوں گا۔ لڑائی کے دوران آپ کے کاٹج کے احاطے میں ان کی لاشیں پھینک دی جائیں گی۔ یہ تاثر دیا جائے گا کہ یہودیوں نے حملہ کیا تھا۔ سب تو فرار ہو گئے لیکن دو مارے گئے جن کی لاشیں کاٹج کے احاطے میں پائی گئیں۔"

"آپ یہ بتائیں۔ کاٹج کے پیچھے والی سڑک پر میرے لیے جو کار ہوگی کیا اس میں کیشو لے گا؟"

"وہی آپ کو اس خفیہ رہائش گاہ تک پہنچا سکتا ہے۔"

"مسٹر انجلو! آپ کیشو کو وہ گاڑی لے کر کہیں دور جانے کے لیے کہہ دیجیے، میرے فرار ہونے کے لیے کوئی دوسری گاڑی بھیجیے، میں اس گاڑی میں بیٹھ کر جاؤں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے یا نہیں۔ اگر تعاقب ہوگا تو اس تعاقب کرنے والی گاڑی کے پیچھے کیشو آتا رہے گا۔ میں وائرلیس رابطہ قائم کر کے اسے بتا دوں گا کہ میں کس طرح تعاقب کرنے والوں کو ڈاج دے کر اس کی گاڑی میں پہنچوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی ہی انتظامات کرتا ہوں۔"

"مسٹر انجلو! آپ سے ایک کام اور لینا ہے۔"

"آپ حکم دیں، میں ہزار بار خدمات کے لیے حاضر ہوں۔"

"کل فرانس جانے والے کسی طیارے میں دو سیٹیں ریزرو کرا دیں مسٹر والٹر اور پولی میرس جائیں گے۔"

"ان کے جانے کے متعلق انجلو کچھ بحث کرنا چاہتا تھا۔ اسے حیرانی بھی تھی کہ پولی کو میں اس سے چھین کر باہر بھیج رہا ہوں۔ میں نے کہا "پولی آپ کی تنظیم سے چلی جائے گی۔ اس کا افسوس نہ کریں، ابھی وہ ایک ایسا ہیرا ہے جسے تراشنے کی ضرورت ہے اور میں اسے تراشنے کے لیے ہی بھیج رہا ہوں۔"

میں نے اسے سمجھایا، پھر اس کے بعد رابطہ ختم کر دیا۔ اس وقت سات بج کر پینتالیس منٹ ہوئے تھے، ٹھیک آٹھ بج کر بیس منٹ پر ہنگامہ شروع ہو گیا۔ باہر سے فائرنگ ہونے لگی۔ میں نے کاٹج کے پچھلے دروازے کو ذرا سا کھول کر دیکھا، بجلی کی روشنی میں مسلح افراد نظر آرہے تھے۔ میں ماسٹر کے آدمیوں کو پہچانتا تھا وہ آنے والوں کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جوابی فائرنگ کر رہے تھے لیکن کاٹج کے پچھلے حصے میں ماسٹر کے آدمیوں کی تعداد کم تھی اگلے حصے میں جو لوگ تھے۔ انھیں اتنا موقع نہیں مل رہا تھا کہ وہ پچھلی طرف آتے کیونکہ وہاں بھی وہ انجلو کے آدمیوں سے ٹکرا رہے تھے۔

ماسٹر کا ایک آدمی دوڑتا ہوا دروازے کے پاس آیا پھر اس نے کہا "جناب! آپ یہاں نہ رہیں اندر چلے جائیں، اس اندھا دھند فائرنگ سے آپ کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو کر میرے سامنے ہی فرش پر گر پڑا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور لے لیا۔ اب پچھلی طرف ماسٹر کا کوئی آدمی نہیں تھا، ایک شخص مجھے فرار ہونے کا سگنل دے رہا تھا۔ میں وہاں سے نکلا اور تیزی سے دوڑتا ہوا احاطے کی پچھلی دیوار کو پھلانگ کر سڑک کے پاس پہنچ گیا۔ قریب ہی ایک کار کھڑی ہوئی نظر آئی۔ اس کے پاس کھڑے ہوئے شخص نے مجھے آنے کا اشارہ کیا، میں دوڑتا ہوا آیا پھر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھتے ہی گاڑی اشارٹ ہوئی پھر تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

فائرنگ کی آواز دور ہوتے ہوتے گم ہو گئی تھی، میں نے ماسٹر انجلو کو مخاطب کیا "میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا ہوں، اس گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر جا رہا ہوں۔"

انجلو نے کہا "آپ کے پیچھے کیشو گاڑی لے کر آرہا ہے۔ وہ بہت دور ہے، اسے وہ راستے معلوم ہیں جن راستوں سے آپ کی گاڑی گزرنے والی ہے، آپ صرف تعاقب کرنے والوں کا دھیان رکھیں۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک ٹرانسمیٹر کو آن کیا اور اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ وہ معلوم کر رہا تھا کہ کاٹج کے احاطے میں فائرنگ کا نتیجہ کیا ہو رہا ہے اور اس کے لوگ وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو رہے ہیں یا نہیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی اطلاع ملی کہ اب کاٹج کے آس پاس سناٹا چھا گیا ہے، چار یہودیوں کی لاشوں کو مسلح کر کے اس احاطے میں مختلف جگہ ڈال دیا گیا ہے۔ انجلو کے دو آدمی مارے گئے ہیں لیکن پولیس والے اور سپر ماسٹر کے آدمی انھیں شناخت نہیں کر سکیں گے۔

میں نے ڈرامیٹو سے کہا "گاڑی کو کسی ایسے ویران علاقے پر لے چلو جہاں تعاقب کرنے والوں کا کچھ پتہ چل سکے۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ میں نے کیشو سے رابطہ

قائم کیا اس نے کہا۔ "میں آپ کے پیچھے کافی فاصلے پر ہوں ہمارے درمیان کوئی ایسی گاڑی نظر نہیں آرہی ہے جسے ہم شک کہیں۔"

میں نے کہا۔ "گاڑی کو اب ویران راستے پر لایا جارہا ہے۔ میں تمہاری رہنمائی کرتا ہوں اسی طرف چلے آؤ۔"

میں راستے کے اطراف عمارتوں اور بڑے بڑے اشتہاری بورڈ دیکھ کر بتانے لگا کہ ہم کہاں سے گزر رہے ہیں۔ کیشو اسی کے مطابق ہمارے پیچھے آنے لگا۔ بہت دور جانے کے بعد یقین ہو گیا کہ کوئی ہمارے تعاقب میں نہیں ہے۔ میں نے کہا۔ "کیشو تم کار کی رفتار بڑھاؤ اور ہماری گاڑی سے آگے نکل جاؤ گے۔"

اس نے یہی کیا۔ جب وہ ہماری گاڑی سے بہت دور نکل گیا تو میں نے کہا۔ "اب تم گاڑی کو موڑ کر سڑک کے کنارے کھڑے رہو۔ میں آتا ہوں۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ جب میری گاڑی اس کی گاڑی کے قریب پہنچی تو میں نے گاڑی روکنے کے لیے کہا۔ گاڑی رک گئی۔ میں اس میں سے اتر کر کیشو کی کار کی اگلی سیٹ پر پہنچ گیا۔ اس کے بعد پھر خفیہ نمائش گاہ کی طرف ہمارا سفر شروع ہو گیا۔

اس وقت تک پولیس کے کچھ افسران اور زنگون کا ماسٹر وغیرہ اس کانج میں پہنچ گئے تھے اور معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ آخر یہ بھگدڑ کس سے ہوئی؟ یہ آدمی کیسے مار گئے؟ میں نے زنگون کے ماسٹر کے دماغ میں سوچ پیدا کی۔ "یقیناً یہودیوں نے یہ ہنگامہ کیا ہے۔ فرہاد نے ان کے آدمیوں کو مارا تھا انھوں نے یہ جوابی کارروائی کی ہے۔"

ماسٹر نے یہی بات پولیس کے ایک آفیسر سے کہی۔ آفیسر نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ایسا ہو سکتا ہے۔ مسٹر فرہاد اور یہودیوں کے درمیان ٹھن گئی ہے۔ یہودی تنظیم کے جو لوگ مارے گئے ہیں اگر ان کی موت میں فرہاد صاحب کا ہاتھ ہے تو پھر یقیناً انھوں نے بھی جوابی کارروائی کی ہے۔"

آفیسر کے حکم پر یہودی تنظیم کے کسی آدمی کو ٹیلی فون کر کے بلایا گیا۔ اس کے آنے میں ذرا وقت لگا۔ اس لیے میں رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا لیکن میں نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ وہ ایک کمرے میں بیٹھی بے چینی سے دس بجنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اس وقت نو بجنے والے تھے۔ اس کے تصور میں فرضی پارٹی تھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "میں کیا کروں؟ جب میرا بیٹا مجھے مل جائے گا تو میں اسے کہاں چھپاؤں؟ میں کس مشکل میں پڑ گئی ہوں۔ نہ بیٹے سے دور رہ سکتی ہوں، نہ شوہر کو برا کہہ سکتی ہوں حالانکہ انھوں نے اب تک میرے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ اچھا کرتے آئے ہوں اور دشمن ان کی اچھائیوں کو بگاڑتے چلے آئے ہوں۔ تجھے دوسرے پہلوؤں سے بھی غور کرنا چاہیے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا۔ "میں کیا غور کروں کیسے ان کی حمایت میں سوچوں جس پہلو سے بھی غور کرتی ہوں ان کی خود غرضی ظاہر ہوتی ہے۔ بچے کو صرف اپنے مزاج کے مطابق پروان چڑھانے کے لیے وہ اتنی دشمنی پر اتر آئے کہ مجھ سے دور رکھا اور جھوٹ بولتے رہے کہ وہ پاکستان میں ہے۔"

میں اس کی سوچ میں پھر اسے سمجھانا چاہتا تھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو!"

دوسری طرف سے کسی پولیس آفیسر کی آواز سنائی دی۔ "مادام! جس کانج سے آپ آئی ہیں وہاں دو پارٹیوں کے درمیان زبردست فائرنگ ہوئی ہے۔ اس فائرنگ کے دوران زیادہ تر جب فرار ہو گئے ہیں یا فرار ہونے پر مجبور ہو گئے ہیں ہم آپ سے پھر درخواست کرتے ہیں۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہوں تو اس بات کو نہ چھپائیں۔ اگر وہ آپ سے رابطہ قائم کرتے ہوں تو ان سے یہ ضرور معلوم کریں کہ کانج کے آس پاس جو مسلح افراد ان کی حفاظت پر مامور تھے۔ ان پر کس نے فائرنگ کی؟ کس نے انھیں ہلاک کیا یا وہ کہاں گم ہو گئے ہیں؟"

رسونتی نے حیران اور پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا وہ کہیں گم ہو گئے ہیں؟ کانج جھوٹ کہہ بھلا کہاں جا سکتے ہیں؟ ان کے چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہیں۔ میں یہیں سے کہتی ہوں کہ ان کے دشمنوں کی چال ہے، انھیں کوٹھی سے باہر نکلنے اور سڑکوں پر بھٹکنے پر مجبور کیا گیا ہے تاکہ انھیں آسانی سے نشانہ بنایا جا سکے۔ پلیز! آپ لوگ انھیں تلاش کریں۔ ان کی اچھی طرح حفاظت کریں۔"

"ہم انھیں تلاش کر رہے ہیں اسی لیے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے کیا انھوں نے آپ سے دماغی رابطہ قائم کیا ہے؟"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ انھوں نے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا ہے اور نہ ہی کر سکتے ہیں۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا، اب وہ بری طرح گھبرائی ہوئی تھی، پریشان ہو کر سوچ رہی تھی کہ دشمن مجھے کانج سے باہر نکال کر مار ڈالیں گے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ایک طرح سے اچھا ہی ہے۔ اگر وہ مر جائیں گے تو میں کچھ دنوں تک ماتم کروں گی۔ پھر اپنے بچے سے مل جاؤں گی۔ میرا بچہ ان کی کمی پوری کر دے گا۔"

وہ بے اختیار چیخ کر بولی۔ "نہیں۔ میری سوچ کو آگ لگ جائے میرے دماغ میں یہ بات آئی کیسے؟ اس سے پہلے کہ انھیں کچھ ہو۔ میں اپنی جان دے دوں گی۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔ "میں اپنی جان دے دوں گی تو میرے بیٹے کی پرورش کون کرے گا؟ وہ تو ہاتھ سے جائے گا ہی۔ تجھے صرف اپنے بیٹے کے متعلق سوچنا چاہیے۔"

وہ نہیں نہیں کے انداز میں بار بار سر ہلانے لگی۔ انکار کرتے ہوئے بولی۔ "نہیں میری زندگی میں صرف میرا بچہ ہی اہم نہیں ہے۔ وہ بھی ہیں اور وہ نہیں ہیں تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

میں نے اسے الجھتے رہنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر اس پولیس آفیسر کے دماغ میں آیا جس نے ابھی رسونتی سے فون پر بات کی تھی وہ سوچ رہا تھا۔ "رسونتی نے ایسے وقت بھی فرہاد کی ٹیلی پیتھی کا اقرار نہیں کیا، شاید فرہاد واقعی ٹیلی پیتھی نہ جانتا ہو ایسے وقت جبکہ وہ دشمن کی فائرنگ سے ہراساں ہو کر کانج سے بھاگ گیا ہے تو کسی نہ کسی سے رابطہ ضرور قائم کرتا۔ رسونتی کو ضرور بتاتا کہ جن دشمنوں کی وہ حمایت کر رہی ہے انھوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ کیشو نے ایک جگہ گاڑی روک کر کہا۔ "جناب! آپ کی رہائش گاہ قریب آگئی ہے لیکن پورے علاقے میں بجلی گئی ہوئی ہے۔ اندھیرے میں کوٹھی کے اندر داخل ہونا مناسب نہیں ہے میرے پاس ٹارچ نہیں ہے۔ آپ حکم دیں تو ہم شہر کی طرف واپس چل کر ایک ٹارچ خرید لیں۔"

"واپس چلو۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں کسی اچھے سے ریستوراں میں بیٹھ کر کھانا کھا لوں۔"

اس نے گاڑی کو واپس موڑتے ہوئے کہا۔ "ابھی کسی دکان سے میک اپ کا سامان مل جائے گا لیکن آپ گاڑی میں بیٹھ کر اس ناکافی روشنی میں میک اپ کریں گے تو کوئی خامی رہ جائے گی۔"

"تم میرے گیٹ اپ کو بدلنے کا سامان لے آنا میں میک اپ نہیں کروں گا۔ مثلاً مونچھیں وغیرہ آئی لینس ایک چھوٹا سا شیشہ جسے میں چہرے کے کسی حصے پر چپکا لوں گا۔ اس طرح گیٹ اپ بدلے گا تو چہرہ پہچان میں نہیں آئے گا۔"

وہ کار ڈرائیو کرنے لگا۔ ہیں زنگون کے ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ لوگ کانج میں تھے اس وقت یہودی تنظیم کے دو آدمی آگئے تھے، انھوں نے اپنے آدمیوں کی لاشوں کو شناخت کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ہمارے آدمی ہیں لیکن یہ خواہ مخواہ حملہ آور نہیں ہو سکتے۔ یقیناً فرہاد نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے انھیں یہاں آنے پر مجبور کیا ہو گا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی دوسروں سے فائرنگ کرائی ہے اور ان کے آدمیوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس کے بعد یہاں سے فرار ہو گیا ہے۔"

پولیس آفیسر نے غصے سے کہا۔ "آپ بکواس کرتے ہیں۔ یہاں فائرنگ باہر سے آنے والوں نے کی تھی اس کے گواہ یہاں موجود ہیں۔ فرہاد نے کانج میں بیٹھے بیٹھے باہر کھڑے لوگوں سے فائرنگ کرائی جبکہ تھا سے یہ... آدمی یہاں فائرنگ کرتے ہوئے آئے تھے اور مارے گئے ہیں۔ جب کوئی بات تم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی ہے تو ساری ناں ٹیلی پیتھی پر توڑتے ہو سارا الزام ٹیلی پیتھی پر آتا ہے کوئی ہوش کی بات کرو۔"

اس یہودی نے کہا۔ "جناب! یہ عجیب سی بات ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کی وجہ سے ساری دنیا میں مشہور ہے اور اس وقت ہم اس کے خلاف یہ ثابت نہیں کر سکتے لیکن جلد ہی ثابت کر دیں گے۔"

"جب ثابت کرو گے تب دیکھا جائے گا۔ ابھی تو تمہارے آدمیوں نے اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی اور اسے فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ ہم اسے کہاں تلاش کریں؟ وہ تو ہم پر بھی اعتماد نہیں کرے گا کیونکہ پولیس والوں کی نگرانی میں یہ سب کچھ ہوا ہے؟"

کیشو نے ایک دکان کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہاں سے کچھ خریدنے کے لیے گیا پھر واپس آکر اگلی سیٹ پر تمام سامان رکھتے ہوئے بولا۔ "یہی کچھ حاصل ہو سکا ہے۔ میں گاڑی آگے بڑھاتا ہوں۔ آپ اندرونی روشنی میں بیٹھ کر مونچھ لگانے کی کوشش کریں اگر یہ روشنی ناکافی ہوئی تو پھر کسی کمرے میں بیٹھ کر ہی یہ کیا جا سکتا ہے۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا، پھر کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں نے کار کی اندرونی لائٹ کو آن کیا۔ پھر ان چیزوں کا جائزہ لینے لگا جو وہ لے کر آیا تھا۔ پہلے میں نے ڈبی میں موجود مونچھیں اٹھائیں۔ آئینہ دیکھ کر انھیں ناک کے نیچے لگایا۔ مونچھیں گھنی تھیں۔ اوپری ہونٹ کا کچھ حصہ چھپ گیا تھا۔ لوگ مجھے اس بدلتی ہوئی صورت کے ساتھ نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ کار تیزی سے گزرتی جا رہی تھی جن گزرنے والوں نے مجھے بغیر مونچھوں کے دیکھا ہو گا، اگلے گزرنے والے مجھے مونچھوں کے ساتھ دیکھ رہے تھے پھر اگلے گزرنے والوں نے میری بائیں آنکھ کے نیچے ایک مسہ دیکھا ہو گا۔ کیشو نے ایک بہت بڑے ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی۔ اس وقت تک آئی لینس کے ذریعے میری آنکھیں بدل گئی تھیں۔ بھویں کچھ گھنی ہو گئی تھیں اب مجھے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

کیشو نے کہا۔ "یہ ہوٹل آپکے شایانِ شان ہے یہاں مشرقی کھانے ملتے ہیں۔"

"کیا تم نہیں کھاؤ گے؟"

"میں بعد میں کھا لوں گا۔ یہاں آپ کا انتظار کروں گا۔"

"میرے ساتھ چلو، آج میرے ساتھ کھاؤ گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "جناب! میری آنی جانی افزائی آپ نے تو مجھے آسمان پر چڑھا دیا ہے۔ میں آج کی رات کبھی نہیں بھول سکوں گا۔"

ہم کالسے باہر آ گئے۔ اس نے کار کو لاک کیا۔ پھر ہیل اس کی رہنمائی میں پھاٹک کے اندر داخل ہوا۔ ہوٹل کے دو دروازے تھے۔ ایک دروازے سے داخل ہونے پر ہال نظر آتا تھا جہاں لوگ بیٹھ کر شراب پیتے تھے۔ جو لوگ شراب سے پرہیز کرتے تھے۔ ان کے لیے دوسرا دروازہ تھا۔ کیشو نے اسی دوسرے دروازے سے گیارہ وہاں ایک بڑا سا بورڈ لگا ہوا تھا۔ اس پر ہوٹل کے تمام حصوں اور ان میں ملنے والی انسانی نہ سہولت موجود تھی۔ ایک جگہ "ایسٹران کا نام لکھا تھا۔

ہم لفٹ کے ذریعے چوتھی منزل پر پہنچے وہاں ایک بہت بڑا ہال نظر آیا۔ ہال کے وسط میں ایک دائرہ نما اسٹیج بنا ہوا تھا اس اسٹیج پر رقص اور موسیقی کا پروگرام جاری تھا۔

کیشو نے میز سے چند کھانوں کا انتخاب کیا۔ اس کے بعد کھانے ویٹرس وہاں سے چلی گئی۔ تو میں نے کہا "اب مجھے مخاطب کرنے کا۔ میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔"

یہ کہتے ہی میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک کار سے اتر کر کسی کوٹھی میں داخل ہو رہی تھی۔ اس کے ساتھ پولیس کے افسران تھے۔ اس کی سرچ کے بعد انہوں نے اسے اس کوٹھی میں بلایا ہے۔ وہاں اس کا بچہ موجود ہے۔ ممتا کے جذبے سے بھرا ہوا دل خوشی سے دھڑک رہا تھا۔ کوٹھی کے دروازے پر ایک ہندو عورت نے اسے لے کر پڑھا۔ انگریزی میں لکھا تھا۔

"مادام! ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ افسوس کہ زبان کھول نہیں سکتے۔ آپ کے فرہاد صاحب ہماری کھوپڑی کھول کر رکھ دیں گے۔ بہرحال تشریف لائیے۔"

وہ آگے بڑھ گیا۔ رسونتی اور دوسرے افسران اس کے پیچھے چلنے لگے۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر ایک اور ہندو نے جھک کر تمنے کے انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ پھر ایک کاغذ اس کی طرف بڑھایا۔ رسونتی نے اسے بھی لے کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔

"مادام! ہم آپ کو زندگی کا سب سے خوب صورت سب سے اہم تحفہ پیش کر رہے ہیں۔ وہ تحفہ جسے آپ کے جیون ساتھی نے پیدا ہوتے ہی چھین لیا تھا۔ ہم اسے پھر آپ کے پاس لے آئے ہیں آئیے تشریف لائیے۔"

وہ اس دروازے سے گزرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ رسونتی اور افسران اس کے پیچھے چلنے لگے ایک کمرہ خواب گاہ کی طرح سجا ہوا تھا۔ اس پر ریشمی چادر بچھی ہوئی تھی۔ مہری کا باریک پردہ لہرا رہا تھا۔ اس پلنگ پر ایک ننھے سے بچے کے لیے ریشم ملائم بستر بچھا ہوا تھا اور اس بستر پر وہ نظر آ رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی رسونتی تیزی سے دوڑتی ہوئی اس کے پاس گئی۔ "میرا بچہ، میرا لال، میرے جگر کا ٹکڑا۔"

اس نے اس بچے کو اٹھا لیا۔ سب سے پہلے اس کے دائیں شانے کو دیکھا۔ پھر مطمئن ہو کر اپنے سینے سے لگانے لگی۔ کبھی کبھی چومنے لگی۔ کبھی اپنے دل کی دھڑکنوں سے اس کی ممتا کو تسکین پہنچانے لگی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے پھر وہ مڑ کر اس نے فرہاد آنے والے کو دیکھا۔ وہ ہندو بھی رو رہا تھا۔ یہ بھی خوب صورت کمرہ تھا۔ اپنی جگہ سجا ہوا تھا۔ اپنی جگہ ایسٹران سے دور کیسے نوروں کے ہاتھوں میں رہا ہوگا۔"

میں خاموش رہا۔ ایک افسر نے پوچھا "مادام! کیا وہ ہندو صاحب اس وقت موجود ہیں؟"

رسونتی نے انکار میں سر ہلا دیا۔ "نہیں وہ نہیں ہیں میں کتنی بدنصیب ہوں کہ بیٹا ملا ہے تو شوہر کھو گیا ایک ملتا ہے تو دوسرا نہیں ملتا۔ پلیز! انہیں تلاش کریں۔ میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔ بتانا چاہتی ہوں کہ مرا بیٹا میرے پاس آ گیا ہے۔ وہ بھی آ کر دیکھ لیں۔"

یہ کہنے کے بعد وہ سوچ کے ذیلے بولنے لگی۔ "فرہاد! تم کہاں ہو۔ کہیں بھی ہو مگر سوچ کے ذریعے مجھ سے رابطہ تو قائم کر سکتے ہو۔ یہ تو دیکھ سکتے ہو کہ اس وقت ہمارا بیٹا میری گود میں ہے۔ انہیں معلوم تھا کہ دس بجے مجھے میرا بیٹا مل جائے گا پھر تم میرے دماغ میں کیوں نہیں آئے اور اگر آئے ہو تو خاموش کیوں ہو؟" وہ چپ ہو کر انتظار کرنے لگی۔ وہ پھر بولی "شاید ناراض ہو میں تمہارے مزاج کو ابھی طرح سمجھتی ہوں تم موجود رہو گے پھر بھی نہیں بولو گے چپ چاپ تماشا دیکھتے رہو گے۔"

اس کمرے کا ایک اور دروازہ کھلا۔ وہاں ایک لانبے قد کا صحت مند آدمی کھڑا ہوا تھا۔ اس کی جسامت اور صحت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ ورزش کرنے والا بدن ہے اور وہ کوئی اچھا فائٹر ہوگا۔ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "میں ہوں کے پولیس افسران کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ جناب! یہ بچے یہاں سے بہت دور دریائے ارادوی کے کنارے سرخ پگوڈا میں لے جا کر رکھا گیا تھا وہاں فرہاد کے آدمی اس کی نگرانی کرتے تھے میں نے مقابلے میں ان سب کو ختم کر دیا۔ کچھ بھاگ گئے۔ میں اس بچے کو لے کر آیا ہوں۔ اب مسٹر فرہاد کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ موجود ہیں تو میرے دماغ میں پہنچ کر بتائیں۔"

میں سمجھ گیا وہ یوگا کا ماہر ہوگا میرے دماغ میں پہنچتے ہی مجھے محسوس کر لے گا۔ اس لیے میں رسونتی کے پاس ہی رہا۔

پولیس آفیسر نے اس قاتل اور شخص سے پوچھا "مسٹر! آپ کی تعریف؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "یوں تو میرا نام جان اسٹیورڈ ہے لیکن فارسٹ کے بڑے بڑے بدمعاش مجھے کلر آف دی ووڈز (لکڑی کا قاتل) کہتے ہیں میں یہودی تنظیم سے تعلق رکھتا ہوں اور انہی کے لیے میں نے یہ خدمات انجام دی ہیں یہ بچہ ان کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا اس لیے آزادانہ گفتگو کر سکتے ہیں۔ مادام سے پوچھتا ہوں اب وہ کیا کرنا چاہتی ہیں؟ کیا اس بچے کو پھر فرہاد کے پاس لے جائیں گی؟"

رسونتی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے بچے کو سینے سے لگا کر پیار کیا۔ "نہیں میں اسے کبھی نہیں آنا۔ میں فیصلہ کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ میں اس بچے کو کسی اور کے حوالے کروں گی۔ ان کے پاس لے جاتے ہوئے گھبراتی ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ اسے مجھ سے جدا نہ کر دیا جائے۔"

کیشو نے کہا "میں نے کہا تھا میں ایک نیا مشورہ دیتا ہوں پولیس افسران بچے کے ساتھ اپنے تین ساتھی کے ساتھ بنا بلند پر جہاں آپ کے لیے یہ خطرہ نہ ہو کہ بچے کو آپ سے چھین لیا جائے گا۔"

"میں ایسی جگہ رہنا چاہتی ہوں جہاں وہ اعتراض نہ کریں۔"

"مادام! وہ تو ضرور اعتراض کریں گے کیونکہ وہاں وہ آپ بچے کو آپ سے جدا نہیں کر سکیں گے۔ ہم آپ کے چاروں طرف پہلے پہرے دار کھڑے کر دیں گے۔ یوں نگرانی کرنے پر بھی گے کہ بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"میں کچھ بھی طرح جانتی ہوں تم لوگ میرے دوست ہو اور فرہاد کو بھی دوست بنانا چاہتے ہو لیکن وہ کسی بھی یہودی کے قریب جانا پسند نہیں کریں گے۔ میں کیا کروں سمجھ نہیں آتا۔"

"ایک آخری راستہ یہی ہے کہ آپ بچے کے ساتھ ہماری نگرانی میں رہیں جب فرہاد صاحب ملنا چاہیں تو ان کے پاس کاری سے بھیج دیا جائے دو چار روز یا دو چار ہفتے ان کے سلسلے ختم ہونے کے بعد پھر اپنے بچے کے پاس واپس چلی آئیں اسی طرح بچے کی حفاظت ہوتی رہے گی۔ دوسری طرف شوہر کی محبت بھی ملتی رہے گی۔ ہمارا خیال ہے اگر فرہاد صاحب آپ سے اور بچے سے ملنا چاہیں گے تو اتنے لمبے چوڑے منصوبے پر اعتراض نہیں کر سکیں گے کیونکہ اس میں دشمنی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

میں نے اپنے طور سے سوچا۔ واقعی جو چال وہ چل رہے تھے اس سے دشمنی کا اظہار نہیں ہوتا تھا، ہر طرح سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ رسونتی کے لیے بہت ہی مخلص ہیں اور مجھ سے بھی مخلصانہ طور پر دوستی کرنا چاہتے ہیں میں ہی ایک ضدی اور ہٹ دھرم ہوں کہ ان سے دشمنی کر رہا ہوں۔ ان کی چال بڑی کامیاب ہو رہی تھی۔ خصوصاً رسونتی بری طرح متاثر ہوتی جا رہی تھی۔

اس نے جان اسٹیورڈ سے کہا "یہ تدبیر بہت اچھی ہے جب تک مجھے یہ اعتماد نہ ہو جائے کہ میرے رشتہ دار میرے بچے کو آئندہ نہ مجھ سے چھین کر نہیں لے جائیں گے اس وقت تک میں بچے کو آپ لوگوں کی نگرانی میں رکھوں گی۔ کبھی ان سے ملنے چلی جایا کروں گی اور کبھی اپنے بچے کے پاس آیا کروں گی۔"

میں اس کے دماغ سے ہٹ آیا۔ اسے سمجھانا یا اس سے الفاظ میں تکلم کرنا فضول تھا۔ اس وقت اس کے دل اور دماغ میں یہودی نہ ہر پھیلا ہوا تھا، میرا کچھ آنا بیکار ہوتا۔ اس وقت ٹیک ویٹرس ایک ٹرالی میں کھانے لیے کر آ گئی۔ میں نے کھانا شروع کرتے ہوئے سعید صاحب کے الفاظ کو یاد کیا۔ مسلمان سے ان کا کام پڑھا جا چکا تھا لیکن وہ بھی طور پر مطمئن پریشان تھے۔ مسلمان کے پلانے کی خوشی بھی تھی اور مایوس کے اٹھوا ہونے کا افسوس بھی تھا۔ میں نے کہا "آپ پریشان نہ ہوں۔ پارس یہاں پہنچ گیا ہے اور رسونتی کی گود میں ہے۔"

انھوں نے خوش ہو کر کہا "کیا تم سچ کہہ رہے ہو یا میرا دل لبھانے کے لیے باتیں بنا رہے ہو؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں ریحانہ اور بھابی بہت پریشان ہوں گی۔ انہیں یہ خوش خبری سنا دیں شادی کے گھر کو ماتمی نہ بنائیں۔"

"میں ابھی انہیں یہ خوش خبری سناتا ہوں۔ جاوید سے کہہ دیجیے کہ وہ دونوں پرسوں تک رنگون پہنچ جائیں گی۔ میں بناؤں گا کہ کس فلائیٹ سے آ رہی ہیں۔"

میں نے تھوڑی دیر ان سے باتیں کیں۔ پھر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ میں نے انھیں یہ نہیں بتایا کہ رسونتی مجھ سے بدظن ہو گئی ہے اور آئندہ پتہ نہیں کتنے عرصے کے لیے ہم ایک دوسرے سے دور رہیں گے۔"

میں نے کیشو سے کہا "میری خیال خوانی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اب میں سوچنا نہیں چاہتا۔ اس لیے باتیں کرو یا کھانا کھاتے سنتا رہوں گا۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر بولنے لگا۔ میں اس کی باتیں سننے کے دوران کبھی کبھی اسٹیج کی طرف دیکھتا تھا جہاں مشرقی موسیقی پر مشرقی رقص پیش کیا جا رہا تھا ——— میں اپنے آپ کو بہلانے اور رسونتی کی طرف سے دھیان ہٹانے کے لیے اس ماحول میں دل چسپی لینے لگا۔ کھانے کے بعد میں نے عادت کے مطابق ایک کپ چائے پی

پھر یل ادا کرنے کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔

میں کیشو کے ساتھ باہر آیا، پھر کار میں بیٹھ کر اپنی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ وہاں بجلی آگئی تھی۔ احتیاطاً ہم نے ٹارچ بھی لے لی تھی، اپنے کمرے میں پہنچنے کے بعد میں نے کیشو سے کہا: "تم چاہو تو یہاں کوٹھی میں رات گزار سکتے ہو یا جا سکتے ہو، تمھاری مرضی ہے۔"

"جب آپ نے اجازت دی ہے تو میں دوسرے کمرے میں رات گزار لوں گا، آپ اطمینان رکھیں، میں نے دروازوں کو اندر سے بند کر دیا ہے۔"

اس کے جانے کے بعد میں نے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر کرسی پر بیٹھ کر سونیا کو مخاطب کیا۔ سونیا نے کہا: "تم مرجانہ سے رابطہ قائم کرو۔"

"میں نے مرجانہ سے وعدہ کیا تھا کہ اس کے دماغ میں اس کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچوں گا۔"

"وہ اعتراض نہیں کرے گی، تم اس کے پاس جاؤ۔"

"میں مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی پوچھا: "فرہاد کیا تم ہو؟"

"ہاں" سونیا نے کہا تھا تم اعتراض نہیں کرو گی اس لیے آگیا ہوں۔"

"غیروں جیسی باتیں کر رہے ہو" میں نے کہا، "میں تم سے ناراض نہیں ہوں، بس یہی کہا ہے کہ میرے پاس زیادہ نہ آیا کرو۔ میں اپنی زندگی کا راستہ بدل رہی ہوں اور کسی اچھے جیون ساتھی کی تلاش میں ہوں، اس کے بعد میں اپنی ایک الگ تھلگ زندگی گزاروں گی۔"

"یہ تو میں پہلے بھی تمھاری زبان سے سن چکا ہوں، کوئی نئی بات؟"

"ہاں تمھارا بیٹا خیریت سے ہے اور اس وقت ہم اسے یہاں سے نکال کر لے جا رہے ہیں۔"

"پارس کو کیسے لے جاؤ گی تم؟"

"یہاں بابا صاحب کی آخری رسومات میں شریک ہونے کے لیے جو لوگ آئے ہیں ان میں بچے والی عورتیں بھی ہیں، کئی عورتوں کی گود میں بچے نظر آرہے تھے۔ ہمارے دماغ میں یہی تدبیر آئی کہ ہم کسی کا روپ اختیار کریں اور پارس کو یہاں سے نکال کر لے جائیں۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "اچھی تدبیر ہے۔"

"اگر یہ تدبیر پسند ہے تو۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ایک عورت کمرے میں داخل ہوئی، اس نے مرجانہ سے کہا: "میں جانے کے لیے بالکل تیار ہوں، بچہ مجھے دے دو۔"

مرجانہ نے مجھے مخاطب کیا: "فرہاد! یہ جو تم سے باتیں کر رہی ہے یہ تمھاری سونیا ہے، سونیا کا لب و لہجہ بدلا ہوا ہے، تم اسی بدلے ہوئے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر دماغ میں پہنچ سکتے ہو۔"

میں سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا، تھوڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ وہ چپ چاپ کھڑی رہی۔ پھر آگے بڑھ کر جمیلہ سے بولی: "بچہ مجھے دے دو۔"

بچہ اسے دے دیا گیا، مرجانہ نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: "سونیا اپنے پاس کوا س یقین سے لے جاؤ کہ تمھارے آس پاس مسلح محافظ موجود ہیں، سب سے بڑی بات یہ کہ تمھارے دماغ پر ٹیلی پیتھی کی گرفت ہے اور ٹیلی پیتھی دشمنوں کو مار تی ہے، دوستوں کو زندہ رکھتی ہے۔"

سونیا بچے کو سینے سے لگا کر مرجانہ سے باتیں کرتے ہوئے کمرے سے باہر آئی، باہر کچھ مسلح طلبا اور طالبات نظر آرہے تھے۔ وہ کچھ فاصلہ رکھ کر اس کے آگے پیچھے چلنے لگے۔ ہوسٹل کی عمارت کے باہر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ مختلف ممالک سے بابا صاحب سے عقیدت مند آئے ہوئے تھے۔ ایک عقیدت مند نے سونیا کی گود میں بچے کو دیکھ کر پوچھا: "میلہ مادام! آپ اتنی سردی میں بچے کو لے کر کہاں جا رہی ہیں؟"

سونیا نے جواب دیا: "بابا صاحب کا حکم تھا کہ مجھے فرہاد کے پاس برما جانا چاہیے، میرا ذاتی طیارہ زنگون کے لیے چارٹرڈ ہو چکا ہے۔"

وہ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے ایک طالب علم سے کہا: "او پیڈرو! میں کچھ آپ سیٹ ہوں۔ کمرے میں باسکٹ بھول آئی ہوں، اس میں بچے کا دودھ اور گرم کپڑے وغیرہ ہیں۔"

"میں ابھی لے کر آتا ہوں۔"

پیڈرو چلا گیا، میں نے سونیا کے دماغ میں کہا: "بہت اچھی ایکٹنگ کر رہی ہو اس طرح تمھیں یہاں سے جانے میں کچھ دیر ہو جائے گی۔ ابھی جس عقیدت مند نے تم سے بات کی تھی وہ جا چکا ہے اب اس کے ذریعے یہ خبر دو تک پھیل جائے گی کہ تم بچے کو لے کر یہاں سے نکل رہی ہو۔"

سونیا نے مرجانہ سے کہا: "شاید میں ایئر پورٹ تک نہ پہنچ سکوں مجھے راستے ہی میں گھیر لیا جائے گا۔"

مرجانہ نے کار کی کھڑکی پر جھک کر کہا: "کوئی بات نہیں میں دوسری گاڑی میں تمھارے پیچھے آرہی ہوں۔"

وہ دوسری گاڑی کی طرف چلی گئی، پیڈرو تمام پلاننگ سے واقف تھا۔ اس نے ذرا دیر سے باسکٹ لا کر دی۔ اس کے بعد سونیا وہاں سے پیرس کی طرف روانہ ہو گئی۔ ایئر پورٹ تک پہنچنے میں ڈھائی گھنٹے لگ گئے۔ میں اس کے دماغ میں برابر موجود رہا۔ کبھی اس سے باتیں کرتا رہا، کبھی خاموش رہا۔ ایئر پورٹ پر بابا صاحب کے اداسے کے چند اہم افراد پہلے سے موجود تھے انھوں نے طیارے کی روانگی کے سلسلے میں تمام قانونی کارروائیاں مکمل کر لی تھیں۔

سونیا اپنے نام کے ذاتی طیارے میں پہلی بار سوار ہوئی، وہ طیارہ کتنی حیرت انگیز خصوصیات کا حامل ہے، یہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ اس میں سفر کرنے کے دوران مسافر اندرونی و بیرونی ہر طرح کے خطرات سے محفوظ رہتے تھے۔ طیارہ خواہ زمین پر ہو خواہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا ہو۔ ہر طرح کی سچویشن میں بچاؤ کی کئی تدابیر تھیں، پیراشوٹ کا معقول انتظام تھا۔ ہنگامی حالات میں تباہ ہونے والے طیارے سے پیراشوٹ کے ذریعے نجات حاصل کی جا سکتی تھی۔

بہرحال اس طیارے میں پہنچنے کے بعد سونیا کے لیے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ پھر وہ وقت آیا کہ طیارہ اپنی منزل کی طرف پرواز کرنے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا: "برما میں ہیو دلوں نے میرے خلاف بڑی سازشیں کی ہیں، رسونتی کو ایک بار پھر میرے خلاف بھڑکا دیا ہے جس بچے کو میں نے پاکستان میں رکھا تھا اسے ہیو طیلوں نے اغوا کیا اور رسونتی کے پاس پہنچا کر یہ تاثر دیا گیا کہ میں اس کا دشمن ہوں اور وہ دوست ہیں۔"

میں کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا نہ کہہ سکا۔ اس وقت اسپیکر سے آواز ابھر رہی تھی: "مادام سونیا! ہم آپ کو آپ کے طیارے میں خوش آمدید کہتے ہیں، اس طیارے پر کتنی خوب صورتی سے جلی حرفوں میں آپ کا نام لکھا ہوا ہے، دنیا میں آپ کی کتنی شہرت ہے، خطرناک تنظیمیں آپ کو زہین بھی سمجھتی ہیں اور مکار بھی، لیکن کبھی کبھی عمدہ ذہانت اور خطرناک مکاریاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔"

کہنے والا تھوڑی دیر کے لیے چپ ہوا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ جہاز کا پائلٹ تھا۔ طیارے کو کنٹرول کرنے کے دوران سونیا کو مخاطب کر رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا: "میں یہودی تنظیم کا ایک ادنیٰ خادم ہوں، تمھارا پائلٹ مر چکا ہے۔ اس کی جگہ میں نے لی ہے۔ ہم جانتے تھے کہ پرواز کے دوران صرف تم ہی سونیا کی مدد کے لیے پہنچ سکتے ہو، لہٰذا مدد کرو، میرے دماغ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرو۔ اس چشم زدن میں طیارے کو تباہ کر دوں گا، ایسا نہ کر سکا تو یہاں ایک ٹائم بم لگا ہوا ہے وہ اپنے مخصوص وقت میں بلاسٹ ہو جائے گا۔"

اسی وقت پائلٹ روم کا دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دی۔ سونیا گھبرا کر دروازہ پیٹ رہی تھی۔ میں پائلٹ کو چھوڑ کر اس کے دماغ میں آگیا، اب اسپیکر سے آواز آرہی تھی: "سونیا! تم اپنی ذہانت اور مکاریوں کے باوجود یہ بھول گئیں کہ جب یہ طیارہ زنگون کے لیے چارٹرڈ کیا جائے گا اور اس سلسلے میں قرضی کارروائیاں ہوں گی تو یہ باتیں ہم سے چھپی نہیں رہیں گی۔ یہ خبر ہم تک پہنچ جائے گی۔ دیکھ لو ہم تم تک پہنچ گئے ہیں، اب تمھارا حشر ہوگا اس کے پیش نظر تم اپنے بچاؤ کی کوششیں کر سکتی ہو میں کوشش نہیں کروں گا، مجھے تو تمھارے ساتھ مزا ہی ہے، مجھے فخر ہے کہ اپنی تنظیم اور اپنی قوم کی خاطر میں دنیا کی سب سے مکار عورت اور فرہاد کی سب سے اہم ساتھی کو ختم کر رہا ہوں۔"

سونیا نے بچے کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ وہ ایک ایک سیٹ کے پاس جا رہی تھی۔ ایک ایک بٹن کو دبا کر بچاؤ کا راستہ ڈھونڈ رہی تھی مگر سارے بٹن بیکار ہو گئے تھے۔ دشمنوں نے پہلے ہی تمام میکینزم کو ناقابل استعمال بنا دیا تھا۔

پھر اچانک ہی ایک زوردار دھماکے کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی ایک بلا گی سناٹا چھا گیا۔ وہ مکمل دھماکا اس لیے سنائی نہیں دیا کہ کچھ سننے کے لیے سونیا کا دماغ باقی نہیں رہا تھا دماغ اس لیے باقی نہیں رہا کہ سونیا اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی اس طیارے کا کیا حشر ہوا ہوگا، نہیں جانتا، اندازہ کر سکتا تھا کہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر اس کے پرخچے اڑ گئے ہوں گے نہ پائلٹ بچا ہوگا، نہ سونیا اور نہ ہی بچہ۔

کل صبح سونیا اور پارس کی موت کی خبر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلے گی تو تمام خطرناک تنظیمیں جشن منائیں گی، یہودی شتر بکے جام کے جام لنڈھائیں گے۔ دیوانہ وار رقص کریں گے۔

اور وہ ایسا کیوں نہ کریں، انھوں نے سونیا کو مار کر آدھے فرہاد کو مار ڈالا تھا۔ فرہاد علی تیمور کی داستان کا وہ دل چسپ باب ختم کر ڈالا تھا جو سونیا کے دم قدم سے تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے اپنی جان حیات سونیا کو مخاطب کیا۔ وہ قہقہے لگاتے ہوئے دیوانگی چیئر پر ادھر سے ادھر گھوم گئی۔ پھر اس نے بڑے متحکم لہجے میں کہا۔

"میں نے یہودیوں کو ان کی چال لوٹا دی۔ پھر نہ کہنا کہ سونیا کسی کا ادھار رکھتی ہے۔"

دروازہ

کھلنے کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے ریوالونگ چیئر پر ادھر سے اُدھر گھوم کر دیکھا۔ پیڈرو دروازہ کھول کر اندر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "مادام! میک اَپ کا سامان تیار ہے، آجایئے۔"

"تم چلو، میں آ رہی ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد! میں ایک کیسٹ سنا رہی ہوں۔ تم اسے سُن کر ایک عورت کے دماغ میں پہنچو اور اس کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرو۔"

میں نے پوچھا۔ "وہ عورت کون تھی جو طیارے میں بچے کے ساتھ ہلاک ہوگئی؟"

اس نے جواب دیا۔ "دنیا کے بہت سے ممالک سے بابا کے عقیدت مند آتے تھے۔ ان کی آخری رسومات میں شریک ہونے کے لیے ان میں سے کچھ اب تک موجود ہیں۔ ان میں عورتیں بھی تھیں اور بچے بھی۔ ہم نے ایسی عورتوں کو نقشہ میں رکھا تھا جن کے ساتھ پارس کی عمر کے بچے تھے۔"

اس نے میز کی دراز کھول کر ایک چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر نکالا۔ پھر اسے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ایسی چھ عورتیں تھیں۔ ان میں سے دو خود دشمن کی آلۂ کار تھیں، میرے قد اور جسامت کے مطابق تھیں۔ ہم نے ان دونوں میں سے ایک کو سونیا بنا کر اس کے بچے کے ساتھ طیارے میں روانہ کر دیا۔ جب تک میں اور پارس روپوش رہیں گے، دشمن اندھیرے میں رہیں گے کہ انھوں نے تینوں کے لیے ہی ختم کر دیا ہے۔"

"اس عورت کا نام کیا تھا جو اپنے بچے کے ساتھ ختم ہوگئی؟"

"اس کا نام جینیفر تھا۔"

"دشمن یہ سمجھ رہے ہیں کہ سونیا پارس کے ساتھ ختم ہوگئی ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن دشمن اپنی اس آلۂ کار جینیفر اور اس کے بچے کو ضرور تلاش کریں گے۔"

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں، یہ کیسٹ سنو۔ یہ دوسری عورت کا کیسٹ ہے جسے ہم نے قید کر رکھا ہے۔ اس کا نام لِلی ہے۔ اس کے پاس بھی پارس کی عمر کا ایک بچہ ہے۔ ہم نے لِلی کے چہرے پر جینیفر کا میک اَپ کر دیا ہے اور اس کے بچے پر جینیفر کے بچے کا میک اَپ ہو چکا ہے۔ اس طرح اب لِلی جینیفر بن کر جینیفر کے شوہر کے ساتھ جائے گی۔ اس کی روانگی کے وقت تم اس کے دماغ میں موجود رہو گے۔ انہیں منزل تک پہنچنے نہیں دو گے۔ انہیں ایسی موت مرنا چاہیے کہ لِلی یعنی جینیفر کی شناخت نہ ہو سکے۔"

"چلو، یہ تو سمجھ گیا۔ اب دشمنوں کے ذہن میں اپنی دوری آلۂ کار لِلی کے متعلق سوال پیدا ہوگا کہ وہ کہاں گم ہوگئی ہے؟"

"رائٹ۔" سونیا نے کہا۔ "اسی لیے میں لِلی کا میک اَپ کرنے جا رہی ہوں۔ پارس پر لِلی کے بچے کا میک اَپ ہو چکا ہے۔ میں اس کے شوہر کے ساتھ یہاں سے نکلوں گی، بات سمجھ میں آگئی ہے؟"

یہ کہہ کر اس نے ریکارڈر کو آن کیا۔ ذرا دیر خاموشی رہی پھر سونیا کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر تڑاخ کی آواز سنائی دی۔ یقیناً سونیا نے لِلی کے طمانچہ مارا ہوگا۔ کراہنے کی آواز سنائی دی، پھر اس نے کہا۔ "لِلی... میرا نام لِلی جون ہے۔"

سونیا کی آواز سنائی دی۔ "لِلی اور جون دونوں ہی عورتوں کے نام ہیں۔ اگر تم اس بچے کی ماں ہو، تمہارا شوہر ہے تو تمہارے نام کے ساتھ تمہارے شوہر کا نام ہونا چاہیے۔"

پھر تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ سونیا نے کہا۔ "میں نازک عورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے پہلی بار طمانچہ مارتی ہوں، دوسری بار کراٹے کا ہاتھ رسید کر دیتی ہوں۔"

وہ سہم کر بولی۔ "میری شادی نہیں ہوئی ہے، پتہ نہیں یہ بچہ کہاں سے لایا گیا ہے۔ مجھے جیسا کہا جاتا ہے میں ویسا ہی کر رہی ہوں۔"

"تمہارے شوہر کا رول ادا کرنے کے لیے یہاں کون آیا ہے؟"

"مسٹر ولسن۔ اس کا نام برائٹ ولسن ہے۔"

"تم کس تنظیم سے تعلق رکھتی ہو؟"

وہ پھر خاموش رہی۔ کیسٹ خاموش تھا۔ پھر سونیا کی آواز سنائی دی۔ "میں اچھی طرح جانتی ہوں، انگریز لڑکیاں مرجانا پسند کرتی ہیں مگر بدصورت ہونا پسند نہیں کرتیں اور مجھے خوبصورتی کو بدصورتی میں تبدیل کرنا آتا ہے۔"

وہ پھر سہم کر بولی۔ "نن... نہیں، میں بتاتی ہوں، میرا تعلق ریڈ پاور سے ہے۔"

سونیا نے کیسٹ ریکارڈر کو آف کر دیا۔ پھر مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا سنتے چلے جا رہے ہو۔ اتنا ہی سن کر اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتے؟"

"آتا کافی ہے لیکن تم بڑے اچھے انداز میں معلومات حاصل کر رہی تھیں، پھر میری ضرورت کیا ہے؟"

"یہ کتنا سچ کہہ رہی ہے اور کتنا جھوٹ، اسے تم ہی دماغ میں پہنچ کر معلوم کر سکتے ہو۔ اچھا اب میں میک اَپ

کرنے جا رہی ہوں۔"

اس نے کیسٹ ریکارڈر کو دراز میں رکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں یورپ میں ہمارے سب سے بڑے دشمن یہودی ہیں۔ اس کے بعد سپر پاورز کے آدمی جو دوست نما دشمن ہیں۔ ان کی دوستی اور دشمنی کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اب یہ کہہ رہی ہے کہ اس کا تعلق ریڈ پاور کی تنظیم سے ہے۔ بڑی طویل مدت کے بعد ریڈ پاور والے ہماری مخالفت میں آ رہے ہیں۔ تم لِلی کے دماغ سے اس تنظیم والوں کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتے ہو۔"

وہ میک اَپ کرنے چلی گئی۔ میں لِلی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک کمرے میں کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے آس پاس اس ادارے کے چار طلبہ ہاتھ میں ریوالور لیے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بچہ بھی قریب ہی بستر پر پڑا ہوا تھا۔ وہ پریشان ہو کر پوچھ رہی تھی۔ "میرے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ان لوگوں نے میرے چہرے کو اور میرے لباس کو بدل دیا ہے۔ میں بالکل بدل گئی ہوں۔ آئینہ دیکھنے کے بعد اپنے آپ کو پہچان نہیں سکوں گی۔ آخر یہ سونیا کیا کر رہی ہے کیسی چالیں چل رہی ہے؟"

وہ سوچنے کے دوران سہمی ہوئی نظروں سے ریوالور برداروں کو دیکھتی جا رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ برائٹ ولسن کیا کر رہا ہے، میری خبر کیوں نہیں لے رہا ہے۔ میں اتنی دیر سے ان کی قید میں ہوں۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا۔ "وہ رات نو بجے تک میری طرف سے مطمئن رہے گا۔ ہمارے درمیان طے پایا تھا کہ نو بجے پارکنگ ایریا میں ملاقات ہوگی۔ اس وقت سات بج رہے ہیں۔ برائٹ نے کہا تھا، میری طرح کچھ اور عورتیں بھی ایسی ہی عمر کے بچوں کو لے کر ہوسٹل کی طرف جائیں گی۔ وہاں لڑکیوں سے دوستی کریں گی۔ خصوصاً مرجانہ سونیا اور کسی جمیلہ نام کی عورت کے قریب رہنے کی کوشش کریں گی۔ جب بھی پارس نظر آئے گا تو اسے اپنے بچے سے بدل دیں گی۔ ان عورتوں میں سے جو بھی پارس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگی وہ رات نو بجے تک پارکنگ ایریا میں پہنچ جائے گی۔ وہاں ہمارے ساتھ آنے والے مرد موجود ہوں گے اور ہمیں پارس کے ساتھ یہاں سے نکال کر لے جائیں گے۔"

میں نے لِلی کے خیالات پڑھ کر سوچا۔ اُدھر طیارے کے تباہ ہونے، سونیا اور پارس کے مرنے کی اطلاع خاص لوگوں کو مل چکی ہوگی یا ملنے والی ہوگی۔ ایسی صورت میں وہ لوگ یہاں کسی پارس کو حاصل کرنے کے چکر میں نہیں رہیں گے بلکہ بات بگڑ جائے گی۔ وہ سوچیں گے کہ لِلی کو یہاں کیوں قید کیا گیا ہے، یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا۔ "اگر تمہاری موت کی خبر یہاں پھیل جائے گی تو برائٹ ولسن لِلی کو تلاش کرے گا تاکہ اسے اس چکر سے باز رکھے اور اپنے ساتھ لے جائے۔ اسے لِلی نہیں ملے گی تو بات بگڑ جائے گی۔"

سونیا نے کہا۔ "ابھی پیڈرو بتا رہا تھا، جن عورتوں کے ساتھ بچے ہیں انہیں ہاسٹل سے بلایا جا رہا ہے۔ کچھ لوگ واپس جانا چاہتے ہیں۔ پتہ نہیں انہیں طیارے کے تباہ ہونے کی اطلاع ملی ہے یا نہیں؟"

"تمہارے میک اَپ میں کم از کم ایک گھنٹہ صرف ہوگا۔ اتنی دیر لِلی کو کس طرح قید میں رکھو گی؟"

"یہاں کے طلبا و طالبات نادان نہیں ہیں۔ انہوں نے پہلے ہی رائے ہموار کر لی ہیں۔ پہلے ہی اعلان کر دیا ہے کہ جن بچوں والی عورتوں پر شبہ ہے انہیں ہاسٹل میں روک لیا گیا ہے جب تک شبے کی تصدیق نہیں ہوگی، یا وہ بے قصور نہیں سمجھی جائیں گی، انہیں ہاسٹل سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہ بتاؤ، تم نے لِلی سے کیا معلومات حاصل کیں؟"

"ابھی آ کر بتاتا ہوں۔"

میں پھر لِلی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک جوان سے پوچھ رہی تھی۔ "مجھے یہاں کب تک قید رکھا جائے گا؟"

"ہم نہیں جانتے۔"

"مجھے کس کا میک اَپ پہنایا گیا ہے۔ میرے چہرے کو کس کا ہمشکل بنایا گیا ہے؟"

"ہم نہیں جانتے۔"

وہ جھنجھلا کر بولی۔ "سونیا کو بلاؤ، میں اس سے باتیں کروں گی۔"

ایک نوجوان طالب علم نے ڈانٹ کر کہا۔ "سونیا نہیں مادام کہو۔ نام لینے کی گستاخی نہ کرو۔"

وہ چپ ہوگئی، اسے گھور کر دیکھنے لگی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ غصہ دکھاؤں گی تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ دماغ کو ٹھنڈا رکھنا چاہیے۔ برائٹ مجھے دل و جان سے چاہتا ہے۔ یقیناً وہ مجھے سلامتی کے ساتھ یہاں سے نکال کر لے جائے گا۔"

وہ ذرا ٹھنڈی ہوگئی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ میں نے سونیا کے سوالات کے

کیا جوابات دیے ہیں۔ اسے کیا بتایا ہے۔ اگر کسی وقت فرہاد میرے دماغ میں پہنچے گا تو میری بہت سی باتوں کا سچ اور جھوٹ کھل جائے گا۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "ہاں جب سونیا سوالات کر رہی تھی تو اس وقت فرہاد ہمارے درمیان موجود نہیں ہوگا کیونکہ میری باتیں ریکارڈ کی جا رہی تھیں۔ شاید فرہاد کے لیے ایسا کیا جا رہا ہو تاکہ بعد میں اسے میری آواز اور لب و لہجہ سنایا جائے اور جب وہ سنے گا تو یقیناً میرے دماغ میں پہنچ کر سب کچھ معلوم کرلے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "آخر وہ کیا معلوم کرسکتا ہے؟"

وہ پریشان ہوکر سوچنے لگی "میں نے جھوٹ کہا تھا کہ میرا تعلق ریڈ پاور سے ہے جبکہ میں ان سب چکروں میں نہیں رہتی۔ میں تو ایک اسٹیج آرٹسٹ ہوں۔ برائٹ سے محبت کرتی ہوں۔ وہ بھی مجھے چاہتا ہے۔ اس نے مجھے اپنی محبت کا واسطہ دے کر کہا تھا کہ میں اسٹیج سے باہر آکر اپنی اداکاری کے جوہر دکھاؤں اور اس کے ساتھ مل کر ایک بچے کی ماں کا رول ادا کروں ——— پھر اس نے مجھے جو کچھ سمجھایا اور جو کچھ اب سمجھا رہا ہے میں اس کے مطابق عمل کر رہی ہوں۔"

میں نے کہا "لیکن یہاں تو سچویشن بدل گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں بدحواسی میں وہ ساری باتیں بھول جاؤں جو اس نے مجھے سکھائی ہیں۔ مجھے اطمینان سے تمام باتیں یاد کرنا چاہئیں۔ برائٹ نے کیا کہا تھا۔۔ کس طرح بچے تک پہنچنا چاہیے اور کس طرح اسے حاصل کرکے واپس آنا چاہیے؟"

وہ اپنے طور پر سوچنے لگی "برائٹ نے کہا تھا کہ ہاسٹل میں پہنچنے کے بعد میں تین عورتوں کا خیال رکھوں۔ سونیا، مرجانہ اور جمیلہ۔ ان تینوں میں سے کسی کے پاس پارس ہوگا۔ پارس کا حلیہ بھی بتایا گیا تھا، اس نے تصویر بھی دکھائی تھی۔"

میں نے پوچھا "اگر میں پارس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاؤں اور اسے یہاں سے لے کر نکلوں تو۔۔؟"

میری سوچ کی لہریں ادھوری رہ گئیں۔ اس کی سوچ نے کہا "اسے حاصل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں یہاں پھنسی ہوئی ہوں۔ برائٹ نے ٹھیک ہی کہا تھا، سونیا بڑی مکار ہے۔ وہ شبہ کرسکتی ہے۔ اگر شبے کی تصدیق ہو جائے تو وہ مکار عورت ہمارے خلاف وہی چال چل سکتی ہے۔ ان باتوں کے پیش نظر کوڈ ورڈز مقرر کیے گئے تھے۔ برائٹ نے کہا تھا۔ جب میں بچے کو لے کر اس کے پاس آؤں گی تو وہ کہے گا، ہیلو لی۔ لی کے معنی کیا ہیں؟ اس پر میں جواب دوں گی۔ لی ایک خوبصورت پھول ہے۔ یہ خوش نصیبوں کو ملتا ہے اور تم خوش نصیب ہو کہ میں تمہیں مل رہی ہوں۔"

میں لی کو چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے ساری باتیں بتائیں، اس نے کہا "جینیفر کے ساتھ جو شخص آیا ہے وہ بہت دیر سے تقاضا کر رہا ہے۔ پوچھ رہا ہے کہ جینیفر کو اتنی دیر کے لیے کیوں روکا گیا ہے؟"

"تو پھر لی عرف جینیفر کو اس کے پاس بھیج دو۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہوں گا اور اسے جینیفر کی ایکٹنگ کرنے پر مجبور کرتا رہوں گا۔"

"اس سے پہلے جینیفر کے ساتھ آنے والے آدمی کی آواز سن لو۔"

وہاں ایک کیسٹ ریکارڈر لایا گیا۔ پھر اسے آن کیا گیا۔ پہلے اس میں سے پیڈرو کی آواز ابھری۔ وہ کہہ رہا تھا "مسٹر چیزی! آپ بڑی جلد بازی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ فرہاد صاحب سے ہمارا رابطہ قائم نہیں ہو رہا ہے۔ جب وہ ہم سے رابطہ قائم کریں گے تو ہم ان کے ذریعے آپ لوگوں کی ساتھیوں کے دماغوں کو ٹٹولیں گے۔ اس کے بعد انہیں رہائی ملے گی۔"

چیزی کی آواز سنائی دی، وہ کہہ رہا تھا "آخر انتظار کی بھی حد ہوتی ہے۔ فرہاد صاحب کب رابطہ قائم کریں گے اور کب انہیں رہائی ملے گی؟"

"ہم نو بجے تک انتظار کریں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔ نو بجے تک ان سے رابطہ قائم نہ ہوا تو ہم آپ کے ساتھی والی عورتوں کو آپ کے حوالے کردیں گے۔"

کیسٹ ریکارڈر آف کردیا گیا۔ میں چیزی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ کھڑے ہوئے تھے۔ آپس میں دو دو چار چار کے گروپ میں باتیں کر رہے تھے۔ چیزی ایک شخص کے ساتھ بیٹھا ہوا گفتگو میں مصروف تھا۔ میں اس کے دماغ کے تہہ خانے میں پہنچ کر اپنے مطلب کی معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس نے بھی جینیفر سے کوڈ ورڈز مقرر کیے تھے اور وہ یہ تھے کہ جب جینیفر بچے کے ساتھ پارکنگ ایریا میں آئے گی تو چیزی کہے گا "ہیلو مائی ڈیئر جینیفر!" اس کے جواب میں جینیفر کہے گی "مائی نو! مجھے جینیفر نہیں صرف جینی کہو۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "تم جینیفر یعنی لی کو جانے دو۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہوں گا۔"

سونیا نے ایک طالب علم سے کہا "چیزی سے کہو، جینیفر آرہی ہے اور ادھر جینیفر کو جانے کی اجازت دے دو۔"

میں اس نقلی جینیفر یعنی لی کے دماغ میں پہنچ کر اس کی رہائش گاہ کا پتہ معلوم کرنے لگا۔ اس کی سہیلیوں اور پرانے فرینڈز وغیرہ کے متعلق بھی معلومات حاصل کیں۔ جب تک اسے جانے کی اجازت نہیں ملی میں مختلف قسم کی معلومات حاصل کرتا رہا۔ جب ایک شخص نے آکر کہا "مادلم کا حکم ہے اسے یہاں سے جانے دیا جائے۔"

لی فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ سوالیہ نظروں سے سیوا اور والوں کو دیکھنے لگی، ایک نے کہا "بچے کو اٹھاؤ اور جاؤ۔ کوئی تمہیں نہیں روکے گا۔"

وہ فوراً ہی بستر کے پاس گئی۔ بچے کو اٹھایا پھر تیزی سے چلتی ہوئی باہر آگئی۔ ہاسٹل کے برآمدے میں آکر اس نے آس پاس دیکھا۔ کوئی اس کا پیچھا نہیں کر رہا تھا۔ وہ تیزی سے ہاسٹل کے باہر نکلی۔ پھر اسی تیزی سے پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگی۔

میں نے اسے روک دیا کیونکہ پارکنگ ایریا میں اور بہت سے لوگ تھے۔ ان میں چیزی کون تھا۔ نہ تو میں جانتا تھا نہ لی جانتی تھی جو جینیفر بنی ہوئی تھی۔ وہ تو سیدھی اپنے برائٹ ولسن کے پاس چلی جاتی۔

وہ میری مرضی کے مطابق ادھر ادھر یوں دیکھنے لگی جیسے چیزی کو تلاش کر رہی ہو۔ میرا مقصد بھی یہی تھا کہ چیزی خود اس کی طرف آئے اور یہی ہوا۔ ایک شخص نے اس کے پاس آکر کہا "ہیلو مائی ڈیئر جینیفر!"

لی نے فوراً ہی مسکرا کر کہا "مائی نو! مجھے جینیفر نہیں صرف جینی کہو۔"

چیزی نے خوش ہوکر کہا "تھینکس گاڈ، آؤ میرے ساتھ۔"

وہ اسے لے کر اپنی کار کے پاس آیا۔ اس کے لیے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ دوسری طرف سے گھوم کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ گاڑی کو اسٹارٹ کیا۔ پھر اسے پارکنگ ایریا سے نکالتے ہوئے بولا "کیا فرہاد تمہارے دماغ میں پہنچ گیا تھا؟"

"میں نہیں جانتی۔ انہوں نے اچانک ہی مجھے رہا کر دیا ہے۔"

"ہوں۔ فرہاد تمہارے دماغ میں چپ چاپ پہنچا ہوگا۔ اس نے تمہارے متعلق معلومات حاصل کی ہوں گی پھر تمہیں یہاں آنے کا موقع دیا گیا ہے تاکہ تمہارے ذریعے وہ میرے دماغ میں پہنچ جائے مگر میں ڈرنے والا نہیں ہوں۔ ہمارا بہت بڑا کام ہوچکا ہے۔ تمہیں بھی خوشخبری سناؤں۔ سونیا اور پارس ہمیشہ کے لیے ختم ہوچکے ہیں۔ ہم نے آدھے فرہاد کو مار ڈالا ہے۔"

بے چاری لی نہ تو یہ کہہ سکتی تھی کہ وہ جینیفر نہیں ہے اور نہ ہی یہ اطلاع دے سکتی تھی کہ سونیا ابھی زندہ ہے اور وہ لوگ بہت بڑا فریب کھا رہے ہیں۔ ان کی کار گیٹ سے نکل کر ایک شاہراہ پر تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ میں لی کے دماغ میں بیٹھ کر سوچ رہا تھا، ان لوگوں کی زبان ہمیشہ کے لیے کس طرح بند کی جائے تاکہ سونیا اور پارس دشمنوں کی نظروں میں مُردہ ہی رہ سکیں۔

میں نے فداوپر کے لیے لی کے دماغ کو آزاد چھوڑا۔

حسب دستور وہ بوکھلا گئی۔ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اس وقت چیزی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ پہلے تو ملی نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے سوچا۔ یہ میں کار میں کہاں سے آگئی ہوں؟ میں تو جیسے کوے کر باشل سے نکلی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا، یاد کرنے سے قاصر ہوں۔ میں دماغی طور پر غیر حاضر ہو گئی تھی۔ اوہ مائی گاڈ! کیا... کیا فرہاد میرے دماغ میں پہنچ گیا ہے؟

یہ سوچتے ہی اس نے چیزی کی طرف دیکھا۔ کچھ کہنا چاہا مگر میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر کہا "تم ٹھیک سوچ رہی ہو۔ میں فرہاد ہوں اور اس وقت تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں۔ میری ایک بات کا جواب زبان سے نہیں سوچ کے دینا۔ دور نزدیک چاہتی ہو یا موت؟"

وہ زبان سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے روک دیا۔ "سوچ کے بتاؤ۔ تو نہیں جانتی کہ تمہارے دماغ میں ہوں۔ اگر کسی سے بولتے ہیں۔ لیکن میرے ساتھ ہو رہا ہے اس سے میں سمجھ گئی ہوں۔ تم فرہاد کے دماغ میں ہو۔ شاید فرہاد صاحب آپ سن رہے ہیں۔ دیکھیے، اگر آپ ہیں تو پلیز مجھے معاف کر دیجیے۔ میرا کوئی تعلق نہیں ہے، میں اپنے محبوب کے کہنے پر چلی آئی۔ مجھے برانٹ سے محبت ہے۔ میں اس کی بات نہیں ٹال سکتی۔"

"اچھی بات ہے۔ تم خاموش رہو۔ تمہارے ساتھ جو شخص بیٹھا ہوا کار ڈرائیو کر رہا ہے اس سے کچھ نہ بولو۔ اگر بولنے کا موقع آئے تو خود کو جینیفر لوپز کہو۔"

میں نے آزمائشی طور پر پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چپ چاپ سہمی سہمی بیٹھی رہی۔ چیزی نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا "کیا بات ہے۔ تم کچھ پریشان نظر آ رہی ہو؟"

میں نے ملی کی زبان سے جواب دیا "ابھی تم نے کہا تھا کہ فرہاد میرے دماغ میں پہنچ گیا ہوگا، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

وہ ذرا سوچتے ہوئے بولا "شاید میرا اندازہ غلط ہے وہ تمہارے دماغ میں پہنچا ہوتا تو اتنی دیر نہ کرتا۔ اب تک ہمیں ختم کر دیتا۔ ایک بات بتاؤ، کیا وہاں تمہاری باتیں ریکارڈ کی گئی ہیں؟"

"ہاں ریکارڈ کرنے کے بعد ہی انہوں نے مجھے جانے کی اجازت دی تھی۔"

"پھر تو کوئی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ تمہاری ریکارڈ کی ہوئی آواز فرہاد کو سنائی جائے، ہمیں جلد سے جلد پیرس پہنچ جانا چاہیے۔ ہمارے لوگ کسی نہ کسی طرح ہمارا حفاظت اور سلامتی کا راستہ نکال لیں گے۔"

وہ چپ رہی۔ میں نے ذرا انتظار کیا۔ شاید وہ میرے خلاف کچھ بولے لیکن وہ بری طرح دہشت زدہ تھی۔ میرے خلاف بولنے کی ہمت نہیں کر سکتی تھی۔ اسی وقت میں نے اس کے ذہن سے مٹرک کے کنارے ایک بورڈ کو پڑھا۔ کار کی روشنی میں وہاں لکھا ہوا نظر آیا "الیکزونا فارم"۔ مجھے فوراً ہی تدبیر سوجھی۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا "چیزی کار ڈرائیو کرتا ہوا الیکزونا فارم سے آگے نکل رہا ہے۔ وہ جتنا بھی آگے جائے گا میں اسے واپس لے آؤں گا۔ تم یہ بتاؤ اس فارم میں کون لوگ ہیں؟"

"ہمارے ہی آدمیوں نے فارم پر قبضہ جما رکھا ہے۔ جب تک اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوگا ان پر ہمارا قبضہ رہے گا۔"

"اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کرو۔ انہیں بتاؤ کہ ایک شخص کے دماغ میں فرہاد ان کے پاس پہنچ رہا ہے۔ وہ اپنے آپ کو فرہاد کہہ کر جو بھی حکم دے اس کی تعمیل کریں۔"

"میں ابھی ان لوگوں کو ہدایات دیتی ہوں۔"

میں پھر ملی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ کے ذریعے مجھے آواز دے رہی تھی "مسٹر فرہاد! کیا آپ موجود ہیں؟"

میں خاموش رہا۔ ذرا دیر بعد پھر اس نے پوچھا "مسٹر فرہاد! کیا آپ نہیں ہیں؟"

میں نے اب بھی جواب نہیں دیا۔ اس نے جلدی سے چیزی کی طرف پلٹ کر کہا "مسٹر! میں جینیفر نہیں ہوں۔ فرہاد میرے دماغ میں پہنچ چکا ہے۔ وہ مجھے مار ڈالے گا۔ پلیز مجھے کسی طرح بچاؤ۔"

چیزی نے مسکرا کر کہا "جینیفر! میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ میرے خلاف کوئی حرکت نہ کرنا۔ اس وقت میں فرہاد بول رہا ہوں اور میں نے تمہارے اس ساتھی کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔"

وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔ چیزی نے کار کی رفتار پہلے سست کی۔ پھر اسے ایک یوٹرن دے کر الیکزونا فارم کی طرف موڑ دیا۔ وہ گڑگڑا رہی تھی "پلیز فرہاد صاحب! مجھے معاف کر دیجیے۔ آئندہ میں آپ کے خلاف کچھ نہیں

کروں گی۔ میں آپ کی وفادار رہوں گی۔"

چیزی نے اس کی چیزی کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ الیا لمحہ تھا کہ اس کے ہاتھوں سے اسٹیئرنگ بہک گیا۔ گاڑی ادھر سے ادھر ہونے لگی۔ میرے میں وہ سنبھل گیا۔ بریک لگا کر گاڑی روک دی۔ حیران ہو کر سوچنے لگا۔ "آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ میں نے تو اسے کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ یہ گاڑی کیسے چلا رہی تھی؟" اس نے ملی کو دیکھا۔ وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ چیزی سمجھ گیا کہ وہ کیا جاننا چاہتی ہے۔ اس کے ہاتھ بیٹھا رہا ہے یا اس کے دماغ سے فرہاد اس پر قابض ہو گیا ہے۔ چیزی نے پوچھا "یہ مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

ملی نے وہ چونک گیا۔ اس نے مٹرک کی طرف دیکھا۔ "ارے میں ادھر جا رہا تھا۔ یہ گاڑی کیسے

ملی نے اس کے بازو کو جلدی سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا "فرہاد اس وقت میرے اور تمہارے دماغ میں ہے۔ اس نے ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ یہ سب اسی کی کارستانی ہے۔ میں جینیفر نہیں ہوں۔ میرا نام ملی جون ہے۔"

چیزی نے فوراً ہاتھ بڑھا کر ڈیش بورڈ کے خانے کا ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی وہ اپنے آدمیوں کو فوری طور پر میری موجودگی کی اطلاع دینا چاہتا ہے اور کوڈ ورڈز کے ذریعے ان لوگوں کو

ب کرنے کے ساتھ ہی ان سے کہنا چاہتا ہے کہ دوسری

ت وہ اپنی آواز نہ سنائیں صرف چیزی کی باتیں سن لیں۔

چیزی نے فریکوئنسی سیٹ کرنے کے بعد کوڈ ورڈز استعمال

اس سے پہلے کہ وہ میرے متعلق اطلاع دیتا۔ میں نے اس

سے کہتے "اوور" کہہ دیا۔

یہ کہتے ہی اس نے ایک بٹن کو دبایا۔ پھر ریسیور کے بٹن

ار کر دیا۔ دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سنائی دینے

اس نے بھی کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد "اوور" کہا۔

یعنی وہ چیزی کا پیغام سننا چاہتا تھا۔ میں نے چیزی کی

آواز سے کہا "میں پیرس کی طرف آ رہا ہوں۔ میرے ساتھ

جینیفر ہے مگر مجھے شبہ ہے کہ میری کار کا تعاقب کیا جا رہا ہے

اوور۔"

"تم اس وقت کہاں ہو؟ اوور۔"

"میں الیکزونا فارم سے تقریباً بیالیس میل آگے نکل چکا ہوں، اوور۔"

"مزید دو میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک موٹل کے سامنے ٹھہر جاؤ۔ ہمارے آدمی تعاقب کرنے والوں سے نمٹ لیں گے۔ اوور اینڈ آل۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے ٹرانسمیٹر کے سوئچ کو آف کر کے چیزی کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بوکھلا کر کبھی ٹرانسمیٹر کو اور کبھی ملی کو دیکھنے لگا۔ وہ بولی "میں نے تم سے کہا تھا کہ میں جینیفر نہیں ہوں اور تم اپنے آدمیوں کو بتا دو کہ جینیفر کے ساتھ آ رہے ہو سمجھے؟ میں نہیں آتا، تم فرہاد ہو یا جینیفر کے شوہر ہو۔"

"جس وقت میں ٹرانسمیٹر پر جینیفر کا نام لے رہا تھا تو تمہیں سمجھ لینا تھا کہ میرے دماغ میں فرہاد بول رہا ہوگا۔ تم اس وقت اگر اب دیتیں تو تمہاری آواز اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے میرے آدمیوں تک پہنچ جاتی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "میں بہت اپ سیٹ ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کیا کروں؟ پھر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا لیکن میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر ٹرانسمیٹر کو کھڑکی کے باہر پھینک دیا۔ ملی نے کہا "ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو؟"

چیزی نے پلٹ کر ایک اٹیا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ دہشت اور دہشت سے اسے دیکھنے لگی۔ میں نے تھوڑی دیر کے لیے دونوں کو چھوڑ دیا اور اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جو ٹرانسمیٹر پر چیزی سے جواباً گفتگو کر رہا تھا۔ وہ ایک بہت بڑے ہال میں تھا۔ چاروں طرف بڑی بڑی مشینیں نظر آ رہی تھیں۔ بڑے بڑے ٹرانسمیٹر اور ریکارڈنگ سیٹ بھی تھے۔ بہت سے لوگ کانوں میں ہیڈ فون لگائے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ میں جس شخص کے دماغ میں پہنچا اس نے ٹائپ رائٹر کے ذریعے چیزی کا پیغام نوٹ کر لیا تھا اور اسے ایک شخص کے حوالے کر رہا تھا۔ وہ شخص یقیناً ان کے کسی سربراہ یا کسی لیڈر کے پاس اس پیغام کو پہنچانے والا تھا۔ وہ بڑی خاموشی سے کام کر رہے تھے۔ ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کر رہے تھے۔ میں اس پیغام لے جانے والے کے دماغ میں نہ پہنچ سکا۔ کچھ کوشش کرتا تو شاید کامیاب ہو جاتا لیکن مجھے چیزی کے پاس پہنچنا تھا۔ پھر سونیا کے پاس بھی جانا ضروری تھا۔ پتہ نہیں وہاں کیا حالات تھے۔

میں چیزی کے پاس آگیا۔ اس وقت تک اس نے گاڑی کو پھر موڑ دیا تھا اور پیرس کی طرف جا رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر سے جو ہدایات دی گئی تھیں وہ اسی ہدایت کے مطابق ایکزیلیو ہوٹل تک پہنچنا چاہتا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر ایکزونا فارم کی طرف جا رہا تھا اور بلی بار بار اسے جھنجھوڑ کر پوچھ رہی تھی: "تم نے یہ کیا آنا جانا لگا رکھا ہے؟ کبھی پیرس کی طرف بڑھتے ہو، کبھی واپس جانے لگتے ہو۔"

میں نے چیزی کی زبان سے کہا: "آنے جانے کی بات نہ کرو۔ دنیا سے جب جاتے ہیں تو دوسری بار واپس نہیں آتے۔ اب ہم دونوں کو جانا ہے اور جانے کے بعد نہیں آنا ہے۔"

ان کی کار اس سائن بورڈ تک پہنچ گئی جہاں ایکزونا فارم لکھا ہوا تھا۔ وہاں چند مسلح جوان نظر آ رہے تھے۔ گاڑی میں نے روکا دی۔ چیزی کار سے باہر نکلا۔ پھر اس نے کہا: "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

یہ سنتے ہی سب اٹینشن ہو گئے۔ ایک نے آگے بڑھ کر کہا: "جناب! ہمیں آپ کے متعلق اطلاع مل چکی ہے آپ جیسے حکم دیں۔"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ مجھے تمہاری مادام کے پاس پہنچنا ہے لہٰذا مجھے اور میری ساتھی کو ختم کر دو۔ ایک بات یاد رکھو، اس لڑکی کا چہرہ ناقابل شناخت ہو جائے البتہ بچے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اسے کسی تیمارخانے میں پہنچا دینا۔ میں جاؤں؟"

"آپ جا سکتے ہیں۔ ہم ان سے نمٹ لیں گے۔"

میں نے چیزی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ ادھر وہ پریشان ہوا، ادھر بلی کار کا دروازہ کھول کر بچے کو سیٹ پر چھوڑ کر بھاگنے لگی۔ دو جوان اس کے پیچھے آہستہ آہستہ دوڑنے لگے۔ چیزی نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالا۔ میں نے اسے ریوالور کو ان جوانوں کے سامنے پھینکنے پر مجبور کیا۔ پھر اس کی زبان سے کہا: "تم لوگوں نے مجھے جانے کے لیے کہا تھا۔ کیا تم اسی طرح دشمنوں سے نمٹنا چاہتے ہو؟ میں چلا جاتا تو یہ ریوالور سے فائرنگ شروع کر دیتا۔ یہ پیرس جانے والی شاہراہ ہے۔ ادھر گاڑیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔ یہاں خون خرابہ نہیں ہونا چاہیے۔ اسے فوراً آگے جانے دو۔ جب تک سڑک سے دور نہیں ہو جاؤ گے میں اس کے دماغ میں موجود رہوں گا، جلدی کرو۔"

میں نے چیزی کو دوڑانا شروع کیا۔ ان کے ساتھ اسے سڑک سے دور لے جانے لگا۔ ادھر دو جوانوں نے بلی کو پکڑ لیا تھا اور اسے گھسیٹتے ہوئے لے جا رہے تھے۔ بلی نے ایک بار چیخ ماری، دوسری بار چیخ نہ سکی کیونکہ انہوں نے اس کے سر پر ایک ضرب لگا کر اس کی زبان بند کر دی تھی اگرچہ یہ غیر انسانی سلوک تھا لیکن میں کیا کر سکتا تھا۔ دشمن میرے ساتھ برملا سے لے کر پیرس تک کیا نہیں کر رہے تھے۔ سونیا کو مارکر جشن منا رہے تھے ——— ادھر سونتی کو پوری طرح میرے خلاف بھڑکا دیا تھا۔ وہ مجھے طرح طرح کی ذہنی اذیتیں پہنچانا چاہتے تھے۔ میرا سکون برباد کر رہے تھے۔ میں ایسی حالت میں ان کے لیے گوتم بدھ بن کر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دینا لازمی تھا۔

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کار کی اگلی سیٹ پر برائٹ ولسن کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ اس نے کہا: "تم کہاں رہ گئے تھے؟ میں کتنی دیر سے انتظار کر رہی ہوں۔"

"مجبوری تھی۔ بلی اور اس کے ساتھی چیزی سے نمٹا تھا۔ بہرحال تم برائٹ ولسن سے کوئی بات چھیڑو۔"

سونیا نے کہا: "کیا بات ہے برائٹ، تم خاموش ہو، کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ خیالات سے چونک کر بولا: "آں، کچھ نہیں، میں سوچ رہا ہوں، ہم اس وقت کہاں جائیں۔ تم اپنے گھر جاؤ گی یا میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟"

وہ ایک انداز دلربائی سے مسکراتے ہوئے بولی: "میں تمہارے بس میں ہوں۔ تم جہاں چاہو لے چلو۔"

اس وقت تک میں برائٹ کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا: "یہ بلی نہیں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ کا تجزیہ کیا۔ اسی کے ذہن نے بتایا کہ بلی کو جو بچہ دیا گیا تھا وہ بلی کا اپنا نہیں تھا۔ اس کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی، وہ ماں کہاں سے بنتی؟ اس لیے بچے سے بھی دلی لگاؤ نہیں تھا۔ برائٹ ولسن اسے بابا فرید واسطی کے ادارے میں لے جا رہا تھا تو بلی نے بیہوشی سے بچے کو پچھلی سیٹ پر چھوڑ دیا تھا لیکن واپسی میں صورتحال بدل گئی تھی۔ اس وقت جو بلی، برائٹ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی وہ بچے کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھی۔

یقیناً سونیا کو پارس سے گہری محبت تھی۔ وہ اسے بلی کی طرح پچھلی سیٹ پر نہیں ڈال سکتی تھی۔ بس یہی ایک بات والی کمزوری کو برائٹ ولسن نے نوٹ کیا تھا۔ اس نے اندازہ لگا رکھا تھا کہ اس کے پاس بیٹھنے والی عورت بلی نہیں ہے۔

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے پوچھا: "پھر یہ کون ہو سکتی ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا: "سونیا تو مر چکی ہے۔ یہ مرجانہ ہوگی اعلیٰ بی بی۔"

میں نے سوال کیا: "اور یہ بچہ؟"

"یہ بچہ تو وہی ہے جسے میں اور بلی پیرس سے لائے تھے۔ صرف بلی نہیں ہے۔ یقیناً ان لوگوں نے اسے ہاسٹل میں قید کر کے رکھا ہے یا پھر مار ڈالا ہے۔ بہرحال یہ جو بھی ہے ایک دیو ہوٹل پہنچنے کے بعد میرے آدمی اس کی اصلیت معلوم کر لیں گے۔"

میں نے سونیا سے کہا: "تمہیں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ بلی کے پاس جو بچہ ہے وہ اس کا اپنا نہیں ہے کہیں سے لایا گیا ہے۔ کیا تم نے اندازہ نہیں لگایا کہ بلی کو اس بچے سے کوئی دلی لگاؤ نہیں ہوگا؟"

"ہاں پرائے بچے سے دلی لگاؤ نہیں ہوتا۔"

"اور تم پارس کو اپنے دل سے لگائے بیٹھی ہو۔ اس بات کو برائٹ ولسن نے نوٹ کیا ہے۔ آتے وقت بلی نے بچے کو کار کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا تھا۔ اس کے برعکس تم نے برائٹ کو نظر انداز کر کے بچے کو سینے سے لگا رکھا ہے۔ وہ تم پر شبہ کر رہا ہے۔ سوچ رہا ہے کہ یہ دنیا میں نہیں رہی لہٰذا بلی کے روپ میں مرجانہ یا اعلیٰ بی بی۔ یہاں ان لوگوں کا ایک اڈہ ہے ——— ہوٹل ہوگا۔ کیا تم نے یہ نام سنا ہے؟"

"ہاں یہ راستہ اس ہوٹل کو جاتا ہے۔ تمام مسافر ہوٹل تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرتے ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں، پھر گزرتے ہیں۔"

"وہاں دشمنوں کے آدمی ہیں اور وہ تمہاری اصلیت معلوم کر لیں گے۔"

"پھر بتاؤ، کیا ارادہ ہے؟"

"اسے یہیں ختم کیا جا سکتا ہے لیکن تمہارا پیرس پہنچنا ضروری ہے۔ بچے کو وہاں تک حفاظت سے لے جانا ہوگا۔ اگر گاڑی رک جائے گی، برائٹ ولسن ختم ہو جائے گا تو تمہارا سفر بھی ملتوی ہو جائے گا۔ تمہیں یا تو ایکزونا فارم میں پناہ لینا ہوگی یا بابا صاحب کے ادارے میں واپس جانا ہوگا۔"

"مجھے ہر حال میں پیرس پہنچنا ہے۔"

"ٹھیک ہے میں برائٹ ولسن کے دماغ میں موجود رہوں گا اور اسے اپنی مرضی کے مطابق چلاؤں گا۔"

میری باتوں کے دوران کار کی رفتار سست ہونے لگی۔ میں نے کہا: "ٹھہرو۔" میں ذرا برائٹ کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور کھڑی ہوئی کار کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا: "یہ چیزی کی کار ہے۔ وہ پیرس کی طرف جا رہا تھا، پھر اس کی گاڑی کا رخ ایکزونا فارم کی طرف کیوں ہے؟"

اس کے سوچنے کے دوران گاڑی وہیں جا کر رک گئی۔ وہ خالی نظر آ رہی تھی۔ میں نے سونیا سے کہا: "یہ چیزی کی کار ہے اور برائٹ اس کے متعلق تشویش میں مبتلا ہو گیا ہے۔ میں چند سیکنڈ کے لیے غیر حاضر ہو رہا ہوں۔ ابھی آتا ہوں۔"

میں نے چیزی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی، پھر بلی کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ ان کے دماغ عرش پر تھے۔ فرش پر ہوتے تو میں پہنچ جاتا۔ اس لیے میں برائٹ ولسن کے پاس واپس آ گیا۔

وہ سوچ رہا تھا: "ضرور کوئی بات ہے۔ فرہاد کچھ گڑبڑ کر رہا ہے یا اعلیٰ بی بی کے آدمیوں نے ہمارے اطراف اپنا گھیرا تنگ کر لیا ہے۔ یہ ہمیں یہاں سے جانے نہیں دیں گے۔"

یہ سوچ کر اس نے ڈیش بورڈ کے خانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ وہ بھی چیزی کی طرح اپنے آدمیوں سے بالطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا: "بلی! تم یہاں بیٹھی رہو، میں ذرا دور جا کر رابطہ قائم کرتا ہوں۔ باس کا حکم ہے کہ ہم کسی کے سامنے گفتگو نہ کریں۔ تم مائنڈ نہ کرنا۔"

میں نے سونیا سے کہا: "تم بیٹھی رہو، میں اس کے ساتھ ہوں۔"

وہ کار سے نکل کر دور چلا گیا۔ اس کے دل میں یہ بات تھی کہ فرہاد دماغ میں موجود نہیں ہوگا تو اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی مرجانہ یا اعلیٰ بی بی بھی اس کی بات نہیں سن سکے گی۔

اس نے ٹرانسمیٹر آن کیا۔ وہی کوڈ ورڈ استعمال کیے۔ اسی شخص کی آواز سنائی دی جس نے چیزی سے ٹرانسمیٹر پر بات کی تھی۔ برائٹ ولسن نے کہا: "ایکزونا فارم کے سائن بورڈ کے قریب چیزی کی کار کھڑی ہوئی ہے۔ چیزی اور جینیفر موجود نہیں ہیں۔ کار کو پیرس کی طرف جانا چاہیے تھا لیکن اس کا رخ واپسی کی طرف ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ سونیا اور پارس کی موت کی خبر فرہاد تک پہنچ گئی ہے۔ اس نے شاید سونیا سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہوگی اور سونیا کے مُردہ دماغ میں جگہ نہیں ملی ہوگی۔ اب وہ انتقامًا یہ کارروائی کر رہا ہے۔ شاید وہ میرے دماغ میں بھی پہنچ جائے، میں جلد سے جلد لیک ویو ہوٹل پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میری حفاظت کے اور بھی انتظامات کیے جائیں۔ اپنے آدمیوں کو میری طرف بھیجا جائے تاکہ راستے میں کوئی واردات نہ ہو۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ اندھیرے میں دور دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ وہ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ "فرہاد میرے دماغ میں نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو وہ اپنے خلاف باتیں سن کر مجھے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرنے سے روک دیتا۔"

پھر اس کے دماغ میں دوسری سوچ پیدا ہوئی۔ "یہ کیسے ممکن ہے۔ اگر میرے ساتھ ملی کے روپ میں بیٹھنے والی عورت مرجانہ یا اعلیٰ بی بی ہے تو یقیناً فرہاد اس کے ذریعے میرے دماغ میں پہنچ چکا ہوگا اور اگر پہنچ چکا ہے تو پھر یہ خاموشی کیوں ہے؟ وہ مجھے کیوں نہیں ڈرا رہا ہے؟ مجھے نقصان کیوں نہیں پہنچا رہا ہے یا میرے راستے کی دیوار کیوں نہیں بن رہا ہے؟"

اس کے اندر خوفزدہ کرنے والی بے چینی پیدا ہوگئی۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اس نے دوسرے ہاتھ کو جیب میں ڈال کر ریوالور نکال لیا۔ ذرا فاصلے پر کھڑی ہوئی کار کی اندرونی روشنی میں بی بی یعنی سونیا بیٹھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا: "یہ کوئی بھی ہو اسے ختم کر دینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے ذریعے فرہاد میرے دماغ میں پہنچ جائے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اسے مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیک ویو ہوٹل پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہیے۔ وہ گئی یہ بات کہ فرہاد میرے دماغ میں نہ پہنچے، تو دانشمندی یہ ہے کہ میں اپنے ساتھ سفر کرنے والی عورت کے سامنے اب زبان نہ کھولوں، خاموش رہوں۔"

میری اس سوچ نے اسے قائل کر دیا۔ اس کی سوچ نے کہا: "بے شک فرہاد ابھی تک میرے دماغ میں نہیں پہنچا ہے مگر پہنچا ہوتا تو یہ ریوالور اپنی جیب سے میں نہ نکال سکتا اور اس کے خلاف رپورٹ نہ دے سکتا۔ نہیں، وہ ابھی مجھ تک نہیں پہنچ سکا ہے۔ بس میں اپنی زبان بند رکھوں۔"

اس نے ریوالور جیب میں ڈال لیا۔ پھر کار کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا: "برائٹ ولسن بڑے تذبذب میں تھا۔ اس کے اندر گھبراہٹ اور بے چینی ہے کہ میں اس کے دماغ میں ہوں یا نہیں؟ میں نے اسے بڑی طرح اضطراب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اب میں اس کے دماغ میں موجود ہوں گا۔ وہ تم سے کچھ نہیں بولے گا۔ تم بھی خاموشی سے سفر کرو۔"

برائٹ نے آکر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ کار پھر آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ لوگ پیرس جانے کے لیے لیک ویو کی طرف بڑھتے جا رہے تھے۔ میں الیکزونا فارم والے ایک جوان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا: "تم نے چیزی اور عورت کی لاش کو کہاں چھپایا ہے؟"

"ایک جگہ برف میں دبا دیا ہے۔"

"ایسا نہ کرو۔ ان کی لاشوں کو نکال کر فوراً ان کی کار میں ڈالو۔ کار کا رخ پیرس کی طرف کرو۔ بلکہ اس کار کو ڈرائیو کرتے ہوئے بہت دور آگے لے جاؤ اور اسے جلا ڈالو یا ہم سے اڑا دو۔"

"اچھی بات ہے جناب! ہم یہی کر رہے ہیں۔"

میں ان کے پاس سے آکر برائٹ کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ ابھی تک پریشان تھا بلکہ پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ کبھی وہ سوچتا تھا، فرہاد خاموش ہے اور اسے ڈھیل دے رہا ہے۔ دوسری سوچ کہتی تھی۔ فرہاد ہو یا نہ ہو، وہ ڈھیل دے یا نہ دے مجھے اتنی مہلت مل جائے کہ میں اپنے ساتھیوں تک پہنچ جاؤں یا میرے ساتھی مجھ تک پہنچ جائیں۔ پھر میں اس عورت کو ان کے حوالے کر دوں گا۔ اس کے بعد مجھے اپنی موت کی پروا نہیں ہے۔

میں نے سونیا سے کہا: "اس طرح نکلنے سے پہلے ہمیں اپنے آگے پیچھے کچھ مسلح طلبہ کو ساتھ آنے کے لیے کہنا چاہیے تھا۔ تم بالکل تنہا نکل آئی ہو۔"

"تنہا کیوں؟ کیا تم میرے ساتھ نہیں ہو؟"

"صرف دماغی طور پر، جسمانی طور سے تو نہیں ہوں۔"

"آخر تمہیں پریشانی کیا ہے؟"

"تم میرے بیٹے کوکے کر نکلی ہو اور سارا جہاں اس کا دشمن ہے۔"

"میں تمہارے سمجھانے سے پہلے جانتی ہوں۔ میں بھی نہیں سوچتی کہ اگلا قدم اٹھاؤں گی تو اس کا نتیجہ موت ہوگا۔ ہر اگلے قدم پر کیا ہوتا ہے، یہ ہم نہیں جانتے۔ ہمیں صرف تدبیر کرنا چاہیے اور تدبیر پر عمل کرنا چاہیے اور عمل کے لیے ذہانت اور حاضر دماغی ضروری ہے۔"

"یہ شخص تمہیں لیک ویو ہوٹل کی طرف لے جا رہا ہے۔ وہاں تمہاری اصلیت معلوم ہوگی یا پھر اس کے آدمی تمہیں راستے میں ہی مل جائیں گے۔ جب بھی ان سے سامنا ہوگا تو میں اپنی پلاننگ کے مطابق اس کے دماغ پر قابض ہو جاؤں گا۔ پھر اسے برائٹ ولسن نہیں رہنے دوں گا۔"

تیزی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس شاہراہ پر کتنی ہی گاڑیاں پیچھے سے بھی آتی تھیں اور اوور ٹیک کر کے گزر جاتی تھیں یا پھر برائٹ ولسن کی تیز رفتاری کے باعث پیچھے ہی رہ جاتی تھیں۔ کچھ گاڑیاں سامنے سے آکر گزر جاتی تھیں۔ ایک گاڑی پیچھے سے آکر اوور ٹیک کرنے لگی۔ برائٹ ولسن کی کار کے برابر چلنے لگی۔ پھر اس میں سے ایک شخص نے مخاطب کیا: "ہیلو برائٹ! کیا تمہیں معلوم ہے....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی برائٹ نے چیخ کر کہا: "مجھے مخاطب مت کرو۔ میرا خیال ہے، فرہاد میرے دماغ میں موجود ہے۔"

مخاطب کرنے والے نے شاید برائٹ کی بات نہیں سنی۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے ہو گئی تھیں۔ اس نے چیخ کر کہا: "برائٹ! تم کیا کہہ رہے ہو۔ پہلے میری بات سن لو۔ جب میں الیکزونا فارم کے قریب سے گزر رہا تھا تو ایک بات ہی زبردست دھماکہ سنائی دیا۔ اندھیری رات میں دور تک روشنی پھیل گئی تھی۔ آگے جا کر ایک کار سے شعلے اٹھتے ہوئے نظر آئے۔ میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ کار کی رفتار بڑھا کر ادھر آیا ہوں۔ میں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو اس بات کی اطلاع دے دی ہے۔"

برائٹ ولسن نے سوچا: "یہ کمبخت اتنی باتیں کر چکا ہے۔ فرہاد کو اس کے دماغ میں پہنچنا ہوگا تو پہنچ چکا ہوگا۔"

اس نے مجبور ہو کر کہا: "میں تم سے کہہ رہا تھا، فرہاد ہمارے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔ جس گاڑی کو تم نے شعلوں کی لپیٹ میں دیکھا وہ چیزی کی گاڑی تھی۔ میرا خیال ہے، سونیا اور پارس کی موت کی اطلاع فرہاد کو مل چکی ہے۔ اس کا جھنجھلایا ہوا ذہن یہ انتقامی کارروائیاں کر رہا ہے۔"

اس وقت ان کی گاڑیاں ایک پل سے گزر رہی تھیں تاہم راہ اتنی چوڑی تھی کہ چار گاڑیاں بیک وقت اس پل پر سے گزر سکتی تھیں۔ میں نے دوسری گاڑی والے کے اسٹیئرنگ کو دوسری طرف بھکایا۔ وہ گاڑی ذرا ٹیڑھی ہو کر دائیں طرف گئی۔ پھر بائیں طرف برائٹ کی گاڑی قریب آئی۔ برائٹ نے چیخ کر کہا: "اسٹیئرنگ قابو میں رکھو۔"

لیکن وہ اپنے قابو میں نہیں تھا۔ اسٹیئرنگ کو کیسے قابو میں رکھتا۔ میں نے یکبارگی اسٹیئرنگ کو دائیں طرف گھمایا۔ گاڑی دائیں طرف گھومی، پل کی ریلنگ کو توڑ کے فضا میں جیسے چند ساعت کے لیے معلق ہوئی۔ موسم بہار میں پل کے نیچے پانی بہتا تھا۔ اب وہ موسم نہیں تھا۔ ہر طرف برف جمی ہوئی تھی اس لیے پانی کی سطح پر بھی برف تھی۔ گاڑی برف کی سطح کو توڑتی ہوئی پانی میں ڈوب گئی۔

گاڑی کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ دروازے لاک تھے۔ گاڑی کے اندر فوراً ہی پانی نہیں بھر سکتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بوکھلا کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ذرا دیر کے لیے کس طرح دماغ غائب ہوا تھا اور اب حاضر دماغ ہوا ہے؟ تو کہاں ہے؟ کس حالت میں ہے؟

تب اس نے دیکھا، گاڑی کے اندر آہستہ آہستہ پانی بھر رہا ہے۔ اس نے بوکھلا کر دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسے کھولنا چاہتا تھا۔ میں نے پھر اسے دروازے کی طرف سے ہٹا دیا۔ چند لمحوں کے لیے وہ پھر دماغی طور پر غائب رہا۔ پھر حاضر ہوا۔ پریشان ہو کر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس نے دوبارہ دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اسے دروازہ کھولنے کی مہلت نہیں دی۔ دور بہت دور سے برائٹ ولسن کی آواز اس کے کانوں میں آئی۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ اسے آوازیں دے رہا تھا مگر الفاظ واضح نہیں تھے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے بار بار دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر اس وقت تک پانی کار کے اندر بھر چکا تھا۔ وہ پہلے گردن تک ڈوبا، پھر اس کا سر ڈوبنے لگا۔ وہ پھڑ پھڑا رہا تھا۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

جب دوسری گاڑی کے ساتھ وہ حادثہ پیش آ رہا تھا تو برائٹ نے آگے جا کر گاڑی روک دی تھی۔ پھر اسے یوٹرن دے کر پل کی طرف گھما دیا تاکہ اپنی گاڑی کی ہیڈلائٹس کی روشنی میں دوسری گاڑی کا انجام دیکھ سکے۔ اب وہ پل کے پاس آ کر چیخ چیخ کر اپنے ساتھی کو آواز دے رہا تھا کہ کس طرح دروازہ کھول کر باہر نکلے اور تیرتا ہوا اوپر آئے لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ برف کی سطح بہت دور تک ٹوٹ چکی تھی۔ اور جہاں کار ڈوبی تھی وہاں سے بلبلے اٹھ رہے تھے۔

میں نے برائٹ ولسن کے دماغ کو پڑھا ـــــ اب اس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ فرہاد پہنچ چکا ہے۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "پہلا شکار چیزی تھا، جس کی کار شعلوں کی نذر ہو گئی۔ دوسرا شکار یہ ساتھی تھا جو کار کے ساتھ پانی کی تہہ میں چلا گیا۔ اور اب... اب شاید میں..."

وہ سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا۔ اس نے اپنے تھرتھراتے ہوئے ہاتھ سے ریوالور نکالتے ہوئے سوچا۔ "ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی نہ کسی کے دماغ کی ضرورت پڑتی ہے۔ میرے دونوں ساتھیوں کے دماغ موت کی نیند سو چکے ہیں۔ تیسرا دماغ میرا ہی ہے۔ وہ میرے دماغ میں ہے، میرے پاس ہے۔"

اس کی گرفت ریوالور کے دستے پر مضبوط ہو گئی۔ وہ ایک دم سے پلٹ کر اپنی کار کی طرف دیکھنے لگا۔ وہاں اس کی ٹلی، میری سونیا بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ موت اپنے آس پاس ہو، اپنے اندر ہو تو زندگی کو کس طرح بچایا جا سکتا ہے۔ یہ ہاتھ میں ریوالور ہونے کے باوجود موت کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ پھر وہ کیا کرے؟

وہ سہمے ہوئے انداز میں ایک ایک قدم سونیا کی طرف بڑھاتے ہوئے سوچنے لگا۔ "پہلے میں اس عورت کو ختم کروں گا۔ اس کے بعد اپنے آپ کو مار ڈالوں گا۔ اس کے بعد فرہاد کو کوئی دماغ نہیں ملے گا۔ ہو سکتا ہے وہ میرے کسی اور ساتھی کے دماغ تک پہنچا ہو۔ اس لیے وہ بھٹکتا رہ جائے گا۔ میرے دوسرے ساتھی اس کی ٹلی پیتھی سے محفوظ رہیں گے۔"

سونیا اگلی سیٹ پر اطمینان سے بیٹھی تھی۔ پاس کو اس نے سینے سے لگا رکھا تھا۔ کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں اس نے برائٹ ولسن کو دیکھ لیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی نظر آ رہا تھا لیکن وہ مطمئن تھی۔ جانتی تھی کہ میں ان کے درمیان ایک دیوار کی طرح ہوں۔ ریوالور کی گولی اس کے پاس نہیں پہنچ سکے گی۔

برائٹ چند قدم آگے بڑھا ـــ کار کے قریب آیا پھر اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر گر پڑا۔ اس نے جلدی سے جھک کر اسے زمین پر سے دوبارہ اٹھا لیا۔ میں نے اس کی چیخ میں کہا "ریوالور میرے ہاتھ سے کیسے گر گیا؟"

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا "ہاں میں نے تو مضبوطی سے پکڑا تھا۔ یہ کیسے چھوٹ گیا؟" میں نے سنا ہے کہ فرہاد ہاتھ سے ریوالور گرا دیتا ہے اور ریوالور والے کو خودکشی پر مجبور کر دیتا ہے۔ شاید میرے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔"

یہ سوچتے ہی وہ خوف سے کانپنے لگا۔ اگرچہ وہ اپنی جان دینے پر آمادہ تھا، لیکن قوم کے لیے قربانی دینے سے پہلے فرہاد نے اسے مار دیا تو وہ موت کسی کام کی نہ ہوتی۔ انسان مرنے پر آتے تو مر جاتا ہے لیکن وہ موت جو آس پاس ہو، نظر نہیں آ رہی ہو اور آدمی مرنا چاہے مر نہ سکتا ہو تو ایسی موت دہشت زدہ کر دیتی ہے۔ یہی حال اس کا تھا۔

یکبارگی وہ دوڑتا ہوا کار کے پاس آیا۔ اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا، لیکن دروازہ کھولتے ہی پھر اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ اس نے گھبرا کر ریوالور کی طرف دیکھا۔ کیا فائدہ ہے ایسے ہتھیار کا جو اپنے ہاتھ میں رہتے چھوٹ جائے یہ تو دشمن کو مار سکے نہ خود کو ہلاک کیا جا سکے۔ وہ پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ جھک کر سونیا کی طرف دیکھتے ہوئے پھر ریوالور اٹھا لیا۔

اس بار وہ پوری طرح ہوش و حواس میں رہ کر سمجھنا چاہتا تھا کہ آخر ریوالور کیسے چھوٹ جاتا ہے لیکن سمجھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ وقت کے ایک سیکنڈ کے سویں حصے میں عمل کا ردِ عمل ہوتا ہے۔ بجلی کے سوئچ کی طرح بٹن پر انگلی رکھتے ہی ابھی اجالا، ابھی اندھیرا ہو جاتا ہے۔ پلک جھپکنے سے پہلے ریوالور گرفت میں ہوتا ہے، پلک جھپکتے میں وہ گرفت سے نکل جاتا ہے۔ دماغ سوچنے نہیں پاتا، سمجھنے نہیں پاتا کہ اتنی تیز رفتاری سے کیسے عمل ہو گیا اور یہی بات برائٹ ولسن نہیں سمجھ سکا۔

سونیا اس کی حرکتوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے بیزار ہو کر کہا "ریوالور اٹھا کر مجھے گولی مار دو یا اٹھا نہیں سکتے تو زمین

پر ڈال رہنے دو۔ گاڑی کو تو آگے بڑھاؤ۔ کیوں وقت ضائع کر رہے ہو؟"

اس نے ریوالور کو چھوڑ دیا۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر کار اسٹارٹ کی، اسے گھمایا اور یک ویو ہوٹل کی طرف بڑھنے لگا۔ تب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس بار اس نے ایک دم سے گھبرا کر بریک لگاتے سونیا ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ پھر اس نے جھلا کر کہا۔ "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ گاڑی اس طرح روکی جاتی ہے؟"

وہ پریشان ہو کر سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ہکلاتے ہوئے کہا "تت... تم کون ہو؟ فرہاد میرے دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔ مجھ سے طرح طرح کی حرکتیں سرزد ہو رہی ہیں۔ وہ مجھے مخاطب کیوں نہیں کرتا ہے؟ اپنے آپ کو ظاہر کیوں نہیں کر رہا ہے؟"

سونیا نے انجان بن کر حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا بکواس کر رہے ہو؟ فرہاد بھلا کہاں سے آ سکتا ہے اور کیسے آ سکتا ہے؟"

وہ چیخ کر بولا "تمہارے ذریعے آ سکتا ہے۔ تم ٹلی نہیں ہو۔ میں اچھی طرح جان گیا ہوں۔ تم مرجانہ یا اعلیٰ بی بی ہو۔"

"میں کون ہوں، یہ تمہارا باپ بھی نہیں سمجھ پاتے۔ گاڑی چلاؤ۔"

وہ میری مرضی کے مطابق گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے چلنے لگا۔ اسی وقت سامنے سے آنے والی ایک گاڑی قریب رکنے لگی۔ اس نے بھی گاڑی روک دی۔ آنے والے نے مخاطب کیا "ہیلو مسٹر برائٹ! ہم آ گئے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے کارڈینل نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع دی تھی کہ اس شاہراہ پر ایک کار شعلوں میں گھری ہوئی ہے۔"

برائٹ نے کہا "اور وہ کارڈینل اپنی کار کے ساتھ سڑک کو توڑ کر دریا میں ڈوب گیا ہے۔"

آنے والے نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"درست کہہ رہا ہوں۔ فرہاد انتقامی کارروائی کر رہا ہے۔ کار شعلوں میں گھری ہوئی ہے وہ چیزی کی تھی اور اب [illegible] کا یہ انجام ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کارڈینل نے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہے تھے تو اس کے ذریعے فرہاد [illegible] دماغ میں بھی پہنچا ہو گا۔ شاید اس وقت بھی موجود ہو۔"

"اوہ برائٹ! کیوں خوفزدہ کر رہے ہو۔ یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ فرہاد موجود ہوتا تو تمہیں کیسے زندہ چھوڑ دیتا جبکہ تم سے آگے آنے والے چیزی کو بھی نہیں چھوڑا۔ کارڈینل کو بھی ختم کر دیا۔ وہ ہمارے تمہارے درمیان نہیں ہے۔"

"اچھا! تو ہم ابھی اس کی موجودگی یا عدم موجودگی کی تصدیق کر لیتے ہیں۔ میں اس کے خلاف ایک رپورٹ دے رہا ہوں۔ تم ٹرانسمیٹر کے ذریعے یک ویو ہوٹل میں رہنے والے ہمارے آدمیوں کو اطلاع دو۔ رپورٹ یہ ہے کہ یہ جو میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے، یہ ٹلی نہیں ہے ـــ فرہاد کی کوئی ساتھی ہے۔ ٹلی کو شاید انہوں نے مار ڈالا ہے یا اپنی قید میں رکھا ہے۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "یو مسٹر! تمہارا برائٹ مجھے ریوالور سے ہلاک نہ کر سکا۔ بے چارہ بہت مجبوری کی حالت میں میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ کیا تم مجھے ہلاک کرنے میں اس کی مدد کر سکتے ہو؟"

برائٹ نے کہا "دیکھو، دیکھو یہ خود اس بات کا اعتراف کر رہی ہے کہ میں نے اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی اور نہ کر سکا۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ فرہاد موجود ہے؟"

آنے والے نے کہا "ظاہر نہیں ہوتا۔ یہ عورت تمہیں چھیڑ رہی ہے یا اعلیٰ بی بی کی طرف سے تمہارے پیچھے جاسوس کی طرح لگا دی گئی ہے۔ اس کی موجودگی سے فرہاد کی موجودگی ثابت نہیں ہوتی۔ تم نے اس کے خلاف رپورٹ دی۔ اس نے اب تک ہم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا تم اس کے نام سے بہت زیادہ دہشت زدہ ہو۔ تمہیں نارمل رہنے کی ضرورت ہے۔ جاؤ، سیدھی طرح ڈرائیو کرتے ہوئے یک ویو ہوٹل پہنچو۔ اس عورت کو ہمارے آدمیوں کے حوالے کر دو۔ وہ اس کی اصلیت معلوم کر لیں گے۔"

"یک ویو ہوٹل میں ہمارے اور کتنے آدمی رہ گئے ہیں؟"

"چار آدمی ہیں۔ وہ چاروں اس عورت سے اصلیت اگلوانے کے لیے کافی ہیں۔ میں آگے والے پل کا معائنہ کر کے آتا ہوں۔ اس کے متعلق رپورٹ دینا ہو گی۔"

"تم پل کی طرف نہ جاؤ، میرے ساتھ چلو۔ میں موت سے نہیں ڈرتا لیکن مجھ سے یہ تجسس یہ اصرار برداشت نہیں ہو رہا ہے، وہ موجود ہے یا نہیں ہے؟ میرے لیے نہ یہ بہت آسان ہے لیکن ٹیلی پیتھی کے لامتناہی تیز، نوکیلے ناخن مجھے اندر سے نوچ رہے ہیں، کھرچ رہے ہیں لیکن ان کی کھرچن کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔ یہ معلوم ہو جائے تو مجھے اطمینان ہو جائے گا۔ پھر میں اس ٹیلی پیتھی والے سے سمجھ لوں گا۔"

آنے والے نے پوچھا: "اگر میں تمہیں یقین دلا دوں کہ فرہاد تمہارے دماغ میں نہیں ہے تو تم نارمل ہو جاؤ گے؟"

"بے شک، مگر تم کیسے یقین دلاؤ گے؟"

آنے والے نے اپنی کار کے ڈیش بورڈ کے خانے سے ریوالور نکالا۔ پھر اسے دکھاتے ہوئے پوچھا: "یہ کیا ہے؟"

برائٹ نے جبراً مسکراتے ہوئے کہا: "کیا مذاق کر رہے ہو۔ یہ ریوالور ہے۔"

"اب اس ریوالور کا رخ تمہاری طرف ہے۔ تم میرے نشانے پر ہو۔ اگر میں تمہیں گولی مار دوں تو سمجھ لینا کہ فرہاد موجود ہے۔"

وہ ایک دم سے سہم کر سیٹ کی پشت سے لگ گیا۔ پھر ہکلاتے ہوئے بولا: "یہ... یہ کیا حرکت ہے۔ ایسا مذاق نہ کرو۔ اگر فرہاد سچ مچ تمہارے دماغ میں پہنچ گیا تو وہ بھی گولی چل جائے گی۔ پلیز، اسے ہٹاؤ یہاں سے۔"

آنے والے نے مسکرا کر کہا: "اگر میں تمہیں گولی مار دوں تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ فرہاد موجود ہے اور تمہیں گولی نہ مار کر اور خود کو ہلاک کر دوں تو..."

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کی نال اپنی کنپٹی سے لگائی

[illegible]

[illegible] کے لیے ایک [illegible] پھر برائٹ [illegible] وہ [illegible] کانپ رہا [illegible] اس کی [illegible] کر کے [illegible] ٹرگر کو تھام [illegible] مسکرا کر کہا: "اس [illegible] نے تمہیں نہیں مارا، وہ موجود نہیں ہے۔ یہ ثابت کر دیا کہ فرہاد موجود نہیں ہے۔"

اچانک ہی برائٹ نے چیخ کر کہا: "موجود ہے۔ تم بکواس کرتی ہو۔ اگر وہ موجود نہ ہوتا تو یہ خودکشی کیوں کرتا؟"

"اس نے خودکشی کی ہے۔ فرہاد موجود ہوتا تو وہ تمہیں گولی مار تا۔ پس ثابت ہوا کہ فرہاد موجود ہو یا نہ ہو تمہاری زندگی سلامت رہے گی۔ تم بخیریت لیک ویو ہوٹل تک پہنچو گے۔ چلو اچھے بچوں کی طرح ڈرائیو کرو۔"

"تت... تم کون ہو؟ تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ، اگر فرہاد سے تمہیں کوئی گہرا لگاؤ ہے تو تمہیں فرہاد کا واسطہ، مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "میں وہ موت ہوں جو دشمن کے ساتھ ساتھ چلتی ہے، مگر مارنے میں جلد بازی نہیں کرتی۔ پہلے اپنے دشمن کو جگہ جگہ موت کا تماشا دکھاتی ہے۔

اسے ہلکان کرتی ہے، پھر مارتی ہے۔ جانتے ہو ایسی موت کو کیا کہتے ہیں؟"

وہ دہشت زدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے کہا: "دشمن اس موت کو سونیا کہتے ہیں۔"

برائٹ نے ایک زور کی چیخ ماری: "نہیں۔" اس نے ہڑبڑا کر دروازے کو کھولا۔ پھر پیچھے ہٹ کر گر پڑا۔ اس کے بعد خوفزدہ انداز میں اٹھتے ہوئے بولا: "تم... نہیں، تم سونیا نہیں ہو۔"

سونیا نے قہقہہ لگایا: "میں ہر دشمن کے لیے مردہ ہوں اور ہر اس دشمن کے لیے زندہ ہوں جو اب تب میں مرنے ہی والا ہو۔ آؤ، بیٹھو، میں تمہیں بڑے پیار سے ماروں گی۔"

وہ چیخ کر وہاں سے پلٹتے ہوئے بھاگنے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا: "میں آ رہا ہوں، انتظار کرو۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے دماغ میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ کوئی سوچ اپنی جگہ قائم نہیں تھی۔ عجیب سی سوچوں کا ٹکراؤ تھا، دہشت تھی۔ وہ جدھر سے کار ڈرائیو کرتا آیا تھا، اسی طرف بھاگ رہا تھا پھر وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ اتفاق سے ایسی جگہ گرا جہاں وہ اپنا ریوالور چھوڑ آیا تھا۔ ٹھیک اس کے سامنے اس کو وہ نظر آ رہا تھا جب اس کے خیالات مجتمع ہونے لگے۔ اس کے دماغ میں یہ بات گونج رہی تھی۔ اس کے کسی ساتھی نے کہا تھا: "ہم سونیا اور پارس کی دوست کی اطلاع ضرور دے رہے ہیں، لیکن اسے کنفرم نہ سمجھا جائے۔ ماضی میں فرہاد کے متعلق بارہا ایسا ہو چکا ہے۔ بارہا یہ خبر ملی کہ وہ مر چکا ہے لیکن کچھ عرصہ بعد دنیا کے کسی دوسرے حصے میں وہ زندہ پایا گیا۔ ایک بار جاپان میں اسے فائرنگ اسکواڈ کے سامنے کھڑا کر کے گولی سے اڑا دیا گیا تھا۔ اسے جو موت کی سزا دی گئی تھی اس کی باقاعدہ دستاویزی فلم تیار کی گئی تھی۔ ساری دنیا کی خطرناک تنظیموں نے اس فلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ فرہاد کی لاش دیکھی تھی۔ اسے دفناتے ہوئے دیکھا گیا تھا، لیکن کچھ عرصہ بعد وہ پھر نمودار ہو گیا۔ لہٰذا سونیا کے متعلق خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔"

برائٹ ولسن سڑک پر اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ریوالور تھا۔ اسے تمام باتیں یاد آ رہی تھیں۔ یقین ہو رہا تھا کہ سونیا موت ہے اور موت اس کے پیچھے چلی آ رہی ہے یا اس کے ساتھ بیٹھ کر بڑی دور تک سفر کرنے والی ہے۔ اس میں اب اتنا حوصلہ نہیں رہا تھا کہ سونیا کے برابر

[illegible] کر بیٹھتا۔ ایک تو میری دہشت تھی، دوسرے سونیا کی موجودگی نے رہی سہی کسر پوری کر دی تھی ——— اس کا ہاتھ ریوالور کی طرف بڑھا۔ اس نے ریوالور کو تھام لیا۔ فوراً ہی بعد رات کے سناٹے میں ایک فائر کی آواز گونجی۔ میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا: "بچے کو اپنے پاس سیٹ پر لٹاؤ اور کار ڈرائیو کر کے لیک ویو ہوٹل پہنچو۔ تم یہاں تنہا ہو۔"

بیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ لیک ویو ہوٹل کے سامنے پہنچ گئی۔ وہاں اس نے کار سے اترتے وقت پارس کو گود میں لے کر ایسی ایکٹنگ شروع کی جیسے بہت زیادہ دہشت زدہ اور پریشان ہو۔ وہ ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے ہوٹل میں داخل ہوئی۔ ایک کیبن میں بیٹھ کر اس نے کافی کا آرڈر دیا۔ قصہ یہ تھا کہ دشمن برائٹ ولسن کی کار کو پہچان کر یا کار سے پہچانتے ہوں تو اس حوالے سے اس کے پاس آ جائیں۔

یہ اندازہ درست تھا۔ کافی آنے سے پہلے ہی دو آدمی کیبن میں داخل ہوئے۔ ایک نے کہا: "ہیلو بیٹی! تو [illegible]"

سونیا نے ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ دوسرے نے کہا: "گھبراؤ مت۔ ہم برائٹ کے دوست ہیں۔ ہمیں معلوم ہے تم ہماری تنظیم سے تعلق نہیں رکھتی ہو مگر برائٹ کے کہنے پر ہمارے لیے کام کر رہی ہو۔ ہم تمہارے تحفظ میں رپورٹ دو۔"

وہ دونوں اس کے سامنے میز کے دوسری طرف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ سونیا نے کہا: "میں کیا بتاؤں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا ہے وہ دیکھنے کے بعد بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔ مجھے پانی پلاؤ۔"

ایک نے گلاس میں تھوڑا سا پانی اس کی طرف بڑھایا۔ وہ دو گھونٹ پینے کے بعد ایک گہری سانس لے کر بولی: "جب ہم وہاں سے چلے تو سب سے پہلے مجھے چیری اور جیفیف کی گاڑی خالی نظر آئی۔ ہم وہاں سے آگے نکل گئے شاید برائٹ نے کسی کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع بھی دی تھی۔"

دوسرے آدمی نے کہا: "ہاں ہاں، ہمیں اطلاع دی تھی، تم آگے کہو۔"

"آگے [illegible] ایک دوست [illegible] اس نے [illegible] مجھے [illegible]

اپنی گاڑی کو پُل کی ریلنگ سے لے جاکر ٹکرا دیا اور گاڑی سمیت پُل کے نیچے پانی میں گر گیا۔ تھوڑی دیر بعد یہاں سے کوئی ساتھی گیا اور اس نے برائٹ سے بات کرنے کے بعد اپنی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھ کر گولی چلا دی اور خود مر گیا۔ یہ دیکھتے ہی برائٹ نے مجھ سے کہا کہ میں کار تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی نیک ویو ہوٹل جاؤں اور اس کے ساتھیوں کو ان واردا توں کی اطلاع دے دوں۔ وہ وہاں ٹھہر گیا ہے، تم لوگوں کا انتظار کر رہا ہے۔"

ایک نے پریشان ہو کر کہا۔ "اسے اکیلے وہاں رکنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں نہیں جانتی۔ اس نے مجھ سے جو کہا میں نے اس پر عمل کیا۔"

اتنے میں کافی آ گئی۔ ایک شخص نے اس کے لیے پیالی میں کافی انڈیلتے ہوئے کہا۔ "تم بہت پریشان ہو، تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ رات کو کار میں سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔"

اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "فرینک اور جوڈی کو برائٹ کی تلاش میں بھیج دو۔ تم کال اٹینڈ کرتے رہو۔ میں للی کو ہوٹل کے کمرے میں پہنچا دیتا ہوں۔ یہ کل صبح یہاں سے چلے جائیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "نہیں، میرا اس وقت پیرس پہنچنا بہت ضروری ہے۔ میرے اپنے لوگ پریشان ہوں گے۔"

"للی! تم نہیں جانتی ہو، دشمن بہت ہی مکار ہے۔ موت کی طرح نادیدہ ہے۔ کس وقت کیسے چلا آتا ہے، ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔ ہم تمہیں کسی خطرے سے دوچار نہیں ہونے دیں گے۔"

اس کے ساتھی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "للی! اب اس بچے سے نجات حاصل کر لو۔ مجھے دو، میں اسے کہیں چھوڑ آؤں گا۔"

سونیا نے بے اختیار پارس کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "نہیں، بچہ میرے پاس رہے گا۔"

ایک نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تمہارا نہیں ہے۔ تمہیں اس سے محبت کیسے ہو گئی؟"

"کیسے نہ ہو گی۔ آخر میں عورت ہوں۔ بچہ کسی کا بھی ہو، میں اسے ہاتھ سے بے ہاتھ ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔ میں اپنے گھر لے جاؤں گی۔ اسے پالنے والے بہت ہیں۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ ان کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنے لگا۔ انہیں سونیا پر شبہ ہو رہا تھا۔ جب للی کو بچے کی ماں بننے کے لیے کہا گیا تھا تو اس نے بُرا سا منہ بنایا تھا۔ اعتراض کیا تھا۔ صرف برائٹ کے اصرار پر راضی ہو گئی تھی ورنہ وہ خواب میں بھی اپنے آپ کو کسی بچے کی ماں تصور نہیں کر سکتی تھی۔

ایسی صورت میں بچے کے ساتھ اس کا ہمدردانہ رویہ ان کی نظروں میں اسے مشکوک کر رہا تھا۔ سونیا نے کافی کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔ "تم لوگوں نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔"

ایک نے کہا۔ "مجھے کاری کہتے ہیں اور یہ الفریڈ ہے۔"

الفریڈ نے کہا۔ "میں ابھی فرینک اور جوڈی کو وہاں بھیجتا ہوں۔"

الفریڈ وہاں سے جانے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "پارس کے ساتھ تمہارا جو لگاؤ ہے وہ دشمنوں کو شبے میں مبتلا کر دیتا ہے اور یہ تمہاری مجبوری بھی ہے اور محبت بھی۔ بہرحال میں ذرا الفریڈ کے پاس جا رہا ہوں۔ تم لاری کو ہینڈل کر لینا۔"

میں الفریڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دن کے وقت ہوٹل کے باہر جھیل کے کنارے مردوں اور عورتوں کا میلہ سا لگا رہتا تھا۔ لوگ مختلف تفریحات میں مصروف رہتے تھے۔ رات کو زیادہ بھیڑ نہیں ہوتی تھی۔ صرف پینے پلانے والے جوڑے جھیل کے کنارے گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ وہاں چھوٹے چھوٹے بار بنے ہوئے تھے جس کی جہاں مرضی آتی تھی، وہاں ایک پیگ پیتا تھا۔ پھر آگے بڑھ جاتا تھا۔ فرینک اور جوڈی ایک بار میں بیٹھے پی رہے تھے۔ الفریڈ نے وہاں پہنچ کر انہیں للی اور برائٹ ولسن کے متعلق تفصیلات بتائیں۔ تمام باتیں سننے کے بعد جوڈی نے کہا۔ "للی جیسی حسین، نوجوان، مشہور و معروف ہیروئن کے ساتھ وقت گزارنے کا اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا۔ اسی لیے تم اور لاری اس کے ساتھ ہوٹل میں رہنا چاہتے ہو۔ مجھے اور فرینک کو برائٹ کی تلاش میں بھیج رہے ہو۔ ہم اتنے بے وقوف تو نہیں ہیں۔"

دوسرے ہی لمحے میں جوڈی کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ الفریڈ نے پوچھا۔ "تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا ہم یہاں تفریح کے لیے آئے ہیں؟"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔" یہ کہتے ہی جوڈی نے ایک گھونسہ الفریڈ کے منہ پر جڑ دیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ پھر اس نے فوراً ہی جیب سے ریوالور نکال کر کہا۔ "جوڈی! ہوش میں ہو

میں تمہیں حکم دیتا ہوں اب تم ایک گھونٹ بھی نہیں پیو گے۔ زیادہ پیتے ہی تم کھوپڑی سے باہر ہو جاتے ہو۔"

جوڈی نے گلاس اٹھا کر کہا۔ "تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے؟"

"یہ ڈیوٹی کا وقت ہے۔ اگر تم پینا چھوڑ کر فرض انجام نہیں دو گے تو میں گن پوائنٹ پر کام لینا جانتا ہوں۔"

جوڈی نے وہ شراب سے بھرا گلاس اس کی طرف پھینک دیا۔ الفریڈ ایک طرف ہٹ گیا۔ گلاس دوسری طرف جا کر گرا۔ اس کے ساتھ ہی جوڈی نے اپنا ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "ریوالور واپس رکھ لو، ورنہ..."

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں الفریڈ کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ پھر دوسرے ہی لمحے اس نے جوڈی پر فائر کر دیا۔ یہ سب کچھ پلک جھپکتے میں ہوا۔ اس کے بعد میں نے الفریڈ کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا گیا کیونکہ پلک جھپکنے میں جتنی دیر لگتی ہے اتنی دیر میں وہ یہ یقین نہیں کر سکتا تھا کہ یہ ٹیلی پیتھی کی کارستانی ہے۔

اس کے سامنے جوڈی فرش پر تڑپ رہا تھا۔ آخری سانسیں لے رہا تھا اور وہ سوچ رہا تھا۔ "یہ میں نے کیا کیا؟ میں نے فائر کیسے کیا؟ کیوں کیا؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اگر میں فوراً ہی فائر نہ کرتا تو جوڈی نشے میں تھا، وہ مجھ پر گولی چلا دیتا۔ یہ سب کچھ میں نے بے اختیار اپنی حفاظت کے لیے کیا تھا۔"

اتنی دیر میں فرینک الفریڈ کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ اس نے اپنے ریوالور کی نال اس کی پشت پر لگاتے ہوئے کہا۔ "اپنا ریوالور پھینک دو، ورنہ میں گولی مار دوں گا۔"

الفریڈ نے کہا۔ "فرینک! میری بات کا یقین کرو، میں نے اپنے تحفظ کے لیے ایسا کیا۔ تم دیکھ رہے تھے کہ جوڈی کس قدر نشے میں تھا۔ وہ مجھ پر گولی چلا دیتا۔"

"بکواس مت کرو، ریوالور پھینک دو۔"

فائرنگ کی آواز سن کر ہوٹل کے لوگ جمع ہو رہے تھے۔ میں نے ایک ساعت میں الفریڈ کے دماغ میں داخل ہو کر سے بڑی تیزی کے ساتھ فرینک کی طرف یوں پلٹا جیسے وہ فائر کرنا چاہتا ہو۔ میں دوسری ساعت میں فرینک کے پاس تھا۔ اس بار فرینک نے فائر کر دیا۔

لوگ ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ دور جا کر کسی نہ کسی چیز کی آڑ میں چھپنے لگے تاکہ فائرنگ کی زد میں نہ آ سکیں پھر ایک طرف سے للکار کر کہا گیا۔ "مسٹر! تم جو کوئی بھی ہو، ریوالور پھینک دو۔ ہم قانون کے محافظ ہیں اور تم ہمارے نشانے پر ہو۔"

فرینک نے ریوالور کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "میں نے اپنے تحفظ کے لیے ایسا کیا ہے۔ آپ لوگوں نے دیکھا تھا کہ یہ ریوالور سے کر میری طرف پلٹ رہا تھا۔"

ایک پولیس آفیسر اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "ہم تمہیں صفائی پیش کرنے کا پورا موقع دیں گے۔ فی الحال تم قانون کی حراست میں رہو گے۔"

میں ان لوگوں کے دماغ سے نکل کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لاری کے ساتھ ایک لفٹ کے ذریعے پانچویں منزل پر آئی تھی اور وہاں ہوٹل کے ایک کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ لاری نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا۔ "مس للی! کیا تم بچے کو بستر پر لٹا کر منہ ہاتھ دھونا پسند کرو گی؟"

سونیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم میرا اصلی چہرہ دیکھنا چاہتے ہو؟"

لاری نے بھی سفاکی سے مسکرا کر کہا۔ "اصلی چہرہ مجھے پسند نہ آیا تو اسے کسی کو دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔"

سونیا نے پارس کو بستر پر لٹا دیا۔ پھر لاری کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "تو پھر آؤ، خود ہی میرے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے نوچ کھسوٹ کر دیکھ لو۔"

لاری قریب آیا مگر زیادہ قریب نہیں آ سکا۔ اچانک ہی ایک گھونسہ اس کے منہ پر پڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، دوسرا اور تیسرا گھونسہ اس کی ٹھوڑی اور چہرے پر پڑا۔ آخری گھونسہ پیٹ پر۔ پھر وہ پیٹ کو پکڑ کر جھکا تو منہ پر گھٹنا پڑا۔ لاری کے لیے یہ سب کچھ غیر متوقع تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ للی کے پیچھے جو عورت چھپی ہوئی ہے وہ بجلی کی طرح ہاتھ پاؤں چلانا جانتی ہو گی۔

وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا مگر کبھی تو پیٹ دکھ رہا تھا۔ کبھی چہرے پر یوں ہاتھ پڑ رہے تھے جیسے ہتھوڑے پڑ رہے ہوں۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچ رہے تھے۔ ذرا سی دیر میں وہ پیچھے جا کر دیوار سے ٹکرایا، پھر فرش پر بیٹھ گیا۔

سونیا نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا۔ "تمہاری جیب میں ریوالور ہے۔ تم جیب میں ہاتھ ڈال کر اسے نکال سکو تو میں مرنے کے لیے تیار رہوں۔ میں عدہ کرتی ہوں، پھر تم پر

ہاتھ نہیں اٹھاؤں گی۔ شرط یہ ہے کہ ریوالور نکال لو۔"

دوسرے ہی لمحے اس کا ہاتھ جیب کی طرف گیا، مگر ریوالور نکالنے کی حسرت ہی رہ گئی۔ منہ پر اتنی زبردست ٹھوکر پڑی تھی کہ وہ تلملا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ سہلانے لگا۔ شاید وہ سمجھ رہا تھا کہ اس طرح سونیا فریب میں آجائے گی۔ اس نے فرش پر جھک کر جیسے اوندھے منہ گرنے کی ایکٹنگ کی لیکن اس کا دوسرا ہاتھ جیب کی طرف جا رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں موجود تھا لیکن میں نے مداخلت نہیں کی۔ ادھر سونیا چوکنے والی عورت نہیں تھی۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکی تھی۔ دشمنوں کو پانی پلا پلا کر مارنا جانتی تھی۔ اس نے دو چار ایسی ٹھوکریں لگائیں کہ وہ اپنا ہاتھ جیب کی طرف لے جانا بھول گیا۔

میں نے کہا۔ "سونیا! بس کرو۔ فوراً پارس کو اٹھا کر کمرے سے نکل جاؤ۔ ادھر میں نے تین دشمنوں کو ایک دوسرے سے الجھا کر ردی کر دیا ہے۔ ایک کو پولیس کے حوالے کیا ہے۔ اس کا بیان سن کر پولیس والے تمہاری طرف ضرور آئیں گے۔"

سونیا نے پارس کو اٹھایا، پھر دروازے کو کھول کر وہاں سے نکل گئی۔ میں کبھی سونیا کے پاس پہنچ جاتا اور کبھی لاری کے دماغ میں گھسنے لگتا ــــ سونیا کی طرف سے میں اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ وہ اپنی کار میں پہنچ کر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی ہوٹل سے آگے نہ نکل جاتی۔

لاری کی طرف بھی دھیان رکھنا تھا۔ وہ کمرے سے نکل کر سونیا پر پیچھے سے حملہ کر سکتا تھا لیکن اس کی بری حالت تھی۔ وہ ابھی تک فرش پر پڑا ہوا کراہ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اسے دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں نے اسے جبراً فرش پر سے اٹھایا۔ پہنے اس نے کمرے کی کھڑکی کھولی، پھر آواز دی۔ "کون ہے اندر آجاؤ۔"

دروازہ کھلا، چار پولیس والے نظر آئے۔ فرنٹ دو پولیس والوں کی گرفت میں تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی نظر آ رہی تھی۔ انہیں دیکھتے ہی لاری تیزی سے پلٹ کر دوڑتا ہوا کھڑکی کے پاس گیا۔ پھر وہ، کھڑکی کی چوکھٹ پر چڑھ گیا۔ پولیس آفیسر نے چیخ کر کہا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟ ہم تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ تم فرار ہونے کی کوشش نہ کرو۔ ادھر سے چھلانگ لگاؤ گے تو زندہ نہیں بچو گے۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہوتے لاری نے چھلانگ لگا دی۔ منزل کی بلندی سے چھلانگ لگا دی۔ اس کے بعد کیا نتیجہ ہوا، یہ دیکھنا ضروری نہیں تھا۔

تقریباً چالیس منٹ کے بعد سونیا پیرس پہنچ گئی۔ ایفل ٹاور کے پارکنگ ایریا میں اس نے کار روک دی۔ وہاں سے پارس کو لے کر نکلی۔ پھر تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ میں اس کے پاس موجود رہا جب تک وہ پارس کو محفوظ پناہ گاہ تک نہ پہنچا دیتی، میں اس سے الگ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے کہا۔ "دیکھ لو فرہاد! تمہارا یہ بیٹا ابھی بالشت بھر کا ہے اور اس نے اتنے پنگے برپا کر رکھے ہیں۔ دشمنوں کو اپنے پیچھے پیچھے لیے پھرتا ہے۔ پتہ نہیں بڑا ہو کر کیا کرے گا؟"

یہ کہہ کر وہ پارس کو چومنے لگی۔ وہ آنکھیں کھولے سونیا کو ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا، مسکرا رہا تھا۔ سونیا کے چومنے پر کبھی کبھی قہقہے لگا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "بیٹے! ہنستے رہو، ہنستے رہو، لیکن فرہاد اور سونیا کی قسمت لے کر پریشان نہ چڑھو، ورنہ آخری سانس تک دشمن پیچھا کرتے رہیں گے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ایک عام شریف آدمی کی طرح دنیا کے کسی ایک حصے میں ایک چھوٹے سے مکان میں پرسکون زندگی گزار لو۔ ہم ایسی زندگی کے لیے ترس رہے ہیں۔"

پارس ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ "مم... ماں۔ ماں... ماں..."

میں نے کہا۔ "یہ تمہیں ماں کہہ رہا ہے۔"

سونیا نے اسے بھینچ لیا پھر چوم کر کہا۔ "یہ میرا بیٹا ہے میں اس کی ماں ہوں۔"

ایسا کہتے کہتے وہ اچانک سنجیدہ ہو گئی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تم نے رسونتی کی خبر لی؟"

"میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ کوئی بدنصیب بننا چاہے تو دوسرا اسے خوش نصیبی کی طرف نہیں لا سکتا۔"

"ایسا نہ کہو فرہاد! وہ حالات کی ماری ہے اس کے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ غلط فہمی کی وجہ سے ہو رہا ہے تم اسے دشمنوں کے جال سے نکالو۔"

"میں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ میری محبت، میری نصیحت، میری ٹیلی پیتھی، سارے ہی ہتھیار زنگ آلود ہو گئے۔ وہ کسی کی نہیں سنتی۔ اسے اس کا بیٹا مل گیا ہے۔ اسے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

سونیا نے حیران ہو کر پوچھا۔ "کیا تم اسے ہمیشہ کے لیے

چھوڑ دو گے؟ اسے دشمنوں کے طلسم سے نہیں نکالو گے؟"

"میں نہیں صرف خدا نکال سکتا ہے۔ اسے جب کوئی زبردست ٹھوکر لگے گی تب ہی وہ سنبھلنا چاہے گی تب ہی خدا اسے سنبھال لیں گے۔ ہمیں صرف صبر و تحمل سے وقت کا انتظار کرنا ہوگا۔"

وہ پارس کو لے کر سائرہ بانو کی رہائش گاہ میں پہنچ گئی۔ اس رہائش گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد وہ مختلف کمروں اور کوریڈور وغیرہ سے گزرتی ہوئی ایک خفیہ دروازے کے پاس آئی۔ وہ دروازہ مخصوص نمبروں کی ترتیب سے کھلتا تھا۔ یہ سارے نمبر مرجانہ نے سونیا کو بتا دیے تھے۔ وہ اس دروازے کو کھول کر تہہ خانے میں پہنچی۔ پھر ایک رنگ سے گزرنے لگی۔ اس سرنگ میں جگہ جگہ بتیاں جلتی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے آگے جا کر وہ سرنگ بند ہو چکی ہے لیکن مخصوص نمبروں کی ترتیب سے راستے کھلتے جاتے تھے۔ اس طرح وہ ان راستوں سے گزرتے ہوئے پھر زینے پر چڑھتے ہوئے جب اوپر پہنچی تو ادھر دوسری رہائش گاہ تھی جو سائرہ بانو کی ملکیت تھی۔ اس رہائش گاہ کا علم دشمنوں کو نہیں تھا، دوست جانتے تھے کہ وہ بنگلہ ایک عرصے سے ویران پڑا ہوا تھا۔ اب دوسرے لوگ کرایہ دار کی حیثیت سے آ گئے ہیں لیکن وہاں مرجانہ، جمیلہ اور سائرہ بانو پارس کے ساتھ رہتی تھیں۔ اس وقت صرف سائرہ بانو موجود تھیں۔ مرجانہ حسب معمول کسی کام سے کہیں باہر گئی ہوئی تھی۔

سونیا نے کہا۔ "اب ہمارے پارس کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تھوڑی دیر بعد مرجانہ آ کر اس کی محافظ بن جائے گی۔ میں آزاد ہو جاؤں گی۔ تم کہو تو میں تمہارے پاس چلی آؤں؟"

"میں چاہتا ہوں، تم ابھی اڑ کر میرے پاس آ جاؤ۔ لیکن حالات بدل گئے ہیں۔ دشمن تمہیں مردہ سمجھ رہے ہیں۔ میری طرف آؤ گی تو کسی نہ کسی طرح بھید کھل جائے گا، یا میرے قریب رہو گی تو دشمن تمہاری ٹوہ میں رہیں گے کہ تم کون ہو؟ تمہاری اصلیت کیا ہے؟ لہٰذا کچھ روز دور میں سہو۔ پارس کی حفاظت بھی کرتی رہو اور میرے دشمنوں سے حساب کتاب بھی ہوتا رہے۔ ابھی کچھ دشمنوں کا سراغ لگا کر آتا ہوں پھر تمہیں ان کے نام اور پتے بتاؤں گا۔"

میں اس آپریٹر کے پاس پہنچ گیا جس سے چیزی نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے پہلی بار گفتگو کی تھی اور اس نے چیزی کی رپورٹ اپنے دوسرے اعلیٰ افسران تک پہنچائی تھی۔ اس شخص کا نام گوسک تھا۔ اس وقت وہ ڈیوٹی پر نہیں تھا ــــ اپنے مکان کے ایک کمرے میں اپنا ضروری سامان پیک کر رہا تھا۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کر اسے ڈیوٹی سے ہٹا دیا گیا ہے۔ اس نے چیزی سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کی تھی اور اس کی رپورٹ بھی اپنے افسران تک پہنچائی تھی لیکن چیزی اور جنیفر مارے گئے تھے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی آدمی ایسے مارے گئے جن سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے گوسک کا رابطہ قائم رہا تھا۔ اسی لیے اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ فوراً لندن چلا جائے۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔

میں نے اس کی سوچ کو کریدنا شروع کیا۔ معلوم کرنے لگا کہ اس نے کبھی اپنے مربراہ کو دیکھا ہے؟ اس کی سوچ نے انکار کیا۔ "میں نے کبھی اپنے باس کو نہیں دیکھا۔ ہاں ایکبار اس کی گاڑی دیکھی تھی۔ وہ اپنی گاڑی سے اتر کر اس عمارت میں داخل ہو رہا تھا۔ سوٹ پہنے ہوئے تھا اور فیلٹ ہیٹ سر پر جھکا ہوا تھا۔ میں اسے چہرے سے آج تک نہیں پہچان سکا۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "اگر چہ میرا باس بہت پراسرار ہے، کسی سے ملتا نہیں ہے۔ تاہم اس کے دوست احباب اور رشتے دار تو ہوں گے؟"

گوسک کی سوچ نے کہا۔ "ہاں، ایک بار ایک عورت اپنی کار سے اتر کر اس کے دفتر میں جا رہی تھی۔ وہ بہت آتی مشہور عورت ہے کہ میں نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا تھا۔"

وہ اس عورت کا نام سوچنے لگا۔ پھر اس کی یاد آ گئی کہا۔ "نام صحیح طرح یاد نہیں ہے لیکن پورے فرانس ہو وہ شی سپر کہلاتی ہے یعنی فرانس کی عورتوں میں سب سے افضل۔ پتہ نہیں اس میں افضل ہونے کی کون سی بات ہے۔ دیکھنے میں وہ بے حد خطرناک لگتی ہے۔ بنجامن کہہ رہا تھا کہ ایک بار اس عورت نے اسے گھور کر دیکھا تھا تب اس نے محسوس کیا تھا جیسے اس کے اندر جھرجھری پیدا ہو رہی ہے، جیسے شی سپر کی نظریں تیز ناخنوں کی طرح اس کے دل کو کھرچ رہی ہوں۔ بہت ہی خطرناک عورت ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "جب وہ پورے فرانس میں شی سپر کہلاتی ہے تو یقیناً مشہور معروف ہستیوں میں اس کا شمار ہوتا ہوگا اور ٹیلیفون ڈائرکٹری میں اس کا نام اور فون نمبر بھی ضرور ہوں گے۔ مجھے ان نمبروں کو تلاش کرنا چاہیے۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "مگر میں کیوں اس کا فون نمبر تلاش کروں؟"

چند لمحوں کے بعد وہ اپنی مرضی کے خلاف ٹیلی فون

ڈائرکٹری کھول کر شی سپر کا نام اور ٹیلیفون نمبر تلاش کر رہا تھا میں ایسی عورتوں اور مردوں سے محتاط رہتا ہوں جو خطرناک یا غیر معمولی نظر آتے ہیں۔ ایسے لوگ یوگا کے ماہر ہوتے ہیں۔ اس لیے فوراً ہی ان کے دماغ پر دستک دینا نادانی ہوتی ہے۔ میں سوچنے لگا کہ شی سپر تک کیسے پہنچا جائے۔

میں یہ تمام باتیں گوسک کے دماغ سے سوچ رہا تھا۔ اس نے اس کا نام اور نمبر ڈھونڈ نکالا۔ اس کے چھ مختلف فون تھے۔ سونیا میری ہدایت کے مطابق کاغذ قلم لے کر نوٹ کرنے لگی۔ میں اس کے پاس سے گوسک کے پاس واپس آیا تو وہ بہت ہی بدحواس تھا۔ سوچ رہا تھا۔ اس نے ٹیلیفون ڈائرکٹری کیوں کھولی؟ وہ شی سپر کے متعلق معلومات کیوں حاصل کر رہا تھا جبکہ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیا فرہاد میرے دماغ میں پہنچ چکا ہے؟

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

اس کی سوچ نے کہا "ایسے وقت مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ جب بھی شبہ ہو یا یقین ہو تو میں فرہاد کی موجودگی کے متعلق فوراً اطلاع دوں۔"

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ کس فون نمبر پر اطلاع دینے والا ہے۔ میں نے وہ فون نمبر سونیا کو نوٹ کرا دیا۔ پھر واپس آیا تو وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کر چکا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے ریسیور واپس رکھوا دیا۔ اس کی سوچ نے بتا دیا تھا کہ دوسری طرف سے کوئی شخص ریسیور اٹھا کر صرف اس کا نام پہنچ کرائے گا۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں بولے گا اور میں کسی کے ساتھ رابطہ قائم کر کے وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔

گوسک اب یقین کر چکا تھا اور میری موجودگی سے محسوس کر رہا تھا۔ میں نے کہا "میں موجود ہوں۔ تم اپنے دماغ میں مختلف لب لہجے محسوس کر رہے ہو۔ یہ فرہاد علی تیمور کا لہجہ ہے۔ بولو جان عزیز ہے یا دوسرے ساتھیوں کی طرح اپنی قوم پر قربان ہونا چاہتے ہو؟"

وہ کچھ اکڑ کر بولا "نن نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا۔ میری ایک بیوی ہے۔ میرے بچے پیارے بچے ہیں۔ وہ لندن میں میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ میں ان کے لیے زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

"گوسک! میں دشمنوں کا دشمن ہوں۔ اگر آئندہ تم میرے متعلق کسی کو نہ بتاؤ تو میں تمہیں آزادی سے جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ تم جاؤ اور بیوی بچوں کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارو۔"

وہ فوراً ہی گڑگڑا کر بولا "میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ کیا آپ سچ مچ مجھے زندہ چھوڑ دیں گے؟"

"میں اپنی زبان کا پابند ہوں۔ تم آزاد ہو۔ جاؤ۔"

میں نے سونیا کے پاس آ کر تفصیلات بتائیں کہ شی سپر کس قسم کی عورت ہے اور وہ جو آخری فون نمبر لکھایا ہے اس نمبر سے جواب موصول نہیں ہوتا ہے۔ صرف پیغام سنایا جاتا ہے۔"

"تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میں ان نمبروں کے ذریعے گرداں کا پتہ ٹھکانہ معلوم کر لوں گی اور خود ان سے نمٹ لوں گی۔ میرا خیال ہے اس وقت برما میں صبح ہونے والی ہوگی۔ تمام رات جاگتے رہے ہو، اب سو جاؤ۔"

ہم نے تھوڑی دیر باتیں کیں۔ پھر میں اس سے رخصت ہو کر اپنی جگہ غائبی طور پر حاضر ہو گیا۔ کمرے میں ہلکی نیلی خواب آور روشنی تھی۔ میری اس خفیہ رہائش گاہ کے ایک کمرے میں کیشو گری نیند سو رہا تھا۔ میں نے ریڈ پاور کے باس آنجلو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بھی سو رہا تھا۔ میں منجالی کے پاس پہنچا۔ وہ بے چاری میرا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی۔ سلطنت دنیا ہی سو رہی تھی۔ ایک میرے ہی نصیب میں جاگنا لکھا ہوا تھا۔

منجالی کے دماغ میں پہنچتے ہی وہ مجھے خواب میں دیکھنے لگی۔ میں نے کہا "میں اتنا مصروف رہا کہ تم سے رابطہ قائم نہ کر سکا۔ میں کل تمہیں بلاؤں گا۔ تم میرے ساتھ رہو گی؟"

میں نے اسے اپنے پاس بلانے کی بات کہی تو خواب رنگین ہو گئے۔ وہ رنگا رنگ پھولوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے اپنی زلفیں لہراتے ہوئے میری طرف چلی آ رہی تھی۔ یکایک اس کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ پہلے اس کا چہرہ مسرتوں سے دمک رہا تھا، اب وہ بجھ گئی تھی۔ لو اس نے سر کو جھکا لیا تھا۔ میں نے اسے تسلی دی "منجالی! ہم بہترین دوست ہیں۔ میں نے سوچا ہے، برما میں جو موجودہ قاتل ہے وہ تمہارے ہاتھوں سے مارا جائے۔"

"وہ کہاں ہے۔ آپ مجھے ابھی بتائیں۔ میں ابھی اس کے پاس جاؤں گی۔"

"میں سب کچھ بتا دوں گا۔ وہ ایک اندھا ہے مگر ایسے جدید آلات سے لیس رہتا ہے کہ آنکھوں والوں سے زیادہ دیکھ سکتا ہے۔ بہت ہی غیر معمولی قسم کا آدمی ہے۔"

"ایک اندھے کو میں جانتی ہوں۔ وہ میرا پڑوسی ہے قریب والے ایک بنگلے میں رہتا ہے۔"

"نہیں، تم اسے نہیں جانتیں۔ وہ دوسری جگہ رہتا ہے۔ میں اس کا پتہ بتاؤں گا۔ پہلے میں اسے ایک وارننگ دینا چاہتا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر بعد پھر تمہارے پاس آؤں گا ابھی سوتی رہو۔"

میں اسے چھوڑ کر اندھے ڈیوڈ سولجر کے دماغ میں پہنچا۔ میں جانتا تھا کہ وہ سو رہا ہوگا۔ آرام سے سانسیں لے رہا ہوگا۔ میں بغیر کسی رکاوٹ کے پہنچ جاؤں گا اور ایسا ہی ہوا۔ میں دماغ میں پہنچا لیکن وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ پہلے وہ غنودگی کی حالت میں تھا، سمجھ نہ سکا۔ پھر اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔ میں نے پھر اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے کہا "آجاؤ مگر یہ کیا تنگ ہے۔ اس وقت رات کے..."

اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ کر کلائی کی گھڑی کے ایک ننھے سے بٹن کو دبایا۔ اس میں سے چار بار ہلکی ہلکی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "چار بج چکے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد صبح ہونے والی ہے۔ اس وقت لوگ گہری نیند سوتے ہیں۔ کیا تم بھی کی طرح جاگتے رہتے ہو اور دوسروں کی بھی نیند حرام کرتے ہو؟"

میں نے کہا "آج کے بعد تم تو کی طرح بھی نہیں جاگ سکو گے۔"

"فرہاد! میں تمہیں ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ ہمارا تمہارا جھگڑا ختم ہو چکا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں قتل نہ کروں۔ تمہارے راستے سے ہٹ جاؤں۔"

"یہ ممکن نہیں ہے ـــــ کل ہمارے درمیان طے ہوا تھا کہ ہم ایک رات اور ایک دن آزادی سے زندگی گزاریں گے اور اپنی رہی سہی حسرت پوری کریں گے وہ مہلت تم دے چکے ہو۔ مجھے اصولاً آج رات کو ہی تم سے نمٹ لینا چاہیے تھا لیکن حروفیات نے موقع نہیں دیا۔ اب بھی وقت ہے۔ رات پوری طرح نہیں گزری ہے۔ بولو کیا ارادہ ہے؟ مجھے قتل کرنے آؤ گے یا میں پہنچوں؟"

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "تم مجھ تک نہیں پہنچ سکو گے۔ میں نے رہائش گاہ بدل دی ہے۔ اب ایسی جگہ ہوں جہاں تمہاری ٹیلی پیتھی بھی نہیں پہنچ سکے گی۔"

"دیکھو، سانس نہ روکنا۔ پہلے مجھے بتاؤ، تم نے ارادہ کیوں بدل دیا ہے؟"

"تم نے رنگون شہر میں جو ہنگامے برپا کیے ہیں اور ایک دوسرے کے دونوں کو قتل کیا ہے تو اس کے بعد تمہارے خلاف بہت ہی سخت کارروائی کی جا رہی ہے۔ تمہیں ذہنی اور جسمانی اذیتیں پہنچائی جائیں گی۔ شاید ذہنی اذیتیں پہنچانے کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ مجھے معلوم ہے سونیا اور تمہارا بیٹا پارس دونوں مارے گئے ہیں۔ تمہاری رسوئی تم سے چھین لی گئی ہے۔ اب تمہارے پاس کیا رہ گیا۔ تم رفتہ رفتہ پاگل ہو کر خود سڑکوں پر نکل آؤ گے اور یہودیوں کو آوازیں دو گے کہ وہ آئیں اور تمہیں ہلاک کر دیں۔"

"اچھا تو تم میرے مرنے کے بعد اپنی خفیہ پناہ گاہ سے نکلو گے؟"

"ہاں، اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس اندھے کی باتوں سے ظاہر ہو گیا تھا کہ دشمن اب مختلف انداز میں مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے میرے مقابلے میں آنے والے قاتلوں کا انجام دیکھ لیا تھا۔ اس لیے اندھے ڈیوڈ سولجر کو چھوڑ دیا تھا۔ ایسی بات نہیں ہے کہ میں کسی یہودی قاتل کی نظروں میں آؤں گا تو وہ مجھے زندہ چھوڑ دے گا۔ یقیناً نامعلوم قاتل میری تاک میں لگے ہوں گے۔ اس کے علاوہ وہ سب خوش فہمی میں مبتلا ہوں گے۔ شاید جشن بھی منا رہے ہوں۔

انہیں اپنی کامیابی کا بڑی حد تک یقین ہو گیا تھا۔ سونیا اور پارس مارے گئے ہیں۔ رسوئی چھین لی گئی ہے تو ان کے خیال کے مطابق میں رفتہ رفتہ بالکل مایوس ہو جاؤں گا۔ اگر کھل کر شکست تسلیم نہیں کروں گا تو چپ چاپ کہیں منہ چھپا کر بیٹھ جاؤں گا۔ اس طرح ان کے راستے کی ایک بہت بڑی دیوار گر جائے گی۔

میں نے منجالی سے کہا تھا کہ میں ڈیوڈ سولجر سے باتیں کرنے کے بعد اس کے پاس آؤں گا لیکن اب اس کے پاس جانا فضول تھا۔ وہ اندھا کہیں روپوش ہو گیا۔ وہ سو رہی تھی۔ اسے میں نے سونے دیا۔ چار بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ اب مجھے بھی سو جانا چاہیے تھا۔ میں کرسی پر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے چونک کر بند دروازے کی طرف دیکھا۔ اس خفیہ رہائش گاہ میں کیشو کے علاوہ اور کوئی نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا "کیا بات ہے کیشو؟"

"جناب! میں پاکٹ ٹرانسمیٹر اپنے سرہانے رکھ کر سو رہا تھا۔ اس کے ذریعہ باس نے کہا ہے کہ میں آپ کو ابھی نیند سے بیدار کروں۔ وہ آپ سے بہت ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز آپ ان

سے رابطہ قائم کریں۔"

"تم آرام کرو۔ میں ان سے بات کرتا ہوں۔"

وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ میں نے اینجلو سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا: "جناب! پتہ نہیں آپ کو یہ بُری خبر ملی ہے یا نہیں۔ میرا تو دل لرز رہا ہے۔ میں آپ کو کیسے سناؤں؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر بہت ہی غمزدہ لہجے میں کہا: "مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ میں تمام رات جاگتا رہا ہوں۔ سونیا اور پارس دونوں ہی مجھ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے ہیں۔ میں ان دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔"

"میں آپ سے کن الفاظ میں اپنی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کروں۔ ایک تو ان کمبختوں نے مادام رسوتنی کو آپ سے چھین لیا۔ دوسرے اتنا زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ ٹیلی پیتھی کو بھول جاتا۔ اپنے ہوش و حواس میں نہ رہتا۔ آپ بڑے حوصلہ مند ہیں۔"

"حوصلہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اسی حوصلے سے میں ایک دشمن کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"جناب! ہمارے ماسک مین نے آپ کے نام پیغام بھیجا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں ان سے بات کروں۔ ماسک مین نے لکھا ہے کہ [illegible]

"مسٹر فرہاد! [illegible] آپ کو اینجلو نے وہ بُری خبر سنا دی ہوگی [illegible] اب تک [illegible] ہمیں [illegible] سونیا [illegible] کہ [illegible] ان کی [illegible] مشکل ہے ہوتا ہے۔ دوسری سب سے اہم بات یہ کہ آپ کا تحفظ [illegible]"

آہ، کس طرح میں اس تعزیتی پیغام میں آپ کے بیٹے پارس کی موت کا ذکر کروں۔ میرا حوصلہ نہیں ہو رہا ہے۔ میری دعا ہے کہ آپ کو صبر آئے اور آپ ذہنی طور پر نارمل ہیں۔ ہم ہر وقت آپ کی خدمت کے لیے تیار ہیں۔ یہودی تنظیم کے سربراہ شاید جشن منا رہے ہیں اور اپنے طور پر اسے خوشخبری سمجھ کر دنیا کی مختلف خطرناک تنظیموں تک یہ خبر پہنچا رہے ہیں۔ جب انہوں نے یہ بُری خبر ہم تک پہنچائی تو ہم نے فوراً ہی کہہ دیا کہ کوئی یہودی اس وقت تک ہم سے رابطہ قائم نہ کرے جب تک ہم ان سے بات کرنا ضروری نہ سمجھیں۔ ہم نے ایک غیر معینہ مدت کے لیے ان سے تعلقات ختم کر دیے ہیں۔ آپ ہمیں بتائیں، اس سے زیادہ ہم اور کیا کر سکتے ہیں؟ ان سے انتقام لینے کے سلسلے میں ہمارے تمام ممالک کے باس اور ماتحتوں کو آپ جس طرح استعمال کرنا چاہیں، آپ کو کھلی اجازت ہے۔ وہ سب در پردہ آپ کے احکامات کی تعمیل کریں گے۔

میں پھر ایک بار دل کی گہرائیوں سے اپنی طرف سے اور اپنے ملک کی طرف سے آپ کے لیے گہرے رنج و غم کا اظہار کر رہا ہوں اور آپ کے دکھ میں برابر کا شریک ہوں۔ جب بھی کوئی ضرورت ہو آپ اینجلو کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔

فقط آپ کا ایک پرستار، ایک عقیدت مند اور ایک بے پوٹ دوست، ماسک مین!"

وہ تعزیت نامہ سننے کے بعد میں نے کہا: "اپنے ماسک مین سے کہہ دینا، انہوں نے میرے ساتھ جس ہمدردی اور محبت کا اظہار کیا ہے اس کے لیے میں شکریہ ادا کرتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ ماسک مین اور ان کی پوری تنظیم کے لوگ کسی وقت بھی میرے کام آنے کے لیے تیار رہیں گے۔"

اینجلو نے کہا: "جناب! کسی وقت کی بات نہ کریں۔ میں اسی وقت سے آپ کے کام آ رہا ہوں۔ میں نے اپنے تمام ماتحتوں کو حکم دے دیا ہے۔ یہاں جو یہودی تنظیم میں نئے لوگ آئے ہیں اور خود کو پُراسرار بنا کر پیش کیا آپ سے وابستہ ہونا ظاہر کر رہے ہیں، انہیں بے نقاب کیا جائے۔ ان کے نام، پتے اور ان کے ٹھکانوں کا معلوم کیے جائیں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ چار پانچ گھنٹے کے اندر میں بہت سے یہودیوں کو ان کے بل سے نکال لاؤں گا۔"

"مسٹر اینجلو! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ واقعی میرے لیے مخلص ہیں۔ تمام رات جاگنے کے باوجود سونے کو دل نہیں چاہتا ہے لیکن دشمنوں سے نمٹنے کے لیے تازہ دم رہنے کے لیے تھوڑی سی نیند ضروری ہے۔ میں جب سو کر اٹھوں گا تو آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ سوچنے لگا۔ جب یہودی تنظیم کے لوگ دوسری تمام خطرناک تنظیموں تک سونیا اور پارس کے متعلق اطلاعات پہنچا رہے ہیں۔ رسوتنی کے سلسلے میں بھی اپنی فتح کا یقین دلا رہے ہیں تو یقیناً ہٹلر تک بھی یہ خبر پہنچی ہوگی اور وہ مجھ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے بے چین ہوگا۔

یہ سوچتے ہی میں رنگون کے ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ وہ جاگ رہا تھا اور جاوید سے کئی بار رابطہ قائم کر چکا تھا۔ اس سے بار بار کہہ رہا تھا کہ جب بھی فرہاد صاحب سے رابطہ قائم ہو تو رنگون کے ماسٹر سے بات کرنے کے لیے ضرور کہا جائے۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے چونک کر کہا: "جناب! آپ غائب ہو جاتے ہیں۔ کوئی اہم اطلاع دینا ہو تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ کو کہاں تلاش کریں؟"

"ماسٹر! میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ مجھے کون سی بُری خبر سنانے والے ہیں۔ میں تمام رات جاگتا رہا ہوں جو شدید صدمہ مجھے پہنچا ہے۔ دشمنوں نے جو نقصانات پہنچائے ہیں اس کے بعد میں ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ماسٹر نے کہا: "مجھے یقین تھا کہ آپ نے مادام سونیا سے رابطہ قائم کیا ہوگا اور رابطہ قائم نہیں ہوا ہوگا تو آپ کو ساری حقیقت معلوم ہو گئی ہوگی۔ میں آپ کے دکھ میں برابر کا شریک ہوں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو آپ ابھی حکم دیں۔ میں یہودیوں کے خلاف [illegible] نہیں آ سکتا لیکن در پردہ آپ کی طرف سے انہیں نقصان پہنچانے کے لیے ہمہ وقت تیار ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔ آپ میرے بہت اچھے دوست ہیں اور میرے لیے ایسے وقت بہت کچھ کر سکتے ہیں۔"

"[illegible] ہمارے سر ماسٹر آپ سے ملنے کچھ گزرنے کو بے چین ہیں۔ آپ انہیں ابھی حکم دیں۔ ان کا ایک پیغام آپ کے نام ہے۔ وہ پیغام پڑھ لیں۔"

"[illegible] ہمارے ماسٹر نے آپ کو ایک مہمایت [illegible] ہوگی یا آپ پہلے ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کر چکے ہوں گے۔ میں اپنے صدمے کا اظہار لفظوں میں نہیں کر سکتا۔ میرے دل پر جو گزر رہی ہے، اس سے آپ کے دل پر گزرنے والے صدمات کا اندازہ کر سکتا ہوں۔

آج تک کسی دشمن نے آپ کو اتنا شدید نقصان نہیں پہنچایا۔ مادام سونیا آپ کی دست راست بھی تھیں اور آپ خود بھی لیکن افسوس ہم دشمنوں اور شیطانوں کو مار سکتے ہیں [illegible] کو نہیں مار سکتے۔ ہم سب کو ایک دن فنا ہونا ہے۔

اگرچہ اس وقت نصیحت نہیں کرنا چاہیے لیکن یہ موقع مناسب بھی ہے لہٰذا میں کہنا چاہتا ہوں، آپ نے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اتنے دشمن پال رکھے ہیں کہ کسی بھی لمحے آپ کی جان بھی جا سکتی ہے۔ آج آپ کے چاہنے والے گنے گنے دشمن آپ پر شب خون مار سکتے ہیں۔ میں آپ کی بھلائی اور سلامتی کے لیے یہ کہنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ آپ اپنے مزاج میں، اپنے رویے میں لچک پیدا کریں۔ کبھی دشمنوں سے سمجھوتے کا موقع آئے تو

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

[illegible] دو حصوں میں

تاریک براعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور شیطانی کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت —— ایسی تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی عمل نہیں تھا —— سرشگون کی خاتم معصوم اور شیر خوار بچیوں کو ہڈیوں پر اچھالتا ہوا ناچتا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— فوٹو [illegible] سیناؤں کی [illegible] ایجنٹ

[illegible]

وحشی قبیلوں کی ایک [illegible] دوسرا [illegible] ہیں کے قبول کے لئے موت کا بازار [illegible] ہے [illegible] ذاتی کھیل جاتی تھی۔ ایک [illegible] جسے [illegible] کی سرشت موجوں نے اٹھا کر [illegible] کے [illegible] اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

کتابیات پبلی کیشنز

قیمت فی حصہ -/۲۰ روپے، علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

سمجھوتہ کریں۔ جہاں دشمنی کا موقع آئے وہاں دشمنی کریں۔ دنیا کی تمام بڑی طاقتیں بھی یہی کرتی ہیں۔ اپنی طاقت پر ناز کرنے کے باوجود ڈپلومیسی ان کے لیے لازمی ہوتی ہے۔ آپ بھی فراڈ ڈپلومیسی سے کام لیں۔ اتنا فائدہ تو ضرور ہوگا کہ ہر گھڑی آپ کو جان کا خطرہ نہیں رہے گا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ آپ یہودیوں کو گلے لگائیں۔ نہ ان سے دوستی کریں نہ دشمنی۔ آپ بڑے بڑے اسلامی ممالک کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ یہودیوں کے معاملات میں کھلی مداخلت کبھی نہیں کرتے۔ اگر اسرائیلی حکومت کبھی ایک اسلامی ملک پر حملہ آور ہوتی ہے تو دوسرے صرف بیانات دیتے ہیں احتجاج کرتے ہیں۔ پھر اپنے معاملات میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ کیا وہ بے شمار دولت کے بل بوتے پر متحد ہو کر ایک چھوٹی سی اسرائیلی حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتے؟ بے شک کر سکتے ہیں لیکن ایسا نہیں کرتے۔ پھر آپ تنہا کیوں اپنی جان کو اور اپنے عزیزوں رشتے داروں کو داؤ پر لگا رہے ہیں؟ ایسا نہ ہو کہ یہ یہودی آپ کے عزیز رشتوں تک بھی پہنچنا شروع کر دیں۔ آپ کو اس پہلو پر غور کرنا چاہیے۔ ہم نہیں چاہتے کہ سونیا اور پارس کے بعد کوئی اور بڑا صدمہ آپ اٹھائیں۔

ہم نے جیسے ہی یہ بُری خبر سنی، تمام یہودی تنظیموں کو یہ پیغام پہنچا دیا کہ ہم سے اس وقت تک رابطہ قائم نہ کریں جب تک کہ ہم ضروری نہ سمجھیں۔ ہم سے رابطہ قائم کرنے اور باہمی تعاون کو برقرار رکھنے کی ایک شرط یہ ہے کہ مادام رسونتی کو فوراً فرہاد صاحب کے پاس واپس پہنچایا جائے۔ ہم جانتے ہیں مادام سونیا کی جگہ دنیا کی کوئی عورت نہیں لے سکتی تاہم مادام رسونتی کی موجودگی سے آپ کے پریشان دل و دماغ کو ڈھارس ضرور بندھے گی۔

آہ فرہاد صاحب! کسی کو کیا معلوم تھا کہ جو طیارہ میں آپ کو تحفے کے طور پر پیش کر رہا ہوں اور جس پر مادام کا نام جلی حرفوں میں لکھا جا رہا ہے، وہی طیارہ انہیں لے ڈوبے گا۔ میرا تحفہ آپ کے لیے بڑا ہی منحوس ثابت ہوا ہے۔

میں وہ تحفہ دے کر پچھتا رہا ہوں۔

فرہاد صاحب! ایک اور بات کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ ماضی میں کئی بار آپ کی موت کے چرچے ہوئے۔ دستاویزی فلم کے ذریعے آپ کی موت کی تصدیق بھی ہو گئی۔ اس کے باوجود خدا آپ کو سلامت رکھے، آپ سلامت ہیں۔ کیا ہم توقع کریں کہ آئندہ کبھی مادام سونیا کی موت کی اطلاع بھی غلط ثابت ہوگی؟ اور وہ ہمارے لیے دوستی کی علامت بن کر زندہ سلامت نظر آئیں گی۔ دیکھیے، میں آپ سے یہ نہیں کہتا کہ اگر وہ زندہ ہیں، راز میں رکھی گئی ہیں، تو آپ انہیں ظاہر کر دیں۔ آپ کا اپنا طریقۂ کار ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف آپ ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مادام کی زندگی اور موت کا پتہ کر سکتے ہیں ـــــ ہماری تو دعا ہے کہ وہ اور آپ کا بیٹا پارس دونوں زندہ سلامت ہوں۔

آخر میں ہم آپ کے گہرے رنج و غم میں برابر کے شریک ہیں اور ہمہ وقت اس انتظار میں ہیں کہ آپ ہمیں کسی بھی خدمت کے لیے آواز دیں گے، ہم حاضر ہو جائیں گے۔ تمام ممالک کے ماسٹر اور ماتحت آپ کے کسی حکم سے انکار نہیں کریں گے۔ آپ کسی بھی وقت آزما کر دیکھ لیں۔

فقط آپ کا پرستار، آپ کا عقیدت مند، آپ کا بے لوث خدمت گزار اور دوست ـ سپر ماسٹر!"

وہ تعزیت نامہ سننے کے بعد میں نے ماسٹر سے کہا۔ "اپنے سپر ماسٹر کے لیے میرا جواب لکھو۔"

وہ کھٹکنے لگا۔ میں بولنے لگا۔ "سپر ماسٹر! آپ میرے سُکھ میں بھی شریک رہے اور دکھ میں بھی شریک ہیں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ آپ یہودیوں سے رسونتی کی واپسی کی شرط نہ رکھیں۔ میں دشمنوں سے اپنی بیوی کو نہ تو بھیک کے طور پر لوں گا نہ تحفے کے طور پر اور نہ ہی کسی خیر سگالی کی بنیاد پر۔ میری بیوی اس طرح میرے پاس آئے گی تو وہ اسی طرح سر چڑھی رہے گی میری کسی بات کا یقین نہیں کرے گی۔ اگر دشمنوں سے ٹھوکر کھا کر آئے گی تو اس کی آنکھ کھلے گی اور وہ اپنے شوہر پر اعتماد کرنا سیکھ لے گی۔ لہٰذا آپ رسونتی کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔

رہ گئی یہ بات کہ ماضی میں میری موت کی خبر غلط ثابت ہوئی، آپ کی زبان مبارک ہو۔ سونیا کی موت کی اطلاع بھی غلط ثابت ہو۔ تاحال میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا اور میرا یہ پکا تجربہ ہے کہ ٹیلی پیتھی کی لہریں جس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتیں۔ وہ دماغ مُردہ کہلاتا ہے۔

سپر ماسٹر! میں آپ کی یہ بات مانتا ہوں کہ بڑے بڑے اسلامی ممالک اسرائیلی حکومت سے کتراتے ہیں۔ اس کے معاملات میں دخل نہیں دیتے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا ہمارا راستے سے ہٹ جائے تو قافلہ بھی بھٹک جائے۔ ہر شخص پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ذاتی طور پر صحیح اور سچے راستے کا تعین کرے اور اپنی منزل تک پہنچنے کی کوشش

کرے۔ میں بھی ایسے ہی ایک راستے پر چل رہا ہوں۔ اس راستے پر جو بھی دشمن سامنے آئے گا، میں اس کی لاش پر سے گزر کر آگے بڑھوں گا۔

آپ نے مجھے ڈپلومیسی کا مشورہ دینے میں دیر کر دی۔ جب میں سونیا اور پارس کو ہار چکا ہوں۔ رسونتی کو کھو چکا ہوں تو اب سمجھوتے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ـــ انہوں نے میرے ساتھ جو کیا ہے، اس کے نتیجے میں وہ آئندہ کیسے زبردست نقصانات اٹھاتے رہیں گے۔ یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔

مجھے جب بھی آپ کی مدد کی ضرورت ہوگی، میں آپ کو ضرور یاد کروں گا۔ فقط۔ آپ کا اپنا فرہاد علی تیمور!"

ماسٹر نے میرا جواب لکھنے کے بعد کہا۔ "آپ مجھے حکم دیں، میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"فی الحال کچھ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ لوگ نہ تو یہودیوں کے خلاف میری مدد کر سکتے ہیں نہ میرے خلاف یہودیوں کی۔ پھر کچھ کہنا ہی فضول ہے۔"

"جناب! آپ ایسا نہ سمجھیں۔ ہم چھپ چھپا کر تو آپ کی مدد کر ہی سکتے ہیں۔ اگر ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنا ہو تو آپ ہمیں بتائیں۔ ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں؟"

"کچھ کرنا ہی چاہتے ہیں تو یہاں یہودی تنظیم میں جو نئے لوگ آتے ہیں ان کے نام، پتے، فون نمبر وغیرہ معلوم کر کے مجھے بتا دیں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ چار چھ گھنٹے کے اندر یہ معلومات حاصل کر لوں گا۔ پھر کب رابطہ قائم کریں گے؟"

"میں تمام رات جاگتا رہا ہوں۔ اب بھی سونے کو جی نہیں چاہتا۔ صدمے سے بُری طرح نڈھال ہوں۔ سوچتا ہوں، سو جانے سے شاید دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔ اس لیے ٹیلی پیتھی کے ذریعے خود کو سُلاؤں گا۔ بیدار ہونے کے بعد آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ صبح ہو چکی تھی۔ باہر چڑیوں کے چہچہانے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے جوتے اور موزے اتارے، پھر بستر پر لیٹ گیا۔ سونے سے پہلے جانے کیوں منجالی یاد آئی۔ منجالی کے ساتھ اس کی یہ بات بھی یاد آئی کہ اس کے پڑوس میں کوئی اندھا رہتا ہے اچانک میں پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ بیدار ہو گئی تھی۔ مجھے محسوس کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "تم نے اپنے پڑوس والے بنگلے میں جس اندھے کو دیکھا ہے۔ کیا اس کا حلیہ بیان کر سکتی ہو؟"

"ہاں، کل میں یہاں آئی تو اپنے اس بنگلے کو اور اردگرد باہر سے گھوم پھر کر دیکھا۔ پھر بنگلے کے پچھلے حصے میں گئی۔ وہاں ذرا فاصلے پر ایک اور بنگلہ نظر آیا۔ ایک کار سے دو آدمی اتر کر باہر آئے۔ اس بنگلے کے احاطے سے گزرنے لگے۔ ان میں سے ایک کی چال سے پتہ چل رہا تھا جیسے وہ اندھا ہو۔ اس نے نیلے رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس کے جوتے عجیب ساخت کے تھے اور وہ چلتے وقت چھڑی کو اپنے ہاتھ میں یوں پکڑے ہوئے تھا جیسے وہ چھڑی نہ ہو کوئی ٹارچ لائٹ ہو اور وہ اندھیرے میں اس کی روشنی سے آگے جا رہا ہو۔"

میں نے کہا۔ "منجالی! یہ وہی اندھا قاتل ہے۔ اس نے مجھے چیلنج کیا تھا پھر مجھ سے چھپنے کے لیے وہاں پہنچ گیا ہے۔ سچ کہتے ہیں گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف جاتا ہے۔ اس کی موت آ گئی ہے، لہٰذا وہ تمہاری طرف آ گیا ہے۔"

میری باتوں کے دوران منجالی اپنے بنگلے کے پیچھے آ گئی تھی اور دوسرے بنگلے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی سوچ نے کہا۔ "اس بنگلے کے برآمدے میں ایک شخص نظر آ رہا ہے لیکن وہ نہیں ہے جسے میں نے کل اندھے کے ساتھ دیکھا تھا۔"

"میرا خیال ہے، اندھے کے ساتھ محافظ رکھے گئے ہیں۔ ان کی ڈیوٹی بدلتی رہتی ہے۔ کل کوئی اور محافظ تھا، آج دوسرا ہے۔"

منجالی نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "یہی ہو سکتا ہے۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بنگلے کی پچھلی دیوار تک آئی۔ پھر چھوٹے سے گیٹ پر پہنچ گئی۔ جو شخص برآمدے میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا، اسے دیکھ کر اٹھ گیا۔ اس کی کمر سے کارتوس کی پیٹی بندھی ہوئی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور رکھا ہوا تھا۔ منجالی نے اسے ذرا اونچی آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ہیلو مسٹر! میں دارالسلام سے آئی ہوں۔ اس بنگلے میں رہتی ہوں۔ کیا آپ کے ہاں ٹیلیفون ہوگا؟"

اس نے پوچھا۔ "مس! اتنی صبح ٹیلی فون کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟"

"میں کسی ٹیکسی کو کال کرنا چاہتی ہوں اور کسی اچھے ہوٹل میں جا کر ناشتہ کرنا چاہتی ہوں۔ کیا آپ مجھے بغیر ناشتے کے رہنا چاہیے؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بالکل نہیں۔ تم مائنڈ نہ

کرو تو میں اپنے ساتھ ناشتہ کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔"

منجالی نے ذرا شرماتے ہوئے کہا۔" اوہ نہیں مسٹر! آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"شرمندگی کی کیا بات ہے۔ تم ہمارے ملک میں مہمان ہو۔ محض ناشتے کے لیے پریشان ہو۔ میں تمہاری اس مشکل کو دور کر سکتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔" میں ابھی لباس تبدیل کر کے آتی ہوں آپ کی اس آفر کا شکریہ۔"

منجالی بڑے ناز و انداز سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھتے ہوئے وہاں سے پلٹ کر سوسو بل کھاتے ہوئے اپنے بنگلے میں داخل ہوئی۔ پھر بنگلے کے پچھلے دروازے پر پہنچ کر اس نے دور سے پلٹ کر اس شخص کو دیکھا۔ وہ اسے دیکھے جا رہا تھا۔ منجالی نے ہاتھ ہلایا، اشارہ کیا۔ پھر اندر چلی آئی۔

میں نے خوش ہو کر کہا۔" تم بہت اچھی اداکارہ ہو۔"

"کیا آپ اس کے دماغ میں جا رہے ہیں؟"

"ابھی نہیں۔ ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ یوگا کا ماہر ہو اور ہماری چال سمجھ لے۔"

منجالی نے کچھ سوچ کر کہا۔" اس نے مجھے ناشتہ کرنے کے لیے کہا ہے۔ میرا خیال ہے اس کے علاوہ وہاں کوئی بات چیت بھی ہوگی جو ان کے لیے کھانا تیار کرتا ہے۔ آپ اس کے دماغ میں پہنچ سکیں گے۔ میں ابھی جاتی ہوں۔"

میں نے کہا۔" میں جا رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ تم دوبارہ کتنی دیر میں واپس آ جاؤ گی؟"

"صرف پندرہ منٹ کے بعد۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ اس نے مجھے بلا کر منجالی کے بنگلے کا پتہ بتایا پھر کہا۔" تم اپنی کار بنگلے کے پچھلے راستے کے کسی مقام پر کھڑی کرو۔ اس بنگلے کے پیچھے بنگلہ ہے۔ منجالی وہاں جانے والی ہے۔ ہو سکتا ہے تمہاری کار کی ضرورت پیش آئے۔ تم کتنی دیر میں پہنچو گے؟"

"بیس منٹ میں۔"

"جب میں کہوں تو منجالی کے بنگلے سے اس کا تمام ضروری سامان نکال کر اپنی کار کی ڈگی میں رکھ لینا۔"

"جی بہت اچھا۔"

"اب جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ پندرہ منٹ کے بعد میں منجالی کے پاس پہنچا۔ وہ لباس بدل کر اپنے بنگلے سے نکلنے کے لیے تیار تھی۔ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔" اپنے بنگلے کا اگلا دروازہ لاک نہ کرنا۔ صرف اسے بند کر کے چھوڑ دینا۔ ہو سکتا ہے تمہیں یہاں سے جانا پڑے۔ میرا آدمی تمہارا سامان نکال کر لے جائے گا۔ تمہارے اور اندھے کے بنگلے کے درمیان جو گلی ہے اس گلی کے کونے پر وہ کار کھڑی ہے گی۔ تم کسی وقت بھی اس کار کو استعمال کر سکو گی۔"

وہ ڈیوڈ سولجر کے بنگلے کی طرف جاتے ہوئے بولی۔ "یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اس اندھے کا جو مسلح گارڈ ہے وہ یوگا کا ماہر ہے یا نہیں؟"

"کوئی چال چلنی ہوگی۔ میں سوچتا ہوں۔ تم بھی سوچو۔"

وہ بنگلے کے سامنے پہنچ گئی۔ وہ مسلح شخص اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ اس کے لیے اس نے گیٹ کو کھولا۔ پھر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے... مجھے بھوشن بوس کہتے ہیں۔ در اصل پہلے میں ہندو تھا اب یہودی بن گیا ہوں۔ ہندو کی حیثیت سے میرا نام بھوشن تھا اور یہودی ہونے کے بعد میں نے بوس کا اضافہ کر لیا ہے۔"

"مجھے منجالی کہتے ہیں۔ ناگا وادیلے کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میں نے سینیر کیمبرج تک تعلیم حاصل کی ہے۔ ایشیائی ممالک کی سیر کے لیے نکلی ہوں۔ برما میں چند روز قیام کر کے بنگاک اور سنگاپور کی طرف جاؤں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔" معلوم ہوتا ہے ساری باتیں یہیں بتا کر واپس چلی جاؤ گی۔"

وہ ہنستی ہوئی اس کے ساتھ بنگلے کے برآمدے میں آئی۔ پھر وہ ایک کمرے میں پہنچے۔ ایک دیوار کے پاس ایک بڑی سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ بھوشن نے کہا۔" منجالی! کچھ مائنڈ نہ کرنا۔ ذرا اس مشین کے سامنے کھڑی ہو جاؤ۔ ہمارے بہت سے دشمن ہیں۔ ہم معلوم کرتے ہیں، کوئی یہاں ہتھیار لے کر تو نہیں آیا ہے۔"

منجالی مسکراتے ہوئے مشین کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔ ایک منٹ کے بعد بھوشن نے کہا۔" بس آ جاؤ۔ بہت بہت شکریہ۔"

منجالی نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔" میں نے سنا ہے ایشیا کے لوگ جڑی بوٹیوں کے ماہر ہوتے ہیں اور ایسے ایسے دائمی امراض کا علاج کرتے ہیں کہ یورپ کے لوگ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔"

"ایسے باکمال لوگ ایشیا میں موجود ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔" کیا تم مجھے کسی ایسے باکمال سے

ملا سکتے ہو جو در اصل مجھے سانس کی بیماری ہے۔ کبھی کبھی میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔ بنگلہ دیش میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ مشورہ دے رہا تھا کہ مجھے یوگا کی مشقیں کرنا چاہئیں۔"

بھوشن نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔" بے شک اگر تم روزانہ ایسی مشقیں کرتی رہو تو اس بیماری پر قابو پا سکتی ہو۔"

"کیا ایسے شخص سے ملا سکتے ہو جو مجھے یوگا کی مشقیں کرا سکے اور اس سلسلے میں معلومات فراہم کر سکے؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔" میرا ایک دوست شیو کا نیالی تھا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ افسوس اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا۔"

میں نے منجالی کے دماغ میں چپکے سے کہا۔" شاباش! تم نے ثابت کر دیا ہے کہ واقعی ذہین ہو۔ اب میں بھوشن کے دماغ میں جا رہا ہوں۔"

اور میں بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یوگا کی دیوار حائل نہیں تھی۔ وہ منجالی سے باتیں کر رہا تھا۔ لمحے میں ایک نوجوان عورت ناشتے کی ٹرالی لے کر آ گئی۔ میں بھوشن کے دماغ کی تہہ میں اتر کر اس کے چور خیالات پڑھتا جا رہا تھا۔

پتہ چلا کہ اندھے ڈیوڈ سولجر کی نگرانی اور حفاظت کے لیے ایک مرد اور ایک عورت کو مقرر کیا گیا تھا۔ عورت بنگلے کے اندر ڈیوڈ سولجر کے قریب رہتی تھی اور اس کا ہر حکم بجا لاتی تھی۔ بنگلے کے باہر بھوشن مسلح گارڈ کے فرائض انجام دیتا تھا۔ ڈیوٹی بدلنے کے بعد دوسرا مسلح شخص اس کی جگہ آ جاتا تھا۔ ادھر اس عورت کی جگہ دوسری عورت لے لیتی تھی۔

جس وقت منجالی کو اس دیوار کے پاس مشین کے سامنے کھڑا کیا گیا تھا، اس وقت وہ عورت اندھے ڈیوڈ سولجر کے پاس تھی۔ اور اسے ایک اسکرین پر دیکھ کر بتا رہی تھی۔" ایک نیگرو لڑکی نظر آ رہی ہے۔ اس کے لباس کے اندر کوئی ہتھیار چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس کے ہاتھ میں پرس بھی نہیں ہے۔ وہ بالکل نہتی ہے۔"

منجالی نے اس عورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بھوشن سے کہا۔" آپ نے ان کا تعارف نہیں کرایا۔ کیا یہ آپ کی واقف ہیں؟"

بھوشن نے مسکرا کر کہا۔" جی نہیں، یہ مس رنجیتا ہیں۔ ہمارے اندھے باس کی پرائیویٹ سیکرٹری۔"

رنجیتا ناشتے کی ٹرالی پہنچانے کے بعد وہاں سے جانا چاہتی تھی۔ منجالی نے اٹھ کر جبراً مصافحہ کرنے پر مجبور کیا۔ پھر ہاتھ ملاتے ہوئے بولی۔" آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ آیئے نا ہمارے ساتھ چائے پیجیے۔ مجھے بڑی خوشی ہوگی۔"

رنجیتا نے جواباً کہا۔" مجھے بھی تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے لیکن میں مصروف ہوں مجھے باس کے پاس جانا ہے۔"

وہ معذرت چاہتے ہوئے جانے لگی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت بھوشن کہہ رہا تھا۔" مس منجالی! پتہ نہیں تمہاری شخصیت میں یا تمہارے سراپے میں کیا بات ہے۔ میں کئی بار محسوس کر چکا ہوں کہ تمہاری طرف کھنچا جا رہا ہوں۔ تم بلاشبہ بہت ہی پرکشش ہو۔ کہیں تم میری بات کا برا..."

اس کی بات پوری نہ ہو سکی کیونکہ میں رنجیتا کے دماغ میں رہ کر باتیں سن رہا تھا اور رنجیتا ان سے دور ہو گئی تھی۔

مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوریاں

وہ تمام کہانیاں جو اب تک لکھی گئی ہیں

ڈاک خرچ ۱/- روپے

قیمت ۱/۲۵ روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

ان کی آواز ڈوب گئی تھی۔ وہ کچن میں آئی۔ پلٹ کر اس دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے ابھی داخل ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی "یہ لڑکی کچھ عجیب سی ہے۔ غیر معمولی سی لگتی ہے۔ میرا بھی دل اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ آخر اس کالی کلوٹی میں کیا بات ہے؟"

وہ سوچتے ہوئے آگے بڑھی۔ کچن کے دوسرے دروازے سے نکل کر ایک کوریڈور سے گزرتے ہوئے اندھے ڈیوڈ سولجر کے دروازے پر پہنچ گئی۔ اس نے دوبار دستک دی۔ اندھے نے کہا "آجاؤ۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر گئی، وہ اپنے ہاتھ میں وہی غیر معمولی سی چھڑی لیے کھڑا ہوا تھا، اس نے پوچھا "ہاں بتاؤ وہ کون ہے؟ کیسی ہے؟"

"وہ بہت ہی غیر معمولی لگتی ہے۔ جانے اس میں کیا بات ہے، دل چاہتا ہے اس کے قریب پہنچ جائیں۔ اس کے گلے لگ جائیں۔"

"کیا بہت خوبصورت ہے؟"

"نیگرو ہے، کالی ہے مگر ناک نقشہ بہت ہی اچھا ہے۔ ہمارے ہاں حسن کا معیار گورا رنگ ہوتا ہے۔ وہ اس کے پاس نہیں ہے۔"

اندھے نے ہنستے ہوئے کہا "میرے لیے کیا اندھیرا کیا اُجالا؟ کیا گورا ہے کیا کالا؟ تھوڑی دیر پہلے بھوشن نے اس کی تعریفیں کیں اب تم اس کے گن گا رہی ہو۔ میں اس لڑکی سے ضرور ملوں گا۔ دیکھتا ہوں مجھے اس میں کشش محسوس ہوتی ہے یا نہیں؟"

اس کی بات سنتے ہی میں کیشو کے پاس آیا۔ وہ گاڑی لے کر منچالی کے بنگلے کے پاس پہنچ گیا تھا، میں نے کہا "تم بنگلے میں داخل ہو جاؤ۔ دروازہ کھلا ملے گا۔ منچالی کا جتنا سامان ہے وہ ڈگی میں رکھ لو، پھر اس بنگلے کے پیچھے والی گلی کے کونے پر گاڑی کھڑی کر دو۔"

منچالی بھوشن کے ساتھ ناشتہ کرنے میں مصروف تھی۔ وہ ایسی باتیں کر رہی تھی جیسے بھوشن کی شخصیت سے متاثر ہو رہی ہو۔ اس سے پہلے بھوشن نے اس سے متاثر ہونے کا اظہار کیا تھا۔ رنجیتا وہاں پہنچ گئی۔ اس نے منچالی کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا "تم نے مجھے اپنے ساتھ چائے پینے کے لیے کہا تھا، سو میں آگئی۔"

منچالی نے خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے لیے ایک پیالی میں چائے انڈیلنے لگی۔ رنجیتا نے پیالی لیتے ہوئے کہا۔ "میں نے اپنے باس سے تمہارا ذکر کیا۔ تمہاری بڑی تعریفیں کیں وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ کیا تم ملنا پسند کرو گی؟"

"اوہ، میں اپنے آپ کو بہت خوش نصیب سمجھوں گی۔ یہاں آتے ہی مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں اپنوں میں آگئی ہوں۔"

میں نے کہا "منچالی! میں نے سارے انتظامات کر لیے ہیں۔ تمہارا سامان کار کی ڈگی میں رکھا جا رہا ہے۔ تم یہاں سے نکلو گی تو اسی گلی کی سیدھ میں چلی جانا۔ سامنے ایک گاڑی کھڑی ہوئی ملے گی۔ ویسے میں تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

بھوشن نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "ایکسکیوزمی! میں فدا باس سے مل کر آرہا ہوں۔"

میں بھوشن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ منچالی میں بے حد کشش محسوس کر رہا ہے۔ یہ بات اسے گوارا نہیں ہے کہ اندھا اسے اپنے پاس بلائے۔

وہ اندھا ان کا باس نہیں تھا لیکن وہ اس بنگلے میں عارضی رہائش اختیار کرتے ہوئے دوسروں پر یہی ظاہر کرتے تھے۔ منچالی سے بھی انہوں نے یہی کہا تھا۔ وہ کچن سے گزرتا ہوا ڈیوڈ سولجر کی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس سے پہلے رنجیتا نے دروازے پر دو بار مخصوص انداز میں دستک دی تھی اور اسے اندر جانے کی اجازت مل گئی تھی۔ اس بار بھوشن نے تین بار مخصوص انداز میں دستک دی۔ اندر سے آواز آئی "بھوشن! ریوالور باہر چھوڑ کر آؤ۔"

بھوشن نے ریوالور کو وہیں ایک فلاور اسٹینڈ پر رکھ دیا۔ پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ وہ اندھا اپنے ہاتھ میں اسی غیر معمولی چھڑی کو لیے کھڑا تھا، بھوشن نے کہا "مسٹر ڈیوڈ! یہ کیا حماقت ہے۔ جس لڑکی کے متعلق سنتے ہو، اسے بلانے کی ضد کرتے ہو۔"

ڈیوڈ سولجر نے مسکرا کر پوچھا "تمہیں کیا اعتراض ہے کیا اس کی طرف سے کوئی خطرہ ہے؟"

"خطرہ نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو میں اسے یہاں قدم نہ رکھنے دیتا۔ وہ ایک بہت ہی تمکین لڑکی ہے۔ معصوم ہے۔ غیر ملکی ہے۔ کچھ افسوسناک ہو گئی تو ہمیں قانون کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔"

"اونہہ" ڈیوڈ سولجر نے حقارت سے کہا "یہ ہمارے ہیوی آقا آخر کس دن کے لیے ہیں؟ یہ ہمیں ہر

طرح کا تحفظ دیتے ہیں، پھر ڈرنے کی کیا بات ہے پھر صرف اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس کے ذریعے فرہاد ہم تک نہ پہنچ سکے اور جب تم نے اسے یہاں تک بلا لیا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ فرہاد کا اس لڑکی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

بھوشن نے ایک گہری سانس لے کر کہا "لیکن مجھ سے ہے۔"

"کیا مطلب؟" ڈیوڈ سولجر کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"مطلب یہ کہ وہ لڑکی مجھے بے حد پسند ہے۔ پتہ نہیں کیسے میرے دل میں گھر کر لیا ہے۔"

"تم اسے تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

"مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ لڑکی بہت معصوم، بہت پیاری ہے۔ اگر تم آنکھ والے ہوتے تو تمہیں پتہ چلتا۔ کبھی کبھی آنکھوں کے سامنے ایسے پھول کھلتے ہیں کہ انہیں دیکھتے رہنے کی خواہش ہوتی ہے یا زیادہ سے زیادہ اس پھول کو اپنے کالر میں سجانے کا شوق ہوتا ہے۔"

"بھوشن! میرے سامنے شاعری نہ کرو۔ میں نے رنجیتا سے کہا تھا کہ اسے یہاں بھیج دے۔ تم جاؤ۔"

"مسٹر ڈیوڈ! کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم اسے بھول جاؤ؟"

"میں اتنی سی دیر میں اس کی اتنی تعریفیں سن چکا ہوں کہ اب اسے بھول نہیں سکتا۔ جو کہہ رہا ہوں۔ اس پر عمل کرو۔ ورنہ میں تمہیں ڈسچارج کر کے کسی دوسرے محافظ کو بلا لوں گا۔"

بھوشن اسے گھور کر دیکھنے لگا۔ میں چاہتا تو اس کے ذریعے حملہ کرا دیتا، اندھے سے دو دو ہاتھ ہو جاتے لیکن میں نے اس کے دماغ کو کنٹرول نہیں کیا۔ وہ وہاں سے پلٹ کر کمرے سے نکل آیا۔ جب وہ کچن کی طرف جا رہا تھا تو رنجیتا، منچالی کو لے کر آرہی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس نے منچالی کو حسرت بھری نظروں سے دیکھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ یہودی بڑے بارسوخ اور بڑے بااثر ہیں۔ وہ اندھے ڈیوڈ سولجر کے خلاف کوئی قدم اٹھائے گا یا منچالی کو اس کے پاس جانے سے روکے گا تو وہ لوگ اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

منچالی اس کے پاس سے گزر کے رنجیتا کے ساتھ ڈیوڈ کے کمرے کے دروازے تک پہنچ گئی۔ اس نے مخصوص انداز میں دو بار دستک دی۔ اندر سے آواز آئی "رنجیتا! چلی آؤ۔"

وہ دروازہ کھولتے ہوئے بولی "میرے ساتھ ایک خوبصورت مہمان بھی ہے۔"

اندھے نے مسکرا کر کہا "ویلکم مس منچالی! میں نے سنا ہے تم آنکھ والوں کے لیے بڑی کشش رکھتی ہو دیکھنے والوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہو۔"

منچالی نے اس کے کمرے میں قدم رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا "شمع اپنی آگ سے، اپنی حرارت سے پروانوں کو بلاتی ہے، کوئی ضروری نہیں کہ پروانہ آنکھ رکھتا ہو یا وہ بھی عشق اندھا ہوتا ہے۔"

ڈیوڈ سولجر نے جھوم کر کہا "واہ واہ، کیا خوب بولتی ہو۔ تمہاری آواز میں بھی رس ہے۔ بلا کا ترنم۔"

منچالی نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا "کیا میں مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کر سکتی ہوں؟"

ڈیوڈ سولجر نے اپنے دائیں ہاتھ کی چھڑی کو بائیں ہاتھ میں لیتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر کہا "آدمیں اعتراف کرتا ہوں آج تک کسی لڑکی نے پہلی ملاقات کے پہلے ہی لمحے میں مجھے اتنا متاثر نہیں کیا۔"

منچالی نے اس سے مصافحہ کیا تو اس کا ہاتھ تھامتے ہی ڈیوڈ سولجر کے ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ چہرے پر سنجیدگی آگئی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "مس منچالی! کیا تمہیں بخار ہے؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"میں بالکل نارمل ہوں۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا "کیا تمہارا وجود واقعی شمع کی طرح بھوشن اور جلتا جلتا سا ہے؟"

وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولی "نہیں یہ حرارت جو تم محسوس کر رہے ہو یہ تیلی پیتی کی آنچ ہے۔"

ڈیوڈ سولجر کا مصافحہ کرنے والا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ ہونٹوں سے پہلے ہی مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔ وہ تقریباً ہکلاتے ہوئے بولا "گ... گ... کیا بول رہی ہو؟"

"بول رہی نہیں، رہا ہوں۔"

اچانک وہ جیسے پتھر کا بن گیا۔ اس نے منچالی کے ہاتھ کو پہلے محبت سے مصافحے کے لیے لیا تھا اب سختی سے گرفت میں لے لیا۔ چھڑی والے ہاتھ کو اٹھاتے ہوئے کہا "فرہاد! میں جانتا ہوں یہ لڑکی بالکل بہتی ہے۔ یہ مجھ پر حملہ نہیں کر سکے گی لیکن اگر تم نے میرے محافظ کے ذریعے حملہ کرانے

کی کوشش کی تو وہ جان سے جائے گا۔ یقین نہ ہو تو اسے اپنا آئیڈیا کار بنا کر دیکھ لو۔"

پھر اس نے چھڑی کو رنجیتا کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "تم جہاں کھڑی ہو وہیں رہنا۔ حرکت کرو گی تو زندہ نہیں رہو گی۔ یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ فرہاد تمہیں بھی آئیڈیا کار بنا سکتا ہے۔"

اس کی بات کے دوران میں بھوشن کے پاس پہنچ گیا تھا وہ بیڈروم کے باہر کھلے دروازے کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ دروازے کے ایک طرف فلاور اسٹینڈ رکھا ہوا تھا۔ میں نے سوچا جو بھی چیز تیزی سے حرکت کرتے ہوئے اندھے کی طرف جاتی ہے۔ اچانک ہی فائرنگ ہوتی ہے اور وہ چیز اس کے قریب پہنچ نہیں پاتی میں یہ تماشا ایئرپورٹ کے بارکنگ ایریا میں دیکھ چکا تھا۔ جب ایک بہت ہی خونخوار قسم کا بلڈ ہاؤنڈ اس پر حملہ آور ہوا تھا۔

میں نے پھر ایک بار آزمانے کے لیے بھوشن کو آمادہ کیا اس نے فلاور اسٹینڈ کو اٹھایا پھر پوری قوت سے اندھے کی طرف پھینک دیا۔ ادھر وہ فلاور اسٹینڈ اپنی پوری تیز رفتاری سے آیا۔ اُدھر اندھے کی چھڑی سے بے آواز فائرنگ ہوئی اس غیر معمولی چھڑی سے خارج ہونے والے مخصوص قسم کے کارتوس یقیناً فلاور اسٹینڈ کی لکڑی کے تختے کے آر پار ہو گئے ہوں گے لیکن وہ کوئی حامدار چیز تو نہیں تھی کہ گولیاں کھاتے ہی گر پڑتی۔ وہ لکڑی کا بے جان اسٹینڈ تیزی سے آکر اندھے سے ٹکرایا۔ یہ بات اس کے لیے خلافِ توقع تھی۔ وہ ٹکراتے ہی لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے کی طرف ہٹا پیچھے ایک پلنگ تھا وہ اس پر چاروں شانے چت گر پڑا۔

میں اسے اٹھنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اسی وقت بھوشن تیزی سے دوڑتا ہوا گیا۔ دور ہی سے چھلانگ لگائی پھر اندھے پر آکر چھا گیا۔ اس پر پہنچتے ہی اس نے چھڑی والے ہاتھ کی کلائی کو ایک ہاتھ کی گرفت میں لے لیا تھا۔ اب دونوں میں زور آزمائی ہو رہی تھی۔ منجالی چاہتی تھی کہ آگے بڑھ کر چھڑی کو اس کے ہاتھ سے چھین لے۔ میں نے فوراً ہی اسے روک دیا۔ "خبردار! ایسی حماقت نہ کرنا۔ اس اندھے کے خلاف کوئی حرکت کرنے سے پہلے دوسروں کے ذریعے اسے آزمانا چاہیے۔ ذرا تماشا دیکھو۔"

میں نے رنجیتا کے دماغ پر قابض ہو کر اسے آگے بڑھا دیا وہ تیزی سے اس چھڑی کو چھیننے کے لیے بڑھی اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا چھڑی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا چاہا اور وہ کیسے نہ چھین پاتی جبکہ میں اس کے دماغ میں اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ اس کے ہاتھ سے چھڑی نکل تو گئی لیکن نکلتے نکلتے گولی چل گئی۔

بے آواز فائرنگ تھی بے آواز موت تھی۔ وہ بڑی خاموشی سے فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ اس کے پاس ہی وہ چھڑی پڑی ہوئی تھی۔ منجالی نے مجھ سے اجازت طلب کی۔ پھر دوڑتے ہوئے وہاں گئی اور چھڑی کو اٹھا لیا۔ میں نے کہا۔ "اُسے آپریٹ نہ کرو۔ پتہ نہیں کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ کتنے بٹن ہیں اور کون سا بٹن کس مقصد کے لیے ہے۔ اسے ایسی جگہ رکھ دو جہاں وہ اندھا نہ پہنچ سکے۔"

منجالی نے ایک طرف جا کر اسے الماری کے اوپر رکھ دیا بھوشن ابھی تک اندھے سے لپٹا ہوا تھا۔ اور وہ اندھا خود کو چھڑا کر اپنی چھڑی تک پہنچنا چاہتا تھا وہ چھڑی اس کی آنکھیں تھی۔ وہ آنکھیں اب الماری کے اوپر پہنچ گئی تھیں وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ ہاتھ سے چھوٹ کر گری ہے تو کہیں آس پاس ہو گی۔

اس نے اچانک ہی بھوشن کو ٹانگوں پر رکھ کر دور اچھال دیا۔ بھوشن ایک طرف جا کر فرش پر گرا۔ پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے دوبارہ اسے حملہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کی سوچ میں کہا۔ "ذرا تماشا دیکھنا چاہیے۔ یہ چھڑی کے بغیر کیا کر سکتا ہے؟"

وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ اندھا اپنی جگہ سے اٹھ کر بستر پر چھڑی کو ٹٹولتا ہوا نیچے فرش پر آ گیا تھا۔ ہاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا اسے ڈھونڈ رہا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ رنجیتا کی لاش پر پڑا۔ وہ ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا۔ اس کے بعد لاش کے آس پاس اسے ڈھونڈنے لگا۔ میں منجالی کے دماغ میں رہ کر یہ دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ بھوشن اچانک ہی حملہ کرے گا تو میں اسے روک دوں گا۔ لیکن بھوشن کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

وہ اپنے یہودی آقاؤں کو اس واردات کی اطلاع نہیں دے سکتا تھا کیونکہ وہ منجالی سے بے حد متاثر تھا۔ اس کے خلاف رپورٹ نہیں دے سکتا تھا۔ بلکہ اسے خوشی تھی کہ جیسے وہ چاہتا ہے وہ اس اندھے ہوس پرست کے ہاتھ نہیں لگ رہی ہے۔ تاہم میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بیڈروم میں داخل ہونے سے پہلے ریوالور کو باہر

چھوڑ کر آیا تھا اس نے ریوالور کو اٹھا لیا تھا وہ اندھے کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے نہیں روکا۔ اسے بیڈروم کے اندر داخل ہونے دیا۔ جیسے ہی وہ ریوالور لے کر اندر آیا الماری کے اوپر سے خطرے کی سیٹی سنائی دی۔ وہ چھڑی اس بات کا الارم دے رہی تھی کہ یہاں ایک ہتھیار آ گیا ہے۔

اندھا ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ آواز کی طرف رخ کر کے صحیح سمت کا تعین کرنے لگا۔ پھر اس کا رخ ٹھیک الماری کی طرف ہو گیا میں نے منجالی سے کہا۔ "تم اس سے نمٹ لو۔ میں بھوشن کو اپنے کنٹرول میں رکھوں گا میں نہیں چاہتا کہ وہ فائر کرے۔"

میں بھوشن کے پاس آیا اور صحیح وقت پر آیا کیونکہ وہ فائر کرنا ہی چاہتا تھا میں نے اسے روک دیا۔ ادھر منجالی نے کہا۔ "ڈیوڈ تم نے آنکھ نہ ہونے کے باوجود صحیح اندازہ لگایا ہے۔ لیکن وہاں پہنچنے کے لیے تمہیں میرے پاس سے گزرنا ہو گا۔"

ڈیوڈ سولجر نے دونوں مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "مجھے فرہاد کا یہ انداز سمجھ میں نہیں آیا۔ جب چھڑی سے الارم موصول ہو رہا ہے کہ یہاں ایک ہتھیار ہے تو وہ اس ہتھیار سے مجھے ہلاک کیوں نہیں کر رہا ہے؟"

اس کی باتوں کے دوران میں میں نے بھوشن کے ذریعہ ریوالور کے چیمبر سے پانچ گولیاں نکال لیں۔ صرف ایک رہنے دی۔ پھر اسے ڈیوڈ سولجر کے قدموں کے پاس پھینکتے ہوئے کہا۔ "یہ ریوالور تمہارے لیے ہے۔ تم کسی ایک شخص کو ختم کرنا چاہتے ہو تو بھوشن کو ختم کرو۔"

ایسا کہتے ہوئے بھوشن نے مٹھی میں پکڑی ہوئی پانچ گولیاں کمرے کے باہر پھینک دیں۔ ڈیوڈ سولجر نے جھک کر اپنے قدموں کے پاس ٹٹولتے ہوئے ریوالور کو اٹھا لیا پھر کہا۔ "میرے لیے یہ بہتر ہے کہ میں اپنے سامنے کی دیوار کو گرا دوں اور چھڑی تک پہنچوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ادھر رُخ کیا جہاں اسے منجالی کی آواز سنائی دی تھی۔ میں نے بھوشن کی زبان سے کہا "گولی ضائع نہ کرو۔ منجالی وہاں نہیں ہے۔"

وہ دوسری طرف گھوم گیا۔ میں نے قہقہہ لگایا اور کہا "ڈیوڈ! منجالی ادھر بھی نہیں ہے۔"

اچانک بھوشن کا قہقہہ اس کے حلق میں گھٹ کر رہ گیا۔ اندھے نے قہقہے کی سمت گولی چلا دی تھی۔ چند لمحوں کے لیے گہرا سناٹا چھا گیا جیسے وہاں صرف لاشیں ہی لاشیں ہوں اور زندگی نام کو نہ ہو۔ پھر میں نے منجالی کو اس کے اور چھڑی کے درمیان لا کر کہا۔ "ڈیوڈ! میں یہاں ہوں۔"

اس نے فوراً ہی آواز کی طرف گھوم کر فائر کیا۔ ٹریگر پر انگلی دبائی لیکن فائر نہ ہو سکا۔ چیمبر خالی تھا۔ اس نے جھنجھلا کر ریوالور اس کی طرف پھینکا وہ بیٹھ گئی۔ ریوالور الماری سے ٹکرا کر نیچے گر گیا۔ منجالی نے کہا۔ "انسان ہماری سے بچنے کے لیے دوائیں کھاتا ہے۔ موت سے بچنے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کرتا ہے۔ دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے سخت پہرے لگاتا ہے اور ایسے ہتھیاروں سے لیس رہتا ہے جیسے موت کبھی اس کے پاس نہیں آئے گی۔ ڈیوڈ! کہاں ہیں تمہارے حفاظتی انتظامات یہاں ایک کمسن، نوخیز دوشیزہ تمہارے سامنے نہتی کھڑی ہے۔ یہ موت ہے ایسی موت جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

اچانک ڈیوڈ نے آواز کی سمت حملہ کیا اس حملے کو منجالی نے دونوں ہاتھوں سے روکا۔ پھر اس کے پیٹ پر ایک لات ماری۔ وہ کراہتا ہوا پیٹ پکڑ کر پیچھے ہٹا پھر بولا۔ "میں صرف نہتا نہیں اندھا بھی ہوں۔ یہ کوئی بات نہ ہوئی کہ مجھے بالکل ہی بے بس کر دیا جائے۔"

محبت اور جنگ میں یہی ہوتا ہے۔ محبت کرنے والے دل

کے ہاتھوں بے بس ہوتے ہیں اور جنگ کرنے والے ہتھیاروں سے خالی ہو کر مجبور ہو جاتے ہیں۔ تم بھی خالی ہو۔ منجالی بھی خالی ہے۔ تم اپنی صلاحیتوں کو آزما نہیں سکتے۔ میں وعدہ کرتا ہوں، تمہیں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے نہیں ماروں گا۔"

"تم زبان سے پھر تو نہیں جاؤ گے؟"

"فرہاد جب زبان دیتا ہے تو اس پر عمل بھی کرتا ہے، یاد ہے، میں پہلی بار فلورا کو آگ کا رنگ کر لایا تھا۔ تم نے کہا تھا۔ فرہاد! آؤ میرے گلے لگ جاؤ کیا یاد کرو گے کہ کسی دشمن نے گلے لگایا تھا۔"

وہ اندھا چپ چاپ میری باتیں سنتا رہا۔ میں نے کہا۔ "آج میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔ اس لڑکی کے گلے لگ جاؤ یہ موت کی طرح پرکشش ہے۔ موت جو ہر لمحہ زندگی کو اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے۔"

منجالی نے اپنی دونوں بانہیں پھیلا دیں۔ اپنے ہاتھ اس کے دونوں شانوں پر رکھے تو وہ ایک دم سے بدک گیا۔ ذرا پیچھے ہٹ کر منجالی کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر کچھ سوچنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟ کیا دماغ میں آکر خیالات پڑھوں؟"

"نہیں میں تمہیں نہیں آنے دوں گا میں سوچ رہا ہوں، تم اس لڑکی کو میرے گلے سے لگانے کیوں لائے ہو جبکہ پہلی بار دیکھ چکے ہو میرے گلے لگنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

"میں اس لڑکی سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔ یہ افریقہ سے میرا پیچھا کرتی ہوئی یہاں پہنچ گئی ہے۔ میں نے سوچا چلو، یہ کام تم سے ہی لے لیا جائے۔ آگے بڑھو۔ گلے لگ جاؤ اور اس سے میرا پیچھا چھڑا کر مجھ پر احسان کر دو۔"

وہ آگے بڑھی۔ اس بار اس نے اندھے کو پیچھے ہٹنے کا موقع نہیں دیا۔ گلے سے لگ گئی اسی وقت میں نے منجالی کے دماغ میں محسوس کیا کہ اس کے سینے میں کوئی چیز چبھی ہے۔ یقیناً وہی لاکٹ تھا جس میں سے زہریلی سوئی ابھرتی تھی اور اپنے شکار کو سے ڈوبتی تھی۔ فلورا اسی زہریلی سوئی کا شکار ہوئی تھی۔ منجالی کے اندر اس سوئی کے ذریعے زہر سرایت کر رہا تھا۔

میں نے محسوس کیا وہ ہولے ہولے مدہوش ہو رہی ہے۔ اس پر نشہ طاری ہو رہا ہے۔ وہ نشے کی حالت میں مسکرائی اس کے ہونٹ کھلے۔ دانت نمایاں ہوئے پھر وہ آہستہ آہستہ سر کو جھکاتے ہوئے اپنے دانتوں کو اس کے شانے تک لائی پھر دوسرے ہی لمحے اس کے سفید، پنکیلے دانت اس کے شانے کے گوشت میں جذب ہو گئے۔

یکبارگی اندھے ڈیوڈ سولجر کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ اس کے ہاتھ پاؤں تھرتھرائے۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا منجالی سے الگ ہوا پھر اندھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں اِدھر اُدھر ٹٹولتا ہوئے یوں جانے لگا جیسے زندگی کو سہارے کے لیے ڈھونڈ رہا ہو۔

میں نے کہا۔ "خون کا بدلہ خون۔ زہر کا بدلہ زہر۔ جو تم اپنے شکار کو دیتے ہو وہی تمہیں واپس ملا ہے۔ تمہاری ماں کو دیکھ کر تمہارے آقا یہ ضرور سمجھ لیں گے کہ جو قاتل میرے پیچھے آتا ہے وہ قتل کرنا بھول جاتا ہے۔ قتل ہونا سیکھ لیتا ہے۔"

وہ لڑکھڑا کر فرش پر گرا۔ پھر آہستہ آہستہ ایڑیاں رگڑنے لگا۔ اس کا جسم سیاہ پڑتا جا رہا تھا۔ میں منجالی کے ذریعے اسے پوری طرح دیکھ نہ سکا۔ وہ بھی نشے میں ڈگمگا رہی تھی۔ در و دیوار اس کی نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے تھے میں نے کہا۔ "منجالی! ہوش میں رہو۔ تمہیں سامنے والی گلی سے گزر کر ایک کار میں جا کر بیٹھنا ہے۔"

وہ لڑکھڑاتے ہوئے آگے بڑھی۔ پھر دروازے کی چوکھٹ سے ٹیک لگا کر رک گئی۔ اس کے سینے سے ایک آہ نکلی۔ "ہائے ایسے وقت یہ دنیا کیسی خوبصورت لگتی ہے۔ میں نشے میں ایک ایسی خواب دیکھنے والی لڑکی بن جاتی ہوں، جس کے خواب ہر صبح پورے ہو جاتے ہیں۔

میری نگاہوں کے سامنے پھول کھل رہے ہیں ہائے میں خوشبو کی طرح اڑی جا رہی ہوں۔ مجھے کوئی سنبھالے۔"

"منجالی! خود سنبھلنے کی کوشش کرو۔ میں تمہارے دماغ میں ایسی حالت میں تمہیں سنبھال نہیں سکتا۔ نشے کی حالت میں تمہارا دماغ بے قابو ہے۔"

وہ خمار آلود ادھ کھلی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔ "کون بول رہا ہے؟ یہ میرے اندر کون بول رہا ہے؟ چلے جاؤ کسی کو بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ بولے گا تو میرا وہی دیوتا بولے گا۔"

میں نے کیشو کے پاس پہنچ کر کہا۔ "گاڑی کو اس گلی میں لے جاؤ اور بنگلے کے گیٹ کے پاس روک دو اس کے بعد اس بنگلے میں داخل ہو جاؤ میں منجالی کے دماغ میں

موجود رہوں گا۔ تم اسے سنبھال کر کار کی پچھلی سیٹ تک پہنچا دینا۔"

وہ میرے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ میں پھر منجالی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے کچن میں پہنچ گئی تھی۔ پھر وہاں سے گزرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ نشے کی حالت میں اکثر یوں ہوتا ہے کہ اپنا ہوش نہیں رہتا۔ پھر بھی اپنے راستے کی پہچان دماغ میں نقش رہتی ہے۔ ہر شرابی مے خانے سے اپنے گھر تک بخیریت پہنچ جاتا ہے۔ جو نہیں پہنچ پاتے کسی گندی نالی میں گر پڑتے ہیں۔ وہ شراب نہیں پیتے، بلکہ شراب انہیں پیتی ہے۔

کیشو ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ میں نے منجالی کی لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا۔ "آؤ مجھے سنبھال کر لے چلو۔"

وہ آگے بڑھ کر منجالی کو سہارا دیتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ وہ لڑکھڑا رہی تھی لیکن میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ اسے سہارا دے کر آگے بڑھا۔ آخر ہم نے اسے بنگلے سے باہر لے جا کر کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ کیشو نے دروازے کو بند کیا۔ اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ آس پاس کے بنگلوں سے کچھ لوگ ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے کیشو سے کہا۔ "یہ لوگ کار کا نمبر نوٹ کر لیں گے۔"

اس نے کار آگے بڑھا کر، رفتار بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ فکر نہ کریں۔ اس کار کے نمبر بدلتے رہتے ہیں اور جتنے نمبر بدلتے ہیں وہ قانون کے رجسٹر میں نہیں ہوتے۔"

میں پھر پچھلی سیٹ پر منجالی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہولے ہولے گنگنا رہی تھی میں نے کہا۔ "منجالی! سو جاؤ میں تمہیں سلاتا ہوں۔ آنکھیں بند کر لو۔"

وہ کار کی چھت کو تک رہی تھی۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں بند کر لیں۔ میں اس کے دماغ کو تھپکنے لگا ٹیلی پیتھی کی لوری سنانے لگا وہ کچھ نشے میں تھی۔ کچھ میں نے نیند غالب کر دی۔ ذرا سی دیر میں وہ سو گئی۔

میں نے کیشو کے پاس پہنچ کر کہا۔ "اسے مخاطب نہ کرنا وہ سو رہی ہے۔"

اس نے کہا۔ "جناب! کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے زندگی میں ایسی لڑکی نہیں دیکھی۔ اس میں عجیب سی حرارت ہے۔ یہ پچھلی سیٹ پر ہے مگر مجھے یہاں تک گرمی کا احساس ہو رہا ہے۔"

"موت کا فاصلہ ایک سانس سے دوسری سانس تک ہوتا ہے۔ تم موت سے اتنے ہی فاصلے پر ہو۔ اسی لیے میں نے تم سے کہا ہے۔ وہ سو رہی ہے۔ سونے دو۔"

وہ گھبرا سا گیا۔ عقب نما آئینے کا زاویہ بدل کر پچھلی سیٹ پر پڑی ہو منجالی کو دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "اسے نہ دیکھو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ آگے راستے کا خیال کرو۔ اور عقب نما آئینے کا زاویہ بدل کر یہ دیکھتے رہو کہ کوئی تعاقب کر رہا ہے یا نہیں؟"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ اسے اطمینان تھا کہ کوئی تعاقب نہیں کر رہا ہے۔ اس نے گاڑی کو مختلف راستوں پر ڈالا۔ جب اسے اطمینان ہو گیا تو وہ میری خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔

وہ گاڑی پورچ میں آ کر رکی۔ میں اسی کا منتظر تھا۔ دروازہ کھول کر باہر آیا میں نے کار کے پچھلے دروازے کو کھول کر پہلی بار منجالی کو دیکھا۔ وہ نیند کی حالت میں بہت ہی معصوم لگ رہی تھی اور عمر کے لحاظ سے بھی معصوم ہی تھی۔ اگرچہ وہ کالی تھی مگر اس کے چہرے کے نقوش بہت ہی دلکش تھے۔ اس نے سفید ریشمی لباس پہنا ہوا تھا۔ پاؤں میں سفید کینوس کے جوتے اور موزے تھے۔ ہاتھوں میں سفید دستانے ابھی تک چڑھے ہوئے تھے۔ میں نے کار کے اندر ذرا جھک کر دونوں بازوؤں میں اسے اٹھایا۔

منجالی کی صلاحیتوں نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ میں اور سونیا کبھی اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھتے۔ وہ مکاری سے جیت لیتی ہے۔ میں تیلی پیتی سے نتیجہ حاصل کرتا ہوں۔ منجالی بھی ایسی ہی تھی۔ بغیر کسی ہتھیار کے موت کی طرح دشمنوں کے اندر چپ چاپ اتر جاتی تھی۔ اس کے علاوہ اس میں ذہانت بھی تھی۔ باتیں بنانے کا فن جانتی تھی۔ اور ایک اچھی فاسٹر ماں بھی تھی۔

میں نے اسے ایک بیڈ روم میں لے جا کر بستر پر لٹا دیا۔ منجالی تیلی پیتی اور نشے کے زیر اثر سو رہی تھی۔ جب تک میں نہ چاہتا۔ وہ بیدار نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر میں نے کیشو سے کہا۔ "میرے لیے دو سلائس اور انڈے کا پوچ لے آؤ۔ بھوک لگ رہی ہے۔"

وہ کچن میں چلا گیا۔ میں نے منجالی کے کمرے کا دروازہ آہستگی سے بند کیا۔ پھر اپنے کمرے میں آ کر باس اینجلو کو مخاطب کیا۔ وہ چونک کر بولا۔ "جناب! آپ بہت مصروف رہتے ہیں۔ اس لیے کچھ باتیں بھول جاتے ہیں۔ ماسٹر واٹسورو کی، پوپی کو لے کر پیرس جا رہے ہیں۔ اس وقت وہ طیارے میں سوار ہو چکے ہیں۔ بے چارے جاتے جاتے آپ کا انتظار کرتے رہے۔"

"اوہ۔ مسٹر اینجلو! میں تو بالکل ہی بھول گیا۔ میں ابھی ان سے رابطہ قائم کرتا ہوں لیکن آپ کو یہ بتا دوں کہ آپ نے منجالی کو جس بنگلے میں ٹھہرایا تھا۔ وہ خالی ہو چکا ہے ——— منجالی کو اس کے سامان کے ساتھ میں اور کیشو خفیہ رہائشگاہ میں لے آئے ہیں۔ اس بنگلے کے پیچھے والے بنگلے میں یہودیوں کا وہ اندھا قاتل آ کر ٹھہرا ہوا تھا جسے ہم نے اس کے محافظوں کے ساتھ ختم کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں اگر انکوائری ہو گی تو آپ سے بھی پوچھ گچھ ہو گی؟"

"آپ اس کی پروا نہ کریں ——— ہم پوچھنے والوں سے نمٹ لیں گے۔"

"شکریہ، میں ماسٹر روکی کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں نے واٹسورو کی سے رابطہ قائم کیا تو وہ خوش ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "آپ کے مشورے کے مطابق پوپی کو لیکر جا رہا ہوں۔ آپ اعلیٰ بی بی کو ہمارے متعلق اطلاع دیں اور بتا دیں کہ ہم وہاں کب پہنچ رہے ہیں۔"

"میں انہیں سب کچھ بتا دوں گا آپ واقعی بہت اچھے پروقت جا رہے ہیں۔ وہاں میرا بچہ دشمنوں میں گھرا ہوا ہے۔ سونیا اس کی حفاظت کر رہی ہے۔ آپ کی موجودگی اسے بہت سہارا دے گی۔"

"میری تمنا ہے کہ پارس علی تیمور کے تمام دشمن میرے وہاں پہنچنے تک زندہ رہیں ——— یاد ہے آپ نے کہا تھا کہ آپ کے اس اندھے دشمن ڈیوڈ سولجر کو ہلاک نہ کروں میں نے آپ کی بات مان لی تھی مگر آپ کے بیٹے کے دشمنوں کو میں کبھی معاف نہیں کروں گا۔"

"آپ کو یہ خوشخبری سنا دوں کہ ڈیوڈ سولجر اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔"

"خس کم جہاں پاک۔"

"مسٹر روکی! ایک بات یاد رکھیں۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیموں میں یہ خبر پھیل چکی ہے کہ سونیا اور پارس علی تیمور مر چکے ہیں۔ یہودیوں نے انہیں مار ڈالا ہے۔ آپ وہاں جائیں تو یہی تاثر دیں کہ سونیا اور پارس کی موت سے آپ مغموم اور دل برداشتہ ہیں۔ اور دشمنوں پر جھنجلائے ہوئے ہیں۔ یہ بات صرف آپ کو، اعلیٰ بی بی کو اور رجارڈ کو معلوم ہے۔"

پوپی اپنے استاد واٹسورو کی کے ساتھ دوسری سیٹ پر بیٹھی ایک رسالے کا مطالعہ کر رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ اگر کرتا تو راکھ میں دبی ہوئی چنگاری کو بھڑکانے والی بات ہوتی۔ اس لیے چپ رہا۔ واٹسورو کی سے تھوڑی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر اس سے رخصت ہو کر اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔

اعلیٰ بی بی اگرچہ بابا صاحب کی موت پر بہت غمزدہ تھی لیکن میری آمد پر اپنی اندرونی مسرتوں کو نہ چھپا سکی۔ فوراً ہی کہا۔ "کہاں گھو گئے تھے؟ کیوں مجھے بھلا دیا تھا؟" اتنا تو پتہ کہ بابا صاحب کے بعد مجھے قدم قدم پر تمہاری ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ مجھے یہاں کے کتنے ہی معاملات سے نمٹنا ہے۔ ایک اچھے، مخلص، مشورہ دینے والے کی ضرورت ہے اور وہ تم ہی ہو۔"

"میں کیا بتاؤں کہ کتنا مصروف رہا۔ اتنا مصروف کہ کل سے اب تک سو نہیں سکا۔"

میں نے مختصر طور پر رسونتی کے متعلق اسے بتایا کہ وہ کس طرح دشمنوں کی چال میں آ گئی ہے۔ اندھے ڈیوڈ سولجر کے متعلق بتایا۔ منجالی کی آمد کا ذکر کیا۔ پھر اسے اطلاع دی "واٹسورو کی پوپی کو لے کر وہاں پہنچ رہا ہے۔ تم معلوم کرو وہ طیارہ پیرس کب پہنچے گا۔ واٹسورو کی کا استقبال تمہیں اور مرجانہ کو کرنا چاہیے۔ مرجانہ کے لیے یہ بہت بڑی خوشخبری ہو گی۔ اس کا استاد وہاں پہنچ رہا ہے۔"

میں تھوڑی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر کیشو میرے لیے ناشتہ لے کر آ گیا۔ میں نے کھانے کے دوران بھی ——— اعلیٰ بی بی سے باتیں کیں۔ آخر اس سے رخصت ہو کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت پیرس میں صبح کے چھ بجے تھے۔ سونیا پچھلی رات کی تھکی ہوئی تھی۔ بہت دیر بعد سوئی تھی۔ اس لیے اب تک سو رہی تھی۔ میں نے اسے بیدار نہیں کیا۔ اس کے خوابیدہ ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ وہ دشمنوں کے سامنے خوب سوچ سمجھ کر جائے۔ شی پر کے متعلق پہلے مکمل معلومات حاصل کرے۔ اسے ضروری باتیں سمجھانے کے بعد مرجانہ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ عادت کے مطابق صبح ورزش کے بعد لباس تبدیل کرنے جا رہی تھی۔ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی ٹھٹک گئی۔ میں نے کہا۔ "میں ضروری کام سے آیا ہوں۔ اعتراض نہ کرنا۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "پھر طعنے دے رہے ہو۔ میں بھلا اعتراض کرتی ہوں؟ مجھے تو خوشی ہے کہ تم مجھے یاد رکھتے ہو۔ ویسے بات کیا ہے؟"

میں نے واٹسورو کی کے متعلق بتایا وہ خوش ہو گئی میں نے کہا۔ "یہ ہی خوشخبری سنانا چاہتا تھا۔ پچھلی رات سے جاگ رہا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں۔ اجازت ہے؟"

اس نے مسکرا کر کہا۔ "اجازت ہے لیکن دوبارہ میرے دماغ میں آنے کے لیے اجازت حاصل نہ کرنا۔"

میں رخصت ہو کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ناشتہ کر چکا تھا۔ کیشو نے چائے لا کر دی۔ میں نے کہا۔ "صرف پانی پیوں گا۔ اور سو جاؤں گا۔ تم اب جاؤ۔ میں کوٹھی کے دروازوں کو اندر سے بند کر لوں گا۔ ہم شام کے چار بجے دوپہر کا کھانا کھائیں گے۔"

میں نے پانی پیا۔ وہ کوٹھی کے باہر چلا گیا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر اپنی خوابگاہ میں آ کر بستر پر لیٹنے کے بعد دماغ کو ہدایت دی اور سکون سے سو گیا۔

انسان سو جاتا ہے۔ دنیا کبھی نہیں سوتی۔ جب میں سو رہا تھا تو مجھ سے دور میرے دوست اور دشمن جاگ رہے تھے۔ سونیا بیدار ہو گئی تھی۔ میں نے شی پر سے متعلق جتنے ٹیلیفون نمبر معلوم کیے تھے وہ ان کے متعلق معلومات حاصل کر رہی تھی کہ وہ ٹیلیفون کن رہائش گاہوں، تجارتی اداروں یا دفاتر وغیرہ میں ہیں۔ ان کے تمام پتے نوٹ کر رہی تھی۔

وہ یہودی آپریٹر جو ٹرانسمیٹر سے موصول ہونے والے پیغامات اپنے کسی ان دیکھے باس کے پاس پہنچاتا تھا۔ میں نے اس کی جان بخشی کی تھی اس کا نام گوسک تھا۔ گوسک نے آخری بار اپنے اس آدمی سے ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کیا تھا۔ جس کے ذریعے وہ خاص بات اپنے آقاؤں تک پہنچاتا تھا۔ اس ٹیلیفون نمبر پر جو بھی شخص ریسیور اٹھاتا تھا وہ صرف پیغام سنتا تھا اپنی آواز نہیں سناتا تھا۔ وہ نمبر بھی سونیا کے پاس موجود تھا اور سونیا نے اس کا پتہ معلوم کیا تھا۔ وہ ایک چھوٹے سے کاٹج کا پتہ تھا۔ وہاں ایک فرانس کا باشندہ رہتا تھا وہ فرانسیسی زبان کے سوا کوئی اور زبان نہیں جانتا تھا۔ ایسے شخص کا انتخاب اس لیے کیا گیا تھا کہ میں فرانسیسی زبان نہیں جانتا تھا۔ سونیا جانتی تھی اور ان کے خیال کے مطابق سونیا اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔

مرجانہ اپنی والدہ سارکھ بانو سے یہ زبان سیکھ رہی تھی۔ جب تک اسے زبان پر عبور حاصل نہیں ہو جاتا اسوقت تک وہ فرانسیسی لڑکی بن کر سونیا کے لیے کوئی کام نہیں کر سکتی تھی یوں بھی سونیا اسے اور اعلیٰ بی بی کو اپنے لیے استعمال نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ مرجانہ کی ذمے داری پارس کی حفاظت تھی اور اعلیٰ بی بی بابا صاحب کے ادارے میں مصروف تھی۔ اس نے بابا صاحب کے ایک شاگرد کو اس کاٹج کی طرف روانہ کیا۔ وہ تقریباً دو گھنٹے کے بعد واپس آیا۔ پھر اس نے رپورٹ سنائی۔

اس کاٹج میں رہنے والے فرانسیسی کا نام تو پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا۔ اس کا نام ہیرالڈ تھا۔ وہ صبح سات بجے سے دو بجے تک کاٹج میں نہیں رہتا تھا کہیں چلا جاتا تھا۔ ایک گاڑی اسے لینے آتی تھی۔ پھر دو بجے اسے کاٹج میں پہنچا دیتی تھی اس کے بعد وہ کاٹج میں بند رہتا تھا۔ دوسری صبح تک نہیں نکلتا تھا۔ کبھی تفریح کا موڈ ہو تو پھر وہی گاڑی آ جاتی تھی اور اسے اپنے ساتھ لے جاتی تھی۔

یعنی وہ اتنا پابند تھا کہ اس سے کوئی اجنبی مل نہیں سکتا تھا اور وہ خود کسی سے ملنا چاہے تو شاید اس کے آقاؤں کی طرف سے اجازت نہیں تھی۔ جو شخص اتنی پابندی میں رہتا ہو اس کی غیر موجودگی میں یقیناً کاٹج کی بھی نگرانی ہوتی ہو گی۔ غرض سونیا کو اس کے قریب پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "اس کی نگرانی کرو۔ دور

ہی دور سے دیکھتے رہو کہ وہ کس گاڑی میں کہاں جاتا ہے۔ جہاں بھی جاتا ہو اور جہاں بھی وہ گاڑی پارک ہوتی ہو۔ موقع پاکر اس کے اندر ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر چھپا دیا جائے۔ ہیرالڈ اپنی گاڑی میں بیٹھنے کے بعد مطمئن ہو کر یقیناً اپنے لوگوں سے باتیں کرتا ہوگا، میں وہ باتیں ٹرانسمیٹر کے ذریعہ سن لوں گی۔"

شی پر کے متعلق معلوم ہوا تھا۔ وہ روسی نژاد یہودی تھی یورپ کے لوگ کتے پالنے کے شوقین ہوتے ہیں اس لیے اس کا باپ فرانس میں کتوں کا کاروبار کرنے لگا تھا۔ شی پر کا بچپن خونخوار کتوں میں گزرا تھا۔ جوانی بھی کتوں کی پرورش اور ان کی تربیت میں گزر رہی تھی۔ وہ کتوں کو ایسی تربیت دیتی تھی کہ سراغرساں ایجنسیاں اور خطرناک تنظیموں کے سربراہ منہ مانگی قیمت پر اس سے کتے خرید کرلے جاتے تھے۔ شی پر کے متعلق مشہور تھا کہ وہ کتوں کی طرح غراتی ہے۔ باتیں کرنے کا انداز ایسا ہوتا ہے جیسے بھونک رہی ہو اور ابھی کاٹنے کے لیے لپکنے ہی والی ہو۔ سب اس سے ڈرتے تھے، دور رہ کر باتیں کرتے تھے۔ کسی بھی شخص کو اس کی خوابگاہ میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں تھی۔ وہاں ہمیشہ ایک السٹین کتا موجود رہتا تھا۔

شہر سے تقریباً بیس میل دور اس نے چار ایکڑ کے رقبے میں قلعہ نما مضبوط چار دیواری بنائی تھی۔ اس چار دیواری کے ایک حصے میں اس کا شاندار محل تھا۔ باقی حصے میں مختلف نسل کے کتوں کے لیے الگ الگ آہنی کمرے بنائے گئے تھے۔ ان کی تربیت کے لیے بڑے تجربہ کار ماہرین کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ اس قلعے کے اندر اور باہر سخت پہرہ تھا۔ شی پر کی اجازت کے بغیر کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا کاروباری لوگ پہلے رابطہ قائم کرتے تھے۔ ملاقات کا وقت مقرر کرتے تھے۔ اس کے بعد اس سے ملاقات ہو سکتی تھی۔

میرے پڑھنے والوں نے سونیا کے بچپن کو فراموش نہیں کیا ہوگا۔ اس کا بچپن بھی کتوں میں گزرا تھا۔ جب وہ ننھی سی بچی تھی تو اس کی پرورش مختلف کتوں کے درمیان ہوئی تھی۔ ایک ڈاکٹر نے اس پر تجربہ کیا تھا کہ انسان میں کتوں کی کتنی خامیتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ سونیا میں سونگھنے کی حس بہت تیز ہو گئی تھی۔ جو بعد میں رفتہ رفتہ ختم ہو گئی۔ لیکن تجربات کبھی ختم نہیں ہوتے ذہن کی ڈائری میں محفوظ رہتے ہیں۔ وہ ہر نسل کے کتوں کو ان کی خاصیتوں کو اور ان کی عادات و اطوار کو خوب سمجھتی تھی۔

اس نے اپنے چہرے پر میک اپ کیا۔ خود کو سر سے پاؤں تک مرجانہ بنایا۔ پھر مرجانہ، سائرہ بانو، جمیلہ اور پارس سے رخصت ہو کر زمین دوز راستے سے اس رہائش گاہ میں آئی جہاں سائرہ بانو رہا کرتی تھیں اور دشمنوں کو اس رہائشگاہ کا علم اچھی طرح تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ اس کوٹھی سے باہر نکلی پورچ میں کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ دشمن دیکھ رہے ہیں۔ دیکھ رہے ہوں گے تو مرجانہ سمجھ کر تعاقب کریں گے اور اس کی عدم موجودگی میں کوٹھی کی تلاشی لیں گے تو انہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

میری اور سونیا کی زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ جب وہ مجھ سے ناراض ہو کر سپر ماسٹر کی تنظیم میں شامل ہو گئی تھی۔ اس نے مجھ سے دور رہ کر پیرس میں ایک طویل عرصہ گزارا تھا۔ پیرس کے ایک سابقہ ماسٹر کے ساتھ رہ کر بڑی معلومات حاصل کی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ سپر ماسٹر کی تنظیم کے لوگ ریڈ پاور کے باس اور اہم ماتحتوں کی رہائش گاہوں سے بخوبی واقف ہوتے تھے۔ مگر دونوں تنظیموں کے لوگ ایک دوسرے کے زمین دوز اڈوں سے ناواقف رہتے تھے۔

بہرحال سونیا کی کار ایک بنگلے کے بیرونی پھاٹک پر پہنچ گئی۔ بنگلے کے احاطے میں دو مسلح محافظ نظر آ رہے تھے۔ ایک چوکیدار کھڑا ہوا تھا۔ سونیا نے کار کا ہارن بجایا۔ چوکیدار نے قریب آ کر پوچھا "کس سے ملنا چاہتی ہیں؟"

"باس کو خبر کر دو۔ مرجانہ آئی ہے۔ فرہاد کی مرجانہ۔"

چوکیدار چلا گیا۔ اس نے مسلح جوانوں سے کچھ کہا پھر ان میں سے ایک بنگلے کے اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھاٹک کھل گیا۔ سونیا ڈرائیو کرتی ہوئی بنگلے کے بیرونی برآمدے کے پاس آ کر رک گئی۔ کار سے اتر کر باہر آئی ایک شخص نے اسے اندر آنے کے لیے کہا۔ وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے ایک ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ وہاں ایک پہلوان نما صحت مند شخص نظر آیا۔ اس کے ساتھ آنے والے مسلح جوان نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا "مس! خود کو مرجانہ ثابت کرنا ہوگا یہ تمہارے سامنے ایک آہنی دیوار ہے۔ اس دیوار کو گرا کر آگے بڑھ جاؤ پھر ہم تسلیم کر لیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پہلوان نما شخص نے پینترا بدل کر یوں پوز بنایا جیسے سونیا کے حملے کا جواب دینے کے لیے بالکل تیار ہو۔ وہ ایک ذرا یوں آگے بڑھی جیسے حملہ کرنا چاہتی ہو لیکن ریوالور والا دھوکا کھا گیا۔ سونیا نے بجلی کی پلٹ کر اس کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکلا

فضا میں اچھلا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ ریوالور نیچے آتا، سونیا نے اچھل کر اسے کیچ کر لیا اور ایک طرف کھڑے ہو کر بولی۔ "کیا ضروری ہے کہ صرف ایک دیوار گرائی جائے؟"

اتنے میں ایک ادھیڑ عمر شخص اندرونی دروازے سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اس نے مسکرا کر کہا "مس مرجانہ! ریڈ پاور کا باس اسحاق وال وچ۔ آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ تم لوگ یہاں سے جاؤ۔"

وہ جانے لگے۔ سونیا نے اس شخص کی طرف ریوالور اچھالا۔ اس نے کیچ کر کے اپنے ہولسٹر میں رکھ لیا۔ پھر جھپٹتا ہوا چلا گیا۔ اسحاق وال وچ نے آگے بڑھ کر سونیا سے مصافحہ کیا۔ پھر افسوس کرتے ہوئے بولا "آپ کے ریوالور حاصل کرنے کے انداز کو دیکھ کر اچانک ہی مادام سونیا یاد آ گئیں۔ ہم ان کے لیے بہت غمزدہ ہیں۔ ان کا بھی یہی انداز ہوتا تھا۔ دشمنوں کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ کس لمحے وہ کیا کرنے والی ہیں۔ کمال ہے ہمارا آدمی یہی سمجھ رہا تھا کہ آپ سامنے والے سے لڑنے جا رہی ہیں لیکن آپ نے الٹا ہی داؤ کھیلا ہے۔"

سونیا نے فخر سے سینہ تان کر کہا "میں مرجانہ ہوں مجھے اس بات پر ناز ہے کہ میں نے سونیا کے ساتھ رہ کر اس کی مکاریاں سیکھ لی ہیں ہر حال میں ان باتوں کے لیے نہیں آئی ہوں۔"

"آپ کی آمد کا مقصد جو کچھ بھی ہو یہ ہمارے لیے باعث فخر ہے کہ آپ کے ذریعہ فرہاد صاحب کی خدمت کا موقع ملنے والا ہے۔ آئیے تشریف رکھیے۔"

سونیا ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ بند تھا۔ اسحاق وال وچ نے کہا "آپ اطمینان رکھیں۔ ہماری گفتگو کوئی نہیں سنے گا۔"

سونیا نے کہا "آپ یہ جانتے ہیں، فرہاد سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ اس لیے آپ مجھ سے کچھ نہ چھپائیں سب سے پہلے یہ بتائیں۔ کیا آپ یہودی ہیں؟"

"میں مسلمان ہوں۔"

"یہودی بھی اپنا نام اسحاق رکھتے ہیں۔ اس لیے میں نے یہ سوال کیا ہے۔ اگر آپ سچ کہہ رہے ہیں تو اس کی تصدیق فرہاد کے ذریعے ہو جائے گی۔"

"کیا اس وقت فرہاد صاحب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں؟"

"وہ سو رہے ہیں۔ میں آپ سے ضروری باتیں کرنے آئی ہوں۔ آپ کے دو چار جملے پاکٹ کیسٹ ریکارڈر میں ریکارڈ کر کے لے جاؤں گی۔ فرہاد جب نیند سے بیدار ہوں گے تو آپ کی آواز سننے کے بعد رابطہ قائم کریں گے۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے۔ ان کے ذریعے آپ کو میری سچائی کا یقین ہو جائے گا۔"

سونیا نے آرام سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا "میں جس مقصد کے لیے آئی ہوں اس کے لیے سپر ماسٹر کے آدمیوں سے بھی رابطہ قائم کر سکتی تھی۔ یہاں کے ماسٹر سے بھی کام نکال سکتی تھی لیکن فرہاد نے تاکید کی ہے، میں کسی بھی خاص موقع پر ریڈ پاور کے باس سے رجوع کروں۔"

"مس مرجانہ! یہ سن کر بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ فرہاد صاحب ہمیں اس قابل سمجھتے ہیں۔ آپ حکم دیں۔ ابھی اس کی تعمیل ہو گی۔"

سونیا نے پوچھا "آپ شی پر کے متعلق کیا جانتے ہیں؟"

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کہا "وہ ایک انتہائی خطرناک عورت ہے۔ کتوں کے ساتھ رہ کر خونخوار کتیا بن گئی ہے۔ اول تو وہ کتے خریدنے والے گاہکوں سے خود نہیں ملتی ہے۔ جس نسل کے کتے پسند کیے جاتے ہیں انہیں اپنے گاہکوں کے پاس اپنے آدمیوں کے ذریعے بھیجتی ہے۔

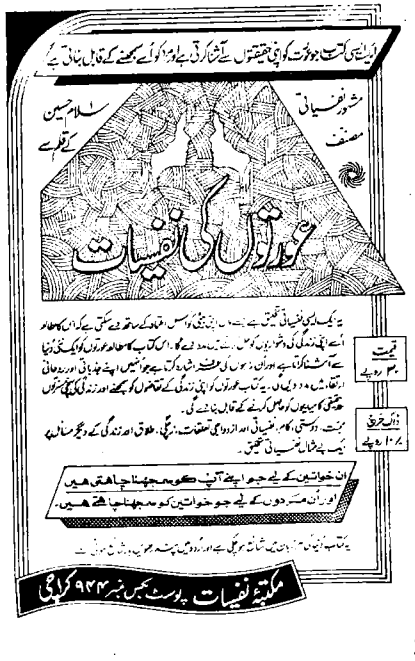

کوئی گاہک اگر یہ کہے کہ وہ قلعے میں جا کر مختلف نسل کے کتوں کو پرکھنا چاہتا ہے تو اسے اجازت مل جاتی ہے لیکن اس کے لیے بھی ایک خرط ہے۔"

سونیا اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "شی سپر اپنے کسی گاہک سے پہلے اس کا رومال یا کوئی کپڑا طلب کرتی ہے۔ اس کے بعد اسے قلعے میں آنے کی اجازت دیتی ہے۔ ایک وقت تھا جب مادام سونیا سونگھنے کی حیرت انگیز حس رکھتی تھیں۔ شی سپر بھی وہی حس رکھتی ہے۔ آنے والے گاہک کے رومال سے پہلے اس کی بو سونگھ لیتی ہے۔ ہم تو دشمنوں کو میک اپ کے پیچھے ڈھونڈھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ صرف بُو سے ڈھونڈ لیتی ہے۔"

"میں مرجانہ ہوں۔ اگر میں اپنے چہرے پر کسی لڑکی کا میک اپ کروں اور اسے مرجانہ کی بُو ملتی رہے۔ وہ تو یہی سمجھے گی کہ جو لڑکی اس کے سامنے آئی ہے اس کی بُو ہے۔"

اسحاق وال ورچ نے کہا۔ "دراصل وہ قلعے کے اندر آنے والے کسی بھی گاہک کو اپنے محل کے ایک مخصوص حصے تک محدود رکھتی ہے۔ اس حصے سے نکل کر کوئی گاہک کسی دوسرے حصے کی طرف جانا چاہے تو وہ اس کی بُو کے ذریعے معلوم کر لیتی ہے کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔"

"شی سپر کی کوئی اور خاصیت بتائیں۔ کیا فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں؟"

باس تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ یوگا کی ماہر ہے یا نہیں، لیکن کتوں میں ایک خاص حس ہوتی ہے جو انہیں انجانے خطرات سے آگاہ کرتی ہے۔ اس لیے وہ تاریکی میں یوں سر اٹھا کر بھونکنے لگتے ہیں جیسے خطرے کو اپنی طرف آتا ہوا محسوس کر رہے ہوں۔ ہو سکتا ہے، بیلی پیتھی کی لہریں شی سپر کے دماغ میں پہنچیں تو وہ چوکنا ہو جائے۔"

"کیا آپ اس قلعے کا اندرونی نقشہ فراہم کر سکتے ہیں؟ شی سپر کے محل کے اندرونی حصے کا بھی نقشہ مل جائے تو بہتر ہے۔"

"میں ایک بار وہاں گیا تھا۔ مجھے گتوں کی ضرورت تھی میں نے جو کچھ دیکھا۔ اس یادداشت کی بنیاد پر ایک خاکہ کھینچ سکتا ہوں مگر وہ تفصیلی نقشہ نہیں ہوگا۔ شاید کہیں غلطی بھی ہو جائے اس طرح میری رہنمائی آپ کے لیے غلط ثابت ہو گی۔ ویسے آپ چاہتی کیا ہیں؟"

"میں قلعے کے اندر جانا چاہتی ہوں۔"

اسحاق وال ورچ نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر کہا۔ "آپ وہاں جا کر کیا کریں گی؟"

"کیا آپ نہیں جانتے کہ یہودی تنظیم سے اس کا گہرا تعلق ہے؟"

"جانتا ہوں۔ اب سے چار گھنٹے پہلے ہمارے ماسکو مین کی طرف سے ایک پیغام موصول ہوا ہے۔ مجھے یہ ہدایات دی گئی ہیں کہ فرہاد صاحب یا ان کے ساتھیوں کے خلاف جو سازشیں ہو رہی ہیں ان کے متعلق معلومات حاصل کی جائیں۔ میں نے ماسکو مین کو جو سب سے اہم اطلاع دی ہے وہ میں آپ کو بھی بتا رہا ہوں۔ فرہاد صاحب کو قتل کرنے کے لیے یہودیوں نے جن قاتلوں کی فہرست بنائی ہے ان میں چھ عدد خونخوار کتوں کے نام شامل ہیں۔ اور یہ کتے، شی سپر سپلائی کرے گی یا شاید کر چکی ہے۔"

سونیا سر جھکا کر سوچنے لگی۔ اسحاق وال ورچ نے کہا۔ "مس مرجانہ! میرا مشورہ ہے کہ آپ اس قلعے میں جانے کا خیال چھوڑ دیں۔ ہمارا ماسکو مین ان کتوں کے متعلق فرہاد صاحب تک یہ خبر پہنچا دے گا۔ آپ بھی انہیں بتا دیں کہ وہ کتوں سے ہوشیار رہیں اور اپنی حفاظت کے لیے پہلے سے تدابیر کر لیں۔ ہمارے وہاں کے باس اور دوسرے ماتحت بھی ان کی حفاظت کریں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "اگر سیلاب کا پانی گھر میں آ جائے تو یقیناً گھر سے پانی کو نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن اس سے پہلے وہاں بند باندھا جاتا ہے جہاں سے پانی آ رہا ہو۔ اس لیے میرا اس قلعے میں جانا ضروری ہے۔"

"آپ ہمیں بتائیں، ہم آپ کو کس طرح وہاں پہنچا سکتے ہیں؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ آپ یہ اطلاع شی سپر تک پہنچا دیں کہ ریڈ پاور والوں کو چند کتوں کی ضرورت ہے۔ وہ اپنی پسند سے کتے خریدنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے وہ اپنی ایک ماتحت کو بھیج رہے ہیں۔ ماتحت کا نام اور اس کی شکل و صورت کا آپ تعین کر لیں۔ میں اسی میک اپ میں، اسی نام کے ساتھ اس قلعے میں جاؤں گی۔ باقی وہ دے۔ اس سے پہلے ریڈ پاور کے لیے کتے خریدنے کون گیا تھا؟"

"میں ہی گیا تھا۔ سوچ رہا ہوں اس بار بھی آپ کی خاطر جانا ہوگا بشرطیکہ شی سپر میرے ساتھ کسی لیڈی سیکرٹری کو برداشت کرے۔ آپ سیکرٹری کے روپ میں چل سکتی ہیں۔"

"لیڈی سیکرٹری ضروری نہیں ہے۔ آپ شی سپر سے یہ بھی

کہہ سکتے ہیں کہ آپ کسی دوست ملک کے لیے کتے خریدنا چاہتے ہیں جس ملک کے لیے خریدنا چاہتے ہیں وہاں کتوں کی انچارج ایک عورت ہے جو آپ کے ساتھ اس قلعے میں آئے گی اور اپنی پسند کے مطابق خرید کرنے جائے گی۔"

اسحاق وال ورچ نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ایسا ممکن ہے۔ میں ابھی فون کے ذریعے ان لوگوں سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا۔ "یہ اسی شہر کا نمبر ہے۔ یہ بتائیے یہاں سے معلومات حاصل کی جاتی ہیں یا شی سپر سے براہِ راست کس نمبر پر گفتگو ہو سکے گی۔ یا ہو بھی سکے گی یا نہیں؟"

سونیا نے اپنے پرس میں سے ایک چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے آن کر لیں اور گفتگو کے دوران ریسیور پیس کے قریب رکھیں آپ دونوں کی آواز ریکارڈ ہوتی رہے گی۔"

باس نے یہی کیا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ریکارڈ کو آن کر کے ریسیور کے قریب رکھا۔ دوسری طرف کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ اس نے باس کے پوچھنے پر بتایا کہ فلاں نمبر پر شی سپر کی پرسنل سیکرٹری سے رابطہ قائم ہو سکتا ہے۔

باس نے اس رابطے کو ختم کیا۔ پھر دوسرے نمبر ڈائل کیے اس کے بعد پھر کسی لیڈی سیکرٹری سے رابطہ قائم ہوا۔ دو خطرناک تنظیمیں ایسی تھیں کہ ان کے ہاسٹر یا باس کو کسی بھی اہم شخصیت سے رابطہ قائم کرنے میں دشواری نہیں ہوتی تھی۔ دوسری طرف سے جب پرسنل سیکرٹری کو معلوم ہوا کہ باس اسحاق وال ورچ شی سپر سے گفتگو کرنا چاہتا ہے تو تھوڑی دیر بعد ہی اس سے سلسلہ ملا دیا گیا۔ اس کیسٹ ریکارڈر میں شی سپر کی آواز بھی ریکارڈ ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد باس نے ریسیور رکھتے ہوئے ریکارڈ کو آف کرتے ہوئے کہا۔ "وہ ملاقات کے لیے راضی ہے۔ اس نے آج شام چار بجے کا وقت دیا ہے۔ وہ قلعے کے اندر انتظار کرے گی۔ شرط یہی ہے کہ پہلے ہم اپنے رومال اس کے پاس بھیج دیں۔"

سونیا نے اپنے پرس میں سے رومال نکالا اسے اپنے ہونٹوں اور گردن سے یوں لگایا جیسے پسینہ خشک کر رہی ہو حالانکہ وہاں ہلکی سردی تھی۔ پسینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس رومال کو اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے رگڑا۔ پھر اسے باس کے حوالے کر دیا۔

وہ رومال لے کر بولا۔ "میرے ساتھ آئیے۔ میں آپ کو مادام نارینہ کی تصویر دکھاؤں۔ ابھی میں نے فون کر کے شی سپر سے یہی کہا ہے کہ پولینڈ کے شہر وارسا کی مادام نارینہ میری مہمان ہیں اور اپنی پسند کے مطابق یہاں سے کتے خرید کر لے جانا چاہتی ہیں۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ایک کمرے میں آئے۔ وہاں باس نے اس رومال کو پہلے ایک پلاسٹک کی چھوٹی سی تھیلی میں پیک کیا تاکہ اس کی بو محفوظ رہے۔ اس کے بعد ایک البم نکالی۔ اس میں مادام نارینہ کی مختلف تصویریں تھیں کئی زاویوں سے لانگ شاٹ اور کلوز اَپ میں نارینہ کے چہرے کا ایک ایک نقش واضح تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا آپ یہ میک اَپ کر سکتی ہیں؟"

"بیشک، آپ مطمئن رہیں۔ میں اپنے آپ کو تبدیل کروں گی۔"

اسحاق وال ورچ نے کہا۔ "میں مادام نارینہ کی ہسٹری شیٹ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ اس کا مطالعہ کریں ایک کیسٹ میں ان کی آواز ریکارڈ کی گئی ہے۔ اس آواز کی بھی اچھی طرح نقل کر لیں۔ اس کے بعد پروجیکشن کے ذریعے ان کی فلم دکھاؤں گا۔ آپ ان کے چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے کے طور طریقے معلوم کر لیں گی۔"

سونیا نے ڈرائنگ روم میں آ کر مرجانہ کو فون کیا۔ پھر جاپانی زبان میں اسے کہا۔ "بچے کے تمام کپڑے حفاظت سے رکھے جائیں۔ کوئی کپڑا میلا یا پسینہ آلود نہ ہو۔ دشمن ہماری موت کی تصدیق کرنے کے لیے شکاری کتوں سے کام لے سکتے ہیں۔ اعلیٰ بی بی سے بھی کہہ دو کہ بابا صاحب کے ادارے میں پارس کے کچھ کپڑے رہ گئے ہوں تو انہیں اچھی طرح چھپا دے۔"

مرجانہ نے پوچھا۔ "کیا ہمارے پارس کا کوئی کپڑا دشمنوں کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ جسے شکاری کتے سونگھ کر یہاں پہنچ سکتے ہیں؟"

سونیا نے جواب دیا۔ "میں یقین سے نہیں کہہ سکتی بابا صاحب کی وفات پر سبت سے دشمن ادارے کے اندر آئے تھے۔ شاید کسی کے ہاتھ پارس کا کوئی کپڑا لگ گیا ہو۔ اس لیے میں احتیاطی تدابیر کا مشورہ دے رہی ہوں۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ اس نے جان بوجھ کر جاپانی زبان میں گفتگو کی تھی تاکہ فون کے ذریعے اس کی باتیں ریکارڈ ہو رہی ہوں یا اسحاق وال ورچ سن رہا ہو تو اس کی باتوں کو

نہ سمجھ سکے۔ ادھر یہ اپنے معاملات میں مصروف تھی ادھر میں سوچ رہا تھا۔ جاگنے کے بعد اس کی تمام مصروفیات کا مجھے علم ہوا۔

جب میری آنکھ کھلی تو تین بجکر تیس منٹ ہو رہے تھے میں تھوڑی دیر تک چاروں شانے چت پڑا چھت کو تکتا رہا۔ تھوڑی دیر تک پُرسکون رہا۔ کسی طرح کی سوچ کو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ پھر مجھے منجالی کا خیال آیا۔ اسے میں نے ہدایت دی تھی، جب تک میں اسے بیدار نہ کروں۔ وہ سوتی رہے یا پھر بیدار نہ کر سکوں تو چاہے اس کی آنکھ کھل جائے، چار بجے کیشو ہمارے لیے کھانا لے کر آنے والا تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے دوران میں نے منجالی کو بیدار کیا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بھی چند لمحوں تک بالکل ساکت پڑی رہی۔ سوچتی رہی کہ کہاں ہے؟ تب اسے پچھلی باتیں یاد آئیں۔ میں اس اندھے ڈیوڈ سولجر کو ہلاک کرنے کے بعد نشے کی حالت میں بنگلے سے نکلی تھی۔ یہ بھی یاد ہے کہ کوئی مجھے سہارا دے کر کسی کار میں لے گیا تھا۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ چاروں طرف دیکھنے لگی میں نے کہا۔ "ہیلو منجالی!"

وہ خوش ہوگئی۔ "جناب! آپ کہاں ہیں اور اس وقت میں کہاں ہوں؟"

"تم میرے ساتھ ہو۔ میری رہائش گاہ میں ہو۔ تم غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کر لو۔ پھر میں تمہارے پاس آؤں گا۔"

وہ بہت خوش تھی — شاید ایسے دن کے لیے برسوں سے سوچتی آئی تھی۔ اس نے سوٹ کیس سے سفید لباس نکالا اور باتھ روم میں چلی گئی۔ ٹھیک چار بجے میں نے کیشو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا — وہ باہر کوٹھی کے برآمدے میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے بیرونی دروازہ کھول کر اسے اندر بلایا۔ وہ کھانا گرم کرنے کے لیے کچن میں چلا گیا میں نے کمرے میں منجالی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ لباس تبدیل کر چکی تھی، اب سفید موزے اور جوتے پہن رہی تھی۔

معاً اسے خیال آیا کہ بے ہوش ہونے یا نیند میں ڈوبنے سے پہلے وہ جوتے، موزے اور دستانے پہنے ہوئے تھی۔ پھر یہ سب کس نے اتارے ہے کیا فرہاد صاحب نے؟ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ تو کبھی میرے شہر تک پہنچنے کی امید بھی نہیں کرتی تھی۔ ہمارے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ رہا۔ یہ فاصلہ کم ہوا تو اتنا کم ہوا کہ جزیرہ کہلاتا تھا اس نے اس کے دستانے اور جوتے اتارے تھے

یہ اتنا بڑا اعزاز تھا، اتنی بڑی خوشی تھی جو اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی لیکن خوشی کے ساتھ ندامت بھی ہو رہی تھی

"آقا نے میرے جوتوں کو ہاتھ لگایا۔ میں ہوش میں ہوتی تو ان کے ہاتھ پکڑ لیتی۔ ہائے مجھ سے اس قدر عظیم ہونے، غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہونے اور بین الاقوامی شہرت حاصل کرنے کے باوجود مغرور نہیں ہیں جنہیں اپنا سمجھتے ہیں ان کے سامنے جھکنا بھی جانتے ہیں۔

وہ پوری طرح تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکلی۔ میں نے سوچ کے ذریعے اس کی رہنمائی کی۔ وہ میرے کمرے میں پہنچ گئی۔ دروازے پر پہنچ کر مجھے سر سے پاؤں تک یوں دیکھنے لگی جیسے خواب دیکھ رہی ہو۔ اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے یقین کرنا چاہتی ہو کہ میرے سامنے پہنچ گئی ہے اور اب مجھے چھونے والی ہے۔

چھونے کے لیے آگے بڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ ایک قدم آگے نہ بڑھ سکی۔ مجھ سے اس حد تک متاثر تھی۔ میری ایسی عقیدت مند تھی کہ وہیں آہستہ آہستہ جھکتے ہوئے دوزانو ہوگئی۔ زمین پر گھٹنے ٹیک دیے۔ اپنے سینے پر دونوں ہاتھوں کو قینچی بنا کر رکھا اور سر کو جھکا کر کہا۔ "آقا! میرے آقا! میں اپنے دل کا حال بیان نہیں کر سکتی۔ آپ میرے دل اور دماغ کو پڑھ لیں۔ اس لمحے میرا جی چاہتا ہے، میں مر جاؤں۔ انسان جب اپنی زندگی کی سب سے بڑی اور سب سے آخری تمنا کر اور وہ تمنا پوری ہو جائے تو پھر جی چاہتا ہے، کچھ نہ چاہیں بس مر جائیں۔"

میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اسکے قریب آیا۔ وہ عجب شیدائی تھی دوبے دیکھو تو معصوم بھولی بھالی، کمسن اور بے ضرر نظر آتی تھی قریب آؤ تو زندگی کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتی تھی۔ میں نے جھک کر اس کے دونوں بازوؤں کو تھام لیا۔ پھر اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔ "تم بہت اچھی ہو، بہت پیاری ہو۔ تم نے میرے پاس آنے سے پہلے مجھے اپنی صلاحیتوں سے متاثر کیا ہے۔ کئی بار اپنی ذہانت کا ثبوت بھی دیا ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔" پھر اس کے بازو تھپڑ کر بولا۔ "ذرا ٹھہرو۔ میں جوتے پہن لوں۔ پھر ہم ڈائننگ روم میں چلیں گے۔"

میری بات سنتے ہی وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ پلنگ کے پاس میرے جوتے اور موزے رکھے ہوئے تھے۔ وہ دوڑتی ہوئی گئی۔ پھر انہیں اٹھا کر لے آئی۔ میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "لاؤ، مجھے دو۔"

وہ میرے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "یہ میرا فرض ہے۔ میں آپ کی خدمت کروں گی۔"

وہ مجھے جرابیں اور جوتے پہنانے لگی۔ اگرچہ وہ افریقہ کے ایک حبشی قبیلے سے تعلق رکھتی تھی لیکن اس کا ناک نقشہ حبشیوں سے ذرا مختلف تھا۔ شاید اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک حبشی نہ ہو کسی ایک کا تعلق کسی اور ملک سے ہو۔ اسی لیے وہ مختلف تھی۔ رنگ سیاہ تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی اور نہایت ہی خوبصورت تھیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ سیاہ چہرے پر سفید دیدے رات کے وقت خوفناک لگتے ہیں لیکن وہ جن کے دلوں میں محبت سے اترجاتی تھی ان کے لیے خوفناک نہیں تھی ہونٹ موٹے تھے مگر بھدے نہیں تھے۔ مشرقی شاعر اس کی زلفوں پر شاعری نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس کے بال عام حبشی دوشیزاؤں کی طرح گھنگھریالے اور چھوٹے چھوٹے سے تھے۔

ہم ڈرائنگ روم میں چلے گئے وہاں کیشو نے میز پر کھانا چن دیا تھا۔ ہم میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ میں نے کیشو کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک ہونے کے لیے کہا۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔ "جناب! میں آپ کی یہ عزت افزائی کبھی نہیں بھول سکوں گا۔ آپ نوکر کو نوکر نہیں سمجھتے ہیں۔ میں اپنے وقت پر کھانا کھا چکا ہوں۔ البتہ آپ کھانے کے بعد چائے پینے کے عادی ہیں، میں چائے میں شریک ہو جاؤں گا۔"

میں نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا۔ "منجالی! اس وقت میں سونیا کے پاس جا رہا ہوں۔ اس لیے ہم خاموشی سے کھاتے رہیں گے۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں وہی معلومات حاصل کیں جو میں بیان کر چکا ہوں۔ کھانا ختم ہونے تک سونیا کے متعلق تمام باتیں معلوم ہو چکی تھیں۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ پیرس کے وقت کے مطابق چار بجے میں اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ جب وہ شی سپر کے قلعے میں داخل ہو رہی ہوگی۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ کھانا ختم ہو چکا تھا اس وقت کیشو برتن اٹھا رہا تھا۔ منجالی نے اپنے برتنوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "انہیں رہنے دو۔ میں اپنے ہاتھوں سے دھوؤں گی۔"

جاہتی ہوں۔"

میں نے پوچھا۔"تم کسی ہوٹل میں، کسی تقریب میں جاکر کھاتی ہو تو وہاں کے برتن یقیناً زہریلے ہوتے ہوں گے۔ ایسے وقت میں کیا کرتی ہو؟"

"اوّل تو میں کسی ہوٹل کے ڈائننگ روم یا ہال میں بیٹھ کر نہیں کھاتی۔ کمرے میں اپنے لیے کھانا منگواتی ہوں اور کھانے کے بعد خود انہیں اچھی طرح دھو ڈالتی ہوں۔"

"کبھی راہ چلتے پیاس لگے، ٹھنڈی بوتل پینا چاہو تو؟"

"ایسے وقت کے لیے میں اپنے بیگ میں ایک چھوٹا سا پلاسٹک کا گلاس اور ایک پلیٹ رکھتی ہوں۔ ٹھنڈی بوتل کو منہ لگا کر نہیں پیتی۔ بوتل کا مشروب گلاس میں انڈیل کر پیتی ہوں۔ بھوک لگے اور راستے میں کھانا پڑ جائے تو کھانا خرید لیتی ہوں۔ پھر اسے اپنی پلیٹ میں استعمال کرتی ہوں۔"

وہ اپنی کھائی ہوئی پلیٹوں کو اور گلاس کو اٹھا کر دھونے کے لیے کچن میں چلی گئی۔ کیشو نے کہا۔"جناب! یہ میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ میرے باس ان کے متعلق پوچھ رہے تھے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔"یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گی بس اتنا سمجھ لو کہ یہ زہریلی ہے۔ اس کے استعمال کی پلیٹ یا گلاس کو کبھی منہ نہ لگانا۔"

وہ کچھ حیران سا، کچھ خوفزدہ سا مجھے تک رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔"آپ ایسی زہریلی لڑکی سے بھی دوستی رکھتے ہیں!"

"سانپ کو بھی دوست بنایا جا سکتا ہے۔ اگر سانپ کی کھوپڑی میں انسانی عقل اور ذہانت ہو۔"

کیشو نے اپنی جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔"یہ باس اینجلو نے دیا ہے۔"

وہ پلیٹیں سمیٹ کر جانے لگا۔ میں اس کاغذ کو کھول کر پڑھنے لگا۔ اینجلو نے لکھا تھا۔

"آپ نے حکم دیا تھا کہ میں یہودی تنظیم کے نئے افراد کے متعلق معلومات حاصل کروں۔ اس سلسلے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ لکھ رہا ہوں۔

اندھے ڈیوڈ سولجر کی موت نے پھر یہودیوں اور پولیس والوں میں ہلچل مچا دی ہے۔ وہ پریشان ہیں۔ پولیس والے آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ یقیناً یہودی بھی آپ کی تلاش میں ہیں۔ اگرچہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ اندھا آپ کے ہاتھوں مارا گیا ہے تاہم اب آپ کے خلاف سخت کارروائی کا آغاز ہو رہا ہے۔ ہمیں بھی آپ کو تلاش کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں جب آپ نے اندھے کو قتل نہیں کیا ہے یا کسی بھی یہودی کی موت میں آپ کا ہاتھ نہیں ہے تو آپ خود کو ظاہر کر دیں۔ اس بار پولیس والے آپ کی حفاظت پوری طرح کریں گے۔ اگر آپ نے خود کو قانون کی نظروں میں لانے سے گریز کیا تو ممی مارتھا کی جتنی دولت اور جائداد آپ کے نام ہے وہ ضبط کر لی جائے گی۔

• جناب! میرا مشورہ ہے کہ آپ جاوید صاحب کو پاکستان واپس بھیج دیں۔ پولیس والے قانونی طور پر انہیں یرغمال نہیں بنا سکتے لیکن یہودی ایسا کر سکتے ہیں۔ جاوید صاحب کو مصیبتوں میں مبتلا کر کے آپ کو اس خفیہ پناہ گاہ سے نکلنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ آپ جاوید صاحب کے کام آنا چاہتے ہیں تو اس کی دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہاں کی تمام دولت اور جائداد پاکستان منتقل کر دی جائے یا فروخت کر کے ساری رقم وہاں جاوید صاحب کو دے دی جائے۔

برما انٹیلی جنس والوں کو یہ بات پہلے سے معلوم ہو گئی تھی کہ قتل ایسے سے تقریباً اُس مسافر یہاں پہنچنے والے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں آنے والے یہودی تنظیم کے نئے افراد پولیس والوں سے چھپ نہ سکے۔ انہیں قانونی طور پر کاغذات کی خانہ پُری کے لیے انٹیلی جنس والوں سے بھی ملاقات کرنا پڑی اس طرح ہمیں ان کی مختلف رہائش گاہوں کا اور ان کے ناموں کا پتہ چل گیا ہے۔ اس کاغذ کے پیچھے ان دس افراد کے نام اور موجودہ پتے درج ہیں۔

یہ خط لکھنے کے دوران ابھی میرے ایک ماتحت نے جان اسٹیورٹ عرف کلارک آف دی کلارس کے متعلق ایک اطلاع دی ہے۔ وہی جان اسٹیورٹ جو آج کل مادام سوتی کا محافظ بنا ہوا ہے۔ اس جان اسٹیورٹ سے آج ایک شخص ملنے آیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک بہت ہی خونخوار قسم کا کتا تھا۔ میرے ماتحت نے معلومات حاصل کیں۔ پتہ چلا کہ وہ ایک سیاح کی حیثیت سے خشکی کے راستے رنگون پہنچا ہے اور وہ بھی یہودی ہے۔"

کتے کا ذکر سن کر میں سوچنے لگا۔ کیا اس کا تعلق شی پر سے ہے اور وہ خشکی کے راستے خونخوار قسم کے کتے یہاں پہنچا رہی ہے؟ میں نے اس خط کو پلٹ کر دیکھا۔ وہاں ترتیب سے نام اور پتے لکھے ہوئے تھے۔ اتنے میں کیشو چائے لے کر آگیا۔ منجالی بھی میرے سامنے میز کے دوسری طرف آکر بیٹھ

گئی تھی۔ اس نے چائے کا ایک گھونٹ پینے کے بعد پوچھا۔"مادام سونیا اور ہمارا پارس بیٹا خیریت سے تو ہیں نا؟"

"وہ سب خیریت سے ہیں۔ تمہاری مادام یہاں کے وقت کے مطابق رات کے ساڑھے نو بجے بہت ہی خطرناک مہم پر روانہ ہو رہی ہیں۔ مجھے اس وقت ساری مصروفیات کو ترک کر کے ان کے ساتھ رہنا ہوگا۔"

منجالی نے اطمینان سے کہا۔"ایک تو مادام تن تنہا خطرناک مہمات سے گزر جاتی ہیں۔ دوسرے آپ ساتھ رہیں گے تو فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"میں جس مہم کا ذکر کر رہا ہوں وہاں شاید میری ٹیلی پیتھی کام نہ آسکے۔ وہ ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں خطرناک کتوں کے درمیان جا رہی ہے اور شاید ٹیلی پیتھی سے متاثر ہونا نہیں جانتے۔"

اس کا اطمینان کافور ہو گیا۔ پریشانی سے بولی۔"آپ انہیں ایسی جگہ جانے کی اجازت کیوں دے رہے ہیں؟"

"ہم اپنی مرضی سے کسی خطرناک مقام کی طرف نہ جائیں تو تعدیر ادھر لے جاتی ہے۔ ہم خطرات سے کھیلنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ ویسے سونیا کا بچپن اور جوانی کے ابتدائی ایام خطرناک کتوں کے درمیان گزرے ہیں۔ شاید وہ ان کتوں کو ہینڈل کر سکے۔"

میں نے پھر سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھا وہ ایک تاریک کمرے میں بیٹھی ہوئی پروجیکشن کے ذریعے اسکرین پر ایک فلم دیکھ رہی تھی۔ اسکرین پر اسے مادام نازرینہ نظر آرہی تھی۔ اس کے چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے کے طور طریقے دکھائے جا رہے تھے۔ میں نے اسحاق وال وچ کے دماغ میں چپ چاپ جھانک کر دیکھا۔ اس کی اندرونی چھپی ہوئی سوچوں کو ٹٹولا، وہ سونیا کے معاملے میں دیانت دار ثابت ہوا۔ میں نے اس سے کہا۔"مسٹر وال وچ! میں فرہاد آپ سے مخاطب ہوں۔"

وہ چونک گیا۔ پھر اس نے تاریکی میں سونیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"مادام! مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے فرہاد مجھے مخاطب کر رہے ہیں۔"

"تو پھر آپ ان سے باتیں کریں۔"

میں نے کہا۔"ہاں، میں تم سے مخاطب ہوں۔ شی سپر سے ٹیلیفون کے ذریعہ رابطہ قائم کرنے سے پہلے اس کی جس لیڈی سیکرٹری سے بات ہوئی تھی، مجھے اس کی آواز سناؤ۔ باس اسحاق وال وچ نے سونیا سے وہ کیسٹ لے کر ایک پلیئر پر لگا کر اسے آن کیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اس لیڈی سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

میں نے کہا۔"کافی ہے پلیز بند کر دیں۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میں نے باس اینجلو کے خط کو منجالی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔"تم اسے پڑھو۔ تھوڑی دیر بعد میں تم سے باتیں کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں رنگون کے ماسٹر کے پاس پہنچ گیا اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا۔"جناب! میں سمجھ رہا تھا آپ پچھلی رات کے جاگے ہوئے ہیں، سو رہے ہوں گے۔ آپ نے مجھے یاد کیا آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے یہودی تنظیم کے نئے افراد کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے کہا تھا۔ میں نے بڑی حد تک معلومات حاصل کی ہیں۔ میرے ماتحتوں نے یہ رپورٹ مجھے دی ہے۔"

وہ سنانے لگا۔ پہلے ہی اس نے ایک ایسے شخص کا نام لیا جس کا نام باس اینجلو کے خط میں بھی لکھا ہوا تھا۔ میں نے منجالی سے کہا۔"ذرا وہ کاغذ مجھے دو۔"

میں نے کاغذ لیا۔ پھر اسے الٹ کر ان لوگوں کے نام اور پتے دیکھنے لگا۔ اُدھر رنگون کا ماسٹر یکے بعد دیگرے ان کے نام اور پتے بتا رہا تھا۔ ان میں سے دو اشخاص کے نام وہ صحیح نہ بتا سکا لیکن ان سب کے پتے وہی تھے جو اینجلو نے لکھ کر بھیجے تھے۔

اس کے علاوہ، وہ اس یہودی کے متعلق نہیں بتا سکا جو خشکی کے راستے ایک گئے کے ساتھ آیا تھا اور جس نے جان اسٹیورٹ عرف کلارک آف دی کلارس سے ملاقات کی تھی میں نے ماسٹر کے دماغ کو ٹٹول کر دیکھا، وہ دانستہ کوئی بات نہیں چھپا رہا تھا۔

ماسٹر نے کہا۔"جناب! یہ یہودی نئے افراد کو یہاں پہنچا رہے ہیں۔ ان کے ارادے خطرناک نظر آرہے ہیں لیکن زبان سے یہی کہہ رہے ہیں کہ اب آپ سے چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے بلکہ مادام رسونتی کو آپ کے پاس پہنچانا چاہتے ہیں۔"

"آپ رسونتی کا نام میرے سامنے نہ لیں۔ میں اس کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔"

"آپ نے کہہ دیا ہے تو ہماری کیا مجال ہے کہ ہم ان کے متعلق کوئی بات کریں لیکن اجازت ہو تو میں کچھ مشورہ دینا چاہتا ہوں۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

"مادام دشمنوں کی چال میں آگئی ہیں انہیں اب بھی اپنا دوست اور ہمدرد سمجھتی ہیں۔ یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ

انہیں صحیح راستے پر لائیں۔ اپنی سچائی ثابت کریں۔"

"میں نے آخری کوشش کر ڈالی ہے۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ تقدیر ہی انہیں عقل دے سکتی ہے اور میرے پاس لاسکتی ہے۔ بس اور کوئی بات نہ کریں۔"

"میرے لائق اور کوئی خدمت ہو تو حکم دیں۔"

"آپ یہاں کی انٹیلی جنس والوں، پولیس والوں اور دیگر اعلیٰ حکام کو یہ سمجھانے کی کوشش کریں کہ یہودیوں نے مجھے کتنا زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ انہوں نے میری دست راست سونیا اور میرے بیٹے کو ہلاک کیا ہے۔"

"آپ یقین کریں ہم نے یہ بات اعلیٰ حکام تک پہنچائی ہے اور یہاں کے متعلقہ افسران سے یہی بحث کرتے رہتے ہیں انہیں سمجھاتے رہتے ہیں کہ یہ جھگڑا اس طرح کبھی ختم نہیں ہوگا۔"

"انہیں یہ بھی سمجھائیں کہ جھگڑا ختم کرنا چاہتے ہیں تو مجھے اور تمام یہودیوں کو برباد سے نکل جانے کا حکم دیں۔ یہاں امن و امان قائم ہو جائے گا۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں اینجلو کے پاس پہنچا۔

"میں نے آپ کا خط پڑھا ہے اور آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے تمام دشمنوں کے نام اور پتے لکھ بھیجے ہیں۔"

"مجھے ابھی اس شخص کا نام اور پتہ معلوم ہوا ہے جو خشکی کے راستے گئے کے ساتھ آیا ہے۔ اس کا نام جیفرسن ہے خشکی کے راستے آنے والے سیاح سرکس گراؤنڈ کے پاس اپنی بڑی بڑی گاڑیوں میں رہتے ہیں۔ وہاں کچھ روز تک قیام کرتے ہیں پھر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ جیفرسن نے بھی اپنی بڑی سی ٹریلر کاروہاں کھڑی کر رکھی ہے۔ اس ٹریلر میں وہ کتا بھی ہے۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ مسٹر اینجلو! آپ جلد شبہ دوستی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ آپ نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے اسے میں کبھی بھلا نہ سکوں گا۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ مسٹر اینجلو! آپ جلد شبہ دوستی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ آپ نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے اسے میں کبھی بھلا نہ سکوں گا۔"

میرے ماتحت نے تھوڑی دیر پہلے مجھ سے کہا ہے کہ وہ جلد ہی ایک بہت اہم اطلاع دینے والا ہے۔ آپ تھوڑی دیر بعد پھر مجھ سے رابطہ قائم کریں۔"

میں واپس آگیا۔ منجالی بڑی محویت سے مجھے دیکھ رہی تھی میں نے مسکرا کر کہا۔ "میرے ساتھ رہو گی تو اسی طرح گم صم بیٹھی رہو گی۔ میرا سارا وقت خیال خوانی میں گزرتا ہے۔ تم بور ہو جاؤ گی۔"

"آزما کر دیکھ لیں۔ میں ساری زندگی اسی طرح آپ کے سامنے بیٹھے بیٹھے گزار سکتی ہوں۔"

میں اس کے ساتھ اپنے کمرے میں آیا۔ پھر میں نے کہا۔ "میں نو بجے رات سے مصروف ہوں گا۔ اس وقت پانچ بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ ہم تین گھنٹے تک کہیں آزادی سے تفریح کر سکتے ہیں۔ میں ذہنی طور پر تازہ دم رہوں گا کیا خیال ہے؟"

وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر، سر جھکا کر بولی۔ "کنیز حاضر ہے۔ انکار کی مجال نہیں۔"

میں پچھلی رات کا ریڈی میڈ میک اپ کرنے کے لیے آئینے کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ میک اپ تو نہیں تھا مگر کچھ ایسی چیزیں تھیں جن سے چہرے کا گیٹ اپ بدل جاتا تھا۔ بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ بھویں کچھ گھنی ہو جاتی تھیں۔ دائیں آنکھ کے پاس ایک مسہ لگا لیا تھا۔ سر پہ بالوں کی ایک وگ چڑھالی گئی جس کی وجہ سے بالوں کا اسٹائل بدل گیا۔ کچھ بہروپوں جیسا لگ رہا تھا۔ آئینہ دیکھنے کے بعد میں خود کو اجنبی سا محسوس کر رہا تھا۔ منجالی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ تو بالکل ہی بدل گئے ہیں۔ کوئی نہیں پہچان سکے گا۔ ایک سیاہ چشمہ آنکھوں پر لگا لیں۔ رہی سہی کسر بھی پوری ہو جائے گی۔"

میں نے آئی لینس نکال کر آنکھوں پر لگاتے ہوئے کہا۔ "چشمے کی ضرورت نہیں ہے۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے اس کی طرف پلٹ کر پوچھا۔ "اب دیکھو، کیا آنکھیں بدل گئیں؟"

"رئیلی۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔ "دشمن تو الگ رہے میں خود سوچ رہی ہوں کیا آپ ہی میرے سامنے کھڑے ہیں؟"

اچانک میں نے گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اوہ چھ بجے میں دس منٹ رہ گئے ہیں۔ مسٹر اینجلو نے تھوڑی دیر میں رابطہ قائم کرنے کے لیے کہا تھا۔ میں ابھی ایک منٹ میں آتا ہوں۔"

میں منجالی کے سامنے سے دماغی طور پر غائب ہو گیا۔ اینجلو کے پاس پہنچا تو وہ اس کاریڈ میں تھا جہاں میں کل تک رہ چکا تھا اور پولیس والے میری نگرانی کر رہے تھے۔ اینجلو نے کہا۔ "جناب! آپ نے آنے میں بہت دیر کر دی۔ میرا ماتحت یہی اطلاع دینے والا تھا —— اطلاع ملتے ہی میں اس کاریڈ میں پہنچ گیا ہوں۔ یہاں کے انٹیلی جنس والوں نے یہودیوں کا یہ مشورہ مان لیا ہے کہ شکاری کتوں کے ذریعے آپ کو تلاش کیا جائے۔ جیفرسن کے پاس ایک بہت ہی خونخوار کتا ہے۔ یہ لوگ اسے اس کاریڈ کے اندر لے گئے ہیں۔ آپ جس کمرے میں اور جس بستر پر سوتے تھے اور جو کپڑے یہاں چھوڑ گئے ہیں وہ اس کتے کو سونگھا رہے ہیں —— اب وہ آپ کی بو کی طرف دوڑنے والا ہے۔ یقیناً دشمنوں کو اس خفیہ رہائش گاہ کی طرف پہنچا دے گا۔ پلیز آپ وہاں سے فوراً چلے جائیں۔"

میں نے کیشو کو آواز دی۔ وہ دوڑا ہوا آیا۔ میں نے کہا۔ "تمہارے پاس ریوالور ہے؟"

"جی ہاں۔" وہ اپنی جیب سے ریوالور نکالنے لگا۔ منجالی نے حیرانی سے پوچھا۔ "آپ ریوالور استعمال کریں گے؟ میں نے کبھی نہیں سنا کہ آپ اور ریوالور....."

میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "بات ہی کچھ ایسی ہے۔ دشمنوں نے ایک خطرناک قسم کے سراغرساں کتے کو میری بو پر لگا دیا ہے وہ ٹیلی پیتھی سے نہیں ریوالور سے ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔"

منجالی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "کیشو! ریوالور اپنے پاس رکھ لو اور تم یہاں سے جاؤ۔"

کیشو نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "تم نے سنا نہیں۔ منجالی نے جب کہہ دیا ہے تو یہ فرہاد کا حکم ہے۔"

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ میں نے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ خیال خوانی کی پرواز کریں اور دیکھیں، وہ کتا کیا کر رہا ہے؟"

میں نے حیرانی سے منجالی کو دیکھا۔ پھر اینجلو کے پاس آگیا۔ اس وقت تک جیفرسن کتے کو کاریڈ سے باہر لے آیا تھا۔ کتے نے میری بو اچھی طرح سونگھ لی تھی اور اب وہ منہ فضا میں مجھے ڈھونڈ رہا تھا۔

وہاں دو یہودی، دو انٹیلی جنس کے افسران، ان کے ماتحت موجود تھے۔ ان کے علاوہ رنگون کا ماسٹر بھی تھا۔ وہ سب کے سب توجہ اور دلچسپی سے اس کتے کو دیکھ رہے تھے۔ وہ چاروں طرف گھوم رہا تھا۔ منہ اٹھا کر سونگھ رہا تھا۔ پھر وہ رنگون شہر کے جنوب مشرق کے رخ پر ٹھہر گیا۔ وہ گھنے درختوں کی طرف غرانے لگا۔ پھر ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ جیفرسن نے کہا۔ "کتے نے بو پالی ہے۔ آپ اپنے آدمیوں سے کہیں گاڑیوں کا اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لیں۔ ہم اس کتے کو اوپن جیپ میں لے جائیں گے۔"

اب کتے نے سر کو جھکا لیا تھا۔ اس کی غراہٹ دھیمی ہوتی جا رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی وجہ سے کمزور پڑتا جا رہا ہو۔ پھر وہ زمین پر لوٹنے لگا۔ ایک آفیسر نے پوچھا۔ "یہ کیا کر رہا ہے؟ ہم کدھر جائیں گے؟ اس کے ذریعے کسی سمت کا تعین ہونا چاہیے۔"

جیفرسن پریشانی سے کتے کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "آپ ذرا صبر کریں۔ یہ ابھی بتائے گا کہ ہمارا شکار کدھر ہے۔"

اس کے ہاتھ میں کتے کی زنجیر تھی۔ وہ اس سے کچھ فاصلے پر اکڑوں بیٹھا تھا۔ پھر چٹکی بجا کر پچکارنے لگا۔ "اٹھو ٹائیگر! اٹھو، تم نے بو پالی ہے۔ کم آن ہری اپ۔ اٹھ جاؤ۔"

وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسی سمت دیکھنے لگا۔ جس سمت سے اسے میری بو مل رہی تھی مگر جلد ہی اس نے منہ پھیر لیا اور دوسری طرف گھوم گیا۔ جیفرسن پریشان ہو کر بولا۔

"کیا بات ہے۔ ایسی حرکتیں کیوں کر رہے ہو؟ کم آن ہری اپ۔ ٹائیگر! اب اٹھ جاؤ۔"

وہ پھر چٹکی بجانے لگا۔ آخر اس نے پچکارتے ہوئے کہا۔

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں بھینگی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟

تو کتاب ——

کم نظری اور اس کا علاج

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱ روپے

آپ کو بتائے گی کہ ——

عینک سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بغیر دواؤں کے اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں صحت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جا سکتا ہے۔

ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

مکتبہ [illegible] کراچی ۱

"شی سپر سنبھال آجائے گی۔ دیکھو، وہ آرہی ہے۔ شی سپر..."

کتا ایک دم سے چونک گیا۔ جیسے اس کے اندر بجلی کی لہر دوڑ گئی ہو۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اِدھر اُدھر یوں دیکھنے لگا جیسے اپنی مالکہ کو تلاش کر رہا ہو۔ جیفرسن نے کہا "تمہاری مالکہ ابھی آجائے گی۔ تم بتاؤ شکار کدھر ہے۔ کیری آن یور ڈیوٹی"

کتے نے پھر جنوب مشرق کی طرف سر اٹھا کر ذرا سا سونگھا پھر تڑپ کر دوسری طرف پلٹ گیا۔ اچانک بھاگنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی زنجیر جیفرسن کے ہاتھ میں تھی۔ وہ اسے روک رہا تھا اور کہہ رہا تھا "آفیسر! ہم لوگوں کو سمجھ لینا چاہیے۔ فرہاد جنوب مشرق کی سمت ہے۔ یہ کتا ذرا بدک رہا ہے۔ کوئی خطرہ محسوس کر رہا ہے۔"

آفیسر نے کہا "مسٹر جیفرسن! جنوب مشرق کی طرف رنگون شہر سولہ، سترہ میل تک پھیلا ہوا ہے۔ ہم اسے کتنے گھروں اور عمارتوں میں ڈھونڈتے پھریں گے۔ پھر کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ ہم اسے ڈھونڈنے نکلیں تو وہ چھپا بیٹھا ہے۔ وہ وہاں سے نکل کر کسی دوسری سمت چلا جائے گا۔ آپ پہلے کتے کو کنٹرول کریں۔"

وہ کتے کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ اس کے سر کو اور گردن کو سہلاتے ہوئے پچکار رہا تھا۔ اسے سمجھا رہا تھا "اٹھو ٹائیگر! شی سپر آرہی ہے۔"

شی سپر کے نام پر وہ پھر مستعد ہو گیا لیکن اس نے جنوب مشرق کی طرف رُخ نہیں کیا، دوسری طرف جانے لگا۔ جیفرسن اس کی زنجیر کھینچ رہا تھا لیکن وہ زنجیر کو بھی کھینچتے ہوئے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر اس نے کہا "آئی ایم سوری آفیسر! فرہاد کی طرف کوئی ایسا خطرہ ہے جسے یہ جانور محسوس کر رہا ہے اور ادھر جانا نہیں چاہتا۔"

تمام لوگ حیران ہو کر جنوب مشرق کی طرف یوں گھورنے لگے جیسے مجھے دیکھ رہے ہوں۔ پھر ایک آفیسر نے کہا "یہ فرہاد علی تیمور آخر ہے کیا چیز؟ انسان تو انسان، حیوان بھی اس سے دور بھاگتے ہیں۔"

اینجلو نے کہا "سوری آفیسر! سارے انسان نہیں صرف دشمن اس سے بھاگتے ہیں یا وہ حیوان جو دشمن سمجھ کر اس کے تعاقب میں جانا چاہتے ہیں۔ آپ کے سامنے اس کتے کی مثال موجود ہے۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ان تمام لوگوں سے زیادہ حیران ہو کر منجالی کو دیکھنے لگا۔ منجالی مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ فرطِ عقیدت سے، فرطِ مسرت سے کہا "منجالی! یو آر گریٹ۔ سو گریٹ۔ ویری ویری ویری

تھے۔ ٹھنڈی ہوائیں آرہی تھیں۔ منجالی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر سر کو ایک طرف ڈھلکائے بے حال سی بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم ایسے راستے پر چل پڑے تھے جس کی کوئی منزل نہیں ہوسکتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد میں نے منجالی کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ اس نے مجھے محسوس کرلیا۔ اپنی سوچ کے ذریعے کہنے لگی "میں آپ سے دور تھی تو قریب آنے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ اب اتنے قریب آگئی ہوں کہ پھر اگر دور بھاگ جانا چاہتی ہوں۔"

میں نے گہری سنجیدگی سے کہا "حالات اگر تمہیں دور لے جائیں تو یہ اور بات ہے۔ حالات میری سونیا کو بھی مجھ سے دور لے جاتے ہیں لیکن میں اپنی دانست میں نہ تو اسے دور کرسکتا ہوں۔ نہ تمہیں دور ہونے دوں گا۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر رہ گئی۔ ساڑھے چھ بجے ہی اندھیرا پھیل گیا تھا۔ میں نے ایک ڈرائیو ان سینما کے پاس پہنچ کر کہا "اندر چلو۔ شاید فلم دیکھ کر دل بہل جائے۔"

ہم وہاں پہنچے تو بڑی سی اسکرین پر فلم شروع ہوچکی تھی کوئی جاسوسی فلم تھی۔ ایک جاسوس مجرموں کا تعاقب کررہا تھا تعاقب کرنے کے مناظر بدلتے جارہے تھے۔ ایک مقام پر مجرم کہیں نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ وہ انہیں تلاش کرتا ہوا پہاڑی کے ایک ایسے حصے میں آیا جہاں ایک غار نظر آرہا تھا لیکن اس غار کے اندر سے شعلے لپک رہے تھے۔ یوں لگتا تھا اندر کسی نے بہت ساری لکڑیاں جلا رکھی ہوں۔

جاسوس نے ایک ٹرانسمیٹر کو آن کرکے کسی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا "میرا خیال ہے۔ مجرم سامنے والی پہاڑی کے غار میں داخل ہوگئے ہیں۔ میرا راستہ روکنے کے لیے انہوں نے وہاں آگ بھڑکا دی ہے۔ میں ان کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ اس غار میں داخل ہونے جارہا ہوں۔ میرے اسسٹنٹ کو یہاں فوراً بھیجا جائے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کا رابطہ ختم کیا۔ پھر کار کی ڈگی سے فائر پروف لباس نکال کر پہننے لگا۔ اس کے بعد اس نے اپنے سر سے لے کر گردن تک گیس ماسک کو چڑھایا۔ پھر آگے بڑھ کر اس دہکتے ہوئے غار کے اندر داخل ہوگیا۔

منجالی نے اپنے رومال سے چہرے کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا "یہاں بہت گرمی محسوس ہورہی ہے۔ ذرا کھلی فضا میں ٹہلنے جارہی ہوں۔"

وہ ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "میرے پاس رہو۔ فلم کوئی خاص نہیں ہے۔ کیسٹو والیس چلو۔"

گاڑی واپس ہوئی پھر تیز رفتاری سے دوڑنے لگی۔

ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے ہمیں سکون پہنچانے لگے۔ راستے میں ایک دکان کے سامنے میں نے گاڑی روکنے کے لیے کہا۔ پھر گاڑی سے اتر کر دکان کے اندر گیا۔ دشمن آخر دشمن ہوتے ہیں اور دشمن جذباتی ہوتے ہیں۔ خود ڈوبتے ہیں ساتھ دوسروں کو بھی ڈبو دیتے ہیں۔ خود آگ سے کھیلتے ہیں۔ دوسروں کو بھی جلا دیتے ہیں۔ اس لیے میں نے احتیاطاً گیس ماسک خرید لیا۔ پھر منجالی کے پاس واپس آکر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

*

رات کے آٹھ بجکر تیس منٹ ہوچکے تھے۔ کمرے کی چھت کا پنکھا پوری تیز رفتاری سے گردش کررہا تھا۔ اگرچہ سردی کا موسم تھا پھر بھی گرمی محسوس ہورہی تھی۔ میں پنکھے کو پوری رفتار سے چلا کر اس کے نیچے کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ میرا دماغ ہلکا ہوگیا تھا — میں بہت سکون محسوس کررہا تھا۔

میں نے منجالی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ہولے ہولے گنگناتے ہوئے اپنے سر کے بھیگے ہوئے لمبے لمبے کٹ بالوں کو تولیے سے خشک کررہی تھی اور میرے کمرے کی طرف آرہی تھی۔ اس نے لباس بھی بدل لیا تھا۔ دروازے پر پہنچتے ہی اس کی گنگناہٹ ختم ہوگئی۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی وہ بہت خوش تھی جب میرے قریب آنے لگی تو اس کی چال میں ہلکی سی لغزش یوں تھی جیسے بنگلہ دیش کی طرح ہیرا پھیری نے ڈس لیا ہو۔ وہ میرے سامنے آگر فرش پر بیٹھ گئی۔

میں نے اس کے گیلے بالوں کو چھو کر کہا "بہت آرام کرچکے تو بجنے میں بیس منٹ باقی ہیں۔ میں بیس منٹ کے لیے مرجانہ کے پاس جاؤں گا۔ اس کے بعد سونیا کے پاس، تم ذرا اچھی سی چائے بنا کر لے آؤ۔"

وہ مسکرا کر اٹھ گئی۔ اور چائے بنانے کے لیے کچن کی طرف چلی گئی۔

مرجانہ نے مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی کہا "یہ کیا ضروری ہے کہ تم دو دن، چار دن کے بعد اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کرنے کے لیے آؤ۔ پارس کا خیال اپنے دماغ سے نکال دو تو بہتر ہے۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا "ناراض کیوں ہورہی ہو؟"

"کیا یہ ناراضگی کی بات نہیں ہے؟ تمہیں پتہ ہے اس وقت جمیلہ اور پارس کہاں ہیں؟"

میں نے اس کے دماغ کو ٹٹولا، پتہ چلا کہ وہ اپنی کوٹھی کے تہہ خانے میں ہیں۔ میں نے پوچھا "یہاں کیوں ہو؟ کیا دشمن قلندری دوسری کوٹھی تک بھی پہنچ گئے ہیں؟"

ہم تھوڑی دیر کے لیے اپنی پہلی کوٹھی میں آئے تھے۔ امی وہاں تنہا ہیں۔ میں پارس کا تمام سامان لے کر جمیلہ کے ساتھ یہاں آگئی ہوں۔ تم امی کی خبر لو۔"

میں دوسرے ہی لمحے سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا۔ پھر میں نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا "امی! اسلام علیکم۔"

وہ ایک ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھی ہوئی تھیں۔ آرام سے نہیں تھیں۔ کچھ پریشان تھیں۔ وہ سیدھی بیٹھتے ہوئے بولیں "بیٹے فرہاد! کیا تم ہو؟"

"میں ہوں۔ آپ بتائیں، یہاں کیا ہوا تھا؟"

"ابھی ایک گھنٹہ پہلے باہر سے چوکیدار نے آکر کہا کہ چار پولیس والے آئے ہیں اور مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ مرجانہ کسی کے سامنے جانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا۔ یہ دشمن ہی ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا وہ پارس اور جمیلہ کو لے کر تہہ خانے میں چلی گئی۔

میں نے سوچا، اگر دشمن ہیں تو مرجانہ کو تلاش کریں گے۔ یا پھر سونیا اور پارس کی موت کی تصدیق کریں گے۔ ان کے تہہ خانے میں جانے کے بعد میں نے دروازے کو کھولا کر پولیس والوں کو آنے کی اجازت دی۔ ایک آفیسر نے ریوالور نکال کر مجھے دھمکی دیتے ہوئے پوچھا "سچ سچ بتاؤ۔ یہاں اور کون رہتا ہے؟"

میں نے کہا "میں اپنی بیٹی مرجانہ کے ساتھ رہتی ہوں۔ وہ موجود نہیں ہے۔"

وہ میرے کمرے کی تلاشی لینے لگے۔ پھر وہ دوسرے کمرے میں گئے۔ وہاں بھی الماری وغیرہ کھول کر دیکھنے لگے۔ اس کے بعد آفیسر نے کہا "میڈم! ہم آپ کی آنکھوں پر پٹی باندھ رہے ہیں تاکہ آپ ہماری کارروائی نہ دیکھ سکیں۔ ہم آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ بشرطیکہ آپ خاموشی سے ہمارے حکم کی تعمیل کریں۔"

میں نے اعتراض نہیں کیا۔ خاموش رہی۔ انہوں نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ میں کچھ دیر تک ان لوگوں کے آنے جانے کی آوازیں سنتی رہی۔ کبھی الماری کھلتی رہی کبھی بند ہوتی رہی۔ اس کے بعد مجھے آواز آئی "ہم جارہے

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام روحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے
ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کردیا۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اس کا سینہ فگار تھا۔ انتقام کے شعلے اس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن — ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کردی۔!!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہوگیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کردیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے ابھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت :- ۱۵ روپے

ملنے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز، پوسٹ بکس نمبر ۲۳۰ کراچی۔

ہیں۔ پانچ منٹ کے بعد اپنی آنکھوں سے پٹی کھول لینا۔"

میں نے پانچ منٹ کے بعد باہر نکل کر دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔ چوکیدار برآمدے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "میڈم! میں کیا کر سکتا تھا۔ وہ ریوالور لیے ہوئے تھے۔"

میں نے چوکیدار سے کچھ نہیں کہا۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا لیکن میں نے مرجانہ کو تہہ خانے سے ابھی تک نہیں بلایا ہے۔ جانے کیوں ڈر لگ رہا ہے جیسے دشمن کہیں آس پاس ہوں۔ شاید وہ پارس کی تلاش میں ہیں۔ بیٹے تم ہی مشورہ دو۔ میں کیا کروں؟"

"آپ اور مرجانہ یہاں کیوں آئی تھیں جبکہ آپ لوگ دوسری کوٹھی میں رہتی ہیں؟"

"ہم وہاں رہنے، کھانے پینے اور سونے کے لیے جاتے ہیں۔ لباس وغیرہ بدلنا ہوتا ہے۔ غسل کرنا ہوتا ہے تو تہہ خانے کے راستے اس کوٹھی میں آ جاتے ہیں۔ ہم پہننے اوڑھنے کی کوئی چیز دوسری کوٹھی میں نہیں لے جاتے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "یہ بھی اچھی تدبیر ہے آپ یہاں سے اپنی دوسری کوٹھی کا نمبر ڈائل کریں۔ وہاں کوئی دشمن آپ لوگوں کی تاک میں ہو گا تو فون سننے کے لیے چپ چاپ ریسیور اٹھائے گا۔"

انہوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ریسیور اٹھا کر اپنی دوسری کوٹھی کے نمبر ڈائل کیے۔ پھر کان سے ریسیور لگا کر سننے لگیں۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی ــــ کوئی اٹھا نہیں رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا ــــ "ریسیور رکھ دیجیے۔ وہاں کوئی نہیں ہے۔ میں ابھی آپ کے پاس آتا ہوں۔"

میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر سائرہ بانو کے حالات بتائے۔ پھر اسے مشورہ دیا۔ "تم تنہا دوسری کوٹھی میں جاؤ۔"

وہ تہہ خانے کے راستے سے گزرتے ہوئے پھر زینے پر چڑھتے ہوئے چور دروازے سے دوسری کوٹھی میں پہنچ گئی دبے قدموں چلتے ہوئے مختلف کمروں میں گئی۔ تمام کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند تھے۔ کوئی اندر نہیں آیا تھا۔ پھر اس کھڑکی کے پردوں کو ذرا سا ہٹایا اور باہر کی طرف دیکھا۔ باہر احاطے میں ویرانی تھی۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ دوسری کوٹھی کا علم دشمنوں کو نہیں ہے۔ پھر اس نے سائرہ بانو کے پاس پہنچ کر کہا۔ "آپ دوسری کوٹھی میں جا سکتی ہیں۔"

یہی بات میں نے جمیلہ سے کہی۔ وہ پارس کو لے کر مرجانہ کے پاس پہنچ گئی۔ میں نے مرجانہ سے کہا۔ "سونیا کے پاس جا رہا ہوں۔ پھر تم سے ملاقات کروں گا۔ میری طرف سے میرے بیٹے کو پیار کرو۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تمہارے بیٹے نے ہمارے دن کا چین اور راتوں کی نیند اڑا دی ہے۔ پتہ نہیں بڑا ہو کر کیا کرے گا۔ جاؤ اور بے فکر ہو کر جاؤ۔"

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ سامنے منجالی ٹرے میں چائے لیے کھڑی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "ارے۔ تم کب سے کھڑی ہو؟"

"بہت دیر سے۔ اگر میں کیتلی میں چائے نہ لاتی تو پیالی میں ٹھنڈی ہو چکی ہوتی۔"

اس نے ایک اسٹول پر ٹرے رکھی۔ پھر کیتلی سے پیالی میں چائے انڈیل کر مجھے دی۔ میں گرم گرم چائے کی چسکیاں لینے لگا۔ تھوڑی دیر کے لیے خیال خوانی ختم کر دی صرف منجالی کو دیکھتا رہا۔ مسکراتا رہا۔ اس کی باتیں سنتا رہا۔ جب چائے ختم ہو گئی تو میں نے پیالی واپس کرتے ہوئے کہا۔ "میں پھر مصروف رہوں گا۔ پتہ نہیں کتنی دیر لگ جائے۔ گھنٹہ دو گھنٹہ یا پھر ساری رات۔"

"میں اسی طرح آپ کے سامنے دوزانو بیٹھی رہوں گی۔"

"نہیں۔ آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔ نیند نہ آئے تو باہر باغیچے میں ٹہلو ــــ کیشو سے باتیں کرتی رہو۔ بہرحال کسی طرح وقت گزارو۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی تکلیف اٹھاؤ۔"

اسے سمجھانے کے بعد میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک کار میں باس اسحاق وال وارچ کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ ان کی منزل سٹی سپر کا قلعہ تھی۔ انہیں وہاں تک پہنچنے میں ابھی دیر تھی اس لیے میں پھر واپس آ گیا۔ مجھے جاوید کا خیال آ گیا تھا۔

میں نے اس کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ شاپنگ میں مصروف تھا۔ اس کی سوچ کے ذریعے پتہ چلا، رنگون کے ماسٹر نے اسے پاکستان بھیجنے کے انتظامات کر دیے ہیں۔ وہ صبح کی فلائٹ سے جانے والا ہے۔ اس لیے خریداری میں مصروف ہے۔

میں نے رنگون کے ماسٹر کے پاس پہنچ کر کہا۔ "آپ جاوید کو پاکستان بھیج کر اچھا کر رہے ہیں۔"

اس نے کہا۔ "میں بہت مجبور ہو گیا تھا۔ آپ سے جب

چاہتا ہوں، ملاقات نہیں ہو سکتی۔ حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں، دشمن آپ کو نہیں پائیں گے۔ بہت زیادہ جھنجھلائیں گے تو آپ کا غصہ جاوید صاحب پر اتاریں گے۔ اس لیے میں نے آپ سے پوچھے بغیر کل صبح کی فلائٹ میں ان کے لیے سیٹ ریزرو کرا دی ہے۔"

"اس کے علاوہ میں چاہتا ہوں، جاوید خالی ہاتھ واپس نہ جائے۔ جب حالات میرے قابو میں ہوں گے تو میں یہاں کی تمام جائداد فروخت کر دوں گا۔ فی الحال بنک میں جتنی بھی نقد رقم ہے کیا وہ جاوید کو نہیں مل سکتی؟"

"انٹیلی جنس کے اعلیٰ حکام نے بنک والوں پر پابندی عائد کی ہے۔ جب تک آپ خود کو ظاہر نہ کریں اور خود اپنا چیک کیش کرانے نہ آئیں، اس وقت تک وہ رقم بنک میں محفوظ رہے گی۔"

"آپ سپر ماسٹر کی طرف سے پچاس ہزار ڈالر جاوید کو دیجیے تاکہ وہ پاکستان پہنچ کر بے روزگار نہ رہے۔"

"آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی ــــ پچاس ہزار ڈالر کی مناسبت سے کل شام تک جاوید صاحب کو پاکستانی کرنسی میں رقم مل جائے گی۔"

میں ریحانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کیا تو وہ بہت خوش ہوئی۔ وہ ابھی تک بھابی کے ساتھ شاہینہ کے ہاں تھی۔ میں نے کہا۔ "کسی کو نہ بتانا کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں ابھی بہت مصروف ہوں۔ اپنی بہن شاہینہ وغیرہ سے گفتگو کروں گا تو اخلاقاً اس کے تمام سسرال والوں سے بھی باتیں کرنا پڑیں گی۔"

"بھائی جان، میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔ آپ نے صرف مجھے یاد کر کے میری نظروں میں میری اہمیت بڑھا دی ہے۔"

"کل دوپہر تک تمہارے بھائی جان تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔ یہاں حالات سازگار نہیں ہیں اس لیے انہیں واپس بھیج دیا ہے۔ یہ خوشخبری چپکے سے بھابی کو سنا دو اور لاہور سے آج ہی پنڈی چلی جاؤ۔ جاوید وہیں پہنچنے والا ہے۔"

ریحانہ نے بھابی کو ایک طرف لے جا کر یہ بات بتائی تو وہ بے یقینی سے ریحانہ کو دیکھنے لگیں۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کہیں یہ تمہارے اپنے دماغ کی سوچ تو نہیں ہے؟"

میں نے بھابی کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "ریحانہ درست کہہ رہی ہے۔ میں آپ کا فرہاد ہوں۔ آپ یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ آپ کے جیون ساتھی کل وہاں پہنچ جائیں گے۔"

روشنی کے مینار

اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات

ضیاء تسنیم بلگرامی کے قلم سے

قیمت ۱۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

عظمت کے مینار

ضیاء تسنیم بلگرامی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ

قیمت ۱۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ایمان کا سفر

محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ

وہ فن پارے جن کی آپ کو تلاش ہے۔

قیمت ۱۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کچرا گھر

محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔

قیمت ۱۰۶ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

آدھا چہرہ

محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو بے گناہی کے لبادے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں

قیمت ۱۰۶ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کالی کہانیاں

جرائم، جادو، شیطان، وہم، ارواح، طنز و مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں

قیمت ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

بنک ویلوٹ کی چوریاں

مشہور بنک ڈیپازٹ بوکس جو بقیمت چوری کر لیے گئے۔ معاوضہ ضبط پر پڑتا ہے۔

قیمت جلد اوّل ۱۵، جلد دوم ۲۵

ڈاک خرچ فی جلد ۱۰ روپے

کتابات پاک سوسائٹی

پوسٹ بکس ۲۳ سعید منزل بلیو ایریا اسٹریٹ ۱ ای ایف سیکٹر کراچی

میں انہیں سمجھا کر جاوید کے پاس آیا۔ پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "مجھے افسوس ہے، تم بریا میں سکون سے نہ رہ سکے اور نہ ہی میرے ساتھ اچھا وقت گزار سکے۔ بہرحال تمہاری واپسی ہو رہی ہے۔ تمہیں کل شام تک پاکستان میں تقریباً ڈھائی لاکھ روپے مل جائیں گے۔ تم وہاں کاروبار شروع کرنا۔ میں یہاں تمام جائداد فروخت کروں گا تو یہ تمام رقم تمہارے اور ریحانہ کے کام آئے گی۔"

"بھائی جان! آپ مجھ پر اتنا احسان نہ کریں۔ میں اپنی محنت سے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ تمہارے بڑے بھائی کا حکم ہے اور بڑے بھائی کا دیا ہوا انعام ہے۔ اس انعام سے اپنی زندگی۔ اپنا مستقبل بناؤ مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں پھر ملاقات کروں گا۔ دعا کرو، مجھے اللہ تعالیٰ اتنی فرصت دے کہ میں اپنوں کے ساتھ تھوڑا سا ہنس بول کر وقت گزار سکوں۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھی ونڈ اسکرین کے پار دور اس قلعے کو دیکھ رہی تھی۔ قلعے کے سامنے بہت سے خیمے نظر آ رہے تھے کتنی ہی ٹریڈ گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ سونیا کے پوچھنے پر اسحاق وال واچ نے کہا "یہ جو خیمے نظر آ رہے ہیں ان میں گتے خریدنے والے سوداگر ہیں۔ یہاں سے خرید کر لے جاتے ہیں اور دوسرے ممالک میں فروخت کرتے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "کیا یہ سوداگر قلعے کے اندر شی پر سے ملنے جاتے ہوں گے؟"

"وہ شاید ہی کسی سے ملاقات کرتی ہے۔ ہماری ہائر اتھارٹی کی تنظیم خطرناک بھی ہے۔ اور کاروباری لحاظ سے اہم بھی۔ اس لیے وہ ہم سے ملاقات کرنے سے انکار نہیں کرتی۔ ان سوداگروں کی فرمائش کے مطابق کتوں کو قلعے سے باہر لایا جاتا ہے وہاں جیسے گتوں کی منڈی لگتی ہے۔ تاجر ان میں سے اپنی پسند کے گتے خرید کر لے جاتے ہیں۔"

ان کی کار قلعے کے دیو قامت دروازے کے پاس پہنچ کر رک گئی۔ اس دروازے کے دو طرف مسلح گارڈز کے کیبن بنے ہوئے تھے۔ ایک گارڈ نے آگے بڑھ کر اسحاق وال واچ کو دیکھا پھر اٹینشن ہو کر سلام کرتے ہوئے کہا۔

"ذرا ایک منٹ انتظار کریں۔ میں ابھی لیڈی ایس ایس کو اطلاع دیتا ہوں۔"

وہ واپس کیبن میں گیا اور فون کا ریسیور اٹھا کر قلعے کے اندرونی محل میں کسی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی، لیڈی ایس ایس کا مطلب لیڈی شی سپر ہے۔ رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے پرسنل سیکرٹری بول رہی تھی جب اسے پتہ چلا کہ اسحاق وال وچ مادام نارینہ کے ساتھ آیا ہوا ہے تو اس نے ہولڈ آن کرنے کے لیے کہا۔

پھر وہ اپنا ریسیور رکھ کر ایک کمرے کے خوبصورت سے دروازے کے پاس پہنچی۔ اس کے ذریعے میں بے شمار کتوں کی آوازیں سن رہا تھا۔ کتے بھونک رہے تھے۔ یہ آوازیں قلعے کے باہر بھی سنائی دی تھیں لیکن وہاں دھیمی آوازیں تھیں۔ یہاں اندرونی ماحول تھا۔ میں نے حیرانی سے سوچا یہ شی سپر کس مزاج کی عورت ہو گی؟ کیا کتوں کے بھونکنے کی آوازوں کو موسیقی سمجھ کر برداشت کرتی ہو گی۔

پرسنل سیکرٹری نے دروازے کے کنارے لگے ہوئے ایک بٹن کو آن کیا۔ پھر بڑے ادب سے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔ "مادام! باس اسحاق وال وچ اور مادام نارینہ تشریف لا چکے ہیں۔ اجازت ہو تو ان کے لیے بیرونی دروازہ کھولا جائے؟"

بٹن کے ساتھ ہی ایک اسپیکر لگا ہوا تھا۔ اسپیکر سے آواز ایسے آئی جیسے کوئی کتیا غرا رہی ہو۔ وہ شی سپر تھی اس نے اندر سے "جاؤ" کا لفظ یوں ادا کیا جیسے کتیا بھونکنے کے انداز میں "بھوں" کہہ رہی ہو۔

وہ پلٹ کر ٹیلیفون کے پاس آئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر کہا "انہیں آنے دو۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اسحاق وال وچ نے اپنی کار ایک طرف پارک کر دی تھی اور سونیا کے ساتھ گاڑی سے اتر آیا تھا۔ ان کے سامنے دیو قامت دروازہ آہستہ آہستہ کھلتا جا رہا تھا مگر کھلنے کے باوجود آگے بڑھنے کا راستہ نہیں تھا۔ آہنی جالیوں کی دیوار سی نظر آ رہی تھی۔ اس دیوار کے پیچھے بیشمار کتے نظر آ رہے تھے۔ ان کے درمیان ایک چوڑی راہداری دور تک نظر آ رہی تھی۔ وہ راہداری ویران تھی۔ گتے وہاں اس لیے نہیں آ سکتے تھے کہ راہداری کے پاس آہنی کاؤٹیں بنی ہوئی تھیں۔

پھر ایک چھوٹی سی بند گاڑی دیو قامت دروازے کے پاس آئی۔ آہنی جالی والی دیوار اوپر اٹھنے لگی۔ مسلح گارڈ نے سونیا اور اسحاق وال وچ کو اندر جانے کے لیے کہا۔ وہ دونوں اس دروازے سے گزر کر آگے بڑھے۔ گاڑی کا دروازہ ان

کے لیے کھول دیا گیا۔ وہ اندر بیٹھ گئے۔ گاڑی چاروں طرف سے بند تھی اس کے آس پاس شیشے لگے ہوئے تھے پھر وہ آگے بڑھنے لگی۔ سونیا اپنے دائیں بائیں کتوں کو دیکھتی جا رہی تھی۔ وہ گاڑی مختلف راہداریوں سے گزرتی ہوئی محل کی طرف جا رہی تھی۔

دور دور تک کتوں کے بڑے بڑے کٹہرے نظر آ رہے تھے۔ ہر کٹہرے پر بڑی بڑی تختیاں لگی ہوئی تھیں جن سے پتہ چل رہا تھا کہ کس کٹہرے میں کس نسل کے، کس مزاج کے اور کس خصلت کے کتے رکھے گئے ہیں۔ کسی تختی پر "ہاؤنڈز" لکھا ہوا تھا۔ کہیں "بل ڈاگ" کہیں "بلڈ ہاؤنڈ" اور کہیں "السیشن" لکھا ہوا تھا۔

وہ چھوٹی سی گاڑی "بلڈ سیکر" کے کٹہرے کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ وہاں "سب کیج" یعنی ضمنی کٹہرے میں ایک گائے کو پہنچایا جا رہا تھا۔ جب وہ اس ضمنی کٹہرے میں پہنچ گئی تو اسے بند کر دیا گیا۔ پھر اس کٹہرے کو کھولا گیا جو ضمنی کٹہرے سے منسلک تھا اور جس میں تقریباً پچاس بلڈ سیکر موجود تھے۔ گائے کو اپنے سامنے دیکھتے ہی وہ بھونکتے ہوئے اس پر لپکے۔

معلوم ہوتا تھا سب کے سب بھوکے ہیں۔ گائے بدک کر پہلے تو بھاگنے کا راستہ تلاش کرتی رہی۔ پھر اس بڑے کٹہرے میں داخل ہو گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے کتوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں۔ اسے گرا دیا۔ کوئی قصائی ہوتا تو کھال اتارنے کی زحمت گوارا کرتا۔ وہ کتے کھال کے ساتھ ہی بوٹیاں نوچ رہے تھے۔ بہ صرف پندرہ منٹ کا تماشا تھا۔ اس کے بعد وہاں گائے نظر نہیں آ رہی تھی صرف اس کی ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا۔

اسحاق وال وچ رومال سے اپنے چہرے کا پسینہ پونچھنے لگا۔ میں نے سونیا سے پوچھا۔ "تم کہاں آ کر پھنس گئی ہو۔ کیا تمہاری ہڈیوں کا ڈھانچہ میرے پاس پہنچ سکے گا؟"

وہ مسکرائی۔ پھر اس نے کہا۔ "شاید تم بھول گئے۔ جب پہلی بار پاکستان میں تم سے ملاقات ہوئی تھی، اس وقت میں بھی ان بلڈ سیکر کتوں کی طرح کچا گوشت کھاتی تھی اور دودھ پیتی تھی تمہاری محبت نے رفتہ رفتہ مجھے انسانوں کی طرح کھانا پینا سکھا دیا۔"

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا پھر جانور بننے کا ارادہ ہے۔ ہائے۔ میں کس دل سے تمہیں کتیا کہوں گا۔"

وہ چپ چاپ مسکراتی رہی۔ ان کی گاڑی ایک بہت ہی شاندار محل نما عمارت کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ ایک مسلح گارڈ نے آگے بڑھ کر اس کا دروازہ کھولا۔ وہ دونوں باہر آئے پھر اس گارڈ کی رہنمائی میں ایک ہال نما کمرے تک پہنچے۔ وہاں کا تمام آرائشی سامان اتنا قیمتی اور ایسا دیدہ زیب تھا کہ صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ دونوں ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھ گئے۔ مسلح گارڈ واپس چلا گیا۔ دروازہ اندر سے بند ہو گیا۔ اس کے بعد دوسری طرف سے اندرونی دروازہ کھلا۔ وہاں سے وہی پرسنل سیکرٹری داخل ہوئی اس نے قریب آ کر ادب سے کہا۔ "مسٹر اسحاق وال وچ! آپ کو مادام نے یاد فرمایا ہے۔ مادام زارینہ سے انتظار فرمانے کی درخواست کی جاتی ہے۔ ہماری مادام ایک وقت میں ایک ہی مہمان سے ملاقات کرتی ہیں۔"

وال وچ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر پرسنل سیکرٹری کے ساتھ چلتا ہوا ہال نما کمرے سے باہر ایک کوریڈور میں پہنچا وہاں سے گھوم کر ایک بڑے سے کمرے میں آیا۔ وہ کمرہ پرسنل سیکرٹری کے لیے مخصوص تھا۔ اس کے بعد کاریڈور میں شی سپر کے کمرے کا دروازہ نظر آیا۔ پرسنل سیکرٹری نے دروازے کے ساتھ لگے ہوئے بٹن کو دبانے کے بعد کہا۔ "مادام! مسٹر اسحاق وال وچ تشریف لا چکے ہیں۔"

اندر سے غراتے کی آواز سنائی دی۔ پھر "آنے دو" یوں کہا گیا جیسے کتیا "بھوں بھوں" کر رہی ہو۔

سیکرٹری نے کہا۔ "مسٹر وال وچ! دروازہ کھلا ہوا ہے۔ آپ تشریف لے جائیں۔"

وہ واپس جانے لگی۔ اسحاق وال وچ نے دروازے کو کھولا۔ کھلے ہوئے دروازے سے ایک بہت بڑی خوابگاہ نظر آ رہی تھی۔ اس خوابگاہ کے ایک دور افتادہ حصے میں وہ کھڑی ہوئی تھی۔ لانبا قد تھا صحت مند جسم نظر آ رہا تھا۔ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ پلٹنے لگی جب اس کا چہرہ وال وچ کے سامنے آیا تو میں نے اس کی مدد کے ذریعے معلوم کیا۔ وہ چہرہ جیسے کسی چڑیل کا تھا۔ ویسے رنگ گورا تھا۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں۔ دانت ذرا بڑے بڑے تھے اور جبڑے کے پٹھے یوں پھیلے ہوئے تھے جیسے کوئی بلڈاگ زور زور سے سانس

لے رہا ہو۔

وہ پتلون اور بنیان پہنے ہوئے تھی۔ اس کی دو انگلیوں کے درمیان لانبا سا پائپ تھا جس سے ایک سگریٹ منسلک تھا وہ اس کا ایک کش لگا کر دھواں چھوڑنے کے بعد غراتی پھر اسی غراہٹ کے ساتھ بولی۔ "کیا مجھے اندر آنے کے لیے کہنا ہوگا؟" پھر ڈانٹ کر کہا۔ "کم ان۔"

وال وچ اندر چلا گیا۔ دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ وہ اسے حقارت سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "یو بلڈی فول! کیا تم شی سپر کو نادان بچی سمجھتے ہو؟"

اسحاق وال وچ نے کہا۔ "مادام! میں ریڈ پاور کا باس ہوں میرے شایانِ شان گفتگو کرو ورنہ یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"کیسے جاؤ گے؟ کیا تم نہیں جانتے، جو میرے مزاج کے خلاف ہوتا ہے میں اسے کتوں کے آگے ڈال دیتی ہوں۔"

"ذرا سوچ سمجھ کر بولو۔ تم نے مجھے نقصان پہنچایا تو۔ ماسک مین تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"یہ نہ بھولو کہ میرا تعلق صرف ایک خطرناک تنظیم سے نہیں ہے۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیموں کے سربراہ مجھ سے رابطہ رکھتے ہیں اور مجھ سے اپنی پسند کے کتے حاصل کرتے ہیں میں تمہیں مار کر شی سپر ماسٹر کو خوش کر سکتی ہوں اور اس سے انعام بھی حاصل کر سکتی ہوں۔"

"مگر میرا قصور کیا ہے؟"

"تم کس کتیا کو اپنے ساتھ لائے ہو؟"

"میں کہہ چکا ہوں وہ وارسا کی مادام زارینہ ہے۔"

"یو شٹ اپ۔ کیا تم نے اس کتیا کا رومال میرے پاس بھیج کر یہ سمجھ لیا تھا کہ میں اس رومال کو کسی فریم میں سجا کر رکھوں گی؟ یہ میں نے اس رومال کو اپنے ایک کتے کے حوالے کیا، اسے سونگھایا۔ پھر اپنے چار آدمیوں کو اس کتے کے ساتھ بھیجا۔ میں نے تاکید کر دی تھی کہ وہ کتا ریڈ پاور کے باس اسحاق وال وچ کی رہائش کی طرف جائے تو اسے دوسری طرف لے جانا کیونکہ — وال وچ کی رہائش گاہ میں وہ رومال والی موجود ہوگی۔"

شی سپر ایک ذرا چپ ہوئی۔ وہ قدم آگے بڑھی پھر ایک ہاتھ اپنی کمر پر رکھ کر سگریٹ کا کش لگانے کے بعد بولی۔ "میرے کتے چنگیزوں کی آوازوں پر اپنا رُخ بدلتے ہیں۔ جب اسے چنگیزوں کا اشارہ کیا گیا تو وہ اپنا رخ بدل کر اسی رومال کی بو کو کسی دوسری سمت سونگھنے لگا۔ ایک طرف اسے بو مل گئی۔ وہ اسی

ضخیم جاسوسی تاریخی کہانیوں کے مصنف
ایم اے راحت
کی دو نئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں

اِن کے علاوہ مصنف کی دیگر تصانیف بھی ہم سے مل سکتی ہیں

○ راگ کا بدن ——— ۲۵/- روپے	○ داستان حور ——— ۲۵/- روپے
○ کشمیر کی کلی ——— ۲۵/- روپے	○ بالا خانے کی دلہن ——— ۲۵/- روپے
○ شہزادی کا نیلام ——— ۲۵/- روپے	ڈاک خرچ فی کتاب ——— ۱۰/- روپے

ملنے کا پتہ
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰ کراچی

طرف میرے آدمیوں کو لے گیا۔ پتہ چلا، جس کوٹھی سے وہ بُوہاری ہے وہاں پیرس کی ایک امیر ترین ایشیائی خاتون سائرہ بانو رہتی ہے۔"

شی سپر کہہ رہی تھی اور میں وال وچ کے دماغ میں رہ کر اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اب وہ وہی باتیں بتا رہی تھی جو میں سائرہ بانو سے سن چکا تھا۔ شی سپر کے چاروں آدمی پولیس کے روپ میں وہاں گئے تھے۔ ایسے وقت میں انہوں نے کتے کے منہ پر بیلٹ باندھ دیا تھا تاکہ اس کے بھونکنے کی آواز کسی کو سنائی نہ دے۔ سائرہ بانو کی آنکھوں پر پٹی باندھنے کے بعد وہ گتے کو کوٹھی کے اندر لے گئے تھے اور الماری وغیرہ کھول کر کپڑے سونگھ رہے تھے۔ پھر پہلے کپڑوں کی باسکٹ میں ایک ایسا لباس مل گیا جسے کتے نے پہچان لیا وہ اس لباس کو بھنبھوڑنے لگا۔ یہ ثابت ہو گیا کہ وہ لباس اسی رومال والی کا ہے۔ ادھر سائرہ بانو نے بیان دیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی مرجانہ کے ساتھ اس کوٹھی میں رہتی ہے اور مرجانہ موجود نہیں ہے۔

شی سپر نے بڑے ہی ظالمانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا "اور مرجانہ کا نام سنتے ہی میں سمجھ گئی، یہ سارا کھیل — فرہاد علی تیمور کا ہے۔ اس نے بیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں مجبور کیا اور تم نے مرجانہ کو مادام نارینہ بنا دیا۔ اسے یہاں لے آئے، میرے ساتھ دھوکا کرنا آسان نہیں ہے۔ تمہاری سزا موت ہے لیکن پہلے میں اس کتیا سے نٹ لوں پھر تمہیں کتوں کے آگے ڈالوں گی۔" اس نے ایک اندرونی دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس دروازے کو کھول کر چلے جاؤ۔"

وال وچ کچھ کہنا چاہتا تھا وہ غرا کر بولی۔ "چپ چاپ چلے جاؤ ورنہ اس کتیا سے پہلے تمہارا ہی انجام تمہیں دکھاؤں گی۔"

وہ سر جھکا کر اس دروازے کے پیچھے گیا۔ وہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ اس کمرے کے دوسری طرف ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھتا ہوا اس دروازے کی طرف گیا اور اسے کھولنے لگا لیکن وہ باہر سے بند تھا۔ وہ پلٹ کر پھر پہلے دروازے کی طرف آیا لیکن وہ بھی باہر سے بند ہو چکا تھا۔ یعنی اب وہ اس کمرے میں قیدی تھا۔

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر مختصر طور پر بتا دیا کہ بھید کھل چکا ہے اور شی سپر اسے مرجانہ سمجھ رہی ہے — اتنے میں پرسنل سیکرٹری نے آ کر کہا۔ "مادام نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔"

وہ اس کے ساتھ اطمینان سے چلتے ہوئے اسی دروازے تک پہنچ گئی پھر اندر سے اسی طرح غرانے کی آواز سنائی دی سونیا نے دروازے کو کھولا اور اندر پہنچ گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ دروازہ بند ہو گیا۔ اس نے پلٹ کر دروازے کو دیکھا پھر اسے خود ہی اندر سے بند کر دیا۔ شی سپر نے غرا کر کہا۔ "زیادہ دلیر بننے کی کوشش نہ کرو۔ دروازہ باہر سے بند ہے تو بند ہی رہے گا۔ میری مرضی کے بغیر نہیں کھلے گا۔"

سونیا نے پلٹ کر کہا۔ "اور دروازہ اندر سے بند ہے تو بند ہی رہے گا۔ یہ میری مرضی کے بغیر نہیں کھلے گا۔"

"بہت زیادہ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔ سنا ہے کسی جاپانی بلیک بیلٹر نے تمہیں فولاد بنا دیا ہے لیکن کتے کسی انسانی فولاد کو فولاد نہیں مانتے۔ گوشت سمجھ کر چبا ڈالتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ ایک دیوار کی طرف گئی۔ ایک بٹن کو دبایا۔ دائیں طرف کی ایک دیوار کا دروازہ اوپر کی طرف اٹھ گیا۔ وہاں ایک جالی دار کٹہرا نظر آ رہا تھا۔ اس آہنی جالی کے پیچھے ایک قد آور السیشن موجود تھا۔ شی سپر نے کہا۔ "گھبراؤ نہیں یہ کتا پہلے تمہارے چہرے پر سے مادام نارینہ کے چہرے کو نوچے گا زندہ بچ رہو تو میری ڈریسنگ ٹیبل میں میک اپ کا جدید سامان موجود ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے پھر ایک بٹن کو دبایا۔ وہ جالی دار دروازہ اوپر کی طرف اٹھ گیا۔ اب وہ کتا آزاد تھا۔ وہ آہستگی سے چلتا ہوا کمرے میں آیا۔ شی سپر نے مخصوص انداز میں سیٹی بجائی۔ کتا ایک دم سے چونک کر سونیا کی طرف یوں دیکھنے لگا جیسے اسے شکار پر جھپٹنے کا اشارہ مل گیا ہو۔

اسی وقت سونیا نے ٹھیک اسی انداز میں سیٹی بجائی۔ کتا آگے بڑھتے بڑھتے ٹھہر گیا۔ چونک کر شی سپر کی طرف یوں دیکھنے لگا جیسے اس کی مالکہ بھی ایک شکار ہو جیسے بازی پلٹنے والی ہو۔ شی سپر نے فوراً ہی دوسری سیٹی بجائی۔ اسے سنتے ہی کتے نے سر جھکا لیا۔ جواباً سونیا نے اپنے ہونٹوں سے ایک مخصوص سیٹی کی آواز سنائی۔ کتا پیچھے چلتا ہوا اسی کٹہرے کے اندر چلا گیا۔

سیٹیوں کے تبادلے میں شی سپر کو یہ خیال نہ رہا کہ سونیا آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اس نے غصے اور نفرت سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ یہ کیسے جانتی ہو کہ کتے کس قسم کی سیٹی پر کس قسم کی خدمات انجام دیتے ہیں بکیا تم نے یہ ٹریننگ کہیں سے حاصل کی ہے؟"

سونیا نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟ فرہاد کی ساتھیوں میں ایسی کون عورت ہے جسے یہ ٹریننگ حاصل کی ہو؟"

اس نے نہایت اطمینان سے کہا۔ "صرف ایک سونیا تھی جو جہنم میں پہنچ گئی ہے۔"

"اور مرجانہ کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"مجھے یقین ہو چکا ہے، تم مرجانہ بھی نہیں ہو۔"

"تو پھر میں سونیا ہی ہو سکتی ہوں۔ جہنم سے واپس آئی ہوں، تمہیں جہنم میں پہنچانے کے لیے۔"

وہ اپنے چہرے سے ماسک اتارنے لگی۔ شی سپر اسے توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ ماسک اترتا جا رہا تھا اور سونیا کا چہرہ طلوع ہوتا جا رہا تھا۔ پھر جیسے ہی سونیا یقین کے ساتھ سامنے آئی۔ شی سپر نے یکبارگی اچھل کر اسے ایک فلائنگ کک ماری۔ سونیا اس کے لیے تیار نہیں تھی۔ کک کھاتے ہی پیچھے کی طرف لڑھکتی گئی۔ پھر اس نے پلٹ کر جوابی حملہ کیا۔ اس نے کوشی سپر نے روک لیا۔ روک کر پھر اس پر جوابی حملہ کیا۔ سونیا پھر لڑھکتی پیچھے چلی گئی۔

شی سپر نے دیوار کے بٹن کو دبا کر کتے کے کٹہرے کو بند کر دیا۔ پھر کہا۔ "میں تمہیں مرجانہ سمجھ کر کتے سے نچوانا چاہتی تھی۔ وہ فولاد ہے۔ شاید اس سے ٹکرا نہ سکتی۔ تم یقین کر لو کہ آج میرے ہاتھوں سے مرنے کے لیے اب تک زندہ رہ گئی ہو۔"

سونیا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "میں دنیا کی تمام خطرناک تنظیموں کے لیے ایک راز ہوں۔ ان کے سامنے مردہ ہوں۔ صرف ان کے سامنے زندہ ہو کر آتی ہوں جن کے متعلق یقین ہو جائے کہ وہ میرے سامنے سے زندہ واپس نہیں جائیں گے اور نہ دنیا والوں کو میرے متعلق کچھ بتا سکیں گے۔ تم واقعی لڑنے کا فن جانتی ہو اور حملہ کرنا بھی جانتی ہو۔ دیکھو حملہ ایسے نہیں ایسے کیا جاتا ہے۔"

یہ کہتے ہی سونیا نے حملے کے لیے چھلانگ لگائی۔ مگر دوسری طرف جا کر یوں کھڑی ہو گئی جیسے غلطی ہو گئی ہو۔ بس یہی غلطی شی سپر سے ہوئی۔ اچانک ہی سونیا نے گھوم کر ایک ٹھوکر اس کے منہ پر ماری۔ وہ لڑھکڑا کر پیچھے گئی اس کے بعد دونوں میں ٹھن گئی۔ کبھی یہ اس پر غالب آتی تھی کبھی وہ اسے گھونسوں اور کراٹوں کے ہاتھ دکھاتی چلی جاتی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک دونوں کے لڑنے کا تماشا دیکھتا رہا۔ پھر شی سپر کی پرسنل سیکرٹری کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کی سوچ کے ذریعے معلوم ہوا کہ شی سپر کے محل کے اندرونی حصے میں کوئی مرد مسلح گارڈ نہیں آتا ہے۔ شی سپر اپنی حفاظت کے لیے ایک تو خود ہی خوش فہمی میں مبتلا تھی وہ ایک اچھی فائٹر تھی۔ دوسرے کتے اس کے محافظ ہوتے تھے۔ اس لیے اتنے بڑے محل کے اندر صرف پرسنل سیکرٹری اس کی خدمت کے لیے رہا کرتی تھی۔

مجھے اُدھر سے اطمینان ہو گیا، سونیا پر حملہ کرنے کے لیے کوئی اور نہیں آئے گا۔ پرسنل سیکرٹری تجسس میں مبتلا تھی وہ پہلے دیکھ چکی تھی کہ پہلے اسحاق وال وچ اندر گیا۔ پھر باہر نہیں آ سکا۔ اس کے بعد مادام نارینہ گئیں تو وہ بھی نہیں آ سکیں وہ پہلے بھی ایسے تماشے دیکھ چکی تھی کوئی اندر جائے اور باہر سے دروازہ بند ہو جائے تو اس کا مطلب یہی ہوتا تھا کہ وہ اب زندہ واپس نہیں آئے گا۔

پرسنل سیکرٹری اسی تجسس میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازے کے پاس آئی۔ کان لگا کر اندر کی آواز سننے لگی لیکن چاروں طرف سے کتوں کا شور بھی سنائی دے رہا تھا اور اندر دھیمی دھیمی سی آواز تھی جیسے کچھ چیزیں گر رہی ہوں۔ کوئی کراہ رہا ہو۔ ایک بار کوئی اسی دروازے سے آ کر ٹکرایا جہاں پرسنل سیکرٹری کھڑی ہوئی تھی۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ ذرا دور چلی گئی لیکن وہ دروازہ پھر بھی نہ کھلا۔ وہ بے چاری دہشت زدہ سی کھڑی رہی انتظار کرتی رہی کہ اس کی مالکہ اسے کب طلب کرے گی۔

اب میں شی سپر کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا اور میں پہنچ گیا۔ اس کے دماغ کے تہہ خانے میں پہنچ کر ضروری معلومات حاصل کیں۔

اس کے بعد اسحاق وال وچ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بہت پریشان تھا خوفزدہ تھا۔ میں نے کہا۔ "مسٹر اسحاق وال وچ! جب فرہاد آپ کے ساتھ ہے تو گھبرانے کی کیا بات ہے میں جانتا ہوں دوسرے دروازے کے پیچھے شکاری کتے ہیں۔ اگر وہ دروازہ کھل گیا تو کتے تمہیں بھنبھوڑ دیں گے تم اطمینان رکھو ایسا نہیں ہو گا۔"

اسے اطمینان ہوا۔ وہ آگے بڑھ کر اس دروازے سے کان لگا کر سننے لگا جہاں سے اس کمرے میں داخل ہوا تھا۔ دوسری طرف سے کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، گہری خاموشی تھی۔ ادھر یہ دروازے سے کان لگائے ہوئے تھا ادھر پرسنل سیکرٹری پھر دروازے کے پاس پہنچ گئی تھی اور کوئی آواز سننے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس طرح تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا۔

پھر وہ دروازہ کھلا جہاں اسحاق وال وچ قید تھا وہ

ہڑبڑا کر کھلے ہوئے دروازے سے شی سپر کی خوابگاہ میں پہنچا۔ سامنے ہی ایک زخمی عورت فرش پر اوندھے منہ نظر آئی۔ لباس کے ذریعہ پہچانا جا سکتا تھا۔ وہ زخمی مرجانہ تھی وہی مرجانہ جو صبح اس سے ملنے آئی تھی اور شی سپر کے قتلہ میں داخل ہو کر اس سے انتقام لینے کا دعویٰ کیا تھا۔ لیکن شی سپر نے اس بری طرح اس کی پٹائی کی تھی کہ فرش پر گرنے کے بعد اس میں اٹھنے کی سکت بھی نہ رہی تھی۔

خوابگاہ کے دور افتادہ حصے میں شی سپر اسی انداز میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی دو انگلیوں میں لانبا سا پائپ تھا اس پائپ سے ایک سگریٹ منسلک تھا۔ اس نے سگریٹ کا ایک کش لگا کر فضا میں دھوئیں کو چھوڑا۔ پھر دیوار کی طرف ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن کو دبا دیا اس کے ساتھ ہی کتے والا کٹہرا کھل گیا۔ ایک بڑا السیشن باہر نکلا۔ اسے دیکھتے ہی —— اسحاق دال وچ دوڑ کر شی سپر کے پاس چلا گیا پھر گھگھیاتے ہوئے پوچھنے لگا "یہ، یہ کیا ہو رہا ہے یہ؟"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ جواب میں شی سپر کے ہونٹوں سے مخصوص سیٹی کی آواز سنائی دی۔ کتے نے چونک کر زمین پر پڑی ہوئی مرجانہ کی طرف دیکھا۔ پھر اس پر چھلانگ لگا دی۔ بے چاری مرجانہ کے حلق سے زندگی کی آخری چیخ نکلی۔ پھر جو تماشا نظروں کے سامنے آیا اسے اسحاق دال وچ دیکھ نہ سکا —— نظریں چرانے لگا۔ کبھی کبھی چور نظروں سے بھی دیکھنے لگا۔ وہاں ایک لاش کو بھنبھوڑا جا رہا تھا۔ بوٹیاں نوچی جا رہی تھیں اور شی سپر، پائپ کو ہونٹوں میں دبائے سگریٹ کا کراکش لے رہی تھی اور دھواں چھوڑ رہی تھی۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میری سونیا! تم واقعی جانِ فرہاد ہو بڑے ہنر سے جیسے کاتیسا کرنا جانتی ہو۔"

وہ ایک شانِ بے نیازی سے میز پر ہاتھ رکھے سگریٹ کا دھواں فضا میں چھوڑتے ہوئے فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات دسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں!

- کتاب کی قیمت منی آرڈر / بذریعہ منی آرڈر رسال کریں یا خط لکھ کر بذریعہ وی پی طلب کریں۔
- بیرون ملک وی پی روانہ نہیں کیا جا سکتا، اس لیے قیمت + ڈاک خرچ بذریعہ چیک / ڈرافٹ / رسال کریں۔
- ڈاک خرچ ——— (بیرون ملک) سمندری سطح، کویت، مشرق وسطیٰ ۲۰/- روپے فی کتاب
  ۴ پونڈ، ۴۰/- روپے فی کتاب ——— امریکا، آسٹریلیا ۶۰/- روپے فی کتاب
- ڈرافٹ پر نام اس طرح لکھوائیں، مکتبہ نفسیات، اکاؤنٹ نمبر ۶۸۸ حبیب بینک سٹینفیلڈ سٹریٹ کراچی

مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس نمبر ۹۴۳۳ معیز سٹریٹ نیو یا سٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی 74200

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

دسواں حصّہ

مشہور ہے کہ دُنیا کی تمام مخلوق میں کُتّے سب سے زیادہ وفادار ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کتا اپنی مالکن سے لڑ رہا تھا، اسے بھنبھوڑ رہا تھا۔ شی سپر اپنے بچاؤ کی کوشش کرنا چاہتی تھی، مگر فرش پر سے اٹھنے کی ہمت نہیں تھی۔ ادھر سے ادھر لڑھک رہی تھی اور کبھی دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر کتّے کو اپنے سے دور کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ میں نے سونیا سے کہا "کتّے کو الگ کرو تاکہ میں اس کے کمزور دماغ میں جھانک کر مزید معلومات حاصل کر سکوں۔"

سونیا نے یک چٹکی بجائی۔ کتا ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ اس کے ہونٹوں سے ایک مخصوص قسم کی سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ وہ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ بار بار اپنے شکار کو بھی گھور رہا تھا۔ جیسے اسے چھوڑنا نہ چاہتا ہو۔ لیکن سونیا کی سیٹی اسے کوئی بھولا سبق یاد دلا رہی تھی اور وہ اس سبق پر عمل کرتا ہوا واپس جا رہا تھا۔ پھر وہ پلٹ کر تیزی سے دوڑتا ہوا اسی خانے میں چلا گیا۔ جہاں وہ آہنی جالی والا دروازہ تھا۔ سونیا نے ریلوے سے لگے ہوئے بٹن کو دبایا۔ دروازہ بند ہو گیا۔

شی سپر کی آدھی جان نکل چکی تھی۔ کتّے نے اس کے جسم کے بیشتر حصّوں سے گوشت نوچ لیا تھا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو شاید اب تک اس کا دم نکل چکا ہوتا۔ لیکن وہ بڑے دل گردے والی عورت تھی۔ شاید زندگی میں بڑے مظالم جھیلے ہوں گے۔ یا کتوں کے ساتھ رہ کر سخت جان بن گئی تھی۔ اسی لیے اب تک زندہ تھی۔ مگر زندہ رہنے کے لیے اپنے دشمنوں سے لڑ نہیں سکتی تھی۔ ایک دشمن ٹلی پیچھی بھی تھی۔ اور میں اب اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔

وہ گہری گہری سانس لے رہی تھی۔ اور میں اس کے دماغی تہہ خانے میں پہنچ کر اس کی زندگی کی اہم باتیں معلوم کر رہا تھا۔ اس کے اہم راز، اس کے قریبی دوست احباب اس کے کاروباری راز اور۔۔۔ اور۔۔۔ پھر اور کچھ معلوم نہ کر سکا۔ اس کا دماغ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکا تھا۔

ریڈیو باور کا باس اسحاق وال فوج گم صم کھڑا وہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ اس کے سامنے جو زندہ سلامت کھڑی ہوئی ہے وہ شی سپر ہے اور مرجانہ کتے کا شکار ہو چکی ہے۔ یقین کرنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ کتا سونیا کی چٹکی اور اس کی سیٹی کے اشاروں پر عمل کر رہا تھا۔

میں اسحاق وال فوج کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید اسے بھی اسی طرح مرنا ہے۔ شی سپر اسے زندہ نہیں

چھوٹے گی۔ اور جب زندہ بچنے کی کوئی امید ہی نہ رہی ہو تو پھر مردانہ وار مقابلہ کر کے کیوں نہ مرا جائے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے اچانک سونیا پر چھلانگ لگائی لیکن میں نے اس کی چھلانگ کو ذرا بہکا دیا۔ وہ دوسری طرف جا کر فرش پر گرا۔ پھر ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ دوڑتا ہوا اس دیوار کی طرف گیا جہاں مختلف بٹن لگے ہوئے تھے۔ وہاں پہنچ کر دیوار سے پیٹھ لگا کر دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر سونیا کو روکنے کے انداز میں کہنے لگا۔ "شی پیر! میں تمہیں دیوار تک پہنچنے نہیں دوں گا۔ ان میں سے کسی بٹن کو دبانے نہیں دوں گا۔ مر جاؤں گا یا تمہیں مار ڈالوں گا۔"

سونیا نے مسکرا کر پوچھا۔ "مسٹر وال وچ! تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں تم مجھے یہاں سے زندہ نہیں جانے دو گی۔"

"یہ شی پیر کا وعدہ ہے چپ چاپ اس دروازے کی طرف چلے جاؤ۔ وہ دروازہ کھلے گا تم گیسٹ روم میں جا کر بیٹھ جانا۔ اور تم ایسا ہی کرو گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وال وچ نے سونیا پر پھر چھلانگ لگائی مگر میں نے پھر اسے بہکا دیا۔ اس نے اپنی سلامتی کے لیے کچھ سوچے سمجھے بغیر دو چار بار مزید حملے کیے پھر یک بیک ٹھٹک گیا۔ سوچنے لگا یہ سارے حملے ناکام کیوں ہو رہے ہیں؟ کیا فرہاد میرے دماغ میں ہے اور مجھے ناکام بنا رہا ہے، اوہ گاڈ! میں تو بھول ہی گیا تھا کہ میرے اور مرجانہ کے درمیان فرہاد صاحب موجود تھے۔ پھر ان کی موجودگی میں مرجانہ اتنی آسانی سے کیسے مر سکتی ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مسٹر وال وچ! آپ اس مسئلے پر زیادہ نہ سوچیں۔ بہتر ہے کہ باہر چلے جائیں اور گیسٹ روم میں تھوڑی دیر انتظار کریں۔"

یہ کہہ کر میں نے اسے پلٹا دیا جب وہ پلٹ گیا تو اسے سمجھ میں آ گیا کہ اسے وہی کرنا ہو گا جو اس سے کہا جا رہا ہے وہ سیدھا چلتا ہوا دروازے کے پاس گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے اسے کھولا۔ سونیا نے دیوار کے پاس ایک بٹن کو آن کر کے پرسنل سیکرٹری کو مخاطب کیا اور کہا۔ "دروازہ باہر سے کھولو اور مسٹر وال وچ کو گیسٹ روم میں بٹھاؤ۔"

دروازہ کھل گیا۔ وال وچ باہر چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ بند ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "شی پیر کا چہرہ لوں بگاڑو کہ وہ پہچانی نہ جا سکے۔ اس کے بعد آہنی سیف کو کھولو میں تمہیں نمبر بتاتا ہوں۔"

سونیا نے کتے کو اس آہنی دروازے کے پیچھے سے نکالا۔ پھر اپنے مخصوص اشاروں کے ذریعے اسے سمجھا دیا کہ شی پیر کی بوٹی بوٹی کر دینا ہے۔ اس کے بعد وہ سیف کی طرف متوجہ ہو گئی۔ میں نے اسے نمبر بتایا۔ وہ اسی کے مطابق سیف کھول کر دیکھنے لگی۔ اس کے اندر بہت سے اہم کاغذات تھے۔ ڈائریاں تھیں کچھ نقشے بنے ہوئے تھے۔ وہاں ایک ریوالور اور کارتوس کی پیٹیاں تھیں۔

وہ پہلے مختلف نقشوں کو میز پر پھیلا کر دیکھنے لگی۔ اس وقت تک کتے نے شی پیر کی شناخت بگاڑ دی تھی۔ گوشت اس کے جسم میں برائے نام رہ گیا تھا۔ سونیا نے کتے کو واپس جانے کا اشارہ کیا اور اسے آہنی جالی کے پیچھے بند کر دیا۔ اس کے بعد اطمینان سے نقشوں کا مطالعہ کرنے لگی۔ ایک نقشہ دیکھنے کے بعد پتہ چلا کہ جہاں جہاں مختلف کتوں کے کٹہرے ہیں، وہاں اور اس محل کے باہر زمین کی تہہ میں بارودی سرنگیں ہیں۔ شی پیر کے پلنگ کے سرہانے سائڈ ٹیبل پر مختلف بٹن لگے ہوئے تھے، ہر بٹن اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ وہ کس نسل کے کتوں کے کٹہرے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس بٹن کو دبانے سے کٹہرے میں ایک زبردست دھماکا ہوتا اور سارے کتے اس کی لپیٹ میں آ جاتے۔ وہاں پہرہ دینے والے محافظ بھی سلامت نہ رہتے۔

شی پیر نے حفاظتی ایسی تدابیر کی تھیں۔ کبھی ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ کتے اس کے لیے مصیبت کا باعث بن جاتے یا کوئی سازش کے ذریعے ان کتوں کو ایسی خوراک کھلا دیتا جس سے وہ پاگل ہو جاتے یا اور زیادہ خونخوار ہو جاتے۔ کنٹرول سے باہر ہو جاتے تو بچاؤ کی یہی صورت تھی۔ اس نقشے سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ بارودی سرنگ کے دھماکوں کے بعد قلعے کا کون کون سا حصہ متاثر ہو سکتا تھا۔ شی پیر کا وہ محل اگر جہ ان دھماکوں کی زد میں آتا لیکن اندرونی حصہ اور خصوصاً شی پیر کی خوابگاہ محفوظ رہتی۔ کیونکہ وہ خوابگاہ محل کے دور افتادہ حصے میں تھی۔

پچھلی رات سونیا جب پارس کو لے کر ادارے سے نکل رہی تھی تو اس کے راستے میں جگہ جگہ رکاوٹیں پیدا کی گئیں۔ اس کا تعاقب کیا گیا تھا۔ کتنے ہی دشمن مارے گئے تھے۔ ان دشمنوں کا رابطہ اپنے جس آقا سے تھا اس کا فون نمبر میں نے پچھلی رات ہی نوٹ کرا دیا تھا۔ وہ سب سونیا کے دماغ میں محفوظ تھا۔

شی پیر کے دماغ نے بتایا تھا کہ یہاں یہودیوں کا ہیڈ پیرس میں رہتا ہے اس کا نام ڈاکٹر سیمویل ڈکسن ہے۔ ڈاکٹر سیمویل ڈکسن اور اس کا ایک باڈی گارڈ دونوں ہی یوگا کے ماہر تھے۔ دراصل اب یہودی اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے، بڑے بڑے عہدوں پر ایسے یہودی افسران اور باصلاحیت لوگوں کو

مقرر کرتے تھے جو یوگا کے ماہر ہوں۔

ڈاکٹر سیمویل کے باڈی گارڈ کا نام ٹارٹر بلبا تھا۔ ٹارٹر بلبا خود کو تاتاری نسل کا باشندہ کہتا تھا۔ اس کا قد بہت فٹ تھا۔ جسمانی طور پر پہاڑ لگتا تھا۔ شی پیر زندگی سے رخصت ہونے کے دوران یعنی آخری وقت اسی ٹارٹر بلبا کو یاد کر رہی تھی کیونکہ وہ اس پر بری طرح فریفتہ تھی۔ اتنی بڑی دنیا میں بس وہی ایک ایسا تھا جس کے زیر اثر وہ رہنا قبول کرتی تھی۔ ورنہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ اس کے دماغ نے بتایا تھا کہ بلبا فولادی انسان ہے۔ اس کے بدن کی جلد گینڈے کی طرح سخت اور موٹی تھی۔ اس پر کسی موسم کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ شمالی یورپ کی شدید سردی اور برفباری میں بھی وہ معمولی لباس پہنتا تھا۔ یوں لگتا تھا، جیسے اس کے بدن کی موٹی سخت جلد کمبل کا کام کرتی ہو۔

سونیا نے ایک بٹن دبانے کے بعد پرسنل سیکرٹری کو مخاطب کیا۔ اس سے کہا۔ "یہاں ایک کچلی ہوئی لاش پڑی ہے۔ اسے اٹھواؤ اور فرش کی صفائی کرا دو ہری اپ۔"

آدھے منٹ کے اندر ہی دو ملازم کمرے کے اندر داخل ہوئے اور لاش کو اٹھا کر لے جانے لگے پھر ایک تیسرا ملازم اندر آیا اور فرش کی صفائی کرنے کے بعد دوا میں چھڑک کر چلا گیا۔ اس کے بعد سونیا آہن سیف کے پاس آئی پھر ڈائری نکال کر دیکھنے لگی۔ اتفاق سے جو صفحہ کھلا اس میں شی پیر نے ٹارٹر بلبا کے متعلق تفصیل سے بہت کچھ لکھا تھا اور جگہ جگہ اپنے لگاؤ کا اظہار کیا تھا۔ سونیا نے اسے بند کر کے ایک طرف رکھ دیا۔ پھر دوسری ڈائری کھول کر دیکھنے لگی۔ وہ سال رواں کی ڈائری تھی۔ اس کے ذریعے شی پیر کی حالیہ مصروفیات کا پورا علم ہوتا تھا۔ اس کے ذریعے یہ بھی پتہ چلا کہ اگلے دن شام کو یہاں ایک بہت بڑی کاک ٹیل پارٹی ہے۔ یہ پارٹی سونیا اور پارس کی موت کے جشن کے سلسلے میں ہو رہی تھی۔ اس میں خاص طور پر ڈاکٹر سیمویل ڈکسن کو مدعو کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر سیمویل کے آنے کا مطلب تھا کہ اس کا محافظ ٹارٹر بلبا بھی وہاں آنے والا تھا۔ جشن منانے کے لیے جن خاص خاص مہمانوں کو دعوتیں دی گئی تھیں ان کی فہرست پرسنل سیکرٹری کے پاس تھی۔ اور وہی کل ہونے والے پروگرام کے متعلق تفصیلات جانتی تھی۔

سونیا نے اسے طلب کیا پھر کہا۔ "کل ہمارے ہاں جشن منانے کے لیے جو مہمان آ رہے ہیں ان کی فہرست لے آؤ۔"

وہ گئی اور فہرست لے کر آ گئی۔ سونیا نے فہرست پر ایک نظر ڈالی اور مجھ سے موج کے ذریعے کہا۔ "میں نام پڑھتے اور فون نمبر پڑھتی جا رہی ہوں تم نوٹ کرتے جاؤ۔"

میں نے کہا۔ "ایک منٹ۔" پھر اس سے رابطہ ختم کر کے منجانی کی طرف دیکھا۔ وہ سامنے ایک صوفے پر بیٹھی اس انتظار میں تھی کہ خیال خوانی ختم ہو گی تو میں اس کی طرف توجہ دوں گا۔ میں متوجہ ہوا تو وہ خوشی سے کھل اٹھی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر اٹراتی ہوئی آئی اور میرے قدموں کے پاس فرش پر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا۔ "منجانی! اس وقت بھی فرصت نہیں ہے۔ فوراً کاغذ اور قلم لے آؤ۔ اور جو کچھ کہتا جا رہا ہوں اسے نوٹ کرتی جاؤ۔"

حکم کی بندی فوراً ہی اٹھی، لپک کر میز کے پاس گئی وہاں سے کاغذ اور قلم لے آئی۔ میرے سامنے ایک کرسی لا کر بیٹھ گئی۔ میں نے دوبارہ سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ فہرست کو دیکھ کر چیک چاپ پڑھتی جا رہی تھی۔ میں اسے دہراتا جا رہا تھا۔ اور منجانی تمام نام پتے اور فون نمبر نوٹ کرتی جا رہی تھی۔ پھر سونیا نے پرسنل سیکرٹری سے پوچھا۔ "کل کے انتظامات کے متعلق تفصیل بتاؤ۔"

وہ بتانے لگی کہ کس طرح دوپہر کو پیرس کے ایک بہت بڑے فائیو اسٹار ہوٹل کا اسٹاف آنے والا ہے۔ وہ کھانے کا تمام سامان اور شمپین کی بوتلیں لے کر آئیں گے۔ اس محل کے ایک بہت بڑے ہال میں وہ پارٹی ہونے والی تھی۔ اس قلعے کے چھ جوان اس پارٹی کا اہتمام کر رہے تھے۔ ان کے نام پرسنل سیکرٹری نے بتائے وہ بھی میں نے نوٹ کر لیے۔

سونیا نے سیکرٹری کو باہر جانے کا حکم دیا پھر آہن سیف سے دوسرے نقشے نکال کر دیکھنے لگی۔ ایک نقشہ عمل کا تھا اس کے ذریعے پتہ چل رہا تھا کہ وہ بڑا سا ہال کس حصے میں ہے جہاں وہ کاک ٹیل پارٹی ہونے والی تھی۔ میں نے پرسنل سیکرٹری کے دماغ میں جھانک کر پہلے سے معلوم کیا کہ اس محل میں اسلحہ خانہ کہاں ہے۔ پھر میں نے سونیا کو آگاہ کیا، وہ نقشے میں اس جگہ کو دیکھنے کے بعد بولی۔ "میں خود جا کر اسلحہ خانے کا معائنہ کرتی ہوں۔ وہاں اچھی خاصی تعداد میں ٹائم بم مل گئے تو میں آج رات ہی اس بڑے ہال میں ان کو ایسی ایسی جگہ پر رکھ دوں گی کہ کسی کی نظر نہیں پڑے گی۔"

"تمہارے ذریعے میں دیکھ رہا ہوں۔ اس خواب گاہ کے نقشے میں ایک جگہ اسٹور روم بنا ہوا ہے، وہاں جا کر دیکھو۔"

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹور روم کے پاس گئی۔ اس کے دروازے کو کھول کر دیکھا۔ اندر بہت سی چھوٹی بڑی مشینیں نظر آ رہی تھیں۔ ایک بڑے سے ڈبے کی شکل کا وی سی آر نظر آ رہا تھا۔ ان دونوں وی سی آر ایسے ہی بے ڈھب سے بنتے تھے۔ وہاں مختلف خانوں میں مختلف کیسٹ رکھے ہوئے تھے ہر کیسٹ پر کچھ نہ کچھ لکھا ہوا تھا۔ انہیں پڑھنے سے پتہ چلا کہ شی پیر

کے متعلق بھی بہت سی فلمیں ہیں۔" میں نے کہا۔ "شی سپر کے متعلق جتنی فلمیں ہیں انھیں اسکرین پر دیکھنے میں بھی آتا ہوں۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنی بے انتہا مصروفیات کے دوران بھی جیسے میرا ہی انتظار کر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر خوش ہو کر بولی۔ "مجھے یقین تھا کہ تم مجھے نہیں بھلاؤ گے۔"

"تم میری اُن اہم ساتھیوں میں سے ہو اور میری ایسی اہم ضرورتوں میں سے ہو جنھیں میں کبھی نہیں بھلا سکتا۔ اس وقت بھی ایک ضرورت کے تحت آیا ہوں۔"

وہ میری کسی ضرورت کو سننے سے پہلے بولی۔ "ارے ہاں میں تو بھول ہی گئی تھی۔ ماسٹر والٹو روکی پوری کے ساتھ پیرس پہنچ گئے ہیں۔ تم دیکھ لینا ہو کہ میں اس ادارے میں کس قدر مصروف ہوں خود نہیں ریسیور کرنے نہ جا سکی۔ ویسے اس ادارے کے خاص لوگ انھیں لینے گئے ہیں۔ ادھر سے مرجانہ نے یقین دلایا تھا کہ وہ خود اپنے استاد کا استقبال کرے گی۔ کیا تم نے اُن سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے؟"

"میں سونیا کے ساتھ مصروف رہا۔ اس لیے وہاں نہ جا سکا۔ تھوڑی دیر بعد جاؤں گا۔"

"سونیا کہاں ہے؟"

"اس وقت وہ پیرس سے تقریباً بیس میل دور ایک مضافاتی علاقے میں ہے جہاں شی سپر نامی ایک بہت ہی خطرناک عورت کا قلعہ ہے۔ وہ خطرناک کتے پالتی ہے اور ان کا کاروبار کرتی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "میں نے اس کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ سونیا وہاں کیوں گئی ہے؟ خیریت سے تو ہے؟"

"بالکل خیریت ہے۔ میں شی سپر کی جگہ کسی دوسری عورت کو اس قلعے میں پہنچانا چاہتا ہوں۔ کیا تم کسی ایسی عورت کا انتظام کر سکتی ہو جو قد میں سونیا کے برابر ہو، تیز طرار اور شی سپر کی طرح بد دماغ ہو؟"

اعلیٰ بی بی تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔ "ایسی ایک عورت ہے لیکن میری زبردست مخالف ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں اسے ہینڈل کر لوں گا، وہ کون ہے؟ کہاں رہتی ہے؟"

"کچھ عرصہ پہلے جب اس ادارے میں اعلیٰ بی بی کے عہدے کے لیے مقابلے ہو رہے تھے، تو وہ بھی میرے مقابلے پر تھی۔ وہ بہت تیز طرار، بہت ہی باصلاحیت عورت ہے۔ شاید وہ مجھ سے بازی لے جاتی۔ کیونکہ فائٹنگ کا جہاں تک تعلق ہے، میں اس معاملے میں کمزور ہوں اور وہ مجھ سے برتر ہے۔ لیکن وہ بدکردار اور ہر قسم کے نشے کی عادی ہے۔ باباصاحب نے اسے ادارے سے نکال دیا تھا۔"

"نام بتاؤ۔"

"جولی تھامسن۔ وہ پیرس میں رہتی ہے۔ ایک چھوٹی سی تنظیم بنا رکھی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ بہت جلد دوسری خطرناک تنظیموں کے لیے ایک چیلنج بن جائے گی۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی لو۔"

یہ کہہ کر اعلیٰ بی بی نے ریسیور اٹھایا پھر ڈائلنگ کے لیے ایک ایک بٹن پر انگلی رکھنے لگی۔ میں نے کہا۔ "تم باتیں نہ کرنا میں اس کی آواز سنوں گا۔"

دوسری طرف گھنٹی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ پھر کسی نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو جولی تھامسن۔ دس اینڈ۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "ریسیور رکھ دو۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں جولی تھامسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسی وقت یوں لگا جیسے جولی نے اپنی طرف آنے والی کسی تیز رفتار چیز کو روکا ہو اور پسے دھکیل دیا ہو۔ میں نے توجہ سے دیکھا وہ ایک ہاتھ میں ریسیور تھامے آواز سننے کا انتظار کر رہی تھی۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے کسی حملہ آور کو اپنی طرف آنے سے روکا تھا اور اسی ہاتھ سے جوابی کارروائی کی تھی۔ حملہ آور لڑکھڑاتا ہوا پیچھے چلا گیا تھا۔ پھر وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر بولی۔ "کس سؤر کے بچے نے فون کیا ہے؟ جواب کیوں نہیں دیتا؟ ہیلو۔ ہیلو۔"

اس نے جھنجھلا کر ریسیور پٹخ دیا۔ پھر پلٹ کر حملہ آور کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "بہت بہادر بنتے ہو۔ مرد ہو، اپنی دلیری کی ڈینگیں مارتے ہو۔ کیا یہی مردانگی ہے؟ مجھے فون کی طرف متوجہ پا کر حملہ کرنے آ گئے تھے چلو پھر کوشش کرو۔"

اس کے سامنے ایک اچھا قد آور، صحت مند جوان کھڑا تھا۔ خوبرو بھی تھا لیکن جولی کا دل وہ نہیں جیت سکتے تھے جو اس پر سبقت لے جاتے اور اپنے آپ کو اس سے زیادہ شہ زور ثابت کر دیتے۔ اس جوان نے کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ "تم شہ زور ہو میں نے ہار مان لی۔"

وہ نفرت سے بولی۔ "جب عورت محبت سے حاصل نہ ہو تو مرد اپنی طاقت کے زعم میں اسے ہوس کا نشانہ بناتا ہے۔ میں تمھاری محبت کا جواب نفرت سے دوں گی، تم کیا کرو گے؟"

میں اُن کی باتوں کے دوران کبھی جولی کو اور کبھی اس نوجوان کے دماغ کو پڑھتا جا رہا تھا۔ اس حد تک معلوم ہوا کہ وہ جوان ایک رئیس زادہ ہے، خانہ زاد دولت مند ہے۔ ان دنوں جولی دولت کے بل بوتے پر اپنی تنظیم کو مضبوط بنا رہی تھی کوئی بھی تنظیم، کوئی بھی ادارہ ہو دولت کے بغیر قائم نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ بنیادی ضرورت پوری کرتی تھی۔ اس کے لیے وہ دولت مندوں کی طرف نگاہِ غلط انداز ڈالتی رہتی تھی تاکہ وہ اس کی تمام شرائط پوری کر سکیں۔

اس جوان نے کہا۔ "اگر تم مجھ نہ ملیں تو میں فرہاد علی تیمور بن کر تمھیں حاصل کر لوں گا۔"

جولی نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا پھر اسی طرح قہقہہ لگاتے ہوئے ایک طرف سے دوسری طرف گئی۔ اچانک ہی اس کے قہقہے رک گئے۔ وہ سنجیدہ ہو گئی۔ اس نے پلٹ کر کہا۔ "اگر تم فرہاد بن جاؤ تو میں بھی ایک کتیا کی طرح تمھارے ٹوٹے ٹوٹے چاٹنے لگوں گی۔"

میں نے اس جوان کی سوچ میں کہا۔ "کیا حرج ہے خود کو فرہاد ثابت کرنے کے لیے اس پر حملہ کیا جائے۔ ایک عورت سے شکست کھا جانا مردانگی نہیں ہے جب تک سانس ہے کوشش جاری رکھنی چاہیے۔"

وہ حملے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ ادھر میں جولی کے دماغ میں پہنچ گیا جیسے ہی اس نے حملہ کیا جولی نے بچاؤ کی کوشش کی۔ لیکن میری طرف سے وہ ناکام کوشش تھی۔ وہ مار کھا گئی۔ جوان کا حوصلہ بڑھا تو اس نے دوسرا حملہ کیا۔ دوسرے حملے میں بھی جولی مار کھا کر لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے گئی اور صوفے پر گر پڑی۔ وہ ذرا پیچھے ہٹ کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بڑے فاتحانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ جولی بڑی حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی پھر اس نے پوچھا۔ "کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

جوان نے کہا۔ "بالکل نہیں۔ اٹھ کر کھڑی ہو جاؤ۔ میں پھر حملہ کرنے والا ہوں۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "ٹھہرو، حملہ نہ کرنا میں نے محسوس کیا ہے کہ میں اپنا بچاؤ کسی اور طرح سے کرنا چاہتی تھی لیکن کوئی اور حرکت کر بیٹھتی اور تم سے مار کھا گئی۔"

میں نے اس جوان کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو کر کہا۔ "تم آرام سے صوفے پر بیٹھو۔ اس وقت اس جوان کے دماغ میں فرہاد علی تیمور موجود ہے۔"

وہ مضحکہ اڑانے کے انداز میں بولی۔ "جب تم کامیاب نہ ہو سکے تو دیوانے بن رہے ہو، بلکہ مجھے بنا رہے ہو۔"

"میں خود کو فرہاد ثابت کر دوں گا۔"

وہ جوان سامنے کے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیسے ثابت کرو گے؟ سنائے تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑے کمالات دکھاتے ہو۔ آدمی جو نہیں ہو سوچتا کہ گزرتا ہے کیا یہ درست ہے؟"

"ہاں درست ہے۔"

"میں یہاں بیٹھی ہوں۔ تم مجھے مجبور کر دو کہ میں اپنا گریبان پھاڑ دوں۔"

"ٹھہرو اے دماغ میں ہوں کا اتنا غلبہ کیوں ہے؟ تم کوئی دوسری بات نہیں کر سکتیں؟"

"کیا تمھاری ٹیلی پیتھی میری ہوس کو روک سکتی ہے؟"

"روک سکتی ہے۔"

"اچھا تو مجھے روک دو۔"

وہ اٹھ کر اپنے گریبان کے بٹن تک انگلیاں لے گئی۔ اس کے بعد میں نے اسے بھٹا دیا۔ دماغ کو آزاد چھوڑتے ہی اس کی زبان سے کہا۔ "پھر کوشش کر دیکھو۔"

وہ اچانک ہی اپنے گریبان پر ہاتھ ڈال کر پھاڑ دینا چاہتی تھی۔ میں نے پھر اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے روک دیا جب اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ حیرانی سے اور کسی حد تک یقین سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "کسی اور طرح ثابت کرو۔"

"تم کوئی بات سوچو، میں بولتا جاؤں گا۔"

وہ سوچنے لگی۔ "فرہاد اعلیٰ بی بی کا دوست ہے۔ اعلیٰ بی بی کئی ماہ سے بلکہ سال ڈیڑھ سال سے اس کی خدمت میں لگی ہوئی ہے وہ یہاں کیوں آئے گا؟"

میں نے جولی کی سوچ کو اس جوان کی زبان سے دہرایا۔ اب وہ شدید حیرت اور مسرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "جولی! تم ٹھیک ہی سوچ رہی ہو۔ میں اعلیٰ بی بی کا دوست تھا لیکن اب نہیں ہوں۔ شاید تمھیں نہیں معلوم کہ میں نے اپنے بیٹے پارس کو اس ادارے میں حفاظت کے لیے رکھا تھا۔ افسوس اعلیٰ بی بی کی غفلت سے سونیا اور پارس مارے گئے۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ "ہاں ہاں۔ میں نے یہ بات سنی ہے۔ تمام تنظیموں میں یہ خبر گشت کر رہی ہے حالانکہ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"یقین کر لو۔ میں انتقاماً تمھارے پاس آیا ہوں۔"

وہ سہم کر بولی۔ "انتقاماً؟ مجھ سے کس بات کا انتقام لو گے؟"

نوجوان مسکرا کر بولا۔ "تم سے نہیں، بلکہ اعلیٰ بی بی اور بابا کے ادارے کے تمام لوگوں سے انتقام لوں گا۔"

"وہ کیوں؟"

"ان کی غلط پالیسنگ اور اعلیٰ بی بی کے غرور کی وجہ سے مجھے یہ صدمہ پہنچا۔ دراصل اعلیٰ بی بی سونیا کی صلاحیتوں سے حسد کرنے لگی تھی، اسے اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں سونیا اس کی جگہ

اعلیٰ بی بی نہ بن جائے۔"

جولی قائل ہوگئی۔ پھر اس نے سوال کیا۔ "میرے متعلق کیا خیال ہے؟"

"میں اس جوان کے دماغ سے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ اس کی آنکھیں تمہارا حلیہ بیان کرسکتی ہیں۔ اس کے کان تمہاری آواز سنا سکتے ہیں۔ میں تمہاری تمام حرکتوں کو دیکھ سکتا ہوں، لیکن روبرو دیکھنے والی بات نہیں ہے جب تک تم مجھے نہیں دیکھو گی تمہارے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کرسکوں گا۔"

وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گئی پھر جبراً مسکرا کر بولی۔ "یہ بھی میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے بلکہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم میرے پاس آتے ہو اور اعلیٰ بی بی کے خفا آئے ہو، بولو میں تمہارے لیے کیا کرسکتی ہوں؟"

"یہ بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کرسکتا ہوں؟"

"اوہ، میں سمجھ رہی تھی تم اپنی غرض سے آئے ہو۔ اگر میری غرض جاننا چاہتے ہو تو میری سوچ پڑھ لو۔"

"میں پڑھ چکا ہوں۔ تم ایک ایسی خطرناک تنظیم بنانا چاہتی ہو جو دوسری تمام خطرناک تنظیموں کے لیے چیلنج بن جائے۔"

"تم واقعی فرہاد علی تیمور ہو۔ اگر تم ایک دن کے لیے میرا ساتھ دے دو تو میں اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیاب ہو جاؤں گی۔"

"تمہارے مقاصد کیا ہیں، یہ میں بعد میں معلوم کروں گا، اس وقت تالی دونوں ہاتھوں سے بجے گی۔ میں اعلیٰ بی بی کی طرف رُخ نہیں کر رہا ہوں۔ جن یہودیوں نے سونیا اور پارس کو طیارے کی پرواز کے دوران ہلاک کیا ہے، پہلے اُن سے انتقام لینا چاہتا ہوں کیا تم ساتھ دو گی؟"

"آزما کر دیکھ لو۔"

"کیا تم شی پیر کو جانتی ہو؟"

"پہلے تو اس نے سوچنے کے انداز میں پیشانی پر شکنیں ڈالیں پھر کہا۔ "اچھا وہی جو کتوں کا کاروبار کرتی ہے؟"

"ہاں وہی۔ اس کے مضبوط قلعے کے متعلق بھی جانتی ہو، جو تقریباً تین چار میل کے رقبے پر ہے؟"

"جانتی ہوں۔ کاش میرے پاس بھی کوئی ایسا قلعہ ہوتا۔ اور میں اپنے لوگوں کو وہاں اپنی مرضی کے مطابق ٹریننگ دے سکتی!"

"تم اس قلعے کی مالک بن سکتی ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "کیسے؟"

"تمہیں شی پیر ان کر اس قلعے میں داخل ہونا پڑے گا۔"

وہ کچھ پریشان ہو کر بولی۔ "یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ وہ بہت خطرناک عورت ہے اور اس سے زیادہ اس کے کتے خطرناک ہیں۔"

"تم فکر نہ کرو۔ تمہیں وہاں کے متعلق تمام تفصیلات بتائی جائیں گی۔ وڈیو کیسٹ کے ذریعے شی پیر کے اٹھنے، بیٹھنے چلنے پھرنے اور بولنے کے انداز بتائے جائیں گے۔ میں مانتا ہوں تم زبردست ایکٹریس ہو کامیابی سے اس کی ایکٹنگ کرسکو گی۔"

"یہ تو میں کرسکوں گی۔"

"اس کے علاوہ تمہیں کچھ ایسے مخصوص اشارے سکھاؤں گا، جن کے ذریعے تم کتوں کو کنٹرول کرسکو گی۔"

"ایسی بات ہے تو میں وہاں سر کے بل جاؤں گی۔ بولو کیا کرنا ہے؟"

"میں اپنی بہترین ساتھی مرجانہ کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ وہ شی پیر کے متعلق تمام وڈیو کیسٹ اور ضروری معلومات کے ذخائر لے کر آئے گی۔ تم اپنی رہائش گاہ کو خالی رکھو کسی سے اپائنٹمنٹ ہو تو کینسل کردو۔ اس نوجوان کو یہاں سے چلتا کرو۔"

"جب یہ ہوش میں آئے گا تو اپنے متعلق کیا سوچے گا؟"

"اسے پریشانی ہوگی کہ یہ اب تک دماغی طور پر غائب غائب رہا تھا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تم اسے پلانا شروع کردو۔ پھر کہہ سکتی ہو کہ یہ نشے کی حالت میں دماغی طور پر غائب ہو گیا تھا۔ یا الٹی سیدھی باتیں کر رہا تھا۔ اپنے آپ میں نہیں تھا، اسے دھکے دے کر نکال دینا۔ یہ رئیس زادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ میرے ذریعے تمہیں جو دولت حاصل ہوگی تم اس کی توقع بھی نہیں کرسکتیں۔"

"میں جانتی ہوں۔ تم میرے ساتھ رہو گے تو میں ساری دنیا پر حکومت کروں گی۔"

وہ خوش ہوگئی۔ میں نے کہا۔ "سات بج کر پینتالیس منٹ ہوئے ہیں تم آٹھ بجے تک سو جاؤ۔ آدھی رات کو مرجانہ آ کر تمہیں جگائے گی۔"

"اتنی جلدی تو مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"تم اس نوجوان کو یہاں سے نکالنے کے بعد باہر کے دروازوں کو بند کرو اور اپنے بیڈ روم میں چلی جاؤ میں وہاں آ رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر اچھلتے ہوئے بولی۔ "کیا تم میرے پاس آ رہے ہو؟"

"شیطان مردود سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ بھئی خیالی طور پر تمہارے دماغ میں آؤں گا، اب جا رہا ہوں۔"

میں اس سے رخصت ہو گیا۔ عجیب بلا تھی۔ یہ بلا ملٹر بلبا کے عین مطابق تھی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت تک

اس نے تمام ضروری معلومات حاصل کرلی تھیں۔ میں نے پوچھا۔ "تمہاری کیا پلاننگ ہے؟"

"سوچ رہی ہوں۔ کل تک یہاں رہوں اور کاک ٹیل پارٹی میں آنے والے کسی بھی یہودی کو زندہ نہ جانے دوں۔"

"یہ مناسب نہیں ہے۔ کاک ٹیل پارٹی میں تم شراب نہیں پیو گی تو دوسرے شبے میں مبتلا ہوں گے، ویسے بھی تم شی پیر کے روپ میں ہو۔"

"یہ بات میں بھی سمجھ رہی ہوں سوچتی ہوں کسی اور کو شی پیر بنا کر میں کسی ایسے روپ میں رہوں جہاں کوئی مجھے پینے پر مجبور نہ کرے۔"

"میں نے ایک عورت کا انتظام کیا ہے، وہ شی پیر کا رول ادا کرے گی۔ تم وہاں سے وڈیو کیسٹ اور شی پیر کے متعلق معلومات کی دوسری چیزیں اپنے ساتھ لے کر قلعے سے نکلو۔ پھر وہ ساری چیزیں مرجانہ کے حوالے کردو۔ تم پارس کے پاس ہو گی میں مرجانہ کو دوسرے کام سے بھیجوں گا جب تم قلعے سے نکل کر جاؤ گی تو راستے میں اپنے منصوبے کی تفصیلات سمجھاؤں گا۔"

"فرہاد! میں نے وہ اسلحہ خانہ دیکھا ہے۔ یوں تو وہاں ضرورت کا تمام اسلحہ، گولہ بارود وغیرہ موجود ہیں لیکن ٹائم بم نہیں ہیں۔"

"یہ تو بڑی مشکل ہوئی۔ ہم اس بڑے ہال کو تباہ نہیں کر سکیں گے۔ بہرحال تم وہاں سے نکلو ہم سوچتے ہیں۔"

"ایک بات اور۔ شی پیر رات کے وقت اپنی پرسنل سیکرٹری کو جانے کی اجازت دیتی ہے، وہ اپنے گھر جاتی ہے اور صبح واپس آتی ہے۔"

"تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ گی تو یہ ایک پرابلم ہوگا۔ اسے کہو کہ آج اسے چھٹی نہیں ملے گی کیونکہ کل پارٹی ہے آج وہ اس محل میں رات گزارے پھر اسے دو دن کی چھٹی دے دی جائے گی۔"

میں سونیا سے رخصت ہو کر مرجانہ کے پاس پہنچا۔ وہ ایک ہوٹل کے شاندار سوٹ میں اپنے ملٹر وانسور وکی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہاں بومی کے علاوہ بابا صاحب کے ادارے کے ڈائریکٹر انجینئر اور انسٹرکٹر موجود تھے۔ مرجانہ نے مجھے اپنے دماغ میں محسوس کیا، تب اس نے اس سے پوچھا۔ "کیا ملٹر وانسور وکی ہوٹل میں ٹھہریں گے؟"

وہ سوچ کے ذریعے بولی۔ "آج رات یہیں رہیں گے۔ بابا صاحب کے ادارے کے ڈائریکٹر کا خیال ہے کہ پیرس میں کچھ وقت گزارنا چاہیں تو ان کے لیے معقول رہائش کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ گھومنے پھرنے کھانے پینے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی جاسکتی ہیں ورنہ کل صبح وہ نہیں بابا صاحب کے ادارے میں لے جائیں گے۔"

"یہی مناسب ہے۔ انھیں اس شہر میں نہیں رہنا چاہیے۔ جانے کتنے دشمنوں کو ان کی آمد کے متعلق معلوم ہوگا۔ اور کتنے لوگ اس ہوٹل کے آس پاس نگرانی کر رہے ہوں گے۔ تم بھی یہاں آئی ہوئی ہو۔ تمہیں یہاں سے بہت محتاط ہو کر رہائش گاہ تک جانا ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے تعاقب دشمن پارس تک پہنچ جائیں۔"

"میں اتنی نادان نہیں ہوں۔ جب بھی ہم جاتے ہیں تو پہلے رہائش گاہ میں جاتے ہیں وہاں سے تہہ خانے کے ذریعے اصلی رہائش گاہ میں پہنچتے ہیں۔ دشمن یہی سمجھتے ہیں کہ ہم پہلی رہائش گاہ میں قیام کر رہے ہیں۔"

"اگر کوئی رات کے کسی حصے میں دروازے پر دستک دے یا ملاقات کرنے آئے تو؟"

"پہلی رہائش گاہ میں اتنی رات کو رہتی ہیں جب ایسی کوئی بات ہوتی ہے تو وہ فون کے ذریعے ہمیں اطلاع دے دیتی ہیں۔ ہم اتنی دیر میں تہہ خانے کے راستے سے پہلی رہائش گاہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ پارس اور جیلا کو تہہ خانے میں چھوڑ دیتے ہیں۔"

"تم یہاں سے کب جاؤ گی؟"

"اتنے دنوں بعد اپنے ماسٹر سے ملاقات ہوئی ہے، رات کا کھانا اُن کے ساتھ کھاؤں گی اس کے بعد رخصت ہو جاؤں گی پھر صبح آ کر ملاقات کروں گی یا ماسٹر تمام دن میرے ساتھ رہیں گے شام کو پومی کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں چلے جائیں گے۔"

میں مرجانہ سے رخصت ہو کر ماسٹر وانسور وکی کے دماغ میں پہنچا۔ انھیں مخاطب کیا تو وہ خوش ہو کر بولے۔ "میں یہاں خیریت سے پہنچ گیا ہوں۔ بہت عرصے بعد اپنی شاگرد کو دیکھ کر جو خوشی حاصل ہو رہی ہے، میں اسے بیان نہیں کرسکتا۔"

"اپنی شاگرد سے ملاقات پر مبارکباد قبول کیجیے۔ پومی تو خیریت سے ہے؟"

"اب اس کا دل بہل رہا ہے۔ کبھی کبھی بے خیالی میں وہ آپ کا ذکر کر دیتی ہے پھر ایک دم سے یوں چپ ہو جاتی ہے جیسے کوئی غلطی کر رہی ہو۔ وہ بھی ارادے کی بڑی پکی ہے۔"

اُن سے ذرا دیر باتیں کرنے کے بعد میں جولی تھامسن کے پاس پہنچا۔ وہ اس جوان کو رخصت کر چکی تھی دروازے کو اندر سے بند کر کے اپنی خواب گاہ میں آ کر بستر پر یوں لیٹ گئی تھی جیسے سچ مچ میں اس کی خواب گاہ میں آنے والا ہوں۔ میں نے کہا۔ "میں آ گیا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بیٹھ گئی، ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔ "کیا دیکھ رہی ہو، میں تمہارے دماغ میں ہوں۔"

وہ لیٹ گئی۔ میں نے کہا۔ "آنکھیں بند کرو۔ وہ سونا نہیں چاہتی تھی لیکن اس نے مجبور ہو کر آنکھیں بند کرلیں۔ میں ٹیلی پیتھی کی لوری سنانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ نیند میں ڈوب چکی

تھی۔ اس کے بعد میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

اُس وقت وہ ایک بڑے بیگ میں وڈیو کیسٹ اور دُوسری چیزیں رکھ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک پرفیوم کی بوتل اس میں رکھی۔ میں نے پُوچھا "یہ کیا ہے؟"

"یہ ایک خاص پرفیوم ہے جسے شی سپر استعمال کرتی ہے۔ اس خوشبو کو تمام کتے خوب پہچانتے ہیں جب میں نے شی سپر سے لڑنے کے بعد اسے شکست دی اور اس کا روپ اختیار کیا تو اپنے بدن پر یہی پرفیوم چھڑک لیا اور شی سپر کے بدن پر دُوسرے پرفیوم کا اسپرے کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا خاص وفادار کتا بھی اس کی بوٹی بوٹی کرنے کے دوران اسے نہ پہچان سکا کیونکہ اس پر دُوسری خوشبو حاوی تھی اور جس خوشبو کو وہ پہچانتا تھا وہ میرے پاس سے آ رہی تھی اور وہ تمام مخصوص اشارے بھی مجھ سے ہی مل رہے تھے۔"

"کیا شی سپر کا وہ مخصوص پرفیوم اور بھی ہے؟"

"کئی بوتلیں آئرن سیف میں رکھی ہوئی ہیں — ایک بوتل میں نے اس لیے رکھ لی کہ شاید مجھے یا کسی اور کو شی سپر بن کر آنا ہو تو اسے یہ خوشبو چھڑک کر قلعے میں داخل ہونا چاہیے اس پاس کے تمام کتے اسے اپنی مالکہ سمجھ کر دیکھتے رہیں گے اور ڈر بلاتے رہیں گے۔"

"بہت خوب سونیا! تم منصوبے کی ایک ایک تفصیل اور ایک ایک پوائنٹ کو اپنے ذہن میں رکھتی ہو — ہاں، اس خوشبو کی وجہ سے ایک بات سمجھ میں آ رہی ہے۔"

"کون سی بات؟"

"جب یہاں کتے ہیں تو کبھی یہ پاگل ہو جاتے ہوں گے یا شی سپر کے مزاج کے خلاف حرکت کرتے ہوں گے۔ انھیں مارنے کے لیے مخصوص زہر موجود ہو گا۔"

"ایسے کتوں کو زہریلا گوشت کھلا دیا جاتا ہے۔ یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"زہر کی ایک بڑی شیشی بھی اپنے ساتھ رکھ لو۔ اور یہاں سے نکل چلو۔"

اُس نے ضرورت کا سامان رکھا۔ پھر اسٹور روم سے زہر کی ایک شیشی نکال کر بیگ میں رکھی۔ اس کے بعد پرسنل سیکرٹری کو بُلا کر کہا "اسے میری کار کی ڈکی میں رکھ آؤ۔ میں جا رہی ہوں کل صبح واپس آؤں گی۔"

وہ اس بیگ کو اُٹھا کر لے گئی۔ پھر سونیا نے ایک چھوٹی سی اٹیچی نکالی۔ شی سپر کی الماری کھول کر اس کے ملبوسات کا انتخاب کیا۔ دو جوڑے اس میں سے نکال کر اٹیچی میں رکھے۔ اس کی جرابیں، دستانے، سنگھار کا سامان اور دو طرح کی سینڈلیں بھی رکھ لیں۔ پھر اس نے کہا "فرہاد! یہ تو جانتے ہو کہ میں گھڑی نہیں پہنتی۔ شی سپر نے پہنی ہوئی تھی لیکن اس کتے نے گھڑی کو چبا ڈالا۔"

"یہ واقعی الجھن کی بات ہے۔ فی الحال جو گھڑی ہے، وہی باندھ لو۔ ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"میں نے ابھی شی سپر کی ڈائری میں پڑھا ہے کہ آج رات نو بجے وہ ڈاکٹر سیمویل ڈکسن سے فون پر گفتگو کرے گی۔"

اس دوران سونیا نے الماری سے دُوسری گھڑی نکال کر وقت ملا لیا تھا اور اپنی کلائی میں باندھ لی تھی۔ میں نے کہا "ٹھیک ہے تم نو بجے اس سے بات کرو میں کچھ دیر میں آتا ہوں۔"

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا منجلی بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اب بھی میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا "ایک کپ چائے پلا دو۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے پہلے ہی ایک تھرماس میں چائے بنا کر رکھ دی تھی۔ میری فرمائش کے ساتھ ہی مجھے چائے مل گئی۔ میں نے پیالی لیتے ہوئے کہا "شکریہ، تم بہت خیال رکھتی ہو پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ مجھے چائے کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"میں نے سُنا تھا کہ اکثر آپ خیال خوانی کرتے ہیں، تو ساری رات یوں ہی گزر جاتی ہے۔ یہی سوچ کر میں نے یہ انتظام کیا ہے۔"

"تم بہت سمجھ دار ہو۔" میں نے کہا۔

وہ پھر فرش پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئی۔ اپنا سر میرے زانو پر رکھ دیا۔

ایک ہاتھ میں چائے کی گرمی تھی اور دُوسرے ہاتھ کے سارے میں محبتوں کی آنچ تھی۔ میں نے کہا "ابھی بہت کام ہے۔ تم قریب رہو گی تو سارا کام دھرا رہ جائے گا بہتر ہے کہ جا کر سو جاؤ۔"

"میرے آقا! یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ آپ جاگیں اور کنیز سوتی رہے۔ میں آپ کا انتظار کرتی رہوں گی جاگتی رہوں گی۔"

میں نے چائے پینے کے دوران سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھا، نو بج گئے تھے۔ وہ ریسیور کان سے لگائے دوسری طرف کی آواز سُن رہی تھی۔ پھر کسی نے ریسیور اُٹھایا۔ سونیا نے شی سپر کے انداز اور لہجے میں کہا "میں شی سپر بول رہی ہوں، شاید اس سے زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے، کیری آن یور جاب۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "یس مادام! میں ابھی اطلاع دیتا ہوں۔"

فون پر خاموشی چھا گئی۔ میں اس اطلاع دینے والے کے پاس پہنچ گیا۔ اتنا تو جانتا تھا کہ وہاں ڈاکٹر سیمویل ڈکسن اور ٹارزن کے سوا کوئی دُوسرا موجود نہیں ہے۔

اس شخص نے انٹرکام کے ذریعے ڈاکٹر سیمویل کو اطلاع دی

چند لمحوں کے بعد میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر ڈاکٹر سیمویل ڈکسن کی آواز سُنی۔ وہ فرانسیسی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ اِدھر سونیا اسی زبان میں شی سپر کے لہجے میں جواب دے رہی تھی — اور میں اس کی سوچ کے ذریعے سمجھ رہا تھا کہ دونوں میں کیا گفتگو ہو رہی ہے۔ پہلے تو دوسرے دن ہونے والی کاک ٹیل پارٹی کا ذکر رہا۔ ڈاکٹر سیمویل نے وعدہ کیا کہ وہ ٹھیک چھ بجے قلعے کے دروازے پر پہنچ جائے گا۔ پھر اُن کے درمیان ایکٹرو نافارم کے متعلق گفتگو ہوئی جو بابا صاحب کے ادارے سے کچھ فاصلے پر تھا اور جس کے لیے یہ تنازعہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ فارم یا تو بابا صاحب کے ادارے کو دیا جائے یا پھر اس فارم سے لے کر بابا صاحب کے خاص کاٹج تک جو سُرنگ بنائی گئی ہے، اسے اتنی مضبوطی سے بند کیا جائے کہ دوبارہ کوئی سُرنگ کھودنے کی جرأت نہ کرے۔

سونیا نے سیمویل ڈکسن سے کہا "ڈاکٹر! آپ نے سونیا اور پارس کو ہلاک کر کے جو کارنامہ انجام دیا ہے اسے پوری قوم یاد رکھے گی۔ دوسری خطرناک تنظیمیں بھی آپ پر رشک کرنے لگی ہیں۔ آپ کا لائن آف ایکشن ایسا ہوتا ہے کہ دشمن کو شک ہوا بھی نہیں لگتی۔ بہرحال آپ مجھ سے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں میرا ناچیز مشورہ یہ ہے کہ موجودہ اعلیٰ بی بی کو کسی طرح کسی حد تک اپنی طرف مائل کرنا چاہیے۔ وہ الیکٹرو نافارم بابا صاحب کے ادارے کے حوالے کر دیا جائے ورنہ وہ سُرنگ بند کر دی جائے تاکہ جھگڑا ختم ہو جائے اور یہ تاثر پیدا ہو کہ آپ دوستی کی راہیں ہموار کر رہے ہیں۔"

تھوڑی دیر تک دونوں میں اس قسم کی باتیں ہوتی رہیں پھر سونیا نے رخصت چاہی اور ریسیور رکھ دیا۔ اس کے بعد اٹیچی اٹھا کر باہر آ گئی۔ باہر پرسنل سیکرٹری ٹینشن کھڑی تھی۔ مالکہ کے ہاتھ میں اٹیچی دیکھ کر فوراً آگے بڑھی۔ اس اٹیچی کو سنبھال کر اس کے پیچھے چلنے لگی۔ سونیا وہاں سے گیسٹ روم میں آئی۔ بے چارا اسحاق وال وچ ابھی تک بیٹھا ہوا پریشانی میں مبتلا تھا۔ اس نے شی سپر کے انداز میں اسے حکم دیا کہ وہ اٹھے اور اس کے ساتھ باہر چلے۔

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے پیچھے سیکرٹری کے ساتھ چلتا ہوا باہر آیا۔ باہر ایک بہت ہی خوبصورت اور قیمتی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا ڈرائیور بھی موجود تھا۔ سونیا نے شی سپر کے انداز میں اسے دھتکارتے ہوئے فرانسیسی زبان میں کچھ کہا۔ جس کا مطلب یہ تھا "وہ اسے ڈرائیور نہیں لگتا۔ وہ خود ڈرائیو کرے گی۔ پھر وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ دوسری طرف کا دروازہ اسحاق وال وچ کے لیے کھول دیا گیا۔ وہ پاس والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اٹیچی پچھلی سیٹ پر رکھ دی گئی۔ پھر وہ ڈرائیو کرتے ہوئے قلعے کے بڑے دروازے کی طرف جانے لگی۔ ہر طرف مسلح گارڈز اٹینشن تھے۔ اس کے لیے راستے کھلے تھے۔ باہر کا بڑا دروازہ کھول دیا گیا۔ کار جب باہر نکلی، دروازہ بند ہو گیا تو سونیا نے کہا "مسٹر وال وچ! میں تمہیں زندہ چھوڑ رہی ہوں۔ اب تم اپنی کار میں جاؤ اور آئندہ ادھر کا رُخ کبھی نہ کرو۔"

وال وچ فوراً ہی دروازہ کھول کر اتر گیا۔ وہ دل ہی دل میں شکر ادا کر رہا تھا کہ جان بچ گئی جب وہ اپنی کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرنے لگا، تو میں نے کہا "ہیلو! مسٹر وال وچ کیسی رہی؟ آج موت آپ کے کتنے قریب آ کر چلی گئی۔"

"مسٹر فرہاد! آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ مجھے بالکل امید نہیں تھی کہ میں یہاں سے زندہ جا سکوں گا۔"

"بس آپ اتنا خیال رکھیں۔ کوئی آپ سے پوچھے تو اتنا ہی کہہ دیں، فرہاد کی کوئی ساتھی مرجانہ کے رُوپ میں آپ کے پاس آئی تھی اور شی سپر کے قلعے میں جانا چاہتی تھی۔ لیکن آپ نے پہلے ہی شی سپر کو اس کے متعلق اطلاع دے دی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ لڑکی وہاں پہنچی تو شی سپر نے اس کو قتل کر دیا اور مجھے قلعے کے باہر جانے کی اجازت دے دی۔ ٹھیک ہے نا؟"

"میں یہی کہوں گا، آپ کا شکریہ۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گاڑی ڈرائیو کرتی جا رہی تھی۔ میں نے کہا "پہلے میں نے سوچا تھا، تمہیں پارس کے پاس بھیج دوں گا تاکہ تم اس کی نگرانی کرو اور آرام بھی کرو — تمہاری جگہ مرجانہ سنبھال لے گی۔ پھر خیال آیا کہ مرجانہ میک اپ کی ماہر نہیں ہے صرف تم ہی ایک عورت پر شی سپر کا میک اپ کر دو گی اور اسے شی سپر کی حیثیت سے ٹریننگ دو گی۔ میں تمہیں پتہ بتا رہا ہوں وہاں پہنچو۔"

میں نے اسے پتہ بتایا۔ پھر جولی تھامسن کے متعلق تفصیلات بتانے لگا۔ وہ توجہ سے سنتی جا رہی تھی۔ جب جولی کی رہائش گاہ کے سامنے پہنچی تو میں نے کہا "تم کار سے اُتر کر انتظار کرو — میں اسے بیدار کر رہا ہوں۔"

میں نے جولی کو جگا دیا۔ آنکھ کھولتے ہی چند لمحے وہ یوں گم صم رہی جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو کہ کہاں ہے؟ پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی۔ اتنی جلدی نیند کیسے آ گئی تھی؟ گھڑی دیکھی تو پتہ چلا اس وقت بس بج کر پندرہ منٹ ہوئے ہیں۔ میں نے کہا "جولی! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

اس نے فوراً ہی سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ پھر

کہا۔ "یہ طلسم سمجھ میں نہیں آتا۔ ٹیلی پیتھی کے بارے میں تو بہت کچھ سنا ہے مگر عملی تجربہ آج ہو رہا ہے۔ یہ کیا کہ ابھی سلایا، ابھی اٹھا دیا۔"

"میں چاہتا تھا، ذرا سی نیند پوری ہو جائے اور تم فریش ہو جاؤ۔ بہرحال اٹھو۔ باہر دروازے پر مرجانہ تمھارا انتظار کر رہی ہے۔ دروازہ کھولو لیکن تمھیں مرجانہ کا چہرہ نظر نہیں آئے گا۔ وہ شی سپر کے روپ میں ہے، اسے خوش آمدید کہو۔"

وہ اٹھ کر بیرونی دروازے کے پاس آئی۔ پھر اسے کھول دیا۔ سونیا نے مسکرا کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ "مجھے مرجانہ کہتے ہیں۔"

جولی نے اس کے ہاتھ کو حقارت سے دیکھا۔ پھر یاد آیا کہ میں اس کے دماغ میں موجود ہوں اور مرجانہ میری اہم ترین ساتھی ہے۔ اس نے جبراً مسکراتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔ سونیا نے کہا۔ "واقعی تمھارے جیسے مزاج کی عورت شی سپر کا رول اچھی طرح ادا کر سکتی ہے۔ میرا خیال ہے اس بیرونی دروازے کو بند کر دینا چاہیے۔"

جولی نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ وہ دونوں ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئیں۔ سونیا نے اپنے بیگ میں سے پہلے ایک بڑا سا لفافہ نکالا۔ اس میں سے تصویریں نکال کر جولی کو دکھانے لگی۔ وہ سب شی سپر کی تصویریں تھیں اور مختلف زاویوں سے لی گئی تھیں۔ سونیا نے کہا۔ "جولی! میں نے فرہاد سے تمھاری بہت سی تعریفیں سنی ہیں۔"

اس نے خوش ہو کر سونیا کو دیکھا۔ "فرہاد کہہ رہے تھے کہ تم زبردست نقال ہو۔ ذرا ذرا سی بات کی نقل کر لیتی ہو — ان تصویروں کو غور سے دیکھو۔ شی سپر کی آنکھوں میں جو کیفیت ظاہر ہوتی ہے اور جس طرح وہ دوسروں کو حقارت سے دیکھتی ہے اور جیسی گہرائی اس کی آنکھوں میں آ جاتی ہے، ان باتوں کو اپنے آپ میں پیدا کرنے کی کوشش کرو۔"

جولی نے ان تصویروں کا تھوڑی دیر تک جائزہ لیا۔ پھر اسی حقارت سے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "مرجانہ! میرا نام جولی ہے میں کسی کا حکم نہیں مانتی۔ تم حکم دینے والی کون ہوتی ہو؟"

سونیا نے خوش ہو کر کہا۔ "شاباش! بس ایسی ہی ایکٹنگ چاہیے۔ فرہاد نے تمھاری غلط تعریف نہیں کی تھی۔ ایک بات کا خیال رکھو۔ جب وہ بولتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے کسی خونخوار کتیا کی طرح غرا رہی ہو۔ میں ابھی اس کے ڈیوکیسٹ تمھیں دکھاتی ہوں، اس کے بولنے کا انداز تمھیں معلوم ہو جائے گا۔"

میں نے مطمئن ہو کر سونیا سے کہا۔ "مجھے یقین ہے تم اچھی طرح جولی کو ہینڈل کرو گی۔ مجھے تھوڑی دیر کی چھٹی دو۔ کچھ دیر آرام کروں گا، ویسے ضرورت کے وقت تمھارے پاس پہنچتا رہوں گا۔"

میں نے سونیا سے رخصت ہو کر جمیلہ کی خبر لی۔ وہ سائرہ بانو کی دوسری رہائش گاہ میں تحریر تھی۔ پارس اس کے پاس سو رہا تھا اور وہ مرجانہ کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا۔ "کتنی دیر بعد گھر پہنچو گی، جمیلہ تمھارے انتظار میں جاگ رہی ہے۔"

"ہم رات کا کھانا کھا چکے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد یہاں سے رخصت ہو جاؤں گی۔"

رات تھکی تھکی سی سانسیں لے رہی تھی۔ کسی دم رات کا دم جلنے والا تھا۔ اور صبح کا دم آنے والا تھا۔ اس دوران میں سونیا کے پاس جاتا اور آتا رہا۔ وہ بڑی کامیابی سے جولی کو سمجھا رہی تھی۔ اسے شی سپر بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ بھی بلا کی نقال اور بے حد ذہین تھی۔ وڈیو کیسٹ پر شی سپر کو حرکت کرتے دیکھتی تھی۔ ٹھیک اسی طرح ایکٹنگ کر کے سونیا کو دکھاتی تھی — بڑی کامیابی سے شی سپر کے لب لہجے کے ساتھ اس کی آواز سناتی تھی۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ "تمھارا یہ سلسلہ آخر کب تک چلتا رہے گا؟ وہاں آدھی رات گزر چکی ہے۔ یہاں صبح ہو رہی ہے۔"

"ابھی اسے بہت کچھ سمجھانا ہے۔ اچانک کوئی سوال کر کے اس کی حاضر دماغی کو آزمانا ہے۔ کتوں کو کنٹرول کرنے والی مخصوص سیٹیوں کی آوازوں کا فرق بھی سمجھانا ہے۔ ایسے مختلف اشارے بھی سکھانے ہیں جنھیں کتے اچھی طرح سمجھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔"

"پھر تو مجھے سونے کی چھٹی دے دو۔"

"تم چھ گھنٹے تک آرام کر سکتے ہو۔ یہاں پیرس کے وقت کے مطابق سات بجے مجھ سے رابطہ قائم کر لینا۔"

"یعنی یہاں کے وقت کے مطابق تقریباً بارہ بجے تم سے ملوں گا؟"

"ہاں، وہ منچالی تمھارے پاس پہنچ گئی ہو گی، کہاں ہے؟"

"میرے ہی پاس ہے۔"

"میں اسے بہت پسند کرتی ہوں۔ بہت اچھی لڑکی ہے۔ اگرچہ کالی ہے مگر دل جیتنے والی ہے۔ اس کے سراپے کو دیکھو تو دل آپ ہی آپ اس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ مگر افسوس.....؟"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ میں نے پوچھا۔ "افسوس کس بات کا؟"

"اس بات کا کہ اگر تم نے اس سے عشق کرنے کی کوشش کی،

تو وہ تمھاری زندگی کا آخری عشق ہو گا۔"

میں مسکراتے ہوئے اس سے رخصت ہو گیا۔ زہر میرے سینے پر ایک تمغے کی طرح سجا ہوا تھا۔ بیشک زہر انسان کو مار ڈالتا ہے لیکن یہی انسان ہے جو زہر کو تریاق بنا لیتا ہے۔ دوا کے طور پر استعمال کرتا ہے تو ڈوبتی ہوئی نبض کو پھر زندگی کی حرارت دے دیتا ہے اور یہ کوئی غیر معمولی بات تو نہیں تھی۔ اگر وہ زہر تھی تو میں زہر مہرہ بن گیا تھا۔

سونیا نے مجھے چھ گھنٹے تک سونے کا موقع دیا تھا۔ میں سونا ہی چاہتا تھا کہ اچانک اٹھ بیٹھا۔ منچالی نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"ایک بات یاد آ گئی ہے۔ میں سونیا کے پاس جا رہا ہوں تم سو جاؤ۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "ساری رات یوں ہی گزر گئی۔ میں بھی نہیں سوؤں گی۔ آپ مصروف ہیں میں پھر چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

وہ بستر چھوڑ کر میز کے پاس گئی۔ وہاں سے تھرماس کو اٹھایا پھر کچن کی طرف چلی گئی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر تک چپ چاپ دیکھتا رہا۔ وہ جولی تھامسن پر بڑی محنت کر رہی تھی۔ یقین تھا کہ صبح تک اسے صحیح معنوں میں شی سپر بنا دے گی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولی۔ "ارے تم پھر آ گئے۔ کیا سونا نہیں چاہتے؟"

"ہم اپنی مرضی سے نہیں سو سکتے۔ سو جائیں تو ہماری تقدیر سو جاتی ہے۔ مجھے اچانک یاد آیا کہ جس بڑے ہال میں کاک ٹیل پارٹی ہو گی وہاں دشمنوں کو تباہ کرنے کے لیے ابھی تک کچھ نہیں کیا گیا ہے۔"

"تم نے مجھے زہر کی شیشی ساتھ لانے کو کہا تھا کیا اس سے کوئی کام نکالنا ہے؟"

"کل جشن منانے کے لیے مردوں کے ساتھ عورتیں بھی آئیں گی۔ تم نے جو نام پتے اور فون نمبر نوٹ کیے ہیں انھیں باری باری بلا لو اور باری باری ایک عورت اور ایک ایک مرد کے نمبروں کو ڈائل کرو میں بتاتا ہوں کیا کرنا ہے۔"

"کیا تم نیند پوری کرنے کے بعد یہ نہیں کر سکتے؟"

"نہیں۔ دشمنوں کو نیند کے وقت ہی ٹریپ کرنا ہے۔"

جولی نے پوچھا۔ "تم مجھ سے باتیں کرتے کرتے کہاں گم ہو گئی ہو؟ کیا سوچ رہی ہو؟"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "مسٹر فرہاد مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔"

جولی نے خوش ہو کر کہا۔ "اوہ فرہاد! تم کہاں ہو؟ کتنی دیر سے غائب ہو؟ کیا صرف اپنے مطلب کے لیے میرے پاس آئے تھے؟"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "تم مجھے مطلبی سمجھتی ہو تو یہ کام ادھورا چھوڑ دو۔ اتنی بڑی دنیا میں تمھاری جیسی عورتوں کی کمی نہیں۔ میں کسی سے بھی یہ کام لے سکتا ہوں۔ میں نے صرف تمھاری بھلائی کے لیے تمھارا انتخاب کیا ہے تاکہ شی سپر کا قلعہ تمھارے قبضے میں آ جائے اور وہاں کی دولت بھی۔"

وہ جلدی سے بولی۔ "میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم اس معنی میں مطلبی ہو۔ میں یہ کہہ رہی تھی کہ تم....."

"تم زبان سے کچھ بھی کہو گی تو کیا فرق پڑے گا۔ میں دل کی باتیں سمجھتا ہوں۔"

اس دوران میں سونیا نے کسی کے فون نمبر ڈائل کیے تھے۔ وہ کان ریسیور سے لگائے ہوئے تھی۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔ یقیناً فون والا سو رہا ہو گا۔ وہاں رات کا ایک بجا تھا۔ پھر کسی نے ریسیور اٹھا کر نیند میں جھلاتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہے؟"

سونیا خاموش رہی۔ دوسری طرف سے پھر کہا گیا۔ "کیا بدتمیزی ہے رات کو سونے بھی نہیں دیتے۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ میں بولنے والی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ادھیڑ عمر کی عورت تھی۔ بستر پر لیٹی ہوئی سرہانے رکھے ہوئے فون کو ایک نظر غصے سے دیکھتے ہوئے کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے اس بے چاری کو سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ سونیا میرا انتظار کر رہی تھی۔

میری آمد پر اس نے فہرست میں سے ایک نمبر پڑھا پھر وہ نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس بار انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دوسری طرف گھنٹی بجتے ہی کسی نے ریسیور اٹھا لیا، کہا۔ "میں ایروز مائل بول رہا ہوں۔"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔ "ایروز مائل؟ کیا تم ٹونی بیکر نہیں ہو؟"

"نو سینورا! رانگ نمبر۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے پوچھا۔ "تم نے اس بات کیوں کی؟"

"پہلی بار میں نے اس عورت کے نمبر ڈائل کیے تو اس نے دیر سے ریسیور اٹھایا۔ وہ نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس بات پر دھیان نہیں دے سکی تھی کہ کسی نے فون پر اپنی آواز نہیں سنائی اور اس کی آواز سن لی۔ وہ شاید سو چکی ہو گی۔ اس کے برعکس ایروز مائل جاگ رہا تھا۔ اگر اسے جواب نہ ملتا تو اسے شبہ ہو سکتا تھا۔ سب تمھاری طرف سے سمجھے ہیں۔ کوئی آواز سن لے اور اپنی آواز نہ سنائے

تو دھیان تمہاری طرف جاتا ہے، اسی لیے میں نے رانگ نمبر کا تاثر دیا۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "واقعی تم حاضر دماغ ہو، اب جولی کے ساتھ الجھی رہو۔ میں چلا رہا ہوں۔"

میں ایرو زمائل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تنہا نہیں تھا۔ وہاں چھ افراد اور بھی نظر آئے تھے۔ رفتہ رفتہ اس کی سوچ سے پتہ چلا، ان میں ایک ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن تھا اور دوسرا اس کا باڈی گارڈ ٹارٹر بلیتھا۔ باقی چار وہی تھے جن کے نام سونیا کی فہرست میں موجود تھے۔ وہ ایک بڑی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا سربراہ ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن تھا اور اس وقت میں ان کی گفتگو کا موضوع بنا ہوا تھا۔

ظاہر ہے یہودیوں کی وہ تنظیم میرے ہی خلاف قائم ہوئی تھی اور اسی سلسلے میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ ان میں سے ایک برما کی رپورٹ سنا رہا تھا۔ ایرو زمائل کے فون اٹینڈ کرنے کے باعث گفتگو کا سلسلہ کچھ دیر کے لیے ٹوٹ گیا تھا۔ پھر ڈاکٹر سیموئیل نے کہا۔ "اگر فرہاد کہیں چھپ گیا ہے تو کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی وہ بارہا روپوش ہو چکا ہے۔ مختلف تنظیمیں اسے تلاش کرتی رہیں۔ پھر وہ خود ظاہر ہو گیا یا اسے ٹریس کر لیا گیا۔"

ایرو زمائل نے کہا۔ "یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ رنگون میں ہی چھپا ہوا ہے یا برما سے نکل چکا ہے۔"

برما کی رپورٹ پہنچانے والے نے کہا۔ "وہ رنگون میں ہے۔ چیفرسن جس کتے کو یہاں سے لے گیا تھا، اس نے فرہاد کی بو پا لی تھی اور اس کی بو رنگون شہر کی حدود ہی میں کھتی۔"

"ہیئر از دی پوائنٹ۔ اس کتے کے ذریعے فرہاد تک باسانی پہنچا جا سکتا ہے۔"

"رپورٹ دینے والے نے کہا۔ "فرہاد کے معاملے میں ہمیشہ غیر معمولی انکشافات ہوئے ہیں۔ اس بار یہ انکشاف ہوا کہ وہ کتا بو پانے کے باوجود فرہاد کی طرف نہیں جا سکتا۔ وہ کچھ خوفزدہ تھا جیسے فرہاد کی طرف جاتے ہوئے کوئی خطرہ محسوس کر رہا ہو۔"

وہ سب اس کی باتیں حیرانی سے سن رہے تھے۔ پھر ایک نے کہا۔ "کمال ہے۔ ایک خطرناک کتا اس سے کیا خطرہ محسوس کر سکتا ہے؟ جو لوگ کتے کے متعلق گہری معلومات رکھتے ہیں، وہ بتائیں گے۔"

ایک نے کہا۔ "شی سپر بتا سکتی ہے۔"

ڈاکٹر سیموئیل نے کہا۔ "ایک بج کر بیس منٹ ہو رہے ہیں شی سپر سو رہی ہو گی۔"

ایک نے کہا۔ "ہماری ایمبیلی جنس کے ایک آدمی نے ایرو ٹ دی ہے، شی سپر اپنے محل میں نہیں ہے۔ شام چار بجے ریڈ پاور کا باس اسحاق وال فرج ایک عورت کے ساتھ اس قلعے میں گیا تھا۔ پھر رات کے تقریباً نو بجے وہ اس کے ساتھ باہر نکلا۔ دونوں الگ الگ گاڑیوں میں وہاں سے روانہ ہو گئے۔ وال فرج اپنی قیام گاہ میں ہے اور شی سپر میجر گولڈ اسٹریٹ کے ایک بنگلے میں گئی تھی۔ اب تک کی رپورٹ کے مطابق وہ اسی بنگلے میں ہے۔"

"وہ کس کا بنگلہ ہے؟ کون وہاں رہتا ہے؟"

"وہاں ایک بہت ہی تیز طرار عورت رہتی ہے۔ اس کا نام جولی تھامسن ہے۔ کچھ عرصہ پہلے فریڈ واسطی کے ادارے میں تھی۔ سنا ہے اعلیٰ بی بی بننا چاہتی تھی مگر بدکردار ہونے کے سبب ادارے سے نکال دی گئی۔ تب سے وہ ہیرس کے بدنام ترین لوگوں سے میل جول رکھتی ہے۔ کئی چھوٹی چھوٹی واراتیں کر چکی ہے جن میں چار قتل بھی شامل ہیں۔ ہماری نظر اس پر ہے۔ کبھی ضرورت پیش آئی تو اسے اپنے لیے استعمال کریں گے۔"

ڈاکٹر سیموئیل نے کہا۔ "حیرت ہے شی سپر جیسی عورت جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی، کسی کو خاطر میں نہیں لاتی، جولی تھامسن کے گھر کیوں گئی ہے؟ کیا کرنے گئی ہے؟"

تب اس نے اپنے باڈی گارڈ ٹارٹر بلیا کی طرف دیکھا۔ اس کا بدن یوں چمک رہا تھا جیسے سر سے پاؤں تک تیل کی مالش کی گئی ہو۔ وہ ٹی شرٹ اور ہاف پینٹ میں تھا۔ ڈاکٹر سیموئیل نے چٹکی بجائی۔ اشارہ تھا قریب آؤ۔ وہ ڈاکٹر کے قریب پہنچ گیا پھر ڈاکٹر نے کہا۔ "پرسنل سیکرٹری تھالے زیرانہ شی سے رابطہ قائم کرو اور پوچھو کہ وال فرج کے ساتھ جو عورت قلعے میں گئی تھی وہ کہاں ہے؟ شی سپر کہاں گئی ہے اور کب تک واپس آئے گی؟"

ٹارٹر بلیا نے میز پر رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا۔ پھر شی سپر کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد رسیور اٹھایا گیا۔ پرسنل سیکرٹری کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ "می فار شی سپر۔۔۔۔۔؟"

اُدھر سے ٹارٹر بلیا نے گہری گمبھیر آواز میں ٹھہر ٹھہر کر کہا۔ "ٹارٹر۔۔۔ یل۔۔۔ با۔۔۔"

سیکرٹری کی خواب گاہ میں ہلکی نیلی روشنی تھی۔ مدھم مدھم سا اندھیرا تھا۔ رات کے سناٹے میں ٹارٹر بلیا کی آواز اس کے کانوں میں رینگتے ہوئے اس کے دماغ تک پہنچی جیسے موت اچانک ہی قدم رکھتے ہوئے اس کی شہ رگ تک پہنچ گئی ہو۔ وہ تھر تھر کانپنے لگی۔ چند لمحوں تک کچھ بولنا بھول گئی۔ اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آواز نکل رہی تھی۔ اس نے بڑی مشکل سے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔ "تم کہاں سے بول رہے ہو؟"

"میں جہاں بھی ہوں، ابھی تھالے پاس پہنچ سکتا ہوں۔ تم تنہا ہو، شی سپر موجود نہیں ہے۔"

وہ گھگھیانے لگی، گڑگڑانے لگی۔ "پلیز، میرے پاس مت آؤ۔ میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہاری بات مانتی رہوں گی تو مجھے بخش دو گے۔"

ٹارٹر بلیا نے اسی طرح وحشت زدہ کرنے والے انداز میں کہا۔ "ہوں، تو بات مانو گی؟"

"ایک نہیں ہزار بار آزما کر دیکھ لو۔ تم جانتے ہو، میں تمہیں دیکھتے ہی آدھی مر جاتی ہوں۔"

اس کا وحشیانہ قہقہہ سنائی دیا۔ "سچ سچ بتاؤ۔ آج شام چار بجے شی سپر کے پاس کون لوگ آئے تھے؟"

"مسٹر اسحاق وال فرج مادام زارینہ کے ساتھ آئے تھے۔"

وہ مادام زارینہ کے متعلق بتانے لگی، اس سے پوچھا گیا۔

"وہ کیوں آئی تھی؟"

"میں کیسے جان سکتی ہوں۔ شی سپر کے کمرے میں کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔ کوئی مہمان آتا ہے تو دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ میں نہیں جانتی وہاں کیا ہوا؟ کیا باتیں ہوئیں۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد شی سپر نے حکم دیا کہ اس کی خواب گاہ سے ایک لاش اٹھا کر لے جائی جائے اور وہ لاش مادام زارینہ کی تھی۔"

"تم اپنی مالکہ کے تمام اپائنٹمنٹس کی تاریخ اور وقت اپنی ڈائری میں نوٹ کرتی ہو؟"

"ہاں کرتی ہوں۔"

"کیا تمہاری ڈائری میں کسی جولی تھامسن کا نام ہے؟"

"یہ نام میرے لیے نیا ہے۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ پرسنل سیکرٹری ریسیور تھامے یوں کھڑی ہوئی تھی جیسے کوئی نیا حکم ملنے والا ہو۔ اگرچہ اس نے دوسری طرف ریسیور رکھنے کی آواز سن لی تھی، فون بتا رہا تھا کہ رابطہ ختم ہو چکا ہے پھر بھی وہ سہمی ہوئی تھی۔ جیسے وہ درندہ فون کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا ہو۔ میں اسے چھوڑ کر ڈاکٹر سیموئیل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت ٹارٹر بلیا کی گفتگو سنی ہونے والی گفتگو سنا رہا تھا۔ تمام باتیں سننے کے بعد ڈاکٹر سیموئیل نے کہا۔ "وہ عورت نہیں کتیا ہے جسے اپنی مرضی کے خلاف پانی بہے اسے کچا چبا ڈالتی ہے۔"

ایک شخص نے پوچھا۔ "یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مادام زارینہ اگر ریڈ پاور سے تعلق رکھتی ہے تو اسحاق وال فرج کی موجودگی میں شی سپر نے اسے ختم کیوں کر دیا اور جب ختم کر ہی دیا ہے تو ریڈ پاور کے ماسک مین کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب طلبی کیوں نہ ہوئی؟ ڈاکٹر سیموئیل! ریڈ پاور کا ماسک مین اچھی طرح جانتا ہو گا کہ آپ ہیرس میں ہمارے سربراہ ہیں۔ آپ سے اس کا کوئی خاص ماتحت ضرور ملاقات کرتا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "میں سوچ رہا ہوں۔ شی سپر سے براہ راست کیوں نہ پوچھا جائے؟ کیا اس عورت جولی تھامسن کا ٹیلیفون نمبر معلوم ہو سکتا ہے؟"

ان میں سے ایک نے میز پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا۔ "میں اپنی انٹیلی جنس کے آدمی سے معلوم کرتا ہوں۔"

ڈاکٹر سیموئیل نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ٹھیرو! پہلے یہ بتاؤ جولی کے بنگلے کی نگرانی کتنے لوگ کر رہے ہیں؟"

"انٹیلی جنس کے دو آدمی ڈیوٹی پر ہیں۔"

"رابطہ قائم کرو۔ میں خود بات کروں گا۔"

اس نے رابطہ قائم کیا۔ کوڈ ورڈ کے ذریعے ایک دوسرے کی شناخت ہوئی، پھر اس نے کہا۔ "ڈاکٹر سیموئیل تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں سنو۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو اٹھا کر ڈاکٹر سیموئیل کے سامنے رکھ دیا ڈاکٹر نے پوچھا۔ "تم جو کی تھامسن کی کوٹھی کے احاطے میں شی سپر کی کار دیکھ رہے ہو؟ اوور۔"

"جناب! میں صاف طور پر دیکھ رہا ہوں۔ اوور۔"

"تم اس بنگلے کے دروازے پر جا کر دستک دو۔ دروازہ کھولنے والے سے کہنا کہ تم شی سپر کی کار دیکھ کر اس سے باتیں کرنے آئے ہو۔ جب شی سپر سے سامنا ہو تو کہنا۔ "اتنی عظیم عورت کی کار ایک معمولی عورت کے بنگلے میں دیکھ کر ڈاکٹر۔۔۔

سیموئیل پریشان ہے، اس کی خیریت معلوم کرنا چاہتا ہے۔ کیا وہ فون کے ذریعے تم سے رابطہ قائم کر سکتی ہیں؟ تم اسے ایرو زمائل کا فون نمبر بتا دینا۔"

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر ایرو زمائل کے ہاں ہونے والی میٹنگ کی تفصیل بتائی۔ تھوڑی دیر بعد دستک سنائی دی۔ سونیا نے جولی سے کہا۔ "دروازہ کھولو۔ فرہاد نے مجھے بتا دیا ہے کہ ایک شخص آکر شی سپر کو پوچھے گا، تم اسے ڈرائنگ روم میں لے آنا۔ میں وہاں جا رہی ہوں۔"

جولی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایسا ہی ہوا۔ ایک شخص ڈرائنگ روم میں سونیا کے پاس آیا اور وہی باتیں کرنے لگا جو اسے سمجھائی گئی تھیں۔ سونیا نے شی سپر کے انداز میں بدمزاجی اور حقارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "بھاگ جاؤ یہاں سے، میں فون کر لوں گی۔"

وہ چلا گیا۔ جولی نے دروازے کو بند کیا۔ سونیا فون کا

ریسیور اٹھا کر ایروز مائل کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ میں دوسری طرف پہنچ گیا۔ ادھر اب گھنٹی بج رہی تھی۔ ایروز مائل اپنی جگہ سے اٹھنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ڈاکٹر نے ریسیور اٹھایا۔ پھر کہا "ہیلو! ڈاکٹر سیمویل اینڈ یو پلیز؟"

سونیا نے غرا کر کہا "شی سپر بول رہی ہوں۔ کیا تمہارے جاسوس میرے پیچھے لگے رہتے ہیں؟ وہ یہاں تک پہنچ گئے؟"

"مادام! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ ہمارے آدمی نے آپ کی کار دیکھی تھی۔ وہ وہاں سے گزر رہا تھا اسے تشویش ہوئی۔ یقیناً میں بھی تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ اسی لیے میں نے آپ کی خیریت معلوم کرنا چاہی۔"

سونیا نے پھر اسی طرح بھونکنے کے انداز میں کہا۔ "میں خیریت سے ہوں۔ کیا تمہیں اطمینان ہو گیا؟"

"ویری ویل مادام! ریسیور مت رکھیے۔ کل ہم جشن منانے والے ہیں لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ فرہاد رنگ میں بھنگ ڈال سکتا ہے اسی لیے ہم پوری طرح محتاط ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تم جولی تھامسن کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

"تو سنو۔ جولی تھامسن بہت ہی باصلاحیت عورت ہے، اتنی باصلاحیت کہ اسے بابا فرید واسطی کے ادارے میں اعلیٰ بی بی کے عہدے پر ہونا چاہیے تھا لیکن اس میں دو بڑی کمزوریاں ہیں۔ وہ چوری چھپے نشہ کرتی ہے، ذرا ہوس پرست بھی ہے یہ بات بابا فرید واسطی سے چھپی نہ رہ سکی اس لیے اس ادارے سے نکال دیا گیا۔"

"مادام! آپ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"جولی نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اس سے باتیں کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ بابا فرید واسطی کے ادارے میں گھسنے کے لیے جولی سے بہتر کوئی عورت نہیں ہو سکتی۔ یہ وہاں جا کر توبہ کرے گی، اپنے گناہوں کی معافی مانگے گی، اور ایک شریف عورت بن کر پھر اس ادارے میں اپنی کھوئی ہوئی پوزیشن کو حاصل کرے گی۔"

"لیکن فرہاد نے جولی کے دماغ کو ٹٹولنا شروع کیا تو؟"

"آپ شاید نہیں جانتے کہ جو اعلیٰ بی بی کے عہدے کے لیے مقابلے پر آتی ہیں وہ پہلے یوگا میں مہارت حاصل کر لیتی ہیں جب ایسا ہو گا تو وہ محتاط ہو جایا کرے گی۔"

ڈاکٹر سیمویل نے خوش ہو کر کہا "آپ نے تو کمال کر دیا۔ بہت اچھا مہرہ ڈھونڈ نکالا ہے۔ واقعی اس طرح تو ہم جولی کے ذریعے اس ادارے میں اُن دیکھی سُرنگ بنا سکتے ہیں۔"

"ڈاکٹر! اس وقت میں جولی کے ساتھ بہت مصروف ہوں۔"

یہ کہتے ہی سونیا نے کوئی جواب سُنے بغیر ریسیور رکھ دیا۔ میں دوسری طرف ایروز مائل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ڈاکٹر ریسیور کان سے لگائے ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ پھر اس نے جھنجلا کر ریسیور رکھتے ہوئے کہا "سالی کتیا ہے۔ سیدھے منہ بات نہیں کرتی ہے، جو بات میں پوچھنا چاہتا تھا وہ تو رہ گئی۔"

ایک چمچے نے کہا "اگرچہ شی سپر کسی سے کم نہیں ہے لیکن اس کا فرض ہے کہ وہ آپ سے سیدھے منہ بات کرے۔ آخر آپ ہم سب کے لیڈر ہیں۔"

ڈاکٹر سیمویل نے مسکرا کر کہا "میں بُرا نہیں مانتا۔ اگر کتا وفادار ہے اور کبھی کبھی مُنہ اٹھا کر بھونکنے لگتا ہے تو اس کے بھونکنے کا بُرا نہیں ماننا چاہیے۔ وہ کام بہت عمدگی سے کرتی ہے۔ اس وقت بھی اس نے مزید واسطی کے ادارے میں داخل ہونے کے لیے راستہ بنا لیا ہے۔"

وہ تفصیل بتانے لگا کہ شی سپر اس وقت جولی کے ساتھ اس کے مکان میں کیا کر رہی ہے، وہ سب سُن کر خوش ہو رہے تھے۔ پھر ڈاکٹر نے کہا "میں شی سپر سے یہ نہیں پوچھ سکتا تھا کہ اس کے قلعے میں مادام زاریہ کیوں گئی تھی اور اسے ہلاک کیوں کیا گیا۔ میں جانتا ہوں، پوچھنے پر وہ غرا کر کہے گی "مائنڈ یور بزنس" اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر ذرا جھکا کر کہا "باس! کل تک کی تو بات ہے۔ کل شام جب یہ شی سپر سے سامنا ہو گا تو میں ساری باتیں اس سے اگلوا لوں گا۔"

"رائٹ یو آر۔ کل تک انتظار کرنا ہی پڑے گا۔"

ایک نے کہا "رات بہت ہو چکی ہے اور یہ باتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ فرہاد جب تک زندہ ہے ہماری نیند اڑاتا رہے گا۔ دراصل بات چلی تھی کہ وہ برمامیں کہیں چھپا ہوا ہے، بہرحال کہیں بھی ہو، اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے کوہ وہاں پہنچایا گیا۔ ڈاکٹر! آپ کا خیال تھا کہ جہاں ہمارے آدمی فرہاد کو تلاش کرنے میں ناکام رہے ہیں وہاں وہ کتا کامیاب ہو جائے گا لیکن وہ تو میلوں دُور سے ہی اس کی بُو سونگھ کر آ جاتا ہے۔ اب بھی وہاں سے کسی قاتل کو بھیجنے کا تقاضا جا رہا ہے۔ ایسا قاتل جس میں مکاری کوٹ کوٹ کر بھری ہو، وہ حاضر دماغ ہو۔ فرہاد کی چالوں کو سمجھ سکتا ہو۔"

ڈاکٹر سیمویل نے کہا "میں سارے انتظامات کر چکا۔ اب تک ہم نے جتنے قاتل بھیجے انھوں نے خود کو کسی نہ کسی طرح فرہاد پر ظاہر کر دیا۔ یا فرہاد نے انھیں بے نقاب کیا۔ اس بار میں جسے بھیج رہا ہوں اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ اور وہ فرہاد تک پہنچ جائے گا۔ سو فیصد۔ آج کی میٹنگ برخاست کی جائے۔ میں کل دوسرے کام بھی ہیں۔"

تھوڑی دیر کی رسمی باتوں کے ساتھ میٹنگ برخاست ہو گئی۔ سب وہاں سے رخصت ہونے لگے۔ ایروز مائل انھیں رخصت کرنے کے بعد اپنی خوابگاہ میں گھس کر سونے کی تیاری کرنے لگا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ یہودی انٹیلی جنس کے اس جاسوس کے دماغ میں پہنچا جو تھوڑی دیر پہلے سونیا سے باتیں کرنے آیا تھا۔ وہ اور اس کا ساتھی ایک بار میں بیٹھے پی رہے تھے۔ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ شی سپر کی نگرانی نہ کریں۔ وہ غیر ضروری طور پر اپنے کام سے لگی ہوئی ہے۔ اس لیے وہ مطمئن ہو گئے تھے۔ میں جس شخص کے دماغ میں پہنچا وہ پی رہا تھا۔ میں نے اسے مزید پینے کی ترغیب دی۔

وہ دونوں باتیں کرتے جا رہے تھے اور میں اُن کے لب و لہجے سے اچھی طرح واقف ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ میں نے پہلے ایک کو آلۂ کار بنایا۔ وہ دونوں ہی بار سے رخصت ہوتے وقت ایک ایک بوتل اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ میں نے راستے میں بھی اسے تھوڑی سی پلائی۔ اُسے جُولی کی رہائش گاہ تک پہنچا دیا۔ سونیا کو بتایا کہ ایک مُرغا آ رہا ہے، اسے تھوڑی دیر ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔ میں بھی پہنچتا ہوں۔"

سونیا نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ باہر نکل کر دیکھا تو وہ کھڑا ہوا نشے میں جھوم رہا تھا۔ وہ اسے اندر لے گئی۔ میں اس ادھیڑ عمر کی عورت کے دماغ میں پہنچا جسے سب سے پہلے سونیا نے فون کے ذریعے مخاطب کیا تھا۔ وہ نیند کی حالت میں اٹھنے کے بعد پھر سو گئی تھی۔ اس وقت بھی وہ گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹٹولنا شروع کیا۔ پتہ چلا کہ وہ جشن منانے قلعے میں جائے گی تو اپنے پرس میں ایک پرفیوم کی چھوٹی سی شیشی بھی لے جائے گی۔ یوں بھی فرانس کی عورتیں خوشبو کی دلدادہ ہوتی ہیں۔ میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ "اسے زہر کی بوتل دے کر رخصت کر دو۔"

سونیا نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں اس شخص کے دماغ پر قابض ہو کر اسے باہر لے آیا۔ زہر کی بوتل اس نے اپنی جیب میں رکھ لی تھی۔ ہاتھ میں شراب کی بوتل پکڑی ہوئی تھی باہر وہ سڑک پر ڈگمگاتا ہوا چلتا رہا۔ پھر میں نے اسے ٹیکسی میں بٹھایا اور اس ادھیڑ عمر کی عورت کے گھر کے سامنے اتار دیا۔ کرایہ ادا کرنے کے بعد ٹیکسی تو چلی گئی، وہ وہاں کھڑا رہا۔ میں نے اس عورت کو سوتے سے اٹھایا۔ وہ خوابیدہ حالت میں چلتے ہوئے اپنی الماری کے پاس گئی اور اپنی پسندیدہ پرفیوم کی شیشی نکالی پھر اسے لے کر باتھ روم میں گئی۔ اس میں سے تھوڑی خوشبو شاور میں انڈیل دی۔ آدھی بوتل میں رہنے دی پھر اس شیشی کو لے کر وہ مکان کے بیرونی دروازے پر آئی۔ دروازے کو کھولا تو شرابی کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے شرابی سے زہر کی بوتل لی۔ اور پرفیوم کی آدھی شیشی میں زہر کو انڈیل کر محفوظ کر لیا۔ بوتل شرابی کو واپس کر دی۔ وہ نشے میں چور تھا۔ برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے۔ بڑی مشکل سے کھڑا ہوا تھا۔ اس خاتون نے اپنی پرفیوم کی بوتل کو بند کیا اور اسی طرح چلتی ہوئی آئی۔ الماری میں پرفیوم کی شیشی کو اسی جگہ رکھا۔ پھر بستر پر آ کر سو گئی۔ میں نے ہپناٹک دماغ کو ہدایت دی کہ وہ جو کچھ نیند کی حالت میں کرتی رہی ہے اسے بیدار ہونے کے بعد بھول جائے گی۔

میں شرابی کے دماغ میں پہنچا۔ وہ اب ستون سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ بلکہ ایک طرف لڑھکا ہوا تھا۔ میں نے پھر اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے اٹھایا۔ زہر کی شیشی ایک طرف پڑی ہوئی تھی۔ اس نے اسے اٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔ شراب کی بوتل کو ہاتھ میں پکڑا پھر وہاں سے چلنے لگا۔ میں نے اسے دُوسری ٹیکسی کے ذریعے ایروز مائل کی رہائش گاہ کے قریب پہنچا دیا۔

وہ ایک خواب آور گولی کھا کر سو گیا تھا۔ میں نے نیند کی حالت میں اس کے دماغ کو ٹریپ کیا۔ وہ بستر سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ وہاں سے اُٹھ کر اپنا گاؤن پہننے کے بعد الماری کے پاس آیا۔ اُسے کھول کر اسکی دراز کو کھولا۔ اس کے پاس ایک بہت ہی خوبصورت لائٹر تھا۔ اس کے دماغ نے بتا دیا تھا کہ خاص تقریبات کے موقع پر وہ اس لائٹر کو اپنے ساتھ ضرور رکھتا ہے۔ وہ ایک قسم کا کیمرہ بھی ہے ضرورت کے وقت وہ کسی خاص سچویشن کی تصویر بھی اُتار لیتا ہے۔ اس لائٹر کو اس نے گاؤن کی جیب میں رکھا پھر خواب گاہ سے نکل گیا۔ ڈرائنگ روم میں ایک مسلح گارڈ تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایروز نے ہاتھ اٹھا کر کہا "کوئی بات نہیں۔ تم بیٹھو میں ابھی آتا ہوں۔"

مسلح گارڈ مطمئن ہو کر اپنی جگہ کھڑا رہا۔ وہ وہاں سے نکل کر باہر پورچ میں آیا۔ وہاں دو مسلح محافظ تھے۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "طبیعت گھبرا رہی ہے۔ میں یونہی

ٹہل رہا ہوں۔"

وہ ٹہلنے کے انداز میں چلتا ہوا احاطے کے مین گیٹ پر آگیا۔ چوکیدار نے گیٹ کے سائڈ دروازے کو کھول دیا۔ وہ باہر نکلنے لگا۔ اسی وقت پیچھے سے ایک مسلح گارڈ کی آواز سنائی دی۔ "جناب حکم ہو تو میں آپ کے ساتھ چلوں؟"

ایروزائل نے پلٹ کر اسے دیکھا پھر گہری سنجیدگی سے کہا۔ "کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف چند قدم کے فاصلے پر ہوں۔ کوئی بات ہوئی تو بلا لوں گا۔ اپنی جگہ ڈیوٹی پر رہو۔"

وہ واپس چلا گیا۔ ایروزائل وہاں سے ٹہلنے کے انداز میں آگے بڑھتا ہوا اس شرابی کے پاس پہنچا۔ شرابی کی حالت بڑی دگرگوں تھی۔ نشہ اس پر اس قدر غالب آچکا تھا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لیے گلی کے ایک طرف لیٹ گیا تھا۔ اور ادھر ادھر لوٹتا ہوا بڑبڑا رہا تھا۔ بس پھر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اسے اٹھا کر آہستگی سے کھڑا کر دیا۔ زہر کی بوتل اس کی جیب سے نکالی پھر اسے ایروزائل کی طرف بڑھا دیا۔

جب میں نیند کی حالت میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کرتا ہوں تو اس میں ہپناٹزم کا بھی عمل ہوتا ہے یعنی کسی بھی شخص کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنانے کے بعد اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس کے دماغ پر قابض رہنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اسی طرح ایروزائل بھی میرا فرمانبردار بنا ہوا تھا۔ اور جیسا میں چاہتا تھا ویسا ہی عمل کر رہا تھا جب شرابی نے اس کی طرف زہر کی شیشی بڑھائی تو میں نے شرابی کو چھوڑ کر اس کے دماغ میں سرگوشی کی۔ "مجھے بوتل لے لینا چاہیے۔"

اس نے بوتل لے لی۔ اپنی جیب سے لائیٹر نکالا۔ اسے کھولا پھر پیٹرول کی ننھی سی ٹنکی میں زہر کے قیمتی مادے کو بھر لیا۔ اس کے بعد لائٹر کو بند کیا، اپنی جیب میں رکھا۔ اس کے بعد زہر کی شیشی کو زمین پر رکھ کر وہاں سے جانے لگا۔ وہ اسی طرح ٹہلتا ہوا مین گیٹ کے پاس آیا۔ اس کے بغلی دروازے سے اندر داخل ہوا پھر ٹہلنے کے انداز میں ایک پودے کے پاس کھڑا ہو گیا۔ میں چاہتا تھا کہ مسلح باڈی گارڈ جو دور کھڑے ہوئے اسے دیکھ رہے ہیں ان پر یہ سمجھی تاثر قائم ہو کہ ان کا باس رات کو ٹہلنے کے انداز میں نکلا ہے اور اب واپس آرہا ہے۔ وہ ایک پھول توڑنے کے بعد واپس اپنے بنگلے کے اندر آگیا۔ اپنی خواب گاہ میں پہنچا۔ لائیٹر کو اسی جگہ رکھا، گاؤن اتارا اور بستر پر لیٹ گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ اب وہ آنکھیں بند کرے اور گہری نیند سو جائے۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے کہا۔ "تم سو رہے ہو اور تمہیں اتنا یاد ہے اور یاد رہے گا کہ رات کو تم اٹھ کر گاؤن پہننے کے بعد باہر ٹہلنے کے لیے گئے تھے۔ ایک مسلح گارڈ نے تمہارے ساتھ چلنے کے لیے کہا تھا۔ اور تم نے اسے واپس کر دیا تھا۔ چوکیدار نے تمہارے لیے بغلی گیٹ کو کھولا تھا۔ تم ٹہلتے ہوئے یہاں تک آگئے تھے۔ پھر وہاں سے واپس آکر سو گئے تھے۔"

اس کے خوابیدہ دماغ نے میری ان باتوں کو دہرایا۔ پھر میں نے کہا۔ "اس کے سوا تمہیں اور کچھ یاد نہیں رہے گا۔ تم اب گہری نیند سو جاؤ۔"

میں نے اسے تھپک کر سلا دیا۔ اسی وقت منجالی کی آواز نے چونکا دیا۔ "آقا!"

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ ہچکچاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "مداخلت کی معافی چاہتی ہوں مگر خود دیکھ لیجیے کہ کیا وقت ہو رہا ہے۔ پہلے میں چائے بنا کر لائی وہ ٹھنڈی ہو گئی۔ دوسری بار پھر اس میں چائے بنا کر رکھی ہے آپ ادھر توجہ ہی نہیں دے رہے ہیں۔ آٹھ بجنے والے ہیں اب تو ناشتے کا وقت ہو گیا ہے۔"

"ہاں، میں ہلکا سا ناشتہ کروں گا۔ اس کے بعد سو جاؤں گا۔ تم کچن میں چلو میں ابھی سونیا کے پاس سے آرہا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کیا تو وہ حیران ہو کر بولی۔ "تمہیں کیا ہو گیا ہے ابھی تک جاگ رہے ہو۔ کب نیند پوری کرو گے؟ کب تک جولی کے ساتھ لگے رہو گے؟"

میں کیا کروں مصروفیات کچھ ایسی تھیں۔ میں نے سارے کام مکمل کر دیے ہیں جولی یہاں سے کب روانہ ہو گی؟"

سونیا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ اس وقت تین بج چکے ہیں، میں اسے چار گھنٹے بعد روانہ کروں گی۔ بتاؤ یہاں کب آرہے ہو؟"

میں نے حساب کیا پھر کہا۔ "تمہارے ہاں کے وقت کے مطابق صبح سات بجے پہنچ جاؤں گا۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ منجالی کے پاس پہنچا۔ وہ ایک فراک پہن میں انڈوں کا پوچ بنا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "ناشتہ کرتے ہی سو جاؤں گا اور ٹھیک بارہ بجے بیدار ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد مجھے سونیا کے پاس پہنچنا ہے۔"

میں نے یہی کیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد بستر پر لیٹ گیا۔ منجالی سرہانے بیٹھ کر میرے سر کو سہلانے لگی۔ میں نے کہا تم بھی میرے ساتھ جاگتی رہی ہو، اپنے بیڈ روم میں جا کر سو جاؤ۔

"پہلے آپ سو جائیں، پھر میں چلی جاؤں گی۔"

میں نے آنکھیں بند کیں، دماغ کو ہدایات دیں اور سو گیا۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

میری صبح اور شام اور رات کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ کبھی تو ایسا ہوتا تھا کہ مسلسل راتوں کو جاگتا رہتا تھا۔ دن کو سوتا تھا۔ جیسے دن میرے لیے رات ہو اور رات میرے لیے دن۔ چار گھنٹے سے بھی کم نیند کے مزے لیے۔ دل تو چاہتا تھا کہ سوتا رہوں مگر مجبوری تھی۔

غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے دوران میں نے منجالی کی خبر لی۔ وہ گہری نیند میں تھی بے چاری میرے ساتھ جاگتی رہی تھی، تھکتی رہی تھی۔ میں نے اسے سونے دیا۔ سونیا کے پاس پہنچا تو اس نے کہا۔ "میں بہت تھک گئی ہوں جولی کو میں نے پرفیکٹ شی سپر بنا دیا ہے۔ اس وقت میں جولی کے روپ میں ہوں یہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں جاؤں گی۔ اگر ہمدردیوں کے جاسوس میری نگرانی کر رہے ہوں گے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ جولی کو آلہ کار بنا کر بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا جا رہا ہے۔ ادھر جولی شی سپر کے روپ میں قلعے کی طرف جا رہی ہے۔ تم اس کے ساتھ رہو۔"

میں سونیا کو چھوڑ کر جولی کے پاس آیا۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی اپنے آپ کو دیکھ رہی تھی۔ اور اپنی کامیاب ایکٹنگ پر خوش ہو رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ اور خوش ہو گئی اس نے پوچھا۔ "اب تم میرے ساتھ رہو گے نا؟"

"ہاں، تمہیں قلعے کے محل تک پہنچاؤں گا جب تم سو جاؤ گی تو تم سے رخصت ہو جاؤں گا۔ تمہیں وہاں جا کر اپنی نیند پوری کرنی چاہیے۔ دن کے تین بجے تک آرام سے سوتی رہنا۔ شام کے چھ بجے تمہارے مہمان جشن منانے کے لیے آئیں گے۔"

"مرجانہ نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے مجھے ایک ایک بات اچھی طرح یاد ہے۔"

اس نے وہ بیگ اٹھایا جو سونیا اپنے ساتھ لائی تھی اور جس میں وڈیو کیسٹ اور ضروری معلومات کی چیزیں موجود تھیں۔ اسے لے کر وہ شی سپر کی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ اور کار اسٹارٹ کر کے اپنی منزل کی طرف چل دی۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ اس سے باتیں کرتا رہا۔ کبھی کبھی یہ تاثر دیتا رہا کہ میں اس سے متاثر ہو رہا ہوں اگر وہ اسی طرح کارنامے انجام دیتی رہی تو ایک دن سونیا سے بھی آگے نکل جائے گی۔

انسان چاہے کتنا سنجیدہ، کتنا ہی ذہین اور کتنا ہی نفسیاتی ماہر ہو وہ تعریف کا بھوکا ضرور ہوتا ہے وہ اپنی تعریفیں سن کر خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی اور میں اسے بھلا رہا تھا۔ بہرحال وہ قلعے کے دروازے تک پہنچ گئی۔ اسے سارے کوڈ ورڈز، اشارے اور ادائیں یاد تھیں۔ وہاں کے مسلح گارڈ نے اسے سیلوٹ کیا، اس کے لیے دروازہ کھولا۔ پھر وہ ڈرائیو کرتے ہوئے محل کے دروازے کے سامنے پہنچ گئی۔ وہاں بھی مسلح گارڈ نے اس کا استقبال کیا۔ اس کے لیے دروازہ کھولا گیا۔ وہ اتر کر شان بے نیازی سے چلتے ہوئے اپنی خوابگاہ کی طرف آئی۔ ادھر میں اس کی پرسنل سیکرٹری اینیشی تھی۔ جولی نے غراتے کے انداز میں اس سے پوچھا۔ "اینی نیوز؟ اینی کال فار می؟"

وہ سہمے ہوئے انداز میں بولی۔ "نو میڈم! لیکن میں ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔"

جولی نے کسی کتیا کی طرح بھونکنے کے انداز میں کہا۔ "شٹ اپ۔"

اور وہ اپنی خوابگاہ میں داخل ہو گئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ میں نے کہا۔ "شاباش! تم بہت اچھی جا رہی ہو۔ وہ بے چاری پرسنل سیکرٹری تم سے کہنا چاہتی تھی کہ ٹارٹر بابا سے بہت ڈر لگتا ہے۔ رات کو اس نے فون کیا تھا بے چاری تمھاری فراں بردار ہے یہ تھیں اس کے بارے میں بتانا چاہتی تھی۔ بہرحال سننا کوئی ضروری نہیں تھا۔ تم نے اچھا ہی کیا۔ اب آرام کرو۔"

وہ اتنی جلدی سونا نہیں چاہتی تھی۔ نیند محسوس کرنے کے باوجود مجھ سے باتیں کرنا چاہتی تھی۔ میں اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ تھپکنے لگا۔ جب وہ سو گئی تو میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی۔

"تم چھ گھنٹے تک سوتی رہو گی اور تین بجے بیدار ہو جاؤ گی۔"

پھر میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ سونیا کے پاس پہنچا۔ وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچنا ہی چاہتی تھی۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا تم نے اعلیٰ بی بی کو میرے متعلق اطلاع دے دی ہے؟"

"ابھی تک رابطہ قائم نہ کر سکا لیکن ابھی اعلیٰ بی بی کو بتا دیتا ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا، اس سے کہا۔ "سونیا جولی کے روپ میں آرہی ہے۔ ابتدا بے حد تیزی سے پیش آتا اور اسے یوں اندر آنے دینا جیسے اسے خلاگا برداشت کیا جا رہا ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ اس کے استقبال کے لیے مین گیٹ تک آئی۔ بے رخی سے اس کا استقبال کیا پھر اس کے ساتھ ہوسٹل کی طرف جانے لگی۔ تنہائی میں وہ دونوں کھل مل کر باتیں

کرنے لگیں۔ سونیا اسے اپنی تمام باتیں بتا رہی تھی۔ میں نے کہا۔
"میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ نیند پوری نہیں ہوئی ہے۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

یہ بات میں نے اس لیے کہی کہ علی بی بی خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے باتیں کرنا چاہتی تھی اور میں فی الحال رنگون کے دوسرے معاملات میں مصروف رہنا چاہتا تھا اس لیے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ یہاں ہاں ہنجلو اور رنگون کے ماسٹر نے ان نئے یہودیوں کے نام اور پتے مجھے بتائے تھے۔ جو تنظیم کے نئے ممبر بنے اور اہم افراد کی حیثیت سے آئے تھے پہلے تو میں نے کمیشو سے رابطہ قائم کر کے کہا کہ وہ کہیں سے اچھا ناشتہ لے کر آئے۔ اس کے بعد میں جیفرسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔

جیفرسن بہت پریشان تھا۔ تمام رات کتے نے اسے سونے نہیں دیا تھا۔ وہ ایک سیلح کی حیثیت سے خشکی کے راستے آیا تھا۔ اس کی ٹربلیر کار سرکس گراؤنڈ کے پاس کھڑی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ کتے کو اپنے ساتھ لے کر شہر کے راستوں سے گزرتا ہے تو کتا پُرسکون رہتا ہے لیکن جنوب مشرق کی طرف منہ اٹھاتا ہے تو بدک جاتا ہے پھر بھونکنے لگتا ہے۔ زنجیر چھڑا کر بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ سرکس گراؤنڈ کے پاس پہنچنے کے بعد اس نے کتے کو اپنے ٹربلر کے ایک کیبن میں بند کیا تھا۔ اس وقت کتا مغرب کی طرف دیکھ کر بھونک رہا تھا۔ بہت پریشان تھا اور جیفرسن کی پریشانیاں بڑھتا جا رہا تھا۔

آخر اسے خفیہ پیغام موصول ہوا تھا کہ کتے کے متعلق شی سپر سے معلومات حاصل کرنے کے لیے پیرس والوں سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔ فی الحال کتے کو پُرسکون رکھنے کے لیے وہ اسے رنگون سے باہر لے جائے۔ اس نے پیغام کے مطابق عمل کیا تھا اور اپنی گاڑی کو رنگون سے کئی میل دور لے گیا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اب وہ کتا بہت پُرسکون ہے۔ جدھر رنگون شہر ہے ادھر منہ کر کے نہ تو بیٹھتا ہے نہ کھڑا ہوتا ہے۔ دوسری طرف منہ پھیرے رہتا ہے۔

ڈاکٹر سیمویل شی سپر یعنی سونیا سے فون پر یہ نہ پوچھ سکا تھا کہ کتا فریاد کی طرف جانے سے کیوں کترا رہا ہے؟ کیوں؟ کیوں خوف زدہ سا ہے؟ اب شی سپر سے اس کی ملاقات شام کو چھ بجے یعنی یہاں کے وقت کے مطابق رات کے گیارہ بجے ہونے والی تھی۔ اس کے بعد ہی اس سے کتے کے متعلق سوال کیا جا سکتا تھا۔

میں سوال کرنے کے لیے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ تھکی ہاری سو رہی تھی۔ میرے سوال کا جواب اس کا خوابیدہ دماغ دینے لگا۔ اس کی سوچ کہنے لگی "کتے زود حس ہوتے ہیں۔ جن باتوں کو انسان عام حالات میں محسوس نہیں کر سکتا۔ وہ فوراً ہی محسوس کر لیتے ہیں۔ وہ انجانے خطرات جنہیں انسانی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ وہ دیکھ لیتے ہیں۔ کسی آفت کے آنے سے پہلے ساری بستی کے کتے بھونکنے لگتے ہیں۔ بعد میں پتہ چلتا ہے کہ طوفان کی آمد آمد ہے یا کوئی متعدی مرض پھیلنے والا ہے یا پوری بستی کسی وبا کی لپیٹ میں آنے والی ہے۔"

سونیا درست کہہ رہی تھی۔ میں نے بھی اکثر دیکھا تھا اور سنا تھا۔ کسی گھر میں اگر کوئی مریض لب بام ہو تو گلی کے کتے رونے لگتے ہیں جیسے اپنی آنکھوں کے سامنے موت کو اس گھر میں داخل ہوتے دیکھ رہے ہوں یا آنے والے خطرے کی اطلاع دے رہے ہوں۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے سوال کیا۔ "اگر کتے زہریلی بو محسوس کر لیتے ہیں تو پھر انھیں زہریلا گوشت کیسے کھلایا جاتا ہے؟"

"وہ کتے جو ہر طرح کی بو سونگھنے کی صلاحیتیں رکھتے ہیں انھیں کوئی زہریلا گوشت دے نہیں سکتا۔ اگر دیا جائے تو وہ اس خوراک سے کترائیں گے۔ عام کتوں کو زہریلی خوراک سے مارا جاتا ہے۔"

"کیا یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کتے کس وجہ سے خوفزدہ ہیں؟ یا کسی سمت جانے سے کیوں گھبرا رہے ہیں؟"

"کتوں کے ذریعے خطرے کا علم تو ہو جاتا ہے لیکن اس خطرے کی نوعیت معلوم نہیں ہوتی۔ یہ بات مصدقہ ہے کہ کتے ان دکھ بلاؤں کی طرف منہ اٹھا کر بھونکتے ہیں اور ان سے دور بھاگتے ہیں۔ ان بلاؤں میں کوئی زہریلی آفت بھی شامل ہے۔"

میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ سوچنے لگا، یہ منچالی میرے سامنے ہے گی تو جیفرسن کا کتا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے گا کہ یہ رنگون میں ہوں۔ اگر اس کے علاوہ اور کتوں کو بھی لایا گیا تو وہ رنگون کے مختلف حصوں میں رکھے جائیں گے۔ اور ایک ہی سمت بھونکنے لگیں گے۔ اس بات کی تصدیق ہوتی رہے گی کہ میں شہر کے کس حصے میں ہوں۔ اگر میں منچالی کے ساتھ تفریح کے لیے کسی بہروپ میں نکلوں گا تو وہ میری بو پر لپکیں گے۔ یعنی کتوں کو صرف منچالی سے خطرہ تھا اور مجھے کتوں سے ہر حال میں خطرہ تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ جہاں بھی چھپا رہوں اس جگہ کی نشاندہی ہوتی رہے۔

یہ سوچتے ہی میں جیفرسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ سونے کی کوشش کر رہا تھا مگر کتے کے بار بار بھونکنے سے اس کی آنکھ کھل جاتی تھی۔ وہ پریشان ہو کر کتے کے کمرے کے پاس آیا۔ پھر اسے ڈانٹنے لگا۔ وہ بھی کتوں کے متعلق اچھی خاصی معلومات رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ شی سپر نے اسے اور بھی بہت ساری باتیں بتائی تھیں۔ جب تک شی سپر کی طرف سے آئندہ ضروری ہدایات موصول نہ ہوتیں یہ کتا اسے سکون سے رہنے نہ دیتا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اسے گولی مار دینا چاہیے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "نہیں۔ اسے مارنے کے بعد مجھے تنظیم کے سربراہ ڈاکٹر سیمویل ڈکسن کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ مجھے ہی اس لیے بھاری معاوضے پر حاصل کیا گیا ہے کہ میں کتوں کو کنٹرول کرنا جانتا ہوں۔"

میں نے اسے تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیا۔ منچالی غسل کرنے کے بعد لباس تبدیل کر کے میرے پاس آ گئی تھی۔ وہی سفید لباس تھا۔ ہاتھوں میں سفید دستانے۔ پاؤں میں سفید موزے اور سفید کینوس کے جوتے۔ بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔ میں نے اس کی تعریف کی تو شرمانے لگی۔ اس نے قریب آ کر کہا۔ "میں سمجھتی ہوں کہ مجھ میں ایک زہریلی کشش ہے۔ ایک شدت کا نشہ ہے جو میرے مخالف جنس کو میری طرف کھینچتا ہے ورنہ مجھ میں کوئی خوبصورتی نہیں ہے۔"

میں نے اس کو کچھ اور بہکانا چاہا۔ "تمھارا رنگ کالا ہے اور حسن کا معیار صرف رنگ سے نہیں ہوتا۔ روپ سے ہوتا ہے۔ تم روپ میں نکھار میں، اداؤں میں اور صلاحیتوں میں کسی سے کم نہیں ہو۔ بلکہ غیر معمولی صلاحیت کی مالک ہو۔"

اتنے میں کمیشو ناشتہ لے آیا۔ ناشتہ کیا تھا اچھا خاصا کھانا تھا۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھایا۔ کھانے کے دوران میں نے منچالی کو پیرس کے تمام واقعات سنائے اور بتایا کہ جو لی شی سپر کے روپ میں ہے۔ اس وقت شی سپر کے محل کی خواب گاہ میں سو رہی ہے۔ وہاں کے وقت کے مطابق وہ نو بجے اور یہاں تقریباً سات بجے سو کر اٹھے گی۔ لہٰذا سات بجے تک فرصت ہے۔ اس کے بعد شی سپر کو بلانے نام کنٹرول کرنا ہے۔ اس کا خیال رکھنا ہے۔ اصل مصروفیت رات کے گیارہ بجے سے شروع ہو گی۔"

منچالی نے مسکرا کر پوچھا۔ "یعنی رات کے گیارہ بجے تک راوی چین لکھتا ہے؟"

"ہاں۔ ابھی ادھر کی کوئی فکر نہیں ہے۔ یہاں والوں سے نمٹنا ہے۔ میں چاہتا ہوں، ہم تفریح کے لیے باہر نکلیں۔"

میں نے اینجلو سے رابطہ قائم کیا، اس نے کہا۔ "جناب! آپ نے تو کمال کر دیا ہے۔ وہ شخص جو آپ کی نشاندہی کے لیے ایک کتے کو لے کر آیا تھا رنگون شہر سے باہر چلا گیا ہے۔ کتا اسے بہت پریشان کر رہا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "اور کوئی تازہ خبر؟"

"یہودی تنظیم والے ابھی خاموش بیٹھے ہیں۔ یہ خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔ البتہ یہاں کی پولیس والے چپ چاپ آپ کی تلاش میں ہیں۔ انھوں نے ایک موبائل میجسٹریٹ ٹیم قائم کی ہے۔ یہ ٹیم رنگون کے مختلف علاقوں کا گشت کر رہی ہے۔ جس گھر میں شبہہ ہوتا ہے فوراً سرچ وارنٹ حاصل کر کے اس گھر کی تلاشی لیتے ہیں۔ اگر کسی ایسے شخص پر شبہہ ہو جو آپ کے قد کے برابر ہو اور آپ سے کسی حد تک مشابہت رکھتا ہو تو اسے خاص طور پر چیک کیا جاتا ہے۔"

"میں اس خفیہ رہائش گاہ سے نکلنا چاہتا ہوں۔ کچھ تفریح کا موڈ ہے۔"

"میں آپ سے یہی کہنے والا تھا۔ وہ گشتی جماعت اس علاقے میں بھی پہنچنے والی ہے۔ بہتر ہے آپ وہاں سے نکل جائیں۔ شہر میں گھومتے پھرتے رہیں۔ میرا مشورہ اس سلسلے میں یہی ہے کہ عارضی میک اپ نہ کریں۔ ماسک میک اپ اب بہتر ہو گا۔ تاکہ کسی کو شبہہ ہو تو وہ میک اپ ونیشنگ کریم سے مٹایا نہ جا سکے۔"

میں نے تائید کی اور کہا۔ "ٹھیک ہے۔ آپ میرے قد اور جسامت کے مطابق کسی ایسے شخص کا انتخاب کریں جو وہ زبانیں جانتا ہو جو میں جانتا ہوں۔ آپ ایسے شخص کا شناختی کارڈ۔ اس سے متعلق اہم کاغذات اور اس کا ماسک فراہم کر دیں۔"

"آپ کیشو کو بھیج دیجیے۔ میں ابھی اپنے اسسٹنٹ سے معلوم کرتا ہوں۔ کہ ہمارے اسٹاک میں ایسا کوئی ماسک اور ہماری فہرست میں ایسا کوئی شخص موجود ہے یا نہیں۔ یہ چیزیں جلد ہی آپ تک پہنچ جائیں گی۔"

میں نے کمیشو سے کہا۔ "تم اپنے باس کے پاس جاؤ۔ وہاں سے میری ضرورت کا سامان لے آؤ۔"

پھر میں نے منچالی سے کہا۔ "بہتر ہے تم بھی کیشو کے ساتھ چلی جاؤ۔ یہاں جتنے بھی دشمنوں کے نام پتے اور فون نمبر نوٹ ہیں ان میں سے کسی ایک پتے تک میں تمھاری رہنمائی کروں گا۔ دیکھیں ہم دشمنوں تک پہنچنے کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "میں آپ سے الگ ہو جاؤں گی۔ تو وہ کتا آپ کی طرف۔۔۔۔"

میں نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے کہا۔ "تم فکر نہ کرو۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

وہ اپنے کمرے میں گئی۔ ایک سفری بیگ میں اپنے دو جوڑے رکھے۔ پاسپورٹ اور ضروری کاغذات وغیرہ بھی رکھ لیے پھر

کیشو کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوگئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے جیفرسن کے پاس پہنچ کر دیکھا وہ اپنی گاڑی کے باہر ایک کینوس چیئر پر بیٹھا پی رہا تھا نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ یہ سوچ کر پی رہا تھا کہ نشہ غالب آجائے تو کئی بھوں بھوں اور چیخ پکار اُس پر اثر نہیں کرے گی اور وہ نشے میں چور ہو کر سو جائے گا۔

میں نے اسے چیئر سے اٹھایا۔ اس کی جیب سے ریوالور نکالا اور پھر اسے کتے کے کٹہرے کے پاس پہنچا دیا۔ وہ بھونک رہا تھا۔ بہت پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ کٹہرے کے اندر ادھر سے اُدھر گھوم رہا تھا ایسے تڑپ رہا تھا جیسے فرار کا کوئی رستہ ڈھونڈ رہا ہو۔ میری سمجھ میں یہی بات آئی کہ منجالی خفیہ رہائش گاہ سے نکل کر اسی سمت جا رہی ہے جدھر وہ کتا ہے اور وہ اس کی بُو پا رہا ہے۔

اگرچہ کیشو جان بوجھ کر اُدھر نہیں جا رہا تھا لیکن شہر کی سڑکیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ کبھی منجالی کی طرف لے جاتی ہیں کبھی مشرق کبھی شمال اور کبھی جنوب کی طرف۔ آگے جا کر کیشو کو گاڑی کہیں موڑنی تھی لیکن اس سے پہلے کتا پُرسکون نہیں ہو رہا تھا۔

جیفرسن نے اسے گولی ماردی۔

جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ کچھ بدحواس سا ہوگیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس نے اچانک گولی کیوں چلادی؟ کیا نشے کی زیادتی کے باعث ایسا ہوگیا؟

وہ اپنا تجزیہ کر رہا تھا لیکن سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ یہ بھی شبہ ہو رہا تھا کہ شاید میں اس کے دماغ میں ہوں۔ یہ شبہ ہوتے ہی اس نے فوراً اپنے ریوالور کو جیب میں چھپا لیا۔ اس ڈر سے کہ کہیں خودکشی نہ کرلے۔ وہ پہلے بھی ایسے واقعات سن چکا تھا۔ اُس کے دوستوں نے بتایا تھا کہ شہر میں جو قتلِ عام ہو چکا ہے وہ کچھ اس انداز کا تھا۔ ایک یہودی دس کو مارتا تھا پھر اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا تھا۔

مجھے جیفرسن کی اس حرکت پر ہنسی آئی۔ اس نے اپنے ریوالور کو اپنی ہی جیب میں چھپا لیا تھا جیسے میں اسے وہاں سے نہیں نکلوا سکوں گا۔ خرگوش کی سی فطرت کا مظاہرہ کیا تھا۔ جب خرگوش خطرہ محسوس کرتا ہے اڈ بچنے کے لیے بھاگتا ہے تو کسی ایسی جگہ منہ چھپا لیتا ہے جہاں سے اُسے کچھ نظر نہیں آتا۔ جب اُسے نظر نہیں آتا تو وہ سمجھتا ہے شکاری بھی اسے نہیں دیکھ رہا ہے۔

میری ہدایت پر اُس نے ہاتھ جیب میں ڈالا اور ریوالور نکال لیا۔ وہ ریوالور کو اپنے ہاتھ میں دیکھ کر خوفزدہ سا ہو کر سوچنے لگا کہ یہ کیا میں کرنے والا ہوں؟

میں نے اس ریوالور کو اس کی جیب میں رکھوا دیا۔ پھر اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ وہ خوفزدہ ہو کر کچھ بھی سوچتا رہے مجھے اطمینان ہوگیا تھا۔ میری نشاندہی کے لیے کتا نہیں رہا تھا۔ میں نے منجالی سے کہا "تم کسی بڑے ہوٹل میں قیام کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس سلسلے میں کیشو تمھاری مدد کرے گا۔"

میں پھر دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہوگیا۔ تھوڑی دیر تک بیٹھا اپنے آپ کو خالی الذہن کرتا رہا۔ پھر اچانک ہی رسونتی نگاہوں کے سامنے گھومنے لگی۔ میں نے اس سے بالکل ہی ناتا توڑ لیا تھا۔ اس کی طرف رُخ نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ خود اپنے انجام کو پہنچے گی۔ ٹھوکر کھائے گی تو اسے میری اہمیت کا اندازہ ہوگا۔

اس لمحے میرے دل نے کہا "کچھ بھی ہو، وہ میرے بیٹے کی ماں ہے۔ اس نے تخلیق کے کرب سے گزر کر میرے لیے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے۔ کتنی ہی آزمائشی گھڑیوں میں میرے ساتھ رہی ہے۔ اگرچہ کئی بار حماقتیں کر چکی ہے اور اپنی حماقتوں سے مجھے مشکلات میں مبتلا کرتی رہی ہے لیکن عورت تو کم عقل ہوتی ہی ہے۔ اس کی نادانی کو اگر مرد نظر انداز نہ کرے تو اور کون کرے گا؟"

میں چپ چاپ اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ رو رہی تھی۔

فرضی پارس ایک طرف بستر پر لیٹا ہوا ہاتھ پاؤں جھٹک کر کھیل رہا تھا۔ اس کے آس پاس کچھ لوگ سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ جان اسٹیورٹ عرف کلراف دی کلرس ایک طرف کھڑا ہوا کہہ رہا تھا "مادام سونیا کی موت پر ہم سب کو گہرا صدمہ ہے ویسے اُن کی موت کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی ـــــ ہمیں مادام سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ وہ اپنے مخصوص طیارے ـــــ میں سفر کر رہی تھیں اور وہ طیارہ ہر اعتبار سے اتنا محفوظ تھا کہ کسی خطرے کے وقت بھی مادام اپنا بچاؤ کر سکتی تھیں۔ پتہ نہیں انھوں نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"

رسونتی رو رہی تھی اور سوچ رہی تھی "میں واقعی بدنصیب ہوں۔ پہلے تو دماغی طور پر غائب رہی، اب سب کچھ بھلا دیا۔ جب یاد آیا تو صرف شوہر کو پایا۔ بچے کو کھو دیا۔ اب بچے کو پایا تو شوہر سے محروم ہوگئی ہوں۔"

اس کے دل سے ایک آہ نکلی، پھر وہ سوچنے لگی "میری بدنصیبی کی انتہا تو یہ ہے کہ جس [illegible] میرے لیے قربانی کی انتہا کر دی۔ میری خاطر فرہاد کی شریکِ حیات بننا گوارا نہ کیا۔ میرے حقوق مجھ سے نہیں چھینے وہ عظیم عورت اس دنیا سے اٹھ گئی اور میں آخری وقت اسے دیکھ نہ سکی۔ میں کیا ہوں؟ میرا کیا مقام ہے؟ میری کیا زندگی ہے؟ میرا کیا مستقبل ہے؟ میرا کیا ہوگا؟ ہائے میں کیا کروں؟"

وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کاغذ پر کچھ لکھ کر جان اسٹیورٹ کی طرف بڑھایا۔ اُس نے اسے لے کر پڑھا پھر رسونتی سے کہا "مادام! آپ کے تمام ہمدرد دوست اور محبت کرنے والے یہاں سونیا کے سلسلے میں تعزیت کے لیے آئے ہیں۔ افسوس کہ یہ اپنی زبان سے آپ کے سامنے کچھ کہہ نہیں سکتے۔ فرہاد صاحب نے ان سب کو دہشت زدہ کر رکھا ہے۔ یہ آپ سے محبت اور ہمدردی کے دو بول بولنا چاہتے ہیں، مگر سہم جاتے ہیں۔"

رسونتی نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے آنے والوں کو دیکھا۔ پھر کہا "میں آپ لوگوں کی شکر گزار ہوں لیکن اس وقت تنہائی چاہتی ہوں۔"

ایک شخص نے کچھ اور لکھ کر جان اسٹیورٹ کے حوالے کیا۔ اس کے مطابق اس نے کہا "مادام سونیا کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے انھوں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس وقت فرہاد صاحب کی تنہائی دُور کی جائے اور ان کے رنج و غم کو دور کرنے کے لیے آپ کو ان کے پاس پہنچایا جائے لیکن افسوس، وہ ہم سے چھپے ہوئے ہیں۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا تو آپ کو وہاں پہنچا دیا جاتا۔ یا اگر آپ سے وہ رابطہ قائم کرتے تو آپ ـــــ"

رسونتی نے ایک آہ بھر کر کہا "میں کہیں کی نہ رہی۔ انھوں نے مجھے ایسا بھلا دیا ہے جیسے کبھی مجھ سے کوئی رشتہ نہ رہا ہو۔ ہائے، کم از کم مجھے طعنے دینے کے لیے، مجھے ملامت کرنے کے لیے ہی یاد کر لیتے، میرے پاس آجاتے۔"

جان اسٹیورٹ نے کہا "اگر وہ آئیں تو اُن سے اتنا کہہ دیجیے کہ وہ جب چاہیں آپ کو بچے کے ساتھ یہاں سے لے جا سکتے ہیں۔ وہ کسی خفیہ طریقے سے یا خفیہ راستے سے آپ کو حاصل کرنا چاہیں تو ہم سب آپ سے اتنی دور چلے جائیں گے کہ ہمارا سایہ بھی فرہاد تک نہیں پہنچے گا۔ وہ بخیریت آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

رسونتی نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں سمجھ رہی ہوں تم سب میری خاطر سہی، فرہاد کو کسی طرح دوست بنا کر رکھنا چاہتے ہو۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اس وقت میں ہی فرہاد کے رنج و غم کی شریک رہ سکتی ہوں۔ صرف میں ہی اس کا دکھ بانٹ سکتی ہوں لیکن افسوس، مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہیں؟ میں انھیں کہاں تلاش کروں؟"

رسونتی کے پاس جتنے لوگ آئے تھے وہ تعزیت کے لیے نہیں بلکہ یہ معلوم کرنے کے لیے آئے تھے کہ میں اس سے رابطہ قائم کرتا ہوں یا نہیں۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔

جان اسٹیورٹ وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آکر بولا۔ "ایک پولیس آفیسر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

رسونتی نے کہا "وہ فرہاد کے تعلق پوچھیں گے یا سونیا کے سلسلے میں تعزیت کے لیے آئے ہوں گے۔ میں ان رسمی باتوں کے خلاف ہوں بہرحال اُن سے کہہ دیجیے کہ میں بہت بری طرح گھولی ہوئی ہوں مجھے زیادہ پریشان نہ کریں۔"

جان اسٹیورٹ باہر گیا، پھر اپنے ساتھ ایک [illegible] آفیسر کو لے آیا۔ آفیسر نے کہا "مادام! میری وجہ سے آپ کو بار بار زحمت اُٹھانی پڑ رہی ہے۔ میں وقت بے وقت آپ سے کچھ نہ کچھ پوچھنے چلا آتا ہوں لیکن بات ہی کچھ ایسی ہو جاتی ہے۔ دراصل فرہاد صاحب ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔ اب یہی دیکھ لیجیے کہ ہم نے اُن کا سراغ لگانے کے لیے شکاری کتے سے کام لینا چاہا۔ کتے اپنے شکار کی بُو کی طرف لپکتے ہیں۔ ہم نے فرہاد صاحب کے استعمال کیے ہوئے کپڑے اس کتے کو سونگھائے اُس نے بُو پالی، نشاندہی کی کہ وہ زنگون کے کس سمت میں ہو سکتے ہیں لیکن وہ کتا اُدھر جاتے ہوئے بدک رہا ہے۔ اُدھر سے کترا کر دوسری طرف بھاگ جاتا ہے۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ کیمیل یہودی کے علاوہ فرہاد صاحب کے پاس اور کون سی غیر معمولی صلاحیت ہے؟"

رسونتی حیرانی سے آنسو بھری آنکھوں سے اس پولیس آفیسر کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس نے پوچھا "میں سمجھ نہیں سکی، آپ کیا جاننا چاہتے ہیں؟"

"آپ اُن کی شریکِ حیات ہیں، آپ ہی بتا سکتی ہیں کہ ان میں کون سی ایسی غیر معمولی صلاحیت ہے جس کی وجہ سے کتے ان کی طرف سے اُن دیکھے خطرات محسوس کرتے ہیں اور ادھر نہیں جاتے۔"

اُس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میں انھیں اچھی طرح جانتی ہوں، اُن کے ساتھ میں نے بہت وقت گزارا ہے۔ ایسی کوئی غیر معمولی صلاحیت اُن کے پاس نہیں ہے۔"

"ہم کیسے مان لیں جب کہ ہم کتوں کے ذریعے بھی اُن کے قریب نہیں پہنچ سکتے ہیں۔"

"آپ اُن کا سراغ نہ لگا سکیں تو میں کیا کروں؟"

"آپ کچھ نہیں کر سکتیں۔ اب ہم کیا کرنے والے ہیں، یہ ہم آپ کو بتا دیتے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ آفیسر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "اب سے دو گھنٹے پہلے یہودی سیکیم سے [illegible] موت واقع ہوئی ہے۔ ڈاکٹری رپورٹ یہ ہے کہ حرکتِ قلب بند ہوئی ہے لیکن یہودی کہتے ہیں کہ اناصحت مند شخص اچانک حرکتِ قلب بند ہو جانے سے کیسے مر سکتا ہے؟ وہ لوگ اس میں بھی فرہاد کا

ہاتھ سمجھ لیے ہیں۔ ہم تو پریشان ہو گئے ہیں تنگ آ گئے ہیں۔ اگر ہم فضا مہتاب صاحب تک پہنچ سکے تو آج رات ریڈیو کے ذریعے اعلان کریں گے کہ مسٹر فرہاد علی تیمور صبح سے پہلے یہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں۔ اُن کے راستے میں کوئی سرکاری رکاوٹ نہیں ہوگی۔ وہ دریائی راستے سے خشکی کے راستے یا بذریعہ طیارہ جا سکتے ہیں۔ اگر کل صبح کے بعد ہمارے ملک کے کسی حصے میں ایک بھی یہودی مارا جائے گا تو ہم آپ کو اور فرہاد علی تیمور کے بیٹے کو برملا باہر جانے پر مجبور کر دیں گے۔ برما میں امریکی سفیر نے کہا ہے کہ وہ آپ کو اور آپ کے بیٹے کو امریکہ میں پناہ دلا سکتا ہے۔ آپ یہاں سے روانگی کے لیے تیار رہیں۔ اگر آپ تیار نہ ہوں تو اپنے شوہر کو مجبور کریں کہ وہ اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دیں ہمارے پاس ان کے خلاف اگرچہ کوئی ثبوت نہیں ہے لیکن ہم اُن سے ایسا سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں کہ جس کے بعد ہمارے ملک کے کسی بھی شہر کسی بھی علاقے میں ایسی خونریزی اور ہلاکت خیزی نہ ہو۔"

"میں یہ جگہ چھوڑ کر اس وقت تک نہیں جاؤں گی جب تک مجھے میرے شوہر نہیں مل جائیں گے۔"

"ہمارے مزاج کے ہمارے قانون کے خلاف کوئی بات ہوگی تو آپ کو جانا ہی ہوگا۔ اس ملک سے نکلنے کے بعد دوسرے ممالک آپ کو پناہ دینے سے کترائیں گے کیونکہ جو کچھ ہمارے ملک میں ہو رہا ہے اس کی خبر پھیل چکی ہے۔ اب کوئی نہ چاہے گا کہ آپ لوگوں کی موجودگی سے وہاں بھی ہنگامے شروع ہوں۔"

"دنیا کے ہر ملک کا قانون مجرموں کو سزا دیتا ہے لیکن مجرموں کے رشتہ داروں کو سزا نہیں دیتا۔ آپ کس قانون کے تحت مجھے یہاں سے جانے پر مجبور کر سکتے ہیں؟"

"ہم آپ کو سزا نہیں دیں گے۔ ہنگامی قوانین کے تحت کسی دوسرے ملک میں آپ کی رہائش کا انتظام کریں گے اور ہم ایسا قانوناً کر سکتے ہیں۔"

"اگر امریکی حکومت نے مجھے پناہ دینے سے انکار کیا تو؟"

"تو ہم کسی دوسرے ملک سے درخواست کریں گے۔"

"اگر کسی بھی ملک نے مجھے پناہ نہ دی تب تو آپ کا قانون مجھے بے سروساماں نہیں کرے گا۔"

"آپ خواہ مخواہ بحث کر رہی ہیں جب کہ یہاں کے امریکی سفیر نے رضامندی ظاہر کی ہے۔"

"میں نے رسونتی کے دماغ میں ایک نئی سوچ پیدا کی۔ وہ اُس سوچ کے مطابق کہنے لگی۔ "میں امریکی سفیر سے اس سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہوں کیا آپ فون کے ذریعے اس سے بات کرا سکتے ہیں؟"

میں آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ انکار کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "کیا ہرج ہے یہ عورت خواہ مخواہ بحث کر رہی ہے اگر میں اسے امریکی سفیر کی زبان سے یقین دلا دوں تو یہ مجبوراً چپ ہو جائے گی اور اگر فرہاد سے اس کا خفیہ رابطہ ہوگا تو یہاں رہنے کی خاطر ہماری قانونا مدد کرے گی۔"

آفیسر نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیے اور انتظار کرنے لگا۔ دوسری طرف سے کسی نے فون اٹینڈ کیا۔ آفیسر نے اپنا تعارف کرایا اور اس سے کہا کہ وہ براہ راست سفیر سے بات کرنا چاہتا ہے۔

اُسے چند لمحوں تک انتظار کرنا پڑا پھر اسے امریکی سفیر کی آواز سنائی دی۔ آفیسر نے کہا "میں نے مادام رسونتی سے یہ کہہ دیا ہے کہ انھیں آپ کے ملک میں پناہ مل سکتی ہے لیکن وہ اس سلسلے میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے رسونتی کو ریسیور دیا۔ رسونتی نے کہا "ہیلو سر! میں آپ کے نام سے واقف تو نہیں ہوں لیکن آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ مجھے اپنے ملک میں پناہ نہ دیں۔ یہاں ہنگامے ہو رہے ہیں تو وہاں بھی ہو سکتے ہیں۔"

"مادام! آپ فکر نہ کریں۔ میں فرہاد علی تیمور کا پرانا عقیدت مند ہوں۔ کبھی انھیں نہیں دیکھا۔ نہ ہی اُن سے کسی طرح کا رابطہ قائم ہوا ہے۔ مجھے بہت دیر بعد پتہ چلا کہ آپ رنگون میں موجود ہیں اس بات کا افسوس ہے کہ میں نے پہلے ہی آپ سے رابطہ قائم نہیں کیا میں آپ کی ہر طرح خدمت کے لیے تیار ہوں جب تک فرہاد صاحب آپ سے نہ مل لیں اُس وقت تک آپ کی حفاظت کو اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں۔"

"اگر آپ فرہاد کے اتنے ہی عقیدت مند ہیں تو میری ایک بات مان لیں۔ مجھے اپنے ملک میں پناہ دینے کی سفارش نہ کریں۔ میں اس وقت تک یہاں رہنا چاہتی ہوں جب تک وہ مجھے نہیں ملیں گے۔"

"اگر وہ کل تک آپ سے مل جائیں تو کوئی بات نہیں ہے۔ ہم چوبیس گھنٹے، اڑتالیس گھنٹے اُن کا انتظار کریں گے۔ اگر وہ نہ ملے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ وہ آپ سے کہیں دور برملا سے باہر چلے گئے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کو اور آپ کے صاحبزادے کو تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ان کے ہزاروں دشمن موجود ہیں۔ باقی دی فے، شام کو کوئی مصروفیت نہ ہو تو آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیں۔ اگر ہم مل کر بیٹھیں تو تفصیلی گفتگو ہو سکے گی شاید ہم فرہاد تک پہنچنے کا کوئی راستہ ڈھونڈ نکالیں۔"

رسونتی نے کہا "سوری، میں بہت اپ سیٹ ہوں۔ مجھے کسی دن آپ کی دعوت قبول کرنی ہوگی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں سفیر کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔

وہ ریسیور رکھ کر بہت پریشانی سے سوچ رہا تھا۔ بین الاقوامی معاملات میں سفیر کو بعض اوقات کٹھ پتلی کی طرح ناچنا پڑتا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا "میں جانتا بھی نہیں کہ یہ معاملات کیا ہیں بس اوپر سے احکامات موصول ہو گئے کہ برمی حکومت کو رسونتی کے متعلق مشورہ دوں کہ اسے اور اس کے بچے کو برما سے باہر نکال دیا جائے۔ اگرچہ قانوناً ایسا نہیں ہو سکتا لیکن سیفٹی ایکٹ کے تحت کسی کو ملک سے باہر بھیجا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے کوئی دوسری پناہ گاہ بنائی جا سکتی ہے لہٰذا اُسے اس کے بیٹے کے ساتھ امریکہ میں پناہ مل جائے گی۔"

میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ کو ٹٹولتا رہا پھر واپس آ گیا۔ وہ سفیر مجھے ایک دشمن کی حیثیت سے کوئی قدم نہیں اٹھا رہا تھا۔ وہ اپنی ملازمت سے اور اوپر والوں کے احکامات سے مجبور تھا۔ میں منجال کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں تھی بستر پر لیٹی ہوئی مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر رہی تھی۔ مسکرا رہی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ رسونتی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

تمام باتیں سننے کے بعد اس نے پوچھا "کیا دشمنوں سے نمٹنے کا ابھی ارادہ نہیں ہے؟"

"وہی سوچ رہا ہوں۔ اگر کوئی یہودی مارا جائے گا تو ساری تان رسونتی پر ٹوٹے گی۔ اسے یہاں سے بھیج دیا جائے گا۔"

"اگر آپ نے خود کو قانون کے حوالے نہ کیا۔ تب بھی ملام کو یہاں سے جانے پر مجبور کیا جائے گا۔"

"تب ایسا نہیں ہوگا۔ وہ مجھے میری خفیہ رہائش گاہ سے نکالنے کے لیے دھمکیاں دے رہے ہیں۔ جب شہر میں امن و امان رہے گا تو وہ رسونتی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولی "امن و امان کیسے رہے گا۔ ابھی جو یہودی حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے مرا ہے اس کا الزام بھی آپ پر آ رہا ہے۔"

"ہاں میں نے جیفرسن کے ذریعے اس کتے کو مار ڈالا ہے اب اس کی موت کا الزام بھی مجھ پر رہے گا۔"

"میرے آقا! آپ ایسا نہیں کر سکتے کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ یعنی آپ لوگوں کو دہشت زدہ کر کے ماریں۔ وہ آپ کو دماغ میں محسوس نہ کریں لیکن دہشت سے مر جایا کریں۔"

"یہ مشورہ مناسب ہے۔ آج رات گیارہ بجے تک فرصت ہے میں کمیشو کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ میرے لیے اسلک میک اپ لے کر آئے گا تو میں یہاں سے نکلوں گا۔ پھر ہوٹل میں آ کر تم سے ملاقات کروں گا۔"

"میں آپ کے آنے تک کسی یہودی کی رہائش گاہ تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ شاید کچھ معلومات حاصل ہو سکیں۔"

"تم جاؤ۔ میں مقالے دماغ میں پہنچا رہوں گا۔"

اُس سے رخصت ہو کر میں رسونتی کے دماغ میں پہنچا۔ اب وہ کمرے میں تنہا تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ یوں کانپنے لگی جیسے یک بہ یک ساری دنیا اس کی مٹھی میں آ گئی ہو۔ میں نے سختی سے کہا "اپنے دانت بند کرو۔ خوشی کا اظہار کرو گی اور دوسروں کو میری موجودگی کا علم ہوگا تو میں چلا جاؤں گا۔"

وہ ایک دم سے اداس ہو گئی۔ سنجیدگی سے بولی "نہیں فرہاد! ایسا نہ کرنا۔ مجھ پر ایسا ظلم کرو گے تو مر جاؤں گی۔ کیا تم میرے دل میں میرے دماغ میں رہ کر میری حالت کو سمجھ نہیں سکتے؟"

"میرے لیے اتنا ہی سمجھنا کافی ہے کہ تم اپنے شوہر کو نہ سمجھ سکیں۔"

"مجھے خوب طعنے دو۔ خوب لعنت ملامت کرو۔ لیکن میرے پاس رہو۔"

"میں دیکھ رہا تھا تم سونیا کے لیے آنسو بہا رہی تھیں۔ تمھارے دل کی گہرائیوں میں اُس کے لیے دکھ ہے۔ یہ میں سمجھتا ہوں لیکن تمھیں یقین نہیں آئے گا کہ اس کی موت میں تمھارے یہودی دوستوں کا ہاتھ ہے۔"

"نہیں۔ فرہاد تم غلط سمجھ رہے ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ ورنہ ابھی چلا جاؤں گا۔ تمھارا شمار ایسی بے وقوف عورتوں میں ہوتا ہے جو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر کو تباہ کرتی ہیں۔ کبھی اپنے بچے سے اور کبھی اپنے شوہر سے محروم ہو جاتی ہیں۔ تمھیں عقل نہیں آئے گی۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ ایک یہودی حرکت قلب بند ہونے کے باعث مرا ہے تو اس کا الزام بھی مجھ پر آتا ہے اور میری سونیا جیسی دوست کی موت کے باوجود تم یہودیوں کی وکالت کر رہی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر رونے لگی، کہنے لگی "میں کیا کروں؟ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میرا دل ایسا ہے کہ میں کسی کو برا نہیں سمجھتی چاہے وہ یہودی ہوں یا اور کوئی ہو۔ فرہاد! میرے دل کو سمجھو۔ میں بری نہیں ہوں اس لیے مجھے کوئی برا نہیں لگتا۔"

"یہ یہودی جو تمھیں دوست نظر آ رہے ہیں، اب تمھیں اور زیادہ دلدل میں لے جانے کے لیے امریکہ پہنچانے والے ہیں میں تمھیں ٹھوکریں کھانے سے اور دلدلوں میں دھنسنے سے نہیں روکوں گا۔ تمھاری تباہی کا تماشا دیکھتا رہوں گا لیکن احتیاطاً تمھیں بتا دوں کہ تمھیں امریکہ کیوں لے جایا جا رہا ہے۔"

وہ چپ چاپ بیٹھی اپنے دماغ میں میری سوچ کو سن رہی تھی۔ میں نے کہا "تاریخ بتاتی ہے کہ جب کولمبس نئی دنیا کی تلاش میں نکلا تو اس کے ساتھیوں میں پانچ یہودی تھے۔

ایک یہودی کا نام لوئیس ڈی توریز تھا۔ اسی یہودی نے سب سے پہلے امریکہ کی زمین پر قدم رکھا۔ پھر جانتی ہو کیا ہوا؟ برسال نامی دُوسرے یہودی نے کولمبس کو قید کر لیا۔ اس کولمبس کو جس نے امریکہ دریافت کیا۔ اس بے چارے کی باقی زندگی کا حصہ برسال کی قید میں بڑی ہی کسمپرسی کی حالت میں گزرا۔ نیویارک آریکہ کا ساحلی شہر ہے۔ یہودیوں نے اسے اپنا گڑھ بنایا یہ شہر اب بھی ان کا سب سے بڑا مرکز ہے ان کا خیال ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل نے جس ارضِ موعود کی خبر دی تھی وہ یہی زمین ہے۔ یہ لوگ نیویارک کو نیا یروشلم بھی کہتے ہیں۔"

"تم مجھے تاریخ کیوں پڑھا رہے ہو؟ میں تو....."

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "پہلے سن لو کہ یہودی کیا ہیں۔ جارج واشنگٹن کے دور میں یہودیوں کی تعداد صرف چار ہزار تھی۔ پچاس برس کے اندر اُن کی تعداد تینتیس لاکھ ہو گئی آج یہ لوگ صرف امریکہ میں ستر لاکھ سے زیادہ ہیں۔ کوئی بھی امیدوار اُن ہی کے ووٹوں سے اور اُن ہی کے سرمائے سے کامیابی حاصل کر کے امریکی صدر کا عہدہ حاصل کرتا ہے۔ اتنے بڑے ملک کا صدر بننے والا اُن کا احسان مند ہوتا ہے۔ اسی لیے اسرائیلی دھاندلیوں کے آگے بے بس ہوتا ہے اور اسرائیلی جارحیت اور مظالم سے چشم پوشی کرتا ہے۔ یہودیوں کی سب سے بڑی تنظیم کا ہیڈ کوارٹر امریکہ میں ہے اور تمھیں وہیں پہنچایا جائے گا۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ ہرگز نہیں جاؤں گی۔"

"وہ جس طرح جال بچھا کر تمھیں مجھ سے دُور لے گئے اسی طرح تمھیں امریکہ بھی پہنچا دیں گے۔"

"صرف مجھے الزام نہ دو۔ اپنی غلطیوں کو بھی مان لو کہ تم نے میرے بیٹے کو مجھ سے....."

"ہونہہ! میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں نے تمھارے بیٹے کو تم سے دور نہیں کیا تھا۔ میں نے دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے ایک فرضی پارس کو تمھاری گود میں دیا تھا اور تمھیں پاکستان لایا تھا۔ وہی فرضی پارس اب بھی تمھارے پاس ہے تمھارا اپنا بیٹا پارس....."

میں کہتے کہتے رک گیا، اس نے پوچھا۔ "ہاں بولو۔ رک کیوں گئے؟"

"کچھ نہیں تم اسے ہی اپنا بیٹا سمجھو جو تمھارے پاس ہے۔ اس کے آگے کچھ نہیں کہوں گا۔"

وہ فرضی پارس کے پاس گئی۔ اسے گود میں اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "دیکھو فرہاد! کوئی ایسی بات نہ کرو کہ مجھے اپنا یہ بیٹا اجنبی لگے۔ پرایا لگے۔ میں ماں ہوں۔ میری ممتا کو اصلی اور نقلی کے درمیان نہ الجھاؤ۔"

"میں ایسی باتیں نہیں کروں گا، سچائی بیان نہیں کروں گا تو تم مجھے بیٹے سے الگ کرنے کا الزام دیتی رہو گی۔ میری مجبوریوں کو تم نے کبھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر ایک اں دائی مرلیتہ بن گئی ہو تو باپ کا فرض ہوتا ہے کہ وہ بیٹے کو دشمنوں سے دور رکھے اور ایسی پناہ گاہ میں پہنچا دے جہاں دشمن کا سایہ بھی نہ پہنچ سکے۔ میں نے اپنا فرض ادا کیا اور تم اسے دشمنی سمجھ رہی ہو۔ بہرحال یہ تمھارے نصیب میں تم یہودیوں کی دلدل میں دھنستی جاؤ۔"

"فرہاد! ابھی نہ جاؤ پہلے میری بات سن لو۔"

"سن رہا ہوں۔"

"اگر میں فرض کر لوں کہ غلطی پر رہوں تو....."

"میں فرض نہیں کر سکتا۔ تم سراسر غلطی پر رہو اور مسلسل حماقتیں کر رہی ہو۔"

"چلو یہی سہی۔ میں حماقتیں کر رہی ہوں تو ایک دن مجھے اس کا احساس ہو گا۔ میں پچھتاؤں گی تو اس وقت کیا تمھیں مسرت نہیں ہو گی؟ آخر میں تمھاری بیوی ہوں۔ تمھارے بچے کی ماں ہوں، یہ میرا حق ہے کہ میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں اور تمھیں آواز دوں تو تمھارا فرض ہے کہ میری مدد کرو۔"

"اگر اس وقت تک حالات ایسے رہے کہ میں تمھاری مدد کر سکا تو ضرور کروں گا۔ اب تو تم یہودیوں کے گڑھ میں جا رہی ہو۔"

"مجھے گڑھے میں گرنے سے بچاؤ، کوئی مشورہ دو۔"

میں چند لمحوں تک خاموش رہا۔ اس نے پھر آواز دی۔ میں نے کہا۔ "میں سوچ رہا تھا تمھیں کون سا مناسب مشورہ دوں ایک بات بہت اہم ہے غور سے سنو۔ دشمنوں کو اس بات سے دلچسپی نہیں ہے کہ تمھارا نام رمونتی ہے یا تم ایک حسین عورت ہو۔ ساری دلچسپی تمھاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ابھی تم دماغی طور پر ذرا سی کمزور ہو یہ تمھیں ایک آدھ دن ضرور مجبور کریں گے کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دوبارہ حاصل کرو۔"

"وہ تو اب بھی مجھے کہتے ہیں، میں نے کہہ دیا ہے کہ جب تک مجھ سے میرے شوہر نہیں ملیں گے میرا دل کسی کام میں نہیں لگے گا میں کچھ نہیں کروں گی۔"

"بس یہی دانش مندی ہے۔ تم انکار کرتی رہو۔ یہی بہانے کرتی رہو۔ اسی میں تمھاری سلامتی ہے۔ ورنہ یاد رکھو، اگر تم نے مشقیں شروع کر دیں اور اس صلاحیت کو دوبارہ حاصل نہ کر سکیں تو وہ پلک جھپکتے ہی تمھیں اس معصوم فرضی پارس کے

ساتھ ختم کر ڈالیں گے۔"

"اگر میں دوبارہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کر لوں تو کیا نقصان ہے؟ اس طرح میں سمجھتی ہوں، جب چاہوں گی تم سے رابطہ قائم کر سکوں گی۔"

"اوّل تو میں اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں۔ جیسے ہی تم آؤ گی میں دماغ کے دروازے بند کر دوں گا۔ لیکن سب سے اہم بات سن لو۔ بابا فرید واسلی صاحب نے اپنی وفات سے قبل پیش گوئی کی تھی کہ تم کبھی اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت حاصل نہیں کر سکو گی۔ اگر تمھیں ان کی پیش گوئی پر اعتماد نہ ہو تو چپ چاپ ایسی مشقیں کر کے آزما لینا لیکن ان مشقوں کا علم تمھارے یہودی دوستوں کو نہ ہو ورنہ وہی ہو گا جو میں کہہ چکا ہوں۔"

وہ تھکے ہوئے انداز میں بیٹھ گئی۔ نقلی پارس کو اس کے کاٹ میں ڈال دیا۔ پھر سر پکڑ کر بولی۔ "میں کچھ نہیں چاہتی۔ مجھے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کرنے کا شوق بھی نہیں رہا۔ میں صرف تمھیں چاہتی ہوں اور اپنے بیٹے کو۔ میرا بیٹا مل گیا ہے تم بھی مل جاؤ۔ اس کے بعد تم مجھے مرنے کے لیے کہو گے تو تمھارے سامنے جان دے دوں گی۔ مجھے یہاں سے کسی طرح نکال لو۔ چپ چاپ اپنے ساتھ کہیں دُور لے چلو۔"

"جیسے جال میں پھنس چکی ہو۔ وہاں سے نکالنا اتنا آسان نہیں ہے۔ میں تمھیں اپنے پاس لاؤں گا تو تمھارے پیچھے پیچھے دشمن بھی چلے آئیں گے۔ یہاں سے نکلنا بھی آسان نہیں ہے۔ میں رہوں گا، تم رہو گی ایک بچہ لے کے گا تو دشمن کہیں بھی ہمیں پہچان لیں گے چاہے ہم کسی بھی روپ میں رہیں۔"

"ہم اس ملک سے باہر چلے جائیں گے۔ یہ لوگ مجھے جانے نہیں روکیں گے۔ ابھی جانا چاہوں تو مجھے بچے کے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں گے۔ بس اتنا بتا دو، میں یہاں سے نکلوں گی تو تم مجھے کہاں مل سکو گے؟"

"میں احمق نہیں ہوں۔ تم بڑی معصومیت سے پوچھ رہی ہو مگر جہاں ملوں گا تم سے پہلے تمھارے یہودی دوست ملیں گے۔"

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا، بچے کے بغیر تمھارے ساتھ رہوں گی تو ادھوری رہوں گی اور تمھارے بغیر بچے کے ساتھ رہوں گی تب بھی مکمل نہیں رہوں گی۔ تم دونوں ہی مل کر مجھے مکمل کر سکتے ہو اور میں اپنی تکمیل کے لیے تمھارے پاس پہنچنا چاہتی ہوں، خواہ اس کے لیے مجھے کتنی ہی کٹھنائیاں کیوں نہ اٹھانی پڑیں۔ میں نے سوچا ہے، میں بچے کو لے کر یہاں سے نکل جاؤں گی اور بھٹکتی رہوں گی چاہے اس ملک میں یا اس ملک سے باہر مگر کہیں نہیں جاؤں گی۔ اور اس وقت تک بھٹکتی رہوں گی۔ جب تک تمھیں یقین نہ ہو جائے کہ مجھ سے ملو گے تو دشمن تمھارے پاس نہیں پہنچ سکیں گے پھر ہم ہمیشہ کے لیے ایک ہو جائیں گے۔"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ بچے کو لے کر کہاں جاؤ گی، کتنی دور تک جا سکو گی، دن کہاں بسر کرو گی، رات کہاں گزارو گی؟"

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ میں تمھاری خاطر بھٹکتی رہوں گی۔ اسے اپنے لیے سزا سمجھتی رہوں گی۔ ایک دن، دو دن، ایک مہینہ، دو مہینے، ایک سال، دو سال تم مجھے بھٹکنے کا تماشا دیکھتے رہو گے۔ جب مجھ پر ترس آئے اور رحم کرنے کا دل چاہے مجھے معاف کرنا چاہو تو مجھ سے آ کر مل لینا۔"

"تم میرے دشمنوں کی پناہ میں ہو۔ تاہم وقتی طور پر محفوظ ہو۔ وہاں سے تنہا بچے کو لے کر نکلنے کی حماقت نہ کرنا۔ ورنہ میری پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔ مجھے بار بار تمھاری طرف دھیان دینا پڑے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "کسی بھی محبت کرنے والی بیوی کے دل میں جھانک کر دیکھ لو، وہ یہی چاہتی ہے کہ اس کا شوہر ہر اس کی طرف بار بار دھیان دیتا رہے۔ اگر میرے یہاں سے نکلنے کے بعد تم میری طرف توجہ دیتے رہو گے تو میں ساری زندگی شہر، جنگل جنگل، صحرا صحرا بھٹکنے کو تیار ہوں اور میں ایسا کروں گی۔"

"جذبات میں آنے سے پہلے اچھی طرح سوچو۔ اگر دشمنوں نے تمھارے آس پاس جال بچھایا، کوئی ایسی چال چلی کہ مجھے پھانسنے کے لیے، تمھارے قریب لانے کے لیے تمھیں کسی مصیبت میں مبتلا کر دیا اور میں واقعی سامنے آنے پر مجبور ہو گیا تو ان کی مرادیں بر آئیں گی۔ اگر تم محبت کرنے والی بیوی ہو تو اپنے شوہر کو اپنی حماقتوں سے مصیبت میں مبتلا نہ کرو۔ میں بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھنا، دشمنوں کو اس کی خبر نہ ہو کہ میں نے تم سے دماغی رابطہ قائم کیا تھا۔"

کیسٹو میک اپ کا سامان، ضروری کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ لے آیا تھا۔ جس شخص کی تصویر اور ماسک میرے پاس پہنچایا گیا تھا میں نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ پتہ چلا وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ میں نے اجنبیت رابطہ قائم کیا، کہا۔ "آپ کا بھیجا ہوا تمام سامان مل گیا ہے کیا یہ شخص جس کا نام وکٹر ہیگ ہے مر چکا ہے؟"

"جی ہاں۔ یہ مر چکا ہے اس کی ہسٹری شیٹ میں نے آپ کے پاس بھیج دی ہے۔ یہ کمیونسٹ گوریلا تھا۔ دو دن پہلے۔"

گیا۔ اس کے ملنے جلنے والوں کی آوازیں میرے پاس ریکارڈ کی ہوئی تھیں۔ وہ کیسٹ بھی آپ کے پاس بھیج دیا ہے۔ یہ ایک ہوسٹل میں رہتا تھا۔"

"میں یہ سب اس کی میٹری شیٹ سے معلوم کروں گا۔ آپ سے دُوسری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمایئے۔ حکم دیجیے۔"

میں نے اُسے رسونتی کے متعلق بتایا۔ تمام باتیں سننے کے بعد ایجلو نے کہا۔ "اگر مادام رسونتی وہاں سے بے مقصد نکل جائیں گی، اور بچے کے ساتھ بھٹکتی رہیں گی تو ہم سب کے لیے پرابلم بن جائیں گی۔"

"میں چاہتا ہوں آپ اپنے آدمیوں سے رسونتی کی نگرانی کرائیں۔"

آپ کے کہنے سے پہلے ہی میرے آدمی اس بنگلے کی نگرانی دِن رات کرتے رہتے ہیں۔ اپنی ڈیوٹیاں بدلتے رہتے ہیں۔ میں جس قدر آپ کو چاہتا ہُوں اسی قدر مادام رسونتی کو بھی۔ وہ آپ کی شریکِ حیات ہیں، آپ کے بچے کی ماں ہیں۔ اُن کی حفاظت بھی میری ذمہ داری ہے۔ میں نے سوچا اگر وہاں سے مادام کو کہیں منتقل کیا جائے گا۔ تو میرے آدمیوں کو اس کی خبر ہو جائے گی۔ اس طرح ہم باخبر رہیں گے۔"

"بعض اوقات رسونتی بڑی حماقتیں کرتی ہے۔ اگر وہ اچانک بچے کو لے کر وہاں سے نکلے گی تو آپ کیا کریں گے؟"

"میں نگرانی کرنے والوں کی تعداد بڑھا دُوں گا۔ میرے آدمی اُن کے ساتھ سائے کی طرح لگے رہیں گے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کہاں بھٹکتی رہیں گی؟ کہیں اُن کا کھٹکا نا تو ہونا چاہیے۔ کھانا پینا، سونا، بیٹھنا یہ سب کہاں ہوگا؟ وہ آخر ایک عورت ہیں۔ جوان اور حسین ہیں۔ نہ جانے کتنے بدمعاش ان کے پیچھے پڑ جائیں۔"

"آپ صرف حفاظتی انتظامات کریں، اپنے لوگوں کو رسونتی کے ساتھ سائے کی طرح لگائے رکھیں۔ میں باقی معاملات رنگون کے ماسٹر سے طے کرتا ہُوں۔ اگر کہیں رسونتی کو ٹھکانا بنانا ہو۔ کہیں کھانا پینا ہو یا سونے کا وقت گزارنا ہو تو وہ تمام ذمے داری ماسٹر کی ہوگی۔"

میں اس سے رخصت ہو کر اپنی جگہ حاضر ہُوا اور وکٹر ہیگ کی ہسٹری شیٹ پڑھنے لگا۔ اس دوران میں نے اپنے چہرے پر وہ ماسک چڑھایا۔ ماسک بڑی خوبصورتی سے بنایا گیا تھا۔ بالکل نیچرل لگ رہا تھا۔ وکٹر کی وہ تمام تصویریں جو مختلف زاویوں سے اتاری گئی تھیں میرے سامنے آئینے کے پاس رکھی ہوئی تھیں۔ میں انھیں دیکھ کر اس ماسک کو فنشنگ ٹچ دے رہا تھا۔ میک اَپ کے ذریعے رہی سہی کسر پوری کر رہا تھا۔

وہ ایک خوبصورت جوان تھا۔ کیمونسٹ گوریلا تھا۔ یہاں کے مینیز ہوسٹل میں رہتا تھا۔ دو دن، چار دن اور کبھی ہفتے دو ہفتے کے لیے غائب ہو جاتا تھا۔ گوریلا فائٹر ایک دوسرے سے کس طرح متعارف ہوتے تھے؟ اپنے پارٹی لیڈر سے کس طرح رابطہ قائم کرتے تھے، یہ ساری باتیں میٹری شیٹ میں لکھی ہوئی تھیں۔ ان فائیٹروں میں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی تھیں۔ کچھ دِنوں پہلے پومی بھی ان کی ایک کامریڈ تھی۔ ان کے لیے بڑے حیرت انگیز کارنامے انجام دیتی تھی۔

میں نے ایجلو کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا منجالی کو کامریڈ بنایا جا سکتا ہے تاکہ وہ میرے ساتھ ہوسٹل میں رہ سکے؟"

ایجلو نے ذرا سوچنے کے بعد کہا۔ "کسی بھی لڑکی یا عورت کو کامریڈ بنایا جا سکتا ہے مگر منجالی کے سلسلے میں مشکلات پیش آئیں گی۔ وہ اپنے رنگ کی وجہ سے نیگرو افریقی لگتی ہیں۔ گوریلا فورس میں اُن کی موجودگی عجیب سی لگے گی۔ آپ انھیں گرل فرینڈ بنا کر ہوسٹل میں رکھ سکتے ہیں۔ گوریلوں کی گرل فرینڈ ان کے ساتھ ہی رہتی ہیں۔"

منجالی میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "تم ابھی تک ہوٹل کے کمرے میں ہو۔ تم تو کسی دشمن کے پتے تک پہنچنا چاہتی تھیں؟"

"میں جانے کے لیے باہر نکل رہی تھی لیکن بار میں ایک ایسا شخص نظر آیا جسے میں قاہرہ میں دیکھ چکی ہوں۔ وہ یہودی ہے۔ اس کا نام ٹونی ہیکر ہے۔"

"کتنی دیر پہلے اسے بار میں دیکھا تھا؟"

"یہی کوئی بیس منٹ پہلے۔"

"یقیناً وہ ابھی پی رہا ہوگا۔ تم وہاں جاؤ اور مجھے اس کے متعلق بتاتی جاؤ۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اپنے کمرے سے نکل کر دروازے کو لاک کرتے ہوئے بولی۔ "وہ اسرائیل سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ دو برس پہلے مصری حکومت کا ایک اہم راز چُرانے آیا تھا۔ ہم بھی اسی تاک میں تھے لیکن ہم دیکھتے رہ گئے اور یہ اپنا کام کر گیا۔ بہت چالاک ہے۔ اعلیٰ بی بی نے بتایا تھا کہ یہ دور ہی دور سے اپنے ماتحتوں کو سپروائز کر رہا ہے۔ اور خود چھپ کر سارے معاملات پر اور اپنے مخالفوں پر نظر رکھتا ہے۔"

وہ سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی اور زینے سے اترتے ہوئے گراؤنڈ فلور کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ٹونی ہیکر نے قاہرہ میں تمھیں دیکھا تھا؟"

"میں اس کے سامنے کبھی نہیں گئی۔ میں نے اس کی تصویر دیکھی تھی۔ پھر ایک جگہ اس کی جھلک دیکھی۔ اب تک مجھے یاد ہے۔"

"یہ اتفاق ہے اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ تم ایک اہم آدمی کے قریب پہنچ گئی ہو۔ یقیناً یہ ساری یہودی تنظیم کو یہاں کنٹرول کر رہا ہوگا اور اپنے جاسوس ماتحتوں کو میرے خلاف سرگرم عمل رکھ رہا ہوگا۔ اس کا طریقۂ کار کیا ہے، یہ ہم رفتہ رفتہ معلوم کریں گے۔ تم جلد بازی نہ کرنا۔ اس سے گفتگو بھی نہ کرنا۔ چپ چاپ کاؤنٹر پر جاؤ اور کسی نشے کی عادی لڑکی کی طرح پینا شروع کر دو۔ ظاہر ہے کہ شراب تمھارے لیے پانی ہے اور تمھارے اوپر کوئی منفی اثر ہونے کا امکان نہیں ہے۔"

وہ بار میں پہنچ گئی۔ جب شام کا اندھیرا چھانے لگتا ہے، تب پینے والوں کو لطف حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت اچھی خاصی روشنی تھی۔ شام ابھی دور تھی۔ اس لیے بار میں زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔

منجالی نے اندر قدم رکھتے ہوئے یوں چاروں طرف سرسری نظر ڈالی جیسے اپنے بیٹھنے کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کر رہی ہو۔ اِکا دُکا پینے والے میزوں پر نظر آ رہے تھے۔ دو یورپین کاؤنٹر کے پاس والے اونچے اسٹول پر بیٹھے تھے۔ ان میں ایک ٹونی ہیکر تھا۔ منجالی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کاؤنٹر کے پاس آئی۔ اپنے پرس کو وہاں رکھا۔ پھر کاؤنٹر کی سطح پر ہاتھ مار کر کہا۔ "ٹوئن پیگ۔ ون فارمی اینڈ ون فار مائی لَور۔۔۔"

ایسا کہتے ہوئے وہ اونچے سے اسٹول پر بیٹھ گئی۔ بارکیپر نے اس کے لیے دو پیگ بناتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔ "میڈم! آپ کے وہ لَور (محبوب) کہاں ہیں؟"

اس نے اپنے سینے پر انگلی رکھ کر کہا۔ "میرے اندر ہے۔"

ٹونی ہیکر نے چونک کر کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔ بے شک منجالی نفسیات کو سمجھتی تھی۔ اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ کسی کو اپنے اندر کہنے سے دھیان فرہاد کی طرف بھی جائے گا کیوں کہ محبوب ہمیشہ دل میں ہوتا ہے اور فرہاد دماغ میں آتا ہے۔

منجالی اس سے تقریباً دو گز کے فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ ضرور اس کی کشش محسوس کر رہا ہوگا۔ یہ میں اپنے تجربے سے کہہ سکتا ہوں اور ایسا منجالی کے ساتھ ہوتا آیا ہے۔۔۔ سبھی اسے حیرانی سے مگر خاموشی سے دیکھتے تھے اور سوچتے تھے کہ یہ کیسی لڑکی ہے جو انجانے طور پر اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔

اس کے سامنے شیشے کے دو نازک سے جام رکھ دیے گئے۔ اس نے ایک جام کو اٹھایا پھر ایک ہی سانس میں حلق سے اُتار لیا۔ ٹونی ہیکر نے پھر اسے کن انکھیوں سے دیکھا۔ اس عمر کی کوئی لڑکی ایسی عادی نہیں ہوتی کہ وہ سکی کا ایک پیگ اٹھا کر فوراً ہی حلق سے اتار لے۔ یہ بات دوسری ہے کہ ہیروئن اور چرس جیسا خشک نشہ کرنے والی لڑکیاں وہسکی کو خاطر میں نہ لاتی ہوں۔ منجالی نے دوسرے جام کی شراب خالی جام میں انڈیلی۔ پھر اسے اٹھا کر بارکیپر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے مسٹر اِسنو! میں کالی ہوں مگر مجھے دیکھ کر لوگ عاشق بن جاتے ہیں۔ پھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ میں کالی بن کر کیوں پیدا ہوئی۔ آہ! میرے محبوب تو کہاں ہے؟ ہاں ہاں میرے اندر ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے دوسرے جام کو ہونٹوں سے لگایا اور اسے بھی حلق سے نیچے اتار لیا۔ پھر اس نے دوسرے جام کو بارکیپر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ون مور۔"

جس جام کو اس نے ہونٹوں سے لگایا تھا، اس کو اپنے پاس ہی بائیں ہاتھ میں تھام کر رکھا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "اس کا کیا کرو گی۔ یہ جام تھالیے منہ سے لگ کر زہریلا ہو چکا ہے۔ واپس جائے گا تو کیا ہوگا؟"

"یہ واپس نہیں جائے گا۔ میں مدہوشی کی ایکٹنگ کرنے کے دوران اسے توڑ ڈالوں گی۔"

میں مسکرا کر رہ گیا۔ اُدھر ٹونی ہیکر اپنے جام کو منہ لگا کر پینے کے بعد ہولے ہولے بڑبڑا رہا تھا۔ منجالی فرانسیسی زبان سمجھتی تھی۔ میں اس کے دماغ سے ترجمہ سمجھ رہا تھا۔ وہ نشے کی حالت میں سر جھکائے بول رہا تھا۔ "میرے قریب ایک نیگرو لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ اس پر کڑی نظر رکھو اور معلوم کرو۔ کہاں سے آئی ہے؟ اور کون ہے؟"

افسوس میں فرانسیسی زبان کے الفاظ اپنی گرفت میں نہیں لے سکا تھا۔ اس لیے اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکا۔ اس کا جام خالی ہو گیا تھا۔ اس نے دوسرے پیگ کی فرمائش کی۔ بار والے نے قریب آ کر اس کے جام میں ایک پیگ کے برابر وہسکی انڈیلی۔ میں نے بار والے کی زبان سے کہا۔ "مسٹر! یہ لڑکی کچھ عجیب سی ہے۔ کتنی تیزی سے پی رہی ہے؟"

ادھر میں نے منجالی کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "وہ جو کہہ رہا ہے اس کا جواب دو۔"

منجالی نے اسے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یو مسٹر! تم اس آدمی سے کیا کہہ رہے ہو۔ میں کچھ عجیب سی لگتی ہوں۔ اے میرے کان بہت تیز ہیں۔ تم سمجھتے کیا ہو۔ یہاں تمھارے بار کی تمام تولیں پی جاؤں، تب بھی نارمل رہوں گی۔ مجھ پر نشہ غالب نہیں آ سکتا۔ ہے کوئی شرط لگانے والا؟"

یہ کہہ کر اس نے میز پر ہاتھ مارا۔ اس بار ٹونی ہیکر نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم نے ابھی تین پیگ پیے ہیں اور کتنے پیگ کے بعد شرط لگاؤ گی؟"

"تم جتنا کہو۔"

"ایک پیگ اور پی لو۔ آئندہ پانچویں پیگ سے میں ہر پیگ کی قیمت ادا کروں گا۔ اگر تم نے دس پیگ پی لیے تو میں تمہیں ایک ہزار ڈالر انعام دوں گا۔"

منجالی نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ڈن؟"

ٹونی بیکر نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "ڈن۔"

اس وقت تک میں ٹونی بیکر کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ وہ منجالی کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی حرارت محسوس کر رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم ہپناٹائز ہو؟"

منجالی نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "اس سنگدل نے مجھے بیمار بنا ڈالا ہے۔ مجھے تیز بخار تھا۔ میں نے سوچا۔ ایسی حالت میں وہسکی پیوں گی تو شاید اور گرمی بڑھے اور میں اس آگ میں جل کر مر جاؤں۔ اس کے بعد شاید وہ میری موت پر آنسو بہانے آجائے۔"

ٹونی بیکر نے بار والے سے کہا۔ "وہسکی مت دو۔ میں اپنی شرط واپس لیتا ہوں۔" پھر اس نے منجالی سے کہا۔ "چلو میں تمہیں گھر پہنچا دوں۔"

"میں یہاں اجنبی ہوں۔ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ میں اسی ہوٹل کے کمرہ نمبر بتیس میں ٹھہری ہوئی ہوں۔"

ٹونی بیکر نے منجالی کے بازو کو تھام لیا۔ منجالی نے اپنے پرس کو اٹھا لیا۔ ٹونی بیکر نے اس کے پرس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "نہیں، بل میری طرف سے ادا ہو جائے گا۔ چلو۔"

اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کے دوران اپنے چھوٹے جام کو فرش پر گرا دیا۔ شیشے کا نازک سا جام چکنا چور ہو گیا۔ وہ ٹونی بیکر کا سہارا لے کر چلنے لگی۔ یوں لڑکھڑانے لگی۔ جیسے عشق کا بخار غالب آ رہا ہو۔ ادھر میرا میک اَپ مکمل ہو چکا تھا۔ میں نے قد آدم آئینے کے سامنے ہر زاویے سے اپنا جائزہ لیا۔ ہر زاویے سے وکٹر ہیگ نظر آ رہا تھا۔

میں نے کیشو سے کہا۔ وکٹر کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی جتنی چیزیں ہیں۔ یہاں سے لے چلو۔ اب ان کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ضروری معلومات ذہن نشین کر لی ہیں۔ صرف اس کے ضروری کاغذات میرے پاس رہیں گے۔"

ہم باہر آ کر کار میں بیٹھ گئے۔ پھر میں نے منجالی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اس وقت وہ یوں آنکھیں بند کیے پڑی تھی جیسے بے ہوش ہو گئی ہو۔ میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "ٹونی بیکر نے مجھے میرے کمرے میں بستر پر لا کر لٹا دیا تھا اور میرے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا تھا۔ میں یوں ظاہر کرتی رہی جیسے اس کے رحم و کرم پر ہوں۔ وہ میرے قریب آیا۔ اتنا تو میں سمجھ رہی تھی کہ اس کی نیت بری نہیں ہے۔ اس نے قریب آ کر میرے سر کو سہلایا۔ پھر میرے بازو پر ہاتھ رکھا۔ اچانک ہی مجھے سوئی چبھنے کا احساس ہوا۔"

"کیا تمہیں اس انجکشن کا کوئی ردِعمل محسوس ہوا؟"

"کچھ بھی نہیں۔ اگر وہ زہریلا انجیکٹ کرتا تو میں کسی حد تک محسوس کر لیتی۔ شاید اس نے بے ہوشی کی دوا میری رگوں میں پہنچائی ہے۔ یہ میرے لیے بالکل ہی بے اثر اور بے معنی ہے پھر بھی میں نے احتیاطاً آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ وہ کیا کر رہا ہے۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ منجالی کے بیگ کی تلاشی لے رہا تھا۔ ایک ایک چیز نکال کر دیکھ رہا تھا۔ ان میں اس کا پاسپورٹ اور سیاحت کے ضروری کاغذات رکھے تھے۔ پاسپورٹ کے ذریعے اسے معلوم ہوا کہ وہ پرسوں، ی یہاں پہنچی ہے۔

کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے ٹونی بیکر شبے میں مبتلا ہوتا۔ اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر لاکٹ کو دبایا پھر بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔ "ریسپشن کاؤنٹر پر جاؤ اور معلوم کرو، مس منجالی اس ہوٹل میں قیام کرنے کے لیے کس دن اور کس وقت آئی تھی؟"

یہ کہہ کر اس نے لاکٹ کو بھر دبایا۔ اس کے بعد منجالی کے تمام کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ کو بیگ میں واپس رکھ دیا۔ اس کے بیگ میں صرف دو سو ڈالر تھے۔ اس نے سوچا۔ یہ ترقی دارالسلام سے اتنی دور آئی ہے اور صرف دو سو ڈالر اس کے پاس ہیں۔ آخر یہ اپنے ساتھ کتنی رقم لے کر آئی ہو گی۔ اگر کچھ زیادہ لائی ہو گی تو ہوٹل میں رہنے اور کھانے پینے کے سلسلے میں خرچ کیے ہوں گے۔ یہ تو یہاں سے واپس بھی نہیں جا سکے گی۔"

اس نے منجالی کے قریب آ کر اس کو غور سے دیکھا۔ میں نے منجالی کے دماغ میں کہا۔ "بے فکر رہو۔ میں موجود ہوں۔"

پھر میں ٹونی بیکر کے اندر پہنچ گیا۔ اب وہ منجالی کے موزے اور جوتے اتار کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اس کے جسم کو لباس کے اوپر سے ہی اوپر ٹٹول کر اطمینان کیا۔ اس کا شبہ غلط ثابت ہو رہا تھا۔ منجالی ایک عام سی بے ضرر لڑکی ثابت ہو رہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک کمرے میں کھڑا رہا۔ چاروں طرف دیواروں کو دیکھتا رہا۔ پھر چھت کو گھورنے لگا۔ وہ بہت ہی محتاط اور ذہین تھا۔ سراغرسانی کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کرتا تھا۔ اس نے فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر جھک کر پلنگ کے نیچے دیکھنے لگا۔ وہاں بھی اسے اطمینان ہوا۔ تب وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ہمدردی سے منجالی کی طرف دیکھا۔ اسے یاد آیا کہ اس نے پینے کے سلسلے میں ایک ہزار ڈالر کی شرط لگائی تھی اور یہ شرط خود ہی ختم کر دی تھی۔

یہ یاد آتے ہی اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ نوٹوں کی گڈیاں نکالیں۔ ان میں سے سو سو ڈالر کے بیس نوٹ نکالے یعنی دو ہزار ڈالر الگ کر کے اسے منجالی کے بیگ میں ڈال دیا۔ اس کی زپ لگائی۔ اطمینان سے چلتا ہوا کمرے کے باہر آیا پھر دروازے کو بند کر دیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "لڑکی اچھی پُرکشش ہے۔ اس پر دل آتا ہے لیکن مجھے محتاط رہنا چاہیے۔ شراب اس قدر پیتا ہوں کہ نشہ نہ ہو۔ صرف موڈ میں آ سکوں۔ عورت سے اس حد تک دوستی کرتا ہوں کہ باتیں کروں، دل بہلاؤں۔ وقت گزاروں اور الگ ہو جاؤں۔ شراب اور شباب' دو ایسی چیزیں ہیں جن سے ایک سراغرساں کو ہمیشہ دور رہنا چاہیے۔"

منجالی ہوٹل کے سیکنڈ فلور پر تھی اور فرسٹ فلور پر ٹونی بیکر کا کمرہ تھا۔ جب وہ فرسٹ فلور کے کوریڈور سے گزرنے لگا تو ایک شخص نے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "وہ لڑکی آج دوپہر کو پندرہ منٹ پر اس ہوٹل میں آئی تھی۔"

"معلوم کرو۔ اس سے پہلے کہاں تھی؟"

یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھولنے لگا۔ اس کے ساتھ والا آگے بڑھ گیا۔ میں نے اینجلو کے پاس پہنچ کر کہا۔ "منجالی پرسوں یہاں آئی تھی۔ میں چاہتا ہوں۔ پرسوں سے آج دن کے بارہ بجے تک کسی ہوٹل میں اس کی رہائش کا ریکارڈ ہو۔"

"ہماری تنظیم کا ایک چار منزلہ ہوٹل ہے۔ اس کا نام ڈونا ہوٹل ہے۔ وہاں منجالی کے سلسلے میں اندراج ہو جائے گا۔"

میں نے منجالی کے پاس پہنچ کر اسے یہ باتیں سمجھا دیں۔ اس نے پوچھا۔ "میں کب تک آنکھیں بند کیے پڑی رہوں گی۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس نے بے ہوشی کا جو انجکشن لگایا ہے، اس کا اثر کب تک زائل ہو گا؟"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں ٹونی بیکر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنا بریف کیس لے کر کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ اس نے دروازے کو لاک کیا پھر زینے سے اترتے ہوئے جانے لگا۔ میں اس کے دماغ کے تہ خانے میں پہنچ کر معلوم کر رہا تھا۔ پتہ چلا، اس انجکشن کا اثر تقریباً دو گھنٹے تک رہے گا۔ دو گھنٹے بعد وہ ہوش میں آ جائے گی۔

میں نے یہ بات منجالی کو بتا دی۔ پھر واپس ٹونی بیکر کے پاس آ گیا۔ اب وہ پارکنگ ایریا میں پہنچ کر ایک کار میں بیٹھ گیا تھا۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالنے کے بعد دروازے کو بند کیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے پارکنگ ایریا سے نکل کر مین روڈ پر آ گیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی، وہ اپنے خاص آدمیوں سے رابطہ قائم کرنے والا ہے۔ تھوڑی دور ڈرائیو کرتے رہنے کے بعد وہ ایسے راستوں سے گزرنے لگا جہاں نسبتاً کم ٹریفک تھی۔ پھر اس نے ڈیش بورڈ کے نیچے ایک ہاتھ لے جا کر کسی بٹن کو دبایا۔ اس کے ساتھ ہی ڈیش بورڈ میں حرکت پیدا ہوئی۔ تقریباً ڈھائی فٹ کا ڈیش بورڈ ایک طرف سرکل میں گھومنے لگا۔ پہلے جو ڈیش بورڈ کے خانے نظر آ رہے تھے، اب وہ الٹ کر پیچھے کی طرف چلے گئے تھے۔ سامنے کی طرف ریڈیو ٹرانسمیٹر ظاہر ہو رہا تھا۔

وہ ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ کوڈ ورڈز کے ذریعے کسی کو مخاطب کیا۔ پھر جواب سننے لگا۔ دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا۔ "سب ٹھیک ہے۔ ابھی تک اس کی طرف سے کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، وہ اپنی خفیہ پناہ گاہ سے نکلنا نہیں چاہتا ہے اور اسے ضرورت بھی کیا ہے۔ کم بخت ایک جگہ بیٹھے بیٹھے سارے جہاں کی معلومات حاصل کرتا رہتا ہے۔"

ٹونی بیکر نے کہا۔ "سانپ کو باہر نکالنے کے لیے بل کے سامنے آگ جلانی پڑتی ہے۔"

"میں آگ جلا رہا ہوں۔ آج رسونتی نے اپنا ارادہ ظاہر کیا ہے کہ وہ بچے کو لے کر وہاں سے نکل پڑے گی اور فرہاد کو تلاش کرتی رہے گی۔ اسے ایسا کرنے کی آزادی دی جائے گی۔ فرہاد کہیں نہ کہیں اس سے ضرور ملے گا۔"

"رسونتی کے دماغ میں اچانک یہ خیال کیوں پیدا ہوا۔ کیا وہ امریکہ جانے سے انکار کر رہی ہے؟"

"ہاں، انکار کر رہی ہے۔ یقیناً فرہاد اس سے دماغی رابطہ قائم کرتا ہے اور وہ شوہر پرست بیوی' اسے ہم لوگوں سے چھپا رہی ہے۔"

"رسونتی کے دماغ میں چھپی ہوئی باتوں کو معلوم کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہماری تنظیم میں ہپناٹزم کا ماہر موجود ہے۔ اس سے کام لیا جائے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"سوچنے میں وقت ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ اس پر فوراً عمل کیا جائے۔ ہپناٹسٹ کو رسونتی کے پاس بھیجا جائے۔"

"ابھی اسے روانہ کیا جا رہا ہے۔"

میں سوچنے لگا۔ ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ سیدھی سی بات تھی۔ میں ہپناٹزم کرنے والے کو رسونتی کے

دماغ میں پہنچ کر روک سکتا تھا یا رسونتی کو اس بات سے آگاہ کر سکتا تھا لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ رسونتی ہپناٹائز کرنے والے کی معمولہ بننے کے بعد میری باتیں بھول جاتی۔ دوسری بات یہ کہ دشمنوں کو میری عدم موجودگی کا یقین ہونا چاہیے تھا۔ انھیں عمل کرنے کا موقع دینا زیادہ مناسب تھا۔ اس طرح انھیں یقین ہو جاتا کہ فرہاد رسونتی کے پاس نہیں آتا ہے۔ باقی عمل کے دوران جو کچھ ہو گا۔ اس سے میں نمٹ لوں گا۔

سوچنے کے دوران میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا تھا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ میں کیشو کے ساتھ کار میں بیٹھ کر سفر کر رہا ہوں۔ میں نے چونک کر پوچھا "تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"آپ نے مجھے کچھ نہیں کہا ہے اس لیے میں مختلف سڑکوں پر کار دوڑا رہا ہوں۔ جہاں حکم ہو گا، وہاں روک دوں گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "واقعی میں کہنا بھول گیا تھا۔ کہ کہاں جانا ہے اور اب جہاں جانا تھا، وہاں بھی جانا مناسب نہیں ہے۔"

"آپ کہاں جانا چاہتے تھے؟"

"منجالی کے پاس اسی ہوٹل میں جہاں تم نے اسے چھوڑا تھا۔ میں اس کے پاس دو گھنٹے بعد جاؤں گا۔ فی الحال کسی اسنیک بار کے سامنے گاڑی روکو اور مجھے ایک کپ چائے پلاؤ۔"

میں پھر ٹونی بیکر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کا ٹرانسمیٹر آن تھا۔ گاڑی ایک طرف دوڑتی جا رہی تھی۔ ٹرانسمیٹر سے اب کسی دوسرے شخص کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میرا مشورہ ہے، رسونتی کو نیویارک بھیج دیا جائے اور مسٹر بیکر تمھیں اس بات پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔"

ٹونی بیکر نے سخت لہجے میں کہا "یہاں کا تمام آپریشن میرے اشاروں پر ہو گا۔ اگر میرے حکم کے خلاف کسی نے کوئی قدم اٹھایا تو میں خود کو دودھ ڈاکر لوں گا اور یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"آپ تو ناراض ہو رہے ہیں۔ آخر آپ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ رسونتی بچے کو لے کر اپنی پناہ گاہ سے نکل جائے اور شہر میں بھٹکتی رہے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ فرہاد اپنی بیوی کو یوں دربدر نہیں بھٹکنے دے گا۔ وہ حسین عورت ہے۔ غنڈے بدمعاش اس کے پیچھے لگیں گے۔ وہ طرح طرح کی پریشانیاں اٹھائے گی۔ فرہاد کسی نہ کسی صورت سے اس کی حفاظت کرے گا۔ اس طرح یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ رسونتی سے رابطہ قائم کرتا ہے یا نہیں۔"

"وہ اتنا احمق نہیں ہے کہ رسونتی کی براہِ راست مدد کرے یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ قائم کرے۔ اسے ایسا کرنا ہوتا تو اب تک کر چکا ہوتا۔"

"اسے اتنی جلدی نیویارک بھیجنا بھی ضروری نہیں ہے۔ ایک دو ہفتے بعد بھی بھیجا جا سکتا ہے۔ یہاں میں اپنے طور پر جو اقدامات کر رہا ہوں۔ اس سے مطمئن ہوں۔ وٹیس آل۔"

یہ کہہ کر اس نے ٹرانسمیٹر کو بند کر دیا۔ میں نے پہلے اس شخص کی خبر لی جو اس سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہا تھا اور ہپناٹائز کرنے والے کو رسونتی کے پاس بھیج رہا تھا۔ وہ یہودی تنظیم کا نیا سربراہ ڈان فریزر تھا۔ اس وقت اپنے کمرے میں تنہا بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ میں اس کی سوچ کے ذریعے پڑھنے لگا۔ وہ لکھ رہا تھا "ٹیلیپیتھ ریکارڈر کے ذریعے اطلاع ملی ہے، جیفرسن نے کتے کو گولی مار دی ہے۔ ہم اس کا محاسبہ نہیں کریں گے کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اس کے قریب جانا بھی نادانی ہو گی۔ اسے حکم دیا جائے کہ فوراً خشکی کے راستے واپس چلا جائے۔ برما میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ لکھنے کے بعد اس نے گھنٹی بجائی۔ ایک ملازم حاضر ہوا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی۔ وہ سات کمروں پر مشتمل ایک بڑی سی کوٹھی میں رہتا ہے۔ اس کے تین کمروں میں صرف ایک گونگا ملازم اس کے پاس آیا کرتا ہے اور اس کا تحریری حکم نامہ دوسرے کمروں کے ملازمین تک پہنچاتا ہے۔ دوسرے کمروں میں اس کی سیکرٹری اور کچھ مسلح محافظ تھے۔ ڈان فریزر صرف ٹرانسمیٹر کے ذریعے ٹونی بیکر سے گفتگو کرتا تھا۔ ورنہ اور کسی کو اپنی آواز نہیں سناتا تھا۔ وہ لوگ بہت زیادہ محتاط ہو گئے تھے۔

لیکن چیونٹی کی موت آتی ہے تو اس کے پَر نکل آتے ہیں۔ ان کی موت بھی آ گئی تھی اس لیے تقدیر نے مجھے منجالی کے ذریعے اس سیکرٹ ایجنٹ ٹونی بیکر تک پہنچا دیا تھا اور وہ اتنا اہم تھا کہ میں اس کے ذریعے یہودی تنظیم کے دیگر اہم افراد تک پہنچ سکتا تھا۔

اس کے بعد دوسرے شخص نے ٹونی بیکر سے گفتگو کی تھی۔ میں اس کے دماغ میں جانا چاہتا تھا۔ پھر خیال آیا۔ پہلے رسونتی کی خبر لی جائے۔ اس کے پاس پہنچا تو پتہ چلا۔ وہ ہپناٹائز کرنے والا شخص وہاں پہنچ گیا ہے۔ جان اسٹیورٹ رسونتی سے کہہ رہا تھا مادام ہم جانتے ہیں کہ آپ ہم سے کوئی بات نہیں چھپاتی ہیں اور ہمیں اپنا دوست اور سچا ہمدرد سمجھتی ہیں۔ ہم بھی آپ کو سمجھاتے ہیں کہ فرہاد صاحب آپ کے دماغ میں چپکے سے آتے ہوں گے اور آپ کو پتہ نہیں چلتا ہو گا۔ اس لیے ہم نے یہ راستہ نکالا ہے۔ آپ ان کی معمولہ بننے پر راضی ہو جائیں، یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ہم ان کے ذریعے آپ کو بتا سکتے ہیں کہ فرہاد صاحب آپ کے پاس چپ چاپ آتے ہیں یا نہیں؟"

رسونتی اس سے پہلے انکار کر چکی تھی۔ پھر انکار کرنا چاہتی

تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا "میں تمھارے پاس موجود ہوں۔ انکار مت کرو۔ میں تمھارے ساتھ ہی رہوں گا۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں، کرنے دو۔ انھیں اطمینان ہونا چاہیے کہ میں تمھارے پاس نہیں آتا ہوں۔"

رسونتی سر جھکا کر چند لمحے خاموش رہی جیسے سوچ رہی ہو۔ پھر اس نے سر اٹھا کر جان اسٹیورٹ کو دیکھتے ہوئے کہا "میں یوں تو تمام یہودی دوستوں پر بھروسہ کرتی ہوں لیکن تم پر مجھے سب سے زیادہ بھروسہ ہے۔ میں جانتی ہوں۔ تم میرے ساتھ رہو گے تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

جان اسٹیورٹ نے خوش ہو کر کہا "مادام! یہ میری عزت افزائی ہے کہ آپ مجھ پر اتنا بھروسہ کرتی ہیں۔ آیئے دوسرے کمرے میں چلیں۔"

رسونتی اس کے ساتھ اٹھ کر جانے لگی۔ دوسرے کمرے میں ایک صاف ستھرے بستر پر اسے لیٹنے کے لیے کہا گیا۔ وہ آرام سے لیٹ گئی۔ ہپناٹائز کرنے والے نے کہا "مادام! آپ اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیں۔ خود کو پُرسکون رکھیں۔ دماغ سے پریشانیاں نکال دیں۔ یوں سمجھیں کہ میرے ذریعے فرہاد صاحب آپ تک پہنچنے والے ہیں۔ میں انھیں آپ کے دماغ سے ڈھونڈ نکالوں گا۔"

رسونتی نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ پھر کہا "میں بالکل پُرسکون ہوں اور دماغی طور پر نارمل ہوں۔"

ہپناٹائز کرنے والا اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا اور کہہ رہا تھا "مجھ سے آنکھیں ملاؤ اور مجھے دیکھتی رہو۔"

رسونتی نے اسے دیکھا تو اسے دیکھتی رہ گئی۔ بے شک ہپناٹائز کرنے والے کی آنکھوں میں وہی کشش تھی جو ہونا چاہیے وہ معمول کو پہلی نظر میں اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔

میں رسونتی کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے کہا "تم مجھے دیکھ رہی ہو اور اب مجھے دیکھتی رہو گی۔"

میں نے متاثر ہونے کے انداز میں رسونتی کے لب و لہجے میں کہا "میں تمھیں دیکھ رہی ہوں اور دیکھتی رہوں گی۔"

"تمھارا نام رسونتی ہے۔"

"میرا نام رسونتی ہے۔"

"نہیں، تمھارا نام رسونتی نہیں ہے۔"

"نہیں، میرا نام رسونتی نہیں ہے۔"

"آج سن ڈے ہے۔"

میں نے رسونتی کی زبان سے وہی کہا۔ اس نے نفی کی۔ میں نے بھی نفی کر دی۔ وہ خوش فہمی میں مبتلا ہو رہا تھا کہ اس کا ہپناٹائز کا عمل کارگر ہو رہا ہے جب کہ میں نے رسونتی کے دماغ کو متاثر ہونے سے روک دیا تھا اور اس کی جگہ اپنی سوچ کی لہروں سے کام لے رہا تھا۔

آخر اس نے کہا "تمھیں نیند آ رہی ہے۔ تمھاری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔"

میں نے رسونتی کی آنکھوں میں نیند کا خمار پیدا کیا۔ آہستہ آہستہ اس کی پلکیں جھکنے لگیں۔ پھر وہ آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ کہہ رہا تھا "اب تم گہری نیند سو رہی ہو۔"

وہ خاموش رہی جیسے گہری نیند میں ڈوب رہی ہو۔ پھر اس نے کہا "اب تم میری باتوں کا جواب دو گی لیکن تمھاری آنکھیں نہیں کھلیں گی۔ تمھارے کان اس دنیا کی کوئی آواز نہیں سنیں گے۔ صرف میری آواز تمھارے کانوں تک پہنچتی رہے گی اور تم میری باتوں کا جواب دیتی رہو گی۔ تم جواب دے رہی ہو۔ بولو۔"

رسونتی کے ہونٹ کھلے۔ اس کی زبان ہلی اور اس نے کہا "میں جواب دے رہی ہوں۔"

"میں ایک منٹ کے بعد تم سے سوالات کروں گا۔ تم میرا انتظار کرو گی۔"

"میں تمھارا انتظار کروں گی۔"

"تم اپنے دماغ میں کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرو گی۔"

"میں اپنے دماغ میں کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کروں گی۔"

وہ مطمئن ہو گیا۔ پھر دبے قدموں وہاں سے چلتا ہوا دروازے کو کھول کر کمرے کے باہر آیا۔ وہاں جان اسٹیورٹ عرف کلرآف کلرس اس کا منتظر تھا۔ اس نے کہا۔ "وہ ٹرانس میں آ گئی ہے۔ میری ہپناٹزم کی مٹھی میں ہے۔ میں جو چاہوں، معلوم کر سکتا ہوں۔ کیا تمھارے پاس سوالنامہ آ گیا ہے؟"

جان اسٹیورٹ نے سینٹر ٹیبل پر سے ایک کاغذ اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ سوالات کرنے ہیں لیکن ہم کیسے یقین کریں کہ وہ بالکل ٹرانس میں آ گئی ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ فرہاد تم سے پہلے اس کے دماغ میں پہنچ چکا ہو۔"

"میں اپنے معمول کی حالت کو اور اس کے چہرے کی کیفیت کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہوں کہ وہ کس طرح میری مٹھی میں آ گیا ہے۔"

جان اسٹیورٹ نے کہا "میں اپنے طور پر اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم کیسے اطمینان کرو گے؟"

"یہ میں نہیں بتاؤں گا۔ مجھے اس کمرے میں لے چلو۔ میں کوئی ایسی تدبیر کروں گا جس سے پتہ چل جائے کہ وہ تمہارے زیر اثر ہے یا نہیں۔"

"نہیں مسٹر اسٹیورٹ! آپ کو جو کرنا ہے، وہ پہلے مجھے بتائیں، اس لیے کہ وہ میری معمولہ ہے۔ آپ جس آزمائش سے اسے گزار کر یقین کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے میں اس کے لیے ذہنی طور پر اسے آمادہ کروں گا۔"

"میں اس کے جسم کے کسی حصے میں سوئی چبھو کر دیکھوں گا۔ اگر وہ ہوش و حواس میں ہوگی تو اس چبھن کو برداشت نہیں کرے گی۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"

میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے بتایا کہ وہ اس کے ساتھ کیا کرنے والے ہیں۔ وہ بے چین ہو کر بولی۔ "نہیں میں برداشت نہیں کر سکوں گی۔ چیخ پڑوں گی۔"

"تم چپ چاپ لیٹی رہو۔ میں تمہیں تکلیف کا احساس بھی نہیں ہونے دوں گا لیکن یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ یہ دوست ہیں یا دشمن۔ تمہیں آزمانے کے لیے تمہیں جسمانی تکلیف دینے سے بھی گریز نہیں کرتے ہیں۔"

اتنے میں وہ دونوں کمرے کے اندر دبے قدموں آ گئے۔ دروازے کو بند کیا۔ جان اسٹیورٹ ایک طرف کھڑا ہوا رسونتی کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔ سمجھنے کی کوشش کرنے لگا کہ وہ اس وقت ہپناٹزم کے زیر اثر عالم سکوت اور سکون میں ہے یا نہیں؟

ہپناٹائز کرنے والے نے کہا۔ "رسونتی! تم میری آواز سن رہی ہو؟"

"میں تمہاری آواز سن رہی ہوں۔"

"میں تمہارے جسم میں ایک سوئی چبھونے والا ہوں۔ تم بے حس و حرکت میرے زیر اثر لیٹی رہو گی اور میری فرماں برداری کا ثبوت دو گی؟"

"میں تمہاری فرماں برداری کا ثبوت دوں گی۔"

یہ کہنے کے بعد جان اسٹیورٹ آگے بڑھا۔ میں رسونتی کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو گیا۔ اسی وقت اس نے رسونتی کے بازو میں بڑی بے دردی سے سوئی چبھوئی پھر اسے نکالا۔ رسونتی جوں کی توں مُردہ سی پڑی ہوئی تھی۔ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ میں اس قدر مضبوط اور مستحکم تھیں کہ اس کی اذیت کو میں محسوس کر سکتا تھا مگر وہ محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ جب تک میں نے اس کے بازو کی تکلیف اپنے دماغ میں محسوس کی۔

اس وقت تک میں نے اس کے دماغ کو اپنی مٹھی میں رکھا۔

اس دوران جان اسٹیورٹ دبے قدموں اس کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔ ہپناٹائز کرنے والے نے دروازے کو بند کر دیا تھا پھر رسونتی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔ وہ سوالنامے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے مطابق اس نے پہلا سوال کیا۔ "رسونتی! تم میری آواز سن رہی ہو؟"

"میں تمہاری آواز سن رہی ہوں۔"

"کیا فرہاد تمہارے دماغ میں آ کر تم سے باتیں کرتا ہے؟"

اس وقت میں نے آہستہ آہستہ رسونتی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا لیکن اسے اپنے کنٹرول میں رکھا تھا۔ اس کی آواز اور لہجے کو خوابیدہ سا بنایا تھا جیسے وہ ٹرانس میں آ کر کہیں دور اندھے کنویں سے بول رہی ہو۔ اس نے جواب دیا۔ "فرہاد میرے دماغ میں نہیں آتا ہے۔"

"تم اسے اپنے دماغ میں بلانے کے لیے کیا کر سکتی ہو؟"

"میں ہر دم ان کو سوچ کے ذریعے پکارتی رہتی ہوں سوچتی ہوں۔ اگر وہ سُنیں گے تو میرے آنسوؤں پر انھیں ترس آئے گا۔ میں روتی ہوں۔ گڑگڑاتی ہوں۔ دعائیں مانگتی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے زیادہ میں انھیں اپنے پاس بلانے کے لیے کیا کروں؟"

"فرہاد تم سے جھوٹ بولتا رہتا ہے۔ تمہیں دھوکے دیتا رہتا ہے۔ کیا تمہیں اس سے نفرت نہیں ہوتی؟"

"نہیں ہوتی۔"

"تم اپنے دل کی گہرائیوں سے، اپنے آپ کو ٹٹول کر سچائی سے بولو۔ کیا چھپی چھپی سی نفرت ایسے انسان کے لیے پیدا نہیں ہوتی ہے؟"

وہ ذرا چپ رہی۔ پھر بولی۔ "شاید میرے اندر کہیں نفرت چھپی ہو۔ میں نہیں جانتی۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں، تم اس چھپی ہوئی نفرت کو محسوس کرو۔ اسے اپنے ذہن میں تازہ رکھو۔ وہ دشمن ہے اور دشمن سے نفرت کرنی چاہیے۔"

"وہ دشمن ہے۔ میں دشمن سے نفرت کروں گی۔"

"کیا فرہاد کے بہکانے سے تم نے کبھی یہودیوں کو دشمن محسوس کیا ہے؟"

"میں نے یہودیوں کو کبھی دشمن محسوس نہیں کیا۔"

"تمہیں یہودیوں سے کبھی نفرت یا دشمنی محسوس کیوں نہیں ہوتی ہے؟"

"وہ میرے پیچھے ہمدرد ہیں۔ انھوں نے میرے آڑے وقت

میں میری بہت مدد کی۔ ان کی مہربانیوں سے میں نے بہت ہی پُرسکون ماحول میں اپنے بچے کو جنم دیا۔ وہ میرا، میرے بچے کا تحفظ چاہتے ہیں۔ فرہاد کو دوست بنانا چاہتے ہیں۔"

"فرہاد تمہارے بیٹے پارس کے متعلق کیا کہتا ہے؟"

"کہتا ہے، جو بچہ میرے پاس ہے وہ میرا اپنا پارس نہیں ہے۔"

"تم اپنے دل کی بات بتاؤ؟"

"میرا دل کہتا ہے، یہی میرا بیٹا ہے مگر کبھی کبھی میں قسمے میں مبتلا ہو جاتی ہوں۔ ایسا محسوس کرتی ہوں جیسے کسی پرائے بچے کو گود میں لے رہی ہوں۔ سینے سے لگا رہی ہوں۔ پیار کر رہی ہوں۔ ایسے وقت جانے کیوں اس بچے سے اجنبیت محسوس ہونے لگتی ہے۔"

"تم اسے اجنبی نہیں سمجھو گی۔"

"میں اسے اجنبی نہیں سمجھوں گی۔"

"تم رفتہ رفتہ فرہاد کو اجنبی سمجھتی جاؤ گی۔"

رسونتی کا دل اندر سے ڈوب رہا تھا اور میں اسے سنبھالے ہوئے تھا اور اس کی زبان سے کہہ رہا تھا۔ "میں رفتہ رفتہ فرہاد کو اجنبی سمجھتی جاؤں گی۔"

"تم روز اسی طرح شام کو میری معمولہ بننے پر آمادہ رہو گی۔"

"میں روز شام کو اسی طرح تمہاری معمولہ بننے پر آمادہ رہوں گی۔"

"تم روز اپنے دل سے فرہاد کی محبت کو مٹاتی جاؤ گی۔ اور دماغ میں تہہ در تہہ اس کی نفرت کو شدید کرتی جاؤ گی۔"

"میں روز اپنے دل سے فرہاد کی محبت مٹاتی جاؤں گی اور دماغ میں تہہ در تہہ اس کی نفرت کو شدید کرتی جاؤں گی۔"

"جو بچہ ہم نے تمہاری گود میں دیا ہے، تم تاحیات اسے اپنا پارس سمجھتی رہو گی۔"

اب رسونتی کے دماغ میں سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ پہلی بار دشمنوں کی چال سمجھ میں آ رہی تھی۔ اگر میں اسے کنٹرول میں نہ رکھتا تو وہ غصے سے اُٹھ بیٹھتی۔ میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "جو بچہ تم لوگوں نے میری گود میں دیا ہے، اسے تاحیات پارس سمجھتی رہوں گی۔"

اس نے پوچھا۔ "تم شمع بینی کی مشقیں کیوں نہیں کرتی ہو؟ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس کیوں نہیں لاتی ہو؟"

"اس کے لیے ارتکاز توجہ اور ذہنی یکسوئی کی ضرورت ہے۔ جب تک فرہاد مجھ سے دور ہیں۔ میں پُرسکون رہ کر یہ مشقیں نہیں کر سکتی۔"

"میں ہپناٹائز کے عمل سے روز تمہیں اپنی معمولہ بناتا رہوں گا اور تمہارے دماغ سے فرہاد کی اہمیت کو ختم کرتا رہوں گا۔ کیا تمہیں مرجانہ یاد ہے؟"

"ہاں، مجھے مرجانہ یاد ہے۔"

"ہم نے اسی طرح ہپناٹائزم کے ذریعے اس کی برین واشنگ کی تھی اور اسے سونیا کا جانی دشمن بنا دیا تھا۔ تم بھی ایک دن فرہاد کی دشمن بن جاؤ گی اور اس کے مقابلے میں انتقاماً ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کرو گی۔ میں نے جو باتیں تمہیں سمجھائی ہیں تم ان پر عمل کرو گی؟"

"تم نے جو باتیں سمجھائی ہیں۔ میں ان پر عمل کروں گی۔"

"تم تقریباً دو گھنٹے تک پُرسکون رہو گی۔ گہری نیند میں ڈوبی رہو گی۔ بیدار ہونے کے بعد یہ بھول جاؤ گی کہ میں نے تمہیں فرہاد کے خلاف بہکایا ہے اور اس سے نفرت کرنے کا درس دیا ہے۔"

"میں بیدار ہونے کے بعد بھول جاؤں گی کہ تم نے مجھے بہکایا ہے اور فرہاد سے نفرت کرنے کا درس دیا ہے۔"

"لیکن تمہارے لاشعور میں فرہاد سے نفرت شدید ہوتی ہی رہے گی۔"

"میرے لاشعور میں فرہاد سے نفرت شدید ہوتی رہے گی۔"

"تم اب سو رہی ہو۔ میری آواز تمہاری سماعت سے دور ہوتی جا رہی ہے۔"

رسونتی نے اس کی یہ بات دُہرائی۔ اس نے کہا۔ "اب تم نہ تو سُن رہی ہو، نہ بول رہی ہو۔ تم نیند کی گہرائیوں میں ڈوب چکی ہو۔"

وہ خاموش رہی۔ جب وہ نیند کی گہرائی میں ڈوب ہی چکی تھی۔ نہ سُن سکتی تھی نہ بول سکتی تھی تو پھر اس کی باتوں کا کیا جواب دیتی۔ ہپناٹائز کرنے والا تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر مطمئن ہو کر وہاں سے جانے لگا۔ میں نے رسونتی کے پاس آ کر کہا۔ "تم اسی طرح چپ چاپ لیٹی رہو۔ میں ذرا ان لوگوں کے پاس سے ہو کر آتا ہوں۔"

"نہیں فرہاد! مت جاؤ۔ میرا دل ڈوب رہا ہے۔ آج مجھے ایسی حقیقتوں کا علم ہوا ہے کہ میں اپنی نظروں میں گر رہی ہوں۔ میں نے کیوں تم پر بھروسہ نہیں کیا۔ کیوں دشمنوں کی چال میں آ گئی۔ یہ تو کچھ عجیب تماشا ہے۔ یہ بچہ جو میرے پاس ہے۔ میں لرزتے ہوئے دل سے پوچھ رہی ہوں۔ کیا یہ میرا نہیں ہے؟ مگر جب ایسا سوچتی ہوں تو کانپ جاتی ہوں۔ میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ میں اسے پرایا سمجھوں۔ میں کیا کروں؟ وہ دشمنوں نے آج مجھے عجیب دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔"

"تم حالات کا تجزیہ کرتی رہو لیکن اسی طرح سیدھی بے حس و حرکت پڑی رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں ہپناٹائز کرنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے رسونتی کے کمرے سے نکلنے کے بعد دروازے کو بند کر دیا تھا۔ اور جان اسٹیورٹ کو اپنے تنویمی عمل کے نتائج بتا رہا تھا۔ وہاں میرے سننے اور سمجھنے کے لیے کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں رسونتی کے پاس واپس آ گیا۔ میں نے اس کے دماغ میں رکاوٹ محسوس کیا کہ اس کی بند آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں اور وہ آنسو آنکھوں کے گوشوں سے نکل کر بہتے ہوئے کنپٹی کی طرف پہنچ رہے ہیں۔ میں نے کہا "یہ کیا حماقت ہے۔ اگر وہ ہپناٹائز کرنے والا کمرے میں آ جائے تو سارا بھید کھل جائے گا۔ فوراً آنسو پونچھو۔ اس وقت دروازہ بند ہے کوئی تمہیں نہیں دیکھے گا۔"

اس نے جلدی سے ساری کے آنچل سے آنسو پونچھے، پھر کہنے لگی "مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے میں انگاروں کے بستر پر لیٹی ہوئی ہوں۔"

"تمہیں نہ اِس کروٹ چین ہے اور نہ اُس کروٹ۔ جب میرے ساتھ تھیں تو میں تمہیں دشمن نظر آتا تھا۔ اب وہاں وہ دشمن نظر آ رہے ہیں تو میرے پاس آنے کے لیے بیقرار ہو۔ جیسا کیا ہے ویسا تو بھرنا ہوگا۔ کچھ تو صبر کرنا ہوگا۔ حالات کے مطابق ہی کوئی قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔"

"میں حالات والات نہیں جانتی۔ فرہاد تمہیں اپنے پارس بیٹے کا واسطہ، میری خطاؤں کو معاف کر کے اسی وقت مجھے یہاں سے نکال کر لے جاؤ۔"

"تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ کوئی کام اتنی آسانی سے نہیں ہو جاتا۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ابھی وہ اور کیا کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان کے ایک ایک آدمی کے دماغ میں پہنچتا جا رہا ہوں۔ مجھے اپنا کام کرنے دو۔"

"یہ لوگ پھر کل آئیں گے۔ پرسوں آئیں گے اور اسی طرح ہپناٹائز کا عمل کرتے رہیں گے اگر کسی دن تم نے پہنچنے میں دیر کی تو یہ تنویمی عمل کے ذریعے مجھ پر غالب آ جائیں گے اور مجھے سچ مچ اپنی معمولہ بنا کر سارا راز اگلوا لیں گے۔"

"تمہاری جلد بازی سے میرا کام بگڑ جائے گا۔ مجھے کچھ سوچنے کا موقع دو۔"

"اتنا بتا دو اور میری جان کی قسم کھا کر اپنے عزیز ترین رشتے کی قسم کھا کر بتاؤ۔ میرا پارس کہاں ہے؟"

میں اُلجھ گیا کہ اسے حقیقت بتاؤں یا نہیں؟ سونیا اور پارس کی موجودہ زندگی رازمیں تھی اور میں رسونتی کو اپنا راز دار بنا کر حماقت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے کہا "ابھی پتہ نہیں، تمہارے دماغ میں کتنی طرح کے سوالات پیدا ہوں گے اور تم ان کے جواب مجھ سے پوچھنا شروع کر دو گی۔ جب کہ تمہیں صرف حالات کا تجزیہ کرنا چاہیے اور چپ چاپ اسی طرح پڑے رہنا چاہیے لیکن اسی حالت میں دو گھنٹے تک لیٹے رہنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔ میں تمہیں اتنی دیر کے لیے سلا رہا ہوں۔"

وہ احتجاج کرنے لگی "نہیں فرہاد نہیں۔ میں سونا نہیں چاہتی۔ میں سوچنا چاہتی ہوں۔ سمجھنا چاہتی ہوں۔ جو سوالات کر رہی ہوں، اس کے جوابات چاہتی ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر کنٹرول کیا پھر اسے تھپک تھپک کر سُلانے لگا۔ ذرا سی دیر میں وہ سو گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ ایک گھنٹہ چالیس منٹ کے بعد اس کی آنکھ کھل جائے۔ اس کی طرف سے اطمینان ہوا تو میں نے تھوڑی دیر کے لیے خیال خوانی کے سلسلے کو ختم کر دیا۔ دماغی طور پر حاضر ہوا تو یہ دیکھ کر چونک گیا کہ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا ہوں۔ میں نے کیشو سے کہا تھا کہ کسی اسنیک بار کے سامنے گاڑی روک کر مجھے چائے پلائے اور وہ بے چارہ تقریباً سوا گھنٹے سے میرے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا "سوری کیشو! تمہیں بہت دیر انتظار کرنا پڑا۔ چلو کچھ ہلکا سا ناشتا کریں گے اور چائے پئیں گے؟"

کیشو آرڈر دینے کے لیے کار سے باہر چلا گیا۔ میں نے منجالی کی خبر لی۔ عجب بات تھی۔ ادھر ٹونی بیکر نے اسے بے ہوشی کا انجکشن لگایا تھا جس کا اثر دو گھنٹے کے بعد زائل ہونے والا تھا اور اب دو گھنٹے گزرنے ہی والے تھے۔ ادھر بھی ایک دشمن نے رسونتی کو دو گھنٹے کے لیے ٹرانس میں لے کر نیند پوری کرنے کی ہدایت کی تھی۔ میں جب منجالی کے پاس پہنچا تو وہ بے چاری دو گھنٹے پورے کرنے کے لیے آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔ لیٹے ہی لیٹے اسے نیند آ گئی تھی۔ میں نے اسے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

چائے وغیرہ پینے کے بعد کیشو نے میری ہدایت کے مطابق مجھے وکٹر ہیگ کے ہوسٹل میں پہنچا دیا۔ وہ ایک بوسیدہ اور شکستہ سی دو منزلہ عمارت تھی۔ ہوسٹل کیا تھا۔ اچھا خاصا جرائم کا اڈا تھا۔ پہلے کبھی وہ کالج کے طلباء کے لیے بہت ہی شاندار ہوسٹل رہا ہوگا۔ پھر کالج اور ہوسٹل کسی دوسری جگہ منتقل ہو گئے اور یہ بوسیدہ سی عمارت خالی ہو گئی۔ اسے کسی نے خرید کر مسافر خانہ بنا دیا۔ پہلے باہر سے آنے والے مسافر ایک ایک، دو دو روز کمرے کرائے پر لے کر رہتے تھے۔ پھر مقامی لوگ وہاں کے مختلف کمروں کو کرائے پر لے کر رہنے لگے۔ اب وہاں کسی کمرے میں قمار بازی ہوتی تھی۔ کسی میں دیسی شراب کشید کی جاتی تھی۔ کہیں چرس بیچی جاتی تھی۔ جیل سے رہا ہو کر آنے والے مجرم اسی ہوٹل میں عارضی پناہ لیتے تھے۔ صبح سے شام تک پولیس والوں کا

آنا جانا لگا رہتا تھا۔ بھتہ وصول کیا جاتا تھا، اس لیے وہاں کا کاروبار اسی طرح جاری رہتا تھا۔

رات کا وقت تھا۔ ہوٹل میں اچھی خاصی گہما گہمی تھی۔ جرائم اور گناہوں کے لیے یہی وقت مناسب رہتا ہے۔ میرا کمرہ ہوسٹل کی دوسری منزل کے سرے پر تھا۔ میں سیڑھیاں چڑھتا ہوا مختلف کوریڈور سے گزرتا رہا۔ عورتیں مجھے دیکھ کر یوں مسکرا رہی تھیں جیسے دعوت دے رہی ہوں۔ کچھ نشے میں جھومتے ہوئے شرابی نظر آئے۔ وہاں جو بھی تھا ایک نمبری سے دس نمبری تک تھا۔ ایسے ایسے چہرے نظر آ رہے تھے جنہیں دیکھتے ہی پتہ چلتا تھا کہ یہ کسی پر رحم کرنا نہیں جانتے۔ اگر کچھ چھیننا جھپٹنا ہو تو اپنے مطلب کی چیزیں حاصل کرنے کے لیے قتل بھی کر سکتے ہیں۔ میں نے اپنے کمرے میں پہنچ کر کہا "تمہارے باس نے تو میرے لیے بڑی خوب صورت جگہ منتخب کی ہے۔"

کیشو نے کہا "یہاں بڑا تحفظ ہے۔ قریبی پولیس اسٹیشن ہمارے باس کے زیر اثر ہے۔ پولیس والے چاہے کتنی بار یہاں چھاپہ ماریں، آپ کے اس کمرے کی طرف کبھی نہیں آئیں گے۔"

سات بجنے والے تھے۔ ادھر جولی تھامسن شی سپر کے روپ میں نیند سے بیدار ہونے والی تھی۔ میں نے کیشو سے کہا "اب تم جاؤ۔ ضرورت ہوگی تو بلا لوں گا۔"

"جناب رات کا کھانا کس وقت کھائیں گے؟"

"میں خود کھا لوں گا۔ میری فکر نہ کرو۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر کمرے کا سرسری طور پر جائزہ لیا۔ ایک پرانا سا لوہے کا پلنگ تھا۔ بستر پر گرد آلود چادر بچھی ہوئی تھی۔ کھونٹی پر میلے کپڑے ٹنگے ہوئے تھے۔ ایک لکڑی کی پرانی سی الماری تھی۔ میز اور کرسی کمرے کے ایک گوشے میں تھیں۔ اس پر کچھ لکھنے پڑھنے کا سامان تھا۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں اس کمرے کی صفائی کر سکتا یا کرا سکتا۔ میں کرسی پر بیٹھ کر جولی تھامسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ اپنے وقت کے مطابق دوپہر کے دو بجے نیند سے بیدار ہو گئی تھی۔ بستر پر لیٹے ہوئے، چھت کو تکتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اسے اٹھ کر کیا کرنا ہے اور کس طرح اپنا رول ادا کرنا ہے۔ جو سبق اس نے سونیا سے یاد کیا تھا، وہ اپنے دماغ میں دُہرا رہی تھی۔ میں نے کہا "ہیلو جولی!"

وہ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے ڈھونڈنے لگی۔ میں نے کہا "میں اس طرح نہیں ملوں گا۔ بس میری سوچ کی لہریں تمہیں محسوس ہوتی رہیں گی۔"

"ہائے فرہاد! تم کیا ہو۔ کتنی خوبیاں ہیں تم میں۔ میں سونا نہیں چاہتی تھی۔ تم نے زبردستی مجھے گہری اور میٹھی نیند سُلا دیا۔ سوچتی ہوں۔ تم ملو تو تمہاری ساری خوبیاں صرف اپنی ذات کے اندر سمیٹ لوں۔"

میں نے اردو زبان میں کہا "خدا تمہارے شر سے محفوظ رکھے۔"

وہ بولی "کیا کہہ رہے ہو؟"

"تمہیں گالیاں دے رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں ایسا ہی مرد چاہتی ہوں جو گالیاں بھی دے اور پیار بھی کرے۔ دھتکارتا بھی رہے اور حاصل بھی کرتا رہے۔ میرے پاس کوئی نیک عاشق آتا ہے تو میں اسے چرچ کا راستہ دکھا دیتی ہوں۔"

"مجھے بھی اپنے راستے جانا ہے۔ فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ تم نے اس خواب گاہ کا جائزہ لے لیا ہے۔ اب پرسنل سیکرٹری کو بلا کر معلوم کرو کہ شام کے لیے کیا انتظامات کیے گئے ہیں؟"

اس نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ پرسنل سیکرٹری کو بلاتے ہی شی سپر کی طرح سنگدل اور بدمزاج بن گئی۔ وہ بڑی اچھی اداکارہ تھی۔ اب میں اس سے مطمئن تھا۔ میں نے کہا "اب میں جا رہا ہوں۔ وہاں کے وقت کے مطابق ٹھیک چھ بجے تمہارے پاس آ جاؤں گا۔ تمہارے مہمان اسی وقت آئیں گے۔"

وہ مجھے روکنا چاہتی تھی مگر میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بھی بیدار ہو گئی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ جولی تھامسن بڑی کامیابی سے اپنا رول ادا کر رہی ہے۔ میں شام چھ بجے تک اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اس کے بعد میں نے برما میں اپنی مصروفیات کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ سونیا نے رسونتی کے متعلق سُن کر پوچھا "کیا تم اسے بتا دو گے کہ میں اور پارس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ سلامت ہیں؟"

"میں ایسی حماقت نہیں کروں گا۔"

"ہاں فرہاد! میں رسونتی کو بُرا نہیں کہتی۔ وہ بہت اچھی ہے۔ وہ قابلِ محبت ہے لیکن قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ ہم اس سے ہمیشہ محبت کرتے رہیں گے لیکن محتاط رہیں گے۔"

"تم بابا صاحب کے ادارے میں کب تک رہو گی؟"

"فی الحال تو میں جولی تھامسن کے روپ میں ہوں۔ دشمنوں کو خوش فہمی میں مبتلا رکھنا ہے کہ میں نے یہاں رہنے کا راستہ نکال لیا ہے اور اعلیٰ بی بی کا اعتماد حاصل کر رہی ہوں۔ جب دشمن اپنے انجام کو پہنچیں گے تب میں یہاں سے جاؤں گی۔ ویسے اعلیٰ بی بی کچھ نئے منصوبے بنا رہی ہے۔ تم اس سے رابطہ قائم کرو۔ وہ تم سے مشورہ کرنا چاہتی ہے۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ پہلے تو وہ حسب عادت بڑی خوشی کا اظہار کرتی رہی۔ پھر اس نے کہا "میں اعلیٰ بی بی اور چالیس چوروں کی جماعت کو ختم کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "وہ کیوں؟"

"میں یہاں تجربہ کار لوگوں کی ایک مشاورتی کونسل قائم کرنے کا منصوبہ پیش کر چکی ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے میں ایسے تجربہ کار بوڑھے اور حاضر دماغ جوان ہیں جو آپس میں بیٹھ کر منصوبے بنایا کریں گے۔ ان کی پلاننگ کے مطابق ہم سب عمل کریں گے۔ صرف چالیس چوروں کی ایک ٹیم رکھنے کی بجائے دنیا کے ہر ملک میں ایسی ٹیم کی برانچ قائم کریں گے۔ ہر برانچ کا ایک سربراہ ہوگا اور وہ سربراہ یہاں بابا صاحب کے ادارے سے احکامات حاصل کرے گا۔"

"تم اپنے سر سے ذمے داریوں کا بوجھ ہلکا کر رہی ہو؟"

"ہاں کچھ ایسی بات بھی ہے۔ ساری ذمے داریاں تنہا نہیں سنبھالنا چاہتی۔ ایک جگہ پابند ہو کر رہ جاتی ہوں۔ تم میرے دل کی حالت جانتے ہوئے بھی نہیں جان سکتے۔ تم سے ملنے کے لیے کس قدر تڑپ رہی ہوں۔ جی چاہتا ہے تمہارے ساتھ تمہارے ساٹے کی طرح لگی رہوں۔ ایسا ہمیشہ تو ممکن نہیں ہے لیکن ذمے داریاں کم ہوں گی تو تم سے کبھی کبھی ملنے کا موقع ملتا رہے گا۔ اس طرح سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ بابا صاحب کے ادارے میں جو اتنے قابل طلبا اور طالبات امتحان پاس کر لیتے ہیں، انھیں بھی مختلف ممالک میں اپنے اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملے گا۔"

"اس لحاظ سے یہ تدبیر عمدہ ہے۔"

"ایک بات اور۔ میں نے پارس کے متعلق سوچا ہے کہ اس کے پاس جمیلہ مستقل رہے گی۔ ان دونوں کو ایک محفوظ ترین رہائش گاہ میں رکھا جائے گا۔ ایسی رہائش گاہ جو ہمارے بیٹے پارس کے شایانِ شان ہو۔ شاہانہ انداز میں اس کی پرورش ہو اور سپاہیوں کے انداز میں اس کی تربیت ہو۔ وہ جگہ کہاں ہوگی، کس طرح اس کے انتظامات ہوں گے۔ میں اس کی تفصیل بعد میں سوچ کر بتاؤں گی۔ تم بھی سوچتے رہو۔ میں، سونیا اور مرجانہ باری باری اس کے پاس جایا کریں گے۔ یعنی ایک ماہ میں پارس کے ساتھ گزاروں گی۔ دوسرے ماہ سونیا، تیسرے ماہ مرجانہ۔ اس طرح اسے ہم سب کی قربت حاصل ہوتی رہے گی۔ جب ہم پارس کے پاس جائیں گے تو ایک مہینے تک وہاں سے باہر نہیں نکلیں گے۔ تاکہ ہمارے آنے جانے سے یہ خدشہ نہ رہے کہ ہم دشمنوں کی نظروں میں آ سکتے ہیں۔"

"اچھی تدبیر ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "اس طرح ہم پر تمام ذمے داریاں نہیں ہوں گی۔ میں کبھی تمہارے پاس آتی رہوں گی کبھی سونیا تمہارے ساتھ رہ سکے گی۔"

میں نے تصور میں سونیا کو دیکھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے اس سے بچھڑے ہوئے صدیاں گزر گئی ہیں۔ جی چاہتا تھا، اس منصوبے پر عمل ہو اور سونیا پہلے میرے پاس آئے۔ میں نے کہا "تمہاری یہ تجویز مجھے پسند ہے۔ تم لوگوں سے باری باری ملاقات ہوتی رہے گی اور پارس کی بھی بھرپور توجہ سے حفاظت ہوتی رہے گی۔"

میں نے اس کے منصوبوں کو سراہا۔ اس کی تعریفیں کیں۔ کچھ راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر میں اس سے رخصت ہو گیا۔ منجالی اب بیدار ہو گئی تھی۔ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا "اس وقت نو بجنے والے ہیں۔ دو گھنٹے بعد مجھے آپریشن شی سپر میں مصروف رہنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس آپریشن میں ساری رات گزر جائے۔ تمہارے ساتھ پھر وہی ہوگا کہ میں خیال خوانی میں مصروف ہوں گا اور تم میرے انتظار میں جاگتی رہو گی۔"

"میں آپ کے لیے ہزار راتیں جاگ سکتی ہوں۔ بس ہمیشہ قریب رہنا چاہتی ہوں۔"

"میں صرف آج رات کی بات کر رہا ہوں۔ یوں بھی تمھیں آج کی رات اس ہوٹل میں گزارنا چاہیے۔ تم دوپہر کو وہاں پہنچی ہو اور ابھی وہاں سے نکل آؤ گی تو اس سیکرٹ ایجنٹ ٹونی ہیکر کو شبہ ہوگا۔ وہ ابھی تمہارے متعلق معلومات حاصل کر رہا ہے کہ تم اس ہوٹل میں آنے سے پہلے کہاں تھیں؟"

"آپ میرے آقا ہیں۔ میں آپ کی ادنیٰ کنیز ہوں۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔"

"میں چاہتا ہوں، تم ٹونی ہیکر کا اعتماد حاصل کرو۔ اس نے تمہارے بیگ میں دو ہزار ڈالر رکھے تھے۔ تم اس سلسلے میں اس کا شکریہ ادا کرو۔"

میں اسے سمجھا کر ٹونی ہیکر کے پاس پہنچا۔ وہ ہوٹل میں نہیں تھا۔ کسی بند کمرے میں دوسروں کی آوازیں سن رہا تھا اور دوسرے کسی دوسرے کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اس کا خاص آپریشن روم ہے۔ اگر کسی کے ساتھ سختی سے پیش آنا ہوتا ہے تو وہ وہیں اس سے نمٹ لیتا ہے۔

دوسرے کمرے میں ایک شخص کہہ رہا تھا "ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ تم بہت بڑے وچ ڈاکٹر ہو۔ تم نے بہت سے کالے جادو کے کارنامے دکھائے ہیں۔ تمہارا دعویٰ تھا کہ تم فرہاد تک پہنچ جاؤ گے یا اس کی نشان دہی کر سکو گے۔ پھر کیا ہوا؟"

میں نے ٹونی ہیکر کے ذریعے وچ ڈاکٹر کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں نے یہ بھی کہا تھا، بابا فرید واسطی کی زندگی میں کوئی بھی کالا علم جاننے والا فرہاد اور اس کے ساتھیوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

کسی کی سخت اور گرج دار آواز سنائی دی "اسی لیے تو فرید واسطی کی موت کے بعد تمھیں رنگون بلایا گیا ہے۔ اب کیا رکاوٹ ہے؟"

"میں دوپہر سے عمل کر رہا تھا۔ بار بار عجیب عجیب سی رکاوٹیں پیدا ہو رہی تھیں۔ جب مجھے علم ہوا کہ وہ رنگون کے جنوب مغربی علاقے میں۔۔۔۔"

کسی نے ڈانٹ کر کہا "بکواس کرتے ہو۔ یہ تو کتے کے ذریعے معلوم ہوا تھا۔"

"پہلے میری پوری بات تو سنو۔ میں نے وہاں تک تمہارے آدمیوں کی رہنمائی کی تھی جہاں میرا علم مجھے بتا رہا تھا، فرہاد وہاں موجود تھا لیکن وہاں پہنچتے پہنچتے وہ میرے علم کے دائرہ اثر سے نکل گیا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اس نے جگہ تبدیل کر دی ہے۔ دوپہر تک وہ جہاں تھا۔ اب اُدھر سے کسی دوسری جگہ چلا گیا ہے۔"

"وہ جگہیں بدلتا رہے گا اور تم باتیں بدلتے رہو گے۔ ہمیں تمہاری خدمات حاصل کرنے کا فائدہ کیا حاصل ہو رہا ہے؟"

ایک اور آواز نے کہا "تم نے شرط لگائی تھی کہ بارہ گھنٹے کے اندر فرہاد کو ہمارے سامنے حاضر کر دو گے یا ہمیں اس کے پاس پہنچا دو گے۔ اس کے لیے ہم نے ایک لاکھ ڈالر دینے کا وعدہ کیا تھا، پچیس ہزار تم ایڈوانس لے چکے ہو۔ اگر مزید چھ گھنٹے کے اندر تم نے فرہاد کی نشاندہی نہیں کی تو ہم پچیس ہزار بھی وصول کریں گے اور تمھیں برما میں بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے۔ پھر تم بھٹکتے رہو گے، اپنے ملک جانے کے لیے۔"

ایک اور شخص نے کہا "بات اتنی نہیں ہے کہ اس کے ساتھ لیا معاملات طے ہوئے ہیں۔ اس کی بات پر ہمیں غور کرنا چاہیے۔ وچ ڈاکٹر کہہ رہا ہے کہ اس نے کئی بار فرہاد تک پہنچنے کی کوشش کی تو کچھ انجانی رکاوٹیں اس کے سامنے آئیں۔ وہ انجانی رکاوٹیں آخر کیا ہیں؟"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی جیسے سب سوچ رہے ہوں۔ پھر اس نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں کہ فرہاد کو وچ ڈاکٹر کی موجودگی کا پتہ چل گیا ہے اور وہ اس ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ چکا ہے جب یہ کالا عمل شروع کرتا ہے تو فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی ریکارڈ کر دیتا ہے۔"

کئی آوازیں آئیں "واقعی۔"

کسی نے کہا "بے شک۔"

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

ایجادِ موسیقی

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے

یہ کتاب گانے والے سے آپ کو مدد لیے بغیر خود ہی ساز سیکھنے کے قابل بنا دیتی ہے

سُر، لَے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور موسیقی کے دیگر اسرار و رموز آشکار کرنے والی بے مثال کارآمد کتاب

برِ صغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کتاب موسیقی کے مستقل ذخیرے میں ہونی چاہیے

قیمت: ۶۰/- روپے ○ ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سیدہ مینشن بلیو یا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱

کسی نے کہا "یہ ہو سکتا ہے؟"

کسی نے کہا اور ایسا ہوتا آیا ہے۔ یقیناً فرہاد وچ ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔ اب اسے اپنے پاس پہنچنے نہیں دے گا بلکہ وہ اس کے ذریعے ہم سب تک پہنچ سکتا ہے۔"

ایک اور آواز نے کہا "ہمیں اس کی پروا نہیں ہے کہ وہ ہم تک پہنچے لیکن وہ ہمارے بڑوں تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

ان کا بڑا سیکرٹ ایجنٹ ٹونی بیکر دوسرے کمرے میں چھپا ہوا وہ آوازیں سن رہا تھا اور مسکرا رہا تھا کیوں کہ اسے بھی یہی یقین تھا کہ فرہاد اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اب وہ سوچ رہا تھا "وچ ڈاکٹر کا یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ فرہاد اس کے ذریعے ہمارے ان تین آدمیوں تک پہنچا ہے تو اور تیس آدمیوں تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ اس سے پہلے اسے ختم کر دینا چاہیے۔"

اس کی دوسری سوچ نے کہا "وچ ڈاکٹر ہماری ذمے داری پر برما آیا ہے۔ اگر اسے جانی نقصان پہنچے گا تو برمی حکومت کے سامنے ہمیں جوابدہ ہونا پڑے گا اور بڑے مسائل پیش آئیں گے۔"

وہ پھر دوسرے انداز سے سوچنے لگا "اگر اسے نیم پاگل بنا دیا جائے تو فرہاد پر الزام عائد ہو سکتا ہے کہ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کا دماغی توازن بگاڑ دیا ہے اور ہم اسے واپس بھیج رہے ہیں۔ ایک تو وہ واپس بھیج دیا جائے گا۔ دوسرے الزام فرہاد پر آئے گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اس کے کمرے میں نیم تاریکی تھی۔ ایک دیوار کے پاس چھوٹی سی الماری تھی جس کے پٹ شیشے کے تھے۔ شیشوں کے پیچھے بہت سی دوائیں رکھی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی "وہ ایسی دوا وچ ڈاکٹر کے جسم میں انجیکٹ کرنا چاہتا ہے جس کے ذریعے اس کا دماغی توازن کسی حد تک بگڑ جائے اور وہ نارمل نہ رہے۔"

اس نے الماری کھول کر ایک دوا تجویز کی پھر اپنی جیب سے وہ چھوٹی سی ڈبیہ نکالی جس میں ننھی سی سرنج تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس نیم تاریک کمرے سے باہر نکلا۔ ایک کوریڈور سے گزرتا ہوا دوسرے دروازے پر آیا۔ دروازے کو ایک ٹھوکر ماری۔ دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔ اندر بیٹھے ہوئے لوگ چونک کر اُدھر دیکھنے لگے۔ کمرے کے وسط میں ایک کرسی پر وچ ڈاکٹر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس تین یہودی تھے جو اس سے اب تک سوالات کرتے رہے تھے۔ پہلے تو وہ اپنے ٹاپ سیکرٹ ایجنٹ کو دیکھ کر اٹینشن ہو گئے۔ پھر اس کے ہاتھ میں سرنج دیکھتے ہی انھوں نے ڈاکٹر کو دونوں طرف سے جکڑ لیا۔ ڈاکٹر تلملاتے ہوئے کہنے لگا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے چھوڑو۔"

"میرے نے اس کی ٹانگوں کو مضبوطی سے جکڑ لیا۔ اب وہ مجبور تھا۔ ٹونی بیکر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈاکٹر کے قریب پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا۔ اس کے ہونٹ بند تھے۔ اسے یقین تھا کہ وچ ڈاکٹر نہ تو اس کی آواز سن سکے گا اور نہ فرہاد اس کے ذریعے اس کی آنکھوں میں جھانک سکے گا۔ سیاہ چشمہ دیوار رہا ہے۔ وہ قریب پہنچا۔ پھر اس نے اس سرنج کو ڈاکٹر کے ایک میں پیوست کر دیا۔ ڈاکٹر کے منہ سے ایک ہلکی سی کراہ نکلی۔ پھر چپ ہو کر ٹونی بیکر کو خاموشی سے دیکھنے لگا۔ اس نے سرنج کی سوئی کو اس کے بازو سے نکالا۔ پھر وہاں سے چپ چاپ وا جانے لگا۔ اسے یقین تھا کہ ایک منٹ کے اندر ہی وہ دوا اثر دکھائے گی۔ اور ڈاکٹر کا ذہنی توازن بگڑنے لگے گا۔

وہ دروازے کے پاس جا کر رک گیا۔ اس نے وہاں پلٹ کر دیکھا۔ اس کے ماتحتوں نے وچ ڈاکٹر کو چھوڑ دیا تھا وہ اسی طرح کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ لوگ انتظار کرنے لگے۔ انجکا کا ردِعمل معلوم کرنے کے لیے اسے توجہ سے دیکھنے لگے۔ پھر نے حیرانی سے کہا "یہ تو ساکت ہو گیا ہے؟"

دوسرا اس کے قریب جھک کر اسے دیکھنے لگا پھر اس ٹونی بیکر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "سر! اس کا بدن آہستہ آہ سیاہ پڑ رہا ہے۔"

ٹونی بیکر تیزی سے چلتا ہوا وچ ڈاکٹر کے قریب آیا۔ اس کے ہاتھ کو اٹھا کر دیکھا۔ پھر سیاہ چشمے کو ذرا سا ہٹایا تا کا ہاتھ واضح طور پر نظر آئے۔ اس بات کی تصدیق ہو رہی تھی کا بدن تدریج سیاہ پڑتا جا رہا ہے۔ اس نے جو دوا انجیکٹ تھی، وہ زہریلی تھی۔ اس کی سوچ نے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے"

وہ پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا پھر اسی نیم تاریک کمرے طرف جانے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "میں اسے مارنا چاہتا تھا۔ میں اسے زہر نہیں دینا چاہتا تھا۔ پھر یہ کیسے ہو گیا"

اس نے کمرے میں پہنچ کر لائٹ آن کی۔ تیز روشنی نے دوا کی شیشی اٹھا کر دیکھی۔ لیبل ٹھیک تھا۔ اس نے شیشی کھول کر سونگھا۔ دوا بھی وہی تھی جو دماغی توازن بگاڑ دیتی ہے کے باوجود اس نے دوا کو بند کیا۔ ایک کاغذ پر لکھا "اس دوا کو کے لیے لیبارٹری بھیجو اور جلد رپورٹ حاصل کرو۔ شاید کسی ہماری عدم موجودگی میں اس دوا کو زہر بلا دیا ہے۔"

وہ اس شیشی کو لے کر اپنے ان آدمیوں کے پاس پھر وہ شیشی اور وہ پرچی پکڑا دی۔ اسے پڑھتے ہی ایک آدمی وہاں سے شیشی کو لے کر چلا گیا۔ اس وقت تک وہ وچ ڈاکٹر مر چکا تھا۔ ٹونی بیکر اس کمرے کی ایک منیر کے پاس گیا۔ وہاں

ایک کاغذ پر لکھنا شروع کیا "اس کی لاش کو رنگون کے جنوب مغربی علاقے میں ایسی جگہ لے جا کر پھینک دو جہاں فوراً ہی پولیس والوں کو پتہ چل جائے۔ اس کی جیب میں اس کا پاسپورٹ رکھ دو۔ جب ہمیں اس کی موت کی اطلاع پولیس والوں کے ذریعے ملے گی تو ہم اس کا الزام بھی فرہاد پر عائد کریں گے۔ اس سے پہلے ہمارا ساتھی انڈھاڈیو ڈسوزا بھی کسی زہر سے ہلاک کیا گیا ہے۔"

میں نے اس کی تحریر پڑھی مگر اسے اب بھی نہیں چھیڑا۔ ایک گہری سانس لی اور منجالی کے پاس پہنچ کر کہا "تم بے شک خطرناک ہو۔ بے حد خطرناک موت سے زیادہ خطرناک۔ جانتی ہو کیا ہوا؟"

اس نے معصومیت سے پوچھا "کیا ہوا؟"

"اس سیکرٹ ایجنٹ ٹونی بیکر نے تمھیں بے ہوش کرنے کے لیے سرنج کو تمھارے بازو میں استعمال کیا تھا اور اس کو ویسے ہی اپنی چھوٹی ڈبیہ میں رکھ لیا تھا۔ اس سرنج کو اس نے اپنے ایک آدمی پر استعمال کیا تو وہ بے چارا مر گیا۔ بتاؤ، کیسے مر گیا؟"

اس نے مسکرا کر کہا "وہ احمق تھا۔ اسے سرنج کو دھو لینا چاہیے تھا۔ میرا زہر اس کے آدمی تک پہنچ گیا۔ جب اس نے سرنج کو کسی دوا کی شیشی میں ڈبویا ہوگا تو وہ زہر اس دوا میں حل ہو گیا ہوگا۔ بے شک اس شیشی کی تمام دوا زہر آلود ہو چکی ہوگی۔"

"ان لوگوں نے اس دوا کو تجزیے کے لیے کسی لیبارٹری میں بھیجا ہے۔ لیبارٹری کی رپورٹ پڑھنے کے باوجود اس سیکرٹ ایجنٹ کی سمجھ میں نہیں آئے گا کہ خود اس نے سرنج کے ذریعے اس دوا کو زہر آلود کیا ہے۔"

"میں افریقہ کی رہنے والی ہوں۔ وچ ڈاکٹروں کو خوب جانتی ہوں۔ اگر وہ وچ ڈاکٹر مارا نہ جاتا تو وہ یقیناً دشمنوں کو آپ تک پہنچا دیتا۔"

"میں نے مسکرا کر کہا "اس کی ہلاکت کا سہرا بھی تمھارے سر ہے۔"

وہ جواباً مسکرا کر بولی "سہرا پیشانی پر سجتا ہے۔ میری پیشانی پر آپ کا نام سج گیا ہے۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر رسونتی کے پاس پہنچا۔ وہ بہت جلے ہی بیدار ہو چکی تھی۔ میرا انتظار کر رہی تھی۔ جان اسٹیورٹ نے رات کا کھانا کھانے کے لیے کہا۔ اس نے انکار کر دیا۔ کچھ بھی بھی سی رہی۔ دشمن یہی سمجھتا رہا کہ اس پر ہپناٹزم کا اثر رہتے ہو۔ میں سونا نہیں چاہتی تھی۔ تم نے مجھے زبردستی سُلا دیا۔ ں سے کیا ہوتا ہے؟ بیدار ہونے کے بعد میری پریشانی تو قائم

ہے۔ مجھے تم نے منجدھار میں چھوڑ دیا ہے۔ تمھیں خدا کی قسم ہے بتاؤ، میرا بچہ یہ نہیں ہے تو میرا پارس کہاں ہے؟"

"رسونتی، تم ذرا ذرا سی بات پر بھڑک جاتی ہو۔ بے چین ہو جاتی ہو۔ کچھ سے کچھ سوچنے لگتی ہو اور اپنی متلون مزاجی کے باعث کبھی شوہر کو دشمن اور دشمن کو دوست سمجھ لیتی ہو۔ غلطی کا احساس ہوتا ہے تو پھر تیزی سے حالات کو سدھارنا چاہتی ہو۔ حالات اس طرح قابو میں نہیں آتے۔"

"میں اپنے بچے کے لیے پوچھ رہی ہوں اور تم مجھے باتوں سے بہلا رہے ہو۔"

"میں تمھیں اس کے متعلق ہی سمجھا رہا ہوں۔ جو تمھارے پاس ہے، وہی تمھارا بیٹا ہے۔"

"پھر تم نے مجھ سے یہ کیوں کہا تھا کہ جس کے شانے پر پیسے کے برابر نشان ہے، اسے تم نے کسی یتیم خانے سے حاصل کیا تھا۔ دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے اسے میری گود میں رکھا اور مجھے اس بچے کے ساتھ پاکستان لائے تھے۔ تمھاری یہ باتیں مجھے ابھی تک یاد ہیں۔ تم نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارا اپنا بیٹا پارس سونیا اور اعلیٰ بی بی کی پناہ میں ہے اور کسی بابا فرید واسطی کے سائے میں ہے۔ تم کتنی باتیں بدلتے ہو۔ میں تمھیں اس پارس کی قسم دیتی ہوں۔ جو ہمارا اپنا بیٹا ہے۔ سچ بتاؤ، وہ کہاں ہے؟"

"تم اس بچے کو اٹھاؤ اور اپنے سینے سے لگاؤ۔"

"یہ میری باتوں کا جواب نہیں ہے۔"

"میں جواب دے رہا ہوں۔ جو کہہ رہا ہوں، وہ کرو۔"

اس نے بچے کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا۔ یقیناً وہ ماں تھی اور اسی بچے کو اپنا بیٹا سمجھتی آ رہی تھی۔ اسے اٹھا کر سینے سے لگایا تو آپ ہی آپ دل دھڑکنے لگا۔ میں نے کہا "دیکھو محسوس کرو۔ تمھارا دل اسے سینے سے لگاتے ہی کیوں دھڑکنے لگا ہے۔ اب غور سے سنو۔ میں تمھارے اس بیٹے کو تم سے دُور رکھنا چاہتا تھا۔ اسی لیے میں نے اسے پاکستان میں چھوڑ دیا تھا۔ میں چاہتا تھا تم جب تک یہودیوں کا اصلی چہرہ نہ دیکھ لو۔ ان کی دشمنی کو نہ سمجھ لو، اس وقت تک میں اپنے اس بیٹے کو تمھاری گود میں نہیں آنے دوں گا ورنہ تمھارے ساتھ یہ بھی دشمنوں کے سائے میں پرورش پائے گا۔"

اگر ایسی بات ہے تو پھر ان یہودیوں نے اسے کہاں سے حاصل کیا اور وہ ہپناٹائز کرنے والا کیا کہہ رہا تھا؟"

"دشمن جانتے ہیں کہ میں اس بیٹے کو فرضی پارس کہہ کر تمھیں ان کے خلاف بھڑکاؤں گا۔ اس لیے ہپناٹائز کے ذریعہ تمھارے دماغ میں تمھارے اپنے بیٹے کا یقین مستحکم کر رہے تھے۔"

اس نے فرضی پارس کی پیشانی کو چوم کر اس کے چہرے پر اپنا چہرہ آہستگی سے رکھا۔ پھر سوچ کے ذریعے بولی۔ "یہ میرا بیٹا ہے۔ اسے پیار کرتی ہوں تو میرا دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔"

"تم دشمنوں کے فریب کو کسی حد تک سمجھ ہی گئی ہو کہ وہ کس طرح تمہارے دل میں میرے لیے نفرت پیدا کرنا چاہتے ہیں اور یوں ظاہر کرتے ہیں جیسے وہ مجھے دوست بنا رہے ہوں۔ اب تم ان کی چالوں کو سمجھنے کی کوشش کرو گی تو بہت کچھ سمجھ میں آتا رہے گا۔"

"فرہاد! میں تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔ تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ مجھے اپنے پاس بلا لو۔ دیکھو! مجھ سے تنہا نہیں رہا جاتا۔ میری خلوت۔ گئی ہے۔ میں اب سونا چاہوں گی تو مجھے نیند نہیں آئے گی۔ مجھے بلا لو اپنے پاس بلا لو۔"

"میں ضرور بلاؤں گا۔ ذرا صبر کرو۔ میں بہت مصروف ہوں۔ دشمنوں کو جب تک اپنے راستے سے نہیں ہٹاؤں گا۔ تمہارے لیے راستہ صاف نہیں کروں گا تو کیسے میرے پاس پہنچو گی؟"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا جس ہاسٹل کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اس کے دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ میں نے رسوتی سے کہا۔ "میں جہاں ہوں اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ اس لیے مجھے اجازت دو۔ میں پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پتہ نہیں کون دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ میں نے رسوتی سے جھوٹ کہہ دیا کہ خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ ایسا نہ کہتا تو وہ مجھے اپنے دماغ سے جانے کی اجازت نہ دیتی۔ میرے تحفظ اور سلامتی کی خاطر وہ خاموش ہو گئی تھی۔ بہرحال میں نے اُٹھ کر دروازے کو کھولا۔

کھلے ہوئے دروازے کے سامنے ایک بڑی عورت کھڑی تھی۔ برما کا روایتی لباس تنگی اور بلاؤز پہنے ہوئے تھی۔ خاصی خوش شکل تھی۔ اس نے مسکرا کر مجھے دیکھا۔ پھر اپنی زبان میں کچھ کہا۔ میں نے انگریزی میں کہا۔ "میں برمیز نہیں سمجھتا ہوں۔"

اس نے اپنے سینے پر ایک انگلی رکھ کر کہا۔ "آئی ایم نیڈی، سیلنگ مائی سیلف۔" پھر اس نے میری طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔ "یو بائینگ؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم خود کو بیچو نہ۔ میں تمہیں خریدنا چاہتا ہوں۔"

لیکن وہ میری زبان نہیں سمجھ رہی تھی۔ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے یہی بات اشاروں کی زبان میں سمجھائی پھر اسے بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دکھایا، چادر پر گرد جمی ہوئی تھی۔ اشاروں سے اسے سمجھایا کہ وہ اس کمرے کی صفائی کرے گی اور اسے میرے لیٹنے کے قابل بنا دے گی تو میں اسے ایک ڈالر دوں گا۔ وہ خوش ہو گئی۔ فوراً ہی کمرے کی صفائی میں لگ گئی۔ میں دروازے کے باہر آ کر کھڑا ہو گیا۔

ایک منٹ بعد ہی ایک جانی پہچانی سی آواز سنائی دی۔ پیچھے کو ریڈور سے وہ آ رہا تھا۔ اس کی آواز میں نے اس کیسٹ میں سُنی تھی جسے انجلو نے بھیجا تھا۔ وہ آواز ہاسٹل کے ایک بہت بڑے دس نمبری بدمعاش کی تھی وہ یہاں کا دادا کہلاتا تھا۔ اس کا نام بُدھا دادا تھا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا، بدھا دادا مجھے دیکھتے ہی رک گیا۔ وہ بٹا کٹا، قد آور تھا۔ چہرے سے بے رحم، کمینہ دکھائی دیتا تھا۔ ڈکٹرمیگ کی مسٹری شیٹ سے پتہ چلا تھا کہ وہ کسی سے اُلجھتا نہیں تھا۔ شہر میں کہ ایک شریف آدمی کی طرح شہری زندگی گزارتا تھا۔ کسی کو شبہ نہیں ہونے دیتا تھا کہ وہ گوریلا سپاہی ہے اور برمی حکومت کے خلاف لڑتا رہتا ہے۔

بُدھا دادا اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ وکٹر اُس سے ڈرتا ہے اور مقابلہ کرنے سے کتراتا ہے۔ اس لیے وہ ہمیشہ اس کا مذاق اُڑا کر چلا جاتا تھا۔ اس بار بھی اس نے آگے بڑھ کر کہا۔ "یو نو۔ ہم بہت ڈینجرس ہے اس لیے نورائی جھگڑا۔ نو فائٹ فائٹی اپنا دادا ڈیسیم اپن کے ہاتھ میں رکھ دو۔"

اس نے اپنی ہتھیلی آگے بڑھائی۔ میں نے چپ چاپ اپنی جیب سے دس ڈالر نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دیے۔ اس نے فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگایا۔ میرے شانے پر ایک ہاتھ مارا۔ پھر مجھے ایک طرف دھکا دیتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ اپنے حواریوں کے ساتھ ہنستے ہوئے کوریڈور سے گزرتے ہوئے دُور کے کوریڈور کی طرف مڑ گیا۔

آگے ایک کمرے میں جُوا کھیلا جا رہا تھا۔ ایک شخص فریاد کر رہا تھا۔ "یہ ظلم ہے۔ یہاں پتے بازی ہوتی ہے میں سب کچھ ہار گیا میرے پیسے واپس کر دیا پھر ایمانداری سے کھیلو۔"

کسی نے اسے ہاتھ مارا، پھر کہا۔ "سب لوگ ہارنے کے لیے ایسے ہی اُلجھتے ہیں۔ اور جیتنے کے بعد خوشی سے ناچتے جاتے ہیں۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہاں آ کر کھیلنے والے بڑی بڑی رقمیں ہارتے ہیں۔ کبھی کبھی چھوٹی رقم جیت کر جاتے ہیں اور یہی چھوٹی جیت انھیں اور آگے کھیلنے پر مجبور کرتی ہے۔ تم لوگ شہ دیتے ہو۔ اور ہم اپنے گھر کا سب مال متاع بیچ کر داؤ پر لگا دیتے ہیں۔"

بدھا دادا کی گرجدار آواز سنائی دی۔ "ایے او کیا بک بک کرتا۔ یُو نو ہم بہت ڈینجرس آدمی ہے اس لیے فوکا لا گالی، نو فائٹ فائٹی۔ سپ چاپ ادھر سے جاؤ۔"

میں بدھا دادا کے دماغ میں بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ اس پاس بیٹھے لگتی جا رہی تھی۔ بھیڑ بھی جُوا کھیلنے اور شراب پینے اور عیاشی کرنے والوں کی تھی۔ سبھی یہاں آ کر اپنا بہت کچھ لُٹا کر جاتے تھے۔

وہاں اس غنڈے دادا کو دیکھ کر وہ سہمے ہوئے تھے۔ فریاد کرنے والے نے بھی ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "بدھا دادا! میں لُٹ گیا۔ کل رات سے میرے گھر میں چُولھا نہیں جلا۔ میرا لڑکا بیمار ہے۔ میرے بچے کھانا مانگتے ہیں۔ میری بیوی نے اپنے کان کا ایک بُندہ بیچنے کے لیے دیا تھا مجھے جو پیسے ملے یہاں آ کر ہار گیا۔ سوچا تھا زیادہ پیسے ملیں گے جیت لوں گا تو گھر میں چولھا بھی جلے گا، دوائیں بھی آ جائیں گی اور ہم خوشحال ہو جائیں گے۔"

بُدھا دادا نے اس کے گریبان کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے پھر یہ دیکھتے ہوئے کہا۔ "تیرے باپ کے بھی کبھی جُوا کھیلنے والوں کو گھس حال دیکھا ہے؟ اپن بمبئی کا دادا ہے۔ ادھر دس برس جُوا کھلاتا ہے۔ کبھی یہ مائی کا لال بلڈنگ نہیں بنا سکا سرکار نے اُدھر سے ہم کو بڑی پار کا حکم دیا۔ ہم ادھر آ گیا۔ ادھر دس برس سے جوا کھلاتا ہے۔ یہ نہیں چلتا۔ کمائی کدھر جاتا ہے تو تم کو بیوی کا زیور بیچ کر کیسے پتہ چلے گا۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ پھر ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "دادا! مجھ پر رحم کرو۔ کل سے ہمارے گھر میں چُولھا نہیں جلا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں ذرا نرمی پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "یُو نو، ہم بہت ڈینجرس آدمی ہے مگر ہم کسی کے بچے کو بھوکا نہیں دیکھ سکتا۔ کسی کو بیمار نہیں دیکھ سکتا۔ یہ لو۔"

اس نے جیب سے وہی دس ڈالر نکالے جو مجھ سے لیے تھے پھر اس کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ دس ڈالر پاتے ہی وہ بدھا دادا کے قدموں میں گر پڑا۔ اِدھر بدھا دادا پریشان تھا کہ اس نے بے اختیار کیسے اتنی بڑی رقم اُسے دے دی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس پاس کے سبھی لوگ خوش ہو کر چیخنے لگے۔ "بدھا دادا کی جے۔۔۔ بدھا دادا کی جے۔۔۔"

وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ اس کی جے جے کار ہو رہی تھی۔ نام ہو رہا تھا۔ تعریفیں کی جا رہی تھیں۔ ایسے میں وہ ڈوبی رقم واپس نہیں مانگ سکتا تھا اور جسے رقم دی گئی تھی وہ اس کے قدموں کو چھونے کے بعد وہاں سے دوڑتا ہوا اپنے گھر کی طرف چلا گیا تھا۔

ایک دم سے میں چونک گیا۔ کسی نے میری کمر پر ہاتھ مارا تھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہی صفائی کرنے والی عورت ایک ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے گھور کر اُسے دیکھا پھر کمرے کا جائزہ لیا۔ وہاں صفائی ہو چکی تھی۔ ہر چیز کو اس نے سلیقے سے رکھ دیا تھا۔ بستر پر بچھی ہوئی صاف چادر بھی ہوئی تھی۔ میلی، گرد آلود چادر زمین پر بچھی ہوئی تھی۔ میں نے ایک ڈالر دیتے ہوئے اشارے میں اسے سمجھایا۔ میلی چادر لے جائے اور اسے دھو کر لے آئے پھر میں اسے ایک اور دوں گا۔

وہ چادر اٹھا کر چلی گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ الماری کو کھول کر دیکھا تو اس میں بچھ کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ بستر کی ایک اور چادر دھلی ہوئی رکھی تھی۔ اس عورت نے یہیں سے چادر نکالکر بچھائی تھی۔ میں بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ اب گیارہ بج رہے تھے۔ پیرس میں چھ بجنے والے تھے اور شی سپر کے مہمان آنے والے تھے۔ میں وہاں سے اٹھ کر کرسی پر آ کر آرام سے بیٹھ گیا۔ پھر شی سپر کے پاس پہنچ گیا۔

شام کے چھ بجنے والے تھے۔ میں نے جولی کو مخاطب کیا تو وہ خوش ہو کر بولی۔ "اتنی دیر تک کہاں غائب رہے؟ میں کتنی دیر سے انتظار کر رہی ہوں۔ جن کا انتظار نہیں کرنا چاہتی وہی لوگ آتے ہیں۔"

"میں نے پوچھا کیا تمہارے مہمان پہنچ گئے ہیں؟"

"ابھی مجھے اطلاع ملی ہے۔ میں نے باہر کا بڑا والا گیٹ کھولنے کا حکم دیا ہے۔ ان کی گاڑیاں قلعے کے اندر داخل ہو گئی ہوں گی۔"

اتنے میں خوابگاہ کے اسپیکر سے پرسنل سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔ "مادام! وہ لوگ گیسٹ روم میں پہنچ گئے ہیں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

جولی نے شی سپر کے انداز میں غرا کر کہا۔ "وہ مہمان نہیں ہیں پھر گیسٹ روم میں کیوں ہیں؟"

"سوری مادام! غلطی ہو گئی۔"

وہ بھونکنے کے انداز میں بولی۔ "غلطی کی بچی! انہیں بڑے ہال میں لے جاؤ۔ میں آ رہی ہوں۔"

جواب میں اسپیکر کے ذریعے پرسنل سیکرٹری کی چیخ سنائی دی۔ پھر دروازے پر ایک زوردار دھکا سا لگا۔ جیسے کسی نے ٹھوکر ماری ہو۔ اس کے ساتھ ہی ٹارزن بلبا کی آواز سنائی دی۔ "کیلا اپنے عاشق کو بھول گئی ہو؟ دروازہ کھولو۔"

میں نے پرسنل سیکرٹری کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو وہ ایک طرف فرش پر گری ہوئی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ٹارزن بلبا نے اسے ایک طرف دھکا دیا تھا اور بغیر اجازت شی سپر تک پہنچنے کے لیے دروازے تک آ گیا تھا۔

جولی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ پہلے تو اس نے بے دلی سے دروازے کو کھولا تھا۔ وہ کسی کو اتنی اہمیت نہیں دیتی تھی۔ اگرچہ اُسے اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ شی سپر اور ٹارزن بلبا ایک دوسرے کے دیوانے ہیں۔ لیکن جب اس نے دروازہ کھولا اور ٹارزن بلبا کو اپنی نگاہوں کے عین سامنے دیکھا تو اُسے دیکھتی ہی رہ گئی۔ کیا قد تھا، کیا جسم تھا، کیا صحت تھی۔ وہ شاید اپنے صحت مند ورزشی بدن پر تیل کی مالش کرتا تھا، اسی لیے اس کا سارا بدن چمک رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے پہلوان کشتی لڑنے کے لیے اکھاڑے میں آ گیا ہو۔

جولی آہستہ آہستہ ذرا پیچھے ہٹ گئی۔ وہ اس سے سہمی ہوئی نہیں تھی بلکہ اس پر پہلی ہی نظر میں مرمٹی تھی اور اُسے ذرا دُور سے جی

بھر کے دیکھنا چاہتی تھی۔ ٹارٹر بلبا نے کمرے میں آکر دروازے کو ایک جھٹکے سے بند کیا۔ پھر آگے بڑھ کر اسے اپنی طرف بڑی بے دردی سے کھینچتے ہوئے کہا "پہلے ہم جشن منائیں گے۔"

وہ جیسے اعتراض کرنا ہی بھول گئی ہو لیکن میں نے اس کے دماغ میں کہا "یہ کیا کر رہی ہو؟ پہلے تمہیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے، اپنا مفاد حاصل کرنا چاہیے۔ اس قلعے کی مالکہ بننا چاہیے۔ اس کے بعد ٹارٹر بلبا تمہارے قدموں میں ہوگا۔"

وہ کسمساتے ہوئے بولی "میں تو تمہاری ہوں۔ بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھی مگر مہمانوں کی عزت کرنا، انہیں خوش آمدید کہنا بہت ضروری ہے۔ چلو پہلے فرض ادا کریں اس کے بعد محبت۔"

"ذرا ٹھیرو۔ میرا ایک ساتھی تم سے ملنے آیا ہے۔ اس کے بعد ہم بڑے ہال میں چلیں گے۔"

اس نے دروازے کو پھر سے کھولا، چٹکی بجائی۔ دوسرے کمرے کا دروازہ کھلا تو ایک شخص نظر آیا۔ اس کے شانے سے کیمرہ لٹک رہا تھا۔ اس نے کہا "آؤ ہم دونوں ایک تصویر اتاریں پھر دوستوں کے پاس جا کر جشن منائیں گے۔"

ٹارٹر بلبا نے اسے اپنی طرف کھینچا۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اسی وقت فلیش لائٹ کی روشنی بجلی کی طرح کوندی۔ تصویر اتر گئی۔ کیمرہ مین نے قریب آکر شی پیر کی ایک اور تصویر اتاری۔ اس کے بعد چپ چاپ سر جھکا کر چلا گیا۔

میں نے شی پیر کے انداز میں جولی کی زبان سے پوچھا۔ "یہ تصویریں کیوں اتاری جا رہی ہیں؟"

"ہم سونیا اور پاس کی موت پر جشن منا رہے ہیں۔ یہ کوئی معمولی تقریب تو نہیں ہے اس تقریب کی تصویریں ہمارے البم میں ہوں گی۔"

ٹارٹر بلبا جولی کے ساتھ خواب گاہ سے باہر آگیا۔ وہ شی پیر جو اپنے قریب کسی کا سایہ بھی برداشت نہیں کرتی تھی، وہ جولی تھامسن جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی تھی وہ بلبا پر نثار جان سے عاشق ہو کر اس کے ساتھ بڑے ہال میں پہنچ گئی۔

مہمانوں نے اسے دیکھتے ہی خوشی کا نعرہ لگایا۔ کسی مرد نے اس کی تعریفیں کیں کسی عورت نے مذاق اڑانے کے انداز میں سونیا اور پاس کا ذکر کیا۔ پھر کسی نے کہا "بھئی ابھی نہیں۔ جب ہم شراب کے جام اٹھائیں گے تو ان دونوں کی موت پر اپنی زندگی اور سلامتی کا پہلا جام نوش کریں گے۔"

وہ فوٹو گرافر مہمانوں کے درمیان گھومتا ہوا باری باری ایک ایک مہمان کی تصویریں اتارتا جا رہا تھا۔ فلیش لائٹ بجلی کی طرح چمک رہی تھی، بجھ رہی تھی۔ ہال کے ایک طرف ایک بہت بڑی میز پر خوبصورت ڈیزائن کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ ان بوتلوں میں مختلف قسم کی شرابیں تھیں شیشے کے نفیس نازک گلاس ہال کی روشنی میں ہیرے کی طرح جگمگا رہے تھے۔

جولی نے چاروں طرف ہال میں بکھرے ہوئے مہمانوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا "ڈاکٹر سیمویل ڈکسن نظر نہیں آرہے ہیں۔"

ٹارٹر بلبا نے کہا "بس وہ آتے ہی ہوں گے۔"

"معلوم تو ہو کہ کہاں ہیں؟"

"تعجب ہے۔ تم یہاں کی مالکہ ہو۔ یہ قلعہ تمہاری ملکیت ہے۔ انسان تو انسان کتے بھی تمہارے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے اور تم اتنا نہیں جانتی ہو کہ تمہارے قلعے میں آنے والا ایک مہمان ڈاکٹر سیمویل ڈکسن کہاں ہے؟ کن لوگوں سے باتیں کر رہا ہے اور کہاں قیام کر رہا ہے؟"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "جولی! کوئی خطرہ ہے۔ دیکھو وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

جولی فوراً ہی پلٹ کر جانے لگی۔ ٹارٹر بلبا نے اس کے ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "کہاں جا رہی ہو جان من؟"

"مجھے چھوڑو۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ میرے جشن میں آنے والا کوئی بھی مہمان میری لاعلمی میں اس قلعے میں کسی حصے میں تھوڑا سا وقت گزارے خواہ وہ ڈاکٹر سیمویل ڈکسن ہی کیوں نہ ہو۔"

ایک مہمان خاتون نے کہا "تعجب ہے شی پیر! ہمیں آئے آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے اور تم نے ابھی تک ایک جام سے بھی ہمارا تواضع نہیں کی۔ بھئی سردی غضب کی ہے کچھ تو گرمی ہونی چاہیے۔"

جولی نے انہیں ٹالنے کی خاطر کہا "وہاں بوتلیں بھی رکھی ہیں، ہر قسم کی ہر کوالٹی کی شراب موجود ہے۔ میں چاہتی ہوں پہلی بوتل ڈاکٹر سیمویل ڈکسن کھولیں کیونکہ سونیا اور پاس کی کامیاب اخی کے سفر پر ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ڈاکٹر سیمویل ڈکسن کی آواز سنائی دی۔ وہ بڑے ہال کے بڑے سے دروازے پر کھڑا ہوا کہہ رہا تھا "شی پیر! تم ہماری میزبان ہو، اس لیے بوتل تم کھولو گی اور ہر سے پہلے خود پیو گی، اس کے بعد مہمانوں کو پلاؤ گی۔"

جولی نے غراتے ہوئے ڈاکٹر کو دیکھا پھر کھونکنے کے انداز پوچھا "کیا تم مجھے حکم دے رہے ہو؟ میں تم سے کس طرح کم تر ہو"

ڈاکٹر دروازے سے گزر کر ہال میں داخل ہوا پھر مطمئن اطمینان سے چلتا ہوا شی پیر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد بولا "جولی! تم بہت اچھی ایکٹنگ کر رہی ہو۔"

جولی کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ایک قدم پیچھے گئی پھر فوراً ہی سنبھل کر شی پیر کے انداز میں بولی "کیا بکواس ہے؟ کون جولی؟ کسے مخاطب کر رہے ہو؟"

ڈاکٹر نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک تصویر نکالی۔ پھر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ تصویر دیکھ لو۔"

میں نے جولی کے ذریعے اس تصویر کو دیکھا۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے شی پیر کے انداز میں جو تصویر اتاری تھی، وہی تصویر اس کی نگاہوں کے سامنے تھی لیکن فرق یہی تھا کہ وہ شی پیر کے میک اپ میں تھی اور تصویر میں جولی اپنے اصلی روپ میں نظر آرہی تھی۔ جولی نے حیرانی سے کبھی تصویر کو کبھی ڈاکٹر سیمویل ڈکسن کو دیکھا۔

ڈاکٹر نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا "یہاں صرف تمہاری نہیں، تمام مہمانوں کی اور باڈی گارڈز کی تصویریں اتاری گئی ہیں۔ ہر تصویر کو چیک کیا گیا ہے۔ وہ کیمرہ جسے تم نے دیکھا، اسے لے ایم۔ یو کہتے ہیں یعنی انٹی میک اپ کیمرہ۔ یہ کیمرہ میک اپ کے پیچھے چھپے ہوئے اصلی چہروں کی تصویریں اتار لیتا ہے۔"

جولی ایک زوردار دھکا کھا کر پیچھے گر پڑی۔ میں نے اسے حوصلہ دیا "فکر نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں تمہاری حفاظت کروں گا۔"

وہ جھلا کر بولی "بکواس مت کرو۔ تم صرف دماغ میں چھپ کر رہنا جانتے ہو۔ میں شی پیر سے کمتر نہیں ہوں، اس سے زیادہ حسین ہوں، پرکشش ہوں ٹارٹر بلبا کو ابھی اپنے دام میں لے آؤں گی۔ اور اس کے ذریعے یہاں کی مالکہ بن جاؤں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ بلبا کی طرف پلٹ گئی اور اپنی آنکھوں میں سارے جہان کا پیار جمع کر کے بولی "یہ بتاؤ میں کیسی ہوں؟ میرا اصلی چہرہ تم نے تصویر میں دیکھ لیا۔ میں سچ کہتی ہوں۔ میرے دماغ کو ٹریپ کیا گیا ہے۔ فرہاد کبھی میرے دماغ پر قابض ہو جاتا ہے اور کبھی مجھے آزاد چھوڑ دیتا ہے۔ میں نہ ادھر کی رہتی ہوں نہ ادھر کی۔ تم لوگ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہو کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کس طرح اپنے شکار سے کھیلتا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا "بلبا! تم تو شیر کے منہ سے شکار چھین لیتے ہو۔ جولی فرہاد کا شکار ہے، اسے فرہاد سے چھین لو۔"

بلبا نے جولی کو دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ پھر ہال سے باہر لے جانے لگا۔ جولی اس کے گلے کا ہار بنتی جا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "اے دو فوف عورت! یہ لوگ تجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تجھے آخر یہ بات پر یاد نہیں ہے؟"

"میں ابھی یہ میک اپ اتار دوں گی۔ جب یہ میرا اصلی روپ دیکھے گا تو شی پیر کو بھول جائے گا۔"

ٹارٹر بلبا اسے اٹھائے ہوئے ہال کے دروازے پر پہنچ گیا۔ پھر رک گیا۔ اس نے پلٹ کر اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ پھر کہا "یہ شی پیر ہے، بہت عظیم عورت ہے اور یہ ہمیشہ سب سے بلند رہتی ہے۔ اس لیے میں بھی اسے بلند کرتا ہوں۔"

اس نے اسی طرح دونوں ہاتھوں میں اسے اٹھائے ہوئے سر سے بلند کر لیا۔ پھر اس سے پہلے کہ جولی کچھ سمجھ سکتی اسے اچھال کر دائیں بڑے ہال میں پھینک دیا۔ وہ دور فرش پر آکر گری۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ فرش پر ہیبز ملائم قالین تھا۔ اس لیے چوٹ زیادہ نہیں لگی۔ پھر بھی اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔

اسے ڈاکٹر سیمویل ڈکسن کی آواز سنائی دی "جب تم شی پیر بن کر یہاں آئی ہو تو یہ بھی جانتی ہو گی کہ اس محل میں مسلح باڈی گارڈز نہیں آتے۔ وہ سب باہر پہرہ دیتے ہیں۔ تمہارے حکم کے منتظر رہتے ہیں مگر افسوس تمہیں حکم دینے کی مہلت نہیں دی جائے گی۔"

وہ فرش پر سے اٹھتے ہوئے کراہتے ہوئے بولی "مجھے ڈسٹرب نہ سمجھو۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ فرہاد نے مجھے ٹریپ کیا ہے۔"

"ہم کسی بھی ایسے شخص کو زندہ نہیں چھوڑتے جس کے ذریعے فرہاد ہمارے آدمیوں تک پہنچ سکتا ہو۔ اس لیے تمہارا زندہ رہنا ہمارے لیے نقصان دہ ہے۔"

"میں شی پیر کے روپ میں ہوں۔ مجھے مار ڈالو گے تو میرے مسلح گارڈز میرے حکم کے بغیر تم لوگوں کو اس قلعے سے باہر نہیں جانے دیں گے۔"

ڈاکٹر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "ہمیں نادان نہ سمجھو۔ ہماری اتنی ساری عورتوں میں سے کوئی ایک شی پیر بن کر ہمیں اس قلعے سے باہر لے جائے گی۔"

اچانک جولی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ ٹارٹر بلبا نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا دیا تھا اور کہہ رہا تھا "وہاں میز پر جتنی بوتلیں رکھی ہیں انہیں باری باری کھولو اور اس میں سے ایک ایک گھونٹ دو دو گھونٹ پی کر ہمیں بتاؤ کہ اس میں کچھ ملا ہوا تو نہیں ہے۔ اگر تمہارے ذریعے فرہاد نے کوئی کارروائی کی ہو گی تو پہلے تم مرو گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے اسے زور کا دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے آگے گئی۔ پھر گرتے گرتے میز کو تھام کر سنبھل گئی۔ بلبا نے اس کے قریب آکر ایک بوتل اس کے سامنے رکھ دی پھر کہا "کھولو۔ اور پیو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بولی "بلبا! کیا تم میرا اصلی روپ نہیں دیکھو گے؟ مجھے یقین ہے تم مجھے بے حد پسند کرو گے۔"

"کروں گا۔ پہلے پیو۔"

وہ بوتل کھولنے کے بعد اس میں سے دو گھونٹ ایک جام میں ڈالنے لگی۔ پھر اس نے اسے اٹھا کر حلق سے اتار لیا۔ سب لوگ اسے توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر سیمویل نے پوچھا "ہماری

شی ہیر کہاں ہے؟"

جولی نے جواب دیا "وہ اس دنیا میں نہیں رہی۔"

"تم نے اسے مار ڈالا ہے؟"

"میں نے اسے دیکھا تک نہیں۔ اسے مرجانہ نے اسی کے ایک کتے کے آگے ڈال دیا تھا اور اسی کے اپنے وفادار کتے نے اسے چیر پھاڑ ڈالا۔ مار ڈالا۔"

جولی کو جو کچھ سونیا کے ذریعے معلوم ہوا تھا وہ تمام باتیں ڈاکٹر سیمویل ڈکسن اور اس کے ساتھیوں کو بتانے لگی۔ وہ سب لوگ حیرت سے سن رہے تھے۔ اس دوران مارٹر بلبا ایک ایک بوتل اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتا جا رہا تھا۔ اور وہ ہر بوتل میں سے ایک گھونٹ یا دو گھونٹ پیتی جا رہی تھی۔ ظاہر تھا کہ نشہ ضرور غالب آتا اس لیے وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ ہوش کھو کر جوش میں کہہ رہی تھی "اب میں شی ہیر ہوں۔ میں اس قلعے کی مالکہ ہوں، اس محل کی ملکہ ہوں۔"

بلبا نے کہا "ہواؤں میں اڑ رہی ہو۔ ابھی تمہاری بوتلیں باقی ہیں۔ انھیں چکھ لو تو پھر اڑتے اڑتے آسمان پر پہنچ جاؤ گی۔"

اس میں اور پینے کی سکت نہیں تھی۔ بلبا نے اسے مزید دو بوتلوں کی شراب چکھائی۔ ڈاکٹر سیمویل ڈکسن نے ہاتھ اٹھا کر کہا "بس کرو۔ یہ شراب نوشی کی زیادتی سے مر جائے گی تو یہ سمجھنے کے لیے طبی معائنہ کرانا ہوگا کہ زہر سے ہلاکت ہوئی ہے یا زیادہ پینے سے۔"

پھر اس نے آگے بڑھ کر جولی کو دیکھا اور مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد! اس عورت کا دماغ اس قابل نہیں ہے کہ تم اسے پوری طرح استعمال میں رکھ سکو۔ اگر موجود ہو تو اعتراف کر لو۔"

میں ایروز مائل یا اسی ادھیڑ عمر کی عورت کے دماغ میں پہنچ کر ڈاکٹر کی باتوں کا جواب دے سکتا تھا لیکن میں نے ان دو مُہروں کو نہیں چھیڑا آئندہ کسی وقت کے لیے چھوڑ دیا۔ جولی کے پاس کھڑے ہوئے ایک شخص کے دماغ پر قابض ہو کر کہا۔ "ڈاکٹر! میں تم سے مخاطب ہوں۔ جولی کا دماغ ناکارہ سہی، یہاں مجھے جگہ بنانے کے لیے کتنے ہی دماغ مل سکتے ہیں، بولو، کہاں کہاں پہنچوں؟"

ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا "تم میرے ہر ساتھی کے دماغ میں پہنچ سکتے ہو لیکن مجھ سے اور مارٹر بلبا سے تمھیں لفظ نہیں ملے گی۔ اسی لیے میں نے صرف اپنے پاس بھرا ہوا ریوالور رکھا ہے۔ جب میرا کوئی ساتھی مجھ کے لیے وبالِ جان بن جائے گا تو میں اسے شوٹ کر دوں گا۔ یہاں کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو تمھارے اشاروں پر چل کر محل سے باہر جاتے اور مسلح گارڈز کو ہمارے خلاف کچھ کہہ سکے۔"

میں نے اس شخص کے ذریعے قہقہہ لگایا اور کہا "تم یہاں کسی عورت کو دوسری شی ہیر نہیں بنا سکو گے۔ بنانا چاہو گے تو میں ایسا نہیں ہونے دوں گا اور جب شی ہیر نہیں ہو گی تو تم میں سے کوئی اس محل سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ تمھیں جواب دینا پڑے گا کہ اُن کی مالکہ شی ہیر جو دو پہر سے یہاں موجود تھی وہ کہاں گئی؟ تم لوگوں نے اسے کہاں غائب کر دیا ہے؟"

اس نے بڑے اعتماد سے جواب دیا "میں شطرنج کا کھلاڑی ہوں تم سے زیادہ چالیں چلنا جانتا ہوں میرے سامنے کاؤ مین آنے دو۔ میں ان رکاوٹوں سے گزر کر دکھا دوں گا۔ مسٹر فرہاد! تیمور! دنیا میں ہیر پر سوا سیر موجود ہے کبھی تم ہمیں شکست دو گے، کبھی ہم تمھیں زبردست نقصان پہنچائیں گے۔ یہ سلسلہ جانے کب تک چلتا رہے گا؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم تھوڑی دیر کے لیے دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں؟ کوئی ایسی راہ نکالیں کہ دشمنی ختم ہو اور دوستی شروع ہو۔"

"دوستی اور چاپلوسی کی باتیں بعد میں کرنا۔ یہاں سونیا پارس کی موت پر جشن منانے آئے ہو، مناؤ۔ آج کے بعد دنیا کے تمام یہودی جشن منانے سے توبہ کر لیں گے۔"

ڈاکٹر نے گھور کر اس شخص کو دیکھا جس کے ذریعے میں بول رہا تھا۔ پھر اس نے مارٹر بلبا سے کہا "اس عورت کو اپنے قابو میں رکھو، یہ بدستور شی ہیر بنی رہے گی۔ میں اس کے ذریعے بلبا کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤں گا۔"

میں نے دوسرے شخص کو ٹریپ کیا، اس نے چیخ کر کہا۔ "ڈاکٹر! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا صرف تم اور تمھارا یہ غلام یہاں سے جائے گا، ہمارا کیا ہوگا؟"

ڈاکٹر نے کہا "پہلے ہم دونوں کو یہاں سے نکل جانے اس کے بعد ہم تمھیں یہاں سے نکال لے جانے کے لیے باہر سے ہر ممکن ذرائع اختیار کریں گے۔"

ایک نے کہا "واہ، بہت خوب، ہمیں موت کے منہ میں دھکیل کر باہر جاؤ گے تب ہمیں یہاں سے نکالو گے۔ ہمیں بیوقوف بنا رہے ہو۔ نہیں ڈاکٹر! تم ہمارے سربراہ ہو۔ تمھارا فرض ہے ہماری حفاظت کرو۔"

دوسری تمام عورتیں یکے بعد دیگرے کچھ نہ کچھ کہنے لگیں کچھ رونے لگیں، کچھ فریاد کرنے لگیں۔ سب یہی کہہ رہے تھے کہ ان خطرناک کتوں کے درمیان نہیں رہیں گے۔

ڈاکٹر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر گرجتے ہوئے کہا "خاموش ہو جاؤ۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں تم سب تنظیم کے وفادار ہو اس وقت تمھارے دماغوں میں فرہاد بول رہا ہے یکے بعد دیگر

تم لوگوں کے دماغوں میں پہنچتا ہے، تم لوگوں کو بھڑکاتا ہے اور بغاوت پر آمادہ کرتا ہے۔"

ایک نے کہا "میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میرے دماغ میں فرہاد نہیں ہے۔ ہم انسان ہیں اور ہمیں اپنے تحفظ کا حق پہنچتا ہے۔ ڈاکٹر! ہم اپنی تنظیم کی خاطر مریں گے تو ایک ساتھ۔ جئیں گے تو ایک ساتھ۔"

کسی ایک نے تائید کی "بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی ایسا منصوبہ بناؤ کہ ہم سب یہاں سے بخیریت نکل سکیں۔"

ڈاکٹر نے کہا "اگر کسی کے ذہن میں کوئی ایسی تدبیر ہے جس پر عمل کر کے ہم ایک ساتھ یہاں سے بخیریت نکل سکتے ہیں تو مجھے بتاؤ۔"

مارٹر بلبا نے کہا "سب سے پہلے تو فرہاد سے خوفزدہ ہونا چھوڑ دو۔ اس بات کا یقین رکھو، وہ ہمارا یہاں کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ہم یہاں خطرناک کتوں میں گھرے ہوئے ہیں، اس سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے مسلح گارڈز کو میں کوئی اہمیت نہیں دیتا جب جان پر بن آئے گی تو ہم ان سے نمٹ لیں گے۔"

کسی نے پوچھا "بیشک انسان انسان سے ہاتھا پائی کر سکتا ہے مگر کتوں سے کیسے نمٹا جائے گا؟"

ایروز مائل نے کہا "ڈاکٹر! ہم سے بڑی بھول ہوئی۔ پچھلی رات جب ہمیں معلوم ہوا تھا کہ شی ہیر جولی تھامسن کے ہاں ہے تو وہیں اس کی تصویر اتار لینی چاہیے تھی۔"

ڈاکٹر نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہم انسان ہیں۔ ہم سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ آج صبح یہ آئیڈیا میرے دماغ میں آیا کہ اے ایم یو کیمرے کے ذریعے اپنے آدمیوں کی تصویریں اتاری جائیں اور شی ہیر کی بھی تصویر ہتھیا لی اتار لی جائے تاکہ کسی شبہے کی گنجائش نہ رہے۔ افسوس ہم نے دیر سے اس تدبیر پر عمل کیا مگر میں اب بھی مایوس نہیں ہوں۔ اگر تم ہم پر بھروسا کرو تو ہم دونوں یقیناً یہاں سے نکلنے ہی کے لیے راستہ نکال لیں گے۔"

ایک نے کہا "ڈاکٹر! اگر تمھارے دل میں ہمارے لیے ہمدردی اور دوستانہ جذبہ ہے تو ایسا کرو کہ پہلے ہم میں سے کسی چار کو شی ہیر بنی اس جولی تھامسن کے ساتھ باہر بھیج دو۔ تم اور مارٹر بلبا یہاں خرچی وقت تک رہو گے تو فرہاد تم دونوں کو ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ طرہ تو ہم لوگوں کو ہے۔"

ڈاکٹر نے چاروں طرف پھیلے ہوئے لوگوں کو سرسری طور پر دیکھا، پھر کہا "تم میں سے ہر ایک ہمارا محبوب ساتھی ہے اور ہر ایک فرہاد کا شکار ہے۔ جو بھی اس نقلی شی ہیر کو لے کر جائے گا فرہاد سے ٹریپ کر لے گا۔"

سب خاموش ہو گئے۔ اس حقیقت کو سمجھنے لگے۔ میں بھی سمجھ رہا تھا کہ اتنے سارے لوگوں کو بیک وقت بغاوت پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ ایک بار کسی کے دماغ میں جا سکتا ہوں۔ اس کے بعد کسی دوسرے کے دماغ میں۔ باری باری لوگ بولتے رہیں گے، تو باری باری لوگ یہ بھی سمجھتے رہیں گے کہ اب تک انھوں نے اپنے مزاج کے خلاف ڈاکٹر سے بغاوت کی ہے جب کہ تنظیم کے پہلے اور بنیادی اصول کے مطابق ڈاکٹر پر اندھا دھند اعتماد کرنا ان کا فرض ہے۔

وہ سب اپنے اپنے طور پر سوچ رہے تھے۔ ڈاکٹر مارٹر بلبا کو ایک طرف لے گیا۔ سب سے دور لے جا کر وہ سرگوشی میں کچھ کہنے لگا۔ میں سن نہیں سکتا تھا کیونکہ اُن کے قریب میرا کوئی شکار موجود نہیں تھا۔ پھر وہ واپس آ گئے۔ ڈاکٹر نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ایک تدبیر ہے۔ تم لوگوں کا اعتماد بحال رکھنے کے لیے میں یہاں تمھارے درمیان موجود رہوں گا۔ صرف مارٹر بلبا جولی تھامسن کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔ اور ہمارے لیے فرار کے راستے ہموار کرے گا۔ اس طرح فرہاد صرف ہمارے درمیان کھچڑی پکا سکے گا۔ مارٹر کا تعاقب نہیں کر سکے گا۔ رہ گئی یہ جولی تو یہ مدہوش ہے اور ہم اس کی مدہوشی سے فائدہ اٹھائیں گے۔ فرہاد اس کے دماغ کو اپنی مرضی کے مطابق پوری طرح استعمال نہیں کر سکے گا۔"

سب نے اس منصوبے کی تائید کی۔ اس کے بعد مارٹر بلبا جولی کے پاس آیا۔ وہ ایک صوفے پر نیم دراز تھی۔ اسے اپنا ہوش نہیں تھا۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر اس کی دماغی حالت کا اندازہ کرنے لگا۔

مارٹر بلبا نے اسے اپنے کاندھے پر لاد لیا، اس حال سے باہر جانے لگا۔ جولی کا دماغ نشے کی زیادتی سے کمزور پڑ گیا تھا۔ سوچنے سمجھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ جب سکت نہ رہے تو کہیں بھی گر پڑنے کو جی چاہتا ہے۔ وہ یہی چاہتی تھی کہ بے خودی کی حالت میں کہیں گری پڑی رہے اور کوئی حرکت نہ کرے۔

میں نے اندازہ لگایا کہ اسے اپنے طور پر پوری طرح استعمال کرنا ممکن نہیں ہے لیکن ہنگامی حالت میں میں اس کے دماغ کو پوری طرح کنٹرول میں لے کر اسے اٹھنے بھاگنے پر نہ سہی، رینگنے پر تو مجبور کر سکتا ہوں۔ میری سوچ کی لہریں اس کے اندر اس حد تک ضرور قوت پیدا کر دیں گی۔

میں شی ہیر کی پرسنل سیکرٹری کے پاس پہنچ گیا۔ خیال تھا اسے اپنا آلہ کار بنا سکوں گا لیکن وہ ایک بند کمرے میں رسیوں سے جکڑی ہوئی تھی۔ کرسی پر اسے بٹھا کر باندھ دیا گیا تھا اور اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے ٹیپ چپکا دیا گیا تھا۔

میں نے اس کے ذریعے کمرے کا جائزہ لیا۔ وہاں نیم تاریکی

تھی۔ کہیں کہیں ہار دی اسلحہ نظر آ رہا تھا، اسے اسلحہ خانے میں قید کیا گیا تھا۔ دروازے کو باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ صرف ایک روشندان بہت اونچائی پر تھا۔ وہ بھی اتنا چھوٹا سا تھا کہ اس میں سے کوئی گزر نہیں سکتا تھا۔

وہ بری طرح سے بُری طرح جکڑی ہوئی تھی۔ ادھر اُدھر ہل نہیں سکتی تھی۔ میں نے وہاں وقت ضائع نہیں کیا۔ پھر جولی کے دماغ میں آ گیا۔ اس کے کانوں میں بہت دُور جیسے ٹارٹر بلبا کی آواز سنائی دے رہی تھی حالانکہ وہ قریب سے بول رہا تھا مگر نشے کی حالت میں وہ کچھ سمجھ رہی تھی کچھ نہیں سمجھ رہی تھی۔ میں سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔

ٹارٹر بلبا کسی سے کہہ رہا تھا "دیکھو لو تمھارا مادام کی کیسا حال ہے۔ فرار نے اسے اس قدر مدہوش کر دیا ہے۔ تم سب کو اپنی زبان بند رکھنی چاہیے ورنہ وہ تمھاری مادام کے دماغ میں بیٹھ کر تمھاری آواز سُنے گا تو تمھیں بھی ٹیپ کرے گا۔"

جولی کی آنکھیں بند تھیں۔ نشے کی زیادتی سے وہ ایک طرف جھکی جا رہی تھی۔ میں نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں مگر وہ آنکھیں پوری طرح نہ کھول سکی۔ میں نے دیکھا ٹارٹر بلبا کے ساتھ ایک مسلح جوان کھڑا ہوا تھا۔ وہ مشی سپر کا مسلح محافظ تھا۔

میں نے جولی کو ایک طرف یوں ڈھلکا دیا جیسے وہ پلنگ سے گرنے والی ہو۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ میں نے اس کے ذریعے محسوس کیا۔ کسی نے آ کر اسے سنبھالا ہے اور اب پلنگ پر اسے اچھی طرح لٹایا جا رہا ہے۔ پھر ٹارٹر بلبا کی آواز سُنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "یہ بے ہوش ہو چکی ہے۔" اس نے جولی کو جھنجھوڑا، آوازیں دیں۔ پھر شاید وہ مطمئن ہو گیا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی اس کے بعد اس نے کہا "میں یہاں میڈم کے پاس رہوں گا۔ تم بڑے ہال میں جاؤ وہاں ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن تمھارا انتظار کر رہا ہے۔ پھر وہی کرو جو میں نے تمھیں سمجھایا ہے۔"

پھر اس کی آواز آئی "نہیں نہیں۔ دیکھو تم کچھ کہنے جا رہے ہو۔ اپنی زبان نہ ہلانا۔ آواز نہ نکالنا۔ اسی لیے میں نے تمھیں سمجھایا تھا کہ اپنے منہ پر ٹیپ چپکا لو۔ بے اختیار منہ سے کوئی بات نکل سکتی ہے۔"

میں انھیں چھوڑ کر بڑے ہال میں آ گیا۔ وہاں کتنے ہی داغوں کے دروازے میرے لیے کھلے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر سیموئیل اُن سے کہہ رہا تھا "یہ میری پلاننگ ہے۔ اگر تم لوگوں نے اس سے اختلاف کیا تو پھر سمجھ لو ہم یہاں سے کبھی نہیں نکل سکیں گے۔"

ایک نے کہا "تم واقعی اچھی پلاننگ کرتے ہو لیکن یہ بات ہمارے حق میں نہیں ہے کہ ہم اپنے دونوں ہاتھ پیچھے بندھوا لیں اس حد تک ہم بات مانتے ہیں کہ اپنے اپنے منہ پر ٹیپ چپکا لیں تاکہ بے اختیار کچھ نہ بول سکیں۔"

ڈاکٹر نے کہا "اگر تمھارے ہاتھ پیچھے کی طرف نہیں بندھے ہوں گے تو مزاحمت تمھارے دماغ پر قابض ہو کر کسی بھی وقت تمھارا منہ پر چپکے ہوئے ٹیپ کو نکال دے گا اور تمھیں بولنے پر مجبور کر دے گا۔ اس طرح ہماری پلاننگ خاک میں مل جائے گی۔ ہم بچ سے نہیں جا سکیں گے۔"

میں ایک شخص کے دماغ میں رہ کر ڈاکٹر کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ شخص ڈاکٹر کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور ڈاکٹر کے پیچھے جو شخص تھا وہ اچھا صحت مند اور مضبوط جسم کا مالک نظر آتا تھا۔ میں نے اسے مجبور کیا تو اس کا ہاتھ گھوم گیا۔ ایک گھونسا ڈاکٹر کے منہ پر پڑا۔ ڈاکٹر لڑکھڑاتے ہوئے ذرا پیچھے گیا۔ میں اس کے پیچھے کھڑے ہٹے کٹے آدمی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے گردن دبوچ لی۔ دوسرے ہاتھ کو اس کی پتلون کی جیب میں ڈالا اور ریوالور نکالنے لگا۔ ڈاکٹر نے فوراً ہی اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ پھر پھنسی پھنسی آواز سے کہنے لگا "اس کے دماغ میں فرار ہو جاؤ۔ مجھے بچاؤ۔"

سب ہی اس پر پل پڑے۔ ڈاکٹر کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگے۔ ڈاکٹر کی جیب کے اندر اس شخص کا ہاتھ ریوالور کے دستے پر تھا اور انگلی ٹریگر پر۔ میں نے انگلی کو ٹریگر پر دبا دیا۔ ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز ہوئی۔ لوگ ڈاکٹر کو چھڑانے کے لیے قریب آ گئے تھے۔ وہ سب چیخیں کرتے ہوئے اندازہ میں بھاگنے لگے۔ سبھی کو اپنی جان عزیز تھی۔ کہیں گولی نہ لگ جائے۔

گولی ڈاکٹر کی ایک جیب میں سوراخ کرتی ہوئی دوسری جیب سے ہوتی ہوئی پاؤں کے گھٹنے میں لگی تھی۔ ایسے میں قوت مدافعت کہاں ہوتی ہے۔ ڈاکٹر کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔ اور اس شخص نے ریوالور لے لیا۔ وہ اس زخم کی تاب نہ لا کر فرش پر گر پڑا تھا۔ گولی اس کے گھٹنے کے کہیں آس پاس ہی دھنس گئی تھی اب وہ تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔

دوسری طرف فائرنگ کا زبردست ردِ عمل ہوا۔ ہال کے باہر سے وہ کہ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آتی رہتی تھیں لیکن فائرنگ کے بعد جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ تمام کتے ایک ساتھ بھونکنے لگے تھے۔ اتنا شور تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ تمام جشن منانے والے سہمے ہوئے انداز میں چاروں طرف گھوم کر دیکھ رہے تھے۔ کبھی کھڑکی کی طرف کبھی دروازے

طرف۔ انھیں یوں لگ رہا تھا جیسے کتے ابھی اُن پر جھپٹنے ہی والے ہوں۔

ریوالور والا میری مٹھی میں تھا۔ اس نے چیخ کر کہا "سنو! غور سے سنو! میں فرار بول رہا ہوں۔ ابھی تھوڑے ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اس دنیا میں سپر پر سوا سپر ہوتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سپر کون ہے اور سوا سپر کون؟"

سب لوگ سہمے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے۔ کچھ عورتیں رونے لگیں۔ کچھ گڑگڑانے لگیں۔ کچھ لوگ دوستی اور سمجھوتے کی باتیں کرنے لگے۔ میں نے اپنے آلۂ کار کی زبان سے کہا "میں دوست بن کر تم سب کو مشورہ دیتا ہوں۔ یہاں جتنے بھی مسلح گارڈز ہیں، اُن کی حمایت حاصل کرو۔ انھیں بتاؤ کہ شی سپر کو ڈاکٹر سیموئیل، اور ٹارٹر بلبا نے مار ڈالا ہے۔ اس کی جگہ اپنی ایک عورت کو نئی سپر بنا لیا ہے تاکہ مسلح گارڈز کو دھوکا دے کر یہاں سے نکل جائیں۔"

سب گم صم ہو کر اس کی باتیں سن رہے تھے۔ کسی نے انکار کی جرأت نہیں کی۔ میں نے پھر اپنے آلۂ کار کی زبان سے کہا "یقین نہ ہو تو ڈاکٹر تم سب کو بے وقوف بنا رہا ہے۔ تم لوگوں کے ہاتھ باندھ لیے جاتے، منہ پر ٹیپ چپکا لیے جاتے تاکہ تم کچھ بول نہ سکو۔ ان لوگوں نے شی سپر کی پرسنل سیکرٹری کو بھی اسی طرح بے بس کر کے ان کے ایک اسلحہ خانے میں بند کر دیا ہے۔ یقین نہ ہو تو جا کر دیکھ لیتے ہو۔ تم سب کو بھی اسی طرح بند کر دیا جائے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فائرنگ کی آواز گونج گئی۔ میرے آلۂ کار کے حلق سے ایک کراہ نکلی پھر ریوالور اس کے سر سے چھوٹ کر فرش پر گر پڑا۔ ٹارٹر بلبا ایک مسلح گارڈ کی گن لیے دروازے پر کھڑا تھا۔ اس نے کہا "ڈاکٹر! ہم پلاننگ کرتے وقت یہ بھول گئے تھے کہ میں آپ کو یہاں چھوڑ کر ان گارڈز کو فرار دان کو آپ کا دشمن بنا دے گا اور ان کے ذریعے آپ کے ریوالور پر قبضہ جما لے گا۔"

ڈاکٹر نے تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے کہا "مجھے بچاؤ۔ میرے باہیں پاؤں کے کسی حصے میں دھنس گئی ہے، اسے نکالو۔"

ٹارٹر بلبا نے آستین گن دکھلاتے ہوئے کہا "تم سب ایک ہال کے گوشے میں چلے جاؤ۔ خبردار! فرش پر سے ریوالور نہ اٹھائے ورنہ میں دشمن سمجھ کر گولی مار دوں گا۔"

وہ سب ہال کے ایک طرف جانے لگے۔ ٹارٹر بلبا نے کہا "ٹھہرو! ایک ذرا صبر کرنا ہوگا۔ تکلیف برداشت کریں، پہلے ان سب کی زبانیں بند کر دوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ٹیپ کا ایک رول ہال میں پھینکتے ہوئے کہا "سٹرابیرو نائل! فوراً اسے کاٹ کاٹ کر ہر ایک کے منہ پر چپکاتے جاؤ۔ کم آن۔ ہری اَپ۔"

ابیرو نائل اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ وہ اسٹین گن دکھاتا ہوا ہال میں داخل ہوا۔ ڈاکٹر کے پاس پہنچ کر پہلے اس نے فرش پر گرے ہوئے ریوالور کو اپنے قبضے میں لیا پھر کہا "آپ فکر نہ کریں۔ میں ابھی چاقو کے ذریعے آپ کے پاؤں سے بُلٹ نکالوں گا۔ تکلیف یقیناً ہوگی لیکن آپ غیر معمولی قوت برداشت کے مالک ہیں، زیادہ سے زیادہ بے ہوش ہو جائیں گے مگر آپ کی جان بچ جائے گی۔"

میں اسے چھوڑ کر جولی نھاسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ خراٹے لے رہی تھی۔ نشے نے اسے سُلا دیا تھا۔ اچھا ہوا کہ صرف سُلایا تھا بے ہوش نہیں کیا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق کراہنے لگی تھی۔ مجھے اس کے ذریعے کسی کی آواز سنائی دی۔ کوئی سرگوشی میں پوچھ رہا تھا۔

"میڈم! میڈم! ہوش میں آئیے، آپ کو کیا ہو گیا ہے؟"

یقیناً وہ مسلح گارڈ تھا جسے ٹارٹر بلبا شی سپر کی خواب گاہ میں لے کر آیا تھا۔ ڈاکٹر کی پلاننگ یہ تھی کہ ادھر ٹارٹر مسلح گارڈ کو اپنے اعتماد میں لے گا، ادھر ڈاکٹر اپنے آدمیوں کے ہاتھ پیچھے باندھنے پر انھیں مجبور کر دے گا اور اُن کے منہ پر ٹیپ چپکا دے گا تاکہ وہ کسی مسلح گارڈ کو یہ نہ بتا سکیں کہ شی سپر کو پہلے ہی مار ڈالا گیا ہے۔ اور ان کے سامنے ایک نقلی شی سپر ہے۔

بہرحال بلبا نے سوچا تھا کہ خود جولی کے پاس موجود ہے گا اور مسلح گارڈ کو اپنے اعتماد میں لینے کے بعد بڑے ہال کی طرف بھیج دے گا۔ لیکن اچانک فائرنگ نے ٹارٹر بلبا کو مجبور کیا کہ وہ اپنی پلاننگ میں تبدیلی کرے۔ اس نے مسلح گارڈ کو شی سپر کے پاس چھوڑا اور ڈاکٹر کی فکر میں وہاں دوڑا چلا گیا۔ اب اُن کا کام یہی رہ گیا تھا کہ وہ ادھر سے اُدھر دوڑتے رہیں اور جان بچانے کی فکر کرتے رہیں۔

میں اس مسلح گارڈ کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے سب سے پہلے دروازے کو اندر سے بند کیا، پھر اس دیوار کی طرف دیکھا جہاں مختلف بٹن لگے ہوئے تھے۔ وہیں ایک سرخ بٹن تھا۔ وہ خطرے کا الارم تھا۔ اس نے دیوار کے پاس پہنچ کر اس بٹن پر انگلی رکھ دی

مطالعہ کریں امتحان میں اچھے نمبر حاصل کرنے کے لیے ایک بے حد کارآمد مضمون
امتحان میں کامیابی کا راز
قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱ روپے
ملنے کا پتہ: فیصل پوسٹ بکس نمبر ۹۱۴۳ کراچی نمبر ۱

اس کے ساتھ ہی محل کے چاروں طرف خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ میں نے گارڈ کے دماغ کو ذرا آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر اپنے آپ کو اور کبھی اس خوابگاہ کو دیکھنے لگا، سوچنے لگا۔ مجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں اس دیوار کے پاس کیسے پہنچ گیا؟ میں تو میڈم کے پاس تھا۔

پھر اس کی سوچ نے کہا۔ "یقیناً فرہاد میرے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔ اس آدمی نے ٹھیک ہی سمجھا یا تھا کہ مجھے نہیں بولنا چاہیے۔"

میں اسے زیادہ دیر کے لیے چھوڑ کر ایرو زمائل کے دماغ میں پہنچا۔ وہ لوگ خطرے کی گھنٹیوں کا شور سن رہے تھے۔ ٹارٹر بلبا نے اسٹین گن سنبھال لی تھی اور ریوالور بھی اپنے ہاتھ میں رکھا تھا پھر وہ وہاں سے دوڑتے ہوئے باہر جانے لگا۔ میں نے ایرو زمائل کی زبان سے چیخ کر کہا۔ "بلبا! اب تم ادھر سے ادھر دوڑتے رہنے پر مجبور ہو۔ تمہاری سب سے بڑی غلطی یہ ہوئی کہ شی سپر کو اس گارڈ کے حوالے کر کے چلے آئے۔ مگر یہ تمہاری مجبوری بھی تھی اپنے مالک اپنے آقا ڈاکٹر سیمویل کی جان بچانا تمہارا فرض تھا۔ چلو اب اوٹ جاؤ۔ ادھر بھی میں ہوں اور ادھر بھی تم سے ملاقات کروں گا۔"

ٹارٹر بلبا نے دروازے پر پہنچ کر کھورتے ہوئے ایرو زمائل کو دیکھا مگر وہ اسے کیا کر سکتا تھا۔ ایرو زمائل اپنا ہی آذن تھا۔ وہ دوڑتا ہوا پھر شی سپر کی طرف جانے لگا۔ میں اس گارڈ کے دماغ پر پھر قابض ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں ہی کوئی خواب گاہ کے دروازے کو باہر سے پیٹ رہا تھا۔ میں سمجھ گیا، میں نے اپنے آلہ کار کی زبان سے کہا۔ "ٹارٹر بلبا! میں فرہاد اس خواب گاہ کے اندر موجود ہوں۔ اب تم جہاں جاؤ گے وہاں مجھے پاؤ گے۔"

دروازے کو دھکے دیے جا رہے تھے۔ وہ لکڑی کا بڑا سا دروازہ بہت مضبوط تھا لیکن ٹارٹر بلبا بھی ہاتھی سے کم نہیں تھا۔ اس کے ایک ایک دھکے پر وہ دروازہ لرز جاتا تھا۔ میں نے چیخ کر کہا۔ "پاپس اور سونیا کی موت پر جشن منانے کی ابتدا تم لوگوں نے کی انتہا میں کر رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں شی سپر کے بستر کے سرہانے گیا۔ سرہانے والی ایک چھوٹی سی میز پر مختلف بٹن لگے ہوئے تھے اور وہ بٹن ایک آہنی خول میں چھپے ہوئے تھے۔ میں نے پلنگ کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک بٹن کو دبایا تو وہ آہنی خول اوپر اٹھ گیا۔ پھر میں نے اپنے آلہ کار کی انگلی ایک بٹن پر رکھ دی۔ اس کے ساتھ ہی محل کے باہر ایک زوردار دھماکا سنائی دیا۔ اس دھماکے کی گونج میں کتوں کا شور اور بڑھ گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سیکڑوں ہزاروں کتے جنونی انداز میں بھونکتے جا رہے ہوں۔

شی سپر کے دیے ہوئے معلومات حاصل ہوئی تھیں اس کے مطابق جہاں مختلف نسل کے کتے رکھے گئے تھے وہاں تک زمین دوز بارودی سرنگ بچھائی گئی تھی، تاکہ شی سپر کو کبھی کتوں کے پاگل ہو جانے سے یا اور کسی وجہ کا خطرہ محسوس ہوتا تو بارودی سرنگ کے ذریعے انہیں تباہ کر دیا جاتا۔

میں اس گارڈ کے دماغ میں رہ کر یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ باہر کے حالات کیا ہیں۔ وہاں کتنے کتے مر چکے ہیں اور کتنے کاٹ کھانے کے لیے زندہ رہ گئے ہیں۔ اب خواب گاہ کے باہر بہت سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ باہر جتنے مسلح گارڈ تھے، وہ اندر چلے آئے ہوں گے۔ قلعے کے جس حصے میں دھماکہ ہوا ہوگا، اس حصے کے کتے کچھ مر گئے ہوں گے اور کچھ دیوانہ وار مسلح گارڈز پر لپکنے آئے ہوں گے۔ ایسی حالت میں انہیں اپنی جان بچانے کے لیے محل ہی میں پناہ مل سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

میں پھر ہال میں ایرو زمائل کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں ٹارٹر بلبا غصے سے کہہ رہا تھا۔ "ہم بری طرح پھنس گئے ہیں۔ پہلے خطرے کی گھنٹی بجائی گئی اب کسی طرح باہر دھماکا کیا گیا ہے۔ باقی گارڈ آج آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ ٹیلی پیتھی کتنی دہشت پھیلا دیتی ہے۔"

اس کے تمام ساتھی مزاحمت اور حرکتیں خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ ایک نے پوچھا۔ "اب ہمارا کیا بنے گا؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ مسلح گارڈز محل میں داخل ہو رہے ہیں۔ فرہاد یقیناً انہیں بتا چکا ہوگا کہ شی سپر نقلی ہے اور اصلی کو مار ڈالا گیا ہے۔ اس کی موت کا الزام ہمارے سر ڈالا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک طرف ہمیں ان مسلح جوانوں سے نمٹنا ہے اور ان سے نمٹ کر زندہ بچیں تو باہر کتے ہمارے منتظر ہوں گے۔"

میں نے ایرو زمائل کے ذریعے کہا۔ "ٹارٹر بلبا! اگر میں جا توڑ ڈاکٹر سیمویل کو اسی وقت گولی مار دیتا لیکن میں نے اسے زندہ رہنے دیا۔ جو سونیا اور پاپس کی موت کا سہرا اپنے سر باندھے ہوئے ہے اتنی آسانی سے مرنے نہیں دوں گا۔ ابھی تم لوگوں کو اپنی زندگی کے لیے جدوجہد کا موقع دے رہا ہوں۔ لڑو اپنی زندگی کے لیے لڑتے رہو۔ تمہارے پاس اسٹین گن بھی ہے اور تم جسمانی طور پر غیر معمولی قوت کے مالک ہو۔ اس لیے اپنے آقا کو اور اپنے دوستوں کو یہاں سے بچا کر لے جانے کی بھرپور کوشش کرو۔ میں موقع دے رہا ہوں۔ ناکام رہے تو یہاں کے تمام کتے تمہاری لاشوں پر منائیں گے۔"

ٹارٹر بلبا

نے غصے اور نفرت سے مگر بے بسی سے ایرو زمائل کو دیکھا۔ گویا مجھے دیکھا کیونکہ میں ایرو زمائل کی زبان سے چیلنج کر رہا تھا اور یہ چیلنج صرف زبانی نہیں تھا، عملی بھی تھا۔ وہ چاروں طرف سے گھر گیا تھا۔ ایک طرف اس کے اپنے ساتھی، اس کے دوست ہونے کے باوجود اس کے دشمن تھے۔ میں جس وقت چاہتا ان لوگوں کے دماغوں کو اس کے خلاف کام میں لا سکتا تھا۔

دوسری طرف شی سپر کے مسلح گارڈز تھے۔ انہیں جب یہ پتہ چلتا کہ شی سپر کو بہت پہلے مار ڈالا گیا ہے اور جو لی تھا اس کی جگہ لائی گئی ہے تو ٹارٹر بلبا اور ڈاکٹر سیمویل ڈکسن کی شامت آجاتی، اور شامت آ ہی گئی تھی۔

اگر ٹارٹر بلبا اپنی بے پناہ جسمانی قوت کے ذریعے اور اسٹین گن کے سہارے مسلح گارڈز پر غالب آجاتا تب بھی باہر خطرہ ہی خطرہ تھا۔ محل کے چاروں طرف کتے دیوانہ انداز میں بھونک رہے تھے جیسے تازہ بہ تازہ انسانی گوشت چبانے اور ہڈیاں بھنبھوڑنے کا مطالبہ کر رہے ہوں۔

اور وہ ڈاکٹر سیمویل ڈکسن اپنی تنظیم کا سربراہ آدھا مر چکا تھا اور آدھا زندہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں نہ تو مر رہا تھا نہ جی رہا تھا۔ بلٹ اس کے گھٹنے کے قریب بائیں پاؤں میں دھنس گیا تھا اور بلبا کو اتنی مہلت ہی نہیں مل رہی تھی کہ وہ اپنے طور پر آپریشن کرتا اور چاقو کے ذریعے اس بلٹ کو نکالنے کی کوشش کرتا۔

ٹارٹر بلبا نے ایرو زمائل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! بیشک میرے چاروں طرف موت ہی موت ہے۔ حتیٰ کہ میرے اپنے ساتھی کسی وقت بھی میرے لیے تباہی اور ہلاکت کا باعث بن سکتے ہیں لیکن میں ان لوگوں سے بعد میں نمٹ لوں گا۔"

وہ بڑے ہال کے بڑے سے دروازے کو بند کر کے بولا۔ "ڈاکٹر! کچھ دیر اور صبر کرنا ہوگا۔ میری مجبوریوں کو سمجھیے، میں ابھی دشمنوں سے نمٹ کر آتا ہوں۔"

اس نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ اپنے آدمیوں کو اس ہال میں قید کر دیا تاکہ کوئی باہر نہ جا سکے۔ اس ہال کے دو دروازے اور تھے لیکن وہ باہر کی طرف کھلتے تھے اور باہر کتوں کا شور بڑھتا جا رہا تھا۔

میں اس مسلح گارڈ کے دماغ میں پہنچ گیا جسے میں نے شی سپر کی خوابگاہ میں چھوڑا تھا اور جس کے ذریعے میں نے باہر کی سرنگ میں ایک دھماکہ کیا تھا۔ اب وہ مسلح گارڈ اس خوابگاہ سے باہر نکل آیا تھا۔ دوسرے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ "فرہاد میرے دماغ پر قابض ہو گیا تھا۔ اس نے میرے ذریعے بارودی سرنگ کا دھماکہ کرایا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، یہاں کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔"

ایک مسلح محافظ نے کہا۔ "آج تک ہماری میڈم نے اتنی زیادہ نہیں پی۔ آج ان کی مدہوشی دیکھ کر خیال گزر رہا ہے کہ یہ بھی کوئی سازش ہو سکتی ہے۔ انہیں جبراً پلائی گئی ہے یا پھر ان کی علمی میں ان کی شراب کو دو آتشہ بنایا گیا ہے۔"

ایک اور محافظ نے کہا۔ "ہمیں باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ لیمن یا ایسی ہی کوئی کھٹی چیز میڈم کو پلائی جائے۔ انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کی جائے۔"

ٹارٹر بلبا کی آواز سنائی دی سب نے ادھر دیکھا۔ وہ کوریڈور کے پاس ایک دیوار کی آڑ میں کھڑا ہوا کہہ رہا تھا۔ "میں دوستانہ مشورہ دیتا ہوں، شی سپر کو ہوش میں نہ لایا جائے ورنہ فرہاد انہیں بھی ٹریپ کر لے گا۔"

جو محافظ شی سپر کی خوابگاہ میں رہ چکا تھا، میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر کہا۔ "یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ یہ جانتا ہے کہ شی سپر ہوش میں آئیں گی تو بھید کھل جائے گا۔ میں حقیقت بتاتا ہوں۔ ان لوگوں نے ہماری میڈم کو مار ڈالا ہے۔ یہاں ہمارے سامنے ایک بہروپیا عورت ہے۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ٹارٹر بلبا نے اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ کتنی ہی چیخیں سنائی دیں۔ ان میں سے کچھ زمین بوس ہو گئے، کچھ چھلانگیں لگا کر شی سپر کی خوابگاہ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے اپنا اپنا محاذ سنبھال لیا۔ پھر جوابی فائرنگ کی۔ ٹارٹر بلبا کوریڈور میں دیوار کے پیچھے چلا گیا تھا۔

ایک مسلح محافظ نے کہا۔ "اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ لوگ ہماری میڈم کے دشمن ہیں اور ہو سکتا ہے کہ انہیں مار ڈالا گیا ہو۔"

دوسرے محافظ نے کہا۔ "تم لوگ اس لنگوٹیے (ٹارٹر بلبا) کو فائرنگ کا موقع نہ دو۔ میں ابھی اصلی اور نقلی کی پہچان کرتا ہوں۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا شی سپر کے بستر کے پاس آیا۔ جو لی تھا مسن نشے میں مدہوش تھی۔ گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ فائرنگ کی آواز بھی اسے چونکا نہیں سکی تھی۔ محافظ نے پہلے تو اسے ادب سے مخاطب کیا۔ "مادام! مادام! ذرا ہوش میں آیئے۔"

پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے جھنجھوڑا۔ جب یقین ہو گیا کہ وہ واقعی مدہوش ہے اور اس کی دست اندازی کا برا نہیں مانے گی تو اس نے احتیاط اور آداب کو بالائے طاق رکھ کر اس

کی گردن کے پیچھے ہاتھ لے جا کر دیکھا۔ وہاں اسے ماسک میک اپ کا جوڑ نظر آ رہا تھا۔ اس نے اس جوڑ کو کھول دیا۔ ماسک کو اس چہرے سے اتارنے لگا۔ چند ہی لمحوں کے بعد اس کے سامنے اس کی مالکہ نہیں تھی، جولی تھا مسن کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔

محافظ نے پلٹ کر چیختے ہوئے کہا۔ "دھوکا، ہمارے ساتھ زبردست دھوکا ہو رہا ہے۔ یہ کوئی دوسری عورت ہے۔ ہماری مادام کو ان لوگوں نے مار ڈالا ہے۔ اس کم بخت لنگوٹیے کو زندہ مت چھوڑو۔"

ایک محافظ نے آہستگی سے کہا۔ "ہم اس کمرے سے کس طرح باہر نکلیں۔ ادھر سے وہ ہمیں روک رہا ہے۔ ہم صرف چار رہ گئے ہیں۔ ہمارے دو ساتھی مارے گئے ہیں۔ اگر ہم نے اس لنگوٹیے پر قابو نہ پایا تو پھر یہاں مر جائیں گے یا باہر کی طرف جائیں گے تو وہاں کتے آزاد ہو چکے ہیں۔"

میں نے ایک محافظ کی سوچ کے ذریعے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کا حساب لگائے، وہ حساب کرنے لگا۔ باہر بارہ مسلح محافظ قلعے کے مختلف حصوں میں رہتے تھے جن میں سے چھ محل میں داخل ہونے کے بعد دروازے کو اندر سے بند کر چکے تھے تاکہ کتے نہ آ سکیں۔ باقی چھ محافظ مختلف سیفٹی ٹاور پر چڑھ گئے تھے تاکہ وہاں سے کتوں کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر سکیں۔

ایک محافظ نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "دشمن کوریڈور میں چھپا ہوا ہے ہمیں یہاں سے نکلنے نہیں دے گا۔ مجھے ایک تدبیر سوجھی ہے۔"

سب نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ شی سپر کی خواب گاہ میں ایک خطرناک کتا آہنی سلاخوں کے پیچھے قید رہتا تھا۔ اسے شی سپر کنٹرول کرتی تھی۔ اس محافظ نے ادھر اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہاں ایک کتا ہے۔ ہم اسے آزاد کر دیں گے اور اسے اس لنگوٹیے کی طرف ہانک دیں گے۔"

دوسرے نے کہا۔ "اگر اس کتے نے ہم پر حملہ کر دیا تو؟"

"ہمارے پاس اسٹین گنیں ہیں۔"

"اس لنگوٹیے کے پاس بھی اسٹین گن ہے۔"

"ہے تو کیا ہوا۔ اس کے قدم اکھاڑنے کے لیے آخر کچھ کرنا تو ہوگا۔" میں انہیں چھوڑ کر ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ سانس روک کر میرے لیے دماغ کے دروازے بند کر سکتا۔ وہ نڈھال ہو چکا تھا۔ اپنی قوتِ برداشت سے کام لے کر جسمانی تکلیف کو جھیل رہا تھا۔ جہاں بلٹ ہیومیٹ ہو گیا تھا وہاں یوں لگ رہا تھا جیسے انگارے دہک رہے ہوں۔ ٹیسیں یوں اٹھ رہی تھیں جیسے ابھی اس کی ٹانگ کٹ کر الگ ہو جائے گی۔ اس وقت وہ بار بار کلائی کی گھڑی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر مایوس ہوتا جا رہا تھا۔

اس کی سوچ نے بتایا کہ ٹھیک گیارہ بجے اس کا ایک خاص ماتحت فون پر اس سے بات کرے گا۔ اس کی خیریت معلوم کرے گا۔ شی سپر کے قلعے میں ہتھیار وغیرہ لے کر داخل ہونا ممنوع تھا۔ حتیٰ کہ ریڈیو ٹرانسمیٹر وغیرہ لانے کی بھی اجازت نہیں تھی اس لیے ڈاکٹر نے احتیاطاً اپنے خاص ماتحت سے کہہ دیا تھا کہ گیارہ بجے ان کی خیریت معلوم کر لی جائے مگر فون پر ڈاکٹر کی یا ٹارٹر بلبا کی آواز نہ سنائی دے یا اپنے کسی ساتھی کی آواز سنائی دے اور وہ خیریت کی اطلاع دے تو اس پر بھروسہ نہ کیا جائے۔ سمجھ لیا جائے کہ اس کے آس پاس کا خطرہ ہے اور انہیں فوری امداد کی ضرورت ہے۔

وہ فون گیارہ بجے رات کو موصول ہونے والا تھا جبکہ اس وقت نو بج رہے تھے۔ ابھی دو گھنٹے باقی تھے اسی لیے ڈاکٹر مایوس ہو گیا تھا۔ سوچ رہا تھا، شاید دو گھنٹے تک اذیتیں برداشت نہ کر سکے۔ جب تک ٹارٹر بلبا کو دشمنوں سے نجات ملے گی اور وہ اس کی طرف توجہ دے گا اس وقت تک وہ مر چکا ہوگا۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو ڈاکٹر! میں ہوں تمہارا اور تمہاری قوم کا دیرینہ دشمن فرہاد۔"

اس نے ایک گہری سانس لی تو زخم سے ٹیس اٹھنے لگی۔ زیادہ زور سے سانس لینے پر بھی تکلیف بڑھ جاتی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "بتاؤ موت کیسی لگ رہی ہے؟"

وہ کراہتے ہوئے بولا۔ "بہت ہی اذیت ناک۔ جب اپنے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ تکلیف کیسی ہوتی ہے اور کانٹا کیسے نکالنا چاہیے۔ افسوس کہ موت کا کانٹا میں اپنے جسم سے خود نہیں نکال سکتا۔ تڑپ رہا ہوں اور مر بھی نہیں سکتا۔ فرہاد! دوستی کر لو۔ میں اپنی پچھلی غلطیوں کی معافی چاہتا ہوں۔ توبہ کرتا ہوں۔"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں انسان ہوں اور دوسرے انسان کو یوں تڑپا تڑپا کر مارنا نہیں چاہتا۔ میرا نقصان پورا کر دو۔ میری سونیا اور میرا پارس مجھے واپس کر دو۔ میں تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا دوں گا۔"

"آہ۔ میں انہیں کہاں سے واپس کروں؟"

وہ سر جھکا کر زخم کی جلن اور ٹیسوں کو برداشت کرنے لگا۔ میں نے کہا۔ "تم نے ان کی موت کا سہرا اپنے

باندھا تھا۔ صرف سہرا باندھنے سے کیا ہوتا ہے۔ میکل دولہا تو میں بناؤں گا۔ یاد رکھو۔ گیارہ بجے جو فون آنے والا ہے۔ اسے میں ریسیو کر لوں گا اور تمہاری آواز میں جواب دوں گا اور تم جانتے ہو کہ میں آواز کا اور لب و لہجے کا کامیاب نقال ہوں۔"

وہ تڑپ کر بولا۔ "نہیں نہیں ایسا نہ کرو۔ خدا کے لیے ایسا نہ کرو۔ ہمارے بچاؤ کے لیے کوئی تو راستہ رہنے دو۔ ہمیں چاروں طرف سے مجبور اور بے بس نہ کرو۔"

"سونیا طیارے میں قید تھی۔ چاروں طرف سے مجبور اور بے بس تھی۔ نیچے زمین دور تھی، اوپر آسمان تھا۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ تم دیکھو کہ تمہارے فرار کے لیے کون سا راستہ ہے۔ کیا تم زمین پر رہتے ہوئے بھی سونیا سے زیادہ بے بس اور مجبور نہیں ہو؟"

اس نے اپنے سر کے بالوں کو دونوں مٹھیوں میں جکڑ لیا۔ وحشیانہ انداز میں اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں مر رہا ہوں۔ یہ اذیتیں برداشت نہیں ہو رہیں۔ مجھے مار ڈالو پلیز مجھے مار ڈالو۔"

پھر اس نے ایرونہ مائل کو مخاطب کیا۔ "تم کیا تماشہ دیکھ رہے ہو؟ کیا تم مجھے اس اذیت سے بچا نہیں سکتے؟ کم از کم اپنے آدمیوں کو فون تو کر سکتے ہو۔"

ایرونہ مائل نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ڈاکٹر! تم شاید بھول گئے کہ شی سپر کے محل میں جتنے بھی ٹیلی فون ہیں، وہ صرف کال اوصول کرنے کے لیے ہیں۔ کال کرنے کے لیے نہیں۔ صرف شی سپر کی خواب گاہ میں ڈائلنگ والا فون ہے۔"

وہ تکلیف کی شدت سے جھلاتے ہوئے بولا۔ "تو پھر مجھے مار ڈالو۔"

"ہم تمہیں ماریں گے تو ٹارٹر بلبا ہمیں مار ڈالے گا۔"

"تو پھر بلبا کو بلاؤ۔ اسے آواز دو۔ میں اسے مجبور کروں گا کہ وہ مجھے گولی مار دے۔ یہ تم سب کے لیے ڈوب مرنے کی بات ہے کہ فرہاد نے تمہارے سربراہ کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے۔ اس موت کی بھیک مانگ رہا ہوں اور موت نہیں مل رہی ہے۔"

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ شی سپر کی خواب گاہ میں بلب محافظ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ لوگ اب تک اپنے پنجے محافظ پر گڑے ہوئے تھے۔ فائرنگ نہیں ہو رہی تھی۔ وہ خواہ مخواہ کارتوس ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ادھر ٹارٹر بلبا جانے کیا سوچ رہا ہوگا اور کیسی پلاننگ کر رہا ہوگا، اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

دو گھنٹے بعد ڈاکٹر کو ایک فون موصول ہونے والا تھا، اور دو گھنٹے سے پہلے ہی وہاں دشمنوں کی زندگی یا موت کا فیصلہ ہو جانا تھا۔ میں نے جس محافظ کے دماغ میں جگہ بنائی تھی، اس کی سوچ میں پوچھا۔ "کیا باہر سے پولیس وغیرہ کی امداد حاصل کی جاتے یہ ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کیا جاتے ہے؟"

محافظ کی سوچ نے کہا۔ "ہاں ایسا کرنا چاہیے۔ حالانکہ ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ ان کا کچھ نہیں بگڑے گا، لیکن شی سپر بھی کسی سے کم نہ تھی۔ اس کی موت پر ان کے خلاف مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔"

مجھے بھلا کسی مقدمے سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ میں نے اس کے ذریعے دیکھا۔ ٹیلی فون وہاں رکھا ہوا تھا جہاں بارودی سرنگ میں دھماکے کرنے کے لیے بٹن لگے ہوئے تھے۔ میں نے اسے آگے بڑھا دیا تاکہ وہ ٹیلیفون کر سکے لیکن جیسے ہی وہ قریب پہنچا، اسے لڑکھڑانے پر مجبور کر دیا۔ وہ بٹن والے بورڈ پر گر پڑا۔ ایک ساتھ کئی بٹن اس کے جسم کے بوجھ سے دبتے چلے گئے۔

پھر قلعے کے اندر جیسے قیامت آ گئی۔ ایک ساتھ کئی دھماکے ہوئے۔ زلزلہ سا آ گیا۔ محل کے در و دیوار لرزنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی کتوں کا وحشیانہ شور اٹھا۔ ان کے بھونکنے کی آوازیں تھیں، کان گونج رہے تھے اور ان کی بازگشت دماغ کے گنبد میں ناقابلِ برداشت سماعت پیدا کر رہی تھی۔

ایک محافظ نے جلدی سے اپنے ساتھی کو بٹن والے بورڈ سے اٹھایا۔ پھر غصے سے جھنجھلا کر بولا۔ "یہ تم نے کیا کیا۔ باہر تو اب موت ہی موت ہے۔"

اب وہ اپنی صفائی میں یہی کہے گا کہ اچانک گر پڑا تھا۔ میں اس کا بیان سننے کے لیے وہاں نہیں رہا۔ دوسرے محافظ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کوریڈور کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ "پتہ نہیں لنگوٹیا وہاں موجود ہے یا اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا ہے۔ اس قدر شور ہو رہا ہے۔ دھماکے ہو رہے ہیں۔ کتے بھونک رہے ہیں، یقیناً وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہوگا۔"

میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے شی سپر کی خواب گاہ سے باہر نکالا۔ پھر دوڑاتے ہوئے کوریڈور کی طرف فائرنگ کراتے ہوئے لے گیا۔ کوریڈور خالی تھا۔ وہاں ٹارٹر بلبا نظر نہیں آیا۔ میں نے اسے محل کے بیرونی دروازے کی طرف دوڑا دیا۔

وہ محل کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا، دوڑتا ہوا محل کے بیرونی دروازے تک آیا۔ کھڑکیوں کے شیشوں کے پار کتے اچھلتے اور دوڑتے نظر آ رہے تھے اور کھڑکیوں کے شیشوں پر لپکتے

ہوئے نظر آرہے تھے۔ وحشی کتے دروازے پر بار بار ٹکریں مار رہے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔

پھر میں نے اس محافظ کے ذریعے اتنا ہی دیکھا کہ کتوں کا ایک سیلاب لپکتا ہوا، شور مچاتا ہوا محل کے اندر داخل ہوا۔ اس محافظ کے حلق سے آخری چیخ نکلی۔ میں اسے چھوڑ کر دوسرے محافظ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ محل کے دوسرے حصّے میں تھا۔ کتوں کا بڑھتا ہوا شور قریب آتا جا رہا تھا۔ اس نے دہشت زدہ ہو کر کہا "ارے یہ دروازہ کس نے کھول دیا۔ کتے یہاں پہنچ گئے ہیں"۔

اس کے ساتھ ہی آٹسین گن سے فائرنگ شروع ہوگئی۔ تڑتڑاتڑ کی آوازیں محل کے اندر گونج رہی تھیں۔ کتے قریب آرہے تھے، گرج رہے تھے اور ان کے پیچھے آنے والے آگے بڑھ رہے تھے۔ کارتوس کم تھے اور کتے زیادہ تھے۔ وہ مزید کارتوس اسلحہ خانے سے حاصل کر سکتے تھے لیکن کتے وہاں تک جانے کی مہلت نہیں دے رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فائرنگ ختم ہوگئی اور آٹسین گن کو لاٹھی کی طرح استعمال کرتے ہوئے اُن سے لڑنے لگے مگر ایک دو تو نہیں تھے، بے شمار تھے۔ آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے حملے کر رہے تھے۔ میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

ٹارٹر بلبا اُدھر نہیں آیا تھا۔ میں اسے تلاش کرنے کے لیے بڑے ہال میں ایروز مائل کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں عورتیں چیخ رہی تھیں۔ مرد بھی خوف سے کانپ رہے تھے۔ وہاں بھی وہی تماشا تھا۔ کھڑکی کے شیشوں سے کتے نظر آرہے تھے۔ وہ لپک لپک کر شیشوں سے ٹکرا رہے تھے۔ پچھلے دروازے پر بھی رہ رہ کر ٹکریں ماری جا رہی تھیں۔

بلبا وہاں بھی نہیں تھا۔ میں ایروز مائل کے دماغ پر پوری طرح قابض ہوگیا۔ پچھلے دروازے کی طرف گیا۔ پھر چٹخنی گرانے کے لیے اوپر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت ایک ساتھی نے اسے پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "ارے ارے کیا کرتے ہو، کتوں کے لیے دروازہ کھول رہے ہو"۔

اس کے ساتھ ہی دوسرے تمام لوگ ایروز مائل کو دھکیلتے ہوئے پیچھے لے جانے لگے۔ میں دوسرے کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ جب اس نے بھی چٹخنی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اسے بھی کچھ لوگوں نے پکڑ کر کھینچا۔ اب یہی سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایک کو پکڑ کر پیچھے دھکیلا جاتا تو دوسرا آگے بڑھ کر دروازہ کھولنا چاہتا تھا۔ آخر وہ کس کس کو روک سکتے تھے۔ وہ سبھی میرے معمول تھے۔ آخر اُن میں سے ایک نے دروازہ کھول دیا۔ وہ جیسے موت کا دروازہ کھلا تھا۔ بے زبان کتوں کے کتے آپس میں لڑتے ہوئے انسانوں پر جھپٹنے کے لیے اندر داخل ہو رہے تھے۔ مرد اور عورتیں ایسے چیخ رہے تھے جیسے ان کی چیخوں سے متاثر ہو کر، ترس کھا کر موت پلٹ جائے گی اور زندگی پلٹ آئے گی۔

میں وہاں سے دماغی طور پر اپنے کمرے میں واپس آگیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر مجھے یاد آیا اور میں پرسنل سیکرٹری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اسلحہ خانے میں اسی طرح کرسی پر رسّیوں سے بندھی ہوئی بیٹھی تھی۔ باہر سے کتوں کی شور سنائی دے رہا تھا اور وہ دہشت زدہ انداز میں آنکھیں پھاڑے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ منہ سے کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ اس لیے کہ منہ پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔

میں نے کہا "ہیلو" میں فرہاد بول رہا ہوں"۔

وہ گم صم سی ہو کر اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہریں محسوس کرنے لگی۔ میں نے کہا "میں ہی ہوں۔ تم سے سبھی دماغی رابطہ قائم نہیں کیا اس لیے تم نہیں سمجھ سکو گی"۔

"میں نے تمہارا ذکر بہت سنا ہے۔ یہاں بھی تمہاری باتیں ہوتی رہی ہیں۔ ٹارٹر بلبا مجھے یہاں باندھتے وقت یہی کہہ رہا تھا کہ یہ مادہ سے زیادہ فرہاد میرے دماغ میں پہنچ سکتا ہے، جسمانی طور پر میری مدد کو نہیں آسکتا"۔

"اس نے درست کہا ہے لیکن تم رسّیوں سے آزاد ہونے کی جدوجہد کرو تو میں تمہاری دماغی قوت کو بڑھا سکتا ہوں۔ میری سوچ کی لہروں سے تمہارا حوصلہ اور تمہاری طاقت کچھ اضافہ ہو جائے گا، کوشش کر کے دیکھو"۔

"کیسے کوشش کروں۔ میرے ہاتھ کرسی کے پیچھے بری طرح باندھے گئے ہیں، میں انہیں کھول نہیں سکتی اور کرسی کے پائے سے میرے دونوں پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ نیچے کی طرف جھک بھی نہیں سکتی"۔

"تمہارے دائیں طرف دیوار سے لگی ہوئی رائفلیں ہیں۔ ان رائفلوں میں سنگینیں لگی ہوئی ہیں۔ ان سنگینوں سے کام لیا جا سکتا ہے"۔

"میں وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ دیوار سے میرا فاصلہ تقریباً دو گز کا ہے"۔

"میں کوشش کرتا ہوں"۔

یہ کہہ کر میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اب وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے دائیں بائیں پوری قوت سے ہلنے لگی۔ کرسی ادھر سے اُدھر ہو رہی تھی۔ سبھی دائیں طرف گرنا چاہتی تھی، بائیں طرف۔ پھر مجھے خیال آیا کہ وہ نازک اندام ہے کرسی جس طرف بھی گرے گی، اسے سخت چوٹیں آئیں گی۔ ہو سکتا ہے، ہاتھ پاؤں کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں۔

میں ایسا کرنے سے باز آگیا۔ سوچنے لگا، کوئی دوسری تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔ اسی وقت اسلحہ خانے کے دروازے پر ایک ٹھوکر سی لگی جیسے کوئی آ کر ٹکرایا ہو۔ اس کے بعد ایک جھٹکے سے دروازہ کھل گیا۔ کوئی لڑکھڑاتا ہوا آ کر اندر گرا۔ کتوں کے بھونکنے کی آواز آرہی تھی۔ گرنے والے نے فوراً ہی لڑھکتے ہوئے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ وہ ایک مسلح محافظ تھا، اب مسلح نہیں تھا۔ اس کی آٹسین گن خالی تھی۔ وہ کسی طرح جان بچاتا ہوا اسلحہ خانے تک پہنچ گیا تھا تاکہ وہاں سے مزید کارتوس حاصل کر سکے۔

وہ زخموں سے چور تھا۔ دروازے سے لگا ہوا کتے کی طرح ہانپ رہا تھا۔ پرسنل سیکرٹری نے اوں اوں کی آواز نکالی تو وہ یوں چونک گیا جیسے کسی مرد و عورت کی اوں اوں نہ ہو، کسی خونخوار کتے کی غراہٹ ہو، اس کے قریب آگئی ہو۔ وہ ایک دم سے اچھل کر دروازے کی طرف سے پلٹ گیا۔ حملہ کرنے والے کتے کا مقابلہ کرنے کے لیے ڈٹ گیا لیکن وہاں بے نام سی دہشت تھی، سامنے پرسنل سیکرٹری بندھی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ آگے بڑھ کر پوچھا "تم۔ تم یہاں ہو؟ کس نے تمہیں باندھ رکھا ہے؟"

اس نے پھر اوں اوں کی آواز نکالی تو اسے سمجھ آئی کہ اس کی بات کا جواب نہیں مل سکتا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کے منہ سے چپکے ہوئے ٹیپ کو ہٹا دیا، وہ بولی "مجھے آزاد کرو۔ ٹارٹر بلبا نے میرا یہ حال کیا ہے"۔

"یہ ٹارٹر بلبا کون ہے؟"

"وہی لانبا سا پہلوان جو صرف لنگوٹ پہنے رہتا ہے"۔

زخمی محافظ نے کہا "اوہ، وہ آدمی نہیں کوئی جن معلوم ہوتا ہے۔ کتنے ہی کتوں سے لڑتا ہوا زینے پر چڑھتا چھت پر چلا گیا ہے۔ اس نے اوپر کے دروازے کو بند کر دیا ہے۔ وہ میرے لیے کبھی دروازہ نہ کھولتا۔ مجھے چار کتوں نے گھیر رکھا تھا مگر تقدیر مہربان تھی اس لیے ابھی زندہ سلامت ہوں"۔

اس نے باتوں کے دوران رسّیاں کھول دیں۔ اسے آزاد کر دیا۔ پرسنل سیکرٹری نے پوچھا "کتے اندر کیسے چلے آئے؟"

"آج تک کوئی ایسا دروازہ نہیں بنا جو موت کو اندر آنے سے روک سکے۔ ہم سب کی موت آئی ہے اسی لیے وہ اندر آگئے"۔

"ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے؟"

"یہاں سے نکلنا سب سے بڑی حماقت ہوگی۔ ہم اسی اسلحہ خانے میں سلامت رہیں گے۔ باہر سے کوئی امداد آئے گی تو یہاں سے جا سکیں گے"۔

میں ان کی باتیں سُن رہا تھا اور سوچ رہا تھا ٹارٹر بلبا تک کس طرح پہنچا جا سکتا ہے۔ اُدھر پرسنل سیکرٹری نے پوچھا "ہمارے کتنے محافظ یہاں موجود ہیں؟"

"شاید اندر آنے والے گارڈز میں صرف ایک میں ہی رہ گیا ہوں۔ باقی سب مارے گئے ہیں۔ البتہ چھ گارڈز باہر تھے۔ وہ مختلف سیفٹی ٹاور پر ہوں گے۔ ہم اس بند کمرے میں رہ کر ان سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے"۔

وہ درست کہہ رہا تھا۔ اس کی اور پرسنل سیکرٹری کی سلامتی اسی میں تھی کہ وہ وہیں چھپے رہتے۔ میں چاہتا تو ان میں سے کسی ایک کو بھگا کر محل کے باہر بھیج سکتا تھا لیکن میں اسے چھت کی طرف نہیں لے جا سکتا تھا۔ ٹارٹر بلبا نے نیچے سے آنے والوں کے لیے راستہ بند کر دیا تھا اور باہر جو محافظ زندہ رہ گئے ہوں گے میں ان کے دماغوں میں کسی ذریعے کے بغیر نہیں پہنچ سکتا تھا۔

میں سونیا کے پاس آگیا۔ وہ اعلیٰ بی بی کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہی تھی۔ پیڈرو بھی ان کے ساتھ شریک تھا۔ میں نے پیڈرو کے ذریعے انہیں مخاطب کیا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔ پھر سونیا نے کہا "میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ کیا ہوا؟"

میں پیڈرو کی زبان سے ان دونوں کو سارے واقعات سنانے لگا۔ پھر موجودہ سچویشن کا ذکر کرتے ہوئے کہا "یوں تو سب مارے گئے ہیں۔ ہر ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھ چکا ہوں۔ ایک ٹارٹر بلبا رہ گیا ہے اور وہ چھت پر ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہاں تک کیسے پہنچا جائے"۔

سونیا نے کہا "ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ وہ بچ کر کہاں جائے گا۔ تنظیم کے لوگ اس کی امداد کو آئیں گے تو آنے دو۔ بعد میں اس سے نمٹ لیا جائے گا۔ خواہ مخواہ اپنی رات کی نیند حرام نہ کرو۔ تمہارے ہاں رات کے تین بج رہے ہوں گے اب سو جاؤ"۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "سونے سے پہلے میری بات سُن لو۔ تم نے انہیں زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ اس سے پہلے سونیا نے ان کے آدمیوں کو یکے بعد دیگرے ہلاک کیا ہے۔ اُدھر برما میں بھی یہی ہنگامے ان کے خلاف ہوتے رہے۔

اب وہ بڑے منظم انداز میں تمہارے خلاف اقدامات کریں گے۔ بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "جو بی متا من نے دشمنوں سے کہہ دیا ہے کہ مرجانہ اس کے پاس آئی تھی اور اسی نے اسے شی سپر بنایا ہے لہٰذا یہاں کے یہودی مرجانہ اور آنٹی سائرہ بانو کے پیچھے پڑجائیں گے۔ مرجانہ کو محتاط رہنے کے لیے کہہ دو۔ اگر وہ ایک دو دن موجودہ رہائش گاہ سے نہ نکلے تو بہتر ہے۔ ہم موجودہ حالات کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد اور دشمنوں کے تیور دیکھنے کے بعد آئندہ پلاننگ کریں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "شاید کل تک جمیلہ اور پارس کو کسی محفوظ جگہ منتقل کردیا جائے گا۔ جمیلہ ایک دوست کے ساتھ رہے گی۔ وہ دونوں بظاہر میاں بیوی ہوں گے۔ ہم نے اس بات کا اطمینان کرلیا ہے کہ جمیلہ کی تصویر ہمارے کسی دشمن کے پاس نہیں ہے اور اسے کوئی چہرے سے پہچانتا نہیں ہے اس لیے وہ اپنے اصل روپ میں پارس کو اپنے پاس رکھے گی۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اچھی پلاننگ ہے۔ جمیلہ اور پارس ہم سے بالکل الگ رہیں تو بہتر ہوگا۔ مجھے تمہارا منصوبہ پسند ہے، ایک ماہ کے لیے سونیا پارس کے پاس جاکر رہے گی۔ دوسرے ماہ تم رہوگی، تیسرے ماہ مرجانہ رہا کرے گی۔ اس طرح باری باری پارس کو تم سب کی قربت حاصل رہے گی اور وہ تم لوگوں سے بہت کچھ سیکھتا پڑھتا اور حاصل کرتا رہے گا۔"

میں ان لوگوں سے رخصت ہوکر مرجانہ کے پاس پہنچا۔ وہ رات کا کھانا کھانے کے بعد اپنی کوٹھی کی چھت پر ٹہل رہی تھی۔ میں نے اسے سارے حالات بتائے، پھر اس سے کہا۔ "تمہیں محتاط رہنے کے لیے سمجھا رہا ہوں۔ سونیا اور اعلیٰ بی بی کا بھی یہی خیال ہے۔ تم کم از کم دو روز تک اپنی رہائش گاہ سے نہیں نکلو گی۔ اس طرح چھت پر ٹہلنا بھی چھوڑ دو۔ دشمن تمہیں دور سے بھی لاکھوں میں پہچان لیں گے۔"

"میں خود کو دو دن کے لیے پابند کروں گی اور کچھ؟"

"اپنی امی کو بھی اس خفیہ رہائش گاہ میں لے آؤ۔ اس کوٹھی کو لاک کردو۔ دشمن انہیں بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ وہ بہت جھنجھلائے ہوتے ہوں گے۔"

میں اسے سمجھانے کے بعد دماغی طور پر ہوسٹل کے کمرے میں حاضر ہوگیا۔ میری گھڑی میں تین بجنے والے تھے۔ رات کا تیسرا پہر تھا اور میں نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا تھا۔ اس ہوسٹل میں آنے سے پہلے کیشو کے ساتھ ہلکا سا ناشتہ کیا تھا اور چائے پی تھی اور وہ تو کب کا ہضم ہوچکا تھا۔

میں نے سوچا، باہر نکلا جائے۔ کہیں من پسند کھانا مل جائے تو پیٹ بھرا جائے۔ یوں بھی راتوں کو خیال خوانی کرتے کرتے ساری رات جاگنے کی عادت ہوگئی تھی۔ میں نے پہلے سونتی کی خبر لی۔ وہ آرام سے سو رہی تھی۔ نیند کی حالت میں بھی اس کا ایک ہاتھ بچے پر تھا۔ اس کے دماغ کی تہہ میں یہ بات بسی ہوئی تھی کہ یہ بچہ جو اس کے پاس ہے وہی اس کا اپنا پارس ہے۔

میں نے بھی اسے یہی یقین دلا دیا تھا۔ وہ کسی حد تک مطمئن ہوگئی تھی۔ کچھ شبہ بھی تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لاکر کہا۔ "تم آئندہ کسی شبہے میں مبتلا نہیں رہوگی۔"

اس نے ایک معمولہ کی حیثیت سے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ شبہ نہیں کرے گی اور اسی کو اپنا بیٹا سمجھتی رہے گی۔ میں نے پوچھا۔ "اب یہودیوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

"میری رائے بدل گئی ہے۔ اب میں آنکھیں بند کرکے ان کی حمایت نہیں کرسکتی۔ انہوں نے بے شک میرے لیے بہت کچھ کیا ہے لیکن ایسا لگتا ہے یہ سب کچھ تمہارے خلاف بھڑکانے کے لیے تھا۔"

"یہ بات ہمیشہ تمہارے دماغ میں نقش رہے گی کہ وہ لوگ تمہیں میرے خلاف بھڑکاتے آرہے ہیں۔"

"میں اس بات کو ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

"وہ تمہیں میرے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں لیکن تم ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دوبارہ حاصل نہیں کرسکو گی۔"

"میں یاد رکھوں گی کہ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دوبارہ حاصل نہیں کرسکوں گی اور یہ بھی یاد رکھوں گی کہ وہ مجھے تمہارے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں۔"

"اگر میری طرف سے تمہارے دل میں کوئی بے اعتمادی ہو تو بتاؤ۔"

"میں تم پر اعتماد نہ کرکے پچھتا رہی ہوں۔ اس عورت کے دل کو تم کیا سمجھو گے جس کے ہاتھ سے اس کا مرد نکل گیا ہو، وہ اسے دوبارہ پالینے کے لیے کس کرب سے، کس اضطراب سے گزر رہی ہے، وہ میں جانتی ہوں یا میرے جیسی عورتیں جانتی ہوں گی۔ فرہاد! ایک بار صرف ایک بار مل جاؤ۔ پھر میں آخری دم تک تمہارے قدموں سے لپٹی رہوں گی۔"

"میں ضرور ملوں گا۔ ذرا صبر کرو اور اب سکون سے سو جاؤ۔ یہ بھول جاؤ کہ تم نے نیند کی حالت میں میری معمولہ بن کر مجھ سے گفتگو کی تھی اور وعدے کیے تھے۔ جو وعدے کیے تھے، وہ تمہارے لاشعور میں نقش رہیں گے۔"

اس نے وعدہ کیا اور گہری نیند سو گئی۔ میں نے منجالی کے پاس پہنچ کر اس کی خیریت معلوم کی۔ وہ بھی گہری نیند میں تھی۔ آرام سے تھی۔ اسے کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا۔ اس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا، وہ ہوٹل کے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کرکے سو رہی ہے۔

میں نے کمرے سے نکل کر دروازے کو بند کرکے تالا لگایا۔ جیب میں کنجی ڈالی، پھر ایک کوریڈور سے گزرتے ہوئے زینے کی طرف چلنے لگا۔ میرا کمرہ دوسری منزل پر تھا۔ کوریڈور کے اطراف چار کمرے تھے۔ ان کمروں میں رات جاگ رہی تھی۔ لوگوں کی کھسر پھسر سنائی دے رہی تھی۔ میں سمجھ گیا، جوا کھیلا جارہا تھا۔ کہیں شراب پی جارہی تھی۔ کہیں گانا کا بازار گرم تھا۔

ایک پولیس مین کسی اور راہداری سے ٹہلتا ہوا ادھر آیا۔ اس نے مجھے دیکھا مگر کچھ کہے بغیر آگے نکل گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ہاتھ بھر کا ڈنڈا تھا۔ وہ غیر قانونی کام کرنے والوں کی پٹائی کرنے کے لیے تھا اور روکنے کے لیے تھا لیکن یوں لگتا تھا، وہ ڈنڈا قانون کی ایسی کی تیسی کرنے کے لیے ہے اور جو نہ ڈرے اس کی پٹائی کرنے کے لیے ہے۔

میں زینے کے پاس آیا۔ زینے کے نچلے حصے سے ایک پولیس انسپکٹر آتا دکھائی دیا۔ اس ہوسٹل میں جتنے بلب روشن تھے وہ یا تو کم وولٹ کے تھے یا وہاں وولٹیج کم رہتا تھا، جس کی وجہ سے زرد روشنی پھیلی رہتی تھی۔ انسپکٹر نے زینے پر چڑھتے ہوئے مجھے دیکھا۔ پھر قریب آتے ہوئے بولا۔ "کیوں بے وکٹر! اتنی رات کو کہاں چلا؟"

"انسپکٹر! اب رات کہاں رہی۔ صبح ہونیوالی ہے۔"

انسپکٹر نے اپنی بید کی نوک کو میرے سینے پر ٹھونکتے بجاتے ہوئے کہا۔ "دنیا کے ساتھ فیصد لوگ رات کے تین بجے سے ساڑھے چار بجے تک گہری نیند سوتے ہیں اور دنیا کی تمام پولیس کا یہ متفقہ تجربہ ہے کہ اس ڈیڑھ گھنٹے کے اندر بڑی چوریوں، ڈکیتیوں اور کامیاب قتل کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ تم کس واردات کے لیے جارہے ہو؟"

میں نے اپنے سینے پر سے بید کی نوک کو ہٹاتے ہوئے کہا۔ "دنیا کے دانشوروں کی یہ متفقہ رائے ہے کہ تمام وارداتوں کی ماں ضرورت ہے۔ جہاں ضرورت پوری نہیں ہوتی وہاں وارداتوں کے کیڑے دماغ میں کلبلاتے ہیں۔ باقی دی وے میری ضرورت بہت مختصر سی ہے اور میں دو روٹیاں کھانے کے لیے نیچے جارہا ہوں۔"

"میں جانے سے نہیں روکوں گا لیکن کوئی بات ہوئی تو سب سے پہلے تمہارا نام آئے گا۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "آفیسر! کیا تم میری دعوت قبول کروگے۔ یہاں تو دیسی ملتی ہے۔ میں تمہیں بہت بڑے اور بہت مہنگے ہوٹل میں کھانا بھی کھلاؤں گا اور ولایتی بھی پلاؤں گا۔"

"یہاں میری آؤ بھگت کے لیے بدھاوا کافی ہے۔ میں تمہارے جیسے لٹو پنچو کی دعوت قبول نہیں کرتا۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر بے بسی سے کہا۔ "پھر تو میں نیچے نہیں جاؤں گا۔ اپنے کمرے میں جاکر بھوکا سو جاؤں گا۔ کسی کہیں میں پھنسنے سے بہتر ہے کہ آدمی صبح تک بھوکا رہ جائے۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ میں آہستہ آہستہ اس کے پیچھے چلنے لگا۔ ادھر سے آنے والے ایک سپاہی نے فوراً ہی الرٹ ہوکر سیلوٹ کیا۔ پھر دروازے پر ڈنڈا بجاتے ہوئے بولا۔ "بدھاوا! سرکار آئے ہیں۔"

انسپکٹر شاہانہ انداز میں چلتا ہوا دروازے کے سامنے جاکر کھڑا ہوگیا۔ وہ ایک بہت بڑا کمرہ تھا۔ وہاں فرش پر کچھ لوگ جگہ جگہ ٹولی بناتے بیٹھے تھے اور جوا کھیلنے میں مصروف تھے۔ سرکار کا نام سنتے ہی سب کے ہاتھ رک گئے۔ سب ہی سہم کر کھڑے ہوگئے۔ بدھاوا نے آگے بڑھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ "حجور نے آنے کا کشٹ کیا۔ حکم دیتے بدھاوا حاضر ہوجاتا۔"

انسپکٹر نے ذرا رعب جماتے ہوئے کہا۔ "تم نے کہا تھا آدھی رات کے بعد یہ دھندا نہیں چلے گا۔ ابھی ٹائم بتاؤ؟"

"سرا آج دیر ہوگئی۔ کھیل ذرا لمبا ہوگیا۔"

"قانون کے ہاتھ بھی لمبے ہوتے ہیں۔"

بدھاوا نے دروازے کے باہر آکر بتیسی نکال کر ہنستے ہوئے کہا۔ "ہی ہی... ہی ہی... حجور مائی باپ ہیں۔ ہم آپکو جو دکشنا دیتے ہیں آج اس سے کچھ زیادہ دے دیجیے۔"

یہ کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹ نکالے پھر انہیں گن کر انسپکٹر کی طرف بڑھایا۔ انسپکٹر نے اس کے

دوسرے ہاتھ میں باقی نوٹوں کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ سب لاؤ۔"

اس نے پھر کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا "سب حجور کا ہے۔ جو چاہیں لے لیں۔ ہم تو آپ کے دم کدم سے ہیں۔"

اسی وقت فلیش لائٹ بجلی کی طرح چمک کر بجھ گئی۔ بدھاوا اور انسپکٹر نے ایک دم سے چونک کر دیکھا۔ ان کے پاس ہی ایک شخص کمبل اوڑھے کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کیمرہ تھا۔ انسپکٹر نے گرج کر پوچھا "کون ہے بے؟ یہ کیا کر رہا ہے؟"

اس شخص نے کمبل کو اپنے سر پر سے ہٹا کر ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا "جاسوس ہوں۔ ثبوت فراہم کر رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے جیب سے ایک کارڈ نکالا اور انسپکٹر کی طرف بڑھا دیا۔ انسپکٹر نے اسے لے کر پڑھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا "کیپٹن مورو شان۔ انویسٹی گیشن بیورو آف برما۔"

انسپکٹر کے ہاتھ سے وہ کارڈ چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا۔ اس نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر پوچھا "آپ؟"

وہ آگے کچھ نہ پوچھ سکا۔ کیپٹن مورو شان نے کہا "میں یہاں رات گیارہ بجے سے اس سادہ لباس میں گھوم رہا ہوں۔ ایک ایک کمرے میں جا کر ایک اناڑی گاہک کی طرح پوچھ گچھ کر رہا ہوں۔ یہاں بھی ذرا جوا کھیلنے بیٹھ گیا۔ مجھے یقین تھا، تم اپنا بھتہ لینے ضرور آؤ گے۔"

انسپکٹر نے خوشامدانہ انداز میں کہا "کیپٹن! آپ ٹھہرے جاسوس، بھلا آپ کا اندازہ غلط ہو سکتا ہے؟ آیئے، ہم کہیں چل کر بیٹھیں۔"

"میں بیٹھنے نہیں، کام کرنے آیا ہوں۔"

بدھاوا نے کہا "حجور! ہم کام ہی کی باتیں کریں گے۔ آپ کے فائدے کی بات کریں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں تم جیسے لوگوں کو منہ نہیں لگاتا۔"

بدھاوا نے ذرا غصے سے اسے دیکھا۔ پھر انسپکٹر پر معنی خیز نظر ڈالی۔ اس کے بعد کہا "آپ دونوں سرکاری افسر ہیں۔ ہمارے مائی باپ ہیں۔ اس لیے نو گالا گالی، نو فائٹا فائٹی، کپتان صاب! ہمارا نام بدھاوا ہے۔ ہم جھکنا جانت ہیں، ٹوٹنا نہیں۔ کا پھائدہ ہے بات بڑھانے سے۔ اپنا مال بناؤ، اور چلے جاؤ۔ تمہارے سر پھر بن جانے سے یہ جو اتنی بڑی دنیا میں چوری، ڈکیتی، جوا، سراب اور پاپی دھندے ہوتے ہیں، بند تو نہیں ہو جائیں گے۔"

"بیماریاں ختم نہیں ہوتیں لیکن علاج کیا جائے تو کم ہو جاتی ہیں۔ میں سب سے پہلے تم دونوں کا علاج کروں گا۔ سیدھی طرح چلتے ہو یا ریوالور نکالوں؟"

اچانک ہی بدھاوا نے ایک کھٹکے کی آواز کے ساتھ چاقو نکال لیا۔ بلب کی زرد روشنی میں وہ چاقو کا پھل چمک رہا تھا۔ اس کی نوک کیپٹن مورو شان کی طرف تھی۔ اس سے ابھی تقریباً چار فٹ کا فاصلہ تھا۔ مورو شان نے فوراً ہی کیمرے کو اپنی آنکھ سے لگا لیا۔ میں بدھاوا کے دماغ پر قابض ہو گیا، وہ اسی انداز میں چاقو دکھاتے ہوئے کھڑا رہ گیا۔ ادھر انسپکٹر نے ہاتھ بڑھا کر کہا "کیپٹن! تصویر نہ اتارو۔ کیمرہ ہمیں دے دو۔"

اسی وقت فلیش لائٹ چمکی پھر بجھ گئی۔ انسپکٹر نے اچانک ہی آگے بڑھ کر کیمرے کو ایک ٹھوکر ماری۔ کیمرہ کیپٹن کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں اچھلا پھر وہ ایک طرف گرنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے کیچ کر لیا۔

ایسے وقت میں بدھاوا کے دماغ پر قابض نہیں رہ سکتا تھا۔ ادھر اس کا ذہن آزاد ہوا تو پہلے وہ چونکا کہ اب تک چاقو لیے بُت کی طرح کیوں کھڑا تھا۔ پھر اس نے کیپٹن پر حملہ کیا۔ کیپٹن مورو شان ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کا چاقو دیوار کی لکڑی کے دروازے میں جا کر پیوست ہو گیا۔ لکڑی سے چاقو نکالنے میں ذرا وقت پیش آتی ہے۔ اتنی سی دیر میں کیپٹن نے بدھاوا کے پیٹ میں ایک لات ماری۔ وہ تکلیف کی شدت سے جھکا۔ پھر دوسری لات اس کے منہ پر پڑی۔ وہ چاقو چھوڑ کر سیدھا ہوا اور دوسرے پٹ سے ٹکرا گیا۔ انسپکٹر نے فوراً ہی ہاتھ اٹھا کر کہا "ہالٹ۔"

کیپٹن جہاں تھا وہیں رک گیا۔ پھر اس نے حیرانی سے انسپکٹر کو دیکھتے ہوئے کہا "ہم دونوں قانون کے محافظ ہیں۔ اس لیے اب تک میں نے تمہارے خلاف ریوالور نہیں نکالا تھا۔ تم ریوالور رکھ لو۔"

"تم میری بات مان لو۔ دیکھو کیپٹن! میں تمہارا کام آسان کر سکتا ہوں۔ تمہیں یہاں سے رقم بھی مل جائے گی اور تم اچھا خاصا کیس بنا کر اپنی ترقی کے راستے ہموار کر لو گے۔"

کیپٹن نے پوچھا "وہ کیسے؟"

"ہم چرس اور افیون کی کچھ مقدار اپنے کسی آدمی کے ہاتھ یہاں سے بھیجیں گے۔ تم انہیں پکڑ لینا۔ محکمے میں تمہاری واہ واہ ہو گی، ترقی ہو گی۔ اخبارات میں تمہاری تصویریں شائع ہوں گی۔ تمام ملکوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ پولیس والے کبھی نباتات کا کاروبار کرنے والے سرغنہ کو نہیں پکڑتے۔ ان کے معمولی آلۂ کاروں کو پکڑ کر اخبارات میں اپنا نام کرتے ہیں اور ترقی حاصل کرتے ہیں اور مال بھی بناتے ہیں۔"

"نہ مجھے دولت کا لالچ ہے نہ بے جا ترقی کا۔ میں اپنا فرض ادا کرنا جانتا ہوں۔ آخری بار تم سے کہہ رہا ہوں ریوالور رکھ لو، اور تم کون ہو؟"

کیپٹن مورو شان نے میری طرف دیکھتے ہوئے اور ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "یہ کیمرہ مجھے دے دو۔"

میں نے کیمرے کو تھپکتے ہوئے کہا "کیپٹن! یہ آپ کی امانت میرے پاس ہے۔ پہلے آپ ان لوگوں سے نمٹ لیں۔"

انسپکٹر نے میری طرف ریوالور تان کر کہا "بکواس مت کرو، کیمرہ مجھے دے دو۔"

میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس نے بڑی مضبوطی سے ریوالور کے دستے کو تھام رکھا تھا۔ اسے ٹھوکر ماری جاتی تو ریوالور ہاتھ سے نہ نکلتا۔ میں نے چشم زدن میں اس کے دماغ کو ذرا سا کمزور کیا اور ٹھوکر ماری۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ بدھاوا اور اس کے بہت سے ساتھی ریوالور کی طرف لپکے۔ ادھر جھک کر ہاتھ بڑھایا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ریوالور کو اٹھاتے ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ سب سہم کر مختلف سمت لڑھک گئے۔ ریوالور وہیں راہداری کے فرش پر پڑا رہ گیا۔ کیپٹن مورو شان ریوالور دکھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "اگر کسی نے اس ریوالور کی طرف ہاتھ بڑھایا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔"

اس نے محتاط انداز میں آگے بڑھ کر ریوالور کو فرش پر سے اٹھا لیا، پھر مجھ سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"وکٹر۔ وکٹر ہیوگ۔"

"کیمرہ مجھے دے دو۔"

میں نے آگے بڑھ کر کیمرہ اس کے حوالے کر دیا پھر اس نے ایک شخص سے کہا "جاؤ فوراً رسیاں لے کر آؤ۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ رسیاں آئیں تو کیپٹن نے مجھ سے کہا "میں تم پر بھروسہ کرتا ہوں۔ ان کے ہاتھوں کو پشت پر مضبوطی سے باندھتے جاؤ۔"

میں نے پہلے انسپکٹر کے ہاتھوں کو اس کی پشت پر مضبوطی سے باندھا۔ وہ غرا کر کہہ رہا تھا "تم پاگل ہو گئے ہو؟ مگر مجھ سے بیر کر رہے ہو۔"

میں نے مسکرا کر کہا "تم مجھے دھمکی دے رہے تھے کہ باہر جاؤں گا تو کسی واردات میں میرا نام پہلے آئے گا۔ اسے تقدیر کی ٹھوکر کہتے ہیں۔ تم خود ہی واردات میں ملوث ہو گئے۔"

میں نے بدھاوا کے ہاتھوں کو پشت پر مضبوطی سے باندھنا شروع کیا۔ اس نے غصے سے کہا "وکٹر! تمہارا کیا ہوگا، یہ تو نہ بتا دیا تو ہمارا نام بدھاوا نہیں۔ تم رسّی سے باندھو ہم جانت سے چھوٹنا جانت ہے۔"

میں مسکرانے لگا۔ جاہل دشمن کے جواب میں صرف مسکرا دو تو وہ مسکراہٹ جلتی پر تیل کا کام کرتی ہے۔ وہ تلملا کر رہ گیا۔ میں بھی کیپٹن مورو شان کی حمایت کر کے پھنس گیا تھا۔ مجھے اس کے ساتھ اس کے دفتر جانا پڑا۔ قانونی کارروائی مکمل ہونے تک رہنا پڑا۔ صبح کے آٹھ بج گئے۔ رات کا کھانا تو گیا ناشتے کا وقت بھی جا رہا تھا۔

اس دوران میں نے رشی پور کی پرسنل سیکرٹری کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ مسلح گارڈ کے ساتھ اسی اسلحہ خانے میں بند تھی۔ باہر نکلنے کی ہمت نہیں تھی۔ پتہ نہیں کتے کہاں کہاں انسانوں کی بُو سونگھتے پھر رہے تھے۔ ٹارزن بلبا اس وقت بھی چھت پر ہو گا۔ اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔

کیپٹن مورو شان کی کارروائی کے دوران موقع پا کر میں نے پہلی بار ٹارزن بلبا کے دماغ میں اچانک ہی جھانکا۔ اسے خبر نہیں تھی۔ آرام سے سانس لے رہا تھا۔ جب مجھے محسوس کیا تو فوراً ہی سانس روک لی۔ میں اتنی دیر میں صرف یہی دیکھ سکا کہ اس کے چاروں طرف تاریکی تھی اور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

وہ اب تک اس محل کی چھت پر تھا اور اسے فرار ہونے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ وہ صبح کا انتظار کر رہا ہو گا۔ یقیناً یہودی تنظیم کے دوسرے افراد ان سے غافل نہیں ہوں گے۔ ان کی اتنی طویل خاموشی سے تشویش میں مبتلا ہو گئے ہوں گے اور ان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔

کیپٹن نے مجھے مخاطب کیا "مسٹر وکٹر! اب تم اپنا بیان دو اور میری رہنمائی کرو۔ ان کے اڈے کہاں ہیں اور منشیات کا ذخیرہ کہاں چھپا کر رکھا جاتا ہے؟"

میں نے ذرا سوچنے کے انداز میں سر کو جھکایا اور بدھاوا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا "وکٹر کا باپ بھی نہیں جانتا ہے کہ۔۔۔"

اور وہ سوچتا چلا گیا۔ میں نے مسکرا کر کیپٹن مورو شان سے کہا "کچھ عرصہ پہلے بدھاوا مجھے اپنے گینگ میں شامل کرنا چاہتا تھا۔ ان دنوں میری آمدنی نہیں تھی اور میں کسی اچھے رہنما کی تلاش میں تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ یہ

لوگ چھوٹے چھوٹے گینگ بنا کر برما کے مختلف شہروں، علاقوں اور دوسرے چھوٹے قصبوں میں منشیات کا دھندا کرتے ہیں، لیکن ایفون، جرس اور ہیروئن جیسے آئٹم انہیں گولڈن رکیٹ کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں۔"

کیپٹن مورو شان نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "میں نے گولڈن رکیٹ کا بہت نام سنا ہے۔ میری معلومات کے مطابق مشرقی ایشیا کے تمام ملکوں میں گولڈن رکیٹ کے افراد اور اعلیٰ عہدے دار موجود ہیں۔ ان کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے، یہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ ہمارے پرانے تجربہ کار افسران بھی یہاں گولڈن رکیٹ کے ایک عہدے دار کو گرفتار نہ کر سکے لیکن میں بدھاوا کے ذریعے وہاں کے کسی خاص آدمی تک ضرور پہنچوں گا۔"

میں نے کہا: "بدھاوا ابھی نہیں پہنچا سکے گا۔ ہاں، اس نے مجھے کہا تھا کہ گولڈن رکیٹ کے لوکل سپلائنگ مینجر کا نام چنتا گنی ہے۔"

بدھاوا جو فرش پر اکڑوں بیٹھا ہوا تھا، اُچھل کر کھڑا ہو گیا، چیخ کر بولا: "یہ جھوٹ ہے۔ میں نے تمہیں کبھی نہیں بتایا تھا۔"

میں نے پوچھا: "کیا تم نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ چنتا گنی بظاہر برمیز ٹوبیکو کمپنی کے مالک ہیں لیکن درپردہ گولڈن رکیٹ کے لوکل سپلائنگ مینجر ہیں؟"

بدھاوا حیرانی سے آنکھیں پھاڑے، منہ کھولے مجھے تک رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "میرا باپ دوسرا جنم لے کر آئے تو بھی میں اس کو بتانے والا نہیں ہوں۔ پر یہ کمبخت کیسے جانتا ہے۔ اس کی جان کاری ہمارے لیے مصیبت ہو گئی ہے۔ جب چنتا گنی صاحب کا کوئی آدمی ضمانت پر ہم کو چھڑانے آئے گا تو۔۔۔"

میں نے اس کی پوری سوچ نہیں پڑھی۔ کیپٹن سے کہا: "یہ بدھاوا ایک دن مجھے یہ بھی کہہ رہا تھا کہ اگر یہ یا اس کے خاص آدمی گرفتار ہو جاتے ہیں تو چنتا گنی کا کوئی آدمی ضمانت پر انہیں چھڑا کرلے جاتا ہے۔"

بدھاوا نے شدید حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا: "ہئے ڈکٹر! تے کیا جادو جانت ہے۔ جو ہم سوچت ہیں وہی تے بولت ہے۔"

کیپٹن نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر بدھاوا سے پوچھا: "کیا تم نے یہ سب کچھ ڈکٹر کو نہیں بتایا تھا؟"

"ماں قسم، بتانے والے کے منہ ماچھے پڑی ہیں۔ ہمارا پیٹ عورت جیسا ہلکا نائیں ہے کہ ایسن کے سامنے بھید کھولتے پھریں۔"

کیپٹن نے پوچھا: "یہ بھید اتنا بڑا ہے کہ تم ہر ایک کے سامنے نہیں کھول سکتے؟"

"اور نہیں تو کا؟"

پھر بدھاوا ایک دم سے چونک کر بولا: "ارے ہم کا بولت رہے تھے، کا بول گئے ہیں۔ نئیں نئیں کونوں بھید ناہی ہے۔"

کیپٹن نے اسے ڈانٹ کر چپ کرا دیا۔ پھر مجھ سے کہا: "ڈکٹر! وہ چنتا گنی بڑے وسیع ذرائع کا مالک ہے، اسے بے نقاب کرنا آسان نہیں ہوگا۔ تم اس سلسلے میں میری کیا مدد کر سکتے ہو؟"

میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا: "میں تمام رات جاگتا رہا اور بھوکا رہا۔ ابھی تک ناشتے کے لیے ترس رہا ہوں۔ بھوک بھی لگ رہی ہے۔ نیند بھی آ رہی ہے۔"

کیپٹن نے میرے لیے ناشتہ منگوایا پھر کہا: "میں اپنے طور پر قانونی کارروائیاں کرنے جا رہا ہوں۔ تم نیند پوری کرنے کے بعد میرے ساتھ رہو گے۔ تم بہت کام کے آدمی ہو۔"

"اب اس ہوٹل میں جا کر نیند پوری کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ کوئی بھی نیند کی حالت میں مجھے ختم کر دے گا۔"

"میں تمہارے دروازے کے سامنے ایک سپاہی کی ڈیوٹی لگا دوں گا۔"

"میں کسی سپاہی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ یہاں سے جا رہا ہوں اور جس ہوٹل کے کمرے میں بھی جا کر بیٹھوں گا آپ کو فون کے ذریعے اطلاع دے دوں گا۔ یہ بات آپ کے سوا کوئی نہیں جانے گا کہ میں کہاں نیند پوری کر رہا ہوں۔"

"تم جس ہوٹل میں بھی جاؤ گے وہاں میرے آدمی تمہاری نگرانی کریں گے۔ چلو، میں تمہیں وہاں تک پہنچا دوں گا۔"

ناشتہ کرنے کے بعد میں اس کے ساتھ ایک جیپ میں بیٹھ کر روانہ ہوا۔ اس سے پہلے میں نے کیشو سے کہہ دیا کہ وہ گاڑی لے کر آئے اور ہوٹل رونا کے سامنے انتظار کرے۔ پھر میں نے منجالی سے کہا: "اپنا بیگ اٹھاؤ اور ہوٹل کے سامنے چلی آؤ۔ ہم پھر خفیہ رہائش گاہ میں جائیں گے۔ کافی تفریح ہو چکی ہے۔"

منجالی نے کہا: "سیکریٹ ایجنٹ ٹون بیکر کے دو آدمی میری نگرانی کرتے رہتے ہیں۔"

"فکر نہ کرو۔ ان سے ایک بار مخاطب ہونا، پھر میں ان سے سمجھ لوں گا۔"

میں نے کیپٹن مورو شان کے ساتھ روانہ ہوتے ہوئے کہا: "ہوٹل رونا میں میرا ایک دوست رہتا ہے۔ میں اسی کے کمرے میں نیند پوری کر لوں گا۔ اس طرح میری رقم خرچ نہیں ہوگی۔"

اس نے تائید کی اور ہوٹل رونا کی طرف چلنے لگا۔ اس کے خیالات بدھاوا کے ایک فقرے کی طرف بھٹک رہے تھے۔ اس نے کہا تھا: "جو ہم سوچت ہیں وہی تے بولت ہے۔"

اس بات نے کیپٹن مورو شان کو فرہاد علی تیمور کی یاد دلائی تھی۔ اس کے دماغ میں یہ بات گونج رہی تھی، سوچ پڑھنے والا فرہاد ہے۔ کیسی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے۔ پورے برما کے سیکیورٹی آفیسرز اور تمام عملہ دن رات چوکنا رہتا ہے۔ اسے تلاش کیا جا رہا ہے مگر وہ نہیں ملتا۔ اس سے دوسرے مجرموں کا بھلا ہو گیا ہے۔ اب وہ فرہاد کے نام سے جرائم کر رہے ہیں۔

میں یہ بات سن کر چونک گیا۔ وہ سوچ رہا تھا: کل شام کو ایک قتل ہو گیا۔ لاش کے پاس ایک کاغذ پڑا ہوا تھا اس پر مقتول کی تحریر تھی۔ اس میں لکھا ہوا تھا: "یہ فرہاد کا شکار ہے۔"

یہ میرے لیے چونکا دینے والی اطلاع تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بدمعاش میرے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلائیں گے۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "تفتیش کے بعد پتہ چلا کہ مرنے والا یہودی نہیں تھا اور فرہاد کی دشمنی یہاں صرف یہودیوں سے ہے۔ یہ بات واضح ہو گئی کہ جرم کسی اور نے کیا ہے، الزام فرہاد کے سر تھوپ رہا ہے۔"

میں ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا اور اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچ نے کہا: "منشیات والے بھی اسمگلنگ کے دوران یہی تاثر دیتے ہیں۔ ان کے تعاقب میں جانے والے افسران بھی یہی تاثر دیتے ہیں کہ اسمگلروں سے فرہاد کا گہرا رابطہ ہے۔ ہم تعاقب کرتے ہیں مگر وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے تمام اقدامات کو ناکام بنا دیتا ہے۔"

میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کام چور، نکمے لوگ یا ایک دوسرے سے دشمنی رکھنے والے میری ٹیلی پیتھی کو اپنی مدافعت کے لیے استعمال کر سکتے ہیں اور سارا الزام میرے سر تھوپ سکتے ہیں۔ میں نے منجالی سے کہا: "اب ہوٹل سے نکل آؤ، میں پہنچنے والا ہوں۔"

وہ تیار بیٹھی تھی۔ بیگ اٹھا کر باہر نکل گئی۔ باہر کوریڈور میں ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا جو اس کی نگرانی کر رہا ہو۔ جب وہ زینے سے نیچے آئی تو ایک شخص نظر آ گیا۔ اس نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر پوچھا: "ہیلو، وہ مسٹر بیکر کہاں ہیں؟"

پہلے تو وہ ہچکچایا، پھر اس نے کہا: "میں۔۔۔ میں کسی بیکر کو نہیں جانتا۔"

"سوری، میں سمجھی تم بیکر کے آدمی ہو۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے ہوٹل سے نکلی۔ ہوٹل کے بڑے سے احاطے کے باہر کیشو اپنی گاڑی میں تھا۔ نگرانی کرنے والا اس کے تعاقب میں جانا چاہتا تھا۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھنے لگا، میں نے ایک بیرے سے اسے ٹکرا دیا۔ وہ قیمتی برتن میں کھانا لے کر جا رہا تھا، سارا کھانا سارا گر گیا۔ کانچ کے برتن زوردار آواز کے ساتھ ٹوٹ کر ادھر سے اُدھر بکھر گئے۔ وہ بیرے سے کترا کر نکل جانا چاہتا تھا کہ اس نے پکڑ لیا کہا: "مسٹر! وہ ایٹ اے منٹ۔ پہلے مینیجر کے پاس چلو۔"

اس وقت تک میں کیپٹن کے ہمراہ ہوٹل کے سامنے پہنچ گیا۔ میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اس کی جیپ کو سڑک کے کنارے کیشو کی کار سے تھوڑا آگے روکا۔ پھر وہاں سے اتر گیا۔ کیپٹن مورو شان چپ چاپ آنکھیں بند کیے سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض رہا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کیشو کی کار کے پاس آیا۔ منجالی نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں اس میں بیٹھ گیا۔ کار آگے بڑھی پھر تیز رفتاری سے اپنی منزل کی طرف جانے لگی۔ ہوٹل سے کافی دور ہونے کے بعد میں نے کیپٹن مورو شان کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

یہ شدید حیران کر دینے والی بلکہ بدحواس کر دینے والی بات تھی کہ آدمی زندہ ہو، سانس چلتی ہو لیکن دماغ کام نہ کرتا ہو اور جب دماغ اچانک ہی کام کرنے لگے تو محسوس ہو کہ بندہ دماغی طور پر اب تک غیر حاضر رہا تھا۔ اس کیپٹن کے ساتھ بھی یہی بات ہوئی۔ اس نے بوکھلا کر پہلے تو ونڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ پھر آس پاس دیکھا۔ میری جگہ خالی تھی۔ اس نے فوراً ہی گاڑی سے اتر کر دور دور تک نظریں دوڑائیں، میں کہیں نظر نہیں آیا۔

میں نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں اسے پکارا: "ہیلو کیپٹن مورو شان!"

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ دماغ کے گنبد میں میری سوچ کی لہریں گونج رہی تھیں: "میں

فرہاد بول رہا ہوں۔ وہی فرہاد جس کے متعلق تم ابھی سوچ رہے تھے۔"

اسے یقین نہیں آرہا تھا، میں نے کہا۔ "گاڑی میں بیٹھ جاؤ اور سوچو، جس وکٹر کو تم اپنی نگرانی میں لائے تھے وہ تمہاری موجودگی میں اور تمہارے ہوش و حواس میں رہنے کے باوجود کہاں غائب ہوگیا؟"

وہ سوچنے لگا۔ "ہاں، میں ڈرائیو کر رہا تھا پھر مجھے خبر نہ ہوئی۔ کچھ پتہ نہ چلا کہ میں نے گاڑی یہاں کیسے روک دی۔ جب ہوش آیا تو وکٹر غائب تھا۔"

"وہ فرہاد تھا۔"

اس نے چونک کر سر اُٹھایا۔ پھر ادھر اُدھر دیکھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کے آس پاس بول رہا ہو، میں نے کہا۔ "یوں تنہا بیٹھے کبھی سر اٹھاؤ گے، کبھی دائیں بائیں گھومتے رہو گے تو سڑک سے گزرنے والے تمہیں پاگل سمجھیں گے۔ چپ چاپ بیٹھ کر سوچو۔"

وہ سوچنے لگا۔ "وکٹر مجھے غافل سمجھ کر بھاگ گیا ہے، لیکن میں غافل کیسے ہوگیا؟ پھر یہ کہ وکٹر میرا ساتھ دے رہا تھا، پھر ساتھ کیسے چھوڑ گیا؟"

میں نے کہا۔ "اب دیکھو کہ تمہاری گاڑی کہاں کھڑی ہوئی ہے۔ یہ گاڑی اب دوسری سڑک کے فٹ پاتھ کے پاس کھڑی ہوئی نظر آئے گی۔ اسے تم لے جاؤ گے اور تمہیں خبر نہیں ہوگی۔"

دوسرے ہی لمحے وہ دماغی طور پر غائب ہوگیا۔ میں نے اس کی گاڑی کو اسٹارٹ کیا، ڈرائیو کیا، اسے دوسری سڑک پر لے جا کر ایک فٹ پاتھ کے کنارے روک دیا۔ پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

جب اس نے چشم زدن میں اپنے آپ کو دوسری سڑک پر پایا تو اس کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ یہ سب کچھ خواب جیسا تھا لیکن یہ ناقابل انکار حقیقت بھی تھی۔ اس نے تسلیم کرتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور! میں ایک طرح سے خوش نصیب ہوں کہ آپ سے گفتگو کر رہا ہوں اور ایک طرح سے بدنصیب کہ آپ میرے ساتھ رہے اور میں آپ کو پہچان نہ سکا۔ افسوس، آپ سے مصافحہ تک نہ کر سکا۔"

"میں مجبور ہوں۔ اپنے اصلی روپ میں کسی سے مل نہیں سکتا۔ میرے بے شمار دشمن ہیں۔ بہروپ میں تھا تو تم نے مجھ پر پہرے بٹھا دیے۔ خود اپنی نگرانی میں ہوٹل پہنچانا چاہتے تھے اور میں پابندیاں برداشت نہیں کرتا۔"

"دیکھیے فرہاد صاحب! میں آپ سے بے خبر تھا۔ اگر آپ کی حقیقت معلوم ہوتی تو۔۔۔"

"تو تمہاری دانستگی یا نادانستگی میں دوسروں کو بھی میری حقیقت معلوم ہو جاتی۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ بہرحال تمہاری فرض شناسی اور ایمانداری نے مجھے متاثر کیا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں، نیند پوری کرنے کے بعد شام تک تم سے دماغی رابطہ قائم کروں گا اور غنیات کے اسمگلروں تک بلکہ گولڈن ریکٹ کے سرغنہ تک تمہاری رہنمائی کروں گا۔"

اس نے خوش ہو کر کہا۔ "تھینک یو فرہاد صاحب! میں آپ کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔"

"شکریہ ادا کرنے کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ کسی سے میرا ذکر نہ کرو اور یہ بھی کسی کو معلوم نہ ہو کہ میں تمہاری رہنمائی کر رہا ہوں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ آپ کے مشوروں پر عمل کروں گا۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا پھر مسکرا کر منجالی کی طرف دیکھا۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر وہ مسکرائی، میں نے پوچھا۔ "اپنی رپورٹ سناؤ۔ ہوٹل میں کیسے گزری؟"

"خیریت سے گزری۔ میں نے کتنی بار اس سیکرٹ ایجنٹ ٹون بیکر سے ملنا چاہا لیکن وہ کمرے میں نہیں تھا پتہ نہیں کہاں مصروف رہتا ہے۔"

"ٹھہرو، میں ذرا معلوم کروں۔"

سیکرٹ ایجنٹ ٹون بیکر اپنے اسی خاص کمرے میں تھا جہاں ایک بڑی سی الماری میں مختلف دوائیں رکھی ہوئی تھیں۔ پچھلے دن اس نے اپنے ایک آدمی کا دماغی توازن بگاڑنے کے لیے ایک دوا استعمال کی تھی لیکن اس بے چارے کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ جو سرنج استعمال کر رہا ہے وہ منجالی کے زہر سے آلودہ ہے۔ نتیجہ یہ ہوا تھا کہ جس کا دماغی توازن بگاڑنا چاہتا تھا اس کا دماغ ہمیشہ کے لیے مُردہ ہوگیا تھا۔

ٹون بیکر نے اس دوا کو کسی لیبارٹری میں تجزیے کے لیے بھیجا تھا۔ اس کی رپورٹ آچکی تھی۔ رپورٹ یہی تھی کہ اس دوا میں زہر ملایا گیا ہے۔ ٹون بیکر کے خاص کمرے میں اگر کا خاص ماتحت بھی داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی موجودگی میں وہ آتا تھا اور اپنا کام کر کے چلا جاتا تھا۔ پھر اس دوا میں زہر کس نے گھول دیا تھا؟

یہ ایسا سوال تھا جس کا جواب وہ کبھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے پریشان تھا۔ رہ رہ کر اس کا دماغ منجالی کی طرف جاتا تھا۔ اس نے اس کی نگرانی کے لیے سختی سے حکم دیا تھا۔ رات بھر میں دو بار رپورٹ ملی تھی کہ منجالی اس کے کمرے کی طرف گئی تھی اور اس کے متعلق پوچھ رہی تھی۔ پہلے تو شبہ ہوا وہ کیوں اسے ڈھونڈ رہی ہے۔ پھر اس کے ایک آدمی نے بتایا کہ وہ ٹون بیکر کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہے۔ اس لڑکی کو اپنے بیگ میں کچھ رقم ملی ہے اور اس کا خیال ہے کہ ٹون بیکر نے از راہِ ہمدردی وہ رقم چپ چاپ اس کے بیگ میں چھوڑ دی ہے۔

یہ رپورٹ ملنے کے بعد وہ مطمئن ہوگیا تھا۔ یہ فطری سی بات تھی کہ وہ شکریہ ادا کرنے کے لیے ٹون بیکر کو تلاش کر رہی تھی۔ اُدھر سے اطمینان ہوگیا تھا لیکن یہ سوال بدستور پریشان کر رہا تھا کہ دوا میں زہر کس نے ملایا ہے؟

وہ اپنے چار خاص ماتحتوں پر اندھا اعتماد کرتا تھا انہیں بارہا کڑی آزمائشوں سے گزار چکا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے ماتحتوں میں سے کسی نے ایسا کیا ہے۔ سوچنے کے لیے یہی رہ گیا تھا کہ اس دوا میں زہر ملانے کے لیے کوئی غیر معمولی طریقہ استعمال کیا گیا ہے اور وہ غیر معمولی طریقہ تیلی پیتھی ہی ہو سکتی ہے۔ پھر یہی سوال پیدا ہوتا تھا، کیا فرہاد ان میں سے کسی کے دماغ تک پہنچ گیا ہے؟ یہ کیا کسی کو وہ آلۂ کار بنا رہا ہے؟ چپکے چپکے ان کے درمیان زہر پھیلا رہا ہے؟

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ٹون بیکر نے فون کی طرف دیکھا لیکن اسے ہاتھ نہیں لگایا۔ دوسرے کمرے میں اس کے ماتحت پہلے فون کا رسیور اٹھاتے تھے، اس کے بعد یہ رسیور اٹھاتا تھا۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ دوسری طرف سے رسیور اٹھانے کا سگنل دیا گیا تب اس نے رسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ فون پر اس ماتحت کی آواز سنائی دے رہی تھی جسے ہوٹل میں منجالی کی نگرانی کے لیے رکھا گیا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "وہ ہوٹل سے چلی گئی ہے۔ میں اس کے تعاقب میں جانا چاہتا تھا لیکن اچانک ہی ایک ویٹر سے ٹکرا گیا۔"

پھر وہ بتلانے لگا کہ ہوٹل کا کتنا نقصان ہوا ہے جب تک وہ نقصان بھرا نہ جاتا، اسے جانے کی اجازت نہ دی جاتی۔ اتنی دیر میں منجالی کہیں جا چکی تھی۔ ٹون بیکر کے خاص ماتحت نے گرج کر پوچھا۔ "تم اس سے کیسے ٹکرا گئے تھے؟ کیا اندھے ہوگئے تھے؟"

"میں خود نہیں سمجھ سکا، مجھے کیا ہوگیا تھا۔ میں نے صاف طور سے اس ویٹر کو آتے ہوئے دیکھا لیکن قریب پہنچتے ہی اچانک ڈگمگا گیا۔ پتہ نہیں کیسے ایک ساعت کے لیے بے قابو ہوگیا۔"

اس کا خاص ماتحت دوسرا سوال کر رہا تھا۔ ادھر اس نے ریسیور رکھا۔ پھر جلدی سے کاغذ پر لکھنا شروع کیا۔ "تم باقی تین ماتحتوں سے گفتگو نہیں کرو گے۔ گونگے بن جاؤ۔"

یہ لکھ کر وہ فوراً اٹھا۔ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا پھر دوسرے کمرے میں پہنچا جہاں اس کا ایک خاص ماتحت اب تک ریسیور کان سے لگائے اس نگرانی کرنے والے کی باتیں سن رہا تھا۔ ٹون بیکر نے وہ پرچی اس کے سامنے بڑھا دی۔ اس نے اسے لے کر پڑھا، پھر ریسیور رکھ دیا۔ وہ اس کے حکم کے مطابق گونگا بن گیا۔

ٹون بیکر نے ایک اور پرچی پر کچھ لکھا۔ اسی طرف بڑھا دیا، اس نے پڑھا۔ لکھا ہوا تھا۔ "تم سوچ کے ذریعے فرہاد کو آواز دو اور اس سے کہو تمہارا آخری وقت آگیا ہے۔ تم ابھی مرنے والے ہو۔"

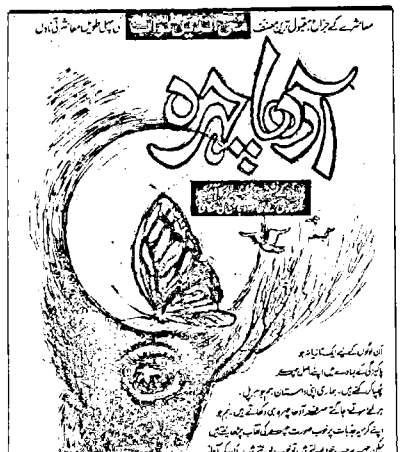

یہ پڑھتے ہی اس کا ماتحت پریشان ہوگیا۔ سوچ کے ذریعے مجھے پکارنے لگا لیکن میں خاموش رہا۔ تماشا دیکھتا رہا۔ اُدھر ٹون بیکر نے میجر کا غذ پر کچھ لکھا اور اسے اپنے ماتحت کی طرف بڑھا دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا: "اب تم اپنا ریوالور نکالو۔ اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگاؤ، فرہاد کو آواز دیں دو، اس سے کہو اگر اس نے تمہیں نہیں بچایا تو تم خودکشی کرلوگے خودکشی نہیں کروگے تو ہم میں سے کوئی تمہیں گولی مار دے گا۔ میں تمہارے سامنے ریوالور تانے کھڑا ہوا ہوں۔ ایسا میں نے احتیاطاً کیا ہے کیونکہ جو ریوالور تم اپنی کنپٹی سے لگاؤ گے اسے فرہاد میرے خلاف استعمال کرا سکتا ہے اور میں ایسا کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

اس ماتحت نے تحریر کو پڑھنے کے دوران ٹون بیکر کی جانب نظریں اٹھا کر دیکھا۔ وہ بُری طرح سہما ہوا تھا پھر اس نے پڑھنا شروع کیا آگے لکھا تھا: "میں کسی بھی ایسے شخص کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا جس کے متعلق فرہاد سے دماغی رابطے کا شبہ ہو جائے۔ لہٰذا تم تین تک گنو۔ ہر گنتی پر فرہاد کو پکارو اور اس سے مدد مانگو۔ تیسری گنتی پر بھی وہ نہ آئے تو خودکشی کرلو۔ کم آن، میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

اس نے پھر نظریں اٹھا کر دیکھا۔ اس بار ٹون بیکر کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا: "مسٹر بیکر! ہم آپ کے وفادار ہیں۔ آپ کے لیے جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ ابھی مزا میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے لیکن آپ کے اس خادم کی جان فضول ضائع ہوگی۔ آپ اپنے کسی خاص مقصد کے لیے مجھے استعمال کریں، میں ابھی آپ پر قربان ہو کو کھاتا ہوں۔"

ٹون بیکر نے انکار میں سر ہلایا۔ پھر دوسرے ہاتھ کی انگلی سے اس پرچے کی طرف اشارہ کیا جس میں وہ حکم دیا گیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ کوئی بحث نہیں، حکم پر عمل کرو۔"

ماتحت نے پھر کہا: "میں آپ کے حکم کے مطابق ریوالور نکال رہا ہوں لیکن آخری بار کہتا ہوں، فرہاد اگر موجود ہے تب بھی وہ میری خودکشی کا تماشا دیکھے گا۔ میرے مرنے یا جینے سے اس کا کیا تعلق ہے؟ وہ تو دشمنوں کو اسی طرح خودکشی کی صورت میں مارتا ہے۔ آپ کا فائدہ کیا ہوگا؟"

ٹون بیکر کی سوچ نے کہا: "فائدہ یہی ہوگا کہ میرا کوئی آدمی جو فرہاد کی ٹیلی پیتھی کا شکار ہو چکا ہے۔ وہ ختم ہو جائے پھر وہ ٹیلی پیتھی اس چار دیواری میں نہ پہنچ سکے۔"

اس کے ماتحت نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالا۔ اس کا ہاتھ ریوالور کے دستے پر تھا۔ وہ ٹریگر کی طرف انگلی لے جانا چاہتا تھا۔ ٹون بیکر نے ہاتھ بڑھا کر اسے روکا انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے اشارے سے بتایا کہ انگلی اسی ٹریگر پر رہنے دو۔

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ صرف ریوالور کے دستے کو پکڑا اس کی نال کو اپنی کنپٹی تک لے گیا۔ اس کے بعد اشارے سے سمجھایا گیا کہ اب ٹریگر پر انگلی رکھی جائے۔

اس نے پھر حکم کی تعمیل کی۔ انگلی کو ٹریگر پر رکھا اس نے کہا: "مسٹر فرہاد! میں گن رہا ہوں اور پہلی گنتی پر آ کر مدد کے لیے پکار رہا ہوں۔ پلیز، آپ موجود ہوں تو مجھے بچا لیں... ایک۔"

اس نے چند سیکنڈ تک میرے جواب کا انتظار کیا پھر اس نے کہا: "دو... مسٹر فرہاد علی تیمور! پلیز، جواب دیجیے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں قسم کھاتا ہوں، اگر لمحے آپ نے مجھے خودکشی سے بچا لیا تو میں ٹون بیکر بجائے آپ کا وفادار بن جاؤں گا اور آپ کے اس احسان کے بدلے اپنے اس آقا کے خلاف محاذ آرائی کروں گا۔"

چند ساعت کے لیے پھر خاموشی چھا گئی۔ میرا انتظار ہو رہا تھا۔ یقین تھا کہ میں اس کی مدد کروں گا لیکن ڈگمگا رہا تھا۔ ریوالور والا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ تیسری اور آخری گنتی رہ گئی تھی۔ اس نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا... "تین۔ فرہاد صاحب! میں تین کہہ چکا ہوں۔ پلیز آپ کو آپ کے خدا کا واسطہ، میری مدد کریں۔ مجھے بچا لیں۔ میں اپنی انگلی ٹریگر پر دبانے جا رہا ہوں۔ پلیز، آپ کو آپ کی سونیا کو آپ کے پارس کا واسطہ، مجھے بچا لیجیے۔"

میں نے اس کے دماغ میں سرگوشی کی: "پارس کو اور سونیا کو ہلاک کرتے وقت یاد نہیں آیا کہ تم بھی ان کا دان دے کر مدد کے لیے پکارو گے۔ تمہارے آقاؤں نے انہیں ہلاک کر دیا۔ تم کیوں زندہ رہنا چاہتے ہو۔ اپنی انگلی ٹریگر پر مجھے زحمت نہ دو۔"

انگلی ٹریگر پر نہیں دب رہی تھی۔ زندگی بہت پیاری ہوتی ہے۔ وفاداری کا تقاضا تھا کہ اپنے آقا کے حکم پر عمل کر لی جائے لیکن حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے ذرا سی مہلت حاصل کرنے کے لیے اپنے آقا کو بتانا چاہا کہ فرہاد سے لیکن میں نے اسے مہلت نہیں دی۔ ٹریگر پر اس انگلی کو دبا دیا۔ ٹھائیں سے گولی چلی، پھر وہاں موت کی چھا گئی۔ ٹون بیکر سوچ رہا تھا: "اوہ، میرا اندازہ غلط نکلا" نے سوچا تھا، جب میرے وفادار کے ہاتھ میں ریوالور

گا اور اسے خودکشی کے لیے مجبور کیا جائے گا تو فرہاد اسی ریوالور کو میرے خلاف استعمال کرے گا بلکہ میرے باقی ماتحت جو گرنگے بنے ہوتے ہیں، انہیں بھی اس ریوالور سے ہلاک کرنے کی کوشش کرے گا۔"

اس نے آگے بڑھ کر ایک کاغذ پر کچھ لکھا، پھر اپنے ایک اور ماتحت کی طرف اسے بڑھایا۔ اس میں لکھا تھا: "قریبی پولیس اسٹیشن میں اطلاع دو، ہمارا ایک آدمی کسی وجہ کے بغیر خودکشی کا مرتکب ہوا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اس خودکشی کے پیچھے بھی فرہاد کا ہاتھ ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ ہم یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔ تم میں سے کوئی ایک یہاں سے میرے ضروری سامان کو لے جائے۔ میں بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔ پولیس والوں کو میری موجودگی کا علم نہ ہو۔"

یہ تحریری ہدایت دینے کے بعد وہ جانے لگا میں پھر کار کی پچھلی سیٹ پر منجالی کے پاس آ گیا۔ پتہ چلا ہم اپنی خفیہ رہائش گاہ کے احاطے میں پہنچ گئے ہیں۔ کار پورچ میں کھڑی ہوئی تھی۔ منجالی اور کیشو میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے مسکرا کر کہا: "میں بھی عجیب ہوں، چلو اندر چلتے ہیں۔"

ہم کار سے اتر کر برآمدے میں آئے۔ میں نے دور دور تک دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا تم دونوں مطمئن ہو کہ ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا ہے؟"

کیشو اور منجالی نے یقین دلایا۔ ہم اندر آ گئے۔ میں نے کہا۔ "میں کل سے اب تک جاگ رہا ہوں۔"

منجالی نے حیرانی سے پوچھا: "آپ ایسی زندگی کب تک گزارتے رہیں گے۔ آخر اپنے کھانے اور سونے کا وقت کیوں نہیں مقرر کر لیتے؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "دشمن اپنی محاذ آرائی کا وقت مقرر نہیں کرتے ہیں، اس لیے مجبوری ہے۔"

اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا: "پہلے نیند پوری کریں۔ اس کے بعد کوئی دوسری بات ہوگی۔ ویسے میرے دل میں کھلبلی مچی ہوئی ہے کہ میں سارے حالات معلوم کروں۔ اُدھر مادام سونیا کس حال میں ہیں، ہمارا پارس بیٹا کیسا ہے، مادام سونیا کی خیریت بھی معلوم کرنی ہے۔ پھر دشمن کیا کر رہے ہیں۔ وہ سیکرٹ ایجنٹ ٹون بیکر کیا کرتا پھر رہا ہے، کہاں غائب ہو گیا ہے؟"

میں نے کہا: "بڑی لمبی ہسٹری ہے۔ شروع کروں گا تو شام ہو جائے گی اس لیے سونا ہی بہتر ہے۔"

میں بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ منجالی فرش پر بیٹھ گئی اور میرے پاؤں پکڑ کر جوتے اتارنے لگی۔ میں نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ پھر چپکے سے اینجلو کو مخاطب کیا اور اس سے کہا: "آپ چپ چاپ کسی کے متعلق کچھ معلومات فراہم کریں۔ اس کا پتہ، فون نمبر اور دیگر مصروفیات کی تفصیل چاہتا ہوں۔ ابھی سونے جا رہا ہوں۔ شام تک آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

منجالی نے جوتے اتار دیے۔ پھر مجھے لیٹنے کے لیے کہا۔ میں لیٹ گیا۔ وہ میرے قریب بیٹھ کر میرے بالوں میں اپنی انگلیوں سے کنگھی کرنے لگی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کو ہدایات دیں۔ جو ہدایات حسبِ معمول ہوتی ہیں ان میں ایک اور ہدایت کا اضافہ کیا کہ جب منجالی مجھے سُلانے کے بعد کمرے سے باہر جائے، دروازے کو بند کر دے تو اس کے بعد کسی کے بھی کمرے میں آنے سے میری آنکھ کھل جائے ورنہ میں پانچ گھنٹے تک سوتا رہوں۔

اور میں سوتا رہا۔ کوئی مداخلت نہ ہوئی۔ پانچ گھنٹے کے بعد میری آنکھ خود بخود کھل گئی۔ میں اسی طرح بستر پر لیٹا رہا۔ تھکن اتر گئی تھی۔ دماغ بالکل پُرسکون تھا۔ اگرچہ ساری رات جاگنے کے بعد جی چاہتا ہے سارا دن سوتے رہیں لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے کم از کم وقت میں بھی اتنی گہری نیند آتی ہے کہ ساری تھکن اتر جاتی ہے۔

تھوڑی دیر تک اسی طرح پُرسکون خاموش لیٹے رہنے کے بعد میں نے سوچا۔ منجالی کے دماغ میں جاؤں گا تو وہ فوراً محسوس کر لے گی اور چلی آئے گی۔ میں نے کیشو کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ باورچی خانے میں تھا۔ میرے لیے کھانا تیار کر رہا تھا۔ منجالی اس کی مدد کر رہی تھی۔ میں نے آج صبح سے رسونتی کی خیریت معلوم نہیں کی تھی لہٰذا اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں میرا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ صبح آنکھ کھلنے کے بعد سے اب تک دل ہی کہہ رہا تھا کہ فرہاد رابطہ قائم کرنے والا ہے۔ اب اس کا چاہنے والا اس کے پاس پہنچنے ہی والا ہے اور انتظار کرتے کرتے اس وقت تین بج گئے تھے۔

میں نے پہلے تو اس کے ذریعے دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے اسے اٹھایا۔ دروازے کو پہلے اندر سے بند کرایا تاکہ اسے کوئی دیکھنے والا نہ رہے۔ تب میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ خوش سے کھل گئی۔ میں نے کہا: "میں نے اسی لیے دروازے کو بند کرایا ہے۔ تم بے اختیار خوش ہوتیں تو کوئی دیکھنے والا ہمارے رابطے کو سمجھ لیتا۔"

"میں کل سے انتظار کر رہی ہوں۔ کہاں غائب ہو جاتے ہو، چھ میری خبر کیوں نہیں لیتے؟ کم از کم ایک منٹ کے لیے

تو آسکتے تھے؟"

"میں کل تمام رات جاگتا رہا۔ صبح نو بجے تک بالکل فرصت نہیں ملی۔ جب فرصت ملی تو تھک ہار کر سو گیا۔ میں نے اطمینان کر لیا تھا کہ تم بخیریت ہو۔"

"خود تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اطمینان کر لیتے ہو لیکن میرے دماغ میں جھانک کر بھی میرے دل کی بے اطمینانی کو سمجھ نہیں پاتے۔"

"میں سب سمجھتا ہوں۔ اطمینان رکھو، میں تمہیں جلد ہی اپنے پاس بلا لوں گا۔"

"ابھی بلا لینے میں کیا ہرج ہے۔ تمہارے لیے یہ کون سی بڑی بات ہے۔"

"ہو سکتا ہے میرے لیے کوئی بڑی بات نہ ہو مگر دشمنوں کے لیے بہت بڑی بات ہے۔ مجھے ہر طرح سے اطمینان کرنا ہوگا کہ کوئی تمہارا تعاقب نہ کرے۔ کوئی تمہارے ذریعے میری خفیہ رہائش گاہ تک نہ پہنچ سکے۔ اگر ایک بھی دشمن میری اس پناہ گاہ تک پہنچ جائے تو پھر رنگون میں کہیں اور پناہ نہیں ملے گی۔ مجھے یہ شہر، یہ ملک چھوڑ کر جانا ہوگا۔"

"چلو، ہم یہاں سے کہیں دور چلے جائیں۔"

"یہیں ایک ساتھ کہیں دور جانے کے لیے پہلے دشمنوں کو راستے سے ہٹانا ہوگا۔ اس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔"

وہ مایوس ہو گئی۔ بچے کو گود میں لے کر بولی: "کیا اپنے بچے کو دیکھنے، اسے گود میں لے کر چومنے کو دل نہیں چاہتا؟"

"ہاں بیٹے کو گلے لگانے کا جی چاہتا ہے ——— میں بھی بے چین ہوں مگر مجبور ہوں۔"

"اگر شام چھ بجے تمہیں فرصت نہ ملی۔ میرے پاس نہ آسکے تو کیا ہوگا؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "میں چھ بجے نہ آؤں تو کیا ہوگا؟"

"ارے، کیا بھول گئے۔ وہ ہپناٹائز کرنے والا اپنے معمول کے مطابق آئے گا اور مجھے اپنی معمولہ بنائے گا۔ تم نہیں ہو گے تو وہ ساری باتیں میرے دماغ سے اگلوا لے گا۔"

"اوہو، میں تو بھول ہی گیا تھا۔ واقعی چھ بجے تمہارے پاس نہ پہنچ سکا تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ میرے لیے وقت کی پابندی ایک مسئلہ ہے۔ دشمن مجھے وقت بے وقت ادھر ادھر الجھائے رکھتے ہیں۔ بہرحال میں اس ہپناٹزم کے معاملے کو ہی ختم کر دیتا ہوں۔"

میں نے تھوڑی دیر تک اس سے خوب باتیں کیں۔ پھر رخصت ہونا چاہا۔ وہ مجھے کسی طرح جانے نہیں دیتی تھی۔ تھوڑی دیر اور، تھوڑی دیر اور کہہ کر روکتی جا رہی تھی۔ میں نے کہا: "رسونتی! اگر تم اس طرح مجھے روکتی رہو گی تو میں تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا دوں گا اور چلا جاؤں گا۔ یاد ہے پچھلی بار میں نے کیا کیا تھا؟"

اس نے مجبور ہو کر کہا: "اچھی بات ہے، جاؤ مگر جلد آجانا۔"

میں نے جلد ہی آنے کا وعدہ کیا۔ پھر اس سے رخصت ہو کر اس ہپناٹائز کرنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کمرے میں ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ دو مرے صوفوں پر یہودی تنظیم کے تین اہم افراد موجود تھے۔ وہ سب اسکی باتیں سن رہے تھے وہ کہہ رہا تھا: "کل میں نے پورے یقین کے ساتھ اسے ہپناٹائز کے ذریعے اپنی معمولہ بنایا تھا۔ اس نے اس سوالنامے کے ہر سوال کا مناسب جواب دیا اور میری ہدایت پر عمل کرتی رہی۔ میں یقین سے کہتا ہوں، اس وقت فرہاد اس کے دماغ میں موجود نہیں تھا۔"

ایک شخص نے پوچھا: "تم کیسے یقین سے کہہ سکتے ہو؟ فرض کرو، فرہاد رسونتی کے دماغ میں موجود تھا۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کا ماہر ہے۔ اس نے رسونتی کے دماغ میں رہ کر تمہارے عمل کو موثر ہونے کا موقع نہ دیا ہو۔"

ہپناٹائز کرنے والے نے جواب دیا: "یہ سوال میرے دماغ میں بھی آیا تھا۔ ایسا ہو سکتا ہے، فرہاد نے رسونتی کی آنکھیں بند کرا دی ہوں اور اس کی جگہ وہ خود اس کی زبان سے میرے سوالوں کا جواب دیتا رہا ہو۔"

ایک اور شخص نے صوفے کے ہتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "ہیئر از دی پوائنٹ۔ ایسا یقیناً ہو سکتا ہے۔"

ہپناٹائز کرنے والے نے کہا: "لیکن آپ لوگ ایک بات بھول رہے ہیں۔ فرہاد میرے عمل کو بے اثر کر سکتا ہے، رسونتی کی بجائے خود اس کی زبان سے جوابات دے سکتا ہے لیکن جب ہم نے اسے سوئی چبھوئی تھی تو وہ ایسی اذیت ناک تکلیف تھی جسے رسونتی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اسے برداشت کر سکتا ہے یا کر سکتی ہے جو مکمل طور پر ڈانس میں آگئی ہو۔"

"ہو سکتا ہے فرہاد اس کے دماغ میں چھپ چاپ عمل کر کے اسے اپنے ٹرانس میں لایا ہو۔ اس طرح بات ایک ہو جاتی ہے۔ سوئی چبھونے کا ردِ عمل اس پر نہیں ہو سکتا۔"

"یوں سوچا جائے تو ہم کبھی مطمئن نہیں ہوں گے۔ ہر قدم پر فرہاد کی موجودگی کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ ایک ایک لقمہ اٹھاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ لقمہ ہمارے لیے زہریلا نہ ہو۔ اس طرح وہ ہم سے دور رہ کر بھی ہمارے دماغ میں آکر صرف دہشت زدہ کر کے مارتا رہے گا اور ہم اپنی نادانی سے مرتے رہیں۔ ویسے کیا آپ لوگ چائے پینا پسند کریں گے؟"

ایک نے کہا: "چائے کی طلب ہو رہی ہے لیکن ایک شرط ہے۔ ہم کسی ملازم پر بھروسہ نہیں کریں گے۔ ہم میں سے کوئی اپنے ہاتھوں سے چائے بنائے گا اور یہیں پلائے گا۔"

ہپناٹائز کرنے والے نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: "آپ لوگ میرے مہمان ہیں۔ میں چائے بنا کر لاتا ہوں۔"

یہ کہتا ہوا وہ دروازے تک گیا۔ پھر پلٹ کر مسکراتے ہوئے بولا: "بڑی مشکل ہے۔ اگر فرہاد رسونتی کے دماغ میں موجود رہا ہے اور میرے عمل کو ناکام بناتا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ میرے دماغ میں پہنچ چکا ہے۔"

سب نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا، اس نے کہا: "بھئی ان حالات میں آپ لوگ مجھ پر کیسے بھروسہ کریں گے؟ میں جو چائے لے کر آؤں گا کیا وہ ہمارے لیے نقصان دہ نہیں ہوگی؟"

ایک نے گہری سانس لے کر کہا: "اس طرح تو ہم رفتہ رفتہ کھانا پینا چھوڑ دیں گے۔ واقعی تم نے درست کہا ہے۔ ہم خواہ مخواہ دہشت زدہ ہوتے رہتے ہیں۔ ویسے احتیاطاً یوں کیا جائے کہ میں تمہارے ساتھ کچن میں چلتا ہوں۔ فرہاد بیک وقت دو آدمیوں کو ٹریپ نہیں کر سکتا۔ ہم میں سے کوئی اس کا شکار ہوگا تو دوسرے کا فرض ہے کہ فوراً چیخنا شروع کر دے تاکہ ہمارے یہ دو ساتھی ہوشیار ہو جائیں۔"

دونوں نے بھی تائید کی اور وہ ہپناٹائز کرنے والے کے ساتھ کچن میں چائے بنانے چلا گیا۔ ان کے جانے کے بعد ایک نے کہا: "یہ ٹیلی پیتھی ہمارے لیے عذابِ جان بن گئی ہے۔ کسی طرح ایک بار فرہاد ہمارے سامنے آجائے تو اسے دوسری سانس لینے کی مہلت نہیں دی جائے گی۔ اس کا مر جانا بہت ضروری ہے۔"

اس کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے جواب دینے کے بجائے اٹھتے ہوئے کہا: "میں ذرا ٹوائلٹ میں جانے کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں، ایکسکیوزمی۔"

یہ کہہ کر وہ ڈرائنگ روم سے نکلا۔ پھر دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں کے ایک اسٹور روم میں جا کر دیکھا ——— وہاں رسّیوں کا ایک بہت بڑا بنڈل رکھا ہوا تھا۔ اس نے رسّے کے مطابق رسّی کو کاٹا۔ پھر بیڈ روم میں آگیا۔ شاید وہ ہپناٹائز کرنے والے کا بیڈ روم تھا۔

اس نے سینٹر ٹیبل پر ایک کرسی رکھی۔ پھر اس پر چڑھ کر چھت سے رسّی کو باندھنے لگا۔ اس نے رسّی کے نچلے حصّے کو پھندے کی شکل دی پھر وہاں سے اتر کر اتنی ہی بڑی رسّی کاٹ کر لے آیا۔ وہ مکان کھپریل کی چھت کا تھا اور اس چھت کے نیچے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بلیاں لگی ہوئی تھیں۔ ایک بلی سے اس نے دوسری رسّی کو بھی لٹکا کر پھندا بنا دیا۔ پھر تیسرا پھندا تیار کیا، اس کے بعد چوتھا۔

ملک الموت کو شاید گنتی یاد نہ ہو کہ ازل سے لے کر اب تک اس نے کتنوں کو مارا ہے لیکن مجھے چار تک گنتی یاد تھی۔ اتنی دیر میں چائے تیار ہو جانا چاہیے۔ میں اس ہپناٹائز کرنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتہ چلا، چولھا کسی وجہ سے جلتے جلتے بجھ گیا تھا۔ پھر دوسری بار اسے جلایا گیا۔ جب کیتلی میں چائے تیار ہو گئی تو اس نے اسے چولھے پر سے اتارا تھا۔ پتہ نہیں اتارتے وقت کیا ہو گیا کہ اچانک ہی کیتلی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ ایک دم سے خیال آیا، کہیں فرہاد نے اسے نہ گرایا ہو؟ حالانکہ میں ادھر پھندا لگانے والے کے پاس موجود تھا۔ ان لوگوں کے دل و دماغ پر ایسی دہشت طاری تھی کہ کھانسی بھی آتی تھی تو سمجھتے تھے میں کھانسنے پر مجبور کر رہا ہوں۔

کچن میں وہ دونوں تھوڑی دیر تک سہمے رہے، ارادہ کیا کہ زور سے چیخ پڑیں گے۔ پھر عقل آئی، اس میں چیخنے کی کیا بات ہے۔ ہپناٹائز کرنے والا اپنی صفائی پیش کر رہا تھا: "میں بالکل نارمل ہوں، مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ میرے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔ بس اچانک ہی وہ گر پڑی۔ ایسا اتفاق ہوتا ہی ہے۔"

دوسرے نے تائید کی: "ہاں ایسا ہوتا ہے۔ فرہاد ہمیں مارنا ہی چاہے گا تو وہ اتنی چھوٹی سی معمولی حرکت کیوں کرے گا۔ تم دوسری بار کیتلی چڑھاؤ۔"

دوسری بار کیتلی میں پانی رکھ کر چولھے پر چڑھایا گیا جو چائے دس منٹ میں تیار ہوتی وہ پچیس منٹ میں تیار ہوئی۔ بیچ میں خوف سے کچھ وقت ضائع ہوتا رہا۔ پچیس منٹ میرے لیے کافی تھے۔ ادھر ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تنہا شخص نے سوچا، کیا بات ہے۔ ادھر وہ دونوں چائے بنانے گئے ہیں، ابھی تک واپس نہیں آئے۔ ادھر یہ ٹوائلٹ گیا ہے تو وہیں بیٹھا رہ گیا۔

یہ سوچ کر وہ اٹھا، پہلے کچن میں جا کر معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے بیڈ روم کی طرف پلٹا دیا۔ اس نے وہاں پہنچتے ہی اپنے ساتھی کو پھندنے سے لٹکتے ہوئے پایا۔ اس کے پاؤں کے نیچے ایک کرسی الٹی پڑی تھی۔

اس نے کرسی کو سیدھا کیا۔ اسے لا کر دوسرے پھندنے کے نیچے رکھا اور اس کرسی پر یوں اطمینان سے چڑھ گیا جیسے اپنی زندگی کا آخری اہم فرض ادا کر رہا ہو۔

وہ دونوں چائے کی ٹرے لے کر ڈرائنگ روم میں آئے۔ وہاں ان کے دونوں ساتھی نہیں تھے۔ ایک نے پوچھا۔ "وہ دونوں کہاں چلے گئے؟"

ہپناٹائز کرنے والے نے انہیں نام لے کر آوازیں دیں۔ پھر پریشان ہو کر بولا۔ "آخر وہ ہمیں بتائے بغیر کہاں جا سکتے ہیں؟"

دوسرے نے کہا۔ "ایک ہی جگہ ایسی ہے جہاں جانے کے بعد آدمی جواب نہیں دیتا۔"

ہپناٹائز کرنے والے نے گھبرا کر پوچھا۔ "کونسی جگہ؟"

"ٹوائلٹ۔۔۔"

"دونوں بیک وقت وہاں کیوں جائیں گے۔ آؤ، ہم چل کر دیکھتے ہیں۔"

انہوں نے ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھی۔ پھر وہاں سے نکل کر مختلف کمروں سے گزرتے ہوئے اس بیڈ روم میں پہنچے۔ وہاں پہنچتے ہی پاؤں تلے سے زمین نکلنے لگی۔ ان کے دونوں ساتھی پھندنے سے لٹک رہے تھے۔ دوسرے کے پاؤں کے نیچے ایک کرسی الٹی پڑی تھی۔ ہپناٹائز کرنے والے نے چیخنا چاہا۔ میں نے اس کی آواز بند کر دی۔ دوسرے کے چیخنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اس کی تو گھگھی بندھ گئی تھی۔ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔

پھر ہپناٹائز کرنے والے نے فرش پر الٹی ہوئی کرسی کو سیدھا کیا۔ اسے تیسرے پھندنے کے نیچے رکھ کر کہا۔ "آؤ اس پر چڑھ جاؤ۔"

"نن نہیں، مجھے جانے دو۔ مجھے معاف کر دو۔"

وہ وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔ میں نے اس پر قبضہ جما لیا۔ اسے لا کر کرسی پر کھڑا کر دیا۔ ادھر ہپناٹائز کرنے والا میری گرفت سے آزاد ہوا تھا۔ وہ بھاگنا چاہتا تھا۔ میں نے کرسی پر چڑھنے والے کی زبان سے للکار کر کہا۔ "رک جاؤ، ورنہ تمہارے دماغ میں آ جاؤں گا۔ چپ چاپ اس کا تماشا دیکھو۔"

وہ سہم کر کھڑا ہو گیا۔ مجبوراً تماشا دیکھنے لگا۔ جب وہ تماشا مکمل ہو گیا۔ کرسی پاؤں کی ٹھوکر سے گر کر الٹ گئی تو وہ سر جھکا کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر اپنے تنظیم کے سربراہ ڈان فرینز کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے اس کی سیکرٹری نے ہیلو کہا۔ ہپناٹائز کرنے والے نے جواب میں اپنا تعارف پیش کیا، پھر کہا۔ "انسان کی زندگی اور موت کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔ ابھی دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے تین ساتھی ہم سے جدا ہو گئے۔ تینوں چھت سے لٹک رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے سیکرٹری نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کن ساتھیوں کی باتیں کر رہے ہو؟"

"وہی ہماری تنظیم کے اہم عہدے دار، اہم لوگ جو پلاننگ کرتے ہیں، اور فرہاد کو شکار کرنے کے لیے نئی نئی سازشیں کرتے ہیں۔ وہ چھت سے لٹک رہے ہیں۔ وہاں ایک پھندنا خالی ہے۔"

لیڈی سیکرٹری نے گھبرا کر کہا۔ "تمہاری باتیں سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

"میں جو کہتا ہوں، اسے سنو اور یہ اطلاع ڈان فرینز تک پہنچا دو کہ وہ چوتھا پھندنا خالی نہیں رہے گا میں اسے پُر کرنے جا رہا ہوں۔"

لیڈی سیکرٹری نے چیخ کر کہا۔ "نہیں نہیں، تم ایسا نہیں کر سکتے۔ ذرا ویٹ کرو، میں ابھی تم سے رابطہ کرتی ہوں۔"

ہپناٹائز کرنے والے نے ریسیور رکھ دیا۔ چپ چاپ چلتا ہوا اس بیڈ روم میں آیا۔ پھر اس نے چوتھے پھندنے کے نیچے کرسی رکھی اور اس پر کھڑا ہو گیا۔

کچھ لوگوں کی زندگی مشعلِ راہ بن کر ختم ہوتی ہے اور کچھ لوگ عبرت کا سامان بن جاتے ہیں۔ یہ انسان کی اپنی اپنی پسند ہے کہ وہ کیسے زندگی گزارتا ہے۔ جیسی گزارتا ہے، ویسی ہی موت کو گلے لگاتا ہے۔ اس نے پھندنے کو گلے لگایا۔

میں بستر پر کروٹ بدل کر چاؤں شاؤں چت ہو گیا۔ چھت کو خالی خالی نظروں سے تکنے لگا۔ دماغ میں ہر طرح کی سوچ کو آنے سے روکنے لگا۔ کبھی کبھی جی چاہتا ہے اندر سے بالکل خالی ہو جاؤں۔ میرے پاس کوئی نہ آئے۔ میں کسی کے پاس نہ جاؤں اور میں اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی نہ رہوں۔

ایسا نیند کی حالت میں ہوتا ہے۔ جب ٹیلی پیتھی مجھے گہری نیند سُلا دیتی ہے۔ میں دنیا والوں سے غافل ہو جاتا ہوں۔ کوئی میرے پاس نہیں آتا۔ میں کسی کے پاس نہیں جاتا، پھر بھی میں جاگتی آنکھوں سے ایسی تنہائی چاہتا ہوں کہ دنیا ایک سرے سے دوسرے سرے تک بالکل خالی محسوس ہو۔

بہت دیر تک اپنے دماغ کو سوچوں سے خالی رکھنے کی کوشش کرنے کے بعد احساس ہوا کہ میں سوچتا جا رہا ہوں۔ مجھے اپنی حماقت پر ہنسی آئی — بھلا جب تک سانس چلتی رہتی ہے کوئی سوچ سے خالی رہ سکتا ہے؟

میں نے اینجلو سے رابطہ قائم کیا، اس نے کہا۔ "جناب! چیانگ مائی یہاں کا بہت بڑا سرمایہ دار ہے۔ برمیز ٹوبیکو کمپنی کا مالک ہے۔ وہ پردہ نشینات کا بہت بڑا اسمگلر ہے۔ ہم نے پہلے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ابھی سرسری معلومات حاصل ہو سکی ہیں۔ گولڈن ریکٹ سے اس کا خاص تعلق ہے۔"

"گولڈن ریکٹ کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟"

"بہت کم معلومات ہیں۔ میں نے عرض کیا ہے ہم نے پہلے دھرتہ پر توجہ نہیں دی تھی۔ اتنا جانتے ہیں کہ اس کا ہیڈ آفس کسی ملک میں ہے۔ وہاں سے یہ تمام ملکوں کے گولڈن ریکٹ کو کنٹرول کرتے ہیں۔ ہر ملک کے گولڈن ریکٹ کا ایک سرغنہ ہوتا ہے۔ ہر ملک میں سرغنہ کسی ایسے شخص کو بناتے ہیں جو سماجی، اقتصادی اور سیاسی اعتبار سے اپنے ملک میں بڑی اہمیت کا مالک ہو اور دور دور تک اثر و رسوخ رکھتا ہو۔"

"آپ معلوم کریں کہ برما میں گولڈن ریکٹ کا سرغنہ کون ہے؟"

"اس کے لیے تھوڑا سا وقت چاہیے۔ میں کل صبح تک ساری معلومات فراہم کر دوں گا۔ فی الحال یہ معلوم ہوا ہے چیانگ مائی کا گودام کہاں ہے اور مال کہاں چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ آپ نوٹ کر لیں۔"

میں بستر سے اٹھ کر میز کے پاس گیا پھر اس کے بتائے ہوئے نوٹ کرنے لگا۔ اس کے بعد میں نے وہ تمام پتے کیپٹن رشان کو نوٹ کرائے۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔ "جناب! میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ میں برسوں کی بھاگ دوڑ کے بعد بھی ان خفیہ اڈوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ یہ کمال آپ کی ٹیلی پیتھی کا ہے۔"

میں نے کہا۔ "ایک بات یاد رکھنا۔ جب بھی ان اڈوں پر چھاپہ مارنے جاؤ گے تو قدم قدم پر ایسی رکاوٹیں آئیں گی، ان نہ ریوالور کام آئے گا نہ گولہ بارود نہ جسمانی طاقت۔ کیونکہ اس سلسلے میں اس ملک کی بڑی بااثر شخصیتیں گھناؤنے روپ میں نظر آئیں گی۔"

"میں جانتا ہوں۔ یہ جتنے بھی غیر قانونی دھندے ہوتے ہیں ان کے پیچھے بڑے بڑے لوگوں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ان تک قانون کا ہاتھ پہنچتا تو ہے لیکن دوسری طرف سے قانون ان کا تحفظ بھی کرتا ہے کیونکہ وہی لوگ قانون بناتے ہیں، وہی لوگ اس قانون کو توڑ مروڑ کر اپنے حق میں پیش کر دیتے ہیں۔ میں سب سمجھتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ پورے حوصلے سے ایسے لوگوں کا سامنا کروں گا اور انہیں سلاخوں کے پیچھے پہنچا دوں گا۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ تھوڑی دیر تک چپ چاپ لیٹا رہا۔ اس کے بعد جمیلہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ پارس کو گود میں لیے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے آس پاس سونیا مرجانہ اور سائرہ بانو بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں۔ اس وقت سائرہ بانو کہہ رہی تھیں۔ "جمیلہ! ہم نے تمہاری بھلائی کے لیے یہ سب کچھ سوچا ہے۔ تمہاری تمام زندگی کا ایک بہترین سہارا ہو جائے گا۔ ساری زندگی عیش کرو گی۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر چپکے سے پوچھا۔ "معاملہ کیا ہے؟"

وہ سوچ کر دیے بولی۔ "ہم نے جمیلہ کی شادی طے کر دی ہے۔"

"یہ کوئی نئی پلاننگ ہے؟"

"ہاں، مصر کا ایک بہت بڑا رئیس یہاں پیرس میں ہے۔ اس کا نام جواد الخیری ہے۔ وہ بابا فرید واسطی صاحب کا بہت پرانا اور نہایت ہی پُرخلوص عقیدت مند ہے۔ اس نے جمیلہ سے شادی کرنے اور اس کے ساتھ پارس کو ایک راز بنا کر رکھنے کی قسم کھائی ہے۔"

"کیا تم جواد الخیری پر اعتماد کرتی ہو؟"

"صرف میں ہی نہیں، اعلیٰ بی بی اور ادارے کے دوسرے افراد بھی اسے چاہتے ہیں۔ اسے مانتے ہیں، اس کی عزت کرتے ہیں اور اس پر بھروسہ کرتے ہیں۔ تم بھی اس کے دماغ میں جھانک کر مطمئن ہو جاؤ گے۔"

"مجھے اس کی آواز سناؤ۔"

سونیا وہاں سے اٹھتے ہوئے بولی۔ "میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے میں آئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "تم بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر سائرہ بانو کی خفیہ رہائش گاہ میں کیوں آ گئی ہو؟"

"وہاں ادارے میں رہ کر کیا کرتی؟ جولی کے روپ میں تھی۔ شی سپر کے قلعے میں اس کا بھید کھل چکا ہے۔ میرا اس روپ میں رہنا بے کار تھا اس لیے ایک نئے روپ میں

یہاں آگئی ہوں۔"

وہ ریسیور کو کان سے لگائے ہوئے تھی۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی: "ہیلو، جواد الخیری دس اینڈ۔"

سونیا نے کہا: "میں ایک مُردہ عورت بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔ پھر اس نے کہا: "میں مادام کی عظمتوں کو سلام کرتا ہوں۔"

"یہ بتاؤ، کورٹ میرج کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟"

"میں نے رسمی طور پر درخواست دے دی ہے۔ ویسے غیر رسمی طور پر دولت کی مار کیا نہیں کرتی۔ مجھے یقین ہے، کل صبح کورٹ میں تاریخ مقرر ہو جائے گی۔ آپ دلہن کو تیار رکھیں۔"

"مسٹر جواد! آپ کی محل نما کوٹھی میں خدام اور کنیزوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ کیا یہ تعداد کم نہیں ہو سکتی؟"

"اقبال تو یہ سب میرے اعتماد کے لوگ ہیں۔ میرے پسینے کی جگہ خون بہا سکتے ہیں۔ ویسے آپ اپنے لوگوں کو لانا چاہتی ہیں تو ان کے لیے بھی گنجائش نکل آئے گی۔ آپ نے دیکھا ہے میرا محل کسی بھی شاہ کے محل سے کم نہیں ہے لیکن نہیں، مجھے آپ سے بحث نہیں کرنا چاہیے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ نے کہا تعداد کم کی جائے، میں کم کر دوں گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک باتیں کرتی رہی۔ پھر اس نے رخصت چاہنے کے بعد ریسیور رکھ دیا۔ میز سے کہا: "میں جواد کے پاس جا رہا ہوں۔"

"واپس ضرور آنا اور مجھے بتانا کہ قلعے میں کیا ہو رہا ہے؟"

"جو کچھ ہو چکا ہے وہ میں پچھلی رات تمہیں بتا چکا ہوں۔ اب کیا ہو رہا ہے، یہ نہیں بتا سکتا۔ آخری بار جب میں نے ٹارٹر بلبا کے ذہن میں پہنچنے کی کوشش کی تو ناکام رہا۔ اتنا معلوم ہے کہ وہ شی سپر کے محل کی چھت پر ہے۔ وہاں سے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ شی سپر کی پرسنل سیکرٹری اور ایک مسلح محافظ اسلحہ خانے میں بند ہیں۔ وہ بھی بیرونی امداد کا انتظار کر رہے ہیں۔"

سونیا نے اپنی رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا: "یہاں گیارہ بجے ہیں۔ اب تک تنظیم کے افراد اپنے گمشدہ لوگوں کو تلاش کرنے کے لیے وہاں پہنچ گئے ہوں گے اور انہیں وہاں سے نکالنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ تمہیں ان کی موجودہ سچویشن معلوم کرنا چاہیے۔"

"معلوم کر لیں گے، تمہارے ہی قول کے مطابق جلدی کیا ہے؟ صرف ایک ٹارٹر بلبا زندہ رہ گیا ہے۔ اس سے بعد میں نمٹا جا سکتا ہے۔"

"اگر تم اپنی نیند پوری کر چکے ہو اور پیٹ بھر کر کھا چکے ہو، کوئی معروفیت نہ ہو تو ٹارٹر بلبا کے پاس جانے یا اس کی پرسنل سیکرٹری کے ذریعے معلومات حاصل کرنے میں حرج کیا ہے۔ تم خواہ مخواہ اہم معاملے کو ٹال رہے ہو۔"

"وادی اماں نہ بنو۔ میں وہیں جا رہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکلا۔ پھر اچانک مجھے شرارت سوجھی۔ میں جمیلہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مرجانہ اسے شاید اس لیے سمجھا رہی تھی اور جمیلہ کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ شادی کے لیے آمادہ ہے کیونکہ وہ جوان تھی اور دل میں دوبارہ سہاگن بننے کے ارمان تھے۔ پھر یہ کہ وہ پارس کے لیے صحیح معنوں میں کوئی اچھی اور محفوظ پناہ گاہ چاہتی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا، شاید جواد الخیری کے ہاں ہمیشہ کے لیے پناہ مل جائے گی۔

میں نے چپکے سے جمیلہ کو مخاطب کیا: "میں فرہاد بول رہا ہوں کسی کو نہ بتانا۔"

وہ ہیلو بول کر پارس کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولی: "میں آپ کی کنیز ہوں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے پاس آتے ہیں۔ کوئی حکم دیجیے۔"

"یہ تمہارے سامنے سائرہ بانو بیٹھی ہوئی تمہیں شادی کرنے کی نصیحت کر رہی ہیں۔ میں جانتا ہوں، تم میرے کی خاطر ضرور شادی کر لو گی۔"

وہ بولی: "آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔"

"سائرہ بانو سے کہو، تم اس شرط پر شادی کرو گی وہ بھی ڈیڑھ جمال سے شادی کریں گی۔"

وہ من ہی من میں مسکرائی۔ پھر اس نے سر اٹھا کر کہا "بیگم صاحبہ! آپ مجھے میری بہتری کے لیے شادی پر آما کر رہی ہیں۔ اگر شادی ضروری ہے اور ایک عورت کا تحفظ اسی میں ہے تو میں ایک شرط پر تیار ہوں۔"

مرجانہ اور سائرہ بانو فوراً ہی سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔ اس کمرے میں داخل ہوتے ہوئے یہ بات سن چکی تھی۔ اس نے پوچھا: "بھئی کیسی شرط ہے؟ ہم بھی تو سنیں۔"

جمیلہ نے کہا: "میں بیگم صاحبہ سے درخواست کروں کہ وہ جمال صاحب سے نکاح پڑھا لیں۔"

سائرہ بانو ایک دم سے شرما گئیں۔ پیار بھرا غصہ دکھاتے ہوئے ڈانٹ کر بولیں: "بکواس مت کرو۔"

مرجانہ نے خوش ہو کے کہا: "واہ جمیلہ! تم نے کمال کی رکھی ہے۔"

سونیا نے سائرہ بانو کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے

"اقبال! دوسروں کو نصیحت کرنا آسان ہے۔ خود اس پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے لیکن آپ اس مشکل کو آسان سمجھ کر فوراً شرط مان لیں گی۔"

میں ان سب کو ہنستا بولتا چھوڑ کر شی سپر کی پرسنل سیکرٹری کے پاس پہنچ گیا۔ مجھے اس کے ذریعے فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ باہر سے امداد آ پہنچی ہے۔ دو گھنٹے پہلے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ ہیلی کاپٹر محل کے اوپر بہت دیر تک پرواز کرتا رہا تھا۔ اب تقریباً آدھے گھنٹے سے کچھ لوگ فائرنگ کر رہے تھے۔ انہوں نے اسپیکر کے ذریعے کہا تھا کہ وہ مطمئن رہیں۔ اسلحہ خانے سے لے کر چھت پر جانے والے زینے تک راستہ صاف کیا جا رہا ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ اس راستے پر کتے نہ آ سکیں۔

اس کی سوچ پڑھنے کے دوران پھر اسپیکر کے ذریعے کسی کی آواز سنائی دی۔ کوئی پرسنل سیکرٹری سے پوچھ رہا تھا۔ "اگر ہم یہاں زہریلی گیس کا چھڑکاؤ کریں تو وہاں اسلحہ خانے میں کوئی گیس ماسک وغیرہ ہے جسے پہن کر تم دونوں محفوظ رہ سکتے ہو؟"

ادھر سے پرسنل سیکرٹری اور مسلح محافظ نے چیخ کر کہا۔ "ایسا نہ کرنا۔ یہاں گیس ماسک نہیں ہے۔"

میں اسپیکر کے ذریعے بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ سے معلومات حاصل کرنے لگا۔ پتہ چلا کہ دو گھنٹے پہلے جو ہیلی کاپٹر محل کے اوپر پرواز کر رہا تھا اس سے ایک سیڑھی لٹکائی گئی تھی۔ ٹارٹر بلبا اس سیڑھی کے ذریعے ہیلی کاپٹر میں پہنچ گیا تھا۔ پھر وہاں سے اسے پیرس پہنچا دیا گیا ہے۔

میں جن کی سوچ پڑھ رہا تھا اور اس کے ساتھ جو لوگ امداد کے لیے آئے تھے ان کا یہودیوں سے کوئی خاص تعلق نہیں تھا۔ وہ فرانسیسی پولیس کا ایک دستہ تھا جو یہودیوں کی درخواست پر انہیں وہاں سے نکالنے کے لیے آیا تھا۔

وہ یقیناً ان دونوں کو اسلحہ خانے سے نکال کر لے جاتے۔ ان کے ساتھ رہ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے جواد الخیری کے پاس آ گیا۔ وہ اپنی ذاتی لائبریری میں بیٹھا تھا۔ اس کے متعلق ایک بہت ضخیم کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس کی ذاتی لائبریری بہت بڑی تھی اور اس میں ہر موضوع سے متعلق دنیا کی نامور کتب موجود تھیں۔

وہ پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر تھا۔ اگرچہ خاندانی رئیس تھا۔ پریکٹیس کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن اس نے پیرس میں رہائش اختیار کرنے کا یہی جواز پیش کیا تھا کہ وہ وہاں پریکٹس کرے گا۔ چونکہ وہ ایک ماہر سرجن بھی تھا اس لیے بہت جلد مشہور ہو گیا تھا۔ اکثر پیچیدہ آپریشن وغیرہ کے سلسلے میں اس کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔

میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ چور خیالات ہر انسان کے دماغ میں چھپے ہوتے ہیں۔ اس کے دماغ میں بھی تھے لیکن وہ ایسے نہیں تھے جن سے ہمیں نقصان پہنچتا۔ وہ بابا فرید واسطی کا عقیدت مند تھا اور مجھ سے اور سونیا سے بھی دلی عقیدت رکھتا تھا۔ پارس کو بیٹے کی حیثیت سے اپنے پاس رکھ کر اسے تحفظ دینے، بہتر سن تربیت دینے اور اسے ایک اچھی شخصیت کا مالک بنانے کی ذمے داریاں قبول کر کے مخر محسوس کر رہا تھا۔

میں نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو ڈاکٹر!"

اس نے پڑھتے پڑھتے چونک کر سر اٹھایا۔ اپنے دماغ میں سوچنے لگا: "یہ میں اپنے آپ کو ہیلو کیوں کہہ رہا ہوں؟ اپنے آپ کو مخاطب کیوں کر رہا ہوں اور یہ میری سوچ اور میرا لہجہ تو نہیں ہے۔"

میں نے کہا: "یہ فرہاد علی تیمور کا لہجہ ہے۔ ڈاکٹر! میں آپ کے پاس آیا ہوں۔"

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا: "بیٹھ جائیے۔ میں جسمانی طور پر نہیں بلکہ دماغی طور پر حاضر ہوا ہوں۔"

"اوہ، مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کس طرح خیال خوانی کرتے ہیں۔ کس طرح کوئی بھی شخص سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس کرتا ہے۔ میں اسی طرح محسوس کر رہا ہوں لیکن یقین نہیں آ رہا ہے۔ کیا واقعی آپ..."

میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: "ابھی آپ یقین کر لیں گے۔ آپ نے ابھی کتاب میں جو آخری جملہ پڑھا ہے وہ آپ کو یاد ہے؟"

"بے شک، مجھے اپنی یادداشت پر فخر ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے وہ آخری جملہ سنایا۔ میں نے کہا: "آپ دوبارہ اسے نہیں سنا سکیں گے۔ آپ کی یادداشت کمزور ہو چکی ہے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ میں سنا رہا ہوں۔ سنیے۔"

اس نے سنانا چاہا۔ میں نے اس کی سوچ کو گڑبڑا دیا۔ وہ بھولنے لگا، اٹکنے لگا۔ پھر اس نے خوش ہو کر کہا: "اوہ، رئیلی۔ یو آر انسائیڈ می اینڈ آئی ایم آؤٹ سائڈ آف مائی اون مائنڈ (واقعی تم میرے اندر ہو اور میں اپنے دماغ کے باہر)"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "اب آپ کو وہ جملہ یاد آجائے گا۔"

اس نے یاد کیا تو آ گیا۔ وہ فرطِ مسرت سے بولا۔ "ونہاد صاحب! میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں آپ کو کیسے دیلکم کہوں۔ کوئی بہت ہی عزیز اور محبوب مہمان آئے تو ہم اس کے لیے محاورتاً آنکھیں بچھا دیتے ہیں۔ آپ آئے ہیں اور نہیں بھی آئے ہیں۔ میں دو آنکھیں بچھا سکتا ہوں نہ آپکی کوئی خاطر مدارت کر سکتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میری آمد پر آپ کی بے پناہ مسرت اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ مجھے کس قدر چاہتے ہیں اور میرے آنے پر کتنے خوش ہیں۔"

"میرے لیے مزید خوشی اور فخر کی بات یہ ہے کہ آپ کا بیٹا میری گود میں پرورش پائے گا۔"

"میں آپ کے متعلق بہت کچھ معلوم کر چکا ہوں۔ آپ کے دماغ کی تہہ میں پہنچ کر آپ کے ان جذبات کو سمجھ چکا ہوں۔ جو میرے، سونیا اور پارس کے لیے ہیں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اس مشکل گھڑی میں میرے بیٹے کو آپ کے پاس پناہ ملے گی۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "یہاں آپ کی خدمت کرنے والے کتنے ہیں؟"

"چھ خدام اور چھ خادمائیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "خادماؤں کی تعداد کم کرنے کے لیے نہیں کہوں گا۔ میں آپ کی کمزوریوں کو سمجھتا ہوں — وہ خادمائیں نہیں، آپ کی کنیزیں ہیں۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "اوہ گاڈ، آپ کی دوستی سے جہاں بے شمار فائدے ہیں وہاں یہ زبردست نقصان ہے کہ آدمی اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتا۔"

"شادی کے بعد اگر جمیلہ کو آپ کی ان حرکات کا علم ہوگا تو؟"

"آپ اطمینان رکھیں، اسے کبھی پتہ نہیں چلے گا۔ میں اپنی کمزوری کسی پر ظاہر ہونے نہیں دیتا۔ جمیلہ میری شریکِ حیات کی حیثیت سے یہاں ایک خوشگوار زندگی گزارے گی۔"

"ڈاکٹر! میں آپ کے تمام ملازمین کے دماغوں کو پڑھنا چاہتا ہوں۔"

"بے شک! میں ان پر اندھا اعتماد کرتا ہوں۔ شاید کبھی دھوکا بھی کھا سکتا ہوں، لیکن آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دھوکا نہیں کھا سکتے۔ میں کسی ایک کو بلا کر مخاطب کرتا ہوں۔ اس کے ذریعے آپ دوسروں تک بھی پہنچ سکیں گے۔"

اس نے کسی ایک کو بلانے کے لیے ایک بٹن کی طرف ہاتھ بڑھایا اسی وقت ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں اسپتال ڈی فرانسس سے ڈاکٹر شیفرڈ بول رہا ہوں۔ یہاں ایک ایمرجنسی کیس ہے، ایک شخص زخموں سے چور ہے۔ اس کے جسم میں دو بلٹ پیوست ہو چکے ہیں۔ آپریشن کے تمام انتظامات مکمل ہیں، آپ فوراً چلے آئیں۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "تعجب ہے۔ آپ مجھے اتنی دور سے بلا رہے ہیں جبکہ اسپتال کے قریب دوسرے ڈاکٹر اور سرجن بھی موجود ہیں۔"

"بے شک۔ یہاں قریب ہی کئی ماہرین ہیں لیکن جیوش سوسائٹی کے بڑے بڑے سرمایہ دار آپ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ بضد ہیں کہ آپ ہی کو بلایا جائے۔ اس کے لیے وہ بڑی سے بڑی قیمت دینے کے لیے بلکہ ہمارے اسپتال کو بھی خریدنے کے لیے تیار ہیں۔"

"میں ابھی آ رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھتے ہوئے پوچھا۔ "فرہاد صاحب کیا آپ موجود ہیں؟"

"ہاں، میں تمام باتیں سن رہا تھا۔"

"یہ بھی آپ نے سن لیا کہ جیوش سوسائٹی کے بڑے سرمایہ دار اس شخص کی جان بچانا چاہتے ہیں۔ یقیناً وہ کوئی اہم آدمی ہوگا اور جو بھی ہوگا آپ کا دوست نہیں ہوگا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔"

"فرہاد صاحب! میں ایک ڈاکٹر ہوں اور بدترین دشمن کی جان بچانا بھی میرا فرض ہے۔"

"میں آپ کے جذبے اور فرض شناسی سے بہت خوش ہوں۔ آپ بے شک جائیں۔ میں ذرا معلوم تو کروں کہ وہ کون ہے؟"

میں ڈاکٹر شیفرڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں ایک بڑی سی میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا تھا۔ میز کی دوسری طرف دو خوش لباس، ادھیڑ عمر کے آدمی نظر آئے تھے۔ ڈاکٹر شیفرڈ کی سوچ نے بتایا، ان میں سے ایک کا نام موشے الیزر ہے اور دوسرے کا نام وان کریگ۔ وان ایک بہت بڑا سرمایہ دار ہے اور فرانسیسی جیوش سوسائٹی کا چیئرمین ہے۔ دوسرے کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔

اسی وقت دوسرے شخص نے کہا۔ "ڈاکٹر! اگر تجاد الیزری کو یہاں پہنچنے میں دیر ہوئی تو کیا ہوگا؟"

"آپ فکر نہ کریں۔ آپ کا وہ زخمی ساتھی غیر معمولی قوتِ برداشت رکھتا ہے۔"

میں موشے الیزر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر چپکے چپکے اس کے دماغ کو کریدنے لگا۔ پتہ چلا وہ ابھی دو گھنٹے پہلے پیرس پہنچا ہے۔ اور اب وہاں ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن کی جگہ یہودی تنظیم کا سربراہ بن کر رہے گا۔ میں بڑے موقعے پر پہنچا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ اسپتال سے جائے گا تو اپنے تمام لوگوں سے بھی روپوش رہے گا۔ گونگا بن کر رہے گا وہ ڈاکٹر سیموئیل کی طرح یوگا کا ماہر نہیں تھا۔

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "کیا ڈاکٹر شیفرڈ کے ذریعے فرہاد دماغ میں نہیں پہنچ سکتا؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے یہاں آنے سے پہلے اطمینان کر لیا ہے۔ ٹارٹر بلبا یہاں زخمی حالت میں پہنچا تو وہ دوسرے ڈاکٹر کے چارج میں تھا۔ ڈاکٹر شیفرڈ اس کے قریب نہیں گیا ہے۔ نہ ہی اس نے بلبا کو اپنی آواز سنائی ہے۔"

ٹارٹر بلبا کا نام سنتے ہی میں نے اپنی پیشانی پر ایک ہتھوڑا مارا۔ پھر سوچا، اتنی دیر سے میں نے اس زخمی کے متعلق معلومات حاصل کیوں نہیں کیں۔ یہ دراصل میں اس کے زخمی ہونے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا جب وہ شی پر کے جہاز کی چھت پر تھا تو بالکل محفوظ تھا۔ جب وہ سیڑھیوں کے ذریعے ہیلی کاپٹر میں سوار ہوا۔ تب بھی وہ زخمی نہیں تھا۔ بحریت وہاں سے پیرس پہنچایا گیا تھا اس لیے میرا دھیان اس کی طرف نہیں گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں ٹارٹر بلبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ آپریشن تھیٹر میں تھا۔ تکلیف کی شدت سے کبھی کبھی چیختا تھا۔ پھر دانت بھینچ کر برداشت کر لیتا تھا۔ کراہنے کو کمزوری سمجھتا تھا بے شک وہ جسمانی طور پر فولاد تھا۔ دو بلٹ اس کے جسم میں پیوست ہو چکے تھے۔ ایسی حالت میں پہلے دماغ متاثر ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ کمزور ہوتا ہے۔ اس کے بعد جسمانی کمزوری کا احساس ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ٹارٹر بلبا مجھے اس کے دماغ میں محسوس نہ کر سکا۔ اس کی ساری توجہ اپنی قوتِ برداشت کو بحال رکھنے کے لیے تھی۔

میں نے دماغ کی تہہ میں اتر کر معلوم کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ وہ پچھلی رات سے محل کی چھت پر تنہا تھا۔ چاروں طرف کتے ہی کتے تھے۔ وہ چھت سے اتر کر کہیں جا نہیں سکتا تھا۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا اور وہ غصے سے جھنجلا رہا تھا۔ اس کا آقا ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن مارا گیا تھا۔ اس کے تمام ساتھی کتوں کا شکار ہو گئے تھے۔ کوئی وہاں نہیں بچا تھا اور وہ بار بار قسمیں کھا رہا تھا کہ ایک بار یہاں سے بچ نکلا تو فرہاد کے کسی بھی ساتھی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

پھر یہی ہوا۔ جب وہ پیرس بخیریت پہنچ گیا تو وہاں چین سے نہ بیٹھ سکا۔ اس نے اپنے کسی یہودی ساتھی کو نہیں بتایا کہ اس کے عزائم کیا ہیں۔ آقا مارا گیا تھا۔ اب وہ کسی کو آقا نہیں سمجھتا تھا اور نہ ہی کسی سے کچھ پوچھنا ضروری سمجھتا تھا۔ وہ ریڈ پاور کے باس اسحاق وال وچ کو قتل کرنے کے لیے چل پڑا۔

اسحاق وال وچ اس کا پہلا شکار تھا کیونکہ وہی مرجانہ کو مادام زاریہ بنا کر شی پر کے قلعے میں لے گیا تھا۔ انہیں سے ان کی تباہی شروع ہوئی تھی۔ اس نے سوچا پہلے ..... اسحاق وال وچ کو ٹھکانے لگائے گا۔ اس کے بعد مرجانہ کو تلاش کرے گا۔

لیکن ریڈ پاور کا باس کوئی نادان آدمی نہیں ہوتا اور نہ ہی نہتا رہتا ہے۔ اس کے آس پاس مسلح جوان ہوتے ہیں۔ اس کی احاطے میں ہی اسحاق وال وچ کے مسلح افراد سے جھڑپ ہو گئی۔ بڑا زبردست مقابلہ ہوا۔ پہلے تو مسلح محافظوں نے اس سے ہاتھا پائی کی۔ اسے وہاں سے بھگانے کی کوشش کی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ ہاتھی کی طرح ڈیل ڈول رکھنے والا فولاد کی طرح ناقابلِ شکست ہے تو انہوں نے اس پر فائرنگ کی۔ نتیجے کے طور پر اس کے جسم میں دو بلٹ پیوست ہو گئے۔ وہ وہاں سے پلٹ کر اسی حالت میں بھاگتا ہوا دور اپنی کار میں پہنچا۔ آدمی تو گولی کھاتے ہی مر جاتا ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو ٹارٹر بلبا کی طرح جی دار ہوتے ہیں اور گولیاں جسم سے نکلے جانے تک زندہ رہتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی خون زیادہ بہہ جانے کے باعث اور تکلیف کی شدت سے بالکل ہی کمزور ہو جاتے ہیں یا بیہوش ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ٹارٹر بلبا یقیناً ایک حیرت انگیز انسان تھا۔ اس حالت میں بھی اس نے کار ڈرائیو کی، اس کے جسم سے لہو بہہ رہا تھا۔ وہ اپنے خون میں نہا رہا تھا اور جہاں دو بلٹ پیوست ہوتے تھے وہاں بدن میں جیسے انگارے سلگ رہے تھے۔ ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اور کوئی ہوتا تو اس میں چیخنے یا کراہنے کی بھی سکت نہ رہتی۔

بہرحال وہ اس ہسپتال میں پہنچنے تک اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنے لوگوں کا نام پتا اور ٹیلیفون نمبر بتایا۔ پھر ایک دم سے لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس کے بعد کبھی وہ ہوش سے بیگانہ ہو جاتا تھا۔ کبھی ہوش میں آ کر کراہنے لگتا تھا۔ بزدلی کا احساس ہوتا تو کراہنا بھول جاتا۔ برداشت کرنے کی کوشش کرنے لگتا۔

میں نے اپنی زندگی میں بہت سے فولادی اور صنّاعی لوگ دیکھے ہیں۔ ایسے بھی دیکھے ہیں، جو جان پر کھیل جانا ایک کھیل سمجھتے تھے لیکن میں نے ٹارٹر بلبا جیسا غیر معمولی قوتِ برداشت رکھنے والا انسان پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اپنے جسم میں دو، دو ٹیٹ سجا کر اپنے خون میں نہا کر چلتے رہنا، ایسا کمال، ایسی حیرت انگیز قوتِ برداشت اور صلاحیت تھی جو انسان کو دوسری تمام مخلوقات کے مقابلے میں افضل، برتر اور بے یقینی کی حد تک حیرت انگیز بنا تی ہے۔

میں نے بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں رُک رُک کر اسے مخاطب کیا: "ٹارٹر بلبا! کیا تم فرہاد کو اپنے دماغ میں آنے سے روک سکتے ہو؟"

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ چند لمحوں کے لیے اپنی تکلیف بھول گیا۔ اس نے سانس روکنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں جسم سے ٹیسیں اٹھیں جیسے بدن کے اندر انگارے دہکنے لگے۔ اس میں موت سے لڑنے کا حوصلہ تھا مگر سانس روکنے کی سکت نہیں تھی۔

میں نے کہا: "دنیا کا کوئی شدید ور بدنصیبی کے حملے کو نہیں روک سکتا۔ یہ تمہارے لیے عبرت کا مقام ہے۔ تمہاری بدنصیبی کا آغاز ہو رہا ہے۔ روک سکتے ہو تو پھر کوشش کرو۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر، دانت پیس کر یکبارگی چیخ پڑا۔

"گیٹ آؤٹ۔ میرے دماغ سے چلے جاؤ۔"

"بلبا! کسی کو اپنی جسمانی طاقت پر ناز ہوتا ہے کسی کو جنگی ہتھیاروں پر اور کسی کو اپنی صلاحیتوں پر۔ مجھے بھی اپنی صلاحیتوں پر پہلے بڑا ناز تھا لیکن یہ صلاحیتیں وقتی طور پر مجھ سے چھن گئیں۔ تب مجھے احساس ہوا کہ انسان کچھ نہیں ہے۔ قدرت جب چاہے اسے معذور اور مجبور بنا سکتی ہے۔ آج تمہیں بھی اپنی جسمانی صلاحیتوں پر ناز نہیں رہا۔ تم میری مٹھی میں ہو۔ دیکھو تو اب دایاں ہاتھ اٹھاؤ گے۔"

میں اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ اس نے دایاں ہاتھ اٹھایا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پریشان ہو کر دیکھا۔ پھر سے اپنے ہاتھ کو بستر پر پٹخ سکتے کہا: "نہیں، میں تمہارے اشاروں پر ناچنے والا آدمی نہیں تم مجھے ٹریپ نہیں کر سکتے۔"

"اب تمہارا بایاں ہاتھ اٹھے گا۔"

اس نے فوراً ہی اپنے بائیں ہاتھ سے بستر کے سرے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا بلکہ جکڑ لیا۔ اپنے دل میں عہد کر لگا کہ وہ ہاتھ وہاں سے نہیں ہٹے گا۔ اس وقت وہ اپنی کو بھول گیا تھا، مجھ سے مقابلے کی دُھن میں لگا ہوا تھا دوسرے ہی لمحے وہ ہاتھ اٹھنے لگا۔ جب وہ پوری طرح گیا تو میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔

اس نے چیخ کر کہا: "نہیں نہیں، میں تم سے کمزور ہوں۔ مجھے اپنی سانسوں پر قابو پا لینے دو۔ پھر میں تم چیلنج قبول کروں گا۔"

"بلبا! سونیا جب پارس کے ساتھ طیارے میں سو تھی تو اس طیارے میں وہ بے بس تھی، مجبور تھی۔ نہ زمین پر آسمان پر اور اسے کسی نے موقع نہیں دیا کہ وہ زمین پر تم لوگوں کے چیلنج کا بھرپور جواب دیتی۔ ایک دشمن دوسرے دشمن کو کبھی اس بات کا موقع نہیں دیتا۔ اپنے موقع کی میں رہتا ہے۔ جب بھی اس کا داؤ چلتا ہے وہ دشمن کو نابود کر دیتا ہے۔"

"میں نے کبھی کسی دشمن کو بے بس کر کے نہیں مارا۔"

"تمہارے آقاؤں نے مارا ہے اور تم ان کے غلام"

وہ دانت پر دانت جمائے، ہونٹ بھینچے دونوں مٹھیوں سے بستر کے سروں کو جکڑے ہوئے سوچ رہا تھا اور خود بے بس محسوس کر رہا تھا۔ میں نے کہا: "اپنے آس پاس تم آپریشن تھیٹر میں ہو۔ تمہارے ایک طرف ٹرالی پر نوکیلے اور تیز ہتھیار رکھے ہوتے ہیں۔ یہ کے لیے ہیں۔ زندگی بچانے کے لیے ہیں۔ تم ان میں سے ہتھیار کو اٹھاؤ گے۔ چلو انتخاب کرو اور کسی ایک کو ٹھیک اسے دل کی جگہ سینے میں اتار لو۔"

"میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔"

"بلبا! تم ایسا کرو گے۔"

"فرہاد! یہ مرا نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میری جانِ حیات کو، میرے جگر کو مارتے وقت تم لوگوں نے مرا نہیں کا خیال تھا۔ سازشوں کے ذریعے میری بیوی کو مجھ سے چھینے تم لوگوں کی انسانیت کہاں مر گئی تھی؟"

وہ چپ رہا۔ میں نے کہا: "میں تمہیں یہ سبق سکھانا چاہتا تھا سو میں نے سکھا دیا۔ تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو کہ میرے شکنجے سے نہیں نکل سکو گے۔ ابھی خودکشی کر لو گے، لیکن میں تمہیں خوشخبری سناتا ہوں، تمہیں نئی زندگی مبارک ہو۔ میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا۔"

اس نے ایک گہری سانس لی پھر پوچھا: "یہ مرد کی زبان ہے؟"

"میں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرتا ہوں۔ یہ میرے دشمن بھی اچھی طرح جانتے ہیں، لیکن..."

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس نے چھت کی طرف گھورتے ہوئے پوچھا: "لیکن؟"

"میں تمہیں صحت مند ہونے تک ڈھیل دے رہا ہوں۔ اپنی طاقت کو بحال کرنے تک سوچو، سمجھو، فرہاد دوست ہے یا دشمن؟ اور جن سے تم دوستی نبھاتے آ رہے ہو، جن کی غلامی کرتے آ رہے ہو، وہ تمہیں جھوٹ، فریب اور بزدلی کے سوا کچھ نہیں دے رہے ہیں۔"

اس نے مٹھیاں بھینچ کر کہا: "میں بزدل نہیں ہوں۔"

"سازشیں کرنے والوں کا ساتھ دینا، دھوکا کرنے والوں کے ساتھ رہنا اور مظلوموں پر ظلم کرنے والوں کے ہاتھ مضبوط کرنا سب سے بڑی بزدلی ہے۔ میں بحث نہیں کروں گا۔ میں جا رہا ہوں۔ آپریشن کے بعد زندہ رہ سکو تو میری باتوں پر غور کرنا۔"

میں خاموش ہو گیا۔ وہ چپ چاپ اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر اس نے آہستگی سے پکارا: "فرہاد!"

میں خاموش رہا۔ اس نے بے چینی سے کہا: "میں برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی میرے آس پاس چھپا رہے۔ میں چھپنے والوں کی شہ رگ تک پہنچ جاتا ہوں مگر تم میرے اندر چھپے ہوئے ہو، میری بے چینی کو اور میرے جنون کو سمجھ سکتے ہو۔ بولو، خاموش کیوں ہو؟ پھر بتاؤ کیا تم جا چکے ہو؟"

میں خاموش رہا۔ تب اسے اطمینان ہو گیا اور اسے اپنی تکلیف کا احساس ہوا۔ جسم سے ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ جہاں بلٹ پیوست ہوئے تھے وہاں انگارے دہکنے لگے۔ وہ پھر اذیتوں میں مبتلا ہو گیا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

ایک جہاں جو دوستوں سے معمور ہے، ایک جہاں جو دشمنوں سے بھرپور ہے، میں ایسے سارے جہانوں کی چشم زدن میں سیر کرتا ہوا اپنی جگہ واپس آ جاتا ہوں۔ میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ

کیا

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے نیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں؛

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

روحانی طاقت

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجئے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجئے!

قیمت -/۲۰ روپے

مکتبۂ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

گیا۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ میں باتھ روم میں چلا گیا۔ وہاں سے منجالی کے دل کی دہلیز پر قدم رکھا۔ وہ مسکرا کر بولی۔ "آپ غسل کر لیں میں آپ کر لباس نکال رہی ہوں۔"

"میں غسل خانے میں ہوں اور یہاں سے نکلتے ہی کھانے پر ٹوٹ پڑوں گا۔ بہت بھوکا ہوں۔"

آدھے گھنٹے کے بعد میں منجالی کا پسندیدہ لباس زیب تن کیے کھانے کی میز پر تھا۔ میں نے کھاتے ہوئے کہا۔ "بھئی کیشو! تم بہترین باورچی بھی ہو۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ اتنا اچھا پکا لیتے ہو۔"

"جناب! میں نے سوچ سوچ کر سہم سہم کر پکایا ہے۔ پتہ نہیں آپ کو پسند آئے گا یا نہیں۔ آپ نے تعریفیں کر کے میری محنت وصول کر دی۔"

"تم کھڑے کیوں ہو۔ ہمارے ساتھ کھانے میں شریک کیوں نہیں ہوتے۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں، تم ملازم نہیں ہو، ہم دوست ہیں۔"

"یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے، لیکن یقین کریں آپ کے ساتھ کھانے میں خوشی تو ہوگی لیکن اس سے زیادہ خوشی آپ کو کھلانے میں ہوگی۔ میں نے جو ڈش تیار کی ہے، اس کا لطف اسی میں آئے گا کہ آپ کھاتے جائیں اور میں گرما گرم کچن سے لاتا جاؤں۔ بس ابھی لا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے مسکرا کر منجالی کو دیکھا۔ منجالی نے کہا۔ "بہت اچھا آدمی ہے۔ بہت وفادار ہے اور بڑا باصلاحیت اور ذہین بھی ہے۔ اب آپ بتائیں، کل رات سے کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے مختصر طور پر اسے تمام حالات بتائے۔ وہ توجہ سے سنتی رہی اور میرے ساتھ کھاتی رہی۔ آخر اس نے کہا۔ "پیرس میں یہودی تنظیم کا سربراہ ڈاکٹر سیمویل ڈکن مر چکا ہے۔ اس کی جگہ موشے الیکزینڈر آیا ہے۔ آپ نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی آئندہ کی پلاننگ کیوں نہیں معلوم کی؟"

وہ دو گھنٹے قبل آیا تھا۔ ابھی تو وہ پلاننگ کرے گا۔ اور جب کرے گا تو اس سے پہلے ہی میں معلومات حاصل کر لوں گا۔ برما میں یہودی تنظیم کا سربراہ ڈان فریز اور اودھر پیرس کی یہودی تنظیم کا سربراہ موشے الیکزینڈر دونوں ہی کے دماغ میری مٹھی میں ہیں۔

منجالی نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔ "میرے آقا! کیا میں آپ کی کسی بات پر اعتراض کر سکتی ہوں؟"

میں نے مسکرا کر دیکھا۔ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم میری زہریلی محبت ہو۔ میری زندگی کا سب سے عجیب و غریب تجربہ ہو، اس بات کا ثبوت ہو کہ محبت زہر میں بھی ہو تب بھی وہ محبت ہوتی ہے اور اپنے محبت کرنے والے کو کبھی نہیں ڈستی۔ تم بے جھجک بولو۔"

اس نے پوچھا۔ "آپ نے ٹارٹر بلبا کو معاف کر دیا؟"

"وقتی طور پر معاف کیا ہے۔"

"سانپ اگر زخمی ہو اور کمزور ہو۔ ڈسنے کے قابل نہ رہا ہو تو اسے کمزور سمجھ کر چھوڑنا نہیں چاہیے۔ وہ پھر کسی وقت اپنی زہریلی قوتیں بحال کرنے کے بعد کسی موقع پر ڈس لے گا۔"

"تمہاری یہ دلیل درست ہے۔ دشمن سانپ سے کسی طرح کم نہیں ہوتا لیکن ہم انسان بھی ہیں۔ ہمارے کچھ اصول بھی ہیں۔ ہماری غیرت، ہماری مردانگی یہ گوارا نہیں کرتی کہ کسی کمزور اور بے بس کو اس کے بُرے انجام تک پہنچائیں۔ اگر ہم اسے معاف کر کے اسے سوچنے اور شرمندہ ہونے کا موقع دیں تو بہتر ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میں نے پہاڑ کو کبھی شرم سے پانی ہوتے نہیں دیکھا۔ میری دعا ہے کہ ٹارٹر بلبا آپ کے اندازے پر پورا اترے۔"

میں کھانے کے بعد چائے پیتا ہوں۔ یہ کیشو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لیے کھانے کے بعد چائے آ گئی۔ ہم چائے پینے لگے تو منجالی نے پوچھا۔ "اب کیا پروگرام ہے؟"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "خیال خوانی، خیال خوانی اور خیال خوانی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "واقعی یہ ٹیلی پیتھی آپ کے لیے باعث رحمت بھی ہے اور باعث زحمت بھی۔ کل ہم تفریح کے موڈ میں یہاں سے نکلے تھے مگر نتیجہ کیا ہوا؟ آپ کہیں چلے گئے میں کہیں رہ گئی۔ پھر بغیر تفریح کے واپس آ گئے۔"

"میں تخلیے دل کی باتیں سمجھتا ہوں۔ تم میرے ساتھ کھلی فضاؤں میں گھومنا چاہتی ہو۔ سچ پوچھو تو میں بھی چار دیواری میں قید ہو کر اکتا گیا ہوں۔ آزادانہ گھومنا پھرنا چاہتا ہوں۔ چلو آج بھی ہم کوشش کر کے دیکھ لیتے ہیں کہ تفریح ہمارے مقدر میں ہے یا نہیں۔"

"کیا ابھی چلیں گے؟"

"ایک گھنٹے بعد۔ میں ضروری خیال خوانی کر لوں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "پھر تو کہئے کام سے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اس بار پکا وعدہ ہے۔"

ایک گھنٹے سے زیادہ خیال خوانی نہیں کروں گا۔ تم ٹھیک سات بجے مجھے یہاں سے پھنپتے ہوئے باہر لے چلنا۔"

میں نے وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اینجلو کو مخاطب کیا اور کہا۔ "میں ٹھیک سات بجے تفریح کے لیے نکلنا چاہتا ہوں، چار دیواری میں رہ کر اکتا گیا ہوں۔ کل میرا تفریح کا شوق پورا نہ ہو سکا۔"

"جناب! آپ مزید نکلیں، ہم آپ کے لیے حفاظتی اقدامات کر دیتے ہیں۔"

"میں سرکس گراؤنڈ کی طرف جاؤں گا۔ وہاں کا رنیوال ہے طرح طرح کی تفریحات ہیں۔ میں منجالی کے ساتھ وقت گزاروں گا۔"

"ٹھیک سات بجے میرے بہت سے مسلح محافظ وہاں موجود ہوں گے۔ جس کار میں آپ رہیں گے اس کے چاروں طرف سخت پہرہ رہے گا۔ کارنیوال میں جہاں آپ جائیں گے وہاں ایک پوری فوج ہوگی جو کسی کو نظر نہیں آئے گی لیکن آپ کے آس پاس سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح موجود رہے گی۔"

میں مطمئن ہو کر اپنے کمرے میں پہنچا۔ پھر میں نے رسونتی کی خبر لی۔ اس کے دماغ میں پہنچا مگر وہ غافل تھی۔ میری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ قبول نہیں کر رہا تھا۔ وہ غالباً بے ہوش تھی۔

میں نے چونک کر سوچا۔ "یہ کیا ہو گیا؟ کیا ڈشن کوئی نئی چال چل رہے ہیں؟" میں یہودی تنظیم کے سربراہ ان فریز کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھا نرسے شغل کر رہا تھا۔ میں چپکے چپکے معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس کی سوچ ٹھہر ٹھہر کر بتانے لگی۔ رسونتی کو نشہ لے ہوٹل کے رنگون سے دور ارادوی ندی کے کنارے اس گاؤں پر پہنچایا گیا تھا جہاں ایک ہیلی کاپٹر غیر قانونی پرواز کرتے ہوئے پہنچا تھا۔ رسونتی کو اسی ہیلی کاپٹر کے ذریعے سام کی طرف لے جایا گیا ہے۔

یہ معلوم کر کے ہی مجھے غصہ آیا۔ جی میں آیا، ابھی ان فریز کو الٹا چھت سے لٹکاؤں اور اسے اذیت ناک موت دوں لیکن میں نے صبر سے کام لیا۔ میں نے اس کی سوچ لے ذریعے پوچھا۔ "اگر میں رسونتی کو واپس لانا چاہوں تو؟"

اس نے ایک گھونٹ پیتے ہوئے سوچا۔ "واپس لانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہیلی کاپٹر اسے یہاں سے لے گیا ہے اب وہ میرے اختیار سے باہر ہو گئی ہے۔"

"لیکن اسے آسام کیوں پہنچایا جا رہا ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "مجھے تو یہی بتایا گیا ہے کہ اسے آسام سے دہلی پہنچایا جائے گا، پھر اسے دہلی سے واشنگٹن پہنچا دیا جائے گا۔"

یہودی پہلے ہی یہ طے کر چکے تھے کہ رسونتی کو امریکہ پہنچایا جائے اور برما کی حکومت بھی اس سے متفق تھی۔ ان کا خیال تھا کہ رسونتی یہاں سے چلی جائے گی تو میرے اور یہودیوں کے درمیان ہونے والے ہنگامے سرد پڑ جائیں گے۔

ادھر ڈان فریز نے پیتے پیتے اچانک ہی چونک کر سوچا۔ "یہ میں کیسی باتیں سوچ رہا ہوں؟ خود ہی سوال کر رہا ہوں، خود ہی جواب دے رہا ہوں کیا میری دماغی حالت نارمل نہیں ہے؟ کیا میں اپنے آپ میں نہیں ہوں؟"

اس نے شراب کی بوتل کو دیکھا پھر شیشے کے جام کو۔ اس کی سوچ نے کہا۔ "ابھی تو میں نے دوسرا ہی پیگ لیا ہے، میں مدہوش نہیں ہوتا، قابو سے باہر نہیں ہوتا۔ پھر یہ تو دوسرا پیگ ہے۔"

اس نے پھر سہم کر سوچا۔ "کیا... کیا میرے دماغ میں فریاد پہنچ گیا ہے؟"

اس کے ہاتھ سے جام چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا۔ اس نے شیشے کے جام کو میز پر رکھا۔ پھر اپنی کپکپاہٹ پر

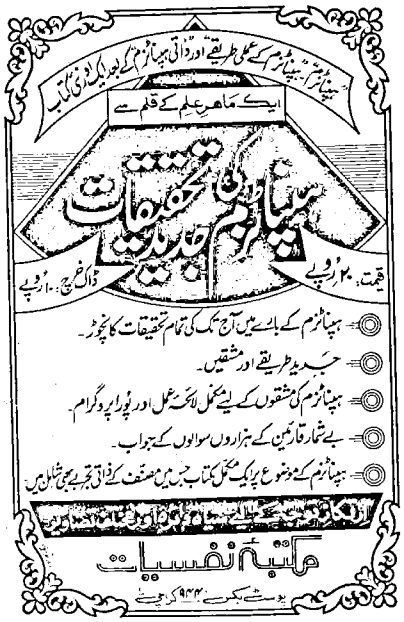

قابو پاتے ہوئے سوچنے لگا۔ "ہو سکتا ہے، وہ چپکے چپکے میرے اندر پہنچ رہا ہو۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہمارا پنا ٹائز کرنے والا ہمارے تین اہم ساتھیوں کے ساتھ پھانسی پر لٹک جائے گا۔ ہمارے سیکرٹ ایجنٹ ٹون بیکر کا ایک خاص ماتحت خود کشی کر چکا ہے۔ یہ سب کچھ اس بات کا ثبوت ہے کہ فرہاد چپکے چپکے ہمارے اندر پہنچ چکا ہے۔"

وہ چند لمحوں تک سہما سہما بیٹھا رہا۔ پھر اس نے سوچا۔ "خوف کو دور کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ تھوڑی سی اور پی جائے۔"

اس نے بوتل کو اٹھایا پھر جام میں شراب انڈیلنے لگا لیکن شراب جام سے باہر گر پڑی۔ اس نے چونک کر بوتل کو میز پر رکھ دیا۔ سوچنے لگا۔ "یہ کیسے ہو گیا؟ میں تو نشے میں نہیں ہوں پھر یہ شراب جام سے باہر کیسے گر پڑی؟ نہیں۔ یہ محض اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔"

اس نے پھر بوتل اٹھائی اور جام میں شراب انڈیلی، اس بار صحیح طور پر جام پُر ہو گیا۔ اس نے بوتل رکھ دی۔ پھر جام کو اٹھایا اور اسے ہونٹوں تک لایا لیکن اس سے پہلے ہی شراب چھلک گئی، اس کے کپڑوں پر گر گئی۔ اس نے گھبرا کر جام کو دیکھا۔ جلدی سے اسے میز پر رکھ دیا۔ ذرا پیچھے ہٹ کر سیدھی طرح بیٹھ کر اس شیشے کے جام کو یوں دیکھنے لگا جیسے مجھے دیکھ رہا ہو۔

میں نے چشم زدن میں اس کے دماغ کو مٹھی میں لے کر آزاد چھوڑ دیا جب اس نے دیکھا جو جام میز پر رکھا ہوا تھا اب وہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے مارے دہشت کے جام کو اتنی دور پھینکا جیسے وہ کوئی زہریلا سانپ ہو۔ پھر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ بے چینی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس کی سوچ نے کہا۔ "گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ اسی وقت کے لیے میں نے اپنے کمرے میں کوئی آتشیں اسلحہ نہیں رکھا۔ ایک چاقو بھی نہیں ہے، رسّی تک نہیں ہے کہ اس کا پھندا بنایا جا سکے۔ میں یہاں سلامت رہوں گا مجھے فوراً ٹون بیکر کو بتانا چاہیے کہ میں ٹریپ کیا جا رہا ہوں۔"

وہ میز کی طرف گیا تاکہ ٹون بیکر کے نام پیغام لکھ سکے جب وہ لکھنے کے لیے جھکا تو میں نے اسے پھر اپنی مٹھی میں رکھ لیا۔

تحریر مکمل ہونے کے بعد میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے اسے پڑھا۔ "ڈان فریزر! اس وقت چھ بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ صبح ہونے سے پہلے تم رات کے کس حصے میں مرنا پسند کرو گے؟ اپنی موت کا وقت مقرر کر دو۔"

یہ پڑھتے ہی اس کی چیخ نکل گئی۔ وہ کاغذ کو پھینک دوڑتا ہوا دروازے کی طرف گیا تاکہ باہر نکل کر اپنے محافظوں کی پناہ میں پہنچ جائے مگر میں نے دروازے اس کے ہاتھوں سے بند کرا دیا۔ اسے پھر پلٹا دیا۔ اس میز کے پاس آ کر پھر لکھنا شروع کر دیا۔ جب تحریر ختم گئی تو میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے ہاتھ میں کاغذ تھا اور وہ تھر تھر کانپتے ہوئے پڑھ رہا تھا۔ کاغذ پر لکھا "میں رات کے ٹھیک بارہ بجے مرنا چاہتا ہوں۔ میری یہ صرف اس صورت میں ٹل سکتی ہے کہ رسونتی رنگون سے لائی جائے۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ سیکرٹ ایجنٹ ٹون اسی ہوٹل کے کمرے میں رہنے کے لیے آگیا تھا۔ زینے اتر رہا تھا۔ میں نے اس کے قدموں کو لڑکھڑایا، وہ زینے گرا، پھسلتا ہوا ذرا نیچے آیا۔ پھر سنبھل گیا۔ جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اس پاس سے گزرنے والے رُک گئے تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے۔ اس نے جھینپ کر اپنے کپڑے جھاڑے پھر آگے بڑھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ میں کیسے لڑکھڑا گیا میں تو ہوش و حواس میں چل رہا تھا۔"

وہ سوچتا ہوا زینے کے نچلے سرے پر آیا پھر نے اسے اوپر پہنچا دیا جب میں نے اس کے دماغ کو چھوڑا تو وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا۔ "میں اوپر کیسے آ گیا؟" تب وہ سمجھ گیا اس نے دانت پر دانت جما لیے۔ سوچ کے ذریعے کہنے لگا۔ "فرہاد! کیا تم میرے دماغ تک پہنچ گئے ہو؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، اسے پلٹا دیا۔ اس کے میں پہنچا دیا۔ اس نے اپنے بریف کیس کو کھول کر ایک کاپیڈ اور قلم نکالا پھر اس پر لکھنا شروع کیا۔ جب مکمل ہو گئی تو میں نے وہ کاغذ اس کے ہاتھ میں تھما دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونکا پھر اپنے ہاتھ میں کا دیکھ کر اسے پڑھنے لگا۔ لکھا تھا۔ "ٹون بیکر! آل وہ چھ بج کر چوبیس منٹ ہوئے ہیں۔ صبح ہونے سے رات کے کس حصے میں مرنا پسند کرو گے؟ اپنی موت کا مقرر کر دو۔"

وہ کاغذ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور ہوا میں ڈولتا ڈولتا گرتا ہوا فرش پر پہنچ گیا۔ ٹون بیکر کوئی بزدل کمزور آدمی نہیں تھا۔ سیکرٹ ایجنٹ بڑے دل گردے مالک ہوتے ہیں لیکن وہ ایسی موت کا مقابلہ کیسے کر

جو ادیدہ ہو۔ اور جو خود اُن سے پوچھ رہی ہو کہ وہ کس وقت پسند کریں گے۔

وہ سمجھ رہا تھا کہ پوری طرح میری مٹھی میں پہنچ چکا ہے اسی لیے زینے سے نیچے جا کر اوپر آ گیا۔ اُوپر آ کر بے اختیار اپنے کمرے میں پہنچ گیا اور اب اس نے اپنے ہاتھوں سے موت کا پروانہ لکھا ہے۔ اس نے سوچا۔ "اس وقت میں ذہنی طور پر بالکل نارمل ہوں، اپنے طور پر سوچ رہا ہوں سمجھ رہا ہوں۔۔۔۔۔"

یہ سوچتے ہی اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالا۔ وہ لاکٹ کے ایک ننھے سے بٹن کو دبا کر اپنے آدمیوں کو اطلاع دینا چاہتا تھا کہ وہ ڈان فریزر کو خطرے سے آگاہ کر دیں لیکن میں نے اس کا موقع نہیں دیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ پھر کاغذ کے پیڈ پر لکھ رہا تھا۔ جب تحریر مکمل ہو گئی تو میں نے وہ کاغذ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر اس کاغذ کو دیکھا پھر فرش پر پڑے کاغذ کو دیکھا۔ تب سمجھ میں آیا کہ یہ دوسری تحریر ہے۔ اس نے اسے پڑھا، لکھا تھا۔ "آج ٹھیک بارہ بج کر پانچ منٹ پر مرنا چاہتا ہوں۔ میری موت صرف اس شرط پر ٹل سکتی ہے کہ بارہ بجے سے پہلے رسونتی رنگون واپس پہنچ جائے۔"

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "نہیں یہ ممکن نہیں ہے۔ رسونتی ہمارے حلقے سے باہر ہو گئی ہے۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق ہیلی کاپٹر یہاں سے روانہ ہو چکا ہے۔ وہ آسام کی طرف پرواز کر رہا ہے۔ ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے ہم ٹرانسمیٹر کے ذریعے بھی اُن سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔"

وہ سوچ رہا تھا، بول رہا تھا۔ اپنی طرف سے صفائی پیش کر رہا تھا۔ میں نے اس کی پروا نہیں کی۔ اس کے دماغ سے واپس آ کر سیدھا پیرس کی یہودی تنظیم کے نئے سربراہ بوشے الیسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ تنظیم کے اہم افراد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص کہہ رہا تھا۔ "میں عود ڈاکٹر سے مل کر آیا ہوں۔ جواد الخیری نے یقین دلایا ہے کہ آپریشن کامیاب رہا ہے۔ دونوں بلٹ نکال لیے گئے ہیں اور ٹارٹر بلبا خطرے سے باہر ہے۔"

بوشے الیسٹر نے کہا۔ "یہ ٹارٹر بلبا بالکل ہی پاگل ہو رہا ہے۔ پتہ نہیں ڈاکٹر سیمویل اسے کس طرح کنٹرول کیا کرتے تھے۔ وہ ہم سے مشورہ کیے بغیر ریڈ پاور کے باس کو ہلاک کرنے چلا گیا۔ بھلا ہم کیسے ثابت کر سکتے ہیں کہ ریڈ پاور کے باس نے مرجانہ کا ساتھ دیا اور اسے مادام زارینہ بنا کر شی پُر کے پاس لے گیا۔ جتنے اہم گواہ تھے سب مارے گئے ہیں۔ ٹارٹر بلبا جیسا خراب دماغ گواہ قابل قبول نہیں ہو سکتا۔"

تنظیم کے ایک فرد نے کہا۔ "مسٹر الیسٹرو! ٹارٹر بلبا صحت یاب ہو جائے تو اسے فرہاد کے قاتلوں کی فہرست میں رکھا جائے۔ اور فرہاد کے پیچھے لگا دیا جائے یہ ہمارے کام کا بس ہے۔ یا تو یہ فرہاد کو مار ڈالے گا یا اس کے ہاتھوں مر جائے گا۔"

تنظیم کے ایک اور فرد نے کہا۔ "فرہاد ہمارے لیے ناقابل برداشت ہو گیا ہے۔ وہ زندہ رہا تو شاید ہم میں سے کوئی زندہ نہ بچے۔ برسا میں ہماری تنظیم کے جو نئے عہدے دار گئے تھے وہ بھی فرہاد کی زد میں آ گئے ہیں۔ ہمارے چار آدمی ایک ہی قطار میں پھندوں سے لٹک کر مر گئے۔ ہمارے آدمی آئے دن خودکشی کر لیتے ہیں۔ ادھر ہمارے بیشتر اہم عہدے دار کتوں کا لقمہ بن گئے ہیں۔"

موشے الیسٹر نے کہا۔ "اب میں آ گیا ہوں۔ میں اسے اور کھل کھیلنے کا موقع نہیں دوں گا۔ میں نے اچھی طرح سوچ لیا ہے اگر سپر ماسٹر کی تنظیم اور ریڈ پاور کا ماسک مین فرہاد کا ساتھ نہ دیں تو ہم اس کے لیے اس دنیا کے ہر ملک کی زمین تنگ کر دیں گے، اسے کہیں ٹھکانہ نہیں ملے گا۔ میں اسے کھوں، کھوں، کھوں۔۔۔۔"

وہ بات پوری کرنے سے پہلے کھانسنے لگا۔ پھر اس نے کھانسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "میں اسے مجبور، کھوں، کھوں، کھوں۔۔" وہ پھر کھانسنے لگا۔

تنظیم کے ایک فرد نے پوچھا۔ "مسٹر الیسٹرو! آپ کو کیا ہو گیا؟ کھوں، کھوں، کھوں۔"

تنظیم کے دوسرے شخص نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کمال ہے آپ بھی کھانسنے کھوں، کھوں، کھوں۔"

وہ شخص بھی کھانسی کا شکار ہو گیا اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ پھر تو سلسلہ چل پڑا۔ جو بھی کچھ بولنا چاہتا تھا میں اسے کھانسنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ سب پریشان ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

تنظیم کے ایک فرد نے کہا۔ "یہ تو عجیب سی بات ہے۔ ہم سب نے یکے بعد دیگرے کھانسنا شروع کر دیا ہے، ایسا تو کبھی نہیں ہوا ہے۔"

دوسرے شخص نے کچھ کہنا چاہا مگر اسے کھانسی شروع ہو گئی۔ تیسرے شخص نے بھی کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی کھانسی کا شکار ہو گیا۔ پھر تو سب سہم گئے۔ ایک

دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ہر ایک کے دماغ میں ایک ہی سوال تھا "کیا وہ پہنچ گیا ہے؟"

"ایک شخص نے میز پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ میں پہنچ گیا ہوں۔"

سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ اُس نے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور تم سب سے مخاطب ہوں۔"

وہ اسے بے یقینی سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ "میں ابھی ثبوت دیتا ہوں۔ تم سب جہاں بیٹھے ہو وہاں نہیں رہو گے اپنی جگہ بدل دو گے۔"

اس چیلنج کے ساتھ ہی سب سے پہلے موشے ایسٹرو اپنی جگہ سے اُٹھا اور دُوسری کرسی کی طرف گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ جس کرسی کے پاس وہ پہنچا تھا۔ اس کرسی والے کو میں نے اٹھا کر ایک طرف کھڑا کیا، پھر موشے ایسٹرو کے دماغ پر قابض ہو کر اسے بٹھا دیا۔ دُوسرا شخص وہاں سے اُٹھ کر تیسرے شخص کے پاس آیا۔ میں نے وہاں بھی یہی کیا۔ اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر کرسی والے کو اٹھا دیا اور دوسرے کو بٹھا دیا۔ اسی طرح ہر ایک اپنی سیٹ بدلتا گیا۔ جس کی سیٹ بدلتی رہی وہ حیرانی سے یہ تماشا دیکھتا رہا۔ جب تمام لوگوں نے اپنی اپنی جگہ بدل دی تو میں نے پھر اسی شخص کی زبان سے پوچھا۔ "کیا خیال ہے؟ کیا میں تم لوگوں کے درمیان موجود ہوں؟"

وہ سب ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگے ——

موٹے لیڈر نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

"نہ خوش آمدید کی ضرورت ہے نہ خوشامد کی۔ میری بات کو توجہ سے سنو۔ اس وقت برما کے وقت کے مطابق چھ بج کر پینتیس منٹ ہوئے ہیں۔ صبح ہونے سے پہلے تم سب فیصلہ کر دو کہ رات کے کس حصے میں مرنا پسند کرو گے —— تم سب اپنی اپنی موت کا وقت مقرر کر لو۔"

موشے ایسٹرو نے کہا۔ "ہم..... ہم جانتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہی دیکھتے ٹیلی پیتھی کی چکی سے ہمیں مسل ڈالیں گے۔ لیکن ہم انسانیت کے نام پر سمجھوتہ چاہتے ہیں۔ آخر یہ خون خرابہ کب تک ہوتے رہیں گے؟"

"ایسٹرو! ابھی تھوڑی دیر پہلے تم میرے خلاف ..... مارٹر بلاسٹ بھیجنے کی پلاننگ کر رہے تھے۔ اس وقت تمہاری انسان دوستی کہاں گئی تھی؟ تمہیں اس وقت سمجھوتے کا خیال کیوں نہیں آیا جب تم نے اور تمہارے لوگوں نے میرے عزیز ترین رشتوں کو ختم کر ڈالا؟"

"ہم وعدہ کرتے ہیں، آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"بکواس مت کرو۔ میری بات سنو۔ رسونتی کو مجھ سے دُور لے جانے کے لیے اُسے واشنگٹن پہنچایا جا رہا ہے۔ اس قدر وہ سیلی کاپٹر میں رنگون اور آسام کے درمیان سفر کر رہی ہے آسام سے اُسے دہلی پہنچایا جائے گا پھر دہلی سے واشنگٹن۔"

وہ چپ چاپ سُن رہے تھے۔ میں نے اس شخص کی زبان سے کہا۔ "تمہاری موت برما کے وقت کے مطابق ٹھیک بارہ بج کر دس منٹ پر ہوگی اور تمہارے یہ ساتھی یکے بعد دیگرے ہر ایک منٹ پر مرتے جائیں گے۔ تم لوگ دنیا کے جس حصے میں بھی ہو گے، جہاں بھی رہو گے، جتنے بھی سخت پہرے میں رہ کر اپنی جان سے جاؤ گے۔ یہ تماشے تم لوگ پہلے بھی دیکھ چکے ہو اور اب اپنی موت کا تماشا خود دیکھو گے۔"

وہ لوگ نہیں نہیں کی گردان کرنے لگے۔ گڑگڑانے لگے میں نے کہا۔ "تم سب کی موت صرف ایک شرط پر ٹل سکتی ہے بارہ بجے سے پہلے یعنی پانچ گھنٹے کے اندر رسونتی واپس رنگون پہنچا دی جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ ہم ابھی کوشش کرتے ہیں۔"

"تمہاری کوشش کامیاب ہوئی تو زندگی۔ ناکام ہوئی تو موت۔"

وہ سب گم صم ہو کر اپنے اس ساتھی کو دیکھ رہے تھے جس کی زبان سے میں بول رہا تھا پھر میں نے کہا۔ "یاد رکھو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغوں میں سرنگ بنانا جانتا ہوں۔ تم لوگوں نے بارہا محتاط ہو کر اپنی تنظیم کے افراد اور اعلیٰ عہدے دار بدل دیے اور جب بھی تبدیلی ہوئی میں ہر نئے عہدے دار کے دماغ میں آسانی سے پہنچ گیا۔ ادھر ڈان فرانسسکو کا بھی یہی حال ہے۔ میں نے اس کی موت کا بھی وقت مقرر کر دیا ہے۔ تم لوگوں کو اپنے جس سیکرٹ ایجنٹ ٹون بیکر پر ناز تھا۔ وہ بھی بارہ بج کر پانچ منٹ پر میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔ تم سب کی نجات صرف اسی شرط پر ہے کہ پانچ گھنٹے کے اندر رسونتی رنگون پہنچ جائے۔"

میں انھیں اُن کے حال پر چھوڑ کر آ گیا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا کمرے کے دروازے پر منجالی کھڑی ہوئی تھی نظریں ملتے ہی اُس نے کہا۔ "دس منٹ پہلے ہی آ گئی ہو؟"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں نے..... دس منٹ پہلے ہی آنکھیں کھول دیں کیونکہ ریڈی میک اپ کے لیے اتنا ہی وقت کافی ہے۔"

میں نے آئینے کے سامنے پہنچ کر میک اپ نہیں کیا۔

اپنا گیٹ اَپ بدل لیا۔ وہی گھنی مونچھیں ناک کے نیچے لگا لیں۔ ایک آنکھ کے قریب بڑا مسہ چپکا دیا۔ آنکھوں پر لینس چڑھا لیے۔ ہیئر نما بالوں کی وگ پہن لی پھر اچھی طرح اپنا جائزہ لینے کے بعد پوچھا۔ "کیا فراڈ نظر آ رہا ہوں؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "بالکل نہیں، آپ چینج ہو گئے ہیں لیکن میں ویسی ہی ہوں۔ اگر ٹون بیکر کے کسی آدمی نے مجھے دیکھ لیا تو؟"

میں نے اُسے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر کہا۔ "ہم صرف چہرے کا میک اَپ کرتے ہیں اور تبدیل ہو جاتے ہیں مگر تم سر سے پاؤں تک کالی ہو۔ صرف چہرہ بدلنے سے کام نہیں چلے گا۔ پورے بدن کی رنگت بدلنا ہوگی یا پھر کسی نیگرو لڑکی کا میک اَپ کرنا ہوگا۔ برما میں نیگرو لڑکیاں برائے نام ہیں۔ واشنگٹن کے آدمی جس کالی لڑکی کو دیکھیں گے اس پر تمہارا ہی شبہ کریں گے۔"

"پھر کیا کیا جائے؟"

"میرا خیال ہے رسک لیا جائے۔ اسی طرح میرے ساتھ چلو۔ فی الحال یہودی تنظیم کے تمام افراد اور عہدے دار اپنے سربراہ اور سیکرٹ ایجنٹ کی جان بچانے کی فکر میں مبتلا ہوں گے یا پھر میری شرط پوری کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔"

میں نے منجالی کو بتایا کہ میں نے اُن کے لیے کون سی شرط رکھی ہے اور بارہ بجے سے اُن پر کون سی قیامت ٹوٹنے والی ہے، وہ خوش ہو کر بولی۔ "پھر تو کوئی بات نہیں ہے ہماری طرف شاید ہی کوئی دشمن توجہ دے۔ اگر دے تو آپ مجھ سے فوراً الگ ہو جائیں۔ میں تنہا اُن سے نمٹنے کی کوشش کروں گی آپ اور رسونتی پیتھی کے ذریعے میری مدد کریں گے۔"

ہم وہاں سے نکلے۔ کیشو اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہم پچھلی سیٹ پر آ گئے۔ میں نے روانہ ہوتے وقت ایمبلو سے رابطہ قائم کر کے بتا دیا کہ اب ہم سرکس گراؤنڈ کی طرف جا رہے ہیں۔

میں نے منجالی سے کہا۔ "سرکس گراؤنڈ پہنچنے تک تنہائی چاہتا ہوں۔ پھر میں تمہارا ہو جاؤں گا۔"

وہ مسکرا کر خاموش ہو گئی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اُسے یہاں کے حالات بتائے۔ رسونتی کے متعلق بتایا کہ اسے کس طرح واشنگٹن پہنچایا جا رہا ہے اور میں نے دشمنوں کو کس طرح چیلنج کیا ہے۔ پانچ گھنٹے کے اندر بہت بڑا فیصلہ ہونے والا ہے۔

سونیا نے کہا۔ "دشمنوں نے کوئی زبردست پلاننگ کی ہے۔ اچانک ہی اپنا لائن آف ایکشن بدل دیا ہے۔ رسونتی کو واشنگٹن لے جانے میں تو کوئی خاص بات ضرور ہے۔"

"ہاں۔ میں جتنے سربراہوں کے دماغوں تک پہنچ سکتا تھا وہاں پہنچ کر دیکھ لیا۔ رسونتی کو وہاں بھیجنے کا مقصد کیا ہے یہ کوئی نہیں جانتا۔ دراصل یہ واشنگٹن ایسی پلاننگ کرتے ہیں کہ ایک سربراہ کو دُوسرے سربراہ کی منصوبہ بندی کا علم نہیں ہوتا۔ اُن کے ہیڈ آفس سے جو منصوبہ بندی ہو رہی ہے اس کا علم ان سربراہان کو نہیں ہے۔"

"اگر وہ رسونتی کو تمہارے حوالے نہ کریں تو تم اپنی دھمکیوں پر عمل کرو گے؟"

"یقیناً کروں گا۔ یہ یہودی دہشت پھیلانے میں اپنا جواب نہیں رکھتے ہیں۔ میں بتاؤں گا کہ میں بھی اُن سے کم نہیں ہوں۔ میں برما کو اُن کی ذات سے خالی کر دُوں گا۔"

"ذرا اعلیٰ بی بی سے باتیں کر لو۔ وہ تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتی ہے۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پریشان تھی۔ اس نے کہا۔ "ایسے غائب ہو جاتے ہو جیسے مجھ سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔"

میں نے کہا۔ "اور حالات یوں لاٹھی لیے میرے پیچھے پڑ جاتے ہیں جیسے میں ہی ساری دنیا میں ایک دشمن رہ گیا ہوں۔ میں کیا کروں میری اپنی مجبوریاں بھی ہیں۔"

"یہاں فرانسس کی حکومت مجھ سے جواب طلب کر رہی ہے شی پُر کے علاقے میں دھماکے کس نے کیے ہیں؟ وہاں بے شمار لوگوں کی ہلاکت کا ذمے دار کون ہے؟ سارا الزام مرجانہ پر آ رہا ہے اور مرجانہ کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔"

"اُن کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ مرجانہ اس معاملے میں ملوث رہی ہے، وہ صرف الزام تراش رہے ہیں۔ انھیں کبھی ثبوت نہیں مل سکے گا۔"

"وہ تو میں نے کھرا سا جواب دے دیا ہے اور میں آئندہ بھی اُن سے نمٹ لوں گی لیکن دشمن اپنا جال دور تک پھیلا رہے ہیں۔ فرانس کی حکومت پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ بابا فرید وسطی کے ادارے کو حکومت کی تحویل میں لے لیا جائے۔"

"وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ تم اس سلسلے میں بڑے سے

بڑے قانون داں کی خدمات حاصل کر سکتی ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "ہمارے ادارے میں ایک سے ایک بڑھ کر تجربے کار اور سمجھا ہوا قانون داں موجود ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں سپر ماسٹر اور ماسک مین کی تائید حاصل رہے گی لیکن یہ دیویوں کو کچھ اور سبق سکھانا ہوگا۔ انھیں ایسی سازشوں سے باز رکھنا ہوگا۔"

"میں یہی کر رہا ہوں۔ رنگون اور پیرس میں ان کے قدم جمنے نہیں دوں گا۔ یہ آتے جائیں گے اور میدان چھوڑ کر بھاگتے جائیں گے۔ نہیں بھاگیں گے تو موت کو گلے لگائیں گے۔"

اچانک ہی منجالی کی آواز نے خیال خوانی کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "جناب! منزل آ چکی ہے۔"

میں نے چونک کر دیکھا۔ ہماری کار ایک جگہ رکی ہوئی تھی۔ ہر سُو پاس رنگ برنگے قمقمے جل رہے تھے۔ بجھتے نظر آ رہے تھے اور کار یوں کی تیز روشنیاں دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا۔ "ذرا ایک منٹ، ابھی آتا ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے رخصت چاہی۔ وہ مجھے اتنی جلدی اجازت نہیں دینے والی تھی۔ میں نے بہانہ کیا۔ "یہاں میں اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔"

اس نے فوراً ہی اجازت دے دی۔ میں منجالی کے پاس حاضر ہو گیا۔ ہم نے کار سے نکل کر دُور دُور تک دیکھا۔ ویسے تو کوئی محافظ نظر نہیں آ رہا تھا مگر یقین تھا کہ اینجلو کے آدمی میرے لیے ڈھال اور دشمنوں کے لیے وبال بن سکتے ہیں۔

تاہم اپنی تسلی کے لیے میں نے اینجلو کو مخاطب کیا اور کہا۔ "میں سرس گراؤنڈ پہنچ گیا ہوں لیکن آپ کے آدمی نظر نہیں آ رہے ہیں۔"

"میرے آدمیوں کو آپ نظر آ رہے ہیں۔ آپ اطمینان سے کار یوں میں تشریف لے جائیں۔ خوب تفریح کریں۔ کوئی خطرہ ہوگا تو آپ کو فوراً اطلاع مل جائے گی۔"

کیشو نے ایک طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "جناب! یہ کار یوں کا بین گیٹ ہے۔ یہ کار یہیں کھڑی رہے گی۔ میں موجود رہوں گا۔"

میں منجالی کے ساتھ وہاں سے چلتا ہوا ٹکٹ کاؤنٹر پر پہنچا۔ وہاں سے دو ٹکٹ لیے پھر ہم کار یوں کے احاطے میں داخل ہو گئے۔ اندر روشنی ہی روشنی تھی۔ رنگ ہی رنگ تھے کتنی ہی حسین عورتیں، کتنے ہی خوبرو مرد مختلف ملکوں کے مختلف قوموں کے ہنستے کھیلتے چہرے نظر آ رہے تھے۔ انسانوں کے اس میلہ بازار میں منجالی بہت خوش تھی۔ میرے ہاتھ میں ہاتھ دیے یوں مخمر سے چل رہی تھی جیسے دنیا والوں کو دکھا رہی ہو دیکھو، دیکھو میں نے فرہاد علی تیمور کو جیت لیا ہے۔

وہاں دکانیں بڑی خوبصورتی سے سجی ہوئی تھیں۔ تیز روشنیوں کے باوجود سجاوٹ کے خاطر رنگ برنگے قمقمے لگائے گئے تھے۔ ایک کاسمیٹکس کی دکان پر پہنچ کر منجالی رُک گئی۔ وہاں میک اَپ کے سلسلے میں تمام ممالک کی مصنوعات کی نمائش ہو رہی تھی اور فروخت بھی۔ منجالی کا دل چاہ رہا تھا، اپنے لیے کچھ میک اَپ کا اور کچھ سنگھار کا سامان خریدے۔ میں نے کہا۔ "خریدلو مگر یہ سامان اٹھائے اٹھائے کون پھرے گا؟"

"ہم اسے کار میں پہنچا دیں گے۔"

وہ خریدنے لگی۔ لپ اسٹک، نیل پالش، کریم اور مختلف قسم کے روشن کالی رنگت کی عورتیں بھی خریدتی ہیں۔ ان چیزوں سے وہ خود کو گورے رنگ میں بدلنا نہیں چاہتیں لیکن ان کے ذریعے جلد تازہ اور شگفتہ نظر آتی ہے۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تمہارے دل میں یہ حسرت نہیں ہے کہ تم کالی سے گوری بن جاؤ؟"

"بالکل نہیں۔ مجھے اپنے رنگ پر فخر ہے۔ یہ میرے ملک اور میرے آباؤ اجداد کی شناخت ہے۔ کیا آپ شناخت سے انکار کریں گے؟"

"کبھی نہیں۔ مجھے فخر ہے کہ میں رنگ، نسل، طور طریقوں اور اپنے مزاج کے مطابق پاکستانی ہوں۔"

"ٹھیک اسی طرح مجھے فخر ہے کہ میں افریقی ہوں۔"

اُس نے ڈھیر ساری خریداری کی۔ میں نے اینجلو کو خبر کیا اور کہا۔ "ہم نے یہاں کچھ خریداری کی ہے، سامان اپنی کار میں پہنچانا چاہتے ہیں۔"

"آپ اپنی قیمتی کار بین کھول کر پھر لگائیں۔"

میں نے ایسا ہی کیا۔ چند لمحوں بعد ایک شخص میرے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ "جناب! میں حاضر ہوں۔"

میں نے وہ تھیلا اسے دیتے ہوئے کہا۔ "اسے کار میں پہنچا دو۔"

وہ چلا گیا۔ منجالی نے پہلے تو حیرانی کا اظہار کیا پھر مسکرا بولی۔ "میں سمجھ گئی، آیئے۔"

ہم اوپر سے نیچے گردش کرنے والے جھولے کے پاس آئے۔ وہاں سے ٹکٹ خریدا، پھر ایک قطار میں پہنچ گئے۔ کیا تھی بچوں کی فوج تھی۔ ایک موٹی سی عورت میرے سامنے کھڑی تھی اور اس کے آگے میں نے گن کر دیکھے سولہ بچے اور ان بچوں کے آگے ایک دُبلا پتلا مرد کھڑا ہوا تھا۔ میں ان بچوں کو گننے لگی۔ عورت اسے غصے سے دیکھ رہی تھی۔

نے کہا۔ "بچے اس دنیا کی خوبصورتی ہیں۔ یہ آپ کے بچے بڑے پیارے ہیں۔"

وہ عورت غصہ بھول کر خوش ہو گئی۔ منجالی نے پوچھا۔ "کیا وہ دبلے پتلے سنگل ہڈی والے آپ کے شوہر ہیں؟"

اس نے شرماتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہاں، یہی میرے بچوں کے باپ ہیں۔"

منجالی نے کہا۔ "آپ کے شوہر کی حالتِ زار دیکھ کر سوال کر رہی ہوں، آپ کی صحت کا راز کیا ہے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ میں خوش رہتی ہوں، یہ سوچتے ہیں۔ میں بچوں کی نہیں الجھتی، یہ سنبھالتے ہیں، میں سوتی ہوں، انھیں لوریاں سناتے ہیں حالانکہ میں ان پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالتی۔ کبھی کبھی ان کا ہاتھ بٹاتی رہتی ہوں۔ یہ کپڑے دھو کر، استری کرتے ہیں، میں تہہ کر کے رکھتی ہوں۔ یہ پکاتے ہیں، میں انھیں پیار سے کھلاتی ہوں۔"

ہم جھولے پر آ کر بیٹھ گئے۔ منجالی نے دُور سے جھولے میں اُس عورت کو دیکھا۔ پھر مجھ سے کہا۔ "بچے پھول ہوتے ہیں مگر ضرورت سے زیادہ ہوں تو کانٹے بن جاتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "پھول آخر پھول ہی ہوتے ہیں۔ انھیں نئے نکوہ البتہ بچوں کا باپ سوکھ کر کانٹا بن جاتا ہے۔"

جھولا گردش کرنے لگا۔ ہم کبھی نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے جانے لگے۔ جب جھولا اوپر سے نیچے کی طرف تیزی سے جاتا ہے تو سانس رُکتے سی لگتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے بڑی سے پستی کی طرف گرتے جا رہے ہوں۔ جو سانسوں کو قابو میں رکھنا نہیں جانتے وہ گھبرا جاتے ہیں۔

دانشمندوں کا قول ہے۔ "خوشی کی تقریب میں یہ نہ بھولو کہ آج کُھدے تو کل دکھ ہو سکتا ہے۔ دوستوں میں بیٹھ کر اپنے دشمنوں کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔" لہٰذا میں دشمنوں کی خبر لینے کے لیے ٹون بیکر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ ڈان فریزر کے کمرے میں موجود تھا۔ اُن کے ساتھ دیس والے بھی تھے۔ ڈان فریزر بہت سہما ہوا تھا لیکن ٹون بیکر رف پریشان تھا۔ ایک اعلیٰ افسر کہہ رہا تھا۔ "آپ اطمینان رکھیں ہم نے اس کمرے سے ایسی تمام چیزیں ہٹا دی ہیں جو خودکشی کا باعث بن سکتی ہیں۔ یہاں نہ کوئی ہتھیار ہے نہ رسّا۔ اور ہم بھی کمرے میں موجود رہیں گے۔ دروازے کو رسّے بند رکھیں گے۔ اپنے آدمیوں کو یہ تاکید کر دیں گے کہ کھڑکیوں سے بھی نہیں مخاطب کریں وہ بارہ بجے کے بعد دروازہ کھولیں۔ اس طرح کوئی باہر سے حملہ کرنے نہیں آ سکے گا۔

اگر فرہاد مسٹر بیکر کے دماغ میں پہنچ کر حملہ کرنا چاہے گا تو میں انھیں روکوں گا۔ اگر میرے ذریعے حملہ کرنا چاہے گا تو ٹون بیکر مجھے روکیں گے ہم دونوں ہی سُپر زور ہیں ایک دوسرے کا مقابلہ کر سکتے ہیں آپ کی حفاظت کر سکتے ہیں۔"

ڈان فریزر نے کہا۔ "آفیسر! آپ مائنڈ نہ کریں۔ میں کہتا ہوں آپ کا محکمہ ان معاملات میں بہت کمزور ہے۔ ایک ایسے قاتل کو آپ لوگ گرفتار نہ کر سکے جو اس شہر میں کتنے ہی قتل کر چکا ہے۔"

"سوری مسٹر فریزر! اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ فرہاد نے آپ کے آدمیوں کو مارا ہے۔"

ٹون بیکر نے کہا۔ "بعض اوقات ثبوت نہیں ملتے لیکن پورا یقین ہوتا ہے کہ قاتل کون ہے۔"

"صرف یقین کر لینے سے بات نہیں بنتی۔ عدالت اور قانون کو ثبوت چاہیے۔"

"سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ وہ مجرم ہے، قاتل ہے اسی لیے وہ آپ لوگوں سے چھپتا پھر رہا ہے۔"

"معاف کیجیے گا، ہم لوگوں سے نہیں، آپ لوگوں کی دشمنی کے باعث چھپ رہا ہے۔ ہم نے اسے ایک کاج میں پناہ دی لیکن آپ لوگوں کی طرف سے اچانک حملہ ہوا اور اسے وہاں سے بھاگنا پڑا۔"

"وہ حملہ ہم نے نہیں کیا تھا، یہ فرہاد کی چال ہے۔"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کون سی چال کس کی ہے؟ آپ لوگ جو چال چل رہے ہیں اس کا کوئی حساب نہیں ہے۔"

"ہم کیا کر رہے ہیں؟"

"آپ لوگ معصوم، سیدھے اور نادان نہیں ہیں۔ ہم صرف قانون کے سخت اَپ کی حفاظت کرنے یہاں آ گئے ہیں ورنہ سراسر قصور آپ لوگوں کا ہے۔ آپ کس کی اجازت سے رسونتی کو لے گئے ہیں؟ کیا یہ اشتعال انگیزی نہیں ہے۔ آپ لوگوں نے اس کی عزیز ترین ساتھی سونیا اور اس کے بیٹے

کو ہلاک کر دیا؟"

"ہم نے نہیں کیا ہے۔"

"یہی تو بات ہے جس طرح آپ لوگ اپنے جرائم کا اقرار نہیں کر رہے ہے اسی طرح فرہاد بھی انکار کر رہا ہے۔ نہ آپ کے خلاف کوئی ثبوت ہے نہ فرہاد کے خلاف کوئی ثبوت ہے۔ پریشانی صرف ہم لوگوں کو ہے۔ ہمارے ملک میں، ہمارے اتنے بڑے شہر میں یہ ہنگامے آپ لوگوں کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ بہرحال میں بحث نہیں کرنا چاہتا۔ ہمارے اعلیٰ حکام نے سختی سے کہا ہے آپ رسونتی کو واپس لے آئیں۔ وہ بارہ بجے سے پہلے رنگون پہنچ جائے گی تو ہمارا شہر ہنگاموں سے محفوظ رہے گا۔ ہم اپنے ہاں امن و امان چاہتے ہیں۔"

میں ٹون بیکر کے دماغ میں تھا۔ اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "اونہہ، رسونتی شاید واپس نہیں آئے گی اور ہمارے بڑے ہمیں مرنے بھی نہیں دیں گے۔" انھوں نے شطرنج کی بساط بچھا رکھی ہے ضرور کوئی ایسی چال چلیں گے کہ فرہاد ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دے گا۔"

میں نے کہا۔ "آفیسر! میں ٹون بیکر نہیں، فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ سب چونک کر ٹون بیکر کو دیکھنے لگے۔ ٹون بیکر بھی اپنی بدلی ہوئی آواز اور لہجے کو سمجھ رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو پوری طرح اپنے قبضے میں نہیں رکھا تھا صرف زبان میرے تابع تھی۔

انسپکٹر نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا۔ "مسٹر فرہاد! ہم آپ سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہیں۔ یقین کریں، ہم آپ کے دشمن نہیں ہیں۔ آپ سے کوئی ایسا دوستانہ سمجھوتہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ہاں امن و امان رہے۔"

"آفیسر! میں آپ کی باتیں سن چکا ہوں۔ آپ نے ابھی جو کچھ کہا ہے وہ انصاف کے عین مطابق ہے۔ ہمارے درمیان جو دشمنی چل رہی ہے واقعی ہم میں سے کسی کے خلاف آپ لوگوں کو ثبوت نہیں مل رہا ہے لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں، اگر میری شریک حیات رسونتی بارہ بجے سے پہلے واپس آ جائے گی تو آپ کے ہاں ہمیشہ امن و امان رہے گا۔ بلکہ میں آپ کا یہ شہر، یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "جناب! ہم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتے۔ ہماری پوری کوشش یہی ہے کہ آپ کی شریک حیات بارہ بجے سے پہلے واپس آ جائے۔"

"لیکن وہ نہیں آئے گی۔ میں نے ابھی ٹون بیکر کے خیالات پڑھے ہیں، یہ چیلنج کر رہا ہے کہ رسونتی واپس نہیں لائی جائے گی اور ان کے بڑے فرہاد کے خلاف ایسی چال چلیں گے کہ فرہاد گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

آفیسر نے گھور کر ٹون بیکر کو دیکھا، پھر پوچھا۔ "سچ ہے؟"

وہ گڑبڑا کر بولا۔ "نن... نہیں۔ میں تو اپنے طور پر ایسا سوچ رہا تھا۔ میرا خیال ہے رسونتی واپس آ جائے گی۔"

آفیسر نے غرا کر کہا۔ "مسٹر بیکر اور مسٹر فرہاد! اچھی طرح سن لیں۔ آج اگر بارہ بجے سے پہلے مسٹر فرہاد پوری نہ کی گئی تو پولیس کا محکمہ صرف آپ لوگوں کے خلاف اقدامات کرے گا۔ ہم اپنی حکومت کو بھی مجبور کریں گے وہ آپ لوگوں کو یہ ملک چھوڑ کر جانے پر مجبور کر دے۔"

میں نے ٹون بیکر کی زبان سے کہا۔ "آفیسر! آپ کی حفاظت کے لیے وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آپ جیسی بھی تدبیر کریں، موت ان کا مقدر ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغ پر قابو پا جاتا ہوں۔"

"جی ہاں! میں جانتا ہوں۔"

"جب میں دماغ پر قابض ہو کر ان کی سانس روک دوں گا، یہ میری مرضی کے بغیر سانس نہیں لے سکیں گے۔ آپ کسی ڈاکٹر سے پوچھ لیں، ان کے دلوں کی دھڑکنیں دیر تک برقرار رہیں گی۔ میں جا رہا ہوں۔ رسونتی ٹھیک ہے ورنہ ٹھیک بارہ بجے اسی جگہ آپ سے ملاقات اور میں آپ کو یہ تماشا دکھاؤں گا۔"

میں دماغی طور پر جھولے میں منجالی کے پاس پہنچ گیا۔ جھولا رک گیا تھا۔ ہم اتر گئے۔ میں نے کہا۔ "ریستوران میں بیٹھ کر چائے پئیں گے تاکہ میں ضروری خوانی کر سکوں۔" پھر میں نے وہاں سے چلتے ہوئے جھولے میں ہونے والی خیال خوانی کے متعلق بتایا۔ ایک ریستوران میں آ کر میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔ "میں یہاں چائے نہیں پیوں گی۔ آپ تو جانتے ہیں کپ جھوٹا ہو جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "ہندو برہمن جب کہیں سفر کرتے ہیں تو اپنے برتن ساتھ رکھتے ہیں کیونکہ وہ صرف اپنا ہوا اپنے ہی برتن میں کھاتے ہیں لہٰذا تم بھی اپنے ساتھ وہ گلاس نکال لو جسے تم ایسے وقت استعمال کرتی ہو جو کوا تو کہہ دیا جائے گا، تم برہمنوں جیسی کسی ذات سے تعلق رکھتی

منجالی نے چائے کا آرڈر دے دیا۔ میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ دشمن میرے خلاف ایسی کون سی چال چل سکتے ہیں کہ میں اُن کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاؤں۔

سوچتے سوچتے میرا دماغ شاہینہ اور اس کی بچی کی طرف گیا۔ وہی میری عزیز ترین بن گئی تھی۔ میں اس کی خاطر بازی ہار سکتا تھا۔ میں نے فوراً ہی سعید صاحب کو مخاطب کیا۔ وہ خوش ہو گئے۔ میں نے بھی باتوں میں وقت ضائع کیے بغیر کہا۔ "میں دشمنوں کے لیے اس وقت بہت بڑا چیلنج بنا ہوا ہوں۔ وہ بھی جواباً میرے لیے چیلنج بن سکتے ہیں لہٰذا آپ شاہینہ اور اس کی بچی کے لیے حفاظتی اقدامات خود کریں بلکہ پورے خاندان کو اپنی نگرانی میں لیں۔ اتنا سخت پہرہ ہو کہ کوئی پرندہ بھی اُن کے قریب پر نہ مار سکے۔"

"یہ اچھا ہی اتفاق ہے کہ میں سلمیٰ کو لے کر لاہور آیا ہوا ہوں۔ تم فکر نہ کرو میں بھی انتظامات کر دیتا ہوں۔"

"جاوید بھی دشمنوں کی نظروں میں آ چکا ہے، وہ اسے اسکی بیوی کو یا اس کی بہن کو نقصان پہنچا سکتے ہیں لہٰذا آپ پنڈی میں ان کی حفاظت کے انتظامات کر سکتے ہیں؟"

"میں ابھی کر رہا ہوں۔"

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا۔ "دشمن میرے چیلنج کے جواب میں کوئی زبردست چال چلنے والے ہیں۔ تمھیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ پاریس کے پاس چلی جاؤ۔ میں مرجانہ کو بھی بتا دیتا ہوں۔"

"پہلے تم مرجانہ سے معلومات حاصل کر لو۔ اگر اسے کچھ پریشانی ہو گی، پاریس کے سلسلے میں میری ضرورت ہو گی تو میں اس ادارے سے نکل جاؤں گی۔ بار بار پاریس کی طرف جاتے رہنے سے دشمنوں کی نظر میں آ سکتی ہوں۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے تمام باتیں بتائیں۔ اس نے بھی تسلی دی۔ "تم بالکل بے فکر رہو۔ ہم بہت محتاط ہیں۔ کل انشاء اللہ جمیلہ کی شادی ہو جائے گی، اس کے بعد ہم پاریس کی طرف سے بالکل مطمئن ہو جائیں گے۔ کل تک میں یہاں سے نہیں نکلوں گی۔ اتی وغیرہ بھی باہر نہیں جائیں گی۔ دشمنوں کو یہاں ہماری موجودگی کا علم نہیں ہو گا۔"

میں مطمئن ہو کر اعلیٰ بی بی کے پاس آیا، اسے بھی میں نے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ وہ بولی۔ "سونیا کی بات مناسب ہے۔ تو سونیا کو ادھر جانا چاہیے نہ مجھے یا میرے آدمیوں کو۔ ہم نگرانی کے لیے جائیں گے تو دشمنوں کو شبہ ہو سکتا ہے۔ ہم اپنی اپنی جگہ چوکس رہیں گے۔ دیکھیں گے کہ دشمن کیسی چال چلتے ہیں۔"

میں نے سونیا کو بتایا کہ اسے پاریس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مرجانہ بہت محتاط ہے پھر میں موشے ایسٹرو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں بھی ویسے ہی حفاظتی انتظامات، جو رہے تھے۔ ایک کمرہ بالکل خالی کر دیا گیا تھا، اس کمرے میں.... موشے ایسٹرو کو رکھا گیا تھا۔ وہاں چار ایسے شخص موجود تھے جو دعویٰ کر رہے تھے کہ فرہاد ایک کے دماغ میں آئے گا تو باقی تین اس کی حفاظت کریں گے۔ اسی طرح موشے ایسٹرو کے دوسرے ساتھیوں کی حفاظت کے انتظامات کیے جا رہے تھے۔ میں نے ایسٹرو کی سوچ پڑھی، وہ بھی یہی سوچ رہا تھا۔ "ہمارے بڑے ہمیں مرنے نہیں دیں گے، شاید رسونتی کو واپس کر دیا جائے مگر زیادہ توقع ایسی چالوں کی ہے جن کے سامنے مجبور ہو کر فرہاد اپنی شرائط سے پھر جائے گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ منجالی میری طرف چائے کی پیالی بڑھا رہی تھی۔ میں نے پیالی لی، وہ اپنے گلاس میں اپنے حصے کی چائے انڈیلنے لگی۔ اس کے بعد ہم آہستہ آہستہ چسکیاں لیتے ہوئے باتیں کرنے لگے۔ منجالی نے کہا۔ "آپ شاہینہ اور جاوید وغیرہ کی خیریت معلوم کرتے رہیں تاکہ ادھر سے اطمینان رہے۔"

میں تھوڑی دیر بعد پھر سعید صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ انھوں نے کہا۔ "میں نے انتظامات کر لیے ہیں۔ کوٹھی کے چاروں طرف ہمارے مسلح افراد ہیں۔ سامنے والی کوٹھی میں بھی خفیہ پولیس کے جوان موجود ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا آپ مطمئن ہیں؟"

"بالکل مطمئن ہوں۔ پولیس کے تمام افسران تمھیں چاہتے ہیں۔ تم سے محبت کرتے ہیں۔ انھوں نے بھی تمھیں اطمینان دلانے کے لیے کہا ہے۔ وہ مزید قانونی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حکام تک یہ اطلاع پہنچا رہے ہیں کہ فرہاد علی تیمور کے خاندان والوں کو بہت پریشان کر رہے ہیں اور کرائے کے قاتلوں کے ذریعے انھیں ہلاک کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ایسے شرپسند عناصر کے خلاف اعلیٰ سطح پر اقدامات کیے جائیں۔"

میں جاوید کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا۔ "بھائی جان! السلام علیکم۔ مجھے تمام باتیں معلوم ہو چکی ہیں۔ سعید صاحب بھی یہیں ہیں لیکن دور ہونے کے باوجود انھوں نے ہماری حفاظت کے لیے انتظامات کیے ہیں۔ ہمارے مکان کے سامنے ایک پولیس کی جیپ موجود ہے اور مسلح جوان بھی ہیں۔"

"تم پریشان نہ ہونا، میں تمھاری خبر لیتا رہوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "ہم اور پریشان، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم اس وقت ایسے محاذ پر ہیں جہاں بھائی اپنے بھائی کے لیے سر سے کفن باندھ لیتا ہے۔"

میں نے بھابی سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے بھی سلام کرتے ہوئے کہا۔ "ہم آپ کے لیے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو غارت کرے اور آپ کو آرام و سکون کی زندگی عطا فرمائے آمین۔"

میں نے ریحانہ کو مخاطب کیا، وہ خوش ہو کر بولی "یہاں پولیس کو دیکھ کر یقین ہو گیا ہے کہ ہم آپ کی جنگ میں برابر کے شریک ہیں۔"

"ہاں میری بہن! میں تمھارے لیے اور تمھارے بھائی بھابی کے لیے بہت پریشان ہوں۔"

"پریشانی کیسی؟ موت کسی بھی بہانے آئے تو کیا لوگ مرتے نہیں ہیں۔ ہمارے لیے پہلی فخر کی بات یہ ہے کہ ہم آپ کے جاننے والوں میں سے ہیں اور آخری فخر کی بات یہ کہ ہم آپ کے لیے جان دینے والوں میں سے ہیں۔ وقت آئے گا تو میں جان پر کھیل کر دکھا دوں گی۔"

"میری پیاری بہن! میں تم لوگوں پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ میں نے اس لیے تم لوگوں سے رشتہ نہیں جوڑا ہے، اس لیے محبت نہیں کی ہے کہ تم لوگوں کو میری خاطر بھی دکھ اٹھانا پڑیں۔ انشاء اللہ میں ایسا موقع نہیں آنے دوں گا۔"

اپنی بہن سے پیار بھری باتیں کرنے کے بعد اپنی لاڈلی سالی شاہینہ کے پاس آ گیا۔ اس نے گلے شکوے شروع کر دیے۔ ایک طویل عرصے کے بعد میں نے اس سے رابطہ قائم کیا تھا۔ چپ چاپ اس کی شکایتیں سنتا رہا پھر میں نے کہا۔ "تم دیکھ رہی ہو کہ میں کتنا مصروف رہتا ہوں لیکن تمھاری خیریت معلوم کرتا رہتا ہوں۔ کوئی خطرے کی بات ہوتی ہے تو سایہ بن کر پہنچ جاتا ہوں، اس وقت بھی اسی لیے آیا ہوں۔"

"بھائی جان! آپ ہماری فکر نہ کریں۔ میں آپ کی بہن ہی نہیں، بیٹی بھی ہوں۔ آپ کے وجود کا ایک حصہ ہوں۔ خدا نہ کرے آپ کو کچھ ہو لیکن آپ کی موت میری موت اور آپ کی زندگی میری زندگی ہے اس لیے جب تک خطرات منڈلا رہے ہیں آپ میرے پاس آ کر اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ دانستہ طور پر حاضر رہ کر دشمنوں کو ان کے عبرتناک انجام تک پہنچائیں۔ میں یہاں خیریت سے ہوں۔ انشاء اللہ خیریت سے رہوں گی۔ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ وہ بہن جو ہمیشہ آپ کو جانے سے روکتی ہے آج جانے پر اصرار کر رہی ہے صرف اس لیے کہ آپ دماغی طور پر حاضر اور مستعد رہیں۔"

"میں تمھارے سسرال والوں سے مل کر جاؤں گا۔"

"بالکل نہیں، میں انھیں سمجھا دوں گی، پلیز، آپ پھر جائیں۔ آپ کو میری قسم ہے۔"

میں چلا آیا۔ منجالی نے پوچھا۔ "کیا رہا؟"

"سعید صاحب نے جو حفاظتی انتظامات کیے ہیں میں ان سے مطمئن ہوں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میرے رشتے دار خصوصاً میری بہنیں اتنا حوصلہ رکھتی ہیں اور اتنا حوصلہ دے رہی ہیں کہ آپ آخری سانس تک مجھے دشمن چھو نہیں سکیں گے۔"

ہم چائے کا بل ادا کر کے وہاں سے اٹھ گئے۔ اپنے رشتے داروں کی طرف سے اطمینان ہونے کے بعد میرا دل ہلکا پھلکا سا ہو گیا تھا۔ میں خود کو آزاد محسوس کر رہا تھا۔ کوئی فکر نہیں تھی۔ ہم تفریحات میں مصروف ہو گئے۔ ادھر سے ادھر گھومتے رہے۔ کبھی اس اسٹال پر کبھی اس اسٹال پر۔ ایک اسٹال پر شوٹنگ گیم جاری تھا۔ وہاں لوگوں کی بھیڑ تھی۔ سب توجہ سے شوٹنگ دیکھ رہے تھے۔ اسٹال کے آخری سرے پر بُل آئز بنے ہوئے تھے۔ انھیں نشانہ بنانے کی شرط تھی۔ اسٹال کا مالک چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "ایک ڈالر صرف ایک ڈالر میں صحیح نشانہ لگائیں اور دو ڈالر حاصل کریں۔"

یہ اتنا مہنگا کھیل تھا کہ سب ایک ڈالر خرچ نہیں کر سکتے تھے لیکن تماشا دیکھ سکتے تھے۔ پیسے والے لوگ تو رئیس زادے اس کھیل میں دل چسپی لے رہے تھے اور اپنی نشانہ بازی کا مظاہرہ کر رہے تھے لیکن شاید ہی کسی کو کامیاب ہوتے دیکھی تھی۔ منجالی نے کہا۔ "آپ نے میری کچھ صلاحیتیں دیکھی ہیں لیکن میری نشانے بازی نہیں دیکھی، دکھاؤں؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "ضرور۔"

وہ آگے بڑھ گئی۔ سامنے کاؤنٹر پر ایک رائفل رکھی ہوئی تھی منجالی نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا، اس سے پہلے ہی ایک قد آور شخص نے رائفل کو اٹھا لیا پھر اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "بے بی! ابھی دودھ پیو۔ تمھاری نشانے بازی کی نہیں ہے۔"

منجالی نے کہا۔ "ہو جائے شرط۔ اگر میں نے صحیح نشانہ لگایا تو تم اسٹال والے کو ایک ڈالر اور مجھے پانچ ڈالر دو گے۔"

"اور اگر میں نے صحیح نشانہ لگایا تو؟"

"تو اسٹال والے کو ایک ڈالر، تمھیں پانچ ڈالر دوں گی۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "ہو گئی شرط۔"

منجالی نے اس سے ہاتھ ملایا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کا ہاتھ گرم تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم تو بڑی گرم لڑکی ہو، کہاں رہتی ہو؟"

"بات شرط کی ہے، پتا پوچھنے کی نہیں۔"

اس نے ایئر گن اٹھائی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی، وہ ایک تجربے کار شکاری ہے۔ اس نے محض خوفناک درندوں ہی کو نہیں، انسانوں کو بھی شکار کیا ہے۔ اپنی رائفل میں جس کے نام کی گولی رکھتا ہے وہ گولی اسی کے جسم میں آتا ہے۔

اس نے ایک ڈالر اسٹال والے کو دیا پھر گن اٹھا کر بُل آئی کی طرف نشانہ لگایا۔ جیسے ہی اس کی انگلی ٹریگر پر دبی، اس نے اسے بہکا دیا۔ بھیڑ میں کھڑے منچلے لوگ اس کا مذاق اڑانے کے لیے ہونٹوں سے پھر کیاں بجانے لگے۔ کوئی کہنے لگا۔ "شیم شیم۔۔۔"

منجالی نے ایئر گن اس کے ہاتھ سے لے لی۔ میں نے ایک ڈالر اسٹال والے کو دیا۔ پھر منجالی نے نشانہ لگایا۔ میں نے اس کی مدد نہیں کی۔ اس کی صلاحیت دیکھنا چاہتا تھا اور واقعی وہ باصلاحیت تھی۔ فائر ہوتے ہی چاروں طرف سے تالیاں بجنے لگیں۔ اس نے ٹھیک بل آئی کے درمیان ایئر گن کے چھرّے کو پیوست کر دیا تھا۔ کہتے ہی نوجوان خوش ہو کر کہنے لگے۔ "ہپ ہپ ہرّا۔ ہپ ہپ ہرّا۔۔۔"

اس شکاری نے منجالی کے ہاتھ سے ایئر گن چھین لی۔ جوش میں ایک ڈالر نکالا اور اسٹال کے مالک کی طرف پھینک کر دوبارہ نشانہ لگانے کی کوشش کی۔ کوشش کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اس نے ہاتھوں، شیروں اور انسانوں کو شکار کیا تھا، اپنے نشانے پر ناز تھا پھر ایک معمولی سی پنچوں جیسی ایئر گن سے نشانہ خطا ہو جائے، یہ بات اس کے لیے بھی باعث شرم تھی۔

اس نے نشانے پر فائر کرنے کے لیے اپنے تمام سابقہ تجربات سے کام لیا مگر ٹیلی پیتھی نے اسے پھسلا دیا۔ چاروں طرف سے قہقہے بلند ہونے لگے۔ سب اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "خاموش ہو جاؤ، میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔ ایک تجربے کار شکاری ہوں۔ میں نے بڑے بڑے درندوں کا شکار کیا ہے میں ابھی ثابت کر دوں گا۔"

اس نے پھر ایک ڈالر نکالا پھر فائر کیا، پھر ڈالر نکالا، پھر فائر کیا۔ وہ جیسے پاگل ہو گیا تھا۔ سب اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ پھر اس نے منجالی کو گھور کر دیکھا، کہا۔ "لڑکی! تم ذرا اُدھر جاؤ، دُور جاؤ۔ پتہ نہیں تمھارے بدن سے کیسی آنچ آ رہی ہے، میرا ہاتھ بہک جاتا ہے۔"

"میں چلی جاؤں گی۔ پہلے ایک ڈالر اسٹال والے کا، جو میرے ساتھی نے ادا کیا ہے اور پانچ ڈالر میرے۔ کل چھ ڈالر میری ہتھیلی پر رکھ دو۔"

اس نے چھ ڈالر نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "جاؤ، مجھ سے دُور چلی جاؤ۔"

منجالی میرے پاس آ گئی، وہ پھر نشانہ لگانے لگا۔ نشانہ نہ تو رائفل سے لگتا ہے، نہ انگلی کی حرکت سے، نہ آنکھوں کی صحیح نشاندہی سے، یہ دماغ کا کام ہوتا ہے اور اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ اس نے جھنجلا کر ایئر گن کو کاؤنٹر پر پٹخ دیا پھر گھور کر منجالی کو دیکھنے لگا۔ منجالی نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا پھر ہم تالیاں بجانے والوں کے درمیان سے گزر کر جانے لگے۔ میں نے چپکے سے سوچ کے ذریعے کہا۔ "منجالی! وہ بہت ہی خوفناک شکاری ہے۔ آستین پر اعتماد ہے کہ رائفل میں ایک کارتوس رکھ کر شیر کے شکار کے لیے چل پڑتا ہے۔ اس نے انسانوں کا بھی شکار کیا ہے۔"

منجالی نے کہا۔ "اوہ، تو آپ اسے بہکا رہے تھے؟"

"تم اس کے مقابلے میں کمسن ہو، جسے اتنا غرور ہو جائے کہ وہ اپنے سے چھوٹوں کو چیلنج کرے تو بھرے مجمع میں اس کا مذاق اسی طرح اڑانا چاہیے۔"

"خاک ڈالیے اس پر۔ یہ بتائیے میرا نشانہ کیسا رہا؟"

"بھئی تم نے بابا فرید واسطی صاحب کے اداسے میں رہ کر ٹریننگ حاصل کی ہے تمھاری تعریف کیا کر سکتا ہوں۔ تم اُدھر نشانہ لے رہی تھیں، اِدھر تمھاری صلاحیتوں کے چھرّے میرے دل میں پیوست ہو رہے تھے۔"

وہ خوش ہو کر مجھ سے لگ گئی۔ ہم دونوں ایک دوسرے میں یوں ڈوب کر آگے بڑھ رہے تھے، جیسے نشے میں ایک دوسرے کا سہارا لیتے ہوئے، ڈگمگاتے جا رہے ہوں۔ ہمارے آگے بہت دُور ایک بہت بڑا سائن بورڈ نظر آ رہا تھا جس پر لکھا ہوا تھا، "ہائیڈ اینڈ سیک" (آنکھ مچولی)، اس کے نیچے لکھا ہوا تھا۔ "ہم چھپتے ہیں تم ڈھونڈ لو۔"

اس سائن بورڈ کے پاس ایک جھلمنا سا ڈھانچہ نظر آ رہا تھا۔ اس عارضی چار دیواری کے اندر کوئی دلچسپ تفریحی کھیل تھا۔ ہم نے قریب جا کر معلوم کیا۔ اندر مختلف کیبن بنے ہوئے تھے۔ ہر کیبن کے آس پاس رہداریاں تھیں۔ وہ کیبن اس حساب سے بنائے گئے تھے کہ چھپنے والے کو کوئی تلاش کرنا چاہے تو بڑی مشکل

سے تلاش کر سکتا تھا۔ اس میں ذہانت کی ضرورت ہوتی تھی۔ شرط یہ تھی کہ ایک دوسرے کو ڈھونڈنے والے دو مختلف راستوں سے اس چار دیواری میں داخل ہوں۔

اس کھیل میں زیادہ تر مرد اور عورتیں شریک ہو رہے تھے۔ مرد اپنی عورتوں کو تلاش کرنے کے لیے اندر جا رہے تھے۔ عورتیں بھی اس دروازے سے اندر جا رہی تھیں کہ وہ انہیں نہیں پا سکیں گے۔

منجالی نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا خیال ہے آپ مجھے تلاش کر سکیں گے؟"

"کیوں نہیں۔"

"آپ تو ٹیلی پیتھی سے کام لیں گے اور فوراً مجھے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں جب تک ہم اس چار دیواری کے اندر رہیں گے اور میں تمہیں نہیں پاؤں گا اس وقت تک تمہارے دماغ میں نہیں پہنچوں گا۔"

ہم نے ٹکٹ خریدے، پھر دو مختلف دروازوں سے اس چار دیواری میں داخل ہو گئے۔ منجالی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میں نے ایک کیبن میں پہنچ کر دیکھا، مرد اپنی عورتوں کو اور عورتیں اپنے مردوں کو تلاش کرتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ میں ایک کیبن سے ہو کر کوریڈور میں آیا پھر میں نے سوچا، منجالی میرے دائیں طرف دوسرے دروازے سے داخل ہوئی تھی۔ مجھے دائیں طرف کے راستوں پر چلنا چاہیے۔

میں ایسا ہی کرنے لگا۔ جو راہداری دائیں طرف مڑتی تھی میں اسی طرف مڑ جاتا تھا۔ وہاں سے گزرتے وقت دائیں بائیں کیبن کے اندر جھانک کر دیکھتا تھا مگر وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ ہر راہداری میں تیر کا نشان بنا کر لکھا گیا تھا۔ "باہر جانے والے یہ راستہ اختیار کریں۔"

میں اس راستے کی مخالف سمت بڑھ رہا تھا۔ کتنی ہی راہداریوں کتنے ہی کیبنوں سے گزرنے کے باوجود میں اسے ڈھونڈ نہ سکا۔ واقعی بڑی عمدگی سے وہ بھول بھلیاں ترتیب دی گئی تھی۔ میں نے سوچا، ذہانت شرط ہے۔ میں ذہانت سے کام نہیں لے رہا ہوں۔ دائیں طرف کے راستوں پر چلتے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں گردش میں رہوں گا۔ چاروں طرف گھومتا رہوں گا۔ اس لیے کہ راہداریاں ایک کے بعد ایک دائیں طرف بھی مڑتی تھیں۔ اس طرح گھومنے والے کو ایک گول چکر کی صورت میں گھما دیتی تھیں۔

تب میں تیر کے نشان کے مطابق باہر جانے کے راستے پر چلتے ہوئے پہلے اسی دروازے پر پہنچا جہاں سے داخل ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے واپس مڑ کر دائیں طرف راہداری اختیار کی۔ پھر حساب لگایا گیا کہ وہ راہداریاں رہ گول چکر دے کر اسی جگہ نہ پہنچا دیں۔ واقعی جوڑ توڑ والی ذہانت سے کام لیا تو ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں دور ایک راہداری سے منجالی گزرتی دکھائی دے رہی تھی۔ میں ادھر لپکا، پیر قریب پہنچنے سے پہلے وہ ایک کیبن میں داخل ہو گئی تھی۔

میں اس کیبن کے قریب پہنچا۔ پھر رک گیا۔ میں نے سوچا، اگر میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا تو وہ یقین نہیں کرے گی کہ اپنی ذہانت سے اسے تلاش کیا ہے۔ اس کے ذہن میں میری ٹیلی پیتھی کھٹکتی رہے گی۔

میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کیبن کے اندر سے ہنسی کی آواز سنائی دی۔ "خبردار! اب اس کیبن سے باہر نہ جانا۔ پہلے میں نے تم پر توجہ نہیں دی تھی، اب میری سمجھ میں بات آ گئی ہے۔"

منجالی نے پوچھا۔ "ذرا میں بھی تو سنوں، تمہاری سمجھ میں کون سی بات آئی ہے؟"

"تم افریقی لڑکی ہو اور افریقہ والے وچ ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ کالا جادو جانتے ہیں تم نے کالے جادو کے ذریعے مجھے صحیح نشانہ لگانے کا موقع نہیں دیا۔"

"کیا اب صحیح نشانہ لگانے آتے ہو؟"

"ہاں۔ اس بار دیکھوں گا کہ میرا نشانہ کیسے خطا ہوتا ہے۔" اس نے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "میں ٹھیک تمہارے دل کی جگہ گولی مارو گا۔"

منجالی مجھ سے کہہ چکی تھی کہ اس کے دماغ میں نہ آؤں۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اب ٹیلی پیتھی کے ذریعے نشانہ خطا نہیں ہو گا۔ لہٰذا اس نے وقت ضائع نہیں کیا۔ ادھر اس نے ریوالور نکالتے ہوئے چیلنج کیا۔ ادھر اچانک ہی منجالی نے پینترا بدلا۔ ایک جھٹکا کر اس کے ہاتھ پر ماری۔ وہ اس بات کے لیے تیار نہ تھا۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک لڑکی ریوالور کے سامنے اتنی نڈر دکھا سکتی ہے۔

ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر اوپر گیا، پھر نیچے فرش پر آیا لیکن وہ اسے اٹھا نہیں سکا۔ ریوالور منجالی کی ٹھوکر سے فرش پر پھسلتا ہوا ایک دیوار سے جا کر لگ گیا۔ شکاری نے لپکا۔ اس سے پہلے وہ ریوالور اور اس کے درمیان آ گئی۔ جیسے ہی وہ قریب آیا۔ اس نے اس کے منہ پر ایک کراٹے کا ہاتھ کیا، دوسرا ہاتھ اس نے روک لیا۔ اب اس نے بھی جوابی حملہ کیا لیکن ناکام رہا۔ وہ اس پر جارحی پر اتر رہی تھی۔ وہ پرکھڑا ہو کر اس کے لڑنے کے انداز کو دیکھ رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔

ذرا سی دیر میں وہ ہانپتا ہوا ایک دیوار سے جا کر لگ گیا۔ منجالی نے آگے بڑھ کر حملہ کرنا چاہا تو اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "رک جاؤ پلیز۔ مجھے یہ بتاؤ تم کیا بلا ہو؟"

"تم مجھے افریقہ کی وچ ڈاکٹر سمجھ رہے تھے اور میں تمہیں سمجھا رہی ہوں، جو دیکھ کر اٹے کسی کالے عمل کا نام نہیں۔ یہ عمل جیتی جاگتی آنکھوں کے سامنے کیا جاتا ہے۔ بولو کچھ اور عمل کروں؟"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں، اب ہم دوست ہیں مگر تم نے میرے دماغ کو الجھا دیا ہے۔ میں نے تمہاری جیسی لڑکی اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔ تم مجھے ریوالور کی طرف جانے سے روک رہی ہو اور خود بھی ریوالور کو نہیں اٹھاتی ہو۔ آخر تمہیں اپنے آپ پر اتنا اعتماد کیسے ہے؟"

منجالی نے پیچھے ہٹ کر ریوالور کو اٹھایا، اس کے چیمبر سے تمام بلٹ نکالے پھر اس کی طرف اچھال دیا۔ اس نے لے کیچ کر لیا۔ منجالی نے کہا۔ "میں کالا جادو نہیں جانتی ہوں تم اس اسٹال پر شاید اس لیے ناکام رہے کہ تم نے وہاں میرے مقابلے میں غرور دکھایا تھا۔ اپنے سے چھوٹوں کو چیلنج کرنا اچھے شکاری کی شان کے خلاف ہے۔ اب اگر اسٹال پر جا کر شوٹنگ کرو گے تو تمہیں ناکامی نہیں ہو گی۔"

اس نے سر جھکا کر کہا۔ "تمہاری جیسی کمسن لڑکی نے آج مجھے بہت بڑا سبق سکھایا ہے۔ واقعی مجھے معذور نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"تو پھر چلو۔ اس اسٹال پر شوٹنگ کریں۔ تمہارا غرور ختم ہو گا تو تمہاری صلاحیتیں بھی تمہیں واپس مل جائیں گی۔"

میں وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا اپنے نشان کے علاقے باہر بھاگنے لگا۔ بھوڑی دیر بعد منجالی اس شکاری کے ساتھ باہر آئی۔ اس نے باہر نکلنے سے پہلے اس سے کہہ دیا تھا کہ پہلے اپنے ساتھی کا انتظار کرے گی پھر اس کے ساتھ اس اسٹال پر جائے گی لیکن باہر نکلتے ہی مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "ہار گئے نا؟"

میں نے شکست تسلیم کرتے ہوئے کہا۔ "تم جیت گئیں۔"

ہم اسی اسٹال پر آئے۔ اس بار شکاری نے ایئر گن کو اٹھایا، ایک ڈالر اسٹال والے کو دیا پھر نشانہ لگایا۔ نشانہ بیٹھا تھا۔ اس نے دوسری، تیسری بار اپنے آپ کو آزمایا، ہر بار اسے کامیابی ہوئی۔ اس نے خوش ہو کر منجالی کے دونوں بازوؤں کو مضبوطی سے تھام لیا پھر اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "تم میری بیٹی ہو میں تمہیں پورے خلوص اور سچائی سے بیٹی کہہ رہا ہوں۔ مجھ سے کچھ مت چھپاؤ۔ میرا دل کہتا ہے تم کسی غیر معمولی صلاحیت کی مالک ہو۔"

"میں نے کہا نا۔ غرور انسان کی صلاحیتوں کو کھا جاتا ہے۔"

"میں مانتا ہوں لیکن اب سے پہلے بھی بارہا مغرور رہ چکا ہوں، کتنے ہی لوگوں کو چیلنج کیا ہے اور کامیاب رہا ہوں۔ آج کیا بات ہو گئی؟"

"بات آج کی نہیں۔ بات اس برائی کی ہے جو آہستہ آہستہ بڑھتی ہے۔ برائی کرنے والا سمجھتا ہے اسے سزا نہیں مل رہی ہے لیکن وہ برائی جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو پھر مکافاتِ عمل کا دور آتا ہے۔ یہ قدرت کی طرف سے تمہارے لیے پہلی وارننگ تھی۔ سنبھل جاؤ اور اس خیال کو دل سے نکال دو کہ میں کوئی غیر معمولی لڑکی ہوں۔ میں ایک لڑکی ہوں اور اپنے محبوب کی سب کچھ ہوں۔"

اس نے اپنے بازوؤں کو چھڑایا پھر آ کر میرے پاس کھڑی ہو گئی۔ میں اسے ساتھ لے کر وہاں سے جانے لگا لیکن میں اس شکاری کے دماغ میں تھا۔ وہ ہمیں جاتا ہوا دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "دیکھنے میں یہ کم سن لگتی ہے مگر بڑی گہری باتیں کرتی ہے۔ اس کی باتوں نے مجھ پر اثر کیا ہے، واقعی مجھے مکافاتِ عمل کو سمجھنا چاہیے اور آئندہ غرور کرنے سے توبہ کر لینی چاہیے۔"

میں نے منجالی سے کہا۔ "اس وقت نو بج کر پندرہ منٹ ہوئے ہیں۔ ابھی اپنے چیلنج کو پورا کرنے اور اپنی شرط منوانے کے لیے کافی وقت ہے۔ ہم اپنی رہائش گاہ میں جائیں گے۔ میں ریسوٹنی کی خبر لوں گا۔ اس کے بعد منشیات کے اسمگلروں تک پہنچوں گا۔ اگر جلدی فرصت مل گئی تو سارٹھے گیارہ بجے تک تنہائی میں وقت گزاریں گے۔ فرصت نہ ملی تو آج رات ہمارے نصیب میں تنہا تنہا وقت گزارنا نہیں لکھا ہے۔"

"میں ایک بات پوچھوں؟"

"ہزار بات پوچھو۔"

"آپ کی مصروفیات پہلے ہی کم نہیں ہیں، اب آپ اسمگلروں کے معاملات میں دلچسپی لیں گے تو۔۔۔۔"

"میں خواہ مخواہ دلچسپی لینا نہیں چاہتا۔ اگر یہاں کے انویسٹی گیشن بیورو کے کیپٹن مورڈشان کی مدد کروں گا تو بڑی حکومت میری احسان مند ہو گی۔ انھیں یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ میں قانون کا احترام کرتا ہوں اور قانون کے محافظوں کا ساتھ دیتا ہوں۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی۔ "حالات کا تقاضا یہی ہے کہ آپ بڑی حکومت کا اعتماد حاصل کریں۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے کاریوں کے احاطے سے باہر آئے۔ کیشو نے ہمیں دیکھتے ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ ہم وہاں بیٹھ گئے۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ میں نے کہا "اب سیدھے اپنی رہائش گاہ چلو۔"

اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا "جناب! رات کے کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ کیا آپ کسی بہت ہی اچھے ہوٹل میں کھانا پسند کریں گے؟"

"بھئی تم نے تو شام کو کھایا ہے، ابھی طبیعت نہیں ہے۔ ویسے تمہارا پکایا ہوا گھر میں موجود ہے۔ بھوک لگے گی تو وہی کھالیں گے۔"

میں نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کیں پھر رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ بچہ اس کے پہلو میں تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ہوش میں آنے کے بعد دیر تک وہ اسی چارپائی پر پڑی رہی تھی اس میں اٹھنے کی سکت نہیں تھی۔ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ بہت دیر بعد ذرا توانائی محسوس ہوئی تو اس نے چارپائی سے اٹھ کر اس کمرے کو اچھی طرح دیکھا۔

وہ بانس کی کھپچیوں سے بنی ہوئی ایک جھونپڑی میں تھی۔ دروازہ باہر سے بند تھا حالانکہ وہ دروازہ اور وہ بانس کی دیواریں کمزور تھیں۔ کوئی بھی شہ زور اسے ایک دھکے سے گرا سکتا تھا لیکن رسونتی ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے کھڑکی کے پاس آ کر دیکھا۔ اس کھڑکی میں لکڑی کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ باہر گہری تاریکی تھی۔ دور دور تک جھینگروں کے بولنے اور مینڈکوں کے ٹرٹرانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ان آوازوں سے پتہ چل رہا تھا کہ باہر بارش کا پانی کھڑا ہوا ہے۔ آسام میں بے وقت بارش ہوتی ہے۔ سارا آسام جل تھل ہو جاتا ہے۔ دلدلی پانی اور کیچڑ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

رسونتی تھوڑی دیر تک باہر دیکھتی رہی۔ ایک آدھ جگہ بہت دور چراغ جیسی روشنی ٹمٹماتی ہوئی نظر آ گئی۔ یقیناً ادھر جھونپڑیاں تھیں۔ اس نے پکارا پہلے آہستگی سے پھر زور زور سے لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا۔

وہ تھک ہار کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی چارپائی کے پاس آئی اس نے پہلی بار بچے کے سرہانے توجہ سے دیکھا، کوئی چیز کپڑے کے نیچے چھپا کر رکھی گئی تھی۔ اس نے کپڑے کو ہٹایا۔ وہاں دودھ کا ڈبا، فیڈر اور ایک بھرا ہوا تھا۔ نپل کے لیے مکمل انتظام تھا۔

وہ تھکے ہوئے انداز میں چارپائی پر لیٹ گئی پھر سوچ کے ذریعے مجھے پکارنے لگی لیکن میں اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ وہ رونے کے انداز میں بڑبڑاتی رہی "فرہاد! تم مجھے کیوں بھول جاتے ہو؟ کہاں رہ جاتے ہو؟ دیکھو میں کہاں تھی، کہاں پہنچ گئی ہوں، کچھ پتہ نہیں چلتا۔"

وہ تھوڑی دیر بڑبڑاتی رہی پھر اس پر کمزوری غالب آ گئی، وہ سو گئی۔ اچانک ہی آنکھ کھلی تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ بانس کا دروازہ کھل رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پہلے ایک موٹا بھدا سا آدمی نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں کھانے کی پلیٹیں تھیں۔ اس کی مونچھیں بڑی بڑی تھیں اور وہ لنگی اور بنیان پہنے ہوئے تھا۔ حلیے سے آسامی باشندہ لگتا تھا۔

اس کے پیچھے ایک قد آور مگر دبلا سا انگریز نظر آیا۔ اس نے سیاہ پتلون اور سیاہ قمیص پہن رکھی تھی۔ کمر سے کارتوس کی پیٹی بندھی ہوئی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور نظر آ رہا تھا۔ رسونتی نے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ میں کہاں ہوں؟ یہاں مجھے کیوں لایا گیا ہے؟"

اس آسامی باشندے نے کھانے کی پلیٹوں کو ایک شکستہ سی میز پر رکھتے ہوئے اجنبی زبان میں کچھ کہا۔ وہ آسام کی بھاشا تھی۔ رسونتی سمجھ نہ سکی۔ اس نے انگریز کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "تم انگریزی میں بات کیوں نہیں کرتے؟ میں اس کی زبان نہیں سمجھتی ہوں، مجھے بتاؤ یہاں مجھے کون لایا ہے، کیوں لایا ہے؟"

اس انگریز نے کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اشارے سے کہا "کھاؤ" پھر بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "سو جاؤ"

رسونتی نے پاؤں پٹخ کر کہا "میں نہیں کھاؤں گی پہلے مجھے بتاؤ اس انگریز نے چٹکی بجا کر اپنے ساتھی کو واپس چلنے کا اشارہ کیا۔ رسونتی دوڑ کر اس کے راستے میں آ گئی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر اسے روکتے ہوئے بولی "میں نہیں جانے دوں گی جب تک میرے باتوں کا جواب نہ دو۔"

اس موٹے سے آدمی نے اپنی لنگی کے کمر بند سے ایک لانبا سا چھرا نکالا۔ وہ ہاتھ بھر کا چھرا تھا۔ جنگل میں درندوں کا شکار کھیلنے والے صاحب لوگ اپنے ساتھ دیسی ہنگاروں کو رکھتے ہیں جو شکاریوں کے آگے آگے چلتے ہیں اور راستے میں انہیں وہ جھاڑیوں کو ایسے درانتی نما چھروں سے کاٹتے جاتے ہیں۔ اسے دیکھتے ہی رسونتی چپ چاپ ایک طرف ہٹ گئی۔ وہ اپنے آگے کے ساتھ باہر گیا پھر دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔

اب وہ چپ چاپ چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی کبھی مجھے پکار رہی تھی کبھی اپنے نصیب پر آنسو بہا رہی تھی۔ ایک بار بچہ نیند بیدار ہوا تھا۔ اس نے اسے فیڈر سے دودھ پلایا، دیا پھر اسے تھپک کر سلا دیا۔ اسے نہ تو نیند آ رہی تھی نہ بھوک لگ رہی تھی۔

اس نے بڑے ہولے سے بڑے پیار سے آواز دی "رسونتی!"

وہ یکبارگی ایسے اچھل پڑی جیسے فوراً ہی میری طرف پرواز کرے گی۔ میں نے کہا "ذرا سہولت سے، آرام سے، اطمینان سے بیٹھو۔ میں تمہارے پاس آ گیا ہوں، فکر نہ کرو۔ اور جہاں میں ہوں وہاں بھی میں نے دشمنوں کے چھکے چھڑا دیے ہیں۔ انہیں دھمکی دی ہے کہ بارہ بجے رات سے پہلے اگر میری رسونتی میرے پاس نہ پہنچی تو میں کسی بھی دشمن کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی "اوہ فرہاد! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا میری زندگی میں سکون، آرام اور تمہاری محبت نہیں ہے؟"

میں چند لمحوں تک خاموش رہا۔ اس کی پریشانیوں کو سمجھتا رہا۔ وہ نادان نہیں تھی، اتنا تو سمجھ سکتی تھی کہ جو عورت اپنا گھر اور اپنا شوہر چھوڑ کر جائے اور دشمنوں پر اعتماد کرے وہ اسی طرح در بدر بھٹکتی رہتی ہے لیکن میں نے اس سے کچھ نہیں کہا، جو خود پچھتا رہی ہو، اسے طعنہ دینے یا سمجھانے کے انداز میں کچھ کہنا فضول ہوتا ہے۔ میں نے کہا "رسونتی! پریشان ہوتے رہنے، روتے رہنے اور فریاد کرتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ صرف وقت ضائع ہوتا ہے۔"

"میں کیا کروں پیری، سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔"

"کم از کم یہی کوشش کرو کہ جو لوگ تمہارے پاس آتے ہیں ان میں سے کسی کو بولنے پر مجبور کر دو۔ اگر وہ انگریز کسی طرح بول پڑا تو باقی کام میں نمٹا لوں گا۔"

"وہ سب تم سے خوفزدہ رہتے ہیں، میرے سامنے کبھی ایک لفظ نہیں بولیں گے۔"

"پھر بھی کوئی نہ کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔ تم بھی سوچو، میں بھی سوچ رہا ہوں، میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

"نہیں فرہاد! مجھے اکیلا چھوڑ کر نہ جاؤ۔ میں بہت پریشان ہوں، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"تم پہلے کبھی اتنی کمزور نہیں تھیں۔ ہم نے بڑے بڑے مہمات کا سامنا کیا ہے، حوصلے سے کام لو، بچے کا خیال رکھو، میں ابھی آؤں گا۔"

ہم اپنی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گئے۔ میں نے منجالی اور رسونتی کے تمام حالات بتائے پھر کہا "تم بھی کوئی تدبیر سوچو، ہم رسونتی کو وہاں سے کس طرح نکال کر لا سکتے ہیں۔"

وہ کمرے میں پہنچ کر بولی "سب سے پہلے آپ بس اینجلو نامی لڑکے کو قابو کریں، ان سے پوچھیں کیا وہ اس سلسلے میں ہماری مدد کر سکتے ہیں۔"

میں نے اینجلو کو مخاطب کیا، اسے رسونتی کے متعلق بتانے کے بعد پوچھا "کیا آپ ایک اکیلی کا پتہ وہاں بھیج سکتے ہیں؟"

"ضرور۔ اگرچہ یہ ایک غیر قانونی پرواز ہوگی۔ میں ابر برما کی گوریلا فوج کو مدد پہنچانے والا ہیلی کاپٹر استعمال کروں گا۔ لیکن اس اندھیری رات میں وہ ہیلی کاپٹر آسام کے کس حصے میں جائے گا، یہیں جگہ کا پتہ چلنا چاہیے۔"

"میں یہی کوشش کر رہا ہوں جیسے ہی مجھے معلوم ہوگا، میں آپ کو اطلاع دوں گا۔ آپ اپنے انتظامات مکمل رکھیں۔"

میں نے رسونتی کے پاس پہنچ کر اس کی سوچ پڑھی وہ بے چاری تدبیر سوچ رہی تھی مگر اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ سوچنے کے دوران وہ کمرے کے در و دیوار کو غور سے دیکھتی جا رہی تھی۔ میں نے مخاطب کیا تو وہ اطمینان کی گہری سانس لے کر بولی۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔"

"تم کمرے کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھو۔ شاید فرار ہونے کے سلسلے میں کوئی چیز کام آ سکے۔"

وہ کمرے میں ہر طرف جا کر دیکھنے لگی۔ سامان کو الٹنے پلٹنے لگی، میں نے کہا "تم سب سے پہلے کھانا کھا لو۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ فرار ہونے کا راستہ ملے گا تو بھوکی رہ کر کہاں کہاں بھٹکتی رہو گی، جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ کرو۔"

اس نے میرے سمجھانے پر کھانا شروع کیا۔ "میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے تمام حالات سننے کے بعد کہا مجھے سوچنے کی مہلت دو اور اعلیٰ بی بی سے بھی مشورہ لو۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو ساری باتیں بتائیں، اس نے بھی کوئی تدبیر سوچنے کے لیے تھوڑی سی مہلت طلب کی۔ میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا، اسے بھی رسونتی کے حالات بتائے۔ رسونتی آخر اپنی تھی میرے بچے کی ماں تھی۔ سبھی اس کے لیے فکرمند ہو گئے اور سبھی اپنے اپنے طور پر کوئی اچھی سی تدبیر سوچنے لگے۔ مرجانہ نے کچھ سوچ کر کہا "سیدھی سی بات ہے، رسونتی کی طرف سے کوئی ایسی حرکت ہونی چاہیے جس سے دشمن دہشت زدہ ہو کر بے اختیار بول پڑے۔"

"اتنا تو میں بھی سمجھتا ہوں لیکن رسونتی ایسی کیا حرکت کرے؟ وہ اچانک چرٹیل تو بن نہیں سکتی کہ اسے دیکھ کر لوگ سہم جائیں۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ منجالی مجھے مخاطب کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"ایک تدبیر ہے۔ وہاں بارش زیادہ ہوتی ہے۔ پانی کیچڑ اور دلدل میں سانپ ہوا کرتے ہیں، کسی طرح سانپوں سے ڈرایا جائے"

"منجالی! رسونتی بھلا دشمنوں کو سانپوں سے کیا ڈرائے گی۔ وہ خود کسی بے ضرر سانپ کو دیکھ کر چیخ مارے گی اور بے ہوش ہو جائے گی۔"

منجالی نے کہا۔ "رات کا وقت ہے، تاریکی ہے جس جھونپڑی میں ماں رسونتی ہیں وہاں لالٹین کی روشنی بالکل دھیمی کر دیں اور ایک رسّی کا سانپ بنا کر دروازے کے پاس رکھ دیں۔"

میں نے کہا۔ "کسی حد تک یہ تدبیر معقول ہے لیکن اُس انگریز کے پاس ریوالور ہے، وہ اُسے گولی مار دے گا پھر پتہ چلے گا کہ نقلی سانپ تھا۔ اس کے بعد اور زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔ سمجھ لیں گے میں رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر انھیں بولنے پر مجبور کر رہا ہوں۔ تدبیر ایسی ہو جس پر عمل کرنے سے ناکامی نہ ہو۔"

میں نے علی بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ اُس نے کہا۔ "فرہاد! بعض حالات میں فوری طور پر کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ سچویشن بدلنے کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ لوگ جھونپڑی کے اندر داخل ہوں یا رسونتی کو باہر نکال کر لے جائیں، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا چاہیں، کوئی بھی سچویشن بدل جائے تو ایسے میں کچھ کر گزرنے کا موقع ملتا ہے۔ ہمیں تھوڑی دیر انتظار کرنا ہوگا۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا۔ "رسونتی کی جھونپڑی کے اندر کیا ہے؟"

میں نے اس جھونپڑی کے اندر جو کچھ دیکھا تھا وہ بتا دیا۔ وہ چونک کر بولی۔ "بس ٹھیک ہے، وہاں اگر رسّیاں رکھی ہوئی ہیں تو رسونتی کو پھانسی پر لٹکا دو۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا کہہ رہی ہو؟"

"ہم نے فلموں میں کتنے ہی کرداروں کو پھانسی پر لٹکتے دیکھا ہے۔ حقیقتاً وہ پھندے سے نہیں لٹکتے۔ اس کے لیے تین طرح کے پھندے بنائے جاتے ہیں۔ دو پھندے بغل کے نیچے رکھے جاتے ہیں۔ جسم کا سارا بوجھ اُن دو پھندوں پر ہوتا ہے۔ اس طرح گلے کا پھندا بالکل بے ضرر ہو جاتا ہے اور سانس نہیں رکتی۔"

میں نے کسی حد تک قائل ہو کر کہا۔ "تدبیر بہت اچھی ہے، دشمن جب دیکھیں گے کہ رسونتی مُردہ ہو چکی ہے تو بولنے لگیں گے لیکن وہ جو دو پھندے بغل کے نیچے ہوں گے وہ نظر آئیں گے۔"

"فرہاد! میں نے خوب سوچ سمجھ کر یہ بات کہی ہے۔ رسونتی ساری پہنتی ہے اور ساری کا گھیر بہت ہوتا ہے، وہ اپنی ساری کے آنچل سے دونوں بازوؤں کو چھپا سکتی ہے اس طرح بغل والے پھندے نظر نہیں آئیں گے، صرف گلے کا پھندا دکھائی دے گا۔"

• کمال ہے سونیا! تم نے کتنی دور تک سوچ لیا ہے۔ رسونتی کے بارے میں بھی خیال رکھتے ہوئے تدبیر بتائی ہے۔ یو آر اینڈ براؤڈ ٹو لو یو۔"

میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اُسے تدبیر بتائی۔ اُس نے پوچھا۔ "میں اس چھت تک کیسے پہنچوں گی؟"

وہاں لکڑی کا ایک پرانا سا صندوق رکھا ہے، میں کاٹھ کباڑ ہے، اُسے خالی کرو اور کھینچ کر بیچ کمرے میں لاؤ۔ اس کے بعد اس پر یہ میز رکھ دینا جس پر تم نے بھی کھایا ہے۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ وہ تنہا اپنے بل پر کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر اسے دے رہا تھا اور اس کی جسمانی قوت میں یوں اضافہ کر رہا تھا جب وہ رسّی کو بل سے باندھ رہی تھی تو میں نے اُس کی گرفت مضبوط کی۔ رسّی کے نیچے سے میں تین پھندے، دو پھندے بغل کے لیے ذرا نیچے، ایک پھندا گلے کے لیے پورے حساب سے گلے اور بغل کا فاصلہ سمجھتے ہوئے میں نے پورے سے وہ پھندے تیار کرا دیے۔

وہ میری ہدایت پر عمل کر رہی تھی جہاں وہ ناکام ہوتی تھی میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر اس پر عمل کراتا تھا۔ سب سے پہلے دونوں پھندوں کو اپنی دونوں بغل میں پہنا۔ تیسرے پھندے کو اپنے گلے میں ڈالا۔ اس کے جسم کا بوجھ دو بغلی پھندوں پر ہٹا اور گلے والا پھندا محض طور پر دکھاوے کے لیے۔

اب آخری مرحلہ رہ گیا تھا۔ وہ اپنے پاؤں کے نیچے سے ٹھوکر مار کر گرا دیتی اور پھندوں سے لٹک جاتی۔ ٹھیک بچے نے رونا شروع کر دیا۔ اس کی ممتا تڑپ گئی۔ اس نے پوچھا۔ "میں اس چھت تک کیسے پہنچوں گی؟"

"فرہاد! ذرا ٹھہر جاؤ۔ میں بچے کو دودھ دے کر آتی ہوں۔"

"نہیں۔ یہ اس ٹھیک موقع پر رو رہا ہے، اسے چیخ چیخ کر رونے دو، اپنے آپ کو سنبھالو۔ ممتا سے ہونا ضروری نہیں ہے کبھی کبھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔"

وہ ادھر اپنے بیٹے کی طرف دیکھ کر تذبذب میں مبتلا ہو گئی۔ میں سمجھ گیا وہ ممتا سے مجبور ہو کر پھندوں سے اتر آئے گی۔ لہٰذا اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں نے اس کے پاؤں کو ٹھوکر ماری اور اسے پھندوں سے لٹکا دیا۔

رات کے سناٹے میں میز کے گرنے اور رسّی کے کھنچنے کی آواز دور تک گئی ہوگی۔ پھر بچہ بھی چیخ چیخ کر رو رہا تھا۔ رسونتی کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کا ردِعمل ظاہر ہوگا پھر ہماری پلاننگ کام میں لگ جائے گی۔

میں نے تھوڑی دیر تک انتظار کیا۔ باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی پھر دروازہ کھلا۔ وہی دو آدمی داخل ہوئے۔ ایک لنگی اور بنیان والا اور دوسرا سیاہ پتلون، سیاہ بنیان پہنے ہوئے اور ریوالور رکھے ہوئے تھا۔ دونوں ہی دروازے پر پہنچ کر ٹھٹک گئے۔ لالٹین کی روشنی میں رسونتی چھت سے لٹکتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ لالٹین پیچھے رکھی ہوئی تھی۔ سایہ صاف طور سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس انگریز نے ٹارچ روشن کی۔ روشنی رسونتی کے چہرے پر ڈالی۔

میں نے اس کے دیدے پھیلا دیے تھے۔ زبان باہر نکال کر انتوں نے دہائی دی تھی۔ میں یہ سب کچھ اپنے طور پر کر رہا تھا ورنہ ونتی میں اتنی صلاحیت نہ تھی۔ میں ذرا بھی ڈھیل دیتا تو وہ بچے کے رونے سے تڑپ جاتی، سارا ڈرامہ دھرا کا دھرا رہ جاتا۔

وہ مقامی باشندہ اپنی زبان میں کچھ بڑبڑاتا جا رہا تھا۔ گرچہ ابھی تک خاموش تھا۔ میں رسونتی کے ذریعے اسے نہیں کھ سکتا تھا کیونکہ اس کی گردن ایک طرف ڈھلکا دی تھی۔ ے پھیلے ہوئے تھے۔ رسونتی کو اس وقت چھت کا صرف تھ نظر آ رہا تھا۔ نیچے کھڑے ہوئے دونوں آدمیوں کو وہ دیکھ سکتی تھی، نہ میں اس کے ذریعے انھیں دیکھ سکتا تھا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ دو تین بار ٹارچ کی روشنی ونتی کی آنکھوں پر پڑی۔ وہ اپنے آپ میں ہوتی تو پلکیں بھکا دیتی۔ میں نے اسے ایسا کرنے نہیں دیا۔ تب اس انگریز شن ہو گیا۔ اس نے صندوق پر چڑھتے ہوئے ہولے سے کہا۔ مجھے سُنائی نہیں دیا۔ پھر وہ صندوق پر کھڑا ہو گیا۔ ی پھر بھی اس سے بلندی پر تھی۔ صرف گردن کا پھندا کسی ہوا نظر آ رہا تھا۔ تب اُس انگریز کی آواز سنائی دی۔ گاڈ! شی از ریئلی ڈیڈ۔"

ذہانت کسی کی میراث نہیں ہے۔ ذہانت صرف دشمنوں ے حصے میں نہیں آئی ہے۔ کچھ ہمارے حصے میں بھی آئی ہے لیکن ماک مکالمہ ذہانت کا تعلق ہے میرے تجربات و معلومات کے مطابق رسونتی بنانے والے حصے میں آئی ہے۔ اگر یہ مبالغہ ہے تو اس کا سب سے بڑا ثبوت کہ سونیا نے مجھے اس حد تک متاثر کیا ہے کہ میں ہر تجربے کرتے وقت مبالغے سے کام لیتا ہوں اور ہر ایک ستہ منہ پر جانے والا اپنے محبوب کی تعریف میں ضرور تھوڑا بہت مبالغے سے کام لیتا ہے۔

میں نے اُس انگریز کو نہیں چھیڑا، چپ چاپ اسی سوچ پر ڈٹا رہا چلا گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس جھونپڑی سے ذرا فاصلے پر ایک اونچا سا ٹیلا ہے، وہاں ہیلی کاپٹر موجود ہے۔ وہ خود پائلٹ تھا، اس کا نام نارمن ہائی تھا۔ وہ اگلے حکم کا انتظار کر رہا تھا۔ اگلا حکم یہی ہو سکتا تھا کہ رسونتی کو دہلی پہنچایا جائے۔

اس حد تک معلومات حاصل کرنے کے دوران مجھے نارمن ہائی کے دماغ میں رہنا پڑا تھا۔ رسونتی سے الگ ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پوری طرح ایک مُردہ عورت کی ایکٹنگ نہ کر سکی۔ ایک تو بچے کے رونے نے اسے تڑپا دیا تھا، دوسرے دونوں بغلوں میں پھنسی ہوئی رسّی تکلیف پہنچا رہی تھی۔ وہ ایک بار کسمسائی جس کی وجہ سے چھت پر لٹکی ہوئی رسی ہلنے لگی۔ اسے مزید تکلیف محسوس ہوئی تو وہ پھر کسمسانے لگی۔ اس مقامی باشندے نے اُدھر دیکھا تو اس نے ایک چیخ ماری پھر اجنبی زبان میں کچھ کہتا ہوا، چیختا ہوا کمرے سے نکل کر بھاگ گیا۔ یقیناً وہ سمجھ گیا ہوگا کہ مُردہ زندہ ہو گیا ہے۔

میں نارمن ہائی کے دماغ میں تھا۔ اس نے پہلے تو بے رسونتی کو چھت سے جھولتے ہوئے دیکھا۔ پھر غصے میں دانت پیستے ہوئے سوچنے لگا۔ "اچھا، تو یہ چال تھی، اب میں نہیں بولوں گا۔"

پھر اس کے دماغ نے کہا۔ "لیکن شاید میں کچھ بول چکا ہوں۔" اس نے سوچا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ صندوق پر چڑھ کر اسے دیکھنے کے بعد اور اپنے طور پر اس کی موت کی تصدیق کرنے کے بعد اُس نے ایک فقرہ ادا کیا تھا، شاید وہی اس کی موت کا سبب بن جائے۔

وہ پریشان ہو گیا۔ اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "نہیں، فرہاد نہیں ہے جس وقت میں کچھ کہہ رہا تھا اس وقت وہ موجود نہیں ہوگا۔ اس عورت کو نیچے اتارنا چاہیے۔"

اس کی اپنی سوچ نے قائل ہو کر کہا۔ "ہاں، اگر اسے کچھ... نقصان پہنچا تو مجھ سے جواب طلبی ہوگی۔ مجھے اچھی طرح تاکید کی گئی ہے کہ جسمانی یا ذہنی اذیت نہ پہنچائی جائے۔ بڑے آرام سے رکھا جائے۔"

اس نے میز کو فرش پر سے اٹھا کر صندوق پر رکھا، پھر میز پر پہنچا۔ رسونتی کو رسیوں سے آزاد کر کے اتارنے لگا۔ جیسے ہی وہ فرش پر پہنچی نارمن ہائی نے ایک طرف دھکا دے کر دوڑتے ہوئے بچے کے پاس گئی، اسے اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ تھپکنے لگی اور اس کے لیے دودھ تیار کرنے لگی۔

میں نے کہا۔ "بچے کو جلدی سے دودھ پلاؤ اور اس کا سامان ایک تھیلی میں رکھو۔ تمہیں یہاں سے نکلنا ہے میں ابھی آرہا ہوں۔"

میں نارمن ہائی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ جھونپڑی سے نکل آیا تھا۔ کچھ پریشان تھا مگر اپنے آپ کو تسلی دے رہا تھا۔ "پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ فرہاد ہمارے لیے آسیب بن گیا ہے اسی لیے ہم خواہ مخواہ ہی اس سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں — خواہ مخواہ اسے اپنے دماغ میں محسوس کرنے لگتے ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "میں نے یہاں اکیلے رسونتی کو لا کر اچھا نہیں کیا اگر کسی ساتھی کو لے آتا تو بہتر ہوتا۔ اس سے کچھ مشورہ کیا جاتا۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "وہاں جیسے ہرکارات ملے، میں نے عمل کیا میرے ساتھ ایک برمی آدمی کو بھیجا گیا ہے وہ برمی زبان کے سوا کچھ نہیں جانتا ہے مقصد یہی ہے کہ فرہاد اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکے اور وہ ہیلی کاپٹر میں رسونتی کو اپنے قابو میں رکھے۔"

میں نے اس کی سوچ میں مشورہ دیا۔ "مجھے اس برمی آدمی سے مشورہ کرنا چاہیے۔"

"میں کیسے مشورہ کروں؛ وہ میری زبان نہیں سمجھتا میں اس کی زبان نہیں سمجھتا ہوں۔"

پھر اس نے سوچنا شروع کیا۔ "یہ میں خواہ مخواہ ایسی باتیں کیوں سوچ رہا ہوں؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "جب فرہاد کی طرف سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے تو ہر طرح کی باتوں کو سوچنا اور سمجھنا چاہیے۔ اور آئندہ کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے کیا یہاں ہمارے آقاؤں کے لوگ موجود ہو سکتے ہیں؟ یقیناً موجود ہیں۔ ہیلی کاپٹر کو اس اندھیری رات میں اُترنے کے لیے کس نے سگنل دیا تھا؟"

اس نے فخر سے سوچا۔ "مجھے بھلا کسی کی رہنمائی کی کیا ضرورت ہے؟ میں اتنا ماہر اور تجربے کار پائلٹ ہوں کہ صرف ہیلی کاپٹر کی سرچ لائٹ کے ذریعے سلامتی سے زمین پر اُتر سکتا ہوں؛ مجھے سگنل کی ضرورت نہیں پڑتی میرے آقاؤں نے کچھ سوچ کر ہی میری خدمات حاصل کی ہیں۔"

میں مطمئن ہو گیا کہ فرار ہونے کے دوران رسونتی کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ صرف نارمن ہائی میرے قبضے میں رہے گا۔ ہاں، وہ برمی باشندہ جو رسونتی کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر آیا تھا وہ راستہ روک سکتا تھا میں نے نارمن ہائی کو اس کی طرف روانہ کر دیا۔

اس کی سوچ نے بتایا تھا کہ وہ برمی ایک جھونپڑی میں ہے۔ "ہاں شراب پی رہا ہے۔ میں نے رسونتی سے کہا۔ "تیار ہو جاؤ بھتوڑی دیر میں وہ انگریز تمہارے پاس آئے گا۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہوں گا۔ تم اس کے ساتھ چل پڑنا۔"

میں نارمن ہائی کے پاس پہنچا۔ وہ ایک جھونپڑی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ اندر سے اجنبی آواز میں کچھ کہا گیا۔ شاید کون پوچھ رہا تھا۔ نارمن نے اپنی زبان میں کہا۔ "میں ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

دروازہ کھل گیا۔ وہ برمی باشندہ ایک آسامی عورت کے ساتھ نظر آیا۔ اندر ایک شکستہ سی میز پر شراب کی بوتل کھلی ہوئی تھی۔ برمی نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نارمن کے دماغ میں موجود ہو گیا۔ اس نے اپنے ریوالور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت برمی چونک کر اس کے پیٹ میں ایک گھونسا مارا۔ نہ تو نارمن اس بات کے لیے تیار تھا اور نہ میں۔ وہ کراہتے ہوئے جھکا۔ پھر دوسرا گھونسا نارمن کے منہ پر پڑا۔ تیسری بار اس نے نارمن کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کمرے کے اندر کھینچ لیا۔ وہ مقامی عورت چیخ مار کر ایک گوشے میں چلی گئی۔ نارمن لڑکھڑاتا ہوا آکر ایک چارپائی پر گرا تھا۔

ہم لڑنے کے عادی ہیں۔ آنا جانتے ہیں کہ کن حالات میں دشمن کیسے حملے کرتے ہیں، جب نارمن چارپائی پر اوندھے منہ گرا تو میں سمجھ گیا کہ وہ مقابل اب اس پر چھلانگ لگائے گا۔ میں نے نارمن کی ایک ٹانگ پیچھے کی طرف اٹھا دی۔ واقعی اس نے چھلانگ لگائی تھی۔ وہ ٹانگ اس کے پیٹ میں لگی۔ وہ کراہتے ہوئے ایک طرف اُلٹ گیا۔ اس کے بعد میں نے موقع نہیں دیا۔ فوراً ہی نارمن کے ریوالور کو نکالا پھر یکے بعد دیگرے دو فائر کیے کیوں کہ پہلا فائر ہوتے ہی وہ برمی فرش پر لڑھکتا ہوا دوسری طرف چلا گیا تھا لیکن وہ دوسرے فائر سے خود کو نہ بچا سکا۔ وہیں فرش پر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

نارمن ہائی نے ریوالور کو ہولسٹر میں رکھا۔ پھر وہاں سے دوسرا جھونپڑی میں آیا۔ رسونتی سے بولا۔ "جلدی چلو۔"

وہ تیار تھی۔ اس نے بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹا۔ اس کو اٹھایا جس میں دودھ وغیرہ رکھا ہوا تھا۔ پھر نارمن کے ساتھ چل پڑی۔ باہر ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ کیچڑ ہی کیچڑ تھا تاریکی میں کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ نارمن رہ رہ کر ٹارچ کی روشنی میں اسے دکھا رہا تھا۔

روشنی میں اونچے اونچے بانسوں کے جھنڈ نظر آئے۔ میں یوں لگتا تھا جیسے فلک بوس دیو نما دشمن راستہ روکنے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں لیکن وہ بانسوں سے کتراتے ہوئے اِدھر سے راستہ بدلتے ہوئے ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ رہے تھے۔ اس نے دُور روشنی پھینکی۔ وہ ہیلی کاپٹر چھوٹے سے ٹیلے پر نظر آرہا تھا۔

تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ اسی وقت نارمن کے قدم لڑکھڑا گئے۔ وہ اوندھے منہ گرا۔

میں نے اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کر لیا تھا۔ وہ خود بخود نیچے گرا تھا۔ کسی نے ٹانگ اڑائی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھ کو ہولسٹر کی طرف پہنچایا۔ اسی وقت ٹھائیں سے فائر کی آواز سنائی دی نارمن کراہ کر رہ گیا۔ اس کے ہاتھ میں گولی لگی تھی اور وہ ہاتھ اب اپنے ریوالور تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

کسی نے ٹارچ کی روشنی میں فائر کیا تھا۔ پھر روشنی بجھ گئی تھی۔ اس گہری تاریکی میں جان اسٹیورٹ کلر آف دی کلرس کی آواز سنائی دی۔ وہ طنزیہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ "میلو فرہاد علی تیمور! ذہانت کسی کی میراث نہیں ہے۔ وہ تمہارے حصے میں آئی ہے تو ہمارے حصے میں بھی آئی ہے۔ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں۔ میرے ذہن میں پہنچ کر بتاؤ۔"

اچانک ہی میں نے سوچ کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں پہنچا مگر اس نے سانس روک لی۔ میں پھر نارمن ہائی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اٹھ رہا تھا۔ جان اسٹیورٹ نے کہا۔ "نارمن! جہاں ہو وہیں رہو۔ تمہاری ہر حرکت فرہاد علی تیمور کی حرکت ہوگی۔ مجھے افسوس ہے تمہارے جیسا تجربے کار پائلٹ اب ہم سے ہمیشہ کے لیے جُدا ہو رہا ہے۔ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ میں کوئی ایسا دماغ اپنے آس پاس نہیں رکھنا چاہتا جسے فرہاد اپنا آلۂ کار بنا سکے۔"

نارمن ہائی نے کیچڑ میں ایک طرف کھسکتے ہوئے کہا۔ "جان! مجھے کیوں مار رہے ہو؟ میرا قصور کیا ہے؟"

کلر آف دی کلرس نے کہا۔ "تمہیں پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا۔ تمہاری زندگی صرف اس میں ہے کہ تم گونگے بنے رہو گے۔ اگر کبھی تم نے اپنی زبان سے ایک لفظ بھی ادا کیا تو تمہاری موت ہمارے ہاتھوں سے بھی ہو سکتی ہے۔"

اس نے خوف زدہ ہو کر کہا۔ "لیکن تم تو برما میں تھے۔ یہاں سے آگئے؟"

"تم نے اچھا سوال کیا۔ فرہاد بھی سُن لے۔ ہم تم سے پہلے ہیلی کاپٹر میں یہاں پہنچ گئے تھے۔ ہم دیکھنا چاہتے تھے، تم کے ذریعے رسونتی کو آسام اور دہلی پہنچانے والے ہیں۔ فرہاد کس طرح ٹریپ کرتا ہے۔ اگر ٹریپ نہ کر سکا تو تم سلامتی سے بچی کو دہلی تک پہنچاؤ گے۔ تمہیں تمہارا معاوضہ ادا کر دیا جائے گا۔ اگر فرہاد کے شکار ہو گئے تو اس سے پہلے تمہیں گولی مار دی جائے گی۔"

اور اس نے گولی مار دی۔

رسونتی کو دو آدمیوں نے پکڑ رکھا تھا۔ تیسرے نے بچے کو لیا تھا۔ وہ جھنجلا کر بولی۔ "تم میرے محافظ بنے ہوئے تھے۔ میرے وفادار تھے۔ میں برما میں تم پر بڑا اعتماد کرتی تھی مگر تم نے مجھے بیہوش کر کے یہاں پہنچا دیا۔"

"مادام! میں اب بھی آپ کا غلام ہوں اور سیودی اب بھی آپ کے دوست ہیں لیکن برما میں آپ کے لیے بہت زیادہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ فرہاد آپ کی وجہ سے ہمیں طرح طرح کے نقصانات پہنچا رہا تھا اس لیے ہم نے ایسا کیا ہے۔"

"یہ کوئی دوستی نہ ہوئی کہ جبراً بے ہوش کر دیا جائے۔"

"کبھی مرض بڑھ جاتا ہے خطرناک ہو جاتا ہے۔ آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے تو مریض کی بہتری کے لیے اسے بے ہوش کیا جاتا ہے۔ ہم ایسا نہ کرتے تو فرہاد راستے میں ہی آپ کے دماغ کے ذریعے بہت بُری رکاوٹ بن جاتا۔"

"میں نے تم لوگوں پر اندھا اعتماد کیا لیکن اس اعتماد کا یہ صلہ مل رہا ہے۔ میں فرہاد کے پاس جانا چاہتی ہوں اگر تم میرے دوست اور ہمدرد ہو تو مجھے اس کے پاس پہنچا دو۔"

"ہم ایک دن مزید آپ کو اُنکے پاس پہنچائیں گے جب ہم دوستانہ ماحول قائم کر لیں گے۔"

"مجھے فرہاد کے پاس پہنچا دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں اسے تمہارا دوست بنا دوں گی۔"

"آپ ہمارے آقاؤں سے یہ معاملات طے کریں۔ وہ آپ کو فرہاد کے پاس پہنچا دیں گے۔ میں تو حکم کا بندہ ہوں۔ آپ کو دہلی پہنچا رہا ہوں۔"

وہ لوگ اسے جبراً کھینچتے ہوئے لے گئے۔ وہ چیختی رہی، چلاتی رہی۔ میں اس کے پاس موجود رہ کر اسے تسلیاں دینے لگا۔ "رسونتی! چیخنے چلانے، غصہ دکھانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ حالات سے سمجھوتا کرو اور چپ چاپ چلی جاؤ۔ میں ان لوگوں سے نمٹ لوں گا۔"

وہ جھنجلا کر بولی۔ "تم کچھ نہیں کر سکو گے۔ صرف ان سے دشمنی کرتے رہو گے۔ کبھی ان لوگوں کو نقصان پہنچاتے رہو گے۔ کبھی خود نقصان اٹھاتے رہو گے۔ کوئی سمجھوتے کا، کوئی دوستی کا راستہ ہموار نہیں کرنا چاہو گے۔ فرہاد! اب بھی سوچو۔ اب میں تمہارے پاس پہنچ سکتی ہوں۔ کیوں ان لوگوں کو دوست نہیں بنا لیتے۔ کیوں نہیں سمجھوتا کرتے۔ چیلنج کرتے رہنے سے کبھی بات نہیں بنے گی۔"

"سُنو رسونتی! تم مجھے آج نہیں ملو گی تو ایک دن، ایک ماہ یا ایک سال کے بعد ضرور ملو گی۔ میں تمہیں حاصل کر کے رہوں گا، لیکن فوری طور پر حاصل کرنے کے لیے کیا ایسے دشمنوں سے سمجھوتا کر دوں اور ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دوں جنہوں نے سونیا کو ہلاک کرنے

میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی؟ یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ میں کہہ رہا ہوں، سہولت سے چلی جاؤ۔"

وہ غصّے سے خاموش رہی۔ اس نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ نہ تو جواب دینا چاہتی ہے، نہ مجھ سے کوئی بات کرنا چاہتی ہے۔ میں نے بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

ہیلی کاپٹر کے پرواز کرنے تک میں رسونتی کے دماغ میں موجود رہا۔ اگرچہ وہ میری موجودگی کو نہیں سمجھ رہی تھی۔ نہ ہی میں سمجھانا چاہتا تھا۔ میں اس کوشش میں تھا کہ شاید کوئی موقع ہاتھ آئے اور میں ہیلی کاپٹر کے پائلٹ تک پہنچ جاؤں پھر اس کا رُخ برما کی طرف موڑ دوں لیکن مجھے ایسا کوئی موقع نہیں ملا۔ سوائے رسونتی کے میں کسی اور کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا تھا۔ مجبور ہو کر واپس دماغی طور پر اپنی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ منجالی میری واپسی کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ آنکھ کھولتے ہی اس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"میں سونیا کو بتا رہا ہوں۔ تم سنتی جاؤ۔"

میں نے سونیا سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا "تمہاری تدبیر بہت ہی عمدہ تھی۔ میں کامیاب ہو گیا تھا۔ رسونتی وہاں سے فرار ہو رہی تھی۔ میں نے ایک آدمی کے دماغ پر قبضہ کر رکھا تھا لیکن جسے ٹریپ کیا تھا اس کی معلومات محدود تھیں۔ اس لیے میں دھوکا کھا گیا۔"

سونیا نے پوچھا "کیسے دھوکا کھا گئے۔ کیا ہوا؟"

میں زبان سے بول رہا تھا۔ ادھر منجالی سن رہی تھی اور سوچ کے ذریعے اُدھر سونیا کو جواب دے رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "فارمن ہائی نامی ایک پائلٹ رسونتی کو آسام کے اس حصّے میں لے گیا تھا اور وہی تنہا اسے دہلی پہنچانے والا تھا۔ اسے اچھی طرح سے سمجھا دیا گیا تھا کہ کسی حال میں بھی زبان نہ کھولے۔ اگر کھولے گا تو اسے گولی ماردی جائے گی۔ جب وہ رسونتی کو ہیلی کاپٹر کی طرف لے جا رہا تھا اور میری مرضی کے مطابق برما واپس لانے والا تھا۔ اسی وقت رسونتی کے پہلے محافظ جان آسٹور کلرآف دی کلرس نے اس کا راستہ روک لیا پھر اسے ختم کر دیا۔ رسونتی اب ایسے لوگوں کے درمیان ہے جنھیں میں ٹریپ نہیں کر سکتا۔"

سونیا نے پوچھا "اب کیا کرو گے؟"

"میں جتنے دشمنوں کے لیے موت کا وقت مقرر کر چکا ہوں۔ انھیں معاف نہیں کروں گا۔"

"فرہاد! اپنے ارادوں میں ذرا سی لچک پیدا کرو۔ کوئی ایسی سمجھوتے کی راہ نکالو کہ رسونتی واپس آجائے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "سونیا! تم بھی یہی کہہ رہی ہو جبکہ انھوں نے اپنی دانست میں تمھیں اور پارس کو ہلاک کر کے مجھ سے بہت بڑا انتقام لیا ہے۔ گویا اپنے طور پر مجھے ایک عبرتناک سزا دی ہے۔ کیا میں ایسے لوگوں کے سامنے جھک جاؤں؟"

"بات جھکنے کی نہیں ہے۔ ہمیں رسونتی واپس چاہیے۔ تم ان لوگوں کو جانی نقصان پہنچاؤ گے تو وہ بھی جواباً ایسا ہی کریں گے۔ میں نے اپنی چالاکی سے ان کی چال لوٹا دی تھی۔ ان کی زد میں نہیں آئی اس لیے اب تک پارس کے ساتھ زندہ سلامت ہوں لیکن تمھارے جو عزیز ترین اور محبوب ترین رشتے ہیں۔ اگر انھیں جانی نقصان پہنچایا گیا تو تم کب تک ان کے اطراف پہرہ بٹھاتے رہو گے؟"

سونیا کی بات ایسی تھی کہ میں ایک دم سے تڑپ کر شاہینہ کے پاس پہنچ گیا۔ دیکھا وہ بخیریت تھی۔ سعید صاحب نے تمام لوگوں کی حفاظت کے لیے بڑے اچھے انتظامات کیے تھے لیکن سوال یہی پیدا ہوتا تھا، میں کب تک ایسے پہرے بٹھاتا رہوں گا؟

اُدھر سونیا کہہ رہی تھی "فرہاد! میں اس بات کو مانتی ہوں کہ ہم آج نہیں تو کل رسونتی کو چھین کر لے آئیں گے لیکن وہ کل کب آئے گا۔ ہم نہیں جانتے۔ اس دوران ہمارے کتنے لوگ جانی نقصان یا کسی اور طرح کا نقصان اٹھائیں گے۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے۔ دشمنوں کی چال صرف دشمن ہی سمجھتے ہیں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "میں ابھی تمھارے مشورے پر غور کر رہا ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے مشورہ کیا۔ وہ بھی سونیا کی تائید کرنے لگی۔ منجالی نے بھی یہی کہا "آپ اپنے فیصلے میں تھوڑی سی لچک پیدا کر لیں۔ ان سے مذاکرہ کریں۔ دیکھیں، کیا بات بنتی ہے۔"

میں اس مقامی آفیسر کے پاس پہنچ گیا جو میاں کی میودو تنظیم کے سربراہ ڈان فریزر اور سیکرٹ ایجنٹ ٹون بیکر کی حفاظت پر مامور تھا اور جس سے پہلے بات کر چکا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "آفیسر! اس وقت بارہ بجنے کے لیے بیس منٹ ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ انھوں نے میری پوری نہیں کی۔ میری شریکِ حیات کو میرے پاس نہیں پہنچایا ہے۔"

آفیسر نے کہا "میں اس معاملے میں ان لوگوں سے بات کر رہا ہوں۔ انھیں پیرس سے احکامات موصول ہو رہے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ آپ جیسے ہی رابطہ قائم کریں، آپ سے کہا جائے کہ ڈان فریزر، ٹون بیکر یا کسی اور سیودی کو جانی نقصان پہنچا

سے پہلے آپ اپنے تمام رشتے داروں کی خیریت معلوم کر لیں۔"

میرے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اگرچہ میں شاہینہ کی خیریت معلوم کر چکا تھا۔ پھر ایک بار اس کے پاس پہنچا۔ وہ بالکل بخیریت تھی۔ اس کے سسرال والے بھی اپنی اپنی جگہ مطمئن تھے۔ میں جاوید کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

آہ، جب میں کوشش کرنے کی بات کرتا ہوں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اپنی کوشش میں ناکام ہو رہا ہوں۔ میری سوچ کی لہریں وہاں نہیں پہنچ رہی تھیں۔ میرے دماغ کو ایک زبردست جھٹکا پہنچا۔ جاوید کا دماغ اب اس دُنیا میں نہیں رہا تھا۔

میں نے فوراً ہی بھابی کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ میرے دل کو پھر ایک دھچکا لگا۔ وہاں بھی موت کی خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ میرا دل ڈوبنے لگا۔ عجیب سی حالت ہو گئی۔ مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ میں تیسری بار ریحانہ کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کرتا۔ میرے دماغ میں آندھی سی چل رہی تھی۔ سوالات گونج رہے تھے۔ اگر وہ بھی میری محبت میں میری بہن بننے کے بعد مجھ پر قربان ہو گئی ہو تو کیا ہو گا؟ میں اپنی نظروں میں گر جاؤں گا۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ لیا۔ منجالی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "کیا ہو گیا۔ آپ بہت پریشان نظر آرہے ہیں؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا "مجھے مخاطب نہ کرو۔ مجھے خاموش رہنے دو۔"

"یہی تو وقت ہوتا ہے جب اپنے کام آتے ہیں۔ خاموشی دکھ کو بڑھاتی ہے۔ دماغی پریشانیوں میں اضافہ کرتی ہے۔ آپ بولیں اپنا بوجھ ہلکا کریں۔"

میں نے کہا "جو میرے بھائی، بھابی بنے تھے جو میری بہن بنی ہوئی تھی، وہ شاید اب اس دنیا میں نہیں رہے۔"

"شاید کا کیا مطلب ہوا؟ آپ توخیال خوانی کے ذریعے ان کی خیریت معلوم کر سکتے ہیں۔"

"میں نے جاوید اور بھابی کے پاس پہنچنا چاہا۔ ان کے دماغ مُردہ ہو چکے ہیں۔ اب ریحانہ رہ گئی ہے۔ اسے آزمانے، اس کے پاس پہنچنے کا حوصلہ نہیں ہو رہا ہے۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ فوراً ریحانہ کے پاس پہنچنے کی کوشش کریں۔ اگر وہ زندہ ہوئی اور اللہ کرے کہ وہ زندہ ہو تو یقیناً اسے آپ کی مدد کی ضرورت ہو گی۔"

میں نے چونک کر منجالی کو دیکھا۔ یہ بھول ہی گیا تھا کہ وہ زندہ

معاشرتی جبر کے خلاف زاہدہ حنا کا قلم تیغِ برہنہ بن جاتا ہے

اُن کی کتاب

قندیل

سسکیاں بھرتے ہوئے مظلوموں کے لیے اُن کی تحریریں مرہم کا درجہ رکھتی ہیں

اُردو افسانے میں زاہدہ حنا کا نام اور کام کسی تعارف کے محتاج نہیں

زاہدہ کے افسانوں کا یہ مجموعہ مشاہیر ادب اور عوامی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے

قیمت ۱۰۰ روپے ڈاک خرچ ۲۰ روپے
رقم پیشگی منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کا تیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے

ہوئی تو اسے میری سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ میں دوسرے ہی لمحے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ ایک کمرے میں تنہا تھی۔ اپنے آنچل میں مُنہ چھپائے رو رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا: "ریحانہ میری بہن! میری جان! فرہاد تم پر ہزار بار قربان۔ میں آگیا ہوں۔ مجھے سہولت سے بتاؤ۔ تم اس وقت کہاں ہو؟"

اس نے روتے ہوئے کہا: "بھائی جان! میں کیا بتاؤں۔ آپ نے تو اپنی طرف سے انتظامات کر دیے تھے۔ سعید صاحب نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ پولیس والے ہمارے مکان کے سامنے تھے مگر اچانک ایسی فائرنگ ہوئی، ایسے دھماکے ہوئے کہ سارے محلے میں بھگدڑ مچ گئی۔ دشمن تعداد میں بہت زیادہ تھے، انھوں نے بھائی جان اور بھابی جان کو۔۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ آگے نہ بول سکی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

میں نے کہا: "میں جانتا ہوں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس پہنچنے کی کوشش کر چکا تھا اور ناکام رہا ہوں۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں۔ میں بہت شرمندہ ہوں میری بہن! میری وجہ سے ہی۔۔۔۔"

اس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا: "نہیں بھائی جان! نہیں۔ آپ کی وجہ سے نہیں۔ کیا محبتیں قربانیاں نہیں مانگتی ہیں؟ رشتے آزمائشوں سے نہیں گزرتے ہیں؟ ایسی بات نہ کریں، ورنہ میں سمجھوں گی، آپ ہمیں غیر سمجھتے ہیں۔"

"تم اس وقت کہاں ہو؟"

"مجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔ انھوں نے میرے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا تھا۔ میری آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی تھیں۔ پھر مجھے یہاں لاکر چھوڑ دیا۔ کمرے کو باہر سے بند کر دیا۔ دروازے اور کھڑکیوں کی ساخت بتا رہی ہے کہ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ میں کئی بار چیخ چیخ کر آوازیں دے چکی ہوں۔ باہر کسی نے بھی میری آواز نہیں سُنی۔ شاید سُنی ہو تو جواب نہیں دیا۔"

"تم اطمینان رکھو۔ پریشان ہونا چھوڑ دو۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ رونا چھوڑ دو۔ تمھارے دل پر اتنا ناز بردست صدمہ گزرا ہے کہ ایسے میں آنسوؤں کو کوئی نہیں روک سکتا۔ پھر بھی میری بہن، میں تمھیں یہاں سے صحیح سلامت نکال لے جانے کے لیے ہر ممکن کوشش کروں گا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں رنگون پولیس کے اس آفیسر کے پاس پہنچ گیا جس نے مجھے انہوں کی خبر لینے کا مشورہ دیا تھا۔ میں نے اس سے کہا: "آفیسر! میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میری شریکِ حیات کو بارہ بجے سے پہلے میرے پاس پہنچا دیا جائے گا تو میں آپ کا ملک چھوڑ دوں گا اور آپ کے ہاں امن و امان کی ضمانت دوں گا لیکن ان دشمنوں نے میرے ساتھ کتنی زیادتیاں کی ہیں۔ میرے لوگوں پر کتنے ظلم کیے ہیں۔ آپ یہاں بیٹھ کر معلوم نہیں کر سکتے۔ اس سے بڑا ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے سوتیا کو اور میرے بیٹے کو ہلاک کیا اور اب میرے بھائی جاوید اور بھابی کو قتل کر دیا ہے۔ میری بہن کو اغوا کیا ہے۔ اسے ایسی جگہ قید کیا ہے جہاں میری ٹیلی پیتھی پہنچ سکتی ہے مگر میں وہاں کا پتہ معلوم نہیں کر سکتا۔"

"مجھے ان حالات کا علم ابھی ہوا ہے۔ یہ ٹیلیکس موصول ہوا ہے۔ آپ کے لیے ہے۔ میں پڑھ کر سناتا ہوں۔ اسے سننے کے بعد مزید گفتگو ہوگی۔"

وہ اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا:

"فرہاد علی تیمور!

ہم تم سے اس حد تک دشمنی نہیں چاہتے تھے کہ ہماری دشمنی کے باعث تمھارے رشتے داروں کو کچھ نقصان پہنچے۔ ہم صرف تمھاری اس بہن ریحانہ کو یرغمال کے طور پر اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے، تاکہ تم سے کچھ سودے بازی ہو سکے لیکن ہمارے راستے میں رکاوٹیں پیدا کی گئیں۔ فائرنگ کے ذریعے ہمارے آدمی ہلاک ہوئے تو مجبوراً ہمیں بھی جوابی کارروائی کرنا پڑی۔ جس کے نتیجے میں جاوید اور اس کی وائف ہلاک ہو گئی۔ ہمیں اس کا بے حد افسوس ہے تمھاری بہن ریحانہ ہمارے پاس محفوظ ہے۔

رسوتی اور ریحانہ یرغمال کے طور پر ہمارے پاس رہیں گی۔ ہماری بھرپور کوشش یہی تھی کہ تمھاری اپنی بہن شاہینہ کو اپنے پاس لے آئیں اور اسے عزت و احترام سے رکھیں۔ جس طرح اب تک ہم نے رسوتی کی عزت کی ہے اور اس کے شایانِ شان اسے زندگی گزارنے کا موقع دیتے رہتے ہیں لیکن وہاں شاہینہ کے اطراف تم نے بہت ہی سخت پہرہ لگا رکھا ہے۔

مسٹر فرہاد! اس سوال پر غور کرو۔ تم کب تک شاہینہ کی حفاظت کرتے رہو گے؟ شاہینہ اور اس کی بیٹی بھی جلد ہی ہماری مٹھی میں ہوں گی۔ اس کے بعد کیا ہوگا؟ یہ تمھارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ سوچو، غور کرو۔ اگر ہمارے ان آدمیوں کو اپنے چیلنج کے

مطابق ہلاک کر دینا چاہتے ہو تو کر دو۔ رسوتی کے ساتھ جو سلوک ہم کریں گے وہ تو آنے والا وقت بتائے گا۔ ریحانہ کی عزت کی بھی دھجیاں اُڑا دی جائیں گی اور تمھاری بہن شاہینہ۔۔۔؟

میں نے پوری بات سننے سے پہلے غصّے سے چیخ کر کہا۔ "آفیسر! بند کرو یہ بکواس۔ میں نہیں سُننا چاہتا۔"

آفیسر نے پڑھتے پڑھتے سر اٹھا کر خلا میں دیکھا۔ پھر کہنے لگا: "میں تو دشمن کی باتیں سُنا رہا ہوں۔ یہ میری بکواس نہیں ہے ان آپ لوگوں کی دشمنی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ ہمارے دائرے سے باہر ہے۔ ابھی برما کے اعلیٰ حکام کی ایک میٹنگ ہو رہی ہے۔ یقیناً اس میں آپ کے اور یہودیوں کے خلاف فیصلہ سُنایا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں، آپ دونوں کو ملک سے نکل جانے کا کہہ دیا جائے گا۔ میں مشورہ دے رہا ہوں۔ اس ٹیلیکس میں جو کچھ لکھا ہے، آپ اس پر عمل کریں۔ مزید خون خرابے کی نوبت نہ آنے دیں۔ آپ کی بہن یرغمال کے طور پر ہے۔ دوسری بہن بھی خطرے میں ہے۔ آپ کو بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہوگا اور اپنے فیصلوں میں لچک پیدا کرنا ہوگی۔"

میں نے اپنا سر تھام لیا۔ منجالی میرے سامنے فرش پر بیٹھ گئی۔ میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولی: "میرے آقا! میں آپ کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟ آپ کی پریشانیاں کس طرح کم کروں؟ کیا ہو رہا ہے۔ کچھ مجھے بتائیں؟"

"دشمنوں نے مجھے بالکل بے دست و پا کر دیا ہے۔ بہنوں کی عزت کا سوال ہے۔ اف میرے خدایا! کیا مجھے دشمنوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے؟"

منجالی نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "نہیں میرے آقا! ایسے گھٹنے نہیں ٹیکتے۔ اسے وقتی طور پر ذرا پیچھے ہٹنا کہتے ہیں۔ جنگ میں ہوتا ہے۔ کبھی پیچھے ہٹ کر آگے بڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ وقت سب سے اہم ریحانہ کی حفاظت ہے۔ آپ اس کی حفاظت کے لیے جو کر سکتے ہیں، وہ کر گزریں۔ خواہ اس کے لیے کو اپنے مزاج کے خلاف سمجھوتا کیوں نہ کرنا پڑے۔"

میں نے بے بسی سے گہری سانس لے کر کہا: "ہاں، آج یہ مجھ میں آگئی ہے کہ میں کسی کو بہن نہیں بنا سکتا۔ بھائی نہیں بنا سکتا۔ بیوی نہیں بنا سکتا، خود باپ نہیں بن سکا۔ ایسا کروں گا تو ان سب رشتوں کو میری کمزوریاں بنا لیں گے اور انھوں نے ابھارا ہی کیا ہے۔ مجھے جھکانا ہے لیکن میرے رشتوں کو زخم لگانا پڑے گا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے کوئی سمجھوتا کرنے سے پہلے ریحانہ کی خبر لی۔ وہ اپنے بھائی جان اور بھابی جان کی مظلومیت اور موت پر اب تک رو رہی تھی۔ اس کے قریب کوئی اس کا اپنا آنسو پونچھنے والا نہیں تھا۔ میں اس کے قریب تھا۔ اس کے دماغ کے اندر تھا لیکن اس کے آنسو نہیں پونچھ سکتا تھا۔ میں نے کہا: "ریحانہ! صبر کرو۔ کب تک روتی رہو گی۔ دیکھو میں تمھاری خاطر دشمنوں کے سامنے جھک رہا ہوں۔ ان سے سمجھوتا کر رہا ہوں۔ میں تم پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔ میری بہن! میں تمھیں اپنے دل سے لگا کر رکھوں گا۔ تمھیں تنہائی کا احساس نہیں ہونے دوں گا۔"

"نہیں بھائی جان! آپ ایسا فیصلہ نہ کریں۔ آپ دن رات دشمنوں میں گھرے رہتے ہیں۔ اپنی حفاظت لازمی ہوتی ہے۔ میں آپ کے پاس رہوں گی تو آپ میرے لیے فکر مند رہا کریں گے۔ میں ایسا نہیں چاہتی۔ یہ میرے لیے شرم کی بات ہے اور ساری زندگی یہ بات پریشان کرے گی کہ میری خاطر میرے بھائی جان کو دشمنوں کے آگے جھکنا پڑا۔ نہیں میں اپنے سر یہ الزام نہیں لوں گی۔ میں یہ وقت نہیں آنے دوں گی۔"

"تم جذباتی ہو کر ایسا سوچ رہی ہو۔ میں تم سب کی خاطر دشمنوں سے کوئی ایسا سمجھوتا کروں گا جس سے ہم سب امن و

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں بھینگی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟

تو کتاب ——————

کم نظری اور اس کا علاج

قیمت ۱۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۱ روپے

آپ کو بتائے گی کہ ——————

جدید سے جدید کار کس طرح عمل کیا جا سکتا ہے۔ بذریعہ دواؤں کے اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں صحت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جا سکتا ہے

ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

مکتبہ صحت ——————

امان اور سکون سے رہ سکیں۔ کسی کو میری وجہ سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

وہ اٹھ کر باتھ روم کے دروازے کی طرف گئی۔ وہاں پہنچ کر اس نے کہا: "بھائی جان! میں ایک منٹ کی اجازت چاہتی ہوں۔ آپ وعدہ کریں، ٹھیک ایک منٹ کے بعد آپ مجھ سے پھر رابطہ قائم کریں گے۔"

وہ باتھ روم میں جانا چاہتی تھی۔ اس لیے میں نے وعدہ کیا۔ اس نے کہا: "یاد رکھیے گا۔ صرف ایک منٹ۔"

میں نے کہا: "اچھی بات ہے۔ میں ایک منٹ میں ہی آجاؤں گا۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ پھر رنگون کے اس آفیسر کے پاس پہنچ کر کہا: "آپ چاہیں تو ہمارے سلسلے میں ایک اجلاس فوری طور پر طلب کر سکتے ہیں۔ اس اجلاس میں یہودیوں کے اہم عہدیداران کے علاوہ رنگون کے پولیس افسران، انٹیلی جنس کے افسران اور آپ کے اعلیٰ حکام بھی شریک ہوں تو بہتر ہوگا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس اجلاس میں شریک رہوں گا۔"

"مسٹر فرہاد! آپ بہ نفسِ نفیس شرکت کریں تو بہتر ہوگا۔"

"مجھے افسوس ہے۔ جب تک دشمنوں سے کوئی موثر بازی نہ ہو، اس وقت تک میں خود کو ظاہر نہیں کروں گا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ گھڑی دیکھی، ایک منٹ گزرنے والا تھا۔ میں اپنے وعدے کے مطابق ٹھیک ایک منٹ کے بعد ریحانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس وقت لڑکھڑا گئی تھی۔ ایک صوفے کا سہارا لے کر اس پر بیٹھ گئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

اس نے کہا: "جب پولیس والے ہمارے گھر کے باہر پہرہ دے رہے تھے اور وہاں فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔ دشمنوں نے حملہ کیا تھا تو میں نے فوراً ہی اپنے کمرے میں جا کر الماری کھول کر ایک چھوٹی سی زہر کی شیشی احتیاطاً اپنے پاس رکھ لی تھی۔ سوچا تھا، میری عزت پر کسی نے حملہ کیا تو اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔ میں نے آپ سے ایک منٹ کی مہلت حاصل کر کے وہ زہر پی لیا ہے۔"

میں نے تڑپ کر کہا: "نہیں ریحانہ! نہیں، یہ تم نے کیا کیا؟ خودکشی کی ضرورت کیا تھی جب کہ میں تمہیں عزت آبرو کے ساتھ یہاں سے لے جانے والا تھا۔"

"بھائی جان! آپ نے بھائی ہو کر بہن کی عزت کے لیے سوچا اور اتنا بڑا فیصلہ کیا، میرے سامنے دشمنوں سے سمجھوتا کرنے لگے۔ آپ یہ بھی تو سوچیں کہ بہن اپنے بھائی کے لیے کیسے جذبات رکھتی ہے۔ وہ کبھی بھائی کا سر جھکانا نہیں چاہتی۔ نہیں بھائی جان! میں نے اپنا فیصلہ خود کیا ہے۔ اب آپ آزاد ہیں، میری وجہ سے کوئی آپ کو جھکا نہیں سکے گا۔ آپ دشمنوں کے سامنے ڈٹ کر فیصلہ کریں۔"

اس نے ایک ہچکی لی۔ میں نے کہا: "یہ تم نے کیا کیا؟ تمہارے لیے کیا کروں؟ اتنی دور ہوں کہ تمہارے لیے کچھ کر بھی نہیں سکتا۔ تمہیں وہاں سے اٹھا کر اس کمرے سے باہر نہیں پہنچا سکتا جب تک یہاں والوں سے رابطہ قائم کروں گا اور تمہارے بارے میں بتاؤں گا، اس وقت تک دیر ہو چکی ہوگی۔ تم نے مجھے بہت ہی اہم موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ تمہارے بعد میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا۔ تم نے یہ کیا کر دیا ریحانہ؟"

میں بہت مجبور تھا۔ میں اسے اس کمرے کے باہر طبی امداد کے لیے نہیں پہنچا سکتا تھا۔ آخر میں کس سے کہتا کہ کوئی میری بہن کی زندگی بچا لے۔ وہ اس وقت بالکل بے سہارا وہاں پڑی ہوئی تھی۔ میں اسے بازوؤں کا سہارا نہیں دے سکتا تھا۔ اس وقت اسے اپنی محبت بھری پناہ میں نہیں لے سکتا تھا۔

پھر اس نے دوسری بار ہچکی لی اور ساکت ہو گئی۔ میرے دماغ کا رفتہ رفتہ کمزور ہو رہا تھا۔ روشنی کی طرح ڈوبتے ہوئے بجھ رہا تھا۔ پھر وہ ہمیشہ کے لیے بجھ گئی۔

میری سوچ کو جگہ نہ ملی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس وقت میں بیان نہیں کر سکتا، میری کیا حالت تھی۔ میری مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔ دانت پر دانت جمے ہوئے چہرہ تمتما رہا تھا۔ میں جیسے اندر سے پھٹ پڑنا چاہتا تھا۔ سامنے ایک بڑی سی کھڑکی تھی۔ کھڑکی کے پٹ شیشوں تھے۔ میرے جی میں آیا کہ ابھی اٹھوں اور اتنی زور سے گھونسہ کروں کہ شیشے ایک چھناکے سے چکنا چور ہو جائیں اور یہ ہو کہ آئندہ آنے والے ایک ایک لمحے میں، ایک ایک دشمن طرح ریزہ ریزہ ہوتا رہے گا۔

مگر میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں رکھتا ہوں۔ ٹیلی پیتھی کو جوش میں آنے کے دوران پُرسکون ہونا بھی سکھاتی ہے کوا اپنے کنٹرول میں رکھنے کا فن آتا ہے اور میں نے اپنے کو قابو میں کرتے ہوئے سوچا: "نہیں، ذرا صبر، ذرا تحمل، ابھی کی گھڑی نہیں گزری ہے۔ فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے۔"

میں نے سامنے دیوار گھڑی کو دیکھا۔ ٹک ٹک ٹک بارہ بجنے کے لیے صرف دو منٹ رہ گئے تھے۔

اے بے رحم وقت۔ دو منٹ کا فاصلہ طے کر لے میرے ہاتھ میں ہے۔

کبھی وقت گزارو تو گزرتا نہیں۔ دشمنوں کے خلاف کارروائی کے لیے دو منٹ رہ گئے تھے اور یہ دو منٹ نہیں گزر رہے تھے وقت کسی بیمار کی طرح رینگ رہا تھا۔ منجالی نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "آپ بار بار گھڑی کیوں دیکھ رہے ہیں؟ پلیز آپ اپنے چیلنج پر عمل کریں۔ دشمنوں سے انتقام لینا ضروری نہیں ہے۔"

اس نے قریب آ کر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ میں نے ہاتھ جھٹک کر غصے سے کہا: "بکواس مت کرو۔ تمہیں کیا معلوم ہے، ادھر ریحانہ بھی مر چکی ہے۔"

"کیا؟" وہ حیران ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے تلملا کر کہا: "ہاں، انھوں نے جاوید کو مار ڈالا۔ ہاں، انھوں نے بھابی کو مار ڈالا اور ہاں سن لو کہ ریحانہ نے میری خاطر خودکشی کر لی ہے۔ ان لوگوں کو بھی ایسی ہی موت مرنے پر مجبور کر دوں گا۔"

منجالی پہلے تو گم صم سی ہو کر مجھے تکتی رہی۔ پھر آہستہ آہستہ میرے سامنے فرش پر دوزانو ہو گئی۔ میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی: "آپ میرے آقا ہیں۔ میں آپ کی کنیز ہوں۔ آپ کے جائز ناجائز حکم کی تعمیل کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن آپ غصے، جوش اور جنون میں کوئی جذباتی قدم نہ اٹھائیں۔ میری ایک بات، صرف ایک بات مان لیں۔"

"میں سمجھوتے والی کوئی بات نہیں مانوں گا۔"

"میں دوسری بات کہنا چاہتی ہوں۔"

"جلدی کہو۔ وقت کم ہے۔"

"آپ بارہ بجے سے پہلے ایک بار مادام سونیا سے باتیں کر لیں۔ انھیں ریحانہ کے متعلق بتا دیں۔ اپنا فیصلہ سنا دیں۔"

وہ التجا کر رہی تھی۔ میں اسے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا۔ وہ سب میرے خیر خواہ تھے۔ میری انتقامی کارروائی پر پریشان تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ بعد میں مجھے مزید پچھتانا پڑے۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

"سونیا! میرے پاس زیادہ وقت نہیں۔ صرف ایک منٹ ہے۔ ایک منٹ بعد میں دشمنوں کو دیا ہوا چیلنج پورا کروں گا۔ تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ انھوں نے جاوید کو، بھابی کو مار ڈالا ہے۔ ریحانہ کے لیے خودکشی کے حالات پیدا کر دیے۔ اس نے خودکشی کر لی۔ صرف اس لیے کہ وہ مر جائے گی تو میں فیصلہ کرنے کے لیے آزاد رہوں گا اور اب میں آزاد ہوں۔ دشمنوں کے سامنے جھکنے نہیں جھکوں گا۔"

سونیا نے ساری باتیں سننے کے بعد کہا: "فرہاد! میں تم سے بہت دور ہوں۔ تمہیں آگے بڑھ کر روک نہیں سکتی لیکن میرا تو سکون قبول کرنا چاہو تو جوش اور انتقامی جذبے سے باز آجاؤ۔ دماغ کو بالکل پُرسکون رکھو۔ کوئی دانش مندانہ فیصلہ کرو... تمہارے کسی اقدام سے شاہینہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

وہ میری دُکھتی رگ کو سمجھتی تھی۔ اس لیے شاہینہ کا حوالہ دے کر انتقامی کارروائیوں سے باز رکھنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ رہ کر سوچتا رہا۔ وہ مجھے آوازیں دے رہی تھی۔ میں رنگون کے پولیس آفیسر کے پاس پہنچ گیا پھر میں نے اس سے پوچھا: "آفیسر! آپ ہمارے سلسلے میں اجلاس طلب کر رہے تھے۔ اس کا کیا بنا؟"

"مسٹر فرہاد! آدھی رات ہو رہی ہے۔ اس وقت اعلیٰ حکام اپنی خواب گاہ سے باہر نہیں آئیں گے۔ سب آرام کر رہے ہیں۔ یہ میٹنگ کل صبح ہی ہو سکتی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میری بات سن لیں۔ آپ کو یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ میرا بھائی جاوید اور بھابی مارے گئے۔ میری بہن نے خودکشی کر لی۔ ایسے حالات میں میرا جوش اور جنون کیا رنگ لا سکتا ہے، یہ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ میں نے خود اجلاس طلب کرنے کے لیے کہا تھا۔ اگر یہ اجلاس کل تک کے لیے ٹل رہا ہے تو یہی سہی۔ میرے حق میں کوئی مناسب فیصلہ نہ ہوا۔ میرے ساتھ انصاف نہ ہوا تو میرے دشمن کل کا دن تو دیکھ لیں گے۔ رات نہیں دیکھ سکیں گے۔"

میں نے سعید صاحب کے پاس پہنچ کر انھیں جاوید، بھابی اور ریحانہ کے متعلق بتایا۔ انھوں نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ آہستگی سے بولے: "میں نے اپنے طور پر ان کی حفاظت کے مکمل انتظامات کیے تھے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ آپ کی کوتاہی نہیں ہے۔ تقدیر کو یہی منظور تھا۔ بے چاروں نے مجھ سے محبت کے رشتے استوار کیے اور موت کو گلے لگا لیا۔ اب میں آپ سے ایک درخواست کرنے آیا ہوں۔"

"غیروں کی طرح باتیں نہ کرو۔ بولو، کیا چاہتے ہو؟"

"کل اپنے دشمنوں سے بہت اہم فیصلے ہونے والے ہیں۔ اس لیے شاہینہ اور میری بھانجی شبانہ کی حفاظت جس حد تک آپ کر سکتے ہیں، کرتے رہیں۔ کوشش کریں کہ دشمنوں کا سایہ بھی ان کے قریب نہ پہنچ سکے۔"

"میں حتی الامکان کوشش کروں گا۔ کل سے ہم غنڈوں، بدمعاشوں اور ایسے مشکوک افراد کا محاسبہ شروع کر رہے ہیں، جو آلۂ کار کے طور پر باہر کے لوگوں کے لیے کام کرتے ہیں۔ کبھی اسمگلروں کے کام آتے ہیں، کبھی غیر ملکی سازشوں میں حصہ لیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ یہودیوں کے آلۂ کار بن کر ہمیں اور تمہیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ میں ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔"

ان کی بات ختم ہوتے ہی پاس رکھا ہوا ٹیلیفون چیخنے لگا۔

انھوں نے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف کی آواز سنی۔ پنڈی کی کال تھی۔ انھوں نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ پھر کسی نے کہا: "جناب! آپ کے حکم کے مطابق جاوید صاحب اور ان کی فیملی کی حفاظت کے لیے مکمل انتظامات کیے تھے اس کے باوجود ہم ناکام رہے۔ میں آپ کو پوری رپورٹ سناتا ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ میں فرہاد کے سامنے بے حد شرمندہ ہوں۔ تم لوگ اس بات کو نہیں سمجھ سکتے۔ تم لوگوں نے شاید اب تک یہ بھی نہیں معلوم کیا ہوگا کہ مرحوم جاوید کی بہن کو دشمن اغوا کر کے کہاں لے گئے ہیں؟"

"جناب! ابھی تھوڑی دیر پہلے ہمیں ٹیلیفون کے ذریعے اطلاع ملی ہے۔ ان کی بہن کی لاش جہاں دستیاب ہو سکتی ہے۔ وہاں کا پتہ ٹیلیفون پر بتایا گیا ہے۔ ہمارے آدمی وہاں گئے ہیں۔"

میں نے سعید صاحب سے کہا: "آپ اپنے ماتحتوں سے کہہ دیں کہ جاوید بھائی اور ریحانہ کی لاشوں کو ان کے والدین تک پہنچانے اور ان کی آخری رسومات ادا ہونے تک آپ کے آدمی وہاں موجود رہیں۔"

وہ میرے مشورے کے مطابق اپنے ماتحت کو ہدایات دینے لگے۔ میں اپنی جگہ واپس آ گیا۔ منجالی میرا منہ تک رہی تھی۔ میرا آخری فیصلہ سننے کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے آہستگی سے سر کو جھکا کر کہا۔ "میں نے کل دن کے بارہ بجے تک اپنا فیصلہ محفوظ رکھا ہے۔ کل یہودی تنظیم کے اہم افراد، پولیس کے افسران اور برما کے اعلیٰ حکام کی ایک میٹنگ ہے۔ میں اس میٹنگ میں خیال خوانی کے ذریعے شریک رہوں گا۔ دیکھوں گا۔ فیصلہ کیا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہی کچھ کروں گا۔"

وہ بڑے پیار سے میرے بالوں میں کنگھی کرنے لگی۔ "آپ تھوڑی دیر کے لیے سو جائیں۔ نیند تمام دکھوں کی عارضی دوا ہے۔ انسان سونے کے بعد اس دنیا کی تمام فکر اور پریشانیوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "میں اپنے دشمنوں کو مارنے کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ چیلنج کر رہا تھا۔ انھوں نے اس کے برعکس میرے پیاروں کو مار ڈالا اور میں اب تک یونہی بیٹھا ہوا ہوں۔ مجھ سے ریحانہ کی موت بھلائی نہیں جا سکتی۔"

"آپ جاگتے رہیں گے اور اسی طرح سوچتے رہیں گے۔ سوچتے رہیں گے تو دماغی طور پر الجھتے رہیں گے۔ پلیز میرا مشورہ مان لیجیے۔ سو جائیے۔ میں آپ کا سر سہلاتی ہوں۔"

میں چپ چاپ لیٹ گیا۔ وہ میرا سر سہلانے لگی۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ اپنے دماغ کو ہدایات دیں پھر گہری نیند میں ڈوب گیا۔

انسان پیدا ہوتے ہی دنیا کے کسی رشتے کو نہیں سمجھتا۔ اس کے برعکس دنیا کے تمام رشتے اسے سمجھاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اپنی شناسائی کراتے ہیں۔ اس کے بعد وہ کسی رشتے کی محبت سے انکار نہیں کرتا۔ بعض حالات میں لہو کے رشتوں سے مُنہ بولا رشتہ زیادہ مستحکم ہو جاتا ہے اور یہ زبان سے قائم ہونے والے رشتے ایسی قربانیاں دیتے ہیں کہ مثال قائم ہو جاتی ہے۔ ایسے رشتوں کو موت چاہے توڑ دے میں نہیں توڑ سکتا اور جب توڑ نہیں سکتا تو انھیں مارنے والے دشمنوں سے سمجھوتہ بھی نہیں کر سکتا۔ یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی ہے کہ ایک فریق بہت زیادہ طاقت ور ہونے کے باوجود بہت سے مستحکم ذرائع کا مالک ہونے کے باوجود، دوسرے فریق کے سامنے کبھی کبھی کیوں چپ ہو جاتا ہے۔ سُپر طاقتیں اپنی اپنی جگہ مونچھوں پر تاؤ دیتی ہیں لیکن ایک سُپر طاقت کسی دوسری سُپر طاقت کی مونچھیں نہیں مونڈ سکتی۔ وہ ایک دوسرے کی کمزوریوں کو جانتے ہیں اور ان کمزوریوں کے سبب وہ ایک دوسرے سے سمجھوتہ کرتے رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

اب میرے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔ میں غیر معمولی صلاحیت رکھنے کے باوجود دشمنوں سے آزادانہ جنگ نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ میں کا پابند ہو رہا تھا۔ دشمن میرے رشتوں کو میری کمزوریاں بنا کر مجھے مجبور بنانا سیکھ گئے تھے۔ کاش شاہینہ میری بہن نہ ہوتی۔ سونیا میری محبوبہ نہ ہوتی۔ رسونتی بیوی نہ ہوتی اور پارس بیٹا نہ ہوتا۔ پھر میں کسی کی مٹھی میں نہ آتا۔ میری کوئی کمزوری نہ ہوتی۔ ہاں، مگر پھر میں انسان نہ ہوتا۔ کیوں کہ رشتوں کے بغیر اور محبت کی خاطر قربانیوں کے بغیر صرف جانور ہی زندگی گزارتے ہیں۔ میں نے اپنی نیند کا وقت صرف چار گھنٹے مقرر کیا تھا۔ یہ میرے لیے بہت تھا۔ میں ان حالات میں زیادہ سونا بھی نہیں چاہتا تھا۔ میری زندگی ایک ایسے موڑ پر آ گئی تھی۔ جہاں دشمنوں کے سامنے تخت یا تختہ ہونے والا تھا۔ ان کے ہاتھوں اس قدر نقصانات اُٹھانے کے بعد اگر میں اپنی شرائط منوا سکتا۔ رسونتی کو واپس نہ لا سکتا اور بحالتِ مجبوری ان سے دوستی کر لیتا تو یہ دوستی دراصل حکومت کا دوسرا نام ہوتی۔

ٹھیک چار بجے میری آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں ہلکی نیلی سی خواب آور روشنی تھی۔ باہر ابھی اندھیرا تھا۔ آتی گہری خاموشی تھی جیسے سارا عالم سو رہا ہو۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر سے اتر کر کمرے کے باہر آیا۔ کوریڈور ویران تھا جیسے اس کوٹھی میں کوئی نہ رہتا ہو۔ منجالی شاید دوسرے کمرے میں سو رہی تھی۔

میں نے اس کے دماغ میں جھانکنا مناسب نہیں سمجھا جیسے ہی اس کے دماغ میں پہنچتا، وہ بیدار ہو جاتی۔ میں نے ڈرائنگ روم میں آ کر دیکھا۔ اس کا بیرونی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ باہر برآمدے میں کینیشو سو رہا تھا۔ مجھے تعجب ہوا کہ کینیشو ایسا غیر ذمے دار شخص نہیں تھا کہ دروازہ کھلا چھوڑ کر سو جاتا۔ میں تیزی سے چلتا ہوا دروازے تک پہنچا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ بڑی ہی کچی نیند سوتا تھا۔ ذرا سی آہٹ پر اُٹھ جاتا تھا۔ میں نے پوچھا: "یہ دروازہ کیوں کھلا رکھا ہے؟"

اس نے سامنے لان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا....

منجالی وہاں ہری ہری گھاس پر یوگا کا آسن جمائے سانس روکے بیٹھی ہوئی تھی۔ برآمدے کی گلوب لائیٹ لان تک پہنچ رہی تھی۔ ابھی چاروں طرف اندھیرا تھا۔ دور آسمان کے مشرقی کنارے پر صبح کاذب کا دھندلکا سا نظر آ رہا تھا۔ صبح سے پہلے صبح کاذب ہوتی ہے۔ یعنی ایک جھوٹی صبح ہوتی ہے۔ دھوکا ہوتا ہے کہ دن نکلنے والا ہے لیکن رات کا کچھ حصہ پھر بھی باقی رہتا ہے۔

کھلی فضا میں سانس لیتے ہوئے بڑی تازگی محسوس ہو رہی تھی۔ مجھے بھی یوں لگ رہا تھا جیسے اب تک میں نے جھوٹی زندگی گزاری ہو اور اب سچی زندگی کی صبح طلوع ہونے والی ہے۔ جو کچھ میں نے کیا۔ وہ دور ختم ہو گیا۔ آج سے نئے فیصلے کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز ہونے والا تھا۔

منجالی اب سبز گھاس پر گھٹنوں کے بَل نیم استادہ تھی، دونوں ہاتھ اس نے آسمان کی طرف اُٹھائے تھے پھر کمر کی طرف سے خم کھانے لگی۔ آہستہ آہستہ پیچھے کی طرف کمان ہونے لگی۔ اس کے جسم میں ایسی لوچ اور لچک تھی کہ اس لمحے ناگن لگ رہی تھی۔ جب پوری طرح خم کھا کر دونوں ہاتھوں کو اس نے پیچھے گھاس پر ٹیک دیا تو اس کی نظر مجھ پر پڑی۔ اس نے دونوں ہاتھوں کے بل الٹی قلابازی کھائی، سیدھی کھڑی ہوئی پھر میری طرف پلٹ کر اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے۔ سر کو جھکا لیا جیسے میری تعظیم کر رہی ہو۔ پھر اس نے سر کو اٹھا کر مسکراتے ہوئے پوچھا: "آپ اتنی جلدی بیدار ہو گئے؟"

میں برآمدے سے گزر کر لان میں آ گیا۔ تازہ ہوا میں گہری سانس لے کر بولا: "صبح خیزی بہت اچھی عادت ہے۔ تم لوگوں نے بابا فرید واسطی کے ادارے میں رہ کر ہمیشہ صبح کی لطافتیں حاصل کی ہیں۔ ایسی تازہ بہ تازہ ہواؤں میں جسمانی اور دماغی ورزشیں کی ہیں۔ صبح خیزی کے خوب فائدے اٹھائے ہیں۔ اس کے برعکس میں تمام رات خیال خوانی کرتا ہوں اور صبح جاگنے کے وقت سو جاتا ہوں۔"

"اچھا ہوا۔ آپ جلدی بیدار ہو گئے۔ کھلی فضا میں رہیں گے، تازہ ہوا میں سانس لیں گے تو ذہنی پریشانی کچھ کم ہو گی اور مثبت انداز میں سوچنے کے لیے ذہن پرسکون رہے گا۔"

"تم یوگا کی مشقیں جاری رکھو۔ میں ذرا سامنے والی سڑک پر ٹہلنے جا رہا ہوں۔"

"میں بھی چلوں؟"

"چلو گی تو بور ہو جاؤ گی۔ میں خیال خوانی میں مصروف ہو جاؤں گا یا پھر سوچتا رہوں گا۔ مجھے ذرا تنہائی چاہیے۔ تم مائنڈ نہ کرنا۔"

وہ مسکرا کر بولی: "آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ میں کل سے آپ کے ذہنی سکون کے لیے دعا کر رہی ہوں۔ اگر یہ سکون تنہائی میں حاصل ہوتا ہے تو آپ کو تنہا رہنا چاہیے۔"

میں نے مسکرا کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اسے ذرا تھپک کر آگے بڑھ گیا۔ کوٹھی کے احاطے سے نکل کر سڑک پر آ گیا۔ پھر آہستہ آہستہ سڑک کے کنارے چلنے لگا۔ دور تک ویرانی، خاموشی اور نیم تاریکی تھی۔ بڑی بڑی شاندار کوٹھیاں ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھیں۔ ان کے مین گیٹ اور باغیچوں کی ہلکی روشنیاں سڑک پر پہنچ رہی تھیں۔ میں ذرا دور جانے کے بعد سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔

پریس میں آدھی رات گزر چکی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں دس بجے تک سبھی کو سو جانے کا حکم تھا اور سبھی اس حکم پر عمل کرتے تھے لیکن وہ اور اعلیٰ بی بی میرے انتظار میں جاگ رہی تھی۔ وہ میری ریحانہ جیسی بہن کی موت پر میرے جوش و جنون کو اچھی طرح سمجھ رہی تھیں اور یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھیں کہ پتہ نہیں، میں دشمنوں کے خلاف کیسی انتقامی کارروائیاں کروں گا۔۔۔ کیسا قدم اُٹھاؤں گا۔

جب میں نے سونیا کو مخاطب کیا تو وہ چونک گئی پھر بولی۔ "مجھے تم پر غصہ آ رہا ہے مگر تمھارے حالات کے پیشِ نظر معاف کر رہی ہوں۔ کبھی تو دوسروں کا خیال کیا کرو۔ مجھ سے باتیں کرتے کرتے اچانک ہی سلسلہ منقطع کر دیا۔ میں آوازیں دیتی رہی اور تم چلے گئے۔ کب سے انتظار کر رہی ہوں۔ مجھے نیند بھی نہیں آ رہی ہے۔ آخر تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم اپنے ذہن کو پرسکون نہیں رکھ سکتے؟"

"رکھ سکتا ہوں۔ یہی ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔ پلک جھپکتے ہی نیند آ گئی تھی۔ اب ذہن پرسکون ہے۔ میں ہوش میں نہیں ہوں۔ ہوش میں ہوں۔"

"خدا کا شکر ہے۔ کیا وہ لوگ رسونتی کو واپس کر رہے ہیں؟"

"ابھی دشمنوں سے بات چیت کا آغاز نہیں ہوا۔ صبح دس بجے یعنی اب سے ساڑھے پانچ گھنٹے بعد اجلاس منعقد ہو گا۔"

"تم کیا کہنے والے ہو، کیا کرنے والے ہو؟"

"ابھی میں نے سوچا نہیں ہے۔ صبح کی تازہ ہوا کھا رہا ہوں۔ اس اجلاس میں خیال خوانی کے ذریعے پہنچوں گا۔ ان کی باتیں سنوں گا۔ پھر کوئی فیصلہ کروں گا۔"

"اگر انھوں نے رسونتی کو واپس نہیں کیا تو میں وعدہ کرتی ہوں۔ واشنگٹن پہنچ کر اسے واپس لاؤں گی لیکن سوال پیدا ہوتا ہے۔ ہم کہاں کہاں محاذ آرائی کریں گے۔ صرف رسونتی کی بات نہیں

ہے تمہارے تنتے ہی عزیز ترین رشتے ہیں۔ کس کس کو دشمنوں کی نظروں سے چھپاتے اور بچاتے رہو گے؟"

"اگر انھوں نے ہنوتی کو واپس نہ کیا تو میں واشنگٹن جاؤں گا۔ کیا تم پاکستان جا کر شاہینہ کی اور شبانہ کی حفاظت کر سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں، میں سائے کی طرح ان کے ساتھ لگی رہوں گی۔"

"پھر مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔ تم، مرجانہ، اعلیٰ بی بی اور منجالی اپنی اپنی حفاظت کرنا خوب جانتی ہو۔ رہ گیا پارس تو اس کے لیے جمیلہ اور جواد الخیری کافی ہیں۔ مجھے ان کی طرف سے اطمینان ہے۔ ارے ہاں، ان کی شادی کا کیا بنا؟"

"کل صبح سویل میرج ہے۔ جمیلہ جواد الخیری کی دُلہن بن کر پارس کو لے کر اس کے محل میں چلی جائے گی۔ واقعی پارس کی طرف سے ہم بالکل مطمئن رہیں گے۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا: "تم سونیا کو کتنی جلدی لاہور پہنچا سکتی ہو؟"

"میں ابھی معلومات حاصل کرتی ہوں۔ جو بھی پہلی فلائٹ ہو گی۔ اس میں سونیا کے لیے ضرور سیٹ حاصل کر لوں گی۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ وہ پیار بھری ناراضگی سے بولی۔ "تم غیروں کی طرح شکریہ کیوں ادا کر رہے ہو۔ کیا میری محبت اور میرے خلوص کو بھول چکے ہو؟"

"تم بھولنے والی چیز نہیں ہو۔"

سونیا سامنے بیٹھی ہوئی تھی اس لیے اعلیٰ بی بی نے اس کے سامنے اپنی مسکراہٹ کو ضبط کیا۔ پھر چپکے سے سوچ کے ذریعے بولی۔ "سونیا لاہور پہنچ جائے گی۔ کیا میں تمہارے پاس آ جاؤں تمھیں اس وقت ایک ساتھی کی ضرورت ہے۔ تم بہت پریشان ہو۔"

اس کی بات سن کر میری نگاہوں کے سامنے منجالی کا چہرہ آ گیا۔ پتہ نہیں چند دنوں میں اس نے کیا جادو کیا تھا۔ میرے حواس پر چھائی ہوئی تھی۔ مجھے اتنی اچھی لگتی تھی کہ اس کا ساتھ چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ میرے اندر کے ہرجائی مرد نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔

"میں خود تمہارا ساتھ چاہتا ہوں لیکن ہمیں ایسے وقت جذباتی نہیں بننا چاہیے۔ تمہیں وہاں پارس کی خاطر رہنا چاہیے۔ کل جمیلہ کی شادی ہو جائے گی، اس کے بعد بھی تمھیں ان پر کڑی نظر رکھنا ہے اور اپنے آدمیوں کو عورتوں کو خادموں کے روپ میں جواد الخیری کے ہاں بھیجنا ہے۔ بہت سی ذمے داریاں تم پر ہیں۔"

وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ جبراً مسکراتے ہوئے بولی: "تم ٹھیک کہتے ہو۔ پہلے میں یہاں کی ذمے داریوں کو پورا کروں گی لیکن دیکھ لینا۔ جلد ہی تمہارے پاس پہنچوں گی۔"

میں نے اس کی دلجوئی کی۔ پھر اس سے رخصت ہو کر رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سو رہی تھی۔ اس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا کہ وہ دہلی پہنچ گئی ہے۔ اسے ایک شان دار کوٹھی میں آرام سے رکھا گیا ہے۔ اگرچہ اس کا بہت خیال رکھا جاتا ہے لیکن کوٹھی کے چاروں طرف سخت پہرہ لگا رہتا ہے۔ اس کی خدمت کے لیے دو خواتین کوٹھی کے اندر رہتی ہیں لیکن وہ بہت ہوشیار ہیں۔ کبھی منہ سے ایک لفظ ادا نہیں کرتی ہیں، نہ ہی اپنی آواز سُناتی ہیں۔ اشاروں کے ذریعے کام ہوتا رہتا ہے۔

میں اس کے خوابیدہ دماغ سے اور بہت سی معلومات چاہتا تھا اسی وقت مجھے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سُنائی دی۔ میں نے خیال خوانی کا سلسلہ ترک کیا پھر پلٹ کر دیکھا۔ کیسنو دور سے دوڑتا آ رہا تھا۔ میں نے پریشان ہو کر فوراً ہی اس کے دماغ میں جھانکنا لگائی۔ پوچھا: "کیا بات ہے؟"

وہ دوڑتے دوڑتے رک گیا۔ کہنے لگا: "ابھی باس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ بہت ضروری باتیں۔"

"اچھا، تم جاؤ، میں اُن سے بات کر لوں گا۔"

وہ واپس جانے لگا۔ میں نے باس اینجلو کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا: "جناب! آپ کے لیے ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔ ہم مادام رسونتی کو واپس لا سکتے ہیں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "وہ کیسے؟"

"میں نے آپ کے حالات سے اپنے ماسک مین کو باخبر رکھا ہے۔ جس وقت یہ پتہ چلا کہ مادام کو دہلی کے راستے واشنگٹن پہنچا جائے گا تو ہمارے ماسک مین نے دہلی میں ریڈ پاور کے باس کو متحرک کر دیا کہ دشمنوں سے نمٹا جائے۔ ہمیں ایک گھنٹے بعد مادام کی واپسی کے سلسلے میں یقیناً خوشخبری ملے گی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی خوشخبری نہیں ہے بلکہ خوش فہمی ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے جناب! ہمارے ملک کی طرف سے دہلی سے یہ درخواست کی جائے گی کہ وہ مادام کو وہاں سے آگے نہ جانے دیں۔"

"بھارتی حکام رسونتی کو کس طرح روک سکتے ہیں؟"

"اس طرح کہ پیڈلٹشی طور سے مادام بھارتی شہری ہیں۔ کسی غیر ملکی کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ ایک ہندو ستانی عورت کو اس کی مرضی کے بغیر وہاں سے لے جائے۔"

میں نے قائل ہو کر کہا: "یہ اچھا پوائنٹ ہے لیکن بھارتی حکام یہودیوں کی مخالفت مول لینا پسند نہیں کریں گے۔"

اینجلو نے کہا: "ہمارا ماسک مین مختلف پہلوؤں سے دباؤ ڈال رہا ہے۔ بھارتی حکام کو سمجھایا جائے گا کہ وہ کھل کر یہودیوں کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے ہیں اور ان کے منہ کا نوالہ نہیں چھیننا چاہتے ہیں تو وہ بظاہر ان کا ساتھ دیں۔ مادام کے دہلی سے واشنگٹن جانے پر اعتراض نہ کریں مگر وہ پردہ ریڈ پاور کے ہاتھ مضبوط کریں۔ انھیں اتنا موقع دیں کہ وہ مادام کی رہائش گاہ میں گھس کر انھیں وہاں سے لے جا سکیں۔"

میں نے کہا: "آپ لوگ جس طرح دن رات میرا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس کے لیے میں ماسک مین کا شکر گزار ہوں۔ انھیں میری نیک خواہشات پہنچا دیجیے۔ میں انتظار کروں گا کہ اُن کی کوششوں کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔"

"اگر مادام کو وہاں سے اغوا کرنے کا مرحلہ آئے گا تو آپ کے تعاون کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"میں ہر طرح سے تیار ہوں۔"

"آپ ایک گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ کوئی ایسی بات ہوئی تو آپ خیال خوانی کے ذریعے وہاں ریڈ پاور کے ساتھیوں کی مدد کر سکیں گے۔"

میں نے وعدہ کیا۔ پھر خیال خوانی کا رابطہ ختم کر دیا۔ اس وقت صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھیل چکی تھی۔ میں ایک پارک کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ دولت مند بوڑھے صبح سویرے ٹہلنے کے لیے اپنے اپنے گھروں سے نکلے تھے۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بھی دوڑ لگانے آئے تھے۔ پارک میں کہیں کہیں لوگ نظر آ رہے تھے۔ میں ٹہلتا ہوا ذرا دور نکل گیا۔ ایک درخت کے سائے میں کچھ لوگوں کی بھیڑ نظر آ رہی تھی، وہاں ایک نوجوان پلتھی مارے بیٹھا تھا اور اس کا رُخ درخت کے تنے کی طرف تھا۔ اس کے بیٹھنے کا انداز مہاتما بدھ کے گیان دھیان والے آسن جیسا تھا۔ میں سمجھ گیا۔ وہ کوئی مہاتما بدھ کا عبادت گزار بھکشو ہو گا۔ اس کے آس پاس کوئی پانچ چھے مرد اور اتنی ہی تعداد میں کچھ عورتیں عقیدت مندانہ انداز میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں وہاں سے گزر جانا چاہتا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر رُک گیا۔

مہاتما بدھ درخت کے سائے میں تنے کی طرف پشت کر کے گیان دھیان میں مصروف رہتے تھے لیکن وہ نوجوان تنے کی طرف منہ کر کے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ تنے کے ایک حصّے کو پوری توجہ سے تک رہا تھا۔ میں نے قریب جا کر دیکھا۔ درخت کے تنے پر ایک ننھا سا سیاہ دائرہ بنا ہوا تھا اور وہ اس دائرے پر اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا۔ فوراً سمجھ میں آ گیا۔ وہ پتلی پیتھی کی ایک اہم مشق سے گزر رہا تھا۔

مجھے چشم زدن میں اپنا ماضی یاد آ گیا۔ میں لاہور میں راوی کے کنارے ویرانے میں اسی طرح ایسی مشق سے گزرتا رہا تھا۔ شمع بینی کی مشقیں مکمل کرنے کے بعد میں درخت کے تنے پر چنے کے برابر سیاہ دائرہ بناتا تھا اور اس کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھ جاتا تھا۔ نظریں اس پر جما کر اپنی ساری توجہ اس پر مرکوز کر دیتا تھا لیکن ایسی مشقوں کے دوران تنہائی بہت ضروری ہے۔ میں یہ سب کچھ ایک ویرانے میں کیا کرتا تھا۔ جب کہ وہ جوان کھلے پارک میں بھری آبادی کے درمیان ایسا کر رہا تھا۔ اس پر یہ کہ آس پاس مرد اور عورتیں نظر آ رہے تھے۔ ایسے میں بھلا ذہنی یکسوئی کیا ہو سکتی تھی۔ یقیناً وہ پتلی پیتھی کے سنجیدہ عمل سے زیادہ ایک نمائش تھی۔

میں اس درخت کے پیچھے آ گیا۔ کچھ عورتیں اور مرد ہاتھ ہلا ہلا کر مجھے وہاں سے ہٹنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس جوان کے عمل کرنے کے دوران کوئی مداخلت ہو۔ میں مسکرا کر اس نوجوان کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ کامل سے دشمنوں نے مجھے ذہنی طور پر خوب اُلجھایا تھا حتیٰ کہ مجھے بار بار جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔ اب وہ بات نہیں تھی۔ میرے حق میں فیصلہ ہونے کے راستے ہموار ہو رہے تھے اور نہ بھی ہوتے تو رسونتی کو حاصل کرنے کی راہیں کھل چکی تھیں۔ میں نے سوچا، تھوڑا وقت اس پتلی پیتھی سیکھنے والے جوان کے ساتھ گزارا جائے، اس کے ساتھ تھوڑی سی تفریح دماغ میں اور تازگی پیدا کر دے گی۔

وہ مجھ سے تقریباً تین گز کے فاصلے پر تھا۔ ہمارے درمیان درخت کا بڑا سا تنا تھا۔ میں اس تنے کے پیچھے سے ایک طرف سر جھکا کر جھانکنے کے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ ظاہر تھا کہ اس کی توجہ بٹ جاتی۔ یوں بھی وہ پوری طرح اپنے عمل میں سنجیدہ نہیں تھا۔ اس کی نظریں بھٹک گئیں اور مجھ پر جم گئیں اور جب جم گئیں۔ تو میں نے اس کی نظروں کو اپنی نظروں سے ہٹنے کا موقع نہیں دیا۔

پہلے تو اس کی سوچ نے بوکھلا کر اپنے آپ سے پوچھا: "یہ شخص کون ہے؟ اس پر سے میری نظریں ہٹنا نہیں چاہتی ہیں؟"

دوسرے ہی لمحے میں نے اس کی سوچ میں کہا: "میری نظریں جب چاہیں ہٹ سکتی ہے بلکہ یہ سامنے والا شخص میری نظروں کی گرفت میں آ گیا ہے۔ میرا پتلی پیتھی کا عمل کامیاب ہو رہا ہے۔ مجھے اپنی سوچوں کی لہروں کو آزمانا چاہیے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے بڑے بڑے عاملوں کی طرح اپنی بڑی اور سُرخ آنکھوں سے گھورتے ہوئے تحکمانہ انداز میں پوچھا: "کون ہو تم؟ سامنے آؤ۔"

میں اس کے اور درخت کے درمیان میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اسی انداز میں ڈانٹ کر پوچھا: "کیا تم نہیں جانتے تھے کہ میں بہت بڑا عمل کر رہا تھا۔ تمھیں میرے سامنے آنے کی جرأت کیسے ہوئی تھی؟"

میں چپ چاپ سر جھکائے کھڑا رہا۔ اس نے حکم دیا۔ "اِدھر دیکھو۔"

میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ پھر کچھ ایسی پریشانی ظاہر کی جیسے اس کی آنکھوں کی گرفت میں آ کر گھبرا رہا ہوں۔ اس نے

فاتحانہ انداز میں مسکرا کر کہا "تم اپنے دماغ میں اچھی طرح سوچ لو کہ میرے حکم کی تعمیل نہیں کرو گے۔ میں بیٹھنے کے لیے کہوں گا تو تم نہیں بیٹھو گے۔ اسی طرح کھڑے رہو گے۔"

نوجوان نے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے مردوں اور عورتوں کو دیکھتے ہوئے کہا "اب تم سب تماشا دیکھو۔ تم کہتے تھے کہ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ میں ابھی دکھاتا ہوں۔ یہ شخص نہیں بیٹھنا چاہتا لیکن ابھی بیٹھ جائے گا۔"

یہ کہہ کر اس نوجوان نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے دماغ کو کہنے لگے "اے میری سوچ کی لہرو، جاؤ سامنے والے شخص کے دماغ میں جاؤ اور اسے بیٹھنے پر مجبور کر دو۔"

وہ دماغ میں یہ باتیں سوچ کر انتظار کرنے لگا جیسے سوچ کی لہروں کو میرے دماغ میں آتے ہوئے محسوس کر رہا ہو۔ میں نے اس کے دماغ کو سہارا دیا۔ پھر اس کی سوچ میں کہا "سامنے والا شخص بیٹھ گیا ہے۔"

اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول کر دیکھا تو واقعی میں بیٹھا ہوا نظر آیا۔ وہ خوشی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہنے لگا "دیکھو، دیکھو میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"

ایک نوجوان لڑکی نے اُٹھ کر بڑی زبان میں کچھ کہا۔ میں اس نوجوان کے دماغ سے اس کے ترجمے کو سننے لگا۔ وہ دونوں بھائی بہن تھے۔ بہن کہہ رہی تھی "تم فراڈ کر رہے ہو۔ تم نے یقیناً اس شخص کو کچھ دے دلا کر تیار کیا ہے۔ ہمیں اُلو بنانے کے لیے صبح سویرے یہاں لے آئے۔ اب اس آدمی کے ذریعے اپنی ٹیلی پیتھی کا تماشا دکھا رہے ہو۔"

میں نے اس نوجوان کی سوچ میں کہا "اگر میری بہن بڑی زبان کے بجائے انگریزی میں کوئی بات کرے گی تو میری سوچ کی لہریں انگریزی زبان کو کیچ کر لیں گی پھر میں ٹیلی پیتھی کا تماشا اسے دکھا سکوں گا۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی اس جوان نے اپنی بہن سے کہا "تم بکواس کر رہی ہو۔ میں تمہارے ساتھ بھی یہی تماشے کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تم انگریزی میں مجھ سے کوئی بات کہو۔"

اس لڑکی نے انگریزی میں پوچھا "میں تم سے کیا بات کروں تم نے تو سارے گھر کو پاگل بنا رکھا ہے۔"

میں اسی لمحے لڑکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا بھائی سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا "یہ بات ہے تو تم سب گواہ رہنا! ابھی یہ میرے پاس آئے گی۔ جھک کر میرے پاؤں کو چھو کر سیدھی کھڑی ہو گی اور مجھے پرنام کرے گی۔"

لڑکی نے پاؤں پٹخ کر کہا "میری جوتی کرے۔"

اس نوجوان نے حکم دیا "چلو، آگے بڑھو۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

لڑکی میری مٹھی میں تھی۔ وہ بے اختیار آگے بڑھی۔ اس نے جھک کر اپنے بھائی کے پاؤں کو چھو لیا۔ پھر سیدھی کھڑی ہو کر دونوں ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔ اب تو سب لوگ حیرانی سے اس جوان کو دیکھنے لگے، میں نے اس لڑکی کے دماغ کو پوری طرح اپنے قابو میں نہیں رکھا تھا۔ اسے بھی سوچنے سمجھنے کی حد تک آزاد چھوڑا ہوا تھا۔ اس نے بھائی کے حکم کی تعمیل میں جو کیا تھا، وہ میرے حکم کے مطابق سوچ کی لہروں میں بہہ کر بے اختیار کیا تھا۔ اب شدید حیرانی سے اور بے یقینی سے اپنے بھائی کا منہ تک رہی تھی۔

وہ نوجوان جو ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کرنے کی خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ اس کا نام کرپا دان تھا۔ وہ بدھ مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے آس پاس جتنے بزرگ تھے۔ ان میں اس کے ماں باپ، چچا، چچی اور ماما، مامی تھے۔ ان کے علاوہ نوجوانوں میں اس کی ایک بہن، دو چچا زاد بہنیں، دو سگے بھائی اور دو کزن تھے۔ اس کے دونوں سگے بھائی اس بات سے خوش تھے کہ کرپا خبطی ہے اور ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم اور دوسرے علوم سیکھنے کے چکر میں اپنی زندگی اور اپنی جوانی برباد کر رہا ہے۔ اپنے باپ کے کاروبار میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔ اس کے دونوں سگے بھائی کاروبار سنبھالتے تھے اور ایک دن وہی دونوں ساری دولت پر قبضہ کرنے والے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ باپ کے مرتے ہی کرپا کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیں گے۔

کرپا دان کی سب سے بڑی اور بنیادی کمزوری یہ تھی کہ وہ مستقل مزاج نہیں تھا اور جو لوگ مستقل مزاج نہیں ہوتے، وہ دنیا کا کوئی بھی علم مکمل طور پر حاصل نہیں کر سکتے۔ خاص طور پر ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم جیسا علم حاصل کرنے کے لیے بہت ہی مستقل مزاجی اور قوت ارادی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بات کرپا میں نہیں تھی۔ اس نے بچپن سے کتنے ہی علوم کی کتابیں پڑھنا شروع کیں۔ اسے جس علم میں خاصی کامیابی حاصل ہوئی وہ قیافہ شناسی کا علم تھا۔ اس نے قیافہ شناسی سے تعلق رکھنے والی بے شمار کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اس کے سامنے جو بھی شخص آتا تھا، وہ اس کے چہرے کا بغور مطالعہ کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ بڑی کامیابی سے چہروں کو پڑھنے لگا۔ وہ ذرا سی دیر میں کسی بھی شخص کی اندرونی کیفیات کو ظاہر کر دیتا تھا۔ اپنے دونوں سگے بھائیوں کے متعلق اس نے کہہ دیا تھا کہ یہ اوپر سے بھائی کی محبت جتاتے ہیں لیکن اندر سے کینہ رکھتے ہیں۔ بہن مغرور اور خود غرض ہے۔ اپنے ان دو بھائیوں کی زیادہ حمایت کرتی ہے جو باپ کا کاروبار سنبھالے ہوئے ہیں اور آئندہ انہی بھائیوں سے

فائدہ پہنچنے کی اُمید ہے۔ پورے خاندان میں صرف ماں اس کی اور روح کی گہرائیوں سے اپنے بیٹے کرپا کو چاہتی تھی۔ اس باپ اور دوسرے تمام رشتے دار اسے نیم پاگل سمجھتے تھے۔

کرپا دان کے متعلق اتنی تفصیل پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آئندہ میری داستان میں یہ ایک اہم رول ادا کرنے والا کردار ہے تو میں تفریح کی غرض سے اس کے قریب گیا تھا۔ بعد میں یہی تفریح مستقل رابطے کا سبب بن گئی۔ کرپا کی بہن کا نام نیا کماری تھا۔ وہ مجھے گہری، ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی، پھر اس نے اپنے دونوں بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے چیا "کیا اس آدمی کا چہرہ کچھ جانا پہچانا نہیں ہے؟"

اس کے دونوں بھائیوں نے اور دوسرے لوگوں نے بھی مجھے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ پھر اس کے ایک بھائی نے ن کا نام کرما تھا کہا "دیدی! یہ فرہاد کی تصویر سے بہت ملتا جلتا ہے۔"

میں ذرا سنبھل گیا۔ یہ تو اچھا ہی ہوا تھا کہ میں نے پچھلی رات لیٹ اپ نہیں اتارا تھا، سونے کے وقت صرف مونچھیں نکال اور سر سے وگ اتار کر رکھ دی تھی۔ صبح اُٹھ کر پھر انھیں چہرے جمایا تھا۔ یقیناً دماغ کے کسی گوشے میں یہ بات تھی کہ صبح رے چہل قدمی کے لیے نکلوں گا تو کوئی مجھے پہچاننے والا نہ ا جائے اور یہی ہو رہا تھا لیکن وہ لوگ پورے یقین کے ساتھ ے شناخت نہیں کر سکتے تھے۔

کنیا کماری کے دوسرے بھائی ورما نے کہا "ہاں دیدی! پلے بیڈ روم میں فرہاد علی تیمور کی جو تصویر ہے اس سے یہ ملتا جلتا ہے۔ اگر اس کی مونچھیں نہ ہوں۔ بال کاٹ دیے ں اور آنکھ کے پاس وہ مسہ نہ ہو، بھویں گھنی نہ ہوں تو...؟"

میں نے اس کی بات ختم ہونے سے پہلے مسکرا کر کہا "اگر ہو۔ اگر وہ نہ ہو۔ اگر آنکھیں بڑی ہوں۔ ناک چھوٹی ہو۔ منہ لمبوترا ہو۔ سر گڑا ہو تو میں کسی سے بھی مشابہت رکھ سکتا ہوں۔ ات وہی ہے کہ یہ ایسا نہ ہوتا تو ویسا ہوتا۔"

انھوں نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ ورما نے اپنے ئی کرپا سے کہا "بھیا! ہم مانتے ہیں۔ آپ بڑے گیان والے ، ذرا ایک اور تماشا دکھائیں تو مان جائیں گے۔"

میں نے کرپا کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذریعے کہا۔ ی میں تماشا دکھاتا ہوں۔ تمہارے اور کرما کے دل و دماغ میں تجسس چھپا ہوا ہے۔ تم دونوں باری باری بتاجی کے سامنے ن کر دو۔"

اس کے دونوں بھائی کرما اور ورما ذرا سٹپٹائے پھر ڈھیٹ ر مسکرائے۔ انھیں یقین تھا کہ ایسا نہیں ہو سکے گا۔ کرپا دان نے اپنی آنکھیں بند کر دیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کا عمل کرنے والا تھا۔ اپنی سوچ کی لہروں کو اپنے دونوں بھائیوں کے دماغ میں باری باری پہنچانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی مدد کی۔ پہلے کرما کے دماغ کو قابو میں لے کر کہنا شروع کر دیا "بتاجی! ہم دن رات اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کرپا بھیا کا دماغ جلد ہی خراب ہو گا اور آپ ان سے بیزار ہو کر انھیں پاگل خانے بھیج دیں گے۔"

ورما نے کہا "ہم سوچتے ہیں۔ اگر کرپا بھیا جلدی پاگل نہ ہوئے تو کم سے کم آپ کا دیہانت (انتقال) ہو جائے پھر ہم آپ کی دولت، جائداد اور کاروبار پر قبضہ جما لیں گے۔ یہ ہمارے ہاتھ کا کھیل ہے۔ کیوں کہ عملاً ہم ہی کاروبار کر رہے ہیں۔ کرپا بھیا کا ان سب معاملات سے دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ ہم آپ کے بعد انھیں بڑی آسانی سے پاگل خانے بھیج دیں گے۔ رہ گئی ایک بہن کنیا کماری تو اسے بیاہ کر کچھ جہیز دے کر رخصت کر دیں گے۔"

ان کی ماں نے آگے بڑھ کر ڈانٹتے ہوئے کہا "مورکھو! تمھیں کیا ہوا ہے۔ اپنے باپ کی موت کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ ان کی لمبی عمر کے لیے دُعائیں نہیں مانگ سکتے۔"

ورما اور کرما بوکھلائے ہوئے تھے۔ پہلے تو ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ انھوں نے بے اختیار اپنے دل کی بات کیسے کہہ دی ہے۔ پھر انھوں نے غصّے سے کرپا کو دیکھا۔ کرما نے کہا "ہم نے جو کچھ کہا۔ یہ ہمارے دل کی بات نہیں ہے۔ کرپا بھیا اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم سے زبردستی ایسی باتیں اُگلوا رہے ہیں۔ ہمیں آپ کے سامنے دوشی (قصوروار) بنا رہے ہیں۔"

دوسرے بھائی ورما نے کہا "ہاں پتاجی! آپ جانتے ہیں۔ ہم کتنی ایمان داری سے آپ کا کاروبار سنبھالے ہوئے ہیں۔ ہم آپ کے سامنے ایک ایک پیسے کا حساب رکھ دیتے ہیں۔ کہیں سے کوئی بے ایمانی نہیں کرتے۔"

ان کے باپ نے تائید میں سر ہلا کر کہا "میں تم دونوں سے بہت خوش ہوں۔ یہ نالائق پہلے تو نالائق تھا۔ اب معلوم ہوتا ہے۔ سچ مچ تھوڑا بہت علم حاصل کر چکا ہے اور اس کے ذریعے تم دونوں کو میری نظروں سے گرانا چاہتا ہے۔ کرپا! میں آخری بار تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ اگر تم ان فضول حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے تو میں تمھیں گھر سے نکال دوں گا۔"

"میں ایک سنت سادھو ہوں۔ مجھے آپ کی دولت، جائداد اور آپ کے گھر سے کیا لینا ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ مجھے نکال دیں، میں خود ہی جا رہا ہوں۔"

اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر باپ کو نمستے کیا، پھر ماں کے قدموں کی طرف جھک گیا۔ ماں نے اسے پکڑ کر اپنے گلے

سے لگاتے ہوئے کہا: "نہیں، میرے لال! ماں ساری دنیا چھوڑ سکتی ہے مگر اپنے بچے کو نہیں چھوڑ سکتی۔ تُو کہیں نہیں جائے گا میں تجھے کہیں نہیں جانے دوں گی۔"

"ماں! مجھے جانے دو۔ میں پتاجی کو اور ان بھائیوں کو بتاؤں گا کہ میں پاگل نہیں ہوں۔"

میں وہاں تفریح کے لیے گیا تھا لیکن ماحول میں گہری سنجیدگی آگئی تھی۔ ماں بیٹے کی جدائی کا ایک غمناک ڈراما شروع ہو گیا تھا میں وہاں سے آہستہ آہستہ چلا آیا۔ پارک سے باہر نکلنے کے بعد میں نے کرپا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ ماں کے رونے کے باوجود ان سے دور نکل گیا تھا اور اب بغیر سوچے سمجھے، کسی منزل کا تعین کیے بغیر کسی طرف چلا جا رہا تھا۔ اسے اپنے گھر کو اور اپنے خاندان والوں کو چھوڑ کر جانے کا دکھ نہیں تھا، دُکھ اس بات کا تھا کہ اس کے اپنے کمرے میں ایک چھوٹی سی ذاتی لائبریری تھی جس میں علم نجوم، علم الاعداد، قیافہ شناسی، ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم سے متعلق بہت ضروری کتابیں تھیں۔ اس نے وہ تمام کتابیں دُنیا کے مختلف ممالک سے منگوائی تھیں۔ ان کے علاوہ ایک بڑی سی تصویر اس کے کمرے کی دیوار پر لگی ہوئی تھی اور وہ تصویر میری تھی۔ میری تصویر کے آگے ایک شمع دان تھا۔ وہ شمع روشن کر کے وہاں بیٹھی مار کر مشقیں کیا کرتا تھا۔ جن میں وہ بُری طرح ناکام رہا تھا اور اس کی ناکامی کی وجہ میں بتا چکا ہوں۔ دنیا کا کوئی بھی شخص قوتِ ارادی اور مستقل مزاجی کے بغیر کسی بھی شعبے میں مہارت اور کسی بھی علم میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔

اسے اپنی کتابیں اور میری تصویر چھوڑ کر جانے کا دُکھ تھا، لیکن یہ خوش فہمی تھی کہ اب ٹیلی پیتھی کے ذریعے بہت سی دولت حاصل کر لے گا۔ پھر میری تصویر اور کمرے کی تمام کتابیں لے آئے گا۔ اپنے لیے ایک عالی شان کوٹھی تعمیر کرائے گا۔ دُنیا کا سب سے دولت مند انسان کہلائے گا۔ لوگ اس کے آگے پیچھے پھرتے رہیں گے اور اس کی شہرت فرہاد علی تیمور کی طرح دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جائے گی۔

وہ بے چارہ دل سے میرا عقیدت مند تھا لیکن احمق تھا۔ اتنی ساری کتابیں پڑھنے کے باوجود اس کا دماغ کورا رہ گیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ ایک گدھے پر دنیا جہاں کی کتابیں لاد دو تو وہ عالم فاضل نہیں بن جاتا۔ اب وہ جہاں بھی جا کر ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرے گا۔ وہاں یقیناً جوتے کھائے گا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ ایسا ہو۔ وہ اپنا حق اپنے والدین سے حاصل کر لے۔ بھائیوں کی سازشوں سے بھی نجات مل جائے تو پھر میں اسے سبق سکھاؤں گا کہ نیم حکیم خطرۂ جان اور نیم مُلّا خطرۂ ایمان کیسے ہوتا ہے۔

میں اپنی خفیہ رہائش گاہ کے لان میں پہنچ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ بنجامن نے کہا: "آپ غسل کر لیں۔ ابھی ناشتہ تیار جاتا ہے۔"

"میں ذرا خیال خوانی کروں گا۔ اس کے بعد غسل کر لوں گا۔ تھوڑا انتظار کر لو۔"

ایک گھنٹہ پورا ہو چکا تھا۔ میں باس اینجلو کے پاس پہنچ اس نے کہا: "ہمارا خیال دُرست نکلا۔ بھارتی حکمراں اسرائیل کو ناراض کرنا نہیں چاہتے اس کے ساتھ وہ ماسک مین کی دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہاں آپ کی موجودگی ضروری میں آپ کو ایک آواز سُنا رہا ہوں۔ آپ اس کے پاس پہنچ جائیں۔"

ایک کیسٹ ریکارڈر اینجلو کے سامنے رکھا ہوا تھا نے اسے آن کیا۔ چند لمحوں بعد کسی کی آواز سنائی دی: مسٹر فرہاد علی تیمور! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں آپ کو کر رہا ہوں اور جواباً آپ کی آواز اپنے دماغ میں سننے کا منتظر ہوں۔ جناب عالی! میں دہلی ریڈ پاور تنظیم کا باس ہو میرا نام وجے آنند ہے۔ سچ پوچھیے تو میں آپ کو سچ مچ ایک مانتا ہوں اور ایک پجاری کی طرح آپ کا عقیدت مند ہوں میرے پاس جب بھی آئیں گے، مجھے اپنا سیوک (خادم) ہی بند کر دیجیے۔ میں جا رہا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں وجے آنند کے دماغ میں پہنچ اس وقت وہ ایک بڑے سے ہال میں ایک اُونچے سے چبو پر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے بہت سی کرسیاں تھیں جن پر پ افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں جوان بھی تھے اور ادھیڑ عمر کے بھی۔ وجے آنند ان سے کہہ رہا تھا: "تم لوگ اپنی اپنی ڈیوٹی طرح سمجھ لو۔ فرہاد صاحب کے ساتھ کام کرنے اور ان کے آنے کا یہ ہماری زندگی کا پہلا موقع ہے۔ اگر ہم ناکام ہو ریڈ پاور کی تنظیم سے خارج کر دیے جائیں گے۔ یہ عیش و دنیا بھر کی سہولتیں جو ہمیں حاصل ہیں، سب ہم سے چھین گی۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ مجھے فرہاد صاحب کے شرمندہ ہونا پڑے گا اور میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

ایک جوان نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر پوچھا: "جناب! ڈیوٹی کب سے شروع ہوگی؟"

وجے آنند نے جواب دیا: "مادام رسوتی کو جس کوٹھی گیا ہے وہاں بھارتی پولیس کے آدمی پہرہ دے رہے کی تعداد چھ ہے اور ان کا ایک آفیسر ہے۔ ان کی ڈیوٹی ایک بجے تک ہے۔ پھر شفٹ بدل جائے گی۔ دوسری ایک دوسرا پولیس آفیسر اور اس کے چھ سپاہی وہاں پہنچیں

وہ ہم سب ہوں گے۔ دوسری شفٹ میں جس پولیس آفیسر کی ڈیوٹی ہے اس سے ہمارے معاملات طے ہو گئے ہیں۔"

میں نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو مسٹر وجے آنند! میں آپ کا دوست فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ دیدے پھیلا کر اپنے دماغ کے اندر میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے لگا۔ میں نے کہا۔ اس طرح آپ مجھے کبھی محسوس نہیں کر سکیں گے۔ صرف یہ سمجھنے کی بات ہے کہ اس وقت آپ کے دماغ میں جو لب و لہجہ۔ آپ کے لب و لہجے سے مختلف ہے۔ میں فرہاد ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا: "اگر آپ واقعی فرہاد علی تیمور ہیں تو یقین ہیں، میں اس وقت اپنے آپ کو بہت ہی خوش نصیب سمجھ ہوں۔ کیا میں اپنے ماتحتوں کو آپ کی آمد کی خوشخبری سناؤں؟"

"بیشک سُنائیں۔ ابھی جس جوان نے آپ سے سوال کیا تھا، اب میں اسی کے ذریعے آپ سے گفتگو کروں گا۔"

وہ بڑی مسرت سے کہنے لگا: "میں اپنے تمام کامریڈز کو یہ خوشخبری سُناتا ہوں کہ جناب فرہاد علی تیمور ہمارے درمیان اس وقت موجود ہیں۔"

وہ سب فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر اٹینشن ہو گئے۔ میں نوجوان کے دماغ پر قابض ہو کر اسے اس اسٹیج پر لے گیا، جہاں ان کا باس وجے آنند کھڑا ہوا تھا۔ پھر میں نے اس کی زبان سے کہا: "دوستو! میں فرہاد علی تیمور ہوں اور اس وقت آپ کے ساتھی کے ذریعے آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔"

سبھی لوگ بے یقینی سے اپنے اس ساتھی جوان کو دیکھنے لگے بھلا جس ساتھی کو برسوں سے اپنے برابر سمجھتے رہے تھے اسے فرہاد حیثیت سے برتر کیسے سمجھ سکتے تھے۔ میں نے کہا: "آپ لوگوں سے کوئی ایک مجھ سے گفتگو کرے۔ میں ثابت کرتا ہوں۔"

ایک نے مجھ سے بات کی۔ میں نے پھر وہی ٹیلی پیتھی تماشے دکھائے۔ کسی کو کسی کی مرضی کے بغیر بٹھا دیا۔ کسی کو اِدھر اُدھر چلا دیا۔ کسی کے سر کی ٹوپی کسی دوسرے کے سر پر رکھوا دی سب ہی قائل ہو کر کہنے لگے: "سوا گنتم، سوا گنتم، مسٹر فرہاد علی تیمور! خوش ہم سب آپ کے تابعدار ہیں اور آپ کے ایک ایک حکم پر رکی سانس تک عمل کرتے رہیں گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "میں ماسک مین کا شکر گزار ہوں۔ ان لیے ارکانِ برما میں ہے اور برما کے باس اینجلو نے جس طرح ساتھ دیا ہے اور دے رہے ہیں۔ میں اسے کبھی بھلا نہیں ں گا۔ میری زندگی میں بہت کم لوگ ایسے آئے ہیں جو یادگار طور پر میرے دماغ میں نقش ہو گئے ہیں۔ ان میں باس اینجلو انکی شامل ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر وجے آنند اور آپ تمام بھی مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے۔"

ان سب نے پھر اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ میں نے کہا۔ "مسٹر وجے آنند! کیا آپ نے اس کوٹھی کا اندرونی جائزہ لیا ہے، جہاں رسوتی کو رکھا گیا ہے؟"

باس وجے آنند نے جواب دیا: "میں ابھی تک کوٹھی کے اندر نہیں گیا ہوں لیکن معلومات حاصل کی ہیں۔ وہاں مادام رسوتی کے پاس دو مسلح ہندوستانی عورتیں ہیں۔ جو ہمیشہ گونگی بنی رہتی ہیں۔ اپنی آواز نہیں سُناتیں۔ ہم کوٹھی میں پہنچنے کے بعد انھیں اپنے قابو میں کر لیں گے۔ وہاں جو سب سے شہ زور اور خطرناک شخص ہے اس کا نام جان اسٹیورٹ کلرآف دی کلرس ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: "آپ نے صحیح آدمی کو اپنی نظر میں رکھا ہے۔ وہی سب سے زیادہ خطرناک ہے اور ایسی چالیں چلتا ہے کہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آتیں۔"

پھر میں نے وجے آنند کو آسام کے واقعات بتائے کہ کس طرح میں رسوتی کو وہاں سے نکال لانا چاہتا تھا لیکن جان اسٹیورٹ کلرآف دی کلرس نے میرے منصوبے کو ناکام بنا دیا۔ لہٰذا یہاں بھی یہ بات خاص طور پر ذہن میں رکھی جائے۔ جان اسٹیورٹ کوئی ایسی چال چلے جو بظاہر سمجھ میں نہ آئے لیکن عین کامیابی کے وقت اس کی چال ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنے پر مجبور کر دے۔

فرہاد صاحب! ہمارے چھ آدمی چھ سپاہیوں کے رُوپ میں وہاں رہیں گے۔ ان میں سے دو سپاہی اس کوٹھی کی چھت پر رہیں گے۔ باقی کوٹھی کے چاروں طرف رہیں گے۔ ہمارے علاوہ جان اسٹیورٹ کے دو آدمی ہیں۔ یعنی ہمیں تین آدمیوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ ہم نے اچھی طرح سے معلومات حاصل کی ہیں، ان کا کوئی چوتھا آدمی نہیں ہے۔ اگر انھوں نے کوٹھی کے باہر اپنے خفیہ آدمی کوٹھی کے چاروں طرف چھوڑ رکھے ہیں۔ اتنے سارے انتظامات کے باوجود اگر دشواری پیش آئے گی تو ہمارا ایک ہیلی کاپٹر اس کوٹھی کی چھت پر آئے گا۔ تمام آدمی بادام کو چھت تک پہنچانے کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے اور ہم کسی بھی طرح انھیں اس ہیلی کاپٹر میں سوار کرا دیں گے۔ اس کے بعد انھیں وہاں سے جانے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔"

میں نے مطمئن ہو کر کہا: "اچھی بات ہے۔ میں یہاں کے وقت کے مطابق ٹھیک بارہ بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ فی الحال مجھے اجازت دیں۔"

ہم نے دو چار رسمی باتیں کیں۔ پھر ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔ میں نے رسوتی کے پاس پہنچ کر اسے مخاطب کیا تو وہ مُنہ بنا کر بیٹھ گئی۔ ناراضگی ظاہر کرنے لگی۔ میں نے کہا: "کیا تم میری مجبوریوں کو نہیں سمجھ سکتی ہو؟"

"کیا سمجھوں۔ اسی دن کے لیے کہتی تھی کسی طرح مجھے اپنے پاس بلالو۔ نہیں بلاؤ گے تو میں دشمنوں کی قید سے فرار ہو جاؤں گی لیکن برما میں تم نے مجھے ایسا کرنے نہیں دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں اپنے ہی دیش میں آکر پھنس گئی۔"

"تم اطمینان رکھو۔ دشمن تمھیں یہاں سے نہیں لے جاسکیں گے۔ میں تمھیں اپنے پاس بلانے کے لیے پوری کوشش کر رہا ہوں۔"

"تم دلاسے ہی دیتے رہو گے۔"

"رسونتی! یہی بے اعتمادی تمھیں اس مقام تک لے آئی ہے۔ اب تو سبق حاصل کرو۔"

"میرے دماغ کی گہرائی میں جھانک کر دیکھو۔ میں تمھارے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کرتی لیکن تم ہر بار مجھے فریب دیتے ہو۔ کبھی کچھ کہتے ہو۔ کبھی کچھ کہہ دیتے ہو۔ جانے کیسی میرا پھیری کرتے رہتے ہو۔ ایسے میں کوئی عورت اگر اپنے مرد پر شبہ کرے تو یہ جرم نہیں ہے۔ عورت کو اس کا حق پہنچتا ہے۔"

"اچھا تم اپنا حق استعمال کرو۔ میں وہاں کے وقت کے مطابق ایک بجے پہنچوں گا۔ تمھاری رہائی کے انتظامات کیے جا رہے ہیں لیکن تم اپنے آپ کو اسی طرح بے بس، مجبور ظاہر کرتی رہو ورنہ تمھارا اطمینان دیکھ کر جان اسٹیورٹ اور محتاط ہو جائے گا۔"

میں تھوڑی دیر تک اسے تسلیاں دیتا رہا۔ دلبری کی باتیں کرتا رہا۔ وہ خوش ہو گئی۔ میں نے رخصت ہوتے ہوئے کہا۔ "دیکھو تم خوش نظر آرہی ہو مسکراؤ نہیں۔ اپنے چہرے پر سنجیدگی اور پریشان پیدا کرو۔"

دوسرے لمحے وہ پریشان نظر آنے لگی۔ میں اس سے رخصت ہو گیا۔ سر اٹھا کر دیکھا تو منجالی سامنے ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "جانتے ہیں۔ کیا وقت ہو رہا ہے۔ آپ نے کہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد غسل کر کے ناشتہ کریں گے۔ اب نو بج رہے ہیں۔ ایک گھنٹے بعد اجلاس منعقد ہونے والا ہے اور آپ کو وہاں دماغی طور پر حاضر رہنا ہے۔"

میں وہاں سے اٹھ گیا۔ ہم دونوں لان سے گزرتے ہوئے کوٹھی کے اندر آئے۔ بیڈ روم میں پہنچ کر منجالی نے پوچھا۔ "آپ کے لیے کون سا لباس نکالوں۔ گھر میں آرام کریں گے یا باہر نکلنے کا کوئی چانس ہے؟"

"پتہ نہیں، اجلاس میں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اپنی مرضی کے مطابق نہ بیٹھے تو شاید ہمیں اس رہائش گاہ سے ہاتھ پڑے۔"

میں غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں چلا آیا۔ منجالی مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر رہی تھی اور میری الماری سے میرے لیے لباس کا انتخاب کرتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ یقیناً بہت ہی ذہین اور موقع شناس تھی۔ جانتی تھی کہ اچانک رہائش گاہ سے باہر نکلنا پڑے تو ہمیں پوری طرح ایکشن میں رہنا ہو گا۔ اس لیے اس نے پتلون اور ہاف آستین کی بنیان نکالی تھی۔ اضافی جیکٹ نکال کر رکھ لیا تھا۔ میں شیو کرنے لگا۔ زندگی کے کسی بہت بڑے امتحان سے گزرنا ہو، کسی کڑی آزمائش کا سامنا ہو یا کوئی اہم فیصلہ کرنا ہو تو یقیناً ایسے معاملات پر پوری توجہ، غور کرنا چاہیے اور فیصلے کے لیے ضروری نکات اپنے ذہن میں رکھنے چاہئیں اور اگر کوئی بات سمجھ سے رہ گئی ہو تو اسے حالات پر چھوڑ دینا چاہیے لیکن اس کے لیے لازمی ہے کہ آدمی کا ذہن پرسکون اور تر و تازہ ہے۔ تاکہ بروقت کوئی فیصلہ کرنے کی گھڑی آئے تو حاضر دماغ سے فیصلہ ہو سکے۔ میں اپنے دماغ کو تر و تازہ رکھنے کی غرض سے کرپا دان کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس وقت کرپا مصیبت میں تھا۔ ایک ہوٹل کا منیجر اس کے گریبان کو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "یو مین سنس۔ جب تمھاری جیب میں پیسے نہیں تھے تو تم نے اتنے بڑے ہوٹل میں آکر ناشتہ کرنے کی جرأت کیسے کی؟"

کرپا نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم مجھ سے متاثر نہیں ہو؟"

منیجر نے جھنجلا کر پوچھا۔ "کیسے متاثر ہو سکتا ہوں، تم نے کیا خوبی ہے؟"

"اے واہ، جب میں اس ہوٹل میں داخل ہو رہا تھا تو میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم سے کہا تھا کہ مسکراؤ تو تم مجھے دیکھتے ہی مسکرا دیے تھے۔"

"ارے او گدھے! میں تو ہر آنے والے گاہک کو دیکھ کر مسکراتا ہوں۔" منیجر نے کہا۔

"اوں۔ یہ کیا بات ہوئی۔ اے بھئی گریبان تو چھوڑ دے پہلے بات تو سن لو۔"

"یہاں مفت کھانے والوں کی بات نہیں سنی جاتی۔ بات تو تب جانی ہے۔"

"اچھا بات بھی سنا دینا لیکن اس بات کا کیا جواب ہے کہ میں میز پر جا کر بیٹھ گیا تو میں نے میرے کو اپنی زبان سے آرڈر نہیں دیا بلکہ سوچ کے ذریعے حکم دیا کہ چار پوریاں ایک پیالہ دال اور ایک کپ گرم چائے۔ اور وہ چلا گیا جب واپس آیا تو میرے آرڈر کے مطابق وہی چیزیں تھیں۔"

منیجر نے ہوٹل میں دور تک بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں جتنے بھی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں وہ پوریاں حلوہ کھاتے ہیں۔ اس ہوٹل میں صبح کے وقت صرف یہی چیزیں ملتی ہیں، ہمارے بیرے ہر گاہک کے سامنے پہلے چار پوریاں تھوڑی سی بھاجی اور تھوڑا سا حلوہ لا رکھتے ہیں۔ کھانے والوں کو مزید ضرورت ہو تو پھر وہ دوبارہ آرڈر دیتے ہیں اور پوریاں کھانے کے بعد چائے تو لازمی ہوتی ہے اور اگر تمھارے سامنے بھی یہ چیزیں لا کر رکھی گئی تھیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

کرپا نے بے بسی سے منیجر کی طرف دیکھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت اچانک ختم کیوں ہو گئی ہے؟

ادھر منیجر نے غصے کے ساتھ جب بریاں فرہاد علی تیمور کا چہرہ جانچنے لگا تو لوگوں میں سرگوشیاں پھیل گئی ہے۔ کچھ لوگ اسے آسیب لیتے ہیں اور کچھ لوگوں نے اسے اپنا ہیرو بنا رکھا ہے اور یہ دیکھیں ہیرو کی صورت۔ فرہاد علی تیمور بن کر مفت ناشتہ کرنے آئے ہیں ناشتہ زہر مار ہو چکا۔ اب ذرا جوتے بھی مفت لگ جائیں۔"

اس نے ایک بیرے کو آواز دے کر بلایا۔ جب وہ قریب آیا تو اس نے کہا۔ "اپنے پاؤں سے جوتا اتارو اور اس کے سر پر لگاؤ۔"

ہوٹل کے تمام لوگ تماشا دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے لیکن کچھ ایسے بھی تھے جو نہیں چاہتے تھے کہ ایک بھوکے شخص کو ناشتہ کرنے پر جوتے لگائے جائیں۔ ناشتے کا بل کوئی بھی ادا کر دے، منیجر کو اعتراض نہیں ہو سکتا تھا لیکن میں نے منیجر کی زبان سے کہا۔ "جناب! آج آپ بل ادا کر کے چلے جائیں گے لیکن ایسوں کے لیے ہم عبرت ناک مثال قائم کرنا چاہتے ہیں تاکہ آئندہ کوئی مفت کھانے کے لیے نہ آئے۔"

پھر اس نے بیرے سے کہا۔ "دیکھتے کیا ہو، مارو جوتے۔ اس سے پہلے بتاؤ تمھارا نام کیا ہے اور نمبر کیا ہے؟"

بیرے نے تعجب سے کہا۔ "منیجر صاحب! آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں میرا نام رشید ہے اور میں بیرا نمبر ایک ہوں۔"

دراصل میں اس بیرے کی آواز سننا چاہتا تھا۔ پھر رشید نے جوتے کو اپنے ہاتھ میں تولا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے تڑاخ سے منیجر کے سر پر جما دیا۔ منیجر ایک دم سے بوکھلا کر پیچھے ہٹا پھر غصے کی شدت سے تلملاتے ہوئے بولا۔ "میں تمھیں جان سے مار ڈالوں گا اور جوتے مار مار کر ہوٹل سے نکال دوں گا۔"

رشید نے کہا۔ "جناب! بڑا کیوں مانتے ہیں۔ میں بیرا نمبر ایک ہوں اس لیے ابھی صرف ایک جوتا مارا ہے۔"

پھر اس نے زور سے آواز دی۔ "بیرا نمبر دو! ادھر آؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا ان کے قریب گیا پھر رشید نے پوچھا۔ "اپنا نام اور اپنی آواز سناؤ۔"

بیرا نمبر دو نے کہا۔ "میرا نام وکرم ہے۔"

اس کی آواز سنتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے اپنے پاؤں سے جوتا نکالا پھر منیجر کا گریبان پکڑ کر تڑا تڑ دو جوتے لگا دیے اس کے بعد پیچھے ہٹ کر بولا۔ "مجھے ہنسوں ہے میرا نمبر صرف دو ہے۔ میں دو سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔"

پھر وہ کپڑے جھاڑتے ہوئے آواز دی۔ "بیرا نمبر تین۔"

اس کے آواز دیتے ہی منیجر اچھل کر کاؤنٹر کے اوپر چڑھ گیا پھر خوفزدہ ہو کر بولا۔ "یہ۔۔۔ یہ تم لوگوں کو ہو کیا گیا ہے؟ میں تم لوگوں کا منیجر ہوں۔ ہوٹل کا آدھا مالک ہوں۔ میں تم سب کو گولی مار دوں گا۔ تم سب پاگل ہو گئے ہو۔"

ہوٹل میں موجود تمام لوگ بھی اپنی اپنی جگہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے اور حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اچانک کرپا نے بھی چھلانگ لگائی اور کاؤنٹر پر چڑھ کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "یہ ہے ٹیلی پیتھی! ہا ہا ہا۔ اس کو کہتے ہیں کرپا دان کی ٹیلی پیتھی ہا ہا ہا۔"

منیجر نے پہلے تو بے یقینی سے کرپا دان کو دیکھا پھر نیچے کھڑے ہوئے دونوں بیروں کے ہاتھ میں جوتے دیکھے۔ اس کے فوراً بعد ہی ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ "اگر یہ ٹیلی پیتھی ہے تو میں سب کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا ہوں۔"

کرپا نے سر ہلا کر سینہ تان کر پوچھا۔ "کیا میرا گریبان پکڑو گے؟"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔"

"کیا مجھے جوتے مارو گے؟"

"میرے باپ کی بھی مجال نہیں ہے۔"

کرپا نے کہا۔ "یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ زنگون کی لاکھوں کی آبادی میں اگر دو چار بھوکے تمھارے دروازے پر آجائیں تو تم انھیں کچھ کھلانے کے بجائے جوتے مارتے ہو۔"

"آئندہ میں کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ آپ جب جاہیں تو روزانہ تینوں وقت آکر اس ہوٹل میں کھا سکتے ہیں۔ یہاں آپ کو پہننے کے لیے ایک اچھا کرتہ بھی دے دیا جائے گا۔"

کرپا نے کہا۔ "میں تمھارا محتاج نہیں ہوں بس یوں ہی ٹہلتا ہوا ناشتہ کرنے آگیا تھا لیکن یاد رکھو آج سے تم روزانہ پانچ بھوکے افراد کو مفت تینوں وقت کھلایا کرو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، روزانہ پانچ افراد کو تینوں وقت مفت کھلایا کروں گا۔"

میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو چکا تھا۔ تولیے سے بدن پونچھ رہا تھا۔ میں نے سوچا اب اپنی جگہ حاضر ہونا چاہیے۔ کافی تفریح ہو چکی ہے لیکن کرپا کے دماغ کو چھوڑنے سے پہلے ہی مجھے ایک جانی پہچانی سی آواز سنائی دی کسی نے کرپا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر حیرانی سے پوچھا۔ "کرپا دان! کیا واقعی تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

یہ پوچھنے والا کیپٹن مورو شان تھا۔ وہی کیپٹن مورو شان جس سے پچھلے دنوں میری دوستی ہوئی تھی۔ میں نے مینس ہوسٹل میں

بدھا دا اور رشوت خور پولیس انسپکٹر کو اسی کیپٹن کے ہاتھوں گرفتار کروایا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ عالمی سطح پر ایک خطرناک تنظیم گولڈن ریکٹ کے سربراہ تک پہنچنے میں اس کی مدد کروں گا۔ گولڈن ریکٹ کی شاخیں دنیا کے بے شمار ممالک میں قائم تھیں اور ہر شاخ اپنے ملک کے مختلف بڑے بڑے شہروں میں منشیات کی لعنت کو پھیلاتی رہتی تھی۔

بہرحال گولڈن ریکٹ کے معاملات ابھی ذرا دور تھے۔ اس وقت کیپٹن مورو شان نے حیرانی سے کہا۔ "کرپا! تم ایک کروڑ پتی باپ کے بیٹے ہو اور یہاں مفت ناشتہ کرنے آئے تھے۔ آخر یہ کیا حماقت ہے؟ کیا یہ درست ہے کہ تم واقعی نیم پاگل ہو؟"

پھر کیپٹن نے تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے اور خاص طور پر منیجر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ یہاں کے بہت بڑے سرمایہ دار بزنس مین بیکو کمپنی کے مالک چنتا گنی کے بڑے صاحبزادے ہیں۔"

میں چنتا گنی کا نام سنتے ہی چونک گیا کیونکہ گولڈن ریکٹ کے سلسلے میں چنتا گنی کا نام بھی کسی نہ کسی حیثیت سے لیا جاتا تھا۔ کرپا نے کہا۔ "کیپٹن! میں نیم پاگل نہیں ہوں۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں کہو تو ابھی تمہارے دماغ میں گھس کر بتا دوں؟"

کیپٹن نے اسے تپکتے ہوئے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"

پھر وہ کرپا کا بازو پکڑ کر لوگوں کی بھیڑ سے گزر کر ہوٹل سے باہر آیا۔ وہاں اس نے کرپا کو سر سے پاؤں تک بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہوٹل میں جو کچھ ہو رہا تھا واقعی تمہاری ٹیلی پیتھی کا کمال تھا! تم یہ علم جانتے ہو؟"

"بے شک جانتا ہوں ورنہ یہ تماشہ کیسے ہوتا؟"

"اگر جانتے ہو تو ثابت کرو اور ابھی مسٹر فرہاد علی تیمور سے رابطہ قائم کرو۔ میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

کرپا نے اپنی آنکھیں بند کیں جیسے مجھ سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہو۔ کیپٹن مورو شان نے کہا۔ "یہاں فٹ پاتھ پر نہیں، میری کار میں چلو۔"

اس نے اسے لا کر کار کی پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا۔ وہاں کرپا نے بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں اس کی خواب گاہ میں میری بڑی سی تصویر تھی۔ وہ میری تصویر اور میری آنکھوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر چکا تھا۔ اس وقت اپنے تصور میں مجھے دیکھ رہا تھا اور میری آنکھوں کے ذریعے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا۔ "یہ کون میرے دماغ میں پہنچ رہا ہے؟ تعجب ہے فرہاد علی تیمور کے دماغ میں بھی پہنچنے والا کوئی پیدا ہو گیا ہے۔"

وہ میری سوچ کی لہروں کو سنتے ہی خوشی سے اچھل پڑا۔ آنکھیں کھول کر بولا۔ "میں نے فرہاد صاحب سے رابطہ قائم کر لیا ہے ذرا ٹھہریئے۔"

یہ کہہ کر اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں پھر اپنی سوچ کی لہروں کو میرے دماغ تک پہنچانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ سوچ کی لہریں کیسے دور کے دماغ میں پہنچتی ہیں بس ایک تصور قائم ہو گیا تھا کہ جس طرح نور کی کرنیں بار بار دھارا کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتی ہیں اسی طرح سوچ کی قوت بھی پہنچ جاتی ہے۔ بہرحال میں نے کہا۔ "کون ہو تم؟ کون ہو میرے دماغ میں کون آیا ہے؟"

اس نے عاجزی سے کہا۔ "جناب فرہاد علی تیمور صاحب! میں ایک ادنیٰ سیرک ہوں۔ آپ کا پجاری ہوں، آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آج میری بڑی خوش نصیبی ہے کہ اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو آپ تک پہنچا رہا ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے لیکن ذرا رعب سے پوچھا۔ "کیا چاہتے ہیں آپ کے چرنوں (قدموں) میں رہنا چاہتا ہوں۔"

"اپنی ماں کے قدموں میں رہو۔ وہاں جنت ہے۔"

"وہ تو ہے لیکن میں آپ کو دیوتا سمجھتا ہوں۔ آپ کی پوجا کرنا چاہتا ہوں۔"

"تمہارے دھرم میں جتنے دیوتا ہیں کیا ان سب کی پوجا کرتے ہو؟"

"ہاں میں سب کو مانتا ہوں۔"

"ماننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تمہارے ہاں لاکھوں دیوتا ہیں، ان کی پوجا کرتے ہوئے آؤ۔ میرا نمبر آخر میں ہے۔"

وہ ذرا پریشان ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ مجھے کس طرح قائل کرے۔ خود کو کس طرح میرے قریب لائے۔ اسی وقت کیپٹن مورو شان نے پوچھا۔ "کیا ہوا تمہاری ٹیلی پیتھی کو کیا فرہاد علی تیمور صاحب سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا؟"

اس نے آنکھیں کھول کر جھنجلاتے ہوئے کہا۔ "ذرا تو صبر کریں۔ میں فرہاد صاحب سے بات کر رہا ہوں۔"

"اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں میرے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اسے سوچ کے ذریعے آتا ہی نہیں تھا کامیابی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بے چین ہو کر اوں اوں کرنے لگا جیسے اندر ہی اندر زور لگا رہا ہو۔ دماغ میرے پاس پہنچا رہا ہو۔ پھر وہ تھک گیا۔ اس نے سوچ کے ذریعے مجھے آواز دی۔ ادھر میں نے کیپٹن مورو شان کے دماغ میں کہا۔ "کیپٹن! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ یہ جو آپ کے پاس بیٹھا ہے واقعی کچھ خبطی ہے۔ اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ ٹیلی پیتھی صلاحیتیں حاصل کر چکا ہے جب کہ میں نے اسے ہوٹل میں ذلیل ہونے سے بچایا تھا۔ بہرحال آپ اسے اپنے ساتھ لے جائیں یہ چنتا گنی کے خفیہ معاملات تک پہنچنے کے لیے آپ کے لیے مددگار ثابت ہو گا۔ میں آپ سے بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔"

"فرہاد صاحب! ابھی تھوڑی دیر بعد آپ کے سلسلے میں اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔ مجھے آپ سے ہمدردی اور محبت ہے میں اس کا اظہار زبان سے نہیں کر سکتا۔ یہ سنا ہے آپ کی ایک ہمشیرہ کو اور چند رشتے داروں کو ان ظالموں

ہاں کر دیا ہے۔"

"اس سلسلے میں پھر بات ہو گی۔ ابھی آپ مجھے اجازت دیں۔ اسی جگہ میں ملاقات ہو گی۔"

میں کرپا کے دماغ میں آیا۔ پھر میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ بہت خوش ہو گیا، خوش ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "دیکھو کرپا! تم ابھی ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں کچے ہو۔ یہ خبط اپنے دماغ سے نکال دو۔"

"فرہاد صاحب! آپ میری جان لے لیں لیکن ٹیلی پیتھی کے معاملے میں مجھے مایوس نہ کریں۔ میں آپ کے چرنوں میں رہ کر یہ علم پوری طرح حاصل کرنا چاہتا ہوں، آپ مجھے بتائیں کہ میرے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ بھی میں سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کر لیتا ہوں کبھی کسی کو اپنا فرماں بردار بنا لیتا ہوں اور کبھی ناکام ہو کر جوتے کھانے کی نوبت آ جاتی ہے۔"

میں نے اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے کہا۔ "اب تمہاری ٹیلی پیتھی نام نہاد تمہارے کام نہیں آئے گی۔ شام کو کسی وقت تمہارے دماغ پر نظر ڈال کر بتاؤں گا کہ تمہارے دماغ میں کون سی کمزوری ہے اور تم کس وقت ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی کام کر سکتے ہو۔ بس اب کیپٹن مورو شان کے ساتھ چلے جاؤ۔"

میں نے اس سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ لباس تبدیل کیا پھر منہالی کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر آ کر ناشتہ کرنے لگا۔ میں نے صرف دو باتیں کرنے کے لیے انجینئر سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے پوچھا۔ "ہوائی کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "پچیس منٹ کے بعد انویسٹی گیشن بیورو آف ہوائی عملہ کے ایک بڑے ہال میں تمام اہم افراد جمع ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے میں بھی اس وقت حاضر ہو جاؤں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ منہالی نے پوچھا۔ "کیا فرصت ہے؟"

"ہاں پچیس منٹ تک فرصت ہے لیکن ٹھہرو، میں معلوم کر لوں کہ سونیا کب تک لاہور پہنچے گی؟"

میں نے سونیا سے پوچھا، اس نے بتایا۔ "دو گھنٹے بعد میں ایک جہاز میں روانہ ہو جاؤں گی۔ شاید وہاں کے وقت کے مطابق شام کے سات بجے لاہور پہنچ جاؤں۔"

"میں خیال خوانی کے ذریعے سیاں کے اجلاس میں شریک ہونے جا رہا ہوں۔ فرصت ملتے ہی تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ پھر معلوم ہو گا تم کس میک اپ میں کس روپ میں لاہور پہنچنے والی ہو۔ ائرپورٹ کے حالات میں شاہینہ اور سعید صاحب کو تمہارے متعلق اطلاع دے دی گئی ہے۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ منہالی کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب تیس منٹ کے لیے صرف تمہارے پاس ہوں۔ جتنی باتیں کرنا چاہو کرتی رہو۔"

وہ خوش ہو گئی۔ خوب ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔ بڑی مشکل سے میں نے موجودہ مسائل پر گفتگو نہیں کر رہی تھی چاہتی تھی کہ میرا ذہن ادھر ادھر کی باتوں سے بہلتا رہے۔ جائے پینے کا وقت آیا تو پچیس منٹ گزر چکے تھے۔ میں چائے کی پیالی سامنے رکھ کر کیپٹن مورو شان کے دماغ میں پہنچ گیا لیکن اسے مخاطب نہیں کیا۔ چپ چاپ اس کے ذریعے وہاں کا جائزہ لینے لگا۔

انویسٹی گیشن بیورو آف ہوائی عمارت کے ایک بڑے ہال میں ہوائی کے اعلیٰ حکام، پولیس اور انٹیلی جنس کے افسران موجود تھے۔ ان کے علاوہ یہودی تنظیم کے اعلیٰ عہدیدار ان وہاں بیٹھے تھے۔ وہ سب ایک لانبی سی میز کے اطراف تھے۔ ان کے قریب ہی ایک دیوار کی طرف بڑا سا ٹیپ ریکارڈر اور ریکارڈر وغیرہ رکھے ہوئے تھے تاکہ میں وہاں خیال خوانی کے ذریعے کسی کو اپنا معمول بنا کر گفتگو کروں تو میری آواز ریکارڈ کی جائے۔

وہاں رنگون کا ہائی کمشنر اور باس انجلو وغیرہ بھی موجود تھے۔ اگر میں وہ ہر وقت میری مدد کرنے کے لیے تیار رہتے تھے میرے لیے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتے رہتے تھے، تاہم وہ کھل کر میرے دشمنوں کے سامنے میری حمایت نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے علاوہ پاکستانی سفارت خانے کے ایک نمائندے مسٹر عنایت حسین بیٹھے ہوئے تھے۔ اس بڑے سے ہال کے باہر سپاہیوں کے علاوہ پریس فوٹو گرافر، رپورٹر وغیرہ موجود تھے۔ وہ بھی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ رنگون میں امن و امان قائم کرنے کے سلسلے میں وہاں کے حکام اور پولیس افسران کیا کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ اعلیٰ حکام کے ڈوگے اسسٹنٹ اور خدمت گار، سیکیورٹی کے کچھ خفیہ ساتھی ہال کے باہر موجود تھے۔

میں نے یہ معلومات حاصل کرنے کے دوران چائے کی پیالی خالی کی۔ پھر منہالی سے رخصت ہو کر اپنے بیڈ روم میں آیا۔ وہاں آرام سے لیٹ کر میں ایک پولیس آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر میں نے اسے پیچھے سے کہا۔ "میں آ گیا ہوں۔"

اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر گورنر کے چیف سیکرٹری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "جناب عالی! مسٹر فرہاد علی تیمور آ چکے ہیں۔"

اس نے چونک کر پوچھا۔ "کہاں ہیں؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"وہ اس وقت میرے دماغ میں موجود ہیں۔"

چیف سیکرٹری نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر بے یقینی سے کہا۔ "عجیب بات ہے۔ میں یہی دیکھنے آیا ہوں کہ یہ فرہاد علی تیمور دماغ میں کیسے موجود رہتے ہیں؟"

میں نے پولیس آفیسر سے کہا۔ "آپ ان سے کہہ دیں، ابھی فرہاد ان کے دماغ میں پہنچ رہا ہے اور وہ ابھی باہر کھڑے ہوئے ایک مسلح گارڈ کو طلب کریں گے۔"

اس بات کو آفیسر نے دہرایا۔ چیف سیکرٹری نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں، مجھے کیا ضرورت ہے۔ میں کسی مسلح گارڈ کو طلب نہیں کروں گا۔"

دوسرے ہی لمحے اس نے گھنٹی بجائی۔ پھر حکم دیا کہ باہر کھڑے ہوئے ایک مسلح گارڈ کو بلایا جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ دروازہ کھولا

گیا۔ ایک مسلح گارڈ اندر داخل ہوا۔ میں نے چیف سیکرٹری کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے حیرانی سے اس مسلح محافظ کو دیکھا پھر اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ نہیں جمایا تھا۔ صرف اس حد تک اس کے دماغ کو قابو میں رکھا تھا کہ وہ بے اختیار وہی کچھ کہے جس کا میں دعویٰ کر چکا ہوں۔ پھر اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا میں نے اسے طلب کیا ہے؟"

آس پاس بیٹھے ہوئے افراد نے اس بات کی گواہی دی۔

تب اس نے قائل ہو کر کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں تسلیم کر چکا ہوں واقعی ٹیلی پیتھی ایک عجیب و غریب علم ہے اور اب تم واپس جاؤ۔"

اس نے مسلح محافظ کو واپس جانے کے لیے کہا پھر پولیس آفیسر کو دیکھ کر جیسے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر فرہاد! یہ بہتر ہوتا کہ آپ بنفس نفیس یہاں موجود ہوتے۔"

وہ مسلح محافظ جا رہا تھا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر پلٹ گیا۔ پھر اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ وہاں سے میز کی طرف آتے ہوئے بولا۔ "جناب فرہاد علی تیمور آپ کے سامنے حاضر ہے۔"

سب نے اسے چونک کر دیکھا۔ پھر چیف سیکرٹری نے اگلوی سے کہا۔ "یو گیٹ آؤٹ۔ میں نے تمہیں باہر جانے کے لیے کہا تھا۔"

میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "اس مسلح محافظ کا جسم آپ کے سامنے کھڑا ہے لیکن دماغ فرہاد علی تیمور کا ہے۔ آپ نے ابھی خواہش ظاہر کی تھی کہ مجھے یہاں موجود رہنا چاہیے۔ کیا یہ کافی نہیں ہے کہ میرا دماغ یہاں موجود ہے۔ اور انسان کی پہچان دماغ سے ہوتی ہے ورنہ جسم تو جانوروں کے پاس بھی ہوتا ہے۔"

چند لمحات کے لیے سب کو چپ لگ گئی پھر غایت حسین نے کہا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور! آپ کی بات اپنی جگہ درست ہے۔ ویسے آپ کو اپنی اصلی صورت اور اپنی ذات کے سراپے کے ساتھ یہاں موجود ہونا چاہیے۔ میں آپ کی سلامتی کی ضمانت دیتا ہوں کوئی آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

میں نے اس مسلح گارڈ کے چہرے سے مسکراہٹ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر غایت حسین! میں جانتا ہوں آپ میرے ہم وطن ہیں۔ میری حفاظت کریں گے لیکن رنگون کے پولیس افسران بھی فرض شناس ہیں۔ انہوں نے مجھے کانچ میں رکھ کر میری حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔ ہر طرح سے چوکنا تھے، اس کے باوجود دشمنوں نے مجھے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ میری قسمت اچھی تھی کہ میں وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔"

وہ مسلح محافظ آگے بڑھتا ہوا میز کے قریب آیا پھر ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد میں اس کی آواز میں کہنے لگا۔

"جب میں پاکستان میں اپنی شریک حیات رسونتی کے ساتھ تھا اور رسونتی زیر علاج تھی، اس وقت یہودیوں نے میرے خلاف جھوٹا الزام عائد کیا۔ الزام یہ تھا کہ میں نے رسونتی کو اغوا کیا ہے اور رسونتی کا تعلق یہودی تنظیم سے ہے۔ یہ معاملہ اس قدر آگے بڑھا کہ مجھے اپنے ہی وطن سے نکل جانا پڑا۔ کیونکہ میری بیوی رائل ہ پر فلوج ہو چکی تھی، وہ میری حمایت میں بیان نہیں دے سکتی تھی۔ مسٹر غایت حسین! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں اپنے وطن میں ہم دشمنوں کی سازشوں کے باعث محفوظ نہیں رہ سکا اور نہ ہی میرے خاندان کرنے والے افسران میری حفاظت کر سکے۔"

چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ پھر میں نے کہا۔ "یہ رنگون میں جب میری بیوی کی یادداشت واپس آ گئی اور وہ میری حمایت میں بیان دینے کے قابل ہو گئی تو ان یہودیوں نے دوسرے جذبے کا اظہار کیا اور مقدمہ واپس لے لیا۔ رسونتی کو بڑی عیاری سے اپنے پاس بلا کر کہہ لیا۔ عیاری یہ تھی کہ انھوں نے ایک بچے کو پیدا کر اس کی گود میں ڈال دیا۔ یہ ثابت کر دیا کہ وہی اس کا بیٹا ہے اور میں نے اس کے بیٹے کو اس سے دور کر دیا ہے۔ جب کہ میں نے بیٹے کو ان یہودی دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے فرانس کے فرید وسطی صاحب کے ادارے میں رکھا تھا۔"

یہودی تنظیم کے سربراہ ڈان فریزر نے کہا۔ "یہ جھوٹ ہے پارس وہی ہے جو آج بھی رسونتی کی گود میں ہے۔"

چیف سیکرٹری نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "مسٹر ڈان فریزر! مداخلت نہ کریں، پہلے مسٹر فرہاد کو اپنا بیان مکمل کر لینے دیں۔"

میں نے پھر اسی مسلح محافظ کی زبان سے کہا۔ "ان لوگوں میری بہت ہی اہم ساتھی سونیا کو پارس کے ساتھ ایک طیارے سفر کرنے کے دوران ہلاک کر دیا۔ ادھر رسونتی کو یہ یقین دلا اس کا بیٹا زندہ ہے اور اسی کی گود میں ہے۔ انھوں نے ایسی عیار ایسی مکاری کی ہے کہ جو ان ہی کے حصے میں آتی ہے۔"

میں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا۔ "آپ ان لوگوں سوال کریں۔ اگر میں نے رسونتی کو اغوا کیا تھا تو انھوں نے وہ مقدمہ واپس کیوں لیا؟ اور اگر رسونتی انہیں مل گئی تھی اور ساتھی تھی تو اسے اس کی مرضی کے خلاف بے ہوش کر کے چپ چا سے باہر کیوں لے گئے؟ اور اسے رنگون سے باہر لے جانے کے لیے طور پر ہیلی کاپٹر کیوں استعمال کیا۔ برمی حکام کو اس کی اطلاع کیوں دینے کو تیار ہے تو یہ یہودی آپ لوگوں کے سامنے اسے کیوں نہیں کرتے؟"

چیف سیکرٹری نے ڈان فریزر سے یہی سوال کیا۔ ان معقول جواب ہو نہیں سکتا تھا۔ رسونتی کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے طور پر برما سے باہر لے جایا گیا تھا۔ اس کی اطلاع یہاں کے دی گئی تھی۔ پھر یہ کہ رسونتی اگر ان کی تنظیم سے تعلق رکھتی تھی دور کیوں لے گئے؟ مجھ سے کیا خطرہ تھا؟ اگر خطرہ تھا تو کیے تسلیم کر رہے ہیں کہ پارس رسونتی کا بیٹا ہے جب کہ پارس بیٹا ہے اور اس پارس کے تعلق سے رسونتی میری بیوی ہے۔ ان کی تنظیم کی فرد نہیں ہے۔"

ڈان فریزر نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "ہم تسلیم کرتے ہیں کہ رسونتی فرہاد کی بیوی ہے اور پارس ان کا بیٹا ہے لیکن ہم نہیں مانتے کہ ہم نے سونیا کے ساتھ پارس کو ہلاک کیا ہے۔ پارس زندہ ہے اور وہ رسونتی کے پاس ہے۔"

وہ سراسر جھوٹ بول رہا تھا لیکن میں صبر سے سنتا رہا۔ مداخلت کی اجازت نہیں تھی۔ ڈان فریزر نے کہا۔ "ہم رسونتی کو فرہاد سے اس لیے دور لے گئے ہیں کہ اسے یرغمال بنا کر رکھیں اور فرہاد کو یہ موقع دیں کہ وہ ہم میں سے کسی کو نقصان پہنچائے۔"

انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔ "لیکن مسٹر فریزر! اس طرح آپ لوگوں نے مسٹر فرہاد کو مشتعل کر دیا اور اسی وجہ سے انھوں نے آپ لوگوں کو مارنا شروع کر دیا تھا۔"

ڈان فریزر نے کہا۔ "ہاں۔ ایسا ضرور ہوا ہے۔ ہم فرہاد کو بتانا چاہتے تھے کہ وہ مشتعل ہو کر ہم کو مار سکتا ہے تو ہم اس کے اہم شعبوں کو ختم کر سکتے ہیں۔ سونیا مر چکی ہے اور اسی اشتعال انگیزی میں اس نے بوڑھے رشتے کے بھائی سہن ختم ہو گئے۔ فرہاد کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔"

چیف سیکرٹری نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "کسی کو بھی سبق سکھلانے کے لیے کیا ہمارا ہی ملک رہ گیا ہے؟ آپ لوگ یہاں ایک دوسرے کے خلاف انتقامی کارروائیاں کیوں کر رہے ہیں؟ ان معاملات میں سراسر آپ لوگوں کا انٹرسٹ ہے۔ مسٹر فرہاد کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا گیا ہے اور بہت زیادہ مشتعل کیا جا رہا ہے۔ ہم آپ لوگوں سے درخواست کرتے ہیں کہ مسز رسونتی کو فوراً واپس لایا جائے یا پھر آپ لوگ یہ ملک چھوڑ دیں۔"

ٹون بیکر نے کہا۔ "جناب! آپ اتنی جلدی فیصلہ نہ سنائیں۔ فی الحال اپنے فیصلے کو محفوظ رکھیں اور مسٹر فرہاد سے درخواست کریں کہ پرسوں کے مسٹر موشے الیٹروف سے رابطہ قائم کریں۔ وہ ان سے اہم معاملات طے کرنا چاہتے ہیں۔ اگر مسٹر فرہاد نے کوئی سمجھوتہ نہ ہوا تو آپ لوگوں کا حکم سر آنکھوں پر۔ ہم یہ ملک چھوڑ دیں گے۔ شاید نہ بھی چھوڑیں کیونکہ فرہاد اپنے چیلنج کے مطابق دن کے بارہ بجے ہمیں ختم کر دے گا۔"

میں نے اس مسلح محافظ کی زبان سے کہا۔ "مسٹر غایت حسین! مسٹر ٹون بیکر کی فرمائش کے مطابق ابھی پیرس جا رہا ہوں، وہاں جو بھی معاملات طے ہوں گے وہ ابھی آ کر بتاؤں گا۔"

میری بات سنتے ہی چیف سیکرٹری نے ناگواری سے کہا۔ "یہ کیا بات ہوئی۔ ہم نے یہاں اجلاس منعقد کیا ہے اور ابھی آپ پیرس جانا چاہتے ہیں۔ کیا ہم معمولی لوگ ہیں؟ ہمارا وقت بہت قیمتی ہے۔ میں آپ کو وہاں جانے کی ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔"

پھر اس نے پولیس آفیسر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "آپ تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دیں خشکی کے راستے سے یا بحری راستے سے یا فضائی راستے سے جو بھی مسافر جا رہے ہوں، انھیں چیک کیا جائے۔ مسٹر فرہاد علی تیمور یہاں سے نکلنے نہ پائیں۔"

سب چپ چاپ کن رسیے تھے۔ چیف سیکرٹری کی بات ختم ہوتے ہی کیپٹن مورو شان نے کہا۔ "جناب! آپ غلط سمجھ رہے ہیں فرہاد صاحب بریلے سے باہر نہیں جا رہے ہیں۔ بلکہ ابھی جس رہائش گاہ میں موجود ہوں گے وہاں سے بھی باہر نہیں نکلیں گے۔ آپ بھول رہے ہیں، وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے پلک جھپکتے ہی پیرس پہنچ جائیں گے اور پلک جھپکتے ہی یہاں واپس آ جائیں گے۔"

"کیا!" چیف سیکرٹری کا منہ حیرانی سے کھل گیا۔ اس نے کیپٹن مورو شان کو بے یقینی سے دیکھا پھر سوالیہ نظروں سے اس مسلح محافظ کو دیکھا جس کی زبان سے میں گفتگو کر رہا تھا۔ محافظ نے مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "جی ہاں جناب! میں فرہاد علی تیمور ابھی آپ کے پاس موجود ہوں۔ میں یہیں بیٹھے بیٹھے پیرس جا رہا ہوں اور یہیں بیٹھے بیٹھے واپس بھی آ جاؤں گا۔ آگے پیرس کے یہودیوں نے میرا زیادہ وقت نہیں لیا تو وعدہ کرتا ہوں کہ صرف پانچ منٹ میں واپس آ جاؤں گا۔"

چیف سیکرٹری بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ ایسا تو خواب ہی ہوتا ہے کہ دنیا جہان کی سیر کی اور پھر اسی بستر میں پائے گئے۔

میں موشے الیٹرو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ لوگ بھی ایک بڑے سے ہال میں موجود تھے۔ بہت سے لوگ ایک بڑی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے گرما گرم بحث میں مصروف تھے۔ بحث کا موضوع میں تھا لیکن وہاں پیرس کے تو پولیس والے تھے نہ ہی کوئی سرکاری آدمی تھا۔ سب ہی یہودی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔

میں نے موشے الیٹرو، ڈان کریک اور دوسرے چند یہودیوں کو مرنے کی خوش خبری سنائی تھی۔ وہ سب اندر ہی اندر بری طرح سہمے ہوئے تھے۔ اگر چہ انہیں اطمینان دلایا گیا تھا کہ فرہاد سے یقیناً سودے بازی ہو جائے گی جس وقت میں وہاں پہنچا تو ایک شخص کہہ رہا تھا۔ "وہ بہت چالاک ہے۔ اس نے ایسی پلاننگ کی ہے کہ شی سپر کے قتلے میں ہونے والے دھماکوں اور قتل و غارت گری کے الزامات نہ تو بلا فرید واسطی کے ادارے والوں پر عائد کیے جا سکیں اور نہ ہی ہرجانہ کو محمد مہ ثابت کیا جا سکے۔"

موشے الیٹرو جھنجلا کر سوچ رہا تھا۔ "جہنم میں گئی مرجانہ، اور جہنم میں گئے فرید واسطی کے ادارے والے۔ شی سپر اور ڈاکٹر سیموئل وغیرہ کے ساتھ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ فرہاد جو ہمارے ساتھ کرنے والا ہے اس پر یہ لوگ بحث نہیں کر رہے ہیں۔"

وہ ایسا سوچتے وقت اپنے سامنے رکھی ہوئی فائل کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی، فرہاد سے جو معاملات طے ہونے والے ہیں

وہ سب کچھ اس فائل میں موجود ہیں جب فرہاد میرے یا کسی کے دماغ میں آئے گا تو اس سے اس فائل کے مطابق بات ہوگی۔

موشے الیٹروف میری موجودگی سے بے خبر تھا۔ میں نے اسی کی سوچ میں سوال کیا۔ "میں پریشان کیوں ہو رہا ہوں؟ اس فائل میں جو کچھ لکھا ہے وہ باتیں مجھے تقویت پہنچائیں گی۔ اسے کھول کر پڑھنا چاہیے شاید پڑھتے وقت کچھ اور ایسے ضروری نکات سمجھ میں آئیں جو فرہاد کے سامنے پیش کیے جا سکیں اور جس سے ہمیں فائدہ پہنچے۔"

اس نے قائل ہو کر فائل کو کھولا۔ پہلے صفحے پر لکھا ہوا تھا۔

"فرہاد کے گفتگو کا آغاز کرتے وقت جو کچھ اس سے کہنا ہے اس کے متعلق تمہید باندھی جائے، اسے بین الاقوامی حالات کا مختصر سا حال سنا کر سمجھایا جائے کہ اس دنیا میں جو بڑے بڑے ممالک ہیں وہ اپنی اپنی جگہ مستحکم ہونے اور فوجی طاقت میں ایک دوسرے سے برتر نہ ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنی من مانی ہر مقام پر نہیں کرتے۔ وہ حالات کے مطابق کسی مقام پر کسی سپر پاور سے زیر ہوتے ہیں تو کسی دوسرے مقام پر دوسرے حالات کے تحت اسی سپر پاور کے مقابلے میں زبردست بن جاتے ہیں۔

فرہاد کو یہ بھی سمجھایا جائے کہ کوئی بھی ملک، کوئی بھی حکمراں، یا کوئی بھی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا شخص تنہا زبردست نہیں ہوتا اس کی اپنی کچھ مجبوریاں ہوتی ہیں اور دوسرے ان مجبوریوں سے کھیلنا جانتے ہیں۔ لہٰذا کہیں کہیں مصلحت سے کام لینا پڑتا ہے۔ کہیں مجھ کانا پڑتا ہے کہیں جھکنا پڑتا ہے۔"

اس نے آگے پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔ "فرہاد کو سمجھایا جائے کہ ہمارے منصوبے میں پارس کو ہلاک کرنے کی بات ہرگز شامل نہیں تھی۔ فرہاد ہماری اس بات پر یقین کرے یا نہ کرے پارس کو ہم ہر حال میں زندہ رکھنا چاہتے تھے۔ دانا دشمن اپنے مخالف کو جان سے نہیں مارتا۔ اسے ساری زندگی اذیتیں پہنچانے کے لیے زندہ رکھتا ہے۔ اسی طرح اگر پارس زندہ رہتا تو ہم اسے یرغمال کے طور پر اپنے پاس رکھتے اور فرہاد کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی بات منواتے لیکن ہمارے چند نااہل عہدے داروں نے اپنے طور پر ایسی منصوبہ بندی کی کہ پارس کو سونیا کے ساتھ ختم کر دیا حالانکہ ہمارے منصوبے میں سونیا کو ختم کر کے فرہاد کو ایک سبق سکھانا بھی تھا۔ بہرحال وہ سبق ہم نے سکھا دیا۔ ہم فرہاد سے کم نہیں ہیں اور آئندہ بھی اس کے عزیز ترین ساتھیوں کو ایک ایک کر کے ختم کر سکتے ہیں۔

ابھی فرہاد کے بہت سے اہم مہرے ہماری نظروں میں ہیں — ہم بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ فرہاد اپنی بہن شاہینہ کو دل و جان سے چاہتا ہے۔ آج فرہاد نے ہمارے چند اہم عہدیداروں کی موت کا وقت مقرر کیا ہے جس دن ہم شاہینہ کی موت بن کر اس کی شہ رگ تک پہنچیں گے اس دن فرہاد پاگلوں کی طرح کپڑے پھاڑ تا اپنے بالوں کو نوچتا پھرے گا ہو سکتا ہے اس کا ذہنی توازن بگڑ جائے۔"

واقعی یہ مجھے پاگل کر دینے والی بات تھی۔ شاہینہ میری بہن صرف میری جان ہی نہیں، میری آن بھی تھی، میرا غرور بھی۔ میں اپنی بیٹی سمجھتا تھا۔ اگر اس کی جان کے دشمن اس کے قریب بھی پہنچ جاتے تو میں تلملا جاتا۔ شاہینہ کی موت میری ذہنی موت ہوتی۔ اور ذہنی موت کے بعد آدمی پاگل ہی کہلاتا ہے۔

فائل میں آگے لکھا تھا۔ "ہماری فہرست میں فرہاد کے اہم مہروں کے جو نام ہیں وہ یوں ہیں۔ شاہینہ کو جانی نقصان پہنچانے سے پہلے ہم اس کی نند یعنی سعید احمد کی شریک حیات سلمیٰ کو موت کے گھاٹ اتاریں گے۔ پھر اس کے سسرال والے یکے بعد دیگرے مرتے چلے جائیں گے اور فرہاد بے بسی سے یہ تماشا دیکھتا رہے گا۔ اگر اسے اس بات کا زعم ہے کہ وہ ان کی حفاظت کرے گا تو سوال یہ ہوتا ہے کتنے دن؟ کتنے ماہ؟ کتنے سالوں تک حفاظتی تدابیر کام آئیں گی؟

پہلی بار ہم نے مرجانہ کی برین واشنگ کی۔ بابا فرید واسطی نے اس کا توڑ کر لیا۔ اب وہ بوڑھا دیندار، روحانی عمل کرنے والا نہیں رہا۔ مرجانہ جب بھی ہمارے ہاتھ لگے گی وہ پھر ذہنی طور پر بدل جائے گی۔ آج فرہاد کی دوست ہے کل اس کی بدترین دشمن ہوگی۔

برین واشنگ کا یہ عمل سونیا کے ساتھ بھی ہوگا۔ اس کی برین واشنگ ایسے طریقے سے کی جائے گی کہ وہ فرہاد کی دوستی، رفاقت اور محبت کو بھول جائے۔ صرف نیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہی اس حاصل کرلے، اس مسئلے پر برین واش کرنے والے ہمارے ماہرین غور کر رہے ہیں۔ آخر میں فرہاد علی تیمور ذرا اپنے متعلق توجہ سے کچھ ضروری باتیں سن لے اور ذہن نشین کرلے۔"

موشے الیٹروف نے ورق الٹ کر آگے پڑھا۔ آگے لکھا ہوا تھا۔

"مسٹر فرہاد! ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اب ہم اپنی دعا سے دوا سے اور اپنے طرز عمل سے تمہیں زیادہ سے زیادہ زندہ رکھیں گے اور تمہیں بھی رسونیتی کی طرح اپنے لیے ایک دن مزدور استعمال کریں گے۔ ہماری تنظیم میں ہم سے پہلے جو پلان میکر تھے۔ انھوں نے صرف انتقامی جذبے کے تحت سوچا اور تمہارے پیچھے قاتل لگا دیے لیکن ہم ایسی غلطی نہیں کریں گے۔

اب ہم نے تمہارے پیچھے ایسے شکاریوں کو چھوڑ رکھا ہے جو تمہارے اطراف ان دیکھا جال بچھا رہے ہیں اور تمہیں رفتہ رفتہ اس جال میں گھسیٹتے ہوئے ہمارے پاس لا رہے ہیں۔ تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہو رہا ہے۔ بہت جلد تمہیں پتہ چل جائے گا۔

یہ ہیں دھمکیاں دینے کی باتیں جیسی طرح تم دھمکیاں دیتے ہو اور اس پر عمل بھی کرتے رہے ہو۔ ہم بھی عمل کرتے ہیں لیکن یہ سلسلہ کب تک رہے گا؟

کیا ہم مسلسل اپنے نقصانات برداشت کر سکتے ہیں یا تم یہ

نقصانات برداشت کر سکتے ہو جن کا ذکر ہم نے ابھی کیا ہے؟

اگر یہ ہم دونوں کے لیے ممکن نہیں ہے تو پھر آؤ ہم کوئی ایسا راستہ نکالتے ہیں جس پر چل کر ہم آئندہ دوست بن کر رہ سکیں۔ ایک بات اور ذہن میں رکھو۔ ایسا راستہ بھی ہے کہ اگر ہم دوست بن کر نہ رہ سکیں تو کم از کم آپس کی دشمنی کو ختم کر دیں۔

مسٹر فرہاد علی تیمور! تم اپنے اسلامی ممالک میں جاؤ اور ان کے خیالات پڑھو۔ یہ ممالک جغرافیائی لحاظ سے بہت بڑے ہیں۔ یہ تمام ممالک دولت میں بھی ہم سے برتر نہیں ہیں تو کمتر بھی نہیں ہیں۔ تمام اسلامی ممالک کی مجموعی فوج کسی بھی سپر ملک کی فوج کے برابر ہوگی یا اس سے زیادہ ہوگی یعنی یہ ممالک اس قدر طاقت ور ہونے کے باوجود ہم سے دشمنی نہیں کرتے ہیں۔ اگر ہم کسی ایک اسلامی ملک پر حملہ کرتے ہیں یا ان کی زمین پر قبضہ جماتے ہیں تو وہ اس اسلامی ملک کو نہ تو فوجی امداد دیتے ہیں نہ مالی امداد پہنچاتے ہیں صرف اخلاقی طور پر ہمدردی کرتے ہیں اور ہماری مذمت زبانی طور پر کرتے رہتے ہیں گے، اس سے آگے وہ نہیں بڑھیں گے۔

ٹھیک اسی طرح حملے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو سکتا ہے تم ہماری زبانی مذمت کرتے رہو جس قدر چاہو ہم پر میجر اچھالتے رہو لیکن ہمیں جانی اور مالی نقصان نہ پہنچاؤ۔ اس کے بدلے ہم اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ تمہارے ملک میں کبھی کوئی تخریبی کارروائی نہیں کریں گے۔ اس سلسلے میں جس طرح کی ضمانت چاہو ہم دینے کے لیے تیار ہیں۔

اب تمہیں فیصلہ کرنے کے لیے بنیادی طور پر دو باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اول تو یہ کہ تم نے سمجھوتے کی راہ اختیار نہ کی ہم سے کوئی دوستانہ معاہدہ نہ کیا تو رشتوں کے اعتبار سے تمہیں جو نقصان پہنچے گا اس کی ابتدا شاہینہ کے سسرال سے ہوگی۔ اس کے بعد دوسرے رشتے دار تمہارے غلط فیصلے کی سزا بھگتنا شروع کر دیں گے۔

دوسری اہم بات تمہاری حب الوطنی کی آزمائش ہے۔ تمہارا دوستانہ فیصلہ تمہارے ملک میں امن و امان کی ضمانت ہوگا ورنہ وہاں جو بھی تخریبی کارروائیاں ہوں گی وہ محض تمہارے فیصلے کی وجہ سے ہوں گی۔

ان دو بنیادی باتوں کے علاوہ تیسری ایک اور بات فہرست کر دی اس کے بعد ہم تمہیں کسی بھی ملک میں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے تمہارا جینا دوبھر کر دیں گے اس ملک کے حکمراں تمہیں پناہ دینے سے انکار کر دیں گے وہاں کے قانون کے محافظ تمہارے خلاف محاذ آرائی کریں گے حتیٰ کہ تم اپنے وطن میں بھی نہیں رہ سکو گے۔ ہم اس کی مثال پچھلے دنوں پڑوسی ملک میں تمہیں تمہارے ہی ملک سے نکالنے والے تمہارے خلاف اور کیا کچھ کر سکتے ہیں یہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔

تم نے رسونیتی کی واپسی کی شرط رکھی ہے یہ شرط ہمیں منظور نہیں ہے کیونکہ ہماری منصوبہ بندی میں یہ بات بنیادی اہمیت رکھتی ہے کہ جس زمین پر ہم قبضہ جما لیتے ہیں اسے واپس نہیں کرتے۔ جس فرد کو اپنا لیتے ہیں اسے یا تو مار ڈالتے ہیں یا تاحیات اپنا بنا کر رکھتے ہیں اور اپنے طور پر اسے استعمال کرتے ہیں۔ ہم رسونیتی کو دشمن نہیں سمجھیں گے اسے ایسا دوست بنا لیں گے کہ تم حیران رہ جاؤ گے۔

ہماری طرف سے تمہارے عزیزوں کی خصوصاً سونیا اور پارس کو جو نقصان پہنچا ہے اس کے لیے ہمیں بے حد افسوس ہے لیکن جنگ اور محبت میں ایسا ہوتا ہے تم اپنی کتنی ہی محبتیں ہمارے ہاتھوں ہار چکے ہو اور ہم کتنے ہی بااصلاحیت لوگوں کو تمہاری وجہ سے ہمیشہ کے لیے کھو چکے ہیں ایسا تو ہوتا ہی ہے لیکن آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

مسٹر فرہاد علی تیمور! ہمیں جو کہنا تھا وہ کہہ چکے جواباً جو کہنا چاہو گے اسے ہم موشے الیٹروف کی زبان سے سن لیں گے۔ یہاں جو باتیں ہوں گی وہ ہم تک نشر ہوتی رہیں گی۔ ہم نے اس کے انتظامات کر لیے ہیں۔"

موشے الیٹروف نے فائل کو بند کر دیا پھر بے چینی سے سوچنے لگا۔ "کیا بات ہے فرہاد ابھی تک نہیں آیا، کیا بات بگڑ جائے گی؟ کیا وہ ہماری شرائط تسلیم نہیں کرے گا؟ موت ہمارے لیے لازمی ہو جائے گی؟"

اس وقت میں چپ چاپ حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے جس حد تک نہیں سوچا تھا، اس حد تک دشمن پہنچ رہے تھے، مجھے ہر طرف سے گھیر رہے تھے، انھوں نے دوستی کے لیے، اور دشمنی کے لیے ہر قسم کی باتیں کیں، مجھے ہر پہلو سے غور کرنے کی دعوت دی تھی اور میں ان کے بتائے ہوئے پہلوؤں پر غور کرتا تو یقیناً ان کی طرف جھکنے ہی والی بات تھی۔

میں پھر موشے الیٹروف کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسی وقت وہاں ایک شخص نے آ کر کہا۔ "ابھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع ملی ہے کہ مسٹر فرہاد زنگون میں ہونے والے اجلاس میں موجود تھے۔ اب وہاں سے وہ موشے الیٹروف کے پاس آنے کی بات کہہ کر اس اجلاس سے غیر حاضر ہو گئے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "میں حاضر ہو گیا ہوں اور اب میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

سب اسے چونک کر دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ "تم لوگوں کو یقین نہیں آئے گا۔ اس لیے اب میں موشے الیٹروف کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔"

جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے موت اس کے اندر سما گئی ہو حالانکہ میں بہت دیر سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ بس احساس کی بات ہوتی ہے معلوم نہ ہو تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ موت ہماری شہ رگ کے قریب ہے۔

میں نے کہا "موشے الیٹرو! میں آ گیا ہوں اور تمھارے اندر موجود ہوں۔"

وہ فوراً ہی احتراماً کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا "بیٹھ جاؤ۔ تم میرے احترام میں نہیں بلکہ اپنی موت کی تعظیم میں کھڑے ہو گئے ہو۔"

وہ بیٹھ گیا۔ اپنے ساتھیوں سے لرزتی ہوئی آواز میں کہنے لگا "مسٹر فرہاد علی تیمور ہمارے پاس موجود ہیں۔ میں یہ فائل کھول کر پڑھ رہا ہوں۔"

پھر اس نے مجھے مخاطب کیا "جناب! آپ سن لیجیے۔ یہ فائل ہمیں اپنی سب سے بڑی تنظیم کا ہال کے ہیڈ کوارٹر سے موصول ہوئی ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اسے آپ کے سامنے پڑھ کر سنائیں۔"

میں نے وان کریک کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے کہا "اس وقت میں وان کریک کے اندر موجود ہوں اور اسی کے ذریعے گفتگو کر رہا ہوں۔"

موشے الیٹرو فائل کھولنے لگا۔ وان کریک کی زبان نے کہا "فائل بند کر دو۔ اس میں جو کچھ لکھا ہے اسے میں پڑھ چکا ہوں۔"

موشے الیٹرو نے سر اٹھا کر کہا "مسٹر وان کریک! میں آپ کو نہیں، فرہاد صاحب کو سنا رہا ہوں۔"

میں نے ڈانٹ کر کہا "میں کہہ چکا ہوں، اس وقت وان کریک نہیں، میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

اس نے فوراً ہی فائل بند کر دی۔ ہکلاتے ہوئے کہا "م۔م۔ میں سمجھ گیا۔ آپ ہی بول رہے ہیں، آپ سے تو کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ یقیناً فائل کی تمام باتیں آپ کو معلوم ہو چکی ہوں گی۔ میں یہ پوچھنے کی جرأت نہیں کروں گا کہ آپ نے کیسے معلوم کیا۔ بہرحال آپ جو جواب دیں گے وہ یہاں ریکارڈ ہوتا رہے گا اور دوسری طرف آپ کی باتیں سنی جائیں گی اور۔۔۔۔"

"اور آگے نہ بولو۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہاں ایک پاور فل مائک نصب کیا گیا ہے میں وان کریک کے ذریعے جو کہوں گا، وہ دوسری طرف سنا جائے گا۔"

وہ خوشامدانہ انداز میں بولا "جی ہاں جی ہاں، آپ سب سمجھتے ہیں ہمیں امید ہے کہ ان تمام باتوں کا جواب دیتے وقت بھی آپ پوری سمجھ داری سے کام لیں گے۔"

"میں یقیناً جواب دوں گا لیکن اس کے لیے انتظار کرو۔ رنگون میں بیٹھے ہوئے معزز افسرانِ میرا انتظار کر رہے ہیں۔ میں ابھی وہاں سے آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں پھر اس مسلح محافظ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میرے وہاں سے جانے کے بعد اس محافظ کو ہال سے باہر بھیج دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ ان معزز عہدیداروں کے سامنے ایک کمتر شخص تھا۔ اسے وہ لوگ اپنے برابر نہیں بٹھا سکتے تھے۔ میں اسے پھر ہال کے اندر لے آیا۔ وہ بڑی شان سے چلتا ہوا آیا۔ کسی تک آیا جہاں سے تھوڑی دیر پہلے اسے اٹھا دیا گیا تھا۔ اس نے کرسی کو کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا "میں فرہاد علی تیمور آپ لوگوں کے درمیان موجود ہوں۔"

اس کی موجودگی پر کچھ لوگ اعتراض کرنا چاہتے تھے، مگر میرا نام سن کر چپ ہو گئے۔ میں نے چیف سیکرٹری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "مجھے افسوس ہے آپ لوگوں کو انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی۔ میں مجبور تھا۔ وہاں میرے سامنے بڑی بڑی شرائط پیش کی گئی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں بڑی بڑی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ تو سے کہا گیا ہے کہ اگر میں نے مونتی کی واپسی کا مطالبہ کیا اور میرا مطالبہ پورا نہ ہونے کی صورت میں کسی بھی یہودی کو ہلاک کیا تو وہ لوگ بے حد و حساب نقصان پہنچائیں گے۔"

ایک لمحے کے توقف کے بعد میں نے کہا "وہ میری عزیز ترین بہن کو ہلاک کریں گے، اس کے سسرال کے ایک ایک فرد کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے، اس کے بعد میرے دوسرے ساتھیوں کو بھی چن چن کر ہلاک کریں گے۔ مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ میں ان کے لیے کب تک حتمی تاریخ کا تعین کر سکتا ہوں۔ بے شک وہ درست کہتے ہیں۔ میں کسی بھی رشتے دار یا کسی بھی ساتھی کی ہر لحظہ حفاظت نہیں کر سکتا۔ میں نے اس محافظ کے ذریعے ایک گہری سانس لے کر کہا "اگر انھوں نے یہ بھی دھمکی دی ہے کہ میں نے ان سے دوستی نہ کی تو وہ میرے ملک میں تخریبی کارروائیاں شروع کریں گے اور اس کی تمام ترقی اور خوشحالی مجھ پر ہو گی۔ پھر انھوں نے مجھے دھمکی دی ہے کہ وہ مجھے کسی بھی ملک میں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے میرے لیے ایسے حالات پیدا کریں گے کہ میں جس ملک میں جاؤں گا مجھے اس زمین پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ اتنی بڑی دنیا میں رہتے رہتے تنگ ہو جاؤں گا کہ شاید میری قبر کی جگہ بھی نہ نکل سکے۔"

مسٹر عنایت حسین نے کہا "مسٹر فرہاد! اپنی قوت پرواز سے زیادہ بلندی پر جا کر اڑنے والے کے پَر جل جاتے ہیں۔ آپ کو اپنی حیثیت سے بڑی طاقتوں سے ٹکراتے وقت سوچ لینا چاہیے تھا کہ انجام کیسا عبرتناک ہو سکتا ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا یہ میرے مسائل کا حل ہے یا انصاف کا تقاضا پورا کیا جا رہا ہے کہ میرے ساتھ زیادتیاں ہو رہی ہیں، مجھے ہی نصیحتیں کی جا رہی ہیں؟"

چیف سیکرٹری نے کہا "ہم مانتے ہیں کہ تم پر زیادتیاں کی جا رہی ہیں اور یہ بھی ان کی شرائط کے آگے جھکنے پر مجبور کیا جا رہا ہے تم اس جلاس میں بیٹھ کر ہمیں الاقوامی انصاف کی باتیں نہ کرو۔ انصاف ہوتا تو فلسطین میں ہو جاتا۔ انصاف ہوتا تو بھارتی مسلمانوں سے ہو جاتا۔ دنیا کے کتنے ہی پسماندہ ممالک انصاف کے لیے ترستے تم مجموعی طور پر کوئی ترقی پذیر یا ترقی یافتہ ملک نہیں ہو اور نہ ایسے کسی ملک کے حکمراں ہو۔ تم ایک عام آدمی ہو۔ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی بنا پر ایک الگ انفرادی حیثیت حاصل کر سکتے

لیکن یہ توقع نہیں کر سکتے کہ کسی دوسرے ملک کے مقابلے پر تم سے ترجیحی سلوک کیا جائے گا۔ پلیز! تم اپنے ملک واپس چلے جاؤ۔ ہم اپنے ملک میں ان دامان چاہتے ہیں۔ ہم اسرائیلی حکومت سے بھی اہم۔۔۔۔ معاملات طے کر رہے ہیں اور اس حکومت سے بھی اس بات کی ضمانت چاہتے ہیں کہ آئندہ یہاں یہودی کوئی تخریبی کارروائی نہیں کریں گے اور نہ ہی یہاں کے امن دامان کو غارت کریں گے۔"

میں نے کہا "آپ سیاسی اعتبار سے اپنے فیصلے سنا رہے ہیں لیکن میں انسانیت کے نام پر پوچھتا ہوں، میری بیوی کو اغوا کیا گیا ہے اس سلسلے میں آپ کی حکومت کیا کر سکتی ہے؟ کیونکہ اسے آپ ہی کے ملک سے اغوا کیا گیا ہے۔"

"ہم اس سلسلے میں اسرائیلی حکومت سے درخواست کر رہے ہیں کہ مادام رسونتی کو آپ کے حوالے کر دیا جائے۔"

"اور میں آپ سے کہہ چکا ہوں، وہ میری بیوی کو ہمیشہ یرغمال کے طور پر اپنے پاس رکھیں گے۔"

چیف سیکرٹری نے کہا "مسٹر فرہاد! تم نے ہمیں انسانیت کا واسطہ دیا ہے اور ہم نے اس کا جواب دے دیا کہ ہم اپنے طور پر کوششیں کر رہے ہیں۔ ہمیں آپ سے ہمدردی ہے اور ہم اپنے طور پر مادام رسونتی کے لیے کوششیں کرتے رہیں گے۔ اس سے زیادہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

"بے شک آپ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے۔"

مسلح محافظ وہاں سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر کرسی کو ایک لات مار کر پیچھے کی طرف گراتے ہوئے بولا "میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔"

چیف سیکرٹری اچھل کر کھڑا ہو گیا، پھر اس نے کہا "یہ مجلس کے آداب کے خلاف ہے۔ اس کرسی کو اٹھاؤ اور حاضرینِ اجلاس سے معافی مانگو۔"

محافظ نے حقارت سے جواب دیا "ایک انسان اپنی خطا پر دوسرے انسان سے معافی مانگتا ہے لیکن جس مجلس میں انسانیت کے نام پر کوئی انسانی فیصلہ نہ ہو سکے، وہاں معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم اپنی گھڑی دیکھو اور وقت بتاؤ۔"

چیف سیکرٹری نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا "تم۔۔۔ تم مجھے وقت بتانے کے لیے حکم دو گے؟"

"ہاں۔ میں حکم دے رہا ہوں اور ابھی تم عمل کرو گے۔"

دوسرے ہی لمحے اس نے اپنی گھڑی دیکھی پھر کہا "گیارہ بج کر پندرہ منٹ ہوئے ہیں۔"

"شاباش۔" میں نے کہتے ہوئے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا وہ جھرجھری لے کر دھپ سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "بارہ بجنے میں پینتالیس منٹ ہوں گے ہیں۔ گویا پینتالیس منٹ کے اندر رسونتی واپس آ جائے تو۔۔۔۔"

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ مسلح محافظ نے وہاں بیٹھے ہوئے معزز افراد کو دیکھا پھر وہاں سے چلتے ہوئے دروازے کی طرف جانے لگا۔ ایک پولیس آفیسر نے اٹھ کر کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! ایک منٹ۔ آپ کو یہاں سے دوستانہ انداز میں رخصت ہونا چاہیے۔"

مسلح محافظ نے وہاں سے پلٹ کر پوچھا "کون ہے میرا دوست؟ کون مجھ سے دوستانہ انداز میں افسوس کرے گا؟ آپ پولیس آفیسر ہیں، میں انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے بھی کہتا ہوں، آپ لوگ مطمئن رہیں۔ میں اس لمحے سے جب تک برما میں رہوں گا، یہاں کا حق نمک ادا کروں گا۔ یہاں کوئی خون خرابہ نہیں ہو گا۔ یہاں کا امن و امان غارت نہیں ہو گا لیکن جن یہودیوں کو میں نے موت کا مژدہ سنایا ہے وہ سب بارہ بجے کے بعد یہاں سے بھاگیں گے۔ میری ٹیلی پیتھی کے اشارے پر برما کی حدود سے باہر نکل جائیں گے اور اپنی اپنی موت کو گلے لگائیں گے۔"

ایک ذرا رک کر میں نے کہا "لیکن میں پولیس افسران اور انٹیلی جنس کے افسران کو بھی دوستانہ انداز میں مشورہ دیتا ہوں، میری تلاش نہ کی جائے۔ اگر مجھے پتہ چل گیا کہ کوئی بھی میری تلاش میں نکل پڑا ہے تو وہ اپنے گھر کے دروازے تک زندہ واپس نہیں جائے گا۔ لہٰذا جب میں نے یہاں کے امن و امان کی ضمانت دی ہے تو پھر کوئی بیرا پیچھے نہ آئے۔"

یہ کہتے ہوئے محافظ وہاں سے پلٹ گیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے باہر چلا گیا۔ جیسے ہی وہ ہال سے باہر پہنچا میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا اور موشے الیٹرو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا، کہنے لگا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں، چونکہ میں موشے الیٹرو بھی ہوں اس لیے سیدھے سادے انداز میں نہیں بولوں گا۔ یہاں سامنے والی دیوار سے سر ٹکراؤں گا اور اپنی بات کہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے کرسی کو ایک ٹھوکر ماری۔ پھر دوڑتا ہوا گیا اور سر کو دیوار سے ٹکرا کر پیچھے کی طرف گر پڑا۔ اس کے تمام ساتھی اس کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ کتنے ہی لوگوں نے اسے سہارا کر اٹھایا پھر اس نے سب کو جھٹک کر دور ہٹاتے ہوئے کہا "ابھی ایک بار ٹکر ماری ہے اس لیے ایک بات سن لو۔ برما کے وقت کے مطابق اس وقت گیارہ بج کر میں منٹ ہوئے ہیں۔ ٹھیک چالیس منٹ کے اندر رسونتی کو رنگون پہنچ جانا چاہیے۔ اب میں دوسری ٹکر مارنے جا رہا ہوں۔"

سب نے اسے پکڑ لیا۔ بھلا وہ یہ کیوں چاہتے کہ ان کا سربراہ خواہ مخواہ ان کے سامنے دیوار سے سر ٹکرائے۔ ادھر انہوں نے موشے الیٹرو کو جکڑ رکھا تھا۔ ادھر وان کریک دوڑتا ہوا دوسری دیوار کی طرف گیا۔ پھر اپنے سر کو زور سے وہاں ٹکرایا۔ نتیجے کے طور پر پیچھے کی طرف جا کر گر پڑا۔ اب لوگ اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔ اسے سنبھالنے لگے۔ پھر کہنے لگے "یہ کیا ہو رہا ہے۔ تم نے سر کو کیوں ٹکرایا؟"

اس نے کہا "اب میں فرہاد ہوں۔ یہاں تمہاری کاہال تنظیم

کے جو بڑے بڑے عہدے داران میری باتیں سن رہے ہیں۔ وہ اچھی طرح سن لیں۔ مجھے اپنی بہن شاہینہ کی زندگی عزیز ہے۔ میں نے اس کے اطراف سخت پہرہ لگایا ہے۔ یہ نہ پوچھو کہ یہ پہرہ کب تک قائم رہ سکتا ہے۔ اس کا جواب میں برما کے وقت کے مطابق چار بجے تک دوں گا۔ فی الحال اتنا جان لینا کافی ہے کہ جن یہودیوں کی ہلاکت کا میں نے وعدہ کیا ہے۔ وہ ہر حال میں مریں گے۔ صرف رسونتی کی واپسی انہیں زندہ رکھ سکتی ہے اور اس کی واپسی کے لیے اب چالیس منٹ سے بھی کم وقت رہ گیا ہے۔"

میں ان کے پاس سے اپنی بہن شاہینہ کے پاس پہنچا۔ وہ اور اس کی بچی اور دوسرے رشتے دار غیریت تھے۔ میں نے سعید صاحب سے کہا۔ "جناب! آپ شام تک اسی کوٹھی میں رہیں۔ شاہینہ کو اور تمام گھر والوں کو کسی دوسرے کی ذمے داری پر نہ چھوڑیں میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے بڑا سخت پہرہ لگا رکھا ہے۔ پھر بھی میں آپ کی موجودگی ضروری سمجھتا ہوں۔"

سعید صاحب نے کہا۔ "تم بے فکر رہو۔ میں اپنی ذمے داریوں کو سمجھ رہا ہوں۔ شام تک یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا لیکن یہ شام تک کی پابندی کیوں ہے؟"

میں ایک خوشخبری سنا رہا ہوں۔ لاہور کے وقت کے مطابق شاید کچھ بیاسات بجے تک سونیا ایک دوسرے روپ میں لاہور سے پہنچ جائے گی۔"

"کیا؟" انہوں نے حیرانی سے چونک کر پوچھا۔

میں نے مسکرا کر کہا۔ "جی ہاں۔ وہ دنیا والوں کے لیے مر چکی ہے لیکن میری بہن کے لیے پھر زندہ ہو رہی ہے۔ میں بعد میں اس کے متعلق بتاؤں گا کہ وہ کس انداز میں وہاں پہنچنے والی ہے۔"

پھر میں نے یہی خوشخبری شاہینہ کو سنائی تو وہ خوشی سے کھل اٹھی۔ اپنی بچی کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "سونیا بھابھی کو اپنے قریب پا کر مجھے ہمیشہ یوں لگتا ہے جیسے میں نے آپ کو پا لیا ہے مجھے پھر دنیا کا ڈر نہیں رہتا۔ اللہ اب شام تک وقت کیسے گزرے گا۔ خوشی سے تو میرے پاؤں زمین پر نہیں پڑیں گے۔"

میں اس کی خوشی سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اپنے مسائل کو ذرا دیر کے لیے بھول گیا اور ایسا ہونا بھی چاہیے ورنہ انسان صرف مسائل میں گھرا رہے تو پاگل ہی ہو جائے۔

دہلی کے وقت کے مطابق مجھے ایک بجے باس وجے آنند کے پاس پہنچنا تھا اس کے لیے ابھی کافی وقت تھا۔ کیونکہ مجھے یہاں کے وقت کے مطابق دو بجے سے کچھ پہلے وہاں جانا تھا۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک سیٹ پر آرام سے بیٹھی ہوئی کھڑکی کے پار دیکھ رہی تھی۔ میں نے اسے اجلاس کی رپورٹ تفصیل سے سنائی۔ تمام باتیں سننے کے بعد اس نے کہا۔

"معاملات الجھتے ہی جا رہے ہیں۔ دشمن اپنی دسسی سے باز نہیں آئیں گے اور تم بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے رہو گے۔ آخر ایسا کب تک ہوگا۔ ٹھیک ہے میں شاہینہ کی حفاظت کے لیے جا رہی ہوں۔ اپنی آخری سانس تک اس پر آنچ نہیں آنے دوں گی لیکن دشمن کی دھمکیاں کیا طرز نہیں ہیں۔ ہم ادھر شاہینہ کی حفاظت پوری توجہ سے کرتے رہیں گے۔ ادھر دشمن تمہارے ملک میں تخریبی کارروائیاں شروع کر دیں گے۔ تمہارے لیے ہر ملک کی زمین تنگ کر دیں گے اور وہ کیسی مکاریاں دکھائیں گے یہ ہم ابھی نہیں جانتے۔ جتنا انہوں نے دھمکایا ہے اتنی ہی باتیں ہمارے علم میں ہیں۔"

"تم لاہور پہنچ جاؤ اس کے بعد پھر اس مسئلے پر بات کریں گے۔"

"معلوم ہوتا ہے تمہارے ذہن میں کچھ اور باتیں پک رہی ہیں۔ اسی لیے تم ان باتوں کو ٹال رہے ہو اور دشمنوں سے انتقام لینے کو اہمیت دے رہے ہو۔"

"تم نے ابھی کہا ہے۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دینا پڑے گا۔ یقیناً دشمنوں کے ساتھ یہی کرنا چاہیے۔ ذرا میں رسونتی کو ہار سے واپس بلا لوں۔ پھر دیکھنا کہ میں کس طرح ان کے ہوش اڑاتا ہوں۔"

"آخر مجھے بتاؤ تو سہی تم سوچ کیا رہے ہو۔ کیا کرنا چاہتے ہو۔ دیکھو سونیا! یہ درست ہے کہ ہم تمام عمر شاہینہ کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ تمام عمر اپنے عزیز رشتوں کو اور اپنے ساتھیوں کو دشمن کی مکاریوں سے بچا نہیں سکتے۔ اس کے لیے کوئی ایسی تدبیر سوچنا ہوگی کہ دشمن پھر کبھی ہماری طرف رخ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں۔"

"آخر وہ کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟"

"تم بہت ذہین ہو۔ ذرا سوچو۔ مجھے مشورہ دو۔ میں بھی سوچ رہا ہوں۔ جب کوئی بات دماغ میں آئے گی تو میں تمہارے پاس آؤں گا۔ اسی سفر کے دوران تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ فی الحال تم بتاؤ کہ تم کس روپ میں، کس نام سے لاہور پہنچ رہی ہو؟"

سونیا نے مسکرا کر اپنے پرس میں سے ایک چھوٹا سا آئینہ نکالا۔ پھر اس آئینے میں اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "اس آئینے میں مرجانہ کی صورت نظر آ رہی ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم مرجانہ بن کر لاہور آ رہی ہو؟"

"اور کیا کر سکتی تھی۔ اتنی جلدی پیرس میں کسی مشرقی لڑکی کا پاسپورٹ نہیں مل سکتا تھا۔ صرف لاہور پہنچنے کی بات ہوتی میں کسی بھی مذہب، کسی بھی قوم کی لڑکی کے روپ میں وہاں چلی جاتی لیکن مجھے ایک مسلمان گھرانے میں، شاہینہ کی سسرال میں جانا اور رہنا ہے۔ اس طرح کہ دشمنوں کو شبہ نہ ہو۔ اس لیے اگر یہ

گرانی ہو رہی ہوگی یا لاہور میں دشمنوں نے مجھے دیکھ بھی لیا تو بھی سمجھیں گے کہ مرجانہ شاہینہ کے پاس پہنچ گئی ہے۔"

میں نے قائل ہو کر کہا۔ "واقعی تمہیں مرجانہ بن کر ہی وہاں پہنچنا چاہیے۔"

میں مطمئن ہو کر اس کے پاس سے آنا چاہتا تھا لیکن اطمینان میرے نصیب میں نہیں۔ میں نے اس سے کہا۔ "مرجانہ کوئی گمنام سی لڑکی نہیں ہے۔ ہمارے تمام دشمن اور خصوصاً یہودی تنظیم کے سبھی لوگ اسے اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ کیا تم نے اس پہلو سے سوچا ہے کہ تم مرجانہ کی حیثیت سے دشمنوں کی نظروں میں آؤ گی تو تمہارے سامنے طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کی جائیں گی۔"

"میں اتنی نادان نہیں ہوں۔ میں نے ہر پہلو پر اچھی طرح غور کیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے پیرس کے ایئرپورٹ تک چھپ کر آئی ہوں۔ طیارے کے بیشتر مسافروں کو چھپ چھپ تولتی ہوئی نظروں سے دیکھا ہے۔ سفر کے دوران کوئی مجھے ٹریپ کرے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

"میں جانتا ہوں۔ دشمن تمہیں آسانی سے ٹریپ نہیں کر سکیں گے لیکن تمہاری لاعلمی میں کچھ کر سکتے ہیں۔ مثلاً کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی ایسی چیز ملا سکتے ہیں جس سے تم ہمیشہ کی نیند سو جاؤ لیکن نہیں وہ تمہیں مرجانہ سمجھ کر بھی جان سے نہیں ماریں گے جس طرح رسونتی کو یرغمال بنایا ہے۔ اس طرح تمہیں بھی قیدی بنا کر رکھ سکتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "اسی لیے تو میں مطمئن ہوں۔ وہ کچھ بھی کریں، مگر مجھے جان سے نہیں ماریں گے۔"

"پھر بھی کسی ایئر ہوسٹس سے گفتگو کرو۔ میں اس کے ذریعے معلوم کروں گا۔ کسی نے تمہیں پہچانا تو نہیں۔ تمہارے کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی ملاوٹ تو نہیں ہو رہی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "یہاں کی ایک ایئر ہوسٹس بہت ہی خوبصورت ہے۔ تم اس کے دماغ میں پہنچو گے تو چھپ چاپ دل میں بھی پہنچ جاؤ گے ہائے، پھر میں کنواری رہ جاؤں گی؟"

"مذاق نہ کرو۔ شاید تم ان کی طرف سے مطمئن ہو۔"

"یہی بات ہے۔ یہاں کی دو ایئر ہوسٹس اور ایک اسٹیورڈ تینوں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے سے کامیاب ہو کر جانے والے ایئر فرانس کے کتنے ہی شعبوں میں کام کرتے ہیں۔ ان میں سے ہمارے تین ساتھی ایئر فرانس کے اس طیارے میں ہیں اور وہ بھی یہاں کے تمام مسافروں کو اچھی طرح تول رہے ہیں۔ ان تینوں کو میزبان کی حیثیت سے زیادہ مراعات حاصل ہیں اور وہ ان سے باتیں کرتے جا رہے ہیں۔ ٹٹول رہے ہیں۔ کسی پر ذرا بھی شبہ ہوگا تو وہ مجھے اشارہ کر دیں گے۔"

مگنے گھڑی دیکھی۔ برما کے وقت کے مطابق بارہ بجنے کے لیے پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ میں نے کہا۔ "سونیا! میرا اب یہاں دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔ اس لیے جا رہا ہوں جب واپس آؤں گا تو تمہارے ان تینوں ساتھیوں کے دماغ میں پہنچوں گا اور ان کے ذریعے معلوم کروں گا کہ انہوں نے مسافروں کے سلسلے میں کیا معلومات حاصل کی ہیں۔ پھر یہ کہ یہ طیارہ یہاں سے استنبول پہنچے گا۔ وہاں بھی کچھ نئے مسافر طیارے میں آئیں گے۔"

سونیا نے قائل ہو کر کہا۔ "ٹھیک ہے۔ ہم لوگوں کے چہرے پڑھ سکتے ہیں۔ ان پر زیادہ سے زیادہ شبہ کر سکتے ہیں۔ تم ان کے دماغوں کو پڑھ لو گے۔ بہرحال جب آؤ گے تو میں ان تینوں سے تمہارا تعارف کراؤں گی۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ منجالی نے پوچھا۔ "کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے؟"

"نہیں ابھی اپنے سب لوگ بخیریت ہیں اور اب میں اپنے کیے ہوئے چیلنج کو پورا کرنے دشمنوں کے پاس جا رہا ہوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "چائے پلاؤں؟"

"ضرور پلاؤ۔"

وہ چلی گئی میں ڈان فرنیز کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لوگ ابھی تک اسی ہال میں موجود تھے، جہاں اجلاس ہوا تھا چیف بیکر بڑی جا چکا تھا لیکن مسٹر عنایت حسین وہاں موجود تھے۔ تاکہ مجھے انتظامی کارروائی سے باز رکھیں۔ میں نے ڈان فرنیز کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخ کر اپنی کرسی سے اٹھا۔ پھر کرسی سمیت پیچھے کی طرف گر پڑا۔ دوسرا جھٹکا میں نے ٹون بیکر کو پہنچایا۔ اس کی بھی یہی حالت ہوئی وہ دونوں چیخ چیخ کر کہنے لگے۔ "فرہاد آ گیا ہے۔ فرہاد آ گیا ہے۔"

مسٹر عنایت حسین نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "مسٹر فرہاد! میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کیپٹن مورو شان کی زبان سے کہا۔ "میں اس وقت کیپٹن مورو شان کے پاس موجود ہوں فرمائیے۔"

"میں ان لوگوں سے معاملات طے کر رہا ہوں۔ یہ اپنے بڑوں سے باتیں کر چکے ہیں اور انہیں راضی کر رہے ہیں کہ تمہاری بیوی کو یہاں واپس بھیج دیا جائے۔ تم فی الحال اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ۔"

میں نے پوچھا۔ "کسی کو کسی کی حرکت سے باز رکھنے کے لیے کتنے ذرائع استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ پہلے تو طاقت سے دھمکایا جاتا ہے۔ جیسا کہ مجھے دھمکایا گیا۔ جواباً میں ٹیلی پیتھی کی طاقت استعمال کر رہا ہوں لیکن اس سے پہلے میں نے خدا کا واسطہ دیا، میں نے انسانیت کا واسطہ دیا۔ میں آپ کو بھی خدا اور انسانیت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں۔ آپ کے پاس ذرا بھی انصاف

ہے لو ایک شخص کی اغوا کی ہوئی بیوی کو واپس بھیج دیں۔ پہلے اس پر بات کریں۔ تعجب ہے کہ آپ اخبارات میں بیوقوفیوں کے خلاف بیانات دیتے ہیں لیکن در پردہ ان کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ یہ دشمن مجھے بھی ایسی زبردست دھمکیاں دے چکے ہیں۔ جنہیں سننے کے بعد کوئی بھی ان کے آگے گھٹنے ٹیک سکتا ہے لیکن میں ابھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہوں اور ثابت کروں گا کہ میں ان کے سامنے کسی طرح بھی مجبور، بے بس اور کمزور نہیں ہوں۔"

تھوڑی دیر کے لیے وہاں سناٹا چھا گیا۔ پھر میں نے کہا۔ "ڈان فریز! اور ٹون بیکر! تم یہودیوں کی جس مہم کے ساتھ یہاں آئے ہو۔ فوراً یہاں سے نکل جاؤ ورنہ یہیں مارے جاؤ گے۔ اب یہ تم پر ہے۔ اگر تیز رفتار گاڑی میں بیٹھ کر جاؤ تو جلد ہی سرحد پار کر جاؤ گے جلدی موت کو گلے لگاؤ گے۔ اگر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے جاؤ گے جتنے گھنٹے اور جتنے دنوں کے بعد سرحد پار پہنچو گے اتنے دنوں تک زندہ رہو گے۔ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی ابھی چل پڑیں۔"

ٹون بیکر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کے دماغ کو ایک جھٹکا لگا۔ میں نے اس سے کہا۔ "کوئی گزارش نہ کرو فوراً چل پڑو۔"

وہ فوراً ہی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "مسٹر فریز! کم آن۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ ہم ابھی نہیں مر رہے ہیں ابھی ہماری زندگی کے کچھ گھنٹے یا کچھ دن باقی ہیں۔ ہم بہت آہستہ آہستہ چلتے ہوئے سرحد تک جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "ڈان فریز اور ٹون بیکر! اچھی طرح سن لو۔ میں پندرہ منٹ بعد پھر تمہارے پاس آؤں گا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے پورے قافلے کے ساتھ سرحد کی طرف جا رہے ہو یا نہیں۔ ہاں ایک بات یاد رکھو۔ تمہارے ساتھ جتنی عورتیں اور بچے ہیں ان کے لیے میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔ انہیں تم آرام سے سرحد پار بھیج سکتے ہو۔ میں ان میں سے کسی کی بھی جان کا دشمن نہیں ہوں۔"

یہ کہہ کر میں موشے الیزرو کے پاس پہنچ گیا۔ پہنچتے ہی میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ وہ چیخ کر تلملانے لگا۔ اس کے ساتھی وان کریک کی بھی یہی حالت ہوئی۔ وہ دونوں چیخنے لگے۔ "فرہاد آ گیا۔ فرہاد آ گیا۔"

میں نے حقارت سے کہا۔ "جنگل میں گدڑ یا چیتا رہتا تھا شیر آ گیا۔ شیر آ گیا۔ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ شیر محض ایک نام ہے جو بذاتِ خود کبھی نہیں آتا۔ اس بارے میں آج تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

وہ دونوں تھر تھر کانپتے ہوئے کہنے لگے۔ "ہم تو ہمیشہ تم سے ڈرتے رہے ہیں۔ ہم جانتے ہیں تمہاری شرط پوری نہ ہوئی تو تم ہمیں مار ڈالو گے اور تم ہمیں مارے اسے ہو۔ ہم تمہیں خدا کا واسطہ دیتے ہیں۔ ہمیں تھوڑی سی مہلت دو۔ ہم مادرِ رسونتی کو ضرور تمہارے پاس پہنچائیں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "کتنی مہلت؟"

"بس تھوڑی سی۔ آج ہمیں زندہ چھوڑ دو۔ ہم اپنے ساتھیوں سے اس سلسلے میں بات کر رہے ہیں۔ ہم بے موت نہیں مرنا چاہتے۔"

میں نے کہا۔ "میں نے برما میں تمہارے ساتھیوں کو جو مہلت دی ہے کہ وہ جتنے گھنٹوں میں یا جتنے دنوں میں پیدل چلتے ہوئے سرحد پار کریں گے اتنے دنوں تک زندہ رہیں گے جیسے ہی سرحد پار کریں گے موت انہیں دبوچ لے گی۔ لہٰذا جب تک وہ سرحد پار نہ کریں۔ اس وقت تک تم بھی زندہ رہو گے اور میں اس وقت تک رسونتی کی واپسی کا انتظار کرتا رہوں گا۔ جاؤ، میں نے مہلت دی۔"

وہ دونوں حیرانی سے اور بے یقینی سے خلا میں تک رہے تھے۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ موت وقتی طور پر ٹل گئی ہے۔ ان کے دوسرے ساتھیوں نے انہیں سہارا دے کر فرش پر سے اٹھا دیا تھا۔ پھر اچانک ہی موشے الیزرو نے چیخ کر پوچھا۔ "جناب فرہاد صاحب! آپ موجود ہیں اگر موجود ہیں تو سن لیں۔ آپ بہت عظیم ہیں۔ آپ نے ہمیں زندہ رہنے کا تھوڑا سا وقت دے کر ہمارے دل جیت لیے ہیں ہم اپنے بڑوں سے آخری وقت تک فائیٹ کرتے رہیں گے۔ مادرِ رسونتی کو ضرور آپ کے پاس پہنچائیں گے۔"

وان کریک نے چیخ کر کہا۔ "جاؤ کسی طرح برما کے ہمارے ساتھیوں کو اطلاع دو کہ جب تک ہم حد و جہد کر رہے ہیں اس وقت تک وہ سرحد پار نہ کریں۔ سرحد پار کرنے کے لیے چیونٹی کی چال چلیں۔ رک رک کر چلیں۔"

میں نے ڈانٹ کر کہا۔ "چلنا زندگی ہے۔ رکنا موت۔ اس لیے تمہارے ساتھی رکیں گے نہیں۔ خواہ وہ چیونٹی کی چال چلتے رہیں۔"

میں پھر ڈان فریز کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اور ٹون بیکر ٹیلیفون کے ذریعے اپنے دوسرے ساتھیوں کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دے رہے تھے اور اپنے کسی آدمی سے کہہ رہے تھے کہ مردوں میں صرف وہی ایک رنگون میں موجود رہے گا اور عورتوں اور بچوں کو بذریعہ طیارہ یہاں سے تل ابیب پہنچائے گا۔

میں نے کہا۔ "ایک سرد بھی یہاں نہیں رہے گا۔ تمہارا عورتوں اور بچوں کو بھیجنے کی ذمے داری برما کے افسران پر ہے۔"

وہاں کھڑے ہوئے ایک پولیس افسر نے کہا۔ "ٹھیک ہے مسٹر فرہاد! میں اس کی ذمے داری لیتا ہوں ان کی عورتوں اور بچوں کو بحفاظت یہاں سے روانہ کر دوں گا۔"

میں نے کہا۔ "ڈان فریز اور ٹون بیکر! میں مزید پندرہ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ ایک جگہ جمع ہو جاؤ اور وہاں سے مارچ کرو لیکن چلنے کی شرط یہ ہے خواہ چیونٹی کی چال چلتے رہو مگر چلتے رہو۔ ایک ذرا نہ رکنا۔"

ٹون بیکر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن تین وقت کھانے کے لیے اور میرا مطلب ہے کہ ٹوائلٹ کے لیے ذرا سا رکنے کی مہلت تو ملے گی۔"

"جب وہ وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔"

پندرہ منٹ کے بعد وہ تمام یہودی ایکسپریس وے کے زیرو پوائنٹ پر پہنچ گئے میں نے کہا۔ "اب چل پڑو اور اپنے اس سفر کا آغاز کرتے وقت اپنے اس غیر انسانی تاریخی رویے کو یاد کرو جب تم لوگوں نے ہزاروں فلسطینی مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو ان کی زمین اور وطن سے بے دخل کر کے وہاں سے سرحد پار چلے جانے پر مجبور کر دیا تھا تم میں اور ہم میں ایک بہت بڑا اتنا ہی فرق ہے۔ تم لوگوں نے عورتوں اور بچوں کو معاف نہیں کیا۔ میں مسلمان ہوں اور مجھے یہ فخر ہے کہ میں نے تمہاری عورتوں کی عزت رکھی اور تمہارے معصوم بچوں کے آرام کا خیال کیا۔ وہ یہاں سے بڑے آرام کے ساتھ جائیں گے۔ اب تم لوگ جاؤ مارچ کرو۔"

وہ چلنے لگے۔ بالکل آہستہ آہستہ جیسے چیونٹیاں رینگ رہی ہوں۔ دور کھڑے ہوئے پولیس افسران اور بہت سے لوگ یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ میں نے ایک پولیس آفیسر کے دماغ میں چپ چاپ جھانک کر دیکھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "اگرچہ یہ مناسب نہیں ہے۔ ان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے۔ پھر بھی ہمیں اطمینان ہے۔ ان کے چلے جانے کے بعد یہاں امن و امان قائم رہے گا۔"

میں دماغی طور پر پھر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پھر جیسے ہی سر اٹھا کر دیکھا۔ منبالی کی ہنسی سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "میں جانتی تھی آپ مراقبے میں جا رہے ہیں تو واپسی کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ اسی لیے تھرماس میں چائے لے آئی تھی۔"

تھرماس میرے قریب رکھا ہوا تھا۔ میں نے زور سے کہا۔ "ذرا اسے ہاتھ لگا کر دیکھیں گرم ہے یا نہیں؟"

وہ آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی۔ "یہ کیا بات ہوئی تھرماس کبھی اوپر سے گرم نہیں ہوتا۔ اندر کی چیز گرم ہوتی ہے۔"

میں نے کہا۔ "انسان نے کیسی عجیب و غریب چیزیں ایجاد کی ہیں۔ گرمی کو چھپانے کے لیے اس پر تھرماس کا ٹھنڈا غلاف چڑھا دیا ہے۔"

آدھے گھنٹے کے بعد میں پھر ڈان فریز کے پاس پہنچا۔ وہ اپنے قافلے کے ساتھ بہت آہستہ آہستہ رینگنے کے انداز میں چل رہا تھا۔ اتنی دیر میں انہوں نے بمشکل ڈیڑھ فرلانگ کا فاصلہ طے کیا تھا ان کی چال سے پتہ چل رہا تھا کہ سرحد تک پہنچتے پہنچتے کم از کم دو چار دن لگا ہی دیں گے۔

وہ سب تعداد میں تقریباً ڈیڑھ سو تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ رنگون میں اتنے یہودی ہوں گے۔ ان کے علاوہ ان کی بیویاں اور بچے بھی تھے۔ انہیں میں نے الگ کر دیا تھا اس قافلے میں بہت سے یہودی ایسے تھے جن کے دماغوں تک میں کبھی نہیں پہنچا تھا۔ لیکن سب دہشت زدہ تھے کوئی نہیں جانتا تھا کہ میں کب کس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ پھر جو بھی کم سے کم وقت میں سرحد پار کرے گا وہ اتنی ہی جلدی مرے گا۔ اسی دہشت سے وہ سب لانگ مارچ کے لیے چلے آئے تھے۔

پیدل سفر کرتے رہنے کے دوران ڈان فریز اور ٹون بیکر ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کر رہے تھے۔ جن سے رابطہ قائم کر رہے تھے میں ان کے دماغوں میں پہلے ہی پہنچ چکا تھا میرے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی میں نے معلوم کیا دوسری طرف سے انہیں ہدایت دی جا رہی تھی وہ جتنا آہستہ چل سکتے ہو چلو۔ سرحد تک پہنچنے کے لیے سب سے طویل راستہ اختیار کرو۔ تم سب کی جانیں بچانے کے لیے رسونتی کو رنگون واپس بھیجنے کے لیے یہاں مذاکرات ہو رہے ہیں۔ ہمارے بڑے کسی نتیجے پر جلد ہی پہنچنے والے ہیں۔"

انہیں ہدایات دی جا رہی تھیں۔ تسلیاں بھی دی جا رہی تھیں میرے دشمن بھی فولادی ارادوں کے مالک تھے وہ اتنی آسانی سے رسونتی کو واپس نہیں کر سکتے تھے۔ میں ان کے ارادوں کو سمجھنے کے لیے دہلی کے ہاسں وجے آنند کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میرے مخاطب کوتے ہی اس نے سلام کیا پھر کہا۔ "میں اسی کوٹھی میں ہوں جہاں مادام ہیں۔ ہم یہاں ڈیوٹی دینے والے افسر اعلیٰ اس کے مسلح ماتحتوں کو ریلیف دینے کے لیے آدھ گھنٹہ پہلے چلے آئے ہیں۔ وہ افسر اپنے مسلح اسٹاف کے ساتھ جا چکا ہے۔ اس وقت میں اس کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں جان اسٹیورٹ کلرک آف دی کارپس کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔ جان اسٹیورٹ اس وقت فون پر کسی سے باتیں کر رہا ہے۔ آپ میرے ذریعے اس کی آواز سن سکتے ہیں۔"

میں اس کے ذریعے جان اسٹیورٹ کی آواز سننے لگا۔ وہ کان سے ریسیور لگائے دوسری طرف کسی کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں بہت محتاط ہوں۔ یقیناً فرہاد کسی کے ذریعے یہاں تک پہنچنے کی کوشش کر چکا ہے۔ ناکام رہنے کے بعد اب ہمارے آدمیوں سے لانگ مارچ کرا رہا ہے۔"

پھر وہ دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔ جواباً۔ ہوں،

ہاں، بس آل رائٹ کہتا جا رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا "میں سمجھتا ہوں، جب وہ شخص آتا ہے۔ تو یہ نہیں چلتا۔ کیسے اچانک سامنے پہنچ گیا لیکن میرے سامنے پہنچنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر صوفے پر آرام سے بیٹھ کر ٹیک لگا کر وجے آنند کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا —— "ابھی فرہاد کے بارے میں بات ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے بڑوں کے سامنے چیلنج کیا ہے۔ فرہاد شیر کے منہ سے نوالہ چھین کر لے جا سکتا ہے لیکن میری گرفت سے رسونتی کو لے جانا، اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ کبھی میرا سامنا نہیں کر سکتا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فون کی گھنٹی بجی اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو"

دوسری طرف سے کچھ کہا گیا۔ اس نے چونک کر، پھر غصہ دکھا کر پوچھا "تم کون ہو۔ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

اس کے ساتھ ہی اس نے ریسیور کو دیکھا۔ پھر منہ کے قریب کر کے چیخنے لگا "ہیلو، ہیلو....."

اس نے کریڈل پر بار بار ہاتھ مارا۔ اس کے بعد دوسرے نمبر ڈائل کیے۔ پتہ چلا کہ ڈائلنگ تو ہو رہی ہے مگر ٹون سنائی نہیں دے رہی ہے۔ کسی نے ٹیلیفون کے تار کاٹ دیے تھے۔

وجے آنند نے مسکرا کر پوچھا "مسٹر جان اسٹیورٹ! کیا بات ہے؟"

اس نے ریسیور کریڈل پر پٹختے ہوئے کہا "کوئی مجھے فون پر کہہ رہا تھا کہ ابھی میں نے فون پر کہا تھا۔ فرہاد کسی وقت اچانک سامنے آ جاتا ہے کچھ پتہ نہیں چلتا۔"

وجے آنند نے تائید میں سر ہلا کر کہا "یقیناً ابھی آپ نے فون پر یہ بات کہی تھی۔"

جان اسٹیورٹ نے کہا "اسی بات کے جواب میں اس نامعلوم شخص نے کہا "فرہاد کی آمد کے آثار یہ ہیں کہ پہلے تمام ٹیلیفون کا رابطہ ختم کیا جا رہا ہے۔ تار کاٹے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد ہی یہ ٹیلیفون بالکل خاموش ہو گیا۔ یقیناً کسی نے تار کاٹ دیے ہیں۔"

وجے آنند نے تشویش ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "اب آپ کیا کریں گے؟"

جان اسٹیورٹ نے ہنستے ہوئے کہا "وہ مجھے کچھ جانتا ہے۔ میں اس کی توقع کے خلاف رسونتی کو اس سے چھین کر لے آیا ہوں۔ اب بھی میں نے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں نے یہاں خطرے کے الارم لگائے ہیں تاکہ کوئی بات ہو تو اس کو مجھ کے باہر میرے خفیہ آدمیوں کو اس کا علم ہو جائے۔"

ادھر اس کی بات ختم ہوئی ادھر چھت کا گردش کرتا ہوا پنکھا تھمنے لگا۔ وجے آنند نے انگلی سے پنکھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "بجلی چلی گئی۔ اب خطرے کے آلارم ہوں یا خوشی کا انائونسمنٹ۔ بجلی کے بغیر کوئی آواز اس کوٹھی کے باہر دور تک نہیں جا سکے گی۔ ہاں، اگر آپ چیخنا چلانا چاہیں تو یہ دوسری بات ہے۔"

وہ غصے سے اچھل کر کھڑا ہو گیا "کیا تم مجھے بزدل سمجھتے ہو کہ میں عورتوں کی طرح رونا پیٹنا اور چیخنا شروع کر دوں گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ کیا ہو رہا ہے۔"

وہ تیزی سے دروازے تک گیا۔ اور اس کے ہینڈل کو گھمایا۔ اسے اپنی طرف کھینچا لیکن وہ دروازہ کھل نہ سکا۔ باہر سے بند تھا۔ اس نے زور کی ایک لات مارتے ہوئے تکما نہ انداز میں کہا "یہ کس نے بند کیا ہے۔ کھولو۔"

وجے آنند آرام سے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا "شاید یہ بھی فرہاد کی آمد کے آثار ہیں۔ ٹیلیفون کے تار کٹ گئے۔ بجلی تم گئی۔ دروازہ بھی باہر سے بند ہو گیا۔"

اس نے گھور کر وجے آنند کو دیکھا۔ پھر وہاں سے تیزی سے پلٹ کر چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ اسے بھی کھولنے کی کوشش کی۔ وہ باہر سے بند تھا۔ تب اس نے پلٹ کر تشویشناک انداز میں وجے آنند کو دیکھا۔ پھر کہا "تم یہاں آئے ہو اور یہ سب کچھ ہو رہا ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔ میں نہیں آیا ہوں۔ تمہاری نظریں دھوکا کھا رہی ہوں۔"

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر وجے آنند کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تم سیکورٹی آفیسر وجے آنند نہیں ہو؟"

"بے شک وجے آنند ہوں مگر سیکورٹی آفیسر نہیں ہوں۔ اگر ہوتا تو میرے پاس کم از کم ایک ریوالور ضرور ہوتا۔ دیکھ لو۔ میں بالکل نہتا ہوں۔"

جان اسٹیورٹ نے بڑی پھرتی سے ریوالور نکال لیا —— وجے آنند نے کہا "آپ کیوں تکلیف کر رہے ہو۔ ریوالور نکالنے سے پہلے ڈرائنگ روم کی کھڑکیوں کی طرف تو دیکھ لیا ہوتا۔"

اس نے ادھر ادھر کھڑکیوں کی طرف نظریں دوڑائیں وہاں سے اسٹین گن کی نالیں جھانک رہی تھیں۔ اس نے دانت پیستے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟"

وجے آنند نے اپنے سر سے پاؤں تک انگلی کے ذریعے اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ جسم وجے آنند کا ہے صرف دماغ اپنے قابو میں نہیں ہے۔"

جان اسٹیورٹ نے ایک گہری سانس لے کر اسے دیکھا پھر مسکرا کر کہا "فرہاد! تم کبھی ایسے بزدل تو نہ تھے۔ تم نے آج تک کبھی ہتھیاروں کا سہارا نہیں لیا۔ پھر ان کھڑکیوں سے اسٹین گنیں کیوں جھانک رہی ہیں؟"

وجے آنند نے کہا "صرف تم پر قابو پانے کے لیے۔ تم اپنا ریوالور کھڑکی سے باہر پھینک دو تو یہ اسٹین گنیں بھی ہٹ

جائیں گی۔ فرہاد نہتا ہو جائے گا۔"

جان اسٹیورٹ نے کھڑکی کی طرف بڑھ کر اپنا ریوالور باہر کی طرف پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی وجے آنند نے کہا۔ "تم لوگ کھڑکیوں کے پاس سے چلے جاؤ۔"

اس کے حکم کی تکمیل کی گئی۔ میں نے وجے آنند کی سوچ میں پوچھا "جان اسٹیورٹ تمہارے مقابلے میں کیسا ہے؟"

"میں اپنے مقابل کو کمزور نہیں سمجھتا ہوں۔ اپنا تولنا نہیں ہوں۔ مجھے اپنی صلاحیتوں پر اعتماد ہوتا ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ جب تک میرا اس کا مقابلہ ہوتا رہے آپ خیال خوانی کے ذریعے میری مدد نہ کریں۔ یہ میری تمنا ہے کہ میں آپ کے سامنے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کروں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ایک منٹ کے لیے رسونتی کے پاس جا رہا ہوں۔ آپ اس سے منٹ لیں۔"

دوسرے لمحے میں خاموش ہو گیا۔ وجے آنند نے کہا —— "کراف ڈی کلرس، قاتلوں کے قاتل جان اسٹیورٹ! میں اس وقت قسم کھا کر کہتا ہوں کہ فرہاد میرے دماغ میں موجود نہیں ہیں اور میں نے ان سے وعدہ لیا ہے کہ تم سے مقابلہ کرنے کے دوران خیال خوانی کے ذریعے میری مدد نہیں کریں گے۔ لہٰذا میں تم سے بھی وعدہ کرتا ہوں۔ اگر تم نے مجھے یہاں شکست دے دی تو تمہارے لیے دروازہ کھل جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ دروازہ کھلنے کے بعد میرے آدمی تمہیں معاف نہ کریں۔"

جان اسٹیورٹ نے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی۔ جب میں تم سے جیت جاؤں گا تو مجھے یہاں سے جانے کا موقع ملنا چاہیے۔"

"مجبوری ہے۔ ہم یہ عہد کر کے آئے ہیں کہ یہاں سے مادام رسونتی کو لے جائیں گے اور ہمارا یہ عہد آخری سانس تک قائم رہے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دور کہیں ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ جان اسٹیورٹ نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے وہ آواز سنی۔ وجے آنند نے کہا "یہ ہیلی کاپٹر مادام کے لیے آیا ہے۔"

اس کی بات سنتے ہی اچانک جان اسٹیورٹ نے اس پر چھلانگ لگائی مگر اوندھے منہ فرش پر آ کر گرا۔ وجے آنند ایک طرف کھڑا کہہ رہا تھا "ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ اطمینان سے اٹھو دوبارہ حملہ کرو۔"

میں مسکراتے ہوئے رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ دو مسلح سپاہی دو عورتوں کی کنپٹی سے ریوالور لگائے ہوئے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا "اپنی خیریت چاہتی ہو تو دوسری طرف منہ پھیر لو۔"

میں رسونتی کے ذریعے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگرانی کرنے والی دونوں مسلح عورتوں نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اچانک ہی ان کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے اور وہ فرش پر گر پڑیں۔ ان میں سے ایک مسلح آدمی نے کہا "مادام! ہم آپ کے اور فرہاد صاحب کے خادم ہیں ہمارے ساتھ فوراً چھت پر چلیں۔"

رسونتی ہچکچا رہی تھی۔ میں نے کہا "رسونتی! میں تمہارے پاس موجود ہوں لیکن دوسری طرف بھی مصروف ہوں۔ جان اسٹیورٹ کو روکنا بہت ضروری ہے۔ اس لیے میں بار بار تمہیں سمجھانے نہیں آؤں گا۔ ان پر بھروسہ کرو اور ان کے ساتھ چلی جاؤ۔"

میں وجے آنند کے دماغ میں پہنچا۔ اسی وقت میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا کیونکہ جیسے ہی میں وہاں پہنچا تھا۔ جان اسٹیورٹ کا ایک مکا وجے آنند کے منہ پر پڑا تھا۔ ظاہر ہے جب اسے جھٹکا پہنچا تو مجھے بھی جھٹکا پہنچا۔ جان اسٹیورٹ کی آواز سنائی دی "میں ہوں کلر آف دی کلرس۔ قاتلوں کا قاتل۔"

وجے آنند اتنی تیزی سے پلٹا جیسے ڈر کر بھاگ رہا ہو۔ جان اسٹیورٹ نے اس پر چھلانگ لگائی اور دھوکا کھا گیا۔ وجے آنند کی کہنی اس کے پیٹ میں جیسے گھس گئی ہو۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے فرش پر گر پڑا۔ پھر اس کے منہ پر ایک ٹھوکر لگی۔ اس نے چیخ مار کر دوسری طرف کروٹ لی۔ دوسری طرف بھی ٹھوکر پڑی۔ پھر اس کے حلق سے چیخ نکلی اس کے بعد وجے آنند فری اسٹائل لڑنے والوں کی طرح اوپر سے چھلانگ لگا کر اس کی گردن پر آ کر گرا۔ دوسرے لفظوں میں دو سو دس پونڈ کا وزن اس کی گردن پر آ کر گرا تھا۔ اس کی کیا حالت ہوئی ہو گی۔ یہ دیکھنے والے یا پڑھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔

میں سمجھنے کے لیے جان اسٹیورٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب اس کے دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ میرے لیے دماغ کے دروازے بند کرتا کیونکہ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا میں نے کہا "ہیلو قاتلوں کے قاتل! کیا حال ہے میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ میں نے ابھی تک وجے آنند کی ذرا مدد نہیں کی۔ بس تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے تیس مار خان دیکھے ہیں۔ انہوں نے بھی اپنے نام ایسے رکھے تھے کہ جس کو دہشت طاری ہو جاتی تھی۔ میں جانتا تھا کہ جس دن تمہارے جیسے پہاڑ کو کھودا جائے گا تو اس میں سے بھی چوہا نکلے گا۔ اسی لیے میں نے تمہیں ہاتھ نہیں لگایا۔ اب تمہارے لیے وجے آنند جیسے میرے دوست ہی کافی ہیں۔"

ہیلی کاپٹر کا شور اتنا بڑھ گیا تھا کہ اب وہاں قریب سے ایک دوسرے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی..... ہیلی کاپٹر چھت پر اتر چکا تھا۔ میں نے رسونتی کے ذریعے

دیکھا۔ وہ بچے کو گود میں اٹھائے ضروری سامان لے کر ہیلی کاپٹر پر سوار ہو رہی تھی۔ میں پھر وجے آنند کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت تک جان اسٹیورٹ تکلیف سے کراہتا ہوا، ڈگمگاتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ جیسے ہی کھڑا ہوا اس کے پیٹ پر ایک ٹھوکر پڑی۔ پھر دوسری ٹھوکر اس کے منہ پر پھر تڑاتڑ گھونسے پڑتے چلے گئے۔ جب وہ ایک طرف گر پڑا تو میں نے وجے آنند کے ذریعے دیکھا۔ اس کے ناک سے اور منہ سے خون ایسے بہہ رہا تھا جیسے جسم کے تمام لہو کو بہہ جانے کا کھلا راستہ مل گیا ہو۔

وجے آنند نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے اٹھایا۔ وہ خود نہیں اٹھ سکتا تھا۔ وجے آنند نے اسے دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا۔ اسے سر سے بلند کیا۔ پھر زور سے فرش پر پٹخ دیا۔ وہ نقاہت سے کراہنے اور تڑپنے لگا۔ وجے نے اس کے پاس آ کر اسے پیچھے کی طرف سے اٹھایا، اٹھا کر جھٹا دیا۔ پھر اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر ایک بار ہلکا سا جھٹکا دیا۔ پھر دوسری بار ہلکا سا جھٹکا دیا۔ تیسری بار یوں لگا کہ جیسے ہڈیوں سے ہڈیاں مل کر بج گئی ہوں یا ایک دوسرے سے چٹخ کر الگ ہو گئی ہوں۔ اس کی گردن لوٹ گئی تھی۔

وجے وہاں سے اٹھ کر سینئر ٹیبل کے پاس آیا۔ اپنی جیب سے ایک بڑا سا کاغذ اور قلم نکالا۔ پھر اس پر جلی حرفوں میں لکھا "قاتلوں کے قاتل کو کسی ہتھیار سے قتل نہیں کیا گیا ہے۔ اسے ٹیلی پیتھی نے بھی نہیں مارا کیونکہ یہ اپنے دماغ کے دروازے بند رکھتا تھا۔ اسے صرف دو ننھے ہاتھوں نے مارا ہے اور وہ ہاتھ فرہاد کے ایک پرستار کے تھے۔"

اس نے یہ لکھا۔ پھر اس کاغذ کو جان اسٹیورٹ کے سینے پر اس کی قمیص پر پن کے ذریعے منسلک کر دیا۔ اس کے لیے اس کمرے کا دروازہ کھولا گیا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا، زینے پر چڑھتا ہوا اوپر آیا۔ ہیلی کاپٹر پرواز کے لیے تیار تھا۔ وہ اس میں سوار ہو گیا۔ میں نے کہا "وجے آنند! تم نے میرا دل خوش کر دیا۔ اب یہ بتاؤ اسے کہاں لے جا رہے ہو کہیں آگے کوئی مصیبت نہ ہو۔"

"فرہاد صاحب! آپ بالکل اطمینان رکھیں۔ میں مادام کو ایسی جگہ لے جا رہا ہوں جہاں پرندہ بھی میری اور آپ کی مرضی کے خلاف پر نہیں مار سکے گا۔"

ہیلی کاپٹر وہاں سے پرواز کرنے لگا۔ میں نے رسونتی سے کہا "یہ جو تمہاری سامنے والی سیٹ پر آ کر بیٹھا ہے۔ یہ دہلی میں ریڈ پاور کا باس وجے آنند ہے۔ ہمارا پرستار ہے اور تمہیں بھی چاہتا ہے۔"

اسی وقت وجے آنند نے پیچھے کی طرف پلٹ کر دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "دیوی جی! پرنام۔"

رسونتی نے مسکرا کر کہا "میرے پتی نے ابھی تمہارا تعارف کرایا ہے۔ مجھے تم سے مل کر بے حد خوشی ہو رہی ہے۔"

اس نے بڑی انکساری سے کہا "اور آج کا دن میری زندگی کا سب سے یادگار دن ہے۔ یوں تو میں نے مانک مین کے لیے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ میری آج کی پلاننگ نہایت کامیاب رہی اتنی کامیاب کہ میں اپنی توقع کے خلاف بڑی آسانی سے آپ کو نکال لایا ہوں۔ یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں ہے لیکن بات یہ ہے کہ میں آپ کے اور فرہاد صاحب کے کام آ رہا ہوں۔"

ہیلی کاپٹر کو ایک میدان میں اتار گیا۔ وہاں ایک سفید رنگ کی کار اور ایک ویگن کار کھڑی ہوئی تھی۔ رسونتی کو ہیلی کاپٹر سے اتار کر سفید رنگ کی کار میں بٹھایا گیا۔ وجے آنند بھی اسی کار میں اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھی ویگن میں چلے گئے۔ ہیلی کاپٹر کو بالکل خالی چھوڑ دیا گیا۔ جب وہ وہاں سے روانہ ہوئے تو میں نے پوچھا "مسٹر وجے آنند! آپ نے ہیلی کاپٹر کو دشمنوں کے لیے کیوں چھوڑ دیا ہے؟"

"جناب! یہ دراصل سرکاری ہیلی کاپٹر ہے۔ ہم نے اس پر دوسرا رنگ چڑھا دیا تھا۔ سرکاری نشانات مٹا دیے تھے اب ان ہیودیوں کے علاوہ بھارتی پولیس اور انٹیلی جنس کے لوگ بھی مادام کو تلاش کرتے ہوئے یہاں پہنچیں گے تو انہیں اپنا ہیلی کاپٹر مل جائے گا — ہمارا کام تو ہو ہی چکا ہے۔"

"تم نے ہیلی کاپٹر کیسے حاصل کیا تھا؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "بڑی آسانی سے۔ میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا۔ یہاں سرکاری طور پر پردہ پوشی ہو رہی ہے۔ مانک مین کے ملک نے سرکار پر دباؤ ڈالا تھا کہ مادام کو واپس فرہاد صاحب کے پاس پہنچایا جائے۔"

"یعنی تمہاری پولیس اور انٹیلی جنس کے افسران ہیودیوں کو محض دکھانے کے لیے رسونتی کو تلاش کریں گے؟"

"جی نہیں، پولیس اور انٹیلی جنس کے افسران کو کوئی علم نہیں۔ بس چند خاص سرکاری لوگوں کو ہمارے منصوبے کا علم ہے ہمنے ان ہی کی مدد سے وہ ہیلی کاپٹر حاصل کیا تھا لیکن انہوں نے بھی یہ تاکید کی ہے کہ ہم یہاں کی پولیس۔۔۔۔ اور ہیودیوں کی نظروں میں نہ آئیں۔ اس لیے اب ہم مادام کو ایسی جگہ لے جا رہے ہیں جہاں ان کا میک اپ کیا جا سکے۔ پھر انہیں کل تک دہلی میں ایک مقامی فیملی کے ساتھ رکھا جائے گا۔ کل یہاں مانک مین کے ملک کا ایک طیارہ آئے گا۔ اس میں مسافروں کی جو فہرست ہے اس کی ایک نقل ہمارے پاس بھی ہے۔ اس فہرست کے مطابق یہاں سے ایک فیملی سنگاپور جا رہی ہے

اس فیملی کے ساتھ مادام بھی یہاں سے روانہ ہو جائیں گی۔ پھر وہ طیارہ رنگون میں اترے گا اور مادام آپ کے پاس پہنچ جائیں گی۔"

یہ باتیں وہ اونچی آواز سے کہہ رہا تھا تاکہ رسونتی بھی سنتی رہے۔ میں نے اطمینان کی سانس لے کر کہا "کیوں رسونتی! تم نے سن لیا۔ اب مطمئن ہو؟"

وہ بہت خوش تھی۔ اس نے کہا "میں بیان نہیں کر سکتی کہ آپ کے پاس پہنچنے کے لیے میرا دل کیسے تڑپ رہا ہے۔ میں کہہ نہیں سکتی۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ منجالی نے کہا "بہت دیر ہو چکی ہے۔ لنچ کا وقت بھی گزر رہا ہے۔"

میں اس کے ساتھ ساتھ ڈائننگ ٹیبل کے پاس آیا۔ وہاں ہم دونوں بیٹھ گئے۔ میں نے کہا "منجالی! ہر مایں میرا اور یہودیوں کا جھگڑا ختم نہیں ہو گا۔ بات ابھی اور آگے بڑھے گی کیونکہ میں رسونتی کو ان کے چنگل سے نکال چکا ہوں۔ وہ کل رات تک یہاں پہنچنے والی ہے۔"

منجالی نے خوش ہو کر کہا "واقعی! کیا وہ کل یہاں آ رہی ہیں؟"

"ہاں لیکن دشمنوں کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ میرے پاس پہنچ چکی ہے۔ اس طرح میں ان پر دباؤ ڈالوں گا۔ دنیا والوں پر ثابت کروں گا کہ انہوں نے میری بیوی کو اغوا کیا اور اسے کہیں غائب کر دیا لیکن اب میں اس سلسلے میں بری حکام کو پریشان کرنا نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے یہاں مزید خون خرابہ ہو۔ کیوں نہ ہم سنگاپور چلیں؟"

وہ خوش ہو کر بولی "سنا ہے بہت ہی خوبصورت جگہ ہے۔ آپ نے ماحول بدلنے کے لیے بڑی اچھی جگہ کا انتخاب کیا ہے۔"

"ٹھہرو! میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے وجے آنند کو سوچ کے ذریعے مخاطب کیا اور اس سے پوچھا "کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ رسونتی اس طیارے سے رنگون میں نہ اترے بلکہ ہم رنگون سے مسافروں کی پیشتر سے اس طیارے میں سوار ہوں اور سنگاپور پہنچ جائیں؟"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں ابھی معلومات حاصل کر کے آپ کو جواب دیتا ہوں لیکن ہم سے کیا سروکار ہے؟"

"میرے ساتھ میری ایک ساتھی ہے اس کا نام منجالی ہے۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ وہ نیگرو لڑکی ہے۔"

"ایک منٹ۔" یہ کہہ کر وجے آنند نے اپنے ڈیش بورڈ کے بٹن کو دبایا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ننھا سا سرخ بلب روشن ہو گیا۔ اس نے دوسرے بٹن کو دبایا۔ سرخ بلب بجھ گیا۔ سبز روشن ہو گیا۔ اس نے کہا "ہیلو جی فار ڈی آر پی۔ باس فار دہلی ریڈ پاور۔ ایمرجنسی کال ان دی کیس آف فرہاد علی تیمور۔"

اس نے دو بار اس جملے کو دہرایا۔ پھر ایک بٹن کو دبایا۔ سبز بلب بجھ گیا۔ سرخ روشن ہو گیا۔ ایک چھوٹے سے اسپیکر سے آواز آنے لگی "یس کال اٹینڈنگ۔ ڈکٹیٹ یور میسج۔"

میں نے دوسری طرف بولنے والے کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ پتہ چلا وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ جب کبھی زندہ رہا ہو گا تو اس کی آواز میں چند خاص باتیں ریکارڈ کی گئی ہوں گی جو اس وقت کام آ رہی تھیں۔ ادھر وجے آنند میرے اور منجالی کے متعلق اپنا پیغام ریکارڈ کرا رہا تھا۔

میں نے رنگون کے بال اینجلو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں رنگون چھوڑنا چاہتا ہوں۔ مسٹر اینجلو! آپ نے میرے ساتھ جس دوستی کا ثبوت دیا ہے اسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ یہاں سے جانے کے بعد بھی آپ کو یاد کرتا رہوں گا اور کبھی کبھی آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔ تقدیر پھر کبھی رنگون لے کر آئی تو ہم پھر ملیں گے۔"

"آپ کب جانا چاہتے ہیں؟"

میں نے اسے بتایا کہ کس طرح رسونتی کو وہاں سے ایک طیارے میں روانہ کیا جائے گا۔ وہ طیارہ یہاں رنگون پہنچے گا وہ جس فیملی کے ساتھ آ رہی ہے، وہ فیملی سنگاپور جا رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ رسونتی یہاں نہ اترے بلکہ میں منجالی کے ساتھ اسی طیارے میں سنگاپور چلا جاؤں۔"

باس اینجلو نے کہا "جب دہلی کے باس مسٹر وجے آنند ماسک مین تک یہ پیغام پہنچا رہے ہیں تو یقیناً اس سلسلے میں مجھے بھی وہاں سے ضروری ہدایات موصول ہوں گی۔ میں اسی کے مطابق آپ کو اطلاع دوں گا اور تب یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ کس نام سے اور کس روپ میں آپ اور مس منجالی یہاں سے جائیں گے۔"

میں نے منجالی کو یہ تمام باتیں بتائیں۔ پھر اس سے کہا "پیرس میں تمہاری کی شادی ہونے والی تھی۔ میرا خیال ہے اب تک ہو چکی ہو گی۔ اسے مبارکباد دے آؤں اور اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کر لوں۔"

یہ کہہ کر میں جواد الخیری کے پاس پہنچ گیا۔ براہِ راست دلہن کے پاس نہیں گیا۔ مبادا میرے اچانک پہنچنے پر شرما جاتی۔ دستک دیے بغیر کسی کے گھر میں جانا مناسب نہیں ہوتا اس لیے میں پہلے صاحب خانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ چپ چاپ معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ شادی ہو چکی ہے۔ فیملی پارٹی کو لے کر اس کے محل میں آئی ہے۔ ان کی شادی سے پہلے اعلیٰ بی بی، مرجانہ، سائرہ بانو اور ادارے کے چند خاص لوگ جواد الخیری کے محل میں پہنچ گئے تھے تاکہ دولہا دلہن میرج کی رسم

کے دفتر سے واپس آئیں تو ان کا استقبال کیا جائے اور انہیں مبارک باد دے کر ان کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

میں نے مخاطب کیا "ہیلو ڈاکٹر جواد الخیری!"

وہ چونک گیا۔ اس نے اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرنے کی کوشش کی۔ میں نے کہا "میں ہوں فرہاد علی تیمور اور آپ کو دلہن کی مبارک باد دینے آیا ہوں۔"

اس نے مسکرا کہا "صرف دلہن کی نہیں بلکہ ایک عدد بیٹے کی بھی مبارک باد دیجیے۔ اب تک لاولد تھا۔ دلہن آتے ہی ایک بیٹے کا باپ بن گیا۔"

"واقعی آپ ڈبل مبارک باد کے مستحق ہیں لیکن آپ کی فکر داریاں بھی بڑھ گئی ہیں۔ پارس اپنے ساتھ بڑے مسائل اور بڑے مصائب لے کر چل رہا ہے۔ جب سے پیدا ہوا ہے تب سے دشمنوں کی سازشوں میں گھرا ہوا ہے۔"

"میں ان باتوں سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔ ایک تو آپ ہماری نگرانی کرتے رہیں گے۔ دوسرے بابا صاحب کے ادارے کے بے شمار افراد میرے آس پاس رہتے ہیں۔ سبھی باصلاحیت لوگ ہیں۔ دشمنوں کو اسی لیے تو پسینہ آتا ہے کہ وہ اب تک ایک بالشت بھر کے بچے تک نہیں پہنچ سکے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی وہ ناکام رہیں گے۔"

"آپ ان لوگوں کے سامنے اعلان کر دیں کہ میں موجود ہوں اور اب جمیلہ سے باتیں کرنے جا رہا ہوں۔"

جواد الخیری نے نظریں اٹھا کر اپنے محل کے بڑے سے ہال کا جائزہ لیا۔ ہال میں دور دور تک مہمان نظر آ رہے تھے جو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سبھی اعتماد کے آدمی تھے اور سبھی بابا فرید واسطی کے ادارے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے باوجود اس نے تمام لوگوں کے سامنے میری موجودگی کا اعلان نہیں کیا۔ اس کے آس پاس اعلیٰ بی بی، مرجانہ، سائرہ بانو اور جمیلہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس نے چپکے سے کہا "فرہاد ہمارے درمیان موجود ہے اور شاید اب تک جمیلہ کے پاس پہنچ چکا ہے۔"

جمیلہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ میں نے چپکے سے کہا "دولہا مبارک ہو۔"

وہ جھینپ کر شرمانے اور مسکرانے لگی۔ سب اسے دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا "اگر اسی طرح شرماتی ہو گی تو مرجانہ اور اعلیٰ بی بی چھیڑنا شروع کر دیں گی۔ اس اٹھائیس داقعی مرجانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فرہاد! ایسی باتیں نہ کرو کہ ہماری دلہن آج رات بھر شرماتی رہے۔"

اس پر سب نے قہقہے لگائے۔ میں نے جمیلہ سے کہا۔

"میری دعا ہے کہ تمہاری یہ نئی زندگی تمہاری آخری سانس تک خوشگوار رہے۔ تمہیں دنیا کی تمام مسرتیں حاصل ہوں۔ کبھی میں سوچتا ہوں کہ کس طرح تمہارے کام آؤں تو مجھے میرے اندر سے جواب ملتا ہے "میں ایک ایسی عورت کے احسان کا بدلہ کبھی نہیں چکا سکتا جو میرے بیٹے کو اپنی اولاد کی طرح اپنے کلیجے سے لگائے رکھتی ہے۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی "آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ میں نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ آپ یقین کریں کہ آپ کے بیٹے کو اپنے سینے سے لگا کر میں کبھی اسے پرایا نہیں سمجھتی۔ جانے کیوں مجھے حقیقی مسرت حاصل ہوتی ہے اور جس بات سے حقیقی مسرت حاصل ہو اس بات کا احسان کسی پر نہیں دھرا جاتا۔"

"پھر بھی میں نے آج تک جن سے دوستی کی۔ جن کے احسانات لیے۔ کسی نہ کسی طرح ان کے احسانوں کا بدلہ چکاتا رہا۔ صرف تم ایسی ہو جس کی محبت، خلوص اور ممتا کا قرض ہمیشہ مجھ پر رہے گا۔ میرے بیٹے کو لے کر پیار کرو۔ میں چلا جاؤں گا۔"

اس نے سائرہ بانو کی گود سے پارس کو لے کر اپنے سینے سے لگایا۔ پھر اسے پیار کرنے لگی۔ میں نے کہا "شادی مبارک۔ خدا حافظ۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر اسے بتایا کہ دہلی کے باس وجے آنند نے کس طرح رستوتی کو دشمنوں کی قید سے چھڑا لیا ہے اور وہ کل تک میرے پاس پہنچ جائے گی۔ اعلیٰ بی بی یہ سن کر بہت خوش ہوئی۔ وہ مرجانہ کو بھی ——— یہ باتیں بتا رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "فرہاد! ماسک مین نے تمہارے لیے بہت بڑا کام کیا ہے اس کے احسانات کا بدلہ چکایا جائے۔"

میں نے پوچھا "کیسے؟"

اعلیٰ بی بی نے جواب دیا "ان دنوں بڑی طاقتیں خلائی دوڑ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ انہیں خلائی اسٹیشنوں کے سلسلے میں یہ تشویش ہے کہ یہ اسٹیشن کتنے عرصے تک خلا میں قائم رہ سکیں گے اور اگر ان میں کوئی خرابی پیدا ہوئی تو انہیں واپس زمین پر لایا جائے یا ایسی کوئی صورت نکالی جائے کہ خلا میں ان کی مرمت ہو سکے۔ سپر ماسٹر کے ملک کے سائنسدان نے اس سلسلے میں ایک خلائی کار کا ڈیزائن بنایا ہے اس کی رپورٹ میں ساری تفصیلات موجود ہیں کہ وہ کس طرح خلائی اسٹیشن تک پہنچے گا۔ وہاں رہے گا اور ان اسٹیشنوں میں سے کسی کی خرابی دور کرے گا۔ اس خلائی کار کا تفصیلی نقشہ اور دیگر تمام تفصیلات ہمارے پاس مائیکرو فلم کی صورت میں موجود ہیں۔ تم چاہو تو ماسک مین کا بدلہ چکانے کے لیے یہ مائیکرو فلم اسے دی جا سکتی ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ میں خود ان کے کام آنا چاہتا تھا۔ میں ابھی دہلی کے باس وجے آنند کو یہ خوشخبری سناتا ہوں۔ وہ اپنے ماسک مین سے کہے گا۔ ماسک مین یہاں کے باس اسحاق وال وچ کو تم سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کہے گا۔ تم وہ مائیکرو فلم اسحاق وال وچ کے حوالے کر دینا۔ دراصل اتنا لمبا چکر اس لیے چلا رہا ہوں کہ وجے آنند نے ہمارے لیے یہ مہم سر کی تھی لہٰذا اسی کے ذریعے یہ خوشخبری ماسک مین تک پہنچے۔"

اعلیٰ بی بی نے سر ہلا کر کہا "میں سمجھتی ہوں اور میں انتظار کروں گی۔"

میں نے مرجانہ کو مخاطب کیا "ہیلو، میں اب تمہارے پاس ہوں۔"

اس نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا "شکر ہے تمہیں فرصت تو ملی۔ بائی دی وے، یہ تمہاری کیا عادت ہے کبھی کسی سے شیر و شکر ہوتے ہو یعنی دودھ میں چینی کی طرح گھل جاتے ہو اور کبھی کسی کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیتے ہو۔ کبھی پوچھتے بھی نہیں۔"

"اب سننے بھی دو۔ تم نے کہا تھا کہ ہمارے درمیان ایک فاصلہ قائم رہے گا اور تم بڑی سنجیدگی سے زندگی گزارنے کے لیے کسی جیون ساتھی کا انتخاب کرنے والی ہو۔ دیکھو جمیلہ کی شادی ہو گئی دو چار روز میں ہم سائرہ بانو کی شادی بھی زبردستی کرا دیں گے۔ اب ایک ارمان والی تم رہ جاتی ہو۔ کیا کہتے ہیں تمہارے ارمان؟"

"اسی لیے تمہیں فاصلہ رکھنے کے لیے کہا تھا۔ تم ایسی باتیں نہ کرو تو چوبیس گھنٹے میرے دماغ کا دروازہ تمہارے لیے کھلا ہے ورنہ میں ابھی بند کر رہی ہوں۔"

"ہاں، بند ہی کر دو۔ میں جا رہا ہوں۔ جب تم شادی کا فیصلہ کر لو گی تو آ کر پوچھ لوں گا۔"

میں نے سائرہ بانو کو سلام کیا۔ ان کی خیریت پوچھی۔ دو چار رسمی باتیں کیں۔ پھر دہلی کے باس وجے آنند کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت تک رستوتی کا حلیہ بدل گیا تھا۔ وہ ایک اونچے طبقے کی ہندو فیشن ایبل عورت کے روپ میں بھی جو اپنا وقت سنگھار کرنے، لباسوں کا انتخاب کرنے اور ملک ملک کی سیر کرنے میں گزارتی ہے اور اپنی اولاد کو آیا وغیرہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتی ہے۔

وجے آنند نے یہ روپ بھرنے کے لیے اس لیے کہا کہ وہ طیارے میں سفر کے دوران اپنے بیٹے کو اپنی گود میں نہ رکھے۔ اس سے دشمنوں کو شبہ ہو سکتا ہے۔ سبھی اس کی ممتا اور پارس کے لیے اس کی آگہی کو سمجھتے ہیں۔ وجے آنند نے اپنے منصوبے میں رستوتی کی اس منتا بھری کمزوری کا خاص خیال رکھا تھا اور سفر کے دوران فرضی پارس کے لیے ایک آیا کا الگ سے انتظام کیا تھا۔

اس وقت وہ رستوتی کو سر سے پاؤں تک دیکھ رہا تھا اور جائزہ لے رہا تھا کہ کہیں میک اپ میں کسی قسم کی کمی نہ رہ گئی ہو۔ اسی وقت میں نے اسے مخاطب کیا تو اس نے خوش ہو کر کہا "جناب! دیکھ لیجیے۔ میں نے مادام کو کیسے کیا بنا دیا ہے۔"

"تم جس قدر میرے لیے محنت کر رہے ہو اس قدر کوئی اپنا بھی نہیں کرے گا۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا "جناب آپ شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"میں تمہیں ایک خوشخبری سنانے آیا ہوں۔"

پھر میں نے اسے خلائی اسٹیشن اور خلائی کار کے متعلق تفصیلات بتائیں۔ یہ سن کر وہ خوش ہو گیا۔ میں نے کہا۔

"وہ مائکرو فلم پیرس میں اعلیٰ بی بی کے پاس ہے۔ لہٰذا اسے باس اسحاق وال وچ کو دیا جا سکتا ہے۔ آپ ماسک مین سے کہہ دیں۔ وہ اس سلسلے میں اسحاق وال وچ کو ہدایت دے سکتے ہیں۔"

میں نے دس منٹ تک رستوتی سے باتیں کیں۔ پھر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ منجالی مسکرا رہی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "میری وجہ سے تم خاصی بور ہو جاتی ہو۔ دیکھو میں کھا رہا تھا۔ کھانے کے دوران خیال خوانی شروع کی۔ ایک جگہ گیا تو وہاں سے دوسری جگہ جانا پڑا۔ دوسری جگہ سے تیسری جگہ مصروف رہنا پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب تک تم میرے ساتھ کھانے کی میز پر بیٹھی ہوئی ہو۔"

اس نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا "آپ کے ساتھ بیٹھی ہوں۔ اگر تنہا بیٹھنے کی بات ہوتی تو بور ہونے کا سوال پیدا ہوتا۔"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا "چلو باہر تفریح کریں گے۔ وہی میرا ریڈی میڈ میک اپ اور میک اپ کے دوران تھوڑی سی ایک دو جگہ خیال خوانی۔ ایک تو سونیا کی خیریت معلوم کرنا ہے دوسرے ان لانگ مارچ کرنے والے بیدوبوں کی بھی خبر لینا ہے۔"

میں اپنے بیڈ روم کی طرف جاتے ہوئے پہلے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بخیریت تھی اور اس وقت مفرکے دوران کھانے میں مصروف تھی۔ میں نے کہا "یہاں تمہارے لنچ کا وقت ہوا اور میرے ہاں شام کے پانچ بج رہے ہیں اور میں نے بھی ابھی لنچ ختم کیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، تم بہت مصروف رہے۔"

"ہاں، رستوتی سے کل تک ملاقات ہو گی۔ دہلی کا باس وجے آنند بہت ہی وفادار ثابت ہوا۔"

میں نے اسے وجے آنند کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ پھر اس سے پوچھا "اس وقت تم کس منزل سے گزر رہی ہو؟"

"استنبول سے طیائے کو روانہ ہوئے ابھی آدھ گھنٹہ گزرا ہے۔ کچھ نئے مسافر سوار ہوئے ہیں۔ کیا تم انہیں چیک کرو گے؟"

میں نے اپنا سر کھجاتے ہوئے کہا "اوہ میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تمہارے پاس کار سے مسافروں کو چیک کرنا ہے۔"

"جب تم دس جگہ الجھے رہو گے تو اسی طرح بھولتے بھی رہو گے۔ اب کیا خیال ہے؟"

"ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

اس وقت تک میرا ریڈی میڈ بیگ اپ ہو چکا تھا۔ میں نے ڈان فریز کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ لوگ آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ ان کا پورا قافلہ ان کے ساتھ تھا۔ میں پھر اپنی جگہ واپس آگیا۔ آئینے کے پاس سے پلٹ کر دیکھا۔ منچلی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ "آپ میک اپ کے دوران بھی خیال خوانی میں مصروف رہے۔ میں آپ سے پوچھنا ہی بھول گئی۔ کون سا لباس پہنوں؟"

میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا "نیوی بلو کلر کا اسکرٹ اور لائٹ لیمن کلر کا بلاؤز۔ اسی رنگ کا ایک رومال جیسا کہ نیگرو لڑکیاں اپنے سر پر باندھتی ہیں۔ اس سے میچ کرنے کے لیے طور رنگ کے کینوس کے جوتے اور لائٹ لیمن کلر کے موزے۔"

اس نے کہا "اس رنگ کا بلاؤز اور رومال تو ہے لیکن جرابیں نہیں ہیں۔"

"نہیں ہیں تو ابھی آجائیں گی۔ کیشو کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چلی جاؤ۔ کسی قریبی مارکیٹ سے خرید کر لے آؤ۔ اس وقت تک میں ایک ضروری خیال خوانی کروں گا۔"

"ہوں، تو یوں کہیے کہ آپ مجھے تھوڑی دیر کے لیے ٹال رہے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا "تم بہت سمجھدار ہو۔ ویسے میں نے جو میچنگ بتائی ہے۔ کیا وہ غلط ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "نہیں مجھے بھی پسند ہے۔ میں ٹیکنی کلر ہو کر دکھائی دوں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے چلی گئی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت ایئر ہوسٹس اس کے پاس سے کھانے کی ٹرے اٹھاتے ہوئے باتیں کر رہی تھی۔ آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی "نئے مسافروں میں چار مرد اور دو عورتیں ہیں۔ ان میں سے دونوں عورتیں انگریزی بولتی ہیں۔ ایک مرد بھی انگریزی میں باتیں کر رہا تھا۔ باقی تین میں سے ایک ترکی زبان کے سوا کچھ نہیں جانتا اور دو ایسے ہیں جو فرانسیسی زبان جانتے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تم نے کسی سے انگریزی میں بات کی تھی؟"

"ہاں، تینوں کو میں نے باری باری آزمایا۔ تینوں ہی اس زبان سے واقف نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنی اپنی زبان میں مجھے مخاطب کیا۔ فرانسیسی میری مادری زبان ہے۔ وہ تو میں سمجھ گئی لیکن ترکی زبان والے کو نہ سمجھ سکی۔"

"کیا تم نے وین انڈیکیٹر (بتھیار) کی نشاندہی کرنے والا آلہ استعمال کیا تھا؟"

"ہاں، اس انڈیکیٹر سے پتہ چلا کہ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ میں پھر ان کے پاس جا رہی ہوں۔ شاید وہ پھر کسی چیز کی فرمائش کریں۔"

"میں نے سونیا سے کہا" اسے جانے دو۔ میں اس کے دماغ میں رہوں گا۔"

وہ وہاں سے ٹرے اٹھا کر آگے بڑھی۔ آگے ایک طرف کی قطار میں دو عورتیں ایک دوسرے کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی تھیں۔ یہ دونوں نئی مسافر عورتیں تھیں۔ ایئر ہوسٹس نے ان سے پوچھا۔ کیا وہ کچھ کھانا یا پینا پسند کریں گی۔ ایک نے سگریٹ کی فرمائش کی۔ دوسری نے بیئر کی۔ وہ ایئر ہوسٹس کیبن کی طرف جانے لگی۔ میں نے دونوں عورتوں کو ٹٹولنا شروع کیا۔ وہ آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ مجھے جلد ہی اطمینان ہو گیا۔ وہ ہمارے دشمنوں میں سے نہیں تھیں۔

ایئر ہوسٹس کیبن سے واپس آکر اس تیسرے نئے مسافر کے پاس آئی جو انگریزی جانتا تھا۔ اس نے اس سے بھی باتیں کیں اور میں اس کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ وہ بھی دشمنوں میں سے نہیں تھا۔ میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "تین نئے مسافروں کی طرف سے بالکل اطمینان ہے۔ باقی تین کے متعلق تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔ میں ان کی زبان کے ذریعے ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتا۔ یہ بات اطمینان بخش ہے کہ وہ نہتے ہیں۔ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ نہ تو وہ اس طیارے کو اغوا کر سکتے ہیں اور نہ ہی تمہیں کسی طرح کی دھمکی دے سکتے ہیں۔ کیا میں اب جاؤں؟"

"ہاں، مگر کتنی دیر میں آؤ گے؟"

"ابھی میں جس انگریز کے دماغ کو ٹٹول رہا تھا اس کی ہر لہر جرمنی دمشق میں ہے ——— اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ ڈیڑھ گھنٹے بعد طیارہ دمشق پہنچے گا۔ میں اس وقت تمہارے پاس آجاؤں گا باقی دی وے، کیا تمہاری چھٹی حس کوئی خطرہ محسوس کر رہی ہے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "میں سراپا چھٹی حس ہوں۔ جب فرہاد علی تیمور کے ساتھ ہوتی ہوں اس وقت بھی دشمنوں سے غافل نہیں رہتی۔ ہمیشہ میرا ذہن چوکنا رہتا ہے۔ تم جا سکتے ہو۔"

میں اس کے پاس سے آگیا۔ کیشو کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ کار ڈرائیو کر رہا تھا اور منچلی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اب تک دو دکانوں میں لیمن کلر کی جرابیں تلاش کی تھیں۔ اب کسی تیسری دکان کی طرف جا رہی تھی۔ میں موشے ایسٹرو کے پاس پہنچ گیا۔

اس پر دل کے دورے پڑ رہے تھے۔ ایک دورہ پڑ چکا تھا۔ اب وہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ ایک ڈاکٹر اس کا معائنہ کر رہا تھا۔ ایک ایزی چیئر پر وان کریک نڈھال سا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی حالت بھی کچھ اچھی نہیں تھی۔ ان دونوں کے علاوہ دو دوسرے چار یہودی تھے وہ بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ میں ان کے دماغوں میں پہنچوں گا حالانکہ میں نے انہیں کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ بہرحال چھ یہودی وہاں تھے اور جو ڈاکٹر تھا وہ گونگا بنا ہوا تھا اس نے معائنہ کیا۔ پھر اشارے سے تسلی دی اور اس کمرے سے باہر جانے کے بعد دروازے کو بند کر دیا۔ یعنی وہ چھ یہودی ایک طرح سے کمرے میں قیدی بن کر رہ گئے تھے۔ ان کے بڑے یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے ذریعے میں دوسروں کے دماغوں میں بھی پہنچ سکوں۔

جس کمرے میں وہ چھ یہودی تھے وہاں بھی ایک پاور فل لائٹ نصب کیا گیا تھا تاکہ میں وہاں آکر کسی کے ذریعے گفتگو کروں تو میری آواز دوسری جگہ سنی جائے۔ میں نے موشے ایسٹرو کو مخاطب کیا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کہنے لگا "فرہاد صاحب آگئے ہیں؟"

سبھی چونک کر سیدھے بیٹھ گئے۔ موشے ایسٹرو کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں نے وان کریک کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "تمہارے بڑوں نے رسونتی کی واپسی کے سلسلے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟"

وان کریک نے گھگیاتے ہوئے کہا "فرہاد صاحب! مادام رسونتی کو تو آپ لے گئے ہیں۔"

میں نے موشے ایسٹرو کی زبان سے کہا "اس وقت میں فرہاد بول رہا ہوں۔ میرے سامنے بکواس مت کرو۔ اگر رسونتی مجھے مل جاتی تو میں تم لوگوں کے پاس وقت ضائع کرنے نہ آتا۔"

وان کریک نے حیرانی سے پوچھا "کیا آپ واقعی رسونتی کو نہیں لے گئے ہیں؟ پھر ہمارے آدمیوں کے درمیان سے لے کون لے گیا؟"

"میں کوئی بکواس سننا نہیں چاہتا۔ یہاں سے میری آواز تمہارے بڑوں تک پہنچ رہی ہے۔ میں ان کو متنبہ کرتا ہوں اگر وہ کوئی مکاری کریں گے اور یہ الزام مجھ پر عائد کریں گے کہ میں نے رسونتی کو ان کی قید سے نکال لیا ہے تو یہ ان کی حماقت ہوگی بہرحال میری یہ شرط باقی رہے گی۔ رسونتی مجھے واپس ملے گی تو تمہارے اہم یہودی عہدے دار زندہ رہیں گے ورنہ ان کا انجام موت اور صرف موت ہوگا۔"

موشے ایسٹرو اور وان کریک دونوں ہی گڑگڑانے لگے ان کے ساتھی بھی التجائیں کر رہے تھے۔ "فرہاد صاحب! خدا کے لیے رحم کیجیے۔ ہمارے آدمی دہلی میں مادام کو تلاش کر رہے ہیں۔ یقیناً وہ مل جائیں گی لیکن اس کے لیے ہمیں مزید مہلت ملنی چاہیے۔"

وہ تھوڑی دیر تک گڑگڑاتے رہے۔ پھر خاموش ہو کر سننے لگے۔ ایک نے کہا "وہ نہیں ہیں۔ چلے گئے ہیں۔"

ایک یہودی نے جھلا کر مجھے آواز دی۔ جواب نہیں ملا۔ پھر اس نے جھلا کر مجھے گالی دی۔ اسی وقت اس کی سانس رک گئی۔ وہ ایک جگہ کھڑا ہوا تھا۔ ہچکی لے کر لڑکھڑا گیا۔ نیچے گرا۔ پھر اٹھ کر زور زور سے سانس لینے کی کوشش کرنے لگا۔ جب تک سانس نہ چلے تب تک دماغ کام نہیں کرتا اور جب تک دماغی قوتوں کے ذریعے سانس لینے کی ہدایت نہ ملے اس وقت تک نہ تو آدمی سانس لے سکتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلا سکتا ہے۔ انسان کا پورا جسم اور جسم کا پورا عمل دماغ کے تابع ہوتا ہے اور دماغ میری مٹھی میں تھا۔ وہ میری مرضی کے بغیر سانس نہیں لے سکتا تھا۔

اس کے ساتھی مدد کے لیے چیخ رہے تھے "شیدون کو بچاؤ۔ اس کی سانس رک رہی ہے۔"

ایک نے اس کے سینے پر ٹکر مار کر کہا "زور سے سانس کو کھینچو۔"

ایک نے چیخ کر کہا "پلیز، شیدون کے لیے آکسیجن فراہم کی جائے۔ فاسٹ گاڈ سیک۔ جلدی کرو۔ یہ ہمارے لیے ایک تجربہ بھی ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سانس روکی جائے تو مزید آکسیجن کی فراہمی سے سانس لینا ممکن ہے یا نہیں ہے۔"

شاید اس کے لیے آکسیجن فراہم کر دی جاتی لیکن اس کے لیے ذرا وقت کی ضرورت تھی۔ آخر وہ کتنی جلدی ایسا کر سکتے تھے؟ وہ ایک منٹ میں، دو منٹ میں یا پانچ منٹ میں۔ اس کے لیے زندگی کا سامان کر سکتے تھے لیکن شیدون یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ وہ زیادہ دیر سانس نہیں روک سکتا تھا۔ سانس رک جائے تو زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ پھر بھی وہ بڑی قوتِ ارادی سے ایک منٹ تک سانس لینے کی جدوجہد کرتا رہا۔ پھر تڑپ کر فرش پر گر پڑا۔ اس کے بعد بھی وہ زندہ رہا۔ فرش پر تڑپتا رہا لیکن دو منٹ پورے ہونے سے پہلے اس کا دم نکل گیا۔

اس کمرے میں موت کا سناٹا چھا گیا۔ چند لمحوں بعد میں نے ایک یہودی کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور اپنی زبان کا پابند ہوں۔ میں نے کہا تھا جب تک رسونتی تجھے واپس نہیں ملے گی یا دوسری شرط کے مطابق برما کے یہودی سرحد پار

نہیں کریں گے اس وقت تک میں تم میں سے کسی کو ہلاک نہیں کروں گا لیکن تم سب اس بات کے گواہ ہو کہ تمہارے ساتھی نے مجھے گالی دی۔ لہٰذا موت اس کی زندگی کے لیے ایک گالی بن گئی اس عبرتناک سبق کو یاد رکھنا۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں اپنی جگہ واپس آکر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر میں نے ڈان فریزر کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ٹون بیکر کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بڑبڑانے کے انداز میں مجھے پکار رہا تھا "فرہاد صاحب! فار گاڈ سیک۔ تھوڑی دیر کے لیے ہمارے پاس آجائیے۔ ہمیں نئی اطلاع ملی ہے۔ ہمارے بڑے کہہ رہے ہیں کہ آپ نے رسونتی کو ہماری قید سے چھڑا لیا ہے۔ اسے واپس حاصل کر لیا ہے کیا یہ درست ہے اگر درست ہے تو تم آپ سے زندہ رہنے کا حق مانگتے ہیں ہمیں اس سزا سے نجات دلائیں۔"

میں نے ٹون بیکر کی زبان سے کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ اس طرح کہ ٹون بیکر کا دماغ پوری طرح میرے قابو میں نہیں ہے۔ وہ بھی میری باتوں کو سمجھ سکتا ہے۔ تم دونوں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے بڑوں سے رابطہ قائم کرتے رہو اور ان سے کہتے رہو کہ رسونتی کو فوراً فرہاد کے پاس پہنچایا جائے اور حیلے بہانے نہ کیے جائیں۔ یہ سراسر مجھ پر الزام ہے کہ میں نے رسونتی کو واپس اپنے پاس کسی طرح بلا لیا ہے۔ اگر میں اسے بلا لیتا تو تم لوگوں کو اس سزا سے یقیناً نجات مل جاتی۔"

ٹون بیکر نے کہا "مسٹر فرہاد! ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہم کو اب اپنے بڑوں پر اعتماد نہیں رہا۔"

"یقیناً تم لوگوں نے اپنے ملک اور اپنی قوم کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیں۔ اپنے بڑوں کے حکم پر دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھا۔ مجھ جیسے دشمن سے ٹکرانے کے لیے اپنی زندگی کو ہتھیلی پر رکھ کر یہاں تک چلے آئے لیکن ایک ذرا سی شرط پوری کرنے کی بات آئی ہے تو تمہارے بڑے تم سب کو داؤ پر لگا رہے ہیں۔ رسونتی کو واپس کرنے کے سلسلے میں طرح طرح کے بہانے تراش رہے ہیں۔"

ڈان فریزر نے پوچھا "آپ ہمیں کچھ مشورہ دیں۔ ہم کیا کریں؟"

"میں کیا مشورہ دے سکتا ہوں۔ اپنے بارے میں صرف ایک بات کہتا ہوں اسے یاد رکھو اور وہ بات یہ ہے کہ مجھے تم لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ صرف رسونتی کی واپسی کی شرط ہے۔ خود سوچو اور فیصلہ کرو۔ بھلا مجھے تم لوگوں کو جان سے مار کر کون سا فائدہ ملے گا۔ لہٰذا مجھے رسونتی چاہیے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔"

میں خاموش ہو گیا۔ وہ مجھے آوازیں دینے لگے۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بار بار آوازیں دینے کے بعد جب انہیں یقین ہو گیا کہ میں جا چکا ہوں تو ڈان فریزر نے جھنجلا کر کہا "واقعی ہمارے بڑے ہمیں کیڑے مکوڑے سمجھتے ہیں۔ بھلا اتنی سی غلطی پر وہ سزا دینے میں کیا مضائقہ تھا۔ رسونتی کو واپس کر دیا جاتا۔ پھر کسی وقت کوئی چال چلی جاتی لیکن ہماری جان تو بچ جاتی۔"

ٹون بیکر نے پریشان ہو کر کہا "واقعی سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے بڑے کس طرح کی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم سب اتنی بڑی تعداد میں کس طرح چیونٹی کی طرح رینگ رہے ہیں اور برما کی سرحد کی طرف نہیں بلکہ موت کی سرحد کی طرف جا رہے ہیں۔ اس کے باوجود انہیں ہم سے ہمدردی نہیں ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ہم بغاوت شروع کر دیں۔"

ڈان فریزر نے کھسیانی سی ہنستے ہوئے کہا "زندگی کی آخری سرحد پر بغاوت کر کے کیا کریں گے اور ہماری بغاوت سے ہمارے بڑوں کو کیا نقصان پہنچے گا۔ وہ تو جانتے ہی ہیں کہ ہم مرنے والے ہیں۔"

میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ چپ چاپ کرسی پر بیٹھا اپنے حالات پر غور کرنے لگا۔ خدا کا شکر ادا کرنے لگا کہ ابھی تک دشمنوں پر سبقت لے جا رہا تھا۔ ایک رسونتی کی فکر تھی سو وہ بھی ختم ہو رہی تھی۔ دشمن اب ہیچ و تاب کھا رہے تھے۔ چوبیس گھنٹے کے بعد شاید میں برما کو خیرباد کہہ دوں گا۔ تقدیر نے ساتھ دیا تو پھر ایک نیا ملک ہو گا نئے شہر ہوں گے نئے لوگ، نئی دلچسپیاں، نئے ہنگامے۔ میری زندگی میں بس یہی ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ ایک جگہ رہ کر دل اکتا جاتا ہے تو میں رختِ سفر باندھتا ہوں اور کسی نئی دنیا میں نئی دلچسپیوں کے ساتھ پہنچ جاتا ہوں۔ چوبیس گھنٹے بعد پھر یہی ہونے والا تھا۔

مجھے یاد آیا۔ میں نے کیپٹن مورو شان سے وعدہ کیا تھا کہ اسے گولڈن ریکٹ کے بڑے بڑے اسمگلروں تک پہنچاؤں گا۔ اب میں اس کا ملک چھوڑ کر جا رہا تھا۔ وعدہ رہ گیا تھا پھر میں نے سوچا اگر ذرا سی تفریح ہو جائے تو مزہ آجائے گا۔ یہاں گولڈن ریکٹ سے چنتاگنی کا کسی طرح تعلق تھا اور چنتاگنی کرپا داں کا باپ تھا۔ اپنے بیٹے کرپا کو نیم پاگل کہتا تھا اگر یہی نیم پاگل اپنی بنائی ہوئی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے باپ کے لیے مصیبت بن جائے تو کیسا رہے گا؟

میں مسکراتے ہوئے کیپٹن مورو شان کے دماغ میں پہنچ گیا وہ لباس تبدیل کرنے کے بعد باہر نکلنے کی تیاری کر رہا تھا۔ میں نے مخاطب کیا تو وہ فوراً ہی احتراماً اٹینشن ہو گیا۔ میں نے کہا "میں تمہارا دوست ہوں۔ یہ تکلف رہنے دو۔"

"فرہاد صاحب! یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے۔ میں آپ کی کیا سیوا کر سکتا ہوں۔ کچھ تو مجھے بھی موقع دیں۔"

میں نے پوچھا "وہ نر پاداں کہاں ہے؟"

"میرے ہی مکان میں ہے۔ شاید ٹیلی پیتھی کا سبق یاد کر رہا ہے۔"

"کیپٹن! اگر چنتاگنی کو ٹریپ کرنے کے لیے ایک ڈرامہ کیا جائے تو کیسا رہے گا؟"

"ڈرامہ جیسا بھی ہو۔ آپ کر رہے ہیں تو میرے لیے دلچسپی کا باعث ہو گا۔"

"تم چنتاگنی کے نمبر ڈائل کرو۔ اس سے رابطہ قائم ہونے تک میں کرپا داں کو تمہارے پاس لے کر آرہا ہوں۔"

میں کرپا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ واقعی پلتھی مار کر فرش پر بیٹھا ہوا تھا اور آنکھیں بند کر کے اپنے دھیان میں مجھے پکار رہا تھا۔ میں نے کہا "بولو میں حاضر ہوں۔"

اس کا منہ خوشی سے کھل گیا۔ آنکھیں بھی کھل گئیں۔ میں نے کہا "اب اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ تمہیں اپنے باپ کے خلاف قدم اٹھانا ہو گا۔"

"آپ کہتے ہیں تو ضرور ایسا کروں گا۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ منشیات کا بہت بڑا کاروبار کرتا ہے؟"

"نہیں، میں نے اپنے باپ کے کاروبار میں کبھی دلچسپی نہیں لی۔"

"بظاہر تو کاروبار نہایت صاف ستھرا ہے لیکن باطن میں کیا ہے چلو اب پتہ کرتے ہیں۔"

وہ خوشی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا "فرہاد صاحب! بڑا مزہ آئے گا۔"

"مزہ تو آئے گا مگر تمہارا باپ قانون کی گرفت میں چلا جائے گا۔"

"ایسی کی تیسی۔ باپ ہو یا کوئی ہو۔ اگر مجرم ہے، بے ایمان ہے۔ منشیات سپلائی کر کے قوم کو برباد کر رہا ہے تو اسے جیل جانا چاہیے بلکہ پھانسی کے تختے پر اسے پہنچانا چاہیے۔"

"شاباش، تم میرے مزاج کے آدمی ہو۔ دوسرے کمرے میں جاؤ۔ وہاں کیپٹن مورو شان موجود ہے۔"

پھر میں کیپٹن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت تک ٹیلی فون پر رابطہ قائم ہو چکا تھا۔ چنتاگنی دوسری طرف سے پوچھ رہا تھا "ہیلو کیپٹن کیا بات ہے۔ آپ نے مجھے فون کرنے کی زحمت کیسے اٹھائی؟"

"بات ہی کچھ ایسی ہے۔ آپ کا بیٹا کرپا داں میرے پاس ہے۔"

"اس کا نام میرے سامنے نہ لیں۔ کوئی دوسری بات کریں۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "کیپٹن! اب آپ کی زبان سے وہی الفاظ ادا ہوں گے جو میں چاہتا ہوں۔ آپ اسی طرح ریسیور کان سے لگائے کھڑے رہیں۔"

پھر اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "مسٹر چنتاگنی! کرپا آپ کے لیے نالائق ہے مگر میرے لیے بڑے کام کا لڑکا ہے۔"

"بھئی کام کا آدمی ہے تو آپ اسے رکھیے۔ میرا وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ اس کا آپ سے تعلق ہے۔"

"وہ کیسے جلدی بتائیں۔ میرا وقت بہت قیمتی ہے۔"

"آج کے بعد آپ کا وقت میرے لیے قیمتی نہیں ہو گا بلکہ آپ میرے پیچھے پیچھے دوڑا کریں گے۔"

"کیا بکواس ہے۔ میں ریسیور رکھ دوں گا۔"

"آپ ریسیور رکھ کر دیکھیں۔ کرپا داں ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کو پھر ریسیور اٹھانے پر مجبور کر دے گا۔"

دوسرے ہی لمحے چنتاگنی نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے کرپا سے کہا "تم آنکھیں بند کرو اور اپنے باپ کا دھیان کر کے اس سے کہو۔ ریسیور اٹھائیں اور کیپٹن مورو شان کے نمبر ڈائل کریں۔"

اس نے آنکھیں بند کر کے [illegible] کیا۔ ادھر میں نے چنتاگنی [illegible] مجبور کر دیا کہ وہ ریسیور اٹھائے۔ پھر دوسرے ہی لمحے وہ نمبر ڈائل کر رہا تھا کیپٹن مورو شان سے رابطہ قائم ہو۔ اس کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو کون ہے؟"

"میں چنتاگنی بول رہا ہوں۔"

ایسا کتنے وقت اور ایسا [illegible] وہ اپنے ہوش میں تھا اور سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے [illegible] کر رہا ہے لیکن ایسا کرنے پر مجبور ہے۔ کوئی طاقت [illegible] ہی ہے۔ دوسری طرف سے کیپٹن مورو شان نے کہا "کیوں [illegible] ب تسلیم کرو گے کہ تمہارا بیٹا ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"اوہ مائی گاڈ! کیا یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔"

"بیشک، اب آپ چاہیں تو پھر کسی طرح آ[illegible] میں آپ کو ریسیور رکھنے نہیں دوں گا۔ آپ رکھیں۔ پیتھی آپ کو مجبور کرے گی۔"

"کیا یہ سب کچھ میرا بیٹا کر رہا ہے؟"

"اور کون کرے گا؟"

"وہ میرا مطلب ہے کہ یہاں فرہاد علی تیمور کا چرچا بہت ہے کہیں وہ میرے دماغ تک تو نہیں پہنچ گیا؟"

"کہاں فرہاد علی تیمور اور کہاں تمہارے جیسا ٹھرڈ کلاس منشیات فروش۔"

وہ گرجا "خبردار! زبان کو قابو میں رکھو۔"

"میں تو زبان قابو میں کروں گا مگر ٹیلی پیتھی کو کوئی اپنے قابو میں نہیں کر سکتا۔ تمہارا بیٹا میرے پاس آکر گمان دھیان

میں رہ کر یہ بتا چکا ہے کہ تم کس طرح گولڈن ریکٹ کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہو اور برمیز ٹوبیکو کمپنی کی آڑ میں کس طرح کالا دھندا کرتے ہو۔"

میں نے چنتا گنی کے دماغ کو پڑھا۔ اس کے ہاتھ میں ریسیور کانپ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ فوراً ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دے لیکن یہ بھی دیکھ چکا تھا کہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں ہوگا۔ ریسیور پھر اٹھانا پڑے گا۔ آخر اس نے اپنی پریشانی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے بیٹے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

کیپٹن مورو شان نے پوچھا۔ "ٹیلیفون کے ذریعے باتیں کرنا چاہتے ہیں یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے؟"

"پہلے ٹیلی فون کے ذریعے۔"

کیپٹن نے ریسیور کریا کی طرف بڑھا دیا۔ میں کریا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو آج صبح آپ نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ اب آپ اپنے گھر سے نکلنے اور اپنی تمام حرام کی کمائی سے محروم ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

"بیٹے! یہ تم مجھے دھمکی کیوں دے رہے ہو۔ کیا میرے دشمن بن گئے ہو؟"

"کیا صبح آپ نے اپنے دونوں بیٹیوں کی حمایت کر کے اور مجھے گھر سے نکال کر مجھ سے دشمنی نہیں کی تھی؟"

"مجھ سے بھول ہوگئی۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ فوراً گھر چلے آؤ۔"

"میں نہیں آؤں گا۔ اب آپ کی بات ماننے کا کوئی ایسا رشتہ نہیں رہا۔"

"بیٹے! اپنے بڑوں سے ناراض نہیں ہوتے۔ میں تم سے بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا سچ مچ ابھی تم ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کر رہے تھے؟"

"جی ہاں۔ یقین نہ ہو تو ابھی دیکھ لیجیے۔ آپ ریسیور کو کان سے ہٹائیں گے پھر اسے منہ میں گھسانے کی کوشش کریں گے اس کے بعد ریسیور کو کان سے لگا لیں گے۔"

"نہیں، میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔"

"یہ دیکھیے آپ کر رہے ہیں۔"

دوسرے ہی لمحے میں چنتا گنی کے دماغ میں تھا اس طرح کہ وہ اپنے ہوش میں بھی رہے لیکن موج کی لہروں کے ذریعے مجبور ہو کر وہی کرے جو کریا کہہ چکا تھا اور اس نے وہی کیا۔ آخر میں اس نے ریسیور کو کان سے لگا لیا۔ پھر میں نے اسے بالکل آزاد چھوڑ دیا۔ تب وہ پریشان ہو کر بولا۔ "یہ، یہ کیسی ٹیلی پیتھی ہے۔ تم اپنے باپ سے کیسا مذاق کر رہے ہو۔ یہ گستاخی اچھی نہیں ہوتی۔ تم میرے بہت اچھے، بہت پیارے بیٹے ہو۔ تم جو کہو گے وہ مان لوں گا۔ بس میرے پاس چلے آؤ۔"

"نہیں خوشامد بالکل نہیں۔ آپ اپنے دونوں بیٹوں کو اپنے کلیجے سے لگا کر رکھیں۔ میں کیپٹن مورو شان کو ترقی دلوانا چاہتا ہوں اور ان کے محکمے میں ان کو بہت اونچے عہدے پر لے جانا چاہتا ہوں اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ کیپٹن آپ کے ایک ایک ڈھکے چھپے راز کو قانون کی نظروں کے سامنے لے آئے اور یہ تمام راز میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ظاہر کروں گا۔"

چنتا گنی کے ہوش اڑ رہے تھے۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم نے کیپٹن کو میرے تمام رازوں کے متعلق بتا دیا ہے؟"

"ابھی نہیں بتایا۔ صرف اشارہ دیا ہے کہ آپ درپردہ کیسے دھندے کرتے ہیں۔"

"بیٹا! تمہیں تمہاری ماتا جی کی قسم۔ اس سے آگے کیپٹن کو نہ بتانا۔ بس میرے پاس چلے آؤ۔"

اب میں کیپٹن کے دماغ میں تھا۔ اس نے ریسیور کریا سے لے کر کہا۔ "اے مسٹر چنتا گنی! یہ نہ سمجھنا کہ میں وہ ریکارڈ ہوں میں اسی ریسیور سے کان لگائے سن رہا تھا۔ تم اپنے بیٹے کو اس کی ماں کی قسم دے رہے ہو اور سمجھتے ہو کہ اسے اپنے قابو میں کر لو گے۔ ہرگز نہیں، یہ میرے قابو میں ہے اور اب میں اسے آپ لوگوں سے بہت دور رکھوں گا جب تک ایک ایک بات سے واقف نہیں ہو جاؤں گا۔ اس وقت تک کریا کو تمہارے پاس پہنچنے نہیں دوں گا۔ یہ ایک طرح سے میری قید میں رہے گا۔"

"تم مکر اس کرتے ہو۔ میرا بیٹا ٹیلی پیتھی کے ذریعے آسانی قید سے نکل آئے گا۔"

"میں کوئی بچہ نہیں ہوں۔ میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔ میرا ایک آدمی ہمیشہ اسے ریڈیو لہروں کی زد میں رکھتا ہے تاکہ یہ مجھ پر ٹیلی پیتھی کا عمل کرے تو وہ تمہارے بیٹے کو گولی مار دے اور تمہارا بیٹا اس پر ٹیلی پیتھی کا عمل کرے، تو میں اسے گولی مار دوں کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بیک وقت دو آدمیوں کو کنٹرول نہیں کر سکتے۔"

"کیپٹن! میں ابھی تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

"ضرور آؤ لیکن تمہارا بیٹا یہاں تمہیں نہیں ملے گا۔ میں اسے دوسری جگہ منتقل کر رہا ہوں۔"

"دیکھو ایسا مت کرو۔ میں زبردستی اپنے بیٹے کو چھین کر نہیں لے جاؤں گا۔ میں اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"جو باتیں کرنا چاہتے ہو مجھ سے کرو۔ آنا ہو تو صرف مجھ سے ملاقات طے کرنے کے لیے آؤ۔"

وہ ذرا خوش ہو کر بولا۔ "ہاں ہاں بے شک میں معاملات طے کرنے آ رہا ہوں۔ میں تمہارا ہر مطالبہ پورا کروں گا۔"

"لیکن یاد رکھو۔ یہاں پینتالیس منٹ کے بعد آنا۔"

یہ کہہ کر کیپٹن نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر پوچھا۔ "فرہاد صاحب! معاملات کیا طے ہوں گے۔ میں اس سے رشوت نہیں لوں گا۔"

"میں خود رشوت کے خلاف ہوں لیکن میں جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔ ابھی میں چنتا گنی کے پاس جا رہا ہوں۔ اس سے تمام اہم راز معلوم کرنے کے بعد میں آ کر بتاؤں گا۔ اگر مجھے آنے میں دیر ہو۔ چنتا گنی تمہارے پاس پہنچ جائے تو میرے آنے تک اسے دوسری باتوں سے ٹالتے رہنا۔"

میں چنتا گنی کے پاس پہنچ گیا اور اس کے دماغ کی لہروں میں پہنچ کر جیسے جیسے معلومات حاصل کرنے لگا۔ ابھی زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئی تھیں کہ منچالی کی آواز سنائی دی جس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "جناب! آپ نے میرے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے مجھے بہلانے کے لیے ٹال دیا۔ چلیے جرابیں بھی آ گئیں۔ دیکھیے میں پہن کر تیار بھی ہو گئی ہوں۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے بازو میں بازو ڈالا اور اسے ساتھ لے کر کمرے سے نکلتا ہوا کوٹھی سے باہر آیا۔ انہوں نے ہمارے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ہم دونوں بیٹھ گئے۔ دروازہ بند کرنے کے بعد وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ کوٹھی کے احاطے سے نکلتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "جناب! کہاں چلنے کا حکم ہے؟"

"یہ منچالی سے پوچھو۔ جہاں اس کی مرضی ہوگی یہ ہمیں گھمانی پھراتی رہے گی۔"

منچالی مسکرا کر کیشو کو بتانے لگی کہ پہلے کہاں چلنے کا ارادہ تھا۔ چنتا گنی کے دماغ سے کچھ اور معلومات حاصل کیں۔ پھر فوراً ہی وہ اس سے باتیں کرتی اتنی دیر میں نیں رلے کے دماغ سے کچھ اور معلومات حاصل کیں۔ پھر فوراً ہی وہ ظاہر ہو گیا۔ اب یہی مناسب تھا کہ ذرا دیر منچالی کو آرام کرنے دوں۔ اسے احساس نہ ہونے دوں کہ وہ واقعی طور پر تھک گئی ہے۔ میں خود بھی کچھ دیر آرام کر لیتا ہوں۔

منچالی نے کیشو سے کہہ دیا تھا کہ وہ پورے رنگون کی سیر کرائے اور وہاں کے خاص خاص مقامات کے متعلق بتاتا جائے۔ کوئی دلچسپ جگہ ہو، عجیب و غریب تفریح ہو تو ہمیں وہاں لے چلے دوسری طرف کیپٹن مورو شان اپنی خاص نوٹ بک اور قلم لیے بیٹھا ہوا میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں موقع پا کر ذرا دیر بعد اس کے پاس پہنچتا تھا۔ اسے ایک آدھ راز بتاتا تھا۔ اس کا ثبوت بھی فراہم کرتا تھا۔ کون سی چیز کہاں رکھی ہوئی ہے اس کی دستاویزات کہاں ہیں اور گولڈن ریکٹ کے کسی خاص آدمی سے وہ کس طرح رابطہ قائم کرتا ہے لیکن چنتا گنی خود گولڈن ریکٹ کے سرغنہ کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ وہ بہ مامیں ان کا سب سے بڑا آلہ کار تھا اور منشیات کے سلسلے میں اسے سالانہ لاکھوں ڈالر کی آمدنی تھی۔ ایسی صورت میں وہ کسی سرغنہ کے متعلق معلومات حاصل کر کے کیا کرتا۔ وہ ایک بڑا بزنس مین تھا۔ اسے آم کھانے سے مطلب تھا پیڑ گننا نہیں جانتا تھا۔

میں نے ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد ایک بار پھر موقع پا کر کیپٹن سے کہا۔ "چنتا گنی سے پہلے سودا طے کرو اور سودا یہ کہ وہ اپنا برمیز ٹوبیکو کمپنی کا سارا کاروبار کریا دان کے نام منتقل کر دے جب تک وہ ایسا نہیں کرے گا خاموش رہو گے۔ اس کا راز فاش نہیں کرو گے۔ پھر اس کی کوٹھیاں کاریں اور دوسری جائداد اسی طرح بلیک میل کر کے سب کا سب کریا دان کے نام کر دو۔ جب سب کچھ کریا کے نام ہو جائے گا اور وہ سب لوگ اس کے محتاج ہو جائیں گے تو اس کے بعد تم اپنی مرضی کے مطابق ہو چاہو وہ کرتے رہنا یوں بھی کریا ایک نیک اور شریف انسان ہے۔ وہ کالے دھندے سے نفرت کرتا ہے۔ بہرحال میں تمہارا ساتھ دوں گا۔"

"لیکن کریا دان کی حفاظت ٹیلی پیتھی کا ڈرامہ کب تک چلتا رہے گا؟"

"جب تک کریا تمام دولت اور جائداد کریا دان کے نام نہیں ہو جاتا۔ تم چنتا گنی کے جب کسی راز کا اظہار کرنا تو سہی ڈرامہ کرنا جیسے تمہیں کریا کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم ہو رہی ہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔"

"اچھا میں جا رہا ہوں۔ بہت مصروف ہوں۔ پھر تو پکا رابطہ قائم کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں پھر منچالی کے پاس حاضر ہو گیا۔ اسے ہنستے ہوئے پوچھتے سنا۔ "کیا میں نادان لگتی ہوں؟"

میں نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔ "تم نادان تو نہیں ہو البتہ دوسرے کو نادانی پر مجبور کر سکتی ہو لیکن اس سوال کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ آپ مجھ سے باتیں بھی کر رہے تھے۔ میری دلجوئی بھی کر رہے تھے اور چھپ چھپ کر خیال خوانی بھی کر رہے تھے۔"

میں نے چونک کر پوچھا۔ "تمہیں کیسے پتہ چلا؟"

"یہ کوئی بڑی بات تو نہیں ہے، ایک چیز حاضر ہو اور پھر غیر حاضر ہو جائے تو معلوم ہو ہی جاتا ہے۔ آپ باتوں کے دوران کئی بار چونک گئے۔ کئی بار یوں جواب دیا جیسے آپ نے میرا پچھلا سوال نہ سنا ہو پھر اندازے سے آپ نے جواباً کچھ کہہ دیا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بھئی میں مانتا ہوں تم لوگوں کو ٹٹولنا خوب جانتی ہو۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں نے یہاں کے کیپٹن مورو شان سے وعدہ کیا تھا۔ اسے گولڈن رکیٹ کے اہم افراد تک پہنچاؤں گا۔ یہ وعدہ مجھ پر قرض تھا اسے میں نے آج پورا کر دیا۔"

منچالی نے سوچنے کے انداز میں کہا۔ "گولڈن رکیٹ؟ کیا آپ نے معلومات حاصل کیں؟"

"بہت ہی محدود معلومات حاصل ہو سکیں۔"

اس نے کہا۔ "ٹون بیکر اس سلسلے میں کچھ جانتا ہوگا کیونکہ وہ اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ خطرناک تنظیموں سے اور گولڈن رکیٹ جیسے سنڈیکیٹ وغیرہ سے ٹکراتا رہتا ہے آپ ذرا اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھیں۔"

اس کی بات دل کو لگی۔ میں فوراً ٹون بیکر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس وقت اپنے معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ ایک تو آہستہ آہستہ سرحد کی طرف جانا پڑ رہا تھا اور وہ چیونٹی کی چال چلتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ "ہمارے آقا ہماری جان بچانے کے لئے جتن کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ یہ کیوں رسوتی کے اطراف اتنا کچا پہرہ لگایا کہ کوئی اسے لے گیا اور یہ رسوتی کو لے جانے والی بات بھی غلط معلوم ہوتی ہے۔ اگر وہ فرہاد کے ہتھے چڑھ جاتی تو میرا دل کہتا ہے کہ وہ ہمیں موت کی سزا کبھی نہ دیتا۔"

میں اس کے دماغ کی تہہ میں پہنچ گیا۔ یہاں میں انسانی دماغ کی یہ کارفرمائی واضح کر دوں کہ دماغ بیک وقت کئی باتیں سوچتا ہے اور کئی طرح کی حرکتیں کرنے پر آدمی کو آمادہ کرتا رہتا ہے۔ مثلاً یہ کہ ایک شخص کسی سے محبت کرتا ہے اور محبت کے سامنے جو رکاوٹیں ہیں انہیں دور کرنے کے منصوبے بناتا ہے جس لمحے وہ منصوبے بناتا ہے اسی لمحے دماغ کی تہہ میں محبوبہ کی چاہت ہوتی ہے اسے بھی وہ یاد کرتا رہتا ہے۔ پھر اسی لمحے وہ کہیں چلتا رہتا ہے۔ چلنے، بیٹھنے یا لیٹنے وغیرہ کا عمل بھی دماغی سوچ کے مطابق ہوتا ہے۔ ایسا بیک وقت ہوتا ہے۔ لہٰذا

اس وقت ٹون بیکر اپنے معاملات میں الجھا ہوا بھی تھا، بھی جا رہا تھا اور اس کے دماغ کی تہہ میں غیر محسوس لہر بتا رہی تھیں جو میں پوچھ رہا تھا۔

معلوم ہوا کہ مجھ سے پہلے وہ گولڈن رکیٹ کے ... گھل مل گیا تھا۔ ان کے ذریعے وہ اس رکیٹ کے سرغنہ ... چاہتا تھا۔ جن لوگوں سے اس کی دوستی ہوئی تھی ان ... بنکاک سے تھا۔ وہ لوگ اپنے کسی سرغنہ کے بارے میں ... جانتے تھے۔ انہیں ایک عورت کی طرف سے احکامات ... تھے۔ تمام پروگرام ایک لیڈی آرپر نامی عورت ترتیب ... اور اسی کے مطابق وہ عمل کرتے تھے۔

وہ اپنے دوستوں کے ذریعے لیڈی آرپر سے ... لیے بنکاک گیا۔ اس کے دوستوں نے اپنی لیڈی کو بتایا ... ایک بہت اچھا فائٹر ہے اور حاضر دماغ بھی ہے۔ لیڈی ... سے ملنے کے لیے راضی ہوگئی۔ ملاقات کا وقت مقرر ہوا اور ... وقت کے مطابق لیڈی آرپر کی عالیشان کوٹھی کے ... میں پہنچا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ ملازمہ اسے انتظار کرنے ... کہہ کر چلی گئی تھی۔ اس نے موقع پاتے ہی ڈرائنگ روم ... ہوئے ٹیلی فون کے کریڈل کے نیچے ایک ننھا سا جاسوسی ... دیا۔ ٹیلیفون کو اسی طرح رکھ دیا۔ اس کے بعد آرام سے ... پر بیٹھ گیا۔ چند منٹ کے انتظار کے بعد ایک عورت زینے ... ہوئی نظر آئی۔ اسے دیکھ کر ٹون بیکر چند لمحوں تک ادھر ... دیکھنا بھول گیا۔ وہ بلا کی حسین تھی۔ لباس پہننے کا انداز ... کہ حسن چھن چھن کر نگاہوں تک پہنچ رہا تھا اور نگاہوں ... چھن چھن کر دل میں اتر رہا تھا۔ پتہ نہیں حسین عورتیں ... پالتی ہیں۔ اس لیلیٰ کے ساتھ ایک کتا بھی تھا۔

کتا کوئی چھوٹا موٹا پیارا سا ہوتا تو لیلیٰ کے ... سے بھی عجب کی جا سکتی تھی لیکن وہ بلڈ پاؤنڈ تھا۔ ... دیکھتے ہی غرانے لگا لیکن اس کی زنجیر لیڈی آرپر کے ... تھی۔ وہ اسے اپنی طرف کھینچے ہوئے تھی اور زینے ... آ رہی تھی۔ ٹون بیکر نے اپنا تعارف کرایا پھر کہا۔ "آپ ... لیڈی آرپر ہیں؟"

وہ قریب آگئی۔ کتا اس سے زیادہ قریب آ کر ... لگا۔ ٹون بیکر محتاط انداز میں ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ لیڈی ... نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہاں، میں وہی ہوں جو تم سمجھ رہے ... کتا بھی تمہیں سمجھنا چاہتا ہے۔ ڈرنے کی کوئی بات ... تک زنجیر میرے ہاتھ میں ہے یہ میرے قابو میں ... کتا بڑے اطمینان سے سونگھ رہا تھا۔ پھر لیڈی

کہا۔ "مسٹر ٹون بیکر! اب آپ واپس جا سکتے ہیں۔ اگر میرے ... نے تمہیں پاس کر دیا تو تمہیں میرے ہاں منافع بخش کام ... لے گا۔"

ٹون بیکر نے حیرانی سے کتے کو دیکھا۔ پھر اس سے پوچھا۔ "یہ کیا بات ہوئی۔ میں انسان ہوں انسانی صلاحیتیں رکھتا ہوں۔ آپ مجھے آزما کر تو دیکھیں۔"

"میں نے کہا نا آپ کو جلد ہی جواب مل جائے گا۔ ناؤ لیو ... گو۔"

یہ کہہ کر وہ کتے کے ساتھ ساتھ دوسرے کمرے کی طرف جانے لگی۔ ٹون بیکر اسے حیرانی اور پریشانی سے دیکھتا رہا۔ بھلا کتا اس کے متعلق کیا رائے قائم کر سکتا تھا۔ وہ اس کوٹھی سے باہر آ گیا۔ احاطے میں اس کی رینڈ کار کھڑی ہوئی تھی اس نے اسٹیئرنگ وہیل سنبھالا۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے کوٹھی کے احاطے سے باہر نکل گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد اس نے ڈیش بورڈ سے ایک ڈیٹکٹو ریسیور نکالا۔ اس کے چند پش بٹنوں کو دبانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ننھا سا سرخ بلب روشن ہو گیا۔ وہ ایک ہاتھ سے اسے تھامے ہوئے، دوسرے ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو سنبھالے ہوئے کار ڈرائیو کرتا ہوا کبھی اسکرین کے پار دیکھتا تھا کبھی اس ڈیٹکٹو ریسیور کو دیکھنے لگتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی سرخ بلب بجھ گیا سبز روشن ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔

اس ڈیٹکٹو ریسیور سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے لیڈی آرپر کی کوٹھی کے اس فون کو ڈائل کیا جا رہا ہے۔ یقیناً لیڈی آرپر اس کی کوئی ملازمہ کسی سے باتیں کرنے کے لیے ڈائلنگ کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی لیڈی آرپر کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو! میں لیڈی آرپر بول رہی ہوں۔"

خاموشی چھا گئی۔ ٹون بیکر انتظار کرنے لگا کہ وہ آگے ... لگی اس نے آگے کہا۔ "لیڈی آرپر تم سے مخاطب ہے ... بری دو باتیں ذہن نشین کر لو۔ پہلی بات یہ کہ اب میری کوٹھی ... سامنے سے کبھی نہ گزرنا۔ اس کتے نے تمہاری بو سونگھ لی ... دوسری بات یہ کہ چوبیس گھنٹے کے اندر بنکاک چھوڑ دو۔ ... یہ نظر نہ آؤ تو اپنے ورثا کو اطلاع دے دو۔ چوبیس گھنٹے ... تمہارا نام کرنے والے کتے سے بچی ہوئی تمہاری لاش لے کر ... جائیں گے۔"

اتنا کہنے کے بعد اس کی آواز بند ہو گئی۔ ڈیٹکٹو ریسیور ... سرخ بلب اور سبز بلب دونوں ہی بجھ گئے۔ اس کا مطلب ... کہ لیڈی آرپر نے اپنے ٹیلیفون کے نیچے چپکے ہوئے جاسوسی ... آلے کو نوچ کر پھینک دیا تھا۔ ٹون بیکر بزدل نہیں تھا۔ ایک عورت کی دھمکی سن کر بنکاک نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ اپنے اصلی روپ میں لیڈی آرپر کے سامنے نہیں گیا تھا۔ میک اپ اتارنے کے بعد لیڈی آرپر اسے پہچان نہیں سکتی تھی لیکن کتا بو کے ذریعے پہچان لیتا۔

اس نے سوچا۔ بنکاک جیسے بھرے پرے شہر میں ایک کتا اس پر کیسے حملہ کر سکتا ہے۔ بہرحال جیسے بھی حملہ کرتا وہ نظروں میں آ گیا تھا۔ خواہ مخواہ کسی کے چیلنج کو قبول کر کے وہ اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنا چاہتا تھا اور نہ ہی گولڈن رکیٹ والوں سے ٹکرا کر وہاں اسے کچھ حاصل ہو سکتا تھا۔ اس نے سوچا۔ بنکاک نہ سہی، کسی دوسرے ملک جائے گا اور وہاں گولڈن رکیٹ والوں کا سراغ لگا کر ان کے درمیان اپنے لیے جگہ بنانے کی کوشش کرے گا۔

ٹون بیکر کی سوچ نے اتنا ہی بتایا۔ اس کے بعد اسے گولڈن رکیٹ والوں سے نمٹنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس کے آقاؤں نے فرہاد علی تیمور کے سلسلے میں اسے مصروف رکھا تھا یعنی میرے متعلق چار ماہ تک اسے معلومات فراہم کی گئی تھیں میرے ریکارڈ پڑھائے گئے تھے۔ میری فلمیں دکھائی گئی تھیں اور اسے اچھی طرح سوچنے، سمجھنے اور منصوبہ بنانے کی مہلت دی گئی تھی اور وہ پوری طرح تیار ہو کر مجھے پھانسنے کے لیے برما آیا تھا۔

بہرحال مجھے آ کر پھانسنے والا مجھ سے سزا پا رہا تھا۔ میں بنکاک میں گولڈن رکیٹ کی اس لیڈی کے متعلق سوچنے لگا۔ سرغنہ تو یقیناً کوئی بہت ہی عمر رسیدہ اور تجربہ کار مرد ہوگا لیکن بنکاک میں وہ لیڈی آرپر ہی سب کچھ ہوگی۔

ٹون بیکر عورتوں کو زیادہ منہ نہیں لگاتا تھا۔ بہت ہی خشک مزاج تھا۔ اس کے باوجود وہ وقتی طور پر لیڈی آرپر سے متاثر ہو گیا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا تھا کہ اس کا حسن دلنواز ... چھن چھن کر نگاہوں تک پہنچتا ہے اور نگاہوں سے چھن چھن کر دل میں اترتا ہے۔ یقیناً دل کے پار بھی ہوتا ہوگا۔ ایسی عورت کا نام لیڈی آرپر نہیں لیڈی آر پار ہونا چاہیے۔ اگر کبھی مجھ سے سامنا ہوا تو میں صاف صاف کہہ دوں گا۔ میرے دل میں اور عورتوں کے لیے گنجائش نہیں رہی لہٰذا دل کے آر پار ہو جاؤ۔

منچالی اس انتظار میں تھی کہ میں ٹون بیکر کے دماغ سے معلومات حاصل کر کے دماغی طور پر اس کے پاس حاضر ہو جاؤں گا۔ میں نے سوچا، وہ انتظار کرتی رہے۔ میں سونیا کی خبر لے لوں۔

بہت دیر ہو گئی تھی۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ ڈیڑھ گھنٹے بعد پہنچوں گا لیکن دو گھنٹے ہو چکے تھے۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ طیارہ ابھی پرواز کر رہا تھا اور سونیا سو رہی تھی "کیا بات ہے۔ کاک پٹ کا دروازہ بند کیوں ہو گیا ہے؟" اسٹیورڈ نے ادھر جانے کے لیے دروازے پر دستک دی تھی مگر دوسری طرف سے کھولا نہیں گیا۔ اس نے انگریزی میں پوچھا۔ جواب میں اسے اجنبی زبان سنائی دی تھی۔

اس وقت ایئر ہوسٹس نے سونیا کے پاس آ کر چپکے سے کہا "ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ کاک پٹ کا دروازہ نہیں کھولا جا رہا ہے۔ دوسری طرف سے ترکی زبان میں جواب دیا جا رہا ہے۔ میں کاک پٹ کے تینوں کریو زکو اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ انگریزی اور فرانسیسی زبان خوب جانتے ہیں لیکن تم سمجھ سکتی ہو کہ ان میں سے ایک ترکی زبان کیوں بول رہا ہے۔"

سونیا سمجھ گئی تھی اور میں بھی سمجھ چکا تھا۔ دشمن یقیناً ہماری پلٹ رہے تھے۔ وہاں بیٹھے ہوئے دوسرے مسافروں نے بھی یہ دیکھا تھا۔ دروازہ دوسری طرف سے کھولا نہیں گیا تھا۔ اسٹیورڈ کچھ پریشان نظر آیا تھا لیکن پھر مسکرانے لگا تھا۔ دوسری ایئر ہوسٹس بھی مسکرا مسکرا کر مسافروں سے باتیں کر رہی تھیں تاکہ وہاں اضطراب اور خوف و ہراس پیدا نہ ہو۔ مگر وہ تمام سفر کرنے والے نادان نہیں تھے۔ اتنا سمجھ گئے تھے کہ کچھ گڑبڑ ہے جسے چھپایا جا رہا ہے۔

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے چلتے ہوئے اس ایئر ہوسٹس کے ساتھ کیبن میں آئی وہاں دو ایئر ہوسٹس اور ایک اسٹیورڈ موجود تھے۔ اسٹیورڈ انٹرلنک ٹیلیفون کے ذریعے کیبن کریوز کو مخاطب کر رہا تھا۔ ان تینوں کو باری باری نام لے کر پکار رہا تھا لیکن ادھر سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔

میں نے سونیا سے کہا "میں اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرتا ہوں وہ انٹرنیشنل فلائنگ سیکوریٹیز کو خطرے سے آگاہ کرے گی۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ادارے کے افراد کے درمیان بیٹھی اہم معاملات پر گفتگو کر رہی تھی جب میں نے اسے سونیا کے طیارے کے متعلق بتایا تو وہ فوراً الرٹ کھڑی ہو گئی۔ اس نے اپنے تمام اہم ساتھیوں کو بھی اس سلسلے میں بتاتے ہوئے کہا "آپ تمام لوگ اپنے اپنے طور پر متعلقہ شعبوں سے رابطہ قائم کریں اور اس خطرے کی اطلاع دیں اگر وہ طیارہ واقعی اغوا کیا جا رہا ہے تو فلائنگ سیکورٹی والے شاید اسے ٹریس آؤٹ کر سکیں۔"

میں سونیا کے پاس واپس آیا۔ اس وقت کاک پٹ سے انگریزی زبان میں کہا جا رہا تھا "معزز مسافروں سے کی جاتی ہے کہ وہ آرام اور سکون سے اپنی جگہ بیٹھے رہیں کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ اس وقت ہمارا طیارہ اسرائیل فضاؤں میں پرواز کر رہا ہے۔ ہمارے سامنے کچھ ٹیکنیکل ہیں جس کے پیش نظر ہم اس طیارے کو اسرائیل کے ایئرپورٹ لُود میں اتارنے پر مجبور ہیں۔ ہم ایک بار پھر یقین دلاتے کہ آپ لوگوں کو جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہم آپ حفاظت کے ذمے دار اور آپ کے خدمت گار ہیں۔"

میں دوسرے ہی لمحے بولنے والے کے دماغ میں پہنچ اس وقت پائلٹ اپنی جگہ بیٹھا جہاز کو کنٹرول کر رہا تھا اس کے پاس والی سیٹ پر معاون پائلٹ بیٹھا ہوا مائک کے بول رہا تھا میں اسی کے دماغ میں تھا اور اس کے دماغ سے رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا کہ دونوں بیٹھے ہوئے پائلٹ اور کو کی گردنوں سے دو ریوالوروں کی نالیں لگی ہوئی ہیں اور وہ ریوالور ایک شخص کے ہاتھوں میں ہیں جو ان کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھا ہوا ہے۔

مائک کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص کے ہاتھ میں کاغذ تھا۔ اس کاغذ میں وہ باتیں لکھی ہوئی تھیں جو مسافروں تک پہنچانی تھیں۔ اس نے اس کاغذ کو دیکھتے ہوئے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! ہم نے یہاں تک بہت ہی خوشگوار کیا ہے۔ پندرہ منٹ کے بعد یہ طیارہ لُود ایئرپورٹ کے پر باحفاظت اتارا جائے گا۔ آپ تمام لوگوں سے درخواست ہے کہ اپنی اپنی سیٹ پر آرام سے بیٹھ جائیں اور سیفٹی بیلٹ باندھ لیں۔"

سونیا بھی اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی تھی وہ سیفٹی بیلٹ باندھ رہی تھی۔ میں نے کہا "آخر دشمن اپنا وار کر گئے۔"

"ہاں، اب کیا ہو سکتا ہے؟ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہیے۔"

میں سوچنے لگا۔ وہ بھی چند لمحوں تک سوچتی رہی پھر اس نے کہا "جس ایئر ہوسٹس کے دماغ میں تم پہنچے تھے اور کیبن کے دوسرے اسٹاف نے مجھے اور اعلیٰ بی بی کو بتایا تھا کہ کاک پٹ کے تینوں کریو ترکی زبان بولنے والے اور قابل اعتماد ہیں۔ واقعی فریاد! تقدیر کو ماننا پڑتا ہے۔ اس قدر احتیاط تدابیر کے باوجود بازی دشمن کے ہاتھ میں چلی گئی۔"

"بہبودی بے انتہا دولت مند ہونے کے ساتھ ساتھ ذرائع کے مالک ہیں۔ ایک کریو کو خرید لینا ان کے لیے کوئی مشکل نہیں تھی سو انہوں نے اسے خرید لیا ہو گا۔"

"تم میرے پاس وقت ضائع نہ کرو۔ موجودہ حالات پر آفرینک نظر ثانی کرو۔ دیکھو کہ وہ لوگ مجھے اپنی گرفت کرنے کہاں کہاں سے کمزور بنا سکتے ہیں۔"

"میں تمہاری طرف سے مطمئن ہوں۔ وہ لوگ تمہیں اتنی آسانی سے مجبور اور بے بس نہیں کر سکیں گے۔ میں نے جتنے دونوں کی موت کا فیصلہ کیا ہے وہ مجھے اس فیصلے کو بدلنے پر مجبور کر دیں گے۔"

"فی الحال تو وہ مجھے مرجانہ ہی سمجھیں گے اور میرے بدلے میں کو حاصل کرنے کی شرط پیش کریں گے۔ وہ اپنی شکست نہیں کر سکتے۔ تم نے رسونتی کو ان سے چھین لیا۔ وہ اپنی شکست کو پھر فتح میں تبدیل کر رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا "وہ آخر کب تک تم سے فریب کھائیں گے۔ تمہارے میک اپ کا بھید کھل جائے گا۔ ہماری اتنی باتوں پر پانی پھر جائے گا۔ میں تمہیں چھپائے رکھنا چاہتا تھا میں پتہ چلے گا کہ یہ سب ہمارا ڈرامہ تھا تو وہ اور تلملائیں گے میں انتقاماً کیسی کیسی شرائط پیش کریں گے۔"

"تم شرائط کی باتیں کر رہے ہو۔ یہ نہیں سوچتے پہلے وہ ارے میں پارس کے ساتھ مجھے ہلاک کرنے میں ناکام رہے۔ میں ان کی مٹھی میں ہوں۔ آسانی سے چیونٹی کی طرح وہ مجھے ل دیں گے۔"

"اور سونیا ہماری سب سے بڑی ناکامی یہ ہے کہ پارس بھید کھل جائے گا وہ سمجھ لیں گے کہ پارس ابھی زندہ ہے اور نے اسے کہیں چھپا رکھا ہے۔ وہ پھر اسے ڈھونڈ نکالنے کے اپنی آخری ذہانت تک اس کا سراغ لگائیں گے۔"

"میں کوشش کروں گی کہ وہ مجھے مرجانہ ہی سمجھتے رہیں میرے رے پر بہت ہی بہترین ماسک ہے اور اس کا میک اپ کوئی نہیں ہے کہ ایک بار غسل کیا اور دھل گیا یا وینشنگ ہ لگائی، صاف ہو گیا۔ یہ پائیدار میک اپ ہے۔ میں چاہوں ہی یہ چھٹے گا۔"

"شام کے قریب میں انہوں نے اپنی میک اپ کیمرہ استعمال وہ ایسے ہی کیمرے کے ذریعے میک اپ کے آر پار سونیا کو سکتے ہیں۔"

"ایسا ہوا تو واقعی مشکلات پیش آئیں گی۔ بہرحال وقت پہلے سوچنے کا فائدہ کیا ہے۔ میں تم سے کہتی ہوں۔ تم موجودہ ت پر نظر ثانی کرو۔ میری فکر نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ہر پہلو سے غور کر رہا ہوں۔ مگر تمہارے ہی ذہن میں رہوں گا۔ دس منٹ گزر چکے ہیں۔ پانچ منٹ کے بعد ہی یہ طیارہ ایئرپورٹ کے رن وے پر بند گا۔ مجھے تمہارے ساتھ ہر حال میں رہنا ہے۔ اگر دشمن تمہاری ذرا بھی توہین کریں گے تو میں برداشت نہیں کروں گا۔"

"اسی لیے کہتی ہوں۔ میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ مجھے فی الحال میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں کوئی ناداں بچی نہیں ہوں۔ دشمنوں سے نمٹنا جانتی ہوں اگر برداشت کر سکو تو چپ چاپ میرے دماغ میں رہنا جو بھی قدم اٹھانا ہو مجھ سے مشورہ کر لینا۔ ایسا نہ ہو کہ میری پلاننگ کچھ اور ہو تمہاری کچھ اور۔ جانتے ہو میں وقت اور حالات کے مطابق اچانک ہی کوئی مکاری کر جاتی ہوں جو تمہاری سمجھ میں بعد میں آتی ہے۔ لہٰذا مجھے اپنی صلاحیتوں کو آزمانے دو۔"

"اچھا، میں خاموش رہوں گا۔ تمہارے ساتھ لگا رہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ دماغی طور پر کار کی پچھلی سیٹ پر واپس آ کر کہا۔ "منحالی! بہت بُری خبر ہے۔"

اس نے چونک کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "سونیا کے طیارے اغوا کر لیا گیا ہے۔" میں نے اسے موجودہ حالات مختصراً بتا کر کہا۔ "تم کیشو سے واپس چلنے کے لیے میرا سونیا کے پاس رہنا بہت ضروری ہے۔"

"آپ یہاں وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں۔ فوراً جائیں باقی میں سمجھ لوں گی۔"

میں پھر سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت تک طیارہ رن وے پر پہنچ کر کھڑا ہو رہا تھا۔ سب نے سیفٹی بیلٹ کھول دیے تھے۔ یوں تو سب مطمئن تھے لیکن یہ بھی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ طیارہ اپنی منزل سے بھٹک کر دوسری جگہ پہنچ گیا ہے اور یہ نہیں دوسری جگہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ جہاز میں بہت سے مسلمان بھی تھے جو سوچ رہے تھے اسرائیلی نہ جانے ان کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے۔

سونیا کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ باہر صرف فوجی نظر آ رہے تھے۔ وہ کاک پٹ کی طرف ایک سیڑھی لگا رہے۔ دور دو فوجی ٹرک، دو جیپ کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے علاوہ دو خوبصورت قیمتی کاریں نظر آ رہی تھیں۔ وہ شہری ایئرپورٹ تھا وہاں اس وقت عام شہری نظر نہیں آ رہے تھے البتہ درجنوں مسلح فوجی ٹرکوں اور جیپ کاروں سے اتر کر دو قطاروں میں تقسیم ہو کر مارچ کرتے ہوئے کاک پٹ کے سامنے والے زینے کے پاس آ گئے۔ اس

کے بعد الرٹ ہو کر کھڑے ہو گئے۔

طیارے کے اندر اسپیکر کے ذریعے آواز ابھرنے لگی۔

"لیڈیز اینڈ جنٹلمین! جیسا کہ ہم نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔ آپ سب اپنی اپنی منزل پر بخیریت پہنچ جائیں گے۔ ہم مس مرجانہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنا دستی سامان اٹھا کر کاک پٹ کی طرف آجائیں۔ کاک پٹ کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔"

تمام مسافر مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے اِدھر اُدھر یوں دیکھنے لگے جیسے کسی مس مرجانہ کو تلاش کر رہے ہوں۔ پھر اسپیکر کے ذریعے آواز سنائی دی۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! یہ سارا اہتمام مس مرجانہ کے لیے کیا گیا ہے۔ ان کی خاطر آپ کے طیارے کا رستہ بدل گیا۔ جیسے ہی مس مرجانہ اس طیارے سے باہر آئیں گی یہ طیارہ آپ کی منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہو جائے گا۔"

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے اپنے بیگ کو شانے سے لٹکایا پرس کو ہاتھ میں لیا پھر جہاز کی درمیانی راہداری سے گزرنے لگی۔ تمام مسافر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ یقیناً سب سوچ رہے ہوں گے کہ یہ لڑکی کون ہے جس کی خاطر طیارے کا راستہ بدل دیا گیا۔

سونیا نے کاک پٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ کھل گیا۔ وہ اندر آئی، وہاں وہی شخص دونوں ہاتھوں میں ریوالور لیے پائلٹ اور کو پائلٹ کو اپنے کنٹرول میں رکھے ہوئے تھا۔ کاک پٹ کے بیرونی دروازے پر ایک فوجی افسر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مرجانہ کو دیکھتے ہی مسکرا کر فرانسیسی زبان میں کہا۔ "خوش آمدید مس مرجانہ! ہم آپ کی میزبانی کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں آپ باہر تشریف لے چلیں۔"

یہ باتیں میں سونیا کے دماغ سے سمجھ رہا تھا۔ وہ کچھ کہے سنے بغیر سیدھی دروازے کے پاس آئی۔ پھر زینے سے اترتے ہوئے دیکھا۔ مسلح فوجی جوان سر اٹھائے، سینہ تانے الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان سونیا کے لیے گزرنے کا راستہ تھا اس راستے کے آخری سرے پر ایک فوجی افسر کھڑا ہوا تھا جیسے ہی سونیا زینے کے آخری سرے پر پہنچی اور اسرائیل کی زمین پر قدم رکھا۔ دور کھڑے ہوئے آفیسر نے پہنچ کر کچھ کہا جسے سنتے ہی مسلح جوانوں نے فوجی انداز میں اپنے بوٹ بجائے اپنی اسٹین گنوں پر تھپکی دی۔ پھر اس آفیسر کے حکم کے مطابق رائیٹ ٹرن ہو گئے۔ یہ اشارہ تھا کہ سونیا اسی رُخ پر چلے۔

سونیا سمندر کی منہ زور لہروں کے درمیان سر بلند رہنے والی چٹان تھی۔ میں اس کے اندر رہ کر سمجھ رہا تھا۔ وہ دشمنوں کے فوجی رعب اور دبدبے سے ذرا بھی متاثر نہیں تھی۔ اسی انداز میں شانِ بے نیازی سے ان کے درمیان سے تھی جیسے مرجانہ عام حالات میں چلتی ہے۔ میرا خیال وقت مرجانہ بھی ہوتی تو شاید کسی نہ کسی حد تک ان سے مرعوب سونیا اور مرجانہ کے تجربات میں ابھی زمین آسمان کا فرق وہ اسرائیل کی سرزمین پر آسمان کی طرح سر بلند ہو کر چل رہی دو طرفہ فوجیوں کے آخری سرے پر ایک بڑی سی مرسیڈیز آکر رک گئی۔ اس کار کے آگے ایک جیپ کار تھی۔ چند مسلح فوجی ان جیپوں میں سوار ہو فوجی سونیا کے اطراف رہے۔ ایک نے آگے بڑھ کر دروازہ دیا اس میں سے ایک ادھیڑ عمر کی عورت باہر آئی۔ اس ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے فرانسیسی زبا کہا "ہیلو مس مرجانہ! میں یہاں سے تل ابیب تک تمہا بھی ہوں اور تمہارے میزبانوں کے سامنے تمہاری ترجما کیونکہ تمہارے میزبان فرانسیسی نہیں جانتے اور تم عبرانی جانتیں۔ آؤ چلیں۔ تمہارے لیے یہ کار حاضر ہے۔"

وہ چپ چاپ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ گا اس کے ساتھ ہی بیٹھتے ہوئے دروازے کو بند کر لیا۔ "شاید ہمارا ساتھ زیادہ دنوں کا نہ ہو۔ پھر بھی تم کہہ سکتی ہو؟"

سونیا نے اسے مسکرا کر دیکھا پھر فرانسیسی زبان "شکر ہے۔ شہرِ دشمناں میں ایک آنٹی تو ملی۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے دائیں بائیں دیکھنے لگی۔ اس کار مسلح فوجی موٹر سائیکل پر بھی آگئے تھے۔ آگے پیچھے جیپیں پھر ان جیپوں کے آگے پیچھے فوجی ٹرک تھے۔ اس کے بعد چل پڑا۔

سونیا جس کار میں بیٹھی ہوئی تھی اس کی اگلی سیٹ ڈرائیور کے ساتھ ایک یہودی افسر تھا۔ اس نے عبرانی زبا بوڑھی آنٹی سے کچھ کہا۔ آنٹی نے سونیا سے پوچھا "کیا فر درمیان موجود ہے؟"

سونیا نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر آگے بیٹھے ہو نے عبرانی زبان میں کچھ کہا۔ اس کے مطابق آنٹی نے کہا کیا "تم جاسوسہ کو کہ برملا کے تمام یہودیوں کی سزائیں فو کر دے۔ ڈان فرنز، ٹون بیکر۔ موشے ایشرو اور دان کر اپنی زبان سے یعنی سوچ کے ذریعے یہ خوش خبری سنا انہیں اب موت کی سزا نہیں ملے گی۔"

"مائی ڈیر آنٹی! تم فرانسیسی زبان میں جو کچھ بھی

ہی ہو فرہاد اس کا ترجمہ میرے دماغ سے سنتا جا رہا ہے۔"

آنٹی نے کہا "ہمیں جواب چاہیے۔"

"جواب فوراً نہیں مل سکتا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم لوگ پہلے انگلی پکڑتے ہو۔ پھر پہنچے تک پہنچتے ہو۔ دیکھنا یہ ہے کہ ایک سزا معاف کرانے کے بعد دوسری شرائط کیا ہوتی ہیں؟"

سامنے بیٹھے ہوئے یہودی نے غصے سے کچھ کہنا شروع کیا۔ آنٹی نے اس کی بات دہرائی "ہماری شرائط بعد میں پیش کی جائیں گی۔ پہلے فوراً ان کی سزائیں ختم کی جائیں۔ ورنہ ان کی طرح تمہیں بھی اس گاڑی سے اتار کر پیدل تل ابیب تک چلایا جائے گا اور جانتی ہو تل ابیب یہاں سے پینتالیس میل کے فاصلے پر ہے۔"

سونیا نے کہا "گاڑی روک دو۔ میں پیدل چلوں گی۔"

سامنے بیٹھے ہوئے یہودی نے چونک کر پلٹتے ہوئے دیکھا۔ پھر عبرانی زبان میں کچھ کہا۔ آنٹی نے اس کی ترجمانی "مس مرجانہ! تمہاری سزا صرف پیدل چلنے تک محدود نہیں رہے گی۔ پینتالیس میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد آخری رے پر موت ہوگی۔"

سونیا نے پوچھا "مجھ اکیلی کو مارو گے۔ اس کے جواب ں ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے تمہارے کتنے ہم مذہب مر لگے یا اس کی گنتی تمہیں معلوم ہے؟"

وہ ابھی تک سر گھما کر اگلی سیٹ سے اسے دیکھ رہا تھا رہا نے کہا "فرہاد کی نظروں میں یقیناً مرجانہ کی اہمیت ہے ان مجھ سے زیادہ رسونتی کی اہمیت ہے اور اسے تم لوگوں نے ہاتھ سے گنوا دیا ہے۔ سونیا اور پارس کو مار کر تم لوگوں نے ب سے بڑی غلطی کی ہے۔ اب فرہاد کی کمزوری سے کھیلنے لیے کیا رہ گیا ہے۔ سونیا چلی گئی۔ پارس چلا گیا۔ رسونتی کو اس کی کمزوری بنانا چاہتے تھے۔ وہ ہاتھ سے نکل گئی مجھے قید میں رکھ کر فرہاد سے کیا شرطیں منواؤ گے۔ پہلے وہ مارے دیکھنا چاہتا ہے۔"

اس نے اگلی سیٹ پر سیدھی طرح بیٹھ کر ایک چھوٹا ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر رابطہ قائم کرنے کے بعد عبرانی میں بولنا گیا۔ وقفے وقفے سے دوسری طرف سے بھی کچھ کہا جا رہا تھا سامنے بیٹھے ہوئے یہودی نے پلٹ کر اپنی اسی زبان میں آنٹی سے جو کچھ کہا سے دہرائی بات سونیا کے سامنے دہرائی "مس مرجانہ! رے پاس پوچھتے ہیں۔ برملا کے یہودیوں کی سزا فوری طور پر ختم کرنے کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟"

سونیا میری مرضی کے مطابق جواب دینے لگی۔ "فرہاد کو رسونتی چاہیے۔ چوبیس گھنٹے کے اندر یا زیادہ سے زیادہ اڑتالیس گھنٹے کے اندر اگر تم لوگ یہ وعدہ کر لو کہ رسونتی فرہاد تک پہنچ جائے گی تو سزا ابھی ختم ہو سکتی ہے۔"

"ہم بڑی سے بڑی قسمیں کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ رسونتی ہمارے پاس نہیں ہے۔"

"یہ بات ناقابلِ یقین ہے۔ اگر یقین کے قابل ہوتی تب بھی رسونتی کو جو لوگ لے گئے تھے ان کی ذمہ داری بھی تم پر ہے اور رسونتی کی واپسی کی بھی۔"

سامنے بیٹھے ہوئے یہودی نے ٹرانسمیٹر پر وہی بات انگریزی میں دہرائی۔ جواب میں عبرانی زبان سنائی دی۔ آنٹی نے کہا "ٹھیک ہے اڑتالیس گھنٹے کی مہلت مانگی جا رہی ہے اگرچہ فرہاد کو یقین نہیں آ رہا ہے۔ بہرحال ہم نے اپنی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔ رسونتی کو ہم لے گئے تھے۔ ہم واپس بھی کریں گے ہمارے آدمیوں کی سزا ختم کر دی جائے۔"

"فرہاد ابھی میرے دماغ سے جا رہے ہیں۔ سزا فی الحال ملتوی کر دی جائے گی۔"

یہی باتیں ٹرانسمیٹر کے سامنے کہی جا رہی تھیں۔ اس کے بعد ٹرانسمیٹر کو آف کر کے ڈیش بورڈ میں رکھ دیا گیا۔ توقع تھی کہ آگے بیٹھنے والا پیچھے کی طرف پلٹ کر پھر کچھ کہے گا لیکن وہ سیدھا بیٹھا ونڈ اسکرین کے پار تکتا رہا۔ میں نے سونیا سے کہا "میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

میں نے ٹان فرنز کے پاس پہنچ کر کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ بھرّا گرّانے والا تھا۔ میں نے کہا "کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری سزائیں کم از کم فی الحال ختم کر دی گئی ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بے یقینی سے بولا "کیا سچ ہے؟"

یہی بات میں نے ٹون بیکر کے پاس پہنچ کر کہہ دی۔ اس نے خوش ہو کر پوچھا "کیا ہمارے آقاؤں سے سمجھوتہ ہو گیا ہے؟"

"میں نے انہیں اڑتالیس گھنٹے کی مزید مہلت دی ہے انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ اس دوران وہ رسونتی کو میرے پاس پہنچا دیں گے۔"

یہ بات ٹون بیکر نے اپنے پورے قافلے کو سنائی۔ سب خوش ہو کر بیٹھ گئے۔ کوئی سڑک کے کنارے لیٹ گیا۔ سب کا

تھکن سے بُرا حال تھا۔ اب وہ رنگون واپس آنے کے انتظامات خود کر سکتے تھے۔ ان کے بڑے ذرائع تھے۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر دیکھا۔ ہماری کار خفیہ رہائش گاہ کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ پھر وہ پورچ میں آ کر رک گئی۔ میں سنبھالی کے ساتھ چلتا ہوا کوٹھی کے اندر آیا۔ اس دوران اسے سونیا کے متعلق اور دشمنوں سے نیا سمجھوتہ ہونے کے متعلق بتاتا رہا۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر میں ایک آرام دہ صوفے پر گر پڑا۔ پھر میں نے کہا "ہم تفریح کے لیے نکلے تھے۔ لیکن ہمارے مقدر میں تفریح نہیں ہے۔"

منجالی صوفے کے ہتھے پر بیٹھ گئی۔ پھر میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی "کوئی بات نہیں تفریح بعد میں ہو جائے گی۔ آپ زیادہ سے زیادہ وقت ادام کے ساتھ گزاریں۔ میں آپ کے لیے چائے لے کر آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے باس اینجلو کو مخاطب کر کے کہا "مرجانہ یہودیوں کے چنگل میں پھنس گئی ہے ——— یہودی اسے قتل ایب پہنچا رہے ہیں۔"

اینجلو نے تشکر کا اظہار کیا۔ میں نے کہا "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ اس لیے مجھے ہی سب کچھ کرنا ہوگا۔"

اینجلو "جناب! دنیا کا ایسا کون سا ملک ہے۔ ایسی کون سی جگہ ہے جہاں ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ آپ شاید انٹیلی جنس کے محکمے سے تعلق زیادہ نہیں جانتے ہیں۔ اگرچہ اسرائیل دنیا بھر میں سب سے زیادہ چوکنا رہتا ہے۔ تاہم اس کے اندر ایسا خفیہ شعبہ ہے جو نظام ہمیں نہیں آتا۔ وہاں دوہری مختلف نظریات رکھنے والے یہودی ہیں۔ ایک وہ یہودی اور امریکی یہودی جو سرمایہ دار ہیں۔ اسرائیلی حکومت ان کے ہاتھوں میں ہے۔ دنیا کی نصف سے زیادہ تجارت ان کی دسترس میں ہے۔ دنیا کی نصف سے زیادہ دولت ان کے قبضوں میں ہے۔ دوسرے یہودی وہ ہیں جن کا تعلق روس سے ہے۔ یہ یہودی کارل مارکس کے نظریے کے حامی ہیں یہ اسرائیل میں برائے نام ہیں اس لیے خود کو کمیونسٹ کی حیثیت سے ظاہر نہیں کرتے اور یہ ریڈ پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں ابھی ماسک مین کے ذریعے معلومات حاصل کرتا ہوں کہ وہاں آپ کے لیے کس طرح راستے ہموار کیے جا سکتے ہیں۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "مسٹر اینجلو! میں تو سمجھتا تھا اسرائیلی حکومت اوپر سے جتنی مضبوط، مستحکم اور ناقابل شکست نظر آتی ہے اندر سے بھی ویسے ہی مستحکم ہوگی۔ واقعی یہ حقیقت ہے۔ ہر ملک اور ہر حکومت کے اندر کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے۔ میں آپ کا مشکور رہوں گا۔ آپ اسرائیلی حکومت کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات مجھے فراہم کر دیں۔"

"آپ یہ بتائیں۔ فی الحال وہاں مرجانہ کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے؟"

"نہیں اڑتالیس گھنٹے تک وہ مرجانہ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ وہ مجھ سے کیے ہوئے وعدے کے پابند ہیں انہوں نے رسوتی کو واپس لانے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر وہ وعدے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے لیکن میں نے اڑتالیس گھنٹے کے لیے یعنی دو راتوں اور دو دنوں تک کے لیے مرجانہ کو ان کی انتقامی کارروائیوں سے بچا لیا ہے۔"

"یہ آپ نے بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ دو اور دو دن ہمارے لیے بہت ہیں۔ آپ دو چار گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ میں ماسک مین سے معلومات حاصل کرتا ہوں۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر کے رنگون کے ماسٹر کو کیا۔ وہ خوش ہو کر بولا "جناب! آپ نے آقا کو بھی بھلا دیا کبھی یاد ہی نہیں کرتے۔ میرا خیال ہے۔ کم از کم ایک ہفتے آپ مجھے مخاطب کر رہے ہیں۔"

"ہاں دوستوں اور مہربانوں کو مصیبت کے وقت پکارا جاتا ہے۔"

وہ چونک کر بولا "کیسی مصیبت جناب! کیا دشمنوں پر آئے۔ آپ ہمیں بتائیں۔ معاملہ کیا ہے۔"

میں نے اسے بتایا کہ مرجانہ کس طرح گرفتار ہوئی وہ چپ چاپ سنتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا "کیا آپ کو اڑتالیس گھنٹے کی مہلت دی گئی ہے؟" میں نے کہا "ابھی سے ماسٹر سے معلوم ہوں کہ میں مرجانہ کو وہاں سے کس طرح نکال سکتا ہوں۔"

میں نے کہا "مرجانہ کو وہاں سے نکالنا ہی کافی نہیں ہے۔ میں ان یہودیوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ میرے مرجانہ کو اپنی سرزمین پر لا کر انہوں نے کتنی بڑی غلطی کی آپ مجھے اسرائیلی حکومت کی کسی بڑی کمزوری سے آگاہ کر سکتے ہیں تو کریں۔"

"اچھی بات ہے جناب! میں نے آپ کے تمام ذہن نشین کر لیے ہیں۔ میں دو گھنٹے بعد آپ کو فون کروں گا۔"

میں نے رسوتی کے پاس پہنچ کر کہا "بیٹی فکر نہ کرو۔ بعد تمہیں دشمنوں سے چھڑا کر لایا گیا ہے لیکن اُدھر جا کے دام میں آ گئی ہے۔"

میں نے مختصر طور پر اسے بتایا۔ اپنی پریشانی کی اس نے پوچھا "کیا تمہاری زندگی کا کوئی لمحہ سکون سے گزرا ہے؟"

ہیں سمجھتی ہوں۔ کچھ عرصے بعد تمہیں کھانے پینے اور سونے کا وقت بھی نہیں ملے گا۔ آخر مرجانہ کو اس طیارے میں سفر کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟"

"یہ سب تمہارے لیے ہوا ہے۔ ادھر ہم نے تمہیں دشمنوں سے چھڑایا۔ ادھر میری بہن شاہینہ کی زندگی خطرے میں پڑ گئی اس کی حفاظت کے لیے مرجانہ کا وہاں پہنچنا ضروری تھا لیکن دیکھ لو کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ بہرحال اس وقت میرا وقت بہت قیمتی ہے۔ میں صرف تمہاری خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ اب جا رہا ہوں۔"

میں سونیا کو وہاں سے نکال لانے کے لیے اور ان یہودیوں کی زیادہ سے زیادہ کمزوریاں معلوم کرنے کے لیے کوئی ذریعہ ڈھونڈنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے دہلی کے باس وجے آنند سے بھی وعدہ لیا کہ وہ یہودیوں کے متعلق بہت سی معلومات فراہم کرے گا۔ میں اس کے پاس سے بھی چلا آیا۔

ہر طرف سے امید دلائی جا رہی تھی۔ تاہم میں خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھا۔ میں جس قدر ذرائع استعمال کر رہا تھا۔ ان سے کہیں زیادہ ذرائع کے مالک وہ یہودی تھے۔ سپر ماسٹر اور اسک مین میری مطلوبہ معلومات فراہم کر سکتے تھے لیکن سونیا کو اسرائیل کی سرزمین سے اغوا کر کے میرے پاس نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اور اصل مسئلہ یہی تھا سونیا کو جلد سے جلد وہاں سے نکل آنا تھا۔ ورنہ مرجانہ کے میک اپ کے پیچھے اس کا راز فاش ہوتا تو میری دو بڑی کمزوریاں دشمنوں کے ہاتھ آ جاتیں ایک سونیا دوسرا پارس۔"

میں لندن کے ماسٹر مین کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بحیثیت ماسٹر اپنے معاملات میں مصروف تھا لیکن جب میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ ایک دم سے ہڑبڑا گیا۔ فوراً ہی تمام مصروفیات کو پھونک کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں نے کہا "یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ کے کمرے میں آنے والا آپ کو یوں اچانک کھڑے ہوئے دیکھ کر کیا سوچے گا؟"

وہ بیٹھتے ہوئے بولا "آپ کی آمد پر مجھے حیرانی بھی ہو رہی ہے اور بے انتہا مسرت بھی۔ آپ نے بہت طویل عرصے بعد مجھے یاد کیا ہے۔"

میں نے وہی ایک جملہ دہرایا "ماسٹر! اپنے دوستوں اور مہربانوں کو مصیبت کے وقت ہی پکارا جاتا ہے۔"

اس نے کہا "آپ بغیر کسی تمہید کے بتائیں کس مصیبت میں گرفتار ہیں؟ میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

میں نے اسے مرجانہ کے حوالے سے سونیا کے متعلق بتایا کہ کس طرح مرجانہ یہودیوں کے چنگل میں آ گئی ہے۔ اس نے پوچھا "کیا آپ نے اس سلسلے میں رنگون کے ماسٹر سے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"ہاں، میں نے یہاں کے ماسٹر کو بھی تفصیلات بتا دی ہیں۔ ماسٹر نے وعدہ کیا ہے، وہ سپر ماسٹر سے اس سلسلے میں بات کرنے کے بعد دو گھنٹے کے اندر بتا سکے گا کہ اسرائیل میں میرے لیے کیا کیا جا سکتا ہے لیکن ماسٹر نیومین! آپ نے سپر ماسٹر کی پابندیوں سے ہٹ کر بھی ایک مخلص دوست کی حیثیت سے ماضی میں میرے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ اس لیے میں آپ سے دوستانہ تعاون چاہتا ہوں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ سپر ماسٹر سے مشورہ لے کر ہی میرے لیے کچھ کریں۔"

"میں آپ کے اس اعتماد کو ہر حال میں بحال رکھوں گا اور سپر ماسٹر سے مشورہ لیے بغیر میں ابھی اس معاملے پر غور کر کے بتاتا ہوں کہ آپ کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے۔"

میں نے کہا "میں یہاں کے معاملات میں بُری طرح الجھا ہوا ہوں جب بھی فرصت ملے گی آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اس وقت تک آپ اچھی طرح میرے مسائل پر غور کر لیں۔"

"فرہاد صاحب! ویسے تو آپ نے دنیا جہاں کے تجربات حاصل کیے ہیں۔ دن رات نت نئے دشمنوں سے ٹکراتے رہتے ہیں اور ان سے بچاؤ کے ہتھکنڈے بھی خوب جانتے ہیں اس کے باوجود میں آپ کو ایک مشورہ دیتا ہوں۔"

"فرمائیے میں سن رہا ہوں۔"

"یہودیوں سے آپ کی ٹھن گئی ہے۔ یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا کوئی نہیں جانتا۔ جب دن رات ان سے ٹکرانا ہی ٹھہرا تو آپ عبرانی زبان کیوں نہیں سیکھ لیتے۔ کسی بھی زبان کو توجہ سے سیکھنے کے لیے زیادہ سے زیادہ دو چار ماہ لگتے ہیں۔ آپ اپنی مصروفیات کے دوران کم از کم چھ ماہ میں ضرور یہ زبان سیکھ لیں گے۔"

میں نے تائید کی "بے شک آپ نے بہت ہی مناسب وقت میں مناسب مشورہ دیا ہے۔"

"ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں۔ ہم کیوں مناسب وقت کا انتظار کرتے رہیں۔ انگریزی کے بعد دنیا میں فرانسیسی زبان کی اہمیت ہے۔ آپ کے سلسلے میں جونٹے ریکارڈ تیار ہوتے رہتے ہیں ان میں اس بات کا ذکر خاص طور پر ہے کہ آپ فرانسیسی بھی نہیں جانتے ہیں۔ یہودیوں کو اطمینان ہے کہ آپ عبرانی سے ناواقف ہیں آپ چاہیں تو جلد ہی ان لوگوں کی خوش فہمیاں ختم کر سکتے ہیں۔"

"آپ کا مشورہ قابلِ قدر و قبول ہے۔ یقیناً میں ایسا ہی کروں گا۔"

میں اس سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کر کے چلا آیا۔ آدمی جب بھی سفر کے لیے نکلتا ہے۔ منزل کا تعین کرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی راستوں کا بھی تعین کرتا ہے۔ جن راستوں سے اسے گزرنا ہے اسے اپنے لیے گزرنے کے قابل بناتا ہے۔ میری منزل انسانی دماغ ہے۔ لہٰذا وہاں تک پہنچنے کے لیے مجھے مختلف زبانیں سیکھتے رہنا چاہیے۔ یہ بات پہلے بھی میرے دماغ میں آئی تھی لیکن میں نے توجہ نہیں دی۔ میری بے پروائی تھی کہ میں نے اہم زبانیں نہیں سیکھیں۔ اب سیکھنے کا وقت آگیا تھا۔

اس کے باوجود سونیا کو وہاں سے نکال لانے کے لیے زبان سیکھنے کی فی الحال کوئی اہمیت نہیں تھی۔ ابھی تو کسی مستحکم منصوبہ بندی کی ضرورت تھی جس پر عمل کرتے ہی سونیا یہودی کانٹوں میں گھرنے کے باوجود عقاب کی خوشبو کی طرح بے روک ٹوک چلی آئے۔

میں اپنی خیال خوانی کے متعلق منجالی کو بتاتا جا رہا تھا زبانیں سیکھنے کے متعلق سن کر اس نے کہا۔ "ابھی آپ کا ذہن الجھا ہوا ہے۔ آپ کوئی زبان نہیں سیکھ سکتے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے، آپ کا ذہن کب الجھا ہوا نہیں ہوتا؟ کب آپ پر مصیبتیں نازل نہیں ہوتیں؟ ایسے تو تمام زندگی کوئی بھی زبان سیکھنے کا موقع نہیں ملے گا۔ آپ کو اپنے طور پر وقت نکالنا ہی ہوگا۔ ہزار مصروفیات کے باوجود یہ طے کر لینا ہوگا کہ عبرانی زبان سیکھنا ہے۔ ابھی اور اسی لمحے سے اس کی ابتدا ہونی چاہیے۔"

"درست کہتی ہو۔ میں ابھی سے ابتدا کروں گا لیکن سونیا تل ابیب پہنچنے ہی والی ہے۔ پہلے میں اس کی خبر لے لوں۔"

منجالی نے کہا۔ "اگر مادام کے وہاں پہنچنے میں ذرا بھی دیر ہو تو اتنی دیر میں آپ زبان سیکھنے کے ذرائع پیدا کر لیں۔"

میں سونیا کے پاس آگیا۔ وہ اسی طرح کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ فوجی گاڑیاں آگے پیچھے چل رہی تھیں۔ رفتار اچھی خاصی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کب تک تل ابیب پہنچ رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "میں نے ابھی اپنی اس آنٹی سے پوچھا تھا اس نے بتایا۔ بیس منٹ کے بعد ہم وہاں ہوں گے۔"

"تمہارے میزبان بڑے خاموش ہیں۔ کیا بات ہے؟"

"جو ضروری باتیں تھیں وہ کر چکے۔ میرا خیال ہے، مجھ سے غیر ضروری بات چیت کرنے سے بھی کترا رہے ہیں۔ اس سے مجھے بھی فائدہ پہنچ رہا ہے۔ میں خاموشی سے موجودہ حالات کا تجزیہ کر رہی ہوں۔ سوچ رہی ہوں۔ تل ابیب میں کیسے لوگوں سے سابقہ پڑے گا۔ آئندہ کیا حالات ہو سکتے ہیں اور مجھے کیا کرنا چاہیے۔ جتنی دور تک میرا ذہن کام کر سکتا ہے اتنی دور تک میں منطقی دلائل کے مطابق لائحہ عمل تیار کر رہی ہوں۔ تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"میں وہاں لوگوں کے ماغوں تک پہنچنے کے لیے اور تمہیں وہاں سے نکال لانے کے لیے جتنے ذرائع استعمال کر سکتا ہوں، کر رہا ہوں۔"

میں اس سے دس منٹ میں واپس آنے کا وعدہ کر کے ماسٹر نومین کے پاس آگیا۔ وہ بے چارہ اپنے معاملات میں مو بھی تھا اور میرے متعلق بھی سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ میرے لیے کیا کر سکتا ہے۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ماسٹر آپ کا مشورہ بہت ہی معقول ہے۔ میں اسی وقت سے زبا سیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ عبرانی زبان کے سلسلے میں ابتدا قواعد اور بول چال کے کیسٹ فراہم کر سکتے ہیں؟"

"لندن میں یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن یہ تما چیزیں آپ کے پاس کہاں پہنچائی جائیں؟"

"میرے پاس پہنچانا کوئی ضروری نہیں ہے۔ آپ ایک آدمی ایسا مقرر کریں جو عبرانی زبان روانی سے بولتا اور سمجھتا انگریزی زبان بھی اچھی طرح جانتا ہو۔ میں اس سے دماغی رابطہ قائم کروں گا اور وہ سوچ کے ذریعے مجھے وہ زبان سکھاتا رہے گا جب بھی مجھے فرصت ملا کرے گی میں اس کے پاس پہنچ جایا کروں گا۔ فرصت نہیں ملے گی تو کئی کئی دن غیر حاضر رہا کروں گا۔ لہٰذا اسے یہ باتیں اچھی طرح سمجھا دی جائیں کہ اپنے اس معلم کو منہ مانگا معاوضہ دوں گا۔"

"آپ معاوضے کی باتیں نہ کریں۔ میں آپ کے لیے ہر انتظامات کروں گا لیکن یہ بات سُپر ماسٹر سے چھپی نہیں رہ سکے گی۔ آپ مشورہ دیں تو میں سُپر ماسٹر کو اس سلسلے میں بھی باخبر رکھوں۔"

"بے شک ایسی باتیں آپ کے سُپر ماسٹر سے چھپی نہیں رہ سکتیں۔ آپ انہیں بتا دیں اور میرا اسلام پہنچا دیں۔ میں پھر آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں سونیا کے پاس واپس آگیا۔ اسرائیل کے مغربی سمندر کے کنارے تل ابیب ہے۔ یہ ۱۹۷۲ء کی بات ہے تل ابیب

بھی کسی بھی عرب کو رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ شہر ابھی نئے سرے سے ایک نئی کروٹ لے رہا تھا۔ نئی کوٹھیاں، بڑی بڑی عمارتیں اور دکانیں حتیٰ کہ یہودیوں کی طرزِ رہائش بھی بالکل یورپی انداز کی تھی۔ اس وقت سونیا بن یہودا کی سڑک سے گزر رہی تھی۔ سڑک کے اطراف میں خوبصورتی سے سجی ہوئی دکانیں تھیں جن میں ضروریاتِ زندگی کا آرائش کا اور فیشن کا سامان بڑی فراوانی سے تھا۔ فٹ پاتھ پر مرد اور عورتیں دھیرے دھیرے گزرتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ سب خوشحال دکھائی دیتے تھے۔ نوجوان مردوں اور دوشیزاؤں کے ملبوسات اور ان کے اسٹائل بالکل جدید طرز کے تھے۔ عربی اور یہودی تہذیب کہیں سے نہیں جھلکتی تھی۔ صاف پتہ چلتا تھا کہ نام نہاد یہودیوں کا ہے لیکن امریکیوں کا بول بالا ہے۔ خواہ وہ امریکی یہودی کیوں نہ ہوں۔

فوجی کاروں کو گزرتے دیکھ کر شہری لوگ اپنی گاڑیاں کنارے کر لیتے تھے۔ ان فوجیوں نے سونیا کی تلاشی نہیں لی تھی۔ وہ اس کے پاس کسی ریوالور یا کسی اور مہلک ہتھیار کو تلاش کر سکتے تھے۔ اکثر ہم نے دشمنوں کے درمیان غیر متوقع جگہ پر ہنگامے کیے تھے۔ سونیا اس جگہ سے، جہاں سڑک سے گزرنے کے دوران کوئی بھی ہنگامہ اچانک کر سکتی تھی لیکن وہ اس پر سے گزر رہے تھے۔

وہ فوجی کاروں کی ایک ساحلی سڑک پر سے گزرتا رہا۔ ایک سینما گوگ عمارت کے سامنے آکر رک گیا۔ زمانۂ قدیم میں یہودی جہاں مذہبی تقریبات کے لیے جمع ہوتے تھے جگہ کو سینا گوگ کہتے تھے۔ آج بھی یہی کہتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ اب سینا گوگ میں صرف مذہبی معاملات کے لیے ہی بلکہ سماجی، کاروباری اور سیاسی معاملات کے لیے بھی جمع ہوتے ہیں۔

سڑک کے کنارے ہی سے اس عمارت کا زینہ شروع ہو جاتا تھا۔ وہ زینہ تقریباً چالیس فٹ چوڑا اور پچیس یا تیس فٹ اونچا تھا۔ اس کی اونچائی کے بعد عمارت کی اونچائی شروع ہوتی تھی۔ سونیا کے لیے کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا گیا۔ وہ باہر آئی۔ اس کی گائیڈ آنٹی دوسرے دروازے سے نکل کر اس کے ساتھ شامل ہو گئی۔ پھر وہ دونوں زینہ چڑھتے ہوئے عمارت کے صدر دروازے کی طرف جانے لگیں۔ ان کے آس پاس اب کوئی فوجی نہیں تھا۔ وہ دونوں تنہا تھیں لیکن اپنے آپ پر پورا اعتماد تھا کہ مرجانہ کے دماغ میں رہ کر وہاں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا اور نہ ہی مرجانہ کو وہاں سے نکال کر لے جا سکوں گا۔ صدر دروازے پر دو مسلح فوجی نمائشی مجسمے کی طرح کھڑے ہوئے تھے۔ نہ تو انہوں نے اپنی جگہ سے کوئی حرکت کی نہ ہی ان سے کوئی سوال کیا۔ وہ دونوں دروازے کے سامنے پہنچیں تو دروازہ ایک میکینزم کے تحت خود بخود کھل گیا۔ وہ اندر گئیں۔ دروازہ بند ہو گیا۔

اندر ایک وسیع و عریض گزرگاہ تھی۔ وہاں کا فرش آئینے کی طرح چکنا اور صاف و شفاف تھا۔ چلتے وقت گردن جھکا کر قدموں تلے اپنے آپ کو دیکھا جا سکتا تھا۔ چار طرف راہداریاں تھیں۔ ہر راہداری میں دو، دو چار، چار لفٹ کے دروازوں پر تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ انہیں پڑھ کر اپنے اپنے راستے اور منزل کا تعین کیا جا سکتا تھا۔ ایک تختی پر لکھا تھا: عبادت خانہ، اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ لفٹ عبادت خانے تک پہنچاتی ہے کسی تختی پر "آڈیٹوریم" اور کسی پر "کانفرنس ہال" لکھا ہوا تھا۔ وہ گائیڈ آنٹی اسے کانفرنس ہال والی لفٹ کے اندر لے آئی۔ پھر وہ لفٹ اوپر کی طرف جانے لگی۔

وہ لفٹ سے باہر آئی تو اچانک ہی ادھر ادھر سے بجلیاں سی چمکنے لگیں۔ اس کی آنکھیں کبھی کھل رہی تھیں، کبھی جھپک رہی تھیں۔ لفٹ کے سامنے والی گزرگاہ کے اطراف ان تخت نما ڈائس پر کھڑے ہوئے فلش لائٹ سے اس کی تصویریں اتار رہے تھے اور وہ آنٹی کے ساتھ ان کے درمیان سے گزرتی جا رہی تھی۔ میرا اور سونیا کا دل دھڑک رہا تھا۔ ہم سوچ رہے تھے۔ کیا ان کیمروں کے درمیان کوئی انٹیٹی میک اپ کیمرہ بھی ہے جو میک اپ کے پیچھے سونیا کی اصلیت تک پہنچ جائے گا؟

وہ ملکۂ بے تخت و تاج تھی۔ اسے اپنے جذبوں، اپنی خودداری، دھڑکنوں اور اپنے اندرونی اقتدار پر قابو پانے میں ملکہ حاصل تھا۔ وہ ایک شانِ بے نیازی سے چلتی ہوئی آنٹی کے ساتھ ایک دروازے پر آکر رک گئی۔ وہاں ایک مسلح سپاہی موجود تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ دونوں اندر آئیں۔ اندر بھی چند قدموں کے بعد ایک اور دروازہ تھا۔ آنٹی نے آگے بڑھ کر اس دروازے کو کھولا۔ سونیا نے کھلتے ہوئے دروازے سے دیکھا۔ دور تک ایک بہت بڑا ہال نظر آ رہا تھا اور دور تک ایک لانبی میز تھی جس کے اطراف کتنے ہی خوش پوش حضرات نظر آ رہے تھے۔ ان میں کچھ عورتیں بھی تھیں۔ پورے ہال میں سولر بار اور اسپاٹ لائٹ کی تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ کئی جگہ ویڈیو کیمرے نصب تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مرجانہ کے ساتھ جو گفتگو ہونے والی تھی یا مرجانہ کے ذریعے ان سے جو بھی معاملات طے پانے والے تھے ان کی ریکارڈنگ بھی ہونے

والی تھی اور فلم بھی تیار کی جانے والی تھی۔

سونیا کو دیکھتے ہی تمام لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک عورت نے سونیا کی رہنمائی ایک کرسی تک کی۔ لانبی میز کے آخری سرے پر ایک ادھیڑ عمر کا شخص نظر آ رہا تھا۔ یقیناً وہ اس مجلس کا سربراہ ہوگا۔ اسی لانبی میز کے دوسرے سرے پر سونیا کے لیے ایک کرسی مخصوص کی گئی تھی۔ باقی لوگ ان کے اطراف تھے۔ سونیا جب کرسی کے پاس آئی تو اس ادھیڑ عمر شخص نے فرانسیسی زبان میں کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! ہم مس مرجانہ کے ذریعے آپ کی آمد پر آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے اپنی مسرتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ میں مس مرجانہ سے بیٹھنے کی درخواست کرتا ہوں۔"

سونیا کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے ساتھ دوسرے تمام لوگ بھی اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ مجلس کے سربراہ نے مجھے مخاطب کیا "مسٹر فرہاد علی تیمور! مجھے ڈیل کانوے کہتے ہیں۔ میں آنریبل مسٹر موشے دایان کے نمائندے کی حیثیت سے آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔ ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ کسی بھی ملک کے سربراہ کے دماغ تک کبھی نہیں پہنچتے۔ اگر چاہیں تو ریڈیو ٹی وی کے ذریعے ان کی تقریریں سن کر ان کی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے آپ بآسانی ان کے دماغوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ اخبارات اور رنگین رسائل میں ان کی تصویریں دیکھ کر بھی آپ دماغی رابطہ قائم کر سکتے ہیں لیکن یہ آپ کے ریکارڈ میں شامل ہے کہ آج تک آپ نے ایسا نہیں کیا۔ کیا آپ میری باتیں سن رہے ہیں؟"

میں نے سونیا کی زبان سے کہا "ہاں، سن رہا ہوں۔ اگر کوئی بات غلط ہوگی یا میرے مزاج کے خلاف ہوگی تو میں جواباً کچھ کہوں گا۔ آپ اپنی گفتگو جاری رکھیں۔"

ڈیل کانوے نے کہا "ساری دنیا میں روس اور امریکہ کو سپر پاور کہا جاتا ہے۔ ان کے بعد بھی چند ملک ہیں جو بڑی طاقتوں میں شمار ہوتے ہیں لیکن میں سپر پاورز کی بات کر رہا ہوں۔ ہم اکثر کہتے ہیں کہ ہماری دنیا میں صرف روس اور امریکہ ہی نہیں ایک تیسرا سپر پاور ہے اور وہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

میں نے سونیا کی زبان سے کہا "آپ میری تعریف نہ کریں۔ تمہید بہت ہو چکی۔ کام کی بات شروع کریں۔"

"یہ تعریف نہیں، سچائی ہے۔ میں نے جن الفاظ سے گفتگو کا آغاز کیا ہے اس کا ایک مقصد ہے۔ جو ابھی آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ پہلے میں وہ تاثرات پیش کر رہا ہوں جو آپ کے متعلق ہیں۔ سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ایک سپر پاور ہیں۔ ہماری دنیا کے تمام سپر پاورز کو اپنی اپنی پر ناز ہے۔ کوئی فوجی قوت اور ہتھیاروں کی دوڑ میں آگے ہے کوئی سائنس اور ٹیکنالوجی میں برتر ہے۔ کوئی سیاسی میدان میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ آپ کی بے مثال ٹیلی پیتھی دوسروں کے مقابلے میں سپر بناتی ہے لیکن کوئی ایک دوسرے سے برتری کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ اس کی وجہ آپ خوب جانتے ہیں۔ ہر سپر پاور کی اپنی ایک کمزوری ہوتی ہے۔ البتہ ہر ایک ملک اپنی طاقت کے زعم میں ایٹم اور ہائیڈروجن بم کے ذریعے دوسرے تمام ملکوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنانا چاہتا ہے تو تمام بڑے بڑے ممالک کے سربراہوں کے دماغوں تک پہنچ کر ان کی فوجی قوتوں اور سیاسی چالوں کو ناکام بنا کر اپنی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی ان سے منواتے رہے ہیں لیکن کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے ایک بار تمام ممالک کے سربراہ کے ساتھ ایسا کیا تو ان کے بعد آنے والے سربراہ آپ کے رشتوں کو خون کے رشتوں کو اور دل کی گہرائیوں میں قائم ہونے والے رشتوں کو پلک جھپکتے ہی نیست و نابود کر دیں گے۔ آپ کے وطن کی عظمت اور آزادی کو خاک میں ملا دیں گے۔"

میں نے کہا "میں جانتا ہوں۔ اس دنیا میں کچھ داؤ چل جاتا ہے۔ کبھی کسی کا۔ اس لیے مجھوتے کی خاطر خانہ خالی چھوڑ دینا چاہیے اور میں نے اسی لیے کسی بھی کے سربراہ سے آج تک دماغی رابطہ قائم نہیں کیا اور نہ ہی چاہتا ہوں۔ کبھی سپر پاسٹر نے، کبھی ریڈ پاور کے ماسک اور کبھی تم یہودیوں نے مجھے سمجھوتے کے لیے کہا لیکن میں کرتا رہا۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ اس سے بڑھ کر سمجھوتہ کیا ہے کہ میں تمہارے فیلڈ مارشل ۲ کے دماغ میں آج تک نہیں حالانکہ مجھے ان کا لب و لہجہ اب بھی یاد ہے۔ کہو تو میں کہ وہ اس وقت کیا کر رہے ہیں اور کہاں ہیں اور بھی کہو تو وہاں سے اٹھا کر اس مجلس میں پہنچا دوں۔"

سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ سبھی سونیا کی طرف لگے جیسے وہ ابھی منتر پڑھ کر پھونکے گی اور ان کا ایک وہاں حاضر ہو جائے گا۔ ڈیل کانوے نے مسکرا کر کہا "میں نہیں کہتا کہ آپ ایسا کر سکتے ہیں لیکن آپ ایسا نہیں کریں گے۔"

"ہاں، نہیں کروں گا لیکن تم لوگوں نے سونیا کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بناتے وقت یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ ایسا کر سکتا ہوں۔"

"مسٹر فرہاد علی تیمور! ہر ملک اور ہر قوم میں لگ ہیں۔ آپ یقین کریں۔ ہمارے گدھوں نے وہ مقصد

وہ سب لوگ آپ کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ گئے۔"

"ان کے برے انجام سے میرے نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ میرے جتنے بھی ساتھی ہیں وہ سب میرے لیے اہم ہیں۔ جتنا تمہارے لیے تمہارا موشے دایان ہے۔ ابھی تم نے کہا ہے کہ میں کسی ملک کے سربراہ کو نقصان پہنچاؤں گا تو اس کے بعد آنے والا سربراہ میرے ملک اور میرے عزیز رشتوں کو ختم کر سکتا ہے۔ سونیا اور میرے بیٹے پارس کے بعد مجھے تمہارے ملک کے سربراہ کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟ جواب میں یہ نہ کہنا کہ تمہارے گدھوں سے غلطی ہو گئی تھی۔ میں بھی اپنے گدھوں سے ویسا ہی غلطیاں کرا سکتا ہوں۔"

ڈیل کانوے نے بے بسی سے کہا "مسٹر فرہاد! اب ہم آپ کی سونیا اور پارس کو زندہ نہیں کر سکتے لیکن تاوان دے سکتے ہیں۔ آپ کی کوئی ایک شرط مان سکتے ہیں اور یہ سب اس لیے کہ ہم اپنے سربراہ تک ٹیلی پیتھی کی آنچ بھی پہنچنے نہیں دینا چاہتے۔ اگر آپ نے انتقاماً ایسا کیا تو ہم آپ کے ملک کی ساری نسل کو الٹ کر رکھ دیں گے جو سیاست آدھے ملک کو بگاڑ پیش بنا سکتی ہے وہ دنیا کے نقشے سے باقی ماندہ ملک کے نام کو مٹا بھی سکتی ہے۔"

اسی وقت ایک مسلح سپاہی نے ڈیل کانوے کے قریب آ کر سیلوٹ کیا۔ پھر اس کے آگے ایک لفافہ بڑھا دیا۔ ڈیل کانوے نے اس لفافے سے ایک کاغذ نکال کر کھولا اور اسے پڑھا۔ پڑھتے ہی اچانک اس کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئیں۔ وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے اس کاغذ کو اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف بڑھا دیا۔ اس شخص نے اسے پڑھا۔ پھر وہ بھی قہقہہ لگانے لگا۔ پھر تیسرے نے پڑھا تیسرا قہقہہ بلند ہوا۔ اس طرح وہ کاغذ ایک کے بعد دوسرے ہاتھ میں پہنچ رہا تھا اور ان میں قہقہے اور نعرے تقسیم کر رہا تھا۔ کوئی ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔ دوران میز پر ہاتھ مار رہا تھا کوئی پیٹ پکڑ کر ہنس رہا تھا۔ کوئی اس کاغذ کو پڑھ کر چوتھے کے دوسرے کی طرف بڑھا رہا تھا۔ ڈیل کانوے سونیا کی طرف دیکھ کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا "مسٹر فرہاد علی تیمور! آپ نے کمال کر دیا۔ اب تک ہمیں خوب الو بنایا ہے اور بڑی ہنرمندی سے بنایا ہے۔"

پھر اس نے میز پر ایک زوردار گھونسا مارا۔ میز پر دھماکے کی آواز ابھری۔ تمام لوگوں کے قہقہوں کی پرواز نے دم توڑ دیا۔ سب اچانک ہی چپ ہو گئے۔ ڈیل کانوے نے غصے سے چیخ کر کہا "یو ڈرٹی سن آف اے بچ سونیا! اسٹینڈ اپ۔ ہاؤ ڈیئر یو ٹیک دی سیٹ بی فورمی۔ تم میرے سامنے بیٹھنے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

سونیا نے اطمینان سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر دونوں ہاتھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا "کیا ہوا میرے مٹی کے شیر! گرگٹ کیسے رنگ بدلتے ہیں۔ تم اس کی مثال پیش کر رہے ہو۔ ابھی خاکسار بنے ہوئے تھے۔ ابھی بازی ہاتھ آتے ہی آسمان پر اچھل رہے ہو۔ گرو گے تو نیچے زمین بھی نہیں ملے گی۔ کیا تمہیں اس بات کا ہوش ہے کہ ابھی تم نے کتنی زبردست غلطی کی ہے؟"

"کیا؟" اس نے سوالیہ نظروں سے سونیا کو دیکھا۔

وہ مدبرانہ مسکراتے ہوئے بولی "جب آدمی کوئی بازی جیتتا ہے تو خوشی کے مارے ناچنے لگتا ہے جیسے ابھی تم ناچ رہے تھے اور غرور کی حدوں سے آگے نکل کر احتیاطی تدابیر بھول جاتا ہے جیسے تم بھول گئے تھے۔ تم نے ابھی مارے غرور کے فرانسیسی چھوڑ کر انگریزی بولنا شروع کر دیا۔ اس وقت فرہاد علی تیمور تمہارے دماغ میں ہے۔"

وہ تن کر کھڑا ہوا تھا۔ اچانک ہی کٹی ہوئی شاخ کی طرح میز پر جھک کر اوندھا ہو گیا۔ میز پر دونوں ہاتھ یوں ٹیک لیے جیسے اب نیچے گرنے ہی والا ہو۔ جسم میں جان نہ رہی ہو۔ سونیا کی وہ بات یاد آ رہی تھی "آسمان پر ناچ رہے ہو۔ گرو گے تو زمین بھی نہیں ملے گی اور اسے یہ یوں لگ رہا تھا جیسے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ہے۔

ایک سپاہی نے اسے سہارا دے کر اس کی کرسی پر بٹھایا۔ سونیا نے میز پر ہاتھ مار کر کہا "یو ڈیل کانوے! یو ڈرٹی سٹان، ہاؤ ڈیئر یو ٹیک دی سیٹ بی فورمی۔ اسٹینڈ اپ (تم ڈیل کانوے، تم گندے شیطان، میرے سامنے بیٹھنے کی جرأت کیسے ہو رہی ہے۔ کھڑے ہو جاؤ)"

ادھر سونیا نے حکم دیا۔ ادھر میں نے اسے اچھل کر کھڑا ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ اس نے اپنے آپ کو کھڑے ہو جانے کی پوزیشن میں دیکھا۔ ذرا سا گھبرا گیا۔ پھر غصے سے میز پر ہاتھ مار کر بولا "یہ مت سمجھنا کہ میں تمہارے حکم پر کھڑا ہوا ہوں۔ میں تم لوگوں کا پابند نہیں ہوں۔ میں ابھی بیٹھ کر بتاتا ہوں۔"

اس کے ایسا کہتے ہی میں نے اسے دائیں طرف ایک ذرا کھسکا دیا۔ کرسی کی طرف سے ذرا ہٹا دیا۔ وہ اسی وقت بیٹھنے لگا۔ نتیجہ ظاہر تھا۔ دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ دو سپاہی دوڑتے ہوئے آئے پھر اسے فرش پر سے اٹھانے لگے۔ وہ سب یوں سہمے ہوئے تھے جیسے ایک لفظ بھی زبان سے ادا

کریں گے تو میں ان کے دماغوں میں فوراً پہنچ جاؤں گا۔ اسی لیے وہ چپ چاپ تماشا دیکھ رہے تھے۔

سونیا نے کہا "ڈیل کانوے! اگر تم آدمی کی طرح گفتگو کرنا چاہو تو تمہیں بیٹھنے کا ایک موقع دیا جائے گا۔"

اسی وقت ایک اور سپاہی ایک اور لفافہ لے کر آیا۔ ڈیل کانوے نے اس لفافے سے کاغذ کو نکال کر پڑھا۔ وہاں انگریزی زبان میں لکھا ہوا تھا لیکن میں نے ڈیل کانوے کے دماغ سے اس کا ترجمہ سمجھ لیا۔ لکھا ہوا تھا "تم نے اپنی جیت کی خوشی میں بہت بڑی حماقت کی ہے۔ فوراً اپنی کرسی، اپنا عہدہ چھوڑ کر ہال سے باہر چلے جاؤ۔"

وہ جملہ پڑھتے ہی وہاں سے پلٹ گیا۔ پھر فوجی انداز میں چلتا ہوا ہال سے باہر جانے لگا۔ اسی وقت ایک معمر شخص اس ہال میں داخل ہوا۔ اس نے سونیا پر ایک نظر ڈالی پھر اطمینان سے چلتا ہوا اس کرسی پر آیا جو ڈیل کانوے سے چھین لی گئی تھی۔ اس نے اس کرسی پر بیٹھتے ہوئے فرانسیسی زبان میں کہا۔ "مادام سونیا! مسٹر ڈیل کانوے نے آپ کی شان میں جو گستاخی کی اس کے لیے ہمیں بے حد افسوس ہے۔ اس کی سزا اسے مل چکی ہے۔ اس کی یہ کرسی اور عہدہ چھین لیا گیا ہے۔ اب میں اس کی جگہ آیا ہوں اور میں یقین دلاتا ہوں کہ میں نہایت دوستانہ ماحول میں ٹھنڈے دماغ سے گفتگو کروں گا۔ مجھے میں غرور نام کو نہیں ہے۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا "مجھے آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے مسٹر....."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس معمر شخص نے جواباً مسکرا کر کہا "میرا نام ثبات معظم ہے۔ میں فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ ہمارا موقف وہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ سمجھوتے کی راہیں ہموار کی جائیں۔ مسٹر فرہاد علی تیمور اعلیٰ سطح پر سمجھوتے کی بات نہ کریں۔ اس کے لیے تو ہم مطمئن ہیں کہ نہ تو وہ ہمارے سربراہ کے دماغوں تک جانے کی زحمت گوارا کریں گے اور نہ ہی ہم ان کے وطن کو نقصان پہنچائیں گے اس سے الگ ہٹ کر ہم ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہنے کی مزید ضمانت چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ہم نے مادام روستی کو اپنے پاس رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن اسے آپ نے دوبارہ حاصل کر لیا یا ہمارا کوئی دشمن ہمارے لیے چیلنج بن گیا ہے۔ یہ حقیقت ہم جلد ہی معلوم کر لیں گے۔"

میز کے اطراف بیٹھے ہوئے ایک شخص نے عبرانی زبان میں کچھ کہا۔ ثبات معظم نے تائید میں سر ہلا کر سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا "مسٹر فرہاد! ابھی آپ نے کہا تھا کہ آپ کی ساتھی آپ کے لیے اتنی اہمیت رکھتی ہیں جتنا کہ ہمارے لیے آزیلیا وشٹ ہیں۔ یہ آپ کا اپنا نظریہ ہے اپنے جذبات ہیں لیکن ہمارے یہ ایگریمنٹ رہے گا کہ جب تک ہمارے سربراہ زندہ سلامت دماغی طور پر نارمل ہیں اس وقت تک آپ کا ملک سلامت رہے گا۔ جہاں تک آپ کی ساتھی عورتوں کا تعلق ہے تو ان سے آپ کی کوئی ایک اہم ساتھی ہمارے پاس ضمانت کے طور پر رہے گی۔ چلیے مسز روستی ہمارے ہاتھ سے نکل گئیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ مادام سونیا نے یہاں آ کر ہمیں میزبانی کا شرف عطا کیا ہے اور اب ہم تا حیات ان کی میزبانی کرتے رہیں گے۔"

سونیا نے پوچھا "اس کا مطلب یہ ہے کہ میں یہاں قید رہوں گی۔"

"نہیں مادام! ہم ایسی گستاخی کیسے کر سکتے ہیں۔ آپ یہاں بالکل آزاد رہیں گی۔ یہاں سے نکلنے کے بعد آپ کو تعزیر کی گھڑی کے گھومتے پھرنے اور اپنی مرضی کے مطابق کہیں بھی رہنے کی اجازت حاصل ہوگی لیکن....."

اس نے لیکن کہہ کر اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔ میز کے ایک طرف بیٹھی ہوئی ایک عورت عبرانی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ اس کی بات سننے کے بعد ثبات معظم نے کہا "ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔ آپ کو یہاں ہر طرح کی آزادی ہوگی۔ مسٹر فرہاد جب چاہیں یہاں آ کر آپ سے ملاقات کر سکتے ہیں۔"

سونیا مسکرانے لگی۔ ثبات معظم نے کہا "ہم خوب سمجھتے ہیں آپ کو ایک ذرا سی بھی ڈھیل ملے گی تو آپ پھر سے اڑ جائیں گی لہٰذا آپ کے پاس مقابلہ کرنے والے ہاتھ اور فرار ہونے والے پاؤں نہ رہیں تو بہتر ہے۔"

"یعنی تم لوگ مجھے بے دست و پا بنا دو گے۔"

ثبات معظم نے کہا "نہیں مادام نہیں۔ بھلا ہمارا ایسا کرنا محال ہے کہ آپ جیسی شیرنی کو چھیڑنے کی جرأت کر سکیں۔ یہاں کچھ لوگ آپ کی صلاحیتوں سے جلتے ہیں۔ وہ لڑنے کی صلاحیت میں آپ سے برتر اور ذہنی صلاحیتوں میں آپ سے بہتر ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ آپ ان سے ٹکرائیں گی تو آپ کے ہاتھ پاؤں توڑ دیے جائیں گے لیکن آپ کو زندہ رکھا جائے گا کیونکہ آپ ہمارے پاس فرہاد کی امانت ہیں۔"

سونیا نے حقارت سے کہا "تم لوگ سمجھوتے کی بات بھی کرتے ہو اور ہاتھ پاؤں توڑنے کا غیر انسانی طریقہ بھی اختیار کرتے ہو آخر اس کی کوئی وجہ بھی ہوگی۔"

"وجہ ہم بتاتے ہیں۔ آپ فرہاد علی تیمور کے لیے بے

ہیں لیکن آپ کی تنہا ضمانت ہمارے لیے اطمینان بخش نہیں ہے۔ ایک اور اہم ضمانت چاہیے اور وہ ہے پارس۔"

وہ ایک لمحے کے لیے چپ ہوا۔ سونیا کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا "اگر فرہاد، پارس کو تمہاری تحویل میں دیدے تو وعدہ کرتے ہیں کہ وہ بچہ تمہاری ہی گود میں رہے گا۔ تمہارے پاؤں بھی سلامت رہیں گے اور تمہیں اتنی عزت اور احترام بھی دیا جائے گا جس کی تم توقع بھی نہیں کر سکتی ہو۔"

"مسٹر ثبات معظم! ہاتھ کاٹ دیے جائیں۔ یہ اور بات ہے لیکن ہوش و حواس میں اپنا ہاتھ کاٹ کر کسی کو نہیں دیتا۔ تم لوگ مجھے یہاں لے آئے۔ میں خود کبھی یہاں نہ آتی۔ پارس کو بھی کبھی نہیں لے آؤ تو اور بات ہے لیکن ہم اپنے ہاتھوں سے پارس کو یہاں نہیں پہنچائیں گے۔ وہ ہمارا دست و بازو ہے۔ مستقبل ہمارا ہے۔"

"نہیں زدی پوائنٹ۔ ہم نہیں چاہتے۔ مستقبل میں کوئی فرہاد علی تیمور بن کر ابھرے۔ دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ پارس ہے کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ وہ ہمارے پاس رہے گا تو تم سب بھی ہمارے دوست بن کر رہو گے۔ اس لیے آخری اور پہلی شرط پارس کا حصول ہے۔"

سونیا نے کہا "جب پارس پیدا ہوا تھا تو تم لوگوں نے اس کی تصویریں اتاری تھیں۔ اس نوزائیدہ پارس میں اور آج کے اس نوجوان میں آسمان کا فرق ہے۔ اس کے چہرے میں اور جسامت میں اتنی تبدیلی آئی ہے۔ تم لوگ اس کے حصول کی باتیں کرتے ہو۔ تم نے خواب میں بھی انہیں دیکھا سکو گے۔ دیکھو گے تو نوزائیدہ بچہ نظر آ رہے گا۔"

ثبات معظم نے کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! میں آپ سے بات کر رہا ہوں مادام سونیا ایک عورت ہیں اور عورت کے ساتھ باتیں کر رہی ہیں۔ یہ معاملے کی نزاکت کو نہیں سمجھ سکتی عورت کتنی ہی تیز و طرار ہو، کتنی ہی اہمیت اختیار کر لے ان ہی ہوتی ہے۔ میں آپ کا فیصلہ سننا چاہتا ہوں۔"

میں نے سونیا کی زبان سے جواب دیا "مسٹر ثبات! میں فرہاد بول رہا ہوں اگر سونیا نادان ہوتی تو آپ لوگ اس سے زندہ نہ ہوتے۔ اسے بے دست و پا کرنے کے منصوبے بنتے۔ میں اور میرے پیارے ساتھی اپنی اپنی جانیں دے کر بھی پارس پر کسی دشمن کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیں گے۔"

ثبات نے آرام سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے انداز میں کہا "مادام سونیا! اب آپ یہاں سے جا سکتی ہیں۔ سمجھ لیں کہ یہ عمارت آپ کا قید خانہ ہے۔ اس عمارت سے نکلنے کا ایک راستہ ہے اور وہ ہے آڈیٹوریم۔ وہاں سے گزر کر آپ باہر جا سکیں گی۔ بشرطیکہ وہاں سے گزرنے کے دوران آپ کے ہاتھ پاؤں سلامت رہیں۔"

گانڈن کر رہنے والی آنٹی نے آگے بڑھ کر سونیا کو دروازے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ثبات معظم نے کہا "یہ ہمارا وعدہ ہے۔ اگر تم آڈیٹوریم سے صحیح سلامت گزر کر عمارت سے باہر نکل جاؤ گی تو تمہیں قیدی بنا کر نہیں رکھا جائے گا۔ تل ابیب میں تم آزاد نہ گھوم پھر سکو گی ہاں تل ابیب سے باہر جانا چاہو گی تو پھر تمہارے سامنے ایک آہن والی دیوار کھڑی کی جائے گی۔ اس دیوار کو توڑ سکو گی تو تل ابیب سے باہر تمہیں کسی بھی دوسرے شہر تک جانے کی اجازت دے دی جائے گی لیکن یہ بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی تو تم آخری بار اپنے پیروں سے چل کر آڈیٹوریم تک جاؤ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو حسرت سے دیکھتی رہو۔ کیا پتہ، آنے والے لمحات تمہارے لیے کیسے ہوں گے۔"

سونیا گانڈن آنٹی کے ساتھ چلتے ہوئے دروازے تک گئی۔ پھر وہاں سے پلٹ کر بولی "مسٹر ثبات! کیا تم میرے ہاتھ پاؤں ٹوٹنے کا تماشا نہیں دیکھو گے؟"

وہ مسکرا کر بولا "ہم یہاں ٹی وی اسکرین پر سب کچھ دیکھتے رہیں گے اور تم وہاں میری آواز سنتی رہو گی۔ وہاں بھی تمہاری فلم تیار کی جائے گی تاکہ دنیا والوں کے سامنے سند رہے کہ ہم نے فرہاد علی تیمور کی امانت کو بے دست و پا بنا کر رکھ لیا ہے۔ اب کوئی اسے اغوا نہیں کر سکے گا۔"

وہ آنٹی کی رہنمائی میں کانفرنس ہال سے باہر آ گئی۔ میں نے کہا "یہ تو بہت برا ہو رہا ہے۔ پتہ نہیں وہاں تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ سونیا میں بہت پریشان ہوں۔"

"میں پریشان نہیں ہوں۔ ایک تو یہ کہ میرے پاس اپنی جسمانی اور ذہنی صلاحیتیں ہیں، دوسرے تم میرے ساتھ رہو گے۔ اب موت سے لڑنے کے اتنے انتظامات کے باوجود موت آ جائے تو انسان کیا کر سکتا ہے۔ کیا تم اپنی موت سے لڑ سکتے ہو؟"

"ٹھیک ہے۔ نہیں لڑ سکیں گے لیکن جب ہمارے سامنے کوئی راستہ ہو کہ ہم سمجھوتہ کر کے اس خطرے کو ٹال سکتے ہیں تو؟"

"فرہاد، پارس کی حصولی کے سوا کوئی بات نہیں مانیں گے لہٰذا ان سے سمجھوتے کی بات کو دماغ سے نکال دو۔ جو سامنے آ رہا ہے۔ اس کے لیے تم بھی دماغی طور پر تیار رہو اور میں تو پہلے سے تیار ہوں۔"

آنٹی لے اسے اس لفٹ کے پاس لے کر آئی۔ جہاں آڈیٹوریم لکھا ہوا تھا۔ وہ لفٹ کے ذریعے نیچے کی طرف جانے لگیں۔ چند

سیکنڈ کے بعد لفٹ رک گئی۔ وہ باہر آئیں۔ وہاں گزرگاہ کے ایک طرف بڑے سے دروازے پہ آڈیٹوریم لکھا ہوا تھا۔ وہ آنٹی کے ساتھ چلتے ہوئے دروازے کے پاس آئی۔ ایک سپاہی نما ان کے لیے دروازے کو کھول دیا۔ اندر ایک بہت بڑا سینما ہال یا تھیٹر کا اسٹیج نظر آیا جو دائیں سے بائیں ہال کی چوڑائی تک ایک ریشمی پردے کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ ہال میں آرام دہ کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ جو خالی تھیں۔ کوئی تماشائی نہیں تھا۔ وہ آنٹی کے ساتھ ان کرسیوں کی درمیانی راہداری سے گزرتے ہوئے اسٹیج کی طرف جانے لگی۔ کہیں سے ایسی موسیقی سنائی دے رہی تھی جیسے ان دیکھی موت چاروں طرف سے آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے سونیا کے قریب سے قریب تر ہوتی جارہی ہو۔ آرکسٹرا کے تاثرات ایسے ہی تھے۔

وہ اسٹیج کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ آنٹی نے کہا "میں تمہاری گائڈ ہوں۔ تمہارے ساتھ ہی رہوں گی لیکن دور سے تماشا دیکھوں گی۔ وہاں کرسی پر جا کر بیٹھ رہی ہوں۔ ابھی تمہارے سامنے سے پردہ اٹھنے ہی والا ہے۔"

ننھی آنٹی دور جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ موسیقی کی لہریں تیز سے تیز تر ہو رہی تھیں۔ سسپنس پیدا کر رہی تھیں اور اسی سسپنس کے دوران آہستہ آہستہ پردہ اٹھتا جا رہا تھا۔ اسٹیج نمودار ہو رہا تھا۔ توقع تھی کہ وہاں شاید دو چار پہلوان قسم کے ایسے لوگ نظر آئیں گے جو سونیا کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اس کی گردن ہی توڑ کر رکھ دیں گے لیکن وہاں دو عدد دوشیزائیں نظر آئی تھیں۔ ویسے کوئی ضروری نہیں ہے کہ قتل کرنے کے لیے بھاری بھرکم تگڑا ہو۔ وہ دو دوشیزائیں دو زہریلی سوئیاں بھی ہو سکتی تھیں۔

وہ دوسری طرف منہ کیے کھڑی تھیں۔ سونیا کو ان کی پشت نظر آرہی تھی۔ ان کے جسموں پہ مختصر ترین لباس تھا۔ گورا چکنا بدن دھوپ کی طرح چمک رہا تھا جیسے ان کے جسموں پہ مالش کی گئی ہو۔ ان دونوں کے دائیں ہاتھ ایک ساتھ اٹھے۔ پھر ان دونوں نے ایک ساتھ کہا "فرہاد! مجھے پہچانو۔ میں تمہاری محبوبہ ہوں۔ تمہارے بچے کی ماں۔ مجھے پہچانو۔ میں ہوں تمہاری ڈبل جوئیل۔۔۔"

اس کے ساتھ ہی آرکسٹرا کی تیز آواز گونجنے لگی۔ وہ دونوں ایک ہی وقت میں ایک ساتھ سونیا کی طرف گھوم رہی تھیں۔ پھر انہوں نے اپنا رخ سونیا کی طرف کیا۔ وہ دونوں ہنسنے لگیں جیسا کہ میں نے ڈبل جوئیل کو دیکھا تھا اور واقعی میں اس کے بچپن کا ساتھی تھا لیکن ان میں سے ایک جوئیل ہنستی تھی۔ سنگل جوئیل رہ گئی تھی پھر یہ ڈبل جوئیل کہاں سے آگئیں؟

میں سونیا کے دماغ کے ذریعے ان پر پوری توجہ دے رہا تھا اور سونیا کا دماغ مجھے بتا رہا تھا کہ جب وہ باہیں کر... توان کے ہونٹ ایک ساتھ کھلتے ہیں۔ الفاظ بھی ایک ... ادا ہوتے ہیں۔ وہ آگے بڑھتی ہیں تو ایک ساتھ ان کے ... اٹھتے ہیں اور ایک ساتھ وہ اپنی مطلوبہ جگہ پہنچتی ہیں۔ ... حیرت انگیز تماشا تھا۔ میری داستان پڑھنے والے ... کے کردار کو اچھی طرح جانتے ہیں لیکن میں بھی اچھی طرح ... کے باوجود شاید انہیں نہیں سمجھ سکا تھا۔

دوسرے لمحے انہیں سمجھنے کے لیے میں نے ان کے ... طرف چھلانگ لگائی لیکن دماغ کے دروازے بند ہو گئے ... نے سانس روک لی تھی۔ یہ ایک نئی بات تھی کیونکہ میں ... کے دماغ میں بآسانی پہنچ جایا کرتا تھا اور وہ دل و جان ... دل میں اور دماغ میں جگہ دے دیتی تھیں لیکن انہوں نے ... محبت کا دم بھرنے کے باوجود میرے لیے اپنے دماغ کے ... بند کر دیے تھے۔

بظاہر یہ ایک عجیب سی بات ہے کہ دو دوشیزاؤں کے ... جسم الگ الگ تھے مگر دماغ ایک تھا۔ اور وہ دونوں جسم ... ہی دماغ کے تابع فرمان تھے۔ وہ ایک ہی دماغ کے اشارے ... ایک ساتھ ایک ہی وقت میں، ایک ہی جیسی حرکت کرتی تھیں۔

نئے قارئین کے لیے یہ عجیب سی بات ہوگی۔ آخر بدن سے کیا چیز پہ کیا ہم انسانوں کی دنیا میں ایسا عجوبہ کبھی دیکھا ہوگا۔ ایسے عجوبے کو سمجھنے کے لیے انسانی تاریخ پر ... سے غور کرنا ہوگا۔ پہلے تو رومن دیوی، دیوتاؤں کے ہم ... ایسی ہستی کا ذکر ہے جس کا نام ہرافرڈیٹ تھا۔ وہ بیک ... مرد بھی تھا اور عورت بھی۔ اس کا جسم مردانہ بھی تھا اور ... وہ دیوتا ہرمس مرکری اور حسین دیوی آفرڈیٹ وینس کی اولاد تھی (تھا)

جب عجوبہ کا ذکر ہوا اور ایک بدن کے ساتھ چار ... کی بات آئے تو ہندو دھرم کی کالی ماتا کی تصویر سبھی ... دیکھی ہوگی جس کے چار ہاتھ ہوتے ہیں۔ ایک گیش مہادیو ... جن کا جسم انسان کا اور سر ہاتھی کا ہے۔ یہ اپنے اپنے دھرم اور ... عقیدے کی بات ہے۔ عقیدہ ہو تو ایسی عجیب ہستیاں ... پرستش بن جاتی ہیں۔ عقیدہ نہ ہو تو یہ ہستیاں عجوبے ... ہیں اور ان کی باتیں محض افسانوی ہوتی ہیں۔

الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔ میں دو بدن کو قابل پرستش نہیں بلکہ مضحکہ خیز ہستی کہوں گا۔ چونکہ یہ میری زندگی میں ... بار آرہی تھیں اس لیے میں انہیں افسانوی کردار نہیں کہہ ... جنہوں نے کبھی عجوبے نہ دیکھے ہوں وہ اس داستان کو ... کی طرح پڑھتے ہوئے گزر جائیں۔

دو بدن کا دعویٰ تھا کہ وہ دو نہیں ایک ہیں۔ کیونکہ دماغ ایک تھا اور ایک دماغ دو ہونے کے باوجود بھی انسان کو سمجھتا ہے کہ وہ ایک ہے جیسے ہم آئینے کے سامنے دو ہو جاتے ہیں لیکن ہمارا دماغ ایک ہی ہوتا ہے اور ہم اس بات کے قائل ہیں کہ ہم ایک ہیں۔

انہوں نے ایک ہی وقت میں ایک ساتھ کہا "سونیا! ہم نے تہیہ کیا ہے۔ فرہاد کے سامنے جو بھی عورت آئے گی ہم اسے نیست و نابود کر دیں گے۔ فرہاد کے لیے صرف ہم ہیں۔ اگر پارس یہاں نہ لایا گیا تو ہم فرہاد کی محبت سے ایک نئے پارس کو جنم دیں گی لیکن اس سے پہلے ہم اپنے راستے کے کانٹے صاف کر لینا چاہتے ہیں تو یہ لو....."

یہ کہتے ہی ڈبل جوئیل نے اچانک ہی ایک گھونسہ سونیا کے منہ پر جڑ دیا۔ سونیا لڑکھڑاتی ہوئی دور گئی۔ دو بدن کے ایک گھونسے کا مطلب دو گھونسے ہوتے تھے کیوں کہ دونوں ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ، ایک جیسی حرکت کرتی تھیں اور ایک ہی جگہ کو نشانہ بناتی تھیں۔ میں نے سونیا کی کھوپڑی میں گھس کر دیکھا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا اور بایاں جبڑا بری طرح دکھ رہا تھا۔ ان عورتوں کے ہاتھ ایسے فولادی نہیں ہو سکتے تھے کہ ایک ہی ہاتھ میں سارے وجود کو چھوڑا بنا کر رکھ دیں۔ یا تو وہ بڑی محنتوں کے بعد فولاد بنائی گئی تھیں یا پھر قدرتی طور پر ڈبل ہارس پاور کی مالک تھیں۔

یقیناً میں جانتا تھا کہ دو بدن کیسی غیر معمولی قوت کی مالک تھیں۔ مجھ سے پہلے ان کا ایک محبوب تھا جو انہیں کبھی حاصل نہ کر سکا لیکن وہ سات فٹ کی قد آور چٹان تھا۔ چٹانوں پر گھاس نہیں اگتی مگر اس کا تمام جسم بالوں سے چھپا ہوتا تھا۔ پہلی نظر میں بالکل گوریلا نظر آتا تھا۔ سر کے بال بھی بڑے بڑے تھے۔ داڑھی بھی تھی۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح دہکتی رہتی تھیں۔ وہ ایسے مضبوط دانت اور جبڑے رکھتا تھا کہ کچے گوشت کو پیس کر قیمہ بنا دیتا تھا۔ دو بدن نے ایسے درندے کو بار بار شکست دی تھی اور اس کے سامنے اس وقت، کوئی سات فٹ کا درندہ نہیں بلکہ فرہاد کی جانِ حیات سونیا تھی۔

سونیا کا سر تھوڑی دیر تک چکرایا۔ پھر اس نے اہستگی سے سر اٹھا کر دو بدن کو دیکھا۔ اس کے بعد اپنے دوپٹے کو گلے سے اتار کر اسے اپنی کمر پہ باندھنے لگی۔ مشرقی عورت کا دوپٹہ جیالے کے وقت سر پر ہوتا ہے اور محاذ آرائی کے وقت کمر میں آکر کفن کی طرح بندھ جاتا ہے۔

اب سونیا تیار تھی۔

سسپنس کہانیوں کی شہزادیاں

روشنی کے مینار

اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات ضیاء تبسم بلگرامی کے قلم سے

قیمت بر ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

عظمت کے مینار

ضیاء تبسم بلگرامی کے مضامین کا واحد سرا مجموعہ

قیمت بر ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ایمان کا سفر

محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ وہ فن پارے جن کی آپ کو تلاش ہے۔

قیمت بر ۱۰۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کچرا گھر

محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔

قیمت بر ۶۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

آدھا چہرہ

محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو بیکری کے بہانے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں

قیمت ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کالی کہانیاں

جرائم، جادو، شیطان، ارواح، طلسم، مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں

قیمت بر ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

نک ویلوٹ کی چوریاں

مشہور چور نک ویلوٹ کی بیش قیمت چیز یں گراں قدر معاوضے پر چُراتا ہے۔

قیمت جلد اوّل ۔ جلد دوم ۔

ڈاک خرچ فی جلد ۱۰ روپے

کتاب سرائے گلشن

دو بدن

نے حملے کی ابتدا کرتے ہوئے سونیا کے منہ پر ایک گھونسہ رسید کر دیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے دوسرا حملہ نہیں کیا۔ وہ یقیناً سونیا کی طرف سے جوابی حملے کا انتظار کر رہی تھیں۔ انہیں اپنی طاقت پر اور اپنے ڈبل ایکشن پر بڑا اعتماد تھا اور ان کا اعتماد درست بھی تھا۔ وہ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھیں، آج تک اپنے مقابل آنے والے بڑے بڑے شہ زوروں کو انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے یا تو بیہوش کر دیا تھا یا پھر ختم کر ڈالا تھا۔

لیکن جب سونیا نے جوابی حملے سے پہلے اپنی گردن اور سینے پر پڑے ہوئے دوپٹے کو لے کر کمر سے باندھنا شروع کیا تو وہ حیرانی سے دیکھنے لگیں ایک تو انہوں نے کبھی کسی دوپٹے والی کو دیکھا نہیں تھا۔ ان کی نظر میں دوپٹہ ایک قاتل پناوا تھا۔ لڑتے وقت وہ دوپٹے کو ایک طرف پھینک کر میدان میں آسکتی تھی لیکن پھینکنے کی بجائے اسے کمر سے باندھنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا۔ انہوں نے بیک زبان اور بیک وقت پوچھا۔ "کیا یہ اسکارف ہے؟"

سونیا نے جواب دیا۔ "وی کال اٹ دوپٹہ۔ فرہاد ہیز گون ٹوئی اینڈ ہی ہیز سیڈ۔ اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے۔ پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے۔"

اس نے اپنے آخری فقرے کو اردو میں ادا کیا۔ وہ دونوں حیرانی سے بولیں۔ "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"اس کا مطلب یہ ہے، دوپٹہ مشرقی عورت کے سر پر رہے تو حیا کا پرچم ہے اور کمر سے باندھ لیا جائے تو عورت کے لیے ڈھال بن جاتا ہے۔ اب تم دونوں مجھ پر حملہ کرو گی تو یہ دوپٹہ حملے کو روکتا رہے گا۔ آزمائش شرط ہے۔ کم آن۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دو بدن بجلی کی طرح اپنی جگہ سے لپکیں۔ ان کی پھرتی قابلِ دید تھی۔ پلک جھپکتے میں اِدھر سے اُدھر پہنچ جاتی تھیں لیکن وہاں پہنچ کر وہ حملہ نہ کر سکیں۔ سونیا فرش پر یوں اچانک بیٹھ گئی تھی جیسے پھسل پڑی ہو، جیسے ہی وہ دونوں اس کے قریب پہنچیں۔ اس نے بیٹھے بیٹھے ہی ایک چکر لگایا۔ اپنی ایک ٹانگ سے دونوں کی ٹانگوں کو ٹھوکریں مارتی ہوئی نصف دائرے میں گھوم گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو بدن کے چاروں پاؤں فرش پر سے اکھڑ گئے وہ دھپ سے گر پڑیں۔

لیکن یہ زخم پہنچانے والا یا تکلیف میں مبتلا کرنے والا داؤ نہیں تھا۔ دو بدن کے لیے یہ کچھ بھی نہ تھا وہ فرش پر گرتے ہی اتنی پھرتی سے اٹھیں جیسے گیند زمین پر پڑتے ہی اچھل جاتی ہے۔ وہ بھی اچھلتے ہی ایک ساتھ، ایک ہی وقت میں کڑی ہوگئیں لیکن ان کے سامنے سونیا نہیں تھی۔

آڈیٹوریم کے اسپیکر سے ثبات معظم کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ فرانسیسی زبان میں کہہ رہا تھا اور میں سونیا کے دماغ سے اس کا ترجمہ سن رہا تھا۔ وہ دو بدن سے مخاطب تھا۔ "ڈبل جوئیل! صرف حملہ کرنے سے کام نہیں چلے گا تم لوگوں کو سونیا کا ریکارڈ اچھی طرح ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ اس کے لڑنے کے اسٹائل کو سمجھو۔ کیا بھول گئیں کہ وہ بہت کم جوابی حملے کرتی ہے۔ عام طور پر سرکارانہ چالیں چلتی ہے۔ ہم اسے ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ وہ اسٹیج کے دائیں ونگ کے پیچھے چھپی ہوئی ہے۔ یہ سنتے ہی دو بدن دوڑتے ہوئے ونگ کے پاس آئیں۔ سونیا ونگ کے درمیان کھڑی ہوئی تھی لیکن درمیانی راستہ اتنا تنگ تھا کہ ایک وقت میں ایک کا گزر ہو سکتا تھا۔ اور دو بدن کے پاس دو مددِ بدن تھے۔ وہ آگے پیچھے کھڑی ہوگئیں۔ پھر آگے والی نے آگے بڑھ کر سونیا پر حملہ کیا۔

آگے والی کے بڑھنے کا مطلب یہ تھا کہ پیچھے والی بھی اس کے ساتھ اسی انداز میں، اسی فاصلے کے ساتھ بڑھتی لیکن اس کا گھونسہ، یا کرائے کا ہاتھ یا اس کے پاؤں کی ٹھوکر سونیا تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس کے آگے اس کا اپنا دوسرا بدن تھا۔ بہرحال سونیا کے سامنے اب بیک وقت دو حملہ آور نہیں تھیں۔ ایک تھی۔ ایک نے حملہ کیا تو اس کا حملہ روک کر سونیا نے تابڑ توڑ لڑائے کے ہاتھ رسید کیے۔ پھر پیٹ پر ایک گھونسہ مارا۔ وہ تکلیف سے دوہری ہونے لگی، جھکنے لگی۔ پیچھے والی کا بھی یہی حال تھا جو تکلیف اسے پہنچ رہی تھی وہی اسے پہنچ رہی تھی۔ پھر سونیا نے ذرا پیچھے ہٹ کر آگے والی کے منہ پر ایک ٹھوکر رسید کی۔ وہ چیخ مار کر پیچھے کی طرف الٹ گئی۔ دوسری بھی ٹھیک اسی وقت چیخ مار کر الٹتے ہوئے پیچھے کی طرف گر پڑی۔

سونیا نے چیخ کر کہا۔ "ثبات معظم! یہ نہ بھولو کہ انہوں نے میرا ریکارڈ پڑھا ہے تو میں نے بھی فرہاد کے ریکارڈ میں ڈبل جوئیل کے طور طریقوں کو اچھی طرح سمجھا ہے۔ ان کے اٹھنے، بیٹھنے، بولنے اور حملہ کرنے کا ایک ایک انداز مجھے یاد ہے۔ ڈبل جوئیل کی ایک بڑی خوبی ہے اور ایک بڑی خامی ہے۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ کوئی بھی شہ زور مقابلہ کرنے کی حد تک ان پر غالب نہیں آسکتا کیونکہ ڈاکٹر موزائیل کے ایجاد کردہ سبز سیال سے ان کے بدن پر مالش کی جاتی ہے اور یہ اس مالش کے بعد فولاد بن جاتی ہیں۔ ان پر دوسروں کے حملوں کا اثر نہیں ہوتا۔"

ثبات معظم کی آواز سنائی دی۔ "میں جانتا ہوں۔ اُن

پر کسی بھی بڑے سے بڑے شہ زور کے حملے کا اثر نہیں ہوتا لیکن تمہارے حملے سے یہ کس طرح چیخنے لگتی ہیں؟"

"ثبات معظم! یہ حافظہ دماغی کی باتیں ہیں۔ میں نے ان کے مقابل آتے ہی دیکھ لیا تھا کہ ان کے سروں کے بال خشک ہیں۔ یقیناً مالش بدن پر ہوئی تھی۔ سر پر نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے میں نے کراٹے کے تمام چوپ ان کے سروں پر رسید کیے۔ یقیناً یہ فولاد کی مورتیاں ہیں۔ لوہے کی طرح سخت لیکن میں جانتی ہوں کہ لوہا کہاں گرم ہے جہاں گرم ہے وہیں چوٹ پڑنی چاہیے۔"

اسپیکر سے ثبات معظم کی گہری سانس سنائی دی۔ پھر اس نے کہا۔ "سونیا! بیشک تمہاری کھوپڑی میں شیطان کا دماغ ہے لیکن ذرا ٹھہرو، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ فرہاد ڈبل جوئیل کے دماغ میں پہنچ گیا ہو اور انہیں ذہنی اذیتیں پہنچا کر چیخنے پر مجبور کر رہا ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے ڈبل جوئیل کو مخاطب کیا۔ "کیا تم اپنے دماغ میں فرہاد کو محسوس کر رہی ہو؟"

ڈبل جوئیل نے بیک وقت، بیک زبان کہا۔ "نہیں، ہم اپنے دماغ میں کسی اضافی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی ہیں۔ ہم دماغی طور پر بالکل نارمل ہیں۔ فرہاد نے ہمیں دماغی جھٹکا نہیں پہنچایا ہے۔"

ثبات معظم نے کہا۔ "سونیا! میں اپنے وعدے پر قائم ہوں اگر فرہاد تمہاری مدد نہیں کرے گا اور تم اسی طرح ڈبل جوئیل کو بے بس کر کے یہاں سے جانے میں کامیاب ہو سکو گی۔ تو ہم تمہارا راستہ نہیں روکیں گے۔"

پھر اس نے دو بدن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اور ڈبل جوئیل! تم بھی اچھی طرح سن لو۔ سونیا کی موت کے بعد ہی تمہارا بیٹا پارس تمہیں مل سکتا ہے۔ یہ تم پر ظلم ہو رہا ہے کہ تم نے ایک بچے کو جنم دیا اور وہ سونیا اور رسونتی کے پاس پرورش پا رہا ہے۔ تمہیں پارس تک پہنچنے کے لیے سونیا اور رسونتی کی لاشوں پر سے گزرنا ہوگا۔ ابھی رسونتی نہیں ہے۔ سونیا ہے۔ گزر جاؤ اس کی لاش پر سے۔"

دو بدن ذرا سر اٹھائے اس کی باتیں سن رہی تھیں اچانک ہی ثبات معظم نے چونکنے کے انداز میں کہا۔ "ارے وہ کہاں چلی گئی؟"

دو بدن نے چونک کر ونگ کی طرف دیکھا۔ ونگ کا درمیانی حصہ خالی تھا۔ سونیا وہاں نہیں تھی۔ ثبات معظم کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ ٹی وی کیمرہ آپریٹر سے کہہ رہا تھا۔ "اسکرین پر نظر نہیں آرہی ہے۔ اسٹیج کے دوسرے حصے کو دکھاؤ۔"

شاید اسکرین پر اسٹیج کا ایک ایک حصہ دکھایا جا رہا تھا ساتھ ساتھ ثبات معظم کی آواز گونج رہی تھی۔ "یہاں بھی نہیں ہے وہاں بھی نہیں ہے۔ وہ کہاں ہے؟"

کسی نے عربانی زبان میں کچھ کہا۔ ثبات معظم نے فرانسیسی زبان میں جواب دیا۔ "نہیں میں فرہاد اور اس کی ساتھیوں کو خوب جانتا ہوں۔ سونیا کبھی میدان چھوڑ کر نہیں بھاگے گی۔ اور وہ جانتی ہے کہ مقابلے کی شرط پوری کیے بغیر یہاں سے جائے گی تو ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ وہ اسٹیج پر ہی موجود ہے۔ ارے ہاں یاد آیا۔ اسٹیج کے اوپر جہاں پردے لٹک رہے ہیں اُدھر دیکھو۔"

میں سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھ رہا تھا۔ واقعی وہ بندریا کی طرح ونگ کے سہارے چھت پر چڑھتے ہوئے اس حصے میں پہنچ گئی تھی جہاں پردے لٹکانے کے لیے بڑے بڑے رسے موجود تھے۔ اس نے ایک رسے کو کھول لیا تھا۔ پھر اس کا ایک پھندا بنا لیا تھا۔ جتنی دیر میں ٹی وی کیمرہ آپریٹر اسے اسکرین پر تلاش کرتے اتنی دیر میں اس نے پھندا بنا کر دو بدن میں سے ایک بدن پر پھینکا پھر اس پھندے کی گرفت میں اُسے لے لیا۔ وہ چونک کر اوپر دیکھتے ہوئے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی لیکن پھندے نے اسے دونوں ہاتھوں سمیت کمر کی طرف سے جکڑ لیا تھا۔ اب وہ اسے پوری قوت سے اوپر کی طرف کھینچ رہی تھی۔

دوسرا بدن آزاد تھا۔ اسے چاہیے تھا کہ وہ پھندے میں پھنسے ہوئے بدن کو آزاد کراتی لیکن وہ اسٹیج پر کھڑی یوں پھڑپھڑا رہی تھی جیسے وہ ان دیکھے پھندے کی گرفت میں آگئی ہو۔ دونوں کے جسم ایک دماغ کے تابع فرمان تھے اس لیے وہ بیک وقت ایک جیسی حرکتیں کرنے کے سوا کوئی دوسرا دفاعی راستہ اختیار نہیں کر سکتی تھیں۔ اسی وقت ثبات معظم کے ذہن سے آواز سنائی دی۔ "جوئیل! یہ کیا کر رہی ہو تمہارا ایک حصہ پھندے میں جکڑا ہوا ہے۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ اس سبق کو یاد کرو کہ کبھی کبھی قسمت مشکل ہو جاتی ہو۔"

لیکن مشکل جوئیل کو وہ سبق یاد کرانے میں دیر ہو چکی تھی اتنی دیر میں سونیا نے ایک جوئیل کو پھندے میں جکڑ کر اس حد تک اوپر کھینچ لیا تھا کہ دوسری جوئیل اچھل کر وہاں نہیں پہنچ سکتی تھی لیکن وہ اندر سے یقیناً مضطرب تھی اوپر یوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھی جیسے اپنے دوسرے بدن کے ساتھ اسی طرح اوپر آکر

اس کے ساتھ ساتھ لٹکنا چاہتی ہو۔ سونیا نے رسّے کے دوسرے سرے کو پردے کے ایک ستون سے باندھ دیا پھر اسی ستون سے لپٹ کر نیچے سرکتے ہوئے اسٹیج پر پہنچ گئی۔ اب اس کے مقابلے میں صرف سنگل جوئیل تھی۔

اس نے تھیٹر میں آکر سونیا پر حملہ کیا۔ سونیا غصے میں حملہ کرنے والوں کے پنجوں پر خصوصی توجہ دیتی تھی۔ ذرا کون سا پاؤں کہر جارہا ہے اور حملہ کرنے والا کس انداز میں حملہ کرے گا۔ لڑائی کے دوران مقابلہ کرنے والا اپنے مقابل کے ایک ایک پنجے کا حساب رکھے اور اس کی ایک ایک حرکت کی اسٹڈی کرتا رہے تو وہ کبھی میدان نہیں ہار سکتا۔ وہ اپنے دوسرے حصے کو پھندے سے نجات دلانے کے لیے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہی تھی اور ناکام ہو رہی تھی۔ سونیا نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ دوپٹہ کمر سے بندھ جانے کے بعد دُھال بن جاتا ہے۔ دشمن کے حملوں سے بچاتا ہے واقعی یہی ہو رہا تھا۔ سونیا اس کے ہر حملے کو اس طرح ناکام بنا رہی تھی جیسے یہ اس دوپٹے کا ہی طلسم ہو۔ نتیجتاً وہ جھنجلا رہی تھی اور جھنجلا کر اور غلطیاں کر رہی تھی۔ سونیا کو جب بھی موقع ملتا تھا وہ اچھل کر اپنے دونوں ہاتھوں کی کہنیوں سے اس کے سر پر پنچ مارنے لگاتی تھی وہ چیخ کر جھکتی تو پھر وہ کہیں اور ٹھوکر مار کر اسے چیخنے پر مجبور کر دیتی تھی۔

وہ تماشا قابلِ دید تھا۔ اور پھندے سے لٹکنے والی بھی اس کے ساتھ ساتھ چیخ رہی تھی آخر ایک دماغ تھا۔ ایک مار کھا کر بلبلاتی تھی تو دوسری بھی اسی وقت اسی تکلیف سے بلبلانے لگتی تھی۔ ایسی سچویشن میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو حالت مین کی وہی عین کی۔ اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ عین اور عین میں نقطے کا فرق ہوتا ہے اور ڈبل جوئیل کے درمیان ایک نقطے کا بھی فرق نہیں تھا۔ ہاں، اگر بیک وقت ادھر بھی وہی ہوتا اور اُدھر بھی وہی ہوتا ہو تو ایسے تماشے کو طرفہ تماشہ کہتے ہیں۔

دس منٹ تک فائٹنگ جاری رہی پھر سنگل جوئیل کا سر چکرانے لگا کیونکہ سونیا کو جب بھی موقع مل رہا تھا وہ [illegible] ضربیں رگڑ رہی تھی۔ کراتے کا ہاتھ اور دونوں ہاتھوں کی کہنیوں سے لگائی جانے والی ضربیں ایسی شدید ہوتی تھیں کہ وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگتے تھے۔ اگرچہ اس کے بدن کے کسی حصے پر چوٹ نہیں لگی تھی۔ کوئی زخم نہیں آیا تھا وہ حصہ یقیناً فولاد بن گیا تھا۔ دشمنوں کی توقع کے مطابق یقیناً فولادی دو بدن سونیا کے ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ دیتیں لیکن اب وہی دشمن تسلیم کر رہے ہوں گے کہ سونیا فولاد کی دیواروں میں بھی سرنگ بنا کر نکلنا جانتی ہے۔

میں دو بدن کے دماغ میں چپکے سے پہنچ گیا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ دماغ اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتی تھیں۔ اگر محسوس کر بھی لیتی تو کمزوری کے باعث سانس روک کر دماغ کے دروازے بند نہیں کر سکتی تھیں۔ میں پہلی فرصت میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ دو بدن کیسے بن گئیں؟

جن دو بدن سے میرا تعلق رہا تھا ان میں سے ایک امریکہ پہنچنے کے بعد بچنے کی ولادت کے دوران مر گئی تھی اور دوسری کی حالت بھی بہت نازک تھی۔ بچنے کی امید نہیں تھی لیکن ڈاکٹر فینی نے اپنے تجربات اور دن رات کی محنت سے اسے بچا لیا۔

میں اپنی داستان کو آگے بڑھانے سے پہلے دو بدن کے بچپن کا مختصر سا واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ اصلی اور نقلی ڈبل جوئیل کا فرق واضح ہو جائے۔ ڈبل جوئیل عرف دو بدن کا تعلق امریکہ کے ریڈ انڈین قبیلے سے تھا۔ ڈاکٹر فینی نے اس قبیلے کی ایک جھونپڑی کے سامنے تین برس کی دو ننھی بچیوں کو بڑی حیرانی سے دیکھا کیونکہ وہ دونوں بچیاں ایک ساتھ ایک وقت میں ایک ہی جیسی حرکتیں کر رہی تھیں۔ ڈاکٹر فینی نے اس قبیلے کے سردار سے پوچھا "یہ کیسی لڑکیاں ہیں؟ کیا یہ پیدائشی طور پر ایسی ہیں؟"

سردار نے کہا "ہاں یہ ایک ہی وقت میں ایک ساتھ پیدا ہوئی تھیں۔ ان کی ماں انہیں جنم دیتے ہی مر گئی۔ ان کا باپ انہیں پال رہا تھا۔ وہ چار ماہ بعد مر گیا۔ پھر ان کی دادی نے ایک سال تک پرورش کی وہ بھی مر گئی۔ اس کے بعد ان کے ماموں نے ان کی ذمے داری سنبھالی ایک سال بعد وہ بھی مر گیا۔ پھر یہ دونوں بچیاں منحوس کہلانے لگیں اب ان کی جھونپڑی میں کوئی نہیں جاتا انہیں ضرورت کے مطابق کھانا وغیرہ پہنچا دیا جاتا ہے۔"

ڈاکٹر فینی بوگارڈ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نگری نگری پھرتا رہتا تھا اور عجیب و غریب چیزیں جمع کیا کرتا تھا۔ اس کے ہاں عجیب و غریب قسم کے جانور بھی تھے۔ اسی ڈاکٹر فینی بوگارڈ نے راک فیلو جیسے انسانی درندے کی پرورش کی تھی۔ جب اس نے ایسی عجیب و غریب لڑکیاں دیکھیں تو اس نے سردار سے پوچھا "کیا یہ بچیاں مجھے مل سکتی ہیں؟ میں ان کی پرورش کروں گا۔ تمہیں ان کی منہ مانگی قیمت ادا کر دوں گا۔"

دو ہزار ڈالر، دو تھان کپڑے، دو کارٹن چائے اور تمباکو کے عوض سردار نے وہ بچیاں ڈاکٹر کے حوالے کر دیں۔ وہ ان کو واشنگٹن لے آیا۔ وہاں کیپٹل ہل میں اس کا بہت بڑا

عجائب گھر اور لیبارٹری اور رہائش گاہ تھی۔ ان گنت امریکی ادارے عجائبات جمع کرنے کے سلسلے میں ڈاکٹر کی مدد کرتے تھے۔ وہیں سے دو بدن کی معقول تربیت کا آغاز ہوا۔

ماضی کے ان مختصر سے واقعات کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ وہ دو بدن جن سے میرا تعلق رہا تھا وہ قدرتی طور پر دو جسم مگر ایک دماغ کی مالک تھیں۔ ایک ہی دماغ کی تابع فرمان تھیں۔ ایک دماغ جو حکم دیتا تھا اس کے مطابق دو بدن عمل کرتے تھے۔ اب میں یہ نہیں مان سکتا تھا کہ ان میں سے ایک بدن کے مر جانے کے بعد پھر کوئی دوسرا بدن اس کی کمی پوری کرنے کے لیے پیدا ہو گیا ہے۔ اس جوڑے کو دیکھتے ہی دماغ میں یہ بات کھٹکنے لگی تھی کہ ڈبل جوئیل میں سے ایک اصلی ہے اور دوسری بناوٹی ہے لیکن وہ بناوٹی جوئیل اتنی کامیابی سے بیک وقت اس کے ساتھ کیسے لب ہلاتی ہے کیسے ایک جیسے الفاظ ادا کرتی ہے اور کیسے ایک طرح کی حرکتیں کرتی ہے۔ یہ ایک عجیب و غریب بات تھی۔ اس کے پیچھے کوئی راز ہو گا۔ اور میں وہی راز معلوم کرنے کے لیے جوئیل کے چکراتے ہوئے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔

تب میں نے اپنی سوچ کی لہروں کے ذریعے یہ سمجھنا شروع کیا کہ ایک طرف میں اس جوئیل کے دماغ میں ہوں جو فرش پر پڑی ہوئی ہے۔ اس کا سر چکرا رہا تھا اور آنکھیں بند ہو رہی تھیں دوسری طرف میری سوچ کی لہریں اس جوئیل کو بھی محسوس کر رہی تھیں جو پھندے سے لٹک رہی تھی اور اس کا دماغ یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ فرش پر لیٹی ہوئی ہے اور گہری شدید تکلیف ہونے کے باعث آنکھیں بند کر رہی ہے۔

اس سلسلے میں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ پھندے سے لٹکنے والی جوئیل جب اپنے دوسرے بدن کے مطابق خود کو فرش پر محسوس کر رہی تھی اور اسی کے مطابق تکلیف بھی محسوس کر رہی تھی۔ اسی طرح آنکھیں بھی بند کر رہی تھی۔ اسی طرح اس کا سر چکرا رہا تھا تو دوسری جوئیل جو فرش پر پڑی ہوئی تھی وہ فرش پر ہونے کے باوجود خود کو پھندے سے لٹکتا ہوا [illegible] نہیں محسوس نہیں کر رہی تھی؟

لیکن ایسا نہیں تھا۔ جو پھندے سے لٹک رہی تھی وہ اس جوئیل سے متاثر تھی جو فرش پر پڑی ہوئی تھی یعنی دماغ ایک نہیں تھا۔ دو تھے۔ پھندے سے لٹکنے والی کے پاس جو دماغ تھا وہ فرش پر پڑی ہوئی جوئیل کے دماغ کے تابع فرمان تھا۔ فوری طور پر یہی بات سمجھ میں آرہی تھی کہ فرش پر جو جوئیل ہے دراصل وہی میری دوست رہ چکی ہے۔ جس کا دوسرا بدن مر چکا تھا لیکن [illegible]

کے ساتھ ایک اور بدن کو منسلک کرنے کے لیے۔ اس کے دماغ کو یہ اطمینان دلانے کے لیے کہ وہ ادھوری نہیں ہے، مکمل ہے۔ اس کی طرح کی ایک اور لڑکی کا انتظام کیا گیا جو اس کے قد کے برابر اور اس کی جسامت کے مطابق تھی۔ چہرے پر یقیناً میک اَپ کیا گیا ہو گا۔ یا ایسی پلاسٹک سرجری کی گئی ہو گی کہ وہ ہمیشہ اصلی جوئیل کی ہم شکل بنی رہے۔ رہ گئی دماغ کی بات کہ وہ دماغ اصلی جوئیل کے تابع فرمان کیسے رہتا تھا؟ تو یہ ایک راز تھا جسے دشمن جانتے تھے اور اب میں بھی جاننا چاہتا تھا۔

ان ڈبل جوئیل میں ایک ہیرا اصلی تھا اور دوسرا نقلی میں تھوڑی دیر کے لیے اصلی جوئیل کو چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ میں اس کی زندگی اور سلامتی کا یقین کر لینا چاہتا تھا۔ وہ تجربے تھی۔ اس کی گائیڈ آنٹی اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹیج پر آگئی تھی۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر کہا تھا "رئیلی یو آر اے مارویس اینڈ میچلیس لیڈی کم وِد ھی؟"

اسپیکر سے ثبات معظم کی آواز سنائی دی "مادام سونیا! ڈبل جوئیل سے لڑنے کے دوران ہم نے جو تیزی اور طراری آپ میں دیکھی ہے، واقعی اس کے لیے بڑی حاضر دماغی کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ آپ میں ہے۔ ہم آپ کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔ آپ اپنی گائیڈ کے ساتھ جہاں جانا چاہتی ہیں جا سکتی ہیں مگر تل ابیب کے باہر قدم نہیں رکھ سکیں گی اور جب تک تل ابیب میں رہیں گی اس وقت تک ڈبل جوئیل سے آپ کو خطرہ لاحق رہے گا جیسے ہی ان کی مرہم پٹی ہو گی اور یہ خود کو آپ کے مقابلے میں چاق و چوبند پائیں گی۔ آپ پر حملہ کرنے کے لیے پھر پہنچ جائیں گی۔"

سونیا اپنی گائیڈ آنٹی کے ساتھ اسٹیج کے پچھلے دروازے سے باہر جا رہی تھی۔ میں نے کہا "میں ڈبل جوئیل کے کمزور دماغ کو ٹٹول کر معلومات حاصل کر سکتا ہوں۔ تم کیا چاہتی ہو تمہارے پاس ٹھہروں یا اُدھر جاؤں؟"

"میری فکر نہ کرو۔ ثبات معظم کے وعدے کے مطابق مجھے اس وقت تک خطرہ نہیں ہے جب تک ڈبل جوئیل میرے مقابلے کے لیے جسمانی اور ذہنی طور پر بالکل فٹ نہیں ہوں گی۔"

"اچھا، میں جا رہا ہوں۔"

میں اصلی جوئیل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اصلی ہے یا نقلی۔ کیونکہ دونوں کے سوچنے کا انداز ایک جیسا تھا۔ ایک ہی سوچ ہونے کے باعث ان کے مزاج بھی ایک تھے۔ لب و لہجہ بھی ایک تھا اور وہ میکانکی انداز میں

ایک ساتھ الفاظ ادا کرتی تھیں۔ بہرحال یہ چند سیکنڈ کا الجھاؤ تھا۔ میں نے اس طرح ان کا تجزیہ کیا کہ ایک کو اوپر سے نیچے اتار کر پھندے سے آزاد کرایا جا رہا ہے۔ دوسری طرف وہی دماغ کہہ رہا تھا کہ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگا رہا ہے۔ وہ تنہا ہے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اب ان دونوں کو اسٹریچر پر لاد کر مرہم پٹی کے لیے لے جایا جائے گا۔ میں اصلی جوئیل کے پاس آگیا وہ مکمل طور پر بیہوش نہیں تھی۔ میں نے اسے آواز دی "جوئیل! میری جوئیل! میں فرہاد علی تیمور تمہارے پاس آیا ہوں۔ بولو، کیا مجھے پہچان رہی ہو؟"

وہ یتیم بیہوشی کی حالت میں کراہنے لگی۔ اس کی کمزور سی سوچ کہہ رہی تھی "فرہاد! تم کہاں ہو۔ جب آنکھیں بند کرتی ہوں سوتی ہوں تو تم چلے آتے ہو۔ میں تمہیں خوابوں میں دیکھتی ہوں۔ آنکھ کھلتی ہے، تم غائب ہو جاتے ہو۔ میں نے تمہیں اور اپنے بیٹے پارس کو پانے کے لیے کیا کیا جتن نہیں کیے؟"

میں نے پوچھا "جوئیل! یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ تمہارے بیٹے کا نام پارس ہے؟"

"یہ جو میرے یہودی دوست ہیں، میرے مہربان ہیں انہوں نے میرا بڑا خیال رکھا ہے تمہیں بڑی مشکلوں سے تلاش کیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آج کل تم برما میں ہو اور وہ بہت جلد تمہیں میرے پاس لے آئیں گے لیکن اس کے لیے انہوں نے شرط لگا دی کہ کبھی تم میرے دماغ میں آنا چاہو تو میں سانس روک لیا کروں۔ تمہیں نہ آنے دوں ورنہ تم مجھے بہکا دو گے اور طرح طرح کی باتیں بنا دو گے کہ جو پارس رسونتی یا سونیا کے پاس ہے وہ میرا بیٹا نہیں ہے بلکہ رسونتی کا بیٹا ہے یا کسی اور کا بیٹا ہے اور میرے بیٹے کو تو نے پاس آنے نہیں دو گے۔"

"جوئیل! مجھ پر اعتماد کرو۔ یہ لوگ میرے دشمن ہیں اور یہ تمہیں بہکا رہے ہیں۔ انہوں نے بڑی خوبصورت پلاننگ کے ذریعے تمہیں تاثر دیا ہے کہ میں نے تمہارے بیٹے کو تم سے چرا [illegible] یہ صحیح ہے؟"

"اچھا یہ بتاؤ تمہیں تو سانس روکنے کی عادت نہیں تھی۔ میں آسانی سے تمہارے دماغ میں پہنچ جاتا تھا۔ یہ تم نے کی مشقیں کہاں سے کر لیں؟"

میں نے کوئی مشق نہیں کی۔ یہ لوگ مجھ پر کچھ عمل کرتے تھے۔ ایک آدمی ہپناٹزم کے ذریعے مجھے اپنا معمول بناتا تھا۔ پھر میرے دماغ میں پتہ نہیں کیسی قوت بھر دی کہ اب میں اجنبی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہوں۔"

"میں سمجھ گیا ہپناٹزم کے ذریعے تمہارے دماغ میں یہ بات نقش کر دی گئی ہے کہ پارس تمہارا بیٹا ہے اور اسے تم نے جنم دیا ہے اور میں اسے تم سے چھین کر لے گیا ہوں بہرحال میں بھی جوڑ توڑ جانتا ہوں۔ میں رفتہ رفتہ ہپناٹزم کے ذریعے تمہارے دماغ سے پہلے ہپناٹزم کے اثرات کو مٹانے کی کوشش کروں گا۔ تمہیں بتاؤں گا کہ وہ مجھ پر اسی طرح الزام عائد کر رہے ہیں جس طرح انہوں نے تم سے پہلے رسونتی کو احمق بنایا تھا۔"

"یہ مجھے احمق نہیں بنا رہے ہیں۔ واشنگٹن کے جنرل ہسپتال میں بچے کی ولادت کے وقت داخل تھی وہاں باقاعدہ تمہارا نام درج ہے۔"

"تمہاری یہ بات درست ہے۔ ان دنوں سپرماسٹر پرائم منسٹر تھا۔ وہ تمہارے ہونے والے بچوں کو حاصل کر کے مجھے بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔ میری کمزوریوں کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن قدرت کو یہ منظور نہیں تھا۔ وہ بچے پیدا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گئے کیونکہ تمہارا دوسرا بدن مر چکا تھا۔"

"تم جھوٹ کہتے ہو۔ مجھے اپنی باتوں سے نہ بہلاؤ میرا دوسرا بدن الگ نہیں ہوا تھا بلکہ ڈاکٹر فینی تجربہ کرنے کے لیے اسے الگ کر رہے تھے۔ وہ میرا نہیں تھا جدا کر دیا گیا تھا۔ بعد میں اگر وہ دوسرا بدن مجھ سے مل گیا۔ ابھی یہ بدن میرے ساتھ تھا اور میرے ساتھ سونیا سے مقابلہ کر رہا تھا۔"

"یہ یہودیوں کی چال ہے۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ تمہارے ساتھ جو دوسرا بدن ہے اب وہ تمہارا اپنا نہیں ہے تمہارے اپنے دماغ کا تابع فرمان نہیں ہے۔ وہ مصنوعی ہے۔ وہ ایک اجنبی لڑکی ہے جسے تمہارے میک اپ اور تمہارے روپ میں ڈھال کر اسے تمہارے بدن کا دوسرا حصہ بنا دیا گیا ہے۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟"

"دل و جان سے کرتا ہوں۔"

"تم جھوٹے اور فریبی ہو۔ اتنے عرصے تک تم نے کبھی میری خبر لی؟ کبھی معلوم کیا کہ میں زندہ ہوں یا مردہ؟ اگر تم سچ مچ [illegible] انصاف سے کہو مجھے کس پر بھروسہ کرنا چاہیے ان پر جنہوں نے مجھے بھرپور محبت دی، مجھ پر مہربانیاں کیں، میرا ہر طرح خیال رکھا میرے بچے کو واپس لانے کے لیے اور تمہیں بھی میرے پاس پہنچانے کے لیے پتا نہیں اپنے کتنے لوگوں کی قربانیاں دیں مجھے سارے حالات کا علم ہوتا رہتا ہے اور وہ مجھے سمجھاتے رہتے ہیں کہ میں صبر سے کام لوں۔ ایک وقت آئے گا کہ فرہاد یا فرہاد کی کوئی نشانی میرے سامنے آئے گی۔ اس کے ذریعے میں تمہارے پاس

اور اپنے بچے کے پاس پہنچ جاؤں گی اور اب یہ وقت آگیا ہے۔ تم مجھے اپنی باتوں سے بہلا پھسلا کر مجھے میرے یہودی دوستوں سے متنفر نہیں کر سکتے۔"

میں نے تھک ہار کر کہا "میرے پاس ایک راستہ ہے۔ میں بھی ہپناٹزم کے ذریعے تمہارے دماغ میں اپنی باتیں سچائی کے ساتھ بٹھا سکتا ہوں۔ نقش کر سکتا ہوں لیکن اس کے لیے بڑی محنت کرنا ہوگی اور مجھے تمہارے لیے زیادہ سے زیادہ وقت نکالنا ہوگا جو میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں، تم مجھ پر بھروسہ کر لو بعد میں اطمینان سے بتاؤں گا کہ میں نے آج تک تمہاری خبر کیوں نہیں لی۔ وہ کیا حالات تھے اور کس طرح دشمن مجھے قدم قدم پر الجھاتے رہے تھے۔"

"میں تم پر بھروسہ کر سکتی ہوں مگر ایک شرط ہے۔"

"میں تمہاری شرط مان لوں گا۔ بتاؤ۔"

"تمہیں اپنی سچائی اور اپنی بھرپور محبت کا یقین دلانا ہوگا۔"

"میں کیسے یقین دلا سکتا ہوں؟"

"اتنے عرصے تک مجھے تنہا بے یار و مددگار چھوڑ دینے کے بعد اس کی تلافی کرو۔ مجھ سے آکر ملو۔"

"اس میں بھی یہودیوں کی چال ہو سکتی ہے میں جہاں بھی تم سے ملنے آؤں گا وہ مجھے گھیر لیں گے۔"

"میں انہیں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ چپ چاپ یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گی۔ یہ مجھے آزاد رکھتے ہیں۔ میں دنیا کے کسی بھی ملک میں سیر و تفریح کے لیے جا سکتی ہوں۔"

"تم ان کی چالوں کو نہیں سمجھتیں۔ یہ تمہارا تعاقب کرتے رہیں گے اور تمہیں پتا نہیں چلے گا۔"

"تم باتیں نہ بناؤ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہیں، تم ان صلاحیتوں کے ذریعے مجھے چپکے سے کہیں بلا سکتے ہو۔"

"اچھا میں تمہارے مشورے پر غور کروں گا۔"

"اور جہاں بھی میں تمہارے پاس آکر ملوں گی وہاں میرے بیٹے پارس کو بھی ہونا چاہیے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "جس نے تمہیں اپنا معمول بنا رکھا ہے وہ یقیناً بہت ہی خرانٹ تجربہ کار اور ماہر ہپناٹز کرنے والا ہے ——— تمہارے دماغ میں یہ بات بھر دی گئی ہے کہ وہ پارس تمہارا بیٹا ہے۔"

"اور مجھے یہ بھی اچھی طرح بتایا گیا ہے کہ تم کبھی اس بات کا اعتراف نہیں کرو گے۔ میرے بیٹے کو میرا بیٹا نہیں کہو گے اور یہی ہو رہا ہے۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا "جوئیل! اس طرح ہمارے درمیان کوئی بات نہیں بنے گی۔"

"میں تمہیں پاگل کھودنا نہیں چاہتی۔ جس طرح بات بنے گی بناؤں گی۔ ایک راستہ اور ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"اگر تم نے میرے پارس کو سونیا یا رسونتی کے حوالے کر دیا ہے۔ اگر وہ ان کی گود کا اور ان کی ممتا کا عادی ہو گیا ہوگا تو مجھے نہیں پہچانے گا۔ تمہارا بیٹا تھا۔ تم نے اسے جہاں تہاں کر دیا لیکن تم میرے ساتھ رہو گے۔ تمہیں اپنے سے جدا نہیں ہونے دوں گی۔ یہ شرط منظور ہے تو ہمارے درمیان بات بن سکتی ہے دیکھو فرہاد میں طرح طرح کے راستے نکال رہی ہوں تاکہ ہماری محبت اور ہماری رفاقت ہمیشہ قائم رہے اگر محبت ہے تو میری یہ شرط مان لو۔"

"میں تمہاری ہر شرط مان لوں گا لیکن اپنے دشمنوں پر کبھی اعتماد نہیں کروں گا۔ مشکل تو یہی ہے کہ جو میرے دشمن ہیں، تم انہیں دوست سمجھ رہی ہو۔ بالکل وہی رسونتی والا معاملہ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے۔"

پھر میں نے دل میں کہا "رسونتی کے معاملے میں تو میں مجبور ہو گیا تھا کیونکہ وہ میرے بچے کی ماں بن گئی تھی اور مجھے پارس کے ساتھ ساتھ پارس کی ماں کی سلامتی بھی منظور تھی لیکن اب میں ایسی حماقت نہیں کروں گا۔ فی الحال میں نے ڈیل جوئیل اور سونیا کے درمیان ہونے والے جھگڑے کو ختم کرنے کی غرض سے کہا "میں ایک شرط پر تمہاری بات ماننے کو تیار ہوں۔"

جوئیل نے پوچھا "بولو کیا شرط ہے؟"

"یہی کہ میں اپنی موجودہ رہائش گاہ کے متعلق کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ حتیٰ کہ تمہیں بھی نہیں بتاؤں گا۔ تاکہ تم مجھے تلاش کرنے کے لیے نہ نکل پڑو ——— جب اور جہاں مجھے اطمینان ہو گا کہ تمہاری نگرانی نہیں کی جا رہی ہے اور تمہارے آس پاس میرے کسی دشمن کا نام و نشان نہیں ہے تو میں چپکے سے تمہارے پاس آجاؤں گا۔"

"کب تک آؤ گے؟"

"دشمنوں کو آزمانے میں کافی وقت لگے گا۔ میں دو چار ماہ بعد ہی تم سے مل سکتا ہوں۔"

"میں اتنے عرصے تک تمہارا انتظار کس دل سے کروں، کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ تمہیں اپنے دماغ میں محسوس کرنے کے بعد تمہارے لب و لہجے کو سننے کے بعد میں تم سے ملنے کے لیے کس قدر تڑپتی رہوں گی۔"

"میں سمجھتا ہوں لیکن مجبوری ہے۔ یوں تو میں ملاقات

کے لیے چار ماہ کا وقت مقرر کر رہا ہوں لیکن اس سے پہلے کہیں بھی کسی وقت بھی مل سکتا ہوں۔ شرط یہی ہے کہ مجھے آس پاس کوئی خطرہ محسوس نہ ہو۔"

میری بات ختم ہوتے ہی وہ تکلیف سے کراہنے لگی۔ پتا چلا اس وقت وہ ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی ہے اور ڈاکٹر اس کے سر کے زخم کا معائنہ کر رہے ہیں۔ سونیا نے بڑی بے دردی سے ایسی نبض میں لگائی تھیں کہ بھیجہ ہلا کر رکھ دیا تھا میں نے کہا "تم تو بڑی دلیر ہو۔ مجھے یاد ہے تم نے راک فیلو جیسے قد آور چٹانی درندے کی کیسی پٹائی کی تھی۔ اب اتنی سی تکلیف سے کراہنے لگی ہو۔"

"اس کمینی نے میرے سر کا کچھ مزہ نکال دیا ہے۔ لگتا ہے یہ سر نہیں رہا، بکھرے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"تم پھر بہک رہی ہو۔ جب ہمارے درمیان دوستانہ فضا میں بات طے پا گئی ہے تو پھر میری سونیا جیسی وفادار ساتھی کو کیوں نقصان پہنچاؤ گی؟ ہماری دوستی کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ تم سونیا سے جھگڑا نہیں کرو گی۔"

"اچھا میں اپنے یہودی دوستوں سے مشورہ کروں گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپکے سے اسی لب و لہجے والے، اسی سوچ والے دماغ کو ٹٹولتے ہوئے نقلی جوئیل کو محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی مجھے اس کا دماغ مل گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے سر کو کوئی نہیں چھو رہا ہے لیکن وہ تکلیف سے کراہ رہی ہے جبکہ دوسری طرف اصلی جوئیل کے سر کو جکڑ کر اس کا معائنہ کیا جا رہا تھا اور اس کے زخموں کی صفائی کی جا رہی تھی اس طرح یہ فرق نمایاں ہو گیا، ایک کے سر کو دوسروں نے پکڑا ہوا تھا۔ دوسرے سر کو پکڑا نہیں گیا تھا لیکن وہ صرف محسوس کر رہی تھی۔ میں چپکے چپکے اس کی سوچ کو ٹٹولنے لگا۔ پتا چلا، ابھی جو کچھ میں نے اصلی جوئیل کے دماغ میں رہ کر باتیں کی تھیں وہی باتیں اس کے دماغ میں بھی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ سوچ کے ذریعے ان تمام باتوں کو سن رہی تھی اور اصلی جوئیل کی طرح اس کی سوچ کی لہریں بھی مجھے وہی جواب دے رہی تھیں۔ مجھے اس بات پر خاصی حیرت ہوئی۔ پھر ایک تدبیر ذہن میں آئی۔ میں نے مصنوعی جوئیل سے پوچھا "ہیلو جوئیل! کیا بہت تکلیف ہو رہی ہے؟"

اس نے کراہتے ہوئے کہا "ہاں، بہت ہو رہی ہے۔ اگر وہ کمینی سر پر ضرب نہ لگاتی، بدن کے کسی حصے پر بھی حملہ کرتی تو ہم پر زیادہ اثر نہ ہوتا لیکن جیسا کہ ہم نے سنا تھا، ویسا ہی اسے سنگار پایا۔ وہ فوراً ہی دوسروں کی کمزوریوں تک پہنچ جاتی ہے۔"

میں نے اس کا جواب سننے کے فوراً ہی بعد اصلی جوئیل کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے دماغ کو ٹٹولا، جو جواب مصنوعی جوئیل نے مجھے دیا تھا اور جو سوال میں نے اس کے دماغ میں کیا تھا وہ سوال نہ تو اصلی جوئیل نے سنا تھا اور نہ ہی اس نے جواب دیا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ دماغ کا کنٹرول اصلی جوئیل کی طرف سے تھا۔ مصنوعی جوئیل صرف اس کی معمولہ تھی۔ کسی حکمتِ عملی سے اس کے دماغ کو اصلی جوئیل کے دماغ سے منسلک کر دیا گیا تھا جس طرح دو گھڑیوں کو ساتھ رکھ کر ان میں چابی بھر کر ایک گھڑی کے وقت کے مطابق دوسری گھڑی ٹھیک اسی وقت کے مطابق چلتی ہے۔ اس کے دونوں کانٹے ایک ایک سیکنڈ کا ننھا سا فاصلہ بھی پہلی گھڑی کے مطابق طے کرتے ہیں جدھر پہلی گھڑی کا کانٹا جاتا ہے ٹھیک اسی رفتار، اسی فاصلے سے دوسری گھڑی کا کانٹا بھی سفر کرتا ہے کیونکہ وہ ایک ہی وقت میں دی گئی چابی کے مطابق اپنے سفر کو جاری رکھتی ہے۔

میرے دماغ میں ایک سوال پیدا ہوا، اگر کسی وجہ سے اچانک ایک گھڑی بند ہو جائے تو کیا دوسری بھی بند ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ دوسری تو اپنی چابی کی میعاد ختم ہونے تک چلتی رہے گی۔ لہٰذا مجھے بھی مصنوعی جوئیل کو اسی طرح آزمانا چاہیے میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اسی طرح کمزوری کی حالت میں بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھ کو اٹھا کر ادھر سرکایا۔ اس کے بدن پر ایک چادر پڑی ہوئی تھی۔ میں نے چادر کے ایک کونے تک اس کے ہاتھ کو پہنچایا۔ وہ اس کونے کو پکڑ کر اپنے چہرے کے پاس لے کر آئی۔ پھر چادر کے اس کونے کو بتی بنا کر اپنی ناک کے ایک نتھنے میں ڈالنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی اسے زوردار چھینک آئی۔

میں فوراً ہی اصلی جوئیل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں اسے چھینک نہیں آئی تھی۔ یہ پوری طرح ثابت ہو گیا کہ اصلی جوئیل کا دماغ نقلی جوئیل کے دماغ کے تابع فرمان نہیں ہے۔ صرف نقلی جوئیل اصلی جوئیل کی محتاج ہے۔

میں نے مزید مطمئن ہونے کے لیے اصلی جوئیل کو ہولے سے کھانسنے پر مجبور کیا۔ اس نے دو بار کھوں کھوں کی، آواز نکالی میں نقلی جوئیل کے پاس پہنچ گیا۔ اسی وقت، اسی لمحے وہ بھی کھوں کھوں کہہ کر کھانس رہی تھی۔ واقعی سائنس نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ انسان خلا کو تسخیر کر ہی رہا ہے اور دماغ کی کل کائنات پر بھی اپنی معلومات کے جھنڈے گاڑ رہا ہے۔ ان یہودی سائنس دانوں نے پتا نہیں کون سی بیک استعمال کی تھی۔ نقلی جوئیل کو اس اصلی جوئیل کے دماغ کا تابع فرمان بنا دیا تھا اور کیسے بنایا تھا یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اسے طبی سائنس کے ماہرین دماغی آپریشن کرنے والے سرجن یا برین واش کرنے والے اسپیشلسٹ ہی سمجھ سکتے تھے یا پھر وہ دماغی ماہر جس نے نقلی جوئیل کے دماغ کو دوسری جوئیل کے دماغ سے منسلک کیا تھا، اس سے میرا ٹکراؤ ہو جاتا تو میں اس کے ذریعے معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

اس وقت دونوں جوئیل کے آس پاس اسپتال میں جو لوگ موجود تھے ان کی دھیمی دھیمی آوازیں مجھے سنائی دے رہی تھیں۔ پھر ایک ڈاکٹر نے پوچھا "مسٹر ثبات معظم! ڈبل جوئیل تو حیرت انگیز قوتِ برداشت کی مالک ہیں۔ ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اب تک بیہوش ہو جاتا یا مر جاتا۔ بہرحال انہیں بیہوش کرنا ہو گا کیونکہ جب بھی ہم زخم کو ہاتھ لگاتے ہیں تو یہ دونوں تڑپنے لگتی ہیں۔ ادھر اُدھر حرکت کرتی ہیں اور ہمارے لیے دشواری پیدا ہوتی ہے۔"

ثبات معظم نے کہا "آپ مجھ سے کیا پوچھ رہے ہیں، بیہوش کر دیں۔"

"میرے سوال کا مطلب یہ ہے، کیا دونوں کو بیہوش کرانا ہو گا؟"

"نہیں صرف اس جوئیل کو بیہوش کریں۔ دوسری خود بخود ہو جائے گی۔"

میں نقلی جوئیل کے دماغ میں رہ کر یہ باتیں سن رہا تھا میں نے اس سے کہا "تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی ہو؟"

"ہاں، میں محسوس کر رہی ہوں۔"

"تمہیں میرا لب و لہجہ متاثر کر رہا ہے؟"

"ہاں متاثر کر رہا ہے۔"

"تمہارا کمزور دماغ اب تمہارے قابو میں نہیں رہا۔ اپنی تمام سوچوں کو میری سوچ کی لہروں کے سپرد کر دو۔ تم اپنی بھی کمر درد ہو۔ اپنے بدن کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دو۔ ذرا بھی حرکت نہ کرو۔"

اس نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ بالکل ساکت ہو گئی۔ میں اسے ٹرانس میں لانے لگا۔ اس پر ہپناٹزم کا عمل کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ وہ میری فرمانبردار بنتی جا رہی تھی جب میں نے اسے اچھی طرح ٹرانس میں لا کر اطمینان کر لیا تو اسے

ذرا اور پرے کے لیے چھوڑ کر اصلی جوئیل کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اسے انجکشن کے ذریعہ بیہوش کر دیا گیا تھا۔ یقیناً ان لوگوں نے مصنوعی جوئیل کو بھی دیکھا ہو گا۔ وہ ٹرانس میں آنے کے بعد بالکل ساکت تھی سوائے میرے کسی کی آواز نہیں سن سکتی تھی۔ اس لیے انہوں نے اسے بھی بیہوشی کی حالت میں ہی سمجھا ہو گا۔ میں پھر مصنوعی جوئیل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پوری طرح میری معمولہ بن چکی تھی میں نے اس سے پہلا سوال کیا "کیا تم جانتی ہو کہ تم کسی دوسری عورت کے دماغ کی تابع فرمان ہو؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"کیا تم نے کبھی یہ محسوس کیا ہے کہ جیسے اپنے بدن کا دوسرا حصہ سمجھتی ہو وہ تم سے کسی نہ کسی طرح برتر ہے یا تم اس کی محتاج ہو؟"

اس نے کہا "ہاں، میرے دماغ میں کبھی یہ بات پیدا ہوتی ہے۔"

"ایسی بات کے محرکات کیا ہیں؟"

اس نے جواب دیا "کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنا سر کھجاتی ہے یا بدن کھجاتی ہے تو میں بھی اپنا سر اور بدن کھجاتی ہوں۔ میں بیک وقت اسی لمحے اس کے ساتھ اسی طرح حرکتیں کرتی

خواب سب دیکھتے ہیں۔
لیکن یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم خواب کیوں دیکھتے ہیں؟ سچے خواب کیا ہوتے ہیں؟ خوابوں کی تشریح کیسے کی جا سکتی ہیں؟ ان کی تعبیریں کیا ہیں؟ خواب آدمی کی زندگی میں کیا اہمیت رکھتے ہیں؟ ان کی راہنمائی سے مستقبل کی تعمیر میں کیا مدد لی جا سکتی ہے؟ کیا وہ ہماری الجھنوں کے مکاں ہوتے ہیں؟ یا وہ ہماری الجھنوں کا حل بھی پیش کرتے ہیں؟
خوابوں کے بارے میں ماہرینِ کے کیا رائے ہے؟
خوابوں کے بارے میں ماہرِ علم کیا کہتے ہیں؟ یہ اور ایسے لاتعداد سوالوں کے مکمل جواب کے لئے ——— پڑھیئے!

خوابوں کے اسرار

قیمت ۱۵ روپے — ڈاک خرچ ۱۰ روپے

لے: ایس صدیقی کے قلم سے
دو میں پہلی بار ——— ایک بھرپور اور منفرد کتاب
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

ہوں لیکن جب کبھی اچانک مجھے کہیں کھجلی ہوتی ہے اور میں اپنا بدن کھجاتی ہوں تو وہ چپ چاپ، بھیگی رہتی ہے۔ میری کسی حرکت کا، کسی عمل کا اس پر اثر نہیں ہوتا۔"

"کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتیں کہ تم اس کے بدن کا حصہ نہیں ہو نہ ہی وہ تمہارے بدن کا کوئی الگ حصہ ہے؟"

"بھلا میں ایسا کس طرح سمجھ سکتی ہوں؟"

"انسان کو اپنا تجزیہ آپ کرنا چاہیے۔"

"کچھ معاملات میں اپنا تجزیہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کائنات میں کچھ باتیں سمجھ میں آتی ہیں اور بہت سی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ پھر بھلا میں اپنے بارے میں کیا سمجھ سکتی ہوں؟"

"تم یہ تو بتا سکتی ہو کہ تم کہاں پیدا ہوئی تھیں۔ تمہارے والدین کا نام کیا ہے؟"

"میں ایک ریڈ انڈین قبیلے میں اپنے دوسرے بدن کے ساتھ پیدا ہوئی تھی۔"

وہ ٹرانس کی حالت میں مجھے وہی واقعہ سنانے لگی جو میں دو بدن کے متعلق جانتا تھا۔ یعنی ان یہودیوں نے اس بیچاری مصنوعی جوئیل کو بھی یہی سمجھایا تھا اور شاید پینا ٹرم کے ذریعے یہی تمام باتیں اس کے دماغ پر نقش کر دی گئی تھیں۔ اب وہ اپنی پیدائش اور اپنے بچپن کے حالات بے مگج طور پر نہیں بتا سکتی تھی۔ یقیناً پہلے اس کا برین واش کیا گیا ہوگا۔ اس کے بعد ڈبل جوئیل کی پوری ہسٹری اس کو یاد کرا دی گئی ہوگی۔

میں نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے اچھی طرح یاد کرو۔ کبھی کسی موقع پر کسی نے تمہیں کسی اور نام سے پکارا ہو؟"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ مجھے اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔"

"اچھا تم نے ابھی کہا تھا کہ تم بدن کھجاؤ یا تمہیں کھانسی آئے یا تمہیں چھینک آئے تو اس کے ردِ عمل میں تمہارا دوسرا بدن نہ چھینکتا ہے نہ کھانستا ہے تو اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ تمہارا وجود الگ ہے؟"

"کبھی میں سوچتی تو ہوں کہ میرا وجود الگ ہے لیکن اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"اس سے بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ کھانے کی میز پر کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تمہیں مٹن کی ڈش پسند ہو۔ تم وہ کھانا چاہتی ہو لیکن اسی وقت تمہارے بدن کے دوسرے حصے نے چکن کی ڈش اٹھائی ہو اور تمہیں بھی وہی کھانا پڑا ہو؟"

"ہاں یاد آ رہا ہے۔ ایسا تو کتنے ہی معاملات میں ہو چکا ہے کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ میں پنک کلر کا لباس پہنوں لیکن میرے بدن کے دوسرے حصے نے کسی دوسرے رنگ کے لباس کا انتخاب کیا، مجھے بھی وہی انتخاب کرنا پڑا اور یہ سب بے اختیار ہوتا ہے میں بے اختیار اس کی پسند کا لباس پہن لیتی ہوں۔ اس کی پسند کا کھانا کھا لیتی ہوں۔ البتہ جب ہم سونے کے لیے الگ الگ بیڈ روم میں جاتے ہیں تو میں چپکے سے باورچی خانے میں چلی جاتی ہوں اور اپنی پسند کی ڈش تھوڑی سی چکھ لیتی ہوں۔"

"ایسا بھی ہوتا ہوگا کہ وہ ٹوائلٹ یا باتھ روم میں جاتی ہو اور ضرورت نہ ہونے کے باوجود بے اختیار تم بھی چلی جاتی ہوں گی۔"

"ہاں اور جب مجھے ضرورت ہوتی ہے تو وہ آرام سے لیٹی رہتی ہے۔"

"کیا تمہیں پریشانی نہیں ہوتی کہ تم اس کی محکوم اور اس کی محتاج ہو؟"

"پریشانیاں تو بہت ہوتی ہیں لیکن قدرت کے آگے بے بس ہیں۔"

"یہ قدرتی حالات نہیں ہیں۔"

"یہ قدرتی حالات نہیں ہیں؟"

"تمہارے یہودی مہربانوں نے تمہیں کسی حکمت عملی سے دو جوئیل کی محتاج اور محکوم بنا دیا ہے۔"

"میرے یہودی مہربانوں نے کسی حکمت عملی سے مجھے دو جوئیل کی محتاج اور محکوم بنا دیا ہے؟"

"یہ باتیں تمہارے دماغ میں نقش رہیں گی۔ تم اس موضوع پر غور کرو گی۔ سمجھو گی کہ یہ قدرتی حالات نہیں ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ میں رہ کر اس کی سوچ کی لہروں پر ایک ہلکا سا انتشار محسوس کیا جیسے وہ کچھ پریشان ہو۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے۔ کچھ کہنا چاہتی ہو تو آزادی سے کہو میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔"

وہ کہنے لگی۔ "ربی اسفندیار کہتے ہیں۔ میں قدرتی طور پر بدن کے دوسرے حصے کی محکوم اور محتاج ہوں۔"

"یہ ربی اسفندیار کون ہیں؟"

اس نے جواب دیا۔ "جس طرح ہندوؤں میں پنڈت اور عیسائیوں میں راہب ہوتے ہیں اسی طرح ہم یہودیوں میں ربی ہوتے ہیں جو ہمارے مذہب کی پیشوائی کرتے ہیں۔ ہمارے ربی بڑے عالم ہیں۔ غیب کی باتیں بھی جانتے ہیں۔ مستقبل کی پیشگوئی کرتے ہیں۔ اپنی دعاؤں سے بیماروں کو شفا دلاتے ہیں۔"

"ان کا رویہ، ان کا سلوک تمہارے ساتھ کیسا ہے؟"

"وہ مجھ پر بڑے مہربان ہیں۔ مجھے بیٹی کہتے ہیں۔ ہر ہفتے رات کو جب میں اپنے بدن کے دوسرے حصے سے الگ ہو کر کمرے میں سونے کے لیے آتی ہوں تو ربی اسفندیار آ جاتے ہیں مجھے آرام سے چار پانچ گھنٹے بستر پر لیٹنے کے لیے کہتے

ہیں پھر روحانی عمل کرتے ہیں۔ میں اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتی ہوں۔ وہ جو کہتے ہیں وہی سنتی ہوں۔ جس طرح میں اس وقت تمہاری آواز سن رہی ہوں، تمہاری باتیں مان رہی ہوں جس طرح تم میرے حواس پر چھائے ہوئے ہو اسی طرح ربی اسفندیار میرے دماغ پر چھا جاتے ہیں میں ان کے سوا کسی اور کی بات سن نہیں سکتی اور صرف انہی کی باتیں مانتی ہوں۔"

میں سمجھ گیا کہ اس مصنوعی جوئیل پر ہپناٹزم کرنے والے کا نام اسفندیار ہے اور وہ ان کا مذہبی پیشوا ہے۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم نے انہیں روکنے کی مشق کی ہے؟"

"میں نے ایسی کوئی مشق نہیں کی۔"

"پھر میری سوچ کی لہروں کو کیسے روک لیتی ہو؟"

"میں نہیں روکتی۔ میرے بدن کا دوسرا حصہ سانس روکتا ہے۔ اتنی دیر کے لیے میری سانسیں بھی رک جاتی ہیں اس طرح شاید تمہاری سوچ کی لہریں میرے دماغ میں پہنچ نہیں پاتیں۔"

میں نے ایک اور سوال کیا۔ "تمہارے بدن کا دوسرا حصہ تمہارا ازلی تیور کا دشمن ہے۔ تم کیا کہتی ہو؟"

"جو وہ کہتی ہے، وہی میں کہتی ہوں۔ اس لیے کہ یہ ایک اعتقادی عمل ہے۔"

"بے اختیاری عمل سے قطع نظر کبھی تم نے کسی خوبرو نوجوان کو دیکھا ہوگا۔ کبھی کسی پر دل آیا ہوگا۔ کسی کو تم نے دل و جان سے چاہا ہوگا؟"

"میں نے کسی کو پسند نہیں کیا۔ ربی اسفندیار نے سمجھا دیا ہے، صرف تمہارے لیے پیدا ہوئی ہوں اور ایک دن تم مجھے ملو گے۔"

اچانک میرے دماغ میں ایک تدبیر آئی۔ میں نے سوچا، عورت ہمیشہ دوسری عورت سے جلتی ہے۔ اگر وہ ہر معاملے میں دوستی کر بھی لے تو اپنے مرد، اپنے محبوب کے متعلق یہ برداشت نہیں کرتی کہ کوئی دوسری عورت اسے چاہے اور اس کی حصہ دار بنے۔ میں نے اس سے کہا۔ "اگر ایک دن فرہاد تمہیں بھی مل جائے گا تو تمہارا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوگا کیونکہ تم اپنے دوسرے بدن کی محکوم اور محتاج ہو۔ وہ مجھے چاہے گی تو تم بے اختیار مجھے چاہو گی۔ وہ نہیں چاہے گا تو تم مجھے دیکھتی ہی رہ جاؤ گی مگر اپنی خواہش کے باوجود مجھے حاصل نہیں کر سکو گی۔"

"ہاں، یہ تو میں نے سوچا نہیں تھا۔"

"اب سوچو۔ غور کرو۔ اگر واقعی مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہیں سلسلہ شروع کرنا ہوگا کہ تم اپنے دوسرے بدن کی محکومی یا محتاجی سے نجات حاصل کر سکتی ہو۔"

"میں اس مسئلے پر ضرور غور کروں گی۔ اپنے ربی اسفندیار سے مشورہ بھی کروں گی۔"

"میں تمہیں تاکید کرتا ہوں۔ حکم دیتا ہوں۔ اپنے ربی اسفندیار سے اس معاملے میں کوئی بات نہ کرنا۔"

"میں اس معاملے میں کوئی بات نہیں کروں گی۔"

"تم ربی اسفندیار کو معمولہ بننے کے دوران نہیں بتاؤ گی کہ میں نے تمہارے دماغ میں آ کر تم سے باتیں کی ہیں۔"

"میں اپنے ربی کو یہ نہیں بتاؤں گی کہ تم نے میرے دماغ میں آ کر مجھ سے باتیں کی ہیں۔"

"اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ تم مجھے حاصل کرنا چاہتی ہو تو ربی اسفندیار سے بھی اپنے دل کی اور دماغ کی یہ محبت بھری باتیں چھپا لو۔ میں ایک عامل کی حیثیت سے حکم دیتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو بھی گفتگو ہوئی ہے اور جس طرح میں تمہارے دماغ میں آیا ہوں اس کا ذکر تم اپنے ربی سے نہیں کرو گی۔"

اس نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے ربی سے نہ تو میرے دماغ میں آنے کے متعلق گفتگو کرے گی اور نہ ہی محبت کے معاملے میں کوئی مشورہ لے گی۔

میں زیادہ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر میں نے سوال کیا۔ "تم نے تھوڑی دیر پہلے کہا ہے کہ تم جب الگ بیڈ روم میں جاتی ہو تو جیسے آزاد ہو جاتی ہو اور اپنی مرضی سے کچھ کھانے کے لیے کچن میں پہنچ جاتی ہو کیا اس وقت تم پر یہ اثر نہیں ہوتا کہ دوسرے کمرے میں تمہارے بدن کا جو دوسرا حصہ آرام سے لیٹا ہوا ہے تو تم بھی لیٹی رہو؟"

"یقیناً میرا بے اختیار اسی طرح لیٹے رہنے کو جی چاہتا ہے لیکن میں اپنے اندر اپنے دماغ سے لڑتی ہوں اور ایک دن تم مجھے ملو گے۔"

اچانک میرے دماغ میں ایک تدبیر آئی۔ میں نے سوچا، عورت ہمیشہ دوسری عورت سے جلتی ہے۔ اگر وہ ہر معاملے میں دوستی کر بھی لے تو اپنے مرد، اپنے محبوب کے متعلق یہ برداشت نہیں کرتی کہ کوئی دوسری عورت اسے چاہے اور اس کی حصہ دار بنے۔ میں نے اس سے کہا۔ "اگر ایک دن فرہاد تمہیں بھی مل جائے گا تو تمہارا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوگا کیونکہ تم اپنے دوسرے بدن کی محکوم اور محتاج ہو۔ وہ مجھے چاہے گی تو تم بے اختیار مجھے چاہو گی۔ وہ نہیں چاہے گا تو تم مجھے دیکھتی ہی رہ جاؤ گی مگر اپنی خواہش کے باوجود مجھے حاصل نہیں کر سکو گی۔"

"ہاں، یہ تو میں نے سوچا نہیں تھا۔"

"اب سوچو۔ غور کرو۔ اگر واقعی مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہیں سلسلہ شروع کرنا ہوگا کہ تم اپنے دوسرے بدن کی محکومی یا محتاجی سے نجات حاصل کر سکتی ہو۔"

"ہاں، ایسا اکثر ہوا ہے لیکن میں ایسا نہیں کرتی۔"

"کیوں نہیں کرتی ہو؟"

"ربی اسفندیار نے سختی سے تاکید کی ہے کہ میں اپنے بدن کے دوسرے حصے کے دماغ اور اس کے مزاج کے خلاف بغاوت نہ کروں۔"

"تمہارا رب تمہیں فرہاد سے ایک بدن ملانے کی بات کرتا ہے لیکن مجھ سے ملانے کے باوجود وہ تمہیں تمہارے بدن کے دوسرے حصّے کا تابع فرمان رکھے گا۔"

"ہاں، وہ ایسا ضرور کرے گا۔"

"اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے اور تم تنہا مجھ کو حاصل کرنا چاہتی ہو تو میری ہدایات پر عمل کرو۔"

"میں تمہیں تنہا حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ میں تمہاری ہدایات پر عمل کروں گی۔"

"تم مجھے اچھی طرح سوچ سمجھ کر بتاؤ، کیا ایسا کوئی طریقہ ہے کہ میں تمہارے دماغ میں آنا چاہوں تو آجایا کروں؟"

"تم دماغ میں آنا چاہو گے تو وہ سانس روک لے گی۔ وہ سانس روکے گی تو بے اختیار میری سانس رکے گی۔"

"ابھی تم نے کہا ہے، جب تم اپنے دماغ پر جبر کرتی ہو، کسی چیز کو حاصل کرنے کی ضد کرتی ہو تو اس کے دماغ سے وقتی طور پر نجات حاصل کر لیتی ہو۔"

"ہاں، ایسا کبھی ہو جاتا ہے۔"

"جب کبھی وہ سانس روکے گی تو تم سمجھ لوگی کہ میں دماغ میں آیا ہوں۔"

"ہاں، میں سمجھ لوں گی کہ تم دماغ میں آئے ہو۔"

"ایسے وقت تم اپنے دماغ پر جبر کرو گی اور سانس لینے لگو گی۔"

"میں اپنے دماغ پر جبر کروں گی اور سانس لینے لگوں گی۔"

"اس طرح تمہارے دوسرے بدن کو خبر نہیں ہوگی۔ وہ اور تمہارے دوسرے یہودی مہربان یہی سمجھتے رہیں گے کہ دو بدن نے بیک وقت سانس روک کر مجھے دماغ میں آنے سے روک دیا ہے۔ کیا تم مجھے دماغ میں نہیں آنے دو گی؟"

"میں ضرور آنے دوں گی اور میں دل و جان سے تمہاری ہدایت پر عمل کروں گی۔ جب کبھی وہ سانس روکے گی تو میں اپنے آپ پر جبر کر کے سانس لینے لگوں گی۔"

"شاباش، تم بہت اچھی ہو۔ میں تم سے ضرور ملوں گا۔ ضرور اپنے پاس بلاؤں گا۔ ذرا وقت کا انتظار کرو اور اب تم آرام سے سو جاؤ اور اب تم گہری نیند سو رہی ہو۔"

"میں گہری نیند سو رہی ہوں۔"

"اب تم میری کسی بات کا جواب نہیں دو گی اور خاموشی سے سوتی رہو گی۔ تمہارے دماغ کے کسی دور افتادہ حصّے میں میری آواز ہولے ہولے ڈوب جائے گی۔ تم نیند کی گہری وادیوں میں گم ہو جاؤ گی اور اس کے ساتھ ہی اپنے بدن کے دوسرے حصّے

کے دماغ کی تابع فرمان رہو گی۔ جیسے ہی وہ بدن کا حصہ ہوش میں آئے گا، تم بھی ہوش میں آجاؤ گی۔"

میں اسی طرح اپنی اس معمولہ پر ہپناٹزم کا اختتامی عمل کرتا رہا۔ پھر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اس کے دماغ سے والپس چلا آیا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ دو بدن کے دو نوں دماغوں کو ٹٹولنے اور کسی حد تک اہم معلومات حاصل کرنے میں کافی وقت گزر گیا تھا لیکن ایک زبردست کامیابی یہ ہوئی کہ اصلی جوڑی مٹھی میں آگئی اور اب وہ میری مرضی کے مطابق میری ہدایت عمل کرنے والی تھی۔ میں جب چاہتا اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا اور اس کے ذریعے دوسروں کو دیکھ سکتا تھا۔

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھا وہ ایٹلنٹی اسٹریٹ کے بیچ ہوٹل میں تھی۔ بیچ ہوٹل سمندر کے قریب تھا۔ سونیا تیسری منزل کے ایک کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی دور سمندر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہاں سے ساحل بھی نظر آرہا تھا اور بھرا پُرا بازار بھی دکھائی دے رہا تھا۔ میرے دماغ میں رابی اسفندیار کا نام چبھ رہا تھا۔ میں نے سوچا ہپناٹزم کا وہ ماہر موجود ہے۔ جس طرح اس نے دو بدن کے دو عدد دماغوں کو اپنے کنٹرول میں رکھا ہے اور انہیں اپنی مرضی کے مطابق کٹھ پتلی ہوئے ہے ہو سکتا ہے میری عدم موجودگی میں کسی طرح سونیا کو بھی ٹریپ کرے۔

سونیا جیسی عورتوں پر ہپناٹزم کا عمل بڑی مشکل سے ہوتا ہے۔ ہپناٹائز کرنے والے ایسی عورتوں کو معمولہ بنانے سے کتراتے ہیں لیکن سونیا جیسی ضدی اور قوتِ ارادی کی مالک اگر کسی طرح ذہنی کمزوری میں مبتلا ہو جائے یا نشہ کی وجہ سے دماغ کام نہ کرے یا ایسی دوا استعمال کرے جس سے دماغ قدرے کمزور ہو جائے تب ہپناٹزم کا عمل ہو سکتا ہے۔ اسفندیار کسی وقت بھی اسے اپنی معمولہ بنانے اور اس کے ذریعے میرے متعلق بہت سی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

اگر ایسا ہوا تو میں سونیا کو جو کچھ بتایا کروں گا وہ اس معمولہ بن کر سب کچھ اگل دے گی یعنی میں نے نقلی جوئیل کو اپنی مٹھی میں بند کر لیا تھا اور اس سے کس طرح رابطہ قائم کروں گا کس طرح اپنے دماغ پر جبر کر کے سانس نہیں روکے گی اور اپنے دماغ میں آنے کی ہدایت دے گی۔ یہ سارے معاملات طے پائے تھے۔ ان کا ذکر سونیا سے کرنا مناسب نہیں تھا۔ کچھ دنوں تک ان مکاروں کی چال کو سمجھنا دانشمندی تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ سونیا کو ابھی تازہ ترین معلومات کے متعلق نہیں بتاؤں گا۔

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گئی۔ پھر بولی "اتنی دیر تک کیا کر رہے تھے۔ کچھ معلومات حاصل ہوئیں؟"

"ناکامی ہوئی۔ میں نے جب بھی دو بدن کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اس نے سانس روک لی۔ دماغ کے دروازے بند کر دیے۔"

"پھر اتنی دیر تک کیا کرتے رہے؟"

"میں دوسرے معاملات میں الجھ گیا تھا۔ وہ تمہاری گائیڈ آنٹی کہاں ہیں؟"

"وہ اسی ہوٹل کے ساتھ والے کمرے میں ہیں۔ میں جب بھی باہر نکلوں گی اسے خود بخود اطلاع مل جائے گی۔ کیونکہ باہر دو مسلح سپاہی موجود ہیں۔"

"کیا تم اس کمرے میں مطمئن ہو۔ کوئی تمہاری مرضی کے بغیر داخل تو نہیں ہو گا؟"

"میں نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔ یہاں کھڑکی کے پاس آکر اچھی طرح دیکھ لیا ہے اس راستے سے کوئی نہیں آسکتا۔ یہ بہت اونچی جگہ ہے۔ دوسرے یہ کہ میں سونے سے پہلے کھڑکی بند کر لوں گی۔"

"میرا مشورہ ہے تم تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔"

"وہ کیوں؟"

"ایک طویل سفر کے باعث اور دماغی الجھنوں کی وجہ سے تم تھکی ہوئی ہو۔ تمہیں آرام کرنا چاہیے۔"

"نئی جگہ ہے، نئی الجھنیں ہیں۔ مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"تم بھول رہی ہو۔ فرہاد ٹیلی پیتھی کی لوری سُنا کر سلانا جانتا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے کھڑکی بند کر کے بستر کے پاس آئی پھر جوتے اتار کر آرام سے لیٹ گئی۔ میں اس کے دماغ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے آہستہ آہستہ تھپکتا رہا۔ وہ جلد ہی سو گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ وہ آرام سے کم از کم تین گھنٹے تک سوتی رہے۔ اس دوران اگر ذرا بھی آہٹ ہوئی یا کمرے میں کسی نے بھی داخل ہونے کی کوشش کی تو فوراً اس کی آنکھ کھل جائے۔

وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ نیند کی حالت میں انسان کا دماغ نسبتاً کمزور ہوتا ہے۔ یعنی سونے والے آدمی کو آسانی سے ہپناٹزم کے ذریعے ٹریپ کیا جا سکتا ہے۔ پھر یہ کہ سونیا مجھ سے متاثر تھی میرے حکم کی تعمیل کرتی تھی۔ میری ہدایات پر عمل کرتی تھی اس لیے میں اسے آسانی سے اپنی معمولہ بنا لیا کرتا تھا۔ میں نے اس وقت اسے مخاطب کیا۔ "سونیا تم سو رہی ہو لیکن میری سوچ کی لہروں کو سُن رہی ہو۔"

"ہاں، میں سُن رہی ہوں۔"

میں نے آہستہ آہستہ اسے ٹرانس میں لانا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا دماغ بالکل ہی میرا تابع فرمان ہو گیا۔ میں نے اس سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام سونیا ہے۔"

"نہیں تمہارا نام کچھ نہیں ہے۔"

"میرا نام کچھ نہیں ہے۔"

"میں جو ہدایات دوں گا تم ان پر عمل کرو گی؟"

"تم جو ہدایات دو گے میں ان پر عمل کروں گی۔"

"میری ہدایات کے بعد اگر کسی نے ہپناٹزم کے ذریعے تمہیں اپنی معمولہ بنایا تو تم اس کی معمولہ بن جاؤ گی لیکن جن باتوں کو میں تمہارے دماغ کے تہ خانے میں چھپا رہا ہوں وہ باتیں تم اپنے کسی عامل کو بھی نہیں بتاؤ گی۔"

"جو باتیں تم میرے دماغ کے تہ خانے میں چھپا رہے ہو میں وہ باتیں کسی عامل کو نہیں بتاؤں گی۔"

"پارس کہاں ہے؟"

"پارس جمیلہ کے پاس ہے۔"

"جمیلہ کہاں ہے؟"

"جمیلہ اپنے شوہر جواد الخیری کے پاس ہے۔"

"جواد الخیری، جمیلہ اور پارس تینوں کہاں ہیں؟"

"وہ تینوں پیرس میں ہیں۔"

"وہ تینوں پیرس میں نہیں ہیں۔"

وہ بولی "وہ تینوں پیرس میں نہیں ہیں۔"

"تم پارس کے متعلق کچھ نہیں جانتی ہو۔"

"میں پارس کے متعلق کچھ نہیں جانتی ہوں۔"

"تم جواد الخیری کو بھی نہیں جانتی ہو۔"

"میں جواد الخیری کو بھی نہیں جانتی ہوں۔"

"تم نے جمیلہ کو دار السلام سے پیرس تک سفر کرنے کے دوران دیکھا تھا اس کے بعد جمیلہ سے بچھڑ گئی تھیں۔"

"میں نے جمیلہ کو دار السلام سے پیرس تک سفر کرنے کے دوران دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ مجھ سے بچھڑ گئی تھی۔"

"اس کے بعد نہ تو تم نے جمیلہ کا نام سنا اور نہ ہی یہ جانتی ہو کہ وہ کہاں ہے۔"

"اس کے بعد میں نے نہ تو جمیلہ کا نام سنا اور نہ ہی یہ جانتی ہوں کہ وہ کہاں ہے۔"

"اب تبوئی طور پر جواد الخیری، جمیلہ اور پارس تمہارے

دماغ سے مٹ چکے ہیں۔"

"اب مجموعی طور پر جواد الخیری، جمیلہ اور پارس میرے دماغ سے مٹ چکے ہیں۔"

"کوئی بھی ہپناٹزم کا عامل تم سے دنیا جہان کے سوالات کرے، تم جواب دو گی لیکن جواد الخیری، جمیلہ اور پارس کو بالکل فراموش کر دو گی۔"

"میں ان تینوں کو بالکل فراموش کر دوں گی۔"

"اگر کوئی ہپناٹزم کا عامل پارس کے متعلق سوال کرے تو تم جواب دو گی کہ پارس کے متعلق جتنی معلومات تھیں اسے فرہاد علی تیمور نے میرے دماغ کے تہ خانے میں لاک کر دیا ہے۔"

سونیا نے میری اس ہدایت کو دہرایا۔ میں نے پوچھا "کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسونتی کس وقت دہلی سے غائب ہو گئی ہے؟"

"ہاں، تم نے مجھے بتایا تھا۔ ریڈ پاور کے باس وجے آنند نے اسے تمہارے لیے اغوا کیا ہے اور اب وہ اسے تمہارے پاس پہنچائے گا۔"

میں نے پھر اس کے دماغ کو ہدایت کی کہ وہ رسونتی اور وجے آنند کے متعلق سب کچھ بھول جائے اس نے وعدہ کیا، وہ بھول جائے گی۔ میں نے پوچھا "میں ان دنوں کہاں ہوں؟"

"تم رنگون میں ہو۔"

"نہیں میں پیرس میں ہوں۔"

"تم پیرس میں ہو۔"

"میں پیرس میں بہت محتاط رہتا ہوں۔ بہت محتاط انداز میں خفیہ طور پر تم سے بھی دو بار مل چکا ہوں۔"

سونیا نے میری ان باتوں کو دہرایا۔ میں نے اس پر ہپناٹزم کا اختتامی عمل کیا۔ پھر اسے نیند کی حالت میں پھوڑ کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اپنی جگہ منجالی کو دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی پھر کہا "ایسا لگ رہا ہے جیسے سالہا سال کے طویل سفر کے بعد میں تمہارے پاس واپس آیا ہوں۔"

"ہاں، آپ بہت دیر سے خیال خوانی میں مصروف ہیں۔ یہاں رات کا ایک بج رہا ہے۔"

"اب سونا چاہیے۔"

"سوچ لیجیے۔ آپ کو سوتے سوتے بھی کسی نہ کسی سے دماغی رابطے کا خیال آتا ہے اور آپ سونا بھول جاتے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "کل رسونتی جس طیارے میں آ رہی ہے ہمیں اسی طیارے میں سنگاپور جانا ہے۔ اس سلسلے میں باس اینجلو سے تو کچھ بات کرنا ہی ہوں گی۔"

"جب تک آپ خیال خوانی میں مصروف رہے۔ میں نے باس اینجلو سے سارے معاملات طے کر لیے ہیں۔"

"کیسے طے کیے؟"

"کیشو کے پاس ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر ہے جس کے ذریعے وہ اینجلو سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ میں نے اسی ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس سے گفتگو کی تمام معلومات حاصل کر لیں۔ اینجلو نے بتایا ہے کہ ہم دونوں کس روپ میں یہاں سے سنگاپور جائیں گے۔"

"کس روپ میں جائیں گے؟"

"آپ اس کی فکر نہ کریں۔ جس روپ میں بھی جائیں گے اس کی تفصیلات یہاں موجود ہیں اور جو چہرہ اپنائیں گے وہ تصویریں بھی آ گئی ہیں۔ خدا کے لیے آپ سو جائیں۔"

واقعی میں تھکا ہوا تھا۔ آرام سے سو جانا چاہتا تھا۔ ہم نے دوپہر کا کھانا شام کو کھایا تھا اس لیے بھوک بھی نہیں تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر بستر پر آیا۔ پھر آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ منجالی نے زیرو پاور کا بلب روشن کر کے دوسری بتیاں بجھا دیں۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ اپنے دماغ کو ضروری ہدایات دیں اس کے بعد گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

میں نے سونیا کو دشمنوں کی میزبانی میں چھوڑ دیا تھا۔ اگرچہ دوستوں کی میزبانی بھی کبھی کبھی خطرے سے خالی نہیں ہوتی اور پھر یہودی میزبان ہوں تو بھروسے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن میں نے ان کے مقاصد کو جس طرح سمجھا تھا، اس کے پیش نظر یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ ابھی سونیا کو جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

ان کا مقصد صرف اتنا تھا کہ وہ مجھے بالکل ہی بے بس بنا کر اپنے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کی طرح نچانا چاہتے تھے۔ اس کے لیے میری ایک کمزوری میری حب الوطنی تھی جس کو وہ اچھی طرح سمجھتے تھے اور انہیں یقین تھا کہ اپنے وطن کو ہر طرح محفوظ رکھنے کی خاطر ان کے سربراہوں کے دماغوں تک نہیں جاؤں گا۔ اتنا یقین ہو جانے کے باوجود وہ میری ایک اور کمزوری اپنے ہاتھوں میں رکھنا چاہتے تھے۔ وہ اب تک پارس کو حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے لیکن ناکام ہوتے رہے تھے۔ اب سونیا کی دوبارہ آمد نے انہیں یقین دلا دیا تھا کہ سونیا کی طرح پارس بھی زندہ ہے اور اسے کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ کسی ایک ملک کے جاسوس سے کوئی راز اگلوانے کے لیے دوسرے ملک کے جاسوس اور خفیہ پولیس والے اس پر طرح طرح کے ظلم کرتے ہیں۔ اسے ایسی اذیتیں پہنچاتے ہیں کہ زندگی موت سے بدتر ہو جاتی ہے۔ پارس کا پتا معلوم کرنے کے لیے دشمن سونیا پر بھی ظلم کی انتہا کر سکتے تھے لیکن شاید وہ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ پارس

کا پتا معلوم کرنے کے لیے ان کے پاس ایک سیدھا سادا راستہ تھا۔ وہ ہپناٹزم کے ذریعے سونیا کے دماغ کی تہہ تک پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکتے تھے لیکن اہم معلومات کے سلسلے میں، میں نے سونیا کے ذہن کو لاک کر دیا تھا۔

ویسے یہودیوں کی شطرنجی چالوں کی داد دینا چاہیے۔ پہلے انہوں نے پارس کی ماں یعنی رسونتی کو بڑی خوبصورتی سے ٹریپ کیا پھر بازی ہارنے لگے تو میرے سامنے دوبدن کو لے آئے۔ دوبدن کی آڑ میں وہ ایک بہت بڑا ڈرامہ پلے کرنا چاہتے تھے۔ جس وقت دوبدن واشنگٹن کے ایک میٹرنٹی ہوم میں ماں بننے کے لیے بھیجی گئیں تو وہاں میرا نام بھی درج کیا گیا تھا۔ وہ ماں بن چکی ہیں یا نہیں اس ریکارڈ کو مٹانا یا ختم کر دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

اگرچہ دوبدن کا یہ کیس تین سال پرانا تھا لیکن وہ تاریخ بھی بدل سکتے تھے یا پھر اس حد تک انتظار کر سکتے تھے کہ پارس کچھ اور بڑا ہو جائے تاکہ تین چار برس کی عمر کا فرق ظاہر نہ ہو اور وہ آسانی سے دعویٰ کر سکیں کہ پارس کو رسونتی نے نہیں دوبدن نے جنم دیا ہے۔ چکر چلانے والے ہر طرح کا چکر چلا سکتے تھے۔ ہر پہلو سے غور کرنا لازمی تھا۔ لہٰذا میں ایک ایک پہلو پر نظر رکھ رہا تھا۔

دشمنوں کے مقاصد کو دو فقروں میں یوں بیان کیا جا سکتا تھا کہ سیاسی لبادے پر وہ میری حب الوطنی سے فائدہ اٹھا رہے تھے اور محبت کی لبادے پر میری اولاد کو میری کمزوری بنانا چاہتے تھے۔ انہیں صرف میرے خون کا وہ رشتہ چاہیے تھا جس کے لیے میں کسی بھی موقع پر تڑپ اٹھوں۔

صبح پانچ بجے میری آنکھ کھلی۔ آنکھ کھلتے ہی سب سے پہلے میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ وہ تین گھنٹے تک آرام سے سوتی رہے۔ اگر کوئی مداخلت ہو اس کے کمرے میں کوئی آنا چاہے تو فوراً آنکھ کھل جائے۔ دو گھنٹے تک وہ سوتی رہی مگر پھر اس کی آنکھ اچانک ہی کھل گئی۔ کوئی دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ گائڈ آنٹی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "تعجب ہے تم بے وقت گہری نیند سو رہی ہو۔ ذرا گھڑی دیکھو، رات کے کھانے کا وقت ہو چکا ہے۔ فوراً تیار ہو جاؤ۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا نے دروازے کو بند کیا۔ اس کا تمام سامان طیارے سے نکال لیا گیا تھا۔ جب وہ ہوٹل پہنچی تو وہاں پہلے سے وہ سامان موجود تھا۔ اس نے اپنے سوٹ کیس کو کھولتے ہوئے سوچا۔ باہر جانے کے لیے کون سا لباس پہنے؟ پہلے خیال آیا۔ دشمنوں میں گھری ہوئی ہے۔ پتا نہیں کب، کس وقت مقابلے کا موقع آئے؟ اس کمرے سے باہر نکلنے کے بعد دوسرے شہ زور یا خطرناک قسم کے فائٹر اس کے راستے میں آ سکتے تھے لہٰذا ایسے موقع پر وہ پتلون اور نیان پہنتی تھی۔ سردی کا موسم ہو تو جیکٹ پہن لیا کرتی تھی اور اس وقت سردی تھی۔

اس نے کپڑے نکالنے کے لیے سوٹ کیس میں ہاتھ ڈالا۔ سب سے پہلے ایک گلابی رنگ کا جوڑا ہاتھ آیا۔ وہ چوڑی دار پاجامہ اور بہترین کڑھائی کیا ہوا کرتا تھا۔ اسے دیکھتے ہی شاہینہ کی باتیں یاد آ گئیں۔ وہ کہتی تھی میری سونیا بھابی اس مشرقی لباس میں خوب جچتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے یہ لباس صرف میری بھابی کے جسم پر سجنے کے لیے بنایا گیا ہے۔

شاہینہ کی باتیں یاد کر کے وہ مسکرانے لگی۔ اچانک اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ماربیٹ، ونگے فساد والے کپڑے نہیں پہنے گی۔ شاہینہ کی پسند کے مطابق مشرقی انداز میں بن سنور کر اپنے دشمنوں کے درمیان جائے گی۔

اس ہوٹل کا ڈائننگ ہال ایک وسیع و عریض آڈیٹوریم کی طرح پھیلا ہوا تھا وہاں خوبصورتی اور نفاست کا بڑا خیال رکھا گیا تھا۔ ملکی اور غیر ملکی کروڑ پتی اور ارب پتی تاجر رات کو کھانے کے لیے اور راتوں کی نیندیں حرام کر دینے والے پروگرام دیکھنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ وہاں سرکاری افسر بھی نظر آتے تھے۔ ہر میز پر تازہ تازہ رنگ برنگے پھول مہک رہے تھے۔ پھولوں کی طرح حسین کلیاں بھی رنگا رنگ لباس پہنے ہوئے تھیں۔ روشنی یہاں سے وہاں تک پھولوں پھیلی ہوئی تھی جیسے دن کا سماں ہو۔ کہیں خاص خاص جگہ رنگین روشنیوں کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ آرکسٹرا سے رمبا سمبا کی دھن ابھر رہی تھی اور اسی دھن اور تال کے مطابق بہت سی خوبصورت لڑکیاں اسٹیج پر رقص کر رہی تھیں ان کے رقص اور کوریوگرافی کے مطابق کبھی کبھی رنگ برنگی روشنیاں ان پر پھینکی جاتی تھیں تو وہ کچھ اور زیادہ حسین اور پراسرار نظر آنے لگتی تھیں۔

اچانک آرکسٹرا تھم گیا۔ ناچنے والیاں اسٹیج کے پیچھے جا کر گم ہو گئیں۔ ایک خوش پوش ادھیڑ عمر کا آدمی اسٹیج پر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک مائیک تھا۔ اس نے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! آج ہمارے ہوٹل کا یہ ڈائننگ ہال اور آج کا تمام اسٹیج پروگرام مادام سونیا کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ آپ خواتین و حضرات کو بھی اس لیے مدعو کیا گیا ہے کہ جس کا شہرہ آپ ایک زمانے سے سنتے آئے ہیں۔ آج اس ہستی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

لیڈیز اینڈ جنٹلمین! یہ مسئلہ اب تک زیر بحث ہے کہ مرد

عورت کا نصف بہتر ہے یا عورت مرد کی نصف بہتر ہے۔ عزیزیں اس معاملے میں بعضہ ہیں کہ وہی نصف بہتر ہیں۔ ہم کہتے ہیں قدرت نے عورت کو آدھا بہتر بنا کر بھیجا ہے لیکن آدھا بہتر بنا کر چھوڑ دیا تاکہ یہ کسی مرد کے سائے میں رہیں۔ اسے اپنا لیں، اس سے محبت کریں۔ اس سے وفا کریں تو باقی نصف بہتری اس میں مل جائے اور وہ عورت اپنے مرد کی رفاقت سے مکمل ہو جائے۔

لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میری اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ اگر فرہاد کے ذریعے مادام سونیا کی ہستی مکمل ہوتی ہے تو اس وقت آپ کے سامنے فرہاد علی تیمور کی نصف بہتر مادام سونیا تشریف لا رہی ہیں۔"

کچھ لوگوں نے تالیاں بجائیں کچھ تجسس سے، سوالیہ نظروں سے اسٹیج کی طرف دیکھنے لگے۔ اسٹیج پر اچانک نیم تاریکی چھا گئی تھی۔ وہاں کی تمام بتیاں بجھا دی گئی تھیں۔ صرف ڈائننگ ہال کی روشنی کا عکس ادھر آ رہا تھا۔ پھر وہاں ایک دوشیزہ نظر آئی جو صاف طور سے واضح نہیں تھی۔ بس یہی لگ رہا تھا، کوئی لڑکی مشرقی لباس میں ہے۔ پھر ایک ایک کر کے اسٹیج کی روشنیاں آن ہونے لگیں۔ رنگ برنگی روشنیاں سونیا کو اپنے گھیرے میں لے رہی تھیں۔ جب وہ پوری طرح نمایاں ہو گئی تو وہاں موجود سبھی مرد، عورتیں اور بوڑھے اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔

وہ کوئی عجوبہ نہیں تھی کہ اسے حیرانی سے دیکھنے کی ضرورت ہوتی لیکن وہ ان سب کی توقع کے خلاف مشرقی لباس میں آئی تھی جبکہ سبھی لوگ اسے ایک خطرناک فائٹر کی حیثیت سے جانتے تھے۔ اس کی مکاری کے قصے عام تھے۔ تل ابیب پہنچتے ہی اس نے دو بدن کا جو برا حال کیا تھا اس کا چرچا ہر طرف ہو چکا تھا ایسی صورت میں وہ کسی انگلش فلم کی ہیروئن کی طرح اسے جین اور جیکٹ میں دیکھنے کی توقع کر رہے تھے۔

اس وقت اس نے پنک کلر کا چوڑی دار پجامہ اور سبز کڑھائی کیا ہوا کرتا پہنا تھا۔ دوپٹے کا ایک سرا اس کے شانے پر تھا۔ پھر وہ دوپٹہ اس کے سینے پر سے ہوتا ہوا اس کے دوسرے ہاتھ پر آ گیا تھا۔ دوسرے شانے پر سے گوندھی ہوئی چوٹی بل کھاتی ہوئی گلابی اور سنہری پراندے سے لپٹی ہوئی کمر سے نیچے تک چلی گئی تھی۔ اس کے گلے میں ہیروں سے جڑا ہوا ہار جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ کانوں میں خوبصورت ہیروں کے آویزے تھے۔ دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں بھری ہوئی تھیں۔ دیکھنے والوں کو اسی بات کی حیرانی تھی کہ ایک لڑنے والی عورت ہاتھوں میں چوڑیاں پہن کر آئی ہے جبکہ بزدل مرد کو طعنے دیے جاتے ہیں۔ کیا ہاتھوں میں چوڑیاں پہن رکھی ہیں؟ گویا کہ ہاتھوں میں چوڑیاں پہننے والے بزدل ہوتے ہیں۔ دیکھنے والوں کو وہ بزدل نظر آ رہی تھی۔ ایسی بزدل جو بناؤ سنگھار کے ذریعے اپنے مردِ مقابل کو جیت لینا چاہتی ہو۔ ایک نے کہا۔ "میں جانتا ہوں۔ یہ انڈین کاسٹیوم ہے۔ مغلیہ دور کا لباس ہے۔"

ایک نے شمپین سے بھرے ہوئے جام کو فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ "بالکل شہزادی لگ رہی ہے۔"

کسی اور نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "میں انڈیا گھوم آیا ہوں۔ بازاروں میں بکنے والیاں، ناچنے والیاں ایسے ہی لباس پہنتی ہیں کیا یہ چوڑیوں کو کھنکاتے ہوئے، پائل کو بجاتے ہوئے اپنی قیمت لگانے آئی ہے؟"

سونیا نے مائک کے سامنے آ کر کہا۔ "آج تک کسی ملک کے ٹکسال میں وہ سکّہ ڈھالا نہیں گیا جو کسی شریف عورت کو خرید سکے۔ رہ گئی بکنے والی عورتوں کی باتیں تو دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں کچھ عورتیں بکتی ہیں اور اپنی اپنی تہذیب، اپنے اپنے لباس کے ساتھ بکتی ہیں۔ خریدنے والے تو آخر تم ہی لوگ ہوتے ہو۔"

وہ مسکراتے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اسٹیج کے دینے سے اتر کر ڈائننگ ہال کی طرف آئی۔ گائڈ آنٹی نے ایک میز تک اس کی رہنمائی کی لیکن راستے ہی میں ایک جوان نے اس کا راستہ روک لیا۔ "ہیلو مس! تم کسی پہلو سے مادام نظر نہیں آتیں۔ معلوم ہوتا ہے ابھی اسٹیج پر آسمان سے اتری ہو۔ کسی نے تمہیں ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ شاید وہ پہلا خوش نصیب میں ہوں جو تمہیں چھونے جا رہا ہوں۔ یا تو مجھے چھو لینے دو یا ثابت کر دو کہ تم واقعی مکار مادام سونیا ہو۔"

اس نے بڑی بے باکی سے اپنا ہاتھ سونیا کے شانے پر رکھ دیا۔ گائڈ آنٹی فوراً ہی پیچھے ہٹ گئی۔ سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واقعی تم نے مجھے چھو لیا۔ میں وہ مادام سونیا نہیں ہوں مس سونیا ہوں۔ یعنی تمہارے خیال اور تمہارے اندازے کے مطابق ایک دوشیزہ۔"

اس نوجوان کا ہاتھ اس کے شانے پر سے پھسلتا ہوا بازو پر آیا۔ پھر بازو سے پھسلتے ہوئے کلائی تک پہنچ گیا۔ اس نے کلائی کو مضبوطی سے تھام لیا۔ پھر اسے ایک جھٹکے سے بلند کرتے ہوئے، چیختے ہوئے کہنے لگا۔ "کیا یہ مادام سونیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ خواہ مخواہ ہمارا وقت ضائع کرنے کے لیے ہمیں یہاں بلایا گیا ہے میں کسی دوسرے کلب میں تفریح کی خاطر جاتے والا تھا۔"

اس وقت ایک بیرا ٹرالی میں بھرے ہوئے جام لے جا رہا تھا۔ سونیا نے ایک ہاتھ سے جام اٹھا کر اس نوجوان کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے کہنے کی دھن میں اسے قبول کر لیا۔ پھر ایک ہی سانس

میں اسے حلق سے اتارنے کے بعد کہنے لگا۔ "یہ دیکھو میں نے اس کی کلائی تھام لی اور تم میں سے کتنے ہی اس بات کے گواہ ہیں کہ میں نے جس کی کلائی تھام لیا ہو پھر وہ اپنی مرضی سے اسے چھڑا نہیں سکتی یا چھڑا نہیں سکتی۔"

سونیا نے اسے دوسرا جام پیش کیا۔ اس نے اس جام کو بھی فضا میں اسے بلند کرتے ہوئے کہا۔ "اس کی کلائی میری گرفت میں کانپ رہی ہے۔ یہ شراب پلانے کے بہانے چاپلوسی کر رہی ہے لیکن میں ضرور پیوں گا۔"

اس نے اس جام کو بھی اپنے حلق سے اتار لیا۔ پھر سونیا کو کھینچتے ہوئے ایک میز تک لے آیا۔ وہاں اس کے دو نوجوان ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا۔ "ان لوگوں کو بھی شراب پیش کرو۔"

سونیا نے شراب سے بھرے ہوئے جام کو اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "نہیں، جو میری کلائی تھام لیتا ہے میں اس کی ہو جاتی ہوں۔ صرف اسے پلاتی ہوں۔ میں نے آج تک تمہارے جیسا مرد نہیں دیکھا۔ اس بھری محفل میں تم نے سونیا کا ہاتھ تھام لیا۔ میں بہت خوش ہوں۔ لو پیو۔"

اس نے وہ جام بھی اسے پلا دیا۔ پھر تو اسے چڑھ گئی۔ ایک شراب کا نشہ دوسرے سونیا کی پے در پے تعریفوں نے شراب دو آتشہ بنا دیا تھا۔ اور یہ سچ ہے شراب میں یا منشیات کی دوسری چیزوں میں اتنا گہرا اور اتنا پائیدار نشہ نہیں ہوتا جتنا عورت کے منہ سے نکلی ہوئی تعریف میں ہوتا ہے۔ اس کے منہ سے دو میٹھے بول سنتے ہی آدمی کی کھوپڑی گھوم جاتی ہے اور اس نوجوان کی کھوپڑی تو گھوم ہی چکی تھی۔ چوتھے پیگ میں اس نے سونیا کی کلائی خود بخود چھوڑ دی۔ وہ آنٹی کے ساتھ چلتے ہوئے اس میز پر آ گئی جو اس کے لیے مخصوص تھی۔ مائک کے پاس آ کر اس ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اب آپ لوگوں کے سامنے مادام سونیا کی حقیقت واضح ہو چکی ہے۔ ان کے متعلق یہی مشہور ہے کہ وہ خواہ مخواہ ہاتھ پائی نہیں لڑتی۔ یہاں معزز خواتین و حضرات کے درمیان طاقت کا مظاہرہ کرنے کے بجائے انہوں نے جس خوبصورتی سے اپنی کلائی چھڑائی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ یہ ہماری معزز مہمان ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ان کی عزت کریں اور انہیں زیادہ سے زیادہ آرام پہنچائیں اور ان کی دلچسپی کا خاص خیال رکھیں لہٰذا مادام سونیا کے لیے اسپیشل ڈش پیش کی جا رہی ہے۔"

دو بیرے ایک ٹرالی کے ساتھ آئے۔ ایک بیرے نے ڈنر ٹیبل گائڈ آنٹی کے سامنے رکھیں۔ سونیا کے سامنے ایک بڑی سی ٹرے لا کر رکھ دی گئی۔ اس ٹرے میں کوئی ڈش تھی جو خوان پوش سے ڈھکی ہوئی تھی۔ سونیا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر آنٹی سے پوچھا۔

"یہ کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ میں تو تمہارے ساتھ رہتی ہوں۔ خوان پوش اٹھا کر دیکھ لو۔ پسند ہو تو کھاؤ ورنہ یہاں اتنی ساری ڈشیں رکھی ہوئی ہیں۔"

سونیا نے دونوں ہاتھوں سے خوان پوش کے دوسروں کو پکڑ کر اٹھایا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ٹھٹک گئی۔ آس پاس کی میزوں پر سے قہقہے بلند ہونے لگے۔ وہ واقعی بہت ہی اسپیشل ڈش تھی۔ اس ٹرے پر فرہاد علی تیمور کا کٹا ہوا سر رکھا تھا۔

یہ نوان کا دل ہی جانتا ہے جن کے سامنے ان کی عزیز ترین ہستی کا کٹا ہوا سر لایا جاتا ہے۔ سونیا کو ایک لمحے کے لیے یوں لگا جیسے سچ مچ میرا سر کاٹ کر اس کے سامنے تھال پر پیش کر دیا گیا ہو۔ اس سر کے ساتھ ہی پلیٹیں، کانٹے، چمچے اور چھریاں رکھی ہوئی تھیں تاکہ اسے کاٹ کاٹ کر مزے لے لے کر کھایا جا سکے۔

وہ پہلی نظر میں سچ مچ میرا ہی سر لگتا تھا لیکن وہ ایک ڈش تھی اسے تیار کرنے والا بڑا باکمال تھا جس طرح سالگرہ کے کیک نت نئے ڈیزائن کے بنائے جاتے ہیں اسی طرح وہ سر بنایا گیا تھا۔ میرے چہرے کی ہو بہو نقالی کی گئی تھی۔ کٹی ہوئی گردن کے نیچے جو خون بہہ رہا تھا۔ دراصل وہ سُرخ رنگ کا ٹومیٹو کیچپ تھا۔ کانٹوں، چمچوں اور چھریوں کے قریب ہی گول مرچ اور نمک وغیرہ چھڑکنے کے لیے ننھے ننھے پاٹس رکھے ہوئے تھے ان سے پتا چلتا تھا کہ وہ سر کوئی کیک یا پیسٹری جیسا میٹھا نہیں بلکہ نمکین ڈش کے طور پر ہے۔ سونیا میز پر جھک کر اس سر سے ذرا قریب ہو کر اسے غور سے دیکھنے لگی۔ اسٹیج پر مائک کے سامنے کھڑے ہوئے شخص نے کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! یہ بات برسوں سے مصدقہ ہے کہ شادی کے بعد عورت اپنے مرد کا سر کھاتی رہتی ہے۔ آج آپ کے سامنے مادام سونیا اپنے آنجہانی فرہاد علی تیمور کا سر کھائیں گی۔"

ہال کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تالیوں کا شور گونجنے لگا جیسے سونیا ان کے سامنے کوئی نہایت ہی دلچسپ تماشا پیش کرنے والی ہو۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی کرسی کو پیچھے سرکا کر اطمینان سے چلتے ہوئے اسٹیج پر آئی۔ پھر مائک کے پاس کھڑے ہوئے شخص کو ہٹا کر بڑی سنجیدگی سے اور گہری اداسی سے کہنے لگی۔

"فرہاد کی کٹی ہوئی گردن دیکھ کر میرا کلیجہ دھک سے رہ گیا تھا۔ میں اپنے آپ کو فولاد سمجھتی ہوں۔ کوئی بھی حادثہ مجھے اندر سے توڑ نہیں سکا لیکن چند منٹ پہلے جب میں خوان پوش کو اٹھایا تو اچانک احساس ہوا، میں اندر سے ایک عبث کرنے والی عورت ہوں اور اپنے محبوب کے لیے رو سکتی ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ ابھی وہ گھڑی نہیں آئی ہے۔"

ایک میز پر بیٹھے ایک عورت نے اٹھ کر اپنا ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "وہ گھڑی جلد ہی آنے والی ہے۔"

سونیا نے ہال میں موجود لوگوں پر ایک سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "یہاں جتنی خواتین موجود ہیں۔ میں ان کے لیے دعا کرتی ہوں کہ ان کے چاہنے والے سلامت رہیں۔ کبھی ان کی محبتوں کا کٹا ہوا سر ان کی آنکھوں کے سامنے نہ آئے۔ جس دن ایسا ہوگا اس دن یہاں کی ایک ایک خاتون کو شدید احساس ہوگا کہ محبت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ محبت صرف محبت ہوتی ہے اور وہ اپنا کٹا ہوا سر کبھی نہیں دیکھ سکتی۔"

پورے ہال میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ عورتیں یقیناً متاثر ہوگئی تھیں سب اسے ایک ٹک دیکھ رہی تھیں کیونکہ ان میں بیشتر عورتیں ایسی تھیں جو اپنے چاہنے والوں کے لیے یقیناً ایسی ہی دعائیں مانگتی ہوں گی۔ اسٹیج پر کھڑے ہوئے شخص نے دوسرا مائک ہاتھ میں لے کر کہا۔ "یہ جذباتی باتیں ہیں۔ یہاں آپ ہماری مہمان ہیں اور ہم آپ کو اپنی پسند کا کھانا کھلانا چاہتے ہیں لہٰذا اپنی میز پر جائیں۔"

سونیا نے جواب دیا۔ "اسے کیسے کھاؤں، وہ سر مردہ نہیں زندہ ہے۔"

ان سب کی نظریں اس میز کی طرف اٹھ گئیں۔ جہاں ٹرے پر کٹا ہوا سر رکھا ہوا تھا۔ سونیا نے کہا۔ "ہاں، وہ سر زندہ ہے۔"

ہال سے کتنی ہی آوازیں سنائی دیں۔ "زندہ ہے، لیکن وہ تو کٹا ہوا ہے۔"

"میں اس کٹے ہوئے سر کے قریب جھک کر اس سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ سر مجھ سے کہہ رہا تھا۔ سونیا، یہاں تمام لوگ عبرانی میں یا فرانسیسی میں گفتگو کر رہے ہیں۔ جب میری گردن کٹ چکی ہے تو پھر یہ انگریزی کیوں نہیں بولتے؟ اور اگر بولنے کی جرأت نہیں ہے تو انہیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ فرہاد کی ہزاروں ڈی کی ہزاروں گردنیں کاٹ سکتے ہیں لیکن فرہاد کی فیملی پیتھی کی گردن اڑانا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔"

اسٹیج پر کھڑے ہوئے شخص نے کہا۔ "بیشک یہ فرہاد کے سر کی ڈمی ہے۔ آج ڈمی کا سر کٹا ہے کل فرہاد کا سر کٹے گا اور اس

بدنام ترین مجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

ابھی ملاحظہ فرمائیں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

سر کے ساتھ فیملی پیتھی کا قصہ بھی تمام ہوگا لیکن یہ باتیں آج نہیں آج بادام سونیا آپ لوگوں کے سامنے اپنے عاشق کا سر کاٹ کر

یہ کہہ کر اس نے چٹکی بجائی۔ پھر عبرانی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ بیرے ایک میز اور چار کرسیاں اسٹیج پر لے آئے۔ میز کے اوپر ایک خوبصورت میز پوش بچھا دیا گیا۔ اس پر تازہ، خوبصورت پھولوں کا ایک گلدان لا کر رکھا گیا پھر وہی ٹرے لا کر رکھی گئی جس پر میرا کٹا ہوا سر رکھا تھا۔ سونیا سب کچھ دیکھ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی۔ اگر میں موجود ہوتا تو اس سلسلے میں اسے کچھ کہتا یا دشمنوں کو مخاطب کرتا تب بھی تنہا اسے تنہا کرنا تھا۔ اس نے چند لمحے تک سوچنے کے بعد ہی آواز بدل کر میرے لب و لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین میں سونیا کی زبان سے فرہاد علی تیمور آپ لوگوں کو مخاطب کر اور یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ محض حرکتیں ہیں۔ سونیا اس سر کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گی۔"

ایک میز پر سے ایک آفیسر نے اٹھ کر فرانسیسی میں کہا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور! جب یہ ایک ڈمی ہے بلکہ ایک ڈش ہے تو اسے کھانے میں کیا اعتراض ہے۔"

سونیا نے میرے ہی لب و لہجے میں کہا۔ "بیشک یہ نہیں ہے۔ ڈش اگر من پسند ہو تو کھائی جا سکتی ہے۔ اس نے اسے کھانے کے لیے ہاتھ بھی لگایا تو تم اس کی تصویر گے اس کی مودی تیار کرو گے تاکہ آئندہ نسلوں کو یہ بتایا تم لوگوں نے سونیا کو میرا سر کھلایا ہے۔ تاریخ کو بگاڑ کر تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اس لیے میں اسے یہ کھا نہیں دوں گا۔"

"اگر ہم مجبور کریں تو؟"

"مجھے بھی مجبور کرنا آتا ہے۔ اگر کوئی سونیا کو بھی اس سر تک جانے پر مجبور کرے گا۔ اس وقت تک تمام کا سر ایک ٹرے میں اسی اسٹیج پر پہنچ جائے گا۔ یقین کر دیکھ لو۔"

سب کو چپ لگ گئی۔ سونیا نے کہا۔ "بیشک مو قیدی ہے۔ تم اس کا مذاق اڑا سکتے ہو۔ اس کی توہین

ایک حد مقرر ہونا چاہیے۔ میں جانتا ہوں جب بھی ہیں تو وہ ترکی بہ ترکی جواب پاؤ گے۔ یہ جواب زبانی تھی ہے اور اینٹ کے جواب میں پتھر بھی بن سکتی ہے۔" اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹیج پر آیا۔ پھر اس نے اسٹیج ہاتھ سے مائیک لے کر کہا۔ "ٹھیک ہے۔ ہم ایک اختیارات استعمال کریں گے۔ سونیا ہماری قید میں جا چاہیں اس سے سلوک کر سکتے ہیں لیکن اس حد تک ے جس حد تک ہمارے کسی بھی بڑے کو نقصان پہنچے سونیا فرہاد کی اس بہترین ڈش سے محروم ہو رہی ہیں۔ ین کو دعوت دیتا ہوں۔ کوئی بھی یہاں آئے اور اس ے اس یقین کے ساتھ کہ یہ ایک نہایت ہی لذیذ ڈش اس ڈش تیار کرنے والے کی صرف تعریف ہی نہیں ہ انعام و اکرام سے بھی نوازیں گے۔"

خاتون نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "آپ کے بیان یہ نہایت ہی لذیذ ڈش ہو سکتی ہے۔ تاہم یہ ایک انسان ے کاٹ کر کھانے کے خیال سے ہی کراہیت محسوس اور جس کھانے سے کراہت محسوس ہو اس کھانے کی سزا نا چاہیے۔"

نے کہا۔ "میں کہہ چکا ہوں، سونیا کو ہم اس حد تک یں گے۔ یہ ایک ناقابل شکست فائٹر تسلیم کی جاتی ہیں لڑتے رہنے کی سزا دیں گے۔ ہمیں یقین ہے، یہ ے باہر جانے تک لڑتے لڑتے خود ہی ٹوٹ پھوٹ ں گی۔ ابھی تو میں آپ لوگوں کو دعوت دے رہا ہوں اور اس لذیذ ڈش سے محروم نہ رہیں۔"

بڑھے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر سینہ تان کر اسٹیج کی طرف کہا۔ "میں نے دوسری جنگ عظیم میں اور ویت نام ں بڑے ہی گھناؤنے منظر دیکھے ہیں۔ ہم پر ایسا وقت ہم نے انسان کا گوشت کچا چبایا ہے۔ یہ سر تو ایک ہے۔"

نے اسٹیج پر پہنچ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "تمام ہوئی کیمرہ آپریٹرز تیار رہیں۔ میں فرہاد علی تیمور کا سر راز دھمل کر رہا ہوں۔"

ایک فاتح کی شان کے ساتھ چلتا ہوا میز کے پاس آیا کھینچ کر بیٹھ گیا۔ سونیا چپ چاپ دیکھ رہی تھی۔ اسٹیج رے شخص نے مائک پر اعلان کیا۔ "یہ ریوالونگ اسٹیج ہوتا کر چاروں طرف بیٹھے ہوئے حاضرین کھانے کا ندر میں اور ہر طرف کھڑے ہوئے فوٹو گرافرز کو تصویریں لینے کی آسانی رہے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ اسٹیج حرکت کرنے لگا۔ گھومنے لگا۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے بوڑھے ریٹائرڈ فوجی نے ایک چھری اور کانٹے کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں اس سر کو کہاں سے کھانا شروع کروں؟"

کسی نے چیخ کر کہا۔ "پہلے فرہاد کی کھوپڑی میں سوراخ کرو۔ اس کے اندر سے بھیجہ نکال کر کھاؤ۔ اس بھیجے پر مسالہ ناہے۔"

کسی عورت نے کہا۔ "نہیں پہلے چاقو سے اس کے کان کاٹو۔"

بوڑھے ریٹائرڈ فوجی نے چاقو کو فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ "جو لوگ غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کر لیتے ہیں وہ بڑی ناک لگاتے ہیں۔ لہٰذا میں پہلے فرہاد کی ناک کاٹ کر ہی کھاؤں گا۔"

چاروں طرف سے قہقہوں اور تالیوں کا شور گونجنے لگا۔ اسٹیج آہستہ آہستہ گھوم رہا تھا۔ رنگ برنگی روشنیاں لہرا رہی تھیں۔ کیمرے کی فلش لائٹ بھی جل جل کر بجھ رہی تھی۔ اس ٹرے پر میرے سر کا اگلا حصہ اس طرح رکھا ہوا تھا کہ چاروں طرف لوگوں کو نظر آتا رہے۔ تماش بین میرے چہرے کے ایک ایک حصے کو کٹتے ہوئے اور لقمہ بنتے ہوئے دیکھ سکتے تھے۔ اس بوڑھے ریٹائرڈ فوجی نے میرے سر کو کاٹنے کے لیے چاقو کو ایک بار دیکھا پھر اسے میری ناک کی طرف لے جانے لگا۔

اس وقت آرکسٹرا سے مسرت بھری دھن ابھر رہی تھی۔ آرکسٹرا کی تال کے مطابق کتنے ہی لوگ تالیاں بجا رہے تھے۔ اس ریٹائرڈ فوجی کا چاقو میری ناک کے پاس پہنچتے پہنچتے ٹرے پر پہنچ کر تھم گیا۔ وہ میرے چہرے کی طرف جھکا ہوا تھا۔ جھکا رہ گیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ کھلی رہ گئیں۔ اس کی سانس اس لمحے رک گئی تھی۔ پھر رکی ہی رہ گئی۔ پہلے کوئی اس کی اس حالت کو سمجھ نہ سکا۔ سب انتظار کر رہے تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ فرہاد کی ناک کاٹنے سے پہلے وہ دیکھنے والوں کو تجسس میں مبتلا کر رہا ہے۔ ناک کاٹتے کاٹتے رہ گیا ہے۔ اب تھوڑی دیر بعد پھر اس کا چاقو اٹھے گا لیکن وہ چاقو نہیں اٹھا رہا تھا۔

تالیوں اور قہقہوں کا شور تھم گیا تھا۔ صرف آرکسٹرا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ پھر کسی نے چیخ کر پوچھا۔ "کیا بات ہے۔ تم کب تک جھکے ہوئے اس سر کو دیکھتے رہو گے؟ اس کی ناک کاٹو۔"

کئی جگہ سے آوازیں آنے لگیں۔ "ہاں ہاں پہلے اس کی ناک۔"

سونیا اسے غور سے دیکھ رہی تھی جسے فرہاد کی ناک کاٹنے کی حسرت رہ گئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میز کے پاس آئی۔ پھر میز پر ہاتھ ٹیک کر ذرا جھک کر اسے غور سے دیکھنے لگی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا۔ اس قہقہے کے ساتھ آرکسٹرا تھم گیا۔ چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔ اسٹیج کی ریلوالونگ ختم ہوگئی۔ سونیا نے ہنستے ہوئے مانک کے پاس آکر کہا۔ "وہ ناک کاٹنے والا خود اپنی ناک کو اپنی زندگی کی مسکراہٹ سے محروم کر چکا ہے۔"

یہ سنتے ہی کچھ مسلح جوان دوڑتے ہوئے اسٹیج پر آئے پھر اسے میز پر سے اٹھا کر کرسی کی پشت سے ٹکا کر دیکھنے لگے۔ انہیں بھی یقین ہوگیا کہ وہ فرہاد کے سر کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی ختم ہو چکا ہے۔ سوال پیدا ہوا۔ کیسے ختم ہوگیا؟ ایک ہی جواب تھا کہ فرہاد کے سر کو چھیڑنے والا ٹیلی پیتھی کا شکار ہوگیا ہے حالانکہ میرے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا۔ یہ تو میں اس وقت کی داستان سنا رہا ہوں جس وقت گہری نیند سو رہا تھا اور یہ واقعات سونیا کے سامنے رونما ہو رہے تھے۔

سونیا نے سورج کے ذریعے مجھے آواز دی۔ "فرہاد! اگر تم موجود ہو تو مجھ سے مخاطب کیوں نہیں ہو رہے ہو؟ یہ چکر تمہارا چلایا ہوا ہے۔ تمہی نے اس ناک کاٹنے والے فوجی افسر کو مارا ہے۔"

وہ مجھے مخاطب کر رہی تھی اور میں موجود نہیں تھا۔ آخر وہ مایوس ہو کر سوچنے لگی، کیا معاملہ ہے؟ یہ شخص کیسے مر گیا؟ وہ فوجی جوان اس لاش کو وہاں سے اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ میز کے اطراف کرسیاں پھر خالی رہ گئیں۔ ٹرے پر میرا سر اسی طرح رکھا ہوا تھا۔ سونیا کے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کا جواب اسے نہیں مل سکا تھا تاہم اس نے پلٹ کر مانک کے پاس آکر میرے لب و لہجے میں کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میں فرہاد علی تیمور آپ سے پھر مخاطب ہو رہا ہوں۔ میں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ میری ناک بہت اونچی ہے۔ بہت مضبوط ہے۔ ہمیں کبھی ایسا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ موت کے ہتھیار سے ہمیشہ زندگی کی ناک کٹتی چلی آئی ہے۔ اگر میری بات سے کسی کو اتفاق نہ ہو تو وہ آگے بڑھے اس کے سامنے میرا سر حاضر ہے۔ آئے اور میری ناک کاٹ کر دکھائے۔"

وسیع و عریض ڈائننگ ہال کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سرگوشیاں ابھر رہی تھیں ایک شخص نے اٹھ کر پوچھا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور! یہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ نے ہمارے اس بے چارے بوڑھے کو کس طرح شکار کیا ہے جبکہ وہ صرف فرانسیسی زبان بول رہا تھا اور ہماری معلومات کے مطابق آپ فرانسیسی نہیں جانتے ہیں۔"

سونیا نے میرے لب و لہجے میں جواب دیا۔ "[illegible] فرانسیسی نہیں جانتا ہوں لیکن کسی کے دماغ میں پہنچنے کے [illegible] ہیں۔ ان میں سے ایک ذریعہ ایسا ہے جسے آج تک [illegible] کسی دشمن پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ چونکہ میری ناک کٹنے کی [illegible] اس لیے آج میں نے یہ راستہ اختیار کیا۔ یہ راستہ پھر [illegible] ہوں۔ کوئی آئے تو سہی۔"

وہ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ کسی میں اتنی [illegible] تھی کہ اٹھ کر آگے بڑھتا اور میرے سر کے قریب جاتا۔ [illegible] پھر میرے انداز میں کہا۔ "تعجب ہے، یہ تمہاری سرزمین [illegible] تمہاری حکومت ہے۔ تمہاری اجازت کے بغیر یہاں [illegible] پر نہیں مار سکتا۔ میں تمہاری قیدی ہوں۔ تم مجھے [illegible] کھال کھینچ سکتے ہو۔ واقعی تعجب ہے، ایک کٹے ہوئے [illegible] کی کوئی جرأت نہیں کر رہا ہے۔"

اچانک ایک مسلح جوان نے ایک میز کے پاس [illegible] کر کہا۔ "ٹھیک ہے، فرہاد کی ناک تک وہ چاقو تو نہیں پہنچ [illegible] ریوالور کی گولی تو پہنچ سکتی ہے۔"

اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ عبرانی زبان بول [illegible] پورے یقین کے ساتھ کہ میں یہ زبان نہیں سمجھتا ہوں۔ [illegible] اس کی باتیں سمجھ نہ سکی لیکن اس کی حرکتوں سے سمجھ گئی [illegible] سے ناک کاٹنے کی بجائے ریوالور سے ناک کا نشانہ لیا [illegible] پھر اس نے نشانہ لیا لیکن گولی نہ چلا سکا۔ یکبارگی ریوالور [illegible] ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ وہ چند ساعتوں تک بالکل بے [illegible] کھڑا رہا۔ اس کا ہاتھ آگے کی طرف پھیلا رہا جیسے نشانہ [illegible] ہو۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ پھر وہ دھڑام سے منہ فرش پر گر پڑا۔

کتنی ہی عورتیں چیختے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر [illegible] ہال سے باہر کی طرف بھاگنے لگیں۔ سونیا نے میرے لب [illegible] میں چیخ کر کہا۔ "رک جاؤ! اس ہال سے باہر کوئی نہ جائے گا وہ موت کو گلے لگائے گا۔"

جانے والی عورتوں کے قدم رک گئے۔ کچھ مرد بھی تھے۔ وہ بھی باہر کی طرف جا کر مرنا نہیں چاہتے تھے۔ پلٹ کر دیکھنے لگے۔ سونیا نے میری طرف سے کہا۔ "یہ تماشا تم نے شروع کیا ہے۔ ختم میں کروں گی۔ اب تمہارے سامنے دو [illegible] ہیں۔ ایک تو باری باری یہاں آؤ، اور اس سر کو کھانے [illegible] کرو۔ اگر ہمت نہ ہو تو اس سر کو بڑی حفاظت کے ساتھ [illegible] گھر میں لے جا کر رکھو اور اس کے ساتھ ایک تختی لٹکا کر [illegible]

ہم شیر کو مار کر اس کا سر دیوار پر لگا سکتے ہیں لیکن فرہاد کا سر ہمارے لیے دردِ سر بن گیا ہے۔ ہم اسے دیوار پر نہیں لگا سکتے کہ اس پر نظر پڑتے ہی دہشت طاری ہو جاتی ہے ہم اسے ایک لذیذ ڈش سمجھ کر ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ اس سر کو عجائب گھر میں اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہاں عجیب ترین چیزیں رکھی جاتی ہیں۔ یہ دنیا کے سب سے عجیب و غریب شخص کا سر ہے جو کٹنے کے بعد بھی دشمنوں سے انتقام لے رہا ہے۔"

یہ کہہ کر سونیا نے گائڈ آنٹی کی طرف دیکھ کر ہاتھ کا اشارہ کیا پھر پوچھا۔ "کیا آپ میرے ساتھ چلنا پسند کریں گی؟"

آنٹی اپنی جگہ سے اٹھ کر مسکراتی ہوئی اسٹیج پر آئی۔ پھر کہا۔ "میں تو تمہارے ساتھ چلنے کے لیے ہی موجود ہوں۔"

"مجھے کچن تک لے چلو، میں وہاں جاؤں گی اور خود اپنی پسند سے، اپنے ہاتھ سے کھانا نکال کر کھاؤں گی۔"

وہ آنٹی کے ساتھ اُدھر جانے لگی۔ سب لوگ خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ شاید سوچ رہے ہوں کہ اسے روکنے کا کون سا مناسب اور محفوظ طریقہ ہو سکتا ہے۔ اس نے کچن کی طرف جاتے ہوئے پھر سورج کے ذریعے مجھے پکارا۔ "فرہاد! تم خاموش کیوں ہو؟ یہ کیا مذاق ہے؟ میری حفاظت کر رہے ہو۔ میرے سامنے دشمنوں کو مار رہے ہو لیکن مجھ سے مخاطب نہیں ہو؟"

وہ چپ رہی۔ انتظار کرتی رہی۔ حتیٰ کہ کچن میں پہنچ گئی وہاں طرح طرح کے کھانے تیار تھے۔ سونیا نے ایک پلیٹ اٹھا کر دو چار بہترین ڈشوں کا انتخاب کیا۔ اپنی پلیٹ میں من پسند کھانے رکھے پھر آنٹی سے پوچھا۔ "کیا آپ نہیں کھائیں گی؟"

آنٹی نے بھی ایک پلیٹ لے کر اپنے لیے تھوڑا سا کھانا نکالا۔ پھر وہ دونوں کچن سے باہر ڈائننگ ہال میں آکر ایک میز کے اطراف بیٹھ گئیں اور کھانے لگیں۔ ابھی لوگ موجود تھے۔ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ان کی باتیں سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں لیکن انداز ایسا ہی تھا جیسے موضوعِ گفتگو صرف سونیا اور فرہاد ہوں۔

دو چار لقمے حلق سے اتارنے کے بعد سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر قریب والی ایک میز کی طرف جانے لگی۔ وہاں بیٹھے ہوئے مرد اور عورتیں اٹھ کر کھڑے ہوگئے عورتیں سہم کر پیچھے ہٹنے لگیں۔ سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہاری جیسی ایک عورت ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ تمہارے ہی لوگوں نے مجھے خوفناک بنا دیا ہے۔ میں صرف پانی کا یہ جگ اور دو گلاس لینے آئی ہوں۔ ویٹر سے پانی منگواؤں گی تو شاید وہ میرے لیے نقصان دہ ثابت ہو۔"

وہ پانی کا جگ اور دو گلاس لے کر اس میز پر آئی۔ پھر آنٹی کے ساتھ کھانے کے دوران باتیں کرنے لگی۔ اس کے آس پاس جتنے دشمن تھے، وہ ان ترانیاں بھول گئے تھے۔ سونیا سوچ رہی تھی ان دو آدمیوں کو موت کی سزا کیسے ملی؟ جبکہ فرہاد موجود نہیں ہے اور اگر ہے تو اس سے مخاطب کیوں نہیں ہے؟

اتنے میں اسٹیج پر کھڑے ہوئے شخص نے بڑی مسرت سے اعلان کیا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! آج ہمارے ہوٹل کی قسمت جاگ اٹھی ہے۔ معزز خواتین و حضرات، تشریف لا رہے ہیں۔ محسن پرست عالی جناب، ربی اسفندیار، ربی اسفندیار، ربی اسفندیار۔"

یہ نام سنتے ہی سب اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے پھر سب ایک آواز میں کچھ نغمہ سرائی کرنے لگے۔ وہ دھیمی آواز میں ایک ہی لے پر گا رہے تھے۔ یقیناً ربی اسفندیار کی تعریف میں کچھ کہہ رہے تھے چونکہ عبرانی زبان تھی اس لیے سونیا کی سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی آنٹی بھی احتراماً اٹھ کر دوسروں کی آواز میں آواز ملا کر گا رہی تھیں۔ صرف سونیا، اپنی جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔

اسٹیج کے پیچھے سے ایک قد آور شخص نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ جسم پر لمبی سی عبا تھی۔ اس کی زلفیں شانے تک اور داڑھی سینے تک آ رہی تھی، وہ مردانہ وجاہت اور شخصیت کا بے مثال نمونہ تھا۔ مرد اس کی راہ میں آنکھیں بچھاتے ہوں گے اور عورتیں دل بچھاتی ہوں گی۔ دور ہی سے اس کا رعب اور دبدبہ طاری ہو جاتا تھا۔ وہ مانک کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر عبرانی زبان میں زیرِ لب کچھ بڑبڑانے لگا جیسے اپنے سامنے والوں کو دعائیں دے رہا ہو۔

سونیا سر جھکائے کھا رہی تھی۔ اس نے صرف ایک بار نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ جب وہ مانک کے قریب یعنی اس کے سامنے پہنچ گیا تھا تو اس نے نظریں جھکا لی تھیں۔ دوبارہ اسے دیکھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ ایک بار اور دیکھے گی تو اس کی طرف کھنچتی چلی جائے گی۔ اس میں ایسی کشش تھی کہ اسے دیکھنے والے ہی محسوس کر سکتے تھے، سمجھ سکتے تھے لیکن بیان نہیں کر سکتے تھے۔

وہ دعائیہ انداز میں زیرِ لب کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کی آواز سننے والوں کے دماغوں میں دھیمی دھیمی سی بج رہی تھی جیسے بہت دور ہولے ہولے بادل گرج رہے ہوں اور کسی طوفان کی آمد کی سرگوشی کر رہے ہوں۔ تھوڑی دیر بعد وہ انگریزی زبان میں ذرا اونچی آواز سے بولا۔ "بیٹی سونیا!"

سونیا کو یوں لگا جیسے وہ آواز باہر سے نہیں اس کے اندر سے ابھری ہو۔ اس شخص نے اس کے دل میں بیٹھ کر اسے بیٹی کہہ

پکارا ہو۔ اس کے ہاتھ سے چھری اور کانٹا چھوٹ گیا۔ وہ فوراً ہی نیپکن سے منہ پونچھنے کے بہانے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگی کہ وہ اس سے متاثر کیوں ہوگئی ہے؟

اس کی سمجھ میں نہیں آیا، دوسرے ہی لمحے اسفندیار نے محبت بھرے انداز میں بڑی مٹھاس سے کہا "بیٹی! میں تمہارا بزرگ ہوں اور بزرگوں کی آمد پر اچھے بچے تعظیماً کھڑے ہوجاتے ہیں۔"

وہ آپ ہی آپ اٹھ کر کھڑی ہونے لگی۔ اگرچہ اس کا دل بیٹھ رہا تھا۔ وہ سر جھکائے ہوئے تھی۔ اگر آواز کی تعریف کی جائے تو اس نے اب سے پہلے آواز کے ایسے سحر کو نہ تو محسوس کیا تھا نہ سنا تھا۔ وہ آواز بیک وقت ایک حاکم کی آواز بھی تھی اور ایک شفیق باپ کی آواز بھی۔ ایک محبت سے بھرپور محبوب کی آواز تھی اور ایک میٹھی، سریلی، اور ہری بھری ممتا کی آواز تھی۔ اس آواز میں جانے کیا کچھ تھا کہ سونیا کو حکم دیا جاتا تو وہ اسفندیار کے قدموں میں پہنچ جاتی۔

کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے چہرے کی خوبروئی لازمی ہے اور کسی کے دل اور دماغ کو جیتنے کے لیے لازمی ہے کہ آواز میں دلکشی ہو۔ ہپناٹزم کے لیے سب سے پہلی شرط یہی ہے کہ آواز میں مٹھاس بھی ہو اور سختی بھی، آواز میں خوبصورتی بھی ہو اور کرختگی بھی، آواز میں گہرائی بھی ہو اور اپنے معمول کے دماغ کو گرفت میں رکھنے کی قوت بھی۔ یہ ساری خوبیاں اسفندیار کی آواز میں تھیں۔ وہ کہہ رہا تھا "بیٹی سونیا! میں سب سے پہلے تمہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے فراد کے ساتھ رہ کر اسلام قبول کیا۔ مسلمان بن گئیں میری دعا ہے کہ جلد ہی اس کی شریک حیات بھی بن جاؤ۔"

وہ خوش ہوگئی۔ اسفندیار انسانی نفسیات کو خوب سمجھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ گفتگو کا آغاز کہاں سے کرنا چاہیے اور کس طرح دل جیت لینا چاہیے۔ اس نے کہا "میرے بچو! دنیا کا ہر مذہب قابلِ احترام ہے کیونکہ ہر مذہب خدا کی پہچان کراتا ہے۔ ہم انسان آپس میں اپنے اپنے مذہب کی برتری ثابت کرنے کے لیے لڑتے رہتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم اپنے ہی خدا کی بزرگی اور برتری کے لیے لڑ رہے ہیں۔ مقصد ہمارا ایک ہی ہے لیکن لڑنے کے دوران مقصد سمجھ میں نہیں آتا۔ میں کہتا ہوں مسلمانوں کا خدا عظیم، بزرگ اور برتر ہے اور جب میں یہ کہتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم یہودیوں کا خدا عظیم اور بزرگ و برتر ہے۔ بات ایک ہے مگر جھگڑا خدا کا نہیں، خدا کے احکامات کا نہیں۔ جھگڑا اگر ہے تو عرب اور اسرائیل کا۔ مسلمان اور عیسائی کا۔ اسی بات کو صرف ایک فقرے میں کہہ دوں کہ جھگڑا انسانوں کا صرف انسانوں سے ہے۔ آج تک ہم مہذب انسانوں نے جتنے جھگڑے کیے ہیں ان کا عشر عشیر بھی دنیا کے کسی جانور نے نہیں کیا اور یہ ہمارے لیے باعثِ شرم ہے۔ میرے بچو! میں چند سیکنڈ کے لیے اس شرمناک عمل پر سر جھکا رہا ہوں۔ میرے ساتھ تم بھی سر جھکاؤ اور خدا سے دعا کرو کہ ہمیں اشرف المخلوقات بننے کی توفیق عطا فرمائے۔"

اس نے سر جھکا لیا۔ اس کے ساتھ ہی سب کے سر جھک گئے حتیٰ کہ سونیا نے بھی سر کو جھکا لیا۔ کیونکہ بات درست، سچی اور کھری تھی۔ یہ بات باعثِ شرم تھی کہ جانور بھی اتنا نہیں لڑتے جتنا انسان لڑتے رہتے ہیں۔

وہ سر جھکائے کھڑی رہی، سوچتی رہی۔ پھر اچانک اسے یاد آیا۔ یہ وہ نیدار بزرگ باتیں بالکل سچی کہہ رہا ہے لیکن خود اس کے مذہب والے، اس کے پیروکار یہودی، عربوں کے قلب میں قتل و غارت گری کیے ہوئے ہیں۔ جہاں اس وقت وہ کھڑی ہوئی ہے وہاں سے لاکھوں مسلمان عورتوں اور بچوں کو تہ تیغ کیا گیا۔ انہیں بے آبرو کرکے اس زمین سے جانے پر مجبور کیا گیا۔ ان کے مردوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے اور یہی بزرگ اب پارسا بنا ہوا خدا کے حضور سر جھکائے نادم کھڑا ہوا ہے اور سارے لوگوں کو ندامت سے کھڑے ہوکر دعا مانگنے کے لیے کہہ رہا ہے۔

اس کے دل نے کہا۔ یہ فراڈ ہے۔ فوراً ہی سر اٹھا کر اپنے جذبات کچھ کہنا چاہیے۔ اس نے فوراً ہی کچھ کہنے کے لیے سر کو اٹھایا تو ایک دم سے جھٹک گئی۔ کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ وہ عین نگاہوں کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ وہی سفید داڑھی، شانے تک زلفیں چہرے کا جلال و جلال حواس پر چھایا ہوا تھا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا "ہاں میری بچی! تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

سونیا نے اٹکتے ہوئے، لرزتے ہوئے کہا "خدا کے حضور صرف سر جھکا کر پچھتانے سے بات نہیں بنتی۔ پچھتانا ہی ہے تو جن فلسطینی عوام سے زمینیں چھینی گئیں، جنہیں بے گھر کیا گیا اور بے زمین کیا گیا انہیں دوبارہ آباد کیا جائے، ان سے انسانی سلوک روا رکھا جائے۔"

اس نے گو بختی، مگر جیتی مگر میٹھی سی آواز میں کہا "میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہاری باتوں کا جواب دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا۔ اتنے اطمینان سے پیچھے دیکھے بغیر جانے لگا جیسے وہ ضرور آئے گی اور سر کے بل آئے گی۔ واقعی وہ اس کے پیچھے کشاں کشاں چلی جا رہی تھی۔ ہال کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام لوگ ہولے ہولے خوشی سے تالیاں بجا رہے تھے خوشی کی بات تھی۔ جس سونیا کو طاقت سے، مکاری سے، ہتھیاروں سے اور چالبازیوں سے زیر نہیں کیا جا سکا تھا اسے ان کے پیشوا

نے دین و ایمان کی محبت بھری باتوں سے زیر کر لیا تھا اور اپنے پیچھے چلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

وہ سحر زدہ سی ہوگئی تھی۔ اس کے پیچھے یوں چلی جا رہی تھی جیسے خواب میں چل رہی ہو۔ خواب میں تالیوں کی گونج سنائی دے رہی ہو لیکن تالیاں بجانے والے نظر نہ آ رہے ہوں واقعی آس پاس کے تمام مناظر دھل گئے تھے۔ سوائے اسفندیار کے اور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ رہنما تھا۔ یہ اس کے نقشِ پا پر چل رہی تھی۔

کتنے ہی کوریڈور پیچھے رہ گئے۔ لفٹ کے ذریعے تیسری منزل آ گئی۔ پھر راستہ طے ہونے لگا۔ اس کا مکروہ کھلا ہوا تھا دروازے کے دونوں طرف دو حسین لڑکیاں سفید لباس میں ملبوس سر جھکائے ہوئے تھیں۔ ان کے درمیان سے وہ اسفندیار کے ساتھ گزرتے ہوئے خوابگاہ میں آئی۔ وہاں عود و عنبر کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی وہاں بھی چند خوبصورت لڑکیاں سفید لباس میں ملبوس سر جھکائے ہوئے تھیں۔ ان کے ہونٹ خاموش تھے لیکن جانے کہاں سے دھیمے سروں میں بہت ہی رس بھری گنگناہٹ سنائی دے رہی تھی جیسے ایک ساتھ سیکڑوں پجارنیں اپنی مدھر اچھوتی آواز میں بھجن گا رہی ہوں۔

اسفندیار نے ایک ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا "بیٹی! اُدھر بیٹھ جاؤ۔"

وہ بڑی خاموشی سے حکم کی تعمیل کر رہی تھی۔ یوں کہنا چاہیے وہ کچھ نہیں کر رہی تھی۔ اس سے سب کچھ بے اختیار ہو رہا تھا۔ وہ بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ ربی اسفندیار نے کہا "انسانی تاریخ گواہ ہے کہ اب تک جتنے مظالم یہودیوں پر ڈھائے گئے ان کی نظیر نہیں ملتی۔ کہنے کو تو لوگ صدیوں سے کہتے چلے آئے ہیں کہ چنگیز خان جیسا ظالم کوئی نہ تھا۔ اس نے لاکھوں انسانوں کو تہ تیغ کیا۔ چنگیز خان کا دور گزر گیا تو لوگ ہلاکو کو ظالم ٹھہرانے لگے۔ ہر دور میں فرعون اور نمرود آتے رہے اور لاکھوں انسانوں کو نیست و نابود کرتے رہے لیکن جب سے ہمارے دین نے جلا پائی ہے تب سے ہم انسان دشمنی کی بھٹی میں جلتے آ رہے ہیں ہر دور میں ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں یہودیوں کو قتل کیا جاتا رہا ہے۔ تم چند لاکھ فلسطینی مسلمانوں کے بے گھر بے وطن ہونے کی بات کر رہی تھیں۔ تاریخ اٹھا کر دیکھو ہم یہودیوں کو کئی لاکھ کی تعداد میں روس سے جلا وطن ہونا پڑا۔ جرمن میں کئی لاکھ یہودیوں کو گیس چیمبر میں بند کرکے اس طرح ہلاک کیا گیا کہ انسانیت لرز اٹھی۔ اگر یہودیوں کو ہر دور میں اپنے اعمال کی سزا ملتی رہی ہے تو پھر یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کو اپنے اعمال کی سزا مل رہی ہے۔ آج مسلمانوں نے عیاشی اور بے شرمی کا جو ریکارڈ قائم کیا ہے اسے ابھی تک کسی دوسری قوم نے نہیں توڑا ہے۔ آج ایک مسلمان دوسرے پڑوسی مسلمان ملک سے جیسی دشمنی کا مظاہرہ کر رہا ہے اس کی مثال کوئی دوسری قوم نہیں دے سکتی۔ ایسے میں اگر مسلمانوں کو ان کے اعمال کی سزا ہمارے ذریعے مل رہی ہے تو اس کا الزام یہودیوں پر نہ رکھا جائے۔ یہ قدرت کے قوانین ہیں۔ اگر انہیں سزا مل رہی ہے اور قدرت کو یہ منظور ہے کہ یہ سزا یہودیوں کے ہاتھوں ملے تو سزا پانے والے چیختے ہی ہیں اور سزا دینے والے ہاتھوں کو گالیاں بھی دیتے ہیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کیا سیدھا سچا اور صحیح راستہ یہ نہیں ہے کہ اپنے گریبان پر نظر ڈال کر پہلے اپنے آپ کو درست کیا جائے پھر دوسروں کو گالیاں دی جائیں۔"

سونیا چپ بیٹھی سکتے کی حالت میں اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کی ہر بات دل میں اترتی جا رہی تھی۔ اس نے کہا "بیٹی! میں نے ڈائننگ ہال میں تمام لوگوں کے ساتھ ندامت سے سر جھکا کر ربِ العزت کے سامنے اشرف المخلوقات بننے کی دعا مانگی تھی۔ میرا مقصد یہی تھا کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ اگر ہر دور میں دشمنوں نے یہودیوں کو قتل کیا، بے وطن کیا تو موجودہ دور میں یہودی اپنی طاقت کے زعم میں مسلمانوں کو قتل نہ کریں، بے وطن نہ کریں۔ میں ایک دیندار آدمی ہوں۔ جس طرح تمہارے دین کے علماء سب کی فلاح و بہبود کے لیے دعائیں مانگتے ہیں اور اس کے برعکس حکمراں اپنی طاقت کے زعم میں دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں اسی طرح میں یہودیوں کا مذہبی رہنما ہونے کی حیثیت سے سب کی فلاح و بہبود کے لیے دعائیں مانگتا ہوں۔ میرے حکمراں اگر اپنی طاقت کے زعم میں دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں تو میں زیادہ سے زیادہ انہیں نصیحتیں کر سکتا ہوں۔ میرا خیال ہے تمہارے دل میں میرے خلاف جو بات تھی وہ ختم ہوگئی ہوگی؟"

سونیا نے احتراماً سر جھکا لیا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اسفندیار کی آواز اور اس کا لب و لہجہ ہے جسے وہ اپنے حواس پر اٹھائے ہوئے ہے اور اب تھکن محسوس کر رہی ہے۔ ربی اسفندیار نے کہا "بیٹی تم تھک گئی ہو۔"

سونیا نے چونک کر دیکھا۔ جیسے وہ اس کی سوچ پڑھ رہا ہو۔ اس نے مسکرا کر کہا "آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں تمہارا بزرگ ہوں، تمہارا باپ ہوں۔ تمہیں آرام سے سلا دوں گا۔"

وہ اعتراض نہ کر سکی۔ اپنے سینڈل اتار کر چپ چاپ بستر پر لیٹ گئی۔ چادروں شانے چت ہوگئی۔ اب اس خواب گاہ سے وہ لڑکیاں سر جھکائے باہر جا رہی تھیں۔ عود و عنبر کی خوشبو

اسی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ ایک عجیب سا متاثر کرنے والا ماحول تھا۔ اس لمحے ربی اسفندیار کا گمبھیر لہو سنائی دیا۔ "بیٹی! مجھے دیکھو۔"

وہ بستر پر چادروں شانے چت پڑی چھت کی طرف تک رہی تھی۔ ذرا نظریں گھما کر دیکھا تو سامنے ہی اس کی نظریں ربی اسفندیار کی بڑی بڑی آنکھوں سے جا لگیں۔ وہ آنکھیں تھیں یا مقناطیس، اس کی نظریں وہاں سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔ بوڑھے کے ہونٹ ہلے۔ ان ہونٹوں سے ایک نام ادا ہوا۔ "سونیا....."

سونیا کے کانوں میں وہ نام گونجنے لگا۔ "سونیا، سونیا، نا، نا، نا آنکھیں کھلی نہ رکھ نہ، نہ، نہ، نہ....."

اس کی آنکھوں کے گرد دھند چھا رہی تھی۔ اجلا اجلا سا دھواں پھیل رہا تھا۔ آنکھیں خود بخود بند ہوتی جا رہی تھیں۔ اب اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا صرف اس کے کانوں میں اسفندیار کی آواز بڑی دھیمی بڑی گہری سرگوشیاں کر رہی تھی۔ "تم سو رہی ہو تم اب اس دنیا کو نہیں دیکھ رہی ہو۔ صرف میری آواز سن رہی ہو۔ دنیا کی تمام آوازیں تمہارے کانوں تک نہیں پہنچ رہی ہیں۔"

ایک ساعت کے لیے خاموشی چھا گئی۔ پھر ربی اسفندیار کی گہری اور گمبھیر آواز سنائی دی۔ "ہر انسان کے دماغ میں ایک لاشعور ہوتا ہے جو شعور کو گہری نیند سلا دینے کے بعد غفلت کے دوران بیدار رہتا ہے۔ تمہارا لاشعور میرے بس میں ہے۔ تم میرے بس میں ہو، میرے اختیار میں ہو اور میرے حکم کی تعمیل کرنے والی ہو۔"

"بولو، تم سو رہی ہو۔"

وہ چپ رہی۔ ربی اسفندیار نے کہا۔ "میں تمہیں لب ہلانے کی اجازت دے رہا ہوں۔ جواب دو، تم سو رہی ہو؟"

سونیا کے لب پہلے آہستگی سے لرزے پھر ان سے آواز نکلی۔ "ہاں میں سو رہی ہوں۔"

"تم دنیا کی کوئی آواز نہیں سن رہی ہو۔"

"میں دنیا کی کوئی آواز نہیں سن رہی ہوں۔"

"تم صرف میری آواز سن رہی ہو۔"

"میں صرف تمہاری آواز سن رہی ہوں۔"

"میرے سوال کا درست جواب دو۔ کیا فرہاد تمہارے دماغ میں موجود ہے؟"

"فرہاد میرے دماغ میں موجود نہیں ہے۔"

"کیا ایسا ہوتا ہے کہ وہ دماغ میں موجود رہے اور تمہیں اس کا علم نہ رہے؟"

"ہاں، ایسا ہوتا ہے۔ وہ چپ چاپ میرے دماغ میں آ جاتا ہے جب تک وہ مجھے مخاطب نہ کرے مجھے پتا نہیں چلتا۔"

"گویا ہو سکتا ہے کہ وہ موجود ہو لیکن تمہیں اس کا علم نہیں ہے؟"

"وہ میرے دماغ میں ہو سکتا ہے۔ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔"

"کیا وہ تمہیں دشمنوں کی قید میں تنہا چھوڑ کر تمہارے سے غیر حاضر رہ سکتا ہے؟"

"وہ غیر حاضر رہ سکتا ہے۔"

"میں تمہارے ذریعے فرہاد کو مخاطب کر رہا ہوں۔ تم سوچ کے ذریعے فرہاد کو مخاطب کرو اور اس سے کہو کہ وہ سے کلام کرے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر اسفندیار نے کہا۔ "فرہاد! میں یروشلم کا ربی اسفندیار تم سے مخاطب ہوں۔ کیا دوستانہ ماحول میں مجھ سے گفتگو کرنا پسند کرو گے؟"

وہ چپ ہو گیا۔ سونیا اس کی معمول تھی۔ اس کے حکم تعمیل کرتے ہوئے سوچ کے ذریعے مجھے مخاطب کر رہی تھی میں اس وقت موجود نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو ضرور ربی اسفندیار گفتگو کرتا۔ بہرحال تھوڑی دیر بعد اس نے سونیا کو مخاطب "سونیا! میں تمہیں حکم دیتا ہوں تم میری باتوں کا جواب دو تمہیں سوچ کے ذریعے فرہاد سے کوئی جواب ملا؟"

"مجھے سوچ کے ذریعے فرہاد کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔"

"فرہاد تمہارے دماغ میں آخری بار کب آیا تھا؟"

"جب میں آڈیٹوریم سے واپس آئی تھی اور اس ہوٹل میں پہنچی تھی۔ وہ میرے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے ہپناٹزم کے ذریعے گہری نیند سلا دیا تھا۔ میرے دماغ کو ہدایت تھی کہ میں تین گھنٹے تک آرام سے سوتی رہوں گی۔ اس کسی نے مداخلت کی تو میری آنکھ کھل جائے گی۔ اس سے ہی مداخلت کی گئی۔ دروازے پر دستک سنائی دی اور میری آنکھ کھل گئی۔ اس کے بعد پھر میں نے فرہاد کو اپنے دماغ میں نہیں کیا۔"

"کیا ڈائننگ ہال میں جب تم سے فرہاد کا سر کھانے کے لیے کہا جا رہا تھا تو وہ تمہارے پاس موجود نہیں تھا؟"

"وہ میرے پاس موجود نہیں تھا۔"

"پھر ان دو آدمیوں کو کس نے ہلاک کیا تھا؟"

"میں نہیں جانتی۔ یہ تماشا دیکھ کر میں نے فرہاد کو مخاطب کیا تھا لیکن مجھے اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا یہاں تمہارے مددگار موجود ہیں؟"

"میری معلومات کے مطابق یہاں میرا کوئی مددگار یا شناسا موجود نہیں ہے۔"

"کیا فرہاد نے تم سے ایسا کوئی وعدہ کیا تھا یا ایسا منصوبہ بنایا تھا کہ بیرونی ذرائع سے یہاں تمہارے مددگار اور شناسا پیدا کرے گا؟"

"فرہاد نے نہ تو ایسا کوئی وعدہ کیا ہے اور نہ ہی کوئی منصوبہ بنایا ہے۔"

"کیا وہ منصوبے کے وقت تم سے مشورے لیتا ہے؟"

"اکثر مشورے لیتا ہے۔ بعض حالات میں مجھے نظر انداز کر دیتا ہے۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "اس تباہ ہونے والے طیارے میں تمہارے اور پارس کی جگہ ایک عورت کو بچے کے ساتھ کیسے پہنچایا گیا تھا؟"

جواب میں سونیا وہ تمام واقعات سنانے لگی۔ اسفندیار نے تمام واقعات سننے کے بعد کہا۔ "وہ عورت اپنے بچے کو لے کر تمہارے اور پارس کے میک اپ میں وہاں سے نکلی اور طیارے میں جا کر موت کو گلے لگا لیا۔ پھر تم نے اس عورت کا میک اپ کیا اور پارس کو اس بچے کا روپ دیا۔ اس ادارے سے پارس کو لے نکلیں۔ راستے میں تم نے ہمارے سبت سے آدمیوں کو جانی نقصان پہنچایا۔ یہاں تک ہمیں معلوم ہے پیرس پہنچنے کے بعد کیا ہوا۔ آگے بتاؤ۔"

سونیا چپ رہی۔ اسفندیار نے اپنا سوال دہرایا۔ "میں حکم دیتا ہوں۔ میرے سوال کے جواب میں خاموشی نہ رہے۔ جواب دو۔"

"میں یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوں مگر یاد نہیں آ رہا ہے۔ میرے دماغ میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔"

"اندھیرا کیوں ہے۔ یاد کرنے کی کوشش کرو۔ جب تم پارس کو لے کر پیرس پہنچیں تو اس کے بعد کیا ہوا؟"

"مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔ میں جواب دینے سے قاصر ہوں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر سوال کیا گیا۔ "کیا فرہاد تمہارے دماغ کو لاک کر دیتا ہے؟"

"میں نہیں جانتی، دماغ کو لاک کس طرح کیا جاتا ہے۔"

"ہوں، میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ تم میرے دوسرے سوال کا جواب دو۔ رسونتی کہاں ہے؟"

وہ چپ رہی۔ اس نے اپنا سوال دہرایا۔ "میں اپنے سوال کے جواب میں خاموشی پسند نہیں کرتا۔ جواب دو۔"

"میں یاد کر رہی ہوں۔ یاد نہیں آ رہا ہے۔"

"سوچو، آخری بار تمہیں رسونتی کے متعلق کیا اطلاع دی گئی تھی؟"

سونیا بتانے لگی، کس طرح آسام میں رسونتی کو قید کیا گیا تھا اور میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد کی تھی لیکن پھر جان اسٹیورٹ کلرآف دی کلرس نے رسونتی کو دوبارہ حاصل کر لیا تھا اور اسے ہیلی کاپٹر میں لے کر دہلی چلا گیا تھا۔

اس نے پوچھا۔ "دہلی پہنچنے کے بعد رسونتی کے ساتھ کیا ہوا؟ وہ کہاں لے جائی گئی ہے؟"

سونیا نے بے بسی سے جواب دیا۔ "مجھے آگے اندھیرا ہی اندھیرا نظر آ رہا ہے۔ رسونتی دکھائی نہیں دے رہی ہے۔"

ہوں، میں سمجھ گیا۔ فرہاد علی تیمور نے اہم معلومات کے سلسلے میں تمہارے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ بہرحال وہ پھر تم سے دماغی رابطہ قائم کرے گا۔"

"ہاں، کرے گا۔"

"اس سے کہنا کہ وہ تمہارے دماغ کے تالے کھول دے۔"

"میں اس سے کہوں گی کہ وہ میرے دماغ کے تالے کھول دے۔"

"یہ فرہاد علی تیمور کے لیے اور تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ اگر اس نے تمہارے دماغ کو لاک رکھا تو میری طرف سے ایک ایسا جوابی عمل ہوگا جس کی وہ کبھی توقع بھی نہیں کرتا ہوگا۔ جب بھی وہ تم سے رابطہ قائم کرے، تم اس سے یہ بات ضرور کہو گی۔"

"جب بھی وہ مجھ سے رابطہ قائم کرے گا میں اس سے یہ بات کہوں گی۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ آئندہ جب کبھی تم پر ہپناٹزم کا عمل کروں تو تم پہلے مجھے اطلاع دو گی کہ فرہاد تمہارے دماغ میں موجود ہے یا نہیں ہے۔"

"میں تمہیں اطلاع دوں گی کہ وہ میرے دماغ میں موجود ہے یا نہیں ہے۔"

"اگر وہ تمہارے دماغ میں چھپ کر رہنا چاہے تو میرے عمل کے دوران تم درد سر محسوس کرو گی۔"

"وہ چھپ کر رہے گا تو میں درد سر محسوس کروں گی۔"

"اب میں تمہیں تنویمی عمل سے آزاد کر رہا ہوں۔ تم خاموشی سے سو رہی ہو اور معمول کے مطابق صبح تک آرام سے سوتی رہو گی۔ اپنے وقت پر تمہاری آنکھ کھل جائے گی۔ تم سو رہی ہو، تمہارے کان اب میری آواز نہیں سن رہے ہیں۔ تم سو رہی ہو۔ اب تم سو چکی ہو۔"

وہ سو گئی۔ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب میں گہری نیند میں تھا۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی

تھی کہ صبح پانچ بجے میری آنکھ کھل جائے اور جب میری آنکھ کھلی اور میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو اس وقت وہاں رات تھی اور وہ تنویمی عمل کے مطابق گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے یہ تمام باتیں معلوم کیں۔ اس نے اسفندیار کی ہدایات کے مطابق بتایا کہ میں اس کے دماغ سے لاک ہٹا دوں ورنہ وہ جوابی عمل کرے گا۔

"اس کے جوابی عمل کے جواب میں مجھے بھی عمل کرنا آتا ہے وہ دھمکی دے رہا ہے۔ میں سوچوں گا کہ وہ ہمارے خلاف کیا کر سکتا ہے۔ بہرحال مجھے اس مسئلے پر غور کرنا ہے کہ وہ تم پر تنویمی عمل کرتا رہے اور میں تمہارے دماغ میں چپ چاپ موجود رہوں تو کیا واقعی تمہیں دردِ سر محسوس ہوگا یا؟"

"میں نہیں جانتی۔ لیکن اس نے یہی کہا ہے۔ فرہاد وہ بہت بڑا عامل ہے۔ میں سچ کہتی ہوں۔ زندگی میں تمہارے بعد میں کسی سے متاثر ہوئی ہوں تو وہ اسفندیار ہے۔ بلاشبہ وہ بوڑھا بہت ہی پُرکشش شخصیت کا مالک ہے۔ اپنی باتوں سے دل جیت لیتا ہے۔ اس کی آواز دل میں جگہ بنا لیتی ہے۔ دماغ میں اس کی حکمرانی محسوس ہوتی ہے۔ تم اسے معمولی دشمن سمجھ کر نظر انداز نہ کرو۔ اس نے جوابی کارروائی کے سلسلے میں جو کچھ کہا ہے اسے محض دھمکی نہ سمجھو۔"

"تم اطمینان رکھو۔ میں ان معاملات پر سنجیدگی سے اور پوری توجہ سے غور کروں گا اور کوئی طریقۂ کار اختیار کروں گا تاکہ وہ تمہارے دماغ پر پوری طرح کنٹرول حاصل نہ کر سکے۔"

"مجھے اس بات کا جواب دو۔ اگر تم ڈائننگ ہال میں میرے پاس موجود نہیں تھے تو ان دو آدمیوں کو کس نے ہلاک کیا؟"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، وہ میرے ڈمی سرکو ہاتھ لگانے سے پہلے کیسے ختم ہو گئے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ تم آرام سے سوتی رہو۔ پھر اپنے معمول کے مطابق بیدار ہو جانا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر ذہنی طور پر اپنی خوابگاہ میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت دن نکل آیا تھا۔ کیشو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ حسبِ معمول صبح کے وقت برآمدے میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے لان میں منجالی ورزش کر رہی تھی۔ میں باس اینجلو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بھی اسی وقت بیدار ہوا تھا۔ میں نے مخاطب کیا تو وہ فوراً ہی بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا۔ "جناب! کل رات کو میں نے آپ کا انتظار کیا۔ شاید آپ مجھ سے رابطہ قائم کریں۔"

"کوئی ضروری بات ہے؟"

"جی ہاں، اسرائیل کی حدود میں ہمارے آدمیوں کے راستے قائم ہو گئے ہیں۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہر حال میں مادام سونیا کے آس پاس رہیں گے اور ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔"

میں نے اینجلو کو پچھلی رات کا واقعہ سنایا۔ اس نے فوراً ہی سر ہلا کر کہا۔ "جناب! میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ ہمارے کوہ کا کارنامہ ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "ریڈ پاور کے آدمی وہاں کیسے پہنچ گئے اور کس حیثیت سے وہاں رہتے ہیں؟"

"انہوں نے اپنے آپ کو سیوڈی بنا رکھا ہے۔ وہ روانی سے عبرانی زبان بولتے ہیں۔ انہوں نے وہاں کی حکومت کا بھروسا اعتماد حاصل کیا ہے۔ ان کی سوسائٹی میں اچھی طرح رچ بس گئے ہیں۔ کوئی ان پر شبہ نہیں کر سکتا۔ کیا آپ نے وہ تمام ریکارڈ اور تصویریں دیکھ لیں؟"

"کون سا ریکارڈ؟ کون سی تصویریں؟"

"آپ اور مس منجالی جس روپ میں جانے والے ہیں۔ ان کی تصویریں اور ریکارڈ میں نے بھیج دیے ہیں۔"

"اوہ ہاں، یاد آیا۔ منجالی نے مجھ سے ذکر کیا تھا۔ مجھے ان چیزوں کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ ابھی ان کی اسٹڈی کروں گا اور ان کے مطابق میک اپ کروں گا۔"

"آپ میرا ملک چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ مجھ سے دور ہو رہے ہیں۔ مجھے اس کا بہت صدمہ ہے۔ کیا میں آپ سے دور رہ کر آئندہ آپ کی خدمت نہیں کر سکوں گا؟"

"مسٹر اینجلو! آپ اپنے آپ کو میرا خدمت گار نہ کہیں۔ آپ نے ایک بہترین مخلص دوست کی طرح میرا ساتھ دیا ہے۔ میں آپ کو کبھی بھلا نہیں سکوں گا۔"

"جناب! میری خواہش ہے کہ جانے سے پہلے میرے ساتھ ایک وقت کا کھانا کھا لیں۔"

"اچھی بات ہے۔ آج لنچ آپ کے ساتھ کروں گا۔ ٹھیک ایک بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"آپ نے میرا مان بڑھا دیا ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔ آپ نے میری محنتوں کا صلہ مجھے دے دیا ہے۔ میں ایک بجے آپ کا انتظار کروں گا۔"

لندن کے ماسٹر نیومین نے بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ اسرائیل کی حدود میں میرے لیے کچھ کرے گا۔ میں اس کے پاس پہنچا تو وہاں بھی رات تھی اور وہ سو رہا تھا۔ میں نے اس کی نیند میں مداخلت نہیں کی۔ واپس اپنی جگہ چلا آیا۔ سات بجے ناشتے

میز پر منجالی سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اسے پچھلے تمام واقعات سنائے۔ اس نے تشویش بھرے انداز میں پوچھا۔ "اگر اسفندیار نے انتقاماً کوئی ایسا عمل کیا جس سے مادام سونیا کا دماغ مفلوج ہو کر رہ جائے تو پھر کیا ہوگا؟"

میں نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد کہا۔ "انہیں پارس کی تلاش ہے۔ وہ اگر سونیا کے دماغ کو مفلوج کر دے گا تو کبھی پارس کا پتا معلوم نہیں کر سکے گا۔ یقیناً اس پر ایسا عمل کیا جائے گا جس سے میرے لاک کیے ہوئے عمل کی نفی ہو سکے اور وہ سونیا کے تحت الشعور میں پہنچ کر پارس کا پتا معلوم کر سکے۔ وہ بہت بڑا عامل ہے۔ وہ شاید ایسا کر سکے گا۔"

"میرے آقا! آپ مختلف پہلوؤں سے اس معاملے پر غور کریں اسفندیار اور کیا کر سکتا ہے؟"

"وہ سونیا کا برین واش کر سکتا ہے لیکن ہپناٹزم کے ذریعے جو برین واشنگ ہوتی ہے وہ پائیدار نہیں ہوتی۔ اس سے پہلے انہوں نے مرجانہ پر یہ عمل کیا تھا جسے بابا فرید واسطی صاحب نے ختم کر دیا۔ پھر یہی عمل انہوں نے مصنوعی جوئیل پر کیا جسے میں ٹریپ کر چکا ہوں۔ دراصل ہپناٹزم کے ذریعے جو بات دماغ میں بٹھا دی جاتی ہے وہ ابتدا میں بہت مستحکم ہوتی ہے۔ اگر روزانہ تنویمی عمل جاری رہے یا اس عمل کے لیے وقت مقرر کر دیا جائے کہ دو روز، چار روز یا ہفتے، دو ہفتے بعد وہی عمل ہوتا رہے گا تو پھر وہ بات ذہن سے مٹ نہیں سکتی، ہمیشہ قائم رہتی ہے لیکن تنویمی عمل برابر جاری نہ رہے تو جو بات دماغ میں بٹھائی جاتی ہے وہ رفتہ رفتہ کمزور پڑ جاتی ہے۔ اگر اسفندیار روزانہ سونیا پر تنویمی عمل کرے گا تو میں روزانہ اس عمل کی کاٹ کرتا رہوں گا۔ اس کے دماغ کو پوری طرح اس سے متاثر نہیں ہونے دوں گا۔"

منجالی نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ "بس میں یہی چاہتی ہوں کہ مادام پر وہ حاوی نہ ہونے پائے۔"

ہم چائے پینے کے بعد بیڈ روم میں آ گئے۔ کیشو نے ہمارے سامنے ایک فائل اور چند تصویریں لا کر رکھ دیں۔ ہمیں اسی روپ میں آنا تھا۔ ہم اس فائل کا مطالعہ کرنے لگے۔ پھر آدھے گھنٹے بعد ہم نے میک اپ شروع کیا۔ اس دوران میں میں نے کرپاداں کی خبر لی۔ کرپاداں اور کیپٹن موروشان بڑی کامیابی سے ڈرامہ پلے کر رہے تھے۔ میں نے کیپٹن موروشان کو پوری تفصیل سے بتا دیا تھا کہ چتانگی کس طرح درپردہ منشیات کا دھندہ کرتا ہے اور اس کا تعلق گولڈن ریکٹ سے اس طرح ہے کہ وہ خود گولڈن ریکٹ کے سربراہ کو نہیں جانتا ہے لیکن جتنی معلومات بھی کیپٹن موروشان تک پہنچیں یہی ان کے لیے بہت تھیں۔ ادھر موروشان نے یہ تاثر دیا تھا کہ اسے جو کچھ بھی معلوم ہو رہا ہے وہ کرپاداں کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم ہو رہا ہے۔

اس کا باپ چتانگی پریشان تھا۔ اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا۔ "اری تو نے ایسی اولاد کیوں پیدا کی جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے پرائیویٹ دھندوں تک پہنچ جاتی ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا یہ نالائق گھر کا بھیدی بن کر لنکا ڈھائے گا۔ میں تو کہیں کا نہ رہا۔ وہ کیپٹن موروشان مجھے آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچانے والا ہے۔"

اگر میں کرپاداں، چتانگی اور کیپٹن موروشان کے متعلق تفصیل سے بیان کروں تو یہ ایک خاصی دلچسپ داستان ہوگی لیکن مجھے صرف کرپاداں سے کچھ کام لینا تھا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ میری بڑی سی تصویر کے سامنے پلتھی مارے بیٹھا تھا۔ تصویر کے سامنے ایک شمع روشن تھی جس پر وہ نظریں جمائے ہوئے تھا۔ پتا چلا کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر واپس آ گیا ہے۔ چتانگی اس کے پاؤں پڑ کر اسے واپس لے آیا تھا۔

اس کے دماغ میں میری سوچ کی لہریں گونجنے لگیں۔ وہ شمع کی لَو سے نظریں ملائے ہوئے تھا۔ میرے لب و لہجے کو سنتے ہی اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے پھر کہا۔ "میرے دیوتا! میں آپ کی آواز سن رہا ہوں۔"

"کیا تمہاری ٹیلی پیتھی کا عمل جاری ہے؟"

"نہیں، میرے دیوتا! وہ میری خوش فہمی تھی جس طرح نیا پہلوان اپنے آپ کو دنیا کا سب سے شہ زور اور ناقابلِ شکست سمجھنے لگتا ہے۔ جس طرح کوئی کمپاؤنڈر ڈاکٹروں کے نسخے کے مطابق دوائیں بناتے بناتے خود کو ڈاکٹر سمجھنے لگتا ہے اسی طرح میں شمع بینی کرتے کرتے خود کو فرہاد سمجھنے لگا تھا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ میں آپ سے پرارتھنا کرتا ہوں، مجھے آئندہ جوتے کھانے سے بچائیں۔ اگر میں غرور میں مبتلا ہو کر کبھی ٹیلی پیتھی کا سرِعام اظہار کروں تو مجھے اس کی سزا ملنا چاہیے۔"

"نہیں کرپا! تم ایک بہت اچھے انسان ہو۔ میں نے تمہارے دل میں، تمہارے دماغ میں جھانک کر اچھی طرح پڑھ لیا ہے۔ میں تمہارا دوست ہوں اور تمہارے کام آنا چاہتا ہوں۔ اب میں تمہارے دماغ میں آیا کروں گا اور تمہاری شمع بینی کے دوران تمہاری مدد کروں گا۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ "سچ مہاراج! میں آپ کی اس مہربانی کو کبھی نہیں بھولوں گا۔ جب تک زندہ رہوں گا آپ کا سیوک بنا رہوں گا۔"

"میں جانتا ہوں۔ تم وفادار ہو اور محبت کرنے والے انسان ہو۔ ابھی تم شمع کی لَو پر نظریں جمائے ہوئے سوچ رہے تھے کہ تمہارے

باپ کا اور کون سا راز تم سے چھپا ہوا ہے۔ تم اس راز تک پہنچنے کے لیے شمع کی لَو سے گزرنا چاہتے تھے۔ یہ بات غلط ہے۔ اس طرح تم کبھی یہ علم حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"آپ میری رہنمائی کریں۔ میں اس پر عمل کروں گا۔"

"تم اسی طرح شمع کی لَو پر نظریں جمائے صرف ایک سوچ کو اپنے دماغ میں رکھو اور یہ سوچتے رہو کہ شمال کی طرف سے چلنے والی ہوائیں تمہارے دماغ کو چھو رہی ہیں۔ یہ مقناطیسی لہریں تمہارے ذہن پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔ اس ایک خیال کے سوا کوئی دوسرا خیال تمہارے دماغ میں نہیں آنا چاہیے۔ تم اسی کے متعلق سوچتے رہو جب بھی شمع کی لَو کو دیکھو۔ بس یہی خیال قائم کرتے رہو۔"

"اب میں ساری دنیا کو بھلا کر صرف اسی ایک بات پر عمل کرتا رہوں گا۔"

"لیکن اس سے پہلے میری تصویر اپنے سامنے سے ہٹا دو۔"

"وہ کیوں مہاراج؟"

"اس لیے کہ میں مسلمان ہوں۔ میں نہیں چاہتا، کوئی میری تصویر کے سامنے احتراماً بیٹھے یا ہاتھ جوڑے۔ میں دیوتا نہیں ہوں۔ دیوتا مان لینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ آئندہ میں اسی شرط پر تمہارے کام آؤں گا کہ تم میری تصویر سامنے نہیں رکھو گے۔"

"آپ حکم دیتے ہیں تو میں اس پر بھی عمل کروں گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس نے میری تصویر کو اٹھا کر ایک طرف دیوار سے لگا کر رکھ دیا۔ تصویر کے ہٹ جانے کے بعد صرف ایک جلتی ہوئی شمع رہ گئی تھی۔ وہ اس کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھ گیا اور میرے بتائے ہوئے سبق پر عمل کرنے لگا میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ میک اپ کے دوران کبھی کبھی اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھتا تھا۔ واقعی وہ ایک ہی دُھن میں مصروف تھا۔ تمام دنیا سے بے خبر ہو کر شمع کی لَو پر نظریں جمائے صرف اس خیال کو قائم کیے ہوئے تھا کہ شمال کی جانب سے چلنے والی ہوائیں اس کے دماغ کو چھو رہی ہیں اور وہ مقناطیسی لہریں اس کے ذہن پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔

وہ برسوں سے ایسی مشقیں کر رہا تھا مگر بھٹک رہا تھا اگرچہ میری رہنمائی کسی نے نہیں کی تھی۔ میں اپنی مدد آپ کے طور پر بڑے ہی پیچیدہ اور دشوار مرحلوں سے گزرتا رہا تھا تاہم مجھے کامیابی نصیب ہو گئی لیکن اس طرح ہر ایک کو کامیابی نصیب نہیں ہوتی استاد یا رہنما کی ضرورت پیش آ ہی جاتی ہے۔ اب اسے میری رہنمائی حاصل ہو رہی تھی اس لیے وہ بآسانی اپنے ذہن کو کسی ایک خیال پر مرکوز کر سکتا تھا اور وہ کر رہا تھا۔

میرا ایک اپ مکمل ہو گیا۔ میں قد آدم آئینے کے سامنے عزت علی کے روپ میں کھڑا ہوا تھا۔ اب میرا نام عزت علی تھا۔ میرے چہرے پر ایک پینتیس برس کے جوان کا خوبرو چہرہ آ گیا تھا۔ اس کے ریکارڈ کے مطابق وہ ایک سیلانی قسم کا آدمی تھا دنیا کے تمام ممالک کی سیر کر چکا تھا۔ اس کے کاروبار کے متعلق باس اینجلو کو اچھی طرح معلوم نہیں تھا۔ پچھلے دنوں عزت علی اپنے دو ملازموں کے ساتھ رنگون آیا تھا۔ اتفاق سے اس ہوٹل میں ٹھہرا تھا جو ریڈ پاور کی ملکیت تھا۔ اس ہوٹل میں جو بھی مسافر آ کر ٹھہرتا تھا۔ ریڈ پاور کے آدمی خفیہ طور پر اس کے متعلق معلومات حاصل کرتے تھے۔ اس کی آوازوں کو ریکارڈ کرتے تھے۔ وہ انگریزی اور ہندوستانی زبان بولتا تھا۔ اس کی سرگرمیاں کچھ پُراسرار سی تھیں۔ اس لیے ریڈ پاور کے چند آدمی اس کے تعاقب میں لگے رہتے تھے۔

ایک رات وہ لوگ عزت علی کا تعاقب کرتے ہوئے دریائے اراودی کے کنارے پہنچے۔ اس سے پہلے ہی انہیں وہاں سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں۔ باس اینجلو کے دو آدمی مختلف انداز میں ایک جگہ چھپے کھڑے رہے۔ وہ فائرنگ کے دوران اپنی جان خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتے تھے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد فائرنگ ختم ہو گئی۔ انہوں نے بڑی دیر انتظار کیا آدھے گھنٹے بعد انہیں قریب سے ہی کسی کے بھاگتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ باس اینجلو کے ایک آدمی نے بھاگنے والے کی ٹانگ میں ٹانگ اڑا دی۔ وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ دونوں اس پر چھا گئے۔ اسے پکڑ کر اس کے ہاتھوں کو پشت پر باندھ دیا۔ ٹارچ کی روشنی میں دیکھا تو وہ عزت علی کا آدمی تھا۔ سہما ہوا تھا۔ زخمی بھی تھا۔ اس نے کہا۔ "چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں نے اپنے آقا کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ غلطی سے گولی چل گئی تھی۔"

ایک نے اس کے منہ پر گھونسہ رسید کرتے ہوئے کہا۔ "جھوٹ مت بولو۔ ہم آدھے گھنٹے سے فائرنگ کی آوازیں سن رہے ہیں کیا آدھے گھنٹے تک گولیاں غلطی سے چلتی رہیں؟"

انہوں نے اس کی خوب پٹائی کی تو اس نے اصلیت بیان کر دی۔ کسی نے عزت علی کو قتل کرنے کے لیے اسے بھاری معاوضہ دیا تھا۔ جس نے اسے معاوضہ دیا تھا اس کا نام اور پتا وہ نہیں جانتا تھا۔ ایک تو وہ پہلے سے زخمی تھا۔ پھر ایسی مار پڑی تھی کہ جانبر نہ ہو سکا۔ ان کی مار کھاتے کھاتے مر گیا۔ انہوں نے باس اینجلو سے رابطہ قائم کیا تو باس نے ہدایت دی کہ تینوں لاشوں کو وہیں دفن کر جائے۔ عزت علی اور اس کے دونوں ماتحتوں کے سامان پر قبضہ کر کے ان کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کی جائیں۔

اینجلو اس لیے ایسا کرتا تھا کہ مرنے والوں کے پاسپورٹ اور سامان کا ریکارڈ کسی خاص موقع پر اپنے آدمیوں کے لیے تیار کرتا تھا کہ وہ ان کے روپ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکیں اور کام انجام دے سکیں۔ اب عزت علی کی وہی تصویر ریکارڈ میں تھی جو اس کے سامان میرے کام آ رہا تھا۔ میں نے اس کے سامان کی تلاشی لی۔ اس کی ڈائری پڑھی۔ اس ڈائری سے پتا چلا کہ اس نے شہد مالک کی سیر کی ہے۔ وہاں قیام کیا ہے اور وہاں کے افسران سے حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں سے اس کی ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ یقیناً کوئی اہم شخص تھا۔ اس کی اہمیت کا راز کیا ہے اس ڈائری میں نہیں لکھا تھا۔ ظاہر ہے ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ اپنی پرائیویٹ زندگی کی روداد صرف اپنے دماغ کی ڈائری میں محفوظ رکھتے ہیں۔

انسان چاہے ہزار پردوں میں چھپ کر رہے۔ خود کو راز رکھے، پھر بھی اپنے سربستہ رازوں کے کچھ اشارے چھوڑ جاتا ہے۔ اس ڈائری میں جگہ جگہ بے شمار اشارے موجود تھے جو میرے کام آ سکتے تھے اور میں انہیں آزما سکتا تھا اس لیے میں نے ڈائری کو بند کر دیا۔

منجلی نے پوچھا۔ "میرے لیے کیا حکم ہے؟"

میں نے آرام سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا۔ "باس نے ٹھیک کہا ہے، تمہیں میک اپ نہیں کرنا چاہیے یہاں میک اپ کر کے جاؤ گی تو سنگاپور میں وہ میک اپ اتار دینا۔ تمہارے پاس بین الاقوامی پاسپورٹ ہے۔ تم اپنے اصلی نام سے سفر کر سکتی ہو۔"

"لیکن وہ پرائیویٹ جاسوس ٹون بیکر مجھے پہچانتا ہے۔"

"باس اینجلو نے اس کی طرف سے خدشہ ظاہر کیا ہے میں سے روانہ ہوتے وقت اسے اپنے کنٹرول میں رکھوں گا۔ ش کروں گا کہ وہ ایئرپورٹ کی طرف نہ آئے اور نہ ہی تمہیں کے۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "یہاں عزت علی سامان بکھرا پڑا ہے۔ تم سامان کا جائزہ لو۔ اس کی ڈائری ہے آخر تک پڑھو۔ جو کام کی باتیں ہوں انہیں ذہن نشین ہر شے بتاتی رہو۔ میں ڈرائنگ روم میں ضروری خیال خوانی ہوں۔"

میں ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے عزت علی کے جانبر نہ ہونے کی خبر دی۔ وہ اپنے عمل میں مصروف تھا۔ میں نے کہا کہ وہ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ صرف کیا کرو۔ اس سے زیادہ ضروری ہے۔ اپنے دماغ کو تر و تازہ رکھو۔ باہر کھلی فضا میں گھوما پھرا کرو اور لوگوں کے ساتھ ہنستے بولتے رہو۔"

اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اپنے دونوں ہاتھ جوڑ لیے تھے۔ کہنے لگا۔ "اب یہ علم سیکھنے کے لیے چاہے ساری زندگی گزر جائے۔ میں سیکھنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ پہلے میں نے بڑی جلد بازی سے کام لیا تھا۔ اب آپ جیسا کہیں گے ویسا کرتا رہوں گا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم میرے لیے اپنا وطن چھوڑ سکتے ہو؟"

"آپ وطن کی بات کرتے ہیں۔ میں آپ کے لیے دنیا چھوڑ سکتا ہوں، دنیا والوں کو چھوڑ سکتا ہوں۔"

"تم پیرس جانے کی تیاری کرو۔ میں چاہتا ہوں، تم ایک آزاد، خود مختار انسان کی حیثیت سے زندگی گزارو۔ میری طرح نگری نگری کی سیر کرو۔ کیا تم فرہاد علی تیمور بننا پسند کرو گے؟"

وہ خوشی سے کھل گیا۔ پھر اس نے کہا۔ "آپ میرا مذاق نہ اڑائیں۔ کہاں آپ، کہاں میں۔ آپ آسمان ہیں زمین کی دھول ہوں۔"

"ایسی بات نہ کرو۔ تم بھی انسان ہو۔ میں بھی انسان ہوں۔ تمہارا قد اور تمہاری جسامت بالکل میری طرح ہے۔ میں چاہوں تو تمہیں سر سے پاؤں تک فرہاد بنا سکتا ہوں بشرطیکہ تم راضی ہو۔"

"جناب! میں ایک پاؤں پر کھڑا ہوں۔ آپ مجھے جس طرح نچانا چاہیں، نچا لیں۔ میں ذرا بھی اعتراض نہیں کروں گا۔"

"تمہارے پاس بین الاقوامی پاسپورٹ ہے؟"

"جی ہے۔"

"پھر پیرس جانے کی تیاری کرو۔ میں وہاں تمہاری رہائش کا انتظام کروں گا۔ رفتہ رفتہ بتاتا رہوں گا کہ تمہیں وہاں میرے میک اپ میں کیا کرنا ہے۔"

"آپ نے تو میری کایا پلٹ دی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی آپ سے ملاقات ہو گی اور ملاقات ہو گی تو میں خود آپ کی جگہ آپ بن کر رہوں گا۔ یہ میری کتنی بڑی خوش نصیبی ہے۔"

"اب وہاں سے اٹھو۔ مکان کے باہر جاؤ اور کھلی فضا میں تفریح کرو۔ جب کبھی فرصت ملے گی، میں تمہارے پاس آؤں گا پھر تمہیں شمع بینی کی مشق کراؤں گا۔"

میں واپس آیا۔ پھر چپ چاپ سر جھکا کر میکی براڈلے کا تصور کرنے لگا۔ وہ میکی براڈلے جو پلاسٹک سرجری میں بین الاقوامی شہرت کا حامل تھا اور پیرس میں رہتا تھا۔ اس نے میرے چہرے کی سرجری کی تھی۔ مجھے دوبارہ فرہاد علی تیمور کے روپ میں لایا تھا۔ وہ میرا احسانمند تھا کیونکہ میں نے بھی اس کا ایک بہت ہی اہم مسئلہ حل کیا تھا۔

اس کو تصور میں اچھی طرح دیکھنے اور اس کے لب و لہجے کو دوبارہ ذہن نشین کرنے کے بعد میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے چیمبر میں بیٹھا ہوا پلاسٹک سرجری کے سلسلے میں ایک کمپنی کی اسٹڈی کر رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گیا۔ سر اٹھا کر اپنے سامنے دیوار کو دیکھنے لگا۔ اس کے بعد اپنا وہم سمجھ کر فائل پر جھک گیا۔ میں نے کہا "ڈاکٹر میکی براٹملے! میں فرہاد علی تیمور آپ سے مخاطب ہوں۔"

اس نے ایک گہری سانس لے کر پوچھا "کیا میں وہم میں مبتلا ہوں یا حقیقتاً مسٹر فرہاد مجھے مخاطب کر رہے ہیں؟"

"ڈاکٹر! میں اپنی آمد کا ثبوت ضرور دیتا ہوں۔ دیکھیے اس وقت آپ کا فائل کھلا ہوا ہے۔ آپ ارادہ کر لیجیے کہ اسے بند نہیں کریں گے لیکن اسے بند کر دیں گے۔"

اس نے ارادہ کیا، لیکن اپنے ارادے کے خلاف اسے بند کر دیا۔ تب اس نے قائل ہو کر کہا "میں مانتا ہوں۔ آپ نے مجھے برسوں کے بعد یاد کیا ہے۔ کیسے خیریت تو ہے؟"

میں نے کہا "دنیا کا کوئی بھی شخص خیریت سے رہنے کے دوران کسی ڈاکٹر کو یاد نہیں کرتا۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "ہاں بھئی یہ بات درست ہے چلیے اپنا کوئی مسئلہ بیان کیجیے۔"

"ڈاکٹر! میں ایک شخص کو فرہاد علی تیمور بنانا چاہتا ہوں اور یہ آپ ہی کر سکتے ہیں۔"

"یعنی پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس کے چہرے کو آپ کا چہرہ بنانا ہے۔"

"جی ہاں، آج کل دشمن اینٹی میک اپ کیمرہ لیے گھومتے ہیں ماسک میک اپ کے پیچھے چھپے ہوئے چہرے کی اصلیت بھی معلوم کر لیتے ہیں۔"

"وہ شخص کہاں ہے جسے آپ فرہاد بنانا چاہتے ہیں؟"

"وہ کل یا پرسوں تک پیرس پہنچ جائے گا۔"

"جب بھی وہ یہاں پہنچے آپ اسے کہیں کہ مجھ سے فوراً ملے۔"

"میں آپ سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا لیکن آپ سے اعلیٰ بی بی کی ملاقات ہوا کرے گی وہی اسے اپنی نگرانی میں رکھے گی۔ آپ میرے ساتھ ایک مہربانی کریں۔"

"بھئی مہربانی کی باتیں نہ کریں۔ آپ کا کام کرتے ہوئے مجھے جس قدر خوشی ہوتی ہے میں بیان نہیں کر سکتا۔"

"آپ ہفتے دو ہفتے کے اندر اس کی پلاسٹک سرجری مکمل کر دیں۔"

"میں پوری کوشش کروں گا۔"

"کوشش نہیں وعدہ۔"

"اچھا بھئی وعدہ، جب بھی آپ حکم دیں گے میں کرنیند ادھوری چھوڑ کر آپ کے کام سے لگ جاؤں گا اطمینان ہوا؟"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اس سے رخصت ہو اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے کر پارلر کی تفصیلات بتائیں۔ پھر اس سے کہا "دشمن چاہتے ہیں کسی طرح پارس مل جائے اور اگر پارس نہ ملے تو وہ ہیرے اور کے ذریعے حاصل کر سکیں۔ اس لیے انہوں نے کیا ہے۔ سونیا ان کی قید میں ہے اور وہ سونیا کو ایسے تک پہنچا دیں گے جہاں مجھے مجبور ہو کر ان کے سامنے پڑیں گے۔ خدا وہ وقت نہ لائے لیکن ایسے وقت کے محتاط رہنا چاہیے۔"

اعلیٰ بی بی نے تائید میں سر ہلا کر کہا "نہ تو وہ تمہیں جان سے مار ڈالنا چاہیں گے بلکہ وہ تمہاری الفاظوں میں تمہاری کمزوری حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے کہا "صرف دو بدن کی بات نہیں ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے مسکرا کر کہا "تمہیں بہت دور رکھ بہر حال کرپادان کو جلد سے جلد روانہ کرو۔ ہم اسے گے بلکہ تمہاری طرح چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے اور لو بھی سکھائیں گے۔ میں مرجانہ سے کہوں گی کہ وہ اسے گر بھی سکھا دے۔ ہاں، یہ تو بتاؤ۔ کیا وہ تمہارے ذہ کا علم حاصل کرے گا؟"

"کسی حد تک حاصل کرلے گا۔ وہ برسوں ہے پہلے بھٹک رہا تھا اب نہیں بھٹکے گا۔ میں اس رہوں گا۔ کسی حد تک وہ دوسروں کے دماغوں میں پہنچ فرق صرف یہی ہوگا کہ میں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے کسی وقت بھی کسی دماغ میں پہنچ جاتا ہوں لیکن اس ہوگا کہ وہ باقاعدہ کسی جگہ بیٹھ کر توجہ کرے، مراقبے میں جائے پھر وہ کسی کے دماغ پر دستک گا۔ بہر حال یہ آنے والا وقت بتائے گا، میں ابھی ملاقات کروں گا۔"

میں وہاں سے واپس آ گیا۔ خفیہ رہائش گاہ میں تھوڑی دیر تک خالی الذہن بیٹھا رہا۔ پھر میں نے مخاطب کیا، ماسٹر نے کہا "جناب! میں آپ ہی کا انتظار آپ کے لیے دو کام میں نے کیے ہیں۔ اول تو یہ کہ اسے سکھانے کے لیے ایک ٹیوٹر کا انتظام کیا ہے۔ وہ اپنا

اس سے دائمی رابطہ قائم کریں وہ ہمہ وقت آپ کی خدمت کے لیے تیار رہے گا۔ جب بھی آپ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے حکم دیں گے وہ آپ کو سکھانا شروع کر دے گا۔"

"آپ اس کی آواز سنائیں۔ میں اس کے لب و لہجے کو یہاں ریکارڈ کر رہا ہوں۔ صرف ایک منٹ انتظار کریں۔"

میں ڈرائنگ روم سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں عزت علی کی ڈائری پڑھ رہی تھی۔ میں نے کہا "کیسٹ ریکارڈر اور ایک کیسٹ میں ضروری باتیں ریکارڈ کرو۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ ریکارڈر میں کیسٹ لگانے اور انتظار کرنے لگی۔ میں نے ماسٹر نیومین سے کہا "آپ اس کی آواز سنائیں۔"

ماسٹر نیومین نے اپنے کیسٹ ریکارڈر کو آن کیا۔ تھوڑی دیر کے شخص کی آواز سنائی دی۔ میں اس کی آواز اور اس کے لہجے کی نقل بلند آواز میں کرنے لگا۔ ادھر منجالی اسے ریکارڈ کرنے لگی۔ میں نے ماسٹر نیومین سے کہا "آپ ریکارڈنگ بند کر دیں۔ کافی ہے۔"

ریکارڈنگ بند کرنے کے بعد ماسٹر نیومین نے کہا "میں نے کی حد تک آپ کے لیے کوئی خاص کام نہیں کیا ہے۔ وہاں آدمی نہیں ہیں۔ یوں تو سپر ماسٹر کے ذریعے ذرائع پیدا کیے جا لیکن آپ نے منع کر دیا تھا۔ اس لیے میں ذاتی طور پر کچھ کرنا ہوں۔"

"میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ آپ سپر ماسٹر کی لاعلمی میں میرے کر سکتے ہیں کرتے رہیں۔"

"یہاں لندن سے ایک یہودی فیملی بیت المقدس جا رہی ہاں فیملی کے سرپرست سے میں نے ملاقات کی تھی اور خفیہ کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے اس کی آواز کو ریکارڈ کیا تھا۔ آپ آواز بھی سن لیجیے۔ شاید یہ فیملی یروشلم پہنچتے پہنچتے آپ کے کام آ سکے۔"

اس نے ریکارڈر میں دوسرے کیسٹ کو سیٹ کیا۔ پھر اسے لیا۔ ادھر میں نے منجالی کو اشارہ کیا۔ پھر جیسے جیسے وہاں سے سنتا رہا۔ اسی لب و لہجے میں بلند آواز سے بولتا رہا۔ منجالی اسے ریکارڈ کرتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا "اتنا کافی ہے۔ ریکارڈ کر لیجیے۔"

میں نے ماسٹر کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اپنے عبرانی ٹیوٹر کے پاس پہنچ گیا، اسے مخاطب کیا تو وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا "جناب! آپ بیٹھ جائیں۔ آپ میرے استاد ہیں۔ مجھے سامنے کھڑے ہونا چاہیے۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا "آپ کی آمد میرے لیے باعثِ مسرت ہے۔ میں بھلا آپ کا استاد کیسے بن سکتا ہوں۔ پھر ایسی زبان کا استاد جو آپ کے دشمنوں کی زبان ہے؟"

"آپ ایسا نہ کہیں۔ زبان کوئی سی بھی ہو، سب اچھی ہوتی ہیں، سب پیاری ہوتی ہیں، دنیا کی ہر زبان اگر محبت ہے تو نفرت بھی ہے۔ کیا آپ ایسی کوئی زبان بتا سکتے ہیں کہ جس میں صرف محبت ہی محبت ہو اور اس میں گالی کے الفاظ نہ ہوں؟"

"آپ بجا فرماتے ہیں دنیا کی ہر زبان میں محبت بھی ہے نفرت بھی ہے اور گالیوں کے الفاظ بھی ہیں۔ کوئی بھی زبان دشمنوں کی زبان نہیں ہو سکتی۔ سب محبت کی زبان ہوتی ہے۔ آئیے ہم اسی فقرے سے پڑھائی کی ابتدا کرتے ہیں کہ دنیا کی ہر زبان محبت کی زبان ہے۔"

اس نے اسی فقرے کو عبرانی زبان میں ٹھہر ٹھہر کر ادا کیا۔ میں نے کہا۔ آپ اسے دوبارہ ادا کریں۔ میں ریکارڈ کر رہا ہوں۔ میں نے منجالی کو اشارہ کیا۔ اُدھر اس نے ایک ایک لفظ ادا کیا۔ اِدھر میں نے اسی انداز میں اُسی لب و لہجے میں ان الفاظ کو ادا کرنا شروع کیا۔ وہ الفاظ ریکارڈ ہوتے گئے۔ پھر اس نے گرامر کے مطابق چند فقرے ریکارڈ کرائے۔ میں نے کہا "آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ میں اسے یاد کرنے کے بعد ہی آپ کو دوبارہ زحمت دوں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو گیا۔ گیارہ بج کر پندرہ منٹ ہو گئے تھے۔ میں نے کیشو سے کہا "گاڑی نکالو۔ ہم تمہارے باس اینجلو کے پاس جائیں گے۔ میں انھیں اطلاع دے رہا ہوں۔"

میں نے اینجلو سے کہا "میں آپ کے پاس آنے کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔"

"آپ اطمینان سے آئیں۔ میرے آدمی دور دور تک خفیہ طور پر نگرانی کرتے رہیں گے۔"

میں نے عزت علی کا تمام سامان سمیٹ کر ایک جگہ رکھا۔ کیسٹ اور ریکارڈر کو بھی سوٹ کیس میں رکھ لیا۔ کیشو نے یہ تمام سامان کار کی ڈگی میں پہنچا دیا۔ میں نے منجالی کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس خفیہ رہائش گاہ کو الوداعی نظروں سے دیکھا پھر کار آگے بڑھ گئی۔ راستے میں، میں نے اس یہودی فیملی کے سرپرست کے دماغ میں جھانک کر دیکھا جو زیارت کی غرض سے اپنی فیملی کے ساتھ یروشلم جانے والا تھا۔ اس کی فیملی میں ایک بوڑھی بیوی دو نوجوان لڑکیاں ایک نوجوان بیٹا اور دو چھوٹے بچے تھے۔ وہ دوسری صبح لندن سے روانہ ہونے کے لیے تیاریوں میں مصروف تھے۔ اس فیملی کے سرپرست کا نام ڈیوڈ تھا۔ اس وقت وہ اپنی دونوں بیٹیوں

کے ساتھ ایک دکان میں کچھ خرید رہا تھا۔ اچانک میرے دماغ میں ایک سوال پیدا ہوا۔ کیا ان لڑکیوں سے کوئی کام لیا جا سکتا ہے؟

میں چند لمحوں تک سوچتا رہا، پھر میں نے ماسٹر نیومین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ماسٹر! ایک ذرا زحمت دوں گا۔ آپ معلوم کریں، ڈیوڈ کی بیٹیوں کی عمر، قد، جسامت اور چہرے کی بناوٹ کیسی ہے۔ کیا میک اپ کے بعد اُن میں سے کوئی سونیا بن سکتی ہے؟"

ماسٹر نیومین نے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی اس سلسلے میں معلومات فراہم کرے گا۔ میں ڈیوڈ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت اس کے سامنے کھڑی ہوئی اس کی ایک بیٹی ایک وگ بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"پوپ، یہ وگ پہن کر دیکھیں۔"

وہ اپنے باپ کو بالوں کی وگ پہننے کے لیے کہہ رہی تھی۔ ڈیوڈ نے مسکراتے ہوئے، ہچکچاتے ہوئے کہا "بیٹی! کیوں میرا مذاق اڑاتی ہو۔ میں بغیر وگ کے ہی اچھا لگتا ہوں۔ لوگ کہیں گے، بڑھاپے میں جوان بن رہا ہوں۔"

"اوہ نو پوپ! اب تو سارے ہی بوڑھے وگ پہنتے ہیں۔ آپ نے پہنا تو کون سا گناہ ہو جائے گا۔ آپ بہت اسمارٹ لگیں گے۔"

میں نے اس لڑکی کے لب و لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا۔ اس وقت اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا وقت نہیں تھا کیوں کہ ہم ہاں اینجلو کی کوٹھی کے احاطے میں پہنچ چکے تھے۔ اینجلو اپنی شاندار کوٹھی کے برآمدے میں کھڑا ہوا تھا۔ جب میں کار کی پچھلی سیٹ سے باہر نکلا تو وہ ذرا چونک گیا۔ پھر اسے یاد آیا کہ میں عزت علی کے روپ میں ہوں۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ منچالی سے ہاتھ ملاتے ہوئے وہ ایک بار پھر ٹھٹک گیا۔ جب وہ پہلی بار رنگون آئی تھی اور باس اینجلو نے اسے ایئرپورٹ پر ریسیو کیا تھا، وہاں بھی اس سے ہاتھ ملاتے وقت محسوس کیا تھا کہ منچالی کو بخار چڑھا ہے یا پھر وہ کوئی غیر معمولی لڑکی ہے۔"

میں نے اینجلو سے کہا "آپ حیران ہونا چھوڑ دیں۔ منچالی واقعی ایک غیر معمولی لڑکی ہے۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "جناب! آپ جیسے حیرت انگیز غیر معمولی انسان کی ساتھی بھی غیر معمولی ہی ہو سکتی ہے۔ میں آپ لوگوں کو صدق دل سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ آئیے، تشریف لائیے۔"

میں نے کوٹھی کے اندر جاتے جاتے سوچ کے ذریعے اینجلو سے پوچھا "یہاں سب خیریت تو ہے؟ کسی قسم کا خطرہ تو نہیں ہے؟"

"یہاں کوٹھی کے آس پاس بڑا سخت پہرہ ہے۔ ہمارے خفیہ آدمی چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ کوئی پرندہ بھی یہاں ہماری مرضی کے خلاف پر نہیں مار سکتا۔ البتہ ایک بات میں آپ سے کہہ دوں، یہاں ہر کمرے میں مائک لگے ہوئے ہیں۔ ان کے ذریعے ہماری گفتگو مائک میں تک پہنچتی رہے گی۔"

"کیا تمہارے مائک میں نے مجھ سے یہ بات چھپائے رکھنے کی ہدایت کی ہے؟"

"ہدایت نہیں کی ہے لیکن مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ چپ چاپ گفتگو سنتے رہیں۔"

"مسٹر اینجلو! آپ واقعی میرے مخلص دوست ہیں۔ محتاط انداز میں گفتگو کروں گا۔"

پھر میں نے سوچ کے ذریعے منچالی کو خفیہ نصب شدہ مائک کے متعلق بتا دیا۔ ہم ایک بہت ہی پرتکلف ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے۔ اس ڈرائنگ روم کا سامان قیمتی اور البسا قابل دید تھا کہ اس سے اینجلو کی اَمارت کا پتا چلتا تھا۔ اس نے میرے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "آپ نے یقیناً مادام رسوتی کی خبر معلوم کر لی ہوگی۔"

میں نے ایک ذرا خیال خوانی کی پرواز کی اور معلوم کیا۔ وہ ہندو فیملی کے ساتھ طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ میں اب تک اس مصروف رہا تھا کہ اس کی خیریت نہیں معلوم کر سکا تھا۔ یوں بھی اس کی طرف سے اطمینان تھا۔ میں نے مسکرا کر کہا "وہ بخیریت ہے اور اس وقت طیارے میں سفر کر رہی ہے۔"

"جی ہاں، ہمیں بھی اطلاع مل گئی ہے۔ وہ طیارہ تین بجے تک یہاں پہنچ جائے گا۔"

"میں عزت علی بن چکا ہوں لیکن یہ بہت ہی پُراسرار شخص تھا پتا نہیں کتنے لوگ اسے جانتے ہوں گے۔ اچانک ہی کسی مجھ سے ملاقات کی تو بڑی مشکل ہوگی۔"

اس نے مسکرا کر کہا "آپ کے لیے کیا مشکل ہے آپ جا کرنے والے کے دماغ میں پہنچ کر اس کے متعلق معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔"

"یہ درست ہے لیکن اگر کسی نے اجنبی زبان میں گفتگو کی وہ زبان میں نہ جانتا ہوں تب کیا ہوگا؟"

"ہاں، یہ پرابلم ہو سکتی ہے۔ بہرحال یہاں سے تو آپ کسی کی نظروں میں آئے بغیر نکل جائیں گے۔ منگاپور پہنچ کر کیا سمجھیں تو یہ میک اپ ختم کر دیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "یہ تجسس بڑی بُری بلا ہے۔ ابھی دیکھیے عزت علی بن کر تجسس پیدا ہو رہا ہے کہ یہ شخص کون تھا کیا کرتا رہا ہے کہاں کہاں گھومتا رہا ہے کتنی اہم ہستیوں سے ملتا رہا ہے کے پاسپورٹ سے پتا چلتا ہے کہ بنکاک میں اس کی مستقل رہائش تھی۔ یہ کوئی بزنس مین تھا لیکن ایک بزنس مین مختلف ملکوں کے اہم عہدے داروں اور خصوصاً پولیس افسران سے کیسے شناسائی رکھتا تھا؟"

اینجلو نے ہنستے ہوئے کہا "اب آپ اس کی جڑوں تک پہنچ کر ہی رہیں گے۔ بہرحال میں بنکاک کے باس سے آپ کا تعارف کراتا ہوں۔ ان کا ایک کیسٹ سناتا ہوں۔ آپ اس کے ذریعے ان سے رابطہ قائم کر لیں۔"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے جب میں یہاں سے روانہ ہونے لگوں تو مجھے وہ آواز سنا دیجیے گا تاکہ میرے ذہن میں محفوظ رہے۔"

ایک ملازم ایک بڑی سی ٹرالی لے کر آیا۔ ٹرالی کی اوپری سطح پر سُرخ رنگ کا کوئی مشروب تھا اور نہایت ہی نفیس اور نازک شیشے کے گلاس تھے۔ ٹرالی کی دوسری سطح پر خشک میوے رکھے ہوئے تھے۔ تیسری سطح پر تازہ پھل نظر آ رہے تھے منچالی نے مسکرا کر پوچھا "مسٹر اینجلو! یہ لنچ ہے یا لنچ کی تمہید ہے؟"

اینجلو نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا "یونہی شغل کے طور پر ہم کچھ کھاتے بھی رہیں گے۔ باتیں بھی کرتے رہیں گے۔ آپ جب فرمائیں گی میز پر کھانا چُن دیا جائے گا۔"

میں نے کہا "ہم ٹھیک ایک بجے کھائیں گے۔ کھانے سے پہلے کچھ اور کھانے کو جی نہیں چاہتا لیکن نمکین کا جو میری کمزوری ہیں میں بڑے شوق سے کھاتا ہوں۔"

میں کاجو اٹھا کر کھانے لگا۔ اینجلو نے کہا "مادام سونیا کی روانگی میں آپ کے ڈمی سر کے ساتھ جو تماشا کیا جا رہا تھا وہاں ہمارے ہی آدمیوں نے ان دو آدمیوں کو ہلاک کیا تھا۔"

"کیسے ہلاک کیا تھا؟"

"آپ نے مادام سونیا کے دماغ میں رہ کر دیکھا ہوگا وہاں بہت سے فوٹو گرافر موجود تھے۔ سووی فلم بھی تیار کی جا رہی تھی۔ ان میں ہمارا ایک آدمی بھی فوٹو گرافر کی حیثیت سے تھا لیکن اس کے کیمرے کی ساخت ذرا غیر معمولی ہے۔ اس کیمرے میں ایک ننھا سا آلہ منسلک کیا گیا ہے جس کے ذریعے ایک ننھی سی زہریلی سوئی اپنے مطلوبہ ٹارگٹ پر پھینکی جا سکتی ہے۔ ٹارگٹ کا صحیح نشانہ لینے کے لیے کیمرے کے ویو فائنڈر سے کام لیا جاتا ہے۔"

میں نے پوچھا "ان دونوں لاشوں کا پوسٹ مارٹم کیا گیا ہوگا؟"

"یقیناً کیا گیا ہوگا۔ جب وہ ان لاشوں کو اٹھا کر لے جا رہے تھے تو تلاش اٹھانے والوں میں ہمارا ایک آدمی شامل تھا۔ اسے پہلے سے بتا دیا گیا تھا کہ کسی کو ہلاک کرنا ہو تو سوئی جسم کے کس حصے پر لگی ہوگی۔ اس نے اس حصے سے وہ سوئی نکال لی تھی۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ یہی بتا سکتی ہے کہ مرنے والا زہر سے مارا گیا ہے لیکن کیسے مارا گیا ہے شاید اس کی تفتیش مشکل سے ہو سکے۔"

میں اسفندیار کے متعلق بتانے لگا کہ وہ کس طرح سونیا کو ہپناٹائز کر رہا ہے۔ تمام باتیں سننے کے بعد اینجلو نے کہا "جناب! آپ بہت گہرے ہیں۔ اپنے راز اپنے سائے کو بھی بتانا پسند نہیں کرتے۔ مادام سونیا اور پارس کی موت کی اطلاع سن کر ہمارے ہوش اڑ گئے تھے۔ ہم آپ کو ان کی نئی زندگی اور سلامتی پر مبارکباد دیتے ہیں۔"

"میں آپ لوگوں کا بہت شکر گزار ہوں خصوصاً مائک مین کے احسانات کو بھول نہیں سکتا۔ سونیا اور پارس کے متعلق میں نے مجبوراً اپنی زبان بند رکھی تھی کیونکہ ماضی میں مجھے سپر ماسٹر کی طرف سے بھی اور مائک مین کی طرف سے بھی بارہا نقصانات پہنچ چکے ہیں۔"

"آپ درست فرماتے ہیں لیکن ہمارے موجودہ مائک مین ایسے نہیں ہیں۔ وہ ہر حال میں، ہر قیمت پر آپ کو دوست بنانے رکھنا چاہتے ہیں اور ہاں، میں یہ تو بھول ہی گیا۔ آپ کی اعلیٰ بی بی نے دشمنوں کا ایک خلائی راز چرا کر ہمارے ملک تک پہنچایا ہے اس کے لیے مائک مین آپ لوگوں کے بے حد شکر گزار ہیں۔ ہمارا حریف ملک خلائی اسٹیشنوں کی مرمت کے لیے جو خلائی گاڑی تیار کر رہا ہے اس سے پہلے ہی ہم وہ گاڑی خلا میں بھیج دیں گے۔"

منچالی نے کہا "مسٹر اینجلو! میں آپ دونوں کی محض میں خود کو غیر ضروری سمجھ رہی ہوں۔ اگر اجازت ہو تو میں اندر سے آپ کی کوٹھی کی سیر کر لوں۔"

"بیشک آپ کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ آپ ہی کی کوٹھی ہے۔ آپ جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔ اگر حکم ہو تو ملازم ساتھ کر دیا جائے۔"

"اگر ضرورت ہوئی تو میں خود کسی کو بلا لوں گی۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر جانے لگی۔ اینجلو نے کہا "جناب! ہمیں پارس بیٹے کے متعلق کچھ پوچھنا نہیں چاہیے۔ اس کی حفاظت آپ بہتر طور پر کر سکتے ہیں اور آپ کے منصوبے آپ ہی تک محدود رہیں تو مناسب ہے لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اب دشمنوں کی تمام توجہ اعلیٰ بی بی اور مس مرجانہ پر ہوگی۔ دشمن یہی سمجھتے ہوں گے کہ آپ کا بیٹا پارس ان دو میں سے کسی ایک کی پناہ میں ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "آپ ٹھیک میرے منصوبے کے مطابق سوچ رہے ہیں۔ دشمنوں کو بھی اسی طرح اعلیٰ بی بی اور مرجانہ کی طرف بھٹکتے رہنا چاہیے۔"

اس نے تعریفی انداز میں کہا "واقعی آپ دشمنوں کو بھٹکانا جانتے ہیں۔ اب یہی دیکھ لیجیے کہ چپ چاپ رنگون سے جا رہے

ہیں لیکن یہاں کے حکام یہی سمجھتے رہیں گے کہ آپ شہر میں موجود ہیں۔"

"میرے یہاں سے جانے کے بعد آپ پولیس افسران کو میری تلاش میں نکلنے کا مشورہ دے سکتے ہیں۔"

"اس سے فائدہ کیا ہوگا؟"

"بے چارے میری طرف سے مطمئن ہو جائیں گے۔ آپ ان سے کہہ سکتے ہیں کہ پچھلے دن سے کوئی ہنگامہ نہیں ہوا ہے۔ فرہاد کی طرف سے مکمل خاموشی ہے۔ لہٰذا اسے تلاش کرنے کے لیے شکاری کتے چھوڑے جائیں۔ اس بار بھی کوئی کتا اس کی بُو پانے کے باوجود اُدھر نہ جا سکے تو کم از کم فرہاد کی موجودگی کا علم ہو جائے گا۔ اور اگر کتوں کو فرہاد کی بُو نہ ملے تو یقین ہو جائے گا کہ وہ رنگون میں موجود نہیں ہے۔"

"میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گا لیکن یہ بات آپ خیال خوانی کے ذریعے یہاں کے اعلیٰ حکام سے خود کہہ سکتے ہیں۔"

"بیشک کہہ سکتا ہوں لیکن وہ شاید یقین نہ کریں اور یقین کرنے کے لیے وہی کریں گے جو میں کہہ چکا ہوں یعنی میری تلاش میں شکاری کتے چھوڑیں گے۔"

ہم ایک بجے کھانے کی میز پر پہنچ گئے۔ بڑا ہی پُرتکلف کھانے کا انتظام تھا۔ طرح طرح کی ڈشیں تھیں۔ برمی ڈشیں، اور کچھ پاکستانی کھانے بھی تھے۔ ہم نے کھانا شروع کیا۔ اینجلو نے منجالی سے کہا "ایشو نے مجھے بتایا ہے آپ جس پلیٹ میں کھاتی ہیں۔ جس گلاس میں پیتی ہیں اسے خود اپنے ہاتھ سے دھو ڈالتی ہیں۔"

منجالی نے مسکرا کر کہا "جی ہاں میں اپنے جھوٹے برتن خود دھوتی ہوں۔"

"یہ تو بڑی پُراسرار بات ہے۔"

"ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔ اب میرے اسرار کو سمجھ کر آپ کیا کریں گے؟"

اینجلو نے مسکراتے ہوئے کہا "برما کے سانپ بہت مشہور ہیں۔"

منجالی نے چونک کر اسے دیکھا۔ میں چپ چاپ سر جھکائے کھا رہا تھا اور ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے کہا "مس منجالی! آپ نے میری کوٹھی کے اندر مختلف کمروں میں جا کر بہت کچھ دیکھا ہوگا۔"

"ہاں، آپ نے دنیا جہاں کے عجوبے جمع کر رکھے ہیں خاص طور پر آپ کو کتابوں سے بہت دلچسپی ہے۔"

"اور میں نے سانپوں کے زہر کے متعلق بھی بہت کچھ پڑھا ہے۔ جب سے وہ اندھا ڈیوڈ سولجر زہر کے ذریعے ہلاک کیا گیا تھا، تب سے مجھے آپ پر شبہ سا ہونے لگا۔ پہلی ملاقات میں مصافحہ کرتے وقت آپ کے ہاتھوں کی گرمی نے بھی چونکا دیا تھا۔ جب میں نے کتابیں کھول کر اسٹڈی کی تو آپ کا راز کھلتا چلا گیا۔"

میں نے ہنستے ہوئے منجالی کا وہ واقعہ سنایا جب وہ ایک رات کے لیے ایک ہوٹل میں ٹھہری تھی اور ٹون بیکر سے اس کا سامنا ہوا تھا۔ سیکرٹ ایجنٹ نے منجالی کو بیہوش کرنے کے لیے ایک انجکشن اس کے بازو میں لگایا تھا۔ بھلا ایک زہریلی لڑکی پر زہر کیا اثر کر سکتا تھا، وہ چپ چاپ پڑی رہی لیکن انجکشن لگانے والی اسی سرنج سے ٹون بیکر نے بعد میں اپنے آدمی کو انجکشن لگایا وہ اس آدمی کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ صرف اس کا ذہنی توازن بگاڑ کر اسے برما سے واپس بھیج دینا چاہتا تھا لیکن انجکشن لگاتے ہی وہ شخص مر گیا۔ پتا چلا زہر سے مرا ہے۔ آج تک ٹون بیکر کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ آخر اس سرنج میں زہر کیسے آ گیا تھا؟

اینجلو حیرت سے منہ کھولے یہ واقعہ سن رہا تھا اور منجالی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "مائی گاڈ! تو آپ اس قدر زہریلی ہیں کہ آپ کے جھوٹے برتن میں کوئی کھا نہیں سکتا۔ جھوٹے گلاس میں کوئی پی نہیں سکتا۔ اگر سرنج آپ کے جسم میں پیوست ہو کر نکلے تو وہ بھی زہریلی بن جائے، جناب فرہاد صاحب! آپ مس کے ساتھ کیسے رہتے ہیں؟"

میں نے نقہ چباتے ہوئے کہا "یہ زہر ہے۔ میں زہر مہرہ ہوں اگر زندگی رہی تو ایک دن دنیا تسلیم کرے گی کہ اس کالی بلا نے مجھے بھی زہریلا بھی بنا کر رکھ دیا ہے۔"

اینجلو مجھے اب کچھ حیرانی سے کچھ پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے مجھے بھی ایک زہریلا ناگ سمجھ کر اندر ہی اندر خوف زدہ ہو رہا ہو۔ میں اس ناگن کو حیرت سے فخر سے دیکھ رہا تھا۔

منجالی کی ظاہری خصوصیات میں سے ایک یہ تھی کہ کوئی اس سے دیر تک نظر ملا کر بات نہیں کر سکتا، سامنے والا نظریں جھکا لیتا ہے۔ میری بات اس لیے مختلف تھی کہ میں نے مدتوں شمع بینی کی تھی اور ٹیلی پیتھی کے مختلف مراحل سے گزرتا رہا تھا جہاں نگاہوں کو ایک جگہ مرکوز رکھنا ٹیلی پیتھی اور ہپناٹائز کی بنیادی شرط ہے لہٰذا میں، اسفند یار یا اور کوئی ہپناٹائز نہ کر سکے لیکن منجالی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کر سکتا تھا لیکن پھر بھی منجالی کا اثر ضرور ظاہر ہوتا۔

بہرحال کھانے کے بعد میری عادت کے مطابق چائے کا دور چلا۔ چائے پینے کے دوران اینجلو نے پوچھا "جناب! کیا آپ کے دماغ میں کوئی ایسا منصوبہ ہے جس پر عمل کر کے مادام سونیا کو دشمنوں کی قید سے نکالا جائے۔ اگر کوئی ہے تو آپ ہمیں بتائیں۔ ہم اس پر عمل کریں گے۔"

"مسٹر اینجلو! میں اور سونیا بعض حالات میں خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں اور موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جب بھی کوئی موقع ملتا ہے تو اسے دشمنوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ ابھی ہم موقع کی تلاش میں ہیں۔ اسی لیے میں نے کوئی منصوبہ نہیں بنایا ہے۔"

میں نے سراسر جھوٹ کہا تھا حالانکہ منصوبے کی ابتدا ہو چکی تھی۔ کرپا دان کو فرہاد بنانے کا مقصد یہی تھا کہ وہ سونیا کی رہائی کے لیے میری اولاد کو حاصل کرنے کی شرط پیش کریں گے تو ان کی شرط کو میں قبول کر سکوں۔

رسونتی جس طیارے میں آ رہی تھی، اس کے متعلق اطلاع مل چکی تھی وہ یہاں ساڑھے تین بجے پہنچے گا۔ میں نے ایک بار پھر رسونتی کی خیریت معلوم کر لی تھی۔ ہم ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ اینجلو نے ریکارڈر میں ایک کیسٹ لگاتے ہوئے کہا "ان دنوں بنکاک میں ہمارے ایک باس مسٹر جے، آر جے ناتھن ہیں۔ یہ بیدائشی طور پر بدھسٹ ہیں لیکن نظریاتی طور پر لادین ہیں۔ آپ ان کی آواز سن لیں۔"

اس نے ریکارڈر کو آن کیا۔ تھوڑی دیر بعد مسٹر جے آر جے ناتھن کی آواز سنائی دی — میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ کمیونسٹ ایک بہت ہی قیمتی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ملایا سے سنگاپور کی طرف جا رہا تھا۔ پتا چلا اس نے بنکاک سے ملایا تک ٹرین میں سفر کیا۔ پھر وہاں سے کار میں بیٹھ کر میرے استقبال کے لیے سنگاپور پہنچ رہا ہے۔ اس کی کار کے آگے پیچھے بھی دو کاریں تھیں۔ جن میں ریڈ پاور کے آدمی موجود تھے، میں نے اس کے دماغ میں کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ فرہاد، فرہاد، فرہاد۔۔۔"

اس نے فوراً ہی دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ پریشان ہو کر اپنے خاص ماتحتوں کو دیکھنے لگا۔ ایک نے پوچھا "کیا بات ہے جناب؟"

"میں اپنے دماغ میں کچھ ایسی سوچ محسوس کر رہا ہوں جیسے کوئی کہہ رہا ہو، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

میں نے کہا "ہاں، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ ایئر کنڈیشنڈ میں بیٹھ کر سگریٹ پینا مناسب نہیں ہے۔ تمہارے کامریڈ کی آنکھیں جل رہی ہوں گی۔"

اسی وقت اس کے پاس بیٹھے ہوئے خاص ماتحت نے کہا۔ "جناب! آپ کا شبہ ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم اس وقت تیز رفتار کار میں جا رہے ہیں۔ کھڑکی کے شیشے چڑھے ہوئے ہیں۔ فرہاد صاحب انسان ہیں یا جن؟"

"بھئی میں بھی اپنے دماغ میں کچھ ایسی سوچ محسوس کر رہا ہوں جیسے مجھ سے کہا جا رہا ہو کہ ایئر کنڈیشنڈ کار میں بیٹھ کر سگریٹ پینا مناسب نہیں ہے اور واقعی یہ بات نامناسب ہے۔"

ایک ماتحت نے ہنستے ہوئے کہا "جناب! آپ خود ذہین ہیں خود ایسی باتیں سوچتے ہیں۔ مناسب اور غیر مناسب کو خوب سمجھتے ہیں۔ پھر بھلا مسٹر فرہاد آپ کے دماغ میں آ کر کیوں بولیں گے؟"

ریڈ پاور کے باس جے آر جے ناتھن نے کہا "ہم نے مسٹر فرہاد کے متعلق بہت کچھ سنا ہے اور سنتے وقت ایسا ہی لگتا ہے جیسے یہ جادوئی عمل ہو۔ ہم سے پہلے جو بنکاک کا باس تھا اس نے بھی طرح طرح کے واقعات سنائے ہیں۔"

ایک ماتحت نے کہا "مجھے تو یقین نہیں آتا کہ کوئی اس طرح دماغ میں پہنچ جائے۔"

میں نے کہا "مسٹر جے آر جے ناتھن! آپ اپنے ماتحت کی ہتھیلی پر اپنا سگریٹ بجھائیں گے۔"

اس نے مسکرا کر سوچا "یہ میں کیسی الٹی بات سوچ رہا ہوں۔ بھلا میں اپنے خاص ماتحت کی ہتھیلی پر سگریٹ کیوں بجھاؤں گا جبکہ میرے سامنے ایش ٹرے موجود ہے۔"

"دوسرے ہی لمحے میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اس کی زبانی ماتحت سے کہا "ذرا اپنی ہتھیلی مجھے دکھاؤ۔"

اس کے ماتحت نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے سامنے اپنی ہتھیلی پھیلا دی۔ اسی وقت اس نے ایک ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو تھاما، دوسرے سے سگریٹ کی آگ کو اس کی ہتھیلی پر رگڑ دیا۔ ماتحت کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکلی۔ اس نے جلدی سے ہاتھ کھینچ کر پوچھا "سر! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟"

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بوکھلایا ہوا تھا۔ کبھی سگریٹ کو کبھی اس کی ہتھیلی کو اور کبھی اس کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "ابھی فرہاد نے کہا تھا کہ میں تمہاری ہتھیلی پر سگریٹ بجھاؤں گا اور دیکھو بے اختیار میں نے ایسا کیا ہے۔"

وہ چند لمحوں تک گم صم رہے۔ پھر باس نے گھگھیا کر کہا "مسٹر فرہاد! میں آپ سے معافی کا طلبگار ہوں۔ میں نے آپ کو پہچاننے میں دیر کی۔"

"یہ آپ کا قصور نہیں ہے۔ جب بھی میں پہلی بار کسی کے دماغ میں پہنچتا ہوں تو اپنی موجودگی کا ثبوت پیش کرتا ہوں۔ آپ کے ماتحت نے میرے متعلق ذرا سختی سے رائے پیش کی تھی۔ اس لیے میں نے آپ کا سگریٹ اُسی کی ہتھیلی پر بجھایا۔ میرا خیال ہے، اس کے لیے اتنی سزا کافی ہے۔"

"جی ہاں، جی ہاں۔" وہ ہاں، ہاں کے انداز میں سر ہلانے

لگا اور اپنے ماتحت کو بتانے لگا کہ اسے کس بات کی سزا دی گئی ہے۔ اس کا ماتحت سہمے ہوئے انداز میں سن رہا تھا پھر اس نے بھی مجھ سے معافی طلب کی۔ میں نے کہا "میں دوستوں کا دوست ہوں اور دشمنوں کا دشمن۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔"

باس نے کہا "جناب پہلی ملاقات میں کچھ تلخی پیدا ہوگئی۔ اس کی تلافی کیسے ہوگی؟ مائی گاڈ، اگر تلافی نہ ہوئی تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا۔ باس کے عہدے سے استعفیٰ دے دوں گا۔"

"آپ اس حد تک نہ سوچیں۔ میں نے آپ سے دشمنی نہیں کی ہے محض ایک سبق سکھایا ہے۔ اگر دشمنی کروں گا تو آپ کو اپنے عہدے سے استعفیٰ دینے کی فرصت نہیں ملے گی۔ آپ زندگی سے استعفیٰ دے چکے ہوں گے۔ باقی دی وے، میں اس وقت باس اینجلو کی قیام گاہ میں ہوں اور ائیر پورٹ کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔ دورانِ سفر فرصت ملے گی تو آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔ سو فار۔"

یہ کہہ کر میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر ہم کوٹھی کے باہر آئے۔

باس اینجلو نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "آپ سے ملاقات کے باوجود تشنگی رہ گئی۔ اگر خدا نے چاہا تو ہم پھر ملیں گے۔"

"جی ہاں۔ یہ دنیا بہت بڑی ہے۔ جانے کہاں، کس مقام پر ہمارا سامنا ہو جائے۔ اس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔"

میں اور منجالی اس سے رخصت ہو کر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا کیشو ٹرانسمیٹر کے ذریعے معلومات حاصل کر رہا تھا اور اپنے لوگوں سے پوچھ رہا تھا "خیریت ہے یا نہیں۔ کسی قسم کا خطرہ محسوس ہو، کوئی مشکوک آدمی ہماری گوہ میں نظر آئے تو فوراً اطلاع دی جائے۔" اسے جواب ملا "سب خیریت ہے۔ کوئی ہماری نگرانی نہیں کر رہا ہے۔"

ہم بخیریت ائیر پورٹ پہنچ گئے۔ بس یہیں سے میری مصیبت شروع ہو گئی کیونکہ میں عزت علی کے میک اَپ میں تھا اور نہیں جانتا تھا کہ کتنے لوگ مجھے جانتے پہچانتے ہیں۔ ائیر پورٹ پہنچتے ہی جب میرا سامان کسٹم چیکنگ کے لیے لایا گیا تو ایک آفیسر نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "جناب! آپ کا سامان چیک کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

میں نے اپنی کھوپڑی سہلاتے ہوئے اس آفیسر کی کھوپڑی میں پہنچ کر معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی، بھلا عزت علی کو نو سے سرخاب کے پر لگے ہیں کہ اس کے سامان کی چیکنگ نہیں ہوتی ہے اور وہ آزاد پرندے کی طرح ایک ملک سے دوسرے ملک پرواز کرتا رہتا ہے۔

اس آفیسر کی سوچ نے اتنا ہی بتایا کہ وہ عزت علی کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔ کچھ دنوں قبل اسے اعلیٰ حکام کی طرف سے ہدایات دی گئی تھیں کہ عزت علی نام کا جو شخص اپنے ساتھیوں کے ساتھ رنگون پہنچ رہا ہے اسے چیک نہ کیا جائے۔ آج بھی طیارے میں جب عزت علی کے نام سے سیٹ ریزرو کرائی گئی تو وہی ہدایات اس آفیسر کو دی گئیں۔ یعنی وہ اس کے سامان کی چیکنگ نہیں کر سکتا تھا۔ بے چارہ اس سے زیادہ عزت علی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا اور میں بے چارہ بہت زیادہ تجسس میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یہ عزت علی کچھ زیادہ ہی پُراسرار بن گیا تھا۔ اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ اور جلد سے جلد معلومات حاصل کرنا ضروری تھا۔ پتا نہیں سنگاپور پہنچنے کے بعد عزت علی کے حوالے سے کیسے حالات پیش آنے والے تھے۔

میں نے منجالی سے کہا "طیارے میں سوار ہونے کے بعد تم مجھ سے دور دور رہو گی۔ سنگاپور میں بھی ہم ساتھ نہیں رہیں گے۔"

"وہاں میرا قیام کہاں ہوگا؟"

"ریڈ پاور کا باس جے آر جے ناتھن وہاں اپنے آدمیوں کے ساتھ مجھے لینے آئے گا۔ میں اس سے نہیں ملوں گا تم اور رسونتی اس کے ساتھ جاؤ گی اور ان کی مہمان رہو گی۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔"

"یہ عزت علی بہت پُراسرار معلوم ہوتا ہے۔ اس کی ڈائری کو بڑی توجہ سے پڑھنا ہوگا۔ میں طیارے میں سفر کے دوران اسے پڑھتی رہوں گی، آپ وقتاً فوقتاً مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہیں۔ جو اہم باتیں ہوں گی میں آپ کو بتاتی جاؤں گی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "یہ اچھا طریقہ ہے۔ میں یہی کروں گا۔"

ٹھیک چار بجے ہم طیارے میں سوار ہوئے۔ رسونتی کی سیٹ جہاں تھی اس کے ساتھ والی سیٹ ایک انگریز عورت کی تھی جسے رنگون اترنا تھا۔ جان بوجھ کر ایسی سیٹ ریزرو کرائی گئی تھی تاکہ رنگون میں وہ سیٹ میرے لیے خالی ہو جائے۔ وجے آنند نے رسونتی کو بتا دیا تھا کہ رنگون پہنچتے ہی اس سیٹ پر میں آ کر بیٹھ جاؤں گا۔"

میں نے طیارے میں سوار ہونے کے دوران ہی رسونتی سے دماغی رابطہ قائم کیا اور اس سے کہا "تمہارے ساتھ والی سیٹ خالی ہو چکی ہے۔ ابھی میں آ کر بیٹھنے والا ہوں۔ تم مجھے نہیں پہچان سکو گی۔"

پھر میں طیارے میں پہنچ کر اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ بھی میک اَپ میں تھی۔ پہچانی نہیں جا رہی تھی۔ کسی مارواڑی

عورت کے روپ میں تھی۔ اس کی گود میں فرضی پارس سو رہا تھا میں قریب پہنچا تو وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اس کے پاس والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا "تمہاری محنت شاندار ہو گئی ہے۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "تمہارا لہجہ وہی ہے۔ شرارت سے بولنے کا انداز بھی وہی ہے مگر چہرہ وہ نہ ہو تو میرا دل مانتا نہیں ہے۔ میں تمہیں کیسے فراموش کر دوں؟"

میں نے مسکرا کر کہا "پارس تمہاری گود میں ہے، میں اسے اپنی گود میں لے کر پیار کروں گا۔"

"میں کسی اجنبی کو اپنا بچہ نہیں دیتی۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے بچے کو میری گود میں دیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی، میں فرضی پارس کو پیار کر رہا تھا۔ وہ مسکرانے لگی "میں پچھلی تمام رات سو نہ سکی۔ تمہارے پاس آنے کی خوشی میں جاگتی رہی لیکن تم نے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا۔"

"میں بہت مصروف رہا ہوں۔ تمہیں پتا نہیں ہے۔ سونیا دشمنوں کے جال میں آ گئی ہے۔ وہ تل ابیب میں ایک قیدی کی حیثیت سے ہے۔"

رسونتی افسوس کا اظہار کرنے لگی۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا "تم اس کے لیے کیا کر رہے ہو؟ اسے جلد از جلد دشمنوں کے جال سے نکالنا چاہیے۔ جانے وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کریں۔"

میں نے پوچھا "دشمنوں نے تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک تو نہیں کیا تھا؟"

"میں ان کی چالوں کو سمجھ نہیں سکی تھی لیکن اتنا جانتی ہوں کہ وہ سونیا کی صلاحیتوں سے جلتے ہیں۔ یقیناً اسے نقصان پہنچائیں گے۔"

"میں اس کے لیے فکرمند ہوں اور کوشش میں ہوں۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

"کیا تم رنگون میں اتنے عرصے تک تنہا رہو گے؟"

"ہاں، تم کچھ عرصے تک میرے ساتھ رہیں۔ پھر مجھ سے بدظن ہو کر دشمنوں کے پاس چلی گئیں۔ میں تنہا رہ گیا۔"

"مجھے یقین نہیں ہے۔"

"تم مجھ پر شبہ کیوں کر رہی ہو؟"

"تمہاری فطرت کو خوب سمجھتی ہوں۔"

"خاک سمجھتی ہو۔"

"میری قسم کھا کر کہو۔"

"تمہاری قسم۔"

اس وقت تک طیارہ فضا میں بلند ہو گیا تھا۔ ہم نے اپنے سیفٹی بیلٹ کھول دیے۔ رسونتی نے سوچنے کے انداز میں کہا۔ "مجھے کچھ کچھ یاد ہے لیکن منجالی کا چہرہ ذہن میں نہیں ہے۔ کیا تم اسے رنگون چھوڑ آئے ہو؟"

"نہیں وہ اسی طیارے میں سفر کر رہی ہے اور سنگاپور میں تمہارے ساتھ رہے گی۔"

"اور تم؟" اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔

"تم دیکھ رہی ہو۔ میں کسی دوسرے روپ میں ہوں۔ مجھے ایک دوسرا رول ادا کرنا ہے۔ میں وہاں بہت مصروف رہوں گا۔"

"ہرگز نہیں۔ میں نے ایک طویل عرصے کی دعاؤں کے بعد رونے اور گڑگڑانے کے بعد تمہیں پایا ہے۔ میں ایک منٹ کے لیے بھی نہیں چھوڑوں گی۔" آخر وہ میری بیوی تھی۔ اگر حکم چلا رہی تھی تو غلط نہ تھا۔

لیکن میں نے کہا "احمقانہ باتیں نہ کرو۔ اگر میں نے اس روپ کے مطابق دوسرا رول ادا نہ کیا تو ہم بُری طرح پھنسیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ پھر ایک طویل عرصے کے لیے جُدا ہو جائیں اور تمہیں پچھتانا پڑے۔ لہٰذا تقدیر وقفے وقفے سے جو خوشیاں دیتی ہے۔ انھیں قبول کرتے رہنا چاہیے۔"

وہ پارس کو میری گود سے لے کر ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے بولی "تم سے جب بھی ملتی ہوں۔ یہی ہوتا ہے۔ کیا میں بیوی نہیں ہوں؟ کیا میں اتنی ہی بُری ہوں؟"

"تم بُری نہیں ہو بُرا میں ہوں۔ میں کوشش کروں گا سنگاپور پہنچ کر جلد سے جلد اس روپ سے نجات حاصل کر لوں پھر ہم کہیں دوسرے روپ میں رہیں گے۔"

وہ ذرا مطمئن ہو گئی۔ میں نے کہا "تمہیں منجالی سے ملاقات کر لینا چاہیے۔ سنگاپور ائیر پورٹ سے تم دونوں کا ساتھ رہے گا۔"

"یہ تو میں پوچھنا بھول ہی گئی۔ آخر وہ کیسی لڑکی ہے۔ خوبصورت ہے یا بدصورت؟"

"آخر ہونا شکی مزاج۔ گھوم پھر کر وہی باتیں سوچتی ہو۔ بھئی وہ ایک افریقی لڑکی ہے۔ کیا تم بھول گئی ہو؟"

وہ دماغ پر زور ڈال کر سوچنے لگی۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا "منجالی! اپنی جگہ سے اٹھ کر یہاں آ جاؤ تاکہ رسونتی سے تمہارا تعارف ہو جائے۔ یہ تقریباً تمہیں بھول چکی ہے۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ ڈائری کو بند کیا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر سیٹوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہماری سیٹ کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے ایک ہاتھ سینے پر رکھا پھر سر کو جھکا کر بولی "میں مادام رسونتی کے سامنے اپنا سر خم کر کے فخر محسوس کر رہی ہوں۔ اگرچہ کنیز کا وہ رول ختم ہو چکا ہے تاہم آج بھی میں اپنے

آقا کی شریکِ حیات کو اپنی مالکہ سمجھتی ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے سر گھما کر رسونتی کی طرف دیکھا تو چونک گیا۔ رسونتی ایک ہاتھ سے اپنا سر تھامے ہوئی تھی اور منجالی کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے کسی ناگن کو دیکھ لیا ہو۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے تاثرات معلوم کیے۔ یقیناً بات وہی تھی۔ کچھ عرصہ پہلے منجالی کے زہر نے اس کے دماغ کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا۔ فلائنگ اسپتال کے ڈاکٹر طبی امداد کے لیے نہ پہنچتے تو آج زندہ نہ ہوتی۔ بڑی مشکلوں سے اس کی جان بچائی گئی تھی لیکن زہریلے اثرات نے اس کی یادداشت گم کر دی تھی پھر اس کی یادداشت واپس آئی تو اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی تھیں۔ یعنی کسی نہ کسی طور تھوڑا بہت زہر کا اثر اس کے دماغ میں تھا اور آج وہ منجالی کو دیکھ کر پھر متاثر ہو گئی تھی۔ وہ متاثر بھی تھی اور مرعوب بھی لیکن یہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ آخر منجالی سے سہمی ہوئی کیوں ہے؟

میں نے کہا: "منجالی! تم جاؤ۔ میں تمھیں پھر بُلاؤں گا۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے رسونتی سے پوچھا: "کیا بات ہے۔ تم پریشان کیوں ہو؟"

وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی: "پتا نہیں کیوں اس کو دیکھ کر میرا دل بیٹھنے لگا ہے؟ یہ کون ہے؟ آخر اس میں ایسی کیا بات ہے؟ جب یہ میری ملازمہ کی حیثیت سے تھی تو میں نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ آج یہ بہت اہم نظر آ رہی ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس لڑکی سے خطرہ محسوس کر رہی ہوں تو تم میرا مذاق اُڑاؤ گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "بھئی مذاق اُڑانے کی بات ہی ہے۔ یہ بالکل بے ضرر ہے۔ تمھارے پسینے کی جگہ اپنا خون بہا سکتی ہے پھر بھلا تمھارے لیے خطرناک کیسے ہو سکتی ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ میں اس کے ساتھ سنگاپور میں نہیں رہوں گی۔"

"تم میرے لیے دشواریاں پیدا کر رہی ہو۔"

"کچھ بھی ہو۔ تم میرے پاس رہو گے۔ میں اور کہیں نہیں رہوں گی۔"

میں سوچنے لگا۔ اصل بات سمجھ رہا تھا۔ منجالی کا زہر اس پر اس طرح اثر انداز ہوا تھا، جیسے ہم قدرتی اثرات کہہ سکتے ہیں لیکن میں اس کا طبی تجزیہ پیش نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "منجالی! یہ رسونتی تم سے سہمی ہوئی ہے۔"

اس نے حیرانی سے کہا: "اوہ گاڈ! کیا اب تک میرے زہر سے متاثر ہیں؟"

"یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ رسونتی کے دماغ کے کسی چور گوشے میں تمھارے زہر کا اثر موجود ہے۔"

"پھر کیا ہو گا؟"

"یہ تمھارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ لہٰذا سنگاپور میں تم اکیلی رہو گی۔ میں ابھی تمھارے لیے بندوبست کرتا ہوں۔"

میں نے رسونتی سے پوچھا: "ریڈ پاور کے باس نے دہلی میں تم سے کچھ کہا تھا؟"

"وہ کہہ رہے تھے، سنگاپور پہنچتے ہی میری رہائش کا انتظام ہو جائے گا۔ وہاں بنکاک کا باس موجود ہو گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ بنکاک کے باس کے ذریعے تمھارے اور منجالی کے لیے الگ الگ رہائش کا انتظام کرائیں گے۔"

وہ ناگواری سے بولی: "آخر یہ منجالی تمھارے ساتھ کیوں رہے؟"

"میں تم سے بہتر سمجھتا ہوں کہ دشمنوں سے نمٹنے کے لیے مجھے کن ساتھیوں کی ضرورت ہے۔"

اس نے مجھے شکایت بھری نظروں سے دیکھا پھر وہ اپنے پر زور ڈال کر سوچنے لگی: "یہ درست ہے۔ یہ زہریلی لڑکی مجھے خوفزدہ لگ رہی ہے۔ میں نہ جانے کیوں اس سے سہم جاتی ہوں۔ دور بھی اس سے ضرور کراتے ہوں گے۔ پر کشش ہے تو کیا ہوا، میں بھی کشش ہوتی ہے۔ اسی لیے تو موت ہر لمحہ زندگی کو اپنی قریب کھینچتی ہے اور زندگی اس سے کترا کر گزرتی رہتی ہے۔"

میں نے کہا: "رسونتی! دنیا بھر کے فلسفیوں کا خیال ہے عورت خواہ کتنی ہی حسین ہو، کتنی ہی دلنواز ہو، کیسی ہی جان پر کھ جانے والی ہو، بیوی بننے کے بعد مصیبت بن جاتی ہے۔ وہ ہزار کے باوجود بھول جاتی ہے کہ مرد پر کتنے ہی پہرے بٹھاؤ، وہ ہتھکنڈوں سے باز نہیں آئے گا۔ اگر میں اپنے ہتھکنڈوں پر اُتر آیا تمھیں پتا ہی نہیں چلے گا پھر ان فضول باتوں سے کیا فائدہ؟"

اس نے سر ٹیک کر کہا: "میں کیا کر دوں۔ میرا دل نہیں مانتا۔ میں چاہتی ہوں، تم صرف میرے رہو اور میری باتوں پر چلو۔"

"سنگاپور چلو، میں تمھارے لیے ایک ملازم خرید کر لے آؤں گا۔ وہ تمھاری باتوں پر چلے گا، تمھارے کہنے کے مطابق تمھاری خدمت کرتا رہے گا۔ ایسا ملازم مل سکتا ہے۔ کوئی شوہر نہیں مل سکتا۔"

"اتنا عرصہ گزر گیا، تم ذرا نہیں بدلے۔ سچ سچ بتاؤ، مجھ میں کوئی کمی محسوس کرتے ہو؟"

"کوئی کمی محسوس کرتا تو اب تک تمھیں طلاق دے چکا ہوتا۔"

وہ چپ رہی۔ میں نے کہا: "اب میں بنکاک کے باس سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ تم لوگوں کے لیے رہائش کا انتظام کرنا ہے۔ خاموشی چاہتا ہوں۔ جب تک میں مخاطب نہ کروں۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

میں ریڈ پاور کے باس جے آر جے ناتھن کے پاس پہنچ گیا۔ [illegible] دیر سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی چونک کر [illegible] کیا پھر کہا: "جناب! میں بڑی دیر سے آپ کا انتظار کر رہا [illegible] حکم دیجیے۔"

"میرا پہلا حکم یہ ہے کہ اپنا نام مختصر کر دو۔"

وہ حیرانی سے بولا: "میں نہیں سمجھا؟"

"یہ جے آر جے ناتھن کا مطلب کیا ہوا؟"

وہ خوش ہو کر بولا: "میرا پورا نام جمنا رام جگ ناتھن ہے۔"

"یعنی جتنا سُن رہا تھا اس سے بھی گُنا ہے۔ تمھارا یہ نام لینے کرتے آدھی دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے پہنچ سکتا ہے۔ اسے مختصر کرو۔"

"آپ باس ہیں۔ خادم کہہ کر بُلا سکتے ہیں۔"

"مسٹر ناتھن! آپ نے مادام رسونتی کے رہنے کے لیے کیا انتظام کیا ہے؟"

"سنگاپور کے مشرقی ساحل پر ایک نہایت ہی خوب صورت [illegible] ہے۔ وہ آپ کے اور ان کے لیے مخصوص ہے۔"

"سنگاپور ایئرپورٹ پر مجھ سے ملاقات نہیں ہو گی۔ میری [illegible] رسونتی ایک مارواڑی عورت کے رُوپ میں ہے۔ اس کی [illegible] ہمارا بیٹا ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بتا دوں گا کہ رسونتی [illegible] تعارف کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور رہائش گاہ کا [illegible] کرنا ہو گا۔"

"وہ بھی ہو جائے گا۔"

"اسی جہاز سے ایک نیگرو لڑکی آ رہی ہے۔ اس کا نام منجالی [illegible] اسی کے لیے الگ رہائش کا انتظام کیا جائے۔"

"میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔ کیا مس منجالی کی رہائش بھی آپ کے قریب ہی ہو گی؟"

"میں نے کہا نا میں سنگاپور میں نہیں رہوں گا۔ مادام رسونتی [illegible] منجالی اور مس منجالی کی رہائش کا انتظام بھی اسی مشرقی ساحل کے [illegible] ہی ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"جناب! ایسا ہی ہو گا۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ بہت دیر ہو گئی تھی۔ میں [illegible] کی خیریت معلوم نہیں کی تھی۔ لہٰذا اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ [illegible] کے اسی کمرے میں تھی۔ پریشانی سے ٹہل رہی تھی۔ میں نے [illegible] کیا بات ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی: "تم ایسے [illegible] ہوتے ہو جیسے میں کسی محل سرا میں آرام فرما رہی ہوں۔ کیا [illegible] خیال ہے؟ دُشمن میرے ساتھ بڑے پیار سے پیش آ رہے ہیں؟"

"میں کیا کروں۔ یہاں اس قدر مصروف ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ ابھی میں نے رنگون چھوڑ دیا ہے۔ نئی جگہ جا رہا ہوں۔ اتفاق سے ایک ایسے شخص کے میک اَپ میں ہوں، جو میرے لیے بھی بے حد پُراسرار ہے۔"

وہ اپنی پریشانی بھول کر بولی: "کس کے رُوپ میں ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟ کیا کر رہے ہو؟"

میں نے اسے مختصر طور سے عزت علی کے متعلق بتا دیا پھر کہا: "بہرحال تم اپنی سُناؤ۔"

"کیا سُناؤں؟ میں بڑے آرام سے سوتی رہی۔ یقیناً اس نے ہپناٹزم کے ذریعے مجھے سلا دیا تھا۔ جب سو کر اُٹھی تب بھی کوئی پریشانی کی بات نہیں تھی۔ میں نے آنٹی سے پوچھا: کیا میں ہوٹل کے باہر جا سکتی ہوں، اس شہر کو دیکھ سکتی ہوں؟"

آنٹی نے جواب دیا: "بے شک میں تمھارے ساتھ رہوں گی۔ کوئی تمھارا راستہ نہیں روکے گا لیکن میں تمھیں بیٹی کہتی ہوں، اس لیے نیک مشورہ دیتی ہوں، باہر نہ نکلو۔ خواہ مخواہ دشمن تمھیں پریشان کریں گے۔"

"میں دیکھوں گی کہ وہ مجھے کس طرح پریشان کرتے ہیں۔ پریشانی کی بات ہو گی تو واپس آ جاؤں گی۔"

میں نے ناشتہ کرنے کے بعد لباس تبدیل کیا۔ آنٹی نے باہر جا کر اطلاع دی کہ میں قتل ابیب شہر میں گھومنے کے لیے نکل رہی ہوں۔ جب میں لباس تبدیل کر کے اپنے کمرے سے باہر نکلی اور آنٹی کے ساتھ زینے پر پہنچی تو زینے سے اُترتے وقت اچانک ہی لڑکھڑا گئی۔ میرے ایک سینڈل کی ایڑی اچانک ہی الگ ہو گئی تھی۔ نیچے ہال میں دیکھنے والے قہقہے لگانے لگے۔ میں نے دونوں سینڈل اتار دیے۔ ننگے پاؤں اپنے کمرے میں واپس آئی۔ وہاں غور سے دیکھا تو وہ سینڈل نہیں تھے جنھیں میں پہنتی تھی۔ ٹھیک اسی طرح کے دوسرے سینڈل میری نیند کے دوران لا کر رکھ دیے گئے تھے۔ جان بوجھ کر ایڑی کو کمزور بنایا گیا تھا۔ تاکہ میں گر پڑوں اور لوگ میرا مذاق اڑائیں۔ میں نے اب دوسرا لباس نکالا۔ جینز اور شرٹ پہنی، گلے میں اسکارف باندھا۔ پاؤں میں موزے اور کینوس کے جوتے پہنے۔ پھر آنٹی کے ساتھ چلتے ہوئے ہوٹل سے باہر آئی۔ وہاں ایک چھوٹی سی اسپورٹس کار کھڑی ہوئی تھی۔ مسلح سپاہی نے فرانسیسی زبان میں کہا: "مادام! یہ آپ کے لیے ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اسے آپ خود ڈرائیو کریں گی۔ اس شہر کی سیر کریں گی۔ آپ کے راستے میں کوئی رُکاوٹ نہیں آئے گی۔ نہ ہی کوئی آپ کی نگرانی کرے گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس جوان نے اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے پہلے کار کو چاروں طرف سے اچھی طرح دیکھا۔ بہت ہی

خوب صورت اور نئی کار تھی۔ میں اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ دروازہ بند ہوگیا۔ میں نے اس کے ایندھن کو چیک کیا۔ چابی گھمائی، کار اسٹارٹ ہوگئی۔ میں اسے دھیمی رفتار سے ڈرائیو کرتے ہوئے ہوٹل کے احاطے سے باہر آگئی۔ اس میں حیرانی کی بات نہیں تھی کہ ان لوگوں نے مجھے تنہا گھومنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ وہ پورا شہران کا تھا۔ وہ ملک ان کا تھا۔ لوگ ان کے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ ان میں کوئی غدار نہیں ہے اور میں وہاں سے فرار نہیں ہوسکوں گی۔ ایک طرح کا چیلنج تھا کہ میں فرار ہونے کی کوشش کر کے دیکھ لوں۔

لیکن بات کچھ اور تھی۔ میں تل ابیب کی ایک مصروف شاہراہ سے گزر رہی تھی کہ اچانک میری کار کے پیچھے ہلکا سا دھماکہ ہوا۔ میں نے گاڑی روک دی۔ لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔ میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ اسپورٹس کار کی باڈی کا پچھلا حصہ الگ ہوکر سڑک پر گر پڑا تھا۔ یعنی اب میں آدھی کار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ صرف کار کا نچلا حصہ پورا تھا۔ یعنی چاروں پہیے سلامت تھے۔ چاروں طرف مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے سب مجھے دیکھ رہے تھے۔ گاڑی کی طرف ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر قہقہے لگا رہے تھے۔

میں سمجھ گئی۔ یہ لوگ میری توہین کرنا چاہتے تھے اور آگے چل کر بھی بہت کچھ کر سکتے تھے۔ خیریت اسی میں تھی کہ فوراً ہوٹل کے کمرے میں واپس چلی جاؤں۔ ایک طرح سے یہ چیلنج تھا کہ میں اپنے کمرے سے باہر نہیں نکل سکتی۔ نکلوں گی تو اسی طرح میرا مذاق اُڑایا جائے گا۔

میں نے فوراً ہی گاڑی کو دوسری شاہراہ پر موڑ لیا۔ اسے ایک یوٹرن دے کر ہوٹل کی طرف واپس جانا ہی چاہتی تھی کہ پھر کار میں ایک دھماکہ ہوا۔ میرے ہاتھوں سے اسٹیئرنگ بکتے بکتے رہ گیا۔ کار کا ایک پچھلا پہیہ برسٹ ہوگیا تھا۔ گاڑی رُک گئی تھی۔ اب لوگ اور بھی قہقہے لگا رہے تھے۔ فٹ پاتھ پر یہاں سے وہاں تک بھیڑ نظر آرہی تھی۔ وہ سب یوں کھڑے ہوئے تھے جیسے اور بھی کوئی تماشا دیکھنے والے ہوں۔ میں اس کار سے اچھل کر باہر آگئی۔ بیچ سڑک پر پہنچتے ہی کسی نے اونچی آواز سے کیسٹ ریکارڈر آن کیا۔ آرکسٹرا کی آواز اُبھرنے لگی۔ میں نے دیکھا، میرے چاروں طرف نوجوان اس آرکسٹرا کی دُھن پر رقص کر رہے تھے۔ ایک نوجوان نے میرے اسکارف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عبرانی زبان میں کچھ کہا۔ میں سمجھ گئی کہ وہ مجھ سے میرا اسکارف مانگ رہا ہے۔

میں نے سوچا۔ ان کے مُنہ لگنے سے بہتر ہے فوراً ہی فٹ پاتھ پر چلی جاؤں۔ لوگوں کی بھیڑ میں گم ہونے کی کوشش کروں۔ میں نے اسکارف اتار کر اس نوجوان کی طرف پھینکتے ہوئے فٹ پاتھ کا رُخ کیا لیکن دو نوجوان میرے راستے میں آگئے۔ وہ آرکسٹرا کی دھن پر رقص کرتے جارہے تھے اور میرا راستہ روکتے جارہے تھے۔ ایک نے میری قمیص کی طرف اشارہ کر کے عبرانی زبان میں کچھ کہا۔ بات سمجھ میں آگئی۔

میں نے چیخ کر کہا۔ یہ کوئی مردانگی نہیں ہے کہ ایک عورت کو چاروں طرف سے گھیر کر اسے پریشان کیا جائے۔

میری چیخ آرکسٹرا کی آواز میں گم ہوکر رہ گئی۔ آواز اور تیز کردی گئی تھی۔ رقص اور تیزی سے جاری تھا۔ میں نے اچانک ہی اچھل کر دونوں جوانوں کے سینے پر فلائنگ کِک ماری اور اُلٹی قلابازی کھائی۔ پھر زمین پر کھڑی ہوگئی۔ وہ دونوں پیچھے لڑکھڑاتے ہوئے گر پڑے تھے۔ میں دوڑتے ہوئے فٹ پاتھ پر پہنچ گئی تھی۔

اب میں مَردوں اور عورتوں کی بھیڑ میں سے راستہ بناتے ہوئے گزر سکتی تھی۔ مجھ پر حملہ کرنے والے آتے تو انھیں بھی بھیڑ میں سے راستہ بنانا پڑتا۔ اسی وقت تیز سیٹیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ ان آوازوں کو سُن کر جیسے بھگدڑ مچ گئی۔ وہ سب اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ میری سمجھ میں یہی آیا کہ پولیس والے سیٹیاں بجاتے ہوئے غنڈوں، بدمعاشوں کو پکڑنے آرہے ہیں لیکن بھاگنے والے ذرا دور جاکر کھڑے ہوگئے تھے یعنی جہاں میں کھڑی ہوئی تھی وہاں میدان صاف ہوگیا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھ پاتی اچانک ہی مجھ پر ڈھیر سارا کچرا آکر گرا۔ میں جس عمارت کے سائے میں کھڑی تھی، اس کی چھت سے کسی نے کوڑا پھینکا تھا۔ اب تو چاروں طرف سے بے تحاشا قہقہے بلند ہو رہے تھے۔

میں چند لمحوں تک گم صم کھڑی رہی۔ انڈے کے چھلکے، زرد، سڑے ہوئے ٹماٹر، باسی سبزیاں، پھٹے پرانے جوتے اور جانے کیا الا بلا مجھ پر آپڑی تھی۔ میں دانت پیس کر غصے کو برداشت کر رہی تھی۔ پھر میں نے فٹ پاتھ سے ذرا ہٹ کر سڑک پر پہنچ کر اس عمارت کی بلندی کو دیکھا۔ وہاں ایک شخص دونوں ٹانگیں پھیلائے دونوں ہاتھوں کو کمر پر رکھے بڑی شان سے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرانسیسی زبان میں کہا: "میں اِدھر ہوں۔ کیا انتظام نہیں لوگی؟"

میں دوسرے ہی لمحے دوڑتے ہوئے اس عمارت میں داخل ہوگئی۔ زینے سے چڑھتے ہوئے چھت کی طرف جانے لگی۔ وہ چھ منزلہ عمارت تھی۔ میں دوسری منزل پر پہنچ کر ذرا رُک گئی۔ آہستہ زینے پر چڑھنے لگی۔ مجھے عقل آگئی تھی کہ جوش اور جنون میں مارکھا جاؤں گی یا مجھے دشمنوں کے ہاتھوں پھٹنا پڑے گا۔ اس لیے عقل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ میں اطمینان سے زینے چڑھتی ہوئی اوپر کی طرف جانے لگی۔ دشمنوں کی توقع کے بالکل خلاف بہت دیر سے چھت پر پہنچی۔ وہاں وہ ایک نہیں چار لڑکے سینڈو نظر آرہے تھے۔ میں انھیں دیکھتے ہی بظاہر سہم گئی۔ وہ چاروں فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگے۔ میرے کپڑے بھیگ چکے تھے۔ بالوں میں بھی کچرا پھنسا تھا گویا سر سے پاؤں تک کچرا ہی کچرا تھا۔ میں دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے اس شخص کی طرف بڑھنے لگی جو چھت کے سرے پر کھڑے ہوکر پہنچ کور رہا تھا۔ انتقام اس سے لینا تھا۔ میں نے رونے کے انداز میں کہا: دیکھو، میں ایک عورت ہوں۔ تم چار مرد ہو۔ میں کسی ایک سے بھی مقابلہ نہیں کرسکتی کیوں کہ تمھارے قد اور تمھاری جسامت سے ظاہر ہے کہ تم سب پہلوان ہو۔

اتنا کہتے کہتے میں اس کے قریب پہنچ گئی تھی۔ وہ پوری طرح خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ میں ان چاروں کے درمیان گھر جانے کے بعد اب ہاتھ پاؤں جوڑنے کے سوا کچھ نہیں کرسکوں گی۔

میں اس کے قدموں میں گرنے کے لیے جُھک گئی۔ دوسرے ہی لمحے اس کی ٹانگ میرے ہاتھوں میں آئی اور میں نے اسے کھینچ لیا۔ وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ میں باقی تین طرفہ حملوں کی طرف سے محتاط تھی۔ اس لیے ٹانگ کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے تھام کر چکر لگانے لگی۔ گول گھومنے لگی۔ وہ میرے ہاتھوں کی گرفت میں ٹانگوں کی طرف سے جھول رہا تھا۔ چاروں طرف گھوم رہا تھا۔ اس کے تین ساتھی میرے قریب آنا چاہتے تھے لیکن میں انھیں آنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔ ویسے وہ بڑا بھاری بھرکم تھا۔ میں زیادہ دیر تک اسے اٹھائے چکر نہیں لگا سکتی تھی۔ دو چکر لگانے کے بعد میرے چکر پر میں نے اسے چھت سے نیچے پھینک دیا۔ وہ چھ منزلہ عمارت کی بلندی سے گرتے ہوئے کرب ناک انداز میں چیخ رہا تھا۔ پھر اس کی چیخ دور جاکر ڈوب گئی۔

اب اس چھت پر تین شہ زور رہ گئے تھے۔ وہ تین طرف کھڑے ہوئے تھے اور پینترا بدل کر مجھ پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اسی وقت ایک نے اپنی کمر سے ہاتھ بھر کا چاقو نکال لیا۔ پھر اس نے چاقو کے دستے کو ایک جھٹکا دیا۔ چاقو کا پھل کچھ اور لانبا ہوگیا۔ اس نے پھر جھٹکا دیا، چاقو کا پھل اور لانبا ہوگیا۔ اب وہ چاقو نہیں رہا تھا۔ میری نگاہوں کے سامنے تلوار کا ننگا پھل چمک رہا تھا۔ اس نے پینترا بدل کر تلوار کو اِدھر اُدھر گھمایا۔ وہ حملہ کرنے سے قبل تلوار بازی کے فن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ پھر جب وہ حملہ ہوا تو اچانک ہی بازی پلٹ گئی تھی کیوں کہ ان میں سے ایک پہلوان کی چیخ سُنائی دی تھی۔ تلوار کا پھل اس پہلوان کے سَر کے بیچ میں پٹا تھا اور سر تقریباً آدھا ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔ اس کے حلق سے نکلنے والی چیخ گھٹ گئی تھی اور وہ چھت کے فرش پر گر کر تڑپ رہا تھا۔

اس کے ایک پہلوان ساتھی نے غصے سے چیخ کر پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟ اپنے ساتھی کو کیوں مار ڈالا؟"

تلوار باز پینترا بدلتے ہوئے اس کے سامنے پہنچ گیا۔ پھر تلوار کو نچاتے ہوئے بولا: "میں مجبور ہوں۔ اس وقت میری کھوپڑی پر فرہاد علی تیمور سوار ہے اور تمھاری کھوپڑی پر موت سوار ہوچکی ہے۔ سنبھل جاؤ۔"

اس نے حملہ کیا۔ وہ پینترا بدل کر بچ گیا۔ پھر دوسری بار حملہ ہوا۔ اس بار وہ تلوار اس کے جسم پر کچھ خراشیں ڈالتی ہوئی گزر گئی۔ وہ بھاگنا چاہتا تھا لیکن بھاگتے بھاگتے اوندھے مُنہ گر پڑا۔ میں نے ٹانگ اڑا دی تھی۔ اس کے گرتے ہی تلوار اس کی گردن پر پڑی پھر وہ بھی تڑپنے لگا۔ میں نے اس تلوار باز کو دیکھتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟"

اس نے تلوار کو دونوں ہتھیلیوں پر رکھتے ہوئے میرے سامنے دوزانو ہوتے ہوئے کہا: "مادام! میں آپ کا ادنیٰ خادم ہوں۔ ماسک مین کا حکم ہے، آپ پر آنچ نہ آنے دی جائے۔ آئندہ بھی آپ کے کام آنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اس وقت اس

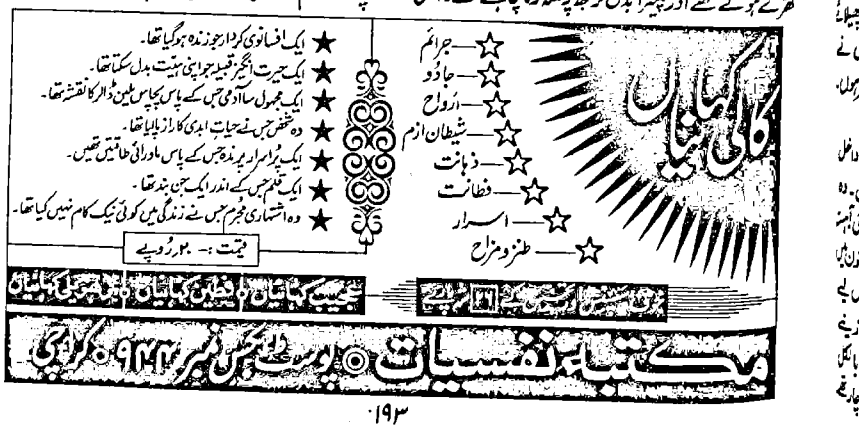

تلوار کو سنبھالیں، میں یہاں سے بھاگ رہا ہوں تاکہ پتا چلے، چار شہ زوروں میں ایک بزدل بھی تھا جو جان بچا کر نکل بھاگا۔"

میں نے وہ تلوار لے لی۔ وہ وہاں سے اٹھا، دوڑتا ہوا چھت کے دوسرے سرے پر گیا۔ دوسری عمارت کی چھت اس سے نیچی تھی۔ اس نے وہاں سے چھلانگ لگائی۔ یقیناً وہ دوسری چھت پر چلا گیا تھا۔ میں نے ایک ہاتھ سے اس کی تلوار پکڑی، دوسرے ہاتھ سے دوسرے شخص کی کٹی ہوئی گردن کو بالوں سے پکڑ کر اٹھایا۔ پھر وہاں سے چلتے ہوئے چھت کے سرے پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ نیچے مٹک پر بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ میرے ایک ہاتھ میں خون آلود تلوار اور دوسرے ہاتھ میں کٹا ہوا سر دیکھ کر وہاں موجود عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔ وہ سب سر اٹھائے دیکھ رہے تھے۔ عورتوں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔ میں نے تلوار والے ہاتھ کو بلند کرتے ہوئے کہا: "تمہارا ایک شہ زور پہلے ہی نیچے پہنچ گیا تھا۔ اب دوسرے کو سنبھالو!"

میں نے اس کٹے ہوئے سر کو نیچے پھینک دیا۔ وہ اس چھ منزلہ عمارت کی بلندی سے بیچ شاہراہ پر گرا۔ لوگوں کی بھیڑ دور چھٹنے لگی۔ پھر میں نے چیخ کر کہا: "سنو، غور سے سنو تمہارے لیے یہ بہتر ہے کہ مجھے جان سے مار ڈالو۔ میرا نام سونیا ہے۔ میں زندہ رہوں گی اور میرا مذاق اڑایا جائے گا اور میرے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو گی تو اسی طرح تم لوگ اپنا اپنا ندرانہ پیش کرتے رہو گے۔ سوچ لو۔ ابھی طرح سوچ لو۔ تمہارے میرے پہلوان کی لاش یہاں چھت پر پڑی ہوئی ہے۔ چوتھا بزدل ثابت ہوا۔ وہ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اب میں نیچے آ رہی ہوں۔ اگر مجھے چھیڑا گیا تو میں نہیں جانتی کہ میرے ہاتھوں سے کتنے مریں گے اور میں کن لوگوں کے ہاتھوں سے مروں گی لیکن جان پر کھیلتے ہوئے اپنے ہوٹل تک پہنچوں گی۔"

میں چھت سے نیچے اترآئی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ سب دور ہٹ گئے تھے۔ یقیناً وہ عام شہری تھے۔ ان میں سے کچھ بدحواس تھے جو اب میرے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر قریب نہیں آ رہے تھے۔ کوئی مجھے گولی مار سکتا تھا لیکن شاید اس کے لیے ان کے آقاؤں کا حکم نہیں تھا۔ میرے لیے یہی سزا تجویز کی گئی تھی کہ ہر قدم پر مجھے ذلیل کیا جائے۔ میں قدم قدم فٹ پاتھ سے گزرنے لگی۔ میرے چاروں طرف دور تک بھیڑ چھٹی ہوئی تھی۔ کوئی قریب آنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ میں بغیر پریت اپنے ہوٹل کے کمرے تک پہنچ گئی۔ غسل کرنے کے بعد لباس تبدیل کیا ہے اور اب یہاں آرام کر رہی ہوں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟"

میں نے اس کی تمام باتیں سننے کے بعد کہا: "جس طرح تمہیں چھیڑا گیا ہے۔ اگر میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی ان کے کسی اہم آدمی کو چھیڑوں تو ان کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے لیکن بات بہت دور تک پہنچ جائے گی۔ میں انھیں آخری وارننگ دینے جا رہا ہوں۔ اگر وہ اپنی حد میں نہ رہے تو میں بھی اپنی حد سے آگے بڑھوں گا۔ تم آرام کرو۔ میں ابھی تمہارے پاس آ جاؤں گا؟"

میں اس سے رخصت ہو کر ڈبل جوئیل کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کا دماغ ابھی تک کمزور شعاعوں کا زخم ویسا ہی تھا۔ اس لیے نہ وہ سانس روک سکتی تھی۔ نہ ہی اپنی سوچ کی لہروں کو بالکل بند کر سکتی تھی۔ اس نے میری مرضی کے خلاف آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ اسپتال کا ایک کمرہ تھا۔ ایک نرس بستر کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی زبان سے کہا: "سسٹر میری بات غور سے سنو۔ اس وقت میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ فوراً یہاں سے جا کر ثبات معظم کو بلاؤ۔ اگر وہ نہ آیا تو ڈبل جوئیل کی آخری سانس کسی بھی وقت آ سکتی ہے۔ اسے زندہ دیکھنا چاہتا ہے تو فوراً ثبات معظم کو بلاؤ۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے چلتے ہوئے کمرے کے باہر چلی گئی۔ ذرا سی دیر میں وہاں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ ایک ڈاکٹر، ایک وارڈ بوائے کمرے میں آئے، وہ دونوں خاموشی سے ڈبل جوئیل کو دیکھنے لگا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا: "کیا اُلوؤں کی طرح دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہو۔ میں جانتا ہوں۔ تم لوگ زبان نہیں کھولو گے اور نہ ہی میں زبان کھلوانا چاہتا ہوں۔ مجھے جس کی ضرورت ہے، اُسے میں نے بلوایا ہے۔ وہ نہیں آئے گا تو ابھی انجام سامنے آئے گا۔"

وہ دونوں فوراً ہی وہاں سے چلے گئے۔ دو منٹ کے اندر ہی وہ ایک ٹیلیفون سیٹ اُٹھا کر لے آئے۔ ڈبل جوئیل کے سرہانے اسے رکھا۔ پھر ریسیور اُٹھا کر ڈائل کرنے لگے۔ ڈائلنگ کے بعد کان لگا کر سنا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی انھوں نے ریسیور ڈبل جوئیل کے ہاتھ میں دیا۔ میں نے ڈبل جوئیل کے کان سے ریسیور کو لگایا پھر کہا: "اگر تم ثبات معظم ہو تو ریسیور کے سامنے دوبار چٹکی بجاؤ۔"

میری بات ختم ہوتے ہی دو بار چٹکی کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا: "ثبات معظم! اب تک میں اپنی حد میں ہوں۔ اگر آئندہ سونیا کے ساتھ کوئی بدتمیزی ہوئی۔ اس کے مزاج کے خلاف کوئی قدم اُٹھایا گیا تو میں تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر تمہارے سربراہ کی خبر لوں گا!"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ میں نے کہا: "میں جانتا ہوں، اس وقت تم فرانسیسی اور عبرانی زبان بھی بھول گئے ہو گے۔ کھانسی آئے گی تو کھانسنے سے بھی پرہیز کرو گے۔ بہرحال تمہیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ میں نے تم لوگوں کی شرائط تسلیم کرنے کے بعد تمہارے تمام عہدے داروں کو چھوڑ دیا، اور نہ موت ان کا مقدر بن چکی تھی۔ میں نے اپنے عہد کا پاس کیا۔ تم لوگوں کو بھی اپنی شرافت کا ثبوت دینا چاہیے۔ مجھے بتاؤ کہ کس شرط پر سونیا کو رہا کر سکتے ہو۔ یاد رکھو شرط ایسی ہو جو مجھے حد سے

بڑھنے پر مجبور نہ کرے۔ میں جا رہا ہوں۔ دو گھنٹے کے بعد سونیا کے پاس آؤں گا۔ اس کے ذریعے تمہارا جواب سنوں گا۔"

میں نے ڈبل جوئیل کے ہاتھ سے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا: "جوئیل! جب تم فرہاد کو پسند کرتی ہو تو اس کی دماغی لہروں کو کیوں روکتی ہو؟"

جوئیل نے نقاہت سے کہا: "میں کہہ چکی ہوں، تم بے وفا ہو۔ ثبوت ہو۔ اب میں تمہیں اس وقت تک دماغ میں نہیں آنے دوں گی جب تک تم خود میرے پاس نہیں آؤ گے۔ میرے پاس آؤ۔ میرے ساتھ شادی کر کے رہو۔ ہماری اولاد ہو گی۔ ہم ایک خوشحال زندگی گزاریں گے۔"

"تم اپنے ہپناٹزم کی آقاؤں کا ٹارگٹ یا سبق خوب پڑھ رہی ہو۔ پڑھتی رہو۔ اس وقت تمہارا دماغ کمزور ہے۔ سو جاؤ۔"

وہ پانچ منٹ کے اندر ہی سو گئی مگر دوسرا ذہن بیدار تھا۔ اب مصنوعی جوئیل کے دماغ میں تھا۔

اصولاً مصنوعی جوئیل کو بھی ٹیلی پیتھی کی لوری سننے کے بعد سو جانا چاہیے تھا لیکن وہ بیدار تھی۔ اس کی سوچ تبدیل ہو رہی تھی کہ وہ اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں کو محسوس تو کر رہی ہے لیکن ان کا خاطر خواہ اثر نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے پوچھا: "ہیلو جوئیل! کیا مجھے پہچان رہی ہو؟"

وہ خلا میں تکتے ہوئے سوچنے لگی۔ یہ اس کے دماغ میں کیسی گونج رہی ہیں۔ مجھے حیرانی ہوئی کیوں کہ پہلے میں مصنوعی جوئیل سے دماغی رابطہ قائم کر چکا تھا اور وہ مجھ سے متاثر بھی ہو گئی تھی۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تنہا اس کے دماغ میں پہنچوں گا تو وہ میرا ساتھ دے گی۔ میں نے اسے وعدہ کیا تھا کہ اس کا خیال رکھوں گا اور ایک دن اس سے آ کر ملوں گا۔

لیکن بات کچھ اور ہو گئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "جوئیل! مجھے پہچانو، میں فرہاد ہوں۔"

اس کی سوچ نے پوچھا: "فرہاد علی تیمور؟ ہاں اسفندیار نے یہ نام لیا تھا۔ مجھے سمجھایا تھا کہ میں فرہاد کے فریب میں نہ آؤں۔"

مصنوعی جوئیل سوچ رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا۔ اس بار اس کی سوچ کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔ وہ ڈبل جوئیل کی نقالی میں جس لہجے سے بولتی اور سوچتی تھی، اب وہ بات نہیں رہی تھی۔ میں نے اس کے بدلے ہوئے لہجے کے مطابق اس کی سوچ میں پوچھا: "کیا تم ڈبل جوئیل نہیں ہو؟"

اس بار میں بڑے واضح انداز میں اس کے دماغ تک پہنچ گیا تھا کیوں کہ میں نے اس کی سوچ کے بدلے ہوئے لہجے کو اپنایا تھا۔ اس نے پوچھا: "کون ڈبل جوئیل؟ میں کسی ڈبل جوئیل کو نہیں جانتی ہوں۔"

اچانک میرے ذہن میں بات آئی، کیا اسفندیار نے اسے ہپناٹائز کیا ہے اور اس کی سوچ اور اس کے مزاج کو بدل دیا ہے؟

یہ خیال دماغ میں آتے ہی میں نے کہا: "شاباش! میں تمہیں آزما رہا تھا۔ میں اسفندیار ہوں۔"

وہ خوش ہو گئی۔ میں نے پوچھا: "اب بتاؤ، میں نے تمہیں تنویمی عمل کے دوران اپنی معمولہ بنانے کے بعد کیا ہدایات دی تھیں؟"

وہ کہنے لگی: "آپ نے حکم دیا تھا کہ میں ڈبل جوئیل نہیں رہی ہوں آپ کے حکم کی تابع ہوں۔ آپ نے فرمایا تھا، میرا نام کلارا جوزف ہے۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ میرا نام کلارا جوزف ہے۔ آپ نے بتایا تھا کہ میرا البم ولہجہ ڈبل جوئیل جیسا نہیں ہے۔ اس وقت جس لہجے میں میں باتیں کر رہی ہوں، یہ آپ نے مجھے سکھایا اور میں سیکھ گئی۔ اب میری شخصیت بدل گئی ہے اور میں آپ کے حکمِ ثانی تک اسی شخصیت کے مطابق زندگی گزاروں گی۔"

میں نے پوچھا: "اگر فرہاد تمہارے دماغ میں آ کر تمہیں ٹریپ کرنا چاہے تو؟"

"وہ میرے دماغ میں آ سکے گا لیکن مجھے ٹریپ نہیں کر سکے گا کیوں کہ آپ نے میرے تحت الشعور کو لاک کر دیا ہے۔ تحت الشعور میں صرف آپ کی ہدایات محفوظ رہیں گی اور میں اسی کے مطابق عمل کرتی رہوں گی۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "بی بی کلارا جوزف! میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں تمہارے دماغ میں آ کر خواہ مخواہ وقت ضائع کروں۔ اگر کبھی تمہاری ضرورت محسوس ہوئی تو آؤں گا، ورنہ ہمیشہ کے لیے خدا حافظ۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اسے میں نے بتایا: "دو گھنٹے بعد آؤں گا اور اس کے ذریعے ثبات معظم کا جواب سنوں گا۔ یقیناً ہمارے اور دشمنوں کے درمیان کوئی معاملہ طے پا جائے گا۔"

سونیا سے باتیں کرنے کے دوران مجھے خیال خوانی ترک کرنا پڑی۔ طیارے کے اندر اناؤنسمنٹ ہو رہا تھا کہ ہم سنگاپور کی فضا میں پرواز کر رہے ہیں۔ ہمیں سیفٹی بیلٹ باندھ لینا چاہیے۔ طیارہ تھوڑی دیر بعد رن وے پر اترنے والا ہے۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ سونیا نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا: "تمہاری خیال خوانی کے وہی طور طریقے ہیں۔ شروع کرتے ہو تو ختم کرنا بھول جاتے ہو..... ابھی تم نے کہا تھا کہ میں مداخلت نہ کروں۔ تم خود مجھے مخاطب کرو گے اور میں انتظار کرتے کرتے سنگاپور پہنچ گئی۔"

"تم اپنا ہی دُکھڑا روتی رہتی ہو۔ یہ نہیں پوچھا۔ سونیا کس حال میں ہے؟"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا: "کیا ہوا؟ کیسی ہے وہ؟"

"اب میں کیا بتاؤں۔ اسی کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اسے دشمنوں سے نجات دلانے میں مصروف تھا کہ یہاں طیارے میں اناؤنسمنٹ کی وجہ سے خیال خوانی کا سلسلہ ختم ہوگیا۔"

"تو پھر میرے ساتھ باتوں میں وقت ضائع کیوں کر رہے ہو۔ فوراً سونیا کے پاس واپس جاؤ۔"

"میں ضرور جاؤں گا۔ خیال خوانی شروع ہوگی تو شکایت کروگی کہ یہ سلسلہ ختم نہیں ہو رہا ہے۔"

"مجھے اس دُنیا میں اپنے بیٹے کے بعد سونیا سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔ میں شکایت نہیں کروں گی۔ تم فوراً جاؤ۔"

میں نے مسکرا کر یوں خلا میں تکنا شروع کیا جیسے خیال خوانی میں مصروف ہو کر سونیا کے پاس پہنچ گیا ہوں۔ حالانکہ اب وہاں دو گھنٹے بعد رابطے کی بات طے تھی۔ میں نے منمناہٹ سے پوچھا۔ "کیا تم نے ڈائری پڑھی ہے؟"

"ہاں، کچھ حصہ پڑھا ہے لیکن ایسا لگتا ہے جیسے بات کچھ لکھی گئی ہے، اس کے معنی کچھ اور ہیں۔ کوئی بات واضح انداز میں نہیں ہے۔ کہیں نمبر لکھے ہوئے ہیں تو پتا نہیں چلتا کہ یہ نمبر ٹیلیفون کے ہیں، بنک اکاؤنٹ کے نمبر ہیں۔ کار کے نمبر ہیں یا محتاط انداز میں مخصوص رقم لکھی گئی ہے۔ مگر ہاں چند کوڈ ورڈز ایسے ہیں جن کو سمجھنے کے لیے ہم نے بابا فرید واسطی کے ادارے میں خاص ٹریننگ حاصل کی ہے۔ میں انھیں سمجھ سکتی ہوں۔"

"مثلاً کوئی کوڈ ورڈ بتاؤ۔"

"ایک جگہ ایف کیو ٹو لکھا ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے، ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرتے وقت فریکوئنسی نمبر دو۔ اس کے نیچے صوتی نشان دیا ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹرانسمیٹر پر کال کرنے والے کا کوڈ ورڈ کیا ہوگا۔ اس صوتی نشان کے ساتھ لکھا ہے۔ سی ایف او آئی۔"

"میں سمجھ نہیں سکا۔ وضاحت کرو۔"

"یعنی سی ایف او آئی۔ کوڈ ورڈز ہیں۔ کبھی ٹرانسمیٹر سے عزت علی کو مخاطب کیا جاتا ہے تو وہ یہی کوڈ ورڈز دُہراتا ہے اور عزت علی سے جو بھی رابطہ قائم کرتا ہے، اس کے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی نمبر دو ہوتی ہے لیکن کئی دوسرے صفحات پر فریکوئنسی کے یہ نمبر بدل گئے ہیں۔ شاید یہ اپنی جگہ بدلتا ہے۔ ایک ملک سے دوسرے ملک جاتا ہے اس لیے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی بدلتی رہتی ہے۔"

"لیکن سی ایف او آئی کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟"

"میں سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ ڈائری اپنے پاس رکھو اور اس کی اسٹڈی کرتی رہو۔ میں تم سے پوچھتا رہوں گا۔"

طیارہ رن وے پر ٹھہر گیا تھا۔ مورنگ پیسج لگایا جا رہا تھا۔ میں نے رسونتی کی طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ "سونیا فی الحال خیریت سے ہے۔ میں مسلسل دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ اب یہاں سے کوالالمپور ایئرپورٹ کی عمارت میں جاؤں گا اور کہیں آرام سے بیٹھ کر اس سے رابطہ قائم کروں گا۔"

"مجھ سے کتنی دیر بعد ملو گے؟"

طیارے کی کھڑکی کے باہر شام کا اندھیرا چھا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "اب رات ہونے والی ہے۔ آج رات کا کھانا تمھارے ساتھ ہی کھاؤں گا۔ تم جہاں بھی ٹھہرو گی۔ میں پہنچ جاؤں گا۔"

"سچ کہہ رہے ہو یا بہلا رہے ہو؟"

"تمھیں مجھ پر کبھی یقین نہیں آئے گا۔"

"میں اب تک تمھارے پاس آ کر دور ہوتی رہی ہوں۔ اس میں میری غلطی رہی ہے۔ تم بھی ایسے حالات سے گزرتے ہو کہ پاس آنا قریب نہیں آسکتے۔ دیکھو فرہاد! اگر آج تم نہ ملے تو میں مر جاؤں گی۔"

"میں نے وعدہ کیا ہے رات کے کھانے تک پہنچ جاؤں گا۔ اب تم جاؤ۔"

وہ بچے کا سامان سمیٹ کر ایک بیگ میں رکھنے لگی۔ منمناہٹ میرے پاس آگئی۔ اس نے رسونتی کو دیکھتے ہوئے معذرت چاہی اور کہا۔ "مادام! میرا وجود آپ پر گراں گزرتا ہے۔ میں اس کے لیے شرمندہ ہوں۔ بس ایک بات اپنے آقا سے پوچھ کو جا رہی ہوں۔" پھر اس نے مجھ سے پوچھا۔ "میں طیارے کے باہر جاؤں گی تو کس سے رابطہ قائم ہوگا؟"

"تم چلی جاؤ۔ میں نے یہاں کے باس کو تمھارا حلیہ بتا دیا ہے۔ وہ تم سے خود ہی ملے گا اور تمھیں تمھاری رہائش گاہ تک پہنچا دے گا۔"

وہ شکریہ ادا کر کے چلی گئی۔ مسافر طیارے سے یکے بعد دیگرے باہر جا رہے تھے۔ ان میں منمناہٹ بھی تھی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تو رسونتی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "آخر اس میں کیا بات ہے۔ مجھے یہ خطرناک کیوں لگتی ہے؟"

"تمھارا وہم ہے۔ تم اس کے متعلق نہ سوچو۔"

"میں نے کئی بار سوچا کہ نہیں سوچوں گی مگر آپ ہی آپ سوچتی چلی جاتی ہوں۔ مجھے اس کی ایک ایک بات یاد آ رہی ہے۔ یہ زہریلی ہے۔ اس کے جسم کا درجہ حرارت غیر معمولی ہے۔ جب یہ میرے پاس ملازمہ کے طور پر تھی تو میں اس سے کہا کرتی تھی، مجھ سے ذرا دور رہو۔ اس کی حرارت ناقابلِ برداشت ہوتی تھی لیکن یہ اتنی محبت کرنے والی، اتنی خدمت گزار تھی کہ میں اس سے زیادہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتی تھی۔"

"تم آج بھی بھروسہ کرو۔ یہ تمھاری وفادار ہے اور تمھیں کسی موقع پر نقصان نہیں پہنچائے گی بلکہ نقصان سے بچائے گی۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تاکہ رسونتی اپنی جگہ سے اُٹھ کر جا سکے۔ وہ بچے کو سنبھالتے ہوئے، ایک ہاتھ سے بیگ اٹھا کر میرے قریب آئی۔ جانے سے پہلے اس نے مجھے یاد دلایا۔ "دیکھو، مجھے نہ بھولنا۔ مجھ سے دور نہ ہونا۔ اگر کسی بہانے سے دور بھیجے بھی ہو تو ابھی بتا دو۔ میں برداشت کر لوں گی۔"

"میں نے کہا نا آج رات کا کھانا تمھارے ساتھ کھاؤں گا۔ اب جاؤ۔"

وہ جانے کے لیے پلٹ گئی۔ پھر جھک کر میری طرف گھوم گئی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"یہ جو تمھارے بدن میں حرارت محسوس ہو رہی ہے، یہ تو کچھ ویسی ہی لگتی ہے۔"

میں سمجھ گیا، وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ میں نے انجان بن کر کہا۔

"رسونتی! خدا کے لیے جاؤ۔ ابھی بہت سے کام پڑے ہیں۔ مجھے دشمنوں سے نمٹنا ہے۔ میں جس روپ میں ہوں۔ یہ روپ میرے لیے مصیبت بنا ہوا ہے۔ طیارے سے باہر جا کر کیا ہوگا۔ یہ میں نہیں جانتا۔ تم خواہ مخواہ شبہے میں گرفتار ہو کر مجھے اور زیادہ اُلجھاؤ۔"

وہ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "میں نہیں جاؤں گی۔ جاؤں گی تو تمھارے ساتھ جاؤں گی۔"

"یہ کیا ضد ہے؟"

"ضد سمجھو یا میرا حق۔ میں تمھاری شریکِ حیات ہوں۔ تم پر میرا رنگ اب تک نہیں چڑھا مگر اس کالی بلا کا بخار چڑھ گیا ہے۔"

میں نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ پھر کہا۔ "یہ اپنے شوہر سے لڑنے کا وقت نہیں ہے۔ جب میں تمھارے پاس آؤں گا تو جی بھر کر لڑائی کرنا۔"

"ابھی وقت ہو یا نہ ہو، میں تمھارے ساتھ چلوں گی۔ میں دیکھتی ہوں، باہر تمھارے کون سے دشمن ہیں۔ مصیبت آئے گی تو پہلے مجھ پر آئے گی۔ موت آئے گی تو مجھ پر آئے گی۔ میں تمھارے سامنے ڈھال بن کر چلوں گی۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "آدمی دل مُردوں سے لڑ سکتا ہے۔ ایک بیوی سے نہیں لڑ سکتا۔ چلو، مگر یاد رکھو۔ تم ہمیشہ اپنی ضد کے باعث میرے لیے مصیبت بن جاتی ہو۔"

وہ میرے پیچھے پیچھے آنے لگی۔ گود میں بچے کو اٹھائے چل رہی تھی۔ مجھے بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔ میں نے دروازے کے قریب پہنچ کر کہا۔ "میں آخری بار سمجھا رہا ہوں۔ عزت علی ہر جگہ تنہا آتا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ نہ کوئی عورت ہوتی ہے، نہ کوئی ساتھی ہوتا ہے۔ تمھاری اور بچے کی موجودگی سے لوگ مجھ پر شبہ کریں گے۔ جو لوگ عزت علی کے استقبال کے لیے آئے ہوں گے۔ وہ تمھیں اور بچے کو دیکھ کر کیا سوچیں گے۔ میں تمھارے بارے میں کسی کو کیا بتاؤں گا۔"

اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میں بھول گئی تھی کہ میں اس وقت کسی عزت علی کے ساتھ ہوں اور میری موجودگی سے اس کی عزت میں فرق آئے گا۔ مجھے تو اپنے شوہر کے پاس رہنا چاہیے۔ میں بدنصیب ہوں جا رہی ہوں۔ انتظار کروں گی شاید میرا شوہر میرے پاس آجائے۔"

وہ بچے کو لیے ہوئے میرے پاس سے گزر کر سیدھی دروازے کے پاس پہنچی۔ پھر باہر جانے لگی۔ میں نے ریڈ پاور کے باس ناصن کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ طیارے سے نکل کر آنے والی مسافر عورتوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اسے دور سے منمناہٹ نظر آگئی۔ میں نے کہا۔ "مسٹر ناصن! اس طیارے میں صرف ایک ہی نیگریس ہے جو آپ کو نظر آ رہی ہے۔ سب سے آخر میں جو عورت آ رہی ہے وہ ماروازی لباس میں ہے۔ اس کی گود میں بچہ ہے اور ہاتھ میں باسکٹ۔ یہ مادام رسونتی ہیں۔ آپ خاص طور پر ان کے ساتھ ان کی رہائش گاہ تک جائیں اور منمناہٹ کو اپنے کسی اسسٹنٹ کے ساتھ بھیج دیں۔"

میرے سامنے دو انگریز مسافر اپنا مختصر سا سامان اُٹھائے دروازے سے باہر جا رہے تھے۔ ان کے جانے کے بعد میں آخر میں دروازے پر آیا۔ طیارے سے باہر آنے سے پہلے میں نے دُور دُور تک نظریں دوڑائیں۔ بہت دور وزیٹرز لابی میں کچھ لوگ نظر آ رہے تھے۔ وہ اپنے آنے والے عزیزوں کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص دوربین لگائے ہوئے تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

تین چار قدم چلنے کے بعد میں ذرا نظریں اُٹھا کر وزیٹرز لابی کی طرف دیکھتا تھا۔ وہ دوربین یقیناً میری طرف تھی۔ دیکھنے والا صرف مجھے دیکھ رہا تھا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے پھر سر اُٹھا کر دیکھا۔ اچانک ہی وہاں انتشار پیدا ہوا۔ دوربین والے کے آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو کوئی تیزی سے ہٹاتا ہوا آیا۔ پھر اس سے پہلے کہ دوربین والا کچھ سمجھتا، آنے والے نے اس کے پیٹ میں اپنے ایک ہاتھ کی کہنی ماری۔ وہ تکلیف کی شدت سے ریلنگ پر جھک گیا۔ دوسرے ہی لمحے کہنی مارنے والے نے [illegible] کپڑ کر اسے اُٹھا دیا۔ وہ لابی کی بلندی سے نیچے آ کر [illegible] سے ٹکرانے والا ابھی مطمئن نہیں ہوا تھا۔ اس نے بھی [illegible] سے چھلانگ لگائی۔ ٹھیک اس کے سر کے پاس آ کر [illegible] یوں کھڑا ہو گیا جیسے جمناسٹک کا ماہر ہو۔ لڑکھڑانا اور دمدمانا تو [illegible]

گرنے والا زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ اُٹھنا چاہتا تھا کہ پھر اس کے مُنہ پر ٹھوکر پڑی۔ وہ چیختا ہوا فرش پر تڑپنے لگا۔ چھلانگ لگانے والے نے پھر فضا میں ایک چھلانگ لگائی۔ جس طرح عقاب خور بلندی سے چھلانگ لگاتے وقت فضا میں قلابازی کھاتے ہیں اسی طرح وہ ذرا بلندی پر ایک قلابازی کھاتا ہوا سیدھا دوربین والے کے سینے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت تک ایئرپورٹ کے پُراسن ماحول میں ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ آس پاس کے مرد اور عورتیں اِدھر اُدھر بھاگ کر دُور پہنچ کر وہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہاں کے پولیس والے بڑے ہی مستعد تھے۔ فوراً پہنچ گئے۔ میں بھی قریب پہنچ گیا تھا۔ اس فائٹر نے اس کے سینے سے پھر چھلانگ لگا کر ایک طرف اُترتے ہوئے پولیس آفیسر سے مینڈرن زبان میں کچھ کہا۔ وہ سنگاپور کا باشندہ تھا۔ پولیس آفیسر نے فوراً ہی جھک کر دُوربین والے کے گلے سے دوربین نکالی پھر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ میں نے قریب پہنچ کر دیکھا۔ دوربین کے درمیانی حصّے میں ایک پتلی سی نالی تھی، جہاں سے اپنے ٹارگٹ پر فائرنگ کی جا سکتی تھی۔

میرے قریب پہنچتے ہی سنگاپوری فائٹر نے ایک اُلٹی قلابازی کھائی۔ میرے سامنے سے دو قدم پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہاں سے پھر اس نے اُلٹی قلابازی کھائی پھر دو قدم پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس طرح مجھ سے چار پانچ قدم دور جانے کے بعد اس نے اپنے گھٹنے فرش پر ٹیک دیے، سینے پر ہاتھ رکھا اور سر کو میرے سامنے جھکا دیا۔ عجب بندر کی اولاد تھا۔ سیدھی طرح احتراماً میرے سامنے جُھک سکتا تھا لیکن قلابازی کھانے کے بعد احترام کر رہا تھا۔ میں نے جواباً مسکرا کر اسے دیکھا لیکن اندر ہی اندر پریشان تھا، یہ معاملہ کیا ہے؟ یہ کون ہے جو میری اتنی عزت کر رہا ہے اور اس نے عین وقت پر مجھے موت کے مُنہ سے بچایا ہے؟

یہ کہنا غلط ہے کہ اس نے مجھے بچایا۔ دراصل اس نے عزت علی کے سامنے سے موت کا یا رائفل کا رُخ پھیر دیا تھا۔ یہ عزت علی کون ہے؟ یہ بات دماغ میں بُری طرح چُبھنے لگی اور اُلجھنے لگی۔ اسی وقت ایک آفیسر نے آ کر مجھ سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو مسٹر عزت علی! ہمیں افسوس ہے کہ ہماری موجودگی میں ایسا واقعہ پیش آیا۔"

وہ واقعی افسوس کا اظہار کر رہا تھا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ کو افسوس نہیں کرنا چاہیے بلکہ خوش ہونا چاہیے کہ یہ سانحہ پیش نہیں آیا۔"

"آپ ہمیں شرمندہ نہ کریں۔ آیئے ہم آپ کو پارکنگ ایریا تک پہنچا دیں۔"

پولیس والے اس مجرم کو پکڑ کر لے جا رہے تھے۔ میں اس آفیسر کے ساتھ چلتے ہوئے آس پاس دیکھنے لگا۔ میرے آگے دو ہی سنگاپوری فائٹر تھا لیکن اب تین کا اور اضافہ ہو گیا تھا۔ ایک فائٹر میرے پیچھے بھی تھا۔ میرے دائیں بائیں جو فائٹر تھے ان چاروں نے جوڈو کراٹے کا مخصوص لباس پہن رکھا تھا اور ان چاروں کی کمر سے سیاہ بیلٹ بندھے ہوئے تھے یعنی وہ خطرناک قسم کے بلیک بیلٹ تھے اور تھیں۔

میں اور آفیسر ان چاروں کے گھیرے میں آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ میں نے پولیس آفیسر کے دماغ کو کریدنا شروع کیا مگر خاطر خواہ معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "پتا نہیں یہ کون شخص ہے۔ جب بھی سنگاپور آتا ہے، ہمیں بہت ہی الرٹ رہنا پڑتا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "یہ کیسے پتا چلا کہ عزت علی اس طیارے سے پہنچنے والا ہے؟"

اس کی سوچ نے پھر لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "پتا نہیں، اوپر سے احکامات آئے تھے کہ مسٹر عزت علی فلاں طیارے سے آ رہے ہیں۔ ایئرپورٹ کے احاطے میں مشکوک لوگوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پھر سوال کیا۔ "یہ مسٹر عزت علی یقیناً کسی ایشیائی ملک کی کوئی اہم شخصیت ہو سکتے ہیں۔"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سیاسی شخصیت ہوتے تو یہاں کی حکومت کے اعلیٰ عہدے دار استقبال کے لیے آتے۔"

"پھر یہ کوئی خفیہ پولیس کا آفیسر ہو سکتا ہے۔"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "میں سنگاپور سے لے کر ہانگ کانگ تک کے تمام پولیس افسران کو اور انٹیلی جنس کے افسران کو جانتا ہوں۔ ان میں کہیں بھی عزت علی کا نام نہیں ہے۔"

میں سوچ پڑھتے پڑھتے اس عمارت سے باہر آ گیا۔ سامنے ہی ایک سُرخ رنگ کی خوب صورت قیمتی کار کھڑی تھی۔ میرے آگے چلتے ہوئے سنگاپوری فائٹر نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا پھر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ میرے دائیں طرف چلنے والی کار کے دوسری طرف چلی گئی۔ میں پچھلی سیٹ پر آیا تو میرے بائیں طرف چلنے والی بائیں طرف بیٹھ گئی۔ دوسرے سائیڈ کا دروازہ کھول کر وہ دائیں طرف آ گئی۔ دروازے بند ہو گئے۔ سامنے اسٹیئرنگ سیٹ پر ایک ڈرائیور تھا۔ ڈرائیور کے پاس وہ سنگاپوری فائٹر آ کر بیٹھ گیا۔ عقب نما آئینے کی پوزیشن ایسی تھی کہ میں گاڑی کے پیچھے سڑک کی طرف دیکھ سکتا تھا۔ مجھے اپنی کار کے پیچھے ذرا فاصلے پر ایک اور کار نظر آئی۔ وہاں منجالی کھڑی ہوئی تشویش بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے فوراً ہی سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم پریشان ہو.....؟"

"ہاں، میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ عزت علی کیا چیز ہے؟ میں نے وہ تماشا دیکھا ہے۔ جب آپ کے محافظ فائٹر نے اس دوربین والے

کی پٹائی کی تھی۔ میں مداخلت کرنا چاہتی تھی لیکن آپ کی اجازت کے لیے انتظار کر رہی تھی۔ ویسے اس کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ واقعی وہ سنگاپوری فائٹر بہت ہی پھرتیلا اور اپنے فن کا بھی ماہر ہے۔"

"پھر بھی تم میرے لیے پریشان ہو؟"

"آپ صرف اتنی اجازت دیں کہ میں آپ کے تعاقب میں اُڑوں۔ آپ کو ذرا بھی ڈسٹرب نہیں کروں گی اور نہ ہی آپ سے کوئی تعلق ظاہر کروں گی۔"

"تم اپنی تسلی کے لیے ایسا کر سکتی ہو۔"

اسی وقت ہماری کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ کار کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ ایئرکنڈیشنڈ گاڑی تھی۔ جب کار ذرا آگے بڑھی تو میرے دائیں طرف والی فائٹر نے پچھلی سیٹ کے ایک بٹن کو پش کیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک خانہ نمودار ہوا۔ وہاں ایک ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو اٹھا کر آپریٹ کرنا شروع کیا میں نے دیکھا، ایک طرف کی روشنی سُرخ ہوئی تھی۔ پھر سبز ہو گئی۔ اس کے بعد وہ کہنے لگی۔ "ہیلو نیما کالنگ فارسی ایف او آئی۔ ہیلو نیما کالنگ فارسی ایف او آئی۔ اوور۔"

اس نے ایک بٹن دبایا۔ سبز روشنی بجھ گئی۔ سرخ آن ہو گئی۔ دوسری طرف کسی مرد کی بھاری بھرکم آواز سُنائی دی۔ "ہیلو سی ایف او آئی اوور۔"

میں توجہ سے سُن رہا تھا۔ منجالی نے ڈائری پڑھ کر بتایا تھا کہ عزت علی کا کوڈ ورڈ سی ایف او آئی ہے جسے میرے دائیں طرف بیٹھی ہوئی نیما کوڈ کر رہی تھی۔ دوسری طرف سے جواب دینے والا اپنے آپ کو سی او آئی کہہ رہا تھا یعنی اس کے عہدے میں ایف نہیں تھا اور میرے عہدے میں ایک ایف کا اضافہ تھا لیکن ہم دونوں کیا بُلا تھے۔

دوسری طرف بولنے والا پوچھ رہا تھا۔ "ہیلو نیما! سب سے پہلے چیف کے متعلق رپورٹ پیش کرو۔ اوور۔"

نیما نے کہا۔ "چیف ہمارے درمیان موجود ہیں اور ہم آپ کی طرف آ رہے ہیں۔ آپ ان سے گفتگو کریں۔ اوور۔"

نیما نے ٹرانسمیٹر میری طرف بڑھا دیا۔ دوسری طرف سے سی او آئی کی آواز سُنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہیلو مسٹر عزت علی! چیف فلائنگ آفیسر آف انٹرپول.....؟"

دوسرے ہی لمحے میرے ذہن کو جھٹکا لگا۔ میں سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگا، کیا عزت علی بین الاقوامی سراغرساں تنظیم انٹرپول کا چیف فلائنگ آفیسر تھا؟ ہاں فلائنگ آفیسر تھا۔ اسی لیے وہ کسی ایک ملک میں نہیں رہتا تھا۔ ہمیشہ جگہ بدلتا رہتا تھا۔

اب میں نے اپنے موجودہ رول کے متعلق سب کچھ سمجھ لیا تھا دوسری طرف بولنے والا سی او آئی کون ہے۔ یعنی وہ چیف آفیسر آف انٹرپول تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مسٹر عزت علی! آپ کو سنگاپور میں خوش آمدید کہنے سے پہلے پوچھنا چاہوں گا کہ نائیڈو اور ٹونی کہاں ہیں؟ اوور۔"

نائیڈو اور ٹونی وہ دو شخص تھے جو عزت علی کے ساتھ زنگون آئے تھے اور دریائے ارادی کے کنارے اپنے چیف فلائنگ آفیسر انٹرپول عزت علی کے ساتھ مارے گئے تھے۔ ان میں سے ٹونی غدار تھا۔ اسی نے نائیڈو اور عزت علی پر فائرنگ کی تھی۔ دونوں ہلاک ہو گئے تھے لیکن ان کی جوابی فائرنگ سے ٹونی بھی بُری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ اسے فوری طبّی امداد کی ضرورت تھی لیکن باس اینجلو کے آدمیوں نے اس سے عزت علی کا راز اگلوانے کے لیے اس کی پٹائی کی تھی۔ اسے اذیتیں پہنچائی تھیں۔ جس کی تاب نہ لا کر وہ بھی مر گیا تھا۔

میں نے جواب دیا۔ "کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ میں آپ کے پاس پہنچ کر اس سلسلے میں گفتگو کروں؟"

"ہاں، یہ مناسب ہو گا لیکن میں مختصر طور پر سُننا چاہتا ہوں۔ وہ کہاں ہیں؟ زندہ ہیں یا نہیں؟"

"زندہ نہیں ہیں۔ ٹونی غدار نکلا۔ دریائے ارادی کے کنارے ہم اپنے مقصد سے گئے تھے۔ اس نے اچانک ہی مجھ پر فائرنگ کی۔ نائیڈو میرے سامنے ڈھال بن گیا۔ وہ بے چارہ مارا گیا۔ میں نے جوابی فائرنگ کی اور ٹونی مارا گیا۔"

"بہت خوب۔ تمہارے جیسے ذہین آفیسر نے یہ معلوم کرنے کی کوشش تو کی ہو گی کہ ٹونی غدار کیوں بن گیا تھا؟"

"میں نے اپنی حفاظت میں اچانک فائرنگ کی تھی۔ ٹونی ہلاک ہو گیا۔ مجھے اس کا افسوس ہے ورنہ میں اس سے ضرور غداری کی وجہ اگلوا لیتا۔"

"اس سے تمہیں معلوم نہ ہو سکا لیکن مجھ سے سنو۔ تم زنگون سے بچ کر یہاں آ گئے لیکن یہاں سے شاید کہیں نہیں جا سکو گے۔ جس کار میں ہو، اس کار سے باہر بھی نہیں نکل سکو گے۔ جتنی دیر میں تم دروازہ کھولو گے اتنی دیر میں ایک دھماکہ ہو گا اور تم اپنے محافظوں کے ساتھ ختم ہو جاؤ گے۔"

نیما نے ٹرانسمیٹر کی طرف جھک کر پریشان ہو کر پوچھا۔ "چیف! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ چیف فلائنگ آفیسر کے ساتھ ہم سب کو بھی ختم کر دینا چاہتے ہیں؟"

"میں تم لوگوں کو عزت علی کی موت کی چشم دید گواہی کے لیے زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔"

"کیا ہم سمجھ لیں کہ ٹونی کی طرح آپ بھی غدار ہیں؟"

"بکواس مت کرو۔ میں انٹرپول کی تنظیم کا غدار نہیں ہوں۔ میری عزت علی سے ذاتی دشمنی ہے۔ غور سے سنو، بہت ہی طاقت ور قسم کا بم گاڑی کے پہیے سے منسلک کیا گیا ہے۔ جب تک پہیے گردش میں رہیں گے۔ گاڑی چلتی رہے گی۔ تم لوگ محفوظ رہو گے۔ اگر گاڑی کسی سگنل کی وجہ سے رُکے گی تب بھی اس وقت تک محفوظ رہو گے۔ جب تک کہ کوئی دروازہ نہیں کھلے گا۔ کیوں کہ پہیے سے منسلک کیا گیا ہے اور پہیے کے تاروں کو دروازے سے منسلک کیا گیا ہے۔ لہٰذا گاڑی رُکنے کے بعد کوئی سا بھی دروازہ کھولا جائے گا۔ اسی لمحے موت کا ایسا دھماکہ ہو گا کہ سب کی زندگی نابود ہو جائے گی۔"

نیما اب ملایائی زبان میں اپنے ساتھیوں کو موجودہ صورتحال کے متعلق بتا رہی تھی۔ وہ سب کبھی میری طرف اور کبھی ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نیما کی زبان سے اس کی باتوں کا ترجمہ سمجھ رہا تھا۔ وہ ڈرائیور محافظ سے کہہ رہی تھی۔ "گاڑی نہ روکنا۔ دھیمی رفتار سے چلاتے رہنا اور تم میں سے کوئی دروازہ نہ کھولے۔"

نیما کی باتیں ٹرانسمیٹر کے ذریعے دوسری طرف پہنچ رہی تھیں۔ چیف آفیسر نے کہا۔ "شاباش نیما! اپنے ساتھیوں کو اسی طرح سمجھاتی رہو۔ جب تک دروازہ نہیں کھلے گا، وہ زندہ رہیں گے۔ جب تک گاڑی چلتی رہے گی، زندگی کی گاڑی بھی رواں دواں رہے گی۔ اگر کسی نے چالاکی سے یہ سوچا کہ کھڑکی کے شیشے نیچے کر کے اس راستے سے باہر جائیں گے تو جانے والوں کا بوجھ دروازے پر پڑے گا، اس سے بھی دھماکہ ہو گا۔ آزمائش شرط ہے۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا۔ واہ میرے مالک! تُو جب بھی دیتا ہے، چھپر پھاڑ کر دیتا ہے۔ مجھے عہدہ دیا تو چھپر پھاڑ کر۔ بین الاقوامی سراغرساں تنظیم انٹرپول کا آفیسر بنا دیا اور اب خطرات دیے تو وہ بھی چھپر پھاڑ کر۔ ہماری زندگی صرف کار کے اندر تک محدود تھی۔ باہر موت کے سوا کچھ نہیں تھا۔

میں اپنے دشمن کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر چکا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے، درست کہہ رہا ہے۔ اس کار سے باہر نکلنے کا ہر راستہ موت کی طرف لے جاتا ہے۔ میں زیادہ سے زیادہ اپنے دشمن کو ملی بھگت کے ذریعے ہلاک کر سکتا تھا لیکن خود ہلاکت سے نہیں بچ سکتا تھا۔

ذرا سی دیر میں ٹرانسمیٹر کے سُرخ اور سبز بلب بجھ گئے۔ آواز آنا بند ہو گئی۔ نیما نے میرے ہاتھ سے ٹرانسمیٹر لے کر بار بار اسے آپریٹ کیا، پھر اسے کھول کر دیکھا۔ جن طاقت ور سیل کے ذریعے ٹرانسمیٹر آن تھا۔ وہ سیل کمزور پڑ گئے تھے یعنی جان بوجھ کر پہلے ہی سے کمزور سیل اس میں رکھے گئے تھے۔ مقصد ظاہر تھا۔ اب میں یا میرے محافظ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے کسی ساتھی کو موجودہ خطرات کی اطلاع دے کر مدد کے لیے نہ بُلا سکتے تھے۔ نہ ہی سمجھا سکتے تھے کہ کس میکینزم کے تحت وہ بم اس کار کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے اور ہم کس طرح موت کے مُنہ میں جانے والے ہیں۔

نیما نے کہا۔ "یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ گاڑی رکنے کے بعد بھی ہم اندر بیٹھے رہ کر محفوظ رہیں گے۔ شرط یہ ہے کہ کوئی بھی دروازہ نہ کھولا جائے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر پوچھا۔ "تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"آپ کا حکم ہو تو گاڑی ایک طرف روک دی جائے اور کھڑکی کے شیشے اتار کر لوگوں کو مدد کے لیے بلایا جائے۔ ہم ان سے درخواست کریں گے کہ وہ کسی ماہر میکینک کو یہاں لے آئے۔"

میں جواباً مسکراتے لگا۔ وہ بولی۔ "سر! میں آپ کے سامنے بچی ہوں لیکن اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا چاہتی ہوں۔ میں جانتی ہوں، آپ بڑے بڑے خطرات سے بچ نکلتے ہیں لیکن یہاں میرا ذہن کام نہیں کر رہا ہے۔ آپ کے لیے بھی یہی ایک راستہ ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "وہ چیف آفیسر بکواس کر رہا ہے۔ یہ گاڑی نہیں رُکے گی۔ ڈرائیور سے کہو۔ روک کر دیکھ لے۔"

نیما نے پھر ملایائی زبان میں گاڑی روکنے کا حکم دیا۔ وہ کوشش کرنے لگا۔ میری بات سچ ثابت ہو رہی تھی۔ گاڑی چلتی جا رہی تھی۔ رُکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وہ اسے ہدایات دے رہی تھی۔ "گاڑی کو بھری پُری شاہراہ کی طرف نہ لے جاؤ۔ ایسے راستوں پر چلاتے رہو جہاں کم ٹریفک ہو اور راستے میں کم سے کم سگنل آئیں۔"

وہ ہدایات پر عمل کر رہا تھا لیکن اب راستہ چلتے لوگوں سے مدد حاصل کرنے کا بھی کوئی چانس نہیں رہا تھا۔ جب گاڑی ہی نہ رُکتی تو کوئی بھی ماہر آ کر کیسے اس بم کو گاڑی سے علیحدہ کر سکتا تھا؟

یہ درست ہے، بالکل درست ہے کہ جب موت چیلنج کرتی ہے تو آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر اور نیچے، کہیں سے بھی فرار کا راستہ تلاش کرو، موت سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔

ہاں اُمید کی ایک ہلکی سی کرن نظر آ رہی تھی۔ آخر یہ گاڑی کب تک چلتی رہے گی۔ جب ایندھن ختم ہو گا تو آہستہ آہستہ رک ہی جائے گی۔ خواہ ایک گھنٹے بعد رُکے یا چار گھنٹے بعد۔ اسے تو بہرحال رُکنا تھا۔ اس کے بعد کسی کو مدد کے لیے بلایا جا سکتا ہے۔

لیکن یہ ہلکی سی اُمید کی کرن، یہ خوش فہمی میرے آس پاس بیٹھے ہوئے محافظوں کو تھی۔ میں سوچ کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا کہ دشمن نے ہمیں آئندہ گھیرنے کے لیے کیسے انتظامات کیے

ہیں۔ میں نے نیما سے پوچھا۔ "کیا دشمن نہیں سمجھتا ہو گا کہ یہ گاڑی میں کار بم فیل ہو چکا ہے، کہیں نہ کہیں رُکے گی اور ہم کہیں نہ کہیں لوگوں کو مدد کے لیے بُلا سکیں گے؟"

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ جہاں بھی یہ گاڑی رُکے گی۔ دشمن نے وہاں بھی موت کا کچھ سامان کیا ہو گا۔"

میں مُسکرانے لگا۔ اسے ذرا حوصلہ ہوا۔ اس نے کہا۔ "سر! یہی آپ کا کمال ہے۔ ایسے وقت میں بھی آپ مسکراتے ہیں۔"

میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی اور منجالی کے پاس پہنچ کر اسے تمام حالات تفصیل سے بتا دیے۔

اس نے مسکرا کر کہا۔ "میرے آقا! یہ آپ کے لیے کون سا مشکل کام ہے جی دشمن نے اس بم کو گاڑی سے منسلک کیا ہے۔ آپ اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے گاڑی تک لا سکتے ہیں اور اسے مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ اسی گاڑی کے نیچے جا کر اس بم کو اپنے ہاتھوں سے الگ کر دے۔"

"اگر مجھے یہ کرنا ہوتا تو میں اب تک کر چکا ہوتا لیکن یہ تو سوچو، اگر میں نے یہاں بھی خیال خوانی کا مظاہرہ کیا اور بعد میں اس دشمن نے یا دشمن کے حواریوں نے یہ سوچا کہ ان کے چیف آفیسر نے جیسے مارنا چاہا تھا، اسے خود کیسے بچا لیا، تو کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہو گی؟ اس کا چرچا دور تک نہیں پھیلے گا ہمیں تو یہ لوگوں سے اس لیے نکالا ہوں کہ یہاں چھُپ کر رہوں اور خیال خوانی کا مظاہرہ نہ کروں۔ دشمنوں کو سنگاپور میں میری موجودگی کا علم نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں سمجھ گئی میرے آقا! اس وقت آپ فرہاد علی تیمور نہیں ہیں۔ انٹرپول کے ایک افسر ہیں، جس کی مدد کے لیے میں میدانِ عمل میں آ رہی ہوں۔"

میں انتظار کرنے لگا کہ آخر وہ کرتی کیا ہے؟

منجالی

جس کار میں میرے پیچھے آ رہی تھی اس کار کو ریڈ پاور کا آدمی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے ڈرائیور سے پوچھا۔ کیا اس کار میں کوئی لمبی سی رسّی ہو گی؟

"رسّی تو نہیں ہے۔ ہاں، تار کا بڑا سا گچھا ہے۔"

منجالی نے میری کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "آگے والی گاڑی کے پیچھے جو نمبر پلیٹ ہے اس پر پھندا ڈال کر اسے روکنا چاہتی ہوں۔"

ڈرائیو کرنے والے نے حیرانی سے پوچھا۔ "آپ اس طرح کیوں رُکنا چاہتی ہیں، چکر دیجیے، میں گاڑی آگے لے جا کر ان کا راستہ روک دیتا ہوں۔"

"میں جیسا کہہ رہی ہوں، ویسا ہی کرو۔"

منجالی اسے تفصیل سے نہیں بتانا چاہتی تھی کہ جبراً گاڑی آگے لے جا کر راستہ روکنے سے ہم سب کے لیے کتنا خطرہ تھا۔ اس نے پوچھا۔ "تار کا گچھا کہاں ہے؟"

"وہ ڈکی میں رکھا ہوا ہے۔"

"ایسا کرو، کار کو روکتے ہی فوراً ڈکی کھولو اور وہ گچھا نکال کر لے آؤ۔ خیال رہے، آگے والی گاڑی بہت دُور نہ نکل جائے۔"

"آپ اطمینان رکھیں، میں پھر اس گاڑی تک پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے فوراً ہی کار کو بریک لگائے۔ اندر سے ڈکی کھولی، دوڑتا ہوا ڈکی کے پاس گیا۔ پھر تار کا گچھا نکال کر لے آیا۔ گاڑی اسٹارٹ کی، تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا ہماری گاڑی کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس وقت تک منجالی نے تار کے سرے پر پھندا بنا لیا تھا۔ اس نے کہا۔ "آگے والی گاڑی کو ہارن دو۔ جیسے ہی تمہیں آگے نکلنے کے لیے راستہ نہ مِل رہا ہو۔"

وہ ہارن بجانے لگا۔ پھر منجالی کی ہدایت کے مطابق وہ ہماری گاڑی کے برابر آ کر گاڑی چلانے لگا۔ منجالی نے اپنی کھڑکی سے جھانکتے ہوئے، ہماری طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ میرے پاس بیٹھی ہوئی نیما نے کار کی کھڑکی کے شیشے نیچے کر دیے۔ منجالی نے پوچھا۔ "کیا بات ہے۔ ہم اتنی دیر سے ہارن بجا رہے ہیں۔ ہمیں راستہ کیوں نہیں مِل رہا تھا؟"

نیما نے کہا۔ "ہم ایک مصیبت میں گرفتار ہیں۔ کیا تم کسی طرح اس گاڑی کو روک سکتی ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی گاڑی کی رفتار خود بخود سُست ہونے لگی۔ ہم جانتے تھے کہ گاڑی کا ایندھن ختم ہو گا تو یہ خود بخود رُکنے لگے گی لیکن ایندھن اتنی جلدی ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ دراصل آگے چڑھائی آ گئی تھی۔ گاڑی چڑھائی پر نہیں جا سکتی تھی۔ آگے جا کر رُکنے والی تھی لیکن جہاں یہ رُکتی وہاں سے پھر ڈھلان یعنی پیچھے کی طرف چلنے لگتی۔ اس سے پہلے ہی منجالی کی گاڑی ہماری گاڑی کے پیچھے آ گئی۔ ڈرائیور نے گاڑی ہمارے پیچھے روک دی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی ہماری کھڑکی کے پاس آئی۔ میں نے شیشے نیچے کر کے کہا۔ "میں! کیا تم کسی میکینک کو بلا سکتی ہو۔ اس کار کے پچھلے پہیے کے ساتھ ایک بم منسلک ہے، اسے الگ کرنا ہے۔"

منجالی نے کہا۔ "یہ کام میں خود کر سکتی ہوں لیکن یہ کیا قصہ ہے؟"

میں نے کہا۔ "بعد میں بتایا جائے گا۔ پہلے ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائی جائے۔"

اگرچہ میں منجالی کو پہلے ہی اس کے متعلق بتا چکا تھا لیکن وہاں اپنے محافظوں پر یہ ثابت کرنا تھا کہ منجالی میرے لیے اجنبی ہے۔ اور ہماری موجودہ سچویشن کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے۔ بہرحال، وہ اپنی کار کی ڈکی سے تمام اوزار لے کر آ گئی۔ پھر سڑک پر لیٹ کر سر کتے

ہوئے بھاری گاڑی کے نیچے چلی گئی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے باری باری انٹرپول کے چیف کے دماغ میں اور منجالی کے دماغ میں پہنچنے لگا۔ چیف کا دماغ مجھے بتاتا تھا کہ اس بم کو کس طرح پہنچے سے علیحدہ کرنا چاہیے۔ یہی باتیں میں منجالی کو بتاتا جاتا تھا۔ وہ اس کے مطابق عمل کر رہی تھی۔

ایک منٹ سے بھی کم وقت لگا۔ بم گاڑی سے الگ ہوگیا۔ اسی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس شاہراہ پر روشنی تھی لیکن کچھ رات کا بھی غلبہ تھا۔ کچھ لوگ دوڑتے ہوئے ہماری کار کے چاروں طرف آکر کھڑے ہوگئے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور اور اسٹین گنیں تھیں۔ شاہراہ پر سے گزرنے والی گاڑیاں دور جاکر رُکتی جارہی تھیں۔ فٹ پاتھ پر چلنے والے ان ہتھیاروں کو دیکھ کر وہاں سے بھاگ رہے تھے۔ ان مسلح افراد نے منجالی کو نہیں دیکھا تھا کیوں کہ وہ کار کے نیچے تھی۔ ان میں سے ایک نے ریڈیو پاور کے ڈرائیور کو ریوالور کی زد میں لے کر کہا: "خبردار اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ گاڑی جہاں ہے وہیں رہے گی۔"

ہماری کار کے اطراف تین مسلح جوان تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: "تم سب کی موت ہر طرح تیار ہے۔ دروازہ کھولو گے تو دھماکا ہوگا اور کسی طرح باہر نکلنے میں کامیاب ہوئے تو ہم زندہ نہیں چھوڑیں گے اور پھر دھماکے کا انتظار کیوں کیا جائے۔ کھڑکی کے یہ شیشے توڑ کر تمہارا کام تمام کیوں نہ کیا جائے؟"

میں نے نیما کی طرف جھکتے ہوئے آہستگی سے کہا: "وہ لڑکی جو کار کے نیچے گئی تھی۔ یقیناً اب تک اس بم کو ہٹا چکی ہے۔ اگر تم سب ایک وقت میں اچانک ہی دروازے کو باہر کی طرف کھولو گے تو یہ دشمنوں کی توقع کے خلاف ہوگا۔"

ریڈیو پاور کے ڈرائیور کو جس آدمی نے ریوالور کی زد پر لے رکھا تھا میں اس کے دماغ میں آسانی سے پہنچ کر ریوالور کو ہاتھ سے گرا سکتا تھا لیکن پھر بھی محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔ میں بہت مجبوری کی حالت میں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنا چاہتا تھا۔

ویسے منجالی نے مجھے کچھ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ ریوالور والا ہماری کار کے پچھلے حصّے سے نکلا کھڑا تھا یعنی ڈکی کی طرف تھا اور اسی طرف منجالی زمین پر کار کے نیچے لیٹی ہوئی تھی۔ وہ لیٹے ہی لیٹے زمین پر رینگتے ہوئے اس ریوالور والے کے قدموں تک پہنچی پھر کار کے نیچے سے سر نکال کر اپنے دانت اس کی ایک ٹانگ میں گاڑ دیے۔

میں ریوالور والے کے دماغ میں اس کا نتیجہ دیکھنے کے لیے نہیں رکا کیوں کہ نتیجہ ظاہر تھا۔ مجھے اپنی جگہ دماغی طور پر موجود رہنا تھا البتہ دماغی طور پر حاضر رہ کر بھی میں نے ریوالور والے کے حلق سے ایک کرب ناک کراہ سُنی۔ اسی وقت ایک اور دشمن نے اسٹین گن کے دستے سے ہماری کھڑکی کے شیشے کو توڑنا چاہا۔ میرے آس پاس ہوئے فائروں نے ایک ہی وقت میں پتا نہیں کس زبان میں ایک جھٹکے سے دروازے کو باہر کی طرف کھولا۔ تینوں مسلح جوان ہوئے تھے وہ دروازے کی زد میں آکر پیچھے لڑکھڑاتے ہوئے ان کا اتنا ہی لڑکھڑانا کافی تھا۔ تینوں فائر بجلی کی طرح پھر اس سے پہلے کہ دشمن سنبھلتے، وہ کار سے باہر نکل کر ان کو اپنے کی زد میں لے چکے تھے۔ انھیں ہتھیار استعمال کرنے کا نہیں دے رہے تھے۔ ان میں سے دو کے ہتھیار تو پہلے ہی گر چکے تھے میں کار سے نکل آیا تھا۔ اُدھر منجالی زمین پر کھسکتے ہوئے سے باہر آگئی تھی۔ ہم دونوں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اپنے کی کیا بدد کرسکتے ہیں۔ کیوں کہ وہ دشمنوں پر چھائے ہوئے تھے ضرورت ہی نہیں تھی۔ میں نے منجالی کا ہاتھ پکڑ کر کار کی طرف کھینچتے ہوئے کہا: "چلو، یہاں سے۔"

ہمیں کار کے پچھلے دروازے کو کھولتا دیکھ کر ریڈیو پاور کا اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا تھا۔ منجالی نے کہا: "یہاں سے فوراً نکلا اس نے حکم کی تعمیل کی۔ کار کو فوراً اسٹارٹ کر کے پیچھے طرف لے گیا۔ ہمارے سامنے کھڑی ہوئی گاڑی بھی پیچھے آنے لیکن وہ سُست رفتاری سے ڈھلان کی طرف آرہی تھی۔ ہ گاڑی تیزی سے پیچھے کی طرف گئی۔ پھر اس نے ایک یوٹرن لیا۔ کے بعد میرے دشمنوں اور میرے محافظوں سے دور ہوتی چلی چونکہ میں اپنی جان بچانے والوں کو یونہی نہیں چھوڑ سکتا تھا اس کے دماغ میں موجود رہا۔

وہ بڑی جی داری سے لڑ رہے تھے۔ دشمن بُری طرح رہے تھے جس کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی اس نے انھیں نشا پر رکھنا چاہا۔ میں اس کی آواز سن چکا تھا۔ میں نے اس کے ہاتھوں کو اوپر اُٹھا دیا۔ اسٹین گن سے فائرنگ ہوئی لیکن وہ ڈگری کی فائرنگ تھی۔

میں نے ٹیلی پیتھی کا استعمال کرتے وقت احتیاطاً زبان سے چیخ کر کہا: "تم سب رُک جاؤ۔ ابھی میں نے نوٹے پر فائر کیا ہے۔ اب تم لوگوں پر فائر کروں گا۔"

اس کی زبان سے یہ کہلانے کا مقصد تھا کہ وہ ابھی کسی نہیں کرنا چاہتا ہے صرف دھمکی دے رہا ہے اور اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اتنی دیر میں ایک فائر نے اس والے کے پیٹ پر لات ماری تھی۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا لگا۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ اپنے ہتھیار کو استعمال کر سکتا کیوں کہ اس پر پے در پے جو ڈور کرائے جا رہے تھے۔

چار مسلح جوانوں میں سے ایک کو منجالی نے ختم کیا تھا۔ باقی کا اتنے نڈھال ہوگئے تھے کہ ان میں بھاگنے کی سکت تھی۔ اُدھر سے مطمئن ہوکر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ منجالی نے پوچھا: "آپ نے انھیں کیوں چھوڑ دیا؟"

"میں نے کہاں چھوڑا؟ ابھی انہی کے پاس تھا۔ اطمینان ہونے ہوں۔ وہ چاروں سنگاپوری فائٹر بڑے باکمال ہیں۔ انھوں نے پر قابو پالیا ہے۔"

"پھر آپ انھیں چھوڑ کر کیوں چلے آئے۔ کیا عزت علی کا یہ کردیں گے؟"

"روپ میرے لیے مصیبت بن گیا ہے۔ تقدیر نے مجھے والوں سے ٹکرا دیا ہے۔ میں دیکھوں گا کہ اب میں کیا کرسکتا ہوں۔ میرا دماغ میری مٹھی میں آگیا ہے۔ دوسری وہ فائٹر نیما ہے کے ذریعے میں انٹرپول میں کسی وقت بھی موجود رہ سکتا ہوں۔"

"ابھی میں تھوڑی دیر پہلے سوچ رہی تھی کہ آپ کے ساتھ ہوں، اتنی پریشانیاں ہیں۔ ہر طرف آپ کو خیال خوانی کے حاضر رہنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں عزت علی کا یہ روپ خرابیاں پیدا کرے گا۔"

"ہم سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہے تھے تاکہ ریڈ پاور کا وہ ڈرائیور اور علی کی حیثیت سے نہ پہچان سکے۔ میں نے منجالی سے کہا۔ دو۔ مجھے رسوتی کی رہائش گاہ تک پہنچا دے۔"

منجالی نے اسے حکم دیا۔ وہ گاڑی کو اسی طرف لے جانے نے سوچ کے ذریعے کہا: "منجالی! ایک بات مجھے نہیں خاجو رسوتی کے قریب پہنچ کر معلوم ہوئی۔"

اس نے کہا: "آپ نے دو گھنٹے بعد مادام سونیا سے آنے کا یا تھا؟"

میں نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا: "اوہ، ابھی تھوڑی دیر پہلے ہاں پہنچنے کے لیے سوچا تھا۔ پھر باتوں میں بھول گیا۔ ابھی ے آتا ہوں۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا: "میں ایک گھنٹے انتظار کر رہی ہوں۔"

"گئے دو گھنٹے بعد آنے کا وعدہ کیا تھا؟"

"جی ہاں، وہ دو گھنٹے کب کے گزر گئے۔ اس کے بعد ایک تمہارے انتظار میں گزر گیا۔ کہاں پھنسے رہے؟"

"کہاں ہوں۔ اس وقت عزت علی نامی ایک شخص کے روپ پہلے تو وہ بڑا پُراسرار نظر آیا۔ بعد میں انکشاف ہوا کہ وہ گئی آفیسر تھا۔ میں تو مصیبت میں گرفتار ہوگیا بڑی مشکلوں سے بچا ہوں۔"

"کیا انٹرپول میں رہنے کا ارادہ نہیں ہے۔ بہت بڑا عہدہ ملا ہے؟"

"طعنے نہ دو۔ میں اتنے بڑے بین الاقوامی ادارے کو چھوڑ تو نہیں سکتا لیکن ابھی اس ادارے میں رہ بھی نہیں سکتا۔ تم اسرائیلی حدود سے نکل آؤ گی تو پھر دیکھا جائے گا۔ ثابت معظم نے میری باتوں کا کیا جواب دیا ہے؟"

"وہ کہتا ہے جس طرح سر بازار میرا مذاق اڑایا گیا اور مجھ پر کیچڑ پھینکا گیا تھا اس کا تعلق اس سے نہیں ہے۔ اس نے کبھی ایسا حکم نہیں دیا تھا۔ دراصل یہاں کے عام یہودی تمہارے اور میرے نام سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ ہمیں مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان کے اعلیٰ حکام نے سختی سے انھیں منع کیا ہے۔ لہٰذا وہ میرا مذاق اڑا کر مجھ پر کیچڑ پھینک کر اپنے انتقامی جذبے کی تسکین کر رہے تھے۔"

"کیا تم جب بھی شہر میں جاؤ گی تو لوگ اسی طرح سلوک کریں گے اور ثابت معظم کچھ نہیں کہے گا؟"

"وہ کہتا ہے عوام کو کنٹرول کرنا بعض اوقات دشوار ہوجاتا ہے۔ بہتر ہے کہ آئندہ میں تنہا ہوٹل سے نہ نکلوں جب بھی نکلوں تو ان کے محافظ میرے آس پاس رہا کریں گے۔"

"بھئی یہ بڑے مکار ہیں۔ یہ کبھی اعتراف نہیں کرتے کہ انھوں نے تمہیں قیدی بنا کر رکھا ہے۔ تمہیں آرام سے ہوٹل میں رہنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن تم نکلتی ہو تو ان کے آدمی تم پر کیچڑ اُچھالتے ہیں۔ تم ان کی مکاری کو سمجھ رہی ہو؟"

"ہاں، میں سمجھ رہی ہوں۔ میں نے کہا ہے کہ میں ان کی آئندہ نسل کو پالنے کا ٹھیکہ لے رہی ہوں۔"

سب بنک ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی
عمران سیریز
ایک بجارن
قیمت ۳۰/- روپے ڈاک خرچ ۱۰/- روپے
ایک ایسے بجارن کی داستان جو صدیوں پہلے مر گئی تھی مگر اب زندہ ہوکر ایک مندر کے تہہ خانے میں ممی حالت میں موجود تھی۔
سرنگاٹ کے علاقے پر اس بجارن کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ پورے شہر کو تباہ کرنے آئی تھی۔
ایک مظلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آکر یہ کی طاقتوں کا علم بن گیا اور زبردست پُراسرار طاقتوں کا مالک بن گیا۔
وہ طاقتور ترین شخص بن گیا جب وہ ہڑی کی طاقتیں کھا چکا تھا۔ زخم بھر بھی جاتے ہیں۔ آپ ڈبل جوئیل سے کیا کام ایک شخص کی موت تھے؟
اپنے قریبی عزیز ہم چاہتے تھے، فرہاد اس سے شادی کرلے اور اس طرح وہ کا باپ بن جائے۔ اس نتیجے کو ہم نہایت اعلیٰ ماحول اور اس طرح ہمارے ہاتھوں فرہاد صاحب کو اُن کے ہے اس کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔"
عمران سیریز
انکا
قیمت ۲۰/- روپے ڈاک خرچ ۱۰/- روپے
انکا ایک ایسی لڑکی کی داستان ہے جو ایک ایسے ملک کی شہزادی تھی جو ایک ایسے ملک کی شہزادی تھی جو ایک ایسے ملک کی شہزادی تھی

ہیں۔ اس طرح تمھیں ایک جگہ پابند کیا جارہا ہے اور سمجھایا جارہا ہے کہ تمھاری بہتری ہوٹل کے کمرے تک محدود رہنے میں ہے۔ فرق اتنا ہے کہ انھوں نے آہنی سلاخوں کے پیچھے تمھیں قید نہیں کیا، ایک عالیشان ہوٹل کے کمرے میں محدود کردیا ہے۔ باہر نکلو گی تو مسلح فوجی تمھارے ساتھ رہیں گے۔ جس طرح قیدیوں کے ساتھ سپاہی باتیں کرتے ہیں۔ بات وہی ہے لیکن انھوں نے انداز بدل دیا ہے۔"

"میں نے ان سے پوچھا تھا، مجھے کب تک یہاں رکھا جائے گا؟ وہ مجھ سے پوچھتے ہیں، بھلا مجھے یہاں کیا تکلیف ہے؟ کیا میں فرہاد کے پاس جانا چاہتی ہوں؟ میں نے اقرار کیا۔ وہ ہنسنے لگے۔ ثبات معظم نے کہا۔ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے" فرہاد تم سے دور بھاگتا ہے اور تم اس کے پیچھے پیچھے بھاگتی ہو۔ تم اس سے ایک عرصے سے جُدا ہو۔ پھر یہاں سے جاکر اس سے کہاں ملو گی؟"

میں نے پوچھا "تم نے کیا جواب دیا؟"

"کیا جواب دوں؟ تمھاری بے وفائی، بے مروّتی کے باعث وہ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم مجھ سے دور ہی بھاگتے ہو؟"

"کیوں مجھے الزام دے رہی ہو۔ تم نے خود ہی کہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے میں اس وقت تک رہو گی جب تک یوگا کی مشقیں مکمل نہیں ہو جائیں گی اور بابا صاحب کے سائے میں رہ کر ان سے کچھ اور قوتیں بھی حاصل کرو گی۔"

"میں نے کہا تھا لیکن بابا صاحب تو گزر گئے۔"

"یوگا کی مشقیں تو نہیں گزریں۔ میں کیسے سمجھ لیتا کہ تم میرے پاس آنا چاہتی ہو۔ وہ تو میں نے حالات سے مجبور ہو کر تمھیں شاہینہ تک جانے کے لیے کہا تھا۔ اگر میرے پاس آنا چاہتی ہو تو وہاں سے نجات حاصل کرنے کے بعد ضرور آجانا۔ وہ لوگ تمھاری رہائی کے متعلق کیا کہتے ہیں؟"

"ثبات معظم کہہ رہا تھا کہ میرے متعلق اجلاس ہوتے رہتے ہیں۔ یہودیوں کی بہت سی اہم شخصیتیں اس اجلاس میں شریک ہوتی ہیں۔ اجلاس میں شامل لوگوں کے درمیان اختلافِ رائے پایا جاتا ہے جب تک وہ ایک فیصلے پر متفق نہیں ہوں گے اس وقت تک میں اسی طرح منجانی زمین پر کار کے نیچے لیٹی ہوئی قیدی بن کر رہوں گی۔"

زمین پر سسکتے ہوئے اس ریوالور والے کے قدموں سے اُٹھ کر کے نیچے سے سر نکال کر اپنے دانت اس کی ایک ٹانگ میں گاڑ دیے۔ اس نے ریوالور والے کے دماغ میں اس کا نتیجہ دیکھ لیا ہوگا۔ اسی لیے وہ رہا کیوں کہ نتیجہ ظاہر تھا۔ مجھے اپنی جگہ دماغی طور پر دیکھ رہے ہیں۔ وہ دس دماغی طور پر حاضر ہو کر بھی میں نے ریوالور والے کرب ناک کراہ سُنی۔ اسی وقت ایک اور میرے لیے تو ایسے اہتمام ن ہوں اور مجھ سے ملاقات کے لیے پہلے سے اطلاع دی جاتی ہے لیکن یہ اطلاع مجھے پر بھی دی جاسکتی تھی۔"

آنٹی نے مسکرا کر کہا "تم بہت خوش نصیب ہو تمھارا فرہاد کا کچھ ایسا رُعب اور دبدبہ ہے کہ تمھیں ایک قیدی کی سے نہیں رکھا جاسکتا، البتہ تمھیں نظر بند رکھا گیا ہے۔ تمھاری بھلائی ہے۔ خواہ مخواہ باہر جاؤ گی تو لڑائی جھگڑے میں

میں گائڈ آنٹی کی پوری باتیں نہ سُن سکا۔ ہماری کار رہائش گاہ کے سامنے پہنچ گئی تھی جہاں رسوتی کا قیام تھا۔ میں گاڑی سے اترتے ہوئے کہا "منجالی! میں تم سے رابطہ قائم کروں گی اپنے گھر میں جاؤ۔"

وہ اسی کار میں چلی گئی۔ میں کوٹھی کے احاطے میں داخل رسوتی دروازے پر آگئی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے اگر مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دوں گا تو وقت گزر گا اور سونیا کے پاس نہیں پہنچ سکوں گا۔ کچھ دیر بعد ثبات معظم کے پاس پہنچنے والا تھا۔

میں نے رسوتی کے قریب آکر نرمی سے کہا "تم مجھ پر شُبہ کر رہی تھیں۔ میں آگیا ہوں لیکن اس وقت سونیا ایک میٹنگ میں ہے۔ ایک دشمن سے اس کی ملاقات ہونے والی ہے۔ میرا وہاں موجود رہنا ضروری ہے۔"

وہ میرے ساتھ اس بنگلے میں داخل ہوتے ہوئے بولی "تم آگئے ہو تو جی بھر کر خیال خوانی کرو۔ میں نے سونیا کے پاس جانے کبھی نہیں روکا۔ میں تمھارے لیے چائے لاؤں؟"

"چائے پیوں گا تو پھر کھانا اچھی طرح نہیں کھا سکوں گا۔ کرو، میں مسلسل ٹیلی پیتھی میں مصروف رہوں تو تم آدھے گھنٹے مجھے مخاطب کرنا اور کھانا میز پر لگا دینا۔ ضروری خیال خوانی میں کھانے کے دوران بھی مصروف رہوں گا ورنہ ہم جی بھر کر باتیں کریں گے۔"

وہ خوش ہو کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میں ایک صوفے بیٹھ کر پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ ثبات معظم اس کے پاس بیٹھا ہوا فرانسیسی زبان بول رہا تھا۔ میں سونیا کے دماغ سے اس کا ترجمہ سُن رہا تھا۔ اس نے آتے ہی پوچھا "کیا مسٹر فرہاد نے رابطہ قائم کیا ہے؟"

سونیا نے جواب دیا "انھوں نے وعدہ تو کیا تھا لیکن تک آئے نہیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہیں اُلجھے ہوئے ہیں۔ اگر کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ وعدہ کر کے جاتے ہیں۔ پھر کئی کئی بلکہ کئی کئی دن تک مجھ سے رابطہ قائم نہیں کرتے۔"

"آپ یہاں ہیں۔ انھیں آپ کی فکر ضرور ہوگی۔ وہ زیادہ تک آپ سے غافل نہیں رہیں گے۔"

"ہاں، وہ غافل نہیں رہیں گے لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باعث مجھے مخاطب نہیں کرتے ہیں۔ چند سیکنڈ کے لیے چپ چاپ میرے دماغ میں جھانکتے ہیں پھر مجھے بخیریت دیکھ کر واپس چلے جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے، وہ میرے دماغ میں چپ چاپ آکر واپس چلے گئے ہوں۔"

اس نے مسکرا کر کہا "بھئی یہ ٹیلی پیتھی بڑا عجیب و غریب علم ہے۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "عجیب ہے مگر غریب نہیں ہے۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا "جی ہاں، جی ہاں۔ ہم نے اپنے کتنے ہی ذہین افراد کو اس علم کے حصول کے لیے دن رات مصروف رکھا انھیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کیں۔ ٹیلی پیتھی سے متعلق دنیا جہان کی تابیں حاصل کیں اور اس سلسلے میں جتنے ماہرین دستیاب ہو سکتے تھے ان کی خدمات حاصل کیں۔ آج بھی ہمارے یہاں ٹیلی پیتھی سیکھنے ہیں سیکڑوں طالب علم مصروف ہیں لیکن سمجھ میں نہیں آتا، کہاں کون سی خامی رہ جاتی ہے۔ کیسی غلطی ہوتی ہے کہ یہ علم حاصل ہوتے ہوتے رہ جاتا ہے۔ ہمارے کئی طلبہ و طالبات نے کہا ہے کہ وہ پوری طرح اپنے آپ کو منزل کے قریب محسوس کرتے ہیں لیکن منزل سے بھٹک جاتے ہیں۔ کاش مسٹر فرہاد ہمارے دوست ہوتے اور ہماری رہنمائی کرتے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ انھیں کس طرح اپنی دوستی اور خلوص کا یقین دلائیں۔"

"کسی کو اپنے خلوص کا یقین دلانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ آدمی کے اندر سچائی ہو تو وہ خود بخود باہر آجاتی ہے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟"

"مطلب صاف ہے۔ منزل تک پہنچنے کے لیے خود چل کر جانا پڑتا ہے لیکن آپ منزل سے دور بھاگتے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"اگر آپ فرہاد کو دوست بنانا چاہتے ہیں، اپنے خلوص کا ثبوت دینا چاہتے ہیں تو پھر انگریزی میں باتیں کریں۔ اس سے دور بھاگنے کے لیے یہ فرانسیسی زبان کیوں استعمال کر رہے ہیں؟"

وہ صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے بولا "ہم اپنی حفاظت کے لیے ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ دیکھیے نا، جب تک ہمارے درمیان دشمنی کا یقین نہ ہو جائے اور ایک دوسرے سے کوئی نقصان نہ پہنچنے کا معاہدہ ہو جائے تو پھر ہم کھل کر فرہاد صاحب کے سامنے آئیں گے۔"

"آپ کو دوستی کا یقین کیسے ہو سکتا ہے اور آپ کس قسم کا معاہدہ چاہتے ہیں؟"

"دیکھیے، ہم آپ کو قیدی بنا کر رکھنا نہیں چاہتے بلکہ آپ کی موجودگی سے کچھ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ فرہاد صاحب کے سامنے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم ان کے دوست ہیں۔ اگر دشمن ہوتے تو اب تک آپ زندہ سلامت نظر نہ آتیں۔ بلکہ جھپکتے ہی ہمارا کوئی بھی آدمی ٹھائیں سے گولی مار کر آپ کو ختم کر سکتا ہے لیکن ہم دوستی اور محبت کے کسی رابطے کو ختم نہیں کرنا چاہتے۔"

"میرا خیال ہے، ہم خواہ مخواہ کی باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ایسے دوستی کے دعوے ہم بار بار سن چکے ہیں۔ آپ واضح اور غیر مبہم طریقے سے کام کی باتیں کریں۔ میں اسرائیلی حدود سے باہر جانا چاہتی ہوں۔ اس کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟ کوئی ہیر پھیر کی بات نہ کریں۔ دل میں جو ہے، اسے زبان پر لے آئیں۔"

وہ صوفے پر ذرا سیدھا ہو کر جیسے سنبھل کر بیٹھ گیا پھر اس نے کہا۔ "ہم دو شرائط پر آپ کو یہاں سے جانے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ یہاں ہمارے بہت سے ٹیلی پیتھی کے ذہین طلبا و طالبات موجود ہیں۔ ان میں سے مسٹر فرہاد کسی ایک کا انتخاب کر کے اس کی رہنمائی کریں۔ اُسے یہ علم سکھا دیں۔ انھیں زیادہ محنت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ انھوں نے اس علم کے سلسلے میں تمام ابتدائی مشقیں کی ہیں۔ تمام مراحل سے گزر رہے ہیں۔ وہ کوشش کریں گے تو چند ہی دنوں میں ہمارا کوئی طالب علم ٹیلی پیتھی کا یہ علم حاصل کر لے گا۔"

سونیا نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "آپ چند دن کی باتیں کر رہے ہیں۔ کیا یہ علم اتنا آسان ہے؟"

"میں نے کہا نا کہ ہمارے طالب علم تمام کٹھن مرحلوں سے گزر چکے ہیں۔"

"اگر گزر چکے ہوتے اور کہیں خامی نہ ہوتی تو وہ کامیاب بھی ہو چکے ہوتے۔ فرہاد شاید انھیں ابتدائی مشقیں کرائیں گے۔ بشرطیکہ وہ اس کام کے لیے راضی ہو جائیں۔"

"جہاں تک آپ کی آزادی کا سوال ہے۔ ہم حلفیہ کہہ سکتے ہیں، جس دن ہمارا کوئی لڑکا یہ علم حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا، اس دن آپ کے لیے یہاں کی سرحدیں کھل جائیں گی، آپ جہاں چاہیں گی جا سکیں گی۔"

"دوسری شرط کیا ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "ہم نے دوسری شرط پر عمل کرانے کے لیے ڈبل جوئیل کو تیار کیا تھا لیکن ان میں سے ایک تمھارے ہاتھوں بُری طرح زخمی ہو گئی ہے۔"

"تو کیا ہوا۔ زخم بھر بھی جاتے ہیں۔ آپ ڈبل جوئیل سے کیا کام لینا چاہتے تھے؟"

"ہم چاہتے تھے، فرہاد اس سے شادی کر لے اور اس طرح وہ ایک اور بچے کا باپ بن جائے۔ اس بچے کو ہم نہایت اعلیٰ ماحول میں پالیں گے۔ اور اس طرح ہمارے ہاتھوں فرہاد صاحب کو اُن کے پہلے بیٹے کا جو صدمہ پہنچا ہے، اس کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔"

"یعنی آپ فرہاد کی آئندہ نسل کو پالنے کا ٹھیکہ لے رہے ہیں۔"

"مادام! آپ طنزیہ انداز میں گفتگو نہ کریں۔"

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ بے اختیار زبان پر طنز آجاتا ہے۔ کبھی ہنسی آجاتی ہے۔ ہاں بات مورد ہی تھی' ڈبل جوئیل کی۔ ان میں سے ایک میرے ہاتھوں زخمی ہوگئی لیکن دوسری تو سلامت ہوگی۔"

"دوسری سلامت ہے لیکن وہ مصنوعی جوئیل ہے۔ ہمارے ربی اسفندیار نے ہپناٹائز کے ذریعے اسے سنگل جوئیل کے دماغ سے وابستہ کر رکھا تھا جو ابھی زخمی پڑی ہے۔"

"پھر طنزیہ انداز میں کہوں گی تو آپ کو شکایت ہوگی۔ آپ لوگوں نے سنگل جوئیل کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ فرہاد کے موجودہ بیٹے پارس نے اسی سنگل جوئیل کے بطن سے جنم لیا ہے۔"

وہ چند لمحوں تک چپ رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! آپ کے دماغ میں آجائیں تو آپ ہماری یہ دو شرطیں پیش کر دیں۔"

"مسٹر ثبات معظم! آپ لوگوں نے اپنی ان دو شرائط کے ہر پہلو پر غور کر لیا ہوگا۔"

"بیشک، کوئی بات کھٹک رہی ہو تو ہمیں بتائیں۔"

"ہاں کھٹک رہی ہے۔ آپ کو ان دو شرائط کی تکمیل کے دوران نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"ایسے کہ فرہاد آپ کے کسی طالب علم کو یا کسی طالبہ کو ڈبل پیتھی کے علم سے روشناس کرائے گا تو کیا وہ فرہاد سے متاثر نہیں ہوں گے؟ کیا فرہاد کی سوچ کی لہریں اُن پر اس حد تک اثر انداز نہیں ہوں گی کہ وہ آپ کی وفاداری کو بھول کر فرہاد کے وفادار ہو جائیں؟"

"ہم نے اس پہلو پر غور کر لیا ہے۔ ہمارے پاس ایسا طریقہ کار ہے کہ ہمارے طلبا و طالبات فرہاد سے ٹیلی پیتھی تو سیکھ سکتے ہیں لیکن اس کی ٹیلی پیتھی سے متاثر ہو کر اس کے تابع فرمان نہیں بن سکتے۔"

"وہ کیسے؟"

"جب مسٹر فرہاد کسی کو علم سکھانے کے لیے راضی ہو جائیں گے تو ہم اگر مناسب سمجھیں گے تو اس بات کی وضاحت کر دیں گے۔"

"دوسری شرط کے متعلق بھی میں یہی کہوں گی کہ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جو عورت فرہاد سے شادی کر کے اس کے بچے کی ماں بنے گی وہ فرہاد پر دل و جان سے نثار نہیں ہوگی اور اس کی وفادار نہیں بنے گی؟"

"ہم اس مسئلے پر غور کر رہے ہیں۔ ہم نے اس سلسلے میں ڈبل جوئیل کو تیار کیا تھا لیکن فرہاد نے مصنوعی جوئیل کو ٹریپ کر لیا۔"

سونیا نے پوچھا۔ "آپ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"ہمارے ربی اسفندیار نے ہپناٹزم کے ذریعے اس مصنوعی جوئیل کے دماغ سے یہ باتیں معلوم کر لی تھیں۔ اب اس مصنوعی جوئیل کے دماغ کو داش کر دیا گیا ہے۔ اسے اصلی جوئیل کے دماغ سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اس کا نام کلارا ہے۔ اب وہ فرہاد کو پہچان نہیں سکے گی اور نہ ہی اسے یاد رہے گا کہ وہ کس طرح اس کے کام آنا چاہتی تھی۔"

سونیا کچھ سوچتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ گھٹنے کے انداز میں چلتے ہوئے اپنے صوفے کے پیچھے گئی۔ پھر صوفے کی پشت پر ہاتھ ٹیک کر کہا۔ "اب میں سمجھ گئی۔ جو بھی طالب علم فرہاد کے ذریعے ٹیلی پیتھی حاصل کرنا چاہے گا۔ اسے ربی اسفندیار ہپناٹزم کے ذریعے کنٹرول میں رکھیں گے یعنی ایک طالب علم کے دماغ میں ایک طرف سے فرہاد اثر انداز ہوں گے تو دوسری طرف سے ربی اسفندیار کا اثر بھی قائم رہے گا۔ اِدھر ٹیلی پیتھی اس طالب علم کے دماغ میں جگہ بناتی جائے گی اُدھر ربی اسفندیار اسے آپ لوگوں کا مطیع و فرمانبردار رہنے پر مجبور کرتے رہیں گے۔"

"آپ درست سمجھ رہی ہیں۔"

"پھر تو وہ مصنوعی جوئیل کیا نام بتایا تھا آپ نے۔ ہاں کلارا۔ کلارا کو بھی آپ لوگ دوبارہ کنٹرول کر سکتے ہیں۔"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں، کلارا بہت کمزور دماغ کی لڑکی ثابت ہوئی۔ ہم کوئی مستقل مزاج لڑکی کا انتظام کر رہے ہیں۔ ایسی کئی سمجھ دار لڑکیاں ہماری نظروں میں ہیں۔ انھیں بھی ربی اسفندیار اپنے کنٹرول میں رکھیں گے لیکن یہ بات پریشان کُن ہے کہ ہمارے ربی اسفندیار آخر کب تک ایک عورت کے دماغ کو ہپناٹزم کے ذریعے کنٹرول کر سکتے ہیں۔ مسٹر فرہاد کوئی بھی موقع پا کر اس لڑکی کو کہیں سے کہیں لے جا سکتے ہیں جس طرح انھوں نے مادام سونیا کو پھر قابو کر لیا ہے۔ بہرحال ہم اس مسئلے پر غور کر رہے ہیں۔ پہلے یہ تو معلوم ہو کہ مسٹر فرہاد ہماری ان دو شرائط کو کہاں تک تسلیم کرتے ہیں۔"

"وہ میرے دماغ میں پہنچیں گے تو میں اُن سے باتیں کروں گی۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے بولا۔ "جتنی جلدی یہ معاملات طے پائیں گے، اتنی جلدی آپ کی رہائی ممکن ہو سکے گی۔"

وہ کمرے سے چلا گیا۔ دروازہ بند ہوگیا۔ پھر میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو، میں ساری باتیں سن رہا تھا۔"

"پھر خاموش کیوں رہے؟"

"اگر اپنی موجودگی کی اطلاع دیتا تو وہ ابھی اپنی شرائط تسلیم کرانے کے لیے یہاں بیٹھا رہ جاتا اور مجھ سے شرائط طے کرنے کی کوشش کرتا۔"

"تم معاملات کو ٹال رہے ہو اور میں یہاں قیدی بنی ہوئی ہوں۔ آخر کب تک ٹالتے رہو گے۔ انھیں جواب تو دینا ہی ہوگا۔"

"بیشک جواب دیں گے لیکن اچھی طرح سوچ سمجھ کر۔ تم بھی سوچو کہ اس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ یہاں سنگاپور میں مجھے آنکھیں کھلی رکھنی ہیں۔ اس لیے اجازت دو۔ پھر تم سے رابطہ قائم کر کے پوچھوں گا کہ ان دو شرائط کے سلسلے میں تمھاری کیا رائے ہے اور میں نے کیا سوچا ہے۔ اوکے سونیا!"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا لیکن اپنی آنکھیں بند رکھیں تاکہ آئے تو یہی سمجھے کہ میں خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ میں نے کہہ دیا تھا کہ وہ آدھے گھنٹے بعد مجھے مخاطب کر سکتی ہے۔ آدھا گھنٹہ نہیں گزرا تھا یا گزر بھی گیا ہو تو کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے فائدہ اُٹھا کر منجالی کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اب اپنی رہائش گاہ تک پہنچ گئی ہے یا نہیں لیکن میری خیال خوانی کی توانائی نہ ہو سکی۔ اسی وقت رسوتی نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے کہا۔ "میرے سرکے تاج، تم نے آدھے گھنٹے کہی تھی۔ اب ایک گھنٹہ ہو رہا ہے۔ میں یہاں آکر تمھیں مخاطب کرتی رہی لیکن پارس نے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ بڑا ضدی ہے۔ سنبھالتا ہے۔ بڑی مشکل سے سلا کر آئی ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "پارس تو سو گیا۔ اپنے متعلق کیا خیال ہے؟"

وہ ذرا دور کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر گھورتے ہوئے بولے جی! کون ہو تم؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اپنے مذہب کے لحاظ سے تمھارا ہی خدا ہوں۔ تمھارے دھرم کے انوسار تمھارا پتی دیو اور دُنیا کے تمھارا جیون ساتھی۔"

"جی نہیں۔ آپ میرے کچھ نہیں ہیں۔ ذرا آئینے میں اپنا مُنہ تو دیکھیں۔ اس وقت میرے سامنے نہ تو میرا مجازی خدا ہے، نہ پتی دیو اور نہ جیون ساتھی ہے۔ میرے سامنے تو عزت علی ہے۔ چھی چھی، میں پرائے مرد سے آزادانہ طور پر بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی۔ اونہہ۔"

وہ اونہہ کہہ کر ایک ادائے ناز سے گھوم کر باہر جانے لگی۔ میں نے دل کو تھام لیا۔ فوراً ہی اپنی جگہ سے اُٹھ کر باتھ روم میں گیا۔ بھیم کریم کے ذریعے عزت علی کا میک اَپ اُتارنے لگا۔ پندرہ منٹ کے بعد میں آئینے کے سامنے اپنا اصلی چہرہ دیکھ رہا تھا۔

تقدیر نے میرے اور رسوتی کے ساتھ عجب تماشا دکھایا تھا۔ عرصہ پہلے جب ہم دونوں وحشی قبیلے میں جا پھنسے تھے تو ایک ڈاکٹر نے پیشگوئی کی تھی کہ رسوتی میرے بیٹے کو جنم دے گی۔ اس قبیلے میں غلام سے دوبارہ طاقات ہوئی تھی۔ پھر میں نے رسوتی غلام کی حفاظت میں چھوڑ دیا تھا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن، اس عرصے میں ہم کبھی ایک دوسرے سے نہ مل سکے۔ اگر ملے بھی تو حالت میں کہ کبھی رسوتی کی یادداشت گم ہوگئی اور کبھی میں اُسے پہچان نہ دے سکا جس کی وہ تمنا کرتی تھی کیوں کہ یادداشت واپس آنے کے بعد جب وہ مجھے پہچاننے لگی تھی تو بابا فرید واسطی چل بسے تھے۔ مجھے ان کا غم تھا اور میں اس سوگوار ماحول میں اسے محبت کا دے سکتا تھا۔

بہت سارا وقت گزرنے لگا۔ رات اتنی لمبی ہوگئی تھی جیسے آگے بڑھنا بھول گئی ہو۔ وہ بھی گزرنا نہیں چاہتی تھی۔

رات کے دو بجے ہم کھانے کے لیے بیٹھے۔ رسوتی میز کے دوسری طرف میرے سامنے تھی۔ ہم ایک دوسرے سے مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہے تھے۔ کھانے کے دوران اس نے پوچھا۔ "فرہاد! پہلے تو تم ایسے نہ تھے؟"

"میں پہلے کیسا نہ تھا؟"

"یہی میں بہت دیر سے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ تم میں کیسی کیسی تبدیلیاں آگئی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ بس یہی سوچ کر رہ جاتی ہوں کہ تم پہلے جیسے نہیں رہے۔"

"بھئی اپنے ذہن میں میرا تجزیہ کرو۔ ذرا اطمینان سے سوچو، آخر میں پہلے جیسا کیوں نہیں رہا؟ کیا پہلے میں جوان تھا۔ اب بوڑھا ہو گیا ہوں؟"

وہ چونک کر بولی۔ "نہیں، ایک بات سمجھ میں آرہی ہے تم میں پہلے سے بہت زیادہ کشش پیدا ہوگئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم قضا طلیس کی چار دیواری میں زندگی گزارتے رہے ہو۔ باہر نکلے ہو تو تم میں کشش ہی کشش ہے۔ میں کئی بار تم سے ناراض ہوتی رہی مگر تمھاری طرف کشاں کشاں آتی رہی۔"

"تم بیوی ہو۔ مجھے دل و جان سے چاہتی ہو۔ ہر دم میری طرف کھنچی آتی ہو۔ یہ ایک بیوی کے لیے کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "کوئی غیر معمولی بات ہے۔ سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

میں سر جھکا کر کھانے لگا۔ ذرا دیر بعد وہ ایک دم سے چونک کر سر اُٹھاتے ہوئے بولی۔ "وہ جو تمھارے بدن میں حرارت پیدا ہو گئی ہے، وہ مجھے مشکوک کرتی ہے۔"

"مجھے اپنی کسی حرارت کا علم نہیں ہے۔ تم نے خواہ مخواہ طیارے میں مجھ سے ناراض ہونے کی کوشش کی تھی۔"

"میں خوب سمجھتی ہوں۔ اس چڑیل کو اب کبھی دیکھ لوں گی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔"

میں سمجھ رہا تھا۔ وہ منجالی کو چڑیل کہہ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "رات زیادہ ہوگئی ہے۔ چپ چاپ کھانا کھا کر سو جاؤ۔ کھانے کے دوران غصہ کرنے سے ہضمی ہو جاتی ہے۔"

"میں کھانے کے بعد سو جاؤں گی۔ تم کیا کرو گے؟"

"میں تل ابیب میں پولٹری فارم کھولنے کے امکانات پر غور کروں گا۔"

"کیا یہ کوئی مذاق ہے؟"

"تقدیر میرا مذاق اڑا رہی ہے۔ ایک طرف تم دیوانہ وار محبت کرنے والی بیوی ہو۔ دوسری طرف وہ دیوانہ وار دشمنی کرنے والے

میعودی ہیں۔ تم دونوں کو میرے بچوں کی ضرورت ہے۔ سُنا ہے تمھارے ہاں بھگوت گیتا کے کورو خاندان میں کسی کے پوتے ایک سو بچے تھے؟"

وہ ناگواری سے بولی "ہوگا۔ مجھے گیتا یاد نہیں ہے۔"

"میعودی ایک سو بچوں سے کم پر راضی نہیں ہوں گے۔ اگر میرے ایک سو ہو گئے تو تمھیں گیتا یاد آجائے گی؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ کھانے کے بعد ملازمہ کو آواز دی۔

ریڈ پاور کے باس نے ہمارے لیے ایک باورچی اور ایک ملازمہ کا انتظام کر رکھا تھا۔ وہ میز پر سے پلیٹیں اٹھانے لگی۔ ہم خواب گاہ میں آ گئے۔ وہ سونے کے لیے بستر پر چلی گئی۔ میں کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اگرچہ کوئی اہم خیال خوانی نہیں تھی۔ سونیا کی طرف سے اطمینان تھا۔ میں آرام سے سو سکتا تھا لیکن میں نے سوچا' پہلے رمونتی سو جائے' اس کے بعد دیکھا جائے گا۔

میں نے کرپا دان کے پاس پہنچ کر پوچھا "تم پیرس کب جا رہے ہو؟"

"کل صبح کی فلائٹ سے جانے والا ہوں۔ میں نے تمام انتظامات کر لیے ہیں۔"

"تم وہاں پہنچو گے تو تمھارے استقبال کے لیے ایک لڑکی آئے گی۔ وہی تمھاری رہائش کا انتظام کرے گی۔"

میں اس سے ضروری باتیں کرنے کے بعد باس اینجلو کے پاس پہنچا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ خوش ہو گیا۔ اس وقت وہ سونے کے لیے جا رہا تھا۔ میں نے کہا "میں آپ کے آرام میں خلل ڈال رہا ہوں۔"

"جناب! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ مجھ سے دور ہو کر بھی یاد کر رہے ہیں۔"

"میں بتانے آیا ہوں کہ بخیریت سنگاپور پہنچ گیا ہوں۔ میں نے عزت علی کا میک اَپ ختم کر دیا ہے۔ ویسے آپ جانتے ہیں.... عزت علی کون تھا؟"

"پُراسرار آدمی ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ بہت ہی گہرا آدمی تھا۔"

"آپ کو یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ وہ انٹرپول کا ایک بڑا آفیسر تھا۔"

باس اینجلو کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے پوچھا "کیا واقعی؟"

"ہاں ابھی میں اپنے معاملات میں بُری طرح اُلجھا ہوا ہوں۔ انٹرپول کے معاملات میں اُلجھوں گا تو قصہ بڑا طول پکڑے گا اور مصروفیات اتنی بڑھیں گی کہ کھانے اور سونے کی فرصت بھی نہیں ملے گی۔ فی الحال انٹرپول سے الگ ہوں۔ ضرورت پیش آئے گی تو اُدھر کا رُخ کروں گا۔"

"جناب فرہاد صاحب! اگر آپ مجھ سے رابطہ قائم نہ کرتے تب بھی میں سنگاپور کے باس جے آر جے ناتھن کے ذریعے آپ سے رابطہ قائم کرنے والا تھا۔"

"کوئی اہم بات ہے؟"

"جی ہاں بہت ہی اہم بات ہے۔ تل ابیب میں ہمارے جتنے ایجنٹ ہیں' ان کی آوازیں میرے پاس ریکارڈ ہو کر آتی ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ کہ ثبات معظم بھی آپ کو انگریزی میں سُنائی دے گا۔ کیا آپ اسی وقت سُننا پسند کریں گے؟"

"یہ اتنی اہم بات ہے کہ مجھے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر آپ کیسٹ کو ریکارڈ سن لگائیے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے دوسرے ہی لمحے منجالی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ سو رہی تھی۔ میرے دماغ میں پہنچتے ہی چونک کر اُٹھ گئی۔ پھر اس نے مجھے مخاطب کیا "میرے آقا! کیا آپ میرے پاس آئے ہیں؟"

"ہاں، تم سو رہی تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ....؟"

اس نے میری بات کاٹ کر کہا "آپ تو غیروں کی طرح تکلف برت رہے ہیں۔ فرمائیے کیا حکم ہے؟"

"فوراً کیسٹ ریکارڈر نکالو۔ میں جس لب و لہجے میں بولتا جاؤں گا' اسی لب و لہجے کی نقالی کرتی جاؤ اور اسے ریکارڈ کرتی جاؤ۔"

فرہاد یہ کہہ کر اپنے لیے میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ وہ دوسرے خواب گاہ میں فرضی پارس رو رہا تھا۔ اس کی نیند اُچاٹ ہو گئی تھی۔ رمونتی کی آوازیں آ رہی تھی جیسے وہ اسے گود میں لے کر اِدھر سے اُدھر ٹہلا رہی ہو اور منا رو رہا ہو۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو بڑی حیرانی ہوئی۔ کیوں کہ وہ گہری نیند سو رہی تھی اور پارس کے جھولے کے سرہانے رکھے ہوئے کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے اس کی آواز سُنائی دے رہی تھی یعنی کیسٹ کے ذریعے وہ اسے بہلا رہی تھی۔ پارس کے رونے سے شاید اس کی آنکھ دیر کے لیے کھلی ہوگی۔ اس نے جھولے کو ہلا دیا تھا۔ اب جھولا ہل رہا تھا۔ کیسٹ جاری تھا۔

میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازے پر آیا۔ پھر وہاں سے دوسرے خواب گاہ میں جھانک کر دیکھا۔ واقعی وہ آرام سے سو رہی تھی۔ کیسٹ ریکارڈر سے اس کی ممتا بھری آوازیں نشر ہو رہی تھیں۔ جھولا ہل رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی رمونتی کی گنگناہٹ سنائی دی۔ وہ بہت ہی میٹھے سُروں میں اپنے بیٹے پارس کے لیے ایک گیت گا رہی تھی۔

میں دروازے سے گزر کر اس کی خواب گاہ میں آ گیا۔ وہ قدموں چلتا ہوا پارس کے جھولے کے پاس پہنچا۔ میں نے آج تک رمونتی کے ہونٹوں سے گیت نہیں سُنا تھا۔ اب سُن کر یاد آیا کہ وہ تو بچپن سے ایک مندر کی داسی تھی۔ وہاں اس نے یوگا کی تعلیم کیں اور میلی پیتھی کا علم بھی حاصل کر لیا۔ یوجا کرنے کے دوران

گایا کرتی تھی۔ یقیناً اسے گانے کا سلیقہ آتا ہوگا اور سُر تال پر حاصل ہوگا۔ میں چند لمحوں تک گم صُم ہو کر اس کی مدھر آواز میں یا۔ ذرا سی دیر میں پارس سو گیا لیکن کیسٹ جاری تھا۔ میں نے بڑھ کر ریکارڈر کو آف کر دیا۔

میں نے زندگی میں پہلی بار ایسی ماں کو دیکھا تھا جو کیسٹ ڈر کے ذریعے اپنے بچے کو لوری سُناتی تھی۔ رمونتی نے اس ی ایجاد کا بڑا فائدہ اُٹھایا تھا یعنی بچہ رویا۔ نیند اُچاٹ ہوئی تو ی ریکارڈر کو آن کر دیا۔ جھولے کو ذرا ہلا دیا اور کروٹ بدل کر ی۔ لاجواب آئیڈیا ہے۔ یعنی ماں سوتی رہے۔ ممتا کی لوری ا رہے اور بچے کو بھی ماں کا پیار ملتا رہے اور وہ ہل کر سو جائے ے فرضی پارس سو گیا تھا۔

میں وہاں موجود تھا اس لیے میں نے کیسٹ ریکارڈر کو آف یا تھا۔ ورنہ عام طور پر یہ اس وقت تک چلتا ہوگا جب تک کہ ٹ پورا نہ ہو جائے اور پھر خود بخود بند ہو جاتا ہوگا۔ میں نے پارس دیکھا' معصوم سا بچہ پالنے میں آنکھ بند کیے گہری نیند میں ڈوبا ا تھا۔ پتا نہیں یہ کس کے جگر کا ٹکڑا تھا۔ کس نے ممتا کا عذاب ٹھانے کے بعد کتنی تکلیفوں سے اسے جنم دیا تھا اور اب وہ ہاتھ ے بے ہاتھ ہو گیا تھا پھر بھی خدا کا شکر ہے کہ اچھے ہاتھوں میں ظاہر اگر اس کی قسمت نے ساتھ دیا تو اس کی زندگی انشاء اللہ سنور ائے گی۔

میں نے پیار بھری نظر بچے پر ڈالی۔ پھر وہاں سے اپنی خوابگاہ ں آ گیا۔ رنگون میں اینجلو اور سنگاپور میں منجالی میرے منتظر تھے۔ ں نے اینجلو سے کہا "سوری، ذرا دیر ہو گئی۔ آپ کیسٹ ریکارڈر ان کریں۔"

اس نے آن کر دیا۔ مجھے ایک شخص کی آواز سُنائی دی۔ وہ ا رہا تھا میں سُن رہا تھا اور اس کی آواز کے ساتھ آواز ملا کر اس کے لب و لہجے کو ذہن نشین کر رہا تھا۔ پھر میں نے اینجلو سے کہا۔ "ریکارڈر بند کر دیجیے۔ میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ کر ابھی آتا ہوں۔"

اس نے ریکارڈر کو بند کر دیا۔ میں نے اس کے لب و لہجے کا سہارا لیتے ہوئے سوچ کی پرواز کی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت تل ابیب میں رات کے ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ ایک کلب میں رقص و سرود کی محفل جمی ہوئی تھی۔ وہاں بڑے اثمران زیادہ نظر آ رہے تھے۔ ایسے شہری بھی تھے جو بہت زیادہ دولت مند تھے یا کسی نہ کسی طرح حکومت پر اپنا اثر رکھتے تھے۔ وہاں ادھیڑ عمر کی دولت مند خواتین کے علاوہ نوجوان عورتیں اور لڑکیاں بھی تھیں۔ سبھی قیمتی ملبوسات میں تھیں۔ ان کے گلے اور کانوں میں ہیرے موتیوں سے مزین زیورات تھے۔ ایسا لگتا تھا، جیسے ـــــ سونا ان کے لیے کوئی وقعت نہ رکھتا ہو۔ وہ ہیرے موتیوں سے کھیلنے والی عورتیں تھیں۔ میں جس شخص کے دماغ میں پہنچا وہ ایک حسین دوشیزہ کے ساتھ ـــــ آرکسٹرا کی دُھن پر رقص کر رہا تھا۔ اس کا نام ڈربی فائن تھا، وہ مغربی ساحل پر کوسٹ گارڈ آفیسر کی حیثیت سے متعین کیا گیا تھا۔ اس وقت اپنی ہم رقص سے محبت بھری باتیں کر رہا تھا۔ میں اسے مخاطب کرتا تو ہم رقص سے محبت بھری باتیں کر رہا تھا۔ میں اسے مخاطب کرتا تو وہ چونک جاتا یا پھر اسے اپنی موجودگی کا یقین دلانے کے لیے مجھے کچھ ایسے ثبوت دینے پڑتے کہ وہ وہاں تماشا بن جاتا۔ میں نے سوچا' ابھی اسے تفریح کرنے دی جائے، بعد میں دیکھا جائے گا۔

میں نے منجالی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں تمھارے دماغ میں بول رہا ہوں۔ اسی کے مطابق تم اس لب و لہجے کو اُونچی آواز میں ریکارڈ کرو۔"

وہ میرے حکم کی تعمیل کرنے لگی۔ میں بولتا گیا۔ وہ میرے ساتھ ساتھ بولتی گئی۔ یہ تو میں پہلے ہی اعتراف کر چکا ہوں کہ وہ غضب کی نقال تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس کی آواز میں مردانہ پن نہیں تھا۔ مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ جب مجھے لب و لہجہ یاد آتا تو میں ڈربی فائن کے مردانہ آہنگ کو بھی یاد کر لیتا۔ پھر میں نے اینجلو سے کہا "آپ مجھے دوسری آواز سُنائیں۔"

اس نے دوسری آواز سُنائی۔ میں اسی کے مطابق اس دوسرے شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ وہی تلوار باز تھا جس نے ایک بلند عمارت کی چھت پر سونیا کی جان بچائی تھی۔ سونیا کو چار پہلوانوں نے گھیر رکھا تھا۔ جن میں سے چوتھا یہی شخص تھا۔ جو دشمنوں سے ملا ہوا تھا لیکن عین وقت پر اس نے بازی پلٹ دی تھی۔ اس کا نام گومل تھا۔ وہ وہاں کے سپاہیوں کو گوریلا جنگ کی تربیت دیا کرتا تھا۔ اعلیٰ حکام اس پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ کوئی اس پر شبہ نہیں کرتا تھا۔ میں نے اسے بھی مخاطب نہیں کیا۔ منجالی کے پاس آ کر اس کے لب و لہجے کو ریکارڈ کرایا۔ پھر اینجلو سے کہا کہ وہ تیسری آواز سُنائے۔

اس نے تیسری، چوتھی، پانچویں آوازیں سُنائیں۔ یہ وہی لوگ تھے جو ڈنر کے وقت ہوٹل میں سونیا کے دربردہ محافظ تھے۔ جس نے بھی میرے کٹے ہوئے سر کو ڈش بنا کر کھانے کی کوشش کی تھی، انھوں نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ میں نے ان تینوں کے لب و لہجے کو بھی ریکارڈ کرا لیا۔ آخر میں ثبات معظم کی آواز سنائی دی۔ وہ بڑے عمدہ لہجے میں انگریزی بول رہا تھا۔ کسی اجلاس میں تقریر کر رہا تھا۔ ماسک مین کے کسی ایجنٹ نے اس کی تقریر کو ریکارڈ کر لیا تھا۔ وہی ریکارڈنگ میں سن رہا تھا۔ اسے ذرا دیر سُننے کے بعد میں نے اینجلو سے

کہا۔ بہت بہت شکریہ۔ ریکارڈ بند کر دیجیے۔ میں ثبات معظم کے پاس جا رہا ہوں۔"

اور میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ بھی اسی کلب میں تھا، جہاں تھوڑی دیر پہلے میں ڈربی فائن کو ایک لڑکی کے ساتھ رقص کرتے دیکھ چکا تھا۔ ثبات معظم ایک بالکونی میں تین یہودی معززین کے ساتھ بیٹھا تھا۔ چوتھی ایک نوجوان لڑکی تھی، جو اس کی بیٹی تھی۔ جس وقت میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ لڑکی اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی "پاپا! آئی ایم گیٹنگ لیٹ۔ مجھے جانے دیجیے۔ سویرے کلاس اٹینڈ کرنی ہے۔"

اس نے کہا "آل رائیٹ بے بی! یو مے گو۔"

لڑکی اٹھ کر جانے لگی۔ میں نے ثبات معظم کو چھوڑ دیا۔ اس لڑکی کے دماغ میں بیٹھ کر اس کے ساتھ جانے لگا۔ اس کا نام اپینہ معظم تھا۔ عام طور پر ایمی کہلاتی تھی۔ وہ کلب میں جدھر سے گزر رہی تھی، لوگوں کی نگاہیں اٹھ رہی تھیں۔ وہ سب ایسے دیکھ رہے تھے جیسے بھری بہار کو گزرتے دیکھ رہے ہوں۔

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس میں بلا کی کشش ہے۔ وہ زمین پر پاؤں رکھ کر چل رہی تھی لیکن اس کے قدم دیکھنے والوں کے دلوں پر پڑ رہے تھے۔ وہ روزانہ صبح دس بجے اسپیشل ٹریننگ کی ایک کلاس اٹینڈ کرتی تھی۔ اس کلاس میں اس کے علاوہ اور چوبیس لڑکیاں تھیں، جو ہر اعتبار سے دلنواز تھیں۔ اس کے باوجود انھیں سکھایا جاتا تھا کہ کس طرح ناز و انداز سے اپنے حسن کے خنجر کو دو دھاری کرنا چاہیے۔ انھیں سکھایا جاتا کہ کسی کے دل کو تسخیر کرنے کے ہنر کیا ہوتے ہیں۔ اگر وہ لڑکیاں مقابلۂ حسن میں شریک ہوتیں تو ان میں سے ہر لڑکی دنیا کی حسین ترین لڑکی کہلاتی۔ انھیں بڑے بڑے انعامات سے نوازا جاتا لیکن انھیں ان کی توقع سے بھی زیادہ انعامات دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ شرط صرف اتنی سی تھی کہ ان چوبیس لڑکیوں میں سے کوئی ایک فرہاد علی تیمور کو تسخیر کر لے۔

ثبات معظم دل و جان سے چاہتا تھا کہ اس کی بیٹی ایمی یہ مقابلہ جیت لے، فرہاد کو تسخیر کر لے۔ آخر ایک دن تو بیٹی کی شادی کرنی ہی ہے۔ اگر فرہاد سے رشتہ ہو جائے اور یہ اس کے بیٹے کی ماں بن جائے تو یہودی قوم اسرائیلی حکومت تمام عمر اس کی بیٹی کے ناز نخرے برداشت کرتی رہے گی۔

ایمی جہاں سے گزر رہی تھی، فوجی جوان ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دے رہے تھے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ چوبیس لڑکیاں جہاں سے گزر جاتی ہیں، وہاں کھڑے ہوئے لوگ انھیں احتراماً ہٹ کر راستہ دیتے ہیں۔ ان کی جو ضرورت ہوتی ہے وہ ایک اشارے میں پوری ہو جاتی ہے۔ وہاں کے حکام کی جو قدر و منزلت ہے، وہی ان چوبیس لڑکیوں کی ہے کیوں کہ وہ ایک بہت بڑی جنگ لڑنے کے لیے تیار ہو رہی تھیں۔ میں نے ایمی کی سوچ میں پوچھا "لیکن فرہاد تو ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ جب کبھی میرا اس کا سامنا ہوگا تو وہ چپکے سے میرے ذہن کو کریدکر معلوم کر لے گا کہ میں یہودیوں کی آلۂ کار ہوں اور اسے محبت کا فریب دے رہی ہوں۔"

اس کی سوچ نے جواب دیا "میں کئی بار یہی باتیں سوچ چکی ہوں لیکن ربی اسفندیار کہتے ہیں کہ ہم چوبیس لڑکیاں ایک ہفتے کے بعد اپنی موجودہ زندگی کو بھول جائیں گی۔ اس کے بعد ہمارے والدین ہمارے ہوں گے، ہمارا ملک نیا ہوگا، ہماری رہائش گاہ بدل جائے گی۔ فرہاد ہمارے دماغوں میں جھانک کر کچھ بھی معلوم کرے گا تو ہمارے دماغ میں وہی نئی زندگی کی باتیں نکلیں گی۔ موجودہ زندگی یا ہمارا ماضی سب کچھ ہمارے دماغ کے تہ خانے میں دفن ہو جائے گا اور فرہاد کی سوچ کی لہریں اس تہ خانے تک نہیں پہنچ سکیں گی۔"

میں نے فی الحال اسے چھوڑ دیا۔ وہ روزانہ صبح دس بجے اسپیشل ٹریننگ کی کلاس اٹینڈ کرتی تھی۔ اس کے ساتھ باقی چوبیس لڑکیاں بھی ہوا کرتی تھیں۔ میں نے سوچا، اسی وقت اس کے دماغ میں پہنچنا چاہیے اور اس کے ذریعے دوسری لڑکیوں کو بھی ٹٹولنا چاہیے۔ میں نے باس اینجلو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس نے کیسٹ ریکارڈ کو ایک طرف رکھ دیا تھا اور اب آرام سے بستر پر لیٹ گیا تھا اور سو رہا تھا۔ سو جائے۔ اگر فرہاد صاحب کو ضرورت ہوگی تو وہ مجھے اٹھا لیں گے۔

میں نے کہا "ہاں، مسٹر اینجلو! میں نے آپ کو زحمت دی۔ بہت رات ہو چکی۔ آپ سو جائیں، میں بعد میں رابطہ قائم کر لوں گا۔"

میں نے منجانی کے پاس پہنچ کر کہا "تم بھی سو جاؤ۔ مجھے ابھی جاگنا ہے۔ بہت ضروری خیال خوانی کرنی ہے۔"

"میرے آقا! کوئی تو رات ایسی ہو جب آپ آرام سے سو سکیں، رات بھر خیال خوانی کرتے ہیں۔ سونے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔"

"مجبوری ہے۔ میں جلد سونے کی کوشش کروں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سوچنے لگا، تمام لوگوں کے دماغوں میں پہنچ چکا ہوں۔ اب لوگوں سے بعد میں بھی رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ شب بیداری کیا ضروری ہے۔ سو جانا چاہیے۔ پھر دماغ نے کہا۔ اس وقت ثبات معظم اس کلب کی بالکونی میں تین یہودی کاکاز کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ یقیناً کوئی ضروری گفتگو ہو رہی ہوگی۔ کم از کم ان تینوں یہودیوں کے دماغوں تک تو پہنچ سکتا ہوں۔

میں نے اُدھر جانا چاہا۔ اچانک سونیا کی یاد آ گئی۔ پچھلی رات جب وہ سونے کے لیے اپنے بستر پر گئی تھی تو ربی اسفندیار نے پیغام کے ذریعے اسے اپنی معمولہ بنایا تھا۔ کیا آج بھی ایسا ہو سکتا ہے؟

یہ خیال آتے ہی میں سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ واقعی وہی عمل جاری تھا۔ مجھے سونیا کے دماغ سے ربی اسفندیار کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا "جس وقت ثبات معظم تم سے گفتگو کر رہا تھا، کیا فرہاد تمھارے دماغ میں موجود نہیں تھا؟"

سونیا آنکھیں بند کیے چاروں شانے چت لیٹی ہوئی تھی۔ اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ وہ بالکل ساکت تھی اور ربی اسفندیار کے ٹرانس میں آ گئی تھی۔ اس لیے اس کی معمولہ بن کر اس کی مرضی کے مطابق جواب دے رہی تھی۔ اس نے جواب دیا "ہاں، فرہاد موجود تھا۔"

"تم نے ثبات معظم کو کیوں نہیں بتایا؟"

"میں خود نہیں جانتی تھی کہ وہ موجود ہے۔ ثبات معظم کے جانے کے بعد اس نے سوچ کے ذریعے مجھے مخاطب کیا تھا۔"

"وہ ان دو شرائط کے متعلق کیا کہتا ہے؟"

"وہ فی الحال اس بات کو ٹالنا چاہتا ہے۔ اسی لیے اس نے خاموشی اختیار کی تھی۔"

"سونیا میرے لیے جان دینے والی عورت تھی۔ میرے لیے تمام راز اپنے دل کی گہرائی میں چھپا کر رکھنا جانتی تھی لیکن اس وقت معمولہ بن کر میرے متعلق سب کچھ صاف صاف کہہ رہی تھی۔"

تنویمی عمل کرنے والے اپنے معمول پر چند اصولوں کے مطابق بندش کرتے ہیں۔ بندش کے جو اصول ہیں ان میں سے پہلا یہ ہے کہ تنویمی عمل کرنے والا اپنے معمول کو آنکھیں بند کرنے کے لیے کہتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ معمول دنیا کو نہ دیکھے۔ کوئی منظر اس کی نگاہوں کے سامنے نہ ہو۔ عامل کا دوسرا حکم ہوتا ہے کہ وہ باہر کی کوئی آواز نہ سنے۔ اس کے کان صرف اپنے عامل کی آواز سنیں گے۔ اسی طرح وہ دماغ کو اپنے بس میں رکھنے کے لیے حکم صادر کرتا ہے کہ وہ جو پوچھے گا، صرف اسی بات کا جواب دیا جائے گا۔ کوئی فاضل بات نہیں کی جائے گی۔ معمول اسی بات پر عمل کرتا ہے۔ غرض یہ کہ ایک تجربہ کار تنویمی عمل کرنے والا اپنے معمول کے دل و دماغ کو پوری طرح گرفت میں لے لیتا ہے لیکن آج تک کوئی بڑے سے بڑا عامل بھی اپنے معمول کو اس بات کا پابند نہیں بنا سکا کہ اس کے دماغ میں کسی دوسرے کی سوچ کی لہریں نہ آ سکیں۔ اس لیے کہ لہروں کو کوئی نہیں روک سکتا۔ روکنے کا عامل یہی ہے کہ جہاں سوچ کی لہریں پہنچ رہی ہیں۔ وہ اپنی سانس روک لے۔

بہرحال سونیا کے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کے لیے جگہ تھی اور میں ربی اسفندیار کا عمل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے چپکے چپکے سونیا کے دماغ میں کہنا شروع کیا "مجھ پر جو عمل کیا جا رہا ہے، میں آہستہ آہستہ اس سے نجات حاصل کر رہی ہوں۔ میں کسی کی پابند نہیں ہوں۔ میں آزاد ہوں۔ آزاد ہو رہی ہوں۔ میرے دماغ کو فرہاد کی سوچ کی لہریں تقویت پہنچا رہی ہیں۔"

میں اس کے دماغ میں بار بار یہی کہتا رہا۔ اسفندیار کوئی سوال کرتا تھا تو میں اس کی سوچ کے ذریعے جواب دینے لگتا تھا۔ وہ سونیا سے کہہ رہا تھا "اب فرہاد تم سے رابطہ قائم کرے تو تم اس سے ضد کرو گی کہ وہ تمھیں یہاں سے رہائی دلانے کے لیے دونوں شرائط کو تسلیم کر لے۔"

"میں ضد کروں گی اور اسے دونوں شرائط تسلیم کرنے پر مجبور کروں گی۔"

"سونیا، تم میری مطیع اور فرمانبردار ہو۔"

"میں تمھاری مطیع اور فرمانبردار ہوں۔"

"مجھے بتاؤ، فرہاد ان دنوں کس ملک میں ہے۔"

"وہ ان دنوں فرانس میں ہے۔"

"وہ فرانس کے کس شہر میں ہے؟"

"پیرس میں۔"

"اس کی رہائش کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ وہ کسی کو نہیں بتاتا ہے۔ جب چاہتا ہے چپکے سے آ کر ملاقات کر لیتا ہے۔"

"وہ تم لوگوں سے جھوٹ بول سکتا ہے۔"

"وہ ہم لوگوں سے جھوٹ بول سکتا ہے۔"

"میری بات کو نہ دہراؤ۔ میرے سوال کا جواب اپنی طرف سے دو۔ بتاؤ کیا وہ پیرس کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں نہیں رہ سکتا، کسی دوسرے ملک میں نہیں رہ سکتا۔"

"نہیں رہ سکتا۔"

"تم کیسے کہہ سکتی ہو۔ وہ جرمن سے، اٹلی سے، ترکی سے، یونان سے، کسی بھی ملک سے، کسی بھی طیارے سے صرف ایک گھنٹے میں پیرس پہنچ سکتا ہے اور تم لوگوں سے کہہ سکتا ہے کہ وہ پیرس میں ہے۔"

"ممکن ہے، وہ ایسا کرتا ہو۔ میں نہیں جانتی۔"

"کل فرہاد تم سے رابطہ قائم کرے گا تو تم اس وقت گھڑی میں یہاں کا وقت دیکھو گی اور اچانک ہی اس سے وقت پوچھو گی۔ وہ یقیناً جس ملک میں ہوگا اسی ملک کا وقت بتائے گا۔ ہم یہاں کے وقت کے مطابق اس کے بتائے ہوئے وقت کا موازنہ کریں گے اور اندازہ کر سکیں گے کہ وہ کس ملک میں ہے۔ آج تم نے سونے میں دیر کر دی۔ کل تم سونے کے لیے ٹھیک دس بجے بستر پر آ جاؤ گی۔"

"کل میں ٹھیک دس بجے اپنے بستر پر سونے کے لیے آ جاؤں گی۔"

"اور تم اسی طرح میری معمولہ بنو گی۔"

"میں اسی طرح تمھاری معمولہ بنوں گی۔"

"جو ہدایات دی ہیں اسے یاد رکھو گی اور فرہاد کو میری ہدایت

کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کرو گی۔"

"میں تمہاری ہدایات کے مطابق فرہاد کو عمل کرنے پر مجبور کروں گی۔"

"اب تم آہستہ آہستہ نیند کی آغوش میں چلی جاؤ۔"

"میں آہستہ آہستہ نیند کی آغوش میں چلی جاؤں گی۔"

"تم میری باتوں کا جواب نہیں دو گی۔ چپ چاپ سکون سے سو جاؤ گی۔ تم سو رہی ہو۔ تم سو رہی ہو۔۔۔"

سونیا کے دماغ میں دو طرفہ کارروائیاں جاری تھیں۔ اُدھر ربّی اسفندیار تھا۔ اِدھر میں تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کا عمل ختم ہونے کے بعد سونیا دردِ سر محسوس کرے۔ دو طرفہ عمل کے نتیجے میں وہ پریشان ہو سکتی تھی یا عمل ختم ہونے کے باوجود اس کے چہرے سے پریشانی کا اظہار ہو سکتا تھا۔ ربّی اسفندیار نے اسے سونے کی تاکید کی تو میں بھی اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سُناتا گیا۔ حتیٰ کہ وہ گہری نیند سو گئی۔

ربّی اسفندیار یقیناً اس کی خواب گاہ سے باہر چلا گیا ہو گا۔ اپنے معمول یا اپنی معمولہ کو تنویمی عمل کے دوران سلا دینے کے بعد عامل اس کمرے میں نہیں رہتا۔ ویسے بھی سونیا کی طرف سے مجھے اس حد تک اطمینان تھا کہ اسے کوئی جانی یا جسمانی نقصان نہیں پہنچائے گا اس لیے میں وہاں سے ثبات معظم کے پاس چلا آیا۔

وہ اسی کلب میں بالکونی کی ایک میز کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میز کے اطراف دو ہی تین یہودی اکابر تھے۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا۔ "یہ دُنیا کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ بڑے ہی دو غلے قسم کے لوگ ہیں۔ ہم یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں مگر ہمارے ساتھ تجارت بھی کرتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہم سے تجارت نہیں کریں گے تو کہاں جائیں گے۔ دُنیا میں سب سے بڑا اور سب سے اہم اور سب سے منافع بخش کاروبار لوہے کا ہے۔ لوہے کی پیداوار پر، لوہے کی صنعت پر اور لوہے کی تجارت پر ہماری اجارہ داری ہے۔ خواہ وہ امریکہ میں ہو، یورپ میں ہو، ایشیا میں ہو یا جاپان میں ہو۔ ہم ہی ہم اس کاروبار پر چھائے ہوئے ہیں۔"

تیسرے نے کہا۔ "لوہے کے بعد نگیٹو فلم کا کاروبار دوسری حیثیت رکھتا ہے اور یہ کاروبار بھی ہماری مٹھی میں ہے۔"

ثبات معظم نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ "اب یہ بات نہیں رہی۔ اتنی بڑی دُنیا میں ایک ننھا سا ملک جاپان ہمارے مقابلے پر بڑا کامیاب ہے۔۔ لوہے کی صنعت ہو یا فلم کی، وہ مارکیٹ پر چھا رہا ہے۔"

"بیشک۔ لیکن وہ بہت محدود ہے۔ پھر یہ کہ لوہے کی خام پیداوار ہمارے ہاں زیادہ ہے۔ جاپان میں نہ ہونے کے برابر ہے۔"

"بہرحال جو کچھ ہو، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ہم سے نفرت کرتے ہیں لیکن ہمارے محتاج ہیں۔ ہمارا کھاتے ہیں، ہم پر غراتے ہیں۔"

ایک نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ تو صنعتی اور تجارتی زندگی کی اٹل ضروریات ہیں۔ لیکن وہ کاروبار جن کا تعلق انسانی زندگی سے کچھ ضروری نہیں ہے اس کے لیے بھی لوگ ہمارے محتاج ہیں۔ مثلاً کاسمیٹک، پرفیومری، ایسے جتنے بھی سنگھار کے سامان ہیں، ان کو زیادہ سے زیادہ ہم ہی تیار کرتے ہیں۔"

ایک نے کہا۔ "مسلمان بڑی نفرت سے کہتے ہیں کہ یہودیوں کا نام لو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن مسلمان عورتیں ہمارے کاسمیٹک سے سنگھار کرتی ہیں۔ ہمارے پرفیوم سے معطّر معطّر اپنے مردوں کی توبہ توڑتی رہتی ہیں۔"

اس بات پر سبھی قہقہے لگانے لگے۔ وہ مسلمانوں کا مذاق اُڑا رہے تھے۔ مجھے غصّہ آنا چاہیے تھا مگر یقین کیجیے، غصّہ نہیں آیا بلکہ شرم سے میرا سر جُھک گیا۔ وہ جھوٹ تو نہیں کہہ رہے تھے۔ ان کی ایک ایک بات سچ تھی اور سچ کا زہر پینا بڑے دِل گُردے کا کام ہوتا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ عورتوں کو سنگھار نہیں کرنا چاہیے۔ نہیں، یہ ان کا فطری حق ہے۔ بات صرف عورتوں کی ہی نہیں، مردوں کی بھی ہے۔ مردوں کو بھی خوب سے خوب تر بن کر رہنا چاہیے۔ کسی کے سامنے آنے کے لیے اچھی صورت بنا کر آنا ضروری ہوتا ہے۔ جب ہم پالش کے ذریعے اپنے جوتوں کو چمکا سکتے ہیں تو کاسمیٹک کے ذریعے اپنے چہرے کو کیوں نہیں چمکا سکتے۔ یہ بے حیائی نہیں ہے بلکہ یہ حسن کی معراج کو پا لینے کی بات ہے۔ شاعری کو زندہ رکھنے کے لیے حُسن کو زندہ رکھنا ضروری ہے اور حُسن کی زندگی خوب سے خوب تر رہنے میں ہے۔

میں اس موضوع پر تقریر نہیں کرنا چاہتا لیکن مسلمانوں کی تجارت کے سلسلے میں بُنیادی کمزوریوں کی نشان دہی کر دینا چاہتا ہوں۔ یہی سمجھا جاتا ہے کہ ہم اپنے ملک کی مصنوعات استعمال کریں لیکن ہماری مصنوعات کی قیمتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں، معیار بھی نہیں ہوتا۔ بیرونی مال کی چمک دمک، اشتہار بازی، پھر ان کے مال کی کوالٹی، اذان اور قیمت اتنی مناسب ہوتی ہے کہ سب اسی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ غیر ملکی مصنوعات، خواہ دوست ملکوں کی ہوں یا دُشمن ملکوں کی، ان کا بائیکاٹ کرنے کا سب سے سیدھا راستہ یہی ہے کہ ہماری ملکی مصنوعات تیار کرنے والے سیدھے، سچّے اور ایمان دار ہوں۔ صرف منافع خور نہ ہوں۔

ثبات معظم نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "جس طرح دُنیا کی بڑی سے بڑی تجارت پر ہماری اجارہ داری ہے اسی طرح ٹیلی پیتھی

حیت ہمارے کسی یہودی کے پاس ہوتی تو آج یہ دُنیا ہمارے
ے تلے ہوتی۔"

ایک یہودی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تجارت اور صلاحیت
ا دار ہوتی ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی
ے۔ مثلاً فرہاد علی تیمور کی عمر کیا ہو سکتی ہے؟"

"ہم میں سے کون کہہ سکتا ہے کہ کسی کی عمر کتنی ہے۔ ہم یہاں
بیٹھے مر سکتے ہیں۔ اسی طرح فرہاد جہاں بھی ہے وہاں پلک جھپکتے
ں کی طبعی عمر ختم ہو سکتی ہے، اسے بھی موت آ سکتی ہے۔"

"پھر بھی فرض کرو کہ اس کی عمر دس برس، بیس برس یا پچاس برس
ہو سکتی ہے۔ وہ آدھی صدی تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اس کے بعد
ی ٹیلی پیتھی کہاں جائے گی؟ کیا وہ صلاحیت اس کی اولاد میں منتقل
کتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ وراثت والی بات نہیں ہے کہ باپ کے
ں جو جائداد ہے وہ بیٹے کو دے دی گئی۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہاں، اگر ہم اپنی موجودہ پالیسی پر مستقل
ی سے قائم رہے تو دنیا کی بڑی بڑی تجارتیں ہماری آئندہ نسلوں
بھی اسی طرح منتقل ہوتی رہیں گی جس طرح ہمارے آباواجداد نے
تمام تجارتوں اور اپنی تمام صلاحیتوں کو ہم میں منتقل کیا تھا۔"

ثبات معظم نے کہا۔ "تم لوگ فرہاد کے سلسلے میں پچاس برس
اسے زندہ رکھنے کی باتیں کر رہے ہو جب کہ ہم اسے پچاس سیکنڈ
برداشت نہیں کر سکتے۔"

"اسے برداشت کرنا یا نہ کرنا آپ لوگوں کا کام ہے۔ اگر آپ
ہ سکتے ہیں تو دیر کس بات کی ہے۔ مگر ہم کاروباری لوگ ہیں،
جائے ہیں اپنا منافع پہلے دیکھتے ہیں۔ اگر فرہاد کی ٹیلی پیتھی سے ہم
ے اٹھا سکتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ اسے زندہ رکھیں۔ ہر ممکن
یقے سے سمجھوتا کریں یا اس کے ذریعے اپنے ہاں کے لوگوں کو ہی
صلاحیت بنائیں۔ کوئی بھی علم ورثے میں نہیں ملتا۔ کسی اُستاد
ے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ ہماری جوان نسل اگر فرہاد کے ذریعے
علم حاصل کر سکے تو جس طرح دُنیا کی بڑی بڑی تجارتوں پر ہماری
رہ داری ہے اسی طرح ٹیلی پیتھی کے علم پر بھی ہماری اجارہ داری
ہو گی۔"

میں نے اس یہودی کے دماغ میں رہ کر اسے ٹیڑھی نظروں
سے دیکھنے پر مجبور کیا۔ اس نے نظروں کو یوں گھمایا کہ سامنے میز پر رکھی
ہر چیز دو دو نظر آنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے
ن کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا: ٹھیک ہے کہ ہم
نے کھانے سے پہلے شراب پی تھی لیکن ہم نارمل رہے تھے۔ بہت
ہ نشے میں نہیں تھے۔ پھر کھانے کے بعد سرد کچھ کم ہو جاتا ہے۔
ہمیں اچھی طرح محسوس کر رہا ہوں کہ میں نشے میں نہیں ہوں۔ پھر میں
نے ٹیڑھی نظروں سے ہر چیز کو کیسے دیکھا؟

اس نے چور نظروں سے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے ساتھیوں کو دیکھا۔ اگر وہ اپنی حالت بیان کرتا تو اس کے ساتھی اس کا مذاق اڑاتے۔ یہی سمجھتے کہ وہ کچھ زیادہ نشے میں ہے۔ شاید بہکنے والا ہے۔

میں ثبات معظم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے ایک زور کی سرد آہ بھری۔ تینوں یہودی چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ جھینپ کر بولا۔ "بہت رات ہو چکی ہے۔ اب ہمیں اُٹھنا چاہیے۔"

"ہاں، میں بھی اتنی رات تک جاگنے کا عادی نہیں ہوں۔"

تیسرے نے کہا۔ "ہاں بھئی، ہمیں تو جوانوں کے لیے ہوتی ہیں۔ اب ہمارے آرام کا وقت ہے۔"

وہ سب اٹھنے لگے۔ اسی وقت ثبات معظم نے پھر ایک زور کی آہ بھری۔ وہ سب اٹھتے اٹھتے رہ گئے۔ انھوں نے چونک کر پھر اسے دیکھا۔ ایک نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ جھینپ کر بولا۔ "کوئی خاص بات نہیں۔ بس مجھے ایسی کی ماں یاد آ گئی۔ وہ مجھ سے اتنی محبت کرتی تھی، اتنی محبت کرتی تھی کہ میں نے اس کے مرنے کے بعد دوسری شادی نہیں کی۔"

سب قہقہہ لگاتے ہوئے اُٹھنے لگے۔ ثبات معظم اپنی جگہ پریشان تھا۔ اس نے باتیں بنائی تھیں۔ دراصل وہ خود نہیں جانتا تھا کہ دو بار آہیں کیوں بھر چکا ہے۔ اسے تو اپنی ماں دور دور تک بھی یاد نہیں آتی تھی۔

وہ کلب کی عمارت سے باہر آئے۔ پھر ایک دوسرے سے رخصت ہو کر اپنی اپنی کاروں کی طرف جانے لگے۔ ثبات معظم اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے چابی نکالی اور کی ہول میں ڈالنے لگا لیکن چابی سوراخ میں نہیں گئی۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ "کیا بات ہے۔ ایسا تو میرے ساتھ پہلے کبھی نہیں ہوا۔ وہاں میں نے اتنے معزز لوگوں کے سامنے دو بار آہیں بھریں۔ آخر کیوں؟ بغیر کسی وجہ کے میرے مُنہ سے آہیں کیسے نکل گئیں؟ ابھی میں پورے ہوش و حواس میں ہوں۔ پھر بھی چابی سوراخ میں نہیں ڈال سکا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میرا دھیان ہے۔ بھلا سوراخ میں چابی کیوں نہیں جائے گی۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی اس نے کی ہول میں چابی ڈالی تو وہ چلی گئی۔ اس نے اسے گھمایا۔ کار اسٹارٹ ہو گئی۔ پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اب سے کچھ عرصہ پہلے میں نے سوچا تھا کہ دشمنوں کو بیمار کر کے مارنے سے بہتر ہے کہ انھیں دہشت میں مبتلا کیا جائے۔ انھیں نفسیاتی مریض بنا دیا جائے۔ وہ آہستہ آہستہ

نیم پاگل ہوجائیں گے۔ ان کے لیے یہی مناسب سزا تھی۔

میں ڈربی فائن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کلب کی عمارت سے باہر نکل رہا تھا۔ اس کے ساتھ وہی دوشیزہ اور اس کے والدین تھے اور وہ باتیں کرتے جارہے تھے۔ میں ڈربی فائن کے ذریعے ان کی باتیں سُن رہا تھا۔ اس دوشیزہ کا نام کلاڈیا تھا۔ اس کا باپ ایک اسلامی ملک میں چیف انجینئر تھا۔ اس اسلامی ملک میں تیل نکالنے اور نئی صنعتیں قائم کرنے کے سلسلے میں امریکہ کے بہت سے پروجیکٹ کام کررہے تھے۔ انہی میں سے ایک پروجیکٹ میں وہ چیف انجینئر تھا۔ اس کے پاسپورٹ اور کاغذات کے مطابق وہ ایک امریکی عیسائی تھا۔ دو ماہ کی چھٹیاں لے کر اپنی فیملی کے ساتھ امریکہ گیا تھا لیکن وہاں صرف ایک ہفتے قیام رہا۔ دراصل وہ خاندان یروشلم میں اپنی چھٹیاں گزارنا چاہتا تھا اور بیت اللہ (بیت المقدس) کی زیارت کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ امریکہ سے خفیہ طور پر وہاں چلے آئے تھے۔ اب کسی بھی اسلامی ملک کو کیا پڑی ہے کہ کسی کے متعلق اتنی چھان بین کرے۔ ان ملکوں کے پاس بے اندازہ دولت آچکی تھی۔ وہ دولت کے نشے میں چور تھے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے بہت زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں ہے کہ یہودی دوشیزائیں، یہودی ڈاکٹر، انجینئر اور دوسرے ہُنرمند تمام اسلامی ممالک میں امریکہ جیسے ملکوں کی مدد سے پہنچتے ہیں۔ پھر وہاں انھیں جاسوسی کی بڑی سہولتیں حاصل ہوجاتی ہیں۔

اس چیف انجینئر کا نام رینڈال اسکاٹ تھا۔ میں نے اس کے لب ولہجے کو ذہن نشین کرنے کے بعد فی الحال اسے بھی چھوڑ دیا۔ ڈربی فائن کے ساتھ لگا رہا۔ وہ ان سے رخصت ہوکر اپنی جیپ کے پاس آیا۔ وہاں تین مسلح فوجی تھے۔ انھوں نے اسے دیکھ کر سلیوٹ کیا۔ وہ جیپ کے پچھلے حصّے میں بیٹھ گیا۔ وہ فوجی بھی بیٹھ گئے۔ ایک نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ پھر جیپ اسٹارٹ کرکے ایک طرف چلنے لگا۔ اسی وقت میں نے چپکے سے کہا "ہیلو، مسٹر فائن!"

وہ ایک دم سے اپنی سیٹ پر سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔ اس نے کن انکھیوں سے اپنے قریب بیٹھے ہوئے فوجیوں کو دیکھا۔ پھر پوری توجہ سے اپنی دماغی حالت کا تجزیہ کرنے لگا۔ میں نے کہا "میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔ میں نے ماسک مین کے بھیجے ہوئے کیسٹ کے ذریعے تمہاری آواز سُن لی تھی۔"

وہ سوچنے لگا "کیا مسٹر فرہاد علی تیمور اسی طرح دماغ میں بولتے ہیں؟ کیا میں یقین کرلوں کہ اس وقت فرہاد صاحب میرے دماغ میں موجود ہیں؟"

"مسٹر فائن! یقین کرنے کے لیے اپنے دل میں تہیہ کرلو۔ دماغ کی پوری قوتِ ارادی سے سوچ لو کہ تم اپنی اوپری جیب میں ہاتھ نہیں ڈالو گے۔"

اس کی سوچ نے کہا "ہاں، میں اپنی اوپری جیب میں ہاتھ نہیں ڈالوں گا۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس کی اوپری جیب میں دو انگلیاں ڈال کر امریکی دس ڈالر کا ایک نوٹ نکالا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ اس نے چونک کر اپنے ہاتھ میں دس ڈالر کا نوٹ دیکھا۔ پھر سوچنے لگا "یہ تو میری اوپری جیب میں تھا۔ باہر کیسے؟ کیا میں نے اسے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر نکالا ہے؟"

"ہاں، تم نے نکالا ہے۔ اب میں تمہارے دماغ پر پوری طرح قابض نہیں رہوں گا تم اپنے ہوش وحواس میں رہو گے لیکن یہ نوٹ وہی حرکت کروگے جو میں چاہوں گا۔ یعنی اب یہ نوٹ تم واپس اپنی اوپری جیب میں رکھو گے۔"

میں نے سوچ کی لہروں کے ذریعے اسے مجبور کیا۔ وہ نوٹ رکھنا نہیں چاہتا تھا لیکن بے اختیار اس کا ہاتھ اپنی جیب میں چلا گیا۔ نوٹ اس کی جیب میں پہنچ گیا۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! میں قائل ہوگیا ہوں۔ آپ واقعی میرے دماغ میں موجود ہیں۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ مجھے آپ کی موجودگی سے کتنی خوشی حاصل ہورہی ہے۔"

"بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دل اور دماغ کی جو کیفیت الفاظ میں دوسروں کے سامنے ظاہر نہیں کی جاسکتی، اسے میں سوچ کی لہروں کے ذریعے دماغ سے پڑھ لیتا ہوں۔"

"اوہ، میں تو بھول ہی گیا تھا۔ ساری دنیا مختلف زبانوں کی ترجمان ہوتی ہے لیکن آپ مختلف جذبوں کے ترجمان ہیں؟"

"کیا اس وقت ڈیوٹی پر جارہے ہو؟"

"جی ہاں، ہماری شفٹ بدلتی رہتی ہے۔ آج سے میری شفٹ رات کے دو بجے سے صبح نو بجے تک ہے۔"

"تمہاری ڈیوٹی اسرائیل کے غربی ساحل پر ہے؟"

"جی ہاں، ایک وقت میں چھ آفیسروں کی ڈیوٹی ہوتی ہے۔ ان کے ساتھ ان کا فوجی عملہ ہوتا ہے۔ ہر آفیسر سمندر کے ساحل پر چار میل تک گشت کرتا ہے۔ ہر چوتھے میل پر ایک چیک پوسٹ ہے جہاں سے دوسری طرف آنے والا آفیسر آکر ملاقات کرتا ہے۔ ہم ایک دوسرے کو اپنی رپورٹ دیتے ہیں۔ پھر اپنے دفتر رپورٹ پہنچاتے ہیں کہ ہم نے ساحل پر کچھ نہیں دیکھا ہے۔ سب خیریت ہے۔"

"وہاں کس قسم کا خطرہ محسوس کیا جاتا ہے؟"

"وہ اسرائیل کی بحری سرحد ہے۔ وہاں سے کوئی بھی اسرائیل میں داخل ہوسکتا ہے۔ اس لیے شام کو اندھیرا ہونے سے پہلے تقریباً

کتنے ہی روز چلا کر ساحلی ریت کو ہموار کردیا جاتا ہے تاکہ رات کے اندھیرے میں کوئی بھی آئے تو ریت پر قدموں کے نشان پڑ جائیں۔ اس کے علاوہ ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد ساحل پر دور دور تک روشنیاں داغتے ہیں جس سے سمندر کا کچھ حصّہ اور ساحل کا تمام حصّہ رات کے اندھیرے میں روشن ہوجاتا ہے۔ کوئی بھی چوری سے آنے والے نظروں میں آجاتا ہے۔"

"کیا ساحل پر پہنچتے ہی تمہاری ڈیوٹی شروع ہوجائے گی؟"

"جی ہاں، ساحل پر تو پہنچ ہی گیا ہوں۔ میری ڈیوٹی جنوب سے شمال کی طرف رہتی ہے۔ پھر میں چار میل جانے کے بعد شمال سے جنوب کی طرف واپس آتا ہوں۔ ابھی میں جنوب کی چیک پوسٹ رپورٹ بک کا مطالعہ کروں گا۔ اس پر دستخط کروں گا۔ پھر شمال کی طرف اپنی گشتی جماعت کے ساتھ روانہ ہوجاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے، چیک پوسٹ پر جو اہم افسران ہیں۔ میں تمہارے بعد ان کے دماغوں میں پہنچ جاؤں گا۔"

"کیا آپ مجھے بتانا پسند کریں گے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں تباہی نہیں مچاؤں گا۔ صرف ہلکی پھلکی سی ذہنی پریشانیاں پیدا کروں گا تاکہ وہ سوچتے رہیں کہ ان کے ساتھ کیا ہورہا ہے۔ بارہا سوچنے کے باوجود ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اس طرح وہ ذہنی مریض بن جائیں گے۔"

"جناب! میں سمجھ گیا۔ بہت اچھا طریقہ ہے۔ دشمن کو جان سے مارنے سے بہتر یہ ہے کہ اسے ذہنی خلجان میں مبتلا رکھا جائے۔"

اس وقت تک وہ چیک پوسٹ پر پہنچ گیا تھا۔ ساحلی چٹانوں کی بلندی پر چیک پوسٹ کی عمارت تھی اور اس عمارت کی چھت پر کئی ہزار وولٹ کی موونگ اسپاٹ لائٹیں نصب کی گئی تھیں۔ ان کے ذریعے دور ساحل اور سمندر تک دیکھا جاسکتا تھا۔

ڈربی فائن نے وہاں پہنچتے ہی چیک پوسٹ کے آفس انچارج سے گفتگو کی۔ میں نے فائن سے کہا "میرے لیے اتنا کافی ہے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ کوشش یہی کریں کہ انگریزی میں گفتگو نہ کرتے رہے۔"

وہ اپنے ایک چھوٹے سے دفتر میں آیا۔ اس سے پہلے ڈیوٹی دینے والا آفیسر اپنی رخصتی کے وقت کی رپورٹ لکھ رہا تھا۔ وہ اس سے باتیں کرنے لگا۔ میں نے اس کے لب ولہجے کو بھی ذہن نشین کرلیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ وہاں سے روانہ ہوگیا۔ ڈربی فائن اپنی ڈیوٹی کے آفیشل رپورٹ لکھنے بیٹھ گیا۔ میں اسے چھوڑ کر اس آفیسر کے دماغ میں پہنچا جو اب آرام کرنے اپنے گھر کی طرف جارہا تھا۔ ان افسروں کا دوسرے فوجیوں کے کوارٹر ساحلی علاقے میں ہی تھے۔ جیپ مجھے

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصّوں میں

تاریک براعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور بغل کے مقابلے پر اتر آتے تھے۔ وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم ورواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت —— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا —— شکوہ کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اُچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کیجاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حُسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا —— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

کتابیات پبلی کیشنز

قیمت فی حصہ ۲۰/- روپے، علاوہ محصول ڈاک ۱۰

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

یقین ہو گیا کہ جاتے ہی وہ اپنے گھر میں سو جائے گا تو میں نے اسے تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیا۔ ثبات معظم کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لباس بدلنے کے بعد بستر پر لیٹ گیا تھا اور سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر اُسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ صرف پانچ منٹ لگے، وہ گہری نیند سو گیا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لانے کی کوشش کی۔ اس سے کہا کہ اب وہ میری ہدایات پر اُٹھے گا۔ اس کی آنکھیں بند رہیں گی۔ وہ نیند کی حالت میں رہے گا لیکن وہی عمل کرے گا جو اس کا دماغ اسے کہتا رہے گا۔

وہ میرا معمول بن کر بستر پر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس نے اپنے پرھانے کے تکیے کو اٹھا کر پائنتی رکھا۔ پھر بستر کے نیچے ــــ رکھے ہوئے جوتے اُٹھا کر سرھانے کے تکیے کی جگہ رکھ دیے۔ اس کے بعد وہ ان جوتوں پر سر رکھ کر اور تکیے پر پاؤں رکھ کر سو گیا۔ میں نے اسے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

اتنی دیر میں وہ چیک پوسٹ والا آفیسر اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا تھا۔ میں نے اسے بھی تھپک تھپک کر سُلا دیا۔ اس کے سونے کے بعد میں نے خوابیدہ دماغ کو اپنی مٹھی میں رکھا۔ پھر اسے بستر سے اُٹھا دیا۔ وہ جوتے پہن کر اپنی رہائش گاہ سے باہر نکلا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں جیسے وہ جاگ رہا ہو لیکن نیند کی حالت میں وہ میرا معمول تھا۔ میرے مشورے کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ اس کی رہائشگاہ چیک پوسٹ سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھی۔ میں اسے چیک پوسٹ سے ایک میل دور لے گیا۔ وہاں تاریکی تھی اور دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک ساحلی کاٹج کی آڑ میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ انتظار کرنے لگا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ٹریسر گولی کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی اور دور تک ساحل اور سمندر دکھائی دینے لگا۔ پھر رفتہ رفتہ تاریکی چھانے لگی۔ اب پندرہ بیس منٹ کا وقفہ ہونے والا تھا۔ میں نے اسے ساحل کی طرف جانے پر مجبور کیا۔ وہ جب ہموار کی ہوئی ساحلی ریت پر پہنچا تو الٹے قدموں سمندر کی طرف جانے لگا۔ تیزی سے چلتے ہوئے اس مقام تک پہنچ گیا جہاں تک سمندر کی لہریں آ کر پلٹ جاتی تھیں۔ اب دیکھنے والے یہی سمجھتے کہ کوئی سمندر کی طرف سے ساحل کی طرف آیا ہے۔

اس نے میری ہدایات کے مطابق اپنے جوتے اتار لیے۔ اب وہ ننگے پاؤں تھا۔ پھر وہ ننگے پاؤں سمندر سے ساحل کی طرف تیزی سے دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ کیوں کہ پندرہ بیس منٹ کا وقفہ پورا ہونے والا تھا۔ یعنی جب وہ ساحل پر اسی کاٹج کے قریب پہنچا تو ہموار کی ہوئی ساحلی ریت پر دو طرح کے نشان تھے۔ دیکھنے والے یہی سمجھ پاتے کہ سمندر سے دو شخص آئے ہیں۔ ایک جوتے پہنے ہوئے تھا۔ دوسرا ننگے پاؤں تھا۔ جب وہ کاٹج کے پاس آ گیا تو میں نے اسے جوتے پہنائے۔

پھر اسے تیزی سے چلاتا ہوا اس کی خواب گاہ تک پہنچا دیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے جوتے اتارے۔ اس کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ بستر پر لیٹ گیا۔ پھر میں نے اسے ہدایت دی۔ وہ میری ہدایت کے مطابق آنکھیں بند کر کے سونے لگا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔

اتنی دیر میں ڈربی فائن شمالی چیک پوسٹ تک پہنچ گیا تھا۔ وہاں اس آفیسر سے باتیں کر رہا تھا جو دوسری طرف چار میل کا فاصلہ طے کر کے اس چیک پوسٹ پر آیا تھا اور وہ دونوں اپنی اپنی رپورٹ ایک رجسٹر پر لکھ رہے تھے۔ میں نے اس چیک پوسٹ کے آفیسر انچارج کی بھی باتیں سنیں لیکن وہاں کے ایک فوجی جوان کو اپنا ٹارگٹ بنایا۔ مجھے اس کے بھی سونے کا انتظار تھا۔ اس لیے فی الحال اسے چھوڑ دیا۔

وہاں جو ڈوکراٹے سینٹر میں بلیک بیلٹ اور ٹیچر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ گوئیل ماسک مین کا آدمی تھا اور یہ وہی تھا جس نے ایک بلند عمارت کی چھت پر تلوار بازی کا مظاہرہ کیا تھا اور سونیا کے شوہر کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اس وقت وہ گہری نیند میں تھا۔ واقعی رات اتنی گہری تھی کہ ہر شخص گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے گوئیل کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا "میں تمہارے ذریعے کس کو ٹارگٹ بنا سکتا ہوں؟"

اُس کے خوابیدہ دماغ نے جواب دیا "بہت سے جوڈوکراٹے سیکھنے والے طلبا اور طالبات ہیں۔ اس کے علاوہ میں یہاں کے اعلیٰ حکام سے کبھی کبھی ملاقات کرتا ہوں۔ میرے ذریعے آپ اُن کے دماغوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ ویسے ایک خاص بات ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"میرے ہاں جوڈوکراٹے سینٹر میں ایک تیس سالہ جوان ہے۔ وہ میرے شاگردوں میں سب سے زیادہ پھرتیلا ہے۔ لڑنے کے دوران اپنے داؤ پیچ اتنی پھرتی سے اور ایسے غیر متوقع انداز میں استعمال کرتا ہے کہ مقابل دیکھتا کا دیکھتا رہ جاتا ہے۔ وہ بلیک بیلٹ ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ مادام سونیا کو شکست دے سکتا ہے۔ میں فوجی جوانوں کو گوریلا جنگ کی ٹریننگ دیتا ہوں۔ گوریلا فوج کے افراد کا بھی یہی خیال ہے کہ وہ جوان یقیناً سونیا پر بھاری پڑے گا۔ سب کی متفقہ رائے ہے کہ اسے سونیا سے ٹکرایا جائے۔ اگر سونیا راضی نہ ہو تو ایک دوستانہ ریسلنگ کا اہتمام کیا جائے۔ اس کے لیے کل صبح دس بجے کا وقت مقرر کیا گیا ہے۔ مادام سونیا کو فری اسٹائل کشتیاں دیکھنے کے لیے یہاں کے اسٹیڈیم میں بلایا جائے گا اور اسی دوران یہ جوان، مادام سونیا کو چیلنج کرے گا۔"

"تم اس نوجوان کو مخاطب کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق بیدار ہو گیا۔ اپنے بستر سے اُٹھ کر اب گاہ سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں اس نے ٹیلیفون رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس بلیک بیلٹ جوان سے رابطہ قائم ہو گیا۔ وہ اس وقت جاگ رہا تھا۔ گوئیل نے پوچھا "کیا ابھی تک جاگ رہے ہو؟"

"ہاں، پتا نہیں، مجھے کیوں بے چینی سی ہے۔ میں کئی بار سونے کی کوشش کر چکا ہوں لیکن سر بار یہ خیال دماغ پر حاوی ہو جاتا ہے کہ سونیا عورت نہیں چٹرپل ہے۔ اگر عورت ہوتی تو آج تک کسی نہ کسی سے زور سے شکست کھا چکی ہوتی۔ اس کا ریکارڈ بتاتا ہے کہ بڑے بڑے شہ زور اس سے مات کھا کر یا تو میدان چھوڑ گئے یا مر گئے۔"

"تم اس سے مرعوب ہو۔ خواہ مخواہ مقابلہ کرو گے تو اپنی ہی بے عزتی کراؤ گے۔"

"ٹیچر! میں مرعوب نہیں ہوں۔ بس یہ ہے کہ سونیا کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے اس لیے میرے ذہن پر حاوی ہو گئی ہے۔ کل جب میں اسے شکست دوں گا تو اس کے برعکس میں اس کے دماغ پر حاوی رہا کروں گا۔"

"اگر تم اب تک جاگ رہے ہو تو کل مقابلہ کیسے کرو گے؟ اس وقت چار بج رہے ہیں۔"

"میں نیند کی گولی کھا کر سو رہا ہوں۔ صبح آٹھ بجے تک تازہ دم ہو کر بیدار ہو جاؤں گا۔"

گوئیل نے رسیور رکھ دیا۔ میں اس جوان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ رسیور رکھنے کے بعد اپنے بستر کے سرھانے والی میز سے ایک شیشی اٹھا کر ایک خواب آور گولی نکال رہا تھا۔ میں چاہتا تو اسے ٹریپ کر کے ایک کی جگہ دس گولیاں کھلا سکتا تھا پھر وہ ہمیشہ کے لیے سو تا رہ جاتا لیکن میں نے اسے چھوڑ دیا۔ مجھے سمندر کے اس ساحلی علاقے سے دلچسپی تھی، جہاں ڈربی فائن اپنی ڈیوٹی پر تھا۔ میں اس کے ذریعے مختلف افسروں اور فوجی جوانوں کے دماغوں میں پہنچتا رہا۔ انھیں ٹریپ کرتا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے اندر میں نے اس ساحل پر چار جگہ ایسے نشان بنائے جیسے سمندر کے راستے سے کچھ لوگ خفیہ طور پر تل ابیب میں داخل ہوئے ہوں۔ یہ کام کرنے کے بعد میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

سنگاپور میں دن نکل آیا تھا۔ آٹھ بج کر پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔ اسی وقت رسوتنی بیدار ہوئی تھی۔ جب میں نے اپنی آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ میری خواب گاہ کے دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟"

"ہاں، مجبوری تھی۔ اب جا کر سو جاؤں گا۔"

"ایک دن تم ضرور پاگل ہو جاؤ گے۔ یہ مسلسل خیال خوانی تمہارے حق میں بہت ہی نقصان دہ ثابت ہو گی۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ لیکن حالات مجھے مجبور کر دیتے ہیں۔"

میں بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے سنجال سے کہا "میں تمام رات جاگتا رہا ہوں۔ اب سونے جا رہا ہوں۔ چار گھنٹے بعد بیدار ہونا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ ابھی وہاں صبح ہونے والی تھی۔ وہ سو رہی تھی۔ میں مطمئن ہو کر اپنے دماغ کو ضروری ہدایات دے کر سو گیا۔

میرے سونے کے دوران اسرائیل کے مغربی ساحل پر جیسے پوری اسرائیلی فوج حرکت میں آ گئی تھی۔ انٹیلی جنس کے لوگ ساحل پر پہنچ گئے تھے۔ ریت پر بنے ہوئے قدموں کے نشانات کی تصویریں اتاری جا رہی تھیں اور تحقیقات ہو رہی تھیں کہ پندرہ بیس منٹ کے وقفے سے جو ٹریسر گولیاں داغی جاتی ہیں۔ اتنے کم وقفے میں کون کشتی یا موٹر بوٹ کے ذریعے آ سکتا ہے۔ میں نے وہاں قدموں کے نشانات بنانے میں بہت سوچ بچار سے کام لیا تھا۔ ایک شخص کو تو صرف ایک بار جوتا پہنا کر الٹے قدموں سمندر تک لے گیا تھا۔ پھر دوسری بار ننگے پاؤں لایا تھا۔ اس طرح یہ تاثر قائم ہوتا تھا کہ سمندر سے دو آدمی آئے ہیں۔ ایک جوتے پہنے ہوئے تھا۔ دوسرا ننگے پاؤں۔ باقی تین جگہ جو نشانات بنوائے، وہاں میرا یہ عمل رہا کہ جس نوجوان نے مینڈکی حالت میں ڈبکی لگائی تھی، وہ ایک جوڑا جوتا پہن کر اور ایک جوڑا ہاتھ میں لے کر کیا۔ سمندر تک جاتے وقت وہ اپنا جوتا وہیں چھوڑ گیا تھا۔ واپس جا کر اس نے پہلے جوتے اتارے۔ دوسرے جوتے پہنے۔ اس طرح ریت پر مختلف جوتوں کے تلووں کے نشان پائے گئے۔ جہاں بھی میرے شکار ہونے والوں نے اپنے پاؤں کے جوتے تبدیل کیے وہاں سمندر کی لہریں آتی تھیں۔ اس لیے جوتے تبدیل کرنے کی جگہ کے نشانات لہروں کے ذریعے مٹ گئے تھے۔

اس ساحلی علاقے میں آج تک ایسا نہیں ہوا تھا کسی کی مجال نہیں تھی کہ کوئی اس راستے سے گزر سکتا۔ رات کے اندھیرے میں راستہ بھٹکنے والا پرندہ بھی ٹریسر گولیوں کے ذریعے نظر آ جاتا تھا۔ یہ انھیں شدید طور پر حیران کر دینے والی بات تھی۔ جا بجا جگہ سے کم از کم آٹھ آدمی تل ابیب میں داخل ہو گئے تھے اور انھیں اس کا علم نہ ہو سکا۔ اور نہ ہی یہ سراغ مل رہا تھا کہ کون لوگ آئے ہیں اور تل ابیب کی شہری آبادی میں کہاں گم ہو گئے ہیں۔ ویسے وہ جوتوں کے تلووں کے نشانات کے ذریعے سراغ لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہاں ڈیوٹی دینے والے افسران اور فوجیوں کی شامت آ گئی تھی۔ انھیں ڈانٹا جا رہا تھا۔ سخت وارننگ دی جا رہی تھی۔ ان میں بے چارہ ڈربی فائن بھی شامل تھا۔ میں نے جان بوجھ کر اس کے علاقے میں بھی ایسے ہی نشانات بنوائے

تھے تاکہ اس پر شبہ نہ ہو کہ دوسری جگہ تو نشان بنے۔ صرف ڈریپنگ فائن کی جگہ کیسے محفوظ رہی؟

یہ سب کچھ میرے سونے کے دوران ہوتا رہا۔ جاگنے کے بعد میں نے یہ معلومات حاصل کی تھیں۔ میرے سونے کے دوران ثباتِ معظم بھی اپنے وقت پر صبح بیدار ہو گیا تھا۔ بیدار ہوتے ہی اس کی کھوپڑی گھوم کر رہ گئی تھی۔ اس نے حیرانی سے دیکھا۔ اس کے سرھانے تکیے کی جگہ جوتے رکھے ہوئے تھے اور پاؤں کے نیچے تکیہ تھا۔ وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا تھا۔ حیرانی سے کبھی تکیے کو اور کبھی جوتوں کو دیکھتا رہا تھا۔

اس کے دماغ میں سب سے پہلا خیال یہی آیا "کیا فرہاد میرے دماغ میں پہنچ گیا ہے؟"

وہ ایک دم سے پریشان ہو کر پہلو بدلنے لگا۔ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ پھر اس نے جوتوں کو دیکھا۔ آگے بڑھ کر انھیں فرش پر رکھ دیا۔ سوچنے لگا "کیا میں رات کو کچھ زیادہ ہی نشے میں تھا؟"

اس سوال کے ساتھ ہی اسے یاد آیا کہ پچھلی رات یہودی تاجروں کے سامنے دو بار اس نے سرد آہیں بھری تھیں اور وہ سب کچھ اس سے بے اختیار ہوا تھا۔ آخر ایسا کیوں ہوا تھا۔ کیا فرہاد؟ وہ آگے نہ سوچ سکا۔ دھپ سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ نہ بیٹھتا تو گر پڑتا۔ اس کے گھٹنے کانپ رہے تھے۔ بار بار میری دہشت طاری ہو رہی تھی۔ اس نے سہمے ہوئے انداز میں مجھے مخاطب کیا "مسٹر فرہاد! کیا آپ میرے دماغ میں موجود ہیں؟"

میں اس وقت سو رہا تھا۔ اسے بھلا جواب کیا ملتا۔ اگر میں موجود ہوتا تب بھی جواب نہ دیتا۔ اسے تو دماغی مریض بنانا مقصود تھا۔ پہلے تو اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ یہ مضحکہ خیز واقعہ اپنے اعلیٰ حکام کو سنایا جائے پھر اس کے عقاب پرست ذہن نے سمجھایا، یہ سراسر حماقت ہوگی۔ جب وہاں کے حکام کو پتا چلے گا کہ فرہاد میرے دماغ میں پہنچ چکا ہے تو ثباتِ معظم کو اسرائیل کی حدود سے نکال دیا جائے گا۔ ایک ہفتے بعد اس کی بیٹی امینہ عرف ایمی فرہاد کو ٹریپ کرنے کی مہم پر روانہ ہونے والی تھی۔ اس کے بعد اسے ایک بہت بڑا اعزاز حاصل ہونے والا تھا۔ ایسے وقت وہ فرہاد کی موجودگی کا اپنے دماغ میں اعتراف کر کے جیتی ہوئی بازی کو ہار میں تبدیل کرنا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے اپنے دماغ کو سمجھایا "ابھی مجھے سکون سے دیکھنا چاہیے کہ آگے آگے کیا ہوتا ہے۔ پچھلی رات میں نے دو بار بے اختیار آہیں بھریں۔ پھر جوتے کو جانے کیسے سرھانے رکھ کر سو گیا لیکن ان باتوں سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ لہٰذا فی الحال پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں غیر شعوری طور پر بہت زیادہ ڈسٹرب ہوں۔ بہت سے معاملات میں اُلجھا ہوا ہوں۔ شاید اُلجھنوں کے باعث ایسی حرکتیں سرزد ہو رہی ہیں۔ میں کسی ماہرِ نفسیات سے رجوع نہیں کر سکتا۔ اسے کچھ بتاؤں گا تو وہ سب کچھ میرے اعلیٰ حکام تک پہنچ جائے گا۔ دانشمندی یہی ہے کہ ابھی صبر کروں۔"

وہ صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد اپنے پروگرام کے مطابق سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ پہنچتے ہی اس نے سوال کیا "مادام! کیا مسٹر فرہاد سے رابطہ قائم ہوا تھا؟ آپ نے ہماری شرائط پیش کی تھیں؟"

سونیا نے جواب دیا "ہاں۔ فرہاد کو آپ کی پہلی شرط منظور ہے۔ وہ کہتے ہیں، آپ کے کسی بھی طالب علم کو ٹیلی پیتھی کا علم سکھا سکتے ہیں۔ اسی شرط پر مجھے رہا کیا جائے۔ آپ کی دوسری شرط نامعقول ہے۔ وہ کہتے ہیں، ان کی بیوی رسونتی سے ان کا ایک بچہ ہے۔ یہی ایک بچہ اُن کو بلیک میل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ یہی تجربہ اتنا تلخ ہے کہ آئندہ وہ کسی بچے کے باپ بننا پسند نہیں کریں گے۔"

ثباتِ معظم نے ہنستے ہوئے کہا "آپ عورت ہیں۔ یہ نہیں چاہتیں کہ آپ کے فرہاد صاحب کسی دوسری عورت سے شادی کریں ــــ اور باپ بنیں۔"

"میں جو کہہ رہی ہوں۔ کسی حسد اور جلاپے کے تحت نہیں کہہ رہی ہوں۔"

"میں کیسے مان لوں۔ ہاں مسٹر فرہاد آپ کی گائڈ آنٹی کے ذریعے مجھ سے گفتگو کریں تو میں مان لوں گا۔"

سونیا نے جواب دیا "شاید وہ گھنٹے دو گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ اس وقت میں کہوں گی کہ وہ گائڈ آنٹی کے ذریعے آپ سے گفتگو کریں۔"

"شکریہ مادام! ایک اور بات۔ ابھی دس بجے یہاں کے ایک بہت ہی خوب صورت کورڈ اسٹیڈیم میں فری اسٹائل کشتیوں کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں اور تماشا دیکھیں۔"

سونیا ایک جگہ محمد دردہ کر اکتا رہی تھی۔ اس نے یہ دعوت قبول کر لی۔ سنگاپور کے وقت کے مطابق ساڑھے بارہ بجے میری آنکھ کھلی۔ میں نے سب سے پہلے منحالی سے رابطہ قائم کیا۔ پھر ہم دونوں نے مل کر لندن کے عبرانی ٹیچر سے تھوڑی سی عبرانی سیکھی۔ اسے ریکارڈ کیا۔ ذہن نشین کیا۔ پھر میں نے تقریباً سوا ایک بجے آنکھیں کھول کر دیکھا.... رسونتی دوسرے کمرے میں فرخی پارس کے ساتھ تھی۔ میرے بیدار ہونے کا انتظار کر رہی تھی تاکہ دوپہر کا کھانا کھا سکے۔ مجھے بھی بھوک لگ رہی تھی لیکن مجبوری تھی۔ ابھی ایک ضروری کام رہ گیا تھا۔

میں نے کرپادان کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ طیارے میں سفر

کر رہا تھا۔ میں نے مرجانہ سے رابطہ قائم کیا۔ اسے بتایا کہ کرپادان کس طیارے سے پیرس پہنچنے والا ہے۔ پہلے وہ معلوم کر لے کہ وہ فلائیٹ کس وقت وہاں پہنچنے والی ہے۔ اس کے بعد وہ میک اَپ کر کے ایئرپورٹ جائے اور کرپادان کو اپنے ہاں مہمان رکھے۔ پھر میں نے پوچھا۔ وہ کس لباس میں ایئرپورٹ جائے گی اور اس کا کوڈ ورڈ کیا ہونا چاہیے؟

یہی باتیں میں نے کرپادان کو بتا دیں۔ اسے بھی کوڈ ورڈز یاد کرا دیے۔ وہاں سے مطمئن ہونے کے بعد میں اپنی جگہ سے اُٹھا۔ پھر غسل خانے کی طرف جاتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے رسونتی کو بتایا کہ آدھ گھنٹے بعد میں اس کے پاس آ رہا ہوں۔ وہ کھانا تیار رکھے۔

غسل وغیرہ کے دوران میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کر کے اسے بھی کرپادان کے متعلق بتایا۔ اس نے کہا "میں ابھی میکی براڈلے سے رابطہ قائم کرتی ہوں اور اس سے کہتی ہوں کہ وہ پہلی فرصت میں کرپادان کو اٹینڈ کرے۔"

"میکی براڈلے سے کہنا کہ ایک ہفتے کے اندر کرپادان مکمل فرہاد علی تیمور بن جائے۔ تم اور مرجانہ مل کر اسے میرے چلنے پھرنے، اُٹھنے، بیٹھنے اور باتیں کرنے کے انداز سکھاتی رہو گی۔ کوشش کرنا کہ اس میں کسی بات کی کمی نہ رہ جائے۔"

"تم اطمینان رکھو۔ میں تمھاری توقع سے بڑھ کر اسے فرہاد علی تیمور بنا دوں گی۔"

میں نے تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کیں پھر دماغی طور پر واپس آ گیا۔ لباس تبدیل کر کے رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ فرخی پارس ٹرنک پر کھیل رہا تھا۔ میں نے اسے اُٹھا کر پیار کیا۔ رسونتی خوش ہو کر بڑے فخر سے دیکھنے لگی۔ میں نے پارس کو اس کی گود میں دیتے ہوئے کہا "بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔"

"کھانا تیار ہے لیکن مجھ سے باتیں کرتے رہنا۔ خیال خوانی کرو گے تو جھگڑا کروں گی۔"

"بس ایک ذرا سی ٹیلی پیتھی کروں گا۔ اس کے بعد دیر تک تم سے باتیں کرتا رہوں گا۔"

اس نے بڑی مشکلوں سے اجازت دی تو میں کھانے کی میز پر پہنچ کر خود الیزی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا "خیریت تو ہے؟"

"آپ سے ایک کام لینا چاہتا ہوں۔ ایک ہندو کو مسلمان بنانا چاہتا ہوں۔"

"کیا زبردستی بنانا چاہتے ہو؟"

"نہیں، کسی کو زبردستی کسی بھی مذہب کی طرف مائل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو دل کا سودا ہوتا ہے۔ کرپادان نامی ایک ہندو نوجوان راجن خوشی فرہاد علی تیمور بننا چاہتا ہے۔ میرا ایسا عقیدت مند ہے کہ اسلام بھی قبول کرنے کو تیار ہو جائے گا۔"

"یہ کام کوئی مولوی یا عالمِ دین ہی کر سکتا ہے۔"

"کوئی بھی مولوی اسے مسلمان کر سکتا ہے لیکن آپ یہ سارے انتظامات کر دیجیے گا۔ یہ بات کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے آپ سے درخواست کر رہا ہوں۔"

"بھئی، میں نے کب انکار کیا ہے۔ میرے لیے تو یہ ایک تیر سے دو شکار کرنے والی بات ہو گی۔ آپ کے بھی کام آؤں گا اور اسے مسلمان بنا کر ثواب بھی حاصل کر لوں گا۔"

"آپ کو جلد ہی اعلیٰ بی بی سے اطلاع مل جائے گی۔ آپ اسی کے مطابق یہ کام کر دیں۔"

اس سے رخصت ہو کر میں نے جمیلہ کی خبر لی۔ اس کے ذریعے اپنے بیٹے پارس کو پیار کیا۔ پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر رسونتی سے کہا "لو، میں آ گیا۔ اب ہم خوب باتیں کریں گے۔"

اس نے پوچھا "پھر کسی بہانے ٹیلی پیتھی تو نہیں کرو گے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"کیا سونیا خیریت سے ہے؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "ابھی تو خیریت سے ہے، بعد میں پتا نہیں کیا ہو گا؟"

"کیا ہو گا؟"

"ایک بہت ہی زبردست دشمن سے اس کا مقابلہ ہونے والا ہے۔ تم تو جانتی ہو وہ اچھی فائٹر ہے۔ اسے شکست دے ہی دے گی۔ کیا ضروری ہے کہ میں تمھیں چھوڑ کر وہاں جاؤں؟"

وہ لقمہ اٹھا کر منہ میں رکھنے والی تھی۔ فوراً ہی اس لقمے کو پلیٹ پر رکھتے ہوئے بولی "ارے واہ، وہ کسی دشمن سے مقابلہ کر رہی ہے اور میں یہاں آرام سے بیٹھ کر کھاؤں اور تم سے باتیں کرتی رہوں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ تم سونیا کے پاس جاؤ۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیا تمھارے دل میں سونیا کے خلاف ذرا سی بھی جلن پیدا نہیں ہوتی؟"

"تم کیسی باتیں کرتے ہو۔" اس نے میز پر سے چھری اٹھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے بتاؤ۔ میں سونیا کے نام پر اپنے جسم کا کون سا حصہ کاٹ کر تمھارے سامنے رکھ دوں؟"

میں کے چھری والے ہاتھ کو پیار سے تھام کر کہا "میں جانتا ہوں تم سونیا سے اتنی محبت کرتی ہو جتنی شاید مجھ سے اور پارس سے بھی نہیں کرتی ہو گی۔ چلو، تم کھاتی رہو۔ میں ابھی اس کے پاس سے آتا ہوں۔"

جب میں سونیا کے پاس پہنچا تو وہ وہاں کے اِن ڈور اسٹیڈیم

میں پہنچ چکی تھی۔ دو پہلوان ایک رنگ کے اندر لڑ رہے تھے۔ میں نے چپکے سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں آ گیا ہوں"۔

"مجھ سے ملنے آئے ہو یا گشتی دیکھنے آئے ہو؟"

"میں تمہارے لڑنے کا تماشا دیکھنے آیا ہوں"۔

وہ مسکرا کر بولی "کیا تم مجھے یہاں کسی سے لڑانا چاہتے ہو؟"

میں نے اسے بتایا کہ ابھی کیا ہونے والا ہے۔ اس نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا "یہ تو سراسر میری توہین ہے کہ ایک نوآموز فائٹر جس نے ابھی تک عملی میدان میں قدم نہیں رکھا ہے۔ وہ مجھے چیلنج کرے"۔

"کبھی ایسا بھی ہوتا ہے ماسے برداشت کرو۔ تم ان سے کہنا کہ اگر وہ جوان تمہارا ایک طمانچہ برداشت کر لے اور اس کے بعد بھی لڑنے کا حوصلہ رکھے تو تم بڑی خوشی سے اس کے چیلنج کو قبول کر دو گی"۔

اس نے کہا "ثبات معظم تمہیں پوچھ رہا ہے"۔

"ابھی میری موجودگی ظاہر نہ کرنا۔ بعد میں دیکھا جائے گا"۔

ہماری باتوں کے دوران وہ پہلی گشتی ختم ہو چکی تھی۔ وہی بلیک بیلٹ جوان رنگ میں آ کر اپنی قوت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ پہلے اس کے منے چار اینٹیں لا کر رکھی گئیں۔ اس نے کھڑی ہتھیلی سے کراٹے کا وار کیا اور ان اینٹوں کو ایک ہی وار میں توڑ ڈالا۔ وہ تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ پھر اس نے لوہے کی ایک سلاخ کو بڑی آسانی کے ساتھ موڑ دیا۔ اس کے بعد چار پہلوان اٹھے۔ انھوں نے ایک رسّے کو تھام لیا۔ اس رسّے کے دوسرے سرے کو اس جوان نے تھام کر زور لگانا شروع کیا۔ رسّہ کشی کے دوران دونوں طرف سے طاقت کا مظاہرہ ہونے لگا۔ لیکن ذرا سی دیر میں وہ جوان چاروں کو اپنی طرف کھینچتا ہوا رنگ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لے گیا۔ آخر میں اعلان کیا گیا۔ جو اپنی شہ زوری پر اور اپنے لڑنے کے انداز پر ناز کرتا ہے وہ آ کر اس جوان سے مقابلہ کرے۔

اس جوان نے اسٹیج پر سے للکار کر کہا "نہیں، میں کسی کا چیلنج قبول نہیں کروں گا بلکہ میں چیلنج کروں گا، دُنیا کی سب سے دلیر عورت کو۔ یہاں مادام سونیا تشریف رکھتی ہیں۔ میں نے سنا ہے، انھوں نے بڑے بڑے شہ زوروں کو شکست دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلے پر آئیں"۔

چاروں طرف سے تالیوں کا شور گونجنے لگا۔ ثبات معظم نے مسکرا کر کہا "کیا خیال ہے مادام! چلی جائیے۔ آپ تو یقیناً جیت کر آئیں گی"۔

"مسٹر معظم! یہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ آج کل کے بچے مجھے چیلنج کریں۔ آپ لوگ میری توہین کرنے کا سلسلہ کب تک جاری رکھیں گے؟"

"میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہاں کوئی آپ کی توہین نہیں کرنا چاہتا۔ بس یہ ایک جوان کا چیلنج ہے اور یہ جوان کسی سے کم بہادر نہیں ہے"۔

سونیا اپنی جگہ سے اُٹھ کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اسٹیج کی طرف جانے لگی۔ سب لوگ تالیاں بجا رہے تھے۔ اس نے اسٹیج پر پہنچ کر کہا "میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ جو نوآموز لڑکے ابھی داؤ پیچ سیکھ رہے ہیں۔ جنھوں نے ابھی زندگی کا کوئی تجربہ حاصل نہیں کیا۔ عملی میدان میں قدم نہیں رکھا۔ وہ مجھے چیلنج کریں۔ بہرحال اتنے لوگوں کے درمیان اس نوجوان نے مجھے چیلنج کیا ہے تو اسے سبق بھی سکھانا چاہیے میں ایک شرط پر لڑنے کے لیے راضی ہوں کہ پہلے یہ میرا طمانچہ کھا لے۔ اگر اس نے میرے طمانچے کو برداشت کر لیا اور یہاں ثابت قدم رہا تو میں بخوشی لڑوں گی اور آپ لوگوں کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کروں گی"۔

اس جوان نے تمام حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "یہ کوئی اپنی خوشی سے طمانچہ کھانے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ سونیا میں اتنی صلاحیت ہے تو وہ مجھے طمانچہ مار کر دکھائے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ یہ مجھے ایک ہاتھ نہیں مار سکے گی"۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہو گئے۔ میں نے سونیا سے کہا "یہ جب پہلا حملہ کرے گا تو اسے میں ناکام بناؤں گا۔ بس اس سے تم فائدہ اٹھا لینا"۔

پھر ایسا ہی ہوا۔ وہ جوان پینترے بدلتا ہوا ایسے وقت آگے بڑھا جب اسے پوری امید تھی کہ اس کا حملہ کامیاب رہے گا لیکن میں نے اس حملے کو ناکام بنا دیا۔ اگرچہ یہ مناسب نہیں تھا۔ آزادانہ لڑنے کے لیے چھوڑ دینا چاہیے تھا لیکن میں اس کھیل کو طول دینا نہیں چاہتا تھا۔ انجام سے واقف تھا کہ سونیا اسے طاقت سے نہیں مار سکے گی تو مکاری سے ضرور زمین چاٹنے پر مجبور کر دے گی۔

اس نے حملہ کیا جو ناکام رہا۔ اس کی ناکامی کے جواب میں اچانک ہی ایک زوردار تڑاخ کی آواز کے ساتھ سونیا کا طمانچہ اس کے منہ پر پڑا۔ میں نے اس کے منہ کو دوسری طرف گھما دیا بلکہ وہ خود دوسری طرف گھوم گیا اور لڑکھڑاتا ہوا اسٹیج کے ایک سرے کی طرف گیا۔ وہاں ذرا سا ڈگمگانے لگا۔ حالانکہ وہ کمزور نہیں تھا لیکن میں اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ تب اچانک مٹھیوں کی سی بھنبھناہٹ اُبھرنے لگی۔ سب لوگ آپس میں کچھ کہہ رہے تھے کیوں کہ اس جوان کا ایک پاؤں بھیگ رہا تھا۔ جہاں کھڑا ہوا تھا وہاں کی زمین بھی بھیگ رہی تھی۔

سونیا نے حقارت سے کہا "معلوم ہوتا ہے، تم لوگوں کے ہاں کوئی مردھنیں ہے۔ اسی لیے ایسے بزدل مجھے چیلنج کرتے ہیں"۔

ثبات معظم نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا "یہ ناممکن سی بات ہے ہمارا یہ جوان بہت ہی دلیر ہے۔ اس نے ابھی اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے اور ہم پچھلے دو برس سے اس کی کارکردگی دیکھتے آ رہے ہیں۔ ایک جواں مرد اور مضبوط قوتِ ارادی رکھنے والا فائٹر اس حال کو کیسے پہنچ سکتا ہے۔ میں مسٹر گوئیل سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس سلسلے

میں کچھ روشنی ڈالیں"۔

سونیا اسٹیج سے اتر کر جانے لگی۔ گوئیل نے اسٹیج پر آ کر کہا۔ معزز حاضرین! یہاں ابھی جو کچھ ہوا ہے۔ میں اس کی توقع تو نہیں کر سکتا تھا لیکن اتنا جانتا تھا کہ یہ مادام سونیا کا ایک ہاتھ بھی برداشت نہیں کر سکے گا"۔

ایک شخص نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارا یہ شاگرد ابھی مکمل طور پر ایک فائٹر نہیں بن سکا تھا"۔

"یہ بات نہیں ہے، اس میں یقیناً کسی صلاحیت کی کمی نہیں ہے لیکن صلاحیتیں حاصل کرنا اور بات ہے، عملی میدان میں ان صلاحیتوں کا استعمال کرنا اور بات ہے۔ اس دنیا میں طرح طرح کے لڑنے والوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ طرح طرح کے تجربات حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ نوجوان تجربات سے بالکل خالی ہے۔ میں آپ لوگوں کے سامنے اس جوان سے چند سوالات کرتا ہوں۔ ان سوالات کے جواب سُن کر آپ کو اس کی کمزوری کا علم ہو جائے گا"۔

یہ کہہ کر اس نے اس جوان سے پوچھا "کیا آج صبح چار بجے میں نے فون پر تم سے گفتگو کی تھی؟"

وہ شرمندہ سا تھا۔ سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔

ثبات معظم نے گرج کر کہا "زبان سے جواب دو"۔

اس نے زبان سے کہا "ہاں، مسٹر گوئیل نے صبح چار بجے مجھ سے گفتگو کی تھی"۔

گوئیل نے کہا "میں نے اس سے پوچھا، آج یہاں مقابلہ ہے۔ پھر یہ صبح چار بجے تک کیوں جاگ رہا ہے۔ تب اس نے جواب دیا کہ مادام سونیا اس کے حواس پر چھائی ہوئی ہیں۔ ایک بے چینی سی ہے کہ جانے کل کے مقابلے میں کیا ہو گا؟"

ایک شخص نے اس جوان سے پوچھا "کیا تم نے یہ بات مسٹر گوئیل سے کہی تھی؟"

نوجوان نے تائید کی۔ پھر گوئیل نے کہا "میں نے اس جوان کو اسی وقت سمجھا یا تھا کہ سونیا کو چیلنج نہ کرے۔ کیوں کہ یہ شعوری یا غیر شعوری طور پر مادام سونیا سے مرعوب ہے۔ اس پر اس نے انکار کیا۔ کہنے لگا۔ مرعوب ہرگز نہیں ہے۔ جب مادام سونیا کو شکست دے گا تو آئندہ مادام سونیا اس سے مرعوب رہا کریں گی لیکن آج کا نتیجہ آپ لوگوں کے سامنے ہے"۔

یہ کہہ کر گوئیل اسٹیج سے اُتر گیا۔ سونیا اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئی تھی۔ ثبات معظم اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا "کیا یہ ممکن ہے کہ تمہارا ایک طمانچہ کھانے کے بعد کسی شہ زور کی یہ حالت ہو جائے؟"

"آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی آپ کو ممکن نظر نہ آئے تو یہ آپ کی آنکھوں کا قصور نہیں، آپ کے دماغ کا فتور ہے"۔

دماغ کے فتور کی بات چلی تو اسے یاد آیا کہ پچھلی رات اس سے کیسی غیر معمولی حرکتیں سرزد ہوئی تھیں۔ غیر معمولی بھی، حیرت انگیز بھی اور ناقابلِ یقین بھی۔ اس نے کچھ سوچ کر سونیا کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے سنجیدہ مزاج کے برعکس کوئی غیر معمولی حرکت کر بیٹھے؟"

"ہاں، ایسا اکثر ہوتا ہے۔ جو آدمی کبھی سنجیدگی سے مسکراتا بھی نہیں ہے۔ وہ کبھی اچانک ہی قہقہہ لگانے لگتا ہے"۔

"یہ تو کوئی بات نہیں ہے۔ اس سے بھی زیادہ غیر معمولی، حیرت انگیز، ناقابلِ یقین۔۔۔"

"اب حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین تو یہی ہو سکتا ہے کہ آدمی پاگل بن جائے اور اپنے آپ کو اُلٹا لٹکا دے"۔

"ہاں کچھ اسی قسم کی حرکتیں ہو جاتی ہیں کہ ایک سنجیدہ آدمی یقین کر سکے کہ وہ خود کبھی ایسا کر سکتا ہے۔ یہی خیال پیدا ہو کہ اس سے یہ حرکت کرائی گئی ہے یا تو جادو ٹونے کے عمل سے یا پھر ہپناٹزم کے عمل سے"۔

سونیا نے ذرا گھور کر اسے دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا فرہاد نے کسی کے ساتھ ایسی کوئی حرکت کی ہے؟"

"نہیں، بس ایسے ہی پوچھ رہا ہوں"۔

وہ یہ کہہ نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو چکا ہے۔ اگر بات زبان سے نکلتی تو پرائی ہو جاتی۔ رتی اسفندیار ہپناٹزم کے ذریعے سونیا سے ایسی باتیں اگلوا لیتا تھی۔ بڑی مشکل تھی۔ وہ اپنی ذہنی پریشانی کا ذکر کسی سے نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ اسی وقت میں نے بے اختیار اسے سرد آہ بھرنے پر مجبور کیا۔ اس نے سرد آہ بھرتے ہی چونک کر سونیا کو دیکھا پھر پریشان ہو کر پہلو بدلتے ہوئے دوسری طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگا "یہ۔ یہ پھر میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

سونیا نے مجھ سے پوچھا "کیا تم اس کے دماغ میں پہنچ گئے ہو؟ اسے پریشان کر رہے ہو؟"

میں نے مختصر طور پر بتایا کہ کس طرح میں اس کے دماغ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ سونیا نے اس سے پوچھا "کیا بات ہے۔ آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں؟"

اس نے یوں چونک کر دیکھا جیسے کوئی اس کے دماغ کے اندر کی چوری پکڑ رہا ہو۔ پھر اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو بالکل ٹھیک ہوں"۔

وہ ٹھیک نہیں تھا۔ اندر سے کمزور ہو چلا تھا۔ اسے یہ بات زیادہ پریشان کر رہی تھی کہ ابھی ابھی اس نے کس طرح سرد آہ بھری ہے۔ وہ جوتے اس کے سر پہ لانے کیسے آ گئے تھے۔ تکیہ پاؤں کے نیچے کیسے چلا گیا تھا۔ وہ بہت کچھ سمجھ رہا تھا لیکن یقین کرنے کے لیے پھر بھی تیار

نہیں تھا۔ جب تک میں کسی کے دماغ میں پہنچ کر اپنی موجودگی کا یقین نہیں دلاتا، اس وقت تک کسی کو یقین نہیں آتا۔ وہ اپنے آپ کو سمجھا رہا تھا: "میری کوئی نفسیاتی کمزوری ہے جس کی تہ تک مجھے خود پہنچنا ہوگا۔ میں کسی ڈاکٹر سے، ماہرِ نفسیات سے مشورہ نہیں لے سکتا۔ یہ وہ، مائی گاڈ! یہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔ ہمیں تو پوری طرح یقین دلایا گیا ہے۔ کرفرہاد فرانسیسی زبان نہیں جانتا ہے اور میں نے سونیا کے سامنے کبھی انگریزی میں گفتگو نہیں کی:"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں بہت سے لوگوں کے سامنے انگریزی میں گفتگو کرتا ہوں۔ ان لوگوں میں کوئی فرہاد کا جاسوس بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے ذریعے وہ میرے دماغ میں راستہ بنا سکتا ہے:"

اس خیال نے اسے اور زیادہ کمزور بنا دیا۔ وہ اپنے آپ کو بیمار محسوس کر رہا تھا۔ اندر سے بولے بولے لرز رہا تھا اور اِدھر اُدھر محتاط نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ کوئی اس کی کمزوری کو نہ پکڑ سکے۔

ان ڈور اسٹیڈیم میں بہت سے مشہور یہودی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے اچانک ہی ثبات معظم کو عبرانی زبان میں مخاطب کیا۔ میں اس کے دماغ سے اس کا ترجمہ سُن سکتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "مسٹر معظم! آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ سونیا سے کام کی باتیں پوچھیں:"

اس نے سنبھل کر سونیا کی طرف رُخ کرتے ہوئے پوچھا: "ان دِنوں مسٹر فرہاد کس ملک میں ہیں:"

سونیا نے جواب دیا: "رنگون میں ہیں:"

"دیکھیے، آپ جھوٹ بول رہی ہیں:"

یقیناً وہ جان بوجھ کر جھوٹ بول رہی تھی۔ ربی اسفندیار کے ہپناٹزم کے دوران اس نے میری موجودگی پیرس میں بتائی تھی۔ اس وقت یہ تاثر دے رہی تھی کہ اسے ربی اسفندیار کی معمولہ بننے کی باتیں یاد نہیں ہیں۔ ثبات معظم نے کہا: "مادام! آپ کے فرہاد صاحب ان دِنوں پیرس میں ہیں:"

سونیا نے چونک کر دیکھا جیسے بھید کھل گیا ہو۔ پھر وہ سنبھل کر بولی: "وہ کس ملک میں ہیں، یہ کوئی بتا نہیں سکتا ہے۔ خیالی خوانی کے ذریعے مجھ سے یہی کہتے ہیں کہ وہ رنگون میں ہیں۔ وہ رنگون میں ہوں یا پیرس میں، کوئی ان کے دماغ میں جھانک کر نہیں بتا سکتا کہ وہ کس وقت کہاں رہتے ہیں:"

"ہمارے جاسوس بتا سکتے ہیں اور ہمارے جاسوس جلد ہی ان کی رہائش گاہ کا پتہ بھی معلوم کر لیں گے:"

"جب آپ کو اتنا یقین ہے تو پھر مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں:"

"ہم آپ کی گفتگو کے دوران صحت اور سچ کو تولنا چاہتے ہیں:"

"آپ نے ناپ تول سے کیا معلوم کیا:"

"ابھی تو معلوم کر رہے ہیں۔ بائی دی وے فرہاد صاحب ہیں ٹال رہے ہیں۔ ہماری دونوں شرائط کا جواب نہیں دے رہے ہیں:"

"میں سمجھ رہی تھی، یہاں آ کر کچھ تفریح ہوگی لیکن میں بہت بور ہو رہی ہوں۔ کیا آپ مجھے میرے ہوٹل تک بحفاظت پہنچا سکیں گے:"

پیچھے بیٹھے ہوئے شخص نے عبرانی زبان میں کہا: "اسے ہوٹل پہنچا دو:"

ثبات معظم اٹھ کر جانے لگا۔ سونیا اس کے ساتھ ہو گئی۔ میں نے کہا: "میں یہاں مصروف ہوں۔ تمہارے لیے وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے میں پھر تم سے ملاقات کروں گا:"

میں اس سے رخصت ہو کر کھانے کی میز پر حاضر ہو گیا۔ روزی کھا چکی تھی۔ میں نے دوبارہ کھانا شروع کرتے ہوئے روزی کو سونیا کے حالات بتائے۔ وہ سنتی رہی۔ میں کھاتا رہا۔ تمام باتیں سننے کے بعد اس نے پوچھا: "کیا تم باپ بننا چاہتے ہو:"

"باپ رے باپ! میں تو نہیں چاہتا۔ میرے دشمن چاہتے ہیں:"

"لعنت ہے ان پر۔ دشمنی کی انتہا ہو گئی ہے۔ لعنت ہے، ہزار بار لعنت ہے:"

"تم صبح سے شام تک اور شام سے پھر صبح تک لعنت بھیجتی رہو پھر بھی دشمنوں پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ کیوں کہ وہ گناہ کے حق میں نہیں ہیں۔ وہ تو باقاعدہ کسی لڑکی کی مجھ سے شادی کرائیں گے اور جانور پیدا کرائیں گے:"

اس نے غصّے سے پوچھا: "کیا تم شادی کر لو گے:"

"بھئی میں نے کہا نا میں نہیں کرنا چاہتا۔ وہ کرانا چاہتے ہیں:"

وہ چڑ کر بولی: "تمہارے مذہب میں کتنی شادیاں جائز ہیں:"

"ویسے چار ہیں۔ یوں دیکھا جائے تو ایک ہی کافی ہے۔ دونوں کا طریقہ کار کچھ اور ہوگا۔ مثلاً ایک بار شادی کرائیں گے۔ اگر میری منکوحہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہوگی تو کوئی معقول وجہ پیش کر کے طلاق دلائیں گے۔ پھر دوسری شادی کرا دیں گے بھئی اس میں صرف اسلام کی بات نہیں ہے۔ تمہارے ہندو مذہب میں تو یہی ہوتا ہے کہ ایک کو چھوڑ کر دوسرے سے شادی کی جا سکتی ہے۔ یہی سلسلہ وہ بھی کریں گے:"

"اور تم اس کے لیے تیار بیٹھے ہو تمہاری تو ہر روز عید ہونے والی ہے:"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا اور جب چھوڑ کر نہیں

جاؤں گا تو کسی دوسری سے شادی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا:"

میں درست کہہ رہا تھا۔ میں ایک طویل عرصے تک صرف اس کے ساتھ گھریلو زندگی گزارنا چاہتا تھا اور ایک جگہ سکون سے رہ کر بہت سارے کام نمٹانا چاہتا تھا۔ عبرانی زبان سیکھنے میں زیادہ وقت صرف کرنا چاہتا تھا۔ پھر یہی ہوا۔ اُدھر ڈاکٹر میکی براڈلے کرپادان کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرنے لگا۔ کبھی مرجانہ اور کبھی اعلیٰ بی بی اور کبھی اعلیٰ بی بی کے ماتحت کرپادان سے ملتے رہتے تھے۔ کوئی نہ کوئی صبح و شام اس کے ساتھ رہتا تھا۔ کبھی اسے میری فلمیں دکھائی جاتی تھیں۔ میرے اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے کے انداز سکھائے جاتے تھے۔ میرا لب و لہجہ اسے یاد کرایا جاتا تھا۔

وہ ذہین تھا۔ اسے جو سکھایا جا رہا تھا اسے کم سے کم وقت میں سیکھتا جا رہا تھا لیکن صرف ذہین ہونے سے نیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے لیے قوتِ ارادی اور مستقل مزاجی لازمی ہوتی ہے .... کرپادان میں ان باتوں کی کمی تھی۔ دوسری طرف میں نے دشمنوں کو ٹالنے کے لیے پہلی شرط تسلیم کر لی تھی کہ نیلی پیتھی سیکھنے کے سلسلے میں ان کے کسی طالب علم کی مدد کروں گا۔ اس دوران میں خیال خوانی کے ذریعے کتنے ہی اہم یہودی افراد کے دماغوں میں سُرنگ بناتا رہا۔ ثبات معظم اب ذہنی مریض بنتا جا رہا تھا۔ ایک ہفتے کے بعد اس کی بیٹی ایمی اور دوسری جوہیں حسین لڑکیوں کے دماغ بالکل آئینے کی طرح صاف کر دیے گئے تھے۔ ہپناٹزم کے ذریعے ان کے برین واش کیے گئے تھے۔ انھیں ایک نئی زندگی دے کر نئے والدین کے سائے میں رکھا گیا تھا۔ ان کے ملک اور ان کی قومیت بدل گئی تھی۔ میں نے ان پچیس لڑکیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ ان کے پیچھے لگے رہنے کا فائدہ نہیں تھا، خواہ مخواہ وقت ضائع ہوتا۔ ایک نہ ایک دن وہ مجھ سے یا میرے فریب میں کرپادان سے ٹکرانے والی تھیں۔ جب وہ وقت آتا تو پھر دیکھا جاتا۔

میں نے میکی براڈلے سے کہا تھا کہ دن رات محنت کر کے پوری توجہ صرف کر کے کرپا کو فرہاد بنا دے لیکن وہ بے چارہ اپنی مصروفیات سے مجبور تھا۔ اس نے بار بار مجھ سے معذرت چاہتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد! آپ سونیا سے یہ کام کرائیں گے تو کام پتہ ہوگا۔ کہیں کوئی غلطی نہیں رہے گی:"

میں نے بھی جب یہ دیکھا کہ تل ابیب میں سونیا کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے تو میں نے میکی براڈلے کو چھوٹ دے دی تاکہ وہ سولت سے اپنا کام کرتا رہے۔ اُدھر تل ابیب میں سب لوگ ہراساں تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ شبہ تو ضرور تھا کہ فرہاد نیلی پیتھی کے ذریعے چپکے چپکے یہ سُرنگ بنا رہا ہے لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔ بار ہا سونیا کے ذریعے مجھ سے شکایتیں کی گئیں۔ میں نے انھیں یقین دلایا اور انھیں یقین کرنا پڑا کہ میں کسی عبرانی بولنے والے یا فرانسیسی بولنے والے کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ ہی اتنی جلدی یہ زبانیں سیکھ سکتا ہوں۔

ایک ہفتے کے بعد یہودیوں کے لیے پانی سر سے اونچا ہونے لگا۔ ہر دوسری تیسری رات کوئی نہ کوئی سمندر کے راستے سے تل ابیب میں داخل ہوتا تھا۔ اس کے قدموں کے نشانات ملتے تھے لیکن وہ گرفت میں نہیں آتا تھا۔ دماغی امراض کے ڈاکٹروں اور نفسیات کے ماہرین کے ہاں لوگوں کی بھیڑ لگنے لگی۔ دماغی اور نفسیاتی مریضوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے وہاں کے اعلیٰ حکام کو پریشان کر دیا۔ ربی اسفندیار نے آخر دو چار لوگوں کے دماغ ٹٹولے، ہپناٹزم کے ذریعے پہنچ کر معلوم کر لیا کہ جب وہ رات کو گہری نیند سو جاتے ہیں تو ان کا دماغ نیند کی حالت میں انھیں بستر سے اُٹھاتا ہے۔ پھر وہ ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ دوسرے دن بیدار ہونے کے بعد خود انھیں ایسی حرکتیں غیر معمولی، ناقابلِ یقین اور بہت ہی حیرت انگیز لگتی ہیں۔

ربی اسفندیار کی اس تحقیقات نے ثابت کر دیا کہ نیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کی کارستانی ہے۔ اس کی تحقیقات مکمل ہونے تک دو ہفتے گزر چکے تھے۔ پھر ایک رات وہ اپنے معمول کے مطابق سونیا پر ہپناٹزم کا عمل کر رہا تھا۔ ہر رات جب وہ سونے کے لیے جاتی تھی تو وہ تنویمی عمل کے لیے پہنچ جاتا تھا۔

اس نے تنویمی عمل کے دوران پوچھا: "کیا فرہاد یہاں مختلف لوگوں کے دماغوں تک پہنچ گیا ہے:"

سونیا اس کی معمولہ بنی اس کے سامنے بستر پر چار دل شانے چت لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا: "میں نہیں جانتی:"

"کیا فرہاد تمہیں اپنے منصوبوں کے متعلق کچھ نہیں بتاتا ہے:"

"وہ مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتے ہیں لیکن انھیں شبہ ہو گیا ہے کہ مجھ پر تنویمی عمل کیا جا رہا ہے اور ان کی سوچ کی لہریں میرے دماغ کے تہ خانے تک نہیں پہنچ رہی ہیں۔ اسی لیے شاید وہ مجھ سے اہم باتیں چھپانے لگے ہیں:"

"آئندہ وہ تم سے رابطہ قائم کرے تو تم اس سے کہو گی کہ اس قسم کی حرکتیں بند کر دے ورنہ اس کے حق میں بُرا ہوگا بلکہ تمہیں ایسا نقصان پہنچایا جائے گا جس کی وہ توقع بھی نہیں کر سکتا ہے:"

"آئندہ وہ مجھ سے رابطہ قائم کریں گے تو میں ان سے یہ باتیں کہوں گی:"

"فرہاد یہاں جیسے چاہتا ہے اپنا معمول بنا لیتا ہے۔ اس سے کہو کسی کو بھی اپنا معمول بنا کر کل صبح دس بجے مجھ سے گفتگو کرے:"

"میں اس سے کہوں گی کہ کل صبح دس بجے وہ آپ سے گفتگو کرے:"

بات دوسرے دن کے لیے ٹل گئی۔ میں اسی [illegible] بہانوں

سے پندرہ دن گزر چکا تھا۔ دوسرے دن صبح دس بجے سونیا کے کمرے میں ربی اسفندیار میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس کمرے میں گائڈ آنٹی کے علاوہ تجربہ کا ایک افسر بھی تھا۔ اس کے دو اسسٹنٹ وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ وہ سب میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے سونیا کی زبان سے کہا: "مسٹر اسفندیار! میں موجود ہوں۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ کے کسی آدمی کو معمول بنا کر آپ سے گفتگو کروں۔"

ربی اسفندیار نے مسکرا کر کہا: "خوش آمدید، مسٹر فرہاد علی تیمور! مجھے توقع تھی کہ سونیا کے یہاں آنے کے بعد آپ مجھ سے کسی نہ کسی طرح ملنا اور باتیں کرنا پسند کریں گے۔ کل رات میں نے سونیا سے اپنی یہ خواہش ظاہر کر دی تھی۔"

"مسٹر اسفندیار! آپ کی خواہش محض بات کرنے کی نہیں تھی بلکہ آپ مجھے کسی طرح چیلنج کرنے کے لیے بے قرار ہیں۔ مجھے اس ملاقات میں مزید دھمکیاں دیں گے اور میں وہ دھمکیاں سننے اور ان کا جواب دینے آیا ہوں۔"

"مسٹر فرہاد علی تیمور! کیا آپ کبھی دوستانہ انداز میں گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے ہیں؟"

"دوستوں کے ساتھ دوست ہوں اور دشمنوں کے ساتھ دشمن۔"

"ہم آپ کے دشمن نہیں ہیں۔"

"یہ فضول باتیں ہیں۔ آپ نے بلایا، میں آ گیا لیکن سونیا کے ذریعے گفتگو نہیں کروں گا۔ آپ نے ٹھیک فرمایا تھا کہ میں آپ کے آدمیوں کے دماغوں تک پہنچ گیا ہوں۔ آپ کی تحقیقات غلط نہیں ہیں۔ یہاں آپ کی تجربہ کا ایک اہم افسر بیٹھا ہوا آپ سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں پہلے تھوڑی دیر تک سونیا کے دماغ میں رہ کر سنتا رہا۔ پھر میں اس تجربہ کے افسر کے دماغ تک پہنچ گیا۔"

ربی اسفندیار اور وہ افسر حیرانی سے سونیا کو دیکھنے لگے پھر ربی اسفندیار نے پوچھا: "ہم تو عبرانی زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ کیا آپ یہ زبان جانتے ہیں؟"

دوسرے ہی لمحے میں اس افسر کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا: "اب میں اس کی زبان سے بول رہا ہوں اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ میں اتنا کچھ جانتا ہوں جتنا میرے ریکارڈ میں بھی نہیں لکھا ہوا ہے۔ آپ چاہیں تو میرے ریکارڈ میں اضافہ کر دیں کہ — فرہاد صرف فرانسیسی ہی نہیں، عبرانی زبان بھی جانتا ہے۔"

اس افسر کی پریشانی قابلِ دید تھی۔ وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میں نے اسے بٹھا دیا۔ وہ سہم کر بولا: "ربی! محترم ربی! میں اٹھ کر جانا چاہتا تھا لیکن ایسا لگا جیسے زبردستی مجھے بٹھا دیا گیا۔ پلیز مجھے اس سحر سے نجات دلائیں۔"

ربی اسفندیار نے ہاتھ اُٹھا کر آشیرباد دینے کے انداز میں کہا: "تم اطمینان سے بیٹھو۔ میں تمہارا محافظ ہوں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ مسٹر فرہاد تمہارے ذریعے کیا باتیں کرنا چاہتے ہیں؟"

میں نے کہا: "باتیں آپ کریں گے۔ آپ نے مجھے بُلایا ہے۔"

"پتا نہیں تم کتنی زبانیں جانتے ہو لیکن یہ جو میرے لوگوں کے دماغوں میں پہنچ رہے ہو تو اسے چھچھوری حرکتیں کہتے ہیں۔ لوگوں کو دماغی اور نفسیاتی مریض بنانے کا فائدہ کیا ہے۔ یہ تو وہی بات ہے کہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔"

"مسٹر اسفندیار! میں اس وقت آپ کے ایک اہم دماغ میں بیٹھا ہوا ہوں۔ پھر بھی آپ کتنے ہیں کہ کھسیانی بلی ہوں۔ آپ کھمبا نوچنے کی بات کر رہے ہیں۔ ابھی مجھے چیلنج کریں تو میں ساحلِ سمندر کے لمبے ٹاوروں کو نوچ کر پھینک دوں۔"

"میں چیلنج نہیں کروں گا۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا ہمارے مغربی ساحل کی طرف سے آپ کے آدمی ہر رات تل ابیب میں داخل ہوتے ہیں؟"

"آپ کا خیال دُرست ہے۔"

"ہمارے سراغ رساں جلد ہی ان آدمیوں کا سراغ لگائیں گے اور انھیں گولی مار دیں گے۔ آپ کو شکایت نہیں ہونی چاہیے۔"

"میں شکایت نہیں کروں گا۔"

"ہم نے مادام سونیا کو ایک معزز مہمان کی طرح رکھا ہے ورنہ ہم چاہتے تو انھیں کال کوٹھری میں بھیج دیتے۔"

"آپ سونیا کو اپنی مرضی کے مطابق کوئی ہلکی سی بھی سزا دے کر دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

ربی اسفندیار نے کہا: "ہم اپنے وعدے پر قائم ہیں۔ مادام سونیا کو ذہنی، جسمانی اور جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ آپ نے بھی وعدہ کیا ہے کہ سیاسی سطح پر ہمارے بڑوں کے دماغ میں نہیں پہنچیں گے۔"

"میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ میں نے ابھی تک آپ کے کسی بھی سرکاری آدمی کو نہیں چھیڑا ہے لیکن تل ابیب کی ایک انٹیلی جنس ایجنسی جو اندر ہی اندر پھیلتا ہے۔ میں آپ کے چھوٹے لوگوں کے درمیان اندر ہی اندر پھیل رہا ہوں۔ تل ابیب کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہوں۔ ایک دن پورا تل ابیب پاگلوں کا اڈہ بن جائے گا اور وہ دن جلد آنے والا ہے۔"

"یہ وعدے کی خلاف ورزی ہوگی۔"

"میں نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا کہ تل ابیب کے باشندے پاگل نہیں بنیں گے۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم مادام سونیا کو ہمیشہ اپنی قید میں رکھیں۔"

"اگر سونیا کے قید کی معیاد بڑھتی گئی تو میں تل ابیب سے یروشلم بھی پہنچوں گا۔ اسرائیل کے ہر چھوٹے بڑے شہر اور گاؤں کو اپنی لپیٹ میں لوں گا۔ آپ ایک سونیا کی دھمکی نہ دیں۔ سونیا میرے لیے قربانی دے سکتی ہے لیکن پوری اسرائیلی قوم پاگل ہو جائے یہ شاید آپ میں سے کوئی پسند نہیں کرے گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولا: "آپ، آپ اپنی حد سے بڑھ رہے ہیں۔"

"میں اپنی حد میں ہوں۔ میں چاہتا تو آپ کے فوجی افسروں کے ذریعے، بحری، بری اور فضائی فوج میں ہلچل پیدا کر دیتا لیکن مجھے اپنے وعدے کے مطابق سیاست کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے۔ آپ میری شرافت کو اور وعدے کی پابندی کو دیکھیں۔ میں آخری وقت تک اپنے وعدے پر قائم رہوں گا اور میرا اس میں نقصان بھی نہیں ہے۔ آپ کی سیاست آپ کو مبارک ہو۔ آپ کے سربراہ سلامت رہیں۔ آپ کی فوجیں اپنی فتح و نصرت پر بغلیں بجاتی پھریں لیکن آپ کا مقصد یہودی قوم کے ایک ایک فرد کو دوسری قوموں سے برتر بنا کر ساری دنیا میں پھیلانا ہے تو یہ مقصد کیسے پورا ہوگا جب یہودی قوم کا ایک ایک فرد دماغی مریض کہلائے گا۔"

ربی اسفندیار اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ پھر وہ اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ اس آفیسر کو دیکھتے ہوئے گویا مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا: "مسٹر فرہاد! ہم اس معاملے کو اپنے بڑوں تک پہنچائیں گے اور ان سے کسی مثبت فیصلے کی درخواست کریں گے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ سونیا کو جلد سے جلد رہا کر دیا جائے گا۔ آپ وعدہ کریں کہ آپ ہمارے آدمیوں کے دماغوں تک نہیں پہنچیں گے۔"

آپ سونیا کی رہائی کے متعلق جلد از جلد فیصلہ سنائیں اور اس پر عمل کریں۔ جب تک عمل نہیں کیا جائے گا، میں آپ کے چھوٹے بڑے دماغوں تک پہنچتا رہوں گا۔ مجھے روکنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ فیصلہ اور فوری فیصلہ اور پھر اس فیصلے پر فوری عمل۔

اس نے کچھ سوچ کر کہا: "ذرا ایک منٹ۔ میں ابھی فیصلے کے متعلق کچھ کہہ سکتا ہوں۔"

وہ ٹیلیفون کے پاس آیا۔ اس نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ میں عبرانی زبان بھی سمجھ لیتا ہوں۔ تاہم اسے یقین تھا کہ میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گا اور میں بھی جانتا تھا کہ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ میں پہنچیں گی تو وہ سانس روک لے گا۔

دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوا۔ وہ عبرانی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ اگرچہ میں کچھ کچھ یہ زبان سمجھنے لگا تھا لیکن روانی سے بولنے پر زبان پلے نہیں پڑتی تھی۔ میں اس فوجی آفیسر کے دماغ میں بیٹھ کر اس کے ذریعے ترجمہ سُن رہا تھا۔ ربی اسفندیار۔ نے جہاں رابطہ قائم کیا تھا، وہاں اعلیٰ حکام کی ایک میٹنگ ہو رہی تھی اور وہ اسی سلسلے میں تھی۔ ربی اسفندیار انھیں میرے متعلق تفصیل سے بتا رہا تھا پھر اس نے میرا چیلنج سُنایا کہ فرہاد ہر حال میں سونیا کی رہائی چاہتا ہے اور انکار کی صورت میں دھمکی دیتا ہے کہ پہلے تل ابیب کے باشندے دماغی مریض بنیں گے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ یروشلم تک جائے گا۔

اس کے ذریعے میرا یہ چیلنج سُن کر دوسری طرف سے کچھ کہا گیا۔ اس نے جواباً کہا: "میں یہ بات کہہ چکا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ جب تک فیصلہ ہوتا رہے گا اور فیصلے پر عمل نہیں ہوگا، اس وقت تک وہ خیال خوانی کے ذریعے عوام کے درمیان سُرنگ بناتا رہے گا۔"

دوسری طرف سے پھر کچھ کہا جا رہا تھا اور وہ سُن رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے جواباً کہا: "میں آپ لوگوں کی اس بات کا جواب ابھی نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں، وہ ہماری بحری فوج کے ایک آفیسر کے دماغ میں موجود ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ فرانسیسی اور عبرانی زبان بھی سمجھ لیتا ہے۔ اس کا یہ دعویٰ مجھے درست نظر آ رہا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔ اس کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر پلٹ کر اپنے فوجی آفیسر کو دیکھتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد علی تیمور! میں نے آپ کی باتیں اعلیٰ حکام تک پہنچا دی ہیں۔ انھوں نے فیصلہ سُنا دیا ہے۔ مادام کو رہا کر دیا جائے گا لیکن ہم دو دن کی مہلت چاہتے ہیں۔"

میں اس آفیسر کی زبان سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس نے ہاتھ اُٹھا کر کہا: "ہم جانتے ہیں، آپ کا جواب کیا ہوگا۔ جب تک مادام کو یہاں سے روانہ نہیں کیا جائے گا۔ اس وقت تک آپ ہمارے آدمیوں کو دماغی مریض بناتے رہیں گے لیکن ہم صرف دو دن کی مہلت چاہتے ہیں۔ اگر دو دن کے بعد ہم نے وعدہ پورا نہ کیا۔ مادام کو یہاں سے بحفاظت پیرس نہ پہنچایا۔ تب آپ انتقامی کارروائی کر سکتے ہیں۔"

میں نے آفیسر کی زبان سے سونیا کو دیکھتے ہوئے پوچھا: "تمھارا کیا خیال ہے۔ جہاں اتنے دنوں تم ان کی مہمان رہ چکی ہو، دو دن اور سہی؟"

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "ہاں دو دن اور سہی۔"

میں نے کہا: "مسٹر اسفندیار! ہم دو دن تک انتظار کریں گے۔ آج میں صبح دس بجے آیا تھا۔ پرسوں دس بجے ٹھیک اس وقت سونیا کی رہائی چاہوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ اپنے فیصلے میں لچک پیدا کر لیتے ہیں۔ یہ بڑی خوبی کی بات ہے لیکن میں آپ سے ایک اور عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمائیے، میں سُن رہا ہوں۔"

"میں یہودی قوم کا ربی ہوں۔ اپنے دین کا عالم اور پیشوا ہوں۔ کیا تم دوسرے مذہب کے بزرگوں اور عالموں کی عزت نہیں کرتے ہو؟ تم اب تک مجھے مسٹر اسفندیار کہہ کر مخاطب کرتے رہے۔ اگر ربی اسفندیار کہہ لیتے تو کیا فرق پڑتا؟"

"مسٹر اسفندیار! میں ہر مذہب کے پیشواؤں، عالموں اور بزرگانِ دین کی بہت عزت کرتا ہوں لیکن وہ بزرگ اور عالم جو اپنے دین کی پیشوائی کا لبادہ اوڑھ کر جھوٹ بولتے ہیں اور مذہب کا سودا کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے، ایسے لوگوں کی عزت کوئی بھی نہیں کرتا۔ دو دن کے بعد جب آپ اپنا وعدہ پورا کردیں گے۔ خود کو سچا ثابت کردیں گے تو میں آپ کی نیکی، پارسائی اور سچائی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو آپ کے دین کی مناسبت سے مخاطب کروں گا۔"

سونیا نے کہا: "فرہاد! میں باہر تفریح کے لیے جانا چاہتی ہوں۔ یہ بہتر ہوگا کہ جس آفیسر کے ذریعے تم گفتگو کر رہے ہو، یہی مجھے تل ابیب کی سیر کرائے۔"

میں نے ربی اسفندیار سے پوچھا: "کیا آپ سونیا کی خواہش سُن رہے ہیں؟"

"ہاں سُن رہا ہوں۔ ابھی اس پر عمل کیا جائے گا۔"

"اچھی بات ہے مسٹر اسفندیار! پھر ملاقات ہوگی۔ میرا اور سونیا کا خدا حافظ۔"

اس آفیسر نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا: "مادام! میں ابھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ پھر آپ جہاں کہیں گی، آپ کو تفریح کے لیے لے جاؤں گا۔"

وہ ربی اسفندیار کے ساتھ کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں نے کہا۔ "اب بتاؤ سونیا! کیا تم میری باتوں سے مطمئن ہو؟"

"ہاں، مطمئن تو ہوں لیکن انھوں نے دو دن کا وقت کیوں لیا ہے؟"

"ظاہر ہے، وہ اپنے لیے کچھ نئے چور دروازے بنائیں گے جس کے ذریعے وہ ہم سے اپنے مقاصد حاصل کرسکیں۔"

"مثلاً کیسے چور دروازے؟ ہاں، ایک بات میرے دماغ میں آرہی ہے۔ یہ ربی اسفندیار ہر رات سونے سے پہلے میرے کمرے میں آکر مجھے ٹرانس میں لاتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں، ان لوگوں نے اسی طرح ایک بار مرجانہ کی برین واشنگ کی تھی۔ ہپناٹزم کے ذریعے اس کے دماغ کو بالکل صاف کردیا تھا اور نئی باتیں دماغ میں بھر دی تھیں۔ جیسا کہ یہ میرے ساتھ کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے۔ ایسے وقت تم ہمیشہ میرے دماغ میں موجود رہتے ہو۔ اب یہ دو دن ربی اسفندیار کے لیے بہت اہم ہیں۔ تمھیں اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر وقتاً فوقتاً میرے دماغ میں پہنچنا ہوگا۔ دیکھنا ہوگا کہ یہ کس وقت مجھے ٹریپ کرتے ہیں، کس وقت مجھے ٹرانس میں لاتے ہیں؟"

"ہاں، میں سمجھتا ہوں کہ اب یہ صرف سونے کے وقت تمھارے کمرے میں نہیں آئے گا بلکہ وقت بے وقت بھی تمھیں ٹرانس میں لاکر اپنی معمولہ بنانے اور تمھارے دماغ کو سلیٹ کی طرح صاف کرنے کی کوشش کرے گا لیکن تمھارے دماغ کی سلیٹ پر جو کچھ لکھا ہے میں اسے مٹنے نہیں دوں گا۔ میں تمھارے پاس آتا رہوں گا۔ فی الحال جارہا ہوں۔"

میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سنگاپور میں سہ پہر کا وقت تھا۔ میں سمندر کے کنارے جس چھوٹے سے ولا میں ٹھہرا ہوا تھا، اس وقت خالی تھا۔ ماسک مین کی طرف سے دی ہوئی ایک ملازمہ اور باورچی اس بنگلے سے باہر اپنے سرونٹ کوارٹر میں تھے۔ میں بنگلے سے باہر آگیا۔ باہر دور تک ریتلی زمین تھی۔ اس کے بعد سمندر کا نیلا پانی تاحدِ نظر آرہا تھا۔ ساحل پر دور دور تک ناریل کے درخت قطار آدھے تھے۔ پکنک منانے والے، سمندر میں غوطے لگانے والے، سیر و تفریح کرنے والے، ہنستے، کھیلتے، دوڑتے، بھاگتے نظر آرہے تھے۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا، سمندر کے کنارے کنارے کھلی فضا اور تازہ ہواؤں میں سانس لینے لگا۔ مجھے بڑا لطف آرہا تھا۔ گھر کی چہار دیواری اور خیال خوانی کے مسلسل عمل سے نجات پاکر عجیب سی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے میں بہت عرصے بعد ایک طویل قید سے رہا ہو کر کھلی فضا میں پہنچ گیا ہوں۔

سونتی صبح ناشتہ کرنے کے بعد اکثر پارس کو لے کر تفریح کے لیے نکل جاتی تھی۔ میں بھی چاہتا تھا کہ وہ تفریح کرتی رہے اور میری خیال خوانی میں مداخلت نہ کرے۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ روز صبح جاتی تھی اور شام تک واپس آجاتی تھی۔ میں نے کبھی اس کے دماغ میں جھانک کر یہ نہیں معلوم کیا کہ وہ کہاں جاتی ہے، کیا کرتی ہے یا اسے کسی قسم کا خطرہ ہے یا نہیں؟

میرے اطمینان کی وجہ ماسک مین کے آدمی تھے جو اس کے آگے پیچھے لگے رہتے تھے۔ پھر یہ کہ وہ میک اپ میں رہتی تھی۔ کوئی اسے سونتی یا میری شریکِ حیات کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا۔

بہت دور نکل کر میں نے اپنے بنگلے کی طرف پلٹ کر دیکھا۔ اب وہ بنگلہ ایک ساحلی موڑ پر نظر آرہا تھا۔ میں چلتے چلتے ساحل کے ساتھ ساتھ دوسری طرف مڑنے لگا تھا۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ میں نے پلٹ کر دیکھ لیا یا یوں کہنا چاہیے کہ تقدیر مہربان ہوتی ہے تو شیطان کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں نے دیکھا، میرے بنگلے کے سامنے دو گاڑیاں آکر رکی تھیں اور کتنے ہی لوگ اس میں سے کود کود کر بنگلے کی طرف دوڑتے

ہارہے تھے۔ میں نے فوراً ہی بنگلے کے باورچی کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ اس وقت تک سرونٹ کوارٹر سے نکل کر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس کے ذریعے پتا چلا کہ آنے والے مسلح ہیں اور انھوں نے بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ ان میں سے چار آدمی ریوالور اور اسٹین گن لے کر بنگلے میں داخل ہوگئے تھے۔ میں دروازہ کھول کر آیا تھا، اس لیے انھیں دروازہ توڑنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

ایک شخص باورچی کا گریبان پکڑ کر پوچھ رہا تھا: "فرہاد کہاں ہے؟"

باورچی نے حیرانی سے پوچھا: "کون فرہاد؟ ہم کسی فرہاد کو نہیں جانتے ہیں۔"

"جھوٹ مت بولو۔ یہاں کون رہتا ہے؟"

"ایک دیوی جی دہلی سے آئی ہیں۔ وہ اپنے پتی اور بچے کے ساتھ یہاں رہتی ہیں۔"

اس نے گریبان سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا: "اور اس دیوی کا پتی مسلمان ہے؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔"

اتنے میں چاروں آدمی بنگلے سے باہر آگئے۔ انھوں نے کہا: "ہم نے ایک ایک کونہ دیکھ لیا ہے۔ وہ یہاں موجود نہیں ہے۔"

یہ تمام باتیں ملایائی زبان میں ہو رہی تھیں۔ میں باورچی کے دماغ سے ان کا تزبذب سمجھ رہا تھا۔ ایک مسلح جوان نے باورچی کی گردن دبوچ کر پوچھا: "تمھارا صاحب کس وقت باہر گیا ہے؟"

"پتا نہیں جی، ہم اپنے کوارٹر میں تھے۔ وہ ہمیں بتا کر نہیں گئے۔"

"تم اپنے کوارٹر میں کب گئے تھے؟"

"یہی کوئی دو گھنٹے پہلے۔"

ایک نے کہا: "ہوسکتا ہے وہ ساحل پر تفریح کے لیے گیا ہو۔ آؤ اسے تلاش کرتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی میں تیزی سے سمندر سے اور ساحل سے دور ہوتے ہوئے شہر کی طرف جانے لگا۔ میرے چہرے پر ہلکا سا میک اپ تھا۔ میرے دشمن مجھے پہچان نہیں سکتے تھے مگر ہاں، وہ ساحل پر ہوتا اور انھیں مجھ پر شبہ ہو جاتا تو وہ میرا میک اپ اُتار سکتے تھے۔

میں ایک سڑک کے کنارے چلتے چلتے رُک گیا۔ وہ سڑک بہت زیادہ مصروف نہیں تھی۔ شاذ و نادر ہی گاڑیاں وہاں سے گزرتی تھیں۔ میں نے نجی کو مخاطب کیا۔ وہ فوراً ہی اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ میں نے کہا: "میں ابھی دشمنوں کی گرفت میں آتے آتے رہ گیا۔ تقدیر مہربان تھی۔ ان سے دور تھا۔ انھیں دیکھتے ہی بہت دور چلا آیا ہوں۔ تم فوراً کار نکال کر آؤ۔ میں تمھیں جگہ بتا رہا ہوں۔ یہ شہر اب بھی تمھارے لیے اجنبی ہے لہٰذا ڈرائیور کو ساتھ لو اور اسے بتا دو کہ میں چنگی روڈ پر ایک فیکٹری کے سامنے کھڑا ہوا ہوں۔ اس فیکٹری میں ہیرے تراشے جاتے ہیں اور ان پر پالش کی جاتی ہے۔"

وہ میری باتیں سنتے سنتے کار میں آکر بیٹھ گئی تھی ——— ڈرائیور کار کے پاس ہی موجود تھا۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی پھر تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے منجالی کے پتے پر چلنے لگا۔ میں وہاں کھڑا ہوا دور تک دیکھتا رہا۔ سوچتا رہا کہ یہ اچانک کیا ہوگیا؟

میں نے اتنے جتن کیے۔ اپنی ذہانت سے چھپ چھپا کر رنگون سے یہاں پہنچا اور اتنی جلدی دشمنوں کو پتا بھی چل گیا کہ میں مشرقی ساحل کے ایک بنگلے میں پایا جاسکتا ہوں۔ آخر یہ اچانک کیسے ہوگیا؟ دشمن ٹیلی پیتھی تو نہیں جانتے تھے۔ یقیناً انھوں نے کسی کا سہارا لیا اور جس کا بھی سہارا لیا، وہ کوئی میرا اپنا ہی تھا۔

فوراً ہی میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میں نے رسونتی کو بہت چھوٹ دی تھی۔ اسے آزادی سے گھومنے کا موقع دیا تھا۔ یقین تھا کہ دشمن اسے پہچان نہیں سکیں گے۔ کیا دشمنوں نے اسے پہچان لیا ہے اور اس کی لاعلمی میں ہماری رہائش گاہ تک پہنچ گئے؟

لیکن رسونتی کہاں ہے؟

میں پلک جھپکتے ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک مندر میں تھی۔ میں نے رسونتی کو اس کے دھرم کے معاملات میں کبھی نہیں روکا۔ اسے بلا روک ٹوک پوجا پاٹ کی اجازت دی۔ اس وقت بھی وہ اپنے نقلی بیٹے پارس کو لے کر اس مندر کے اندر ایک پجاری کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کے سامنے ایک ناگ دیوتا کی بڑی سی مورتی تھی۔ اس مورتی کی تہ میں ایک چھوٹا سا تہہ خانہ تھا جہاں زہریلے ناگ پالے جاتے تھے۔ پوجا کرنے والے دودھ سے بھرے ہوئے کٹورے اور کلھیاں لے کر آتے تھے۔ وہ تمام دودھ تہہ خانے کے زہریلے سانپوں تک پہنچایا جاتا تھا اور انھیں دودھ پلا کر ناگ دیوتا کو خوش کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

رسونتی یقیناً پوجا کرنے آئی تھی۔ اس نے بہت پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہمارا بیٹا پارس ہم دونوں کے مطابق پروان چڑھے گا۔ میں نے اس بات پر اعتراض نہیں کیا کیوں کہ میرا بیٹا پارس میرے پاس تھا۔ اور مسلمان کی حیثیت سے پرورش پا رہا تھا اور وہ خوش قسمتی سے اپنی مرضی پارس کو اپنے ڈھنگ پر چلا رہی تھی۔

میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا، کہیں دشمنوں نے اسے پہچان نہ لیا ہو۔ یقیناً پہچان لیا ہوگا کیوں کہ اس وقت وہ میک اپ میں نہیں تھی۔ اپنے دیوتا کے سامنے اصلی روپ میں تھی۔ میں آہستہ آہستہ اس کے دماغ کو کریدنے لگا۔ معلوم کرنے لگا کہ قصہ کیا ہے؟ عورت اگر کمزور ہو تو وہ اپنی سوکن کو برداشت کرلیتی ہے۔ اگر اس کے بطن میں ذرا سی بھی طاقت آجائے تو وہ اپنے مرد کو تو سر پر بٹھاتی ہے

لیکن سوکن کو نیست و نابود کر دینا چاہتی ہے۔

قصہ یوں شروع ہوتا ہے کہ سنگاپور میں ایک بہت مشہور شاہراہ ہے جس کا نام سمہ رنگون ہے۔ سمہ رنگون شاہراہ کے اطراف سے کتنی ہی بڑی بڑی سڑکیں دوسری سمت جاتی ہیں۔ ان میں سے چوتھی سڑک کا نام ہندو روڈ اور پانچویں سڑک کا نام نوریس روڈ ہے۔ ان دونوں سڑکوں کے درمیان ہندوستانی آبادی ہے۔ یہاں کے بازاروں میں ہندو مہاجن چھائے ہوئے ہیں۔ ہندوستان سے آنے اور جانے والے سوداگر بھی یہاں اپنا مال لاکر بیچتے ہیں اور یہاں سے طرح طرح کے مال خرید کر لے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھارتی تجاموں، باورچیوں اور دھوبیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مسلمان کم نظر آتے ہیں۔ ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہے اس لیے ان کے مندر بھی جگہ جگہ پائے جاتے ہیں۔ وہیں ایک ناگ دیوتا کا مندر ہے۔ ایک ہفتہ پہلے رسوتی اسی مندر میں پوجا کے لیے آئی تھی۔ وہاں سے واپس آکر شام کو اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی خبر رکھتا ہوں یا نہیں؟ میں نے اسے جواب دیا تھا: "میں بھلا تمہارے دماغ میں پہنچ کر کیا کروں گا۔ جب کہ تم ہر طرح سے محفوظ ہو۔ ماسک مین کے آدمی تمہارے اطراف پہرہ دیتے رہتے ہیں۔ پھر تم میک اپ میں رہتی ہو۔ بھلا تمہیں کس بات کا خطرہ ہے؟"

"پھر بھی کبھی تو میری یاد آتی ہوگی؟"

"یاد آنا اور بات ہے، دماغ کو پڑھنا اور بات ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میں بہت مصروف ہوں۔ جب تک سونیا اسرائیل کی حدود سے باہر نہیں نکلے گی، آزاد نہیں ہوگی، اس وقت تک میں کسی اور طرف دھیان نہیں دے سکتا۔ تم بھی تو یہی کہتی ہو کہ پہلے سونیا کو آزاد کرایا جائے۔"

اس نے مطمئن ہو کر کہا: "ہاں، میں یہی چاہتی ہوں۔ جب میں صبح یہاں سے جایا کروں اور شام تک نہ آیا کروں تو میرے لیے پریشان نہ ہونا۔ ماسک مین کے کسی بھی آدمی سے پوچھ لینے سے میری خیریت معلوم ہو جائے گی۔"

بہرحال اسی دن یہ طے پا گیا تھا کہ میں اس کے دماغ میں نہیں آیا کروں گا۔ اس کے بعد بھی وہ کئی بار سوچ کے ذریعے مجھے پکارتی رہی۔ میں موجود نہیں رہتا تھا۔ بھلا جواب کیا ملتا۔ اس لیے وہ مطمئن ہو گئی کہ میں پوجا کے سمے اس کے دماغ میں نہیں آتا ہوں۔

اس کے بعد ہی سے اس نے اپنے ناگ دیوتا کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کی۔ پرارتھنا یا التجا یہ تھی کہ اسے سوکنوں کے عذاب سے بچایا جائے۔ اگر کوئی ایسی ویسی سوکن ہوتی تو اس کے لیے وہ کرشن بھگوان کے مندر میں یا شنکر بھگوان کی پوجا کے لیے جاتی لیکن اب جو سوکن تھی وہ زہریلی تھی۔ اس زہریلی لڑکی کا ذکر کر وہ سہم جاتی تھی اور اسے یقین تھا کہ اس کے شوہر فرہاد علی تیمور کو اس ناگن کے زہر سے عشق ہو گیا ہے۔

وہ ناگ دیوتا کے سامنے التجا کرتے وقت زیر لب بڑبڑاتی تھی لیکن عورتوں کی عادت ہوتی ہے، پہلے اپنا دکھڑا دھیمے سُروں میں سُناتی ہیں۔ پھر اپنے دکھوں میں، اپنے جذبوں میں بہتے بہتے ان کی آواز کچھ تیز ہو جاتی ہے۔ اسے بھی اس بات کا احساس نہیں رہا تھا کہ وہ ذرا اونچی آواز میں دیوتا کے سامنے دکھڑا رو رہی ہے اور اس دوران وہ اپنے پاس کی سلامتی کے لیے بھی التجا کر رہی ہے۔ یقیناً پارس کا نام اس کے لبوں پر آیا ہوگا تو اس کے دیوتا نے بھی سن لیا ہوگا۔ مندر میں جب وہ پوجا کرتی تھی تو کوئی اور نہیں ہوتا تھا۔ پجاری چلا جاتا تھا۔ صرف اس کے ناگ دیوتا اس کے سامنے ہوتے تھے۔

جب اس کی پرارتھنا ختم ہو گئی۔ وہ اپنے آنسو پونچھنے لگی تو اپنے سر پر ایک ہاتھ محسوس ہوا۔ اس نے چونک کر دیکھا تو وہی پجاری اس کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اس کے قریب ہی پلتھی مار کر بیٹھتے ہوئے کہا: "بیٹی ناگ دیوتا سے بھید بھاؤ اچھا نہیں ہوتا۔ ناگ دیوتا پاتال میں پہنچ کر بھی پہنچنے والوں کی اصلیت معلوم کر لیتے ہیں۔ اگر تم کچھ چھپا رہی ہو تو تمہاری پرارتھنا خالی جائے گی۔ دیوتا سے کچھ پانا چاہتی ہو تو سچ سچ بتا دو، تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو اور کس کی پتنی ہو؟"

رسوتی نے آنکھیں بند کر لیں۔ سوچ کے ذریعے مجھے پکارنے لگی: "فرہاد، تم میرے دماغ میں موجود ہو تو مشورہ دو۔ کیا مجھے اپنے دیوتا کے سامنے سب کچھ اگل دینا چاہیے۔ کچھ نہیں چھپانا چاہیے؟"

میں موجود نہیں تھا۔ دوسری طرف پجاری نے کہا: "اگر کوئی الجھن ہے تو کچھ نہ کہو۔ ناگ دیوتا خود معلوم کر لیں گے لیکن تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے کیوں کہ تم نے اپنے دیوتا پر وشواس (اعتماد) نہیں کیا ہے۔"

وہ جلدی سے بولی: "نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ میں اپنے دیوتا پر پورا وشواس رکھتی ہوں۔ میں کبھی کوئی بات نہیں چھپا سکتی۔ میں ذرا الجھن میں پڑ گئی تھی۔ میرے پتی مسلمان ہیں۔ ان کے ہاں ایک سے دو اور دو سے چار شادیاں کرنے کا رواج ہے۔ وہ میرے اوپر سوکن لاتے رہتے ہیں۔ ان دنوں ایک زہریلی لڑکی نے انہیں پھانس رکھا ہے۔ ان کا من مجھ سے نہیں لگتا ہے۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ وہ میرے پاس ہوتے ہیں مگر ان کا دل مجھ سے دور رہتا ہے۔"

"تم ٹھیک استھان پر آئی ہو۔ اگر وہ زہریلی ہے تو ناگ دیوتا اس کا سارا زہر نچوڑ کر رکھ دیں گے۔ اگر اس میں کشش ہے تو وہ ایک کیچوے کی طرح بدنما، بے ڈھنگی ہو جائے گی۔ اسے تمہارا پتی دیکھ کر تمہیں بھیا کہے گا۔"

رسوتی نے خوش ہو کر پوچھا: "سچ مہاراج؟ کیا وہ زہریلی لڑکی سچ مچ میرے پتی کی زندگی سے بالکل نکل جائے گی؟"

"بالکل نکل جائے گی۔ تم اس لڑکی کا پتا بتاؤ۔"

"میں نہیں جانتی۔ وہ اس سے چھپ چھپ کر ملنے جاتے ہیں۔ مجھ سے کسی کام کا بہانہ کر دیتے ہیں لیکن میں خوب سمجھتی ہوں۔"

"تم کہاں رہتی ہو؟"

اس نے مشرقی ساحل کے اس بنگلے کا پتا بتا دیا۔ میں نے اپنا سر تھام لیا۔ ساری بات سمجھ میں آگئی۔ ایسے ہی وقت میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ منجالی کی کار میرے سامنے آکر رک گئی تھی۔ اس نے میرے لیے پچھلا دروازہ کھول دیا۔ میں اس کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے دروازے کو بند کرتے ہوئے بولا: "اپنی رہائش گاہ چلو۔"

ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ میں نے منجالی سے سوچ کے ذریعے کہا: "رسوتی کی حماقت سے یہ ہو رہا ہے۔ میں اس وقت اس کے دماغ میں ہوں۔ تھوڑی دیر بعد تم سے باتیں کروں گا۔"

میں پھر رسوتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پجاری اسے کچھ دیر انتظار کرنے کے لیے وہاں بٹھا کر چلا گیا تھا اور وہ بیٹھی رہ گئی تھی۔ اسی دوران دشمنوں نے ہمارے بنگلے پر چھاپہ مارا تھا۔ بہرحال تھوڑی دیر بعد پجاری واپس آگیا۔ اس نے رسوتی کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا: "بیٹی، تمہاری منو کامنا جلد پوری ہونے والی ہے۔ آج رات وہ زہریلی لڑکی یہاں آئے گی اور ناگ دیوتا کے سامنے سر پٹک پٹک کر مر جائے گی۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا: "سچ؟ کیا وہ مر جائے گی؟"

وہ بہت خوش تھی۔ پجاری نے کہا: "ضرور مر جائے گی۔ تم ناگ دیوتا کو کچھ بھینٹ کرو۔ کل صبح تمہیں اس کی موت کی خبر ملے گی۔"

رسوتی نے اپنے گلے سے سونے کا قیمتی ہار اُتارا، جس میں ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ اس نے ناگ دیوتا کے سامنے اس ہار کو رکھ دیا۔ اب میں پجاری کے دماغ میں رہ کر اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ شدید حیرانی سے ہیرے جڑے ہوئے ہار کو دیکھ کر سوچ رہا تھا: "یہ عورت کتنی مالدار ہے، ہمارے صاحب ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ فرہاد علی تیمور کی پتنی ہے۔"

اس کا صاحب کون تھا؟ میں اس کے دماغ کو کریدنے لگا۔ پتا چلا، اس مندر میں خفیہ مائیک نصب کیے گئے ہیں۔ وہاں آکر پوجا کرنے والے پرارتھنا کرنے والے اپنے دیوتا کے سامنے جو کچھ بھی کہتے ہیں، وہ سب دوسری طرف سنائی دیتا ہے۔ اکثر ایسے لوگ آتے ہیں جو حیثیتوں میں گرفتار ہوتے ہیں۔ وہ مجرم بھی ہوتے ہیں، گنہگار بھی ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بڑی آسانی سے بلیک میل کیا جا سکتا ہے۔

ایک مجرم یا گنہگار عدالت میں اپنے جرم یا گناہ کا اقرار نہیں کرتا۔ لیکن خدا سے دعا مانگتے وقت گڑگڑاتے وقت وہ سچ بولتا ہے اور اپنی نجات چاہتا ہے اسی لیے بلیک میلنگ کرنے والے ایک بہت بڑے گروہ نے مندر کو اپنا اڈہ بنایا تھا تاکہ وہاں مجرموں اور گنہگاروں کو اپنی گرفت میں لے سکے۔ ان سے زیادہ سے زیادہ مال سمیٹنے کے لیے انھیں آلہ کار بنا سکے۔

رسوتی نہ تو مجرم تھی اور نہ ہی گنہگار لیکن پرارتھنا کرنے کے دوران اس کی زبان سے ایک آدھ بار پارس کا نام نکلا تھا اور یہ آواز دور تک اسپیکروں کے ذریعے بلیک میلروں کے کانوں تک پہنچی تھی۔

میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں اور میرا بیٹا پارس ساری دُنیا میں مشہور ہیں اور جو بھی نام سنتا ہے وہ ہمارا تصور کرنے بیٹھ جاتا ہے۔ ایسی بات نہیں ہے مگر ہاں، خطرناک تنظیموں کے تمام افراد اور بلیک میلنگ جیسی واردات کرنے والے مجرم ضرور میرا اور میرے بیٹے پارس کا نام جانتے ہیں۔ اس بلیک میلنگ کرنے والے گروہ کا سرغنہ بھی یقیناً پارس کا نام جانتا ہوگا۔ اسی لیے رسوتی کی زبان سے اس کا نام سُن کر چونک گیا ہو گا۔ پجاری ابھی اس سرغنہ کے پاس نہیں گیا تھا اور نہ ہی اس سے ابھی کوئی رابطہ قائم ہوا تھا۔ اس لیے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ صرف اندازے کے طور پر یہ رائے قائم کر رہا تھا کہ اس نے پارس کا نام سُننے کے بعد یہ دیکھا ہوگا کہ ایک ہندو عورت پوجا کر رہی ہے اور اپنے پتی کو مسلمان بتا رہی ہے تو اسے فوراً فرہاد علی تیمور، رسوتی اور پارس کا خیال آیا ہوگا۔

یہاں تک معلومات حاصل کرنے اور اپنے طور پر رائے قائم کرنے کے بعد میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میں منجالی کے ساتھ اس کی رہائش گاہ کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ میں نے کہا: "تم اندر جا کر اپنا سامان لے آؤ۔ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔"

اس نے نہیں پوچھا کہ کہاں جا رہے ہیں۔ وہ تو میرے ساتھ جہنم میں جانے کے لیے بھی تیار تھی۔ فوراً میرے حکم کی تعمیل کے لیے چلی گئی۔ میں نے ہنگاک کے پاس جے آر جے ناتھن کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک بڑے سے ٹرانسمیٹر کے سامنے کھڑا ہوا رابطہ قائم کرنے کے بعد کسی سے کہہ رہا تھا: "مجھے ڈھائی گھنٹے کے اندر معلوم ہونا چاہیے کہ فرہاد صاحب کے بنگلے پر کن لوگوں نے حملہ کیا تھا؟ وہ لوگ کہاں سے آئے تھے اور کہاں گئے ہیں؟ میں کوئی بہانہ نہیں سُنوں گا۔ ہری اَپ۔"

وہ پھر کسی دوسرے سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد اس نے پوچھا: "کیا مادام رسوتی خیریت سے ہیں؟"

جواب ملا: "وہ خیریت سے ہیں اور اس وقت ناگ دیوتا کے مندر میں ہیں۔"

"ان پر کڑی نظر رکھو۔ ابھی ان کے بنگلے کو دشمنوں نے گھیر لیا تھا۔ وہ کون لوگ تھے۔ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ جب تک معلوم نہ ہو اس وقت تک مادام کو اپنی نظروں سے اوجھل نہ کرو۔"

"جناب! مادام نے ہمیں منع کیا ہے کہ ہم مندر کے اندر نہ آئیں۔"

"ٹھیک ہے، مندر کو چاروں طرف سے گھیرے رکھو۔ کسی پر بھی شبہ ہو تو اسے مادام کے قریب نہ جانے دو۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ اچھل پڑا۔ جلدی سے بولا۔ "جناب! یہ آپ ہیں؟"

"میں ہوں اور میں اس وقت سنگاپور چھوڑ کر منجالی کے ساتھ تمہارے ڈرائیور کو لے کر ملایا جا رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ، وہاں میری رہائش کا انتظام کہاں ہو سکتا ہے؟"

"جناب! پے نانگ بہت مشہور جگہ ہے۔ وہاں آپ کی رہائش کا انتظام ابھی ہو جائے گا۔"

"رسونتی کو آئندہ میری اور منجالی کی رہائش گاہ کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ یہ بھی نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم پے نانگ میں ہیں، بالی میں ہیں یا بنکاک میں۔"

"ہم مادام کو نہیں بتائیں گے لیکن جناب یہ قصہ کیا ہے۔ کچھ ہمیں بھی معلوم ہونا چاہیے تاکہ ہم حالات سے باخبر رہ کر آپ لوگوں کی حفاظت کر سکیں۔"

"میں خود معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ وہ کون دشمن تھے جنھوں نے ہمارے بنگلے کا محاصرہ کیا تھا۔ معلوم ہوتے ہی میں آپ کو ضرور بتاؤں گا۔"

اس وقت تک منجالی اپنا سامان لے کر آ گئی تھی۔ کار اسٹارٹ ہو گئی تھی۔ میں نے ڈرائیور سے کہا۔ "اب ہم ملایا جا رہے ہیں۔ ہمیں پے نانگ لے چلو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "منجالی! ابھی میں نے معلوم کیا ہے کہ کن لوگوں نے میرے اس بنگلے کو گھیرا تھا۔ وہ کسی بلیک میلر کے آدمی ہیں۔ اگر میرے آزمائے ہوئے اور مجھ سے چوٹ کھائے ہوئے دشمن ہوتے تو اس بلیک میلر کی طرح جلد بازی سے کام نہ لیتے۔ بنگلے کو گھیرنے کے بجائے کسی طرح میری موجودگی یا عدم موجودگی کا پتا چلاتے۔ اس کے بعد وہ محاصرہ کرتے مگر ان کی حماقت سے میں اس وقت صحیح سلامت نظر آ رہا ہوں۔"

منجالی نے کہا۔ "صحیح سلامت نہیں، زندہ سلامت کہیے۔"

"زندہ سلامت اس لیے نہیں کہتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے گرفتار کرنے کے بعد بھی زندہ ہی رکھتے۔ جب وہ بلیک میلر ہی ٹھہرا تو اس نے یقیناً یہی سوچا ہوگا کہ مجھے اپنی گرفت میں لینے کے بعد اپنی آواز مجھے نہیں سنائے گا۔ بہت محتاط رہے گا۔ اور میرے دشمنوں کے ہاتھوں مجھے بہت مہنگے داموں فروخت کر دے گا۔"

"میں سمجھ گئی۔ آپ ایک معمولی بلیک میلر کی وجہ سے سنگاپور کبھی نہ چھوڑتے۔ یہ جگہ چھوڑنے کا سبب یہی ہے کہ اب یہ بات دشمنوں تک پہنچے گی اور دشمن آپ کا محاصرہ کرنے کے لیے سنگاپور کو مرکز بنا لیں گے۔"

"ہاں، اس سے پہلے ہی میں یہ جگہ چھوڑ رہا ہوں۔"

"میرے آقا! میں ایک مشورہ دوں؟"

"ہاں، ضرور۔"

"پے نانگ بھی آپ کے لیے محفوظ جگہ نہیں ہو سکتی۔ دشمن آپ کو سنگاپور سے ملایا کی آخری سرحد تک تلاش کریں گے۔ کیوں نہ ہم تھائی لینڈ چلے جائیں۔"

میں نے اس کے مشورے پر غور کیا۔ وہ درست کہہ رہی تھی۔ دشمن صرف سنگاپور تک محدود ہو کر تلاش نہیں کریں گے۔ سنگاپور اور ملایا کے درمیان ایک چھوٹا سا پل تھا جسے پار کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی سے پہنچا جا سکتا تھا۔ دشمن یہ سوچ سکتے تھے کہ میں بہ آسانی کار کے ذریعے سنگاپور سے ملایا پہنچ سکتا ہوں۔ ویسے ملایا سے تھائی لینڈ کا راستہ بھی نہایت آسان تھا۔ کار کے ذریعے یا ریل گاڑی کے ذریعے وہاں پہنچا جا سکتا تھا لیکن تھائی لینڈ میں بنکاک کی آبادی اتنی گھنی تھی، اتنا مصروف ترین شہر تھا کہ دشمن مجھے آسانی سے وہاں تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے منجالی کے مشورے کو تسلیم کر لیا۔

اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "میرے آقا! آپ نے مادام کے لیے کیا انتظامات کیے ہیں؟"

"تمھاری مادام نے تو تنک میں دم کر رکھا ہے۔ اگر اس سے دور رہتا ہوں تب بھی اپنے آپ کو مجرم سمجھتا ہوں کہ اسے ایک بیوی کے حقوق نہیں دیتا ہوں۔ جب قریب رکھتا ہوں تو وہ کوئی نہ کوئی مصیبت مجھ پر نازل کر دیتی ہے۔"

"آپ ایک عورت کے دل سے سوچ کر دیکھیے۔ مادام نے مجھ سے دشمنی کی ہے یا کر رہی ہیں تو یہ ان کا حق ہے کیوں کہ وہ سمجھتی ہیں کہ میں ان کا حق چھین رہی ہوں۔"

"اگر میں اس سے ناانصافی کروں تو کہا جا سکتا ہے کہ اس کا حق چھینا جا رہا ہے۔ میں اس کے لیے دشمنوں سے لڑتا ہوں۔ میں ان کی گرفت سے اسے چھڑا کر یہاں تک لے آیا۔ اس سے پہلے بھی اس نے مجھے زبردست نقصانات پہنچائے ہیں۔ وہ میری زندگی کو خطرات میں ڈال دیا۔ مجھے دشمنوں کے نرغے میں لانے کی نادانی کرتی رہی۔ میں مانتا ہوں صرف وہی میری بیوی بن کر رہنا چاہتی ہے۔ اسے بھی مان لینا چاہیے کہ میں نے اس کے سوا کسی کو اپنی بیوی نہیں بنایا۔ پھر یہ حماقتیں کیسے برداشت کی جا سکتی ہیں۔ میں نے آخری بار اسے اپنے پاس رہنے کا موقع دیا تھا۔ اب میں یہ حماقت نہیں کروں گا۔ وہ بے شک میری بیوی ہے۔ میں اسے سزا نہیں دوں گا کیوں کہ وہ میرے بچے کی ماں ہے۔ اس لیے میں اس کی ہزار خطائیں معاف کر سکتا ہوں لیکن اب اسے اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔"

میں نے باس جے آر جے ناتھن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ہم پے نانگ میں خود کو محفوظ نہیں پائیں گے لہٰذا یہ فیصلہ کیا ہے کہ بنکاک چلے جائیں۔ ہم کم سے کم وقت میں پہنچنا چاہتے ہیں۔ میرے پاس میرا اپنا سامان، پاسپورٹ وغیرہ کچھ نہیں ہے اور پاسپورٹ بھی زت علی کے نام کا تھا جو میرے لیے بے کار تھا۔"

"آپ بالکل فکر نہ کریں۔ میں اپنا ہیلی کاپٹر سنگاپور سے لے کر روانہ ہو رہا ہوں۔ راستے میں جہاں بھی آپ کی گاڑی نظر آئے گی۔ وہاں میں اپنا ہیلی کاپٹر اتاروں گا۔ آپ لوگ اس میں سوار ہو جائیں۔ میں آپ کو بنکاک پہنچا دوں گا۔ راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوگی تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

اس وقت شام کے پانچ بج چکے تھے۔ رسونتی مندر سے نکل گئی تھی اور اب اپنی کار میں بیٹھ کر اسی بنگلے کی طرف جانا چاہتی تھی۔ اس کے مین کے ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مادام! ابھی ہمیں اطلاع ملی ہے کہ دشمنوں نے آپ کے بنگلے کو گھیر لیا تھا اور ہمارے صاحب کو تلاش کر رہے تھے۔ صاحب وہاں موجود نہیں تھے۔ آپ ہمیں بتائیں۔ کیا آپ کا وہاں جانا مناسب ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "کن لوگوں نے ہمارے بنگلے کو گھیر لیا تھا۔ بھلا انھیں کیا معلوم کہ وہاں کون رہتا ہے؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ کو دوسری رہائش گاہ میں پہنچائیں۔"

"میں فرہاد سے مشورہ کیے بغیر کسی دوسری جگہ نہیں جاؤں گی۔"

"مادام! آپ کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ فرہاد صاحب سے آپ کا رابطہ قائم ہوگا تو وہ بھی آپ کو ہماری خدمت گزاری اور وفاداری کا یقین دلائیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ "یہ میری تقدیر کیسی ہے۔ ابھی میں ایک دشمن نرگی کو اپنے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹانے کا انتظام کر کے آئی ہوں۔ آج رات وہ ضرور مر جائے گی۔ میں نے سوچا تھا، فرہاد صرف میرے ہو کے رہیں گے مگر یہاں وہ کمبخت دشمن کیسے پہنچ گئے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہیں فرہاد مجھ سے دور رہنے کے لیے کوئی چکر تو نہیں چلا رہے ہیں؟"

محبت میں بدگمانی ہوتی ہے لیکن ایسی بھی کیا بدگمانی کہ بیوی ہر بات پر اپنے شوہر کو مورد الزام ٹھہرائے۔ کوئی واقعہ ہو۔ کیسے ہی حالات ہوں، وہ ہمیشہ شک و شبے کی عینک لگا کر مجھے دیکھتی تھی اور اسی سے سوچتی تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "رسونتی! تم ہمیشہ کتے کی دم کی طرح ٹیڑھی رہو گی۔ تمھیں کبھی عقل نہیں آئے گی۔ تم نے ناگ دیوتا کے مندر میں جا کر جو حماقت کی ہے، اس کی وجہ سے دشمن اس بنگلے تک پہنچ گئے۔ میں ساحل پر نہ ہوتا، اس بنگلے پر ہوتا تو تمھارا کچھ نہیں بگڑتا۔ میں جان سے چلا جاتا یا دشمن مجھے بے دست و پا کر کے رکھ دیتے۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے تو کسی دشمن کے سامنے تمھارا ذکر نہیں کیا ہے۔"

"تم نے اپنا ٹیمک آپ کیوں اتار دیا؟"

"بیچاری جی کہہ رہے تھے کہ دیوتا کے سامنے کوئی جعلی نہیں رکھنا چاہیے اور میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ کوئی اپنے بھگوان یا اپنے دیوتا کے سامنے چھپ نہیں سکتا۔"

"تم نے نہ چھپ کر، خود کو ظاہر کر کے بہت کمال کر دیا ہے۔ اب اس کا نتیجہ بھگتنے کے لیے تیار رہو۔"

"تم مجھے الزام دے رہے ہو۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ میں پوجا کروں۔ اپنے ناگ دیوتا کے سامنے کچھ کھوں تو دشمن کہیں سے آ کر ہی اسے سن لیں۔"

"یہ وہ دشمن نہیں تھے جو دن رات میرے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ یہ دوسرے ہی قسم کے مجرم ہیں لیکن یہ مجرم مجھے میرے جانی دشمنوں کے پاس پہنچانا چاہتے تھے۔ بہرحال میں تم سے بحث کرنا نہیں چاہتا۔ اس مندر میں تمھیں خوب بیوقوف بنایا گیا ہے۔ میں کسی بیوقوف عورت کے ساتھ اور زیادہ زندگی نہیں گزار سکتا۔ میں تمھیں بیوی کی حیثیت سے مانتا ہوں کیوں کہ تم میرے بیٹے کی ماں ہو لیکن تمھارے ساتھ ایک دن، ایک رات بھی نہیں گزاروں گا۔"

وہ روہانسی صورت بنا کر بولی۔ "فرہاد! مجھ سے دور رہ کر ایسی دھمکیاں نہ دو۔ پہلے میرے پاس آؤ۔ میں محبت سے تمھیں سمجھاؤں گی۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں کسی اور کام سے گئی تھی۔"

"ہاں، بہت نیک مقصد لے کر گئی تھیں۔ منجالی کو مار ڈالنا چاہتی تھیں۔ دیکھ لو، جسے اللہ رکھتا ہے، اسے کوئی نہیں چکھ سکتا۔ تمھارے لیے اس سے بڑی سزا اور کیا ہوگی کہ جسے تم ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتی تھیں، وہ اس وقت میرے ساتھ ایک طیارے میں سفر کر رہی ہے اور ہم کہاں جا رہے ہیں، یہ تم کبھی معلوم نہیں کر سکو گی۔"

وہ گڑگڑا کر کہنے لگی۔ "نہیں فرہاد! نہیں۔ مجھ سے دور نہ جاؤ۔ میں تمھارے بغیر زندہ نہیں رہ سکوں گی۔"

"بے مقصد گفتگو سے بہتر ہے کہ میری چند ہدایات پر عمل کرو۔ پہلی ہدایت یہ ہے کہ ماسک مین کے آدمی جہاں تمھاری رہائش کا بندوبست کرتے ہیں وہاں جا کر رہو۔ دوسری بار اس مندر کا رخ نہ کرنا۔ دشمن مجھے نہ پا کر اب تمھیں اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کریں گے کیوں کہ تم بہت

منگے داموں دشمن کے ہاتھوں فروخت کی جا سکتی ہو۔"

"فرہاد! میں تمہاری ہر ہدایت پر تمہارے ہر حکم پر بلا چون و چرا عمل کروں گی۔ تمہارے قدموں میں رہوں گی۔ ایک بار تم میرے پاس آ کر میری بات سن لو۔"

"بکواس مت کرو۔ میری تیسری ہدایت یہ ہے کہ گرد و شمنوں میں گھرے جاؤ تو یہی کہنا کہ دہلی سے یہاں آئی تھیں اور ایک مسلمان شخص تمہارے ساتھ تھا اور تمہیں یقین دلا رہا تھا کہ فرہاد جلد ہی رنگون سے یہاں آنے والا ہے لیکن کچھ ایسی رکاوٹیں ہیں کہ وہ رنگون سے نکل نہیں سکتا۔"

"تم جیسا کہہ رہے ہو میں ویسا ہی کروں گی مگر ایک بار صرف ایک بار اپنے پارس بیٹے کی خاطر ایک بار آ جاؤ۔"

"پارس کو آئندہ لوریاں دیتے وقت یہی سمجھاتی رہنا کہ ماں حد درجہ بیوقوف ہو تو اس کی سزا اولاد کو بھی ملتی ہے۔ شوہر صرف اپنی بیوی سے دور نہیں ہوتا بلکہ باپ اپنے بیٹے سے بھی دور ہو جاتا ہے اور اسی میں اس کے باپ کی سلامتی ہوتی ہے۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ وہ مجھے آوازیں دینے لگی۔ گڑگڑانے لگی۔ پھر خاموش رہ کر اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا، دماغ کہہ رہا تھا کہ میں اسے چھوڑ کر جا چکا ہوں۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ میری طرف سے کوئی جواب نہیں ملے گا بلکہ میں جا چکا ہوں تو وہ ایک دم سے جنون میں مبتلا ہو گئی۔ چیخ کر بولی "گاڑی روکو۔"

ڈرائیور نے گھبرا کر گاڑی سڑک کے کنارے روک دی ــــ وہ دیوانہ وار دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے بولی "فرہاد! تم میرے دماغ میں آؤ دیوانہ آؤ" میرے پاس آؤ دیوانہ آؤ" میں اپنے آپ کو تباہ کر لوں گی۔ میں مندر جا رہی ہوں۔ چاہے دشمن مجھے پکڑ لیں یا مجھے اپنے دیوتا کے چرنوں میں جگہ مل جائے۔ میں وہاں ضرور جاؤں گی۔"

ان حالات میں بیوی میکے جانے کی دھمکی دیتی ہے۔ وہ مندر جانے کی دھمکی دے رہی تھی اور اس پر عمل بھی کر رہی تھی۔ پارس کو گود میں لیے فٹ پاتھ پر تیزی سے بھاگ رہی تھی۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا "فرہاد مجھے ضرور روکے گا۔ جذبہ واپس بلائے گا۔ آ جاؤ، میری رسوائی، میں تمہیں معاف کرتا ہوں اور تمہیں ایک بار پھر گلے سے لگاتا ہوں۔"

اب میں ایسی حماقت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ وہ چلتی رہی، چلاتی رہی۔ پھر ایک جگہ جا کر رک گئی۔ تھک گئی یہ سمجھ گئی کہ میں اس کے دماغ سے جا چکا ہوں اور اس کی دھمکی مجھ پر اثر نہیں کرے گی۔ جب میں موجود ہی نہیں ہوں تو اثر کیسے کرے گی؟

وہ ہار کر پیچھا کر۔ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اسی وقت وہی گاڑی اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ ڈرائیور نے اتر کر کہا "مادام! ہمارا کچھ

خیال کریں۔ اگر آپ ادھر ادھر بھٹک جائیں گی تو باس ہمیں گولی دے گا۔"

اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ رسوتی شکست خوردہ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پھر وہ گاڑی دوسری رہائش گاہ کی طرف جانے لگی۔ میں دماغی طور پر منجالی کے پاس پہنچ گیا۔ ہماری گاڑی لمبی ویران سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ منجالی مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ لوگ بڑے بدنصیب ہوتے ہیں۔ دوسروں کے لیے گڑھا کھودتے ہیں اور خود اس میں گر جاتے ہیں۔ رسوتی نے منجالی کے لیے گڑھا کھودا تھا لیکن میں منجالی کے پاس تھا اور منجالی کو گرانے والی خود ایک طویل جدائی کے گڑھے میں گر چکی تھی۔

ہم ہائی وے پر تھے۔ کبھی کبھی کوئی گاڑی ہمیں کراس کر جاتی ہوئے گزر جاتی تھی یا کوئی گاڑی اوورٹیک کر کے آگے نکل جاتی تھی۔ ہماری کار کی رفتار سست تھی۔ ہمیں باس جے آر جے ناتھن کا تھا پھر یہ انتظار ختم ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ ہم نے کار پچھلے حصے سے دیکھا۔ اس وقت رات کے آٹھ بجے تھے۔ اندھیرے میں دور آسمان پر سرخ اور سبز روشنی جلتی بجھتی نظر آ رہی تھی۔ میں فوراً ہی دماغی رابطہ قائم کیا۔ جے ناتھن نے کہا "جناب! میں ہیلی کاپٹر میں آ رہا ہوں۔"

"میں ہیلی کاپٹر کی آواز سن رہا ہوں۔ ہمیں بہت دور سرخ اور سبز روشنیاں جلتی بجھتی نظر آ رہی ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ اب میں ہائی وے کے اوپر سرچ لائٹ کی روشنی پھینکتا ہوا چلوں گا تاکہ اس کار کو پہچان لوں گا۔"

تھوڑی دیر بعد ہم نے دیکھا، وہ ہیلی کاپٹر بہت دور ہائی وے پر آ گیا تھا اور سرچ لائٹ کے ذریعے روشنی پھینکتا ہوا ہمارے قریب آتا جا رہا تھا۔ میں نے ڈرائیور سے کہا "گاڑی ایک طرف روک دو۔"

ڈرائیور نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔ میں اور منجالی باہر نکلے۔ منجالی نے اپنے ایک بیگ کو شانے سے لٹکایا۔ ایک چھوٹی سی اٹیچی ہاتھ میں لی۔ میں نے اس کے ہاتھ سے اٹیچی لیتے ہوئے کہا "آؤ، میرے ساتھ۔"

وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے بولی ــــ "میرے آقا! یہ سامان خود اٹھاؤں گی۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ آپ ..... " میں نے اسے مزید کچھ کہنے کا موقع ہی نہ دیا۔

ہم اس ہائی وے سے دور ایک کھلے میدان میں آ گئے۔ ہیلی کاپٹر کی روشنی ہم پر پڑ رہی تھی اور اب وہ ایک طرف اتر رہا تھا۔ ــــ ہوائیں چل رہی تھیں۔ ہم نے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو اچھی طرح گرفت میں لے لیا تھا تاکہ ہوائیں تنکے کی طرح اڑا نہ جائیں۔

ہیلی کاپٹر زمین پر اتر گیا تھا لیکن پنکھا گردش کر رہا تھا۔ باس جے ناتھن نے کہا تھا کہ یہاں زیادہ دیر تک رکنا مناسب نہیں ہے۔ اس لیے کہ پرائیویٹ ہیلی کاپٹر کی سڑک پر لینڈنگ غیر قانونی ہے۔ ہمیں ہیلی کاپٹر سے سوار ہو کر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ میں منجالی کا ہاتھ پکڑ کر ادھر دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ چند قدم تک دوڑنے کے بعد منجالی کی چیخ سنائی دی۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

میں سمجھ نہ سکا، اس پر کیا افتاد آ پڑی ہے؟ وہ مجھ سے ہاتھ چھڑانے کے بعد ادھر بھاگی جا رہی تھی جدھر سے ہم آئے تھے۔ میں اس کی طرف دوڑتے ہوئے کہا "منجالی! رک جاؤ۔ کیا بات ہے؟"

وہ دوڑتے دوڑتے ایک جگہ رک گئی لیکن الٹے قدموں مجھ سے جاتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر مجھے قریب آنے سے روکتے ہوئے بولی۔ "میرے آقا! میرے قریب نہ آنا۔ میں ابھی اپنے آپ میں نہیں ہوں۔ آپ کو ڈس لوں گی۔ خدا کے لیے مجھ سے دور ہو جائیے۔ میں نہیں چاہتی کہ آپ میرے زہر سے مارے جائیں۔"

ہم اندھیرے میں تھے۔ میں اسے دیکھ کر اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اس پر کیا بیت رہی ہے اور وہ اپنے آپ میں کیوں نہیں ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر کی سرچ لائٹ ہماری طرف گھوم گئی۔ وہ روشنی میں نہا گئی۔ میں نے دیکھا، وہ درد سے بہت زیادہ پریشان نظر آ رہی تھی۔ میں نے توجہ سے دیکھا تو اس کی پیشانی سے ایک کوڑی چپکی ہوئی تھی۔ یہ پہلے نہیں تھی۔ اب ایک کہاں سے آ گئی؟ کیا منجالی نے اسے سنگھار کے طور پر لگایا ہے؟

ہرگز نہیں، وہ ایسا سنگھار نہیں کرتی تھی کہ ماتھے پر بندیا کی جگہ کوڑی چپکائے۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اپنے دماغ کے اندر مہن کی آواز سن رہی تھی جیسے کوئی سپیرا بین بجا کر سانپ کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کر رہا ہو اور ناگن تڑپ رہی ہو، مچل رہی ہو اور اپنے آپ میں نہ ہو۔

منجالی نے درست کہا تھا۔ وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ بین کی آواز قریب سے قریب تر ہو رہی تھی، مچل رہی تھی اور جھوم جھوم کر جیسے رقص کرنا چاہتی تھی لیکن پہلے بین بجانے والے کے سامنے پہنچنا چاہتی تھی۔ اس کا چہرہ پھر اس سمت بھاگ رہی تھی جدھر سے بین کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ یہ آواز صرف وہی سن رہی تھی۔ ہمیں سنائی نہیں دے رہی تھی۔

میں نے اپنی زندگی میں کالے جادو کے تماشے بہت دیکھے ہیں۔ ہمیں ادا دماغ، ناگ دیوتا کے مندر کی طرف گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں پجاری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مندر کا ماحول بڑا ہی پُراسرار تھا۔ اس وقت پوجا کرنے والوں کے لیے داخلہ بند کر دیا گیا تھا۔ مندر کا بڑا دروازہ اندر سے مقفل تھا۔ جہاں ناگ دیوتا کا بڑا سا مجسمہ تھا، وہاں پجاری کے علاوہ چار آدمی اور بھی تھے۔ ایک شخص پتلون پر اوور کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ سر پر فیلٹ ہیٹ تھا۔ وہ ایک اونچی سی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جس سے پتا چلتا تھا کہ وہ ان کا باس ہے۔ باقی دو آدمی اس کے آس پاس ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوئے تھے۔ تیسرا شخص ایک سپیرا تھا۔ لانبے قد کا دبلا پتلا آدمی تھا۔ لانبے لانبے بال تھے۔ اس وقت وہ بین کو منہ سے لگائے بجا رہا تھا اور ناگ دیوتا کے سامنے رقص کرتا جا رہا تھا اور بین بجاتا جا رہا تھا۔

پجاری کے دماغ نے بتایا کہ ابھی ناگ دیوتا کے پھن کے اوپر جو ایک کوڑی رکھی ہوئی تھی، اچانک ہی وہاں سے اڑتی ہوئی کہیں چلی گئی تھی۔ نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ یقیناً وہ کالا عمل کامیاب ہو رہا تھا۔ وہ بین بجانے والا کالے عمل کا ماہر تھا۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ ناگ دیوتا کے پھن پر جو کوڑی ہے وہ یہاں سے اڑتی ہوئی جائے گی اور اس زہریلی لڑکی کی پیشانی سے چپک جائے گی۔ پھر وہ کوڑی اسے کھینچتے ہوئے یہاں لے آئے گی۔

میں خیال خوانی کے دوران منجالی کے پیچھے دوڑتا جا رہا تھا۔ احتیاطاً میں نے اس سے فاصلہ رکھا تھا۔ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اسے ہاتھ لگاؤں گا، پکڑوں گا، آگے جانے سے روکوں گا تو وہ غصہ ور ناگن کی طرح پھنکارتے ہوئے مجھے ڈس لے گی۔ دوسری طرف مجبوری یہ تھی کہ میں صرف پجاری کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے ذریعے میں بین بجانے والے کو تھوڑی دیر تک روک بھی لیتا تو باقی دو آدمی پجاری کو اپنی گرفت میں لے لیتے۔ بین کا عمل پھر شروع ہو جاتا۔ میں چاہتا تھا، پہلے باقی لوگوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاؤں تاکہ ایک شکار کسی طرح ہاتھ سے نکل جائے تو دوسرے تیسرے میری ٹیلی پیتھی کی گرفت میں رہ سکیں۔

اس وقت تک وہ ہائی وے پر پہنچ گئی تھی۔ ایک طرف دوڑ رہی تھی۔ ایک کار ادھر سے گزر رہی تھی۔ رات کے وقت تنہا ایک جوان لڑکی کو دوڑتے بھاگتے دیکھ کر کار والے نے اس کے قریب رفتار دھیمی کر دی تھی۔ وہ اسے لفٹ دینا چاہتا تھا۔

منجالی سحر زدہ تھی۔ اسے صرف ایک ہی دھن سمائی تھی کہ ناگ دیوتا کے مندر میں پہنچ جائے۔ تب ہی اس کے اندر کی بے چینی اور تڑپ ختم ہو گی ورنہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے گی۔ جب اس نے ایک کار کو اپنی طرف آتے دیکھا تو فوراً ہی رک گئی۔ کار بھی اس کے قریب پہنچ کر رک گئی تھی۔ ڈرائیو کرنے والا اپنی سیٹ سے باہر نکل کر پوچھنے لگا۔ "مس تم کون ہو۔ کہاں جا رہی ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی منجالی کا ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، منجالی نے اسے ڈس لیا۔ اس کار

والے کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ پھر وہ اس کا انجام دیکھے بغیر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ کار کو اسٹارٹ کیا۔ جب تک میں اس کار کے قریب پہنچتا، وہ آگے نکل گئی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے آواز دی:

"منجالی! رُک جاؤ۔ رُک جاؤ منجالی!"

لیکن اس کا جنون بڑھ گیا تھا۔ وہ جیسے میری آواز سُنتے ہوئے بھی نہیں سُن رہی تھی۔ میری سوچ کی لہریں ڈوب رہی تھیں اور کالا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ میں چاہتا تو اس کے دماغ کو جھٹکا دے کر کار کو روک سکتا تھا لیکن فائدہ کیا ہوتا۔ یہی کہ میں اس کے قریب پہنچ کر کار میں داخل ہو جاتا یا پھر اسے باہر کھینچ لیتا۔ دونوں ہی صُورتوں میں میرے لیے خطرہ تھا۔ بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ اس بین بجانے والے کو روک دیا جاتا۔

میں نے منجالی کو جانے دیا۔ آخر اس کی منزل مجھے معلوم ہی تھی۔ میں دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگا۔

میری خیال خوانی جاری تھی۔ میں نے باس جے آرجے ناتھن سے کہا: "میں تنہا آرہا ہوں۔ ہیلی کاپٹر میں آپ کے ساتھ واپس سنگاپور جاؤں گا۔ آپ اپنے کسی ماتحت سے رابطہ قائم کریں۔ مجھے ہندورود اور نورس روڈ کے درمیان ہندوستانی آبادی میں پہنچنا ہے۔ وہاں ایک ناگ دیوتا کا مندر ہے۔ میرے لیے ایک گاڑی تیار رکھی جائے۔ آپ ہیلی کاپٹر اسی جگہ اُتاریں جہاں سے میں فوراً اس گاڑی کے ذریعے ناگ مندر تک پہنچ سکوں۔"

یہ ہدایات دیتے ہوئے میں ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ گیا۔ اس پر سوار ہوا تو کاک پٹ بند کر دیا گیا۔ منجالی آندھی طوفان کی رفتار سے ڈرائیو کر رہی تھی۔ میں اسے اپنے کنٹرول میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ لیکن اس کے ذریعے اس کے راستے کو دیکھ سکتا تھا۔ کبھی کبھی کوئی گاڑی اسے کراس کرتی تھی لیکن کوئی گاڑی اسے اوورٹیک نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی جنونی رفتار سے آگے کوئی نہیں نکل سکتا تھا۔

ہمارا ہیلی کاپٹر اب پرواز کرتا ہوا سنگاپور کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی کار سے بہت دور آگے نکل گیا تھا لیکن میں پریشان نہ تھا۔ اگر یہ ہائی وے سے آگے جا کر آبادی میں داخل ہوگی اور اسی رفتار سے گاڑی چلائے گی تو کیا ہوگا؟ اگر حادثہ نہیں ہوگا تو کم از کم ٹریفک پولیس والوں کی گرفت میں آئے گی اور جب وہ لوگ اسے پکڑ کر لے جانا چاہیں گے تو وہ جنونی انداز میں انھیں بھی ڈسنا شروع کر دے گی پھر افراتفری اور دہشت کا عالم ہوگا۔ انسانی آبادی میں کوئی زہریلا سانپ نکل آئے تو لوگ اسے لاٹھی سے مار دیتے ہیں یا پھر گولی مار دیتے ہیں۔ منجالی کے ساتھ کیا ہوگا؟

میں نے پریشان ہو کر اسے مخاطب کیا: "منجالی! میری آواز سُنو۔ مجھے پہچانو۔ میں تمھاری بھلائی کے لیے روک تو نہیں سکتا۔ میں بھی تمھارے ساتھ وہاں تک جاؤں گا جہاں تک تمھیں وہ بین کھینچ رہا ہے۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ میں نے کہا: "تم اس رفتار سے گاڑی ڈرائیو کرو گی تو تمھارے لیے بڑے خطرات ہیں۔ میں آگے ہیلی کاپٹر روک رہا ہوں۔ تم گاڑی سے اُتر کر میرے پاس آجاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھیں وہاں تک پہنچاؤں گا، جہاں تم پہنچنا چاہتی ہو۔ ہو۔ تم بھی وعدہ کر کے میرے لیے منجالی رہو گی۔ ناگن نہیں ہوگی۔"

وہ کوئی جواب نہیں دے رہی تھی۔ بس کار کو تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس کی پیشانی سے وہ کوڑی یوں چپکی ہوئی تھی جیسے اس کے جسم کا ایک حصہ ہو۔ کوئی طاقت اس کوڑی کو اس کی پیشانی سے الگ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ عامل ہی اسے اس کوڑی سے نجات دلا سکتا تھا۔

میں نے باس جے آرجے ناتھن سے پوچھا: "کیا آپ کے پاس مضبوط رسّیاں یا نائیلون کی ڈوریاں ہیں؟"

"جی ہاں، آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"اس ہیلی کاپٹر کو آگے لے جا کر ہائی وے کے قریب روکیے۔ آپ کے ماتحت میرے ساتھ دوڑتے ہوئے اس گاڑی کی طرف جائیں گے۔ میں منجالی کو زادِ راہ کے لیے اس جادو سے آزاد کرا لوں تو آپ کے ماتحت فوراً ہی منجالی کے دونوں ہاتھ پُشت پر باندھ دیں گے۔ اس کے پاؤں بھی ڈوریوں سے باندھے جائیں گے، پر مضبوطی سے پکڑا باندھا جائے گا۔ اس کے بعد اسے ہیلی کاپٹر میں لا کر ڈال دیا جائے گا۔"

"ہم آپ کے حکم کے منتظر رہیں گے۔"

اس نے حکم دیا کہ ہیلی کاپٹر کو آگے لے جا کر ہائی وے کے قریب اُتارا جائے میں انتظار کرنے لگا۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر وہاں پہنچا، میرے لیے کاک پٹ کھولا گیا۔ میں دو ماتحتوں کے ساتھ باہر آگیا۔ ان کے ہاتھوں میں نائیلون کی ڈوریاں تھیں اور ایک بڑا سا کپڑا تھا۔ منجالی کی کار ابھی ذرا دور تھی۔ ہم ہائی وے کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ جیسے ہی اس کار کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں، میں نے منجالی کے ذریعے دیکھا۔ ونڈ اسکرین کے پار دور میرے ساتھ وہی دو ماتحت کھڑے ہوئے تھے۔ میں فوراً ہی اس پجاری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے آس پاس دیکھا۔ وہ بلیک میلر اسی طرح کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ماتحت آس پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ناگ دیوتا کے مجسمے کے سامنے وہی کالا عامل بین بجا رہا تھا۔ اس عامل کے پیچھے دو ماتحت پجاری کھڑا ہوا تھا۔ اچانک ہی اس نے عامل کی کمر پر ایک لات ماری۔ اس سے پہلے کہ کوئی اس سچویشن کو سمجھتا، پجاری نے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے بین چھین لی۔ پھر اسے ناگ دیوتا کے مجسمے پر

مار کر توڑنے لگا۔ اتنی دیر میں بلیک میلر کے دو آدمی دوڑتے ہوئے کے پاس پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے اسے دونوں طرف سے گرفت لے لیا لیکن دیر ہو چکی تھی۔ وہ بین ٹوٹ چکی تھی۔ میں فوراً ہی دماغی پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ منجالی کی کار میرے قریب ہی ذرا فاصلے پر ہوئی تھی۔ ہم دوڑتے ہوئے اس کے پاس گئے۔ سب سے پہلے نے اس کی پیشانی کو دیکھا۔ وہاں وہ کوڑی نہیں تھی۔ پتا نہیں چل گئی تھی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھی ہوئی آگے پیچھے جھوم تھی۔ اس پر ابھی تک اس سحر کا کچھ اثر باقی تھا لیکن مجموعی طور پر س سحر سے نکل چکی تھی۔ دماغ تھک گیا تھا۔ وہ نڈھال ہو رہی ہیں نے اس کے قریب پہنچ کر دروازہ کھولتے ہوئے کہا: "آؤ، نکلو۔"

میں نے اسے سہارا دے کر باہر نکالا۔ پھر اس سے کہا۔ ہوئے اپنے ہاتھ پیچھے بندھوا لو۔ تمھارے مُنہ پر بھی کپڑا باندھ دیا جائے تمھاری بھلائی کے لیے کیا جا رہا ہے۔ کسی کو نقصان نہ پہنچانا۔"

میری گفتگو کے دوران میرے ماتحتوں نے اپنا کام جاری ہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پُشت پر باندھ دیے گئے تھے۔ مُنہ پر کپڑا باندھا جا رہا تھا۔ وہ اعتراض نہیں کر رہی تھی۔ کیونکہ اب دل و جان سے میری ہدایات پر عمل کر رہی تھی۔

پھر اس نے میری دوسری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ہیلی کاپٹر طرف میرے ساتھ دوڑنا شروع کیا۔ ایسے وقت میں ٹیلی پیتھی ے ذریعے پجاری کے دماغ میں بھی جا رہا تھا۔ ان دونوں نے کو اپنے قابو میں کرنے کے بعد اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں ھ دیے تھے اور اسے ایک طرف فرش پر ڈال دیا تھا۔ اس کے منے موجود رہنے والے بڑے محتاط تھے۔ اپنے منہ سے آواز ں نکال رہے تھے۔ میں پجاری کے ذریعے دیکھ رہا تھا، وہ کالا کرنے والا اشارے کے ذریعے دو ٹکڑے ہو جانے والی بین ٹکتے ہوئے جیسے زبانِ بے زبانی سے کہہ رہا تھا۔ یہ تو ٹوٹ چکی پر عمل کیسے ہوگا؟

اس وقت اس کے ذہن کو ایک جھٹکا لگا اور وہ پیچھے کی ف لڑھک کر گر پڑا۔ سب حیرانی سے ناگ دیوتا کے مجسمے کو دیکھ رہے شہ وہ کوڑی واپس آکر ناگ دیوتا کے بھن سے چپک گئی تھی۔ وہ کالا ہ تڑپنے لگا پھر گر پڑا۔ اب خون کی قے کر رہا تھا اور اس کا جسم ہ رہا تھا۔

پجاری نے چیخ کر کہا: "فوراً ہی دوسری بین کا بندوبست کرو۔ ہ بین لا کر دو۔ اسے بجانے کا موقع دو۔ نہیں تو یہ مر جائے گا۔"

بلیک میلر نے اپنے ایک ماتحت کو اشارہ کیا۔ وہ دوڑتا ہوا ں سے چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی بلیک میلر نے اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا۔ وہ پجاری کو دیکھ رہا تھا۔ میں اس کے تیور کو سمجھ گیا لیکن کچھ کر نہیں سکتا تھا کیوں کہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ میں نے پجاری کے دماغ میں ایک اہم سوال پیدا کیا: "بلیک میلر کا اڈہ کہاں ہے؟"

پجاری نے اس اڈے کا تصوّر کیا۔ پتا چلا، اسی ناگ دیوتا کے مندر کے تہ خانے میں وہ اڈہ ہے۔ اس کا تصوّر زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ نہ ہی میں اس سے کوئی دوسرا سوال کر سکا۔ ایک کھٹکے کی آواز سُنائی دی۔ سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گولی چلی اور پجاری ختم ہو گیا۔

میں ٹیلی پیتھی کے دوران اپنی زبان سے منجالی کو بتاتا جا رہا تھا کہ ناگ دیوتا کے مندر میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ بات جے آرجے ناتھن بھی سُنتا جا رہا تھا۔ اس نے کہا: "جناب! آپ کا سنگاپور میں رہنا مُناسب نہیں ہے۔ آپ حُکم دیں تو ہم واپس اس طیارے کو بنکاک لے جاتے ہیں۔ بلیک میلر وہاں موجود ہے تو ہمارے آدمی اسے صبح تک زندہ نہیں رہنے دیں گے۔ وہ پاتال میں بھی ہوگا تو اسے زمین کے اوپر کھینچ لائیں گے۔"

"مسٹر ناتھن! آپ صبح تک کی بات کر رہے ہیں۔ ان کا ایک آدمی دوسری بین لینے گیا ہے۔ اگر وہ لے آیا اور پھر اسی کالے جادو کا عمل شروع ہوا تو ہم منجالی کو اپنے قابو میں نہیں رکھ سکیں گے۔ یہ ہمارے لیے خطرناک بن جائے گی۔"

"جناب! آپ نے کہا تھا کہ وہ بلیک میلر آپ کو گرفت میں لے کر خطرناک تنظیموں سے سودا کر سکتا ہے۔ یقیناً اس نے خطرناک تنظیموں تک یہ بات پہنچا دی ہوگی کہ آپ سنگاپور میں ہیں اور آپ کا سودا اس بلیک میلر سے کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک اندازہ ہے مگر اسے اہمیت دینی چاہیے۔"

"آپ کی یہ بات دُرست ہے۔ سنگاپور میں میرے لیے خطرہ ہے۔"

"آپ میرے مشورے کے مطابق بنکاک چلیں۔ میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو حکم دیتا ہوں۔ وہاں بڑے بڑے پولیس آفیسروں سے ہمارے دوستانہ تعلقات ہیں۔ میرے کہنے پر فوراً ہی وہ اس مندر کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ بلیک میلر اور اس کے آدمیوں کو وہاں سے نکلنے نہیں دیں گے۔"

"ٹھیک ہے، آپ کوشش کریں۔ ان کا اڈہ اسی ناگ دیوتا کے مندر کے تہ خانے میں ہے لیکن اتنی ہوشیاری سے محاصرہ کرنا ہوگا کہ وہ بچ کر نہ نکل سکیں۔"

"ہیلی کاپٹر بنکاک کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے منجالی کو دیکھ کر اس کے سر پر محبت سے ہاتھ رکھا۔ پھر اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔

سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لو اور دماغ کو پُرسکون رکھو۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ وہ عامل دوبارہ ہپناٹائز نہ کر سکے۔ میں وہ کالا عمل ختم کر دوں گا۔"

باس جے آر جے ناتھن ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ماتحتوں سے باتیں کر رہا تھا۔ میں اس کے دماغ کے ذریعے اس کے ماتحتوں کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا۔ ناتھن نے میری ہدایت کے مطابق ان سے کہہ دیا کہ فرہاد ان کے دماغ میں جب بھی کوئی حکم دے، فوراً اس کی تعمیل کی جائے۔

دوسری طرف ناتھن کے چار ماتحت اس کی گفتگو سن رہے تھے۔ جب رابطہ ختم ہو گیا تو ان میں سے ایک ٹیلیفون کے پاس جا کر ایک پولیس آفیسر سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں نے اسے روک دیا۔ اس کے دماغ میں کہا: "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ میری ہدایات پر عمل کرو۔ اس وقت اپنے جتنے ساتھیوں کو لے کر ناگ مندر کو گھیر سکتے ہو، گھیر لو۔ پولیس والوں کی مدد حاصل کی تو دشمنوں پر ان کے محاصرے کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ جب وہ یہ دیکھیں گے کہ چاروں طرف سے گھیرے جا چکے ہیں تو چور دروازے سے نکل جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں، تم لوگوں کے ذریعے میں ان کے دماغوں تک پہنچوں اور تم لوگوں کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ناگ مندر کے اندر یا باہر جو بھی مندر سے تعلق رکھنے والے ہوں، ان سے گفتگو کرتے رہو۔ شاید کوئی دماغ ان دشمنوں تک میری رہنمائی کر سکے۔"

جے آر جے ناتھن کا وہ ماتحت حیرانی سے اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو سن رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی ثابت کیا کہ میں فرہاد اس کے دماغ میں موجود ہوں۔ اس کے بعد اس نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو میرا حکم سنایا۔ پھر وہ لوگ اپنے دوسرے ساتھیوں سے رابطہ قائم کرنے لگے۔ کوئی ٹیلیفون کے ذریعے، کوئی ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ وہ فوراً ہی ناگ مندر پہنچیں اور اسے گھیرے میں لیں لیکن کسی کو شبہ نہ ہو۔

میں نے ان کے تمام ساتھیوں میں سے صرف دو ایسے بندوں کا انتخاب کیا جو جلد سے جلد مندر تک پہنچ سکتے تھے۔ ان کے وہاں پہنچنے کے دوران میں نے پچھلی سیٹ پر منجالی کو دیکھا۔ وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگانے کے بعد آنکھیں بند کر کے سو گئی تھی۔

مجھے اس پر بڑا پیار آیا۔ میں پریشان ہو کر سوچنے لگا، اس دوران اگر انھیں دوسری بین مل جائے گی تو کیا ہوگا۔ افسوس تو اس بات کا تھا کہ میں ان میں سے کسی کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پجاری کو مار دیا گیا تھا اور اسی بات کا مجھے اندیشہ تھا۔ اسی لیے میں نے ابتدا میں پجاری کو اپنا آلۂ کار بنانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بہت مجبور ہو کر ایسا کرنا پڑا تھا۔

وہ دونوں مندر کے پاس پہنچ گئے۔ میں نے ایک کے دماغ پر قابض ہو کر کہا: "اس وقت میں فرہاد علی تیمور اپنی موجودگی کا ثبوت دے رہا ہوں۔ وقت نہیں ہے ایک ہی ثبوت کو کافی سمجھو۔"

میں نے اس سے فوراً ہی الٹی سیدھی حرکتیں کرائیں۔ پھر آیا تو اس نے تسلیم کرتے ہوئے کہا: "ٹھیک ہے جناب! میں آپ کا خادم ہوں، حکم دیجیے۔"

میں نے اس کے ذریعے اس کے ساتھی کو دیکھتے ہوئے کہا: "یہ مندر کی چار دیواری سے باہر دھرم شالہ ہے۔ اس کے بعد گیٹ ہے، اسے اندر سے مقفل کیا گیا ہے۔ ہمیں اس مندر کی دیواری کے اندر پہنچنا ہے۔ میں ایک طرف سے جاتا ہوں، تم دوسری طرف سے جاؤ لیکن ایک بات کا خیال رکھو۔ کسی سے جھگڑا نہ ہو۔ ہے اور یہ تاثر نہیں دینا ہے کہ فرہاد کسی کے ذریعے یہاں پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

اس نے پوچھا: "جناب! اگر کوئی سامنے پہنچ گیا اور اس نے ٹکرانا پڑا تو کیا ہوگا؟"

مجبوری کی بات اور ہے لیکن کوشش یہی کی جائے کہ ٹکراؤ نہ ہو۔ اگر کوئی اچانک سامنے آ جائے تو اسے یقین دلانا کہ تم کون سے آئے ہوئے آدمی نہیں ہو۔ انہی میں سے ایک ہو اور اگر وہ تمام آدمیوں کو جانتے ہوں گے اور تمہاری بات کا یقین نہیں کریں گے، تب مجبوری ہے۔ تم کسی ہنگامے کے بغیر کوئی آواز کیے بغیر اسے ختم کر دینے کی کوشش کرنا۔"

وہ دوسری طرف چلا گیا۔ میں دھرم شالہ کے ایک طرف جہاں دھرم شالہ کی چار دیواری ختم ہوتی تھی، وہاں سے مندر کی دیواری شروع ہو جاتی تھی اور وہ دیوار بہت اونچی تھی۔ میں نے ساتھی کو سوچ کے ذریعے پکارا اور اسے اپنے پاس آنے کا حکم دیا۔ وہ دوڑتا ہوا میرے پاس آ گیا۔ میں نے کہا: "نیچے بیٹھو، میں تمہارے کاندھے پر چڑھ کر اس دیوار کے پار جانا چاہتا ہوں۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ میں اس کے کاندھے پر چڑھ گیا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس طرح میرا ہاتھ اس دیوار کے اوپری سرے پر پہنچ گیا۔ میں نے دونوں ہاتھوں کے زور پر دیوار سے ذرا اونچا ہو کر سامنے مندر کا صحن تھا اور وہاں ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔

میں نے اپنے ساتھی سے کہا۔ مجھے نیچے اتارو۔ وہ آہستہ بیٹھنے لگا۔ میں نے نیچے اتر کر کہا: "ادھر سے جانے میں دشمن جانے کا اندیشہ ہے۔ سامنے ہی ایک شخص کھڑا ہوا ہے۔ آؤ ہم اس کے اس آخری سرے پر چلیں۔"

ہم اس آخری سرے پر پہنچے۔ وہاں بھی میں نے اسی طرح اس کے کاندھے پر سوار ہو کر دیوار کے اوپری سرے سے اندر دیکھا۔

کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ بہت دور مندر کے صحن کے سرے پر وہی شخص کھڑا ہوا تھا لیکن اس کی پشت نظر آ رہی تھی۔ وہاں بجلی کی تیز روشنی تھی اور وہاں دور تک دیکھا جا سکتا تھا۔

میں اس وقت ہیلی کاپٹر میں سفر بھی کر رہا تھا اور مندر کی اس دیوار پر بھی چڑھا ہوا تھا کیوں کہ جب میں کسی کے دماغ پر قبضہ کرتا ہوں تو میرے ہی حکم کے مطابق اس کا جسم بھی حرکت کرتا ہے۔ لہٰذا دوسرے الفاظ میں یہی کہنا مناسب ہے کہ اس دیوار پر میں ہی چڑھا ہوا تھا۔ میں نے جوتے اتارے۔ پھر آہستگی سے دیوار کے دوسری طرف اتر گیا۔ نیچے ذرا کود نا پڑا تھا لیکن آواز پیدا نہیں ہوئی تھی۔

مندر کے چاروں طرف بہت بڑا احاطہ تھا لیکن چھپے رہنے کی کافی گنجائش تھی۔ وہ مندر بڑے بڑے ستونوں پر کھڑا ہوا تھا اور میں ہر ستون کے پیچھے چھپ کر اس آدمی تک پہنچ سکتا تھا۔ میں ایک ستون کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ سوچنے لگا، کس طرح اسے ٹریپ کیا جائے۔

مجھے اس ستون سے آگے بڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ میرے سوچتے سوچتے مندر کا اندرونی دروازہ کھلا۔ دروازہ کھلتے ہی میں نے دیکھا، ناگ دیوتا کا ایک بڑا سا مجسمہ نظر آ رہا تھا۔ دو آدمی باہر آ رہے تھے۔ ایک نے آواز دے کر اس شخص کو بلایا جو مندر کے صحن میں کھڑا ہوا تھا۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر زمین پر لیٹ گیا۔ مندر کے چکنے فرش پر پھسلتے ہوئے یا سانپ کی طرح رینگتے ہوئے دوسرے ستون کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں سے پھر میرے ستون کے پاس آیا۔ اس وقت تک وہ شخص اپنے دو ساتھیوں کے قریب پہنچ چکا تھا۔ میں بھی تیسرے ستون کے پاس پہنچ کر ان کی باتیں واضح طور پر سن سکتا تھا۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا: "دونوں لاشوں کو چور دروازے سے پار کر دیا ہے۔ کسی بات کا اندیشہ نہیں ہے۔ مندر کا دروازہ کھول دو۔"

دوسرے شخص نے کہا: "کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ ناگ دیوتا کو دودھ سے اشنان کرایا جا رہا تھا۔"

وہ ان کی باتیں سن کر پلٹ گیا پھر دروازہ کھولنے کے لیے ادھر جانے لگا۔ وہ دونوں مندر کے اندرونی دروازے کی طرف جانے لگے۔ میں نے جس شخص کے دماغ پر اپنا قبضہ جمایا ہوا تھا، اسے ذرا آزاد چھوڑ کر کہا: "اب میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک ستون کے پاس تمہارے جوتے رکھے ہوئے ہیں۔ انھیں اٹھا لو۔ مندر کا دروازہ کھل رہا ہے۔ کچھ لوگ پوجا کے لیے ضرور آئیں گے۔ تم ان میں گھل مل کر باہر چلے جانا۔"

میں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر ان دو میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ گیا جو مندر کے اندرونی حصے سے آئے تھے۔ وہ بلیک میلر کے خاص آدمی تھے۔ انھیں اطمینان تھا کہ پجاری اور اس کا لے عامل کی موت کے بعد فرہاد کسی طرح ان کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا اور مندر کا دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔ کسی طرح کا اندیشہ نہیں تھا۔ اس لیے انھوں نے بلا جھجک گفتگو کی تھی۔

اب میں کھل کر ان کے دماغوں میں پہنچ گیا تھا۔ ان میں سے ایک کے دماغ کو ٹٹول رہا تھا۔ کالے جادو کا عمل ایسا ہوتا ہے کہ بات بگڑ جائے، عمل الٹ جائے تو عامل خود اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اس عامل نے اپنے عمل سے ناگ کے مجسمے کے پھن پر رکھی ہوئی کوڑی کو منجالی کے پاس روانہ کیا تھا۔ وہ کامیاب بھی ہو گیا تھا لیکن وہ عمل الٹ گیا۔ کوڑی واپس آ کر پھر ناگ کے پھن پر چپک گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ وہیں خون کی قے کر کے تڑپ تڑپ کر مرنے لگا۔ بلیک میلر اور اس کے ماتحتوں نے اسے بچانے کی بہت کوشش کی۔ اس کے لیے دوسری بین بھی منگوائی گئی لیکن جب تک بین وہاں لائی گئی، وہ کالے عمل کا کوڑی کرنے والا اس دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔

فی الحال اطمینان تھا۔ وہ عمل کرنے والا جہنم میں چلا گیا تھا لیکن اتنی بڑی دنیا میں کالا عمل کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ جب ایک بین کے ٹوٹنے کے بعد دوسری بین دستیاب ہو سکتی ہے تو ایک عامل کے مرنے کے بعد دوسرے عامل کو بھی تلاش کیا جا سکتا تھا۔ میں اُدھر سے اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتا تھا جب تک بلیک میلر میرے ہاتھوں اپنے انجام کو نہ پہنچتا۔

میں نے جو طریقۂ کار اختیار کیا تھا، اس کے ذریعے رفتہ رفتہ اس بلیک میلر کے خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اب کسی دم خود اس کے پاس تک بھی پہنچنے والا تھا۔

ایسے ہی وقت میری ٹیلی پیتھی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ باس جے آر جے ناتھن مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا: "مسٹر فرہاد علی تیمور! آپ کو ڈسٹرب کرنے کی معافی چاہتا ہوں۔ ہم اس وقت ملایا اور تھائی لینڈ کی سرحدی چوکی پر ہیں۔ آپ کو دماغی طور پر یہاں حاضر رہنا چاہیے۔ ویسے پریشانی کی بات نہیں ہے۔ میں ان لوگوں سے نمٹنا جانتا ہوں۔"

میں نے دیکھا، ہیلی کاپٹر ایک جگہ زمین پر کھڑا ہوا تھا۔ کاک پٹ سے باس ناتھن نکل کر جا رہا تھا۔ دور ایک عمارت کے پاس مسلح فوجی نظر آ رہے تھے۔ ایک اونچے ٹاور پر دو طرف سرچ لائٹیں لگی ہوئی تھیں اور وہ دائیں سے بائیں حرکت کر رہی تھیں۔ چاروں طرف رات کی تاریکی کو دور دور تک روشن کر رہی تھیں۔

ایک جیپ کار ہیلی کاپٹر کے پاس آ کر رک گئی۔ اس میں سے دو آفیسر اور چار مسلح جوان اتر رہے تھے۔ جے آر جے ناتھن کو دیکھ کر ایک آفیسر نے اس سے مصافحہ کیا۔ دوسرے نے بھی بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "ہیلو، مسٹر ناتھن! آپ ہمارے لیے

بڑے معتبر ہیں لیکن جانے کیوں آج کل اوپر سے سخت احکامات دیے جا رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک ایک گاڑی اور ایک ایک پرائیویٹ ہیلی کاپٹر کو چیک کیا جائے۔ ہم صرف اپنی ڈیوٹی پوری کرنا چاہتے ہیں۔"

ناتھن نے کہا: "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ جا کر دیکھ لیں۔ میرے دو ماتحت ہیں۔ ان کے علاوہ دو مہمان ہیں۔ مہمانوں میں ایک مرد ہے اور ایک لڑکی ہے۔"

وہ آفیسر سے باتیں کر رہا تھا۔ دوسرا آفیسر سیڑھیاں چڑھتا ہوا کاک پٹ کے پاس آ گیا تھا پھر اس نے مجھے دیکھا۔ اس وقت تک میں ایک رسالہ اٹھا کر اس کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ اسے اپنے سامنے محسوس کرتے ہوئے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں اس کی آنکھوں کے راستے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا: "قد اور جسامت بالکل وہی ہے۔ چہرے کی ساخت بھی ایسی ہے کہ یہ میک اپ زدہ چہرہ ہو اور اس کا میک اپ اُتار لیا جائے تو اس کے پیچھے سے عزت علی کا چہرہ نمودار ہو سکتا ہے۔"

ایسا سوچتے ہوئے اس نے پیچھے والی سیٹ پر منجالی کو دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ پھر وہ واپس سیڑھیوں سے اترتا ہوا نیچے چلا گیا۔ جے آر جے ناتھن نے اس کی طرف پلٹ کر پوچھا: "کیا آپ مطمئن ہیں؟"

اس نے ناتھن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "آپ کیسی بات کرتے ہیں، بھلا آپ سے بے اطمینانی کبھی ہو سکتی ہے۔"

"تو کیا میں جا سکتا ہوں۔"

"بے شک۔"

جے آر جے ناتھن نے ان لوگوں سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "اس ہیلی کاپٹر کے پرواز کرنے کے پندرہ منٹ کے اندر آپ سب کا حصّہ آپ کے گھروں میں پہنچ چکا ہوگا۔ فون کر کے معلوم کر لیجیے گا۔"

دوسرے آفیسر نے ہنستے ہوئے کہا: "جناب! آپ شرمندہ کر رہے ہیں۔ ہم جانتے ہیں۔ آپ جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔"

جے آر جے ناتھن سیڑھیاں چڑھتا ہوا ہیلی کاپٹر کے کاک پٹ میں پہنچ گیا۔ سیڑھیاں فولڈ ہو گئیں۔ کاک پٹ بند ہو گیا۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر کا پنکھا گردش کرنے لگا۔ ایک منٹ کے اندر ہی وہ فضا میں پرواز کر رہا تھا۔ جے آر جے ناتھن ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی کو ہدایات دے رہا تھا کہ ان افسران کا حصّہ ان کے گھروں میں پہنچا دیا جائے۔ میں اس آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا جس نے میرے سامنے آ کر مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا اور میرے پیچھے چھپے ہوئے انٹرپول کے فلائنگ آفیسر عزت علی کو محسوس کر رہا تھا۔

وہ آفیسر پہلے دفتر میں آیا تھا۔ دو چار لوگوں سے ہنستے بولتے ہوئے وہ اپنے خاص چیمبر میں جا رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر ڈائل کرنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ کسی بگ لیڈی سے رابطہ قائم کر رہا ہے۔

رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی: "ہیلو! اِز سیون ٹائمز اوون او؟"

آفیسر نے کہا: "ابھی دس منٹ پہلے مسٹر جے آر جے ناتھن کا ایک ہیلی کاپٹر بنکاک کی طرف گیا ہے۔ اس ہیلی کاپٹر میں مسٹر ناتھن کے دو اسسٹنٹ تھے۔ ان کے علاوہ دو مہمان۔ ان میں سے ایک مرد اور دوسری ایک سیاہ فام لڑکی تھی۔ مرد کا قد اور جسامت بالکل عزت علی کے مطابق ہے۔ چہرے کی ساخت بھی ویسی ہے یعنی اس چہرے پر عزت علی کا میک اپ کیا جائے تو وہ مکمل عزت علی ہو گا یا پھر یوں سمجھ لیجیے کہ وہ شخص جسے میں نے دیکھا ہے، اگر وہ میک اپ میں ہو گا تو یقیناً اس کے پیچھے عزت علی چھپا ہو گا۔"

"کیا آپ اس ہیلی کاپٹر کی منزل بتا سکتے ہیں؟"

"جے آر جے ناتھن کا پتا لیڈی صاحبہ کو معلوم ہے۔ اس ہیلی کاپٹر کی پہچان بتائے دیتا ہوں۔ وہ سفید رنگ کا ہے۔ اس ہیلی کاپٹر کے سامنے والے حصّے میں سُرخ دھاریاں ہیں۔ اس کا نمبر بی کے فٹفٹین ہے۔"

"تھینک یو مسٹر آفیسر! میں آپ کا پیغام ابھی لیڈی صاحبہ تک پہنچا رہی ہوں۔"

آفیسر نے ریسیور رکھ دیا۔ میں دماغ کے ٹیلیفون کے ذریعے اس بات کرنے والی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ریسیور رکھنے کے بعد انٹرکام کے ذریعے رابطہ قائم کر رہی تھی۔ ذرا دیر بعد دوسری طرف سے گرجنے اور برسنے کی آواز سنائی دی۔ اس کے باوجود وہ آواز بڑی ہی رس بھری تھی۔ اس آواز سے عمر کا اندازہ ہو سکتا تھا لیکن مجھے اندازہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں اس برسنے والی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک قد آدم آئینے کے سامنے ذرا فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے ایک جام تھا ـــــ ایسے وقت وہ کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتی تھی۔ اس لیے غصّے سے پوچھ رہی تھی: "ایسی کیا قیامت آ گئی ہے کہ مجھے ڈسٹرب کیا جا رہا ہے؟"

دوسری طرف سے اس کی لیڈی سیکریٹری نے کہا: "مادام! بہت اہم اطلاع ہے۔ مسٹر جے آر جے ناتھن کا ہیلی کاپٹر بنکاک کی طرف آ رہا ہے۔ اس میں ایک ایسا شخص موجود ہے جس کا حلیہ عزت علی سے ملتا ہے۔ قد جسامت، چہرے کی ساخت بالکل وہی ہے۔ صرف چہرہ وہ نہیں ہے۔ اس پر میک اپ کا شُبہ کیا جا سکتا ہے۔ مسٹر ناتھن نے اسے اپنا مہمان بتایا تھا۔"

"اس ہیلی کاپٹر میں اور کتنے لوگ موجود تھے؟"

"مسٹر ناتھن کے دو اسسٹنٹ اور دو مہمان۔ ایک مہمان یہی شخص ہے جس کا حلیہ بتا چکی ہوں۔ دوسری ایک سیاہ فام لڑکی ہے۔"

سیاہ فام لڑکی کا ذکر سن کر وہ عورت چونک گئی۔ اس نے پوچھا: "کیا جے آر جے ناتھن اپنے اسی ہیلی کاپٹر میں ہے جس کا نمبر بی کے فٹفٹین ہے؟"

"یس مادام!"

اس نے انٹرکام سے رابطہ ختم کر دیا۔ گلاس کو میز پر رکھ دیا۔ ٹیلیفون کا ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ انٹرپول کے چیف آفیسر سے رابطہ قائم کر رہی ہے۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر سوچا: تقدیر جن ہاتھوں میں پھینکنا چاہتی ہے۔ انسان ان ہاتھوں میں جانے سے بچ نہیں سکتا۔ میں نے انٹرپول والوں سے حتی الامکان کترانے کی کوشش کی۔ میں نظر انداز کر دیا مگر تقدیر پھر ان کے قریب پہنچا رہی تھی۔

ٹیلیفون کے دوسری طرف سے اسی انٹرپول کے چیف آفیسر کی آواز سنائی دی: "ہیلو! میں وانڈرمین بول رہا ہوں۔"

وہ عورت جو بگ لیڈی کہلاتی تھی۔ اس نے کہا: "مسٹر وانڈرمین! ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ مسٹر جے آر جے ناتھن کے ہیلی کاپٹر میں ایک ایسا شخص آ رہا ہے جس پر ہم عزت علی کا شُبہ کر سکتے ہیں۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ عزت علی ہے اور اس یقین کی وجہ اس کے ساتھ والی سیاہ فام لڑکی ہے۔ تمہیں یاد ہے، سنگاپور میں عزت علی اور اس کے چاروں محافظ زندہ بچ کر نہیں جا سکتے تھے۔ گاڑی کے نیچے بم منسلک کیا گیا تھا۔ ایک سیاہ فام لڑکی نے اس گاڑی کے نیچے پہنچ کر اس بم کو وہاں سے الگ کر دیا تھا۔ کیا یہ وہی سیاہ فام لڑکی نہیں ہو سکتی؟"

وانڈرمین نے کہا: "تھینک یو مادام! آپ نے بڑی اہم اطلاع پہنچائی ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر یقیناً فلائنگ کلب کے سامنے پہنچ کر اُترے گا۔ میں ابھی انتظامات کرتا ہوں۔ پھر آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

اب میں وانڈرمین کے دماغ میں تھا۔ وہ دوسرے نمبر ڈائل کر کے اپنے ایک ماتحت سے کہہ رہا تھا: "فوراً اپنے ساتھیوں کے ساتھ فلائنگ کلب پہنچو۔ تم لوگوں میں سے کسی کے پاس ایک ایٹمی ہُک اپ کیمرہ ہونا چاہیے۔ جے آر جے ناتھن کے ساتھ جو بھی شخص نظر آئے، اس کی تصویریں اُتارو۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں، ان میں بہروپیا کون ہے؟"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آ کر ناتھن کو ساری باتیں بتانے لگا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ان ماتحتوں سے رابطہ قائم کیا، جو بنکاک میں موجود تھے۔ وہ انھیں فلائنگ کلب میں پہنچنے کی تاکید کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کم از کم چار عدد کاریں وہاں پہنچائی جائیں۔ میں نے منجالی کی طرف دیکھا۔ وہ اسی طرح آرام سے گہری نیند سو رہی تھی۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اندر سے بھی اتنی ہی پُرسکون ہے یا نہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو، اس کالے جادو کے اثر سے وہ اندرونی طور پر بالکل ہی کمزور ہو گئی ہو۔

یہ معلوم کرنے کے لیے میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے فوراً ہی چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اس کا دماغ بہت ہی زہریلا، بہت ہی حسّاس تھا۔ فوراً ہی میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا تھا۔ چونک کر آنکھ کھولتے ہی جب اس نے مجھے اپنی طرف دیکھتے پایا تو بے اختیار مُسکراتے ہوئے بولی: "سوئیٹی تھینکس مائی لارڈ، آئی ایم آل رائٹ۔"

میں نے کہا: "آرام سے سوتی رہو۔"

"میں کب مر رہی تھی۔ میں تو آنکھیں بند کیے دماغ کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔"

"یہی کوشش کرتی رہو۔"

"اب میں بالکل پُرسکون ہوں۔ بالکل نارمل ہوں۔"

میں نے اسے سمندر کی تمام باتیں سُنا دیں پھر اس سے کہا: "ذرا انتظار کرو، میں وہاں کے کچھ اور حالات معلوم کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں اس بلیک میلر کے خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تہ خانے کے ایک بڑے سے کمرے میں تھا۔ اس زمین دوز کمرے کی دیواریں پتھریلی تھیں۔ انھیں توڑ توڑ کر، کاٹ کاٹ کر کمرے کی صورت میں تراشا گیا تھا۔ وہاں چاروں طرف بڑی بڑی آہنی سی الماریاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک طرف بڑی سی میز کے پیچھے ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ دو آدمی ایک الماری کو کھول کر اس میں سے ایک مووی کیمرہ اور لائٹنگ رول نکال رہے تھے۔ کسی فلم کی شوٹنگ کے لیے تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اس خاص ماتحت کو دیکھتے ہی سب اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

بلیک میلر کے اس خاص ماتحت کا نام وکرم تھا۔ وہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر سگریٹ سُلگانے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کا بلیک میلر باس اس وقت تہ خانے میں موجود نہیں ہے، کہیں گیا ہوا ہے۔ میں اس کے دماغ کو دھیرے دھیرے کُریدنے لگا۔ پتا چلا دوسری بین مل گئی ہے لیکن بین بجانے والا وہ عامل مر چکا ہے۔ کسی دوسرے عامل کی تلاش ہے۔ اس کا باس کہہ رہا تھا۔ اگر سنگاپور میں کرنی کا لاجادو گر نہ مل سکا تو ہندوستان سے کسی کو پکڑ کر لایا جائے

گا۔۔۔۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ابھی منجالی کو ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں وقتاً فوقتاً ان کے دماغوں میں رہ کر معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور شاید اس دوران میں اس بلیک میلر کے دماغ میں بھی پہنچ جاتا۔

میں نے وِکرم کی سوچ میں پوچھا: "اس وقت میرا باس کہاں ہو گا؟"

وہ سگریٹ کا ایک گہرا کش لے کر دُھواں چھوڑتے ہوئے سوچنے لگا: "کہاں ہو گا؟ کون جانتا ہے؟ وہ تو بہت ہی پُراسرار ہے۔ کہتے ہیں رُوپ میں میرے سامنے آ چکا ہے۔ اس کا اصلی چہرہ کیا ہے۔ میں آج تک سمجھ نہ سکا۔ بس کوڈ ورڈ کے ذریعے اور اس کی چند مخصوص حرکات کے ذریعے اسے پہچان لیتا ہوں اور اس کے احکامات کی تعمیل کرتا ہوں۔ میں ہی کیا، سب اس کے حکم کی تعمیل پر مجبور ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں خوب عیش کراتا ہے۔ جانے کیسے کیسے ذرائع کا مالک ہے۔ آج تک کوئی پولیس والا مندر کے اس تہ خانے میں چھاپہ مارنے کی جُرأت نہ کر سکا۔ وہ ایک خطرناک فائٹر بھی ہے۔ تنہا پانچ دس کو ایسے کھلاڑی کے انداز میں مارتا ہے، جیسے زندگی اور موت اس کے لیے کھیل ہو اور اس کا وہ زبردست ناقابلِ شکست کھلاڑی ہو۔"

میں نے اس کے دماغ میں یہ خیال پیدا کیا: "رسونتی مندر میں پوجا کرنے آئی تھی تو اسے ہی اپنی گرفت میں رکھنا چاہیے تھا۔ اسے چھڑانے کے لیے فرہاد ضرور آتا۔"

اس کی سوچ نے کہا: "باس ہمیشہ بڑے شکار پر ہاتھ ڈالتا ہے اس لیے اس نے رسونتی کو ڈھیل دے دی۔ صرف اس سے معلومات حاصل کرتا رہا۔ جب معلوم ہوا کہ وہ فلاں رہائش گاہ میں موجود ہے تو اسی وقت اس نے اپنے آدمیوں کو بھیج دیا۔ اب جتنے آدمی فرہاد کو پکڑنے گئے تھے، وہ سب ناکام ہونے کے بعد موت کے مُنہ میں جا چکے ہیں۔ باس کسی بھی ناکامی کو برداشت نہیں کرتا ہے اور نہ ہی ناکام ہونے والوں کو زندہ چھوڑتا ہے۔"

اس نے میری مرضی کے مطابق گہری سانس لیتے ہوئے سوچا: "باس اب ایک لمبا چکر کاٹ کر فرہاد تک پہنچنا چاہتا ہے۔ کیا ضرورت ہے کہ پہلے منجالی کو شکار کیا جائے پھر فرہاد کو یہاں تک آنے پر مجبور کیا جائے۔"

اس کی سوچ نے کہا: "رسونتی پوجا کے وقت بڑبڑا رہی تھی کہ فرہاد منجالی کا دیوانہ ہے۔ لہٰذا باس نے یہی رائے قائم کی۔ فرہاد جب کسی کا دیوانہ ہوتا ہے تو اس کے لیے جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ وہ گئی رسونتی تو اسے ابھی گرفت میں نہیں لینا چاہیے۔ آزاد رکھی جائے۔ ایک ہندو عورت اپنے دھرم کرم سے مجبور ہے۔ یہ اس کی فطرت ہے کہ شوہر خواہ مسلمان ہو یا کوئی ہو وہ اس کے قدموں میں جھکتی ہے لیکن پوجا کے لیے مندروں میں بھی ضرور جاتی ہے اور اگر کاعقیدہ اسے کھینچ کر یہاں بھی لایا کرے گا۔ اس لیے اسے آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔"

میری ٹیلی پیتھی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ ہیلی کاپٹر زمین پر اُتر گیا تھا۔ سامنے رات کے وقت فلائنگ کلب کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے باس جے آر جے ناتھن سے کہا: "وہاں آپ کے جو آدمی ہیں ان میں سے کسی سے رابطہ قائم کریں۔"

وہ فوراً ہی ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں نے کہا: "آپ اسے حکم دیں کہ فلائنگ کلب کے اندر یا باہر جو بھی شخص کیمرہ لیے کھڑا ہے، اس سے باتیں کرے۔ میں اس کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔"

باس نے میری ہدایت کے مطابق اسے مخاطب کیا اور حکم میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس کی آواز سُن رہا تھا پھر میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب وہ ذرا فاصلے پر کھڑے ہوئے ایک اور شخص کو دیکھ رہا تھا جس کے گلے سے کیمرہ لٹک رہا تھا۔ فلیش لائٹ اس کا سارا انتظام تھا۔ وہ آگے بڑھ کر اس کے قریب گیا پھر اس نے پوچھا: "مسٹر! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ ہیلی کاپٹر سرکاری ہے یا کسی نے چارٹر ڈ کیا ہے؟"

کیمرہ مین نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ پھر ناگواری سے کہا: "یہ بات آپ انکوائری کاؤنٹر سے معلوم کر سکتے ہیں۔"

میں کیمرہ مین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا، اس کے پاس ایٹی میک آپ کیمرہ نہیں ہے بلکہ وہ کوئی اور ہی فوٹو گرافر ہے۔ میں نے باس جے آر جے ناتھن کے ماتحت پر قبضہ جمایا۔ پھر اسے اِدھر اُدھر لے جاتے ہوئے دیکھنے لگا کہ اور کس کے پاس کیمرہ ہے۔ اچانک ہی ایک شخص نظر آیا جو کلب کے باہر اس گیٹ کی طرف کھڑا ہوا تھا جہاں سے ہیلی کاپٹر والے اُتر کر آ سکتے تھے۔ اس ماتحت نے میری مرضی کے مطابق اس کیمرہ مین کو بھی مخاطب کیا۔ اور میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس بار صحیح آدمی میرے نشانے پر تھا۔ اس کے پاس ایٹی میک آپ کیمرہ تھا۔ وہ میرے ہی انتظار میں وہاں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے باس ناتھن سے کہا: "اب ہم اُتر کر جا سکتے ہیں۔"

کاک پٹ ہٹا دیا گیا۔ ہم باری باری اُترتے ہوئے زمین پر پہنچے۔ پھر اطمینان سے کلب کی عمارت کی طرف جانے لگے۔ وہ آتے دیکھ کر کیمرہ مین بالکل تیار ہو گیا تھا۔ میں چلتے چلتے اس کے قریب آیا تو اس کے دماغ پر چند ساعتوں کے لیے قابض ہو گیا۔ اس نے کہا کہ وہ کیمرے کا بٹن دبا کر میری تصویر اُتارتا، میں نے اس لمحے اس کیمرے کی سوچ کو ذرا سا دوسری طرف ہٹا دیا۔ فلیش کی لائٹ کوندی اور تصویر بن گئی۔ مجھے یقین تھا میں کیمرے کے فریم میں نہیں آیا تھا۔ اس نے رات کی ایک تصویر اُتار لی تھی۔

باس جے آر جے ناتھن مجھے اور منجالی کو لے کر ایک دفتر میں داخل ہوا۔ وہاں فارنی کارروائی لازمی تھی۔ یہ بتانا تھا کہ کون لوگ ہیلی کاپٹر میں آئے ہیں۔ قانون پر عمل دو طرح کے لوگ کراتے ہیں۔ ایک وہ جو قانون کے محافظ ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جو سرمایہ دار ہوتے ہیں۔ ناتھن کے پاس سرمائے کی کمی نہیں تھی اور وہ قانون میں لچک پیدا کر سکتا تھا۔

دوسری طرف جے آر جے ناتھن کے ماتحتوں نے اس ایٹی میک آپ کیمرے والے کو گھیر لیا تھا۔ پھر سختی سے پوچھ رہے تھے۔ "تم ہمارے باس کے مہمانوں کی تصویریں اُتارنے والے کون ہوتے ہو؟"

وہ اپنی صفائی میں کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کے ساتھی بھی چلے آئے تھے۔ ناتھن کے ایک ماتحت نے کہا: "ہم جانتے ہیں کہ تم لوگ کون ہو اور تم لوگ بھی جانتے ہو کہ ہم کون ہیں؟ ریڈ پاور والوں سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی، اور تم انٹرپول والے بھی اپنے شکار کو اس کی فریم کھود کر نکال لے آتے ہو۔ ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں، تمہارا کوئی شکار ہمارے پاس نہیں ہے۔ لیکن ہم جو راز اپنی حد تک رکھنا چاہتے ہیں۔ اسے یہ نہیں چاہتے کہ کیمرے کی آنکھ سے کوئی دیکھے۔ لہٰذا آئندہ ایسی تصویریں نہ اُتاریں۔"

اس کیمرہ مین کو یقین تھا کہ اس نے میری تصویر اُتار لی ہے۔ اس لیے ان لوگوں نے باس جے آر جے ناتھن کے ماتحت کی بات مان لی اور وہاں سے ہٹ گئے۔ میں ان لوگوں کے دماغوں میں جھانک رہا تھا۔ وہ وہاں سے ہٹنے کے بعد مختلف جگہ پھیل گئے تھے۔ چار آدمی دو گاڑیوں میں بیٹھ گئے تھے۔ دو اپنی اپنی موٹر سائیکل سنبھال رہے تھے۔ گاڑی میں بیٹھنے والے کے پاس ایک ٹرانسمیٹر تھا، جس کے ذریعے وہ اپنے آدمیوں کو ضروری اطلاعات فراہم کر سکتا تھا۔

میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد باس ناتھن کو ان کے متعلق بتاتا جا رہا تھا۔ باس ناتھن نے کہا: "جب تک انھیں یقین نہ ہو جائے کہ آپ عزت علی ہیں۔ وہ اس وقت تک میرے پاس آ کر آپ کا مقابلہ نہیں کریں گے اور آپ تو عزت علی نہیں ہیں۔"

"فرہاد علی تمہور تو ہوں۔ اس روپ میں بھی کسی کے سامنے ظاہر ہونا نہیں چاہتا۔"

"اس کا ایک ہی طریقہ ہے۔ آپ اپنے چہرے پر ڈبل میک اَپ کریں۔ یعنی اپنے چہرے پر ایک میک اَپ چڑھانے کے بعد دوسرا میک اَپ چڑھائیں جس میں آپ ابھی موجود ہیں۔ اس طرح ایٹی میک اَپ کیمرے کے ذریعے آپ کے اندر چھپا ہوا جو چہرہ نظر آئے گا وہ مسٹر فرہاد کا نہیں ہو گا بلکہ وہ ہو گا جو پہلے میک اَپ کے طور پر کسی اور کی صورت اختیار کی گئی ہو گی۔"

"آپ کا خیال مناسب ہے۔ یہ بات پہلے میرے دماغ میں بھی آئی تھی لیکن اتنی جلدی میک اَپ نہیں ہو سکتا۔ وہ بھی ڈبل میک اَپ۔ اس کے لیے کافی وقت کی ضرورت ہے۔"

"آپ میرے ساتھ سیدھے میری رہائش گاہ میں چلیں۔ اگر ہم انٹرپول والوں کو ڈاج نہیں دیں گے۔ اِدھر سے اُدھر نہیں بھٹکائیں گے تو یہ زیادہ شبہ نہیں کریں گے۔ میرے ہاں میک اَپ کا بہترین اور جدید سامان ہے۔ آپ وہاں اپنے کام میں مصروف رہیں۔ انٹرپول کے افسران مجھ سے رابطہ قائم کریں گے تو میں اس وقت تک ٹالتا رہوں گا جب تک کہ آپ کے چہرے پر ڈبل میک اَپ نہیں ہو جائے گا۔"

یہ باتیں طے ہونے کے بعد ہم اس دفتر سے باہر نکلے۔ پھر ایک کار میں باس جے آر جے ناتھن کے ساتھ بیٹھ گئے۔ میں انٹرپول کے مختلف لوگوں کے دماغوں میں جھانکتا جا رہا تھا۔ اس بات کا یقین تھا کہ ہمیں وہ کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ وہ تو صرف عزت علی تک پہنچنا چاہتے تھے اور ان کے لیے معاہدے کے مطابق ابھی دو دن تھی۔

ہم بغیر کسی رُکاوٹ کے باس ناتھن کی رہائش گاہ میں پہنچ گئے۔ بڑی شاندار کوٹھی تھی۔ ریڈ پاور کے باس بڑے شاہانہ انداز میں زندگی گزارتے تھے۔ میں وہاں جاتے ہی اس کے خاص کمرے میں پہنچ کر میک اَپ میں مصروف ہو گیا۔ منجالی وہیں میرے قریب ہی بستر پر آرام سے لیٹ گئی۔ میں باس ناتھن کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا۔ اس وقت وہ ٹیلیفون کا رسیور اُٹھائے انٹرپول کے چیف آفیسر وانڈرمین سے گفتگو کر رہا تھا۔ وانڈرمین کہہ رہا تھا: "مسٹر ناتھن! ہم آپ کے معاملے میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے لیکن ہمیں ایک آدمی کی تلاش ہے اور وہ آپ کا مہمان بھی ہو سکتا ہے۔"

"آپ کو شبہ ہے۔ میرے مہمان کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"مسٹر ناتھن! بڑے تعجب کی بات ہے۔ ہمارے کیمرہ مین نے آپ کے مہمان کی تصویر اُتارنا چاہی لیکن وہ تصویر بالکل ڈارک ہو گئی ہے۔"

"آپ کا کیمرہ مین یا تو اناڑی ہو گا یا پھر زیادہ نشے میں ہو گا یا کسی لمحاتی انتشار میں مبتلا ہو گیا ہو گا ورنہ ایک اچھا کیمرہ مین تیزی سے حرکت کرنے والوں کو بھی کیمرے کی آنکھ میں سمو لیتا ہے۔"

"آپ درست کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ میرے کیمرہ مین کو اپنے مہمان کی ایک تصویر اُتارنے کا موقع دیں گے؟"

"مسٹر وانڈرمین! میرا مہمان ابھی رات کے کھانے کے بعد یہاں سے روانہ ہو گا۔ وہ ایک ہوٹل میں قیام کرے گا۔ آپ کے آدمی آزادانہ

اس سے مل سکتے ہیں۔ اس کی ایک نہیں، ہزار تصویریں اُتار سکتے ہیں لیکن میری میزبانی کے دوران مداخلت نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے۔ میرے آدمی آپ کے مہمان کا انتظار کرتے رہیں گے۔"

مجھے اطمینان ہوگیا کہ اب وہ مجھ تک پہنچنے کے لیے کوئی زور یا زبردستی سے کام نہیں لیں گے۔ میں وانڈرمین کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ریسیور رکھنے کے بعد آرام سے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا۔ "یہ عزّت علی میرے لیے مصیبت بن گیا ہے۔ کتنی بار اس پر قاتلانہ حملے کرائے لیکن یہ ہر بار بچ کر نکل گیا۔ آخری بار جس کار سے ہم کو مسلک کیا گیا تھا، وہاں سے اس کا بچ نکلنا تقریباً ناممکن تھا لیکن یہ بھی ممکن ہوگیا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: شاید میری منصوبہ بندی میں کوئی جھول رہ جاتا ہے۔ جو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے شروع سے اپنے منصوبے کا جائزہ لینا چاہیے۔ یہ دشمنی کہاں سے شروع ہوئی؟

اس کا دماغ شروع سے سوچنے لگا۔ میں کبھی عزّت علی سے دشمنی کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا کیوں کہ وہ بے حد ذہین بلکہ چالاک آفیسر ہے مگر میری بدقسمتی کہ میں نے گولڈن ریکٹ والوں سے سازباز کی۔ انٹرپول والوں کا کوئی بھی آفیسر کوئی بھی رُکن کسی خطرناک تنظیم یا بین الاقوامی سطح پر بدنام ہونے والے بلیک میلر، اسمگلر، قاتل یا کسی طرح کے جرم کرنے والوں سے دوستی نہیں کرسکتا۔ قانون کے مطابق ان کے خلاف ثبوت فراہم کرکے انھیں آہنی سلاخوں کے پیچھے بھیجنا ان کا فرض ہوتا ہے۔ عزّت علی کو معلوم ہوگیا تھا کہ میں خفیہ طور سے گولڈن ریکٹ والوں کی مدد کرتا ہوں۔ ان کے خلاف کوئی ثبوت ہاتھ آجائے تو اسے کسی نہ کسی طرح ضائع کردیتا ہوں۔ بس یہیں سے عزّت علی میرے پیچھے پڑگیا۔ میرے خلاف ثبوت فراہم کرنے لگا۔

وہ سوچنے کے دوران اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس میز کے پاس آیا جس پر شراب کی مختلف بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک بوتل کو کھول کر اپنے لیے ایک پیگ بنایا۔ پھر اس کا ایک گھونٹ لینے کے بعد سوچنے لگا: "معلوم ہوتا ہے عزّت علی کے ہاتھ میرے خلاف کوئی ثبوت لگ گیا ہے مگر اس ثبوت کو اور مستحکم کرنے کے لیے وہ مجھ سے چھُپ رہا ہے ورنہ جتنی باریں اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہوں، وہ اب تک میرے خلاف کارروائی کرسکتا تھا لیکن وہ خاموش ہے، روپوش ہے۔ آخر وہ کیا کر رہا ہے؟"

اس نے دو چار گھونٹ پیے۔ میں ان چاروں محافظوں کو نہیں بھلا سکتا جنھوں نے سنگاپور کے ایئرپورٹ سے میری حفاظت کی ذمے داری اپنے سر لی تھی۔ مجھے عزّت علی سمجھ کر اس قاتل سے میری جان بچائی تھی، جو وانڈرمین کی طرف سے مجھے قتل کرنے آیا تھا اور دُوربین کو میری موت کا ذریعہ بنا رہا تھا۔ ان میں ایک ملایائی لڑکی انگریزی زبان جانتی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر ان سب کی خیریت معلوم کرسکتا تھا لیکن میں نے اسے ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ انٹرپول سے تعلق رکھتے تھے اور انھوں نے مجھے عزّت علی سمجھ کر میرا ساتھ دیا تھا۔ وہ اپنی حفاظت خود کرنا جانتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میں ان کی خیریت معلوم کرکے ان سے مزید رابطہ قائم کرکے انٹرپول والوں کے ساتھ طوطا مینا نہیں چاہتا تھا۔ میرے دوستوں اور دشمنوں کا حلقہ جتنا وسیع ہوتا جاتا ہے، اتنی ہی مصیبتیں بھی پاؤں پھیلاتی جاتی ہیں۔

اس وقت میں نے وانڈرمین کی سوچ کے ذریعے نیا اور اس کے تینوں فائٹر ساتھیوں کے متعلق سوال کیا۔ اس کی سوچ نے جواب دیا: "میں ان چاروں کو بھی زندہ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ میرے خلاف گواہ بن سکتے تھے لیکن وہ تو شروع سے ہی خطرناک فائٹر مانے گئے ہیں۔ وہ چاروں دشمنوں کی جنس بستی میں جاتے ہیں، وہاں پر صرف دشمنوں کو نابود نہیں کرتے بلکہ اس بستی کو بھی تہس نہس کرکے رکھ دیتے ہیں۔ میں نے اسی لیے خوب سوچ سمجھ کر اس ٹائم بم کو کار کے نیچے مسلک کیا تھا تاکہ وہ سب ایک ساتھ فنا ہو جائیں لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ ان چاروں نے ہمارے حملہ آوروں کو ہلاک کردیا۔ دوسری طرف عزّت علی ایک سیاہ فام لڑکی کے ساتھ فرار ہوگیا۔ پتا نہیں وہ کالی لڑکی کون ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا: "وہ چاروں خطرناک فائٹر زندہ ہیں؟ یقیناً وہ عزّت علی کا پتا جانتے ہوں گے اور اس کے اشارے کے منتظر ہوں گے۔ جب بھی وہ چاہے گا، ان چاروں کے ذریعے مجھے ہلاک کردے گا۔"

"نہیں عزّت علی مجھے ہلاک نہیں ہونے دے گا۔ اسی لیے تو ان چاروں فائٹروں نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ جانے وہ بھی کہاں گم ہوگئے ہیں۔ وہ جب بھی آئیں گے اپنے باس عزّت علی کے ساتھ آئیں گے اور میرے خلاف تمام ثبوت لے کر آئیں گے۔ کاش یہی شخص عزّت علی ہو جس سے ابھی ہمارا سامنا ہونے والا ہے۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں پوچھا: "یہ بگ لیڈی کیا بلا ہے؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا: "بڑی خوب صورت بلا ہے۔ پہلے میں اس کی خوب صورتی کے جال میں آیا۔ اس کے بعد گولڈن ریکٹ کے جال میں اُلجھتا چلا گیا۔ جیسے میرا نقصان نہیں ہوا۔ گولڈن ریکٹ سے میں نے اتنی دولت کمائی ہے کہ آدھی صدی تک انٹرپول کا آفیسر وہ کر بھی کبھی اتنا نہیں کما سکتا تھا۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ میں لیڈی آرپر کے قریب نہ پہنچ سکا۔"

اس کی سوچ کے ذریعے لیڈی آرپر کا نام سُن کر میں چونک گیا۔

اس سے پہلے ایک یہودی سیکرٹ ایجنٹ ٹونی بیکر کے ذریعے مجھے پتا چلا تھا کہ بنکاک میں گولڈن ریکٹ کی جو شاخ ہے اس کی ہیڈ ایک لیڈی ہے جس کا نام لیڈی آرپر ہے۔ ٹونی بیکر نے اس کے حُسن کی تعریف بڑے شاعرانہ انداز میں کی تھی۔ میں نے اسی وقت سوچ لیا تھا کبھی اس سے سامنا ہوگا تو لیڈی آرپر جیسا نام اس کے لیے مناسب نہیں ہوگا۔ میں اسے لیڈی آرپار کہا کروں گا۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ حالات اتنی جلدی مجھے لیڈی آرپار کے قریب لے آئیں گے۔ میں اس کے متعلق ٹونی بیکر کے تاثرات معلوم کرچکا تھا۔ اب وانڈرمین کے تاثرات معلوم کررہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی، وہ ایسی عورت ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ شاید کیمرہ بھی اس کے حسن کی مکمل تصویر نہ اتار سکے۔ بڑے بڑے افسران، اعلیٰ حُکّام، کروڑ پتی اور ارب پتی سرمایہ دار اسے حسنِ مغرور کہتے ہیں۔ آج تک کسی نے اس عورت کو مسکراتے نہیں دیکھا۔ یہ بھی ایک عجیب سی بات ہے کہ حُسن کبھی نہ مسکرائے، تیور چڑھے رہیں تو اسے اور چار چاند لگ جاتے ہیں۔ لوگ پہلے سوالی بن کر اس کے سامنے آتے ہیں۔ پھر اس کے پیچھے زرخرید غلاموں کی طرح چلتے رہتے ہیں جس طرح وانڈرمین اس کے پیچھے چل رہا تھا لیکن یہ بھی جانتا تھا کہ شاید کبھی اسے حاصل نہیں کرسکے گا۔ ایک خوش فہمی بھی تھی کہ شاید اس کی مروانہ خوبیوں کے آگے وہ حسن کبھی موم ہوجائے۔ اسی خوش فہمی میں مبتلا ہوکر بڑے بڑے افسران اور بڑے بڑے شرزور اس کے اشاروں پر ناچتے تھے۔

وانڈرمین نے ریسیور اٹھا کر لیڈی آرپر کے نمبر ڈائل کیے۔ پہلے اس کی سیکرٹری کی آواز سُنائی دی۔ پھر اس نے انتظار کرنے کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر بعد بگ لیڈی آرپر کی آواز سُنائی دی۔ وانڈرمین نے کہا: "ابھی میں نے باس جے آر جے ناتھن سے گفتگو کی ہے۔ وہ کہتا ہے جو شخص اس کے ساتھ آیا ہے وہ اس کا مہمان ہے جو ابھی رات کے کھانے کے بعد اس سے رخصت ہوکر کسی ہوٹل میں قیام کرے گا۔"

لیڈی آرپر نے غرّا کر کہا: "مسٹر وانڈرمین! تمھاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ باس ناتھن کے اس مہمان کی تصویر حاصل نہیں ہوسکی۔"

"ہمارے فوٹو گرافر سے غلطی ہوگئی۔ وہ اس شخص کو کیمرے کے فریم میں نہ لاسکا۔"

"میں ایسے نوکروں کو گولی مار دیا کرتی ہوں؟"

"مادام! انٹرپول کا معاملہ کچھ اور ہے۔ ہم پہلی، دوسری تیسری وارننگ دیا کرتے ہیں۔ انسان سے غلطی ہو ہی جاتی ہے۔"

وہ سخت لہجے میں بولی: "اب اس شخص کی تصویریں اتارنے کا تکلف نہ کرو۔ نہ ہی اسے ہوٹل تک جانے کا موقع دو۔ تمھارے آدمی اگر اسے اُٹھا کر نہ لاسکے تو میں اپنے آدمیوں کو اس کے پیچھے لگاؤں گی اور میرا چیلنج ہے کہ وہ آدھی رات سے پہلے یہاں میرے قدموں میں ہوگا۔"

"میں آپ کو زحمت نہیں دوں گا۔ صرف گھنٹے، دو گھنٹے کی بات ہے۔ آپ کو خوشخبری ملے گی کہ وہ شخص میرے ہاں موجود ہے۔ آپ چاہیں تو دو گھنٹے کے اندر کسی وقت بھی آکر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتی ہیں۔"

وہ بولی: "میرا خیال ہے اس شخص کو میرے ہاں لانا مناسب ہوگا تاکہ میرے کتے اس کی بُو سونگھ سکیں۔"

"مادام! اگر وہ شخص عزّت علی ہے تو اسے میرے ہاں لایا جانا چاہیے کیوں کہ اسے یہاں زندہ دفن کرنے کے تمام انتظامات پہلے سے ہوچکے ہیں۔"

وہ غرّا کر بولی: "بڑی مدّت کے بعد تم نے میری بات کی تردید کی ہے۔ آئندہ محتاط رہو۔ میں اپنے فیصلے کے بعد کسی دوسرے کا فیصلہ سُننا بھی گوارا نہیں کرتی۔ وہ شخص میرے ہاں لایا جائے گا اور جہاں تک اسے زندہ دفن کرنے کا تعلق ہے، اس کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ میرے کتے صرف اس کی ہڈیاں چھوڑیں گے۔ اور ہڈیوں سے کسی کی شناخت نہیں ہوتی۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ وانڈرمین نے اپنے ریسیور کو ذرا ناگواری سے مگر بے بسی سے دیکھا پھر بڑبڑاتے ہوئے اسے کریڈل پر رکھتے ہوئے کہنے لگا: "اس عورت کی ہزار باتیں بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ جانے کمبخت کب تک دوڑاتی رہے گی۔ مشکل تو یہ ہے کہ اس سے کوئی محبت بھرا اشارہ بھی نہیں ملتا اور دل ہے کہ خوش فہمی میں مبتلا ہوتا چلا جارہا ہے۔"

بات صرف خوش فہمی کی نہیں تھی۔ وانڈرمین کو گولڈن ریکٹ کی طرف سے ہزاروں ڈالر کی آمدنی تھی۔ اس آمدنی کے باعث بھی وہ برداشت کررہا تھا۔ سوچتا تھا۔ اس حسینہ سے مخاصمت مول لے گا تو اتنی بڑی آمدنی ہاتھ سے نکل جائے گی۔

میرا دوہرا میک اَپ مکمل ہوگیا۔ ہم ایک میز کے اطراف کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ میں نے باس ناتھن کو بتایا کہ وہ لوگ کس قسم کی منصوبہ بندی کررہے ہیں۔ مجھے ہوٹل تک جانے نہیں دیں گے۔ گھیر کر لیڈی آرپر کے ہاں لے جائیں گے۔

باس ناتھن نے کہا: "میں آپ کے یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے ہی اپنے تمام آدمیوں کو لیڈی آرپر کی کوٹھی کے اطراف پھیلا دوں گا۔ ضرورت پڑی تو وہ سب کے سب اندر گھس جائیں گے۔"

"آپ بھول رہے ہیں۔ اس کے احاطے میں خطرناک قسم کے بلڈ ہاؤنڈ ہیں۔ وہ آنے والوں کو بھنبھوڑ کر رکھ دیں گے۔"

منچالی نے مسکرا کر کہا۔ "میں آپ کے ساتھ چلوں گی تو کتے جہاں ہیں، وہیں رہ جائیں گے۔"

میں نے چونک کر منچالی کو دیکھا۔ یہ تو بھول ہی گیا تھا کہ اس کی موجودگی میں کوئی بھی کتا میرے قریب نہیں آسکتا بلکہ مجھ سے دُور بھاگ سکتا ہے۔ میں نے کہا۔ "بڑی مشکل ہے۔ تم میرے ساتھ جاؤ گی اور کتے تم سے خوف زدہ ہو کر بھاگنا چاہیں گے تو اس واقعے کی کڑی رنگون والے واقعے سے ملائی جائے گی۔ پھر جلد ہی یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ فرہاد علی تیمور بنکاک میں موجود ہے۔ میں فی الحال اپنے آپ کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔"

"میرے آقا! کیا آپ تنہا ان خطرناک کتوں کے درمیان جائیں گے؟"

"دشمن کسی طرح بھی کتوں سے کم نہیں ہوتے۔ اس لحاظ سے میں ہمیشہ کتوں کے درمیان زندگی گزارتا ہوں۔"

"لیکن دشمن بولنے والے کتے ہوتے ہیں اور یہ بھونکنے والے کتے ہیں۔ آپ بولنے والوں کے دماغوں میں پہنچ کر اپنا دفاع کر سکتے ہیں لیکن بھونکنے والے آپ کی ٹیلی پیتھی سے متاثر نہیں ہوں گے۔"

"میری زندگی میں ایسے کئی واقعات ہیں جہاں میری ٹیلی پیتھی کام نہیں آئی۔ خصوصاً گونگے دشمنوں کے سامنے میں نہتا رہ چکا ہوں۔ اس بار بھی شاید یہی ہو گا۔"

منچالی نے باس ناتھن سے پوچھا۔ "اس لیڈی آرپر کا بنگلہ یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"یہی کوئی دو میل کے فاصلے پر ہے۔"

"میرے آقا! میں یہیں رہوں گی۔ جب آپ دیکھیں کہ آپ کے پیچھے کتے چھوڑے جا رہے ہیں تو آپ فوراً ہی مجھ سے رابطہ قائم کر لیں۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گی۔"

"ہاں، یہ مناسب ہے۔"

ایک ملازم ٹیلیفون اُٹھائے ہوئے باس جے آرچے ناتھن — کے پاس آیا۔ میں نے آہستگی سے کہا۔ "اگر میرے متعلق گفتگو ہو اور وہی دشمن ہوں تو ان سے کہنا میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے ریسیور کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو جے آرچے ناتھن مائی سیلف۔"

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف کی آواز سُننے لگا۔ وانڈرمین پوچھ رہا تھا۔ "تم اپنے مہمان کو کب رُخصت کرو گے؟"

باس ناتھن نے کہا۔ "آپ کے آدمیوں نے فلائنگ کلب میں میرے مہمان کو چرکتا رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ میرا مہمان صلح جُو اور امن پسند ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ یہاں سے نکلے گا تو ان دیکھے دشمنوں سے ٹکراؤ ہو گا۔ اس لیے وہ کوئی صلح کا راستہ نکالنا چاہتا ہے اور آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

"میں تیار ہوں۔ ریسیور اُسے دے دو۔"

میں نے ریسیور لے کر کہا۔ "ہیلو مسٹر! میں آپ کو نہیں جانتا اور شاید آپ بھی مجھے نہیں جانتے ہیں۔ پتا نہیں کس کے شُبہے میں مجھے خواہ مخواہ پریشان کر رہے ہیں۔"

"ہمیں ایک شخص کی تلاش ہے۔ ہم اپنا شک دُور کرنا چاہتے ہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو ہم کہیں ملاقات کر لیتے ہیں۔ میں آپ کا شُبہ دُور کر دوں گا۔"

"اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے۔ کیا ابھی تم میرے ہاں آنا پسند کرو گے؟"

"میں ضرور آؤں گا لیکن یہاں اجنبی ہوں۔ راستہ نہیں جانتا ہوں۔"

"جب تم اس کوٹھی سے باہر نکلو گے تو تمہاری کار کے آگے ایک سفید رنگ کی کار ہو گی۔ تم اس کے پیچھے آسکتے ہو۔"

"میں یہی کروں گا۔ بس اب نکلنے ہی والا ہوں۔"

"وہ نیگرو لڑکی بھی یقیناً تمہارے ساتھ ہو گی؟"

"نہیں، وہ بیمار ہے۔ اگر تمہارے ذرائع وسیع ہیں تو یہ معلوم کر سکتے ہو کہ وہ سفر کے دوران سوتی رہی۔ میں ایسی حالت میں اسے اپنے ساتھ لے کر نہیں نکلوں گا۔ تم سے ملاقات کرنے کے بعد کسی ہوٹل میں کمرہ لوں گا۔ اس کے بعد اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"باٹی دی وے، وہ تمہاری کون ہے؟"

"یہ سوال غیر ضروری ہے۔ میں ریسیور رکھ رہا ہوں۔"

اور میں نے ریسیور رکھ دیا۔ منچالی پریشان ہو کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ وہ بڑی فکرمند تھی۔ میں نے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ میں انشاءاللہ بخیریت واپس آؤں گا۔"

میں وہاں سے اُٹھ گیا۔ باس ناتھن نے کہا۔ "جناب! آپ نے تو کچھ کھایا ہی نہیں ہے۔"

"بس تھوڑا سا چکھ لیا ہے۔ کسی بھی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھانا چاہیے۔"

میں ان سے باتیں کرتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ منچالی وہیں رُک گئی۔ کیوں کہ اس کی علالت کا بہانہ کیا گیا تھا۔ اس کا کوٹھی سے باہر وہاں کوئی دلچسپی مناسب نہیں تھا۔ میں باس ناتھن کے ساتھ باہر آیا۔ وہاں میرے لیے ایک کار موجود تھی۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر ڈرائیور بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے لیے

گیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں وہاں بیٹھ گیا۔ دروازہ بند ہوا۔ نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ میں نے ہاتھ ہلا کر باس ناتھن کو خدا حا۔ وہ کار احاطے سے باہر نکل آئی۔ میں نے دیکھا، سامنے ایک یک کی کار کھڑی ہوئی تھی جو آہستہ آہستہ آگے کی طرف رینگ ی۔ میں نے ڈرائیور سے کہا۔ "اس سفید رنگ کی کار کے پیچھے ہو۔"

اس کے بعد میں آرام سے سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگا کر آرپر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وانڈرمین اپنے آدمیوں کے ساتھ موجود تھا۔ لیڈی آرپر اپنے خاص ملازم سے کہہ رہی تھی۔ "جب ہی یہاں آئے اور وہ شخص کوٹھی کے اندر داخل ہو جائے تو یٹ بند کر دینا۔ کتوں کو کھلا چھوڑ دینا تاکہ وہ یا اور کوئی اس کوٹھی ہر نہ جا سکے۔"

وانڈرمین نے مُسکرا کر کہا۔ "مادام! آپ تو جیسے میرے لیے بھی طنے کا راستہ بند کر رہی ہیں۔"

اس نے غرا کر کہا۔ "اگر میں تمہارا راستہ بند کر رہی ہوں تو یہ کوئی انے کی بات نہیں ہے۔ وقت بے وقت مُسکرانا مجھے اچھا لگتا۔"

وہ فوراً ہی سنجیدہ ہو گیا۔ لیڈی آرپر نے ناگواری سے کہا۔ "تم ل کی طرح رنگ بدلتے ہو۔ ابھی مسکرا رہے تھے۔ میرے کہتے ہی ہ ہو گئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری مسکراہٹ فطری اور بے ری نہیں تھی۔ میری خوشامد کے لیے تھی اور تمہاری یہ سنجیدگی بھی اختیار نہیں ہے۔ یہ بھی میری خوشامد کے لیے ہے اور میں سمجھ چکی ہ کہ خوشامدی مرد مجھے کتوں کی جلتی ہوئی دُم کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔"

وہ دل ہی دل میں گالیاں دینے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں بھڑ کایا۔ "میں مرد ہوں۔ اس ایک عورت کے مُنہ پر اسے کتیا بھی ہ سکتا جب کہ وہ میرے لیے کتوں کی مثال دے رہی ہے۔"

تمہارا اس نے کہا۔ "کیا تمہیں نرمی اور سہولت سے گفتگو کرنا نہیں ے۔ جب دیکھو کسی کتیا کی طرح غرّاتی رہتی ہو۔"

وہ کسی کے معمولی سے تیور بھی برداشت نہیں کرتی تھی۔ کجا یہ کہ میں نے اسے کتیا کہہ دیا تھا۔ میں فوراً ہی اس عورت کے دماغ پہنچ گیا تاکہ ردِعمل معلوم کر سکوں۔ یقیناً وہ آتش فشاں کی طرح لرز ی۔ اندر زلزلہ پیدا ہو گیا تھا۔ اچانک اس کے دماغ نے سمجھایا۔ ہوں! ابھی وہ اجنبی آنے والا ہے۔ جب یہ تصدیق ہو جائے ں کے پیچھے عزت علی چھپا ہوا ہے تو وہ اور یہ وانڈرمین دونوں ہی نہا خوراک نہیں گے اور میں تماشا دیکھتے ہوئے پوچھوں گی کہ کتیا لتا ہے؟

نے اسے گھور کر دیکھتے ہوئے، غرّاتے ہوئے بولی۔ "جب میں کتیا ہوں تو تمہاری بات کا بُرا نہیں مانوں گی۔ مجھے ایسے لوگ پسند ہیں جو منہ پر سچ کہتے ہیں۔"

وانڈرمین اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ جوابی کارروائی ہو گی اور اس کے لیے اسے تیار رہنا چاہیے۔ اس سے سخت گفتگو کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے، اس حسینہ میں کتنا دم خم ہے۔ صرف دکھاوے کا رُعب و دبدبہ ہے یا اندر بھی کچھ کس بل رکھتی ہے۔

اس وقت تک ہماری کار لیڈی آرپر کی شان دار کوٹھی کے سامنے پہنچ گئی۔ سفید کار سے ایک شخص نے اتر کر اشارہ کیا کہ ہماری کار اس احاطے سے اندر جا سکتی ہے۔ دربان نے مین گیٹ کو کھول دیا تھا۔ ہماری کار رینگتے ہوئے کوٹھی کے بیرونی دروازے کے سامنے پہنچ کر رُک گئی۔ ڈرائیور نے گاڑی سے نکل کر میرے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ میں دروازے سے باہر آگیا۔ دروازے کے سامنے ایک ادھیڑ عمر کی عورت کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ "آپ اپنے ڈرائیور کو بھی اندر لے آئیں۔ ابھی اس کوٹھی کے باہر کتے چہل قدمی کریں گے۔"

ڈرائیور میرے ساتھ کوٹھی کے اندر آگیا۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں نے اس عورت کی آواز سے پہچان لیا کہ وہ لیڈی آرپر کی سیکرٹری تھی۔ اس نے ڈرائنگ روم تک ہماری رہنمائی کی۔ وہ ڈرائنگ روم جو ابھی ذرا دیر پہلے لیڈی آرپر اور وانڈرمین سے آباد تھا، اب خالی نظر آرہا تھا۔ وہ میری آمد کی خبر سنتے ہی وہاں سے چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ڈرامائی انداز میں میرے سامنے آنا چاہتے تھے۔ میں وہاں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سیکرٹری بھی وہاں سے چلی گئی۔ ڈرائنگ روم کے دوسری طرف کا دروازہ کھلا۔ ایک کیمرہ مین میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کے روبرو کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "پتا نہیں، تم لوگ میری تصویر کیوں اُتارنا چاہتے ہو۔ وہاں فلائنگ کلب میں بھی میری تصویر اتاری گئی تھی۔"

میری گفتگو کے دوران اس نے فلیش لائٹ کے ذریعے تصویر اتار لی۔ پھر خاموشی سے چلا گیا۔ میں نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ وہ ایک بہت بڑا ہال نما ڈرائنگ روم تھا۔ ایک طرف اونچا سا زینہ اوپری منزل کی طرف چلا گیا تھا۔ ڈرائنگ روم کی سجاوٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ دنیا جہان کا قیمتی سامان وہاں آرائش کے طور پر رکھا گیا تھا۔

اس ڈرائنگ روم میں چار دروازے تھے۔ یقیناً وہ چار مختلف سمتوں میں کوٹھی کے اندر کھلتے ہوں گے۔ دس منٹ کے بعد ایک دروازہ کھلا۔ پھر وانڈرمین ایک شانِ بے نیازی سے چلتا ہوا اندر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی تصویر تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے فخریہ انداز میں کہا۔ "ہیلو، مسٹر عزت علی! میں تمہاری جُرأت کی داد دیتا ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے تم سے فون پر گفتگو ہوئی۔ تم نے میری آواز کو بھی پہچانا، مجھے بھی پہچانا۔ اس کے باوجود یہاں جال میں پھنسنے کے لیے چلے آئے۔

میں تصدیق کرچکا ہوں۔ باہر تمہارا کوئی آدمی نہیں ہے اور کتے کسی کو اندر آنے نہیں دیں گے۔"

میں چُپ چاپ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا "بہت زیادہ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔ اگر تمہارے پاس ہتھیار ہے تو چپ چاپ سامنے رکھ دو۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں عزت علی ہی ہوں؟"

اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تصویر کو میری طرف کیا — اس میں عزت علی کا چہرہ نظر آرہا تھا۔ میں نے ڈبل میک اَپ اسی ترتیب سے کیا تھا کہ پہلے اپنے چہرے پر عزت علی کا میک اَپ چڑھایا تھا۔ اس کے اوپر وہ میک اَپ کیا جس میں سنگاپور سے یہاں تک آیا تھا۔ ظاہر ہے انٹی میک اپ کیمرے نے اوپر والے میک اَپ کے پار پہنچ کر تصویر اتاری تھی اور اس کیمرے کا لینس اتنا پاور فل نہیں تھا کہ وہ دوہرے میک اَپ کے پار فرہاد علی تیمور کی اصلی تصویر اتار سکتا۔ اس لیے عزت علی کی تصویر اتر گئی تھی۔

میں نے اس تصویر کو دیکھ کر کہا "مجھے شُبہ تھا کہ انٹی میک اَپ کیمرے سے میری تصویر اُتاری گئی ہے۔"

"اس کے باوجود تم مطمئن تھے۔" اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا پھر سخت لہجے میں کہا "مجھے باتوں میں نہ بہلاؤ۔ دوسری طرف گھوم جاؤ۔ میں تمہاری تلاشی لوں گا۔"

میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دوسری طرف گھومنے لگا۔ گھومتے گھومتے میں نے اس کے دماغ کو ذرا سا بہکایا اور ایک ٹھوکر اس کے ریوالور پر ماری۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں اچھلا۔ اس سے پہلے کہ وہ نیچے آتا، میں نے ریوالور کو کیچ کرلیا۔

وہ بوکھلا کر ایک قدم پیچھے چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ڈرائنگ روم کے چاروں دروازے کھل گئے۔ وانڈرمین کے ماتحت اپنے ہاتھوں میں ریوالور لیے کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے کہا "بے شک چاروں طرف سے مجھ پر گولیاں برسیں گی لیکن یاد رکھو، اس دوران ایک گولی تمہارے چیف آفیسر کے سینے میں اتر جائے گی۔ جسے یہ سودا منظور ہو وہ گولی چلائے۔"

وانڈرمین نے چیخ کر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا "نہیں کوئی میرے حکم کے بغیر گولی نہ چلائے۔"

میں نے کہا "شاباش، اب دوسرا حکم دو کہ یہ اپنے ریوالور میرے قریب پھینک دیں۔ ریوالور پتھر کی طرح نہ ماریں ورنہ ...."

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ وانڈرمین نے انھیں حکم دیا۔ وہ ذرا قریب آکر ریوالور میرے قدموں کی طرف پھینکنے لگے۔ میں نے کہا "اب انھیں حکم دو۔ یہ جن دروازوں کے پیچھے سے آئے ہیں۔ وہیں سے چلے جائیں۔"

وہ حکم کے مطابق چلے گئے۔ دروازے پھر بند ہوگئے۔ میں نے کہا "وانڈرمین! اب میرے ریوالور کے آگے چلتے رہو اور ایک ایک دروازے کو اِدھر سے بند کرتے رہو تاکہ اُدھر سے کوئی کھول کر نہ آسکے۔"

وہ میرے ریوالور کے آگے چلنے لگا۔ ایک ایک دروازے کو بند کرنے لگا۔ پھر ہم اُدھر آگئے جہاں ریوالور فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ میں نے اسے ذرا دور جانے کا حکم دیا پھر چاروں ریوالور فرش پر سے اُٹھا لیے۔ انھیں لے کر ایک دیوار کے پاس آیا۔ اس ڈرائنگ روم کے چاروں قالین کو اٹھا کر پانچوں ریوالوروں کو اس کے نیچے ٹھونس دیا۔ اس کے بعد قالین کو برابر کردیا۔ پھر وانڈرمین کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تمہارا ریوالور بھی قالین کے نیچے چلا گیا ہے۔ اب ہم دونوں نہتے ہیں۔ ہم دو آدمیوں کے درمیان دھماکے اور ہلاک کرنے والا کوئی ہتھیار نہ ہو تو وہ مجبوراً شرافت سے گفتگو کرتے ہیں۔"

میں کہتا ہوا اس کے قریب جارہا تھا۔ قریب ہوتے ہی اچانک اس نے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ پھر مجھے لیے ہوئے صوفے پر گر پڑا۔ میں نے اسے صوفے کے دوسری طرف اُچھال دیا۔ وہ قالین پر گرا۔ پھر اس سے پہلے کہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوتا۔ میں بھی صوفے سے اچھل کر اس پر آگیا۔ وہ اُٹھ رہا تھا۔ میرے پوچھ سے زمین بوس ہوگیا۔ میں نے اسے الگ ہوکر اسے اُٹھنے کا موقع دیا۔ جب وہ ذرا سا اُٹھا تو میں نے اس کے مُنہ پر ٹھوکر ماری۔ وہ چیختے ہوئے ذرا سا سیدھا ہوا۔ میں نے اس کے جبڑے پر گھونسہ رسید کیا۔ اس کا مُنہ دوسری طرف گھوم گیا۔ میں نے دوسری طرف گھونسہ رسید کیا۔ آتشی سی دیر میں پتا چل گیا کہ وہ میرے مقابلے کا فائٹر نہیں ہے لہٰذا اس پر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے اُٹھایا۔ اپنے سر سے بلند کیا پھر صوفے کے درمیان فرش پر پٹخ دیا۔ اس کے بعد میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "ہاں، اَب بتاؤ۔ وہ تمہاری لیڈی آرپار کہاں ہے۔ جس کے ساتھ مل کر مجھے کئی بار قتل کرنے کی ناکام کوششیں کرچکے ہو۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ڈرائنگ رُوم کے زینے کی بلندی پر لیڈی آرپار کی غراتی ہوئی آواز سُنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "یونان مصر میرا نام آرپار ہے۔ آرپار نہیں۔"

میں نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ واقعی وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ لفظوں میں اس کی تصویر کھینچنا دشوار تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک زنجیر تھی اور زنجیر کے دوسرے سرے پر ایک خطرناک قسم کا بلڈ ہاؤنڈ بندھا ہوا تھا۔ یعنی گلاب کے ساتھ کانٹا بھی تھا۔

میں نے مسکرا کر کہا "کاش تم اُردو زبان سمجھ سکتیں تو تمہیں آرپار

جیسی معلوم ہوتے۔ کوئی بات نہیں۔ وقت آئے گا تو میں تمہیں اس کے ہتھے بھی سمجھا دوں گا۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے، کتے کو اپنے ساتھ لیے ہوئے زینے کے پائدان پر پہنچی۔ پھر ناگواری سے بولی "بہت اسمارٹ ہو۔ میں تمہارے لڑنے کا انداز دیکھ رہی تھی۔ لیکن جس سے لڑ رہے تھے وہ ایک کتے کی طرح بھونکتا اور دھمکیاں دیتا جانتا ہے لیکن میرا یہ کتا دھمکیاں نہیں دیتا۔ بھونکتا کم ہے اور جھنجھوڑتا زیادہ ہے۔"

اچانک اس نے کتے کی زنجیر کو ہاتھ سے چھوڑتے ہوئے کہا۔ "جاؤ۔ ان دونوں کو زندہ نہ چھوڑو۔"

میں اس سچویشن کے لیے تیار نہیں تھا۔ فوراً ہی آگے بڑھ کر ایک تپائی اُٹھالی، تاکہ آنے والے کتے کو روک سکوں۔ اُدھر وانڈرمین نے بھی میری دیکھا دیکھی یہی کیا تھا۔ اس نے دوسری تپائی اُٹھا کر اپنے سامنے ڈھال بنالیا تھا۔ کتا اپنی مالکن کا حکم سُنتے ہی زینے سے اُترتے ہوئے، بھونکتے ہوئے ہماری طرف آرہا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے، پہلے میری ہی طرف چلا آرہا تھا۔

ہاں، پہلے میری طرف آنے کی وجہ تھی۔ وانڈرمین کو کئی بار وہاں دیکھ چکا تھا۔ اس سے کچھ شناسائی تھی۔ وہ بعد میں اس سے نمٹ سکتا تھا۔ میں اس کے لیے مکمل اجنبی تھا۔ پہلے وہ میری طرف لپکنے کے لیے آیا۔ صوفے کے قریب پہنچا۔ پھر اچانک ہی ٹھٹک گیا۔

میرا اس سے تین یا چار فٹ کا فاصلہ تھا۔ وہ رُک کر میری طرف دیکھ کر غرا رہا تھا جیسے حملہ کرنے سے پہلے کوئی داؤ سوچ رہا ہو لیکن وہ غراتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگا۔ پھر مجھ سے فاصلہ رکھتے ہوئے ایک طرف چلنے لگا، جس طرح ایک چیتا شکاری کے گرد چکر لگاتا ہے اور اسے بھی ٹکر مار کر گھوم رہا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ اس تپائی کو ڈھال بنائے گھومتا جارہا تھا۔ بہت محتاط تھا۔ کسی وقت بھی وہ حملہ کرتا تو تپائی کے ذریعے اسے روک سکتا تھا۔

لیڈی آرپار نے اپنے کتے کو غصّے سے مخاطب کیا "یوسپر مین! کیا ہورہا ہے، حملہ کیوں نہیں کرتے ہو کم آن۔ جمپ اَپ۔"

اس خطرناک بلڈ ہاؤنڈ نے اپنی مالکہ کے حکم پر ایک چھلانگ لگائی لیکن مجھ پر نہیں، وانڈرمین پر آیا۔ وانڈرمین چیختا ہوا تپائی سے اپنا سر روکتا ہوا بیٹھ گیا۔ کتا اپنی چھلانگ کے زور میں اس پر سے گزرتا ہوا دوسری طرف چلا گیا۔ وہ تپائی سے ٹکرایا تھا اور تپائی وانڈرمین کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔

وہ دماغی کام کرنے والا ایک ذہین اور چالاک آفیسر تھا لیکن جنگلوں یا درندوں سے لڑتے وقت حاضر دماغ نہیں رہتا تھا۔ اسے فوراً ہی فرش پر لڑھکتے ہوئے اپنی تپائی کے پاس پہنچنا تھا لیکن وہ بوکھلاہٹ میں مبتلا ہوگیا۔ کتے نے دور جاکر پھر گھوم کر اس پر چھلانگ لگائی۔ اگرچہ وہ عزت علی کا جانی دشمن تھا لیکن اس وقت میرا بھی دشمن تھا لیکن میں اسے اس طرح مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا کہ اسکی موت پر لیڈی آرپار قہقہے کرے۔ میں نے فوراً ہی چھلانگ لگائی اور وانڈرمین کے پاس پہنچ کر اس کتے کی طرف تپائی بڑھائی۔ وہ چھلانگ لگا کر پہنچنے ہی والا تھا۔ میرے سامنے آتے ہی اپنی چھلانگ لگانے والی صلاحیتوں کو بھول گیا۔ اچانک ہی گر پڑا۔ اس کے حلق سے ایسی آوازیں نکلنے لگیں جیسے وہ کسی اندرونی کرب میں مبتلا ہو یا کسی خوف ناک بلا کے سامنے آگیا ہو۔ وہ گرا پھر گرتے ہی تڑپ کر اُٹھا اور وہاں سے پلٹ کر دور چلا گیا۔

میں حیرانی سے اس خطرناک کتے کو دیکھنے لگا۔ وہ دور جاکر اپنی دونوں ٹانگیں آگے کی طرف بڑھا کر اپنے جسم کو کھینچ رہا تھا۔ پیچھے کی طرف بیٹھ رہا تھا۔ اپنا سر جھکا رہا تھا۔ میں حیران ہوکر سوچنے لگا "آخر کیا بات ہے؟ کیا میں کوئی غیر معمولی انسان ہوں کہ کتا میرے قریب آتے ہی بدک جاتا ہے۔"

مجھے یوں لگا جیسے منجالی کے زہر اس کی حرارت نے مجھے غیر معمولی بنا دیا ہے۔ تب مجھے خیال آیا۔ رمونتی نے بارہا کہا تھا کہ مجھ میں غیر معمولی تبدیلی آئی ہے۔ ایسی تبدیلی جس کی تفصیلات لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ بس اتنا کہا جاسکتا ہے کہ میرے اندر ایک زہریلی کشش پیدا ہوگئی ہے۔

یہ ایک عورت کا خیال تھا۔ ایک بیوی کے سچے تاثرات تھے۔ جب سے رمونتی نے منجالی کے حوالے سے مجھے غیر معمولی کہا تھا، تب ہی سے میں نے اس مسئلے پر غور کرنا شروع کیا تھا۔ اکثر میں نے دیکھا تھا، جو لوگ مجھ سے مصافحہ کرتے تھے تو میرا ہاتھ تھام کر چونک جاتے تھے۔ منجالی ایک عورت ہے اور مجھ جیسے مرد سے پہلے بھی متاثر تھی اور ملنے کے بعد تو اس حد تک متاثر تھی کہ میرے قدموں کی خاک بنی رہتی تھی لیکن میں ایک مرد ہوکر بڑی حد تک اس سے متاثر ہو رہا تھا۔ خربوزے سے خربوزے کا رنگ پکڑنا ثابت ہو رہا تھا۔ اس کی حرارت مجھ میں اس حد تک آگئی تھی کہ ایک کتا میلوں دور سے نہ سہی چند قدم کے فاصلے پر مجھے غیر معمولی سمجھ کر مجھ سے بدک رہا تھا — میں زہر بلا نہیں تھا۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ زہریلی حرارت دن رات میرے ساتھ رہی تو میرا کیا بنے گا۔

وہ بلڈ ہاؤنڈ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ مجھ سے ایک طویل فاصلہ رکھتے ہوئے، ایک لمبا چکر کاٹتے ہوئے دوڑتے ہوئے اپنی مالکہ کی طرف جانے لگا۔ زینے پر اچھلتا ہوا، چڑھتا ہوا اس حسینہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے قدموں میں لوٹنے لگا۔ لیڈی آرپار نے اس کی زنجیر کو تھام کر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر پوچھا "کیا بات ہے۔ تم اس پر حملہ کیوں

نہیں کرتے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی بند دروازوں کے پیچھے سے ایسی آوازیں سُنائی دیں جیسے کچھ لوگ وہاں لڑ جھگڑ رہے ہوں۔ ہم آواز کی سمت بند دروازوں کو دیکھنے لگے۔ کبھی کبھی ایسی آواز بھی آتی تھی، جیسے کراٹے کا حملہ کرنے سے پہلے دہشت زدہ کر دینے والی آواز حلق سے نکالتے ہیں۔ میں تیزی سے چلتا ہوا دروازے کی طرف گیا پھر ایک دروازے کو کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی کوئی شخص مجھ پر آ پڑا۔ میں اسے نہ سنبھالتا تو شاید اس کے ساتھ خود بھی فرش پر گر پڑتا۔ میرے ہاتھ سے تباہی چھوٹ گئی تھی۔ میں نے دیکھا، وہ شخص زخمی تھا اور وانڈرمین کا آدمی تھا۔ اسی لمحے ایک نوعمر لڑکی جمناسٹک کا کرتب دکھانے کے انداز میں ہوائی قلابازیاں کھاتی ہوئی اس کمرے میں آ کر دونوں پاؤں پر کھڑی ہو گئی۔ وہ نیما تھی۔

وانڈرمین کے باقی تین آدمی بھی بُری طرح سہمے ہوئے انداز میں چیختے چلاتے کمرے کے اندر آئے۔ ان کے پیچھے وہ تینوں ملایائی فائٹر تھے جنھوں نے ایئرپورٹ پر میری جان بچائی تھی اور میرے محافظ بن کر رہے تھے۔ وہ تینوں ان لوگوں کی پٹائی کر رہے تھے۔ وہ مار کھا رہے تھے لیکن ان میں اتنی جُرأت نہیں تھی کہ جوابی حملے کر سکتے۔ اچانک ہی وانڈرمین نے للکار کر کہا "خبردار، کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے ورنہ گولی مار دوں گا۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وانڈرمین قالین کے اس حصّے کے پاس پہنچ گیا تھا جس کے نیچے میں نے ریوالور چھپائے تھے۔ اس کے دونوں ہاتھ میں دو ریوالور تھے۔ اسے دیکھتے ہی سب اپنی اپنی جگہ رُک گئے۔ ایک ریوالور کا رُخ ہم سب کی طرف تھا۔ دوسرے ریوالور کا رُخ لیڈی آرپار کی جانب تھا۔ پہلے اس نے نیما کو دیکھتے ہوئے پوچھا "تم سب یہاں کیسے داخل ہوئے جب کہ باہر خطرناک قسم کے کتے ہیں؟"

نیما نے ملایائی زبان میں جواب دیا۔ جس کا ترجمہ میں اس کے دماغ سے سمجھ رہا تھا۔ اس نے کہا "باہر جتنے بھی کتے ہیں، وہ زہریلا گوشت کھا کر ہمیشہ کے لیے آرام کر رہے ہیں۔"

وانڈرمین نے لیڈی آرپار کو دیکھتے ہوئے شدید نفرت سے کہا۔ "یُو بِچ لیڈی! میں نے تمھارے جیسی ذلیل عورت زندگی میں کبھی نہیں دیکھی۔ میں نے تمھارے لیے انٹرپول جیسے مین الاقوامی ادارے سے غدّاری کی۔ اس خیال سے تمھارے اشاروں پر ناچتا رہا کہ ایک دِن تم میری بن جاؤ گی لیکن آج تم نے مجھ پر اپنا کتا چھوڑ دیا۔ میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس کی انگلی ٹریگر پر دب گئی لیکن میں نے نشانہ بہکا دیا۔ میرا دل بڑا کمزور ہے۔ میں اتنی حسین و جمیل عورت کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسی وقت اس حسین نے کتے کی زنجیر چھوڑ دی۔ وہ غرّاتا ہوا، بھونکتا ہوا تیزی سے دوڑتا ہوا وانڈرمین کے پاس آیا۔ پھر اس نے چھلانگ لگائی۔ اس کے ساتھ ہی دوسری بار فائر ہوا اور وہ کتا فضا میں چھلانگ لگانے کے بعد ہی زمین پر آ گیا۔

وانڈرمین دوبارہ اس حسینہ پر گولی چلا سکتا تھا۔ میں نے کتے کے چھلانگ لگانے کے دوران موقع سے فائدہ اُٹھا کر وانڈرمین کے دماغ میں دہشت پیدا کر دی۔ گولی تو اس نے چلائی جو صحیح نشانے پر بیٹھی اُدھر کتا گرا۔ اِدھر یہ ٹھٹھر گیا۔ اس کے دماغ میں یہ تصوّر قائم ہو گیا کہ وہ خطرناک کتا اس پر کود رہا ہے۔ اس کے دونوں ہاتھوں سے ریوالور گر پڑے۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے دیوار سے جا کر ٹک گیا۔

جب اس نے دیکھا کہ اُس پر دہشت طاری ہوئی تھی، کہ اس سے ذرا دور گر پڑا ہے اور تڑپ تڑپ کر جان دے رہا ہے تو وہ فوراً ہی سنبھل گیا۔ سب سے پہلے اس نے قالین پر پڑے ہوئے دونوں ریوالوروں کی جانب دیکھا لیکن اُدھر بڑھتے ہی اچانک کہیں سے فائرنگ ہوئی۔ وہ پھر اچھل کر پیچھے چلا گیا۔ ہم سب نے آواز کی سمت دیکھا۔ زینے کی بلندی پر لیڈی آرپار کے پیچھے ایک قد آور شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنے آدھے چہرے پر ایک رومال باندھ رکھا تھا۔ صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا "نیما! وہ دونوں ریوالور اُٹھا لو۔"

وہ دوڑتی ہوئی آئی۔ پھر اس نے دونوں ریوالور اٹھا لیے اپنے ساتھیوں کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ لیڈی آرپار زینے کی ریلنگ سے ٹیک لگائے سر اُٹھائے آنے والے کو دیکھ رہی تھی۔ آنے والے نے کہا "یُو بِچ لیڈی! تم مجھے میری آواز سے پہچان گئی ہو اور وانڈرمین نے بھی سمجھ لیا ہے۔ آج تم دونوں کی زندگی کی آخری رات ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنے چہرے پر سے رومال کو ہٹا دیا۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ میرے سامنے زینے کی بلندی پر عزّت علی کھڑا ہوا تھا۔ انٹرپول کا چیف فلائنگ آفیسر عزّت علی۔

لیڈی آرپار اور وانڈرمین حیرانی سے کبھی میری طرف دیکھ رہے تھے کیوں کہ ایٹمی میک اَپ کیمرے نے مجھے عزّت علی ثابت کیا تھا۔ دوسری طرف آنے والے کا لب و لہجہ، اس کا انداز اس کا اسٹائل بتا رہا تھا کہ وہ بھی عزّت علی ہے۔

حقیقت کو میں سمجھ رہا تھا کیوں کہ میں آخر میں تھا اور میرے سامنے حقیقتاً عزّت علی تھا لیکن یہ حیرت کی بات تھی کہ مردہ زندہ کیسے ہو گیا تھا؟

عزّت علی

زینے کی بلندی پر ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑا ہوا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ زینے کی پتی میں ایک اور عزّت علی میرے میک اَپ کے پیچھے چھپا کھڑا ہے۔ نیما اور اس کے ساتھی فائٹر بھی نہیں جانتے تھے۔ صرف لیڈی آرپار اور وانڈرمین کو معلوم تھا۔ اسی لیے وہ ذرا بوکھلا گئے تھے۔ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ اصل عزّت علی کون ہے؟

اصل تو کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ بھلا آدمی مرنے کے بعد کبھی زندہ ہوا ہے جو آج ہو جاتا۔ مجھے رنگون میں جب عزّت علی کی تصویر اور اس کے متعلق تفصیلات دستیاب ہوئی تھیں تو میں نے تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تھا۔ اس کی آواز کا کیسٹ سُن کر اس کے لب و لہجے کو بھی اپنی گرفت میں لیا تھا اور ان سب کے سہارے عزّت علی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی۔

جب میں کوشش کرنے کی بات کہتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میری سوچ کی لہروں کو مطلوبہ دماغ نہیں ملتا ہے۔ عزّت علی کا دماغ مجھے نہیں ملا تھا۔۔۔ یعنی وہ سچ مچ مر چکا تھا۔

نیما نے وانڈرمین سے کہا "چیف آفیسر! تمھیں چیف کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ تم نے ہمارے چیف فلائنگ آفیسر کو ہلاک کرنے کے لیے کرائے کے قاتل وہاں بھیج دیے۔ تم سمجھ رہے تھے، یہ زندہ واپس نہیں آئیں گے لیکن دیکھ لو، تمھارے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔"

عزّت علی زینے سے ذرا نیچے اُترتے ہوئے لیڈی آرپار کے قریب آتے ہوئے کہنے لگا "میں زندہ ہوں۔ وانڈرمین تمھیں یہ سن کر حیرانی ہو گی کہ میں کبھی رنگون گیا ہی نہیں تھا۔ وہاں میری ایک ڈمی گئی تھی۔ وہ بے چارہ تمھارے آدمیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ میں بیشک عزّت علی ہوں۔ میرا نام عزّت علی ہے۔ لیکن میرا اصلی چہرہ، اصلی رُوپ تم جیسے آفیسروں کو کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا۔"

میں حیرانی سے اس کی باتیں سُن رہا تھا۔ حیرانی اس بات کی تھی کہ واقعی عزّت علی زندہ تھا اور جس عزّت علی کو میں جانتا تھا اور جس کا رُوپ میں نے اختیار کیا تھا، وہ اصلی نہیں تھا۔ وہ تو ایک نقال تھا جو مارا گیا تھا۔ اصل عزّت علی کا چہرہ کچھ اور تھا۔ آنکھیں کچھ اور تھیں۔ اس کا لب و لہجہ کچھ اور تھا اور جب سب ہی کچھ اور تھا تو بھلا میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اصل عزّت علی کے دماغ تک کیسے پہنچ سکتا تھا؟

لیڈی آرپار نے عزّت علی کو بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اب تک ہم جس عزّت علی کو دیکھتے اور جانتے آئے تھے، وہ نقلی تھا اور اس وقت جو چہرہ تم ہمارے سامنے لے کر آئے ہو۔ یہ بھی نقلی ہے؟"

"ہاں، میں یہی کہہ رہا ہوں۔"

لیڈی آرپار نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "کیا وہ بھی نقلی عزّت علی بن کر یہاں آیا ہے؟"

عزّت علی، نیما اور اس کے ساتھی مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وانڈرمین نے اپنی جیب سے وہ تصویر نکالی پھر اسے دکھاتے ہوئے کہا "یہ شخص میک اَپ میں ہے۔ اس کے میک اَپ کے پیچھے یہ چہرہ ہے جو عزّت علی کا چہرہ ہے۔ ہم نے اینٹی میک اَپ کیمرے سے اس کی تصویر اُتاری ہے۔"

عزّت علی نے سیٹی بجانے کے انداز میں ہونٹوں کو سکوڑتے ہوئے میری جانب دیکھا۔ پھر کہا "نیما! یہ وہی شخص ہے جو رنگون سے عزّت علی کے میک اَپ میں سنگاپور آیا تھا، جسے تم نے فلائنگ چیف آفیسر سمجھ کر اس کا ساتھ دیا تھا اور اسے ایک سیاہ فام لڑکی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ کیوں مسٹر، کیا تم وہی نہیں ہو؟"

میں نے مسکرا کر کہا "خوب سمجھے برادر! تمھارے نقلی عزّت علی کا سارا سامان جو رنگون میں رہ گیا تھا، وہ میرے کام آ گیا اور میں اس کے سہارے یہاں پہنچ گیا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میری جگہ جو نقال عزّت علی بن کر گیا، اس کے قتل میں تمھارا بھی ہاتھ ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔"

"غلط اور صحیح کو سمجھنا میں خوب جانتا ہوں۔ تم سے بعد میں سمجھوں گا۔ پہلے وانڈرمین! تم بتاؤ۔ تمھاری سازشیں، مکاریاں اور اس میں الاقوامی ادارے سے غدّاری کب تک جاری رہ سکتی تھی۔ ہم نے تمھیں ڈھیل دی تمھیں آزمانے کے لیے دوسرے لفظوں میں تمھیں الّو بنانے کے لیے ایک نقلی عزّت علی کو رنگون بھیجا۔ اس کا ڈھونگ تھا کہ وہ تمھارے ہتھکنڈوں سے بچ کر نکل آئے گا۔ اس کے لیے بھی یہ آزمائشی مرحلہ تھا۔ اگر وہ زندہ سلامت آ جاتا اور تمھارے ہتھکنڈوں کو بے کار بنا دیتا تو اس کی ترقی ہو جاتی۔ افسوس اَب وہ اس دُنیا میں نہیں رہا۔ بہرحال تمھارا کھیل ختم ہو چکا ہے۔ باہر انٹرپول کے مسلح جوان تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔ چپ چاپ دروازہ کھول کر باہر چلے جاؤ۔"

وانڈرمین کے سامنے اب فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اندر اس کے دشمن تھے۔ باہر بھی انٹرپول کے قانون کے مطابق آہنی سی سلاخوں کے پیچھے بھیجنے والے مسلح جوان اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ سر جھکا کر جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر ایک سوال کیا "مسٹر عزّت علی! مجھے اپنے انجام کی پروا نہیں ہے۔ میں جانتا تھا کہ اندھی کمائی کے نتائج دو ہی ہوتے ہیں۔ تخت ہوتا ہے یا تختہ۔ آج میرا تختہ ہو گیا۔ بہرحال کسی نقلی عزّت علی کو رنگون بھیجنے میں کیا

مصلحت تھی۔ کیا آپ بتانا پسند کریں گے؟"

"ہمارے دو مقاصد تھے۔ ایک تو یہ کہ تمہیں دھوکے میں رکھا جائے۔ تم یہی سمجھتے رہو کہ میں رنگون جا رہا ہوں۔ دوسرے یہ کہ برما میں گولڈن ریکٹ کا خاص آلہ کار چنتا گنی ہے۔ اسے بھی ٹیپ کرنے کا پروگرام تھا۔ لیکن وہ چنتا گنی بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اسے رنگون کے ہی انٹیلی جنس کے ایک جوان آفیسر کیپٹن مورو شان نے تمام اہم ثبوت کے ساتھ گرفتار کر لیا ہے۔ جو کریڈٹ انٹرپول کو حاصل ہونے والا تھا وہ کریڈٹ رنگون کا وہ آفیسر لے گیا۔

"مسٹر عزت علی! میں جا رہا ہوں۔ خود کو انٹرپول کے حوالے کر رہا ہوں لیکن تم میرے خلاف ٹھوس ثبوت فراہم نہیں کر سکو گے۔"

"تمہاری تمام فون کالیں ریکارڈ ہوتی رہی ہیں۔ تم نے اور لیڈی آرپر نے سوچا تھا کہ زیادہ سے زیادہ ٹیلیفون کے ساتھ ڈیٹکٹو آلہ لگایا جائے گا لیکن ہم نے یہ نہیں کیا۔ تمہارا خاص چینی ملازم چاؤ شو ہمارا آدمی ہے اور لیڈی آرپر! تمہاری وہ لیڈی سیکریٹری بھی انٹرپول سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ دونوں موقع ملتے ہی ڈیٹکٹو آلات تم دونوں کی خواب گاہ میں نصب کرتے تھے۔ پھر اس کی جگہ سے ہٹا دیتے تھے تاکہ کبھی خواب گاہ کی جھاڑ پونچھ کے وقت وہ تم میں سے کسی کی نظر میں نہ آئے۔ بہرحال تم دونوں کی اپنی آواز سے بہتیرے ثبوت فراہم ہو چکے ہیں۔"

وہ نڈر مین آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے تک گیا پھر وہاں سے گھوم کر بولا۔ "تم میری توقع سے زیادہ چالاک نکلے۔ کاش مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ صرف تمہارا نام اصلی ہے اور جو چہرے ہمارے سامنے آ رہے ہیں وہ نقلی ہیں۔ کاش ایک بار میں تمہارا اصلی چہرہ دیکھ لیتا۔"

عزت علی نے جواب دیا۔ "جس دن تمہیں بجلی کی کرسی پر بٹھایا جائے گا اس دن میں اصلی چہرے کے ساتھ تمہارے سامنے آؤں گا۔ تمہاری حسرت پوری ہو جائے گی۔ اب جاؤ۔"

وہ سر جھکا کر گھوم گیا۔ دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد عزت علی نے لیڈی آرپر سے کہا۔ "تم ایک چالاک لومڑی ہو۔ اپنے پیچھے یہ ثبوت نہیں چھوڑتیں کہ تمہارا تعلق گولڈن ریکٹ سے ہے۔ تمہاری جتنی فون کالیں ریکارڈ کی گئی ہیں ان میں بھی تم بڑی محتاط ہو کر گفتگو کرتی رہی ہو۔ اب میرے ساتھ اپنی خواب گاہ میں چلو۔ یقیناً گولڈن ریکٹ سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز وہاں تو مل سکے گی۔"

وہ خاموشی سے گھوم کر زینے پر چڑھتے ہوئے خواب گاہ کی طرف جانے لگی۔ عزت علی نے اس کے پیچھے جاتے ہوئے کہا۔ "نیما! تم اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اس اجنبی جوان پر نظر رکھو۔ اسے کہیں جانے نہ دو۔ جیتو کو میرے پاس بھیج دو۔"

جیتو اس کے ایک ساتھی فائٹر کا نام تھا۔ نیما نے اسے جانے کے لیے کہا۔ وہ دوڑتا ہوا زینے پر چڑھتا ہوا عزت علی کے پیچھے جانے لگا۔ نیما کے ریوالور کا رُخ میری طرف تھا۔ میں اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ میرے دماغ میں دو باتیں تھیں۔ کیا لیڈی آرپر کی خواب گاہ سے کوئی ایسا ثبوت ملے گا جس سے اس کا تعلق گولڈن ریکٹ سے ظاہر ہو؟

دوسری بات یہ کہ میں بُری طرح پھنس رہا تھا۔ وِنڈرمین اور لیڈی آرپر نے بتایا تھا کہ میں میک اَپ میں ہوں اور میرے پیچھے عزت علی کا چہرہ ہے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اس عزت علی کا چہرہ بھی نقلی ہے اور اس نقلی میک اپ کے پیچھے بھی کسی اور کا چہرہ ہے یعنی یہ دونوں میک اَپ وہ لوگ اتارنے پر مجبور کرتے تو فراڈ علی محمود کا چہرہ ظاہر ہو جاتا اور میں خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اب تک خیال خوانی کے ذریعے صرف اس حد تک کام لیا ہے کہ دوسروں کو میلی پیتھی کا شُبہ نہ ہونے پائے۔ اب آئندہ کیا ہو گا؟

میرا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ بار بار یہی بات دماغ میں آتی تھی کہ مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ اسی وقت نیما نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"وہی ہوں جس کے ساتھ تم ایئرپورٹ سے آئی تھیں اور پھر ہوٹل کی اس کار میں میرے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھیں۔ تم میرے دائیں طرف تھیں۔ کیا تم نے میرے قریب بیٹھ کر کوئی غیر معمولی سی بات محسوس کی تھی؟"

"ہاں، میں نے تمہارے قریب ہلکی ہلکی سی آنچ محسوس کی تھی۔ جلنے والی آنچ تھی یا کشش تھی۔ میں نے اس کشش کے متعلق کئی بار سوچا مگر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ دراصل ہم محبت اور رومانس کے چکر میں نہیں پڑتے۔ ہم ناقابلِ شکست فائٹر بننے کے لیے دن رات محنت کرتے رہتے ہیں۔ یہی ہمارا عزم ہے۔ یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں اپنے اصلی روپ میں آنا چاہتا ہوں۔ یہ میک اَپ اُتارنا چاہتا ہوں۔"

وہ ریوالور سے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "اُدھر ایک اور خواب گاہ ہے۔ میں نے ڈریسنگ ٹیبل پر کچھ میک اَپ کا سامان دیکھا ہے۔ شاید وہاں تمہاری ضرورت کی چیزیں مل جائیں۔"

میں ریوالور کی زد میں ان کے درمیان چلتا ہوا دوسری خواب گاہ میں پہنچا۔ وہاں ونیشنگ کریم رکھی ہوئی تھی۔ میں نے کچھ اور میک اَپ کا سامان اٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں باتھ روم میں جا کر اپنا میک اَپ صاف کروں گا۔"

نیما نے ملایائی زبان میں اپنے ایک فائٹر سے کہا کہ وہ باتھ روم

لو جا کر چیک کرے۔ اس نے اندر جا کر چاروں طرف اچھی طرح دیکھا۔ پھر واپس آ کر بتایا کہ وہاں سے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے تب مجھے جانے کی اجازت دی گئی۔ میں نے اندر جا کر دروازے کو بند کر دیا پھر اوپر والا میک اَپ اُتارنے لگا۔ اگر ان کے سامنے ایسا کرتا تو پھر عزت علی کے میک اَپ کی سی کمی کو ان کے سامنے دُرست نہیں کر سکتا تھا اسی لیے میں نے اپنے آپ کو باتھ روم میں محدود کر لیا تھا۔

میک اَپ اُتارنے کے دوران میں نے لیڈی آرپار کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ اپنی خواب گاہ کے وسط میں کھڑی ہوئی تھی اور عزت علی کو سامان اُلٹ پلٹ کرتے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "آپ خواہ مخواہ میرے سامان کی بربادی کر رہے ہیں۔ یہاں کچھ نہیں ہے اور نہ ہی میرا تعلق کسی گولڈن ریکٹ سے ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ خاموش کھڑی رہو۔"

اس نے کہا۔ "میں بہت دیر سے شب خوابی کے لباس میں ہوں۔ یقیناً تم مجھے گرفتار کر کے لے جاؤ گے اور میں اس لباس میں نہیں جا سکوں گی۔ کیا میں لباس تبدیل کر لوں؟"

اس نے گھور کر دیکھا پھر پوچھا۔ "کہاں تبدیل کرو گی؟"

اس نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا ڈریسنگ روم ہے۔ یہاں میں میک اَپ بھی کرتی ہوں اور میری کپڑوں کی الماری بھی یہیں ہے۔"

عزت علی وہاں سے چلتا ہوا ڈریسنگ روم میں پہنچا۔ اسے چاروں طرف سے دیکھا۔ جب یقین ہو گیا کہ وہاں سے فرار کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے تو اس نے لیڈی آرپار کو وہاں لباس تبدیل کرنے کی اجازت دے دی۔ پھر اس کمرے سے باہر آ کر خواب گاہ پر سرسری نظر ڈالنے لگا۔ اس دوران ڈریسنگ روم کا دروازہ اندر سے بند ہو گیا تھا۔

میں لیڈی آرپار کے ارادوں کو خوب سمجھ رہا تھا اور ٹیلی پیتھی کی آنکھ سے دیکھ رہا تھا۔ دروازہ اندر سے بند کرتے ہی وہ ایک بڑی سی الماری کے پاس گئی۔ جہاں اس کے ڈھیر سارے لباس لٹکے ہوئے تھے۔ اس الماری کو کھول کر اس نے کپڑوں کو ایک طرف نکال نکال کر پھینکا۔ پھر اس کے اندر گئی اور الماری کے پٹ کو بند کر لیا۔ وہاں اس نے سر کے اوپر ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن کو دبایا۔ جہاں وہ کھڑی ہوئی تھی، وہ حصہ نیچے کی طرف سرکنے لگا۔ چند لمحے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں سے ایک زینہ نیچے کی طرف جا رہا تھا۔ وہ اس زینے سے اُترتی چلی گئی۔ اندر بجلی کی روشنی تھی جہاں زینہ ختم ہوا وہاں سے ایک سُرنگ دور تک چلی گئی تھی۔ وہ اس سُرنگ میں جھکتی ہوئی، دوڑتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ میں اسے دیکھتا رہا اور آئینے میں اپنے میک اَپ کا بھی جائزہ لیتا رہا۔ میرا اوپری میک اَپ ختم ہو چکا تھا۔ اب میں آئینے کے سامنے اپنے آپ کو عزت علی کے روپ میں دیکھ رہا تھا میں نے چہرے کا ہر زاویے سے جائزہ لیا۔ کہیں کوئی کمی نظر نہیں آئی۔ اگر کمی رہ جاتی تب بھی رات کے وقت اتنا فرق نہیں پتا تھا۔ کوئی اتنی توجہ سے دیکھنے والا نہیں تھا۔

لیڈی آرپر اب سرنگ سے نکل آئی تھی۔ وہ ایک زینے پر چڑھ رہی تھی پھر اس نے ایک بٹن کو دبایا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ وہ دروازے کو پار کر کے ایک ویسے ہی چھوٹے سے گرین روم میں پہنچ گئی۔ جیسا کہ اس کی کوٹھی میں تھا۔ وہاں بھی ویسی ہی کپڑوں کی الماری، سنگھار میز اور میک اَپ کا سامان وغیرہ نظر آ رہا تھا۔ وہ اس کمرے کو کھول کر دوسرے کمرے میں آئی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنی رہائش گاہ سے نکل کر پڑوس کے بنگلے میں پہنچ گئی ہے اور وہ بنگلہ بھی اس کا اپنا ہے۔ وہاں ایک بوڑھا ریٹائرڈ انجینئر اپنی بوڑھی بیوی کے ساتھ رہتا تھا اور وہ دونوں ہی لیڈی آرپر کے ملازم تھے۔

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ نیما دروازے پر دستک دیتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ "تم میک اَپ اُتار رہے ہو یا سو رہے ہو۔ فوراً باہر آ جاؤ۔"

"بس ایک منٹ، ابھی آ رہا ہوں۔"

میں نے اسے تسلی دی۔ پھر عزت علی کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں بولا۔ "یہ لیڈی آرپر ابھی تک کیا کر رہی ہے۔ لباس بدلنے میں کیا اتنی دیر لگتی ہے؟"

میری اس سوچ کے ساتھ ہی اس نے پلٹ کر دروازے پر دستک دی۔ "نیگ لیڈی! فوراً باہر آؤ۔ میں زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتا۔"

اندر سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر دستک دی۔ اسے آواز دی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ تب اس نے اپنے ماتحت سے کہا۔ "دروازے کو توڑ دو۔"

ماتحت نے آگے بڑھ کر دروازے کو ایک زور کا دھکا مارا۔ پتا چلا، وہ بہت مضبوط ہے۔ عزت علی نے خواب گاہ سے نکل کر زینے کے نیچے جھانکتے ہوئے نیما کے دو ساتھی فائٹروں کو آواز دی اور کہا کہ وہ اوپر آ کر ڈریسنگ روم کا دروازہ توڑیں۔ لیڈی آرپر اندر بند ہو گئی ہے۔

وہ اپنے ماتحتوں کو آوازیں دے رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ وہ بند نہیں ہوئی ہے بلکہ اس نے اسی کمرے سے فرار کا کوئی راستہ نکال لیا ہے۔ اس دروازے کو فوراً ہی ٹوٹنا چاہیے۔

نیما نے اپنے دونوں فائٹر ساتھیوں کو عزت علی کی طرف روانہ کر دیا۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے باتھ روم کے دروازے کو کھول دیا۔ نیما میری طرف ریوالور کا رُخ کیے کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ ریوالور سے دوسرے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "میرے آگے آگے چلو اور اوپر کی خواب گاہ میں پہنچو۔ ہم دیکھیں

گے۔ وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

میں آگے بڑھا اور بڑھتے ہی اس کے دماغ کو ایک ذرا سا جھٹکا لگا کہ بیشمر زون میں اس کی نگاہیں اِدھر سے اُدھر ہوئیں۔ پلک جھپکنے میں جتنی دیر لگتی ہے۔ اتنی دیر کے لیے اس کی توجہ ذرا بٹ گئی۔ میں نے فوراً ہی پلٹ کر اس کے ریوالور پر ہاتھ ڈالا۔ دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی سے کراٹے کا وار کیا۔ وہ اس بات کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس کے ہاتھ سے نکلنے والے ریوالور کو میں نے کیچ کر لیا۔ ویسے وہ بھی بلا کی پھرتیلی تھی۔ لڑنے کا فن جانتی تھی۔ اس نے فوراً ہی گھوم کر میرے بائیں طرف پہنچ کر ایک اُلٹا ہاتھ میری کمر پر رسید کرنا چاہا۔ میں اس کی سوچ کو پہلے ہی پڑھ چکا تھا۔ اس لیے اس کے حملے سے بچ گیا۔ میں یہ کھیل زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھ سکتا تھا۔ اسی لمحے میں نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ وہ چکرا گئی۔ اس کے دماغ کی ڈوبتی ہوئی سوچ کی لہروں نے سمجھا دیا کہ وہ بے ہوش ہو رہی ہے۔ میں نے اسے باتھ رُوم میں پہنچا دیا۔ دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ پھر ریوالور کو جیب میں رکھ کر ڈرائنگ روم میں پہنچا، وہاں سناٹا تھا۔ اوپر دو تین فائر باری باری دروازے کو دھکے مار رہے تھے۔ کبھی کراٹے کے ہاتھ رسید کر رہے تھے۔ کبھی دور جا کر دوڑتے ہوئے آتے تھے اور دروازے کو فلائنگ کِک مارتے تھے۔ میں ڈرائنگ روم کا بیرونی دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ باہر کچھ مسلح جوان نظر آئے۔ انھوں نے بلب کی روشنی میں مجھے دیکھتے ہی الرٹ ہو کر سلام کیا کیوں کہ وہ مجھے عزت علی سمجھ رہے تھے۔ میں ان کو سلام کا جواب دیتا ہوا تیزی سے چلتا ہوا اپنی کار کے پاس آیا۔ میرا ڈرائیور وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا: "فوراً چلو۔"

گاڑی اسٹارٹ ہوئی۔ اس کوٹھی کے احاطے سے باہر نکلی، پھر تیز رفتاری سے شاہراہ پر دوڑنے لگی۔ میں نے باس جے آرجے ناتھن ..... کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "میں اس وقت لیڈی آرپر کی رہائش گاہ سے نکل گیا ہوں اور کسی ایسی پناہ گاہ میں پہنچنا چاہتا ہوں، جہاں انٹرپول کا کوئی آدمی نہ پہنچ سکے۔ یہ کار ان کی نظر میں آ گئی ہے۔ اسے بھی تبدیل کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے کہا: "جناب! آپ ڈرائیور سے کہہ دیں کہ وہ آپ کو دریائے چاؤ فیہ کے کنارے مہاراج روڈ پر لے جائے۔ وہاں ہمارا کاڈچ ہے۔ وہ آپ کو کاڈچ میں پہنچا کر کار وہاں سے لے جائے گا۔ وہاں آپ کے لیے دوسری کار بھیجی جا رہی ہے۔"

"آپ اس کار میں منچالی کو میرے پاس بھیج دیں۔"

"جی ہاں، وہ بھی پہنچ جائے گی۔ اس کاڈچ میں ایک ملازم ہے۔ میں ابھی اسے فون کر کے آپ کے متعلق اطلاع دے رہا ہوں۔"

وہ فون کرنے لگا۔ نمبر ڈائل کرتے وقت اس نے پوچھا: "جناب کیا انٹرپول والے مجھ سے آپ کے متعلق سوالات کریں گے؟"

"وہ آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے کیوں کہ چیف فلائنگ آفیسر اور اس کے ماتحتوں کو یہ نہیں معلوم ہے کہ میں اور منچالی آپ کے ذریعے بنکاک پہنچے ہیں، یہ باتیں صرف لیڈی آرپر اور وِنڈمین جانتے ہیں۔ لیڈی آرپر ان کی دسترس سے نکل چکی ہے۔ میں ابھی وِنڈمین سے نمٹ لیتا ہوں۔"

میں نے ڈرائیور سے کہا کہ وہ مجھے دریائے چاؤ فیہ کے کنارے مہاراج روڈ والے کاڈچ میں پہنچا دے اور کار کو وہاں سے لے جائے۔ اس کے بعد میں وِنڈمین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ انٹرپول کے ایک پرائیویٹ دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس کچھ مسلح افراد تھے۔ انٹرپول کا ایک اعلیٰ افسر میز کے دوسری طرف بیٹھا ہوا اس سے سوالات کر رہا تھا۔ سوالات گولڈن رِیکٹ کے متعلق تھے اور وِنڈمین جواب دینے سے کترا رہا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے اچانک ہی اپنی جگہ سے اُٹھ کر میز پر چڑھتے ہوئے اپنے اعلیٰ افسر پر چھلانگ لگائی۔ آس پاس کھڑے ہوئے مسلح افراد لپک کر اس کے پاس آئے اور اپنے افسر سے اسے الگ کرنے لگے۔ اس نے آنے والوں میں سے ایک کے مُنہ پر اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ دوسرے کو لات ماری پھر میز پر اُلٹ کر دوسری طرف گیا۔ دوسری طرف ایک مسلح شخص اس پر حملہ کرنے آ رہا تھا۔ اس نے جھک کر اس کے پیٹ میں ایک گھونسہ مارا۔ کمر سے بندھے ہوئے ہولسٹر میں ریوالور نظر آ رہا تھا۔ گھونسہ مارتے ہی اس نے دوسرے ہاتھ سے ریوالور کو نکال لیا۔ اس میں اتنی پھرتی نہیں تھی۔ چونکہ میں اس کے دماغ میں موجود تھا اس لیے وہ ایک بہترین فائٹر کی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ریوالور ہاتھ میں آتے ہی اس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔ "خبردار! کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں سے گولی چلی۔ کسی نے اس پر فائر کیا تھا لیکن نشانہ خطا ہو گیا۔ وِنڈمین نے دیوار سے لگ کر اپنے اعلیٰ افسر پر گولی چلائی۔ میں کسی کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا تھا، اس لیے میں نے اس کے نشانے کو بھی بہکا دیا۔ میرا مقصد صرف اتنا تھا کہ وِنڈمین موت کی سزا پانے ہی والا ہے لہٰذا میرے متعلق کوئی بیان دینے سے پہلے ہی اسے یہ سزا مل جائے۔

اور اسے سزا مل گئی..... وہ مسلح لوگ یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے اعلیٰ افسر پر قاتلانہ حملہ ہو۔ انھوں نے کئی طرف سے پے در پے گولیاں چلائیں۔ ایسی صورت میں وِنڈمین بچ نہیں سکتا تھا۔ کئی گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہوئیں اور وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔ اس کا کام تمام ہو چکا تھا۔ میں اپنی جگہ واپس آ گیا۔ کار کاڈچ کے سامنے پہنچ کر رُک گئی۔ میں گاڑی سے اُتر گیا۔

وہ آگے چلی گئی۔ میں نے باس جے آرجے ناتھن کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: "کاڈچ کا ملازم مجھے کس طرح پہچانے گا؟"

"میں نے اسے بتایا ہے کہ فرہاد صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ پہلی پہچان کا کوئی کمال دکھائیں گے، وہ آپ کو تسلیم کر لے گا۔"

میں کاڈچ کے احاطے میں داخل ہوا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ایک دھیڑ عمر کا شخص بُت کی طرح کھڑا ہوا مجھے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا: "کیا مجھے ثابت کرنا ہوگا کہ میں کون ہوں؟"

"جی ہاں، جناب! یہ ضروری ہے۔"

"اچھا، ابھی تم اپنے دونوں کان پکڑو گے۔"

"اگر میں نہ پکڑوں تو؟"

"یہ دیکھو۔ تم پکڑ رہے ہو۔"

دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے دونوں کان بے اختیار پکڑ لیے۔

میں نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

اس نے فوراً ہی دونوں کانوں کو چھوڑتے ہوئے کہا: "میں کچھ کچھ تسلیم کر رہا ہوں۔"

"اچھا، وہ دیکھو کاڈچ کا دروازہ بند ہے۔ ابھی تم اسے میرے لیے کھولو گے؟"

"یہ صرف فرہاد صاحب کے لیے کھلے گا۔"

یہ کہتے ہی وہ دروازے کی طرف گھوم گیا۔ آگے بڑھ کر دروازے کو کھولتے ہوئے بولا: "جناب فرہاد علی تیمور صاحب! تشریف لائیے۔ یہ کاڈچ آپ کے لیے ہے اور یہ خادم آپ کی خدمت کے لیے۔"

وہ سر جُھکائے کھڑا رہا۔ میں اس کے سامنے سے گزرتا ہوا کاڈچ میں داخل ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ ایسی حرکتیں کیوں کر رہا ہے، جب کہ ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ میں نے اس کے دماغ کو پوری طرح آزاد کر دیا۔ وہ جلدی سے کاڈچ کے اندر آیا۔ پھر اس نے میرے سامنے دونوں گھٹنے ٹیک دیے۔ "معاف کیجیے گا جناب! آپ کو پہچاننے کے لیے میں نے خدمت گزاری سے انکار کیا تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔ اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ اور دروازے کو بند کر دو۔ ابھی ایک نیگرو لڑکی آنے والی ہے۔ اس کا نام منچالی ہے۔"

وہ ایک چھوٹا سا کاڈچ تھا۔ ایک ڈرائنگ روم اور ایک بیڈ روم پر مشتمل۔ میں نے جے آرجے ناتھن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "مجھے میک اَپ کا مکمل سامان اور میک اَپ اُتارنے کا سامان بھی چاہیے۔"

"ابھی آپ کے پاس پہنچ جائے گا؟"

"مسٹر ناتھن! انٹرپول کا چیف آفیسر وِنڈمین مارا گیا ہے۔ مسز لیڈی آرپر زندہ رہ گئی ہے۔ ان دونوں کے درمیان فون پر جو باتیں ہوا کرتی تھیں وہ تمام باتیں انٹرپول والوں نے ریکارڈ کی ہیں۔ یقیناً ڈھیر ساری کالوں کے درمیان وہ کالیں بھی ہوں گی جس میں لیڈی آرپر اور وِنڈمین نے آپ کا ذکر کیا ہے کہ آپ سنگاپور سے اپنے دو مہمانوں کو لے کر آ رہے ہیں جن میں ایک مرد ہے اور دوسری ایک نیگرو لڑکی ہے۔"

"جی ہاں، اگر کالیں ریکارڈ کی گئی ہیں تو انٹرپول والے مجھ سے ضرور آپ کے اور مس منچالی کے متعلق سوالات کریں گے۔"

"آپ کیا جواب دیں گے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ دُنیا کے بیشتر ممالک میں ہمارے کتنے ہی شناسا موجود ہیں۔ وہ آئے دن آتے جاتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی شناساؤں میں ایک مشرقی جوان اور ایک افریقی لڑکی یہاں آئے ہیں۔ بنکاک ایک ایسا بین الاقوامی شہر ہے جہاں دنیا کی تمام قوموں کے لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ کتنی ہی نیگرو لڑکیوں سے ہماری واقفیت ہے۔ میں ابھی ایسے ایک مشرقی جوان اور ایک نیگرو لڑکی کا جوڑا تیار کر لیتا ہوں جو اس بات کی گواہی دیں گے کہ وہ میرے ساتھ سنگاپور سے یہاں تک آئے ہیں۔"

"شکریہ مسٹر ناتھن! آپ نے ایسا کر لیا تو میں منچالی کے ساتھ یہاں آزادی سے رہ سکوں گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ صبح تک میں ایسے دو چار جوڑے اور تیار کر لوں جن میں سے ایک مشرقی جوان ہوگا، دوسری افریقی لڑکی ہوگی۔ آخر وہ کتنوں کو چیک کرتے پھریں گے۔ اگر آپ احتیاطاً کچھ دنوں تک مس منچالی کے ساتھ باہر نہ نکلیں تو بہتر ہوگا۔ تفریح کا موڈ ہو تو آپ اکیلے ایک طرف جائیں، دوسری طرف مس منچالی جائیں گی۔ ہمارے آدمی آپ لوگوں کو الگ الگ بنکاک کی سیر کراتے رہیں گے۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ نیما کی خبری، وہ ہوش میں آ گئی تھی۔ اس نے دروازے کو زور زور سے پیٹنا شروع کیا تھا کسی نے آ کر دروازہ کھول دیا تھا۔ دوسری طرف لیڈی آرپر کے بیڈ روم میں اس کے ڈریسنگ روم کا دروازہ توڑ دیا گیا تھا۔ عزت علی نے ڈریسنگ روم میں پہنچنے کے بعد الماری کو کھول کر دیکھا۔ تب اسے الماری کے نیچے خلا نظر آیا۔ پتا چل گیا کہ وہ زمین دوز راستے سے فرار ہو گئی ہے۔ وہ اپنے اپنے ہتھیار لے کر اس سُرنگ میں اُتر گئے۔ محتاط ہو کر چلتے رہے۔ زیادہ دور چلنا نہیں پڑا کیوں کہ پڑوس والے بنگلے تک وہ سُرنگ بچھائی گئی تھی۔ جب وہ اوپر پہنچے تو خود کر ایک چھوٹے سے بنگلے میں پایا۔ کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو انھیں دوسری طرف لیڈی آرپر کی وہی شان دار کوٹھی نظر آئی جہاں اس کے اطراف انٹرپول کے مسلح افراد پھیلے ہوئے تھے۔

وہ پڑوس کے جس بنگلے میں پہنچے، وہ بنگلہ ویران تھا۔ رہائش کا

سامان ضرور موجود تھا لیکن دروازے یوں کھلے ہوئے تھے جیسے وہاں کے مکینوں کو چوری کا اندیشہ نہ ہو یا پھر وہ جلد بازی میں دروازے کھلے چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں۔ عزت علی اس بنگلے سے باہر نکل کر دیکھنے لگا۔ وہ سمجھ گیا۔ لیڈی آرپر اس کی بچھائی ہوئی رکاوٹوں کے پار چلی گئی ہے۔

میں لیڈی آرپر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک نہایت ہی خوبصورت سی خواب گاہ میں سنگھار میز کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اور اپنے چہرے سے میک اَپ اُتار رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے لیڈی آرپر کا جو چہرہ دیکھا تھا، وہ اس کا اصلی چہرہ نہیں تھا۔ یہ بڑی بڑی خطرناک تنظیم کے اہم افراد یا کسی ریکٹ یا سنڈیکیٹ سے تعلق رکھنے والے مجرم ایسے ہی پُراسرار ہوتے ہیں۔ کبھی اپنا اصلی چہرہ نہ تو قانون کے محافظوں کو دکھاتے ہیں اور نہ اپنے معتمدِ خاص کو دکھانا پسند کرتے ہیں۔ اتنی بڑی دُنیا میں وہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتے۔

اس کے چہرے پر چھوٹے چھوٹے سے ٹیپ اس طرح چپکے ہوئے تھے کہ دور سے یا قریب سے ان کا پتا نہیں چلتا تھا۔ چھونے سے بھی احساس نہیں ہوتا تھا کہ ان ٹیپ کے ذریعے چہرے میں تبدیلی لائی گئی ہے۔ وہ سنگھار میز کے سامنے بیٹھی اپنے چہرے سے ان چپکے ہوئے ٹیپ کو یکے بعد دیگرے آہستہ آہستہ اتار رہی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ میڈیکیٹیڈ ٹیپ ہیں یعنی طبی نقطۂ نظر سے وہ ٹیپ تیار کیے گئے ہیں مخصوص ٹیکنیک کے مطابق انھیں چہرے پر چپکایا جائے تو مخصوص قسم کی تبدیلی آجاتی ہے۔ چہرہ اس حد تک بدل جاتا ہے کہ پہلے سے مختلف ہو جاتا ہے اس کے علاوہ طبی نوعیت کے وہ ٹیپ چہرے پر چپکے رہنے کے بعد چہرے کی جلد کو ایک فیصد نقصان نہیں پہنچاتے بلکہ ان کے ذریعے چہرہ ملائم اور تر و تازہ رہتا ہے۔ جلد کی رنگت بھی نکھر آتی ہے۔

میں اسے دیکھتا رہا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ بغیر میک اَپ کے وہ لاکھوں میں ایک ہے۔ یقیناً چہرے کی بنیاد خوب ہو تو میک اَپ کے بعد صنفِ نازک خوب سے خوب تر ہو جاتی ہے۔ اپنے اصلی روپ میں آنے کے بعد وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور انگلیوں پر سے باریک باریک جھلیاں اتارنے لگی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ لیڈی آرپر کے روپ میں رہنے کے دوران اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر جھلیاں چڑھائے رہتی تھی تاکہ کہیں بھی، کسی چیز پر بھی اس کی انگلیوں کے نشانات نہ پڑیں۔ وہ اپنے معاملات میں بہت محتاط اور بہت زیادہ چالاک تھی کسی بھی معاملے میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے چاروں طرف سے اپنے بچاؤ کا راستہ سوچ لیتی تھی۔ اس کے بعد کوئی قدم اٹھاتی تھی۔

اب وہ کس روپ میں، کس حیثیت سے بنکاک میں رہے گی یا گولڈن ریٹ والوں کے کس طرح کام آئے گی، یہ میں بعد میں معلوم کر سکتا تھا۔ ابھی اتنی جلدی نہیں تھی۔ میں دماغی طور پر واپس آگیا تھا۔

اسی وقت منجالی آگئی تھی۔

ہاں جے آر، جے ناتھن نے میرے لیے میک اَپ کے سامان کے علاوہ چند جوڑے کپڑوں کے بھی بھیجے تھے۔ میں میک اَپ اُتارنے کے لیے بیٹھ گیا۔ اس دوران منجالی کو گزرے ہوئے وہ تمام واقعات سُنا رہا تھا، پھر میں نے بتایا کہ لیڈی آرپر اس وقت اتنی تبدیل ہو گئی ہے کہ اشرپول کا کوئی بھی شخص اسے پہچان نہیں سکے گا بلکہ لیڈی آرپر کی حیثیت ختم ہو چکی ہے۔ اب وہ ایک نئی حیثیت سے سامنے آنے والی ہے میں اپنے اصلی روپ میں آگیا منجالی میرے پاس آکر بولی "آپ کا یہ اصلی روپ دیکھنے کے لیے میں ترس جاتی ہوں۔ جب دیکھتی ہوں آپ میک اَپ میں رہتے ہیں۔ اس کاٹج کے اندر آپ اپنی اصلی حالت میں رہا کریں۔"

"میں بھی میک اَپ سے اُکتا گیا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ اس کی ضرورت پیش نہ آئے۔"

میں نے کچھ سوچ کر چونک کر کہا "یہ تو میں بتانا ہی بھول گیا، لیڈی آرپر نے مجھ پر ایک بلڈ ہاؤنڈ کو چھوڑا تھا لیکن وہ میرے قریب آنے سے ہچک رہا تھا۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ میرے بدن میں حرارت ایسے منتقل ہو رہی ہے جیسے اس حرارت میں تھوڑا بہت زہر بھی شامل ہو۔ شاید اسی لیے رستوتی مجھے غیر معمولی کہتی رہی۔ مجھ میں زہر ملی کشش محسوس کرتی رہی۔ یہی بات نیما نے محسوس کی۔ اس کے باوجود میں اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دیتا لیکن اس بلڈ ہاؤنڈ کی حرکتوں نے مجھے حیران اور پریشان کر دیا ہے۔ میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ کچھ زہر میرے اندر پھیل رہا ہے لیکن اس طرح پھیل رہا ہے کہ میرے لیے یہ ایک نئی زندگی اور ایک نئی کشش کے ساتھ مجھے غیر معمولی بنا تا جا رہا ہے۔"

وہ میری باتیں سُن رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ رات بہت ہو چکی تھی، میرے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں بستر پر آتے ہی آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر سو جاؤں۔ سونے سے پہلے بھی بہت سی ذمے داریوں کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے منجالی جلد ہی سو گئی۔ پھر میں نے رستوتی کی خبر لی لیکن اسے مخاطب نہیں کیا۔ نہ ہی میں آئندہ کبھی اسے مخاطب کرنا چاہتا تھا۔

وہ میری زندگی میں بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ میں بہ آسانی اس سے رشتہ توڑ نہیں سکتا تھا۔ اخلاقی تقاضوں کے مطابق اسے بیوی بنائے رکھنا چاہتا تھا لیکن اس سے کبھی رابطہ قائم کر کے گفتگو کرتا یا کسی مسئلے پر بات کرنا مجھے گوارا نہیں تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اسے کب تک سزا دے سکتا ہوں اور وہ کب تک سزا بھگت سکتی ہے۔

وہ بخیریت تھی میں نے باس جے آر، جے ناتھن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ بھی آدھی رات گئے تک جاگ رہے ہیں۔ بس یہ آخری بار رابطہ قائم کر رہا ہوں۔

کے بعد میں بھی سو جاؤں گا۔ آپ بھی آرام کریں۔"

"جناب! آپ کے لیے میں اپنی زندگی کی تمام راتیں جاگ کر گزار سکتا ہوں۔ آپ حکم دیں۔"

"ٹیلیفون کے ذریعے رستوتی کو اطلاع دے دیں کہ میں سنگاپور سے جا چکا ہوں۔ کہاں گیا ہوں یہ میں نے آپ کو بھی نہیں بتایا ہے تاکہ رستوتی کا تنہا سنگاپور میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ وہ جس ملک میں رہنا چاہے وہاں اس کے لیے انتظامات ہو سکتے ہیں۔"

"بہتر ہے جناب! مادام جہاں جانا چاہیں گی ہم فوراً ان کی روانگی کا انتظام کر دیں گے اور انھیں بحفاظت وہاں پہنچا دیں گے۔"

میں نے باس جے ناتھن کو شب بخیر کہہ کر رابطہ ختم کر دیا پھر سونیا کو خبر لی۔ وہ بخیریت تھی اور اس وقت سونے کے لیے جا رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے۔ آج ربی اسفندیار تم پر ہپناٹزم کا عمل نہیں آیا؟"

"مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ آج سے ربی اسفندیار میرے کمرے میں نہیں آئے گا اور نہ ہی مجھ سے کوئی قسم کا سوال کرے گا۔ شاید وہ کل تک مجھے اسرائیل سے رخصت کر دیں گے۔"

"چلو، ٹھیک ہے۔ کوئی نقصان اٹھائے بغیر یہ معاملہ طے ہو رہا ہے۔ اب آرام سے سو جاؤ۔ کل تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں اس کے پاس سے بھی چلا آیا۔ اس وقت پیرس میں رات کے نو بج رہے تھے۔ میں نے مسکی براؤنے کو مخاطب کرتے ہوئے پکارا "ہیلو، ڈاکٹر! دوسرے فرہاد علی تیمور کا کیا حال ہے؟"

وہ ایک کلب میں بیٹھا شطرنج کھیل رہا تھا۔ اس نے زیرِ لب مسکرا کر کہا "کل صبح اس کے چہرے کی پٹیاں کھل جائیں گی۔ دوسرا فرہاد علی تیمور مکمل ہو جائے گا۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر کریادان کے پاس آیا میں نے اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا "جناب! آپ مجھے کریادان نہ کہیں کل جب میرے چہرے سے یہ تمام پٹیاں اتار دی جائیں گی میں فرہاد علی تیمور کہلاؤں گا۔" میں اس کی باتیں سُن کر مسکرانے لگا۔ سرجن پلاسٹک سرجری کا عمل ہونے سے پہلے ڈاکٹر جواد النجری نے اسے مسلمان کر دیا تھا۔ پھر سائرہ بانو، مرجانہ، اعلیٰ بی بی اور جمیلہ نے مل کر اس کا نام سنجاد علی تجویز کیا تھا۔ اس نے اپنا نیا نام سن کر کہا تھا "میں فرہاد بھائی جان کے خاندان سے منسلک ہونے پر فخر محسوس کرتا ہوں لہٰذا مجھے صرف سنجاد علی نہیں بلکہ فرہاد علی تیمور طرح سنجاد علی تیمور کہا جائے۔"

وہ اسپتال کے خاص کمرے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ مرجانہ اس کے پاس تھی۔ میں نے مرجانہ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "اس وقت وہاں نو بج کر پندرہ منٹ ہوئے ہیں۔ کیا تم سنجاد علی تیمور سے ملنے کے لیے تنہا آئی ہو اور رات کو تنہا ہی واپس جاؤ گی؟"

"ہاں، بظاہر میں تنہا رہتی ہوں لیکن اعلیٰ بی بی کا کوئی آدمی ضرور میری نگرانی کرتا رہتا ہے۔ ہم نے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں، جن کے ذریعے اگر کوئی افتاد آپڑے تو اعلیٰ بی بی اور ہمارے دوسرے اہم ساتھیوں کو اس کی خبر ہو جائے۔"

"کیا تم سنجاد علی تیمور کو میری عادات و اطوار سکھا رہی ہو؟"

"خدا اُسے تمہارے اطوار سے بچائے رکھے۔ کیا تم کم تھے کہ دوسرے کو بھی تمہارے طور طریقوں والا فرہاد بنایا جا رہا ہے۔ یہ کمبخت ابھی سے پکا عاشق مزاج لگتا ہے۔ تمہارا استنجا جانشین ثابت ہوگا۔ میں، اعلیٰ بی بی اور ادارے سے تعلق رکھنے والے سارے لوگ یہاں صبح شام آتے رہتے ہیں اور تمہارے متعلق اسے تفصیل سے سمجھاتے رہتے ہیں۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ یہ بہت زبردست نقال ہے۔ بہت جلدی تمہاری نقل کرتا ہے۔ کل جب اس کے چہرے سے پٹیاں اتر جائیں گی تو ہم اسے میک اَپ وغیرہ کرنے کے طریقے سکھائیں گے اور کسی حد تک اسے کامیاب فاٹر بنانے کی کوشش کریں گے۔"

وہ سوچ کے ذریعے باتیں کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ یہ سنجاد علی تیمور کے چہرے پر آتی پٹیاں تھیں کہ صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ سانس لینے کے لیے ننھے ننھے کھلے ہوئے تھے اور کھانے کے لیے مُنہ کھلا رکھا گیا تھا۔ مرجانہ نے اس کے ہاتھ کو تھام کر کہا۔ "سنجاد! میں جا رہی ہوں۔ کل کسی وقت آؤں گی۔"

سنجاد نے اس کے ہاتھ کو تھام کر بڑے ہی جذباتی انداز میں کہا "مرجانہ تم جاتی ہو تو مر جانے کو جی چاہتا ہے۔ پلیز، مرجانہ نہ جانا۔ اگر جانا تو میری دھڑکنوں کو بند کر کے جانا۔"

مرجانہ نے اس کے ہاتھ کو تھپک کر کہا "نائس پرفارمنس، فرہاد کا بالکل یہی انداز ہے۔ وہ کبھی کبھی چھیڑنے کے انداز میں اسی طرح کا اظہار کرتا ہے لیکن تم سے ایک غلطی ہو گئی۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو کہ وہ اوئے قسم کے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔"

سنجاد علی نے کہا "سوری آئندہ میں اس بات کا خیال رکھوں گا۔"

مرجانہ اس سے رخصت ہو کر اس کے کمرے سے باہر آگئی۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی تھی۔ اس نے اسپتال سے باہر پہنچتے ہوئے کہا "اس وقت تم کس ملک میں ہو؟"

"تھائی لینڈ میں ہوں۔"

"میرے اندازے کے مطابق وہاں رات کے دو بج رہے ہوں گے اور تم ابھی تک جاگ رہے ہو۔ کوئی کام نہیں ہے تو آرام سے سو کیوں نہیں جاتے؟"

"سونے سے پہلے سوچ رہا ہوں کہ آنکھوں میں کس کو بساؤں تاکہ خوابوں کی دُنیا آباد رہے۔"

"کیا کال پڑ گیا ہے؟"

"بالکل نہیں، ایک ڈھونڈو ہزار ملتی ہیں لیکن جو بات تم میں ہے۔"

اس نے فوراً ہی میری بات کاٹ کر کہا "اے خبردار زیادہ لفٹ لینے کی کوشش نہ کرنا ورنہ دماغ کے دروازے بند کر دوں گی۔"

"دیکھو جس طرح مے خانے میں مے نوشی کی باتیں اچھی لگتی ہیں۔ اسی طرح حسینوں کے دماغ میں حُسن اور۔۔۔"

"آگے نہ بولنا۔ میں نے اس لیے تمہیں اپنے پاس آنے جانے کے لیے نہیں کہا ہے کہ وہی الٹی سیدھی باتیں شروع کر دو۔ یہ میرا مصمم ارادہ ہے کہ اب تمہارے فریب میں نہیں آؤں گی اور جلد ہی کسی اچھے آدمی کو جیون ساتھی بنا لوں گی۔"

"یہ بات میں کئی مہینے سے بلکہ سال ڈیڑھ سال سے سُن رہا ہوں۔ آخر وہ خوش نصیب کون ہے؟ کہاں سے آئے گا؟ کب آئے گا؟"

وہ اپنی کار کا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ چابی گھما کر کار اسٹارٹ کرنا چاہتی تھی۔ اچانک ہی اسے اپنی گردن پر سوئی چبھنے کا احساس ہوا۔ وہ جہاں تھی، وہیں بیٹھی رہ گئی۔ میں اس کے دماغ میں سوچ کی لہروں کو گڑبڑاتے دیکھ رہا تھا۔ اس کے آگے ونڈ اسکرین کے پار پیرس کی روشنیاں دور تک نظر آ رہی تھیں لیکن سب دُھندلا رہی تھیں۔ وہ اپنی قوتِ ارادی کو کام میں لاتے ہوئے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کسی قدر اپنے ہوش میں تھی لیکن قوتِ ارادی کے باوجود اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ چابی گھما سکتی یا کار اسٹارٹ کر سکتی۔ وہ بالکل بے حس و حرکت بیٹھی ہوئی تھی۔

میں اس سے چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا۔ ذرا دل بہلا رہا تھا۔ دماغی تفریح ہو جائے۔ دماغی تھکن دور ہو تو آرام سے سوؤں مگر اچانک ہی بازی پلٹ گئی تھی۔ اب اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا اور جو کچھ ہو رہا تھا اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟ یہ ایک تجسس میں مبتلا کر دینے والی بات تھی۔ ایسا تجسس جس نے میری نیند اڑا دی تھی۔

میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر گھما کر دیکھا۔ منجالی بستر پر گہری نیند سو رہی تھی۔ میں وہاں سے اٹھ کر ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گیا۔ پھر مرجانہ کی طرف توجہ دی۔ اس وقت کوئی کہہ رہا تھا، اسے اسٹیئرنگ سیٹ پر سے اٹھا کر اِدھر سائیڈ والی سیٹ پر بٹھا دو۔ میں کار ڈرائیو کروں گا۔

وہ فرانسیسی زبان میں بول رہا تھا اور میں مرجانہ کے دماغ سے اس کا ترجمہ سمجھ رہا تھا۔ عجیب بات تھی کہ مرجانہ کا دماغ ایک محدود دائرے میں کام کر رہا تھا۔ وہ سن رہی تھی سمجھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں سامنے دیکھ رہی تھیں لیکن اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ دیدے گھما کر اپنے دائیں بائیں دیکھ سکتی۔ اس کا دماغ کمزور ہو چکا تھا۔ وہ جسم کے اپنے احکامات کی تعمیل پر مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لیے وہ بے حس و حرکت بیٹھی ہوئی تھی۔

دو آدمی اسے اسٹیئرنگ سیٹ پر سے کھینچ کر پاس والی سیٹ پر لے جانے لگے۔ ایک فرانسیسی زبان میں کہہ رہا تھا "یہ بہت بھاری ہے۔"

دوسرے نے کہا "یہ اپنے دوستوں میں فولاد سمجھی جاتی ہے، یقیناً وزنی ہوگی۔"

انھوں نے اسے کسی طرح کھینچ کر اسٹیئرنگ سیٹ پر سے ہٹا کر پاس والی سیٹ پر بٹھا دیا۔ مرجانہ دائیں بائیں دیکھ نہیں سکتی تھی لیکن آواز سے پتا چل رہا تھا کہ کوئی اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا ہے اور اب کار اسٹارٹ کر رہا ہے۔ کار آگے بڑھ رہی ہے۔ آگے بڑھ رہی ہے اور آگے بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

یا خدا! یہ کار کہاں بڑھتی جا رہی ہے۔ وہ لوگ مرجانہ کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ میں بے چین ہو گیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ میں کس طرح دشمنوں تک پہنچوں؟ کس طرح مرجانہ کی منزل کا سراغ لگاؤں۔

مرجانہ کے جسم پر اور دماغ پر سکتہ طاری تھا۔ میری سوچ اس کے دماغ میں پہنچ کر آس پاس کی آوازوں کو سن رہی تھی اور اس کی کھلی آنکھوں سے ونڈ اسکرین کے سامنے والے مناظر دیکھ رہی تھی جو گزرتے جا رہے تھے لیکن میں کوئی سوال کرتا تھا تو وہ جواب نہیں دے سکتی تھی۔ چپ چاپ میری سوچ کی لہروں کو سُنتی رہتی تھی اور میں اس کے ذریعے کھلی ہوئی کھڑکی کے پاس سے شائیں شائیں کرنے والی ہواؤں کا شور سُن رہا تھا۔

میں بے چینی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ پھر میں نے مرجانہ کے دماغ میں کہا "پلیز مرجانہ! اپنی قوتِ ارادی سے کام لو۔ مجھے اتنا بتا دو کہ تم نے اپنے آس پاس کس طرح کی احتیاطی تدبیر کی تھی۔ تم نے مجھے بتایا تھا کہ کوئی افتاد پڑے تو اس کے لیے حفاظتی انتظامات ہیں۔ وہ انتظامات کیا ہیں؟"

وہ گم صم، بے حس و حرکت بیٹھی رہی جیسے پتھر کا مجسمہ بن گئی ہو۔ میں پھر کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس بار میں نے اپنا رُخ شمال کی جانب کیا جہاں سے مقناطیسی لہریں آتی ہیں۔ پھر میں نے آنکھیں بند کیں۔ اپنی توجہ کو صرف مرجانہ کے دماغ کے تہہ خانے میں مرکوز کیا۔ پھر وہاں سے معلومات حاصل کیں۔ اس کے دماغ کے تہہ خانے سے مُردہ سی آواز اُبھر رہی تھی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کار کے ڈیش بورڈ کے نچلے حصّے میں ایک بٹن ہے۔ اسے دبایا جائے تو وہ آن ہو جاتا ہے۔ پھر کار کے اندر جو باتیں ہوتی رہتی ہیں.... وہ اعلیٰ بی بی کے ٹرانسمیٹر تک پہنچتی رہتی ہیں۔

لیکن ڈیش بورڈ کے نیچے جو بٹن تھا اسے کون آن کرے گا۔ مرجانہ ایسا نہیں کر سکتی تھی کیوں کہ اس میں ایک اُنگلی تک ہلانے کی سکت نہیں تھی حتیٰ کہ وہ پلک بھی نہیں جھپک رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بھی ساکت تھیں پھر ایسے میں وہ حرکت کیسے کر سکتی تھی؟ مرجانہ سے کوئی اُمید نہیں تھی۔ اس کے پاس جو شخص بیٹھا ڈرائیو کر رہا تھا، مجھے یقین تھا کہ اس کے علاوہ بھی کار میں کچھ اور لوگ ہوں گے جو پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوں گے۔ اب وہاں جتنے بھی دشمن ہوں، انھیں استعمال کرنے کے لیے ان کے دماغوں میں پہنچنا ضروری تھا لیکن وہ فرانسیسی زبان بول رہے تھے۔

میں نے فوراً ہی اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ کسی تمہید کے بغیر اسے بتایا کہ مرجانہ کو کس طرح ٹریپ کیا جا رہا ہے۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "فرہاد! تم اس کے دماغ میں موجود رہو۔ وہ اگرچہ بالکل بے حس و حرکت بیٹھی ہوئی ہے اس کا دماغ کام نہیں کر رہا ہے لیکن تم اس کے دماغ میں رہ کر اس کی کھلی آنکھوں کے ذریعے ونڈ اسکرین کے پار دیکھ سکتے ہو اور مجھے یہ بتا سکتے ہو کہ جس راستے سے وہ گزر رہی ہے، اس راستے کے آس پاس کون سے بورڈ، سگنس اور نیون سائن وغیرہ ہیں۔ کون سی مشہور عمارت کے قریب سے وہ کار گزر رہی ہے۔"

"یہ میں بتا سکتا ہوں۔ میں ابھی اس کے دماغ میں جا رہا ہوں۔"

میں مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھنے لگا۔ ونڈ اسکرین کے پار گزرتے ہوئے مناظر دکھائی دے رہے تھے لیکن کار اتنی تیزی سے گزر رہی تھی کہ بڑی حاضر دماغی سے گزرتے ہوئے بورڈ، سائن بورڈ، ہورڈنگس اور نیون سائن وغیرہ کو پڑھنا پڑتا تھا۔ میں انھیں پڑھتا تھا اور اعلیٰ بی بی کو بتاتا جاتا تھا۔ اعلیٰ بی بی اس کے مطابق اپنے تمام ماتحتوں کو ہدایات دیتی جا رہی تھی۔ اس کے چالیس چور حرکت میں آ چکے تھے۔

میں نے مرجانہ سے کہا "اعلیٰ بی بی تمہارے پاس پہنچنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ اس کے چالیس چور مختلف راستوں سے اس کار کو ضرور گھیر لیں گے۔ بائی دی وے، تم کیا محسوس کر رہی ہو؟"

وہ کچھ نہیں بول رہی تھی۔ میں اسے بولنے پر اُکسا رہا تھا، لیکن ترغیب دینے کے باوجود وہ گم صم بیٹھی ہوئی تھی۔ ویسے میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کی کیفیت معلوم کر سکتا تھا۔ اسے ہَل لگ رہا تھا جیسے وہ آرام سے سو رہی ہو لیکن اس طرح کہ آنکھیں

دُنیا کے حیرت انگیز فن
تحریر شناسی
کا مکمل اور دلچسپ
مطالعہ
دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیے
اُردو میں پہلی بار
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب
تحریر اور شخصیت
یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ۔۔۔
◎ یہ شخص کس کام کے لیے موزوں ہے؟
◎ کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟
◎ کیا اسے جلد غصہ آتا ہے؟
◎ کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے؟
◎ کیا اس کے ساتھ شادی کی جا سکتی ہے؟
◎ کیا اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟
◎ کیا یہ ایمان دار اور ہمدرد ہے؟
◎ اس کا جنسی رویہ کیسا ہے؟
◎ اس میں بُرائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں؟
◎ اور ایسی دُوسری بہت سی باتیں
قیمت ۱۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
ہر شخص کے لیے یکساں طور پر کارآمد کتاب۔
منگانے کا پتہ
مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴
کراچی ۱

کھلی ہوئی تھیں۔ جاگتی آنکھوں سے چلتی پھرتی دُنیا کو دیکھ رہی تھی اور وہ ساری دُنیا اُسے ایک سپنا لگ رہی تھی۔

میں نے اس کے ذریعے پھر کچھ آوازیں سنیں۔ اگرچہ فرانسیسی زبان بولی جارہی تھی لیکن انداز سے میں سمجھ رہا تھا کہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو ہورہی ہے۔ دوسری طرف سے بھی بولنے والا اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے میرے کانوں تک پہنچ رہا تھا لیکن افسوس کہ میں ان کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹرانسمیٹر کی گفتگو ختم ہوگئی۔ کسی نے کچھ کہا۔ اس کے چند لمحوں کے بعد میں نے دیکھا، مرجانہ کی آنکھوں پر ایک پٹی باندھی جارہی تھی۔ دشمن بہت ہی چالاک تھے اور وہ میرے متعلق ایک ایک بات کی تفصیل جانتے تھے کہ میں مرجانہ کے دماغ میں رہوں گا تو اس کے ذریعے گزرتے ہوئے راستوں کو سمجھتا رہوں گا اور اپنے لوگوں کو گائڈ کرتا رہوں گا۔

اعلیٰ بی بی ایک بڑے سے ٹرانسمیٹر کے سامنے بیٹھی ہوئی اپنے لوگوں کو ہدایات دیتی جارہی تھی اور ان سے جوابی رپورٹ بھی سُنتی جارہی تھی۔

میں نے کہا: "اب یہ سلسلہ بند کردو۔ ہماری بھاگ دوڑ کوئی کام نہیں آئے گی۔ انھوں نے مرجانہ کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے۔"

اس نے پریشان ہوکر کہا: "اوہ فرہاد! اب کیا ہوگا؟"

"ظاہر ہے جو ہونا ہے وہی ہوگا۔ مرجانہ کوئی نادان بچی نہیں ہے۔ دشمن اسے آسانی سے زیر نہیں کرسکیں گے۔ اس وقت انھوں نے پتا نہیں کس قسم کی دوا اس کی گردن میں انجیکٹ کی ہے کہ وہ بے دست و پا بن گئی ہے لیکن یہ دوا آخر کب تک اثر کرے گی۔ میرا خیال ہے وہ ایک آدھ گھنٹے میں نارمل ہوجائے گی۔"

"ایک آدھ گھنٹے میں دشمن اسے پتا نہیں کہاں سے کہاں پہنچادیں گے۔"

"جہاں بھی پہنچائیں گے وہاں میں بھی پہنچ جاؤں گا۔ اب تمھارا کام ختم ہوچکا ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تمھیں مرجانہ کے متعلق اطلاع دوں گا۔ گڈ نائٹ سوفار۔"

میں مرجانہ کے پاس آگیا۔ وہ تاریکی میں گم صم بیٹھی ہوئی تھی۔ کچھ دیکھ نہیں سکتی تھی، صرف سن سکتی تھی لیکن اب اس کے دماغ سے پتا چل رہا تھا کہ اس پاس ٹریفک کا شور نہیں ہے۔ کہیں کوئی موسیقی سُنائی نہیں دیتی ہے۔ گرجا سنائی دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ پیرس کی حدود سے باہر نکل آئے ہیں اور کسی ہائی وے یا کسی مضافاتی سڑک پر جارہے ہیں۔

عجیب مشکل تھی۔ مرجانہ نہ تو زبان سے بول سکتی تھی، نہ سوچ کے ذریعے جواب دے سکتی تھی۔ میں اس کے پاس جاکر صرف اپنی ہی باتیں کہہ سکتا تھا۔ اگر اس میں بولنے کی بھی سکت رہتی تو میں اس کے آس پاس والوں کو بھی بولنے پر مجبور کرسکتا تھا لیکن مجھے کچھ کرنے کے لیے کوئی راستہ یا کوئی چور دروازہ نہیں مل رہا تھا۔

میں اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ اس وقت تین بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے۔ گھنٹے دو گھنٹے بعد صبح ہونے والی تھی میری آنکھوں سے نیند اُڑ گئی تھی۔ سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا میں خوابگاہ سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہ ملازم وہاں سو رہا تھا۔ میری آہٹ سنتے ہی فوراً اُٹھ بیٹھا۔ ماسک مین کے وفادار بہت ہی محتاط اور چوکنے رہا کرتے تھے۔ وہ بظاہر ایک گھریلو ملازم تھا۔ لیکن اس نے باقاعدہ ٹریننگ حاصل کی تھی۔ ہر قسم کے ہتھیار سے نشانہ بازی کی مشق کرنے سے لے کر کھانا پکانے تک کی تربیت حاصل کی تھی۔ ایسے لوگوں کو ہر طرح سے مکمل بنایا جاتا ہے۔ میں نے کہا: "مجھے نیند نہیں آرہی ہے۔ چائے پینا چاہتا ہوں۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا: "میں ابھی چائے لے کر آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اس کے آس پاس کا سناٹا ختم ہوچکا تھا۔ بہت شور سنائی دے رہا تھا۔ پکا گرڈ روش کر رہا تھا۔ یعنی اب وہ ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہی تھی۔

میں دھپ سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ لوگ اسے فرانس سے باہر لے جارہے تھے۔ ہوسکتا ہے یورپ سے بھی باہر لے جائیں۔ دوسرے ہی لمحے میں چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ ایک سوال گولی کی طرح میرے دماغ میں آکر لگا: "کیا مرجانہ کو بھی اسرائیل پہنچایا جارہا ہے؟"

میں ثباتِ معظم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ چپ چاپ اس کی سوچ کو ٹٹولنے لگا۔ پتا چلا، وہ بالکل انجان ہے۔ اسے ایسے کسی اسرائیلی منصوبے کا علم نہیں ہے، جس کے تحت مرجانہ کو واپس پہنچایا جائے۔

میں پہلی بار اپنے اصول کے خلاف اسرائیلی انٹیلی جنس کے سربراہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں اسے چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔ نہ ہی اسے مخاطب کرنا چاہتا تھا۔ چپ چاپ معلوم کرتا رہا۔ پتا چلا کہ اُسے مرجانہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے۔ وہ اپنے سیاسی معاملات میں الجھا رہتا ہے۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ہوسکتا ہے کہ ہال تنظیم کے لوگوں نے یہ منصوبہ بنایا ہو۔ کیوں کہ وہی ایسے منصوبے بناتے ہیں۔"

میں نے انٹیلی جنس کے سربراہ کو ٹیلی فون کا ریسیور اُٹھا کر کہا ہال تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کرنے پر اس طرح مجبور کیا کہ اُسے ٹیلی پیتھی کا شبہ نہ ہو۔

چند لمحوں کے بعد رابطہ قائم ہوگیا۔ دوسری طرف سے کہا ہال تنظیم کے سربراہ کی آواز سُنائی دی۔ ادھر سے اسرائیلی سربراہ نے پوچھا: "فرہاد کا کیس کہاں تک پہنچا ہے؟"

دوسری طرف سے جواب دیا گیا: "رسّہ کشی جاری ہے۔ کبھی وہ ہمیں اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ کبھی ہم اسے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اس وقت اس کا چیلنج ہمیں منظور نہیں ہے۔ ہم سونیا کو مزید اپنی قید میں رکھ کر اسے آپ تک پہنچنے پر مجبور نہیں کرنا چاہتے۔ ہم نے اس سے کل تک کی مہلت مانگی ہے۔ کل تک ہم کچھ اور جال بچھا رہے ہیں۔ ہم نے ابھی ایک کامیاب منصوبے پر عمل کیا۔ اس کی ایک ساتھی مرجانہ کو اغوا کیا ہے لیکن یہ ٹارٹر بلبا بالکل جانور ہے۔ کبھی کبھی ہمارے کنٹرول سے باہر ہوجاتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ منصوبہ بھی ناکام ہورہا ہے؟"

"ہم اسے بالکل ناکامی نہیں کہہ سکتے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم مرجانہ کو ایک طیارے کے ذریعے اسرائیل تک پہنچانا چاہتے تھے، لیکن ٹارٹر بلبا اُسے ایک ہیلی کاپٹر میں کہیں لے گیا ہے۔ ہم اس ہیلی کاپٹر کو ٹریس کررہے ہیں۔ بلبا سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔"

اسرائیلی سربراہ نے پوچھا: "میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جب سونیا کو کل تک فرہاد کے حوالے کرنا ہے تو پھر مرجانہ کو اغوا کیوں کیا گیا؟"

"جناب! ہم چاہتے ہیں کہ فرہاد کی اہم ترین تمام ساتھی ہماری گرفت میں آجائیں۔ مرجانہ کے بعد رسونتی اور اعلیٰ بی بی رہ جاتی ہیں۔ اعلیٰ بی بی جب بھی اپنے ادارے سے نکلے گی، اسے غائب کردیا جائے گا۔ ہم نے سارے انتظامات کرلیے ہیں۔ رسونتی کے متعلق تازہ ترین رپورٹ یہ ہے کہ وہ سنگاپور میں ہے اور ہماری پہنچ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ جب سونیا، مرجانہ، رسونتی، اعلیٰ بی بی۔ یہ چاروں ہماری گرفت میں ہوں گی تو پھر پاس بھی ہم سے زیادہ دور نہیں رہے گا۔ فرہاد جس زور و شور سے ہمیں دھمکیاں دیتا ہے اور آپ لوگوں تک پہنچنے کا چیلنج کرتا ہے، اس کے بعد نہیں کرسکے گا۔ ہم اس کی چاروں ساتھیوں کو فائرنگ اسکواڈ کے سامنے کھڑا کردیں گے پھر اُسے ہمارے سامنے جھکنا ہی پڑے گا۔ وہ آپ لوگوں کو نقصان پہنچانے کی ضد میں اپنی چار وفادار ساتھیوں کی قربانی پسند نہیں کرے گا۔"

"تمھارے اس منصوبے کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ چاروں عورتیں ہماری گرفت میں آجائیں۔ لیکن یہاں تو مرجانہ ہی اپنے آدمی کے ہاتھوں کی گرفت سے نکل رہی ہے۔ تم لوگوں نے ٹارٹر بلبا کو ایک اعلیٰ عہدے دار کی طرح رعایت اور سہولتیں دی ہیں۔ آج اس سے ناجائز فائدہ اُٹھا رہا ہے۔"

"جناب! وہ سر پھرا ہے لیکن بہت ہی کام کا آدمی ہے۔ ہم سے رابطہ قائم ہوگا تو ہم اسے کنٹرول کرلیں گے۔"

میں نے ان دونوں کی مزید گفتگو نہیں سنی۔ اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ ویسے میں ریڈیو، ٹیلی وژن، اخبارات اور رسائل کے ذریعے بڑے بڑے سربراہوں تک پہنچ سکتا تھا لیکن میں نے کبھی اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ آج بہت مجبور ہوکر میں نے ایک سربراہ کے ذریعے معلومات حاصل کیں۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ یہودیوں کی سب سے بڑی تنظیم کا ہال کے سربراہ کے دماغ میں پہلی بار پہنچ گیا۔ اس کا ہال تنظیم کے سربراہ کا نام جیمس پال تھا۔ میں نے اسے اچھی طرح یاد کرلیا تاکہ پھر کبھی اس سے نمٹا جاسکے۔

میں نے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کرکے موجودہ حالات بتائے۔ پھر کہا: "اب تمھاری باری ہے لہٰذا جب بھی بابا صاحب کے ادارے سے نکلو تو بہت محتاط ہوکر نکلنا۔"

"میں ہمیشہ محتاط رہتی ہوں۔ آئندہ اور محتاط رہا کروں گی۔ ویسے یہ اسرائیلی جاسوس بہت دور تک اور بہت گہرائی تک پہنچتے ہیں۔ یہی دیکھو کہ ابھی تھیں سنگاپور پہنچے بہت زیادہ دیر نہیں ہوئی اور ان لوگوں نے رسونتی کے متعلق معلوم کرلیا۔ میرا ایک مشورہ ہے۔"

"بولو، میں سُن رہا ہوں۔"

"تم رسونتی سے کچھ دنوں کے لیے دور رہو۔ اس کے پاس رہو گے تو دشمن تمھارے قریب پہنچ جائیں گے۔"

"تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے رسونتی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ اب اس سے دور بنکاک میں پہلی رات یوں گزار رہا ہوں کہ اب تک سونے کی فرصت نہیں ملی ہے۔ اور اب صبح ہونے والی ہے۔"

"تم نے رسونتی کو اس کے حال پر کیوں چھوڑ دیا ہے؟ کیا پھر کچھ اَن بن ہوگئی ہے؟"

"ہاں، اس کا مزاج ہی کچھ ایسا ہے۔ وہ کسی بھی عورت کو میرے قریب برداشت نہیں کرسکتی۔ حتیٰ کہ منجالی جیسی زہریلی ناگن کو بھی برداشت نہیں کیا۔ اسے مجھ سے دور رکھنے کے لیے ایسے لوگوں کا سہارا لیا جو بلیک میلر ہیں اور جنھوں نے کالے عمل کے ذریعے منجالی کو ذہنی اذیتیں پہنچائی ہیں۔ جادو کے ذریعے گڑیا پھینک کر منجالی کو اپنی طرف بُلایا جارہا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ بلیک میلر کے ہتھے چڑھ جاتی تو میں اسے بچانے کے لیے کسی ہیرو کی طرح ان کے اڈے پر پہنچ جاتا۔ پھر وہ مجھے پکڑ کر کسی خطرناک تنظیم کے ہاتھ مہنگے داموں فروخت کردیتے۔"

تمام باتیں سننے کے بعد اعلیٰ بی بی نے کہا: "بڑے افسوس کی بات ہے۔ رسونتی کو تمھاری شریکِ حیات بننے کا شرف حاصل ہوا لیکن وہ اپنی حماقتوں سے تمھیں رفتہ رفتہ دُور کررہی ہے۔"

"میں نے تہیہ کرلیا ہے۔ آئندہ نہ اس سے ملوں گا، نہ ہی دماغی رابطہ قائم کروں گا۔ اس کی سزا یہی ہے کہ وہ ایک طویل عرصے تک تنہائی کا عذاب سہتی رہے۔"

"کیا تم اسے دشمنوں کے جال میں پھنسنے کا موقع دو گے؟"

"میں نہیں جانتا۔ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ وہ دوستوں میں رہے یا دشمنوں میں۔ میرے لیے کیا فرق پڑتا ہے۔ ویسے میں مطمئن ہوں۔ یہاں کا باس جے آر جے ناتھن بہت محتاط ہے اور فرض شناس ہے۔ اس نے رسونتی کی حفاظت کے مکمل انتظامات کیے ہیں۔ اب وہ کل تک اسے اس کی مرضی کے مطابق کسی بھی ملک میں پہنچا دے گا۔ وہ جہاں چاہے گی رہے گی۔ دوستوں میں رہے یا دشمنوں کو دوست سمجھ کر دوبارہ ان کی جھولی میں چلی جائے! ایسے میں تم کیا کر سکتی ہو یا میں اس کا کیا بگاڑ سکتا ہوں؟"

"رسونتی کے متعلق باتیں بعد میں ہو جائیں گی۔ تم ذرا مرجانہ کی خبر لو۔"

"رسونتی کے متعلق بعد میں کبھی باتیں نہیں ہوں گی۔ اب جب بھی میں تم سے گفتگو کروں، اس کا ذکر نہ چھیڑنا۔ میں مرجانہ کے پاس جا رہا ہوں۔"

اور میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں پر سے پٹی ہٹا دی گئی تھی اور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن اس کے آگے رات کی تاریکی تھی۔ اتنا معلوم ہو گیا کہ وہ ہیلی کاپٹر کی اگلی سیٹ پر پائلٹ کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے اور ان کا فضائی سفر جاری ہے۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "مرجانہ! میری سوچ کی لہریں تمہارے دماغ میں ہیں۔ تمہارے ذریعے میں سمجھ رہا ہوں کہ ہیلی کاپٹر میں کسی کے ساتھ سفر کر رہی ہو۔ اگر وہاں صرف پائلٹ ہے تو یقیناً وہ ٹارٹر بلبا ہے؟"

اس کی نقاہت بھری سوچ سنائی دی۔ "فرہاد! میں جانے کیسی کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ اتنی دیر سے تمہیں جواب نہ دے سکی۔ اب محسوس کر رہی ہوں کہ سوچنے کی حد تک میرا دماغ کام کر رہا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے۔ تم رفتہ رفتہ نارمل ہو جاؤ گی۔"

"کیا میں بہت دیر سے سفر کر رہی ہوں؟"

"ہاں، تم میں اتنی سکت بھی نہیں ہے کہ ادھر ادھر گھوم کر دیکھ سکو یا اپنے ہمسفر سے وقت معلوم کر سکو۔"

"میں ایسی مجبور کبھی نہیں ہوئی تھی۔"

"کوئی بات نہیں۔ تمہاری دماغی قوت بحال ہو رہی ہے۔ جسمانی طور پر بھی تم چاق و چوبند ہو جاؤ گی۔ ایک بات کا خیال رکھو۔"

"وہ کیا؟"

"جب تم اپنے آپ کو دماغی اور جسمانی طور پر بالکل نارمل سمجھنے لگو تب بھی اس کا اظہار نہ کرنا۔ یہی تاثر دینا کہ ابھی تک ان انجیکٹ کی ہوئی دوا کا اثر تمہارے اندر ہے اور تم بے حس ہو۔ صرف آنکھوں سے دیکھ رہی ہو۔"

"میں ایسا ہی کروں گی۔ مجھے یاد ہے پہلے مجھے ذرا ذرا سی بات پر غصہ آ جاتا تھا۔ دشمنوں کو تو میں اپنے سامنے برداشت ہی نہیں کر سکتی تھی لیکن بابا صاحب نے میرے ذہن کو پُرسکون رہنا سکھا دیا ہے۔"

"اچھا، میں تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں۔ ابھی تمہارے پاس آ جاؤں گا۔"

"ایک بات بتاتے جاؤ۔ اگر دشمن نے مجھے گھیرنے اور قابو میں لانے کی کوشش کی یا مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنا چاہا تو میں کیا کروں؟"

"ان سے ہرگز جھگڑا نہ کرنا۔ ہم سب مانتے ہیں کہ تم فولاد ہو۔ ٹارٹر بلبا کو دن میں تارے نظر آ جائیں گے لیکن وہ بھی ہاتھی کی طرح ڈیل ڈول رکھنے والا اور گینڈے کی کھال میں رہنے والا انسان ہے۔ لڑنے مرنے کے معاملے میں ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹتا بلکہ موت کو پیچھے دھکیلتا ہوا آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پچھلے دنوں دو گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہو گئی تھیں۔ موت اسے ہر لمحے مار رہی تھی اور وہ ضدی انسان زندگی کے لیے لڑتا جا رہا تھا اور ابھی تک وہ زندہ ہے۔"

"کیا تم مجھے بچی سمجھ کر کسی دلیر سے ڈرا رہے ہو؟"

"کیا تم دودھ پیتی بچی ہو؟"

وہ اس بات پر بے اختیار مسکرانا چاہتی تھی لیکن مسکراہٹ کے لیے اس کے ہونٹوں میں ہلکی سی جنبش بھی نہ ہوئی۔ چہرہ اسی طرح سپاٹ رہا۔ میں نے کہا۔ "مجبوری ہے۔ بعد میں مسکرا لینا۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سونیا کے پاس پہنچنا چاہتا تھا کہ خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ منجالی کہہ رہی تھی۔ "میرے آقا! خیال خوانی کی ایک حد ہوتی ہے۔ یہ بے چارہ ایک گھنٹے سے چائے کی ٹرے لیے ہوئے کھڑا ہے۔"

میں نے دیکھا، منجالی میرے سامنے کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ ایک طرف وہی ریڈ پاور کا آدمی ٹرے میں چائے لیے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ "یہ تو اب ٹھنڈی ہو چکی ہو گی۔"

منجالی نے اس سے کہا۔ "تم جاؤ اور اب کے چائے تھرماس میں لے کر آنا۔"

وہ چلا گیا۔ منجالی پنجوں کے بل آہستہ آہستہ اچھلنے لگی۔ وہ اپنی عادت سے مجبور تھی۔ روز صبح ساڑھے چار بجے کبھی یوگا کی

مشقیں کرتی تھی کبھی پنجوں کے بل اسکیپنگ کرتی اور کبھی دوڑ لگاتی تھی۔ اس نے کہا۔ "تھوڑی دیر میں اجالا پھیل جائے گا۔ آپ باہر چلنا پسند کریں گے۔ تازہ ہوا آپ کے دماغ کو سکون پہنچائے گی۔ ویسے معاملہ کیا ہے۔ آپ رات بھر کیوں جاگتے رہے؟"

میں اس کے ساتھ چلتا ہوا کاٹج کے باہر آ جانے لگا۔ وہ میرے ساتھ اسکیپنگ کرتی ہوئی کاٹج کے احاطے میں آئی۔ پھر واک ورزش کرنے لگی۔ میں نے کہا۔ "میں سونیا سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ زبان سے بھی بولتا جاؤں گا۔ اِدھر تم سنتی رہو گی۔ اُدھر سونیا کو حالات کا علم ہوتا جائے گا۔"

وہ گہری نیند میں تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو کہا۔ "مرجانہ دشمنوں کی گرفت میں آ گئی ہے۔"

وہ نیند میں کسمسانے لگی۔ جیسے کوئی ایسا خواب دیکھ رہی ہو جس سے نیند میں بھی خلل پیدا ہو رہا ہو۔ اور وہ بیدار ہونا چاہتی ہو۔ میں نے کہا۔ "آرام سے سوتی رہو۔ تمہاری بیداری سے کوئی بات نہیں بنے گی۔ میں تمہیں صرف حالات سے آگاہ رکھنا چاہتا ہوں۔ جب تم بیدار ہو گی تو اس مسئلے پر بات کریں گے۔ یہ سن کر وہ کس طرح ٹریپ کی گئی ہے۔"

پھر میں نے اسے بتانا شروع کیا۔ اِدھر زبان سے وہی بات بول رہا تھا۔ منجالی ورزش بھی کر رہی تھی اور سُن بھی رہی تھی۔ وہ ورزش چھوڑ کر میرے پاس آئی۔ پھر بولی۔ "بہت دیر ہو چکی ہے۔ آپ مرجانہ کے پاس جائیں۔"

میں نے سونیا سے کہا۔ "تم آرام سے سوتی رہو۔ صبح بیدار ہونے کے بعد تمہیں میری تمام باتیں یاد آئیں گی اور اس طرح تم مرجانہ کے حالات سے باخبر رہو گی۔ اس کے بعد جو کچھ ہو گا۔ میں پھر تمہارے پاس آ کر تمہیں بتاؤں گا۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں نہیں تھی۔ دو آدمیوں نے اسے وہاں سے اتار کر باہر کھلی فضا میں ایک پتھر پر بٹھا دیا تھا۔ چاروں طرف رات کی تاریکی تھی۔ اچھی طرح نظر نہیں آ رہا تھا۔ کچھ لوگوں کے حرکتیں کرنے اور کام کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایک بار کسی نے سگریٹ سلگانے کے لیے ماچس یا لائٹر کو جلایا۔ میں نے مرجانہ کی کھلی آنکھوں سے اس کے دماغ کے ذریعے دیکھا۔ وہاں دو آدمی ہیلی کاپٹر پر چڑھے ہوئے اس کے پنکھے کو کھول رہے تھے۔ دوسرے لفظوں میں اسے ناقابلِ پرواز بنا رہے تھے۔ ماچس کی تیلی بجھ گئی پھر اندھیرا چھا گیا۔ دور آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے۔ چاند کی روشنی نہیں تھی۔ مرجانہ نے میرے مشورے کے مطابق اپنے دیدوں کو اِدھر سے اُدھر گھمایا۔ اس میں اب اتنی سکت پیدا ہو گئی تھی۔ ورنہ پہلے وہ دیدے بھی نہیں گھما سکتی تھی۔ ویسے وہ تاریکی میں کچھ نہیں دیکھ سکی۔

پتا نہیں، وہ لوگ کیا کر رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر کا پنکھا کیوں کھول رہے تھے اور وہاں کیوں رُک گئے تھے۔ اُن کی منزل وہی تھی یا انھیں آگے بھی جانا تھا۔ میں کبھی اس کے پاس سے چلا آتا تھا۔ منجالی سے باتیں کرتا تھا پھر اس کے پاس پہنچ جاتا تھا۔

ایک بار اس کے پاس پہنچا تو ٹارچ کی روشنی نظر آئی۔ اندھیرے میں جمال ہیلی کاپٹر دکھائی دیا تھا۔ اب وہاں ایک اونچی سی جھاڑی تھی۔ ان لوگوں نے درختوں کی شاخوں اور پتوں کو کاٹ کاٹ کر اس کی تہہ میں ہیلی کاپٹر کو چھپا دیا تھا پھر میں نے اس کے دماغ سے محسوس کیا کہ کچھ انسانی ہاتھ اسے چھو رہے ہیں۔ مرجانہ کی سوچ نے کہا۔ "میں دو عورتوں کے ہاتھوں کو محسوس کر رہی ہوں۔"

پھر چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔ "میں کیا کروں؟ میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ شاید آس پاس کچھ مرد دیکھ رہے ہوں۔"

میں نے اسے تسلی دی۔ "ذرا صبر کرو اور صبر تو کرنا ہی ہو گا۔ تم ہاتھ پاؤں ہلا نہیں سکتی ہو۔ اُن کے رحم و کرم پر ہو۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ گہری تاریکی ہے۔ جوٹا رچ نظر آ رہی تھی۔ اب اس کی روشنی بھی نہیں ہے۔ یعنی وہ لوگ اس حد تک مہذب ہیں کہ تمہاری طرف روشنی نہیں کریں گے۔ شاید اب تمہارے پاس صرف عورتیں رہ گئی ہوں۔"

وہ مجبور تھی۔ سوچنے لگی۔ "دیکھتی ہوں، آگے کیا ہوتا ہے۔"

میں بھی اس کے ذریعے صرف تماشا دیکھنے پر مجبور تھا۔ پتا چلا کہ ان عورتوں نے اس کے اوپری لباس کو بدل دیا تھا۔ اگرچہ وہ ذرا بھی حرکت نہیں کر سکتی تھی تاہم کسی کے لمس کو محسوس کر سکتی تھی۔ سردی گرمی کا احساس ہوتا تھا۔ پہلے اسے سخت سردی کا احساس ہو رہا تھا۔ پھر گرمی محسوس ہونے لگی۔ اسے کسی جانور کی کھال کا لباس پہنایا گیا تھا۔ اس کی زلفیں کھول دی گئی تھیں۔

مجھے منجالی کی بڑبڑاہٹ سنائی دی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "بڑی مشکل ہے۔ وہاں یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔ کچھ پتا نہیں چلتا۔ اس وقت دن کے آٹھ بج چکے ہیں۔ اور آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں؟"

میں اس کے ساتھ کاٹج کے اندر آتے ہوئے بولا۔ "کیا کیا جائے مجبوری ہے۔ مرجانہ کو اس کے حال پر چھوڑ کر میں آرام سے نہیں سو سکتا۔"

واقعی بڑی مشکل تھی۔ نہ میں سو سکتا تھا اور نہ ہی مرجانہ کے کسی کام آ سکتا تھا۔ آخر مجبور ہو کر میں نے آنکھیں بند کرتے ہوئے ٹارٹر بلبا کا تصور کیا۔ چند لمحوں تک اس کی آواز اور اس کے لب لہجے کی مشق کرتا رہا۔ پھر میں نے اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ

تک پہنچایا۔

اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ میں نے دوسری بار کوشش کی تو مجھے راستہ مل گیا۔ اس نے پوچھا: "کون؟ فرہاد علی تیمور؟"

"ہاں، میں ہوں۔ اور تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟"

"پہلے تو میرا احسان مان لو کہ میں نے تمہیں اپنے دماغ میں آنے کی جگہ دی ہے۔"

میں نے اس کے تکبر کو نظر انداز کر کے پوچھا: "تمہارے زخم کیسے ہیں؟"

"میں زخموں کو بھول جایا کرتا ہوں۔ اگر کسی دن تم مجھے دیکھ لو تو میرے سر سے پاؤں تک تمام جسم پر زخموں کی بارات سجی ہوئی نظر آئے گی۔ تم اپنے مطلب کی بات کرو۔ مرجانہ کے لیے آئے ہو۔"

"ہاں، اسی لیے سب سے پہلے تمہارے زخموں کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔ پوچھنے کا مقصد ہمدردی نہیں ہے کہ میں ان پر مرہم رکھنے آیا ہوں۔ میں دشمنوں سے اس حد تک ہمدردی کرتا ہوں، جس حد تک لازمی ہوتی ہے اور میری ہمدردی کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ تم زخمی ہونے کے بعد میرے رحم و کرم پر تھے۔ میں جب چاہتا ٹیلی پیتھی کی چٹکی میں تمہارے جیسے پہاڑ کو مسل ڈالتا۔"

"بے شک تمہارا یہ احسان مجھ پر ہے لیکن اس احسان کا بدلہ یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں مرجانہ کو تمہارے حوالے کر دوں۔"

"مرجانہ کی رہائی پر بعد میں بحث ہو سکتی ہے۔ میں تو تمہیں سمجھانے آیا ہوں اور اسی لیے میں نے سب سے پہلے تمہارے زخموں کے بارے میں پوچھا۔ مرجانہ کو یہ بتا چکا ہوں کہ تمہارے جسم کے کن حصوں میں وہ گولیاں پیوست ہوئیں۔ یقیناً وہ زخم کسی حد تک بھر ہوں گے لیکن پھر بھی کچے ہوں گے۔ مرجانہ کا ایک ہاتھ پڑے گا تو تم زمین پر سے اٹھ نہیں سکو گے۔"

وہ غرا کر بولا: "تم میری توہین کر رہے ہو۔ میں نے سنا ہے وہ لڑکی فولاد ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ فولاد کی حقیقت کیا ہے؟ آج تک میرے سامنے بڑے سے بڑا شہ زور فولاد بن کر آیا اور موم بن کر پگھل گیا۔ کوئی عورت ایسی مثال قائم نہ کر سکی۔ یہ مرجانہ کیا چیز ہے، میں دیکھوں گا۔"

"تم اسے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"آ گئے نا مطلب کی بات پر۔ میں اسے اپنے قبیلے میں لے جا رہا ہوں۔"

"تم اپنے آقاؤں سے غداری کیوں کر رہے ہو؟"

"میں نے جنھیں آقا اور دوست سمجھا تھا، انھوں نے مجھے مایوس کیا ہے۔"

"کیسی مایوسی؟"

"ہمارا قبیلہ دنیا کے نقشے میں جس جگہ آباد ہے وہاں ہم ایک خوب صورت سا شہر بسانا چاہتے تھے جہاں ہمارے لوگوں کو جدید طرز کی تمام سہولتیں میسر ہوں۔ اس کے لیے امریکی سرکار نے ہم سے وعدہ کیا تھا میرا باپ اس علاقے کا مالک و مختار رہے۔ وہ کم از کم پچاس ہزار تاتاری رعایا کا سردار رہے۔ چونکہ ہم وہاں غیر مہذب سمجھے جاتے ہیں اس لیے ہماری مملکت اور ہمارے ہاں کی بادشاہت کا ذکر اخبارات میں نہیں ہوتا۔ دنیا کے نقشے میں ہمارا نام نہیں ہے ایسے کتنے ہی قبیلے دنیا کے مختلف ملکوں میں ہیں۔"

"تم لوگوں کی یہ مملکت کہاں ہے؟"

"کوہِ قاف کے دامن میں ہے۔ آج سے تقریباً تیس برس پہلے میرے باپ ٹارٹر غلبا سے امریکیوں نے معاہدہ کیا تھا۔ اس معاہدے کے مطابق انھوں نے ہمارے ہاں بچوں کو تعلیم دینے کے لیے لڑکوں کو ہنرمند بنانے کے لیے اسکول اور ٹیکنیکل سینٹر قائم کیے تھے۔ ہم میں سے جو ذہین اور باصلاحیت ہوتے تھے۔ انھیں مہذب ملکوں میں بھیج کر ان کی خاص تعلیم اور تربیت کا انتظام کیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ پتا چلا کہ وہ ہمارے تعلیم یافتہ جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنے خیالات کے مطابق ڈھال رہے ہیں اور میرے باپ کی بادشاہت سے متنفر کر رہے ہیں۔ مختلف ممالک میں ہمارے آدمیوں کو جتنے بھی ٹریننگ سینٹر میں بھیجا گیا وہ سب یہودیوں کے تھے۔"

ٹارٹر بلبا کہہ رہا تھا اور میں سن رہا تھا۔ اگرچہ میں سونیا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے مرجانہ کے متعلق کوئی تصفیہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ٹارٹر بلبا نے اپنے قبیلے کی تاریخ یوں چھیڑی تھی کہ اس کو سننا اور ان کے قبیلے کے متعلق جاننا میرے لیے نہایت ضروری تھا۔ ان کے پس منظر کو سمجھنے کے بعد میں کچھ سوچ سمجھ کر فیصلے کو سکتا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا: "میری بہن شہزادی شبانہ جنگجو بھی ہے اور ذہین بھی۔ اور خوب صورت بھی۔ ہمارے قبیلے کی روایت کے مطابق اس نے فنونِ سپاہ گری کے تمام ہنر سیکھے ہیں۔ کوئی اس کی طرح تلوار باز اور گھڑسوار نہیں ہے۔ میں اپنی بہن پر فخر کرتا ہوں۔ ہم بھائی بہن کے سامنے کوئی مرد میدان ٹھہر نہیں سکتا۔ ابھی میں یہ نہیں سکتا کہ سونیا اور مرجانہ کبھی میری بہن شبانہ کے مقابلے میں آئیں گی تو ان کا کیا حشر ہوگا۔ بہرحال یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ ابھی میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ وہ ذہین بھی ہے۔ اس نے کافی تعلیم حاصل کی ہے۔ میں تعلیم کے بارے میں کچھ نہیں جانتا میرا دماغ بالکل پتھر ہے۔ مجھے پڑھانے کی کوشش کی گئی لیکن میں پڑھ نہ سکا۔ اسی لیے ایک یہودی سرپرست کے ساتھ اس کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے لگا رہا۔ اگرچہ میں اپنی

مملکت میں شہزادہ ٹارٹر بلبا کہلاتا ہوں۔ اس لیے یہ مجھے پسند نہیں تھا۔ لیکن میرا باپ ٹارٹر غلبا ایک بوڑھا تجربہ کار اور دور اندیش انسان ہے۔ اس نے کہا تھا۔ اگر کسی قیمتی چیز کو جھک کر اٹھانا ہو تو وقتی طور پر جھک جایا کرو۔ دیکھو کہ یہ یہودی کیا کر رہے ہیں اور یہ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ ان کے اس طرح وفادار بنو کہ ان کے پسینے کی جگہ اپنا خون بھی بہا دیا کرو۔ میں نے اپنے باپ کے حکم پر اس سربراہ کا باڈی گارڈ بننا منظور کر لیا اور میں نے پوری تندہی سے اس کی خدمت کی۔"

میں نے کہا: "ٹارٹر بلبا! جب تمہارا دماغ پتھر کی طرح ہے تم کوئی عقل کا ایسا کام نہیں کر سکتے جس سے تمہارے باپ کو فائدہ پہنچے، تو باڈی گارڈ بننے کا فائدہ تمہیں کیا حاصل ہوا؟"

"بہت فائدے حاصل ہوئے۔ جو کچھ ہوتا تھا میں اس کی رپورٹ اپنے باپ تک پہنچاتا تھا اور وہ انھیں سن کر بڑی ہی دانشمندی سے نتائج اخذ کرتا تھا۔"

"کیا تم لوگ اس نتیجے پر پہنچے ہو کہ اب امریکیوں اور یہودیوں سے غداری کرنی چاہیے۔"

"اسے غداری نہ کہو۔ وہ ہم سے غداری کر رہے تھے۔ جو معاہدہ کیا تھا، اس کے خلاف ہمارے آدمیوں کو بھڑکا رہے تھے۔ ہماری قوم کا ایک ایک فرد بات کا دھنی ہے۔ اپنی روایات کا پابند ہے۔ وہ مر سکتا ہے لیکن اپنے بادشاہ سے اور اپنے رسم و رواج سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے میرے باپ ٹارٹر غلبا نے رفتہ رفتہ اپنے تمام آدمیوں کو اپنی مملکت میں واپس بلا لیا۔ میری بہن شبانہ بھی واپس چلی گئی ہے۔ صرف میں رہ گیا تھا اور اب میں اپنے باپ کے لیے مرجانہ جیسا قیمتی تحفہ لے جا رہا ہوں۔"

"مرجانہ سے تم لوگوں کو کیا حاصل ہوگا۔ جب تم لوگوں نے یہودیوں سے بغاوت کی ہے تو پھر میرے دوست بنو۔ میں تمہیں بہت سے فائدے پہنچاؤں گا۔"

"ہم دوستی کریں گے۔ میرا باپ کہہ رہا تھا کہ میں سونیا کو اغوا کر کے لے آؤں تو ہماری دوستی کا آغاز بڑی اچھی طرح ہوگا۔ میں نے سونیا تک پہنچنے کے لیے اسرائیل جانے کا ارادہ کیا لیکن یہودیوں نے مجھے اپنی زمین پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ طرح طرح کے بہانے کیے۔ میں نے مجبور ہو کر مرجانہ کو اغوا کر لیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مرجانہ کی قدر و قیمت بھی تم لوگوں کی نظروں میں وہی ہے، جو سونیا کی ہے۔"

"ٹارٹر بلبا! تم لوگ غلطی کر رہے ہو۔ دوستی کی ابتدا ایسے تو نہیں ہوتی۔"

"میں نہیں جانتا۔ میرے باپ نے سونیا کو اغوا کرنے کے لیے کہا تھا۔ وہ نہ کر سکا تو یہ کر رہا ہوں۔"

"تم کہتے ہو۔ تمہارا باپ بہت ہی بزرگ، تجربہ کار اور زمانہ شناس ہے۔ تعجب ہے کہ اس نے تمہیں ایسا احمقانہ مشورہ کیسے دیا ہے؟"

"جب میں اپنے باپ کے پاس پہنچوں گا تو اس سے جواب حاصل کر کے تمہیں سناؤں گا۔ اب تم جاؤ۔"

"لیکن یہ تم لوگ رات کی تاریکی میں کہاں ہو؟"

"میری نظروں سے دیکھو۔ اب مرجانہ کے لیے ایک پالکی آ گئی ہے۔ وہ اس پالکی پر سفر کرے گی۔ چار آدمی اسے اٹھا کر لے جائیں گے۔ ہمارا ایک قافلہ یہاں موجود ہے جو کوہ قاف کی وادی تک جائے گا۔"

"تم اپنے باپ کے پاس کب پہنچو گے؟"

"شاید کوئی سات یا آٹھ گھنٹے بعد۔"

"کیا مرجانہ کو اس دوران کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

"میں نے کہا نا۔ میں اپنے باپ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ اس نے مرجانہ کو نقصان پہنچانے کا حکم نہیں دیا ہے۔"

"کیا تمہارے باپ کو اس کا علم ہے کہ تم سونیا کے بجائے مرجانہ کو لے جا رہے ہو؟"

"میں نے ایک گھڑسوار کے ذریعے اس کی اطلاع بھیج دی ہے۔ شاید دو چار گھنٹے میں میرے باپ کو اطلاع مل جائے گی۔"

"کیا اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ یہودی اور امریکی تمہارے خلاف سخت اقدامات کر سکتے ہیں۔ رستے میں رکاوٹ بن سکتے ہیں یا تمہاری مملکت کی حدود میں داخل ہو سکتے ہیں؟"

اس نے قہقہہ لگایا۔ پھر کہا: "کوہ قاف کی وادی کا راستہ نہایت ہی دشوار گزار ہے۔ طیارے بھی وہاں پہنچنا چاہیں تو ہماری مملکت سے دور رہیں گے یا بھٹک کر چلے جائیں گے کیونکہ ہمارا علاقہ چاروں طرف سے پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ بیرونی حملوں کے دوران ہم غاروں میں اور چٹانوں کے سائے میں اس طرح محاذ بنا لیتے ہیں کہ کوئی ہمارے علاقے میں داخل ہونے کی جرأت ہی نہیں کر سکتا۔"

"اب تو جدید ہتھیار آ گئے ہیں۔ فضائی حملے ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں ہو سکتے۔ ایسا کرنے کے لیے دنیا والوں کے سامنے کسی بھی مہذب ملک کو جوابدہ ہونا پڑتا ہے اور اگر انھوں نے ایسا کیا بھی تو وہ ہمارے علاقے کے اس کھلے حصے کو نقصان پہنچا سکتے ہیں جہاں ہم آباد ہیں لیکن نقصان پہنچا کر وہ کیا کریں گے؟ ہم پھر آباد ہو جائیں گے۔ ہماری اصلی پناہ گاہ تو پہاڑوں کی چٹانیں، ان کے غار اور مرغزاں وغیرہ ہیں۔" اس نے ایک گھوڑے

کو تھپکی دی۔ پھر اس پر سوار ہو کر بولا: "ہمارا سفر پھر شروع ہو رہا ہے' اب میں اپنے دماغ کے دروازے بند کر رہا ہوں۔ تقریباً آٹھ گھنٹے بعد میں یہ دروازہ کھولوں گا تاکہ تم میرے ذریعے میرے باپ سے گفتگو کر سکو۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک پالکی پر آرام سے نیم دراز تھی۔ اب اس کی پلکیں جھپک رہی تھیں۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا: "مجھے بڑی تھکن محسوس ہو رہی ہے۔ میں سونا چاہتی ہوں۔"

"ہاں، تمھیں سونا چاہیے تاکہ بیدار ہونے کے بعد تازہ دم رہ سکو۔ میں بھی سونے کے لیے جا رہا ہوں۔ مجھے اطمینان ہے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ آٹھ گھنٹے بعد تمھارے متعلق میں ان سے کوئی فیصلہ کن بات کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں واپس آ گیا۔ منجالی میری منتظر تھی۔ میں نے اُسے بتایا: "میں بہت تھک گیا ہوں۔ فوراً سونا چاہتا ہوں۔ بس اتنا سمجھ لو، مرجانہ خیریت سے ہے۔ ٹارٹربلبا سے گفتگو ہو چکی ہے۔ آٹھ گھنٹے بعد اس کے باپ سے کوئی فیصلہ ہو گا۔"

میں نے جوتے اُتارے۔ لباس تبدیل کیا۔ پھر بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ دماغ کو ہدایت دی اور آرام سے سو گیا۔ اس وقت دُنیا جاگ رہی تھی۔ کیوں کہ وہ جاگنے اور محنت کرنے کا وقت تھا اور میں سو رہا تھا۔ کیوں کہ میں محنت کر چکا تھا۔ میرے ساتھ مشکل یہ ہے کہ جب میں اپنے ساتھیوں کی خیریت معلوم کرتا ہوں تو جہاں وہ ہوتی ہیں یا ہوتے ہیں، وہاں دن ہوتا ہے اور میرے ہاں رات ہوتی ہے۔ میں دن کے وقت ان کے کام آتا رہتا ہوں اور کام آتے آتے میری رات ختم ہو جاتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رات کے ساتھ ساتھ دن بھی گزر جاتا ہے۔ پھر رات بھی گزر جاتی ہے لیکن میری خیال خوانی کا سلسلہ ختم ہونے نہیں پاتا۔ میں جہاں بھی جس ساتھی کے ساتھ لگا رہتا ہوں ان کے ساتھ مصیبتوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس وقت مجھے صرف ایک رات جاگنے کے بعد سونے کا موقع مل گیا تھا۔

میں چھ گھنٹے تک بڑے آرام سے گہری نیند سوتا رہا۔ آنکھ کھلی تو بنکاک میں سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ میں نے فوراً ہی مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اسی وقت وہ بھی بیدار ہوئی تھی۔ اُن کا سفر جاری تھا۔ مرجانہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انگڑائی لی۔ یہ جملہ کہا: "اب اس کے ہاتھ پاؤں حرکت کر سکتے ہیں۔" اس نے انگڑائی لیتے ہوئے ذرا سیدھی طرح بیٹھ کر دیکھا۔ وہ پالکی پر سوار تھی۔ چار آدمی اسے اُٹھائے لیے جا رہے تھے۔ آگے پیچھے عورتوں اور مردوں کا ایک قافلہ ساتھ تھا۔ اُن کے پاس رائفلیں، ریوالور اور تلواریں تھیں.... تلواروں کے پھل آگے کی طرف چوڑے تھے اور دستے کی طرف ان کی چوڑائی کم ہو گئی تھی۔ انھیں دیکھ کر پتا چلتا تھا کہ وہ کافی وزنی ہیں لیکن تاتاری عورتیں ان کا استعمال خوب جانتی تھیں۔ وہ جھاڑیوں کو کاٹتے ہوئے راستہ بناتے ہوئے آگے بڑھتی جا رہی تھیں اور ان کے پیچھے قافلہ چلتا جا رہا تھا۔

مرجانہ نے کہا: "میں کل رات سے بے حس و حرکت بیٹھی ہوں۔ اب مجھ سے ایک جگہ بیٹھا نہیں جا رہا ہے۔ جی چاہتا ہے زمین پر پہنچ کر اسکیٹنگ کروں۔ ذرا سی دوڑ لگاؤں۔ ہلکی پھلکی ورزش ہو جائے گی۔"

"اپنی اس خواہش کو ابھی کچل دو۔ آرام سے پالکی میں بیٹھ کر سفر کرتی رہو۔"

"آخر کیا ہرج ہے؟"

"میں ابھی سو کر اُٹھا ہوں۔ ذرا اپنی مصروفیات سے فارغ ہو جاؤں۔ اس کے بعد تمھارے پاس آؤں گا۔ پھر جو چاہو کرتی رہنا۔"

"کیا تم جا رہے ہو؟"

"ہاں، جلد ہی آنے کی کوشش کروں گا۔ اس دوران ٹارٹربلبا تمھارے قریب آئے تو اس سے دوستانہ انداز میں گفتگو کرنا؟"

میں بنکاک واپس آ گیا۔ آدھے گھنٹے میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ پچھلی رات سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ منجالی نے سب کچھ تیار کر رکھا تھا۔ میں میز پر پہنچتے ہی کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ وہ تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے مجھے کھاتے ہوئے خاموشی سے دیکھتی رہی۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا: "مرجانہ خیریت سے ہے؟"

"ہاں، ابھی تک خیریت سے ہے۔"

"اور مادام سونیا؟"

"میں بھوک سے مجبور ہو کر کھانے بیٹھ گیا۔ اس کی خبر نہیں لی ہے۔ ویسے وہ بھی خیریت سے ہو گی۔ ان ہمدردیوں نے وعدہ کیا تھا کہ آج شام تک اسے اسرائیل کی حدود سے باہر بھیج دیں گے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اسی ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ ایک ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھی ہوئی پچھلی باتیں سوچ رہی تھی۔ پچھلی بار وہ بدن سے اس کا مقابلہ ہوا تھا۔ اسی مقابلے کی یاد اس کے تصور میں تازہ ہو رہی تھی۔ میں نے مخاطب کیا: "ہیلو ڈیئر! کیا سوچ رہی ہو، میں آ گیا ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ اپنے سر کو تھام کر سوچنے لگی: "یہ کیا میں نے سوچا ہے یا؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "یہ تم کیا سوچ رہی ہو؟ کیا میری سوچ کی لہروں کو پہچان نہیں سکتیں۔ میرا لب و لہجہ بھول گئی ہو؟"

وہ بولی۔ "آں، نہیں تو۔ میں تمہیں کیسے بھول سکتی ہوں۔۔۔۔ ٹھیک ہی تو ہے۔ تم میرے دماغ میں آ کر باتیں کر رہے ہو لیکن مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "یہ تمہیں عجیب سا کیوں لگ رہا ہے؟"

"پتا نہیں، کیا بات ہے۔ وہ ربی اسفندیار میرے پاس آتے رہے ہیں۔ وہ ہپناٹزم کے دوران مجھ پر کچھ عمل کرتے رہے ہیں۔ میں کبھی کبھی سوچتی ہوں، میرا دماغ خالی ہو گیا ہے۔ کبھی سوچتی ہوں جو باتیں میرے دماغ میں آ رہی ہیں وہ محض خواب تھیں اور خواب کی طرح گزر گئی ہیں۔"

"لیکن کل تک تمہارے سوچنے کا انداز یہ نہیں تھا۔"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ تم ربی اسفندیار سے معلوم کرو۔"

"اچھا۔ ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں ربی اسفندیار کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے سانس روک لی تھی پھر دوسرے ہی لمحے سانس لیتے ہوئے بولا۔ "خوش آمدید مسٹر فرہاد!"

"ہاں، میں فرہاد ہوں۔ یہ پوچھنے آیا ہوں کہ آپ نے سونیا پر کیا عمل کیا ہے؟"

"میں نے کچھ نہیں کیا۔"

"دیکھیے، آپ یہودیوں کے مذہبی پیشوا ہیں۔ جھوٹ آپ کو زیب نہیں دیتا۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ پہلے ایک دو راتوں میں میں نے ہپناٹزم کے ذریعے مادام سونیا کو اپنی معمولہ بنانا چاہا۔ پھر مجھے پتا چل گیا کہ تم نے مجھ سے پہلے ہی اس کے دماغ کے نہ خانے کو لاک کر دیا ہے۔ میں کوئی اہم معلومات حاصل نہیں کر سکوں گا لہٰذا میں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا۔ تم کو یقین نہ ہو تو ابھی مادام سونیا سے دریافت کر لو۔ میں نے پچھلے دو دنوں سے ان کی طرف رُخ بھی نہیں کیا ہے۔ ان سے ملاقات تو دور کی بات ہے، ٹیلیفون کے ذریعے بھی گفتگو نہیں کی ہے۔"

میں پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے سوال کیا تو اس نے جواب دیا۔ "ہاں، پچھلے دو دن سے ربی اسفندیار کو میں نے نہیں دیکھا ہے نہ ہی ان سے گفتگو ہوئی ہے۔"

"پھر تمہیں کیا ہو رہا ہے۔ کیا انھوں نے تمہیں ایسی کوئی دوا کھلائی ہے جس سے تمہارے ذہن میں کچھ انتشار سا پیدا ہو گیا ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"میں تمہارے دماغ میں رہ کر محسوس کر رہا ہوں کہ تم بالکل نارمل ہو۔ تمہاری ذہنی حالت بھی درست ہے۔ اچھا، یہ بتاؤ کل میں نے تم سے مرجانہ کے متعلق کیا کہا تھا؟"

وہ سوچنے لگی پھر بولی۔ "تم نے مجھ سے کچھ نہیں کہا تھا۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ جب تم گہری نیند میں تھیں تو میں نے تمہارے خوابیدہ دماغ کو مرجانہ کے متعلق تفصیل سے بتایا تھا۔"

وہ ایک انگلی سے اپنی پیشانی کو آہستہ آہستہ سہلانے لگی۔ جیسے سوچ رہی ہو۔ یاد کر رہی ہو لیکن اسے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ میں نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر کہا۔ "منجالی! سونیا کی ذہنی حالت مشکوک ہے۔ اس کی یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔ لیکن ایسی بھی کیا کمزوری کہ آج صبح اسے جو بات بتائی، وہ بھول گئی؟"

منجالی نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہی تو تعجب کی بات ہے۔ میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔ ذرا سکون سے سونیا پر اپنی پوری توجہ دوں گا اور سمجھنے کی کوشش کروں گا۔"

میں نے کھانا چھوڑ دیا۔ ابھی تھوڑی بھوک رہ گئی تھی پھر بھی تسلی ہو گئی تھی۔ میں اپنے بیڈ روم میں آیا۔ وہاں کرسی پر بیٹھ کر میں نے آنکھیں بند کیں۔ پہلے سونیا کا تصور کیا۔ دل کی گہرائیوں سے اس کے لب و لہجے کو ذہن نشین کیا۔ اس کی آواز کی گونج اپنے دماغ کی وادیوں میں محسوس کیا۔ پھر اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچایا۔ میں پھر وہیں پہنچ گیا جہاں سونیا ایزی چیئر پر بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی۔ کچھ پریشان ہو رہی تھی۔

میں نے ربی اسفندیار کے پاس پہنچ کر اُسے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا۔ "اب کیا بات ہو گئی؟"

میں نے کہا۔ "مسٹر اسفندیار! آج سے کچھ عرصہ پہلے مرجانہ کی برین واشنگ کی گئی تھی۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"یقیناً معلوم ہو گا اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ برین واشنگ کرنے والے تم ہی تھے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ برین واشنگ کے دوران میں مرجانہ کے دماغ میں نہیں پہنچ سکا تھا۔ برین واش ہونے کے بعد بھی جب تم لوگوں نے اسے دوبارہ نئے سرے سے مرجانہ کا لب و لہجہ یاد کرایا۔ اسے آواز سنائی جو اس کی اپنی آواز تھی تب وہ دوسری بار مکمل مرجانہ بن گئی۔"

"یہ باتیں تم ہمیں کیوں بتا رہے ہو؟"

"اس لیے کہ سونیا کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو سکتا ہے۔ تم لوگ اس کی برین واشنگ کر رہے ہو اور میں اس کے دماغ تک پہنچنے میں ناکام رہا ہوں۔"

"کیا سونیا اپنے ہوٹل والے کمرے میں نہیں ہے؟"

"بے شک وہاں سونیا ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی ہے۔ سوچ رہی ہے۔ پریشان ہو رہی ہے۔ میرے مخاطب کرنے پر اس نے اجنبیت محسوس کی ہے، جیسے وہ کچھ بدل گئی ہے۔ پہچاننے میں اُلجھ رہی ہے۔"

"مسٹر فرہاد! یہ آپ کا وہم ہے۔ آپ اسے جب چاہیں اپنے دماغ میں بلا کر دیکھیں۔ ہم اپنے وعدے کے مطابق اسے آج شام کو ایک گھنٹے کے ذریعے بحفاظت پیرس پہنچا دیں گے۔ اس کے بعد آپ اور آپ کے دوسرے ساتھی اس کا ہر طرح سے جائزہ لے سکتے ہیں۔ معائنہ کر سکتے ہیں۔ ہر طرح سے اسے آزما سکتے ہیں۔ وہ سونیا ہے اور سونیا ہی رہے گی۔"

"میں امتحان لے چکا ہوں۔ اس کی یادداشت کمزور ہو چکی ہے۔ پچھلی رات وہ سو رہی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو وہ باتیں بتائی تھیں جنہیں وہ بھول گئی ہے۔"

"مجھے حیرانی ہے۔ وہ تو بہت ہی ذہین اور حاضر دماغ ہے۔ بالکل رات کی بات کیسے بھول سکتی ہے۔ میں یہاں کے تجربہ کار لوگوں سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ وہ اس کا معائنہ کریں گے۔ ابھی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ آپ اس کا فوراً معائنہ کرائیں۔ اگر یہ معلوم ہوا کہ میرے ساتھ فراڈ کیا گیا ہے اور میری سونیا کی برین واشنگ کی گئی ہے اور دماغی طور پر اس کو مجھ سے ہمیشہ کے لیے دور کر دیا گیا ہے تو میں وہ تباہی لاؤں گا کہ تمہاری پوری اسرائیلی حکومت ہل جائے گی۔"

میں پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ "کیا کروں؟ کیا سونیا کے پاس جاؤں لیکن سونیا کو کیسے چھوڑ دوں؟ حقیقت معلوم کیے بغیر یہاں بھی بے چینی رہے گی اور مرجانہ کے پاس نہ جاؤں تو پھر بھی اس کی فکر ستاتی رہے گی۔" میں تھوڑی دیر کے لیے مرجانہ کے دماغ میں آ گیا۔ وہ پالکی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کا سفر جاری تھا۔ میرے مخاطب کرنے پر اس نے کہا۔ "تم نے تھوڑی دیر میں آنے کے لیے کہا تھا۔ کیا تمہاری تھوڑی دیر ہے؟"

"میں کیا بتاؤں۔ بنت نٹی پریشانیاں میرا انتظار کرتی رہتی ہیں۔ کہانی کی ذہنی حالت کچھ مشکوک ہے۔ میں اُدھر بھی حاضر رہنا چاہتا ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "پھر میرے پاس کیوں آئے ہو۔ فوراً جاؤ۔ کہانی کو برین واش کرو۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں۔ جب تک تم نہیں آؤ گے یہاں کسی سے لڑائی نہیں کروں گی اور کوئی مجھے پریشان کرے تو بھی پریشانی سے حالات کا سامنا کروں گی۔ تم ذرا جلدی آ کر اپنی کارکردگی کیسی ہے۔ اسے کیا ہو رہا ہے؟"

میں سونیا کے پاس آیا۔ وہ اپنے ہوٹل کے کمرے سے نکل کر اپنی گائڈ آنٹی کے ساتھ جا رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہو؟"

"یہ لوگ مجھے طبی معائنے کے لیے کہیں لے جا رہے ہیں۔"

میں تھوڑی دیر تک اس کے ساتھ رہا۔ ہوٹل سے باہر نکل کر وہ ایک کار کی پچھلی سیٹ پر گائڈ آنٹی کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اس کے آس پاس مسلح فوجی تھے۔ کار کے آگے پیچھے بھی فوجی گاڑیاں تھیں اور اسے بحفاظت لے جایا جا رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر کے لیے اس کے پاس سے چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا۔ "مرجانہ کیسی ہے؟ کہاں ہے؟"

"مرجانہ ابھی خیریت سے ہے۔ میں اس کے متعلق بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال سونیا کے سلسلے میں ایک مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو تفصیل سے اس کے متعلق بتایا۔ وہ بھی پریشان ہو کر بولی۔ "نہیں ہماری سونیا ایسی کمزور دماغ کی نہیں ہے۔ اسے کوئی ایسی دوا کھلائی گئی ہے جس سے وہ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو گئی ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہم اس سلسلے میں بحث کریں گے تو کافی وقت ضائع ہو گا۔ میں ایک کام کی بات کہنے آیا ہوں۔ اسے توجہ سے سنو اور اپنے تمام ساتھیوں تک یہ بات پہنچا دو۔ جب تک سونیا کی ذہنی حالت یہی رہے، اس وقت تک ہم میں سے کوئی اس پر اعتماد نہیں کرے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"جو کہہ رہا ہوں۔ اس پر عمل کرو۔ پہلے میں اس کے دماغ کو اچھی طرح ٹٹول کر اس کی اصلیت معلوم کروں گا۔ ایک بار مرجانہ کے ساتھ ایسا ہو چکا ہے۔ اس کی برین واشنگ کی گئی تھی اور میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ سونیا کی برین واشنگ کی گئی ہو اور میں اس کے دماغ تک پہنچنے سے قاصر رہا ہوں اور اس کی جگہ کسی دوسری لڑکی کو سونیا بنا کر ہمیں فریب دیا جا رہا ہو؟"

اعلیٰ بی بی نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ ممکن ہے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے جس طرح ہم نے ایک دوسرا فرہاد تیار کیا ہے۔ سجاد علی تیمور کو فرہاد علی تیمور بنا کر پیش کرنے والے ہیں۔ اسی طرح وہ کسی دوسری لڑکی کو مکمل سونیا بنا کر ہمیں پیش کر سکتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "یہ تیلی پیتھی کا جہاں تک تعلق ہے تو سوچ کی لہریں آواز اور لب و لہجے کا سہارا لے کر کسی کے دماغ میں پہنچتی ہیں۔ جب سونیا کا دماغ صاف ہو گیا ہو تو وہاں اس لب و لہجے کے باوجود سوچ کی لہریں نہیں پہنچ سکیں گی۔ کیوں کہ اصل سونیا کو اس لب و لہجے سے خالی کر دیا گیا ہو گا اور وہی لب و لہجہ وہی آواز کسی دوسری لڑکی کے دماغ میں بھر دی گئی ہو گی۔ ہپناٹزم کے ذریعے کسی کا بھی لب و لہجہ

کسی دوسرے دماغ میں نقش کیا جاسکتا ہے اور اس کا اپنا لاشعور اس کے دماغ سے مٹایا جاسکتا ہے۔"

"فرہاد! تم جیسی باتیں کر رہے ہو، اسے سن کر پریشانی بڑھ رہی ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہماری سونیا کہاں ہوگی؟ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

"مجھ سے مت پوچھو۔ میں جب سوچتا ہوں تو غصہ آنے لگتا ہے اور میں فی الحال غصہ نہیں کرنا چاہتا۔"

"بیشک تمھیں تحمل سے کام لینا چاہیے۔ وہ لوگ سونیا کو ہلاک کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے البتہ اس میں تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ یہ دوسری بات ہے۔"

"میں حقیقت معلوم کرنے تک صبر کر رہا ہوں۔ دیکھ رہا ہوں کہ کیا ہوتا ہے؟"

میں نے اعلیٰ بی بی کو ایک بار پھر تاکید کی۔ "دیکھو، سائرہ بانو، جواد الخیری، جمیلہ اور ادارے کے جتنے بھی لوگ ہیں، ان سب سے کہہ دینا کہ سونیا جب بھی پیرس پہنچے، اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جائے۔ اس کی عزت کی جائے۔ اس سے محبت کی جائے۔ اس پر بھرپور اعتماد ظاہر کیا جائے لیکن باطن میں اسے اجنبی سمجھا جائے۔ اسے اپنے اہم راز نہ بتائے جائیں۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ سونیا پیرس پہنچے تو ہم اسے ایک آدھ روز ادارے میں رہنے کا موقع دیں۔ اس کے بعد اس کی رہائش کا انتظام دوسری جگہ کر دیں۔ یا کسی بہانے تم اسے کسی دوسرے ملک میں بلا لو؟"

"میں یہی کروں گا۔ فی الحال جا رہا ہوں۔"

"جاؤ، مگر سونیا کے متعلق تازہ ترین اطلاعات دیتے رہنا۔"

میں سونیا کے پاس آیا۔ وہ اسپتال کے ایک بستر پر آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے سر سے کچھ آلات منسلک کیے گئے تھے اور ان آلات کو ایک مانیٹر سے منسلک کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ جہاں گراف بنے ہوئے تھے اور گراف کے مختلف خانوں سے سیدھی لائن میں ایک روشنی بہتی جا رہی تھی جو ذہنی رَو کی عکاسی کر رہی تھی اور یہ بتا رہی تھی کہ سونیا ذہنی طور پر بالکل نارمل ہے۔

تھوڑی دیر بعد سونیا کے سر سے وہ آلات ہٹا دیے گئے۔ ایک نرس نے آکر اس کے بازو میں انجکشن لگایا۔ وہ تھوڑی دیر میں غنودگی محسوس کرنے لگی۔ کمرہ خالی ہوگیا۔ سب باہر چلے گئے۔ اس کے سامنے اوپر چھت پر ایک بڑی سی ہیڈ لائٹ روشن ہوگئی۔ سونیا کی اونگھتی ہوئی آنکھیں بند ہوگئیں۔ اس روشنی میں کھل نہ سکیں پھر ایک آواز ہولے ہولے کمرے کی خاموش فضا میں گونجنے لگی۔ "سونیا! سونیا! تم جاگ رہی ہو۔ تم سوچ رہی ہو۔ اپنے آپ کو پہچان رہی ہو۔ تم وہ عورت ہو جس کی ذہانت اور حاضر دماغی کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ تم بتاؤ کہ اپنے دماغ میں کس قسم کی کمزوری محسوس کر رہی ہو؟"

وہ خاموش رہی۔ اس کے کانوں میں وہی آوازیں گونجتی رہیں۔ پھر اس نے کہا۔ "میں کمزور نہیں ہوں۔ میری یادداشت بہت اچھی ہے۔ میں تمام باتیں یاد رکھتی ہوں۔"

پھر کسی کی آواز اس کمرے میں گونجنے لگی۔ "بیشک تمھاری یادداشت بہت ہی اچھی ہے لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی کوئی ذہین عورت بھی کسی کمپلیکس میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ کسی نفسیاتی کمزوری کا شکار ہو جاتی ہے اور اس کمزوری کا احساس اس عورت کو نہیں ہوتا۔ تمھارے ساتھ بھی یہی ہو سکتا ہے۔"

سونیا کی نقاہت بھری آواز سنائی دی۔ "میں نہیں جانتی کہ ایسا میرے ساتھ ہو رہا ہے۔"

"تم اپنا تجزیہ کرنے کی کوشش کرو۔ سوچو، کیا تم جو باتیں بھول رہی ہو، ان باتوں کو بھلانے میں کوئی جذبہ کارفرما ہے۔ مثلاً کسی کو اگر کسی سے نفرت ہو جاتی ہے تو وہ اس کی باتوں کو صحیح طرح سے یاد نہیں رکھتا یا یاد نہیں رکھتی۔ مثلاً تم فرہاد سے بے انتہا محبت کرتی ہو لیکن اس کی کوئی بات، کوئی ادا تمھیں پسند نہ ہو اور تم اپنی اس ناپسندیدگی کو اس کے سامنے ظاہر نہ کرتی ہو۔ یہ ناپسندیدگی اندر ہی اندر نفرت میں بدلتی رہتی ہے۔ یہ نفرت بھی صاف طور پر ظاہر نہیں ہوتی بلکہ اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ اپنے محبوب سے محبت بھی ہوتی ہے اور اندرونی نفرت کے باعث اس کی باتوں کو بھلا دیا جاتا ہے۔ بیشک تم نے دانستہ اس کی باتیں نہ بھلائی ہوں لیکن یہ سب کچھ نفسیاتی طور پر نادانستگی میں ہو رہا ہو۔"

سونیا نے جواب دیا۔ "میں اتنی نفسیاتی پیچیدگیوں کو نہیں سمجھ سکتی۔ مجھے اور نہ اُلجھایا جائے۔"

میں نے بھی سوچا۔ واقعی اس نفسیاتی تجزیے میں بڑی پیچیدگیاں ہیں۔ کیوں نہ میں موقعے سے فائدہ اُٹھاؤں۔ انجکشن کے ذریعے اس کے دماغ کو ذرا کمزور کیا گیا ہے۔ لہٰذا مجھے اسے ٹرانس میں لانا چاہیے۔

میں اس کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسے آہستہ آہستہ ٹرانس میں لانے لگا۔ ذرا دیر بعد ہی وہ میری معمول بن گئی۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "سونیا! کیا تم گہری نیند میں ہو؟"

"ہاں، میں گہری نیند میں ہوں۔"

"تم صرف میری آواز سن رہی ہو؟"

"ہاں، صرف تمھاری آواز سن رہی ہوں۔"

"تم میری باتوں کا دُرست جواب دو گی؟"

"میں تمھاری باتوں کا درست جواب دوں گی۔"

"کیا تم میری اپنی سونیا ہو یا تمھیں برین واشنگ کے ذریعے بنایا گیا ہے؟"

"میں نہیں جانتی کہ میں کیا ہوں۔ اتنا جانتی ہوں کہ میرا نام سونیا ہے۔ میرا تعلق فرہاد سے ہے۔"

"تم نے کیسے سمجھا کہ تمھارا تعلق فرہاد سے ہے؟"

"یہ بات میرا دل سمجھاتا ہے۔ میرا دماغ سمجھاتا ہے۔"

"کیا تمھیں فرہاد اور سونیا کا ریکارڈ پڑھایا گیا تھا؟"

"نہیں پڑھایا گیا تھا۔"

"تمھیں ریکارڈ نہیں پڑھایا گیا تھا یا تمھیں پڑھنے والی بات یاد نہیں ہے؟"

"مجھے پڑھنے والی بات یاد نہیں ہے۔"

"کیا تمھیں فرہاد اور سونیا کے متعلق فلمیں دکھائی گئی تھیں۔ ان کی حرکات و سکنات، ان کے انداز، ان کا کلب والا جلسہ بتایا گیا تھا؟"

"مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔"

"تم میری معمول ہو۔ اور میرے حکم کی تابع فرمان ہو۔"

"میں تمھاری معمول ہوں۔ تمھارے حکم کی تابع فرمان ہوں۔"

"تم مجھ سے جھوٹ نہیں بولو گی؟"

"میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔"

"مجھے بتاؤ۔ پارس کہاں ہے؟"

میں نے یہ سوال اس لیے کیا تھا کہ پارس، جمیلہ اور جواد الخیری کے متعلق جو بھی معلومات سونیا کو تھیں۔ ان معلومات کو میں نے اس کے دماغ کے تہ خانے میں لاک کر دیا تھا اور یہ باتیں سونیا کو یاد نہیں آسکتی تھیں۔ تاوقتیکہ میں پھر اسے ٹرانس میں لا کر یاد دلاتا۔

سونیا نے جواب دیا۔ "میں پارس کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔"

"کیا تم جواد الخیری اور جمیلہ کو جانتی ہو؟"

"میں انھیں بھی نہیں جانتی۔"

"کیا تمھارے دماغ کا تہ خانہ مقفل ہے؟"

"یہ تہ خانہ کیسے مقفل ہوتا ہے۔ میں نہیں جانتی۔"

"میری سوچ کی لہریں تمھارے دماغ کے تہ خانے میں پہنچ رہی ہیں۔ تم اپنے دماغ کے اس تہ خانے میں گھسنے کی کوشش کرو۔ باتوں کو میں نے وہاں دفن کیا ہے، انھیں کھرید کر نکالو۔ پارس اور جواد الخیری کے متعلق بتاؤ؟"

وہ چپ رہ کر کوشش کر رہی تھی۔ اپنے اندر ہی اندر دماغ کو ٹٹول رہی تھی۔ بار بار پارس، جمیلہ اور جواد الخیری کا نام لے کر انھیں یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور ناکام ہو رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "بس اتنا کافی ہے۔ اب تم آرام سے سو جاؤ۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد تم بیدار ہو جاؤ گی۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ میرا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ اب مجھے یقین ہوگیا تھا کہ جس سونیا کے پاس سے میں آیا ہوں، وہ میری نہیں ہے۔ میں نے جس سونیا کے دماغ کے اندر پارس جمیلہ اور جواد الخیری کے متعلق معلومات کو دفن کیا تھا، دوسری بار اسے ٹرانس میں لا کر ان باتوں کو کریدا سکتا تھا۔ پھر ان معلومات کو سونیا کے دماغ میں تازہ کر سکتا تھا لیکن ابھی میں جس سونیا کے دماغ سے کھیل رہا تھا۔ اس کا دماغ ان باتوں کو یاد نہیں کر سکا۔

میں ربی اسفندیار کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اپنے دماغ کے دروازے کھول دیے۔ میں نے کہا۔ "تم لوگوں کی سازش کھل گئی ہے۔ وہ میری سونیا نہیں ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ اگر وہ تمھاری سونیا نہیں ہے تو پھر وہ کون عورت ہے؟"

"مسٹر اسفندیار! زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم سانس لینے کے عادی نہ ہوتے تو میں ابھی تمھارے دماغ کے تہ خانے میں گھس کر تمھاری سازشوں کا ثبوت لے آتا۔ بہرحال اتنا ثبوت کافی ہے کہ میں نے اپنے بیٹے پارس کے متعلق تمام باتوں کو سونیا کے دماغ کے تہ خانے میں دفن کر دیا تھا۔ جسے تم بھی ہپناٹزم کے ذریعے کریدنہ سکے۔ یہ عمل ہم دونوں جانتے ہیں اور ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر ایک عامل اپنے طور پر اپنی معمولہ یا معمول کو کسی بات کا پابند بنا دیتا ہے تو دوسرا عامل اس بات کو کسی طور پر بھی معلوم نہیں کر سکتا۔"

"ہاں، یہ میں جانتا ہوں۔"

"تم یہ بھی جانتے ہوگے کہ ایک عامل جن باتوں کو دماغ کے تہ خانے میں دفن کرتا ہے وہی اس بات کو گرید گرید کر دوبارہ نکال سکتا ہے لیکن میں اس سونیا کے دماغ سے ان باتوں کو کرید کرید کر دوبارہ نہ نکال سکا۔ اس سونیا کے دماغ کا تہ خانہ پارس کے سلسلے میں بالکل خالی ہے۔"

"مسٹر فرہاد! تمہاری باتیں اس حد تک دُرست ہیں لیکن ایک بات شاید تم نہیں جانتے۔ جب دو عامل یکے بعد دیگرے ایک ہی معمولہ کو اپنا ٹارگٹ بناتے رہیں۔ کبھی میں اس پر عمل کروں۔ کبھی تم اس پر عمل کرو تو وہ دماغ رفتہ رفتہ کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی کمزوری بعد میں کھلتی ہے اور وہ اب ہمارے تمہارے سامنے کھل رہی ہے۔ ہم دونوں نے مل کر اس کے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔ اگر وہ بہت سی باتیں یاد نہیں کر سکتی ہے تو اس میں صرف میرا نہیں تمہارا بھی قصور ہے۔"

"تمہاری باتیں کس حد تک قابلِ قبول ہیں۔ یقیناً ایک معمولہ کو دو عامل اپنے اپنے طور پر ٹارگٹ بناتے ہیں تو دماغ کمزور ہو سکتا ہے لیکن میں اس کی تصدیق کرنے کے بعد ہی تمہاری بات کا یقین کروں گا۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر پوچھا "بابا فرید واسطی صاحب اپنی زندگی میں اپنے علوم کے متعلق کتابیں لکھا کرتے تھے؟"

"ہاں، ان کے تمام مسودے یہاں محفوظ ہیں۔"

"اپنے ذہین طلبا و طالبات کو اس مسودے کی اسٹڈی میں مصروف رکھو اور ان سے کہو کہ وہ ہپناٹزم والے باب کو توجہ سے پڑھیں۔ خاص طور سے یہ معلوم کریں کہ دو عامل مختلف انداز میں اپنے اپنے طور پر اگر ایک معمول کو ٹارگٹ بنائیں تو کیا اس معمول کا دماغ اس حد تک کمزور ہو سکتا ہے جس حد تک سونیا اس کا مظاہرہ کر رہی ہے؟"

"اچھی بات ہے، میں بابا صاحب کے مسودے سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"سجاد علی تیمور کہاں ہے؟"

"ہم اُسے ادارے میں لے آئے ہیں۔ آج سے اسے دماغی اور جسمانی طور پر چاق و چوبند رہنے کی تربیت دی جائے گی۔ اسے ایک اچھا فائٹر بنانے کے لیے پومی اور ماسٹر واٹسورو کی کے حوالے کیا جائے گا۔ تم کیا کہتے ہو؟"

"تمہارا یہ طریقہ کار بہت معقول ہے۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت ٹارٹر بلبا اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا قافلے والوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اس کی پالکی کے پاس آ کر رُک گیا تھا۔ گھوڑے کی لگام کو کھینچ رہا تھا۔ گھوڑا پچھلے دونوں پاؤں کے بل پر کھڑے ہو کر اگلی دونوں ٹانگیں اُٹھا کر ہنہنا رہا تھا۔ ٹارٹر بلبا اسے تھپکتے ہوئے کہہ رہا تھا "ہوبو! ہوبو! تم نے تو میرے متعلق سُنا ہی ہوگا کہ میں کیسا دلیر ہوں۔ عورتیں مجھ پر مرتی ہیں۔"

مرجانہ کی پالکی رُکی ہوئی تھی۔ وہ اب بھی چار آدمیوں کے کاندھے پر پالکی کی بلندی پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس بلندی پر درخت کی ایک شاخ جھکی ہوئی تھی۔ اس نے اس شاخ کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا "شاید تم نے بھی یہ سُنا ہو کہ مرجانہ مرنا نہیں، مار جانتی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے اس شاخ کو چھوڑ دیا۔ اس وقت گھوڑا دوسری بار ہنہناتے ہوئے اپنی اگلی دو ٹانگوں کو اوپر اُٹھا رہا تھا۔ اونچا اُٹھ رہا تھا۔ وہ شاخ اس کے منہ پر لگی تو وہ بدک گیا۔ ٹارٹر بلبا اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ گھوڑے کی پیٹھ سے گرتے گرتے بچا، پھر سنبھل گیا۔ یقیناً بچپن سے گھڑ سواری کا عادی تھا۔ بدکتے ہوئے گھوڑے کو سنبھالنے لگا۔ وہ گھوڑا بھاگ رہا تھا اور بلبا اس کی لگام کو مضبوطی سے تھامے اسے قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

قافلے والے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ سب اس کے وفادار تھے۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے لیکن اس وقت وہ بھی اپنے ہتھیاروں کو اٹھاتے ہوئے، اُچھالتے ہوئے قہقہے لگا رہے تھے۔ آگے بڑھتے ہوئے جیسے گھوڑے کو اور بھڑکا رہے تھے۔ دوسری طرف ٹارٹر بلبا قہقہے لگا رہا تھا۔ گھوڑے کو اِدھر سے اُدھر دوڑا رہا تھا۔ گھوڑا جدھر جانا چاہتا تھا اُدھر سے اُسے موڑ لیتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اس بدکنے والے گھوڑے کو اور ضدی بنا رہا تھا۔ گھوڑے کی پیٹھ سے گرنے والے بعض اوقات اپنی پیٹھ کی ہڈی تڑوا لیتے ہیں یا اس طرح گرتے ہیں کہ چٹانوں سے ٹکرا جاتے ہیں یا کسی کھائی میں چلے جاتے ہیں۔ وہ بہت ہی خطرناک سچویشن تھی لیکن غیر مہذب قبیلے کے لوگوں کے لیے یہ محض ایک کھیل تھا۔ وہ بچپن ہی سے ایسے خطرات سے کھیلنے کے عادی تھے اور ایسے وقت پریشان ہونے کے بجائے قہقہے لگاتے تھے۔

میں نے مرجانہ سے پوچھا "کیا ٹارٹر بلبا نے پہلی بار تمہیں مخاطب کیا تھا؟"

"ہاں، میں نے اب تک اسے دور ہی دور سے دیکھا تھا۔ وہ قافلے سے آگے گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔ اس نے کبھی میری طرف پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ شاید اسے یقین تھا کہ جب بھی میرے پاس آ کر ڈینگیں مارے گا، میں اُس سے مرعوب ہو جاؤں گی۔ وہ پہلی ہی ملاقات میں پہلی ہی گفتگو میں اپنی مردانگی کی

دھاک جما رہا تھا۔ اس لیے میں نے جواباً ایسا کیا تھا۔"

"یہ اچھا ہی کیا لیکن یاد رکھنا، ایسی حرکتیں کرتے وقت تمہارے چہرے سے غصہ ظاہر نہ ہو۔ یہ لوگ اس جوابی کارروائی کو اور ایسے خطرناک کھیلوں کو محض مذاق سمجھتے ہیں۔"

وہ گھوڑے کو دوڑاتا، وحشیانہ قہقہے لگاتا ہوا واپس آ رہا تھا۔ پالکی کے قریب پہنچتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے لگام کھینچی۔ گھوڑا دوڑتے دوڑتے یک بیک رُکا۔ زور سے ہنہنایا۔ پھر ٹارٹر بلبا نے اسے تھپکتے ہوئے کہا "میرے سُپر مین! تجھ پر حملہ کیا گیا تھا۔ اس کا تو ہی جواب دے سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے پھر لگام کھینچی۔ گھوڑا اپنی پچھلی دونوں ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے اگلی دونوں ٹانگیں اٹھا کر اس پالکی کو زور کی لاتیں ماریں۔ پالکی اُٹھانے والے اس حملے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ان کے قدم اُکھڑ گئے۔ پالکی بھی ان کے کاندھوں سے گرنے لگی لیکن وہ پالکی خالی تھی۔ مرجانہ اس سے پہلے ہی اُلٹی قلابازی کھا کر زمین پر پہنچ گئی تھی اور وہاں پنجوں کے بل اسکیپنگ کر رہی تھی۔

ٹارٹر بلبا نے منہ زور گھوڑے کی پیٹھ سے گرتے گرتے خود کو سنبھال کر جنگجویانہ صلاحیت کا مظاہرہ کیا تھا۔ مرجانہ پالکی سمیت گرنے سے پہلے ہی خود کو صحیح سلامت زمین پر پہنچا کر شاباش کر رہی تھی کہ وہ ٹارٹر بلبا سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ وہ چاروں پالکی بردار گر پڑے تھے۔ اب اُٹھ کر پالکی کو سیدھا کر رہے تھے۔ ٹارٹر بلبا نے قہقہہ لگاتے ہوئے گھوڑے کی گردن کو تھپکتے ہوئے پوچھا "تمہیں اس بات پر غصہ آ گیا تھا؟"

مرجانہ اسکیپنگ کرتے ہوئے بولی "تم نے میرے سامنے اپنی دلیری کا دعویٰ کیا تھا اور میں کسی دعویٰ کرنے والے کو برداشت نہیں کرتی۔"

"اس میں جھوٹ کیا ہے۔ میں بہت جلدی اپنی دلیری اور مردانگی ثابت کر دوں گا۔"

"مُردہ ہے جو پہلے ثابت کرتا ہے۔ ڈینگیں نہیں مارتا۔"

اس نے پھر ہنستے ہوئے کہا "تم شیر سُپر سے بھی زیادہ زوردار ہو۔ اسی لیے وہ تمہارے ہاتھوں ماری گئی تھی۔"

وہ بدستور اسکیپنگ کرتے ہوئے بولی "وہ تو گئی۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی موت کو یاد کر لیا کرے۔"

گھوڑا اپنی ٹانگوں کو یکے بعد دیگرے زمین پر یوں رکھ رہا تھا جیسے رقص کر رہا ہو یا ڈولکی چال چل رہا ہو لیکن وہ ایک ہی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ اپنے سوار کو محبت سے جھولا جھلا رہا تھا۔ ٹارٹر بلبا نے مسکراتے ہوئے کہا "دیکھو، یہ گھوڑا تمہاری نقل کر رہا ہے۔ تم پنجوں کے بل اچھل رہی ہو۔ یہ بھی وہی کر رہا ہے۔"

مرجانہ نے کہا "یہی تو عورت کی سب سے بڑی خوبی ہے، وہ صرف انسان کو نہیں، جانور کو بھی اپنے نقشِ قدم پر چلاتی ہے۔"

اس نے بڑے بے ڈھنگے پن سے قہقہہ لگایا۔ پھر کہا "چلو جھگڑا ختم۔ تم ہماری مہمان ہو۔ اگر بابا کو معلوم ہوگا کہ میں نے تمہیں پریشان کیا ہے تو وہ مجھے مارے گا۔ ہا ہا ہا، ہا ہا، بُرا مزہ آتا ہے، جب بوڑھے باپ کے ہاتھ میرے گینڈے جیسے جسم پر پڑتے ہیں۔ چلو، اب پالکی پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ اسکیپنگ کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے بولی "میں اس طرح چلوں گی۔ تم لوگوں نے مجھے کسی دوا کے زیرِ اثر بے دست و پا بنایا تھا ورنہ میں وہی سواری پیناتی ہوں جس پر میرا بس چلتا ہے۔"

وہ لگام کو موڑ کر چیخ چیخ کر اپنی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ پھر آگے بڑھ گیا۔ اس کا گھوڑا دوڑتا ہوا قافلے کے اگلے حصّے کی طرف جا رہا تھا۔ اس وقت ایک سوار خالی گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے دوڑتا ہوا مرجانہ کے پاس آ کر رک گیا۔ پھر اس کی لگام مرجانہ کی طرف اُچھال دی۔ مرجانہ نے اسے تھام لیا۔ سمجھ گئی کہ اس کے لیے ایسی سواری کا انتظام کیا گیا ہے جس کی لگام خود اس کے ہاتھ میں ہو۔

وہ سوار ہونے سے پہلے اسے آزمانے لگی۔ اس کی لگام کو اِدھر سے اُدھر موڑ کر اسے مختلف سمت لے جانے لگی۔ اس کے ساتھ ساتھ کبھی دوڑتی بھی جاتی تھی اور کبھی ایک دم سے لگام کھینچ کر اسے روک دیتی تھی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ گھوڑا پوری طرح اُس کے قابو میں ہے گا تو وہ گھوڑے کے ساتھ دوڑتے دوڑتے اچھل کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو گئی۔ پھر اسے ایڑ لگا کر دوڑاتے ہوئے ٹارٹر بلبا کے قریب پہنچ گئی۔ گھوڑے کو لگام دی۔ پھر اسے روکتے ہوئے بولی "آخر یہ سفر کب تک جاری رہے گا؟"

"صرف ایک گھنٹہ۔ وہ سامنے دیکھو۔ ان اونچی نیچی چٹانوں کے پیچھے ہماری بستی ہے۔"

وہ لگام موڑتے ہوئے قافلے کے درمیانی حصّے میں آ گئی تاکہ تنہا رہ کر مجھ سے باتیں کر سکے۔ پھر اس نے پوچھا "سونیا کا کیا حال ہے؟"

میں نے اسے مختصر طور پر بتایا۔ اپنے شبہ کا اظہار کیا۔ وہ بولی۔ "احتیاط لازمی ہے۔ یہودی ایسی مکاریاں کر سکتے ہیں اگر انھوں نے سونیا کا برین واش کیا ہوگا تو میں سکون سے نہیں رہ سکوں گی۔ بس یہی تڑپ رہے گی کہ پَر لگا کر اُڑ کر اس کے پاس پہنچ جاؤں۔ دیکھوں کہ وہ کس حال میں ہے؟ اور اسے کس روپ میں ڈھالا جا رہا ہے؟"

"یہی فکر مجھے ہے۔ افسوس میری سوچ کی لہریں اس کے پاس نہیں پہنچ سکتیں۔ ویسے ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارا شبہ غلط ہو۔ یہی سونیا ہماری ہو جسے ہم اپنی نہیں سمجھ رہے ہیں۔ اعلیٰ بی بی پناہ ازم کے متعلق اسٹڈی کرا رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں

حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ ایک معمول کو دو حامل مختلف انداز میں ٹریپ کرتے ہوں تو کیا اس کے دماغ کو نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

"عقل یہی کہتی ہے، تنویمی عمل کی تیکنیک میں بڑی پیچیدگیاں ہیں۔ میں پیچیدگیوں کے اس ایک نکتے کو صحیح طور پر سمجھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کرنے کے بعد دوبارہ جلد آنے کا وعدہ کیا۔ پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ منجالی ڈرائنگ روم میں بیٹھی باس جے آر جے ناتھن سے فون کے ذریعے گفتگو کر رہی تھی۔ دوسری طرف سے باس ناتھن کہہ رہا تھا۔ "انٹرپول کا چیف فلائنگ آفیسر عزت علی اس شخص کو تلاش کر رہا ہے جو لیڈی آرپر کے بڈ دوسرے میک اپ میں دیکھا گیا تھا اور اینٹی میک اپ کیمرے کی تصویر نے ثابت کیا تھا کہ وہ اوپر کی میک اپ کے نیچے عزت علی کے۔ میک اپ میں چھپا ہوا ہے۔ انٹرپول کے تمام لوگ اسے ڈھونڈ نکالنے کی پوری جدوجہد میں مصروف ہیں۔"

منجالی نے پوچھا۔ "کیا لیڈی آرپر کا کچھ سراغ ملا؟"

"نہیں وہ بھی گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو گئی ہے۔"

ان کی باتیں سن کر میں نے سوچا۔ بنکاک میں بھی عزت علی اور لیڈی آرپر کے سلسلے میں بڑا اچھا ڈرامہ کیا جا سکتا ہے۔ آرپر جہاں بھی چھپی ہو گی۔ میں وہاں پلک جھپکتے ہی پہنچ سکتا تھا لیکن مجھے اتنی فرصت نہیں تھی۔ جب انٹرپول والے میری راہ میں حائل ہوتے یا لیڈی آرپر کی ضرورت کسی وجہ سے پیش آتی تو میں ان کی طرف دھیان دے سکتا تھا میں پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

میں نے اسے ٹرانس میں لانے کے بعد دو گھنٹے تک آرام سے سونے کے لیے کہا تھا۔ وہ دو گھنٹے کب کے گزر چکے تھے۔ اس وقت وہ ایک کار کی پچھلی سیٹ پر اپنی گائڈ آنٹی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تل ابیب کے بازار میں پہنچ گئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "یہاں کیا کر رہی ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ میں اسرائیل سے روانہ ہونے سے پہلے اپنی مرضی کے مطابق جنسی شاپنگ کر نا چاہوں کر سکتی ہوں۔ اس لیے آنٹی مجھے یہاں کے سب سے بڑے بازار میں لے آئی ہیں۔"

"تم کیا خریدنا چاہتی ہو؟"

"میں صرف تمہارے پاس پہنچنا چاہتی ہوں۔ میں ان عورتوں میں سے نہیں ہوں جو شاپنگ کر کے بہل جاتی ہیں۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا تھا۔ "آخر میرے دماغ میں کمزوری کہاں سے آ گئی ہے لیکن یہ مجھے بہلا رہے ہیں۔ کچھ بتاتے نہیں ہیں۔ میں کیا کروں؟"

"تم کچھ نہ سوچو۔ جی بھر کر شاپنگ کرو۔ اپنی پسند کی تمام چیزیں خرید کر پیرس پہنچ جاؤ ہم تمہارا علاج کرائیں گے۔ تمہارے دماغ کی کمزوری جلد ہی دور ہو جائے گی۔"

"فرہاد! ایک بات سچ سچ بتاؤ گے؟"

"ہاں ضرور بتلاؤں گا۔ بھلا تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا؟"

"یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ تم مجھ پر شبہ کر رہے ہو، مجھے اپنی پرانی سونیا نہیں سمجھتے ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"یہ لوگ بکواس کر رہے ہیں۔ تم وہی سونیا ہو۔"

"دیکھو، میرا دل رکھنے کے لیے نہ کہو۔ میں بڑی اُلجھن میں گرفتار ہوں۔"

"کیسی اُلجھن؟"

"میں سوچ رہی ہوں، یہ لوگ کسی طرح میرے دماغ کو کمزور بنا کے بعد مجھے تمہاری نظروں میں مشکوک بنا رہے ہیں تاکہ تم مجھ سے بد رہو یا مجھ سے ظاہری محبت جتاتے رہو اور یہ باطن کھنچے کھنچے رہیں۔"

"وہ نہیں یہ تمہارا وہم ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سے جب ملو گی تو اسے سر سے پاؤں اور دل سے دماغ تک اپنا ہی پاؤ گی۔ اب نہایت بے فکری سے شاپنگ کرو۔ میں پھر تم سے ملا قائم کروں گا۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ پھر آہٹ سن کر میری کھل گئیں۔ منجالی تھرماس میں چائے لے کر آئی تھی۔ مسکرا کر کہنے "کھانے کے بعد آپ نے چائے نہیں پی ہے اور یہ آپ کی عادت اس نے ایک پیالی میں چائے انڈیل کر دی۔ میں نے کی چسکی لیتے ہوئے اسے مرجانہ اور سونیا کے حالات بتائے پیالی خالی ہوتے ہی میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔

وہ ٹارٹر بلبا کے قافلے کے ساتھ کوہ قاف کی وادی میں گئی تھی۔ دور تک پہاڑ کا بلند ترین حصہ برف سے ڈھکا ہوا باقی حصوں کی برف پگھل چکی تھی۔ پہاڑ کی ایک بلندی سے آبشار گرتا نیچے کی طرف آ رہا تھا اور دریا کی صورت میں بہہ رہا تھا دور تک ہریالی نظر آ رہی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ دو میل کے فاصلے ایک بستی نظر آ رہی تھی۔ لکڑی کے مکانات دکھائی دے رہے پہاڑ کے دامن سے نیچے جہاں مرجانہ قافلے کے ساتھ تھی وہ ا سپاٹ میدان تھا۔ دور بستی سے اچانک ہی ڈھول تاشوں کی گونجنے لگیں۔ ٹارٹر بلبا نے مرجانہ سے کہا۔ "جب میں اپنے علا داخل ہوتا ہوں تو سب سے پہلے میری بہن شباتہ میرے استقبا لیے آتی ہے اور وہ دیکھو، وہ آ رہی ہے۔"

مرجانہ نے دیکھا۔ دور سے ایک گھڑ سوار چلا آ رہی تھی کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ وہ یوں چیخ چیخ کر گھوڑے کو ایڑ لگا تھی اور تیز دوڑا رہی تھی جیسے ابھی کسی دشمن پر کاری ضرب کرے گی۔

اِدھر ٹارٹر بلبا نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ ایک لم

چیختا چلاتا ہوا گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اس کی طرف جانے لگا۔ کوئی سی عقل رکھنے والا بھی یہ تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کوئی استقبالیہ ت حال ہے اور ایک بہن اپنے بھائی کو خوش آمدید کہنے کے ائی ہے۔ بھائی کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ پھر وہ دونوں ی سے گھوڑے پر آئے اور ان کی تلواریں ٹکرائیں وہ ایک دوسرے اس کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے پھر پلٹ کر آئے اور پھر ایک سرے پر تلوار کی ضرب لگانے کی کوشش کرنے لگے۔ دونوں کو یازی میں کمال حاصل تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ابھی بہن اپنے کے سر کو تلوار کی ایک ضرب سے اڑا دے گی یا بھائی اپنی بہن کی اڑا دے گا ان کی لڑائی میں ایک ذرا بناوٹ نہیں تھی اور جو سیاہ افغن پہن سے سیکھتے آئے ہوں ان میں بناوٹ ہو بھی نہیں سکتی ۔اس وحشی قبیلے کے لوگ محبت میں بھی جان دیتے تھے اور عداوت ی جان کی بازی لگاتے تھے۔

لڑتے لڑتے اچانک ہی ٹارٹر بلبا کا ایک حملہ کامیاب ہوا۔ ں شباتہ کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر دور جا گری۔ اس نے گھوڑے لگائی۔ پھر اپنے بھائی سے دور جانے لگی۔ ٹارٹر بلبا فاتحانہ انداز اپنے تلوار والے ہاتھ کو اونچا اٹھا کر گھوڑے کو چاروں طرف گھما ے لگانے لگا۔

چند ہی لمحوں کے بعد اس کا قہقہہ رک گیا۔ شباتہ نے دور جاتے ل کی تلوار برچھہ نما پھینکا۔ پھر اس سے پہلے کہ بھائی سنبھلتا بہن یک جھٹکے سے اس پھندے کے ذریعے تلوار اس کے ہاتھ سے لی۔ وہ دونوں لڑنے اور للکارنے کے انداز میں چیختے ہوئے پھر پنے گھوڑے کو ایک دوسرے کی سمت دوڑاتے ہوئے آگے بڑھنے لب وہ دونوں خالی ہاتھ تھے۔ شاید گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر ازی ہونے والی تھی لیکن قریب پہنچتے پہنچتے اچانک شباتہ نے دونوں ہاتھ گھوڑے کی زین پر ٹیک دیے۔ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر یہ گھڑ سواری کا کمال تھا اپنے بھائی کے قریب پہنچتے ہی اس دونوں ٹانگوں سے اس پر حملہ کیا۔ ٹارٹر بلبا شاید اس کے لیے ہا تھا۔ مار کھا کر پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ دوسرے ہی لمحے پھر کر سیدھا بیٹھ گیا۔ اس کا گھوڑا آگے نکل گیا اور دوسری طرف والی شباتہ زین پر دونوں ہاتھ رکھے بھاگتے ہوئے گھوڑے کی رے سر سے اُدھر ہاتھوں کے بل گھوم رہی تھی۔ کبھی گھوڑے کے ل اور کبھی دُم کی طرف چکر لگا رہی تھی۔ گھڑ سواری کے کمالات تھی۔ اس کے بعد وہ پھر سیدھی ہو کر زین پر بیٹھ گئی۔ ٹارٹر بلبا ے کو اس کے ساتھ ساتھ دوڑا رہا تھا۔ وہ اچھل کر گھوڑے پر کھڑی ہو گئی۔ دونوں گھوڑے ساتھ ساتھ دوڑے جا رہے تھے اتنے نے اپنے گھوڑے کی پیٹھ سے چھلانگ لگائی۔ دوسرے ہی لمحے اپنے بھائی کے کندھے پر پہنچ گئی۔ بھائی نے اسے سنبھال لیا پھر اسے اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے گھوڑے کو تیزی سے دوڑاتے ہوئے مرجانہ کی طرف آنے لگا۔

مرجانہ نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھا دیا۔ ٹارٹر بلبا نے کہا "دیکھو! میری بہن کو دیکھو! یہ اس علاقے کی شہزادی ہے۔ یہ ہم باپ بیٹے کا غرور ہے۔ یہ جب کسی سے محبت کرتی ہے تو محبت میں اپنا دل جلانا بھی جانتی ہے اور دشمنی کرتی ہے تو آندھی بن کر تنکے کی طرح دشمن کو اڑا دینا بھی جانتی ہے۔ بچپن سے اب تک کئی بار موت نے اس سے ٹکر لی ہے اور ہمیشہ ناکام ہو کر واپس گئی ہے۔"

وہ ڈینگیں مار رہا تھا اور مرجانہ سراہا کر پرنسس شباتہ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی گلابی رنگت میں دوڑتے ہوئے لہو کی سرخی گھلی ہوئی تھی اس کا چہرہ برف کی طرح سخت تھا مگر اس چہرے پر برف کی طرح پگھلنے والی نرمی بھی تھی۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور ایسی چمکتی ہوئی تھیں جیسے پتلیوں کی جگہ سبز رنگ کے نگینے جڑ دیے گئے ہوں۔ اس کی نگینہ نظریں سیدھی دل میں اتر جاتی تھیں لیکن ان آنکھوں کی گہرائیوں میں وحشت اور بربریت چھپی ہوئی تھی۔ اس نے پیتے کی کھال سے مشابہت رکھنے والا لباس پہنا ہوا تھا اور بالکل مادہ چیتا لگ رہی تھی۔

وہ اپنے بھائی سے اپنی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ ٹارٹر بلبا نے کہا۔ "مرجانہ! یہ تم سے دوستی کرنا چاہتی ہے۔"

مرجانہ نے پوچھا۔ "جب یہ بیرونی ممالک میں جا کر تعلیم حاصل کرتی رہی ہے تو کیا انگریزی میں گفتگو نہیں کر سکتی؟"

"بے شک کر سکتی ہے لیکن ہم نہیں چاہتے کہ فرہاد میری بہن کے دماغ میں پہنچے۔"

پرنسس شباتہ اپنے بھائی کے کندھے سے اچھل کر زمین پر آ گئی۔ مرجانہ سیدھی طرح گھوڑے سے اتر کر اس کے سامنے پہنچ کر دوستی کا ہاتھ بڑھا سکتی تھی لیکن وہ بھی کمالات دکھانے میں کسی سے کم نہیں تھی۔ اس نے اچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر دونوں پاؤں جما کر کھڑے ہوتے ہوئے اچانک الٹی قلابازی کھائی پھر اس کے سامنے دو قدم کے فاصلے پر اچھل کر کھڑی ہو گئی دونوں نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا۔ شباتہ نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ مرجانہ نے اس سے مصافحہ کیا۔ اسی وقت اس کے ہاتھ کو ایک جھٹکا لگا۔ شباتہ نے جو ڈوکا داؤ آزما کر اسے اپنے پیچھے دور پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ قہقہہ لگانا چاہتی تھی لیکن مرجانہ کی حیرت انگیز پھرتی دیکھ کر اسے دیکھتی رہ گئی۔ وہ زمین پر گرتے ہی یوں اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی جیسے گیند زمین پر پہنچتے ہی اچھل جاتی ہے۔ دوسرے ہی لمحے اس نے شباتہ کی طرف چھلانگ لگائی۔ شباتہ سمجھ رہی تھی کہ فلائنگ کِک مارے گی لیکن مرجانہ اس کے اوپر سے قلابازی کھاتے ہوئے دوسری طرف جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس

کے بعد پلٹ کر اس نے پھر چھلانگ لگائی اور پھر قلابازی کھا کر اس کے سر پر سے گزرتی ہوئی دوسری طرف جا کر کھڑی ہو گئی۔ وہ تعجب سے اس کے بینتروں کو دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن سمجھنے کا زیادہ موقع نہیں ملا تیسری بار چھلانگ لگاتے ہی مرجانہ نے اس کے منہ پر ایک کک ماری تھی وہ فولادی کک تھی۔ میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ شباتہ کا سر چکرا رہا ہو گا۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچ رہے ہوں گے۔ کیونکہ وہ کھڑے کھڑے ڈگمگانے لگی تھی۔

ٹارٹر بلبا گھوڑے کی پیٹھ سے کود کر زمین پر آ گیا۔ وہ غرّا رہا تھا۔ غصّے میں مرجانہ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پلٹ کر اپنی بہن کی طرف دیکھا۔ شباتہ کی ناک سے لہو کی ایک پتلی سی دھار بہہ رہی تھی۔ وہ غرّاتے ہوئے زخمی درندے کی طرح مرجانہ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے وہ آگے بڑھا دوسرے ہی لمحے اوندھے منہ گر پڑا۔ اس کی بہن شباتہ نے اس کی ٹانگ میں ٹانگ اڑا دی تھی۔ اور وہ اپنی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔

ٹارٹر بلبا نے حیرت سے اپنی بہن کو دیکھا۔ پھر اٹھ کر اپنے گھوڑے کے پاس چلا گیا۔ شباتہ نے اپنی آستین سے بہتے ہوئے لہو کو پونچھا۔ پھر مسکرا کر مرجانہ کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی دونوں بانہیں پھیلا دیں۔

مرجانہ بھی جواباً مسکرائی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے محتاط انداز میں اس کے قدموں کی طرف دیکھتی رہی کہ کہیں وہ پینترا نہ بدلے لیکن اس بار اس نے واقعی محبت سے بانہیں پھیلائی تھیں۔ مرجانہ آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گئی۔

میں نے اس کے دماغ میں کہا "یہ عجیب وحشی لوگ ہیں نہ ان کی محبت کا پتا چلتا ہے نہ عداوت کا۔"

مرجانہ نے سوچ کے ذریعے جواب دیا "کچھ بھی ہو۔ یہ لڑکی بہت ہی اچھی ہے۔ دونوں بھائی کبھی دوستانہ مقابلے میں ہار جائیں تو برا نہیں مناتے۔ بس اسے کھیل ہی کھیل میں ٹال دیتے ہیں۔ ابھی میں نے اس کی ناک سے خون نکال دیا۔ دشمنی ہوتی تو یہ مجھے گلے نہ لگاتی۔ یہ بڑے ظرف کی بات ہے۔ وحشی ہیں تو کیا ہوا ان میں کسی کی قوتوں اور صلاحیتوں کو تسلیم کرنے کا سچا جذبہ ہے۔"

شباتہ مرجانہ سے الگ ہو کر اپنی زبان میں ٹارٹر بلبا سے کچھ کہہ رہی تھی۔ میں نے ٹارٹر بلبا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے کہا "میں تم لوگوں کی اجنبی زبان نہیں سمجھتا اور نہ ہی اس اجنبی زبان کے ذریعے تمھاری بہن کے دماغ تک پہنچ سکتا ہوں لیکن تمھارے دماغ میں رہ کر اس زبان کا ترجمہ معلوم کر سکتا ہوں۔"

اس وقت تک ان کا ایک وفادار خادم شباتہ کے خالی گھوڑے کو لگام سے پکڑ کر لے آیا تھا۔ شباتہ اس پر سوار ہو گئی۔ مرجانہ بھی اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ گئی۔ پھر وہ سب بستی کی طرف جانے لگے۔ ٹارٹر بلبا نے کہا "ابھی میری بہن تیار ہی تھی کہ بابا مجھ سے سخت ناراض ہے۔ وہ مجھے مارنے اور پھر پیار کرنے کے لیے بستی کی سرحد پر نہیں آئے گا۔ بلکہ ہی وہاں جا کر اس کی ناراضگی دور کرنی ہو گی۔ اس سے معافی مانگنی ہو گی۔"

اسی وقت شباتہ کہہ رہی تھی "بابا تم سے اس بات پر ناراض ہے کہ تم سے سونیا کو لانے کے لیے کہا تھا۔ تم مرجانہ کو نہ لے آئے ویسے یہ مرجانہ بہت پیاری لڑکی ہے۔ اس کے ایک حملے سے پتا چل گیا کہ لڑکی نہیں تلوار ہے۔"

میں اس کی باتوں کا ترجمہ ٹارٹر بلبا کے دماغ سے سمجھ رہا تھا۔ پچھلی رات ٹارٹر بلبا نے بڑے فخر سے اپنی بہن کی تعریفیں کی تھیں پھر مرجانہ کی سوچ کے ذریعے پتا چلا کہ وہ محبت میں حسین ہے اور عداوت میں سنگین ہے۔ میں ٹارٹر بلبا کے دماغ کے ذریعے اس کی رس بھری آواز سن رہا تھا۔ اس کی آواز رسیلی بھی تھی اور چھبیلی چھبیلی سی پہیلی بھی۔ بولنے والے کی زبان سمجھ میں نہ آئے تب بھی اس کے بولنے کے انداز کے اتار چڑھاؤ سے اس کے تیوروں کا پتا چلتا ہے۔ میں دماغ کے ذریعے اس کا تصور قائم کر سکتا تھا لیکن تصور اور حقیقت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے وہ ابھی سننے میں زمین بھی دیکھنے میں شاید آسمان ہوتی۔

وہ بستی میں داخل ہو گئے۔ دور دور تک لکڑی کے چھوٹے بڑے مکانات نظر آ رہے تھے۔ بیچ میں کشادہ راستہ تھا جو بستی کے آخری سرے پر جہاں سے پہاڑ کی بلندی شروع ہوتی تھی وہاں تھوڑی سی چڑھائی پر ایک بہت بڑا پختہ محل تھا۔ بڑی بڑی چٹانوں کو تراش کر وہ محل تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کے اطراف بہت وسیع و عریض احاطہ تھا۔ احاطے کی چار دیواری پتھروں سے چُنی گئی تھی۔ اس احاطے کے اندر بستی کے مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے جمع تھے۔ آنے والا قافلہ بھی ان میں شامل ہو گیا۔ ٹارٹر بلبا، پرنسس شباتہ اور مرجانہ تینوں شانہ بشانہ چلتے ہوئے ان بستی والوں کی بھیڑ کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک جگہ رک گئے۔ سامنے ایک اونچا سا پتھر کا چبوترہ بنایا گیا تھا۔ اس چبوترے کے اوپر شاہی تخت کی طرح ایک مسند بچھی ہوئی تھی اور اس مسند پر ایک بوڑھا صحتمند شخص بیٹھا ہوا غصّے سے ٹارٹر بلبا کو دیکھ رہا تھا۔ بلبا اسی کے سامنے پہنچتے ہی گھٹنے ٹیک کر سر جھکاتے ہوئے اپنی زبان میں کہہ رہا تھا۔ "بابا! تمھارا فرمانبردار بیٹا تمھاری خدمت کے لیے پھر حاضر ہو گیا ہے۔ میں نے سنا ہے تم ناراض ہو لیکن تمھارا ہی قول ہے کہ ہیرا نہ ملے تو پتھر ہی لے آیا کرو لیکن خالی ہاتھ نہ آیا کرو۔ پتھر سوچ سمجھ کر ایک محل تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ پتھر کی بھی ایک قیمت ہوتی ہے اور بابا! مرجانہ کی قدر و قیمت سونیا سے کسی طرح کم نہیں ہے۔"

بوڑھے ٹارٹر غلبا کی گونجتی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "اپنی ناکامی کو الفاظ کے گورکھ دھندے میں نہ چھپاؤ مان لو کہ تم

علم ہے نہ تمھارے پاس عقل ہے۔ تم ساکت رہو تو پہاڑ ہو۔ ت میں آؤ تو ایسے وحشی درندے جو راہ میں آنے والی ہر چیز کو نہس کر دیتا ہے لیکن وحشی درندوں کے پاس عقل نہیں ہوتی۔ عقل والے سدھاتے ہیں۔ یہ پہاڑ بھی بے حس و حرکت ہوتے ہیں بھی عقل والے ہی کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔"

ٹارٹر بلبا نے اسی طرح سے سر جھکائے ہوئے آہستہ سے کہا۔ مانتا ہوں۔ میں عقل سے خالی ہوں لیکن جو عقل والا ہے اور جو وں کی عقل میں گھس کر ٹیڑھی بیٹھی کے کمالات دکھاتا ہے۔ وہ بھی سونیا نہیں پہنچ سکا اور نہ ہی اسے اسرائیل کی حدود سے باہر لا سکا۔ پھر یں تنہا کیا کر سکتا تھا۔ میرے سامنے قدم قدم پر پابندیاں عائد تھیں۔"

بوڑھے ٹارٹر غلبا نے پوچھا "کیا فرہاد اس لڑکی مرجانہ کے ساتھ موجود ہے؟"

"ہاں" ٹارٹر بلبا نے جواب دیا "فرہاد اس وقت میرے دماغ وجود ہے۔"

بوڑھے ٹارٹر غلبا نے انگریزی زبان میں کہا "فرہاد! میں اپنی ورا اپنا لب و لہجہ سنا رہا ہوں اور یہاں سے اٹھ کر اپنے محل کے ا رہا ہوں۔ میرے ساتھ میرے دماغ میں بھی آؤ۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ بستی کے سارے لوگ ا کھڑے ہو گئے۔ ہاتھ اٹھا اٹھا کر اپنی زبان میں نعرے لگانے سلطانِ معظم ٹارٹر غلبا سلامت رہے۔ شاد رہے آباد رہے۔"

ٹارٹر غلبا نے کہا "بیٹی شباتہ! ہماری مہمان کو محل میں لے آؤ۔"

وہ محل کے اندر جانے لگا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا بن اسے میری موجودگی کا علم نہیں تھا وہ مرجانہ کے متعلق سوچ ا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "یہ لڑکی ڈیل ڈول میں ہمارے قبیلے ہے اور جہاں تک اس کے متعلق معلوم ہوا ہے یہ فنّ حرب بھی لڑائی بھی۔ ہمارے مزاج کے عین مطابق ہے اسے دیکھ کر اسے اپنے اندر داخل کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ہمارے قبیلے میں یہ بُری بات ہے لیکن یہ مہذب دنیا سے آئی ہے اسے ذرا مہذب انداز میں ا ہو گا۔ اپنے رُعب، دبدبے اور اپنی شاہانہ عظمت سے متاثر رو گا۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا وہ اور شباتہ بوڑھے ٹارٹر غلبا چل جا رہی تھیں۔ میں نے چپکے سے کہا "مبارک ہو۔ یہ بوڑھا ل ہو گیا ہے۔"

اس نے ذرا ناراضگی سے پوچھا "کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"میں ابھی اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اور پھر واپس دیس جا رہا ہ ا نہ سمجھنا کہ وہ شباتہ کی طرح تمھیں بھی سمجھے گا۔ یہ محض اس بوڑھے کی بدبختی کی بات نہیں ہے ہماری مہذب دنیا میں بھی اکثر پرانی پیڑھیوں کو جوان کی عینک لگا کر دیکھتے ہیں۔"

"کیا میں اس بوڑھے کو پھینڑوں؟"

"کیا ضرورت ہے؟ جب یہ شروع ہو گا تو دیکھا جائے گا۔"

ٹارٹر غلبا ایک بڑے سے شاہانہ انداز کے سجے سجائے کمرے میں آ کر اونچی سی آرام دہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے مرجانہ سے پوچھا۔ "فرہاد سے کس طرح بات شروع کی جائے؟"

مرجانہ نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "دو طریقے ہیں۔ ایک تو فرہاد تمھارے دماغ میں آ کر سوچ کے ذریعے بولتے رہیں گے۔ دوسرا یہ کہ میں یہاں بیٹھی رہوں گی اور وہ میری زبان سے گفتگو کرتے رہیں گے۔"

بوڑھے غلبا نے کہا "میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ سوچ کے ذریعے کس طرح گفتگو ہوتی ہے۔"

میں نے اسے سوچ کے ذریعے مخاطب کیا تو وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خلا میں تکنے لگا۔ میں نے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں اور تمھیں تمھارے دماغ میں اپنی موجودگی کا یقین دلاتا ہوں۔"

پھر میں نے وہی حربے استعمال کیے جن کے ذریعے کسی کو بھی اپنے دماغ میں میری موجودگی کا یقین ہو جاتا تھا۔ اس نے تسلیم کرتے ہوئے کہا "ہاں میں مانتا ہوں۔ تم میرے دماغ میں موجود ہو۔"

میں نے کہا "تم مہذب دنیا سے قدرے دور ایک چھوٹی سی مملکت کے بادشاہ ہو۔ اچھی طرح زندگی گزار رہے ہو۔ پھر سونیا یا مرجانہ کو اغوا کر کے مجھے چھیڑنے اور اپنے لیے مصیبتوں کو دعوت دینے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں نے تمھیں چھیڑنے یا تم سے دشمنی کرنے کے لیے نہیں بلکہ دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے لیے یہ اقدامات کیے ہیں۔"

"یہ انداز دوستی کا تو نہیں ہے۔"

"انداز نہیں ہے لیکن ہم ابتدا سے کچھ ایسے ہی ہیں۔ کسی سے دوستی کرتے ہیں۔ کسی کو خوش آمدید کہتے ہیں تو پہلے اس سے لڑتے ہیں۔ تم نے شاید بھائی بہن کی ملاقات کا منظر دیکھا ہو گا یا مرجانہ کے ذریعے سمجھا ہو گا۔"

"چلو دشمنی کے انداز میں دوستی سہی لیکن سونیا کو اپنے ہاں کیوں بلانا چاہتے تھے؟"

"میں رشتوں کے ذریعے دوستی کو مستحکم بنانا چاہتا ہوں۔ سونیا ایک عرصے سے تنہا بھٹک رہی ہے۔ تم لوگوں کی پوری ہسٹری ہمیں معلوم ہوتی رہتی ہے۔ یہودی ہمیں سب کچھ بتاتے رہتے ہیں۔ میں نے جب دیکھا کہ تم نے سونیا کو چھوڑ دیا ہے تو سوچا کیوں نہ میں اس سے شادی کر لوں۔"

میں نے کہا "مجھے ہنسی نہیں آ رہی ہے۔ کوئی دوسرا لطیفہ سناؤ۔"

"اسے مذاق نہ سمجھو۔ تم نے میری بیٹی کے چرچے سنے ہوں گے۔ وہ کتنی دلیر، کتنی حسین ہے۔ شاید تم سن کر اندازہ نہیں لگا سکتے۔ وہ سونیا یا مرجانہ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ میں اپنی بیٹی شبانہ کی شادی تم سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا تم کوہ قاف کے دامن میں شادی دفتر کھول رہے ہو؟"

"تم میری باتوں کو مذاق میں نہ اڑاؤ۔ سنا ہے تم اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں سنتے ہو۔ لہٰذا دوسروں کے مزاج کو بھی سمجھ کر گفتگو کیا کرو۔"

"جوان لڑکے بوڑھوں جیسی باتیں کریں تو تعجب ہوتا ہے اور بوڑھے جوان لڑکوں جیسی خواہش کریں تو ہنسی آتی ہے۔ اب اسے تم اپنے مزاج کے خلاف سمجھو تو میرا کیا قصور ہے۔"

"ہم انسانوں میں ازل سے یہی ہوتا آیا ہے۔ دوستی کرنے کے لیے آپس میں تحائف کا تبادلہ کرتے ہیں اور دوستی کو زیادہ سے زیادہ مستحکم کرنے کے لیے عورتوں کے رشتے دیتے اور لیتے ہیں۔ اس طرح رشتے داری اور برادری بڑھتی جاتی ہے۔"

"آخر تمہارے دماغ میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا کہ مجھ سے سونیا کے ذریعے سے رشتے داری قائم کی جائے۔"

"دنیا کا ہر شریف اور معزز شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی رشتے داری دوسرے شریف اور معزز لوگوں سے ہو۔ ایک قبیلے کا سربراہ اپنے سے بڑے اور برتر قبیلے سے رشتے داری کر کے ان سے تعلقات مستحکم کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ تم ایک اتنے بڑے قبیلے کے سربراہ ہو کہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمہاری دھوم مچی ہوئی ہے۔ کیا میری طرف سے رشتے داری قائم کرنے کی یہ معقول وجہ نہیں ہے؟"

"تم اپنی ایک محدود مملکت کے سربراہ ہو۔ جس طرح ٹارٹر غلبا نے مجھے بتایا تھا۔ تم سیاست کو بھی خوب سمجھتے ہو۔ زندگی کا ایک طویل تجربہ تمہارے پاس ہے۔ لہٰذا میں تمہیں بتا دوں کہ سیاست اسے کہتے ہیں جو اوپر سے کچھ ہوتی ہے اور اندر سے کچھ اور ہوتی ہے۔ تم جو کچھ ہے ہو اس کے پیچھے کوئی اور بات ہو سکتی ہے۔ تم اپنی آنکھیں بند کرو۔ اپنے دماغ کو پُرسکون رکھو۔ میں تمہارے دماغ کی تہ میں پہنچ کر اصل بات معلوم کر لوں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا: "کیا یہ ممکن ہے؟ کیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم دماغ کے اندر چھپی ہوئی باتیں بھی معلوم کر سکتے ہو؟"

"ہاں آزمائش شرط ہے۔ چپ چاپ بیٹھے رہو۔ میں ابھی ثبوت دے دوں گا۔"

اسے یقین نہیں تھا۔ وہ پچاس برس سے اپنے سینے کو جانے کتنے ہی رازوں کا مدفن بناتا آیا تھا۔ کوئی اس کی گہرائی تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ پھر بھی ٹیلی پیتھی سے ذرا سہما ہوا تھا۔ اس نے آزمائش کے طور پر آنکھیں بند کر لیں لیکن اندر ہی اندر سوچ کے ذریعے جدوجہد کرنے لگا کہ فرہاد اس کے دماغ کے تہ خانے میں نہ پہنچے اور اس کی چھپی ہوئی سوچوں کو نہ پکڑ سکے۔

میں اس کے دماغ کے تہ خانے میں اتر چکا تھا اور معلومات حاصل کر رہا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد میں نے کہا: "تم کیا ہو؟ اب تک کیا کرتے آئے ہو؟ اور آئندہ کیا کرنے والے ہو؟ پہلا سوال یہ ہے کہ تم کیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تم بہت ہی دور اندیش ہو اور اپنے قبیلے والوں کے دیانت دار سربراہ ہو۔ تم اپنے قبیلے کی بھلائی اور بہتری کے لیے گزشتہ تیس برسوں سے طرح طرح کے منصوبے بناتے آئے ہو اور ان پر عمل بھی کرتے جا رہے ہو۔ اسی لیے تم نے امریکی سرکار سے عاجز کیے۔ پھر ہو دیوں سے دوستی کی۔ آج تم لوگ دنیا کے ایک دور افتادہ حصے میں زندگی گزار رہے ہو لیکن زندگی گزارنے کے انداز مختلف ہیں۔ ایک طرف تم لوگوں کو مہذب دنیا کی جدید سہولتیں حاصل ہیں تعلیمی ادارے ہیں۔ اسپتال ہیں۔ گھریلو صنعتیں قائم ہیں۔ تم لوگ جدید ہتھیاروں سے لیس ہو اس کے ساتھ ساتھ تم اپنے امریکی اور یہودی دوستوں کی سیاست کو بھی سمجھتے چلے آ رہے ہو۔ اور خود کو غیر مہذب بھی کہلواتے ہو۔"

وہ توجہ سے اور حیرانی سے میری باتیں سن رہا تھا اور میری کسی بات کو جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ میں نے کہا: "تم ایک عرصے سے اس تاک میں ہو کہ سیاسی بساط پر بہت زیادہ اہمیت اختیار کر جاؤ۔ اتنی اہمیت کہ دنیا کی سپر طاقتیں تمہیں نظر انداز نہ کریں اور تمہیں خوش رکھنے کے لیے تمہاری ہر چھوٹی بڑی ضرورتوں کو پوری کرتی رہیں۔"

اس نے حیرانی سے کہا: "فرہاد! تم تو جادوگر ہو۔ میں مانتا ہوں تم نے میرے دماغ کو کھنگال ڈالا ہے۔"

میں نے کہا: "اور سنو۔ سپر طاقتوں کی آنکھوں کا تارا بننے کے لیے تم فوجی برتری حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تمہارے قبیلے میں مردوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ پچیس تیس ہزار ہے۔ تم آج کی جنگ کے جدید سامان کے سلسلے میں سپر طاقتوں کے محتاج ہو۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ان کے برابر آنے کے لیے تمہیں شاید صدیاں لگ جائیں گی۔ لہٰذا سیاسی بساط پر ایک اہم مہرہ بننے کے لیے تمہارے پاس ایک ہی راستہ رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ تم کسی ایک سپر طاقت کو پوری طرح اپنی مٹھی میں کر لو اور وہ سپر طاقت؟"

"تم ہو۔" اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "ہماری دنیا میں جتنی بڑی طاقتیں ہیں ان کے پاس طرح طرح کے جدید جنگی ہتھیار ہیں جو دوسروں کو دہشت زدہ کرتے ہیں لیکن وہ تمام ہتھیار ادھر سے آ کر مارکتے ہیں۔ صرف تم ایک ایسی سپر طاقت ہو جس کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے اور یہ ہتھیار اندر سے مار کرتا ہے اور اندر انسانوں کو نفسیاتی، دماغی مریض بھی بنا دیتا ہے اور ہر لمحہ دہشت میں

مبتلا رکھتا ہے۔ بڑی بڑی طاقتیں بھی تم سے کتراتی ہیں۔"

میں نے کہا: "لہٰذا تم مجھ سے اور میری ساتھیوں سے رشتے داری کا سلسلہ شروع کر رہے ہو۔"

بوڑھے ٹارٹر غلبا نے کہا: "ہاں اور یہ میری طرف سے مثبت اقدام ہے۔ آج سے بہت عرصہ پہلے تم نے اور رسونتی نے اپنے ایک اعلان سے ساری دنیا کو چونکا دیا تھا۔ تم لوگ اپنی ایک الگ مملکت قائم کرنا چاہتے تھے۔ آج یہ موقع تمہارے سامنے ہے۔ میرے قبضے میں وہ قاف کی اتنی بڑی وادی ہے۔ جہاں تم ایک علیحدہ حکومت قائم کر سکتے ہو۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ اپنی بیٹی کو اس مملکت کی ملکہ بناؤں گا اور تم میری بیٹی کے شوہر و مالک ہو گے۔ ایک علیحدہ مملکت قائم کرنے کا اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا۔ ذرا غور کرو۔ تم تیوری ہو تم تاتاری ہیں۔ ہمارے درمیان بہت کم فرق ہے۔ رہ گئی مذہب کی بات تو ہم دل و جان سے تمہارا مذہب قبول کر لیں گے۔"

اس بات نے مجھے چونکا دیا۔ یہ اتنی بڑی بات تھی کہ اب میں اس کی باتوں کو مذاق میں نہیں اڑا سکتا تھا۔ اگر وہ میرے سامنے دنیا جہاں کی دولت پیش کرتا۔ ایک مملکت میرے لیے قائم کرتا اپنی حسین و جمیل بیٹی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیتا تب بھی میں اس کی کوئی بات نہ اتنا لیکن میرے دوستی کرنے سے اور رشتے داری قائم کرنے سے اس کا پورا قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو سکتا تھا تو یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہوتا۔

بوڑھا ٹارٹر غلبا چپ چاپ بیٹھا مجھے دماغ میں محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا: "فرہاد! کیا تم چلے گئے۔ کیا میری کسی بات سے ناراض ہو گئے؟"

"میں موجود ہوں۔ اتنی دیر میں تم نے ایک ہی کام کی بات کی میرے مطلب کی اور میرے مزاج کی۔ اگر تم اپنے پورے قبیلے کے ساتھ میرا مذہب قبول کر لو تو میں تم سے رشتے داری کے لیے تیار ہوں لیکن ایک شرط ہے۔"

"تم ایک کہتے ہو۔ میں ہزار شرائط ماننے کو تیار ہوں۔"

"میں اپنے مذہب کی رُو سے اس بات کا قائل ہوں کہ شادی باہمی رضامندی سے ہونی چاہیے۔ اگر تمہاری لڑکی مجھ سے راضی ہو گی تو میں شادی کروں گا۔ اسی طرح مرجانہ تم میں سے کسی کو پسند کرے گی تو اس کی شادی ہو سکتی ہے ورنہ کوئی زور زبردستی نہیں کر سکتا۔"

"میں تمہاری بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں نے اب تک اپنی بیٹی شبانہ کو اگر بڑی بولنے سے منع کیا تھا۔ اب وہ بولے گی اور تم اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اس کے دل کی گہرائیوں تک ٹٹول سکتے ہو اور اس کی رضامندی معلوم کر سکتے ہو۔"

میں نے اپنے آپ سے پوچھا: کیا میں شہزادی شبانہ سے شادی کرنے کا خواہش مند ہوں؟

خواہش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اسے کبھی تک نہیں تھا۔ اس کی آواز سنی تھی یا دوسروں سے اس کے متعلق معلوم کیا تھا۔ اگر کوئی دلربا ہو۔ دلنشیں ہو تو اس سے یقیناً دلبستگی کرنے کو دل چاہتا ہے۔ دوستی کرنا، اس کے ساتھ وقت گزارنا اور بات ہے لیکن اس سے شادی کر کے ساری زندگی ایک ڈھول گلے سے لٹکا لینا سراسر حماقت ہے۔ رسونتی نے بیوی بن کر مجھے ایسے عبرت ناک سبق سکھائے تھے کہ میں نے بارہا شادی سے توبہ کی تھی لیکن شبانہ نے مجھے ایک ایسے مقام پر لا کر کھڑا کر دیا تھا، جہاں میں اپنے لیے نہیں بلکہ کم از کم پچاس ہزار افراد کے متعلق سوچ رہا تھا۔ یہ پچاس ہزار افراد کافر تھے وہ دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان بن سکتے تھے۔

میں ایک گنہگار ہوں۔ میں بار ہا گناہ کی دلدل میں دھنستا رہا۔ میں نے نیکیاں بھی کیں لیکن اس لیے یا دنہیں ہیں کہ نیکی کر کے دریا میں ڈال دیا کرتا ہوں۔ اب ایک اور نیکی میرے سامنے آ رہی تھی۔ اگر ہوس کی بات ہوتی تو شبانہ کو ٹیلی پیتھی کی چکنی چپڑی باتوں سے ورغلا کر بے وقوف بنا سکتا تھا لیکن جہاں معاملہ نیک اقدامات کا ہو، وہاں کسی کو نہ تو دھوکا دیا جا سکتا ہے نہ ہوس کی بنیاد پر فیصلے کیے جا سکتے ہیں۔ میں نے شبانہ کو شریکِ حیات بنانے کے سلسلے میں بغیر سوچے سمجھے رضامندی ظاہر کر دی تھی کیونکہ نیک اقدامات کے سلسلے میں سوچنا اور تامل کرنا کفر ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا، کیا میں بیوی کی حیثیت سے پرنسس شبانہ کو قبول کر سکتا تھا؟ جبکہ میں کسی ایک جگہ ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ پارے کی طرح چلتا رہتا تھا۔ ہوا کی طرح بہتا رہتا تھا۔ کیا وہ میری مصروفیات کے مطابق مجھے آزادی سے کام کرنے کا موقع دے گی؟ یہ ایسی بہت سی باتیں تھیں جن کے متعلق جاننا اور سمجھنا بہت ضروری تھا۔ میں نے اس کے باپ ٹارٹر غلبا سے کہا: "میں تھوڑی دیر بعد شبانہ کی سوچ کو پڑھوں گا۔ فی الحال تم سے اور معاملات طے ہو جائیں۔"

"ہاں جو کہنا ہے کہو، میں تسلیم کرتا رہوں گا۔"

"تم بلا چون و چرا ہر بات تسلیم کرتے جاؤ۔ یہ ہو۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ تمہیں صرف اپنے مقاصد عزیز ہیں اور ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے میری ہر بات بلا چون و چرا مان رہے ہو۔"

"فرہاد! تم کسی بھی انسان کو بغور پڑھو ہر انسان کے ایک یا ایک سے زائد مقاصد ہوتے ہیں۔ جن کی تکمیل کے لیے وہ کبھی چھپتا ہے۔ کبھی سینہ تان کر آگے بڑھتا ہے۔ تھکن کرو۔ ابھی میں تمہارے سامنے جھک رہا ہوں تو اس میں مجبوری نہیں ہے بلکہ خوشی ہے۔ رضامندی سے کیونکہ ایک تو زبردست قبیلے کی آئندہ نسلیں ایک مہذب قوم کی طرح اس چھوٹی سی مملکت کی حفاظت کریں گی۔ دوسرے یہ کہ میری لاڈلی بیٹی شبانہ کا مستقبل تمہارے جیسے عظیم انسان سے وابستہ ہو رہا ہے۔ پھر ایک باپ

بھلا کیوں مجبوری سے یا غلط مقاصد کے لیے تمہارے سامنے جھکے گا۔ تم بے جھجک بتاؤ کہ کس طرح کے معاملات طے کرنا چاہتے ہو؟"

"میں پہلے تمہاری بیٹی سے باتیں کروں۔ اس کے بعد تم سے آکر بات کروں گا۔"

شبانہ اور مرجانہ اس کے سامنے کرسیوں پر بیٹھی ہوئی تھیں لیکن وہ چپ تھیں کیونکہ شبانہ کو انگریزی بولنے سے منع کیا گیا تھا۔ اور مرجانہ وہاں خاموش بیٹھی بور ہو رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "تمہیں بوریت ہو رہی ہے مجھے افسوس ہے لیکن ابھی یہ انگریزی بولنے لگے گی۔"

اس وقت ٹارٹر غلبا نے کہا۔ "بیٹی شبانہ! تم انگریزی میں باتیں کر سکتی ہو۔ فرہاد تم سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے انگریزی میں بولی۔ "اوہ بابا! مجھے برسوں سے اس لمحے کا انتظار تھا۔ کیا میں یقین کروں کہ...."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "ہاں! یقین کرلو۔ میں تمہارے دماغ میں موجود ہوں۔"

اسے چپ لگ گئی۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل سے مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں اس طرح کبھی محسوس نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ "تم اپنے دل میں ارادہ کرلو کہ اپنا سر نہیں کھجاؤ گی لیکن بے اختیار کھجانے لگو گی۔"

اس نے ارادہ کیا اور ارادے کے خلاف دوسرے ہی لمحے سر کھجانے لگی۔ اس کے بعد مسکرا کر بولی۔ "مجھے یقین ہو گیا ہے۔"

"میں مرجانہ کی زبان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ خاموش نہ رہے۔ بے چاری تنہائی محسوس کر رہی ہے۔"

"میں بھی تم سے خوب باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"وہ باتیں کرنے کا بھی وقت آجائے گا۔ فی الحال کچھ ضروری باتیں مرجانہ کے ذریعے ہو جائیں۔"

میں نے مرجانہ سے کہا۔ "تم شبانہ سے گفتگو کرو۔ سوالات میرے ہوں گے۔ باتیں تمہاری ہوں گی۔"

اس نے میری ہدایت کے مطابق کہا۔ "شبانہ! میں فرہاد ہوں اور مرجانہ کی زبان سے بول رہا ہوں۔ یہ بتاؤ تم میرے متعلق کیا جانتی ہو؟ کب سے جانتی ہو؟"

"جب میں اپنے علاقے سے باہر پیرس میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے گئی تو رفتہ رفتہ تمہارا تذکرہ سننے لگی۔ پھر میرے بابا نے یہودیوں سے دوستی کی تو ان لوگوں نے تمہارا پورا ریکارڈ میرے سامنے رکھ دیا۔ مجھے یہ تاثر دینے لگے کہ میں حسین اور پرکشش ہونے کے ساتھ سونیا اور مرجانہ کی طرح لڑنے مرنے کی صلاحیتیں رکھتی ہوں فرہاد مجھ سے پہلی ہی نظر میں متاثر ہو جائے گا۔ لہٰذا مجھے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کام کرنا چاہیے۔"

وہ زبان سے جواب دے رہی تھی۔ جسے مرجانہ اور ٹارٹر غلبا سن رہے تھے۔ ٹارٹر غلبا نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹی! فرہاد کو یہ بھی بتا دو کہ اس سلسلے میں تمہیں میں نے کیا سمجھایا تھا۔"

شبانہ نے کہا۔ "بابا نے یہودیوں کو جواب دیا تھا۔ میری بیٹی بازار کا کوئی کھلونا نہیں ہے جو فرہاد کو بہلانے کے لیے اس کے سامنے رکھ دی جائے۔ آئندہ پرنسس شبانہ کے سلسلے میں اس قسم کی بازاری باتیں نہ کرنا ورنہ ہماری دوستی ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد یہودیوں نے پھر کبھی مجھ سے ایسی بات نہیں کی لیکن بابا نے مجھے سمجھایا تسلی دی۔ وہ جانتے تھے تم میرے آئیڈیل ہو اور آئیڈیل کو شکار نہیں کیا جاتا۔ اپنایا جاتا ہے۔ اپنانے کے لیے بابا کوئی منصوبہ بتائیں گے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ مجھے خوشی ہے کہ بابا کا یہ منصوبہ بڑی حد تک کامیاب ہو گیا ہے۔ تم یہاں میرے پاس آگئے ہو۔ بابا سے باتیں کر رہے ہو۔ میرا دل کہتا ہے، ہمارے درمیان کوئی بہت ہی اچھا دوستانہ سمجھوتہ ہو گا اور ہمارے درمیان پائدار رشتے قائم ہوں گے۔"

"شبانہ! رشتے قائم کرنا نہایت آسان ہے لیکن انھیں پائدار بنانا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ میں نے رسونتی کے متعلق بھی یہی سوچا تھا کہ وہ میری ہم مزاج ہو گی اور میرے حالات کے مطابق مجھ سے سمجھوتے کرتی رہے گی لیکن وہ جس طرح قدم قدم پر میرے لیے مصیبتیں پیدا کرتی رہی ہے اس سے میں عبرت حاصل کر رہا ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ اس طرح نباہ کر سکو گی کہ جب میں چاہوں تم سے دور ہو جاؤں۔ پھر مہینے دو مہینے چھ مہینے یا سال بھر تک تم سے نہ ملوں ایسے وقت تم پر کیا بیتے گی؟"

"میں ان پتھریلے اور برفانی علاقوں کی بیٹی کہلاتی ہوں۔ میرا دل و دماغ پتھر بن چکا ہے میری قوت ارادی کو دیکھ کر لوگ پہاڑوں کی مثال دیتے ہیں۔ دنیا اِدھر سے اُدھر ہو سکتی ہے لیکن شبانہ ایک ایسی سربلند پہاڑی ہے جسے اپنی جگہ سے ہلایا نہیں جا سکتا۔ اب اتفاق آیا تو میں تمہارا انتظار کیا کروں گی۔ تمہاری جدائی میں تمہاری یادوں کو سہارا بنائے رکھوں گی۔ پھر یہ کہ تم جدا کب ہوتے ہو۔ ہمیشہ دماغی رابطے کے ذریعے آس پاس ہی رہتے ہو۔"

میں مرجانہ کے دماغ میں رہ کر اس سے باتیں کر رہا تھا۔ مرجانہ نے چپکے سے کہا۔ "بے چاری گئی کام سے۔ آخر تم نے اسے بھی دکھا دی اپنی اصلیت۔"

"کیوں مجھے الزام دے رہی ہو۔ تم خوب جانتی ہو۔ رسونتی سے عبرت حاصل کرنے کے بعد میں دوبارہ کسی گڑھے میں گرنا نہیں چاہتا لیکن میرے گرنے سے اگر پورا ایک قبیلہ میرا ہم مذہب اور مہذب بن سکتا ہے تو مجھے گرنا منظور ہے ہاں، اگر میرے اپنے ہی لوگ مجھے ہوس پرستی کا الزام دیں گے تو شاید میں اپنا فیصلہ واپس لے لوں گا۔ نیتوں کا حال خدا جانتا ہے۔ لیکن اس کے بندے الزام اس طرح لگاتے ہیں جیسے نیتوں کو

سننے والے وہی ہیں۔"

"نہیں فرہاد! میں تو مذاق کر رہی تھی۔ تم اپنی گفتگو جاری رکھو۔"

میں نے مرجانہ کی زبان سے ٹارٹر غلبا کو مخاطب کیا۔ "میں شبانہ سے ذاتی طور پر بعد میں گفتگو کروں گا۔ ابھی تم سے کہتا ہوں کہ اس رشتے کو قائم کرنے سے پہلے اپنے تمام قبیلے کے ساتھ میرے ہم مذہب بن جاؤ۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ تم جس مذہب کو قبول کر رہے ہو اسے اچھی طرح سمجھو اور اپنے لوگوں کو سمجھا دو لیکن سمجھنے اور سمجھانے کے درمیان تمہارے درمیان ایک یا ایک سے زیادہ عملائے دین کا موجود ہونا ضروری ہے۔ ان علماء کا انتظام میں کروں گا۔ تم اپنی سرحد ایسے ذمہ دار لوگوں کے لیے کھول دو۔"

اس نے جواب دیا۔ "تم جتنے لوگوں کے نام پیش کرو گے ان کے لیے میری سرحدیں کھلی رہیں گی لیکن ان کی پہچان کیا ہو گی؟ کہیں ان بھیس میں دشمن چھپے ہوئے نہ ہوں۔"

"ایسے جتنے لوگ تمہاری سرحد میں داخل ہوں گے ان کی ایمانداری، غداری اور خلوص کا امتحان لے کر یہاں بھیجوں گا۔"

"پھر تو ہمیں کسی بات کی فکر نہیں ہو گی۔"

میں نے کہا۔ "ابھی یہ بات راز میں رکھی جائے کہ ہمارے درمیان رشتے داری قائم ہونے والی ہے۔ دشمنوں کو علم ہو گا تو وہ ہر بات کا اندازہ لگا لیں گے اور تجزیہ کریں گے پھر سمجھ لیں گے کہ فرہاد اپنی ایک مملکت بنا رہا ہے۔ وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ میں کہیں ایک جگہ رہ کر سیاسی طور پر مستحکم ہو سکوں۔"

"میں اس بات کو سمجھ رہا ہوں۔ ہمارے معاملات بالکل راز میں رہیں گے۔ ہمارے مشرف بہ اسلام ہونے کی بات پھیلے گی تو اس میں ازدواج کا ذکر نہیں آئے گا۔"

"یہ کوئی نہیں جانتا کہ میں دنیا کے کس حصے میں رہتا ہوں۔ جب ضرورت محسوس کیا کروں گا۔ جب میں چاہوں گا وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہوں۔ میری حفاظت کی کیا ضمانت ہے کہ میں تمہاری مملکت میں آؤں گا تو اس کی خبر دشمنوں کو نہیں ہو گی۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ تمہارے یہاں آنے کی اطلاع اس سرحد کے علاوہ کہیں نہیں پہنچے گی۔"

"ٹارٹر غلبا! ایسا وعدہ نہ کر جس پر بعد میں شرمندہ ہونا پڑے۔ تمہاری مملکت میں تمہاری رعایا، تمہارے وفادار ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے ان میں سے کون دشمنوں کے ہاتھوں بک جائے یہ تم یقین سے نہیں کہہ سکتے۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں، یہ درست ہے۔ ہمارے دشمن دشمن کے ایجنٹ ہو سکتے ہیں۔"

"میں یہی بات سمجھانا چاہتا ہوں۔ تمہاری بیٹی کو اپنانے کے لیے تمہاری مملکت میں آنا میرے لیے خطرے سے خالی نہیں ہو گا۔ لہٰذا جب میں کہوں، شبانہ کو اپنی مملکت سے باہر بھیج دو۔ وہ دنیا کے مختلف ممالک میں جائے گی۔ مختلف شہروں میں رہائش اختیار کرے گی۔ میں اس کی نگرانی کرتا رہوں گا۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ دشمن اس کی تاک میں نہیں ہیں۔ کوئی اس کی پروا نہیں کر رہا ہے تو میں بہ نفس نفیس اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ تمہیں اچانک ہی اطلاع دوں گا۔ تم میرے مقررہ وقت پر چلے آنا۔ وہاں شادی کی رسم ادا ہو جائے گی۔"

وہ خوش ہو رہا تھا اور میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "لیکن میری ایک بات یاد رکھو۔ میں جب تک مطمئن نہیں ہوں گا اس وقت تک بذات خود شبانہ کے قریب نہیں آؤں گا۔ اس کے لیے دو مہینے، چار مہینے، چھ مہینے یا سال لگ سکتے ہیں۔"

"یہ تو بڑی لمبی مدت ہے۔"

میں نے کہا۔ "دیر آید درست آید۔ دیر ہو گی مگر اطمینان ہو گا۔ ویسے یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ سال لگ جائے ہو سکتا ہے شبانہ تمہاری مملکت سے باہر نکلے اور کسی شہر میں جا کر رہے اور میں مطمئن ہو جاؤں تو اس کے دوسرے دن ہی میں اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ یہ تو حالات پر منحصر ہے۔"

شبانہ نے خوش ہو کر کہا۔ "بابا! تم فرہاد کی بات مان لو یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ میری خاطر کسی خطرے سے دوچار ہوں۔ اگر ایسا ہوا تو میں کبھی اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکوں گی۔"

ٹارٹر غلبا نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں اسے بھی تسلیم کرتا ہوں لیکن اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میری بیٹی سے شادی کرنے کے بعد تم کبھی اس مملکت میں میرے داماد کی حیثیت سے نہیں آسکو گے۔ جبکہ میری خواہش ہے کہ تم میرے پورے قبیلے کے مشیر بن کر رہو۔ میری بیٹی بھی ذہین ہے اور تم بھی دنیا جہان کی سیاست کو خوب سمجھتے ہو۔ تم دونوں مل کر یہاں ایک مثالی حکومت قائم کر سکو گے۔ میرا بیٹا ٹارٹر بدھا اس قابل نہیں ہے اور وہ حاسد بھی نہیں ہے۔ اپنی بہن سے اتنی محبت کرتا ہے کہ یہ ایک مملکت تو کیا اس کے لیے دنیا بھی چھوڑ سکتا ہے۔"

"میں فطرتاً خانہ بدوش ہوں۔ شبانہ میری بیوی بن جانے کے بعد کسی ایک ملک میں نہیں رہ سکے گی۔ رہ گئی تمہاری مملکت کی بات تو میں بابا فریدوسطی کے ادارے سے قابل افراد کو وہاں بھیجوں گا۔ وہ عالم، فاضل، انجینئر، ڈاکٹر، سائنسداں اور سیاستداں ہوں گے۔ وہ لوگ تمہاری مملکت کو اس قدر مستحکم بنائیں گے اور چاروں طرف ایسی آہنی دیوار بن جائیں گے کہ میں بے خوف و خطر شبانہ کے ساتھ تمہارے یہاں آسکوں گا۔"

مجھے ان کے درمیان کافی دیر ہو چکی تھی۔ سونیا کی خبر لینا ضروری تھا۔ میں نے کہا۔ "ٹارٹر غلبا! میں دوسری جگہ بھی مصروف ہوں۔ میرا

وہاں جانا ضروری ہے۔ پھر کسی وقت رابطہ قائم کروں گا۔ اس وقت اجازت دو۔"

میں نے مرجانہ سے کہا۔ "میں جا رہا ہوں۔ ان کی طرف سے اطمینان ہے۔ یہ تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔"

پھر میں نے ثبات کے دماغ میں خاموشی سے کہا۔ "میں جا رہا ہوں۔ سونیا وغیرہ کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ پھر ضروری باتیں ہوں گی۔"

وہ مسکرا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "اگر میں محفل میں تمہارے پاس آؤں گا اور تم اس طرح مسکرایا کرو گی تو لوگوں کو خبر ہو جایا کرے گی۔"

"آئندہ محتاط رہوں گی۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہو؟"

وہ ذرا ناراض ہو کر بولی۔ "اتنی دیر بعد خبر لینے آئے ہو۔ یہودیوں نے اپنے وعدے کے مطابق مجھے رہا کر دیا ہے۔ ثبات مظلم ایئرپورٹ تک میرے ساتھ آیا تھا۔ وہ انتظار کرتا رہا کہ تم آؤ گے تو تم سے الوداعی گفتگو ہو گی۔"

"میں اس سے باتیں کر لوں گا۔ کیا تم پیرس جا رہی ہو؟"

"نہیں، میں تمہارے پاس سنگاپور آ رہی ہوں۔"

میں نے چونک کر پوچھا۔ "سنگاپور؟ تمہیں کس نے بتایا کہ میں سنگاپور میں ہوں؟"

"رسونتی سے میری بات ہو چکی ہے۔"

"رسونتی سے؟ رسونتی سے تمہاری بات کیسے ہوئی؟"

"فون کے ذریعے بات ہوئی تھی۔ وہ سنگاپور سے بات کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اس وقت مصیبت میں ہے۔ تم نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور منجدھار کے ساتھ گھوم رہے ہو۔"

"دیکھو سونیا! میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ بیوی اپنا حق مانگتی ہے اور اپنے شوہر کے ساتھ کسی دوسری عورت کو برداشت نہیں کر سکتی لیکن بیوی اتنی بھی آتش زبان نہ ہو کہ حسد اور جلاپے میں اپنے شوہر کی زندگی مصیبت میں ڈال دے اور دشمنوں کو اس کی شہ رگ تک پہنچا دے۔ رسونتی نے کئی بار ایسی حماقتیں کی ہیں۔ یہ میرا فیصلہ ہے کہ میں آئندہ اس سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔ تم سے بھی یہی کہتا ہوں کہ اس سفر کو کہیں راستے میں ملتوی کر دو اور پیرس آ جاؤ۔ میں پیرس میں ہوں۔"

"کیا تم مجھے بہلا رہے ہو؟ رسونتی یقین سے کہہ رہی ہے کہ تم سنگاپور میں ہو۔"

"بے شک میں سنگاپور میں تھا جب رسونتی نے دشمنوں کو میرے گھر کا پتا بتا دیا تو میں وہاں سے نکل گیا۔ اب پیرس میں ہوں۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"اگر یہ جھوٹ بھی ہے تو تم وہی سونیا ہو جو میرے حکم پر آنکھیں بند کر کے عمل کرتی ہو۔ جب میں تم سے کہتا ہوں کہ تمہیں پیرس جانا چاہیے تو پھر بحث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"فرہاد! میں تمہارے حکم کے مطابق پیرس جاؤں گی لیکن رسونتی کو ساتھ لے کر۔ اسے میں سنگاپور میں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ کچھ بھی ہو وہ تمہارے بچے کی ماں اور تمہاری بیوی ہے۔"

"یہی سوچ سوچ کر تو میں اس عورت کا جنجال برداشت کرتا رہا۔ اب برداشت نہیں کروں گا۔"

"رسونتی فون پر کہہ رہی تھی کہ میں ماضی میں اس کے بہت کام آتی رہی ہوں۔ اس کی خاطر میں نے تم سے شادی نہیں کی لہٰذا اس بار بھی اس کے کام آؤں۔"

میں نے پوچھا۔ "رسونتی کے کہنے سے تمہیں یاد آیا کہ تم ماضی میں اس کے کام آتی رہی ہو اور ایک بار تم نے اس کی خاطر مجھ سے شادی نہیں کی۔ کیا یہ بات تمہیں پہلے سے یاد نہیں تھی؟"

"میں بھول گئی تھی۔ اس کے یاد دلانے پر بھی یاد نہیں آیا مگر میں جانتی ہوں۔ رسونتی مجھ سے جھوٹ نہیں بولے گی۔ تمہی بتاؤ کیا وہ مجھ سے جھوٹ بول رہی ہے۔ کیا میں نے اس کی خاطر تم سے شادی سے انکار نہیں کیا تھا؟"

"وہ درست کہتی ہے لیکن تمہاری یادداشت کو کیا ہو گیا ہے؟"

"کیا پھر مجھ پر شبہ کر رہے ہو۔ کیا میں وہی سونیا نہیں ہوں؟"

"بھئی میں شبہ نہیں کر رہا ہوں لیکن تمہاری دماغی حالت عجیب ہے۔ میں تو چاہتا ہوں تمہارا معائنہ کرانا چاہتا ہوں۔ تمہیں پیرس آنا چاہیے۔"

"سنگاپور اور فارایسٹ کے دوسرے ملکوں میں بھی دماغی امراض کے ماہرین ہیں۔ میرا معائنہ وہاں بھی ہو سکتا ہے۔ فرہاد یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ تم رسونتی سے بیزار ہو جاؤ یا اس سے ناراضگی میں قطع تعلق کر دو تو ہم بھی اس سے دور رہیں۔ کم از کم پارس کی خاطر مجھے وہاں جانے دو۔"

میں نے پوچھا۔ "پارس کہاں ہے؟"

"ایک پارس تو رسونتی کی گود میں ہے دوسرے پارس کو تم نے کہاں چھپا رکھا ہے؟"

"میں نے اسے کہاں چھپا رکھا ہے؟ کیا تمہیں یاد آیا؟"

"میں نے کئی بار یاد کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔"

میں اس کی باتیں سن کر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ وہی عورتوں کا مخصوص شک و شبہ تھا۔ کیا میری سونیا بدل گئی ہے؟ کیا جس سے باتیں کر رہا ہوں یہ میری نہیں ہے؟ مجھے ایک ڈمی سے بہلایا جا رہا ہے؟

ان خیالات کے ساتھ میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ سونیا کو سنگاپور ہی جانے دینا چاہیے۔ چپ چاپ تماشا دیکھنا چاہیے۔ اگر یہ سونیا کی ڈمی ہو گی تو اس کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کس طرح

میرے اطراف جال بچھا رہے ہیں اور میں کون سا سنگاپور میں تھا کہ میرے لیے خطرہ لاحق ہوتا۔ میں وقت آنے پر بنکاک سے نکل کر کسی دوسری جگہ جا سکتا تھا۔

میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ سنگاپور جاؤ لیکن یاد رکھو۔ رسونتی کو اپنے ساتھ پیرس نہ لانا۔ لاؤ گی تو اسے باباً فرید واسطی صاحب کے ادارے میں جگہ نہیں ملے گی۔"

وہ بولی۔ "یہ بعد کی باتیں ہیں۔ پہلے میں رسونتی کے پاس پہنچ کر اُسے تسلی دینا چاہتی ہوں۔ کچھ بھی ہو، وہ تمہاری بیوی اور تمہارے بچے کی ماں ہے۔ آج تم ناراض ہو۔ آئندہ کبھی یہ ناراضگی دور ہو سکتی ہے۔"

"کبھی دور نہیں ہو گی۔"

"کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ پھر یہ انسانی جذبے ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔"

میں تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کر کے رخصت ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی کے پاس آ کر پوچھا۔ "ہاں بتاؤ ہپناٹزم کے متعلق کیا اسٹڈی کی؟"

"ہم سب نے توجہ سے پڑھا ہے۔ بابا صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ دو عامل مختلف انداز میں ایک ہی دماغ کو اپنا ٹارگٹ بنائیں تو دماغ یقینی طور پر کمزور پڑ جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کمزوری کے باعث یادداشت کمزور پڑ جاتی ہے۔ اسے پچھلی بہت سی باتیں یاد نہیں رہتیں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "میں اب تک سونیا کو آزماتا رہا ہوں۔ اسے وہ ساری باتیں یاد ہیں جو ہمارے ریکارڈ میں موجود ہیں اور جو باتیں آف دی ریکارڈ ہیں، وہ اسے یاد نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ سونیا کی ڈمی ہے اور یہودیوں نے میرے ریکارڈ کے مطابق اسے میرے متعلق تمام باتیں ذہن نشین کرا دی ہیں جو اسے یاد ہیں اور جو یہودی نہیں جانتے، اسے وہ باتیں یاد نہیں ہیں کیوں کہ اسے ذہن نشین نہیں کرائی گئی ہیں۔"

"تمہارے اس تجزیے سے یہی بات سامنے آتی ہے کہ اس وقت جو سونیا ہمارے سامنے ہے، وہ ایک ڈمی ہے۔"

"جب میں یقین کی حد تک شبہ کرتا ہوں تو میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ میری اپنی سونیا کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ دشمنوں نے کہیں اس کی زندگی تو نہیں چھین لی ہے؟"

"نہیں فرہاد نہیں، ایسا نہ کہو۔ تمہاری سونیا زندہ ہے، سلامت ہے۔ دشمن اتنا بڑا خطرہ مول لینے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں گے وہ جانتے ہیں کہ سونیا تمہیں کس قدر عزیز ہے۔ اگر اس کی جان کو کچھ ہوا تو تم اس کا انتقام نہایت خوف ناک انداز میں لو گے۔"

"یہی باتیں سوچ کر صبر کر لیتا ہوں۔ بہرحال تم سے ایک اور معاملے پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے مرجانہ کے متعلق، سنو وہ بخیریت ہے۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو تفصیل سے پہلے مرجانہ کے متعلق بتایا پھر ٹارٹر غلبا سے ہونے والی تمام باتیں تفصیل سے سنائیں۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "فرہاد! اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ایک شادی کے بعد تمہیں بڑے تلخ تجربات ہوئے ہیں۔ تم ایک آزاد انسان ہو اور بندھنوں میں رہنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے لیکن یہاں معاملہ کچھ اور ہے۔ اگر ایک کافر قبیلے کے پچاس ساٹھ ہزار لوگ اسلام قبول کرتے ہیں تو تمہیں یہ قدم ضرور اُٹھانا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "دنیائے اسلام میں قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی دینی مسائل کی مسلّمہ اتھارٹی ہے۔ اس یونیورسٹی سے پیچیدہ مسائل کے سلسلے میں فتوے حاصل کیے جاتے ہیں۔ تبلیغ کے سلسلے میں ہدایات حاصل ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر جواد النجیری کا تعلق بھی قاہرہ سے ہے۔ تم اس کے ذریعے الازہر یونیورسٹی سے رابطہ قائم کرو اور معلومات حاصل کرو کہ پوری ایک قوم کو مشرف بہ اسلام کرنے کے سلسلے میں فوری طور پر کس طرح کے اقدامات کیے جا سکتے ہیں۔"

"میں یہ معلومات حاصل کر لوں گی۔"

"ٹارٹر غلبا کی مملکت میں اپنے منتخب لوگوں کو بھیجا جائے جو اس قبیلے کے مزاج کو سمجھ کر تبلیغ کریں اور اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ اس سے پہلے عیسائی اور یہودی وہاں اپنے اپنے مذہب کی اشاعت میں ناکام ہو چکے ہیں۔"

ہم تھوڑی دیر تک اس موضوع پر باتیں کرتے رہے پھر میں نے پوچھا۔ "سجاد علی تیمور کا کیا حال ہے؟"

"اس وقت وہ ہمارے ادارے کے کرائے سینٹر میں ہے۔ وہاں ماسٹر واسور کی اور پومی بھی موجود ہیں۔"

"میں ان کے پاس جا کر ذرا اسے دیکھ رہا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں پومی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک چھ فٹ کے مجسمے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ مجسمہ ربر کا بنا ہوا تھا۔ واسور کی کہہ رہا تھا۔ "ایک اچھا فائٹر مقابلے میں آنے سے پہلے اپنے مقابل کے قد کا بھی حساب کرتا ہے۔ کوئی چھ فٹ کا ہوتا ہے، کوئی پانچ فٹ کا، کوئی ساڑھے پانچ فٹ کا اور کوئی ساڑھے چھ فٹ کا۔ اس کی مناسبت سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کے سر سے نیچے دل کتنے فاصلے پر ہے یا زمین سے اس کا سینہ اور پھر سینے میں اس کا دل کتنی اونچائی پر ہے۔ اسی حساب سے لڑنے کے دوران ٹک ماری جاتی ہے۔ بہت کم فائٹر صحیح طور پر دل کی جگہ ٹک مار سکتے ہیں۔"

واٹسورو کی اس وقت پومی کو فائٹنگ کے سلسلے میں انسانی اناٹومی کا سبق دے رہا تھا۔ پومی اس کو سمجھتی جا رہی تھی لیکن بار بار اس کا دھیان سجاد علی تیمور کی طرف چلا جاتا تھا۔ وہ بے اختیار اُسے دیکھنے لگتی تھی کیوں کہ سر سے پاؤں تک وہ فرہاد نظر آ رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "اگر یہ فرہاد نہیں ہے تو میرا دل اس کی طرف کیوں کھنچا جا رہا ہے؟"

پھر اس کی دوسری سوچ نے جواب دیا: "محبوب سامنے نہ ہو تو محبوب کی تصویر دیکھ کر بھی دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ شاید اس لیے میرا دل اُدھر کھنچا جا رہا ہے۔"

وہ واٹسورو کی کی آواز سن کر چونک گئی۔ وہ پوچھ رہا تھا: "کیا تم پھر سجاد کے متعلق سوچ رہی ہو؟"

وہ بولی: "ماسٹر! میں کیا کروں۔ مجھے آنکھوں کے سامنے صرف فرہاد نظر آ رہا ہے۔ میں نے آپ کی ہدایات کے مطابق اس کے متعلق سوچنا چھوڑ دیا تھا۔ اپنے دل کو پتھر بنا لیا ہے لیکن اس کی ڈمی بار بار میرے سامنے آئے گی تو میں کیسے اپنے دل کو سنبھالوں گی؟"

"یہ بھی ایک آزمائش ہے۔"

واٹسورو کی نے یہ کہتے ہوئے سجاد کی طرف دیکھا۔ وہ پینترے بدل بدل کر دونوں ہاتھوں کو مختلف زاویوں سے مختلف کراٹے کی پوزیشن میں لا رہا تھا۔ کراٹے کا ابتدائی سبق بار بار دُہرا رہا تھا۔ واٹسورو کی نے کہا: "پومی! تم ایک ایسے فرہاد کو چاہتی ہو جو ٹیلی پیتھی کی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اچھا فائٹر بھی ہے۔ کیا تم ایسے فرہاد کو اپنا محبوب بناؤ گی جو تمہارے مقابلے میں کمتر ہو۔ اگر بنا سکتی ہو تو جاؤ سجاد سے دو دو ہاتھ کرو۔ وہ ابھی چاروں شانے چت ہو جائے گا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی: "میں اسے چاہتی ہوں جو طفلِ مکتب نہیں ہے۔"

"شاباش۔ آؤ اب اس مجسمے کے دل کی جگہ کک مارو۔"

وہ دو قدم دُور گئی۔ پھر پینترا بدلتے ہوئے، ایک ہیبت ناک قسم کا نعرہ لگاتے ہوئے دوڑتی ہوئی آئی۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اچھل کر ایک لات مجسمے کے سینے پر رسید کی۔ واٹسورو کی نے کہا۔ "گڈ، تم نے ٹھیک دل کی جگہ ٹھوکر ماری ہے لیکن تم پہلے سے تربیت یافتہ ہو اور تم نے چھ فٹ کے اس مجسمے کی اناٹومی کو سمجھا ہے اور اس کا حساب رکھا ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ مختلف قد کے لوگ مقابلے پر آئیں تو تم ان کا حساب کس طرح رکھو گی۔"

یہ کہتے ہوئے وہ ایک دیوار کے پاس گیا۔ پھر وہاں لگے ہوئے بٹن کو دبانے لگا۔ ایک بٹن کو دباتے ہی چھ فٹ کے مجسمے کے قریب والا ایک مجسمہ جو لیٹا ہوا تھا، وہ یکلخت کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرا بٹن دبانے سے دوسرا مجسمہ کھڑا ہو گیا۔ اس طرح چھ فٹ کے مجسمے کے آس پاس مختلف قد کے چار مجسمے کھڑے ہو گئے۔ واٹسورو کی نے ان کے سامنے پہنچ کر کہا: "دیکھو، ان میں سے کوئی ساڑھے پانچ فٹ، کوئی پانچ فٹ، کوئی پونے چھ فٹ اور کوئی ساڑھے چھ فٹ کا ہے۔ تم متواتر ایک سرے سے کک مارتی جاؤ۔ اس سے پہلے اپنے دونوں پاؤں کے دونوں انگوٹھوں پر سیاہی لگا لو۔"

وہ اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ دونوں انگوٹھوں پر اس نے کچی سیاہی لگائی تاکہ ٹھوکر پڑنے کے بعد مختلف مجسموں پر اس سیاہی کا نشان لگ جائے اور معلوم ہو کہ نشانہ کس حد تک دُرست رہا ہے۔

سیاہی لگانے کے بعد اس نے پینترے بدلے۔ فضا میں ایک آدھ بار قلابازی کھائی۔ جمناسٹک کے کرتب دکھائے پھر ایک سرے سے دوسرے سرے تک پینترے بدل بدل کر ان مجسموں کو کک مارتی چلی گئی۔ کسی کو کھڑے کھڑے گھوم کر لات رسید کرتی تھی کسی کو فلائنگ کک مارتی تھی۔ ہر مجسمے کے سینے پر انگوٹھے کی سیاہی کا نشان لگتا جا رہا تھا۔

واٹسورو کی نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام مجسموں کو دیکھا پھر کہا: "دیکھو پومی! جو مجسمہ چھ فٹ کا اور پونے چھ فٹ کا ہے، ان پر تمہارا نشانہ بالکل دُرست ہے۔ ٹھیک دل کی جگہ پر تمہارے انگوٹھے کی سیاہی نظر آ رہی ہے۔ باقی جو مختلف قد کے مجسمے ہیں، وہاں تمہارے نشانے چُوک گئے ہیں۔ اس کے لیے ابھی تمہیں اچھی خاصی مشق کرنی ہو گی۔"

میں نے سجاد علی تیمور کے پاس پہنچ کر پوچھا: "ہیلو، کیسا ہو رہا ہے؟"

وہ پریکٹس کرتے کرتے رُک گیا۔ خوش ہو کر بولا: "دیکھ لیجیے، انسان بن رہا ہوں۔"

میں نے کہا: "انسان بننے کی ایک شرط یہ ہے کہ جو کچھ سیکھو، اپنے دفاع کے لیے، اپنے تحفظ کے لیے سیکھو۔ دوسروں پر حملہ کرنا، دوسروں کو نقصان پہنچانا خلافِ انسانیت ہے۔"

"لیکن کوئی نہیں جارحانہ اقدام پر مجبور کر دے تو؟"

"تو مجبوری ہے۔ بعض حالات میں ظالموں کو دشمنوں کو موت کی سزا دینی پڑتی ہے تاکہ دوسرے عبرت حاصل کریں لیکن ایسے اقدامات سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرنا چاہیے۔"

میں تھوڑی دیر تک باتیں کرتا رہا اور اسے سمجھاتا رہا کہ وہ مجھ سے گفتگو کرنے کے دوران اپنی مشقیں جاری رکھے۔ جہاں اس سے غلطی ہوتی تھی۔ میں اسے سنبھال لیتا تھا اور اسے بتانے لگتا تھا کہ کیا کرنا چاہیے۔ وہ بہت خوش ہو رہا تھا لیکن اسے خوش کرنے کے لیے میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ میں نے اس کے ساتھ پندرہ منٹ

گزارے پھر اس سے رخصت ہوتے ہوئے پوچھا: "یہاں تمہیں کسی بات کی کمی محسوس تو نہیں ہوتی ہے؟"

"بالکل نہیں، میں یہاں بہت خوش ہوں۔"

"اعلیٰ بی بی تمہیں مکمل فرہاد بنا کر رہے گی۔"

وہ پینترا بدلتے بدلتے رُک گیا۔ اعلیٰ بی بی اس کے تصور میں در آئی تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

"میں نے دوبارہ اعلیٰ بی بی کو دیکھا ہے، مگر جب بھی ملنا چاہتا ہوں، وہ مصروف ہوتی ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے مجھ سے کترا رہی ہے۔"

"کیا تم کترانے کی وجہ سمجھ سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں، میں نادان نہیں ہوں۔ اُدھر اعلیٰ بی بی اور اِدھر پومی دونوں ہی مجھے کبھی کبھی بے اختیار دیکھنے لگتی ہیں اور جب دیکھتی ہیں تو نظریں ہٹانا بھول جاتی ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ وہ آپ کو دیکھتی رہتی ہیں کیوں کہ میں نہیں آپ بنا ہوا ہوں۔"

میں نے پوچھا: "پومی تو تم سے نہیں کتراتی ہے؟"

"ہاں، وہ میرے ساتھ کراٹے کی پریکٹس کر رہی ہے۔ میرا خیال ہے، وہ آپ سے زیادہ متاثر نہیں ہے یا پھر اپنے دل و دماغ کو قابو میں رکھنا جانتی ہے۔ اس کے برعکس اعلیٰ بی بی پر حیرت ہے۔ وہ تو بڑی مستقل مزاج عورت سمجھی جاتی ہے۔ لیکن عورت کو سمجھنا مشکل ہے خواہ کیسی ہی مستقل مزاج ہو۔ عورت پھر عورت ہے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر لیا کرتی تھی اس لیے میں چپ چاپ اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ میں نے پوچھا: "تم سجاد علی تیمور سے کیوں کترا رہی ہو؟"

وہ ذرا ہچکچائی۔ پھر بولی: "نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"دیکھو ہم انسانی نفسیات کو خوب سمجھتے ہیں۔ تم بھی انسان ہو۔ تم سجاد کو دیکھتے ہی مجھے دیکھنے لگتی ہو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "ہاں، میں اسی لیے سجاد کے سامنے نہیں جاتی۔ میں کیا کروں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"یہ بتاؤ۔ تم فرہاد کو کیوں چاہتی ہو؟"

"اس لیے کہ فرہاد فرہاد ہے۔"

"ہاں میں سر سے لے کر پیر تک فرہاد ہوں۔ بالکل اسی طرح سر سے پاؤں تک سجاد میرے روپ میں ہے۔"

"صورت شکل ایک ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ شخصیت تو ایک نہیں ہے اور یہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔"

"کیا وہ میرے انداز میں گفتگو نہیں کرتا ہے۔ اس کی آواز، اس کا لہجہ، اس کا چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا سب میری طرح نہیں ہے۔ کیا ذرا بھی فرق ہو تو بتاؤ۔"

"فرق کوئی نہیں ہے۔"

"انسان کی بول چال سے ظاہری شخصیت بنتی ہے۔ باطنی شخصیت کا حساب بعد میں ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ تم فرہاد کی ظاہری شخصیت کی طرف کھنچی جا رہی ہو۔"

"تم دلِ نادان کی بات کر رہے ہو اور میں نادان نہیں ہوں۔"

"پھر اس سے کیوں کتراتی ہو؟"

"بات اصل میں یہ ہے کہ وہ بالکل تمہاری طرح حرکتیں کرتا ہے بلکہ تمہاری نقالی میں ہم سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرتا ہے، ایک بار اس نے بے تکلف ہونے کی کوشش کی۔ میں تو دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کیا کروں؟ اسے ناراض بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"ہاں، اسے ناراض نہ کرنا۔ اور اس مسئلے پر اپنے دماغ کو زیادہ نہ اُلجھانا۔ تمہاری ذمہ داریاں بہت وسیع ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی ذمے داری کی ادائیگی میں اس اُلجھاوے کے باعث کوتاہی پیدا ہو۔"

"اطمینان رکھو، ایسا نہیں ہو گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ منجالی نے کہا۔ "میرے آقا! اب شام ہو چلی ہے۔ آپ کم از کم ایک گھنٹے کے لیے خیال خوانی سے باز آ جائیں۔ کھلی فضا میں چل کر ذرا چہل قدمی کریں۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: "ہاں، میرا بیڈی میڈ میک اَپ نکالو۔ میں بنکاک کی سیر کروں گا لیکن تم میرے ساتھ نہیں رہو گی تمہاری سمت مختلف ہو گی۔"

"میں سمجھتی ہوں۔ ہم دونوں کو اس شہر میں ایک ساتھ نہیں نکلنا چاہیے۔ انٹرپول کے لوگ ہماری تلاش میں ہیں۔ باس جے آر جے ناتھن نے مجھے ان کے متعلق بتایا ہے۔"

"جس وقت تم باس ناتھن سے فون پر گفتگو کر رہی تھیں تو

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں

معاشرتی جبر کے خلاف اُبھرتا ہوا قلم تیغ برہنہ بن جاتا ہے

اُن کی کتاب

قدیمی سائنس اور جدید سائنس

سائنسی موضوعات پر لکھی جانے والی اُردو کی پہلی کتاب

اُردو انشائیہ، خاکہ، خاکہ، کالم اور کالم کی تمام اصناف کی جامع کتاب

کاتیر ایسوسی ایشن شائع ہو گیا ہے

میں نے وہ باتیں سُن لی تھیں۔"

منجالی نے اپنی اٹیچی سے ایک تصویر نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "باس ناتھن نے یہ تصویر بھیجی ہے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ اگر آپ بنکاک میں آزادی سے گھومنا چاہتے ہیں تو اس میک اپ میں زیادہ مناسب ہوگا کیوں کہ اس شخص کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات یہاں موجود ہیں۔ انٹرپول والے آپ کے متعلق تفتیش کریں گے تو ضروری ثبوت کی موجودگی میں مطمئن ہو جائیں گے۔"

میں نے تصویر دیکھی پھر اس کے متعلق تفصیلات پڑھیں۔ اس کا کیسٹ سنا۔ اس کی آواز اور اس کے لب و لہجے کو سمجھا پھر اس کے ماسک کو اٹھا کر دیکھا۔ اس ماسک کی موجودگی میں میک اپ زیادہ دشوار نہیں تھا۔ باس ناتھن نے میک اپ کا تمام سامان پہلے ہی بھیج دیا تھا۔ میں اپنا چہرہ بدلنے بیٹھ گیا۔

اسی دوران منجالی مجھ سے باتیں کرتی جا رہی تھی اور بات بات پر ہنستی بھی جا رہی تھی۔

میں نے پرنسس شباتہ سے وعدہ کیا تھا کہ فرصت ملتے ہی اس سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس وقت میک اپ کے دوران فرصت تھی۔ میں اس سے باتیں کر سکتا تھا لیکن ابھی میں منجالی سے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ساتھ دن رات رہنے کے باوجود خیال خوانی میں میرا زیادہ وقت گزر جاتا تھا اور بے چاری انتظار کرتی رہ جاتی تھی۔ اس لیے میں اس سے زیادہ گفتگو کر رہا تھا۔

میں ایک گھنٹے کے بعد آئینے کے سامنے ایک اجنبی بنا بیٹھا تھا۔ منجالی نے ایک فائل کھول کر پڑھتے ہوئے کہا۔ "اب آپ کا نام ملک دلبر حسین ہے۔ آپ کا تعلق پاکستان کی ایک پنجابی فیملی سے ہے۔ آپ کے والدین وہاں بہت بڑے بزنس مین ہیں۔ یہاں آپ اکثر تفریح کے لیے آتے ہیں۔ مہینے، دو مہینے، تین مہینے تک ٹھہرتے ہیں۔ پھر چلے جاتے ہیں۔ آپ کا قیام یہاں کے فرسٹ کلاس ہوٹل میں ہے۔ یہ ہوٹل ریڈ یا دور کی ملکیت ہے۔ وہاں آپ کے نام کمرہ نمبر سولہ ایک ہفتے سے بک ہے۔ یعنی آپ ایک ہفتے سے وہاں رہتے آ رہے ہیں۔ ہوٹل کے بیرے اور دوسرے تمام اسٹاف اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ آپ کو دن رات ہوٹل میں آتے جاتے دیکھتے رہتے ہیں۔"

وہ پڑھتی جا رہی تھی۔ میں اپنے میک اپ کو آخری ٹچ دیتے ہوئے سُنتا جا رہا تھا۔ وہ دلبر حسین کے والدین کا نام اور ان کی لاہور کی رہائش گاہ کا پتا اور فون نمبر وغیرہ بتا رہی تھی اور میں ذہن نشین کرتا جا رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "دلبر حسین اس دنیا میں نہیں ہے۔ تقریباً سات ماہ پہلے وہ ہوٹل ریڈ روز کے ایک کمرے میں مُردہ پایا گیا تھا۔ یہاں کے باس نے اس کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات اپنے قبضے میں کر لیے تھے۔ ریڈ روز کے ہر کمرے میں خفیہ مائک نصب کیے ہوئے ہیں جس کے ذریعے ان کمروں کے مکینوں کی آوازیں سُنائی دیتی ہیں اور دوسری طرف ریکارڈ ہوتی رہتی ہیں۔ دلبر حسین کی یہی ریکارڈنگ ابھی آپ نے سُنی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "دلبر حسین اپنے والدین سے بچھڑا ہوا ہے۔ سات ماہ کا عرصہ بہت ہوتا ہے۔ کیا اس کے والدین نے اسے تلاش نہیں کیا؟"

"یہاں لکھا ہے کہ اسے تلاش کرنے کے لیے اس کا باپ آیا تھا مگر مایوس ہو کر چلا گیا۔ دلبر حسین اپنے والد سے کسی بات پر ناراض ہو کر یہاں آیا تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ پاکستان واپس نہیں جائے گا۔ لہٰذا اس کے والدین یہی سمجھ رہے ہیں کہ دلبر حسین بنکاک میں نہیں ہے۔ کسی دوسرے ملک میں چلا گیا ہے اور جب تک اس کی ناراضگی دور نہیں ہوگی وہ ان کے پاس واپس نہیں آئے گا۔"

منجالی نے ایک تصویر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ دلبر حسین کے باپ کی تصویر ہے۔ جب وہ تلاش کرنے آیا تھا تو یہ تصویر اتاری گئی تھی۔ اس کی والدہ کے متعلق معلومات نہیں ہیں۔ نہ ہی اس خاتون کی کوئی تصویر ہے۔"

میں نے کہا۔ "اتنا ہی کافی ہے۔ یہ پاسپورٹ وغیرہ ہوٹل کے اسی کمرے میں بھیج دو۔ اگر کوئی لگاوٹ ہوئی اور انٹرپول والے میرے پیچھے پڑ گئے تو میں آج کی رات اسی ہوٹل میں گزاروں گا۔ تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں باہر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ منجالی میرے بعد وہاں سے نکلنے والی تھی۔ میں باہر آیا تو ڈرائیور کار کا دروازہ کھول کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ میں نے کار کی کھڑکی سے دیکھا۔ منجالی دروازے کی آڑ میں کھڑی ہوئی مجھے دیکھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

ڈرائیور نے پوچھا۔ "جناب! آپ کہاں جانا پسند کریں گے؟"

"پہلے فرسٹ کلاس ہوٹل میں لے چلو۔ میں وہاں کا ماحول اور اپنا کمرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ اُدھر جانے لگا۔ میں نے فرصت ملتے ہی شباتہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ دریا کے کنارے سبز گھاس پر لیٹی ہوئی تھی، اس کے دونوں پاؤں ٹخنے تک پانی میں ڈوبے ہوئے تھے کبھی کبھی وہ پاؤں ہلا ہلا کر پانی کے چھینٹے اڑاتی تھی۔ جب سے میں نے اس کے پاس تنہائی میں آنے کا وعدہ کیا تھا، تب سے وہ تنہا رہنا پسند کرتی تھی۔ کبھی اپنے کاٹج میں جا کر لیٹ جاتی تھی۔ کبھی بے چینی سے ٹہلنے لگتی تھی۔ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جا کر کسی کام میں

وقت گزارنے کی کوشش کرتی تھی۔ اس نے مرجانہ کو اس علاقے کی سیر کرانے اور اس کی خدمت کرنے کے لیے اپنی خاص کنیزیں مقرر کر دی تھیں اور خود کو میرے لیے تنہا چھوڑ دیا تھا۔

میں چپ چاپ اس کے دماغ میں بیٹھا اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ بہت دور دماغ کی گہرائیوں میں پہنچ کر اس کے ڈھکے چھپے خیالات پڑھ رہا تھا۔ کبھی ماضی کے اوراق اُلٹ رہا تھا۔ اس کے بچپن سے لے کر جوانی تک کی مصروفیات اور اس کی جنگجویانہ..... صلاحیتوں کے متعلق تفصیلات معلوم کرتا جا رہا تھا۔

معلومات کا سلسلہ بہت ہی طویل تھا۔ اس دوران میری کار ہوٹل ریڈ روز کے احاطے میں پہنچ گئی تھی۔ میں نے تھوڑی دیر کے لیے بال خوانی ترک کر دی۔ کار سے نکل کر ہوٹل کی شان دار عمارت کو دیکھا۔ ہوٹل کا ملازم دوڑتا ہوا آیا تھا۔ اس نے ٹینشن ہو کر سلام کیا۔ پھر ایک قدم آگے بڑھ کر آہستگی سے بولا۔ "جناب! کمرہ نمبر سولہ فرسٹ ورلفٹ کے ساتھ ہے۔"

میں نے بھی آہستگی سے پوچھا۔ "کیا یہاں ہوٹل میں دلبر حسین لوئی دوست ہے؟"

"ویسے تو کتنی ہی لڑکیاں اس کی دوست تھیں۔ خاصا مغرور لڑکا ہے۔ ہر لڑکی کو لفٹ نہیں دیتا تھا۔ نظر انداز کر کے گزر جاتا تھا۔"

"کوئی مرد دوست تھا؟"

"دلبر حسین آدم بیزار تھا۔ کسی سے دوستی نہیں کرتا تھا۔ اس کے جود زندہ دل تھا۔ ہوٹل کے تمام اسٹاف سے ہنستا بولتا رہتا تھا۔ ت بات پر کوئی لطیفہ سُناتا تھا اور قہقہے لگاتا تھا۔"

میں اس کے مزاج کو سمجھ گیا۔ وہ کسی سے دوستی نہیں کرتا تھا ن ہر ایک سے ہنستے بولتے وقت گزارتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں سی پر اعتماد نہیں کرتا تھا، جب کہ دوستی کی بنیاد اعتماد پر ہوتی ہے۔ ے سامنے کھڑا ہوا ملازم گھوم کر آگے جانے لگا۔ میں اس سے کچھ لے پر چلتا ہوا ہوٹل کے اندر داخل ہو گیا۔ وہ دور ہی دور سے میری ی کر رہا تھا۔ وہ جدھر جا رہا تھا، میں بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ س نے زینے پر چڑھنا شروع کیا۔ میں بھی چاروں طرف دیکھتا ہوٹل کا ماحول کا جائزہ لیتا ہوا اوپر پہنچ گیا۔ ہوٹل کے ہر فلور پر ایک ماسا کاؤنٹر تھا جہاں تمام کمروں کی چابیاں نمبر کے مطابق لٹکتی تھیں۔ میں نے وہاں سے سولہ نمبر کی چابی لی۔ پھر اپنے کمرے کا ہ کھول کر اندر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہی ملازم آ کر مجھے ہوٹل کے نام اور دوسرے اسٹاف وغیرہ کے متعلق بتانے لگا۔ میں نے اُٹھا کر کہا۔ "بس کرو۔ ابھی میں کسی طرح کی مزید معلومات نہیں تنہائی چاہتا ہوں۔"

وہ باہر چلا گیا۔ میں نے دروازے کو بند کیا پھر ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر شباتہ کے پاس پہنچ گیا۔ پہلے کی طرح اس کے دماغ کی کتاب کو کھول کر ایک ایک سطر پڑھنے لگا۔ ذرا دیر لگی لیکن اس کے بارے میں بڑی تفصیلی معلومات حاصل ہو گئیں۔ ان معلومات کا خلاصہ یہ تھا کہ اس کا ظاہر اور باطن ایک تھا۔ وہ صاف گو تھی۔ جھوٹ برداشت نہیں کرتی تھی۔ اگر وہ دشمنوں کو مارنا جانتی تھی تو دوستوں کے لیے مرنا بھی جانتی تھی۔ بہت ہی غصہ ور تھی کبھی کبھی غصہ آ جاتا تھا تو اسے ٹھنڈا کرنا اور سمجھانا تقریباً ناممکن ہو جاتا تھا۔ ویسے غصہ بہت کم آتا تھا۔ ٹارٹر بلبا کی طرح خرد دماغ نہیں تھی۔ حالات کے مطابق سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتی تھی۔ بچپن سے جوانی تک کئی بار خطرات سے کھیل چکی تھی۔ کئی بار موت کے مُنہ سے نکل کر آئی تھی۔ ابھی میں کہہ نہیں سکتا تھا کہ وہ سونیا اور مرجانہ کے مقابلے میں کیسی ہوگی۔ اگر کنتر بھی ہوئی تو ان دونوں کی صحبت میں رہ کر مستقبل میں کندن بن سکتی تھی۔

اب وہ مایوس ہو کر بستی کی طرف واپس جا رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو شباتہ!"

وہ ٹھٹک گئی۔ پھر خلا میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جیسے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔ "میں آ گیا ہوں۔ ادھر بہت مصروف ہوں۔ فرصت ہی نہیں مل رہی تھی۔ پھر بھی تھوڑی دیر کے لیے آ گیا۔ میں نے سوچا شاید تم میری طویل غیر حاضری سے پریشان ہو جاؤ گی۔"

"میں واقعی بہت پریشان ہو رہی تھی۔ میں کیسے بتاؤں کہ میرے دل کی کیا حالت ہو رہی تھی؟"

"مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔ میں تمھارے دل کی ایک ایک دھڑکن گن کر بتا سکتا ہوں۔"

وہ ایک اندرونی ہلچل کے ساتھ بولی: "میں اکثر سوچتی رہتی ہوں۔ تم کیا ہو۔ کس طرح کسی کے دماغ میں سما کر دھڑکنوں میں گونجنے لگتے ہو۔ آج مجھے اپنے تجربے سے پتا چل رہا ہے۔"

"ثبانہ! میرے ساتھ بڑی مشکل ہے۔ کبھی میں ایک گھنٹے میں آنے کا وعدہ کر کے جاتا ہوں اور ایک ہفتہ لگ جاتا ہے اور کبھی وعدے کے مطابق آجاتا ہوں۔"

"میں نے سُنا ہے۔ تم بہت بری طرح مصروف رہتے ہو۔ کھانے اور سونے کی فرصت بھی نہیں ملتی۔ یہ تو مجبوریاں ہوتی ہیں۔ میرا دل کہتا ہے۔ جب بھی فرصت ملے گی، تم میرے پاس ضرور آیا کرو گے۔"

"جب ہمیں آخری سانس تک ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنی ہے تو میں آتا جاتا رہوں گا۔ ہمارے درمیان رابطہ رہے گا۔ ہم ایک دوسرے کو سمجھتے رہیں گے۔"

"فرہاد! تمھاری نائب سونیا اور مرجانہ دشمنوں سے ٹکراتی رہتی ہیں۔ میں چاہتی ہوں، مجھے بھی تم کسی مشن پر جانے کے لیے کہو۔ میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم میری نائب سونیا اور مرجانہ کو کہہ رہی ہو۔ کیا تمھیں حسد اور جلاپا نہیں ہوتا؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں یہ تو مردوں کی شان ہے کہ ان کے پاس ایک سے زیادہ بیویاں ہوں۔ میرے باپ نے اپنی زندگی میں ستر شادیاں کیں جن میں سے بہت سی عورتیں ابھی زندہ ہیں۔ ان عورتوں سے اتنی اولادیں ہیں کہ ہم گنتی نہیں کر سکتے۔ ہمارے جیسے قبیلے کا سربراہ چاہے کتنی ہی شادیاں کرے، اہمیت صرف پہلی بیوی کی ہوتی ہے۔ اس پہلی بیوی کی اولادیں اور ٹارٹر بلیا ہیں۔ باقی جتنے ہیں، سوتیلے ہیں۔ وہ کسی طرح بھی ہمارے باپ کی دولت اور جاگیر پر اپنے حقوق کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ ہمارے یہاں کا یہی دستور ہے۔ البتہ ہمارا باپ اپنی مرضی سے انھیں جو دینا چاہے دے سکتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میں بھی ستر شادیاں کروں تو تمھیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟" اس وقت میں مذاق کے موڈ میں تھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بھلا اعتراض کیوں ہوگا۔ مجھے دولت اور جاگیر کا لالچ نہیں ہے۔ میری زندگی، میرا مستقبل محفوظ ہے۔ پھر میں تم سے کس چیز کا لالچ کر سکتی ہوں۔ صرف تمھاری محبت چاہتی ہوں اور وہ مجھے تم سے اس وقت تک ملتی رہے گی جب تک میں تم سے محبت کرتی رہوں گی اور کڑی سے کڑی آزمائشوں میں تمھارے سامنے ڈھال بن کر رہوں گی۔ کیا تم کسی مرحلے پر بھی سونیا سے نفرت کر سکتے ہو یا اسے چھوڑ سکتے ہو؟"

"کبھی نہیں۔"

"میرا ایمان ہے، مجھے بھی تم کبھی چھوڑ نہیں سکو گے۔"

سونیا کے ذکر پر میرے دماغ میں بات آئی۔ اگر وہ سونیا کی ڈمی ہے تو اصل سونیا کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ اعلیٰ ابی بی کی یہ بات تقویت پہنچا رہی تھی کہ دشمن سونیا کے دماغ کو واش کر سکتے ہیں لیکن اسے ہلاک نہیں کر سکتے۔ وہ اتنا بڑا خطرہ مول لے کر مجھے اپنے بڑوں سے دشمنی کرنے کی دعوت نہیں دے سکتے۔

میں نے ثبانہ سے کہا: "میں پھر تمھارے پاس آؤں گا۔ فی الحال میں جہاں ہوں، وہاں دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمھارا انتظار کروں گی۔ جب تک نہیں آؤ گے، تمھارے آنے کی دعا مانگتی رہوں گی۔ انتظار کرتی رہوں گی۔"

اس کے اس فقرے میں بڑی محبت اور اپنائیت چھپی ہوئی تھی۔ میں اس سے رخصت ہو کر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ وہ کمرہ کافی کشادہ تھا۔ سڑک کی طرف بالکونی نظر آ رہی تھی۔ بالکونی سے پہلے شیشے کے دروازے تھے جو بند تھے تاکہ بالکونی کے راستے کوئی کمرے میں داخل نہ ہو سکے۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر میں نے چھت کی طرف مُنہ اٹھا کر پوچھا: "کیا میری آواز سُنائی دے رہی ہے؟"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اُٹھا کر کہا: "ہیلو؟"

دوسری طرف سے آواز آئی: "جناب! آپ کی آواز سُنائی دے رہی ہے۔ آپ حکم دیں۔ ہم تعمیل کے لیے تیار ہیں۔"

میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دروازے پر دستک سُنائی دی۔ میں نے کہا: "میرے کمرے کے دروازے پر کوئی دستک دے رہا ہے۔ کون آسکتا ہے؟"

"آپ دروازہ کھول کر اسے دیکھیں۔ اندر آنا چاہے، آنے دیں۔ ہم اس کی باتیں سنتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم لوگوں کی ضرورت ہوئی تو میں دماغی ربط قائم کر لوں گا۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر آگے بڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔ میرے سامنے ایک قد آور، صحت مند مقامی شخص کھڑا ہوا

تھا۔ میں دروازہ کھولتے ہی ایک طرف ہٹ گیا تاکہ اگر وہ دلبر حسین [illegible] اشنا سا ہو تو اندر چلا آئے۔ کوئی اجنبی ہو تو باہر سے ہی کوئی بات [illegible] لے گا۔

وہ اندر آتے ہوئے بے تکلفی سے بولا: "واہ مسٹر دلبر! تم تو ایسے [illegible] جیسے عورت کے دل سے وفا جاتی ہے۔"

وہ اینڈی چیئر پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: "تمھارے آنے سے پہلے [illegible] ایک ضروری حساب کر رہا تھا۔ پانچ منٹ انتظار کر لو۔ میں ذرا دل [illegible] دل میں حساب جوڑ لوں۔ پھر تم سے باتیں کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے میں دوسری کرسی پر بیٹھ گیا اور اس کے دماغ [illegible] جھانکنے لگا۔ پتا چلا، وہ نمبری بدمعاشوں میں سے ایک تھا۔ اسے [illegible] مارنے میں مہارت حاصل تھی۔ موقع ملنے پر ڈاکے بھی ڈالتا تھا۔ [illegible] کر لیتا تھا۔ جس دھندے سے زیادہ نقدی حاصل ہوتی تھی، وہی [illegible] قانونی کام کر گزرتا تھا۔ دلبر جب بھی بنکاک آتا تھا تو وہ نمبری بدمعاش سے اس شہر کی مالدار عورتوں کی مصروفیات کے متعلق بتاتا تھا۔ گویا وہ ایک آوارہ مزاج کا بدمعاش نمائندہ تھا۔

اس حد تک معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے ہوٹل کے ملازم سے کہا: "میرے کمرے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بھی اسے ٹال دوں گا۔"

پھر میں نے مسکراتے ہوئے اس نمبری بدمعاش سے کہا۔ "سوری تمھیں انتظار کرنا پڑا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ مجھے ضروری کام آپڑا تھا۔ میں اچانک ہی تم سے ملے بغیر چلا گیا۔"

"مسٹر دلبر حسین! کمال کی بات تو یہ ہے کہ اِدھر تم غائب ہوئے، اُدھر ڈی ایف غائب ہو گئی۔"

میں نے سوچا۔ یہ ڈی ایف کون ہو سکتی ہے؟ اُس کی سوچ نے بتایا: "ڈی ایف کا پورا نام ڈارلنگ فیروزہ ہے۔ اس شہر کی امیر ترین خاتون ہے۔ حسین ہے لیکن بہت ہی نک چڑھی ہے... دلبر حسین اس پر مرمٹا تھا لیکن ہمیشہ مُنہ کی کھاتا تھا۔"

اسی وقت اس نمبری بدمعاش نے کہا: "اس وقت سات [illegible] کر پچاس منٹ ہوئے ہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ اب سے سات [illegible] پہلے میں ٹھیک اسی وقت تمھارے پاس آیا تھا اور میں نے تم سے کہا تھا کہ ڈارلنگ کس کلب میں مل سکتی ہے؟ اور تم نے کہا تھا، آج تم ضرور اس سے تعارف کا کوئی راستہ نکال لو گے۔"

"میں نے کہا تھا، میں ایک ضرورت سے مجبور ہو کر اچانک [illegible] چلا گیا تھا۔"

"ویسے مسٹر دلبر! تم قسمت کے دھنی ہو۔ ڈی ایف کا پھر [illegible] راغ مل گیا ہے۔"

میں نے پوچھا: "کہاں ہے وہ؟"

"میں گوگو کلب کے ڈائننگ روم میں گیا تھا۔ وہاں ایک ٹیبل پر میں نے اس کا ریزرویشن کارڈ دیکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آج رات اس میز پر کھانا کھائے گی۔ نکالو دس ڈالر۔"

اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "نہیں، صرف اطلاع پہنچانے کا معاوضہ پانچ ڈالر ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "مگر یہ بھی تو دیکھو، سات مہینے کے بعد تم سے کچھ مل رہا ہے۔ جب اتنے دن بعد مل رہا ہے تو کچھ زیادہ ملنا چاہیے۔"

میں نے پانچ ڈالر نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہا: "میں گوگو کلب جاؤں گا۔ اگر کام ہو گیا تو دس کے بجائے پندرہ ڈالر دوں گا۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

وہ نوٹ کو جیب میں رکھتے ہوئے خوشامدانہ انداز میں بولا۔ "تمھارے پاس سگریٹ تو ہو گا؟"

"میں نے سگریٹ پینا چھوڑ دیا ہے۔"

"یہ بہت بُری بات ہے کہ بُرے آدمی بُری عادتیں چھوڑ دیں۔" وہ اُٹھ کر جانے لگا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر ذرا رُک گیا۔ کچھ سوچا پھر پلٹ کر بولا: "ایک اور بتاتا ہوں۔ وہ بھی تمھارے معیار کے مطابق ہے۔ نکالو پانچ ڈالر۔"

میں نے کہا: "جب تک ایک شکار ہاتھ نہ آجائے، میں دوسرے کی طرف نہیں بڑھتا۔ تمھیں تو صرف اپنی آمدنی کی پڑی رہتی ہے۔ میں نے کہا نا کامیابی کے بعد پندرہ ڈالر دوں گا۔"

وہ مایوس ہو کر باہر چلا گیا۔ میں نے دروازے کو بند کر دیا۔ اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ جاتے ہوئے سوچ رہا تھا: "اونہہ، بڑا گلفام بنتا ہے۔ ڈی ایف کے سامنے بڑے بڑے دولت مند گھٹنے ٹیکتے ہیں۔ بڑے بڑے افسر اس کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ بھلا وہ ایسے جوان کو کیا گھاس ڈالے گی۔ مجھے تو پندرہ ڈالر کبھی نہیں ملیں گے۔"

میں نے ہوٹل کے خاص ملازم کو سوچ کے ذریعے مخاطب کیا پھر پوچھا: "گوگو کلب کے ڈائننگ روم میں کس وقت کھانا سرو کیا جاتا ہے؟"

"آٹھ بجے۔"

"تم نے اس بدمعاش کی باتیں سُنی تھیں؟"

"جی ہاں، جناب!"

"معلوم کرو۔ وہاں ڈائننگ روم کی ایک میز پر ڈارلنگ فیروزہ کا ریزرویشن کارڈ رکھا ہوا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کوئی قریبی میز میرے لیے ریزرو کرا دو۔ میں وہیں ڈنر کھاؤں گا۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ مجھے کسی ڈارلنگ فیروزہ سے دلچسپی نہیں تھی لیکن اس نمبر کی سوچ نے اس کی اتنی تعریف کی تھی کہ میں نے اپنی شام کی تفریح کا رُخ اُدھر موڑ دیا تھا۔ بہرحال بنکاک کی شام بند کمرے میں گزارنی نہیں چاہتی تھی۔ کچھ شراٹیں کرنی تھیں تاکہ دل بہلتا رہتا اور دماغ تروتازہ رہتا۔ میں نے باس جے آر جے ناتھن کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا: "فرمائیے جناب؟"

"مسٹر ناتھن! تل ابیب کے وقت کے مطابق سونیا آج چار بجے ایک طیارے سے روانہ ہوئی ہے۔ آپ معلوم کریں۔ وہ طیارہ سنگاپور کب پہنچے گا؟"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

"سونیا جیسے ہی سنگاپور پہنچے، اس کے پیچھے کچھ دشمنوں کو لگا دیں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "جناب! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"جو کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کریں۔ سونیا کو ذرا آزمائشوں میں مبتلا کریں۔ ایسی آزمائشیں جن سے گزرنے کے لیے حاضر دماغی اور چالاکی کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ حکم دیں گے تو ہم آپ کے بھی دشمن بن جائیں گے کیوں کہ حکم کے غلام صرف حکم پر عمل کرنا جانتے ہیں۔ ویسے جناب! آپ نے مجھے بُری طرح الجھا دیا ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو مجھے یہ راز بتا دیں کہ مادام سونیا سے دشمنی کریں اور وہ بھی آپ؟"

میں نے ہنستے ہوئے مختصر طور پر اسے بتا دیا: "شاید وہ سونیا کی ڈمی ہے لہٰذا اسے آزمائشوں سے گزار کر ہی اس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے یا اُسے بے نقاب کیا جا سکتا ہے۔"

اس نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا: "پھر تو ہم اُس سونیا کو قدم قدم پر آزمائشوں میں مبتلا کریں گے۔"

میں نے ایک طرف رکھے ہوئے سوٹ کیس کو کھولا۔ اس میں میرے لیے مختلف قسم کے ملبوسات تھے۔ ایک نیوی کلر کا سوٹ تھا۔ میں نے اسے نکال کر پہنا۔ بہت عرصے بعد تھری پیس سُوٹ اور نکٹائی میں مکمل طور پر ملبوس ہوا۔ پھر اپنے لباس پر خوشبو اسپرے کی۔ اس کے بعد اپنے کمرے سے نکل گیا۔ باہر وہی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیور نے مجھے دیکھتے ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے اندر بیٹھتے ہوئے کہا: "گو گو کلب جانا ہے لیکن جلدی نہیں ہے۔ کسی لمبے راستے سے لے چلو تاکہ میں بنکاک بائی نائٹ دیکھ سکوں۔"

اس نے دروازہ بند کر دیا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ اسے اسٹارٹ کر کے میری ہدایت کے مطابق کسی لمبے راستے سے لے جانے لگا۔ میں نے ایک ذرا منجمالی کی خیریت معلوم کی۔ وہ ایک کار میں بیٹھی ہوئی ڈرائیور کی رہنمائی میں اسی طرح بنکاک کی سیر کر رہی تھی۔ میں اس کے پاس سے واپس آ گیا۔ مقصد تفریح کرنا تھا۔ خیال خوانی بہت کر چکا تھا۔ دماغی تھکن دور کرنے کے لیے گھنٹے دو گھنٹے تک ٹیلی پیتھی کو بھلا جانا دانشمندی ہوتی لیکن مجھ سے ایسی دانشمندی کبھی سرزد نہیں ہوئی۔ ہزار کوششوں کے باوجود میری زندگی کا ایک گھنٹہ بھی بیداری کی اس حالت میں کبھی خیال خوانی کے بغیر گزر نہ سکا۔

میں نے ایک بار پھر کوشش کرنے کے لیے اپنے دل میں مصمم ارادہ کیا، کم از کم دو گھنٹے تک خیال خوانی نہیں کروں گا۔ منجمالی کی طرف سے اطمینان تھا۔ سونیا ابھی طیارے میں سفر کر رہی تھی اور سنگاپور کسی وقت بھی پہنچتی تو اس کی حفاظت اور نگرانی کرنے والے باس ناتھن کے آدمی ہوتے اور اس سے دشمنی کرنے والے بھی باس کے ہی آدمی ہوتے۔ اس کی طرف سے مجھے کوئی تشویش نہیں تھی۔ اسے کوئی جانی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ رسونتی کو تو میں نے اپنے دل و دماغ سے نوچ کر پھینک دیا تھا مرجانہ کی خیریت معلوم کر چکا تھا۔ شباتہ سے دو گھنٹے، چار گھنٹے بعد بھی ملاقات ہو سکتی تھی، لہٰذا میں کم از کم دو گھنٹے تک خیال خوانی سے باز رہ سکتا تھا۔

میں کھڑکی کے باہر بنکاک شہر کے گزرتے ہوئے مناظر دیکھنے لگا۔ دور دور تک روشنی کا سیلاب سا تھا۔ رنگ برنگے قمقمے اونچی اونچی عمارتیں، خوش پوش اور خوش مزاج مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سب مل کر بنکاک کے حسن میں اضافہ کر رہے تھے۔ تمام شہروں کو شاہراہوں پر سے گزرتے دیکھو تو یکسانیت کا احساس ہوتا ہے۔ وہی اونچی نیچی عمارتیں، چوڑی پختہ سڑکیں، فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے مقامی اور غیر ملکی باشندے۔ یہی سب کچھ تمام بڑے شہروں میں ہوتا ہے۔ جو چیز ایک شہر کو دوسرے شہر سے مختلف بناتی ہے وہ ہے وہاں کی تہذیب۔ بنکاک کی عورتوں، مردوں کے ملبوسات، ان کا رہن سہن، ان کے چلنے اور بولنے کا انداز اور ان کا رویہ یہی سب کچھ کسی دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ میں اس شہر کو گزرتی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا اور سوچتا رہا۔ پھر سوچتے سوچتے گو گو کلب کی عمارت کے سامنے پہنچ گیا۔ کار پارکنگ ایریا کے سامنے پہنچ کر رُک گئی تھی۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ دو گھنٹے تک خیال خوانی سے باز رہوں گا لیکن ہوٹل ریڈ روز کے خاص ملازم سے ریزرویشن کے متعلق معلوم کرنا تھا۔ یہ مجبوری تھی اس لیے میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: "ریزرویشن کا کیا ہوا؟"

"او کے۔ سر! ڈی ایف کی میز کے سامنے والی میز آپ کے لیے مخصوص ہو چکی ہے۔ وہاں پھولوں کے درمیان آپ کے نام کا کارڈ لگا دیا گیا ہے۔"

میں کار سے نکل کر کلب کے بیرونی حصے کو دیکھنے لگا۔ اسی وقت ایک بہت ہی قیمتی کار میرے قریب ہی آ کر رُکی۔ ڈرائیور نے

اپنی جگہ سے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ کار کے اس اندرونی حصے سے ایک حسن کا چاند طلوع ہونے لگا۔ میں نے اسے دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ کار سے نکلتے ہی اس کی نظر بھی مجھ پر پڑی تھی لیکن اس نے فوراً ہی ایسی بے نیازی سے منہ پھیر لیا گویا میری جیسی ہزار لاکھوں آنکھیں دن رات اسے دیکھتی رہتی ہوں۔ ہزاروں فریادیں اس پر مرتے رہتے ہوں لیکن وہ کسی کی پروا نہ کرتی ہو جیسے اس نے سوچ رکھا ہو کہ اس زمین پر اس کے شایانِ شان مرد کوئی نہیں ہے اور اگر کوئی ہے تو وہ اس کے لیے آسمان سے اُتر کر آئے گا۔

وہ بڑی شانِ بے نیازی سے چلتے ہوئے کلب کے برآمدے کی طرف جا رہی تھی۔ اس کی چال میں غرور کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ایک بوڑھی عورت اس کے ساتھ ساتھ چلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایک مرد جس نے اس کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا اور یقیناً وہ اس کا سیکریٹری ہوگا۔ وہ اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ میں تیزی سے چلتا ہوا اس دوشیزہ کے قریب پہنچ گیا۔ وہ ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ ناگواری سے استفہامیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ اس کا سیکریٹری فوراً ہی آگے بڑھ کر ہمارے درمیان آ گیا۔ میرے سامنے سینہ تان کر بولا: "اے مسٹر! کون ہو؟ میڈم کے قریب آنے کا مقصد کیا ہے؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "قریب آنے والے دوست ہوتے ہیں اور اگر دوست نہیں ہوتے تو وہ قریب آ کر دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

اس شخص نے کہا: "پلیز! آپ اپنی کھال میں رہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "میری کھال فلیکس ایبل ہے۔ میں جب چاہوں باہر نکل آتا ہوں۔"

بوڑھی عورت نے اس حسینہ سے کہا: "کم آن ڈارلنگ ٹونی اس سے نمٹ لے گا۔"

وہ دونوں آگے بڑھ گئیں۔ ٹونی میرے سامنے پینترا بدل کر تیار ہو گیا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا: "میں لڑنے جھگڑنے والا آدمی نہیں ہوں۔ یہ دیکھو، اپنا راستہ بدل رہا ہوں۔"

میں نے راستہ بدل دیا لیکن اس بڑھیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ حسینہ کلب کے برآمدے میں پہنچتے ہوئے سرگوشی میں بول رہی تھی۔ "آنٹی! کہیں یہ انٹرپول کا کوئی آدمی تو نہیں ہے۔ بڑی تیزی سے آگے بڑھا تھا۔"

بوڑھی آنٹی کے ذریعے اس حسینہ کی یہ بات سنتے ہی میری کھوپڑی روشن ہو گئی۔ میں نے فوراً ہی تصدیق کے لیے لیڈی آپر کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا اور جب وہاں پہنچا تو اسی عورت کے دماغ میں تھا جو برآمدے میں بوڑھی آنٹی کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ ٹونی قریب پہنچ کر کہہ رہا تھا: "بس آنکھیں دکھاتے ہی ڈر گیا، دوسری طرف چلا گیا۔"

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ لیڈی آپر ڈی ایف کے رُوپ میں ملے گی۔ کمبخت کا وہ رُوپ بھی پُرکشش تھا اور یہ رُوپ بھی مقناطیسی تھا۔ وہ کہہ رہی تھی: "ٹونی! تم بہت جلد خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ وہ راستہ بدل کر گیا ہے لیکن اُدھر برآمدے میں کھڑا ہماری طرف دیکھ رہا ہے۔"

"مادام! کوئی شخص دور سے کھڑا ہو کر دیکھے تو ہم اعتراض نہیں کر سکتے میں یقین سے کہتا ہوں، اس کا تعلق ہمارے دشمنوں سے نہیں ہے۔ میں نے اسے کئی ماہ پہلے دیکھا تھا۔ یہ مسلمان ہے۔ پاکستان سے آیا ہے۔ نام مجھے یاد نہیں آ رہا ہے اور ہماری معلومات کے مطابق پاکستان میں انٹرپول کا کوئی قابلِ ذکر دفتر نہیں ہے۔"

"دفتر نہیں ہے لیکن عزت علی اوّل درجے کا ہیرو پیدا ہے۔ کیا ہم سوچ سکتے تھے کہ زنگون جانے والے عزت علی کو ہم ہلاک کر دیں گے تو اس کے بعد بھی ایک عزت علی یہاں ہمارے سر پر مسلط ہو جائے گا؟"

وہ باتیں کرتے ہوئے کلب کے اندر چلے گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے اسی طرف جانے لگا۔ میں نے ان سے کافی فاصلہ رکھا تھا۔ اب قریب جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ڈانسنگ ہال میں اپنی میز کے قریب جا کر بولی: "آس پاس کی میزوں کا خیال رکھو۔ کوئی جاسوس ہمارے قریب نہ ہو۔"

ٹونی نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ سامنے ہی میز پر گلدان کے خوب صورت پھولوں پر میرے نام کا کارڈ نظر آیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی چونک کر بولا: "ہاں مادام! یاد آیا۔ اس نوجوان کا نام دلربا حسین ہے۔ وہ بالکل بے ضرر ہے۔ بے ٹکر قسم کا جوان ہے۔ کمبخت کی میز ہمارے سامنے ہی ہے۔"

اس نے مجھے کمبخت کہا اور میں ان کی کمبختی بن کر اس میز کے قریب پہنچ گیا۔ مسکرا کر ڈی ایف کو دیکھا تو اس نے اوہنہ کہتے ہوئے آنٹی کی طرف مُنہ کر لیا۔ میں کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت آنٹی کہہ رہی تھی: "ڈارلنگ! تم اپنی جگہ بدل دو۔ اس کی طرف پُشت کر کے بیٹھ جاؤ۔"

وہ ناگواری سے سخت لہجے میں بولی: "کیا میں ایسے چھچھورے نوجوانوں سے ڈرتی ہوں۔ ابھی چاہوں تو چٹکی میں مسل دوں لیکن حالات سے مجبور ہوں۔ کل سے چار دیواری میں قید تھی۔ دشمنوں کے ڈر سے چھپی ہوئی تھی۔ اب تفریح کے لیے نکلی ہوں۔ کوئی نئی مصیبت مول لینا نہیں چاہتی۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ہوٹل ریڈ روز کے ملازم کے پاس پہنچا۔ پھر اس سے کہا: "گو گو کلب کے ڈانسنگ ہال کا نمبر ڈائل کرو اور فون پر ڈارلنگ فیروزہ کو بلاؤ۔ اس کے نام پیغام دو کہ مسٹر گولڈ

نے فون پر طلب کیا ہے؟"

"جب وہ فون پر آئیں گی تو میں کیا کہوں گا؟"

"تم ریسیور کو کان سے لگائے رہنا۔ جو کہنا ہوگا، میں کہوں گا۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ ایک ویٹر میرے پاس آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ میں نے کھانے سے پہلے ایک مشروب کا آرڈر دیا۔ وہ چلا گیا۔ میں ڈارلنگ فیروزہ کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ پتا چلا، وہ اپنے اصلی رنگ و روپ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کے چہرے پر ماسک میک اَپ نہیں ہے۔ اس سے پہلے جب وہ لیڈی آرپر بنی ہوئی تھی تو ماسک میک اپ میں رہا کرتی تھی۔

کلب کے ایک ملازم نے اس کے قریب آکر ادب سے کہا: "مس فیروزہ! مسٹر گولڈ آپ سے فون پر بات کرنا چاہتے ہیں۔"

مسٹر گولڈ کا نام سنتے ہی وہ یوں کھڑی ہو گئی جیسے سوئچ کا بٹن دبا دیا گیا ہو۔ گولڈ نامی کوئی شخص (جس کا پورا نام کچھ اور ہوگا) گولڈن ریکٹ کے بڑے بڑے عہدیداروں اور بڑے بڑے مجرموں کے اعصاب پر چھایا ہوا تھا۔ اس کا نام سنتے ہی وہ سب مستعد ہو جاتے تھے۔ وہ بھی اپنا غرور اور شانِ بے نیازی بھول کر فوراً ہی تیزی سے کاؤنٹر کے پاس گئی۔ پھر ریسیور اُٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا: "ہیلو... میں ڈی ایف بول رہی ہوں۔"

میں اپنی میز پر خاموش بیٹھا ہوا تھا لیکن دماغی طور پر موٹل ریڈرز کے ملازم کے دماغ میں تھا۔ وہ کان سے ریسیور لگائے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے میری سوچ کے مطابق اپنی آواز میں رُعب اور دبدبہ پیدا کرتے ہوئے کہا: "ڈارلنگ! میں مسٹر گولڈ یعنی مسٹر سونا نہیں ہیرا ہوں۔"

ڈارلنگ فیروزہ کے تیور بدل گئے۔ وہ بولی: "کیا بکواس ہے، کون ہو تم؟"

"میں جو کوئی بھی ہوں۔ اپنے سامنے والی میز پر چلی جاؤ۔ دلبر حسین سے اپنا تعارف کراؤ۔ اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔"

"یو شٹ اَپ۔" وہ یہ کہہ کر ریسیور رکھنا چاہتی تھی۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریسیور نہ رکھ سکی۔ میں نے پھر دوسری طرف سے ملازم کے ذریعے کہا: "ریسیور نہ رکھنا ورنہ موت ہزار بھیس بدل کر انسان تک پہنچتی ہے۔ میں ہر بھیس کے پیچھے موت کا چہرہ دیکھ لیتا ہوں۔ تم تو ایک عورت ہو۔ تمھارے پیچھے لیڈی آرپر کا چہرہ مجھے صاف نظر آرہا ہے۔ میں نے کہا نا۔ اپنی بھلائی چاہتی ہو تو دلبر حسین تمھارا بہترین پارٹنر ثابت ہوگا۔ دیٹس آل۔"

اُدھر ملازم نے ریسیور رکھ دیا۔ اِدھر ڈارلنگ فیروزہ ہاتھ میں ریسیور پکڑے سوچ میں پڑ گئی تھی۔ اس نے دیس سے سر گھما کر میری طرف دیکھا۔ میں انجان بنا اب اس مشروب کے گلاس سے ایک چُسکی لے رہا تھا جسے ابھی ویٹر نے میرے سامنے لاکر رکھا تھا۔ وہ چند لمحوں تک سوچنے کے بعد اسی فون پر کسی سے رابطہ قائم کر رہی تھی۔ میں انتظار کرنے لگا۔

رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے کسی کی آواز سُنائی دی۔ اس کے جواب میں ڈارلنگ فیروزہ نے کہا: "میں ایک نئے دوست کے ساتھ ہوں۔ تم میرا انتظار نہ کرنا۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں دوسری طرف بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے چند لوگوں سے کہہ رہا تھا: "ڈارلنگ نے اشاروں میں بتایا ہے کہ وہ کسی دشمن کے ساتھ رہے گی اور وہ جہاں لے جانا چاہے گا چلی جائے گی لہٰذا ہمیں فوراً اس شخص کے چاروں طرف جال پھیلا دینا چاہیے۔ دیکھنا چاہیے، وہ کون ہے، کس لیے ڈارلنگ فیروزہ اس کے ساتھ جانے کے لیے مجبور ہو گئی ہے اور وہ اسے کہاں لے جا سکتا ہے۔"

ایک نے پوچھا: "کہیں وہ انٹرپول کا آدمی تو نہیں ہے؟"

"اگر ایسا ہوتا تو ڈارلنگ کی طرف سے اشارہ ضرور موصول ہوتا۔ میں آگے ان کی بات نہ سُن سکا۔ خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا کیونکہ ڈارلنگ فیروزہ میری میز کے پاس آکر بڑے ہی مسحور کُن انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی: "کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

میں فوراً ہی اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولا: "تم پہلے ہی میرے دل میں براجمان ہو۔ اب اجازت کی ضرورت نہیں رہی۔"

وہ بیٹھ گئی۔ مسکراتے ہوئے بولی: "میں وہ عورت ہوں جو دل میں بیٹھ کر دل کے ہزار ٹکڑے کر دیتی ہے۔"

میں نے اپنی جگہ بیٹھتے ہوئے کہا: "میری بڑی خواہش ہے کہ موت آئے تو تمھاری جیسی حسین رُوپ میں آئے ورنہ کتوں کے ذریعے آتی ہے تو دور ہی دور سے بدک جاتی ہے۔"

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا: "میں تمھیں ایک مزے کا واقعہ سناؤں۔ اسی شہر میں ایک لیڈی آرپر رہا کرتی تھی۔ وہ جسے ناپسند کرتی تھی، اس پر خونخوار کتے چھوڑ دیا کرتی تھی۔ ظاہر ہے کتے اس بے چارے کا گوشت اور ہڈیاں الگ الگ کر دیتے ہوں گے لیکن اس کے کتے نے مجھے دیکھ کر معاف کر دیا۔ اس طرح ثابت ہوا کہ لیلیٰ کا کتا بھی مجنوں کا دوست ہوتا ہے۔"

وہ مجھے گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے میرے چہرے کے آر پار جھانکنا چاہتی ہو اور سمجھنا چاہتی ہو۔ کیا میں وہی شخص ہوں جس پر اس کے کتے نے حملہ کرنا چاہا تھا لیکن کسی وجہ سے سہم کر حملہ نہ کر سکا تھا۔

میں نے مسکرا کر کہا: "یوں گھورتی رہو گی تو مجھے نظر لگ جائے گی۔"

وہ اپنے خیالات سے چونک گئی۔ فوراً ہی سنبھل کر بولی: "تم کون ہو؟"

میں نے ویٹر کو بُلایا۔ پھر اس سے کہا: "ڈارلنگ! باتیں ہوتی ہی رہیں گی۔ پہلے کھانے کا آرڈر دو۔"

اس نے مینو کو دیکھتے ہوئے آرڈر نوٹ کرایا۔ جب ویٹر چلا گیا تو پھر اس نے اپنا سوال دُہرایا: "پلیز مجھے بتاؤ۔ تم کون ہو؟"

"میں وہ ہوں جسے انٹرپول کا چیف فلائنگ آفیسر عزّت علی تلاش کر رہا ہے۔ میں وہ ہوں جسے گولڈن ریکٹ کی لیڈی آرپر اور شاید ان کا باس مسٹر گولڈ بھی ڈھونڈ نکالنا چاہتا ہے۔"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے کسی نے فون پر دھمکی دی تھی اور کہا تھا، میں تم سے بات نہیں کروں گی تو میرا راز فاش کر دیا جائے گا۔ وہ لوگ ہیں جو مجھے میری مرضی کے خلاف تمھارا ساتھ دینے پر مجبور کر رہے ہیں؟"

"میرے چند مہربان ہیں۔ وہ جانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں چاند کے ٹکڑوں کے بیچ میں گھرا رہوں۔"

"اس کا مطلب ہے۔ تم مجھے کچھ بتانا نہیں چاہتے؟"

"بھلا کیا بتا سکتا ہوں۔ کہہ تو دیا، ایک بہروپیا ہوں۔ تم بھی طرح طرح کے روپ بدلنے میں اپنا جواب نہیں رکھتی ہو۔ ہم دونوں خوب ملے ہیں۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے پھر ہم دیکھیں گے کہ ہم میں سے کون کس کو کاٹ کر گزر جاتا ہے۔"

"تم باتیں نہ بناؤ۔ صاف صاف کیوں نہیں کہتے، میرے ذریعے گولڈن ریکٹ تک پہنچنا چاہتے ہو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "تمھارا باس مسٹر گولڈ اپنے پورے ریکٹ کے ساتھ میری جیب میں پڑا رہتا ہے۔ میں جب چاہوں، اسے اپنی سلاخوں کے پیچھے بھیج سکتا ہوں۔"

"تم ڈینگیں مار رہے ہو۔"

میں چپ ہو گیا۔ کیوں کہ ویٹر کھانے کی ٹرالی لے کر آگیا تھا۔ ہماری میز پر کھانے کی ڈشیں سلیقے سے رکھتا جا رہا تھا۔ اتنی دیر میں اس نے اس کے دماغ کو پڑھنا شروع کیا۔ میں نے معلوم کیا۔ وہ پہلے پہل کس طرح گولڈن ریکٹ میں آئی تھی۔ کون اسے لے کر آیا تھا۔ تب اس راہ پر لگانے والے کا نام بلیک مرمر تھا۔ وہ ان دنوں بنکاک میں تھا۔ ابھی ڈی ایف رات کا کھانا اسی کے ساتھ کھانے والی تھی پھر اس کے ساتھ کل صبح بنکاک سے جانے والی تھی۔ یہ جگہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینا چاہتی تھی لیکن میں نے موٹل کے ملازم کے ذریعے جب اس پر اسے دھمکی دی تو اس نے فوراً ہی اپنے آدمیوں کو اشاروں میں خطرے کا سگنل دے دیا۔ خطرے کا یہ سگنل بلیک مرمر تک پہنچ گیا تھا۔ اب وہ اِدھر نہیں آئے گا۔ ان کی ملاقات کل صبح ایئرپورٹ پر ہی ہو سکتی تھی یا پھر کھانے کے بعد جب میں ڈارلنگ فیروزہ کو لے کر باہر نکلتا اور اس کے آدمیوں کے ہتھے چڑھ جاتا یا ان کے ہاتھوں ہلاک ہو جاتا تو ڈارلنگ اپنے اس محسن بلیک مرمر کے ساتھ صبح روانہ ہو جاتی۔

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ زندگی میں صرف ایک ہی مرد سے متاثر ہوئی ہے اور وہ بلیک مرمر ہے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ٹوٹنی اسی بلیک مرمر کا باڈی گارڈ ہے اور وہ بوڑھی آنٹی ڈی ایف کی آیا ہے۔ بچپن سے اس کی خدمت کرتی آرہی ہے۔

ویٹر چلا گیا۔ ڈارلنگ فیروزہ نے ایک چمچ سے چکن سُوپ پینے کے بعد کہا: "کھانے کے بعد تم میرے ساتھ میرے ہی بنگلے میں چلو گے۔"

"میں اتنی بے تکلفی پسند نہیں کرتا۔ ذرا شغل کے طور پر تمھیں بُلا لیا ہے۔ بھوکوں کو کھانا کھلا کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔ کھانے کے بعد پھر اجنبی بن جاؤں گا۔"

وہ سخت لہجے میں بولی: "یہ نہیں ہو سکتا۔ کوئی لیڈی آرپر کو سمجھ لینے کے بعد اتنی آسانی سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر تم نے میرے ساتھ چلنے سے انکار کیا تو کلب کے اندر اور باہر میرے آدمی پھیلے ہوئے ہیں۔ یقین کرو۔ میرے ایک اشارے پر تمھیں گولی مار دیں گے۔"

میں نے ایک لقمہ چباتے ہوئے، اسے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ پھر کہا: "ذرا اپنے بلیک مرمر کی خبر لو۔"

اس نے چونک کر پوچھا: "تم اسے کیسے جانتے ہو؟"

"یہ نہ پوچھو کہ میں اور میرے مہربان دوست تم لوگوں کے متعلق کیا جانتے ہیں اور کیا نہیں جانتے؟ بس اتنا سمجھ لو، جب تک میں یہاں زندہ سلامت رہوں گا۔ وہاں تمھارا مرمر بھی نہیں مرے گا۔ یقین نہ ہو تو جاؤ، کاؤنٹر پر فون رکھا ہوا ہے۔ اس سے رابطہ قائم کرو۔"

وہ میری باتوں پر غور کرنے لگی۔ میں اس کی سوچ کے ذریعے بلیک مرمر کا فون نمبر معلوم کر چکا تھا۔ میں نے موٹل کے مخصوص ملازم سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اسے ہدایت دی کہ وہ اس نمبر پر ڈائل کرے۔ اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ ریسیور کان سے لگا کر سُننے لگا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ پھر ریسیور اٹھایا گیا۔ کسی نے کہا: "ہیلو۔"

میں نے اس ملازم کے ذریعے کہا: "ڈارلنگ فیروزہ! مسٹر مرمر سے بات کرنا چاہتی ہیں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "ڈارلنگ کو ریسیور دو۔"

میں اتنی دیر میں بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ معلوم کیا تو وہی بلیک مرمر تھا۔ میں نے پھر اس ملازم کے ذریعے کہا۔ "سوری مسٹر مرمر! میں صرف یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ریسیور کس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر یہ تم ہی ہو تو اتنا یاد رکھو، جب تک گوگو کلب میں

دلبر حسین زندہ ہے۔ تم بھی زندہ رہو گے۔ اسے کوئی نقصان پہنچا تو تم اس قابل نہیں رہو گے کہ تمھیں کوئی اور نقصان پہنچ سکے۔ یقین نہ ہو تو اپنی جگہ سے فرار ہو کر دیکھ لو۔ ہمارے آدمی موت کی طرح پیچھا کرنا جانتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی میں نے ملازم کے ذریعے ریسیور رکھوا دیا۔ بلیک مرمر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھتا رہا۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ کر چیخ رہا تھا۔ پھر اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "اس کمبخت عورت میں اتنی کشش ہے کہ دیوانگی میں ہوش نہیں رہتا۔ جو کہتی ہے میں وہی کرتا چلا جاتا ہوں۔ آج اس کی وجہ سے انجانے دشمن مجھے گھیر رہے ہیں۔ اتنا تو یقین ہے کہ یہ ٹرپل والے نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو ڈراما بازی نہ کرتے۔ ابھی آدھ گھنٹہ پہلے معلوم ہوا تھا، کسی نے ڈارلنگ فیروزہ کو فون پر دھمکی دی اور اسے لیڈی آپر کہا۔ جب دھمکی دینے والا اسے لیڈی آپر کی حیثیت سے جانتا ہے تو وہ اب تک اسے گرفتار کرا چکا ہوتا اور اگر وہ فون کے ذریعے مجھ تک پہنچ گیا ہے تو میرا بھی انجام بُرا ہوتا لیکن اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی ہے۔ ہمیں اب تک قانون سے بچائے رکھا ہے لیکن یہ ہے کون؟ مجھے دلبر حسین کے متعلق فوراً ہی معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔"

یہ سوچتے ہی وہ گوگو کلب کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد کلب کے ایک ملازم نے آگر اطلاع دی: "مسٹر دلبر حسین! آپ کا فون ہے۔ مسٹر بلیک مرمر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے اپنا کھانا جاری رکھتے ہوئے کہا: "میں کھانے کے دوران اپنی جگہ سے اٹھنا پسند نہیں کرتا۔ فون یہاں تک آجائے تو میں گفت گو کر لوں گا۔"

ڈارلنگ فیروزہ نے جلدی سے پرس میں سے دو ڈالر نکالے۔ پھر ملازم کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا: "جاؤ فون یہاں لے آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ ڈی ایف نے مجھ سے کہا: "بلیک مرمر بہت ہی سنجیدہ، ذہین اور معاملہ فہم ہے، تم اس سے گفتگو کرو۔ یقیناً ہمارے درمیان دوستی کی راہیں ہموار ہو جائیں گی۔"

میں اس کی باتیں سن رہا تھا لیکن دماغی طور پر باس ناتھن کو بلیک مرمر کی رہائش گاہ کا پتا بتا رہا تھا اور کہہ رہا تھا: "ابھی اپنے چند مسلح جوانوں کو اس رہائش گاہ کے چاروں طرف پھیل جانے کے لیے کہہ دو اور ان میں سے ایک کی آواز مجھے سُنا دو۔"

باس جے آر جے ناتھن کے سامنے اس کا ایک مسلح محافظ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اس کی آواز سُنا دی پھر مجھ سے کہا: "آپ نے جس رہائش گاہ کا پتا بتایا ہے وہ ہم سے زیادہ دُور نہیں ہے۔ میرے آدمی صرف پانچ منٹ میں وہاں پہنچ جائیں گے۔"

میری خیال خوانی کے دوران کلب کا ملازم ٹیلیفون اُٹھا کر ہماری میز پر لے آیا تھا۔ میں نے اس کا ریسیور لے لیا لیکن دوسرے ہاتھ سے کھانے میں مصروف رہا جیسے کھانا میرے لیے ضروری ہو۔ ڈی ایف بے چینی سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا: "پلیز! پہلے فون پر باتیں کر لو۔"

میں نے کہا: "ذرا ٹھہرو۔ کھانا ختم کر لوں۔ اس کے بعد باتیں کروں گا۔"

اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہوئے۔ پھر وہ جلدی سے سنبھل گئی۔ فوراً مسکراتے ہوئے بولی: "کھانا کہیں بھاگا تو نہیں جا رہا ہے۔ پہلے انتظار کرنے والوں سے گفتگو کرنا چاہیے۔"

میں نے کہا: "انتظار کرنے والوں کو بھی خیال رکھنا چاہیے کہ یہ کسی کے کھانے کا وقت ہے۔"

وہ چپ ہو گئی۔ دراصل میں باس ناتھن کے کہنے کے مطابق پانچ منٹ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتا تھا تاکہ اس کے آدمی بلیک مرمر کی رہائش گاہ کے اطراف پھیل جائیں۔ آخر میں نے ریسیور کان سے لگا کر کہا: "ہیلو، کسی کے کھانے یا سونے کے دوران فون کے ذریعے ڈسٹرب کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ پھر بھی میں بات کر رہا ہوں۔ کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"مسٹر دلبر حسین! میں تم سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری، میں تنہائی میں صرف ایسراؤں سے باتیں کرتا ہوں۔"

"مذاق میں نہ ٹالو۔ یہ ڈرامائی انداز بالکل بچکانہ ہے۔ آخر تم دھمکیاں کیوں دے رہے ہو؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "کیا میں دھمکیاں دے رہا ہوں۔ تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تو ایک معمولی سا آلہ کار ہوں۔ چونکہ خوبرو ہوں، اسمارٹ ہوں اس لیے میرے باس نے مجھے آلہ کار بنا رکھا ہے۔ تم خود سمجھ سکتے ہو۔ میں یہاں کلب کے ڈانسنگ ہال میں تمھاری ڈارلنگ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور دوسری طرف کوئی تمھاری ڈارلنگ کو دھمکیاں دے رہا ہے اور شاید وہی تم سے بھی کچھ کہہ چکا ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو تم مجھ سے فون پر رابطہ قائم نہ کرتے۔"

"یہ بات میں سمجھ رہا ہوں کہ تمھارے علاوہ کوئی خاص آدمی ہے جو تمھارے پیچھے چھپا ہوا ہے۔"

"ہاں جو میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، وہی اصل ہے اور وہ کبھی کوئی ڈرامے بازی نہیں کرتا۔ اس کی ہر چال کے پیچھے کوئی مقصد ہوتا ہے۔"

"مسٹر دلبر حسین! کیا یہ بچکانہ دھمکی نہیں ہے کہ میں اپنے گھر کی چار دیواری میں محفوظ ہوں۔ تمام دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند ہیں۔ پھر مجھے کون گولی مار سکتا ہے؟"

میں نے کہا: "بلیک مرمر! صرف دس سیکنڈ انتظار کر لو۔ دس سیکنڈ کے اندر ابھی تمھیں گولی چلنے کی آواز سُنائی دے گی لیکن فی الحال وہ گولی تمھارے جسم میں پیوست نہیں ہو گی۔"

یہ کہتے ہی میں باس ناتھن کے اس آدمی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی جیب سے ریوالور نکالا۔ پھر ایک ہوائی فائر کر دیا.... دوسرے ہی لمحے میں نے ٹیلیفون کے ذریعے پوچھا: "کیا تمھیں فائر کی آواز سُنائی دی؟"

اب وہ کچھ پریشان تھا۔ اس نے کہا: "ہاں، ابھی ابھی میں نے وہ آواز سُنی ہے۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ تم وہاں گوگو کلب کے ڈانسنگ ہال میں بیٹھے ہوئے مجھ سے باتیں کر رہے ہو پھر تمھیں کیسے پتا چلا کہ دس سیکنڈ کے اندر یہاں کوئی فائرنگ کرے گا؟"

"ہمارے درمیان تمام پلاننگ مکمل ہوتی ہے کہ کس وقت کون کیا کرے گا اور ہماری پلاننگ میں یہ وقت بھی شامل تھا کہ ٹھیک اس وقت ایک گولی چلائی جائے گی۔ ہوائی فائر کیا جائے گا۔ دیکھ لو کہ ہم کس طرح ایک ایک لمحے کا خیال رکھتے ہوئے اپنی پلاننگ پر عمل کرتے ہیں۔"

"میں تمھارے باس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"وہ بڑا شرمیلا ہے۔ آج تک مجھ سے نہیں ملا۔ تم سے کیا ملے گا۔"

"تم مجھے ٹال رہے ہو۔"

"مسٹر بلیک مرمر! ہم کام کی بات کریں اور کام کی بات یہ ہے کہ اپنے آدمیوں کو میرے آس پاس سے ہٹا دو۔ جو لوگ چھپے ہوئے ہیں، انھیں حکم دو کہ چلے جائیں۔ خواہ مخواہ اپنے ریوالور کی گولی ضائع نہ کریں۔ اسی میں ہم دونوں کی بھلائی ہے۔"

"میں ابھی اپنے آدمیوں کو حکم دیتا ہوں۔ وہ تمھارے نزدیک یا دور کہیں بھی نظر نہیں آئیں گے۔ تم ڈی ایف کے ساتھ میرے پاس چلے آؤ۔ ہم دوستانہ ماحول میں گفت گو کریں گے۔"

"میں نے کہا نا کہ صرف وقت گزارنے کے لیے میں ڈی ایف کے ساتھ کھانا کھا رہا ہوں۔ اس کے بعد اسے بھول جاؤں گا۔ ایک گھنٹے کے بعد یہ آرام سے تمھارے پاس پہنچ جائے گی۔"

"مسٹر دلبر! تم مجھے اُلجھا رہے ہو۔ میرے متعلق اتنی معلومات حاصل کر چکے ہو اور میں تمھارے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں کچھ تو واقفیت ہونی چاہیے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اپنے باس کا محتاج ہوں۔ وہ مجھے کسی بھی عورت سے بہت زیادہ فری ہونے نہیں دیتا۔ اس نے یہی شرط عائد کی تھی کہ میں کھانے کی حد تک ڈی ایف کے ساتھ وقت گزاروں گا۔ اس کے بعد اپنے باس کے کنٹرول میں چلا جاؤں گا۔ جو وہ کہے گا، اس پر عمل کروں گا۔"

"تو پھر اپنے باس سے ہی ایک بار گفتگو کرا دو۔"

"وہ مجھ سے رابطہ قائم کرے گا تو میں تمھاری سفارش کروں گا۔"

"وعدہ کرتے ہو؟"

"وعدہ کرتا ہوں۔ جب تمھاری ڈی ایف مجھ سے رخصت ہو جائے گی تو یقیناً باس سے میری گفتگو ہو گی۔ میں اس کے بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

"شکریہ مسٹر دلبر! اب ریسیور زرا ڈارلنگ کو دے دو۔"

میں نے ریسیور اسے دے دیا۔ وہ فون پر باتیں کرنے لگی۔ میں سر جھکا کر کھانے لگا۔ بلیک مرمر کی باتیں سننے لگا۔ وہ ڈارلنگ سے کہہ رہا تھا: "یہ شخص بہت گہرا ہے اور اس سے گہرا اس کا باس ہے۔ ڈارلنگ تم مردوں کو انگلیوں پر نچانا جانتی ہو۔ کیا اس گدھے کے بچے کو اپنے جال میں پھانس کر میرے پاس نہیں لا سکتیں؟"

اس نے کن انکھیوں سے میری طرف دیکھا۔ پھر جواب دیا۔ "اچھی بات ہے۔"

وہ اس انداز میں بول رہی تھی کہ میں ان کی گفتگو کو سمجھ نہ سکوں۔ تھوڑی دیر کے بعد رابطہ ختم ہو گیا۔ کلب کا ملازم فون لے کر چلا گیا۔ ڈی ایف نے مسکراتے ہوئے کہا: "تمھارا نام بہت ہی رومانٹک ہے مگر اس میں ذرا سی کمی ہے۔"

"کمی ہو تو تم پورا کر سکتی ہو۔ ویسے یہ گدھے کا بچہ کون ہے؟"

"گدھے کا بچہ..... وہ تو مجھ سے فون پر بات کر رہا تھا۔"

"یہ اچانک تم مجھ پر مہربان کیوں ہو گئی ہو؟"

اس نے مسکراتے ہوئے مجھے بھرپور نظروں سے دیکھا۔ واقعی وہ باکمال اداکارہ تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں میں ایسے جذبے سمو لیے تھے جیسے وہ سارے کے سارے "بے صرف میرے لیے ہوں اور وہ مجھ پر مرمٹی ہو۔ پھر اس نے کہا: "تم بہت اسمارٹ ہو۔ میں دیکھ رہی ہوں، تم یہاں بیٹھے ہی بیٹھے کس طرح دشمنوں سے محفوظ ہو گئے۔ کسی کی جرأت نہ ہو سکی کہ وہ چھپ کر تم پر گولی چلا سکتا۔ واقعی تم بہت ہی باکمال ہو۔ میں نے آج تک تمھارے جیسا جیالا کبھی نہیں دیکھا۔"

"تمھاری عمر کیا ہے اور اس سے پہلے کتنوں کو دیکھ چکی ہو؟"

وہ پہلے تو چونک گئی پھر سنبھل کر بولی: "میرا مطلب ہے کہ آج تک کسی مرد نے مجھے متاثر نہیں کیا۔ اسی لیے آج تک شادی نہیں کی۔ میں نے سوچ رکھا ہے، جو میرے دل و دماغ پر حاوی ہو گا، میں اسی کو اپنا تن من دھن سونپ دوں گی۔"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "تم جھوٹ بولتی ہو۔ بے شک تمھاری عمر زیادہ نہیں ہو گی پھر بھی تم تیس برس سے کم نہیں ہو گی۔ تم جتنی مکاریاں دکھاتی ہو، کوئی عام لڑکی سو سال میں بھی نہیں دکھا سکتی۔"

"میں نے کب دعویٰ کیا ہے کہ میں کم عمر ہوں۔"

"تم اپنا ہاتھ دکھاؤ۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ تم کیا ہو اور کیا نہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "کیا تم مجھے نادان نا سمجھ سمجھتے ہو۔ میں

جاتی ہوں، ہاتھ کی لکیروں کے ذریعے کسی کی عمر کا پتا نہیں چلتا۔"

"میں نے کب کہا ہے کہ ہاتھ کی لکیروں سے کچھ معلوم کروں گا۔ یہ تو ایک بہانہ ہے۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ فوراً ہی اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر کہا۔ "کوئی مشرقی شریف زادی کسی اجنبی سے خواہ کتنی ہی متاثر کیوں نہ ہو۔ وہ پہلی ہی ملاقات میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں نہیں دیتی۔ کیا یہ ثبوت کافی نہیں ہے کہ تم سب کچھ ہو مگر ایک شریف زادی نہیں ہو۔"

اس نے فوراً ہی اپنا ہاتھ کھینچ کر کہا۔ "تم میری توہین کر رہے ہو۔"

بڑے بڑے افسروں اور سرمایہ داروں نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے۔ جو صحیح معنوں میں مرد ہوتے ہیں وہ ہر چمکتی ہوئی چیز پر عاشق نہیں ہوتے۔ تمہاری جیسی حسین عورت کا ہاتھ ان کے ہاتھوں میں آئے تو وہ دھتکار دیتے ہیں۔"

وہ غصے سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اب میں چاہتا تھا کہ وہ چلی جائے۔ اسے اپنی توہین پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ وہ اندر ہی اندر تلملا رہی تھی۔ اس کا بس چلتا تو مجھے ابھی ختم کرا دیتی لیکن وہ دیکھ چکی تھی۔ بلیک مرمر نے بھی میری طرف سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ وہ غصے سے طنطناتے ہوئے ڈائننگ ہال سے باہر جانے لگی۔ دوسری میز پر سے ٹوٹی اور اس کی آنٹی اُٹھ کر اس کے پیچھے جانے لگے۔ اب تک کسی نے اس کے مُنہ پر اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں کی تھی۔ سبھی نے اسے سر پر چڑھا رکھا تھا۔ آج میں نے اچانک ہی اسے آئینہ دکھایا تو وہ برداشت نہ کر سکی۔ بہرحال اس کے جاتے ہی میں کھانے میں مصروف ہونے کے بہانے بلیک مرمر کے پاس پہنچ گیا۔

وہ ایک پیغام رساں کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور سوچ سوچ کر ایک ایک بٹن دباتا جاتا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنے خاص آدمیوں کو موجودہ حالات سے آگاہ کر رہا ہے۔ وہ اندیشوں میں گھرا ہوا تھا۔ سمجھ رہا تھا، شاید کل اپنے مقررہ وقت پر بنکاک چھوڑ کر نہیں جا سکے گا۔ جو لوگ اتنی سہولت سے اس کے گھر کا پتا، اس کا فون نمبر معلوم کر سکتے ہیں۔ ڈی ایف کو دیکھ کر لیڈی آرپر کا حوالہ دے سکتے ہیں۔ وہ آئندہ بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

وہ کمپیوٹر کے ذریعے اطلاع نشر کر رہا تھا۔ "جو لوگ اتنے پُراسرار ہوں۔ ہمارے متعلق بہت دور تک جانتے ہوں۔ وہ کسی بھی وقت کوئی ایسا مطالبہ کر سکتے ہیں جو ہماری توقع کے بالکل خلاف ہو۔ اس لیے میں تبت کی فلائٹ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ میں کسی دوسرے راستے سے نکلوں گا۔ آزمائش کے طور پر ڈی ایف کو اسی فلائٹ میں روانہ کروں گا۔ اس کے ساتھ جو شخص ہوگا۔ اسی کے چہرے پر میرا میک اَپ ہوگا۔ میں وہ دن کے اندر قاہرہ پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ میرے آنے تک ہماری ضروری میٹنگ منسوخ کر دی جائے۔"

میں نے اس کی مصروفیات کے دوران اس کے دماغ کے تہ خانے میں پہنچ کر اسے کُریدنا شروع کیا۔ معلوم ہوا۔ وہ میٹنگ خاص نوعیت کی تھی۔ وہاں سات عدد پُراسرار ہستیاں جمع ہونے والی تھیں۔ وہ ساتوں گولڈن مین کہلاتی تھیں۔ ان میں سے ایک گولڈن مین بلیک مرمر تھا۔ یہ ساتوں دنیا کے مقبول ترین تجربہ کار ڈاکٹر تھے۔ انھوں نے نشے کی ایک معمولی سی چیز سے لے کر سر بہ فلک پہاڑ پر برسوں کی تحقیقات کی تھیں اور اتنی وسیع معلومات حاصل کی تھیں۔ اتنی ضخیم کتابیں لکھی تھیں کہ طب کے اس شعبے میں ان کتابوں کے مطالعہ کے بغیر کوئی مکمل تحقیقات کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ ان ساتوں کے علاوہ اور بھی ڈاکٹر تھے۔ جنھوں نے بڑی عرق ریزی کے بعد مختلف زہروں کا تجزیہ کیا تھا اور یہ معلوم کیا تھا کہ کوئی بھی منشیات کا عادی ہونے کے بعد زہر کو نشے کے طور پر استعمال کرنے کے لیے کسی زہر کی کتنی مقدار یا کتنی حد برداشت کر سکتا ہے؟

اس سلسلے میں دنیا کے سیکڑوں معزز اور تجربہ کار ڈاکٹروں نے ایک بین الاقوامی اینٹی نارکوٹک سوسائٹی قائم کی تھی۔ دنیا کے تمام ممالک کی طرف سے اس سوسائٹی کی پذیرائی کی گئی تھی اور اسے زیادہ سے زیادہ مالی امداد دی جاتی تھی۔ وہ ساتوں ڈاکٹر بین الاقوامی نارکوٹک سوسائٹی کے اہم عہدے دار تھے۔

وہ ساتوں ایسی معزز ہستیاں تھیں کہ دُنیا کے ہر ملک میں انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا تھا۔ ان کی ہر جگہ عزت اور شہرت تھی۔ لوگ احترام سے ان کے نام لیا کرتے تھے کیوں کہ وہ منشیات کے خلاف جنگ کر رہے تھے۔ انسانیت کو اس زہر سے بچانے کے لیے انھوں نے برسوں تحقیقات کر کے اپنی عمریں گزار دی تھیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے دماغ میں جرائم کے کیڑے پرورش پا رہے تھے۔ تقریباً آٹھ سال پہلے نکاگو کا ایک بہت ہی معروف اور تجربہ کار ڈاکٹر والٹسن ہوانا اپنی طرح کے منفی مزاج کے ڈاکٹروں کی تلاش میں رہنے لگا۔ اس نے اس سوسائٹی کے سیکڑوں ڈاکٹروں میں سے چُن چُن کر ایسے چھ ڈاکٹروں کو اپنا ہم خیال بنایا جو دین بھی تھے اور ظُلمین بھی۔ عزت حاصل کرنا بھی چاہتے تھے اور اپنی بے پناہ عزت و شہرت کے پسِ پردہ دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دولت کمانا چاہتے تھے۔ ان چھ ڈاکٹروں کے ساتھ مل کر ڈاکٹر والٹسن ہوانا نے ایک تنظیم قائم کی۔ اس کا نام انھوں نے گولڈن بکٹ رکھا۔ اور اس گولڈن ریکٹ کے وہ ساتوں شخص سات گولڈن مین کہلانے لگے۔

کچھ عرصہ پہلے ایک مصنف نے سیون گولڈن مین کے نام سے ایک سنسنی خیز ناول لکھا۔ جس کی فلم بھی بنائی گئی۔ پھر دُنیا کے

کتنے ہی ممالک میں اس کی نقالی کی گئی۔ دراصل سات کا عدد خوش بختی کا عدد سمجھا جاتا ہے۔ پھر سونا دُنیا کی ایک ایسی اہم ترین چیز ہے جس کی بنیاد پر تمام ممالک کے سکّوں کی قیمت گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہے۔ اس طرح سات کا عدد خوش بختی کے لیے ہوتا ہے اور دولت کے گھٹانے بڑھانے کی بنیاد سونا ہوتا ہے۔ ان چیزوں کو ملا کر سیون گولڈ مین ایک ایسا پرکشش نام ہے جسے کتنے ہی لوگوں نے اختیار کیا۔ ان گولڈن ریکٹ والوں نے بھی اپنا یہی نام تجویز کیا تھا۔

میں ان سات گولڈن مین کی گولڈن ریکٹ کے ابتدائی حالات معلوم کر چکا تھا۔ اب ان کے تمام رازوں تک پہنچنا میرے لیے مشکل نہیں رہا تھا۔ میں نے سوچا تھا، کبھی فرصت ملے گی تو میں گولڈن ریکٹ والوں سے ضرور ٹکراؤں گا۔ اگر اس گولڈن ریکٹ کا ایک اہم آدمی بھی میری ٹیلی پیتھی کے مہتھے چڑھ جائے گا تو باقی لوگوں تک پہنچنا کوئی پرابلم نہیں رہے گا بلکہ میں ایک ایک کو چٹکی بجا کر بے نقاب کر دوں گا۔

لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ سیون گولڈن مین دنیا کے معروف اور تجربہ کار ڈاکٹر تھے۔ بڑی عزت اور شہرت کے مالک تھے۔ دُنیا کے کسی ملک کا قانون ٹھوس ثبوت کے بغیر ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑی نہیں ڈال سکتا تھا اور وہ ساتوں گولڈن مین اتنے نادان بھی نہیں ہوں گے کہ اپنے خلاف کہیں تحریری یا عملی ثبوت چھوڑتے ہوں۔ شاید ٹیلی پیتھی کے ذریعے میں انھیں گرفت میں لے سکتا تھا لیکن اس کے لیے رفتہ رفتہ سوچ سمجھ کر چالیں چلنے کی ضرورت تھی۔ اگر ان میں سے ایک بھی ہوشیار ہو جاتا تو وہ رہا سہا ثبوت بھی ختم کر دیتے اور ایک ہی راستہ میرے لیے چھوڑ دیتے کہ میں ان کے دماغ میں بیٹھ کر خواہ ان سے ان کے جرائم کی روداد اگلواؤں۔ ایسا کرنے کے لیے مجھے فرداً فرداً ہر ایک تیمور بننا پڑتا اور یہ نہیں اس وقت حالات کیسے ہو سکتے تھے۔ میں ایسا کر بھی سکتا تھا یا نہیں۔ لہٰذا اچھی طرح سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا تھا۔

اس وقت دو گولڈن مین کا علم ہو چکا تھا۔ پہلا گولڈن مین والٹسن ہوانا تھا۔ دوسرا بلیک مرمر تھا۔ میں نے باقی پانچ گولڈن مین کے نام، پتے اور ان کے خاص کوڈ نمبر وغیرہ بھی ذہن نشین کر لیے۔ اتنی زیادہ معلومات حاصل کرنے میں کافی وقت لگ گیا۔ کھانا بھی ختم ہو چکا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد میں نے کافی منگوائی تھی۔ وہ بھی ٹھنڈی ہو چکا تھا۔ آخر میں نے بل ادا کیا اور وہاں سے جانے کے لیے اُٹھ گیا۔ اسی وقت کلب کے ملازم نے آ کر کہا۔ "مسٹر ولبر حسین! آپ کا فون ہے۔"

میں وہاں سے کاؤنٹر کے پاس آیا پھر ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو۔" دوسری طرف سے باس جے آر جے ناتھن کی گھبرائی ہوئی سی آواز سُنائی دی۔ "جناب! غضب ہو گیا۔ مس منجالی ہمارے لیے بیحد خطرناک بن گئی ہیں۔ انھوں نے کاٹج کے ایک ملازم کو ڈس لیا ہے۔ پلیز آپ انھیں فوراً کنٹرول کریں۔"

میں نے دوسرے ہی لمحے ریسیور رکھ کر منجالی سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ اس پر جنون سوار تھا۔ وہ آگے پیچھے ڈگمگا رہی تھی جیسے بین کی آواز پر جھوم رہی ہو۔ اسے اپنے دماغ میں کہیں دور بہت دور سے بین کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچتے ہی محسوس کیا تھا کہ اس کی پیشانی سے ایک کوڑی چپکی ہوئی ہے۔

میں پریشان ہو کر تیزی سے چلتا ہوا کلب کے باہر آیا۔ پھر پارکنگ ایریا میں پہنچ کر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "فوراً کاٹج چلو۔"

کلب سے نکلنے اور کار کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھنے کے دوران میں نے کئی بار منجالی کو مخاطب کیا۔ اسے محبت کا واسطہ دیا۔ اسے اپنے آپ کو سنبھالنے کی تاکید کی لیکن وہ نہ تو میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی تھی۔ نہ میری آواز سُن رہی تھی۔ نہ ہی مجھے پہچان رہی تھی۔

اس سے پہلے جب ہم سنگاپور سے بنکاک کی طرف آ رہے تھے۔ تب بھی منجالی کے ساتھ یہی ہوا تھا لیکن اس وقت میں بجائے کی یا کالے عمل کی ابتدا تھی۔ اس لیے وہ اپنے ہوش میں بھی تھی اور دیوانگی کی حالت میں بین کی آواز پر دوڑتی جا رہی تھی۔ اس نے میری باتوں کا جواب دیا تھا۔ مجھے اپنے سے دُور رہنے کی التجا کی تھی لیکن اب اس میں شناسائی کی ہلکی سی رمق بھی نہیں تھی۔ وہ مجھے بالکل نہیں پہچان رہی تھی۔

میں نے باس ناتھن سے پوچھا۔ "اس کی یہ حالت کب سے ہوئی ہے؟"

"مجھے پانچ منٹ پہلے معلوم ہوا اور میں نے فوراً ہی آپ سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے پہلے میرے آدمی بتا رہے تھے کہ وہ کار میں بیٹھی بنکاک کی شاہراہوں سے گزر رہی تھی اور دلچسپی سے شہر کے مناظر دیکھتی جا رہی تھی۔ اچانک ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی تو ڈرائیور نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔ اسی وقت وہ پچھلا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ پھر اگلا دروازہ کھول کر اس نے ڈرائیور کو باہر کھینچ لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتا، منجالی نے اس پر پے در پے کئی کراٹے کے ہاتھ رسید کیے۔ اسے زمین پر گرا دیا۔ اس کے اُٹھنے سے پہلے وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی اور وہاں سے ڈرائیو کرتی ہوئی گاڑی کو دور لے جا رہی تھی۔ ڈرائیو کرنے کا انداز بڑا ہی جنونی تھا۔ میرے ڈرائیور کا بیان سنے کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آ سکتا تھا۔"

"کیا وہ ڈرائیو کرتے ہوئے اسی کاٹیج میں پہنچ گئی ہے، جہاں ابھی تک ہمارا قیام تھا؟"

"جی ہاں، اس کاٹیج کے آس پاس ہمارے آدمی آپ کی نگرانی پر مامور رہتے ہیں۔ انھوں نے مجھے اطلاع دی کہ کاٹیج کے ایک ملازم وکرم منجالی نے ہلاک کر دیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ وہ ملازم زہر کے ذریعے ہلاک کیا گیا ہے۔ مس منجالی نے کاٹیج میں آنے والے دو سرے آدمیوں کو للکار کر کہا تھا۔ کوئی قریب نہ آئے ورنہ وہ انھیں بھی ڈس لے گی۔ اس نے خود کو ناگن کہا تھا۔ اس کی جنونی حالت دیکھ کر ہمارے آدمیوں نے کاٹیج کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ کھڑکیاں بھی بند کر دی ہیں۔ اب وہ اندر قید ہے۔ جب تک آپ وہاں نہیں جائیں گے، دروازہ نہیں کھولا جائے گا۔"

"یہ آپ لوگوں نے اچھا کیا کہ دروازے اور کھڑکیاں بند کر دیں۔ اپنے آدمیوں کو ہدایت دیجیے، اسے کسی طرح باہر نکلنے کا موقع نہ دیں۔ اور کبھی اس کے سامنے نہ جائیں ورنہ کسی کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

میں اس بلیک میلر کے خاص اسسٹنٹ کے دماغ میں پہنچ گیا جس کا نام وکرم تھا۔ یہ سب وہی لوگ کر رہے تھے۔ وکرم کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "اس بار ہمارے باس نے بہت ہی بھیانک قسم کے کالے ایلم کے ماہر کی خدمات حاصل کی ہیں۔ وہ دیکھنے میں ہی ایسا وحشی اور درندہ لگتا ہے جیسے آدمی کے روپ میں کوئی آدم خور ہو۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اس ناگن لڑکی کو یہاں بلانا کوئی ضروری نہیں ہے۔ وہ جہاں بھی ہوگی، میں اس کے ذریعے تمھارے شکار کو پھانس لوں گا۔ کہو تو وہ تمھارے شکار کو مار ڈالے گی۔ میں ایک کوڑی پر فرہاد علی تیمور کا نام پڑھ کر پھونکوں گا۔ وہ کوڑی یہاں سے اڑتے ہوئے جائے گی اور اس لڑکی کی پیشانی سے چپک جائے گی۔ پھر وہ لڑکی فرہاد کو اپنا جانی دشمن سمجھے گی۔ اسے تلاش کر کے اسے ڈس لے گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا۔ "باس کہاں ہے؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "وہ چار گھنٹے پہلے ہی بنکاک کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ شاید وہاں پہنچ چکا ہوگا۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا۔ "یہ باس رہ رہ کر پلانگ بدلتا ہے۔ پہلے تو وہ فرہاد کو اپنی گرفت میں لے کر کسی خطرناک تنظیم کے حوالے کرنا چاہتا تھا اور ان سے بڑی سے بڑی قیمت وصول کرنا چاہتا تھا۔ اب اسے منجالی کے ذریعے ڈسوانے کا مقصد کیا ہے؟"

وکرم کی سوچ نے کہا۔ "باس نے کسی تنظیم سے سودا کر لیا ہے اور جن سے سودا کیا ہے، انھوں نے کہا ہے۔ فرہاد کو زندہ گرفتار کر کے پیش کرنے پر دس لاکھ ڈالر پیش کیے جائیں گے اور مردہ پیش کیا گیا تو بیس لاکھ ڈالر۔۔۔ اور ہمارے باس کے لیے بیس لاکھ ڈالر کچھ کم نہیں ہیں۔ شاید وہ فرہاد کی زندگی سے ڈرتا ہے اور سمجھ چکا ہے کہ اسے زندہ گرفتار کرتے کرتے خود ہی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، لہٰذا اسے مار ڈالنا بہتر سمجھا جا رہا ہے۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "وہ کالا جادوگر کیا اسی مندر میں بیٹھا کالا عمل کر رہا ہے؟"

"یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے۔ باس نے کہا ہے۔ اب ہم میں سے کوئی اس جادوگر کے قریب نہیں جائے گا اور نہ ہی کسی کو بتایا جائے گا کہ وہ کہاں بیٹھا عمل کر رہا ہے۔"

میں نے ڈرائیور سے کہا۔ "گاڑی ایسی جگہ روک دو جہاں ٹریفک پولیس کو اعتراض نہ ہو۔ جب تک میں نہ کہوں، اسے آگے نہ بڑھانا۔"

پھر میں نے باس ناتھن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "دشمنوں کی پلاننگ سے پتا چلتا ہے، وہ مجھے منجالی کے ذریعے گھیرنا چاہتے ہیں۔ انھیں معلوم ہو چکا ہے کہ منجالی اس کاٹیج میں قید کر دی گئی ہے۔ فرہاد ضرور اس کی جان بچانے کے لیے آئے گا۔ میں دشمنوں کی یہ حسرت پوری نہیں کروں گا۔ وہ مجھے دوڑا رہے ہیں۔ میں بھی انھیں دوڑاتا رہوں گا۔ آپ اپنے آدمیوں سے کہہ دیں کہ کاٹیج کا دروازہ کھول دیا جائے۔ منجالی باہر نکل کر جہاں بھی جائے، کوئی اس کا پیچھا نہ کرے۔"

میں نے دماغی طور پر اپنی کار میں حاضر ہو کر ڈرائیور سے کہا۔ "پٹرول پمپ تک چلو اور گاڑی کو فل کرا لو۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں بیچ میں کہیں پٹرول لینے کا موقع نہ ملے۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر ایک قریبی پٹرول اسٹیشن پر پہنچ کر گاڑی روک دی۔ میں منجالی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ کاٹیج کا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی منجالی تیزی سے باہر نکلی تھی۔ سب دور ہٹ گئے تھے۔ اس نے غرا کر ایک ایک کو دیکھا جیسے ان میں مجھے تلاش کر رہی ہو۔ وکرم نے درست کہا تھا۔ اس بار کسی گمنام کالے جادوگر نے جو کوڑی پڑھ کر پھینکی تھی، وہ میرے نام سے تھی۔ اس لیے منجالی مجھے تلاش کر رہی تھی۔

یہ عجیب دنیا ہے۔ یہاں ایک علم محبت کا ہوتا ہے جو انسان کو انسان کے قریب لاتا ہے۔ دوسرا علم نفرت کا یا کالے جادو کا ہوتا ہے جو انسان کو انسان کا دشمن بناتا ہے۔ یہی منجالی جو میرے دل میں دھڑکتی تھی اور ہر لمحے میرے لیے جان دینے کو تیار رہتی تھی، آج وہی میری جان لینے آ رہی تھی۔

مجھ پر نہ تو کالے جادو کا اثر تھا اور نہ ہی میں کسی مرحلے پر منجالی سے دشمنی کر سکتا تھا۔ میں نے نہایت ٹھنڈے دماغ سے سوچا۔ وہ میری تلاش میں نکل چکی ہے۔ بے تحاشہ جنونی انداز میں

بھاگتی رہے گی تو کسی حادثے کا شکار ہو جائے گی۔ لہٰذا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میں کہاں ہوں اور اسے کہاں آنا چاہیے۔

یہ سوچتے ہی میں نے اس کے دماغ میں پکارا۔ "منجالی! سنو، رک جاؤ۔ میں اپنا پتا بتا رہا ہوں۔ اگر نہیں سنو گی تو دوڑتی رہو گی، بھٹکتی رہو گی اور جنون میں اپنی جان پر کھیل جاؤ گی۔"

وہ دوڑتے دوڑتے ذرا رک گئی۔ وحشت زدہ نظروں سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ وہ ایک تنگ سی گلی میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چاروں طرف تاریکی تھی۔ میں نے کہا۔ "میری آواز سنو۔ اگر مجھ تک پہنچنا چاہتی ہو تو واپس اسی کاٹیج میں جاؤ اور وہاں سے کار میں بیٹھ کر میری طرف آؤ۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گی تو ساری عمر میری تلاش میں بھٹکتی رہو گی۔ تمھاری پیشانی پر چپکی ہوئی کوڑی بتا رہی ہے کہ تمھاری زندگی اب زیادہ باقی نہیں رہی۔ بس مجھے ڈھونڈ نکالنے تک زندہ رہو گی یا پھر میں کسی طرح اس کوڑی سے نجات دلا دوں تو تمھاری طبعی عمر واپس مل جائے گی۔ آجاؤ۔ تم نفرت سے آ رہی ہو۔ میں محبت سے بلا رہا ہوں۔"

وہ کاٹیج کی طرف واپس دوڑنے لگی۔ میں نے باس ناتھن سے کہا۔ "منجالی کاٹیج کی طرف واپس جا رہی ہے۔ اسے کوئی موٹر سائیکل دے دو تاکہ وہ میرا پیچھا کر سکے۔ اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ وہ بھی اپنی اپنی موٹر سائیکلیں سنبھال کر دریائے کوائی کے پل تک پہنچ جائیں۔ میں منجالی کو گھما پھرا کر ادھر لے آؤں گا۔ یہ دیکھنا چاہتا ہوں، دشمن ہمارا تعاقب کرتے ہیں یا نہیں؟"

"جناب! یقیناً دشمنوں نے آپ کے اطراف جال بچھایا ہے۔ آپ حکم دیں۔ ہمارے کچھ آدمی موٹر سائیکل میں منجالی کا دور ہی دور سے تعاقب کریں گے۔ کوشش یہی ہوگی کہ کسی کو شبہ نہ ہونے پائے اور اگر شبہ ہو گیا تو بھی آپ کے فائدے کی بات ہوگی۔ دشمن آپ کو تنہا اور تنہا نہیں سمجھیں گے۔ آپ کے قریب پہنچنے سے ڈرتے رہیں گے۔"

میں نے اس کے مشورے کو تسلیم کیا۔ پھر منجالی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُدھر سے باس ناتھن نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ماتحت کو حکم دے دیا تھا کہ وہ اپنی موٹر سائیکل منجالی کے حوالے کر دے۔

اس وقت تک وہ کاٹیج کے قریب پہنچ گئی تھی۔ سامنے ہی بک موٹر سائیکل کھڑی ہوئی تھی۔ منجالی نے دور دور تک نظریں دوڑا کر کار کو تلاش کیا کیوں کہ وہ کار میں ہی وہاں تک پہنچی تھی اور میں نے بھی اس کے دماغ میں کار ہی کی بات کی تھی۔ بہرحال کوئی سواری نہ پا کر اس نے موٹر سائیکل سنبھال لی پھر اس پر سوار ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا۔ "میں تمھارے آگے بہت دور چلا جا رہا ہوں۔ ابھی تمھیں نظر نہیں آؤں گا۔ لیکن پہلے یہ بتاؤ، تم مجھے ڈسنا کیوں چاہتی ہو؟"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں سن رہی تھی لیکن مجھے اپنے آقا کی حیثیت سے نہیں سمجھ رہی تھی۔ بس اسے میری تلاش تھی۔ اپنے دشمن کی تلاش تھی۔ میری آواز سنائی دے رہی تھی اس لیے وہ میری طرف چلی آ رہی تھی لیکن میں اس کے آگے نہیں تھا۔ میں نے اپنے ڈرائیور سے کہا۔ "اطمینان سے گاڑی اسٹارٹ کر کے دریائے کوائی کے پل کی طرف لے چلو۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ دریائے کوائی کا وہ پل ایک تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ دوسری جنگِ عظیم میں جاپان کو وہاں وقتی طور پر فتح حاصل ہوئی تھی۔ جاپانیوں نے تمام جنگی قیدیوں کو وہاں لا کر رکھا تھا اور ان کے ذریعے اس دریا پر ایک بہت مضبوط پل بنوایا تھا۔ ایک مشہور مصنف ٹیری باڈل نے دی برج آن دی ریور کوائی کے نام سے ایک ناول لکھا تھا بعد میں اس ناول پر ایک دلچسپ سنسنی خیز کلائمکس والی فلم بنائی گئی۔ یہ فلم اپنے وقت میں کافی شہرت حاصل کر چکی ہے۔ میں پہلی بار اس تاریخی پل کی طرف جا رہا تھا۔

میں نے منجالی کو اپنی منزل نہیں بتائی تھی۔ ابھی اسے بھٹکاتے رہنے کا خیال تھا۔ وہ اپنی موٹر سائیکل پر سوار ایک سڑک پر سے گزرتی جا رہی تھی۔ میں نے اس کے ذریعے ایک سنگ میل کو پڑھ کر اپنے ڈرائیور سے پوچھا۔ "یہ روزگارڈن کہاں ہے؟"

"یہ تقریباً پچیس میل آگے اسی راستے پر ہے اور یہ راستہ دریائے کوائی تک جاتا ہے۔"

میں نے دل میں سوچا۔ کمال ہو گیا۔ میں منجالی کو بھٹکانا چاہتا تھا لیکن وہ اتفاقاً مجھ سے پچیس میل آگے اسی طرف جا رہی تھی۔ میں نے ڈرائیور کو رفتار بڑھانے کے لیے کہا۔ اسی وقت کتنی ہی موٹر سائیکلیں میری کار کے آس پاس سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ گئیں۔ ان کی رفتار بہت تیز تھی۔ وہ سائیکل سوار یا تو میرے دشمن تھے یا باس ناتھن کے آدمی تھے جو منجالی کے تعاقب میں جا رہے تھے۔

میں نے پیچھے گھوم کر دیکھا تو کچھ اور موٹر سائیکلوں کی روشنیاں نظر آئیں۔ میں نے باس ناتھن کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "آخر آپ نے کتنے موٹر سائیکل سواروں کو روانہ کیا ہے؟"

"پچیس موٹر سائیکل سوار ہیں۔ جن میں سے پانچ منجالی سے بہت آگے نکل چکے ہیں۔ پانچ منجالی کے پیچھے ہیں۔ باقی چھ آپ کی کار کے آس پاس سے گزرتے ہوئے ابھی گئے ہیں۔ مجھے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع مل رہی ہے۔"

"میں اپنی کار کے پیچھے بھی کچھ موٹر سائیکل کی روشنیاں دیکھ رہا ہوں۔"

"یقیناً وہ بھی ہمارے ہی آدمی ہوں گے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے پیچھے آنے والے سواروں میں سے کسی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ معلوم ہوا، جو گاڑیاں میرے پیچھے تھیں وہ اپنے لوگوں کی نہیں تھیں۔ جب اپنے نہیں تھے تو یقیناً دشمن ہوں گے۔ باس ناتھن نے کہا۔ "آپ آرام سے اپنی منزل کی طرف جائیں۔ وہ دشمن ہوئے تو زیادہ دور تک آپ کا تعاقب نہیں کر سکیں گے۔"

میں نے ڈرائیور سے کہا۔ "گاڑی کی رفتار بڑھاتے جاؤ۔ جلد سے جلد اس پُل تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

وہ رفتار بڑھاتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ میرے آگے جانے والے موٹر سائیکل سوار میرے پیچھے ہو گئے پھر مجھے اپنے پیچھے بہت دور فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یقیناً باس ناتھن کے آدمی دشمنوں سے ٹکرا رہے تھے۔ میں اطمینان سے بیٹھا رہا۔ بار بار منجالی کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ اس کے دماغ میں عجب آندھی چل رہی تھی۔ یوں لگتا تھا، کوئی ایک سوچ اس کے دماغ میں ٹھہرنے نہیں پاتی ہے۔ جس طرح اس کی موٹر سائیکل خطرناک رفتار سے گزرتی جا رہی ہے اسی طرح اس کے دماغ سے تمام سوچیں بھی گزر جاتی تھیں۔ میں اسے پکارتا تھا۔ جواب میں وہی خاموشی رہتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے پکارنے والا دور میلوں دور رہ گیا ہو اور وہ موٹر سائیکل پر میلوں دور آگے نکل گئی ہو۔ جو کوڑی اس کی پیشانی سے چپکی ہوئی تھی۔ انگارے کی طرح دہک رہی تھی اور اس کے دماغ کو جہنم بنا رہی تھی۔

ہمارا سفر جاری رہا۔ اس دوران میں نے کئی بار دکرم کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے ذریعے اس کے باس تک پہنچنے کی کوششیں کیں لیکن ناکام رہا۔ اس کا باس بہت ہی چالاک اور محتاط تھا۔ اس نے اپنے خاص اسسٹنٹ کو بھی یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کس وقت کہاں پایا جا سکتا ہے۔ کبھی ضرورت کے وقت اتنا معلوم ہو جاتا تھا، فلاں فون نمبر پر رابطہ قائم کرنے سے گفتگو ہو سکتی ہے لیکن اس بار اس نے فون نمبر بھی نہیں دیا تھا۔ شاید وہ منجالی کے ذریعے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ میں نے تھک ہار کر سوچا، اچھا ہے وہ خود ہی مجھ تک پہنچے۔ جس نے منجالی کو اس حال تک پہنچایا تھا وہ میرے ہاتھ سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔

آخر میں دریائے کوائی کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت تک چاند نکل آیا تھا۔ چاندنی میں وہ پُل دور تک نظر آ رہا تھا۔ میری کار سڑک کے کنارے رک گئی تھی۔ میں پچھلی سیٹ سے نکل کر آگے بڑھنے لگا۔ ایک موٹر سائیکل سوار نے قریب آ کر کہا۔ "جناب! وہ آگے جا رہی تھیں لیکن ہمارے آدمیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ ان پر جنون سوار ہے وہ آگے بڑھنا چاہتی ہیں۔ راستہ روکنے والوں سے ٹکرا جاتی ہیں۔ عجب منظر ہے۔ روکنے والے ان سے سختی نہیں کر سکتے۔ انہیں ہلاک نہیں کر سکتے۔ لیکن وہ کسی کو بھی ہلاک کر سکتی ہیں وہ اپنے آپ میں نہیں ہیں۔"

میں تیزی سے دوڑتے ہوئے اُدھر جانے لگا۔ پتا نہیں وہ کالا عمل کرنے والا کون تھا؟ پہلے عامل کی طرح وہ صرف مین نہیں بجا رہا ہوگا۔ اگر بجاتا رہتا تو اب تک تھک کر بیٹھ جاتا۔ منجالی اس کے سحر سے تھوڑی دیر کے لیے آزاد ہو جاتی ہیں ایسے میں اسے اپنے قابو میں کر لیا لیکن وہ مسلسل جنون میں مبتلا تھی۔

میں ریلوے لائن پر پہنچ کر رک گیا۔ منجالی دور پُل کی طرف لائن کے درمیان کھڑی ہوئی تھی اور باس ناتھن کے آدمی اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ کہیں سے نکل کر بھاگنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ انھوں نے دو طرف سے رسیوں کے پھندے اس پر ڈال رکھے تھے۔ وہ ایک طرف دوڑتے ہوئے پھندہ ڈالنے والے پر جھپٹنا چاہتی تھی تو دوسری طرف پھندے کی رسّی پکڑنے والے اسے اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔

میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ چاندنی میں ہم ایک دوسرے کو صاف طور سے دیکھ سکتے تھے۔ منجالی نے مجھے دیکھا۔ میرا خیال تھا وہ مجھے دیکھتے ہی جھپٹ پڑے گی کیونکہ ساری دیوانگی، سارا جنون میرے لیے ہی تھا لیکن اس نے مجھے نظر انداز کر دیا۔ اپنے آپ کو پھندے چھڑانے کے لیے پھر جدوجہد میں مصروف ہو گئی۔ میں نے بلند آواز سے کہا۔ "اس کے پھندے کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

میری آواز سنتے ہی وہ کسی زخمی ناگن کی طرح پھنکاری جانور میں اس کے سفید نوکیلے دانت دکھائی دے رہے تھے۔ وہ دانتوں کو یوں کچکچا رہی تھی جیسے مجھے کچا چبا جائے گی۔ آواز سنتے ہی وہ میری طرف دوڑنا چاہتی تھی لیکن آگے نہ بڑھ سکی۔ پھندہ ڈالنے والوں نے اسے دو طرف سے اپنی اپنی طرف کھینچ رکھا تھا۔ تب میری سمجھ میں آیا اس وقت میں دلبر حسین کے میک اپ میں تھا۔ اس لیے وہ مجھے دیکھ کر پہچان نہیں سکی تھی۔ آواز سنتے ہی سمجھ گئی تھی کہ شکار میرے ہاتھ سے نکل رہا ہے۔ وہ مجھ پر جھپٹنے کے لیے بار بار آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "منجالی! ہوش میں آؤ، یہ تمھیں کیا ہو گیا؟"

اس نے پھنکارنے کے انداز میں سانس چھوڑی جیسے انسان کی طرح بولنا نہ جانتی ہو۔ فرہاد کی زبان نہیں سمجھتی ہو۔ خود ایک عورت نہ ہو صرف ناگن ہو۔ زہریلی ناگن جو ڈسنا جانتی ہے۔ زندگی لینا جانتی ہے۔ زندگی دینا نہیں جانتی۔ میں نے باس ناتھن کے آدمیوں سے کہا۔ "بڑی احتیاط سے اس کے دونوں ہاتھوں کو پشت پر باندھ دو۔ رکھو یہ اپنے دانتوں اور ناخنوں کو استعمال نہ کر سکے ورنہ تم میں سے کوئی زندہ نہیں بچ سکے گا۔"

وہ پھندے کی رسّی کو پکڑ کر کھینچتے ہوئے اس کے قریب پہنچے

کچھ لوگ اس کے پیچھے سے آ رہے تھے۔ وہ اِدھر اُدھر پلٹ رہی تھی۔ آنے والے دور ہو جاتے تھے۔ سب کو اپنی اپنی جان کی فکر تھی۔ مرنا نہیں چاہتا تھا۔ بھلا کوئی خواہ مخواہ کیوں مرنا چاہے۔ وہ محتاط پیروں کی طرح اسے بے بس کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہی ایک شخص کی چیخ سنائی دی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا اور ریلوے کے کنارے گر کر تڑپنے لگا۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر دیکھا گریبان پھٹا ہوا تھا اور اس کے سینے پر منجالی کے ناخنوں سے پڑ گئی تھیں۔

اسے جان کنی کی حالت میں دیکھ کر اس کے تمام ساتھی اس طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کی توجہ ایک ذرا سی ہٹ گئی تھی۔ اس منجالی نے فائدہ اٹھایا۔ اپنے دونوں طرف کی رسیوں کو کھینچ کر ان دور بھاگتی چلی گئی۔ وہ بھاگنے کے دوران رسّیوں کو اپنی طرف تی جا رہی تھی تاکہ کوئی دوبارہ رسّیوں تک نہ پہنچ سکے۔ کچھ دور اس نے اپنے آپ کو پھندے سے چھڑایا۔ پھر رسّیوں کو سمیٹ ری قوت سے دریا کی طرف پھینک دیا۔ اب وہ پوری طرح تھی۔

اس نے اب تک دو آدمیوں کو اپنے زہر سے ہلاک کیا تھا۔ ل ہی باس ناتھن کے وفادار اور ہمارے خدمت گزار تھے۔ کے قریب جانے والا کوئی تیسرا بھی ہلاک ہو سکتا تھا اور وہ میں ہو سکتا تھا۔ انسان کا دماغ اپنے بس میں نہ ہو تو پھر وہ انسان ہتا۔ درندہ بن جاتا ہے۔ منجالی کی زہریلی فطرت صرف دشمنی رہی تھی اور میں اسے چاہنے کے باوجود دل و جان اس پر نثار کے باوجود اس سے نہ تو ہمدردی کر سکتا تھا اور نہ اسے بے چارگی اعانت کر سکتا تھا۔

میں نے اسے قابو میں کرنے کے تمام راستے ڈھونڈ لیے کوئی نہ ملا۔ اگر وہ کالا عامل میری مٹھی میں آ جاتا تو یہ قصہ ہی ختم ہو جاتا اسے پھر کسی کو نقصان نہ پہنچتا لیکن یہی راستہ رہ گیا تھا کہ اسے طرح سے بے بس کر کے کسی پنجرے میں ڈال کر لے جایا جائے اسے ختم کر دیا جائے۔

اسے ہلاک کرنے کے تصور سے میں لرز گیا۔ میں اپنی محبت کا ہاتھوں سے کیسے گھونٹ سکتا تھا۔ بے شک لوگ اپنی محبت اندر کچل ڈالتے ہیں۔ مار ڈالتے ہیں لیکن جو سراپا محبت سامنے ہے۔ اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا کبھی نہیں گھونٹتے اور آج میرے پر مرحلہ آ گیا تھا۔

وہ ریلوے پُل کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ جب اس نے چاروں طرف سے لوگ مجھ اسے گھیرنے آ رہے ہیں تو وہ دوڑتے ریلوے لائن کے درمیان پُل پر سے گزرنے لگی۔ وہ صرف ریل گاڑی کے گزرنے کا راستہ تھا۔ وہاں سے راہ گیروں کے لیے گزرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ البتہ جب ٹرین کے گزرنے کا وقت نہ ہوتا تو ریلوے لائن کے درمیان چوڑے تختے بچھا دیے گئے تھے جن پر سے لوگ گزر سکتے تھے۔ اگر ایسے میں کوئی ریل گاڑی آ جاتی تو گزرنے والا ریلوے لائن کے کنارے اسکیپ پلیٹ فارم پر پہنچ کر گاڑی کے گزرنے تک انتظار کرتا تھا۔ مگر وہ اسکیپ پلیٹ فارم چھوٹا سا تھا۔ وہاں بیک وقت ایک ہی آدمی کھڑا ہو سکتا تھا۔ میں نے باس ناتھن کے آدمیوں سے کہا۔ "کوئی اس کی طرف نہ جائے۔ اگر وہ آگے بڑھ کر حملہ کرے گی تو سب لوگوں کو بیک وقت پیچھے پلٹ کر بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔"

آگے بڑھنے والے رک گئے۔ ریلوے لائن کے آس پاس گہرائی تھی اور اس گہرائی میں دریا بہہ رہا تھا۔ پتا نہیں وہ کتنا گہرا ہو گا۔ وہ سب پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "منجالی! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہو۔ اب تم منجالی نہیں رہیں ایک زہریلی ناگن بن گئی ہو۔ میری باتوں کا۔ میری محبت کا میری نصیحت کا تم پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ تم انسانی حدود سے آگے نکل چکی ہو میں آخری بار کوشش کر کے دیکھتا ہوں کہ کس حد تک تمھیں انسانیت کی طرف واپس لا سکتا ہوں۔ نہ لا سکا تو یہ میری زندگی کا بہت بڑا المیہ ہو گا۔"

میں بولتے ہوئے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ پیچھے ہٹتی جا رہی

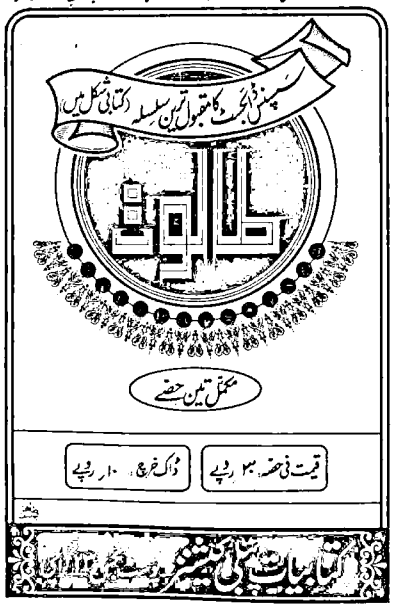

تھی۔ جیسے کہ مجھے اس آہنی پُل کے درمیان لاکر مجھ پر حملہ کرنا چاہتی ہو تاکہ میں پلٹ کر زیادہ دور بھاگ نہ سکوں۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ اس نے اچانک ہی دوڑتے ہوئے، چیختے ہوئے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں اس کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ پوری توجہ اس کے دونوں ہاتھوں کی طرف تھی۔ جیسے ہی وہ مجھ پر آئی۔ میں پیچھے کی طرف لڑکھڑاتے ہوئے اس کی دونوں کلائیوں کو تھام کر گر پڑا۔ اس کا چہرہ میرے بالکل سامنے تھا۔ وہ میرے جسم کے کسی بھی حصّے پر اپنے دانت مار سکتی تھی۔ اس سے پہلے ہی میں نے اسے گھٹنوں پر رکھ کر دوسری طرف اچھال دیا۔ وہ الٹ کر میرے سر کی طرف گئی اور چاروں شانے چت ہوگئی۔

ہم دونوں ریلوے لائن کے درمیان لکڑی کے تختوں پر چاروں شانے چت پڑے ہوئے تھے۔ دونوں کے سر ایک دوسرے کے قریب تھے۔ زندگی اور موت کے درمیان کشمکش ہو تو ایک ساعت کی تاخیر بھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ میں اسے دوسری طرف گراتے ہی ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوا تھا لیکن وہ بھی کسی سے کم نہیں تھی۔ بلا کی غضب ناک فائٹر تھی۔ اچھل کر اسی لمحے کھڑی ہوگئی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا اس نے ایک فلائنگ کِک میرے سینے پر ماری۔ میں لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔ یہ وہی سینہ تھا جہاں آج اس نے محبت بھری دھڑکنوں کی جگہ ٹھوکر ماری تھی۔ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ میں اس کی ٹھوکر سے لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا تھا۔ اب ایسا تو نہیں تھا کہ ایک لڑکی کی ٹھوکر سے گر پڑتا۔ مجھے سنبھلنے میں دیر نہ لگی۔ وہ دوسری بار فلائنگ کِک مارنا چاہتی تھی۔ میں نے یکبارگی سوچ کی لہروں کے ذریعے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ وہ اچھلتے ہی چاروں شانے چت ہوگئی۔ میں اس سے ہاتھا پائی کر سکتا تھا۔ میرے سامنے وہ کچھ نہیں تھی۔ لیکن اس سلسلے میں دو باتیں تھیں۔ میں ایک کم عمر لڑکی سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ میری مردانگی کے خلاف بات ہوتی اور اگر لڑائی جاری رہتی تو اس دوران ہم میں سے کوئی بھی لائن کے کنارے دریا کی گہرائی میں گر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے حالات کو سمجھتے ہوئے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا۔

اگرچہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی تھی لیکن اس وقت اس کی پیشانی سے چپکی ہوئی کوڑی نے اور کالے عمل نے اس کے دماغ کو جنون میں مبتلا کر دیا تھا۔ جنون میں مبتلا رہنے والے بڑھ بڑھ کر حملے تو کر سکتے ہیں لیکن اپنے بچاؤ کی تدبیر نہیں کر سکتے اور میں اسے بچانا بھی چاہتا تھا۔

اس بار وہ گرنے کے فوراً بعد ہی نہ اٹھ سکی۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ مجھے اس پر بڑا ترس آ رہا تھا۔ مگر میں کیا کرتا؟ وہ کالے عمل میں گھری ہوئی تھی۔ کوڑی اس کی پیشانی پر انگارے کی طرح دہک رہی تھی۔ اس کے دماغ کو پہلے ہی نقصان پہنچا رہی تھی۔ دوسرے میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا تھا اس لیے میں وہ بڑی شکل سے ایک ہاتھ کہنی سے ٹیکتے ہوئے اٹھ رہی تھی۔ میں نے کہا "اب تمہارا دماغ قدرے کمزور ہو گیا ہے۔ تم میری باتیں سن سکتی ہو۔ سمجھ سکتی ہو۔ نہیں سمجھنا چاہو گی تو میں تمہارے دماغ کو بہت زیادہ کمزور بنا دوں گا۔ اس کے بعد تم میں حملہ کرنے کی سکت نہیں رہے گی۔"

اس نے سر گھما کر مجھے غرّاتے ہوئے دیکھا۔ اُف اس کی آنکھیں ایسی غضب ناک تھیں جیسے دو سنسناتی ہوئی گولیاں میرے سینے میں اتر رہی ہوں۔ اچانک وہ میرے سامنے دوزانو ہو گئی۔ جیسے ناگن نے ڈسنے سے پہلے کنڈلی ماری ہو اب وہ آگے پیچھے یوں جھوم رہی تھی جیسے جھومتے جھومتے آگے کی طرف بڑھ کر مجھے ڈس لے گی۔ اسی وقت میں نے ایک زور کا گھونسہ اس کی پیشانی سے چپکی ہوئی کوڑی پر رسید کیا۔ گھونسہ رسید کرنے کا انداز۔ یوں تھا کہ میرا ہاتھ اس کی پیشانی کی سطح پر سے گزرتے ہوئے کوڑی پر اس طرح لگے کہ وہ کوڑی پیشانی پر اور زیادہ دھنسنے کے بجائے وہاں سے اکھڑ جائے۔

یقیناً وہ ذرا سی اکھڑ گئی۔ تاہم وہ ایک طرف سے چپکی ہوئی تھی۔ جس طرف سے نکل گئی تھی وہاں سے پیشانی کی جلد اور ذرا سے گوشت کے حصّے کو لے کر اکھڑی تھی۔ اس جگہ سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ خون پیشانی پر سے اترتا ہوا، دونوں آنکھوں کے درمیان سے ہوتا ہوا، ناک کے ایک طرف سے ہو کر رخسار پر ڈھلکتا ہوا ہونٹوں کے گوشے تک پہنچ رہا تھا۔ میں اس کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ گیا۔ بے چاری مظلوم تھی۔ لیکن میں اُس پر یہ ظلم مجبوراً کر رہا تھا۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ اب بھی آگے پیچھے جھوم رہی تھی۔ اب اس کی سوچ پکار رہی تھی "آقا! میرے آقا! میں جا رہی ہوں۔ میرے آقا! مجھے معاف کر دیجیے۔"

میں نے تڑپ کر کہا "نہیں منجالی! ایسا نہ کہو۔ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتیں۔"

"میرے آقا! دوسری بار میں نے آپ کو جانی نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ اگر میں زندہ رہی تو پتا نہیں پھر کب آپ کی جان کی دشمن بن جاؤں گی۔ دشمنوں نے میری یہ کمزوری پکڑ لی ہے۔ یہ آئندہ بھی مجھ کو آپ کے خلاف استعمال کر سکتے ہیں۔"

اس کی پیشانی سے کوڑی ذرا سی چپکی رہ گئی تھی۔ وہ بھی اچانک گر پڑی۔ اس کے گرتے ہی منجالی کو اُبکائی سی آئی۔ پھر اس نے خون کی قے کر دی۔ بعد میں پتا چلا کہ کالے عمل کا توڑ اس طریقے سے نہ ہو تو معمول اسی طرح خون کی قے کرتے کرتے مر جاتا ہے۔ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ میں آگے بڑھ کر اسے تھپکتے ہوئے کہنے لگا "منجالی! اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ میں ابھی تمہیں طبی امداد پہنچاتا ہوں۔"

میں فوراً ہی اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر لائن کے درمیان لکڑی کے تختے پر دوڑنے لگا۔ پاس ناتھن کے آدمیوں سے چیخ چیخ کر کہنے لگا "کسی قریبی ڈاکٹر کو فوراً بلاؤ۔ مجھے بتاؤ۔ فوری طبی امداد کہاں مل سکتی ہے؟"

میں چیختے ہوئے، دوڑتے ہوئے پُل کی حد سے نکل آیا۔ ریلوے لائن کے کنارے پہنچا۔ پاس ناتھن کے آدمیوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ایک نے کہا "ایک بستی یہاں قریب ہے وہاں کوئی ڈاکٹر ضرور ملے گا۔"

میں اسے اٹھائے ہوئے۔ دوڑتے ہوئے اپنی کار کی طرف جانے لگا۔ لیکن کار تک پہنچنے سے پہلے ہی رک گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے منجالی نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا ہے۔ میں نے رک کر دیکھا۔ چاند کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں اُدھ کھلی تھیں۔ اسی طرح اُدھ کھلی رہ گئی تھیں۔ جیسے وہ مجھے دیکھ رہی تھیں اور مردہ آنکھوں سے پکار رہی تھیں "میرے آقا! میرے آقا!"

میرے گھٹنے کانپنے لگے۔ میں آہستہ آہستہ اسے بازوؤں میں اٹھائے ہوئے سڑک پر دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ میری سوچ کی لہریں اب اس کے دماغ کو کبھی تلاش نہیں کر سکتی تھیں میرے سینے کے اندر جانے کتنی آہیں بھر گئی تھیں اور وہ آہیں منہ زور آندھی کی طرح نکلنا چاہتی تھیں۔ میں نے اس زہریلی محبت کو گلے سے لگا لیا۔ ویران ویران آنکھوں سے دور خلا میں تکنے لگا۔

میری محبت مر گئی تھی۔ اس کے ساتھ میری قوتِ گویائی بھی مر گئی تھی۔ آدمی جب اندر سے اُجڑ جاتا ہے تو باہر سے ساری دنیا فنا ہو جاتی ہے۔ میں اکثر سوچا کرتا تھا "آدمی خالی الذہن کیسے ہوتا ہے؟ کبھی ایسا وقت آئے کہ میں کچھ نہ سوچوں۔ خیال خوانی نہ کروں۔ جاگتا رہوں۔ کھلی آنکھوں سے دنیا کو دیکھتا رہوں لیکن میرے دماغ میں ایک ہلکی سی بھی سوچ نہ ہو۔ وہ وقت آ گیا تھا۔ اور اس وقت میں سوچنے کی سکت بھی نہیں رکھتا تھا۔ بالکل خالی الذہن ہو گیا تھا۔ مجھے اپنی خبر نہیں تھی کہ میں کہاں ہوں؟ ہوں بھی یا نہیں ہوں؟

پاس ناتھن کے آدمی میرے آس پاس ذرا دور سر جھکائے کھڑے رہے۔ بہت دیر تک کھڑے رہے حتیٰ کہ انھیں شبہ ہونے لگا جیسے منجالی کے ساتھ میں بھی ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا ہوں۔ ان میں سے ایک نے آواز دی "جناب! جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ آپ تو فولادی اعصاب کے مالک ہیں۔"

دوسرے نے کہا "خاموش رہو۔ شاید فرہاد صاحب خیال خوانی میں مصروف ہیں۔"

ایک اور شخص نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے باس ناتھن سے رابطہ قائم کیا۔ پھر یہاں کے حالات بتانے لگا۔ منجالی کی موت کی خبر سنتے ہی باس ناتھن نے کہا "فرہاد صاحب سے کہو کہ مجھ سے دماغی رابطہ قائم کریں۔"

اس نے مجھے مخاطب کیا "سر! ہمارے باس آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز۔ ان سے رابطہ قائم کریں۔"

میں کسی سے بولنا نہیں چاہتا تھا۔ میرا دل چاہتا تھا، بالکل تنہائی ہو۔ ایسی تنہائی جیسی قبر میں ہوتی ہے۔ جہاں کوئی جھانکتے نہیں آتا لیکن میں مردہ نہیں تھا اور زندہ رہنے کی شرط یہ ہے کہ آدمی آنکھیں کھلی رکھے۔ دیکھے، بولے، سنے اور سمجھے۔ اس کے بغیر زندگی کا کاروبار نہیں چلتا۔ اس لیے میں نے باس ناتھن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں زیادہ باتیں کرنا نہیں چاہتا۔ آپ فوراً پیرس کے لیے ایک طیارہ چارٹرڈ کرائیں۔ منجالی کی لاش بابا صاحب کے دالے میں پہنچائی جائے گی۔"

"صبح ہونے سے پہلے آپ کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔ میرے آدمیوں نے سنگاپور میں اس ناگ مندر کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ آپ کے حکم کی دیر ہے۔"

میں نے جھنجلا کر کہا "منجالی کے قاتل، میری محبت کے قاتل ہیں۔ میں تنہا ان سے نمٹ لوں گا۔ آپ سے جو کہہ رہا ہوں آپ اس پر عمل کریں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا کار کے پاس جو شخص ہاتھ میں ٹرانسمیٹر

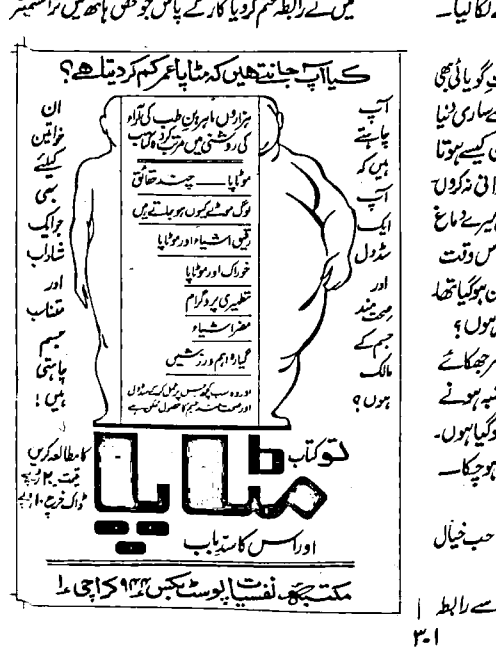

لیے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا: "اپنے باس سے پوچھو۔ منجالی کو کہاں پہنچایا جائے ہم اسی طرف چلیں گے۔"

وہ ٹرانسمیٹر سے پھر رابطہ قائم کرنے لگا۔ دو جوان میرے سامنے آ گئے۔ پھر انہوں نے جھک کر مجھ سے درخواست کی کہ میں منجالی کو ان کے حوالے کر دوں۔ میں نے خاموشی سے سر جھکا لیا انھوں نے اسے اٹھا لیا۔ پھر کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ میں تھوڑی دیر تک اسی طرح دوزانو بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

مجھے یوں لگا جیسے میں اب تک پتھر کا مجسمہ تھا۔ بت بنا ہوا تھا۔ حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اٹھ کر کھڑا ہوتے ہی ذرا سی زندگی کا احساس ہوا۔ میں پنجوں کے بل اسکیپنگ کرنے لگا۔ ہولے ہولے دوڑتے ہوئے ایک طرف سے دوسری طرف جانے لگا۔ پھر ادھر سے پلٹ کر اسی طرح اسکیپنگ کرتے ہوئے واپس آنے لگا۔ منجالی یہی کیا کرتی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے کے تمام طلباء اور طالبات بھی صبح شام یہی عمل کرتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ اپنی سانسوں کو قابو میں رکھ سکیں۔ اس طرح دماغ میں تازگی بھی پیدا ہوتی تھی اور ذہن کو مایوسیوں اور پریشانیوں سے نجات ملتی تھی۔ ذہن ہٹ جاتا تھا۔

میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ میں تھوڑی دیر تک اسکیپنگ کرنے کے بعد کار کے پاس آیا۔ اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ وہ پچھلی سیٹ پر ابدی نیند سو رہی تھی۔ میں نے اپنے چہرے سے دلبر حسین کا ماسک اتار کر ڈیش بورڈ پر رکھ دیا۔ چہرے کو ایک تولیے سے پونچھنے لگا۔ اب میں اپنے اصلی روپ میں تھا۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے انتقامی کارروائی کی ابتدا کی۔ سب سے پہلے رمونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آرام سے سو رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو جھنجوڑ کر کہا: "اٹھو۔"

وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی۔ خالی خالی آنکھوں سے اپنے بیڈ روم کو دیکھنے لگی۔ فرضی پارس پالنے میں سو رہا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا۔ "فرہاد اس کے پاس آ گیا ہے۔ اس نے آواز دی۔ فرہاد! کیا تم ہو؟ کیا تم میرے پاس آ گئے ہو؟"

وہ بستر سے اتر کر دوڑتے ہوئے دروازے کے پاس آئی پھر بیڈ روم کے دروازے کو کھول کر دوسرے کمرے میں پہنچی۔ وہاں ایک ملازم فرش پر سو رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا: "مالکن! کیا حکم ہے؟"

وہ چپ چاپ ملازم کا منہ تکنے لگی۔ سوچنے لگی: "شاید خواب دیکھ رہی تھی۔ فرہاد اب اس کے پاس کبھی نہیں آئے گا۔"

میں نے ملازم کی زبان سے کہا: "فرہاد تمہارے سامنے کھڑا ہوا ہے۔"

اس نے چونک کر خوش ہوتے ہوئے اسے دیکھا۔ ذرا آگے بڑھی۔ پھر ٹھٹک گئی۔ ایک ملازم کو فرہاد سمجھ کر چھو نہیں سکتی تھی۔ میں نے کہا۔ "یہ ملازم حقیر نہیں ہے۔ تم سے بہت اونچا ہے۔ اس کا ثبوت دیکھ لو۔ یہ ہے۔"

یہ کہتے ہی ملازم نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ایک زور کا طمانچہ رسید کر دیا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے گئی۔ پھر بولی: "یہ تم کیا کر رہے ہو کیا ایک ملازم مجھ پر ہاتھ اٹھائے گا؟"

"تم دنیا کی سب سے ذلیل عورت ہو۔ یہ تمہارے لیے خوش خبری ہو گی کہ منجالی مر چکی ہے اور یہ تمہاری زندگی کی سب سے بری خبر ہو گی کہ آج واقعی میری اور تمہاری آخری ملاقات ہے۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولی: "مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں نے بہت بڑی غلطی کی تھی۔ پھر میں نے ناگ مندر میں جا کر پجاری کو تلاش کیا تھا لیکن وہ پجاری نظر نہیں آیا۔ دوسرے پجاری سے میں نے کہہ دیا تھا کہ میں منجالی کو ہلاک کرنا نہیں چاہتی ہوں۔ اس کے خلاف کوئی کالا عمل نہ کیا جائے۔"

"بکواس مت کرو۔ تم نے اپنے حسد اور اپنے جلاپے سے اپنی حماقتوں سے دشمنوں کو بتا دیا کہ میں یہاں موجود ہوں اور منجالی کے ذریعے ان کے ہتھے چڑھ سکتا ہوں۔ تم نے ایک نہیں بار بار ایسی غلطیاں کی ہیں جن کا حساب کر کے میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ پھر حساب ان سے کیا جاتا ہے جن سے کوئی تعلق رکھنا ہوتا ہے۔ میں چاہوں تو تمہیں ایسی ذہنی اذیتیں پہنچا سکتا ہوں کہ تم زندگی سے توبہ کر کے مرنے کی تمنا کرنے لگو گی۔ میں چاہوں تو ایک جھٹکے میں تمہیں ختم کر سکتا ہوں۔ لیکن میں تمہیں مار کر کیا کروں گا؟ ایک ذلیل عورت کو مار ڈالنے سے منجالی زندہ نہیں ہو سکے گی اس لیے میں ایک شوہر کی حیثیت سے تمہیں طلاق دے رہا ہوں۔ ہم نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر ایک دوسرے کو جیون ساتھی تسلیم کیا تھا۔ آج میں پھر خدا کو حاضر و ناظر جان کر تمہیں طلاق دے رہا ہوں۔ دوسرے لفظوں میں تم پر تھوک کر جا رہا ہوں اور تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں متھوک چاٹنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

میں نے ہمیشہ کے لیے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ کار تیزی سے دوڑتی جا رہی تھی۔ ہم تھائی لینڈ کے شمال مغرب سے بنکاک کی طرف جا رہے تھے۔ تیز رفتاری کے باوجود تین گھنٹے سے پہلے بنکاک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ میں چپ چاپ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا رہا اور سوچتا رہا۔ اچانک ہی میری زندگی سے منجالی ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئی تھی۔ رمونتی کو میں نے شدید نفرتوں بھری قبر میں دفن کر دیا تھا۔ میری سونیا تھی جس کے متعلق ہم تذبذب میں تھے اگر دشمنوں نے ہمارے سامنے سونیا کی ڈمی پیش کی تھی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ اصلی سونیا کے دماغ کی سلیٹ صاف کر دی گئی ہے اور اب اسے نامعلوم مدت کے

لیے مجھ سے دور کر دیا گیا ہے۔ پتا نہیں تقدیر ہمیں پھر کب ملانے والی تھی۔ بہرحال تقدیر جب بھی مہربان ہوتی۔ فی الحال قارئین کی یہ شکایت دور ہو گئی تھی کہ فرہاد علی تیمور ہمیشہ عورتوں میں گھرا رہتا ہے۔

اب میرے آس پاس کوئی عورت نہیں رہی تھی۔

ایک گھنٹے بعد میں نے باس جے، آر، جے ناتھن سے رابطہ قائم کیا۔ وہ طیارہ چارٹرڈ کرانے کے سلسلے میں قانونی کارروائیوں میں مصروف تھا۔ میں نے کہا: "اس طیارے میں میں بھی منجالی کے ساتھ پیرس جاؤں گا اور اپنے اصلی روپ میں جاؤں گا۔ اس بات کو راز میں نہ رکھا جائے۔ دشمنوں کو میرے متعلق علم ہو جانا چاہیے۔"

"فرہاد صاحب! آپ ذہنی طور پر بہت الجھ گئے ہیں۔ بہت پریشان ہیں۔ مجھ ناچیز کا مشورہ ہے کہ آپ اصلی روپ میں ظاہر نہ ہوں۔ دشمنوں کے لیے بڑی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔"

"میں اب یک جہاں بھی گیا۔ چار دیواری میں رہ کر دشمنوں سے ٹکراتا رہا۔ اب میں نے یہ حصار توڑ دیا ہے۔ چار دیواری سے باہر نکل رہا ہوں۔"

"پلیز فرہاد صاحب! دشمن یہی چاہتے ہیں کہ آپ جوش اور جنون میں مبتلا ہو کر اپنے اصلی چہرے کے ساتھ ان کے سامنے آ جائیں۔"

"میں دشمنوں کی یہ خواہش پوری کر رہا ہوں۔ میری بھی خواہش ہے، جب تک میں منجالی کی آخری رسومات ادا کر کے یہاں واپس آؤں اس وقت تک وہ بلیک میلر اور کالا عمل کرنے والے زندہ رہیں۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کیں۔ پھر اعلیٰ بی بی کو مخاطب کرتے ہوئے منجالی کے متعلق بتایا۔ منجالی کو سبھی دل و جان سے چاہتے تھے۔ تھوڑی دیر میں بابا صاحب کے ادارے کا ماحول ماتمی ہونے والا تھا۔ میں نے کہا۔ "میں ماتم کے لیے تمہارے پاس نہیں آیا ہوں۔ میری پلاننگ کا ابتدائی نقشہ تو میں یہ نفسِ نفیس منجالی کی لاش کے ساتھ وہاں پہنچ رہا ہوں۔ اب وہاں سے سجاد علی تیمور دشمنوں کے سامنے آئے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "اس کا مطلب یہ ہے، تم بابا صاحب کے ادارے میں آ کر رہو گے؟"

"میں صرف دکھاوے کے لیے آؤں گا۔ اس کے بعد کیا ہو گا۔ میں بعد میں بتاؤں گا۔"

میں نے اس سے بھی رابطہ ختم کر دیا۔ ایک گہری سانس لی اور جناب دو تیمور میدانِ عمل میں آئیں گے۔ ایک فرہاد علی تیمور کو ان آنکھوں سے دیکھتے رہیں گے۔ دوسرے کو کبھی نہیں پہچان پائیں گے۔

"فرہاد علی" تیمور بنکاک میں ہے:

"فرہاد علی تیمور نے ایک طیارہ پیرس کے لیے چارٹرڈ کرایا ہے:"

"فرہاد علی تیمور کسی نیگرو لڑکی کی لاش پیرس لے جا رہا ہے:"

بنکاک پریس اور انفارمیشن سروسز، پولیس اور انٹیلی جنس کے شعبوں اور دوسری تمام خطرناک تنظیموں تک یہ خبر بلک جھپکتے ہی پہنچ گئی تھی، جیسے ایک سوئچ کو دباتے ہی میلوں دور تک شہر کے قمقمے روشن ہو جاتے ہیں، اسی طرح میرے متعلق طرح طرح کی خبریں گشت کرنے لگی تھیں۔

باس جے آر جے ناتھن نے اپنے نام سے طیارہ چارٹرڈ کرایا تھا لیکن گنتی کے چند مسافروں میں میرا نام سرِ فہرست تھا اور یہ نام چونکا دینے والا تھا اس لیے فلائنگ کلب والوں نے اس کی اطلاع انٹیلی جنس والوں کو دی تھی پھر یہ خبر پولیس والوں تک پہنچی۔ وہاں سے پریس اور دوسرے انفارمیشن کے شعبوں تک پھیلتی چلی گئی۔ بھلا خطرناک تنظیمیں جو اپنے وسیع ذرائع رکھتی ہیں، وہ کب اس خبر سے محروم رہتیں۔ طیارہ صبح سات بجے روانہ ہونے والا تھا مگر صبح ہونے سے پہلے ہی باس ناتھن کی کوٹھی کے سامنے لوگوں کا ایسا ہجوم ہو گیا تھا کہ سامنے والی شاہراہ پر اور آس پاس کی تمام گلیوں میں لوگوں کے سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ میرا خیال تھا، خطرناک تنظیموں کے افراد، پولیس اور انٹیلی جنس والے میری ذات میں دلچسپی لیں گے۔ یہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کے دوست احباب اور رشتے دار مجھے دیکھنے اور مجھ سے ملنے کے لیے اس طرح ٹوٹ پڑیں گے۔

باس ناتھن نے میرا طیارہ اپنی معرفت چارٹر کرایا تھا، اسی لیے اس کے ہاں بھیڑ لگ گئی تھی۔ کوئی یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا کہ میں وہاں موجود نہیں ہوں جب کہ میں اسی کوٹھی میں تھا جہاں ایک رات اور ایک دن منجالی کے ساتھ گزار چکا تھا۔ میں اپنے پیرس پہنچنے کی اطلاع دشمنوں تک پہنچانا چاہتا تھا۔ مجھے ان دشواریوں کا علم نہیں تھا جو اب پیش آ رہی تھیں۔

سب سے پہلے انٹیلی جنس اور پولیس والے باس ناتھن کے پیچھے پڑ گئے کہ نیگرو لڑکی کی لاش کہاں سے دستیاب ہوئی ہے؟ اور اسے کس نے قتل کیا ہے؟ لاش کا پوسٹ مارٹم کرانا ضروری تھا۔ اس سلسلے میں بے شمار سوالات میرا انتظار کر رہے تھے اور وہ لوگ میرا پتا پوچھ رہے تھے۔

باس ناتھن نے میری ہدایت کے مطابق انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر کو جواب دیا: "منجالی کا تعلق پیرس کے بابا فرید واسطی صاحب سے ہے۔ یہ ان کے ادارے کی طالبہ رہی ہیں۔ آپ اس ادارے سے

تصدیق کرا سکتے ہیں۔"

"اسے کس نے قتل کیا ہے؟"

باس ناتھن نے جواب دیا: "میں اس جگہ کا پتا بتا رہا ہوں۔ آپ کا فرض ہے کہ فوری طور پر وہاں چھاپہ ماریں۔ اگر مجرم گرفتار نہ ہو سکا۔ تب بھی اس کے اڈے سے بہت کچھ برآمد ہو سکے گا۔"

اس نے اعلیٰ افسر کو ناگ مندر کا پتا بتایا اور اس مندر کے تہ خانے کی تفصیل بھی بتائی۔ میں نے بلیک میلر کے خاص ماتحت وکرم کا پتا انہیں بتایا۔ میں چاہتا تھا، وہ چھاپہ مارتے وقت اس تہ خانے سے فرار ہو جائے۔ اس طرح بلیک میلر کو یقین ہو جائے کہ فرہاد اس کے خاص ماتحت وکرم کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا ہے۔ اگر پہنچ جاتا تو وکرم کو بھی گرفتار کرا دیتا۔

اس بلیک میلر تک پہنچنے کے لیے فی الحال وکرم ہی میرے پاس ایک مہرہ رہ گیا تھا۔ میں اسے ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے کہا: "مسٹر باتھن! بہتر ہے کہ آپ فرہاد صاحب کو ہمارے سامنے لے آئیں۔ ہم ان سے خود باتیں کرنا چاہتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ منجالی کے قتل کے سلسلے میں ہونے والی تفتیش کو طول نہیں دیں گے۔"

باس ناتھن نے میری ہدایت کے مطابق کہا: "مسٹر فرہاد آپ سے اسی وقت گفتگو کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کریں گے۔"

"میں نے سنا ہے، وہ کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر گفتگو کرتے ہیں؟"

"آپ نے درست سنا ہے۔ ابھی وہ آپ کے ماتحت کے دماغ میں پہنچیں گے اور اس کی زبان سے گفتگو کریں گے۔"

دوسرے ہی لمحے میں نے اس افسر کے ماتحت کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کی زبان سے کہا: "ہیلو آفیسر! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

اس نے بے یقینی سے اپنے ماتحت کو دیکھتے ہوئے پوچھا: "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"اس وقت یہ آپ کا ماتحت نہیں ہے۔ میں نے کہا نا میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

"لیکن میں کیسے یقین کر لوں؟"

مجھے یقین دلانا پڑا۔ ٹیلی پیتھی کے کمالات دکھائے، جس کے بعد وہ قائل ہو کر بولا: "ہاں مجھے یقین ہو گیا ہے۔ لیکن آپ سامنے کیوں نہیں آتے؟"

"آپ اس کوٹھی کے باہر جھانک کر دیکھیں۔ کس طرح لوگوں کا ہجوم ہے۔ مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوگی۔ میں وعدہ کرتا ہوں، طیارے کی پرواز سے کچھ دیر پہلے آپ سے ضرور ملاقات کروں گا۔"

"پرواز کا وقت سات بجے ہے لیکن اتنی جلدی نہ تو لاش کا پوسٹ مارٹم ہو سکتا ہے اور نہ ہی تفتیش مکمل ہو سکتی ہے۔ آخر ہمیں بھی تو اپنے اوپر والوں کو جواب دینا پڑتا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس کا ایک اور ماتحت تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا پھر اس نے سلام کرتے ہوئے کہا: "جناب! وزارتِ خارجہ کے ڈائریکٹر تشریف لائے ہیں۔ ان کی کار کوٹھی کے احاطے میں داخل ہو چکی ہے۔"

یہ سنتے ہی سب کے سب تیزی سے چلتے ہوئے باہر آئے۔ وزارتِ خارجہ کا ڈائریکٹر اپنی کار کی پچھلی سیٹ سے باہر آ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سب نے سلام کیا۔ اسے بڑی عزت سے ڈرائنگ روم میں لایا گیا۔ اس وقت صبح کے پانچ بجنے والے تھے۔ اس نے ایک بڑا سا لفافہ انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "ایک گھنٹہ پہلے وزارتِ خارجہ، وزارتِ داخلہ اور دیگر شعبوں کے اعلیٰ حکام کا ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا تھا۔ وہاں برما کے حالات پر بحث کی گئی۔ یہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ مسٹر فرہاد علی جب تک رنگون میں رہے، وہاں دہشت طاری رہی۔ فرہاد صاحب کے دشمن خودکشی کی صورت میں قتل ہوتے رہے... یہودیوں کو اپنے پورے قافلے کے ساتھ لانگ مارچ کرنا پڑا۔ حکام نے فیصلہ کیا ہے کہ بنکاک میں وہ ایسی صورتِ حال پیدا ہونے کا موقع نہیں دیں گے۔ ایک نیگرو لڑکی منجالی کے قتل ہونے سے کوئی قیامت نہیں آ جائے گی۔ اگر ہم اس کی لاش کو لے جانے کی اجازت دے دیں تو یہ ہماری حکومت کی طرف سے فرہاد صاحب سے دوستانہ تعاون ہوگا ورنہ یہاں بھی رنگون کی طرح خونی ڈرامہ کھیلا جا سکتا ہے۔ لہٰذا امن و امان قائم رکھنے کی خاطر مسٹر فرہاد کو بخوشی یہاں سے جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس لفافے میں ہماری حکومت کی طرف سے فرہاد صاحب کے لیے کھلا اجازت نامہ ہے۔"

یہ میرے لیے بڑے اطمینان کی بات تھی لیکن میں آسانی سے مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ معلوم کرنا ضروری تھا کہ آنے والا وزارتِ خارجہ کا نمائندہ ہے یا اس کے چہرے کے پیچھے کسی اور کا چہرہ ہے یا اس اجازت نامے کے پیچھے کوئی سازش ہے۔

یہ معلوم کرنے کے لیے میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ چپکے چپکے سوچ رہا تھا۔ میں نے سنا ہے، مسٹر فرہاد کے سامنے کوئی اہم شخصیت آتی ہے تو وہ اس کے لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اگر مسٹر فرہاد میرے دماغ میں ہیں تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ مجھ سے دماغی رابطہ قائم کریں

ہیں ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ میرے لیے اجازت نامہ لے کر آیا تھا لیکن دیر پردہ کوئی پراپیوٹ گفتگو کرنے آیا تھا۔ اگر میں اسی وقت اس سے رابطہ قائم کرتا تو یہ اس کے لیے غیر متوقع بات ہوتی اور ان تمام افسران کے سامنے اس کے چہرے سے حیرانی ظاہر ہوتی یا اس کی بے یقینی کو یقین میں بدلنے کے لیے مجھے دشواریاں پیش آتیں۔ اس لیے میں نے باس جے آر جے ناتھن سے کہا: "وزارتِ خارجہ کے ڈائریکٹر مجھ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ان سے ضروری باتیں کرنے کے بہانے انہیں اپنی خواب گاہ میں لے آئیں۔ میں ان سے رابطہ قائم کروں گا۔"

باس ناتھن نے اُن سب کے سامنے ادب سے سر جھکا کر کہا۔ "جنابِ عالی! آپ جیسی ہستی کا یہاں تشریف لانا میرے لیے باعثِ فخر ہے۔ میں سوچ رہا ہوں، جب فرہاد صاحب یہاں سے چلے جائیں گے تو ان کے دشمن میرے لیے مصیبت بن جائیں گے۔ اس سلسلے میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اگر یہ تمام افسران مائنڈ نہ کریں تو...؟"

دوسروں نے خوشدلی سے کہا: "کوئی بات نہیں۔ اگر ڈائریکٹر صاحب بات کرنا چاہیں تو ہم یہاں انتظار کریں گے۔"

ان کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ڈائریکٹر نے باس جے آر جے ناتھن کے ساتھ جانے پر رضامندی ظاہر کی۔ پھر وہ دونوں بیڈ روم میں آ گئے۔ باس نے کہا: "دراصل مسٹر فرہاد نے مجھے آپ کو یہاں بلانے کے لیے کہا ہے۔ اب وہ آپ کے دماغ میں پہنچ کر آپ سے گفتگو کریں گے۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ظاہر ہے، اسے میری موجودگی کا یقین نہیں ہو سکتا تھا، لہٰذا یقین دلانا پڑا۔ پھر اس نے قائل ہو کر کہا: "مسٹر فرہاد! میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے دشمن کتنے مکار اور کتنے وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ وہ آپ کے لیے رکاوٹیں پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر انھوں نے آپ کو روک لیا اور آپ بنکاک میں رہ گئے تو ہماری حکومت کے لیے آپ کی موجودگی دردِ سر بن جائے گی۔ ہم چاہتے ہیں، آپ یہاں سے بخیریت نکل جائیں۔"

میں نے کہا: "جناب! آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ جب سے یہاں میری موجودگی ظاہر ہوئی ہے، لوگوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا ہے۔ اس ہجوم میں دوست اور دشمن کی پہچان ناممکن ہے۔ پتا نہیں، ائیرپورٹ پر پہنچتے پہنچتے مجھے کتنے خطرات سے گزرنا ہوگا اور میرے دشمنوں نے مجھے گھیرنے کے لیے کیسے کیسے جال بچھائے ہوں گے۔ آپ کے ذہن میں کوئی عمدہ تجویز ہو تو بتائیں، میں آپ کا مشکور ہوں گا۔"

ڈائریکٹر نے اپنی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا: "اس وقت پانچ بج کر پانچ منٹ ہوئے ہیں۔ ٹھیک چھ بج کر پندرہ منٹ پر یہاں سے ایک طیارہ قاہرہ جائے گا۔ ہم نے پہلے ہی سرکاری طور پر ایک سیٹ ریزرو کرا لی ہے۔ اب آپ جس نام سے، جس روپ میں جانا چاہیں، فوراً تیار ہو کر ائیرپورٹ پہنچ جائیں۔ یہاں طیارے میں سوار ہونے تک ہماری حکومت کی طرف سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی جائے گی۔ نہ ہی آپ سے ضروری کاغذات طلب کیے جائیں گے لیکن قاہرہ پہنچ کر آپ وہاں کے حکام کو کیا جواب دیں گے۔ یہ آپ اپنے طور پر سوچ سمجھ لیں۔"

میں نے کہا: "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ مسٹر جے آر جے ناتھن آپ کو ابھی بتائیں گے کہ میں کس نام سے اور کن کاغذات پر سفر کرنے والا ہوں۔"

باس ناتھن نے میری ہدایت کے مطابق دلبر حسین کا نام اور پتا لکھا۔ پھر ڈائریکٹر کی طرف وہ پرچہ بڑھاتے ہوئے کہا: "آپ اس نام سے ٹکٹ بنوا لیں۔ فرہاد صاحب ابھی ائیرپورٹ پہنچ رہے ہیں۔"

ڈائریکٹر نے وہیں خواب گاہ میں ٹیلیفون منگوایا پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے دلبر حسین کا نام اور پتا بتاتے ہوئے کہا: "اس نام سے قاہرہ کی وہ سیٹ ریزرو کر دی جائے، ٹکٹ بنا دیے جائیں۔ مسٹر دلبر حسین ابھی کاؤنٹر پر آ کر وہ ٹکٹ ریسیو کریں گے۔ کوڈ ورڈ زیادہ رکھو۔ بنکاک ایک پُرامن شہر ہے۔"

ڈائریکٹر نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد! آپ بھی یہ کوڈ ورڈ یاد رکھیں۔ اسے ادا کرتے ہی آپ کو ٹکٹ مل جائے گا۔ وِش یُو گڈ لک۔"

یہ کہہ کر وہ خواب گاہ سے باہر چلا گیا۔ میں نے باس ناتھن سے کہا: "میں نے منجالی کی موت کے بعد دلبر حسین کا ماسک اُتار کر پھینک دیا تھا۔ اب پھر اسے چڑھا لیا ہے۔ ابھی گفتگو کے دوران میک اَپ کرتا جا رہا ہوں۔ تقریباً بیس منٹ میں میک اَپ مکمل ہو جائے گا۔ آپ اس چارٹرڈ طیارے سے میری جگہ کسی اور کو روانہ کریں۔ وہ میرے ہی میک اَپ میں ہو تو بہتر ہے۔ قاہرہ پہنچ کر وہ چارٹرڈ طیارے سے اُتر جائے گا۔ میں منجالی کی لاش کے ساتھ پیرس چلا جاؤں گا۔"

میں میک اَپ کرنے کے دوران کبھی باس جے آر جے ناتھن سے گفتگو کرتا رہا، کبھی اس ڈائریکٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا رہا۔ جب تک میں اس طیارے میں سوار نہ ہوتا اور اس ملک سے نکل نہ جاتا، اس وقت تک مجھے اطمینان نہیں ہو سکتا تھا۔

خود کو ظاہر کرنے کے بعد اب یہودیوں کا ردِعمل کیا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے میں اسرائیل پہنچ گیا۔ وہاں رات کے دو بجے

تھے لیکن کاہال تنظیم کے تمام عہدیداران جاگ رہے تھے۔ ہنگامی اجلاس ہو رہا تھا۔ میں ہی بحث کا موضوع بنا ہوا تھا۔ اس اجلاس میں اکثریت کی رائے یہ تھی کہ مجھے بنکاک سے پیرس تک سفر کرنے کے دوران نہ چھیڑا جائے۔ پیرس میں وہ مجھے بہت سوچ سمجھ کر ٹریپ کریں گے۔ وہ اس بار اپنی گرفت میں لینے کے لیے کسی طرح بھی ناکام ہونا نہیں چاہتے تھے، اسی لیے بلانگ میں مصروف تھے۔

میں وقت پر ائیرپورٹ پہنچ گیا۔ دلبر حسین کے میک اپ میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ کوڈورڈز کو استعمال کیا۔ ٹکٹ آسانی سے مل گیا۔ میرے کاغذات کی رسمی طور پر چیکنگ ہوئی۔ مہریں لگائی گئیں پھر مجھے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ میں طیارے میں سوار ہو گیا۔ تھائی لینڈ کی حکومت نے میری روانگی کو اس قدر راز میں رکھا تھا کہ دشمن تو دشمن، کوئی دوست بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

طیارہ اپنے وقت پر پرواز کرنے لگا۔ میں نے سیفٹی بیلٹ کھول کر آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر باس ناتھن سے رابطہ قائم کیا۔ وہاں کے حالات معلوم کیے۔ پتا چلا، ٹھیک سات بجے وہ چارٹرڈ طیارہ بھی پرواز کرے گا۔ میری جگہ ایک شخص کو روانگی کے لیے تیار کیا جا رہا تھا۔ ائیرپورٹ پر بھی لوگوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا۔ حالات تبا رہے تھے کہ دشمن موقعے سے فائدہ اٹھائیں گے اور اس ڈمی کو فرہاد علی تیمور سمجھ کر یا تو اغوا کرنے کی کوشش کریں گے یا پھر اسے قتل کر ڈالیں گے۔

یہ اندیشہ درست ہو سکتا تھا کیوں کہ ایک طویل عرصے کے بعد میں نے خود کو ظاہر کیا تھا۔ دشمن یہ سوچ سکتے تھے کہ شاید پھر میں کسی وجہ سے روپوش ہو جاؤں۔ لہٰذا روپوش ہونے سے پہلے ہی میرا کام تمام کر دینا چاہیے لیکن یہودیوں کی کاہال تنظیم کے اکابر اس کے برعکس سوچ رہے تھے۔ وہ مجھے بنکاک سے پیرس کے دوران سفر کرتے وقت نہ تو اغوا کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی قتل کرنا چاہتے تھے۔ وہ بہت اطمینان سے میرے پیرس پہنچنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے منصوبے کے مطابق سونیا سنگاپور پہنچ گئی تھی۔ وہ سوچ رہے تھے، اگر فرہاد روپوش ہو گا، بنکاک سے پیرس نہیں آئے گا تو سنگاپور یا بنکاک میں سونیا سے ضرور ملاقات کرے گا۔ ایسے وقت وہ یہودیوں کی نظروں میں آ جائے گا اور اگر سچ مچ منجالی کی لاش کے ساتھ پیرس پہنچے گا تو ائیرپورٹ سے لے کر بابا فرید وارثی صاحب کے ادارے تک جتنے جال بچھائے گئے تھے، کسی نہ کسی میں فرہاد کا پھنس جانا لازمی تھا۔ اس بار وہ کسی طرح ناکام نہیں ہونا چاہتے تھے۔

میں نے مرجانہ، ثباتہ اور ٹارٹر غلبا کو پہلے ہی منجالی کے تعلق بتا دیا تھا۔ انھیں معلوم تھا کہ میں پیرس پہنچنے والا ہوں۔ میں نے فی الحال ان سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ پہلے مجھے اپنے ایک ایک دشمن کے دماغ میں جھانک کر دیکھنا تھا۔ ایسے دشمن بھی جن سے اب تک دشمنی تو نہیں ہوئی تھی مگر ہو سکتی تھی۔ مثلاً میں نے عزت علی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ نہ تو میرا دوست تھا اور نہ ہی دشمن۔ مجھے ابھی تک اس کے مزاج کو سمجھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

اس وقت منجالی کی لاش سرد خانے سے نکال کر تابوت میں رکھی جا رہی تھی۔ نیما نے اثبات میں سر ہلا کر عزت علی سے کہا۔ "میں سر! یہ وہی نیگرو لڑکی ہے جس نے کار کے پہیے سے منسلک رہنے والے بم سے ہم لوگوں کو نجات دلائی تھی۔"

عزت علی نے حیرانی سے کہا۔ "اوہ گاڈ! ہمارا شبہ درست نکلا۔ مسٹر فرہاد علی تیمور میرے روپ میں رنگون سے سنگاپور تک آئے تھے۔ اب واقعات کی کڑی آسانی سے مل رہی ہے۔ انھیں کسی طرح رنگون سے نکلنا تھا اور دشمنوں کو دھوکا دینا تھا۔ میرے روپ میں وہ آسانی سے دھوکا دے کر یہاں پہنچ گئے۔"

نیما نے کہا۔ "سر! ہمیں فخر ہے کہ ہم نے سنگاپور ائیرپورٹ پر فرہاد صاحب کی جان بچائی تھی۔"

"یہ بھی سوچو کہ فخر کرنے کے لیے اگر اس وقت زندہ ہو تو اس مردہ نیگرو لڑکی نے ہی تم لوگوں کو اس بم سے نجات دلائی تھی۔ یقیناً فرہاد نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس لڑکی کو بلایا ہو گا اور پہیے سے منسلک رہنے والے میکنزم کو سمجھایا ہو گا۔ تب ہی تم لوگوں کو اس سے نجات ملی تھی۔"

"سر! فرہاد صاحب سے ہمارا دو بار سامنا ہوا۔ دوسری بار لیڈی آرپر کے بنگلے میں بھی ہم انھیں نہ پہچان سکے۔"

عزت علی نے کہا۔ "ہم ائیرپورٹ چلتے ہیں۔ مجھے اس چارٹرڈ طیارے میں جانے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ وہاں مسٹر فرہاد سے ہماری ملاقات ضرور ہو سکے گی۔"

وہ وہاں سے جانے لگے۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر تھوڑی دیر تک اس کے چور خیالات پڑھتا رہا۔ پتا چلا، وہ میری قدر کرتا ہے۔ کسی طرح بھی میرا دشمن نہیں بن سکتا۔ بلکہ دوستی کے خیال سے ملاقات کرنے ائیرپورٹ جا رہا ہے۔ تب میں نے اسے مخاطب کیا۔ اس وقت نیما کار ڈرائیو کر رہی تھی اور وہ اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دم سے چونک کر بولا۔ "یہ کیا۔ مجھے یوں لگ رہا ہے، جیسے مسٹر فرہاد میرے دماغ میں مجھے مخاطب کر رہے ہوں۔"

"جی ہاں، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے اپنی موجودگی کا ثبوت پیش کیا۔ وہ قائل ہو کر بولا۔ "مجھے یقین ہو چلا ہے۔ مزید یقین دلانے کے لیے کہوں گا کہ آپ مجھے آپ سے مخاطب نہ کریں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "آپ بھی مجھے آپ سے مخاطب نہ کریں۔"

وہ ہنسنے لگا۔

میں نے کہا: "تم مجھ سے ملنے ایئرپورٹ جا رہے ہو۔ خواہ مخواہ وقت ضائع ہوگا۔ میں بہت پہلے ہی بنکاک سے نکل چکا ہوں۔ اگر وہاں ہوتا تو یقین کرو، تم سے خود ملنے آتا۔"

"فرہاد! یہ تم منہ دیکھی بات کہہ رہے ہو۔ اتنے دنوں سے بنکاک میں ہو لیکن مجھ سے ملاقات نہیں کی۔ ہمارا آمنا سامنا ہوا مگر چھپ کر نکل گئے۔"

"عزت! اس وقت ہم بے تکلف نہیں تھے۔ میں نے تمہارے دماغ کو اچھی طرح نہیں پڑھا تھا۔ مجھے پڑھنے کی فرصت بھی نہیں ملی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تمہارے خیالات کو کوریدتا رہا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ تم ایک مخلص دوست بن سکتے ہو تو میں نے تمہیں مخاطب کیا ہے۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ تم مجھ پر اعتماد کر رہے ہو۔"

"اعتماد خیالات کی سچائی سے ہوتا ہے اور تمہارے خیالات بالکل سچے اور کھرے ہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں، جب بھی ہمیں ملنے کی فرصت ملے گی، ہم ضرور ملاقات کریں گے اور بہت اچھا وقت گزاریں گے۔"

میں نے تھوڑی دیر تک اس سے گفتگو کرنے کے بعد رابطہ ختم کر دیا۔ سونیا پچھلی رات ہی سنگاپور پہنچ گئی ہوگی۔ میں نے باس ناتھن سے کہا تھا جیسے ہی وہ سنگاپور پہنچے، اس کے پیچھے دشمن لگا دیے جائیں اور اسے ایسی آزمائشوں سے گزارا جائے جہاں سے وہ اپنی ذہانت اور مکاریوں کے بغیر نہ گزر سکے۔ اس طرح اصلی اور نقلی سونیا کی تصدیق ہو سکے گی لیکن منجالی کی موت کے بعد ہم بہت زیادہ مصروف رہے۔ سونیا کو آزمائشوں سے گزارنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔ فی الحال سونیا بھی ایسے دوستوں میں سے تھی جس سے نادانستگی میں دشمنی کی توقع کی جا سکتی تھی۔ وہ یقیناً مجھ سے ملنے کے لیے بنکاک آتی اور وہ یقیناً آ گئی۔

میں نے باس جے آر جے ناتھن سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت وہ سونیا سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ تنہا نہیں تھی۔ اپنے ساتھ رستوتی اور فرضی پارس کو لے کر آئی تھی۔ باس ناتھن سے کہہ رہی تھی: "مجھے ہر حال میں فرہاد سے ملنا ہے۔"

"مادام! میں بہت مجبور ہوں۔ فرہاد صاحب کی اجازت نہیں ہے۔ وہ اپنے پرانے دوست دشمن کسی سے بھی ملنا نہیں چاہتے۔ چپ چاپ بنکاک سے نکل جانا چاہتے ہیں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ اگر آپ ایئرپورٹ پر ان سے ملنے جائیں گی تو آپ کے پیچھے بہت سے لوگ پہنچ جائیں گے۔"

"آپ فرہاد سے کہیں کہ وہ مجھ سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرے۔"

میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ وہ بولی: "مجھے منجالی کی موت کا بے حد افسوس ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم ہم سے رابطہ ہی قائم نہ کرو۔ یا ملاقات کرنا بھی گناہ سمجھو۔"

"کچھ دیر پہلے تک تم سے رابطہ قائم کرنا کوئی ضروری نہیں تھا کیوں کہ اپنے لیے حفاظتی انتظامات کر رہے تھے۔ مجھے پلاننگ کرنی تھی کہ کس طرح میں بنکاک سے بحفاظت نکل سکتا ہوں۔ اسی لیے میں نے اعلان کیا تھا کہ خود کو ظاہر کر رہا ہوں۔ دشمن دھوکے میں آ جائیں۔ باس ناتھن کے بنگلے سے لے کر ایئرپورٹ تک لوگوں کے ہجوم میں کتنے دشمن میری تاک میں ہوں گے یہ تم سمجھ سکتی ہو لیکن اس چارٹرڈ طیارے سے بہت پہلے ہی میں جا چکا ہوں۔"

سونیا نے پوچھا: "تم کہاں ہو؟"

"میں جہاں بھی ہوں، خیریت سے ہوں۔ تم میرے لیے میری جان سے زیادہ پیاری ہو۔ جب تک اس دشمن عورت کے ساتھ رہو گی یا اس کی سفارش کرتی رہو گی، میں تمہیں اپنے متعلق کوئی صحیح بات نہیں بتاؤں گا۔"

"فرہاد! تم رستوتی کو صرف عورت کیوں کہہ رہے ہو۔ تمہارا اس سے گہرا رشتہ ہے۔ تم اسے بیوی نہیں کہہ سکتے۔ اپنے بچے کی ماں نہیں کہہ سکتے تو کم از کم اس کا نام ہی لو۔ ایسی بھی کیا دشمنی؟"

"شاید تمہیں نہیں معلوم، طلاق دینے کے بعد عورت نامحرم ہو جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں مرد کے لیے حرام ہو جاتی ہے اور میں حرام چیز کا نام لینا نہیں چاہتا۔"

"تم نے غصے میں طلاق دی ہے۔ رستوتی تمہارے لیے حرام نہیں ہوئی بلکہ تمہارا غصہ حرام تھا۔"

"ابھی میرے پاس بحث کرنے کا وقت نہیں ہے لیکن میں تمہاری یہ غلط فہمی دور کر دوں کہ میں نے غصے میں طلاق دی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے ایک نہیں بار بار اس عورت کو سمجھایا۔ اس کی غلطیوں کی نشان دہی کی۔ تم خود جانتی ہو کہ اس نے پارس کی پیدائش کے وقت مجھے دشمنوں کے درمیان پھانسنے کی کوشش کی تھی۔ دوسری بار اس نے سنگاپور میں میرے پیچھے دشمن لگا دیے۔ پہلی بار وہ دانستہ میرے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھ رہی تھی۔ دوسری بار اس نے نادانستگی میں ایسا کیا لیکن وہ آئندہ بھی ایسا کرتی رہی۔ کیوں کہ وہ ایک حاسد عورت ہے۔ میرے ساتھ اس کا کبھی گزارہ نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے خوب سوچ سمجھ کر اسے طلاق دی ہے۔ اب میں اس کا ذکر سننا نہیں چاہتا اور نہ ذکر

چاہتا ہوں۔ میں نے تمہاری بات کا جواب دے دیا۔ اس کی ب نہ کرو۔"

"چلو، میں اپنی بات کرتی ہوں۔ مجھے بتاؤ، تم کہاں ہو۔ باس ن سے کہہ دو کہ یہ مجھے چارٹرڈ طیارے میں پہنچا دے تاکہ میں وہاں تمہاری موجودگی یا عدم موجودگی کی تصدیق کر سکوں۔"

"یعنی تمہیں میری بات کا یقین نہیں ہے؟"

"اگر میں اپنے اطمینان کے لیے تصدیق کر لوں تو تمہارا کیا ے گا؟"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہاری ذہانت کو آزماتا ہوں۔ تم خود اس رڈ طیارے تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

"سمجھ گئی۔ تم اب تک مجھے اپنی سونیا نہیں بلکہ سونیا کی ی سمجھ رہے ہو۔"

"ہاں، میں نے باس ناتھن سے بھی کہا تھا کہ جب تم سنگاپور پہنچو تو تمہیں آزمائشوں سے گزارا جائے۔ تمہاری ذہانت کا امتحان جائے لیکن ہمیں اس کا موقع نہیں ملا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں موقع فراہم کرتی ہوں لیکن ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تم کم سے کم آدھے گھنٹے تک مجھ سے یا باس جے آر جے ناتھن سے دماغی رابطہ قائم نہیں کرو گے۔ ہم دونوں میں سے کسی کے بھی اغ میں جھانک کر نہیں دیکھو گے اور ابھی اسی لمحے سے میرے چور یالات نہیں پڑھو گے۔ آدھے گھنٹے بعد تمہیں پوری اجازت ہوگی۔"

"طیارہ پندرہ منٹ بعد پرواز کرے گا۔ تم آدھے گھنٹے کا وقت یوں مانگ رہی ہو؟"

"چلو پندرہ منٹ ہی سہی۔ تم کہتے ہو، میں اس طیارے میں نچ کر بتاؤں۔ میرے لیے وہاں پہنچنا ایسا ہی ہے جیسے ہوا کہیں ھی پہنچ جاتی ہے۔ کمال تو یہ ہوگا کہ میں رستوتی کو تمہارے اس طیارے ں پہنچا دوں۔"

"پھر تو میں تمہاری ذہانت کا قائل ہو جاؤں گا۔ چلو پندرہ منٹ ا انتظار کیوں کیا جائے۔ مجھے بتا دو، تم کیا کرنا چاہتی ہو۔ دیکھو، میں نے اپنے وعدے کے مطابق تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ رہا ہوں ورنہ پڑھنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ میں معلوم کر لوں گا۔"

وہ بولی: "ایک نہایت آسان سا نسخہ ہے۔ میں باس ناتھن ا دوسرے کمرے میں بات کرنے لے جاؤں گی۔ پھر اسے پستول ا ز میں رکھ کر اپنی بات منواؤں گی۔ اس کمرے کے دروازے کو ندر سے بند کر دوں گی۔ ناتھن کو ایک کرسی پر رسیوں سے جکڑوں ں گی۔ وہ پستول کے سامنے کوئی حرکت نہیں کر سکے گا۔ جب تک وہ ٹول اس کی کنپٹی سے لگا رہے گا، وہ میرے حکم پر عمل کرتا رہے گا۔ جیسا کہوں گی ویسا ہی ٹیلیفون کے ذریعے یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ماتحتوں کو ہدایت دیتا رہے گا اور انھیں حکم دے گا کہ وہ رستوتی اور پارس کو چارٹرڈ طیارے میں پہنچا دیں۔"

"سونیا! مجھے تم سے ایسی ہی حماقت کی توقع تھی۔ کیا تم ریڈ پاور کے کسی بھی باس کو احمق سمجھتی ہو۔ ان کے ہر کمرے میں ایسے حفاظتی انتظامات ہوتے ہیں، جن کے ذریعے کسی بھی ناگہانی حملے کو ناکام بنایا جا سکتا ہے۔ چلو فرض کیا کہ تم کامیاب ہو جاتی ہو۔ اور باس ناتھن کو بے بس کر کے رستوتی اور پارس کو چارٹرڈ طیارے میں پہنچا دیتی ہو لیکن اس بات کا پہلے یقین کر لو کہ تمہارے پاس پستول ہے۔"

"یہ بھی کوئی یقین کرنے کی بات ہے جب کہ پستول میں اپنے ساتھ لے کر آئی ہوں۔"

"کہاں سے لائی ہو؟"

"تمہیں یاد ہے، کل تل ابیب سے روانہ ہونے سے پہلے میں وہاں کے بہت بڑے بازار میں شاپنگ کے لیے گئی تھی۔ وہیں میں نے ایک پستول دیکھا جو مجھے پسند آ گیا۔ اسے میں نے خرید لیا۔"

"سونیا! کل سے تم بہت سی باتیں بھول رہی ہو۔ پھر تمہیں پستول رکھنا کیسے یاد رہ گیا؟"

"انسان بہت کچھ بھولنے کے باوجود اپنی حفاظت کا سامان ضرور کرتا ہے۔"

"بس یہی تم سے بہت بڑی غلطی ہو گئی بلکہ جن لوگوں نے تمہیں سونیا کی ڈمی بنا کر بھیجا ہے۔ ان سے بھی غلطی ہوئی ہے۔"

اس نے پریشان ہو کر کہا: "تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں درست کہہ رہا ہوں۔ یہ بات میرے ریکارڈ میں بھی ہے، جس پر تم لوگوں نے دھیان نہیں دیا۔ ویسے میرا ریکارڈ بہت ضخیم ہے اور کوئی ضخیم کتاب پہلے صفحے سے لے کر آخری صفحے تک یاد نہیں رہتی۔ کہیں نہ کہیں، کوئی نہ کوئی سبق دماغ سے نکل جاتا ہے۔ اسی طرح تم سب یہ بھول گئے کہ فرہاد، سونیا اور مرجانہ اپنے پاس کبھی کوئی ہتھیار نہیں رکھتے۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی: "میں نے تمہارا کوئی ریکارڈ نہیں پڑھا ہے۔ بھلا پڑھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں برسوں سے تمہارے ساتھ رہتی آئی ہوں، یقیناً ہم اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے ہوں گے۔ میں یہ بات بھول گئی۔ تمہیں یقین ہونا چاہیے کہ میری یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔ تل ابیب میں تمہارے کہنے پر میرا طبی معائنہ کرایا گیا۔ یہاں بھی تم چاہو تو میرا معائنہ کرا سکتے ہو۔ کیا کروں۔ میں بہت سی باتیں بھول جاتی ہوں۔"

"کیا تل ابیب میں کسی ہمدرد نے تمہیں یاد نہیں دلایا کہ اپنے

پاس پستول نہیں رکھنا چاہیے؟"

"میری گائڈ آنٹی نے پوچھا تھا کہ میں پستول کیوں خرید رہی ہوں۔" میں نے آنٹی کو جواب دیا۔ اس پستول کی ساخت مختلف ہے۔ اس کے دستے کے آگے ایک اور چھوٹا سا دستہ ہے۔ ان کے درمیان ٹریگر ہے۔ اگر اس پستول کو نال کی طرف سے پکڑ کر دیکھا جائے تو انگریزی کا حرف "الف" بنتا ہے اور الف سے فرہاد کا نام ہوتا ہے اس لیے میں اسے اپنے پاس رکھوں گی۔"

سونیا نے یہ کہہ کر اپنے گریبان سے اس پستول کو نکالا پھر اسے نال کی طرف سے پکڑ کر نال کو نیچے اور دستے کو اوپر کیا۔ اس کے بعد باس ناتھن سے پوچھا "مسٹر ناتھن! ذرا آپ بتائیں، کیا انگریزی کا کوئی حرف سمجھ میں آتا ہے؟"

باس جے آر جے ناتھن نے اس پستول کو دیکھا پھر سر ہلا کر کہا۔ "یہ انگریزی کا 'الف' ہے۔"

سونیا نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "میں نے تمہارے نام کے ایک حرف کو اپنے سینے سے لگائے رکھنے کے لیے یہ پستول اپنے پاس رکھا۔ یہ بھول گئی کہ ہم اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے ہیں اور اگر محبت سے رکھ ہی لیا ہے تو کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ اس لیے مان لو کہ میری یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "اسی ایک بات نے مجھے اُلجھا دیا ہے۔ کبھی سوچتا ہوں، تم سونیا کی ڈمی ہو کبھی یقین آجاتا ہے کہ تمہاری یادداشت کمزور ہے۔ بہرحال ابھی میں تمہیں نقلی سونیا نہیں کہوں گا۔ جب بھی مجھے موقع ملتا رہے گا، میں تمہیں مختلف طریقوں سے آزماتا رہوں گا۔ جب پوری طرح یقین ہو جائے گا تو..."

اس نے میری بات کاٹ کر کہا۔ "تم ایک نہیں، ہزار بار آزماتے رہنا۔ مجھے اس طیارے تک جانے کی اجازت دو۔"

میں نے باس ناتھن سے کہا۔ "سونیا کو اس طیارے تک پہنچا دو۔ یہ ضد کر رہی ہے اور میں اس سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔"

میں نے بے زار ہو کر سونیا کو طیارے تک پہنچنے کی اجازت دے دی۔ میں جانتا تھا نتیجہ کیا ہو گا لیکن میں اس معاملے میں زیادہ اُلجھنا نہیں چاہتا تھا۔ میری اور بھی بہت سی مصروفیات تھیں مثلاً یہ کہ میں نے وِکرم کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ جن لوگوں نے منجالی کی زندگی ختم کی تھی، میں انھیں آسانی سے معاف نہیں کر سکتا تھا۔ اور ان لوگوں تک پہنچنے کا راستہ صرف وہی وِکرم تھا۔

اس وقت وِکرم اپنے مکان میں تھا۔ میں نے کہا۔ "کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ حیرانی سے سر اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا تو وہ کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر میں نے پوچھا۔ "کیا اتنا ثبوت کافی ہے کہ فرہاد تمہارے دماغ میں پہنچ گیا ہے؟"

وہ "نہیں، نہیں" کے انداز میں سر ہلانے لگا۔ وہ یقین نہیں کرنا چاہتا تھا اور کبھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں کیوں کہ جس دن بلیک میلر کو ذرا سا بھی شُبہ ہو گا کہ فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ گیا ہے تو وہ اسے بے دریغ گولی مار دے گا۔

میں نے کہا۔ "وِکرم! تمہارے باس کو گولی مارنے میں ذرا دیر لگے گی لیکن میں پلک جھپکتے ہی تمہیں ٹیلی پیتھی کی چٹکی میں مسل کر ختم کر دوں گا۔ کیا میں اس کا ثبوت پیش کروں؟ کوئی تماشا دِکھاؤں؟"

وہ اپنے دماغ میں میری سوچ کو بے یقینی سے سُن رہا تھا۔ تب میں نے اس کے دماغ میں اپنی موجودگی کا ثبوت پیش کیا۔ اس نے قائل ہو کر کہا۔ "جناب فرہاد صاحب! میں مانتا ہوں آپ میرے دماغ میں پہنچ گئے ہیں۔"

اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے تھے اور دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک دیے تھے۔

میں نے کہا۔ "اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہیں پوجا کرنے کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں۔"

"آ.... آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں منجالی کے قاتل کا نام اور پتا معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ یقین کریں۔ میں اپنے باس کا پتا ...."

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "مجھے زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں، تم اپنے باس کا صحیح پتا نہیں جانتے۔ یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "جناب! جب میں آپ کے کام نہیں آسکتا۔ آپ کو آپ کے دشمنوں کا پتا ٹھکانہ نہیں بتا سکتا تو پھر آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"میں تمہیں اپنا دوست بنانا چاہتا ہوں۔"

اس کا منہ حیرانی سے کھل گیا۔ فرہاد علی تیمور اسے دوست بنانا چاہے، یہ ایسی غیر متوقع بات تھی کہ اس کا منہ حیرانی سے کھلنا ہی تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں آپ کے قدموں کی دھول ہوں۔ آپ مجھے دوست نہ بنائیں۔ اپنے چرنوں میں رکھیں۔ حکم دیں، میں کیا کروں؟"

"تم میرے سچے وفادار بن کر رہنا چاہو تو سب سے پہلے تمہیں ایک خوشخبری سُناؤں اور وہ یہ کہ تمہاری بیوی تمہارے ہی بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

تھوڑی دیر پہلے وہ اپنی بیوی پر شُبہ کر رہا تھا اور اس

سلسلے میں کسی طرح تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ اب وہ مُنہ اٹھائے دیدے پھیلائے میری سوچ کو اپنے دماغ میں سن رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "وِکرم! خوش نصیب ہو کہ تمہاری بیوی کے خیالات میں کوئی چور سی نہیں ہے۔ وہ ایک مت ہی دھرم والی عورت ہے اور بے شک و شبہ تمہارے بچے کی ماں بن رہی ہے۔"

وِکرم نے فوراً ہی دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "آپ سچ مچ دیوتا ہیں۔ میں آپ کی پوجا کرتا ہوں۔ آپ کی وفاداری اور خدمت گزاری کی قسم کھاتا ہوں۔ آپ جو کہیں گے، اسے پورا کرنے کے لیے اپنی جان بھی دے دوں گا۔"

"میں تمہیں کسی خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ بس آنکھیں کھلی رکھو اور کان دیواروں سے لگائے رکھو۔ یہ معلوم کرتے رہو کہ تمہارا وہ بلیک میلر باس کہاں رہتا ہے یا کس وقت کہاں پایا جا سکتا ہے؟ دوسرے وہ جادوگر کون تھا جس نے منجالی کی پیشانی پر کوڑی پھینکی تھی۔ بس اس کے بعد تم مجھ سے جو طلب کرو گے، وہ میں تمہیں دوں گا۔ یہ فرہاد علی تیمور کا وعدہ ہے۔"

"حضور! میں اپنی ہونے والی اولاد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج سے میں اپنے اس بلیک میلر باس کی تاک میں رہوں گا اور یہ بھی معلوم کروں گا کہ وہ جادوگر کون تھا۔ آپ جب چاہیں، میرے خیالات کی سچائی کو آزماتے رہیں۔ میں آپ کا سیوک ہوں اور آخری سانس تک آپ کی خدمت کرتا رہوں گا۔"

میں نے اس کی تعریفیں کیں۔ اسے شاباشی دی۔ پھر وہ باغی طور پر طیارے میں حاضر ہو گیا۔ بعض اوقات دشمن بالکل معمولی سا ہوتا ہے لیکن اس کے سائے تک پہنچنا تقریباً ناممکن سا لگتا ہے۔ ان حالات میں اس کے اطراف جال پھیلانا پڑتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں رکھنے کے باوجود میں بلیک میلر اور اس جادوگر تک پہنچنے کے لیے وِکرم کو اپنا آلۂ کار بنا رہا تھا۔ میں نے طیارے کی کھڑکی کی کے پار گھومتے ہوئے بادلوں کو دیکھا پھر سوچنے لگا۔ "اور ایسے کتنے دشمن ہیں جو میرے ظاہر ہو جانے کے بعد اپنا فائدہ حاصل کرنے کے لیے یا تو مجھے اغوا کرنا چاہیں گے یا میرے سے ختم ہی کر دینے کی کوشش کریں گے تاکہ نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری۔"

اب تفصیل سے بیان کرنا فضول ہے کہ سونیا چارٹرڈ طیارے میں پہنچی تو کیا ہوا۔ کس طرح کسی فرہاد علی تیمور کی ڈمی سے ملاقاتیں ہوئیں اور ان کے درمیان کیا گفتگو ہوتی رہی۔ اس کا نتیجہ ایک ہی تھا کہ سونیا کو ناکامی ہوئی اور اس نے واپسی پر اعتراف کر لیا کہ میں بہت پہلے ہی بنکاک چھوڑ کر جا چکا ہوں۔ اس نے کئی بار سوچ کے ذریعے مجھے آوازیں دیں۔ مجھے اپنی محبت کا واسطہ دیا لیکن میں نے اس سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ میں بعد میں اسے احساس دلانا چاہتا تھا کہ جو عورت اپنے مَرد پر اعتماد نہ کرے، اس کی بات کو سچ تسلیم نہ کرے اور اس کی تصدیق کے لیے ایسی جگہ جائے جہاں دشمنوں کا ہجوم ہو تو اس عورت سے وقت بے وقت رابطہ قائم کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ جب بھی میں ضروری سمجھا کروں گا، اسے مخاطب کر لوں گا ورنہ اسے بھی رستی کی طرح نظر انداز کرتا رہوں گا۔ یہ سزا سونیا کے لیے کافی ہو گی اور خدا ہی جانتا تھا کہ وہ سونیا ہے بھی یا نہیں؟

اب خیال خوانی کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ جتنے دشمنوں کے خیالات پڑھنے تھے، وہ میں نے پڑھ لیے۔ دوستوں کو اپنی آمد سے آگاہ کر دیا تھا۔ اعلیٰ بی بی کو پوری پلاننگ سمجھا دی کہ کس طرح میں قاہرہ میں اتر کر اپنے چارٹرڈ طیارے میں سوار ہوں گا پھر جب وہ چارٹرڈ طیارہ پیرس پہنچے گا تو کس طرح دشمنوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر میں غائب ہو جاؤں گا اور سجاد علی تیمور منظرِ عام پر آجائے گا۔

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا، طیارے کا ماحول بہت ہی پُرسکون تھا۔ مسافر اپنی اپنی جگہ آرام سے بیٹھے ہوئے تھے یا اپنی سیٹ پر نیم دراز تھے۔ ایئر ہوسٹس اور اسٹیوارڈ وغیرہ مسافروں کے پاس صبح کا ناشتہ پہنچا رہے تھے۔ میں نے ناشتہ کرنے سے معذرت کر لی صرف کافی طلب کی۔ مجھے منجالی بُری طرح یاد آرہی تھی۔ جب تک وہ میرے ساتھ رہی۔ ہم صبح کا ناشتہ ایک ساتھ نہ کر سکے کیونکہ میں ساری رات خیال خوانی میں مصروف رہتا تھا۔ ایسا ہوتا تھا کہ صبح ناشتے کا وقت گزر جاتا تھا اور خیال خوانی ختم نہیں ہوتی تھی۔ وہ بے چاری میرا انتظار کرتی ہی رہ جاتی تھی۔

میں کافی پیتا رہا اور اسے یاد کرتا رہا۔ اس وقت مجھے بڑا سکون مل رہا تھا۔ بہت عرصے بعد خیال خوانی کے بغیر میرا وقت گزر رہا تھا اور میں اپنے آس پاس کی جیتی جاگتی دُنیا کو بغیر خیالات میں ڈوبے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

دیکھتے رہو تو کبھی معمولی اور کبھی غیر معمولی چیزیں آنکھوں کے سامنے سے گزرتی ہیں۔ وہ بھی میرے سامنے سے گزر رہا تھا۔ میری سیٹ کھڑکی کی طرف تھی۔ وہ شخص مسافروں کی درمیانی راہداری سے گزرتا ہوا ٹوائلٹ کی طرف جا رہا تھا۔ اچانک ہی مجھ پر نظر پڑی تو آگے بڑھتے بڑھتے ٹھٹک گیا۔ اس نے چونک کر مجھے یوں دیکھا، جیسے اچھی طرح جانتا ہو۔ مجھے حیرانی نہیں ہوئی کیوں کہ میں دلبر حسین کے رُوپ میں تھا۔ دلبر کو جاننے کتنے لوگ پہچانتے ہوں گے جنھیں میں نہیں جانتا تھا اور اب جو شخص مجھے دیکھ کر چونک گیا تھا، اسے پہچاننا ضروری ہو گیا تھا۔

اگر دلبر حسین سے اس کی دوستانہ شناسائی ہوتی تو وہ مجھے ضرور مخاطب کرتا لیکن اس کے چونکنے اور پھر فوراً ہی آگے بڑھ جانے کا انداز ذرا تجسس پیدا کر رہا تھا۔ وہ ایک ذرا دیر کے لیے ٹھٹک کر

آگے بڑھ گیا تھا۔ لہٰذا میں اس کی آنکھوں میں اطمینان سے جھانک کر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے ذرا گردن گھما کر دیکھا۔ دوسری طرف سے وہ ایئر ہوسٹس آ رہی تھی جس نے مجھے ناشتہ کرنے کے لیے کہا تھا پھر میرے انکار پر اور ایک پیالی کافی کی طلب پر مسکرا کر چلی گئی تھی۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت تک وہ اجنبی اسٹیورڈ کیبن کی طرف سے گزرتا ہوا ٹوائلٹ کی طرف جا رہا تھا۔ یکبارگی میں نے ایئر ہوسٹس کے قدموں کو ذرا سا ڈگمگا دیا۔ وہ اس سے ٹکرا گئی۔ ایسے میں اجنبی نے اسے سنبھال لیا۔ وہ شرمندگی کا اظہار کر رہی تھی۔ اس نے کہا "کوئی بات نہیں۔ ایسا ہو جاتا ہے۔"

ایسا ہو جانے کے بہانے میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بلیک مرمر تھا۔ ڈاکٹر بلیک مرمر۔ گولڈن رکیٹ کے سات گولڈن مین میں سے ایک گولڈن مین تھا۔ پچھلی رات میں نے خود کو پُراسرار بنا کر بلیک مرمر اور اس کی محبوبہ ڈی الیف کو خوب پریشان کیا تھا۔ انھیں اس اضطراب اور خوف میں مبتلا کر دیا تھا کہ میں گولڈن رکیٹ کے متعلق اور خصوصاً بلیک مرمر اور ڈی الیف کے بارے میں بہت دور تک جانتا ہوں۔ بلکہ فیروزہ کو لیڈی آرپر کی حیثیت سے بھی پہچانتا ہوں۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی ان کے راز کو اتنی گہرائی تک سمجھتا ہوگا۔ وہ دونوں صبح دس بجے والی فلائٹ سے قاہرہ جانے والے تھے لیکن میرے دہشت زدہ کرنے پر انھوں نے اپنا پروگرام بدل دیا تھا۔ پہلے انھوں نے اپنے طور پر یہ معلومات حاصل کی تھیں کہ دلبر حسین کے پیچھے جو پُراسرار شخص انھیں خوفزدہ کر رہا ہے، وہ آئندہ بلیک میل کرنے والا ہے، وہ ان کی کس حد تک نگرانی کر رہا ہے۔ جب انھیں یقین ہو گیا کہ یہ بھیس بدل کر اپنی پناہ گاہ کے چور دروازے سے نکل سکتے ہیں تو انھوں نے یہی کیا۔ دس بجے کے بجائے چھ بجے والی فلائٹ میں اپنے لیے دو سیٹیں ریزرو کرائیں اور اپنی دانست میں دلبر حسین اور اس کے پُراسرار باس کو فریب دے کر بنکاک سے نکل آئے۔

پچھلی رات میں نے گولڈن رکیٹ کے متعلق اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ قاہرہ میں ان ساتوں گولڈن مین کی اہم میٹنگ ہونے والی تھی۔ میں اسی وقت ان کے دماغوں میں پہنچ کر مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ ساتوں گولڈن مین دُنیا کے سب سے ناموَر تجربہ کار اور باعزت ڈاکٹر تھے اور ان کی پہنچ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک تھی۔ ان کے خلاف ٹھوس ثبوت حاصل کیے بغیر انھیں چھیڑنا دانشمندی نہ ہوتی۔

پیرس پہنچنے کے بعد میرے سامنے نئے مسائل پیدا ہونے والے تھے۔ ان کی طرف دھیان دینا لازمی تھا۔ ایسے میں گولڈن رکیٹ والوں کی طرف توجہ نہیں دینا چاہتا تھا لیکن اسے کیا کہا جائے کہ تقدیر خود ہی ان سے بار بار ٹکرا رہی تھی۔ بلیک مرمر اور ڈارلنگ فیروزہ نے مجھ سے جان چھڑانے کے لیے طیارہ بدل لیا تھا۔ دس بجے کے بجائے چھ بجے والے اسی طیارے میں سفر کر رہے تھے جہاں حالات نے مجھے بھی پہنچا دیا تھا۔

جب کوئی بلا پیچھے پڑ جائے تو حواس ٹھکانے نہیں رہتے۔ بھوک نہیں لگتی۔ نیند نہیں آتی۔ بدحواسی چھائی رہتی ہے۔ بلیک مرمر ٹوائلٹ میں گیا تو وہاں بھی بدحواسی چھائی رہی۔ وہ خیسا گیا ویسا ہی گھبراہٹ میں واپس آ گیا۔ اب وہ اپنی سیٹ پر تھا۔ ڈی الیف اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ دونوں میرے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ فیروزہ نے کہا "میں یقین سے کہتی ہوں، دلبر حسین کے پیچھے کوئی پُراسرار باس نہیں ہے۔ میں نے اس سے بڑی دیر تک کھانے کے دوران گفتگو کی۔ عورت مختصر سی ملاقات میں مرد کو سمجھ لیتی ہے۔ میں نے سمجھ لیا ہے، وہ کسی کا ماتحت یا آلہ کار نہیں ہے۔ وہ خود ہی اپنے اندر جانے کتنے اسرار چھپائے پھرتا ہے۔ یہی دیکھ کر ہم نے اچانک اپنے منصوبے میں تبدیلی کی۔ کسی کو بتائے بغیر اپنے خاص ذریعے سے اس طیارے میں سیٹ ریزرو کرائی۔۔۔۔ چور دروازے سے چپ چاپ نکلے لیکن اُسے پتا چل گیا اور یہ یہاں بھی پہنچ گیا۔"

بلیک مرمر نے کہا "ڈارلنگ! میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب بھی کہتا ہوں، یہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

ڈارلنگ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بنکاک میں یہ شور برپا ہے کہ فرہاد اس نیگرو لڑکی کی لاش لے کر ایک پرائیویٹ طیارے سے جا رہا ہے۔ ہم نے اپنے ذرائع سے بھی معلوم کیا ہے۔ انٹیلی جنس کے کئی ایجنٹ اس کے ان سے ہمارے اچھے تعلقات ہیں۔ وہ ہم سے جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ ان سب کے بیان کے مطابق فرہاد اب تک اپنے چارٹرڈ طیارے سے پیرس کے لیے روانہ ہو چکا ہوگا۔"

"اگر وہ اپنے طیارے سے گیا ہے تو یہ دلبر حسین اس کا آدمی ہوگا۔ فرہاد علی تیمور اپنی مصروفیات کی وجہ سے ہمارا پیچھا نہیں کر سکتا تھا پھر پیچھا کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ وہ تو دماغ کے تہ خانے میں پہنچ جاتا ہے۔ گولڈن رکیٹ کے اہم راز آج تک دُنیا کے کسی جاسوسی ادارے کو نہیں معلوم ہو سکے اور دلبر حسین ہمارے متعلق سب کچھ جانتا ہے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ فرہاد کا ماتحت ہے اور اسی کے حکم پر ہمارے پیچھے لگا ہے۔"

"جب وہ دماغی رابطہ قائم کر کے دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہمارا پیچھا کر سکتا ہے تو کسی کو ہمارے پیچھے کیوں لگائے گا؟"

"شاید اس لیے کہ فرہاد اپنے آپ کو ہمارے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتا ——— صرف دہشت زدہ کرنا چاہتا ہے۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اچھی طرح معلوم کر لیا ہوگا کہ ہم ساتوں گولڈن مین کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ اس لیے وہ براہِ راست ہمیں چھیڑنا نہیں چاہتا۔ ایک شخص کو ہمارے پیچھے لگا کر ہم پر نفسیاتی اثر ڈال رہا ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے سر گھما کر میری طرف دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ بلیک مرمر نے آہستگی سے کہا "وہ یہاں سے نظر نہیں آئے گا۔"

وہ بولی "اگر وہ فرہاد کا آدمی ہے تو ہم اسے تعاقب کرنے سے نہیں روک سکیں گے۔ نہ ہی اس کے خلاف کوئی قدم اُٹھانا مناسب ہوگا۔ ورنہ فرہاد سے دشمنی کی ابتدا ہو جائے گی۔"

بلیک مرمر نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہم اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھائیں گے اور نہ ہی فرہاد کو دشمنی کا موقع دیں گے۔"

"اگر واقعی یہ فرہاد کا آدمی ہے تو کیا اس کے ذریعے وہ ہمارے دماغوں میں نہیں آیا ہوگا؟"

"بے شک وہ ہمارے دماغوں میں جگہ بنا چکا ہے اور میں سمجھتا ہوں، وہ اس وقت بھی ہماری باتیں سُن رہا ہوگا۔"

فیروزہ نے پوچھا "تو کیا میں اُسے مخاطب کروں؟"

بلیک مرمر نے سنجیدگی سے مسکراتے ہوئے کہا "فیروزہ بہت عرصے بعد تم نے ایک احمقانہ بات کہی ہے۔ اگر وہ ہمارے دماغوں میں موجود ہے تو مخاطب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی وہ ہماری کتنی ہی باتوں کے جواب دے سکتا تھا۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیے خاموش ہے۔ پھر تمھارے مخاطب کرنے پر وہ جواب کیسے دے گا؟"

"یہ تمھارا اپنا خیال ہے کہ وہ اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ میں سمجھتی ہوں، وہ موجود ہے ہی نہیں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "یہی تو بات ہے۔ وہ ہے اور نہیں ہے کے درمیان یقین اور بے یقینی کے بیچ ہمیں اُلجھا کر رکھنا چاہتا ہے۔ اسی طرح نفسیاتی اثر ڈالا جاتا ہے۔ اب ہم ذہنی طور پر اضطراب میں مبتلا رہیں گے۔ اس کے متعلق سوچتے رہیں گے۔ اندیشوں میں گھرے رہیں گے کہ جانے وہ ہمارے خلاف کب کیا کر گزرے؟"

فیروزہ نے سیٹ کی پُشت سے سر ٹیک کر کہا "کاش ہم اُسے دوست بنا سکتے۔ مرمر! تم تو اپنے بدترین دشمنوں کو بھی بڑی آسانی سے دوست بنا لیتے ہو اور فرہاد سے تو ہماری کوئی دشمنی

نہیں ہے۔ کیا اسے دوست نہیں بنا سکتے؟"

"پہلے یقین تو ہو کہ مسٹر فرہاد نے ہی دلبر حسین کو پیچھے لگا رکھا ہے۔"

ڈارلنگ فیروزہ نے حیرانی سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "عجیب آدمی ہو۔ ابھی خود ہی کہہ رہے تھے اور اب اپنی ہی بات کی نفی کر رہے ہو۔"

"میں انکار نہیں کر رہا ہوں۔ میں نے کہا نا فرہاد نے ہمیں ہیرے اور نہیں ہے کے درمیان اُلجھا دیا ہے۔ بہرحال اگر اس سے میرا رابطہ قائم ہو جائے، خواہ دماغی رابطہ ہو، فون کے ذریعے ہو یا پھر براہِ راست ملاقات ہو جائے تو میں اسے دوست بنانے کے لیے اپنی آخری سانس تک اپنی تمام صلاحیتوں کو آزماتا رہوں گا۔"

"تو پھر اپنی صلاحیتوں کو آزمانے کی ابتدا اسی لمحے سے ہو جائے۔"

"ضرور مگر میں ایسے معاملات میں تمہارا سہارا لیا کرتا ہوں، کیوں کہ عورت، مرد کے مقابلے میں جلد ہی کسی کی دوست بن جاتی ہے۔ تم ابتدا کرو۔ انتہا میں کروں گا۔"

وہ ایک کہری سانس لے کر بولی۔ "میں پچھلی رات ڈنر کے دوران اسے ٹٹول چکی ہوں۔ وہ اوپر سے شوخ ہے۔ اندر سے پتھر ہے۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ کھانا ختم ہونے کے بعد مجھے بھول جائے گا اور یہی ہوا۔ میں کھانے کے بعد اس سے رخصت ہوئی تو اس نے رسمی طور پر بھی آئندہ کبھی ملنے کی خواہش ظاہر نہیں کی۔"

"بہرحال وہ پہلی ملاقات تھی۔ تم خوب سمجھتی ہو کہ بعض مرد بظاہر بے رخی دکھاتے ہیں تاکہ عورت ان کے پیچھے آتی رہے۔ تم بھی یہی کرو۔ پیچھے لگ جاؤ۔"

اس طیارے میں تین تین سیٹوں کی قطاریں تھیں۔ فیروزہ نے کہا۔ "اگر ہمارے ساتھ بیٹھا ہوا شخص دلبر کی سیٹ پر چلا جائے تو میں دلبر کو یہاں لانے کی کوشش کروں گی۔"

"پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے۔ ہم پیاسے ہیں۔ وہ ہمارے پاس نہیں آئے گا۔ میں نے کہا نا کہ تمہیں اس کے پیچھے جانا چاہیے۔"

"اگر ہم اس کے پاس جا کر بیٹھنا چاہیں گے تو وہاں دو مسافروں سے درخواست کرنی ہوگی کہ وہ یہاں آ کر ہماری سیٹوں پر بیٹھیں۔ اس کے برعکس دلبر کو یہاں بلانے کے لیے اپنے پاس بیٹھے ہوئے صرف ایک آدمی سے درخواست کرنی پڑے گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک آپس میں بحث کرتے رہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کے پاس جاؤں یا وہ میرے پاس آئیں۔ میں پچھلی رات سے جاگ رہا تھا۔ اب سونا چاہتا تھا۔ ڈی الیف اپنی جگہ سے اُٹھ کر میری طرف آ رہی تھی لیکن آنے کا انداز یوں تھا، جیسے وہ ٹوائلٹ کی طرف جا رہی ہو پھر وہ میرے قریب پہنچ کر مجھے دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ بڑی حیرت سے اور مسرت سے مجھے مخاطب کیا۔ "اوہ، دلبر... ! تم بھی اسی طیارے میں سفر کر رہے ہو؟"

میں مسکرانے لگا۔

وہ اُردو زبان میں گفتگو کر رہی تھی تاکہ دوسرے مسافر اس کی بات نہ سمجھ سکیں۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "اسے کہتے ہیں، دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں تمہارے ہی متعلق سوچ رہی تھی۔"

میں نے کہا۔ "ہاں، دل کے معاملات کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ بعض اوقات دل والے سوچتے ہیں اور سوچتے ہی یاد آنے والے کو پا لیتے ہیں۔"

وہ چہک کر بڑے پیار سے بولی۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میری طرف چلے آؤ؟"

میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میں تنہا ہوں۔ اگر تم چاہتی ہو تو چلا آؤں گا۔ کیا اُدھر سیٹ خالی ہے؟"

"میں اُدھر کے ایک مسافر سے درخواست کروں گی۔ وہ شاید تمہاری سیٹ پر آنے کے لیے راضی ہو جائے۔"

وہ پلٹ کر اپنی سیٹ کی طرف گئی... اور بلیک مرمر کے پاس بیٹھے ہوئے مسافر سے کہنے لگی۔ "کیا آپ اُدھر کھڑکی کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھنا پسند کریں گے۔ میری ایک شناسا سے ملاقات ہو گئی ہے۔ میں یہاں بیٹھ کر اس سے ضروری گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

اس مسافر نے گھوم کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "وہ کھڑکی کے پاس والی سیٹ کہاں ہے؟"

ڈی الیف میری طرف اشارہ کرتے ہوئے میرا سیٹ نمبر بتانے لگی۔

اس مسافر نے میری سوچ کے مطابق بے اختیار کہا۔ "سوری مادام! مجھے زیادہ باتیں کرنے والی عورتیں پسند نہیں ہیں۔"

ڈارلنگ فیروزہ نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا مطلب؟"

اس نے بلیک مرمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ اپنے ہاتھ سے مسلسل باتیں کرتی چلی آ رہی ہیں۔ جب سے سفر شروع ہوا ہے، میں یہی دیکھتا آ رہا ہوں۔ اب ایک نہیں دو ہو جائیں گے۔ اس کے بعد تو آپ کی زبان ذرا بھی نہیں رُکے گی۔"

ڈارلنگ نے غصہ ضبط کرتے ہوئے بڑی نرمی سے کہا۔ "آپ میری ذات پر تنقید کر رہے ہیں۔ میں آپ سے صرف درخواست کر رہی ہوں۔ ویسے بھی جب آپ نشست بدلیں گے تو میری گفتگو سے بھی نجات مل جائے گی۔"

"سوری، میں یہاں آرام سے سفر کر رہا ہوں۔"

مسافر کے انکار پر وہ ذرا مایوس ہوئی پھر میری طرف آئی۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے دونوں مسافروں میں سے ایک سے التجا کی۔ میں اپنے پاس بیٹھے ہوئے مسافروں کے لب و لہجے کو دیر سے سُنتا آیا تھا لہٰذا انھوں نے بھی میری سوچ کے مطابق انکار کیا۔ وہ مایوس ہو کر اُردو زبان میں بولی۔ "دلبر... ! یہ لوگ بہت ہی بداخلاق ہیں۔ بظاہر مہذب نظر آتے ہیں لیکن کسی کے دلی جذبات کو نہیں سمجھتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "میں پہلے ہی سمجھتا تھا۔ یہ ظالم سماج دو دلوں کو ملنے نہیں دیتا۔ اسی لیے میں نے تمہاری ذات میں زیادہ دلچسپی نہیں لی۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تم مرد ہو کر مایوس ہو گئے۔ میں عورت ہو کر ہمت نہیں ہاری۔ ابھی کوئی دوسرا راستہ نکالتی ہوں۔"

وہ اسٹیورڈ کے کیبن کی طرف گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ کر بولی۔ "میرے پاس جو مسافر بیٹھا ہے وہ دہلی تک جا رہا ہے۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا مسافر آئے گا۔ میں اسے راضی کر لوں گی۔"

میں نے اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم سوا گھنٹے کے بعد دہلی پہنچیں گے۔ اس وقت تک میں سوتا رہوں گا کیوں کہ پچھلی رات میری نیند پوری نہ ہو سکی۔"

"کوئی بات نہیں۔ تمہارے پاس بیٹھے ہوئے یہ دو مسافر دُبئی تک جا رہے ہیں۔ ہم تقریباً ساڑھے تین گھنٹے بعد دُبئی پہنچیں گے۔ اس وقت تک تمہاری نیند پوری ہو جائے گی اور میں یہاں آنے والے نئے مسافروں کو اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھنے پر راضی کر لوں گی۔"

دُبئی پہنچنے تک یہ اطمینان ہتا کہ وہ میری نیند میں مداخلت نہیں کرے گی۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی اور تین گھنٹے کے لیے آرام سے سو گیا۔ ڈی الیف اور بلیک مرمر بھی پچھلی رات بہت مصروف رہے تھے۔ بنکاک سے کسی طرح بخیریت نکلنے کے لیے مختلف ذرائع استعمال کرتے رہے تھے اور وہ رہ رہ کر دلبر حسین اور اس کے پُراسرار باس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہے تھے۔ بہرحال تین گھنٹے بعد میری آنکھ کھلی تو پتا چلا، وہ دونوں اپنی اپنی سیٹ پر سو رہے ہیں۔ انھوں نے ایک ایئر ہوسٹس سے احتیاطاً کہہ دیا تھا کہ طیارہ دُبئی پہنچے تو اس سے پہلے ہی انھیں نیند سے جگا دیا جائے۔

میں ان دونوں کے خوابیدہ دماغ کو ہدایات دینے لگا۔ ان ہدایات کے مطابق ایئر ہوسٹس کے جگانے پر پہلے بلیک مرمر جاگتا۔ پھر نیند کے خمار میں کہہ دیتا کہ ابھی وہ اور اس کی ساتھی مزید سونا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ اس کے بعد وہ پھر مزید ڈھائی گھنٹے تک سوتے رہ جائیں گے۔

میں نے ان کے دماغ کو ہدایات دیتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ انھیں ٹیلی پیتھی کا شبہ نہ ہونے پائے اسی لیے بلیک مرمر پر زیادہ توجہ دی تھی۔ کیوں کہ اس نے سونے سے پہلے کہ ازکم چار پیگ چڑھائے تھے۔ وہ نشے میں تھا۔ بیدار ہونے کے بعد ڈارلنگ فیروزہ کو یہی شبہ ہوتا کہ وہ نیند سے زیادہ نشے میں مدہوش رہا۔ اس لیے نہ خود بیدار ہو سکا نہ اسے جگا سکا۔ بہرحال میں نے ٹیلی پیتھی کا استعمال اس طرح کیا تھا کہ وہ متذبذب میں رہتے۔

اپنی جگہ سے اُٹھ کر میں باتھ روم میں گیا۔ مُنہ ہاتھ دھونے کے بعد تازہ دم ہو کر ایک ایئر ہوسٹس سے کھانے کی فرمائش کی۔ اس کے بعد اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ میرے لیے یہ سیریس میں جو حفاظتی انتظامات ہو رہے تھے، ہم اس پر دیر تک بحث کرتے رہے۔ آخر میں نے پوچھا۔ "ٹارٹر غلبا کے قبیلے کے لیے کیا ہو رہا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے جواب دیا۔ "منجالی کی آخری رسومات ادا کرنے کے بعد پہلی فرصت میں ان پر توجہ دی جائے گی۔"

"منجالی کی موت اپنی جگہ ہے کسی کے پیدا ہونے یا مرنے سے دُنیا کا کاروبار نہیں رُکتا پھر یہ تو ایک نیک کام ہے۔ اس کے لیے فوراً اقدامات ہونے چاہئیں۔"

"فرہاد! سیریس میں تمھیں پیش آنے والے تمام خطرات سے نمٹنے کی ذمے داری مجھ پر ہے۔ اسی لیے میں دوسری طرف دھیان نہ

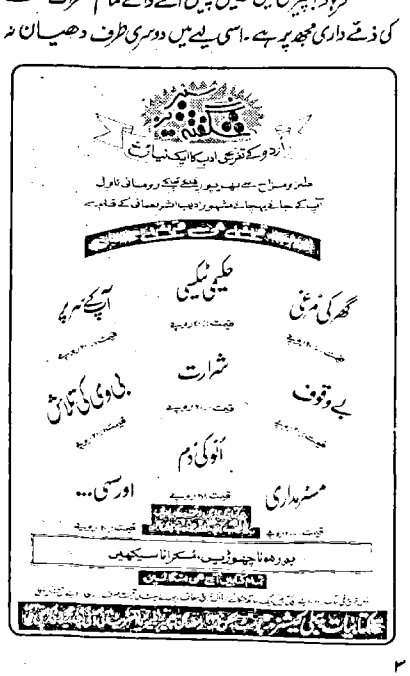

دے سکی۔"

"ٹارٹر غلبا کے قبیلے میں ایک تبلیغی جماعت کو روانہ کرنے اور ان کی رہنمائی کرنے کی ذمے داری کسی اور کو سونپ دو۔ کسی وجہ سے بھی اس کام میں رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی اس پر عمل کرتی ہوں۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا پھر ٹارٹر غلبا کے دماغ میں جھانک کر اس کی نیت کو پڑھنے لگا۔ اس کی نیت اور ارادوں کے متعلق میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اس کی صرف ایک خواہش تھی۔ وہ یہ کہ مجھ سے گہری دوستی ہو جائے۔ اتنی گہری کہ یہ رشتوں کی گہرائی تک پہنچے۔ اسی لیے وہ اپنی بیٹی کو میرے نکاح میں دینا چاہتا تھا۔ مذہب دنیا میں صاحبِ مذہب کہلانے کے لیے اسلام قبول کرنا چاہتا تھا۔ وہ مستقل مزاج تھا۔ اپنا ارادہ بدل نہیں سکتا تھا لیکن اس وقت بہت پریشان تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ مرجانہ اور ٹارٹر بلبا کے درمیان ٹھن گئی ہے۔ دونوں اپنی اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے ایک دوسرے پر حملے کر لیے میں لڑ رہے ہیں۔

میں نے اس سے زیادہ اس کی سوچ نہیں پڑھی۔ فوراً ہی مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ مجھے محسوس کرتے ہی بولی "تمھیں معلوم ہو گا لیے کہ ہم لڑ پڑے ہیں؟"

"اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے نادان لوگ لڑتے ہیں۔"

"میں برتری ثابت نہیں کرنا چاہتی لیکن یہ مجھ سے عشق کرنے لگا تھا۔"

"بھئی! تم خوب صورت ہو۔ جوان ہو۔ تم میں کسی بات کی کمی نہیں ہے۔ کوئی بھی عشق کا اظہار کر سکتا ہے۔ اسے خوب صورتی سے ٹال دینا چاہیے۔"

"یہی تو بات ہے۔ یہ بالکل درندہ ہے۔ خوب صورتی کو سمجھتا نہیں ہے۔ عشق بھی یوں کرتا ہے جیسے پتھر مار رہا ہو جو اب مجھے بھی پتھر مارنا آتا ہے۔"

اس وقت وہ ایک غار میں تھی۔ وہاں کی مبہم تاریکی میں دور تک دیکھ رہی تھی۔ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ٹارٹر بلبا کہاں ہے۔ وہ اپنے علاقے کے پہاڑوں، غاروں اور دشوار گزار درّوں کو اچھی طرح جانتا تھا۔ مرجانہ کو پریشان کرنے کے لیے اور اس کی ذہانت کو آزمانے کے لیے اچانک ہی کہیں سے نمودار ہو جاتا تھا۔ اس پر حملہ کرتا تھا پھر کہیں گم ہو جاتا تھا لیکن اس کے بیشتر حملے ناکام رہے تھے۔ مرجانہ نے ہمیشہ حاضر دماغی کا ثبوت دیا تھا۔ فوراً ہی اس کے حملوں سے بچ جاتی تھی۔ اس نے کہا "فرہاد! میری فکر نہ کرو۔ مجھے جتنی چوٹیں آئی ہیں۔ کم و بیش اتنے ہی زخم میں نے بلبا کو پہنچائے ہیں۔"

"میں تمھاری صلاحیتوں کو مانتا ہوں لیکن یہ تو سوچو، ابھی ٹارٹر غلبا سے ہمارا دوستانہ سمجھوتہ ہو رہا ہے۔ سب سے بڑی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنے پورے قبیلے کے ساتھ ہمارا مذہب قبول کرنے والا ہے۔ ایسی صورت میں تم دونوں دشمنوں کی طرح لڑو گے تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟"

"ابھی میں تم سے بحث نہیں کر سکتی۔ مجھے دماغی طور پر حاضر رہنا ہے۔ مجھے اس کی آہٹ مل رہی ہے۔ شاید وہ آ رہا ہے۔ تم جو کچھ مجھے سمجھا رہے ہو۔ وہی بات ثباتہ سے کہو۔ وہ تمھیں جواب دے گی۔ اس وقت وہ غار سے باہر موجود ہے۔"

دوسرے ہی لمحے میں ثباتہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پہلے اس کے ذریعے دیکھا۔ پہاڑی کے دامن میں دور دور تک قبیلے کے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سبھی تھے۔ میں نے ثباتہ کو مخاطب کیا۔ وہ چونک گئی۔ اس کا دل خوشی کے مارے دھڑکنے لگا پھر فوراً ہی خیال آیا کہ مجھے منجالی کی موت کا صدمہ ہے۔ وہ سنجیدہ ہو گئی۔ میں نے پوچھا "یہ دونوں کب تک لڑتے رہیں گے۔ اس سے پہلے کہ یہ لڑائی ان کی دشمنی اور نفرت میں بدل جائے، انھیں روک دینا چاہیے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "ہم مجبور ہیں۔ ہمارے ہاں دستور ہے، جب دو لڑنے والے یہ اعلان کر دیں.... کہ وہ ہار جیت کے بغیر کسی کی برتری تسلیم نہیں کریں گے اور اپنے نتائج کے وہ خود ذمے دار ہیں تو قبیلے کا سردار بھی ان کے معاملے میں مداخلت نہیں کرتا۔ بس یہ شرط عائد کی جاتی ہے کہ وہ چاہے زخموں سے چور ہو جائیں لیکن کسی کو مرنا نہیں چاہیے کیوں کہ ہم قبیلے کے ہر فرد کو اہم سمجھتے ہیں اور مرجانہ تو ہمارے لیے بہت ہی اہم ہے۔"

"یعنی تم سب مطمئن ہو کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے اور ہم جو دوستی کی نئی بنیاد رکھ رہے ہیں، وہ بنیاد ان کی وجہ سے ٹیڑھی نہیں ہو گی۔"

"ہرگز نہیں۔ ہماری آپس کی لڑائی میں آج تک کسی کو کسی سے نفرت پیدا نہیں ہوئی بلکہ محبت اور زیادہ مستحکم ہو جاتی ہے کیونکہ لڑتے رہنے سے ہماری جنگجویانہ صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ زخم لگانے اور زخم کھانے کے دوران قوتِ برداشت کی مشق بھی جاری رہتی ہے۔"

"تم لوگ بے حد عجیب ہو۔"

"ہم جو کچھ بھی ہیں، تم فوراً مرجانہ کے پاس جا کر دیکھو۔ آخر وہ لوگ غار کے اندر کیا کر رہے ہیں۔ انھوں نے ہمیں سختی سے وہاں آنے کے لیے منع کر دیا ہے۔ ہم مجبوراً یہاں ان کا انتظار کر رہے ہیں۔"

میں پھر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہ غار کے کسی

دوسرے حصے میں تھی۔ اس کے سامنے کچھ فاصلے پر ٹارٹر بلبا کھڑا ہوا تھا۔ اس کے بھی چہرے اور جسم کے کئی حصوں پر زخم آئے تھے۔ مرجانہ نے درست کہا تھا کہ وہ پتھر کا جواب پتھر سے دے رہی ہے۔ اس وقت ٹارٹر بلبا کہہ رہا تھا "میں تم سے متاثر ہوں۔ میں زمین کی گہرائی اور آسمان کی بلندی کی قسم کھا کر کہتا ہوں، زندگی میں پہلی بار کسی نے مجھے اتنے زخم پہنچائے ہیں۔ ان زخموں سے ٹیسیں اٹھ رہی ہیں اور یہ سرور میرے دل میں تمھاری محبت کا اور زیادہ جادو جگا رہا ہے۔"

"میں پھر تمھیں سمجھاتی ہوں، مجھ سے محبت کی باتیں نہ کرو۔"

وہ بولا "مہذب دنیا میں لوگ نفرت نہیں محبت کرتے ہیں اور تم ہو کہ محبت سے نفرت کرتی ہو۔"

"محبت انسانوں سے کی جاتی ہے۔ کیا تم انسان ہو؟ اگر ہو تو ہر موسم میں صرف یہ لنگوٹ کیوں پہنے رہتے ہو۔ کیا انسانوں کی طرح لباس نہیں پہن سکتے؟" اس کا اشارہ بلبا کی برہنگی کی طرف تھا۔

"اگر تم میری محبت کو قبول کر لو تو میں مہذب انسانوں کی طرح لباس پہن کر رہوں گا۔ تم جیسا کہو گی، ویسا کروں گا۔"

"تم ایسا کبھی نہیں کرو گے۔ تم اپنی طاقت کے نشے میں چور رہتے ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے میرے سامنے اپنی برتری جتائی تھی۔"

"مرجانہ! برا نہیں ماننا چاہیے۔ مرد عورت سے برتر ہوتا ہے۔"

"میں ثابت کر دوں گی کہ تم سے برتر ہوں۔"

باتیں کرتے ہی کرتے اس نے یکبارگی فضا میں چھلانگ لگائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ٹارٹر بلبا کے منہ پر ایک زبردست ٹھوکر ماری۔ پھر الٹی قلابازی کھا کر اپنی جگہ آنے لگی۔ بلبا اس کے لوٹنے کے انداز سے واقف نہیں تھا۔ اس نے یہی سمجھا کہ عام فائٹروں کی طرح وہ لگ مار نے کے بعد واپس اپنی جگہ پہنچ کر کھڑی ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی وہ آگے بڑھ کر جوابی حملہ کرے گا لیکن مرجانہ الٹی قلابازی کھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کے بل زمین پر پہنچی یعنی اس کی ٹانگیں اب اوپر کی طرف تھیں۔ جب وہ آگے بڑھا تو اس کی ٹانگوں سے پھر ایک ٹھوکر لگی۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے کی طرف گر پڑا۔

اس بار مرجانہ دھوکا کھا گئی۔ وہ جان بوجھ کر گرا تھا پھر گرتے ہی زمین پر گول چکر لگاتے ہوئے مرجانہ کے قریب پہنچ گیا۔ وہ ٹھوکر مارنے کے بعد پیروں کے بل کھڑی ہوئی تھی۔ بلبا نے اس کی ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑی پھر جیسے ہی اٹھی تو اسے اپنے بالکل سامنے بلبا کھڑا ہوا نظر آیا۔ اس نے ایک گھونسہ منہ پر جڑ دیا۔ وہ کراہتے ہوئے پیچھے گئی پھر اس کے منہ پر دوسرا گھونسہ پڑا۔ تیسرا گھونسہ مارنے سے پہلے ہی اس نے بلبا کی گردن پر کراٹے کا ایک ہاتھ رسید کیا پھر گھوم کر دوسرا ہاتھ اس کی پسلی پر مارا۔ میں نے ثباتہ کے پاس پہنچ کر کہا "کوئی کسی سے کم نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے جیسے یہ لڑائی ان کی آخری سانس تک جاری رہے گی۔"

"میں مانتی ہوں، مرجانہ فولاد ہے۔ لڑنے کا فن جانتی ہے اور حیران ہوں کہ وہ میرے بھائی کے مقابلے میں اب تک کھڑی ہوئی ہے۔"

"تم مرجانہ کو نہیں جانتیں۔ وہ بہت ضدی ہے۔"

"عورت کو اس حد تک ضدی نہیں ہونا چاہیے۔ کسی ایک مرد کے سامنے اپنی ضد ہارنا چاہیے جیسا کہ میں تمھارے سامنے ہار گئی ہوں۔ تم سے پہلے سوچتی تھی، دنیا کا کوئی مرد مجھے متاثر نہیں کر سکے گا میں کسی کے سامنے جھکنا پسند نہیں کروں گی لیکن میں نے جھکنا سیکھ لیا۔ یہی بات تم مرجانہ کو سمجھا سکتے ہو۔"

"کیا تم کسی کے سمجھانے سے میرے سامنے خود کو جھکانا پسند کر رہی ہو؟"

"نہیں، میں اپنے دل سے ایسا کر رہی ہوں۔"

"اسی طرح مرجانہ فولاد ہونے کے باوجود ایک عورت بھی ہے۔ عورت سمجھانے سے نہیں سمجھتی۔ پہلے وہ دل ہارتی ہے پھر

ڈاکٹر جی ایم ناز
کی شہرہ آفاق کتاب
ازدواجی نفسیات
کی چند کاپیاں پرانے اسٹاک سے مل گئی ہیں۔
یہ وہ کتاب ہے جس کے شائع ہوتے ہی تہلکہ مچ گیا تھا۔ اس کتاب میں مرد و زن کے ان دکھوں کا تذکرہ، جو ان کو ازدواجی اندھیرے کی طرح چاٹتے ہیں ان کا مدلل حل ہے۔ ازدواجی الجھنیں ہیں اور ان کے حل میں جنسی مسائل اور مشورے ہیں۔ غرض یہ کتاب ہر شخص کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ پڑھنا ضروری ہے
چند ہی کاپیاں موجود ہیں۔ آج ہی آرڈر بھیجیں
قیمت ـــــ ۱۲/- روپے محصول ڈاک
مکتبۂ نفسیات، پوسٹ بکس ۱۴۴۳ لاہور

اپنی ضد اور غرور کو ہارنا پسند کرتی ہے۔ بہتر ہے تم اپنے بھائی کو سمجھاؤ کہ وہ انسانوں کی طرح لباس پہنا کرے اور دلوں کو جیتنے والی گفتگو کرنا سیکھے۔"

"میں اسے سمجھاؤں گی لیکن اس وقت ان کو لڑنے سے کس طرح باز رکھا جائے؟"

"تمھارے قبیلے میں دو حریفوں کے لڑتے رہنے کا کوئی وقت مقرر ہوگا؟"

"کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ جب تک کوئی کسی سے شکست تسلیم نہ کرلے، اس وقت تک جنگ جاری رہتی ہے۔"

"پھر تو اس غار کے اندر فرسٹ ایڈ وغیرہ کا سامان پہنچا دو اور کچھ کھانے کی چیزیں بھی پہنچا دی جائیں تو بہتر ہے۔ یہ جنگ ابھی نامعلوم مدت تک جاری رہے گی۔"

میں غار کے اندر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ٹہلنے کے انداز میں غار کی پتھریلی دیواروں کے قریب سے گزر رہی تھی۔ دراصل وہ پینترے بدل رہی تھی۔ اس کے سامنے والی پتھریلی دیوار سے ٹارٹر بلبا لگا ہوا تھا۔ وہ بھی اس . . . . . کی طرف دیکھتا ہوا اس کے پینتروں کو اور اس کے تیور کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ تقریباً دو گھنٹے سے لڑ رہے تھے۔ اس دوران تھوڑا تھوڑا سا وقفہ اس طرح ہوتا رہا تھا کہ کبھی دیر تک پینترے بدلتے وقت انھیں ذرا ہانپنے، ستانے کا موقع مل جاتا تھا۔ کبھی ٹارٹر بلبا اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا تھا۔ غار کی چٹانوں کے پیچھے کہیں چھپ کر دوسری طرف سے نکل آتا تھا۔ ایسے وقت بھی دونوں کو حملوں اور جوابی حملوں سے ذرا فرصت مل جاتی تھی۔ اس کے باوجود وہ ایک طرح سے میدانِ جنگ میں تھے۔ اس لیے ذہنی طور پر مستعد رہنا پڑتا تھا۔ پتا نہیں کون کس وقت حملہ کر دے۔ اس لیے انھیں ایک ذرا کہیں بیٹھنے کی فرصت نہیں ملی تھی۔ دونوں اب تک اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے تھے اور دونوں ایسے ضدی، ایسے فولادی تھے کہ ابھی کئی گھنٹوں تک شکست کھا کر گرنا یا بیٹھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے۔

ٹارٹر بلبا نے کہا: "آج تک جانے کتنے شہ زور میرے ہاتھوں ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے۔ بڑے بڑے دعوے کرنے والے آئے اور اپنے منہ کی کھا کر چلے گئے۔ میں وہ پہاڑ ہوں جسے کوئی اپنی مٹھی میں نہیں لے سکتا۔"

مرجانہ نے پینترا بدلتے ہوئے کہا: "آج کے بعد تم شیخی بگھارنا بھول جاؤ گے اور ہاں، یہ تم غلط کہہ رہے ہو کہ تمھارے جیسے پہاڑ کو کوئی مٹھی میں نہیں لے سکتا۔ تم چند ہفتے پہلے کی بات بھول گئے۔ جب تمھارے جسم میں دو گولیاں پیوست ہوئی تھیں۔ تم زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ تم مٹھی کی بات کرتے ہو۔ فرہاد نے اس وقت تمھیں چٹکی میں دبا رکھا تھا جس وقت چاہتا مسل ڈالتا۔"

اس نے گھور کر اسے دیکھا پھر سر ہلا کر کہا: "ہاں، فرہاد کا یہ احسان مجھ پر ہے لیکن مردِ احسان کا بدلہ جلد ہی چکا دیتے ہیں کبھی وہ میرے قدموں تلے آئے گا تو میں اس کے سر کو کچلنے کے بجائے معاف کر دوں گا۔ اسے نئی زندگی دے کر جواباً احسان کروں گا پھر یہ بوجھ میرے سر سے اتر جائے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ پینترے بدلتے ہوئے آئی لیکن بلبا نے اس کے حملوں کو روک لیا پھر وہ دونوں پنجہ آزمائی کرنے لگے۔ مرجانہ کے وہ دونوں ہاتھ ٹریننگ کے دوران آہنی ذرات سے گزرتے رہے تھے۔ واٹسورد کی لوہے کے باریک اور موٹے ذرات کا ڈھیر لگاتا تھا اور مرجانہ کو حکم دیتا تھا کہ وہ ان ذرات میں کراٹوں کے ہاتھ رسید کرتی رہے اور پوری قوت سے اپنے دونوں ہاتھوں کو باری باری ان ذرات کے ڈھیر میں خنجر کی طرح پیوست کرتی رہے اور وہ ایسا کرتی رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ ایسے سخت تھے جیسے فولاد ہوں۔ انھیں موڑنا، انھیں نقصان پہنچانا ٹارٹر بلبا کے بس میں نہیں تھا۔

دوسری طرف ٹارٹر بلبا بچپن ہی سے اس برفانی علاقے کی سنگلاخ زمینوں کا پروردہ تھا۔ بڑا ہی سخت جان تھا۔ اس کے جسم کی جلد گینڈے کی کھال کی طرح سخت تھی۔ وہ بھی فولاد سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ دونوں کب تک لڑتے رہیں گے۔ ان کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ مرنا پسند کریں گے لیکن کسی سے شکست تسلیم کرنا اپنی توہین سمجھتے رہیں گے۔

مرجانہ قلابازی کھا کر بلبا کے سر کے اوپر سے گزرتی ہوئی پیچھے کی طرف آئی تو ان کے پنجے ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ اسی وقت بلبا نے اس کی کمر پر گدھے کی طرح پیچھے سے لات ماری۔ ٹھیک اسی وقت مرجانہ نے بھی اسی طرح ڈنکی تک اس کی کمر پر رسید کی تھی۔ دونوں نے بیک وقت ایک ہی طریقے سے حملہ کیا تھا اور دونوں ہی ایک دوسرے کی لات کھا کر لڑکھڑاتے ہوئے دور چلے گئے تھے۔

میں نے مرجانہ سے کہا: "تمھیں بتا چکا ہوں کہ اسے کہاں کہاں گولیاں لگی تھیں۔ تم اس جگہ حملہ کرو اور قصہ ختم کرو۔ وہ ابھی زمیں بوس ہو جائے گا۔"

مرجانہ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "اگر میں نے ایسا کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے ایک کمزور آدمی سے مقابلہ کیا ہے۔ ریت کی دیوار سے ٹکرانا میری توہین ہے۔" پھر اس نے بلبا کو

مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ابھی تم نے کہا تھا کہ فرہاد کا احسان جلد ہی اتار دو گے لیکن میں تم پر جو احسان کر رہی ہوں، اسے کیسے اتارو گے؟"

بلبا نے حیرانی سے پوچھا: "کیسا احسان؟"

"میں نے ابھی تک تمھارے بائیں شانے اور بائیں پسلیوں کی طرف حملہ نہیں کیا ہے۔ اگر چہ تمھارے زخم بڑی حد تک بھر گئے ہیں پھر بھی ان میں کچا پن ہے۔ میرے متواتر حملوں سے تم گھٹنے ٹیک دو گے۔"

وہ غصے سے تلملاتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے بولا: "کوس مت کرو۔ میں تمھارا احسان لینا نہیں چاہتا۔ میں تمھیں دعوت دے رہا ہوں۔ چلو آؤ، ایسی جگہ حملہ کرو جہاں مجھے گولیاں لگی تھیں۔ میں تمھارے حملوں کو روک سکتا ہوں۔ روک نہ سکا تو زخم سہہ سکتا ہوں۔ میرے زخم کچے ضرور ہیں انھیں پھر ہرا ہونے دو۔ میں بزدل نہیں ہوں۔"

وہ چیلنج کر رہا تھا اور یہ پیچھے ہٹتی جا رہی تھی۔ اچانک مرجانہ نے اس پر پے در پے حملے کیے مگر اس کے بائیں شانے اور بائیں پسلیوں کو اب بھی نظر انداز کیا۔ مرجانہ کا یہ احسان ٹارٹر بلبا کو جھنجلاہٹ میں مبتلا کرنے لگا۔ کہنے لگا: "میں لڑنے کے فن سے اچھی طرح واقف ہوں۔ مجھے بچپن سے سمجھایا جاتا ہے کہ جنگ کے دوران غصے اور جھنجلاہٹ کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور تم مجھ پر نفسیاتی اثر ڈال رہی ہو۔ مجھے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہی ہو۔"

"تم کیوں جھنجلا رہے ہو؟ میں تمھارے جسم کے زخمی حصوں پر کبھی حملہ نہیں کروں گی۔ اگر تمھیں کمزور بنا کر حملہ کرنا ہوتا تو مجھ سے پہلے فرہاد تمھاری کمزوری سے فائدہ اٹھا چکا ہوتا یا اس وقت بھی وہ تمھارے دماغ کو اس طرح جھٹکے پہنچاتا رہتا کہ تم مسلسل سانس نہ روک سکتے۔ میرے سامنے کمزور ہوتے چلے جاتے۔ نہیں بلبا! میں عورت ہوں لیکن آج تک مردانہ وار مقابلہ کرتی آئی ہوں اور کرتی رہوں گی۔"

بلبا نے ایک گہری سانس لی پھر پتھریلی دیوار سے ٹیک لگا کر کہا: "میری زندگی میں شی سپر آئی تھی۔ میرا خیال تھا، اس سے زیادہ ضدی اور مضبوط عورت اور کوئی نہیں ہوگی۔ مگر آج وہ تمھارے سامنے خاک ہو گئی ہے۔ میری آئیڈیل ایسی ہی عورت ہے جو محبت سے پھول نہ مارنے پتھر مارتی رہے ــــ، مرجانہ! میری برتری تسلیم کر لو اسی میں عورت کی برتری ہے۔"

مرجانہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھ رہی تھی۔ اس پہاڑ سے بڑی دیر تک ٹکراتی رہی تھی۔ اس لمحے اس کے دل کی دھڑکن نے ایک ذرا سی چغلی کھائی۔ دوسرے لمحے وہ سنبھل گئی۔ اسے فوراً خیال آیا کہ میں اس کے دماغ میں شاید موجود ہوں۔ شاید اس کی کمزوری کو سمجھ سکتا ہوں۔ اس نے سخت لہجے میں کہا: "میں تم سے کمتر نہیں ہوں۔ دیکھ لو، تم اس دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے ہو۔ جب سے جنگ شروع ہوئی ہے، میں نے کسی چیز کا سہارا نہیں لیا ہے آداب تک اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی ہوں۔"

وہ فوراً ہی دیوار سے الگ ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا۔ "سوری! دراصل میں نے تمھاری اس جرأت اور ثابت قدمی کی طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ اب میں بھی کسی چیز کا سہارا نہیں لوں گا مگر وعدہ کرو، اگر میں جیت گیا تو تم مجھے قبول کر لو گی۔"

وہ حقارت سے بولی: "تمھارے جیتنے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔"

جب تم جانتی ہو کہ میں جیت نہیں سکتا تو چلو آئندہ ہارنے والے کی تسلی کے لیے وعدہ کر لو۔ میں بھی وعدہ کرتا ہوں، اگر جیت نہ سکا تو میں تمھارے سامنے جان دے دوں گا۔"

مرجانہ نے پینترا بدل کر ایک طرف بڑھتے ہوئے کہا: "میں نے عاشقوں کو شاعرانہ الفاظ میں مرتے دیکھا ہے۔ ان کا جنازہ اٹھتے نہیں دیکھا۔ تم سے وعدہ کرتی ہوں، مر جاؤ گے تو تمھاری لاش کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر تمھارے باپ کے قدموں تک پہنچا دوں گی۔"

میں اچانک ٹارٹر بلبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا: "ٹھہرو، میں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ یہ ایک مرد کا وعدہ ہے۔"

"کیا بات ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بس تم سے باتوں میں لگا رہوں اور وہ مجھ پر حملہ کر دے؟"

"میں ابھی چلا جاتا ہوں۔ بس ایک راز کی بات بتانے آیا ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "وہ کیا؟"

"تم جانتے ہو، میں انسان کے دل و دماغ کی گہرائی میں پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھ لیتا ہوں۔ میں نے مرجانہ کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ وہ تم سے متاثر ہے۔ آج متاثر ہے تو کل محبت بھی کرنے لگے گی۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ میں نے ایسی عورت آج تک نہیں دیکھی جو اندر سے اور باہر سے فولاد ہی فولاد ہو۔ یہ بھلا محبت کو کیا سمجھے گی؟"

"تم بھی محبت کو نہیں سمجھتے تھے لیکن مرجانہ تمھیں متاثر کر رہی ہے۔ تم اپنے مزاج کے خلاف کئی بار اس سے محبت کا اظہار کر چکے ہو۔ تمھیں اندازہ ہو چکا ہے، وہ قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ تم اسے طاقت اور مردانگی سے متاثر کر سکو گے۔"

"کیا میں ایسا کر سکوں گا؟"

"میں ابھی بتا چکا ہوں، وہ تم سے متاثر ہوتی جا رہی ہے خبردار اُسے یہ نہ بتانا کہ میں اُس کے دل کا حال تمھیں بتا رہا ہوں۔"

وہ دِل ہی دِل میں خوش ہو کر بولا "فرہاد! مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم اپنی عورت کے دل کا حال مجھے بتا رہے ہو؟"

"وہ میری کوئی نہیں ہے۔ اس نے بہت عرصہ پہلے ہی مجھے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ ایک اچھے جیون ساتھی کو تلاش کرے گی۔ مجھے یہ نظر آ رہا ہے کہ انتخاب تمھارا ہی ہوگا۔ بس ذرا جسمانی طاقت کے ساتھ ساتھ اپنی عقل بھی استعمال کرو۔"

اس نے فوراً ہی اپنے مزاج کے خلاف عاجزی سے کہا "میں تمھیں گرو مانتا ہوں۔ میری رہنمائی کرو۔ اگر یہ میری نہ ہوئی تو میں اپنے آپ کو خالی خالی محسوس کرتا رہوں گا۔"

"تم دونوں کا مزاج ایک جیسا ہے لہٰذا لڑتے رہو۔ اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش کرو۔ اگر یہ تم سے متاثر نہ ہوئی تو شاید کوئی دوسرا اسے متاثر نہ کر سکے۔"

میں ثباتہ کے پاس آ گیا۔ وہ بولی "بابا بہت پریشان ہیں۔ تم اُن سے بات کر لو۔"

میں نے ٹارٹر غلبا کو مخاطب کیا۔ وہ پریشان ہو کر بولا "فرہاد! یہ دونوں کیا کر رہے ہیں۔ میں اپنے قبیلے کے قانون سے مجبور ہوں۔ خود ان کا سردار ہو کر انھیں لڑائی جھگڑے سے روک نہیں سکتا۔ اندیشہ یہ ہے کہ ان کے جھگڑے سے ہمارے درمیان کوئی تلخی پیدا نہ ہو جائے۔"

"کوئی تلخی نہیں ہوگی۔ میں ابھی ان دونوں کے لڑنے کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ مجھے یقین ہے نفرت سے شروع ہونے والی یہ لڑائی بالآخر تھکتے تھکتے محبت بھری نوک جھونک میں بدل جائے گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"تم اچھی طرح جانتے ہو، میں دماغوں میں جھانک کر دلوں کی زبان سے بولتا ہوں اور سچ بولتا ہوں۔ جو بول رہا ہوں، وہ سامنے آنے ہی والا ہے۔ انتظار کرو۔"

یہ کہہ کر میں ثباتہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سرجانہ کے لیے پریشان تھی۔ اسے ابھی تک یقین نہیں تھا کہ اس کے بھائی کے مقابلے میں وہ ثابتِ قدم ثابت ہو سکتی ہے۔ میں نے کہا "یہ تم دیکھ لو گی۔ ویسے تمھارا بھائی عشق کے میدان میں لڑکھڑا گیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کی لڑائی کا فیصلہ آج ہی ہو جائے گا یا ابھی کئی دن تک وہ لڑتے رہیں گے اور محبت کرنا سیکھتے رہیں گے۔ بہرحال انجام خوشگوار ہوگا۔ ذرا انتظار کر لو؟"

میں جانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "تم پیرس جا رہے ہو میں بھی اس علاقے سے نکلنا چاہتی ہوں۔ مہذب دُنیا میں آؤں گی۔ شاید کسی ملک میں تم سے ملاقات ہو جائے۔"

میں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "میں خود تم سے ملنا چاہتا ہوں تم سے اتنی باتیں کیں لیکن تمھیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ تم وہاں سے نکل کر جس ملک میں جاؤ گی، میں وہاں پہنچ سکتا ہوں۔ شاید جلد نہ پہنچ سکوں کیوں کہ پیرس پہنچتے ہی دشمن مجھے چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کریں گے۔ مجھے اپنے بچاؤ کے لیے کیا کچھ کرنا ہے، یہ کچھ میرے ذہن میں ہے اور کچھ حالات کے مطابق سوچ سمجھ کر عمل کرنا ہوگا۔"

"میں تمھاری مجبوریوں کو سمجھتی ہوں۔ میں اس جگہ سے نکل کر پہلے پیرس جاؤں گی پھر جہاں تم جانے کہو گے، انتظار کرنے کو کہو گے، میں ویسا ہی کرتی رہوں گی۔ چاہے ایک دن لگے ایک سال لگے یا ایک صدی گزر جائے۔ میں اپنی آخری سانس تک تمھارا انتظار کرتی رہوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ آ جاؤ۔ اگر زندگی رہی تو کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جگہ ہماری ملاقات ہو جائے گی۔ اب میں جا رہا ہوں۔ یہاں طیارے میں میرا دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔"

میں طیارے میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت اسپیکر سے آواز آ رہی تھی "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اب ہمارا طیارہ نہر سوئز کے اُوپر پرواز کر رہا ہے۔ آپ چالیس منٹ کے بعد قاہرہ کے ایئرپورٹ پر ہوں گے۔"

اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات
گیارھویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں!

سسپنس جاسوسی کا مقبول ناول

گیارھواں حصہ

جادو نا

مصلحت کوشوں کے حصار میں محصور ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک شورہ پشت، شوریدہ سر کی احوال۔ ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔ ایک بدانجام شخص کی خود نوشت جس کی دہشت سے پہاڑ لرزاں تھے

فرہاد علی تیمور

میں نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ دور انگلی سیٹوں پر ڈی الیف اور بلیک مرمر ابھی تک سو رہے تھے۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے انھیں ہولے ہولے جگا دیا۔ وہ جاگنے کے بعد تھوڑی دیر تک چپ چاپ بیٹھے رہے، ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ پھر انھوں نے فوراً ہی اپنی اپنی کلائی کی گھڑی کو دیکھا تو حیران رہ گئے۔ فیروزہ نے پوچھا: "کیا ہم اتنی دیر تک سوتے رہے تھے؟"

بلیک مرمر نے کہا: "تعجب ہے۔ میں نے تو ایئر ہوسٹس سے کہہ دیا تھا کہ وہ ہمیں بیدار کرے۔"

اس نے فوراً ہی اٹھ کر میری سیٹ کی طرف دیکھا۔ میں انجان بنا کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اسٹیورڈ کے کیبن میں پہنچا پھر اس نے ایئر ہوسٹس سے کہا: "میں نے تمھیں دو بڑی پہنچنے سے پہلے جگانے کے لیے کہا تھا۔"

ایئر ہوسٹس نے کہا: "میں نے دو بار آپ کو آواز دی۔ ایک بار بازو پکڑ کر جھنجھوڑا پھر آپ نے شاید نشے کی حالت میں کہا۔ مزید سونا چاہتے ہیں — میں آپ کو جاگنے پر مجبور کیسے کر سکتی تھی؟"

وہ سر جھکا کر وہاں سے چلا آیا۔ جب اس نے ڈی الیف کو یہ بات بتائی تو اس نے ناراضگی سے کہا: "اسی لیے منع کرتی ہوں کہ زیادہ نہ پیا کرو۔ دیکھ لو، ہمارا وقت کیسے برباد ہوا۔ اب ہم شاید...؟"

اس کی بات ادھوری رہ گئی پھر اسپیکر سے اعلان کیا جا رہا تھا کہ ہم قاہرہ ایئرپورٹ پر پہنچنے ہی والے ہیں۔ یہ سنتے ہی بلیک مرمر نے ندامت سے کہا: "مجھے افسوس ہے میری ایک غلطی کے باعث ہم ڈلیوٹریپ نہ کر سکے لیکن دیکھتے ہیں کہ یہ کہاں جا رہا ہے۔ اگر قاہرہ جا رہا ہے تو ہم اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

"عجیب چکر چل گیا ہے۔ وہ ہمارا پیچھا کر رہا ہے اور ہم اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔"

میں نے باس جے آر جے ناتھن سے رابطہ قائم کیا۔ ہمارے درمیان یہ طے پایا تھا کہ قاہرہ پہنچنے سے پہلے مجھے وہاں کے باس کی آواز سنائی جائے گی کیونکہ وہاں کا باس میرے استقبال کے لیے ایئرپورٹ پہنچنے کے باوجود مجھے دلبر حسین کے میک اَپ میں نہیں پہچان سکتا تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے پہچان لیتا۔

باس ناتھن نے ایک کیسٹ کو ریکارڈ میں رکھا پھر اُسے آن کیا۔ ذرا دیر کی خاموشی کے بعد ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا: "جناب فرہاد علی تیمور صاحب! میں آپ کے لیے اپنی آواز ریکارڈ کر رہا ہوں۔ تعجب ہے، آپ مجھے اتنی جلدی بھول گئے۔ میں اپنا نام نہیں بتاؤں گا۔ صرف آواز سے پہچاننے کی کوشش کریں۔ نہ پہچان سکیں تو پھر خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کر لیں۔ میں اپنا تعارف کراؤں گا۔"

ریکارڈ رخاموش ہو گیا۔ میں غور کرنے لگا۔ اس کی آواز واقعی جانی پہچانی تھی لیکن وہ کون ہو سکتا تھا۔ دراصل دُنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک میرے شناساؤں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ فہرست تیار کرنے کے بعد ہی ان کی گنتی یاد رہ سکتی ہے۔ میری زندگی میں آئے دن نئے شناسا آتے ہیں اور پرانے شناسا پیچھے رہ جاتے ہیں۔ کبھی حالات کے کو ند سے ان شناساؤں کی آواز آتی ہے تو پہچاننا دشوار ہو جاتا ہے۔

میں نے قاہرہ کے [illegible] کے دماغ میں جھٹکے سے جھانک کر اس کا نام معلوم کیا تو چونک گیا۔ وہ میری اور سونیا کی زندگی میں

آ کر گزر جانے والا ایک بہت ہی اہم شخص تھا۔ اس وقت ائرپورٹ کے وی۔ آئی۔ پی روم میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ وی۔ آئی۔ پی روم صرف اہم شخصیات کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔ اگرچہ پیرس ماسٹر کی تنظیم کے تمام ماسٹرز اور ریڈ پاورز تنظیم کے تمام ہاس بے حد وحساب ذرائع کے مالک ہوتے ہیں لیکن ان کا شمار اہم شخصیات میں نہیں ہوتا یہ لوگ جس ملک میں بھی رہتے ہیں، وہاں کی حکومت کو ان سے خطرہ لاحق رہتا ہے کیوں کہ یہ لوگ کبھی سیاسی حکمت عملی کے ذریعے اور کبھی غنڈہ گردی اور تخریبی کارروائیوں کے ذریعے حکومت کو پالیسیاں بدلنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ جو ملک ان کے دباؤ میں آجاتا ہے، وہ انھیں وی۔ آئی۔ پی ٹریٹمنٹ دیتا ہے یعنی انھیں اہم شخص تسلیم کر لیتا ہے۔ قاہرہ میں ریڈ پاور کا باس جمشید جبران تھا۔ وہ ریڈ پاور کا باس ہونے سے پہلے بھی قاہرہ میں بے تاج بادشاہ کہلاتا تھا۔ دولت مند تھا مگر چھٹا ہوا بدمعاش تھا۔ قاہرہ سے لے کر اسکندریہ تک تمام قاتل، اسمگلر، ڈاکو اور نوسر باز قسم کے لوگ اس کی مٹھی میں رہتے تھے۔ وہ ایسے لوگوں کو خریدنا اور اپنا غلام بنا کر رکھنا اچھی طرح جانتا تھا۔ پولیس اور ٹیلی جنس والے اس سے پریشان رہتے تھے۔ ریڈ پاور کے ماسک مین کو اس کی یہ بات پسند آئی تھی کہ وہ سپر ماسٹر کی تنظیم کو جڑیں مضبوط کرنے کا موقع نہیں دیتا تھا۔ وہاں جو بھی ماسٹر آتا تھا، اُسے بُری طرح شکست دے کر یا ذلیل کر کے بھاگنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ شاید اسی لیے ریڈ پاور کا باس بنا دیا گیا تھا۔

دوسری حکومت ریڈ پاور کے زیر اثر تھی۔ اس لیے اب تو جمشید جبران کا نام غنڈوں کی فہرست سے خارج کر دیا گیا تھا۔ اسی لیے وہ اس وقت وی۔ آئی۔ پی روم میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔

جمشید جبران کس طرح میری زندگی میں آیا تھا اور کس طرح وہ سونیا اور رومانہ کا جاں نثار دوست بن گیا، یہ ایک طویل اور نہایت دلچسپ داستان ہے۔ میری آپ بیتی کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔ ویرتا کے حصہ چہارم میں جمشید جبران کی مکمل داستان موجود ہے۔ لہٰذا اس سے تعلق رکھنے والے پچھلے تمام واقعات کو یہاں دوبارہ بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

جب طیارہ رن وے پر پہنچ گیا تو میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو جبران! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

اسے بھی یقین دلانا پڑا کہ میں دماغ میں موجود ہوں۔ تب اس نے پوچھا۔ "کیا آپ مجھے بھول گئے تھے؟"

میں نے اس کی دلجوئی کے لیے کہا۔ "بھولا تو نہیں تھا مگر ہاں مصروفیات کے باعث تم سے رابطہ قائم نہ کر سکا۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ حالات آپ کو میرے ملک میں لے آئے ہیں۔ مجھے اُمید ہے، آپ مجھے اپنی خدمات کا موقع دیں گے۔"

"میرا چارٹرڈ طیارہ یہاں کب تک پہنچنے والا ہے؟"

جبران نے جواب دینے سے پہلے اپنی رسٹ واچ کو دیکھا۔ بنکاک کے وقت کے مطابق اس وقت دن کے دو بجنے والے تھے اور قاہرہ کے وقت کے مطابق نو بج چکے تھے۔ اس نے کہا۔ "آپ کا طیارہ گیارہ بجے تک پہنچ جائے گا۔"

"یعنی میرا اور تمھارا ساتھ صرف دو گھنٹے کا ہے؟"

وہ مایوس ہو کر بولا۔ "میں آپ سے زیادہ دیر ٹھہرنے کی درخواست نہیں کر سکتا۔ مجھے حالات کا علم ہے۔ منجالی کی لاش کے ساتھ آپ کا جلد سے جلد پیرس پہنچنا ضروری ہے۔ بہرحال میرے لیے یہ دو گھنٹے بھی غنیمت ہیں۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ طیارے کے مسافر باہر جا رہے تھے۔ ڈی الیف اپنا بیگ اٹھائے میرے قریب آگئی پھر بڑی حسرت سے بولی۔ "میں سو گئی تھی۔ بنکاک میں تمام رات جاگتی رہی تھی۔ تم نے ہمیں بہت زیادہ اُلجھا دیا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ قاہرہ میں ہماری میزبانی قبول کرو۔ ہم یہاں سے میلوں دور دریائے نیل کے ساحل پر جائیں گے۔ وہاں ایک خوب صورت سے کاٹج میں رہیں گے۔ ہمارے درمیان کوئی تیسرا نہیں ہوگا۔ تمھیں کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دوں گی۔"

میں طیارے سے نکل کر زینے کی ریلنگ کو تھام کر اُترنے لگا۔ ڈی الیف نے میرے بازو کا سہارا لیا حالانکہ وہ میرے پیچھے یا میرے آگے اسی طرح ریلنگ کو تھام کر زینے سے اُتر سکتی تھی لیکن اس کا مقصد کچھ اور تھا۔ وہ چپ چاپ ثابت کر رہی تھی کہ وہ.... مٹھاس پر بھنبھنانے والی مکھی نہیں ہے جو ہوا کے ایک جھونکے سے اُڑ جاتی ہے بلکہ مٹھاس سے چپکی رہنے والی چاندی ہے۔

میں نے کہا۔ "وہاں تمھارے ساتھ میرا بہت اچھا وقت گزر سکتا ہے مگر افسوس یہاں پہلے سے میرا ایک میزبان موجود ہوگا۔ اگر وہ موجود نہ ہوا تو تمھارے ساتھ ضرور چلوں گا۔"

"میں تمھارے میزبان کو منا لوں گی۔ تمھیں اپنے ساتھ ضرور لے جاؤں گی۔"

میرے پاس صرف ایک سفری بیگ تھا۔ زیادہ سامان ہوتا تب بھی جمشید جبران کی وجہ سے میری چیکنگ نہ ہوتی۔ وہ طیارے کے قریب ہی مجھ سے ملنے چلا آیا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "میری پہچان یہ ہے کہ ایک نہایت ہی حسین عورت نے میرے بازو میں اپنا بازو اُلجھا رکھا ہے۔ وہ نیلے رنگ کے لباس میں ہے۔ ارے، یہ کیا؟ تم پر نظر پڑتے ہی یہ ٹھٹک گئی ہے۔ شاید تمھیں پہچانتی ہے۔ چلو، تم مجھے پہچان کر دلبر حسین کہتے ہوئے میرے گلے لگ جاؤ۔"

جبران نے یہی کیا۔ فوراً ہی دلبر حسین کا نعرہ لگاتے ہوئے آگے بڑھ کر گلے لگ گیا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "یہ مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہے۔ تم سے اس سلسلے میں درخواست کرے گی۔"

جبران نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "آپ اس عورت کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ مجھے دیکھ کر کیوں ٹھٹک گئی ہے۔ میں اسے نہیں پہچانتا ہوں۔ ملک کے اندر اور باہر مجھے پہچاننے والے لاکھوں ہیں۔ میں ہر ایک کا چہرہ یاد نہیں رکھ سکتا۔"

ہم گلے لگ کر بالکل خاموش تھے جیسے ہم بہت گہرے دوست ہوں۔ مدتوں بعد ملاقات ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی دھڑکنوں کو چپ چاپ سن رہے ہوں اور جذبات کی شدت سے ہمیں کچھ کہنے کے لیے الفاظ نہ مل رہے ہوں۔ ایسے ہی وقت میں میں نے ڈارلنگ فیروزہ کے خیالات پڑھے۔ وہ گولڈن رکیٹ سے تعلق رکھتی تھی۔ تمام مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے جمشید جبران کو اچھی طرح جانتے تھے اس لیے وہ بھی جانتی تھی لیکن یہ یقین تھا کہ جبران اسے نہیں جانتا ہے۔

اسی وقت فیروزہ نے انجان بنتے ہوئے جبران کو مخاطب کیا۔ "مسٹر! مجھے ڈارلنگ فیروزہ کہتے ہیں۔ میں دلبر حسین کی دوست ہوں۔ قاہرہ میں ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتی ہوں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ میرے ساتھ رہیں اور کبھی کبھی آپ سے آکر ملاقات کر لیا کریں؟"

جمشید جبران نے میری سوچ کے مطابق جواب دیا۔ "مس! دلبر میرا رفیق ہے لیکن تمھاری رفاقت زیادہ حسین ہوگی۔ میں اپنے دوست کو تمھارے حوالے کر سکتا ہوں مگر ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا؟"

"میں دلبر حسین کو صرف دو گھنٹے تک اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد تم جہاں کہو گی، وہاں اسے پہنچا دوں گا۔"

وہ جمشید جبران کو اپنا پتا بتانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے کہا۔ "آپ میرا ایک فون نمبر نوٹ کر لیں۔ اس فون پر اطلاع دیں گے تو میں خود دلبر کو لینے پہنچ جاؤں گی۔"

اس نے فون نمبر بتایا پھر ہم ایئرپورٹ کی عمارت میں آئے وہاں سے وہ رخصت ہو گئی۔ اس کے جانے کے بعد جبران نے کہا۔ "جناب! آپ میں اور ہم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہمارے پیچھے بلائیں لگتی ہیں اور آپ کے پیچھے خوف ناک بلائیں لگی رہتی ہیں۔ آخر یہ قصہ کیا ہے؟"

ہم ایک کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا۔ "گولڈن رکیٹ کا نام سنا ہے؟"

جبران میں سر ہلا کر بولا۔ "سنا تو ہے لیکن اس کے متعلق میری معلومات صفر ہیں۔ ان کا گروہ یہاں سرگرم عمل نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو اس کے آدمی مجھ سے چھپ نہیں سکتے تھے۔"

"تمھارے ملک میں بڑی آزادی سے منشیات کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس گروہ کے آدمی یہاں بہت زیادہ ہیں۔ چونکہ منشیات کا کاروبار کرنے والے خود یہ نہیں جانتے کہ ان کا تعلق گولڈن رکیٹ سے ہے اس لیے تم ان کے حوالے سے گولڈن رکیٹ تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"آپ سے تو کسی کا کوئی راز چھپا نہیں رہتا ہے۔ یقیناً ان کے متعلق بہت کچھ جانتے ہوں گے۔ کیا مجھے بتانا پسند کریں گے؟"

میں نے کہا۔ "گولڈن رکیٹ میں سات اہم افراد ہیں۔ وہ ساتوں مغویہ کے نامور تجربہ کار اور باعزت ڈاکٹر ہیں۔ کوئی اُن پر انگلی نہیں اُٹھا سکتا۔ وہ ساتوں اپنے رکیٹ میں گولڈن مین کہلاتے ہیں۔ تم سر توڑ کوشش کر لو، تب بھی ان کے خلاف کوئی ثبوت فراہم نہیں کر سکو گے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے انھیں دہشت میں مبتلا کر سکتا ہوں۔ ان کے دماغوں کو اپنے قبضے میں کر کے ان سے جرم کا اعتراف تحریری صورت میں کرا سکتا ہوں لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی عدالت میں یہ بیان دیا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جبراً اعتراف کرایا گیا ہے تو ان کی بات سچ تسلیم کی جائے گی کیوں کہ وہ دُنیا کے تمام ممالک میں انسان دوست فرشتے سمجھے جاتے ہیں۔"

"آپ تعاون کریں گے تو میں ان کی ہڑیوں تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

"میرا مشورہ ہے۔ تم ان کا خیال چھوڑ دو۔"

"آپ نے میرے تجسس کو بھڑکا دیا ہے۔ کوئی پُراسرار مجرم میرے سامنے آتا ہے تو میں اسے بے نقاب کیے بغیر نہیں رہتا اور یہاں تو ایک نہیں سات مجرم ہیں اور وہ بے حد پُراسرار ہیں۔ آپ کے کہنے کے مطابق کوئی ان کے خلاف ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی آپ کو یہ ممکن نظر نہیں آرہا ہے پھر بھی کوشش کرنے میں کیا ہرج ہے؟"

"کوئی ہرج نہیں ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ ان کے خلاف ثبوت پیش کرنا ناممکن ہے دراصل مجھے فرصت نہیں ہے۔ جب فرصت ملے گی اور میں ان کے پیچھے لگ جاؤں گا تو اُونٹ کسی نہ کسی کروٹ ضرور بیٹھے گا۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ فرصت ملنے پر اپنے طریقۂ کار کے مطابق انھیں ٹریپ کریں۔ اس وقت تک میں اپنے طور پر کوشش کرتا رہوں۔ آپ مجھے ضروری معلومات فراہم کر دیں۔ میں اپنی کوششوں کے دوران کبھی آپ کا ذکر نہیں کروں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ جیسی معلومات ہوتی، میں فراہم کر دوں گا۔"

میں جمشید جبران کی ایک شان دار کوٹھی میں پہنچ گیا تھا۔ گیارہ

بجے مجھے فرہاد کی حیثیت سے اپنے چارٹرڈ طیارے میں سوار ہونا تھا۔ وقت کم تھا اس لیے میں نے وہاں پہنچتے ہی میک اَپ اُتارا، شیو کیا پھر غسل کرنے چلا گیا۔ اس دوران جبران سے گفتگو ہوتی رہی۔ میں اسے ضروری معلومات فراہم کرتا رہا۔ سب سے پہلے میں نے اسے بلیک مرمر اور ڈی ایلف کی قاہرہ والی رہائش گاہ کا پتا بتایا پھر کہا "ہوٹل المانیہ کے قریب ہی ایک ڈاک کلب ہے۔ ڈاکٹر کا مخفف ڈاک ہے۔ وہاں کے معزز اور بوڑھے ڈاکٹروں نے وہ کلب قائم کیا ہے۔ ڈارلنگ فیروزہ اس وقت اسی کلب کے ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی ہے۔ تمھارے وعدے کے مطابق وہ دو گھنٹے تک فون کا انتظار کرتی رہے گی۔"

جبران نے میری ہدایت کے مطابق اس سے فون پر رابطہ قائم کیا۔

دوسری طرف سے فیروزہ کی آواز سُنائی دی۔ جبران نے کہا "ڈارلنگ! شاید تم مجھے نہیں جانتیں۔ میرا نام جمشید جبران ہے۔ دُنیا کا بڑے سے بڑا مجرم میرے ملک کی زمین پر قدم رکھنے سے پہلے مجھ سے اجازت طلب کرتا ہے۔ مجھ سے چھپ کر آنا چاہے تو اس کی لاش دریائے نیل میں بہا دی جاتی ہے۔ ایک پتا نوٹ کرو اور وہاں پہنچو۔ تمھیں وہاں دلبر حسین کی لاش ملے گی۔ اگر آدھے گھنٹے کے اندر تم اس لاش کو نہیں لے جاؤ گی تو اسے دریائے نیل میں بہا دیا جائے گا۔"

ڈارلنگ فیروزہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑے اس کی باتیں سُن رہی تھی۔ اس نے پوچھا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ نے دلبر حسین کو قتل کر دیا ہے؟"

"ہاں، مجھے دھوکا دینے والا زندہ نہیں رہ سکتا۔ دراصل وہ میرا دوست دلبر حسین نہیں تھا بلکہ میرے دوست کے میک اَپ میں ایک اجنبی تھا۔ میں نے اس سے اگلوانے کی کوشش کی کہ مجھے دھوکا کیوں دیا گیا ہے لیکن وہ سخت جان نکلا۔ اس نے کچھ کہنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ پتا نوٹ کرو اور وہاں پہنچو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "نن... نہیں۔ میں کسی قتل کے کیس میں ملوث ہونا نہیں چاہتی۔"

"تمھاری مرضی ہے لیکن میں تمھارے سلسلے میں بھی معلومات حاصل کروں گا۔ اگر یہ ثابت ہو گیا کہ تم نے اسے دلبر حسین بنا کر مجھے دھوکا دیا ہے تو تمھاری لاش بھی..."

وہ اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ دوسری طرف سے اُس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بلیک مرمر کو ساری باتیں بتا رہی تھی۔ تمام باتیں سُننے کے بعد مرمر نے کہا "یہ جبران بہت ہی خطرناک آدمی ہے۔ یہاں کا قانون اس کی مٹھی میں ہے۔ وہ جب چاہے، اپنی دھمکی پر عمل کر سکتا ہے۔"

فیروزہ نے ایک گہری سانس لے کر کہا "بڑی مشکل ہے اب مجھے پھر میک اَپ میں چھُپ کر رہنا ہوگا۔"

بلیک مرمر نے کہا "چند روز کی بات ہے ـــــ جب ہمارا اجلاس ختم ہو جائے گا تو قاہرہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ پھر تم اصلی رُوپ میں رہا کرو گی۔"

میں نے یہ باتیں جبران کو بتا دیں۔ اس نے پوچھا "ان لوگوں کا اجلاس کب ہوگا؟"

"ابھی تاریخ مقرر نہیں ہوئی ہے ـــ ڈاکٹر ایک ایک کر کے یہاں پہنچ رہے ہیں۔ جب بھی کوئی تاریخ مقرر ہوگی۔ میں تمھیں بتا دوں گا۔ مگر یاد رکھو خواہ تم فیروزہ کا تعاقب کرو یا ان ساتوں ڈاکٹروں کے پیچھے پڑ جاؤ لیکن یہ تاثر قائم نہ ہو کہ تمھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ آپ پر کوئی شُبہ نہیں کرے گا۔"

اس نے میرے لیے پُرتکلف کھانوں کا انتظام کیا تھا۔ میں نے کہا "میں تین گھنٹے پہلے طیارے میں کھا چکا ہوں۔ انکار تو نہیں کروں گا۔ تمھارا دِل رکھنے کے لیے کچھ کھالوں گا لیکن زیادہ کھلانے کی ضِد نہ کرنا۔"

ہم کھانے کی میز پر آ گئے۔ جبران نے کہا "جب مجھے آپ کے یہاں آنے کی اطلاع ملی تو میں خوشی کے مارے پریشان ہونے لگا۔ سوچنے لگا کس طرح آپ کا استقبال کروں۔ میرے یہاں آنے والوں میں آپ پہلے مہمان ہیں جو شراب نہیں پیتے۔ وقت بھی اتنا کم ہے کہ آپ کے لیے رقص و سرود کی محفلیں نہیں سجائی جا سکتیں۔"

میں اس کی باتوں پر مُسکراتا رہا۔ وہ چارٹرڈ طیارہ ساڑھے گیارہ بجے تک پہنچنے والا تھا۔ کھانے کے بعد ہم کاریں بیٹھ کر ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ارادہ تھا کہ لمبے راستے سے گھومتے ہوئے جائیں تاکہ میں قاہرہ شہر کو سرسری طور پر دیکھ لوں۔ میں اپنے اصلی رُوپ میں تھا۔ دشمنوں کی نظروں میں آ سکتا تھا لیکن اَب اس کی پروا نہیں تھی۔ یوں بھی مجھے پیرس پہنچ کر خود کو ظاہر کرنا تھا۔ بات یہیں سے کھُل جاتی تو کوئی فرق نہ پڑتا۔

ساڑھے گیارہ بجے وہ چارٹرڈ طیارہ رن وے پر پہنچ گیا تھا لیکن وہاں سے روانگی ایک گھنٹے بعد ہوتی کیوں کہ ایندھن کی کمی پوری کی جا رہی تھی اور جمشید جبران کے کہنے پر طیارے کو پوری طرح چیک کیا جا رہا تھا۔

ہم آدھے گھنٹے تک ایئرپورٹ بلڈنگ کے ٹیرس پر وقت

گزارتے رہے۔ باتیں کرتے رہے۔ میں کھُلی فضا میں آزادی سے سانس لے رہا تھا پھر اپنے وقت پر جبران سے رخصت ہو کر طیارے میں پہنچ گیا۔ طیارے کے ایک کیبن میں منجالی کا تابوت رکھا ہُوا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی مجھ پر یاسیت چھا گئی۔ میں نے سر جھکا کر اسے یاد کیا پھر خاموشی سے آ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سیفٹی بیلٹ باندھتے ہوئے میں نے جبران کو الوداع کہا۔ اس نے کہا "جناب! اپنا وعدہ یاد رکھیے گا۔ گولڈن رکیٹ کے متعلق ضروری معلومات فراہم کیجیے گا۔"

میں نے وعدہ کیا۔ طیارے نے پرواز کی تو میں نے کہا "اچھی بات ہے، اَب میں رُخصت ہو رہا ہوں۔ مجھے خیال خوانی کے ذریعے دوسری جگہ مصروف رہنا ہے اس لیے تم سے رابطہ قائم نہیں کر سکوں گا۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا لیکن اس کے دماغ میں موجود رہا۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا "کیا واقعی فرہاد صاحب میرے دماغ سے جا چکے ہیں؟"

اس نے سوچ کے ذریعے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا، تب اس کے دماغ کے چور دروازے سے رسوتی داخل ہونے لگی۔ وہ تصوّر میں اسے دیکھ رہا تھا۔ مجھے یاد آیا، جب ماضی میں سونیا، روبانہ اور رسوتی قاہرہ پہنچ گئی تھیں اور جمشید جبران ان کا جاں نثار دوست بنا ہوا تھا تو ان دنوں وہ رسوتی کو چاہنے لگا تھا۔ ان دنوں رسوتی نہ تو میری شریکِ حیات تھی اور نہ ہی ہمارے درمیان محبت کا سلسلہ اتنا مستحکم تھا پھر جب تک وہ میری شریکِ حیات رہی، جمشید جبران نے اس کا خیال دل سے نکال دیا۔ آج باتوں ہی باتوں میں میں نے اسے بتایا تھا کہ میں نے اسے طلاق دے دی ہے۔ رسوتی پھر اس کے خیالوں میں آباد ہونے لگی تھی۔ اس کے باوجود اس نے میرے سامنے اس کا ذکر نہیں کیا۔ مگن چپکے چپکے سوچتا رہا۔ مجھے اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اب پڑھ رہا تھا اور اس کی سوچ پر مُسکرا رہا تھا۔ میری بلا سے رسوتی کو وہ چاہے نہ چاہے یا رسوتی اسے قبول کرے نہ کرے، میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

تھوڑی دیر تک میں چپ چاپ بیٹھا رہا پھر میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ اسے بتایا کہ میں قاہرہ سے روانہ ہو چکا ہوں۔ وہ پیرس کے فلائنگ کلب سے معلوم کرے کہ یہ طیارہ کب تک وہاں پہنچے گا۔ میں نے تھوڑی دیر تک اس سے گفتگو کی۔ اس کی طرف سے ہونے والے حفاظتی انتظامات سے مطمئن ہو گیا پھر میں نے باغی طور پر طیارے میں حاضر ہو کر دشمنوں کی طرف توجہ دی۔ سب سے پہلے میں کامال تنظیم کے سربراہ کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگا کیوں کہ اسی تنظیم کے بڑے بڑے عہدے دار میرے خلاف منصوبے بنا رہے تھے۔ انھیں پورا اعتماد تھا کہ فرہاد ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتا۔ اس تنظیم کے سات بڑے عہدے داروں نے یہ طے کیا تھا کہ جب تک فرہاد قابو میں نہ آئے، اس وقت تک وہ ساتوں خود کو ایک جگہ نظر بند رکھیں گے۔ دوست، احباب حتیٰ کہ عزیز ترین رشتے داروں سے بھی نہ تو ملاقات کریں گے نہ بات کریں گے۔ کسی اہم تقریب میں شریک نہیں ہوں گے۔ وہ کسی بہت ہی اہم معاملے میں ٹیلی فون یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے اسرائیلی سربراہ سے گفتگو کرتے تھے۔ ایک بار انھوں نے گفتگو کی تھی اور میں ان کے ذریعے کامال تنظیم کے اہم افراد تک پہنچ گیا تھا۔

میں اس تنظیم کے سربراہ تک نہ پہنچ سکا۔ اس کا دماغ موت کی تاریکیوں میں ڈوب چکا تھا۔ میں نے دوسرے عہدے دار کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتا چلا، وہ سب کامال تنظیم سے خارج کر دیے گئے ہیں۔ انکے سربراہ نے خودکشی کی تھی۔ اس کی خودکشی کا کوئی سبب معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ شبہ مجھ پر تھا۔ اس سے پہلے بھی رنگون میں کتنے ہی یہودی بظاہر خودکشی کر کے مر چکے تھے ـــــ جب خودکشی کی وجہ معلوم نہ ہو تو شُبہ یقین میں بدل جاتا ہے۔ اب وہ یقین سے کہہ رہے تھے کہ میں کامال تنظیم تک بھی پہنچ گیا ہوں۔ لہٰذا انھوں نے اس تنظیم کے تمام عہدے داروں کو ڈس مس کر دیا تھا۔ اتنی بڑی تنظیم کو ختم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یقیناً انھوں نے نئے عہدے داروں کا انتخاب کیا ہوگا۔ اب وہ نئے کون لوگ تھے، میں نہیں جانتا تھا۔

میں نے اسرائیلی انٹیلی جنس کے سربراہ کے ذریعے نئے عہدے داروں تک پہنچنے کی کوشش کی۔ اس کے دماغ نے بتایا کہ کامال تنظیم کے نئے عہدے داروں سے وہ بھی رابطہ قائم نہیں کر سکتا ہے۔ فی الحال بہت احتیاط سے کام لیا جا رہا ہے۔

میں نے پھر پُرانے عہدے دار سے رابطہ قائم کیا۔ اس بار میں نے اسے براہِ راست مخاطب کیا تو وہ چونک گیا۔ میں نے حسبِ معمول اسے بھی اپنی موجودگی کا یقین دلایا۔ تب وہ پریشان ہو کر بولا "آپ کیا چاہتے ہیں؟ اب تو ہمارا عہدہ ہم سے چھین گیا۔ ہم پر اعتماد نہیں کیا جا رہا ہے۔"

"میں سونیا کے متعلق پوچھنے آیا ہوں۔ کیا جسے میرے حوالے کیا گیا ہے، وہ میری سونیا ہے؟"

"اس کے متعلق ہم نہیں جانتے۔ سونیا کو ربی اسفندیار کے حوالے کیا گیا تھا جو کام جس کے سُپرد کیا جاتا ہے، وہی اس کے متعلق تمام رازوں سے واقف ہوتا ہے۔ کسی بھی دوسرے شعبے کے بڑے سے بڑے یہودی عہدے دار کو اس راز تک پہنچنے نہیں دیا جاتا۔"

"اچھا، یہی بتا دو، میرے پیرس پہنچنے کے بعد تم لوگ مجھے

کس طرح تڑپ کروگے؟"

"آپ اب تک ہمارے دماغوں میں چھپے رہے۔ جتنے منصوبے ہم نے بنائے، ان سے آپ اچھی طرح واقف ہیں لیکن یہ سمجھ لیں کہ ہمارے دماغوں میں آپ کی موجودگی کا پتا چل گیا ہے لہٰذا ان منصوبوں پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ کاہال تنظیم کے نئے عہدیدار ازسرِنو منصوبے بنا رہے ہوں گے۔ ان پر فوری طور پر عمل کیا جا رہا ہوگا۔ اگر آپ تنظیم کے موجودہ سربراہ تک پہنچ سکتے ہیں تو یہ معلومات حاصل کرلیں۔ ہماری جان لے کر آپ کو کچھ نہیں ملے گا۔"

میں پھر طیارے میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اب میرے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں تھا جس سے میں دشمنوں کے نئے منصوبوں کو سمجھ سکتا۔ ان کے متعلق اب سوچنا ہی فضول تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے بتایا میرا طیارہ پیرس کے وقت کے مطابق ڈیڑھ بجے وہاں پہنچے گا۔ یعنی قاہرہ کے وقت کے مطابق میں تین بجے وہاں پہنچنے والا تھا۔ ابھی دو گھنٹے تک سفر کرنا تھا۔ میں یہ وقت گزارنے کے لیے مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔

مرجانہ اور بلبا کی لڑائی کا آغاز صبح ہوا تھا۔ اس وقت وہاں دن کے دو بجنے والے تھے۔ وہ دونوں زخموں سے اس قدر چُور ہوگئے تھے اور اس قدر تھک گئے تھے کہ اپنے پیروں پر کھڑے نہیں رہ سکتے تھے۔ اس لیے دونوں ہی غار کی پتھریلی دیواروں کا اور چٹانوں کا سہارا لے رہے تھے۔ غار کے باہر سے ٹارٹر غلبا کی آواز آ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: "میں تم دونوں کو باہر آنے کا حکم دیتا ہوں تھوڑی دیر کے لیے لڑائی بند کردو۔ تم لوگوں کے لیے فرسٹ ایڈ کا اور کچھ کھانے کا سامان غار کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ ان چیزوں کو لے جاؤ۔ اس کے بعد پھر لڑتے رہنا۔"

زخموں سے اُٹھنے والی ٹیسیں ایسی تھیں کہ اچھے سے اچھا شہ زور بھی یا تو بے ہوش ہوجاتا یا تکلیف کی شدت سے چیخنے لگتا۔ وہ دونوں ضدی تھے۔ حیرت انگیز قوتِ برداشت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ان کے مُنہ سے کبھی آہیں نکلنا چاہتی تھیں تو وہ ہانپنے کے انداز میں آواز نکال لیتے تھے لیکن یہ ظاہر نہیں کرتے تھے کہ وہ درد و کرب میں مبتلا ہیں۔

ٹارٹر غلبا کی باتیں سن کر مرجانہ نے ہانپتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا: "تمھارا باپ آوازیں دے رہا ہے۔ شاید تمھارے لیے دودھ کی بوتل لایا ہے۔ کیا خیال ہے؟"

"طعنے نہ دو۔ ہمارے قبیلے میں اس وقت تک لڑائی بند نہیں ہوتی جب تک دونوں فریق جنگ بندی پر آمادہ نہ ہوں لیکن سردار کے حکم پر تھوڑی دیر کے لیے جنگ بند کردی جاتی ہے۔ میں اپنے باپ کے حکم سے نہیں بلکہ اپنے سردار کے حکم سے مجبور ہوکر مشورے دے رہا ہوں، کم از کم اتنی دیر کے لیے جنگ بند رکھو کہ ہم غار کے باہر جا کر وہ سامان لے آئیں۔ اس کے بعد تم کھانے کا وقفہ کرنا چاہو تو بیشک کرلو ورنہ جنگ جاری رہے گی۔"

مرجانہ مجھے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر رہی تھی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ پورا جسم پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ دماغ کسی قدر کند ہوگیا تھا۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتی تھی۔ میں نے اسے بے اختیار کہنے پر مجبور کیا: "ہاں، مجھے منظور ہے۔ ہم باہر جا کر وہ چیزیں لائیں گے۔ کھانے کا وقفہ کریں گے۔ اس کے بعد جنگ پھر شروع ہوگی۔"

وہ کہنا نہیں چاہتی تھی لیکن بے اختیار کہہ گئی تھی۔ اس لیے وہاں سے باہر جانے کے لیے پلٹ گئی۔ میں بلبا کے دماغ میں پہنچا تو اس نے بھی میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ اس کی بھی وہی حالت تھی۔ مرجانہ نے اس پہاڑ کو کئی جگہ سے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا، اس کا دماغ پہلے کی طرح کام نہیں کر رہا تھا۔ وہ بھی لڑکھڑاتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

ان دونوں کو پچاس گز کا فاصلہ طے کرکے غار کے دہانے تک پہنچنا تھا۔ وہ اب دیوار یا کسی چٹان کا سہارا نہیں لے رہے تھے۔ باہر والوں کو یہی تاثر دینا چاہتے تھے کہ صبح سے اب تک لڑنے کے باوجود وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے ہیں اور آخری سانس تک لڑتے رہنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

میں نے شباتہ کے پاس پہنچ کر کہا: "وہ دونوں باہر آ رہے ہیں، لیکن اب بھی ان کی لڑائی ختم نہیں ہوئی ہے۔"

اس نے پوچھا: "کیا تم ان کے پاس موجود تھے؟"

"ہاں، مگر انھیں یہ نہ بتانا۔ اگر انھیں یہ معلوم ہوگیا کہ میں ان کے درمیان موجود رہا ہوں تو پھر وہ محتاط ہوجائیں گے۔ میں ان کے چور خیالات نہیں پڑھ سکوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی: "کسی کے چور خیالات پڑھنا اچھی بات تو نہیں ہے۔"

"گھراتی کیوں ہو۔ میں تمھارے خیالات چوری چوری نہیں پڑھتا ہوں۔ تمھارے دماغ میں آتے ہی اپنی موجودگی سے آگاہ کر دیتا ہوں۔ مرجانہ اور ٹارٹر بلبا کی بات اور ہے۔ وہ دونوں ضدی ہیں۔ اپنے اپنے دل کے نرم گوشوں کو کسی پر ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ میں رفتہ رفتہ انھیں ظاہر کرنے پر مجبور کردوں گا۔"

وہ خوش ہوکر بولی: "واہ کتنا مزہ آئے گا ٹیل پیتھی کے ذریعے دو پتھروں کے دل محبت سے دھڑکنے لگیں گے۔ وہ دونوں دیکھنے کی چیز ہوں گے۔"

میں نے مُسکرا کر کہا: "ہاں مگر خاموش تماشائی بن کر رہنا۔

وہ دیکھو، وہ آ رہے ہیں۔"

سب کی نظریں غار کے دہانے پر لگی ہوئی تھیں۔ شباتہ اور ٹارٹر غلبا اپنے قبیلے والوں کے آگے غار کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے مرجانہ نظر آئی۔ وہ سنبھل سنبھل کر آگے بڑھ رہی تھی۔ آگے بڑھتے ہی پاؤں مضبوطی سے زمین پر جما دیتی تھی تاکہ اس کی ڈگمگاہٹ ظاہر نہ ہو۔ جب وہ پوری طرح نگاہوں کے سامنے آئی تو سب اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حیرانی سے دیکھنے لگے۔ اس کے سر سے پاؤں تک زخموں کی بارات سجی ہوئی تھی۔ کہیں لہو بہہ رہا تھا۔ کہیں جسم کی جلد پھٹ گئی تھی، کوئی حصہ سُوج گیا تھا اور کہیں چوٹ کی شدت سے نیلاہٹ اُبھر آئی تھی۔ ایسی حالت میں.... دونوں پاؤں پر کھڑے رہنا ہی اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ حیرت انگیز قوتِ ارادی اور قوتِ برداشت کی مالک ہے۔

شباتہ نے خوشی سے چیختے ہوئے کہا: "شاباش، مرجانہ! اس وقت تم ہمارے قبیلے کی عورت لگ رہی ہو۔ ہمارے ہاں جنگجو عورتوں کو یہی سکھایا جاتا ہے۔ لڑتی رہو۔ جب تک سانس چلتی رہے، لڑتی رہو۔ جب تک موت نہ جُھکائے تب تک اپنے مرد کے سوا کسی اور کے سامنے نہ جُھکو۔"

ٹارٹر غلبا نے دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا کر کہا: "مرجانہ! تم ہماری مہمان ہو۔ ہمارے لیے معزز ہو۔ ہم اس حد تک لڑائی کا انجام دیکھ چکے ہیں اور دیکھنا نہیں چاہتے۔ بہتر ہے اپنی شکست تسلیم کرلو۔ میرا بیٹا ایک آہنی بلڈوزر ہے جو پہاڑوں کے سینے میں سُرنگ بنا کر آر پار نکل جاتا ہے۔"

وہ شاید آگے کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن کہتے کہتے ٹھٹک گیا۔ حیرانی سے مرجانہ کے پیچھے دیکھنے لگا۔ اس کا بیٹا جس پر وہ فخر کر رہا تھا، زخموں سے چُور چُور نظر آ رہا تھا۔ اس کا چہرہ ایک طرف سے اس قدر سُوجا ہوا تھا کہ اُدھر کی ایک آنکھ نظر نہیں آ رہی تھی۔ ٹھیک دل کے مقام پر اس کے چٹانی سینے کی جلد پھٹ گئی تھی۔ سینے کا وہ زخم ظاہر کر رہا تھا کہ مرجانہ کتنی خطرناک فائٹر ہے۔ اسے ٹھیک دل کے مقام پر کِک مارتے رہنے کا ملکہ حاصل ہے۔ بلبا کے جسم کے مختلف حصوں سے خون رِس رہا تھا۔ اس کے بدن پر بھی کئی جگہ چوٹوں کی شدت سے نیلاہٹ اُبھر رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا، اپنی ڈگمگاہٹ کو چھپاتا ہوا غار کے دہانے پر آکر کھڑا ہوگیا۔

قبیلے کا سردار اور تمام قبیلے والے اب تک اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ٹارٹر بلبا، مرجانہ کی پٹائی کرتا رہا ہے اور مرجانہ محض اپنی ضد اور قوتِ برداشت کے باعث شکست تسلیم نہیں کر رہی ہے۔ مرجانہ نے اپنی کمزور سی تھرتھراتی ہوئی آواز میں چیخ کر کہا: "ٹارٹر غلبا! دیکھ لو اپنے بیٹے کو۔ یہ بیٹنگ بلڈوزر ہوسکتا ہے۔ پہاڑوں کے سینے میں سُرنگ بنا کر آر پار جا سکتا ہے لیکن میں بلڈوزر کے پُرزے پُرزے الگ کرنا جانتی ہوں۔ دیکھ لو، یہ کس قدر ٹوٹ چکا ہے۔ شام تک ٹوٹ کر بکھر جائے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے آہستہ آہستہ جُھک کر فرسٹ ایڈ بکس کو اُٹھایا۔ اسے کاندھے سے لٹکایا پھر اس نے بڑی سی ٹوکری اُٹھائی جس میں کھانے کا سامان اور پانی کی بوتل تھی۔ دوسری طرف یہی سامان ٹارٹر بلبا کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے حصّے کا سامان اٹھاتے ہوئے اپنے باپ سے کہا: "تم کہتے تھے، میں باقاعدہ شادی کر کے اپنے قبیلے کے رواج کے مطابق اولادیں پیدا کیوں نہیں کرتا؟ آج مجھے وہ عورت مل گئی ہے۔ ابھی میں نے تمھاری ہونے والی بہو کو زخموں کے زیورات پہنائے ہیں۔ اپنا لہو بہانے والی اور میرا لہو اُچھالنے والی یہ عورت کل میری دُلھن بنے گی۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں اس غار سے باہر نہیں آؤں گا۔ میری لاش کو یہیں دفن کردینا۔"

شباتہ نے پریشان ہوکر مجھے مخاطب کیا: "فرہاد! کیا تم میرے پاس ہو؟"

"ہاں، تمھارے ذریعے ہی تمام لوگوں کو دیکھ رہا ہوں اور سُن رہا ہوں۔"

"میرا بھائی اپنے مزاج کے خلاف شادی کرنے اور مرجانہ کو شریکِ حیات بنانے کا اعلان کرچکا ہے۔ یہ ہماری چھوٹی سی سلطنت میں اپنے باپ کا جانشین ہے۔ اس لیے اس کے اعلان میں بھرپور خلوص اور سچائی ہے۔ اب یہ دُنیا کی کسی بھی عورت کو مرجانہ کی جگہ نہیں دے گا اور اپنی آخری سانس تک اس سے وفا کرے گا لیکن مرجانہ کسی طور پر پگھلتی نظر نہیں آ رہی ہے۔"

"موم تو ہر عورت میں ایک بڑا فرق یہی ہے کہ ایک باہر سے پگھلتی ہے، دوسری اندر سے۔ اس لیے اندر کا حال سب نہیں جانتے۔ میں بڑی حد تک جانتا ہوں۔ ٹھہرو، ذرا مرجانہ کے پاس سے ہوکر آتا ہوں۔"

میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنا سامان اُٹھائے آہستہ آہستہ سنبھل سنبھل کر اپنا توازن قائم رکھتے ہوئے، خود کو گرنے سے بچاتے ہوئے تقریباً پچاس گز کا فاصلہ طے کرکے اس جگہ پہنچ گئی تھی، جہاں انھوں نے تھوڑی دیر کے لیے جنگ بند کردی تھی۔ ٹارٹر بلبا بھی اس کے پیچھے پیچھے وہیں پہنچ گیا تھا۔ دونوں نے اپنا اپنا سامان زمین پر رکھا۔ وہ پانی کی بوتل کھول کر اپنا حلق تر کرتے ہوئے سوچ رہی تھی: واقعی یہ فولاد ہے۔ اگر یہ مہذب ہوتا تو میں اس کے متعلق سنجیدگی سے ہی سوچتی۔"

ایسا سوچتے ہی اس نے چونک کر بوتل کو مُنہ سے ہٹا لیا۔ اس

دل میں یہ بات آئی، کہیں فرہاد دماغ میں موجود نہ ہو؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "میں سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہوں۔ بھلا وہ کیسے چھپ سکتا ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا: "لیکن میں کچھ کمزور ہو گئی ہوں، شاید میرا دماغ اس کی موجودگی کو محسوس نہ کر رہا ہو۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں سمجھایا: "وہ کئی گھنٹے سے غائب ہے۔ یقیناً کسی مسئلے میں یا کسی مصیبت میں اُلجھ گیا ہے۔ اگر ہوتا تو ہم دونوں کو توڑنے پھوڑنے کی حد تک لڑنے کا موقع نہ دیتا۔"

وہ قائل ہو گئی۔ ٹوکری سے سینڈوچ نکال کر کھانے لگی۔ کھاتے کھاتے اس نے بلبا کی طرف دیکھا۔ وہ بھی لقمہ چباتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی ایک آنکھ کے آس پاس کا حصہ سوج گیا تھا۔ وہ آنکھ قدرے چھپ گئی تھی۔ وہ جیسے ایک ہی آنکھ سے مرجانہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس لمحے میں نے مرجانہ کے دل میں یہ بات پیدا کی: "چاہنے والے اپنی محبوبہ کو دو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ کاش میں اس کی آنکھ کے پاس چہرے کے اس حصّے کو اپنا ٹارگٹ نہ بناتی۔ وہ دونوں آنکھوں سے مجھے دیکھتا۔ یہ۔۔۔۔ یہ میرا دل ہولے ہولے کیوں دھڑک رہا ہے۔ میں اس کے متعلق سوچنا نہیں چاہتی مگر بے اختیار سوچتی چلی جاتی ہوں۔ کیا اپنے آئیڈیل سے متاثر ہونے کی یہی علامتیں ہیں؟"

بلبا نے لقمہ چباتے ہوئے کہا: "میرا باپ بہت دانشمند ہے۔ وہ مجھے سمجھاتا تھا، بیٹا! ایک کے بعد دوسری عورت کو جیتنا آسان ہے لیکن عورت کی محبت اور غرور کو جیتنے کے لیے طاقت کی نہیں، مصلحت اندیشی کی ضرورت ہوتی ہے۔"

میں نے مرجانہ کی سوچ میں کہا: "اب یہ اپنے غرور سے ہٹ کر باتیں کر رہا ہے۔ مجھے اس کی معقول باتوں کا بُرا نہیں ماننا چاہیے۔"

وہ کہہ رہا تھا: "میرا باپ کہتا ہے، عورت کی محبت حاصل کرنے کے لیے پہلے مرد، عورت کے مزاج کو سمجھے۔ اس کی پسند اور ناپسند پر تنقید نہ کرے۔ اس کے غرور کو شکست دیے بغیر اپنی شخصیت سے متاثر کرتا رہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ عورت شادی سے پہلے مرد کے مزاج کو سمجھے کیوں کہ شادی کے بعد وہ فطرتاً آپ ہی آپ مرد کے مزاج میں ڈھلتی چلی جاتی ہے۔"

اس کی باتیں سُنتے سُنتے وہ اُونگھنے لگی۔ اتنی دیر سے لڑتے لڑتے وہ بیٹھنا نہیں چاہتی تھی۔ مسلسل کھڑے رہ کر اس نے اپنی ثابت قدمی کا ثبوت دیا تھا لیکن کھانے کے بعد ذرا تھکن کا احساس ہونے لگا۔ جی چاہتا تھا، تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں بند کر لے۔ اس نے آنکھیں بند کیں پھر فوراً ہی ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ یوں لگا تھا جیسے وہ اچانک اس پر حملہ کرنے آیا ہو لیکن وہ اس سے ذرا ہٹ کر سر جھکائے ایک پتھر پر بیٹھا اپنی دھن میں باتیں کیے جا رہا تھا۔ میں نے مرجانہ کی سوچ میں کہا: "میں خواہ مخواہ اس کی طرف سے اتنی محتاط ہوں۔ میری طرح وہ بھی نڈھال ہو گیا ہے۔ اچانک اُٹھ کر حملہ نہیں کر سکتا۔ مجھے آرام کرنے کے لیے آنکھیں بند کر لینا چاہیے۔ ذرا بھی آہٹ ہو گی تو میری آنکھ کھل جائے گی۔"

اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ میں اسے مجبور کر رہا تھا۔ وہ ضد میں آ کر اپنے مدِمقابل سے کئی راتیں جاگ کر لڑتی رہ سکتی تھی لیکن یہ جسمانی قوت کا اظہار ہوتا۔ آدمی چاہے اپنی قوت کا کسی قدر بھی مظاہرہ کر لے لیکن رفتہ رفتہ کمزور ہونے والے دماغ سے لڑ نہیں سکتا۔ اس کے سامنے جھکنا پڑتا ہے اور مرجانہ بھی جھک گئی تھی اس کا دماغ تھک گیا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

ٹارٹر بلبا نے باتیں کرتے کرتے چونک کر اسے دیکھا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر کہا: "بلبا! اس خوش فہمی میں مبتلا نہ رہنا کہ مرجانہ میں کمزوری آ گئی ہے اور وہ اپنی مرضی سے سو رہی ہے۔ نہیں، میں نے اس کے دماغ کو تھپک تھپک کر سُلا دیا ہے۔"

اس نے پوچھا: "میں کیسے یقین کروں؟"

"ابھی یقین کر لو گے جب میں تمہارے دماغ کو بھی اسی طرح سُلا دوں گا۔ تم دونوں ضدی ہو۔ سونا نہیں چاہتے۔ بیٹھنا نہیں چاہتے، کسی دیوار سے ٹیک لگا کر آرام کرنا نہیں چاہتے تو اب میں۔۔۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم لوگوں کو آرام کرنے پر مجبور کر سکتا ہوں۔"

اس نے میری سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ سے نکالنے کے لیے سانس روکنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ زخموں سے ایسی ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں کہ اس کا ہانپنا اور کراہنا لازمی تھا۔ اس کے لیے سانس لینا ضروری ہوتا ہے۔ میں نے کہا: "تم پوری طرح میرے اختیار میں ہو۔ میں تمہیں مرجانہ کے قدموں میں لے جا کر گرا سکتا ہوں۔"

وہ ایک دم سے جھنجلا کر اُٹھ گیا۔ غصّے سے بولا: "ہرگز نہیں! میں مرجانہ پر جان دینے والی محبت کرتا ہوں لیکن اس کے قدموں میں سر جھکانے والا عشق نہیں کرتا۔ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔"

"مجھ سے زیادہ تمہارے مزاج کو کون سمجھ سکتا ہے، تبھی میں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ میں مزاج بدل کر رکھ دیتا ہوں۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولا: "میں مانتا ہوں، تم اس وقت جس طرح مجھے نچا ؤ گے، میں بے اختیار ناچنے لگوں گا لیکن یہ سراسر ظلم ہو گا۔"

"میں ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ تم چونکہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں پر یقین نہیں کر رہے تھے۔ اس لیے میں نے ایسا کہا۔ اب یقین کر لو کہ مرجانہ کو میں نے سُلا دیا ہے۔ وہ خود سونا نہیں چاہتی تھی۔"

"کیا تم چاہتے ہو کہ میں بھی سو جاؤں؟"

"میں چاہتا ہوں لڑائی کے وقفے میں کچھ چھیڑ چھاڑ ہو جائے۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا: "وہ کیسے؟"

"ابھی مرجانہ تمہارے پاس بڑے پیار سے آئے گی۔"

وہ ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "آخر میں نے اسے متاثر کر ہی لیا۔"

"پھر خوش فہمی میں مبتلا ہو رہے ہو۔ بے شک وہ تم سے متاثر ہے لیکن وہ کبھی کھل کر اظہار نہیں کرے گی۔ یہ اظہار میری ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو گا۔"

"چلو فرہاد ایسے نہ سہی، ویسے ہی سہی، محبت کی کچھ تو ابتدا ہو۔"

"تم بھی اپنی جگہ سے اُٹھ کر مرجانہ کے پاس جاؤ گے۔"

"نہیں، ابھی تم نے کہا تھا کہ یہ میرے پاس آئے گی۔"

"میں نے کہا نا، تم جاؤ گے۔ جب تم ہاتھ بڑھاؤ گے تو وہ تم پر حملہ کرے گی۔ اس سے سمجھ لینا کہ اسے پگھلانا آسان نہیں ہے۔ دوسری بار وہ ٹیلی پیتھی کی حرارت سے موم ہو جائے گی۔ اس سے تمہیں ثبوت ملتا رہے گا کہ میں تمہاری مشکل آسان کر رہا ہوں اور تمہیں زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے۔"

"کوئی بات نہیں، میں تمہارے کہنے کے مطابق اس کے پاس جا رہا ہوں لیکن میں محتاط رہوں گا۔ وہ مجھ پر حملہ نہیں کر سکے گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آہستگی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر ایک ایک قدم بڑھاتے ہوئے، سنبھلتے ہوئے اس کی طرف جانے لگا۔ جنگ بندی کو پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔ انھیں اپنی تھکن اُتارنے کا کافی موقع ملا تھا۔ کھانے کے بعد نشہ طاری ہو رہا تھا۔ وہ آرام کرنا چاہتے تھے بلکہ آنکھیں بند کر کے تھوڑی دیر کے لیے سو جانا چاہتے تھے۔ مرجانہ تو تقریباً سو ہی گئی تھی۔

وہ مرجانہ کے سامنے پہنچ گیا۔ دونوں ٹانگیں پھیلا کر اپنا توازن سنبھالتے ہوئے اب وہ آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی کسی ناگہانی حملے کی طرف سے بالکل مستعد تھا۔

لیکن حملہ باہر سے ہو تو اسے روکا جا سکتا ہے۔ اندرونی حملوں کو وہ کیسے روک سکتا تھا۔ اچانک اس کے دماغ میں خیال پیدا ہوا۔ وہی خیال اس کی نگاہوں کے سامنے، تصویر میں زندہ کردار کی طرح متحرک ہو گیا۔ اس نے دیکھا، مرجانہ نے اچانک ہی آنکھ کھولی تھی۔ اِدھر آنکھ کھولی، اُدھر اس نے اپنے ایک ہاتھ کی گہنی بلبا کے پیٹ میں ماری۔ بلبا پیٹ پکڑ کر ذرا جھکا تو اس کا دوسرا گھونسہ اس کی ناک پر پڑا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر گرا۔

وہ سچ مچ ذرا پیچھے جا کر زمین پر گر پڑا تھا لیکن مرجانہ سچ مچ نہیں جاگ رہی تھی۔ وہ تو پہلے کی طرح آنکھیں بند کیے دیوار سے ٹیک لگائے سو رہی تھی۔ بلبا نے محسوس کیا جیسے اس نے مرجانہ کو گھونسہ مارتے تو دیکھا ہو لیکن اس کے پیٹ میں تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ وہ خواہ مخواہ کراہنے لگا تھا۔ شاید دوسرے زخموں کی ٹیسوں نے اُسے کراہنے پر مجبور کیا تھا۔ مرجانہ کا دوسرا گھونسہ اس کی ناک پر نہیں پڑا تھا۔ وہ جانے کیسے پیچھے کی طرف اُلٹ پڑا تھا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی کہ جو کچھ ہوا، وہ تصوراتی کرشمے کی بدولت ہوا اور میں نے اس تصور میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے حقیقت کا رنگ بھر دیا تھا۔

میں نے پوچھا: "یہ کیا تم گر پڑے۔ فوراً اُٹھو۔ اگر مرجانہ نے آنکھیں کھول کر دیکھ لیا تو تمہاری بڑی سُبکی ہو گی۔ تم دونوں میں یہ ٹھنی ہوئی ہے کہ ہار جیت کا فیصلہ ہونے تک کوئی زمین پر نہ لیٹے گا، نہ بیٹھے گا۔"

میری بات پوری ہوتے ہی وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیسے ہو گیا؟ میں کیسے گر پڑا؟ یہ بھی تمہاری ٹیلی پیتھی کی شرارت ہے؟"

"بالکل نہیں، میں تو مرجانہ کے دماغ میں تھا پھر تمہارے گرنے کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے تمہارے دماغ میں آ کر دیکھا تو تم زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ آخر بات کیا ہوئی تھی؟"

"کچھ نہیں۔ بس مجھے یوں لگا تھا جیسے مرجانہ نے اچانک آنکھیں کھول کر مجھ پر حملہ کیا ہو۔ میں شاید اس کے حملے سے بچنے کی خاطر پیچھے کی طرف ہٹا تو ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "دل و دماغ پر دہشت طاری ہو تو ایسا ہو جاتا ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا: "میں مرجانہ سے دہشت زدہ نہیں ہوں۔ لڑنے کے دوران محتاط رہنا پڑتا ہے۔"

"بے شک ہر لمحے احتیاط لازمی ہے۔ وہ ابھی تک سو رہی ہے۔ چلو اب آگے بڑھو۔"

وہ پھر محتاط ہو کر آگے بڑھنے لگا۔ اس مرتبہ ارادہ تھا کہ اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ پر رکھے گا۔ اس طرح اسے چھو لے گا، اور اس نے حملہ کرنا چاہا تو ہاتھ کو پکڑ لے گا۔

لیکن وہ جیسے ہی قریب پہنچا۔ میں نے مرجانہ کے دماغ پر قابض ہو کر اسے نیند کی حالت میں آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اس کا انداز ایسا ہی تھا کہ غار کی نیم تاریکی میں کسی لاش نے آنکھیں کھول کر دیکھا ہو۔ وہ یکبارگی اُچھل کر پیچھے گیا کیونکہ آنکھیں کھولتے ہی وہ حملہ کر سکتی تھی۔ دوسری طرف میں نے

اس کے اُچھلتے ہی اسے بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ توازن قائم نہ رکھ سکا پھر گر پڑا۔ مرجانہ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ زمین پر گرنے والی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا فوراً ہی اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

میں مرجانہ کے خوابیدہ دماغ کو ٹریس کر رہا تھا۔ میں نے اسے ہدایت دی تھی کہ وہ بدستور نیند کی حالت میں رہے گی لیکن آنکھیں کھلی رہیں گی اور میری سوچ کے مطابق بولتی اور چلتی رہے گی۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر چلنے لگی۔ بلبا کی طرف بڑھنے لگی۔ وہ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہوا پیچھے ہٹ رہا تھا۔ مرجانہ نے کہا "تم میرے آئیڈیل ہو۔ میں نے تمہارے جیسا شہ زور آج تک نہیں دیکھا۔ اگر کوئی میرا جیون ساتھی بن سکتا ہے تو وہ تم ہو"

بلبا پیچھے ہٹتا جا رہا تھا اور پوچھتا جا رہا تھا۔ "کیا تم سچ کہہ رہی ہو۔ مجھے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کانوں سے سن کر یقین نہیں آ رہا ہے۔ تم تو فولاد ہو فولاد۔ میں صبح سے تمہیں پگھلانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہ اچانک تم کیسے پگھل گئیں؟"

"بلبا! تمہارے پاس سب کچھ ہے ایک عقل نہیں ہے۔ تم نہیں جانتے کہ عورت اندر سے کچھ ہوتی ہے باہر سے کچھ ہوتی ہے۔ اس فولاد کے سینے میں بھی دل ہے جو اب تمہارے لیے اور صرف تمہارے لیے دھڑک رہا ہے"

وہ رک گیا۔ یہ آگے بڑھتے ہوئے اس کے قریب پہنچی تو اس نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ میں نے بلبا سے پوچھا "کیا تم جانتے ہو ایسے وقت عورت سے کیا کہنا چاہیے۔ کیا کرنا چاہیے؟"

"تم میں بالکل نہیں جانتا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ پلیز فرہاد گائیڈ کرو"

"سیدھی سی بات ہے اس کے ساتھ نرمی سے پیار سے باتیں کرتے رہو اور اس کے زخموں پر مرہم رکھو۔ اسے آرام سے ایک جگہ لیٹنے کے لیے کہو۔ وہ تمہاری کسی بات سے انکار نہیں کرے گی۔ اسے زیادہ سے زیادہ آرام پہنچاؤ یہی تمہارے حق میں بہتر ہوگا"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ فرسٹ ایڈ بکس کھول کر ضروری سامان نکال نکال کر زخموں کو صاف کرنے لگا۔ مرہم لگانے لگا۔ جہاں پٹیاں باندھنے کی ضرورت تھی وہاں پٹیاں باندھتا رہا۔ کہیں ٹیپ چپکاتا رہا۔ بہرحال پچاس منٹ کے اندر اس نے تمام زخموں کو بہا کے ڈریسنگ کر دی۔ وہ آرام سے ایک طرف زمین پر لیٹ کر بہا کے سوچ رہی تھی۔ مرہم نگار رہی تھی۔ میں نے پہلے سے بلبا کے دماغ میں کہا "اس وقت یہ ٹیلی پیتھی کے اثر میں نہیں ہے۔ یہ نیند کی حالت میں اُٹھ کر کوئی کام کرنے کی عادی ہے۔ یہ سچ مچ کے متاثر ہو کر تمہاری مرہم پٹی کر رہی ہے لیکن تم بالکل گدھے ہو

میں چاہتا ہوں کہ اب تمہاری دشمنی ختم ہو جائے اور دوستی کی ابتدا ہو جائے لہٰذا جیسا میں کہتا ہوں ویسا کرو"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ زمین پر چاروں شانے چت لیٹ کر ایک ہاتھ سینے پر اور ایک ہاتھ زمین پر رکھ لیا پھر آنکھوں کو یوں بند کر لیا جیسے سو رہا ہو۔ اب مرجانہ نیند سے بیدار ہو رہی تھی۔ کسمسا رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں کھلتی گئیں۔ تھوڑی دیر تک وہ آنکھیں کھولے چھت چاپ غار کی نیم تاریکی کو اور پتھریلی دیواروں اور چھتوں کو دیکھتی رہی۔ پھر فوراً ہی ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ سب سے پہلے اس کی نظر بلبا پر گئی جو اس کے قریب ہی لیٹا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی..... اسے غصہ آیا کہ یہ اس کے قریب کیسے چلا آیا؟

میں نے اس کی توجہ زخموں کی طرف دلائی۔ تب اس نے دیکھا کہ اس کے زخموں پر کہیں کہیں پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ کہیں ٹیپ چپکے ہوئے تھے۔ زخموں کی صفائی ہو گئی تھی اور مرہم لگا دیا گیا تھا۔ یہ کس نے ایسا کیا؟

یہ سوال اس کے دماغ میں پیدا ہوا۔ اس نے غار کے دہانے کی طرف دیکھا۔ پہلے اس کے دل میں خیال آیا کہ شاید باہر سے کسی نے آ کر اس کے زخموں کی مرہم پٹی کی ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "نہیں، اگر کوئی باہر سے آتا تو ٹارمٹر بلبا ان کا اپنا آدمی ہے۔ پہلے وہ اپنے آدمی کی مرہم پٹی کرتے لیکن یہ آزمائش تک ویسا ہی ہے۔ اس کے زخموں سے لہو رس رہا ہے۔ زخموں پر مٹی جمی ہوئی ہے"

مرجانہ کے دماغ نے حیرانی سے سوچا "کیا بلبا نے میرے زخموں پر مرہم کے پھاہے رکھے ہیں؟ اوہ، میں کس قدر گہری نیند سو رہی تھی۔ مجھے خبر بھی نہ ہوئی"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "ایک تو میں صبح سے لڑ رہی ہوں۔ تھک کر چور ہو گئی تھی۔ کھانے کے بعد نشہ طاری ہوا تو آنکھ لگ گئی۔ شاید مجھ پر نیم بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔ اسی لیے میری آنکھ نہیں کھلی"

اس نے بلبا کے ہاتھ کو دیکھا اور سوچا "ان مضبوط ہاتھوں نے مجھے زخم پہنچائے اور ان ہاتھوں نے ہی میرے زخموں پر مرہم رکھا ہے"

اس نے بے اختیار اپنا ہاتھ بلبا کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ دوسرے لمحے وہ فرسٹ ایڈ کا سامان نکال رہی تھی اور سوچ رہی تھی اس کے زخموں کو صاف کر رہی تھی۔ مرہم نگا رہی تھی۔ میں نے پہلے سے بلبا کے دماغ میں کہا "اس وقت یہ ٹیلی پیتھی کے اثر میں نہیں ہے۔ یہ نیند کی حالت میں اُٹھ کر کوئی کام کرنے کی عادی ہے۔ یہ سچ مچ کے متاثر ہو کر تمہاری مرہم پٹی کر رہی ہے لیکن تم بالکل گدھے ہو

"کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی؟"

"ہاں، بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔ اس وقت تمہیں سخت جان نہیں بننا چاہیے بلکہ کمزوری سے ذرا کراہنا چاہیے۔ آنکھیں بدستور بند رکھو لیکن منہ سے کبھی کبھی آہیں نکلتی رہیں۔ عورت جسے چاہتی ہے اس کی تکلیف سن کر تڑپ جاتی ہے۔ وہ سچ مچ بالکل گدھا تھا۔ سخت دل اور سخت جان، نرمی اور پیار کی باتیں اسے آتی ہی نہ تھیں۔

میں نے ثباتہ کے پاس پہنچ کر کہا۔ "میں نے ان دونوں کو صلح جوئی اور دوستی کے راستے پر لگا دیا ہے۔ اب میں جاؤں گا مجھے اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہنا ہے۔ تم کب تک وہاں سے نکل رہی ہو؟"

"آج رات دس بجے میرا سفر شروع ہوگا"

"تم کس طرح یہاں پہنچو گی؟"

"ہم گھوڑوں پر سواری کرتے ہیں۔ تمام پہاڑوں اور گھنے جنگلوں کو گھوڑ سواری کے ذریعے عبور کرتے ہیں۔ مہذب دنیا میں پہنچ کر آمد و رفت کے جدید ترین ذرائع استعمال کرتے ہیں"

"اپنے بابا سے کہو میں ایک اہم فرض داری انہیں سونپنا چاہتا ہوں۔ کیا وہ اس فرض داری کو پوری طرح نبھائیں گے؟"

"کیوں غیروں جیسی باتیں کرتے ہو۔ تمہارا کوئی بھی کام ہو ہم اس کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے اور فرض داری تو بہت بڑی ہوتی ہے۔ تم کہو کیا بات ہے؟"

"پہلے اپنے بابا کو مخاطب کرو اور میری بات سناؤ"

اس نے اپنے باپ کو مخاطب کیا۔ ٹارمٹر غلبا نے اس کی زبان سے میری باتیں سن کر کہا "فرہاد! ایک بار آزما کر دیکھو میں تو اسی انتظار میں ہوں کہ تم کبھی کسی بھی فرض داری کا پہاڑ میرے سر پر رکھو اور میں اسے اُٹھا کر دکھاؤں"

میں نے ثباتہ کے ذریعے کہا "میں پارس کو آپ کے پاس پہنچانا چاہتا ہوں"

یہ سنتے ہی وہ خوشی سے کھل گیا۔ ثباتہ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا "اوہ، فرہاد میں پارس کو اپنے پاس رکھوں گی۔ میں اس کی پرورش کروں گی"

"نہیں ثباتہ! تم مہذب دنیا میں آ رہی ہو۔ پارس بابا کے پاس رہے گا اور مرجانہ وہاں اس کی دیکھ بھال کرے گی"

ٹارمٹر غلبا نے پریشان ہو کر کہا "لیکن فرہاد! یہ دونوں اپنی جنگ ختم کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ تمہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں مجبور کرو"

"آپ اطمینان رکھیں جو دشمن بن کر لڑتے ہوئے غار کے اندر گئے تھے وہ دوست بن کر باہر آئیں گے"

ٹارمٹر غلبا نے مطمئن ہو کر پوچھا "پارس کو کب تک یہاں بھیج رہے ہو؟"

"آج رات تک یہاں سے روانہ ہوگی۔ اس کے ساتھ ایک ایسی ٹیم بنا کر روانہ کرو جو پارس کو بحفاظت تمہارے پاس پہنچا سکیں"

"بالکل اطمینان رکھو۔ ہم ایسے بہادر یہاں سے بھیجیں گے جن کے سائے میں کسی اور کا سایہ پارس پر نہیں پڑ سکے گا"

ثباتہ نے پوچھا "پارس ہمیں کہاں ملے گا؟"

"یہ حالات پر منحصر ہے۔ تم سفر شروع کرو۔ تمہارے مہذب دنیا میں پہنچنے تک میں اپنے بیٹے کو تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔ تم پارس کو اپنے ہاتھوں سے اس ٹیم کے حوالے کر دینا پھر میری طرف چلی آنا"

میں نے یہ معاملات طے کیے۔ پھر ان سے رخصت ہو کر دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت ہمارا طیارہ پیرس کی فضاؤں میں پرواز کر رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی، بابا صاحب کے ادارے کے بے شمار افراد کے ساتھ ایئرپورٹ پر موجود تھی۔ وہ تمام افراد ایئرپورٹ سے لے کر بابا صاحب کے ادارے تک پھیلے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ انہوں نے محاذ بنا رکھا تھا۔ انہیں معلوم تھا ادارے تک پہنچنے کے لیے مجھے کن راستوں سے گزرنا ہوگا"

اور دشمن بھی بڑے وسیع ذرائع کے مالک تھے۔ انہوں نے بھی جگہ جگہ محاذ بنا رکھا ہوگا۔ پیرس پہنچتے ہی ان کے سراغرساں میرے ایک ایک لمحے کی رپورٹ دیتے رہیں گے۔ جب سے ٹیلی پیتھی میرے حصے میں آئی ہے تب سے میں اپنے تمام دشمنوں کے مزاج کو سمجھتا آیا ہوں اسی لیے میں اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھا کہ اپنی حفاظتی تدابیر پر عمل کر کے بخیریت بابا صاحب کے ادارے تک پہنچ جاؤں گا"

طیارے کو ایئرپورٹ سے ذرا دور ایک فلائنگ کلب کے رن وے پر اُتارا گیا۔ میرا دماغی رابطہ اعلیٰ بی بی سے قائم تھا۔ میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ وہ ایک بڑی سی ویگن نما گاڑی میں آئی تھی۔ اس گاڑی کے آس پاس مسلح پولیس والوں کی گاڑیاں تھیں۔ اعلیٰ بی بی نے خاص طور پر درخواست کی تھی کہ میری حفاظت کے لیے مسلح سپاہی دیے جائیں تاکہ فرہاد علی تیمور کو بخیریت بابا صاحب کے ادارے تک پہنچایا جا سکے۔

اگرچہ ہم کسی بھی ملک کی پولیس کے محتاج نہیں تھے تاہم اعلیٰ بی بی نے فارمیلٹی پوری کرنے کے لیے ایسے اقدامات کیے تھے۔ وہ وائسورو کی اور پولی کے ساتھ طیارے میں آئی۔ اس کے پیچھے ادارے کے چند نوجوان تھے۔ وہ لوگ منجالی کے تابوت کو طیارے سے نکال کر اس ویگن کے پچھلے حصے میں لے جانے لگے۔ وائسورو کی نے مجھے دیکھتے ہی اپنی طرف کھینچ کر گلے سے لگایا۔ پھر میری پیٹھ کو تھپکتے ہوئے کہنے لگا

"زندگی میں بہت کچھ پانے کے لیے بہت کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔ منجالی کی موت کا ہم سب کو افسوس ہے۔ آج میں آپ کے گلے لگ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے موت اگلے پل مجھے آپ سے الگ کر دے۔ اپنے گلے لگائے ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "میرے ساتھیوں میں رومانہ کے بعد منجالی دوسری ہستی ہے جس کی ابدی جدائی نے مجھے بے حد صدمہ پہنچایا ہے۔"

والٹسورو کی کے پیچھے پوپی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ "فرہاد! رومانہ مرنے کے بعد بھی میرے روپ میں واپس آگئی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم رومانہ سے بھاگتے رہو اور اس کی جدائی کا صدمہ سہتے رہو۔"

والٹسورو کی مجھ سے الگ ہو کر ایک طرف ہٹ گیا۔ پوپی نگاہوں کے سامنے آگئی۔ وہ سر سے پاؤں تک رومانہ ہی رومانہ تھی۔ چہرہ تو بالکل وہی تھا۔ ناک نقشے میں ایک ذرا فرق نہیں تھا۔ فائٹنگ کا انداز بھی تقریباً وہی تھا اور اب والٹسورو کی اس سونے کو کندن بنا رہا تھا۔

میں نے سنجیدگی سے مسکرا کر کہا۔ "تمہیں دیکھ کر خدا کی قدرت پر اعتماد اور مستحکم ہو جاتا ہے۔ بے شک تم رومانہ بن کر میرے سامنے آگئی ہو لیکن یہ بھی تو سوچو کہ تمہاری بھلائی کے لیے اور تمہیں خوب سے خوب تر بنانے کے لیے تم سے دور رہتا ہوں۔ اگر ہماری تقدیر میں ہمارا ساتھ لکھا ہے تو ہم ضرور کبھی ایک ساتھ ایک راہ پر چلیں گے۔ کیا تم اس بات سے انکار کرو گی۔ رنگون میں تم ذرہ تھیں یہاں آفتاب بن رہی ہو۔"

پوپی نے احسان مندی سے والٹسورو کی کی طرف دیکھا۔ پھر سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر اس کی طرف سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "ماسٹر کا احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گی۔ ان کے سائے میں آ کر مجھے معلوم ہوا کہ دنیا بہت بڑی ہے اور کوئی بھی علم، کوئی بھی فن محدود نہیں ہے۔ سیکھنے پر آؤ تو زندگی گزرتی چلی جاتی ہے۔ میں سیکھ رہی ہوں۔ خوب سیکھ رہی ہوں اور واقعی خوب سے خوب تر بن رہی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "ہمیں اب چلنا چاہیے۔ طیارے سے باہر نکلتے ہی اپنی پلاننگ کے مطابق ہمیں ایک ایک سیکنڈ کا خیال رکھنا ہوگا۔"

ہم طیارے سے باہر آئے۔ پہلے میں طیارے کی سیڑھی سے اترنے لگا۔ پوپی میرے ساتھ چلتے ہوئے بولی۔ "اب تو تم بابا صاحب کے ادارے میں رہو گے۔ کم از کم تمہیں قریب سے دیکھتے رہنے کی حسرت پوری ہوتی رہے گی۔"

میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ طیارے کے قریب ہی چار گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ دو گاڑیوں میں مسلح سپاہی تھے۔ میری گاڑی میں منجالی کا تابوت رکھا گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "میں اور فرہاد تابوت کے ساتھ اس گاڑی کے پچھلے حصے میں بیٹھ کر جائیں گے۔ ماسٹر والٹسورو کی! آپ اور پوپی جس کار میں آئے ہیں، اسی کار میں بیٹھ کر ہمارے آگے چلیں گے۔ باقی یہ مسلح سپاہی تو ہاتھی کے دانت ہیں، پوپی، والٹسورو کی کے ساتھ کار میں بیٹھنے چلی گئی۔ میں اعلیٰ بی بی کے ساتھ اس ویگن کار کے پچھلے حصے میں آیا، جہاں تابوت رکھا ہوا تھا، ہم وہاں بیٹھ گئے۔ پچھلا حصہ بند کر دیا گیا۔ اب باہر والے ہمیں نہیں دیکھ سکتے تھے اور نہ ہم باہر والوں کو دیکھ سکتے تھے۔ بس اتنا ہی پتہ چلا کہ وہ گاڑی آگے بڑھ رہی ہے۔ اعلیٰ بی بی نے اپنے بیگ میں ہاتھ ڈال کر تین عدد لفافے نکالتے ہوئے کہا۔ "تین بڑے دوستوں اور بڑے دشمنوں نے تمہارے نام خطوط بھیجے ہیں۔"

میں نے لفافے اس کے ہاتھ سے لے کر دیکھے۔ ایک لفافہ سپرماسٹر کی طرف سے تھا۔ دوسرا خط ریڈ پاور کے ماسک مین نے بھیجا تھا۔ میں نے تیسرا لفافہ کھول کر اس میں سے خط نکال کر پڑھنا شروع کیا۔ وہ خط یہودی تنظیم کے سربراہ نے میرے نام یوں لکھا تھا۔

"مسٹر فرہاد علی تیمور! ہمیں مس منجالی کی بے وقت موت پر بہت افسوس ہے۔ ہماری اطلاع کے مطابق اس کی موت کے پیچھے کسی دشمن کا ہاتھ ہے۔ اگر وہ دشمن آپ کی نظروں میں آ گیا ہے تو یقیناً اس کی زندگی کے دن تھوڑے ہوں گے اور اگر وہ کوئی پُراسرار دشمن ہے تو ہم اسے پُراسرار نہیں رہنے دیں گے۔ بہت جلد آپ کے سامنے اسے بے نقاب کر دیں گے۔

یقین کریں، ہم آپ کے کام آنے اور آپ کے دوست بننے کا کوئی نہ کوئی موقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہمیں آج تک آپ نے کوئی موقع نہیں دیا۔ بہرحال تیسرا موقع کا موقع نہیں ہے۔ ہم اپنے دو ستارہ جذبے کا یہ ثبوت پیش کر رہے ہیں کہ آپ بنکاک سے قاہرہ اور قاہرہ سے پیرس تک بخیریت پہنچ گئے ہیں اور یہاں سے بابا صاحب کے ادارے تک بھی آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ہم نے اپنے طور پر آپ کے لیے حفاظتی انتظامات کیے ہیں۔

اگر آپ اپنی عادت کے مطابق اب بھی ہمیں اپنا دشمن سمجھ رہے ہیں تو اتنا ضرور یقین کریں کہ کسی تابوت کے ساتھ جانے والا غم زدہ شخص پر حملہ کرنا ہماری عادت نہیں ہے۔"

میں نے اس خط کو ایک طرف پھینک دیا۔ پھر دوسرے لفافے کو کھول کر ریڈ پاور کے ماسک مین کا لکھا ہوا خط پڑھنے لگا۔ اس نے لکھا تھا۔

"مسٹر فرہاد علی تیمور! آپ بنکاک سے قاہرہ اور قاہرہ سے پیرس بحفاظت پہنچ گئے ہیں۔ ہم نے بابا صاحب کے ادارے تک اپنے آدمی لگا رکھے ہیں۔ میں پیرس کے باس اسحاق دال دونے کے حفاظتی انتظامات سے مطمئن ہوں۔ مجھے یقین ہے، دشمن تمام حربے ناکام رہیں گے۔ میری دعائیں اور میری عملی کوششیں آپ کے ساتھ ہیں اور ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گی۔ فقط، آپ کا خادم ماسک مین۔"

میں نے وہ خط بھی ایک طرف پھینک کر سپرماسٹر کے خط کو پڑھنا شروع کیا۔ اس نے لکھا تھا:

"مسٹر فرہاد علی تیمور! پتا نہیں ہم سے کون سی غلطی سرزد ہو گئی ہے کہ آپ نے رنگون چھوڑتے وقت ہمارے ماسٹر سے رابطہ قائم نہیں کیا اور تادم تحریر آپ ہم سے بہت دور ہو گئے ہیں۔ اس دوران آپ کتنے ہی آزمائشی حالات سے گزرتے رہے لیکن آپ نے کبھی ہمارے بنکاک کے ماسٹر سے بھی رابطہ قائم نہیں کیا۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ اپنی ناراضگی کی وجہ ضرور بیان کریں تاکہ ہم اپنی غلطی کی تلافی کر سکیں۔

آپ کو یاد ہوگا، رنگون میں ایک ماسٹر نے آپ کے مزاج کے خلاف غلطی کی تھی۔ ہم نے اسے موت کی سزا دی۔ آپ یقین کریں، اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہوگی تو میں خود کو سزا دوں گا اور سپر ماسٹر کے عہدے سے ہٹ جاؤں گا۔ میری جگہ کوئی نیا سپر ماسٹر آئے گا، لیکن ہمارے اس ابتدائی اور بنیادی اصول میں ایک ذرا سی تبدیلی نہیں ہوئی ہوگی کہ مسٹر فرہاد علی تیمور کو ہر حال میں اپنا دوست بنا کر رکھا جائے۔

آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے، یہاں فلائنگ کلب سے لے کر بابا فرید واسطی کے ادارے تک ہمارے جاسوس پھیلے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنے طور پر آپ کے لیے بے حد احتیاطی تدابیر کی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ کوئی دشمن آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ بنکاک میں جب یہ انکشاف ہوا کہ آپ خود کو ظاہر کر رہے ہیں اور ایک چارٹرڈ طیارے سے پیرس کے لیے روانہ ہو رہے ہیں تو وہاں کے ماسٹر نے آپ سے رابطہ قائم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ٹریفک کے باس نے رکاوٹیں پیدا کیں۔ پھر میرے ماسٹر نے ایئرپورٹ پر چارٹرڈ طیارے تک پہنچنا چاہا، وہاں بھی آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ بعد میں پتا چلا کہ آپ اس چارٹرڈ طیارے سے پہلے ہی روانہ ہو چکے ہیں۔ پھر قاہرہ کے ماسٹر نے مجھے اطلاع دی کہ آپ کو ہوائی ریڈ پاور کے باس جمشید جہران کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔ تب مجھے یقین ہو گیا کہ آپ مسمی چارٹرڈ طیارے سے یہاں پہنچ رہے ہیں۔ بہرحال آپ نے ہم پر اعتماد نہیں کیا لیکن ہم آپ کا اعتماد بحال کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ میں آخر میں پھر گزارش کرتا ہوں کہ ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو ہمیں معاف کر دیں اور اس کی تلافی کا موقع دیں۔ فقط آپ کا خادم۔ سپرماسٹر۔"

میں نے اس خط کو بھی ایک طرف پھینک دیا۔ پھر اعلیٰ بی بی سے پوچھا۔ "پارس کہاں ہے؟"

"میں نے اُسے جمیلہ اور جواد الخیری کے پاس سے ہٹا دیا ہے۔ تم اُسے کہیں بھیجنے والے تھے۔ جہاں کہو گے، وہاں پہنچا دیا جائے گا۔"

میں سوچنے لگا، آج رات ثبانہ اپنا سفر شروع کرنے والی تھی۔ میں پارس کو کس ملک میں، کس دن اس کے حوالے کروں گا۔ یہ ابھی میں نے سوچا نہیں تھا اور اگر سوچ بھی لیتا تو اعلیٰ بی بی کو بتانے کا ارادہ نہیں تھا۔ میں نے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ میرے تمام معاملات میں سے جو معاملہ جس سے تعلق رکھتا ہے، صرف اسی سے اس معاملے کے متعلق گفتگو کی جائے۔ باقی ساتھیوں سے اُسے راز میں رکھا جائے۔ مثلاً ابھی میں جس گاڑی کے پچھلے حصے میں اعلیٰ بی بی کے ساتھ سفر کر رہا تھا وہاں کتنی زبردست ہڈیاں آنے والی تھیں، اس کے متعلق صرف اعلیٰ بی بی جانتی تھی۔ ہم نے جان بوجھ کر والٹسورو کی اور پوپی کو اپنے ساتھ گاڑی میں نہیں بٹھایا تھا۔ انہیں کار میں جانے کے لیے کہہ دیا تھا یعنی میری جگہ کس طرح سجاد علی تیمور لے گا اور میں کس طرح ڈیلوش ہو جاؤں گا۔ یہ صرف اعلیٰ بی بی کو معلوم ہوگا۔

اسی طرح میں پارس کو کس کے حوالے کروں گا، یہ ثبانہ اور اس کے قبیلے والوں کے سوا میرے ساتھیوں میں سے کوئی نہیں جان سکے گا۔ میں نے کہا۔ "پارس جن کے پاس ہے، مجھے اُن کی آواز سنوا۔"

اعلیٰ بی بی نے اپنی سیٹ کے نیچے سے ایک کیسٹ ریکارڈر نکالا۔ پھر اُسے آن کیا۔ ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ میں نے اس کی آواز کو، اُس کے لب و لہجے کو ذہن نشین کیا۔ پھر آزمائشی طور پر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ شخص ایک گاڑی میں سفر کر رہا تھا۔ یونان سے ترکی کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی بیوی کی گود میں پارس موجود تھا۔

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "فرہاد! خیال خوانی کا وقت نہیں ہے۔ تمہاری منزل قریب آ رہی ہے۔ تیار ہو جاؤ۔" جس قسم کے کپڑے میں پہنے ہوئے تھا وہیسا ہی ایک جوڑا وہاں اور موجود تھا۔ پندرہ منٹ کے بعد گاڑی آہستہ آہستہ یوں رکنے لگی جیسے کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہو۔ گاڑی کے فرش پر ایک پلاسٹک بچھا ہوا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اسے اٹھا کر ایک طرف الٹ دیا۔ اس وقت تک گاڑی رُک چکی تھی۔ اس کے رکتے ہی اعلیٰ بی بی نے اپنی کرسی کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک بٹن کو دبایا۔ اس کے ساتھ ہی فرش کا ایک حصہ کھڑکی کے دو پٹ کی طرح کھلتا ہوا نیچے کی طرف چلا گیا۔ نیچے گٹر کا ایک بڑا سا آہنی ڈھکن نظر آ رہا تھا یعنی وہ گاڑی ٹھیک اس گٹر کے اُوپر رُکی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سجاد علی تیمور کو پکارا۔ اس کے ساتھ ہی ڈھکن ایک طرف ہٹنے لگا وہاں سے سجاد علی تیمور طلوع ہو رہا تھا۔

وہ ایک نیکر اور بنیان پہنے ہوئے تھا۔ اس نے گڑھے سے نکل کر میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کے اندر کھینچ لیا۔ جیسے ہی وہ اندر آیا، میں گاڑی کے کھلے ہوئے فرش کے اس راستے سے نیچے چلا گیا۔ گڑھے کے اندر سیڑھیاں تھیں۔ میں ان سیڑھیوں سے اترتا ہوا ذرا نیچے گیا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر آہنی ڈھکن کو منہ کا کر سڑک کے خلا کو پُر کر دیا۔ اب گڑھے کے باہر کی دنیا نظر نہیں آ رہی تھی لیکن میں ٹیلی پیتھی کی آنکھ سے دیکھ سکتا تھا۔ کھڑکی کی صورت میں کھلنے والا گاڑی کا فرش بند ہو گیا تھا۔ یعنی وہ فرش برابر ہو گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے دوبارہ پلاسٹک کو بچھا دیا تھا۔ دوسری طرف سجاد علی تیمور میرے جیسا لباس پہن رہا تھا۔ میں نے گاڑی کے ڈرائیور کو خیال خوانی کے ذریعے کہا "کام ہو چکا ہے۔ گاڑی کی خرابی دور کر دو اور آگے بڑھ جاؤ۔"

تھوڑی دیر کے بعد گاڑیوں کا قافلہ آگے بڑھ گیا۔ والٹسورو کی اور لوپی بھی یہی سمجھتے رہے کہ گاڑی میں کچھ خرابی ہو گئی تھی۔ وہ دور ہو گئی۔ پچھلے حصے میں فرہاد اور اعلیٰ بی بی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں جو تبدیلی ہوئی، اس کا علم اب اعلیٰ بی بی کے علاوہ صرف ڈرائیور کو تھا۔

گڑھے کے نچلے حصے سے ٹارچ کی روشنی نظر آ رہی تھی۔ میں سیڑھی سے اتر کر ٹارچ والے کے پاس پہنچا۔ اس نے ادب سے سلام کرتے ہوئے کہا "جناب! یہاں سے صرف ایک فرلانگ تک چلنا ہو گا۔"

میں اس کے ساتھ ساتھ ٹارچ کی روشنی میں چلنے لگا۔ دس منٹ کے بعد ہمیں ایک اور زینہ نظر آیا جو اوپر کی طرف جا رہا تھا۔ ٹارچ والے نے کہا "اب آپ ڈاکٹر شیفرڈ کو مخاطب کریں اور ان سے کہہ دیں کہ ہم پہنچ گئے ہیں۔"

میں نے ڈاکٹر شیفرڈ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہیلو ڈاکٹر! میں آگیا ہوں۔ آپ گاڑی لے آئیں۔"

میں بگھر سے دور ایک گلی میں گاڑی رد کے انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ڈرائیور سے چلنے کے لیے کہا۔ پھر وہ گاڑی ہماری طرف آنے لگی۔ جس طرح میں نے اعلیٰ بی بی کے ساتھ ویگن نما گاڑی کے پچھلے حصے میں منہ کیا تھا، اسی طرح ڈاکٹر شیفرڈ اس ویگن نما گاڑی کے پچھلے حصے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ڈرائیور نے دوسری سڑک پر پہنچ کر ایک گڑھے کے آہنی ڈھکن کے اوپر پہنچتے ہی گاڑی یوں روک دی جیسے کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہو۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اتر کر انجن چیک کرنے لگا۔ اس دوران ڈاکٹر شیفرڈ نے اس گاڑی کے نچلے حصے کے فرش کو اسی میکنزم کے تحت کھول دیا۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی گاڑی کا نچلا حصہ کھلا، میں نے سیڑھی پر چڑھ کر گڑھے کے آہنی ڈھکن کو ایک طرف ہٹا دیا اور اس طرح گاڑی کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے بعد وہ ٹارچ والا بھی اوپر آ گیا۔ اس نے گڑھے کے ڈھکن کو برابر کیا۔ پھر وہ بھی گاڑی میں پہنچ گیا۔ گاڑی کے فرش کی سطح برابر کر دی گئی۔ اوپر سے پلاسٹک بچھا دیا گیا۔ پھر ڈرائیور کو اشارہ کیا گیا۔ اس نے اسٹیئرنگ سنبھالا۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ میرے کپڑے خراب ہو چکے تھے لیکن وہاں میرے لیے دوسرا لباس رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے پہنتے ہوئے کہا "ڈاکٹر! میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ آپ نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود میرے لیے اتنا وقت نکالا ہے۔"

"فرہاد! دوستوں کا شکریہ ادا نہیں کیا جاتا، ورنہ میں تمہارے احسانات کا شکریہ ادا کروں تو شاید اپنے وقت، اپنی دولت کی اور اپنی جان کی قربانی دے کر بھی شکریہ ادا کرنے کا حق ادا نہ کر سکوں۔ میں نے اپنی صلاحیتوں کے ذریعے جو عالم گیر شہرت حاصل کی ہے اسے وہ کم ہمت بیک میلر خاک میں ملانے والا تھا۔ اگر تم مجھے نہ بچاتے تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "آپ تو گڑے مُردے اکھاڑنے لگے بھئی میں زندہ ہوں۔ میری بات کریں۔ کبھی بھی فرد کی شناخت اس کے نام سے، اس کے چہرے سے اور اس کے اعمال سے ہوتی ہے کچھ عرصہ پہلے جب میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا چہرہ بدل لیا تھا تو نام کی تبدیلی عارضی تھی۔ میرے ساتھی مجھے پہچان لینے کے بعد تسلیم کر لیتے تھے کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں میرا اعمل بھی میرا اپنا ہی تھا۔ لیکن میرا چہرہ اپنا نہیں رہا تھا۔ وہ طارق محمود کا چہرہ تھا۔ اگر آپ جیسے ماہر سرجن سے ملاقات نہ ہوتی تو مجھے فرہاد علی تیمور کا چہرہ کبھی واپس نہ ملتا۔ میں صرف نام سے اور اپنے کام سے پہچانا جاتا، لیکن میرے چہرے سے کوئی مجھے پہچان نہ سکتا۔ میری ایک شناخت گم ہو چکی تھی۔ اب میں نہیں چاہوں گا۔"

"میں تمہارا چہرہ نہ تو پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل کروں گا اور نہ ہی تم میک اپ کے ذریعے چہرہ تبدیل کرنے کی زحمت اٹھاتے رہو گے۔ میرے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں نے تمہارے لیے بہترین ماسک تیار کیا ہے۔"

"ڈاکٹر! میں ماسک میک اپ سے بھی تنگ آ گیا ہوں۔ ماسک پہننے کے بعد یوں لگتا ہے جیسے اصل چہرے کو غلاف میں چھپا دیا گیا ہو۔ صرف دیکھنے کے لیے آنکھیں، سانس لینے کے لیے ناک اور کھانے پینے کے لیے منہ کو کھلا چھوڑ دیا گیا ہو۔ عجیب سی بے چینی رہتی ہے۔ لگتا ہے جیسے کسی شکنجے میں چہرہ جکڑا ہوا ہو۔"

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا "میں نے میڈیکیٹڈ یعنی طبی نقطۂ نظر سے تک تیار کیا ہے جسے پہننے کے بعد تمہیں نہ تو بے چینی

کا احساس ہو گا اور نہ ہی تم اپنے چہرے کو کسی انجانی گرفت میں محسوس کرو گے۔ اس ماسک کے اندر گرمی یا گھٹن کا احساس نہیں ہو گا۔ اسے ایسی اوقیات سے تیار کیا گیا ہے جو چہرے کی اصلی جلد کو اندر سے نہ تو سکڑنے دیتی ہے اور نہ ہی کسی قسم کا نقصان پہنچاتی ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "آپ نے میرے لیے بہت محنت کی ہے۔"

"میں نے انسانی جلد اور پلاسٹک کے مہین تاروں سے یہ ماسک تیار کیا ہے لیکن اس میں ایک قباحت ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ماسک کا جوڑ گردن کے پیچھے اور درمیانے سینے پر ہوتا ہے اگر قمیص اتاری جائے تو لنجو ڈیکھنے پر ماسک میک اپ کا شبہ ہونے لگتا ہے اور دشمن تو بہت ہی چالاک ہوتے ہیں۔"

میں نے تائید میں سر ہلایا۔ ڈاکٹر نے کہا "دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تمہارے چہرے پر ہلکی سی عارضی پلاسٹک سرجری کی جائے۔ یہ سرجری زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے میں ہو جائے گی۔ تم جب چاہو گے اسی طرح ایک گھنٹے کے اندر اس پلاسٹک میک اپ سے نجات حاصل کر لو گے۔ لیکن نجات حاصل کرنے کے لیے بھی کسی میرے جیسے ماہر سرجن کی ضرورت پیش آئے گی۔ تم اپنے ہاتھوں سے اپنے اصلی رُوپ میں نہیں آ سکو گے۔"

"وہ ہلکی سی تبدیلیاں کیا ہو سکتی ہیں؟"

اس نے جواب دیا "انسان کا چہرہ بیضوی ہوتا ہے گول ہوتا ہے۔ لمبوترا یا چوکور ہوتا ہے لیکن اس کے چہرے پر ہونٹ ناک اور آنکھیں اہم ہوتی ہیں۔ اگر ان تین چیزوں میں ذرا ذرا سی تبدیلیاں لائی جائیں تو چہرہ کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ دشمن تمہیں بغور دیکھ کر شبہ کے طور پر یہ کہیں گے کہ تم فرہاد علی تیمور سے ہلکی سی مشابہت رکھتے ہو لیکن وہ ثابت نہیں کر سکیں گے کیوں کہ پلاسٹک میک اپ سرجری کے بغیر اتارا نہیں جاتا اور نہ ہی اینٹی میک اپ کیمرے کے ذریعے تمہارا اصلی چہرہ دیکھا جا سکتا ہے۔"

"مجھے یہ دونوں طریقے منظور ہیں۔ آپ میرے چہرے پر ہلکی سی پلاسٹک سرجری کر دیں۔ آپ یہ تو جانتے ہیں کہ ہر انسان خوبصورتی چاہتا ہے میں اپنے آپ کو خوب رُو تو نہیں کہتا لیکن ایسا بھی نہیں ہوں کہ لوگ یوں طعنے دیں۔"

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا "فکر نہ کرو، ایسی تبدیلیاں کروں گا کہ شاید تم آئینہ دیکھنے کے بعد اپنے ہی اوپر مر مٹو۔"

ایک گھنٹے کے بعد میں ڈاکٹر شیفرڈ کی شان دار کوٹھی میں پہنچ گیا۔ جہاں میں مہمان بن کر رہنے والا تھا۔ اعلیٰ بی بی کی گاڑی اور اس کے حفاظت دار وہاں سے واپس چلے گئے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی اور سجاد علی تیمور کی خیریت معلوم کرتا رہا تھا۔ میری حیرانی کی انتہا نہ رہی۔ وہ بیرس کی حدود سے نکلنے کے باوجود دیہاتی میں سفر کرتے ہوئے اپنے ادارے میں بخیریت پہنچ گئے تھے۔ دشمنوں نے اپنے وعدے کے مطابق ان کا گاڑیوں کا راستہ نہیں روکا تھا۔ اپنی دانست میں فرہاد اور نجانی کی لاش کو ادارے تک پہنچنے کا موقع دیا تھا۔

اس ادارے کے تمام افراد نے بارہ گھنٹے پہلے سجاد علی تیمور کو وہاں سے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے بتایا تھا کہ سجاد کو یورپ سے بھیجا جا رہا ہے تاکہ اس کی جگہ اصل فرہاد آئے۔ دو ہم شکل فرہاد ایک جگہ نہیں رہ سکتے تھے۔ یہ بات ادارے سے باہر پہنچ سکتی تھی۔ بہرحال اعلیٰ بی بی نے سجاد علی تیمور کو اپنے ایک خاص ماتحت کے ذریعے اس ادارے سے روانہ کر کے گڑھا لائن کے ذریعے تبدیلیاں لانے کے پروگرام پر کامیابی سے عمل کرایا تھا

اب اس ادارے میں والٹسورو کی اور لوپی اہم گواہ تھے کہ سجاد علی تیمور اصل میں فرہاد علی تیمور ہے کیوں کہ انہوں نے مجھے چارٹرڈ طیارے سے اترکر اس گاڑی کے پچھلے حصے میں بیٹھتے دیکھا تھا۔ پھر والٹسورو کی اور لوپی کے علاوہ سب سے اہم گواہ اعلیٰ بی بی تھی اس کی بات پر ادارے کا ہر شخص آنکھیں بند کر کے یقین کرتا تھا۔ وہ سجاد علی تیمور جو بارہ گھنٹے پہلے اس ادارے میں نقلی فرہاد سمجھا جاتا تھا۔ اب سب اسے اصلی فرہاد سمجھنے لگے تھے۔

ڈاکٹر شیفرڈ نے میری عاطر سرجری کے مختصر سے آلات پہلے ہی اپنے گھر میں لا کر رکھ لیے تھے۔ شام چھ بجے تک اس نے میرے چہرے کو خاصی حد تک تبدیل کر دیا۔ حالاں کہ سرجری میں بمشکل ایک گھنٹہ صرف ہوا تھا۔ ملکی سی تبدیلیاں کی گئیں تھیں۔ دونوں آنکھوں کے بیچ ناک کے بانسے کو ذرا سا دبیز کیا گیا تھا۔ اسی تناسب سے نتھنوں کے پاس ناک کو ذرا اونچا کیا گیا تھا۔ اس طرح اس کی ساخت بدل گئی تھی۔ اسی طرح سے ہونٹ پتلے تھے۔ ان سے سفیدی جھلکتی تھی۔ اب ان ہونٹوں کو ذرا سا موٹا کر دیا گیا تھا لیکن وہ بھدے نہیں لگتے تھے۔ آنکھوں کے دائیں اور بائیں گوشوں کو ذرا سا سکیڑ دیا گیا تھا جیسے وہ آنکھیں سوچتے رہنے کی عادی ہوں۔ اور ان سے ذہانت جھلکتی تھی۔ بہرحال چہرہ مجموعی طور پر تبدیل ہو گیا تھا۔ میں نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر غور سے دیکھا۔ تب بھی اپنے چہرے کا شبہ نہ ہوا، لیکن دشمن شبہ کرتے تو یہ دوسری بات تھی۔

میں نے کہا "ڈاکٹر! میری دعا ہے کہ خدا آپ کو ایک لمبی زندگی دے۔ میں آپ کی زندگی میں جب چاہوں، اصلی صورت میں آتا رہوں گا۔"

ڈاکٹر نے میرے شانوں کو تھپکتے ہوئے کہا "فکر نہ کرو۔ میں مرنے سے پہلے ایک ایسے ڈاکٹر سے تمہاری دوستی کرا دوں گا جو تمہارا ہمراز بن کر رہے گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔ آپ سے ایک تعارف اور چاہتا ہوں اعلیٰ بی بی یا کوئی بھی اہم سے اہم ساتھی میرے موجودہ حلیے کے متعلق پوچھے تو آپ کہہ دیں کہ میں نے ان تمام تصویروں کو جلا ڈالا ہے، جنہیں دیکھ کر میرا موجودہ چہرہ بنایا گیا ہے۔ اگر آپ کو ذہن پر زور ڈال کر میرا حلیہ بتانے کے لیے کہا جائے تو آپ بتانے کے وقت گڑبڑاتے رہیں اور یہ تاثر دیتے رہیں کہ میں خیال خوانی کے ذریعے آپ کو حلیہ بتانے کا موقع نہیں دے رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "آپ بہت محتاط ہیں۔ اعلیٰ بی بی جیسی جاں نثار ساتھی سے بھی باتیں چھپانا چاہتے ہیں۔"

"آثار بتا رہے ہیں کہ دشمن زبردست چالیں چل رہے ہیں۔ اُنہوں نے اگر سجاد کو فرہاد سمجھ کر اپنی گرفت میں لے لیا تو اپنی کامیابی کے زعم میں میرے تمام ساتھیوں کو بھی اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر انہوں نے ان سب کو قیدی بنا لیا تو اُن سے یقیناً غیر انسانی سلوک کریں گے۔ اُنہیں اذیت پہنچانے کی انتہا کر دیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ ایسے وقت میرا کوئی ساتھی کمزور پڑ جائے اور حقیقت اگل دے۔ لہٰذا انہیں حقیقت کا علم ہونا ہی نہیں چاہیے۔"

"تم سے ایک غلطی ہو گئی۔ سجاد کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیجنا نہیں چاہیے تھا۔ وہاں سیکڑوں افراد ہیں۔ ان میں کون غدار یا دشمن کا جاسوس ہے۔ یہ کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا۔"

"دیکھا جائے تو مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ لیکن سجاد کو مکمل طور پر فرہاد علی تیمور بنانے کے لیے میری گفتگو، میرا لہجہ، میری نشست و برخاست اور میرے اسٹائل کے متعلق وہیں اُسے ٹریننگ دی جا سکتی تھی۔ اس ادارے میں اعلیٰ بی بی اور والٹر ورد کی اس کے لیے بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ اعلیٰ بی بی اتنی مصروف تھی کہ اس ادارے کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی۔ سجاد کو خود اُدھر بھیجنا پڑا۔"

"اگر دشمنوں کو کسی طرح یہ پتا چل جائے کہ بابا صاحب کے ادارے میں فرہاد کی ایک ڈمی آئی تھی پھر اصلی فرہاد کے پیرس پہنچنے سے بارہ گھنٹے پہلے اس ڈمی کو غائب کر دیا گیا تو کیا دشمنوں کو سجاد پر شبہ نہیں ہوگا؟"

"ہاں، شبہ تو ہوگا مگر وہ کس طرح تصدیق کریں گے کہ وہ اصلی فرہاد نہیں ہے۔ آپ اپنے فن میں اتنے باکمال ہیں کہ کوئی سجاد کے چہرے کو پلاسٹک سرجری کا کمال نہیں کہہ سکتا۔ پھر یہ کہ سجاد غضب کا نقال ہے۔ اس کی یادداشت بھی اچھی ہے۔ ہاں اگر دشمن کسی طرح اُسے قیدی بنا لیں گے تو ربی اسفندیار ہپناٹزم کے ذریعے اُس سے حقیقت اُگلوانے کی کوشش کرے گا۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ میں زیادہ سے زیادہ وقت اس کے دماغ میں موجود رہوں تاکہ راز فاش نہ ہو۔ بہرحال یہ اس وقت کی باتیں ہیں، جب بدنصیبی سے سجاد یعنی فرہاد خان کا قیدی بن جائے گا۔ میں حتی الامکان ان کی چالوں سے اسے بچائے رکھنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

ڈاکٹر شیفرڈ سات بجے اپنے کسی ضروری اپائنٹمنٹ کے مطابق وہاں سے چلا گیا۔ میں اس بڑی سی کوٹھی میں تنہا رہ گیا۔ اب میں آرام سے خیال خوانی کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس سے پہلے اس شخص کے دماغ میں پہنچا جس کی بیوی نے پارس کو گود میں لیا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ شخص تو انگریزی جانتا ہے لیکن اس کی بیوی فارسی زبان کے علاوہ کوئی دوسری زبان نہیں جانتی ہے۔ وہ دونوں ایرانی تھے۔ استنبول میں کچھ دن گزار کر تہران جانا چاہتے تھے۔ اس کا نام شبیر حسن تھا۔ وہ بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے میں ایک انجینئر تھا۔ میں نے اُسے مخاطب کیا۔ پھر اپنی موجودگی کا یقین دلایا۔ اس نے قائل ہو کر کہا۔ "جناب فرہاد صاحب! میں بہت دیر سے آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ آپ میرے ذریعے دیکھ سکتے ہیں۔ میری شریک حیات نے کتنی محبت اور ممتا سے پارس کو گود میں لیا ہوا ہے۔ یہ تو چاہتی ہے کہ اُسے اپنے پاس ہی رکھے لیکن مجھے آپ کے حکم کا انتظار رہے۔ آپ اپنے بیٹے کو جہاں پہنچانے کے لیے کہیں گے میں وہاں پہنچا دوں گا اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو جب تک ہمارے پاس ہمارا یہ بیٹا رہ سکتا ہے اسے رکھنے کی اجازت دے دیں۔"

میں نے پوچھا۔ "شبیر حسن! تم اپنی شریک حیات سے کتنی محبت کرتے ہو؟"

"آپ میرے دماغ میں جھانک کر دیکھ سکتے ہیں۔ میرا دُنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میں اپنی بیوی سے اتنی محبت کرتا ہوں، جتنی کہ اپنی زندگی سے ہو سکتی ہے۔"

"تو بہتر ہے پارس کو اپنے پاس رکھنے کا خیال دماغ سے نکال دو۔ میں اور میرا بیٹا جہاں جاتے ہیں، وہاں نئی نئی مصیبتیں کھڑی ہو جاتی ہیں جو ہمیں ساتھ دیتے ہیں اُن میں سے کچھ مارے جاتے ہیں اور کچھ نت نئی آزمائشوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ابھی منجالی کے متعلق تو تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ پارس کی وجہ سے تمہاری بیوی کی زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ تمہاری محبت سلامت رہے۔ میری یہی دعا ہے۔ پارس کو اپنا فقرہ لے جاؤ۔ وہاں میں تمہیں تماؤں گا کہ اسے کس کے حوالے کرنا ہے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر شباتہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں تمام عہدے داروں کو آنے کی اجازت دو دن لیکن بیرونیوں کو صاف صاف کہہ دو کہ جب تک ہمارے درمیان اعتماد قائم نہیں ہو گا اس وقت تک انہیں بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ شبیر ماسٹر اور ماسک مین سے ہمارے تعلقات اچھے ہیں۔ ان کے آدمیوں کو روکنا مناسب نہیں ہوگا لیکن بڑے مسائل پیدا ہوں گے۔ منجالی کی آخر آنے دیں گے۔ انہیں رخصت کرنے کے بعد ہی میں تمہاری طرف آؤں گی۔ تم پیرس پہنچ گئے ہو گے۔ اپنے متعلق کچھ بتاؤ۔"

"میں یہاں خیریت سے ہوں اور بہت مصروف ہوں۔ مرجانہ اور بلیا کی خبر نہیں لے سکتا۔ لہٰذا مختصر طور پر بتاؤ، وہ کس حال میں ہیں۔"

"وہ دونوں غار سے نکل آئے ہیں مگر چپ چپ سے ہیں۔ اپنے اپنے کاٹج میں آرام کر رہے ہیں۔ یہاں کے ایک ڈاکٹر نے اُن کا پوری طرح معائنہ کیا ہے۔ ازسرِنو زخموں کی ڈریسنگ کی ہے۔ ان کی خاموشی اور گہری سنجیدگی بتا رہی ہے کہ اُن کے اندر بڑی تبدیلیاں آئی ہیں۔ وہ یقیناً ایک دوسرے کو چاہنے لگے ہیں۔ لیکن ابھی اظہار نہیں کر رہے ہیں۔ شاید ابھی تک انا کے مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں۔"

"چنگاری جب بھڑک جاتی ہے تو شعلہ بننے میں دیر نہیں لگتی۔ انہیں اُن کے حال پر چھوڑ دو۔"

میں نے اس سے رخصت ہو کر اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا۔ "یہاں سجاد کو سبھی فرہاد سمجھ کر ملنے چلے آ رہے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے تمام افراد تمہارے عقیدت مند ہیں۔ میں انہیں سجاد سے ملنے سے روک نہیں سکتی۔ اس لیے اُسی کے پاس موجود ہوں۔ محتاط ہوں کہ اُس سے کوئی غلطی نہ ہو جائے لیکن یہ واقعی بڑا باکمال فن کار ہے۔ پتا ہی نہیں چلتا کہ یہ تمہاری ڈمی ہے۔ بڑی کامیابی سے تمہارا رول ادا کر رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "سجاد اور تمہارے ادارے کی باتیں بعد میں چلیں گی۔ یہ بتاؤ، دشمنوں اور دوست نما دشمنوں کے ردِعمل کیا ہیں؟"

"سپر ماسٹر، ماسک مین اور بہت سے مشہور اور اہم یہودیوں سے رابطہ قائم کر رہے ہیں اور سبھی یہ خواہش ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ منجالی کی آخری رسومات میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ آخری رسومات میں شرکت کے بہانے ادارے میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔"

"صاف ظاہر ہے، پھر کوئی چال چلی جائے گی۔ بابا صاحب کی تدفین کے وقت بھی یہی ہوا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ سپر ماسٹر کے ماسٹروں اور ماسک مین کے ساتھ ہمارے کچھ لوگ بھی ہوں گے۔ ان کی تعداد کتنی ہے؟"

"ہمارے لوگ ان سے زیادہ ہیں۔ ہم ان کی ہر چال ناکام بنا دیں گے۔ تم اپنی بتاؤ۔ کیا اس وقت کچھ کھانے پینے کے لیے مل سکتا ہے؟"

اس کے خوابیدہ دماغ نے جواب دیا۔ "تھرماس میں کافی بھری ہوئی ہے۔ فریج میں کھانے کے لیے بہت کچھ ہے۔ تم کچن میں جاؤ۔ شاید تمہاری ضرورت کی ہر چیز مل جائے۔"

میں کچن میں گیا۔ وہاں فریج سے اپنی ضرورت کی چیزیں نکال کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ کھانے کے ساتھ ساتھ خیال خوانی بھی جاری رہی۔ میں سنگاپور پہنچ گیا تھا۔ اس وقت وکرم ایک ٹیکسی میں بیٹھا سمندر کی ساحلی سڑک پر سے گزر رہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی

رسومات میں شریک ہونے کے بہانے بے شمار لوگ آئیں گے ان میں یقیناً دشمن بھی ہوں گے۔ انہیں نہ تو ہم چہرہ دیکھ کر پہچان سکتے ہیں اور نہ تم فرداً فرداً ہر ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھ سکو گے۔"

"میں ان دشواریوں کو سمجھ رہا ہوں، لیکن تعلقات تو بہرحال نبھانے ہی پڑتے ہیں۔ تم سجاد کی حفاظت کے لیے سخت سے سخت انتظامات کرو۔"

"وہ تو میں کروں گی، لیکن اس کے لیے زیادہ وقت کی ضرورت ہے۔ لہٰذا میں نے باہر سے آنے والوں کو اطلاع دی ہے کہ منجالی کی آخری رسومات کل صبح دس بجے ادا کی جائیں گی۔ میرے لیے اتنا وقت کافی ہے۔ میں اپنے اطمینان کی حد تک بہت ہی سخت انتظامات کر سکوں گی۔"

میں نے آئینے میں اپنی نئی صورت دیکھی اور چہرے پر ہاتھ پھیر کر سوچنے لگا۔ اگر میں بھی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ جاؤں تو سجاد کے دشمنوں پر کڑی نظر رکھ سکوں گا۔ مجھ پر کوئی نظر نہیں رکھے گا۔ اب میں خود کو نہیں پہچان رہا ہوں۔ بھلا دشمن مجھے کیا پہچانتے لیکن میں اپنا موجودہ چہرہ اعلیٰ بی بی کو بھی نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ زندگی میں پہلی بار ان عزیز ترین ہستیوں سے بھی چھپنا چاہتا تھا جو میرے لیے جان کی بازی لگا دیتی تھیں۔ لہٰذا میں نے یہی طے کیا کہ تو اکثر شیفرڈ کے مکان میں بیٹھ کر بھی دشمنوں پر کڑی نظر رکھوں گا۔ یوں بھی مجھے اس ادارے سے دور رہ کر یہاں کسی ایجنٹ سے رابطہ قائم کرنا تھا تاکہ اپنے موجودہ حلیے کے مطابق شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ تیار کروا سکوں۔

گیارہ بج کر پندرہ منٹ پر میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ آرام اور سکون سے سوتا رہوں۔ اس دوران کوئی آہٹ نہ ہو میرے کمرے میں کوئی داخل ہونا چاہے یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو میری آنکھ کھل جائے۔ ویسے کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوئی۔ میں آرام سے سوتا رہا۔ تین بجے میری آنکھ کھلی۔ سب سے پہلے میں نے ڈاکٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ واپس آ کر اپنے بیڈ روم میں سو رہا تھا۔ میں باتھ روم میں گیا۔ وہاں سے واپس آ کر ڈاکٹر شیفرڈ کے خوابیدہ دماغ سے معلوم کیا۔ کیا اس وقت کچھ کھانے پینے کے لیے مل سکتا ہے؟"

تھی کہ اس کے باس نے سمندر کے ساحل پر ایک خاص جگہ ملاقات کے لیے اُسے بلایا ہے اور اُسے ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی گاڑی میں آنے جگہ ٹیکسی میں وہاں پہنچے۔

اس بلیک میلر کے دماغ پر میری ایسی دہشت طاری تھی کہ وہ اپنے خاص ماتحت سے بھی گفتگو نہیں کرتا تھا۔ فون کے ذریعے بھی رابطہ قائم نہیں کرتا تھا۔ یعنی اس ڈر سے اپنی آواز نہیں سناتا تھا کہ میں اس کے ذریعے اس کے دماغ تک نہ پہنچ جاؤں میں بہت اچھے موقع پر وکرم کے دماغ میں پہنچا تھا۔ وہ ٹیکسی والے سے کچھ کہنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ قریب ہی اُسے، اس کی کار دکھائی دی۔ اس نے ٹیکسی سے اتر کر کرایہ ادا کیا۔ اسے دیکھ کر وہ بلیک میلر بھی کار سے باہر آگیا تھا۔ میں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وکرم کے ذریعے اس کے باس کی کار کا رنگ، ماڈل اور نمبر وغیرہ معلوم کرنے لگا

باس نے ہاتھ کے اشارے سے قریب آنے کے لیے کہا اور خود سڑک کو چھوڑ کر ریتلے کنارے پر پار کرتا ہوا ساحل ریت پر چلنے لگا۔ وکرم خاموشی سے اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ باس اسے اپنی آواز نہیں سنائے گا۔ بلیک میلر نے سیاہ سوٹ پہن رکھا تھا آنکھوں پر بھی سیاہ چشمہ تھا۔ سر پر بھی نیٹ ہیٹ پہنا ہوا تھا۔ کچھ دور جانے کے بعد اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک کاغذ نکالا۔ پھر اُسے وکرم کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے اسے کھول کر دیکھا۔ بلیک میلر نے لکھا تھا۔

"وکرم! ہمارا خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ تب تک مجھے یقین ہیں ہو جائے گا کہ فرہاد تمہارے دماغ تک پہنچنے میں ناکام رہا ہے، تب تک میں تمہیں اپنی آواز میں سناؤں گا۔

جیں اسی طرح خاموشی سے چلتے ہوئے دور ان چٹانوں کے پیچھے جانا ہے۔ وہاں وہ جادوگر فرہاد پر کالا عمل کرنے میں مصروف ہے۔ تم جانتے ہو، میرا کوئی ماتحت اپنی کوشش میں ناکام ہو تا ہے تو میں اسے تمہارے ہاتھوں قتل کرا دیتا ہوں۔ میں یہی دیکھنا ہے کہ وہ جادوگر بھیرو چنڈال، فرہاد کی شہ رگ تک پہنچ سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو ابھی تم اس چنڈال کی شہ رگ تک پہنچو گے۔ اب اس خط کو جلا ڈالو۔"

وکرم نے جیب سے سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبایا۔ پھر لائٹر سے سگریٹ سلگا لیا۔ اس کے بعد اسی لائٹر سے اس خط کو جلانے لگا۔ بہت دور سمندر کے ساحل پر کچھ چٹانیں نظر آرہی تھیں۔ بلیک میلر کی تحریر کے مطابق وہ جادوگر وہاں بیٹھا مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا۔

میں نے سُنا تھا کہ کالے عمل کا اثر ہر شخص پر نہیں ہوتا۔ خاص طور پر جو لوگ پاک صاف رہتے ہیں، عبادت گزار ہوتے ہیں، ان پر کالا عمل اثر نہیں کرتا ہے یا پھر طلسمات کے ماہر جسے شکار کرنے ہیں، اس شکار سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز طلب کرتے ہیں۔ مثلاً مجھے شکار کرنے کے لیے جادوگر کو میرے سر کے کچھ بالوں کی ضرورت پڑتی یا میرے لباس کی کوئی چیز اس کے پاس پہنچائی جاتی، یا میرے خون کے چند قطرے اُسے مل جاتے یا ایسی ہی کوئی چیز جو میری ذات سے تعلق رکھتی ہو اسے مل جاتی تو وہ مجھ پر کالا عمل کر سکتا تھا۔ وہ جادوگر بھیرو چنڈال کس طرح مجھ پر عمل کر رہا تھا، کس طرح مجھے ٹریپ کرنا چاہتا تھا یہ تو میں اسی وقت معلوم کر سکتا تھا جب میری متھی میں آتا۔

ایک طویل عرصے کے انتظار کے بعد اس بلیک میلر سے بڑی حد تک سامنا ہوا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ وکرم سے باس سے اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک اپنی آواز مجھے نہیں سنائے گا۔ وہ دونوں خاموشی سے چل رہے تھے۔ فاصلہ بہت طویل تھا۔ آخر وہ ان چٹانوں کے پیچھے پہنچ گئے۔

وکرم نے دور دور دیکھتے ہوئے پوچھا "وہ جادوگر کہاں ہے؟"

بلیک میلر نے ایک بڑی سی چٹان کی طرف اشارہ کیا شاید وہ کہنا چاہتا تھا کہ جادوگر اُس چٹان کے پیچھے ہے۔

وکرم نے پوچھا "کیا ہمیں اس کے عمل میں مداخلت کرنا چاہیے"

بلیک میلر نے اس کے جواب میں ایک تحریر دکھا دی۔ [illegible] لکھا تھا

"وکرم! یہاں صرف ہم ہیں، کوئی تیسرا نہیں ہے۔ وہ جادوگر میری کوٹھی کی چھت پر بیٹھا اپنے عمل میں مصروف ہے۔ اگر وہ ناکام ہو گا تو میں خود اس سے نمٹ لوں گا۔ یہاں میرے دو ساتھی ایسے ہیں جو میرا چہرہ دیکھ کر مجھے پہچان سکتے ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ وہ زندہ رہیں اور کسی موقع پر فرہاد کے لیے میری شناخت کا باعث بنیں۔ ایک تو وہ جادوگر ہے جو کامیاب ہونے کے بعد میرا سب سے بڑا محسن ہو گا جس کے ذریعے میں ٹیلی پیتھی کے اس خطرے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گا۔ ناکامی کی صورت میں وہ بھی زندہ نہیں رہ سکے گا۔ تم سے تم ہو۔ میں نہیں چاہتا آج یا کل کسی وقت بھی فرہاد تمہارے دماغ تک پہنچے اور تمہیں میری شناخت [illegible] ہو۔ کرے۔"

اپنی یہ تحریر تم سے پڑھنے کا صرف ایک مقصد ہے اور وہ یہ کہ جب تک تم پڑھتے رہو میں اتنی دیر میں اپنے ریوالور میں سائلنسر لگا سکوں۔ اب تم سر اٹھا کر دیکھ سکتے ہو۔"

میں نے فوراً ہی سر اٹھا کر دیکھا۔ بلیک میلر کے ہاتھ میں سائلنسر لگا ہوا ریوالور نظر آرہا تھا۔ ریوالور کا رُخ اس کی طرف تھا۔ اس کے ہاتھ سے وہ خط چھوٹ کر سمندری ہواؤں کی [illegible] کٹی ہوئی پتنگ کی طرح اِدھر سے اُدھر ڈولنے لگا۔ وہ موت کے خوف سے کانپتے ہوئے بولا "بب.. باس.. یہ کیا، میں تو

کا وفادار اور نمک حلال ملازم ہوں۔ میں نے آپ سے کبھی دغا نہیں کی۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ فرہاد میرے دماغ میں نہیں ہے اگر ہوتا تو وہ آپ تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کر چکا ہوتا۔ اگر آپ کو یقین نہیں ہے تو میں یہ ملک چھوڑ دوں گا۔ آپ سے بہت دُور چلا جاؤں گا۔ فرہاد مجھے کبھی ٹریپ کر کے یہاں نہیں لا سکے گا۔"

وہ خوف سے لرز رہا تھا۔ حالاں کہ اس نے اپنے اسی باس کے لیے کتنے ہی قتل کیے تھے لیکن اپنے قتل کی باری آتی ہے تو شکاری شکار بن کر لرزنے لگتا ہے۔ موت سے نہ کوئی بچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی بچا سکتا ہے۔ لیکن قتل ہونے سے کسی کو بچایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا میں وکرم کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو گیا۔ اب وہ، وہ نہیں رہا تھا، میں بن گیا تھا اور میں ٹریگر پر رکھی ہوئی انگلی کو بہت ہی توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی اس انگلی کا دباؤ بڑھا اس سے پہلے ہی میں وکرم کے جسم کو لے کر زمین پر گر پڑا۔ اتنی ہی پھرتی سے لڑھکتا ہوا اس کے قریب آیا۔ پھر ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ اس وقت تک دو فائر ہو چکے تھے۔ دو گولیاں ضائع ہو چکی تھیں

ریوالور میں سائلنسر لگا ہوا تھا۔ اس لیے فائرنگ کی آواز دور تک نہ جا سکی۔ ہمیں لڑنے کی آزادی تھی۔ کوئی مداخلت کرنے کے لیے نہیں آسکتا تھا۔ بلیک میلر نے کرتے ہی اپنے لڑنے کے فن کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہونا چاہتا تھا میں نے پیچھے اس کے گھٹنے کے پیچھے ایک لات ماری۔ وہ لڑکھڑا گیا۔ اس کے ساتھ ہی پھر دو فائر ہوئے اور بے اختیار ہوئے کیوں کہ اس کی انگلی ٹریگر پر رکھی ہوئی تھی۔ وہ گرتے وقت توازن قائم نہ رکھ سکا۔ لہٰذا گرتے وقت انگلیاں دب گئیں۔ اب ریوالور کی چار گولیاں ضائع ہو چکی تھیں۔ میں ان گولیوں کا حساب کرتا جا رہا تھا جیسے ہی وہ دوبارہ زمین پر گرا، میں نے اس کے ریوالور والے ہاتھ کی کلائی پکڑ لی۔ پھر ہم دونوں میں قوت آزمائی ہونے لگی۔ وہ بلا کا پھرتیلا اور طاقت ور تھا۔ میں پہلے ہی وکرم کی سوچ کے ذریعے معلوم کر چکا تھا کہ وہ زبردست فائٹر ہے، اور اکیلا ہی پانچ دس پر بھاری پڑتا ہے۔ اس وقت مجھے اس کا اندازہ ہو رہا تھا۔

میرے لیے وکرم کی زندگی سب سے قیمتی تھی۔ میں اس کے دماغ پر پوری طرح حاوی تھا۔ اس کا جسم بھی میرے کنٹرول میں تھا اور میری پوری کوشش یہی تھی کہ اس کا جسم ضائع نہ ہو۔ اس وقت تک ریوالور سے محفوظ رہے جب تک میں اپنے دشمن کی آواز نہ سُن لوں۔ میں اس سے ریوالور چھین لینا چاہتا تھا اس جدوجہد میں ریوالور کی نال کبھی بلیک میلر کی طرف جاتی تھی کبھی میری طرف آتی تھی۔ میری طرف آنے کا مطلب یہ ہوا کہ موت وکرم کی طرف جاتی تھی اور میں وکرم کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت ٹریگر پر انگلی دب گئی۔ میں نے اسی لمحے اس کی کلائی کو جھٹکا دیا تھا۔ گولی دوسری طرف چلی گئی تھی۔ چوں کہ ہم دونوں کے بہت ہی قریب فائر ہوا تھا، اس لیے وہ بوکھلا گیا تھا۔ یہ لمحہ وقت یوں لگتا ہے جیسے موت اپنی ہی طرف آئی ہو۔ اسی بوکھلاہٹ میں اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا جتنی دیر میں وہ اپنی بدحواسی پر قابو پاتا، میں اس ریوالور پر قبضہ جما چکا تھا۔ پھر میں وہاں سے لڑھکتا ہوا ذرا دور گیا۔ اس کے بعد اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اب وہ سہما ہوا شکار میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے پاس بھی یہ حساب موجود تھا کہ پانچ گولیاں ضائع ہو چکی ہیں اور اب اس میں ایک گولی باقی ہے۔ ہاں۔ ایک گولی رہ گئی تھی اور موت بھی تو ایک بار آتی ہے اور ہمیشہ اپنے وقت پر آتی ہے۔

میں نے منجالی کی لاش کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر قسم کھائی تھی کہ اس کے قاتلوں کو ایسی سزا میں دوں گا کہ دوسرے دشمن ان سے عبرت حاصل کریں گے۔ میں نے وکرم کی زبان سے کہا "باس! تم اچھی طرح جانتے ہو، یہی اس میں ایک گولی باقی ہے جو تمہارے سینے میں اتر سکتی ہے۔"

باس اب موت کے خوف سے لرز رہا تھا۔ زمین پر بیٹھے ہی بیٹھے پیچھے کی طرف کھسک رہا تھا۔ میں نے کہا "اب بھی میری وفاداری کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر میرے دماغ میں فرہاد ہوتا تو وہ اتنا وقت ضائع نہ کرتا، تم اسے اپنی آواز سناتے یا نہ سناتے اپنے دماغ میں آنے دیتے یا نہ آنے دیتے، وہ تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کر چکا ہوتا۔"

وہ ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے آگے سرکھتا ہو گیا لیکن ابھی تک کچھ نہیں بول رہا تھا۔ میں نے پوچھا "اس سے کہا "نہیں باس! میں اچھی طرح سمجھتا ہوں، تم مجھ پر بھروسہ نہیں کر رہے ہو۔ یہی سمجھتے ہو کہ فرہاد میرے دماغ میں موجود ہے یہ ریوالور پھر تمہیں مل جائے تو تم مجھے ہلاک کر دینے میں ایک سیکنڈ کی بھی دیر نہیں لگاؤ گے۔"

وہ بے بسی سے وکرم کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے وکرم کی زبان سے کہا "چوں کہ تم مجھ پر بھروسہ نہیں کر رہے ہو لہٰذا مجھے بھی تم پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ کیا خیال ہے، گولی چلا دوں؟"

وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو نہیں نہیں کے انداز میں ہلانے لگا۔ پھر اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن دوسرے ہی لمحے اپنے ہونٹوں کو سختی سے بند کر لیا۔ وکرم نے کہا "میں سمجھ گیا۔ ہم میں سے کسی ایک کو یہاں سے زندہ جانا ہے۔ مجھے اپنی عزیز ہے، تو اپنے حصے کی گولی کھا لو۔"

یہ کہتے ہوئے میں نے وکرم کے ریوالور والے ہاتھ کو اس کی طرف یوں بڑھایا جیسے صحیح نشانہ لے رہا ہوں۔ وہ یکلخت چیخ پڑا "نہیں نہیں وکرم! مجھے گولی نہ مارو۔ میں تم پر بھروسہ کرتا ہوں تم میرے نمک حلال، وفادار ملازم ہو۔"

وہ گڑگڑا رہا تھا۔ اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ میں بڑے اطمینان سے اپنے بیڈروم کی کرسی پر سے اٹھ گیا۔ اپنے بستر پر آیا اور نیم دراز ہو گیا۔ اس دوران ٹیلی پیتھی کی لہریں وکرم کے دماغ میں تھیں۔ وکرم نے اپنی ہتھیلی پر ریوالور کو رکھ کر تولنے کے انداز میں اسے اوپر سے نیچے کیا۔ پھر کہنے لگا۔ "تم نے مجھے اپنی آواز سنا دی۔ میں تمھیں بتا دوں کہ موت کی کوئی آواز نہیں ہوتی۔ اس کی ہلکی سی چاپ بھی سنائی نہیں دیتی۔ یہ لو، میں تمھارا ریوالور تمھیں واپس کر رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کو بلیک میلر کی طرف اچھال دیا اس نے فوراً ہی اسے کیچ کر لیا۔ جب یقین ہو گیا کہ ریوالور اس کے ہاتھوں میں آ گیا ہے تو وہ خوش ہو کر بولا۔ "واقعی تم نے اپنی وفاداری ثابت کر دی ہے۔ میں آئندہ تم پر کبھی شک نہ کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ سائلنسر کو ریوالور سے نکالنے لگا۔ وکرم نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ٹھہرو، اسے الگ نہ کرو۔ ابھی ایک گولی کا حساب باقی ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے کہ میں اس آخری گولی سے مرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے؟"

"دماغ چلنے کی بات نہ کرو۔ گولی چلاؤ۔ اگر نہیں چلاؤ گے تو ریوالور مجھے دو۔ ہم دونوں میں سے کسی ایک کو زندہ رہنا چاہیے۔"

"آخر کیوں؟"

"میں اپنی عادت سے مجبور ہوں۔ جان جائے یا رہے میں تمھارا وفادار بن کے رہوں گا۔ اس لیے تمھارے ہاتھوں سے ہی مرنا چاہتا ہوں۔ دوسری صورت میں تم وفاداری کی قدر نہیں کرتے ہو۔ مجھ جیسے نمک حلال ملازم کو اور اس جادوگر بھیرو چنڈال کو بھی مارنا چاہتے ہو جس نے تمھارے لیے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ لہٰذا یا تو وفادار کو مرنا چاہیے یا وفاداری کی قدر کرنے والے کو، بولو کیا فیصلہ ہے؟"

میں اس بلیک میلر کا نام معلوم کر چکا تھا۔ اس کا نام رنجیت کمار تھا۔ رنجیت کمار نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "دانش مند کہتے ہیں، کتا وفادار ہو تو اسے اپنے دروازے سے بھگانا نہیں چاہیے لیکن وہ پاگل ہو جائے تو گولی مار دینا چاہیے۔"

وہ زمین پر پڑا ہوا پھٹی پھٹی آنکھوں سے وکرم کو یوں دیکھ رہا تھا، جیسے موت کو دیکھ رہا ہو۔ وہ آہستہ آہستہ پیچھے کی طرف کھسکنے لگا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ابھی تک اس کا دماغ اسے یہی سمجھا رہا تھا کہ فریادو کو دھوکا دیا جا سکتا ہے یا اس سے دور بھاگا جا سکتا ہے۔

اس خیال کے آتے ہی وہ بھاگنے لگا۔ وکرم اس کا پیچھا کرنا چاہتا تھا۔ میں نے وکرم کے قدموں کو لڑکھڑا دیا۔ وہ اوندھے منہ تھرتھراتی زمین پر گر پڑا۔ پھر میں نے سوچ کے ذریعے اس سے کہا۔ "تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو کہ میں تمھارے پاس موجود ہوں۔ اب اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔"

اسے سمجھانے کے بعد میں بلیک میلر رنجیت کمار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریت پر بھاگ رہا تھا۔ اس کے پاؤں دھنستے جا رہے تھے۔ کبھی وہ ڈگمگا رہا تھا، ہانپ رہا تھا اور کبھی کبھی پلٹ کر یوں دیکھ رہا تھا جیسے اپنی موت کو تعاقب کرتے دیکھ رہا ہو۔ وہ چٹانوں کی طرف واپس دوڑنے لگا۔ سمجھ رہا تھا کہ اپنی مرضی کے خلاف واپس اسی جگہ جا رہا ہے لیکن اپنے آپ کو روک نہیں سکتا تھا۔ میں نے اسی جگہ اسے پہنچا دیا۔ پھر اس کی سوچ میں کہا۔ "تم یہ ریوالور چھوڑ کر جا رہے تھے۔ اس لیے واپس لایا گیا ہے۔ اسے اٹھا کر رکھ لو شاید تمھارے جادوگر بھیرو چنڈال کو یہ پسند آ جائے۔"

وہ ریوالور کو اٹھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس خیال سے ڈر رہا تھا کہ میں اس ریوالور میں گولی بھر کر اسے خودکشی کرنے پر مجبور کر سکتا ہوں لیکن میں نے اسے ریوالور اٹھا کر جیب میں رکھنے پر مجبور کر دیا۔ وہ پھر واپس دوڑنے لگا۔ وہ اپنی کار کی طرف دوڑ رہا تھا اور گڑگڑاتا جا رہا تھا۔ "مجھے معاف کر دیجیے۔ میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں، آئندہ کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ آپ کے اتنے کام آؤں گا کہ آپ سوچ بھی نہیں سکیں گے۔ میں آپ کو آپ کے خدا اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ بہت پیار سے بچتے ہیں۔ وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتے اور میں انہیں چھوڑ کر اس دنیا سے جانا نہیں چاہتا۔"

"تم اپنے محبت کرنے والوں کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تم نے مجھ سے محبت کرنے والوں کو دنیا چھوڑ کر جانے پر مجبور کر دیا۔"

وہ کار کی طرف دوڑتا جا رہا تھا۔ ہانپتے ہوئے کہنے لگا۔ "مجھ سے اتنی بڑی بھول کبھی نہیں ہوئی۔ میں سچ کہتا ہوں، اگر آپ نے اس بار معاف کر دیا تو میں اپنی ساری زندگی آپ کے لیے وقف کر دوں گا۔ ہمیشہ ایک کتے کی طرح آپ کے قدموں میں لوٹتا رہوں گا۔ اور آپ کے ان دشمنوں کی نشاندہی کروں گا جنہوں نے مجھے آپ کے خلاف بھڑکایا تھا۔"

"میں تم سے زیادہ اپنے دشمنوں کو سمجھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں، انہوں نے پہلے رسوئتی کو بے وقوف بنا کر مجھے پھانسنا چاہا۔ اس کے بعد تمھارے جیسے احمق کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ میں نے رسوئتی کی دو چار بڑی بڑی غلطیاں محض اس لیے معاف کیں کہ اس نے میرے لیے ایک پیارے سے بیٹے کو جنم دیا تھا لیکن اس آخری غلطی پر میں نے اسے طلاق دے دی۔ تم بھی اپنی غلطی کے نتیجے میں اپنی [illegible] سے طلاق حاصل کر لو گے۔"

"نن نہیں۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔"

"تم مرنا چاہو گے۔ اس لیے میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ خود تمہیں نہیں ماروں گا۔"

وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خلا میں یوں تکنے لگا جیسے مجھے تعجب سے دیکھ رہا ہو۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ مجھے نہیں ماریں گے؟"

"میں زبان کا دھنی ہوں۔ تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ تمہیں قتل نہیں کروں گا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی نہیں ماروں گا۔ تم خود مرنا چاہو گے۔"

"نن نہیں۔ میں کبھی مرنا نہیں چاہوں گا۔"

"چاہو گے، ضرور چاہو گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مجھے مجبور کریں گے۔"

"[illegible] نے مناسب کی قتل کرانا [illegible] کی سزا ملتی رہے گی۔ اگر سزائیں برداشت کرتے رہو گے تو اپنی طبعی عمر تک زندہ رہو گے۔ برداشت نہیں کر سکو گے تو خود ہی موت کو گلے لگاؤ گے۔ میں ہرگز تمہیں مجبور نہیں کروں گا، چلو اب گاڑی اسٹارٹ کرو۔"

وہ میرے حکم کے مطابق گاڑی اسٹارٹ کر کے اپنے گھر کی طرف جانے لگا۔ میں نے پوچھا۔ "وہ جادوگر بھیرو چنڈال مجھ پر کس طرح کا عمل کر رہا ہے۔ کیا وہ میری طرف اسی طرح کوڑی نہیں پھینک سکتا تھا؟"

"نہیں، وہ تم پر ایسا عمل کرنے سے ڈرتا ہے۔"

"کیوں ڈرتا ہے؟"

"کوڑی جس کی پیشانی سے جا کر چپکتی ہے، اس کے دماغ میں بھیرو چنڈال کی آواز گونجتی رہتی ہے۔ وہ جو بھی منتر پڑھتا ہے، اس کا معمول اپنے دماغ میں سنتا رہتا ہے اور اسی کے زیر اثر اس جادوگر کی طرف کھنچا چلا آتا ہے اگر تمھاری پیشانی سے کوڑی چپکائی جائے گی اور اس کی آواز تمھارے دماغ میں گونجتی رہے گی تو تم جوابا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے شکار کر

لوگے؟"

"پھر وہ مجھ پر کالا عمل کیسے کرے گا؟"

"وہ چاہتا ہے تمہاری ذات سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز اسے مل جائے۔ وہ اس چیز پر منتروں کا جاپ کرے گا اور سب سے پہلے تمہارے دماغ کو متاثر کرے گا تاکہ تم خیال خوانی کے قابل نہ رہو۔"

"میرا رومال یا میرا اتارا ہوا کوئی لباس تم لوگوں کو رسونتی سے مل سکتا تھا۔"

"ہم نے کوشش کی تھی لیکن مادام رسونتی نے ہمیں آپ کی کوئی چیز دینے سے انکار کر دیا۔ ہم زور زبردستی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ مادام سونیا یہاں آگئی ہیں پھر میں آپ کی کوئی چیز حاصل کرنے بنگلا گیا تھا لیکن وہاں بھی ناکامی ہوئی۔ ان یہودیوں نے وعدہ کیا ہے کہ آج رات تک تمہاری کوئی چیز اس جادوگر کے پاس پہنچا دیں گے۔ اسی لیے بھیرو چنڈال منتروں کا جاپ کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنے ارد گرد حصار باندھ رہا ہے تاکہ تمہاری سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکیں اور وہ کسی اندیشے کے بغیر تمہاری کسی چیز پر اپنے منتروں کے جاپ کرتا رہے۔"

میں اس جادوگر سے پہلے اتنا خطرہ محسوس نہیں کر رہا تھا کیونکہ تھوڑی دیر میں اس کے دماغ تک پہنچتے ہی والا تھا۔ میرا دھیان سونیا کی طرف چلا گیا۔ اگر وہ دشمنوں کی طرف سے بھیجی ہوئی سونیا کی ڈمی تھی تو یقیناً رسونتی کے پاس رکھی ہوئی میری کوئی چیز چپ چاپ دشمنوں کے حوالے کر سکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا بلکہ وہ میرے خلاف اقدام کرنے والوں کے سامنے دیوار بن گئی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہی دوست سونیا ہے۔

دوسرے پہلو سے سوچنے پر یہ سمجھ میں آتا تھا کہ دشمنوں نے میری سونیا کے دماغ کو بالکل ہی صاف کر دیا ہے اور اس کی جگہ ایک نئی سونیا تیار کی ہے۔ اس ڈمی کو سونیا کی عادات و اطوار سکھائے گئے ہیں۔ جو کچھ بھی سونیا کے ریکارڈ میں موجود ہے اس کے مطابق اسے ڈھالا گیا ہے۔ اس ڈمی کو میرے پاس بھیجنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ کسی موقع پر اس کے ذریعے مجھے ٹریپ کیا جائے بلکہ میں ڈمی سونیا کو دیکھ کر ان یہودیوں کا احسان مند رہوں کہ انھوں نے سونیا کو باعزت طور پر رہا کر کے دوستانہ جذبے کا ثبوت دیتے ہوئے اسے میرے حوالے کر دیا ہے۔

تھوڑی دیر کے لیے میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ ڈاکٹر شیلفرڈ نے مجھے مخاطب کیا تھا۔ میں بیڈ روم کا دروازہ کھولے آرام سے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا "سوری، میں نے تمہیں ڈسٹرب کیا ہے؟"

"کوئی بات نہیں ڈاکٹر، تشریف لائیے۔ دراصل میں ایک دشمن کو ٹریپ کر رہا تھا۔"

"تو پھر خیال خوانی میں مصروف رہو۔ میں پوچھنے آیا تھا۔ ناشتہ کرو گے یا نہیں؟"

"آپ چلیے۔ میں پندرہ بیس منٹ میں آجاؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں پھر رنجیت کمار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ اپنی کوٹھی کے احاطے میں کار سے اتر رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی اس کی بیوی اور بچے برآمدے میں چلے آئے تھے۔ اس کی ایک بیٹی نے کہا "آپ ٹھیک وقت پر آئے ہیں ڈیڈی! ایک بج چکا ہے۔ ہمیں بھی بھوک لگ رہی تھی۔"

اس نے کہا "میں ابھی نہیں کھاؤں گا۔ تم لوگ ڈائننگ روم میں چلو۔ تھوڑی دیر بعد آجاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ زینے پر چڑھتا ہوا چھت کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس کے ذریعے معلوم کیا کہ اس کی کافی اولاد تھی۔ ایک بیٹی جوان تھی۔ ایک جوان بیٹا انگلینڈ میں تھا۔ اس کے بعد کوئی دس برس کی بیٹی تھی، کوئی آٹھ برس کا لڑکا تھا، کوئی چھ برس کی لڑکی تھی، کوئی چار برس کا لڑکا تھا۔ اس کی بیوی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "آپ نے اس بھوت جیسے کالے کلوٹے جادوگر کو ہماری چھت پر لا کر بٹھا دیا ہے۔ بچے اس کے تصور سے ہی

وہ زینے پر ذرا رک کر بولا "اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ میرے دشمنوں کو نقصان پہنچانے آیا ہے اور جو دشمنوں کو نقصان پہنچاتا ہے، وہ دوست ہوتا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ پھر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ میں نے کہا "بھیرو چنڈال کے سامنے ہرگز یہ ظاہر نہ کرنا کہ میں تمہارے پاس موجود ہوں۔"

اس نے ایک ہاتھ سے کان پکڑ کر کہا "میں آپ کی موجودگی ظاہر نہیں کروں گا۔"

وہ چھت پر پہنچ گیا۔ کوٹھی کی وسیع و عریض چھت پر صرف ایک چھوٹا سا کمرہ بنا ہوا تھا۔ اس کمرے میں چھت پر بچھائی جانے والی کرسیاں رکھی جاتی تھیں۔ اب وہ کمرہ خالی کر دیا گیا تھا۔ اس کے فرش پر بھیرو چنڈال پلتھی مارے دروازے کی طرف رُخ کیے کسی منتر کے جاپ میں مصروف تھا۔

بھیرو چنڈال قدآور تھا۔ جسامت میں پہلوان لگتا تھا۔ اس کا چہرہ توے کی طرح کالا تھا۔ منہ پر چیچک کے داغ تھے۔ انتہائی بدصورت تھا۔ آہٹ سن کر جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کی سُرخ سُرخ آنکھیں سیاہ چہرے کے لپ منظر انگاروں کی طرح سلگتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ وہ رنجیت کمار کو

سوالیہ نظروں سے تک رہا تھا۔ اشاروں میں پوچھ رہا تھا "کیا سب خیریت ہے؟ کیا وکرم کو ٹھکانے لگا دیا گیا ہے؟"

میں نے رنجیت کمار کی زبان سے کہا "سب ٹھیک ہے۔ میں نے اسے ٹھکانے لگا دیا ہے۔"

اس نے اطمینان کی سانس لے کر کہا "اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہمیں کسی سے خطرہ نہیں ہے۔ فرہاد کسی کو سہارا بنا کر ہمارے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

اپنی بات ختم کرتے ہی وہ یکبارگی چیخ مار کر پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ پہلے وہ پلتھی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ اب چاروں شانے چت ہو گیا تھا۔ بڑی بڑی آنکھیں پھاڑ کر چھت کو تکتے ہوئے سوچ رہا تھا "یہ میرے ساتھ کیا ہو گیا؟ مجھے ایسا لگا جیسے دماغ کو جھٹکا پہنچا ہو۔ جیسے میری کھوپڑی کے اندر زبردست دھماکہ ہوا ہو۔"

میں نے رنجیت کمار کی زبان سے پوچھا "بھیرو چنڈال! ابھی تم کون سا منتر جاپ کر رہے تھے؟"

وہ اپنے سر کو تھام کر بیٹھ رہا تھا۔ جھنجلا کر بولا "بھاڑ میں گیا منتر۔ یہ میرے دماغ کو کیا ہو گیا ہے؟"

"میں کیا جانوں، کیا ہوا ہے۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ منتر جاپ کرنے کے دوران شاید تم چیختے بھی ہو۔ کیا جاپ کرنے والے خود ہی الٹ جایا کرتے ہیں؟"

وہ گہری سنجیدگی سے بولا "ہاں، کبھی منتر غلط ہو جائے تو پڑھنے والا الٹ جاتا ہے لیکن مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ شاید فرہاد نے کسی جادوگر کی خدمات حاصل کی ہیں اور اس کے ذریعے میرے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ٹھہرو، میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے دوبارہ پلتھی مار کر دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھ لیے۔ آنکھیں بند کر لیں۔ پھر زیرِ لب کچھ بڑبڑانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ اجنبی زبان میں کچھ پڑھ رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "اگر تم بگڑم نہیں چلے گی ٹگڑم۔۔۔"

وہ فوراً ہی آنکھیں کھول کر حیرت سے خلا میں تکنے لگا پھر اس نے آنکھیں بند کیں، پھر منتر پڑھنے لگا۔ پہلے جو پڑھ چکا تھا، اسے بھول گیا تھا۔ دوبارہ شروع کرنے لگا۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا "بھیرو۔ بھیرو چنڈال چنڈال! تو سچ مچ کا چنڈال ہے۔ دیکھ تیری کھوپڑی خالی ہو گئی تو بھیر بھول رہا ہے۔"

اس نے رنجیت کمار کو دیکھتے ہوئے کہا "مجھے یوں لگتا ہے جیسے میری کھوپڑی کے اندر کوئی بول رہا ہے۔ میں دو۔۔۔

بھول چکا ہوں لیکن نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں بھارت کا سب سے بڑا جادوگر ہوں۔ مجھے سب سے زیادہ منتر یاد ہیں۔ میں پھر کہتا ہوں، اب کی بار ایک ذرا نہیں بھولوں گا۔"

وہ آنکھیں بند کر کے پڑھنے لگا۔ میں نے پھر اسے گڑبڑا دیا۔ جب وہ بھولنے لگا تو میں نے اپنے سب دلجو میں کہا "بھیرو چنڈال! اب تم پڑھتے رہو گے اور بھولتے رہو گے۔ زندگی میں کبھی صحیح منتر یاد نہیں کر سکو گے۔ بہتر ہے کہ تم اپنی رہی سہی سانسوں کا حساب کرو۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ رنجیت کمار نے دروازے سے ٹیک لگا کر شکست خوردہ انداز میں کہا "آہ۔۔۔ فرہاد صاحب نے ہم دونوں کے دماغوں میں جگہ بنا لی ہے۔"

بھیرو چنڈال شکست تسلیم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ غصے سے چیخ کر بولا "نہیں، ہرگز نہیں۔ میرے دماغ میں کوئی جگہ نہیں بنا سکتا۔ میں نے بڑے بڑے گھمنڈیوں کا سر نیچا کیا ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی کیا چیز ہے۔ میں زور زور سے منتر پڑھ کر ہاروں کا تو ٹیلی پیتھی میرے دماغ سے اُڑ جائے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے۔ سینہ تان لیا، گردن اکڑا لی۔ پھر سر کو چھت کی طرف اٹھا کر منہ کھول کر زور زور سے منتر پڑھنے لگا۔ میں نے تھوڑی دیر اسے پڑھنے دیا۔ پھر اس کے دماغ کو ایک شدید جھٹکا پہنچا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا، لڑکھڑاتا ہوا پچھلی دیوار سے جا کر ٹکرا گیا۔ دماغی اذیت ناقابلِ برداشت تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر کراہ رہا تھا۔ میں نے پھر اسے ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا اور سامنے والی دیوار سے ٹکرا گیا۔

میں نے کہا "بھیرو چنڈال! اب سے دو گھنٹے بعد منجالی کو قبر میں اتارا جائے گا۔ میں چاہوں تو اس سے پہلے تم یہاں سے دوڑتے ہوئے کوٹھی کے لان میں جا ڈگے۔ کدال ٹھاکر اپنے لیے گڑھا کھود لو گے۔ پھر میں تمہیں اس گڑھے میں دفن کر دوں گا لیکن منجالی کے قاتلوں کو میں آسانی سے ایک ہی بار نہیں مرنے دوں گا۔ تم دونوں بار بار مرو گے۔ اذیتناک سزائیں پاتے رہو گے اور میرے دوسرے دشمنوں کو عبرتناک سبق کی طرح یاد رہو گے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ میں نے کہا "میں اب جا رہا ہوں۔ پھر آؤں گا اور پھر سزا دوں گا۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ لیکن اس کے دماغ میں موجود رہا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خالی کمرے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر۔۔۔ رنجیت کمار سے پوچھا "یہ ہمارے دماغ

تک کیسے پہنچ گیا؟"

"میں کیا بتاؤں۔ وہ وکرم کے دماغ میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے مجھے بے دست و پا بنا کر میری زبان کھلوالی۔"

اس نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر غصّے سے تن کر کہا: "وہ نہیں ہے۔ ہاں، میرے دماغ میں نہیں ہے۔ میں اپنے آپ کو پُرسکون محسوس کر رہا ہوں۔ جب تک وہ آئے، اس وقت تک میں ایک ایسا منتر پڑھوں گا جس کے اثر سے آنے والی بلائیں دور رہتی ہیں۔ ٹیلی پیتھی بھی ایک بلا ہے۔ اس منتر کو پڑھنے سے سوچ کی لہریں میرے دماغ تک نہیں پہنچیں گی۔"

وہ پھر پڑھنے لگا۔ میں رنجیت کمار کے دماغ پر قابض ہو کر بھیرو چنڈال کے سامان کی طرف گیا۔ وہاں ایک چاقو بھی رکھا ہوا تھا۔ رنجیت کمار نے اس چاقو کو کھول کر اپنی ہتھیلی پر رکھا پھر اس کے سامنے لا کر کہا: "بھیرو! اس وقت میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

وہ منتر پڑھتے پڑھتے پھر رک گیا۔ چونک گیا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو سامنے رنجیت چاقو لیے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہ چاقو لو اور اپنی ذرا سی زبان کاٹ لو۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تمھیں بار بار منتر پڑھنے سے روکتا رہوں۔"

بھیرو چنڈال سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ پھر نہیں نہیں کہتا ہوا دیوار سے لگ گیا۔ "میں اتنا مورکھ نہیں ہوں کہ اپنے ہاتھ سے اپنی زبان کاٹ لوں اور اتنا بزدل نہیں ہوں کہ تم کاٹنے آؤ تو خاموش کھڑا رہوں۔ میں آخر وقت تک تمھارا مقابلہ کرتا رہوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے رنجیت کمار پر چھلانگ لگائی۔ میں ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ اپنے ہی زور پر فضا میں اچھلتا ہوا آیا اور فرش پر دھڑام سے چاروں شانے چت ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ بڑی آہستگی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر کھڑا ہو گیا۔ رنجیت کمار کی طرف رُخ کر کے بولا: "فرہاد ٹھیک کہتا ہے۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ مجھے منتر پڑھنے سے روکتا رہے۔ لاؤ چاقو، میں تھوڑی سی زبان کاٹ کر فرہاد کی فرمائش پوری کر دوں۔"

اس نے آگے بڑھ کر رنجیت کمار کے ہاتھ سے چاقو لے لیا۔ پھر اس نے اپنی زبان باہر نکالی۔ ایک چٹکی سے زبان کے سرے کو پکڑ لیا۔ اس کے بعد رنجیت کمار دیکھ نہ سکا۔ اس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ جب میں نے بھیرو چنڈال کے دماغ کو آزاد چھوڑا اور اس کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں تو رنجیت کمار نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کا منہ لہو سے بھرا ہوا تھا۔ اور وہ کٹی ہوئی زبان سے کچھ بڑبڑاتا جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"شاید تم منتر پڑھ رہے ہو۔ پڑھو اور زندگی بھر پڑھتے رہو۔"

میں دماغی طور پر بیڈ روم میں واپس آ گیا۔ وہاں سے اٹھ کر ڈائننگ روم میں آیا۔ ڈاکٹر شیفرڈ میرے انتظار سے تنگ آ کر ناشتہ شروع کر چکا تھا۔ میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "میرے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ خیال خوانی شروع ہوتی ہے تو بڑی مشکل سے کھانے پینے کا وقفہ ملتا ہے۔"

"میں بحیثیت ڈاکٹر تمھیں نیک مشورہ دیتا ہوں۔ تمھاری مصروفیات خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہوں، اپنے کھانے پینے اور سونے کا وقت مقرر کر لو، ورنہ وقت سے پہلے بوڑھے ہو جاؤ گے۔"

[illegible] میل کے فاصلے پر رہتے ہیں۔ مجھے کسی نہ کسی کے پاس پہنچ کر ان کی خیریت معلوم کرنی پڑتی ہے اور جب میں ان کے پاس پہنچتا ہوں تو ان کے کسی نہ کسی مسئلے میں الجھ کر رہ جاتا ہوں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کسی ایک ملک میں رہو؟"

"یہ دشمنوں کی بڑی خواہش ہے کہ میں کبھی اپنے تمام عزیز ترین ساتھیوں کے ساتھ کسی ایک ملک کے شہر میں، یا کسی ایک علاقے میں پایا جاؤں۔ تاکہ انھیں آسانی ہو جائے اور وہ بڑی آسانی سے گھیراؤ ڈال کر ایک ہی وقت میں، ایک ہی ساتھ تمام لوگوں کو خدانخواستہ نیست و نابود کر دیں۔"

اس نے قائل ہو کر کہا: "بیشک اس طرح تمھارے دشمنوں کے لیے آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔"

"ڈاکٹر! کیا آپ یہاں مجھے کسی ایسے ایجنٹ سے ملا سکتے ہیں، جو جلد سے جلد میرے لیے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ فراہم کر سکے؟"

"جب میں تمھارا یہ چہرہ بنا رہا تھا، اس وقت تم نے نہیں سوچا تھا کہ تمھارا نام کیا ہونا چاہیے اور تمھارے ضروری کاغذات کس طرح تیار ہوں گے؟"

"میں نے سوچا تھا لیکن میری مصروفیات اس قدر زیادہ ہیں کہ ایک بات سوچنے کے بعد بھول جاتا ہوں۔ پھر دوسرے معاملات میں الجھ جاتا ہوں۔"

وہ ناشتہ کر چکا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ جانے لگا۔ میں نے چپ چاپ اس کی سوچ پڑھی۔ وہ مجھے سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ اس نے میرے موجودہ میک اپ میں آنے سے پہلے ہی میرے ضروری کاغذات سنبھال کر رکھے تھے۔ یعنی وہ پہلے ہی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مجھے ایک

ایسے نوجوان کے روپ میں لا چکا تھا، جو اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔

اکثر لوگ سرپرائز دے کر یعنی اچانک کوئی خوشخبری سنا کر حیرت میں ڈالتے ہیں اور بڑی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے میں انجان بنا رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آ گیا۔ میں بظاہر ناشتا کرنے میں مصروف رہا۔ اس نے وہ تمام ضروری چیزیں میرے سامنے کھانے کی میز پر رکھ دیں۔ میں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا، تو وہ فخر سے مسکرانے لگا۔ میں نے شناختی کارڈ میں اپنے موجودہ چہرے کی تصویر دیکھی۔ پاسپورٹ میں بھی ویسی ہی تصویر تھی۔ آخر میں وہ تین مزید حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے ایک دم سے کھڑے ہو کر پوچھا: "یہ، یہ تو میرے سلسلے کے تمام اہم کاغذات ہیں۔"

ڈاکٹر عالمی شہرت کا حامل تھا۔ وہ کسی کی زبان سے اپنی تعریف سننے کا محتاج نہیں تھا۔ اس کے باوجود انسان جب ایک پہلو سے خود کو نمایاں کر لیتا ہے تو کسی دوسرے پہلو سے بھی اپنے آپ کو نمایاں کرنے اور اس پہلو سے اپنی تعریف سننے کا متمنی ہوتا ہے۔ میں نے اس انسانی کمزوری کا خیال کرتے ہوئے کہا: "ڈاکٹر! آپ نے تو کمال کر دیا۔ مجھ جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا سوچتا ہی رہ گیا اور آپ نے میرا اتنا بڑا کام کر دیا۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟"

وہ آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا پھر کہنے لگا: "میں نے کچھ نہیں کیا۔ تقدیر تم پر مہربان ہے۔ تمھارا یہ چہرہ بنانے سے پہلے ہی یہ تمام چیزیں میرے پاس پہنچ گئی تھیں۔"

"مگر کیسے؟"

"آرام سے بیٹھو اور سنو! یہ ان دنوں کی بات ہے، جب میں سجاد علی تیمور کو فرہاد بنا رہا تھا۔ ایک رات ایک اجنبی شخص میری کوٹھی میں گھس آیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ دوسرے ہاتھ میں ایک اٹیچی تھی۔ اس نے اٹیچی کو میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا: "ڈاکٹر! میں تمھیں اچھی طرح جانتا ہوں اور تمھاری صلاحیتوں کو مانتا ہوں۔ اس اٹیچی کو کھول کر دیکھو، اس میں ایک نوجوان کی مختلف زاویوں سے کھنچی ہوئی تصویریں ہیں اور اس سلسلے میں تمام اہم کاغذات موجود ہیں۔ پہلے انھیں ایک سرسری نظر سے دیکھ لو۔ پھر میں تمھیں بتاؤں گا کہ تمھیں کیا کرنا ہے۔ اس نے اٹیچی کھول دی۔ اس میں یہی تصویریں تھیں، جو اس وقت تمھارے سامنے ہیں اور تم اس کے روپ میں ہو۔"

میں نے ڈاکٹر کی بات سننے کے دوران پھر اس تصویر کو دیکھا۔ شناختی کارڈ میں اس کا نام ایزل ہارڈی لکھا ہوا تھا۔

ڈاکٹر نے کہا: "اس اجنبی شخص نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ یہ تصویریں، اہم کاغذات اور اس کی آواز کا کیسٹ میری امانت ہیں۔ آپ اسے سنبھال کر رکھیں۔ اس جوان کا نام ایزل ہارڈی تھا۔ میں اسے بتا رہا ہوں کیونکہ یہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں، یہ دنیا میں واپس آ جائے اور آپ جیسا پلاسٹک سرجری کا ماہر ہی اسے واپس لا سکتا ہے۔"

میں نے پوچھا: "قصہ کیا ہے۔ مجھے اس تصویر والے کے متعلق بتاؤ۔"

"سب کچھ بتا دوں گا۔ میرا ایک نوجوان ساتھی ایزل ہارڈی [illegible] مطالبہ کرتا ہے۔ وہ [illegible] کے ذریعے تمھارے پاس پہنچ جائے گا اور تم اسے ایزل ہارڈی بناؤ گے۔"

میں نے اس ریوالور والے کو دیکھتے ہوئے کہا: "اگر تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ میں ایک قانون پسند شہری ہوں کبھی غیر قانونی کام نہیں کرتا۔ کسی کو ایزل ہارڈی بنانے کا مطلب یہ ہوا کہ اصل ایزل ہارڈی مر چکا ہے یا مار ڈالا گیا ہے۔ جب تک اس کی موت کے سلسلے میں مجھے تفصیلات معلوم نہیں ہوں گی، میں اس کام کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"ڈاکٹر! میں جو کہوں گا تم وہی کرو گے۔ میرا نام جان گریگر ہے۔ میں انکار سننے کا عادی نہیں ہوں اور اگر سن لیتا ہوں تو انکار کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑتا۔ تم دیکھ رہے ہو، میں تمھاری کوٹھی میں کتنی آسانی سے داخل ہو گیا ہوں۔ باہر کے دروازے بند تھے۔ تمھارے بیڈ روم کا دروازہ اندر سے مقفل تھا۔ میں نے تمام لاک کھول لیے۔ میرے سامنے کوئی دیوار، کوئی دروازہ نہیں رہتا۔ میں دیواروں میں شگاف ڈالتا اور دروازے کے مشکل سے مشکل قفل کو آسانی سے کھولنا جانتا ہوں۔"

اس نے میری آنکھوں کے سامنے ریوالور کو نچاتے ہوئے کہا: "آج سے تم اس یقین کے ساتھ سو یا کرو کہ تمھارا لاک کیا ہوا دروازہ میری مرضی سے اَن لاک ہو جایا کرے گا۔ ہر صبح اس کوٹھی سے نکلنے کے بعد کسی بھی راستے میں، کسی بھی اسپتال میں، کسی بھی کلب یا ہوٹل میں کوئی سنسناتی ہوئی گولی آئے گی اور تمھاری زندگی کو چاٹ لے گی۔ ہاں، اگر تم نے میری بات مان لی اور میرے اس نوجوان ساتھی کو ایزل ہارڈی بنا دیا، تو پھر تمھارے دروازے تمھاری مرضی کے مطابق مقفل رہیں گے اور تم اپنی طبعی عمر تک نہایت اطمینان سے زندگی گزار سکو گے۔"

وہ دھمکیاں دے کر چلا گیا۔ اس کا انداز، اس کا سفاک لہجہ اور اس کے ظالمانہ تیور بتا رہے تھے کہ وہ جو کہتا ہے وہ پلک جھپکتے ہی کر گزرتا ہے مگر کہیں، میں نے پلک جھپکنے کی بات غلط کہہ دی۔ صرف موت ایسی ہے جو دھمکیاں نہیں دیتی بلکہ پلک جھپکتے ہی زندگی چھین کر لے جاتی ہے اور یہی ہوا۔ میں نے دوسرے

ہی دن اخبار میں اس طرم خان جان گرگیج کی موت کی خبر پڑھی کسی نے اسے قتل کر دیا تھا۔ یہ سب کیا چکر تھا، میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

میں نے کہا: "ڈاکٹر! جو چکر آپ کی سمجھ میں نہیں آیا، اس میں آپ نے مجھے پھنسا دیا۔ ایک تو میری مصروفیات پہلے ہی زیادہ تھیں۔ آپ نے کچھ اور بڑھا دیں۔ یہ ایزل ہارڈی کا معاملہ بہت ہی پیچیدہ لگتا ہے۔ ایک بار میں انٹرپول کے نیپ فلانسف آفیسر [illegible] کے معاملات میں پھنس گیا تھا۔ بڑی مشکل سے نکل آیا لیکن لگتا ہے یہ ایزل ہارڈی مجھے دو تک گھسیٹ کر لے جائے گا۔"

ڈاکٹر نے کہا: "بھئی! تمہارے اس موجودہ روپ کے سلسلے میں کچھ میں نے اپنی سہولتیں دیکھیں ہیں اور کچھ تمہاری صلاحیتوں کو مدنظر رکھا ہے۔ مثلاً تمہارے چہرے کی ساخت ایزل ہارڈی سے مناسبت رکھتی تھی۔ میرے لیے ایک گھنٹے کے اندر تمہارے چہرے کی پلاسٹک سرجری ممکن تھی پھر یہ کہ اس سے تعلق رکھنے والے تمام اہم کاغذات دستیاب ہو گئے تھے۔ ایک کیسٹ بھی موجود ہے جس میں ایزل ہارڈی کے علاوہ کچھ اور لوگوں کی آوازیں شامل ہیں۔ وہ تو اس دنیا میں نہیں رہا لیکن تم اس کے شناساؤں کی آوازیں سن کر ان کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہو اور ان کے ذریعے ایزل ہارڈی کے متعلق مکمل معلومات حاصل کر سکتے ہو۔"

"آپ مکمل معلومات کی بات نہ کریں کیونکہ انسان کی ذاتی زندگی میں کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جنہیں سب نہیں جانتے۔ دو چار ایسی ہستیاں ہوتی ہیں، جو ایک شخص کی زندگی میں اہمیت اختیار کرتی ہیں اور اس کی زندگی کے چور گوشوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ کیسٹ میں ان چند خاص ہستیوں کی آوازیں بھی ہوں۔"

"میں نے اس پہلو پر بھی غور کیا ہے۔ تم اس روپ میں رہ کر جب بھی ایزل ہارڈی کے شناساؤں سے ٹکراؤ یا اتفاقاً ان سے سامنا ہو جائے تو یہی ظاہر کرنا کہ اپنی یادداشت کھو چکے ہو۔ تمہیں اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں کچھ یاد نہیں رہا ہے۔ ان حالات میں اس کے تمام شناسا تم سے ہمدردی کریں گے۔ اس کی پچھلی زندگی کی ایک ایک بات یاد دلائیں گے۔ اس طرح تم اس کے متعلق پوری معلومات حاصل کر لو گے۔ حتیٰ کہ اس کی زندگی کے چور گوشوں تک بھی پہنچ جاؤ گے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں۔ یہ ممکن ہے مگر میری مصروفیات بہت بڑھ جائیں گی۔ آپ نے تھوڑی دیر پہلے مجھے مشورہ دیا تھا کہ کھانے پینے اور سونے کا وقت مقرر کرنا چاہیے۔ اب خود ہی فیصلہ کریں، ان حالات میں کیا یہ میرے لیے ممکن ہے؟"

"انسان کے لیے کیا ممکن نہیں ہے؟ اگر تم دشواری محسوس کرو۔ اس روپ میں کوئی خطرہ محسوس کرو تو میں تم سے زیادہ دور نہیں ہوں۔ ایک گھنٹے کے اندر تمہیں موجودہ حلیے سے بحال ولا کر کسی نئے روپ میں ڈھال سکتا ہوں۔"

میں نے وہاں سے اٹھتے ہوئے، ایزل ہارڈی کا تمام سامان اٹھاتے ہوئے کہا: "اب مجھے خیال خوانی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنا ہے۔ اجازت دیجیے پھر ملاقات کروں گا۔"

میں اپنے بیڈروم میں آ گیا۔ وہ تمام سامان ایک میز پر رکھنے کے بعد آرام سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا: "فرہاد! یہاں تو آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ میں نے سمجھا تھا، ماسٹر اور ریڈ پاور کے باس وغیرہ آئیں گے تو ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ان کے خاص ماتحت ہوں گے لیکن بہت سے ممالک کی معزز ہستیاں بھی آئی ہیں۔ یہ تمام لوگ بظاہر منجالی کے سلسلے میں تعزیت کے لیے آئے ہیں لیکن سبھی تم سے ملنے کے خواہشمند ہیں۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ جب میں نے بنکاک میں خود کو ظاہر کیا تھا تو وہاں بھی ایسا ہی مجمع لگ گیا تھا۔ کیا تم سجاد سے ان کی ملاقات کرا رہی ہو؟"

"میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے تمام لوگوں سے معذرت چاہتے ہوئے کہہ دیا ہے کہ جس وقت منجالی کو قبر میں اتارا جائے گا، اس وقت فرہاد اپنی موجودہ رہائش گاہ سے باہر نکلے گا اور قبر تک آئے گا۔ اس کے بعد وہ ہمارے ہاں کے آڈیٹوریم میں تمام آنے والوں کو مخاطب کرے گا۔ ریڈ پاور کے باس اور سپر ماسٹر کے ماسٹر، ماضی میں فرہاد علی تیمور کے کام آ چکے ہیں یا ان سے کسی طرح کا رابطہ قائم رہا ہے، وہ تمام لوگ آڈیٹوریم میں فرہاد سے براہِ راست ملاقات کر سکیں گے۔"

"ہاں، یہ تو کرنا ہی ہوگا۔ میں سجاد کے ذریعے ان سے ضرور ملاقات کروں گا۔"

مجھے اعلیٰ بی بی کے ذریعے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ میں نے پوچھا: "کیا وہ ہاں ہیلی کاپٹر میں بھی لوگ پہنچ رہے ہیں؟"

"ہاں، دو ہیلی کاپٹر آ کر جا چکے ہیں۔ یہ تیسرا یہاں اتر رہا ہے۔"

"کیا تم حفاظتی انتظامات سے مطمئن ہو؟"

"مطمئن تو ہوں مگر ایک کمی محسوس کر رہی ہوں اور وہ کمی سونیا کی ہے۔ وہ بابا صاحب کی تدفین کے وقت موجود تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ہر قدم پر موجود ہو اور اپنی ہزار آنکھوں سے

دشمنوں کو دیکھ رہی ہو۔ بے شک وہ ایسی غیر معمولی عورت ہے جس سے دوست متاثر ہوتے ہیں اور دشمن دہشت زدہ رہتے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کسی نے دوڑتے ہوئے آ کر اطلاع دی: "مادام سونیا آ گئی ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے شدید حیرت سے [illegible]

میں دوسرے ہی لمحے سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ابھی ہم نے جس ہیلی کاپٹر کی آواز سنی تھی، سونیا اسی ہیلی کاپٹر سے اتر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: "تم اچانک یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

"یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ تم بنکاک میں مجھ سے کترا کر آ گئے۔ میں اپنے ذرائع استعمال کر کے تمہارے پاس پہنچ گئی ہوں۔"

"مگر کیسے؟ کون سے ذرائع استعمال کیے؟"

"اب میں تمہارے قریب آ گئی ہوں۔ یہ خیال خوانی نہیں چلے گی۔ تم جہاں بھی ہو فوراً مجھے اپنے پاس بلاؤ۔ میں تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔ ایک طویل عرصہ گزر گیا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے صدیاں گزر گئی ہوں اور میں نے تمہیں دیکھا نہ ہو۔"

"اگر تم سونیا ہو تو خوشامد کیوں کر رہی ہو؟ قریب پہنچ کر مجھ سے ملنے آ جاؤ۔ کیا راستے میں رکاوٹیں ہیں؟"

"میرے راستے میں جو بھی رکاوٹ آئے گی، میں اسے توڑ پھوڑ کر تمہاری طرف چلی آؤں گی لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے آتا دیکھ کر تم اپنی جگہ بدل دو گے۔ میں تمہاری شرارتوں کو خوب سمجھتی ہوں۔"

"میں جہاں ہوں، وہیں رہوں گا۔ تم چلی آؤ۔"

اتنی دیر میں اعلیٰ بی بی ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچ گئی تھی۔ اس نے سونیا کو دیکھتے ہی دونوں بانہیں پھیلائیں۔ پھر وہ دونوں گلے لگ گئیں۔ سونیا نے کہا: "ابھی میں کچھ نہیں بولوں گی۔ صرف ایک بات۔ فرہاد کہاں ہے؟ پہلے مجھے اس کے پاس پہنچاؤ۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو چپکے سے کہا: "اس کی بات مان لو۔ کسی طرح بھی شبہ ظاہر نہ ہو کہ تم اسے ڈمی سونیا سمجھ رہی ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے اپنے ایک ماتحت سے کہا: "مادام کو فرہاد صاحب کے پاس پہنچا دو۔"

میں سجاد علی تیمور کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آڈیٹوریم کی تیسری منزل پر ایک کھڑکی کے پاس کھڑا آنکھوں سے دوربین لگائے بابا صاحب کے ادارے میں آنے والے لوگ

کی بھیڑ دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا: "ہیلو سجاد!"

وہ چونک گیا۔ پھر مسکرا کر بولا: "بھائی جان! آپ نے بڑی دیر بعد یاد کیا۔"

"میں اپنے معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ ابھی سونیا تمہارے پاس آ رہی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔"

میں نے پوچھا: "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"مطلب یہ کہ میں آپ کی ڈمی ہوں اور وہ سونیا کی ڈمی ہیں۔ دو ڈمی ملیں گی، تو کیا مزہ نہیں آئے گا؟"

"اسے محض ڈمی سمجھ کر خوش فہمی میں مبتلا نہ رہنا۔ وہ سونیا کی طرح بھرپور ذہانت کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کرتی رہے گی۔"

"میں فرہاد علی تیمور بن کر اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کا مظاہرہ کروں گا لیکن ذرا ٹیلی پیتھی کی کمی محسوس ہوتی رہے گی۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ میں تمہاری ٹیلی پیتھی کی کمی پوری کر دوں گا۔"

ہماری باتوں کے دوران وہ آ گئی۔ اس نے کمرے میں پہنچتے ہی سجاد کو دیکھتے ہی فرطِ مسرت سے چیخ کر کہا: "فرہاد! فرہاد!"

وہ دوڑتی ہوئی آئی۔ سجاد میرے خاص انداز میں مسکراتے ہوئے اپنی جگہ کھڑا رہا۔ یوں جیسے ظاہر کر رہا ہو کہ مرد ملاقات کے لیے اس قدر بے چین نہیں رہتا جس قدر عورت رہتی ہے۔

میں نے سجاد کی زبان سے کہا: "مجھے اچھی طرح دیکھ لو۔ ابھی تم کہہ رہی تھیں جیسے صدیوں سے تم نے دیکھا نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو، فرہاد کے دھوکے میں کسی اور سے ملاقات کر بیٹھو۔"

"میں راستے میں سوچتی آ رہی تھی۔ شاید تم نے میری سوچ پڑھی ہوگی۔ بہرحال میں اپنا اطمینان کرنا چاہتی ہوں۔ ذرا چہرہ جھکاؤ۔ میں چھو کر دیکھوں گی۔"

وہ سجاد کے چہرے کو ادھر اُدھر سے چھونے لگی۔ گردن کے پیچھے ہاتھ لے جا کر دیکھنے لگی۔ کہیں ماسک میک اپ تو نہیں ہے۔ پھر وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر ٹٹولتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ اس کے بعد مطمئن ہو کر بولی: "تم فرہاد ہو۔ میرے اپنے فرہاد۔"

میں نے اس کے چہرے کو انگلیوں سے چھوتے ہوئے کہا: "مجھے بھی اطمینان کر لینے دو کہ تم اصلی سونیا ہو یا نہیں۔"

میں نے اس کی گردن کے پیچھے ہاتھ لے جا کر دیکھا۔ وہ بولی: "تمہارے دشمن اتنے نادان نہیں ہو سکتے کہ کسی

لڑکی کو سونیا کا ماسک پہنا کر بھیجیں۔ اگر کسی کو سونیا بنا کر بھیجا ہی ہوگا تو وہ باقاعدہ اس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کریں گے لیکن میں پوچھتی ہوں، کیا سرجری کر لینے سے کوئی سونیا بن سکتی ہے یا کوئی فرہاد بن سکتا ہے۔ اگر بن بھی جائے تو وہ صلاحیتیں کہاں سے لائے گا؟"

"تم درست کہتی ہو۔ کوئی بھی فرہاد بن کر دوسروں کو دھوکا دے سکتا ہے لیکن مجھے یا تمھیں نہیں دے سکتا۔ تم میری رگ رگ سے واقف ہو۔ اسی طرح میں تمھارے سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے کے ایک ایک انداز سے واقف ہوں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "لیکن میں تم سے ملنے کے لیے بے چین تھی۔ جانتے ہو کیوں؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ تم میری جانِ حیات ہو۔ مجھ سے ملنے کے لیے بے چین نہیں رہو گی تو پھر۔۔۔"

اس نے میری بات کاٹ کر کہا: "یہ بات نہیں ہے۔ میں چاہتی تھی، تم سے سامنا ہو تو اپنے دل کی ایک بات کہہ دوں۔ فرہاد! میں کبھی کبھی خود پر شبہ کرنے لگتی ہوں۔ جیسے میں سونیا نہیں ہوں۔"

سجاد نے اسے چونک کر دیکھا۔ ویسے میں بھی اس بات پر چونک گیا تھا۔ میں نے پوچھا: "اپنے آپ پر شبہ کرنے کی کوئی معقول وجہ بتاؤ؟"

"میں نے اپنا تجزیہ کیا ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ تم تو دماغ کی تہ میں پہنچ جاتے ہو۔"

"میں نے تمھارے دماغ کی تہ میں پہنچ کر بھی تمھیں ٹٹول کر دیکھا ہے۔ وہاں تل ابیب میں ربی اسفندیار نے میرے شبہ ظاہر کرنے پر ہپناٹزم کے ذریعے تمھارا تجزیہ کیا تھا۔ مگر تم اس وقت بھی سونیا ثابت ہوتی رہیں۔ بس ایک ہی بات کھٹکتی رہی کہ تمھاری یادداشت کمزور کیوں ہو گئی ہے؟"

وہ ایک دم سے چونک کر بولی: "ہاں، ایک سوال میرے ذہن میں چبھ رہا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اگر میں اصلی سونیا ہوں، تو تمھارے دشمن مجھ پر اتنے مہربان کیوں ہیں۔ جب میں تل ابیب میں گائڈ آنٹی کے ساتھ شاپنگ کے لیے جا رہی تھی، اس سے پہلے یہودیوں کا فیصلہ تھا کہ مجھے پیرس پہنچایا جائے گا۔ پھر اچانک ہی ان کے فیصلے میں تبدیلی آ گئی۔ انھوں نے یہ کہہ کر مجھے سنگاپور پہنچا دیا کہ وہ سونتی وہاں ہے۔ یقیناً فرہاد بھی وہیں ہو سکتا ہے۔"

"شاید وہ یہودی خود کو میرا دوست ثابت کرنے کے لیے براہِ راست تمھیں میرے پاس پہنچانا چاہتے ہوں۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی: "نہیں فرہاد! انھوں نے مجھے اپنی قید سے رہا کر دیا۔ اسرائیل کی سرحد کے پار بھیج دیا۔ ان کی ذمے داری ختم ہو گئی لیکن وہ بار بار مجھے تمھاری طرف کیوں بھیج دیتے ہیں؟ میں سنگاپور میں تھی اور رسونتی کے ساتھ یہاں آنا چاہتی تھی تاکہ تمھاری اور رسونتی کی صلح کرا دوں لیکن وہاں یہودیوں کے ایجنٹ نے رسونتی کو پتا نہیں کیا پٹی پڑھائی کہ وہ ان کے ساتھ تل ابیب جانے پر راضی ہو گئی۔ میں نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ یہی کہتی رہی کہ جس شخص نے مجھے طلاق دی ہے، میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔ وہ خود ایک دن میرے پاس آئے گا۔"

سجاد بڑی کامیابی سے میرا رول ادا کر رہا تھا۔ اس نے ناگواری سے کہا: "سونیا! میں تمھیں کہہ چکا ہوں، اس عورت کا نام میرے سامنے نہ لو۔ میں اس کی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا، نہیں سننا چاہتا۔ تم مجھے یہ بتاؤ، تمھارے دماغ میں کون سا ایسا سوال چبھتا ہے جس سے تم خود پر شبہ کرتی ہو؟"

"رسونتی کے قتل ابیب جانے کے بعد میں سنگاپور میں تنہا رہ جاتی۔ یہودیوں کے اس ایجنٹ نے ہر مادام سونیا! ہم آپ کے اور مسٹر فرہاد کے دوست ہیں اور دوست رہیں گے۔ اس لیے آپ کو یہاں تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم نے پہلے ہی آپ کے لیے ایک طیارے میں سیٹ ریزرو کرا دی ہے۔ وہ طیارہ یونان اور اٹلی سے ہوتا ہوا لندن جائے گا۔ آپ کی سیٹ اٹلی تک بک کرائی گئی ہے۔ وہاں سے آپ کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے پیرس پہنچا دیا جائے گا اور دیکھ لو کہ انھوں نے مجھے ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں پہنچا دیا ہے۔"

"اس سے تم نے کیا خیال قائم کیا ہے؟"

"یہی کہ میں بحیثیت سونیا ہمیشہ تمھارے قریب رہنے کی کوشش کرتی رہی۔ تم ہزاروں میل دور رہے۔ میں وہاں آنا چاہتی تھی لیکن میں نے تمھارے پاس پہنچنے کے لیے کبھی دشمنوں کا سہارا نہیں لیا اور نہ ہی دشمنوں نے مجھے سہارا دیا۔ اب کیا بات ہے کہ تم جہاں جاتے ہو وہاں دشمن مجھے پہنچانا چاہتے ہیں۔ مجھے تمھارے ساتھ لگائے رکھنے کا کوئی مقصد ضرور ہے۔ پھر یہ کہ میں بحیثیت سونیا تمھارے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھتی لیکن میں نے ان کا سہارا لیا اور تمھارے پاس پہنچ گئی۔ یہ کمزوری تو مجھ میں نہیں ہونی چاہیے۔ میری یادداشت کیا اتنی کمزور ہو گئی ہے کہ میں نے دشمنوں کو بھول کر ان کا سہارا لینا شروع کر دیا ہے؟"

سجاد نے بڑی نرمی سے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا: "تم دیانت داری سے اپنا تجزیہ کر رہی ہو۔

اگر تم سونیا ہو تو اس حقیقت کو کوئی نہیں بدلے گا۔ تم میری [illegible] ہو گی اور اگر نہیں ہو تو میرے ساتھ بڑی ایمانداری سے وفا کر رہی ہو۔"

"تم سے وفا نہیں کروں گی تو اور کس سے کروں گی۔ اگر میں کوئی دوسری لڑکی ہوں، اگر انھوں نے میرا برین واش کر دیا ہے۔ میرے اپنے ماضی کو میرے دماغ سے مٹا دیا ہے اور ہپناٹزم کے ذریعے میرے دل و دماغ میں تمھاری محبت بھر دی ہے تو یہ محبت مٹ تو نہیں سکتی۔ میں کھوٹی ہو سکتی ہوں لیکن محبت جب دل میں کروٹیں لیتی ہے تو وہ کبھی کھوٹی نہیں ہوتی۔"

سجاد نے کہا: "سونیا! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اگر تم کبھی ڈمی ثابت ہوئیں، تب بھی میں تم سے نفرت نہیں کروں گا۔ میں تمھاری سچائی، دیانت داری اور وفاداری کی قدر کروں گا اور تمھیں اس کا انعام ضرور ملے گا۔"

وہ بولی: "ایک نا ایک دن ملمع ضرور اترتا ہے۔ بہت پہلے انھوں نے مرجانہ کی برین واشنگ کی تھی۔ اس کے دماغ کی سلیٹ کو بھی صاف کر دیا تھا۔ اس کے دل و دماغ میں میرے خلاف نفرت اور تمھارے لیے محبت بھر دی تھی۔ پھر کیا ہوا۔ کم از کم دو تین ماہ گزرے ہوں گے کہ وہ اپنے ماضی کی طرف واپس آنے لگی۔ ہپناٹزم کا عمل دائمی تو نہیں ہوتا۔"

اعلیٰ بی بی نے کمرے میں آ کر کہا: "تدفین کا وقت ہو چلا ہے۔"

سجاد نے کہا: "کیا تم اپنے حفاظتی انتظامات سے مطمئن ہو؟"

اعلیٰ بی بی نے سونیا کی طرف دیکھا۔ پھر مسکرا کر کہا: "یوں تو میں مطمئن ہوں لیکن سونیا کی موجودگی نے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی اعتماد پیدا کر دیا ہے۔ جہاں سونیا ہو گی وہاں دشمن سایہ بن کر بھی نہیں آ سکے گا۔"

سونیا نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "میں ذرا اپ سیٹ ہوں۔ ویسے میری کوشش یہی ہو گی کہ فرہاد پر ذرا آنچ نہ آئے اور فرہاد کوئی بچہ تو ہیں نہیں۔ چلو دیکھتے ہیں، تقدیر کیا گل کھلاتی ہے۔"

وہ سب آڈیٹوریم کی تیسری منزل سے اتر کر باہر آئے۔ باہر ایک ٹرالی کار کھڑی ہوئی تھی۔ سجاد، اعلیٰ بی بی اور سونیا اس پر بیٹھ گئے۔ ان کے آگے پیچھے دو جیپ کاریں اور بہت سے طلبا و طالبات کی موٹر سائیکلیں تھیں۔ وہ سب مسلح تھے۔ ان کا قافلہ وہاں سے روانہ ہوا۔ جہاں منجالی کو دفن کیا جا رہا تھا، وہ جگہ وہاں سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر تھی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو لوگوں کی بھیڑ چھٹنے لگی۔ ہمیں راستہ دیا جا رہا تھا۔ بھیڑ چھٹنے کے باوجود آنے والے ایک دوسرے کو دھکا دے کر راستہ بنا کر مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی کے اعلان کے مطابق وہ جانتے تھے کہ مجھ سے آڈیٹوریم میں سامنا ہو گا۔ میں ان سے باتیں کروں گا لیکن یہاں وہ مجھے ایک نظر دیکھنا چاہتے تھے۔ دشمن بھی اسی طرح مجھے دیکھ کر شاید اطمینان کر لینا چاہتے تھے کہ فرہاد ان کے پھندے سے زیادہ دور نہیں ہے۔

بابا فرید واسطی کی قبر سے کوئی پندرہ یا بیس گز کے فاصلے پر ایک قبر کھودی گئی تھی۔ وہاں منجالی کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ وہ جگہ قبرستان تو نہیں تھی لیکن اب قبرستان کے لیے وقف کر دی گئی تھی۔ وہاں سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ کچھ معزز حضرات مجھ سے ملنے آئے تھے۔ اعلیٰ بی بی کے تمام ساتھی ان سے مطمئن تھے۔ اس لیے ہم نے ادھر دھیان نہیں دیا۔ میں نے سونیا سے پوچھا: "جانتی ہو، بابا صاحب نے مرتے وقت کہا تھا کہ ان کے بائیں طرف اور دائیں طرف کن لوگوں کی قبریں ہوں گی؟"

سونیا اپنے ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگی۔ پھر مایوس ہو کر بولی: "مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔"

"بابا صاحب کے بائیں طرف تمھارے لیے جگہ چھوڑی گئی ہے اور دائیں طرف پارس کے لیے۔"

وہ میرے ہاتھ کو تھام کر گہری سنجیدگی سے بولی: "پارس کے لیے ایسے الفاظ منہ سے نہ نکالو۔"

"ایک دن تو سبھی کو مرنا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ہمارا پارس بیٹا ایک لمبی عمر گزار کر یہاں لایا جائے۔ آخر ایک دن تو موت آئے گی۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر ذرا چپ ہوئی پھر چونک کر بولی: "کیا تمھارے لیے کوئی جگہ نہیں چھوڑی گئی ہے؟"

میں نے بابا صاحب کی قبر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "انھوں نے میرے متعلق کچھ نہیں کہا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ میرا جنازہ ہی نہ اٹھے۔ بقول غالب ؎

ہوئے مر کے ہم جو رسوا، ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کہیں جنازہ اٹھتا، نہ کوئی مزار ہوتا"

"ایک تو یہ ماتمی ماحول ہے۔ اوپر سے تم اپنی موت کی باتیں کر رہے ہو۔ بہتر ہے، خاموش ہی رہو۔"

اس وقت سب خاموش تھے۔ سب نے اپنے مرحبا کے لیے تھے۔ منجالی کی لاش قبر میں اتاری جا رہی تھی۔ میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ سر اٹھائے چاروں طرف محتاط نظروں سے دیکھتی جا رہی تھی۔ اس کے ذریعے پتا چل رہا

تھا۔ بہت کم لوگوں نے سوگوار انداز میں سر کو جھکا رکھا ہے۔ زیادہ تر ایسے لوگ ہیں جو سر اٹھائے ہوئے ہیں۔ ان آنکھوں سے سنجاد کی طرف دیکھ رہے تھے۔ شاید اس لیے کہ زندگی میں پہلی بار فرہاد علی تیمور کو قریب سے دیکھنے کا موقع مل رہا تھا۔

منجالی کی آخری رسومات ادا ہوگئیں۔ اس کا بے جان جسم منوں مٹی تلے چھپ گیا۔ اب صرف فاتحہ خوانی رہ گئی تھی۔ جو لوگ مسلمان تھے وہ ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگنے لگے۔ باقی لوگ اسی طرح سر جھکائے کھڑے رہے۔ اسی وقت اعلیٰ بی بی کے قریب کوئی چیز آکر گری۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ اس میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ وہ چیخ کر بولی "ہوشیار! دیکھو یہ کس نے پھینکا ہے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کھلبلی سی مچ گئی۔ پتا چلا تھوڑی تھوڑی دور پر ایسے ہی بے شمار شیل پھینکے گئے ہیں اور دھواں تیزی سے بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے۔ اس دھوئیں میں تمام لوگ ایک دوسرے سے چھٹتے جا رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی نے سنجاد کی طرف دوڑ لگائی۔ اس سے پہلے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی میں نے محسوس کیا سنجاد ایک بہت ہی معمولی سی تکلیف محسوس کر رہا ہے۔ گردن میں کوئی سوئی چبھی تھی لیکن اس کا ہاتھ گردن تک نہ پہنچ سکا۔ جسم ڈھیلا پڑنے لگا۔ میرے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی اس کے دماغ نے کام کرنے سے انکار کر دیا۔ جب دماغ کام نہیں کر سکتا تھا تو بھلا میں وہاں اپنی سوچ کو کیسے کام میں لا سکتا تھا۔ میں نے وہاں سے چھلانگ لگائی اور سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

سونیا، تجا کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اسے زمین پر گرنے سے روک رہی تھی اور اپنے کاندھے پر لاد کر وہاں سے لے جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت اس کے منہ پر ایک گھونسہ پڑا۔ ایک گھونسہ اس کے لیے کچھ نہیں تھا۔ وہ ہزار چوٹیں فرہاد کے لیے برداشت کر سکتی تھی لیکن پے در پے اس پر حملے ہو رہے تھے۔ کسی نے اس کے بالوں کو پیچھے سے پکڑ کر کھینچ لیا تھا۔ سنجاد پر سے اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ میں نے فوراً ہی اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر کہا "دشمن سنجاد کو لے جا رہے ہیں۔ سونیا ان کے سامنے دیوار بننے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کی مدد کرو۔"

وہ بولی "میں کیا کروں؟ دھوئیں میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ جگہ جگہ پھٹ گئی ہے۔ میں اسے کدھر تلاش کرنے جاؤں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

واقعی دن کی روشنی میں بھی کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ قریب سے گزرنے والے یا ٹکرانے والے ایک سفید سائے کی طرح نظر آتے تھے۔ اس سائے سے پرے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا ——— میں پھر سونیا کے پاس آکر دیکھنے لگا۔ وہ بے چاری دشمنوں سے لڑنے میں مصروف تھی۔ لڑنے کے دوران چیخ چیخ کر مجھے آوازیں دیتی تھی اور کہتی تھی "فرہاد! اپنے دماغ کو قابو میں رکھو۔ میں ابھی تمہارے پاس پہنچ رہی ہوں۔"

اب میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب نہیں کر سکتا تھا اگر کرتا تو وہ سوچ میں پڑ جاتی کہ فرہاد تو اس کے سامنے ذہنی طور پر مفلوج ہو کر دشمنوں کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔ پھر یہ خیال خوانی کے ذریعے کیسے رابطہ قائم ہو رہا ہے؟

ذرا سی دیر میں سونیا نے محسوس کیا کہ وہ خالی ہاتھ چلا رہی ہے۔ آس پاس دشمن نہیں ہیں بلکہ اس کا حملہ ایسے لوگوں پر ہو رہا ہے، جو اندھا دھند بھاگتے ہوئے دھوئیں کے حصار سے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ بھی چیختی ہوئی ان کے ساتھ ادھر سے ادھر بھاگنے لگی، مجھے تلاش کرنے لگی۔

میں نے والٹر ردکی اور روپی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ بھی مجھے تلاش کر رہے تھے اور کسی طرح میرے دشمنوں تک پہنچنا چاہتے تھے۔ ان میں ایک روپی ایسی تھی جو تقریباً دشمنوں کے پاس پہنچ گئی تھی۔ وہ ہیلی کاپٹر کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں دھواں قدرے کم تھا۔ وہ دشمنوں کو پہچان رہی تھی۔ ان سے مقابلہ کر رہی تھی۔ جس شخص نے سنجاد کو شانے پر اٹھایا ہوا تھا، وہ اسے آگے بڑھنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔ وہ اس سے کترانا چاہتا تھا۔ اس کے ساتھی روپی پر چاروں طرف سے حملے کر رہے تھے۔ اس لڑکی کے جسم میں جیسے بجلیاں بھری ہوئی تھیں۔ وہ چشم زدن میں ادھر سے ادھر قلابازی کھا کر حملہ آوروں کی ایسی پٹائی کرتی جا رہی تھی کہ سب پریشان تھے۔ پھر اچانک ہی روپی کے حلق سے چیخ نکلی۔ کسی نے اس کی آنکھوں کے سامنے کوئی چیز اسپرے کی تھی۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کر رہا تھا، آنکھوں میں شدید جلن ہو رہی تھی۔ وہ کچھ دیر اور آنکھیں کھلی نہیں رکھ سکتی تھی۔ اس لمحے میں نے تسلیم کر لیا کہ روپی زبردست قوتِ ارادی کی مالک ہے۔ اتنی شدید تکلیف کے باوجود اس نے ایک ہاتھ کو اپنی آنکھوں پر رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے راستہ ٹٹولتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی سیڑھی کے پاس جا رہی تھی تاکہ دشمنوں کو اس میں سوار ہونے کا موقع نہ دے۔

دشمن بھی ہر پہلو سے تیار ہو کر آئے تھے۔ اچانک ہی روپی دو طرف سے حملے کی زد میں آگئی۔ اسے رسّی کے پھندے میں دو طرف سے کھینچا جانے لگا۔ کبھی وہ اُدھر دھکیلی جا رہی تھی اور کبھی اِدھر۔ افسوس آنکھیں کھول کر نہیں دیکھ سکتی تھی اور کچھ لوگ اسے کھینچتے ہوئے ہیلی کاپٹر سے دور لے جا رہے تھے۔

پنکھا تیزی سے گردش کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی تڑتڑاہٹ کی آوازیں سنائی دیں۔ فائرنگ ہو رہی تھی اور جوابی فائرنگ کی بھی آوازیں آ رہی تھیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں جتنے مسلح محافظ تھے، ان کی کوشش یہی تھی کہ ہیلی کاپٹر پرواز نہ کرنے پائے اور دشمن پرواز کے لیے پر تول چکے تھے۔ روپی کو کھینچنے والے بھی کہیں گم ہو گئے۔ وہ اوندھے منہ زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ فائرنگ کے دوران اُٹھنا سراسر نادانی ہوتی۔ اب وہ بے چاری کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچا۔ وہ دھوئیں کے حصار سے نکل گئی تھی۔ بہت دور کھڑی اپنے آدمیوں کو دیکھ رہی تھی جو ایک ہیلی کاپٹر سے پرواز کرنے جا رہے تھے اور دشمنوں کے ہیلی کاپٹر کا تعاقب کرنے والے تھے۔

میرے مخاطب کرنے پر اس نے کہا "میں نے احتیاطاً پہلے ہی یہ ہیلی کاپٹر تیار رکھا تھا۔ اس ادارے میں داخل ہونے والوں اور باہر جانے والوں کی سختی سے چیکنگ ہونے والی تھی۔ لہٰذا ایک فضائی راستہ رہ گیا تھا جسے دشمن استعمال کرتے اور کمبخت یہی کر رہے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ کبھی ہمارا پلڑا بھاری ہوتا ہے کبھی دشمنوں کا۔ ویسے ان لوگوں نے بڑے منظم طریقے پر اپنے منصوبے پر عمل کیا ہے۔"

دشمنوں کا ہیلی کاپٹر پرواز کر چکا تھا۔ اعلیٰ بی بی رسٹ واچ میں وقت دیکھ رہی تھی۔ تقریباً چالیس منٹ کے بعد ہمارے ہیلی کاپٹر نے پرواز کی۔ اعلیٰ بی بی بھی فوراً ہی ایک جیپ کار میں بیٹھ کر عمارت کی طرف جانے لگی۔ اب وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہیلی کاپٹر والوں سے رابطہ قائم کرنا چاہتی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا تم میرے ذریعے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ میں پہنچو گے۔ تاکہ اسے ہدایت دے سکو؟"

"میں ایسی غلطی کرنا نہیں چاہتا۔ دوست اور دشمن سبھی سمجھ رہے ہیں کہ فرہاد علی تیمور کے دماغ کو مفلوج بنانے کے بعد اسے اغوا کیا جا رہا ہے۔ میں ایسی حالت میں کسی سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔"

وہ جیپ میں بیٹھی عمارت کی طرف جانے کے دوران سر اٹھائے آسمان کی طرف دیکھتی جا رہی تھی۔ دشمنوں کا ہیلی کاپٹر بہت دور جاتے ہوئے ایک سیاہ دھبے کی طرح نظر آ رہا تھا۔ اپنا ہیلی کاپٹر واضح طور پر دکھائی دے رہا تھا۔ اچانک ہی فضا میں دھماکہ سنائی دیا۔ جیپ ایک جھٹکے سے رُک گئی۔ اعلیٰ بی بی نے فوراً ہی اتر کر سر اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ ہمارے ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے تھے۔

میں نے کہا "دشمنوں نے اس بار کسی ایک پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے جی جان کی بازی لگا رہے ہیں اور اپنی ذہانت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ افسوس بازی ان کے ہاتھ میں ہے اور وہ بڑی حد تک کامیاب ہو چکے ہیں۔"

میری باتوں کے دوران اعلیٰ بی بی دوڑتے ہوئے اس عمارت کی طرف جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کبھی ٹیلیفون کے ذریعے، کبھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے اعلیٰ حکام سے اور اپنے خاص ماتحتوں سے رابطہ قائم کر رہی تھی۔ اعلیٰ حکام سے شکایتیں کر رہی تھی کہ ایک ہیلی کاپٹر ناجائز طریقے سے ان کے ادارے میں آیا تھا۔ فرہاد علی تیمور کو اغوا کیا گیا ہے۔ فوراً ہی ہیلی کاپٹر کا تعاقب کیا جائے۔ فلائنگ کلب سے، اعلیٰ حکام کی طرف سے اور دیگر متعلقہ شعبوں کی طرف سے اطمینان دلایا جا رہا تھا کہ ہیلی کاپٹر کو فرانس کی سرحد سے باہر جانے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

میں نے ایک بار پھر سنجاد کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ زندہ تھا لیکن اس کا دماغ بالکل ٹن ہو گیا تھا۔ سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کر رہا تھا۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

ڈاکٹر شیفرڈ کی کوٹھی میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے معلوم کیا، ڈاکٹر اس وقت موجود نہیں تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اتنا تو سمجھ میں آ گیا تھا کہ اب سنجاد کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ جب وہ دشمنوں کی قید میں پہنچ چکا ہو گا اور ہوش میں آئے گا تب ہی کوئی چال چلی جا سکتی تھی۔ اب اس کی رہائی کا انحصار آئندہ موافق حالات پر تھا۔

میں نے پارس کی خیر لی۔ وہ اپنے محافظوں کی پناہ میں آرام سے اور خیریت سے تھا۔ دشمن بظاہر فرہاد علی تیمور تک پہنچ گئے تھے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم باپ بیٹے دونوں ہی دشمنوں سے محفوظ تھے۔ میں نے پارس کے محافظ شبّہ حسن سے کہا "تمہاری بیوی کی زبان میں نہیں سمجھتا کبھی اس سے دماغی رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی

تو کیا ہوگا؟"

"اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ پارس کا محافظ میں ہوں۔ چونکہ ایک ننھے سے بچے کو عورت کی گود کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے میں نے اسے بیوی کی گود میں دے رکھا ہے۔ ورنہ میں دن رات اسے اپنی نظروں کے سامنے رکھتا ہوں۔ سوتے وقت بھی یہ میرے پاس ہی رہتا ہے۔ آپ بالکل اطمینان رکھیں۔ جب چاہیں میرے دماغ میں آکر دیکھیں۔ آپ مجھے پوری طرح مستعد اور دماغی طور پر حاضر پائیں گے۔"

میں نے شباتہ سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے پچھلی رات دس بجے اپنے قافلے کے ساتھ گھوڑوں پر سفر شروع کیا تھا۔ پھر صبح ہونے سے پہلے وہ مہذب دنیا کی ایک بستی میں پہنچ گئی تھی۔ اس بستی میں ان لوگوں نے ایک بہت بڑا اسطبل کرائے پر لے رکھا تھا۔ ان گھوڑوں کی دیکھ بھال کے لیے وہاں ملازم بھی موجود رہتے تھے۔ واپسی کے سفر میں وہ گھوڑے شباتہ وغیرہ کو تازہ دم ملتے تھے۔ جب میں اس کے پاس پہنچا، تو وہ ایک ٹرین میں سفر کر رہی تھی۔ میں نے اس سے جھوٹ کہا: "میں ابھی بابا صاحب کے ادارے میں ہوں اور سنجالی کی آخری رسومات میں شریک ہونے کے لیے لوگوں کے سامنے نئے نقاب ہو گیا ہوں۔ یہاں سپر ماسٹر اور ماسک مین کے بہت سے ماتحت آئے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی لوگوں کی بھیڑ ہے۔ میں یہاں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ لہٰذا کوئی خطرہ پیش آنے سے پہلے تمہیں چند ضروری ہدایات دے رہا ہوں۔ انہیں ذہن نشین کر لو۔"

"میں تو جم سے سن رہی ہوں۔"

"پارس جس کی پناہ میں ہے، اس کا نام شبیر حسن ہے۔ اس کی بیوی ایرانی ہے اور فارسی کے سوا کوئی دوسری زبان نہیں جانتی۔ ان سے تمہاری ملاقات القرہ میں ہوگی۔ آپس میں یک دوسرے کو پہچاننے کے لیے کوڈ ورڈز یاد کر لو — اپنے گلدان کا پھول میرے گلدان میں سجا دو۔"

شباتہ نے مسکرا کر کہا: "بہت ہی خوبصورت کوڈ ورڈز ہیں۔"

"جب تم یہ کہو گی تو وہ اپنی گود کا بچہ تمہاری گود میں دے دیں گے۔ پھول ایک گلدان سے دوسرے گلدان میں منتقل ہو جائے گا۔"

یہی کوڈ ورڈز میں نے پارس کے محافظ کو سمجھا دیے۔ وہ

"دیکھو نیک بخت! تم انگریزی نہیں چند الفاظ یاد کر لو اور اسے فارسی زبان میں بھی لکھ لو تاکہ بھولنے نہ پاؤ۔"

اس نے کوڈ ورڈز کو فارسی زبان میں انگریزی تلفظ اور لہجے کے مطابق لکھ دیا۔ پھر اپنی بیوی کو سمجھا سمجھا کر اسے یاد کرانے لگا۔ میں نے شباتہ کو القرہ کے چار ہوٹلوں کے نام بتائے۔ پھر کہا: "ان چاروں میں سے جس ہوٹل میں بھی جگہ ملے گی، پارس کو لانے والے اسی جگہ قیام کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انھیں تلاش کر لوں گی۔"

"اب میرا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہنا بہت ضروری ہے۔ اتنا یاد رکھو، اگر میری طرف سے کوئی جواب ملے میں دماغی رابطہ قائم نہ کروں تو پریشان نہ ہونا۔ مستقل مزاجی اور تحمل سے کام لیتی رہنا۔ پارس کی حفاظت اب تمہاری ذمے داری ہے۔"

"فرہاد! ابھی ہماری دوستی کی ابتدا ہوئی ہے آئندہ ہمارے درمیان بہت سی گہرا اور مستحکم رشتہ قائم ہونے والا ہے۔ ان حالات میں تم نے ایک بہت بڑی ذمے داری مجھے سونپ دی ہے۔ میں تمہاری محبت کی قسم کھا کر کہتی ہوں، اپنی آخری سانس تک پارس کی حفاظت کروں گی۔ اس پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

"اگر خدانخواستہ دشمنوں نے مجھے مار ڈالا تو؟"

"خدا نہ کرے کہ ایسا ہو اور ایسا ہوا تو تمہیں مرنے کے بعد پتا چلے گا کہ میں اپنی جوانی اور اپنا بڑھاپا تمہارے انتظار میں گزار کر میدانِ حشر میں تم سے ملنے آئی ہوں۔"

میں دماغ کے تہ خانے میں اتر کر جھوٹ کا چہرہ دیکھ لیتا ہوں، وہ دل کی گہرائیوں سے اور محبت بھرے جذبوں سے جو کہہ رہی تھی، سچ کہہ رہی تھی اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہہ رہی تھی۔

میں نے خوش ہو کر تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کیں۔ پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ سجاد کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی مگر وہ بدستور بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ ایک سوال میرے ذہن میں چبھ رہا تھا۔ اگر دشمنوں کو یہ یقین ہو جائے گا کہ سجاد ہی فرہاد علی تیمور ہے تو کیا اسے قتل کر دیا جائے گا؟ اپنے راستے کی سب سے بڑی آہنی دیوار کو ہمیشہ کے لیے گرا دیا جائے گا؟

ہاں، دشمن ایسا کر سکتے تھے۔ وہ مجھ سے تنگ آ چکے تھے۔ کوئی ایسا موقع تلاش کر رہے تھے، جب وہ میرا قصہ تمام کر سکتے۔ جب سجاد ان کی گرفت میں آ ہی گیا ہے اور ہر طرح سے یہ ثابت ہونے والا ہے کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے تو پھر اس کا انجام موت کے علاوہ کیا ہو سکتا تھا۔

"تو پھر تم ڈوڈ ڈوڈ" گروشمنوں نے اسے مار ڈالا تو میں قربانی کا بکرا بنا ہوا تھا۔ میرے لیے وہ اتنا اہم رول ادا کر رہا ہے کہ دشمن بھی زبردست دھوکا کھا رہے تھے۔

میں دشمنوں تک جلد از جلد پہنچنا چاہتا تھا۔ سجاد کو کسی نہ کسی طرح آنے والے خطرات سے بچانا چاہتا تھا لیکن پتا نہیں چل رہا تھا وہ کس حالت میں ہے اور اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ میں بے چینی سے ٹہلتا رہا۔ کبھی ادھر جاتا رہا، کبھی ادھر۔ پھر میں نے ملازم کو کافی کا آرڈر دیا۔ جب وہ کافی لے کر آیا اور میں آہستہ آہستہ چسکی لے کر پینے لگا تو ایک بات دماغ میں آئی۔ یوں کہنا چاہیے ہزار نفرتوں اور عداوتوں کے باوجود رسونتی یاد آئی۔

سونیا نے کہا تھا، یہودی اسے اپنے ساتھ اسرائیل لے گئے ہیں۔ میں اس عورت سے کبھی دماغی رابطہ قائم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے نام لے کر کبھی مخاطب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اب بھی یہی سوچا کہ چپ چاپ اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھوں گا۔ اگر وہ تل ابیب میں موجود ہے تو شاید پتا چل جائے کہ اس کے آس پاس رہنے والے دشمن کس قسم کی پلاننگ کر رہے ہیں۔ کیا سجاد کو بھی تل ابیب پہنچا دیا جائے گا؟

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھی ہوئی تھی۔ قریب ہی ایک پالنے میں فرضی پارس ہاتھ پاؤں جھٹک کر کھیل رہا تھا۔ رسونتی کے سامنے اسفندیار ٹہل رہا تھا۔ پھر وہ ایک جگہ رک کر اسے دیکھتے ہوئے بولا: "میں نے تمہارے دماغ کے تہ خانے میں اتر کر دیکھا ہے، تم بظاہر فرہاد سے محبت یا نفرت کرنے کا فیصلہ کر سکتی ہو لیکن تمہارے دماغ کے تہ خانے میں اس کے لیے نفرت ہی نفرت ہے۔ میں نے تم پر ہپناٹزم کا عمل کر کے سچی بات معلوم کی ہے۔ تم نے مجھے جواب دیا تھا کہ مسلمان جب کسی عورت کو طلاق دیتے ہیں تو دوبارہ اس سے رجوع نہیں کرتے اور کسی مجبوری یا محبت کے زیرِ اثر دوبارہ اسے نکاح میں لانا چاہیں تو اس کے لیے عورت کو پہلے کسی دوسرے مرد کے نکاح میں آنا پڑتا ہے اور یہ بات تمہارے جیسی عورت کے مزاج کے خلاف ہے۔ تم کبھی کسی اور سے شادی نہیں کرو گی۔ اس نے تمہیں ایسے مقام پر لا کر کھڑا کر دیا ہے جہاں نہ تم اس کی بیوی بن سکتی ہو اور نہ کسی اور کو شوہر کی حیثیت سے پسند کر سکتی ہو۔ ایسے شخص کے لیے نفرت آہستہ آہستہ تمہارے اندر مستحکم ہوتی جا رہی ہے۔"

"اب میں اس شخص کے متعلق نہ تو نفرت سے سوچنا چاہتی ہوں نہ محبت سے۔ میرے دل میں ایک ہی لگن ہے۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس لے آؤں اور میں اس کے لیے دن رات محنت کروں گی۔"

رچی اسفندیار نے کہا: "میں نے تمہارے دماغ کا معائنہ کیا ہے۔ پتا نہیں تمہیں کچھ بھلایا گیا ہے یا تم پر کوئی عمل کیا گیا ہے۔ تمہارا دماغ بہت ہی کمزور ہے۔ فی الحال اس قابل نہیں ہے کہ...

ٹیلی پیتھی جیسی صلاحیت کو دوبارہ حاصل کر سکے۔"

"ہماری دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ مایوسی ضرور ہوتی ہے لیکن مایوسیوں سے گزر جانے والے اور مستقل مزاجی سے کوئی ہنر حاصل کرنے والے ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔ کیا آپ لوگ میرے دماغ کا علاج نہیں کر سکتے؟ میری کمزوری کو دور نہیں کر سکتے؟"

"بے شک۔ ہم ایسا کریں گے۔ تم ہم پر اندھا اعتماد کرتی ہو اور ہم بھی تمہارے اس اعتماد کی قدر کرتے ہیں۔"

"کیا یہ درست ہے کہ وہ مغرور شخص آپ لوگوں کی گرفت میں آ گیا ہے؟"

"ہاں، اسے یہاں لایا جا رہا ہے۔ تم اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ سکو گی۔"

"میں اس کی صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔"

"لیکن ہماری خاطر ضرور دیکھنا چاہیے۔ تم ایک ایسی عورت ہو جس کے ذریعے ہم پورے اعتماد سے اس کی شناخت کر سکتے ہیں۔ تم اس کے روئیں روئیں کو پہچانتی ہو۔ اسے پہچاننے میں غلطی نہیں کرو گی۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی: "اگر آپ جیسے دوستوں کے کام آنے کے لیے مجھے اس کے سامنے جانا پڑا تو میں ضرور جاؤں گی۔"

"اس اعتماد سے جانا کہ اب وہ زہریلا ناگ ایک معمولی کیچوے کی طرح ہے۔ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہم جب تک جاہیں گے اس کے دماغ کو مفلوج رکھیں گے۔ اس نے اگر کسی ہتھکنڈے سے تمہارے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دوبارہ حاصل کرنے کے ناقابل بنا رکھا ہے تو ہم بھی اس کے دماغ کو اسی حد تک مفلوج رکھیں گے۔ اب وہ کبھی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل نہیں کر سکے گا۔"

"محترم ربی! آج تک اس کے ہزاروں دشمن ہزاروں خوش فہمی میں مبتلا ہوتے رہے اور وہ ان کی غلط فہمی ثابت کرتا رہا۔ اس بار بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آپ لوگوں کی ہزار کوششوں کے باوجود کسی طرح پھر ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کر لے۔ میں اس کے متعلق زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتی۔ بس میرے دماغ کی کمزوری دور کر دیں۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں میں ٹیلی پیتھی کی یہ صلاحیتیں صرف آپ لوگوں کے فائدے کے لیے استعمال کروں گی لیکن ایک شرط ہو گی۔"

"وہ کیا؟"

"آپ لوگ فرہاد کو میرے حوالے کر دیں گے۔ میں آپ لوگوں کے ساتھ ہی رہوں گی لیکن اسے ساری عمر اپنا غلام بنا کر رکھوں گی۔ وہ میرے قدموں میں رہا کرے گا۔"

رسونتی کی یہ باتیں میرے لیے حیرانی کا باعث نہیں تھیں، ایسا

تو ہوتا ہی ہے۔ جب عورت کو مرد ٹھکرا دیتا ہے تو وہ انتقاماً ایسا ضرور سوچتی ہے۔ اگر ایسا کرنا نہ بھی چاہے تو خواب و خیال میں دیکھتی ہے، سوچتی ہے کہ جس نے ٹھکرانے والے کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ میں نے اسے خوش فہمی میں مبتلا چھوڑا۔ علی بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ معلوم کرنے پر کہ اس بیل کا پیٹر کا تعاقب کرنے کے لیے سرکاری پیمانے

ماسے؟

ں بی بی نے کہا: وہ بیل کا پیٹر ایک مضافاتی علاقے میں پایا گیا۔ لیکن اس میں کوئی نہیں ہے۔ سجاد علی کو وہ کسی دوسری گاڑی میں لے گئے ہیں۔"

ہ سے گرفتار میں فرانس سے باہر کیسے لے جا سکتے ہیں۔

"جو ں پر خفی سے چیکنگ کرائی جا سکتی ہے۔"

"میں نے تمام انتظامات کیے ہیں۔ ہمارے تمام آدمی سرکاری عملے کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اب بھی سرحدی چوکی پر ایک ایک گاڑی کی چیکنگ ہو رہی ہے۔"

اعلیٰ بی بی ایک بہت بڑے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کمرے میں بہت سے ٹرانسمیٹر سیٹ، ٹیلی وژن، موویٔ کیمرے اور ریکارڈنگ مشینیں نصب کی گئی تھیں۔ ایک ٹرانسمیٹر پر بیٹھے ہوئے ماتحت نے کہا: "مادام! پیرس کے ایک فلائنگ کلب سے ایک چارٹرڈ طیارے نے پرواز کی ہے۔ اس طیارے میں ایک لاش لے جائی گئی ہے۔"

اس نے پوچھا: "کیا اس لاش کو چیک کیا گیا ہے؟"

"ہمارے آدمی اسے دیکھنا چاہتے تھے لیکن لاش لے جانے والوں نے اعتراض کیا۔ فلائنگ کلب کے حکام نے بھی یقین دلایا کہ وہ لاش فرہاد علی تیمور کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اب سے چھ گھنٹے پہلے اسے لے جانے کے لیے طیارہ چارٹرڈ کرایا گیا تھا ــــ اس سلسلے میں تمام میڈیکل سرٹیفکیٹ وغیرہ موجود ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "جب کسی اہم شخص کے اغوا کی واردات ہوتی ہے تو میڈیکل سرٹیفکیٹ کے باوجود کسی کو بھی چیک کیا جا سکتا ہے۔"

اس نے جواب دیا: "ہمارے آدمیوں نے طرح طرح کے دلائل دیے تھے لیکن یہ بات مرنے والے کے لواحقین کے عقیدے کے خلاف تھی۔ وہ آخری رسومات سے پہلے لاش کا چہرہ کسی کو دکھانا پسند نہیں کرتے۔ فلائنگ کلب کے حکام نے کہا ہے کہ اگر ہم ان کے عقیدے کے خلاف کوئی کارروائی کریں گے تو یہاں ہنگامہ کھڑا ہو جائے گا اور ہم فلائنگ کلب کی حد ود میں کسی طرح کا ہنگامہ یا بدنظمی نہیں چاہتے۔"

"یہ لاش کہاں لے جائی جا رہی ہے؟"

"فلائنگ کلب کے کاغذات کے مطابق وہ استنبول جا رہے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے اپنے دوسرے ماتحت سے کہا: "فوراً استنبول میں اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کرو۔ ان سے کہو کہ جس چارٹرڈ طیارے میں وہ لاش لے جائی جا رہی ہے، اس پر کڑی نظر رکھیں اور اس کی آخری رسومات کے وقت وہاں موجود رہیں تاکہ اس کا چہرہ دیکھ سکیں۔"

اعلیٰ بی بی اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا ہر شخص اس کوشش میں مصروف تھا کہ سجاد کو لے جانے والے کامیاب نہ ہو سکیں لیکن دو گھنٹے کے بعد اطلاع ملی کہ وہ چارٹرڈ طیارہ استنبول سے آگے نکل گیا ہے۔ وہاں کے کنٹرول ٹاور کو چارٹرڈ طیارے کے پائلٹ نے اطلاع دی تھی کہ طیارہ راب تل ابیب میں اترے گا۔ اس سے پہلے اسے اترنے پر مجبور کیا گیا یا تعاقب کیا گیا تو طیارے کو تباہ کر دیا جائے گا۔ ایسی صورت میں فرہاد علی تیمور کی موت کی ذمہ داری ان پر نہیں ہوگی۔

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "تم نے اپنے طور پر عام خوشیاں کر ڈالیں۔ اب تم وقت ضائع کرو گی۔ اپنے آنسو اپنے گھر کے سامنے صرف پریشانیاں ظاہر کرتی رہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ تل ابیب پہنچنے کے بعد سجاد کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟"

میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے سجاد کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا رہا۔ تین گھنٹے بعد میں نے اس کی آنکھیں کھلی دیکھیں وہ اپنے سامنے کا منظر دیکھ سکتا تھا۔ اس کی سوچ سے پتا چلا۔ وہ ایک ایئر جیٹ پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کی نگاہوں کے سامنے ایک بڑی سی ٹرالی رکھی ہوئی ہے۔ جس پر سرجری کے آلات نظر آ رہے تھے۔ ایک ڈاکٹر، ایک نرس اور دو اسسٹنٹ کبھی کبھی نظر آتے تھے۔ ان کی نگاہوں کے سامنے آ کر گزر جاتے تھے۔ کچھ عرصہ پہلے مرجانہ کے دماغ کو جس طرح مفلوج بنایا گیا تھا بالکل وہی کیفیت اس وقت سجاد پر طاری تھی ــــ وہ اپنے سر کو اِدھر اُدھر گھما کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ایک ٹک سامنے دیکھے جا رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو اس پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ گویا وہ میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا تھا۔

بے ہوش رہنے اور سکتے میں رہنے کے درمیان بڑا فرق ہے بے ہوشی کے دوران مریض کا آپریشن کیا جائے تو اسے تکلیف کا ایک ذرا احساس نہیں ہوتا لیکن سکتے کے عالم میں احساس ہوتا ہے۔ میں نے سجاد کے دماغ میں رہ کر محسوس کیا کہ اس کے بائیں رخسار اور کان کے درمیان ہلکی سی جلن محسوس ہوئی تھی۔ ذرا دیر بعد ہی میں نے اس کی نگاہوں سے دیکھا۔ سامنے ہی ٹرالی پر ایک چھوٹی سی ٹرے لا کر رکھی گئی تھی۔ اس میں چاقو اور قینچی کے ساتھ انسانی گوشت کا ننھا سا ٹکڑا نظر آ رہا تھا۔

[illegible] گی میرے دماغ نے چیخ کر کہا: سجاد کے چہرے کے

بائیں حصے کی جلد تھوڑی سی کاٹی گئی ہے۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور ڈاکٹر شیفرڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے دفتر میں مصروف تھا۔ میرے مخاطب کرتے ہی اس نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

میں نے کہا: "ابھی سجاد کے چہرے کے بائیں حصے سے تھوڑا سا گوشت کاٹا گیا ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی جلد کا طبی معائنہ کرایا جائے گا؟"

"تمہارا اندازہ درست ہے۔ وہ یقیناً اپنے اطمینان کے لیے سجاد کے چہرے کی جلد کا طبی معائنہ کریں گے۔"

"اب کیا ہوگا ڈاکٹر! کیا بھید کھل جائے گا؟"

"ہرگز نہیں۔ اگر میں بین الاقوامی شہرت کا حامل ہوں تو اس کے پیچھے میری غیر معمولی صلاحیتوں کا ہاتھ ہے۔ میں نے تمہارے تمام حالات کو پیش نظر رکھ کر سجاد کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی ہے۔ تمہیں یاد ہے، تم چاہتے تھے کہ میں ایک ہفتے میں اس کی پلاسٹک سرجری کروں لیکن میں نے تم سے زیادہ وقت طلب کیا تھا۔ میں نے اس کی سرجری کے لیے انسانی جلد کے ریشے حاصل کیے تھے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "آپ نے انسانی جلد کے ریشے کیسے حاصل کیے؟"

"اتنا تو تم جانتے ہو کہ میڈیکل کے طلبہ مُردہ جسموں کا ڈائی سیکشن کرتے ہیں۔ میں نے ایسے ہی وقت ڈائی سیکشن کیے ہوئے انسان کی تھوڑی سی جلد حاصل کی۔ پھر اس جلد کو مختلف طبی مرحلوں سے گزار کر سجاد کے چہرے پر استعمال کیا۔ تم اطمینان رکھو، جب وہ پھر یہ معائنہ کرائیں گے تو اس معائنے کی رپورٹ یہی ہوگی کہ پلاسٹک سرجری نہیں ہے بلکہ انسانی جلد ہے اور وہ فرہاد علی تیمور کی ہے۔"

میں مطمئن ہو کر پھر سجاد کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس بار میں نے اس کے ذریعے رسونتی کو دیکھا، وہ اس کے قریب ہی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ ایک بستر پر چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ اس میں ذرا بھی حرکت کرنے کی سکت نہیں تھی۔ اس کمرے میں رسونتی کے سوا کوئی تیسرا نہیں تھا۔ دشمن چاہتے تھے کہ وہ تنہائی میں اچھی طرح فرہاد کی شناخت کرے اور وہ دشمنوں کو دوست سمجھ کر ان کی مدد کر رہی تھی۔

اچھی طرح مطمئن ہونے کے بعد اس نے حقارت سے سجاد کو دیکھتے ہوئے کہا: "فرہاد! تمہیں اپنی صلاحیتوں پر کتنا غرور تھا۔ تم عورت کو اپنے سے کمتر اور ذلیل سمجھتے ہے۔ آج تم ایک ذلیل اور حقیر کیڑے کی طرح میرے سامنے پڑے ہوئے ہو۔ میں چاہوں تو اپنے ہاتھوں سے تمہارا گلا دبا کر مار سکتی ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گی۔ تمہیں زندہ رکھا جائے گا اور تم میرے غلام بن کر رہو گے۔"

اس کمرے میں کہیں اسپیکر لگا ہوا تھا۔ وہاں سے آواز آنے لگی: "مادام! ہم نے آپ کی باتیں سن لی ہے۔ آپ کی نفرت نے ہی یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ فرہاد ہے۔ آپ کمرے سے باہر آ جائیں ــــ آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

وہ باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد کچھ لوگ اندر آ گئے۔ ان میں ڈاکٹر اور نرسیں بھی تھیں۔ جس کی آواز اسپیکر سے آ رہی تھی۔ اس نے کہا: "ڈاکٹر! اسے ذرا نارمل ہونے کا انجکشن لگائیں۔ اب ہمارے درمیان دو دو باتیں ہوں گی۔"

اسے انجکشن لگایا جانے لگا۔ میں انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سجاد کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کر رہا تھا کہ اسے توانائی حاصل ہو رہی ہے اور بے حسی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ وہ اپنے چہرے کے بائیں حصے میں ہلکی ہلکی سی جلن محسوس کر رہا تھا۔ میں نے چپکے سے مخاطب کیا: "سجاد! میں تمہارے پاس موجود ہوں۔ تم بڑی آزمائشوں سے گزرنے والے ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے اس حال کو پہنچ رہے ہو۔"

اس نے سوچ کے ذریعے جواب دیا: "جب میں نے آپ کو بھائی جان کہا ہے تو آپ کے لیے جان کیا چیز ہے؟ آپ اطمینان رکھیں کیسے ہی سخت مرحلے آئیں، میرے قدم نہ ڈگمگائیں گے اور نہ ہی میرے ارادوں میں تبدیلی پیدا ہوگی۔"

اس وقت تک کمرے میں چند مسلح افراد آ گئے تھے۔ اسپیکر سے آواز سنانے والے نے کہا: "فرہاد! مجھے آرمر کہتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم نارمل ہو رہے ہو تمہیں اپنی آواز سنا رہا ہوں اور یہاں صرف میں ہی اپنی آواز سنا تا رہوں گا اور تم سے ضروری باتیں کرتا رہوں گا۔ اس وقت تم اپنے بل پر اٹھ کر بیٹھ سکتے ہو۔ لہٰذا بیٹھ جاؤ۔"

سجاد اسے نفرت اور بے بسی سے یوں دیکھنے لگا جیسے واقعی فرہاد کو بے بس کر دیا گیا ہو اور اسے حکم دیا جا رہا ہو جو کہ حکم سننا فرہاد کے مزاج کے خلاف تھا۔ آرمر نے ہنستے ہوئے کہا: "رسی جل جاتی ہے مگر بل نہیں جاتے۔ تم اس طرح نہیں مانو گے۔"

اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا انھوں نے سجاد کو دونوں طرف سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے بٹھا دیا۔ آرمر نے کہا: "اگر تم ہمارے حکم کی تعمیل نہیں کرو گے تو تمہارے ساتھ اس سے بھی بدتر سلوک کیا جائے گا۔ تم جانتے ہو کہ تم وہ فرہاد نہیں ہے جس سے دوست مرعوب ہو جاتے تھے اور دشمن دہشت زدہ رہتے تھے۔ لہٰذا تمہاری نہ تو وہ شان رہی اور نہ ہی تم شاندار سلوک کے مستحق ہے بہتر ہے، اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ یہاں سے چلو۔ نہیں چلو گے تو ہم دھکے دے کر تمہیں لے جائیں گے۔"

وہ آہستہ آہستہ بستر سے اتر کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ان کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔ آرمر نے کہا۔ "ہو سکتا ہے تھوڑی دیر بعد تمہارا دماغ بھی اس قدر کام کرنے لگے کہ تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ جائیں لیکن یاد رکھنا یہاں زیادہ سے زیادہ تم مجھے اپنا شکار بنا سکتے ہو۔ ایسے وقت یہ مسلح افراد تمہیں چھوٹ نہیں دیں گے۔ تم ہمارے قابو میں نہیں آؤ گے تو تمہارے دماغ کو زنگ لگا دینے والا انجکشن لگایا جائے گا۔ اگر انجکشن لگانے کا موقع نہیں دو گے تو گولی مار دی جائے گی۔"

وہ چپ چاپ ان کے درمیان چلنے لگا۔ جب وہ ایک کوریڈور سے گزر کر کسی لفٹ کے سامنے پہنچا تو وہاں ایک بورڈ کو پڑھتے ہی میں سمجھ گیا، یہ وہی عمارت تھی۔ پہلی بار سونیا کو تل ابیب میں وہاں لایا گیا تھا اور اس کے ایک آڈیٹوریم میں دو بدن سے مقابلہ کرایا گیا تھا۔ سجاد بھی اس لفٹ کے ذریعے اس آڈیٹوریم میں پہنچ گیا۔

اسٹیج کے سامنے یہودی بڑی تعداد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسٹیج کے ایک طرف ایک آہنی پنجرہ بنایا گیا تھا۔ ان لوگوں نے سجاد کو اس پنجرے میں بند کر دیا۔ آرمر نے آڈیٹوریم کے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "معزز حاضرین! یہ فرہاد علی تیمور ہے۔ آج ایک جانور کی طرح ہمارے سامنے پنجرے میں بند ہے۔ آپ لوگوں کے ذہن میں بات کھٹک رہی ہو گی کہ کہیں یہ فرہاد کی ڈمی نہ ہو لیکن ہم نے اس کے چہرے کی جلد کا طبی معائنہ کرایا۔ اس کے بعد مادام رسونتی نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر چھو کر اطمینان کر لیا۔ ڈاکٹروں کی طبی رپورٹ اور مادام رسونتی کا بیان یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہی فرہاد علی تیمور ہے۔ لیکن ہم اب بھی مطمئن نہیں ہوں گے۔ ہمارے پاس اسے فرہاد علی تیمور ثابت کرنے کا ایک آخری مہرہ ہے۔ ابھی ہم اس مہرے کو سامنے لاتے ہیں۔ اگر یہ فرہاد نہیں ہو گا تو اصلی فرہاد جہاں کہیں بھی چھپا ہو گا، خود ہمارے سامنے حاضر ہونے پر مجبور ہو جائے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک ٹرالی کو اسٹیج پر لایا گیا۔ یوں لگتا تھا، اس ٹرالی پر کوئی بیٹھا ہوا ہے لیکن نظر نہیں آ رہا تھا۔ کیونکہ اس پر کپڑا ڈال دیا گیا تھا۔ جب اسے آہنی پنجرے کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا گیا تو آرمر نے کہا۔ "فرہاد! اب جگر تھام لو۔ تمہارے بے نقاب ہونے کی باری آ گئی ہے۔"

اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی ٹرالی لانے والوں نے اس کپڑے کو ایک جھٹکے سے ہٹا کر ایک طرف پھینک دیا۔ پھر جیسے رخِ جاناں سے نقاب الٹ گیا ہو۔ ٹرالی پر سونیا بیٹھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اسے سجاد کے ذریعے دیکھتے ہی میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اِدھر سجاد نے بڑی کامیاب اداکاری کا مظاہرہ کیا۔ اسے دیکھتے ہی دوڑتا ہوا اسلحوں کے پاس آیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے سلاخوں کو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے چیخ چیخ کر اسے آوازیں دینے لگا۔ "سونیا! کیا تم سونیا ہو؟ مگر تم یہاں کیسے اسکتیں؟ تم تو بابا صاحب کے اداب میں میرے پاس کھڑی ہوئی تھیں۔ میری طرف دیکھو سونیا! میں تمہیں آواز دے رہا ہوں۔ میں یہاں کھڑا ہوا ہوں۔ مجھے دیکھو۔ میری بات کا جواب دو۔"

وہ سجاد کی آواز نہیں سن رہی تھی۔ جوں کی توں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس پر سکتے کا عالم طاری تھا۔ اِدھر میرا دل زور زور سے ٹھوکر رہا تھا۔ آرمر نے کہا۔ "فرہاد! یہ تمہاری اصلی سونیا ہے۔ ہم نے اس کا برین واش کیا ہے۔ یہ تمہیں تو کیا اپنے آپ کو بھی بھول گئی ہے۔ اس وقت ہپناٹزم کے زیر اثر ہے۔ جب تک اس پر اثر رہے گا، یہ نہ تو کسی کی بات سنے گی نہ کسی کی بات کا جواب دے سکے گی۔ مگر ہاں تم جواب دے سکتے ہو۔ جواب دو۔ کیا تم فرہاد ہو؟"

سجاد نے پھر آہنی سلاخوں کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "ہاں میں فرہاد ہوں۔ سر سے لے کر پاؤں تک فرہاد تم لوگوں کے سامنے کھڑا ہے۔"

اس نے انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں۔ تم ایسا فریب بار ہا دے چکے ہو۔ تمہیں سر سے پاؤں تک فرہاد سمجھا گیا لیکن سال، دو سال بعد انکشاف ہوا کہ تم کہیں اور زندگی گزار رہے ہو اور جسے ہم فرہاد سمجھ رہے تھے، وہ محض ایک فریب تھا۔"

سجاد نے چیخ کر پوچھا۔ "تو پھر مجھے بتاؤ کہ میں اپنے آپ کو فرہاد کس طرح ثابت کروں؟"

ہم دیکھنا چاہتے ہیں، تمہارے پیچھے اصل فرہاد چھپا ہوا ہے یا نہیں۔ اگر چھپا ہوا ہے تو ہم اسے یہاں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ بذاتِ خود یہاں آئے یا خیال خوانی کے ذریعے اقرار کرے کہ فرہاد ہماری قید میں نہیں ہے بلکہ کہیں دوسری جگہ موجود ہے اور وہ اپنے آپ کو ایک مقررہ وقت کے اندر ہمارے سامنے پیش کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو ابھی ہم پانچ منٹ کے اندر سونیا کے دائیں بازو کو اس کے تن سے جدا کر دیں گے۔"

سجاد نے چیخ کر کہا۔ "یہ ظلم ہے۔ تم سونیا کے بازو کو نہیں کاٹ سکتے۔ اگر کاٹنا ہے تو مجھے اس پنجرے سے نکالو یا پھر مجھے دماغی توانائی حاصل کرنے دو۔ میں دیکھوں گا کہ میرے سامنے میری سونیا پر کون ظلم کرتا ہے۔"

اس کے چیخنے، چلانے کے دوران ایک تلوار باز اسٹیج پر پہنچ گیا۔ وہ موسیقی کی دھن پر تلوار بازی کی نمائش کرنے لگا۔ پینترے بدل بدل کر تلوار کو اِدھر سے اُدھر ہوا میں گھمانے لگا جیسے ان

دیکھے دشمن سے مقابلہ کر رہا ہو۔ آرمر نے سونیا کے قریب پہنچ کر اس کے دائیں ہاتھ کو تھام لیا۔ پھر اس ہاتھ کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "مادام! آپ کا یہ ہاتھ بہت ہی خوبصورت ہے۔ اس ہاتھ نے پتا نہیں کتنے دشمنوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس ہاتھ کی قوت سے سب ہی لرزتے ہیں۔ آج یہ قوت اس ہاتھ کے ساتھ تمہارے جسم سے الگ ہو جائے گی۔"

آرمر کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ جو کہہ رہا ہے وہی ہونے والا ہے۔ میں اس طرح بے چین ہو گیا تھا کہ ایک جگہ نہ تو بیٹھا جا رہا تھا نہ کھڑا ہی رہ سکتا تھا۔ اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا مگر سکون نہیں مل رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں سونیا کے لیے کیا کروں؟ اگر میں سجاد کے ڈمی ہونے کا اعتراف کر لیتا تو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ سونیا ان کی قید میں پہلے سے تھی اب سجاد بھی ان کا قیدی بن جاتا۔ پھر وہ مجھے سونیا کو اذیتیں پہنچا کر قتل کرنے کی دھمکیاں دے کر اپنے سامنے پیش ہونے پر مجبور کر دیتے۔ میری شکست ہر حال میں تھی۔ اعتراف کرنے میں بھی اور اعتراف نہ کرنے میں بھی۔ بس اتنا فرق تھا کہ اعتراف نہ کرنے پر سونیا کی جان جاتی اور اعتراف کرنے پر سونیا کی جان بچانے کے لیے مجھے اپنے آپ کو ان کے حوالے کرنا پڑتا۔ میرے جھکنے اور شکست تسلیم کرنے کا مطلب یہی ہوتا کہ میرے ساتھ میرے تمام ساتھی بھی ایک ایک کر کے ان کی قید میں چلے جاتے اور سب سے بڑی اور اہم بات یہ کہ بارس کو بھی وہ حاصل کر لیتے۔

اس لمحے میں نے فیصلہ کر لیا کہ سونیا میری جان سے زیادہ عزیز ہے کوئی بات نہیں، ایک کی جان جائے مگر دوسرے تمام محفوظ رہیں۔ یہ میری خود مرضی ہو یا میری سنگدلی۔ میں نے سونیا کو داؤ پر لگانے کا تہیہ کر لیا۔

اِدھر آرمر نے آخری دھمکی دی۔ سونیا کے دائیں ہاتھ کو سیدھا کیا۔ پھر تلوار باز کی طرف دیکھا۔ وہ تلوار بازی کا مظاہرہ کرتا ہوا سونیا کے پیچھے گیا۔ پھر اس نے ایک آدھ پینترا بدلنے کے بعد تلوار کا ایک ہاتھ اس کے بازو پر مارا۔ اس کے ساتھ ہی سجاد کی چیخ نکل گئی۔ وہ اب دیوانہ وار اپنا سر آہنی سلاخوں سے ٹکرا رہا تھا اور دشمنوں کو چیلنج کر رہا تھا کہ اسے پنجرے سے باہر نکالیں پھر اس کے قہر و غضب کو دیکھیں۔ سونیا کا دایاں بازو اس کے جسم سے الگ ہو چکا تھا۔ اور کٹے ہوئے حصے سے لہو بہہ رہا تھا۔ وہ جوں کی توں بیٹھی ہوئی تھی۔ بازو جسم سے الگ ہو جائے اور کوئی اُف تک نہ کرے۔ یہ عقل تسلیم نہیں کرتی تھی لیکن ہپناٹزم کا عمل بھی ایسا ہوتا ہے اپنے معمول کو تنویم کے زیر اثر لا کر اس کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر الگ کر دیا جائے تو جب تک وہ متاثر رہتا ہے، اسے تکلیف کا ایک ذرا احساس نہیں ہوتا۔

سجاد پنجرے کی ایک ایک سلاخ کو جھٹکے دے دے کر دیکھنا چاہتا تھا کہ کہیں سے کوئی سلاخ الگ ہو سکتی ہے؟ کہیں سے اسے نکلنے کا راستہ مل سکتا ہے؟ وہ سونیا تک پہنچنے کے لیے واقعی سنجیدگی سے کوشش کر رہا تھا۔ وہ خود برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ سونیا کا ایک ہاتھ کاٹ لینے کے بعد اس پر مزید کوئی ظلم ہو مگر آرمر ظلم کرنے پر تلا ہوا تھا۔ وہ اسٹیج کے سامنے تمام حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ "کیا اب بھی شبہ کی کوئی گنجائش رہ گئی ہے؟ اگر فرہاد اس کے سوا کہیں دوسری جگہ ہوتا تو سونیا کا بازو کٹنے سے پہلے اس کے بچاؤ کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے آزماتا۔"

حاضرین میں سے کچھ لوگ چیخ چیخ کر کہنے لگے۔ "اب ہمیں شبہ نہیں ہے۔ یہی فرہاد علی تیمور ہمارے سامنے ایک جانور کی طرح پنجرے میں بند ہے۔ اب اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ کیا جائے۔"

آرمر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر حاضرین کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "فرہاد علی تیمور کی شخصیت کوئی معمولی نہیں ہے۔ اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ اتنی جلدی نہیں کیا جائے گا۔ پہلے ایک تماشا اور دکھانا چاہتا ہوں۔ اس مغرور شخص نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم نے سونیا کو ورغلا نہ کیا اور اسے بخیر و عافیت یہاں تک نہ پہنچایا تو یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے سربراہوں کے دماغوں میں پہنچ جائے گا۔ یہ بہت بڑا چیلنج تھا۔ جب تک یہ ٹیلی پیتھی کا شیطان بے لگام رہتا تب تک محض ہمارے سربراہ ہی نہیں بلکہ ہمارے تمام معزز دوستوں کی ..... زندگی خطرے میں رہتی۔ ہم نے اتنے بڑے چیلنج کو قبول کیا۔ بظاہر سونیا کو آزاد کر دیا لیکن اس کے لیے ایسا جال بچھایا کہ یہ خود کو بے نقاب کر کے پیرس پہنچنے پر مجبور ہو گیا۔"

آرمر اسٹیج کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہلنے کے انداز میں چلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "معزز حاضرین! یہاں بڑے معزز یہودی اور ہمارے دوست تشریف رکھتے ہیں اور یہ یقین کرنے آئے ہیں کہ سچ مچ فرہاد علی تیمور ہمارے دام میں آ چکا ہے۔ اب شبے کی کوئی گنجائش نہیں اس لیے ہم ایک بہت بڑا انکشاف کرنا چاہتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ ذرا خاموش ہوا۔ حاضرین کی طرف فاتحانہ انداز میں مسکرا کر دیکھنے لگا۔ اس کے بعد اس نے کہا۔ "معزز حاضرین! اس دنیا کے دو بہت بڑے آپ کے درمیان موجود ہیں اور وہ دو بڑے ہیں سپر ماسٹر اور ماسک مین۔"

حاضرین میں بے چینی پھیل گئی۔ سب اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ آرمر نے کہا۔ "وہ اوپر بالکونی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ پوری طرح مطمئن ہونا چاہتے ہیں کہ فرہاد علی تیمور ان کے سامنے ایک بے بس

قیدی کی طرح موجود ہے یا نہیں؟"

آرمر کی زبان سے یہ سنتے ہی میں غصّے سے لرزنے لگا۔ ہونٹوں کو بھینچ کر اپنے غصّے کو برداشت کرنے لگا۔ وہ دونوں کہنہ میرے بہترین اور جاں نثار دوست بنے رہنے کا دعویٰ کرتے رہے تھے اور ان کی آنکھوں کے سامنے سونیا کے بازو کو کاٹا گیا تھا اور وہ تماشائی بنے دیکھتے رہے۔ میں نے کئی بار ایسے دوستوں کا صحیح تجزیہ کیا۔ یہ کسی کے نہیں ہوتے۔ محض اپنی برتری قائم رکھنے اور اپنے آپ کو سپریا ور منوانے کے لیے کبھی ہمارے دوست بنتے ہیں اور کبھی ہمارے دشمنوں کی دوستی کا دم بھرتے ہیں۔

اس وقت اسٹیج کے اندرونی حصّے سے ایک شخص آکر آرمر کے ہاتھ میں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ دے رہا تھا۔ آرمر اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ میں احتیاطاً آرمر کے دماغ میں اپنی سوچ کی لہروں کو نہیں پہنچا رہا تھا۔ اس بات کا خیال رکھنا ضروری تھا کہ وہ یوگا کا ماہر نہ ہو۔ اس کے سامنے ایک فرہاد پنجرے کے اندر دماغی طور پر کمزور ہو چکا تھا۔ ایسے میں میں خیال خوانی کرتا تو میرا بھید کھل جاتا۔

اس نے اس کاغذ کو پڑھنے کے بعد خوشی کا نعرہ لگاتے ہوئے کہا "معزز پیٹر سائٹر اور معزز ماسک مین! آج آپ لوگ ہم سیرویوں کی ذہانت کے قائل ہو جائیں گے۔ آپ کے سامنے ایک اور انکشاف ہو رہا ہے۔ وہ یہ کہ ہم آپ کو دوست بنائے رکھنے کے لیے اس وقت تک سونیا اور فرہاد کی موت کا فیصلہ نہیں سنا سکتے، جب تک آپ ہماری شرائط سے متفق نہیں ہوں گے۔ اسی لیے ہم نے ابھی تک سونیا کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

حاضرین میں سے کسی نے اٹھ کر کہا "نقصان تو پہنچ گیا ہے اس کا ایک بازو ضائع ہو چکا ہے۔"

آرمر نے ہاتھ اٹھا کر کہا "نہیں! ابھی مجھے اپنے ایک اعلیٰ عہدے دار کی طرف سے یہ تحریر موصول ہوئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ پہلے ہم سونیا کی ڈمی بنا کر فرہاد علی تیمور کے پاس بھیجنا چاہتے تھے اور اصل سونیا کو اپنے پاس رکھ کر اس کا برین واش کرنا چاہتے تھے۔ ہم نے ایک نئی سونیا بنانے کے لیے جتنی لڑکیوں کا انتخاب کیا، ان میں سے کوئی بھی کامیاب ڈمی نہ بن سکی۔ ایک نے بڑی حد تک اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا لیکن ہمیں شبہ تھا، یہ فرہاد کے سامنے پہنچے گی تو وہ کسی نہ کسی طرح اس کی اصلیت معلوم کر لے گا۔"

آرمر نے اس تحریر پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا "معزز حاضرین! پھر ہم نے ایک الٹی چال چلی۔ اصل سونیا کے دماغ کو کچھ سینا ٹرم کے ذریعے اور کچھ دواؤں کے ذریعے کمزور بنا دیا۔ اس حد تک اس کے دماغ کو کام کرنے کے قابل رکھا کہ وہ عام حالات میں نارمل رہتی تھی لیکن کبھی کبھی کوئی بات بھول جاتی تھی۔ اس طریقہ کار نے فرہاد کو شبہ میں مبتلا کیا کہ اس کے سامنے شاید کوئی ڈمی بھیجی گئی ہے اور اصل سونیا کو ہم نے قید کر کے رکھا ہے اور اس کی ایسی برین واشنگ کی ہے کہ فرہاد اس کے دماغ میں کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا "حاضرین! اب آپ سمجھ گئے ہوں گے، فرہاد کے پاس جو سونیا بھیجی گئی، دراصل وہ ڈمی نہیں تھی وہی اس کی اصل سونیا تھی اور یہاں آپ کے سامنے سونیا کی ڈمی بیٹھی ہوئی ہے۔ اس وقت یہ سکتے کے عالم میں ہے اور اپنی سنرایا رہی ہے۔ اس کا جرم یہ ہے کہ جب ہم اسے سونیا بننے کی ریہرسل کرا رہے تھے اور سونیا کی غلطیاں دکھا رہے تھے" اس کی نشست و برخاست کے متعلق معلومات فراہم کر رہے تھے تو یہ سچ مچ فرہاد سے متاثر ہونے لگی یہ اس کا اظہار نہیں کرتی تھی۔ ایک دن ربی اسفندیار نے سینا ٹرم کے ذریعے اس کے چور خیالات پڑھ لیے۔ آج یہ سنرا کے طور پر اپنے ایک بازو سے محروم ہو چکی ہے۔ اس طرح ہم نے ایک تیر سے دو شکار کیے ہیں۔ اسے سنرا بھی دی اور اس کے ذریعے ہم نے یہ بھی آزما لیا کہ فرہاد علی تیمور واقعی ہمارے سامنے موجود ہے یا نہیں، اگر وہ کسی دوسری جگہ ہوتا تو سونیا کے بازو کے کٹنے کا تماشا نہ دیکھتا اس سے پہلے ہی خیال خوانی کے ذریعے اپنی شکست کا اعتراف کر لیتا اور خود کو ہمارے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہو جاتا۔"

اسٹیج کے اندرونی حصّے سے پھر اسی شخص نے آکر کاغذ کا ایک اور ٹکڑا آرمر کے ہاتھ میں تھما دیا۔ آرمر نے اسے لے کر پڑھا۔ پھر اعلان کرنے کے انداز میں سر اٹھا کر کہنے لگا۔ "اب آپ کے سامنے اسٹیج پر تشریف لا رہے ہیں، کاہال تنظیم کے سربراہ مسٹر جیسن ہارورڈ۔"

تمام حاضرین خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ اسٹیج کے دائیں طرف سے ایک ادھیڑ عمر کا شخص آرہا تھا۔ مسکرا رہا تھا اور دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر حاضرین کی تالیوں کا جواب دے رہا تھا۔ جب تالیوں کا شور تھم گیا تو کاہال تنظیم کے سربراہ جیسن ہارورڈ نے کہا "معزز حاضرین! اب دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کے لیے سب سے بڑا اور سب سے ہیبتناک ٹیلی پیتھی کا خطرہ ٹل گیا ہے۔ اس وقت فرہاد علی تیمور ہمارے سامنے بے بس ہے اور اس میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں رہی ہے۔ لہٰذا میں آپ لوگوں کے سامنے سپر مائسٹر اور ریڈ پاور کے ماسک مینوں کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

پھر زوردار تالیاں بجنے لگیں۔ چند منٹ کے بعد ہی اسٹیج کے دائیں اور بائیں طرف سے دو ادھیڑ عمر کے شخص داخل ہوئے پہلے انھوں نے حاضرین کی طرف رُخ کر کے ان کی تالیوں کا جواب ہاتھ اٹھا کر، مسکراتے ہوئے دیا۔ پھر پنجرے کی طرف پلٹ گئے۔ سپر مائسٹر

نے قریب آکر سجاد علی تیمور کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا "مسٹر فرہاد! مجھے افسوس ہے کہ آپ یہاں بے بس اور مجبور نظر آرہے ہیں میں آپ کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ اس بات کے خود گواہ ہیں جب بھی آپ کے کام آنے کا موقع ملا، میں آپ کے کام آتا رہا لیکن ہماری ایک پالیسی ہے۔ جب تک کوئی ہمارے کام آتا رہے یا ہمیں کسی سے خطرہ نہ ہے، ہم اسے ہر ممکن طریقے سے اپنا دوست بنا کر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ افسوس اب آپ کے اندر ایسی کوئی صلاحیت باقی نہیں رہی جو ہمارے لیے خطرناک ہو اور ہمیں دہشت میں مبتلا رکھے۔"

ماسک مین نے پنجرے کے قریب آکر کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! آج میں آپ کو اپنی آواز سنا رہا ہوں۔ اس اعتماد کے ساتھ کہ آپ کبھی کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکیں گے۔ بائی دی وے، آپ اچھی طرح جانتے ہیں، ہم نے قدم قدم پر آپ کا ساتھ دیا۔ آپ کے راز کو اپنا راز سمجھ کر دشمنوں پر ظاہر نہیں کیا۔ کبھی دشمنوں سے خطرہ پیش آیا تو ہم نے آپ کے لیے حفاظتی انتظامات بھی کیے لیکن یہ سب کچھ اس وقت تک ہوتا رہتا ہے جب تک کوئی ہمارے لیے کارآمد ہوتا ہے۔ اب ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ ہم کسی راہ چلتے آدمی کے لیے حفاظتی انتظامات کریں۔ اس کی آؤ بھگت کریں۔ اس کی خوشامدیں کریں اور اپنا وقت ضائع کرتے رہیں۔ آج آپ فٹ پاتھ کے ایک میرے درجے کے آدمی ہیں جس کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔"

میں سجاد کے ذریعے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا۔ عبرت حاصل کر رہا تھا۔ دنیا میں کیسے کیسے طوطا چشم لوگ رہتے ہیں۔ اگر میں میرے کام نہ لیتا اور سونیا کا بازو کٹنے سے پہلے ہی خود کو ظاہر کر دیتا۔ شکست تسلیم کر لیتا تو آج میری جیت نہ ہوتی۔ یعنی صبر کا پھل مجھے یہ مل رہا تھا کہ میں نے کاہال تنظیم کے سربراہ، سپر مائسٹر اور ریڈ پاور کے ماسک مین کی آوازیں سن لی تھیں۔ ان کے اصلی چہرے دیکھ لیے تھے۔ ان کی پالیسیاں اچھی طرح سمجھ لی تھیں۔ مجھے سب سے بڑی خوشی اس بات کی تھی کہ جس سونیا کو ڈمی سمجھ رہا تھا وہ میری اپنی تھی اور بابا صاحب کے دارے میں بخیریت تھی۔

صرف ایک سجاد علی تیمور خطرات میں گھرا ہوا تھا۔ دشمن اس سے بدترین سلوک کرنے والے تھے اور میں اس کی قوتِ ارادی اور وقت برداشت کو آزمانے والا تھا۔ اتنا یقین تھا کہ دشمن اسے۔ سجاد علی تیمور سمجھ کر قتل نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس دنیا کی بساط کے بڑے بڑے مہرے میری ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں آچکے تھے۔

میں نے سجاد سے کہا "تم نے اب تک بڑی کامیابی سے میرا رول ادا کیا ہے۔ آئندہ تم بڑی سخت آزمائشوں سے گزرنے والے ہو۔"

"بھائی جان! آپ میری فکر نہ کریں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ سونیا جان آپ کے پاس پہنچ گئی ہیں اور آپ ہر طرح سے جیت رہے ہیں اور جو لوگ آپ سے دوستی کا دم بھرتے تھے آج آپ کے سامنے بے نقاب ہو گئے ہیں۔ میں آپ سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں۔"

"کیسا وعدہ؟"

"آپ وعدہ کریں میں جو کہوں گا۔ آپ میری وہ خواہش پوری کریں گے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ سیدھی طرح کہو۔ ورنہ میں تمہارے خیالات پڑھ لوں گا۔"

"آپ ایسا نہ کریں بس وعدہ کریں۔"

"اچھا وعدہ رہا۔ بولو، کیا چاہتے ہو؟"

"آپ میرا خیال چھوڑ دیں۔ صرف میرے دماغ میں رہ کر یہ دیکھتے رہیں کہ میں کہاں تک ان ظالموں کو برداشت کر سکتا ہوں۔ کسی بھی مرحلے پر جب آپ خود کو ظاہر کرنے پر مجبور ہو جائیں تو پہلے مجھے بتا دیں۔ میں آپ کو ظاہر نہیں ہونے دوں گا اگر آپ نے ایسا کیا تو میں خودکشی کر لوں گا۔"

میں نے ڈانٹ کر پوچھا "کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟"

"ابھی تو نہیں۔ لیکن آپ کی جیت ہار میں بدلنے لگے گی تو میرا دماغ چل جائے گا۔ میں آپ کی اتنی بڑی کامیابی کو ناکامی میں بدلتے نہیں دیکھ سکتا۔ یہ آپ کے لیے سنہری موقع ہے۔ آپ بالکل روپوش ہو جائیں۔ خیال خوانی ترک کر دیں۔ بس ایسے ہی موقع پر ٹیلی پیتھی استعمال کریں جہاں اس کی بے حد ضرورت ہو اور اس کا علم دشمنوں کو نہ ہو سکے۔ اگر آپ میری یہ باتیں نہیں مانیں گے تو یہ متاد علی تیمور کی زبان ہے اور میں زبان کا دھنی ہوں جہاں آپ کی ناکامی [illegible] پیدا ہوں گے، وہاں میں اپنی جان دے دوں گا اور آپ بے نقاب ہونے کے متعلق سوچتے ہی رہ جائیں گے۔"

سجاد علی تیمور کی ان باتوں نے مجھے لجھا دیا تھا۔ میں سوچنے لگا، اسے کس طرح قابو میں رکھوں۔ اس کے دماغ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے دن رات قابو میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ جب بھی میں اس سے غافل ہوتا وہ اپنی دھمکی پر عمل کر لیتا اور دھمکی بھی کتنی دوستانہ تھی۔ وہ اتنا وفادار ثابت ہوگا، میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور اب یہ سوچنا میرا فرض تھا کہ میں اسے خودکشی کے خیال سے کس طرح باز رکھوں اور اس کی خواہش کے مطابق اپنی جیت کو کس طرح [illegible] رکھوں۔

میر [illegible] لی! میرے جاں نثار دو [illegible] میں وعدہ کرتا ہوں [illegible] میں کروں گا اور [illegible] خدا کی قسم تجھے بھی دشمنوں کے ہاتھوں مرنے نہیں دوں گا۔

سجاد علی تیمور

جن حالات سے گزر رہا تھا، وہ بڑے آزمائشی اور بڑے تکلیف دہ تھے۔ آئندہ دشمن اس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والے تھے یہ میں نہیں جانتا تھا حالانکہ جان سکتا تھا۔ کامل تنظیم کا سربراہ جیسن ہارورڈ، سپرماسٹر اور ریڈ بادر کا ماسک مین سبھی میری مٹھی میں آچکے تھے، لیکن میں بہت سوچنے اور سمجھنے کے بعد ان کے دماغوں میں جھانکنا چاہتا تھا۔ اگر ان میں سے کوئی بھی یوگا کا ماہر ہوتا تو فوراً ہی سانس روک لیتا۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا پھر یہ راز فاش ہوجاتا کہ سجاد علی تیمور، فرہاد نہیں ہے۔ اصلی فرہاد کہیں چھپا ہوا ہے۔

سجاد یہی نہیں چاہتا تھا۔ مجھے قسموں اور وعدوں کا پابند بنا رہا تھا تاکہ میں کسی بھی صورت میں خود کو ظاہر نہ کروں۔ دشمنوں کو خوش فہمی میں مبتلا رکھوں اور نہایت سکون اور اطمینان سے زندگی گزاروں اور میرا جاں نثار سجاد بڑی محبت سے بڑی ہی لرزہ خیز دھمکی دے چکا تھا کہ میں خود کو ظاہر کروں گا تو اس سے پہلے ہی وہ خودکشی کرلے گا۔ اپنی جان پر کھیل جائے گا اور مجھے خود کو ظاہر کرنے کا موقع نہیں دے گا۔

میں اس کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ جب تک وہ دشمنوں کی قید میں رہتا اور جب تک اس کے متعلق دشمنوں کا کوئی حتمی فیصلہ معلوم نہ ہوتا میں اپنی جگہ اطمینان اور سکون سے نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ لوگ اسے اسٹیج سے دوسری جگہ لے گئے تھے۔ اب وہ ایک وسیع و عریض کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ کافی دیر ہوچکی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا میں اس کے دماغ سے جاچکا ہوں۔ اس نے چپ چاپ سوچ کے ذریعے مجھے مخاطب کیا۔ "بھائی جان! آپ موجود ہیں؟"

میں خاموش رہا۔ اس نے پھر آواز دی۔ میں اس کے چور خیالات کو سمجھ رہا تھا لیکن وضاحت سے سمجھنا چاہتا تھا اس لیے خاموشی اختیار کیے ہوئے تھا۔ جب اسے اطمینان ہوگیا کہ میں موجود نہیں ہوں۔ کہیں اپنی جگہ مصروف ہوں تو اس نے کھل کر سوچنا شروع کیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "میں نے بھائی جان کا ریکارڈ بڑی توجہ سے پڑھا ہے۔ ان کی ایک ایک عادت اور ان کی تمام حرکات و سکنات کو اچھی طرح سے ذہن نشین کیا ہے۔ وہ اوپر سے پتھر اور اندر سے موم ہیں۔ اپنے چاہنے والوں کے لیے فوراً پگھل جاتے ہیں۔ انھیں دشمنوں کی قید میں برداشت نہیں کرسکتے۔ اگر یہاں مجھے کسی نے جس انداز میں پہنچائیں تو وہ خود کو ظاہر کردیں گے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ ابھی بھائی جان میرے دماغ میں ہیں۔ میں اس وقت خودکشی کرسکتا ہوں۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر چاروں طرف گھوم راس کمرے کو دیکھنے لگا۔ ایک ایک چیز کے قریب پہنچ کر اس کو الٹنے پلٹنے لگا۔ وہ ایسی کوئی چیز تلاش کررہا تھا جس سے خودکشی کرسکے۔

اچانک اس کمرے میں آرمر کی آواز گونجنے لگی۔ وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "فرہاد! قیدی فرار ہونے کے لیے کھڑکیوں اور دروازوں کا بغور جائزہ لیتے ہیں لیکن تم تو چیزوں کو الٹ پلٹ رہے ہو۔ آخر کیا چیز کی تلاش ہے؟ کوئی ضرورت ہو تو بتاؤ۔ اس بند کمرے میں تم خودکشی کرسکتے ہو لیکن یہاں سے فرار نہیں ہوسکتے۔"

وہ جواباً کچھ کہنے کے لیے منہ کھولنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کا ذہن بند کردیا۔ سوچ کے ذریعے کہا۔ "اس کمرے میں مائک اور اسپیکر نصب کیے گئے ہیں اور ایسے آلات بھی ہیں جن کے ذریعے تمہیں کسی دوسری جگہ ٹی وی اسکرین پر دیکھا جارہا ہے۔ لہٰذا اپنے چہرے کے تاثرات پر کنٹرول رکھو۔"

اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے کمرے کے چاروں طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "آرمر! میں تمہاری آواز پہچان رہا ہوں اور یہ بھی سمجھ رہا ہوں کہ مجھے کہیں اسکرین پر دیکھا جارہا ہے۔ بائی دی وے مجھے اس کمرے میں کیوں رکھا گیا ہے؟"

آواز آئی۔ "تمہیں کہیں تو رکھنا ہی تھا لہٰذا یہاں رکھا گیا ہے۔"

سجاد نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں۔ یہاں رکھے کا کوئی مقصد ہو سکتا ہے۔ ورنہ میں تو قیدی ہوں۔ مجھے کسی معمولی کمرے میں یا سلاخوں کے پیچھے رہنا چاہیے۔"

"کیا تم سے پہلے سونیا کو اسی شان و شوکت سے ہم نے مہمان بنا کر نہیں رکھا تھا؟"

"تب میری عقل بیچنے کا دبدبہ تھا۔ تم سب مجبور تھے۔ آج تم لوگوں نے مجھے بے دست و پا بنا دیا ہے۔ میرے ذہن کو اس حد تک کمزور کردیا ہے کہ میں عقل بیچنے کا ہتھیار استعمال نہیں کرسکتا۔ اس لیے میں ایک عام قیدی ہوں۔ مجھے اتنے سجے سجائے کمرے میں نہیں رہنا چاہیے۔"

"تم درست سمجھ رہے ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم ہپناٹزم کے ذریعے تمہارے دماغ کے اندر چھپے ہوئے خیالات کو معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ بہرحال ہم مطمئن ہیں کہ تم فرہاد ہی ہو۔ اس کے باوجود ہم تمہارے دماغ کے اندر چھپے ہوئے خیالات کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ ہم نے اس سلسلے میں ربی اسفندیار کی خدمات حاصل کرنا چاہیں لیکن اچانک ہی ان پر دل کا دورہ پڑا تھا۔ وہ اس قابل نہیں تھے کہ تمہارے سامنے آکر تمہارے اندر کی بات باہر نکال سکتے۔"

سجاد نے ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہاری مملکت میں کوئی دوسرا ہپناٹزم کا ماہر نہیں ہے؟"

"ہے۔ ہم نے اس ماہر کو تمہارے حالات بتائے تھے۔ اس نے تمہیں اپنا معمول بنانے سے انکار کردیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ جب ہپناٹزم کے ذریعے ہم نے تمہارے دماغ کو مفلوج کردیا ہے تو تم تنویمی عمل کے ذریعے اس کے معمول نہیں بن سکو گے بلکہ دماغی کمزوری کا شکار رہو گے۔ جب تمہارا ذہن نارمل ہوگا تب ہی تم پر تنویمی عمل کیا جاسکتا ہے۔"

"کیا اس شان دار کمرے میں مجھے اسی لیے رکھا گیا ہے کہ یہاں ربی اسفندیار تشریف لانے والے ہیں؟"

"ہاں، وہ کسی بھی وقت یہاں پہنچنے والے ہیں۔ ان کے مرتبے اور ان کی بزرگی کا خاص خیال رکھا جائے۔ اگر تم نے کوئی گستاخی کی تو تمہیں ایسی اذیتیں پہنچائی جائیں گی جن کا تم تصور بھی نہیں کرسکتے۔"

یہ کہہ کر آواز بند ہوگئی۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ سجاد نے کہا۔ "آسنی سلاخ کو تیز گرم کرکے رکھا جائے تو بے شک وہ پگھل ہوجاتی ہے لیکن وہ ذہنی طور پر ملاخ ہی رہتی ہے۔ تم لوگوں نے مجھے بے بس و مجبور کردیا ہے۔ اس کے باوجود میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ اگر تمہارے ربی اسفندیار نے میرے شایانِ شان گفتگو نہیں کی اور مجھے اپنے سے کمتر سمجھا تو جواباً میرا بھی وہی رویہ ہوگا۔"

اس کی باتوں کا جواب نہیں ملا۔ خاموشی چھائی رہی۔ چند لمحوں کے بعد میں نے کہا۔ "سجاد! تم نے دیکھ لیا کہ یہاں تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ تم سمجھتے تھے کہ میں تمہارے دماغ میں موجود نہیں ہوں لہٰذا خودکشی کا جو موقع ہاتھ آرہا تھا، اسے گنوانا نہیں چاہتے تھے۔ مجھے تمہارے اس فیصلے سے کتنا دکھ پہنچ رہا ہے، یہ میں بیان نہیں کرسکتا۔"

وہ مجرمانہ انداز میں سر جھکائے بیٹھا رہا۔ میں نے کہا۔ "ربی اسفندیار یہاں آئے گا اور تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کے اندر چھپے ہوئے خیالات معلوم کرے گا۔ اگر میں نہ رہوں تو تمہارے دماغ سے یہ ساری باتیں معلوم ہوجائیں گی کہ تم سجاد ہو اور مجھے فرہاد کی حیثیت سے ظاہر ہونے سے روکنا چاہتے ہو اور روکنے کا ایک ہی راستہ تمہاری سمجھ میں آرہا ہے کہ تم خودکشی کرلو، تاکہ دشمن تمہارے ذریعے مجھے ظاہر ہونے پر مجبور نہ کرسکیں۔"

"بھائی جان! میں یہی چاہتا ہوں۔ آپ کو اپنی سب سے عزیز ہستی کا واسطہ، مجھے مرجانے دیں۔ میری ایک جان جائے گی، لیکن آپ سب محفوظ ہوجائیں گے۔ دشمن آپ لوگوں کی طرف سے ہمیشہ کے لیے غافل ہوجائیں گے۔ آپ نئے سرے سے ایک نئی زندگی گزار سکتے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ اگر آئندہ تم نے خودکشی کا ارادہ بھی کیا تو یہ تمہاری سب سے بڑی حماقت ہوگی۔ جانتے ہو کیوں؟"

اس نے پوچھا۔ "کیوں؟"

"تم نے میرا ریکارڈ پڑھا مگر ایک بات بھول گئے۔ وہاں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ میں مایوسیوں کی انتہا میں بھی بزدلوں کی طرح خودکشی کے تعلق نہیں سوچتا بلکہ جان کی بازی لگا کر دشمنوں کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر تم خودکشی کرو گے تو یہ راز فاش ہو جائے گا کہ تم فرہاد نہیں تھے۔ دشمن خواہ میرے ساتھ کتنا ہی خراب سلوک کریں لیکن مجھے بزدل کبھی نہیں سمجھیں گے اور نہ ہی کبھی یقین کریں گے کہ جس نے ایک بزدل کی طرح خودکشی کی ہے، وہ میں ہوں۔"

اس نے کہا۔ "میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ واقعی اگر میں کسی بزدل کی طرح خودکشی کروں تو میری موت آپ کے لیے سود مند نہیں ہوگی۔ میرے بعد بھی آپ کا راز فاش ہوجائے گا۔"

"شاباش، اس انداز میں سوچو گے تو ایسی حماقت نہیں کرو گے۔"

"نہیں۔ بھائی جان! حماقت تو نہیں کروں گا لیکن دشمنوں کو یہ تاثر دوں گا کہ میں ان کی قید سے نکلنے کے لیے جان کی بازی لگا رہا ہوں اور جان کی بازی لگاتے وقت آدمی جان سے بھی تو جاسکتا ہے۔ تب مجھے کوئی بزدل نہیں سمجھے گا اور نہ ہی آپ کا راز فاش ہوگا۔"

"میں اس کی باتیں حیرانی اور پریشانی سے سن رہا تھا پھر میں نے پوچھا۔ "تم اپنی حماقتوں سے باز نہیں آؤ گے؟"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ ایک شرط پر میں اپنی جان کی بازی نہیں لگاؤں گا اور وہ یہ کہ آپ خدا کو حاضر و ناظر جان کر، محبوب ہستیوں کی قسمیں کھا کر مجھے یہ یقین دلائیں کہ چاہے میری جان جاتی رہے۔ چاہے میں تڑپ تڑپ کر مرتا رہوں اور مرنے کے باوجود مجھے موت نہ ملے اور بار بار مارا جائے۔ بار بار مجھے زندہ رکھا جائے، تب بھی آپ مجبور ہو کر اپنے آپ کو ظاہر نہیں کریں گے۔"

میں نے ایک گہری سانس لی سمجھ گیا، یہ اپنی ضد سے باز نہیں آئے گا لہٰذا میں نے مجبوراً خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنے چاہنے والوں کی قسمیں کھا کر اسے یقین دلایا کہ خواہ اس کی جان پر کسی طرح کی بھی مصیبتیں نازل ہوں، اسے چاہے جیسی بھی اذیتیں پہنچائی جائیں۔ میں کسی حال میں بھی خود کو ظاہر نہیں کروں گا۔

تھوڑی دیر میں ربی اسفندیار آگیا۔ اس کے پیچھے چار خادمائیں تھیں۔ وہ چاروں سفید ریشمی لباس میں ملبوس تھیں۔ دو مسلح محافظ تھے۔ ان کے ساتھ آرمر بھی تھا۔ ربی اسفندیار کے قد و قامت اور ظاہری شخصیت سے ایسا رعب اور دبدبہ طاری ہوتا تھا کہ پہلی بار اسے دیکھنے والا بے اختیار احتراماً کھڑا ہوجاتا تھا پھر اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیتا تھا۔

سجاد پہلی بار اس کا سامنا کررہا تھا۔ اس نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ احساس [illegible] سل دیکھے گا تو متاثر ہوجائے گا۔ اس نے چند لمحوں کے لیے نظریں جھکا کر سوچا۔ "جو بھائی جان سے متاثر ہوجائے وہ

اور کسی سے متاثر نہیں ہو سکتا پھر میں تو خود بھائی جان بنا بیٹھا ہوں۔"

یہ سوچتے ہی اس نے میرے انداز میں ذرا سر ٹیڑھا کیا پھر ربی اسفندیار کے پیچھے کھڑی ہوئی دوشیزاؤں کو بڑی شوخی سے دیکھنے لگا۔ آرمر نے ڈانٹ کر کہا۔ "ادب ادب۔ فوراً کھڑے ہو جاؤ۔ یہ تمہاری خوش نصیبی ہے کہ عزت مآب ربی اسفندیار تم سے ملاقات کے لیے آئے ہیں۔"

سنجاد علی تیمور بڑی آہستگی سے بڑے اطمینان سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے کہا۔ "ہیلو مسٹر اسفندیار" کیا میں ہاتھ بڑھا کر رسمی طور پر مصافحہ کرتے ہوئے یہ کہوں کہ مجھے آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے؟"

ربی اسفندیار نے نہایت شفقت سے بزرگانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "فرہاد تمہیں یاد ہے، ایک بار میں نے کہا تھا، میں ایک مذہبی پیشوا ہوں۔ تمہارا فرض ہے کہ مجھے احترام سے مخاطب کرو۔ اس وقت تم نے کہا تھا۔ اگر ہم نے سونیا سے دشمنی نہیں کی۔ ایک مذہبی پیشوا کی حیثیت سے سونیا کا تحفظ کیا اور اسے عزت آبرو کے ساتھ رہا کر دیا تو تم مجھے میرے مرتبے کے مطابق مخاطب کرو گے اور اسی طرح گفتگو بھی کرو گے۔"

سنجاد یہ باتیں نہیں جانتا تھا لیکن اس نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "ہاں، مجھے یاد ہے۔ بے شک آپ لوگوں نے سونیا کے شایانِ شان میزبانی کی لیکن اپنی میزبانی کے دوران کئی بار زہریلی عمل کے ذریعے اسے ٹریپ کرنے کی کوشش بھی کی۔ اسے اپنی معمولہ اور تابع فرمان بنانا چاہا۔ ناکامی کی صورت میں اسے رہا تو کر دیا لیکن کسی دوا کے ذریعے اس کے دماغ کو کمزور بنا دیا۔ اب وہ کبھی نارمل ہوتی ہے اور کبھی دماغی کمزوری کا شکار ہو جاتی ہے۔ یہی سلوک میرے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ مجھے دوا کے ذریعے اس قدر کمزور بنا دیا گیا ہے کہ میں خیال خوانی نہیں کر سکتا۔"

ربی اسفندیار نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ سانپ کا منتر جاننے والے جب بھی سانپ کو اپنی گرفت میں لیتے ہیں، تو سب سے پہلے اس کا زہر نکال دیتے ہیں۔ پہلے ہم نے منتر پڑھا۔ پھر تمہارا زہر نکال دیا۔ اب تم بے ضرر ہو۔" اچانک ہی ربی اسفندیار نے اپنی نظریں سنجاد کی آنکھوں میں گاڑ دیں۔ یوں لگا جیسے دو خنجر سنجاد کی آنکھوں کے ذریعے اس کے وجود کے اندر پیوست ہو گئے ہوں۔ ربی اسفندیار کی آنکھیں بڑی بڑی سرخ انگارے جیسی تھیں۔ یہی کوشش تھی کہ ایک بار آنکھیں ملنے کے بعد کوئی اپنی نظریں وہاں سے ہٹا نہیں سکتا تھا۔ جو لوگ سخت جان ہوتے ہیں ہپناٹس مزاج ہوتے ہیں مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہوتے ہیں، وہی ایسی نظروں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ سنجاد علی تیمور بھی ایسے ہی تھا۔ وہ ان نظروں سے کترا سکتا تھا لیکن ابھی اس میں دماغی توانائی باقی تھی اس لیے ان ہپناٹائز کرنے والی آنکھوں کی گرفت سے بچ گیا تھا۔

میں نے چپکے سے کہا۔ "کوئی بات نہیں، میں تمہیں سمجھ رہوں گا لیکن یہی تاثر دو کہ تم اس کی آنکھوں سے متاثر ہو رہے ہو۔ اب آہستہ آہستہ کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ کرسی پر بیٹھتے ہی ربی اسفندیار نے کہا۔ "شاباش، آدمی کو تناور درخت کی طرح سخت جان ہونا چاہیے۔ ایک پودے کی طرح اس میں لچک ہونی چاہیے تاکہ وہ آندھیوں کے آنے پر وہ جھک سکے۔ جو جھکنا نہیں جانتے وہ آندھیوں کے آنے پر جڑ سے اکھڑ کر زمیں بوس ہو جاتے ہیں۔ ہمارا احسان مانو کہ ہم نے دوا کے ذریعے تم میں لچک پیدا کر دی۔ تمہیں جھکنا سکھا دیا۔"

سنجاد کی آنکھیں ربی اسفندیار کی آنکھوں سے چپکی ہوئی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سحر زدہ ہو گیا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں اسے سنبھال رہا تھا۔ وہ سحر زدہ ہونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ ربی اسفندیار نے اسی طرح اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "کیا تم میرا حکم نہیں مانو گے؟ اچھے بچوں کی طرح سامنے والے کمرے میں جا کر چاروں شانے چت لیٹ جاؤ۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہاں سے آہستہ آہستہ چلتا ہوا بستر کے سرے پر بیٹھ گیا پھر مسحور زدہ انداز میں چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ ربی اسفندیار نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ "اب اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ دماغ میں کسی طرح کی سوچ کو جگہ نہ دو۔ کوئی پریشانی ہو تو مجھے بتاؤ۔"

وہ خاموش لیٹا رہا۔ ربی اسفندیار پھر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ وہ اپنے تنویمی عمل کا آغاز کر چکا تھا۔

وہ اپنے طریقۂ کار کو آزما رہا تھا۔ میں اپنے طریقۂ کار کے ذریعے سنجاد کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھ رہا تھا۔ ساتھ ہی یہ تاثر دے رہا تھا کہ تنویمی عمل کا اثر ہو رہا ہے اور وہ اس کے احکامات پر عمل کر رہا ہے۔ سنجاد کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ اس کی آواز بھاری ہو چکی تھی جیسے مچ مچ وہ معمول بن گیا ہو۔ جب ربی اسفندیار کو پوری طرح یقین ہو گیا وہ ٹرانس میں آ چکا ہے تو اس نے پوچھا۔ "تم نے اپنے آپ کو اچانک ہی ظاہر کرنے کا فیصلہ کیوں کیا؟"

میں نے سنجاد کی زبان سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ میری بے وفائی یا حماقتوں نے اور منجالی کی بے وقت موت نے ذہنی طور پر انتشار میں مبتلا کر دیا تھا۔ میں نے سوچا، اب کھل کر ہونی چاہیے۔ اپنے آپ کو چھپانے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا۔ پریشانیاں اور بڑھ جاتی ہیں لہٰذا میں نے خود کو ظاہر کر دیا۔"

بی اسفندیار نے پوچھا۔ "کیا تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ خود کو ظاہر کر دو گے تو دشمن آسانی سے تمہیں ٹریپ کر لیں گے۔"

"سوچا تھا لیکن پچھلا تجربہ شاہد ہے کہ دشمنوں نے بابا فرید اولیا صاحب کے ادارے سے پارس کو اغوا کرنے کی بہتیری کوششیں کیں مگر ناکام رہے۔ بابا صاحب کا وہ ادارہ ایک مضبوط قلعہ ہے۔ اسی لیے میں نے وہاں جا کر پناہ لی۔ خود کو ظاہر کرنے کے باوجود میں وہاں اپنے آپ کو محفوظ سمجھ رہا تھا۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا تمہارے دماغ میں ایسی کوئی تدبیر ہے، جس پر عمل کر کے یہاں سے فرار ہو سکتے ہو؟"

"میں اب تک ایسی کوئی تدبیر سوچ نہ سکا۔"

"کسی پر اعتماد کرتے ہو کہ تمہیں یہاں سے نکال لے جائے گا۔"

"مجھے سپر ماسٹر اور ماسک مین وغیرہ پر بڑا اعتماد تھا۔ اب ان کی دوربین نگاہوں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔"

"اُن کے علاوہ تمہیں کسی اور پر بھروسہ ہے کہ وہ اپنی جان پر کھیل کر تمہیں یہاں سے لے جا سکتا ہے؟"

"میں نے ان حالات میں صرف سونیا پر بھروسہ کیا ہے۔ وہی میرے لیے کچھ کر سکتی ہے۔ میرے تمام جاں نثار ساتھی محبت سے سوچتے رہ جائیں گے، ان کا دماغ اتنی دور تک نہیں سوچ سکے گا، جتنی دور تک سونیا سوچ سکتی ہے۔"

"ہم نے سونیا کو ایک دوا کے زیر اثر رکھا ہے۔ وہ دو چار ماہ تک اپنی ذہنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ نہیں کر سکے گی۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ تم اتنی آسانی سے ہماری گرفت میں آ جاؤ گے تو ہم اُسے کبھی آزاد نہ کرتے۔ اسے بھی تمہاری طرح دماغی طور پر مفلوج بنا کر رکھتے۔ بہرحال اب وہ اکیلی کیا کر سکے گی۔ زیادہ سے زیادہ تلملائے گی... تدبیریں سوچے گی۔ ان پر عمل کرنے کے راستے اسے نہیں ملیں گے کیونکہ بہت سے راستے تمہاری ٹیلی پیتھی کے ذریعے آسان ہو جاتے تھے۔ خیر اب مرجانہ کے متعلق کچھ بتاؤ؟"

"وہ ٹارٹر غلبا کے علاقے میں ہے اور عنقریب اس کی شادی ٹارٹر بلبا سے ہونے والی ہے۔ اب وہ ادھر ہی رہے گی۔"

"ہم کیسے یقین کر لیں۔ تم ہماری قید میں ہو۔ تمہارے جاں نثار ساتھی سکون سے نہیں بیٹھیں گے۔ وہ پتا نہیں کیسے کیسے ہتھکنڈوں سے یہاں تک پہنچنے کی کوششیں کریں گے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ میرے ساتھی میرے لیے کیا کرے گے والے ہیں۔ میرے پاس ایک خیال خوانی کا ذریعہ تھا۔ اب وہ نہیں رہا۔ میں ان کے عزائم معلوم نہیں کر سکتا۔"

"کیا پارس کو مرجانہ اور ٹارٹر بلبا کے پاس پہنچا دیا گیا ہے؟"

"نہیں۔"

"فرہاد علی تیمور، تم میرے معمول ہو۔ میرے تابع فرمان ہو۔ مجھ سے کوئی بات غلط نہیں کہہ سکتے لہٰذا سچ سچ بتاؤ۔ پارس کس کے پاس ہے؟ اور کہاں ہے؟"

سنجاد چند لمحوں تک خاموش رہا پھر میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "بابا صاحب کے ادارے میں ایک شخص تھا۔ میں اس کا نام مجہول رہا ہوں۔ اس نے ایک اطالوی دوشیزہ سے شادی کی۔ وہ عورت اس کے بچے کی ماں بن رہی تھی لیکن بچہ پیدائش کے بعد فوت ہو گیا۔ ہم نے پارس کو اس کی گود میں دے دیا ہے۔ میں نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ پیرس اور اٹلی چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں۔ جب بھی وہ کہیں جائیں گے، میں ان سے دماغی رابطہ قائم کر کے معلوم کر لوں گا کہ وہ کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں؟ اور انہیں میری کس حد تک مدد کی ضرورت ہے؟"

"اعلیٰ بی بی ضرور جانتی ہو گی کہ وہ دونوں میاں بیوی پارس کو لے کر کہاں گئے ہیں؟"

"اعلیٰ بی بی ان کی روانگی کے متعلق جانتی ہے لیکن وہ دونوں کہاں گئے ہیں، یہ نہیں جانتی۔ میں نے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ پارس جس کے پاس بھی رہے گا، اس کے متعلق معلومات صرف میں رکھوں گا۔ میرے کسی ساتھی کو اس کا علم نہیں ہو گا۔ مجھے اس بات کا اندیشہ تھا کہ میں یا میرا کوئی ساتھی تم لوگوں کی گرفت میں آئے تو پارس کا بھید کھل جائے گا، اسی لیے میں نے یہ طے کیا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کروں گا اور کوئی ان کے متعلق یہ جاننے کی کوشش نہیں کرے گا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں؟ اور پارس کو لے کر بالآخر کہاں قیام کرنا چاہتے ہیں؟"

"اب تم پارس اور اس کے سرپرستوں کے متعلق کیسے معلوم کرو گے؟"

"ابھی تمہارا معمول بننے سے پہلے میں اسی فکر میں مبتلا تھا۔ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں چھین لی گئی ہیں۔ میں کس طرح اپنے بیٹے اور اس کے سرپرستوں تک پہنچ سکتا ہوں۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

ربی اسفندیار نے کہا۔ "تم نے ہمیں بھی الجھن میں ڈال دیا ہے۔ ہم تمہیں دوبارہ خیال خوانی کا موقع نہیں دیں گے خواہ پارس ہمیں ملے یا نہ ملے۔ جب تم ایک چیونٹی کی طرح ہماری چٹکی میں آ گئے ہو تو اب اس بچے کی کیا اہمیت ہے؟ لیکن دانشمندوں کا قول ہے سانپ کا بچہ بھی سانپ ہوتا ہے، اسے چھوڑنا نہیں چاہیے، اسی لیے ہم اس کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ اگر وہ مل گیا تو ٹھیک ہے۔ نہ ملا تو بعد میں دیکھا جائے گا۔"

اس کے بعد ربی اسفندیار نے دو چار سوالات کیے پھر سنجاد

کو ہدایت دی کہ وہ دو گھنٹے تک سکون سے سوتا رہے گا۔ اس کے بعد آنکھ کھلے گی تو ربی اسفندیار کے تمام سوالات کو اور اپنے جوابات کو بھول جائے گا۔

اس کے بعد میں نے خود ہی سجاد کو ٹیلی پیتھی کی لوری دے کر دو گھنٹے کے لیے سُلا دیا۔ دماغ کو ہدایت کی کہ وہ صحیح وقت پر بیدار ہو جائے۔

●

ایک چھوٹے سے کمرے میں وائسورد کی ایک خفیہ اجلاس کی صدارت کر رہا تھا۔ اس اجلاس میں اعلیٰ بی بی، سونیا، پومی اور باباصاحب کے ادارے کے چند نہایت ہی اہم عہدے دار موجود تھے۔ وائسورد کی کہہ رہا تھا "فرہاد کو کس طرح دشمنوں کی گرفت سے نکالا جا سکتا ہے۔ کس طرح وہاں پہنچا جا سکتا ہے اور کیسے کیسے ذرائع استعمال کیے جا سکتے ہیں، ان پر آج بحث ہو گی لیکن میں ایسے معاملات میں قطعی ناتجربہ کار ہوں۔ میں صرف لڑنا اور اپنے دوستوں کے لیے جان پر کھیل جانا جانتا ہوں۔ جب بھی میری ضرورت پیش آئے گی، میں سب سے آگے رہوں گا۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اعلیٰ بی بی نے اس جلسے کی صدارت مجھے کیوں سونپ دی ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "آپ ہم سب میں بزرگ ہیں۔ بے شک ایسے معاملات میں آپ پہلے کبھی ملوث نہیں ہوئے لیکن ہم۔ نم اتفاقی رائے سے اگر ایک ایسی ٹیم بنا لی جو فرہاد کی رہائی کے لیے اسرائیل تک سفر کرے تو اس کی قیادت آپ کے ہاتھ میں ہو گی۔ آپ مہم جوئی کے سلسلے میں ہم سب سے زیادہ تجربہ کار ہیں۔ جان پر کھیل جانے کی صلاحیتیں آپ میں سب سے زیادہ ہیں اور آپ ہی ہماری رہنمائی کر سکیں گے۔ بہرحال ہمیں کابال تنظیم کی جانب سے ایک خط موصول ہوا ہے۔ میں اسے پڑھ کر سناتی ہوں۔ ہم اس سے بحث کا آغاز کریں گے۔"

اس نے میز پر سے ایک کاغذ اُٹھایا اور اسے پڑھنے لگی۔ اس میں لکھا تھا:

"مادام اعلیٰ بی بی! اگرچہ ہم نے فرہاد کو اپنے شکنجے میں کس لیا ہے۔ اس کے باوجود ہم تمہارے حفاظتی انتظامات کے معترف ہیں۔ تم یقیناً بہت ہی ذہین اور معاملہ فہم ہو۔ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو شاید کبھی کامیاب نہ ہوتا۔ لیکن پہلی بار پارس کو اغوا کرنے کی ناکامی نے ہمیں بھی بہت کچھ سکھا دیا تھا۔ ہم نے پچھلی ناکامیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ کامیابی حاصل کی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ تم اور تمہارے ساتھی اب چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ پیچ و تاب کھائے ہوئے ہو گے۔ طرح طرح کی تدبیریں سوچ رہے ہوں گے۔ شاید جوش اور غصے میں یہ بھول جائیں گے کہ ٹیلی پیتھ میں ایک پرندہ بھی ہماری مرضی کے خلاف پر نہیں مار سکتا۔ یہ بھولنے کے بعد ہو سکتا ہے تم سب اِدھر کا رُخ کرو اور بے موت مارے جاؤ۔ اس سے پہلے ہی ہم نے سوچا ہے کیوں نہ ہم تمہیں اور تمہارے تمام ساتھیوں کو یہاں آنے کی دعوت دیں اور فرہاد سے ملاقات کرنے کا موقع بھی فراہم کریں۔ تاکہ تم سب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ وہ کس قدر حفاظتی انتظامات میں ہے۔ اب اسے موت ہی ہمارے قید خانے سے رہائی دلا سکتی ہے۔ زندگی میں یہ ممکن نہیں ہے۔

ایک وقت تھا جب فرہاد تم لوگوں کو ذرا ذرا سی بات خیال خوانی کے ذریعے بتا دیا کرتا تھا۔ اب وہ اپنے حالات نہیں بتا سکتا۔ تم سب اس کے حالات جاننے کے لیے کس قدر بے چین ہو گے، اس کا اندازہ ہمیں ہے۔ دُنیا کے ہر حصے سے ہمیں ٹیلیفون اور ٹیلیکس موصول ہو رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی مشہور ہستیاں فرہاد کو دیکھنے کے لیے ہم سے رابطہ قائم کر رہی ہیں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ فرہاد کو کم از کم سو گھنٹے تک زندہ رکھا جائے گا۔ اس دوران اس کی زندگی اور موت کے لیے ریفرنڈم کرایا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے ہم نے تمام اہم لوگوں کے پاس سوالنامے ارسال کیے ہیں۔ یہ سوالنامے ایسے لوگوں کے پاس بھی بھیجے گئے ہیں جو دوستی یا دشمنی کے ناتے فرہاد سے تعلق رکھ چکے ہیں۔ سوالنامہ اس خط کے ساتھ منسلک ہے۔ تم بھی اسے پڑھ سکتی ہو۔

اگر فرہاد سے آخری ملاقات کرنا چاہو تو سو گھنٹے سے پہلے چلی آؤ۔ تمہارے ساتھیوں کے لیے بھی ہماری سرحد کھول دی گئی ہے۔ تم لوگوں کے دماغوں میں اسے رہا کرانے کی جتنی تدابیر ہیں، ان سب کو بالائے طاق رکھ کر آنا۔ یہاں تمہاری کوئی چال کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ آنے کے بعد ہی تم لوگوں کو ہماری باتوں کا یقین آئے گا۔

فقط سرپراہ

کابال تنظیم۔ تل ابیب

اعلیٰ بی بی نے خط سے منسلک اس سوالنامے کو دیکھتے ہوئے حاضرین مجلس سے کہا "یہ سوالنامہ دُنیا کے بہت سے اہم لوگوں کو بھیجا گیا ہے اور خطرناک تنظیم کے ان تمام باس، ماسٹروں اور منتظمِ اعلیٰ جیسے عہدے دار کے پاس بھی ارسال کیا گیا ہے تاکہ وہ ان سوالوں کا اپنے اپنے طور پر جواب دیں۔ آپ بھی غور سے سُن لیں۔ سوالات یہ ہیں:

"کیا فرہاد کو سزائے موت دی جائے۔ اگر دی جائے تو کیوں؟ اور کس طرح؟

کیا فرہاد کو زندہ رکھا جائے۔ اگر زندہ رکھا جائے تو کیوں؟ اور کس طرح؟

نوٹ: فرہاد کابرین واش کرنے کے سلسلے میں مشورہ نہ دیا جائے۔ اب سے بہت عرصے پہلے ایک بار اس کا برین واش کیا گیا تھا لیکن اس نے دوبارہ نیٹی پیتھی کی قوت حاصل کر لی تھی۔ اسی طرح تبدیلیٔ دماغ کا بھی مشورہ نہ دیا جائے۔ اس کا نیا دماغ بھی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر سکتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی سوالنامہ پڑھنے کے بعد بیٹھ گئی۔ ایک نوجوان اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ باباصاحب کے ادارے میں سیاسیات کا طالبعلم رہ چکا تھا۔ وہ پیسی خوب سمجھتا تھا۔ اس نے کہا "یہودی بہت چالاک ہیں۔ فرہاد صاحب کو اغوا کرتے وقت کسی کے پاس سوالنامے نہیں بھیجے۔ کسی سے پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ انھیں اپنی گرفت میں لینے کے بعد ان کی زندگی اور موت کا فیصلہ دور بیٹھے سے کروا رہے ہیں حالانکہ وہ بہت پہلے ہی فیصلہ کر چکے ہوں گے لیکن وہ اپنے اس فیصلے پر اکثریت کی حمایتی مُہر لگانا چاہتے ہیں۔"

سونیا ایک صوفے پر الگ تھلگ بیٹھی ہوئی، ان کی باتیں سُن رہی تھی۔ نہ کچھ بول رہی تھی، نہ اپنی طرف سے کوئی مشورہ دے رہی تھی۔ اس شخص نے کہا "یہ سوالنامہ بڑی ذہانت سے ترتیب دیا گیا ہے۔ جو لوگ فرہاد صاحب کی مخالفت میں جواب دیں گے اور اس کی موت کا فیصلہ کریں گے وہ بڑی آسانی سے بتا ئیں گے کہ اسے کیوں سزائے موت دینی چاہیے اور کس طرح دینی چاہیے یعنی پھانسی پر چڑھایا جائے، گولی ماری جائے یا گیس چیمبر میں چھوڑ دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جو لوگ فرہاد صاحب سے ذرا بھی ہمدردی رکھیں گے اور انھیں زندہ دیکھنا چاہیں گے تو انھیں کس طرح جواب دینا ہو گا کہ فرہاد صاحب کو زندہ کیوں رکھا جائے اور کس طرح رکھا جائے؟"

پومی نے کہا "زندہ رکھنے کے سلسلے میں پہلے ہی نوٹ لکھ دیا گیا ہے کہ فرہاد کا برین واش یا اس کا دماغ تبدیل کرنے کے سلسلے میں مشورے قبول نہیں کیے جائیں گے۔"

اس ڈپلومیٹ جوان نے کہا "میں ابھی کہہ چکا ہوں، اس سوالنامے کو بڑی ذہانت سے ترتیب دیا گیا ہے۔ جو لوگ فرہاد صاحب کی زندگی کا فیصلہ کریں گے وہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ان کا دماغ تبدیل نہ کیا گیا یا برین واش نہ کیا گیا تو یہ کبھی موقع پاتے ہی پھر ٹیلی پیتھی کی قوت حاصل کر لیں گے اور ان سب کے لیے خطرہ بن جائیں گے۔ اس سوالنامے کے پیشِ نظر کوئی خطرناک تنظیم فرہاد صاحب کو زندہ رکھنا گوارا نہیں کرے گی۔ یہ خطرناک تنظیمیں دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے لیے بڑے اہم رول ادا کرتی ہیں۔ ایک ملک کا راز چُرا کر دوسرے ملک پہنچاتی ہیں۔ کسی بڑے ملک کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کسی چھوٹے ملک میں تخریبی کارروائیاں کرتی ہیں۔ اس طرح ان خطرناک تنظیموں کے سربراہوں کا ایک رُعب اور دبدبہ ہے۔ بڑے ممالک ان کے آگے جھکتے ہیں۔ ان کی باتیں تسلیم کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے فیصلے کے مطابق وہ سب کے سب فرہاد صاحب کے خلاف فیصلہ سنائیں گے۔ وہ بھی یہ نہیں چاہیں گے کہ وہ زندہ رہیں اور کسی وقت ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خلاف کوئی کارروائی کر سکیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "تم ٹھیک کہتے ہو۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین فرہاد کی دوستی کا دعویٰ کرتے تھے۔ فرہاد کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کے لیے آسائشیں اور سہولتیں فراہم کرتے تھے۔ آج اس کو اغوا ہوئے بتیس گھنٹے گزر چکے ہیں لیکن ان میں سے کسی نے ہم سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ کسی نے ہم سے ہمدردی نہیں کی اور نہ ہی آئندہ کریں گے۔ یہ لوگ موقع پرست ہیں۔ جب انھیں یقین ہو جائے گا کہ واقعی فرہاد یہودیوں کی گرفت میں آ چکا ہے اور وہاں سے اس کا نکلنا ممکن نہیں ہے تو وہ بھی اسے پہلی فرصت میں ختم کر دینے کی خواہش ظاہر کریں گے۔ نہ ٹیلی پیتھی رہے گی، نہ ان کی نیندیں حرام ہوں گی۔"

وائسورد کی نے کہا "ہم اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ بڑے بڑے ممالک فرہاد صاحب کے خلاف فیصلہ سنائیں گے اور چھوٹے ممالک جو اپنے بڑوں کے دست نگر رہتے ہیں وہ بھی فرہاد صاحب کی موت کا ہی فیصلہ کریں گے۔ خطرناک تنظیموں کا فیصلہ بھی مختلف نہیں ہو گا۔ یعنی یہودی اپنی اس چال میں کامیاب ہو جائیں گے اور دُنیا والوں پر یہ ثابت کر دیں گے کہ فرہاد کی موت کا فیصلہ صرف ان کا فیصلہ نہیں تھا۔ انھوں نے اکثریت کی رائے حاصل کرنے کے بعد ہی اقدام کیا ہے۔"

پومی نے کہا۔ "انھوں نے سو گھنٹے تک فرہاد کو زندہ رکھنے کا فیصلہ کیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ سو گھنٹے کب سے شروع ہوتے ہیں اور کب ختم ہوں گے۔ کیا اس وقت سے جب فرہاد کو اغوا کیا گیا تھا؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "میں ان لوگوں سے رابطہ قائم کروں گی اور اس سوال کا جواب معلوم کروں گی۔ ویسے ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بتیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ جو فیصلہ کرنا ہے وہ ہم ابھی کریں۔ آپ سب فرداً فرداً اپنی رائے پیش کریں۔ کیا ہمیں ان کی دعوت قبول کر کے فرہاد سے ملنے کے لیے تل ابیب جانا چاہیے؟"

پومی نے فوراً ہی اٹھ کر کہا۔ "میں ضرور جاؤں گی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہاں پہنچ کر ہم اپنا حلیہ بدل لیں۔ جس تصویر اور پاسپورٹ کے ذریعے جائیں، اس سے مختلف روپ اختیار کر لیں۔ ہم میک اپ کا سامان یا تو یہاں سے لے جا سکتے ہیں یا وہاں حاصل کر سکتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "یہ بچکانہ خیال ہے۔ وہ لوگ جب ہمیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دے رہے ہیں تو ہمارے لیے بہت ہی سخت انتظامات کریں گے۔ حتیٰ کہ ایتی میک اپ کیمرے جگہ جگہ نصب کیے گئے ہوں گے۔ ہمیں ہر پہلو سے دیکھا، جانچا اور پرکھا جائے گا۔"

بابا صاحب کے ادارے کے ایک اہم عہدے دار نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم ان کے مہمان بن کر جائیں گے اور اسی طرح واپس آ جائیں گے۔"

"ہاں، اس کا ایک فائدہ ہوگا۔ ایک تو فرہاد سے ملاقات ہو جائے گی۔ ہم اس لوکیشن کو دیکھ لیں گے جہاں انھیں قید کر کے رکھا گیا ہے۔ پھر یہ کہ ان کے حفاظتی انتظامات کے سلسلے میں بہت سی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔"

والٹسور وکی نے کہا۔ "سونیا، تم بالکل خاموش ہو، کچھ تو بولو؟"

سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "میں کیا کہوں؟ کہنے کے لیے کچھ باقی نہ رہا۔ جہاں تک ان یہودیوں کی دعوت قبول کر کے تل ابیب جانے کا سوال ہے تو میں وہاں نہیں جاؤں گی۔ فرہاد سے گلے مل کر رونے کا خدشہ ہونا تو ضرور جاتی۔ میں رونا نہیں جانتی۔ اپنی چھینی ہوئی چیز کو واپس چھین لینا جانتی ہوں۔ ابھی میرے دماغ میں ایسی کوئی تدبیر نہیں ہے، ہو گی تو اس پر عمل کروں گی۔ بہرحال اعلیٰ بی بی! جتنی جلدی ہو سکے، سپر ماسٹر کے کسی ماسٹر سے اور ماسک مین کے کسی باس سے رابطہ قائم کرو۔ میں ان سے گفت گو کرنا چاہتی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں یہاں سے جانے سے پہلے صدر جلسہ مسٹر والٹسور وکی سے کہتی ہوں کہ وہ تل ابیب جانے کے لیے ایک ایسی ٹیم ترتیب دیں جس میں ہر قسم کے لوگ ہوں۔ ذہین بھی ہوں، فطین بھی ہوں۔ ناقابل شکست ماسٹر بھی ہوں اور ایسے حاضر دماغ بھی جو بروقت کوئی اقدام کر کے دشمنوں کے چھکے چھڑا دیتے ہوں۔ میں ابھی یہاں واپس آؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ سونیا کے ساتھ اس کمرے میں گئی جہاں بڑے بڑے ٹرانسمیٹر وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ وہ پیرس کے ماسٹر سے رابطہ قائم کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ سونیا نے گفت گو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ "میں سونیا بول رہی ہوں۔ کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ فرہاد علی تیمور سے میرا کیا تعلق ہے؟"

دوسری طرف سے جواب آیا۔ "مادام! ہم آپ کی آواز اور لہجہ پہچانتے ہیں۔ حکم دیجیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"فرہاد علی تیمور کے متعلق تم لوگوں کو تازہ ترین اطلاعات ملتی ہوں گی۔ کیا تم مجھے ان کے متعلق کچھ بتا سکتے ہو؟"

"جی ہاں، اب تک کی اطلاعات کے مطابق انھیں ذہنی طور پر مفلوج کر دیا گیا ہے۔ دماغ کو کمزور بنانے والی اس دوا کا اثر ایک ہفتے تک رہتا ہے لیکن یہودی اپنی اسکیم کے مطابق ہر پانچویں دن فرہاد صاحب کو اسی دوا کا انجکشن لگاتے رہیں گے اور انھیں ہمیشہ ذہنی طور پر کمزور بنا کر رکھیں گے۔ اب، وہ کبھی خیال خوانی نہیں کر سکیں گے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "وہ کب تک ایسا کرتے رہیں گے؟"

"صرف سو گھنٹے تک۔ جن میں سے کچھ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ ابھی میرے پاس حساب نہیں ہے۔"

"کیا آپ حساب کر کے بتا سکتے ہیں کہ یہ سو گھنٹے کب سے شروع ہوئے ہیں اور کب ختم ہوں گے؟"

"میں تھوڑی دیر بعد آپ کو بتا سکوں گا۔"

"تمھارے سپر ماسٹر، فرہاد کی رہائی کے لیے کیا کر رہے ہیں؟"

"ہم اس کے متعلق زیادہ کچھ نہیں جانتے ہیں۔ ہمیں یہی بتایا گیا ہے کہ ہمارے سپر ماسٹر اعلیٰ سطح پر فرہاد صاحب کی رہائی کے لیے کوشاں ہیں۔"

"سپر ماسٹر کو میرا ایک پیغام پہنچا دو۔"

"فرمائیے، آپ کی آواز یہاں ریکارڈ ہو رہی ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "سپر ماسٹر کی طرف سے کئی بار یہ پیش کش ہوئی کہ میں ان کی تنظیم میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہو کر ان کے لیے کام کرتی رہوں۔ میں نے سب سے پہلے ماسٹر یوشے کے ساتھ مل کر ان کی تنظیم میں کام کیا۔ اس کے بعد فرہاد کے ساتھ ہو گئی پھر ایک طویل عرصے کے بعد میں نے فرہاد سے بدظن ہو کر سپر ماسٹر کی پیش کش کو قبول کیا اور پیرس میں تمھارے سابقہ ماسٹر کے ساتھ کام کرتی رہی۔ اس کے بعد پیرس میں نے تمھاری تنظیم کو چھوڑ دیا۔ اب فرہاد کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ میں اس شرط پر ایک بار پھر تمھاری تنظیم میں شامل ہو کر کام کرنے کے لیے تیار ہوں کہ فرہاد کو صحیح سلامت میرے پاس پہنچا دیا جائے۔ میں تحریری معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ بتاؤ، تمھاری تنظیم کو اپنی صلاحیتوں سے فائدہ پہنچاتی رہوں گی۔ اب بات آخر میں کہہ دوں۔ میں یہی معاہدہ ماسک مین سے بھی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ دونوں تنظیموں کے سربراہوں میں سے جو بھی فرہاد کو زندہ سلامت میرے پاس پہنچائے گا، میں اس کی رہی ہو جاؤں گی۔ دیٹس آل۔"

اس نے رابطہ ختم کرنے کے بعد اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "اب ریڈ پاور کے باس اسحاق وال وچ سے رابطہ قائم کرو۔"

تھوڑی دیر میں اس سے بھی رابطہ قائم ہو گیا۔ سونیا نے کہا۔ "تم میری آواز اچھی طرح پہچانتے ہو پھر بھی بتا دوں کہ میں سونیا ہوں۔ کیا اپنی کوئی اور شناخت پیش کروں؟"

"مادام! آپ ہمیں شرمندہ کرتی ہیں۔ ہم آپ کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم دیجیے۔"

"تمھارا ماسک مین فرہاد کی رہائی کے لیے کیا کر رہا ہے؟"

"وہ اس سے زیادہ اور کیا کر سکتے ہیں کہ بہ نفس نفیس کامل تنظیم کے سربراہ سے اور فرہاد صاحب سے ملنے کے لیے تل ابیب گئے ہیں۔ ابھی تک ہمیں اطلاع نہیں ملی ہے کہ وہ ان کی رہائی کے لیے کیا کر رہے ہیں۔"

"مسٹر اسحاق وال وچ! تمھیں یاد ہے جب میں پیرس میں سپر ماسٹر کی تنظیم کے لیے کام کر رہی تھی، اس وقت تمھاری وہاں ایک نہیں چلتی تھی۔ تم جس مہم پر اپنے آدمیوں کو روانہ کرتے تھے، وہ ناکام ہو کر لوٹ جاتے تھے۔ میں جب تک اس تنظیم میں رہی، تم سربراہے میں منہ کی کھاتے رہے۔"

"مادام! مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟"

"ایک بات اور یاد کرو۔ جب میں نے اس تنظیم سے منہ موڑ لیا۔ فرہاد کا ساتھ پھر دینے لگی اور اعلیٰ بی بی سے ہماری دوستی ہو گئی تو ہم نے تم لوگوں کو کتنا فائدہ پہنچایا۔ ابھی حال ہی میں ہم نے ایک بڑے سائنس داں کے یہاں سے غلائی اسٹیشن تک جانے والی امدادی گاڑی کا نقشہ چرا کر تم لوگوں تک پہنچایا تھا۔ کیا یہ سب یاد ہے؟"

"ہاں مادام! اچھی طرح یاد ہے۔ ہمارے باس آپ لوگوں کی دوستی پر فخر کرتے ہیں۔"

"تو پھر، اسک مین کے نام میرا ایک پیغام نوٹ کرو۔"

"آپ فرمائیے۔ یہاں آپ کی گفت گو ریکارڈ ہو رہی ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "سپر ماسٹر مجھے اپنی تنظیم میں ایک بہت عمدہ پیش کش کر رہا ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ میں اس کے مفاد کے لیے کام کروں۔ میں نے ایک شرط پیش کی ہے۔ وہی شرط ماسک مین کو سنا رہی ہوں۔ جو بھی فرہاد کو زندہ سلامت میرے پاس لائے گا، میں اس کی تنظیم میں شریک ہو جاؤں گی۔ میری شرکت کا مطلب یہ ہو گا کہ میرے ساتھ ساتھ اعلیٰ بی بی مرجانا اور بے شمار باصلاحیت لوگوں کی ایک ٹیم ہو گی اور جب میں کسی کا ساتھ دوں گی تو فرہاد بھی میرا ساتھ دے گا۔ وہ احسان فراموش نہیں ہے۔ ایسے آزمائشی وقت میں سپر ماسٹر یا ماسک مین دونوں میں سے جو اسے رہائی دلائے گا اور اسے زندہ سلامت جا کے پاس پہنچائے گا، وہ ہمیشہ اس کے کام آتا رہے گا۔ دیٹس آل۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اعلیٰ بی بی نے مسکرا کر کہا۔ "سونیا، تم نے بہت اچھا چارہ ڈالا ہے۔ اب سپر ماسٹر سوچے گا کہ کہیں ماسک مین کسی طرح فرہاد کو یہودیوں کے چنگل سے رہا نہ کرا لے اور ہماری حمایت نہ حاصل کر لے۔ دوسری طرف ماسک مین بھی سپر ماسٹر کے متعلق یہی سوچے گا اور شاید کوئی عملی قدم اٹھائے۔"

"بات صرف اتنی سی نہیں ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "پھر؟"

سونیا نے اپنا ایک ہاتھ ٹھوڑی پر رکھتے ہوئے، اعلیٰ بی بی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے۔ دونوں تنظیموں کے سربراہ فرہاد کو رہائی دلانے میں ناکام رہیں۔ یہودیوں کے ہاتھ ایسا موقع پھر کبھی نہیں آئے گا۔ وہ فرہاد کو سزائے موت دینے سے باز نہیں آئیں گے۔ اگر خدانخواستہ فرہاد کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد کیا ہو گا؟ دونوں تنظیموں کے سربراہ بابا صاحب کے ادارے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ میری ذاتی صلاحیتوں سے متاثر بھی ہیں اور مرعوب بھی۔ اس وقت وہ نہیں چاہیں گے کہ ہم میں سے کوئی ان کی مخالفت میں کام کرتا رہے اور ان کے خفیہ معاملات کو طشت از بام کرتا رہے۔"

اعلیٰ بی بی نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں، وہ ایسا نہیں چاہیں گے۔"

"اسی لیے وہ فرہاد کے خلاف اس سوالنامے کا جواب نہیں دیں گے۔ وہ اس کی زندگی کے لیے دستخط کریں گے اور دو خطرناک تنظیموں کے سربراہان کے دستخط بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔"

وہ اعلیٰ بی بی کے پاس سے ہٹ کر ایک کمپیوٹر مشین کے پاس آئی پھر اس مشین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر گہری اداسی سے بولی۔ "صبح بھی فرہاد کو میری ضرورت پڑی، میں نے اپنا سب کچھ اس کے لیے داؤ پر لگا دیا۔ اس کے لیے جان پر کھیلتی رہی لیکن اس بار نہ جانے کیوں میں سمجھ رہی ہوں کہ اسے بچا نہیں سکوں گی۔ میں نے تل ابیب میں ایک قیدی کی حیثیت سے دیکھا ہے، وہ لوگ

بہت سخت ہیں۔ بہت چالاک ہیں۔ بڑا سخت پہرہ رہتا ہے۔ گر فرہاد کی تیلی پیٹھی نہ ہوتی تو مجھے اور فرہاد کو آتی آسانیاں میسّر نہ آتیں۔ اب تو تیلی پیٹھی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "اعلیٰ بی بی! تم وہاں جا کر فرہاد کو دیکھ تو سکتی ہو۔ اس کے لیے آہیں بھر سکتی ہو مگر اس کی سلامتی کے لیے کچھ نہیں کر سکتیں۔ بہرحال تمھیں جانا چاہیے۔ میں یہاں اپنی سی کوشش کرتی ہوں۔ شاید سپرماسٹر اور ماسک مین میری پیش کش کو ٹھکرا دیں کیوں کہ انھیں سب سے زیادہ خطرہ تیلی پیٹھی سے ہے۔"

وہ ایک بیگ مشین کی طرف سے پلٹ کر غصّے سے بولی۔ "اسے کس نے کہا تھا کہ وہ خود کو ظاہر کرے؟ بڑا تیس مار خاں بنتا ہے۔ دیکھ لیا، اپنی من مانی کرنے کا نتیجہ۔ کیا میں اتنی گئی گزری ہوں کہ مجھ سے مشورہ نہیں لے سکتا تھا مگر کیوں لیتا؟ اسے تو شبہ تھا کہ میں اصلی نہیں ہوں، نقلی ہوں۔ دشمنوں نے مجھے اصلی کو نقلی بنا کر اسے اُلّو بنایا ہے۔ اب کیا ہو سکتا ہے۔ کچھ نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ میں اس کے ایک ایک دشمن کے لیے اس دنیا کو جہنم بنا کر رکھ دوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ پلٹ کر تیزی سے چلتے ہوئے اس کمرے سے باہر نکل گئی۔ اعلیٰ بی بی اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی، یہ ڈمی نہیں ہو سکتی۔ یقیناً سونیا ہے۔ اس کا جوش، جذبہ، فرہاد کے لیے اس کی پریشانی اور اس کی ذہانت سے بھرپور کوششیں ثابت کر رہی ہیں کہ یہ اصلی سونیا ہے۔

میں نے اسے مخاطب کیا: "تم درست سوچ رہی ہو۔ میں تمھیں بتا چکا ہوں، جب سجاد علی تیمور کو اسٹیج پر لایا گیا تھا اور اس کے سامنے ایک ڈمی سونیا کے بازو کو کاٹا گیا تھا۔ اس وقت تک ہم اُلجھن میں مبتلا تھے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، اصلی سونیا کون ہے اور کہاں ہے۔ تھوڑی دیر بعد اسٹیج پر آ رمز نے اپنے بڑوں میں سے کسی کا ایک خط پڑھ کر سنایا تھا جس میں اس بات کا انکشاف کیا گیا تھا کہ اصلی سونیا وہی ہے جو اس وقت ہمارے پاس ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "وہ فریب دینے کے لیے بھی ایسا انکشاف کر سکتے ہیں۔"

میں نے پوچھا: "وہ کیسے فریب دیں گے۔ انھیں تو اب پورا یقین ہو گیا ہے کہ سجاد ہی فرہاد علی تیمور ہے اور انھوں نے اس کے دماغ کو غلوج کر دیا ہے۔ سونیا اصلی ہو یا نقلی، اب وہ خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ قائم نہیں کر سکے گا۔ دشمن ہر طرح سے جیت رہے ہیں پھر اب وہ جھوٹ کیوں بولیں گے؟ فریب کیوں دیں گے؟"

"کیا تم سونیا کو حقیقت بتا دو گے کہ دشمن کی قید میں نہیں ہو اور تمھاری ڈمی سجاد علی تیمور وہاں ہے؟"

"ابھی نہیں۔ ابھی وہ جوش اور جذبے میں اپنی ذہنی صلاحیتوں کو آزما رہی ہے۔ یہ ایک اچھی مشق ہے۔ دو اڑھائی گھنٹے یا نہیں ہوتا۔ دماغی ورزش جاری رہے گی تو وہ اپنی ذہنی کمزوریوں سے نجات حاصل کر لے گی۔"

"کیا تم ہمارے اجلاس میں شریک تھے؟"

"ہاں، تم وہاں جانے کے لیے جیسی بھی ٹیم بناؤ۔ اس میں واشورو کی اور پوپی کو ضرور شریک کرنا۔ میں چاہتا ہوں، پوپی اب تم لوگوں کے ساتھ عملی تجربات سے گزرتی رہے۔"

اس نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا: "سجاد کو وہاں سے نکال لانے کا کوئی راستہ نہ ملا تو تم اپنے آپ کو ظاہر کر دو گے؟"

"میں عجیب اُلجھن میں ہوں۔ سجاد نے مجھے قسموں اور وعدوں کا پابند کر دیا ہے۔ اگر میں پابندی نہ کروں تو وہ اپنی جان پر کھیل جائے گا۔"

"اسے سمجھاؤ، حماقت نہ کرے۔ آخری سانس تک ہم پر اعتماد کرے۔ ہم اسے وہاں سے نکال لانے کی کوئی نہ کوئی صورت نکال ہی لیں گے۔"

"میں نے اسے سمجھایا ہے۔ آئندہ بھی سمجھاتا رہوں گا۔ اب جا رہا ہوں۔ مجھے پارس کا بھی خیال رکھنا ہے۔"

میں شبیر حسن کے پاس پہنچ گیا۔ پہنچنے کو تو میں کہیں بھی پہنچ سکتا تھا لیکن اب اپنے کسی بھی ساتھی کو مخاطب نہیں کر سکتا تھا۔ سجاد کے اغوا کو تیس گھنٹے سے زیادہ گزر چکے تھے۔ یہ خبر یقیناً دور تک ان تمام اہم افراد تک پہنچ گئی ہو گی، جو کسی نہ کسی طور پر مجھ سے وابستہ رہ چکے تھے یا پھر میرے نام سے یا میری خیال خوانی کی صلاحیتوں سے دہشت زدہ رہتے تھے۔ اب وہ لوگ حلقوں میں اور حلقوں میں میرے متعلق باتیں کرتے ہوں گے۔ ان کی باتیں ایک کان سے دوسرے کان تک پہنچتی ہوں گی۔ اس لیے میں اپنے کسی بھی ساتھی کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب نہیں کر سکتا تھا۔

شبیر حسن افقرہ کے ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کی بیوی پارس کو بڑی ممتا سے چوم رہی تھی۔ اور اس کی معصوم حرکتوں کو دیکھ دیکھ کر نہال ہو رہی تھی۔ شبیر حسن کی سوچ سے زیادہ تیز اس ہوٹل کا ایک کمرہ کرانے پر لے کر شبانہ کا انتظار کرنے لگا۔

میں نے اپنی گھڑی دیکھی۔ سجاد کو دو گھنٹے سے کچھ زیادہ کا وقت ہوا تھا۔ ایک گھنٹہ پچیس منٹ گزر چکے تھے۔ پچیس منٹ میں مجھے وہاں پہنچنا تھا۔ میں شبانہ اور شبیر حسن کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکتا تھا۔ ویسے وہ افقرہ پہنچ گئی تھی۔ اسے چار حلقوں کے نام بتائے گئے تھے اور سمجھایا گیا تھا کہ ان چاروں میں سے کسی ایک ہوٹل میں شبیر حسن اپنی بیوی اور پارس کے ساتھ قیام کرے گا۔ اس نے دو ہوٹلوں کے کاؤنٹر پر معلوم کیا تھا۔ شبیر حسن کا نام وہاں درج نہیں تھا۔ اب وہ تیسرے ہوٹل کی طرف جا رہی تھی۔ جب کہ وہ اس ہوٹل میں بھی نہیں تھا۔ میں خیال خوانی کے بغیر اس کی رہنمائی نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت وہ ہاتھ اُٹھا کر ایک ٹیکسی کو رُکنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ ٹیکسی اس کے قریب آ کر رُکی۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے کہنا چاہا۔ "ہوٹل نقیم چلو۔"

لیکن اس سے پہلے ہی میں نے اس کی سوچ کے ذریعے کہہ دیا: "ہوٹل آباصوفیہ لے چلو۔"

اس کی زبان نے بھی بے اختیار اسی ہوٹل کا نام لیا۔ اس نے پچھلی سیٹ کے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا: "چلو جب ہوٹل آباصوفیہ کا نام زبان سے نکل ہی گیا ہے تو پہلے اسی ہوٹل میں جا کر دیکھنا چاہیے۔" ٹیکسی اسی طرف جانے لگی۔ شبانہ نے اپنا علاقائی لباس اتار دیا تھا۔ مہذب دُنیا میں پہنچنے کے بعد وہ اپنا لباس اور حُلیہ تبدیل کر لیا کرتی تھی۔ ماڈرن لڑکیوں کی طرح میک اَپ کرتی تھی اور زیادہ تر جینز اور جرسی پہنتی تھی۔ وہ برفانی علاقے کی پروردہ تھی۔ اس کا رنگ سُرخ و سفید تھا۔ جمناسٹک کی مشقیں کرنے والی لڑکیوں کی طرح صحت مند اور نہایت ہی پُرکشش تھی۔ جہاں سے گزرتی تھی، دل والے اسے دیکھنے کے لیے رُک جاتے تھے۔ جن کے پاس رُکنے کا وقت نہیں ہوتا تھا وہ اس پر ایک نظر ڈال کر ضرور گزرتے تھے۔

ٹیکسی ڈرائیور ونڈ اسکرین کے پار بہت کم دیکھ رہا تھا۔ عقب نما آئینے میں بار بار شبانہ کو ہی دیکھتا جا رہا تھا۔ شبانہ نے اسے دیکھا تو اچانک ہی مُسکرانے لگی۔ ڈرائیور کو حوصلہ ملا۔ وہ بھی مسکرا کر ترکی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ شبانہ نے انگریزی زبان میں کہا: "میں تمھاری زبان نہیں جانتی۔"

اس نے اُلٹی سیدھی انگریزی میں پوچھا: "تم کہاں سے آئی ہو۔ کیا آباصوفیہ میں ٹھہری ہوئی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی: "ہاں، کوئی سستی سی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ اس لیے وہاں ٹھہرنا پڑا۔ کیا تمھاری نظر میں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں میں ٹھہر سکوں اور تمھارے جیسا دوست بھی مل سکے؟"

ڈرائیور نے خوش ہو کر کہا: "میرا مکان حاضر ہے۔ میں وہاں لے چلوں؟"

"ہاں ضرور۔ مگر آباصوفیہ سے میں اپنا سامان لے لوں۔ پھر تمھارے ساتھ چلوں گی۔"

وہ خوش ہو کر پتا نہیں کیا کیا کہنے لگا۔ اس کی گفتگو اچھی طرح سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کیوں کہ وہ انگریزی بولنا نہیں جانتا تھا۔ مجھے شبانہ کا یہ انداز بہت پسند آیا۔ اگر وہ چاہتی تو غصّے میں آ کر اس ٹیکسی ڈرائیور کا سر توڑ سکتی تھی لیکن وہ کسی اجنبی ملک میں پہنچ کر ہنگامہ آرائی سے کترائی تھی۔ سہولت سے کام نکال لینے کی عادی تھی۔ ہوٹل کے سامنے پہنچ کر ٹیکسی رُکی تو اس نے کرایہ ادا کرتے ہوئے کہا: "گاڑی کا یہ عقب نما آئینہ صرف پچھلی سیٹ پر بیٹھنے والیوں کو دیکھنے کے لیے نہیں ہے۔ کبھی اس میں اپنی صورت بھی دیکھا کرو۔ سمجھے اے بدصورت گدھے کی بدصورت اولاد!"

یہ کہہ کر اس نے ایک طرف تھوک دیا پھر وہاں سے پلٹ کر بڑی بے نیازی سے ہوٹل کے اندر گھس گئی۔ کاؤنٹر پر پوچھنے سے اسے شبیر حسن کا نام اور اس کا کمرہ نمبر معلوم ہو گیا۔ اس نے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے ٹیلیفون کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کیا۔ اسے اپنے آنے کی اطلاع دی۔ شبیر حسن اس کے استقبال کے لیے نیچے آنا چاہتا تھا۔ اس نے منع کر دیا۔ وہ خود لفٹ کے ذریعے اس کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ دستک دی تو دروازہ کھل گیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے۔ وہ مُسکرا کر بولی: "میں ہی شبانہ ہوں۔"

اس نے ایک طرف ہٹ کر اندر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا: "تشریف لائیے۔"

وہ اندر آ گئی۔ پارس ایک عورت کی گود میں نظر آیا۔ شبانہ نے کہا: "آپ کی وائف انگریزی زبان نہیں جانتیں۔ اور میں فارسی نہیں جانتی۔"

اس نے اپنی زبان میں اپنی بیوی سے کچھ کہا۔ وہ مُسکرا کر شبانہ کو دیکھنے لگی پھر اس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر پارس کو اس کی طرف بڑھایا۔ شبانہ نے جیسے ہی اسے لینے کے لیے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے، شبیر حسن کی بیوی نے اپنے ہاتھ کھینچ لیے۔ پارس کو واپس اپنی گود میں رکھ لیا پھر فارسی زبان میں کچھ کہنے لگی.....

شبیر حسن نے ہنستے ہوئے کہا: "مس شبانہ! آپ بُرا نہ مانیں۔ یہ کوڈورز سُننا چاہتی ہیں۔"

شبانہ نے مسکراتے ہوئے کہا: "ہاں یہ اصولی بات ہے۔ کوڈورز ہیں، اپنے گلدان کا پھول میرے گلدان میں سجا دو۔"

یہ سنتے ہی اس عورت نے پارس کو اس کی گود میں دے دیا۔ شبانہ نے اسے اپنے کلیجے سے لگایا۔ پارس کے چہرے کو یوں ڈوب کر دیکھنے لگی جیسے مجھے دیکھ رہی ہو، حالانکہ اب تک اس نے مجھے دیکھا نہیں تھا۔ میری تصویر دیکھی تھی۔ اب پارس کے

آئینے میں میرا عکس دیکھنا چاہتی تھی۔

شیریں نے کہا "مس شباتہ! جب ہم میاں بیوی تہران جانے کے لیے اس ہوٹل سے نکل کر ایئرپورٹ کی طرف جائیں گے، تب آپ پارس کو ہم سے لے لیجیے گا۔ اگر ہم پارس کے بغیر اس ہوٹل سے نکلیں گے تو لوگ ہمارے متعلق سوچ سکتے ہیں کہ بچہ لے کر ہوٹل میں آئے تھے۔ اب وہ بچہ دوسرے کے حوالے کیوں کر دیا ہے اور بچے کے بغیر ہم کہاں جا رہے ہیں۔ طرح طرح کے سوالات کیے جائیں گے پھر میری بیوی کے پاسپورٹ میں ایک گود کے بچے کی انٹری ہے۔ اس کے لیے بھی بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔"

شباتہ نے کہا "میں نے سب کچھ سوچ لیا ہے۔ میں جیسا کہوں، آپ ویسا ہی کرتے جائیں۔ پارس کے سلسلے میں زیادہ پریشانیاں نہیں ہوں گی۔"

میں شباتہ کی باتیں سُن کر مطمئن ہو گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس نے پارس کے سلسلے میں کیسی پلاننگ کی ہے۔ یہ میں بعد میں بھی معلوم کر سکتا تھا۔ ابھی وقت نہیں تھا۔ دو گھنٹے پُورے ہو رہے تھے۔ میں متجاد کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ابھی تک سو رہا تھا۔ لیکن میں اس کے دماغ کے ذریعے آس پاس کی آوازیں سُن سکتا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے آرمر کی آواز سُنی۔ وہ کسی سے کہہ رہا تھا "ربی اسفندیار نے اس کے لیے دو گھنٹے کا وقت مقرر کیا ہے۔ یہ تھوڑی دیر میں بیدار ہو جائے گا۔ میں نے تمہاری ڈیوٹی پوری طرح سمجھا دی ہے۔ اب میرے آرام کا وقت ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد خاموشی ہی رہی۔ دوسرا شخص کچھ بول نہیں رہا تھا۔ میں نے سوچا، سپر ماسٹر، ماسک مین یا کاہال تنظیم کے سربراہ کے دماغ میں پہنچنا چاہیے۔ مجھے یہ اندیشہ روکنا تھا کہ وہ یوگا کے ماہر ہوں گے تو میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیں گے۔ اسی لیے میں محتاط تھا۔ اتنے میں متجاد کی آنکھ کھل گئی۔ وہ چند لمحوں تک یونہی پڑا رہا۔ اس کے بعد اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کمرے کے وسط میں صوفے رکھے ہوئے تھے۔ ایک صوفے پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ سینٹر ٹیبل پر شراب کی ایک بوتل اور ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔ وہ پینے میں مصروف تھا۔

متجاد نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ فوراً ہی اُٹھ کر بولا "اچھا، تو تمہاری توہمی نیند پُوری ہو چکی ہے۔"

اب میں اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی طرف سے اندیشہ نہیں تھا۔ جو شخص نشہ کرتا ہو، وہ کبھی سائنس کی صلاحیت حاصل کر ہی نہیں سکتا، اسی لیے میں بے جھجک اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کا نام جیکب تھا۔ وہ بھی آرمر کی طرح ایک فوجی افسر تھا۔ ڈیوٹی بدل گئی تھی، اس لیے وہ متجاد کی نگرانی کے لیے آیا تھا۔ میں نے متجاد کی زبان سے پوچھا "کیا تمہارے بڑے بڑے افسران بھی شراب پیتے ہیں؟"

اس نے مسکرا کر پوچھا "کیوں فرہاد علی تیمور! تمہیں ہمارے شراب پینے پر اعتراض ہے؟"

"یونہی پوچھ رہا ہوں۔ تمہاری کاہال تنظیم کے سربراہ بھی تو شراب پیتے ہوں گے؟"

اس نے ایک گھونٹ پینے کے بعد ہنستے ہوئے کہا "تم تو ایسے پوچھ رہے ہو، جیسے یہ کوئی بہت بڑا مسئلہ ہو۔ شراب تمہارے مذہب میں حرام ہے ویسے دیکھا جائے تو ہمارے مذہب میں بھی ممنوع ہے لیکن ہم اپنے مذہب کو ہر جگہ اپنی جیب میں لے کر نہیں گھومتے۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے بوتل اُٹھائی۔ ایک ہاتھ میں جام پکڑے رہا پھر اسی طرح کمرے سے باہر آ گیا۔ باہر کھڑے ہوئے مسلح سپاہیوں نے دروازے کو بند کر دیا۔ وہ دوسرے کمرے میں پہنچا۔ وہاں ٹرانسمیٹر ٹیلی فون اور ٹی وی اسکرین وغیرہ نظر آ رہے تھے۔ اس اسکرین میں متجاد دکھائی دے رہا تھا۔ جیکب نے اشارکام کے ایک بٹن کو دبانے کے بعد ذرا انتظار کیا پھر دوسری طرف سے آواز سنتے ہی کہنے لگا۔

"جناب! وہ بیدار ہو گیا ہے۔ میں اسے اسکرین پر دیکھ رہا ہوں۔"

"کیا وہ کچھ کہہ رہا تھا؟"

"جی ہاں، میں اسی کمرے میں بیٹھا پی رہا تھا۔ وہ مجھ سے سوال کر رہا تھا، کیا ہمارے افسران بھی جتنی کہ کاہال تنظیم کے سربراہ بھی شراب پیتے ہیں؟"

وہ اپنی رپورٹ پیش کر رہا تھا۔ متجاد کے جواب میں جو کچھ اس نے کہا، وہ بھی سُنا رہا تھا۔ دوسری طرف سے ہوں کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ میں جیکب کی سوچ سے معلوم کر چکا تھا کہ وہ کاہال تنظیم کے سربراہ جیسن ہارورڈ سے باتیں کر رہا ہے۔ اس کی سوچ نے یہ بھی بتایا تھا کہ جیسن اس وقت اپنے ایک خاص کمرے میں دو خطرناک تنظیموں کے سربراہ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے ساتھ بیٹھا ہوا شراب سے شغل کر رہا ہے۔ شاید اہم معاملات پر بات چیت ہو رہی ہے۔ میرے لیے یہ بہت اچھی بات تھی کہ وہ شراب پی رہے تھے کیوں کہ نشے کے عالم میں دماغ کمزور ہو جاتا ہے میں چپکے سے کاہال تنظیم کے سربراہ جیسن ہارورڈ کے دماغ میں [illegible]

وہ ایک بہت ہی خوب صورت کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کمرے کی ہر چیز نہایت ہی قیمتی تھی۔ جیسن نے یہ اطلاع سننے کے بعد کہ متجاد بیدار ہو گیا ہے ——— اپنی کرسی کے پاس رکھے ہوئے بٹنوں کے سیٹ میں سے ایک بٹن کو دبایا۔ سامنے دیوار پر اسکرین روشن ہو گئی۔ اس میں متجاد نظر آنے لگا۔ اب وہ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے ساتھ پی رہا تھا۔ متجاد کو دیکھ رہا تھا اور اس کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔

اس نے ریسیور اٹھا کر ایک بٹن کو دبایا پھر رابطہ قائم ہوتے ہی پوچھا "ڈاکٹر! کیا فرہاد کو اسکرین پر دیکھ رہے ہو؟"

"یس سر! میں بغور معائنہ کر رہا ہوں۔"

"کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ اٹھارہ گھنٹے تک اسے دوسرا انجکشن لگانے کی ضرورت نہیں پڑے گی؟"

"مجھے پورا یقین ہے۔ میں اس دوا کے اثر کو خوب جانتا ہوں۔ اڑتالیس میں سے آٹھ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ چالیس گھنٹے بعد میں اسے دوسرا انجکشن لگاؤں گا۔"

"کبھی دوائیں بھی بے اثر ہو جاتی ہیں۔"

"جناب! ہمارے ہاں اے ون کو الٹی کی دوائیں ہیں۔ ہم ان دواؤں کی طبعی کو الٹی کو چیک کرتے رہتے ہیں۔"

"پھر بھی خطرہ مول لینے کی ضرورت کیا ہے۔ دس گھنٹے بعد پھر ایک انجکشن لگا دینا۔"

"میں انکار نہیں کروں گا لیکن اس کا نتیجہ میں نے بتا دیا ہے۔ فرہاد بُری طرح دماغی کمزوری کا شکار ہو جائے گا۔ اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہے گا۔ آپ لوگوں کی باتوں کا معقول جواب بھی نہیں دے سکے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم اس پر نظر رکھو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ سپر ماسٹر نے پوچھا "اب فرہاد سے کون سی باتیں کرنے کو رہ گئی ہیں؟"

"ہم نے اپنے طور پر جو سوالات کرنے تھے وہ کر لیے۔ اسے بھی طرح سمجھ بھی لیا لیکن بعض دوست ممالک کی معزز ہستیاں سے دیکھنے اس سے باتیں کرنے کے لیے آ رہی ہیں۔ ان کے سامنے س کا نارمل رہنا ضروری ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہم پر کسی قسم کا الزام ئے۔ بابافرید واسطی کے ادارے سے اعلیٰ بی بی اپنے خاص لوگوں کے ساتھ آنے والی ہے۔ ان سب کے ساتھ فرہاد جو گفتگو کرے گا، سے ہم ریکارڈ کرتے رہیں گے۔ ہو سکتا ہے، گفت گو کے دوران ہ ایسی کوئی بات کہہ دے جو ہمارے لیے کارآمد ہو۔ اس لیے اس کے دماغ کو بالکل ہی مفلوج نہیں کیا جا سکتا۔ دوا کی اتنی خوراک کافی ہے کہ یہ خیال خوانی نہ کر سکے۔"

ماسک مین نے اسکرین پر متجاد کو دیکھتے ہوئے کہا "ہم اس کے سامنے بے نقاب ہو رہے ہیں۔ جب تک یہ زندہ رہے گا، ہم سکون سے نہیں رہ سکیں گے۔ ہر لمحے یہ دھڑکا لگا رہتا ہے، کہیں یہ یہاں سے فرار نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارے لیے بہت بُرا ہو گا۔" بے اختیار میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

جیسن ہارورڈ نے اپنے ہاتھ کے جام کو فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا "ہم نے اس کے چاروں طرف ایسی آہنی دیواریں چُن دی ہیں کہ ہماری مرضی کے بغیر ہوا بھی نہ اندر آ سکتی ہے نہ باہر جا سکتی ہے۔ اس سے پہلے ہم نے سونیا کو قید کی بنا کر رکھا تھا۔ وہ بھی یہاں سے نہ جا سکتی لیکن ٹیلی پیتھی نے ہمیں مجبور کر دیا تھا۔ آج فرہاد کے پاس یہ ہتھیار نہیں ہے اور نہ ہی آپ کبھی وہ یہ ہتھیار حاصل کر سکے گا۔ اس کے یہاں سے فرار ہونے اور ہم لوگوں کو نقصان پہنچانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

یہ کہہ کر اس نے جام کو مُنہ سے لگایا پھر ایک ہی سانس میں اسے خالی کر دیا۔ اس کے بعد اس نے ماسک مین کو اور سپر ماسٹر کو دیکھتے ہوئے پوچھا "آپ لوگوں کے ماتحت باس اور ماسٹر وغیرہ فرہاد کے ساتھیوں کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ فرہاد قید میں ہو اور اس کی موت یقینی ہو تو وہ خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ تمہارے ماتحتوں کی رپورٹ کیا ہے؟"

سپر ماسٹر نے کہا "سونیا نے پیغام بھیجا ہے۔"

ماسک مین نے کہا "اس نے ایسا ہی ایک پیغام مجھے بھی بھیجا ہے۔ دُنیا کی ہر خطرناک تنظیم سونیا کی خدمات ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتی ہے۔ سپر ماسٹر نے کئی بار اس کی خدمات حاصل کیں۔ ہمیں اس کا موقع نہیں ملا لیکن ہم نے بارہا دوستی کی پیشکش کی۔ آج وہ ہماری اسی ضرورت سے کھیل رہی ہے۔ کہتی ہے ہم میں سے جو کوئی فرہاد کو زندہ سلامت اس کے پاس پہنچا دے گا، وہ اس کی تنظیم میں شامل ہو جائے گی بلکہ وہی نہیں، اعلیٰ بی بی کی پوری ٹیم اس کے ساتھ ہو جائے گی۔"

کاہال تنظیم کے سربراہ جیسن ہارورڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا "واقعی بہت بڑی آفر ہے۔ کیا خیال ہے آپ لوگوں کا؟"

سپر ماسٹر نے اپنا جام خالی کرنے کے بعد کہا "پہلے ایک بڑی طاقت نے ایٹم بم تیار کیا۔ اس کے جواب میں دوسری بڑی طاقتوں نے ایٹم بم بنا لیے۔ ایک سپر پاور نے ہائیڈروجن بم تیار کیا... جواباً دوسری سپر پاور نے بھی یہی کیا لیکن ٹیلی پیتھی ایک ایسا مہلک ہتھیار ہے جس کے جواب میں کوئی سپر پاور، دوسرا فرد علی تیمور پیدا نہیں کر سکتی۔ ہم نے آپ نے اور ماسک مین نے بھی کتنے ہی مستقل تربیت ارادی رکھنے والوں کو ٹیلی پیتھی سیکھنے پر مامور کیا لیکن ہم

کسی کو اس علم میں کامل نہ بنا سکے۔ یہ ایک ایسا ہتھیار ہے جو اتنی [illegible] دنیا میں صرف ایک شخص کی ملکیت رہا ہے۔ ایسا ہتھیار جسے [illegible] حاصل کر سکے اور صرف ایک شخص کے پاس ہو۔ اس ایک شخص کو ہی ختم کر دینا چاہیے۔ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔"

ماسک مین نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں، جب دو بڑی طاقتوں کے پاس برابر کے ہتھیار ہوتے ہیں تو وہ ایک دوسرے پر تخفیف اسلحہ کے لیے دباؤ ڈالتے ہیں۔ کوئی دباؤ میں آئے یا نہ آئے بہرحال جھوٹی سچی کوششیں کی جاتی ہیں لیکن فرہاد پر تو کوئی دباؤ ڈال ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کا استعمال کم کر دے یا محدود کر دے۔ یا کم از کم خطرناک تنظیموں کے سربراہوں تک تو نہ پہنچے۔ وہ بھلا کس کی سننے والا تھا۔ یہ اس کی بدنصیبی اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے دام میں آ گیا ہے۔ اگر ہم نے اس کا کام تمام نہ کیا تو اس کے بعد وہ کبھی ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

جیسن ہارورڈ نے کہا۔ "سونیا واقعی مکار ہے۔ وہ جانتی ہے کہ آپ دونوں اپنی اپنی تنظیم کے لیے اس کی خدمات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے فرہاد کو زندہ سلامت اس کے پاس پہنچا دیں گے یا پھر سوالنامے کے جواب میں آپ لوگ فرہاد کو زندہ رکھنے پر اصرار کریں گے۔"

"ہم اتنے نادان نہیں ہیں۔ سونیا کی چال کو سمجھتے ہیں۔ بہرحال سوالنامے کے مطابق فرہاد کو کیوں مارنا چاہیے اور کس طرح مارنا چاہیے اس کا جواب ہم نے لکھ دیا ہے اور دستخط کر دیے ہیں۔"

ان کے درمیان تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ وہ تینوں بیک وقت اپنے اپنے جام منہ سے لگائے ہوئے تھے۔ چونکہ پی رہے تھے اس لیے بول نہیں سکتے تھے پھر جیسن ہارورڈ نے کہا۔ "ابھی آپ لوگ کہہ رہے تھے کہ ہم دوسرا ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم تیار کر سکتے ہیں لیکن دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد کے جواب میں پیدا نہیں کر سکتے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے، اس دنیا میں کون سا کام ناممکن ہے؟"

سپر ماسٹر اور ماسک مین نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر ایک نے پوچھا۔ "کیا آپ کے لیے یہ ممکن ہو گیا ہے؟"

"کوشش کرنے سے کیا نہیں ہوتا۔ اگر ہم کوئی مہلک ہتھیار تیار نہ کر سکیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ تیار ہو ہی نہیں سکتا۔ درحقیقت وہ تیار ہو سکتا ہے۔ ہماری ہمت، ہماری صلاحیتیں جواب دے جاتی ہیں ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں بھی یہی ہوتا آ رہا ہے۔ ایسے وقت جب کہ اس کا ماہر ہمارے شکنجے میں ہے، ہم اس سے ٹیلی پیتھی حاصل کرنے کا ایک ایک طریقہ اگلوا سکتے ہیں۔ آج پہلی بار ربی اسفندیار نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا ہے۔ ہمارے ربی کا عمل کامیاب رہا ہے۔ یہ ابتدا [illegible] رفتہ رفتہ وہ اس کے دماغ کو اس طرح اپنی گرفت میں لے لیں گے وہ ٹیلی پیتھی کے ایک ایک ڈھکے چھپے نکتے کے متعلق [illegible] اور ہم اس کے مطابق اپنے کسی باصلاحیت، مستقل مزاج اور قوت ارادی رکھنے والے نوجوان کو یہ علم سکھائیں گے۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ کامیابی ہمارا انتظار کر رہی ہے۔"

ماسک مین نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ فرہاد کو سزائے موت دینے کے حق میں نہیں ہیں؟"

"بات کچھ ایسی ہی ہے۔"

سپر ماسٹر نے بھی پریشان ہو کر کہا۔ "لیکن ابھی چار گھنٹے پہلے تک آپ کا فیصلہ اس کے خلاف تھا اسی لیے آپ نے یہ سوالنامے تمام لوگوں کے پاس بھیجے۔ اگر آپ اسے زندہ رکھتے ہیں اور وہ اپنے ہتھکنڈوں میں کامیاب ہو کر آپ کی گرفت سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو جانتے ہیں، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟"

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ فرہاد اسی وقت ہماری قید سے رہائی حاصل کر سکتا ہے جب اس کی روح اس کے جسم سے رہائی حاصل کر لے۔"

"آپ سے پہلے بھی بڑی بڑی باتیں کرنے والے ہم نے دیکھے ہیں اور ان سب کو فرہاد کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہوئے بھی دیکھا ہے آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ کسی طرح فرہاد یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جائے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ کن لوگوں نے اس کی موت کے فیصلے پر دستخط کیے تھے۔ میرا اور ماسک مین کا نام سرفہرست ہوگا۔ ہم نے بڑی مشکلوں سے اسے دوست بنایا تھا۔ وہ ہمارے کام تو نہیں آتا تھا لیکن ہمیں نقصان بھی نہیں پہنچاتا تھا۔ اب اگر وہ آزاد ہوا تو ہمیں ایک لمحے کے لیے بھی چین سے نہیں بیٹھنے دے گا۔"

"آپ ناحق پریشان ہو رہے ہیں۔ ہمارا طریقہ کار ایسا ہوگا فرہاد کبھی یہاں سے جانے کا نام نہیں لے گا۔"

ماسک مین نے کہا۔ "مسٹر ہارورڈ! فرہاد کے ذریعے اگر آپ اپنے کسی آدمی کو ٹیلی پیتھی کا ماہر بنانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ فرہاد ذہنی طور پر نارمل رہے تب ہی وہ ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ بتا سکتا ہے اور اس پر عمل کرا سکتا ہے۔"

"ہاں، ایسا ہی ہوگا۔"

ماسک مین نے حیرانی سے پوچھا۔ "جب وہ دماغی طور پر صحت مند رہے گا تو آپ کیا سمجھتے ہیں، وہ آپ کے قابو میں رہے گا؟"

"اس وقت تک ہمارے ربی اسفندیار ہپناٹزم کے ذریعے اسے اس طرح گرفت میں لے چکے ہوں گے کہ وہ دماغی طور پر پختہ ہونے کے باوجود ہپناٹزم کے زیر اثر رہے گا۔ ہمارے ربی اسفندیار ہپناٹزم کے سب سے بڑے ماہر ہیں۔ وہی جانتے ہیں کہ اسے کس طرح اپنے قابو میں رکھا جائے گا۔ میں اس کی تفصیل نہ تو جانتا ہوں، نہ آپ لوگوں کو بتا سکتا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے غصے سے کہا۔ "اگر ایسی بات تھی تو آپ نے ہم لوگوں سے اس کی موت کے فیصلے پر دستخط کیوں کرائے؟"

جیسن ہارورڈ نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "میں نے آپ سے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس کی موت کے فیصلے پر دستخط کریں۔ سوالنامے میں اس کی زندگی کے متعلق بھی سوال تھا۔ آپ لوگوں نے اس پر دستخط کیوں نہیں کیے؟"

سپر ماسٹر اور ماسک مین نے ایک دوسرے کو تشویش بھری نظروں سے دیکھا پھر ماسک مین نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اس سوالنامے کے ذریعے ہمیں بلیک میل کریں گے۔ ہمارے اندیشے کے مطابق اگر فرہاد یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جائے گا تو میری اور سپر ماسٹر کی دوستی صرف اسی وقت تک قائم رہ سکے گی، جب تک یہ سوالنامے اس کی نظروں میں نہیں آئیں گے اور اس کی نظروں میں آپ ہی لا سکتے ہیں۔ گویا کہ اب تک آپ کے رحم و کرم پر رہیں گے۔"

جیسن ہارورڈ کچھ دیر تک سوچ رہے ہیں۔ یقین کریں ہم جس سے مارڈالنا چاہتے تھے لیکن ہمارے ربی کی کامیابی نے ہمارا فیصلہ بدل دیا ہے۔ ان کا حکم ہے کہ ہم فرہاد کو ہلاک نہ کریں بلکہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور اس معاملے میں ہمارے ربی اسفندیار بہت اہم رول ادا کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "اگر آپ نے فیصلہ بدل دیا ہے تو اب وہ سوالنامے ہمیں واپس کر دیں۔"

"وہ ہمارے پاس رہیں گے۔ ہم فرہاد کو بتائیں گے کہ دنیا کے بڑے بڑے ممالک دنیا کی خطرناک تنظیموں کے سربراہ اور اس کے کتنے ہی دوست نما دشمن اس کے خلاف ہیں اور اس کی موت کے خواہاں ہیں۔ اگر وہ زندہ رہ سکتا ہے تو صرف ہمارا دوست بن کر کیوں کہ اتنے سارے دشمنوں کے باوجود ہم اسے ہلاک نہیں کریں گے بلکہ اسے دوست بنا کر رکھیں گے۔ یقیناً وہ ہم سے متاثر ہوگا اور نہ بھی ہو تو کیا فرق پڑتا ہے۔ ہمارے ربی اسفندیار اسے اپنی مٹھی میں رکھنے کا راستہ ہموار کر چکے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے اپنے گلاس کو غصے سے میز پر پٹختے ہوئے کہا۔ "میں ابھی واپس جانا چاہتا ہوں۔"

ماسک مین نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں بھی واپس جاؤں گا۔ بہت دوستی ہو چکی۔"

جیسن ہارورڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں، آپ دونوں کے سوالنامے فرہاد کے سامنے نہیں لاؤں گا۔"

"ہم آپ کا وعدہ خوب سمجھتے ہیں۔ جو شخص اپنے مفاد کی خاطر اپنی زبان بیچ دے، وہ بھلا دوسروں کی زبان کا لحاظ کیا رکھے گا۔ ہمارے قلم کی نوک سے فرہاد کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور ہم اس وقت بڑے گھاٹے میں ہیں۔ ہمیں فوراً ہی اس کی تلافی کرنی ہے لہٰذا گڈ بائی۔ اب ہم کسی نئے سمجھوتے کے نئے موڑ پر ملاقات کریں گے۔"

وہ دونوں وہاں سے نکل کر جانے لگے۔ میں نے باری باری دونوں کے خیالات پڑھے۔ وہ اپنی الجھن میں تھے۔ یہی سوچ رہے تھے کہ فرہاد کی موت کے فیصلے پر دستخط کرنے کی جو غلطی ہوئی ہے، اس کے جواب میں کوئی ایسی چال چلی جائے کہ وہ غلطی ایک مصالحت آمیز غلطی بن جائے جو دوستی کی راہیں ہموار کر سکے۔ میں تھوڑی دیر بعد ان کے دماغوں سے معلوم کر سکتا تھا کہ وہ اپنی حماقت کو کس طرح مصالحت آمیز غلطی بنا رہے ہیں۔ اس وقت میں سجاد کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اسی طرح کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ کبھی اٹھ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ کبھی ٹہلنے لگتا تھا۔ کبھی لیٹ جاتا تھا۔ کبھی صوفے پر نیم دراز ہو جاتا تھا۔ میں نے کہا۔ "اب تمہارا وقت اسی طرح گزرے گا۔ ویسے ایک خوشخبری سنا دوں کہ یہودیوں نے تمہیں ہلاک کرنے کا فیصلہ بدل دیا ہے۔ وہ تمہارے ذریعے اپنے کسی آدمی کو ٹیلی پیتھی سکھانا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ربی اسفندیار تمہارے دماغ کو پوری طرح اپنے شکنجے میں رکھے گا۔ تم پر شاید روزانہ ہپناٹزم کا عمل کیا جائے گا۔ اس طرح تم اس کے معمول بن کر رہ جاؤ گے۔"

"بھائی جان! اس کا معمول بننے کے بعد میں اپنی سوچ سے کوئی کام نہیں کر سکوں گا۔ اس کا فرمانبردار رہوں گا۔ جو کہے گا، وہی کرتا رہوں گا۔"

"جس طرح میں نے سونیا پر عمل کیا تھا، وہی عمل تم پر کروں گا۔ چلو، بستر پر لیٹ جاؤ۔ اور چاروں شانے چت ہو کر آنکھیں بند کر لو۔"

اس نے بستر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "تھوڑی دیر پہلے میں سو کر اٹھا ہوں۔ پھر میں بستر پر لیٹ جاؤں گا تو وہ کیا سوچیں گے؟"

"وہ تمہیں دوبارہ سوتے ہوئے دیکھ کر یہی خیال قائم کر سکتے ہیں کہ تم دماغی طور پر صحت مند نہیں ہو اور جس کا دماغ لرزہ ہوتا ہے اس پر نیند کا غلبہ رہتا ہے۔ اسی لیے تم دوبارہ سو رہے ہو۔"

وہ چاروں شانے چت ہوگیا۔ آنکھیں بند کرلیں۔ میں نے سونیا پر عمل کیا تھا کہ جب تک ربی اسفندیار اسے ہپناٹائز کرے گا اور اسے اپنی معمولہ بنائے گا تو بے شک وہ اس کی معمولہ بن کر ہر بات کا جواب دے گی لیکن یہ بھول جائے گی کہ پارس کہاں ہے اور کن لوگوں کی سرپرستی میں ہے۔

اب پارس کا مسئلہ نہیں تھا لیکن سونیا کے دماغ سے یہ بات بالکل نکل گئی تھی کہ پارس کہاں ہے۔ ربی اسفندیار سمجھ گیا تھا کہ میں نے اسے پہلے ہی ہپناٹائز کرکے اس کے دماغ کے تہ خانے سے پارس کے متعلق تمام معلومات مٹادی ہیں لیکن اب تو ربی اسفندیار کو یہ تاثر نہیں دیا جاسکتا تھا کیوں کہ وہ اپنی دانست میں خود فرہاد کو ٹریپ کر رہا تھا۔

میں نے سجاد کو اچھی طرح ٹرانس میں لانے کے بعد اس سے کہا "میں جو کہوں گا، تم اس پر عمل کرو گے۔"

وہ مکمل طور پر میرا معمول بن چکا تھا۔ اس نے کہا "آپ جو کہیں گے میں اس پر عمل کروں گا۔"

"میں جو باتیں کہہ رہا ہوں، وہی تمھارے دماغ میں رہیں گی اور تم سجاد علی تیمور کے وجود کو بالکل بھول جاؤ گے۔"

"آپ جو باتیں کہیں گے۔ وہی باتیں میرے دماغ میں رہیں گی۔ میں سجاد علی تیمور کے وجود کو بالکل ہی بھول جاؤں گا۔"

میں نے حاکمانہ لہجے میں کہا "تم فرہاد علی تیمور ہو۔"

اس نے جواباً کہا "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

"اب اس لمحے سے تم ہمیشہ فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے گفتگو کرو گے۔"

"میں اس لمحے سے ہمیشہ فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے گفتگو کروں گا۔"

"تمھارے ذہن میں فرہاد کے ریکارڈ کی تمام تفصیلات محفوظ ہیں۔"

"میرے ذہن میں فرہاد کے ریکارڈ کی تمام تفصیلات محفوظ ہیں۔"

"آئندہ دشمن یا دوست تم سے کوئی بھی سوال کریں تو تم فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے اس ریکارڈ کے مطابق جواب دو گے اور اسی ریکارڈ کے مطابق عمل کرو گے۔"

"آئندہ کوئی دوست یا دشمن مجھ سے سوال کرے گا تو میں فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے اسی کے ریکارڈ کے مطابق جواب دوں گا اور اسی ریکارڈ کے مطابق عمل کروں گا۔"

"اب میں تمھیں زمانا ہوں۔ جواب دو، رسونتی تمھاری کون ہے؟"

"رسونتی میری بیوی تھی۔ اب وہ ایک مطلقہ عورت ہے۔ میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

"تم اس فرہاد علی تیمور کے متعلق کیا جانتے ہو جو رسونتی کے ساتھ میں رسونتی کا شوہر تھا اور جیلی بیچتی جانتا تھا۔"

"میں خود فرہاد علی تیمور ہوں۔"

"تمھارے بھائی جان کا نام کیا ہے؟"

"میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔"

"تم جھوٹ کہتے ہو۔ تمھارے بھائی جان کا نام ..... یہ کہہ کر میں چند ساعتوں کے لیے چپ ہوا پھر میں نے کہا "آگے کے نام بتاؤ؟"

"کیا نام بتاؤں؟ کس کا نام بتاؤں؟ میں کہہ رہا ہوں میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔"

"کیا تم اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہو؟"

وہ چند لمحوں کے لیے چپ رہا۔ میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا، سمجھ رہا تھا۔ وہ میرے ریکارڈ کی تفصیلات کو یاد کر رہا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ "جی ہاں۔ بہت پہلے میں نے ماسٹر یوسے کی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس کیا تھا۔ اس کے بعد رسونتی میرے دماغ میں آنے لگی۔"

"اور فرہاد علی تیمور؟"

"میں خود فرہاد علی تیمور ہوں اور ہر انسان کی طرح اپنی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس کرتا ہوں۔ انھیں سمجھتا ہوں اور ان پر عمل کرتا ہوں۔"

میں تھوڑی دیر خاموش رہ کے اس کے دماغ میں جھانکتا رہا، معلوم کرتا رہا کہ وہ اپنے طور پر کیا سوچ رہا ہے۔ جب کوئی ضرورت میں آجاتا ہے تو اپنے طور پر کچھ نہیں سوچ سکتا۔ اپنے عامل کے سوالات کا انتظار کرتا ہے اور انھی سوالوں کے متعلق سوچ کر جواب دیتا ہے۔ اس وقت وہ خالی الذہن تھا۔ اس کے دماغ میں صرف یہ بات تھی کہ اس سے اگلا سوال کیا جائے گا۔

میں اپنی جگہ مطمئن ہوگیا۔ میں نے اسے اچھی طرح دماغی بندش میں جکڑ رکھا تھا۔ اب کوئی اس سے بیداری کی حالت میں یا خواب کی حالت میں یا ٹرانس میں لاکر یہ سوال کرتا تو وہ میری مرضی کے مطابق ہی جواب دیتا۔ پھر یہ کہ میں نے اسے معمول بنا کر یہ بات ذہن نشین کردی تھی کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے اور سجاد علی تیمور کا وجود ختم ہوچکا ہے۔ جب کسی کے وجود کو لاعلمی کی تاریکی میں چھپا دیا جائے اور اس کی دوسری شخصیت قرار دی جائے اور وہ ٹرانس میں آنے کے بعد اسے قبول کرلے تو پھر کوئی اس شخصیت کو بدل نہیں سکتا۔ اب وہ اپنے دماغ کے تحت الشعور

یک زیادہ علی تیمور ہی حکمران تھی۔ لہٰذا اب مجھے اس کی طرف سے زیادہ فکر نہیں تھی۔ میں نے اسے ہدایت دی کہ وہ ایک گھنٹے تک آرام کرے۔ اس دوران اگر اسے کوئی جگانے آئے تو وہ جاگ جائے گا لیکن اس کے چہرے سے تھکن یا ایسے آثار نظر نہیں آئیں گے جیسے تھوڑی دیر پہلے اسے سحر زدہ کیا گیا ہو۔

شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ تل ابیب میں رات ہوچکی تھی۔ میں جانتا تھا، شاید رات کے کھانے کے سلسلے میں کوئی اسے بیدار کرنے آئے گا۔ اس کے لیے میں نے اسے مناسب ہدایت دے دی تھی۔ آخر میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں ڈاکٹر بیٹھا ہوا ٹیلیفون پر کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے بات کرنے والے سے معذرت چاہی پھر ریسیور رکھ دیا۔ میری طرف گھوم کر بولا "ہیلو مسٹر ایزل ہارڈی! خیال خوانی سے فرصت مل گئی؟"

میں نے اس کے قریب ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایزل ہارڈی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ پھر وہ بے چارہ خیال خوانی کیسے کرسکتا ہے؟"

"کیا تم نے ایزل ہارڈی کے متعلق تمام معلومات حاصل کرلیں؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "جب میں خود ایزل ہارڈی ہوں تو اپنے متعلق کیا معلومات حاصل کروں گا؟"

اس بار ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا "تم شرارت سے باز نہیں آؤ گے؟"

میں نے اچانک اپنے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری کرتے ہوئے پوچھا "ڈاکٹر! کیسی شرارت؟ میں یہاں آپ کی غلط فہمی دور کرنے آیا ہوں۔ آپ کو کسی نے میرے متعلق غلط اطلاع دی ہے کہ میں مرچکا ہوں۔ دیکھ لیجیے، زندہ ہوں۔ اس وقت آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور پوچھنے آیا ہوں کہ آپ نے کسی دوسرے کو ایزل ہارڈی کیوں بنایا؟ کیا آپ کا پیشہ یہی ہے کہ آپ ایک کے چہرے کو دیکھ کر دوسرا چہرہ بنا ڈالیں؟"

ڈاکٹر حیرانی سے اور پریشانی سے میری باتیں سن رہا تھا۔ اس نے جواب دیا "میں نے کسی کو ایزل ہارڈی نہیں بنایا ہے۔ اگر بنایا ہے تو اس کا ثبوت پیش کرو۔"

لیکن یہ کہتے کہتے وہ ایک دم سے چونک گیا۔ پہلے تو اس نے غور سے مجھے دیکھا پھر اچانک میرے کان کو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "مسٹر ایزل ہارڈی! تم مرچکے ہو۔ اگر زندہ ہوتے تو میرا وہ شریر فرہاد بہت پہلے ہی تمھارے دماغ میں پہنچ چکا ہوتا۔ لہٰذا اپنے آپ کو مُردہ سمجھو اور میرے سامنے فرہاد کو مت آؤ۔"

میں نے مسکراتے ہوئے اپنا کان چھڑایا پھر کہا "میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آپ اصل اور نقل کی تمیز کرسکتے ہیں یا نہیں؟"

"بائی گاڈ! میں بالکل پہچان نہ سکا۔ میں نے تمھیں جو سوا نیزل ہارڈی بنایا ہے۔ ایک ذرا فرق نہیں رکھا پھر میرا دھوکا کھا نا لازمی تھا۔"

"ڈاکٹر! میں نے آپ جیسا باکمال نہیں دیکھا۔ آپ نے بنایا اور آپ دھوکا کھا گئے۔ اس سے ایک بات ذہن میں آتی ہے۔ اس وسیع و عریض دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کروڑوں اربوں چہرے تخلیق کیے ہیں۔ بہت سے چہرے ایک دوسرے سے قدرے مشابہت رکھتے ہیں لیکن وہ عظیم خالق ہر چہرے کو الگ الگ پہچانتا ہے۔ ہر چہرے کی تقدیر الگ الگ لکھتا ہے اور تمام چہروں کو ایک دوسرے سے مختلف معیارِ زندگی دیتا ہے۔ وہ کبھی دھوکا نہیں کھاتا۔ وہ کبھی پہچاننے میں غلطی نہیں کرتا۔ ایک سنگتراش بت بناتا ہے لیکن اس میں جان نہیں ڈال سکتا۔ آپ جیسا ڈاکٹر فرہاد کے چہرے پر ایزل ہارڈی کا چہرہ تخلیق کرسکتا ہے لیکن اسے پہچاننے میں دھوکا کھا جاتا ہے۔"

اس نے قائل ہوکر کہا "تم درست کہتے ہو۔ آج میں تمھیں اپنی زندگی کا ایک دلچسپ واقعہ سناتا ہوں۔ تقریباً تین برس پہلے میرے پاس دو سائنسداں اور دو بہت ہی بوڑھے اور تجربہ کار ڈاکٹر آئے تھے۔ انھوں نے کہا کہ میں کسی کے چہرے پر سرجری کروں۔"

میں نے بحیثیت ڈاکٹر پوچھا "معاملہ کیا ہے۔ مجھے وضاحت سے بتائیں۔"

ایک ڈاکٹر نے کہا "ہم معتبر لوگ ہیں۔ ہماری حکومت ہم پر اعتماد کرتی ہے اور بڑے سے بڑے تجربات کے سلسلے میں ہمیں ہر طرح کی آزادی ہے۔ ہم پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہم سب مل کر ایک انسان کی تخلیق کر رہے ہیں۔"

میں نے ڈاکٹر کی بات سُن کر چونکتے ہوئے پوچھا "انسان کی تخلیق؟"

"جی ہاں، ہم نے ایک گوشت پوست کا انسان بنایا ہے اسے ہر طرح سے مکمل کیا ہے۔ حتیٰ کہ ایک دیرپا طاقت ور سیل کے ذریعے اس کے دل کی دھڑکنوں کو جاری رکھیں گے جس کی وجہ سے خون کا دوران بھی جاری رہے گا۔ صرف اس کا چہرہ بنانا باقی رہ گیا ہے۔ یہ کام آپ ہمارے لیے کرسکتے ہیں۔"

میں نے کہا "جب آپ لوگوں نے اتنا سب کچھ کرلیا ہے تو آپ لوگوں کے لیے چہرہ بنانا کون سی بڑی بات ہے۔"

"ویسے کوئی بڑی بات نہیں ہے لیکن ہر شخص مصور یا صورت گر نہیں ہوتا۔ ہم نے اپنے طور پر اس نئے انسان کا چہرہ بنایا ہے۔ لیکن وہ بہت ہی بھدا ہے۔ ہم چاہتے ہیں آپ اسے خوب صورت بنادیں۔"

میں نے کہا: "مجھے افسوس ہے۔ میں نے جب یہ پیشہ اختیار کیا تو اپنے دل میں عہد کیا تھا کہ دکھی انسانوں کے کام آؤں گا۔ کسی کا چہرہ جل جائے یا چہرے اور جسم کے کسی حصے میں کوئی نقص پیدا ہو جائے تو میں اس نقص کو دُور کروں گا۔ اگر کسی کو خوب صورت بنانا مقصود ہوتا تو مقابلۂ حسن میں شریک ہونے والی عورتوں کی لائن میرے کلینک کے سامنے ہوتی۔ ایک ادھیڑ عمر کی بیوہ عورت اربوں ڈالر کی جائداد کی مالک تھی۔ وہ آدھی جائداد میرے نام لکھنے کو تیار تھی۔ شرط یہ تھی کہ میں اسے دُنیا کی حسین ترین عورت بنا دوں۔ میں نے اس کی پیش کش کو ٹھکرا دیا اور آپ لوگ تو ایک مُردہ انسان کی بات کر رہے ہیں۔ میں ایسا کام نہیں کر سکتا۔ یہ میرے ایمان کے خلاف ہے۔"

ایک سائنسداں نے کہا: "ہم یہی تو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ خدا ہے۔ اس نے ہمیں غیر معمولی صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ اگر خدا (نعوذ باللہ) نہیں ہے تو ہم انسان ہی ہمارے جیسے انسانوں کو جنم دیتے ہیں۔ میرا مطلب ہے عورتیں جنم دیتی ہیں لیکن پہلی بار ہم لوگ ایک مجسم انسان کو تخلیق کر رہے ہیں۔"

میں نے انھیں جواب دیا: "آپ لوگ کشمکش میں مبتلا ہیں کہ خدا ہے یا نہیں ہے۔ اتنی عمر گزر گئی اور آپ ابھی تک کائنات کے خالق کو ماننے سے ہچکچاتے آ رہے ہیں مگر میں دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرتا ہوں کہ ہمارا خدا ہے۔ وہ بے شک ہمیں غیر معمولی صلاحیتیں عطا کرتا ہے لیکن اس کی ایک حد مقرر کر دیتا ہے۔ میں تمھارا ساتھ تو نہیں دوں گا لیکن جب تم اپنے تخلیق کردہ انسان کو ایک طاقت ور سیل کے ذریعے زندگی دو گے تو میں یہ دیکھنے ضرور آؤں گا کہ اسے دی دینے کے بعد اس کی تقدیر کون لکھتا ہے۔ ہم مذہبی لوگ تو اتنا جانتے ہیں کہ دنیا کا ہر انسان مقدر کے سانچے میں زندہ رہتا ہے اور مقدر کی آخری تحریر کے مطابق مرجاتا ہے۔"

دوسرے سائنسداں نے کہا: "اور ہم یہ جانتے ہیں کہ انسان اپنی تدبیر سے اپنی زندگی بناتا یا بگاڑتا ہے۔ تدبیر سے جو نتیجہ سامنے آتا ہے ہم اس نتیجے کو لوگ تقدیر کہتے ہیں۔"

میں نے ڈاکٹر شیفرڈ کی باتیں سُن کر کہا: "تقدیر کے گورکھ دھندے کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو زندگی کے نشیب و فراز سے شعوری طور پر گزرتے ہیں۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی تقدیر بنانے کی لاکھ کوشش کی ہے اور کرتا آ رہا ہوں لیکن میرا کیا ہوا۔ جو میرے لیے لکھ دیا گیا ہے وہی میرے سامنے آتا ہے اور میری تدبیر دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔"

ملازم نے آ کر کہا: "جناب! میز پر کھانا لگا دیا گیا ہے۔"

ہم وہاں سے اُٹھ کر ڈائننگ روم کی طرف جانے لگے میں نے پوچھا: "کیا وہ ڈاکٹر اور سائنسداں کامیاب ہو گئے؟"

"اس دن کے بعد ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اپنے طور پر بھی بہت کچھ سمجھ سکتا ہوں۔ انسان دل کی دھڑکنوں و سیل کے ذریعے قائم رکھ سکتا ہے لیکن دماغ کی پیچیدہ رگوں کے مطابق ایک انسانی دماغ نہیں بنا سکتا۔ میرا خیال ہے وہ اس مصنوعی انسان کے دماغ میں کوئی کمپیوٹر سسٹم رکھنا چاہتے تھے۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا دماغ کمپیوٹر سسٹم کا محتاج رہے گا اور اس کے دل کی دھڑکنیں ہمیشہ سیل کے مطابق جاری رہیں گی۔ مانا کہ کمپیوٹر انسان کے مقابلے میں کم غلطیاں کرتا ہے لیکن ایسا کمپیوٹر ابھی تک ایجاد نہیں ہوا، جو محبت کے جذبوں کو سمجھتا ہو۔ سردی گرمی کو محسوس کرتا ہو۔ سادن کی بھیگی رُت کا مزہ جانتا ہو۔ ایک حسین چہرے کو دیکھ کر کم از کم ایک شعر کہہ سکتا ہو یا یاد کر سکتا ہو۔ جب کمپیوٹر یہ سب نہیں کر سکتا تو کمپیوٹر والا دماغ اس انسان کو کیا بنائے گا؟ بے حس اور جذبات سے عاری مشین، روبوٹ جو محبت نہ کر سکتا ہو۔ انسان اور کمپیوٹر میں ایک واضح فرق ہے۔ انسان اپنی محبوبہ کو پھول سمجھ کر اُٹھاتا ہے جب کہ مشینی انسان ایک بوجھ سمجھ کر اسے قلی کی طرح اٹھائے گا۔"

ہم کھانے کے دوران باتیں کرتے رہے۔ کھانے کے بعد ڈاکٹر نے پوچھا: "اب تمھارا کیا پروگرام ہے؟"

"آپ کے ہاں آج میری آخری رات ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں صبح یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"مگر کہاں جاؤ گے؟"

"ابھی کہہ نہیں سکتا۔ یہاں سے اپنے بیڈ روم میں جا کر ایزل ہارڈی کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کروں گا۔ اگر ہارڈی سے تعلق رکھنے والی کسی جگہ جانا ضروری ہوا تو وہاں جاؤں گا ورنہ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب چار دیواری میں نہیں رہوں گا۔ میرا چہرہ آپ جیسے ماہر کے لیے عارضی ہے مگر دشمنوں کے لیے مستقل ہے۔ کوئی مجھ پر شُبہ نہیں کرے گا۔ اب میں سرِعام دشمنوں کے درمیان سے بھی گزر سکتا ہوں۔ یوں سمجھ لیجیے، بیٹھے بیٹھے مجھے رنگ لگ گیا ہے۔ اب ہاتھ پاؤں کی ورزش کے لیے نکل رہا ہوں۔"

ملازم ہمیں کھانا کھلانے کے بعد چلا جاتا تھا۔ میں نے اس سے کہا: "تھرماس میں کافی بھر کر مجھے دے جانا، اس کے بعد چھٹی کرنا۔"

اس نے میرے حکم کے مطابق تھوڑی دیر بعد ہی کافی سے بھرا ہوا تھرماس لا کر میری خواب گاہ میں رکھ دیا پھر چلا گیا۔ میں ایزل ہارڈی کی ڈائری کھول کر پڑھنے لگا۔ اس کے جاننے والوں کے نام اور پتے اس ڈائری میں درج تھے۔ ایک کیسٹ ایسا تھا جس میں ایزل ہارڈی اور اس کے کچھ ساتھیوں کی آوازیں ریکارڈ کی ہوئی تھیں۔ وہ کیسٹ میرے کام آ سکتا تھا۔ اس میں جتنے لوگوں کی آوازیں موجود تھیں۔ میں پہلے ان کے دماغوں میں پہنچ کر باقی دوسرے لوگوں کے متعلق معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

لیکن ایک ذرا سی خیال خوانی رہ گئی تھی۔ پارس کے متعلق معلوم کرنا تھا۔ میں ثباتہ کے پاس پہنچ گیا۔ میرا بیٹا اس کے قبیلے کی ایک عورت کی گود میں پہنچ گیا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ پولیس اسے تلاش کر رہی ہے لیکن یہ نہیں جانتی کہ اس کا نام پارس ہے۔

قصہ یوں ہے کہ شبیر حسن نے پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کرائی تھی کہ وہ اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ پارک میں چہل قدمی کے لیے گیا تھا۔ وہیں اس کی بیوی نے گھاس پر بچے کو لٹا دیا تھا۔ ذرا اس کی طرف سے غافل ہوئی تو کوئی اس بچے کو اٹھا کر لے جانے لگا۔ اس کی بیوی نے شور مچایا۔ شبیر حسن بھی پہنچ گیا لیکن وہ ہاتھ نہیں آئے۔ وہ دو آدمی تھے جو موٹر سائیکل پر بچے کو لے گئے تھے۔

چونکہ شبیر حسن اور اس کی بیوی کو پارس کے بغیر انقرہ سے نکل کر تہران جانا تھا، اس لیے یہ جھوٹی رپورٹ درج کرائی گئی تھی۔ ثباتہ نے یہ تدبیر شبیر حسن کو بتائی تھی اور کہا تھا، جب پارس کو اغوا کیا جائے تو اس کی بیوی کو صحیح معنوں میں ایک ماں کی طرح رونا چاہیے اور وہ بے چاری رو رہی تھی۔ بہت بُری طرح، کیونکہ پارس سے پہلے ہی اس کا دل لگ چکا تھا۔ وہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ بچے کی جُدائی پر رونا تو یقینی تھا اس لیے وہ بے اختیار رو رہی تھی۔ ان کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ دو چار روز پولیس والوں پر اعتماد کر کے وہاں قیام کیا جائے گا اور بچے کی بازیابی کا انتظار کیا جائے گا۔ اگر پولیس والے اسے تلاش کرتے ہوئے ثباتہ اور اس کے قبیلے میں پہنچ جائیں اور شبیر حسن سے اس کی شناخت کرائی جائے تو وہ اور اس کی بیوی پارس کو دیکھ کر انکار کر دیں گے کہ یہ ان کا بیٹا نہیں ہے۔

تدبیر اچھی تھی۔ پارس اب ثباتہ کے محفوظ ہاتھوں میں پہنچ گیا تھا میں مطمئن ہو کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اب میں اطمینان سے ایزل ہارڈی کے ساتھیوں کے دماغوں میں باری باری پہنچ سکتا تھا۔ میں نے اس کیسٹ کو ریکارڈر میں رکھا پھر اسے آن کرنا چاہتا تھا کہ اچانک ڈاکٹر شیفرڈ تیزی سے میری خواب گاہ میں آیا۔ گھبرائے ہوئے انداز میں کہنے لگا: "فرہاد! کوئی باہر سے ہمارے بیرونی دروازے کو کھولنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

میں فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا: "کیا آپ نے تمام دروازوں اور کھڑکیوں کو بند کر دیا تھا؟"

"دروازوں کو لاک بھی کر دیا ہے مگر کوئی اسے کھول رہا تھا۔ میں فوراً ہی تمھارے پاس چلا آیا۔"

"آپ اطمینان سے جائیں۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھیں۔ کوئی بھی آئے گا تو آپ سے باتیں کرے گا پھر میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق ڈرائنگ روم میں جا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی کسی کے قدموں کی آواز سُنائی دی۔ ڈاکٹر اندر ہی اندر گھبرا رہا تھا۔ میں نے کہا: "پریشان ہونے کی بات نہیں ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ دشمنوں کا کوئی ہتھیار ٹیلی پیتھی کے آگے کام نہیں کرتا ہے۔ وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ پہلے ہم آنے والے کو دیکھ تو لیں۔"

اسی وقت ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا۔ وہاں ایک دراز قد عورت نظر آئی۔ وہ اپنی کمر پر ہاتھ رکھے یوں اعتماد سے کھڑی ہوئی تھی جیسے کہہ رہی ہو۔ یہ لکڑی کے دروازے اور لوہے کے قفل تھے۔ میں تو آہنی دروازوں کے پار بھی چلی جاتی ہوں۔

ڈاکٹر کو یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ اس عورت کے ہاتھ میں ایک پرس تھا۔ کوئی ریوالور وغیرہ نہیں تھا۔ اس نے نارنجی رنگ کا بلاؤز پہنا ہوا تھا۔ سیاہ رنگ کے اسکرٹ پر نارنجی رنگ کی دھاریاں تھیں۔ اس کا سراپا بتا رہا تھا کہ چہرے کے اعتبار سے بھی دلکش ہو گی اور چہرہ تھا کہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

ڈاکٹر نے کہا: "میرے ہاں ایسی عورتیں آتی ہیں، جن کے چہروں میں کوئی نقص ہوتا ہے۔ اس لیے وہ خود کو نقاب میں چھپا کر آتی ہیں۔ اگر نہ بلا شک سرجری کے لیے آئی ہو تو بہت غلط وقت پر غلط جگہ آئی ہو۔ یہ کون سا طریقہ ہے۔ میں نے باہر کے دروازے کو مقفل کیا تھا۔ تم اسے کس طرح کھول کر آئی ہو؟ کس کی اجازت سے اندر آئی ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی آنے والی نے اپنے چہرے کے نقاب کو اُلٹ دیا۔ اسے دیکھتے ہی ڈاکٹر یکبارگی حیرت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا: "مادام آ۔۔۔۔ آ۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔ آپ اس وقت یہاں؟"

وہ حیران تھا اور صرف مادام کہہ رہا تھا لیکن اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: "مادام سونیا۔ سونیا۔ سونیا!"

ہائے ری سونیا، تُو تو فرہاد علی تیمور کی کھوپڑی گھما کر رکھ دیتی ہے۔ یہ شدید حیرانی کی بات تھی کہ وہ مکار عورت کس طرح میرے قریب چلی آئی تھی۔ آخر یہ ہے کیا بلا؟

اسی وقت سونیا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی: "ڈاکٹر! میں ہر قیمت پر فرہاد سے ملنا چاہتی ہوں۔ اسی لیے آپ کے پاس آئی ہوں۔"

ڈاکٹر پہلے ہی سونیا سے متاثر تھا اور اس کا مداح بھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا: "مادام! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ فرہاد۔۔۔۔"

میں نے اسے آگے کہنے کا موقع نہیں دیا۔ فوراً ہی سوچ کے ذریعے اس کی بات بدل دی۔ ڈاکٹر نے کہا: "میرا مطلب ہے، آپ فرہاد کو یہاں تلاش کرنے کیوں آئی ہیں۔ ایک عرصہ گزر چکا ہے۔ نہ تو میں نے فرہاد کو دیکھا ہے۔ نہ ہی مجھے اس کے متعلق کوئی اطلاع ملی ہے۔"

سونیا نے ڈرائنگ روم کو اِدھر سے اُدھر تک سرسری نظروں سے دیکھا پھر اطمینان سے ایک صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد اچانک سوال کیا: "آپ کے ہاں اور کون ہے؟"

ڈاکٹر ذرا پریشان ہوا لیکن میں نے اسے سنبھال لیا، کہنے لگا: "کوئی نہیں۔ صرف ایک اجنبی ہے۔ میرے لیے ذرا پریشانی کا باعث بنا ہُوا ہے۔"

اس نے پوچھا: "رات کا وقت ہے۔ آپ نے ایک اجنبی کو اپنے ہاں پناہ کیوں دی ہے؟"

"وہ اجنبی ہے مگر بے چارہ اپنی یادداشت کھو چکا ہے۔ جانے کہاں کہاں سے بھٹکتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔ مجھے اس سے ہمدردی ہوگئی۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ نہ تو میرا دشمن ہے، نہ ہی مجھے بے سبب نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

سونیا نے کہا: "میں حیران ہوں کہ آپ جیسا ذہین اور مصروف ترین ڈاکٹر ایک اجنبی کے لیے اپنا وقت کیسے نکال سکتا ہے پھر آپ کیا جانیں کہ کوئی بے سبب نقصان پہنچا سکتا ہے یا نہیں؛ نقصان پہنچنے کے بعد ہی اسباب کا علم ہوتا ہے۔"

پھر اس نے اچانک ہی ڈاکٹر کی طرف جھکتے ہوئے پوچھا۔ "اس کا نام کیا ہے؟"

"ایزل ہارڈی۔"

سونیا نے غیر متوقع طریقے پر یہ سوال اچانک کیا تھا میں ڈاکٹر کو سنبھال نہ سکا اور اس نے نام بتا دیا۔ اس نے پھر حیرانی سے ڈاکٹر کو دیکھتے ہوئے کہا: "آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ اپنی یادداشت کھو چکا ہے پھر اسے اپنا نام کیسے یاد ہے؟"

ڈاکٹر نے میری سوچ کے مطابق ہنستے ہوئے کہا: "نہ وہ اپنا نام بتا سکتا ہے اور نہ ہی میں پوچھنے کی حماقت کر سکتا ہوں۔ اس کے سامان میں کچھ چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ ان کے ذریعے مجھے اس کا نام معلوم ہوا ہے۔"

وہ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ ڈاکٹر نے پوچھا۔ "آپ اس طرح مجھے کیوں دیکھ رہی ہیں؟"

"میں دیکھ رہی ہوں۔ جب میں یہاں آئی تو آپ مجھے دیکھتے ہی پریشان ہوگئے۔ آپ ایک صحت مند دماغ کے مالک ہیں۔ پہلی بار فرہاد کا نام سنتے ہی آپ نے کچھ کہنا چاہا تھا پھر میں نے محسوس کیا جیسے آپ نے بات بدل دی ہو پھر بھی میں نے نظر انداز کیا لیکن میں دیکھ رہی ہوں، آپ کبھی میری کسی بات پر بدحواس ہو جاتے ہیں کبھی بلاوجہ ہنسنے لگتے ہیں جیسا کہ ابھی ہنس کر جواب دے رہے تھے۔ آخر بات کیا ہے؟ آپ مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں؟"

میں نے ڈاکٹر کی زبان سے کہا: "مادام! آپ جہاں پہنچ جاتی ہیں وہاں کوئی چھپ نہیں سکتا۔ میں آپ سے ایک بات چھپانا چاہتا تھا۔ آپ وعدہ کریں، کسی کو نہیں بتائیں گی تو میں آپ کو بتاتا ہوں۔"

سونیا نے انکار کے انداز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا: "اگر وہ اجنبی آپ کے لیے کوئی مصیبت بنا ہوا ہے یا مسئلہ بنا ہُوا ہے تو میں سُنوں گی ورنہ مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"شکریہ مادام! آپ نہ ہی پوچھیں تو بہتر ہے۔ وہ بے چارہ آج ہے کل چلا جائے گا۔ اس کی بات ختم ہو جائے گی۔ آپ بتائیں، اتنی رات کو میرے پاس آنے کی کیسے زحمت کی؛ مجھے اطلاع دے دیتیں، میں خود ملنے چلا آتا۔"

"میں ضرورت مند ہوں۔ اس لیے آپ کے پاس آئی ہوں۔ پہلے آپ کو بتا دوں کہ فرہاد دشمنوں کی قید میں ہے اور قید بھی ایسی ہے جہاں پرندہ پَر نہیں مار سکتا لیکن میں وہاں پہنچنے کے لیے پَر تول چکی ہوں۔ اسی لیے رات کو چھپ کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ آپ ہی میرے اس چہرے کو چھپا کر کوئی دوسرا چہرہ بنا سکتے ہیں۔ میں اس طرح جانا چاہتی ہوں کہ دشمنوں کو مجھ پر ذرا بھی شبہ نہ ہو۔"

"یعنی آپ اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرانا چاہتی ہیں؟"

"پلاسٹک سرجری کے عمل میں کئی ماہ لگ جاتے ہیں اور دشمنوں نے فرہاد کی موت کے لیے جو سو گھنٹے مقرر کیے تھے، ان میں سے پینتالیس گھنٹے گزر رہے ہیں۔ پچپن گھنٹے رہ گئے ہیں۔ آپ مجھے بتائیں، کیا پانچ دس گھنٹے کے اندر میرے چہرے کو کسی حد تک تبدیل کر سکتے ہیں؟"

اس نے پرس کھول کر ایک تصویر نکالی اور کہا: "یہ چہرہ مجھ سے قدرے مشابہت رکھتا ہے۔ اگر اس تصویر کے مطابق میرا چہرہ بن جائے تو لوگ زیادہ سے زیادہ یہی کہیں گے کہ میں سونیا سے مشابہت رکھتی ہوں۔"

وہ جس انداز میں ڈاکٹر کے ہاں داخل ہوئی تھی اور اس کی ابتدائی گفتگو بھی ایسی تھی کہ میں سمجھا، وہ جانتی ہے کہ میں یہاں موجود ہوں۔ اسی لیے ملنے آگئی ہے لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ پلاسٹک سرجری کے بعد تل ابیب پہنچنا چاہتی تھی۔ میں نے ڈاکٹر کے ذریعے اس تصویر کے متعلق سوال کیا: "یہ لڑکی کون ہے؟"

"ایک یہودی لڑکی ہے۔ میں اس کے متعلق پوری معلومات رکھتی ہوں۔ اس کے کاغذات بھی مجھے حاصل ہوگئے ہیں۔ بس یہ چہرہ بننے کی دیر ہے۔ میں تیر کی طرح فرہاد تک پہنچ جاؤں گی۔"

میں نے ڈاکٹر کی زبان سے کہا: "ابھی تم کہہ رہی تھیں کہ وہاں پرندہ پَر نہیں مار سکتا۔ کیا تمہارے متعلق یہ کہا موت درست نہیں ہے کہ چیونٹی کے پَر نکل آتے ہیں؟"

"چیونٹی کے پَر نکل آئیں تو وہ پتنگوں کی طرح جلد ہی موت کی طرف جاتی ہے لیکن عورت کے پَر نکل آئیں تو وہ مَردوں کا کباڑا کرتی ہے خواہ دوست ہوں یا دشمن۔"

"مادام! مجھے بڑی باریک بینی سے آپ کے اور اس تصویر کے چہرے کا موازنہ کرنا ہوگا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی: "آپ کو پلاسٹک سرجری کے ابتدائی مراحل سے گزرنے میں کافی دن لگ جائیں گے۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میں صرف دو چار گھنٹے میں آپ کے چہرے کو تبدیل کر دوں گا۔"

اس نے خوش ہو کر ڈاکٹر کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں عقیدت سے تھام لیا: "سچ؟"

"ہاں، سب سے پہلے مجھے آپ کے چہرے کی جلد کا طبّی معائنہ کرنا ہوگا۔ یہ ضروری ہے۔ بہرحال آج رات آپ میری مہمان رہیں گی۔ صبح میرا وہ اجنبی دوست یہاں سے چلا جائے گا۔ اس کے بعد میں اطمینان سے آپ کے لیے کچھ کر سکوں گا۔"

"مجھے آپ کے ہاں رہنا ہی ہوگا۔ میں چھپ کر آئی ہوں۔ اعلیٰ بی بی وغیرہ کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں کہاں جا رہی ہوں اور کیا کرنے والی ہوں۔"

"اچھا ہوا۔ آپ نے مجھے بتا دیا۔ اگر آپ کے سلسلے میں کسی کا فون آئے یا کوئی براہِ راست یہاں آئے گا تو میں آپ کی موجودگی سے انکار کر دوں گا۔"

"اگر فون آئے تو کچھ ایسا انتظام کریں کہ میں سُن سکوں۔ ہو سکتا ہے اعلیٰ بی بی میرے لیے کوئی ضروری پیغام دینا چاہتی ہو۔"

"اچھی بات ہے جب بھی فون آئے گا میں یہاں سے ریسیور اُٹھانے کے بعد آپ کو اشارہ کر دوں گا۔ آپ میرے بیڈ روم میں جا کر وہاں سے فون کا ریسیور اُٹھا کر سُن سکتی ہیں۔"

میں سونیا کی باتیں سُن رہا تھا اور میرا تجربہ مجھے سمجھا رہا تھا کہ اس عورت سے بچنا بہت مشکل ہے۔ اگرچہ اس کی دُور تک سونگھنے والی حس کمزور پڑ گئی ہے۔ تاہم قریب سے وہ انسانی جسم سے خارج ہونے والی بُو کو پہچان سکتی ہے۔

میں چاہتا تو وہ آج رات ڈاکٹر کے ہاں مہمان کے طور پر نہیں رہ سکتی تھی۔ اس کے رہنے میں میرے پکڑے جانے کا اندیشہ تھا لیکن یہ پیار بھرا اندیشہ تھا۔ وہ میری دشمن تو نہیں تھی۔ جاں نثار تھی اور دُنیا والوں سے چھپ کر یہاں آئی تھی۔ اعلیٰ بی بی یا اس کے آدمی اسے دیکھ لیتے تو کوئی فرق نہ پڑتا لیکن دشمن دیکھ لیتے تو اس کے پیچھے لگ جاتے۔ اسی لیے میں نے اسے یہاں مہمان بننے سے نہیں روکا تھا۔

میں نے سوچ کے ذریعے ڈاکٹر سے کہا: "آپ اس سے کہہ دیجیے گا کہ آپ کا اجنبی مہمان اپنے بیڈ روم کے دروازوں اور کھڑکیوں کو بند رکھتا ہے۔ کسی سے ملتا نہیں ہے۔"

"اس طرح مادام کو شبہ ہوگا۔"

"شبہ نہیں ہوگا۔ آپ نہیں جانتے، اس کے سونگھنے کی حس بہت تیز ہے۔ قریب آکر وہ میرے جسم کی مخصوص بُو کو پہچان لے گی۔"

"بڑی مشکل ہے۔ تمہارے ساتھی بھی کوئی نہ کوئی غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہیں۔ بہرحال میں وہی کروں گا جو تم کہہ رہے ہو۔"

"دوسری بات یہ کہ اس سے کھانے کے لیے پوچھیں۔ میں جانتا ہوں یہ بھوکی آئی ہے۔ سب یہ کھانے میں مصروف ہو تو آپ مجھے اس یہودی لڑکی کی تصویر لاکر دکھا دیں۔"

ڈاکٹر نے سونیا سے کھانے کے لیے کہا۔ اس نے انکار نہیں کیا۔ کہنے لگی: "آپ کا ملازم یہاں سے جا چکا ہے۔ میں ہر طرح سے باخبر ہو کر آئی ہوں۔ جانتی تھی کہ اب یہاں آپ کے سوا کوئی نہیں ہوگا۔ صرف اس اجنبی مہمان کے متعلق نہیں جانتی تھی۔ بہرحال آپ تکلیف نہ کریں۔ میں عورت ہوں۔ خود ہی کچن میں جاؤں گی۔ کھانے کے لیے جو کچھ ملے گا، کھا لوں گی۔"

وہ ڈاکٹر کے ساتھ ساتھ کچن کے دروازے تک آئی پھر ڈاکٹر نے کہا: "میں ابھی آتا ہوں۔"

سونیا نے پلٹ کر پوچھا: "کیا اس اجنبی سے ملنے جا رہے ہیں؟"

"نہیں، میں نے اسے ایک آدھ بار ہی دیکھا ہے۔ وہ اپنے کمرے کے دروازوں اور کھڑکیوں کو بند رکھتا ہے۔ اس نے کہا تھا۔ صبح چلا جائے گا۔ شاید جاتے جاتے وقت بھی وہ مجھ سے نہ ملے۔ چپ چاپ نکل جائے۔ میں اپنے بیڈ روم میں جا کر اس تصویر کو محدب شیشے سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

سونیا مطمئن ہو کر باورچی خانے میں گھس گئی۔ ڈاکٹر وہاں سے سیدھا میرے پاس آیا۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ اس نے تصویر دکھائی۔ میں نے اس پر ایک نظر ڈالی۔ اچھی خوبصورت

لڑکی تھی۔ اس کی آنکھیں واضح طور پر نظر آ رہی تھیں۔ میں ان آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ جھانکتے جھانکتے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں اسی لڑکی کے پاس موجود ہوں تب میں نے خیال خوانی ترک کر دی۔ ڈاکٹر سے کہا: "آپ یہ تصویر لے جائیں۔ میرا کام ہو گیا ہے۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ زیرو پاور کا بلب آن کرنے کے بعد کمرے کی بتی بجھا دی تاکہ سونیا ادھر سے گزرے تو کمرے میں اندھیرا نظر آئے اور وہ یہی سمجھے کہ میں سو رہا ہوں۔

میں نے ایک کرسی پر بیٹھ کر اس یہودی لڑکی سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ آدھی رات ہو چکی تھی۔ وہ اپنے بستر پر محوِ خواب تھی۔ میں اس کے خوابیدہ دماغ سے معلومات حاصل کرنے لگا۔ معلوم ہوا کہ جن دنوں سونیا پیرس میں سپر ماسٹر کی تنظیم کی ایک اہم عہدے دار کی حیثیت سے کام کر رہی تھی، ان دنوں اس نے اس لڑکی کے باپ کو چند نامعلوم دشمنوں سے بچایا تھا۔ اس کا باپ ہمیشہ دہشت زدہ رہتا تھا۔ سونیا نے دشمنوں کو اس طرح ٹھکانے لگایا تھا کہ دشمنوں کی دہشت ختم ہو گئی تھی۔ پورا خاندان اب سکون سے زندگی گزار رہا تھا اور سونیا کا احسان مند تھا۔ اس نے آج بہت عرصے بعد ان سے رابطہ قائم کیا تھا اور انھیں صاف صاف بتا دیا تھا کہ فرہاد علی تیمور تل ابیب میں ایک قیدی کی حیثیت سے پڑا ہوا ہے اور وہ اس کے پاس بھیس بدل کر جانا چاہتی ہے۔ اس کے لیے ان کی لڑکی کا روپ اختیار کرنا مناسب ہے۔ وہ یہودی ہیں اور ان کے پاس ایسے کاغذات اور پاسپورٹ ہیں جن کے ذریعے وہ اسرائیل کی حدود میں آسانی سے داخل ہو سکتی ہے۔ اس لڑکی کے والدین نے خوشی کا اظہار کیا تھا اور کتابِ مقدس کی قسمیں کھا کر کہا تھا: "ہم تمھارے احسانات کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ آج احسان کا بدلہ چکانے کا وقت آیا ہے تو ہم انکار نہیں کریں گے۔"

انھوں نے اپنی لڑکی کی تصویر دے دی تھی اور کہا تھا کہ وہ جس وقت چاہے، ان کے پاس آ کر لڑکی کے ضروری کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ لے جا سکتی ہے۔

میں نے اس یہودی لڑکی کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا۔ "کیا ہم سب سونیا کے لیے پُرخلوص ہیں؟ دیانت دار ہیں؟ اور اسے کسی بھی پہلو سے دھوکا نہیں دے رہے ہیں؟"

اس نے نیند کی حالت میں جواب دیا: "ہم سونیا کے لیے پُرخلوص ہیں۔ دیانت دار ہیں اور کسی پہلو سے اسے دھوکا دینے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس کے ہم پر بڑے احسانات ہیں۔"

میں نے اسے نیند کی حالت میں آنکھیں کھولنے کے لیے کہا لیکن اس طرح کہ وہ نیند میں رہے اور آنکھیں کھلی رہیں۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب آنکھیں کھل گئیں تو میں نے دیکھا، اس کے سرہانے شیشے کا ایک گلاس اور ایک بڑا سا جگ رکھا ہوا تھا۔ جگ آدھا بھرا ہوا تھا۔ میں نے لڑکی کو پھر سُلا دیا لیکن اس کے ہاتھ کو اس گلاس اور جگ تک پہنچا کر انھیں نیچے گرا دیا۔ فرش پر گرتے ہی زور کی آواز ہوئی۔ وہ لڑکی ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ دوسرے کمرے سے اس کے باپ کی آواز سُنائی دی: "ریٹا! کیا ہوا؟ کیا ہوا بیٹی؟"

پھر اس کی ماں نے کہا: "دروازہ کھولو۔ تم ٹھیک تو ہو؟"

ریٹا نے جواب دیا: "ممّی! پریشان ہونے کی بات نہیں ہے۔ نیند میں میرا ہاتھ شیشے کے جگ پر پڑ گیا تھا۔ وہ نیچے گر پڑا ہے۔"

اس کے ماں باپ مطمئن ہو گئے۔ اب میں اس کے باپ کے دماغ میں تھا۔ وہ اپنے بستر پر لیٹ گیا تھا اور سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اس کے ذہن میں سونیا کا تصور پیش کیا۔ وہ اسی کے متعلق سوچنے لگا: "سونیا دشمنوں کے لیے موت اور دوستوں کے لیے زندگی ہے۔ میں اس کا احسان کبھی نہیں بھول سکتا اسی لیے میں نے اسے تل ابیب تک پہنچانے کا راستہ ہموار کر دیا ہے لیکن ہم یہودی ہیں۔ ہم اپنی قوم کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتے۔ ہماری کامیابیوں کا راز یہی ہے کہ اپنے دریمان ہزار اختلاف کے باوجود جب ہمیں قومی سطح پر کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو ہم ایک ہو جاتے ہیں۔ میں نے یہاں کا بال تنظیم کی ایک برانچ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ ان سے یہ وعدہ لیا کہ اگر میں انھیں ایک راز کی بات بتاؤں تو وہ میری ایک شرط پر ضرور عمل کریں گے۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ کا بال تنظیم کے بڑے بڑے عہدے دار اپنے اصولوں کے سختی سے پابند ہیں۔ جو انھیں اہم اطلاعات پہنچاتا ہے یا کسی معاملے میں ان کے کام آتا ہے، وہ اس کی بات ضرور مانتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔"

میں نے اس بوڑھے کی سوچ میں پوچھا: "کیا وہ لوگ میری شرط کو مان لیں گے؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا: "کیوں نہیں مانیں گے اور یہ کون سی بڑی شرط ہے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ سونیا میری لڑکی کے رُوپ میں تل ابیب پہنچنے والی ہے لیکن وعدہ کریں کہ اسے کسی قسم کا جسمانی یا ذہنی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ انھوں نے اسے بخوشی تسلیم کر لیا ہے۔ وہ اس بات سے خوش ہیں کہ میں نے انھیں وقت سے پہلے ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کیا ہے۔ وہ سونیا کے مقصد میں وہاں کامیاب نہیں ہونے دیں گے لیکن اسے نقصان بھی نہیں پہنچائیں گے۔"

میں نے اس بوڑھے کی سوچ میں کہا: "لیکن یہ تو سراسر احسان فراموشی ہے۔ سونیا نے میری جان بچائی اور میں اس کے خلاف رپورٹ کر رہا ہوں۔ اس کو دھوکا دے رہا ہوں۔"

سوچ نے جواب دیا: "بے شک اس کے خلاف رپورٹ اس لیے دے رہا ہوں کہ نہ دینے کی صورت میں ہمارے قومی مفاد کو نقصان پہنچتا ہے۔ جہاں تک احسان چکانے کی بات ہے، اس کے لیے میں نے شرطِ اوّل رکھی ہے۔ میرا ضمیر مطمئن ہے۔ سونیا جس طرح جائے گی، اسی طرح صحیح سلامت واپس آ جائے گی۔"

بے شک، آج یہودیوں کی کامیابی کا راز یہی ہے۔ اُن میں بھی اچھے انسان ہوتے ہیں لیکن اس حد تک کہ احسان کرنے والوں کا احسان مانتے ہیں اور وقت پڑنے پر ان کے کام آتے ہیں مگر کام آنے کے دوران اگر ان کے قومی مفاد کو ٹھیس پہنچتی ہے تو ذرا پٹڑی بدل دیتے ہیں۔ مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک تمام یہودی ایک ہو جاتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ وہی مذاہب اور وہی قومیں دنیا میں سربلند رہتی ہیں جو اپنی بقا کے لیے ہر لمحے متحد رہنا جانتی ہوں۔

میں یوں بھی نہیں چاہتا تھا کہ سونیا میرے رحم و کرم پر رہ کر میری رہائی دلانے کے لیے تل ابیب جائے اور پھر مصیبت میں پھنس جائے۔ اب اس انکشاف کے بعد کہ سونیا کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس کی آمد کی اطلاع پہنچ گئی ہے تو اس کا وہاں جانا ایسا ہی ہوتا جیسے کوئی جان بوجھ کر گڑھے میں گرنے جا رہا ہو۔

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ بھی سو رہی تھی۔ دوسری صبح وہ اپنی ایک چھوٹی سی ٹیم کے ساتھ تل ابیب کی طرف روانہ ہونے والی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا سونیا نے جو پیغام سپر ماسٹر اور ماسک مین کے نام بھیجا تھا اس کا جواب موصول ہو گیا ہے۔

سپر ماسٹر کا جواب تھا: "مادام سونیا! ہم آپ کے خادم ہیں یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ آپ ہماری تنظیم میں شریک ہو کر ہمارے کام آنا چاہتی ہیں۔ فرہاد کے لیے ہم جان کی بازی لگا دیں گے۔ ہم نے تل ابیب پہنچنے کے بعد کا بال تنظیم کے سربراہ کو سربمہر لفافے میں بند کیا ہے کہ وہ فرہاد کو زندہ رکھیں۔ اس نے شرط لگائی ہے کہ ہم سوانحِ عمری میں فرہاد کی موت کے فیصلے پر دستخط کریں۔ اس نے ہم سے تحریری معاہدہ کیا ہے۔ ہمارے دستخط کرنے کے بعد وہ فرہاد کو جان سے نہیں مارے گا بلکہ اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔

مادام! شاید آپ کو میری یہ باتیں احمقانہ لگیں گی۔ ہم اکثر سیاسی بساط پر ایسی عجیب و غریب چالیں چلتے ہیں جو پہلے کسی کی سمجھ میں نہیں آتیں یا وہ ان چالوں کو احمقانہ سمجھتے ہیں۔ آپ ہم پر یقین کر لیں یا پھر وقت آنے پر خود ہی دیکھ لیں کہ کا بال تنظیم کے سربراہ ہوں یا دوسرے یہودی فرہاد علی تیمور کو کوئی جانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ہم نے انھیں سیاسی بندشوں میں جکڑ رکھا ہے۔

صرف اتنا ہی نہیں، ہم اپنی دوستی اور وفاداری ثابت کرنے کے لیے فرہاد علی تیمور کو ان کی قید سے نکال لانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ آپ اپنے وعدے پر قائم رہیں۔ اِدھر ہم فرہاد کو زندہ سلامت آپ کے پاس پہنچائیں گے۔ اُدھر آپ ہماری تنظیم میں شریک ہو جائیں گی اور وہ وقت جلد آنے والا ہے۔"

اعلیٰ بی بی کے خوابیدہ دماغ نے اس کے بعد ماسک مین کا پیغام سُنایا۔ ماسک مین نے کہا ہے: "مادام سونیا! اس وقت میں اپنے مخصوص طیارے میں ہیمٹا اپنے ملک کی طرف جا رہا ہوں اور سفر کے دوران آپ کے پیغام کا جواب ارسال کر رہا ہوں۔ مجھے اور میری پوری تنظیم کو اس بات کی خوشی ہے کہ آپ ہماری تنظیم میں شریک ہو کر ہمارے کام آئیں گی۔ آپ یقین جانیں، آپ کو اپنے درمیان دیکھ کر ایسی ہی خوشی ہوتی ہے جیسی کسی مہلک مگر ناقابلِ فہم ہتھیار کا فارمولا ہاتھ آ جانے پر۔"

ماضی میں فرہاد علی تیمور ہمارے بہترین دوست ثابت ہوتے رہے۔ ہم نے بھی ان کے کام آنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ میں اسی غرض سے تل ابیب گیا تھا کہ فرہاد صاحب پر کوئی آنچ نہ آنے پائے اور میں انھیں رہا کرانے کی کوئی صورت نکال لوں۔ جیسا کہ آپ جانتی ہیں، ہم بھی یہودی ہیں لیکن کمیونسٹ یہودیوں اور مغربی ممالک کے سرمایہ دار یہودیوں کے درمیان کئی طرح کے اختلافات ہیں۔ ان میں سے ایک فرق یہ ہے کہ وہ اوّل نمبر کے جھوٹے اور فریبی ہوتے ہیں۔ وقت آنے پر اپنی زبان سے پھر جاتے ہیں۔ اپنے دوستوں کے ساتھ بھی بعض اوقات دشمنوں جیسا سلوک کرتے ہیں۔ میں بطورِ مہمان تل ابیب گیا تھا۔ انھوں نے مجھے سوانح عمری پیش کیا اور اس پر بضد رہے کہ میں فرہاد صاحب کی موت کے فیصلے پر دستخط کروں لیکن میں نے صاف طور سے انکار کر دیا۔ اسی پر انھوں نے مجھے گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ کہنے لگے، اگر میں دستخط نہیں کروں گا تو یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکوں گا۔

ہو سکتا ہے، وہ مجھے گولی نہ مارتے کیوں کہ اسرائیل کی حدود میں مَیں مارا جاتا تو میرے ملک کی طرف سے میرے قتل کے سلسلے میں اسرائیلی حکومت سے جواب طلب کیا جاتا۔ وہ بہت چالاک ہیں۔ میرے کھانے میں کوئی ایسی دوا ملا کر دے سکتے تھے جس سے میری موت واقع ہوتی اور طبی رپورٹ سے یہی ظاہر ہوتا

کہ حرکت قلب بند ہو گئی تھی۔ لہٰذا میں نے سوچا، چپ چاپ فرہاد صاحب کی موت کے فیصلے پر دستخط کر دوں پھر اس کے بعد وہاں سے نکل کر اس کے خلاف احتجاج کروں۔ اب میں سفارتی سطح پر یہ حقیقت بتاؤں گا کہ کس طرح انھوں نے مجھے ایک غلط فیصلے پر دستخط کرنے کے لیے مجبور کیا تھا اور کس طرح ہم سب مل کر فرہاد کی زندگی کے فیصلے پر دستخط کر کے انھیں موت کے منہ سے بچا سکتے ہیں۔ اب آپ کے پیغام کے مطابق میں فرہاد کی زندگی کے لیے جان کی بازی لگا رہا ہوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہودیوں کے دیے ہوئے سو گھنٹے پورے ہونے سے پہلے میں فرہاد صاحب کو آپ کے پاس زندہ سلامت پہنچا دوں گا۔ آپ بھی اپنے وعدے پر قائم رہیں۔ فقط آپ کا جاں نثار دوست۔ ماسک مین"۔

سپر ماسٹر اور ماسک مین کے جوابی پیغامات سُن کر یہ بات واضح ہو گئی کہ اب دشمنوں کے درمیان ایک نیا کھیل شروع ہونے والا ہے۔ پہلے تو وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ فرہاد علی تیمور کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ اسی فیصلے کے مطابق ان دونوں نے میری موت کے فیصلے پر دستخط کر دیے تھے لیکن کامال تنظیم کے عزائم معلوم ہونے کے بعد دونوں کو اپنی فاش غلطی کا احساس ہوا۔ اب وہ اس غلطی پر پردہ ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کرنا چاہتے تھے اس کے لیے وہ ہمارا خاتمہ کر کے تل ابیب سے چلے گئے تھے۔ اپنے پیغامات کے ذریعے سونیا کو قائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ میری زندگی بچانے کے لیے آخری حد تک کوشش کریں گے اور میں جانتا تھا کہ اب وہ سازشیں کریں گے۔ اسرائیلی حکومت کے خلاف کھلے اقدامات تو کرنے سے رہے لیکن خفیہ طور پر۔۔۔۔۔۔۔

کسی طرح سجاد علی تیمور کو وہاں سے نکال لانے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح کامال تنظیم کے سربراہ ماسک مین اور سپر ماسٹر کے درمیان ٹھن گئی تھی۔ سو گھنٹے پورے ہونے سے پہلے تل ابیب میں بڑے ہنگامے ہونے والے تھے۔

میں نے اعلیٰ بی بی کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا "اس سلسلے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

اس نے جواب دیا "یقیناً اب سپر ماسٹر اور ماسک مین ہر طریقے سے تم پر اور سونیا پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہماری موت کے فیصلے پر ان سے جبراً دستخط کرائے گئے تھے یا انھوں نے کسی پالیسی کے تحت دستخط کیے تھے۔ دوسری طرف وہ دونوں خطرناک تنظیموں کے سربراہ اپنے اپنے باصلاحیت تجربہ کار اور خطرناک قسم کے ایجنٹوں اور جاسوسوں کو تل ابیب میں استعمال کریں گے اور سجاد علی تیمور کو وہاں سے چھڑا لانے کی ہر کوشش کریں گے۔

"میرا خیال ہے، تم اپنی ٹیم کے ساتھ تل ابیب جاؤ۔ اس میں فائدہ ہے۔ وہاں اگر وائسورو کی اور اپوزیشن کی نئی سیاسی پھنس گئے تو میرے لیے ذمے داریاں اور بڑھ جائیں گی۔ یہاں سے تنہا روانہ ہو جاؤ۔ سیدھے سارے انداز میں سجاد سے ملاقات کرنا۔ اسے چھڑا لانے کی کوشش بالکل نہ کرنا۔ ہمارے یہ دوست نما دشمن ہی ہماری طرف سے کوششیں کریں۔

"اگر سجاد کے ساتھ فرار ہونے کا موقع ملے تب بھی میں نہ کروں"۔

"تب دوسری بات ہوگی۔ میں تمھیں گائیڈ کرتا رہوں گا"۔

"اچھی بات ہے۔ کل میں یہاں سے تنہا جاؤں گی"۔

"جانے سے پہلے میں تم پر تنویمی عمل کرنا چاہتا ہوں تاکہ دماغ سے یہ بات بالکل محو ہو جائے کہ اصلی فرہاد علی تیمور یہیں موجود ہے۔ تمھارے ذہن میں صرف یہ بات نقش رہے گی شخص اس وقت یہودیوں کی قید میں ہے۔ دراصل وہی فرہاد ہے۔ دوسرا کوئی فرہاد اس دنیا میں نہیں ہے"۔

وہ تنویمی عمل کے لیے فوراً رضامند ہو گئی۔ جو لوگ مستقل اور مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہوتے ہیں۔ ان پر تنویمی عمل ممکن نہیں ہوتا۔ اسی لیے میں نے اعلیٰ بی بی کو پسند میں لیا۔ اس کے بعد خوابیدہ حالت میں اس پر عمل کرتا رہا۔ اچھی طرح ٹرانس میں لانے کے بعد میں نے اس کے تحت الشعور میں یہ باتیں نقش کر دیں کہ سجاد علی تیمور نام کا کوئی شخص اس دنیا میں نہیں ہے۔ فرہاد علی تیمور یہودیوں کی قید میں ہے اور وہ فرہاد ہی ملنے جا رہی ہے۔ میرے پیرس پہنچنے کے بعد مجھے چھپے سجاد علی تیمور کو منظرِ عام پر لانے کی جو چالیں چلی گئی تھیں تمام چالوں کو اور مجھ سے تعلق رکھنے والی تمام باتوں کو میں اس کے دماغ سے مٹا دیا۔ پارس کے متعلق اسے جو معلومات تھیں اسے بھی اس کی یادداشت کی سلیٹ سے مٹا دیا پھر اسے ہدایت دی کہ وہ صبح تک اطمینان سے سوتی رہے۔ جب بیدار ہوگی سجاد علی تیمور فرہاد کی حیثیت سے اس کے دل و دماغ میں ہوگا۔

جو لوگ میرے متعلق جانتے تھے ان میں ڈاکٹر شیفرڈ، اعلیٰ بی بی سرِفہرست تھے۔ ان کے علاوہ وہ ڈرائیور تھا، جس ٹھیک گٹر کے اوپر گاڑی روکی تھی، جہاں میں نے اور سجاد نے اپنی اپنی پوزیشن بدل لی تھی۔ گٹر کے اندر ایک اور شخص تھا جو ہمارے بارے میں جانتا تھا تیسرا شخص وہ تھا جس نے ڈاکٹر شیفرڈ کی کار کو ڈرائیو کیا تھا اور اسے گٹر کے اوپر لا کر روک دیا تھا۔ وہ دو ڈرائیور اور گٹر کے اندر ملاقات کرنے والا آدمی یہ تینوں ہی اعلیٰ

کے خاص اور قابلِ اعتماد ماتحت تھے۔ ان میں سے دو ماتحت اس ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر دشمن کے ہیلی کاپٹر کے تعاقب میں گئے تھے جس میں سجاد کو اغوا کیا جا رہا تھا لیکن وہ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے کے بعد ایک دھماکے سے تباہ ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں قابلِ اعتماد ساتھی ہلاک ہو گئے تھے۔

اس حساب سے اب ایک ہی قابلِ اعتماد ماتحت زندہ رہ گیا تھا جس پر آئندہ بھی اعتماد کیا جا سکتا تھا۔ وہ شہر میں ایک خوشحال گھریلو زندگی گزار رہا تھا۔ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ پُرامن شہری کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا تھا۔ کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ کبھی بابا صاحب کے ادارے سے اس کا تعلق رہا ہے اور وہ آج بھی اعلیٰ بی بی کے ایک اشارے پر جان دینے کے لیے تیار رہتا ہے۔ مجھے اس کی طرف سے کوئی خدشہ نہیں تھا۔ ڈاکٹر شیفرڈ سے بھی یہ توقع کبھی نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ کسی مرحلے پر میرا راز فاش کر سکے گا۔ اگر کوئی ایسا موقع آتا تو میں ڈاکٹر شیفرڈ کو سنبھال سکتا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور سجاد کو میں نے اپنا معمول بنانے کے بعد ان کے دماغ سے اپنے متعلق تمام باتیں مٹا دی تھیں۔

اچانک میرے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ کوئی ہولے ہولے دستک دے رہا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ ڈاکٹر اپنی خواب گاہ میں سو رہا تھا۔ سونیا کے پاس پہنچ کر معلوم کیا تو وہ مجھے دروازے کے پاس کھڑی نظر آئی۔ وہی دستک دے رہی تھی۔ میں فوراً ہی اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اتنی رات کو وہ کیوں آئی ہے لیکن وہ اپنے دماغ کے اندر فرنچ سناترا کا ایک گیت آہستہ آہستہ گنگنا رہی تھی۔ اس گیت کے ایک ایک بول پر توجہ دے رہی تھی اور اپنی توجہ اس گیت سے ایک ذرا ہٹانا نہیں چاہتی تھی۔ میں ایسی صورت میں اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔

ایک انسان اگر کسی ایک موضوع پر اپنی تمام توجہ مرکوز کر دے اور اس موضوع کی گہرائی میں ڈوب جائے تو اس کے اپنے دماغ کے تہ خانے تک وہی موضوع گونجتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہوتی۔ انسان کے جو چور خیالات ہوتے ہیں، وہ گہرے ارتکازِ توجہ کے باعث گم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا میں سونیا کے چور خیالات بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔

کسی کے دماغ کو ٹٹولنے کے لیے جتنے طریقے ہوتے ہیں، میں ان تمام طریقوں پر عمل کر رہا تھا۔ آخر میں نے سونیا کی سوچ میں کہا: "یہ کیا ٹک ٹک ہے۔ رات کے دو بج رہے ہیں اور میں فرنچ سناترا کا گیت گاتے ہوئے ایک اجنبی کے دروازے پر دستک دے رہی ہوں۔"

اچانک اس نے یوگا ورزش کا ایک پوز بنا لیا۔ اس نے دونوں ہاتھ بلند کر کے سر کے پیچھے لے گئی پھر کہنی کی طرف سے پیچھے قدم کھانے لگی۔ آہستہ آہستہ پیچھے کی طرف جھکنے لگی۔ پہلے تیر کی طرح سیدھی کھڑی ہوئی تھی۔ اب کمان ہو گئی تھی۔ دونوں فرش پر پہنچ گئے تھے پھر وہ ہاتھوں کے بل فرش پر کھڑی ہو گئی۔ کہنیاں اوپر اور سر نیچے ہو گیا۔ ایسی ورزش کے دوران جسم کا خون دماغ کی طرف دوڑتا ہے۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "یہ بابا فرید واسطی مرحوم کا بنایا نسخہ ہے۔ وہ کہتے تھے، بیٹی اجب بھی تم کسی ایک خیال پر قائم رہنے میں ناکام رہو اور چاروں طرف سے خیالات کی یلغار ہو رہے تو فوراً یوگا کا یہ آسن اختیار کرو۔ ایسی حالت میں جسم کا خون دماغ کی طرف دوڑتا ہے۔ دماغ میں اس قدر توانائی ہو جاتی ہے کہ تم کسی ایک خیال پر اپنی توجہ مرکوز کر سکتی ہو۔"

میں سمجھ گیا، اس کو میری موجودگی کا علم ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ بڑی مکاری سے اپنے ذہن کو کسی ایک خیال پر مرکوز کر رہی تھی۔ ابھی ذرا دیر پہلے میں نے اس کی سوچ میں جو بات کہی تھی۔ وہ اسے بھی ٹالنے کے لیے بابا فرید واسطی مرحوم کے اس نسخہ پر عمل کر رہی تھی۔

مجھے اس کی ذہانت، حاضر دماغی اور مکاری پر بڑا پیار آ رہا تھا۔ میں نے سوچا اب کون سا طریقہ اختیار کروں؟ کس طرح اس کے خیالات کو ٹٹولوں؟ اور یہ معلوم کروں کہ وہ یہاں میری موجودگی کا پوری طرح یقین کر رہی ہے یا محض شبہ ہے؟

ویسے یقین ہو یا شبہ، میں دروازہ کھولتا تو وہ میرے سامنے آتے ہی میری مخصوص بُو کے ذریعے مجھے پہچان لیتی۔ اس وقت وہ دونوں ہاتھوں کے بل الٹی کھڑی ہوئی تھی۔ اس لیے اپنے ہاتھ دروازے پر دستک نہیں دے سکتی تھی۔ اس نے اوپر اٹھی ہوئی ٹانگ میں سے ایک ٹانگ کو ذرا آگے کی طرف جھکایا۔ پھر اس سے دروازہ پر دستک دی۔

میں نے ذرا اونچی آواز میں کہا: "اتنی رات کو کسی کے دروازے پر دستک دینا کیا اچھی بات ہے۔ پلیز، مجھے سونے دو۔ صبح ملاقات ہو گی۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر اس کی سوچ کے ذریعے کہا: "واقعی یہ مناسب نہیں ہے۔ اتنی رات کو دستک نہیں دینا چاہیے۔ کیا فرق پڑتا ہے، میں صبح اس سے ملاقات کر لوں گی۔"

اس خیال کے ساتھ ہی وہ سیدھی ہو گئی۔ پیروں کے بل کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے دستک دیتے ہوئے کہا: "فرہاد کے بچے! یہ دروازہ فوراً کھول دو۔ ورنہ پہلے دروازہ توڑوں گی۔ اس کے بعد تمہارا سر توڑ دوں گی۔"

یقیناً اس نے بڑے اعتماد سے میری موجودگی کو سمجھ لیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ رہی تھی۔ میں نے غصے بھری آواز میں چیخ کر کہا: "یہ کیا بکواس ہے۔ کس فرہاد کو مخاطب کر رہی ہو اور تم کون ہو۔ میں نہیں جانتا۔"

جہاں میں پہنچ جاتی ہوں، وہاں کچھ لوگ تو مجھے جان جاتے ہیں اور کچھ لوگ جان سے جاتے ہیں۔ سیدھی طرح دروازہ کھولتے ہو یا نہیں؟"

میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ اب وہ میری نگاہوں کے سامنے تھی اور میں اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ اب وہ میرے جسم کی مخصوص بُو کو پہچان سکتی تھی لیکن وہ نہیں پہچان رہی تھی۔ میں اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھ رہا تھا۔ وہ سونگھنے کی قطعی کوشش نہیں کر رہی تھی۔ تب اچانک مجھے یاد آیا کہ اس کے سونگھنے کی حس بحال ہوتی تو سجاد کے اغوا ہونے سے پہلے وہ اس کے ساتھ بڑی دیر تک رہی تھی۔ اس کی بُو سے اصلی اور نقلی کی پہچان کر لیتی۔

اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا: "اگر تم ایزل پاڈی ہو تو دروازہ کھولتے ہی فطری طور پر غصے کا اظہار کرنا چاہیے تھا لیکن مجھے دیکھتے ہوئے میرے دماغ میں جھانک رہے ہو۔"

"یہ دماغ میں جھانکنا کیا ہوتا ہے؟ تم کون ہو؟ پہلے واقعی مجھے غصہ آ رہا تھا لیکن تمہیں دیکھا ہے تو اب نظر ہٹانے کو جی نہیں چاہتا۔ بائی گاڈ، تم مقناطیس ہو۔ اپنے مقابل کے دل و دماغ کو اپنی لگاہوں میں جکڑ لیتی ہو۔"

وہ بڑے ناز و انداز سے چلتے ہوئے کمرے میں آئی۔ کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے بولی: "کیا میں بہت پُرکشش ہوں؟"

"میں جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوں۔"

"کیا واقعی تمہارا دل و دماغ میری لگاہوں میں جکڑا گیا ہے؟"

"میں یہی سمجھتا ہوں۔"

"کیا تم سو سے تھے؟"

میری نظر فوراً ہی بستر پر گئی۔ اس پر شکنیں نہیں تھیں۔ میں نے جواب دیا: "نہیں جاگ رہا تھا۔ مگر سونا چاہتا تھا۔"

"پھر دروازہ کھولنے میں دیر کیوں کر دی۔ کیوں غصہ دکھایا ہے تھا کہ اتنی رات کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔ بقول تمہارے میں تو مقناطیسی ہوں۔"

وہ میری طرف سے پلٹ کر اس کرسی کی طرف جانے لگی جہاں میں بیٹھا اب تک خیال خوانی میں مصروف تھا۔ جب وہ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی یا اپنی شخصیت سے اپنی صلاحیتوں سے متاثر کرتی تھی تو طرح طرح کے ناز و انداز اختیار کرتی تھی۔ اس نے پوچھا: "تم خود ظاہر ہونا پسند کرو گے یا میں تمہیں بے نقاب کروں؟"

"میں نہیں سمجھا۔ تم جو سمجھ رہی ہو، پہلے مجھے سمجھاؤ۔"

تو ہم کچھ دیر کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے، مسلسل بیٹھے ہوئے تھے اور تمہارے بیٹھنے کا انداز میں خوب جانتی ہوں۔ خیال خوانی کے دوران جسم کو کسی طرف سے بغیر ضروری طور پر موڑا نہیں جاتا یا اپنے جسم پر کسی طرح کا بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔ جیسا کہ تم کرتے ہو۔ تم کرسی پر بیٹھ کر کبھی اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر نہیں رکھتے بلکہ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیتے ہو اور تم اسی انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔ خیال خوانی میں مصروف تھے۔ خیال خوانی کے دوران جو نرم اور گرم واقعات تمہارے سامنے آتے رہتے ہیں اسی کے مطابق تمہارے چہرے کے تاثرات بدلتے رہتے ہیں۔ میں بڑی دیر سے تمہیں دیکھ رہی تھی۔"

میں نے حیران ہو کر پوچھا: "تم کہاں سے دیکھ رہی تھیں؟"

اس نے اوپر ایک طرف اشارہ کیا۔ میں نے اُدھر دیکھا تو ایک روشندان نظر آیا۔ میں نے پوچھا: "کیا وہاں سے تم فرہاد کو سونگھ رہی تھیں؟"

"سونگھنے کی حس برقرار رہتی تو میں بنکاک میں ہی تمہارے پاس پہنچ جاتی۔ بابا صاحب کے ادارے میں کسی بہروپیے کو فرہاد سمجھ کر... اس کے ساتھ رہی مگر اسے پہچان نہ سکی۔ میں اس روشندان سے تمہاری ایک ایک حرکت کو دیکھ رہی تھی اور تمہاری ایک ایک حرکت بتا رہی تھی کہ تم صرف اور صرف فرہاد علی تیمور ہو۔"

"کیا تم اسی طرح اجنبی لوگوں کے کمرے میں جھانکتی رہتی ہو؟"

کیا آپ جانتے ہیں کہ مٹاپا عمر کم کر دیتا ہے؟

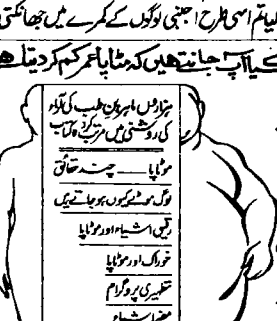

آپ چاہتے ہیں کہ آپ ایک سڈول اور صحت مند جسم کے مالک ہوں؟

ان خواتین کیلئے بھی جو ایک شاندار اور متناسب جسم چاہتی ہیں!

ہزاروں ماہر ین طب کی تائید کی روشنی میں مرتب کردہ کتاب

موٹاپا — چند حقائق

لوگ موٹے کیوں ہو جاتے ہیں

وٹامن اشیاء اور موٹاپا

خوراک اور موٹاپا

تخلیری پروگرام

مضر اشیاء

ورزشیں

اہم

وہ سب کچھ جو آپ موٹاپے کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں

تو کتاب

مٹاپا

اور اس کا مدِ باب

کتابطالعہ کریں

قیمت روپے

ڈاک خرچ روپے

مکتبہ نفیس پوسٹ بکس ۹۴۲۰ کراچی ۱

"تم سونیا کی عادت کو بھول سکتے ہو مگر سونیا تمہاری کسی عادت کو نہیں بھول سکتی۔ یاد نہیں ہے تو یاد دلا دوں۔ میں جب بھی کہیں جاتی ہوں یا کسی کے ہاں رہتی ہوں تو پہلے وہاں کے افراد سے پوری طرح واقفیت حاصل کرتی ہوں اگر کوئی اجنبی ہو تو مجھے رات کو نیند نہیں آتی۔ میرے لیے وہ اسرار بنا رہتا ہے۔ جب ڈاکٹر شیفرڈ سو گئے تو میں اپنے بیڈ روم سے چپ چاپ اٹھ کر آئی اور اس وشنداں سے جھانک کر تمہیں دیکھنے لگی۔ میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ تم یہاں موجود ہو گے۔ تمہاری حرکات و سکنات نے سارا راز فاش کر دیا۔ میں پوچھتی ہوں، تمہیں کیا حق پہنچتا ہے مجھے دھوکا دینے کا؟ کیوں مجھ سے چھپتے ہو؟ اگر مجھ سے بیزار ہو گئے ہو تو صاف صاف کہہ دو کہ۔۔۔"

میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی "خبردار! میرے قریب نہ آنا میں اچھی طرح جانتی ہوں، اب تم کیسی چاپلوسی کرو گے۔ کیسی کیسی باتیں بنا کر اپنی محبت کا یقین دلاؤ گے۔"

"میں نے آج تک تمہارے جیسی ذہین عورت نہیں دیکھی لیکن جب فرہاد کے سامنے ایک عورت بن جاتی ہو تو تمہاری ساری ذہانت دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ اچھی تم نے گھر سے پردہ اسرار سے مجھے نکالا اور ابھی تم یہ بھول گئیں کہ میں تمہیں آزمائشوں میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔ یہ بات تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ جب تک آزمائشوں سے نہیں گزوں گی میں سونیا تسلیم نہیں کروں گا۔ اب تم بھی سنو، تم ڈمی نہیں ہو بلکہ میری اور صرف میری سونیا ہو۔" وہ فرط مسرت سے بے حال ہو گئی۔ قوس قزح کی طرح سب رنگ ہو گئی۔ جدائی کا صدمہ وہی جانتی ہے جس کا ساجن دور دیس گیا ہوا اور اس کی واپسی کا کوئی وقت مقرر نہ ہو۔ پھر وہ اچانک ہی واپس آ جائے۔ نگاہوں کے سامنے پہنچ جائے تو اس دکھیاری کو کتنی خوشی ملتی ہے۔ اتنی خوشی کہ اس کی خوشیوں میں دیوانگی شامل ہو جاتی ہے۔ وہ جنگل میں ناچتے ہوئے مور کی طرح اپنی مسرتوں کے سارے پنکھ پھیلا دیتی ہے۔

میں خدا کا شکر ادا کر رہا تھا۔ جس سونیا کو ڈھونڈ رہا تھا وہ مجھ سے بچھڑی اپنی سونیا تھی اور ایک طویل جدائی کے بعد مجھے مل گئی تھی۔ میں نے اس دوران اسے تجاد علی تیمور کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ اس ہندو لڑکی ریٹا کے متعلق بھی سمجھا دیا۔ ہنگامۂ مسرت بپا ہو تو سہی تمام اور شام سے صبح ہو جاتی ہے۔ ہماری شام کی بھی صبح ہو گئی۔

ڈاکٹر شیفرڈ صبح سویرے اٹھنے کا عادی تھا۔ اس نے ہمیں ایک ساتھ ڈرائنگ روم میں دیکھا تو پہلے حیران ہوا پھر ہمیں سینے سے لگا کر بولا: "۔۔۔ میں مجبور تھا۔"

"جیسے ہمارے کوئی بات نہیں۔ جو فرہاد کے راز کو۔۔۔"

ہو وہ میرا دشمن نہیں دوست ہی ہو سکتا ہے اور آپ بہت جلد قابل اعتماد دوست ہیں۔"

میں نے کہا: "ڈاکٹر! جس طرح آپ نے ایک گھنٹے کے اندر اپنا چہرہ تبدیل کر دیا تھا، اسی طرح سونیا کے لیے کچھ کریں۔ میں چاہتا ہوں اسے بھی کوئی دشمن اینٹی میک اپ کیمرے کے ذریعے نہ پہچان سکے۔"

"کیا اس ہندو کی لڑکی کا چہرہ بدلنا چاہتے ہیں؟"

"اگر کسی مسلمان لڑکی کی کوئی تصویر اور اس سے متعلق لٹریچر اہم کاغذات مل جائیں تو بہتر ہو گا۔ ہم اپنا روپ بدلنے کے بعد نئے مسلمانوں کی حیثیت سے زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔"

"مگر تم تو ایزل بارڈی کے روپ میں ہو؟"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔ جب سونیا مسلمان لڑکی کے روپ میں ہے گی تو میں اس کی خاطر مذہب تبدیل کروں گا۔ ایزل بارڈی کی جگہ کوئی اسلامی نام رکھ لوں گا۔ مسلمان تو پہلے سے ہوں۔ نام بھی مسلمان جیسا ہو جائے گا۔"

"بھئی مجھے جیسی تصویر لا کر دو گے ویسا ہی چہرہ بنا دوں گا۔ کسی مسلمان لڑکی کے سلسلے میں میں کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔ میرے پاس ایسی کوئی تصویر نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ریکارڈ ہے۔"

میں سوچنے لگا۔ سونیا نے کہا: "اعلیٰ بی بی نے مسلمان ہو سکتی ہے۔"

میں دوسرے ہی لمحے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بیدار ہو گئی تھی اور اس وقت صبح کی تلاوت سے فارغ ہو کر ناشتا کرنے میں مصروف تھی۔ میں سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کرنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ میں نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ صرف ایک ہی فرہاد علی تیمور ہے جو اس وقت یہودیوں کی قید میں ہے اور جس کے دماغ کو مفلوج بنا دیا گیا ہے۔ پھر بھلا وہ خیال خوانی کیسے کر سکتا تھا۔

میں چپ چاپ اس کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ پہلے وہ جہاد کے قید ہو جانے پر دنیا والوں کے سامنے پریشان حال رہتی تھی۔ اسے وہاں سے چھڑا لانے کے لیے اپنے ماتحتوں کے ساتھ ریل گاڑی کی طرح کی پلاننگ کرتی رہتی تھی لیکن اندر سے وہ پریشان نہیں تھی مطمئن تھی کہ میں تو ہم زاد ہوں۔ دشمن میرے سائے تک بھی پہنچنے میں ناکام رہے ہیں۔

لیکن اب وہ اندر سے بھی پریشان تھی۔ اداس اداس سی میز پر جھکی ہوئی ناشتا کرنے میں مصروف تھی۔ اس کے دماغ میں یہ نقش ہو گیا تھا کہ فرہاد یہودیوں کی قید میں ہے اور آج شام تک وہ اپنے محبوب سے ملنے تل ابیب پہنچ جائے گی۔

میں نے اس کی سوچ میں ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا: "کاش کسی طرح خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے دو باتیں ہی کر لیتے۔"

اس کی سوچ نے کہا: "وہ کس طرح باتیں کر سکتے ہیں۔ کمبخت دشمنوں نے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔ ورنہ وہ مجھے ضرور مخاطب کرتے۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ سونیا نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

"ہو گا کیا۔ میں نے تجاد اور اعلیٰ بی بی کے دماغ سے یہ باتیں مٹا دی ہیں کہ تجاد کے علاوہ بھی کوئی فرہاد علی تیمور ہے۔ وہ تجاد کو ہی فرہاد سمجھ رہی ہے۔ چونکہ اس کے دماغ کو کمزور بنا دیا گیا ہے اس لیے میں خیال خوانی کے ذریعے ان دونوں میں سے کسی سے بھی رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ صرف ان کے دماغوں میں چپ چاپ جھانک کر دیکھ سکتا ہوں۔"

"تو پھر چپ چاپ معلوم کرو۔ کیا بابا صاحب کے ادارے میں جتنی مسلمان لڑکیاں ہیں، ان میں سے کوئی میرے کام آ سکتی ہے؟"

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ اس طرح تو یہ بات عام ہو جائے گی کہ تم نے کسی کا روپ اختیار کیا ہے۔ نہیں صرف ڈاکٹر شیفرڈ ہمارے رازدار بن کر رہیں گے اور دوسرا کوئی نہیں۔"

ڈاکٹر نے کہا: "جب کسی کو رازدار بنانا ہی نہیں ہے تو پھر کسی سے مدد لینے کے متعلق کیوں سوچ رہے ہو۔ خواہ مخواہ وقت ضائع ہو رہا ہے۔ میں مادام کے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کرتا ہوں۔ اگر دوبارہ یہ چہرہ بدلنا پڑے اور اپنے اصلی روپ میں آنا پڑے تو اس میں آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

"ڈاکٹر! ایک بات اور۔ جو میک اپ ہمارے چہرے پر ہو رہا ہے وہ ایک طرح سے مستقل ہے۔ اسے آپ کے سوا کوئی نہیں اتار سکتا۔ آپ ہمیں ایسے ڈاکٹروں کے نام اور پتے بتا دیں کہ کبھی خدانخواستہ آپ کو کچھ ہو جائے اور ہم آپ سے رابطہ نہ قائم کر سکیں تو ان ڈاکٹروں کی مدد سے چہرے کو بدل سکیں۔"

"میں ایسے دو ڈاکٹروں کے نام اور پتے لکھ کر دوں گا۔ ان کی کمزوریاں بھی بتا دوں گا اور میں کیا بتاؤں گا، تم خیال خوانی کے ذریعے خود ہی ان کا کچا چٹھا معلوم کر لو گے اور انھیں اپنا احسان مند بنا کر اپنے لیے استعمال کر سکو گے۔"

"جب سونیا نئے روپ میں آئے گی تو اس کے مطابق اس کے لیے اہم کاغذات بنوانے ہوں گے۔ اس کا پاسپورٹ وغیرہ۔۔۔"

ڈاکٹر نے بات کاٹ کر کہا: "میں تمہیں ایسے ایجنٹ کا نام اور پتا بتاتا ہوں جو تمہارے لیے مشکل آسان کرے گا۔ چوبیس گھنٹے کے اندر رسالے کا غذات تیار ہو جائیں گے۔ ابھی اپنے اسپتال جا رہا ہوں۔ دوپہر کو مرجری کا ضروری سامان لے کر آؤں گا۔ شام سے پہلے مادام کا چہرہ تبدیل ہو جائے گا۔"

"شکریہ ڈاکٹر! میں نے تو سوچا تھا آج صبح یہاں سے نکل جاؤں گا اور پھر چار دیواری میں نہیں رہوں گا۔ بہرحال حالات کا تقاضا یہی ہے۔ سونیا کی تبدیلی کے بعد ہم دونوں یہاں سے نکلیں گے اور شاید کل شام تک نکل سکیں۔"

ڈاکٹر چلا گیا۔ ہم بھی اپنے بستروں پر آ کر آرام سے لیٹ گئے۔ میں نے تہیہ کر لیا کہ اب خیال خوانی نہیں کروں گا۔ پہلے آرام کروں گا۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ دوپہر دو بجے سے پہلے میری آنکھ کھل جائے اس کے بعد میں سو گیا۔ میرے سونے کے دوران دنیا کا کاروبار چلتا رہا۔ کوئی سوتا ہے یا مرتا ہے، دنیا رکتی نہیں ہے۔ اپنی گردش میں رہتی ہے۔ اعلیٰ بی بی اپنے وقت کے مطابق تل ابیب کے لیے روانہ ہو چکی تھی۔ ادھر ثباتہ کے پاس پارس پول تو بخیریت تھا لیکن وہ پریشان ہو رہی تھی۔ اسے ایک معتبر ذریعے سے معلوم ہو چکا تھا کہ میں دشمنوں کی قید میں ہوں اور دشمنوں نے میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو میرے دماغ سے بالکل مٹا دیا ہے۔

یہ ایسی دل توڑنے والی خبر تھی کہ کسی بھی عورت کو اندر سے توڑ کر رکھ دیتی لیکن ثباتہ اندر سے اور باہر سے پتھر تھی۔ صرف میرے لیے پگھلنا جانتی تھی۔ اس لیے ٹوٹنے کے بجائے پریشان ہو رہی تھی اور سوچ رہی تھی، میرے لیے کیا کر سکتی ہے۔ کہ! پارس کو اپنے لوگوں کے بھروسے چھوڑ کر تل ابیب جانا چاہیے۔

ستارا کی گرفتاری نے میرے لیے بھی بڑی پریشانیاں پیدا کر دی تھیں۔ مجھ سے محبت کرنے والے، میری دوستی کا دم بھرنے والے اور والیاں سب ہی تل ابیب کی طرف پرواز کرنے کے لیے پر تولنا چاہتے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہاں جانے کے بعد شاید زندہ واپس نہیں آ سکیں گے۔

دوپہر کو مقررہ وقت پر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے سونیا کے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ وہ دو بجے بیدار ہو سکے گی۔ میں اس سے آدھ گھنٹہ پہلے جاگ گیا تھا۔ ثباتہ اور پارس کی خیریت معلوم کر رہا تھا ثباتہ کے عزائم معلوم کرنے کے بعد میں پریشان ہو گیا۔ اسے کس طرح روکوں۔ پھر میں نے اس کی سوچ میں کہا: "کیا میں یہ بھول رہی ہوں کہ فرہاد نے آخری بار دماغی رابطہ قائم کرتے وقت کیا کہا تھا؟"

وہ دماغ پر زور ڈال کر سوچنے لگی۔ میں نے اپنی ہدایات دہرائیں فرہاد نے کہا تھا: "اگر کسی وجہ سے مسلسل رابطہ قائم نہ کر سکوں یا کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں تو صبر و تحمل سے میرا انتظار کرنا۔ پارس کو اپنی نگرانی

مطالعہ کرنے امتحان دینے اور زیادہ دلت بڑھانے کیلئے ایک بے حد کارآمد نصابی کتاب

[redacted]

قیمت فی [redacted] روپے

مکتبہ جمال نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی نمبر ۱

میں اپنے بابا ٹارٹر غلبا تک پہنچا دینا تاکہ وہ مرجانہ کے پاس رہے۔"

شبانہ کی سوچ نے قاتل ہو کر کہا "ہاں فرہاد کے جواب میں' میں نے کہا تھا، میں پارس کو اپنے بابا کے پاس نہیں لے جاؤں گی بلکہ اپنے پاس رکھوں گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "پھر میں پارس کو چھوڑ کر فرہاد کی مدد کرنے کے لیے تل ابیب کیسے جا سکتی ہوں۔ میری عدم موجودگی میں خدانخواستہ بچے کو کچھ ہو گیا تو میں فرہاد کو کیا جواب دوں گی۔"

وہ سوچنے کے دوران پریشان ہو کر پارس کی طرف دیکھنے لگی۔

وہ جس ادھیڑ عمر کی عورت کے حوالے کیا گیا تھا' وہ ایک طرف فرش پر بیٹھی ہوئی تھی سامنے ہی پارس فرش پر دونوں ہاتھ پاؤں سے ریگ رہا تھا اور مسکرا کر شبانہ کو دیکھ رہا تھا۔ شبانہ نے بے اختیار اسے اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ ہولے ہولے بڑبڑانے لگی "میں زندگی میں کبھی پریشان نہیں ہوئی' میرے قبیلے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ فکر اور پریشانی دشمن کو کمزور کرنے کا سب سے پہلا ہتھیار ہے۔ نہیں' بیٹے نہیں۔ میں پریشان نہیں ہوں گی۔ میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

اس نے پارس کو چوم کر اپنی نگاہوں کے سامنے کیا اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا "بتاؤ' کیا میں تمہیں چھوڑ کر جا سکتی ہوں؟"

میں نے پارس کے سر کو انکار میں ذرا سا ہلا دیا۔ وہ حیران ہو کر بولی "ارے، تم نے تو ایسے سر ہلایا جیسے بڑوں کی باتیں سمجھتے ہو۔ میں نے فرہاد سے تمہاری عمر نہیں پوچھی۔ یہ دائی ماں کہتی ہے' تم سال بھر کے ہو گئے ہو۔"

پارس دوسری طرف دیکھتا ہوا ماں' ماں' پاپا کی آواز منہ سے نکال رہا تھا۔ شبانہ نے دائی ماں سے کہا "یہ ایسے بول رہا ہے جیسے میری باتوں کا جواب دے رہا ہو۔"

دائی ماں نے کہا "بچے ایسی ہی حرکتیں کرتے ہیں۔ مائیں ان پر قربان ہوتی رہتی ہیں۔ انھیں یوں لگتا ہے جیسے ان کے بچے ان کی باتوں کا جواب دے رہے ہوں۔"

شبانہ نے پھر پارس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے پوچھا "اچھا بیٹے! سچ سچ بتاؤ' کیا تمہارے پاپا مجھ سے پیار کرتے ہیں؟"

میری ہدایت پر پارس نے ایک آنکھ دبا دی۔ وہ شدید حیرانی سے بھنچ کر بولی "ارے شریر! اپنی ہونے والی امی کو آنکھ مارتا ہے۔"

میں نے اب سے پہلے بھی ایک آدھ بار اپنے بیٹے کے ذہن میں پہنچ کر اس کی داخلی کیفیت اور سوچ کی لہروں کو محسوس کرنا چاہا تھا لیکن ننھے سے دماغ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ میں ایک عجیب سی کائنات میں پہنچ گیا ہوں۔ جہاں روشنی تو ہے مگر دھندلکا چھایا ہوا ہے۔ جب پارس آنکھیں کھول کر دیکھتا تھا تو اس کے دماغ کے روشن

دھندلکے میں کتنے ہی رنگ آتے جاتے تھے۔ ایک بچہ جو سمجھ نہ سکے ہو، بول نہ سکتا ہو، اپنی مرضی سے حرکت نہ کر سکتا ہو، اس کے ذہن کی کیفیت کچھ ایسی ہی ہوتی ہے۔ جو کچھ وہ دیکھتا ہے' انھیں رنگوں کی صورت میں اپنے دماغ کے اندر محسوس کرتا ہے۔ آس پاس بولنے والوں کی آوازیں اس کے دماغ تک پہنچتی ہیں لیکن وہ آوازیں جنھیں وہ سمجھ نہیں بن جاتی ہیں۔ وہ کسی کی بولی نہیں سمجھتا۔ بلکہ غیر شعوری طور پر ان لوگوں کے ایک آدھ لفظ کو فطری طور پر سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

میں چاہوں تو پارس کی اس ابتدائی عمر میں اس کی دماغی کیفیت کو اپنی داستان میں شامل کرتا جاؤں لیکن میں سمجھتا ہوں' یہ خالصتاً نفسیاتی باتیں ہوں گی جو ایک بچے کی ذہنی پرورش کے متعلق ہوں گی۔ ان باتوں میں ہمارے بعض قارئین دلچسپی لیں گے لیکن اکثریت کا تقاضا یہی ہو گا کہ اسے داستان طفلاں نہیں بلکہ داستان بالغاں ہی رہنے دیا جائے۔

بہرحال میں شبانہ کی طرف سے مطمئن ہو گیا کہ وہ تل ابیب کی طرح نہیں جائے گی۔ اس کے بعد میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ٹارٹر غلبا اور ٹارٹر بلبا کے ساتھ بیٹھی ہوئی میرے ہی متعلق باتیں کر رہی تھی۔ چونکہ ٹارٹر غلبا ایک بہت بڑے قبیلے کا سردار تھا۔ کوہ قاف کے دامن میں ایک ایسے علاقے کا آزاد مالک تھا جہاں مہذب دنیا کے لوگ بآسانی نہیں پہنچ سکتے تھے اس لیے سپر ماسٹر اور ریڈ پاور جیسی خطرناک تنظیموں کے سربراہ اسے اس علاقے کا خود سر حکمراں تسلیم کرتے تھے دوسرے بڑے ممالک اسے درد سر سمجھ کر محض ایک بہت بڑے قبیلے کا سردار مان لیتے تھے۔ جو کچھ بھی ہو کاہال تنظیم کے سربراہ نے اسے بھی سوالنامہ بھیجا تھا۔

وہ سوالنامہ ان کے درمیان ایک میز پر رکھا ہوا تھا۔ ٹارٹر غلبا نے کہا "میں بہت دنوں سے اس انتظار میں تھا کہ ایسا کوئی وقت آئے جب میں فرہاد پر جوابی احسان کر سکوں اس کا احسان میرے سر پر بڑے پہاڑ کی طرح ہے۔ اب میں اس کے لیے ضرور کچھ کر سکوں گا۔"

مرجانہ نے اسے گھور کر دیکھا۔ ان دونوں کے چہروں پر جھریوں کے مختلف حصوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور کہیں کہیں لگی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ وہ بولی "جو فرہاد کے لیے یہ تمنا کرتا ہے وہ کسی مصیبت میں پھنس جائے۔ دشمنوں کے درمیان اذیتیں برداشت کرتا ہے۔ وہ نہ تو فرہاد کا دوست ہو سکتا ہے نہ میرا۔"

ٹارٹر بلبا نے گڑبڑا کر کہا "میں نے یہ کب کہا ہے کہ میں مصیبت میں پھنستے ہوئے یا دشمنوں کے درمیان اذیتیں برداشت ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تم نے جس تمنا کا اظہار کیا ہے' اس سے صاف یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

ٹارٹر غلبا نے اپنے بیٹے کو ڈانٹ کر کہا "بولنے سے پہلے سوچ سمجھ لیا کرو۔"

"اچھا' سوچ سمجھ کر بولوں گا۔ فی الحال ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اس خط میں لکھا ہوا ہے کہ انھوں نے فرہاد کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم کر دی ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ اس کے دماغ کو اور نقصان پہنچائیں۔ اس سے پہلے ہمیں وہاں پہنچنا چاہیے۔"

مرجانہ نے کہا "آج سے کئی برس پہلے مشین کے ذریعے شاک پہنچا کر فرہاد کا بریں واش کیا گیا تھا۔ وہ ایک عرصے تک خود اپنے لیے اجنبی رہا۔ خود کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس کے بعد اس کی ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا تھا۔ وہ سونیا کو اسی لیے دل و جان سے تسلیم کرتا ہے کیونکہ اس دوران وہی اس کے کام آتی رہی اور وہی اسے رفتہ رفتہ پھر ٹیلی پیتھی کی طرف واپس لے آئی۔ اس طرح اس نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ دوسری بار میرے ساتھ ایسا ہوا۔ تنویمی عمل کے ذریعے میرا بریں واش کیا گیا۔ تنویمی عمل پائدار نہیں ہوتا۔ میں دو تین ماہ کے اندر ہی ذہنی طور پر نارمل ہو گئی۔ اگر انھوں نے فرہاد کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کو مٹا دیا ہے تو ان کا یہ عمل پائدار نہیں ہو گا۔ میں دعا کر رہی ہوں کہ دشمن اسے دماغی طور پر اس قدر نقصان نہ پہنچائیں کہ وہ پاگل ہو جائے اور کبھی ذہنی طور پر نارمل نہ ہو سکے اس سے پہلے ہمیں وہاں پہنچنا چاہیے۔"

ٹارٹر غلبا نے کہا "ذرا آئینے میں تم دونوں اپنے آپ کو دیکھو۔ سر سے پاؤں تک زخموں سے چور ہو۔ پھر یہاں سے ایک طویل سفر ہے۔ کیسے جاؤ گے؟ تمہارے پاس ایسی کون سی مکمل پلاننگ ہے' جس پر عمل کر کے تل ابیب جیسی جگہ پہنچ سکتے ہو۔ وہ نادان تو نہیں ہیں۔ بڑی مشکل سے فرہاد ان کے ہاتھ آیا ہے۔ انھوں نے اسے ایسی جگہ رکھا ہو گا جہاں ان کی مرضی کے بغیر ہوا کا گزر بھی نہ ہوتا ہو۔"

مرجانہ نے کہا "میں کبھی اندھی چال نہیں چلتی۔ پہلے معلومات حاصل کرتی ہوں۔ میری پلاننگ یہ ہے کہ ہم یہاں سے سیدھے بابا صاحب کے ادارے میں جائیں گے۔ اور اعلیٰ بی بی سے مل کر تمام حالات کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔ اس کے بعد کوئی نئی پلاننگ کریں گے۔"

میں چاہتا تھا' میرے جاں نثار ساتھیوں میں سے کوئی متحد کو رہائی دلانے کے لیے تل ابیب نہ جائے کیونکہ حالات بدل گئے تھے۔ دو خطرناک تنظیموں کے سربراہوں نے میری موت کے فیصلے پر دستخط کر کے جو داغ اپنی دوستی پر لگایا تھا' اسے دھونے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اپنا آخری ذریعہ' اپنا آخری پیسہ اور اپنی آخری ذہانت بھی صرف کر دیں گے۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور ریموٹ تینوں ہی میرے دشمن تھے اور اب تینوں ہی آپس میں دشمنوں کی طرح ٹکرا رہے تھے۔

ایسے میں مرجانہ اور ٹارٹر بلبا کا وہاں جانا مناسب نہیں تھا لیکن میں مرجانہ کو اتنے طویل سفر سے روکنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اس کے چور خیالات پڑھ لیے تھے۔ اس کے دل میں ایک نرم گوشہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے تحت وہ سوچ رہی تھی وہاں سے پیرس جائے اور ٹارٹر بلبا سے شادی کے لیے اپنی امی سائرہ بانو کی رضامندی حاصل کرے۔ میں نے اسے اس کے خیال کے مطابق عمل کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ یوں بھی جب تک وہ پیرس پہنچ کر اعلیٰ بی بی اور بابا صاحب کے ادارے کے اہم افراد سے میرے معاملات پر بات کرتی' اس وقت تک حالات بہت بدل چکے ہوتے۔ سو گھنٹے گزر چکے ہوتے۔ اس سے پہلے ہی سپر ماسٹر اور ماسک مین کیا کارنامہ انجام دیتے ہیں' وہ نتیجہ بھی سامنے آنے والا تھا۔

ڈاکٹر شیفرڈ اپنے وعدے کے مطابق دوپہر کو گھر آ گیا۔ اپنے ساتھ پلاسٹک سرجری سے متعلق تمام سامان لے آیا تھا۔ سونیا اپنے مقررہ وقت پر بیدار ہو گئی تھی۔ وہ اس وقت لباس تبدیل کرنے کے بعد کمرے سے باہر آ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا "تم گھر کی چار دیواری میں رہ کر خیال خوانی سے پرہیز کرنا چاہتے تھے لیکن معلوم ہوتا ہے' یہ تمہارے مقدر میں لکھا جا چکا ہے اور یہ ٹلنے والی بات نہیں ہے۔"

"آپ سونیا کو ذرا تبدیل کر دیں۔ گھر کی چار دیواری سے نکلنے کے بعد خیال خوانی ختم تو نہیں ہو گی لیکن کم ہو جائے گی۔"

سونیا نے کہا "تم بعض اوقات غیر ضروری طور پر خود کو مصروف رکھتے ہو۔ جہاں خیال خوانی کی ضرورت نہیں ہوتی وہاں بھی اسے ضروری سمجھ لیتے ہو۔ مثلاً اب سبھی جانتے ہیں' تم گرفتار ہو چکے ہو' تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم ہو چکی ہیں۔ کوئی تم سے خیال خوانی کی امید نہیں رکھے گا۔ لہٰذا سب کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ جب وہ کسی ایسے سخت مرحلے سے گزر رہے ہوں، جو ان کے لیے نہایت دشوار گزار ہو تو ایسی صورت میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے کام آ سکتے ہو۔ وہ بھی اس طرح کہ انھیں تمہاری موجودگی کا علم نہ ہو۔"

ڈاکٹر نے تائید کرتے ہوئے کہا "ہاں بھئی' اب تمہیں اپنی ٹیلی پیتھی کو ریزرو کر لینا چاہیے۔ اپنے ساتھیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ سب باصلاحیت ہیں۔ اپنے اپنے طور پر حالات کا سامنا کریں گے۔ اگر ان میں سے کوئی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہو اور وہاں تمہاری موجودگی کام آتی ہو تو ایسے وقت ٹیلی پیتھی کے ذریعے ضرور ان کی مدد کرو۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تم نے اینزل ہارڈی اور اس سے تعلق رکھنے والے تمام لوگوں کے متعلق معلومات حاصل کر لیں؟"

"مجھے اس کا موقع ہی نہیں ملا۔"

ڈاکٹر شیفرڈ نے کہا "حالانکہ خیال خوانی کی ضرورت یہاں تھی۔

ابھی دو گھنٹے بعد تمہیں مادام سونیا کے ساتھ باہر نکلنا ہوگا۔ کسی نے ایزل ہارڈی کی حیثیت سے تمہیں پہچان لیا تو ردِ عمل کیا ہوگا؟"

"میں اور سونیا دو گھنٹے بعد باہر کیوں جائیں گے؟"

"اس لیے کہ مادام کے نئے چہرے کے مطابق ان کی تصویریں اتروانا ہیں۔ میں جس ایجنٹ کا پتا دوں گا اس سے ملاقات کرنا ہے۔ آج اس ایجنٹ سے معاملات طے کرو گے تو وہ کل تک مادام کے متعلق تمام ضروری کاغذات تیار کر کے دے گا۔"

"آپ دو گھنٹے میں ایک چہرے کو تبدیل کریں گے۔ میں دو گھنٹے میں ایزل ہارڈی سے تعلق رکھنے والے تمام چہروں کو پڑھ لوں گا۔"

شیفرڈ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آیئے مادام! ہم دوسرے کمرے میں چلیں۔"

میں نے پوچھا۔ "ڈاکٹر! کیا بات ہے؟ آپ مجھے تو میرا نام لے کر مخاطب کرتے ہیں اور سونیا کو بڑی عزت سے مادام کہتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے سونیا کو بڑی عقیدت سے دیکھا۔ پھر مسکرا کر کہا۔ "پتا نہیں، مادام کی شخصیت میں کیا بات ہے۔ یہ عمر کے لحاظ سے میری بیٹی جیسی ہیں لیکن بے اختیار ان کے لیے مادام جیسا لفظ زبان سے ادا ہوتا ہے۔"

سونیا نے بڑے غرور سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر! یہ گھر کی مرغی دال برابر سمجھتے ہیں اس لیے آپ کے احترام کا جذبہ ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ چلیے۔"

وہ ڈاکٹر کے ساتھ جانے لگی۔ میں محبت اور حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو میں کیسٹ ریکارڈر کے پاس آیا۔ پچھلی رات میں نے اس ریکارڈر میں کیسٹ لگا دیا تھا لیکن سننے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اب میں نے اسے آن کر دیا پھر انتظار کرنے لگا۔ چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر ٹیلیفون کی گھنٹی کی آواز سنائی دینے لگی۔ ذرا دیر بعد ہی آواز بند ہو گئی یقیناً کسی نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔ دوسری طرف سے کوئی عورت کہہ رہی تھی۔ "ہیلو، میں ڈاکٹر وی ولسن کی سیکرٹری بول رہی ہوں۔"

ایزل ہارڈی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مس! میں ایزل ہارڈی ہوں۔ آپ کی موجودگی بتا رہی ہے کہ ڈاکٹر اس شہر میں موجود ہیں۔"

"جی ہاں، آج رات آٹھ بجے ہوٹل ڈی پرنس میں ڈاکٹر آپ سے ملاقات کریں گے۔ سومنگ پول کی طرف جو بالکونی ہے، وہاں آپ دونوں کے لیے ایک میز مخصوص کر دی گئی ہے۔ مسٹر ایزل ہارڈی!"

اس کے ساتھ ہی ریسیور رکھنے کی آواز آئی۔ پھر گفتگو ختم ہو گئی۔ ذرا دیر خاموشی رہی۔ اس کے بعد ایک عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "مائی ہارٹ! کس کا فون تھا؟"

"مائی سوئیٹ! تمہاری کسی سوکن کا نہیں تھا۔ ویسے اب مائی ہارٹ نہ کہا کرو۔"

"وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ جو ابا مجھے مائی سوئیٹ کہنا پڑتا ہے۔ محبوبہ بیوی کے بعد میٹھی نہیں رہتی بلکہ مٹھاس میں پرہیز بھنانے والی مکھن گھی میں جب بھی کسی عورت سے گفتگو کرتا ہوں۔ تم بھنبھنانے لگتی ہو جاتی ہو۔"

میں نے ریکارڈ کو آف کر دیا پھر اسے ریوائنڈ کر کے سنا۔ میں نے ایزل ہارڈی کے لب و لہجے کو ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔ وہ باتیں کرنے کے انداز پر توجہ دے رہا تھا اور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کس مزاج کا آدمی ہے اور اس کی گفتگو کا انداز مختلف تو نہیں مختلف ہوتا ہے یا ایک سا؟

میں نے دوبارہ ایزل ہارڈی کو توجہ سے سنا۔ اس کے کیسٹ میں اس کی بیوی کی آواز ختم ہو گئی۔ اب جو آواز سنائی دی تھی ان سے پتا چلتا تھا ایزل ہارڈی اسی ہوٹل کی بالکونی میں پہنچ گیا۔ ایک شخص اپنی بھاری بھرکم آواز میں پوچھ رہا تھا۔ "مسٹر ہارڈی کی دواساز کمپنی کیسے چل رہی ہے؟"

"پورے فرانس میں میری دواؤں کی سپلائی سب سے زیادہ ہے۔ فرانسیسی حکومت جن ترقی پذیر ممالک کے لیے ایکسپورٹ لائسنس جاری کر رہی ہے ان تمام ممالک میں میری دوائیں پہنچ رہی ہیں۔"

"ایشیائی ممالک کتنے ہیں؟"

"کافی ہیں۔ ہانگ کانگ، مکاؤ، تھائی لینڈ، سنگاپور، ملائشیا، بھارت اور پاکستان۔ میں چاہوں تو مشرقِ وسطیٰ اور مشرقی ترکی شہروں تک بھی سپلائی لائن بنا سکتا ہوں لیکن آپ لوگوں نے ہماری دواساز کمپنی کو وہ تمام علاقے دے دیے ہیں۔"

"اس کے باوجود تم بڑی کامیابی سے پھیلتے جا رہے ہو۔ اینٹی نارکوٹک سوسائٹی کے تمام اعلیٰ عہدیدار تم سے بہت خوش ہیں۔ واٹسن ہوانا نے تمہاری حکومت سے سفارش کی ہے کہ تمہارے لائسنس کا کوٹہ اور بڑھایا جائے۔"

واٹسن ہوانا کا نام سنتے ہی میں چونک گیا۔ خود ہی کیسٹ کو بند کر دیا۔ گولڈن ریکٹ کے سات اہم اور پُراسرار ڈاکٹر جو اپنی جگہ گولڈ مین کہلاتے تھے ان میں سے ایک ڈاکٹر کا نام واٹسن ہوانا تھا جس کا تعلق شکاگو سے تھا۔ وہی ان چھ گولڈ مین کا سرغنہ بھی تھا۔ وہ ایک بوڑھا نہایت ہی ذہین اور تجربہ کار ڈاکٹر تھا لیکن ذہانت کو منفی انداز میں استعمال کرتا تھا۔

بین الاقوامی اینٹی نارکوٹک سوسائٹی کے تمام تجربہ کار دنیا بھر میں منشیات کے خلاف جنگ کر رہے تھے اور یہ تمام

سے تمام ممالک میں عزت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی بڑی قدر کی جاتی تھی۔ واٹسن ہوانا اسی اینٹی نارکوٹک سوسائٹی کا صدر تھا۔ وہ اتنا معزز اتنا محترم تھا کہ کوئی خواب و خیال میں بھی اسے انسانیت کا دشمن تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔

میں کولڈن ریکٹ کے سات گولڈ مین میں سے دو گولڈ مین کے نام پہلے معلوم کر چکا تھا۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر واٹسن ہوانا تھا۔ دوسرا ڈاکٹر بیک مرمر اور اب تیسرا ڈاکٹر وی۔ ولسن میرے علم میں آیا تھا۔ اس وقت ہوٹل میں ایزل ہارڈی کے ساتھ بیٹھا ہوا جو شخص باتیں کر رہا تھا وہی ڈاکٹر وی ولسن تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اگر ایزل ہارڈی زندہ ہوتا تو میں اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرتا کہ گولڈ مین سے ایزل ہارڈی کا کیا تعلق ہے۔ یقیناً کاروباری تعلق ہوگا اور کاروباری تعلقات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو مثبت انداز کا کاروبار جو بین الاقوامی نارکوٹک سوسائٹی کے تحت ہوتا ہے۔ دوسرا منفی انداز کا کاروبار جو گولڈن ریکٹ کے انڈر گراؤنڈ راستوں سے ہوتا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے جب میں ڈاکٹر وی ولسن کے پاس پہنچا تو وہ مجھے تل ابیب میں نظر آیا۔

وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ڈاکٹر واٹسن ہوانا، ڈاکٹر بیک مرمر اور مرمر کی دوست ڈارلنگ فیروزہ بھی تھی۔ ان کے علاوہ اور بھی ڈاکٹر تھے۔ وہ سب تل ابیب کے ایک خوبصورت بنگلے میں مہمان کی حیثیت سے قیام کر رہے تھے۔ وہ ڈاکٹر جس ملک میں جاتے تھے وہاں کی حکومت انھیں ہاتھوں ہاتھ لیتی تھی۔ پھر اسرائیلی حکومت کیسے ان کی پذیرائی نہ کرتی۔

میری پچھلی معلومات کے مطابق ان سات گولڈ مین کا خفیہ اجلاس قاہرہ میں ہونے والا تھا۔ اس وقت ان ساتوں گولڈ مین کو قاہرہ میں ہونا چاہیے تھا لیکن وہ اپنے اجلاس کو ملتوی کر کے صرف یہ یقین کرنے تل ابیب آئے تھے کہ فرہاد علی تیمور واقعی یہودیوں کی قید میں ہے اور مقررہ سو گھنٹوں کے بعد اسے ہلاک کر دیا جائے گا۔ اب تک باون گھنٹے گزر چکے تھے اور وہ تمام معزز اور مصروف ڈاکٹر اپنی تمام مصروفیات کو بالائے طاق رکھ کر اڑتالیس گھنٹے تک وہاں رہنا چاہتے تھے۔

میری موت کے بعد وہاں سے مطمئن ہو کر جانا چاہتے تھے۔ میں کبھی ان ڈاکٹروں کے راستے میں دیوار نہیں بنا تھا لیکن ان کے دلوں میں دہشت تھی کہ کبھی مجھ سے سامنا ہو گا تو ان کے لیے دردِ سر بن جاؤں گا۔ کیسی عجیب بات تھی، میں نے دشمنی نہیں کی تھی۔ نہیں جانتا لیکن وہ مجھ سے دہشت زدہ رہتے ہیں اور میری موت کی تمنا کرتے رہتے ہیں۔

بہرحال وہ ساتوں گولڈ مین ابھی محض تماشائی بن کر آئے تھے۔ تماشا تو میں ان کے ساتھ کرنے والا تھا لیکن ابھی انھیں چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ایزل ہارڈی ان کے خفیہ کاروبار میں کس حد تک ملوث رہا تھا۔

ڈاکٹر وی ولسن کی سوچ کو آہستہ آہستہ کریدتے رہنے کے بعد معلوم ہوا کہ ہوٹل میں ان کے درمیان جو گفتگو ہوتی رہی تھی، اس کا مطلب کچھ اور تھا مثلاً ایزل ہارڈی نے ڈاکٹر کو رپورٹ دی تھی کہ اس کا کاروبار صرف فرانس میں ہی نہیں بلکہ ایشیا کے تمام ترقی پذیر ممالک میں پھیل رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ نشہ آور دوائیں اور انجکشن وغیرہ ملک کے اندر اور ملک کے باہر اس انداز میں سپلائی کیے جا رہے ہیں کہ قانوناً ان پر اعتراض نہ کیا جا سکے۔ بظاہر وہ تمام انجکشن، پلز، کیپسول اور سفوف وغیرہ ذہنی سکون پہنچانے کے لیے، نیند لانے کے لیے یا آدمی کو کسی مرض کی شدید تکالیف سے نجات دلانے کے لیے تھے۔ ان کے لیے یہ شرط تھی کہ ڈاکٹری نسخے کے بغیر یہ دوائیں کسی کو نہ دی جائیں لیکن یہ روکنے ٹوکنے والی شرط بس ایسی ہی تھی جیسے سگریٹ کے پیکٹ پر لکھ دیا جائے کہ سگریٹ پینا صحت کے لیے مضر ہے۔ جھلنڈے کے عادی لوگ ایسی نصیحتوں اور پابندیوں کو کب خاطر میں لاتے ہیں۔ ایزل ہارڈی کی دواساز کمپنی میں ایسی دوائیں تیار ہوتی تھیں جو اپنے معیار کے لحاظ سے بہت ہی عمدہ، زود اثر اور سرور انگیز ہوتی تھیں۔ ایک بار ان دواؤں کو استعمال کرنے والے بار بار استعمال کرنا چاہتے تھے۔

اب میں ایزل ہارڈی تھا۔ اس ملک کی بہت بڑی دواساز کمپنی کا مالک ... وہ ساتوں گولڈن مین ایزل ہارڈی کی تیار کردہ دواؤں کے ذریعے لوگوں کو ابتدائی نشے کا عادی بنا رہے تھے۔ نشے کی انتہا کیا ہوتی ہے اور یہ کھیل ساتوں گولڈن مین کیسے کھیل رہے تھے یہ ایک الگ سی بات ہے جس کا راز مجھے جلد ہی معلوم ہونے والا تھا۔ میرے پاس ابھی وقت نہیں تھا اس لیے میں نے ڈاکٹر وی ولسن کے ذہن کو زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ دماغی طور پر اپنی حسبِ حاضر ہو گیا۔

میری مصروفیات بہت زیادہ بڑھنے والی تھیں۔ میں منشیات کے متعلق بہت کم جانتا تھا۔ اب مجھے ان ساتوں گولڈن مین کے دماغوں میں وقتاً فوقتاً پہنچ کر منشیات کی ابتدا سے لے کر انتہائی بہت سی معلومات حاصل کرنی تھیں۔ میں نے ریکارڈر کو بھر سے آن کر دیا۔ وہی ڈاکٹر وی ولسن اور ایزل ہارڈی کی گفتگو سنائی دے رہی تھی۔ اب میں ان کی باتوں کے پیچھے جو مقاصد چھپے ہوئے تھے انھیں سمجھ رہا تھا۔ اگر ڈاکٹر ہوانا نے فرانس کی حکومت سے ایزل ہارڈی کی سفارش کی تھی کہ اس کے لائسنس کا کوٹہ اور بڑھا دیا جائے تو اس کا مطلب یہی تھا کہ اب نشہ آور دوائیں اور زیادہ مقدار میں باہر بھیجی

جاسکیں گی۔

ریکارڈر آن تھا۔ کیسٹ چل رہا تھا۔ اب اینرل ہارڈی کسی اجنبی زبان میں بول رہا تھا۔ ایک شخص جوابا اسی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ آواز ایسی تھی جیسے وہ کار میں بیٹھے کہیں جارہے ہوں۔ پھر اینرل ہارڈی کی بیوی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "یہ کس زبان میں گفتگو کررہے ہو۔ انگریزی کیوں نہیں بولتے تاکہ میں بھی سمجھ سکوں۔"

اس نے اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "مورینا! تمھارا سننا ضروری نہیں ہے۔ ہم کاروباری گفتگو کررہے ہیں۔ خاموش بیٹھی رہو۔"

اپنی بیوی کو ڈانٹنے کے بعد وہ پھر اجنبی زبان میں گفتگو کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد پھر آوازیں بدل گئیں۔ اب وہ کار میں نہیں تھے کوئی ایسی جگہ تھی جہاں وہ چیخ چیخ کر باتیں کرتے تب بھی کوئی سننے والا نہیں تھا۔ ایک شخص کہہ رہا تھا۔ "اینرل! ہماری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے تم صرف اس بات کے ثبوت فراہم کردو کہ ڈاکٹر والٹن ہوانا اور ڈاکٹر وی ولسن اور جانے کتنے ڈاکٹر ہیں جو تمھاری پشت پناہی کرتے ہیں اور جن کے بل پر تم مشرقِ بعید تک اپنا دھندا پھیلائے ہوئے ہو۔"

اینرل ہارڈی کی آواز سنائی دی "میں نہ تو کوئی ناجائز کاروبار کرتا ہوں اور نہ ہی ڈاکٹر ہوانا جیسے معزز ڈاکٹر کبھی ناجائز کاروبار کے سلسلے میں میری پشت پناہی کرسکتے ہیں۔ تم لوگ مجرمانہ ذہنیت رکھتے ہو اس لیے ایسی باتیں سوچ رہے ہو۔"

"تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے تمھیں آسانی سے قتل بھی کرسکتے ہیں۔"

"مسٹر گریگر! اگر آپ قاتل ہیں تو مجھے غلط فہمی کی بنا پر ہی قتل کریں گے۔"

گریگر کا نام سن کر میں نے کیسٹ ریکارڈر کو آف کردیا۔ یہ وہی جان گریگر تھا جو آج سے تقریباً ایک ماہ پہلے ڈاکٹر شیفرڈ کے اسی مکان میں گھس آیا تھا جہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس اینرل ہارڈی کا یہی کیسٹ تھا، جسے میں ابھی سن رہا ہوں اور اس کے ضروری کاغذات بھی تھے جو اب میرے پاس تھے۔ جان گریگر اپنے کسی ساتھی کو اینرل ہارڈی بنانے کے لیے ڈاکٹر شیفرڈ کے پاس آیا تھا لیکن دوسرے ہی دن اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ وہ قتل کردیا گیا ہے۔ کیوں قتل کیا گیا؟ کس نے قتل کیا؟ اس کے پیچھے کیا ڈرامہ کھیلا جارہا تھا؟ وہ ڈراما اب رفتہ رفتہ میرے سامنے واضح ہورہا تھا۔

میں نے ریکارڈر کو پھر آن کیا۔ اب جان گریگر کہہ رہا تھا۔

"اینرل! تم اور تمھارے وہ شیطان ڈاکٹر بہت ہی چالاک ہیں۔ تم لوگ گفتگو اس انداز میں کرتے ہو کہ اصل بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ہم نے تم لوگوں کو ٹریپ کرنے کے لیے جگہ جگہ جال بچھائے ہر جگہ خفیہ ٹیپ ریکارڈر رکھ دیے تاکہ تمھاری باتیں ریکارڈ ہوں تو ثبوت ہمارے ہاتھ میں پہنچ جائے۔"

اینرل ہارڈی نے حیرانی سے پوچھا "تم لوگ ہماری باتیں کیا کرتے تھے مگر کیسے؟"

جان گریگر نے کہا "ہمارے پاس بڑے بڑے تجربہ کار اور ایسے ایسے آلہ کار ہیں کہ تم ان کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے تمھاری کالیں جتنی بھی آتی تھیں، ان کے ریکارڈ ہمارے پاس ہیں۔ ہم زیادہ حیران اور پریشان نہیں کریں گے۔ صاف صاف بتادیں گے آج تمھاری زندگی کا آخری دن ہے۔ نہ تم حقیقت اگلو گے اور نہ تم زندہ رہ سکو گے۔"

اس کے بعد جان گریگر نے اونچی آواز میں کہا "مورینا! ڈارلنگ آجاؤ۔"

ذرا دیر بعد ہی اینرل ہارڈی کی حیرت بھری آواز سنائی دی "تم۔ کیا تم ان بدمعاشوں سے ملی ہوئی ہو؟"

"یہ بدمعاش ہیں تو تم کیا ہو؟ تم بھی تو ناجائز کاروبار کے ذریعے روز بروز دولت مند بنتے جارہے ہو۔ ہاں، میں ہوں گھر کی جاسوسی کی پہل میں نے تمھاری وفادار بیوی بننے کی حتی الامکان کوشش کی تو طرح طرح سے اپنی طرف مائل کیا۔ تاکہ مجھ پر اعتماد کرو اور اپنے کاروبار خفیہ معاملات میں مجھے بھی شریک کرو لیکن تم مجھے ایسے معاملات سے الگ رکھتے تھے۔ تب میں نے تمھارے ٹیلیفون سے ایک خفیہ ریکارڈر منسلک کردیا۔ تم شبہ نہیں کرسکتے تھے کیونکہ تمھارے گھر میں میں ہی تمھاری بیوی تھی۔ تم کاروباری معاملات میں مجھ پر اعتماد نہیں کرتے تھے لیکن ازدواجی زندگی میں مجھے ایک محبت کرنے والی بیوی تسلیم کرتے تھے۔ اس طرح گھر کی چار دیواری میں مجھ پر بھروسہ کرتے تھے۔"

جان گریگر نے کہا "ہم نے کار میں ہونے والی گفتگو بھی ریکارڈ کی ہے۔ تم کسی سے اجنبی زبان میں گفتگو کررہے تھے۔ وہاں بھی ہم نے ہی خفیہ ٹیپ ریکارڈر لگا رکھا تھا۔ ہم نے ہوٹل کے ایک ویٹر کو بھی خرید لیا تھا۔ اس نے بھی تمھاری میز کے نیچے ایک ریکارڈر لگا رکھا تھا۔ ہم نے ہر طرح کوشش کی کسی طرح تم لوگوں کے خلاف ثبوت کریں لیکن اب ہمیں دوسرا طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔"

اینرل ہارڈی نے حقارت سے کہا "اونہہ، جب ہم کوئی دھندا کرتے ہی نہیں ہیں اور اگر میرے تعلقات بین الاقوامی نارکوٹک سوسائٹی کے معزز ڈاکٹروں سے ہیں تو تم ہمارے خلاف بھلا کیا ثبوت فراہم کروگے؟"

"اینرل! اس دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ کیا تم سمجھتے کہ صرف تم ہی ایک اینرل ہارڈی ہو، کوئی دوسرا نہیں ہے؟

میں یہی سمجھتا ہوں، خدا کی قدرت یہی ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان جیسا نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ چہرے سے مشابہت رکھتا ہے تو عادات والوار میں اس سے مختلف ہوگا یا دونوں کے لب و لہجے میں فرق ہوگا یا پھر ان کی حرکات و سکنات مختلف ہوں گی۔"

"لیکن میرے پاس ایک ایسا باصلاحیت نقال ہے جو ہو بہو اینرل ہارڈی بنا جاتا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے اونچی آواز میں کہا "ڈینی! ادھر آجاؤ۔"

تھوڑی دیر تک کیسٹ ریکارڈر خاموشی سے چلتا رہا۔ پھر اینرل ہارڈی کی حیرت بھری آواز سنائی دی "ارے یہ تو بالکل میری طرح چل رہا ہے۔ میری طرح مسکرا رہا ہے۔"

پھر ڈینی بولنے لگا۔ میں کیسٹ سن رہا تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے اینرل ہارڈی بول رہا ہو۔ پھر اینرل ہارڈی نے دبا دبا شدید حیرانی سے کہا "یہ تو بالکل میری آواز میں اور میرے لب و لہجے میں بول رہا ہے۔"

جان گریگر نے کہا "میں یہی تماشا دکھانا چاہتا تھا۔ اب یہ تمھاری جگہ لے گا اور تمھارے ان تمام معزز ڈاکٹروں سے کاروباری رابطہ قائم کرے گا۔"

اینرل ہارڈی نے پوچھا "کیسے کرے گا؟ یہ میری نقل سر سے پاؤں تک کرسکتا ہے لیکن یہ کیسے معلوم کرے گا کہ ہماری کس گفتگو کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ کون سے جملے کیا معنی رکھتے ہیں؟"

"یہ بھی معلوم ہوجائے گا۔ سیدھا سا طریقہ ہے۔ ڈینی کے سر پر شدید چوٹ پہنچے گی۔ اس کے بعد یہ ظاہر کرے گا کہ یادداشت تقریباً گم ہوگئی ہے۔ کچھ یاد آتا ہے، کچھ نہیں آتا۔ ایسی صورت میں وہ تمام ڈاکٹر اس کی نگہداشت کریں گے۔ اسے پھر سے سمجھائیں گے کہ گفتگو کس کس انداز میں ہونی چاہیے۔ کیوں کیسی رہی؟"

اینرل ہارڈی نے خشک خورد لہجے میں کہا "ٹھیک ہے۔ تم یہ سب کچھ کررہے ہو لیکن میں ایک بات بتادوں۔ اس پر جو میرا میک اپ چڑھایا جائے گا وہ کبھی پائیدار نہیں ہوگا۔ ہمارے تمام ڈاکٹر بہت ذہین اور بہت ہی چوکس رہنے والے ہیں۔ میک اپ کے پیچھے چھپے ہوئے دشمن کو پہچان لیں گے۔"

جان گریگر نے قہقہہ لگانے کے بعد کہا "اگر پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس کے چہرے پر تمھارا چہرہ بنا دیا جائے تو ہمارا کھیل کیسا ہے گا؟"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے ہلاک کرکے ان ڈاکٹروں کے سامنے دوسرا اینرل ہارڈی پیش کروگے؟"

"نہیں ہم تمھیں اتنی جلدی نہیں ماریں گے۔ تمھیں زندہ رکھیں گے لیکن تمھاری زندگی موت سے بدتر ہوگی ہوسکتا ہے تم اذیتیں برداشت نہ کرسکو اور ہمارے دوست اور ہمراز بن جاؤ۔ ہمیں سب کچھ بتادو پھر ہمیں کسی ہمدرد پیسے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ یہاں سے مشرقِ بعید تک پھیلائی ہونے والی دواؤں کی کمپنی کے مالک تمھی رہو گے۔ ان کی آمدنی بھی تمھاری ہوگی۔ ہم اس میں سے ایک پیسہ بھی حصے کے طور پر نہیں مانگیں گے۔ ہم تو ان ڈاکٹروں سے نمٹنا چاہتے ہیں۔ ہم انھی سے بہت کچھ حاصل کرسکتے ہیں۔ بہرحال تمھارے سوچنے کے لیے بہت وقت ہے۔ ہاں تو ڈینی! تم کیا کہتے ہو؟"

اس بار ڈینی نے اپنی مخصوص آواز اور لب و لہجے میں کہا "میرا خیال ہے جب تک اینرل ہارڈی راہِ راست پر نہ آئے اس وقت تک میں اس کا رول ادا کرتا رہوں۔ اس طرح ریسرچ ہوتی رہے گی۔ کہیں گڑبڑ ہوگی تو میں چھپ جاؤں گا اور اس شخص کو دواؤں کے ذریعے نیم پاگل بنا کر ان ڈاکٹروں کے سامنے پیش کردیا جائے گا۔"

میں نے ریکارڈر کو آف کردیا۔ جان گریگر اب اس دنیا میں نہیں تھا۔ ڈینی تھا جس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک دو منزلہ مکان کی اوپری منزل میں تھا۔ اس وقت تنہا ایک میز کے پاس بیٹھا ہوا تاش کے پتوں سے دل بہلا رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اسے جان گریگر کے متعلق سوچنے پر مائل کرنے لگا۔ اس کی سوچ نے بتایا "گریگر نے مجھے مصیبت میں مبتلا کردیا ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ انھی ڈاکٹروں میں سے کسی ڈاکٹر نے یا پھر ان کے کسی آلہ کار نے گریگر کو قتل کیا ہے۔ اب وہ میری تلاش میں ہیں۔"

ڈینی یہ بات وثوق سے کہہ رہا تھا کہ وہ تمام ڈاکٹر اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ جب اسے گریگر کے قتل کی اطلاع ملی تو وہ روپوش ہوگیا تھا اور چونکہ وہ بہترین نقال ہے اس لیے اس نے دوسرا روپ اختیار کیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ گولڈن ریکٹ کے سات ذہین اور فطین ڈاکٹر اس کے دشمن ہیں اور کسی طرح اینرل ہارڈی کی بازیابی چاہتے ہیں۔ اس کے لیے انھوں نے گریگر کو قتل کیا۔ مورینا سے پوچھ گچھ کی۔ وہ ڈاکٹر یہ نہیں جانتے تھے کہ مورینا گریگر سے ملی ہوئی تھی اور اپنے شوہر کے خلاف تھی۔ لہٰذا ڈاکٹروں نے اس پر بھروسہ کرلیا تھا اور اسے زندہ چھوڑ دیا تھا۔ البتہ ڈینی کی تلاش تھی۔

میں نے ڈینی کے تصور میں اینرل ہارڈی کو پیش کیا تاکہ وہ اس کے متعلق سوچے اور وہ سوچنے لگا۔ "پتا نہیں جان گریگر نے اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟ مجھے بھی نہیں بتایا تھا۔ شاید مورینا کو خبر ہو لیکن وہ لاعلمی ظاہر کرتی ہے۔"

میں مورینا کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے سامنے بھی اینرل ہارڈی کا تصور پیش کیا۔ وہ بے وفا عورت کبھی اپنے شوہر کے متعلق سوچتی تھی، وہ زندہ ہے اور جان گریگر کی قید میں ہے لیکن، وہ قیدی کہاں ہے، یہ بات گریگر نے اسے نہیں بتائی تھی۔ پھر وہ سوچتی تھی، شاید اس کا شوہر مر چکا ہے۔ بہرحال میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی

موت کا یقین کر لیا تھا۔

میں نے کھڑکی دیکھی۔ ڈیڑھ گھنٹہ گزر چکا تھا۔ اس وقت ڈاکٹر شیفرڈ سونیا کے چہرے کو آخری ٹچ دے رہا تھا۔ دو گھنٹے کے اندر اس کا چہرہ مکمل ہونے والا تھا۔ میں نے کیسٹ ریکارڈر کو دیکھا ابھی اس کیسٹ کا پہلا حصہ ختم ہوا تھا۔ دوسری طرف پتا نہیں اور کن لوگوں کی آوازیں ریکارڈ کی گئی تھیں۔ انھیں سننے سے پہلے میں سجاد کی خیریت معلوم کرنے اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک بہت بڑے آہنی پنجرے کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔

مجھے حیرانی ہوئی۔ کہاں تو اسے ایک خوبصورت سجے سجائے کمرے میں رکھا گیا تھا اور کہاں یہ پنجرہ۔ اس پر یہ کہ سجاد کے جسم پر جنگلی لباس تھا۔ یعنی کمر سے گھٹنے کے اوپر تک پتے باندھ دیے گئے تھے کیونکہ دنیا کے بیشتر ممالک سے ایسی عورتیں بھی اسے دیکھنے آ رہی تھیں جو کسی نہ کسی حیثیت سے مین الاقوامی شہرت کی حامل تھیں۔ پنجرے کے اندر بیٹھنے یا لیٹنے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی۔ جب جسم پر مناسب لباس نہیں رہنے دیا گیا تھا تو بھلا فرنیچر کیوں رکھا جاتا۔ اسے تو انسان نما جانور بنا کر پتوں سے ڈھانپ کر پنجرے میں تماشا بنانے کے لیے رکھا گیا تھا۔

پنجرے کی سلاخیں نہایت ہی پتلی تیلی سی تھیں۔ اسے کوئی بچہ بھی دونوں ہاتھوں سے موڑ سکتا تھا۔ ان کے درمیان سے گزرنے کا راستہ بنا سکتا تھا لیکن سجاد کو وارننگ دی گئی تھی کہ وہ سلاخوں کے قریب نہ جائے ورنہ بجلی کا شاک لگے گا۔ پنجرے سے چھ فٹ کے فاصلے پر چاروں طرف لوہے کی ریلنگ بنی ہوئی تھی تاکہ تماشا دیکھنے والے اس ریلنگ تک محدود رہیں اور اسے پار کر کے پنجرے تک نہ پہنچیں۔ وہاں وارننگ بورڈ پر جلی حرفوں سے دھمکی لکھی ہوئی تھی: "خبردار! ریلنگ کے پار جانے والے اپنی موت کے خود ذمے دار ہوں گے۔"

وہاں چار عدد مسلح سپاہی بھی موجود تھے۔ میں نے سجاد کی سوچ سے معلوم کیا کہ اسے کہاں قید کیا گیا ہے۔ اسے پہلے جس عمارت میں رکھا گیا تھا" وہاں سے نکال کر ایک بند گاڑی میں لے جایا گیا تھا۔ کچھ زیادہ دور نہیں جانا پڑا تھا۔ گاڑی رک گئی تھی۔ اسے نیچے اتارا گیا تھا۔ ایک جگہ ایک بہت بڑی چٹان زمین پر بچھی ہوئی نظر آئی۔ وہ چٹان تقریباً دس فٹ چوڑی اور پندرہ فٹ لمبی ہوگی۔ اس کے دونوں سرے آہنی گنڈے لگے ہوئے تھے۔ اس چٹان کو ایک کرین کے ذریعے اٹھا کر ایک طرف ذرا ہٹایا جا رہا تھا۔ جب وہ وہاں سے ہٹ گئی تو اس کے نیچے ایک دو دروازہ نظر آیا۔ وہ مسلح سپاہیوں کے نرغے میں ایک زینے سے اترتے ہوئے ایک زیر زمین کمرے میں پہنچا۔ چاروں طرف پختہ دیواریں تھیں۔ پاؤں کے نیچے بھی پختہ فرش تھا۔

اس کمرے سے نکل کر مختلف کوریڈورز سے گزرتے ہوئے وہ اس پنجرے تک پہنچ گیا جہاں یہ آہنی پنجرہ بنا کر رکھا گیا تھا۔ اسے اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ وہ پنجرے کی پتلی نازک سلاخوں کو ہاتھ لگانے کی کوشش نہ کرے ورنہ بجلی کے جھٹکے لگیں گے۔ تب سے وہ پنجرے کے اندر ہی کبھی بیٹھا تھا۔ کبھی اٹھ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں تماشائی آنے لگے تھے۔

جنگل کے آدم خور شیر کو زندہ پکڑ کے آہنی پنجرے میں قید کیا جائے تو مہذب دنیا کے انسان دور دور سے تماشا دیکھنے آتے ہیں۔ اسی طرح فرہاد کا تماشا دیکھا جا رہا تھا۔ دنیا کے کتنے ہی ممالک کی مشہور ہستیاں آئی تھیں۔ مرد بھی تھے۔ عورتیں بھی تھیں اور نوجوان لڑکیاں بھی۔ کوئی اسے دیکھ کر کہتا تھا: "دیکھو غرور کا کیسے نیچا ہے۔ یہ شخص اپنی ٹیلی پیتھی کے زعم میں سب کو زیر کرتا رہتا تھا اور خود زیر ہونے کو اپنی توہین سمجھتا تھا۔ آج یہ ایک جانور کی طرح ہمارے سامنے پنجرے میں ہے۔"

ایک خاتون نے کہا: "فرہاد کو اس حال میں دیکھ کر مجھے یہ لطیفہ یاد آ گیا۔ ایک چوہا شراب سے بھرے ہوئے ڈرم میں گر پڑا۔ جب وہاں سے نکلا تو نشے میں جھوم رہا تھا۔ اس نے مستی میں گرجدار آواز میں کہا: "کہاں ہے بلی۔ بلاؤ میرے مقابلے پر۔ جب بلی میاؤں کرتی ہوئی پہنچی تو شراب کا نشہ ہرن ہو گیا۔ چوہا اچھل کر بولا: "ارے بھائی! یہ بلی ہے۔ کیوں فرہاد! یہودی بلے کے سامنے تمھاری ٹیلی پیتھی کا نشہ ہرن ہو گیا ہے نا؟"

ایک نوجوان لڑکی نے پوچھا: "فرہاد! کیا تم ذرا بھی حرکت نہیں کر سکتے؟"

سجاد چپ چاپ دونوں ہاتھ تھوڑی پر رکھے سینہ تانے پنجرے میں کھڑا ہوا تھا۔ کسی کی باتوں کا جواب نہیں دے رہا تھا۔ ایک نے کہا: "اسے کہتے ہیں، رسی جل گئی پر بل نہیں گئے۔"

اچانک ہی سجاد نے تالی بجا کر کہا: "ہاں میں اتنی دیر سے چپ تھا۔ تم لوگوں کی آوازیں سن رہا تھا۔ جن لوگوں نے میرے بارے میں جو کچھ بھی کہا ہے، میں ان کی آوازوں کو اور ان کے لب و لہجے کو ذہن نشین کر چکا ہوں۔ اب دیکھو میری ٹیلی پیتھی کا کمال۔ تم سب ابھی اس پنجرے کے قریب آنے پر مجبور ہو گے۔ ابھی تمھیں بجلی کے جھٹکے لگیں گے۔ ریڈی۔ ون۔ ٹو۔۔۔"

تھری بولنے کی نوبت نہیں آئی۔ جو لوگ ایک شریر کو پنجرے میں دیکھ کر اتنی دیر سے ڈینگیں مار رہے تھے، وہ سب چیختے چلاتے ہوئے وہاں سے بھاگنے لگے۔ مسلح سپاہیوں نے چیخ چیخ کر انھیں روکنا چاہا۔ "رک جاؤ۔ اب یہ خیال خوانی نہیں کر سکے گا۔ تم لوگوں کو خواہ مخواہ دھمکیاں دے رہا ہے۔"

رک جاؤ۔"

لیکن کسی میں رکنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ جن لوگوں نے اپنی اپنی آوازیں اسے سنائی تھیں، وہ بری طرح دہشت زدہ تھے اور جو لوگ ابھی بچے تھے، وہ بھی اس اندیشے میں مبتلا ہو گئے کہ کہیں ان کی زبان سے کوئی بات نہ نکل گئی ہو۔ کہیں وہ ٹیلی پیتھی کی گرفت میں نہ آ جائیں۔ وہ ایسی جگہ ٹھہرنا نہیں چاہتے تھے۔ ذرا سی دیر میں پنجرے کے اطراف تماشا دیکھنے والوں میں سے کوئی نہیں رہا۔ صرف مسلح سپاہی وہ لے۔ میں کا ہال تنظیم کے سربراہ جیسن ہارورڈ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک خفیہ اجلاس کی صدارت کر رہا تھا۔ تنظیم کے اہم عہدے دار اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک عہدے دار نے کہا: "سپر ماسٹر اور ماسک مین یہاں سے دوستانہ انداز میں روانہ ہوئے تھے پھر اپنے ملک پہنچتے ہی انھوں نے دشمنوں جیسا رویہ کیوں اختیار کر لیا ہے؟"

جیسن ہارورڈ نے کہا: "دشمن کو دوست اور دوست کو دشمن بنتے دیر نہیں لگتی۔ یہ کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟ ہمارا موضوع یہ نہیں ہے۔ انھوں نے اپنے اپنے ملک سے سفارتی سطح پر جو خطوط ہمارے نام روانہ کیے ہیں، میں انھیں پڑھ کر سناتا ہوں۔"

وہ پڑھ کر سنانے لگا۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین نے اپنی سرکاری حیثیت میں ایک دھمکی آمیز خط لکھا تھا کہ سو گھنٹے پورے ہونے سے پہلے اگر فرہاد کو رہا نہ کیا گیا تو دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اور پھر آنے والے دنوں کے متعلق کوئی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی۔

انھوں نے شکایت کی تھی کہ ان دونوں کو یعنی سپر ماسٹر اور ماسک مین کو اپنے ملک میں بلا کر ان سے مہم افراد کی موت کے پہلے پر دستخط کرائے گئے تھے۔ مہذا کا ہال تنظیم کے سربراہ سے درخواست کی جاتی ہے کہ ان کے دستخط شدہ کاغذات ان کے حوالے کر دیے جائیں۔

اس خط میں آگے چل کر انھوں نے لکھا تھا کہ وہ فرہاد کو قانوناً ہلاک نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ ان کی سرحدوں میں داخل نہیں ہوا تھا بلکہ وہ خود اسے اغوا کر کے مجرمانہ فعل کے مرتکب ہوئے ہیں۔ فرہاد کی ذات سے اسرائیلی حکام کو نقصان پہنچا ہو تو اس کے بارے میں عدالتی فرہاد پر مقدمہ چلایا جائے۔ [illegible] ملک کے وکیل فرہاد کا دفاع کریں گے ایسے مقدمے کے بعد فرہاد کی زندگی، موت کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ تنہا اسرائیل حکومت یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ایک ایسے شخص کی موت کا فیصلہ کرے جو [illegible] سے دوستی کا ثبوت دیتا آ رہا ہے۔

جیسن ہارورڈ نے اس خط کو میز پر حقارت سے پھینکتے ہوئے کہا: "یہ کمبخت بکواس کرتے ہیں۔ میرے سامنے بیٹھ کر واضح طور پر یہ طے ہو چکا ہے کہ ہم فرہاد کو ہلاک نہیں کریں گے بلکہ اپنے مقصد کے لیے استعمال کریں گے لیکن یہ اپنے ممالک پہنچنے کے بعد دنیا والوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ہم نے پہلے فرہاد کو اغوا کر کے ایک مجرمانہ حرکت کی اور اب اس کا کوئی جرم ثابت کیے بغیر اسے ہلاک کر رہے ہیں۔ ان خطوط کی نقل بھیج کر دنیا کے تمام اہم سیاسی اور سماجی لیڈروں کو بھی یہ جتلایا جائے گا کہ ہم فرہاد پر ظلم کر رہے ہیں۔"

ایک عہدے دار نے کہا: "بیشک یہ جرم تو ثابت ہو جائے گا کہ ہم نے فرہاد کو اغوا کیا ہے لیکن یہ ثابت نہیں ہو گا کہ ہم اسے قتل کر رہے ہیں کیونکہ ہم تو اسے اپنے مقاصد کے لیے زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔"

ہارورڈ نے کہا: "ہاں ہم اسے زندہ رکھیں گے لیکن ان کی یہ چال کامیاب ہو گی کہ ان کے دھمکی دینے کے باعث ہم نے فرہاد کو قتل نہیں کیا ہے۔ اس طرح وہ فرہاد کے تمام ساتھیوں کی حمایت حاصل کر لیں گے۔ آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے اس سے پہلے ہی سونیا نے انھیں آفر دی ہے کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین میں سے جو کوئی فرہاد کو رہائی دلائے گا، وہ اس کی تنظیم میں ان کے مفاد کے لیے کام کرے گی۔"

ایک عہدے دار نے کہا: "پھر تو وہ دونوں خطرناک تنظیموں کے سربراہ صرف ان خطوط پر اکتفا نہیں کریں گے اور بھی چالیں چلیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک دھماکے کی آواز سنائی دی۔ وہ دھماکا کہیں بہت دور ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی بجلی کے بلب بجھ گئے تھے۔ گردش کرتے ہوئے پنکھے تھم گئے تھے۔ ایک نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیسی آواز تھی؟"

دوسرے نے [illegible] کاٹ دیا۔ ایک سپاہی تیزی سے چلتا ہوا اندر آیا۔ [illegible] ہوئے انداز میں رپورٹ دی۔ [illegible] عہدے دار نے حکم دیا۔ "معلوم کرو۔ یہ کیسی دھماکے کی آواز ہے؟ اور دھماکا کہاں ہوا ہے؟ کیوں ہوا ہے؟"

وہ واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد جیسن ہارورڈ نے کہا۔ "[illegible] میں [illegible]....."

وہ آگے نہ کہہ سکا۔ ایک بار پھر دھماکے کی آواز سنائی دی۔ وہ سب پریشان ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ چونکہ آواز دور سے آ رہی تھی اس لیے کسی طرح کا خطرہ نہیں تھا لیکن تشویش پیدا ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ سپاہی تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ پھر اس نے سلیوٹ کرنے کے بعد کہا: "سر! ہمارے سب سے بڑے پاور اسٹیشن کو تباہ کر دیا گیا ہے۔"

یہ سنتے ہی ان سب کے منہ حیرانی اور پریشانی سے کھل گئے۔ وہ سب

بیک وقت کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن بیک وقت ان کے دماغوں میں کئی طرح کے سوالات کونچ رہے تھے۔ کس نے دھماکہ کیا ہے؟ کیسے دھماکہ کیا ہے؟ کس تخریب کار نے پاور اسٹیشن کو کیوں نشانہ بنایا ہے؟ اس کے پاس اتنی قوت کا بم کہاں سے آیا؟ اور وہ مسلح گارڈز کی نظر بچا کر کیسے پاور ہاؤس میں داخل ہو گیا؟

بے شمار سوالات دماغ میں گونج رہے تھے اور کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کون سا سوال پہلے کیا جائے۔ اس لیے وہ سب چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئے تھے۔ پھر جیسن ہارورڈ اپنے قریب رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھا کر اس کے ڈائلنگ بٹنوں کو دبانے لگا۔ تھوڑی دیر میں رابطہ قائم ہو گیا۔ وہ وہاں کی انٹیلی جنس کے آفیسر سے پوچھ رہا تھا: "مجھے فوراً تفصیل بتائی جائے۔ یہ دھماکہ کیسے ہوا؟ کہاں ہوا؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "پورے تل ابیب میں اور مغربی ساحل پر بجلی سپلائی کرنے والے سب سے بڑے پاور ہاؤس کو تباہ کر دیا گیا ہے اب خاص خاص فوجی اور سول اداروں میں چھوٹے جنریٹرز کے ذریعے وقتی طور پر بجلی سپلائی کی جائے گی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ پورا شہر تاریکی میں ڈوبا رہے گا۔ اگر ایسا ہے تو دشمن کوئی بڑی چال چل رہے ہیں۔ اسی لیے ہمارے سب سے بڑے پاور اسٹیشن کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ معلوم کر دیہ کس نے کیا ہے؟ اور کیسے کیا ہے؟ ہر پانچ منٹ بعد مجھے رپورٹ سناتے رہو۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ دوسرے عہدے دار بھی اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے۔ کچھ آہستہ آہستہ سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جیسن ہارورڈ نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر کہا: "ہیلو؟"

دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا: "یہ پہلا دھماکہ بطور دھمکی ہے۔ اگر دو گھنٹے کے اندر فرہاد علی تیمور کو رہا نہ کیا گیا تو دوسرا دھماکہ تمہارے لیے ناقابلِ برداشت ہوگا۔"

اس کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا تھا۔ جیسن ہارورڈ کریڈل پر ہاتھ مار مار کر چیخنے لگا "ہیلو، ہیلو تم کون ہو۔ ہیلو.....؟"

پھر اس نے جھنجلا کر ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ بھلا کون دھماکے کر سکتا تھا۔ ان کا ایک بڑا دشمن تھا جو ان کی دانست میں قیدی بنا ہوا تھا۔ میں نے ابھی تک ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی تھی میرا دھیان سپر ماسٹر اور ماسک مین کی طرف گیا۔ ان کے ہی آدمی ایسا کر سکتے تھے۔ یہ سوچتے ہی میں گوئیل کے دماغ میں پہنچ گیا۔

تل ابیب میں جوڈو کراٹے اور گوریلا جنگ سکھانے کا ایک بہت بڑا تربیتی ادارہ تھا۔ اس ادارے کا سینیئر ٹیچر گوئیل تھا۔ وہ بظاہر اسرائیلی حکومت کا وفادار تھا لیکن درپردہ ماسک مین کا آدمی تھا۔ ماضی میں اس نے ایک بار سونیا کی جان بچائی تھی اور ہمارے کام آتا رہا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچتے ہی مجھے پتا چل گیا کہ یہ سب کچھ اسی نے کیا ہے۔ اس کے ایک ساتھی لائن مین کا کام کرتا تھا۔ بجلی فون کے تار خراب ہونے پر انہیں درست کرتا تھا۔ اس وقت بھی وہ تار درست کرنے کے لیے ایک کھمبے پر چڑھا ہوا تھا۔ اس نے گوئیل کی ہدایت کے مطابق وہیں جیسن ہارورڈ کو دھمکی دی تھی کہ دو گھنٹے کے اندر فرہاد کو رہا کر دیا جائے ورنہ دوسرا دھماکہ ہوگا۔

اس طرح ٹیلی فون ایکسچینج والے یہ سُراغ نہیں لگا سکے کہ کال کس ٹیلی فون سے کی گئی ہے اور کہاں سے فون کیا گیا ہے۔ جیسن ہارورڈ کے پاس پہنچ گیا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس دھمکی کا کیا اثر ہوا ہے اور وہ دو گھنٹے کے اندر کس طرح کی جوابی کارروائی کرنا چاہتا ہے لیکن وہاں پہنچتے ہی اس کے ذریعے پھر ایک دھماکہ سنائی دیا۔ سب اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

میں بھی حیران تھا کیونکہ گوئیل نے دو گھنٹے کی دھمکی دی تھی۔ وہ اتنی جلدی دھماکہ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے پھر بھی اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ اس تیسرے دھماکے کا ذمہ دار نہیں تھا۔ بلکہ خود پریشان تھا۔ وہاں ملک مین کا ایک اور خاص ماتحت تھا۔ اس کا نام ڈریلی فائن تھا۔ وہ مغربی ساحل پر کوسٹ گارڈ آفیسر تھا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر دیکھا وہ ڈیوٹی پر نہیں تھا۔ اپنے کمرے میں لیٹا ہوا سوچ رہا تھا۔ گوئیل کی دھمکی کے مطابق فرہاد صاحب کو رہا نہ کیا گیا تو دو گھنٹے کے بعد دھماکہ کرنے کی ذمہ داری میری ہے لیکن یہ تیسرے دھماکے کی آواز کیسی ہوئی؟ یہ کون کر رہا ہے؟ کیا سپر ماسٹر کے آدمی.....؟

اس کی سوچ پڑھتے ہی میں دوبارہ جیسن ہارورڈ کے ماتھے پر پہنچنے لگا۔ اگر سپر ماسٹر کے آدمی بھی میری رہائی کے لیے میدان میں آ رہے تھے تو یقیناً وہ بھی جیسن ہارورڈ کو اس دھماکے کی وجہ ضرور بتائیں گے۔ میرا خیال درست تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی فون کی گھنٹی بجی۔ جیسن ہارورڈ نے فوراً ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "دشمن کو فرہاد کی زندگی" پڑتی ہے۔ اس کی موت کا فیصلہ اور زیادہ مہنگا پڑتا ہے۔ اس کا حصہ نہیں ہوگا۔ اس دھماکے کی آواز میں سن چکے ہو۔ یہ ایک وارننگ ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تل ابیب کھنڈر نہ بنے تو فرہاد کو رہا کر دو۔ رہا کرو۔"

آواز دھیمی ہوتے ہوتے معدوم ہو گئی۔ دوسری طرف سے رکھ دیا گیا تھا جیسن ہارورڈ نے پھر غصے سے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ ہوئے کہا "یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا تخریب کار اتنے وسیع زرائع ہو گئے ہیں کہ فوجیوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر یہ دھماکے کر رہے ہیں۔ یہ تیسرا دھماکہ کہاں ہوا ہے؟"

اسی وقت ایک مسلح سپاہی نے آ کر سیلوٹ کرنے کے بعد کہا: "جناب! ایک اسلحہ خانے کو بم سے اڑا دیا گیا ہے۔"

تھوڑی دیر پہلے جو لوگ دھماکے کی آواز پر اچھل کر کھڑے ہو گئے تھے وہ سپاہی کی رپورٹ سنتے ہی بھاگ کی طرح اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ جیسن ہارورڈ نے غصے سے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ یہ سپر ماسٹر اور ماسک مین کی طرف سے ہو رہا ہے۔ جب تک وہ تخریب کار گرفتار نہیں ہوں گے، ہم انہیں الزام نہیں دے سکیں گے۔"

میں تیسرا دھماکہ کرنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ڈریلی فائن کا اندازہ درست تھا۔ وہ سپر ماسٹر کا ایک ایسا ماسٹر تھا جو دوسرے ملک میں سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے جا کر تخریبی کارروائیاں کرنے کا خاصا تجربہ رکھتا تھا۔ میں کسی سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ بس خاموشی سے ان کی پلاننگ کو پڑھ سکتا تھا اور ان کی کارروائیاں دیکھ سکتا تھا۔ فی الحال سپر ماسٹر اور ماسک مین کی طرف سے ایک خطرناک کھیل شروع ہو چکا تھا۔ ابھی مجھے ایک تماشائی کی حیثیت سے خاموش رہنا تھا۔ اس لیے میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

ڈاکٹر شیفرڈ نے کہا تھا کہ دو گھنٹے کے اندر سونیا کا چہرہ تبدیل ہو جائے گا اور اب تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ میرے سوچتے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا۔ مسکرا کر کہنے لگا "فرہاد! اب میری مادام اور تمہاری جانِ حیات ہمیں نظر نہیں آئیں گی۔ یقین نہ ہو تو خود ہی دیکھ لو۔"

میں نے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں ایک دوشیزہ نظر آئی۔ قد و قامت سونیا کا تھا۔ اس کے دروازے تک آنے کا انداز بھی وہی تھا لیکن چہرہ بدلا ہوا تھا اور وہ چہرہ اتنا پُرکشش تھا کہ میں ڈاکٹر شیفرڈ کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں چلتے ہوئے میرے سامنے آئی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ میری طرف بڑھائے۔ میں نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ پھر وہ بولی۔

"تم ڈاکٹر کی مہارت اور میرے چہرے کی تعریف بعد میں کر لینا۔ پہلے میرے ہاتھوں کی انگلیوں کو دیکھو۔"

میں نے دیکھا۔ اب سونیا کے دونوں ہاتھوں کی دسوں انگلیاں مکمل تھیں۔ پہلے اس کے ناخن اور ناخنوں کے نچلے گوشت پوست کا حصہ نہیں تھا۔ بچپن میں جب اسے جانور بنانے کا تجربہ کیا گیا تھا اس میں سنگھنے کی حس پیدا کی گئی تھی تو اس کے ساتھ ہی اس کی انگلیوں کو ناخنوں کی طرف تراش لیا گیا تھا۔ جب وہ پہلی بار میری زندگی میں ماسٹر یوشے کے ساتھ میرے دشمن بن کر آئی تھی تو اس وقت اس کی انگلیوں پر آہنی پنجے چڑھے رہتے تھے۔ ان آہنی ناخنوں کو ہٹانے کے بعد انگلیاں ادھوری لگتی تھیں۔ آج ڈاکٹر شیفرڈ نے انہیں مکمل کر دیا تھا۔

میں نے لعان سے مدہوش کر کہا "ڈاکٹر! آپ نے واقعی ہم پر اتنے احسانات کیے ہیں کہ ہم اسے کبھی بھلا نہیں سکتے۔ اس سے پہلے سونیا جب بھی میک اپ کرتی تھی تو دستانوں میں اپنی انگلیاں چھپا لیا کرتی تھی تاکہ پہچانی نہ جا سکے۔ اب یہ دستانوں کی محتاج نہیں رہی۔"

میں نے ڈاکٹر کے دونوں ہاتھوں کو عقیدت سے تھام لیا پھر لبوں چومتے ہوئے کہا: "یہ ہاتھ ایک عظیم ہنرمند کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس حد تک ہنرمند بنایا ہے، آپ اس حد تک اپنے ہنر کا بھرپور مظاہرہ کر رہے ہیں۔"

ڈاکٹر نے اپنے ہاتھوں کو چھڑاتے ہوئے پوچھا: "کیا تم جانتے ہو کہ ایک اچھے فنکار اور اعلیٰ ہنرمند کا دشمن کون ہوتا ہے؟"

"کون ہوتا ہے؟"

"تعریف کرنے والا۔ یاد رکھو ترقی کی بلندیوں تک جانے والوں کی موت صرف تعریف کرنے والوں سے ہوتی ہے۔ لہٰذا میری اتنی تعریفیں کیا کرو۔" اس نے جیب سے ایک کاغذ کا پُرزہ نکالتے ہوئے کہا "اس میں ایجنٹ کا نام اور پتا درج ہے۔ اس سے جا کر ملاقات کر لو لیکن پہلے مادام کی تصویر اتروا لو۔ میرا ایک بہت ضروری اپائنٹمنٹ ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں نے اس سے ایڈریس لیا۔ وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں سونیا کے چہرے کو بڑی دیر تک دیکھتا رہا۔ طرح طرح سے اس کی اسٹڈی کرتا رہا — میں نے اسے ایزل ہارڈی اور اس سے متعلقین اور سجاد وغیرہ کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ تمام باتیں سننے کے بعد وہ بولی "اب مجھے سجاد کی طرف سے ذرا اطمینان ہو رہا ہے۔ وہاں ہچولیشن ڈیلیپ ہو گئی ہے۔ جو کام ہمیں کرنا تھا" وہ ہمارے دشمن ہمارے لیے کر رہے ہیں۔"

میں نے سونیا کو بڑی عقیدت سے دیکھتے ہوئے کہا: "تم انسانی نفسیات سے کھیلنا چاہتی ہو۔ اگر تم سپر ماسٹر اور ماسک مین کو اپنی طرف سے آفر نہ دیتیں تو یہ سچوایشن پیدا نہ ہوتی۔ اگرچہ انہوں نے میری موت کے فیصلے پر دستخط کر دیے تھے لیکن تمہاری آفر ان کے دماغوں میں چبھ رہی تھی اور وہ کسی طرح بھی تمہیں ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔ تم واقعی بڑی کامیاب چالیں چلنا جانتی ہو۔"

اس نے میرے منہ پر ایک ہاتھ رکھ کر کہا: "ابھی ڈاکٹر نے کہا تھا، تعریف ایک زہر ہے جو اچھی صلاحیتوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ یہ بتاؤ، اب کرنا کیا ہے؟"

"تل ابیب میں حالات تیزی سے بدلتے جا رہے ہیں۔ پھر یہ کہ مجھے ایزل ہارڈی کے دوسرے متعلقین کی آوازیں بھی سننی ہیں اور مزید معلومات حاصل کرنی ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اس ایجنٹ کے پتے پر جاؤ۔ پہلے اپنی تصویریں اتروا لو اور اس سے معاملات طے کر لو۔ اس وقت تک میں خیال خوانی سے فارغ ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد ہم باہر نکلنے کا پروگرام بنائیں گے۔"

"تمہارے دماغ سے خیال خوانی کا مرض نہیں جائے گا۔ تمہارا علاج میں ہی کروں گی۔ میں تمہیں کہہ چکی ہوں، غیر ضروری دماغی رابطوں سے پرہیز کرو۔ اگر سجاد کی طرف سچوایشن ڈیلیپ ہے اور تیزی سے

حالات بدل رہے ہیں تو بدلنے دو۔ ستجاد کی جان کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے تم میرے ساتھ باہر نکلو گے۔ کار میں ڈرائنگ روم میں چلی گئی۔ میں اپنے بیڈ روم میں تبدیل کرنے لگا لیکن سونیا کے پاس موجود رہا جب ڈاکٹر شیفرڈ سے لعد اس نے رابطہ قائم کر لیا تو دوسری طرف سے آواز آئی۔ میں بول رہا ہوں، فرمایئے۔"

سونیا نے کہا۔ "میرا نام آرزو ہے۔ میں ایک غیر ملکی لڑکی اور آپ سے ایک ضروری معاملے میں ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔ ایک گھنٹے کے اندر آپ سے ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"ہاں، ضرور میں فارغ ہوں۔ آپ ایک گھنٹے کے اندر ہیں۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

سونیا نے شکریہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ پھر مجھ سے بولی "کیا تم نے اس کی آواز سن لی؟"

"ہاں، تم جا کر لباس تبدیل کرو۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔ میں اس ایجنٹ دوشیزہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک عمارت کی ساتویں منزل پر تھا۔ اس منزل پر دو چھوٹے کمرے کرائے پر دے رکھے تھے۔ ایک کمرے کے اندر پرانی اور چمڑے کی سیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک الماری تھی جس میں ضروری کاغذات رکھے جاتے تھے۔ لیکن اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ دستاویزیں ایسی نہیں ہیں جن کے لیے وہ گرفت میں آ سکے۔ داخل غیر قانونی طور دستاویزات تیار کی جاتی ہیں۔ انہیں وہ اپنے گھر میں چھپا کر

اس وقت وہ سوچ رہا تھا۔ ابھی ایک گھنٹے کے اندر لڑکی آنے والی ہے۔ اس نے اپنا نام آرزو بتایا ہے۔ یہ اس کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ کس مذہب سے تعلق رکھتی ہے؟ دیکھنے معلوم ہوگا۔ کہیں وہ پولیس والوں کے لیے مخبری نہ کرتی ہو؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "نہیں، وہ ایسی نہیں وہ کوئی غیر ملکی لڑکی ہے۔ اس کا چہرہ اور اس کا حلیہ دیکھ کر ہو جائے گا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے یا سچ؟"

وہ خود ہی قائل ہو کر "آپ ہی" سر ہلانے لگا۔ پھر سوچنے لگا۔ "میرے ہاں غیر ملکی کم آتے ہیں۔ آتے بھی ہیں تو بہت سوچ سمجھ کر ان کا کام ہاتھ میں لیتا ہوں۔ وہ بھی دوگنا

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اگر وہ کسی قبیل کا ہے ملک سے آئی ہوگی تو یقیناً دولت مند ہوگی لیکن وہ مسلمان ہے اپنی یادداشت تازہ کرتے ہوئے پہلے سے سوچ کر رکھنا چاہ کتنی مسلمان لڑکیاں میرے پاس جعلی کاغذات کے لیے آ چکی

وہ میری سوچ کے مطابق سوچنے لگا۔ میں چپ چاپ خیالات پڑھتا گیا۔ اس دوران سونیا یعنی آرزو نے پتلون اور شرٹ پر چمڑے کی جیکٹ پہنی تھی۔ پاؤں

چمڑے کے جوتے تھے۔ ہاتھوں میں دستانے۔ اپنے سُرخ رنگ کی شرٹ سے میچ کرتی ہوئی ایک سُرخ کپڑے کی پٹی اپنی پیشانی سے پیچھے تک باندھی ہوئی تھی۔ جیسے ریڈ انڈین عورتیں باندھتی ہیں۔ یا پھر جوڈو کراٹے جاننے والی لڑکیاں بلیک بیلٹ کمر میں باندھتی ہیں۔ تاکہ لڑنے کے دوران ان کی زلفیں کے بجائے سر پر آ سکیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کس قدر اسمارٹ چہرے پر یہ آ سکیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کس قدر اسمارٹ لگ رہی تھی۔ وہ تو اسی وقت سے اسمارٹ لگتی آ رہی تھی جب پہلی بار میرے دل پر اپنی محبت کا سکہ جمایا تھا۔ اس نے پوچھا "کیا ایجنٹ سے کچھ معلوم ہوا؟"

"ہاں، وہ لالچی ہے۔ زیادہ رقم دی جائے تو کام بن جائے گا لیکن رقم کہاں سے آئے گی۔ کیا میں ڈاکٹر شیفرڈ سے قرض مانگوں؟"

وہ میری طرف ہاتھ اٹھا کر تو۔ تہ لگاتے ہوئے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے بولی۔ "فرہاد علی تیمور اور قرض لے گا؟ تمہاری ٹیلی پیتھی کس وقت کام آئے گی؟ میں نے تمہیں غیر ضروری خیال خوانی سے باز رہنے کے لیے کہا ہے۔ اس وقت میری جیب میں پانچ ہزار ڈالر ہیں۔ آج رات ہم کسی کیسینو میں گزاریں گے۔ تاش کے پتوں سے کھیلیں گے۔ صبح بیگ ہمارے پاس پانچ لاکھ ڈالر ہو سکتے ہیں۔ کیا یہاں کے جواریوں کو جوا کھیلنے کی بھرتناک سزا نہیں دو گے؟"

"ضرور۔" میں نے اپنا بیگ اٹھا کر شانے سے لٹکا لیا۔ اس بیگ میں ایزل بارڈی سے تعلق رکھنے والی تمام چیزیں موجود تھیں۔ صرف کیسٹ کو میں نے میز کی دراز میں چھوڑ دیا۔ سونیا کے پاس ایک سفری بیگ تھا۔ ہم دونوں کوٹھی سے باہر آئے۔ خیال خوانی کے ذریعے ڈاکٹر شیفرڈ سے پوچھا کہ اس کی کوٹھی کیسے لاک کی جائے۔

اس نے کہا۔ "دروازے الیکٹرک کنٹرول ہیں خود بخود لاک ہو جائیں گے۔ خفیہ سوئچ باہر ہے۔ جب میں گھر واپس پہنچوں گا تو خود کھول لوں گا۔"

میں نے دروازہ بند کیا۔ پھر ہم ایک کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر شیفرڈ وہ کار ہمارے لیے چھوڑ گیا تھا۔ سونیا اسے ڈرائیو کرنے لگی۔ جب ہم مین روڈ پر آئے تو میں نے کہا۔ "دو گھنٹے پورے ہونے والے ہیں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ مالک مین اور سپر ماسٹر کے ماتحتوں نے جو چیلنج کیا ہے اس پر وہ آئندہ کس طرح عمل کریں گے اور ہیوری ان کا یہ چیلنج قبول کرتے ہیں یا کوئی جوابی کارروائی کرتے ہیں۔"

سونیا نے کہا۔ "اچھی بات ہے جاؤ مگر چند منٹ کے لیے۔ اور زیادہ خیال خوانی سے پرہیز کرو۔ سطحی معلومات حاصل کرو۔ ستجاد اگر بخیر متصبے اور اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا تو دماغی طور پر میرے پاس حاضر ہو جانا۔"

میں ستجاد کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اب تک اسی پنجرے میں قید تھا لیکن اب کے چاروں طرف گہری تاریکی تھی۔ یہ تاریکی تقریباً پونے دو گھنٹے سے تھی یعنی اسی وقت سے جب وہاں کے سب سے بڑے پاور اسٹیشن کو بم سے اڑا دیا گیا تھا۔ ابھی شام کا وقت تھا۔ اندھیرا نہیں ہونا چاہیے تھا مگر وہاں بجلی کے ذریعے ہی روشنی پہنچ سکتی تھی۔ اس لیے اب تاریکی تھی۔

گوئیل نے کال تنظیم کے سربراہ کو جو دھمکی دی تھی۔ اس پر دو گھنٹے بعد ڈربی فائین عمل کرنے والا تھا۔ میں ڈربی فائین کے پاس پہنچ گیا۔ وہ تنہا نہیں تھا۔ گوئیل بھی اس کے پاس تھا اور وہ ڈربی فائین کو کرسی پر بٹھا کر اسے رسیوں سے باندھ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ کہتا جا رہا تھا۔ "میں فون پر بات کروں گا۔ جب تمہارے بولنے کی باری آئے گی، تو تم ایک جکڑے ہوئے بے بس انسان کی طرح اپنی مجبوری ظاہر کرنا۔ ٹھیک ہے۔"

ڈربی فائین نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔"

گوئیل ٹیلی فون اور ریسیور اٹھا کر اس کے پاس آیا۔ پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں فوراً جیسن ہارورڈ کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں اس کے پاس فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "یس یور آئیڈینٹٹی (اپنی شناخت کراؤ۔)"

گوئیل نے پہلے کی طرح بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میری آواز ہی سب سے بڑی شناخت ہے۔ دو گھنٹے پورے ہونے والے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میرے چیلنج کے بعد تم لوگوں نے اپنے فون میں جاسوسی آلات لگا رکھے ہیں۔ اس طرح میری آواز بھی ریکارڈ ہوتی رہے گی اور ایکسپرٹ والے معلوم کر لیں گے کہ میں کہاں سے فون کر رہا ہوں۔ اتنی زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ لو، جس گھر سے فون کر رہا ہوں، اس کے مکین سے باتیں کرو۔"

میں گوئیل کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ڈربی فائین کو آنکھ مار کر مسکراتے ہوئے اس کی طرف ریسیور بڑھا رہا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "سر! میں مغربی ساحل کا کوسٹ گارڈ آفیسر ہوں۔ میرا نام ڈربی فائین ہے۔ میرے گھر میں چار مسلح افراد گھس آئے ہیں۔ ان کے پاس سائلنسر لگے ہوئے ریوالور ہیں۔ میں ان کے آگے مجبور ہو گیا ہوں۔ انہوں نے مجھے رسیوں سے باندھ رکھا ہے اور آپ سے باتیں کرنے کے لیے میرے فون کے ذریعے رابطہ قائم کر رہے ہیں۔"

گوئیل نے ریسیور اس سے لے کر کہا۔ "کیوں مسٹر جیسن ہارورڈ! کیا تمہارے سپاہی مجھے یہاں پکڑنے آئیں گے۔ اگر آ جائیں تو کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں ڈربی فائین کی لاش ملے گی، میں نہیں ملوں گا۔ صرف اتنا کہہ کر جا رہا ہوں، دو گھنٹے پورے ہونے میں صرف دس منٹ رہ گئے ہیں۔ میں مزید آدھے گھنٹے تک انتظار کروں گا کہ فرہاد علی تیمور کو رہا کیا جاتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر....."

گوئیل نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ جیسن ہارورڈ نے کہا۔

"ٹھہرو! فون بند نہ کرنا۔ میری بات سن لو۔"

"تمہاری باتیں سننے تک تمہارے آدمی مجھے گرفتار کرنے پہنچ جائیں گے۔"

"صرف ایک بات سن لو۔ فرہاد علی تیمور جیسے لیے بہت اہم ہے اور تمہاری شرط بھی ایسی ہے جو ہمارے لیے تقریباً ناقابلِ قبول ہے لیکن ہمارے درمیان سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔"

گوئیل نے بے احتیار میری سوچ کے مطابق کہا: "اچھی بات ہے۔ سمجھوتے کے متعلق میں خود کروں گا۔ فی الحال فرہاد علی تیمور کو نہایت عزت و احترام سے ایک مہمان کی طرح رکھا جائے۔ اگر میری شرط پر فوری طور پر عمل نہ ہوا تو میں آدھے گھنٹے کے اندر اپنی دھمکی پر عمل کروں گا۔ اب میں پھر کسی وقت کہیں نہ کہیں سے رابطہ قائم کروں گا۔ دیٹس آل۔"

گوئیل نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر وہاں سے دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولا: "ڈرٹی! ہم انہیں ڈھیل دے رہے ہیں۔ اگر انہوں نے فرہاد صاحب کو باعزت طور پر کسی اچھی جگہ رکھا تو پھر کسی وقت ان لوگوں سے رابطہ قائم کریں گے۔ فی الحال ہم کوئی دھماکہ کرنے نہیں جا رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہے ہم رسیوں سے بندھے بیٹھے ہو۔ وہ لوگ یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔ تمہیں آزاد کر دیں گے۔ سی یو اگین۔"

یہ کہتے ہی وہ وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ میں جیسن ہارورڈ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ٹیلی فون کا ریسیور کان سے لگائے کسی سے کہہ رہا تھا "فرہاد علی تیمور کو انڈر گراؤنڈ سیچ سے نکال لو۔ فوراً کسی اچھے سے گیسٹ ہاؤس میں لے جا کر رکھو۔ لیکن اس کے اطراف بہت سخت پہرہ ہونا چاہیے۔ اس سے مہمانوں جیسا سلوک کیا جائے۔ جانے دشمن اس کے متعلق ذرا ذرا سی خبر رکھتے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسے انڈر گراؤنڈ سیچ میں رکھا گیا ہے۔ جب اسے کسی اچھی جگہ منتقل کیا جائے گا تو دشمن کا کوئی آدمی ضرور اسے دیکھے گا اور انہیں باخبر کرے گا۔ ہر آنے جانے والے پر کڑی نظر رکھو۔ شاید ہم دشمن تک پہنچ سکیں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلنے لگا۔ اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے عہدے داروں کو بتانے لگا کہ دشمن نے دوبارہ کس قسم کی دھمکی دی ہے۔ اس کے پیشِ نظر فرہاد علی تیمور کو ایک مناسب رہائش گاہ تک پہنچایا جا رہا ہے۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "سر! ابھی اطلاع ملی ہے کہ اعلیٰ بی بی لوٹ ایئر پورٹ پہنچ گئی ہے۔ اسے یہاں لایا جا رہا ہے۔"

"اس کے ساتھ کتنے لوگ ہیں؟"

"وہ تنہا ہے۔"

جیسن ہارورڈ نے سوچنے کے انداز میں کہا: "تعجب ہے۔ وہ تو اپنی ٹیم کے ساتھ آنے والی تھی۔ بہرحال اسے گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرایا جائے جب تک میں نہ کہوں، فرہاد سے ملنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ابھی پہرہ کے اندر اسے ایک معقول رہائش گاہ میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ اسے شبہ کرنے اور ٹہل کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے لیے نئے ملبوسات لائے جائیں اور اس کی پسند کے مطابق کھانے کھلائے جائیں۔ یہی تاثر دیا جائے کہ ہم نے اسے ایک معزز مہمان کی طرح رکھا ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر ٹیبل پر گھٹنے ہوئے کہا: "کیا مصیبت ہے ہم ڈھائی گھنٹے سے اس کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اپنی مرضی سے باہر نہیں جا سکتے۔ حالانکہ یہاں کوئی روکنے والا نہیں ہے لیکن رہ رہ کر ہمیں پراسرار کن اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔"

"مسٹر ہارورڈ! ایک پریشانی ہو تو نمٹائیں۔ چاروں طرف سے پریشانیاں گھر کر آ رہی ہیں۔ اتنے بڑے پاور اسٹیشن کی تباہی کے بعد تو ہر طرف اندھیرا رہے گا۔ تخریب کاروں کی بن آئے گی۔ انہیں چھپنے کے بہتیرے مواقع ملتے رہیں گے۔"

جیسن ہارورڈ نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر غراتے ہوئے پوچھا: "دو سو سحر جنریٹر کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی: "سر! انتظامات ہو رہے ہیں۔ رپورٹ میں صرف ایک جنریٹر فاضل تھا۔ ہم نے حکم دیا ہے کہ وہاں کے ایک حصے کو تاریک رکھا جائے۔ مزید جنریٹر فوراً یہاں بھیج دیے جائیں۔ شاید اور عدد چھوٹے جنریٹر یہاں آ رہے ہیں۔"

ہارورڈ نے پھر غرا کر پوچھا: "شاید کا مطلب کیا ہوا؟ بے مکمل رپورٹ دیا کرو۔ معلوم کر کے بتاتے آ رہے ہیں اور وہ وہاں سے کب چل رہے ہیں اور یہاں تک کب پہنچیں گے؟"

اس نے پھر ریسیور رکھ کر ڈائل پر پٹخ دیا۔ اس کے سامنے کوئی دشمن کا سر نہیں تھا۔ اس لیے وہ بار بار ریسیور اور کریڈل پر غصہ اتار رہا تھا۔ اسی وقت دُور کہیں دھماکے کی آواز سنائی دی۔ سبھی اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ چند سیکنڈ کے بعد دوسرا دھماکہ سنائی دیا۔ وہ لوگ تیزی سے کمرے سے نکلے تاکہ باہر جا کر معلومات حاصل کریں۔ صرف ایک شخص ٹیلی فون کے پاس رہ گیا تھا۔ میں سپر ماسٹر کے اس ماسٹر کے پاس پہنچ گیا جو دشمن ممالک میں پہنچ کر سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے تخریبی کارروائیاں کرنے کا خاصا تجربہ رکھتا تھا۔

وہ سیکرٹ ایجنٹ ٹی ایم ٹی کے شیشے میں اعلیٰ افسر تھا۔ ٹیلی فون ایکسچینج کی عمارت کے ایک شاندار دفتری کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ابھی چند ماہ پہلے امریکہ سے آیا تھا۔ اس کے پاس تجربات کی بڑی بڑی ڈگریاں تھیں۔ اسرائیلی حکومت نے خود ہی اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔ یا پھر سپر ماسٹر نے کوئی چکر چلا کر اسرائیلی حکومت کو اس کی خدمات حاصل کرنے پر مائل کیا ہوگا۔ بہرحال وہ سیکرٹ ایجنٹ ٹیلی فون ڈپارٹمنٹ کا اعلیٰ افسر بن کر ایکسچینج میں بیٹھا ہوا تمام اہم کالیں سنتا رہتا تھا۔

میں نے اس کے ذہن میں دونوں دھماکوں کا خیال پیدا کیا۔ اس نے سوچ کہنے لگی: "دو عدد طاقت ور بموں کے ذریعے دو عدد پانی کی بڑی بڑی ٹنکیوں کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ تل ابیب سمندر کے ساحل پر ہے۔ سمندر سے صرف کھارا پانی دستیاب ہو سکتا ہے۔ اس لیے میٹھے پانی کی دو بڑی بڑی ٹنکیاں بنائی گئی ہیں جن کے ذریعے پورے تل ابیب کے شہر میں پانی سپلائی کیا جاتا ہے۔ پہلے بجلی بند ہو گئی تھی۔ اب پانی کی سپلائی ختم کر دی گئی ہے۔"

سونیا کی آواز نے میری خیال خوانی کے سلسلے کو ختم کر دیا وہ کہہ رہی تھی: "سر! خدا کے لیے اب بس کرو۔ واپس آ جاؤ۔"

سپر ماسٹر اور ماسک مین کے ماتحت تل ابیب میں بہت اچھا رول ادا کر رہے تھے اور اچھی منصوبہ بندی کے تحت بجلی اور پانی کی سپلائی بند کر رہے تھے تاکہ ابتدائی طور پر انھیں اسی طرح ہراساں کیا جائے۔ میں سونیا کے پاس حاضر ہو گیا۔ ہماری کار ایک سات منزلہ عمارت کے سامنے پارکنگ ایریا میں رک گئی تھی۔ ہم کار سے اتر گئے، اسے لاک کیا پھر عمارت میں داخل ہو کر لفٹ کے ذریعے ساتویں منزل پر پہنچ گئے۔ ایجنٹ وہائٹ بروک ہمارا منتظر تھا۔ وہ ایک پرانی سی میز کے پیچھے گرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

سونیا نے کہا: "میں آرزو ہوں۔ ابھی چالیس منٹ پہلے میں نے آپ سے اپائنٹمنٹ لیا تھا۔"

"اوہ اچھا سمجھ گیا۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

اس نے سونیا سے مصافحہ کیا پھر مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا: "آپ کی تعریف؟"

"یہ مسٹر اینڈرل ہارڈی ہیں۔"

وہائٹ بروک نے کہا: "مجھے یوں لگتا ہے جیسے مسٹر ہارڈی کو پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔ یاد نہیں آ رہا ہے۔"

سونیا نے کہا: "آپ اپنی یادداشت پر زور دینے میں وقت ضائع کریں گے۔ کیوں نہ میرے معاملے میں دلچسپی لیں۔"

"جی ہاں، جی ہاں۔ تشریف رکھیں۔ فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

سونیا نے بیٹھتے ہوئے کہا: "میں اس دنیا میں بالکل اکیلی ہوں۔ میں کون ہوں؟ یہ بھی میں نہیں جانتی۔ کہاں سے آئی ہوں؟ یہ بھی نہیں جانتی۔ میرا نام، مقام، ایڈریس کیا ہوگا، یہ سب کچھ آپ طے کریں اور میرے لیے شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات تیار کر دیں۔ معاوضے کی فکر نہ کریں۔ جو آپ کے منہ سے نکلے گا وہی رقم ادا کی جائے گی۔"

"مس! یہ دُرست ہے کہ میں اپنی مؤکلوں کو نئی شخصیت کے شناختی کارڈ اور اہم دستاویزات بنا کر دیتا ہوں لیکن اس سے پہلے ان کے متعلق اچھی طرح یقین کر لیتا ہوں۔ لہٰذا آپ اس دروازے سے دوسرے کمرے میں چلی جائیں۔ اس کمرے میں میری بیوی ہے۔ وہ آپ کی تلاشی لے گی۔ میں آپ کے ساتھی کی تلاشی لیتا ہوں۔ مطمئن ہونا چاہتا ہوں۔ آپ لوگوں کے پاس مائکرو کیسٹ ریکارڈر یا کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جس کے ذریعے ہماری گفتگو ریکارڈ کی جائے یا کسی طرح بھی میرے خلاف ثبوت فراہم کیا جائے۔"

سونیا اٹھ کر اس دروازے سے گزرتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ وہائٹ بروک میرے پاس آ کر سر سے پاؤں تک میری تلاشی لینے لگا پھر مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ اُدھر دوسرے کمرے سے اس کی بیوی نے نکل کر کہا: "مس کے لباس میں اور بیگ میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو ہمیں نقصان پہنچا سکے۔"

سونیا پھر اپنی کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کی بیوی واپس چلی گئی۔ وہائٹ بروک نے کہا: "ہاں، اب معاملات کی بات ہو گی لیکن یاد رکھیں، اس کے بعد بھی کوئی چکر نہیں چل سکے گا۔ میں براہِ راست لین دین نہیں کرتا۔ ابھی جو معاملات طے ہو جائیں گے، اس کے مطابق آپ کو آپ کی ضرورت کی تمام دستاویزات، شناختی کارڈ

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں جھینگی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟

تو کتاب

کم نظری اور اس کا علاج

قیمت ۱۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

آپ کو بتائے گی کہ

عینک سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لینز دواؤں کے ذریعے آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں صحت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جا سکتا ہے۔

ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

مکتبہ [illegible]

اور پاسپورٹ وغیرہ مل جائیں گے مگر دوسرے ذرائع سے ملیں گے اور کس طرح ملیں گے، یہ آپ کو بعد میں معلوم ہوگا۔"

میں نے کہا: "آپ کا جو بھی طریقہ کار ہو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ ہم تو صرف اپنا کام بنانے کے لیے آئے ہیں۔"

اس نے سونیا کو دیکھتے ہوئے پوچھا: "آپ کس مذہب سے تعلق رکھتی ہیں؟ کیا اپنے مذہب کے مطابق ہی شخصیت اختیار کرنا چاہتی ہیں؟"

"میں مسلمان ہوں اور مسلمان ہی بننا چاہتی ہوں۔"

"کیا اپنے موجودہ نام آرزو کے ساتھ؟"

"اگر اس نام کے ساتھ ہو جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے۔" وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی: "میرے دوست نے یہ نام میرے لیے پسند کیا ہے لہٰذا مجھے بھی پسند ہے۔"

میں نے کہا: "مسٹر بروکر! اگر آپ کی معلومات کے مطابق آپ کی فائلوں میں کوئی ایسی مسلمان لڑکی ہو جس کے کاغذات پہلے سے تیار ہوں۔ وہ اس دنیا میں نہ ہو۔ اگر ہو بھی تو ہمارے لیے کبھی پریشانی کا باعث نہ بن سکے تو ایسی لڑکی مس آرزو کو سوٹ کرے گی۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ قائم ہوتے ہی کہا: "سنو! پچھلے دو سال کا ریکارڈ چیک کرو۔ کسی ایسی مسلمان لڑکی کا نام تلاش کرو جس کی عمر۔۔۔ اس نے سونیا کو ایک نظر دیکھا پھر کہا: "اٹھارہ سے بیس برس تک رہی ہو۔ ابھی ہماری مؤکلہ کی عمر کا اندازہ بائیس برس تک کیا جا سکتا ہے۔ دو برس گزر چکے ہیں۔ اگر فہرست میں بیس برس کی لڑکی نکل آئے تو اس کی عمر اب ہماری مؤکلہ کی عمر کے مطابق ہوگی۔"

وہ ذرا خاموش ہو کر دوسری طرف کی باتیں سننے لگا پھر اس نے جواباً کہا: "ہاں اگر دو برس کے ریکارڈ میں نہ ملے تو پچھلے چار برس کا ریکارڈ چیک کرنا۔ ہم اپنی مؤکلہ کو بائیس برس کے بجائے زیادہ سے زیادہ چوبیس یا پچیس برس کا بنا سکتے ہیں۔"

اس کے بعد اس نے پھر دوسری طرف سے کچھ سنا پھر کہا۔ "ہاں، ٹھیک ہے۔ پندرہ منٹ کے اندر مجھے معلوم ہونا چاہیے۔"

اس نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا: "آپ کا کام ابھی ہونے والا ہے۔ آپ یہ بتائیں، آپ کو اپنی مطلوبہ چیزیں کب تک درکار ہیں کل تک، ایک ہفتے تک یا۔۔۔"

سونیا نے کہا: "کل تک۔"

"فوری ڈلیوری کا معاوضہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔"

"کتنا ہوتا ہے۔ مجھے بتائیے۔"

میں نے سوچ کے ذریعے سونیا سے کہا: "تم اسے باتوں میں الجھائے رکھو۔ میں اس کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر معلوم کرنے لگا کہ یہ کن ذرائع سے کام کرتا ہے۔ اگر یہ سرکاری افسروں کی مٹھی گرم کرتا ہے تو سونیا کے پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ بننے کے بعد کہ سونیا ان سرکاری افسروں کی نظروں میں رہے گی اور اگر غیر قانونی پر جعلی دستاویزات، جعلی پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کرتا ہے تو اس کے ہاں زیر زمین ایسی مشینیں نصب کی گئی ہیں گی جن کے ذریعے ایسے تمام اہم کاغذات تیار کیے جاتے ہیں۔

ایجنٹ وہائٹ بروکر کی سوچ نے بتایا کہ اس کا دوبار خود، اس کی بیوی، اس کا ایک اسسٹنٹ اور ایک بہت سرکاری آفیسر شریک ہے۔ اس کی بیوی اور اس کے اسسٹ کی آواز تو میں سن چکا تھا۔ صرف سرکاری آفیسر کے دماغ کہ رہ گیا تھا۔ جب یہ چاروں میری خیال خوانی کی مٹھی میں رہتے تو سونیا کو کسی طرح کا اندیشہ نہ رہتا۔

پندرہ منٹ گزر گئے۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہائٹ بر نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو۔۔۔" پھر آواز سننے لگا۔ دوسری طرف سے اس کا اسسٹنٹ کہہ رہا تھا: "میں ایک بریف پیپر فن کھول کر دیکھ رہا ہوں۔ یہاں ایک مسلمان لڑکی کا نام لکھا ہوا اس کا نام سلطانہ ہے۔ یہ ترکی کے ایک سرکس میں اپنے فن کا کرتی تھی۔ جب اس نے پیرس کے ایک مسلمان جمال پاشا سے شادی کی تو میرج سرٹیفکیٹ کے مطابق اس کی عمر بیس برس تھی جب آپ نے جمال پاشا سے اس کی بیوی سلطانہ کے شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات کا سودا کیا تو وقت اس کی عمر اکیس برس ہو چکی تھی۔"

وہائٹ بروکر نے کہا: "مجھے یاد آ گیا۔ یہ وہی سلطانہ ہے کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا اور وہ جمال پاشا کا گھر چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔"

"جی ہاں، پاشا نے ہم سے یہی کہا ہے۔ حقیقت کیا ہے نہیں جانتے۔"

وہائٹ بروکر نے کہا: "ہم اپنے پیشے کے مطابق جن کاغذات کا سودا کرتے ہیں، ان کاغذات سے تعلق رکھنے ایک ایک پہلو کے مطابق تحقیقات کرتے ہیں۔ سلطانہ کے ہم مطمئن تھے۔ صرف ایک قباحت ہے سلطانہ گھر چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ اگر میری مؤکلہ اس کے کاغذات پر یہاں رہے یا ممالک سفر کرے اور کہیں وہ اصلی سلطانہ ٹکرا جائے تو ہمیں بڑی پریشانی ہوگی۔"

میں نے کہا: "مسٹر بروکر! مداخلت کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔ آپ اصلی سلطانہ کی فکر نہ کریں۔ اس کے تمام اہم کاغذات ہمارے حوالے کر دیں۔ اگر مس آرزو سے سلطانہ کا سامنا ہوگا تو ہم اس سے سمجھوتہ کر لیں گے یا اس سے سمجھ لیں گے۔"

سونیا نے اپنے بیگ سے پانچ سو ڈالر نکال کر اس کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا: "یہ ایڈوانس ہے۔ مکمل کاغذات ملنے کے بعد اور ایک ہزار دوں گی۔"

وہ خوش ہو گیا۔ میں نے کہا: "آپ اپنے آدمی سے دریافت کریں۔ سلطانہ کے ریکارڈ میں اس کے شوہر جمال پاشا کا ٹیلیفون نمبر ضرور ہوگا۔ اگر ہو تو آپ اس سے دریافت کریں سلطانہ اس کے پاس واپس آئی ہے یا نہیں؟"

اس نے اسسٹنٹ سے یہی سوال کیا۔

اس نے ریکارڈ دیکھتے ہوئے کہا: "جناب! وہ تو پکا آدمی تھا۔ اس کے پاس شراب پینے کے لیے بھی پیسے نہیں تھے اسی لیے تو اس نے اپنی بیوی کے کاغذات ہمارے پاس فروخت کیے تھے، ایسے فلاش آدمی کے پاس ٹیلیفون کیسے ہو سکتا ہے؟"

وہائٹ بروکر نے یہی بات مجھے بتائی۔ میں نے کہا: "آپ جمال پاشا کا ایڈریس ہمیں بتا دیں۔"

اس نے مسکرا کر کہا: "پہلے میں مکمل کاغذات آپ کے حوالے کر دوں اور آپ سے پوری رقم وصول کر لوں پھر اس کا پتا بھی معلوم ہو جائے گا۔ ایسی جلدی بھی کیا ہے؟"

مجھے کوئی جلدی نہ تھی۔ میں تو اس سے یونہی پتا پوچھ رہا تھا۔ ورنہ اس کے اسسٹنٹ کے دماغ سے جمال پاشا کا مکمل پتا معلوم کر چکا تھا۔ اس نے کہا: "مس آرزو! آپ اپنی دس بارہ تصویریں ہمیں دے دیجیے۔ کل دن کے ایک بجے تک آپ کو تمام کاغذات مکمل ملیں گے۔"

"کیا یہاں قریب کوئی ایسا فوٹو اسٹوڈیو ہے جو فوراً ہی تصویریں اتار کر دے سکتا ہو؟"

اس نے پتا بتا دیا۔ ایک خود کار اسٹوڈیو قریب ہی تھا۔

دس منٹ میں سونیا کی تصویریں تیار ہو گئیں۔ پندرہ منٹ کے اندر ہم نے وہ تصویریں وہائٹ بروکر کے پاس پہنچا دیں پھر دوسرے دن ایک بجے ملاقات کرنے کا وقت مقرر کر کے وہاں سے چلے آئے۔ ٹیکسی کے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا: "تم پیرس کے ایک ایک راستے، ایک ایک گلی کو جانتی ہو۔ کیا ریوڈی مارگریٹ کے علاقے میں کبھی گئی ہو؟"

"بارہا وہاں سے گزرتی رہی ہوں۔"

"اس علاقے میں روئیل مال میسن نامی ایک ہاسٹل ہے۔ یہ فرانسیسی نام اتنے دشوار ہوتے ہیں کہ بآسانی زبان سے ادا نہیں ہوتے۔ بہرحال اسی ہاسٹل میں جمال پاشا رہتا ہے۔"

اس نے ٹھیک ہاسٹل کے سامنے پہنچا دیا۔ پھر پوچھا: "پاشا کے سامنے تم جاؤ گے یا میں جاؤں؟"

"ہم دونوں میں سے کسی کو نہیں جانا چاہیے۔"

"پھر یہاں کیوں آئے ہو؟"

"دیکھتے ہیں کسی کو ٹریپ کر کے اس کے ذریعے جمال پاشا تک پہنچیں گے۔"

"اس طرح تو خیال خوانی کا راز فاش ہو جائے گا۔"

"بھئی ذرا سوچنے تو دو۔ کوئی نہ کوئی ترکیب سمجھ میں آ ہی جائے گی۔"

"یہ سلطانہ کے معنی کیا ہوتے ہیں؟"

"کسی ملک کے حاکم کو سلطان اور اس کی بیگم کو سلطانہ کہتے ہیں۔ لیکن میرا تو کوئی سلطان نہیں ہے۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ برصغیر کی تاریخ میں ایک ایسی بھی سلطانہ گزری ہے جس کا سلطان نہیں تھا۔ اس کا نام رضیہ سلطانہ تھا۔ اور اگر اسی طرح میں تمہیں ناموں کے معنی بتاتا رہا اور تاریخی حوالے دیتا رہا تو پھر ہم پہنچ چکے، جمال پاشا کے پاس۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ کار کی کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ ایک ادھیڑ عمر کا آدمی فٹ پاتھ پر چلا آ رہا تھا۔ اس کا حلیہ یا کلوں جیسا تھا۔ جسم پر میلے اور پرانے کپڑے تھے۔ ہاف پینٹ ڈھیلی ڈھالی تھی۔ پاؤں میں کینوس کے پھٹے ہوئے جوتے اور موزے پہنے تھا۔ اس کی داڑھی اور سر کے بال بڑھے ہوئے تھے قمیص کا کالر نہیں تھا لیکن اس نے ایک مکٹائی باندھی ہوئی تھی۔ وہ بڑبڑاتا تھا۔ پھر رک کر ذرا پیچھے دیکھتا تھا۔ اس کے بعد سہمے ہوئے انداز میں تیزی سے چلنے لگتا تھا۔

اسی طرح وہ چلتا ہوا ہماری کار کے قریب آیا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "اسے مخاطب کرو۔" سونیا نے فرانسیسی زبان میں آواز دی۔ وہ فوراً ہماری کار کی کھڑکی کی طرف آ گیا پھر اسی زبان میں سونیا سے کہنے لگا۔ "چلی جاؤ۔ یہاں سے جلدی بھاگ جاؤ۔ ایک بلا میرے پیچھے ہے۔ وہ تمہارے بھی پیچھے پڑ جائے گی۔ چلی جاؤ۔ جب تک نہیں جاؤ گی میں اسے دونوں ہاتھوں سے روکے رکھوں گا۔"

میں نے سونیا سے کہا: "تمہارے ذریعے میں اس کی باتوں کو سمجھ رہا ہوں۔ اس سے کہو، اگر انگریزی جانتا ہو تو انگریزی زبان میں باتیں کرے۔"

سونیا نے اس سے کہا۔ وہ میری طرف دیکھ کر انگریزی میں وہی باتیں بتانے لگا۔ بے چارہ نیم پاگل تھا۔ شاید کسی طرح اس کے دماغ میں یہ بات نقش ہو گئی تھی کہ کوئی بلا اس کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہو جس کے نتیجے میں وہ نیم پاگل

ہوگیا ہو اور وہ اپنے پیچھے کسی مصیبت کو بڑی شدت سے یوں دیکھتا ہو جیسے سچ مچ کسی بلا کو دیکھ رہا ہو۔ وہ خطرناک پاگل نہیں تھا۔ اسے نیم پاگل بھی نہیں کہنا چاہیے۔ اس کی دماغی حالت تبادرہی تھی کہ اکثر نارمل رہتا ہے کبھی کبھی اس پر ایسا دورہ پڑتا ہے۔"

میں نے سونیا سے کہا: "تم تھوڑی دیر تک مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں اس پاگل کو ٹریپ کر رہا ہوں۔"

میں اچھے اچھے ہوشمندوں کے دماغوں پر قابض ہو جاتا تھا۔ اس پاگل کو ٹریپ کرنا کون سی بڑی بات تھی۔ وہ فوراً ہی وہاں سے چلتا ہوا ہاسٹل میں داخل ہوا پھر ایک دفتری کمرے میں میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک شخص کے پاس پہنچا۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر ذرا جھکتے ہوئے بولا: "سر! کیا مسٹر جمال پاشا اسی ہاسٹل کے کمرہ نمبر پچیس میں رہتے ہیں؟"

ہاسٹل انچارج نے اس کے حلیے کو ناگواری سے دیکھا پھر کہا: "تم صحیح جگہ پہنچے ہو۔"

پاگل نے خوش ہو کر پوچھا: "کیا صحیح جگہ؟ کیا واقعی یہ کمرہ نمبر پچیس ہے؟"

ہاسٹل انچارج نے جھینپ کر کہا: "میرا مطلب ہے، تم صحیح ہاسٹل میں پہنچے ہو۔ جمال پاشا اوپر رہتا ہے۔"

"کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ اوپر تو گاڈ رہتا ہے۔ ہمارا تمہارا گاڈ۔۔۔۔ ہی ہی۔ ہی ہی۔"

وہ ہنستا ہوا وہاں سے ہٹ کر زینے کی طرف گیا پھر اوپر پہنچ گیا۔ کمرہ نمبر پچیس کے دروازے پر دستک دینے لگا۔ ذرا دیر بعد ہی دروازہ کھل گیا۔ اس نے دروازہ کھولنے والے سے پوچھا: "دھیلز مائی سن جمال پاشا؟"

اس نوجوان نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر پلٹ کر کہا۔ "مسٹر پاشا! تمہارے کوئی بزرگ تم سے ملنے آئے ہیں۔"

اس ہاسٹل کے ہر کمرے میں آٹھ بستر ہوتے تھے۔ وہاں ایسے لوگ رہتے تھے جو دن کو محنت مزدوری کرتے تھے۔ رات کو سونے کے لیے آتے تھے۔ سر رات پندرہ فرینک ادا کرتے تھے پھر صبح وہاں سے چلے جاتے تھے۔

جمال پاشا دروازے پر آ گیا۔ اس پاگل کو حیرانی سے دیکھنے لگا پھر اس نے پوچھا: "کیا بات ہے مسٹر! تم مجھے کیسے جانتے ہو؟"

دوسرے ہی لمحے پاگل نے دونوں بازو پھیلا کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "آ سینے نال لگ جا ٹھاہ کر کے۔"

جمال پاشا گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ بولا: "یہ کون سی زبان بول رہے ہو؟"

"اے تیرے پیو دی زبان ہے۔ تو مینوں بھل گیا۔ اپنے پیو نوں بھل گیا۔ میں تینوں زندہ نہیں چھڈاں گا۔"

ایسا کہتے ہی اس نے اچھل کر تڑاخ کی زوردار آواز کے ساتھ جمال پاشا کے منہ پر طمانچہ رسید کر دیا۔ میں نے سونیا سے کہا: "کام ہو گیا۔ گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا: "وہ پاگل کہاں ہے؟"

"تمہارے پاس بیٹھا ہے۔"

"یہ تو میں سمجھ رہی تھی۔ تم اتنی دیر تک پاگل کی کھوپڑی میں بیٹھے رہے۔ ضرور تم نے پاگلوں جیسی کوئی حرکت کی ہوگی۔"

میں نے سونیا کو بتایا کہ میں اسے کس انداز میں ہاسٹل کے اندر لے گیا تھا اور اس نے پاشا کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ وہ ہنستے ہوئے بولی: "میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں تم نے ضرور پاگلوں جیسی حرکت کی ہوگی۔"

"اور نہیں تو کیا۔ ایک پاگل کے دماغ میں بیٹھ کر ہوش مند لوگوں کی طرح اس سے تعارف حاصل کرتا۔ بہرحال اب خاموش رہو میں جمال پاشا کے پاس جا رہا ہوں۔ تم مجھے کسی بہت بڑے کیسینو میں لے چلو۔ وہیں ہم رات کا کھانا کھائیں گے اور تماش کے پتوں سے جواریوں کا کباڑا کریں گے۔"

میں جمال پاشا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لوگ اس پاگل کو دھکے دے کر ہاسٹل سے نکال چکے تھے۔ ہاسٹل کا انچارج پوچھ رہا تھا "مسٹر پاشا! یہ پاگل تمہارا نام کیسے جانتا ہے؟"

"پتا نہیں۔ کسی بار میں مجھے دیکھا ہوگا یا میرا نام کہیں سن لیا ہوگا۔"

وہ اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں ایک سرد آہ بھر کر کہا: "آہ سلطانہ!"

وہ سلطانہ کے متعلق سوچنے لگا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ زیادہ معلومات حاصل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ میں نے سونیا سے کہا: "سلطانہ نزکی کے ایک سرکس میں اپنے فن کا مظاہرہ کرتی تھی۔ اس وقت وہ تقریباً سترہ اٹھارہ برس کی تھی۔ جمال پاشا نے محبت کا جال پھینکا اور وہ دام میں آ گئی۔ انھوں نے پیرس میں آ کر شادی کر لی۔ یہاں آ کر سلطانہ پر حقیقت کھلی کہ جمال پاشا ہڈحرام ہے۔ خود محنت کرنا اور کچھ کمانا نہیں جانتا ہے۔ اس نے اسے مجبور کیا کہ وہ کیبرے ڈانسر بن جائے۔ وہ انکار کرتی رہی پھر بات بڑھتی چلی گئی۔ وہ شوہر پرست بیوی تھی۔ اس نے سمجھایا۔ دیکھو! میں تمہاری بیوی ہوں اور کیبرے میں لوگوں کے سامنے رقص کرنا کتنی شرم کی بات ہے۔ اگر تم یہی چاہتے ہو تو میں بازی گری اور جمناسٹک کے کرتب دکھا سکتی ہوں۔ یہاں ایسے کتنے ہی ادارے ہیں جو یہ پروگرام بھی پیش کرتے ہیں۔ وہ راضی ہو گیا۔ اس طرح سلطانہ اس کی آمدنی کا ذریعہ بنتی رہی۔

سونیا نے کہا: "یقیناً وہ اس نکتے سے تنگ آ کر کہیں بھاگ گئی ہوگی۔ تمہیں معلوم کرنا چاہیے کہ سلطانہ کا بیک گراؤنڈ کیا ہے؟ اس کے ماں باپ کون تھے؟ اور وہ ترکی کے کس علاقے سے تعلق رکھتی تھی؟"

"میں نے معلوم کیا ہے۔ جب وہ چھوٹی سی تھی تو اسے ایک بوڑھے شرابی نے سرکس والوں کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ تب سے وہ وہیں پرورش پاتی رہی اور بازی گری کے کمالات سیکھتی رہی۔۔۔۔ سلطانہ کو فروخت کرنے والا بوڑھا کہاں سے آیا تھا، کس علاقے سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا۔"

سونیا نے کہا: "یعنی بحیثیت سلطانہ میرا کوئی قابلِ ذکر بیک گراؤنڈ نہیں ہے۔ میرے والدین کا کوئی پتا نہیں ہے۔ نہ ہی کوئی میرا رشتہ دار ہے؟"

"ہاں، اتنی بڑی دُنیا میں یا تو جمال پاشا اسے جانتا ہے یا پھر وہ سرکس والے جہاں وہ کام کیا کرتی تھی۔"

"فرہاد! بے چاری سلطانہ بڑی بدنصیب تھی۔ نہ تو بچپن میں اسے والدین کا پیار ملا۔ نہ جوانی میں محبوب کی وفا ملی۔ اسے محبوب سمجھ کر اس نے سرکس والوں کو چھوڑ دیا۔ وہاں سے یہاں چلی آئی، لیکن اسے کچھ حاصل نہ ہوا۔"

"واقعی وہ بدنصیب تھی۔ یہ جمال پاشا بہت زیادہ پینے کا عادی ہے۔ جیب میں اچھی رقم ہو تو جوا کھیلنے بیٹھ جاتا ہے۔ ایک دن اسے کچھ رقم کی ضرورت تھی۔ سلطانہ نے دینے سے انکار کیا۔ وہ نشے کی حالت میں اس پر گرج رہا تھا۔ برس رہا تھا۔ اس کی پٹائی بھی کی۔ وہ قسمیں کھا کر کہتی تھی کہ اس کے پاس کوئی رقم نہیں ہے۔ اس پر اس نے کہا: "کیبرے میں جا کر ڈانس کرو۔" وہ نفرت سے بولی: "تم کیسے بے غیرت شوہر ہو، اپنی بیوی کو دوسروں کے سامنے بے حیائی سے رقص کرنے کے لیے کہتے ہو۔ کیا تم اپنی بہن کو یا ماں کو ایسی جگہ بھیج سکتے ہو؟"

جمال پاشا کے ہاتھ میں شراب کی خالی بوتل تھی۔ اس نے اسے بیز پر دے مارا۔ بوتل ٹوٹ کر آدھی ہو گئی۔ جو آدھی بوتل اس کے ہاتھ میں تھی، اس نے اسی سے سلطانہ کے چہرے پر حملہ کیا۔

سونیا نے پوچھا: "یعنی ٹوٹی ہوئی بوتل سے حملہ کرنے کے سبب سلطانہ کا چہرہ بگڑ گیا تھا؟"

"ہاں، اس کے بعد جمال پاشا نشے کی زیادتی سے لڑکھڑا کر گرا پڑا تھا۔ سلطانہ وہاں سے بھاگ گئی تھی۔ اس دن سے اب تک اس کا پتا نہیں ہے۔ پاشا نے اسے ہر جگہ تلاش کیا۔ اس کے لیے ترکی تک سفر بھی کیا لیکن اس کا کہیں پتا نہیں چلا۔"

ہم کیسینو لامونیرے پہنچ گئے۔ سونیا نے گاڑی پارک کی میں نے ڈاکٹر شیفرڈ سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا: "اس وقت آپ کی کار کیسینو لامونیرے کے پارکنگ ایریا میں ہے۔ کیا آپ کسی طرح اسے لے جا سکتے ہیں؟"

"میں اپنی گاڑی اسپتال میں چھوڑ دوں گا۔ ٹیکسی میں کیسینو تک آؤں گا اور وہاں سے وہ گاڑی لے جاؤں گا۔"

ہم کار سے باہر آ گئے تھے۔ سونیا اسے لاک کر رہی تھی۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا: "یہاں پارک میں نیم تاریکی ہے۔ اگر میں چابی کو کار کے اگلے دائیں پہیے کے پاس رکھ دوں تو کسی کو نظر نہیں آئے گی۔"

"میں وہاں سے کار کی چابی اُٹھا لوں گا۔"

ہم کیسینو کے اندر آ گئے۔ گراؤنڈ فلور پر ایک بہت بڑا بار تھا۔ ڈائننگ ہال اور اسپیشل ڈائننگ روم بنے ہوئے تھے۔ کھانے کی میزوں کے اطراف رنگا رنگ لباس میں عورتیں نظر آ رہی تھیں۔ ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے مرد بھی اپنے لباس اور اپنے انداز سے بڑی حیثیت کے لوگ نظر آتے تھے۔ باہر پارکنگ ایریا میں کھڑی ہوئی قیمتی کاریں اس بات کا ثبوت تھیں کہ وہاں صرف دولت مند آتے ہیں۔

ہم کھانے کی ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ ویٹر مینو لے کر آیا۔ سونیا اس سے باتیں کرنے لگی۔ میں اس ویٹر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنے لگا کہ جوا کہاں کھیلا جاتا ہے کتنی قسم کے جوئے کھیلے جاتے ہیں اور کھیلنے کے لیے کم از کم کتنی رقم جیب میں ہونی چاہیے۔

پتا چلا، فرسٹ فلور پر جو قمار خانہ ہے، وہاں سو ڈالر سے چال شروع ہوتی ہے پھر ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ سیکنڈ فلور پر ایک ہزار ڈالر سے پہلی چال شروع ہوتی ہے پھر اندھا دھند داؤ پر رقمیں لگائی جاتی ہیں۔ کوئی چال پھنس جائے تو ایک ہی بازی میں لاکھوں ڈالر اِدھر سے اُدھر ہو جاتے ہیں۔

ویٹر سونیا کا آرڈر نوٹ کرنے کے بعد کاؤنٹر کی طرف گیا۔ کاؤنٹر گرل نے اس آرڈر کو ریسیو کیا۔ وہیں فون پر کوئی شخص باتیں کر رہا تھا۔ اس کی باتوں سے پتا چلا کہ وہ گراؤنڈ فلور پر ڈائننگ ہال کا منیجر ہے اور اس وقت اپنے باس سے باتیں کر رہا ہے۔

اس کا باس ایک ارب پتی یہودی تھا۔ اس کا نام جے جے ہارکر تھا۔ وہ قمار بازی کی دُنیا کا شہنشاہ کہلاتا تھا۔ مغربی ممالک میں اس کی دھوم تھی۔ لوگ جانتے تھے جب اس کے ہاتھ میں تاش کی گڈی آ جائے تو دولت اس کے قدموں میں چلی آتی ہے۔ بڑے

بڑے نامور جواری اس کے متعلق قیاس آرائیاں کرتے تھے کہ وہ پتے لگانا سے یا تاش کھیلنے کے دوران باون پتے پوری طرح اس کے ذہن میں رہتے ہیں کہ کون سا پتا کدھر جا رہا ہے۔ ویسے وہ جو کچھ بھی تھا، بڑے بڑے جواری اسے مانتے تھے اور اس پہ رشک کرتے تھے۔

ہم کھانے کے بعد فرسٹ فلور پر پہنچے۔ وہاں ہم نے چار ہزار کے ٹوکن لیے اور ایک میز پر کھیلنے بیٹھ گئے۔ سونیا کھیلنے والی تھی۔ میں اس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس کے مقابل ایک ادھیڑ عمر کی امریکی خاتون تھی۔ باقی چار دولت مند حضرات تھے۔ ایک نے پتے پھینٹے۔ تاش بانٹے پھر سوڈالر سے چال شروع ہوگئی۔

پچھلے آٹھ برس کے دوران میں نے اپنی داستان میں دو بار تفصیل سے بتایا ہے کہ کس طرح میں خیال خوانی کے ذریعے تاش کی بازی جیت لیا کرتا ہوں۔ اپنے اس طریقۂ کار کو بار بار لکھنا مناسب نہیں ہے۔ سونیا نے فرسٹ فلور پر سوڈالر سے چال شروع کی تھی۔ ایک گھنٹے کے اندر اس کی طرف پندرہ ہزار ڈالر آ گئے۔ وہ کھیل کے گُر جانتی تھی۔ میں اسے صرف آنا بتا دیتا تھا کہ اس کے مقابل بیٹھنے والوں میں سے کس کے پاس کون کون سے پتے ہیں۔ اس کے بعد میرا کام ختم ہو جاتا تھا۔ باقی سونیا ان سے مٹ لیتی تھی۔ میں کھیل کے دوران کئی بار جے جے پارکر کے دماغ میں پہنچا۔ وہ چوتھے فلور کے ایک بہت بڑے کمرے میں ایک بہت بڑی میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس اس کے مشیر اور باڈی گارڈز تھے۔ سامنے دیوار پر تین بڑے بڑے اسکرین نظر آ رہے تھے۔ ایک اسکرین پر فرسٹ فلور کے مناظر نظر آ رہے تھے۔ جے جے پارکر اپنے سامنے رکھے ہوئے بٹنوں کو اپنی ضرورت کے مطابق دباتا تھا تو اسکرین پر منظر بدل جاتے تھے۔ مختلف میزوں پر کھیلنے والے جواری نظر آتے تھے پھر ایک بٹن دبانے کے بعد بہت بڑا تاش کا کلوز اَپ نظر آتا تھا کہ کس کے ہاتھ میں کون کون سے پتے ہیں۔

دوسری اسکرین پر سیکنڈ فلور کے مناظر اسی طرح نظر آ رہے تھے۔ وہاں بھی جس کے ہاتھوں کے پتے دیکھنے ہوتے یا جن کے متعلق تفصیل سے معلوم کرنا ہوتا بٹن دبانے کے بعد وہ شخص یا اس کے ہاتھوں کے پتے واضح طور پر اسکرین میں نظر آتے تھے۔ اسی طرح تیسری اسکرین پر تھرڈ فلور کا منظر نظر آ رہا تھا۔

تینوں فلور پر کھیلنے کی جتنی میزیں تھیں، ہر میز پر جے جے پارکر کا ایک خاص آدمی بھی کھیلتا تھا۔ دوسرے لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ پارکر کا خاص آدمی ہے۔ اس کے خاص کھلاڑیوں کی پہچان یہ تھی کہ وہ سب ادھیڑ عمر کے ہوتے تھے۔ سردی کے موسم کی وجہ سے کنٹوپ پہنتے تھے تاکہ سر و جوا سے محفوظ رہ سکیں۔ کن ٹوپ کا مطلب ہے کانوں کو چھپانے والی ٹوپی۔ ٹوپی کا جو حصہ کانوں کو چھپاتا تھا وہاں ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر لگا ہوا تھا۔ کچھ خاص کھلاڑی ایسے تھے جو عینک لگاتے تھے۔ عینک لگانے والے مہموں کی طرح ترشے ہوئے بال رکھتے تھے۔ ان بالوں میں ان کے کان چھپ جاتے تھے۔ عینک کی کمانی کان تک پہنچنے سے پہلے ہی بالوں میں چھپ جاتی تھی۔ اس کمانی میں ویسا ہی ننھا سا ٹرانسمیٹر لگا ہوتا تھا۔ جو تھرڈ منزل پر بیٹھا ہوا جے جے پارکر اور اس کے اسسٹنٹ تینوں فلور کے خاص آدمیوں کو ہدایات دیتے رہتے تھے اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے بتاتے جاتے تھے کہ کس کے پاس کون سے پتے ہیں۔

پہلی اسکرین پر فرسٹ فلور کا منظر دیکھنے والے ایک اسسٹنٹ نے اپنے باس جے جے پارکر سے کہا۔ "سر! اس میز پر ایک نوجوان لڑکی سب پر بھاری پڑ رہی ہے۔ یہ نوّے منٹ میں بیس ہزار ڈالر جیت چکی ہے۔ میں اپنے آدمی کو گالی دکر رہا ہوں لیکن خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکل رہا ہے۔ رقم اسی لڑکی کی طرف جا رہی ہے۔"

جے جے پارکر نے کہا۔ "میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

ایک بٹن دبایا گیا۔ اسکرین پر سونیا کا چہرہ نظر آیا۔ وہ اپنے پتے اندھے رکھنے کے بعد اپنے مقابل کھلاڑیوں کو تولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جے جے پارکر نے اپنے اسسٹنٹ سے کہا۔ "لڑکی کا بڑا کلوز اَپ دکھاؤ۔ صرف چہرے کا کلوز اَپ۔"

دوسرے ہی لمحے سونیا کا بڑا سا چہرہ اس بڑے سے اسکرین میں واضح طور پر نظر آنے لگا۔ جے جے پارکر نے کہا۔ "اس کے چہرے پر جوانی ہے لیکن آنکھوں میں صدیوں کا بڑھاپا ہے۔ یہ آنکھیں گھاٹ گھاٹ کا پانی پی کر آئی ہیں۔ ذرا غور سے دیکھو، اس کی نظریں کتنی تیز کتنی نوکیلی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے، پتوں کے آر پار دیکھ لیتی ہیں۔ کیا یہ پتے لگا رہی ہے؟"

اسسٹنٹ نے جواب دیا۔ "یس سر! جب بھی اس کے ہاتھوں میں گڈی آتی ہے اور یہ پھینٹنا شروع کرتی ہے تو بڑے پتے اسی کے پاس آتے ہیں۔"

پارکر نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ "اس لڑکی کو سیکنڈ فلور کا دعوت نامہ بھیج دو۔"

پانچ منٹ کے اندر ہی ایک حسین عورت نظر آئی۔ اس نے سونیا کے پاس پہنچ کر ایک کارڈ پیش کیا پھر اس کے قریب جھک کر سرگوشی میں بولی۔ "مداخلت کی معافی چاہتی ہوں۔ ذرا ایک نظر اِدھر بھی۔"

سونیا نے اس کارڈ پر نظر ڈالی۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "فرسٹ فلور کا قمار خانہ آپ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ یقین کریں سیکنڈ فلور کا ماحول آپ کو بے حد پسند آئے گا۔ تقدیر یہاں سے زیادہ وہاں آپ کا ساتھ دے سکتی ہے۔ آزمائش شرط ہے۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "اس کارڈ کے پیچھے لکھ دو کہ تم ان کے پاس سے ملنا چاہتی ہو۔"

سونیا نے اس عورت سے قلم مانگا۔ پھر کارڈ کے پیچھے لکھا۔

"بے آبی ہوائے بلیز ٹو میٹ یور باس؟"

اس نے وہ کارڈ عورت کے حوالے کیا پھر اپنے مقابل کھلاڑیوں سے کہا۔ "یہ میری آخری بازی ہے۔"

وہ عورت کارڈ لے کر جا چکی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے سونیا کو بتایا کہ باس کے سامنے جا کر اسے کیا کہنا ہے اور کیا کرنا ہے۔

ذرا دیر بعد ہی وہ واپس آ گئی۔ اس نے سونیا کے سامنے دوسرا کارڈ پیش کیا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ "مس! آپ سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوگی۔ آپ نامہ بر کے ساتھ چلی آئیں۔"

تحریر کے نیچے جے جے پارکر لکھا ہوا تھا۔ سونیا آخری بازی ختم کر کے اُٹھ گئی۔ تمام ٹوکن سمیٹ کر اس نے بیگ میں ڈال لیے پھر میرے ہاتھ میں یوں ہاتھ ڈال دیا جیسے زنجیر کی ایک کڑی دوسری کڑی سے ملتی ہے۔ ہم ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اس نامہ بر کے ساتھ لفٹ میں پہنچے۔ لفٹ کے ذریعے چوتھی منزل پر آئے۔ ہمیں ایک شان دار سٹنگ روم میں بٹھایا گیا۔ ایک منٹ کے بعد ہی دو مسلح جوان کمرے میں داخل ہوئے اور دروازے کے دو اطراف پوزیشن ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ایک بے حد موٹا مگر بے حد کچھ تیلا شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے مسکرا کر سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہیلو مس! میں اس کیسینو کا مالک ہوں۔ مجھے جے جے پارکر کہتے ہیں۔"

اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ سونیا نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا پھر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ایزل ہارڈی ہیں۔"

اس نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگوں کے متعلق بہت سے سوالات میرے ذہن میں ہیں۔ اجازت ہو تو میں پوچھ لوں؟"

ہم مختلف صوفوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ ضرور پوچھیں۔ ہم جواب دیں گے۔"

اس نے سونیا سے کہا۔ "آپ کی عمر زیادہ نہیں لگتی مگر آپ بڑی مہارت سے کھیل رہی تھیں۔"

سونیا نے پوچھا۔ "آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"میرے آدمی قمار خانے میں ہر میز کے آس پاس گھومتے رہتے ہیں اور کھیلنے والوں کو تاڑتے رہتے ہیں۔ آپ میری بات کا جواب دیں۔ اتنی کم عمری میں اتنی مہارت میری سمجھ میں نہیں آئی؟"

سونیا نے جواب دیا۔ "دراصل مہارت تجربے سے آتی ہے اور تجربہ عمر کے ساتھ ساتھ حاصل ہوتا ہے لیکن کسی میں کوئی غیر معمولی صلاحیت پیدا ہو جائے تو پھر عمر کی پابندی نہیں ہوتی۔ کم عمری میں بھی کسی غیر معمولی صلاحیت کا مظاہرہ کیا جا سکتا ہے۔"

"مجھے خوشی ہوگی اگر آپ اپنی غیر معمولی صلاحیت کے سلسلے میں وضاحت کریں گی؟"

"پہلی بات تو یہ کہ میرا تعلق ایک سرکس سے رہا ہے۔ میرا باپ بہت بڑا جواری تھا۔ میں نے پتے پھینٹنے اور پتے لگانے کے طریقے اسی سے سیکھے تھے۔ میں بچپن سے اس کی مشق کرتی آئی ہوں۔ جب کارڈ شفل کرتی ہوں تو دیکھنے والوں کی آنکھیں یوں چندھیا جاتی ہیں جیسے وہ تیز روشنی پر نظریں جمائے ہوئے ہوں۔ اس طرح میں پتوں کو اِدھر سے اُدھر کر دیتی ہوں۔ ہر پتہ میری نظر میں رہتا ہے۔ کون کدھر جا رہا ہے۔ میں خوب جانتی ہوں۔"

"میں مانتا ہوں تم بہترین شارپر ہو لیکن یہ صلاحیت ایک طویل مشق کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ تم کسی غیر معمولی صلاحیت کی باتیں کر رہی تھیں؟"

"مجھ میں فطرتاً سُننے کی حس بہت تیز ہے۔ اگر میں ایسی کسی چار دیواری کے اندر رہوں اور وہاں کسی حِصّے میں بھی سرگوشی ہوتی رہے تو میں سُن لیتی ہوں۔"

جے جے پارکر نے اسے بے یقینی سے دیکھا پھر کمرے کی وسعت پر نظر ڈالی۔ وہ کم و بیش فٹ اور پچیس فٹ ہوگا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "اگر میں اس گوشے میں جا کر کسی سے سرگوشی کروں تو؟"

"تو میں سُن لوں گی۔ آزمائش شرط ہے۔"

وہ فوراً ہی وہاں سے اُٹھ کر کمرے کے ایک دور اُفتادہ گوشے میں گیا پھر دروازے کے پاس کھڑے ہوئے باڈی گارڈ کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ جب وہ قریب آیا تو اس نے کان کے قریب دھیمی آواز میں کہا۔ "بے شک ہمارے ربّ نے بندوں کو غیر معمولی صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ اگر یہ لڑکی دور کی سرگوشی سُن لیتی ہے تو اس میں حیرانی کی بات نہیں ہے لیکن یہ حیران کن تماشہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے، وہ سُن رہی ہے؟"

میں نے سونیا کی زبان سے اونچی آواز میں کہا۔ "جی ہاں، سُن رہی ہوں۔ بے شک ہمارے ربّ نے بندوں کو۔۔۔۔"

وہ میری سوچ کے مطابق جے جے پارکر کی سرگوشی کو لفظ بہ لفظ بیان کر رہی تھی۔ موٹا بھدی اس گوشے سے سر دُھنتا آیا۔ "واہ، تم باکمال ہو۔ بے مثال ہو۔ بے شک ایک حیرت انگیز غیر معمولی صلاحیت کی مالکہ ہو۔"

"آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میری اس صلاحیت کا تاش کے پتوں سے کیا تعلق ہے؟"

"ارے ہاں، یہ تو میں بھول گیا تھا۔"

"میں بتاتی ہوں۔ جواری میز کے اطراف بیٹھے اپنے ساتھیوں سے وقتاً فوقتاً مشورے لیتے ہیں یا کچھ ایسی باتیں کرتے ہیں کہ مجھے اُن کے پتوں کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ میں سب کچھ سنتی رہتی ہوں۔"

"اب سمجھ میں آیا، تم یہاں کس طرح جیت رہی تھیں۔"

"یہاں جیتنے کی وجہ کچھ اور ہے۔"

وہ بے چینی سے صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے بولا: "آپ پہلے تجسس پیدا کرتی ہیں پھر بولتی ہیں۔ پلیز یہاں جیتنے کی وجہ بتائیں؟"

وہ مسکرا کر بولی: "میری میز پر آپ کا جو آدمی کھیل رہا تھا، اُسے کہیں سے بتایا جا رہا تھا کہ کس کھلاڑی کے پاس کون سے پتے ہیں۔"

جے جے پارکر شدید حیرانی سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی: "آپ کے آدمی کو اتنی دھیمی آواز میں ہدایات دی جا رہی تھیں کہ اس کے قریب بیٹھنے والے بھی نہیں سُن سکتے تھے، لیکن میں تو سُن لیتی ہوں۔ اس نے جو عینک پہن رکھی تھی، یقیناً اس میں ٹرانسمیٹر تھا۔"

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ٹہلنے کے انداز میں ذرا دُور گیا پھر قریب آ گیا۔ سونیا کے عین چہرے کے سامنے جھکتے ہوئے اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا: "تمھاری آنکھیں بتا رہی ہیں کہ تم اپنی عمر سے زیادہ بوڑھی اور تجربہ کار ہو۔ تمھاری آنکھوں سے شرارت اور مکاری ٹپک رہی ہے لیکن تم نے کتنی معصومیت سے بتا دیا کہ ہم اپنے کیسینو میں کس طرح فراڈ کر کے کھلاڑیوں کو لوٹتے رہتے ہیں۔ تم کیا سمجھتی ہو، یہ راز جان لینے کے بعد اپنے ساتھی کے ساتھ زندہ یہاں سے واپس جا سکو گی؟"

میں نے کہا: "مسٹر پارکر! میری ساتھی نے دوست بن کر بتایا۔ آپ دشمن بن کر چیلنج کریں گے تو ہم جان پر کھیل کر یہاں سے جانے کی کوشش کریں گے۔ جان پر کھیلنے سے جان جا سکتی ہے، ہماری یا تمھاری۔"

سونیا نے کہا: "آپ نے دُرست فرمایا، مجھ میں ذرا مکاری ہے۔ میں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی آپ کے راز کو اس چار دیواری کے اندر بیان کیا ہے۔ کیا ہم چپ چاپ یہاں سے جا کر آپ کی دسترس سے نکل کر آپ کو ٹیلک میل نہیں کر سکتے تھے؟"

اس نے قائل ہو کر کہا: "بے شک تم نادان نہیں ہو۔ صاف صاف بتا دو، کیا چال چل رہی ہو؟"

"میں چال چلنے نہیں، دوستی کرنے آئی ہوں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ اپنے رازدار کو ہلاک کر دیں۔ اسے قابلِ اعتماد دوست بنا کر اپنے مفاد کے لیے زندہ رکھا جا سکتا ہے۔"

"دوست کتنی ہو۔ اب میں اپنے دِل کی بات بتاتا ہوں۔ پہلے تو میں تمھارے کھیلنے کے انداز کو دیکھ کر تمھیں سیکنڈ فلور کے قمار خانے میں بُلا کر مزید تمھاری صلاحیتوں کو آزمانا چاہتا تھا مگر تمھاری سننے والی غیر معمولی صلاحیت نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ میں ہر قیمت پر تمھاری خدمات حاصل کروں۔"

"مسٹر پارکر! میں دوست کی حیثیت سے کبھی کبھی کسی خاص موقعے پر اپنی خدمات پیش کر سکتی ہوں لیکن ایک زرخرید ملازم کی طرح کیسینو میں روزانہ کر کھیلنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ کی پیش کش کے مطابق آج سے پانچویں دن ایک خاص موقعے پر مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ ایک بہت بڑا گیم ہونے والا ہے۔ دُنیا کے نامور اور بدنام ترین قمار خانوں کے جواری پانچویں دن اُس مقام پر جمع ہونے والے ہیں۔"

"کس مقام پر؟"

جے جے پارکر نے سونیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا: "کیا تم میرے اخراجات پر اسرائیل جانا پسند کرو گی؟"

میں اور سونیا ایک دم سے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ ہمارے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یوں اچانک یہودیوں کا مُنہ توڑ جواب دینے کے لیے جے جے پارکر جیسا یہودی اپنے کاندھے پر ہمیں اسرائیل پہنچائے گا۔

وہ کہہ رہا تھا: "آج سے پانچویں دن اسرائیلی عوام یومِ فتح فلسطین بڑے دھوم دھام سے منا رہے ہیں۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم یہودی کتنے دولت مند ہیں۔ ہم کاروباری لین دین میں کنجوسی کی حد تک محتاط رہتے ہیں لیکن تفریح اور عیاشی میں اپنی دولت پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔ یومِ فتح کی رات وہاں کے قمار خانے میں اتنی دولت دیکھنے میں آئے گی کہ تم اسے ایک رات میں نہیں گن سکو گی۔ گننے کے لیے ہمارے آدمی ہوں گے۔ جیتنے کے لیے تم ہو گی۔ جیت کا پچیس فیصد تمھیں دیا جائے گا۔ بولو منظور ہے؟"

ہم منظور کیسے نہ کرتے، لیکن فوراً ہی راضی ہو جانا مناسب نہیں تھا۔ سونیا نے میری سوچ کے مطابق پوچھا: "اس سلسلے میں آپ اپنی شرائط پیش کریں۔"

"صرف ایک شرط ہے۔ ہمارے راز کو راز رکھو۔ دوستی ہمیشہ قائم رہے گی۔ ہم یہ دھمکی نہیں دینا چاہتے کہ اس کیسینو کا راز فاش ہُوا تو ہم جواباً کیا کر سکتے ہیں۔"

"میری چند شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ ہمارے ذاتی معاملات میں آپ دلچسپی نہ لیں۔ ہم کون ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ یہ اس وقت معلوم ہو جائے گا، جب ہم اسرائیل جانے کے لیے آپ کو اپنا پاسپورٹ وغیرہ دیں گے۔ دوسرے یہ کہ آپ ہمارے پیچھے اپنے جاسوس نہ لگائیں۔ تیسرے یہ کہ کیسینو کا راز فاش ہونے کا الزام صرف ہم پر عائد نہیں ہو سکتا۔ آپ کے کتنے ہی ملازم یہاں کے ہتھکنڈوں کو جانتے ہیں۔ ایسی کوئی بات ہو گی تو ہمیں اپنی صفائی پیش کرنے اور بے گناہی ثابت کرنے کا موقع دیا جائے گا۔"

"منظور ہے، اور کوئی شرط؟"

"ہمیں سوچنے کے لیے ذرا تنہائی چاہیے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا: "میں اور میرے باڈی گارڈز یہاں سے جا رہے ہیں۔ آپ دروازہ اندر سے بند کر لیں۔"

سونیا نے کہا: "یہاں ہمیں اپنے ساتھی سے آزادانہ گفتگو نہیں کر سکوں گی۔ آپ کہیں جا کر بھی ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔ ہماری باتیں سُن سکتے ہیں۔ ہم اس عمارت کی چھت پر تھوڑا وقت گزارنا چاہتے ہیں۔"

اس نے ایک باڈی گارڈ سے کہا: "انھیں ٹیرس پر پہنچا دو۔ جب تک یہ خود میرے پاس نہیں آئیں گے، کوئی اوپر نہیں جائے گا اور نہ ہی انھیں ڈسٹرب کیا جائے گا۔"

وہ کمرے سے چلا گیا۔ باڈی گارڈ ہمیں چھت پر پہنچا کر چلا گیا۔ سونیا نے سوچ کے ذریعے پوچھا: "یہاں کیوں آئے ہو؟"

میں نے کہا: "اتنی احتیاط کے باوجود ہم اسی طرح سوچ کے ذریعے گفتگو کریں گے۔ اگر کمرے میں خاموش رہتے اور وہ لوگ اسکرین پر دیکھتے تو تعجب کرتے کہ ہم مسلسل خاموش کیوں ہیں۔ بہرحال اسرائیل کے لیے رختِ سفر باندھنے سے پہلے ہر پہلو پر غور کرو۔"

سونیا نے کہا: "صرف ایک پہلو سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ دشمنوں کی دلی تمنا ہے کہ فرہاد اور سونیا کبھی ایک ساتھ ان کے شکنجے میں آئیں اور ہم ایک طویل مدت کے بعد ایک خطرناک مہم پر روانہ ہو رہے ہیں۔"

"دشمنوں نے اس سے بھی بڑی تمنا پوری کر لی۔ فرہاد کے دماغ سے ٹیلی پیتھی چھین لی۔ اب فرہاد کہاں رہا؟ وہ میرے بغیر تمھیں خالی کارتوس سمجھتے ہیں۔ جب ہم دونوں ہی ان کی فہرست میں نہیں ہیں تو وہ کس فرہاد اور سونیا کو ایک ساتھ شکنجے میں لیں گے۔ اگر خدانخواستہ ہمیں ناکامی ہوئی تو ہم ازیل اور سلطانہ کی حیثیت سے گرفت میں آئیں گے۔ ٹیلی پیتھی پھر بھی آزاد رہے گی اور ان کے اندر رنگ بناتی رہے گی۔"

میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر بولی: "زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ہم جائیں گے اور ضرور جائیں گے۔"

میں نے سر اُٹھا کر کہا: "رات اندھیری ہے۔ آسمان تاریک ہے۔ آج سے پانچویں دن اسرائیل کی سرزمین پر سورج طلوع ہو گا مگر کسی کو نظر نہیں آئے گا۔ یہ غرور نہیں، جہاد ہے۔ وہاں کے لوگ یومِ فتح نہیں، یومِ سیاہ منائیں گے۔"

سونیا کا ہاتھ میرے ہاتھوں میں تھا اور میرا ہاتھ سونیا کے ہاتھوں میں، یوں ہم نے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ہاتھوں میں دے رکھا تھا۔ ہم کیسینو لاموزے کی بلند عمارت کی چھت پر تھے۔ ہمارے سروں پر تاروں بھرا آسمان، نیم تاریک اور نیم روشن تھا۔ روشنی سے تاریکی کی طرف سفر کرو تو پتا نہیں چلتا کہ راستہ کہاں ہے؟ کدھر جانا ہے؟ اور کہاں کہاں ٹھوکریں کھانی ہیں؟ ہم بھی پیرس کی جگمگاتی ہوئی روشنیوں سے نکل کر اسرائیل کے اندھیروں میں سفر کرنے والے تھے اور کیا ہونے والا تھا، یہ آنے والا وقت ہی بتا سکتا ہے۔

میں نے کہا: "چلنے سے پہلے ہمیں اس بیودی جے جے پارکر کے چور خیالات معلوم کر لینے چاہئیں۔ تم ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میرے خیالوں نے پرواز کی اور میں جے جے پارکر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کیسینو کے چوتھے فلور پر اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھا اسکرین پر جوا کھیلنے والوں کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ اپنے آدمیوں سے ہمارے متعلق کہہ چکا تھا کہ چھت پر جا کر ہماری تنہائی میں کوئی مخل نہ ہو۔

جے جے پارکر کے ایک دست راست نے پوچھا: "سر! کیا ہم اتنی جلدی مس سلطانہ اور اس کے ساتھی ایزل ہارڈی پر بھروسہ کر سکتے ہیں؟"

"بھروسہ نہ کرنے کی وجہ بیان کرو۔"

"ہم انھیں اسرائیل لے جائیں گے۔ وہ ہمیں کسی مرحلے پر دھوکا دے سکتے ہیں۔"

"کیسے دھوکا دے سکتے ہیں؟"

"وہاں اتنی دولت دیکھ کر ان کی نیت خراب ہو سکتی ہے اور وہ ہماری ٹیم سے الگ ہو کر خود کھیلنے کے لیے بیٹھ جائیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

"اوّل تو وہ ایسا نہیں کریں گے کیوں کہ ہمارے اخراجات پر جا رہے ہیں اور وہ غیر بیودی ہیں۔ ہماری سفارش کے بغیر تو اسرائیل کی سرزمین پر قدم رکھ سکیں گے اور نہ ہی ہم سے الگ ہو کر وہاں ایک منٹ بھی قیام کر سکیں گے اور کوئی وجہ ہو تو بیان کرو۔"

"یوں تو کوئی خاص وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے لیکن اتنی جلدی کسی پر اعتماد کر لینا کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔"

"مجھے تمھاری یہ شک و شبہ والی عادت بہت پسند ہے۔ اس طرح آدمی چوکس رہتا ہے۔ ہمیشہ ایک آنکھ سے سوتا ہے۔ ایک آنکھ سے جاگتا ہے۔ مسٹر وین وائز! اسی لیے میں نے تمھیں اپنا دست راست بنایا ہے۔ تم ان کے ساتھ رہو گے تو میں بے فکر رہوں گا۔ تم ان پر کڑی نظر رکھو گے لیکن دوستانہ رویہ اختیار کرو گے۔ جب وہ دشمنی پر اتر آئیں تو پھر میں جانتا ہوں کہ تم کیا کر سکتے ہو۔"

"سر! ہمیں یہ تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟"

"کل وہ اپنا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات ہمارے حوالے کر دیں گے، ان کے متعلق سب کچھ معلوم ہو جائے گا پھر کیا ضروری ہے کہ ان کے پیچھے لگے رہیں۔ ویسے میں نے سلطانہ کی یہ شرط تسلیم کی ہے کہ ہمارا کوئی آدمی ان کا تعاقب نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کے کسی ذاتی معاملے میں دخل اندازی کرے گا۔ لہٰذا جب وہ یہاں سے جائیں تو کوئی ان کا تعاقب نہ کرے۔"

"آل رائیٹ سر!"

میں نے سونیا کو جے جے پارکر کی تمام باتیں بتانے کے بعد کہا: "یہاں سے ہمارا کوئی تعاقب نہیں کرے گا۔ ہم آج کی رات کسی ہوٹل میں قیام کریں گے مگر ہوٹل ایسا ہونا چاہیے جہاں ہمارے متعلق پوچھ گچھ نہ کی جائے۔ میرے پاس ایزل ہارڈی کے مکمل کاغذات ہیں۔ تمھارے لیے مشکل ہو جائے گی۔ تمھاری ابھی کوئی شناخت نہیں ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں۔ بہرحال جے جے پارکر سے کیا کہنا ہے؟"

"چلو، وہاں خیال خوانی کے ذریعے تمھیں گائیڈ کرتا ہوں۔"

ہم دونوں چھت سے اتر کر جو چوتھے فلور پر واپس آئے تو وہ سٹنگ روم میں پہنچے۔ ایک مسلح گارڈ نے ہمیں بڑے احترام سے وہاں بٹھایا پھر اپنے باس کو اطلاع دی۔ ذرا سی دیر میں جے جے پارکر وہاں پہنچ گیا۔ "ہاں، تو آپ دونوں نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"فیصلہ تو ہو ہی چکا ہے۔" سونیا نے کہا: "ہم آج سے پانچویں دن اسرائیل جانے کے لیے تیار ہیں لیکن پانچواں دن ابھی دور ہے فی الحال آپ ہمارا ایک چھوٹا سا ذاتی مسئلہ حل کر سکتے ہیں؟"

"ضرور، کیوں نہیں۔ مجھے آزما کر دیکھ لو۔ ویسے تم نے کہا تھا کہ میں تم لوگوں کے ذاتی معاملات میں مداخلت نہ کروں۔ اب تم کہو تو میں تیار ہوں۔"

"لیکن یہ مسئلہ راز میں رہے۔ ہم آپ پر اعتماد کر رہے ہیں۔"

"تم بے فکر رہو۔ جے جے پارکر کا سینہ بہت وسیع ہے۔ اس میں کتنے ہی راز دفن ہیں۔ کوئی ان رازوں تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"اصل بات یہ ہے کہ میں ترکی کی رہنے والی ہوں۔ وہاں ایک سرکس میں بازی گری کے کرتب دکھایا کرتی تھی۔ آج سے گیارہ ماہ پہلے میں پیرس آئی اور ایک جگہ قیام کیا۔ ایک رات میں سونے جا رہی تھی کہ گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے فوراً ہی اپنے کمرے کی بتی بجھا دی اور پچھلے دروازے سے نکل کر دیکھنے لگی۔ ایک شخص اندھیرے میں لڑکھڑاتا ہوا، رینگتا ہوا، کراہتا ہوا میرے دروازے کے پاس آیا تھا اور بڑی نقاہت سے بڑبڑا رہا تھا: ہیلپ پلیز، ہیلپ می!

میں اسے گھسیٹ کر اپنے کمرے میں لے آئی اور دروازے کو بند کر دیا۔ بہت سے بھاگتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ فائرنگ کی آواز سن کر آس پاس کے رہنے والے بھی نکل آئے تھے۔ اس لیے فائرنگ کرنے والے فرار ہو گئے تھے۔ جب میں نے اطمینان کر لیا کہ خطرہ ٹل گیا ہے تو کمرے کی لائٹ کو آن کیا۔ آپ جانتے ہیں وہ زخمی شخص کون تھا؟"

جے جے پارکر نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

سونیا نے کہا: "یہی میرے ساتھی مسٹر ایزل ہارڈی۔"

جے جے پارکر نے میری طرف دیکھا پھر حیرانی سے مُنہ کھول کر بولا: "اوہ، یہ تو بڑی دلچسپ داستان ہے۔ آپ لوگوں کی ملاقات اس طرح ہوئی؟"

"جی ہاں، اس رات یہ میرے پاس پہنچتے ہی بے ہوش ہو گئے تھے۔ میں پریشان ہو گئی۔ کسی ڈاکٹر کو بلانا دانشمندی نہیں تھی۔ فائرنگ کی آوازوں نے اور ان کے زخموں نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ دشمن ان کی جان لینا چاہتے ہیں۔ اگر یہ راز فاش ہو جاتا کہ گولیوں سے زخمی کوئی شخص میرے پاس موجود ہے تو شاید ان کی جان خطرے میں پڑ جاتی۔"

جے جے پارکر نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "بیشک، بیشک۔"

"میں نے فرسٹ ایڈ کے طور پر ان کے زخموں کی ڈریسنگ کی۔ پھر یہ تقریباً تین گھنٹے کے بعد ہوش میں آئے۔ میں نے انھیں دودھ میں برانڈی ملا کر پلائی۔ پھر ان سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں، کون لوگ ان کی جان کے دشمن ہیں؟

یہ چُپ چاپ میرا مُنہ تکتے رہے۔ پھر انھوں نے کہا: میں جو کچھ بھی کہوں گا تم اس کا یقین نہیں کرو گی۔

آپ بتائیں تو سہی۔

تب انھوں نے بتایا: میں بھول گیا ہوں کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں، یہ میرے پاس جو بیگ ہے اس میں جانے کیسے کیسے کاغذات ہیں۔ ایک پاسپورٹ بھی ہے جس میں میری تصویر لگی ہوئی ہے اور وہ پاسپورٹ کسی مسٹر ایزل ہارڈی کا ہے۔

میں نے ان کے بیگ کی تلاشی لی۔ ضروری کاغذات پڑھے۔ پاسپورٹ دیکھا تو انھی کا تھا۔ میں سمجھ گئی کہ ان کا ہی نام ایزل ہارڈی ہے۔ لیکن انھیں کچھ یاد نہیں۔

جے جے پارکر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بولا: "کیا میں پاسپورٹ دیکھ سکتا ہوں؟"

سونیا نے اسے اپنے بیگ سے نکال کر دیتے ہوئے کہا۔ "یہ لیجیے۔"

اس نے پاسپورٹ کھول کر دیکھا پھر حیرانی سے سر اُٹھا کر بولا۔ "اوہ گاڈ! آپ تو یہاں کی بڑی مشہور شخصیت ہیں۔ یہاں کی سب سے بڑی دواساز کمپنی کے مالک ہیں۔"

"جی ہاں، یہ کاغذات یہی بتاتے ہیں کہ میں بہت دولت مند ہوں لیکن میں اب تک اس ایڈریس کے مطابق اپنی کوٹھی میں نہیں گیا۔ مس سلطانہ مجھے روکتی رہیں۔ انھیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ میں جاؤں گا تو دشمن پھر پیچھے پڑ جائیں گے۔"

جے جے پارکر نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "بالکل درست کہتی ہیں۔ آپ کو محتاط رہ کر پہلے وہاں کے حالات جاننا چاہئیں، معلوم کرنا چاہیے کہ آپ کے پیچھے کون لوگ تھے۔ آپ بے انتہا دولت مند ہیں اور زیادہ تر دولت مندوں کے اپنے رشتے دار ہی ان کے دشمن ہوتے ہیں۔ آپ کے قریبی رشتے داروں میں کون کون ہیں۔ شاید آپ کے کاغذات سے معلوم ہو سکے۔"

میں نے اپنا بیگ اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا: "آپ خود دیکھ لیں۔ اس میں جتنے کاغذات ہیں، وہ زیادہ تر کاروباری نوعیت کے ہیں۔ ان کاغذات سے ثابت ہوتا ہے کہ میں ایزل ہارڈی ہوں اور اپنی دواساز کمپنی کا واحد مالک ہوں۔"

میری باتوں کے دوران وہ بیگ میں سے مختلف کاغذات نکال کر ان پر سرسری نظر ڈال رہا تھا اور تائید میں سر ہلاتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا: "مس سلطانہ! آپ اس سلسلے میں میری کیا مدد چاہتی ہیں؟"

"دیکھیے جب ایزل ہارڈی سے میری پہلی ملاقات ہوئی تو یہ زخموں سے چُور تھے۔ میں نے تین ماہ تک ان کی تیمارداری کی۔ پانچ ماہ کے بعد کہیں یہ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے۔ پھر میں نے سوچا، مجھے پیرس میں نہیں رہنا چاہیے۔ یوں بھی میں اُکتا جانا چاہتی تھی۔ میں نے سوچا کہ ابھی ایزل ہارڈی کو چھپائے رکھوں اور کسی مناسب موقعے کی تلاش میں رہوں۔ اگر مناسب ہوا تو میں انھیں روم میں چھوڑ کر خود تنہا پیرس آؤں اور ان کے رشتے داروں کے متعلق معلومات حاصل کروں۔ یہ سوچ کر میں انھیں لے کر اٹلی چلی گئی۔"

جے جے پارکر نے کہا: "مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔ آپ کچھ اپنے متعلق بتائیں۔ آپ اس دنیا میں کیا تنہا اور خود مختار ہیں؟ آپ اتنی دور دراز کے سفر کیسے کرتی ہیں؟"

"سونیا نے کہا۔ میں ایک سرکس میں بازی گری کے کرتب دکھاتی تھی۔ میرا ماضی بالکل تاریک ہے۔ میں بہت کم اپنے متعلق جانتی ہوں۔ میرا باپ پکا شرابی تھا اور پکا جُواری۔ اسی نے مجھے تاش کے پتّے پھینٹنے کا فن سکھایا اور بچپن ہی سے مجھے سرکس کے ماحول میں رکھا پھر میرے باپ کا انتقال ہو گیا۔ آج سے تقریباً ایک ڈیڑھ برس پہلے میں ایک نوجوان جمال پاشا سے متاثر ہو گئی اور اس سے محبت کرنے لگی۔ اس نے مجھے سبز باغ دکھائے۔ میں سرکس چھوڑ

کر اس کے ساتھ یہاں چلی آئی۔ یہاں آکر پتا چلا کہ وہ بالکل نکما ہے۔ کوئی کام نہیں کرتا ہے اور میری کمائی پر زندہ رہنا چاہتا ہے۔ اس طرح ہمارے درمیان بات بگڑتی رہی پھر ایک دن میں اسے چھوڑ کر چلی گئی۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، میرے پاس ایسا ہنر ہے کہ میں کسی ملک اور کسی شہر میں تلاش نہیں رہ سکتی۔ جہاں داؤ لگا یا وہاں وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح میں آزاد زندگی گزار رہی تھی۔ اسی دوران ایزل ہارڈی سے میری ملاقات ہوگئی۔ میرا خیال ہے، میں اپنے متعلق کافی بتا چکی ہوں۔ کل جب میرے کارنامے آپ کے سامنے آجائیں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا۔"

وہ جلدی سے بولا: "آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔ مجھے پورا یقین ہے۔ میں نے آپ کے متعلق صرف اس لیے پوچھا کہ آپ خود اپنے ذاتی معاملات میرے سامنے رکھ رہی ہیں۔ بہرحال میں آپ دونوں کے لیے جو بھی کر سکوں، وہ کم ہے۔ بتائیے، کیا کروں؟"

"ہم چاہتے ہیں، آپ اپنے طور پر ایزل ہارڈی کے متعلق معلومات حاصل کریں کہ یہاں ان کے کتنے رشتے دار ہیں اور کون کس طبیعت کا مالک ہے۔ آپ کے ذرائع یقیناً بہت وسیع ہیں اور آپ ہمارے لیے بڑے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔"

"صبح ہونے دو۔ کل ہی سے میں یہ کام شروع کروا دیتا ہوں۔" میں نے کہا: "لیکن یہ بات بالکل راز میں رہے۔"

"جب آپ اتنی رازداری برتنا چاہتے ہیں تو یہاں یوں کھلے عام کیسینو میں جوا کھیلنے کیسے آگئے تھے؟"

"یہ مس سلطانہ کی ضد تھی۔ یہ کہہ رہی تھیں کہ ہم بہت عرصے تک روپوش رہ چکے ہیں۔ اب کھل کر سامنے آئیں گے۔ ہمارے پاس رقم کم تھی۔ لہٰذا سوچا، کیسینو سے اسٹارٹ کریں۔ وہاں زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کریں۔ اس دوران اگر ایزل ہارڈی کا کوئی شناسا مل جائے تو اسی کے ذریعے بات آگے بڑھائیں ورنہ ارادہ تھا کہ کل ایزل ہارڈی کے وکیل سے ملاقات کریں۔ چونکہ آپ سے ملاقات ہوگئی ہے، اس لیے ہم نے سوچا کہ یہ بات کچھ دن اور راز میں رہے۔ آپ جانتے ہیں، کیوں؟"

"کیوں؟" اس نے سونیا کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ مسکراتے ہوئے بولی: "اگر آئندہ پانچ دنوں کے اندر ہی ایزل ہارڈی کے رشتے داروں کو، وکیلوں کو اور کاروباری تعلقات رکھنے والوں کو ان کے متعلق معلوم ہو جائے گا کہ یہ یہاں موجود ہیں تو پھر میں آپ کے ساتھ اسرائیل نہیں جا سکوں گی کیوں کہ میں انھیں نہیں چھوڑ سکتی۔ ان کے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

"اور میں سلطانہ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا جب تک ہم اسرائیل سے واپس نہ آجائیں، اس وقت تک میرا راز، راز ہی رہے۔"

جے جے پارکر نے کہا: "یہ بات تو میرے حق میں جاتی ہے۔ میں یقیناً اسے راز میں رکھوں گا اور ساری معلومات حاصل کر لوں گا۔"

"اب ہمیں جانے کی اجازت دیجیے۔"

"تم لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے بعد یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ تمھاری کوئی معقول رہائش گاہ نہیں ہے۔"

"جی ہاں، ہمارا قیام ایک ہوٹل میں ہے۔"

"میں تم دونوں کی رہائش کے لیے الگ انتظام کر سکتا ہوں۔ میرا ایک چھوٹا سا خوب صورت بنگلا ہے۔ اسرائیل روانہ ہونے تک تم دونوں وہاں قیام کر سکتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ آج رات ہم اپنے ہوٹل میں گزاریں گے۔ کل اپنا سامان لے کر شام تک آپ کے بنگلے میں پہنچ جائیں گے۔ اس بنگلے کا پتا کیا ہے؟"

اس نے پتا لکھ کر دے دیا۔ ہم اس سے رخصت ہونے کے لیے اُٹھ گئے۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "مسٹر ایزل ہارڈی! آپ تو فرانس کے ہی باشندے ہیں۔ آپ فرانسیسی کیوں نہیں بولتے؟"

"جب میں زخموں سے چُور ہونے کے بعد بے ہوشی کی حالت میں سلطانہ کے یہاں پہنچا اور جب مجھے ہوش آیا تو میں گونگا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے میری کوئی زبان نہیں ہے۔ میں کچھ بول نہیں سکتا۔ مس سلطانہ نے جو کچھ میرے متعلق بتایا، وہ میں نے انھیں اشاروں میں سمجھایا تھا اور انھوں نے میرے بیگ کی تلاشی لی تھی۔"

سونیا نے کہا: "ان گیارہ مہینوں میں، میں نے انھیں انگریزی زبان سکھائی ہے۔ میں صرف انگریزی اور کسی حد تک ترکی زبان بھی جانتی ہوں۔"

میں نے اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا: "زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم۔"

جے جے پارکر نے پوچھا: "یہ کون سی زبان ہے؟"

سونیا نے کہا: "یہ ترکی زبان میں بول رہے ہیں۔ انھیں کچھ جملے میں نے یاد کرا دیے ہیں۔"

حالانکہ میں نے فارسی زبان میں کہا تھا لیکن جے جے پارکر کو یقین ہو گیا کہ وہ ترکی زبان ہے۔ بہرحال ہم اس سے مصافحہ کرنے کے بعد کیسینو کے باہر آئے پھر سونیا نے ایک ٹیکسی ڈرائیور سے فرانسیسی زبان میں کہا: "کیا تم اوس ایزاے لوک منٹ ناٹرے ڈیم (ہوٹل نوٹرے ڈیم کی طرف چلو)

ہم پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "ابھی تم نے جے جے پارکر کے سامنے کہا ہے کہ انگریزی اور ترکی زبان کے سوا تمھیں زبان نہیں آتیں پھر یہاں فرانسیسی بولنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ہاں مجھے محتاط رہنا چاہیے لیکن اکثر ٹیکسی ڈرائیور فرانسیسی زبان کے سوا کوئی اور زبان نہیں جانتے۔ اس لیے میں نے اسی کی زبان میں کہہ دیا۔ ویسے اگر آدمی مختلف زبانیں جانتا ہے تو اسی ماحول میں جا کر بے اختیار اسی زبان میں بولنے لگتا ہے۔ ہمارے پاکستانی لوگ انگریزی نہیں بولتے ہیں لیکن جب یورپ میں آتے ہیں تو بے اختیار بولنے لگتے ہیں اور واپس اپنے وطن پہنچ کر پھر اپنی مادری زبان میں گفتگو کرنے لگتے ہیں۔ یہ ماحول کا اثر ہوتا ہے۔"

"یہ نوٹرے ڈیم ہوٹل کہاں ہے؟"

"دن کوائے سینٹ مائیکل۔ فائیو اسٹار۔ یہ علاقے کا نام ہے، تم سمجھ نہیں سکو گے۔ بس یوں سمجھو کہ زیادہ دور نہیں ہے۔"

واقعی زیادہ دور نہیں تھا۔ ہم پندرہ منٹ میں اس ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔ ٹیکسی کا کرایہ ادا کیا پھر ہوٹل کے کاؤنٹر پر آئے، وہاں جو فرانسیسی کھڑا ہوا تھا، اس نے اپنی زبان میں استفسار کیا۔ میں نے کہا: "ہم ایک ڈبل بیڈ روم چاہتے ہیں۔"

وہ میرا منہ تکنے لگا۔ فرانسیسی زبان میں اس نے کچھ کہا۔ سونیا نے مجھ سے کہا: "احتیاط کے باوجود ان کی زبان بولنا ہی پڑے گی۔" پھر وہ کاؤنٹر مین سے بولی: "جُو نے چیمبرے ان لٹ اُویک (ہمیں ایک ڈبل بیڈ روم چاہیے)"

اس نے سر ہلا کر جواب دیا: "کمرہ مل جائے گا۔"

سونیا نے پوچھا: "کوئیل ایسٹ لی پرکس پور یونے نوئیٹ (ایک رات کا کیا کرایہ ہے؟)"

اس نے رجسٹر کھولتے ہوئے تھرٹی فرینک کہا پھر ہمارا نام اور پتا پوچھا۔ میں نے ایزل ہارڈی کا شناختی کارڈ پیش کر دیا۔ اس نے تعجب سے دیکھ کر فرانسیسی زبان میں پوچھا: "آپ تو بہت بڑی ڈیوائسز کمپنی کے مالک ہیں۔ یہاں یقیناً آپ کی رہائش گاہ ہوگی، پھر ہوٹل کے۔۔۔؟"

سونیا نے اسی زبان میں سمجھایا: "ان کا یہاں ایک بنگلا نہیں کئی بنگلے ہیں لیکن ہم کبھی کبھی اپنی لائف میں ایک چینج چاہتے ہیں، اس لیے تفریحاً چلے آئے ہیں۔ انھیں اعتراض ہے تو چلے جاتے ہیں، ورنہ کل صبح تک رہیں گے۔"

اس نے کہا: "نہیں مادام! ایسی بات نہیں۔ آپ تھرٹی فرینک ادا کر دیں۔"

کرایہ ادا کیا گیا۔ کمرے کی چابی مل گئی۔ ہم اس کمرے میں آگئے۔ سونیا نے کہا: "ایک بج رہا ہے۔ اب تم اپنی عادت کے مطابق خیال خوانی شروع کر دو گے۔"

"ہاں۔ بہت وقت گزر چکا ہے۔ مجھے ستیاد کی خبر لینی ہے۔ وہاں اعلیٰ بی بی پہنچ چکی ہے اور یہ بھی دیکھنا ہے کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے ماتحت وہاں کیا گُل کھلا رہے ہیں۔"

وہ انگڑائی لیتے ہوئے بولی: "میں تو سونے جا رہی ہوں۔"

"اس طرح انگڑائی لے کر مجھے کافر نہ بناؤ۔ میں کہیں کا نہیں رہوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بستر پر گر پڑی: "ہائے میں بہت تھک گئی ہوں۔"

"میں نے آج سے پہلے کبھی تمھاری زبان سے تھکن کا لفظ نہیں سُنا۔"

"کیا بتاؤں۔ اکیلی رہتی ہوں تو نیند میں بھی جاگتی رہتی ہوں لیکن اپنے مرد کی پناہ میں پہنچ کر تھکن بھی محسوس ہوتی ہے اور نیند بھی خوب آتی ہے۔"

"سونا چاہتی ہو، سو جاؤ لیکن میرے لیے ایک کپ کافی کا انتظام کروا دو۔"

وہ بستر سے اٹھتے ہوئے بولی: "ایک نہیں، دو کپ۔ میں بھی کچھ دیر جاگوں گی اور سوچوں گی کہ اسرائیل پہنچ کر ہمیں کیا کرنا ہے۔" وہ چاہتی تو کمرے سے ٹیلی فون پر روم سروس کو آرڈر دے سکتی تھی لیکن نہ جانے کیا سوچ کر وہ خود کمرے سے باہر چلی گئی۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا پھر خیال خوانی کی پرواز شروع ہوگئی۔ تل ابیب میں سپر ماسٹر اور ماسک مین دونوں ہی مل کر کاہل تنظیم کے سربراہ جیسن ہارورڈ کے لیے بہت بڑا چیلنج بن گئے تھے۔ سب سے پہلے ماسک مین کے ماتحت گوئیل نے ان کے پاور اسٹیشن کو تباہ کر دیا تھا۔ اب شہر کے بڑے حصے میں تاریکی تھی۔ چند چھوٹے جنریٹروں کے ذریعے خاص خاص علاقوں کو روشن رکھا گیا تھا۔ اس کے بعد سپر ماسٹر کے ایک ماسٹر نے جو کہ غیر ممالک میں سیکرٹ ایجنٹ کے طور پر کام کرتا تھا، اسلحہ خانے کو تباہ کیا تھا۔ اس کے بعد تل ابیب کے دو بڑے پانی کے ٹینکوں کو بموں سے اُڑا دیا گیا تھا یعنی تل ابیب میں بجلی بھی نہیں تھی، پانی بھی نہیں تھا۔

جیسن ہارورڈ اور سیودی اکابرین سپر ماسٹر کو یا ماسک مین کو الزام نہیں دے سکتے تھے۔ جو تباہیاں ہو رہی تھیں، ان کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے، اس کا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں تھا لیکن وہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین ناراض ہو کر گئے تھے۔ وہ ایسے موم کے پُتلے نہیں تھے کہ فرہاد کی موت کے سوالنامے پر دستخط کرنے کے بعد کاہل تنظیم کے سامنے جھک جاتے، اس لیے یہ جوابی کارروائیاں ہو رہی تھیں۔

جو لوگ دھماکوں کے وقت وارنگ دے رہے تھے، وہ ہر دھماکے کے ساتھ یہ چیلنج بھی کر رہے تھے کہ فرہاد کو رہا نہ کیا گیا تو انھیں اس سے بھی زیادہ اور ناقابلِ برداشت نقصانات پہنچائے جائیں گے۔ دوسرے اور تیسرے دھماکے کے بعد سپر ماسٹر کے سیکرٹ ایجنٹ نے انھیں وارننگ دی تھی کہ فرہاد کو تہ خانے سے نکال کر اس کو مہمان بنا کر رکھا

جائے۔ قیدی بنا کر نہیں۔

اس لیے مجبوراً انھوں نے ستجاد کو بڑے ہی عزت و احترام سے مہمان بنا کر ایک گیسٹ ہاؤس میں رکھا تھا۔ اس گیسٹ ہاؤس کے آدھ میل کے علاقے میں چاروں طرف مسلح فوج کا سخت پہرہ تھا۔ کسی کو اس گیسٹ ہاؤس کی طرف جانے کی اجازت نہیں تھی ....

جیسن ہارورڈ نے ان کی دھمکیوں سے بظاہر ڈر کر بات مان لی تھی لیکن ستجاد کو رہا کرنے کے لیے وہ کسی شرط پر بھی تیار نہیں تھا۔ اسرائیلی انٹیلی جنس کے سربراہ نے مشورہ دیا: "جناب! یہاں سپر ماسٹر اور ماسک مین کے ممالک کے بہت سے ڈاکٹرز، انجینئرز اور کاریگر آئے ہوئے ہیں، اور ہمارے پراجیکٹس میں کام کر رہے ہیں۔ ان کی تعداد سیکڑوں تک ہے۔ اگر انھیں فوری طور پر ڈیوٹی سے ہٹا دیا جائے اور انھیں ایک خاص علاقے تک محدود کر دیا جائے اور وہاں سخت پہرہ لگا دیا جائے تو یہ دھماکے نہیں ہوں گے۔ ہم نے اچھی طرح تحقیق کی ہے، یہ فلسطینی مجاہدوں کا کام نہیں ہے۔ آپ خود جانتے ہیں فلسطینی مجاہدین کے ذرائع وسیع نہیں ہیں۔ ان کے پاس محدود ہتھیار ہیں۔ ایسی قوت کے ہم نہیں ہیں کہ پاور اسٹیشن، پانی کے ٹینک اور اسلحہ خانے کو ایک ہی دھماکے میں اڑا سکیں۔ یہ ساری کارروائیاں سپر ماسٹر اور ماسک مین کے آدمی کر رہے ہیں۔"

جیسن ہارورڈ نے حکم جاری کیا کہ فوراً ان دو ممالک سے آئے ہوئے تمام ڈاکٹروں، انجینئروں اور دوسرے تمام کاریگروں کو چھٹی دے دی جائے اور ایک علاقے میں محدود کر دیا جائے۔

اس حکم کی فوری تعمیل کی گئی اور تمام لوگوں کو ایک علاقے تک محدود کر دیا گیا۔ ان میں سپر ماسٹر کا وہ سیکرٹ ایجنٹ بھی تھا۔ اسرائیلی انٹیلی جنس کے آدمی اس پر یا کسی ایک فرد پر شبہ کر سکتے تھے۔ لیکن انھیں ملزم نہیں ٹھہرا سکتے تھے۔ کوئی ثبوت نہیں تھا۔ بہرحال ماسک مین کے ماتحت گوئٹیل اور ڈربی فائین جو مغربی ساحل پر کوسٹ گارڈ آفیسر تھا، وہ اپنی ڈیوٹی پر موجود رہا۔ کیوں کہ وہ دونوں یہودی تھے پندرہ برس سے اسرائیلی حکومت کے وفادار تھے، ان پر کسی نے شبہ نہیں کیا۔ ایسے ہی اور کتنے یہودی ایجنٹ ہوں گے جو سپر ماسٹر اور ماسک مین کے ہاتھوں بک گئے ہوں گے۔ جیسن ہارورڈ نے اس کارروائی سے مطمئن ہونے کے بعد موصلاتی سیارے کے ذریعے فوری طور پر سپر ماسٹر اور ماسک مین سے رابطہ قائم کیا اور کہا: "میں نے تمھارے ممالک سے آئے ہوئے تمام ملازمین کی چھٹی کر دی ہے اور انھیں ایک علاقے تک محدود کر دیا ہے۔ اب دیکھنا ہوں کہ تخریبی کارروائیاں کس طرح ہو سکتی ہیں۔"

ماسک مین نے جواباً کہا: "مسٹر ہارورڈ! میں آپ کو اتنا کم فہم نہیں سمجھتا تھا۔ کیا آپ اتنا بھی نہیں جانتے کہ گھر کے بھیدی لنکا ڈھاتے ہیں۔ آپ کیا جانیں کہ ہم نے آپ کے کتنے قابلِ اعتماد آدمیوں کو خرید رکھا ہے۔ یقین نہ ہو تو ایک دھماکہ بھر سن لینا۔"

جیسن ہارورڈ نے پریشان ہو کر کہا: "دیکھو، اس طرح بات بڑھے گی۔ ہمیں سمجھوتے کی راہ اختیار کرنا چاہیے۔"

"جس سوالنامے پر ہم نے فرہاد کی موت کے لیے دستخط کیے تھے اسے ضائع کرنے کے بعد تم سے بات کریں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔ یہاں آ جاؤ، وہ سوالنامہ تمھارے حوالے کر دیا جائے گا۔ پھر ہم دوستانہ فضا میں باتیں کریں گے۔"

"اب اسرائیل کی حدود میں دوستانہ فضا قائم نہیں ہو سکتی۔ کسی دوسرے ملک کا تعین کرو۔"

"سوئٹزرلینڈ کیسا رہے گا؟"

سپر ماسٹر نے کہا: "اٹلی کا شہر روم مناسب ہے۔ تمھارے جیسے یہودی کے لیے گھٹوں کا علاقہ ٹھیک ہے۔"

جیسن ہارورڈ نے برا سا منہ بنایا۔ یہودی روم کے اس علاقے گھٹوں سے تاریخی نفرت کرتے ہیں کیوں کہ سولھویں صدی میں پوپ پال چہارم نے حکم جاری کیا تھا کہ یہودی اس علاقے سے چلے جائیں۔ لہٰذا پورا روم یہودیوں سے خالی کر دیا گیا تھا پھر وقت گزرتا گیا۔ نپولین کو وہاں مختصر سی فتح نصیب ہوئی۔ ۱۸۷۰ء میں یہودیوں کو اجازت دی گئی کہ وہ وہاں آ کر قیام کر سکتے ہیں اور کاروبار کر سکتے ہیں لیکن ایک پابندی عائد کر دی کہ تمام یہودی اپنے سر پر زرد رنگ کی ٹوپی پہنا کریں تاکہ دور ہی سے وہ پہچان لیے جائیں۔ یہ ایسی تاریخی مسافرت تھی اور ان کی ایسی قومی توہین کی گئی تھی کہ گھٹوں کے علاقے سے وہ نفرت کرنے لگے تھے۔ وہ تاریخی نفرت اب تک قائم تھی۔

ماسک مین نے کہا: "جیسن ہارورڈ! تم نے پہلے ہمیں چھیڑا۔ لیکن ہم تمھیں چھیڑنا نہیں چاہتے۔ جلو گھٹوں کا علاقہ نہ سہی، کل دوپہر تک ہم روم پہنچ جائیں گے اور شام تک سانتا انجلو کے قلعے میں ملاقات کریں گے۔"

ان کے درمیان یہ طے پا گیا۔ جیسن ہارورڈ نے کہا: "وعدہ کرو، جب تک ہمارے درمیان سمجھوتے کی راہ ہموار نہیں ہو گی، اس وقت تک یہاں تخریبی کارروائیاں نہیں ہوں گی۔"

"تم بھی وعدہ کرو، فرہاد کو باعزت طور پر مہمان بنا کر رکھا جائے گا اور اسے کوئی ذہنی اور جسمانی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔"

"ہم نے ایسا ہی کیا ہے۔ یقین نہ ہو تو اپنے سفیروں کے ذریعے معلومات حاصل کر لو۔"

آخر ان کے درمیان طے پا گیا کہ وہ ایک جگہ مل بیٹھ کر سمجھوتے کی راہ ہموار کریں گے۔ میں دماغی طور پر تھوڑی دیر کے لیے اس ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ سونیا ایک دیئر کے ساتھ کمرے میں آئی تھی۔

ہمارے لیے کافی لایا تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے کافی کی چسکی لیتے ہوئے کہا: "سانپ آخر سانپ ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے لڑتے ہیں مگر ایک دوسرے کو ڈس نہیں سکتے کیونکہ ایک پر دوسرے کا زہر اثر نہیں کرتا۔ سانپوں کا زہر دوسروں پر اثر کرتا ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں سپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودیوں کے متعلق کہہ رہا ہوں۔ یہ ابھی تک آپس میں دشمنوں کی طرح لڑ رہے تھے۔ پہلے وہ دونوں مل کر یہودیوں کو نقصان پہنچا رہے تھے لیکن اب وہ سب شہر روم میں کسی سمجھوتے کے لیے ملاقات کریں گے اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے اپنے مفاد کی خاطر پھر ایک ہو جائیں گے۔"

سونیا نے پوچھا: "کیا اب تک جیسن ہارورڈ تل ابیب میں ہونے والی تخریبی کارروائیوں پر قابو نہیں پا سکا؟"

"کسی حد تک اس نے قابو پا لیا ہے۔ کسی قدر حفاظتی تدابیر کی گئی ہیں۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے ممالک کے جتنے بھی ڈاکٹر، انجینئر اور کاریگر وہاں ملازمت کر رہے ہیں، ان سب کو وقتی طور پر ڈیوٹی سے ہٹا دیا ہے اور ایک علاقے تک محدود کر دیا گیا ہے۔ وہ مجبور ہے۔ انھیں ان کی ملازمت سے برخاست نہیں کر سکتا۔ اس طرح سفارتی سطح پر کشیدگی پیدا ہو گی پھر وہ اُن کا نعم البدل فوراً نہیں لا سکتے اور سیاسی سطح پر وہ ایک دوسرے کا نقصان برداشت نہیں کر سکیں گے۔ جس طرح یہودی امریکی حکومت میں اہم ستون کا کام کرتے ہیں اسی طرح امریکی حکام یہودیوں کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ دوسری طرف روس ان یہودیوں کا کسی طرح احسان مند تو نہیں ہے لیکن وہ یہ سوچ کر خاموش رہتا ہے کہ مملکت اسرائیل، اسلامی ممالک کے درمیان ہے اور دونوں سپر پاورز کو اپنی اپنی سیاسی حکمتِ عملیوں کے لیے اسرائیل کو مورچہ بنانے رہنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔"

سونیا نے کافی کا ایک گھونٹ پینے کے بعد کہا: "مجھے پہلے یہ خیال آیا تھا کہ دو سپر پاورز اور ان کی آستین میں پلنے والی اسرائیلی حکومت کے درمیان یہ تنازعہ زیادہ دیر تک جاری نہیں رہے گا۔ یقیناً وہ اپنے سیاسی مفادات کی خاطر پھر ایک ہو جائیں گے۔"

"میرے دماغ میں بھی یہ بات تھی۔ میں نے سوچا، جب تک یہ تخریبی کارروائیاں ہو رہی ہیں، ہونے دیا جائے۔ ہمیں کچھ سوچنے اور کر گزرنے کا موقع ملے گا۔ اللہ ہم پر مہربان ہے۔ تقدیر ساتھ دے رہی ہے۔ اسی لیے یہ یہودی جیتے جی پاگل ہی ہمارا ذریعہ بن گیا ہے۔ انشاءاللہ آج سے پانچویں دن دیکھا جائے گا۔"

"پانچواں دن ذرا دور ہے۔ کل ہی شہر روم میں دیکھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور ہمیں فوری طور پر کیا کرنا چاہیے۔"

"وہ جو بھی چاہیں گے، اب ستجاد کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، انھوں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ فرہاد علی تیمور کو تمھارے پاس زندہ، سلامت پہنچائیں گے۔ اگر نہ پہنچا سکے تو وہ جیسن ہارورڈ اور دوسرے یہودی اکابرین کے ذریعے تمھیں ستجاد کی سلامتی کا ضرور یقین دلائیں گے اور یہ کہہ کر ٹالتے رہنے کی کوشش کریں گے کہ ستجاد جلد ہی رہا کیا جانے والا ہے۔ بہرحال اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"ستجاد کا کیا حال ہے؟"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے کافی کی پیالی خالی کی۔ اسے ایک طرف رکھا پھر ستجاد کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سو رہا تھا۔ اس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا کہ آج رات سونے سے پہلے دس بجے پھر ربی اسفندیار آیا تھا اور اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔

ربی اسفندیار سے پہلے میں ستجاد پر تنویمی عمل کر چکا تھا اور اس کے دماغ کے تہ خانے میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے اور ستجاد علی تیمور کا کوئی وجود نہیں ہے لہٰذا اب میں خیال خوانی یا تنویمی عمل کے دوران اس کو ستجاد کی حیثیت سے مخاطب نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے اس کی خوابیدہ سوچ میں کہا: "ربی اسفندیار نے تنویمی عمل کے دوران تجھ سے کیا پوچھا تھا؟"

اس کے خوابیدہ دماغ نے جواب دیا: "وہ مجھ سے پھر وہی سوال کر رہا تھا کہ کیا میں فرہاد علی تیمور ہوں؟ میں نے جواب دیا: میں فرہاد علی تیمور ہوں اور دنیا میں میرے سوا کوئی دوسرا فرہاد علی تیمور نہیں ہے۔"

"اس نے اور کیا سوال کیا؟"

"اس نے پوچھا، سونیا کہاں ہے؟ میں نے جواب دیا: میں یہاں قید میں ہوں۔ مجھے کیا معلوم کہ کون کہاں ہے؟ ایک خیال خوانی کا ذریعہ تھا جو مجھ سے چھن گیا ہے۔ اگر یہ ذریعہ پھر حاصل ہو جائے تو وہ دنیا کے جس حصے میں بھی ہو گی، میں اس کا سراغ لگا کر تبا سکوں گا۔"

ربی اسفندیار نے کہا: "سراغ لگانے کا ایک اور ذریعہ ہے۔ اعلیٰ بی بی تل ابیب پہنچ گئی ہے۔ کل صبح اس سے تمھاری ملاقات کرائی جائے گی۔ تم اس سے پوچھ سکتے ہو۔ رازدارانہ انداز میں معلوم کرنا ہے کہ سونیا کس مقصد کے لیے روپوش ہو گئی ہے۔ اعلیٰ بی بی یقیناً جانتی ہو گی۔" ستجاد کا خوابیدہ دماغ کہہ رہا تھا: میں نے ربی اسفندیار سے وعدہ کیا ہے کہ اعلیٰ بی بی سے جو معلومات حاصل ہوں گی، وہ میرے لاشعور میں محفوظ رہیں گی اور آئندہ تنویمی عمل کے دوران میں ربی اسفندیار کو وہ معلومات فراہم کر دوں گا۔

میں نے پھر ستجاد کی سوچ میں کہا: "ربی نے مجھ سے اور کیا پوچھا تھا؟"

"آخری بار اس نے سوال نہیں کیا بلکہ مجھے حکم دیا کہ میں خود کو ذہنی طور پر یہودیوں کی دوستی کی طرف مائل کروں۔ ان پر اعتماد کروں اور ان کے مقابلے میں کسی دوسرے کو ترجیح نہ دوں۔ خواہ وہ سپر ماسٹر ہو یا ماسک مین۔ میں نے وعدہ کیا ہے کہ میں یہودیوں سے دوستی کروں گا۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے مقابلے میں انھیں ترجیح دیتا رہوں گا۔ اس کے بعد اس نے مجھے تنویمی نیند سُلا دیا اور حکم دیا کہ میں صبح چھ بجے تک آرام سے سوتا رہوں۔"

میں نے پوچھا: "کیا میں قیدی کی حیثیت سے رکھا گیا ہوں یا مہمان کی حیثیت سے؟"

اس کے خوابیدہ دماغ نے جواب دیا: "میں مہمان کی حیثیت سے رکھا گیا ہوں۔ میرا بڑا خیال رکھا جا رہا ہے اور وہ قدم قدم پر مجھ سے دوستی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ مجھے کسی قسم کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیتے۔ جو چاہتا ہوں فوراً حاضر کر دیتے ہیں۔"

میں نے ٹیلی پیتھی کا رابطہ منقطع کیا اور واپس آ کر سونیا سے کہا: "سجاد خیریت سے ہے اور اس وقت تنویمی نیند سے گزر رہا ہے۔"

میں نے اسے ربی اسفندیار کے تنویمی عمل کے متعلق بھی تفصیل سے بتایا۔ اس نے کہا: "فرہاد! یہ ربی اسفندیار ایسا احمق تو نہیں ہے۔ اعلیٰ بی بی وہاں موجود ہے۔ اگر وہ سجاد پر تنویمی عمل کر سکتا ہے، تو اعلیٰ بی بی کو بھی اپنی معمولہ بنا کر میرے متعلق سوالات کر سکتا ہے۔"

"ہاں، وہ ایسا کر سکتا ہے۔ ٹھہرو ذرا میں اعلیٰ بی بی کی خبر تو لوں۔"

میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اسرائیل میں اس وقت صبح کے چار بجنے والے تھے۔ اعلیٰ بی بی گہری نیند میں تھی۔ اس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا کہ اس پر بھی تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ یہ میری پیش بینی تھی کہ میں نے۔ بی اسفندیار سے پہلے اعلیٰ بی بی پر بھی ہپناٹزم کا عمل کیا تھا۔ اس کے لاشعور سے یہ باتیں معلوم ہوئی تھیں کہ فرہاد علی تیمور پیرس میں ہے۔ اس کے تحت الشعور میں بھی یہ نقش ہو چکا تھا کہ فرہاد صرف ایک ہے اور وہ ان دونوں یہودیوں کی قید میں ہے۔

جو لوگ مستقل مزاج ہوتے ہیں۔ قوتِ ارادی کے مالک ہوتے ہیں اور مضبوط اعصاب رکھتے ہیں، ان پر تنویمی عمل ان کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ میں نے اعلیٰ بی بی کی رضامندی سے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے بعد وہ مجھے بھول گئی تھی اور صرف سجاد کو فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے یاد رکھے ہوئے تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا: "میں تو بڑے مضبوط اعصاب کی عورت ہوں پھر ربی اسفندیار نے مجھ پر تنویمی عمل کیسے کیا؟"

"میں دھوکا کھا گئی۔ میرے کھانے یا پینے کی کسی چیز میں کوئی ایسی دوا ملائی گئی تھی جس سے میرے اعصاب کمزور پڑ گئے تھے۔ میں ذہنی طور پر اپنے آپ کو کمزور سمجھ رہی تھی اور بے اختیار ہو رہی تھی۔ سونے کے دوران مجھ پر یہ عمل کیا گیا۔"

میں نے پوچھا: "ربی اسفندیار نے تنویمی عمل کے دوران کس طرح کے سوالات کیے؟"

وہ جواب دینے لگی: "وہ مجھ سے فرہاد علی تیمور کے بارے پوچھ رہا تھا۔ میں نے کہا: میں ایک ہی فرہاد علی تیمور کو جانتی ہوں، وقت یہودیوں کی قید میں ہے پھر اس نے سونیا کے متعلق سوال وہ کہاں روپوش ہو گئی ہے۔ میں نے لاعلمی ظاہر کی۔

ربی اسفندیار نے حاکمانہ لہجے میں کہا: تم میری معمولہ ہو لہٰذا سچ جواب دو۔ میں نے کہا: میں تمھاری معمولہ ہوں اور سچ سچ کہہ رہی سونیا مجھ سے یہ کہہ کر گئی تھی کہ رات کے کھانے تک اداروں سے آ جائے گی۔ وہ ہمارے ادارے کی ایک کار لے کر گئی تھی۔ اس کی وہ واپس نہیں آئی۔ رات کے گیارہ بجے مجھے تشویش ہوئی۔ میں مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی، کچھ نہ چلا پھر میرے ادارے کے جاسوس پیرس شہر میں پھیل گئے چلا، جس گاڑی میں وہ گئی تھی، وہ گاڑی مرجانہ کی والدہ سائرہ کے گھر کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ ان سے پوچھا گیا تو انھوں لاعلمی ظاہر کی۔

ہمارے ادارے کے جاسوس کو یقین نہیں آیا۔ سائرہ کہا۔ تم لوگوں کو آزادی ہے۔ میرے بنگلے کی تلاشی لے سکتے ہو نے تلاشی لی۔ واقعی سونیا کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ ہم سمجھ تو اسے اغوا کیا گیا ہے یا وہ اپنی مرضی سے کسی مقصد کی خاطر سوچ کر روپوش ہو گئی ہے۔"

ربی اسفندیار نے پوچھا: "کیا سونیا نے اپنی کسی لائن ایکشن کے متعلق ذکر کیا تھا؟"

"نہیں وہ بہت گہری ہے۔ اپنے سائے کو بھی اپنی کسی کے متعلق نہیں بتاتی ہے۔ صرف فرہاد کی ٹیلی پیتھی کے سامنے ہو جاتی ہے۔ ٹیلی پیتھی نہ ہو تو وہ فرہاد سے بھی چھپ کر چا چلتی رہے۔"

"کیا اس نے تمھارے سامنے سپر ماسٹر اور ماسک مین کی چارہ پھینکا تھا؟"

"ہاں، میرے ہی سامنے اس نے دونوں خطرناک تنظیمو سربراہ سے کہا تھا کہ ان میں سے جو بھی فرہاد کو زندہ سلامت لائے گا، وہ اس کی تنظیم کے لیے وقف ہو جائے گی، صرف دی میرے ادارے کے تمام لوگ بھی اس تنظیم کا ساتھ دیں گے۔"

ربی اسفندیار نے کہا: "اس مکار عورت کی کھوپڑی میں کا دماغ ہے۔ کمبخت نے بڑا کامیاب چارہ ڈالا تھا۔ اس کی

سے وہ دونوں تنظیموں کے سربراہ ہم سے بدک گئے۔ کچھ ہماری بھی غلطی تھی لیکن اس میں سونیا کی چال کا زیادہ ہاتھ ہے۔ اس کی وجہ سے ہمیں تل ابیب میں اتنے نقصان اٹھانے پڑے۔ اعلیٰ بی بی میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ تنویمی نیند مکمل ہونے کے بعد تم یہ باتیں بھول جاؤ گی۔ اور آئندہ ہپناٹزم کے عمل کے دوران تم پھر میری مطیع اور فرمانبردار معمولہ بن جاؤ گی۔ میں نے ربی اسفندیار سے وعدہ کیا کہ میں اس کی معمولہ بن جاؤں گی تب ربی اسفندیار نے کہا: تمھارے تل ابیب میں قیام کے دوران اگر تمھیں کبھی اس بات کا علم ہو کہ سونیا یہاں پہنچ گئی ہے اور فرہاد کی رہائی کے سلسلے میں تم سے تعاون چاہتی ہے تو تم یہ راز مجھے فوراً بتا دو گی۔"

اعلیٰ بی بی نے ربی سے وعدہ کیا کہ سونیا جب بھی تل ابیب آئے گی اور مجھ سے رابطہ قائم کرے گی تو وہ ربی اسفندیار کو معمولہ بننے کے دوران اس کا پتا ٹھکانہ بتا دے گی۔"

آخر میں ربی نے حکم دیا کہ میں یہودیوں کو اپنا دوست سمجھتی رہوں گی اور سپر ماسٹر اور ماسک مین کے مقابلے میں یہودیوں کو ترجیح دیتی رہوں گی۔ یہ بات میرے دماغ میں ہمیشہ رہا کرے گی اور میں یہودیوں سے متاثر ہوتی رہوں گی۔

اعلیٰ بی بی نے تسلیم کیا کہ میں اس کے حکم کی تعمیل کروں گی اور یہودیوں سے متاثر ہوتی رہوں گی۔ اس کے بعد اس نے صبح چھ بجے تک مجھے آرام سے سونے کا حکم دیا اور میں اب تک سوتی رہی۔"

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر اسے اعلیٰ بی بی کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر کہنے لگی: "یعنی میرے روپوش ہونے کی بات یہودیوں تک پہنچ گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے آدمی پیرس میں مجھے ہر جگہ تلاش کر رہے ہوں گے۔"

"ہاں، جس یہودی لڑکی ریٹا کے روپ میں تم اسرائیل جانا چاہتی تھیں، اس کے باپ نے یہاں کا ہال تنظیم کی برانچ سے رابطہ قائم کیا تھا اور تمھارے متعلق بتا دیا تھا۔"

"فرہاد تم ذرا ریٹا کے دماغ میں جھانک کر دیکھو۔ ان لوگوں نے ضرور میرے متعلق معلومات حاصل کی ہوں گی۔"

میں فوراً ہی ریٹا کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے دماغ نے بتایا کہ چند یہودی ان کے ہاں آئے تھے اور اس کے باپ کو ایک طرف لے جا کر کچھ باتیں کر رہے تھے۔ میں اس کے باپ کے پاس پہنچ گیا۔ یہودی بھلا اپنے بھائیوں کا راز کسی کو کب بتاتے ہیں۔ میں اس کی سوچ کو گرید نے لگا۔ وہ میری مرضی کے مطابق سوچنے لگا: "ہاں یہاں کی ہال تنظیم کا سربراہ میرے پاس آیا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ کرنیا نے ہم سے دوبارہ رابطہ قائم نہیں کیا ہے اور نہ ہی ریٹا کے پاسپورٹ اور اہم کاغذات کا مطالبہ کیا ہے تو وہ کہنے لگا۔ یقیناً وہ ہوشیار ہو گئی ہے اور شاید اب کسی دوسرے روپ میں تل ابیب پہنچنا چاہتی ہے۔

سربراہ کے نائب نے کہا: سونیا کا تمام ریکارڈ ہمارے سامنے ہے۔ یہ سبھی جانتے ہیں کہ وہ کوئی بھی چال چلنے سے پہلے ہر پہلو سے اس کا جائزہ لیتی ہے۔ کیا اس نے یہ نہیں سوچا ہو گا کہ اگر وہ کسی بھی روپ میں جائے لیکن وہ عارضی میک اَپ ہو گا اور وہ اینٹی میک اَپ کیمرے کے ذریعے پہچان لی جائے گی؟"

سربراہ نے کہا: "ہاں، وہ چال چلنے سے پہلے اچھی طرح ہر پہلو پر غور کر لیتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ عارضی میک اَپ میں نہیں، مستقل میک اَپ میں جائے گی اور مستقل میک اَپ سرجری کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے۔"

اس کے نائب نے کہا: "سر! مستقل میک اَپ یعنی چہرے کی سرجری یوں تو کتنے ہی ڈاکٹر کر سکتے ہیں لیکن ان کا ڈاکٹر دوست پیرس میں صرف ایک ہے۔"

میں یہ باتیں ریٹا کے باپ کے دماغ سے معلوم کر رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ہال تنظیم کی برانچ کا سربراہ اور اس کا نائب اتنی باتیں کرنے کے بعد وہاں سے چلے گئے۔ کہاں گئے؟ یہ ریٹا کا باپ نہیں جانتا تھا لیکن میں سمجھ گیا۔ یقیناً وہ ڈاکٹر شیفرڈ کو گھیرنے والے تھے۔ میں نے اس کے دماغ سے معلوم کیا کہ وہ کب آئے تھے۔ پتا چلا، صرف پندرہ منٹ پہلے کی بات ہے۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ اس وقت رات کے دو بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے یعنی دشمن سونیا کو تلاش کرنے کے لیے دن اور رات کو رات نہیں سمجھ رہے تھے۔ اتنی رات کو وہ ریٹا کے باپ سے معلومات حاصل کرنے آئے تھے تو یقیناً اسی وقت ڈاکٹر شیفرڈ کے پاس پہنچ سکتے تھے۔ دوسرے ہی لمحے میں ڈاکٹر کے پاس پہنچ گیا۔

وہ ابھی بخیریت تھا۔ اس کا مطلب تھا، ریٹا کے مکان سے ڈاکٹر شیفرڈ کے مکان کا فاصلہ بہت طویل ہے۔ پندرہ منٹ میں دشمن وہاں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ان سے پہلے میں وہاں پہنچ گیا۔ وہ سو رہا تھا۔ میں نے کہا: "ڈاکٹر! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ آپ بیدار ہو جائیں۔"

وہ بیدار ہو گیا۔ پہلے تو آنکھیں کھول کر سوچتا رہا کہ آنکھ کیسے کھل گئی۔ میں نے پھر مخاطب کیا: "میں فرہاد ہوں اور بہت ضروری کام سے آیا ہوں۔"

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا: "کیا بات ہے؟"

"دشمن سونیا کو تلاش کر رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ اس یہودی لڑکی ریٹا کے روپ میں اسرائیل جانے والی تھی۔ چونکہ اب تک وہ روپوش ہے۔ اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔ اس لیے وہ ریٹا کے

باپ کے پاس گئے تھے میرا اندازہ ہے، اب وہ آپ کی طرف آ رہے ہوں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

"میں آپ کے ہاں جس بیڈروم میں تھا، وہاں میز کی ایک دراز میں وہی کیسٹ رکھا ہوا ہے جس کا تعلق ایزل ہارڈی سے ہے۔ آپ اس کیسٹ کو نکال کر فانوس کے اوپر رکھ دیں تاکہ انھیں ایزل ہارڈی کے متعلق اور نہ ہی ہمارے متعلق کوئی ثبوت مل سکے۔"

اس نے میرے مشورے پر فوراً عمل کیا پھر کہا: "اگر کوئی اتنی رات کو آئے تو میں ملنے سے انکار کر سکتا ہوں۔ کوئی زبردستی ملنے پر مجھے مجبور نہیں کر سکتا۔ اب رہا یہ کہ وہ زبردستی مقفل دروازے کو کھول کر آئیں تو میں ان سے بات کروں گا۔ تم ان کے دماغوں میں پہنچ کر انھیں کسی طرح کی دھاندلی سے باز رکھ سکتے ہو؟"

"ویسے تو میں بہت کچھ کر سکتا ہوں لیکن میری ٹیلی پیتھی کا راز فاش ہو جائے گا۔ اگر آپ اس وقت ان سے نہیں ملیں گے تو وہ کسی اور وقت آپ کو ٹریپ کریں گے۔ پتا نہیں وہ کون سا وقت ہوگا اور میں آپ سے رابطہ قائم کر سکوں گا یا نہیں۔ ابھی میں ایک بہت ہی پُرسکون ماحول میں ہوں۔ کوئی مصروفیت نہیں ہے۔ آپ کے ساتھ جو کچھ پیش آئے گا میں اس میں برابر شریک رہوں گا۔ اپنے آپ کو ظاہر تو نہیں کر سکوں گا نہ ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے انھیں نقصان پہنچا سکوں گا مگر دیکھوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں۔"

ہماری باتوں کے دوران فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اُٹھا کر کہا: "ہیلو؟"

ڈاکٹر کا چوکیدار مین گیٹ سے فون کے ذریعے مخاطب کر رہا تھا: "جناب! چار پولیس والے آئے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"ریسیور پولیس آفیسر کو دو۔"

تھوڑی دیر بعد پولیس آفیسر کی آواز سنائی دی: "ہیلو ڈاکٹر! مجھے افسوس ہے کہ میں ایک اہم معاملے میں آپ کی نیند خراب کر رہا ہوں۔ چند ضروری سوالات ہیں۔ اس کے بعد چلا جاؤں گا۔"

"کیا آپ فون کے ذریعے سوالات نہیں کر سکتے؟"

"نہیں، ایک بہت ہی خطرناک مجرم اِدھر آیا ہے۔ ہم اطمینان کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کسی راستے سے آپ کے بنگلے میں داخل تو نہیں ہوا۔"

میں نے ڈاکٹر سے کہا: "یہ بہانے بازی ہے۔ بہرحال انھیں اندر آنے دیجیے۔"

ڈاکٹر نے کہا: "اچھی بات ہے۔ ریسیور میرے چوکیدار کو دیجیے۔"

اس نے چوکیدار سے کہہ دیا کہ انھیں اندر آنے کی اجازت دے۔ پھر اپنے بنگلے کے بیرونی دروازے کے پاس جا کر اسے کھول دیا۔

دو پولیس والے اندر داخل ہوئے۔ ڈاکٹر نے دروازے کو بند کر دیا پھر کہا: "آیئے تشریف رکھیے۔"

ایک نے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا: "ہم تشریف رکھنے نہیں آئے ہیں۔ بہتر یہ ہے تم خاموشی سے یہاں بیٹھ اور ہمارے سوالوں کا صحیح جواب دو۔"

ڈاکٹر خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ دوسرے نے پوچھا: "اس بنگلے میں اور کون ہے؟"

"کوئی نہیں ہے۔ تم چاہو تو ایک ایک کمرہ دیکھ سکتے ہو۔"

ایک شخص ڈرائنگ روم سے نکل کر دوسرے کمروں کی طرف جانے لگا۔ ریوالور والے نے پوچھا: "سونیا اِدھر آئی تھی؟"

"میں نے مادام سونیا کو کافی عرصے سے نہیں دیکھا ہے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"میں اپنے سچ کا یقین نہیں دلا سکتا۔"

"ہم سچ اُگلوانا جانتے ہیں۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ اس کا ساتھی ڈرائنگ روم میں واپس آ کر بولا: "کسی کمرے میں کوئی نہیں ہے اور نہ ہی کسی کی موجودگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔"

ریوالور والے نے کہا: "اس کا مطلب ہے سونیا کو کسی دوسری جگہ پلاسٹک سرجری کے لیے چھپایا گیا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا: "آپ کیا سمجھ کر یہاں آئے ہیں۔ کچھ مجھے بھی سمجھائیں؟"

"ابھی سمجھ میں آ جائے گا۔ اتنی دیر سے ہم تمھیں صرف ڈاکٹر کہہ رہے ہیں۔ تمھارے نام سے تمھیں مخاطب نہیں کر رہے ہیں لہٰذا اب تمھی بتاؤ کہ تمھیں ڈاکٹر میکی براڈلے کہا جائے یا شیفرڈ؟"

ڈاکٹر نے چونک کر انھیں دیکھا۔

ریوالور والے نے مسکراتے ہوئے کہا: "تمھارا پیدائشی نام شیفرڈ ہے۔ ہم تمھارے ماضی کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔ تمھاری کم سنی کے دور میں تمھارے ساتھ ایسے حالات پیش آئے کہ تم ڈاکٹر بننے کے دوران اپنا نام تبدیل کر کے میکی براڈلے بن گئے لیکن جرائم کی دُنیا میں رہنے والے ہم جیسے لوگ تمھاری اصلیت کو خوب جانتے ہیں۔"

اس کے ساتھی نے کہا: "ڈاکٹر شیفرڈ، تمھارا بچپن یقیناً بڑا رنگین اور سنگین تھا۔ تم اس بڑھاپے میں بھی خوب صورت نظر آتے ہو۔ اوائل عمر میں تو نہایت ہی حسین تھے۔ اتنے حسین کہ اپنی آمدنی کے لیے تم لڑکی کے روپ میں ڈمی بن کر شوکیس میں کھڑے رہتے تھے۔ اس کا بھی اچھا خاصا معاوضہ ملا کرتا تھا۔"

ریوالور والے نے ہاتھ اُٹھا کر اپنے ساتھی کو آگے کہنے سے منع کیا پھر کہا: "ہمیں ان باتوں سے کوئی مطلب نہیں ہے کہ تمھارا ماضی کیا تھا، تم خود بتاؤ ہم تمھیں میکی براڈلے کہیں یا شیفرڈ؟ اگر تم نے سونیا کا پتا نہ بتایا اور ہمیں اس کے پاس نہ پہنچایا تو ہم تمھیں شیفرڈ کہیں گے اور شیفرڈ کا ماضی پھر بے نقاب کر دیں گے۔ یہ نہ سمجھو کہ پیرس کے شیفرڈ کا ماضی موس ٹرونی نے تمھیں بلیک میل کرنا چاہا تھا لیکن ایک سابقہ ماسٹر موس ٹرونی نے تمھیں بلیک میل کرنا چاہا تھا لیکن ایک سابقہ ماسٹر موس ٹرونی نے تمھیں بلیک میل کرنا چاہا تھا لیکن بلیک میلنگ کے تمام اہم کاغذات اور دیگر ثبوت ضائع فرہاد نے بلیک میلنگ کے تمام اہم کاغذات اور دیگر ثبوت ضائع کر دیے تھے اور تم فرہاد کے اب تک بے دام غلام بنے ہوئے ہو۔ ثبوت تمام کے تمام ضائع نہیں ہوتے۔ کچھ دوسروں کے پاس بھی رہ جاتے ہیں اور ہمارے پاس بھی کچھ ہیں۔"

اس کی باتوں کے دوران میں نے اس کے چور خیالات پڑھ لیے تھے۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا: "یہ کہو اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

ریوالور والا کہہ رہا تھا: "تم جس کے بے دام غلام بنے ہوئے ہو وہ ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گیا ہے۔ اب وہ معمولی سا آدمی ہے جو ہم یہودیوں کے رحم و کرم پر ہے۔ وہ تمھاری مدد نہیں کر سکے گا۔ سیدھی طرح بتا دو، سونیا کہاں ہے؟"

"میں کہہ چکا ہوں، میں کچھ نہیں جانتا۔ اگر جانتا تو ضرور بتا دیتا۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ اب فرہاد کی طرف سے مدد کی اُمید نہیں ہے میں تم لوگوں کے سامنے بے دست و پا ہوں۔ یا تو تم مجھے قتل کر دو یا پھر میری بات کا یقین کر لو۔"

"اگر تم نے سونیا کا پتا نہیں بتایا تو ہم تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"کیا کسی قصور، کسی جرم کے بغیر مجھے مارنا چاہتے ہو؟ جب کہ میں نے تم لوگوں کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ ہاں، ماضی میں میری فرہاد علی تیمور سے اچھی خاصی دوستی رہی ہے۔ کسی سے دوستی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں بھی اس کی طرح تم لوگوں کا دشمن ہوں۔"

ریوالور والا آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈاکٹر کے قریب آیا۔ اس کے ساتھی نے ڈاکٹر کے دونوں ہاتھوں کو پیچھے سے جکڑ لیا۔ دوسرے نے اپنی جیب سے سائلنسر نکالا پھر اسے ریوالور کی نال پر لگانے لگا۔ اس کے بعد اس نے ریوالور کو ڈاکٹر کی کنپٹی سے لگا دیا اور کہا۔ "میں تین تک گنوں گا۔ تین کہنے کے بعد تم اس دُنیا میں نہیں رہو گے۔ سونیا کہاں ہے؟ ایک۔۔۔۔"

ڈاکٹر ذرا سہما ہوا تھا لیکن حوصلے سے کام لے رہا تھا۔ میں نے کہا: "میں اس کے دماغ کو اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔ یہ آپ کو قتل نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں کریں گے، یہ ابھی خود ہی اُگلنے والے ہیں۔"

ڈاکٹر ڈھٹائی سے بیٹھا رہا۔ ریوالور والے نے کہا: "ڈاکٹر! تم بہت باکمال ہو۔ اپنی صلاحیتوں سے بے انتہا دولت حاصل کرتے رہتے ہو۔ یہ دُنیا، یہاں کی رنگینیاں، اس ارضی جنت کا تمام حسن ابھی ایک پل میں تم سے چھین لیا جائے گا۔ تم مُردہ ہو جاؤ گے۔ کس لیے ہو جاؤ گے۔ صرف ایک سونیا جیسی عورت کے لیے جس کی اب کوئی اہمیت نہیں ہے۔ جب فرہاد ہمارے دام میں آ گیا تو سونیا کب تک آزاد رہے گی۔ کب تک کسی خفیہ پناہ گاہ میں رہے گی۔ بہتر ہے ہمارے دوست بن جاؤ۔ سونیا تمھارے کسی کام نہیں آئے گی۔ ہمیں بتا دو، وہ کہاں ہے۔ میں گن رہا ہوں۔ دو۔۔۔۔"

اب تین کہنا باقی رہ گیا تھا۔ اگر میں ڈاکٹر کو یقین نہ دلاتا تو وہ دہشت زدہ رہتا۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ کر کہہ سکتا ہوں کہ پھر بھی وہ ہمارا راز فاش نہ کرتا۔ جان قیمتی کا حوصلہ اس میں تھا۔ بہرحال ریوالور والے نے تین نہیں کہا۔ اس کے ساتھی نے کہا: "میرا مشورہ ہے، ڈاکٹر کو ابھی نہ مارو۔ اس لیے کہ سونیا اس کی پناہ میں ہو گی تو اس کی پلاسٹک سرجری کے لیے ڈاکٹر کبھی نہ کبھی اسے اٹینڈ کرنے کے لیے جائے گا۔ ہم اس پر کڑی نظر رکھیں گے۔ دن رات اس کے پیچھے لگے رہیں گے۔ دیکھتے ہیں کہ سونیا کی پلاسٹک سرجری کیسے ہوتی ہے۔ کسی نہ کسی طرح تو ان دونوں کے درمیان رابطہ قائم ہو گا۔ چلو، ابھی وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے۔"

ریوالور اس کی کنپٹی سے ہٹا لیا گیا۔ وہ دونوں پیچھے ہٹ کر بولے: "ڈاکٹر! ابھی زندگی کے کچھ دن تمھارے مقدر میں لکھے ہوئے ہیں۔ ٹھیک ہے جی لو۔ سانس لے لو۔ اس دُنیا کے رنگ و حُسن کو اچھی طرح دیکھ لو۔ جس دن ہمیں معلوم ہوا کہ سونیا سے تمھارا رابطہ قائم ہوا ہے اور تم اس کی پلاسٹک سرجری کر رہے ہو، وہ دن تمھاری زندگی کا آخری دن ہو گا۔"

وہ وہاں سے چلے گئے۔ ڈاکٹر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس آ کر دیکھا۔ گیٹ کے باہر اور دو آدمی تھے جو سپاہیوں کی وردی میں تھے۔ وہ چاروں ایک جیپ میں بیٹھ کر چلے گئے۔ ڈاکٹر نے دروازے کو اندر سے مقفل کر لیا۔ میں نے کہا: "ڈاکٹر! اب تو آپ مطمئن ہیں؟"

"تھینک یو فرہاد! اگر تم نہ ہوتے تو یہ مجھے بہت ہی زیادہ دہشت زدہ کرتے۔ اس کے باوجود میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سونیا کے متعلق کبھی انھیں نہ بتاتا۔ چاہے یہ مجھے قتل کر دیتے۔"

"آپ اپنی زبان سے یقین نہ دلائیں۔ میں آپ کے خیالات پڑھ چکا تھا۔ آپ واقعی بہت مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہیں۔ آپ میری خاطر خلصے پریشان ہوتے رہتے ہیں۔ میں آپ کی اس دوستی اور محبت کو کبھی نہیں بھلا سکوں گا۔ اچھا اجازت دیجیے۔ میں جا رہا ہوں۔ آپ بے کھٹکے آرام سے سو جائیں۔"

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر اسے تمام حالات بتائے۔ وہ سننے کے بعد بولی: "ان یہودیوں کو یہاں ٹھکانے لگانا ہی ہو گا۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"یہاں میری طرف سے دہشت طاری ہونی چاہیے وہ نہ تم ٹیلی پیتھ پہنچنے کے بعد مصروف ہو جائیں گے تو بار بار ڈاکٹر کی طرف توجہ نہیں دے سکیں گے اور وہ بے چارہ ہماری عدم موجودگی میں بے موت مارا جائے گا۔"

"مجھے اس بات کا خیال ہے۔ دشمن تمہیں ڈھونڈ نکالنے میں ناکام ہوں گے تو جھنجلا کر اسے قتل کر دیں گے۔"

"کیا تمہیں نیند آ رہی ہے؟"

"نہیں۔ میں تو جاگنے کا عادی ہوں۔"

"چلو، ذرا اُن سے نمٹ لیا جائے۔"

"کیوں نہ ہم دوسروں کو آلۂ کار بنا کر اُن سے انتقام لیں۔"

"تم ایسا کر سکتے ہو لیکن تمہیں ٹیلی پیتھی کا سہارا لینا پڑے گا۔ میں پہلے بھی سمجھا چکی ہوں، خیال خوانی کا استعمال کم سے کم کرو۔ جب ہمارے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں۔ ہم تفریحاً باہر جا سکتے ہیں اور ہمیں نیند نہیں آ رہی ہے تو چلو کچھ نہ کچھ کر گزریں۔۔۔۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو مجبوراً ٹیلی پیتھی کو ہتھیار بنایا جائے گا۔"

ہم وہاں سے نکل آئے۔ میں نے باہر آ کر کہا۔ "جب ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہیں کریں گے تو کوئی دوسرا ہتھیار ہمارے پاس ہونا چاہیے۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ دشمن کا جوتا دشمن کے مُنہ پر ہی ماریں گے۔"

میں ہتھیاروں کے بغیر بہت سے ہتھکنڈے جانتا تھا لیکن سونیا کے مُنہ سے ایسی باتیں سُن کر مجھے خوشی ہوتی تھی۔ اس کے عزائم اس کی ہمت اور اس کا طریقۂ کار ایسا تھا کہ وہ تنہا اپنی مہم پر روانہ ہو سکتی تھی لیکن تنہائی کیوں جب کہ ہم قدم قدم ساتھ رہنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ کچھ آگے جا کر ایک پارکنگ ایریا میں بہت سی کاریں نظر آئیں۔ ایک اور کار وہاں آ کر رُکی۔ اس وقت تک ہم اس کے قریب پہنچ گئے تھے۔ کار والا دروازہ کھول کر نکل رہا تھا مگر بُری طرح ڈگمگا رہا تھا۔ نشے کی حالت میں تھا۔ میرا اس کا سامنا ہوا تو اس نے مجھے نظر انداز کیا۔ سونیا کو دیکھ کر ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا۔ "ہیلو سوئٹی! ہاؤ آر یو؟"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "فائن۔ معلوم ہوتا ہے شراب تمہارے لیے پانی ہے۔ اس قدر نشے کی حالت میں بھی کار ڈرائیو کرتے ہو؟"

وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ "ارے یہ کیا ہے۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ دیکھو سامنے بار ہے۔ میں دو چار پیگ اور چڑھانے جا رہا ہوں۔ کیا تم میرا ساتھ دو گی؟"

سونیا نے اسٹیئرنگ میں لگی ہوئی چابی کو دیکھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "اسے ذرا لے کر آگے بڑھو۔ میں چابی نکال لیتا ہوں۔"

اس نے وہی کیا۔ اسے لے کر آگے بڑھی۔ میں نے چابی نکالی لی پھر تیزی سے آگے بڑھ کر سونیا کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ "تمہیں شرم نہیں آتی۔ مجھے چھوڑ کر اس کے ساتھ جا رہی ہو۔"

"میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ یہ کیسی قدر پیتے اور برداشت کرتا ہے۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چلو میرے ساتھ۔"

میں اسے کھینچتے ہوئے لے جانے لگا۔ وہ شرابی آگے بڑھ کر مجھے روکنا چاہتا تھا لیکن لڑکھڑا کر گرتے گرتے سنبھل گیا۔ میں نے کہا۔ "جاؤ، کسی اور کو تلاش کر لو۔"

اس نے جھومتے ہوئے گنگنانے کے انداز میں کہا۔ "تم بھی اور سہی۔ اور نہ سہی اور سہی۔"

یہ کہہ کر وہ بار کی طرف چلا گیا۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو ہم کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ سونیا نے اسٹیئرنگ سنبھالا۔ کار اسٹارٹ کی پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔ میں نے اس شرابی کو سنبھال لیا۔ وہ بار میں پہنچنے کے بعد ایک پیگ طلب کر رہا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "ون ڈبل۔" پانچ منٹ کے بعد ہی اس کے سامنے ڈبل پیگ آ گیا۔ وہ چسکی لے کر پینا چاہتا تھا۔ جب اس نے جام کو ہونٹوں سے لگایا تو میں نے اسے ایک ہی سانس میں ختم کر دینے پر مجبور کر دیا۔ پینے کے بعد وہ ذرا چکرایا لیکن میں نے آہستگی سے جام کو میز پر رکھ کر اس کے ذریعے کہا۔ "ون مور ڈبل پلیز۔"

اس کے لیے پھر ڈبل پیگ آ گیا۔ میں نے پھر اسے پلا دیا۔ جب اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو اس کا سر چکرا رہا تھا۔ بار کے در و دیوار اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم رہے تھے۔ ہر شخص دھندلا نظر آ رہا تھا۔ وہ یقیناً زیادہ پینے کا عادی تھا لیکن اس وقت کچھ زیادہ ہی ہو گیا تھا۔ میں نے پھر تیسری بار ڈبل پیگ منگوایا تاکہ کچھ اور زیادہ ہو جائے۔ تیسرے پیگ کے بعد اس کی حالت غیر ہو گئی۔ وہ اب ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔ جب مجھے اطمینان ہو گیا تو میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اب نہ تو وہ اپنا نام اور پتا صحیح طریقے سے بتا سکتا تھا اور نہ ہی کسی کے سامنے اپنی اس کار کا ذکر کر سکتا تھا۔ صبح ہونے تک ہم خود ہی اس کار سے الگ ہو جاتے۔

میں نے سونیا کے پاس حاضر ہو کر کہا۔ "اب اس کار والے کی طرف سے خطرہ نہیں ہے۔ وہ تھوڑی دیر بعد اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جائے گا۔"

"میں ریٹا کے گھر کی طرف جا رہی ہوں۔ تم اس کے باپ کو اس طرح گھر سے نکالو کہ کسی کو اس کا علم نہ ہو۔"

میں ریٹا کے باپ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سو رہا تھا۔

اچانک اس نے آنکھ کھول دی۔ اس نے چپ چاپ اپنے بستر سے اُٹھ کر آس پاس دیکھا۔ پاس ہی اس کی بیوی سو رہی تھی۔ دوسرے کمرے میں ریٹا سویا کرتی تھی۔ وہ آہستگی سے اُٹھ گیا پھر آہستگی سے دروازہ کھول کر باہر آیا۔ بیرونی دروازے کو کھول کر مکان سے نکل گیا۔ میں نے اسے باہر سڑک پر پہنچا کر سونیا سے کہا۔ "میں نے اسے گھر کے سامنے والی سڑک پر پہنچا دیا ہے۔"

"ہم بھی وہاں پہنچ رہے ہیں۔ میں اس کے سامنے گاڑی روکوں گی تم پچھلی سیٹ پر چلے جانا اور اسے میرے برابر بٹھا دینا۔"

میں پھر اس بوڑھے کے دماغ میں پہنچا۔ اس وقت تک وہ حیران و پریشان سوچ رہا تھا کہ بستر سے اُٹھ کر باہر کیسے آ گیا۔ اس کے بعد یکلخت اس کی یہ سوچ ختم ہو گئی کیوں کہ میں دوبارہ اس کے دماغ پر قابض ہو گیا تھا۔ جیسے ہی سونیا نے کار اس کے قریب روکی، میں اگلی سیٹ سے اُتر کر پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔ وہ اگلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ دروازے کو اس نے خود ہی بند کیا۔ پھر کار اسٹارٹ ہو گئی۔ اس وقت تک سونیا نے اپنے چہرے کو اسکارف کے ذریعے چھپایا تھا۔ صرف آنکھیں کھلی رکھی تھیں تاکہ ڈرائیو کر سکے۔ میں نے کہا۔ "میں اس کے دماغ سے نکل چکا ہوں۔"

اس وقت وہ کار میں بیٹھا، کبھی اپنے آپ کو اور کبھی اپنے پاس ڈرائیو کرنے والی عورت کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا۔ "تم کون ہو۔ میں کہاں ہوں؟"

"تمہارے پاس موت بیٹھی ہوئی ہے۔ کیا تم مجھے میری آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

وہ ہکلا کر کہنے لگا۔ "تت۔۔۔۔ تم سو۔۔۔۔ سونیا۔ مادام سونیا۔"

وہ بولی۔ "سونیا اس عورت کا نام ہے جو نرم دل ہے اور مظلوموں کے کام آتی ہے۔ کبھی تم مظلوم تھے۔ دشمن تمہاری جان کے پیچھے تھے۔ تمہارے کام آنے والی سونیا اب نہیں رہی۔ اب تمہارا کام تمام کرنے والی ایک سنگدل عورت تمہارے پاس بیٹھی ہے۔"

وہ دہشت زدہ ہو کر، تھر تھر کانپتے ہوئے بولا۔ "مجھے معاف کر دو۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں تو۔"

"ہاں، تم تو یہودی ہو۔ یہودیوں کے وفادار ہو۔ بھلا تم اپنے احسان کرنے والوں کے ساتھ دوستی نباہنا کیا جانو۔ تم صرف میری مخالفت کرتے۔ میرے خلاف سازش کرتے تو شاید تمہیں نظر انداز کر دیتی لیکن تمہاری وجہ سے ڈاکٹر شیفرڈ کی زندگی خطرے میں ہے اور نہ جانے مجھ سے تعلق رکھنے والے کون کون سے لوگ صرف اس لیے مارے جائیں گے کہ ان پر سونیا کو پناہ دینے کا شُبہ کیا جائے گا۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ سونیا نے سخت لہجے میں کہا۔ "کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خاموش رہو اور سامنے دیکھتے رہو۔"

اس نے گھبرا کر پیچھے میری جانب دیکھا جیسے میں اسے ہلاک کرنے والا ہوں۔ سونیا نے کہا۔ "میں کہہ رہی ہوں، سامنے دیکھو۔ میرے ذریعے جو موت آتی ہے وہ کبھی پیچھے سے نہیں آتی۔ سامنے سے ہی آئے گی۔"

وہ سامنے دیکھنے لگا۔ سڑک کے اطراف روشن قمقمے تھے۔ وہ پیرس کی اس سڑک کو آخری بار دیکھ رہا تھا اور خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ معافی مانگ رہا تھا۔ التجا کر رہا تھا گڑگڑا رہا تھا۔ میں کاہل تنظیم کی برانچ کے اس سربراہ کے پاس پہنچ گیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ صبح تک سونیا کو تلاش کرتے رہیں گے لیکن وہ تھک گئے تھے۔ ذرا نیند پوری کرنے کے بعد صبح اس کی تلاش میں نکلنے والے تھے۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا۔ "کوئی بڑی قوت کا ایسا ٹائم بم ہے جو ایک دھماکے سے کاہل تنظیم کے برانچ آفس کو بالکل تباہ کر دے؟"

اس کے دماغ نے میری رہنمائی کی۔ میں ٹیلی پیتھی کو راز میں ہی رکھنا چاہتا تھا۔ صرف ایسے لوگوں کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا جو ٹیلی پیتھی کا راز فاش کرنے کے لیے زیادہ دیر زندہ نہیں رہنے والے تھے۔ اس وقت وہ اور اس کا نائب اسی دفتر کے ایک آرام دہ کمرے ۔۔۔۔ میں بے فکر سو رہے تھے۔ سونیا کی تلاش کا کام فی الحال ماتحتوں پر چھوڑ دیا تھا۔ وہ نیند کی حالت میں اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بستر سے اُتر کر چلتا ہوا دفتری کمرے سے گزرتا ہوا ایک اسٹور روم میں پہنچا۔ وہاں ان کے ضروری فائل اور دوسرے ریکارڈز رکھے ہوئے تھے۔ وہیں ایک چور خانے میں ٹائم بم اور کچھ آتشی اسلحہ رکھے ہوئے تھے جو کسی ہنگامی حالت میں استعمال کرنے کے لیے تھے۔ اس نے اس میں سے ایک بڑی قوت کا ٹائم بم نکالا۔ اس بم کی اوپری سطح پر ایک گھڑی نما ڈائل تھا اور ایک سُرخ کا نٹا نظر آ رہا تھا۔ اس نے اس گھڑی میں آدھے گھنٹے کا وقت مقرر کر دیا پھر اسے وہیں اسٹور روم میں ایک ریک کے اوپر رکھ دیا پھر میں اسے دفتری کمرے میں لے آیا۔ وہ ایک میز پر بیٹھ کر ایک کاغذ پر لکھنے لگا۔

"وہ آ گئی ہے۔ اس وقت میرے سامنے مجسم موت بنی کھڑی ہوئی ہے۔ اس کا حکم ہے کہ میں یہ خط لکھوں اور قبر بی لیٹر بکس میں اسے ڈال آؤں تاکہ معلوم ہو کہ یہ بلا روکنے سے رُکنے والی نہیں ہے۔ یہ ہمارے بڑوں سے بڑوں تک بھی پہنچے گی اور اسی طرح موت کے کاغذ پر دستخط کرائے گی جس طرح ہمارے بڑے ایک بے گناہ کی موت کے لیے کاغذات پر دستخط کرا رہے ہیں۔ میں اپنی موت کے لیے اس کاغذ پر پہلا دستخط کر رہا ہوں۔"

یہ موت جو میرے سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ میں اس کا نام نہیں لے سکتا۔ بس اتنا کہہ سکتا ہوں۔ شمی اِزاے تھنڈر بولٹ فرام

دی ہو۔ (وہ نیلے آسمان سے لپکنے والی ایک بجلی ہے) فقط۔"

اتنا لکھ کر اس نے نیچے اپنے دستخط کر دیے۔ اس کا غذ کو تہہ کیا۔ اسے ایک لفافے میں رکھا اور اس پر پتا لکھنے لگا۔ اس کی سوچ نے مجھے بتا دیا تھا کہ یہودیوں کو کسی اہم معاملے سے نمٹنا ہوتا ہے یا کسی طرح کی امداد حاصل کرنا ہوتی ہے تو وہ اپنے یہودی سرمایہ داروں سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ میں نے اس لفافے پر یہودی جے پاکر کا پتا لکھوا دیا۔ وہ وہاں سے نکلا۔ اپنے دفتر سے باہر آیا۔ اس نے تھوڑی دور جانے کے بعد اس لفافے کو ایک لیٹر بکس میں ڈال دیا۔ پھر واپس آنے لگا۔ اس وقت تک سونیا کی گاڑی اس دفتر کے سامنے پہنچ گئی تھی۔ اس نے کار کو روک کر سر گھماتے ہوئے میری جانب دیکھا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر اشارے سے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ پھر اس کا ہال تنظیم کی برانچ کے سربراہ کو اسی دفتر کے آرام دہ کمرے میں میز پر لے جا کر سونے کے لیے ٹی دیا۔ اس نے آنکھیں بند کیں پھر سو گیا۔

میں نے سونیا کو سوچ کے ذریعے وہ تمام باتیں بتا دیں۔ اسے پتا چل گیا کہ میدان کس طرح ہموار کر دیا گیا ہے پھر میں نے کہا: "کیا ضروری ہے کہ تم جاؤ۔ ہاتھا پائی کروا دو۔۔۔؟"

وہ میری بات کاٹ کر بولی: "ہاتھا پائی کے بغیر میرا دل نہیں مانے گا۔ میں ان کی پٹائی کرنا چاہتی ہوں۔"

"تمھاری مرضی ہے ورنہ ایک ٹائم بم سے سبھی کا کام تمام ہو سکتا ہے۔"

وہ کار سے اتر گئی پھر دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اس نے ریٹا کے باپ کو گریبان سے پکڑ کر کھینچا۔ اسے دھکا دیتی ہوئی دفتر کے اندر چلی گئی۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "جلد ہی ان سے نمٹ لینا۔ صرف پچیس منٹ بلاسٹنگ کے لیے رہ گئے ہیں۔"

میں کار سے باہر آیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس دفتر کے سامنے والے کمرے میں پہنچ گیا اور ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا سونیا اس وقت تک اس کمرے میں پہنچ گئی تھی جہاں وہ کا ہال تنظیم کی پیرس کی شاخ کا سربراہ اور اس کا نائب دونوں سو رہے تھے۔ اس نے ریٹا کے باپ کو ایک ہلکا سا جھٹکا دے کر دوسری طرف گھما دیا۔ پھر اسے پیچھے سے پکڑ کر دونوں ہاتھوں سے اٹھایا۔ اپنے سر سے بلند کیا۔ اس کے بعد اس نے سونے والوں پر اسے پھینک دیا۔ جیسے دھماکہ ہوا ہو یا انھوں نے خواب میں کوئی ڈراؤنا منظر دیکھا ہو وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ گئے۔ انھیں کسی سے ٹکرانے کا احساس ہوا۔ پتا چلا وہ واقعی کوئی ان سے آ کر ٹکرا گیا ہے۔ سونیا نے سوچ کے آن کر دیا۔ پہلے نیلی خواب آور ہلکی سی روشنی تھی۔ اب کمرہ پوری طرح روشن ہو گیا۔ انھوں نے اپنے سامنے کھڑی ہوئی ایک عورت کو دیکھا جو ریٹا کے باپ کو دیکھ کر پوچھا: "یہ کیا معاملہ ہے؟"

وہ بوڑھا خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے بولا: "یہ۔۔۔ یہ تو سونیا ہیں۔"

وہ دونوں ہڑبڑا کر بستر پر کھڑے ہو گئے۔ انھیں یقین نہیں آ رہا تھا۔ بے یقینی سے سونیا کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں کمر پر رکھتے ہوئے بولی: "کیا دیکھ رہے ہو؟ مجھے تلاش کرتے ہوئے میں خود پہنچ گئی ہوں۔"

اس کی آواز سنتے ہی تنظیم کے سربراہ نے اچانک ہی کمر پر چھلانگ لگائی لیکن نتیجہ ظاہر تھا۔ سونیا کوئی نادان تو نہیں تھی کہ اس کی چھلانگ کی زد میں آتی۔ وہ فرش پر آ کر گر پڑا۔ میں اس کے ذہن کے دماغ میں تھا۔ اس نے تکیے کے نیچے سے ریوالور نکال لیا تھا میں نے اس کی سوچ میں کہا: "فائرنگ کی آوازات کے ستاتے ہوئے دور تک جائے گی۔ کیوں نہ سائلنسر لگایا جائے؟"

وہ فوراً ہی دوڑتا ہوا ایک الماری کے پاس پہنچا۔ اسے کھول کر اس نے ایک دراز میں سے سائلنسر نکالا پھر اسے ریوالور کی نال فٹ کرنے لگا۔ اس کام میں ایک منٹ سے کچھ کم وقت لگا اتنا وقت سونیا کے لیے بہت ہوتا ہے۔ جب اس نے ریوالور سونیا کو نشانہ بنانے کے لیے گھوم کر دیکھا تو اس کا ساتھی زخمی ہو کر پر تڑپ رہا تھا۔ سونیا نظر نہیں آ رہی تھی ——

وہ نظر ہی نہیں آئی کیوں کہ اس نے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر اس کی ٹھوڑی کے نیچے لے جا کر گردن دبوچ لی تھی۔ دوسرے سے اس ریوالور والے ہاتھ کی کلائی تھام لی تھی۔ اب وہ زور لگا تھا۔ لڑنے اور ایک دوسرے کو شکست دینے کے دوران طاقت کام نہیں آتی۔ تکنیک کام آتی ہے۔ وہ بے چارہ لڑنے کی تکنیک سے ناواقف تھا اس لیے اس کی گرفت میں پھڑپھڑا رہا تھا۔

سونیا نے اس کے ریوالور والے ہاتھ کو ریٹا کے باپ کی طرف کر دیا۔ وہ ہپناٹزم آپ کے انداز میں ہاتھ اٹھا کر گرگڑانے لگا "نن۔۔۔۔ نہیں۔۔۔ یہ گولی میری طرف چل جائے گی۔ پلیز مجھے پہلے سے جانے دو۔"

وہ گھوم کر جدھر گیا، ریوالور بھی اس طرف گھوم گیا۔ اس گھٹنے کانپنے لگے۔ وہ فرش پر جھک گیا گھٹنے ٹیک کر بھیک عاجزی کرنے لگا۔ زندگی کی بھیک مانگنے لگا۔ اسی وقت گولی چل گئی۔ آواز اس کمرے تک محدود رہی۔ سونیا نے گولی نہیں چلائی تھی۔ نے قتل نہیں کیا تھا۔ جس کے ہاتھ میں ریوالور تھا، اس کی انگلی پر دب گئی تھی۔

بوڑھا احسان فراموش ختم ہو گیا۔ وہ جو فرش پر پڑا ہوا تھا میں نے اس کی سوچ پڑھی۔ وہ جان بوجھ کر زمین پر گر پڑا تھا کی پٹائی سے محفوظ رہے اور اس سے بچ نکلنے کی یا اسے زیر کرنے کی یا اسے ہلاک کرنے کی کوئی تدبیر کر سکے۔ جب سونیا ادھر متوجہ ہوئی تو وہ زمین پر رینگتا ہوا کمرے سے نکلا پھر دوڑتے ہوئے دفتر سے باہر جانے لگا۔ جیسے ہی بیرونی کمرے میں پہنچا، مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے واپس جانے کے لیے کہا۔ وہ بولا: "تت۔۔۔ تم کون ہو۔ اگر ہمارے آدمی ہو تو دیکھو، سونیا یہاں پہنچ گئی ہے۔ ہمیں فوراً ہی کچھ کرنا چاہیے۔"

"جو کرنا ہے، وہ سونیا ہی کرے گی۔"

وہ سمجھ گیا کہ میں سونیا کا آدمی ہوں۔ اس نے فوراً ہی دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ ابھی وہ فضا میں بلند ہوا تھا۔ دروازے تک پہنچنے والا تھا کہ میں نے کراٹے کا ہاتھ اس کی ایک ٹانگ پر مارا۔ وہ بیچ ہی میں زخمی پرندے کی طرح اڑان بھول کر گر پڑا۔ میں نے اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے ہوئے کہا: "تم لوگوں کے لیے مسلمانوں کا خون پانی سے زیادہ سستا ہے لیکن ہم تمھارے قاتل نہیں بنیں گے۔ میں وعدہ کرتا ہوں، سونیا تمھیں ہلاک نہیں کرے گی۔ جاؤ واپس جاؤ۔"

یہ کہہ کر میں نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ چکرا کر گھومتا ہوا واپس دوسرے کمرے کے دروازے پر پہنچا۔ اس وقت تک سونیا اس کے نائب کو اسی طرح گرفت میں لیے ہوئے وہاں پہنچ گئی تھی۔ ریوالور کا رُخ سربراہ کی طرف تھا۔ یعنی نائب اپنے سربراہ کو جیسے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ نہیں نہیں کے انداز میں ہلاتے ہوئے بولا: "نہیں، مجھے معاف کر دو۔ دیکھو گولی چل جائے گی۔"

"میں نہیں چلاؤں گی۔ تمھارا یہ ساتھی چلائے گا۔ میں نے اس سے کہا ہے، اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو اپنے ساتھی کی زندگی سے کھیلو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کسے اپنی زندگی سے پیار ہے۔"

یہ کہہ کر سونیا نے ریوالور والے ہاتھ کو ایک جھٹکا دیا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر پہنچ گیا۔ وہ بولی: "اب یہ خطرناک ہتھیار تم دونوں کے درمیان ہے۔ اب تم میں سے جو اپنی سلامتی چاہتا ہے، وہ دوسرے کی سلامتی سے کھیلے۔ میں تماشائی بن کر دیکھوں گی۔"

اس نے اس کے نائب کو چھوڑ دیا پھر اطمینان سے چلتی ہوئی دروازے کی طرف جانے لگی۔ وہ دونوں ہی ریوالور کی طرف لپکے۔ میں ان میں سے ایک کے دماغ میں تھا اور اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ ریوالور ہاتھ میں آتے ہی وہ سونیا کو نشانہ بنائے گا لیکن جب ریوالور ہاتھ میں آیا تو سونیا دروازے کے باہر جا چکی تھی اور وہ بند ہو چکا تھا۔ انھوں نے دروازے کے پاس آ کر دیکھا تو وہ باہر سے بند تھا۔ ان میں سے ایک نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا: "اب ہم اس بلا سے محفوظ ہیں۔"

اس کے سربراہ نے کہا: "کیا بکواس کرتے ہو۔ ریوالور اب ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اسے زندہ نہیں جانے دینا چاہیے۔"

"اپنی جان کی فکر کرو۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا: "سونیا! اب صرف پانچ منٹ رہ گئے ہیں، چلو۔"

ہم دونوں باہر آ گئے۔ جب کار میں بیٹھنے لگے تو سربراہ کی سوچ نے بتایا کہ وہ اپنے نائب کے ساتھ کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا دیکھ رہا ہے۔ اس نے کھڑکی کے باہر ہاتھ نکال کر پہلے ہم میں سے کسی ایک کا نشانہ لینے کی کوشش کی تھی لیکن اس وقت تک ہم کار کے اندر بیٹھ گئے تھے۔ اب وہ کار کے پہیے پر فائر کرنا چاہتا تھا لیکن میں اسے کیسے موقع دے سکتا تھا۔ سونیا نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اسے آگے بڑھا دیا۔ اس نے فائر کیا لیکن نشانہ خطا ہوا۔ اس کے بعد وہ دونوں دوڑتے ہوئے دروازے کے پاس آئے۔ ایک دروازہ تو سونیا نے باہر سے بند کیا تھا۔ دوسرے بیرونی دروازے کو ہم نے باہر نکلنے کے بعد بند کر دیا تھا۔ وہ دوسرے دروازوں سے نکل کر بیرونی دروازے کے پاس آئے اور جھنجلا گئے۔ اس کے نائب نے کہا: "بلاٹل گئی ہے۔ اسے جانے دو۔ اب وہ ہاتھ نہیں آئے گی۔ اتنا تو معلوم ہو گیا کہ وہ پیرس میں ہے۔"

اس کا سربراہ فوراً ہی پلٹ گیا۔ لپکتا ہوا دفتری کمرے میں پہنچا۔ وہاں سے ایک بڑا ٹرانسمیٹر نکال کر رابطہ قائم کرنے لگا۔ تین منٹ اور گزر گئے۔ چند سیکنڈ کے بعد رابطہ قائم ہوا۔ اس نے کہا: "ڈنبر! ابھی سونیا یہاں آئی تھی۔ ہمارے ہاتھ سے نکل گئی۔ اس نے ریٹا کے باپ کو اس دفتر میں قتل کر دیا ہے۔ وہ پٹرئیل اپنے اصلی روپ میں نہیں ہے۔ میک اپ میں ہے۔ کیا میں میک اپ زدہ چہرے کا حلیہ بتاؤں۔ تم اسے یاد رکھو گے؟"

دوسری طرف سے ڈنبر کی آواز سنائی دی: "باس! آپ تفصیل سے حلیہ بتائیں۔ میں یاد رکھنے کی کوشش کروں گا۔"

میں نے اسے آگے کہنے نہیں دیا۔ ادھر اس سربراہ کے دماغ پر قابض ہو کر ٹرانسمیٹر کو آف کرا دیا۔ اس کے نائب نے حیرانی سے پوچھا: "آپ نے بات پوری کیوں نہیں کی۔ اُسے حلیہ بتایئے۔"

"اُس کا حلیہ کیسے بتاؤں۔ اس نے ہمارے درمیان ریوالور پھینک کر ہمیں ایک دوسرے کی زندگی یا موت کا فیصلہ کرنے کے لیے کہا ہے۔ پہلے فیصلہ ہو گا۔ اس کے بعد ڈنبر سے رابطہ قائم کیا جائے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ٹرانسمیٹر کو ایک طرف رکھ دیا پھر کمرے کی دوسری دیوار کی طرف پہنچ کر بولا: "اب ہمارے درمیان کافی فاصلہ

ہے۔ یہ دیکھو، میں ریوالور درمیان میں پھینک رہا ہوں۔"

اس نے ریوالور کو پھینک دیا۔ وہ کمرے کے وسط میں آکر فرش پر گرا پھر اس نے کہا "اب ہم میں سے جو پہلے ریوالور تک پہنچے گا، وہ زندگی کا حقدار ہوگا اور خود زندہ رہنے کے لیے دوسرے کو ہلاک کرے گا۔"

نائب نے پریشان ہوکر کہا "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے، آپ کیسی پاگل پن کی باتیں کر رہے ہیں۔ سونیا آپ یہاں نہیں ہے۔ وہ دروازہ بند کرکے جا چکی ہے پھر یہ تماشا کیوں؟"

یہ سوال کرتے ہی اس نے ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہاں جاکر گرا پھر ریوالور کو لیتے ہوئے۔ لڑھکتے ہوئے دوسری طرف جاکر کھڑا ہوگیا۔ اپنے سر پر ہاتھ کو نشانے پر لے کر بولا "شاید تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ اگر کوئی کتا پاگل ہوجائے تو اس سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہی ہے کہ حفاظتی ہتھیار اپنے ہاتھ میں رکھا جائے، خواہ وہ پاگل کتا یہودی ہی کیوں نہ ہو۔"

میں ان کی باتیں سن رہا تھا۔ زندگی سب کو عزیز ہوتی ہے۔ یقیناً اپنی زندگی میں لوگ ایک دوسرے سے دغا کرتے ہیں، جیسے یہودی اپنے بھائیوں سے دغاداری کا ثبوت دیتے رہتے ہیں، لیکن جب اپنی جان پر بن آتی ہے تو دوسرے کو پاگل کتا قرار دے کر اپنی حفاظت لازمی سمجھتے ہیں۔ اس وقت یہی ہو رہا تھا، لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ وقت پورا ہوچکا تھا۔ اچانک ہی میں نے ان کے ذریعے ایک دھماکا سنا۔ پھر وہاں سناٹا چھا گیا۔ میں دماغی تصویر سونیا کے پاس واپس آگیا۔ وہ کہہ رہی تھی "ہم بہت دور نکل آئے ہیں۔ اس کے باوجود میں دھماکے کی آواز سن رہی ہوں۔"

میں نے پوچھا "یہ تم کہاں جا رہی ہو؟"

"اس کار کو وہیں پارک میں چھوڑ دیں گے، جہاں وہ شرابی تھا۔ اس کے بعد ہوٹل میں جاکر آرام سے سوئیں گے۔ صبح ہونے والی ہے۔"

میں نے سونیا کو یہ نہیں بتایا کہ ابھی ایک ڈنبر نامی خطرناک دشمن موجود ہے۔ اگر میں اسے بتا دیتا تو وہ ادھر چل پڑتی۔ میں نے کہا "ذرا لمبے راستے سے چلو۔ میں چاہتا ہوں، سونے سے پہلے ایک بار سنجاد اور اعلیٰ بی بی کی خیریت معلوم کرلی جائے۔ اس کے بعد مرجانہ کے متعلق معلوم کروں گا پھر ہوٹل پہنچتے ہی ہم اطمینان سے سو جائیں گے۔"

اس نے راستہ بدل دیا تاکہ مجھے خیال خوانی کا موقع ملے۔ مرجانہ، اعلیٰ بی بی اور سجاد کی خیریت معلوم کرنا ضروری نہیں تھا۔ مجھے اطمینان تھا، انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہوگا اور مرجانہ نے پیرس پہنچنے کے لیے اپنا سفر شروع کردیا ہوگا۔ میں ڈنبر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ٹرانسمیٹر کو ایک طرف رکھ کر کرسی پر بیٹھا ہوا کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اچانک رابطہ ختم ہوگیا ہے۔ ہو سکتا ہے ٹرانسمیٹر میں کوئی خرابی ہوگئی ہو یا بس تھوڑی دیر بعد رابطہ چاہتے ہوں۔

جو لوگ کرائے کے قاتل ہوتے ہیں یا خطرناک تنظیم کارروائیوں میں ملوث ہوتے ہیں، ان کے پاس خطرناک مختلف نوعیت کے بم وغیرہ ضرور ہوتے ہیں۔ اس کی سوچ بتایا کہ اس کے پاس ایک معمولی قوت کا ٹائم بم رکھا ہوا ہے قوت بس اتنی ہی ہے کہ کسی ایک شخص کو یا ایک گاڑی کو چھوٹے سے کمرے کو تباہ کیا جا سکتا ہے۔ میں اس کے دماغ قابض ہوگیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق میز پر جھک کر ایک کاغذ لکھنے لگا۔

"موت میرے سامنے کھڑی ہے۔ اس کا حکم ہے کہ موت کے کاغذ پر اپنے ہاتھوں سے اسی طرح دستخط کروں طرح ایک بے گناہ انسان کی موت کے کاغذات پر ہمارے دستخط کرا رہے ہیں۔

اس کا دعویٰ ہے کہ وہ مجھ سے پہلے میرے بڑوں پاس پہنچ چکی ہے اور ان کا کام تمام ہو چکا ہے۔ اب میری وہ ہمارے بڑوں تک پہنچے گی اور میرے تمام بچے طرح اپنی اپنی موت کے کاغذ پر دستخط کریں گے۔

میں اس کا نام نہیں بتا سکتا۔ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں اے تھنڈر بولٹ فرام دی بلو۔"

اتنا لکھنے کے بعد اس نے نیچے اپنے دستخط کردیے کاغذ کو پیپر ویٹ سے دبایا پھر وہاں سے چلتا ہوا ایک کمرے ٹائم بم نکال کر لے آیا۔ اسے لیے ہوئے اپنے مکان کے باہر گیا تک ویرانی، خاموشی اور سناٹا تھا۔ وہ گھر سے بہت دور ہو بعد اس ٹائم بم کو آپریٹ کرنے لگا۔ میری ہدایت کے مطابق اس صرف بیس سیکنڈ کا وقت مقرر کیا۔ اس کے بعد اسے گھاس پر اس پر اکڑوں بیٹھ گیا۔

ٹک ٹک ٹک ٹک۔ اس ٹائم بم کا کانٹا شریک کے ساتھ بڑھتا جا رہا تھا اور موت قریب آتی جا رہی تھی۔ ایسا تو اکثر ہوتا موت آتی ہے اور لوگوں کو پتا نہیں چلتا۔ اسے بھی اس لیے جلد کہ میں اس کے دماغ پر قابض تھا اور اسے وہاں سے موقع نہیں دے رہا تھا پھر وہ میری ٹیلی پیتھی کی گرفت سے دھماکہ ہوتے ہی میں سونیا کے پاس حاضر ہوگیا تھا۔ اس نے "صرف خیریت معلوم کرنے میں اتنی دیر؟"

میں کہنا چاہتا تھا کہ پارس کی بھی خیریت معلوم کرنے

چاہیے۔ تب مجھے یاد آیا کہ میں نے جب سے سونیا پر تنویمی عمل کرنے کے بعد حکم دیا تھا کہ وہ پارس کے متعلق سب کچھ بھول جائے گی، اس وقت سے اس نے پارس کا ذکر بھی میرے سامنے نہیں کیا تھا۔ تنویمی عمل کا اثر اب تک باقی تھا اور میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ اثر کب تک رہتا ہے۔ جب تک وہ پارس کے متعلق کوئی سوال نہیں کرے گی، اس وقت تک میں بھی اس کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کروں گا۔

میں نے اس سے کہا "بھئی، کسی کی بھی خیریت معلوم کرنے میں ذرا دیر ہو جاتی ہے۔ تم تو ذرا سی بات کو بدتی ہو۔ اسی لیے میں عورتوں سے دور بھاگنے لگا ہوں۔"

اس وقت تک وہ کار اسی پارکنگ ایریا میں پہنچ گئی تھی۔ ہم نے اسے وہیں چھوڑ دیا۔ چابی اسٹیئرنگ میں لگی رہنے دی پھر وہاں سے ہم پیدل چلتے ہوئے ہوٹل پہنچ گئے۔ کاؤنٹر کے پیچھے وہی شخص ڈیوٹی پر تھا جس سے ہم نے ایک کمرہ رات گزارنے کے لیے لیا تھا۔ اس نے ہم سے کوئی سوال نہیں کیا۔ پیرس رات کو جوان ہوتا ہے اور جوانوں سے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ وہ کہاں گئے تھے اور کہاں سے آرہے ہیں۔ ہم اپنے کمرے میں آئے۔ دروازے کو بند کیا پھر میں نہایت اطمینان سے اپنے دماغ میں صبح نو بجے کا وقت مقرر کرکے سو گیا۔

ہم سو گئے لیکن دو دھماکوں کے بعد تقریباً آدھا پیرس جاگ گیا۔ فی زمانہ یہ شہر بہت ہی پُرامن ہے۔ یہاں لوگ کھاتے پیتے اور تفریح کرتے ہیں بلکہ پیرس کے باشندوں سے زیادہ بیرونی ممالک سے آنے والے سیاح عیش کرتے ہیں۔ وہ تھکے ہوئے دماغ اور بھری ہوئی جیبیں لے کر آتے ہیں اور اپنے ذہن کو سکون پہنچاتے ہیں۔ بہرحال عجیب یہ خبر عام ہوئی کہ ان دونوں دھماکوں کے نتیجے میں صرف یہودی مارے گئے ہیں اور ان کا ایک دفتر بھی تباہ کردیا گیا ہے تو سارے یہودی چونک گئے۔

جب کابال تنظیم پر کوئی اُفتاد آپڑتی ہے یا وہ تنظیم کسی مسئلے سے دوچار ہوتی ہے تو اس شہر یا اس ملک کے تمام یہودی فائنانسر، سیاست داں اور سرمایہ دار اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے اُدھر دوڑ پڑتے ہیں۔ جیسے جیسے پارکر بھی اپنی نیند بھول کر، اپنا آرام چھوڑ کر جلتے واردات پر پہنچ گیا۔ میں نے کابال تنظیم کی برانچ کے سربراہ کے ذریعے اس کے نام جو خط پوسٹ کرایا تھا، وہ دوسرے دن اسے ملنے والا تھا لیکن ڈنبر کی موت جس مکان کے سامنے ہوئی تھی، اس مکان کے ایک کمرے سے اس کا تحریر کردہ وہ خط مل گیا تھا۔ اسے سب نے پڑھا۔ جیسے جیسے پارکر نے بھی پڑھا اور سب یہ جانتے ہوئے بھی کہ دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں سونیا کو تھنڈر بولٹ فرام دی بلو کہتی ہیں۔ اسے نظر انداز کرکے بحث کرنے لگے کہ آخر یہ کس کی حرکت ہے۔ وہ پولیس اور سی آئی ڈی کے سامنے کسی ثبوت کے بغیر سونیا کو الزام نہیں دے سکتے تھے۔ اگر اسے ان وارداتوں کی ذمے دار ٹھہراتے تو ڈنبر کے اس خط کا سلسلہ فرار علی تیمور سے جا ملتا کیوں کہ یہودی اسی بے گناہ کی موت کے لیے اس دُنیا کے بڑوں سے دستخط کراتے آرہے تھے۔ میں نے ڈنبر سے خط لکھواتے وقت اپنے متعلق کھل کر ذکر نہیں کیا تھا۔ لہٰذا وہ تمام یہودی بھی کھل کر سونیا کے خلاف بیان نہیں دے رہے تھے۔ وہ اس سے ذاتی طور پر نمٹنا چاہتے تھے۔ اس لیے قانون کے سامنے اس کا نام نہیں لے رہے تھے۔

صبح نو بجے ہم بیدار ہوگئے۔ میں نے کہا "تم باہر جاکر کہیں ناشتا کرلینا پھر فون کے ذریعے معلوم کرنا کہ چھاٹ برو کو تمھارے ضروری کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ کس قیمت پر ملیں گے۔"

"چھاٹ برو کہہ کر تم کہنا چاہتے ہو کہ اب وہ براہِ راست ہم سے تعلقات نہیں کرے گا اور نہ ہی پاسپورٹ اور میرے کاغذات اپنے ہاتھوں سے میرے حوالے کرے گا۔ اس کے لیے وہ کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرے گا۔ بہرحال میں جاکر معلوم کرتی ہوں۔ تم کیا کرو گے؟"

"میں ابھی آرام کروں گا۔"

"تمھارے آرام کے دوران خیال خوانی جاری رہتی ہے۔"

"کیا حرج ہے۔ سنجاد اور اعلیٰ بی بی کے متعلق معلوم کروں گا۔ مرجانہ کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہنا۔"

وہ جانے لگی پھر پلٹ کر بولی "ارے ہاں، یہ جو ہم نے پچھلی رات دھماکے کیے تھے، اس کا ردِعمل کیا ہوا؟"

میں نے ذرا خاموش رہ کر جیسے پارکر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے دماغ نے وہی بتایا جو ہمارے سونے کے دوران ہوتا رہا تھا۔ وہی باتیں میں نے سونیا کو بتا دیں۔ وہ مسکراتے ہوئے چلی گئی۔ میں سجاد کے پاس پہنچ گیا۔

اسے جس بنگلے میں مہمان کے طور پر رکھا گیا تھا، اس بنگلے کے برآمدے میں وہ ایک نہایت ہی نفیس سوٹ پہنے کھڑا ہوا تھا۔ دور اعلیٰ بی بی نظر آرہی تھی۔ وہ جیسن ہارورڈ اور دوسرے یہودی اکابرین کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اسی کی طرف آرہی تھی۔ دور دور تک مسلح فوجیوں کا پہرہ تھا۔ کسی عام شہری کو اُدھر سے گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔ بنگلے کے قریب پہنچتے ہی اعلیٰ بی بی رُک گئی اس کے ساتھ سب رُک گئے۔ اب وہ سنجاد کو ہی فرداً فرداً علی تیمور سمجھتی تھی اس لیے اسے رحم بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ حسن و دل، اس کا دماغ اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ یہی حال سجاد کا تھا۔ وہ بحیثیت فرداد علی تیمور اعلیٰ بی بی کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے ابھی اس

کا ہاتھ پکڑ کر کھینچے گا اور دل میں بٹھا لے گا۔

دونوں ہی ایک عرصے کے بچھڑے ہوئے تھے پھر اچانک اعلیٰ بی بی وہاں سے دوڑتی ہوئی سجاد کی طرف لپکی۔ دوسرے لوگ آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگے۔ انھیں اطمینان تھا کہ یہ دونوں فرار نہیں ہو سکیں گے اور وہ فرار ہونے کی حماقت کر بھی نہیں سکتے تھے۔ اس کے قریب پہنچتے ہی سجاد نے اس کا ہاتھ تھام لیا پھر اسے کھینچتا ہوا برآمدے سے گزرتا ہوا، دروازے سے گزرتا ہوا کمرے میں پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ آنے والے برآمدے میں پہنچے۔ پہلے تو انھوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر جیسن ہارورڈ نے ہنستے ہوئے کہا "بھئی! ہم یہ کیوں بھولتے ہیں کہ یہ مسلمان ہیں۔ ان کے ہاں پردہ لازمی ہے۔ کیا سمجھے؟"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ مذاق اڑانے لگے۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ابھی ان دونوں کے پاس پہنچنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے سوچا، ذرا مرجانہ کی خبروں پھر خیال آیا، وہ اپنے دماغ میں مجھے محسوس کر لیتی ہے۔ بلبا بھی سانس روک لیتا ہے۔ ایک دن پہلے جب میں نے ان کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں تو ان کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں تھا کیوں کہ وہ زخموں سے چور تھے۔ وہ اپنی کمزوری ظاہر نہیں کرتے تھے لیکن پھر بھی دماغی طور پر کمزور تھے۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکے تھے۔ اب ان کے زخم بڑی حد تک بھر رہے ہوں گے اور وہ دماغی طور پر خود کو تندرست اور توانا محسوس کرتے ہوں گے۔ اس لیے میرا ان کے پاس پہنچنا مناسب نہیں تھا۔ میں سائرہ بانو کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا کہ مرجانہ مہذب دنیا میں پہنچ گئی ہے یا نہیں لیکن میرا سابقہ تجربہ یہ ہے کہ ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کے دماغ میں پہنچتے رہو تو مصروفیات بڑھتی جاتی ہیں۔ مسائل گھیرتے رہتے ہیں، اس لیے میں نے ارادہ ترک کر دیا۔

ذرا دیر ہو چکی تھی۔ اس لیے میں سجاد اور اعلیٰ بی بی کی خبر لینے کے لیے جیسن ہارورڈ کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس وقت تک وہ باہر آ چکے تھے اور اب وہ سب ایک بڑے سے ڈنگ روم میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ جیسن ہارورڈ کہہ رہا تھا "مسٹر فرہاد! ہم نے اعلیٰ بی بی کو آپ کے پاس بڑی حفاظت سے پہنچا دیا ہے۔ ہم چاہتے تو ہمارا کوئی عام فوجی انھیں اپنی حفاظت میں یہاں تک لے آتا لیکن ہم آپ کی عزت کرتے ہیں اس لیے خود چل کر آئے ہیں۔ آپ ہمارے مہمان رہیں گے، ہم آپ دونوں کو اپنی کابینہ کا یقین دلاتے رہیں گے۔"

اس نے پوچھا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ سے کبھی دوستانہ انداز کا سلوک کیا گیا اور کبھی دشمنوں کے سے انداز میں۔ آخر کیوں؟"

جیسن ہارورڈ نے اپنی طرف سے صفائی پیش کرتے ہوئے کہا "ہمارے چند نااہل لوگوں کی حماقت سے ایسا ہوا۔ آپ کو پنجرے میں قید رہنا پڑا۔ اس کے لیے ہم نہایت شرمندہ ہیں۔ ایسی غلطی کبھی نہیں ہوگی۔ ہم کسی ملک ہتھیار سے ایک دوسرے کا دل نہیں جیت سکتے بلکہ اس ہتھیار سے ایک دوسرے کو فتح کر سکتے ہیں۔ نفرت بڑھا سکتے ہیں۔ صرف محبت ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے دل جیتے جا سکتے ہیں اور ہماری کوشش یہی ہے۔ سے بھی گزارش ہے کہ آپ اسی انداز میں ہمارے متعلق غور فرمائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم محبت کی آنکھوں سے دشمنی کو نہیں، صرف دوستی کو دیکھ سکتے ہیں اور جب دوستی ہوگی تو دشمنی آپ ہی آپ ہو جائے گی۔ آپ خود ہی سوچیں، دشمنی ہے بھی کیا۔ کچھ نہیں۔ آپ طور پر شرائط پیش کریں۔ ہم بلا چون وچرا انھیں تسلیم کر لیں گے۔ کے لیے ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں ہوگی۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اٹھ گیا پھر کہنے لگا "لوگ کافی دنوں کے بعد ایک دوسرے سے مل رہے ہیں، اس لیے ہم پھر کبھی آئیں گے۔ اجازت دیجیے۔"

وہ باری باری مصافحہ کر کے وہاں سے رخصت ہو گئے۔ کے جانے کے بعد سجاد نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ اعلیٰ بی اس کے پاس چلی آئی۔ سجاد ایک بڑے سے صوفے پر آرام سے کر بولا "پتا نہیں کیوں، یہ یہودی پہلے جیسے دشمن نظر نہیں آ رہے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے سوچنے کے انداز میں کہا "میں بھی جب سے یہاں آئی ہوں، یہی محسوس کر رہی ہوں، یہ دوستی کے قابل ہیں تو اب تک ہم نہیں مانتا، سوچتی ہوں اگر یہ دوستی کے قابل ہیں تو اب تک ہم دشمنی کیوں کرتے رہے؟"

سجاد نے کہا "شاید اس لیے کہ ان یہودیوں کو کبھی اتنے قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اب مل رہا ہے اور ہمیں رہے کہ یہ بھی ہماری طرح انسان ہیں اور انسانوں کی طرح کبھی غلطی کرتے ہیں اور کبھی اپنی غلطیوں پر پچھتا کر ان کی تلافی کرتے ہیں۔"

سجاد اور اعلیٰ بی بی کی باتیں سُن کر مجھے حیرانی نہیں ہوئی رات ہی میں نے ان دونوں کے خوابیدہ دماغ سے معلوم کر لیا تھا اور ان کے اندر یہ بات بٹھا دی ہے کہ وہ رفتہ رفتہ یہودیوں سے دوستی کرنے لگیں گے۔

ایسی ہی باتوں کے دوران اعلیٰ بی بی اپنی جگہ سے اُٹھ گئی اس کمرے کو چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگی کبھی دیواروں کبھی چھت کو۔ سجاد نے پوچھا "کیا دیکھ رہی ہو؟"

"یونہی خیال گزرا، شاید ہماری باتیں سُننے کے لیے خفیہ مائک

نصب کیے گئے ہوں۔"

"تم سے پہلے میں اچھی طرح چھتوں اور دیواروں کو دیکھ چکا ہوں۔ ایک ایک چیز کو کسی نہ کسی بہانے سے اُلٹ پلٹ کرتا رہا ہوں لیکن مجھے کہیں کوئی خفیہ مائک نظر نہیں آیا۔"

"اس کا مطلب تو یہی ہے کہ وہ ہمارے دشمن نہیں ہیں۔ ہمارے ذاتی معاملات میں دلچسپی نہیں لیتے ہیں۔ ہمیں ہر طرح کی آزادی دے رکھی ہے۔"

"ہاں سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔" وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ پھر ہچکچاہٹ سے بولی "میں ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔"

"کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں، جب میں پیرس سے یہاں آنے کے لیے روانہ ہو رہی تھی تو اس سے کچھ دیر پہلے مجھے اپنے دماغ میں یوں محسوس ہوا جیسے انجانی سوچ کی لہریں ہوں۔ میں ایک دم سے خوش ہو گئی۔ میں نے سوچا، شاید تمھاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کسی حد تک باقی ہیں اور تم چپ چاپ مجھ سے رابطہ قائم کرنا چاہتے ہو۔ میں بہت دیر تک انتظار کرتی رہی لیکن تم نے مجھے مخاطب نہیں کیا۔ میرے دماغ میں خاموشی ہی رہی۔ میں اپنے طور پر سوچتی رہی۔"

اعلیٰ بی بی کی باتیں سن کر مجھے یاد آیا۔ جب وہ تل ابیب جانے اور سجاد سے ملنے پیرس سے روانہ ہو رہی تھی تو اس سے پہلے رات کو میں نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ سجاد ہی فرہاد علی تیمور ہے اور اس دنیا میں کسی اور سجاد علی تیمور کا وجود نہیں ہے اس لیے وہ سجاد کو دل و جان سے فرہاد سمجھ کر تسلیم کر رہی تھی لیکن مجھ سے ایک غلطی ہوئی تھی۔ جب وہ پیرس سے روانہ ہونے والی تھی تو میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا۔ کچھ معلومات حاصل کی تھیں اور یہ بھول گیا تھا کہ اعلیٰ بی بی اپنے دماغ میں پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہے۔ بہرحال مجھ سے غلطی ہو چکی تھی۔ میں پھر اعلیٰ بی بی اور سجاد کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پوچھ رہا تھا "تم نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا تو اپنے دماغ میں میری کوئی بات بھی سُنی تھی؟"

"نہیں، کوئی بات نہیں۔ میں اپنے ہی طور پر سوچتی رہی تھی۔"

"یہ تمھارا وہم ہوگا۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی "ہاں، جب سے تمھیں اغوا کیا گیا ہے، میں ہر لمحہ اسی انتظار میں رہی کہ شاید تم مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرو، میں اچھی طرح جانتی ہوں، تم نے سونیا کو بھی میری خاطر نظر انداز کر دیا۔ اگر سے چھپتے ہو لیکن مجھ سے کبھی نہیں چھپتے۔ اگر خیال خوانی کی صلاحیت سلامت ہوگی تو یقیناً مجھ سے رابطہ قائم کرو گے اسی لیے میں کام کرتے کرتے کبھی کھاتے کھاتے کچھ نہ کچھ کرتے ہوئے اچانک ساکت ہو جاتی تھی اور محسوس کرتی تھی جیسے تم میرے دماغ میں پہنچ گئے ہو۔"

سجاد نے ہنستے ہوئے کہا "محبوب کا انتظار بہت زیادہ شدت اختیار کر لے اور وہ نہ آئے تو اس کا تصور لگا ہوں کے سامنے یوں مجسم ہو جاتا ہے جیسے وہ آ گیا ہو۔ اسی طرح تم دماغ میں میرا انتظار کرتے کرتے یوں محسوس کرنے لگی ہو جیسے میں تمھارے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔"

"ہاں، کچھ ایسی ہی بات ہے۔ میں نے بھی یہی سوچا کہ میرا وہم ہے۔ کیا واقعی تم ایک ذرا خیال خوانی نہیں کر سکتے؟ چلو، بہت زیادہ فاصلہ نہ سہی۔ میں تمھارے بالکل قریب ہوں۔ کیا اتنے قریب سے بھی میرے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے؟"

"میں کوشش کر چکا ہوں۔ دیکھو ابھی میں آنکھیں بند کرتا ہوں اور تمھارے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

اس نے یہ کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ پیٹھی مار کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ بڑی گہرائی سے اعلیٰ بی بی کا تصور کیا پھر آنکھیں کھول دیں اور بولا "جب تم میرے سامنے ہو تو تصور کی کیا ضرورت ہے۔ میری آنکھوں میں دیکھو۔"

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی اور وہ اس کی آنکھوں میں اُترنے لگا تصور کرنے لگا کہ وہ آنکھوں کے راستے دماغ میں پہنچ رہا ہے۔ اگر وہ فرہاد ہوتا تب بھی بھولا ہوا سبق دُہرا نہ سکتا کیوں کہ دماغ کو کمزور بنا دیا گیا تھا۔ ویسے دماغ خواہ کتنا ہی کمزور ہو، محبت کے معاملے میں کمزور نہیں ہوتا، عشق کیا ہے، عقل ہے دماغ کا۔ یہودیوں نے اس کے دماغ میں خلل پیدا کر دیا تھا۔ ان حالات میں ثابت ہو رہا تھا کہ عشق ٹیلی پیتھی سے زیادہ پائیدار ہے۔ کسی حال میں آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانک رہے تھے اور دماغوں میں پہنچنے کے بجائے دلوں میں پہنچتے جا رہے تھے۔

میں فوراً ہی اپنی جگہ واپس آ گیا۔ سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا "کوئی پریشانی نہیں ہے۔ اس وقت میں تمھارے قریب ہی فائیوای کے علاقے میں دریا کے کنارے ایک اوپن ریستوران میں بیٹھی ہوئی ہوں وھائٹ بروکر نے مجھے یہیں انتظار کرنے کے لیے کہا ہے۔ میز کا نمبر بھی یہی بتایا ہے۔ دیکھتی ہوں، میرے ضروری کاغذات لے کر کون آتا ہے۔ وھائٹ بروکر کے کہنے کے مطابق میں باقی رقم اسی شخص کو ادا کر دوں گی جو مجھے کاغذات دے گا۔ ویسے تم کیا کر رہے ہو؟"

"بس یونہی بیٹھا ہوا ہوں۔ سوچ رہا تھا، اگر وھائٹ بروکر سے نمٹ لیا جائے۔ تمھارے تمام کاغذات مل جائیں تو پھر ہم جے جے پارکر سے رابطہ قائم کر کے اس کے بنگلے میں چلے جائیں گے۔ شہر روم میں سپر ماسٹر، ماسک مین اور جیسن ہارورڈ ملاقات کرنے والے ہیں۔ اس سے پہلے ہمیں اس بنگلے میں پہنچ کر ہر طرف سے مطمئن ہو جانا چاہیے تاکہ میں اطمینان سے ان کے پاس پہنچ سکوں۔"

"ایسا ہی ہوگا۔"

سونیا نے اپنے سر کو اٹھایا پھر سامنے کسی کو پایا۔ اس کی سوچ کہ رہی تھی، کوئی شخص اس کی میز کے دوسری طرف آکر کھڑا ہوگیا ہے اور مسکرا رہا ہے پھر مجھے اس شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا: "کیا میں اتنا خوش قسمت ہوں کہ آپ کے سامنے بیٹھ سکوں؟"

سونیا نے کہا: "مجھے اپنے ایک ساتھی کا انتظار ہے۔"

وہ کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولا: "شاید وہ ساتھی میں ہی ہوں۔ اگر میں خود کو وھائٹ بروکر کہوں تو تم مجھ کو اپنا نام کیا بتاؤ گی؟"

"سلطانہ۔"

"میرے پاس مس سلطانہ کی کچھ امانت ہے۔ اس امانت کے صلے میں مجھے کیا ملے گا؟"

"وھائٹ بروکر سے کوئی معقول رقم طے نہیں ہوئی ہے۔ میں نے وعدہ کیا تھا میرا کام خاطر خواہ ہوگا تو اسے خوش کردوں گی۔ ایڈوانس کی رقم بھی اچھی خاصی دی ہے۔ شاید ہی اتنی رقم کوئی مکمل طور پر ادا کرتا ہوگا۔"

"آپ درست کہہ رہی ہیں۔ میں مطمئن ہوگیا ہوں۔"

"اور کس طرح اطمینان کرنا چاہتے ہیں؟"

"نہیں، آپ کے پاس آکر بیٹھنے سے پہلے میں دیر سے آپ کو دیکھ رہا تھا اور اندازہ لگا رہا تھا کہ کہیں خفیہ پولیس کے آدمی تو آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی: "میں نے پہلے بھی وھائٹ بروکر کو یقین دلایا تھا، میں یہاں تنہا ہوں۔ میرا ایک ساتھی ہے جو اس وقت کہیں گیا ہوا ہے۔"

اس نے اپنے چرمی بیگ سے پہلے پاسپورٹ نکال کر سونیا کی طرف بڑھایا۔ سونیا اسے کھول کر دیکھنے لگی۔ وہ مکمل پاسپورٹ تھا۔ کسی طرح کی کوئی خامی یا کمی نظر نہیں آرہی تھی۔ پھر اس نے اپنے بیگ میں سے وہ کاغذات نکالے جو کچھ پرانے تھے اور اصلی سلطانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے مطابق سونیا بحیثیت سلطانہ، جمال پاشا کی منکوحہ تھی۔ جمال پاشا کو فرانس کی شہریت حاصل تھی، اس کی رُو سے سلطانہ کو بھی وہاں کی شہریت حاصل ہوگئی تھی یعنی تمام کاغذات اپنی جگہ مکمل تھے۔ کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں تھا۔ میں نے کہا: "میں تمہارے سامنے بیٹھے ہوئے شخص کے ذہن کو پڑھ چکا ہوں۔ وہ وھائٹ بروکر کے پاس سے ہی آیا ہے اور وہ کاغذات درست ہیں۔ اسے رقم ادا کردو۔"

اس نے اپنے پرس میں سے ایک ہزار ڈالر نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے۔ اس نے اسے دیکھا۔ گنا پھر پوچھا: "صرف ایک ہزار؟"

"وھائٹ بروکر سے پوچھ لو کہ میں کتنی رقم ادا کرچکی ہوں۔ اگر کچھ اور چاہتا ہے تو میں بحث نہیں کروں گی۔"

"اگر آپ پانچ سو ڈالر اور دے دیتیں۔۔۔؟"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے اس نے پرس میں ہاتھ ڈال کر سو سو ڈالر کے پانچ نوٹ نکالے اور اس کی طرف بڑھا دیے۔ اس نے نوٹوں کو چرمی بیگ میں رکھا پھر اس کا شکریہ ادا کرکے وہاں سے چلا گیا۔ سونیا نے کہا: "میں یہاں سے ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل کے سامنے پہنچ رہی ہوں۔ تم وہ کمرہ چھوڑ دو اور باہر آجاؤ پھر ہم اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنے کے لیے جائیں گے۔ ہمارے پاس کوئی دو سو سامان نہیں ہے اور بھی ضرورت کی چیزیں درکار ہیں۔"

میں نے وہ کمرہ چھوڑ دیا۔ کاؤنٹر پر آکر اطلاع دے دی کہ جا رہا ہوں۔ ادائیگی پہلے ہی ہو چکی تھی۔ میں ہوٹل کے باہر آگیا۔ دو منٹ کے بعد ہی سونیا کی ٹیکسی میرے سامنے آکر رکی۔ میں اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سونیا نے ڈرائیور سے کہا: "بولیوارڈ چلو۔"

ٹیکسی چل پڑی۔ میں نے پوچھا: "تم نے کہاں چلنے کے لیے کہا ہے؟"

"یہ ایک جگہ کا نام ہے، وہاں ایک بہت بڑا ڈپارٹمنٹل اسٹور ہے، گیلیریز لے فیٹ ہے۔ ہم ضرورت کی ہر چیز ایک جگہ سے خرید سکیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد ہم وہاں پہنچ گئے۔ واقعی بہت بڑا ڈپارٹمنٹل اسٹور تھا۔ جو لوگ فرانسیسی زبان نہیں جانتے تھے، ان کے لیے میزبان خواتین خدمات کے لیے موجود تھیں۔ وہ ان کی رہنمائی کر رہی تھیں۔ ایک میزبان خاتون ہمارے ساتھ ہوگئی اور ہم اپنی ضرورت کے لباس پسند کرنے اور خریدنے لگے۔ سونیا نے وہیں سے ٹیلیفون کے ذریعے جے، جے پارکر سے رابطہ قائم کیا۔ جب رابطہ قائم ہوگیا اس نے کہا: "ہم اس وقت گیلیریز لے فیٹ میں ہیں۔ ایک گھنٹے بعد یہاں سے نکلیں گے۔ کیا آپ ایک کار بھیج سکتے ہیں تاکہ ہم آپ کے اس بنگلے میں باآسانی پہنچ سکیں۔"

"ضرور، میں تمہارے ہی فون کا انتظار کر رہا تھا۔ ابھی کار بھیج ہوں۔ کار سُرخ رنگ کی ہے۔ اس کا ڈرائیور سفید وردی میں ہوگا کا نمبر نوٹ کرو۔"

اس نے نمبر بتایا۔ ہم نے اسے ذہن نشین کرلیا پھر خریداری میں مصروف ہوگئے۔ پندرہ منٹ کے بعد ڈپارٹمنٹل اسٹور کی انتظامیہ کی طرف سے مائک کے ذریعے اعلان سنائی دینے لگا: "اٹینشن پلیز۔ دلن از آسکنگ فار مس سلطانہ (توجہ فرمائیں۔ کوئی مس سلطانہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے) اگر مس سلطانہ ہمارے ڈپارٹمنٹل اسٹور

موجود ہیں تو وہ کاؤنٹر نمبر چار پر تشریف لے آئیں۔"

میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر سونیا نے پوچھا: "مجھ سے یہاں کون ملنے آسکتا ہے؟"

میں نے فوراً ہی جمال پاشا کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ یہ بھانپ کر اسے بیرس میں سلطانہ کی موجودگی کا شاید علم ہوگیا ہے لیکن وہ ہم سے بے خبر تھا پھر میں نے وھائٹ بروکر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بھی ہم سے لاتعلق ہوگیا تھا۔ اس کا معاوضہ اسے توقع سے زیادہ مل گیا تھا۔ آخر میں نے جے، جے پارکر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتا چلا، اس نے اپنے ڈرائیور کے ذریعے کوئی پیغام بھیجا ہے اور اس کا ڈرائیور سونیا کو پوچھ رہا ہے۔ میں نے سونیا کو بتایا تو وہ فوراً ہی کاؤنٹر نمبر چار پر پہنچی۔ وہاں جب اس نے بتایا کہ میرا نام سلطانہ ہے تو یہ نام سنتے ہی سفید وردی میں ملبوس ایک ڈرائیور نے آگے بڑھ کر ادب سے کہا: "مسٹر جے، جے پارکر کا پیغام آپ کے نام ہے۔ وہ فرما رہے تھے، اگر ایک گھنٹے بعد آپ یہاں سے فارغ ہوجائیں تو میرے ساتھ ان کی رہائش گاہ تشریف لے چلیں۔ وہ آپ کے ساتھ لنچ کرنا چاہتے ہیں۔"

سونیا نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا: "میں نے جے، جے پارکر کے دماغ میں جھانک کر دیکھ چکا ہوں۔ اسے ہمارے متعلق کسی طرح کا شبہ نہیں ہے۔ وہ تمہاری صلاحیتوں سے بے حد متاثر ہے، اس لیے تمہارے ساتھ لنچ کرنا چاہتا ہے۔"

سونیا نے ڈرائیور سے کہا: "اچھی بات ہے، انتظار کرو۔ ہم تھوڑی دیر میں آرہے ہیں۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا میرے پاس آگئی۔ ہم پھر خریداری میں مصروف ہوگئے۔ ایک گھنٹے بعد جب اس ڈپارٹمنٹل اسٹور سے نکلے تو ہمارے ہاتھوں میں دو بڑے بڑے سوٹ کیس تھے جن میں ہماری ضروریات کا تمام سامان موجود تھا۔ میرے جسم پر ایک نہایت ہی عمدہ دیدہ زیب اور مہنگا سوٹ تھا۔ سونیا نے ترکی کا ایک قدیم روایتی لباس پہنا ہوا تھا، وہ لباس دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ سات رنگوں کا گھیرے دار پٹی کوٹ ایسا تھا کہ جب وہ چلتی تھی تو وہ گھیرے لہرا لہرا کر ادھر سے ادھر ہوتے تھے اور رنگ بدلتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ اس نے ایک بلاؤز پہنا ہوا تھا۔ وہ بھی دیدہ زیب تھا۔ سر پر ایک بڑا سا رومال بندھا ہوا تھا جس کی گرہ دائیں کان کی طرف تھی۔ پیشانی پر رومال کے سرے پر رنگ برنگے موتی جگمگا رہے تھے۔ گلے میں سات لڑیوں کی مالا پہنے ہوئے تھی۔ ان میں بھی موتی جگ مگ، جگ مگ کر رہے تھے۔ کلائی سے کہنیوں تک کنگن اور چوڑیاں بھری ہوئی تھیں، دو انگوٹھوں کو چھوڑ کر باقی تمام انگلیوں میں انگوٹھیاں تھیں جن کے نگینے چمک رہے تھے۔ اسٹور کے باہر روشنی میں آکر وہ سر سے پاؤں تک جگمگا رہی تھی۔ گزرنے والے اسے پُرستائش نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ کئی لوگ تو اسے دیکھنے کے لیے ٹھہر بھی گئے تھے۔ ہم بڑی بے نیازی سے چلتے ہوئے اپنی کار کے پاس آئے۔ ڈرائیور نے ڈگی کھول کر ہمارے دونوں سوٹ کیس رکھ دیے۔ ہم پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔

ضرورت کی مختلف چیزوں اور کپڑوں کے علاوہ ترکی زبان سیکھنے کے لیے ایک کتاب اور چار کیسٹ اور ایک کیسٹ ریکارڈر بھی خریدا تھا تاکہ کتاب سے الفاظ یاد کرسکے اور کیسٹ کے ذریعے لہجہ اور تلفظ معلوم کرسکے۔ اس نے میرے لیے بھی عبرانی زبان سیکھنے کی کتابیں اور کچھ کیسٹ خرید لیے تھے۔ میں نے کار میں بیٹھنے کے بعد سوچ کے ذریعے کہا: "یہ چیزیں تم نے خریدی ہیں۔ فرض کرو، جے، جے پارکر یا اس کا کوئی آدمی ان کیسٹوں کو دیکھ لے تو ہمارے متعلق کیا رائے قائم کرے گا؟ تم بچپن سے ترکی میں رہی ہو۔ یقیناً تمہیں وہاں کی زبان اچھی طرح آنا چاہیے پھر یہ کتابیں اور یہ کیسٹ کیا معنی رکھتے ہیں؟"

"میں حتی الامکان انھیں چھپائے رکھوں گی۔ جب میں ترکی کی ایک سلطانہ بن ہی چکی ہوں تو مجھے یہ زبان جلد سے جلد سیکھنا چاہیے۔ تم عبرانی زبان سمجھنے لگے ہو۔ اب کیسٹ کے ذریعے اس کے تلفظ اور ادائیگی پر توجہ دو۔ اس طرح تم کسی بھی عبرانی زبان بولنے والے کے دماغ میں پہنچ کر اس کے لب و لہجے کی کامیاب نقل کرسکو گے۔"

میں قائل ہوکر چُپ ہوگیا۔ حالانکہ مجھے قائل نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ہر دم یہ دھڑکا لگا رہے گا کہ اگر یہ کیسٹ اور کتابیں پکڑی جائیں گی تو ہمارا بھید کھل جائے گا۔ اگر نہ بھی کھلے تو ہم پر اعتماد کرنے والے جے، جے پارکر یا اس کے آدمی ہم پر کسی حد تک ضرور شک کرنے لگیں گے۔

مجھے اطمینان صرف اس حد تک تھا کہ یہ تمام چیزیں سونیا کی تحویل میں تھیں اور جو چیز اس کی تحویل میں ہو دشمن وہاں تک مشکل ہی سے پہنچ پاتے ہیں۔ بہرحال ہم جے، جے پارکر کی رہائش گاہ میں پہنچ گئے۔ کیا عالیشان بنگلا تھا۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ کار کی آواز سن کر وہ خود ہی باہر چلا آیا۔ جب اس نے سونیا کو دیکھا تو ذرا دیر تک اسے حیرت سے دیکھتا ہی رہ گیا پھر اس نے دونوں بازو پھیلا کر کہا: "واہ، کیا تعریف کروں۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے میں قدیم ترکی کی کسی شہزادی کو دیکھ رہا ہوں۔ سچ پوچھو تو اس وقت تم پر بُری طرح دل آگیا ہے۔ جی چاہتا ہے، مسٹر ازبل ہارڈی سے تمہیں چھین لوں۔"

سونیا چُوکنے والی نہیں تھی۔ اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا: "جو شخص میرے لیے اپنا مذہب چھوڑ کر مسلمان بن گیا، اس سے مجھے کوئی نہیں چھین سکے گا اور نہ ہی میں آخری سانس تک اسے

چھوڑنا چاہوں گی۔ کیا جس پر دل آجائے اس کی خاطر آپ یہودی سے مسلمان بن سکتے ہیں؟"

اس یہودی نے ہچکچاتے ہوئے کہا: "بھئی میں تو مذاق کر رہا تھا۔ آؤ، بڑے زور کی بھوک لگی ہے۔ کھانے کے دوران باتیں ہوں گی۔"

ہم اس کے ساتھ بنگلے میں داخل ہوئے۔ وہاں کی ہر چیز قابلِ دید تھی۔ واقعی یہودی بڑے دولت مند ہوتے ہیں اور اپنی رائش گاہوں کو قیمتی چیزوں سے سجا بنا کر رکھتے ہیں۔ ہم ڈائننگ روم میں پہنچ گئے۔ جے پارکر کے بلانے پر ملازم آتے تھے اور اپنی خدمات انجام دے کر چلے جاتے تھے۔ اس نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا: "مس سلطانہ! مجھے افسوس ہے کہ میں نے مسٹر اینڈل ہارڈی کے سلسلے میں ابھی تک معلومات حاصل کرنے کا کوئی سلسلہ شروع نہیں کیا ہے۔ اچانک میری مصروفیات بڑھ گئی ہیں۔"

میں جانتا تھا کہ وہ مصروفیات کیا ہو سکتی ہیں۔ انجان بن کر پوچھا: "کیا کوئی مسئلہ درپیش ہے؟"

"ہاں، کل رات شاید تم لوگوں نے نہیں سنا ہوگا۔ دو زبردست دھماکے ہوئے۔ اس کے نتیجے میں ہماری یہودی تنظیم کا ایک بہت بڑا دفتر تباہ ہو گیا اور ہمارے چند خاص آدمی مارے گئے ہیں۔"

مونیا نے کہا: "ہمیں یہ سن کر بہت افسوس ہو رہا ہے۔"

وہ فوراً مسکرا کر بولا: "اوہ! تو مجھے ایک میزبان کی حیثیت سے اپنے مہمانوں کے سامنے کسی افسوسناک واردات کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔ مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔"

"اس میں بھول کی کیا بات ہے۔ ہمیں یہ سن کر تجسس پیدا ہو گیا ہے، ایسے کون سے دشمن آپ لوگوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ آپ کو اتنے بڑے نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔"

"ہمارے ہزاروں دشمن ہیں۔ کچھ دیکھے کچھ ان دیکھے دشمن ہیں۔"

سونیا نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا: "یہ ان دیکھے دشمن سے کیا مراد ہے؟"

"کیا بتایا جائے۔ ایک وقت تھا، جب فرہاد علی تیمور ہمارے لیے دردِ سر بنا ہوا تھا۔ آج وہ ہمارا قیدی بنا ہوا ہے لیکن اس کی ایک ساتھی سونیا نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔"

مجھے ہنسی آنے لگی لیکن میں نے شدید حیرانی سے پوچھا: "کیا ایک عورت نے پریشان کر رکھا ہے؟"

"وہ عورت نہیں، چڑیل ہے۔ جب وہ کسی کے پیچھے پڑ جاتی ہے تو سامنے والے کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اسی لیے اسے کالی بلا کہتے ہیں۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ آپ یہودی حضرات دنیا کے مالک ہیں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آپ کی تجارتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ آپ لوگوں کے ہاتھوں میں دنیا کی بڑے سیاسی مُہرے ہیں اور آپ ایک عورت سے پریشان ہو رہے ہیں۔ کیا وہ اسی شہر میں ہے؟"

"ہمیں شُبہ تھا کہ وہ اس شہر سے جا چکی ہے اور اسرائیل واپس جانے والی ہے لیکن کل رات کے دو دھماکوں سے واضح ہو گیا ہے کہ وہ اسی شہر میں ہے۔"

"پھر تو آسان سی بات ہے۔ اس شہر کی ناکہ بندی کر دیں۔ وہ کہیں نہیں جا سکے گی۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔"

میں نے پوچھا: "آخر آپ دو دھماکوں سے کیسے سمجھ گئے کہ یہ کام اسی کالی بلا کا ہے؟"

"جہاں اس نے دھماکے کیے ہیں، وہاں ہمارے ایک ایجنٹ نے مرنے سے پہلے ایک خط لکھا ہے۔ خط لکھنے والا آنا دہشت زدہ تھا کہ اس کا نام نہیں لکھ سکا تھا۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیموں کا آسمان سے چمکنے والی بجلی کہتے ہیں کیوں کہ جب بھی وہ دھماکا ہوتا ہے تو یوں لگتا ہے جیسے زمین کے کسی حصّے سے نہیں آئی ہے، آسمان سے دشمنوں پر گری ہے۔"

ہم کھانے کے دوران اس کی باتیں سُن رہے تھے۔ اچانک فرہاد بعد کہا: "مس سلطانہ! کیا تم اس سلسلے میں ہماری کچھ مدد کر سکتی ہو؟"

میں نے اور سونیا نے چونک کر اسے دیکھا۔ سونیا نے کہا: "میں اس سلسلے میں آپ کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

"بہت کچھ کر سکتی ہو۔ دیکھو، تم نے اپنی سماعتی قوتوں کا حیرت انگیز مظاہرہ کیا ہے۔ میں ایک کمرے کے گوشے میں سرگوشی کر رہا تھا اور تم نے وہ بات دور رہ کر سُن لی۔ اسی طرح چوتھے فلور سے باقی دوسرے تمام فلورز میں اپنے آدمیوں کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے بہت ہی دھیمی آواز میں گائیڈ کر رہے تھے۔ تم نے اس دھیمی سی آواز کو بھی سُن لیا۔ تمھاری سُننے کی قوت حساس ہے کہ ہم تمھیں سونیا کی آواز سُنائیں تو۔۔۔؟"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے سونیا نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے، مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "اوہ! میں سمجھ گئی۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں سونیا کی آواز کے ذریعے اس کا سراغ لگاؤں کہ وہ کہاں ہے؟"

"بشک۔ میں یہی چاہتا ہوں۔ اگر وہ کبھی تمھارے قریب یا چالیس پچاس گز کے فاصلے پر باتیں کرتے ہوئے گزرے

تو اس کی آواز سن لوگی۔ اس کی آواز کی سمت کا تعین بھی کر سکو گی۔ اگر مسٹر اینڈل ہارڈی کے ساتھ مل کر اس کا تعاقب کرو اور ہمیں اس سے متعلق اطلاع دے سکو تو ہم تمھارا یہ احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔"

"میں ضرور ایسا کروں گی لیکن آپ سے ایک درخواست ہے۔"

"وہ کیا؟"

"دیکھیے، آپ یہودی ہیں۔ اگر آپ نے اپنے دوسرے یہودی بھائیوں کو میری اس صلاحیت کے متعلق بتایا تو مل ابیب میں جوا کھیلنے کا چانس نہیں ملے گا۔ سب یہی اعتراض کریں گے کہ میں اپنے مخالف کھیلنے والوں کی باتیں سُن لیتی ہوں۔"

"تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ ایسا اہم راز فاش کروں۔ وہاں سے لاکھوں ڈالر کی ہونے والی آمدنی کو ہاتھ سے جانے دوں۔ یہ راز صرف ہم تینوں کے درمیان رہے گا۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا: "کوئی چوتھا تو رازدار نہیں ہے۔ آپ اچھی طرح سوچ سمجھ کر بتائیں تاکہ ہم کسی دھوکے میں نہ رہیں۔"

"ہاں، میرا ایک دستِ راست ہے۔ اس کا نام دین وائٹر ہے۔ وہ تم لوگوں کے ساتھ تل ابیب میں رہے گا اور تمھیں گائیڈ کرتا رہے گا۔ وہ میرے بہت ہی بھروسے کا آدمی ہے۔ یعنی اتنا قابلِ اعتماد کہ میری عدم موجودگی میں تم دونوں اسے جے جے پارکر سمجھ سکتے ہو۔"

"مسٹر جے جے پارکر، کیا واقعی آپ چاہتے ہیں کہ مس سلطانہ آپ کے لیے خزانے کا منہ کھول دے اور تل ابیب میں جا کر تمام جواریوں کا کباڑا کر دے؟"

"بے شک، میں نے اسی لیے تو ان کی خدمات حاصل کی ہیں۔"

"اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو پھر سلطانہ کو سونیا کے پیچھے نہ لگائیں۔ پہلے ہم تل ابیب سے واپس آ جائیں، جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں، سونیا بہت ہی خطرناک ہے۔ آپ اسے کالی بلا کہتے ہیں۔ خطرناک تنظیمیں اسے آسمان سے لپکنے والی بجلی کہتی ہیں۔ اس سے اندازہ ہو رہا ہے کہ سلطانہ اس کے پیچھے جائے گی تو یقیناً اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔ ہم اتنا بڑا رسک نہیں لینا چاہتے۔"

"یہ تو خطرناک کام۔ میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا کہ سونیا پلٹ کر سلطانہ پر جوابی کارروائی کر سکتی ہے اور میرے لاکھوں ڈالر کا نقصان ہو سکتا ہے۔ ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں۔ ہم کچھ دن اور صبر کر لیں گے۔ تل ابیب سے واپسی پر مس سلطانہ ہمارے لیے یہ کام کریں گی اور میں اس سلسلے میں۔۔۔ انھیں منہ مانگا معاوضہ دوں گا۔ فی الحال میں انھیں سونیا کا کیسٹ سُنا دیتا ہوں۔ اس دوران اگر کبھی اس کی آواز سنائی دے تو تم ہمیں صرف اطلاع دے دینا۔ ابھی اس کے پیچھے نہ لگنا۔ ٹھیک ہے؟"

ہم دونوں راضی ہو گئے۔ اس نے ایک ملازم کو آواز دے کر کہا: "مسٹر وین وائز سے کہو، سونیا کا کیسٹ اور ریکارڈر یہاں بھیج دے۔"

ملازم چلا گیا۔ ہمارے کھانا ختم کرنے سے پہلے ہی ریکارڈر آ گیا۔ کیسٹ کو اس میں لگا کر آن کیا گیا اور سونیا کی آواز سُنائی دینے لگی۔ اس کیسٹ میں سونیا ربی اسفندیار سے گفتگو کر رہی تھی۔ یہ ان دنوں کی ریکارڈنگ تھی جب وہ تل ابیب میں قیدی کی حیثیت سے تھی۔ سونیا نے آواز کا کچھ حصّہ سُنتے ہی چونک کر کہا: "ارے یہ آواز تو ابھی میں نے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں سُنی ہے۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ جے جے پارکر سے گفتگو کرتے ہوئے ہم اپنا لہجہ خاصا بدل لیتے تھے۔

جے جے پارکر نے فوراً ہی ریکارڈر کو آف کر کے بے چینی سے سوال کیا: "کیا واقعی؟ کیا تم نے اسی ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں آواز سُنی ہے جہاں سے ابھی تم آ رہی ہو؟ مجھے فوراً بتاؤ، وہ کیا کہہ رہی تھی؟ شاید اس کی باتوں سے ہمیں اس کا کوئی سراغ مل سکے۔"

"دیکھیے، مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس کی آواز پر توجہ دینی ہے، اس لیے میں نے باتیں تو یاد نہیں رکھیں۔ شاید وہ کسی چیز کی قیمت پوچھ رہی تھی یا اپنے لباس وغیرہ کی پیکنگ کے سلسلے میں گفتگو کر رہی ہوگی۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے لیکن یہ ضرور یاد ہے کہ یہ آواز میری ابھی سُنی ہوئی ہے۔ زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ اگر دیر ہو جاتی تو میں اس آواز کو بھول جاتی۔"

"کیا تم نے اسے دیکھا تھا؟"

"یقیناً دیکھا ہوگا لیکن توجہ نہیں دی۔ وہاں بہت سی عورتیں اور لڑکیاں تھیں، اس لیے میں اس کا حلیہ نہیں بتا سکوں گی۔"

جے جے پارکر نے میز پر ہاتھ مار کر کہا: "اوہ، کتنا سنہرا موقع ہاتھ سے نکل گیا۔"

اب اس سے کھایا نہیں جا رہا تھا۔ وہ کرسی پر بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "سونیا! تم بچی چڑیل ہو۔ بے چارے کو اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔"

وہ چپ چاپ سر جھکائے کھاتی رہی۔ کھانے کے بعد ہم نے اپنے اپنے پاسپورٹ جے جے پارکر کے حوالے کیے تاکہ ان کے ذریعے ہمارے لیے سیٹ بک ہو سکے اور روانگی کے سلسلے میں ضروری کارروائیاں عمل میں لائی جا سکیں پھر ہم اس کی کار میں بیٹھ کر اس بنگلے میں پہنچ گئے جو ہمارے لیے مخصوص کیا گیا

تھا۔ وہاں پہنچ کر پہلے تو ہم نے بیرونی دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ایک ایک کمرے کا بغور جائزہ لینے لگے۔ ہر چیز کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ دیواروں کو اور چھتوں کو پوری توجہ سے دیکھنے کے بعد ہمیں اطمینان ہوگیا۔ وہاں کوئی خفیہ مائک نصب نہیں کیا گیا تھا۔ اور ہم آزادی سے گفتگو کر سکتے تھے۔

اس کے باوجود میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "ہم ایک دوسرے کو فرہاد اور سونیا کہہ کر مخاطب نہیں کریں گے۔ میں تمہیں سلطانہ کہوں گا اور تم مجھے ہارڈی کہو گی۔ کوئی خاص بات ہو تو تم مجھے اشارہ کر دینا۔ تب ہم سوچ کے ذریعے باتیں کریں گے۔ باقی باتیں یونہی ہوتی رہیں گی۔"

پھر میں نے سونیا سے پوچھا: "اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں دوسرے کمرے میں جا رہی ہوں۔ ذرا موسیقی سے دل بہلاؤں گی اور تم؟"

"تین بج کر تیس منٹ ہوئے ہیں۔ لنچ کے بعد کچھ دیر آرام سے سونے کو جی چاہتا ہے، اس لیے میں یہاں لیٹ جاؤں گا۔ اگر نیند آئے گی تو سو جاؤں گا۔"

پھر میں نے سوچ کے ذریعے کہا: اس وقت روم میں بھی ساڑھے تین بج رہے ہوں گے اور مجھے وہاں پہنچنا ہے۔"

سونیا چلی گئی اور میں سپر ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک بڑی سی قیمتی کار میں بیٹھا ہوا روم کی ایک پُر ہجوم شاہراہ سے گزر رہا تھا۔ یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب میں خطرناک تنظیم کے دو بڑے سربراہوں کے دماغوں میں پہنچ چکا ہوں اور تیسرا کا ہال تنظیم کا سربراہ بھی میری ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں ہے تو میں ان تینوں کا کام تمام کیوں نہیں کر دیتا۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

اس سے پہلے بھی میں نے بانس کو توڑ کر نیست و نابود کر دیا تھا لیکن دوسری بانسریاں تیار ہوگئی تھیں، موجودہ سپر ماسٹر سے پہلے جو سپر ماسٹر تھا، وہ میری ٹیلی پیتھی کی زد میں آگیا تھا۔ اسے اپنے عہدے سے دستبردار ہونا پڑا پھر موجودہ سپر ماسٹر آیا۔ اب میں اسے ہلاک کر دوں تو اس کے بعد کوئی تیسرا آجائے گا۔ تنظیم تو ویسی ہی رہے گی اور اس کا کاروبار بھی ویسے ہی چلتا رہے گا۔ صرف سربراہ بدلتے جائیں گے۔ ایک سربراہ کو مار دینے سے پوری تنظیم ختم نہیں ہو سکتی۔

میں نے مائک مین کی خبر لی۔ وہ اس وقت ہیلی کاپٹر میں بیٹھا ہوا تھا اور ہیلی کاپٹر روم کے ایک فلائنگ کلب کے سامنے اتر رہا تھا یعنی وہ بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔

میں نے جیسن ہارورڈ کے متعلق معلوم کیا۔ وہ سانتا اینجلو کے قلعے میں پہنچ گیا تھا اور ان کا انتظار کر رہا تھا۔ ان تینوں کے ساتھ ان کے خاص شیر بھی آئے تھے تاکہ جو معاہدہ ہو، اسے تحریری طور پر تیار کیا جا سکے اور اسے ریکارڈ میں رکھنے کے سلسلے میں دوسری ضروری کارروائیاں کی جا سکیں۔

ابھی ان تینوں کو یکجا ہونے میں ذرا دیر تھی۔ میں بھی ان تینوں کے ساتھ وہاں پہنچا ہوا تھا۔ روم میں پہنچ کر مائیکل اینجلو جیسے عظیم فن کار کا ذکر نہ کرنا گویا فنونِ لطیفہ سے ناانصافی ہوگی، میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ مائیکل اینجلو کے صرف دو شاہکار کا ذکر کروں گا جو میرے خیال میں قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

۱۵۰۸ء میں روم کے پوپ جیولیئس دوم نے مائیکل اینجلو کو حکم دیا کہ وہ سسٹائن چرچ کی چھت کی رنگائی کرے۔ اس نے مؤدبانہ عرض کیا کہ وہ رنگ ساز نہیں بلکہ مجسمہ ساز ہے۔ اس چھت پر ایسے مجسمے تراشے گا جو رہتی دُنیا تک اس کے نام سے یاد کیے جائیں گے۔ اس کی ضرورت کے مطابق چھت کے نیچے پچانیں بنائی گئیں۔ اس نے مچانوں کے اوپر پُشت کے بل چار برس تک لیٹ کر مختلف مجسمے تراشے۔ تراشنے کے دوران پتھر کے ریزے اس کی آنکھوں میں گرتے تھے۔ ریڑھ کی ہڈی دُکھتی رہتی تھی لیکن آج بھی دنیا وہاں جا کر دیکھتی ہے۔ وہ واحد فن کار ہے جس نے تنہا چار برس تک اپنے فن کا ایسا مظاہرہ کیا جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ غیر ملکی سیاح جب سر اُٹھا کر اس چھت کو دیکھتے ہیں، تو آنکھیں نہیں ٹھہرتیں۔ سوچتے رہ جاتے ہیں کہ اس شاہکار کو کہاں تک دیکھیں اور عظیم فن کار کی کن لفظوں میں تعریف کریں۔

مائیکل اینجلو کا دوسرا کارنامہ حضرت موسیٰ کا مجسمہ ہے۔ یہ مجسمہ حقیقت کے اتنے قریب ہے کہ دیکھو تو جان پڑتا ہے ابھی اس میں جان پڑ جائے گی۔ روایت ہے کہ مائیکل اینجلو نے اسے تراشنے کے دوران خدائی دعویٰ کیا کہ یہ مجسمہ ابھی بول پڑے گا۔ ایسا کہتے وقت اس کی چھینی اور ہتھوڑی کے درمیان ضرب لگانے کا توازن بگڑ گیا اور مجسمہ کے گھٹنے میں ایسا نقص پیدا ہوگیا، جسے وہ فن کار ہزار کوشش کے باوجود درست نہ کر سکا۔ آج بھی وہ نقص اس مجسمے کے گھٹنے پر دور سے نظر آجاتا ہے۔ یہ تاریخی واقعات ہمیں درس دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کائنات کی آخری نامعلوم حدوں تک تسخیر کی صلاحیتیں دی ہیں لیکن یہ صلاحیتیں وہاں دم توڑ دیتی ہیں جہاں سے انسان خدائی کا دعویٰ شروع کرتا ہے۔

وہ تینوں اپنے وقت کے مطابق سانتا اینجلو کے قلعے میں پہنچ گئے۔ یہ قلعہ دریائے ٹیبر کے دوسرے کنارے پر ہے۔ اٹھارہ سو سال قبل یہ شاہی محل کے طور پر تھا۔ اس کے بعد اسے فوجی بیڈ کوارٹر بنا دیا گیا۔ وقت کے ساتھ اس قلعے میں بڑی تبدیلیاں آتی گئیں۔

ایک وقت آیا کہ اسے بدترین قید خانہ بنا دیا گیا جہاں قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کر کے انھیں ہلاک کیا جاتا تھا۔ آج کل یہ بہت بڑا عجائب خانہ ہے۔

اس عجائب خانے کے اُوپری حصّے میں ایک بہت بڑا آڈیٹوریم اور اسٹیج ہے۔ جہاں رُوم کے تاریخی واقعات کی تمثیل پیش کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک بہت بڑا ہال ہے۔ اس روز وہ ہال اور آڈیٹوریم مخصوص کرا دیا گیا تھا۔ اس روز عام شہریوں کو اُدھر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ بڑے سے ہال کے وسط میں ایک گول میز تھی۔ اس کے اطراف وہ تینوں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے ذرا فاصلے پر مختلف میزیں اور کرسیاں تھیں، جن میں ان تینوں کے مشیر وغیرہ اپنے اپنے سربراہ کو سہولتیں فراہم کرنے کے لیے مستعد نظر آ رہے تھے۔

اس خفیہ اجلاس میں کسی کو بھی فوٹو گرافی کی اجازت نہیں تھی۔ نہ ہی کوئی خفیہ ریکارڈنگ وغیرہ ہے کہ آیا تھا کہ کسی کی آواز ریکارڈ کر سکے۔ سب کی تلاشی لی گئی تھی اور مطمئن ہونے کے بعد وہ تینوں گول میز کے اطراف آکر بیٹھ گئے تھے۔ کا ہال تنظیم کے سربراہ جیسن ہارورڈ نے بحث کا آغاز کرتے ہوئے کہا: "آج ہم تینوں اپنے تعلقات کے جس نازک موڑ پر پہنچ گئے ہیں، وہاں پیدا ہونے والے اختلافات سے ہم سب کو زبردست نقصانات پہنچ سکتے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے پہلے سپر ماسٹر کو پھر مائک مین کو دیکھا۔ وہ دونوں خاموش تھے۔ اس نے پوچھا: "آپ لوگ خاموش کیوں ہیں؟ جواب کیوں نہیں دیتے؟"

سپر ماسٹر نے کہا: "پہلے وہ سوالنامے واپس کیے جائیں، جن پر ہمارے دستخط ہیں، اس کے بعد ہم گفتگو میں حصّہ لیں گے۔"

جیسن ہارورڈ نے ہاتھ اٹھا کر چٹکی بجاتے ہوئے کہا: "وہ سوالنامے لے آؤ۔"

اس کا آدمی فوراً ہی دو سوالنامے لے کر آیا۔ ایک مائک مین کے سامنے اور دوسرا سپر ماسٹر کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ دونوں نے اسے بغور دیکھا۔ وہی سوالنامہ تھا۔ ان کے اپنے دستخط موجود تھے۔ وہ مطمئن ہو کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگے پھر دونوں نے اپنے آدمیوں کو طلب کیا اور حکم دیا کہ انھیں ایک طرف لے جا کر جلا دیا جائے۔ جب وہ تمام ٹکڑے سمیٹ کر وہاں سے چلے گئے تو سپر ماسٹر نے کہا: "ہاں تو آپ کچھ فرما رہے تھے؟"

جیسن ہارورڈ نے اُسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا: "کیا آپ لوگوں کی ضد پوری کر دی لیکن آپ دونوں نے ہمیں مل ایبیس میں بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔"

"آپ کس نقصان کی بات کر رہے ہیں؟ اگر کوئی نقصان پہنچا ہے تو اس میں ہمارا ہاتھ نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں، آپ لوگ اسے تسلیم نہیں کریں گے۔ اب صورتِ حال جو بھی ہے ہمیں کیا کرنا ہے، لیکن جواب دینے سے پہلے یہ سوچ لیں، فرہاد بڑی مشکل سے ہماری گرفت میں آیا ہے، اسے رہا کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ ہم نے فیصلہ کر لیا ہے، خواہ ہمیں کتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے، ہم اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اپنے ایک خاص آدمی میں ضرور منتقل کریں گے۔ اس کے لیے ہم اسے دُست بنا رہے ہیں اور اس سلسلے میں ضروری کارروائیاں جاری ہیں۔ صرف آپ لوگ ہمارے راستے کی دیوار بنے ہوئے ہیں۔"

"ہمیں بھی فرہاد کی طرح سونیا بہت عزیز ہے۔ ہم اس کی خدمات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے وعدہ کیا ہے کہ اسے زندہ سلامت اس کے پاس پہنچائیں گے۔"

"کیا وعدہ اس حد تک قائم نہیں رہ سکتا کہ فرہاد زندہ سلامت ہے لیکن ابھی سونیا کے پاس نہیں پہنچے گا؟"

مائک مین نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں، اگر ہم تینوں کسی ایسے فیصلے پر متفق ہو جائیں جس سے ہم سب کا مفاد وابستہ ہو تو ہم سونیا کو ٹال سکتے ہیں۔"

"آپ کس قسم کا مفاد چاہتے ہیں؟"

"بالکل ویسا ہی جیسا آپ چاہتے ہیں۔ یعنی اگر آپ کا کوئی خاص آدمی فرہاد علی تیمور سے ٹیلی پیتھی سیکھ سکتا ہے تو پھر ہمارے بھی خاص آدمی اس علم کے حصول میں حصّہ لیں گے۔ بیک وقت ہم تینوں کے آدمی فرہاد سے استفادہ کریں گے۔"

جیسن ہارورڈ نے کہا: "یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ معاملے کو زیادہ پیچیدہ کر رہے ہیں۔ اس بات کو یوں سمجھیے کہ آپ خلا میں جانے کے لیے کسی نئے راکٹ کا ڈیزائن تیار کرتے ہیں جس میں ایندھن اور احتیاجات کم سے کم ہوتے ہیں تو کیا اس کا نقشہ اور اس کا فارمولا آپ ہمارے حوالے کریں گے؟ آپ کیا جواب دیں گے، میں جانتا ہوں، آپ انکار کریں گے۔ بالکل اسی طرح ایک اہم فارمولا یا مُہرہ ہمارے ہاتھ آیا ہے۔ اس نسخے کو ہم کسی اور کے ہاتھ لگنے نہیں دیں گے۔ ہم فرہاد علی تیمور کو زندہ رکھیں گے۔ آپ جب چاہیں، اس سے کسی طرح بھی رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ اسرائیل کی حدود میں جب چاہیں، اس سے ملاقات کر سکتے ہیں لیکن اس سے استفادہ کرنے کی بات ہرگز قابلِ قبول نہیں ہے۔ میں آپ دونوں سے درخواست کروں گا کہ سمجھوتے کی راہ نکالیں۔ بے جا ضد ہم تینوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی۔"

مائک مین نے کہا: "میں اور سپر ماسٹر دو سپر پاورز کے نمائندے ہیں

اور یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ سپر پاورز کے ہاتھوں میں اتنی یادرموتی ہے کہ وہ بڑے سے بڑے نقصان کو برداشت کر لیتے ہیں مگر چھوٹے ملکوں کو فوجی، سیاسی اور جغرافیائی سرحدوں کے اور دوسری قسموں کے جو نقصانات پہنچ سکتے ہیں وہ تمہارے لیے ناقابلِ برداشت ہوں گے۔ صرف اتنا ہی بتا دوں کہ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں کسی سپر پاور نے تمہاری حمایت میں ویٹو نہیں کیا تو تمام اسلامی ممالک کے حصار میں رہ کر تمہاری کیا پوزیشن ہوگی؟"

جیسن ہارورڈ نے مسکراتے ہوئے سپر ماسٹر کو دیکھا پھر کہا۔ "امریکہ نے مملکتِ اسرائیل کو ایک بوتل بنا کر رکھا ہے۔ یہ بوتل تمام اسلامی ممالک کے سامنے ہے اور اس بوتل میں یہودی جن کو بند رکھا گیا ہے۔ امریکہ اسلامی ممالک کا بھی دوست ہے لیکن جب کبھی اُن ممالک کی طرف سے کوئی بات اس کے مفاد کے خلاف ہوتی ہے تو وہ انھیں بچوں کی عرح ڈرانے کے لیے بوتل کھول دیتا ہے۔ اس میں سے جن نکلتا ہے پھر تمام اسلامی ممالک گھبرا کر پوچھتے ہیں کہ یہ آتا جاتا جن اتنی سی بوتل میں کیسے بند تھا؟ پھر اسے بند کر کے دکھاؤ۔ امریکہ پھر سے اس جن کو بوتل میں بند کر دیتا ہے۔ یہودیوں کو اسرائیل تک محدود کر دیتا ہے اور اسلامی ممالک خوش ہو جاتے ہیں میں سپر ماسٹر کی بات تسلیم کر لوں یا نہ کروں، آتا جانتا ہوں کہ امریکہ مشرقِ وسطیٰ میں اپنی ساکھ قائم رکھنے کے لیے بوتل اور جن کا یہ کھیل کھیلتا رہے گا۔"

پھر اس نے ماسک مین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور تمہارے روسی حکمراں دُہری چالیں چلنے میں خاصے بدنام ہیں۔ وہ اسلامی ممالک جو ہم سے خوف زدہ ہوتے ہیں اور امداد کے لیے تمہارے ملک کی طرف دیکھتے ہیں، تمہارے حکمراں ان کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ ان کی حمایت مختلف انداز میں کرتے ہیں اور جو اسلامی ممالک روسی بلاک میں جانا پسند نہیں کرتے ان کے خلاف روسی حکمراں ہم یہودیوں کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ بظاہر پشت پناہی نہ بھی کریں تو ایک نہ سمجھ میں آنے والی خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ نہ اسلامی ممالک کی حمایت کرتے ہیں نہ مخالفت کرتے ہیں۔ خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں۔ میں تم دونوں سے کہتا ہوں کہ مجھے سیاست نہ سکھاؤ۔ میرے سامنے شطرنج کی بساط بچھی ہوئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے مہرے کس طرح چلنے چاہئیں۔ رہ گئی اقوامِ متحدہ میں ہماری حمایت یا مخالفت کرنے کی بات تو اسے لکھ لو کہ امریکہ ہماری مخالفت نہیں کرے گا کیوں کہ وہاں الیکشن قریب ہیں اور ہم یہودیوں کے ووٹ اور سرمایہ حاصل کیے بغیر کوئی امریکی سیاست دان برسرِ اقتدار نہیں آ سکتا۔"

اس نے ماسک مین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور تمہارے

حکومت گرم پانی کی طرف بڑھنے کے لیے چوبلانگ کر رہی ہے سے ہم بے خبر نہیں۔ جب وہ اپنے منصوبے پر عمل کریں گے اور پانی کی طرف ان کی پیش قدمی ہوگی تو اپنے حکمرانوں سے پوچھ اس وقت ہماری مخالفت کتنی مہنگی پڑے گی۔"

وہ کرسی پر سیدھا ہو کر یوں بیٹھ گیا جیسے کوئی فاتح ہو کر گردن اکڑا کر بیٹھتا ہے۔ پھر اس نے کہا۔ "یہاں آنے سے پہلے ہماری حکومت نے سفارتی سطح پر تمہارے حکمرانوں کو مراسلے کیے ہیں۔ ان میں یہ تمام باتیں تفصیل سے درج ہیں۔ ہمیں یقین ہے دونوں سپر پاورز ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گی۔ ہم فی الحال دو ہفتے کے لیے تمہارے ملکوں سے آئے ہوئے تمام انجینئرز، ڈاکٹروں اور دوسرے تمام کاریگروں کو چھٹی دے دی ہے اور ملک سے باہر جانے کا حکم دے دیا ہے کیوں کہ آج سے یا تو ہم یومِ فتح منانے والے ہیں۔ اس وقت ہم کسی قسم کی گڑبڑ نہیں چاہتے جب تک تمہارے حکمرانوں سے دوستی کا ازسرِنو معاہدہ نہیں ہو جاتا وقت تک تمہارا کوئی آدمی اسرائیل کی زمین پر قدم نہیں رکھے گا۔"

سپر ماسٹر نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "اس وقت تو پلڑا بھاری ہے۔ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ہماری حکومت جواب دے گی۔ بہرحال تم یہ نہ سمجھو کہ ہمارے آدمی اسرائیل سے نکل جائیں گے تو تمہارے ہاں تخریبی کارروائیاں نہیں ہوں گی۔ یہاں آتے وقت مجھے اطلاع ملی ہے کہ پیرس میں تمہاری کار تنظیم کا دفتر ایک دھماکے سے اڑا دیا گیا ہے۔ تمہارے کتنے آدمی مارے گئے ہیں اور مارنے والی وہی بجلی ہے جو آسمان سے گرتی ہے۔ اس نے اپنا نام نہیں بتایا لیکن ہم سب اسے جانتے ہیں۔"

جیسن ہارورڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جب ہم نے فرہاد علی تیمور جیسے جن کو اپنے قابو میں کر لیا ہے تو سونیا کس کھیت کی مولی ہے وہ بس ایسے ہی اچھل رہی ہے جیسے ایک چوہے نے شراب دُرم سے باہر آنے کے بعد اچھلنا شروع کیا تھا پھر وہ کہاں سہم گیا تھا۔ سارا نشہ ہرن ہو گیا تھا۔ وہ دو چار روز میں تمہارے ہی میں ہوگی۔ تم لوگ فرہاد علی تیمور کی رہائی کی بات کرتے کرتے بلی کی طرح کھمبا نوچ رہے ہو۔ کچھ نہ ملا تو سونیا نامی ایک عورت ذکر لے بیٹھے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اس کے ذکر سے مرعوب جاؤں گا؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سپر ماسٹر کے سیکرٹری نے آگے بڑھ کر کہا۔ "جناب! ابھی آپ کے نام ٹیلیکس آیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے نفا ڈھکوں کر اسے پڑھا۔ اس کی حکومت کی طرف سے ایک مختصر سا حکم نامہ جاری کیا گیا تھا۔ حکم یہ تھا کہ سپر ماسٹر کے عہدے سے خارج کیا جا رہا ہے۔ اسے دیگر تفصیلات

اپنے ملک پہنچنے کے بعد حاصل ہوں گی۔

اس نے وہ ٹیلیکس جیسن ہارورڈ کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے پڑھنے کے بعد ذرا تعجب سے دیکھا۔ پھر ہنس کر کہا۔ "یہ کیا مذاق ہے؟ جب تمہیں سپر ماسٹر کے عہدے سے خارج کرنا ہی تھا تو اتنی دیر میرا وقت ضائع کیوں کیا گیا؟"

ماسک مین نے اپنے سیکرٹری کو اشارہ کیا۔ اس کے سیکرٹری نے ایک فائل کھول کر ایک کاغذ ماسک مین کے حوالے کیا۔ ماسک مین نے اسے جیسن ہارورڈ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا استعفیٰ ہے جو میں نے اپنی حکومت کو دیا ہے۔ اس کی رُو سے میں بھی ماسک مین کے عہدے سے دستبردار ہو چکا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ میرے بعد آنے والا ماسک مین تمہارے لیے ساری دُنیا کے لیے ایک اجنبی ہے۔ نہ کوئی اس کی آواز سُنے گا۔ نہ اس کا کوئی چہرہ دیکھے گا۔ یہ احتیاط اس لیے کی گئی ہے کہ اگر تم نے فرہاد علی تیمور کے ذریعے اپنے کسی خاص آدمی کو ٹیلی پیتھی کا ماہر بنانے میں کامیابی حاصل کر لی تو ہم اس کی پہنچ سے دُور رہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "شاید میرے حکمرانوں نے بھی یہی سوچ کر مجھے اس عہدے سے الگ کر دیا ہے۔ بہرحال ہمیں افسوس ہے مسٹر جیسن ہارورڈ کہ اتنی دیر تک تمہارا وقت ضائع ہوا۔ ہمیں اجازت دو۔ اب یہاں ہمارا کوئی کام نہیں ہے۔ ہماری یہاں کوئی سیاسی یا تنظیمی پوزیشن نہیں رہی۔"

وہ دونوں اٹھ گئے اور وہاں سے جانے لگے۔ جیسن ہارورڈ بظاہر مسکراتے ہوئے فاتحانہ انداز میں دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ اس کا کتنا قیمتی وقت برباد ہوا ہے۔ اسے تل ابیب سے باہر نہیں آنا چاہیے تھا۔ فرہاد علی تیمور کے قریب رہنا چاہیے تھا۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میری روانگی کا فوراً انتظام کرو۔ اگر طیارہ چارٹرڈ نہ ہو سکے تو ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا جائے۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھا تو وہ اپنے بیڈ روم میں آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے کان سے ائیر فون لگا ہوا تھا۔ وہ کیسٹ کے ذریعے ترکی زبان سُن رہی تھی اور اسے زیرِ لب دُہرا رہی تھی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میرے کمرے میں بھی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میں نے ریسیور نہیں اُٹھایا۔ سونیا ریکارڈر کو آف کر کے ٹیلیفون کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے دماغ نے سمجھایا۔ فرہاد خیال خوانی میں مصروف ہو گا۔ اسے ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔ خود ہی سُننا چاہیے، کس کا فون ہے؟

اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔" دوسری طرف سے جے پاکر کی آواز سُنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مس سلطانہ! آپ کے آرام میں خلل ڈال رہا ہوں۔ اگر ناگوارِ خاطر نہ ہو تو گفتگو جاری رکھوں؟"

"ضرور۔ فرمائیے؟"

"آج رات آپ کیا کر رہی ہیں، یہاں آ سکتی ہیں؟"

"آپ کا مطلب ہے، کوئی مصروفیت نہ ہو تو کیسینو میں رات گزاروں؟"

"ہرج ہی کیا ہے؟ دولت جتنی ہاتھ آئے، کم ہے۔"

"ذرا ٹھہریئے۔ میں اپنے ساتھی سے پوچھتی ہوں۔ اگر کوئی پروگرام نہ ہوا تو ہم کیسینو آ جائیں گے؟"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "اگر تم تفریح کرنا چاہتی ہو تو چلی جاؤ۔"

"تم کیا کرو گے؟"

"میں تل ابیب میں کچھ لوگوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے شکار کروں گا۔ ان کے لب و لہجے کو یاد کروں گا تاکہ وہاں پہنچنے کے بعد ان سے کام لیا جا سکے۔"

سونیا نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "مسٹر جے پاکر! میں نے آپ سے کہا تھا، کسی خاص موقع پر آپ کیسینو میں بُلائیں تو میں آؤں گی۔ ابھی تو کوئی خاص موقع نہیں ہے۔ آج ہم تفریح کے موڈ میں ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ آپ بُری خوشی سے تفریح کریں۔ شکریہ۔" رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے سونیا سے پوچھا۔ "تم نے یہ جواب کیوں دیا؟"

"تمہیں خیال خوانی کا مرض ہوتا جا رہا ہے۔ اس کا علاج میں ہی کر سکتی ہوں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم مسلسل خیال خوانی میں مصروف رہو۔ جن لوگوں کو تم تل ابیب میں ٹریپ کرو گے، میں ان کے متعلق تم سے معلومات حاصل کروں گی۔ اس کے بعد ہم کہیں تفریح کے لیے جائیں گے۔"

"اصل بات یہ ہے کہ عورت جب نیا لباس پہنتی ہے اور نئے انداز میں سنگھار کرتی ہے تو تفریح کے بہانے دُنیا والوں کے سامنے اپنی نمائش کرتی ہے۔"

"چلو، یہی سہی۔ روم والی میٹنگ کا کیا ہوا؟"

میں نے ان کے متعلق بتایا۔ اس نے کہا۔ "جب سپر ماسٹر اور ماسک مین اپنے عہدے پر نہیں رہے تو پھر ان سے رعایت کیسی؟ انھوں نے تمہیں دوستی کی آڑ میں دھوکا دیا، تمہیں ٹیلی پیتھی سے خالی سمجھ کر تمہارا تماشا دیکھنے یہودیوں کے ہاں گئے اور تمہیں ایک پنجرے میں بند دیکھا لیکن تمہارے لیے کچھ نہیں کیا۔"

"ان کے ساتھ کچھ کیا جائے گا لیکن اس طرح کہ دشمنوں کے دلوں میں تمہاری طرف سے دہشت بیٹھ جائے۔ اب جو دشمن اپنے

عبرت ناک انجام کو پہنچے گا وہ تمھارے نام سے پہنچے گا۔ کیوں کہ فی الحال میں دشمنوں پر مٹی پھینکی کا وار نہیں آزماؤں گا۔"

"میں تمھیں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میں تمھارے کاندھے پر بندوق رکھ کر نہیں چلاؤں گی۔ میں کوئی گئی گزری نہیں ہوں کہ تمھاری محتاج رہوں۔ بتاؤ پہلے کس دشمن کا حساب کروں؟"

"بھئی ابھی کسی دشمن سے حساب کتاب کا موقع نہیں ہے۔ جب موقع ہوگا تو میں تم سے نہیں چھپاؤں گا۔ فی الحال تم وہ زبان سیکھتی رہو۔"

اس نے ریکارڈر کو آن کیا۔ زبان کی مشق کرنے لگی۔ جیسن اوزوڈ کے متعلق معلوم ہو چکا تھا کہ وہ قتل اپیل جا رہا ہے۔ ابھی اسے چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے سپرماسٹر کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اور ماسک مین اب دوست بن گئے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا۔

"بھئی جب تک ہم اپنے اپنے عہدوں پر رہے، اپنے ملک کے وفادار رہے۔ وفادار تو آج بھی ہیں لیکن آؤ، آج ہم اپنے خطرناک عہدوں سے سبکدوش ہونے کی خوشی میں ایک ساتھ جشن منائیں۔"

ماسک مین نے کہا۔ "جب میں نے استعفیٰ دیا تھا تو یہ خبر پیرس کے باس اسحاق وال وچ کو مل چکی تھی۔ اس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں آج کی رات اس کے ساتھ جشن مناؤں۔ ایک طرح سے وہ مجھے الوداعی پارٹی دینا چاہتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم پیرس جا رہے ہو؟ ذرا ٹھہرو۔ میں دیکھتا ہوں کہ میں بھی وہاں جا سکتا ہوں یا نہیں؟"

اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر اٹلی کے ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر اس نے کہا۔ "میں ریٹائرڈ سپرماسٹر بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "جناب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ یقیناً آپ ریٹائرڈ ہو چکے ہیں لیکن ہم اب بھی آپ کی اسی طرح عزت کرتے ہیں۔ ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیے۔"

"میرے سلسلے میں کوئی مزید پیغام موصول ہوا ہے؟"

"ہمیں حکم دیا ہے کہ آپ سے غیر سرکاری طور پر تعلقات رکھیں لیکن اپنے سرکاری معاملات میں آپ کو شریک نہ کریں۔"

"میں سمجھتا تھا، یہی ہوگا۔"

"لیکن جناب! ہم ذاتی طور پر آزاد ہیں۔ کیا آج رات آپ میرے سانتھ ڈنر میں شریک ہونا پسند کریں گے؟"

"میں ضرور آپ کے ساتھ شریک ہوتا لیکن ابھی پیرس جانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ پیرس کے ماسٹر کو اس بات کی اطلاع دیں گے؟"

"ضرور، آپ یہاں سے روانہ ہوں۔ وہاں خبر پہنچ جائے گی۔"

ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف آتا ہے۔ اب وہ دونوں گیدڑ بھی شہر کی طرف آ رہے تھے۔

میں نے باس اسحاق وال وچ کے دماغ میں جھانک کر معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا۔ اس کا سابقہ ماسک مین جوان اس کے روم میں تھا، وہاں پیرس کے وقت کے مطابق تقریباً ساڑھے آٹھ بجے پہنچنے والا ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے پیرس کے ماسٹر کے دماغ سے معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا سپرماسٹر بھی ساڑھے آٹھ بجے کے قریب سے وہاں پہنچے گا یعنی وہ اور ماسک مین ایک ساتھ پیرس آ رہے تھے۔ وہ دونوں سہ راہ جب تک اپنے اپنے عہدوں پر فائز رہے تھے اس وقت تک ان کے ماتحت انھیں دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ان کا براہِ راست ملاقات نہیں کر سکتے تھے۔ حتیٰ کہ ماسک مین کا بھی اور سپرماسٹر کے ماسٹر بھی مختلف ذرائع سے رابطہ قائم کرتے تھے تو روبرو ملاقات نہیں ہوتی تھی۔ آج پہلی بار پیرس کے ماسٹر اور باس اپنے سربراہوں سے ملنے والے تھے۔

میں نے ان دونوں کے دماغوں کے ذریعے معلوم کیا کہ یہ سربراہوں کو خوش آمدید کہنے کا کوئی جذبہ ان کے دلوں میں نہیں تھا بلکہ وہ کچھ اور سوچ رہے تھے اور ایک سازش کر رہے تھے۔ پیرس کے ماسٹر نے اپنی حسین سیکرٹری کو حکم دیا تھا کہ وہ ایئرپورٹ جا کر سپرماسٹر کا استقبال کرے اور اسے جزیرہ لے ڈی لاسائیٹ لے جائے۔

دوسری طرف ریڈ پاور کے باس نے اپنے ایک خاص ماتحت کو حکم دیا تھا کہ وہ ماسک مین کا استقبال کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک سر پہ تاج ہوتا ہے اس وقت تک لوگ اُسے بادشاہ سمجھ کر جھکتے ہیں۔ جہاں یہ تاج سر سے گرتا ہے، وہاں اسی شخصیت سے بیزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ باس اسحاق وال وچ خود اپنے سابقہ ماسک مین کے استقبال کے لیے نہیں جا رہا تھا۔

میں نے سونیا کو ان کے متعلق بتایا۔ وہ کہنے لگی۔ "ٹھیک ہے، ہم ڈنر کے بعد ان کے پیچھے لگ جائیں گے۔"

ہم نے آٹھ بجے رات کا کھانا کھا لیا۔ جب وہاں سے چلے تو ساڑھے آٹھ ہو رہے تھے۔ سونیا نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالا۔ میں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے معلوم کیا۔ سپرماسٹر اور ماسک مین کا طیارہ ابھی پیرس کی فضاؤں میں پرواز کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایئرپورٹ پر اُترنے والا تھا۔ ہماری منزل لے ڈی لاسائیٹ جزیرہ تھا۔ دریائے سین شہر پیرس کے تقریباً درمیان سے گزرتا ہے۔ اس دریا کا پاٹ جہاں زیادہ چوڑا ہے وہاں مصنوعی جزیرے بنائے گئے ہیں۔ انھی میں سے ایک جزیرہ لے ڈی لاسائیٹ ہے۔ اس جزیرے میں صدیوں پرانا تاریخی گرجا گھر ہے جسے نوٹرے ڈیم کہتے ہیں۔ نوٹرے ڈیم کے ساتھ ایک بنچ بیک (کبڑے) کا ذکر ملتا ہے۔ وہ شہر کی طرف آتا ہے۔ اس بدصورت کبڑے نے ایک خوب صورت لڑکی کو اغوا کر لیا تھا۔ وہ لڑکی خاموش اور بے مثال عشق کرنے کی ایک لازوال داستان اپنے پیچھے چھوڑ گئی ہے۔ یہ داستان اب کلاسیکی ادب کا ایک حصہ بن چکی ہے۔

میں نے کہا۔ "اگر ہم دریائے سین کے ساحل پر کسی پارک میں اپنی گاڑی چھوڑ کر جزیرے میں جائیں گے تو ہو سکتا ہے یہ بات کوئی نوٹ کر لے۔"

سونیا نے کہا۔ "ہاں، یہاں پارکنگ ایریا میں جو گاڑیاں چھوڑی جاتی ہیں، ان کے نمبر نوٹ کیے جاتے ہیں۔"

"بہتر ہے ہم کسی دور دراز کے پارکنگ ایریا میں گاڑی کو چھوڑ دیں اور وہاں ٹیکسی کے ذریعے آئیں۔"

سونیا نے یہی کیا۔ بہت دور ایک پارکنگ ایریا میں گاڑی چھوڑ کر ہم ٹیکسی کے ذریعے دریائے سین کے اس پُل پر آئے، جس کا نام پونٹ ڈی ایل الما برج ہے۔ یہاں سے کشتیاں مخصوص اوقات میں جزیروں کی طرف جاتی ہیں۔ رات کے وقت وہاں کشتیاں دستیاب نہیں ہو سکتی تھیں لیکن پرائیویٹ طور پر موٹر بوٹ دستیاب ہو جاتی ہیں۔ ہم وہیں ایک ریستوران میں بیٹھ گئے۔ کافی کا آرڈر دیا۔ اس وقت میئر ماسٹر ایجوپورٹ کی عمارت کے باہر اس لیڈی سیکرٹری کے ساتھ آ گیا تھا اور پوچھ رہا تھا کہ پیرس کا ماسٹر کیوں نہیں آیا۔ لیڈی سیکرٹری نے جواب دیا۔ "آپ کی آمد کے سلسلے میں وہ ایک چھوٹی سی، خوب صورت سی پارٹی ارینج کرنے میں مصروف ہیں اس لیے میں آ گئی ہوں۔ کیا آپ کو مجھ سے مل کر خوشی نہیں ہوئی ہے؟"

"کیوں نہیں ہوئی۔ میں نے تو یونہی پوچھا تھا۔"

وہ کار میں بیٹھ گئے۔ لیڈی سیکرٹری ڈرائیو کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد سپرماسٹر نے پوچھا۔ "یہ تم کدھر جا رہی ہو؟"

"ہم لے ڈی لاسائیٹ کے جزیرے میں جا رہے ہیں۔ وہیں آپ کے لیے الوداعی پارٹی کا انتظام کیا گیا ہے۔"

"عجیب ہے، اس جزیرے میں کیوں؟"

"شاید آپ کو علم نہیں ہے۔ سونیا نے پچھلی رات سے یہاں دہشت پھیلا رکھی ہے۔ ماسٹر یہ نہیں چاہتے کہ اسے کسی طرح آپ کی آمد کے متعلق کوئی خبر ہو اور وہ ہماری اور آپ کی جان کے پیچھے پڑ جائے۔"

سپرماسٹر نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں، سو گھنٹے پورے ہو چکے ہیں۔ میں اپنے وعدے کے مطابق فرہاد علی تیمور کو زندہ و سلامت اس کے پاس پہنچا نہ سکا لیکن سونیا سے سامنا ہو جائے تو شاید اسے اس بات کی ضمانت دے سکتا ہوں کہ فرہاد زندہ اور سلامت ہے۔ اس کو کوئی گزند نہیں پہنچی ہے۔ صرف اس کے پاس پہنچا نہیں جا سکا۔ جلد ہی یہ بھی ہو جائے گا۔"

"وہ شاید اب کسی کی بات کا یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ سونیا کے ذرائع محدود ہیں۔ اسے فرہاد کے متعلق صحیح اطلاع نہیں مل رہی ہے۔ وہ سمجھ رہی ہے کہ اسے ہلاک کر دیا گیا ہے اس لیے وہ انتقامی کارروائیوں پر اُتر آئی ہے۔"

ہمارے کافی پینے تک لیڈی سیکرٹری سپرماسٹر کے ساتھ وہاں کے پارکنگ ایریا میں پہنچ گئی۔ گاڑی کو ایک طرف چھوڑ کر وہ لوگ اسی پُل کے پاس آئے۔ پیرس کے ماسٹر کی طرف سے ان کے لیے ایک موٹر بوٹ مخصوص تھی۔ وہ اس میں بیٹھ گئے۔ ہم نے چائے کا بل ادا کیا اور پھر ہم بھی اُٹھ کر وہاں پہنچے۔ میں نے سونیا سے کہا۔ تم کرائے پر موٹر بوٹ حاصل کرو۔ میں موٹر بوٹ کے مالک کو کنٹرول کروں گا، تاکہ وہ ہم دونوں کے چہروں کو توجہ سے نہ دیکھ سکے اور نہ کبھی ہمارا حلیہ بیان کر سکے۔"

اس نے کرائے پر موٹر بوٹ حاصل کی۔ اس وقت تک میں اس شخص کے دماغ پر اس طرح حاوی رہا کہ وہ شعوری طور پر کچھ اور خیالوں میں گم تھا۔ میں اسے اس بات کا موقع نہیں دے رہا تھا کہ وہ ہمیں توجہ سے دیکھے اور ہمارے چہروں کو یاد رکھ سکے پھر ہم اس موٹر بوٹ میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ اگرچہ سپرماسٹر اور وہ لیڈی سیکرٹری ہماری نظروں کے سامنے نہیں تھے لیکن ٹیلی پیتھی کی آنکھ ہزاروں، لاکھوں میل تک دیکھتی ہے اور میں دیکھ رہا تھا۔

پانچ منٹ کے بعد میں نے بتایا۔ "وہ دونوں نوٹرے ڈیم گرجا گھر جا رہے ہیں۔"

سونیا نے کہا۔ "اس وقت نوٹرے ڈیم میں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ وہاں جانے کے راستے بند کر دیے جاتے ہیں۔ یقیناً وہ بیک ڈور سے جا رہے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے بوٹ کی اسٹیئرنگ دوسری طرف گھما دی۔ اب موٹر بوٹ اسی دریا پر دوسری طرف جا رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "اگر ہم گرجا گھر میں داخل نہ ہو سکے تو باہر ان سے نمٹ لیں گے۔"

"یوں تو ہم ابھی بھی نمٹ سکتے ہیں۔"

"تم اپنی ٹیلی پیتھی اپنے پاس رکھو۔ یہ میرے تکا رہیں۔"

"بھئی اسی لیے تو خاموش ہوں۔ ورنہ بلیک جھیکتے ہی انتقام لیا جائے تو کوئی خاص تحیر اور سنسنی پیدا نہیں ہوتی۔ یہ نفس نفیس دشمنوں کا تعاقب کرنے کا مقصد یہی ہے کہ تمھارے نام سے سنسنی پھیلتی۔ ہے پھر اس طرح ایڈونچر کا شوق بھی پورا ہوتا ہے۔"

میں نے سپر ماسٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ ان کی موٹر بوٹ ایک جگہ رک گئی تھی۔ وہ لیڈی سیکرٹری سے کہہ رہا تھا "یہ تم تیرھویں دروازے کے پاس کیوں آئی ہو۔ کیا تم نہیں جانتیں۔ ہم امریکیوں کے نزدیک تیرہ نمبر منحوس ہوتا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اگر یہ نمبر منحوس ہے تو نحوست بھی اس نمبر کی طرف آنے سے کترائے گی۔"

میں نے یہ باتیں سونیا کو بتائیں۔ وہ موٹر بوٹ اسی طرف لے جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے انجن کو بند کر دیا پھر ایک چپو مجھے دیتے ہوئے کہا "اب ہم خاموشی سے اُدھر جائیں گے۔"

دوسرے چپو کو اس نے سنبھالا پھر ہم اس کے ذریعے موٹر بوٹ کو پانی میں آگے بڑھاتے ہوئے، اسی جگہ پہنچے جہاں پہلے سے ایک موٹر بوٹ موجود تھی۔ دریائے سین کے وسط میں ذرا بلندی پر نوٹرے ڈیم گرجا گھر واقع ہے۔ ہم نے موٹر بوٹ کو ایک رسّی کے ذریعے ریلنگ سے باندھا پھر اسی ریلنگ کے سہارے زینے پر چڑھتے ہوئے اوپر پہنچے۔ ایک شخص اچانک ہمارے سامنے چلا آیا۔ اس نے سخت لہجے میں پوچھا "تم لوگ کون ہو؟"

میں نے کہا "یہی سوال ہم تم سے کرتے ہیں؟"

اس کا ہاتھ جیب کی طرف جانے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ ریوالور نکالتا، سونیا کا ایک ہاتھ اس کے مُنہ پر پڑا پھر تو پے در پے اس پر ایسے حملے ہوئے کہ وہ ریوالور نکالنا بھول گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ زمین پر بے سُدھ پڑا ہوا تھا۔ سونیا نے اس کے سینے پر پاؤں رکھ کر جیب میں ہاتھ ڈالے ہوئے ریوالور نکال لیا پھر اس کے سر کے بالوں کو پکڑ کر ایک جھٹکے سے ہٹا دیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ مگر کہہ نہ سکا۔ اس کے سر پر ریوالور کے دستے سے ایک زوردار ضرب پڑی۔ وہ پھر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اس بار وہ ہلنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔

ہم اسے چھوڑ کر گرجا گھر کی عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ سونیا نے پوچھا "وہ لوگ کہاں ہیں؟"

میں نے ایک منٹ کے بعد اُسے بتایا۔ "وہ دونوں نوٹرے ڈیم کے اس حصّے میں ہیں جو تاریخی داستان کے مطابق کبڑے عاشق سے منسوب ہے۔"

وہ اسی طرف چلنے لگی۔ اب نوٹرے ڈیم صدیوں پرانا گرجا گھر نہیں رہا تھا۔ اس کا تعمیری حُسن دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس گرجا گھر میں بجائے جانے والے جتنے گھنٹے تھے، ان سب میں مختلف دھاتوں کے علاوہ سونے اور چاندی کی بھی آمیزش کی گئی تھی۔ جب وہ گھنٹے اپنے مخصوص اوقات میں بجتے تھے تو ایک عجیب سا ترنم چاروں طرف دُور دُور تک گونجتا تھا اور وہاں کے لوگوں کے لیے وہ نہایت ہی مقدس ترنم ہوتا تھا۔ کبڑے عاشق سے منسوب رہنے والے اس حصّے میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تھی۔ وہاں ہر وہ چیز جس آہنی زنجیر کو کھینچ کر جو گھنٹہ بجایا کرتا تھا وہ ویسا ہی رکھا گیا تھا تاکہ سیاحوں کی دلچسپی کا باعث بنا رہے۔

لیڈی سیکرٹری وہاں پہنچ کر کہہ رہی تھی "سپر ماسٹر! اگر وہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس وقت تمہارے ساتھ کسی کی لیڈی سیکرٹری نہیں، سونیا ہے تو تم کیا کرو گے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "میں سونیا کی آواز کو اور قد و قامت کو خوب جانتا اور پہچانتا ہوں۔ وہ پانچ فٹ آٹھ انچ ہے جب کہ تمہارا قد زیادہ سے زیادہ پانچ فٹ ہے۔"

لیڈی سیکرٹری نے اپنا پرس کھول کر ایک ریوالور نکالا۔ اس میں سائلنسر لگا ہوا تھا۔ اس نے کہا "میں سونیا نہ سہی لیکن اس وقت تم ایک کاغذ پر وہی لکھو گے جو سونیا اپنے شکار سے لکھا تی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس بوسیدہ سے کمرے میں چلو جہاں موم بتی روشن ہے۔ میز پر اپنا بریف کیس رکھو۔ ایک کاغذ، قلم نکالو پھر میں تمہیں بتاتی ہوں۔"

"یہ کیا مذاق ہے؟ ہمارا وہ ماسٹر کہاں ہے؟"

"اب تمہارا کوئی ماسٹر، کوئی ماتحت نہیں رہا۔ تمہیں سپر ماسٹر کے حکم کے مطابق تم سے سوال کیا جا رہا ہے۔ تم نے فرہاد علی تیمور کی موت کے کاغذ پر دستخط کرنے سے پہلے اچھی طرح غور کیوں نہیں کیا؟ تم چاہتے تو جیسن ہارورڈ سے مہلت حاصل کر سکتے تھے.... سوالنامے کے تمام پہلوؤں پر غور کر سکتے تھے اور....؟"

سپر ماسٹر نے کہا "دیکھو، مجھ سے ایک غلطی ہو گئی لیکن میں نے سپر ماسٹر کے عہدے پر رہ کر اپنے ملک کو اور اپنی تنظیم کو بے شمار فائدے بھی تو پہنچائے ہیں۔"

فائدوں کا حساب جب ہوتا ہے تو اس کا منافع، فائدہ پہنچانے والے کو بھی ملتا ہے اور تمہیں بھی ملتا رہا لیکن جب نقصان ہوتا ہے تو وہ ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔ بہرحال اندر چلو، میں نہیں چاہتی کہ تمہیں یہیں گولی مار دوں۔"

"کیا تم سمجھتی ہو، میں موت کے ڈر سے وہی کروں گا جو تم چاہتی ہو۔"

"میں انسانی نفسیات کو سمجھتی ہوں۔ میرے حکم کی تعمیل کرنے کے دوران تمہارے دماغ میں یہ بات رہے گی کہ شاید تمہیں بچاؤ کا کوئی راستہ مل جائے اور تم مجھ پر جوابی حملہ کر سکو۔ میں تمہیں ضرور اس کا موقع دوں گی لیکن اندر چلو۔"

وہ خاموشی سے کمرے میں جاتے ہوئے بولا "تم کون ہو؟

میں نے اپنی تنظیم میں پہلے نہ تو تمہاری آواز سُنی اور نہ ہی تم سے متعارف ہوں۔"

"میں نئے سپر ماسٹر کی دستِ راست ہوں۔ اس نے جو ٹیم بنائی ہے اس میں ایسے خطرناک افراد شامل ہیں جو عملی طور پر بیرونی محاذ پر جا کر کسی نہ کسی مہم میں حصّہ لیتے رہے ہیں۔ ان میں سے ایک میں ہوں۔"

اس نے کمرے کے اندر پہنچ کر پوچھا "تمہیں پیرس کے ماسٹر نے بھیجا ہے یا سپر ماسٹر نے؟"

"پیرس کا ماسٹر ہو یا کسی اور ملک کا اور شہر کا ان کی اہمیت مجھ سے زیادہ نہیں ہے۔ میں براہِ راست سپر ماسٹر کے حکم کی تعمیل کرتی ہوں۔"

"میں نے جو غلطی کی ہے ابھی اس کا نتیجہ سامنے نہیں آیا ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے جو دستخط کیے ہیں وہ نقصان کا باعث ہوں گے پھر اس دستخط کا کوئی ثبوت بھی نہیں رہا۔ اس کاغذ کو میں نے پھاڑ دیا ہے۔"

"کاغذی ثبوت ختم ہو جانے سے غلطی چھپ نہیں جاتی۔ تمہاری دوسری غلطی یہ ہے کہ تم نے تل ابیب میں تخریبی کارروائیوں کا حکم دیا، جب کہ تمہارے سامنے ایک سیدھی سی بات تھی۔ وہ یہودی فرہاد کو زندہ رکھ کر اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اپنے کسی خاص آدمی کو ٹیلی پیتھی سکھانا چاہتے ہیں تمہیں اس منصوبے کو جڑ سے اکھاڑنا چاہیے تھا یعنی تم فرہاد ہی کو ختم کرا دیتے۔ اپنے آدمیوں کو تخریبی کارروائیوں کا حکم دینے کے بجائے فرہاد کو ہلاک کرنے کا حکم دیتے تو قصّہ ہی ختم ہو جاتا۔ ہمارے دل میں اب یہ اندیشہ تو نہیں رہے گا کہ وہ فرہاد کو کہاں چھپا کر رکھتے ہیں۔ کس طرح استعمال کرتے ہیں اور فرہاد کے بعد اب کون شخص ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں لے کر ہمارے لیے مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔ ایکس سپر ماسٹر! تم نے اپنے آخری دور میں بہت سی حماقتیں کی ہیں۔ اب میں زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتی۔ بیٹھ جاؤ۔"

اس نے بریف کیس کو میز پر رکھا۔ پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کمرے کی ہر چیز گرد آلود تھی۔ کہیں کہیں جالے پڑے ہوئے تھے۔ پرانے زمانے کے پتھروں کو تراش کر وہ کمرہ بنایا گیا تھا۔ نئی اور کرسیاں بھی پتھر کی نئی ہوئی تھیں۔ سپر ماسٹر کی دستِ راست نے کہا "کمرے کو نہ دیکھو۔ بریف کیس کھولو۔ کاغذ اور قلم نکالو۔ جالا کی نہ دکھانا۔ اس سے پہلے کہ تم بریف کیس سے کوئی ہتھیار نکال کر مجھ پر حملہ کرو، میں اس سے پہلے تمہیں ختم کر دوں گی۔ تم نے اب تک سونیا کے بھرتیے پن کے قصّے سُنے ہوں گے۔ میری تیزی اور طراری دیکھو گے تو اُسے بھول جاؤ گے۔"

اس نے کاغذ اور قلم نکال کر میز پر رکھا۔ وہ کہنے لگی "لکھو۔"

وہ لکھنا نہیں چاہتا تھا۔ موقع کی تلاش میں تھا کہ کسی طرح جوابی حملہ کرے۔ اگر وہ میز کرسی کی ہوتی تو اسے اس ریوالور والی کی طرف الٹ دیتا لیکن جتنی دیر میں وہ موم بتی بجھانے کی یا لگانے کی کوشش کرتا اتنی دیر میں گولی چل جاتی۔ میں نے اسے لکھنے پر مجبور کیا۔ وہ سر جھکا کر وہی لکھنے لگا جو وہ لکھوا رہی تھی۔

"میرے سامنے موت کھڑی ہے۔ میں اس کا نام نہیں لے سکتا۔ بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں اسے اے تھنڈر بولٹ فرام دی بلو کہتی ہیں۔"

اتنا لکھ کر اس نے نیچے اپنے دستخط کر دیے۔ سپر ماسٹر کی اس دستِ راست نے کہا "اسے کہتے ہیں ایک تیر سے دو شکار کرنا۔ تمہیں تمہاری غلطیوں کی سزا بھی دی جائے گی۔ اس کا الزام موجودہ سپر ماسٹر پر نہیں آئے گا۔ خواہ مخواہ سارا کریڈٹ سونیا کو جائے گا۔"

اسی وقت سونیا نے دروازے پر پہنچ کر دونوں ہاتھوں سے تالی بجاتے ہوئے کہا "واہ واہ، کیا کمال دکھا رہی ہو تم۔ تمہیں سونیا کے خلاف مہم پر بھیجنے سے پہلے نئے سپر ماسٹر کو یہ دیکھ لینا چاہیے تھا کہ تمہارے دودھ کے دانت ٹوٹے ہیں یا نہیں؟"

ریوالور کا رُخ سونیا کی طرف ہو گیا۔ اس نے پوچھا "کیا تم سونیا ہو؟ کیا میک اپ میں ہو؟ میں تمہارا اصلی چہرہ خوب پہچانتی ہوں۔"

"میری پہچان یہ ہے کہ میں نہتی رہتی ہوں۔ اس وقت تمہارے ہاتھ میں ریوالور ہے اور میں خالی ہاتھ ہوں۔ اس سے بڑی پہچان اور کیا ہو سکتی ہے۔ ابھی تم خود کو مجھ سے برتر کہہ رہی تھیں۔ کیا اس ریوالور کے سہارے برتری قائم رکھو گی؟"

اس نے سپر ماسٹر کو دیکھا۔ پھر اچانک ہی گولی چلا دی۔ وہ پتھریلی میز پر اوندھے منہ گر پڑا جو تحریر لکھی تھی، اس پر گر کر بے جان ہو گیا۔ پھر ریوالور والی نے سونیا کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا۔ "دوسری گولی تمہارا کام تمام کر سکتی ہے۔"

اُس نے باتوں کے دوران اپنے ریوالور سے سائلنسر کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا "میں اچھی طرح جانتی ہوں، تم تنہا اتنی شہ زور یا ناقابلِ شکست نہیں ہو۔ فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی تمہیں سہارا دیا کرتی تھی۔"

اس نے چیمبر سے باقی گولیاں نکالیں اور اُنہیں ایک طرف پھینکتے ہوئے ریوالور کو میز پر رکھ دیا اور کہا "آؤ اب ہم دونوں ہی ہتھیار سے خالی ہیں۔"

سونیا کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑی ہوئی تھیں۔ سپر ماسٹر کی دستِ راست نے طنزیہ انداز میں پوچھا "پہلا حملہ تم کرو گی مگر کیسے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سونیا نے ہاتھ کو ایک ہلکا سا جھٹکا دیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں ریوالور نظر آ رہا تھا مقابلے پر آنے والی پریشان ہو کر ریوالور کو دیکھنے لگی۔ سونیا نے مسکرا کر کہا "میرے ریکارڈ میں یہ ضرور لکھا ہے کہ میں اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھتی لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ میں بلا کی مکار ہوں۔ مقابلے کو خواہ مخواہ طول دے کر وقت ضائع نہیں کرتی۔ آناً فاناً فیصلہ کر دیتی ہوں۔"

"لیکن یہ ریوالور تمہارے مزاج کے خلاف ہے۔"

"ہاں، وہ تو ہے۔ تم ابھی تھوڑی دیر پہلے یقیناً یہ سوچ رہی تھیں کہ سونیا کس انداز سے حملہ کرے گی اور تم کس طرح اپنا بچاؤ کرتے ہوئے جوابی حملہ کرو گی۔ میں تمہیں یہی بتانا چاہتی ہوں کہ میں حملہ کیسے کرتی ہوں۔ اگر میرے پاس ریوالور ہے تو پہلے تم اسے چلاؤ گی۔ اس کے بعد میں۔ یہ لو۔۔۔۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور اس کی طرف اچھالا۔ اس نے کیچ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت اس کے پیٹ میں ایک ٹھوکر پڑی۔ وہ کراہ کر پیٹ پکڑتے ہوئے ذرا جھکی تو دوسری ٹھوکر اس کے منہ پر لگی۔ وہ نیچے جا کر دیوار سے لگ گئی۔ ریوالور زمین پر پڑا ہوا تھا۔ سونیا نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ یہاں ہے۔ چاہو تو اب بھی اٹھا سکتی ہو۔ مقابلے کی ضد کرو گی تو میں تمہیں بچھتانے کا موقع نہیں دوں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سپر ماسٹر کی دست راست نے جیسے فضا میں پرواز کی۔ واقعی اسے بھی لڑنے کا ہنر آتا تھا سونیا ذرا ہٹ کر سے اٹھاتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ وہ پرواز کرتے ہوئے اس کے سر پر سے گزرتے ہوئے دوسری طرف گئی۔ پھر چشم زدن میں وہاں بھی نظر نہیں آئی۔ وہاں سے پرواز کرتے ہوئے تیسری طرف گئی۔ پھر وہاں سے چوتھی طرف۔ سونیا گھوم گھوم کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ متواتر لپکنے رہنے کے دوران کس انداز میں حملہ کرے گی؟

میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا اور سونیا کی رہنمائی کر سکتا تھا لیکن وہ کوئی دودھ پیتی بچی نہیں تھی کہ کسی رہنما کی انگلی پکڑ کر چلتی۔ اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ ایسے حملہ آوروں کو بے وقوف بنانا خوب جانتی تھی۔ اچانک ہی حملہ کرنے والی کی پرواز ختم ہو گئی۔ وہ فضا میں ادھر سے ادھر جانا بھول گئی کیونکہ سونیا زمین پر لیٹ گئی تھی۔ اب اسے گھوم گھوم کر دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ آرام سے چاروں شانے چت لیٹ کر چاروں سمت اسے دیکھ سکتی تھی۔ یہ الجھن نہیں رہی تھی کہ حملہ کرنے والی کدھر سے آئے گی جہاں سے بھی آئی اسے زمین کے اسی حصے کی طرف آنا پڑتا جہاں وہ لیٹی ہوئی تھی۔

وہ ایک طرف کھڑی ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے سونیا کو غصّے سے گھورتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ سونیا نے کہا "اس وقت تم دنیا کی بزدل ترین عورت ہو۔ اور میں تم سے لڑنا اپنی توہین سمجھتی ہوں۔ کہاں تو اتنی دھمکیاں مار رہی تھیں اور کہاں ایک ریوالور کو اٹھانے کے لیے اتنے جتن کر رہی ہو۔"

اس وقت تک وہ ریوالور کے پاس پہنچ کر اسے اٹھا چکی تھی۔ پھر اٹھاتے ہی اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ فوراً ہی فضا دے کر ٹریگر دبا دیا۔ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ ریوالور خالی کر رہا تھا کہ سونیا خالی ہاتھ ہی رہتی ہے۔ ریوالور بھی اس کے ہاتھ میں تھا لیکن خالی تھا۔ اس نے جھنجلا کر ریوالور کو اس طرح کھینچ کر مارا، جیسے پتھر مار رہی ہو۔ سونیا نے اسے کیچ کر لیا۔ پھر ہنستے ہوئے کہا "اگر میں کرکٹ کی کھلاڑی ہوتی تو لیڈی آف دی میچ کہلاتی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی مقابلہ کرنے والی کو محسوس ہوا جیسے ٹرانسمیٹر سے کوئی اشارہ موصول ہو رہا ہے۔ یہ بات میں اس کے دماغ میں رہ کر سمجھ رہا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا "اس کے پاس ٹرانسمیٹر ہے اور اسے اشارہ موصول ہو رہا ہے۔ اس کی سوچ بتا رہی ہے کہ سپر ماسٹر اس سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ شاید معلوم کرنا چاہتا ہے کہ وہ سابقہ سپر ماسٹر کو ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہوئی ہے یا نہیں؟"

سونیا نے سوچ کے ذریعے کہا "اگر اسے بات کرنے کا موقع دیا جائے گا تو سپر ماسٹر کو یہاں کے حالات کا علم ہو جائے گا اور وہ لوگ اس کی مدد کو پہنچ جائیں گے۔"

"تم ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ اسی لیے تو چاہتا ہوں، یہ قصّہ فوراً ختم کر دو۔"

سونیا جب کسی خاص مقصد کے لیے گھر سے نکلتی ہے تو فیشن ڈریس نہیں پہنتی۔ اس کا مخصوص لباس پتلون، بنیان اور جیکٹ ہوتا ہے جو زیادہ تر سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔ اس وقت اتارے جیکٹ کی ایک جیب میں ہاتھ ڈال کر سائلنسر نکالا۔ اسے میز پر رکھے ہوئے ریوالور کی نال سے لگاتے ہوئے بولی "اس سائلنسر کو تم نے ادھر پھینکا تھا۔ میں نے تمہیں بے وقوف بنانے کے دوران اسے اٹھا لیا تھا۔ اب دیکھو یہ اس سے منسلک ہو رہا ہے۔"

اس نے گھبرا کر پہلے تو ریوالور کو دیکھا۔ پھر اس طرف دیکھا جہاں اس نے ریوالور کی گولیاں پھینک دی تھیں۔ سونیا نے ایک گولی اسے دکھاتے ہوئے کہا "یہ میرے پاس ہے اور میں نہیں روکوں گی۔"

وہ بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ ریوالور کی طرف بڑھنے لگی۔ سونیا نے کہا "اس وقت تم دنیا کی بزدل ترین عورت ہو۔ اور میں تم سے لڑنا اپنی توہین سمجھتی ہوں۔ کہاں تو اتنی دھمکیاں مار رہی تھیں اور کہاں ایک ریوالور کو اٹھانے کے لیے اتنے جتن کر رہی ہو۔"

اس وقت تک وہ ریوالور کے پاس پہنچ کر اسے اٹھا چکی تھی۔ پھر اٹھاتے ہی اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ فوراً ہی فضا دے کر ٹریگر دبا دیا۔ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ ریوالور خالی کر رہا تھا کہ سونیا خالی ہاتھ ہی رہتی ہے۔ ریوالور بھی اس کے ہاتھ میں تھا لیکن خالی تھا۔ اس نے جھنجلا کر ریوالور کو اس طرح کھینچ کر مارا، جیسے پتھر مار رہی ہو۔ سونیا نے اسے کیچ کر لیا۔ پھر ہنستے ہوئے کہا "اگر میں کرکٹ کی کھلاڑی ہوتی تو لیڈی آف دی میچ کہلاتی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی مقابلہ کرنے والی کو محسوس ہوا جیسے ٹرانسمیٹر سے کوئی اشارہ موصول ہو رہا ہے۔ یہ بات میں اس کے دماغ میں رہ کر سمجھ رہا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا "اس کے پاس ٹرانسمیٹر ہے اور اسے اشارہ موصول ہو رہا ہے۔ اس کی سوچ بتا رہی ہے کہ سپر ماسٹر اس سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ شاید معلوم کرنا چاہتا ہے کہ وہ سابقہ سپر ماسٹر کو ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہوئی ہے یا نہیں؟"

سونیا نے سوچ کے ذریعے کہا "اگر اسے بات کرنے کا موقع دیا جائے گا تو سپر ماسٹر کو یہاں کے حالات کا علم ہو جائے گا اور وہ لوگ اس کی مدد کو پہنچ جائیں گے۔"

"تم ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ اسی لیے تو چاہتا ہوں، یہ قصّہ فوراً ختم کر دو۔"

سونیا جب کسی خاص مقصد کے لیے گھر سے نکلتی ہے تو فیشن ڈریس نہیں پہنتی۔ اس کا مخصوص لباس پتلون، بنیان اور جیکٹ ہوتا ہے جو زیادہ تر سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔ اس وقت اتارے جیکٹ کی ایک جیب میں ہاتھ ڈال کر سائلنسر نکالا۔ اسے میز پر رکھے ہوئے ریوالور کی نال سے لگاتے ہوئے بولی "اس سائلنسر کو تم نے ادھر پھینکا تھا۔ میں نے تمہیں بے وقوف بنانے کے دوران اسے اٹھا لیا تھا۔ اب دیکھو یہ اس سے منسلک ہو رہا ہے۔"

اس نے گھبرا کر پہلے تو ریوالور کو دیکھا۔ پھر اس طرف دیکھا جہاں اس نے ریوالور کی گولیاں پھینک دی تھیں۔ سونیا نے ایک گولی اسے دکھاتے ہوئے کہا "یہ میرے پاس ہے اور میں نہیں روکوں گی۔"

اب چیمبر میں جا رہی ہے۔"

اس نے فوراً ہی سونیا پر چھلانگ لگائی لیکن اب وہ اس احساس کمتری میں مبتلا ہو چکی تھی کہ سونیا کو شاید ایک ہاتھ بھی نہیں مار سکے گی۔ اور یہی ہو رہا تھا۔ جب وہ ناکام چھلانگ کے بعد زمین پر گر کر اٹھی۔ اس وقت تک سونیا اسے ریوالور کی زد میں لے چکی تھی اور کہہ رہی تھی "مُردہ سپر ماسٹر کا کاغذ قلم میز پر رکھا ہوا ہے۔ اسے اٹھاؤ اور وہی لکھو جو میں کہہ رہی ہوں۔"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے پیچھے کی طرف ہٹتے ہوئے دروازے کی طرف جانے لگی۔ اب اسے فرار ہونے کی سوجھ رہی تھی۔ دروازے پر پہنچتے ہی وہ مجھ سے ٹکرا گئی۔ فوراً ہی اچھل کر دوسری طرف چلی گئی۔ پلٹ کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "میں نے تمہیں ایک ذرا ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ جہاں سونیا موجود ہوتی ہے، وہاں میں بیچارہ تماشائی بنا رہتا ہوں۔ کچھ کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ بھلا اس کی بات مان لو اور جو کہتی ہے اسے لکھو۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "نہیں نہیں، میں نہیں لکھوں گی۔"

میں دوسرے ہی لمحے اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ آگے بڑھی اور میز پر جھک کر قلم اٹھانے کے بعد لکھنے لگی۔ سونیا کہہ رہی تھی۔ لکھو:

"میرے سامنے موت کھڑی ہے لیکن میں اس کا نام نہیں لے سکتی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں سابقہ سپر ماسٹر کے سامنے موت بن کر کھڑی ہوئی تھی۔ میرا ارادہ تھا کہ اسے ہلاک کرنے کے بعد اسی ہستی کو اس قتل کو ذمے دار ٹھہراؤں گی جس نے پچھلی رات بڑی دہشت گردی سے یہودیوں کو قتل کیا تھا لیکن میں یہ بھول گئی کہ وہ کالی بلا میرا پیچھا کرتی یہاں تک بھی آ جائے گی۔

یہ جو میرے سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ یہ اپنے زندہ دشمنوں کو وارننگ دے رہی ہے کہ آئندہ کوئی اس کے نام سے ایسی واردات نہ کرے، ورنہ تاریک آسمان سے لپکنے والی بجلی جانتی ہے کہ اسے کس پر گرنا چاہیے۔"

اتنا لکھ کر اس نے نیچے اپنا پورا نام پتا لکھا اور دستخط کر دیے۔ سونیا نے میری ہدایت کے مطابق وہ سائلنسر لگا ہوا ریوالور اس کے سامنے رکھ دیا۔ پھر میرے پاس آ گئی۔ ہم دونوں سکون سے چلتے ہوئے باہر آ گئے لیکن میں اسی عورت کے دماغ کو کنٹرول کیے ہوئے تھا۔ وہ ریوالور سے سائلنسر نکال رہی تھی۔ ہم اپنی موٹر بوٹ میں آ گئے۔ اس وقت وہ اپنے پرس سے رومال نکال کر ریوالور کو صاف کر رہی تھی۔ سونیا کی انگلیوں کے نشانات مٹا رہی تھی۔ پھر اس نے رومال کے ساتھ ریوالور کے دستے

کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ انگلی کو ٹریگر پر رکھا۔ سونیا نے موٹر بوٹ کے انجن کو اسٹارٹ کیا۔ ادھر انجن کا شور ہوا، اُدھر ہٹ میں سے گولی چلی۔ تیزی سے بھاگنے والی بوٹ کا شور مچاتا ہوا انجن یہ کہہ رہا تھا، آدمی کا انجن بھی جب تک چلتا رہتا ہے، شور مچاتا ہے، تیزی دکھاتا ہے، جہاں انجن بند ہوا۔ وہاں سب کچھ ختم جاتا ہے۔

آدھے گھنٹے کے بعد ہم اپنی کار میں بیٹھ کر ایک ٹیلیفون بوتھ کے پاس پہنچے۔ پھر وہاں سے سونیا نے پیرس کے ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے پوچھا "ماسٹر! کیا میری آواز پہچان رہے ہو؟"

میں اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ آواز سنتے ہی پہلے قدوہ چونکا۔ پھر چہرا مسکراتے ہوئے بولا "اوہ مادام سونیا! آپ کی آواز ہم لاکھوں میں پہچان سکتے ہیں۔"

"بالکل اسی طرح جس طرح میں لاکھوں کاروں میں تمہاری کار کو پہچان سکتی ہوں۔"

"جی، میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"اب سے کچھ دیر پہلے نوٹر کرمیں سٹ پر میں نے تمہاری کار کو لے ڈی لا سائیٹ کے پارکنگ ایریا میں دیکھا۔ اس کار میں تم نہیں تھے۔ ایک جوان عورت کسی ادھیڑ عمر کے آدمی کے ساتھ نظر آئی۔ پارکنگ ایریا میں اس کی کار میری کار کے بالکل برابر آکر کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی زبان سے چند فقرے سنے اور چونک گئی۔ کیونکہ وہ فقرے اس کے ساتھی مرد کو سپر ماسٹر ظاہر کر رہے تھے۔"

پیرس کا ماسٹر سُن کر چونک گیا۔ اپنی جگہ پہلو بدلتے ہوئے بولا "یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"وہی جو تم سمجھ رہے ہو۔ ظاہر ہے اس کے بعد میں اُن دونوں کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ میں اُن کے تعاقب میں نوٹر ڈیم تک پہنچ گئی۔ وہاں بات کچھ اور کھل کر سامنے آئی۔ پتا چلا کہ وہ سپر ماسٹر استعفےٰ دے چکا ہے اور اب کوئی نیا سپر ماسٹر آیا ہے اور وہ نیا سپر ماسٹر یہودی ہے۔ اب تم اُس یہودی سے رابطہ قائم کرو اور اُسے میرا پیغام دو۔ میں اُسے سپر ماسٹر کا عہدہ حاصل کرنے پر مبارک باد دیتی ہوں اور تحفہ کے طور پر دو لاشیں اُس کے لیے چھوڑ آئی ہوں۔ اس سے کہنا۔ آئندہ میرے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلانے سے پہلے ایک بار سَو سَو سے میرے ریکارڈ کو توجہ سے پڑھے۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں اس کے ساتھ بوتھ کے اندر کھڑا ہوا باہر کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ اس کے ریسیور رکھنے کے بعد میں نے کہا "اب ریڈیو پاور کے باس اسحاق وال وچ کے سابقہ ماسک مین سے رابطہ قائم کرو۔"

اس نے پھر ریسیور اٹھا کر رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے باس اسحاق وال وچ کی سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔ میں نے گھمبیر آواز میں کہا "ماسک مین کا پیغام ہے۔ اپنے باس کو ریسیور دو۔"

ذرا سی دیر میں ہی باس کی آواز سنائی دی۔ "میں ہی بات کر رہا ہوں۔ پیغام سناؤ میں۔"

"کیا سناؤں۔ میری آواز سنتے ہی دشمنوں کے ہوش اڑ گئے ہیں مسٹر اسحاق وال وچ! سو گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

"اوہ، مادام سونیا! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ آپ نے مجھ سے رابطہ قائم کیا ہے اور مجھے آپ سے گفتگو کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔"

"میں چاہتی ہوں۔ یہ شرف تمہارے سابقہ ماسک مین کو بھی حاصل ہو۔ ریسیور اسے دے دو۔"

"جی، یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ بھلا ماسک مین تم سے روبرو کب ملاقات کرتے ہیں اور یہ سابقہ ماسک مین سے کی مُراد کیا ہے؟"

"مجھ سے بننے کی کوشش نہ کرو۔ میں وہ جانتی ہوں جو نہیں جانتے۔ یقین نہ آئے تو سُنو۔ پیرس کے ماسٹر کی ایک حماقت کے باعث میں سابقہ سپر ماسٹر تک پہنچ گئی۔ اس کے ذریعے پتا چلا کہ صرف وہی سابقہ نہیں رہا، بلکہ تمہارا ماسک بھی بدل گیا ہے۔ اب جو سابقہ ماسک مین ہے وہ اس وقت تمہارا مہمان بنا ہوا ہے۔"

"کیا آپ نے سپر ماسٹر سے ملاقات کی ہے؟"

"ہاں، کی تھی۔ اب بے چارا اس دنیا میں نہیں ہے۔ میں نے اس کی لاش کا تحفہ نئے سپر ماسٹر کو بھیجا ہے۔ میں تمہارا رکھنا چاہتی ہوں۔ اپنے مہمان ماسک مین سے پوچھو۔ اس کا نئے ماسک مین تک کس وقت پہنچا جائے؟"

"دیکھیے مادام! آپ ہمیں دوست بنانے کے بجائے دشمنی کی فضا پیدا کر رہی ہیں۔ یہ جو دہشت آپ نے پھیلا رکھی ہے اتنے قتل ہو رہے ہیں، کیا اس کے نتیجے میں آپ کے دشمنوں کی تعداد نہیں بڑھے گی اور جب بڑھے گی تو آپ کب تک محفوظ رہیں گی کب تک روپوش رہیں گی؟"

"جب فرہاد میرے ساتھ نہیں رہا تو مجھے یہ زندگی قبول ہے۔ میں اس مسئلہ پر بحث کرنا نہیں چاہتی۔ تم سے کہہ دیا میرا پیغام دونوں ماسک مین تک پہنچا دو اور اتنا کہہ دو کہ

نے پیرس شہر کی ناکہ بندی کر دی ہے۔ تمہارا مہمان ماسک مین یہاں سے باہر نہیں جا سکے گا۔ یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لو۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ہم دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ جب کار آگے بڑھ گئی تو میں نے باس اسحاق وال وچ کی خبر لی۔ سابقہ ماسک مین اسی کمرے میں تھا اور پریشانی سے ٹہل رہا تھا۔ بڑبڑا رہا تھا "یہ کیا نئی مصیبت ہے؟"

اس وقت اسحاق وال وچ فون کے ذریعے پیرس کے ماسٹر سے باتیں کر رہا تھا اور اس بات کی تصدیق کر رہا تھا کہ سونیا نے جو کچھ کہا ہے، وہ درست ہے یا نہیں۔ پھر اس نے ریسیور رکھ کر کہا "پیرس کا ماسٹر تصدیق کر رہا ہے۔ تم جس سپر ماسٹر کے ساتھ یہاں پہنچے ہو، وہ قتل کر دیا گیا ہے۔ اب تمہاری باری ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "آخر سونیا کے ذرائع اتنے وسیع کیسے ہو گئے؟ کیا وہ پورے پیرس کی ناکہ بندی کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ خواہ مخواہ ہمیں دہشت زدہ کر رہی ہے۔ میں ابھی یہاں سے نکل جاؤں گا۔"

"ہو سکتا ہے سونیا نے ہماری اس رہائش گاہ کے قریب ہی کہیں سے فون کیا ہو اور اسی انتظار میں ہو کہ تم گھبرا کر باہر نکلو اور وہ تمہیں ٹھکانے لگا دے۔"

اس نے پریشان ہو کر اسحاق وال وچ کا منہ دیکھا۔ پھر دھپ سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ انکار میں سر ہلا کر کہنے لگا "نہیں، نہیں۔ اب ایسے ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں مل سکتا جیسا کہ تم کہہ رہے ہو۔ پیرس کے ماسٹر کی ایک حماقت سے سونیا سپر ماسٹر تک پہنچ گئی تھی لیکن وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکے گی۔ میں کوئی حماقت نہیں کروں گا۔ تم بھی خاموش رہو۔ میں آج ہی رات کو فرانس کی سرحد سے نکل جاؤں گا لیکن کس طرح نکلوں گا، یہ اپنے سائے کو بھی نہیں بتاؤں گا۔ دیکھتا ہوں۔ وہ میرا پیچھا کیسے کرتی ہے۔"

میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسحاق وال وچ کے دماغ میں ایک خیال پیدا کیا۔ وہ چونک کر بولا "اوہ، ہم تو ایک بات بھول ہی گئے تھے۔"

"وہ کیا؟"

"شاید سونیا کی سونگھنے کی صلاحیت پھر بحال ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ سونگھنے کی یہ حس جو کسی وجہ سے ختم ہو رہی ہے کسی نامعلوم وجہ سے پھر بحال ہو سکتی ہے۔ شاید اسے تمہاری بُو سونگھنے کا کوئی ذریعہ حاصل ہو گیا ہو گا ہر۔"

"کیسے سونگھ سکتی ہے۔ میں کبھی اس کے سامنے نہیں گیا کبھی میرا ایک رومال بھی اس کے ہاتھ نہیں لگا۔ پھر وہ کیسے میری بُو تک پہنچ سکتی ہے؟"

"جب وہ پہنچ جائے گی، تب بتائے گی کہ اس نے کس طرح تمہاری بُو کو پا لیا تھا۔"

اب سابقہ ماسک مین کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ سونیا واقعی پورے پیرس کی ناکہ بندی کر سکتی ہے۔ وہ جدھر سے گزرے گا، ادھر اس کی بُو کو پا لے گی اور موت کی طرح اس کی شہ رگ تک پہنچ جائے گی۔

باس اسحاق وال وچ خلا میں تک رہا تھا اور آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا "جن لوگوں نے فرہاد کی موت کے فیصلے پر دستخط کیے وہ سب کے سب یکے بعد دیگرے اپنی موت کے فیصلے پر قلم خود دستخط کریں گے۔ سونیا یہی کروا رہی ہے۔"

میں نے سونیا سے کہا "ماسک مین کی حالت غیر ہے۔ اس کی عقل کام نہیں کر رہی ہے کہ اسے کس طرح اپنا بچاؤ کرنا چاہیے۔ اسے اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ جہاں بھی جائے گا، تم اس کی بُو سونگھ لو گی اور اس سے نمٹ لو گی۔"

"بے چارے کو ذرا گائیڈ کر دو۔ اس کے دماغ میں یہ بات ڈال دو کہ پچھلی رات سے تمام یہودی سونیا کی تلاش میں ہیں۔ جب وہ یہودیوں سے مدد حاصل کرنا چاہے گا تو یقیناً جے، جے پار کر تک پہنچے گا اور اس کے ذریعے خود بخود ہمارے قریب آجائے گا۔"

میں نے محبت سے فخر سے سونیا کو دیکھا۔ پھر کہا "معلوم ہوتا ہے اس کھوپڑی میں ہمیشہ پکا پکایا منصوبہ موجود رہتا ہے۔"

یہ کہہ کر میں سابقہ ماسک مین کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی سوچ میں یہی بات چھیڑ دی کہ یہودی اس سلسلے میں اس کے لیے کچھ کر سکتے ہیں۔ اس نے صوفے پر سیدھی طرح بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر اسحاق وال وچ! آپ یہاں کے کسی بڑے یہودی سے رابطہ قائم کریں۔ وہ لوگ سونیا کی تلاش میں ہوں گے اور اپنے بچاؤ کی نہ جانے کیسی کیسی تدابیر کر چکے ہوں گے۔ مجھے ان سے مدد مل سکتی ہے۔"

باس اسحاق وال وچ اس کی خواہش کے مطابق کسی یہودی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں دماغی طور پر واپس آگیا۔ سونیا نے ایک اسنیک بار کے سامنے گاڑی روک دی تھی اور کافی کا آرڈر دے رہی تھی۔ جب کافی آگئی تو میں نے ایک چسکی لیتے ہوئے پھر سابقہ ماسک مین کی خبر لی۔ وہ کسی سے فون پر بات کر رہا تھا اور کوئی اسے سمجھا رہا تھا "مسٹر! آپ اطمینان سے باہر نکلیں اور فٹ پاتھ پر چلیں۔ [illegible] کے ساتھ کہ سونیا آپ کے قریب نہیں آسکے گی۔ آئے گی تو ہم سے بچ کر نہیں جائے گی۔"

ماسک مین نے کہا: "آپ یہ بات یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟ میں سونیا کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"پھر تو آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ وہ قتل کرنے سے پہلے مقتول سے ایک خط لکھواتی ہے اور لکھنے والے کی موت کے فیصلے پر مرنے والے کو خود دستخط کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ جب تک یہ تم سے نہیں کرائے گی، اس وقت تک تمہیں قتل بھی نہیں کرے گی۔"

ماسک مین نے قائل ہو کر سوچا: "یہ درست ہے۔ اب تک یہی ہوتا آیا ہے۔ سونیا کو ضد ہے، جسے قتل کرتی ہے، پہلے اسے اپنی موت کے فیصلے پر بقلم خود دستخط کرنے پر مجبور کرتی ہے اور وہ میرے ساتھ بھی ایسا ہی کرے گی۔ لہٰذا آزادی سے باہر نکلنا چاہیے۔ جب ایسے بھی مرنا ہے اور ویسے بھی مرنا ہے تو کیوں نہ اسے گرفتار کرانے کی کوشش کرتے ہوئے جان دی جائے۔"

میں نے سونیا کو ماسک مین کے متعلق بتایا۔ وہ کہنے لگی۔ "فی الحال اسے چھوڑ دو۔ کیا ضروری ہے کہ آج ہی اس کا کام تمام کیا جائے۔"

"ضروری ہے۔ اس سے نمٹنے کے بعد میں تل ابیب میں مصروف رہنا چاہتا ہوں۔ وہاں پہنچنے سے پہلے ہمیں اپنے لیے میدان ہموار کر کے رکھنا چاہیے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ پھر کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"گھر چلو۔ وہاں اطمینان سے بیٹھ کر اس سے نمٹ لوں گا۔"

سونیا نے کار کا رخ گھر کی طرف موڑ دیا۔ میں نے ماسک مین کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا: "ٹھیک ہے کہ مجھے باہر نکلنا چاہیے۔ اپنی جان پر کھیل کر سونیا کو گرفتار کرانا چاہیے لیکن رات کے وقت یہ مناسب نہیں ہے۔ وہ کہیں بھی تاریکی سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ کالی بلا رات کے اندھیرے میں نہ جانے کہاں سامنے آ جائے۔"

یہی بات اس نے باس اسحاق وال وچ سے کہی۔ اس نے کہا: "آپ صبح یہاں سے سیر کے لیے نکلیں۔ ہمارے لوگ آپ کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ کوئی بھی عورت آپ کے قریب آئے گی، تو اس سے نمٹ لیا جائے گا۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں چلا گیا۔ دل میں دہشت تھی۔ وہ اتنی جلدی سو نہیں سکتا تھا۔ اس لیے پینے لگا۔ تاکہ نشے میں موت کو کسی قدر بھول جائے۔ میں نے اسے پینے کا موقع دیا اور اس کے دماغ کو خالی چھوڑ دیا۔ ہم تقریباً گیارہ بجے اپنی رہائش گاہ میں پہنچے۔ میں نے سونیا سے کہا: "یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے صرف تم ہی ان کے پاس جاؤ اور ان سے موت کے کاغذ پر دستخط کراؤ۔ بھئی، یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔"

"تم کر سکتے ہو لیکن میرا نام کیوں آئے۔ جبکہ میں وہاں موجود نہیں ہوں گی۔"

"تم رہو یا نہ رہو، ہم ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمہارے نام سے دہشت طاری رہے۔ فرہاد ان کی نظروں میں ٹیلی پیتھی سے خالی ہو چکا ہے۔ وہ میدان عمل میں نہیں آ سکتا۔ ایک تم ہی رہ گئی ہو۔ میں جو کچھ کر سکتا ہوں، تمہارے ہی نام سے کر سکتا ہوں۔"

میں نے اسے بہت سمجھایا۔ وہ راضی ہو گئی۔ تب میں نے سابقہ ماسک مین کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ابھی تک پل رہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا۔ نشے کے باوجود سونیا دماغ سے نہیں نکل رہی تھی۔ میری خواہش کے مطابق وہ بستر پر لیٹ گیا۔ پھر آہستہ آہستہ سونے لگا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گیا، تب میں نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے ٹرپ کیا اور اسے اٹھا دیا۔ اس نے بستر سے اتر کر پہلے بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر ایک میز کے پاس آیا۔ وہاں بیٹھ کر کاغذ اور قلم لے کر لکھنے لگا۔

"میرے سامنے موت کھڑی ہے۔ وہ موت جو ہر ٹھوس دیوار میں دروازہ بنا کر چلی آتی ہے۔ اس وقت وہ ہزار رکاوٹوں کے باوجود میرے سامنے چلی آئی ہے۔ اس کا حکم ہے کہ میں اسی طرح اپنی موت کے فیصلے پر دستخط کروں جس طرح فرہاد کی موت کے فیصلے پر میں نے دستخط کیے تھے۔

یہ جو میرے سامنے ہے، میں اس کا نام نہیں لے سکتا۔ بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ شی از اے تھنڈر بولٹ فرام دی بلو۔"

اتنا لکھ کر اس نے دستخط کیے پھر کاغذ اور قلم کو وہیں چھوڑ دیا۔ واپس آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ اس کے بعد ہپناٹزم کے ذریعے گہری نیند سو گیا۔

میں نے اسحاق وال وچ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ سو رہا تھا۔ اس کی خوابیدہ سوچ نے بتایا کہ اس کے سرہانے والی میز پر نیند کی گولیاں، پانی کا جگ اور گلاس رکھا ہوا ہے۔ اس نے سونے سے پہلے دو گولیاں کھائی ہیں اور گولیاں کھانے سے پہلے اپنے خاص ماتحت کو حکم دیا ہے کہ وہ سامنے والے بنگلے میں محتاط رہے اور رات بھر جاگتا رہے۔ سونیا کسی وقت بھی اپنا چیلنج پورا کرنے کے لیے آ سکتی ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنے بنگلے کے احاطے میں دو خونخوار کتوں کو آزاد چھوڑ دیا اور پھر اطمینان سے سو گیا تھا ـــــ ان کتوں کی موجودگی میں کوئی نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے اس پر تنویمی عمل شروع کیا۔ خوابیدہ حالت میں وہ جلد ہی میرا محمول بن گیا۔ میں نے اسے ہدایات دیں کہ اب اسے کیا

کرنا چاہیے۔

وہ بستر سے اٹھ کر اپنے اسٹڈی روم میں گیا۔ وہاں بہت سی آتشیں رکھی ہوئی تھیں۔ کچھ خطرناک قسم کے ہتھیار تھے، کچھ مختلف اقسام کے زہر تھے، جو سفوف اور رقیق مادے کی صورت میں بند تھے۔ اس نے ایک زہر کی چھوٹی سی شیشی اٹھائی، پھر لے کر کچن میں آیا۔ فریج کو کھول کر اس نے گوشت کے دو بڑے ٹکڑے اٹھائے ان دونوں ٹکڑوں کو زہر آلود کیا، انہیں کاغذ میں لپیٹ کر کچن کے پچھلے دروازے سے باہر آیا۔ پاؤنڈ میں دونوں کتے آزادی سے گھوم رہے تھے کبھی کی آہٹ سن کر غرانے لگے پھر اپنے مالک کو پہچانتے ہی خاموش ہو گئے۔ میں نے پکارتے ہوئے انہیں بلایا۔ وہ قریب آئے تو ان کے آگے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا پھینک دیا۔ وہ بڑے شوق سے کھانے لگے۔ کھانے کے دوران ہی دونوں جھپک بھی رہے تھے کبھی گوشت کے ٹکڑے کو چھوڑ رہے تھے کبھی لالچ میں لپک رہے تھے۔ آخر انھوں نے آدھے سے زیادہ کھا لیا۔ پھر کھانے کے نتیجے میں وہی ہوا جس کی میں توقع کر رہا تھا۔ وہ دونوں غراتے ہوئے، کراہتے ہوئے عجیب عجیب سی آوازیں منہ سے نکالتے ہوئے اپنے جسم کو اینٹھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ زمین پر ساکت ہو گئے۔

اسحاق وال وچ نے سگریٹ لائٹر کو آن کیا، جس کاغذ میں گوشت کے ٹکڑے لے کر آیا تھا، اسے جلا ڈالا۔ تاکہ یہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہ کاغذ اسی کے گھر سے حاصل کیا گیا تھا۔

وہ کچن کے اسی پچھلے دروازے سے اندر آیا۔ دروازے کو اس نے کھلا ہی چھوڑ دیا۔ پھر وہ وہاں سے چلتا ہوا ماسک مین کی خوابگاہ کے پاس پہنچا۔ اس خوابگاہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ماسک مین بے خبر سو رہا تھا۔ اسحاق وال وچ نے اندر آ کر دروازے کو بند کر دیا۔ باتھ روم میں ماسک مین کے کپڑے ٹنگے ہوئے تھے۔ اس نے ان میں سے ایک رومال اور ایک نکٹائی لی۔ پھر بستر کے پاس آ کر رومال کو ماسک مین کے منہ میں ٹھونس دیا۔ وہ ہڑبڑا کر بیدار ہو گیا تھا لیکن اس کے دماغ پر میرا قبضہ تھا۔ اسحاق وال وچ کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں تھا کیونکہ وہ تنویمی عمل کے زیر اثر کام کر رہا تھا۔ جب اس نے رومال ٹھونسنے کے بعد اس کے منہ پر نکٹائی باندھ دی تو میں نے ماسک مین کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چلانا چاہتا تھا لیکن منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ اسحاق وال وچ اسے پے در پے گھونسے مار رہا تھا۔ کبھی ناک پر، کبھی منہ پر اور کبھی بالوں سے پکڑ کر اسے اٹھاتا تھا۔ اسے فرش پر پٹخ دیتا تھا۔ اس بری طرح پٹائی کر رہا تھا جیسے دو جانی دشمنوں کے درمیان ابھی خاصی جنگ ہو رہی ہو۔ اس دوران اس کے

کی چیزیں بھی منتشر ہوتی رہیں۔ اس بات کا خیال رکھا گیا کہ آواز دور تک نہ جا سکے۔ بہرحال اچھی طرح پٹائی کرنے کے بعد جب ماسک مین بالکل نڈھال ہو گیا تو اس نے اس کے منہ سے نکٹائی کھولی اور اس کے گلے میں باندھ دی۔

میں ایک منٹ کے لیے وہاں سے چلا آیا۔ دو کتوں کی لڑائی کے دوران میری ضرورت نہیں تھی۔ جب میں دوبارہ وہاں پہنچا تو ماسک مین ساکت ہو چکا تھا اور اس کا منہ کھلا ہوا تھا کیونکہ منہ سے رومال نکال لیا گیا تھا۔

اسحاق وال وچ نے میز کے پاس آ کر اس کاغذ کو پیڈ سے الگ کیا جس پر ماسک مین نے اپنی موت کے فیصلے پر دستخط کیے تھے پھر اس نے اس کاغذ کو گولائی میں لپیٹا اور اسے ماسک مین کے کھلے ہوئے منہ میں ٹھونس دیا۔

عجیب عبرتناک منظر تھا۔ وہ ماسک مین جو اب تک دوسروں کو موت کا فیصلہ سناتا آیا تھا اور ایک خطرناک تنظیم کا سربراہ رہ کر نہ جانے کتنے قتل کرا چکا تھا۔ آج وہ خود ایک لاش کی صورت میں فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اس کے منہ میں اپنی ہی موت کے فیصلے کا کاغذ دبا ہوا تھا۔

اسحاق وال وچ نے رومال لے کر ہر اس جگہ کو صاف کیا جہاں اس کی انگلیوں کے نشانات پائے جانے کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔ اس نے کچن کے پچھلے دروازے کے ہینڈل کو بھی اسی طرح صاف کیا۔ فریج کے ہینڈل کو بھی صاف کرنے کے بعد واپس بیڈ روم میں آ گیا۔ رومال کو ماسک مین کی لاش کے پاس پھینکا۔ پھر اپنے بیڈ روم میں واپس آیا۔ وہاں اس نے خواب آور دوا کی شیشی میں سے مزید دو گولیاں نکالیں پھر انھیں کھڑکی کے باہر دور پھینک دیا۔ اس کے بعد بستر پر آ کر سو گیا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی کہ اس نے سونے سے پہلے چار خواب آور گولیاں کھائی تھیں۔ یہ بات نقش کرنے کے بعد میں نے اسے سلا دیا۔

اس کے بعد میں نے جے جے پارکر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ میں احتیاطاً پارکر اور اس کے دست راست وین وائز کی خبر لیتا تھا۔ وین وائز شکی طبیعت رکھنے والا آدمی تھا۔ پہلے تو اس نے ہم پر شبہ نہیں کیا تھا لیکن پچھلی رات جب یہودی سونیا کے ہاتھوں مارے گئے اور اس کے بعد سپر ماسٹر کی باری آئی تو اس نے اپنے خاص آدمیوں کو ہمارے پیچھے لگا دیا تاکہ وہ ہماری نگرانی کریں اور ہماری مصروفیات کی رپورٹ دیتے رہیں۔

یہ بات میرے لیے نئی تھی۔ میں نے وین وائز کے دماغ

کو کریدنا شروع کیا تو اس کے خیالات ظاہر ہوئے۔ وہ سوچ رہا تھا، بعض لوگ اپنی آستین میں سانپ پالتے ہیں لیکن انھیں اس بات کی خبر نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے مجھے پار کر اپنی لاعلمی میں سونیا جیسی ناگن کو پناہ دے رہا ہو۔ سلطانہ اور سونیا قد و قامت میں ایک جیسی ہیں۔ جسامت اور عمر بھی تقریباً وہی ہے۔ لہٰذا اپنا شک دور کرنا چاہیے اور اپنے خاص آدمیوں کو اس کے پیچھے لگا دینا چاہیے۔

میں نے اس کے خوابیدہ ذہن سے پوچھا "میرے آدمی کب سے سلطانہ اور اس کے ساتھی ایزل ہارڈی کا تعاقب کر رہے ہیں؟"

اس نے بتایا "تقریباً ساڑھے دس بجے رات سے۔"

میں اس کا جواب سن کر مطمئن ہو گیا کیونکہ دس بجے سے پہلے ہی ہم سپرماسٹر کی موت کے کاغذ پر دستخط کرانے اور اس پر عمل کرانے کے بعد واپس آ گئے تھے۔ وین وائز کو ہم پر شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ میں تھے اور باہر نہیں نکلے تھے۔ میں نے پوچھا۔ "اس کے کتنے آدمی سلطانہ اور اس کے ساتھی کی نگرانی کر رہے ہیں؟"

وہ جواب دے رہا تھا لیکن میں نے نہیں سنا کیونکہ اس کے ذریعے مجھے ایک نسوانی آواز سنائی دے رہی تھی اور وہ آواز پوچھ رہی تھی "کیا تم سو گئے ہو؟"

وہ بدستور سوتا رہا۔ میں اس سوال کرنے والی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ مسز وائز تھی۔ اپنے شوہر کے پاس آئی تھی۔ جب اسے جواب نہیں ملا تو وہ بھی لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔ میں نے اسے چھوڑ کر وین وائز سے پوچھا "کتنے آدمی سلطانہ اور اس کے ساتھی کی نگرانی کر رہے ہیں؟"

اس نے جواب دیا "صرف دو آدمی ہیں۔ ڈیوٹی بدلتی رہتی ہے۔ یعنی ایک وقت میں دو آدمی نگرانی کرتے ہیں۔ اگر انھیں کوئی مشکل پیش آئے گی تو اپنی مدد کے لیے کچھ آدمیوں کو طلب کر لیں گے۔"

پندرہ منٹ کے بعد میں نے مسز وائز کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سو گئی تھی۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ جب وہ میری معمولہ بن گئی تو میں نے اسے اٹھا دیا۔ وہ بستر پر بیٹھ گئی۔ اس نے سر گھما کر اپنے خوابیدہ شوہر کو دیکھا پھر بستر سے اتر گئی۔ بے قدموں چلتے ہوئے بیڈ روم سے باہر آئی۔ دروازے کو بند کر دیا۔ وہاں سے چلتے ہوئے مختلف کمروں سے گزرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ وہاں ٹیلیفون کے قریب ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں نے اسے ذرا دیر کے لیے چھوڑ دیا۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی کے زیر اثر ہوتی تو فوراً ہی چونک جاتی لیکن ہپناٹزم کے زیر اثر تھی جوں کی توں بیٹھی رہی۔

میں نے جسے جسے پار کر کے دماغ سے کام لیا تنظیم کی پولیس کے نئے سربراہ کا نام اور فون نمبر معلوم کیا۔ پھر مسز وائز کے پاس آ گیا۔ اب وہ میری ہدایات کے مطابق وہی نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کوئی اٹھا نہیں رہا تھا۔ رات گزر چکی تھی۔ یقیناً جو بھی وہاں ہو گا گہری نیند میں ہو گا۔ بہرحال ذرا دیر بعد ہی نیند بھری آواز سنائی دی "ہیلو۔"

میں نے مسز وائز کو سونیا کے انداز میں ہنسنے پر مجبور کیا۔ پھر وہ اسی لب و لہجہ میں بولی "تم نئے سربراہ ہو۔ شاید میری آواز نہ پہچان سکو۔ یا تم نے میرا ریکارڈ پڑھنے کے بعد کیسٹ میں میری آواز سنی ہو۔"

دوسری طرف سے بات کرنے والے کی نیند اڑ چکی تھی۔ اب وہ پورے ہوش و حواس میں تھا۔ اس نے چونک کر کہا "کون مادام سونیا؟"

"ہاں، جس سابقہ ماسک مین کو بچانے کے لیے تم لوگوں نے پہرے بٹھائے تھے اور اس کے چاروں طرف آہنی دیواریں چن دی تھیں۔ وہ اب زندہ نہیں ہے۔ معلوم کر لو۔"

"ہم جانتے ہیں، مادام! آپ جو کہتی ہیں وہ کر گزرتی ہیں۔ ذرا ایک منٹ ریسیور نہ رکھیں۔ ہم آپ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ عظیم فرہاد علی تیمور زندہ ہیں اور ہم انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ یقین نہ ہو تو آپ اعلیٰ پی پی سے رابطہ قائم کر کے معلوم کر سکتی ہیں۔"

"میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ جن لوگوں نے فرہاد علی تیمور کی موت کے کاغذ پر دستخط کیے تھے، انھیں اپنی اپنی موت کے کاغذات پر ضرور دستخط کرنے ہوں گے اور وہ باری باری کر رہے ہیں۔"

"لیکن آپ نے یہاں کی کابال تنظیم کے سربراہ اور ان کے ساتھیوں کو کیوں ہلاک کیا۔ انھوں نے تو دستخط نہیں کیے تھے؟"

"انھوں نے تل ادیب جانے کے سلسلے میں میرے راستے میں رکاوٹیں پیدا کی تھیں۔ ایک بات اچھی طرح سن لو۔ یہاں میرا کام ختم ہو چکا ہے۔ میں صبح سے پہلے پیرس چھوڑ دوں گی۔ اس کے بعد یہاں بھی جاؤں گی، وہاں کے دشمن اپنی اپنی موت کے فیصلوں پر دستخط کریں گے۔ اس طرح تم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ میں کس ملک میں اور کس شہر میں ہوں۔"

اتنا کہنے کے بعد مسز وائز نے ریسیور رکھ دیا۔ وہاں سے اٹھ کر اطمینان سے چلتے ہوئے اپنے بیڈ روم کے دروازے پر آئی۔ آہستگی سے اسے کھولا پھر اندر آ کر اتنی ہی آہستگی سے اسے بند کر دیا۔ دبے قدموں چلتے ہوئے بستر پر آ کر لیٹ گئی۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے ہدایت دی کہ جب وہ بیدار ہو گی تو یہ تمام باتیں

بھول چکی ہو گی۔ اس کے بعد وہ سو گئی۔ کابال تنظیم کے سربراہ نے پولیس کے ایک افسر سے رابطہ قائم کر کے کہا "میرے نمبر پر ٹیلی جنس کے ایک افسر سے رابطہ قائم کر کے کہا "میرے نمبر پر ابھی جو کال آئی ہے، اس کے متعلق پتا چلایا جائے، وہ فون کہاں سے کیا گیا ہے؟"

یہ کہنے کے بعد اس نے ریڈیو پاور کے باس اسحاق وال وچ کے نمبر ڈائل کیے۔ پھر انتظار کرنے لگا۔ وہاں فون کی گھنٹی بج رہی تھی لیکن کوئی ریسیور نہیں اٹھا رہا تھا۔ میں نے اسحاق وال وچ کے پاس جا کر اسے بیدار کیا۔ وہ گھنٹی کی آواز سننے لگا۔ نیند کی حالت میں تھا۔ بڑی مشکل سے اٹھا۔ پھر بستر سے اتر کر غنودگی کی حالت میں چلتا ہوا فون تک آیا۔ ریسیور اٹھا کر بولا "ہیلو۔"

وہ دوسری طرف سے باتیں سنتا رہا اور اس کی نیند اڑتی رہی اس نے کہا "ہر گز نہیں، سونیا یہاں کیسے آ سکتی ہے۔ میں نے تو سامنے والے بنگلے میں اپنے آدمیوں کو محتاط رہنے اور رات بھر جاگنے کے لیے کہا ہے۔ وہ یقیناً ڈیوٹی پر ہوں گے۔ اس کے علاوہ میں نے دو خطرناک قسم کے کتے۔۔۔"

وہ کتے کہتے کہتے رک گیا۔ سوچنے لگا، کتوں کے بھونکنے کی آواز نہیں آ رہی ہے؟ اب سے پہلے وہ جب بھی انھیں کمپاؤنڈ میں چھوڑتا تھا اور سو جاتا تھا تو اکثر نیند کی حالت میں بھی ان کے بھونکنے کی آواز سنائی دیتی تھی لیکن آج سناٹا ہے۔ اس نے کہا "آپ جو اطلاع دے رہے ہیں، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ ذرا انتظار کریں۔"

اس نے ریسیور کو ایک طرف رکھ دیا پھر تیزی سے چلتا ہوا سابقہ ماسک مین کے بیڈ روم کی طرف آیا۔ دروازہ کھلا ہوا ملا۔ اندر پہنچتے ہی وہ ٹھٹک گیا۔ دیدے پھیلا کر دہشت زدہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کا مہمان ماسک مین فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اس کے کھلے ہوئے منہ میں ایک کاغذ ٹھنسا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر کاغذ پکڑتے ہوئے ہاتھ سے اس کا غذ کو نکال لیا۔ پھر پڑھنے لگا۔ اسی انداز کی تحریر تھی جو دوسرے دشمنوں کی لاشوں کے ساتھ پائی گئی تھی یعنی سابق ماسک مین نے بھی اپنی موت کے فیصلے پر بقلم خود دستخط کیے تھے۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا کچن کے پاس آیا پھر پچھلے دروازے کو کھلا دیکھ کر ذرا ٹھٹک گیا۔ اس کے بعد آگے بڑھ کر کمپاؤنڈ میں گیا۔ کتوں کو آواز دی مگر جواب نہیں ملا۔ ذرا آگے بڑھ کر دیکھا تو وہ مُردہ پڑے ہوئے تھے۔ وہ اسی طرح تیزی سے چلتا ہوا واپس ڈرائنگ روم میں آیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "آپ کی اطلاع درست ہے۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "یہ کیسے ہو گیا؟ آپ نے تو بڑے سخت پہرے لگائے تھے؟"

"ہاں، اس کے باوجود مجھے حیرانی نہیں ہے۔ وہ کالی بلا ایسی ہی ہے۔ اس بار اس نے کوئی پیچیدہ راستہ اختیار کیا۔ میرے کتوں کو زہریلا گوشت کھلایا۔ پھر آسانی سے میرے بنگلے میں داخل ہو گئی۔"

"آپ کے آدمی کیا کر رہے تھے؟"

اس نے جھنجلا کر کہا "کچھ بھی کر رہے تھے۔ آپ مجھ سے حساب طلب نہ کریں۔ میں آپ کے سامنے جوابدہ نہیں ہوں۔ اپنے طور پر میں نے حفاظتی تدابیر کیں۔ ناکام رہا یہ الگ ہی بات ہے۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ پھر اٹھا کر دوسرے نمبر ڈائل کیے۔ سامنے والے بنگلے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس کے خاص ماتحت نے ریسیور اٹھایا۔ اس نے پوچھا "کیا تم جاگ رہے ہو؟"

"یس سر! میں ڈیوٹی کے دوران کبھی نہیں سوتا۔ میری نظریں آپ کے بنگلے کی طرف ہیں اور میرے ساتھی بھی جاگ رہے ہیں۔"

"کیا خاک جاگ رہے ہیں۔ سونیا اپنا کام کر کے جا چکی ہے۔"

اس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ میں نے جسے پار کر اور اس کے دست راست وین وائز کی خبر لی۔ پتا چلا۔ سبھی ہڑبڑا کر بیدار ہو چکے ہیں۔ سب کو مہمان ماسک مین کی ہلاکت کی اطلاع دی جا رہی ہے۔ وین وائز یہ خبر سنتے ہی اپنی الماری کے پاس گیا پھر وہاں سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر رابطہ قائم کرنے لگا۔ اس کا رابطہ ان دو افراد سے ہوا جو ہماری نگرانی پر مامور کیے گئے تھے۔ ایک نے جواباً کہا "جناب! میں یہاں اس بنگلے کے سامنے موجود ہوں۔ میں نے سوا دس بجے سے مس سلطانہ اور ایزل ہارڈی کا تعاقب ایک اسنیک بار سے شروع کیا تھا۔ وہ گیارہ بجنے سے چند منٹ پہلے اس رہائش گاہ میں آئے تھے۔ اس کے بعد سے اب تک باہر نہیں نکلے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ اپنی خوابگاہ میں سو رہے ہیں۔ اندر کی تمام بتیاں بجھی ہوئی ہیں۔ بنگلے کے دوسرے گیٹ پر ہمارے دو ساتھی متعین ہیں۔ ہم باری باری اس رہائش گاہ کے چاروں طرف چکر لگاتے رہتے ہیں۔ دونوں یا دونوں میں سے ایک کوئی بھی باہر نکلے گا تو ہم میں سے ایک یا دونوں اس کا تعاقب کرے گا۔"

وین وائز نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ اسے الماری میں رکھنے کے بعد تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر ہماری رہائش گاہ کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا "فون کی گھنٹی بجنے والی ہے۔ تم ریسیور اٹھا کر نیند کی حالت میں جواب دینا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سونیا نے تھوڑی دیر تک اسے بجنے دیا پھر ریسیور اٹھا کر نیند بھرے لہجہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا "کیا مصیبت ہے۔ اتنی رات کو بھلا مجھے کون فون

کر سکتا ہے۔ یقیناً رانگ نمبر ہو گا پلیز، جواب دیں۔"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ وین وائز صرف آواز سن رہا تھا۔ میں نے بیزاری کے انداز میں پوچھا "اوہ سلطانہ! میری نیند کا تو خیال کرو۔ کس سے باتیں کر رہی ہو؟"

"پتا نہیں، کسی کمبخت نے فون کیا ہے۔ دوسری طرف سے آواز ہی سنائی نہیں دے رہی ہے۔"

اس نے ریسیور کو کریڈل پر رکھ دیا۔ میں نے وین وائز کو دیکھا وہ ریسیور رکھ کر ہماری طرف سے مطمئن ہو گیا تھا۔ میں نے سونیا کو سابقہ مالک مین کے متعلق مختصر طور پر بتایا۔ پھر کہا "رات بہت ہو چکی ہے۔ اب سو جاؤ۔"

"تمہیں تو راتوں کو جاگنے کی عادت ہو گئی ہے۔ میں سو جاؤں گی مگر تم جاگتے رہو گے۔"

"بھئی کہہ تو رہا ہوں، سو جاؤ۔ کل سے تل ابیب میں میری سرگرمیاں شروع ہوں گی، اس لیے نیند پوری کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ لیٹ گئی۔ میں نے بھی آرام سے لیٹنے کے بعد آنکھیں بند کیں۔ میں نے اپنے اور اس کے دماغ میں صبح سات بجے کا الارم مقرر کیا۔ اس کے بعد گہری نیند میں ڈوب گئے۔

* * *

مملکتِ اسرائیل کی ابتدا یوں ہوئی کہ ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے یہودیوں کے حق میں ریزولیوشن پاس کیا۔ اس کے مطابق ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو یہودی سرزمینِ اسرائیل کے مالک بن گئے۔ اس دن سے یہ لوگ ۱۴ مئی کو یومِ فتح فلسطین مناتے ہیں۔ آج سے تیئیسویں دن مئی کی چودہ تاریخ تھی اور میں دماغی طور پر تل ابیب پہنچ گیا تھا۔ میں نے سب سے پہلے گوئیل اور ڈوڈی فائین کے ذریعے معلومات حاصل کیں۔ میں وہاں سونیا جیسی قد و قامت والی عورت کے ذریعے کام لینا چاہتا تھا۔ یوں تو میں کسی بھی عورت کو خوابیدہ حالت میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور تنویمی عمل کے ذریعے اپنے کام میں لا سکتا تھا۔ اس کے لیے شرط یہ تھی کہ وہ نیند کی حالت میں ہو اور اُسے میرے تنویمی عمل کا پتا نہ چلے۔

یہ تو مجھے کرنا ہی تھا لیکن میں مجاہدوں کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اگر ان سے دماغی رابطہ قائم ہو جاتا، تو میں ان کے علم میں آئے بغیر انھیں اپنے طور پر دشمنوں کے خلاف استعمال کرتا۔ اس طرح مجاہدین کے اپنے مقاصد بھی پورے ہوتے رہتے۔ پتا چلا، اسرائیل کے حکمرانوں کے لیے وہاں کے اندرونی حالات اطمینان بخش نہیں رہتے صرف مجاہدین ہی نہیں وہاں کے قدیم یہودی باشندے ان تمام یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں جو اسرائیل کی آزادی کے بعد وہاں آئے ہیں اور اپنے کاروبار کے ذریعے اپنے ہاتھ پاؤں پھیلا رہے ہیں اور انھیں احساسِ کمتری میں مبتلا کر رہے ہیں۔

ویسے ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایک یہودی دوسرے یہودی کا خواہ کتنا ہی دشمن ہو، قومی معاملات میں وہ سب ایک ہیں۔ ڈوڈی فائین متعلقہ ساحل پر کوسٹ گارڈز آفیسر تھا۔ میں اس کے خیالات چیک چاپ پڑھ رہا تھا، اس دفتر فوجی ہیڈ کوارٹر کے ایک دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک آفیسر کے ذریعے کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ پتا چلا، وہ شہر عزہ کی جیل کے ایک جیلر سے باتیں کر رہا تھا اور انھیں حکم دے رہا تھا طور پر جن قیدیوں کے نام بھیجے گئے ہیں انھیں یومِ فتح فلسطین خوشی کے موقع پر رہا کر دیا جائے اور رہا ہونے والوں کو دے دی جائے۔

یروشلم کے جنوب مغرب میں تقریباً پینسٹھ میل کے فاصلے غزہ ہے۔ یہ سمندر کے ساحل پر ہے۔ ظہورِ اسلام سے قبل یہ دیویوں کو پوجا کرتے تھے، ان میں سے ایک دیوی کا نام عزہ

وہاں کی جیل میں تقریباً ڈیڑھ سو یا دو سو عرب مسلمان اور طالبات قیدی بنا کر رکھے جاتے ہیں۔ ان طلبا و طالبات پر ہوتا ہے کہ وہ مجاہدین چھاپا ماروں کے ساتھ مل کر یا تو کارروائیاں کرتے ہیں یا کسی نہ کسی طور ان کی خفیہ مدد کرتے

ویسے اسرائیلی حکومت ایک معاملے میں بڑی نرمی اور فراخ مظاہرہ کرتی ہے۔ طلبا اور طالبات جو قیدی بنا کر رکھے جاتے ان کی تعلیم کو منقطع نہیں ہونے دیتی۔ جیلوں میں ان کے لیے کتابیں فراہم کرتی ہے۔ جیلوں میں ہی ان کے امتحانات ہوتے حکومتِ اسرائیل کا مقصد یہی ہے کہ تعلیم یافتہ نوجوان مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے یا روزگار کے لیے ملک سے باہر نہ چلے جائیں۔ وہاں رہ کر ان کی صف میں شامل نہ ہوں۔

میں ڈوڈی فائین کے ذریعے اس آفیسر کے دماغ میں پہنچ فون کے ذریعے باتیں کر رہا تھا پھر اس کے ذریعے غزہ کی جیل کے جیلر کے پاس پہنچ گیا۔ جیلر کے سامنے باون طلبا اور طالبات قیدی کی حیثیت سے کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں پندرہ طالبات جیلر نے ایک طالبہ کو دیکھتے ہوئے کہا "ارے یہ تو پاگل ہے میں نے پہلے ہی لکھ کر بھیجا تھا کہ اسے جیل میں رکھنا فضول رہا کر دیا جائے۔"

پھر اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے نا ہید تمھارا نام ناہید ہے، نا؟"

وہ ہنسنے لگی "میرا نام مجاہدہ ہے۔ پگلی مجاہدہ ...."

ایک طالب علم نے کہا "اس کا پورا نام ناہید بادمہ کے باہر اب اس کا کوئی نہیں رہا۔ اگر آج مجھے بھی رہا کیا

وہیں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

جیلر نے پوچھا "تمھارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام رازق بن زید ہے۔"

جیلر اس کا نام سننے کے بعد کاغذات دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سر ہلا کر کہا "تمھارا ریکارڈ بہت اچھا ہے۔ پچھلے تین برس سے تم امتحانات میں اوّل آ رہے ہو۔ بہت زیادہ مارک حاصل کرتے ہو۔ تم نے اپنا زیادہ وقت تعلیم میں صرف کیا ہے۔ اس لیے تمھیں رہا کیا جاتا ہے۔ یہاں تمھارے شناختی کارڈ، تمھارے کپڑے اور وہ تمام چیزیں موجود ہیں، جو تم لوگوں کی سزا شروع ہونے سے پہلے یہاں رکھوائی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ جو سرٹیفکیٹ تم لوگوں نے یہاں حاصل کیے ہیں، وہ بھی تمھیں دیے جائیں گے اور ہر طالبہ اور طالب علم کو دس ڈالر بھی دیے جائیں گے تاکہ تم سب اپنے گھروں اور اپنے شہروں تک بآسانی پہنچ سکو۔"

بیشتر ممالک کی طرح ان دنوں اسرائیل میں بھی ڈالر کو کرنسی کے طور پر قبول کیا جاتا تھا۔ ورنہ اسرائیل کی کرنسی کو شیکل کہتے ہیں۔ یہ شیکل دس لیرا کے برابر ہوتا ہے (عبرانی زبان میں لیرا کو لیرت کہتے ہیں) سو شیکل ایک اسٹرلنگ پونڈ کے برابر ہوتے ہیں جبکہ سات شیکل پانچ لیرا ایک ڈالر کے برابر ہوتے ہیں۔ بہرحال میں جیلر کے ذریعے ان طالبات کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا۔ جب اس نے دوسری طالبات کا نام لیا تو کاغذات دیکھنے کے بعد کہنے لگا "تم تل ابیب سے گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ کاغذات کے مطابق حیفہ کی رہنے والی ہو۔ میں تم سب کو وارننگ دے رہا ہوں، اگلے دو دنوں تک تل ابیب میں تمام مسلمانوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ تم میں سے کوئی وہاں پایا گیا تو آئندہ یہاں درسی کتابیں نہیں، قید بامشقت ملے گی۔"

جیلر کی باتیں سن کر یہ سمجھ میں آ گیا کہ ان میں سے کوئی طالبہ ان دنوں تل ابیب میں نہیں آ سکے گی۔ اس لیے میں نے صرف اس پاگل لڑکی ناہید بادم اور اس طالب علم رازق بن زید پر تکیہ کیا۔ جیلر اپنے کام میں مصروف تھا لیکن میں اس کے دماغ کے چور گوشوں سے اپنے مطلب کی معلومات حاصل کر رہا تھا۔

برج آٹھ بجے ان طلبا و طالبات کو رہا کیا گیا تھا۔ ساڑھے آٹھ بجے ٹیلے نے ناہید کو ایک ٹیلیفون بوتھ میں پہنچا دیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ریسیور اٹھا کر ایک ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد اس نے کہا "میں کمرہ نمبر دو سو سترہ کے ایک سرکاری مہمان مسٹر ڈینیل سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ سرکاری مہمان سمجھتے ہو نا۔ ایک تو وہ ہوتا ہے جو ہتھکڑیاں پہن کر جیل میں جاتا ہے۔ دوسرا وہ ہوتا ہے جو معاملاتی سطح پر اپنے ملک سے دوسرے ملک جاتا ہے اور مہمان کہلاتا ہے۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "تم کون ہو؟"

"ظاہر ہے، میں ان کے سفارت خانے سے بول رہی ہوں۔ یہاں کے سفیر صاحب کی سیکرٹری ہوں۔"

"اچھا انتظار کیجیے۔"

تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی "ہیلو، سیکرٹری فار مسٹر ڈینیل اسپیکنگ۔"

ایک لمحہ کی خاموشی کے دوران میں نے ڈینیل کی سیکرٹری کے دماغ سے معلوم کر لیا کہ ان کے سفارت خانے میں سیکرٹری کی جاب کرنے والی عورت کا نام کیا ہے۔ پھر میں نے ناہید بادم کی زبان سے کہا "میں مارتھا بول رہی ہوں۔ مسٹر رکسین! مسٹر ڈینیل سے ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے رابطہ قائم کرا دیں۔"

"ہولڈ آن۔"

ذرا دیر بعد ہی آواز سنائی دی "ہیلو، ڈینیل اسپیکنگ۔"

ناہید بادم نے پوچھا "کیا پچھلی دو راتوں سے پیرس میں یہودیوں کے ساتھ جو واردا تیں ہو رہی ہیں، اس کا آپ کو علم ہے؟"

"ہاں، یہاں تو یہ خبر چھپائی گئی ہے لیکن مجھے سفارت خانے کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے۔"

"پھر تو یہ بھی معلوم ہوا ہو گا کہ ان واردات کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟"

"معلوم کر لیا ہے لیکن اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ویسے تم کون ہو؟ مسٹر رکسین کو ریسیور دو۔"

"معلوم ہوتا ہے میری آواز پہلے تمھیں سنائی نہیں گئی۔ ورنہ اب تک پتا چل جاتا کہ تم اسی موت سے ہمکلام ہو جو پیرس میں تھی اور اب عزہ پہنچ گئی ہے۔"

اس نے گڑبڑا کر پوچھا "کیا مطلب۔ یہ کیا بکواس ہے۔ تم کون ہو؟"

"فریاد کی موت کے فیصلے پر دستخط کرنے والوں میں سے ایک تم بھی ہو۔ لہٰذا آج رات بارہ بجے تک ایک سادہ کاغذ اپنی جیب میں رکھ کر گھومتے رہو۔ اس کاغذ پر تم اپنی موت کا فیصلہ لکھو گے اور دستخط کرو گے۔"

اس پگلی نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ ہنسنے لگی۔ پھر خاموش ہو کر کبھی اپنے آپ کو، کبھی ٹیلیفون بوتھ کو دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی، وہ کہاں تھی، کہاں آ گئی ہے پھر اس نے قہقہہ لگایا۔ جو بات سمجھ میں نہیں آتی تھی، اس پر وہ خوب ہنستی تھی۔ وہ بوتھ سے باہر آ گئی۔

میں نے ڈینیل کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ اس سے ایک جگہ بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔ اِدھر سے اُدھر

مسل رہا تھا۔ پھر انٹرکام کے ذریعے لیڈی سیکرٹری نے کہا "جناب! رابطہ قائم ہو گیا ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو مسٹر ریکسن! ابھی ابھی اس کالی بلا کا فون موصول ہوا تھا۔ اس نے مجھے دھمکی دی ہے۔ وہ آج بارہ بجے سے پہلے میرا کام کر دے گی کیونکہ میں نے بھی فریاد کی موت کے فیصلے پر دستخط کیے تھے۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ میں ایک سادہ کاغذ اپنی جیب میں لے کر گھومتا رہوں۔ مجھے اس کاغذ پر اپنی موت کا فیصلہ لکھنا ہے اور اس پر دستخط کرنے ہیں۔"

مسٹر ریکسن کی آواز سنائی دی۔ "تعجب ہے۔ سونیا یہاں کیسے پہنچ گئی؟ دیکھیے، آپ بلڈ پریشر کے مریض ہیں اپنی گھبراہٹ پر قابو پائیے۔ شدید اضطراب میں مبتلا رہیں گے تو آپ کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ میں ابھی یہاں کے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

میں نے مسٹر ڈینیل کی لیڈی سیکرٹری کے پاس پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ اس کے خیالات اپنے باس مسٹر ڈینیل کے لیے اچھے نہیں تھے۔ وہ اس کی مخالفت میں کچھ سوچ رہی تھی۔ مجھے حیرانی بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ پتا چلا، ڈینیل نے اسے محبت کے سبز باغ دکھائے تھے۔ اسے ایک برس سے لیڈی سیکرٹری کے طور پر رکھا ہوا تھا لیکن شادی کی بات آنے پر ٹال دیتا تھا۔ آخری بار اس نے بُری طرح جھڑک دیا تھا اور کہہ دیا تھا "میرا ایک خاندانی بیک گراؤنڈ ہے۔ میں تم سے شادی کر کے اپنا کیریئر اور اپنا مستقبل برباد نہیں کر سکتا۔"

تب سے وہ اندر ہی اندر کھول رہی تھی۔ اس کا جی چاہتا تھا باس کا گلا دبوچ لے یا اسے گولی مار دے یا اس کی دواؤں میں زہر ملا دے لیکن پکڑے جانے کا اندیشہ رہتا تھا اس لیے وہ اپنے ارادے سے باز رہتی تھی۔

اب اس کا دماغ اُسے سمجھا رہا تھا اگر سونیا نے مسٹر ڈینیل کو قتل کر دیا تو اس کی حسرت دل ہی دل میں رہ جائے گی۔ یہ اچھا موقع ہے۔ اگر پہلے وہ ڈینیل کو قتل کر دے تو الزام سونیا پر آئے گا۔ وہ بار بار مٹھیاں بھینچ رہی تھی۔ کرسی پر پہلو بدل رہی تھی۔ اس کے ہوٹ کیس میں ایک چھوٹی سی شیشی تھی جس میں زہریلا رقیق مادہ تھا لیکن وہ اسے استعمال کرتے ہوئے ڈر رہی تھی۔ اس نے کبھی اتنا بڑا جرم نہیں کیا تھا ایک بات جو اسے تھیس پہنچا رہی تھی، وہ یہ تھی کہ ایک مرد نے اس کی معصومیت سے کھیلا ہے اور اسے بے وقوف بنایا ہے۔ اسکا بدلہ وہ لے کر رہے گی۔

میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کے اس ارادے کو پختہ کرنے لگا۔ اس ہوٹل میں ان کے لیے تین کمرے ریزرو تھے۔ ایک بڑا سا کمرہ مسٹر ڈینیل کے لیے۔ دوسرا لیڈی سیکرٹری کے لیے تھا اور تیسرا استقبالیہ کمرہ تھا جو خاص خاص لوگ ملنے آتے تھے انھیں وہاں ملاقات کے لیے انتظار کرنا پڑتا تھا۔ وہ اس کمرے سے نکل کر اپنے باس کے کمرے کے دروازے پر دستک دینے لگی۔ دروازہ کھل گیا۔ ڈینیل بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا "سر! آپ پریشان ہیں۔ ایسی حالت میں یقیناً بلڈ پریشر بڑھے گا۔ آپ کہیں تو میں انجکشن لگا دوں؟"

"ہاں، میں ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ جانے لگی۔ میں نے فوراً ہی ڈینیل کے دماغ پر قابض ہو کر کہا "سنو! ذرا پانچ منٹ بعد انجکشن لگانا۔ میں تمھیں بُلا لوں گا۔"

وہ چلی گئی۔ ڈینیل نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ بریف کیس کو کھول کر کاغذ کا پیڈ اور ایک قلم نکالا۔ پھر وہ ٹہلتا ہوا کچھ لکھنے لگا۔

"میرے سامنے موت کھڑی ہے۔ اس کا حکم ہے کہ میں اپنی موت کے فیصلے پر اسی طرح دستخط کروں جس طرح میں نے فریاد کی موت کے پروانے پر دستخط کیے تھے۔

اس کا دوسرا حکم ہے کہ جو لوگ اس کے انتقام سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں اور جنھیں زندگی عزیز ہے وہ کل رات بارہ بجے سے پہلے فراڈ کیس اور اعلیٰ بی بی کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیں۔ بارہ بجے کے بعد میری موت کی چودہ تاریخ شروع ہو جائے گی لیکن اس کی صبح بڑی بھیانک ہوگی۔ جو لوگ اس جشن میں شریک ہونے کے لیے مختلف ممالک سے آ رہے ہیں، وہ زندہ واپس نہیں جائیں گے۔ میں نے پچھلے تین دنوں میں یہ کر دیا ہے کہ جو بات کہتی ہوں وہ کر گزرتی ہوں۔

اس کا تیسرا حکم ہے کہ میں اپنے قلم سے کاہال تنظیم کے سربراہ جیسن ہارورڈ کو یہ پیغام پہنچاؤں کہ جیسن ہارورڈ نے بھی فریاد کی موت کے کاغذ پر دستخط کیے تھے لہٰذا وہ کل رات بارہ بجے تک اپنی جیب میں ایک سادہ کاغذ رکھے تاکہ اس کاغذ پر اپنی موت کا پروانہ لکھے اور اپنے قلم سے اس پر دستخط کرے اور وہ ایسا ضرور کرے گا۔

اس کا آخری پیغام یہ ہے کہ میری موت کے بعد باقی نامزد کی جان بخشی صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ فریاد اور اعلیٰ بی بی کل رات بارہ بجے سے پہلے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا جائے۔

یہ جو میرے سامنے کھڑی ہوئی احکامات صادر کر رہی ہے، اس کا نام نہیں لے سکتا۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں اسے تحفظ فراہم دی ہیں، بلوکہتی ہیں۔"

اتنا لکھنے کے بعد اس نے اپنے دستخط کر دیے۔ پیڈ سے وہ کاغذ نکال کر اپنے سرہانے تکیے کے نیچے رکھا۔ قلم کو بریف کیس میں رکھنے کے بعد اسے بند کیا۔ پھر دروازے کو کھول کر سیکرٹری کو آواز دی۔ اس کے بعد بستر پر اسٹریٹ گیا۔ جب وہ کمرے میں آئی تو اس کے ہاتھ میں سرنج تھی۔ وہ اپنی گھبراہٹ کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور پسینے کی ہلکی ہلکی بوندیں نمایاں ہو رہی تھیں۔ میں نے ڈینیل کے منہ سے مسکراتے ہوئے اور اپنے ایک ہاتھ کو کاندھے کے اوپر بڑھاتے ہوئے کہا "بھئی تم تو ایسے گھبرا رہی ہو جیسے مجھے پہلی

انجکشن لگانے والی ہو۔ دیکھو، میں نے آستین اٹھا دی ہے۔ آؤ۔ تم نے پہلے بھی انجکشن لگائی ہے۔"

وہ قریب آ گئی۔ پھر اس نے بڑے ہی اناڑی پن سے سرنج کی سوئی کو اس کے بازو میں پیوست کر دیا۔ چند سیکنڈ کے بعد میں نے ڈینیل کا ساتھ چھوڑ دیا کیونکہ اب زندگی بھی اس کا ساتھ چھوڑنے والی تھی۔

میں نے اس کے ہاتھ سے سرنج کو ایک طرف رکھوا دیا۔ ڈینیل ایک ایک کر سانس لے رہا تھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ وہ اٹھنے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ لیڈی سیکرٹری نے اسے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا۔ پھر اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ اس کے بال بکھیر دیے۔ قمیص پھاڑ دی۔ اسے بستر پر سے کھینچ کر زمین پر گرا دیا۔ کمرے کی کچھ چیزوں کو ادھر اُدھر الٹ پلٹ کر دیا۔ جیسے انجکشن لگانے کے سلسلے میں بڑی جدوجہد کرنی پڑی ہو۔ چیزوں کو الٹنے پلٹنے کے دوران تکیے کے نیچے سے وہ کاغذ نکل آیا تھا۔ لیڈی سیکرٹری کے دماغ کو اس حد تک میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے قابو میں رکھا تھا کہ وہ اپنی حرکتوں کو سمجھتی ہے۔ میں اس کے دماغ میں یہی بات ٹھونک رہا تھا کہ وہ انتقام کے جوش میں جنونی حرکتیں کر رہی ہے۔ جب وہ کاغذ سامنے آیا تو وہ پڑھنے لگی۔ پڑھ کر گھبرا گئی۔ سمجھ نہیں آیا کہ اس کے باس مسٹر ڈینیل نے خود اپنے ہاتھوں سے کیسے اپنی موت کا فیصلہ لکھا اور اس پر دستخط کیے۔ اس نے گھبرا کر کاغذ کو ڈینیل کی لاش کے پاس چھوڑ دیا۔ سرنج کو اپنے رومال سے صاف کیا۔ پھر وہاں سے چلتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی۔ کرسی پر بیٹھ کر یوں ہانپنے لگی جیسے بہت دور سے دوڑتی آ رہی ہو۔

میں اس کے دماغ میں بیٹھا اس کی سوچ میں تبدیلیاں دے رہا تھا۔ حوصلہ دے رہا تھا اور سمجھا رہا تھا کہ اگر وہ اسی طرح گھبراتی رہے گی تو قتل کے الزام میں ملوث ہو جائے گی۔ اسے موقعے سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ وہ کاغذ مسٹر ڈینیل نے اپنی مرضی سے کیسے لکھ دیا۔ اگر لکھ بھی دیا ہے تو یہ بات اس کی حمایت میں جاتی ہے الزام سونیا پر ہی آئے گا۔

ذرا سی دیر میں لیڈی سیکرٹری نے اپنی حالت پر قابو پا لیا۔ اپنے چہرے کو رومال سے پونچھا۔ آئینے میں دیکھ کر بالوں کو درست کیا۔ چہرے کو پف کرنے کے بعد ہونٹوں کی پھیکی پڑنے والی سرخی کو لپ اسٹک سے تازہ کیا۔ پھر اطمینان سے کرسی پر بیٹھ کر مسٹر ریکسن کے نمبر ڈائل کیے۔ جب رابطہ قائم ہو گیا تو وہ ایک دم سے رونے کے انداز میں دہشت زدہ ہو کر بولی "مسٹر ریکسن! غضب ہو گیا۔ سونیا آئی تھی۔ اس کے ساتھ دو آدمی تھے۔ انھوں نے مجھے ریوالور کی زد پر کھڑکی دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونے کے لیے کہا۔ میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ اگر ایسا نہ کرتی تو وہ مجھے مار ڈالتے۔ میں نہیں جانتی کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ دوسرے کمرے سے کچھ ایسی آوازیں آئیں جیسے باس سے جھگڑا کیا جا رہا ہو۔"

اتنا کہہ کر وہ رونے لگی۔ دوسری طرف سے مسٹر ریکسن کی آواز سنائی دی۔ "پلیز، رونے میں وقت ضائع نہ کرو۔ مجھے بتاؤ کیا ہوا۔ پھر مسٹر ڈینیل کو فون دو۔"

وہ روتے ہوئے بولی۔ "مسٹر ڈینیل اب اس دنیا میں نہیں ہے جب وہ کالی بلا یہاں پہنچ ہی گئی تھی تو ان کے زندہ رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ فوراً آ جائیں میں بہت پریشان ہوں۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

"کیا تم نے ہوٹل والوں کو اس واردات کی اطلاع دی ہے؟"

"نہیں، میں آپ کے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتی۔"

"ویری گڈ! حوصلہ رکھو۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔"

میں نے تھوڑی دیر تک انتظار کیا۔ ریکس یونیورسل کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ وہ لوگ لیڈی سیکرٹری سے طرح طرح کے سوال کرنے لگے۔ اس نے وہی بیان دیا جو فون پر کہہ چکی تھی۔ آخر میں اس نے کہا "میں دیر تک دیوار کی طرف منہ کیے کھڑی رہی۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اب تب میں گولی چلا دیں گے۔ آخر بہت دیر کی خاموشی کے بعد میں نے کہا 'پلیز مجھے معاف کر دو۔ مجھے ایک جگہ بیٹھنے کی اجازت دو۔' مجھے کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے بار بار گڑگڑا کر التجا کی پھر بھی جواب نہ ملا تو میں نے آہستگی سے گردن گھما کر دیکھا کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ لوگ کب یہاں سے چلے گئے تھے۔"

اس کی باتیں سن کر میں وہاں سے چلا آیا۔ خیال خوانی ترک کر دی۔ وہاں ابھی پولیس والوں کی لمبی چوڑی تفتیش کا سلسلہ شروع ہونے والا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں جیسن ہارورڈ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ ایک بڑے سے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور سونیا ان کی گفتگو کا موضوع بنی ہوئی تھی۔ غزہ سے اطلاع مل گئی تھی کہ سونیا نے مسٹر ڈینیل کو دھمکی دی ہے لیکن اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ اسرائیل کیسے پہنچ گئی؟ ایک نے کہا۔

"ہمارے ملک کے ایک طرف کھلا سمندر ہے باقی تین طرف لبنان، شام، اُردن، سعودی عرب اور مصر وغیرہ ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ... ان ہی میں سے کسی ملک کی سرحد پار کر کے آئی ہے۔"

تیسرے نے کہا "لبنان شمال میں ہے اگر وہ اُدھر سے آتی تو پہلے تل ابیب سے گزرتی بعد میں غزہ پہنچتی۔ وہ پہلے غزہ کیسے پہنچ گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مصر کے راستے صحرائے سینا کو پار کر کے آئی ہے۔"

جیسن ہارورڈ نے جھلا کر کہا "آپ لوگ ایسی باتیں کر رہے

ہیں جیسے ہمارے چاروں طرف جو سرحدیں ہیں وہ کھلی پڑی ہیں۔ جس کا جی چاہے آجائے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ ہم نے کتنا سخت پہرہ لگا رکھا ہے۔ کوئی کھلے سمندر سے بھی یہاں داخل نہیں ہو سکتا پھر صحرائے سینا کو پار کرنا ایک اکیلی عورت کے بس میں نہیں ہے اس کے علاوہ وہاں فوجیوں کا سخت پہرہ ہے۔"

ایک نے کہا۔ "سر! فوجی بھی انسان ہوتے ہیں۔ ایک عورت کسی بھی فوجی جوان کو بیوقوف بنا سکتی ہے۔ پھر سونیا جیسی عورت کے لیے کون سی چال ناممکن ہے۔"

جیسن ہارورڈ نے ریسیور اٹھا کر کسی سے رابطہ قائم کیا پھر پوچھا۔ "غزہ میں کیا انتظامات ہوئے ہیں؟"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "جناب! شہر کی ناکہ بندی کر دی گئی ہے۔ یہاں سے کسی بھی عورت کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ اہم وجوہات کی بنا پر جو عورتیں غزہ سے باہر جانا چاہتی ہیں انھیں ایئرپورٹ میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزارا جاتا ہے۔ ٹیلیفون ایکسچینج کے افسران محتاط ہیں۔ تمام کالوں کو ڈیٹیکٹ کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ شہر میں جتنے ٹیلیفون بوتھ ہیں ان کے آس پاس سادہ لباس میں جاسوس گھوم رہے ہیں۔ شہر میں ہر مشکوک عورت کو روک کر سختی سے پوچھ گچھ کی جا رہی ہے۔"

جیسن ہارورڈ نے کہا۔ "یہ بات ابھی پھیلنے نہ پائے کہ سونیا غزہ میں ہے اور ایسی تمام اہم شخصیتوں کو دھمکیاں دے رہی ہے جنھوں نے فرہاد کی موت کے فیصلے پر دستخط کیے تھے۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے ایک عہدے دار نے کہا۔ "سونیا نے پیرس میں ڈرامائی انداز اختیار کیے اور ان میں کامیاب ہو گئی۔ یہاں سب سے پہلے اس نے مسٹر ڈینیل کو موت کی دھمکی دی ہے۔ پتا نہیں خود کو کیا سمجھتی ہے ایسی حماقتیں کرے گی تو ہماری پولیس اور جاسوسوں سے بچ کر نہیں جا سکے گی۔"

جیسن ہارورڈ نے دل ہی دل میں سوچا۔ "اونہہ! یہ شخص دھمکی سے میں خواہ مخواہ پریشان ہو رہا ہوں۔ دراصل پیرس میں پچھلی دو راتوں سے ہونے والی واردا توں نے سونیا کو بہت اہم بنا دیا ہے۔ اس کی اہمیت یہاں نہیں رہے گی۔"

اس کے سوچنے کے دوران فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور کان سے لگا کر پوچھا۔ "ہیلو! کیا بات ہے؟"

"جناب! بُری خبر ہے۔ مسٹر ڈینیل کو قتل کر دیا گیا ہے۔"

"کیا؟" جیسن ہارورڈ نے بے اختیار دہاڑتے ہوئے پوچھا۔ "کیسے قتل کر دیا گیا۔ اس بھرے پُرے ہوٹل میں کون قاتل آ سکتا ہے؟"

"مسٹر ڈینیل کی لاش کے پاس ایک کاغذ پایا گیا ہے۔ ان کی سیکرٹری اور ان کے سفارت خانے والوں کا کہنا ہے کہ مسٹر ڈینیل نے خود اپنی موت کا فیصلہ لکھا اور اس پر اپنے دستخط کیے ہیں۔ آپ کی اجازت ہو تو تحریر پڑھ کر سنائی جائے؟"

جیسن ہارورڈ گم صم خلا میں تک رہا تھا دوسری طرف وہ تحریر پڑھ کر سنائی جا رہی تھی۔ شروع سے آخر تک سننے کے بعد اس نے کہا۔ "یہ خبر عام نہ کی جائے قتل کو چھپانے کی کوشش کی جائے۔ سونیا کا مقصد یہی ہے کہ جو لوگ فرہاد کی موت کے فیصلے پر دستخط کر چکے ہیں اور وہ جو اسرائیل کی حدود میں ہیں انھیں جب اس واردات کی اطلاع ملے گی تو سب کے سب دہشت زدہ ہو کر ہم سے فرہاد کی رہائی کا مطالبہ کریں گے۔"

"یس سر! میں ابھی حکم دیتا ہوں اس قتل کے سلسلے میں تفتیش کو محدود کیا جائے اور مسٹر ڈینیل کے سفارت خانے والوں کو سمجھایا جائے کہ وہ اس بات کو عام نہ کریں۔"

"فرہاد کی موت کے فیصلے پر دستخط کرنے والے دو چار اہم افراد جو غزہ میں ہیں انھیں کسی تقریب کے بہانے قتل ابیب بلا لو۔ اس شہر کی ناکہ بندی کا پھر سے جائزہ لو اور مزید حکم صادر کر دو کہ کوئی عورت تل ابیب میں داخل نہ ہو اگر اہم وجوہات کی بنا پر داخل ہونا چاہے تو اسے ایئرپورٹ میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزارا جائے۔"

وہ ریسیور رکھ کر سوچنے لگا۔ پھر اس نے ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے تجاد کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! سونیا یہاں پہنچ گئی ہے۔"

تجاد کی مسرت بھری آواز سنائی دی۔ "کیا واقعی؟ سونیا کہاں ہے؟"

"وہ غزہ میں ہے لیکن ہم سے چھپی ہوئی ہے۔ اس کا مطالبہ ہے کہ آپ کو رہا کیا جائے حالانکہ ہم نے جشنِ آزادی کے سلسلے میں آپ کو مہمان بنا کر رکھا ہے۔ اب ہم اسے کیسے یقین دلائیں کہ آپ ہمارے قیدی نہیں بلکہ دوست ہیں۔"

"سونیا سے میرا رابطہ قائم کرائیں۔ میں اسے یقین دلاؤں گا۔"

"وہ ہم سے بات نہیں کر رہی ہے اس نے ہمارے ایک دوست ملک سے آئے ہوئے اہم شخص کو قتل کر دیا ہے۔ ہم بہت پریشان ہیں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کیا کریں؟"

"آپ نے یہ کہہ کر مجھے بھی اُلجھا دیا ہے۔ ٹھہریے، میں اعلیٰ بی بی سے اس سلسلے میں باتیں کرتا ہوں۔"

"میرا مشورہ ہے، اگر اعلیٰ بی بی ہیلی کاپٹر کے ذریعے غزہ جائیں گی تو شاید سونیا ان سے بات کرنے پر راضی ہو جائے۔"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اعلیٰ بی بی ضرور یہاں سے جائیں گی آپ ان کی روانگی کا انتظام کریں۔"

جیسن ہارورڈ نے ریسیور رکھ دیا۔ اپنے آدمی کو بلا کر کہا۔ "اعلیٰ بی بی کو فوراً ہیلی کاپٹر کے ذریعے غزہ روانہ کرو اور اس شہر میں گشتی چوکیاں بنا دو۔ ہر جماعت لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے شاہراہوں اور

گلیوں میں یہ اعلان کرتی پھرے گی کہ سونیا جہاں کہیں ہو وہ اعلیٰ بی بی سے ملاقات کرے۔ اعلیٰ بی بی غزہ کے ریسٹ ہاؤس میں انتظار کر رہی ہے۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے ریسٹ ہاؤس کا فون نمبر بھی بتایا جائے، تاکہ سونیا خود نہ آئے تو فون کے ذریعے رابطہ قائم کرے۔ ٹیلیفون بوتھ وغیرہ کے پاس سے سادے لباس والوں کو ہٹا لو سونیا کو کسی پر شبہ نہیں ہونا چاہیے۔"

ضروری ہدایت دینے کے بعد اس نے ریسیور کو رکھ دیا پھر اپنے عہدے داروں کو مسٹر ڈینیل کے قتل کے سلسلے میں بتانے لگا۔ اس کی باتیں سننے کے بعد ایک بڑے افسر نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مرنے والے سونیا کی مرضی کے مطابق وہ خط کیسے لکھ دیتے ہیں اور کس مجبوری سے دستخط کرتے ہیں۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا۔ "اگر ریوالور کنپٹی سے لگا دیا جائے یا خنجر کی نوک دل پر رکھ دی جائے تو سبھی لکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور پھر سونیا طرح طرح کے ہتھکنڈے جانتی ہے۔ وہ بڑی مکاری سے لکھوا لیتی ہوگی۔"

ایک اور عہدے دار نے کہا۔ "سر! جیسا کہ آپ فرماتے ہیں، سونیا نے اس خط میں آپ کو بھی دھمکی دی ہے اور کہا ہے، کل بارہ بجے رات تک آپ بھی اپنی جیب میں سادہ کاغذ رکھیں۔"

وہ بھلا کر بولا۔ "وہ کوئی جادوگرنی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی بدروح ہے کہ ہم اسے دیکھ نہ سکیں اور وہ ہمارے پاس اتنے سخت پہرے کے باوجود پہنچ جائے۔ وہ مسٹر ڈینیل تک یوں پہنچ گئی کہ ہوٹل والوں کو اس کے متعلق کوئی خبر نہیں دی گئی تھی اور نہ ہی پولیس والے اس وقت تک پہنچ سکے تھے۔ رپورٹ کے مطابق اس کے ساتھ دو آدمی تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے یہاں پہنچ کر کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔"

ایک عہدے دار نے کہا۔ "سر! وہ تل ابیب میں کافی عرصہ گزار چکی ہے۔ یہاں اس نے کچھ لوگوں کو دوست بنایا ہوگا۔ یہاں ہر شخص پر کڑی نظر رکھنا بہت مشکل ہے۔ پھر یہ کہ جشنِ آزادی کا موقع ہے لوگ تفریح کریں گے۔ ناچیں گے۔ گائیں گے۔ خوشیاں منائیں گے۔ اس دوران سونیا کو بہت موقع ملے گا۔ ہمارا مشورہ ہے کل رات بارہ بجے تک آپ اسی جگہ کی چار دیواری تک محدود رہیں۔ نہ باہر نکلیں، نہ ہمارے علاوہ کسی اور کو یہاں آنے کی اجازت دیں۔ تمام لوگوں سے فون کے ذریعے یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرتے رہیں۔"

اس نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد کہا۔ "مشورہ معقول ہے ہم نے سوچا تھا، رات کو ہماری ایک میٹنگ ہوگی۔ اس کے بعد کل صبح تک آرام کریں گے لیکن سونیا ہمارے لیے پرابلمز پیدا کر رہی ہے۔ بہرحال اب لنچ کا وقفہ ہونا ہے۔ ٹھیک تین بجے ہم سیکرٹ ہاؤس میں ملیں گے۔ دی ہاؤس آف نو ریٹرن میں....."

یہ ایک نئی جگہ کا نام میرے علم میں آیا تھا۔ وہ سب لنچ کے لیے اٹھ رہے تھے۔ میں جیسن ہارورڈ کے دماغ میں رہ کر معلوم کرنے لگا۔ 'دی ہاؤس آف نو ریٹرن' کا مقصد کیا ہے؟ پتا چلا۔ معنی وہی ہیں جو الفاظ ظاہر کرتے ہیں یعنی ایسا مکان جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ کسی کے لیے اس مکان میں داخل ہونا بھی تقریباً ناممکن ہے کاہال تنظیم کا سربراہ جیسن ہارورڈ جیسا شخص بھی وہاں اپنی مرضی سے داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ جب وہ اور اس کے ساتھی اور نائب کسی ضرورت کے تحت وہاں جاتے تو ہاؤس آپریٹر مشینوں کے ذریعے اس مکان کے دروازوں میں تبدیلیاں لاتا تھا۔ جو دروازے پہلے کچھ نظر آتے تھے، بعد میں کچھ نظر آنے لگتے تھے۔ راستے بدلتے رہتے تھے۔ سلائیڈنگ ڈور کی طرح اس مکان کی تمام دیواریں متحرک تھیں۔ آپریٹنگ کے ذریعے اس طرح اپنی جگہ بدلتی تھیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے کمروں کا نقشہ بدل جاتا تھا۔ پہلے جو کمرے نظر آتے تھے وہ کوریڈور میں بدل جاتے تھے۔ کوریڈور کمروں کی صورت اختیار کر لیتے تھے۔ کبھی کبھی کمرے کی دیواریں ایک دوسرے کے اتنے قریب آتی تھیں کہ درمیانی فاصلہ ختم ہو جاتا تھا۔ ان کے درمیان جو بھی ہوتا، وہ جیسے انارکلی کی طرح دیوار میں چُن دیا جاتا تھا۔

'دی ہاؤس آف نو ریٹرن' کے فرش بھی متحرک تھے۔ وہ کبھی زمین کی تہ میں چلے جاتے تھے اور ان کی جگہ دوسرا فرش آ جاتا تھا۔ پرانے محلوں اور حویلیوں کی طرح اس مکان میں بھی بڑا اساتہ خانہ تھا اور اس تہ خانے سے ایک سرنگ زمین کی تہ میں جاتے ہوئے اسی جگہ پہنچتی تھی، جہاں تجاد کو پٹوں سے ڈھانپ کر آہنی سلاخوں کے درمیان قید کیا گیا تھا۔

'دی ہاؤس آف نو ریٹرن' میں داخل ہو کر کوئی اپنی مرضی سے ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک نہیں جا سکتا تھا نہ ہی کمرے سے باہر قدم نکال سکتا تھا۔ پھر یہ کہ اس کے تہ خانے میں اُترنا اور سرنگ کے ذریعے اسی جگہ پہنچنا جہاں تجاد کو قید کیا گیا تھا تقریباً ناممکن تھا۔ تجاد کو بظاہر دوسرے راستے سے اس تہ خانے میں پہنچایا گیا تھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ تجاد تک پہنچنے کے لیے تہ خانے میں اُترنا ہوگا اور تہ خانے میں اترنے کے لیے اس بھاری چٹان کو ہٹانا ہوگا جو صرف کرین کے ذریعے ہٹائی جا سکتی ہے۔

'دی ہاؤس آف نو ریٹرن' میں خاص موقعوں پر خاص یہودی اکابرین ہی داخل ہوتے تھے یا پھر ان سیاسی مجرموں کو وہاں پہنچایا جاتا تھا جن سے کچھ راز اگلوائے جاتے تھے۔ وہ اس عجائب خانے میں پہنچ کر ذہنی انتشار میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ وہاں کی بدلتی ہوئی

دیواریں، دروازے، فرش اور چھتیں ان کے دماغ کو تھکا ڈالتی تھیں۔ پھر یہ کہ مشینوں کے ذریعے ایسی اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں کہ مضبوط قوت مادری رکھنے والا ایسا ہی مجرم یا تو مر جاتا تھا یا پھر رازداں گل دیتا تھا۔

ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہر اس جگہ پہنچنا ممکن ہے، جہاں ایک بھی شخص علم کے ذریعے یا ہنر کے ذریعے پہنچنا جانتا ہو۔ اگر دی ہاؤس آف فوریٹرن کو مشینوں کے ذریعے ناقابل فہم بنایا گیا تھا اور وہاں جانے کے بعد کوئی اپنی مرضی سے واپس نہیں آسکتا تھا تو یقیناً ان مشینوں کو آپریٹ کرنے والا کوئی ایک شخص ہوگا اور اس شخص کو یہودی اکابرین خلائی طور پر خوب جانتے ہوں گے۔ ان لوگوں کا رابطہ اس سے قائم رہتا ہوگا۔

میں نے یہی سوچ کر جیمن ہارورڈ کے دماغ سے معلومات حاصل کیں۔ مجھے بڑی حیرانی ہوئی جب اس بات کا پتا چلا کہ کاہال تنظیم کا سربراہ تو کیا مملکت اسرائیل کا سربراہ بھی اس شخص کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔ دی ہاؤس آف فوریٹرن سے فوج کے اعلیٰ افسران کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہاں کی مشینوں کو آپریٹ کرنے والا شخص اسرائیل میں صرف ایک ہی عظیم ہستی کا فرمانبردار ہے اور صرف اسی کے احکامات کی تعمیل کرتا ہے اور وہ ہستی ہے ربی اسفندیار۔

ربی اسفندیار جیسے خاص ہیڈکوارٹر کے سامنے ٹیلی پیتھی کی پرواز تھم جاتی ہے۔ وہ مذہبی پیشوا تھا۔ کچھ روحانی عمل جانتا تھا۔ اس کی شخصیت اتنی باوقار اور اتنی پُراثر تھی کہ لوگ اس کے سامنے پہنچتے ہی نظریں جھکا لیتے تھے۔ میں نے ہپناٹزم کے علم میں اس کی طرح کا کوئی دوسرا عامل اب تک نہیں دیکھا تھا۔ پھر یہ کہ وہ سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں فوراً محسوس کر لیتا تھا۔ لہٰذا میری ٹیلی پیتھی اس کے آگے کام نہیں آسکتی تھی۔ میں اس کے ذریعے ان مشینوں کے آپریٹر تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ ہاؤس آف دی فوریٹرن میرے اور سونیا کے لیے قبر بن سکتا تھا اور قبر بھی تو ایک ایسا مکان ہے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔

جیمن ہارورڈ کی اطلاع کے مطابق سونیا ایسی جگہ بھی پہنچ گئی تھی، جہاں اس کے پہنچنے کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ مثلاً اس نے سپرسٹر اور ماسک مین تک پہنچ کر انھیں ختم کر دیا تھا۔ پھر پرے ہوٹل میں مسٹر ڈینیل کو ختم کر دینا بھی کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ پیرس میں کاہال تنظیم کی برانچ کے سربراہ اور دوسرے یہودی بھی جس طرح ہلاک کیے گئے تھے، اس طرح کوئی چالاک سے چالاک شخص ان کے قریب نہیں پہنچ سکتا تھا۔ یہ سونیا کے ہی ہتھکنڈے تھے۔ یہی سب کچھ سوچ کر جیمن ہارورڈ نے دی ہاؤس آف فوریٹرن کا انتخاب کیا تھا۔ وہ جانتا تھا، سونیا کل بارہ بجے رات تک اسے ہلاک کرنے کی دھمکی پر عمل کرے گی تو ضرور اپنے ذرائع سے دی ہاؤس آف فوریٹرن تک پہنچے گی اور جب اس مکان میں داخل ہوگی تو اسے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔

میں سونیا کے چیلنج کے مطابق ٹیلی پیتھی کے ذریعے جیمن ہارورڈ سے اس کی موت کے فیصلے پر دستخط کرا سکتا تھا اور اس پر عمل کرا سکتا تھا لیکن دی ہاؤس آف فوریٹرن میں جب کسی عورت کا داخلہ نہیں ہوتا اور جیمن ہارورڈ میرے ذریعے مارا جاتا تو پھر یہ ثابت ہو جاتا کہ موت کے فیصلوں پر دستخط کرانے والی سونیا نہیں، کوئی اور ہے۔

سونیا یہ کبھی پسند نہ کرتی کہ جو دہشت اس کے نام سے پھیلتی رہی ہے وہ اب کسی نامعلوم ہستی سے منسوب ہو جائے۔ ابھی میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جیمن ہارورڈ کے سلسلے میں کیا کیا جائے اور سونیا کی طرف سے پھیلنے والی دہشت کو کس طرح برقرار رکھا جائے جب کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی ہے تو میں اس بات کو۔۔۔۔۔۔ یا اس مسئلے کو وقتی طور پر پس پشت ڈال دیتا ہوں تاکہ اطمینان سے اس پر غور کیا جاسکے۔

میں غزہ میں اس پگلی کے پاس پہنچ گیا۔ اعلیٰ بی بی یقیناً وہاں پہنچ گئی ہوگی میں اس پگلی کے ذریعے کچھ معلومات حاصل کر رہا تھا مثلاً ایک گشتی جماعت لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اعلان کرتی پھر رہی تھی "سونیا جہاں بھی ہے وہ دوستانہ انداز میں اعلیٰ بی بی سے آکر ملاقات کرے اعلیٰ بی بی اس وقت غزہ کے ریسٹ ہاؤس میں ہیں" اس کا فون نمبر بھی بتایا جا رہا تھا اور یہ وعدہ کیا جا رہا تھا کہ سونیا کسی جگہ سے بھی فون کرے گی تو اس جگہ کا سراغ نہیں لگایا جائے گا اور نہ ہی اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا کی جائے گی۔

میں اعلان کرنے والوں کے دماغوں میں باری باری پہنچنے لگا بظاہر ٹیلیفون بوتھ وغیرہ کے پاس سے سادہ لباس والوں کو ہٹا دیا گیا تھا لیکن پولیس اور فوج کے جوانوں نے جگہ جگہ خفیہ مورچے بنائے تھے۔ جیسے ہی انھیں ایمبیسی کی طرف سے اطلاع ملتی۔۔ کہ فلاں ہوٹل سے یا فلاں مکان کے ٹیلیفون کے ذریعے سونیا اعلیٰ بی بی سے گفتگو کر رہی ہے۔ ویسے ہی وہ اس جگہ کو چاروں طرف سے گھیر لیتے۔۔ اور سونیا کو فرار ہونے کا موقع نہیں دیتے

میں نے رازق بن زید کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اپنے مجاہدوں کے ساتھ ایک مکان میں تھا اور اس پگلی کے متعلق تشویش میں مبتلا تھا۔ کہہ رہا تھا "جیل سے وہ میرے ساتھ باہر نکلی تھی۔ میں نے ایک جگہ سگریٹ خریدنے کے لیے بُرکا تو پتا نہیں وہ بھیڑ میں کہاں گم ہو گئی"

اسی وقت ایک اور نوجوان اس مکان میں داخل ہوا۔ اس نے کہا "ہر جگہ سونیا کا پرچار ہو رہا ہے۔ ایک مسلمان عورت نے ان یہودیوں کی نیند حرام کر دی ہے۔ وہ اسے کسی نہ کسی طرح گھیرنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اسے آوازیں دیتے پھر رہے ہیں"

دوسرے ساتھیوں نے کہا "ہم بھی یہ اعلان سن رہے ہیں۔ کاش ہمیں سونیا کہیں مل جائے ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ اسے پناہ دیں گے اور دشمنوں کو ٹھکانے لگانے کے لیے اس کے سامنے ڈھال بن جائیں گے"

مجاہدین کی اکثریت عربی زبان میں گفتگو کر رہی تھی۔ میں رازق بن زید کے ذریعے ان کی باتوں کو سمجھ رہا تھا۔ پھر ایک نے کہا۔ ہمیں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے دوسرے ساتھیوں کو سونیا کے متعلق اطلاع دینی چاہیے۔ میرا خیال ہے کسی نہ کسی سے سونیا کی ملاقات ضرور ہوگی"

میں نے معلوم کیا کہ وہ غزہ میں کس جگہ ہیں۔ پھر میں پگلی کے پاس پہنچ گیا۔ اسے اسی طرف لے جانے لگا۔ کچھ وہ راستہ جانتی تھی کچھ میں نے اس کی رہنمائی کی آخر وہ وہاں پہنچ ہی گئی۔ اس مکان کے باہر دو مجاہد پہرے دار کے طور پر کھڑے رہتے تھے تاکہ دور ہی سے یہودی دشمنوں کو دیکھ کر اندر بیٹھے ہوئے ساتھیوں کو اطلاع دے سکیں۔ ایسے وقت وہ پچھلے دروازے سے نکل جاتے تھے اور کہیں نہ کہیں چھپتے پھرتے تھے۔

ایک پہرے دار نے پگلی کو دیکھتے ہی کہا "اسے تو ناہید آرہی ہے" پھر وہ اسے لے کر مکان کے اندر چلا آیا۔ وہاں کتنے ہی نوجوان اپنی اپنی زبان میں طرح طرح کے سوال کرنے لگے۔ میں ناہید ہادم کے دماغ پر قابض ہو گیا تھا۔ وہ انگریزی زبان میں بولی "تم لوگ کون سی بولی بول رہے ہو۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا اور مجھے یہ تو بتاؤ کہ تم سب کون ہو؟"

رازق بن زید نے اس کے بازو کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا "کیا اپنے ساتھیوں کو بھول گئی ہو؟"

وہ اپنے مخصوص انداز میں ہنسنے لگی۔ پھر اس نے پوچھا "کیا یہ سب ہمارے ساتھی ہیں۔ کیا یہ مجاہد ہیں؟"

"ہاں یہ سب مجاہد ہیں۔ مجھے پہچانو میں تمھارا دوست ہوں رازق"

تب اچانک ناہید ہادم ایک دم سے سنجیدہ ہو کر تن کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے بڑے ہی سمجھ بھرے لہجے میں کہا "دوستو! میں یہی معلوم کرنے آئی تھی کہ مجاہدوں کا اڈہ کہاں ہے۔ میں ناہید ہادم نہیں، سونیا ہوں"

وہ سب حیرت سے اس کا منہ تکنے لگے۔ ایک نے بے یقینی سے کہا "ناہید تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں عربی زبان نہیں سمجھتی۔ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

رازق بن زید نے کہا "انھیں یقین نہیں آرہا ہے کہ تم سونیا ہو۔ مجھے بھی یقین نہیں آرہا ہے"

تم لوگوں کو شاید معلوم ہوگا کہ میں میک اپ کی ماہر ہوں۔ چہرہ بدلنا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ تمھاری ناہید ہادم کو میرے دو آدمیوں نے اپنے پاس رکھا ہے۔ وہ بخیریت ہے۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں پگلی کے روپ میں یہاں آزادانہ گھوم سکتی ہوں"

سب نے خوش ہو کر کہا "واہ! بہتر ہے تدبیر ہے واقعی اس طرح آپ پر کوئی شبہ نہیں کرے گا"

"میں آپ لوگوں کی مدد چاہتی ہوں"

"ہم دل و جان سے حاضر ہیں۔ آپ حکم دیں ہم اپنا لہو گرا کر اس زمین کا رنگ بدل دیں"

"فی الحال اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے ایک ٹرانسمیٹر چاہیے"

"آپ کس سے باتیں کرنا چاہتی ہیں؟"

"کسی بڑے یہودی افسر سے رابطہ قائم کروں گی"

تھوڑی دیر میں ہی ایک بڑا سا ریڈیو لاؤ بتا آگیا۔ وہ کوئی پرانے ماڈل کا ریڈیو تھا۔ ایک مجاہد انجینئر نے اس کے اندر تبدیلیاں کر کے اسے ٹرانسمیٹر بنا دیا تھا۔ اوپر سے وہ ریڈیو نظر آتا تھا تاکہ پولیس والے تلاشی لینے آئیں تو ریڈیو سمجھ کر اسے چھوڑ دیں۔ میں نے اس پگلی کے ذریعے مجاہد انجینئر کو بتایا کہ پولیس کے اعلیٰ افسر سے اسے کیا کہنا ہے۔ اس نے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا "ہم سونیا کے متعلق ایک اطلاع دینا چاہتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ براہِ راست اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرایا جائے اوور"

دوسری طرف سے کہا گیا "ہم رابطہ قائم کرائیں گے۔ ہمیں بتایا جائے، تم کون ہو اور کہاں سے گفتگو کر رہے ہو اوور"

"آپ خواہ مخواہ سراغ رساں بن کر وقت ضائع نہ کریں۔ ورنہ سونیا کے متعلق اہم معلومات فراہم نہیں ہو سکیں گی۔ اوور"

پولیس کے اعلیٰ افسر نے بتایا کہ کس فریکوئنسی پر اعلیٰ بی بی سے گفتگو ہو سکے گی۔ وہاں سے رابطہ ختم کر کے دوسری فریکوئنسی پر رابطہ قائم کیا گیا۔ وہاں سے بھی کسی مرد کی آواز سنائی دی۔ ناہید ہادم نے مائیک اپنے ہاتھ میں لے کر کہا "ہیلو! میں سونیا بول رہی ہوں۔ وقت ضائع کیے بغیر اعلیٰ بی بی کو بلایا جائے۔ میں چند باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ اگر میرا سراغ لگانے کے لیے وقت ضائع کیا گیا تو رابطہ ختم کر دوں گی۔ اوور"

"آپ رابطہ ختم نہ کریں۔ میں ریسٹ ہاؤس سے بول رہا ہوں۔ اعلیٰ بی بی دوسرے کمرے میں ہیں۔ ہم ابھی بلاتے ہیں"

ایک ذرا دیر خاموشی رہی۔ پھر اعلیٰ بی بی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو! سونیا کیا تم بول رہی ہو؟ اوور"

"میں سونیا بول رہی ہوں۔ پوچھنا چاہتی ہوں، کیا یہودیوں سے اتنا ربط ضبط بڑھ گیا ہے کہ وہ شاہراہوں اور گلیوں میں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے ہماری ملاقات کے لیے چیختے پھر رہے ہیں؟ اوور"

"سونیا! میں تم سے براہِ راست گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ تمھیں

یقین دلانا چاہتی ہو، تم جہاں بھلی ملنا چاہو گی وہاں دوستانہ ماحول ہوگا۔ ہمارے آس پاس یا دور تک کوئی دشمن نہیں ہوگا۔ جلدی بتاؤ۔۔۔ کہاں ملنا چاہتی ہو؟ اوور۔"

"تم اپنا یقین اپنی ذات تک محدود رکھو۔ کیا جس طرح ان لوگوں نے فرہاد کا دماغ کمزور کر کے اپنی قید میں۔ کھا ہے اس طرح تمہارے دماغ میں بھی کمزوریاں پیدا کر دی ہیں؛ تم یہودیوں پر کب سے بھروسہ کرنے لگیں؛ کیا سچ مچ تم انھیں اپنا دوست سمجھ رہی ہو؟ اوور۔"

"سونیا! ہم نے یہودیوں کو پہلے قریب سے نہیں دیکھا تھا۔ یہاں آ کر یقین کرنا پڑا کہ یہ بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ جس طرح ہم غلطیاں کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور پچھتاتے ہیں اور ان غلطیوں کی تلافی بھی کرتے ہیں۔ ہمیں ایک بار ان سے دوستی کر کے آزمانا چاہیے۔ کیا سپر ماسٹر اور ماسک مین نے بار بار ہم سے دوستی کرنے کے بعد ہمیں دھوکا نہیں دیا؟ اگر ہم ان سے بار بار دھوکا کھا سکتے ہیں تو کیا ایک بار یہودیوں کو آزما نہیں سکتے؟ اوور۔"

"اعلیٰ بی بی! یہ باتیں اگر تم بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ کر کرو گی تو وہاں ہم سے زیادہ دانشور اور تجربہ کار بزرگ موجود ہیں جانے وہ تمہارے متعلق کیا فیصلہ سنائیں گے لیکن میں ابھی سے اپنا فیصلہ سنا دوں۔ بابا فرید واسطی صاحب نے اپنی زندگی میں کبھی یہودیوں کو اپنا دوست نہیں سمجھا۔ لہٰذا میں بھی انھیں دوست نہیں سمجھ سکتی۔ تم کام کی بات کرو اور بتاؤ کہ یہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے تم سے بالقاء قائم کرنے کے لیے کیوں کہا جا رہا ہے؛ تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ اوور۔"

"پہلی بات تو یہی کہ میں یہودیوں کو دوستی کے سلسلے میں عملی ثبوت پیش کرنا چاہتی ہوں۔ تمہاری طرف سے پہنچنے والے ان نقصانات کو یہ فراخدلی سے نظر انداز کریں گے اور تمھیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں۔ ایک بار مجھ سے ملاقات کر دو۔ لو، ملاقات کر رہی ہو؟ اوور۔"

"میں اپنا فیصلہ سنا چکی ہوں۔ اگر یہی فیصلہ بابا صاحب کے ادارے میں وہاں کے معززین کے درمیان سنائی اور ان کا بھی فیصلہ یہی ہوتا تو پہلی فرصت میں تمھیں اعلیٰ بی بی کے عہدے سے خارج کر دیا جاتا۔ میں تمھیں اس سے پہلے ہی خارج کر رہی ہوں۔ آج سے تم میرے لیے اعلیٰ بی بی نہیں ہو۔ تمہارا اصلی نام سمیرا تھا لہٰذا کبھی مجھے مخاطب کرنا ہوا تو میں تمھیں تمہارے نام سے مخاطب کروں گی۔ اپنے یہودی دوستوں سے کہو، سونیا سے صرف ایک شرط پر سمجھوتہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ کل رات بارہ بجے سے پہلے فرہاد کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا جائے اگر یں ان کی دوست نہ بن سکی تو وعدہ کرتی ہوں، دشمن بھی نہیں بنوں گی لیکن فرہاد کی رہائی خرخاذل ہے، اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ مجاہد انجینئر نے اس کے اندر سے مخصوص پرزے نکالتے ہوئے کہا "وہ لوگ اور اس کی سمت معلوم کر کے ادھر آئیں گے۔ اب ہم لوگ منتشر ہو جانا چاہیے۔"

وہ مخصوص پرزے لے کر وہاں سے چلا گیا۔ اس نے ٹوٹا پھوٹا سپر انار ڈیوائس پر گرا تھا۔ مجاہدین وہاں سے جانے لگے تو نے پوچھا "مادام سونیا! آپ سے ہمارا مستقل رابطہ کس طرح قائم رہ سکتا ہے؟"

"مجھے جب بھی آپ لوگوں کی مدد کی ضرورت پڑے گی میں آپ لوگوں سے خود ہی رابطہ قائم کر لوں گی۔ فی الحال ناہید ہادم کے ہی روپ میں رہوں گی، جب دیکھوں گی کہ شبہ کیا جا رہا ہے تو روپوش ہو جاؤں گی اور ناہید ہادم کو نگاہ سے اوجھل کر دوں گی۔ لوگ اسے پکڑیں گے۔ اسے چیک کریں اور مطمئن ہو جائیں گے۔"

مجاہدین لڑکوں اور لڑکیوں نے سونیا کو تعریفی نظروں سے دیکھا پھر کہا "واقعی بہت ہی اچھا آئیڈیا ہے۔ اس طرح دشمن کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

پھر وہاں سے چلتے ہوئے دروازے تک گئی، پھر وہاں پلٹ کر مسکراتے ہوئے بولی "فی امان اللہ۔"

وہ مکان سے باہر آ گئی۔ میں اس کے دماغ میں جو وہ اسی طرح اپنے مخصوص انداز میں یا یوں کہنا چاہیے کہ پاگلوں سے انداز میں بے پروائی سے چلی جا رہی تھی۔ ایک سڑک پر پہنچ رہی تھی۔ جب وہ مکان نظروں سے اوجھل ہو گیا تو نے اس کے ذریعے دیکھا کہ کوئی اس کی طرف خاص توجہ نہیں دے رہا ہے تو اسے آزاد چھوڑ دیا۔ وہ دھب سے زمین پر بیٹھ گئی اور ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگی۔ وہ کہاں پہنچ گئی ہے۔ کی سمجھ میں نہیں آیا تو وہ چلنے لگی۔ زور زور سے ہنسنے لگی کبھی ادھر کبھی ادھر جانے لگی۔ میں نے اسے اس کے حال پر دیا۔ پھر اس آفیسر کے دماغ میں پہنچا جو ریسٹ ہاؤس میں جس نے پہلے ٹرانسمیٹر پر اپنی آواز سنائی تھی۔ میں اس کے اعلیٰ بی بی کو دیکھنے لگا۔ وہ ٹیلی فون کا ریسیور کان سے لگائے تھی۔ "میں نے اپنی طرف سے بہت کوششیں کیں لیکن میری بات نہیں مانی بلکہ مجھے اعلیٰ بی بی تسلیم کرنے سے کر دیا ہے۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "ہم نے آپ کی اور تمام گفتگو ریکارڈ کی ہے۔ بے شک آپ ہمارے ساتھ حق ادا کر رہی ہیں۔ آپ کو خواہ مخواہ اتنی دور جانے کی زحمت

آپ جب چاہیں ہیلی کاپٹر کے ذریعے فرہاد صاحب کے پاس بھیج سکتی ہیں۔"

میں وہاں سے واپس آ گیا۔ تین بجنے والے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا، چنانچہ، اس پگلی نے دوپہر کا کھانا بھی کھایا ہے یا نہیں۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک بکری سے کھانے کا سامان خرید رہی تھی۔ میں مطمئن ہو گیا۔ اس وقت وہ شاہراہ ہاشم پر تھی۔ سامنے ایک چار دیواری کے اندر زمانہ قدیم کے ہیرو سیمسن کی قبر ہے۔ سیمسن ہے جو بائبل کے مطابق دنیا کا سب سے طاقت ور انسان تھا اور جس نے ڈیلائیلا کی محبت میں جان دی تھی۔ اس پر ایک فلم بھی بڑی کامیاب ہوئی تھی۔ بہرحال شاہراہ ہاشم مسلمانوں کے لیے یادگار ہے کہ قریب ہی ایک مسجد کے صحن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت ہاشم کا مزار ہے۔ انہی حضرت ہاشم کے نام سے ابھی تک وہ شاہراہ موسوم ہے۔

میں نے جیسن اور ورڈ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اور اس کے عدے دار "دی ہاؤس آف نور برٹرن" کے بند دروازے کے سامنے پہنچ گئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ پھر وہ دروازہ کھل گیا۔ وہ سب اندر داخل ہو کر ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ ذرا سی دیر میں وہ دروازہ اپنی جگہ سے سرک گیا۔ اب انھیں دروازے کی جگہ دیوار نظر آ رہی تھی۔ وہ دروازہ دیوار کے درمیان کہیں گم ہو گیا تھا۔ ہزار تلاش کے باوجود باہر نکلنے کا راستہ نہیں مل سکتا تھا۔ وہ سب ایک دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ جیسن ہاورڈ نے اونچی آواز میں کہا۔

"لوم ربی کے نام پر ایک آرام دہ سٹنگ روم ہمیں چاہیے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سامنے کی دیوار ایک طرف سرکنے لگی۔ وہ جس فرش پر کھڑے ہوئے تھے، وہ اس دیوار کی مخالف سمت سرک رہی تھی۔ پھر اچانک ٹھہراؤ آ گیا۔ سامنے ایک دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندر وسیع کمرے میں آرام دہ صوفے، ٹیلی فون، ٹی وی اور دوسری بہت سی ضروریات کی چیزیں قرینے سے رکھی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ وہ سب اس کمرے میں داخل ہوئے۔ دروازہ بند ہوا اور پھر اسی طرح ایک طرف سرک کر دیوار کے اندر گم ہو گیا۔ اب اس کمرے سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ سب آرام سے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ ایک نے کہا "اس سے زیادہ محفوظ جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ سونیا تو گیا، اس کی روح بھی یہاں نہیں پہنچ سکتی۔"

جیسن ہاورڈ نے کہا "میں کل رات تک یہیں رہوں گا۔ تم لوگ کمرہ کا بابا صاحب سے کہہ دیا ہے، کھانا پکانے کے لیے ایک ملازمہ اور ضرورت کے لیے ایک ملازم چاہیے۔ آپ لوگوں کے جانے کے بعد دونوں یہاں آ جائیں گے۔"

پھر وہ سونیا کے متعلق گفتگو کرنے لگے۔ میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ دنیا کی جن مشہور و معروف ہستیوں نے میری موت کے فیصلے پر دستخط کیے تھے، ان میں گرلڈن ریکٹ کے ساتوں گولڈ مین بھی قابل ذکر ہیں۔ ان میں ڈاکٹر ڈی ولسن کے متعلق میں بیان کر چکا ہوں۔ ایزل ہارڈی سے اس کا رابطہ رہتا تھا۔ صرف ایزل ہارڈی ہی نہیں، اس جیسے دو اساز کمپنیوں کے جتنے مالکان تھے وہ سب ڈاکٹر ڈی ولسن کے دائرہ اختیار میں رہتے تھے۔ اسی کی پلاننگ کے مطابق لوگوں کو ابتدائی نشے کا عادی بنانے کے لیے نشہ آور دوائیں سپلائی کی جاتی تھیں۔ چند روز پہلے گرلڈن ریکٹ کے ساتوں گولڈ مین سجاد کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے آئے تھے کہ واقعی فرہاد علی تیمور یہودیوں کی گرفت میں آ گیا ہے اور اسے ہلاک کر دیا جائے گا۔ جب انھیں پتا چلا کہ اسے موت کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ یہودی اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کریں گے تو وہ لوگ کچھ مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ ویسے گرلڈن ریکٹ کا پہلا ڈائرکٹر اور سربراہ والٹسن ہوا نا یہودیوں کے اس فیصلے سے متفق تھا۔ وہ بھی چاہتا تھا کہ فرہاد کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دوسروں میں منتقل ہو۔ بہرحال جب اسرائیلی حکام کی طرف سے جشن آزادی کے سلسلے میں شرکت کے لیے دعوت نامہ بھیجا گیا تو گرلڈن ریکٹ کے سربراہ والٹسن ہوا نا نے ڈاکٹر ڈی ولسن کو جشن میں شریک ہونے کے لیے تل ابیب روانہ کر دیا۔ ڈاکٹر ڈی ولسن اس وقت تل ابیب کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل ڈیلوپمیٹ میں مقیم تھا۔

وہاں جشن منانے کے سلسلے میں بڑے زور و شور سے تیاریاں ہو رہی تھیں۔ تل ابیب میں داخل ہونے کے تمام راستوں پر فوجیوں کا بڑا سخت پہرہ تھا۔ وہ خاص طور پر کسی عورت کو اس وقت تک شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے جب تک اسے انٹیلی میک اپ کیمرے کے سامنے سے نہیں گزار دیتے تھے۔ رات کے نو بجے میں ڈاکٹر ڈی ولسن کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہوٹل کے چوتھے فلور پر ایک کمرے میں تھا۔ میں نے ٹہلنے کے انداز میں اسے باہر نکلنے پر مجبور کیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق زینے چڑھتا ہوا ہوٹل کی چھت پر پہنچ گیا۔ اس وقت وہ سطح زمین سے کافی بلندی پر تھا لیکن بعض اوقات چوتھے فلور پر سے گزنے والے بھی معجزاتی طور پر بچ جاتے ہیں۔ میں اسے چھت کے کنارے چاروں طرف گھومنے پر مجبور کرتا رہا اور اس کے ذریعے دیکھتا رہا کہ کون سی جگہ مناسب ہو سکتی ہے۔ کوئی مناسب جگہ نظر نہیں آئی۔ اسے لے کر پھر اس کے کمرے میں واپس آ گیا۔ اسے میز کے سامنے کرسی پر بٹھا دیا۔ میز پر کاغذ اور قلم رکھا ہوا تھا۔ وہ قلم اٹھا کر لکھنے لگا۔

"موت میرے سامنے کھڑی ہے۔ اس کا حکم

ہے کہ جس طرح میں نے فرہاد علی تیمور کی موت کے فیصلے پر دستخط کیے تھے۔ اُسی طرح اس کاغذ پر اپنی موت کا فیصلہ لکھوں اور دستخط کردوں۔

اس کا حکم ہے کہ میں اپنے اس خط میں کاہال تنظیم کے سربراہ جیسن ہارورڈ کے نام پیغام لکھوں۔ پیغام یہ ہے کہ سخت پہروں کے باوجود موت کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا۔ اطلاعاً عرض ہے کہ یہ موت غزہ سے بذریعہ ٹرین آئی ہے، کس طرح آئی ہے، کیسے ہتھکنڈے استعمال کیے ہیں، یہ جیسن ہارورڈ سے سامنا ہونے پر بیان کیا جائے گا۔ وہ سمندر کی تہ میں رہے یا پاتال میں جا کر چھپے، اُسے ہر حال میں کل بارہ بجے رات تک اپنے ساتھ ایک سادہ کاغذ رکھنا چاہیے، موت اپنے وعدے کے مطابق اس کی شہ رگ تک ضرور پہنچے گی۔

یہ جو میرے سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ میں اس کا نام نہیں لے سکتا۔ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں۔ کہ مرنے والی خط ناک تنظیمیں اسے اے تھنڈر بولٹ فرام دی بلو کہتی ہیں۔"

اتنا لکھنے کے بعد اُس نے دستخط کردیے۔ قلم رکھ دیا پھر اس تحریر والے کاغذ کو پیڈ سے نکال کر تہہ کیا۔ اسے کوٹ کی ایک جیب میں رکھ کر وہاں سے اُٹھ گیا۔ قریب ہی بریف کیس رکھا ہوا تھا۔ اس نے بریف کیس کو کھول کر اپنا ریوالور نکالا۔ اُس کے چیمبر کو چیک کیا۔ پھر اسے پتلون کی جیب میں رکھ کر کمرے سے نکل گیا۔ وہاں سے چلتا ہوا زینے کے پاس آیا اور اس پر چڑھتا ہوا چھت پر پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ بوکھلا کر اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا کہ چھت پر کیسے پہنچ گیا۔ میں نے سوچ کے ذریعے اُسے مخاطب کیا۔ "ہیلو ڈاکٹر ڈی ولسن! کیا تم اپنے دماغ میں فرہاد علی تیمور کی آواز سُن رہے ہو؟"

وہ ایک دم سے گھبرا کر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر نہیں، نہیں کے انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر کہنے لگا۔ "نہیں، فرہاد علی تیمور کے دماغ سے ٹیلی پیتھی نکال لی گئی ہے۔ وہ اس علم سے محروم ہوگیا ہے۔"

"نکل کر چھت پر کیسے آگئے؟"

"جانے کیسے آگیا۔ میں واپس جارہا ہوں۔"

"نہیں واپس نہیں جاسکو گے۔"

اس نے جانے کے لیے قدم بڑھائے۔ زینے تک پہنچا پھر مشینی انداز میں پلٹ گیا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا چھت کے درمیان آکر کھڑا ہوگیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ طاقتور دم سے بدحواس ہوگیا۔ اب اس پر دہشت طاری ہوگئی تھی۔ اس نے گھگھیا کر کہا۔ "یہ، یہ تو ٹیلی پیتھی کا اثر معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں، ٹیلی پیتھی۔ تم لوگ انسان نہیں پاگل کتے ہو۔ زہر فشاں تیمور نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟ تم چاہتے تھے کہ اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی نکال دینے کے بعد اس کے جسم سے اس کی روح بھی نکال دی جائے۔ اسے ہمیشہ کے لیے ختم کردیا جائے کیوں؟ تم نے اس کی موت کے فیصلے پر کیوں دستخط کیے؟"

"مم۔ مجھ سے بڑی بھول ہوگئی۔ میں کان پکڑتا ہوں۔ دھرنے دیتا ہوں، آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔"

"جب سزا شروع ہوتی ہے تو ہر مجرم اسی طرح گڑگڑاتا ہے۔ التجا کرتا ہے۔ توبہ کرتا ہے، کان پکڑتا ہے۔ تم کیا کرو گے؟"

"تم جو کہو گے وہ کروں گا۔ میں تمہارا غلام بنا رہوں گا۔"

"میں نادان نہیں ہوں۔ اپنی ٹیلی پیتھی کا راز ظاہر کردینے کے بعد تمہیں یہودیوں کے درمیان رہنے کے لیے چھوڑ نہیں سکتا۔ چلو تمہاری جیب میں ریوالور ہے۔ اُسے نکال کر اپنی زندگی اور موت کا فیصلہ خود کرو۔"

اس کا ہاتھ بے اختیار جیب کی طرف گیا۔ اس نے ریوالور کو محسوس کیا۔ وہ چیخ کر کہنا چاہتا تھا کہ ریوالور کو ہاتھ نہیں لگائے گا لیکن میں نے چیخنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ میری مٹھی میں آگیا۔ اس نے بے چون وچرا جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور کو نکال لیا۔ اطمینان سے چلتا ہوا چھت کے سرے پر پہنچا۔ ایسی جگہ کھڑا ہوگیا جہاں سے ذرا بھی ڈگمگاتا تو بلندی سے پستی کی طرف ڈھلا جاتا۔ یہیں میں نے اُسے سنبھال رکھا تھا۔ اس نے جیب سے رومال نکال کر پہلے تو ریوالور کو صاف کیا۔ پھر رومال کے ذریعے دستے کو تھام کر اس رومال کے ایک حصّے کو ٹریگر کے پاس لاکر وہاں انگلی رکھی۔ اس کا رُخ اپنے سینے کی طرف کیا۔ میں اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے فنا کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے آزاد چھوڑ دیا۔

وہ ایک لمحہ جب اس کا ذہن آزاد ہوا اور وہ اپنے آپ کو آیا تو اُس نے اپنے آپ کو چھت کے سرے پر ایسی جگہ پایا جہاں اچھے اچھوں کے اوسان خطا ہوجاتے ہیں۔ بلندی سے پستی میں گرنے کا خوف، اس پر ریوالور کا رُخ اپنے سینے کی طرف اور بھی ریوالور اپنے ہی ہاتھ میں۔ گویا قاتل بھی وہ، مقتول بھی وہ۔ حالات میں بدحواسی نے اس کے قدم ڈگمگا دیے۔ وہ چھت کے سرے سے دوسری طرف ڈھلک گیا۔ ڈھلکنے کے دوران ٹریگر پر رکھی ہوئی انگلی دب گئی۔ میں نے آخری بار اس کے کانوں سے فائرنگ کی آواز سُنی۔ اُس کے بعد مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ کیا ہوا۔ یہ کہ اب اس کے دماغ میں تاریکی تھی۔

تھوڑی دیر بعد میں جیسن ہارورڈ کے دماغ میں پہنچا تو وہ اپنے کمرے میں بیٹھا شراب سے شغل کررہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ایک ملازمہ اور ایک ملازم اس کی خدمت کے لیے آگئے ہیں۔ دی ہاؤس آف فورٹیٹرن میں اس کے لیے ایک بیڈ روم، ایک سٹنگ روم، ایک کچن اور ایک باتھ روم سیٹ کیا گیا ہے۔ جب اُسے کسی اور کمرے کی ضرورت ہوگی یا کسی اور کمرے کی ضرورت نہیں ہوگی تو اس کی مرضی کے مطابق وہاں تبدیلیاں لائی جائیں گی۔ فی الحال وہ سٹنگ روم، بیڈ روم، کچن اور باتھ روم وغیرہ تک محدود رہ سکتا تھا۔ اس کی ملازمہ اور ملازم بھی اتنی ہی جگہ میں محدود تھے۔ وہاں سے نکل کر باہر نہیں جاسکتے تھے جیسن ہارورڈ جب بلند آواز میں حکم دیتا کہ اُسے باہر جانا ہے تو اس کے مطابق کوئی سلائیڈنگ دروازہ ان کے سامنے آسکتا تھا جہاں سے گزر کر وہ باہر جاسکتے تھے۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے شراب کا جام میز پر رکھ کر ریسیور اٹھایا۔ پھر کہا۔ "ہیلو۔"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "جناب! بُری خبر ہے۔ انٹرنیشنل انٹی نارکوٹک سوسائٹی کے ایک معزز ڈاکٹر ڈی ولسن کو قتل کردیا گیا ہے۔ اس کی جیب سے وہی موت کا پروانہ برآمد ہوا ہے جو سونیا کی طرف سے جاری ہوتا ہے۔"

"کیا بکتے ہو؟" وہ غصّے سے دہاڑتے ہوئے بولا۔ "سونیا تل ابیب کیسے پہنچ گئی؟"

"یہی تو ہمیں حیرانی ہے۔ اس نے جو کچھ ڈاکٹر ڈی ولسن سے لکھایا ہے، وہ میں پڑھ کر سنا رہا ہوں۔"

وہ خط کا مضمون پڑھ کر سنانے لگا۔ جیسن ہارورڈ دیدے پھیلائے خلا میں تک رہا تھا۔ ریسیور اس کے کان سے لگا ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سونیا اس کے کان میں کہہ رہی ہو۔ "سمندر کی تہ میں چھپ جاؤ یا پاتال میں پہنچ جاؤ۔ میں کل بارہ بجے رات سے پہلے تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی۔ ایک سادہ کاغذ اپنے پاس ضرور رکھنا۔"

وہ ایک بار پھر چیختے ہوئے بولا۔ "تل ابیب کیسے پہنچ گئی؟"

"اس میں تو یہی لکھا ہے کہ غزہ سے ٹرین کے ذریعے آئی ہے۔ ہمارے ایجنٹ ایشن ماسٹر سے بات کی ہے۔ پتا چلا ٹرین کے ذریعے کوئلے کی بوری سائز کی پیٹیاں آئی تھیں۔ ہماری ایک ٹیم خصوصی طور پر اس سلسلے میں تحقیقات کررہی ہے۔ خیال ہے کہ وہ ایسی ہی کسی پیٹی میں چھپ کر شہر میں پہنچ گئی ہے۔"

ان باتوں کے دوران جیسن ہارورڈ نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک عورت نظر آئی۔ اس نے ایک دم سے دہشت زدہ ہوکر چیختے ہوئے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

وہ سہم کر بولی۔ "سر! میں آپ کی خادمہ ہوں۔ میرا نام ٹریسیا ہے۔"

"آں؟ خادمہ؟ ٹریسیا؟"

دوسری طرف فون کرنے والا پوچھ رہا تھا۔ "جناب! کیا بات ہے کیا آپ خطرہ محسوس کررہے ہیں؟"

"آں؟ نہیں۔ کچھ نہیں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ نظریں اٹھا کر خادمہ کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "جاؤ، یہاں سے چلی جاؤ۔ جب تک میں آواز نہ دوں، اندر نہ آنا۔"

وہ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد اس نے بلند آواز سے کہا۔ "میں محترم ربی کے نام پر حکم دیتا ہوں میرے بیڈ روم کا دروازہ لاک کردیا جائے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے پھسلتے ہوئے دیواروں کے اندر گم ہوگئے۔ اب اس خواب گاہ کے چاروں طرف دیوار ہی دیوار تھیں۔ نہ کھڑکیاں تھیں نہ دروازے۔ اس کے بعد اس نے پھر بلند آواز سے کہا۔ "میں محترم ربی کے نام پر حکم دیتا ہوں میری خادمہ ٹریسیا کے باہر جانے کے لیے دروازہ کھول دیا جائے۔"

اس کے ساتھ ہی اُس نے انٹر کام کا بٹن دبا کر کہا۔ "ٹریسیا! تمہارے لیے دروازہ کھولا جارہا ہے۔ تم باہر چلی جاؤ۔"

اس کے بعد اس نے فون کا ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کیے رابطہ قائم ہوگیا تو اس نے کہا۔ "میں نے اپنی خادمہ کو اس مکان سے باہر بھیج دیا ہے۔ اُسے چیک کیا جائے۔ آئندہ جب بھی وہ آئے گی اسے اینٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزارنے کے بعد اس مکان میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا لیکن اس کا ہاتھ اسی ریسیور پر رہا اور وہ ہاتھ کانپ رہا تھا۔ اس کے سامنے شراب سے بھرا ہوا جام رکھا ہوا تھا۔ جب اُس نے جام کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس ہاتھ میں جام بھی ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ اس نے جلدی سے چند گھونٹ لیے تاکہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پاسکے۔

اس کے اندر دہشت کی جو چنگاری بھڑک کر شعلہ بن گئی تھی، اس پر وہ شراب کا چھڑکاؤ کررہا تھا۔ کیسا نادان تھا وہ۔

* * *

ہم اسرائیل ایئر لائن کے طیارے "ال آل" میں سفر کررہے

تھے۔ سونیا طیارے کی کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا اور میرے دائیں طرف جے، جے پارکر کا دست راست وین وائز بیٹھا ہوا تھا۔ جے پارکر ہمارے ساتھ نہیں تھا۔ ہم صرف تین افراد تل ابیب جا رہے تھے۔ سونیا نے ترکی زبان سیکھنے کے سلسلے میں جو کیسٹ اور کتابیں خریدی تھیں، انھیں جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ صرف عبرانی زبان سیکھنے کے لیے کیسٹ اور کتابیں اس لیے رکھی ہوئی تھیں کہ اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ لوگ جس ملک میں جاتے ہیں، وہاں کی زبان کے چند مخصوص فقرے یاد کرنے کے لیے ایسی چیزیں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

ویسے اب سونیا کو دنیا کی کوئی بھی زبان سیکھنے کے لیے اس بات کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ کتابیں کھول کر یا کیسٹ آن کر کے بار بار انہیں سنتی۔ بار بار یاد کرنے کی کوشش کرتی۔ کبھی بھولتی۔ کبھی کچھ یاد آتا اور جو یاد آتا، اسے شاید کچھ عرصے بعد پھر بھول جاتی۔ اب وہ دنیا کی کوئی زبان ایک بار پڑھنے یا سننے کے بعد کبھی نہیں بھول سکے گی۔ میں نے زندگی میں پہلی بار اس قسم کے تنویمی عمل کا تجربہ کیا ہے۔

ایک بات میرے دماغ میں آئی، وہ یہ کہ میں نے سونیا پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اسے حکم دیا تھا کہ وہ پارس کے متعلق سب کچھ بھول جائے گی اور وہ بھی تک بھولی ہوئی تھی۔ اس بات نے یہ خیال پیدا کیا کہ جو ہدایات تنویمی عمل کے دوران نقش کرا دی جائیں وہ ذہن سے کبھی محو نہیں ہوتی۔ لہٰذا تنویمی عمل کے دوران میں کسی زبان کے فقرے اس کے سامنے پڑھتا رہوں اور حکم دیتا رہوں کہ وہ ان فقروں کو ذہن نشین کرے اور کبھی نہ بھولے تو پھر وہ کبھی نہیں بھول سکے گی۔

پچھلی دو راتوں میں جب بھی خیال خوانی سے فرصت ملی، میں نے سونے سے پہلے سونیا کو تنویمی نیند سلایا۔ اس کے بعد وہی عمل کیا۔ اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ جو کیسٹ آن کیا جا رہا ہے اور اس میں جو سبق پڑھا جا رہا ہے، وہ اُسے ذہن میں نقش کر لے اور اسے ہمیشہ یاد رکھے۔ اس نے معمولہ کی حیثیت سے حکم کی تعمیل کرنے کا وعدہ کیا۔ میں نے ترکی زبان کا وہ کیسٹ آن کر دیا۔ وہ آواز سونیا کے کانوں تک پہنچتی رہی اور وہ اُسے دہراتی رہی، جب کیسٹ مکمل ہو گیا تو میں نے اسے آف کرنے کے بعد حکم دیا۔ "اب میں اسی زبان کی کتاب پڑھتا ہوں۔ اس زبان کی جو گرامر میں سناتا جاؤں تم اسے بھی یاد رکھو گی۔"

اس نے وعدہ کیا اور میں نے وہ قواعد اس کے سامنے بیان کیے۔ وہ انھیں دہراتی رہی۔ پہلی رات کے بعد جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوئی تو میں نے ترکی زبان کی کتاب کھول کر اس سے سوالات کیے۔ اس نے اسی زبان میں جواب دیے۔ پھر میں نے کیسٹ کے مطابق سوالات کیے تو اس نے کیسٹ کے مطابق بھی صحیح جواب دیے۔ مجھے پورا یقین ہے، جس طرح میری معمولہ بننے کے بعد میرے حکم کے مطابق اُس نے پارکر کو فراموش کر دیا تھا، اُسی طرح میرے حکم کے مطابق وہ ترکی زبان کا پڑھا ہوا سبق کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ اب یہ آئندہ کے حالات پر ہے۔ اگر اس میں کامیابی ہوئی تو تنویمی عمل انسانی کی تعمیر و ترقی کے لیے نہایت ہی فعال علم ثابت ہوگا۔ میں نے طب کے شعبہ میں تنویمی عمل سے استفادہ حاصل کرنے کے سلسلے میں بعض ڈاکٹروں کے مضامین پڑھے ہیں۔ اگر سونیا کے سلسلے میں کامیابی ہوئی تو میں کسی مریض پر بھی تنویمی عمل کر کے اس کا علاج کرنے کی کوشش کروں گا۔ ویسے مجھے خوشی بھی ہو رہی تھی اور اطمینان بھی۔ سونیا نے صرف دو راتوں کے عمل میں ترکی زبان اتنی زیادہ سیکھ لی تھی کہ وہ چار مہینوں میں اتنی نہیں سیکھ سکتی تھی۔ اب کوئی اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا وہ بلاشبہ ترکی کی رہنے والی ایک سلطانہ تھی۔

پیرس سے روانہ ہونے سے قبل ایک رات پہلے میں نے بابا صاحب کے ادارے کی خبر لی تھی۔ بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کا اسم گرامی شیخ الفارس غلام حسین البرقی ہے۔ یہ اس ادارے میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے اُستاد ہیں اور اپنے شعبے کے ماہر تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اعلیٰ بی بی کی برتری ادارے سے باہر چالیس چوروں پر قائم رہتی ہے لیکن ادارے کے اندر وہ شیخ الفارس غلام حسین البرقی کی پابند رہتی ہے۔ میں نے شیخ الفارس صاحب کے دماغ میں چپکے سے جھانک کر معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا، پچھلی رات نئے سپر ماسٹر اور نئے ماسک مین کی طرف سے خیر سگالی کے پیغامات آئے ہیں۔ ایک پیغام بابا صاحب کے ادارے کے لیے اور دوسرا سونیا کے لیے ہے۔

میں نے ان پیغامات کو سننا گوارا نہیں کیا۔ اُن کی طرف سے نفرت اور بیزاری پیدا ہو گئی تھی۔ میں جانتا تھا کہ نئے سپر ماسٹر اور نئے ماسک مین اپنی اپنی تنظیم کے پچھلے سربراہوں کی طرح اپنی بے لوث دوستی کا یقین دلائیں گے اور بابا صاحب کے ادارے کو اور خصوصاً سونیا کو اپنی طرف مائل کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ مجھے اور سونیا کو اتنی فرصت بھی نہیں تھی کہ ہم اُن کے پیغامات سنتے، اُن پر تبصرہ کرتے یا ان پر غور کرنے کے لیے وقت ضائع کرتے۔

طیارے کا سفر بڑا آرام دہ تھا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد مسافروں کو مخاطب کیا گیا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اب ہمارا طیارہ اسرائیل کی فضاؤں میں پرواز کر رہا ہے۔ ہماری ایئر لائنز "العال" کا یہ دستور ہے کہ ہم اپنے ملک میں آنے والے معزز مہمانوں کو سرحدی اور ساحلی علاقوں کی سیر کراتے ہوئے منزلِ مقصود پر پہنچاتے ہیں۔ اس وقت ہمارا طیارہ دریائے اُردن کے مغربی ساحل پر پرواز کر رہا ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد کہا گیا۔ "یہ لیجیے، اب آپ بحرِ مُردار پر سے گزر رہے ہیں۔ بیرونی ممالک سے آنے والے سیاح اِدھر ضرور آتے ہیں۔ یہ دُنیا کا پست ترین علاقہ ہے سطحِ سمندر سے ایک ہزار دو سو اسی فٹ نیچے ہے۔"

اسی سلسلے میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ بحرِ مُردار کے آس پاس کے علاقے سطحِ سمندر سے نیچے ہونے کے باعث بہت گرم ہوتے ہیں۔ لہٰذا اتنی شدید گرمی پڑتی ہے کہ یہاں پیدا ہونے والے استوائی پھل وقت سے پہلے حرارت کے باعث پک جاتے ہیں۔

ہمارا سفر جاری تھا۔ وہ طیارہ ہمیں اسرائیل کی مشرقی سرحدوں پر سے لیتا ہوا صحرائے سینا پر سے گزرتا ہوا مغربی ساحل کی طرف آ گیا۔ اسی ساحل پر ایک علاقہ سیمسن اوڈیولنٹا کے نام سے منسوب ہے۔ یہاں کے ایک ساحل کا نام سیمسن اور دوسرے ساحلی علاقے کا نام ڈیلائیلا ہے۔ یہیں وہ بڑی قدیم عبادت گاہ ہے جو بڑی بڑی بھاری چٹانوں اور بھاری پتھروں کے ستونوں پر کھڑی ہوئی تھی۔ سیمسن نے خالی ہاتھوں سے ان چٹانوں اور پتھروں سے بنی ہوئی عمارت کو مسمار کر دیا تھا۔

اس کے بعد ہمارا طیارہ یروشلم کے قریب سے گزرنے لگا۔ اس فصیل بند تاریخی شہر کو مسلمان اور عیسائی بیت المقدس کہتے ہیں اور یہودی اسے بیت اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اگر میں تاریخِ اسلام کے حوالے سے بیت المقدس کے سلسلے میں روح پرور معلومات لکھوں تو میری داستان کی اس موجودہ قسط کے صفحات ناکافی ہوں گے۔ پھر کبھی اِدھر سے گزروں گا تو اپنا فرض سمجھوں گا کہ قارئین کی دلچسپی اور معلومات کے لیے بہت کچھ بیان کروں گا۔

ہم دس بج کر بیس منٹ کے بعد لُود ایئر پورٹ پہنچ گئے۔ اسرائیل میں اُن دنوں یہی ایک ایئر پورٹ تھا۔ ویسے ایک نئے ایئر پورٹ بن گورین کی تعمیر ہو رہی تھی جو ان دنوں تل ابیب کے قریب ہے۔ ایئر پورٹ کی عمارت میں مسلح فوجی نظر آ رہے تھے۔ سخت چیکنگ ہو رہی تھی۔ بین الاقوامی اصولوں کے مطابق پاسپورٹ، ویزا تو لازمی ہوتا ہے۔ کسٹم چیکنگ بھی ضروری ہے۔ ان کے علاوہ وہاں ایک بڑا سا کیمرہ نصب تھا۔ باہر سے آنے والے مسافروں کو اس کیمرے کے سامنے چند سیکنڈ کے لیے کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ وہاں کے افسران ہدایت دیتے تھے۔ سامنے دیکھو، دائیں پھر بائیں طرف دیکھو، یعنی چہرے کو تین زاویوں سے دیکھا جاتا تھا۔ اطمینان کرنے کے بعد کہ یہ میک اَپ میں نہیں ہے۔ اُسے جانے کی اجازت دی جاتی تھی۔ ہمارے ساتھ بھی یہی ہوا اور ہم پر کسی نے شبہ نہیں کیا۔ تل ابیب وہاں سے پچاس میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں بھی سخت چیکنگ ہو رہی تھی۔ ہمیں ایک بار پھر انٹی میک اَپ کیمرے کے سامنے سے گزرنا پڑا۔ ہمارے لیے فائیو اسٹار ہوٹل رمادا میں ایک ڈبل بیڈ اور ایک سنگل بیڈ روم مخصوص ہو چکا تھا۔ سنگل بیڈ روم وین وائز کے لیے تھا۔ اگرچہ اس نے ہمارے ساتھ ایک طویل سفر کیا تھا اور اب بھی ہمارے ساتھ رہنے والا تھا۔ اس کے باوجود ہم اس سے زیادہ بے تکلف نہیں تھے۔ اگر وہ بے تکلف دوست بن جاتا تو پھر ہمارے ہی ساتھ لگا رہتا اور ہمیں اس سے الگ رہ کر کچھ کام کرنے کا موقع نہ ملتا۔

جس دن ہم وہاں پہنچے، اس کے دوسرے دن یہودی جشنِ فتح و آزادی منانے والے تھے۔ سونیا کی دھمکی کے مطابق اُنھیں آج رات بارہ بجے سے پہلے تجارت اور اعلیٰ بی بی کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دینا چاہیے تھا لیکن اُنھوں نے اس سلسلے میں کوئی بھی قدم نہیں اٹھایا تھا۔ وہ بھی بڑے ضدی اور اپنے ارادے کے پکے تھے۔ بظاہر نہ ٹوٹنے والی چٹان کا سا رویہ اختیار کر رکھا تھا لیکن میں تو اندر پہنچ کر اُن کے ٹوٹنے کا منظر دیکھ سکتا تھا۔

پچھلی رات سونیا کی طرف سے جو آخری واردات ہوئی وہ ڈاکٹر وی ولسن کی ہلاکت تھی۔ اس کے بعد میں نے رات کے ساڑھے گیارہ بجے پھر جیسن ہارورڈ کو پریشان کیا تھا وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو رکھنے کے لیے خوب پیتا رہا تھا۔ بعد میں گہری نیند سو گیا تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کی اسکرین پر خواب کا منظر دیکھا۔ اس منظر میں سونیا نظر آ رہی تھی۔ وہ اُس کے قریب آتی جا رہی تھی۔ بالکل قریب آنے کے بعد اُس نے قہقہہ لگایا اور کہا۔ "فریاد کر رہا کر دو ورنہ اپنے چاروں طرف آہنی دیواریں اٹھا لو۔ اپنے آپ کو زمین کی تہ میں چھپا لو، تب بھی میں تمھاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی۔ یہ جو باڈی آف نور ریڑین ہے۔ یہ میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ میں پھر دارلنگ دے رہی ہوں۔ کل رات بارہ بجے سے پہلے فریاد کر رہا کر دو اور اس کی رہائی

کے سلسلے میں کل شام چھ بجے اعلان کر دو۔ اگر میں نے اس کی رہائی کا اعلان نہ کیا تو دوبارہ جیل سے بہت پہلے ہی تم یہاں سے اُس ہاؤس آف لارڈ ریٹرن میں منتقل ہو جاؤ گے جسے قبر کہتے ہیں۔"

وہ خواب میں سونیا کو دیکھتا رہا، اُس کی باتیں سُنتا رہا، اور نیند کی حالت میں بے چین ہوتا رہا۔ آخر وہ ہڑبڑا کر اُٹھ گیا۔ اس وقت وہ پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ نشہ بڑی حد تک اُتر چکا تھا اور وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ابھی سونیا سامنے تھی یا خواب دیکھ رہا تھا؟

پھر جب اُسے اطمینان ہوا تو وہ بستر سے اتر کر ٹیلیفون کے پاس پہنچا۔ ریسیور اٹھا کر سونیا کی تلاش کے سلسلے میں متعلقہ افسران سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ معلوم کرنے لگا کہ سونیا کا کوئی سراغ مل سکا ہے یا نہیں۔

معلوم ہوا کہ اسے ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ تل ابیب کی حدود میں جتنی غور طلب ہوٹلیں ہیں، دوسرے مکانوں میں تمہارہتی ہیں یا پھر انگ گیسٹ کی حیثیت سے رہتی ہیں۔ اُن کی تختی سے چیکنگ ہو رہی ہے۔ پھر ایسے شادی شدہ جوڑے جن کے ہاں بچے نہیں ہیں، بہت بڑی تعداد نہیں ہے، انھیں بھی چیک کیا جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے سونیا نے کسی مرد کے ساتھ پناہ لے رکھی ہو۔"

جیسن ہارورڈ نے غصّے سے کہا "تل ابیب کوئی بہت بڑا شہر نہیں ہے، یہاں ایک ایسی عورت جو اپنی جسامت اور قد و قامت اور اپنے اطوار سے لاکھوں میں پہچانی جا سکتی ہے، اسے ڈھونڈ نکالنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔ یہ تم لوگوں کی نااہلی ہے۔"

"لیکن جناب! وہ میک اپ میں ہے۔"

"بکواس نہ کرو۔ جگہ جگہ انٹی میک اپ کیمرے نصب کیے گئے ہیں۔ پھر وہ کیسے چھپ کر تل ابیب میں داخل ہو گئی۔ وہ اتنے سخت پہرے کے باوجود اس شہر میں آ سکتی ہے تو ہاؤس آف لارڈ ریٹرن میں داخل ہونا اس کے لیے کون سی بڑی بات ہوگی۔ وہ آئے گی، یہاں اپنا کام کر جائے گی اور تم لوگ اپنی بے بسی ظاہر کرتے رہ جاؤ گے۔ میں صبح تک اس کی گرفتاری کی خبر سُننا چاہتا ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتا۔"

یہ کہہ کر اُس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ پھر آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ میں نے ذرا دیر تک انتظار کیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تو میں نے اسے پھر اٹھایا۔ اس بار اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ میز کے پاس آیا، کاغذ اور قلم لے کر میری مرضی کے مطابق لکھنے لگا۔ اب وہ میری ٹیلی پیتھی کے زیر اثر تھا۔ جب تحریر مکمل ہو گئی اور اس نے نیچے دستخط کر دیے تو اس نے اس کاغذ کو پیڈ سے نکال کر تہہ کیا اور اُسے اپنے بریف کیس کے ایک چور خانے میں رکھ دیا۔ اس کے بعد آ کر پھر بستر پر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کیں اور سونے لگا۔ تھوڑی دیر تک اس کے دماغ میں رہا پھر وہاں سے نکل آیا۔

یہ پچھلی رات کے واقعات تھے۔ دوسرے دن ڈیڑھ بجے ہم اس فائیو اسٹار ہوٹل رماداہ میں پہنچ گئے تھے۔ وہاں ہم نے لنچ کیا۔ پھر وین وائز کی فرمائش پر اس کے ساتھ تل ابیب کی سیر کے لیے نکلے۔ بیرونی ممالک سے آنے والے مہمانوں کو خصوصی اجازت نامے دیے گئے تھے جن کے تحت وہ شہر میں گھوم پھر سکتے تھے اور تفریح گاہوں میں جا کر وقت گزار سکتے تھے، لیکن فوجی چھاؤنی، گورنر ہاؤس اور پارلیمنٹ ہاؤس جیسے اہم مقامات کا دیکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ اسی طرح دی ہاؤس آف لارڈ ریٹرن کی طرف بھی کوئی نہیں جا سکتا تھا۔

وین وائز نے سمندر کے ساحل پر کیسینو کی بہت بڑی عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ وہی جگہ ہے جہاں ہم کل رات تاش کے پتّوں سے قسمت آزماتا ہے۔"

سونیا اُدھر دیکھ کر مُسکرانے لگی۔ وین وائز نے کہا "میں جانتا ہوں کہ تم میں بڑی خود اعتمادی ہے اور مجھے بھی اعتماد ہے کہ کل یہاں سے ہم اتنی دولت سمیٹ کر لے جائیں گے کہ یہاں کے بڑے بڑے سرمایہ دار ہمارا منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔"

میں سونیا اور وین وائز کی گفتگو میں کبھی حصّہ لیتا تھا، کبھی موقع پا کر اپنے طور پر معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ میں نے جیسن ہارورڈ کی خادمہ ٹریسیا کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کیا۔ وہ اپنے باس کو دوپہر کا کھانا کھلانے کے بعد دی ہاؤس آف لارڈ ریٹرن سے باہر آ گئی تھی اور اب پانچ بجے دوبارہ جانے والی تھی۔ اس وقت تین بج چکے تھے۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا "سونیا! سر درد کا بہانہ کرو اور ایک فارمیسی میں جا کر اپنے لیے سر درد کی کوئی گولی خریدو اور اس کے ساتھ ہی کوئی ایسی دوا جو وین وائز کی شام کی چائے میں ملا دی جائے تو وہ اپنے کمرے سے باہر نہ نکل سکے۔"

اسے یہ ہدایت دے کر میں پھر اس خادمہ ٹریسیا کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کرنے لگا۔ جیسن ہارورڈ کے حکم کے مطابق جب وہ دی ہاؤس آف لارڈ ریٹرن میں داخل ہوئی تھی تو اسے انٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزرنا پڑا تھا۔ ایسے وقت ایک آفیسر دروازے پر کھڑا رہتا تھا۔ کیمرے کے ویو فائنڈر میں خادمہ ٹریسیا کے چہرے کو تین زاویوں سے دیکھا تھا۔ پھر اُسے اندر جانے کی اجازت دیتا تھا۔

ہم ہوٹل رماداہ اسارڈھے تین بجے واپس آ گئے۔ سونیا

کہا "مسٹر وائز! میں چائے پینا چاہتی ہوں۔ سر کی تکلیف کم ہو گی کیا آپ میرے ساتھ چائے پینا پسند کریں گے؟"

سونیا کو لبھانے کا انداز خوب آتا تھا۔ وہ بے چارا اس سے متاثر ہوتا جا رہا تھا۔ بھلا انکار کیسے کر سکتا تھا۔ چائے آئی تو زین نے وین وائز کو شعوری طور پر ہوش مند رکھنے کے باوجود خیال خوانی کے ذریعے اس کی توجہ ذرا ہٹھکائی۔ ذرا سی مہلت ملتے ہی سونیا نے اس کی چائے میں وہی دوا ملا دی۔ اس دوا کا اثر پندرہ منٹ کے بعد ظاہر ہوا۔

سونیا نے وین وائز کے کمرے کے سامنے جا کر دروازے پر دستک دی تو اس نے دروازے کو آہستگی سے کھول کر کہا۔ "مس سُلطانہ اندر آ جائیے، میں ابھی آتا ہوں۔ ایکسکیوزمی۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا ٹوائلیٹ میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔ پھر معذرت چاہی۔ اس کے سامنے بیٹھ کر بات کرنے لگا۔ بمشکل چند منٹ گزرے ہوں گے کہ وہ پھر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا "میرے پیٹ میں کچھ گڑبڑ ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

سونیا نے کہا "کوئی بات نہیں۔ آپ آرام کریں۔ میں ہاؤس کے ساتھ ذرا باہر جا رہی ہوں۔ ہم دو چار گھنٹے میں واپس آ جائیں گے۔"

وہ ٹوائلیٹ کی طرف جاتے ہوئے بولا "اس اجنبی شہر میں تم دونوں کہاں بھٹکو گے۔"

"ہم نے تمام بڑے بڑے ممالک کی سیر کی ہے۔ یہ شہر کیا اہمیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی وقت پیش آئی تو ہم کہیں سے فون کے ذریعے تم سے رابطہ قائم کر لیں گے۔"

وہ سونیا کی اور بات سُن سکا، خود ہی ٹوائلیٹ کے اندر چلا گیا۔ سونیا کمرے سے باہر آئی۔ وہ اپنی ہنسی ضبط کر رہی تھی۔ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے ہوٹل سے باہر آ گیا۔ وہاں سے ہماری منزل دور نہیں تھی۔ خادمہ ٹریسیا ایک خوب صورت سے پارک کے قریب ہی چھوٹے سے مکان میں اپنے شوہر اور ایک ننھے سے چھ ماہ کے بچّے کے ساتھ رہتی تھی۔ اس کے شوہر کا نام جان ہیکر تھا اور وہ پاور اسٹیشن میں ایک معمولی منتظم تھا۔ چونکہ دو سے دو بجے تک جیسن منسلے کی رات تھی۔ اس لیے بہت سے سرکاری افسر اور ٹرائم کر رہے تھے۔ جان ہیکر شام پانچ چھ بجے تک ڈیوٹی سے واپس آ جاتا تھا لیکن اس روز اس کی ڈیوٹی رات

الف لیلیٰ ڈائجسٹ کے

ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی

مزاد (مکمل)

قیمت ۲۵ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

جال (مکمل)

قیمت ۲۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

- ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلیے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
- اُس شخص کا قصّہ جس کے چہرے کی عمر ۱۳۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال
- ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔
- ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔
- جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا۔
- دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
- اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔

دونوں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز، کراچی

گیارہ بجے تک تھی۔ ٹریسیا گھبراہٹ سنبھالتی تھی۔ اپنے بچے کی پیدائش سے پہلے فوجی بیرک میں ملازم تھی اور وہاں کچن کے انتظامات سنبھالتی تھی۔ آنبیہ اس کے بچوں کی بڑی تعریفیں کرتے تھے۔

جب جیسن ہارورڈ کو ہاؤس آف فورٹیرن میں ایک خادمہ کی ضرورت پیش آئی تو افسروں نے ٹریسیا کو وہاں ڈیوٹی کے لیے بھیج دیا۔ وہ نو بجے کے دس بجے جاتی تھی۔ دو بجے واپس آجاتی تھی۔ پھر پانچ بجے جاتی تھی اور رات کے آٹھ بجے واپس آجاتی تھی۔ اس دوران اس کا چھ ماہ کا بچہ سرکاری طور پر نرسری میں رہتا تھا۔

جب سونیا اس کے مکان میں پہنچی تو ٹریسیا تیار تھی اور ڈیوٹی پر جانے کے لیے نکلنے ہی والی تھی۔ سونیا نے اپنے چہرے کو اسکارف سے ڈھانپ رکھا تھا۔ سر پر بھی کپڑا باندھ رکھا تھا صرف آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ٹریسیا اُسے دیکھتے ہی بھانپ گئی کچھ پوچھنا چاہتی تھی لیکن سونیا نے اُسے قابو میں کر لیا۔ ایک ہاتھ سے اس کے منہ کو دبا کر دوسرے ہاتھ سے چاقو کی نوک سینے پر رکھتے ہوئے بولی "خبردار، شور مچاؤ گی تو جان سے جاؤ گی۔"

وہ دہشت زدہ سی ہو کر خاموش رہی۔ سونیا نے اُسے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ پھر ایک رومال اس کے منہ میں ٹھونس دیا اور کپڑے کی ایک پٹی اس کے منہ پر باندھ دی۔ اس کے بعد اس نے ایک رسّی لے کر اس کے ہاتھ پاؤں کرسی سے اس طرح باندھ دیے کہ وہ ہل بھی نہیں سکتی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "یہ چاقو میں نے تمہارے ہی کچن سے لیا ہے۔ اسے یہیں چھوڑ کر جاتی ہوں لیکن پہلے تمہیں بے ہوش کر دوں۔ شاید تم نہیں جانتیں کہ سونیا کا ایک ہاتھ دشمنوں کو قید میں بھی پہنچا دیتا ہے لیکن میرا یہ ہاتھ تمہیں صرف بے ہوش کرے گا۔ اس کے بعد میں یہاں تمہارا میک اپ کروں گی اور تمہارے روپ میں اس ہاؤس آف فورٹیرن کے اندر جاؤں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک ہلکا سا گھونسا ٹریسیا کی کنپٹی پر مارا۔ اُسی وقت ٹیلی پیتھی نے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ اسے یوں لگا جیسے یہ گھونسے کا اثر ہے۔ پھر میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا۔

پھر چند لمحے کے بعد ہی اس نے آنکھیں کھول دیں سونیا کو دیکھ کر کہا۔ "اب مجھے کھول دو کام ہو گیا ہے۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے اسے دستیوں سے آزاد کر دیا۔ اس کے منہ کو کھول کر ٹھنسا ہوا کپڑا بھی نکال دیا۔ ٹریسیا نے آئینے کے سامنے جا کر اپنا میک اپ درست کیا۔ بالوں کو سنوارا۔ اسی دوران سونیا باہر آ کر اس پارک میں پہنچ گئی تھی جہاں میں بیٹھا ہوا تھا لیکن اس نے مجھے ڈسٹرب نہیں کیا کیونکہ میں خاموش بیٹھا ٹریسیا کے دماغ پر قابض تھا۔ وہ اپنے گھر سے نکل کر دروازے کو باہر سے بند کرنے کے بعد وہی ہاؤس آف فورٹیرن کی طرف جا رہی تھی۔ وہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی لیکن اُسے سب پہچانتے تھے — اطمینان سے چلتی ہوئی جب وہ دروازے کے پاس پہنچی تو انگیسر نے کیمرے کے ویو فائنڈر میں اسے تین زاویوں سے دیکھا۔ پھر اندر جانے کی اجازت دے دی۔

جب وہ دروازے سے داخل ہو کر اندر پہنچتی تھی، تو جیسن ہارورڈ کو اطلاع مل جاتی تھی۔ وہ وہاں سے حکم نہ دیتا تھا کہ ٹریسیا کو اندر آنے کی اجازت دی جائے لیکن پہلے وہ معلوم کر لیتا تھا کہ اسے اینٹی میک اپ کیمرے کے ذریعے دیکھا گیا ہے یا نہیں۔ جب اسے اطمینان ہو گیا تو اس نے ٹریسیا کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ اس وقت چھ بج رہے تھے۔ ٹریسیا نے آدھا گھنٹہ کچن میں صرف کیا۔ اس کے بعد جیسن ہارورڈ کے پاس آ کر بولی "جناب! میرا بچہ بیمار ہے۔ میں نے آپ کے لیے وہم کو کھانا تیار کر دیا تھا۔ اگر آپ مجھے جلدی چھٹی دے دیں تو آج ملازم آپ کے لیے میز پر کھانا لگا دے گا۔"

جیسن ہارورڈ نے کہا "اچھی بات ہے تم جا سکتی ہو میں ابھی حکم دیتا ہوں۔ تمہارے لیے دروازہ کھل جائے گا۔"

ٹریسیا نے کہا "جناب! آپ کے پاس تو میں بار بار نہیں آ سکتی۔ یہاں سے پانچ منٹ کے بعد جاؤں گی۔ کچن میں ذرا سا کام ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ پانچ منٹ کے بعد دروازہ کھول دیا جائے۔"

"تم جاؤ۔ میں ابھی کہہ دیتا ہوں۔"

وہ باہر جانے لگی۔ ہارورڈ نے بلند آواز سے کہا "محترم ایلی کے نام پر میں حکم دیتا ہوں کہ ٹھیک پانچ منٹ کے بعد ٹریسیا کے لیے باہر جانے کا دروازہ کھول دیا جائے۔"

بعض اوقات میرے کام بڑی آسانی سے ہوتے چلے جاتے ہیں کیونکہ کوئی کام کرنے سے پہلے میں راستے ہموار کر لیتا ہوں۔ کسی مقصد کی تکمیل میں جتنے کردار میرے سامنے آتے ہیں۔ ان سب کے دماغوں کو ٹٹول لیتا ہوں اور طے کر لیتا ہوں کہ کون کس طرح میرے کام آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ کام میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

لیکن کبھی کبھی تقدیر کوئی چھوٹی سی رکاوٹ پیدا کر کے پریشان کر دیتی ہے۔ جیسن ہارورڈ نے جیسے ہی حکم دیا۔ اس کے چند لمحے بعد ہی وہاں تاریکی چھا گئی۔ بتا چلا۔ بجلی چلی گئی ہے۔ اب اس وقت یہ نہ تو روشنی ہو سکتی تھی۔ نہ باہر جانے کا راستہ کھل سکتا تھا اور نہ ہی جیسن ہارورڈ کی آواز اس آپریٹر تک پہنچ سکتی تھی جو ہاؤس آف فورٹیرن کی مشینوں کو آپریٹ کرتا تھا۔

میں اس ہرے بھرے پارک میں ایک بنچ پر سونیا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا لیکن خاموش تھا کیونکہ ٹریسیا کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ اب میں ٹریسیا کے دماغ کو چھوڑ کر سونیا کو نہیں بتا سکتا تھا کہ کیسی مشکل پیش آ رہی ہے۔ ایک طرح سے وہ تاریکی فائدہ مند تھی۔ اس تاریکی میں ٹریسیا سونیا کے لب و لہجہ میں جیسن ہارورڈ کو مزید دہشت زدہ کر سکتی تھی کہ وہ اس کی فورگ تک پہنچ گئی ہے۔ وہ جو کچھ بھی کہتی۔ آپریٹر تک اس کی آواز نہ جاتی۔ وہ کچن سے چاقو چھپا کر لائی تھی تاریکی میں آسانی سے اسے ہلاک بھی کر سکتی تھی لیکن ایک قباحت تھی۔ اگر بجلی کی سپلائی بحال ہو جاتی، روشنی ہو جاتی اور آپریٹر دروازہ اس لیے نہ کھولتا کہ پانچ منٹ گزر چکے تھے۔ وہ جیسن ہارورڈ کے دوسرے حکم کا منتظر رہتا تو میرے ساتھ دشواری ہو جاتی، کیونکہ میں ہلاک ہونے والے جیسن ہارورڈ کو بولنے پر مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں چپ چاپ اسی پارک میں بیٹھا رہا اور ٹریسیا کے دماغ پر قبضہ جمائے رہا۔

وقت گزرنے لگا۔ ایک منٹ، دو منٹ، دس منٹ، بیس منٹ۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا میری بے چینی بڑھ رہی تھی۔ ہم نے سوچا تھا کہ ہمیں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ملے گا لیکن یہاں وقت ضائع ہو رہا تھا کسی وقت بھی کوئی ہمارے پاس آ کر ہمارا شناختی کارڈ وغیرہ طلب کر سکتا تھا۔ ویسے تو ہم شناختی کارڈ دکھا کر اسے مطمئن کر سکتے تھے لیکن اتنی سی دیر کے لیے مجھے ٹریسیا کے دماغ سے نکلنا پڑتا اور جس طریقہ کار کو میں نے اپنایا تھا، اس کا تقاضا یہ تھا کہ ٹریسیا کے دماغ کو ایک ساعت کے لیے بھی نہ چھوڑا جائے کیونکہ بعد میں اس خادمہ کو بھی تاثر دینا تھا کہ وہ اس دوران کرسی سے بندھی ہوئی بیہوشی کی حالت میں بیٹھی ہوئی تھی۔

حالات انسان کو آزماتے ہیں کہ اس میں کتنا تحمل اور حوصلہ ہے جو حوصلے اور تحمل سے کام نہیں لیتے وہ ایسے آزمائشی وقت گڑبڑا جاتے ہیں۔ کوئی غلطی کر بیٹھتے ہیں جس کا نتیجہ اُن کی توقع کے خلاف نکلتا ہے۔ بہرحال میرا آزمائشی وقت گزر گیا۔ پچیس منٹ کے بعد بجلی کی سپلائی بحال ہو گئی۔ جیسن ہارورڈ نے کہا "ارے، تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو۔"

ٹریسیا نے کہا "سر! مجھے اندھیرے میں ڈر لگ رہا تھا میں آگے نہ بڑھ سکی۔"

وہ کمرے سے باہر جانے کے لیے پلٹ گئی۔ دوسرے ہی لمحے گھوم کر بولی "میں اپنے بچے کے لیے بہت پریشان ہوں۔ آپ کے فہر سے بھی ڈرتی ہوں۔ پلیز اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو ایک بار پھر حکم دے دیجیے۔"

جیسن ہارورڈ نے بیزاری اُسے دیکھا۔ پھر بلند آواز میں وہی حکم دیا کہ پانچ منٹ کے بعد ٹریسیا کے لیے باہر کا دروازہ کھول دیا جائے۔"

اس نے جیسے ہی یہ الفاظ ادا کیے۔ ٹریسیا نے اچانک ہی اس پر چھلانگ لگائی۔ وہ بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ چاروں شانے چت ہو گیا۔ بستر کی وجہ سے آواز پیدا نہیں ہوئی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی آواز نکالتا، ٹریسیا کا ایک ہاتھ اس کے منہ پر گیا اور دوسرے ہاتھ سے چاقو نکل آیا۔ ظاہر ہے ایک عورت اتنی شدزور نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے اندر جو بھی قوت تھی، وہ ٹیلی پیتھی کی تھی۔

چند لمحوں کے بعد ہی ٹریسیا اپنے گلے سے ایپرن اتار رہی تھی۔ پھر اس نے ایپرن کے ذریعے چاقو کے دستے کو پونچھ کر اسے بستر پر پھینک دیا۔ بریف کیس کو کھول کر اس کے جوڑ نلنے سے جیسن ہارورڈ کی وہ تحریر نکالی۔ اس کاغذ کو ہارورڈ کی ایک مٹھی میں رکھ دیا۔ پھر وہاں سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر آئی، کچن میں جا کر دیکھا۔ ملازم اپنے کام میں مصروف تھا۔ ملازم ہو یا ملازمہ، کوئی

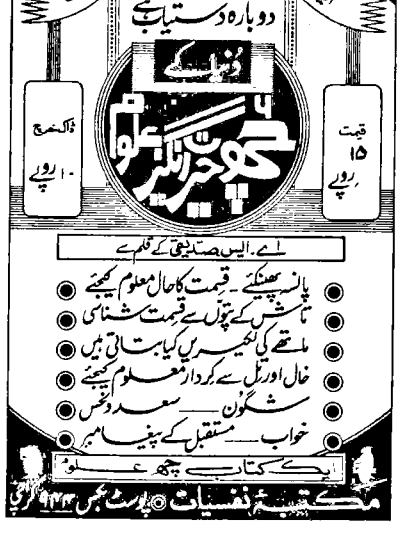

جیسن ہارورڈ کے حکم کے بغیر اس کے کمرے میں نہیں آسکتا تھا اسی لیے ٹریسیا ان مراحل سے بے کھٹکے گزر گئی تھی۔ پانچ منٹ سے کچھ پہلے ہی وہ کوریڈور سے گزر کر ایک دیوار کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ ٹھیک پانچ منٹ کے بعد وہاں ایک سلائیڈنگ دروازہ نمودار ہوا۔ وہ کھلا ہوا تھا۔ ٹریسیا وہاں سے گزر کر ہاؤس آف نورپٹرن کے باہر آئی۔ آفیسر نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔ "اسے تمہاتنی جلدی کہاں جارہی ہو؟"

"میں نے صاحب سے چھٹی لے لی ہے۔ میرے بچے کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

وہ وہاں سے اپنے گھر کی طرف جانے لگی۔ سونیا پارک میں بیٹھی کبھی کبھی پلٹ کر اس پُراسرار گھر کی طرف دیکھتی تھی جب اس نے ٹریسیا کو دیکھا تو اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ اس کے پیچھے چلتے ہوئے اس کے مکان میں داخل ہوئی۔ دروازے کو اندر سے بند کیا۔ ٹریسیا اُسی کمرے میں پہنچی جہاں اُسے کرسی سے باندھا تھا۔ وہ دوبارہ وہاں بیٹھ گئی۔ سونیا نے اُسے پہلے کی طرح باندھ دیا۔ منہ میں رومال ٹھونس دیا۔ اُوپر سے کپڑا باندھ دیا۔ پھر وہ مکان کے باہر آگئی۔ ٹریسیا نے گردن کو ڈھکا دیا۔ آنکھیں بند کردیں۔ اس کے بعد میں آہستہ آہستہ اس کے ذہن کو ڈھیل دینے لگا۔ آزاد چھوڑنے لگا۔ وہ گہری گہری سانس لے رہی تھی میں اس کے دماغ میں یہ تاثر پیدا کررہا تھا کہ وہ تاریکی سے روشنی کی طرف آرہی ہے۔ پھر اُس کے کان باہر کی آواز سننے لگے۔ کہیں قریب ہی سے کوئی موٹر سائیکل شور مچاتی گزر رہی تھی۔ پھر اس نے آہستگی سے آنکھیں کھول دیں اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ جب اُسے یاد آیا کہ اُسے سونیا نے اس طرح باندھ دیا تھا اور اس کے کنپٹی پر گھونسہ رسید کیا تھا میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اُف، کیسی ظالم عورت ہے۔ کیسا گھونسہ تھا۔ میں ایک ہی گھونسے میں بے ہوش ہوگئی تھی لیکن اب اپنے آپ کو کیسے آزاد کروں۔" وہ اِدھر سے اُدھر ہلنے کی کوشش کرنے لگی مگر ہل نہ سکی۔ آواز نکالنے کی کوشش کی مگر اُوں، اوں کہہ کر رہ گئی۔

سونیا میرے پاس آگئی تھی۔ ہم دونوں پارک سے نکل کر اطمینان سے ٹہلنے کے انداز میں ہوٹل کی طرف جانے لگے۔ میں سوچ کے ذریعے دی ہاؤس آف نورپٹرن کی واردات کے متعلق اسے بتا رہا تھا۔ پندرہ منٹ تک پیدل چلتے رہنے کے بعد ہم ہوٹل میں پہنچ گئے۔ سونیا دین وائز کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس کے کمرے کی طرف چلی گئی۔ میں اپنے کمرے میں آکر بیٹھ گیا۔ ارادہ تھا کہ وہاں اطمینان سے بیٹھ کر ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈوں کے ذریعے وہاں کے افسران کو اس واردات کی اطلاع دوں گا لیکن پتا چلا کہ انہیں واردات کا علم پہلے ہی ہوچکا تھا۔ دی ہاؤس آف نورپٹرن میں جو دو سو ملازم تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر وہاں کے حالات دیکھے۔ ہوا یہ تھا کہ ٹریسیا کے جانے کے بیس منٹ بعد ہی ٹون کی گھنٹی بجنے لگی تھی لیکن ریسیور اٹھانے والا کوئی نہیں تھا ملازم نے تھوڑی دیر تک انتظار کیا۔ پھر خواب گاہ کے دروازے کے پاس آکر دیکھا تو ایک دم سے چونک گیا۔ وہیں سے چیخنے لگا کہ خون ہوگیا ہے۔ صاحب کا خون ہوگیا ہے۔ اس کے بعد ہی وہاں ہلچل مچ گئی تھی۔ خاص افسران کے لیے دی ہاؤس آف نورپٹرن کے دروازے کھول دیے گئے تھے اور جو لوگ وہاں پہنچے انہوں نے جیسن ہارورڈ کی مُردہ مُٹھی میں وہ کاغذ دیکھا اور اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

"موت میرے سامنے کھڑی ہے۔ اس کا حکم ہے کہ جس طرح میں نے فراد کی موت کے فیصلے پر خود دستخط کیے اور دوسروں سے دستخط کرائے۔ اسی طرح آج میں اپنی موت کا فیصلہ لکھوں اور دستخط کردوں۔

موت نے حکم دیا تھا کہ آج بارہ رات سے پہلے فراد علی تیمور کو رہا کردیا جائے اور شام چھ بجے سے پہلے اس کی رہائی کا اعلان کردیا جائے۔ اگر موت اس کی رہائی کا اعلان نہیں سنے گی تو مجھے کسی وقت بھی آکر دبوچ لے گی اور وہ آگئی ہے۔

اس کا آخری حکم ہے۔ بارہ بجے سے پہلے فراد علی تیمور کو رہا کردیا جائے اور صبح ہونے سے پہلے باہا صاحب کے ادارے میں اسے پہنچا دیا جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو کل جشن آزادی کی صبح طلوع نہیں ہوگی۔ سورج تو نکلے گا مگر تل ابیب میں تباہی کا ایسا سماں دار اندھیرا ہوگا کہ آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا جائے گی۔ سورج کی روشنی کام نہیں آئے گی۔ ہر طرف تاریکی۔ سیاہی اور ایسی گہری سیاہی کہ تل ابیب کے باشندے اور غیر ملکی مبصرین کل کے دن کو یوم سیاہ کہیں گے۔

یہ موت جو میرے سامنے کھڑی ہے میں اس کا نام نہیں لے سکتا۔ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ دُنیا کی خطرناک ترین طاقتیں اسے تھنڈر بولٹ فرام دی بلو کہتی ہیں۔"

تحریر ختم ہوگئی تھی۔ اس کے نیچے جیسن ہارورڈ کے دستخط نما ماں تھے۔ میں دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہوگیا۔ میں نے اور سونیا نے پیرس میں عہد کیا تھا کہ یہودی جشن یوم فتح نہیں بلکہ یوم سیاہ منائیں گے۔ اب بھی اُن کے لیے وقت تھا۔ یا تو وہ سجاد اور اعلیٰ بی بی کو رہا کردیتے یا کل صبح آنکھیں بند پھاڑ کر مشرق کی طرف دیکھتے۔

ہاں، کل صبح اسرائیل کے مشرقی اُفق سے کالا سورج طلوع ہونے والا تھا۔

دُشمنوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

یہ بات ناقابلِ فہم تھی کہ جس پُراسرار مکان میں کوئی اپنی مرضی سے داخل نہیں ہو سکتا تھا اور داخل ہوجائے تو باہر آنہیں سکتا تھا، پھر سونیا اس مکان میں کیسے گئی؟ وہاں سے اپنا کام کرکے چلی گئی اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی؟

انھوں نے سب سے پہلے اس افسر کو حراست میں لیا جو ہاؤس آف نورپٹرن کے دروازے پر اینٹی میک اپ کیمرے کے ساتھ کھڑا رہتا تھا اور اس نے دیو فائنڈر میں خادمہ ٹریسیا کو تین زاویوں سے بھی طرح چیک کرنے کے بعد اندر جانے کی اجازت دی تھی۔ اس نے بڑی بڑی قسمیں کھا کر بیان دیا۔ میں نے اچھی طرح چیک کیا تھا۔ دیو فائنڈر میں تینوں زاویے سے خادمہ ٹریسیا ہی نظر آئی تھی ــــ سونیا نہیں تھی۔"

کوئی اس کی بات کا یقین نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے گڑگڑا کر کہا۔ "مجھے سزا دینے سے پہلے آپ اس بات پر غور کریں کہ ایک نہیں، سیکڑوں اینٹی میک اپ کیمرے تل ابیب کی ہر چوکی میں ہر اہم جگہ میں موجود ہیں۔ اس کے باوجود سونیا کیسے ان کیمروں کے سامنے سے گزر کر چلی آئی؟ اس عورت کی عیاری کو سمجھنے کے لیے ہمارے کیمروں کی مدد کرنی چاہیے۔ یقیناً سونیا نے کوئی ایسا راستہ نکالا ہے یا وہ کسی ایسی ٹیکنیک پر عمل کرتی ہے جس سے ہمارے اینٹی میک اپ کیمرے بے اثر ہوجاتے ہیں۔"

ان کی باتیں غور طلب تھیں، لہٰذا اسے صرف حراست میں رکھا گیا تھا۔ اس معاملے کی ابھی پوری چھان بین ہونا تھی۔ فوجی جوانوں کی دوسری ٹیم خادمہ ٹریسیا کے مکان پر پہنچی تو وہاں اسے رسیوں سے بندھا ہوا پایا۔ اس کے مُنہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اور وہ بولنے کے قابل نہیں تھی۔ آزاد ہونے کے بعد اس نے بیان دیا کہ سونیا اس کے پاس آئی تھی۔

ایک آفیسر نے پوچھا۔ "اس کا حلیہ بتاؤ؟"

"میں نہیں بتا سکتی۔ اس نے اپنے مُنہ پر اسکارف باندھ رکھا تھا۔ سر بھی پیشانی تک کپڑے سے چھپا ہوا تھا۔ صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں۔ اس نے مجھے چاقو دکھا کر کرسی سے باندھ دیا۔ کوئی دوسری عورت ہوتی تو میں اس سے مقابلہ کرلیتی۔ مجھے پہلی بار معلوم ہوا کہ وہ کتنی شہ زور ہے۔ میں اس کے سامنے بالکل بے بس ہوگئی تھی پھر اس نے مجھے اس طرح باندھنے اور مُنہ میں کپڑا ٹھونسنے کے بعد میری کنپٹی پر اتنی زور کا گھونسا رسید کیا کہ میں بے ہوش ہوگئی۔"

ایک آفیسر نے سوال کیا۔ "اس نے کچھ کہا تھا؟"

"اس نے گھونسا مارنے سے پہلے کہا تھا کہ مجھے بے ہوش کردینے کے بعد وہ میرا میک اپ کرے گی اور میرے رُوپ میں یہاں سے ہاؤس آف نورپٹرن میں جائے گی۔"

ٹریسیا کے بیان سے ظاہر ہورہا تھا کہ شام کو جو عورت ہاؤس آف نورپٹرن میں داخل ہوئی تھی وہ ٹریسیا نہیں تھی بلکہ اس کے میک اپ میں سونیا تھی۔ اس طرح اس آفیسر پر شبہ نہ ہوتا تھا کہ وہ سونیا سے ملا ہوا تھا۔ تب ہی اس نے اینٹی میک اپ کیمرے کو استعمال نہیں کیا اور اسے جانے کی اجازت دے دی۔

دوسری طرف وہ آفیسر اپنے ریکارڈ کے مطابق نہایت وفادار اور محبِ وطن تھا۔ اس سلسلے میں معلومات فراہم کی جارہی تھیں کہ کیا اینٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزرنے کے لیے کوئی ایسی ٹیکنیک استعمال کی جاسکتی ہے جس سے میک اپ ظاہر نہ ہو؟ ایک ٹیکنیک بادی لنگویج میں یہ سمجھ میں آتی تھی کہ دُہرا میک اپ کیا جائے۔ وہ اس طرح کہ سونیا نے پہلے خادمہ ٹریسیا کا ماسک میک اپ اپنے چہرے پر کیا ہوگا اور اس ماسک میک اپ پر دوبارہ ٹریسیا کا میک اپ چڑھایا ہوگا۔ اس طرح کیمرے کے ذریعے ایک میک اپ کے آر پار جو دوسرا چہرہ نظر آیا ہوگا وہ بھی ٹریسیا کا ہی چہرہ ہوگا۔

ایک ماہر کا کہنا تھا۔ "ڈبل میک اپ کے لیے لازمی ہے کہ پہلا میک اپ ماسک کے ذریعے ہو۔ ماسک کا جوڑ گردن پر بالوں کے نیچے نظر آجاتا ہے۔ ہمارا آفیسر ڈبل میک اپ سے دھوکا کھا گیا لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ سونیا نے ٹریسیا کے ہاں پہنچ کر اسے قابو میں کرنے کے بعد اتنی جلد ڈبل میک اپ کیسے کرلیا؟ اسے ٹریسیا کے چہرے کے مطابق ماسک کہاں سے دستیاب ہوگیا؟ کیا وہ پہلے سے جانتی تھی کہ ٹریسیا جیسن ہارورڈ کی خدمات کے لیے وقف کی جائے گی؟ ٹریسیا کا بیان ہے کہ وہ پونے پانچ بجے گھر سے نکلنے کی تیاری کررہی تھی کہ سونیا آگئی۔ اُسے ٹریسیا کو قابو میں کرنے اور باندھنے میں تقریباً دس پندرہ منٹ لگے ہوں گے۔ ڈبل میک اپ کرنے میں تقریباً دو تین گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ ہر چند کہ سونیا جیسی تجربہ کار عورت ایک گھنٹے میں بھی میک اپ کرسکتی ہے۔ وہ سوا پانچ بجے ہاؤس آف نورپٹرن کے دروازے پر کیسے پہنچ گئی تھی؟ کیا اس نے آدھے گھنٹے کے اندر ٹریسیا کو اپنے قابو میں بھی کیا، ماسک میک اپ بھی کرلیا اور اس کے بعد اس پر دوسرا میک اپ بھی چڑھایا؟ کیا عقل تسلیم کرتی ہے کہ اس نے اتنی دیر میں یہ سب کچھ کرلیا ہوگا؟"

ایک پولیس آفیسر نے کہا۔ "اس بات کو اس پہلو سے سوچا جائے کہ مسٹر جیسن ہارورڈ کی ہلاکت سے چوبیس گھنٹے پہلے سونیا تل ابیب پہنچ گئی تھی۔ اسے معلوم ہوچکا تھا کہ مسٹر ہارورڈ ہاؤس آف نورپٹرن میں قیام پذیر ہیں۔ یہ بات اس خط سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو ڈاکٹر وی ولسن نے اپنی ہلاکت سے پہلے لکھا ہے۔ اس خط کا ایک جملہ یہ ہے کہ جیسن ہارورڈ خواہ سمندر کی تہہ میں چلا جائے یا پاتال میں چھُپ جائے، موت اس کی شہ رگ تک ضرور پہنچے گی۔"

دوسرے آفیسر نے اس کی تائید کی۔ "ہاں، ان الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سونیا کو مسٹر ہارورڈ کے چھپنے کا علم ہو گیا تھا۔"

پہلے نے کہا۔ "پھر آپ یوں سوچیں کہ اس نے مسٹر ہارورڈ کے ساتھ رہنے والوں کے متعلق معلومات حاصل کیں اور اس طرح خادمہ ٹریسیا کو بھی دیکھ لیا۔ اس نے کسی طرح اس کی تصویر حاصل کی ہو گی یا خود اتار لی ہو گی۔ اس تصویر کے مطابق اس نے پہلے ہی ٹریسیا کا ماسک میک اَپ اور اس پر دُہرا میک اَپ کر لیا پھر اپنے چہرے کو اسکارف سے اور سر کو پیشانی تک دوسرے کپڑے سے چھپا کر ٹریسیا کے سامنے پہنچی۔ یہ تاثر دیا کہ ابھی اسے میک اَپ کرنا ہے حالانکہ وہ میک اَپ کر کے آئی تھی۔"

پولیس آفیسر کی ان باتوں نے دوسروں کو بڑی حد تک قائل کر دیا کہ وہ آفیسر جو اینٹی میک اَپ کیمرے سے ٹریسیا کو دیکھتا تھا، اس کے ڈبل میک اَپ کی وجہ سے دھوکا کھا گیا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ ماسک میک اَپ ہو گا۔ اگر اسے ذرا بھی شُبہ ہوتا تو وہ اس شام ٹریسیا کو دوسری طرح بھی چیک کرتا اور ماسک میک اَپ کے جوڑ تک پہنچ جاتا۔

پولیس، فوج اور انٹیلی جنس کے مختلف شعبوں میں اسی طرح کی بحث ہو رہی تھی۔ آخر کار متفقہ طور پر یہ رائے قائم کی گئی کہ سونیا اپنی عیاری سے اؤس آف فورٹریژن میں گئی بھی اور واپس بھی چلی آئی۔ جب سے وہ پُراسرار مکان تعمیر ہوا تھا، سونیا پہلی ہستی تھی، جس نے "اؤس آف فورٹریژن" (ناقابلِ واپسی مکان) کے معنی بدل دیے تھے اور یہ بات تمام دشمنوں کے دلوں میں بٹھا دی تھی کہ وہ جو سمتی ہے، کر گزرتی ہے اور اگر فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کو صبح ہونے سے پہلے بابا صاحب کے ادارے میں نہ پہنچایا گیا تو اس نے جو دھمکیاں دی ہیں، انھیں عملی جامہ پہنا کر رہے گی۔

سات بجے یہودی اکابرین کا ایک خفیہ اجلاس منعقد ہوا، جس میں فوج کے اعلیٰ افسران، انٹیلی جنس کے تجربہ کار سراغ رساں اور کالِ تنظیم کے عہدے دار شریک ہوئے۔ انھوں نے عارضی طور پر کالِ تنظیم کا ایک سربراہ منتخب کیا، اس کا نام ری مونڈیل تھا۔ اس کا تعلق اٹلی سے تھا لیکن وہ یہودی نژاد تھا۔ اجلاس اس موضوع پر بحث کرنے کے لیے منعقد ہوا تھا کہ سونیا کو کس طرح قتل و غارت گری سے روکا جائے۔ ابھی تک اس نے محض فرداً فرداً اہم لوگوں کو قتل کیا تھا۔ ڈر تھا کہ اس کے بعد وہ اجتماعی غارت گری کی مرتکب ہو سکتی تھی۔

کالِ تنظیم کے ایک عہدے دار نے پوچھا۔ "اگر ہم آج بارہ بجے تک سونیا کو تلاش نہ کر سکے اور اسے اپنی گرفت میں نہ لے سکے تو کیا وہ اپنے چیلنج کے مطابق ایسی تخریبی کارروائیاں کرے گی کہ جشنِ آزادی دھرا کا دھرا رہ جائے گا؟ کیا یہاں صرف دھوئیں کے بادل نظر آئیں گے اور ہر طرف دن کی روشنی کے باوجود تاریکی ہی تاریکی ہو گی؟ کیا ہم اس کے چیلنج کے مطابق یومِ سیاہ منائیں گے؟"

ایک اور عہدے دار نے کہا۔ "یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ اپنا چیلنج پورا کرتی ہے۔ کیا ہم میں سے کوئی سوچ بھی سکتا تھا کہ وہ اؤس آف فورٹریژن میں پہنچ جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا اب ہمیں سوچنا ہے اس مسئلے کا حل تلاش کرنا ہو گا۔"

ایک اور عہدے دار نے کہا۔ "اگر سونیا ہماری گرفت میں آ بھی گئی تو ہم نے فرہاد علی تیمور کو بابا صاحب کے ادارے میں نہ بھیجا ہو گا، اس کے بعد ہم دُنیا والوں کے سامنے مُنہ نہیں دکھا سکیں گے۔ کیا کہیں گے؟ یہ کہ ایک عورت نے ہماری مضبوط مملکت کو ہلا دیا۔ ہم اگر اس بات کو راز میں رکھنے کی کوشش کریں گے تو یہاں پر غیر ملکی مبصرین، اخباری رپورٹر، فوٹو گرافر اور دُنیا جہان کے لوگ موجود ہیں۔ جو کچھ ہو گا، وہ راز میں نہیں رہے گا۔ ساری دُنیا میں ہماری رُسوائی ہو گی۔"

ایک سراغ رساں نے کہا۔ "ہم ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ اسے تلاش کرنے میں اب تک ناکام رہے ہیں۔ ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ صرف ماسک میک اَپ میں ہی نہیں ہے بلکہ اس نے بھی آگے کی بات ہے کہ اس نے اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی ہے۔"

ایک فوجی آفیسر نے کہا۔ "سونیا بابا صاحب کے ادارے سے ایک رات غائب ہوئی تھی۔ ہمارے آدمیوں نے ڈاکٹر مسز براڈلے (شیفرڈ) کو جا کر چیک کیا۔ اسے دھمکیاں دیں۔ ہر طرف معلومات حاصل کیں، اس کے اسپتال کی بھی نگرانی کی لیکن سونیا اس کا کوئی تعلق ثابت نہ ہو سکا۔ وہ مکار عورت پیرس میں تین گھنٹے رہی۔ اس کے بعد یہاں پہنچ گئی ـــــ کیا تین دنوں میں چہرے کی پلاسٹک سرجری ہو جاتی ہے؟ جب کہ میکی براڈلے جیسا قابل سرجن اس کے ساتھ نہیں تھا۔"

یہودی سراغ رساں نے کہا۔ "میں آپ کی بات تسلیم کرتا ہوں، لیکن سونیا نے اپنے چہرے کی مکمل سرجری نہیں کرائی ہو گی۔ اپنے چہرے کے ایسے حصّوں کو تبدیل کرایا ہو گا جس کے بعد ہم اسے سونیا کی حیثیت سے نہ پہچان سکیں۔ معمولی سی تبدیلیاں پلاسٹک سرجری کے بغیر ہوتی ہیں اور یہ بہت مختصر وقت میں ہو جاتی ہیں۔ آپ نے دن کی بات کہہ رہے ہیں؛ میری معلومات کے مطابق تین گھنٹے کی سرجری سے معمولی سی تبدیلیوں کے بعد چہرہ پہچانا نہیں جاتا ہے۔"

ایک نے پوچھا۔ "آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ اینٹی میک اَپ کیمرے ہمارے کام نہیں آ سکیں گے۔ وہ پلاسٹک سرجری کے پیچھے سونیا کو بے نقاب نہیں کر سکیں گے۔

نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ اب تک ہم یہی سمجھتے رہے کہ وہ فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کے سہارے کارنامے دکھاتی ہے لیکن یہ ثابت ہو رہا ہے کہ اس کی اپنی صلاحیتیں ہیں۔ اس کی ایکسٹرا سینسری پرسیپشن ہوتی ہے۔ ہم اسے یقیناً تلاش کر لیں گے لیکن اس میں وقت لگے گا، اور یہ وقت گزر گیا تو وہ اپنی دھمکیوں پر ضرور عمل کرے گی۔ لہٰذا ہمیں اس اجلاس میں یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ اسے تلاش کرنے تک کس طرح اسے کسی ایک جگہ تک محدود رکھا جائے۔ کس طرح اپنا بچاؤ کریں یا پھر کوئی سمجھوتے کی ایسی صورت نکالیں جس طرح اپنا بچاؤ کریں یا پھر کوئی سمجھوتے کی ایسی صورت نکالیں جس طرح وہ اپنے چیلنج سے باز آ جائے۔"

بہت دیر بعد کالِ تنظیم کے نئے عارضی سربراہ ری مونڈیل نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ بنا لیا اور وہ یہ کہ سونیا کی شرط پوری کر دی جائے۔"

سب نے اسے چونک کر دیکھا پھر ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"آپ میری بات سُنیں۔ ہم ابھی تل ابیب کی شاہراہوں اور گلیوں میں یہ اعلان کرائیں گے کہ فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کو رہا کیا جا رہا ہے۔"

"اس کا فائدہ کیا ہو گا؟"

"یہی کہ سونیا کی تخریبی کارروائیاں جو آئندہ ہونے والی ہیں، وہ رُک جائیں گی۔"

"کیا سچ مچ فرہاد کو رہا کیا جائے گا؟"

ری مونڈیل نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ "اس کی ایک صورت ہے۔ ہمارے ہاں فرہاد سے مشابہت رکھنے والے جوان ہیں۔ ہمارے ایک سراغ رساں نے ابھی کہا ہے کہ تین گھنٹے میں پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہلکی پھلکی تبدیلیاں کی جا سکتی ہیں، تو ان تبدیلیوں کے ذریعے ہم اپنے کسی جوان کو فرہاد علی تیمور بنا سکتے ہیں۔"

ایک نے اعتراض کیا۔ "صرف چہرہ فرہاد کا ہونے سے کیا ہوتا ہے اس کی عادات و اطوار، اس کی دوسری صلاحیتیں اور اس کے اپنے لوگوں سے تعلقات۔۔۔۔"

ری مونڈیل نے ہاتھ اٹھا کر اسے بات کرنے سے روک دیا۔ "آپ پہلے میری باتیں سُن لیں۔ چلیے، میں آپ ہی کی بات کا جواب دیتا ہوں۔ ہم جس نقلی فرہاد کو یہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں بھیجیں گے، وہاں جا کر وہ یہی رپورٹ دے گا کہ اس کا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔ تاثر پیدا ہو گا کہ ہم نے اسے رہا کرنے سے پہلے کچھ کر لیا، ایسا انجکشن لگایا ہے جس کی وجہ سے اس کی ذہنی حالت ابتر ہے۔ بہرحال کچھ عرصے تک ہمارا آدمی ان کے درمیان میں رہے گا اور اس کے ذریعے فرہاد سے تعلق رکھنے والی شخصیتوں سے ملاقات کرتا رہے گا۔ ہم نے اس قسم کے آدمیوں کو پہلے ہی سے تیار کیا ہوا ہے۔ سب ہی فرہاد کا ریکارڈ پڑھ چکے ہیں۔ کچھ زیادہ دشواری نہیں ہو گی۔ فرض کیجیے، یہ راز فاش ہو جاتا ہے تو اس کے لیے بھی کچھ عرصہ لگے گا۔ کل ہم یومِ آزادی بڑی شان سے منا سکیں گے۔ سونیا کی طرف سے کوئی کھٹکا نہیں رہے گا۔ راز فاش ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ ہمارا وہ جوان، جو فرہاد علی تیمور کے رُوپ میں ہو گا، دشمنوں کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ ایک آدمی کے مرنے سے اگر ہم قتلِ اہیب میں ہونے والی تخریبی کارروائیوں کو روک سکتے ہیں اور جشنِ آزادی منا سکتے ہیں تو ہمیں ایسا ضرور کرنا چاہیے۔"

حاضرینِ مجلس ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے تھے۔ ری مونڈیل کا یہ مشورہ معقول لگ رہا تھا۔ اسی وقت اطلاع ملی کہ ربی اسفندیار تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سُنتے ہی سب کھڑے ہو گئے۔ دروازے پر قد آور ربی نظر آ رہا تھا۔ سب زیرِ لب اس کی شان میں وہی دُعائیہ گیت گانے لگے جو ایسے موقعوں پر اس کے لیے مخصوص تھا۔

ری مونڈیل نے اپنی صدارت کی کرسی چھوڑ دی اور دوسری کرسی پر چلا گیا۔ ربی اسفندیار اس کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد سب بیٹھ گئے۔

پھر ایک شخص نے ربی کو ری مونڈیل کے مشورے سے آگاہ کیا۔ نہایت سکون سے سب کچھ سُننے کے بعد ربی اسفندیار نے آہستہ آہستہ بات شروع کی۔ اس کی آواز نرم تھی لیکن اس میں چھپی چھپی سی گھن گرج بھی تھی جیسے کہیں دُور بادل گرج کر آنے والے طوفان کا پتا دیتے ہیں۔ اس کے لہجے اور آواز سے سُننے والوں کے دلوں میں کپکپی طاری ہو جاتی تھی اور اس کے مخاطب نگاہیں جُھکا کر اس کی باتیں سُنتے رہتے تھے۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "میں نے مسلسل تنویمی عمل کے ذریعے پچھلی کئی راتوں میں فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کو اپنا ہم نوا بنا لیا ہے۔ وہ مجھ سے متاثر ہیں اور ہماری یہودی قوم سے بھی متاثر ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر کوئی فرضی فرہاد یہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا گیا تو فرہاد جو ہم سے متاثر ہو رہا ہے، بدظن ہو جائے گا لہٰذا جو بھی اقدامات کیے جائیں، ایسے نہ ہوں کہ دوست بننے والا فرہاد ایک دم بھڑک اُٹھے۔ جو کچھ ہو، اس کے مزاج کے مطابق ہو۔ ہم اسی طرح اس پر اپنی دوستی ثابت کر سکتے ہیں۔"

ری مونڈیل نے ادب سے کھڑے ہو کر پوچھا۔ "محترم ربی! کیا تنویمی عمل کا اثر ہمیشہ رہے گا؟"

"جس انداز میں، میں عمل کر رہا ہوں، وہ دیرپا ہو گا لیکن مزید ایک ہفتے تک یہ سلسلہ جاری رکھنا ہو گا۔ پھر اگر چار چھ ماہ یا سال بھر کے بعد تنویمی عمل کا اثر ختم ہو بھی گیا تو اس وقت تک فرہاد علی تیمور ہماری دوستی میں اتنا آگے بڑھ چکا ہو گا اور ہم قدم قدم پر اپنی دوستی کے ایسے ثبوت فراہم کر چکے ہوں گے کہ پھر تنویمی عمل کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

ایک آفیسر نے اُٹھ کر کہا: "محترم ربی! آپ کے فرمان کے مطابق ہم فرہاد کو کسی طور پر استعمال نہیں کر سکتے کیوں کہ مزید ایک ہفتے تک آپ اس پر اور اعلیٰ بی بی پر تنویمی عمل کرتے رہیں گے تین سو نیا . . . ."

اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ربی اسفندیار نے ہاتھ اٹھا کر اسے آگے کہنے سے روکا اور اسی انداز میں ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگا۔ "میں فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ تنویمی عمل کے اس مرحلے پر ہوں جہاں عمل کے دوران میں ان کے پاس میرا موجود رہنا ضروری نہیں ہے۔ میں نے ان کے دماغوں میں یہ بات پختہ ادی ہے کہ وہ جہاں بھی رہیں گے ہر رات ٹھیک گیارہ بجے اپنے بستر پر جا کر سو جائیں گے۔ شعوری طور پر وہ اس عمل کو نہیں سمجھیں گے لیکن غیر شعوری طور پر سونے کے بعد میرے تنویمی عمل کا انتظار کرتے رہیں گے۔ پھر ان کے دماغ میں میرے وہی الفاظ، وہی فقرے گونجتے رہیں گے جو میں پچھلے عمل کے دوران ان کے سامنے کہتا رہا ہوں۔ وہ ان فقروں کو آپ ہی آپ دُہرائیں گے اور میری طرف سے پیش کی جانے والی دوستی کو اپنے ذہن میں پائیدار بناتے رہیں گے۔"

وہ چند لمحے خاموش رہا پھر کہنے لگا۔ "میرا مشورہ ہے کہ فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کو رہا کر دو۔ انھیں بڑے دوستانہ انداز میں عزت و احترام کے ساتھ بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے میں پہنچا دو۔"

"لیکن محترم ربی! ہم نے فرہاد کے ذریعے اپنے ایک خاص نوجوان کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کو منتقل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔"

"وہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچے گا، فرہاد جلد ہی ہمارے پاس واپس آئے گا لیکن اس بار اپنی مرضی سے آئے گا اور دوستانہ فضا میں آئے گا اور ہمارے لیے وہی کرے گا جو ہم چاہیں گے۔"

ایک بڑے عہدے دار نے سوال کیا۔ "کیا وہ دونوں یہاں سے جانے کے بعد جہاں بھی ہوں گے، رات گیارہ بجے ضرور سو جائیں گے؟ ان کے سونے کے سلسلے میں کوئی رُکاوٹ پیدا نہیں ہوگی؟"

ربی اسفندیار نے کہا۔ "یہ اچھا سوال ہے۔ میں نے ان کے دماغ میں جو باتیں نقش کی ہیں، ان کے مطابق وہ رات کو ہلکی غذا کھایا کریں گے۔ کسی کے اصرار پر بھی ایسی خوراک قبول نہیں کریں گے جس سے نیند نہ آئے، حتیٰ کہ وہ رات کو کافی بھی نہیں پئیں گے۔"

ایک اور عہدے دار نے سوال کیا۔ "فرض کیجیے، سونیا نے ان کے بدلتے ہوئے مزاج کو سمجھ لیا تو وہ کسی طرح کی رُکاوٹ پیدا کر سکتی ہے؟"

"رُکاوٹ پیدا نہیں کی جا سکتی۔ شرط یہ ہے کہ وہ جہاں بھی ہوں، انھیں آرام سے سونے کا موقع مل جائے۔ تنویمی عمل کے لیے ضروری ہے کہ معمول ایک آرام دہ جگہ پر سوئے۔ اگر آرام دہ بستر ہو تو اچھی بات ہے ورنہ کوئی ایسی جگہ نہ ہو جہاں سونے کے دوران بے چینی محسوس ہو . . . . بابا صاحب کا ادارہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں وہ آرام سے سویا کریں گے اور فرہاد ہفتے دو ہفتے تک وہاں ضرور قیام کرے گا کیوں کہ وہاں ڈاکٹر اس کی ذہنی صلاحیتیں اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال کرنے کے لیے اس کا علاج ضرور کریں گے۔"

اپنے ربی کی باتیں سن کر وہ سب خاموش ہو گئے۔ ان میں سے کسی کی یہ اتنی جرأت نہیں تھی کہ اس کا مشورہ رَد کر دے۔ اس پر آپس میں بحث بھی کر سکتے۔ اس نے خود ہی کہا۔ "میری شخصیت سے میری صلاحیتیں مرعوب ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ آپ لوگوں سے کوئی سوال اُلجھ رہا ہو تو اسے زبان پر ضرور آنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے میرا مشورہ یا میرے منصوبے میں کوئی کمی رہ گئی ہو۔ مجھے بھی اپنی خامیوں کا احساس ہونا چاہیے۔"

کئی لوگوں نے بیک زبان کہا۔ "محترم ربی! آپ سے کبھی غلطی نہیں ہوئی۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ آپ کوئی حکم دیں، ہم اس پر عمل نہ کریں۔"

"بہر حال یہ میرا حکم نہیں، مشورہ ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ تم سب میری عدم موجودگی میں ہی کھل کر میرے مشورے پر تبادلۂ خیالات کر لو گے اور کسی معقول نتیجے پر پہنچ سکو گے۔"

وہ اُٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی تمام لوگ تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے پاس گیا پھر وہاں سے پلٹ کر بولا۔ "کوئی بہتر تدبیر ذہن میں آئے تو مجھے اس سے آگاہ کرنا لیکن بارہ بجے سے پہلے کوئی ایسا قدم اُٹھاؤ جس سے تل ابیب میں ہونے والی تخریبی کارروائی رُک جائیں اور ہماری قوم سکون سے جشنِ آزادی منا سکے۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھ فضا میں یوں بلند کیے جیسے سروں پر شفقت سے ہاتھ رکھ دیا ہو۔ اس کے سامنے موجود افسران عہدے دار نے اپنے اپنے سر جُھکا لیے۔ جب انھوں نے دوبارہ سر اُٹھا کر دیکھا تو ان کا ربی جا چکا تھا۔

میں نے ٹکٹائی کی گرہ درست کی۔ ویسٹ کوٹ کے بٹن لگائے۔ پھر کوٹ پہنتے ہوئے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھنے لگا۔ میں غلط کہا۔ اپنے آپ کو نہیں، ایزل ہارڈی کو دیکھنے لگا۔ میں تو اپنے کے اندر چھپا ہوا تھا۔ دُنیا کا کوئی آئینہ میرا وجود مجھے نہیں دکھا سکتا صرف سونیا کی آنکھیں دیکھ سکتی تھیں۔

میں ہوٹل کے کمرے سے باہر نکل کر لاؤنج میں آیا۔ یہاں چہل پہل تھی۔ جشنِ آزادی منانے کے لیے بیرونی ممالک سے بہت دولت مند یہودی آئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کی خوبرو عورتیں اور بچے بھی عورتوں کا مطلب یہ ہوا کہ رنگینیاں بکھری ہوئی تھیں۔ ایک سے ایک رنگا رنگ لباس میں یہودی حسینائیں اپنے جلوے بکھیر رہی تھیں۔ ریسٹنگ کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ نیچے بہت بڑا ڈانسنگ ہال تھا۔ ہال کے دستور کے مطابق وہاں مدھم روشنیاں تھیں لیکن قیمتی ہیرے جواہرات، چمکدار کپڑوں اور طرح طرح کے حُسن کی چکاچوند نے بھی خاصی جگمگاہٹ پیدا کر دی تھی۔ جہاں نگاہیں جاتیں، پھسل جاتی تھیں۔ میری نگاہیں سونیا پر تھم گئیں۔

اس نے ترکی کا دیہی قدیم لباس پہن رکھا تھا جسے پیرس میں خریدا تھا لیکن اس بار نقلی زیورات نہیں تھے۔ اس کے گلے میں اصلی ہیروں کا نیکلس جگمگا رہا تھا۔ کانوں کی بالیاں، کلائی کی گھڑی، اُنگلیوں میں پہنی ہوئی انگوٹھیاں۔ سب کی سب ایسی تھیں جن میں ہیرے اپنی قیمتی جھلک دکھا رہے تھے۔ سر پر بندھا ہوا رومال بھی بیش قیمت تھا۔ پیشانی پر دو مال سے منسلک رہنے والے موتی مختلف رنگوں کی نمائش کر رہے تھے اور ظاہر کر رہے تھے کہ وہ نقلی نہیں اصلی ہیں۔

میرا خیال ہے یہاں دُنیا کے امیر ترین لوگ جمع تھے۔ جہاں نگاہ جاتی تھی، صرف دولت کی چکاچوند نظر آتی تھی۔ بڑے ہی مغرور لوگ تھے۔ کوئی خود کو دوسرے سے کمتر نہیں سمجھتا تھا۔ لوگ صرف قیمتی سوٹ میں ملبوس نہیں تھے۔ ان کی جیبوں میں جو چیک بکیں تھیں۔ ان کے ایک ورق کے ذریعے وہ تل ابیب کے بنکوں سے لاکھوں ڈالر حاصل کر سکتے تھے۔ کریڈٹ اور ارب پتی یہودی چھوٹی قمیں جیب میں رکھنا اپنی توہین سمجھتے تھے۔ ہنگامی ضرورت کے لیے ان کے سیکرٹریوں کے پاس کچھ قمیں ہوتی تھیں یا پھر تمام ہوٹلوں میں اور خاص خاص مقامات پر ٹریولرز چیک اور کریڈٹ کارڈ کے ذریعے لین دین ہوتا تھا۔ ان کی بیویوں، بہنوں اور بیٹیوں کے جسموں پر جو زیورات تھے، وہ ان سے غریب ممالک کے بنکوں کو خرید سکتے تھے۔

پیرس میں جے جے پارکر نے دُرست کہا تھا۔ "بس سلطانہ! ہمارا ساتھ دو اور تل ابیب چلو۔ میں سچ کہتا ہوں، تم نے لاکھوں ڈالر جیتے ہوں گے لیکن اتنی دولت تم نے آج تک اپنی زندگی میں نہیں دیکھی ہو گی جو تل ابیب میں نظر آئے گی۔"

واقعی ہم بڑے بڑے سرمایہ داروں کے میلے میں دولت کی چکاچوند دیکھ رہے تھے۔ ایسے میلے میں جہاں کوئی حسینہ کسی سے کم نہ دکھی لیکن سونیا ان میں سب سے نمایاں تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے توقع کے خلاف ترکی کا قدیم روایتی لباس پہنا تھا۔ اس کی وضع قطع سب سے مختلف تھی، اس لیے وہ سب سے زیادہ توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔

وہ ایک چھوٹے ڈانسنگ ٹیبل کے ساتھ کرسی پر بیٹھی تھی۔ نیچے کے دوسری طرف ایک ادھیڑ عمر کا یہودی تھا۔ صحت اچھی تھی، خوبرو بھی تھا۔ اپنے قیمتی لباس میں خوب جچ رہا تھا۔ اس کی کلائی پر جو پرچن لگی ہوئی تھی وہ پانچ ہزار ڈالر سے کم کی نہ تھی۔ پاکستانی کرنسی کے مطابق اس وقت اس کے سینے کے اس نتھنے سے حصے پر تقریباً ساٹھ ہزار روپے رکھے ہوئے تھے۔ شاید وہ سونیا سے بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

سونیا نے کہا۔ "آپ اسی حد تک مجھ سے فری ہو سکتے ہیں جس حد تک ہمارے درمیان کی یہ میز ہمیں اجازت دے رہی ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "یعنی ہم ندی کے دو کنارے ہیں۔ کیا آپ کچھ کھانے سے پہلے میرے ساتھ ڈانس فلور پر چلنا پسند کریں گی؟"

"سوری، میں اپنے منگیتر کا انتظار کر رہی ہوں۔" سونیا نے جواب دیا۔

وہ مایوسانہ مسکراہٹ سے بولا۔ "اوہ، آپ کے جملہ حقوق محفوظ ہو چکے ہیں۔ کیا وہ بھی آپ کی طرح ترکی کے باشندے ہیں؟"

"ان کا تعلق فرانس سے ہے۔ پہلے وہ عیسائی تھے لیکن میری محبت میں مسلمان ہو گئے ہیں۔"

"تعجب ہے۔" آپ دونوں کی تہذیب الگ الگ ہے۔ زبان جُدا جُدا ہے۔ ایک کیسے ہو گئے؟"

"محبت خود ایک تہذیب ہے۔ اس کی ایک منفرد زبان ہے جو صرف محبت کرنے والوں کی سمجھ میں آتی ہے۔"

"یہ تو جذباتی اور رومانوی باتیں ہیں۔ آپ ایک دوسرے کی باتیں کیسے سمجھتے ہوں گے۔ آپ ترکی بولتی ہوں گی اور وہ فرانسیسی۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اچانک فرانسیسی زبان میں پوچھا۔ "آپ اپنے منگیتر کی زبان کیسے سمجھ لیتی ہیں؟"

یکبارگی یہ سوال کرنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ سونیا بے اختیار فرانسیسی زبان بول پڑے مگر وہ جھانسے میں آنے والی نہیں تھی۔ جھوٹ موٹ چونک کر بولی۔ "آپ شاید فرانسیسی میں کچھ کہہ رہے ہیں۔"

"جب تم جانتی ہو کہ میں فرانسیسی بول رہا ہوں تو اسی زبان میں جواب دو۔"

"دیکھیے مسٹر! میں اپنے منگیتر ہارڈی کے ذریعے بھی یہ زبان نہیں سمجھتی کیوں کہ ہارڈی خود اپنی مادری زبان بھول چکے ہیں۔ میں نے انھیں انگریزی زبان سکھائی ہے۔ میں پیرس میں رہ چکی ہوں اس لیے اتنا تو جانتی ہوں کہ جو کچھ ابھی آپ نے کہا، وہ فرانسیسی زبان میں کہا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر مایوسی سے کچھ دیر سوچتا رہا۔ میں اس کی سوچ کے ذریعے سمجھ گیا تھا، وہ جاسوس ہے اور سونیا کو خرید رہا ہے۔ سونیا بھی ناداں نہیں تھی کہ کوئی بے تکلفی سے اس کے پاس آ کر بیٹھے اور وہ اس کے فریب میں آ جائے۔ میں نے سوچ کے ذریعے اسے سمجھایا۔ "تمھارے اجنبی دوست کے بعد کوئی اور بھی تمھارے پاس آنے والا ہے۔ وہ کون ہے، یہ تمھارا اجنبی دوست بھی نہیں جانتا اور نہ میں اس کے ذریعے معلوم کر لیتا۔"

"تم کہاں ہو؟ اب تک کیا کر رہے ہو؟ یہاں کیوں نہیں

آجاتے ہے؟"

"مجھے خیال خوانی سے فرصت مل چکی ہے۔ میں تھوڑی دیر پہلے بالکونی میں آیا ہوں اور ریلنگ کے پاس کھڑا ہوا تمھیں دیکھ رہا ہوں۔ انٹیلی جنس والے تمھیں گھیر رہے ہیں۔ میں دُور ہی سے تماشا دیکھنا چاہتا ہوں۔ ضرورت سمجھوں گا تو تمھارے پاس چلا آؤں گا۔"

اس اجنبی نے سونیا سے کہا۔ "اچھا تو تمھارے منگیتر کا نام ہارڈی ہے۔ صرف ہارڈی؟"

"میں نے آپ کی ذات کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا اور نہ ہی ابھی تک آپ کا نام پُوچھا ہے پھر آپ میرے متعلق اتنے سوالات کیوں کر رہے ہیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "کیا آپ کو شُبہ ہے کہ میں کوئی جاسوس ہوں؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میں تو یہ نہیں جانتی کہ آپ جاسوس ہیں یا نہیں لیکن آپ جس بھونڈے انداز میں یہاں آکر بیٹھے ہیں اور بے تکلفی ظاہر کر رہے ہیں، میرے متعلق پے در پے سوالات کر رہے ہیں، اس سے شُبہ تو یقینی طور پر ہو سکتا ہے۔ میں نے سُنا ہے یہاں کے جاسوس سونیا نامی کسی عورت کو تلاش کر رہے ہیں۔ جہاں کوئی عورت تنہا پائی جاتی ہے، وہ ٹوہ لینے چلے آتے ہیں۔ اس وقت میں بھی تنہا ہوں۔ شاید آپ اسی لیے میرے پاس آئے ہیں اور اگر اس خیال سے آئے ہیں تو آپ کو یقیناً مایوسی ہوگی۔"

میں بالکونی میں اپنے کمرے کے دروازے سے ذرا دُور کھڑا ہوا تھا۔ ہمارے کمرے کے بعد وِین وائنر کا کمرہ تھا۔ اس کی آواز سُنتے ہی میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ اپنے کمرے سے دو آدمیوں کے ساتھ باہر آرہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "جتنے ضروری کاغذات ہیں، وہ میں نے آپ کو دکھا دیے۔ مِس سلطانہ اور ایزل ہارڈی۔۔۔"

یہ کہتے کہتے وہ رُک گیا۔ اس کی نظر مجھ پر پڑ گئی تھی۔ اس نے کہا۔ "یہ رہے مسٹر ہارڈی، آپ خود ان سے سوالات کر سکتے ہیں۔"

وِین وائنر کے ساتھ دونوں جاسوس میرے قریب آئے۔ وائنر نے ان کا تعارف کرایا اور میں نے ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے پوچھا۔ "آپ ہم سے کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟ میں نے سُنا ہے کہ صرف ایک عورت سونیا کی خاطر یہاں کے لوگ پریشان ہیں اور ہر اکیلی عورت کو سونیا سمجھ کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔"

"آپ نے دُرست سُنا ہے۔ ہم آپ کے منگیتر مِس سلطانہ کا بھی محاسبہ کر رہے ہیں۔ چونکہ آپ کے بارے میں کچھ عجیب سی معلومات حاصل ہوئی ہیں اس لیے ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا واقعی آپ اپنی یادداشت کھو چکے ہیں اور اب اپنی زبان تک بھول گئے ہیں؟"

"جی ہاں، میرے ساتھ یہی سانحہ پیش آیا ہے اور جو کچھ پیش آچکا ہے، اس کے متعلق مسٹر وِین وائنر نے آپ کو تفصیلاً بتایا ہوگا۔"

"جی ہاں، ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔"

دوسرے سراغ رساں نے پوچھا۔ "مسٹر ہارڈی! اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ واقعی مسٹر ایزل ہارڈی ہیں۔ کیا آپ کی شناخت کرنے والے پیرس یا فرانس کے دوسرے حصوں میں موجود ہیں؟"

یقیناً موجود ہوں گے۔ میں ان سب کو بھول چکا ہوں لیکن وہ مجھے جانتے ہوں گے۔ میرے پاس ایسے کاغذات ہیں جو مجھے ایزل ہارڈی ثابت کرتے ہیں۔ میں ایک بہت بڑی دوا ساز کمپنی کا مالک بھی ہوں۔ اس سلسلے میں جے، جے پارکر میری مدد کر رہے ہیں۔ انھوں نے مجھے کچھ روز روپوش رہنے کے لیے کہا ہے کیوں کہ جن لوگوں نے مجھے نقصان پہنچایا ہے اور جن کی وجہ سے میری یادداشت گم ہوئی ہے، وہ مجھے پھر اپنے سامنے پا کر مزید نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ان نقصان پہنچانے والوں میں یقیناً میرے رشتے دار اور دوست احباب ہوں گے۔"

وِین وائنر نے میری حمایت میں کہا۔ "جی ہاں، یہ بات تو میں آپ لوگوں کو بتا چکا ہوں۔ مسٹر پارکر ان کے سلسلے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں اور ان کے حقوق دلانے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ یہ جب تک یہاں سے واپس جائیں گے، اس وقت تک مسٹر پارکر اپنے طور پر ان کے دوستوں اور دُشمنوں کو اچھی طرح پہچان لیں گے۔"

ایک جاسوس نے کہا۔ "مسٹر ہارڈی! ہم آپ سے معذرت کے ساتھ کہتے ہیں، کل صبح تک آپ اس ہوٹل سے باہر نہ جائیں۔ آپ نائس سلطانہ۔ ہم مسٹر جے، جے پارکر سے رابطہ قائم کر رہے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے، ہمارے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔"

میں نے خوشدلی سے کہا۔ "مجھے کوئی انکار نہیں ہے۔ میں اور سلطانہ ہوٹل سے باہر نہیں جائیں گے۔"

میں ان کے درمیان سے گزرتا ہوا نیچے ڈائننگ ہال کی طرف جانے لگا۔ وہ بھی میرے پیچھے آرہے تھے۔ سونیا کے قریب پہنچ کر وِین وائنر نے ان کا آپس میں تعارف کرایا۔ اچانک ایک جاسوس نے ترکی زبان میں پوچھا۔ "کیا میں آپ سے اس زبان میں گفتگو کر سکتا ہوں؟"

سونیا نے اسے مُسکرا کر دیکھا پھر جواباً کہا۔ "بیشک مجھے خوشی ہوگی، اگر آپ میری مادری زبان میں گفتگو کریں گے۔"

سونیا کے پاس پہلے سے بیٹھے ہوئے اجنبی نے آنے والے سراغ رساں سے فرانسیسی زبان میں کہا۔ "میں نے مِس کو نفسیاتی طور پر بے اختیار فرانسیسی بولنے پر مجبور کیا لیکن یہ واقعی فرانسیسی نہیں جانتی ہے۔"

اس جاسوس نے بھی فرانسیسی زبان میں جواب دیا۔ "ہاں، ابھی تم نے سُن ہی لیا ہے کہ یہ ترکی زبان جانتی ہے۔ بہرحال ہم اپنے فیصلے کے مطابق جس پر بھی شُبہ ہو، اسے اس کے گھر کی چار دیواری

میں پابند کرتے جا رہے ہیں۔ میں نے انھیں بھی حُکم دیا ہے کہ یہ ہوٹل سے باہر نہیں جائیں گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے پھر ہم سے رخصت ہو کر چلے گئے۔ ہم میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ وِین وائنر نے پوچھا۔ "آپ لوگ کیا کھانا پسند کریں گے؟"

سونیا نے کہا۔ "ابھی تو میں غصّہ پی رہی ہوں۔"

میں نے سونیا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر سمجھانے کے انداز میں کہا۔ "غصّہ کرنے سے کیا فائدہ۔ یہ بے چارے اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ اگر انھوں نے کسی سونیا کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے ہمیں ہوٹل میں ہی رہنے کے لیے کہا ہے تو۔۔۔"

وہ بگڑ کر بولی۔ "کہا نہیں ہے، حُکم دیا ہے۔"

"چلو حُکم ہی سہی۔ ہم ان کے مُلک میں ہیں۔ ان کے حُکم پر تو عمل کرنا ہی ہوگا۔"

اس نے وِین وائنر سے کہا۔ "مسٹر وائنر! آپ ہمیں یہاں کیوں لائے ہیں؟ میں ایسے ماحول میں کھیل نہیں سکوں گی۔ مجھے آزادانہ ماحول چاہیے۔ میں ہنسنا، بولنا اور کھلی فضاؤں میں خوب گھومنا پھرنا چاہتی ہوں۔"

وِین وائنر بولا۔ "آج رات ہی کی بات ہے۔ صبح یہ پابندی اُٹھا لی جائے گی۔ آپ آزادی سے تل ابیب کی سیر کر سکیں گی میں خصوصی اجازت حاصل کروں گا۔ ہم صبح یہاں سے یروشلم جائیں گے۔ وہاں تمام دن گھومتے پھرتے رہیں گے۔ تاریخی مقامات دیکھیں گے پھر شام تک واپس آجائیں گے۔ یہاں کے بہت بڑے کیسینو میں جا کر رات کا کھانا کھائیں گے اور وہیں جُوا کھیلنے میں رات گزاریں گے۔ کل شام سے صبح تک یہاں کے بڑے بڑے سرمایہ داروں کی تجوریاں صرف ہمارے لیے کھلی رہیں گی۔"

سونیا نے ناگواری سے اُٹھ کر کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں صبح تک صبر کروں گی۔ چلو ہارڈی! ہم کمرے میں چلیں۔ وہیں کھانا منگوا کر کھائیں گے۔"

ہم اپنے کمرے میں آگئے۔ وہاں فون کے ذریعے کھانے کا آرڈر دیا۔ جب تک کھانا نہیں آیا، سونیا رہ رہ کر اس پابندی پر ناگواری ظاہر کرتی رہی۔ ہم مل ابیب کے حالات کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ اتنا تو پہلے سے معلوم تھا کہ وہاں کے تمام ہوٹلوں میں خفیہ مائیک نصب کیے گئے ہیں۔ صرف ہوٹل ہی نہیں، ہوسٹلوں اور ایسے مکانوں میں بھی جہاں لوگ پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے قیام کرتے تھے۔ سب ہی جگہ خفیہ مائیک لگے ہوئے تھے اور وہاں قیام کرنے والے مشکوک لوگوں کی گفتگو کہیں نہ کہیں سُنی جاتی تھی۔

اس فائیو اسٹار ہوٹل کے تمام کمروں میں ٹی وی موجود تھے جہاں انگریزی فلمیں اور دوسرے دلچسپ پروگرام پیش کیے جاتے تھے جب کھانا آگیا تو ہم نے کھانے کے دوران ٹی وی کو آن کر دیا۔ آواز ذرا اُونچی کر دی اور پھر آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے۔ یقیناً خفیہ طور سے سننے والے ہمارے کمرے سے ٹی وی کی آواز بہت واضح طور پر سُن رہے ہوں گے اور اس آواز کے پیچھے شاید ہماری دھیمی دھیمی آوازیں سُنائی دیتی ہوں گی لیکن گفتگو سمجھ میں نہیں آتی ہوگی۔ یہ محض ہم نے پریشان کرنے کے لیے کیا تھا۔ گفتگو ہم ایسی ہی کر رہے تھے کہ کوئی ہم پر شُبہ نہ کرتا۔ کبھی کبھی ہم خاموش ہو جاتے تھے۔ کھانے کے دوران سوپ کے ذریعے اپنے مطلب کی باتیں کرتے تھے پھر بلند آواز میں کوئی بات چھیڑ دیتے تھے۔

اچانک ہمارے کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ ٹی وی سے اُبھرنے والی موسیقی کی بلند آواز تھم گئی۔ اسکرین پر جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا۔ "مواصلاتی سیارے کے ذریعے فرہاد علی تیمور کے متعلق ایک خصوصی پروگرام۔"

پھر اسکرین پر ایک خاتون نظر آئیں۔ وہ کہہ رہی تھیں۔ "ناظرین! یہ حقیقت بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ مسٹر فرہاد علی تیمور سے ہمارے نہایت گہرے دوستانہ مراسم ہیں۔ پچھلے دنوں ہماری دوستی کے خلاف غلط خبریں عام ہو گئیں۔ دراصل دُشمن ہمارے درمیان نفرت پیدا کرنے کی ناکام کوشش کر چکے ہیں۔ ہم مسٹر فرہاد علی تیمور کے سامنے یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اس دُنیا میں ان کے بظاہر کتنے دوست ہیں اور کتنے چھپے ہوئے دُشمن ہیں۔ اس کے لیے ہم نے ایک سوالنامے کا سلسلہ تیار کیا تھا۔ اس میں دُنیا کی بڑی بڑی اہم ہستیوں سے خطرناک تنظیموں کے سربراہوں سے سوال کیا تھا، کیا وہ فرہاد علی تیمور کی زندگی چاہتے ہیں؟ بیشتر افراد نے مسٹر فرہاد کی موت کے فیصلے پر دستخط کیے۔ بعد میں ہم نے تمام دستخط شدہ سوالنامے مسٹر فرہاد کے سامنے رکھ دیئے تاکہ وہ دوست اور دُشمن کی تمیز کر سکیں۔ اس سلسلے میں ہم نے فرہاد علی تیمور اور ان کی ساتھی اعلیٰ بی بی سے ایک انٹرویو کا اہتمام کیا ہے جو ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ـــــ ناظرین! پہلی بار ہم مسٹر فرہاد علی تیمور کو ٹی وی اسکرین پر پیش کر رہے ہیں۔ ہمارا یہ پروگرام مواصلاتی سیارے کے ذریعے دُنیا کے بہت سے ممالک میں دیکھا جا رہا ہے۔"

اس کے بعد اسکرین پر جلی حرفوں میں لکھا ہوا نظر آیا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی سے ایک یادگار ملاقات۔"

تھوڑی دیر میں اسکرین پر سجاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی نظر آئے۔ ان کے قریب ہی ایک ادھیڑ عمر کا وجیہ شخص بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا۔ "ناظرین! یہ فرہاد علی تیمور ہیں۔ ان کا تعارف کرانا گویا کہ آنکھ والوں کو سورج دکھانا ہے۔ مختصر طور پر عرض کر دوں کہ فی زمانہ ٹیلی پیتھی کا علم جن تحقیقاتی مراحل سے گزر رہا ہے، مسٹر فرہاد علی تیمور ان مراحل سے بہت آگے ہیں۔ اتنی بڑی دنیا میں ٹیلی پیتھی کے علم میں مسٹر فرہاد علی تیمور کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

ان کے ساتھ بیٹھی ہوئی مادام اعلیٰ بی بی ہیں۔ ان کا تعلق بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے سے ہے۔ یہ ادارہ پیرس کے ایک مضافاتی علاقے میں ہے۔ یوں تو محترمہ کا پیدائشی نام سمیرا ہے لیکن عہدے کے اعتبار سے انھیں اعلیٰ بی بی کہا جاتا ہے۔ یہ ایسے چالیس افراد کی سربراہ ہیں جن میں سے ہر فرد علم و ادب، سائنس اور ٹیکنالوجی میں بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کر چکا ہے اور ان شعبوں میں غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے۔"

اشرو یو لینے والے نے سجاد علی تیمور کی طرف رُخ کرتے ہوئے پوچھا: "ہاں تو مسٹر فرہاد علی تیمور! ان دنوں آپ تل ابیب میں قیام پذیر ہیں؟"

سجاد نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: "جی ہاں۔ میں اس وقت تل ابیب کی ایک عالیشان سرکاری رہائش گاہ میں بیٹھا ہوا ہوں۔"

"اس رہائش گاہ میں آپ کی حیثیت کیا ہے؟"

سجاد نے مسکرا کر کہا: "ظاہر ہے، سرکاری رہائش گاہ میں ہوں تو مہمان بھی سرکاری ہوں۔ یہاں جشنِ آزادی کے سلسلے میں آیا ہوں لیکن اچانک میری طبیعت ناساز ہو گئی، اس لیے یہاں کے اعلیٰ حکام سے معذرت چاہتے ہوئے جانا چاہتا ہوں۔"

"کیا یہاں سے جانے میں آپ کے لیے کوئی رُکاوٹ ہے؟"

"کیسی رُکاوٹ ہو سکتی ہے؟ میں یہاں ایک معزز مہمان سمجھا جا رہا ہوں۔ یہاں کے یہودی حکام نے جس طرح میری پذیرائی کی ہے اور جس طرح میرا خیال رکھا ہے اور مہمان نوازی کا ثبوت دیا ہے، میں اسے کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ میں جشنِ آزادی میں آپ کی قوم کے ساتھ شریک ہوتا لیکن بحالتِ مجبوری جا رہا ہوں۔"

"آپ یہاں سے کب تک روانہ ہو جائیں گے؟"

"اس انٹرویو کے اختتام کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا... میرے لیے ہیلی کاپٹر تیار ہے اور میں اعلیٰ بی بی کے ساتھ پیرس جا رہا ہوں۔"

انٹرویو کرنے والے نے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "مادام! مسٹر فرہاد علی تیمور کے بارے میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان کسی طرح کی دشمنی ہے۔ کیا آپ اس سلسلے میں کچھ روشنی ڈالیں گی؟"

اعلیٰ بی بی نے ایک فائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "اس فائل میں وہ تمام سوالنامے موجود ہیں جن میں دُنیا کی بڑی بڑی عظیم مستیوں نے مسٹر فرہاد علی تیمور کی موت کے فیصلے پر دستخط کیے ہیں۔"

اس نے اپنی گفتگو کے دوران اس فائل کو کھول کر ایک سوالنامہ نکالا اور اسے ناظرین کو دکھایا۔ ٹی وی کا کیمرہ اس سوالنامے کو کلوز اَپ میں وضاحت سے دِکھا رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی کہہ رہی تھی: "یہ کاغذات اس بات کا ثبوت ہیں کہ اتنی بڑی دُنیا میں فرہاد علی تیمور کے دشمن کون لوگ ہیں اور کس طرح وہ اب تک دل میں دُشمنی رکھ کر زبان سے دوستی کے گُن گاتے تھے۔ آج ان کاغذات کے ذریعے ان کے مکروہ چہرے سامنے آ گئے ہیں۔ اب یہ لوگ اتفاقاً مسٹر فرہاد علی تیمور اور یہودیوں کی دوستی کے خلاف باتیں بنا رہے ہیں۔ یہ افواہ پھیلا رہے ہیں کہ فرہاد علی تیمور کے قتل ابیب میں ایک قیدی کی حیثیت سے رکھا گیا ہے۔"

انٹرویو کرنے والے نے سوال کیا: "کیا دشمنوں کے اس طرح افواہ پھیلانے کے باعث آپ یا مسٹر فرہاد کو کوئی نقصان پہنچ رہا ہے؟"

"جی ہاں، ہمیں سب سے بڑا نقصان تو یہ پہنچ رہا ہے کہ ہمارے دوست بھی آپ جیسے مہمان نواز دوستوں سے بدظن ہو گئے ہیں اور خصوصاً سونیا کا ذکر کروں گی۔ اُسے غلط فہمی میں مبتلا کیا گیا ہے۔ ہم اس ٹی وی پروگرام کے ذریعے سونیا کو خاص طور پر مخاطب کر رہے ہیں اور اس سے کہنا چاہتے ہیں کہ سانچ کو آنچ نہیں۔ آج تک کوئی سچائی کو بدل نہیں سکا۔ اگر سونیا مسٹر فرہاد اور یہودیوں کی دوستی پر اعتبار نہیں کر رہی ہے تو کوئی بات نہیں۔ ہم ابھی یہاں سے پیرس کے لیے روانہ ہو جائیں گے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ کر سونیا کا انتظار کریں گے پھر اس کی موجودگی میں ادارے کے تمام اہم ذمے دار افراد کے ساتھ بیٹھ کر مسٹر فرہاد علی تیمور اور یہودیوں سے دوستی کے موضوع پر کھلے دل سے تبادلۂ خیالات کریں گے۔ مجھے اُمید ہے کہ سونیا جہاں بھی ہے اور اگر میری آواز سُن رہی ہے تو وہ جلد از جلد پیرس پہنچنے کی کوشش کرے گی۔"

انٹرویو کرنے والے نے پوچھا: "مادام! پچھلے دو دنوں سے مادام سونیا نے غزہ اور تل ابیب میں ہمیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے باوجود ہم نے اُن کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھایا۔ ہم ان نقصانات کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ آپ سے ایک اہم سوال ہے۔ کیا آپ اور مسٹر فرہاد علی تیمور اس وقت تل ابیب سے پیرس اس لیے جا رہے ہیں کہ آپ لوگوں کے یہاں موجود رہنے سے سونیا کے ذریعے ہمیں مزید نقصانات پہنچنے کا احتمال ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے کہ تنہا سونیا کے ذریعے اتنی بڑی مملکت کو نقصان پہنچ سکتا ہے یا وہ تنہا تل ابیب میں تخریبی کارروائیاں جاری رکھ سکتی ہے۔"

سجاد نے کہا: "مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔ اپنے ناظرین سے یہ کہنا ضروری ہے کہ سونیا میری سب سے اہم ساتھی ہے۔ جتنا میں اسے جانتا ہوں اتنا اور کوئی اسے نہیں جانتا۔ میرے یہودی میزبان میرے اور سونیا کے تعلق کو خوب سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی تخریبی کارروائیوں کے باوجود کئی طرح کے نقصانات اُٹھانے کے باوجود انھوں نے سونیا کے خلاف سخت اقدامات نہیں کیے ہیں۔ نہ ہی اس کے لیے تل ابیب میں آنے یا جانے کے راستے بند کیے ہیں۔ یہ دوستانہ انداز میں اسے مخاطب کر رہے ہیں اور اگر وہ مل جائے تو اس کے بھی یہی

کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اسے یہ منظور نہیں ہے تو میں یہ کہوں گا کہ میرے یہاں سے روانہ ہوتے ہی وہ بھی جلد از جلد پیرس پہنچنے کی کوشش کرے۔ مجھے یقین ہے کہ مجھ سے ملنے اور بات چیت کرنے کے بعد اس کی غلط فہمی دور ہو جائے گی اور وہ میرے یہودی دوستوں کو اپنا دوست تسلیم کر لے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک فوجی افسر اسکرین پر نمودار ہوا۔ وہ کمرے میں داخل ہو کر سجاد کے سامنے الرٹ ہو کر بولا: "جناب! آپ کی روانگی کے انتظامات ہو چکے ہیں۔"

انٹرویو کرنے والے نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کیمرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ناظرین! فرہاد صاحب تل ابیب سے روانہ ہو رہے ہیں۔ اب آپ ان کی روانگی کے مناظر دیکھیں گے۔ اس سے پہلے میں ایک سوال اپنے فوجی افسر سے بھی کروں گا۔"

پھر اس نے افسر کی طرف رُخ کر کے سوال کیا: "آفیسر! مسٹر فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی ہمارے نہایت معزز مہمان ہیں۔ آپ انھیں یہاں سے ایئرپورٹ تک کیسے لے جائیں گے؟ پھر وہاں سے پیرس کن ذرائع سے پہنچائیں گے؟"

آفیسر نے کہا: "ابھی ہمارے ناظرین دیکھیں گے کہ اس عالیشان رہائش گاہ کے باہر ایک ایئر کنڈیشنڈ کار موجود ہے اور ہمارے مسلح محافظ اپنی اپنی گاڑیوں میں چوکس ہیں۔ تاکہ جو دشمن مسٹر فرہاد علی تیمور کے خلاف افواہیں پھیلا رہے ہیں، وہ کسی موقعے پر ان کی جان کے دشمن نہ بن جائیں۔ اس لیے ہم انھیں بحفاظت ایئرپورٹ تک لے جا رہے ہیں۔ وہاں سے ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے۔..."

انٹرویو کرنے والے نے بات کاٹتے ہوئے کہا: "مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔ آپ مسٹر تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے پیرس کیوں لے جا رہے ہیں؟"

"اس وقت ہمارا کوئی طیارہ ایئرپورٹ پر موجود نہیں ہے۔ کل صبح تک بھی کوئی طیارہ نہیں آئے گا۔ اس لیے ہم ہیلی کاپٹر کے ذریعے ترکی کے جنوبی ساحلی علاقے اناطولیہ تک جائیں گے۔ ہم نے ترکی کی حکومت سے رابطہ قائم کیا ہے۔ وہ اپنے طیارے کے ذریعے مسٹر تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی کو اناطولیہ سے پیرس تک لے جائیں گے۔ ہمارے مسلح محافظ اپنے معزز مہمانوں کو بابا صاحب کے ادارے تک پہنچائیں گے۔ اس کے بعد ہمارے مسلح جوانوں کی ڈیوٹی ختم ہو جائے گی۔"

ان کی گفتگو کے دوران سجاد اور اعلیٰ بی بی دروازے تک پہنچ گئے تھے پھر آفیسر دروازے تک آیا اور ان کے آگے آگے چلنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اسکرین چند سیکنڈ کے لیے تاریک ہو گئی۔ دوسری بار اسکرین روشن ہوئی تو سجاد اور اعلیٰ بی بی اس رہائش گاہ کے باہر نظر آئے۔ پورچ میں ایک قیمتی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے آگے پیچھے مختلف گاڑیوں میں مسلح فوجی جوان نظر آ رہے تھے۔ ان کے لیے کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ پہلے اعلیٰ بی بی بیٹھی، اس کے بعد سجاد پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جب کار روانہ ہوئی تو دائیں بائیں کھڑے ہوئے ایک فوجی افسر نے کہا: "ناظرین! ہمارے معزز مہمان یہاں سے روانہ ہو چکے ہیں۔ تھوڑی دیر میں یہ تل ابیب کے اس مضافاتی علاقے میں پہنچیں گے جسے آپ بن غورین کے نام سے جانتے ہیں۔ وہاں ایک ایئرپورٹ زیرِ تعمیر ہے۔ آیئے ہم آپ کو وہاں لے چلتے ہیں۔"

ذرا سی دیر میں منظر بدل گیا۔ اب ایک شخص کھلی فضا میں نظر آ رہا تھا۔ کسی عمارت کی بالکونی پر کھڑا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا: "ناظرین! میں اس وقت بن غورین کے علاقے سے آپ کو مخاطب کر رہا ہوں۔ یہ بن غورین کا وہی حصہ ہے جہاں ہمارا ایک نیا ایئرپورٹ زیرِ تعمیر ہے۔ مسٹر فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی کسی وقت بھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ ہم آپ کو بتا دیں کہ ہم نے ان کی حفاظت کے لیے کیسے کیسے انتظامات کیے ہیں۔"

دوسرے ہی لمحے منظر بدل گیا۔ ایک ہیلی کاپٹر نظر آ رہا تھا۔ اس پر مختلف سمتوں سے سرچ لائٹ پڑ رہی تھی۔ پس منظر میں وہی آواز سُنائی دے رہی تھی: "ناظرین! یہ وہی ہیلی کاپٹر ہے جس میں ہمارے معزز مہمان سفر کرنے والے ہیں۔ آپ اس وقت ہیلی کاپٹر پر لکھا ہوا نمبر واضح طور سے پڑھ سکتے ہیں۔ اے آئی، ایچ، سی سیونٹی سکس۔"

وہ ہیلی کاپٹر پر لکھا ہوا نمبر بتا رہا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے سونیا سے کہا: "ان کمبختوں نے کنعان بردوست جال پھیلایا ہوا ہے۔ دُنیا والوں کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ وہ سونیا سے ایک ذرا خوف زدہ نہیں ہیں بلکہ دوستانہ انداز میں فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کو نہایت عزت و احترام سے پیرس پہنچا رہے ہیں۔"

سونیا نے کہا: "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ یہ اتنی آسانی سے ہاتھ آئے ہوئے فرہاد علی تیمور کو رہا کر رہے ہیں۔"

"ان کی کوئی چال ہو سکتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

سونیا نے مجھے گھور کر دیکھا پھر سوچ کے ذریعے پوچھا: "چال ہو سکتی ہے۔ کیا مطلب؟ کیا تم دشمنوں کے دماغوں میں جھانک کر ان کی چالوں کو سمجھ نہیں سکتے؟"

"سمجھ سکتا ہوں۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ ذرا انتظار کرو۔ ان کے ٹی وی پروگرام سے نظر اُٹھاؤ۔ ذرا دیکھنی چاہو کہ یہ فرہاد سے اپنی دوستی ثابت کرنے کے لیے کیسے کیسے جتن کر رہے ہیں۔"

اس وقت تک اسکرین پر منظر بدل گیا تھا۔ اب ترکی کے جنوبی ساحلی علاقے اناطولیہ کے ایئرپورٹ کا منظر دِکھایا جا رہا تھا۔ وہاں کے سیکورٹی فورس کا ایک آفیسر کہہ رہا تھا: "ناظرین! میں اناطولیہ کے

ایئرپورٹ سے آپ کو مخاطب کر رہا ہوں۔ امرائیلی حکام نے ہم سے تعاون کی درخواست کی ہے۔ ہم اس کے مطابق مسٹر فرہاد علی تیمور اور ان کی ساتھی مادام اعلیٰ بی بی کا یہاں انتظار کر رہے ہیں۔ مقامی وقت کے مطابق ایک بج کر پندرہ منٹ پر وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں پہنچیں گے۔ ہمارا ایک طیارہ یہاں کے وقت کے مطابق دو بج کر تیس منٹ پر یہاں سے پیرس کے لیے روانہ ہوگا۔ اسی طیارے میں مسٹر فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی اور ان کے چار مسلح محافظوں کے لیے سیٹیں ریزرو کرا دی گئی ہیں۔ مسٹر فرہاد علی تیمور کی حفاظت کے لیے خصوصی انتظامات کیے گئے ہیں۔ ہم ان انتظامات کی جھلکیاں پیش کر رہے ہیں۔"

میں اور سونیا بڑی توجہ سے اسکرین پر بدلتے ہوئے مناظر دیکھ رہے تھے۔ واقعی سجاد اور اعلیٰ بی بی کی حفاظت کے لیے بڑے سخت انتظامات کیے گئے تھے۔ اناطولیہ سے جو مسافر اس طیارے میں سفر کرنے والے تھے ان کے متعلق بھی بڑی توجہ سے چھان بین ہو رہی تھی۔ جب ان حفاظتی انتظامات کی جھلکیاں ختم ہو گئیں تو پھر تل ابیب کے ٹی وی اسٹوڈیو کا منظر سامنے آیا۔ ایک اناؤنسر کہہ رہا تھا "اس پروگرام کو پیش کرنے کا مقصد ہم بیان کر چکے ہیں۔ ایک بار پھر بیان کر دیں۔ جو لوگ مسٹر فرہاد علی تیمور اور یہودی قوم کے درمیان نفرت پیدا کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے متعلق غلط افواہیں پھیلا رہے ہیں جھوٹی خبریں شائع کر رہے ہیں، ہم اس جھوٹ کا پردہ چاک کر رہے ہیں۔ آج ہم نے آپ کے سامنے ٹیلی ویژن کے ذریعے اپنی پائیدار دوستی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ دوستوں اور دشمنوں کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ بابا فریدالدین صاحب کے ادارے میں بھی ٹی وی کیمرے نصب کیے جا رہے ہیں۔ جس وقت مسٹر فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی وہاں پہنچیں گے ان کے استقبال کے مناظر دکھائے جائیں گے اور ہم یہ ثابت کر دیں گے کہ ہم نے مسٹر فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی کو بخیریت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا ہے اور اپنی دوستے داریوں کو نہایت دوستانہ انداز میں پورا کیا ہے۔ ہم اب سے ایک گھنٹے بعد آپ کو بابا صاحب کے ادارے میں لے چلیں گے۔ اس وقت تک کے لیے اجازت دیجیے۔"

ہم نے ٹی وی [illegible] ان رکھا۔ ہوٹل کے ملازم کو بلایا۔ وہ برتن سمیٹ کر چلا گیا۔ سونیا نے دوسرے کو بند کرتے ہوئے مجھے دیکھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "میں تل ابیب خیال خوانی شروع کر رہا ہوں۔ دشمنوں کی چالوں کو سمجھنا چاہتا ہوں۔"

میں ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھ کر کامال تنظیم کے نئے سربراہ ربی موشے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے دوسرے عہدے داروں کے ساتھ ایک بڑے آرام دہ کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ کمرے کے ایک طرف بڑا سا ٹی وی رکھا ہوا تھا۔ وہ بھی اسکرین پر سجاد اور اعلیٰ بی بی کی روانگی کے مناظر دیکھ رہے تھے اور اب ایک گھنٹے بعد بابا صاحب کے ادارے کا منظر دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کے حساب سے فرہاد اور اعلیٰ بی بی کے وہاں پہنچنے تک صبح ہو جاتی۔ یعنی ان سب لوگوں کو صبح تک جاگنے کی فرصت نہیں تھی۔ جب وہ دونوں وہاں پہنچ جاتے تو ان کی ڈیوٹی ختم ہو جاتی اور وہ آرام سے سو سکتے تھے اور اپنا جشن آزادی منا سکتے تھے۔

میں ربی موشے ڈیل اور اس کے دوسرے عہدے داروں کے ذہن کو ٹٹولتا رہا پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچ کے ذریعے بولا: "سونیا! یہ تعجب کی بات ہے۔ وہ کوئی چال نہیں چل رہے ہیں۔ ان دونوں کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانا چاہتے ہیں۔"

سونیا نے میرے پاس صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا: "انھیں اس طرف سے اطمینان دلا دیا ہے کہ اب وہ ان سے دشمنی نہیں کریں گے، تو وہ عمل کے پابند رہیں گے۔ اس کی ہدایت کے مطابق وقت مقررہ پر وہ کو سو جایا کریں گے۔ اس کا پڑھایا ہوا دوستی کا سبق دُہراتے رہیں گے ان کی طرف زیادہ سے زیادہ مائل ہوتے رہیں گے۔"

"ہاں، ربی اسفندیار کو اپنے تنویمی عمل پر پورا اعتماد ہے۔ پوری تنظیم کے عہدے داروں سے کہہ رہا تھا کہ فرہاد کو رہا کر دینے کے بعد دو زیادہ عرصے تک ان سے دُور نہیں رہے گا بلکہ دوستانہ انداز میں ملنے کے پاس آئے گا۔"

"فرہاد اس کے تنویمی عمل کا توڑ کرنا ہوگا ورنہ سچ مچ اعلیٰ بی بی سجاد ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔"

میں اس فوجی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا جو ہیلی کاپٹر میں سوار تھا۔ اس وقت تک سجاد اور اعلیٰ بی بی وہاں پہنچ گئے تھے لیکن ہیلی کاپٹر میں سوار کرانے سے پہلے ایک بار پھر اس ہیلی کاپٹر کی اچھی طرح چیکنگ کی جا رہی تھی۔ میں اس آفیسر کے دماغ سے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر میں اتنا ایندھن تھا کہ وہ اناطولیہ جا کر وہاں سے واپس آ سکتا تھا۔ اس کے بعد بھی کچھ ایندھن بچ رہتا۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کا دماغ بھی مجھے بتا رہا تھا کہ کسی بھی مشین کسی پُرزے میں خرابی یا نقص نہیں ہے۔ وہ پوری طرح مطمئن تھا۔

سونیا نے پوچھا: "تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"سجاد کی روانگی کے سلسلے میں ہر پہلو کا جائزہ لے رہا ہوں۔ کہ سفر کسی وجہ سے بھی ملتوی ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔ مختلف موسموں کی طرف سے کنٹرول ٹاور میں جو رپورٹ پہنچی ہے اس کے مطابق موسم نہایت خوشگوار ہے اور ہوائی سفر کے لیے موافق ہے۔"

سونیا نے پوچھا: "یعنی ہم یہ سمجھ لیں کہ ہماری یہ مہم توقع کے کامیاب رہی ہے؟"

"یہی ظاہر ہو رہا ہے۔ سجاد اور اعلیٰ بی بی وہاں پہنچ جائیں گے

اور دوسری نہیں رہے گی۔"

"میں نے کبھی وہ پُرسکون لمحہ نہیں دیکھا جب ہم دونوں ساتھ ہوں اور دوسری نہ ہو۔ وقتی طور پر یہ دوری ختم ہو جاتی ہے تو کوئی اور [illegible] ہو جاتی ہے۔ ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے کہ جو حل اٹھتا ہے یہ پہلو تو [illegible] لیتے ہیں۔ اب دیکھنا ہے، ہمارے حالات کون سی کروٹ [illegible]"

"میں ذرا سجاد اور اعلیٰ بی بی کی خبر لوں۔ دیکھوں کہ وہ ہیلی کاپٹر میں [illegible] یا نہیں؟"

میں سجاد کے پاس پہنچا۔ اعلیٰ بی بی کے دماغ میں جانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ مجھے محسوس کر لیتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ میں اعلیٰ بی بی کو سجاد یا کسی اور کے ذریعے دیکھتا اور سمجھتا رہتا تھا اور اس کی [illegible] ہے، اس کی حرکتوں سے اس کے متعلق اپنی رائے قائم کرتا تھا، [illegible] اس کی اپنی ذاتی سوچ کیا ہے؟ وہ اندر ہی اندر کس قسم کے خیالات [illegible] رہی ہے؟ اس کا مجھے علم نہیں تھا۔

بہت سی باتیں جو میں جانتا ہوں، انھیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بھول جاتا ہوں پھر اچانک بھولی ہوئی کوئی بات [illegible] سامنے آ جاتی ہے۔ اس وقت بھی ایسا ہی ہوا۔ اعلیٰ بی بی اور [illegible] بند گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ چاروں طرف مسلح جوان [illegible] کھڑے تھے۔ پھر اس گاڑی کا پچھلا دروازہ کھلا۔ وہاں بی اسفندیار [illegible] تنظیم کا نیا سربراہ ربی موشے ڈیل اور دو چار اہم یہودی نظر آئے۔ [illegible] بی بی نے ربی اسفندیار کو دیکھتے ہی سر جھکا کر سلام کیا۔ ربی نے [illegible] محبت اور شفقت سے ہاتھ اٹھا کر سلام کا جواب دیتے ہوئے [illegible] آ جاؤ، بیٹی! باہر آ جاؤ۔ میں تمھیں اپنی شفقت کے سائے میں [illegible] گاہ تک پہنچاؤں گا۔"

وہ اور سجاد گاڑی سے باہر آئے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا: "محترم ربی! [illegible] اپنے آپ کو خالی محسوس کر رہی ہوں۔"

"کیا بات ہے بیٹی! مجھے بتاؤ؟"

"جب میں تل ابیب پہنچی تھی تو میری تلاشی لی گئی تھی۔ مجھ سے [illegible] کہ فرہاد سے ملاقات کرنے سے پہلے تلاشی دینا ضروری ہے [illegible] ایسی چیز میرے پاس نہ ہو جس سے میں فرہاد کے محافظوں کو [illegible] پہنچا سکوں۔"

"بیٹی! اس بات کو بھول جاؤ۔ اب تو ہم دوست ہیں... نہ [illegible] تلاشی لے سکتے ہیں، نہ تمھیں یہاں سے کچھ لے جانے سے روک [illegible]"

"میں کچھ لے جانا نہیں چاہتی۔ صرف اپنی چیزیں چاہتی ہوں۔ [illegible] وقت میری کچھ چیزیں آپ کے آدمیوں نے رکھ لی تھیں۔"

ربی نے گھوم کر آس پاس افسروں کو دیکھا۔ ایک نے کہا: "ہم اس وقت موجود نہیں تھے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "میں بتاتی ہوں۔ میرے پاس ایک سیاہ موتیوں کی مالا تھی۔ وہ موتی کچھ عجیب و غریب قسم کے ہیں۔ سیاہ ہیں مگر ان سے روشنی پھوٹتی ہے۔ مختلف رنگ جھلکتے ہیں۔"

ربی اسفندیار نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "بیشک مجھے یاد آ گیا۔ یہ موتیوں کی مالا میں نے بھی دیکھی ہے۔ بڑی حیرت انگیز مالا ہے۔" پھر اس نے حکم دیا: "جاؤ معلوم کرو۔ وہ مالا کہاں ہے۔ فوراً اسے لا کر ہماری بیٹی کی خدمت میں پیش کرو۔"

ایک آفیسر وہاں سے چلا گیا۔ ربی اسفندیار نے پوچھا: "بیٹی! یہ مالا کس قسم کی ہے؟ کیا تم اسے محض نمائش کی خاطر پہنتی ہو جب کہ تمھارے مزاج میں خود نمائی نہیں ہے؟"

"محترم ربی! یہ مالا مجھے بابا فریدالدین مسعود مرحوم نے دی تھی۔ جب چالیس افراد کا سربراہ بنایا گیا تو انھوں نے اپنے ہاتھوں سے یہ مالا مجھے پہنائی تھی۔"

"انھوں نے اس کی کچھ خوبیاں بتائی ہوں گی۔"

انھوں نے اسے مجھے تحفے کے طور پر یا میری کامیابی پر بطور انعام دیا تھا۔ میں نے اس وقت پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ بعد میں میرے اندر بھی تجسس پیدا ہوتا رہا۔ ایک بار میں نے بابا صاحب سے سوال کیا تھا۔ انھوں نے جواب دیا تھا، جب بھی کسی مہم کے سلسلے میں ادارے سے باہر جاؤ یا ادارے میں رہ کر کسی خاص مسئلے پر اپنے لوگوں سے رائے طلب کرو اور اس کا حل تلاش کرو تو تمھیں ذہنی طور پر بہت ہی سکون محسوس ہوگا۔ تم خود کو کبھی تنہا محسوس نہیں کرو گی۔ یوں لگے گا جیسے کوئی انجانی قوت تمھیں مشورہ دے رہی ہے، تمھارا ساتھ دے رہی ہے، تمھارے پاس موجود ہے۔ دل کی دھڑکنوں کے رشتے سے دیکھو گی تو یہ مالا تمھیں اپنے قریب محسوس ہوگی۔ تمھیں بڑا حوصلہ دے گی۔ جب کوئی ایسا وقت آئے گا تو میری باتیں تمھاری سمجھ میں آ جائیں گی۔"

ربی اسفندیار نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "میرا بھی یہی تو خیال ہے کہ اس مالا کا تعلق روحانیت سے ہے۔"

میں اس آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا جو اعلیٰ بی بی کی اس مخصوص مالا کو لینے کہیں گیا تھا۔ وہ اس وقت ایک دفتر میں تھا اور اس مالا کو طلب کر رہا تھا۔ ایک شخص اپنی جگہ سے اُٹھ کر آہنی الماری کی طرف جا رہا تھا اور اسے کھولتے ہوئے کہہ رہا تھا: "وہ [illegible] سمجھ سے بالاتر مالا ہے۔ ہم نے مختلف مشینوں کے ذریعے [illegible] دیکھا لیکن کوئی ایسی خاص بات نظر نہیں آئی۔ ربی [illegible] موتی توڑنے سے منع کیا تھا ورنہ ہم کسی ایک موتی کو توڑ کر اس کا تجزیہ کرتے۔ [illegible] سے ماہر پتھر شناس اور دُنیا کے تجربہ کار جوہری اسے دیکھ چکے

ہیں اور اُسے ایک غیر معمولی مالا قرار دیتے ہیں۔ پتا نہیں بابا فرید واسطی کو یہ موتی کہاں دستیاب ہو گئے تھے کہ انھوں نے اس کی ایک مالا بنا ڈالی ہے۔"

ایک شخص نے کہا: "ایسی نایاب چیزیں واپس نہیں کرنی چاہئیں۔ یہ ہاتھ آگئی ہے تو اسے واپس کرنا کیا ضروری ہے؟"

آہنی الماری سے موتیوں کی مالا نکال کر ایک خوب صورت سے مخملی ڈبے میں رکھتے ہوئے اس شخص نے کہا: "محترم ربی کا حکم ہے۔ جب وہ لوگ دوست بن رہے ہیں تو ان کی کسی چیز پر بھی قبضہ جما کر غلط تاثرات نہیں دینے چاہئیں۔ وہ دوست بن کر جا رہے ہیں اور جلد ہی اپنے ساتھ بابا صاحب کے سارے ادارے والوں کو ہمارا دوست بنا کر ہمارے ایسے تمام مقاصد پورے کریں گے جو موتیوں کی یہ مالا نہیں کر سکتی۔ لے جاؤ اسے۔"

آفیسر اس ڈبے کو اٹھا کر وہاں سے چل پڑا۔ اس وقت ٹی وی اسکرین پر بن غوریں کے علاقے کا منظر دکھایا جا رہا تھا، جہاں ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا اور اعلیٰ بی بی اور سجاد کو کچھ اہم لوگ اپنے جلو میں اس کی طرف لے جا رہے تھے۔ ان میں سب سے اہم اور نمایاں شخصیت ربی اسفندیار کی تھی۔

ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچ کر اعلیٰ بی بی رُک گئی۔ لیڈیز فرسٹ کے اصول کے مطابق پہلے اسے ہیلی کاپٹر میں سوار ہونا چاہیے تھا لیکن وہ اپنی اس مخصوص مالا کا انتظار کر رہی تھی۔ ربی اسفندیار نے کہا: "ہمارا ایک افسر اُسے لے کر آتا ہی ہوگا۔ اس وقت تک کیا تم ہماری قوم کو کوئی پیغام دینا چاہو گی؟"

ایک مائیک اس کے سامنے لایا گیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا: "میں یہاں سے بہت ہی دوستانہ ماحول میں روانہ ہو رہی ہوں اور آپ کی قوم کی طرف سے بابا صاحب کے ادارے کے لیے خیر سگالی کے جذبات لے کر جا رہی ہوں۔"

اس وقت سجاد علی تیمور ربی اسفندیار سے مصافحہ کر رہا تھا۔ ربی نے کہا: "مجھے یقین ہے کہ مسٹر فرہاد علی تیمور نے ہماری قوم سے جو دوستانہ مصافحہ کیا ہے، وہ مصافحہ مستحکم ہوگا اور زنجیر کی دو آہنی کڑیوں کی طرح ناقابلِ شکست ہوگا۔"

اس بات پر آس پاس کھڑے ہوئے تمام افسران تالیاں بجانے لگے۔ اس وقت تک وہ افسر موتیوں کی مالا لے کر پہنچ گیا اور اس نے اس مخملی ڈبے کو ربی اسفندیار کے حوالے کیا۔ ربی اسفندیار نے اسے دونوں ہاتھوں سے تھام کر بصد احترام تحفہ پیش کرنے کے انداز میں ذرا جھک کر اعلیٰ بی بی کی طرف بڑھایا۔ اعلیٰ بی بی نے اسے لیا پھر کھول کر موتیوں کی مالا کو دیکھا۔ مالا کو دائیں ہاتھ سے بسم اللہ کہہ کر اٹھایا اور ڈبے کو کسی کی طرف بڑھا دیا۔ کسی نے ڈبا لے لیا۔ وہ مالا کو غور سے

دیکھ رہی تھی۔ اسے چوم رہی تھی۔ اپنی پیشانی سے لگا رہی تھی پھر اس نے اس مالا کو اپنے دل کی دھڑکنوں سے لگایا اور چند ثانیے کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کاش میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی دلی اور دماغی کیفیات کو سمجھ سکتا کہ وہ اس مالا سے کس طرح متعلق ہے؟ اسے پاتے ہی وہ جذب کے عالم میں کیوں نظر آ رہی ہے میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے چونکانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے صبر کر رہا تھا۔ اس نے وہ مالا اپنے گلے میں پہن لی اور مسکرا کر اپنے پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔

ربی اسفندیار اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا: "یہ مالا پہنتے ہی آپ کے چہرے پر عجیب سی رونق آ گئی ہے۔ سرور کے اندر نیکی اور خدا شناسی کا ایک نور ہوتا ہے جو اس انسان سے بھی چھپا رہتا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ مالا پہننے کے بعد وہ نور آپ کے چہرے سے جھلک رہا ہے۔" پھر وہ مایوسی سے کچھ جھرجھری لیتے ہوئے بولا: "مجھ جیسے بوڑھے کے اندر ایک بچکانہ خیال پیدا ہو رہا ہے اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں ایک سوال کروں؟"

"ضرور۔ آپ محترم ربی ہیں۔ ضرور اپنے دل کی بات پوچھ سکتے ہیں۔"

"کیا یہ ہار پہننے کے بعد آپ اپنے اندر نمایاں تبدیلیاں محسوس کر رہی ہیں؟ کیا ان تبدیلیوں میں ایسی کوئی بات ہے جو ہماری لڑائی کے سلسلے میں آڑے آئے؟"

"بالکل نہیں۔ آپ ایسی باتیں کیوں سوچ رہے ہیں؟ آپ ابھی فرما چکے ہیں کہ انسان کے اندر خوبیکی اور خدا شناسی کا نور چھپا ہوتا ہے وہ نور میرے چہرے پر بھی آ گیا ہے۔ اگر میں خدا شناس بن سکتی ہوں تو انسان شناس کیوں نہیں بن سکتی؟ پھر آپ میرے دوست ہیں۔ کیا یہ دوستی ایسی ہے کہ میں اسے سمجھنے سے قاصر رہوں گی؟"

ربی اسفندیار نے جلدی سے کہا: "نہیں، ہرگز نہیں۔ ہماری دوستی میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ کوئی ملاوٹ نہیں ہے۔ ہم نے آپ کی عزت کرنے، آپ کے دشمنوں کو بے نقاب کرنے اور آپ کے دوستوں کی حیثیت سے آپ کے قریب تر آنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ہم نے ہر قدم پر اپنا فرض ادا کیا ہے لہٰذا ہمیں یقین ہے کہ آپ ہماری دوست ہیں۔ فرہاد صاحب بھی ہمارے دوست ہیں۔ ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ آپ پھر دوستوں کے سے انداز میں ہمارے پاس آئیں گے اور ہمیں اپنے پاس بُلائیں گے۔"

ہم ٹی وی کے اسکرین کے ذریعے ہیلی کاپٹر میں ان کے بیٹھے کا منظر دیکھ رہے تھے۔ میں اسکرین پر بھی دیکھ رہا تھا اور بذات خود بھی اُن کے پاس موجود تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ ہیلی کاپٹر اڑنے لگا۔ اسکرین پر اس کے پرواز کا منظر اس وقت تک دکھایا جاتا رہا جب تک کہ وہ کیمرے کی زد میں رہا اور نظر آتا رہا۔ پس منظر سے ربی اسفندیار اور اعلیٰ بی بی کو الوداع کہا جا رہا تھا اور دوستی کو قائم و دائم رکھنے کے لیے نیک توقعات کا اظہار کیا جا رہا تھا۔

سونیا نے آگے بڑھ کر ٹی وی کو آف کرتے ہوئے سوچ کے دریچے کہا: "میرا خیال ہے بابا صاحب کے ادارے میں بھی اسی طرح ٹی وی کیمرے نصب کیے گئے ہوں گے جیسا کہ یہ لوگ کہہ رہے تھے۔ زرا وہاں کی بھی خبر لو۔ دیکھتے ہیں، وہ کس انداز میں اعلیٰ بی بی اور سجاد کا استقبال کرتے ہیں۔"

"میں ان کے متعلق بعد میں معلوم کروں گا۔ ذرا دیکھوں تو سہی، اعلیٰ بی بی اور سجاد ہیلی کاپٹر میں کس طرح سفر کر رہے ہیں۔"

میں اُن کے پاس پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر اسرائیل کے مغربی ساحل سے پرواز کرتا ہوا سمندر پر سے گزر رہا تھا۔ اس کا رُخ شمال کی طرف تھا۔ اسی طرف پرواز کرتے ہوئے ترکی کے جنوبی ساحلی علاقے اناطولیہ تک پہنچا جا سکتا تھا لیکن یہ فاصلہ بہت طویل تھا۔ وہ وہاں کے وقت کے مطابق شاید ایک بج کر پندرہ منٹ پر اناطولیہ پہنچتے، یعنی تقریباً دو گھنٹے کا سفر تھا۔

پائلٹ کے پیچھے والی سیٹ پر اعلیٰ بی بی اور سجاد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے دو سیٹوں پر دو مسلح گارڈ موجود تھے۔ وہ کُل پانچ افراد تھے۔ سب اپنی اپنی جگہ خاموش تھے۔ پائلٹ اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف تھا۔ ونڈ اسکرین کے پار کھلی فضا کو دیکھ رہا تھا۔ پرواز زیادہ بلندی پر نہیں تھی۔ نیچے نظر ڈالنے پر چاند کی ہلکی روشنی میں سمندر نظر آ رہا تھا۔ سجاد، اعلیٰ بی بی کے گلے میں پڑی ہوئی مالا کو دیکھ کر سوچ رہا تھا۔ یہ مالا کیا میں نے پہلے کبھی دیکھی ہے؟

یوں تو ہم نے سجاد کو اپنے اور اپنے ساتھیوں کے متعلق بہت کچھ بتایا تھا، سکھایا تھا پھر بھی کچھ باتیں رہ گئی تھیں۔ ان میں اعلیٰ بی بی کا یہ غیر معمولی ہار بھی تھا جسے وہ ہمیشہ اپنے گلے میں نہیں پہنتی تھی۔ شاید اسی لیے اعلیٰ بی بی اور مرجانہ نے بھی کبھی سجاد کو اس کے متعلق نہیں بتایا تھا۔ وہ بڑی دلچسپی اور تجسس سے اس مالا کو دیکھ رہا تھا۔

ہیلی کاپٹر کا پائلٹ کبھی کبھی وائرلیس کے ذریعے بات کرتا تھا۔ دوسری طرف سے احکامات سنتا تھا اور انھیں یقین دلاتا تھا کہ وہ صحیح سمت میں پرواز کر رہے ہیں۔ آدھا گھنٹہ گزرا تو پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے اشارہ موصول ہوا۔ پائلٹ نے اسے آن کر کے کوڈ ورڈز دُہراتے ہوئے کہا: "میں اٹینڈ کر رہا ہوں۔ اوور۔"

دوسری طرف سے کہنے والے نے اپنے کوڈ ورڈز دُہرائے پھر گھبراہٹ سے کہا: "بہت بُری خبر ہے۔ اپنا ہیلی کاپٹر اناطولیہ کی طرف سے لے جاؤ۔ وہاں گڑبڑ ہو رہی ہے۔ ہوائی اڈے پر حملہ ہو گیا ہے۔ یہاں ہر ٹی وی اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعے دُنیا والوں کے سامنے اپنی مجبوریوں کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ تمھیں ہدایت دی جاتی ہے کہ ہیلی کاپٹر کو واپس لے آؤ یا اناطولیہ سے آگے ازمیر کی طرف چلے جاؤ۔ کیا وہاں تک جانے کے لیے ایندھن کافی ہے؟ اوور۔"

"ایندھن کافی ہے۔ ہم ازمیر سے بھی آگے نکل سکتے ہیں۔ اوور۔"

"اچھی بات ہے۔ دوسرے احکامات ملنے تک اپنا سفر جاری رکھو۔ میں پھر رابطہ قائم کروں گا۔ اوور اینڈ آل۔"

میں نے سوچ کے ذریعے سونیا سے کہا: "اناطولیہ کے ایئرپورٹ پر گڑبڑ ہو گئی ہے۔ ٹی وی آن کرو۔ ذرا دیکھا جائے۔"

اس نے آگے بڑھ کر ٹی وی کو آن کیا۔ وہاں کا منظر پیش کیا جا رہا تھا۔ کئی جگہ آگ لگی ہوئی تھی کبھی کبھی فائرنگ کی آواز سُنائی دیتی تھی۔ میں نے کاہال تنظیم کے سربراہ ری مونڈیل کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ بھی دوسرے یہودی اکابرین کی طرح پریشان تھا اور ٹی وی اسکرین پر نگاہیں جمائے بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ کبھی وہ ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم کرتا تھا اور کبھی اسکرین پر وہ مناظر دیکھتا تھا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اناطولیہ میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے، اس میں یہودیوں کا ہاتھ نہیں ہے۔

تھوڑی دیر بعد اسکرین پر اناطولیہ کے فوجی افسران نظر آئے۔ ان کے ساتھ اسرائیل کی طرف سے ایک یہودی سفارت کار اور اس کے اسسٹنٹ نظر آ رہے تھے۔ اناطولیہ ٹی وی سے تعلق رکھنے والے ایک افسر نے مائیک ہاتھ میں لے کر کہا: "ہمارے ٹی وی کا عملہ یہاں بہت پہلے آ چکا تھا۔ اس نے جہاں کیمرے نصب کیے ہیں، وہ اب بھی وہاں موجود ہیں۔ ہمارے کیمرہ مین ان بدترین حالات میں بھی جان پر کھیل کر تخریب کار روائیوں کے یہ مناظر فلمبند کر رہے ہیں۔ مقامی آرمی کے افسران نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ جلد ہی حملہ آوروں پر قابو پا لیا جائے گا۔ میں یہاں آرمی کے ایک ذمے دار افسر سے سوال کرتا ہوں: 'جناب! یہ حملے کس کی جانب سے ہو رہے ہیں؟ کیا آپ اس پر روشنی ڈالیں گے؟'"

فوجی افسر نے کہا: "میں ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن اتنا ضرور کہتا ہوں کہ کچھ ایسے دشمن عناصر ہیں جن کی نظر میں مسٹر فرہاد اور یہودیوں کی دوستی کھٹک رہی ہے۔"

یہودی سفارت کار نے آگے بڑھ کر کہا: "مسٹر فرہاد یہاں پہنچنے والے تھے لیکن اس سے پہلے ہی دشمنوں نے ہنگامے شروع کر دیے، تاکہ ہم بابا صاحب کے ادارے تک مسٹر فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی کو بخیریت پہنچانے میں ناکام رہیں اور ان کے سامنے شرمندہ ہوں۔"

پھر اس نے مائیک کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا: "اس وقت مواصلاتی سیارے کے ذریعے بیشتر ممالک کے ٹی وی اسکرین پر ان مظالم کے جیتے جاگتے مناظر دیکھے جا رہے ہیں جو ہم پر ڈھائے جا رہے ہیں۔ میں اپنے ملک و قوم کی جانب سے دُنیا کے تمام انسان دوست ناظرین سے عرض کرتا ہوں اور اپنے اس حوصلے کا اظہار کرتا ہوں کہ ہم

کمزور اعصاب کے لوگ نہیں ہیں۔ ہم ناگہانی آفات کا مقابلہ کرنا جانتے ہیں۔ بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرتے رہنا یہودی قوم کا ایک طرۂ امتیاز رہا ہے اور ہم ہمیشہ سُرخرو رہے ہیں۔ آج بھی ہم بابا صاحب کے ادارے کے تمام عہدے۔ ران کو یقین دلاتے ہیں کہ مسٹر فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی کو ہر حال میں صحیح سلامت ان کے ادارے تک پہنچا یا جائے گا۔"

سونیا نے "یہ ہے ب ، اگر مجھے اشارہ کیا پھر سوچ کے ذریعے پوچھا "کیا یہ یہودیوں کی چالیں ہیں؟"

میں نے پُورے وثوق سے جواب دیا "نہیں، یہ خود حیران و پریشان ہیں۔ ویسے سب سمجھ رہے ہیں کہ ماسک مین یا سپر ماسٹر کی خطرناک تنظیمیں یہ تخریب کارروائیاں کر رہی ہیں۔ یہودیوں نے فرہاد علی تیمور سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے اور اسے اپنے ایک نوجوان کے دماغ میں منتقل کرنے کا جو ایک طویل منصوبہ بنایا ہے اور اس کی ابتدا اس نام نہاد دوستی سے کی ہے اور یہ خطرناک تنظیمیں اس منصوبے کو سبوتاژ کر رہی ہیں۔"

میں سونیا سے ضروری باتیں کرنے کے بعد پھر سجاد کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت پائلٹ ٹرانسمیٹر کے ذریعے بات کر رہا تھا اور یقین دلا رہا تھا کہ ان کا ہیلی کاپٹر بالکل صحیح حالت میں ہے۔ کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے اور وہ سب بڑے آرام سے سفر کر رہے ہیں۔ ترکی کے ساحلی علاقے کے قریب پہنچنے کے بعد ہیلی کاپٹر کا راستہ بدل دیا جائے گا۔ لہٰذا انا طولیہ کے کنٹرول ٹاور کو ہدایت کر دی جائے کہ جب بھی ہم ان سے رابطہ قائم کریں وہ ہمیں ازمیر کے لیے گائیڈ کر دیں اور . . ."

وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن یکلخت خاموش ہو گیا۔ ٹرانسمیٹر کے مائیک والے حصّے میں ایک ہلکی سی کھٹ کی آواز سنائی دی تھی پھر وہ مائیک اپنی اصلی حالت میں نہیں رہا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے گولی داغ دی ہو۔ پائلٹ نے تعجب سے ٹرانسمیٹر کو دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر اس حصّے کو چھُوا۔ یقیناً ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی نے فائرنگ کی ہو اور اس حصّے کو نقصان پہنچا دیا ہو۔ اب اس کی آواز دوسری طرف سُنی نہیں جا سکتی تھی۔ اس اثنا میں دوسری طرف سے برابر کال ہو رہی تھی۔ بار بار پوچھا جا رہا تھا "تم خاموش کیوں ہو؟ جواب دو۔ اور کیا کہنا چاہتے ہو؟ اوور۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ پائلٹ نے مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا تو ایک گارڈ نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

پائلٹ نے اپنے مُنہ کے سامنے سے مائیک ہٹاتے ہوئے کہا۔ "کسی نے ٹرانسمیٹر پر فائر کیا ہے۔ اب ہمیں یہاں سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔"

گارڈ نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر اعلیٰ بی بی سے معذرت چاہتے ہوئے ذرا آگے جھک کر ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھ کر کہا "یہ کیسے ممکن ہے؟ یہاں کون فائر کر سکتا ہے؟ فائر کی آواز بھی نہیں آئی۔ اگر سائلنسر بھی لگا ہوتا تو کم از کم کھٹکا سُنائی دیتا پھر ہم میں سے کس کے پاس ہتھیار ہے؟ صرف ہم دو مسلح فوجی ہیں۔ تم تینوں نہتے ہو۔"

واقعی بڑی حیران کن سچویشن تھی۔ میں سجاد کے دماغ میں بیٹھا ایک ایک کو تک رہا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس وقت کیا کیا جائے۔ اعلیٰ بی بی اپنی جگہ خاموش بیٹھی تھی اور ایک ایک کا مُنہ یوں دیکھ رہی تھی جیسے وہ بھی اس گتھی کو سلجھانے کے لیے کسی کی طرف سے کوئی معقول بات سُننا چاہتی ہو۔

کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ دوسری طرف ٹرانسمیٹر سے بار بار آوازیں آ رہی تھیں "ہیلو، ہیلو، تم نے رابطہ کیوں ختم کر دیا؟ جواب دو۔ کیا تم راستے سے بھٹک گئے ہو؟ کوئی پرابلم ہو تو فوراً بتاؤ۔" اگر چند منٹ کے اندر جواب نہ ملا تو ہم تمہیں ٹریس آؤٹ کرنے کے لیے یہاں سے کوئی دوسرا ہیلی کاپٹر یا طیارہ روانہ کریں گے۔"

دوسری طرف سے بار بار چیخ کر پائلٹ کو مخاطب کیا جا رہا تھا لیکن ہیلی کاپٹر کے اندر سے پائلٹ تو کیا ہم سب بھی چلّا کر جواب دیتے تب بھی ہماری آواز دوسری طرف نہیں پہنچ سکتی تھی۔ پائلٹ نے پریشان ہو کر کہا "یہ میری زندگی کا سب سے عجیب واقعہ ہے۔ میں محسوس کر رہا ہوں لیکن یقین نہیں کر سکتا کہ کسی نے گولی چلائی اور ٹرانسمیٹر خراب ہو گیا۔ پلیز، آپ لوگ ایک دوسرے کو چیک کریں۔ بُرا ماننے کی بات نہیں ہے، ہم سب کی زندگی خطرے میں ہے۔ اگر اسی طرح ہیلی کاپٹر کو بھی کوئی نقصان پہنچا تو ہم صحیح سلامت زمین تک نہیں پہنچ سکیں گے، اور یہ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ ہم زمین کی بلندی پر بھی نہیں ہیں۔ سمندر پر پرواز کر رہے ہیں۔ گریں گے تو ہماری لاشوں کا پتا بھی نہیں چلے گا۔"

میں نے سونیا کو ہیلی کاپٹر میں ہونے والے اس عجیب و غریب واقعے کے متعلق بتایا تو وہ بھی بے یقینی سے میرا مُنہ تکنے لگی۔ میں نے کہا "یقین کرنے کے باوجود ایسا ہو رہا ہے۔ ذرا ٹھہرو، میں معلوم کر کے آتا ہوں۔"

میں پھر وہاں پہنچ گیا۔ دونوں گارڈ اعلیٰ بی بی اور سجاد سے معذرت چاہتے ہوئے ان کی تلاشی لے رہے تھے اور تلاشی لینے کے بعد دوبارہ معذرت کر رہے تھے۔ انھوں نے پائلٹ کی بھی تلاشی لی لیکن اس کے پاس سے بھی کوئی ہتھیار نہیں نکلا۔ ایک گارڈ نے نعرہ لگا کر جگہ کا معائنہ کیا جہاں ٹرانسمیٹر خراب ہو گیا تھا اور کسی کام کا نہیں رہا تھا۔ اس نے اس حصّے کو چھُو کر کہا "گولی لگنے سے ایسا نشان نہیں بنتا۔ معلوم ہوتا ہے کوئی بہت ہی تیز جلتی ہوئی چیز یہاں آ کر گری اور یہ حصّہ کچھ پگھل گیا۔"

دوسرے نے کہا "کیسی باتیں کر رہے ہو؟ ٹرانسمیٹر کا غذ کا نہیں

سیل کا ہے۔ کیا ہم یقین کر لیں کہ کوئی جلتی ہوئی چیز آئی اور اس نے چشم زدن میں اس حصّے کو بالکل موم کی طرح پگھلا دیا؟"

یہ ایسا سوال تھا جس کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا لیکن جواب کی صورت میں وہ ٹرانسمیٹر ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔

بُرے لیے بھی شدید حیرانی کی بات تھی۔ ایک بار جی میں آئی کہ اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچوں۔ اس کے لیے میں نے سونیا سے مشورہ لیا۔ وہ بولی۔ "کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر حالات زیادہ ابتر ہو جائیں گے اور اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرنے کی صورت ہی بچاؤ کی واحد صورت ہو گی تو پھر خیال خوانی کا مقصد بھی پورا ہو گا ورنہ کیا فائدہ ہے؟ وہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گی کہ اس کے پاس بیٹھا ہوا سجاد فرہاد نہیں ہے۔"

میں نے اس کی بات مان لی پھر سجاد کے پاس پہنچ کر وہاں کے حالات کا جائزہ لینے لگا۔ ہیلی کاپٹر کے اندر اور کوئی ایسی خرابی پیدا نہیں ہوئی تھی جس سے انھیں نقصان پہنچتا۔ وہ سب بخیریت تھے اور یقین تھا کہ خیریت سے سفر اختتام پذیر ہو گا۔

میں نے کاہال تنظیم کے سربراہ ری مونڈیل کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اس کے پاس بھی یہ اطلاع پہنچ گئی تھی کہ ہیلی کاپٹر سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا ہے۔ پائلٹ کی آواز سُنائی نہیں دے رہی ہے۔ فوراً اس ہیلی کاپٹر کو ٹریس کیا جائے۔

اسرائیلیوں کو اطمینان تھا کہ فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی کو وہاں سے روانہ کرنے کے بعد انھیں سکون نصیب ہو گا اور وہ دو چار گھنٹے آرام سے مینڈیٹ پوری کرنے کے بعد جشنِ آزادی میں بھرپور حصّہ لیں گے لیکن یہ ایک نئی جھنجلا دینے والی اور بے انتہا پریشانی میں مبتلا کرنے والی خبر موصول ہوئی تھی۔ فرہاد کو اوّل تو وہ رہا نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن جب رہا کر دیا تو کوئی مقصد حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ وہ ایک طرح سے بدنام ہونے والے تھے کہ یہ یہودیوں نے کوئی چال چلی ہے۔ فرہاد کو پیرس لے جانے کے بہانے کسی دوسری جگہ لے جا کر چھپا دیا ہے۔

تمام بڑے بڑے افسران اپنے ماتحتوں پر جھنجلا رہے تھے۔ بوکھلائے ہوئے احکامات صادر کر رہے تھے اور اس ہیلی کاپٹر کو ٹریس کرنے کے سلسلے میں ضروری اقدامات کر رہے تھے۔

سونیا نے کہا "تم سجاد اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ رہو۔ یہ نہ دیکھو کہ دوسرے لوگ ان کی حفاظت کے لیے کیا کر رہے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اس ہیلی کاپٹر کا ٹرانسمیٹر کیسے خراب ہو گیا؟ کیا تم نے ان اولڈ مسلح جوانوں کے دماغوں کو اچھی طرح کُرید کر معلومات حاصل کی ہیں؟"

"اچھی طرح کُریدنے سے کیا مُراد ہے؟ بس اتنا ہی معلوم ہے کہ وہ بھوندی فوجی ہیں اور اپنے ملک کے وفادار ہیں۔"

"وہ کسی خطرناک تنظیم کے وفادار بھی ہو سکتے ہیں۔ دولت کے وفادار لوگ

کے قدم اکھاڑ دیتی ہے۔"

میں دوسرے ہی لمحے ایک گارڈ کے دماغ میں پہنچ کر آہستہ آہستہ اس کے چودہ طبق الات پڑھنے لگا پھر میں نے دوسرے گارڈ کے خیالات پڑھے۔ کوئی سازش نظر نہیں آئی۔ وہ دل و جان سے اپنی حکومت کے وفادار تھے اور اس کی خاطر اپنی جان بھی دے سکتے تھے۔

میں نے ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے والے سب لوگوں کے دماغوں کو اچھی طرح ٹٹول لیا تھا۔ سجاد تو میرا دیکھا بھالا تھا۔ صرف اعلیٰ بی بی رہ گئی تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ نہتی کیا کر سکتی تھی؟ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا پھر ایسا ہتھیار کہاں سے آتا جو کسی کو نظر نہ آتا اور ٹرانسمیٹر کو ناکارہ بنا دیتا۔

میرے سوچنے کے دوران اعلیٰ بی بی نے پائلٹ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "کیا ہم ٹرانسمیٹر کے بغیر صحیح سمت میں سفر کر سکیں گے؟"

"یس مادام! یہ میرے سامنے جو قطب نما نظر آ رہا ہے، اس کے ذریعے ہم صحیح سمت میں سفر کریں گے۔ یہاں ایسے آلات ہیں، جن کے ذریعے مجھے ہیلی کاپٹر کے باہر بدلتے ہوئے موسم اور ہوا کے کم اور زیادہ دباؤ کا اندازہ ہوتا رہے گا۔"

ایک گارڈ پچھلی سیٹ سے اٹھ کر اعلیٰ بی بی کے قریب جھکتے ہوئے ان آلات کو دیکھ رہا تھا جن کا ذکر پائلٹ نے کیا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے ایک طرف سرکتے ہوئے بیزاری سے کہا "مسٹر! اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہاں ہماری سیٹ پر آ جائیں۔ میں فرہاد کے ساتھ پچھلی سیٹ پر چلی جاتی ہوں۔ آپ لوگوں کو بار بار اُٹھ کر ہم لوگوں پر جھکنا پڑتا ہے۔"

سجاد نے کہا "ہمیں درمیان میں بٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم کوئی قیدی تو نہیں ہیں کہ فرار ہونے کا ڈر ہو۔"

گارڈ نے عاجزی سے مسکراتے ہوئے کہا "جناب! آپ یہ کیا فرماتے ہیں! ہم خادم ہیں۔ آپ واقعی پچھلی سیٹ پر چلے آئیں۔ ہم اُدھر آ جاتے ہیں۔"

وہ سیٹ بدلنے لگے۔ پہلے سجاد ایک طرف ہٹ گیا اور گارڈ آگے بڑھ کر اس کی سیٹ پر بیٹھا۔ سجاد پچھلی سیٹ پر آ گیا۔ اس کے بعد دوسرا گارڈ اعلیٰ بی بی کی طرف گیا اور اعلیٰ بی بی اس کی سیٹ پر پیچھے آ گئی۔ اس کی سیٹ پر بیٹھنے والے گارڈ نے پائلٹ کے قریب جھک کر آلات کو دیکھا۔ اسی وقت شیشہ تڑخنے کی ہلکی سی آواز سُنائی دی۔ سب نے چونک کر دیکھا۔ قطب نما کا شیشہ تڑخ گیا تھا اور اس کی سوئی ٹیڑھی ہو کر ایک طرف مڑ گئی تھی۔ گارڈ نے ہاتھ بڑھا کر سوئی کو چھُوا اور کہا "اوگاڈ! ٹرانسمیٹر کے مائیک کی طرح یہ سوئی بھی ذرا سی پگھل گئی ہے۔ اسے بھی کسی طرح آنچ لگی ہے مگر کیسے؟"

واقعی حیرانی کی اس انتہا کو پہنچنے کا مقام تھا، جہاں انسانی عقل کام نہیں کرتی اور آدمی یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ انسانی عمل نہیں بلکہ کوئی روحانی عمل ہے۔ میں نے سوچ کے ذریعے سونیا سے کہا۔ "بھئی حیرت کی انتہا ہو رہی ہے۔ وہاں ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں جنھیں عقل تسلیم نہیں کرتی۔ مثلاً یہ کہ ابھی قطب نما کا شیشہ آپ ہی آپ تڑخ گیا۔ اس کی سوئی ٹیڑھی ہو گئی۔ یوں نچھل گئی جیسے اُسے آنچ دکھائی گئی ہو۔"

"تعجب ہے! یہ سب کیسے ہو رہا ہے جب کہ ہیلی کاپٹر زمین پر ہے نہ آسمان پر! اس میں صرف پانچ افراد ہیں۔ میرا خیال ہے اب اعلیٰ بی بی کے دماغ میں جھانک کر دیکھنا ہی ہوگا۔ صرف وہی ایک رہ گئی ہے جس کو تم نے چیک نہیں کیا ہے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ چپکے سے اپنی سوچ کی لہریں وہاں نشر کروں گا۔ اگر وہ محسوس کرے گی، مجھے مخاطب کرے گی، تب بھی میں جواب نہیں دوں گا۔ دیکھا ہوں، وہ کیا سمجھتی ہے اور اپنے طور پر میرے متعلق کیا فیصلے کرتی ہے۔"

میں صوفے پر بیٹھی مار کر بیٹھ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ سانس سینے میں روک لی پھر بہت آہستہ آہستہ سانس چھوڑتے ہوئے اپنی سوچ کی لہروں کو اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچانے لگا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے والے ساتھیوں کی گفتگو سُن رہی تھی اور اس میں حصّہ بھی لے رہی تھی۔ جیسے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچا، وہ ایک ذرا چپ ہوئی، ذرا سنبھلی پھر اسی طرح گفتگو میں حصّہ لینے لگی۔ یہ تاثر دینے لگی جیسے وہ اپنے دماغ میں سوچ کی لہریں محسوس نہیں کر رہی ہے۔ میں کچھ خاموش رہا۔ دیکھنا چاہتا تھا، وہ کب تک انجان بنی رہ سکتی ہے۔"

ذرا دیر بعد ہی وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھ گئی پھر اپنی مالا کے ایک موتی کو دائیں ہاتھ کی چٹکی سے تھام لیا۔ اب اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"میں اعلیٰ بی بی ہوں۔ اس عہدے کو حاصل کرنے کے لیے ذہانت، چالاکی، معاملہ فہمی اور حاضر دماغی سے فیصلہ کرنے کے امتحانات پاس کرنا لازمی تھے اور میں ہر امتحان میں پاس ہوتی گئی۔ بابا فرید واسطی جیسے عظیم انسان نے مجھے معاملہ فہم اور حاضر دماغ تسلیم کیا ہے پھر میں یہودیوں کے درمیان میں آ کر کیسے معاملہ فہمی اور حاضر دماغی سے کام نہ لیتی۔ انھوں نے توہینی عمل کے ذریعے مجھے دوست بننے کی طرف مائل کیا۔ میں مائل ہونے لگی۔ بابا صاحب نے مجھے یہی سکھایا ہے، دُشمن دوستی کا فریب دے کر ساتھ چلنے کے لیے کہے تو انکار نہ کرو۔ اس کے ساتھ چلو۔ ساتھ چلتی جاؤ۔ کسی نہ کسی مقام پر فریب کھلے گا اور تمھیں اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ نظر آ جائے گا۔

میں اسی وقت کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے بابا صاحب کے مشورے پر جب بھی عمل کیا ہے ہمیشہ کامیاب رہی ہوں۔ آج مجھے خوشی ہے کہ میں بڑی کامیابی سے سجاد کو یہودیوں کے چنگل سے نکال کر لے جا رہی ہوں۔"

میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا تم سجاد کو سجاد ہی سمجھ رہی ہو، کیا تم....؟"

"بس کرو، فرہاد! تم نے اعلیٰ بی بی کو موم کی مُورت سمجھ لیا ہے۔ میں تمھارے اس رویّے سے ناراض نہیں ہوں کہ تم نے پیرس میں مجھے خوابیدہ حالت میں ہپناٹزم کے ذریعے اپنی معمولہ بنایا اور میں چپ چاپ تمھاری معمول بنتی رہی تمھیں احساس تک نہ ہونے دیا کہ میں ڈھونگ رچا رہی ہوں۔"

"میں حیران ہوں۔ کیا تم اس قدر حیرت انگیز قوتِ ارادی کی مالک ہو کہ میں اور ربی اسفندیار دونوں ہی تم پر توہینی عمل کرنے میں ناکام رہے ہیں؟"

"ربی اسفندیار کیا چیز ہے! میں وہ عورت ہوں جس نے بچپن، جوانی تک کتنے ہی قیمتی سال بابا صاحب کے قدموں میں گزارے ہیں۔ ان سے صرف جدید علوم ہی نہیں بلکہ روحانیت کے سلسلے میں بھی بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ میں سانس روک لیتی ہوں اور اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہوں، حتیٰ کہ ربی اسفندیار جیسا جہاندیدہ، تجربہ کار ہپناٹزم کے ماہر کا توہینی عمل بھی مجھ پر اثر نہ کر سکا۔ اس کی صرف ایک وجہ ہے اور وہ ہے میری قوتِ ارادی۔ یہ قوت انتہا کو پہنچے تو روحانی قوت میں بدل جاتی ہے۔"

"جب میں پیرس میں تم پر توہینی عمل کر رہا تھا تو تم نے خود کو مجھ سے کیوں چھپایا؟"

"تمھارے ارادے ظاہر ہو گئے تھے۔ تم اپنے آپ کو مجھ سے چھپانا چاہتے تھے تمھیں اندیشہ تھا کہ میں یہودیوں کے چنگل میں پھنس جاؤں گی اور وہ میرے ذریعے تمھاری حقیقت معلوم کر لیں گے تو تم ان کی گرفت میں نہیں ہو۔ پیرس میں آزادانہ گھوم رہے ہو۔ میں نے تمھاری تسلّی کے لیے تمھاری معمول بننا گوارا کر لیا لیکن فرہاد تم نے میرے اعتماد کو بڑی زبردست ٹھیس پہنچائی ہے۔"

"تعجب ہے۔ میں نے تمھارے اعتماد کو کب ٹھیس پہنچائی ہے؟"

"میں نے تمھاری معمول بننے کے بعد سوچا تھا، کبھی میری زندگی میں کوئی ایسی گھڑی آئے گی جب مجھے تمھاری معمول بن کر نہیں رہنا ہوگا۔ تم خود ہی مجھے اپنے توہینی عمل سے آزاد کر دو گے اور مجھے کسی خطرے سے آگاہ کر دو گے یا مجھے کسی گڑھے میں گرنے سے بچا دو گے۔"

"ایسا تمھارے ساتھ کب ہوا ہے؟ کیا میں ہمیشہ تمھاری خیر نہیں رکھتا رہا؟"

"بے شک تم نے میری خیر رکھی۔ اس وقت بھی جب میں پہلی بار کابل تنظیم کے سربراہ اور دوسرے یہودیوں کے ساتھ اس رہائش گاہ میں گئی جہاں سجاد میرا منتظر تھا اور وہ فرہاد کی حیثیت سے مجھ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ جب یہودی اس رہائش گاہ کے برآمدے میں پہنچے تو وہ مجھے کھینچتا ہوا دروازے کے دوسری طرف لے گیا پھر اس نے دروازے کو بند کر دیا۔ اس وقت میں نے سوچا تھا، ایسا کوئی وقت آیا تو تم فوراً میرا بچاؤ کرو گے۔ میں نے اپنے دماغ میں بار بار تمھیں ڈھونڈا لیکن تمھاری سوچ کی لہر محسوس نہیں ہوئی اور میرا دل ٹوٹ گیا۔ گویا تم نے مجھے سجاد کے حوالے کر دیا تھا۔ بولو، تم نے ایسا کیوں کیا؟ کیا میں ایسی گئی گزری ہوں؟ ہرگز نہیں۔ میری زندگی میں اب کوئی نہیں آ سکتا اور تم بھی نہیں آ سکتے۔ میں تم سے بات کرنا نہیں چاہتی۔ پلیز، میرے دماغ سے چلے جاؤ۔"

"غصّہ دکھانے سے پہلے میری بات بھی سُن لو۔"

"میں کچھ نہیں سُنوں گی۔"

"تم یقیناً معاملہ فہم، حاضر دماغ، ذہین، چالاک اور جانے کیا کیا ہو۔ اس کے باوجود ایک عورت ہو۔ جب عورت اپنے کسی ذاتی مسئلے کو اپنی اَنا کا سوال بنا لیتی ہے تو اس کی ساری معاملہ فہمی، حاضر دماغی اور ذہانت دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ کیا یہی تمھاری معاملہ فہمی ہے کہ خود تو غصّہ دکھاؤ اور مجھے صفائی کا موقع بھی نہ دو؟"

"تم صفائی میں کیا کہو گے؟ کیا میں تمھاری مکاریوں کو نہیں سمجھتی ہوں؟"

"اچھا تو سمجھتی رہو۔ میں جا رہا ہوں لیکن تم سے زیادہ دُور نہیں رہوں گا۔ جب بھی مجھے دیکھنا چاہو، سجاد کو دیکھ لینا۔ جب بھی میرے آنے کی توقع کرو تو اس کی آنکھوں میں جھانک لینا.... خدا حافظ۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ سونیا نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"اعلیٰ بی بی پورے فارم میں ہے۔ ہم اسے غلط سمجھ رہے تھے۔" میں اعلیٰ بی بی کے متعلق بتانے لگا۔

وہ حیرانی سے سُنتی رہی پھر سوچتے ہوئے بولی۔ "واقعی وہ بہت گہری ہے لیکن ہمارے درمیان ہمیشہ ایک معمولی عورت کی طرح رہتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے کچھ جانتی نہ ہو۔ ہم جو مشورہ دیتے ہیں اسے قبول کر لیتی ہے۔ جیسے ہم پلاننگ کرتے ہیں، اسی کے مطابق عمل کرتی ہے۔ اب تک تو یہی ہوتا آیا ہے۔ میں نے کئی بار سوچا، آخر کس لیے اعلیٰ بی بی بنائی گئی ہے؟"

"اصل بات یہ ہے کہ اس نے کبھی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ نہیں کیا۔ بابا صاحب کی سچی شاگرد ہے یعنی دوسرے جب کچھ کرتے ہوں تو وہ اپنی انرجی ضائع نہیں کرتی۔ خاموش تماشائی بنی رہتی ہے۔ ہمارے ساتھ بھی یہ تماشائی بنی رہی۔ اب چونکہ وہ تنہا رہ گئی تھی اور اس کے سواہیلی کاپٹر میں کوئی اپنی کارکردگی نہیں دکھا سکتا تھا، لہٰذا وہ دکھا رہی ہے کہ اعلیٰ بی بی کیا چیز ہے اور وقت آنے پر وہ کیا کر سکتی ہے۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "بے چارے ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے والے کبھی ایسی خاموش طبع اور بے ضرر عورت پر شبہ نہیں کریں گے ذرا معلوم تو کرو۔ کیا اس نے اس مالا کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے؟"

"ابھی تو وہ نخرے دکھا رہی ہے۔ مجھ سے ناراضگی ظاہر کر رہی ہے۔ بعد میں معلوم ہو ہی جائے گا کہ اگر وہ مالا کو استعمال کر رہی ہے تو کس طرح؟"

میں سوچ کے ذریعے باتیں بھی کر رہا تھا اور سجاد کے پاس پہنچ کر وہاں کے حالات کا بھی جائزہ لیتا جا رہا تھا۔

سونیا نے پوچھا۔ "اگر اعلیٰ بی بی نے ٹرانسمیٹر کے مائیک اور قطب نما کو نقصان پہنچایا ہے تو اس کا مقصد کیا ہے؟ کچھ معلوم تو کرو۔"

"میں فی الحال اعلیٰ بی بی سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ عورت ناراض ہو، زیادہ نخرے دکھا رہی ہو تو اس کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ اسے احساس دلانا چاہیے کہ اگر شکایات جائز ہوں تو مرد روٹھی ہوئی عورت کو بار بار مناتا ہے لیکن وہ خواہ مخواہ ناراض ہوتی رہے تو اُسے لفٹ نہیں دیتا۔ اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔"

"ویسے دل کی بات کہتا ہوں۔ میری نظروں میں، اس کی توقیر بڑھ گئی تھی۔ وہ ان عورتوں میں سے تھی جو دل پر کسی کا نام لکھتی ہیں تو پھر اُس کی جگہ کسی دوسرے کا نام لکھنا گوارا نہیں کرتیں۔ دل مٹ جائے تو مٹ جائے۔ محبوب کا نام وہاں سے نہیں مٹتا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ بھی کیا تھا۔ ہیلی کاپٹر والوں کو ایسی سچویشن میں لے آئی تھی کہ وہ زمین کے رہے تھے نہ آسمان کے۔ اُن کے دو دست ان کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے سامنے بس ایک ہی رستہ تھا کہ قطب نما کے بغیر سفر کرتے رہیں اور ایندھن کا خیال رکھیں۔ جہاں مناسب جگہ دیکھیں، وہاں ہیلی کاپٹر کو اتار دیں۔"

میں نے سوچا سے کہا۔ "ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے کچھ دیر پہلے کہا تھا کہ ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم نہ ہو تب بھی وہ قطب نما کے ذریعے اناطولیہ سے آگے جا کر از میر پہنچ سکتا ہے ـــــ شاید اعلیٰ بی بی کو یہ منظور نہیں تھا کہ وہ از میر جائے۔ اسی لیے اس نے راستہ بدلنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ہیلی کاپٹر اب بھٹک رہا ہوگا۔ کسی مناسب جگہ کی تلاش میں ہوگا لیکن چاند کی روشنی ہے ہیلی کاپٹر

کی سرچ لائٹ بھی ہے۔ اس روشنی میں اُسے کہیں بھی خشکی پر اُتارا جا سکتا تھا۔

میں نے پائلٹ کی سوچ کا جائزہ لیا۔ وہ خوف زدہ تھا۔ سوچ رہا تھا، ٹرانسمیٹر تباہ ہو گیا۔ قطب نما کام نہیں آ رہا ہے۔ کسی طرح انگوٹھی اور خرابی پیدا ہو گئی تو ہم مارے جائیں گے۔ ہمارے نیچے دور تک سمندر ہے۔ ہم ایسے ڈوبیں گے کہ تلاش کرنے والی پارٹیاں بھی ہمارا سراغ نہیں لگا سکیں گی۔

ایک مسلح جوان نے جھنجلا کر کہا "سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ یہ اچانک دو، دو خرابیاں کیسے پیدا ہو گئیں؟ ہم اپنے لوگوں کو اطلاع بھی نہیں دے سکتے۔"

سنجار نے پوچھا "اگر اطلاع دیتے تو کیا وہ یہاں آ کر یہ خرابیاں دور کر دیتے؟"

وہ مایوس ہو کر بولا "ہاں۔ کوئی یہاں آ کر کچھ نہیں کر سکتا۔"

"میں کر سکتا تھا لیکن تم لوگوں نے یعنی تمھارے بڑوں نے مجھے بے دست و پا بنا دیا ہے۔ اگر میری ٹیلی پیتھی بحال ہوتی تو میں اس ٹیلی کاپٹر کے باہر کے متعلق لوگوں کو اپنی موجودہ پوزیشن سے آگاہ کرتا۔ اس سے پہلے کہ ہم کہیں ڈوب مریں، ہیلی کاپٹر کسی چٹان سے ٹکرا جائے، یقیناً ہمارے لیے بیرونی امداد پہنچ جاتی۔"

سب نے اس کی تائید کی، سب سوچ رہے تھے، کاش اس وقت فرہاد علی تیمور کے پاس ٹیلی پیتھی ہوتی۔ واقعی ایسے وقت یہی ایک ہتھیار کام آ سکتا تھا۔

میں نے کاہل تنظیم کے عہدے داروں کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ ان میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ ایک تو اُن کا ہیلی کاپٹر لاپتا ہو گیا تھا۔ اس پر سب سے اہم بات یہ کہ فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی ہاتھ سے نکل رہے تھے۔ بڈھا ہی موت کے بعد اُن کے لیے بدنامی و جواب دہی کا ایک طویل سلسلہ چھوڑ نے والے تھے

اسرائیلی حکام اپنے تمام دوست ممالک سے رابطہ قائم کر رہے تھے اور ان سے درخواست کر رہے تھے کہ وہ اپنے اپنے ملک سے طیارے اور ہیلی کاپٹر اُن کے لیے فراہم کریں تاکہ اس گمشدہ ہیلی کاپٹر کو تلاش کیا جا سکے۔ انھیں دوست ممالک سے بھرپور تعاون حاصل ہو سکتا تھا لیکن تعاون حاصل کرنے میں خاصا وقت لگتا ہے۔ رات کا ڈیڑھ بج گیا تھا۔ شیڈول کے مطابق اس ہیلی کاپٹر کو اناطولیہ پہنچ جانا چاہیے تھا لیکن ہیلی کاپٹر میں موجود لوگوں کو اس کے سائے میں زمین نظر نہیں آ رہی تھی۔ سمندر ہی سمندر دکھائی دے رہا تھا۔ ایک گارڈ نے پائلٹ سے کہا "ذرا ایندھن چیک کرو۔ ہم کتنی دیر تک پرواز کر سکتے ہیں؟"

"تقریباً دو گھنٹے تک کوئی اندیشہ نہیں ہے لیکن یہ پرواز کب تک جاری رہے گی؟ جب خشکی کا کوئی حصہ نظر نہیں آئے گا اور ایندھن ختم ہو جائے گا تب کیا ہو گا؟"

یہ سوال میرے دماغ میں بھی چبھنے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا "بڑی سخت تشویشناک سچویشن ہے۔ دو گھنٹے تک خشکی کا کوئی حصہ نہ آیا تو وہ سب سمندر میں جا ڈوبیں گے۔"

"اگر ٹرانسمیٹر اور قطب نما میں خرابی پیدا کرنے کی ذمہ دار اعلیٰ بی بی ہے تو اس نے کچھ سوچ کر ہی ایسا کیا ہو گا۔ وہ اتنی نادان نہیں ہو سکتی۔"

میں پھر ان لوگوں کے پاس پہنچ گیا۔ سونیا نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ اعلیٰ بی بی پائلٹ سے پوچھ رہی تھی "اس سروس میں تمھارا کتنا تجربہ ہے؟"

"میں دس برس سے ایک قابلِ اعتماد پائلٹ ہوں۔"

"کیسے تجربہ کار پائلٹ ہو؟ کیا یہاں کا جغرافیہ تمھارے ذہن میں نہیں ہے؟ جس سمندر پر ہم پرواز کر رہے ہیں اس کے چاروں طرف اسرائیل، لبنان، ترکی، یونان، اٹلی، سسلی، لیبیا، مصر ساری زمینیں ہیں۔ ایک سمت میں سیدھی پرواز جاری رکھی جائے تو دو گھنٹے میں ہم کسی نہ کسی خشکی کے حصے میں پہنچ جائیں گے۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ مجھے ایک ہی سمت میں پرواز کو جاری رکھنا چاہیے۔"

وہ بولی "ایک پائلٹ کے لیے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ وہ طیارے یا ہیلی کاپٹر کے بارے میں تکنیکی مہارت رکھتا ہو۔ اسے جغرافیائی محلِ وقوع، موسمیات، ارضی اور بحری نقشوں اور ستاروں کا مکمل علم ہونا چاہیے اور سب سے بنیادی بات یہ کہ ایسے آزمائشی اوقات میں حاضر دماغی سے کام لینا چاہیے۔"

"معذرت مادام! میں یہاں پیدا ہونے والی خرابیوں میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ یہ میری غلطی تھی۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ تاہم اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ ہمارا ہیلی کاپٹر ایک ہی سمت میں سیدھا جا رہا ہے۔ ہمیں جلد ہی خشکی کا کوئی حصہ نظر آ جائے گا۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ دو بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ ہم اپنے کمرے کی لائٹس آف کر دی تھیں۔ صرف زیرو پاور کا ایک بلب روشن تھا۔ میں پھر کاہل تنظیم والوں کے پاس پہنچ گیا۔ تمام اعلیٰ حکام کی نیندیں اڑ گئی تھیں۔ وہ ہیلی کاپٹر کی گمشدگی کو زیادہ سے زیادہ دیر راز میں رکھنا چاہتے تھے۔ مقصد یہی تھا کہ یہ بات ابھی سونیا کو معلوم نہ ہو۔ معلوم ہو گی تو کل آزادی کا دن برباد کی دن میں تبدیل ہو جائے گا۔

سونیا نے مجھ سے معلومات حاصل کرنے کے بعد کہا "وہ زیادہ سے زیادہ دیر نہیں چھپا سکیں گے۔ انھوں نے مواصلاتی سیارے کے ذریعے جو ٹی وی پروگرام پیش کیا ہے اب وہ اس کے پابند ہیں۔ انھوں نے کہا تھا کہ بابا صاحب کے اڈارے میں بھی ٹی وی کیمرے نصب کیے جا رہے ہیں تاکہ اعلیٰ بی بی اور فرہاد کے وہاں پہنچنے تک کا منظر دکھایا جا سکے۔ انھیں صبح پانچ بجے وہ منظر دکھانا ہو گا۔ نہیں دکھانے کا مطلب یہی ہو گا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ ایسے ہی وقت میں میری طرف سے کوئی جوابی کارروائی ہو سکے گی۔"

میں نے کہا "ابھی تو اعلیٰ بی بی اور سنجار کی طرف سے پریشانی ہے۔ وہ کہیں بخیریت پہنچ جائیں تو ہمیں اطمینان ہو گا۔"

میں پھر ان کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت پائلٹ کہہ رہا تھا۔ "ہم پہنچ رہے ہیں۔ زمین کے قریب پہنچ رہے ہیں۔"

وہ سرچ لائٹ کو ایک مخصوص زاویے تک لا رہا تھا اور ہیلی کاپٹر کی پرواز کو ذرا نیچے کر رہا تھا۔ سب نے سرچ لائٹ کی روشنی میں دیکھنا شروع کیا۔ چاندنی رات کے باوجود زمین کا وہ حصہ کچھ زیادہ واضح نہیں تھا۔ پائلٹ نے کہا "یہ اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں۔ خدا کا شکر ہے، فضا کہر آلود نہیں ہے ورنہ کسی پہاڑ کی چوٹی سے ہیلی کاپٹر کے ٹکرانے کا اندیشہ ہوتا۔"

ایک گارڈ نے مشورہ دیا "اسے جلدی سے کسی مناسب جگہ اتارنے کی کوشش کرو۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ ایندھن بچانا چاہیے تاکہ دن کی روشنی میں یہاں کا جغرافیہ معلوم ہو سکے اور ہم کسی قریبی شہر تک پہنچ سکیں۔"

میں نے سونیا کو بتایا "وہ خشکی کے کسی حصے میں پہنچ گئے ہیں۔ وہ کون سا ملک اور شہر ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے بہرحال وہ اب محفوظ رہیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد پھر میں نے سنجار کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اب وہ ہیلی کاپٹر کہیں اتر رہا تھا۔ چاروں طرف بلند پہاڑ نظر آ رہے تھے۔ ہر طرف چٹانوں اور پتھروں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ جگہ یوں لگ رہی تھی جیسے وہ کسی گہرے کنویں میں اترتے جا رہے ہوں۔ پائلٹ کی سوچ نے بتایا کہ اسے فی الحال یہی مناسب جگہ نظر آ رہی ہے۔ کسی اور جگہ کی تلاش کے لیے پرواز کو جاری رکھا جاتا تو کسی چٹان سے ٹکرانے کا اندیشہ تھا۔ اسی لیے اس نے وہیں اترنا مناسب سمجھا تھا۔ بہرحال اس نے گھڑی دیکھی۔ وہ تین بجے زمین پر پہنچ گئے تھے۔

وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھے رہے۔ سرچ لائٹ کو چاروں طرف گھما کر دیکھتے رہے۔ کسی سمت پچاس گز، کسی سمت سو گز اور کہیں دو سو گز کے فاصلے پر بلند پہاڑیاں یوں لگ رہی تھیں جیسے ان کے چاروں طرف پتھروں اور چٹانوں کی دیواریں چُن دی گئی ہوں۔ آس پاس کھلی فضا نہیں تھی۔ کھلا آسمان بھی تھا لیکن یہ دیکھنے کے لیے انھیں بیسی کاپٹر سے باہر نکلنا پڑتا لیکن ابھی وہ نکلنا نہیں چاہتے تھے۔ اس علاقے کو اچھی طرح سمجھنا چاہتے تھے کہ کہاں ہیں؟ باہر نکلنے میں کوئی خطرہ تو پیش نہیں آئے گا یا اس ویرانے میں وہ محفوظ رہیں گے؟

میری سوچ کی لہریں اعلیٰ بی بی کے دماغ تک پہنچیں۔ اس نے محسوس کیا لیکن میری آمد پر اعتراض نہیں کیا۔ میں نے کہا "میں تمھیں منانے نہیں آیا ہوں۔"

"مجھے منائے جانے کا شوق نہیں ہے۔"

"بڑی اچھی بات ہے۔ سونیا کو بھی شوق نہیں ہے۔ تم نے بارہا دیکھا ہے کہ میں بلا وجہ سونیا کو نظر انداز کر دیا کرتا ہوں۔ لیکن طویل مدت کے بعد جب ہم ملتے ہیں تو تمام گلے شکوے آپس ہی میں دور ہو جاتے ہیں..... محبت میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جب تمھیں محبت کے آداب سمجھ میں آ جائیں گے تمھاری ناراضگی دور ہو جائے گی۔"

"میں تمھارا لیکچر سننا نہیں چاہتی۔ بولو، کیوں آئے ہو؟"

"تم نے ٹرانسمیٹر اور قطب نما میں خرابی کیوں پیدا کی اور کیسے پیدا کی؟"

اس نے سر جھکا کر اپنی مالا کو دیکھا۔ پھر اس کے ایک موتی کو ایک چٹکی میں تھام لیا۔ اس کے بعد کہنے لگی "میں یہ مالا پہن کر تل ابیب پہنچی تھی۔ وہاں میرے تمام سامان کی تلاشی لی گئی۔ اس مالا کے متعلق کئی طرح کے سوالات کیے گئے۔ میں نے اسے اداکران کے حوالے کر دیا۔ انھوں نے اسے تین دن تک اپنے پاس رکھا۔ پتا نہیں اسے کتنے ماہرین کو دکھایا ہو گا۔ بہرحال میں جانتی تھی اسے کوئی سمجھ نہیں پائے گا اور کوئی اس مالا کو نقصان بھی نہیں پہنچائے گا۔ کیونکہ وہ ہم سے دوستی کرنا چاہتے تھے اور جس سے دوستی کرنا ہو اس کی کسی چیز کو نقصان نہیں پہنچایا جاتا۔ ہاں اگر وہ نقصان پہنچاتے تو اس مالا کے کسی ایک موتی کو بھی توڑ دیتے تو شاید ماہرین اس میں سے کسی راز کو پا لیتے۔"

میں نے پوچھا "میں وہی راز جاننا چاہتا ہوں۔"

وہ چند لمحوں تک چپ رہی۔ پھر اس نے کہا "ان موتیوں میں اٹامک ری ایکٹر کے ذریعے حاصل کی ہوئی شمسی توانائی ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ شمسی توانائی ہم نے کیسے حاصل کی جبکہ یہ ایک بہت ہی مہنگا پروجیکٹ ہے۔ دنیا کی چند بڑی حکومتیں اس سے استفادہ کرتی ہیں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب بابا فرید واسطی صاحب اٹلی میں تابکاری اثرات کے ایک انسٹی ٹیوٹ کے ریسرچ اسکالر تھے۔ وہاں شمسی توانائی کو بھٹی کی شکل میں محفوظ کر کے اس کے منظم طور پر انخلا کے طریقوں پر تجربات ہو رہے تھے۔ یورینیم اور پلاٹونیم کے وہ اجزاء جو قابلِ تقسیم ہوتے ہیں انھیں ایندھن کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ سائنسداں شمسی توانائی کو بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز میں ذخیرہ کرنے کے تجربات کر رہے تھے۔ بابا فرید واسطی صاحب نے ان سائنسدانوں کی لاعلمی میں خفیہ طور پر ان موتیوں میں شمسی توانائی کو محفوظ

کرنے کا تجربہ کیا اور اس میں کامیاب رہے۔"

اعلیٰ بی بی نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا۔"ان موتیوں میں شمسی توانائی سے حاصل کی ہوئی حرارت محفوظ ہیں۔ یہ حرارت جب ایک موتی سے خارج ہوتی ہے تو کسی کو نظر نہیں آتی لیکن اپنے ہدف پر سیدھی پہنچ کر اسے بگھلا دیتی ہے اور وہ ناکارہ ہو جاتی ہے۔"

اعلیٰ بی بی کہہ رہی تھی اور میں سن رہا تھا۔ وہ جس تفصیل سے بیان کر رہی تھی اگر میں وہ تفصیل رقم کروں تو ہمارے بیشتر قارئین کو اس سے دلچسپی نہیں ہوگی۔ صرف وہ حضرات دلچسپی سے پڑھیں گے جو سائنسی معلومات حاصل کرنے پر خاصی توجہ دیتے ہیں۔ میں مختصر طور پر اتنا کہہ دوں کہ ان موتیوں سے جو مختلف رنگ نمایاں ہوتے رہتے تھے ان کی بنیاد سائنس کے اس کلیے یا اصول پر ہے کہ دو آئینے ایک دوسرے کے سامنے ساٹھ درجے کے زاویے پر رکھے جائیں تو ان سے مختلف رنگوں کی شعاعیں منعکس ہوتی ہیں۔ ان تجربات کے نتیجے میں جو آلہ تیار کیا جاتا ہے، اسے کلائیڈا سکوپ کہتے ہیں۔ وہ موتی بھی کلائیڈا سکوپ کی مانند تھے۔ اگر کسی شیشے کی نلکی میں شیشے کی پٹیوں کو اس طور پر رکھا جائے کہ نلکی کو گھمانے پر شیشے کی وہ پٹیاں ذرا ایک دوسرے سے ہٹ جایا کریں تو اس طرح باہمی انعکاس کی وجہ سے اس کے اندر سے نئے بنتے دلکش چمکدار نمونے ظاہر ہوں گے اور وہ رنگوں کی صورت میں ہوں گے۔

مالا کے وہ موتی قدرتی نہیں تھے بلکہ صناعی کا بہترین نمونہ تھے۔ انھیں سائنس کے اسی کلیے کی بنیاد پر بنایا گیا تھا۔ جب تک ان موتیوں میں شمسی توانائی سے حاصل کی ہوئی حرارت محفوظ رہتی تھی اس حرارت کے باعث وہ موتی چمکتے دمکتے رہتے تھے اور مختلف رنگوں کی نمائش کرتے رہتے تھے۔ جب ان سے حرارت خارج ہو جاتی تھی تو وہ رنگ ماند پڑ جاتے تھے۔ ابھی اعلیٰ بی بی نے ایک موتی کو استعمال کیا تھا اور اس کے ذریعے ٹرانسمیٹر اور قطب نما کو بیکار کر دیا تھا۔ اس وجہ سے اس موتی میں حرارت کم پڑ گئی تھی۔ اس کی چمک بھی ماند پڑ گئی تھی لیکن دوسرے دن اگر وہ اسے دھوپ میں اس طرح رکھتی کہ دو آئینے ساٹھ درجے کے زاویے پر رکھے جاتے، سورج کی شعاعیں ان آئینوں پر پڑتیں اور ان آئینوں سے منعکس ہونے والی شعاعیں اس موتی تک پہنچتیں تو پھر اتنی ہی حرارت اس موتی میں ذخیرے کی صورت میں محفوظ ہو جاتی۔

میں نے یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ بی بی سے پوچھا۔"یہ باتیں سمجھ میں آ گئیں۔ اب یہ بتاؤ کہ ان موتیوں سے حرارت کیسے خارج ہوتی ہے؟ یہودی ماہرین نے انھیں ہر طرح سے پرکھا ہے۔ حرارت کے خارج ہونے کا کوئی تو راستہ انھیں نظر آنا چاہیے تھا؟"

وہ ہار کو اپنی گردن میں گھماتے ہوئے اس حصے پر پہنچی جہاں ہار کو عام طور سے ہک کے ذریعے منسلک کیا جاتا ہے لیکن اس مالا میں ہک نہیں تھا۔ اس کی جگہ مستقل جوائنٹ نظر آتا تھا اور جوائنٹ کے دوسروں کو چٹکیوں سے تھام کر دبایا جائے تو ہلکی سی کلک کی آواز آتی تھی۔ آواز اتنی ہلکی ہوتی تھی کہ کان کے قریب لانے سے سنائی دیتی تھی۔ اعلیٰ بی بی کے لیے ضروری نہیں تھا کہ وہ کان کے قریب لا کر سنتی۔ وہ اس مالا کو آپریٹ کرنا جانتی تھی۔ انڈرٹے سے اس چوکور کو ہولے ہولے دباتی تھی۔ پہلی مرتبہ سات بار دبایا جاتا تھا۔ اس کے بعد چند سیکنڈ کا وقفہ ہوتا تھا۔ پھر آٹھ بار دبایا جاتا تھا۔ پھر چند سیکنڈ کے وقفے کے بعد چھ بار وہی عمل ہوتا تھا۔ اس طرح بسم اللہ کے حروف سات سوچیا سی بن جاتے تھے۔ جب یہ اعداد مکمل ہو جاتے تو اس مالا کا ہر موتی اپنے اندر کی حرارت کو خارج کرنے کے لیے تیار رہتا تھا۔ اعلیٰ بی بی کسی ایک موتی کو ایک چٹکی میں دبا کر اسے ہونٹوں کے قریب لاتی تھی۔ پھر ہولے سے پھونک مارتی تھی۔ دوسری طرف سے حرارت خارج ہو کر ٹھیک اپنے ہدف تک پہنچ جاتی تھی۔

میلی کاپٹر کے اندر بہت دیر تک خاموشی رہی۔ وہ وہیں بیٹھے ہوئے چاروں طرف دیکھتے رہے اور اس جگہ کا جائزہ لیتے رہے پھر پامٹ نے کہا۔"کسی ایک گارڈ کو باہر نکلنا چاہیے۔"

ایک گارڈ نے کہا۔"نکلنے سے پہلے للکارنے کا اندازہ لگانا چاہیے۔ اگر کوئی دشمن ہوں گے تو فائرنگ کریں گے اور وہ ہمیں بڑی ہوشیاری سے گھیرنے کی کوشش کریں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔"میرا خیال ہے اس ویرانے میں کوئی انسان نہیں ہے۔ اگر غیر مہذب اور جنگلی لوگ ہوں گے تو ان کے پاس جدید قسم کے ہتھیار نہیں ہوں گے۔ ہمارے جوانوں کے پاس ہتھیار موجود ہیں۔"

آخر کاک پٹ کو ایک طرف سے ذرا ہٹایا گیا اور ایک گارڈ نے ریوالور نکال کر اس کا رخ آسمان کی طرف کر کے فائر کیا۔ فائر کی آواز دور تک گونجتی گئی جتنی چلی گئی۔ ویران علاقے میں سناٹا ہوا اور وہ جگہ جہاں طرف سے اونچی اونچی پہاڑی چٹانوں سے گھری ہوئی ہو تو آواز بہت دیر تک گونجتی رہتی ہے۔

فائر کے بعد وہ دیر تک چپ چاپ بیٹھے گونجتی ہوئی آواز کی بازگشت سنتے رہے پھر رفتہ رفتہ وہی سناٹا چھا گیا۔ اس کے بعد ایک گارڈ نے کاک پٹ سے باہر سر نکال کر چیختے ہوئے کہا۔"کوئی یہاں ہے؟ ہم اپنی منزل سے بھٹک گئے ہیں۔ یہاں کسی کی مدد چاہتے ہیں۔ کوئی ہماری رہنمائی کرے۔ کوئی ہے؟ کوئی ہے؟"

اس کی آواز دور تک گونجتی جا رہی تھی۔ آخری الفاظ کو کوئی دہرا رہا ہے۔۔۔ ہے۔۔۔ ہے کی گونج سنائی دیتی رہی لیکن جواب میں کسی کی آواز سنائی نہیں دی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔"ہم خواہ مخواہ سہمے ہوئے ہیں جبکہ ہمارے پاس ہتھیار بھی موجود ہیں۔ ہمیں باہر نکلنا چاہیے۔ ایک جائزہ لینا چاہیے۔"

پامٹ نے کہا۔"میں یہیں رہوں گا۔"

دوسرے گارڈ نے کہا۔"چار گھنٹے ہیں۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد بھی خاصی دن کی روشنی پھیل جائے گی۔ اس وقت ہمارے لیے خطرہ نہیں ہوگا۔ ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔"

سب سہمے ہوئے تھے۔ اپنے آپ کو ایک بڑے سے کنویں کی تہ میں محصور کر رہے تھے۔ باہر نکل کر کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے تھے۔ علی بی بی نے کہا۔"اچھی بات ہے۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے تک ہم انتظار کرتے ہیں۔"

میں نے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ سونیا کے پاس آ کر وہاں کے حالات بھی بتائے اور اس مالا کے متعلق بھی بتایا۔ اس نے تمام باتیں سن کر کہا۔"اعلیٰ بی بی کو اس مالا کے متعلق پہلے سے بہت کچھ معلوم تھا لیکن وہ ہم سے چھپاتی رہی۔"

"وہ بابا صاحب کی ہدایت پر مجبور ہوگی۔ انھوں نے منع کیا ہوگا کہ بلکسی پر فاش نہ کیا جائے۔ ویسے بھی بابا صاحب اپنی زندگی میں بوجھ سے کھینچے کھینچے سے رہتے تھے۔ انھوں نے اعلیٰ بی بی کو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ مجھ سے زیادہ دور رہا کرے۔ قریب ہونے کی کوشش نہ کرے۔"

سونیا نے طنزیہ انداز میں کہا۔"کسی کے سمجھانے سے کیا ہوتا ہے، اب چاری قریب ہو ہی گئی۔ بے چاری اس لیے کہہ رہی ہوں اس کا قصور نہیں ہوگا تمھارے ہتھکنڈے ہوں گے۔"

"تم بات کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہو۔"

"ہاں بھول جاتی ہوں کہ چکنے گھڑے ہو۔ چلو اب ہمیں اطمینان ہو گیا ہے کہ اعلیٰ بی بی اور ستجاد خیریت ہیں۔"

"ٹی وی کے اعلان کے مطابق اب انھیں بتانا چاہیے کہ اعلیٰ بی بی ارنجاد پیرس میں بابا فرید واسطی صاحب کے دارے تک پہنچ گئی ہیں۔"

"اور وہ نہیں بتا سکیں گے لہٰذا انھیں میری طرف سے دھمکی ملنا چاہیے۔"

"سوچ رہا ہوں کسی دوسری عورت کو تمھاری جگہ استعمال کروں۔"

"سوچنے کی کیا بات ہے؟ بڑی دیر سے رمونتی کا خیال آ رہا ہے۔ وہ قتالۂ بیب میں موجود ہے۔ اسے استعمال کیوں نہیں کرتے؟"

ثلما نے ناگواری سے کہا۔"میں اسے طلاق دے چکا ہوں۔ وہ مجھ سے لیے نامحرم ہے۔"

"نامحرم ہی سہی۔ اس سے رشتہ جوڑنے کے لیے تو نہیں کہہ رہی ہوں۔ چپ چاپ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے آلۂ کار بنا لو۔"

"میں بہت زیادہ دینی معلومات رکھنے والا مسلمان نہیں ہوں لیکن جو اسلامی اصول میرے علم میں ہیں، میں ان کی تہ تک پہنچ کر معلوم کر سکتا ہوں کہ ہمارے اسلام میں ان اصولوں کا پابند کیوں بنایا گیا ہے مثلاً طلاق کے بعد عورت نامحرم ہو جاتی ہے۔ حرام ہو جاتی ہے۔ اس سے کسی طرح کا رابطہ قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اگر میں رابطہ قائم کروں، اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی اداؤں کو سمجھوں یا اس کی رس بھری آواز سے متاثر ہو جاؤں یا اس کی کوئی حرکت مجھے اس کی طرف مائل کرے تو میں کیا کوئی بھی انسان جو اپنی سابقہ بیوی سے الگ ہو چکا ہو بے اختیار اس کی طرف مائل... ہو جائے گا۔ انسان آخر انسان ہوتا ہے۔ خلطیوں کا پتلا۔ شاید اسی لیے ہمارے ہاں یہ پابندی عائد کی گئی ہے کہ جو عورت حرام ہو گئی پھر اس پر ایک نظر بھی نہ ڈالی جائے۔ کوشش کی جائے کہ اس کی آواز بھی ہمارے کانوں تک نہ پہنچے۔ ایسا اکثر نہیں ہوتا۔ زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر سامنا ہوتا ہے لیکن احتیاط لازمی ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔"تمھیں طلاق نہیں دینی چاہیے تھی۔ تم اسے معاف کر سکتے تھے۔ بلا سے کبھی نہ ملتے مگر۔۔۔"

"آگے نہ بولو۔ میں نے ایک نہیں ہزار بار اس کی غلطیاں معاف کیں۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ وہ ان یہودیوں کے درمیان مجھے کس طرح اپنی حماقت سے پھنسانے والی تھی؟ جس طرح یہ آج اعلیٰ بی بی اور ستجاد کے ساتھ دوستی کا ڈھونگ رچا رہی ہے۔ اس طرح کا کھیل رمونتی کے ساتھ کھیل چکے تھے۔ وہ ان کے فریب میں آ گئی تھی۔ اگر میں بھی فریب میں آ جاتا تو آج کہاں ہوتا؟ دوسری بار بھی اس نے اپنی حماقت سے دشمنوں کو مجھ تک پہنچا دیا۔ تھا اگر میں بروقت ہوشیار نہ ہو جاتا اور وہاں سے فرار نہ ہوتا تو سنکیانگ کے اس سمندری ساحل پر میری قبر بن

جاتی۔ تب بھی میں نے اسے معاف کیا۔ اس کے بعد اس نے منجالی کو نقصان پہنچایا۔ اس پر بھی معاف کیا لیکن جب منجالی جان سے گئی اور اس کے بعد میری جان جانے کا پورا یقین ہوگیا تب میں نے اس سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کرلیا۔"

"لیکن طلاق دینے کی کیا ضرورت تھی؟ اسے چھوڑ دیتے۔ تم کئی بار مجھے مہینے دو مہینے، سال دو سال کے لیے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے بعد ہم پھر ایک دوسرے کے ہوگئے۔"

"یہی تو میں نہیں چاہتا تھا کہ آئندہ وہ کبھی میری ہوجائے۔"

سونیا نے چند لمحوں تک مجھے غور سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "تم بہت سنگدل ہو۔"

"مٹی کا تودا ایک جگہ پڑا رہتا ہے تو صدیوں تک گرمی برسات اور سردی کی مار کھاتے کھاتے پتھر بن جاتا ہے۔ مجھے کبھی روتی بلکتی عورت مار تا رہا، کبھی اس کی حماقتیں نقصان پہنچاتی رہیں۔ ان حالات نے مجھے سنگدل بنا دیا ہے تو حیرانی کی کیا بات ہے۔ کیا تم موضوع بدلنا پسند نہیں کروگی؟"

"ہاں ان یہودیوں سے اعلیٰ بی بی اور تمجاد کا حساب طلب کرنا ہے۔"

"ذرا سوچنے دو۔ میں اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں۔"

سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹی وی کو آن کردیا۔ اناطولیہ کے ایئرپورٹ پر جس طرح نامعلوم دشمنوں نے حملہ کیا تھا اور وہاں آگ کے شعلے بھڑکنے لگے تھے، اس کی ریکارڈنگ ٹی وی اسکرین پر پیش کی جارہی تھی۔ پس منظر سے آواز آرہی تھی۔ "ہم ناظرین کو یہ منظر دوبارہ دکھا رہے ہیں تاکہ آپ کو یقین ہوجائے کہ دشمن مادام اعلیٰ بی بی اور مسٹر فرہاد علی تیمور کو اغوا کرنے کے لیے کیسی کیسی تخریبی کارروائیاں کررہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم فرانس کے سفیر کو آپ کے سامنے پیش کررہے ہیں۔ ذرا سنیے، یہ کیا فرماتے ہیں۔"

اسکرین پر منظر بدل گیا۔ ایک خوش پوش، ادھیڑ عمر کا شخص نظر آرہا تھا۔ وہ فرانس کا باشندہ تھا۔ انگریزی نہیں بول سکتا تھا لیکن پیچھے سے اس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا جارہا تھا۔ "میں تل ابیب میں فرانس کا سفیر ہوں۔ میری یہ خوش قسمتی ہے کہ میں نے مسٹر فرہاد علی تیمور سے ملاقات کی ہے۔ آپ حضرات نے آج رات اسکرین پر دیکھا ہے۔ مسٹر فرہاد علی تیمور اور ان کی ساتھی مادام اعلیٰ بی بی کو ان کے شایانِ شان مہمان بنا کر رکھا گیا تھا اور اتنے ہی اہتمام سے انھیں روانہ کیا گیا تھا۔ یہودیوں سے اگرچہ مسٹر فرہاد علی تیمور کی دوستی ابھی نئی ہے لیکن پائیدار ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں جب مسٹر فرہاد سے ملاقات کرنے گیا تو انھوں نے کہا، کوئی بھی شخص مجھ سے اگر ملاقات کرسکتا ہے۔ یہودی حکام نے ان سے ملاقات کرنے پر کسی طرح کی پابندی عائد نہیں کی ہے۔ جیسے ہی ان کے ہیلی کاپٹر کے گم ہوجانے کی تشویش ناک خبر موصول ہوئی، ہے یہاں کے۔ کام اس ہیلی کاپٹر کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے مصروف کررہے ہیں۔ دوسرے ممالک کی طرح ہمارا ملک فرانس بھی بھرپور تعاون کررہا ہے۔ ہمارے سراغرساں طیارے بھی اس ہیلی کاپٹر کو ڈھونڈ رہے ہیں۔"

اس کی تقریر کے دوران میں میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر معلوم کیا کہ واقعی وہ فرانس کا سفیر ہے یا نہیں؟ پتا چلا وہ سفیر تو ہے لیکن اس بات وہ ٹی وی کے ناظرین سے چھپا رہا تھا۔ فرانسیسی حکومت کے ذریعے اس سفیر کو یہ پیغام موصول ہوا تھا کہ فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی کے ہیلی کاپٹر کو پیرس نہ آنے دیا جائے کیونکہ جہاں بھی مسٹر فرہاد علی تیمور پہنچتے ہیں وہاں ہنگامے ضرور ہوتے ہیں۔ تخریبی کارروائیاں ہوتی ہیں اس وجہ سے امن پسند شہریوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

سفیر کا بیان ختم ہوگیا تھا۔ اب اسکرین پر دوسرا منظر پیش کیا جارہا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "صبح ہونے والی ہے۔ تم تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔ ہوسکتا ہے کل تمھاری کوئی معرفت نکل آئے۔ جاسوس پھر تمھیں چیک کرنے کے لیے یہاں پہنچ جائیں۔ تمھیں بے وقت نیند کی حالت میں دیکھ کر شبہ کرسکتے ہیں۔"

"یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ ہم یہاں تفریح کے لیے آئے ہیں، کسی وقت بھی جاگ سکتے ہیں۔ کسی وقت بھی سوسکتے ہیں۔"

"لیکن خواہ مخواہ جاگنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"آتنی عجیب و غریب سچویشن ہے۔ اعلیٰ بی بی اور تمجاد نہ جانے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ جب تک یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کسی خطرناک علاقے میں نہیں ہیں تب تک مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔"

"انھیں کچھ ہوگا تو تمھیں نیند سے بیدار کرکے ان کے متعلق ضرور بتاؤں گا۔ اگلی رات تمھیں کھیلنا ہے اور جم کر کھیلنا ہے، اچھی طرح نیند پوری کرلینا چاہیے۔"

"مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"تم جاکر بستر پر لیٹ جاؤ۔ مجھے سلانا آتا ہے۔"

وہ بستر پر جاکر لیٹ گئی۔ آنکھوں کو بند کرلیا۔ اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کی لوری سنائی۔ وہ ذرا سی دیر میں سوگئی۔ میں بابا صاحب کے ادارے میں شیخ الفارس غلام حسین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں سب لوگ جاگ رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی، تمجاد کی گمشدگی نے سب کو پریشان کردیا تھا۔ سب ہی فکرمند اور ہر لمحہ کوئی اچھی خبر سننے کے منتظر تھے۔ فرانسیسی حکام نے شیخ الفارس سے رابطہ قائم کیا تھا اور انھیں کہہ دیا تھا کہ اعلیٰ بی بی فرانس کی شہری ہیں، لہٰذا اس کی آمد پر انھیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن فرانس کو فرانس کی سرحد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے جائے گی۔

شیخ الفارس نے سوال کیا۔ "آخر مسٹر فرہاد علی تیمور پر یہ پابندی کیوں عائد کی جارہی ہے؟"

جواب میں یہی کہا گیا۔ "فرہاد ان دونوں تنازعہ کا سبب بنا ہوا ہے۔ وہ جس ملک میں قدم رکھے گا وہاں تخریبی کارروائیاں ہوں گی اور فرانسیسی حکومت ان تخریبی کارروائیوں کی متحمل نہیں ہوسکتی۔"

"لیکن اس میں فرہاد صاحب کا کیا قصور ہے؟ بڑی طاقتوں کو ان حرکتوں سے باز رہنا چاہیے۔ آج سے پہلے کبھی فرہاد صاحب پر ایسی پابندیاں عائد نہیں کی گئیں۔"

"پہلے کی بات اور ہے۔ اس کی ٹیلی پیتھی نے تمام ممالک کے حکام کو خوفزدہ کررکھا تھا۔ وہ جس ملک میں جاتا تھا، وہاں کے حکام خاموشی اختیار کرلیتے تھے۔ اس کی طرف سے اغماض برت جاتے تھے لیکن اب ہمارے ملک میں تو کیا دنیا کے کسی ملک میں بھی اسے قدم رکھنے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

شیخ الفارس غلام حسین المیرقی نے کہا۔ "یہ تو سراسر اس پر ظلم ہے۔ یہودیوں نے مواصلاتی سیارے کے ذریعے اپنی ٹی وی نشریات میں دنیا والوں کو دکھایا ہے کہ وہ کس طرح فرہاد سے قدم قدم پر دوستی کا ثبوت دے رہے ہیں اور کتنی دوستانہ فضا میں اسے تل ابیب سے رخصت کررہے ہیں لیکن چند گھنٹے بعد ہی یہ خبر پھیلا دی گئی کہ ان کا ہیلی کاپٹر کہیں اُڑ گیا ہے۔ یہ ان کی شرارت ہے۔ ہم انھیں خوب جانتے ہیں۔ انھوں نے اعلیٰ بی بی اور فرہاد کو تل ابیب سے رخصت کیا، ٹی وی کے ذریعے دنیا والوں کو اپنے دوستانہ سلوک کا گواہ بنایا اور اس کے بعد انھیں کہیں دوسری جگہ لے جاکر قید کردیا۔"

فرانسیسی حکام کی طرف سے جواب دیا گیا کہ ان معاملات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا وہ فضول بحث میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ ان کا حکم اٹل ہے۔ فرہاد کو فرانس کی حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

میں شیخ الفارس کے پاس سے چلا آیا۔ تل ابیب میں مختلف افسروں کے دماغوں میں باری باری جھانک کر معلوم کرنے لگا کہ ان میں سے کسے اپنا آلۂ کار بنا سکتا ہوں یا ان کے ذریعے کسی مناسب آلۂ کار تک پہنچ سکتا ہوں۔ چند منٹوں کے بعد ہی میں ایک افسر کے ذہن تک ایسے فوجی افسران تک پہنچ گیا جو ایک بڑے سے ہال میں مختلف ٹرانسمیٹروں کے پاس کھڑے یا بیٹھے ہوئے تھے اور مختلف سراغرساں طیاروں کے پائلٹوں سے رابطہ قائم کرتے ہوئے معلوم کررہے تھے کہ ہیلی کاپٹر کا کوئی سراغ ملا ہے یا نہیں؟

گفتگو کرنے کے دوران میں کسی نہ کسی فوجی افسر کے ٹرانسمیٹر میں ہائیلی لہریں مداخلت کرتی تھیں یا کبھی کسی دوسری فریکوئنسی سے ٹکرانے والی آوازیں ٹکرانے لگتی تھیں۔ ایسے ہی وقت ایک ٹرانسمیٹر سے اچانک سونیا کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو، ہیلو میں سونیا ہوں اور تم یہودیوں کو مخاطب کررہی ہوں۔ ہیلو، ہیلو۔"

میں نے چونک کر پلنگ کی طرف دیکھا۔ سونیا میرے سامنے بستر پر گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں پھر خیال خوانی کے ذریعے اس آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا جس کے ٹرانسمیٹر سے سونیا کہہ رہی تھی۔ "اس سے پہلے کہ میری آواز ریکارڈ کی جائے میں اعتراف کرتی ہوں کہ میں نے اس ہیلی کاپٹر کو اغوا کیا ہے۔ اعلیٰ بی بی اور فرہاد یرغمال ہیں۔ کہاں ہیں یہ میں نہیں بتاؤں گی لیکن میں تمھارے ٹی وی اسٹوڈیو میں پہنچ کر موصلاتی سیارے کے ذریعے دنیا کے تمام ممالک کے ناظرین کے سامنے اعتراف کروں گی کہ میں نے اس طیارے کو اغوا کیا ہے۔"

میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے بات کرنے والی سونیا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ جب بھی اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لیتا تھا تو مجھے اپنی ہی سونیا کا دماغ ملتا تھا۔ میں نے کوشش ترک نہیں کی۔ جانتا تھا کہ جو عورت بھی سونیا کے لب و لہجے کی نقل کررہی ہے کہیں نہ کہیں اس سے لغزش ہوگی اور میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔

ابھی میری کوشش جاری تھی اور وہ کہہ رہی تھی "میں دنیا کے سامنے اس وقت تک اعتراف نہیں کروں گی جب تک میری ایک شرط پوری نہیں کی جائے گی۔ مجھے یقین ہے اتنی دیر میں میری آواز کو ریکارڈ کرنے کا اہتمام کیا جاچکا ہوگا۔ بہرحال وہ شرط سن لو۔ میں دو گھنٹے کے اندر سونتی کو چاہتی ہوں۔ ماسک مین کے ملک کا ایک طیارہ اسرائیلی مملکت میں داخل ہوچکا ہے۔ وہ پندرہ بیس منٹ کے اندر اُودایئر پورٹ پر پہنچنے والا ہے۔ ایئرپورٹ کنٹرول ٹاور کو اطلاع دی جائے کہ اس طیارے کو وہاں اترنے کا موقع دیا جائے اسی طیارے میں رسنتی یہاں سے جائے گی۔ جب وہ روانہ ہوجائے گی تو میں تمھارے ٹی وی اسٹوڈیو پہنچ کر اپنا بیان دوں گی۔ وہ بیان کیا ہوگا؟ اس کی تفصیل اس وقت میں اپنی زبان پر نہیں لاؤں گی۔ میں کہہ چکی ہوں، جو بیان دوں گی، وہ سراسر تم لوگوں کی حمایت میں ہوگا۔ اور تم لوگ بہت بڑی دردسری سے محفوظ رہ سکو گے۔ اب صبح ہونے ہی والی ہے۔ جشنِ آزادی بھی بڑے اطمینان سے اور پُرامن طریقے سے منا سکو گے۔ ویٹ اینڈ سی۔ میں رابطہ ختم کررہی ہوں۔ باقی گفتگو ان سے کی جاسکتی ہے جو طیارے میں اُودایئر پورٹ پہنچ رہے ہیں۔ اوور اینڈ آل۔"

آواز آنا بند ہوگئی۔ میں اپنی جگہ بیٹھا رہ گیا۔ میری کوشش ناکام رہی۔ میں اس بولنے والی کے دماغ تک نہ پہنچ سکا۔ بار بار اپنی ہی سونیا کے خوابیدہ دماغ تک پہنچ جاتا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ جو بھی تھی، ذہین تھی مستقل مزاج تھی اور نقالی کی بڑی ہی غیر معمولی صلاحیت رکھتی تھی۔ بہرحال وہ زیادہ دیر تک مجھ سے

چھپی نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ ان کا طیارہ پہنچنے والا تھا۔ طیارے میں جو لوگ آنے والے تھے ان سے یہودی حکام بات چیت کرتے۔ ان کے ذریعے اس عورت تک پہنچنے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی سکتا تھا۔

وہ جو نقلی سونیا تھی اور غضب کی سونیا بنی ہوئی تھی اس نے ایک نیا کھیل شروع کر دیا تھا۔ اس کی باتوں سے یہ تو پتا چل گیا کہ وہ ماسک مین کی تنظیم سے تعلق رکھتی ہے۔ نیا ماسک مین اس کہاوت پر یقین رکھتا تھا کہ آم نہ سہی امرود سہی۔ فرہاد ہاتھ نہ آئے مگر۔ سونتی تو ہاتھ آ سکتی ہے۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتی تھی۔ جب فرہاد دماغی طور پر کمزور ہونے کے بعد یہودیوں کے سائے میں رہ کر ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دوبارہ حاصل کر سکتا تھا اور ان صلاحیتوں کو یہودیوں کے کسی خاص آدمی کے دماغ میں منتقل کر سکتا تھا تو یہی عمل سونتی کے ذریعے بھی ہو سکتا تھا۔ اسی لیے ماسک مین نے یہ کھیل شروع کیا تھا۔

لیکن ایک سوال پیدا ہوتا تھا۔ ریڈ پاور کی تنظیم میں وہ عورت جو سونیا بنی ہوئی تھی، اس نے تل ابیب میں سونیا کی موجودگی کا علم ہونے کے باوجود خود سونیا بننے کی جرأت کیسے کی؟ کیا اُسے اس بات کا خدشہ نہیں تھا کہ وہ سونیا بن کر فراڈ کرے گی تو اصلی سونیا جوابی کارروائی کرے گی؟

ریڈ پاور کے ماسک مین اور اس نقلی سونیا نے جب اتنا بڑا کھیل شروع کیا تھا تو یقیناً کچھ سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔ میرے اس سوال کا جواب تھوڑی دیر بعد ملنے والا تھا۔ میں یہودی افسران کے ذریعے تُوداِیر پورٹ پہنچ گیا۔ وہ طیارہ رن وے پر کھڑا ہوا تھا اور اس میں سے دو آدمی اتر کر تل ابیب کے فوجی افسران سے ہاتھ ملا رہے تھے۔ ایک فوجی افسر نے کہا "ہم نے مذاکرات کے لیے ایک جگہ مقرر کی ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔"

آنے والوں میں سے ایک نے کہا "سوری۔ ہم یہیں کھلی فضا میں گفتگو کریں گے لیکن اہم معاملات پر گفتگو اسی وقت ہوگی جب ہم آپ کی تلاشی لے لیں گے۔ ہمیں یقین ہو جائے گا کہ آپ لوگوں کے پاس خفیہ ٹیپ ریکارڈر نہیں ہے اور ہماری گفتگو ریکارڈ نہیں ہوگی تو....."

ایک فوجی افسر نے اس کی بات کاٹ کر کہا "واٹ نان سینس! آپ ہمارے ملک میں ہیں اور ہماری تلاشی لیں گے؟"

"آپ اگر تعاون کو منظور ہے تو بات آگے بڑھے گی ورنہ آپ یہیں سے واپس چلے جائیں۔ ہمارے طیارے کو ضبط کر لیں۔ جو چاہیں کریں لیکن ہمارے خلاف جو بھی اقدامات ہوں گے ان کا نتیجہ بہت ہی بھیانک نکلے گا۔"

تمام افسران آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ پھر ایک نے کہا "یہاں کھلی فضا میں کھڑے کھڑے اہم معاملات پر کیسے گفتگو کر سکتے ہیں۔ اگر یہاں رحمت ہو رہی ہے تو آپ ہمارے ساتھ طیارے کے اندر اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کر سکتے ہیں۔"

اتنا کہنے کے بعد وہ واپس طیارے کی طرف جانے لگا۔ فوجی افسر نے انھیں روکا۔ "ذرا ٹھہریے۔ ہم اپنے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرنے کے بعد آپ کو مناسب جواب دیں گے۔"

"آپ ضرور رابطہ قائم کریں۔ بات طیارے کے اندر ہی ہوگی اور اس شرط پر کہ آپ کے دو اہم افراد ہم سے گفتگو کرنے کے لیے ہیں لیکن تلاشی دینے کے بعد۔"

وہ دونوں طیارے میں چلے گئے۔ ان میں سے ایک کا نام کارل نوز تھا اور دوسرے کا ہالے وک۔ میں نے کارل نوز کے ذریعے معلوم کیا کہ اس طیارے میں وہی دو مسافروں کے طور پر تھے۔ تیسرا ایک پائلٹ تھا۔ وہ ایک چھوٹا سا مخصوص طیارہ تھا۔ کارل نوز کی سوچ نے بتایا کہ ریڈ پاور کے ملک سے ایک بہت سرمایہ دار یہاں آیا ہے۔ اسرائیلی تاجروں سے اس کا بڑے پیمانے پر کاروبار تھا۔ یہاں کے تاجروں نے جشنِ آزادی کی خوشیاں منانے کے لیے اس سرمایہ دار کو دعوت دی تھی۔ اس کا نام میکی وکزوُ تھا۔ وہ اپنے دو کاروباری مشیروں اور ایک لیڈی سکریٹری کے ساتھ دن پہلے ہی یہاں آ گیا تھا۔

لیکن میکی وکزوُ اصرف دولت مند تاجر نہیں تھا۔ وہ ریڈ پاور کا ایک سیکرٹ ایجنٹ تھا۔ اس کی پلاننگ تھی کہ جشن کے سلسلے میں وہاں چار دن قیام کرے گا۔ ان دنوں میں فرہاد اور سونیا کو اغوا کرنے کی کوشش کرے گا۔ اگر دونوں ہاتھ نہ آئے تو ان میں سے کسی ایک کو تو ضرور اپنے ساتھ لے جائے گا۔ اسے اپنی صلاحیت پر پورا بھروسہ تھا۔

میکی وکزوُ دو دن پہلے تل ابیب پہنچا تھا تاکہ سونیا کی سرگرمیوں کا علم نہیں تھا۔ یہاں آنے کے بعد پتا چلا کہ پیرس میں ہنگامے کر رہی ہے۔ پھر پچھلے دن انکشاف ہوا کہ وہ حدود میں داخل ہو گئی ہے۔ غزہ میں کچھ ہنگامے کیے اور تل ابیب میں موجود ہے۔

چونکہ اسے سونیا کی سرگرمیوں کا پہلے سے علم نہیں تھا اس لیے اپنے ساتھ نقل سونیا کی پلاننگ لے کر آیا تھا۔ اس پلاننگ کے لیے اس کے پاس دو اہم نسخے تھے۔ پہلا تو یہ کہ اس کے پاس دو مکمل ماسک تھے۔ وہ ماسک اتنی ہنرمندی سے تیار کیے گئے کہ اسے چہرے پر چڑھانے کے بعد بہت زیادہ فنگنگ کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ پھر یہ کہ ڈبل ماسک کے بعد اینٹی میک اپ کے ذریعے پکڑے جانے کا اندیشہ نہیں تھا۔

اس ماسک کو جو عورت استعمال کر رہی تھی وہ بلا کی ذہین اور چالاک تھی۔ سونیا اور مرجانہ کی طرح غضب کی فائٹر بھی تھی۔ اس کے سامنے دو چار آدمی ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ وہ میکی وکزوُ والی سکریٹری بھی کراٹے کی ماہر تھی۔ ایک تعجب خیز بات یہ تھی کہ میکی وکزوُ اور اس سکریٹری کی اصلیت کو نہیں جانتا تھا۔ یہ تو معلوم تھا کہ وہ مہارت سے سونیا کا رول ادا کرے گی لیکن وہ کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ یہ صرف ریڈ پاور کا ماسک مین جانتا تھا۔ ماسک مین نے میکی وکزوُ کو مشورہ دیا تھا کہ وہی لیڈی سکریٹری سونیا کا رول ادا کرے اس کی پلاننگ کو کامیاب کر سکتی ہے۔ دروازے پر سے اس کے ساتھی ہالے وک نے آواز دے کر کہا۔ "کارل! وہ لوگ آ رہے ہیں۔"

کارل نوز نے شراب کا ایک گھونٹ حلق سے اتارتے ہوئے کہا۔ "دو سے زیادہ کو نہ آنے دینا۔"

دو ہی طیارے کے اندر آئے۔ ہالے نے کہا "آیئے، حاضر ہے۔"

آنے والے ایک آفیسر نے کہا "ہم کام کے وقت نہیں پیتے۔ کام کی باتیں ہونی چاہئیں۔"

"وہ تو ہو چکی ہیں۔ ہمارا مطالبہ پورا کر دیا جائے۔ ہماری طرف سے سونیا اعلان کرے گی کہ اعلیٰ بی بی اور فرہاد اس کے پاس ہیں لہٰذا اس سلسلے میں اسرائیلی حکام کو کسی طرح کا الزام نہ دیا جائے۔"

دوسرے آفیسر نے گھور کر کہا "کیا واقعی مادام اعلیٰ بی بی اور مسٹر فرہاد علی تیمور سونیا کے پاس پہنچ گئے ہیں؟ لیکن کیسے پہنچ گئے جبکہ سونیا یہیں موجود ہے؟"

"سونیا تنہا نہیں ہے۔ وہ بہت ہی باصلاحیت لوگوں کی ایک ٹیم کے ساتھ آئی ہے۔ وہ لوگ مادام اعلیٰ بی بی اور مسٹر فرہاد علی تیمور کو حاصل کر چکے ہیں۔ وہ لوگ کہاں ہیں؟ تمھارے، ہیلی کاپٹر کا کیا حشر ہوا؟ تمھارے آدمیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے، یہ باتیں بعد میں بتائی جائیں گی۔"

ایک آفیسر نے پوچھا "جب مادام اعلیٰ بی بی اور مسٹر فرہاد علی تیمور سونیا کو یا اس کے آدمیوں کو مل چکے ہیں تو یقیناً وہ کل تک باباصاحب کے اڈے میں پہنچا دیے جائیں گے؟"

کارل نوز نے نفی میں سر ہلا کر کہا "جب تک سونیا اعلان نہیں کرے گی اس وقت تک ان دونوں کو چھپا کر رکھا جائے گا۔"

"ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟"

"ماسک مین اور سونیا کے مابین ایک معاہدہ ہوا ہے۔ اس معاہدے کی رُو سے ریڈ پاور کے آدمی یہاں سونیا کی مدد کر رہے ہیں۔ تو آپ لوگ جانتے ہی ہیں کہ فرہاد اور سونتی کے تعلقات ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکے ہیں۔ سونتی فرہاد کی ٹیم میں کبھی شامل نہیں ہوگی۔ سونیا کو بھی سونتی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لہٰذا معاہدے کی رُو سے وہ سونتی کو ہمارے حوالے کرنے کے لیے یہ اقدامات کر رہی ہے۔ ہم زیادہ تفصیل میں جانا نہیں چاہتے۔ بس ہماری شرط پوری کر دی جائے۔"

ایک آفیسر نے بیٹھتے ہوئے کہا "سونتی کے دماغ پر زہر کا اثر ہے۔ ہمارے ڈاکٹروں نے معائنہ کرنے کے بعد کہا تھا کہ طویل علاج کے بعد اس کی دماغی قوت بحال ہو سکے گی۔ ادھر فرہاد بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ تم لوگ کیا سمجھتے ہو، اتنے بڑے مُہرے کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد ہم سونتی کو بھی کھو دینے کی حماقت کریں گے؟"

"جسے تم حماقت کہہ رہے ہو اسے ہم تمھاری ذہانت کہیں گے۔ سونتی ہمارے حوالے کر دی جائے ورنہ جانتے ہو، سونیا نے پیرس سے یہاں تک کیسی کیسی تخریبی کارروائیاں کی ہیں؟ جو چیلنج کیا ہے اسے پورا کیا ہے۔ یہ نہ بھولو کہ جشنِ آزادی کے سلسلے میں بیرونی ممالک کی بڑی بڑی معزز ہستیاں یہاں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک آدھ کو بھی نقصان پہنچا تو تمھارے حکمراں ان کے نواسیوں اور ان کے ممالک کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ پھر جشنِ آزادی کی جگہ جب یومِ سیاہ منایا جائے گا تو دنیا کے تمام اخبارات تمھاری حکومت کا مذاق اڑائیں گے اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ تم لوگ اندر سے کمزور ہو۔ اس قدر کمزور کہ صرف ایک عورت نے تمھارے ملک کے اندرونی امن و امان کو خاک میں ملا کر رکھ دیا ہے۔ اب یہ فیصلہ تمھارے بڑوں کے ہاتھ میں ہے۔ جاؤ معلوم کرو، وہ کیا چاہتے ہیں؟ ہم یہاں اس وقت تک بیٹھے رہیں گے، گویا تمھاری حراست میں رہیں گے جب تک سونتی ہمارے حوالے نہیں کی جائے گی۔"

یہودی حکام ڈپلومیسی کے بہت ہی نازک موڑ پر تھے۔ اگر دوسرے دن جشنِ آزادی منانے کی بات نہ ہوتی تو وہ ان کی بات نہ مانتے بلکہ مزید ٹالنے کی کوشش کرتے۔ اب تو دوسرے دن کی بات بھی نہیں رہی تھی۔ صبح ہو ہی رہی تھی۔ انھوں نے سوا ان موں کے ذریعے تمام دنیا کو یہ تاثر دیا تھا کہ فرہاد اب ان کی قید میں ہے اور اس کی زندگی اور موت کا انحصار صرف سوالنامے کے جواب پر ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے سپر ماسٹر رادو ماسک مین کو بھی پھانس لیا تھا۔ ان دونوں کو سزائے موت مل گئی تھی۔ وہ عہدوں سے برطرف کر دیے گئے تھے لیکن نئے ماسک مین نے اکھڑتی چال چلی تھی۔ وہ الٹا یہودیوں کو پھانس رہا تھا۔ انھیں دنیا والوں کے سامنے جواب دہ ہونے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس جواب دہی سے بچنے کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ وہ سونتی کو اس کے حوالے کر دیتے۔

آفیسر نے ایک گہری سانس لے کر کہا "ہمیں تمہاری شرط منظور ہے لیکن ہماری بھی ایک شرط ہے۔ ہم رسونتی کو یہاں پہنچا دیں گے مگر یہ طیارہ اس وقت تک پرواز نہیں کرے گا، جب تک سونیا دنیا والوں کے سامنے اپنا بیان نہیں دے دے گی"۔

"ہمیں یہ شرط منظور نہیں ہے۔ جب طیارہ یہاں سے پرواز کرے گا، ہم اسرائیلی حدود سے نکل جائیں گے تب سونیا بیان دے گی۔ یعنی ہماری روانگی کے کم از کم آدھے گھنٹے کے بعد آپ سونیا سے ملاقات کر سکیں گے"۔

"ہمیں کیسے یقین ہوگا کہ وہ اصلی سونیا ہے؟ اگر وہ نقلی ہوگی تو ایسی نقلی سونیا تو ہم بھی مواصلاتی سیارے کے ذریعے ٹی وی اسکرین پر پیش کر سکتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق اس سے بیان دلا سکتے ہیں"۔

"تو پھر یہی کر لیجیے لیکن سونیا تو بہرحال سونیا ہے۔ تم اپنے ہتھکنڈے آزماؤ گے۔ وہ اپنے ہتھکنڈوں سے تمہارے یوم فتح کو یوم سیاہ میں بدل دے گی"۔

"ہم کیسے یقین کریں کہ تم لوگوں کے جانے کے بعد ہمارے یہاں تخریبی کارروائیاں نہیں کی جائیں گی؟"

"تل ابیب میں ہماری تنظیم کے صرف چار افراد ہیں اور سونیا کا تعلق ہماری تنظیم سے نہیں ہے۔ اس سے ہمارا وقتی طور پر معاہدہ ہے۔ ہمیں رسونتی مل جائے گی، معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ اسی لیے وہ یہاں رہ جائے گی۔ ہم اپنے ان چاروں افراد کو لے کر چلے جائیں گے۔ جب ہماری تنظیم کا کوئی آدمی نہیں رہے گا تو تمہارے یہاں تخریبی کارروائیوں کی ذمے داری ہم پر نہیں ہوگی"۔

"تمہاری تنظیم کے وہ چار افراد کون ہیں؟"

"یہ بعد میں معلوم ہو جائے گا۔ اتنا بتا دیں کہ تین مرد ہیں اور ایک عورت ہے اور وہ باقاعدہ اصلی پاسپورٹ اور ویزا کے ذریعے آئے ہیں۔ آپ ان کی روانگی سے پہلے ان سے مل کر پوری طرح اطمینان کر سکیں گے"۔

ایک آفیسر نے پوچھا "آپ کے چار تخریب کاروں میں ایک عورت ہے؟"

کارل نوز نے اعتراض کرتے ہوئے کہا "آپ ہمارے آدمیوں کو تخریب کار نہیں جانباز کہہ سکتے ہیں"۔

"ایک سپاہی جو اپنے ملک کے لیے جانباز ہوتا ہے وہ دوسرے ملک کے لیے تخریب کار کہلاتا ہے۔ ملک بدل جانے سے کردار کا مفہوم بھی بدل جاتا ہے۔ ہم انھیں کبھی جانباز نہیں کہہ سکتے۔ بہرحال ان میں ایک لیڈی ہے۔ کیا وہ لیڈی سونیا نہیں ہو سکتی؟"

"آپ نیفی میک اپ کیمرے کے ذریعے مطمئن ہو سکتے ہیں وہ سونیا ہرگز نہیں ہے۔ وہ یہیں رہے گی۔ وہ اتنی بزدل اور کمزور نہیں ہے کہ ہمارے جانے کے بعد خود کو تنہا سمجھے۔ ہاں آپ لوگوں کی طرف سے اپنی جان کا خوف ہو"۔

"کیا وہ یہ نہیں سوچے گی کہ بیان دینے کے لیے ہمارے پاس آئے گی تو ہمارے شکنجے سے نہیں نکل سکے گی؟"

"ہرگز نہیں۔ رسونتی ہمارے پاس ہوگی۔ فرہاد کی تمام چیزیں کے آدمیوں کے پاس ہے۔ سب مہرے تو اس نے جیت لیے پھر آپ اسے کس طرح کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے سامنے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کو اٹھایا اور اسے آن کیا۔ دوسری طرف سے ان کے سیکرٹ ایجنٹ میکی وک زوؤا کی آواز سنائی دی۔ وہ رابطہ قائم کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ ادھر سے کارل نوز نے کہا "میں آپ کی آواز سن رہا ہوں لیکن کوڈ ورڈ اس لیے دُہرا نہیں سکتا کہ میرے پاس حکومت اسرائیل کے دو بڑے افسر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ رابطہ قائم کرنے کی وجہ بتائیں"۔

دوسری طرف سے کہا گیا "میں اس وقت بالکونی میں کھڑا ہوا کھلی فضا کو دیکھ رہا ہوں۔ صبح کی روشنی نمودار ہو رہی ہے۔ تم متعلقہ افسران سے معاملات طے کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ ان سے کہہ دو، آدھے گھنٹے میں رسونتی جہاز کے اندر پہنچی اور ہم سب اس طیارے سے روانہ نہ ہوئے تو یہاں کچھ ہوگا اس کی ذمے داری ماسک مین پر نہیں صرف سونیا ہوگی اور سونیا اپنی ضد کی پکی ہے۔ اوور اینڈ آل"۔

دونوں یہودی افسران کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا "ٹرانسمیٹر کی گفتگو سن لی ہے۔ آدھے گھنٹے کے اندر یہ ٹرانزیکشن ہو جائے" مگر آپ کے تخریب کاروں کے ساتھ جو عورت ہے اسے ہم پوری طرح چیک کریں گے"۔

وہ دونوں باہر چلے گئے۔ میں میکی وک زوؤا کے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایئرپورٹ جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس کی سوچ کو کریدنے پر معلوم ہوا کہ اس نے اپنے ساتھیوں نے اپنی آنکھوں سے سونیا کی لاش کے ٹکڑے دیکھے ہیں۔ سونیا کا چہرہ بھی دیکھا ہے اور پوری طرح یقین کر چکا ہے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہی۔ اس یقین کے بعد ہی کی لیڈی سیکرٹری کو سونیا کا رول سونپا گیا ہے۔

میں اس کی سوچ پڑھ کر حیران تھا۔ آخر انھوں نے کی لاش کہاں دیکھ لی؟ میں نے پھر اس کے دماغ

سوال کیا "ہو سکتا ہے وہ سونیا نہ ہو۔ کوئی اس کے میک اپ میں ہو"؟

میکی وک زوؤا کی سوچ نے جواباً کہا "ہم نے پوری طرح اطمینان کر لیا ہے۔ اس کی گردن تک کٹے ہوئے سر کو اچھی طرح تول کر دیکھا ہے۔ نہ تو وہ میک اپ میں تھی۔ نہ ماسک یا میک اپ میں۔ وہ سونیا کا اصلی چہرہ تھا"۔

بڑی حیرانی کی بات تھی۔ آخر اصلی چہرے والی سونیا کی لاش انھیں کہاں مل گئی تھی؟ وہ لاش جو سونیا کی سمجھی جا رہی تھی، آخر وہ کس عورت کی ہوگی؟ سوچ تو واقعی حیرانی کی بات تھی لیکن میری یادداشت کمزور نہیں ہے۔ مجھے فوراً یاد آیا کہ سونیا جب تل ابیب میں قیدی کی حیثیت سے تھی اور میں اس کی جانی کا مطالبہ کر رہا تھا تو یہودیوں نے ایک ڈمی سونیا تیار کی تھی۔ اس پر لاکھوں روپے خرچ کیے تھے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے مکمل سونیا بنایا تھا۔ اسے سونیا کے عادات و اطوار سکھائے تھے۔ سونیا کی ہراد اکو اس ڈمی سونیا نے اپنایا تھا لیکن اسی دوران میں یہودیوں کو پتا چلا کہ وہ ڈمی سونیا میری شخصیت سے متاثر ہے، لہٰذا اسے سزا دی گئی۔ جب سجاد بحیثیت فرہاد ان کی گرفت میں آیا اور انھوں نے ایک اسٹیج پر اس کی نمائش کی اس وقت اس کے سامنے ڈمی سونیا کو پیش کیا گیا تھا۔ پھر اس ڈمی کے ایک بازو کو کاٹ دیا گیا تھا۔ میں اس وقت تک یہی سمجھا رہا کہ میری سونیا کے بازو کو کاٹا گیا ہے۔ بہرحال جسے قدار رکھے اسے کون چکھے۔ میری سونیا صحیح سلامت میرے سامنے گہری نیند سو رہی تھی۔

مجھے یہ بھی یاد آیا کہ گوئیل اور ڈربی فاشن ماسک مین کے ماتحت ہیں۔ ریڈ پاور سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے ان کے دماغوں میں جھانک کر معلوم کیا۔ گوئیل کے دماغ نے بتایا۔ مجھے پچھلی رات کو آٹھ بجے علم ہوا کہ سونیا یہودیوں کی گرفت میں آگئی ہے لیکن اس بات کو راز میں رکھا جا رہا ہے اور سونیا کو ایک بند گاڑی میں بٹھا کر تل ابیب سے یروشلم روانہ کیا جا رہا ہے"۔

دراصل گوئیل کو بھی غلط فہمی ہوئی تھی۔ اس کے یہودی آقا ڈمی سونیا کو تل ابیب سے یروشلم روانہ کر رہے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سونیا کو گھر گھر تلاش کیا جا رہا تھا۔ تلاش کرنے والے ڈمی سونیا سے دھوکا کھا سکتے تھے یا پھر اصلی سونیا کو وہ اپنے ہاتھ آجاتی تو وہ اس سے کوئی فائدہ اٹھا سکتی تھی اور اسے کسی معاملے میں الجھا سکتی تھی۔ اس بات کے پیش نظر وہ اسے تل ابیب سے باہر بھیج رہے تھے۔ گوئیل غلط فہمی کا شکار ہو گیا۔ اس نے اپنے ریڈ پاور کے سیکرٹ ایجنٹ میکی وک زوؤا کو اس بات کی اطلاع دی۔ میکی وک زوؤا اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس گاڑی کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔ انھوں نے تعاقب کرنے کے دوران بھاری طاقت کے دستی بم اس بند گاڑی کی طرف پھینکے۔ مسلسل حملوں سے اس گاڑی کے پرخچے ہو گئے۔ وہاں لاشیں ہی لاشیں نظر آ رہی تھیں لیکن کوئی بھی لاش صحیح سالم نہیں تھی۔ ان کے ٹکڑے اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے۔ انھوں نے سونیا کی لاش کے ٹکڑے بھی دیکھے۔ مسلسل دھماکوں کی آواز دور تک گئی ہوگی۔ انھیں اندیشہ تھا کہ لوگ آتے ہی ہوں گے۔ انھوں نے فوراً سونیا کی لاش کے ٹکڑے سمیٹے اور اسے ایک تھیلے میں ڈال کر اپنی گاڑی میں روانہ ہو گئے۔ گوئیل کے آدمیوں نے پہلے ہی ایک جگہ گڑھا کھود رکھا تھا۔ بوریے سمیت اس ڈمی سونیا کی لاش کے ٹکڑوں کو اس میں ڈال دیا گیا۔ گڑھے کو برابر کر دیا گیا۔ وہ اتنی عجلت میں تھے کہ اس لاش کے ٹکڑوں کو گن نہیں سکتے تھے۔ انھوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ان ٹکڑوں میں ڈمی سونیا کا دایاں ہاتھ نہیں ہے۔ اس کا دایاں ہاتھ تو بہت پہلے ہی کاٹ دیا گیا تھا۔

سیکرٹ ایجنٹ میکی وک زوؤا کا مقصد یہ تھا کہ جہاں اس بند گاڑی کو تباہ کیا گیا تھا وہاں سونیا کی لاش نہ ملے اور یہ تاثر قائم ہو کہ سونیا بچ گئی ہے اور وہ وہاں سے فرار ہو گئی ہے۔ یہی ریڈ پاور کے لوگ سوچ رہے تھے۔

کیا یہودی بھی یہی سوچ رہے ہوں گے؟ میں نے یہ جاننے کے لیے کابال تنظیم کے سربراہ کے دماغ کو ٹٹولنا شروع کیا۔ اس کے دماغ نے بتایا "ہم نے ڈمی سونیا کو بند گاڑی میں روانہ کیا تھا۔ اس گاڑی پر حملہ ہوا۔ ڈمی سونیا کو لے جانے والے سپاہی سب کے سب ہلاک ہو گئے لیکن ڈمی کی لاش نہیں ملی"۔

ری مونڈیل اس واقعے سے یہ نتیجہ اخذ کر رہا تھا کہ اس بند گاڑی پر اصلی سونیا نے حملہ کیا تھا اور ڈمی کو نکال کر لے گئی تھی۔ میں نے ری مونڈیل کی سوچ میں سوال کیا "سونیا اپنی ڈمی کو لے جا کر کیا کرے گی؟ وہ تو خود ہی چھپتی پھر رہی ہوگی۔ اتنی بڑی ڈمی کو کہاں چھپاتی پھرے گی؟"

ری مونڈیل کی سوچ نے جواب دیا "اسے چھپانے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو ریڈ پاور والوں کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہے۔ وہ رسونتی کو طیارے میں لے جانا چاہتے ہیں۔ ان چار تخریب کاروں میں ایک عورت ہے۔ وہ یقیناً اصلی سونیا ہوگی۔ ڈمی کو یہاں چھوڑا جائے گا۔ تاکہ ہم اس سے دھوکا کھا جائیں لیکن ہم بھی انھیں دھوکا دینے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ جیسے ہی

وہ ایئرپورٹ پہنچیں گے، ہم اصلی سونیا تک پہنچ جائیں گے۔"

خوب تماشا ہو رہا تھا۔ بے چاری اصلی سونیا اپنی نیند پوری کر رہی تھی۔ ہم آرام سے ایک کمرے میں تھے اور دشمن آپس ہی میں ایک دوسرے کو دھوکا دینے میں مصروف تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف چالیں چل رہے تھے اور انھیں یقین تھا کہ وہ دوسرے پر سبقت لے جائیں گے۔ مخالف کی چال کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

وہ جو کچھ بھی کر رہے تھے، میرے لیے ایک تماشا تھا لیکن اس تماشے کا ایک پہلو مجھے پسند نہیں تھا اور طیش دلا رہا تھا۔ وہ یہ کہ ریڈ پاور کا ماسک مین اور اس کا سیکرٹ ایجنٹ میکی وک زوڈا ظالم اور سنگدل تھے۔ انھوں نے بے چاری ڈمی سونیا کو بے دردی سے ہلاک کر دیا تھا۔ اس کے ٹکڑے سمیٹ کر دفن کرنے کے بعد خوش فہمی میں مبتلا ہو رہے تھے کہ انھوں نے اصلی سونیا کو مار ڈالا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ اصلی سونیا کو مار چکے تھے یعنی جس سونیا کی خدمات اپنی تنظیم کے لیے حاصل کرنا چاہتے تھے، موقع ملنے پر اسی کو ہلاک کر چکے تھے۔ یہ ان کے دوغلے پن کی بدترین مثال تھی۔

آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا۔ اس سے پہلے ہی مسلح فوجیوں نے اس طیارے کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ رسونتی وہاں پہنچ گئی تھی۔ اس کے ساتھ ری مونڈیل بھی تھا۔ دوسری طرف سے سیکرٹ ایجنٹ میکی وک زوڈا اپنی لیڈی سیکرٹری اور دو ماتحتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا۔ یہودی حکام کی تسلی کی خاطر لیڈی سیکرٹری کو ایمی میک اپ کیمرے کے سامنے کھڑا کیا گیا۔ مختلف زاویوں سے اس کے چہرے کو اچھی طرح دیکھا گیا، پھر ایک لیڈی انسپکٹر نے اس کی گردن کو ٹٹولتے ہوئے ماسک میک اپ کو سمجھنے کی کوشش کی۔ لیکن ماسک میک اپ نہیں تھا۔ وہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ تھی۔

اس لیڈی سیکرٹری سے طرح طرح کے سوالات کیے گئے۔ اور وہ جواب دیتی رہی۔ اس کا نام لیڈی نتاشا تھا اور وہ انگریزی زبان میں جواب دے رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا، وہ یہ روپ میں تو نہیں ہے۔ پتا چلا، اس کا نام واقعی نتاشا ہے۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اسی نے سونیا بن کر یہودی افسران کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا اور رسونتی کے لیے سودے بازی کی تھی۔

جب یہودی افسران کو اس کی طرف سے پوری طرح اطمینان ہو گیا تو ری مونڈیل نے کہا: "یہ سونیا نہیں ہے۔ وہ اتنی نادان نہیں ہے کہ ٹی وی اسکرین پر بیان دینے کے لیے ہمارے حصار میں چلی آئے گی۔ ہم تم سے اپنی ڈمی سونیا طلب کر رہے ہیں۔ وہ کہاں ہے؟"

اس سوال نے میکی وک زوڈا اور اس کے تمام ساتھیوں کو چونکا دیا۔ میکی وک زوڈا نے پوچھا: "ڈمی سونیا سے کیا مراد ہے؟"

"وہی جسے بند گاڑی سے اغوا کیا گیا۔ تم لوگوں نے اس گاڑی کو تباہ کر دیا۔ ہمارے بہت سے فوجی جوانوں کو ہلاک کر دیا۔ تم نے یا سونیا نے کیا، ایک ہی بات ہے لیکن ہمیں ڈمی چاہیے۔"

میں میکی وک زوڈا کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ وہ اندر سے پریشان ہو رہا تھا۔ اس بات کو سمجھ رہا تھا کہ جس لاش کے ٹکڑے ان لوگوں نے دفن کیے ہیں، وہ اصلی نہیں بلکہ ڈمی کے ٹکڑے تھے۔ اصلی اب بھی تل ابیب میں موجود ہے یا پھر اعلیٰ بی بی یا فرہاد کے ساتھ یا پیچھے یہاں سے جا چکی ہے۔

ری مونڈیل نے پوچھا: "مسٹر میکی وک زوڈا! تم تو بہت دولت مند تاجر ہو۔ ہمارے تاجروں سے تمھارے پرانے کاروباری تعلقات ہیں۔ انھوں نے تمھیں دعوت نامہ دے کر یہاں بلایا ہے۔ بے چارے یقیناً یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ تم ریڈ پاور کے لیے کام کرتے ہو۔ بہرحال ہم پھر وہی سوال دُہرا رہے ہیں۔ ہماری ڈمی سونیا کہاں ہے؟"

میکی وک زوڈا سمجھ گیا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں بُری طرح پھنس گیا ہے۔ وہاں سے فرار ہونے کی صورت نہیں تھی۔ طیارے کو چاروں طرف سے مسلح فوجیوں نے گھیر رکھا تھا۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر اپنی لیڈی سیکرٹری نتاشا کی طرف دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں پھر جیسے بجلی لپک گئی ہو۔ نتاشا نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے فوجی جوان کی پیٹ میں زور سے کہنی ماری۔ یہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ فوجی جوان اس کے سر سے بلند ہوا اور دور زمین پر جا کر چاروں شانے چت ہو گیا۔

وہ بہت پھرتیلی تھی لیکن فوجی جوان بھی مٹی کے مادھو نہیں تھے۔ وہ اس کی طرف دوڑے لیکن اس سے پہلے نتاشا نے میکی وک زوڈا کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے اس کی کنپٹی پر ریوالور کی نال لگا دی اور چیخ کر کہا: "اگر کسی نے بھی میری طرف حرکت کی تو میں اسے گولی مار دوں گی۔"

سب اپنی اپنی جگہ رک گئے۔ نتاشا کی پھرتی قابلِ داد تھی۔ لوگوں نے اتنا ہی دیکھا کہ اس نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے جوان پر حملہ کیا، لیکن کون سی تکنیک آزمائی کر اسے اٹھا کر دے مارا، پھینک دیا اور اس کے ہولسٹر سے ریوالور بھی نکال لیا۔ اب ریوالور رسونتی کے لیے موت بن گیا تھا۔ نتاشا نے موقع سمجھ کر میکی وک زوڈا کو نشانہ بنایا تھا۔ وہ چاہتی تو ری مونڈیل کو بھی ریوالور کی زد پر رکھ سکتی تھی لیکن وہ بڑی حاضر دماغ تھی۔ یہ سمجھتی تھی کہ اگر میکی وک زوڈا کا ایک سربراہ اس کے ہاتھوں مارا جائے گا تو دوسرا آجائے گا لیکن دوسری رسونتی انھیں نہیں ملے گی۔ فرہاد کو کھو دینے کے بعد یہودیوں کے لیے وہ بہت اہم ہو گئی تھی۔

رسونتی سہمی ہوئی تھی۔ اپنے لیے نہیں، اپنے بیٹے پارس کے لیے جو اس کی گود میں تھا۔ نتاشا کہہ رہی تھی: "یہ نہ سمجھنا کہ صرف تمھی رسونتی میرے ہاتھوں ماری جائے گی۔ پہلے اس کا بچہ اس کی آنکھوں کے سامنے ریوالور کا نشانہ بنے گا۔ ایک بار پھر خبردار کرتی ہوں کہ جس نے مجھ پر حملہ کیا تو اس کی گرفت میں آنے سے پہلے یہ دونوں ماں بیٹے زندہ نظر نہیں آئیں گے۔ ری مونڈیل! اپنے آدمیوں کو حکم دو کہ مجھ سے دور رہیں۔"

ری مونڈیل نے پہلے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر کہا۔ "نتاشا! واقعی تم عجلت میں یہی کر سکتی تھیں۔ مادام ہمارے لیے بہت اہم ہیں لیکن یہ تو سوچو، اگر ہم نے مادام کو تمھارے ساتھ جانے دیا تو پھر ہمارے لیے ان کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہوا۔ فرہاد پہلے ہی ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ بھی چلی جائیں گی تو پھر ہمارے پاس کیا رہے گا؟ ہم نے اتنی بھاگ دوڑ کی۔ اتنی جانفشانی سے یہ بازی جیتی۔ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا دوست بنانے کی بھرپور کوشش کی۔ اس کا نتیجہ ہمیں کیا ملے گا؟ اگر کوئی دوست اپنی صلاحیتوں سے، اپنے ہنر سے، اپنی خوبیوں سے بالکل خالی ہو تو وہ ایک خالی ریوالور کی طرح ہوتا ہے جو کارتوس کے بغیر چل نہیں سکتا۔ مادام رسونتی اور مسٹر فرہاد دونوں ہی ہمارے پاس خالی ریوالور کی طرح تھے۔ ہم ان کے دماغ کے لیے ٹیلی پیتھی کا کارتوس تیار کر سکتے تھے لیکن دونوں ہی ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا ہم بازی ہارنا پسند کریں گے؟ چلو رسونتی نہ سہی، تم تو ہاتھ آؤ گی۔ تمھارے ساتھی ہاتھ آئیں گے۔ پھر ہم تمھارے مالک مینن سے سمجھ لیں گے۔"

رسونتی نے سہمے ہوئے انداز میں پوچھا: "مسٹر مونڈیل! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا آپ میری ہلاکت کو پسند کریں گے؟ ہیں نے ہر طرح، ہر مرحلے پر دوستی نبھائی ہے۔"

"مادام! آپ یقیناً ہماری بہترین دوست ہیں اور ہم بھی آپ کے دوست ہیں لیکن دوستوں کی زندگی میں آزمائشی مرحلے آتے ہیں۔ ایسے مرحلے پر جان دے کر ہی دوستی کا ثبوت فراہم کیا جا سکتا ہے اور یہ آپ کے لیے ثبوت فراہم کرنے کا موقع ہے۔"

رسونتی چیخ کر بولی: "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا میرا بچہ میری آنکھوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر مرے گا اور میں دیکھ سکوں گی؟ یہ دوستی مجھ سے ہے، اس معصوم کو کیوں ہلاک کیا جائے گا؟ یہ کیوں ہماری دوستی کی بھینٹ چڑھے گا؟"

"مادام! نتاشا کے چیلنج کے مطابق کوئی اس کے قریب نہیں آرہا ہے لیکن طیارے کے اندر پہنچنے کا راستہ ہمارے فوجیوں نے روک رکھا ہے۔ ہم حتی الامکان کوشش کریں گے کہ نتاشا ہتھیار ڈال دے۔ اگر یہ راضی نہ ہوئی تو پچھتائے گی۔"

رسونتی بولی: "ابھی تو میں پچھتا رہی ہوں۔ اب سے پہلے میں فرہاد کے ساتھ رہی، سونیا کے ساتھ رہی۔ میں نے اس مرنے والی رومانہ کے تیور بھی دیکھے ہیں۔ یہ میرے تینوں ایسے ساتھی تھے جو جان پر کھیل کر میری حفاظت کرتے رہے تھے۔ اس وقت آپ کو دوستی کا ثبوت دینا چاہیے۔ اگر یہ لوگ مجھے لے جانا چاہتے ہیں تو انھیں اجازت دے دیجیے۔ میں جہاں بھی جاؤں گی، آپ کی دوستی کو فراموش نہیں کروں گی۔ یہ مجھے اپنے طور پر کبھی استعمال نہیں کر سکیں گے۔ میں وعدہ کرتی ہوں، جب بھی میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آئیں گی، میں صرف آپ ہی کے کام کروں گی۔"

"بڑی مشکل ہے مادام! اکثر دوست آزمائش کے ایسے مرحلے پر پہنچ جاتے ہیں، جہاں وہ ایک دوسرے کی بات نہیں سمجھتے۔ میری بات آپ کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے اور یہی بات آپ کہہ سکتی ہیں کہ آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

"آپ کی دوستی میں کھوٹ پیدا ہو گیا ہے۔ اگر نہیں ہوا ہے تو مجھے جانے دیجیے۔ میں نے آپ کے لیے اپنے شوہر کو چھوڑ دیا لیکن اپنے بچے کو نہیں چھوڑ سکتی۔ اس کی زندگی مجھے عزیز ہے۔ پلیز مجھے جانے دیجیے۔"

نتاشا نے سخت لہجے میں کہا: "تم لوگوں کے یہ ڈرامائی ڈائیلاگ صبح سے شام تک جاری رہیں گے۔ میں اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتی۔ اپنے آدمیوں کو حکم دو کہ طیارے کی سیڑھی کے پاس سے ہٹ جائیں۔"

ری مونڈیل نے کہا: "تمھارے ریوالور میں چھ گولیاں ہیں ہم میں سے چھ افراد کو منتخب کر دو اور گولیاں چلا دو۔ اس کے بعد کیا ہوگا؟"

میں نے نتاشا کے دماغ کو کنٹرول کر لیا اور اس بات کا منتظر تھا کہ وہ کہے، چلانا چاہے تو کسی طرح روک دوں۔ بے شک رسونتی سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا تھا اور نہ ہی آئندہ تعلق رکھنا چاہتا تھا لیکن ہم انسان ہیں۔ کسی کو بے سبب ہلاک ہوتے نہیں دیکھ سکتے۔ اس کی گود میں ایک ننھا سا بچہ تھا۔ میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ نتاشا ضدی ہے۔ خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرنے سے پہلے اپنی دھمکی پر عمل کرے گی۔ چھ گولیوں سے چھ افراد کو ہلاک کرے گی۔ جن میں رسونتی اور فرضی پارس بھی شامل ہیں۔

ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا۔ وہ بھی مصلحتاً ڈھیل دے

رہی تھی۔ تاکہ دشمنوں کو سوچنے کا موقع ملے اور وہ ان کے لیے راہِ فرار کھولنے پر مجبور ہو جائیں۔ میں نے تھوڑی دیر پہلے ہی سونیا سے کہا تھا کہ رسونتی میرے لیے نامحرم ہے۔ اب میں اس سے رابطہ قائم نہیں کروں گا۔ کبھی اس کی آواز نہیں سنوں گا لیکن حالات ایسے موڑ پر لے آتے ہیں، جب انسان اپنے ارادوں پر پوری طرح عمل نہیں کر سکتا۔ مجبور ہو کر رابطہ قائم کرتا ہے۔ میرے دل میں یہی بات آئی کہ رسونتی نے میرے ساتھ بھلائی نہیں کی لیکن میرا انسانی فرض ہے کہ میں اسے دوست اور دشمن کی تمیز کرنا سکھاؤں اور یہی بہتر موقع ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں یہودیوں کو دوست بنانے کے لیے فرہاد سے لڑتی رہی۔ اسے قائل کرنے کی کوشش کرتی رہی اور اس کے نقطۂ نظر کو سمجھنے سے انکار کرتی رہی۔ آج سمجھ رہی ہوں۔ آہ! میں وہی عورت ہوں جب میرا سابقہ شوہر سلاخوں کے پیچھے قید تھا اور اسٹیج پر اسے تماشا بنا کر پیش کیا جا رہا تھا تو میں نے نفرت اور حقارت سے کہا تھا کہ اسے نہ مارا جائے۔ یہ فرہاد جو مغرور ہے، میں اسے اپنے قدموں تلے رکھوں گی۔ اپنا غلام بنا کر رکھوں گی۔ یہ سب کچھ میں نے کیوں کیا؟ کن لوگوں کی باتوں میں آ کر کیا؟ ان ہی مکار یہودیوں کی باتوں میں آ کر۔ افسوس! میں نے کتنی بڑی حماقت کی۔"

وہ سوچ رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس لمحے میں نے محسوس کیا، وہ موت سے نہیں ڈر رہی ہے۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "میری سزا یہی ہے۔ مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بچے کو تڑپ تڑپ کر مرتے دیکھنا ہوگا۔ یہی میری سزا ہے۔ اس کے بعد پھر مجھے مرنا ہوگا۔ ہاں یہی میری سزا ہے۔ اس سے بھی بھیانک سزا مجھے ملے تو کم ہے۔ دنیا ٹھیک ہی کہتی ہے، عورت خواہ کتنی ہی تعلیم حاصل کر لے، کتنی ہی غیر معمولی صلاحیتوں کی مالکہ بن جائے، وہ عورت ہوتی ہے۔ کہیں نہ کہیں، کسی نادانی اور حماقت کرتی ہے کہ پچھتانے کے بعد بھی اس کی تلافی نہیں کر سکتی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "بے شک تلافی نہیں ہو سکتی۔ میں نے منا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ممتا جب شدت اختیار کر لیتی ہے تو اس کی دعائیں عرش تک پہنچتی ہیں۔ ممتا وہ جذبہ ہے جس سے عورت اپنی کھوئی ہوئی قوتوں کو ماں کے شدید جذبوں سے حاصل کر سکتی ہے۔ کیا میں اپنی کھوئی ہوئی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں صرف اپنے بچے کی حفاظت کے لیے، صرف چند لمحوں کے لیے حاصل کر سکتی ہوں؟"

ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہ سوچ اس کے دماغ میں پیدا ہوئی تو اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے خیالات کو صرف اس بات پر مرکوز کر دیا کہ اب وہ سوچ کی لہروں کو نتاشا کی طرف نشر کرنے والی ہے اور پوری ممتا کی قوت کے ساتھ ایسا کرنے والی ہے۔

دوسرے ہی لمحے اس نے سانس روک لی۔ میرے تنبیہ دینے پر وہ چیخ کر بولی "مجھے خالی ریوالور نہ سمجھو۔ ابھی میرے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا کارتوس چلے گا اور نتاشا تمھارے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ رہا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روکی۔ زور سے اپنے دماغ کو یوں جھٹکا دیا، جیسے سوچ کی لہر کو نتاشا کی طرف نشر کر رہی ہو۔ اگلے ہی لمحے نتاشا کے حلق سے چیخ نکلی۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا تھا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر دور جا گرا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی حالت پر قابو پاتی، اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر ریوالور کو تلاش کرتی، چاروں طرف سے مسلح فوجیوں نے اسے گھیر لیا۔ دوسرے فوجیوں نے رسونتی کو اپنے گھیرے میں رکھ لیا۔ اس کے چاروں طرف دیوار بن گئے تاکہ اب کوئی اسے یرغمال نہ بنا سکے۔

نتاشا جیسی عورتیں اس وقت تک قابو میں نہیں آتیں جب تک بے بس نہ ہو جائیں۔ وہ گرفت میں آنے کے باوجود مچل رہی تھی۔ ایک دو کو اس نے جھٹکے دے کر دور پھینک دیا۔ پھر سامنے والے کو لات ماری۔ دوسرے نے اسٹین گن کے کندے سے اس کے منہ پر ضرب لگائی اور اس کی ناک اور منہ سے خون بہنے لگا۔ پھر بھی وہ باز نہیں آ رہی تھی۔ نتاشا بہت ہی زبردست قوتِ ارادی کی مالکہ تھی لیکن ان حالات میں اس کی بے خوفی اور قوتِ ارادی بے جا تھی۔ وہ اپنے آپ کو ان کے حوالے نہیں کر رہی تھی۔ جب کہ بالآخر ایسا کرنا ہی تھا۔ اس لیے میں دور سے اسے دیکھنے لگا۔

پہلے تو وہ پارس کو سینے سے لگا کر بار بار چوم رہی تھی، اسے بھینچ کر شکر ادا کر رہی تھی کہ بچے کی جان بچ گئی ہے۔ پھر اسے ہوش آیا۔ اس نے چونک کر دور نتاشا کی طرف دیکھا۔ وہ زمین پر گر پڑی تھی۔ چاروں طرف سے فوجی اپنے بوٹوں سے ٹھوکریں مار رہے تھے۔ رسونتی سوچنے لگی "اس کے ہاتھ سے ریوالور کیسے گر گیا؟ میں نے ممتا کے جوش میں آ کر کہا تھا کہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بالکل ہی مردہ نہیں ہیں۔ ابھی اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ جائے گا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کی تکنیک پر عمل کیا تھا اور اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ کیا میری صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں؟"

اتنے میں ری مونڈیل اس کے پاس آ گیا۔ عقیدت سے اس کے ہاتھ کو تھام کر اس کے سامنے جھکتے ہوئے بولا "مادام! آپ نے تو کمال کر دیا۔ ہمیں شکر ادا کرنا چاہیے۔ آپ کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں۔"

رسونتی نے اسے گھور کر دیکھا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ پر ذرا سا قابو پا کر اس کی سوچ میں سمجھایا "ابھی اس سے دشمنی مول لینا نہیں چاہیے۔ یہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے اسے میری زندگی کی پروا نہیں تھی۔ میرے بچے کی پروا نہیں تھی۔ اب یہ عقیدت سے ہاتھ تھام کر میرے سامنے جھک رہا ہے۔ مجھے سمجھداری سے کام لینا چاہیے۔ مصلحت اندیشی ہی ہے کہ میں غصہ نہ دکھاؤں اور کسی مناسب موقع کی تلاش میں رہوں تاکہ ان سے نجات مل جائے۔"

ری مونڈیل کہہ رہا تھا "مادام! معلوم ہوتا ہے، آپ ہم سے ناراض ہیں۔ دیکھیے، میں نتاشا کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ آپ کو یرغمال بنا کر یا آپ کو ہلاک کر کے بھی وہ زندہ نہیں بچے گی اور اس کے آدمیوں کو بھی فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ میں نتاشا کو باتوں میں الجھا رہا تھا اور میرے آدمیوں نے طیارے کے اندر جانے کا راستہ روک رکھا تھا۔ دراصل میں . . . ."

رسونتی نے بات کاٹ کر کہا "کوئی بات نہیں۔ جو ہونا تھا، وہ ہو گیا۔ میں سمجھتی ہوں، آپ اس وقت اپنے طور پر چال رہے تھے۔ جو چال اپنے طور پر چلی جائے، وہ دوسروں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اسی لیے میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اب سمجھ گئی ہوں۔ بات ختم کریں اور مجھے جلد سے جلد ڈاکٹر کے پاس لے چلیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ مجھ میں ایک ذرا دیر کے لیے ٹیلی پیتھی کی صلاحیت پیدا ہوئی تھی۔ میرے دماغ میں یقیناً غیر محسوس طریقے سے تبدیلی واقع ہو رہی ہے۔ شاید میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں جلد ہی حاصل کر لوں۔"

ری مونڈیل اور اس کے آس پاس کھڑے ہوئے یہودی بہت خوش ہو رہے تھے۔ انھوں نے رسونتی کو ہاتھوں ہاتھ ایک کار کے پاس پہنچایا۔ اسے پچھلی سیٹ پر بٹھایا۔ ری مونڈیل بھی پاس بیٹھ گیا۔ پھر وہ کار وہاں سے روانہ ہو گئی۔ سامنے بیٹھا ہوا بلیک آفیسر وائرلیس کے ذریعے اپنے آدمیوں سے کہہ رہا تھا۔ "سوروکی اسپتال کے تمام بڑے ڈاکٹروں کو اطلاع دو، وہ فوراً ہسپتال پہنچیں۔ مادام رسونتی کا کیس ہے۔ پندرہ منٹ کے اندر تمام ڈاکٹروں اور لیڈی ڈاکٹروں کو وہاں حاضر ہو جانا چاہیے۔"

ری مونڈیل نے رسونتی کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا "آپ ذرا خیال خوانی کی کوشش کریں۔ کسی سے رابطہ قائم کریں۔ ہو سکے تو سونیا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کریں۔ پلیز، ہمیں بتائیں، وہ تل ابیب میں کہاں چھپی ہوئی ہے؟"

وہ ایک دم سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اپنے بچے کو گود میں سنبھالتے ہوئے بولی "مسٹر مونڈیل! آپ نئے سربراہ ہیں۔ اس سے پہلے میں نے کابال تنظیم کے سربراہ اور تمام اعلیٰ حکام سے کہہ دیا تھا کہ میں فرہاد سے دشمنی کر سکتی ہوں، ایک بار اپنے بچے کی مخالفت کر سکتی ہوں لیکن سونیا کی مخالفت کسی صورت میں نہیں کروں گی، چاہے میری جان چلی جائے۔ میں نے ایسی عظیم عورت اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھی اور آپ مجھے اس کا سراغ لگانے کے لیے کہہ رہے ہیں؟"

"کوئی بات نہیں۔ سونیا آپ کے لیے عزیز ہے تو ہمارے لیے بھی عزیز ہے۔ پلیز، آپ فرہاد علی تیمور کے دماغ میں جھانک کر دیکھیے۔ اسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟ ہمارے گمشدہ ہیلی کاپٹر کو اغوا کر کے کہاں لے جایا گیا ہے؟"

رسونتی نے آنکھیں بند کر لیں۔ میرے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ کس فرہاد کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی؟ آخری بار اس نے سجاد کو فرہاد کے روپ میں سلاخوں کے پیچھے دیکھا تھا۔ بہرحال ٹیلی پیتھی کی پرواز کے لیے ابھی وہ خود پریشان ہوتی رہتی اور ڈاکٹروں کو پریشان کرتی رہتی۔ میرے پاس کبھی نہ پہنچتی۔ میں سجاد کے پاس پہنچ گیا۔

وہاں دن نکل آیا تھا۔ وہ سب ہیلی کاپٹر سے باہر آ گئے تھے۔ رات کو چاروں طرف جو اونچے اونچے پہاڑ نظر آئے تھے وہ دن میں بدل تو نہیں سکتے تھے۔ وہی اونچی اونچی چٹانیں تھیں اور بلندی تک جمے ہوئے بے ترتیب وزنی پتھر دکھائی دے رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے ذرا بھی کوئی کھانسے گا یا چھینکے گا تو آواز سے پتھر سرک جائیں گے اور اوپر سے گرنا شروع ہو جائیں گے۔ وہ سب کھڑے سر گھما کر دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک گارڈ نے چیخ کر پوچھا "یہاں کوئی ہے؟"

اس کی آواز دور تک گونجنے لگی "کوئی ہے۔ ہے، ہے، ہے۔" وہ سب چوکس ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ یوں لگ رہا تھا، جیسے ان کی پکار کا جواب مل رہا ہے۔ "ہاں ہے، ہے، ہے . . ."

میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں یکبارگی کہا "ہوں ہوں، میں آ گیا ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ اس کے قریب کھڑے ہوئے محافظوں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ ذرا سہم کر بولی "کچھ نہیں، یہاں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

میں نے چپکے سے پوچھا "مجھ سے ڈر لگ رہا ہے؟"

"تم اس طرح اچانک نہ آیا کرو۔ اگر میں سانس روک لوں تو میرے دماغ میں جگہ بھی نہ ملے۔"

"کہو تو چلا جاتا ہوں۔"

"میں گھر آئے ہوئے مہمان کو ناراض نہیں کرتی۔"

ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ہم یہاں زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتے۔ ہمیں فلائی کرنا چاہیے شاید کسی دوسری جگہ۔۔۔"

اس کی بات کے دوران میں اعلیٰ بی بی نے مجھ سے کہا: میں نہیں چاہتی کہ کسی دوسری جگہ ہمیں آرام ملے اور سجاد آرام سے نیند پوری کرے۔"

"تم ایسا کیوں نہیں چاہتیں؟"

"ربی اسفند یار نے میرے اور سجاد کے دماغ میں تنویمی عمل کے ذریعے یہ بات ٹھونس دی ہے کہ ہم رات کو گیارہ بجے آرام سے سو جایا کریں گے اور نیند میں اس کی دوستی کا سبق دُہراتے رہیں گے۔ پچھلی رات مجبوری تھی۔ ہم سو نہ سکے لیکن جب بھی آرام سے سونے کا موقع ملے گا، ربی اسفند یار کی باتیں دماغ میں تازہ ہو جائیں گی۔ مجھ پر تو اثر نہیں کر سکتیں لیکن سجاد ان سے متاثر ہوگا۔"

"کیا اسی لیے تم نے ہیلی کاپٹر کا رُخ ادھر موڑ دیا ہے؟"

"ہاں، اگر ہم بابا صاحب کے ادارے میں جاتے تو اسے آرام ملتا۔ میں کچھ روز سجاد کو بھٹکانا چاہتی ہوں۔ اسے کم از کم ایک ہفتے تک آرام نہیں ملنا چاہیے۔"

"اتنی سی بات کے لیے تم اسے اس ویرانے میں لے آئی ہو؟"

"میں اس ویرانے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی تھی اور یہ اتنی سی بات نہیں ہے۔ تم سے تو رابطہ قائم نہیں ہو رہا تھا۔ تم سمجھ رہے تھے، میں فرہاد علی تیمور کو اپنے دماغ میں محسوس کر لوں گی۔ لہٰذا مجھ سے پیچھا چھڑتے رہے۔ میں نے بار ہا انتظار کیا۔ یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ تم کب سجاد کے دماغ میں رہ کر مجھے دیکھتے ہو۔ میری باتیں سنتے ہو۔ میں نے مجبور ہو کر یہ قدم اٹھایا ہے۔ میں سمجھتی تھی کہ جب ہیلی کاپٹر کو اغوا کروں گی اور اس کا رخ موڑ دوں گی تو یقیناً تم میرے پاس آنے پر مجبور ہو جاؤ گے اور دیکھ لو تمھیں آنا ہی پڑا۔"

"سجاد جب بھی سویا کرے گا، میں اس تنویمی عمل کا توڑ کرتا رہوں گا۔"

"میں یہی چاہتی ہوں۔ اگر میں سجاد کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جاتی تو کسی نہ کسی ہپناٹزم کے ماہر کی خدمات حاصل ہو سکتی تھیں۔ وہ بھی ربی اسفند یار کے تنویمی عمل کا توڑ کر لیتا لیکن تم نے سجاد کے دماغ میں نقش کر دیا ہے کہ وہ فرہاد ہے۔ اگر کوئی دوسرا تنویمی عمل کا ماہر، ربی اسفند یار کے عمل کو صاف کرتا تو ہو سکتا ہے کہ تمھارے تنویمی عمل کو بھی صاف کر دیتا اور وہ پھر خود کو سجاد سمجھنے لگتا۔ اسی خدشے کی بنا پر میں نے یہ چکر چلایا ہے۔"

"تم نے اچھا کیا۔ اب ان لوگوں کو مشورہ دو کہ صرف ہیلی کاپٹر میں پرواز کرے۔ چاروں طرف پہاڑوں کی بلندیاں جائے اور دور تک ایک چکر لگا کر دیکھے کہ آس پاس کی جگہ کیسی ہے اور یہ کون سا ملک ہے۔"

"یہ دونوں مسلح محافظ شاید میرا یہ مشورہ تسلیم نہ کریں۔ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر جانا چاہیں گے۔"

"تم سجاد کے ساتھ جانے سے انکار کر دو۔ بہانہ یہ ہوگا، ہیلی کاپٹر میں ایندھن برائے نام رہ گیا ہے۔ لہٰذا تم ڈرتی ہو کہ یہ نہیں پرواز کے دوران کب ایندھن ختم ہو جائے اور تمام زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں۔"

ہم سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہے تھے۔ ادھر وہ اگلی سیٹ میں مشورے کر رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا: "میں فرہاد کے ساتھ یہیں رہوں گی۔ آپ دونوں کے پاس ہتھیار ہیں لہٰذا آپ ہماری حفاظت کے لیے یہیں رہیں۔ صرف پائلٹ کا جانا بہتر ہوگا۔"

ایک گارڈ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اعلیٰ بی بی نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکتے ہوئے کہا: "میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس ایندھن برائے نام رہ گیا ہے۔ لہٰذا میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔ فرہاد کے ساتھ یہیں رہوں گی۔"

"لیکن مادام! پرواز کے دوران ایندھن کم پڑنے لگا اور پائلٹ کسی دوسری جگہ اتر گیا تو ہمارا اس سے رابطہ قائم نہیں ہوگا۔"

"پائلٹ یہاں سے پرواز کرنے کے بعد جہاں بھی جائے گا یقیناً کسی آبادی کے قریب ہی اترے گا۔ یہ آپ کے باس سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ ایک بار ان سے رابطہ قائم ہو جائے تو یہاں سے بآسانی نکل جائیں گے۔"

اعلیٰ بی بی اپنی ضد پر قائم رہی۔ مجبوراً پائلٹ کو وہاں جانا پڑا۔ دونوں گارڈ، اعلیٰ بی بی اور سجاد کے ساتھ رہ گئے۔ پائلٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر اوپر کی طرف اٹھ رہا تھا۔ چاروں طرف پھیلی پہاڑیوں سے بلند ہوتا جا رہا تھا۔ وہ پرواز کرتے ہوئے آس پاس کے علاقوں کو دیکھنے لگا۔ ایک طرف سمندر نظر آ رہا تھا۔ دوسری طرف دور تک پہاڑیوں کا سلسلہ تھا۔ کہیں سبزہ زار نظر آتا تھا۔ ایک جگہ برائے نام ایک چھوٹی سی بستی نظر آئی۔ پتا چلا، وہ یونان کے جنوب میں جزیرہ کریٹ ہے اور وہ پہاڑیاں اس جزیرے کے مشرقی حصے میں ہیں۔ اگر اعلیٰ بی بی سجاد کے ساتھ پیدل سفر کرے گی اور ان پہاڑیوں کو عبور کرے گی تو آگے جا کر اسی بستی کے قریب پہنچ جائے گی۔

اب پائلٹ اس ہیلی کاپٹر کو جزیرہ کریٹ کے شہر ہیراکلیون کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی، ایندھن اتنا ہے

شاید وہ شہر تک بھی نہ پہنچ سکے کہیں قریب ہی اتر جائے۔ میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے سمندر کی طرف موڑ دیا۔

تھوڑی دیر بعد جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ نیچے صرف سمندر نظر آ رہا تھا۔ حالانکہ اس نے تھوڑی دیر پہلے شہر کی طرف پرواز کی تھی۔ یہ کیسے ہو گیا؟ اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اس نے پھر ہیلی کاپٹر کا رخ موڑنا چاہا لیکن میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے موڑنے نہیں دیا۔ وہ سمندر میں لے جاتا رہا۔ حتیٰ کہ ایندھن ختم ہونے لگا۔ وہ جزیرہ کریٹ سے دور چلا آیا تھا۔ مشرق کی طرف ایک اور جزیرہ کو بھی پار کر گیا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ آس پاس کوئی جزیرہ ہے نہ کسی ملک کا ساحل نظر آتا ہے تو میں نے اسے کاک پٹ بٹن پر مجبور کیا۔ اب وہ ہیلی کاپٹر سمندر کی سطح سے چند فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا اب تب وہ سمندر کی سطح کو چھو لے گا اور چھونے کے بعد اس میں ڈوبتا چلا جائے گا۔

یہی کچھ ہو رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کبھی سمندر کی سطح سے ٹکراتا تھا اور غضب ناک لہریں چاروں طرف چھینٹوں کی صورت میں چھلکتی تھیں، پھر وہ ذرا بلند ہوتا تھا۔ ایسا ہی ہوتا رہا۔ پھر پائلٹ نے کاک پٹ سے نکل کر پانی میں چھلانگ لگا دی۔ میں اعلیٰ بی بی کے پاس آ گیا۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

میں نے اسے تفصیل سے سمجھا دیا۔ وہ بولی: "میں ان مسلح محافظوں کو اس بستی تک چلنے پر کیسے مجبور کروں؟"

"ابھی یہ مجبور ہو جائیں گے۔ ذرا تم قہقہے لگاؤ۔"

اس نے قہقہہ لگایا۔ دونوں گارڈ اسے حیرانی سے دیکھنے لگے۔

سجاد نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

وہ چپ ہو گئی۔ پریشان ہو کر بولی: "پتا نہیں، کیا بات ہے۔ اچانک میرا دل ہنسنے کو چاہا اور میں بے اختیار ہنسنے لگی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک گارڈ کو ہنسنے پر مجبور کیا۔ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ ہنس رہا تھا اور سہمی ہوئی نظروں سے سراٹھا کر پہاڑی کی بلندیوں کو دیکھتا جا رہا تھا۔ دوسرے گارڈ نے اسے تھام لیا۔ جھنجھوڑ کر پوچھا: "بھئی کیا ہو گیا؟ یہ کیا پاگل پن ہے؟"

قہقہہ لگانے والے گارڈ نے اچانک خود کو چھڑا کر اپنے ساتھی کے منہ پر زور سے گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ایک چٹان سے ٹکرا گیا۔ اسے چاہیے تھا کہ وہ اپنے ساتھی کو حملہ کرنے سے روکتا یا جوابی کارروائی کرتا لیکن وہ خود قہقہے لگانے لگا۔ اب وہ پہلا قہقہے لگانے والا گارڈ اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔

اور اپنے سر کو تھام کر سوچ رہا تھا، تھوڑی دیر پہلے اس کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ وہ کیوں ایسا کر رہا تھا؟ جو کچھ وہ کر رہا تھا، وہی اپنے ساتھی کو کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ آخر اس نے کہا: "معلوم ہوتا ہے، ہم کسی آسیب زدہ علاقے میں آ گئے ہیں۔ میں بھی محسوس کر رہا تھا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار قہقہے لگا رہا ہوں۔"

دوسرے گارڈ نے اس کی تائید کی: "میں بھی بے اختیار کچھ اسی طرح کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔"

اعلیٰ بی بی نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا: "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔"

"لیکن ہم ہیلی کاپٹر کا تو انتظار کریں۔ پائلٹ آتا ہی ہوگا۔"

"ذرا گھڑی دیکھو۔ اتنی دیر ہو گئی ہے۔ ایندھن ختم ہو گیا ہوگا۔ وہ کہیں اتر گیا ہے۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "اب یہ دونوں گارڈ دھر جائیں گے، تم اسی طرف سجاد کے ساتھ چلی جانا۔"

یہ کہتے ہی میں اُن میں سے ایک کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے اسٹین گن کو اپنے ساتھی کی طرف گیا۔ پھر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: "میں تمھیں گولی مار دوں گا۔"

اس کے ساتھی نے حیران ہو کر کہا: "جوڈی! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ اسٹین گن نیچے کرو۔"

"اگر تم میرے آگے آگے نہیں بھاگو گے تو میں فائر کر دوں گا۔"

وہ ذرا پیچھے ہٹتے ہوئے بولا: "کیا تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

"کیا بھول گئے ہو، تھوڑی دیر پہلے تمھارا بھی دماغ خراب ہو گیا تھا۔ اب بھاگنا شروع کرو۔"

یہ کہتے ہی اس نے تڑتڑاتڑ کی آواز کے ساتھ گولیاں اس کے قدموں کی طرف برسائیں۔ قدموں تلے زمین سخت تھی اس کے باوجود گولیاں مٹی کو اچھالتے ہوئے ذرا دور تک چلی گئیں۔ اس کا ساتھی بوکھلا کر بھاگتے ہوئے بولا: "دیکھو، یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میں جوابی کارروائی کر سکتا ہوں لیکن یہ حماقت ہوگی۔ میں تمھاری طرح پاگل نہیں بن سکتا۔ تم مجھے اس طرح کیوں بھگا رہے ہو؟"

"بس تم بھاگتے چلو۔"

اب یہ حالت تھی کہ ایک آگے بھاگ رہا تھا اور دوسرا اسٹین گن کی زد میں اسے بھگا رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور سجاد بھی دوڑتے ہوئے ان کے پیچھے جانے لگے۔ سجاد نے کہا: "آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟ تم دونوں ہمارے محافظ ہو لیکن آپس ہی میں جھگڑا کر رہے ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اچھا ہے۔ اسی بہانے ہم اس جگہ سے ذرا دور چلے جائیں گے۔ ہوسکتا ہے، وہ آسیب ہم پر حاوی نہ ہوسکے۔"

میں جدھر انھیں لے جانا چاہتا تھا، وہ اشین گن والا اُدھر اپنے ساتھی کو بھگا رہا تھا۔ میں چاہتا تو دونوں کو ایک دوسرے سے لڑا کر وہیں ختم کرسکتا تھا لیکن ادھر سے سراغ رساں طیارے یا ہیلی کاپٹر گزرتے تو انھیں جوانوں کی لاشیں زمین پر پڑی ہوئی نظر آجاتیں یا پھر مردار کھانے والے گدھ ادھر آجاتے اور سراغ رسانوں کی رہنمائی کرتے۔ اسی لیے میں انھیں بھگاتا جا رہا تھا۔ بہت دور جانے کے بعد میں نے ایک جگہ انہیں رُکنے پر مجبور کر دیا۔ بائیں طرف ایک غار نظر آرہا تھا۔ مجھے یاد آیا، جب ہیلی کاپٹر کا پائلٹ پرواز کر رہا تھا تو میں نے اس کے ذریعے مشرق کی طرف ایک پہاڑی دیکھی تھی۔ اس کے دوسری طرف چند میل کے فاصلے پر وہ چھوٹی سی بستی اور سبزہ زار نظر آئے تھے۔ میں نے اسی غار میں انھیں داخل ہونے پر مجبور کر دیا۔

جو گارڈ آگے آگے بھاگ رہا تھا، وہ اس بات سے مطمئن تھا کہ اس کا ساتھی اس وقت تک فائر نہیں کرے گا جب تک وہ اس کی بات مانتا رہے گا۔ شاید اس علاقے سے نکل جانے کے بعد وہ آسیب اس کے ساتھی کے دماغ سے نکل جائے۔ اس کے بعد وہ اس سے اشین گن چھین لے گا۔

اس غار میں نیم تاریکی تھی لیکن راستہ نظر آتا تھا۔ دن کی روشنی اس غار میں دور تک چلی گئی تھی۔ جہاں روشنی کا گزر نہیں ہوتا تھا، وہاں پہاڑی کے اوپر والی چٹانیں کہیں کہیں بٹ گئی تھیں۔ جیسے قدرتی روشن دان بن گئے ہوں۔ وہ دونوں بہت دور تک آگے پیچھے دوڑتے رہے۔ جب میں نے اندازہ لگایا کہ دونوں اس غار کے درمیانی حصے میں پہنچ گئے ہیں اور پیچ در پیچ غار کے اس حصے تک مردار کھانے والے گدھ نہیں پہنچ سکیں گے تو میں نے پیچھے والے کو اشین گن سے فائر کرنے پر مجبور کر دیا۔ تڑ تڑا تڑ کی آواز کے ساتھ آگے جانے والا گارڈ لڑکھڑا کر گرا۔ میں اس گرنے والے کے پاس پہنچ گیا۔ چھوٹے چھوٹے بلٹ اس کے جسم میں پیوست ہو گئے تھے۔ اس کے باوجود میں نے اسے سنبھالا۔ وہ ڈگمگاتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے جوابی فائرنگ کی۔ اعلیٰ بی بی اور سجاد ان سے بہت دور غار کی ایک دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے تھے تاکہ ان کی فائرنگ سے خود کو محفوظ رکھ سکیں۔

غار کے اندر گولیاں چلنے کی آوازیں دور تک گونج رہی تھیں پھر اچانک فائرنگ تھم گئی۔ اس کی گونج تھوڑی دیر تک سنائی دیتی رہی۔ آخر سناٹا چھا گیا۔ اعلیٰ بی بی اور سجاد دیوار سے ہٹ کر دیکھا۔ دونوں کی لاشیں ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "اب جلدی سے اس غار کو عبور کر لو۔ شاید فائرنگ کی آواز دور دور تک گئی ہو۔ وہاں کے لوگ اِدھر آسکتے ہیں۔"

وہ سجاد کے ساتھ تیزی سے چلنے لگی۔ وہ غار پیچ در پیچ دور تک چلا گیا تھا۔ وہ دیر تک چلتے رہے۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد غار کے دوسرے سرے پر پہنچے تو انھیں کھلا آسمان اور دن کا روشن اجالا دکھائی دیا۔ دور تک سبزہ زار نظر آرہا تھا۔ دور بہت دور، اونچائی پر کچھ مکانات تھے۔ اندازے کے مطابق کم از کم دو اڑھائی میل کے فاصلے پر ہوں گے۔

میں نے کہا "تم دونوں وہاں جاسکتے ہو۔ تھوڑی دیر بعد میں تمھاری خیریت معلوم کروں گا۔ اب مجھے بھی نیند پوری کرنی ہے۔"

وہ چلتے چلتے بولی "تم نے اپنے متعلق کچھ بتایا نہیں۔"

"بتاؤں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سونیا بستر پر اپنی نیند پوری کر رہی تھی۔ جب تک اعلیٰ بی بی اور سجاد اس بستی میں پہنچ نہ جاتے، میں مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ تقریباً پینتالیس منٹ کے بعد میں نے پھر ان سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ بستی کے قریب پہنچ رہے تھے۔ وہاں کوئی بیس پچیس مکانات ہوں گے۔ بستی کے کچھ لوگ اس غار کی طرف آرہے تھے۔ وہ زرد رنگ کے لبادے میں تھے اور سب ہی مرد تھے۔ اعلیٰ بی بی کو دیکھ کر ٹھٹک گئے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں تیر کمانیں اور کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں عجیب قسم کے نیزے تھے۔ وہ قدیم یونانی تاریخ کے باشندے لگ رہے تھے۔ ایک کے پاس رائفل بھی تھی۔ اس نے رائفل کا رخ اعلیٰ بی بی کی طرف کرتے ہوئے پیچ کر قاقا زبان میں کچھ کہا۔ وہ دونوں جہاں تھے، وہیں رک گئے۔ پھر سجاد نے بلند آواز سے کہا "ہم تمھاری زبان نہیں جانتے۔ تم میں سے کوئی انگریزی جانتا ہو تو ہم سے بات کرے۔"

رائفل والے نے کہا "اس علاقے میں عورتوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ صرف عورتوں کی ہی بات نہیں ہے، ہم اپنی بستی میں کوئی مادہ جانور بھی نہیں پالتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "یہ تو عجیب سی بات ہے ہیں یونان کے متعلق کسی حد تک جانتی ہوں۔ ایتھنز سے چھ سو کلومیٹر دور کریٹ ایتھوز ہے، وہاں تقریباً نو سو سال سے عورتوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ یونان کے قدامت پسند راہبوں نے کوہِ ایتھوز کو اپنی جاگیر بنا رکھا ہے۔"

رائفل والے نے کہا "ہم وہی یونانی راہب ہیں، لیکن یہ جزیرہ کریٹ ہے۔ یہاں کسی علاقے میں عورتوں کا داخلہ ممنوع نہیں ہے۔ تم لوگوں نے یہ خود ساختہ قانون بنا یا ہوا ہے۔"

"ہم سے بحث نہ کرو۔ اپنی زندگی چاہتی ہو تو واپس چلی جاؤ۔ ایک قدم بڑھاؤ گی تو جان سے جاؤ گی۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو سوچ کے ذریعے کہا "یہ کیا نئی مصیبت ہے۔ میں تم لوگوں کی طرف سے مطمئن ہو کر سونا چاہتا تھا مگر ایسے آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔"

"ان لوگوں نے خواہ مخواہ یہ قانون بنایا ہوا ہے۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے، عورتوں کا داخلہ کسی اور جگہ ممنوع نہیں ہے۔"

"ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔ میں اگر اس رائفل والے کے دماغ میں پہنچ کر اسے ختم کر دوں، تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ دوسرے موجود ہیں گے۔ یہی ایک ایسا ہے جس کے ذریعے میں دوسرے راہبوں کی اجنبی زبان سمجھ سکتا ہوں۔"

سجاد نے ان سے کہا "ہم نہتے ہیں۔ جھگڑا نہیں کریں گے واپس چلے جائیں گے لیکن اتنی تو راہنمائی کرو کہ ہمیں کدھر جانا چاہیے۔ جہاں ایسی کوئی بستی ہے، جہاں ہم دونوں کا گزارہ ہو سکے؟"

"کم از کم پچاس یا پچپن میل مغرب کی طرف جانے سے ایک چھوٹا سا شہر ملے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ہم اُدھر جائیں گے لیکن ابھی تھکے ہوئے ہیں۔"

رائفل والے نے ڈانٹ کر کہا "تم باتیں نہ کرو۔ ہم عورت کی آواز سننا بھی پسند نہیں کرتے۔ تمھارا آدمی بولے گا۔"

سجاد نے کہا "اچھی بات ہے۔ میں ہی کہتا ہوں۔ ہمیں کم از کم دو چار گھنٹے سونے کا موقع ملنا چاہیے۔ ہم بھوکے ہیں۔ کچھ کھانا بھی چاہتے ہیں۔ کیا اتنی سی انسانی ہمدردی نہیں کر سکتے؟"

رائفل والے نے ایک طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس پہاڑی کے دامن میں جہاں بڑی بڑی چٹانوں کا ایک گھیرا بنا ہوا ہے، وہاں جا کر آرام سے سو جاؤ۔ اپنی عورت سے کہو ایمان سے اور ذرا دور چلی جائے۔ تم جہاں ہو، وہیں کھڑے رہو۔ ہم کچھ کھانے کی چیزیں تمھیں دیں گے۔"

اعلیٰ بی بی سجاد کو وہیں چھوڑ کر دور جانے لگی۔ رائفل والے نے پوچھا "یہ فائرنگ کی آوازیں کیسی تھیں؟ اُدھر غار کی طرف سے سنائی دے رہی تھیں۔"

"ہمارے ساتھ دو مسلح جوان تھے وہ آپس میں لڑنے لگے۔"

"کیوں لڑنے لگے؟"

میں نے سجاد کے دماغ میں جو بات ڈالی، اسی کے مطابق وہ کہنے لگا "تم دیکھ رہے ہو، میری عورت بہت خوبصورت ہے۔ وہ اس کے لیے لڑنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آپس ہی میں لڑ مرے۔"

سجاد کی باتوں کے دوران وہ تمام یونانی راہب دور جانے والی اعلیٰ بی بی کو دیکھ رہے تھے۔ ایک راہب ان کے لیے ڈبل روٹی اور قرائی کیا ہوا گوشت لے آیا۔ سجاد نے پوچھا "یہ کس جانور کا گوشت ہے؟"

"ہم مادہ جانور نہ تو پالتے ہیں نہ اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ یہ ایک دُنبے کا گوشت ہے۔"

اس نے پانی سے بھرا ہوا ایک جگ اور ایک گلاس لے دے دیا۔ وہ یہ چیزیں لے کر اعلیٰ بی بی کی طرف آنے لگا۔ میں نے کہا "ذرا تیزی سے اس پہاڑی کی طرف جاؤ، جہاں وہ چٹانیں ہیں۔"

وہ پندرہ منٹ کے بعد وہاں پہنچے۔ ان چٹانوں کے سائے میں زمین پر اتنے بڑے بڑے پتھر تھے کہ ان پر آرام سے سویا نہیں جاسکتا لیکن کسی نہ کسی طرح نیند پوری کی جاسکتی تھی۔ ان لوگوں نے تھوڑا سا کھایا۔ پانی پیا۔ پھر دو مختلف پتھروں کے اوپر چڑھ کر لیٹ گئے۔ وہاں سے تقریباً چار فرلانگ کے فاصلے پر وہ بستی نظر آرہی تھی۔ ہرے بھرے درختوں کے درمیان کچھ مکانات دکھائی دیتے تھے۔ باقی بستی کا حصہ چھپا ہوا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "میں اطمینان سے سو نہیں سکتی۔ ان راہبوں سے ڈر لگتا ہے۔"

"سجاد سے کہو، وہ تین گھنٹے تک جاگتا رہے۔ اس کے بعد تم اپنی نیند پوری کر لو گی تو وہ سو جائے گا۔" میں نے اس سے کہا۔

انھوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ اعلیٰ بی بی آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔ میں نے اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر سلا دیا۔ اس کے دماغ میں تین گھنٹے بعد بیداری کا وقت مقرر کر دیا۔ اس کے بعد اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ مجھے سو جانا چاہیے تھا لیکن دل نہیں مان رہا تھا۔ جانے کیوں ان راہبوں کی طرف سے اندیشہ تھا۔ جن مذاہب میں نفس کشی کا منتہا یہ ہو کہ عورت شجرِ ممنوعہ سمجھی جائے وہاں گناہ کے لیے چور راستے کھل جاتے ہیں۔ اسی لیے اسلام میں رہبانیت سختی سے منع کی گئی ہے۔ عیسائیوں میں راہب اور راہبائیں کیسے مشترکہ طور پر تبلیغی زندگی گزارتے ہیں۔ یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن یونان میں کوہِ ایتھوز کے راہبوں نے تو انتہا کر دی تھی۔ نو سو سال سے عورتوں اور مادہ جانوروں کا وجود اپنے علاقے میں ممنوع قرار دے رکھا تھا اور یہی پابندی اس چھوٹی سی بستی میں بھی عائد کی گئی تھی۔ میں ان راہبوں کی طرف سے مطمئن نہیں

رہ سکتا تھا۔

ایک گھنٹے بعد سونیا اپنے وقت کے مطابق بیدار ہوگئی۔ مجھے دیکھتے ہی بولی "تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟"

اس کی نیند کے دوران میں جو باتیں میں نے معلوم کی تھیں، وہ تمام اسے بتا دیں۔ اس نے سننے کے بعد کہا "واقعی اعلیٰ بی بی ایسی جگہ ہے کہ تم مطمئن ہو کر نیند پوری نہیں کر سکتے۔ ٹھیک ہے، دو گھنٹے اور جاگ لو۔ اس کے بعد سو جانا۔"

"نصیب میں یہی لکھا ہے تو جاگنا ہی پڑے گا۔"

وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ "فرہاد! تم نے کہا تھا رسونتی سے کبھی رابطہ قائم نہیں کرو گے۔ اس کی آواز تک نہیں سنو گے البتہ زندگی کے کسی موڑ پر اچانک سامنا ہو جائے تو یہ دوسری بات ہے، اور یہ دوسری بات آج ہی ہوگئی۔ جب یہ ہو ہی گئی ہے تو پلیز اس سے میل ملاپ کر لو۔"

"ہرگز نہیں۔"

"یہ ہٹ دھرمی ہے۔"

"تم کیوں اس سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کہہ رہی ہو؟"

"وہ تمہاری دشمن ہونے کے باوجود میری عقیدت مند ہے۔ احسان فراموش نہیں ہے۔ وہ تمہارے احسانات کو بھی نہیں بھولے گی۔ تمہارے ہی بیان کے مطابق وہ اب تم سے دشمنی کر کے پچھتا رہی ہے۔ جب ٹھوکر لگتی ہے، تب ہی اپنے یاد آتے ہیں اور دشمنوں کے چہرے بے نقاب ہو جاتے ہیں۔ جب وہ راہِ راست پر آ رہی ہے تو۔۔۔"

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "وہ اب سے پہلے بھی بارہا راہِ راست پر آتی رہی ہے۔ بارہا اپنی غلطیوں پر پچھتاتی رہی ہے۔ مجھ سے کئی بار معافی مانگ چکی ہے۔ اپنی غلطی کا احساس کر چکی ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟"

"جو کچھ بھی ہوا، اس نے جو کچھ بھی کیا، بار بار کیا، تب بھی وہ اپنی ہے۔"

"میرے لیے اپنی نہیں ہے۔ تمہارے لیے ہو سکتی ہے۔"

"چلو میرے لیے سہی۔ کیا میری خاطر اس سے رابطہ قائم نہیں کرو گے؟ کیا یہ نہیں معلوم کرو گے کہ وہ کس حال میں ہے؟ اگر اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ رہی ہیں تو اس کی مدد کرو۔ بے شک تم سے کوئی تعلق نہیں رہا لیکن تم اس کے کام آؤ گے تو وہ تمہاری احسان مند رہے گی۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد بھی تم سے دشمنی نہیں کرے گی۔"

"واہ، کیا دانشمندی سکھا رہی ہو۔ میں ایک نہیں کئی بار اس سے دھوکا کھا چکا ہوں۔ تم مجھے پھر وہی غلطی کرنے کے لیے کہہ رہی ہو۔ بابا صاحب نے آخری وقت رسونتی کے متعلق کیا کہا تھا؟ کیا تمھیں یاد نہیں ہے؟"

"یاد ہے۔ انھوں نے کہا تھا، رسونتی اب کبھی مکمل روحانی علم حاصل نہیں کر سکے گی۔"

"کیا انھوں نے غلط کہا تھا؟"

"بابا صاحب کی باتوں کو ہم غلط نہیں کہہ سکتے۔ انھوں نے روحانی عمل سے اس کے دماغ میں کوئی ایسی گرہ لگائی ہے جس کی وجہ سے وہ یہ علم دوبارہ حاصل نہیں کر سکے گی۔ میں یقین سے کہتی ہوں، اگر بابا صاحب آج زندہ ہوتے، اسے پچھتاتے ہوئے دیکھتے، وہ توبہ کرتی، راہِ راست پر آتی، تو بابا صاحب اسے معاف کر دیتے۔ اس کے دماغ سے وہ گرہ کھول دیتے، جو ہمارے لیے ناقابلِ فہم ہے۔"

"بابا صاحب ایسا ضرور کرتے۔ اس لیے کہ انھوں نے روحانی عمل کیا ہے، ٹیلی پیتھی کوئی روحانی علم نہیں ہے۔ اس کے اصول اور ضابطے ہیں۔ ایک مخصوص تکنیک ہے۔ روحانی عمل کی کوئی تکنیک نہیں ہوتی۔ ہوتی بھی ہو تو ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتی۔ روحانی عمل کے جو نتائج نگاہوں کے سامنے آتے ہیں، ان کا راز ہمیں نہیں ملتا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ عمل کیسے ہو گیا یا ہو رہا ہے۔ اگر رسونتی کے دماغ میں دوبارہ کوئی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال کر سکتا ہے تو روحانی عمل کے ذریعے ہی کر سکتا ہے۔ میرے بس کی بات نہیں ہے۔"

وہ ناراض ہو کر میرے پاس سے اٹھ گئی۔ باہر جانے لگی تو میں نے کہا "تم خواہ مخواہ ناراض ہو جاؤ گی، تو میں تمھیں نہیں مناؤں گا۔"

"میں تمہاری خوشامد بھی نہیں کر رہی ہوں۔"

"یہ تو زبردستی ہے۔ خواہ مخواہ ضد کر رہی ہو۔"

"یہ ضد نہیں ہے۔ تم نے اس سے رابطہ قائم کرنے سے انکار کر دیا۔ جب اسے اغوا کیا جا رہا تھا تو کیا ضرورت تھی اس کے دماغ میں جاتے اور ذرا سی دیر کے لیے ٹیلی پیتھی چلے کرتے؟ ایک بار رابطہ قائم کر چکے ہو تو دوبارہ ابھی کر لو۔ ایک بار تو مجبوری تھی۔ اس کی اور فرضی پارسا زندگی خطرے میں تھی۔ اگر میں وہاں نہ پہنچتا تو شاشا اسے بچے کو ہلاک کر دیتی۔"

"بہرحال انسانی ہمدردی کے تحت تم اس کے پاس گئے تھے میں اسی انسانیت کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ اس سے رابطہ قائم کرو۔ وہ اپنی غلطی کا احساس کر رہی ہے، پچھتا رہی ہے، توبہ کر رہی ہے، تو فرض ہے کہ اسے پوری طرح اپنی غلطی کو محسوس کرنے دو۔ اور اسے راہِ راست پر لانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم دوبارہ اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔ یا اس سے نکاح پڑھوا لو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں صرف انسانیت کی بات کر رہی ہوں۔"

"یہ بتاؤ، تم چاہتی کیا ہو؟"

"وہ میری دوست ہے۔ جب تک دشمنوں کے گن گاتی رہی، میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا لیکن تمہاری زبان سے یہ سننے کے بعد کہ وہ اپنی غلطی کو محسوس کر سکتی ہے، تو میں اسے محسوس کرانا چاہتی ہوں۔ ان حالات میں وہ دشمنوں کے پاس نہیں رہے گی۔ وہ مجھے مانتی ہے۔ میں اسے مانتی ہوں اور میں اس کے کام آؤں گی۔ تم میری مدد نہیں کرو گے تو میں اپنے لیے کوئی دوسرا راستہ اختیار کروں گی۔"

"تمھاری یہی ضد ہے تو جاؤ، میں اس سے رابطہ قائم کروں گا۔ صرف تمہاری وجہ سے سوچوں گا کہ ہم اس کے ساتھ آئندہ کس طرح نیکیاں کر سکتے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر چلی گئی اور میں خیال خوانی کی پرواز میں مصروف ہو گیا۔

جن یونانی راہبوں نے اعلیٰ بی بی کا راستہ روکا تھا، ان میں سے ایک رائفل بردار تھا اور انگریزی بولتا تھا۔ میں اس کے دماغ پر حاوی ہو کر ان کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا، حتیٰ کہ ان کے چور خیالات بھی پڑھ سکتا تھا لیکن مجھ سے چوک ہو گئی تھی۔ میں نے اس انگریزی بولنے والے راہب کے لب و لہجے پر دھیان تو دیا تھا لیکن اسے یاد نہ رکھ سکا تھا۔ اب میں نے یاد کرنے کی کوشش کی تو ذہن ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ اس لیے میں سمادھ کے پاس پہنچ کر اس پاس دیکھنے لگا۔ سامنے ہی ایک اونچے سے پتھر پر اعلیٰ بی بی گہری نیند سو رہی تھی۔ وہ کسی اجنبی جگہ پہنچ کر اطمینان سے سوتا تو کبھی آرام کرنا بھی نہیں جانتی تھی لیکن ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر اس کے دماغ کو تھپک تھپک کر سلا دیا تھا۔ اب واقعی میری ٹیلی پیتھی کی لوری کا اس پر اثر ہوا تھا یا نہیں، میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس لیے کہ وہ کتنی گہری ہے۔ اس کا رفتہ رفتہ انکشاف ہوتا جا رہا تھا۔ تنویمی عمل ہو یا ٹیلی پیتھی کی لہریں ہوں، ایسے تمام علوم اس کے دماغ پر اسی حد تک اثر انداز ہوتے تھے جس حد تک وہ انھیں قبول کرنا پسند کرتی تھی۔

سمادھ بڑی دور دور تک ٹہلتا رہا۔ کبھی وہ اعلیٰ بی بی کے خراٹے لیتا، کبھی کوئی آہٹ سن کر دور تک نظر دوڑاتا۔ کسی پرندے کے پھڑپھڑا کر بیٹھنے کی آہٹ سے ستاتا ٹوٹ جاتا تھا۔ اس وقت

وہ اس پتھر کے قریب آ گیا تھا، جہاں اعلیٰ بی بی بے خبر سو رہی تھی۔ وہ اس کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔ ایک تو وہ یوں بھی حسین تھی، پھر خوابیدہ حسن کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

وہ اسے چھو کر دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کس حد تک گہری نیند سوتی ہے لیکن اسی وقت چونک کر اپنے سامنے کی ایک چٹان کو دیکھنے لگا۔ کچھ آوازیں سنائی دی تھیں۔

سامنے ایک سیدھی سی چٹان دیوار کی طرح کھڑی تھی۔ اس پاس پتھر تھے اور پھر چٹانیں تھیں۔ چٹانوں اور پتھروں کی بے ترتیبی سے وہ جگہ بلندی پر تھی جہاں اعلیٰ بی بی سو رہی تھی۔ سمادھ نے کان لگا کر سنا۔ تھوڑے وقفے کے بعد پھر آوازیں سنائی دیں اور وہ انسانی آوازیں تھیں۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا چٹان کے قریب پہنچا۔ چٹانوں اور پتھروں کی زبانیں نہیں ہوتیں۔ اگر ہوتیں تب بھی وہ انسانوں کی طرح بول نہیں سکتے تھے۔ وہ چٹان سے جا کر لگ گیا اور کان لگا کر سننے لگا۔ سامنے ہی جیسے ایک پتھر بول رہا تھا۔ اس نے چونک کر حیرانی سے اس پتھر کی جانب دیکھا پھر تیزی سے چلتا ہوا اُدھر پہنچا۔ بڑے بڑے بھاری پتھر ایک دوسرے پر بے ترتیبی سے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے دائیں بائیں جا کر دیکھا۔ شاید کسی پتھر میں شگاف نظر آئے یا کوئی ایسا راستہ ہو جہاں سے کسی کے بولنے کی آواز آئی ہو لیکن وہ ایک ٹھوس پہاڑ تھا۔ اندر سے کھوکھلا نہیں تھا کہ وہاں انسان بستے ہوں اور ان کے بولنے کی آواز سنائی دیتی ہو۔

اس نے سر گھما کر اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ جی میں آیا۔ اسے جگائے اور اسے ان آوازوں کے متعلق بتائے لیکن اعلیٰ بی بی نے کہا تھا، کوئی خطرہ ہو تو بیدار کرنا اور خطرہ فی الحال کہیں سے نہیں تھا۔

میری سوچ نے پلٹا کھایا۔

سونیا غسل خانے سے آ گئی تھی۔ اس نے ایک قیمتی لباس زیبِ تن کر رکھا تھا اور آئینے کے سامنے سنگھار کر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر بولی "کیا اعلیٰ بی بی ابھی تک سو رہی ہے؟"

میں نے اسے وہاں کے حالات بتائے۔ اس نے کہا۔ "آدھے گھنٹے کے بعد اس سے رابطہ قائم کرو۔ کیا رسونتی سے رابطہ قائم کیا تھا؟"

"اب کر رہا ہوں۔ تم تو پیچھے پڑ جاتی ہو۔"

میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ابھی تک جبتی معاشقے سے گزر رہی تھی۔ پتا چلا کتنے ہی ڈاکٹر معائنہ کر چکے ہیں آخری بار

ملٹری اسپتال کے ایک تجربہ کار ڈاکٹر نے کابال تنظیم کے سربراہ سے کہا: "ہمارے یہاں بیرونی ممالک سے جو معزز مہمان آئے ہیں ان میں ایک ڈاکٹر سومر ہیں۔ وہ دماغی امراض کا علاج کرنے میں بین الاقوامی شہرت کے حامل ہیں۔ وہ یقیناً رسونتی کی دماغی کمزوریوں کو معلوم کر کے علاج کر سکتے ہیں۔"

اس مشورے کے مطابق فوراً ڈاکٹر سومر سے رابطہ قائم کیا گیا۔ اعلیٰ حکام نے اس سے درخواست کی کہ وہ رسونتی کی دماغی توانائی بحال کر دے۔ اس کے عوض اسے منہ مانگا معاوضہ دیا جائے گا۔ ڈاکٹر نے پہلے تو رسونتی کا معائنہ کیا۔ پھر اسپتال کے وہ تمام آلات اور مشینیں دیکھیں جو دماغ کی اندرونی کیفیات اور کمزوریوں کو ظاہر کرتی تھیں۔ اس کے بعد وہ اس کمرے میں آیا جہاں اعلیٰ حکام اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے اطمینان سے بیٹھ کر کہا: "میں علاج کر سکتا ہوں۔"

سب خوش ہو گئے۔ کابال تنظیم کے سربراہ نے کہا: "اگر مادام رسونتی کی دماغی توانائی اور صلاحیتیں واپس آ جائیں گی تو ہم آپ کے قدموں میں دولت کا انبار لگا دیں گے۔"

ڈاکٹر نے ایک سگار نکالا اور اس کے سرے کو دانتوں سے چبا کر ایک طرف تھوک دیا۔ اعلیٰ حکام نے ناگواری سے اسے دیکھا مگر برداشت کیا پھر اس نے سگار کو سلگایا۔ وہ جواب دینے میں دیر کر رہا تھا اور انتظار کرنے والے اضطراب میں تھے۔ آخر اس نے سگار کا ایک گہرا کش لیا اور دھواں چھوڑتے ہوئے کہا: "دولت کون نہیں چاہتا؟ دنیا کے کتنے ہی ممالک میں میرا بینک بیلنس ہے۔ اس کے باوجود میں اور بینک بیلنس بڑھانا چاہتا ہوں لیکن میں امارت کے اس مرحلے پر ہوں، جہاں مشغلے کے طور پر دولت کو حاصل کیا جاتا ہے۔ میرے متعلق آپ نے سنا ہی ہو گا کہ مجھے تاش کے پتّوں سے بہت دلچسپی ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے کیسینو میں اپنی قسمت آزما چکا ہوں۔ کہیں بہت زیادہ ہار چکا ہوں اور کہیں تھوڑی بہت جیت بھی ہوئی ہے۔ یہاں میں کھیلنے آیا ہوں۔ تفریح کے موڈ میں ہوں لیکن آپ لوگ علاج کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ میں ایک شرط پر علاج کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"اگر میں نے آج شام تک مادام رسونتی کی دماغی توانائی بحال کر دی اور یہ خیال خوانی کے قابل ہو گئیں تو سب سے پہلے میں ان کی خیال خوانی سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ آج ایک رات کے لیے مادام رسونتی کی صلاحیتوں کو میرے نام کر دیں گے۔"

"ڈاکٹر سومر! آپ اپنی باتوں کی وضاحت فرمائیں۔"

"بات صاف ہے۔ میں یہاں تمام رات جوا کھیلتا رہوں گا۔ تاش کے پتّے میرے ہاتھ میں رہیں گے اور مادام رسونتی خیال خوانی کے ذریعے مجھے بتاتی رہیں گی کہ میرے مقابل کھلاڑیوں کے ہاتھ میں کون کون سے پتّے ہیں۔"

یہودی اکابرین ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے۔ ایک نے کہا: "ہمیں اعتراض نہیں ہے لیکن آپ جانتے ہیں، مادام رسونتی کیسینو میں داخل ہوں گی تو انھیں دیکھتے ہی یہاں آنے والے موزّ مہمان کھیلنے سے انکار کر دیں گے۔ وہ سمجھ لیں گے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم تمام لوگوں کی دولت سمیٹ لینا چاہتے ہیں۔"

"مادام کو وہاں لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اپنی رہائش گاہ میں آرام فرماتی رہیں گی اور میرے دماغ میں پہنچ کر میری رہنمائی کرتی رہیں گی۔"

"یہ ممکن ہے۔ ہمیں آپ کی یہ شرط منظور ہے۔ آپ فوراً اس کا ایگریمنٹ کر دیں۔"

ڈاکٹر سومر نے کہا: "میں اپنا کام کر لوں گا لیکن پہلے آپ کے ربی اسفندیار سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے تنویمی عمل کے ذریعے رسونتی کے ایسے خیالات معلوم کیے ہوں گے جو کسی مشین کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔"

فوراً ایک افسر نے ٹیلیفون کے ذریعے ربی اسفندیار سے رابطہ قائم کرنا شروع کیا۔ میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا: "مبارک ہو، کابال رسونتی کی دماغی توانائی بحال کرنے کے سلسلے میں بڑے زبردست اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ یہاں بین الاقوامی شہرت کا حامل ڈاکٹر سومر موجود ہے۔ وہ ربی اسفندیار سے رسونتی کے بارے میں تنویمی عمل کے نتائج معلوم کرنے کے بعد اس کا علاج شروع کرے گا۔ اس کا دعویٰ ہے کہ شام تک رسونتی خیال خوانی کے قابل ہو جائے گی۔"

سونیا نے میرے پاس آ کر کہا۔ "اب سے پہلے بھی بڑے بڑے ڈاکٹروں نے دعوے کیے ہیں لیکن رسونتی کا علاج نہیں کر سکے۔ بات وہی ہے۔ بابا صاحب نے اس کے دماغ میں کوئی گرہ لگا دی ہے یہ گرہ اسی وقت کھل سکتی ہے، جب جراثیم روحانی عمل کیا جائے یا رسونتی اپنی غلطیوں پر بُری طرح پچھتاتی رہے۔ توبہ کرے اللہ دشمنوں کو چھوڑ کر دوستوں کا ساتھ دے اور وہ ایسا کرنے لگی ہے۔"

"دیکھتے ہیں، ڈاکٹر سومر اور ربی اسفندیار مل کر کیا کرتے ہیں۔"

"وہ کچھ بھی کریں، تم رسونتی کے دماغ میں موجود ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تنویمی عمل کے دوران وہ پچھتانا شروع کر دے۔ تمھاری حمایت کرے اور ربی اسفندیار محتاط ہو جائے۔ دشمن رسونتی کی زبان سے تمھاری حمایت میں ایک لفظ سننا پسند نہیں کریں گے۔ وہ اس کا علاج نہیں کرائیں گے۔ پہلے اس کے دماغ میں دوبارہ دوستی کے جراثیم پیدا کریں گے۔ مکمل طور پر اسے اپنی طرف مائل کریں گے۔ پھر ڈاکٹر سومر سے علاج کرائیں گے۔"

"یہ تم نے پتے کی بات کی ہے۔ رسونتی پچھتا رہی ہے۔ اب میرے متعلق نفرت سے نہیں سوچ رہی ہے۔ یہ بات دشمنوں کو پسند نہیں آئے گی۔"

تھوڑی دیر بعد جب میں رسونتی کے پاس پہنچا تو اس کے پاس ڈاکٹر سومر اور ربی اسفندیار کھڑے ہوئے تھے۔ ربی اپنی معمول بنانے کے سلسلے میں ذہنی طور پر آمادہ کر رہا تھا۔ جب سے اس نے طیارے کے پاس نتاشا کو خیال خوانی سے زیر کیا تھا، تب سے وہ خود چاہتی تھی کہ فوری طور پر اس کا علاج ہو۔ اس کی دماغی کمزوری دور کی جائے اور وہ خیال خوانی کے قابل ہو جائے۔ اس لیے وہ آمادہ ہو گئی تھی۔

تنویمی عمل زیادہ طویل نہیں تھا۔ ربی اسفندیار نے اپنے اطمینان کے لیے پہلے تو یہ معلوم کیا تھا کہ رسونتی بدستور ان کی دوست اور وفادار ہے یا نہیں۔ میں نے اس کی زبان سے وفاداری اور دوستی کا یقین دلایا تھا۔ اس کے بعد اس نے ڈاکٹر سومر سے کہا۔ "میں اب سے پہلے بھی کئی بار تنویمی عمل کے ذریعے مادام کے دماغی حالات کو سمجھتا رہا ہوں۔ یہ جب بھی خیال خوانی کی کوشش کرتی ہیں، ان کے دماغ میں روشنی کا ایک ہالہ سا نظر آتا ہے۔ یہ محسوس کرتی ہیں کہ اُس ہالے کے پار... نہیں جا سکیں گی۔ اگر کسی طرح جانا ممکن ہو جائے تو خیال خوانی بھی ممکن ہو جائے گی۔"

ڈاکٹر سومر نے پوچھا: "روشن ہالے کا مطلب کیا ہوا؟"

"اس کا مطلب ہے روحانی عمل۔ کوئی ایسا روحانی عمل ہے جو مادام کو خیال خوانی سے روکتا ہے۔ میں کئی بار جواباً عمل کر چکا ہوں لیکن کامیابی نہیں ہو رہی ہے۔"

ڈاکٹر سومر نے کہا: "میں روحانیت کو اتنا نہیں مانتا جتنا کہ آپ بیان کر رہے ہیں۔ آپ کی باتوں سے اس کے مادّی اسباب سمجھ میں آ رہے ہیں۔ ایک عام سی بات ہے کہ آنکھوں کے سامنے کبھی اندھیرا اور کبھی روشنی ہو کہ آنکھیں چکا چوند ہو جائیں تو پھر سامنے کچھ نظر نہیں آتا لیکن تاریک شیشوں کی عینک لگی ہو تو روشنی کچھ کم ہو جاتی ہے۔ آدمی سامنے راستہ دیکھ کر چل سکتا ہے یہی بات دماغ کے ساتھ ہے۔ ان کے آگے جو روشنی کا ہالہ ہے، اس کے جلنے کی ان میں سکت، صلاحیت یا حوصلہ نہیں ہے۔ یہ حوصلہ پیدا کرنا ہو گا اور یہ حوصلہ دماغی توانائی سے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ بابا صاحب کا شکریہ! اب میں اپنے طور پر علاج کروں گا۔"

ربی اسفندیار نے تنویمی عمل کے بعد رسونتی کے دماغ کو جو ہدایت دی تھی کہ وہ ایک گھنٹے تک سوتی رہے۔ لہٰذا ڈاکٹر سومر ایک گھنٹے بعد اسے اٹینڈ کرنے والا تھا۔ اس وقت میں نے رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "میں اپنی غلطیوں پر پچھتا رہی ہوں۔ بہت پچھتا رہی ہوں۔ مجھے ایک بار اور موقع ملے تو میں ان غلطیوں کی بھرپور تلافی کروں گی۔ آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گی۔ میں جانتی ہوں، اب فرہاد ہمیشہ کے لیے غیر ہو گیا ہے لیکن کسی غیر کو اپنا بنانے کی کوشش کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ جب بھی اس سے سامنا ہو گا میں اپنی غلطیوں کی معافی مانگوں گی۔ اس کا ساتھ نہ رہے، تب بھی سونیا کے ساتھ ضرور رہوں گی۔"

میں نے کہا: "اپنے بھگوان سے پرارتھنا کرو کہ وہ تمھیں حوصلہ اور دماغی توانائی دے۔"

"میں بھگوان سے پرارتھنا کرتی آئی ہوں۔ آج پہلی بار خداوند کریم سے گڑگڑا کر دعا مانگ رہی ہوں۔ ایک مسلمان شوہر کی شریکِ حیات رہنے کے بعد میں نے کبھی اس کے مذہب کو، اس کے خدا اور رسولؐ کو نہیں اپنایا۔ نہ کبھی ان کا نام زبان پر لائی۔ آج پہلی بار میں صدقِ دل سے اور اپنی روح کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہی ہوں کہ میری دماغی کمزوری دور ہو جائے۔ اگر میں کبھی غلطی کروں تو مجھے اس سے بھی سخت سزا ملے۔ کبھی میری دماغی توانائی بحال نہ ہو لیکن وہ رحم والا جو توبہ کے دروازے کھلے رکھتا ہے، وہ توبہ کرنے والوں کو ضرور آزماتا ہے۔ میں اسی آزمائش سے گزرنا چاہتی ہوں۔"

وہ بول رہی تھی۔ خاموشی سے اپنے اندر گڑگڑا رہی تھی۔

میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ اس نے زندگی میں پہلی بار دل کی گہرائیوں سے ہمارے اللہ اور ہمارے رسولؐ کو یاد کیا تھا اور یاد کر رہی تھی۔ میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ سونیا نے پوچھا، "کیا ہوا؟" میں نے اسے رسونتی کی بدلی ہوئی سوچ، مزاج، نظریے اور عقیدے کے متعلق بتایا تو وہ خوش ہو گئی۔ کہنے لگی: "دیکھو فرہاد! میں نہ کہتی تھی، اگر کوئی دل سے پچھتا رہا ہو تو اسے معاف کر دینا چاہیے۔ اس کے ساتھ ایسی نیکی کرنا چاہیے کہ وہ خود اپنے لیے سیدھا راستہ تلاش کر لے۔ یہ تم نے بہت بڑی نیکی کی ہے۔ مجھے یقین ہے اس کی صلاحیتیں ضرور واپس آئیں گی۔"

"مجھے نیند آ رہی ہے۔ کیا تم باہر جانا چاہتی ہو؟"

"ہاں، جا رہی ہوں۔ تم دروازے کو اندر سے بند کر لو۔ میں وین وائز کے ساتھ تھوڑی دیر ٹیل ایب کی سیر کروں گی۔ اس وقت تک تم نیند پوری کر لینا۔"

ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے تک آئے۔

میں نے اسے محبت سے رخصت کیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا اور بستر پر آ کر لیٹ گیا۔

اعلیٰ بی بی دو گھنٹے سے کچھ زیادہ ہی نیند پوری کر چکی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ نیند کی حالت میں اس نے کچھ بے چینی سی محسوس کی۔ فوراً آنکھ کھل گئی۔ میں نے کہا۔ "میں ہوں۔ ذرا اٹھ جاؤ۔ سجاد کسی کی آوازیں سن رہا ہے مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں۔ پتھروں اور چٹانوں کے پیچھے سے آوازیں آ رہی ہیں۔"

وہ چند لمحوں تک سکون سے بیٹھی رہی۔ نیند سے بیدار ہونے کے بعد اس اجنبی ماحول سے خود کو مانوس کرنے لگی۔ پھر اس نے سجاد کی طرف دیکھا۔ اس نے پھر کہا۔ "میں یہاں کچھ آوازیں سن رہا ہوں۔"

"کہاں سے آ رہی ہیں؟" یہ کہتے ہوئے وہ پتھر سے اتری۔ سجاد کی رہنمائی میں ان پتھروں کے پاس گئی جو بے ترتیبی سے اوپر تلے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے سر اٹھا کر بلندی تک دیکھا، پھر ان پتھروں سے لگ کر آواز سننے لگی۔

میں نے کہا۔ "میں پچھلی رات سے اب تک جاگ رہا ہوں۔ سوچ رہا تھا، تم بیدار ہو جاؤ گی تو میں نیند پوری کروں گا لیکن یہاں کوئی نئی مصیبت آنے والی ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی پتھروں کے پاس دیوار نما چٹان ایک طرف سرکنے لگی۔ گڑگڑاہٹ کی آواز سن کر اعلیٰ بی بی اور سجاد ایک دم سے اچھل کر دُور ہٹ گئے۔ جدھر چٹان سرک رہی تھی، ادھر ایک خلا سا بنتا جا رہا تھا۔ پھر وہ چٹان اپنی جگہ تھم گئی۔ وہ ایک تنگ دروازے کے برابر راستہ نظر آ رہا تھا۔ اس دروازے سے ایک صحت مند آدمی گزر سکتا تھا۔ دن کی روشنی جہاں تک پہنچ رہی تھی، وہاں اس کے آگے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ تاریکی ہی تاریکی تھی لیکن وہ آوازیں اب واضح طور سے سنائی دے رہی تھیں۔

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "یہاں کون ہے؟"

ایک مرد کی آواز سنائی دی۔ "ہم ہیں۔ آ جاؤ، تمھارے لیے یہ راستہ کھولا گیا ہے۔" اس نے انگریزی میں کہا تھا۔ یہ وہی تھا جس کے پاس رائفل تھی۔

اعلیٰ بی بی اور سجاد ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے آگے بڑھے۔ اچانک دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے چاروں طرف چھ اور راہب جمع ہو گئے۔ وہ اعلیٰ بی بی اور سجاد کو اشارے سے آگے بڑھنے کا حکم دینے لگے۔

سجاد انکار کرنا چاہتا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کا ارادہ بھانپ کر کہا۔ "جیسا یہ کہہ رہے ہیں، ویسا ہی کرو۔ آؤ۔"

دونوں آگے بڑھ کر غار کے اندر اس سمت میں جانے لگے، جہاں انھیں جانے کا حکم دیا جا رہا تھا۔ ان کے آگے پیچھے راہب تھے۔ سجاد نے آہستگی سے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔ "تھوڑی دیر کے لیے میری خیال خوانی کی صلاحیت بحال ہو جائے تو میں ان سے ہتھیاروں کے بغیر نمٹ لوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے آہستگی سے جواب دیا۔ "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں یہاں سے کسی سمت جانا ہی تھا۔ عورت کے لیے راہبوں کی بستی کے پاس سے گزرنا منع ہے اور اب جدھر یہ رہے ہیں، وہاں بلیک پورٹ ہے۔ شاید تمھیں نہیں معلوم کہ وہ غلاموں کی تجارت کا مرکز ہے۔ دیکھیں گے، وہاں چل کر کیا کر سکتے ہیں۔"

"اور اگر کچھ نہ کر سکے تو میں غلام بن کر رہ جاؤں گا اور یہ لوگ تمھیں کسی کے ہاتھوں فروخت کر دیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے بڑے تحمل اور سکون سے کہا۔ "ہم قید میں نہیں لڑ سکتے مگر ہاں، موقع ملا تو ان سے نمٹ لیں گے۔"

وہ پُراعتماد تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس وقت میں سو رہا ہوں۔ اس کے بلیک پورٹ پہنچنے تک شاید بیدار ہو جاؤں گا اور اس سے رابطہ قائم کروں گا۔ جلد ہی رابطہ قائم نہ کر سکا تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ بحیثیت اعلیٰ بی بی کتنی ہی جانچ آزمائشوں سے تنہا گزر چکی تھی۔ اس ایک آزمائش سے بھی گزر سکتی تھی۔ میرا انتظار تو محض اس لیے تھا کہ وہ اپنی سوچ، اپنی ہمت اور اپنے ذرائع بہت سمجھ بوجھ کر استعمال کرتی تھی۔ ہم میں سے کسی کی موجودگی میں بالکل خاموش رہتی تھی اور تماشا دیکھتی رہتی تھی۔ جب تماشائی بنتے بنتے خود تماشا بن جاتی تھی تو اپنا اصلی روپ دکھاتی تھی۔

میری آنکھ کھل گئی۔ باہر بہت شور سنائی دے رہا تھا۔ باجے گاجے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہلا گلا ایسا تھا جیسے لوگ ناچ رہے ہوں، گا رہے ہوں، اچھل رہے ہوں، کُود رہے ہوں۔ میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کھڑکی کی طرف دیکھا، وہ بند تھی۔ اس کے باوجود باہر کی آوازیں آ رہی تھیں۔ تل ابیب کے تمام ہوٹلوں کی ان کھڑکیوں کے پاس جو سڑکوں کی طرف کھلتی تھیں، لوگ یہی ہلا گلا کرتا تھا، جس پر لکھا ہوتا تھا "سڑک کی طرف کھلنے والی کھڑکی نہ کھولیں۔ باہر خطرہ ہے۔" وجہ یہ تھی کہ چھاپہ مار عرب آئے دن حملے کرتے رہتے تھے۔ گولیاں چلتی تھیں۔ کوئی بھی گولی کسی بھی ہوٹل کی کھڑکی کی طرف آ سکتی تھی۔ اس لیے ہوٹلوں میں قیام کرنے والے مسافروں کو مستعد رہنے کی تاکید کی جاتی تھی۔

اس وقت باہر سے جو شور سنائی دے رہا تھا، اس میں سراسیمگی یا دہشت نہیں تھی بلکہ خوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔ میں بستر سے اتر کر کھڑکی کے پاس آیا مگر دیوار سے لگا رہا اور تھوڑا سا سر ہٹا کر بڑھا کر دیکھا۔ باہر کھلی شاہراہوں پر جوان مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے جلوس کی شکل میں ناچتے گاتے جا رہے تھے۔ خوشیاں منا رہے تھے۔ ان کے آگے پیچھے مختلف قسم کے بینڈ باجے اور آرکسٹرا وغیرہ مختلف دُھن سنا رہے تھے۔ الگ الگ دھُن پر لوگ مختلف طریقوں سے ناچ رہے تھے اور اپنی اپنی مسرتوں کا اظہار کر رہے تھے۔ ان کے پیچھے فوجی ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، طرح طرح کی توپیں اور مسلح بحری، بری اور فضائی فوج کے جوان نظر آ رہے تھے۔

۱۹۶۷ء میں دریائے اردن کے مغربی ساحل پر جنگ ہوئی تھی۔ اسرائیلی فوجیوں نے وہاں کے لاکھوں باشندوں کو پسپا کر کے دریا پار جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان فوجیوں سے جو ٹینک اور توپیں چھینی گئی تھیں، ان کی نمائش، جشنِ آزادی کے سلسلے میں ہو رہی تھی۔ ان ٹینکوں اور توپوں پر جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا "۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسرائیلی جانبازوں نے اپنے دشمنوں سے یہ مال حاصل کیا ہے۔" اس مقبوضہ فوجی مال اور اسباب کے اطراف تل ابیب کے مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے خوشی سے رقص کر رہے تھے۔

میں نے سونیا کی طرف سے دھمکی دی تھی کہ اگر اعلیٰ بی بی اور فرہاد کو رہا نہ کیا گیا تو آج کے دن اسرائیل میں کالا سورج طلوع ہو گا۔ ہم نے اس دھمکی پر عمل نہیں کیا کیونکہ انھوں نے ہماری شرط تسلیم کر لی تھی۔ ان دونوں کو رہا کر دیا تھا۔ اس رہائی کے پیچھے ان کی جو بھی چال رہی ہو۔ بہرحال وہ واقعی اعلیٰ بی بی اور نجاد کو بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانا چاہتے تھے لیکن ناکامی ہوئی اور اس ناکامی کے ذمے دار وہ لوگ نہیں تھے، اس لیے آج کے دن ہم نے انھیں پریشان نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

یوں بھی پریشان کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ دشمنوں کو ہلاک کیا جائے۔ جشنِ مسرت کے موقع پر بادردی دھماکے کیے جائیں۔ اُن کی خاص خاص عمارتوں کو منہدم کیا جائے۔ پریشان تو وہ ایسے بھی رہتے ہیں

آہنی سلاخوں والا کمرہ عمارت کے اُوپری حصے میں تھا۔ وہاں سے بہت کچھ نظر آتا تھا۔ کچھ نوجوان کبھی کبھی کھانے کی ٹرے لے کر اِدھر سے اُدھر جاتے ہوئے نظر آتے تھے۔ اس نے سوچا، یہ جو باہر کام کرنے والے جوان نظر آرہے ہیں یہ بھی قیدی ہیں۔ غلامی کے لیے آمادہ ہوگئے ہیں۔ اس لیے اس عمارت میں آزادی سے گھوم رہے ہیں۔

ستجاد سر جھکا کر سوچنے لگا۔ ایک جگہ قید رہنے سے بہتر ہے کہ وقتی طور پر غلامی کے لیے آمادہ ہو جائے۔ باہر نکلنے کے بعد اعلیٰ بی بی کے ساتھ فرار ہونے کا کوئی راستہ نکال لیا جائے گا۔

وہ انتظار کر رہا تھا کہ کوئی آکر اُس سے کچھ کہے۔ انتظار کرتے کرتے وہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے فرش پر لیٹ گیا۔ اس کی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے آنکھ لگ گئی۔ جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ سو رہا تھا۔ ربی اسفندیار کے تنویمی عمل کے مطابق گہری نیند میں اُس کا پڑھا ہوا سبق یاد کرنا چاہیے تھا۔ وہ سبق اُسے یاد آتا تھا مگر بے چینی محسوس ہوتی تھی۔ تنویمی عمل سے متاثر ہونے والے کے لیے آرام دہ بستر کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ننگے کھردرے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ میں رہا اور اُسے سبق یاد کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ ایک ہی دن کی کوششوں سے کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے لیے مسلسل چند روز تک عمل کی ضرورت تھی۔ اعلیٰ بی بی نے بڑی دانش مندی کا ثبوت دیا تھا کہ اُسے یہاں لے آئی تھی۔ اس کے اس اقدام سے ربی اسفندیار کے تنویمی عمل کا توڑ ہو رہا تھا۔

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس آکر اُسے ستجاد کے حالات بتائے پھر پوچھا۔ "اب کیا ارادہ ہے؟"

"ارادہ ہے اِدھر ہی رہ جاؤں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا کہہ رہی ہو؟ کیا ان لوگوں کے ساتھ مصر جانے کا پروگرام ہے؟"

"ہاں، کچھ دنوں تک ستجاد غلاموں کی سی زندگی گزارتا رہے تو بہتر ہے۔ اس سے اُسے آرام اور سکون کی نیند میسّر نہیں ہوگی۔"

"کمال ہے! تم اُسے بے آرامی میں مبتلا رکھنے کے لیے غلام بنائے رکھنا چاہتی ہو۔"

"کیا حرج ہے؟ آخر وہ ہماری ٹیم میں رہے گا۔ اُسے نئے تجربات سے گزرنا ہی چاہیے۔"

"لیکن ضرورت ہی کیا ہے۔ میں جو موجود ہوں۔ جب بھی وہ سویا کرے گا، میں ربی اسفندیار کے تنویمی عمل کا توڑ کیا کروں گا۔"

"فرض کرو تمھیں کسی دن وقت نہ ملا۔ تم اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکے۔ کوئی مجبوری ہوگئی تب کیا ہوگا؟"

"میں تمھاری بات سے متفق ہوں کہ اُسے تجربات سے گزرنا چاہیے۔ ابھی وہ سلاخوں کے پیچھے جھلاہٹ اور غصّے میں مبتلا ہے۔ پھر اس نے اپنے آپ کو پُرسکون رکھنا شروع کیا۔ تجربات کی کئی قسمیں ہیں اور اُسے سیکھنا چاہیے۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو رسونتی کے متعلق بتایا۔ تمام باتیں سننے کے بعد اُس نے کہا۔ "میں سونیا کے خیال سے متفق ہوں۔ جبکہ وہ نہ تو اب تمھاری شریکِ حیات بن سکتی ہے، نہ دوست بن کر تمھارے ساتھ رہ سکتی ہے لیکن وہ ہمارے ساتھ تو رہ سکتی ہے۔ ہماری دُشمن نہیں ہے۔ ایسی ساتھی ہے جو انجان ہے۔ اُسے اب دوست اور دُشمن کی پہچان ہو چلی ہے۔ ایسے میں ہمارا فرض ہے کہ اُس کا ساتھ دیں۔ اُسے اپنائیں۔ ہم نے ایسا نہ کیا تو وہ نہ اِدھر کی رہے گی نہ اُدھر کی۔ یہ دیویوں پر تو اب شاید ہی وہ کبھی بھروسہ کر سکے۔ پھر بے چاری کہاں جائے گی؟"

"تم نے بھی اُس کی حمایت میں تقریر شروع کر دی ہے اپنے متعلق بتاؤ۔ یہاں ان لوگوں کے ساتھ کیسے گزارہ کرو گی؟ یہ شیطان صفت لوگ ہیں۔ تم اپنے آپ کو کیسے بچاؤ گی؟"

"کیا میں نادان بچی ہوں؟ میں اپنی حفاظت کرنا خوب جانتی ہوں۔ ایسا موقع آئے تو دیکھ لینا میں کیا کرتی ہوں۔ میری فکر کرو۔ رسونتی کے پاس جاؤ۔ یقیناً وہ علاج کے آخری اسٹیج پر ہوگی۔ وہاں تمھاری ٹیلی پیتھی اس کے کام آسکتی ہے۔"

میں تھوڑی دیر بعد آنے کا وعدہ کر کے ڈاکٹر سومر کے پاس آگیا۔ وہ رسونتی کے بستر کے پاس بیٹھا ٹی وی کے اس گراف کو دیکھ رہا تھا جہاں رسونتی کی دماغی حالت کی نشان دہی ہو رہی تھی۔ اُس کی نبض ڈاکٹر کے ہاتھ میں تھی اور وہ آنکھیں کھولے چھت کو تک رہی تھی۔ اس کے سر پر آہنی خول چڑھا ہوا تھا۔ یہ خول سائنسی آلات پر مشتمل تھا جو رسونتی کی دماغی کیفیات اور حالات کو ٹی وی اسکرین کے گراف پر منتقل کر رہے تھے۔

اچانک میں نے اپنے دماغ میں اجنبی سوچ کی ایک لہر محسوس کی۔ فوراً اپنی سانس روک لی۔ دوسرے لمحے رسونتی کے دماغ میں جا کر دیکھا۔ وہ اپنا اندر نئی توانائی محسوس کر رہی تھی۔ اسے پہلے ہی خیال خوانی میں ملکہ حاصل تھا۔ صرف دماغی کمزوری کے باعث وہ اپنی سوچ کی لہروں کو دوسرے دماغ تک نشر نہیں کر سکتی تھی۔ اب کوشش کرنے پر اس کی سوچ کی لہر میرے دماغ تک پہنچی تھی اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اُس نے سب سے پہلے میرے ہی دماغ میں پہنچنے کی خواہش کی تھی۔ میرے سانس روک لینے کے باعث اس کی سوچ کی لہر واپس ہو گئی تھی۔ وہ مایوس ہو سکتی تھی اپنی پہلی کوشش میں خود کو ناکام سمجھ رہی تھی

دوسری بار اُس نے سونیا کے دماغ تک پہنچنے کے لیے اپنی ایک سوچ کی لہر کو نشر کیا۔ وہ لہر سونیا کے دماغ تک پہنچ رہی تھی یہ فوراً ہی تحلیل ہو جاتی تھی۔ گویا اتنی دور پہنچنے تک مدھم ہو کر ختم ہو جاتی تھی۔ دماغ ابھی ذرا کمزور تھا۔ اُسے پوری طرح توانائی حاصل نہیں ہوئی تھی۔

ڈاکٹر سومر نے اس سے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"میں خیال خوانی کی کوشش کرتی ہوں۔ میرے خیالات پر ہر ملاتے ہیں، پرواز کرتے ہیں، پھر زخمی پرندے کی طرح گر پڑتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے پھر اُس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں، ابتدا میں ایسا ہوتا ہے۔ کوشش کرتی رہو۔ کامیابی ہوگی میں نے تمھیں ایک ایسا انجکشن لگایا ہے جس سے رفتہ رفتہ مکمل طور پر توانائی بحال ہو جائے گی۔ چلو دوبارہ کوشش کرو۔"

رسونتی نے آنکھیں بند کیں اور اپنی سوچ کی لہروں کو سونیا کے دماغ تک پہنچانے کی کوشش کی۔ میں نے اس بار تعاون کیا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو وہاں تک پہنچانے میں ذرا مدد کی تو وہ سونیا کے دماغ میں پہنچ گئی۔

اس وقت سونیا دین وائز کے ساتھ ایک سوئمنگ پول کے کنارے ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اُن کے درمیان ایک چھوٹی سی میز تھی۔ میز پر دین وائز کے لیے شراب کا جام رکھا ہوا تھا اور سونیا لیمن اسکواش سے شغل کر رہی تھی۔ خواتین تیراکی کے لیے تیار ہو رہی تھیں۔ مردوں میں نوجوان اور بوڑھے بھی سوئمنگ پول کی غوطے لگا رہے تھے۔ سونیا کچھ کہہ رہی تھی۔ جواب میں دین وائز نے بھی کچھ کہا لیکن رسونتی کو ان کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے اُسے سونیا کا دماغ تو مل گیا تھا۔ اس کے ذریعے منظر بھی دکھائی دے رہا تھا لیکن آواز غائب تھی۔ ساؤنڈ ٹریک بے کار ہو گیا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ ابھی اس کی سوچ کی لہروں میں کمزوری ہے۔ مکمل طور سے خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔

رسونتی نے ایک گہری سانس لی اور دل ہی دل میں کہا۔ "اے فراد کے خدا! میں نے زندگی میں پہلی بار تجھے مخاطب کیا۔ تیرے سامنے گڑگڑائی۔ اپنی غلطیوں کی معافی مانگی۔ توبہ کے دروازے کھولنے کے لیے کہا۔ تُو نے میرے دماغ کی گرہیں کھول دیں۔ میں کسی حد تک خیال خوانی کے قابل ہو رہی ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تُو میری توبہ قبول کر رہا ہے۔"

وہ اپنی کامیابی پر خوشی سے نہال ہو کر کہہ رہی تھی۔ "ہائے کچھ کیا معلوم تھا، عقیدہ بدلنے سے تقدیر بھی بدل جاتی ہے۔ تجھے بھگوان کہلانا پسند نہیں تھا، اسی لیے میری دعا قبول نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے تجھے فراد کا خدا کہا۔ اب اپنا بھی خدا تسلیم کر رہی ہوں۔ تو میری دعا قبول ہو رہی ہے۔ میرے مالک! تُو مجھ پر کرم کر رہا ہے تو مجھے منزل پر پہنچا دے۔ میں منجدھار میں نہ رہوں۔ مجھے پوری طرح ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے مالا مال کر دے۔"

میں جانتا ہوں، بابا فرید واسطی صاحب نے ایک بھٹکی ہوئی عورت کے دماغ میں گرہ لگائی تھی۔ آج وہ بھٹکی ہوئی عورت نہیں تھی، اس لیے اس کی دعا قبول ہو رہی تھی۔ گرہ کھل رہی تھی۔ وہ دینے والا مختلف ہی وسیلوں سے دیتا ہے۔ دعا کا وسیلہ، دوا کا وسیلہ، پھر کسی انسان کے تعاون کا وسیلہ۔ میں اس سے تعاون کر رہا تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں آگے بڑھتے بڑھتے تھک جاتی تھیں تو میری خیال خوانی کے سہارے آگے بڑھ جاتی تھیں۔ اس طرح وہ کامیابی سے ہمکنار ہو رہی تھی۔

ایک بار اس نے ڈاکٹر سومر کے دماغ میں پہنچ کر بتایا کہ اس وقت وہ ڈالر کی بے شمار گڈیوں کا تصور کر رہا ہے اور آج رات کیسینو میں جیتنے کے لیے پُرامید ہے۔

ڈاکٹر سومر نے خوش ہو کر کہا۔ "شاباش۔ تم کامیاب ہو رہی ہو۔ یقیناً شام سے پہلے تم بہت اچھی خیال خوانی کر سکو گی۔ کسی کے بھی دماغ میں پہنچ سکو گی۔ کوشش کرو۔ میں دوا کرتا ہوں تم دُعا کرو اور جدوجہد بھی۔ کامیابی یقینی ہے۔"

میں نے رسونتی کو تھوڑی دیر کے لیے اس کے حال پر چھوڑ دیا تاکہ وہ اپنے طور پر جدوجہد کرتی رہے۔ اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر دیکھا، وہ بند کمرے میں نہیں تھی۔ ایک برآمدے میں کھڑی ہوئی تھی۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"دور ہٹ جاؤ۔" اس نے غصّے سے کہا۔ "میں کوئی معمولی عورت نہیں ہوں۔"

"تم ہمارے لیے معمولی عورت ہو۔ یہاں آنے والیاں بڑے بڑے خاندانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہاں آکر سب معمولی بن جاتی ہیں۔"

اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی اعلیٰ بی بی نے میری ہدایت کے مطابق اس کے منہ پر اُلٹا ہاتھ رسید کیا اور میں اُسی لمحے اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اعلیٰ بی بی کوئی قابلِ ذکر فائٹر نہیں تھی۔ اس کے مقابلے میں وہ شخص بہت تگڑا تھا اور غصّے سے چھٹا ہوا بدمعاش لگتا تھا لیکن میں نے اعلیٰ بی بی کا ہاتھ پڑتے ہی پوری طاقت سے اُسے دوسری طرف گھما دیا، جیسے ایک طمانچے کا اثر ہو۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ دوسری طرف گھومتے ہی میں نے اُسے دھکا دیا اور وہ سامنے والے ستون سے جا کر زور سے ٹکرایا۔ پھر وہاں سے چکر کھا کر برآمدے کے زینے سے لڑھکتا ہوا نیچے زمین پر پہنچ گیا۔

جب اس نے سر اٹھایا تو اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ ستون سے ٹکرانے کے باعث سخت چوٹیں آئی تھیں۔ وہ حیرانی سے اعلیٰ بی بی کو دیکھ رہا تھا اور وہ کمر پر ہاتھ رکھے فخریہ انداز میں کہہ رہی تھی۔ "میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں، میں کوئی معمولی عورت نہیں ہوں۔ اب کوئی مجھے ہاتھ لگائے گا تو جان سے جائے گا۔"

دوسرا شخص للکارنے کے انداز میں اس کی طرف بڑھا۔ اسی وقت ایک گرج دار، بھاری آواز سنائی دی۔ "رک جاؤ، خبردار کوئی اُسے ہاتھ نہ لگائے۔"

وہ آدمی یک دم رُک گیا۔ چند گز کے فاصلے پر ایک بہت موٹا سا آدمی کھڑا تھا۔ اس نے قیمتی سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ کی انگلی میں ہیرے کی انگوٹھی جگمگا رہی تھی۔ اس نے اعلیٰ بی بی کو چند لمحوں تک غور سے دیکھنے کے بعد کہا۔ "ارے تم تو وہی ہو۔"

اس کی باچھیں خوشی سے کھل گئی تھیں۔ وہ جلدی سے آگے بڑھا۔ اس کے چلنے کا انداز ایسا تھا جیسے فٹ بال لڑھک رہی ہو۔

اعلیٰ بی بی سے چند قدم کے فاصلے پر وہ رُک گیا اور کہنے لگا۔ "تم وہی ہو۔ پچھلی رات مواصلاتی سیارے کے ذریعے تمہارا انٹرویو نشر کیا گیا تھا۔ میں نے ہیتھرز میں وہ پروگرام دیکھا ہے۔ تمہارا نام؟ ہاں یاد آیا۔ تمہارا نام اعلیٰ بی بی ہے اور تم فرہاد علی تیمور کی ساتھی ہو۔"

ایک آدمی بولا۔ "باس! اس کا ساتھی ہماری قید میں ہے۔ وہ خود کو فرہاد علی تیمور کہتا ہے۔"

باس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ارے بے وقوف کے بچے! اُسے وہاں سے نکال کر لاؤ۔ تم نہیں جانتے قسمت ہم پر کس طرح مہربان ہوئی ہے۔ یہ دونوں ایسے نایاب ہیرے ہیں جن کی قیمت کا اندازہ صرف میں لگا سکتا ہوں۔"

تھوڑی ہی دیر میں سجاد کو بھی وہاں لایا گیا۔ اُسے دیکھ کر باس نے کہا۔ "آہا! مسٹر فرہاد علی تیمور! ایک وقت تھا جب تمہارا نام سنتے ہی دلوں میں دہشت طاری ہو جاتی تھی۔ لوگوں کو پیچھے کی جگہ نہیں ملتی تھی، لیکن آج تم کچھ بھی نہیں ہو۔ نہیں... نہیں... میرے لیے بہت کچھ ہو۔ میں اسرائیلی حکام سے سودا کروں گا۔ لاکھوں ڈالر میں سودا کروں گا۔" پھر اُس نے باری باری سجاد اور اعلیٰ بی بی کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "آج تک میری کاروباری زندگی میں اتنا سستا غلام اور اتنی سستی کنیز نہیں آئی۔ تم دونوں نے میرے لیے عالمی منڈی میں یہودی سرمایہ داروں کی تجوریوں کے منہ کھول دیے ہیں۔ ہا ہا ہا..."

وہ دیوانہ وار قہقہے لگانے لگا۔ قہقہے لگاتا ہوا کبھی اِدھر جاتا تھا، کبھی اُدھر آتا تھا۔ فٹ بال کی طرح لڑھکتا جاتا تھا۔ تب اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔ جہاں سے تم دونوں بھاگ کر آئے ہو تقدیر پھر وہیں پہنچانے کی دھمکی دے رہی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "یہ شخص صرف یہودی سرمایہ داروں کی تجوریوں کے متعلق سوچ رہا ہے۔ اس کا دھیان کسپر مارکیٹ، ماسک مین کی تنظیموں کی طرف نہیں گیا ہے۔ ابھی تو پتا نہیں کتنے خطرناک تنظیمیں اور کتنے بڑے بڑے ممالک ہمارا سودا کرنا چاہیں گے۔ یہ تو ایک نیا کھیل شروع ہو گیا ہے۔"

"اس کھیل میں یوں مزہ آئے گا کہ یہ شخص فوراً ہی تمام دولت کو اسرائیل نہیں پہنچا سکے گا۔ ابھی تو تذبذب میں رہے گا کہ کس سے سودا کرے۔ ہر طرف سے بڑی بڑی بولیاں دی جائیں گی۔"

"پھر کیا ارادہ ہے؟"

"اعلیٰ بی بی! ہم سب اپنی اپنی جدوجہد میں مصروف رہیں۔ سونیا کو موقع ملتا ہے، وہ اپنی ذہانت کا مظاہرہ کرتی ہے۔ ہمیں بھی تم اپنی ذہانت کا مظاہرہ کرو۔ ایسی تدبیر سوچو کہ ہر خطرناک تنظیم اور ہر ملک کی طرف سے بڑھ چڑھ کر سودے بازی ہو۔ تمہارے چاروں طرف مصر کا بازار لگے۔ چاروں طرف سے رسّا کشی ہو۔ دونوں کو کون لے جائے گا۔ یہ کھیل اس وقت تک جاری رہنا چاہیے جب تک سجاد کے دماغ سے ربی اسفندیار کے تنویمی عمل کا اثر ختم نہ ہو جائے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک آرام دہ کمرے میں بستر پر نیم دراز تھی۔ اس کے سامنے کچھ اسرائیلی حکام کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر سر پر ہاتھ پھیر کر غصے سے کہہ رہا تھا۔ "میں سمجھ رہا ہوں، یہ آپ لوگوں کی چالبازی ہے۔ آپ نے مادام کو سکھا دیا ہے کہ پہلی پیشی پر اپنی صلاحیتیں حاصل ہونے کے بعد بھی یہ اس کا اظہار نہ کریں۔ اگلی پیشی پر یہ خیال خوانی سے گریز کر رہی ہیں۔"

ایک آفیسر نے کہا۔ "ڈاکٹر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"درست کہہ رہا ہوں۔ آج صبح سویرے یہ ایٹر پورٹ میں خیال خوانی کا مظاہرہ کر چکی ہیں۔ ابھی آدھ گھنٹے پہلے جب میں ان کے علاج میں مصروف تھا، تو یہ میرے دماغ میں بھی جھانک چکی تھیں۔ اب انکار کر رہی ہیں۔ کہتی ہیں کہ خیال خوانی ممکن نہیں ہے۔ یہ سب بہانے ہیں۔ یہ آج رات کسینو میں میرے لیے خواب نہیں چاہتی ہیں، اسی لیے...."

ایک اور آفیسر نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "آپ خود سوچیں کہ اتنی سی بات کے لیے مادام کیوں بہانہ کریں گی؟ آج رات میں کتنی دولت جمع کر لیں گے؟ چلیے ہم اتنی ہی رقم آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔"

دوسرے آفیسر نے کہا۔ "آپ شغل کے طور پر رات بھر کھیلنا چاہتے ہیں اور کھیل کھیل کر جیتنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کا یہ شوق بھی پورا کر دیں گے۔ اس کسینو میں کھیلنے کے ایسے ہتھکنڈوں کا انکشاف کریں گے کہ آپ سے کوئی بازی نہیں لے جا سکے گا۔"

رسونتی کی سوچ کہہ رہی تھی کہ خیال خوانی کے سلسلے میں کسی حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ کبھی کبھی وہ ناکام ہو جاتی ہے۔ میں سونیا کی خبر لینا چاہتا تھا۔ رسونتی کی سوچ میں کہا۔ "مجھے سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھنا چاہیے کیا میں اس کے دماغ میں پھر پہنچ سکتی ہوں؟"

دوسرے ہی لمحے اس نے آنکھیں بند کیں۔ اُس کی سوچ نے پَر تولے اور وہ پرواز کرتی ہوئی سونیا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے ساتھ میں بھی اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ وین وائز کے ساتھ اب سوئمنگ پول کے پاس نہیں تھی۔ لنچ کا وقت تھا۔ میرے پاس آنے کے لیے ہوٹل کے بار سے گزر رہی تھی۔ اس وقت بار خالی تھا لیکن دوسرے دروازے سے کچھ مسلح فوجی داخل ہو رہے تھے۔ انھیں دیکھتے ہی سونیا ٹھٹک گئی۔ وین وائز نے بھی آنے والے مسلح فوجیوں کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ ایک آفیسر نے آگے بڑھ کر سونیا سے کہا۔ "مس! کیا واقعی آپ کا نام سلطانہ ہے اور آپ ترکی کی رہنے والی ہیں؟"

وین وائز نے کہا۔ "جناب! ہم پہلے ہی یہ ثابت کر چکے ہیں۔ ہمارے کاغذات کی نقل بھی آپ لوگوں کے پاس ہے۔ پچھلی رات تین سراغ رساں ہمارے ساتھ کافی وقت گذار چکے ہیں۔ طرح طرح کے سوالات کر چکے ہیں۔ ہم نے انھیں بھی مطمئن کیا ہے۔"

"بے شک آپ نے انھیں مطمئن کیا ہے لیکن ہم ابھی تک مطمئن نہیں ہیں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ جشنِ آزادی کے سلسلے میں کھیل تماشا کرنے والوں کو مدعو کیا گیا ہے۔ یروشلم میں ترکی کا وہ سرکس آیا ہوا ہے جس میں مس سلطانہ بازی گری کے کمالات دکھایا کرتی ہیں۔"

یہ سنتے ہی میرا ماتھا ٹھنکا۔ میں نے سونیا کے دماغ میں چپکے سے کہا۔ "خطرہ ہے۔"

وہ ان حالات میں اپنے آپ پر قابو رکھنا جانتی تھی۔ اس نے بڑی دھڑلے سے کہا۔ "میرے کاغذات یہ بھی بتاتے ہیں کہ میں نے پچھلے ڈیڑھ سال سے پیرس میں رہائش اختیار کی ہے۔ تب سے سرکس کا کام چھوڑ رکھا ہے۔"

"آپ کی یہ بات درست ہے تو پھر یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ مس سلطانہ نے ابھی تک سرکس کا کام نہیں چھوڑا۔ وہ اسی سرکس میں بازی گری کے تماشے دکھانے کے لیے یہاں آئی ہیں۔"

یہ کہتے ہی اُس نے تالی بجائی اور ہاتھ کا اشارہ کیا۔ تمام فوجی ایک طرف ہٹ گئے۔ کھلے ہوئے دروازے سے سونیا کے قد اور جسامت کی ایک عورت داخل ہوئی۔ اس کے ساتھ ایک موٹا اور بھدا سا آدمی تھا۔ اس آدمی نے کہا۔ "میں ترکی کے جوبلی سرکس کا مالک ہوں اور میرے سرکس میں بازی گری کے کمالات دکھانے والی مس سلطانہ یہ ہیں۔"

سامنے کھڑی ہوئی نوردار سلطانہ نے سر کو خفیف سا خم دے کر سلام کیا۔ پھر سونیا کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ میرا نام اختیار کر کے یہاں کیا کر رہی ہو؟"

فوجی آفیسر نے ہاتھ اٹھا کر چٹکی بجائی۔ مسلح نوجیوں نے چاروں طرف سے سونیا اور وین وائز کو گھیر کر اسٹین گنیں سیدھی کر لیں۔ آفیسر نے انگلی اٹھا کر سونیا کے چہرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیں پورا یقین ہے کہ جسے ہم پچھلے تین دنوں سے تلاش کر رہے ہیں وہ اس پلاسٹک زدہ چہرے کے پیچھے ہے۔ اور وہ کون ہے؟ مرنے والوں نے اس کا نام نہیں لیا۔ بی کا نشی ازلے تھنڈر بولٹ فرام دی بلو۔"

اس نے فاتحانہ انداز میں سونیا کو دیکھا۔ "مادام! اگر تم وہی ہو تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمہارا وہ ساتھی کون ہے؟ تمہارے ساتھ ایک ہی ہوٹل میں، ایک ہی کمرے میں رہنے والا کوئی معمولی شخص نہیں ہو سکتا۔"

میں یک دم اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہوٹل کا وہ کمرہ میرے لیے آہنی قید خانہ بن گیا تھا۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں فرسٹ فلور کے کمرے میں تھا اور گراؤنڈ فلور میں وہ لوگ تھے۔ اتنی جلدی میں کوئی دوسرا روپ اختیار نہیں کر سکتا تھا اگر کر بھی لیتا تو گلی گلی، گھر گھر جاسوس لگے ہوئے تھے۔ کسی بھی اجنبی کو حراست میں لے لیتے تھے۔

چشم زدن میں تمام صورتِ حال سامنے آگئی تھی۔ یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ تقدیر نے ہم سے بڑا بھیانک مذاق کیا ہے۔ اس سے زیادہ بھیانک مذاق اور کیا ہو سکتا تھا کہ ہم سراسر بازی جیت رہے تھے اور تقدیر مذاق اُڑا رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا، یہودیوں نے دل کی گہرائیوں سے کوئی دعا مانگی تھی اور وہ پوری ہو رہی تھی۔

ان کی نیندیں اُڑانے والی اور ہمیشہ کی نیند سُلانے والی سونیا گرفت میں آرہی تھی۔ ان کی سب سے بڑی اور قابلِ فخر فتح یہ تھی کہ رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آرہی تھیں اور دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد اُن کے ہوٹل کے ایک کمرے میں بے بس کھڑا سوچ رہا تھا۔

سوچنے کے لیے کیا رہ گیا تھا؟ تمام بڑے بڑے مُہرے حوالیوں کے ہاتھ لگ رہے تھے۔

رسہ کشی

میں یہی ہوتا ہے۔ کبھی اِدھر والے شہ زور نظر آتے ہیں اور کبھی اُدھر والے بھاری پڑ جاتے ہیں کبھی یہ انھیں کھینچ لیتے ہیں، کبھی وہ انھیں کھینچتے ہوئے لے جاتے ہیں۔ ابھی یہودی بھاری پڑ رہے تھے۔ آئندہ کوئی بھی منحوس گھڑی ہمیں ان کے مضبوط شکنجے میں پہنچانے والی تھی۔

ان فوجیوں نے سونیا کو چاروں طرف سے گھیر کر دُرست کہا تھا کہ اس کے ساتھ ساتھ رہنے والا کوئی معمولی شخص نہیں ہوسکتا۔ وہ مجھ پر فرہاد علی تیمور ہونے کا شبہ تو نہیں کر رہے تھے لیکن اتنا سمجھتے تھے کہ سونیا کے ساتھ رہنے والا اس کا کوئی غیر معمولی ساتھی ہوگا.... مجھے فرہاد اس لیے نہیں سمجھ سکتے تھے کہ سجّاد کو انھوں نے ہر پہلو سے جانچ پرکھ کر دیکھ لیا تھا اور انھیں یقین تھا کہ وہی فرہاد ہے جو اعلیٰ بی بی کے ساتھ یہاں سے جا چکا ہے اور اب کہیں گم ہوگیا۔

وہ مجھ پر فرہاد ہونے کا شبہ کریں یا نہ کریں لیکن میں گرفتار ہونے والا تھا۔ اب وہ پلاسٹک سرجری کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ میری شخصیت کو بے نقاب کرنے کے لیے، مجھے پہچاننے کے لیے وہ کسی تجربہ کار پلاسٹک سرجری کے ماہر کی خدمات حاصل کر سکتے تھے۔ میرے ساتھ سونیا کے پلاسٹک زدہ چہرے کے پیچھے بھی پہنچنے والے تھے اور ہمیں ایسے وقت سے بچاؤ کی کوشش کرنا تھی۔

پہلے تو میں پریشان ہو کر بے اختیار ذہنی انتشار میں مبتلا ہوگیا تھا۔ ایک طرف توجہ کو مرکوز نہیں کر سکا تھا۔ کبھی اِس پہلو سے سوچ رہا تھا اور کبھی اُس پہلو سے۔ بچاؤ کا کوئی راستہ ڈھونڈ رہا تھا مگر جلد ہی عقل آگئی کہ پریشانی کبھی کسی مسئلے کا حل پیش نہیں کرتی۔ ذہین اور حاضر دماغ وہی ہوتا ہے جو ایسے مرحلے میں پہلے خود کو پُرسکون رکھتا ہے، اس کے بعد کوئی تدبیر سوچتا ہے۔ سونیا کی مثال میرے سامنے تھی۔ وہ فوجیوں کے درمیان گھری ہوئی بڑے سکون سے کھڑی تھی۔ کوئی اور عورت ہوتی تو خوفزدہ ہو جاتی یا پریشانی کی حالت میں اُلٹی سیدھی بات کہنے لگتی لیکن وہ طنزیہ نگاہوں سے آنے والی اصلی سلطانہ کو دیکھ رہی تھی۔

فوجی آفیسر نے سونیا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا: "مس نامعلوم! تم اصلی سلطانہ کو یوں طنزیہ انداز میں مسکرا کر دیکھ رہی ہو جیسے یہ اصلی نہ ہو۔"

سونیا نے بدستور طنز بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا: "اگر میری ماں نے دو بیٹیوں کو جنم دیا ہوتا تو اپنی دوسری بیٹی کا نام سلطانہ کبھی نہ رکھتی۔ ایک گھر میں دو بیٹیوں کے ایک نام نہیں ہوتے اور قصہ مختصر میں تو اپنی ماں کے متعلق بھی نہیں جانتی۔ جب میں چھوٹی سی تھی تو میرا باپ جوبلی سرکس میں مجھے لے کر آیا تھا یہ سرکس کا مالک اس بات کی گواہی دے سکتا ہے۔" اس نے سرکس کے مالک کی طرف دیکھا۔ "کیوں مسٹر! کیا میرے باپ کی کوئی دوسری بیٹی بھی تھی؟"

جوبلی سرکس کا مالک اس کی باتیں سُن کر کچھ حیران ہو رہا تھا۔ اس نے کہا: "مس! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ بھئی مس سلطانہ کو بچپن میں لے کر آیا تھا، اس کے ساتھ ایک بی بی تھی۔ وہ میرے ہاں بچی سے جوان ہوئی اور وہ لڑکی یہی ہے جو میرے سامنے آئی ہے اور اس وقت میرے پاس کھڑی ہے۔"

سونیا نے انکار میں ایک اُنگلی کو اِدھر سے اُدھر ہلاتے ہوئے کہا: "نہیں مسٹر! وہ لڑکی جو ڈیڑھ برس پہلے سرکس چھوڑ کے جمال کے ساتھ چلی گئی تھی، وہ میں ہوں۔ تم مجھے اس لیے پہچاننے سے انکار کر رہے ہو کہ میرا چہرہ بدل گیا ہے۔ میرے سابقہ شوہر نے ایک رات نشے کی حالت میں شراب کی ٹوٹی ہوئی بوتل سے میرے چہرے کا لہو لہان کر دیا تھا۔ اس کے بعد مجھے پلاسٹک سرجری کرانا پڑی۔ اس کی وجہ سے میرا اصلی چہرہ اب نہیں رہا، یہ ہے۔ بھلا ایسے میں تم مجھے کیسے پہچان سکتے ہو؟"

سرکس کا مالک حیرت سے مُنہ کھولے سونیا کو تک رہا تھا کیوں کہ جس سلطانہ کے ساتھ وہ آیا تھا اُس کے ساتھ بھی یہی واقعہ ہوا تھا۔ اس سلطانہ کے سابقہ شوہر نے بھی شراب کی ٹوٹی ہوئی بوتل سے اس کے چہرے کو لہو لہان کیا تھا۔ بہرحال مجھے سونیا کی بات لائن آف ایکشن مل گئی۔ میں ایک گرمی پر بیٹھ کر جبراً میں اور جونے پہنچتے ہوئے اصلی سلطانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ معلوم کیا کہ اس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کن حصّوں میں ہوئی تھی۔ اسی وقت سرکس کا مالک سونیا سے پوچھ رہا تھا: "اچھا یہ تو بتاؤ، تمھاری پلاسٹک سرجری چہرے کے کن حصّوں میں ہوئی تھی؟"

سونیا ایک اُنگلی سے اپنے چہرے کے ان حصّوں پر ہاتھ پھیرنے لگی جہاں پلاسٹک سرجری ہوئی تھی۔ اصلی سلطانہ نے حیرانی سے پوچھ کر کہا: "اسے یہ تو وہی حصّے بتا رہی ہے جہاں جہاں واقعی میرے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی گئی تھی۔"

سونیا نے کہا: "تم بہت اچھی ایکٹنگ کر لیتی ہو۔ میں نے اپنے چہرے کی سرجری کے متعلق بتایا تو تم نے اپنے متعلق بھی وہی بتانا شروع کیا۔ مسٹر آفیسر! کیا آپ نے مس سلطانہ سے تنہائی میں دریافت کیا تھا کہ اس کی سرجری چہرے کے کن حصّوں میں ہوئی تھی؟"

"مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے تم دونوں کو الگ لے جا کر سوال کرنے چاہئیں۔ بہرحال مس سلطانہ! آپ اپنے باس کے ساتھ آخری کیبن میں چلی جائیں۔"

ہوٹل کے اس ہال میں دور دور کیبن بنے ہوئے تھے تاکہ جوڑے وہاں آکر بیٹھیں اور سرگوشیوں میں گفتگو کریں تو دوسرے نہ سن سکیں۔ اصلی سلطانہ سرکس کے مالک کے ساتھ وہاں جانے لگی۔ اس دوران میں، میں جوبلی سرکس والے کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس کا نام نادر پاشا تھا۔ وہ کیبن میں پہنچ کر آہستگی سے کہہ رہا تھا: "سلطانہ! ہم مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ دوپہر سے چار شو ہے۔ ہر شو کا دوسرا آئیٹم تم پیش کرتی ہو۔ پتا نہیں جہاں سے کب نجات ملے گی اور ہم کس طرح اتنی جلدی یہ رکشم پہنچ سکیں گے؟"

وہ باتیں کر رہا تھا اور میں اس کے دماغ سے ضروری معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اُدھر سونیا پر سوالات کی بوچھار ہو رہی ہوگی لیکن میں جانتا ہوں جب وہ مجھے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گی تو ان باتوں کا وہ جواب نہیں دے سکتی ہے، انھیں بڑی خوبصورتی سے ٹالتی رہے گی اور میرا انتظار کرتی رہے گی۔

ذرا دیر بعد میں اس کے دماغ میں پہنچا تو اس نے یہی کیا تھا۔ آفیسر کے ایک سوال کو ٹال رہی تھی۔ سوال یہ تھا: "تمھارے چہرے کی پلاسٹک سرجری کس ڈاکٹر نے کی تھی اور اس کا ایڈریس کیا ہے؟"

سونیا نے ایک اُنگلی اپنی پیشانی پر رکھ کر ذہن پر زور دیتے ہوئے کچھ دیر سوچا۔ گویا میرا انتظار کیا۔ جب میری طرف سے سہارا نہ ملا تو وہ بے بسی سے بولی: "میری یادداشت ساتھ نہیں دے رہی ہے۔ آپ مجھے ذرا مہلت دیں۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں سوچ کر ڈاکٹر کا نام اور پتا بتاتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ آدمی کے دماغ میں تمام لوگوں کے نام اور پتے محفوظ نہیں رہتے ہیں۔ تم اچھی طرح یاد کر لو مگر یہ بھی یاد رکھو، ہم اس کا نام اور پتا پوچھے بغیر تمھیں نہیں چھوڑیں گے۔"

اسی وقت میں نے سونیا کو مخاطب کیا اور مختصر سی معلومات فراہم کر دیں۔ سونیا نے ایک دم سے خوش ہو کر آفیسر کے سامنے چٹکی بجاتے ہوئے کہا: "یاد آگیا۔ جس ڈاکٹر نے میری پلاسٹک سرجری کی تھی، اس کا نام ارلی مارٹین ہے۔ نیو جرسی میں سوزی مارٹین اسپتال کا مالک ہے۔ سوزی اس کی بیوی ہے۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے یورپ آیا تھا۔ وہاں سے ترکی پہنچ گیا۔ وہیں میرے باس نادر پاشا نے اس سے درخواست کی کہ پلاسٹک سرجری کا معمولی سا کام ہے۔ اگر وہ کر دے تو اس کا مناسب معاوضہ ادا کر دیا جائے گا۔ وہ شاید راضی نہ ہوتا لیکن میں نے اس کی بیوی سوزی کی تعریفیں کیں۔ وہ عورت تھی۔ میری انتجا پر پگھل گئی۔ اس طرح پلاسٹک سرجری کے ذریعے میرے چہرے کا بگڑا ہوا حصہ بن گیا۔"

ایک ماتحت سونیا کی خاص خاص باتوں کو نوٹ کر رہا تھا۔ آفیسر نے کہا: "میں ابھی آتا ہوں۔" اس نے ماتحت کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور پھر تیزی سے چلتا ہوا اس کیبن میں پہنچا جہاں نادر پاشا اور اصلی سلطانہ تھے۔ نادر پاشا اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ آفیسر نے کہا: "بیٹھو، میں سلطانہ سے سوال کرتا ہوں۔ جس ڈاکٹر نے ان کی پلاسٹک سرجری کی ہے اُس کا نام اور پتا کیا ہے؟"

سلطانہ نے کہنے کے لیے مُنہ کھولا۔ اسی وقت میں نے اس کی زبان سے غلط نام نکلوایا۔ نادر پاشا نے کہا: "ارے! ارے سلطانہ! یہ نام نہیں ہے۔ اس ڈاکٹر کا نام ارلی مارٹین ہے۔"

وہ اپنے سر کو تھام کر بولی: "پتا نہیں کیسے غلط نام زبان سے نکل گیا۔"

آفیسر اس پر شک کر رہا تھا۔ اُسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا: "اچھا اس کا ایڈریس تو بتائیے۔"

"جی! اُس کا ایڈریس.... وہ امریکہ کا رہنے والا تھا۔ ہمارے یہاں آیا تھا۔"

آفیسر نے پوچھا: "امریکہ میں کہاں رہتا تھا؟ اس کا وہاں کا ایڈریس کیا ہے؟"

"جی، وہ ٹیکساس میں...."

اسی وقت نادر پاشا نے کہا: "ارے! تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ اگر پتا یاد نہیں ہے تو مجھ سے پوچھو۔ ٹیکساس میں نہیں، نیو جرسی میں۔ وہ سوزی مارٹین اسپتال کا مالک ہے۔"

فوجی آفیسر نے تنبیہ کے انداز میں اُنگلی اُٹھا کر نادر پاشا سے کہا: "مسٹر! اپنی زبان بند رکھو۔ جب تک کوئی سوال نہ کیا جائے، تم ایک لفظ نہیں بولو گے۔"

وہ پھر اصلی سلطانہ کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کی چھلانگ لگائی اور ڈاکٹر شیفرڈ کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولا: "فرہاد! خیریت سے تو ہو؟ میں یہاں مواصلاتی سیارے کے ذریعے وہ پروگرام دیکھ رہا تھا۔ آخر یہ اعلیٰ بی بی اور سجّاد کہاں گم ہوگئے ہیں؟"

"ڈاکٹر! میں ساری باتیں آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔ اس وقت ضروری کام سے آیا ہوں۔ کیا آپ اولی مارٹین نامی امریکی ڈاکٹر کو جانتے ہیں جو نیو جرسی میں رہتا ہے؟"

"بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ کیا اس سے کوئی کام لینا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں، یہاں سونیا کا بھید کھلنے والا ہے۔ اصلی سلطانہ ٹکرا گئی ہے۔"

"اوہ مائی گاڈ! وہ مصیبت تم لوگوں کے سامنے کیسے پہنچ گئی؟" میں نے مختصر طور پر اصلی سلطانہ کے متعلق بتایا۔ ڈاکٹر شیفرڈ نے کہا۔ "میں ابھی ٹیلیفون کے ذریعے ڈاکٹر ارلی مارٹین سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ وہ میری خاطر جھوٹ بولنے پر آمادہ ہو جائے گا۔"

وہ اسی وقت ٹیلیفون کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور نمبر ملانے لگا۔ میں پھر سونیا کے پاس واپس آگیا۔ اس وقت فوجی آفیسر اس کے پاس آکر کہہ رہا تھا: "وہ سلطانہ کچھ بدحواس ہوگئی ہے۔ صحیح جواب وہی ہے جو تم نے دیا ہے لیکن صرف ایک سوال کا جواب صحیح دینے سے

کچھ نہیں ہوتا۔ ہم اس وقت تک مطمئن نہیں ہوں گے جب تک کسی پلاسٹک سرجری کے ماہر سے تمھارے چہرے کا معائنہ نہیں کرائیں گے۔"

یہ کہتا ہوا وہ کاؤنٹر کے پاس گیا اور ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر اسرائیلی انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ وہ اعلیٰ افسر کا ہال تنظیم کے سربراہ ری مونڈیل اور دوسرے یہودی افسروں کے ساتھ اسپتال کے ایک بڑے سے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سب اس انتظار میں تھے کہ رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آجائیں۔ کبھی ان میں سے کوئی اس کمرے سے نکل کر ڈاکٹر سومر کے پاس جاتا تھا کبھی ڈاکٹر سومر ان کے پاس آکر بتاتا تھا کہ وہ کس طرح رسونتی کو ٹریٹ کر رہا ہے اور کامیابی یقینی ہے۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ ایک شخص نے ریسیور اٹھا کر کچھ سنا، پھر ریسیور انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کی طرف بڑھا دیا۔ اس افسر نے ریسیور کان سے لگا کر اپنے ماتحت آفیسر کی باتیں سنیں۔ پھر غرا کر کہا۔ "میں نے تمھیں حکم دیا تھا کہ دونوں سلطانہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کو حراست میں لے لو۔ ان سے سوالات کرنا، ان کے متعلق تفتیش کرنا ہمارا کام ہے۔"

دوسری طرف سے ماتحت آفیسر نے کہا۔ "سر! ہم جو بلی سرکس کے مالک اور سرکس کی مس سلطانہ کو حراست میں لے سکتے ہیں لیکن جو سلطانہ اینڈل ہارڈی اور وین وائنر کے ساتھ آئی ہے، اسے اور اس کے ساتھیوں کو حراست میں لینا اور سلطانوں کے پیچھے رکھنا مناسب نہیں ہے کیوں کہ وہ ہماری ہی قوم کے وفادار اور ایک بڑے سرمایہ دار جے جے پارکر کی طرف سے آئے ہیں۔ اگر مسٹر پارکر کا اعتماد حاصل کرنے والی سلطانہ اور اینڈل ہارڈی بہروپیے ثابت نہ ہوئے تو ہمارے لیے جواب دہی مشکل ہو جائے گی۔"

انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ٹھیک ہے، انھیں باقاعدہ حراست میں لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی ہوٹل کے کمرے میں نظر بند کر دو۔ حکم دو کہ جب تک ان کے متعلق تفتیش مکمل نہیں ہو گی، وہ کمرے سے باہر نہیں نکلیں گے۔"

ماتحت آفیسر نے ریسیور رکھ دیا، پھر سونیا اور وین وائنر کے ساتھ اوپری منزل کی طرف آنے لگا۔ ابھی وہ ہمارے کمرے کے دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ میں کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے کہا۔ "مسٹر ہارڈی! آپ وہیں رک جائیں۔ ہم اپنے فرائض سے مجبور ہیں۔ آپ اور آپکی ساتھی مس سلطانہ اپنے کمرے تک محدود رہیں گے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "آخر بات کیا ہے؟ یہ کل سے آپ لوگ ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟"

سونیا نے کہا۔ "یہ لوگ شبہ کر رہے ہیں کہ میں سلطانہ نہیں ہوں۔ کوئی اور عورت ان سے ٹکرا گئی ہے جو سلطانہ ہونے کا دعویٰ کر رہی ہے اور یہ شبہ مجھ پر کر رہے ہیں۔ صرف مجھ پر ہی نہیں، میرے حوالے سے تمھیں بھی شبہ کی نظروں سے دیکھنے لگے ہیں۔"

میں نے ناگواری سے وین وائنر کو دیکھا پھر کہا۔ "مسٹر وائنر! بہت ہو چکا۔ یہ تفتیش مکمل ہو جائے تو ہم فوراً یہاں سے چلے جائیں گے۔ آپ پہلی فلائیٹ سے ہمارے لیے سیٹ ریزرو کرا دیں۔ اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو مسٹر جے، جے پارکر سے ہمارا رابطہ قائم کرائیں۔ ہم ان سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ نے ہماری بات نہیں مانی تو میں سلطانہ آج رات کیسینو میں جائیں گی۔"

وین وائنر پریشان ہو گیا۔ وہ سونیا کے ذریعے یہاں سے لاکھوں ڈالر جیت کر لے جانا چاہتا تھا۔ اس نے جلدی سے کہا۔ "مسٹر ہارڈی! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں ابھی مسٹر پارکر سے رابطہ قائم کرتا ہوں اور یہاں کے اعلیٰ حکام کے پاس خود جا کر آپ لوگوں کے متعلق صورتحال سے نمٹتا ہوں۔ واقعی اب حد ہو چکی ہے۔ جشن کے سلسلے میں بلا کر یہاں شریف لوگوں کو پریشان کیا جا رہا ہے۔"

میں سونیا کے ساتھ کمرے میں آ گیا۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ باہر دو مسلح فوجی پہرے دار کھڑے ہو گئے۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "آخر وہ سلطانہ کون ہے؟"

میں نے اونچی آواز میں اس لیے پوچھا کہ اس کمرے میں خفیہ مائک نصب تھے۔ سونیا نے ذرا چڑچڑے انداز میں کہا۔ "پلیز ہارڈی! اس سلسلے میں کوئی سوال نہ کرو۔ میں بہت اپ سیٹ ہوں۔ ان لوگوں نے پریشان کر دیا ہے۔ میں ذرا خاموش رہنا چاہتی ہوں۔"

"تم بہت تنک مزاج ہو۔ ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتی ہو۔ ناراض کوئی اور کرتا ہے اور غصہ مجھے دکھاتی ہو۔ بہرحال تم خاموش رہنا چاہتی ہو، رہو۔ میں موسیقی سنوں گا۔"

میں نے ریڈیو آن کر دیا۔ ایک آرکسٹرا کی دھن سنائی دینے لگی۔ میں نے سوچ کے ذریعے سونیا سے کہا۔ "ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اصلی سلطانہ ہم سے یہاں ٹکرائے گی۔"

"تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو؟"

"ابھی کچھ نہیں کرنا ہے۔ جب تفتیش کے دوران میں اصلی سلطانہ سے سوالات کیے جائیں گے تو میں اسے گڑبڑا رہوں گا۔"

"رسونتی کے متعلق معلومات حاصل کرو۔ مجھے یقین ہے، اس نے بڑی حد تک اپنے دماغ میں توانائی محسوس کر لی ہو گی اور وہ خیال خوانی کے قابل ہو رہی ہو گی۔"

"اگر وہ خیال خوانی کے قابل ہو گی تو ہم دونوں میں سے کسی ایک سے ضرور رابطہ قائم کرے گی۔ ابھی اتنا وقت کہاں ہے کہ میں اس کے متعلق معلوم کروں۔ مجھے باری باری سلطانہ، سرکس کے مالک اور یہاں کے مختلف افسروں کے دماغوں میں جھانکتے رہنا ہو گا۔ دیکھنا ہے کہ کون ہمارے متعلق کیا سوچ رہا ہے اور کس طرح اقدامات کرنا چاہتا ہے۔"

اصلی سلطانہ اور نادر پاشا دونوں ہی فوجیوں کی حراست میں تھے۔ ان کا افسر سوال کر رہا تھا۔ "یہ جو سلطانہ ہے، کیا یہ اس کا اصلی چہرہ ہے یا پلاسٹک سرجری کے بعد بالکل بدل گیا ہے؟"

نادر پاشا نے کہا۔ "چہرہ بدل گیا ہے لیکن اس کے پہلے چہرے کی تصویریں ہمارے پاس موجود ہیں اور ہمارے سرکس کے سب ہی لوگ اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ اصلی سلطانہ یہی ہے۔ یہ تصویریں کہاں ہیں؟"

اس نے اپنا چمڑی بیگ کھول کر تصویریں نکالتے ہوئے کہا۔ "جب مجھے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی دوسری سلطانہ آئی ہوئی ہے اور میرے سرکس سے وابستہ ہونے کا دعویٰ کر رہی ہے تو احتیاطاً میں نے اصلی سلطانہ کی یہ تصویریں رکھ لی تھیں۔"

اس نے دو تصویریں افسر کی طرف بڑھا دیں۔ افسر نے ان تصویروں کو لے کر دیکھا پھر پوچھا۔ "تم تو سلطانہ کے اس اصلی چہرے کی گواہی دے سکتے ہو۔ کیا تمھارے سرکس کے دوسرے لوگ بھی گواہی دے سکتے ہیں؟"

"ہاں، بیشک۔"

"کیا تمھارے سرکس کے اسٹاف کے سامنے سلطانہ کی پلاسٹک سرجری ہوئی تھی؟"

"جی نہیں۔ انھوں نے پلاسٹک سرجری کے بعد اسے دیکھا ہے۔"

"اینڈل ہارڈی کے ساتھ جو سلطانہ ہے، وہ بھی یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ اس کی سرجری کے وقت تمھارا اسٹاف موجود نہیں تھا۔ اس لیے ان لوگوں کی گواہی معتبر نہیں ہو سکتی۔"

نادر پاشا نے کہا۔ "جناب! ایک صورت ہے۔ آپ سلطانہ کی ہم عمر اور ایک جیسے قد و قامت والی لڑکیوں کی مختلف تصویریں حاصل کریں پھر انھیں نقلی سلطانہ کے سامنے پیش کریں۔ اس سے پوچھیں کہ پلاسٹک سرجری سے پہلے جو سلطانہ کا چہرہ تھا، ان تصویروں میں سے وہ چہرہ پہچانے۔ یقیناً وہ نہیں پہچان سکے گی۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔"

فوجی افسر نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہم ایسا ہی کریں گے۔ تم سرکس کی کچھ ایسی عورتوں اور مردوں کے نام بتاؤ جو آج سے ڈیڑھ برس پہلے سلطانہ کے زیادہ قریب رہے ہوں۔"

وہ کوچ سوچ کر نام بتانے لگا۔ افسر نے ان کے نام لکھے پھر ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر یروشلم پولیس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا۔ اسے دو عورتوں اور تین مردوں کے نام بتانے کے بعد کہا۔ "انھیں فوراً ہیلی کاپٹر کے ذریعے تل ابیب پہنچایا جائے۔"

سرکس کے مالک نادر پاشا نے پریشان ہو کر کہا۔ "جناب! تو میرے سرکس کا پلاسٹو نہیں ہو سکے گا۔ تمام اچھے بازی گر اور دیگر کمالات دکھانے والے یہاں بلائے جا رہے ہیں۔"

"ہمیں افسوس ہے۔ ہم شام سے پہلے انھیں واپس بھیج دیں گے۔ تم وہاں دو شو کر سکتے ہو۔ ہم نے پانچ دن یروشلم اور پانچ دن تل ابیب میں شو کرنے کی اجازت دی ہے۔ ہم اس کی معیاد بڑھا دیں گے۔ تمھیں نقصان نہیں ہونے دیں گے۔"

میں یروشلم میں پولیس کے اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سرکس کی دو عورتوں اور تین مردوں کو بلا کر ان سے سوالات کر رہا تھا اور حکم دے رہا تھا کہ ابھی ہیلی کاپٹر کے ذریعے انھیں تل ابیب جانا ہو گا۔ اس دوران میں، میں ان دو عورتوں اور تین مردوں کے دماغ میں باری باری پہنچتا رہا اور معلوم کرتا رہا کہ ڈیڑھ دو برس پہلے سلطانہ سے ان کی زیادہ قربت رہی تھی تو کس قسم کی خاص باتیں ہوتی رہی تھیں۔ کس قسم کی بے تکلفی تھی۔ ان کی اور سلطانہ کی زندگی میں کون سے خاص خاص واقعات پیش آئے تھے۔

ایسی ہی کچھ ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سونیا ایک صوفے پر آرام سے بیٹھی سوچ میں گم تھی۔ وہ تدبیریں سوچ رہی تھی کہ اگر ہم سونیا اور فرہاد کی حیثیت سے پھانس لیے جائیں گے تو ان کے شکنجے سے نکلنے کے لیے کیسے کیسے ہتھکنڈے آزمائے جا سکتے ہیں۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس گیا۔ باہر مسلح پہریداروں کے ہونے کا امکان تھا۔ میں نے دروازہ کھولا تو وہ واقعی موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔ "فرمائیے؟"

میں نے کہا۔ "ہمیں چائے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

"آپ ٹیلی فون پر بھی روم سروس کو آرڈر دے سکتے ہیں۔ بہرحال آپ اندر تشریف رکھیں۔ چائے آ جائے گی۔"

میں نے دروازہ بند کر دیا۔ سونیا نے میری طرف دیکھا میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "ہاں، پوچھو۔ میں تمھارے دماغ میں موجود ہوں۔"

"تم کس قسم کی معلومات حاصل کر رہے ہو؟ کوئی تدبیر سمجھ میں آ رہی ہے یا نہیں؟"

"سونیا! ہم ہمیشہ حالات کے مطابق قدم اٹھاتے آئے ہیں۔ جب بری طرح پھنس جائیں گے تو کوئی نہ کوئی قدم ضرور اٹھائیں گے۔ ابھی ہم ان کے شکنجے میں نہیں ہیں۔ ہمارے بچاؤ کی کئی صورتیں ہیں۔"

میں اسے بتانے لگا کہ نادر پاشا، اصلی سلطانہ، سرکس کی دو عورتیں اور تین مردوں کے ذریعے کس قسم کی معلومات حاصل کر سکا ہوں اور ان سے ہمیں کیا فائدے پہنچ سکتے ہیں۔ ہماری باتوں

کے دوران میں دروازے پر دستک سُنائی دی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ ایک خوب صورت ویٹریس اپنے ہاتھوں میں چائے کی ٹرے لیے کھڑی تھی۔ اس نے مجھے دیکھا پھر سر کو ہلکا سا خم دے کر مسکرائی۔ میں نے دروازے کو پوری طرح کھول کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔ وہ آگئی۔ اُسی طرح ٹرے اُٹھائے سونیا کے پاس پہنچی پھر سینٹر ٹیبل پر ٹرے کو رکھ دیا۔ اس کے بعد پوچھا "کیا میں آپ کے لیے چائے بناؤں؟"

سونیا انکار کرنا چاہتی تھی۔ لڑکی نے کہا "میرا نام فرحانہ ہے۔ میں ایک فلسطینی مسلمان لڑکی ہوں۔ آپ بھی مسلمان ہیں۔ اس لیے آپ سے متاثر ہوں۔"

ایسا کہتے ہوئے اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور کاغذ کی چھوٹی سی پرچی نکال کر سونیا کی طرف بڑھا دی۔ سونیا نے اسے کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا "اس ہوٹل میں خفیہ مانک نصب ہیں۔ میں یہودیوں کے لیے جاسوسی کے فرائض انجام دیتی ہوں۔ میری باتوں میں نہ آنا۔ اس پرچی کو پڑھتے ہی ضائع کر دو۔"

سونیا نے اس پرچی کو مٹھی میں بھینچ لیا پھر دوسرے ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "فرحانہ! تم سے مل کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ اپنے ہم مذہب سے مل کر خوش ہونا ایک فطری امر ہے۔ تاہم میں ابھی آپ سیٹ ہوں۔"

"میں جانتی ہوں۔ انٹیلی جنس والے پریشان کر رہے ہیں لیکن وہ بھی اپنے فرائض سے مجبور ہیں۔ وہ سونیا ان کے لیے دردِ سر بنی ہوئی ہے۔"

میں نے سونیا کے ہاتھ سے وہ مڑا تڑا سا کاغذ لیا اور پھر اسے گٹر میں بہانے کے لیے باتھ روم میں چلا گیا۔ سونیا کہہ رہی تھی "میں جب سے یہاں آئی ہوں تب سے یہی سُن رہی ہوں۔ یہاں کے انٹیلی جنس والے، پولیس کے لوگ، فوجی جوان سب کے سب گلیوں میں، گھروں میں ہر جگہ سونیا کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں مجھ سے کل بھی پوچھ گچھ کی گئی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، آخر وہ دردِ سر کیوں بنی ہوئی ہے؟ میں نے اب تک کوئی ایسی بات نہیں سُنی جس سے پتا چلے کہ وہ دہشت پسند ہے یا کسی تخریبی کارروائی وغیرہ میں مصروف ہے۔"

فرحانہ نے چائے بناتے ہوئے کہا "سونیا نے وعدہ کیا تھا کہ فرہاد اور اعلیٰ بی بی کو رہا کیا جائے گا تو وہ تخریبی کارروائی نہیں کرے گی۔ کل سے وہ اپنے وعدے پر قائم ہے لیکن یہ پتا نہیں چل رہا ہے کہ ابھی تک وہ تل ابیب میں موجود ہے یا جا چکی ہے؟ جب تک اس کے متعلق مکمل معلومات حاصل نہیں ہوں گی، اس وقت تک انٹیلی جنس والے ہر ایک تنہا غیر ملکی عورت کا پیچھا کریں گے۔"

"لیکن میں تو تنہا نہیں ہوں۔"

"آپ کے ساتھ کچھ اور بات ہے۔ دیکھیے نا، آپ کی اگر ہم نام یہاں پیدا ہو گئی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ مس سلطانہ ہے اور جو آپ کا ماضی ہے، وہی اس کا ماضی ہے۔ ایسے میں انٹیلی جنس والے یقین کی حد تک آپ دونوں ہی سلطاناؤں پر شک کریں گے۔ کیا آپ کوئی ایسا ثبوت پیش نہیں کر سکتیں جس سے وہ آپ پر یقین کرنے لگیں؟"

"میں ہر امتحان سے گزرنے کو تیار ہوں۔ میرے پاس ان کے ہر سوال کا جواب موجود ہے۔ میں اصلی سلطانہ ہوں۔ مجھے کسی طرح کی پریشانی نہیں ہے۔"

"تو پھر آپ اَپ سیٹ کیوں ہیں؟"

"محض اس لیے کہ آج کی رات مجھے کیسینو میں گزارنا ہے۔ اس کے لیے ذہنی یکسوئی بہت ضروری ہے جو مجھے یہاں میسر نہیں ہے۔"

میں ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ فرحانہ میرے سامنے سینٹر ٹیبل کے دوسری طرف والے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اچانک سونیا نے تیور بدل کر مجھے گھورتے ہوئے پوچھا "یہ تم ہر حسین لڑکی کو گھور کر کیوں دیکھنے لگتے ہو؟"

میں نے نرمی سے کہا "سلطانہ! تمھارا دماغ اَپ سیٹ ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے خواہ مخواہ الزام دو۔"

"سچ بتاؤ۔ کیا تم فرحانہ کو دلچسپی سے نہیں دیکھ رہے ہو؟"

"میں ضرور دیکھ رہا ہوں مگر سوچ رہا ہوں کہ مس فرحانہ یہاں اگر خواہ مخواہ ہم سے اتنی بے تکلف کیوں ہو رہی ہیں۔ مانا کہ ہم ان کے ہم مذہب ہیں مگر اب اس اجنبی ماحول میں صرف پولیس والوں سے نہیں، یہاں کے شہریوں سے بھی ڈر لگتا ہے۔ ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔"

سونیا نے شکی مزاج عورتوں کی طرح منہ بنا کر کہا "تم کیا محتاط رہو گے۔ لڑکیوں کو تم سے محتاط رہنا چاہیے۔"

فرحانہ نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا "میں خواہ مخواہ آپ دونوں کے درمیان تنازعہ کا سبب بن رہی ہوں۔ سوری، مجھے اپنی ڈیوٹی پر جانا چاہیے۔"

وہ سُبک خرامی سے چلتی ہوئی دروازے تک گئی۔ پلٹ کر سونیا کو دیکھا، مسکرائی پھر باہر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے غصّے سے کہا "سلطانہ! تمھیں شرم آنی چاہیے۔ تم خواہ مخواہ مجھ پر شک کرتی رہتی ہو۔ فرحانہ کے سامنے تم نے میری بے عزتی کی ہے۔"

"بس بس۔ میں خوب جانتی ہوں۔ وہ جب سے آئی تھی تم اسی کو دیکھے جا رہے تھے۔ کیا میں مر گئی ہوں؟"

"تم سلامت رہو۔ ہمیشہ میرے سر پر مسلط رہو۔ میں کان پکڑتا ہوں آئندہ کوئی لڑکی کمرے میں داخل ہو گی تو میں باہر چلا جایا کروں گا۔"

فرحانہ کے آنے سے پہلے ہم یہاں کتنے خاموش اور پُرسکون تھے۔

"تمھاری خاموشی ہی بہتر ہے۔"

"میں کب تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں؟ میں خود خاموش رہنا چاہتی ہوں۔"

"ارے تو خاموش ہو جاؤ، نا۔ بولے جا رہی ہو اور پھر خاموش رہنے کی دھمکی بھی دے رہی ہو۔"

"اب جو بات کرے گا، اس کی زبان میں کیڑے پڑیں گے۔"

ہم دونوں ہی خاموش ہو کر مسکرانے لگے۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا "میں ذرا معلوم کروں، یہ فرحانہ ہے کیا چیز؟"

میں دوسرے لمحے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ فوجی افسر کے پاس بیٹھی کہہ رہی تھی "وہاں تو بات ہی کچھ اور ہو گئی۔ میں دوستی کرنا چاہتی تھی۔ میں نے ان کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے چپ چاپ ایک پرچی بڑھا دی کہ میں جاسوسہ ہوں اور میری بات پر بھروسہ نہ کیا جائے۔"

"ہاں، ہماری پلاننگ یہی تھی کہ وہ دونوں تم پر اعتماد کرنے لگیں۔"

"اعتماد حاصل کرنے کے بعد میں ان کی اصلیت معلوم کر لیتی لیکن وہ عورت بہت ہی بدمزاج ہے۔ اپنے ساتھی سے خواہ مخواہ لڑنے لگی۔ جو عورت اپنے آدمی کے سامنے کسی عورت کو برداشت نہ کرے بھلا مجھ سے کیا دوستی کرے گی؟ اور کیا اعتماد کرے گی؟"

"ہوں۔" افسر نے سوچنے کے انداز میں کہا "تم سرکس والی سلطانہ سے دوستی کرو۔ شاید اس کی اصلیت تک پہنچ جاؤ۔"

وہاں سے وہ اُٹھ کر جانے لگی۔ میں اس کے پاس موجود رہا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سرکس والی سلطانہ کے ساتھ وہ کس طرح دوستی کرے گی اور کیا معلومات حاصل کرے گی؟ لیکن اس کے دماغ کو کریدنے پر معلوم ہوا کہ وہ جو نظر آتی ہے، اصل میں وہ نہیں ہے، اندر سے بہت گہری ہے۔

جب وہ چائے کی ٹرے لے کر آئی تھی تو ایک ہوٹل کی ویٹریس نظر آئی لیکن باتیں کرنے کے دوران میں اس نے خود کو یہودیوں کی جاسوسہ بتایا اور وہ درحقیقت یہودیوں کے لیے جاسوسی کے فرائض ادا کرتی تھی۔ اس کے باوجود اس کا ایک اور روپ تھا۔ ایک گہرا اور پُراسرار روپ، جسے یہودی نہیں جانتے تھے۔ اسرائیلی حکام نے جن مجاہدین کو زندہ یا مُردہ ڈھونڈ نکالنے کے سلسلے میں بڑے بڑے انعامات رکھے تھے، ان میں ایک مجاہدہ بھی تھی جس کا نام لیلیٰ ثانی تھا۔

اب فرحانہ کے دماغ میں جھانکنے کے بعد پتا چلا کہ نام تھا نہیں، بلکہ ہے۔ جسے ہم فرحانہ سمجھ رہے تھے وہ لیلیٰ ثانی تھی۔ ایک خطرناک فلسطینی مجاہدہ جسے اسرائیلی انٹیلی جنس کے ذہین اور چالاک سراغ رساں تلاش کرتے پھر رہے تھے اور وہ ان ہی کے سامنے میں زندگی گزار رہی تھی۔ پتا نہیں کس طرح فریب دیتی تھی۔ کس طرح نقصان پہنچاتی رہتی تھی۔ یہ تو آگے چل کر معلوم ہونے والا تھا۔

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "سونیا! تمھیں پتا ہے، یہ فرحانہ کون ہے؟"

"ایک حسین بلا ہے جس کے پیچھے تم پڑ گئے ہو۔"

"یقیناً بلا ہے۔ جس کے پیچھے میں نہیں، یہاں کے انٹیلی جنس والے ہیں۔ اس کا اصل نام لیلیٰ ثانی ہے۔"

سونیا نے چونک کر بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ میں نے اثبات میں سر ہلا کر سوچ کے ذریعے کہا "ہاں۔ مجھے بھی اس کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کرنے کے بعد حیرانی ہوئی۔ کمبخت کتنی بیباک ہے۔ جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمنوں کے سائے میں سانس لے رہی ہے۔"

"کیا یہ میک اَپ میں ہے؟"

"بالکل نہیں۔ یہ اس کا اصلی روپ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے دشمن اس کا اصلی چہرہ نہیں جانتے ہیں۔ ان پر صرف لیلیٰ ثانی کے نام کی دہشت سوار ہے۔"

"تم اس کے دماغ میں جا کر معلوم تو کرو۔"

"میں معلومات حاصل کروں گا لیکن ابھی مناسب نہیں ہے۔ اگر میں اس کے دماغ میں موجود رہوں گا، اس کے مسائل معلوم کروں گا اور پتا چلے گا کہ اس کے ساتھ ایک نہ ختم ہونے والا واقعہ شروع ہو چکا ہے اور میں اس میں ملوث ہوتا جا رہا ہوں تو پھر اپنوں کی خبر نہیں رکھ سکوں گا۔"

"فرہاد! فلسطینی مجاہدین بھی ہمارے اپنے ہی ہیں۔"

"وہ تو ہیں۔ وہ پہلے بھی اپنے تھے۔ اب ہم ان کے وطن میں ہیں، تو ان سے اور زیادہ اپنائیت ہو گئی ہے۔ ہم انھیں بہت قریب سے دیکھ رہے ہیں۔ ان کی مظلومیت کو سمجھ رہے ہیں۔ یقیناً ہم ان کے کام آئیں گے اور ان سے رابطہ قائم کریں گے لیکن ذرا صبر و تحمل سے۔ پہلے میں اعلیٰ بی بی اور سجاد کی خبر لے لوں۔"

اعلیٰ بی بی اور سجاد اس عمارت سے باہر آ گئے، جہاں بردہ فروشوں نے لڑکیوں کو آسمگل کرنے کے لیے بڑے عیش و آرام کے ساتھ رکھا تھا اور جو آسمگل ہونے پر آمادہ نہیں تھیں انھیں قید کر رکھا تھا۔ عمارت کے باہر ریتیلے ساحل پر ایک ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور سجاد کے ساتھ بردہ فروشوں کا سرغنہ گول مٹول سا فٹ بال کی طرح لڑھکتا ہوا چل رہا تھا۔ اس کے آس پاس مسلح ماتحت تھے۔

اعلیٰ بی بی نے مجھے محسوس کرتے ہوئے کہا "یہ لوگ مجھے اور سجاد کو کسی ایسی جگہ پہنچا رہے ہیں، جہاں ہمارا سودا کرنے والے اپنی مرضی سے نہ پہنچ سکیں۔"

"کیا تم دونوں کو اس ہیلی کاپٹر میں لے جایا جائے گا؟"

"ہاں، وہ دیکھو۔ ہیلی کاپٹر سے ایک لحیم شحیم آدمی ہماری طرف آ رہا ہے۔"

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ آنے والا بڑا قد آور پہلوان نما آدمی ہے۔

اگر دونوں بغلوں میں دو آدمیوں کو دبوچ لے تو وہ شاید اس کی گرفت سے نہ نکل سکیں۔ جب وہ چل رہا تھا تو اس کے پاؤں ٹخنوں تک ریت میں دھنس رہے تھے۔ وہ جسمانی طور پر بھی بہت بھاری بھرکم تھا۔ اس نے آتے ہی سر جھکا کر ایک ہاتھ سینے پر رکھ کر برہ فروشوں کے سرغنہ کو جیسے سلام کیا۔ پھر یونانی زبان میں کچھ کہنا شروع کیا۔ میں اس سرغنہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بھی یونانی زبان میں جواب دے رہا تھا۔ میں اس کا ترجمہ اس کے دماغ سے سمجھ سکتا تھا۔ وہ آنے والا کہہ رہا تھا: "مجھے اپنے فرائض سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ میرا کام ان دونوں کی حفاظت کرنا ہے۔ آپ کا کام اسرائیلی حکومت سے ان کا سودا کرنا ہے لیکن باس کہہ رہے تھے کہ صرف اسرائیلی حکومت سے سودا نہ کیا جائے۔ دنیا کی دو بڑی خطرناک تنظیمیں انھیں حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ سے ایڑی چوٹی کا زور لگاتی رہی ہیں۔ وہ بھی ہماری توقع سے زیادہ قیمت ادا کر سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ اور ممالک اور تنظیمیں بھی ان سے دلچسپی رکھتی ہیں لہٰذا ان کا سودا سوچ سمجھ کر کیا جائے۔"

اس نے جیب سے کاغذ نکالا اور اسے سرغنہ کی طرف بڑھا دیا۔ وہ کاغذ کھول کر پڑھنے لگا۔ اس میں وہی کچھ لکھا تھا جو وہ پہلوان نما آدمی کہہ چکا تھا۔ مشورہ دیا گیا تھا کہ فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی دونوں ہی بلینک چیک ہیں۔ ہر وقت کیش ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا انھیں کیش کرانے کے سلسلے میں جلدی نہ کی جائے۔ سوچ سمجھ کر سودا کیا جائے، دیکھا جائے کہ کون سب سے زیادہ بولی دیتا ہے۔

اسے پڑھنے کے بعد سرغنہ نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ٹھیک ہے مسٹر اپالو! ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ مجھے یقین ہے، تمھارے سائے میں رہ کر یہ فرار ہونے کی جرأت نہیں کریں گے اور نہ انھیں فرار کا کوئی راستہ نظر آئے گا۔"

اپالو نے اپنے دانتوں کی نمائش کی۔ گویا کہ وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کے آس پاس سرغنہ کے دو مسلح ماتحت کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بھی بہت صحت مند تھے۔ اپالو نے اچانک دونوں ہاتھوں سے ان دونوں کی گردنیں دبوچ لیں۔ پھر قہقہہ لگاتے ہوئے انھیں زمین سے اٹھانے لگا۔ ان کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ اپنے ہاتھ پاؤں چلا رہے تھے۔ اس کی گرفت سے نکل کر زمین تک پہنچنا چاہتے تھے لیکن بلند ہوتے جا رہے تھے۔ جب وہ اس کے ہاتھوں کی بلندی تک پہنچ گئے تو اپالو نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: "یہ صرف دو میں — ایسے کتنوں ہی کو میں اٹھا کر سمندر میں پھینک سکتا ہوں۔ کیا مسٹر فرہاد کے لیے یہ نمونہ کافی ہے؟"

یہ سوال کرتے ہوئے اس نے دونوں مسلح ماتحتوں کو چھوڑ دیا۔ وہ اس کے ہاتھوں کی بلندی سے نیچے ریت پر گر پڑے۔ سنجاد نے گہری سنجیدگی سے کہا: "میں نے اپنی زندگی میں ایسے ایسے شہ زور دیکھے ہیں جو پتھروں کو ٹھوکر مار کر ریت کر دیتے ہیں۔ ان کے سامنے تم کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ نہ بھولو کہ میں اپنی مرضی سے اعلیٰ بی بی کی مدد کر رہا ہوں۔ ہم کچھ روز دنیا والوں سے بالکل الگ تھلگ رہنا چاہتے ہیں۔ اس وقت تک تم جو کرنا چاہو کرو۔ جب ہمارے کچھ کرنے کی باری آئے گی تو میں دیکھوں گا کہ تمھارے یہ دونوں بازو کتنے مضبوط ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے اعلیٰ بی بی کا ہاتھ تھام لیا پھر اسے سہارا دے کر ہیلی کاپٹر تک جانے لگا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "یہ سنجاد ہے۔ میرے انداز میں بولنے لگا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "یہ تو جانا ہی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے بڑی مشکلوں سے سمجھایا ہے۔"

"یہ اپالو نامی شخص میری ٹیلی پیتھی کی گرفت میں نہیں ہے۔ صرف یونانی زبان بول رہا ہے۔ معلوم کرو، انگریزی جانتا ہے یا نہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ پر اپالو بیٹھا تھا۔ اگلی سیٹ پر ایک پائلٹ تھا۔ ان کے درمیان میں یہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے اپالو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ہم اپنی مرضی سے تمھارے ساتھ جا رہے ہیں لیکن اجنبیت محسوس کر رہے ہیں۔ کیا تم انگریزی نہیں بول سکتے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر یونانی زبان میں کچھ کہا جو میں سمجھ سکا۔ اس کا ترجمہ کرنے والے سرغنہ کا دماغ اس سے دور تھا۔ ان باتوں کے دوران میں ہیلی کاپٹر کا پنکھا گردش کرنے لگا پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ساحلی زمین سے بلند ہونے لگا۔ میں اعلیٰ بی بی اور سنجاد کے ذریعے دور کھڑے ہوئے برہ فروشوں کے سرغنہ اور اس کے ماتحتوں کو دیکھ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر بلند ہوتا ہوا اور ایک طرف گھوم کر پرواز کرتا ہوا اجنبی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ میں نے سرغنہ کے دماغ کو ٹٹول کر معلوم کیا تو اس کی سوچ نے کہا: "ان دونوں کو کوہِ اقیون کی اس بلند چوٹی پر پہنچایا جائے گا جہاں ایک راہب کی عبادت گاہ ہے۔ اس عبادت گاہ تک پہنچنے کا کوئی زمینی راستہ نہیں ہے۔ وہاں تک کے لیے دشوار گزار پہاڑی راستوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ کئی جگہ گہری کھائیاں اور ایسے شکستہ راستے ہیں جنھیں چھلانگ لگا کر عبور کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ وہ عبادت گاہ اب سے بیس برس پہلے تک ویران پڑی ہوئی تھی پھر برہ فروشوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اسے ایک خفیہ ٹھکانہ بنا لیا۔ وہاں تک پہنچنے کا ذریعہ صرف ہیلی کاپٹر تھا۔ اس اڈے میں اپنا ایسا سامان، ایسی دستاویزات اور ایسے لوگ چھپا کر رکھتے تھے جن تک دوسرے لوگ نہ پہنچ سکیں۔ بظاہر یونان کی حکومت بھی اس بلند ترین عبادت گاہ کو راہبوں کی ملکیت سمجھتی تھی اور حکومت کی طرف سے ہی وہاں انھیں ایک ہیلی کاپٹر رکھنے کی اجازت دی گئی تھی لیکن ان راہبوں کے پیچھے کون لوگ ہیں، یہ یونانی حکومت بھی نہیں جانتی تھی۔

جب میں اس سرغنہ کے دماغ سے معلومات حاصل کر کے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچا تو پیچھے بیٹھے ہوئے اپالو نے ان دونوں کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی تھیں۔ میں نے کہا: "یہ نہیں چاہتے کہ تم دونوں ان راستوں کو یاد رکھ سکو اور کوہِ اقیون تک کسی طرح دوسروں کی رہنمائی کر سکو۔ بہرحال میں نے ان کا اڈہ معلوم کر لیا ہے۔ تم دونوں اطمینان سے سفر کرو۔ میں پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر اسے ان کے حالات بتائے۔ وہ سُننے کے بعد بولی: "میں یہاں بیٹھے بیٹھے بیزار ہو گئی ہوں۔ اگر شام تک پابندی نہ ہٹالی گئی تو تم کچھ کرو۔ میں ایکشن میں رہنا چاہتی ہوں۔"

"ذرا صبر کرو۔ تمھاری خواہش پوری ہو گی۔ شام کو ہم ضرور کیسینو جائیں گے۔ وین وائز خود اس سلسلے میں پریشان ہے۔ وہ یہاں سے سارا دولت سمیٹ کر لے جانے کا خواب دیکھتا ہوا آیا ہے، وہ خاموش نہیں بیٹھے گا۔"

"کچھ وین وائز کے متعلق ہی معلوم کرو۔"

میں نے ذرا آنکھیں بند کیں، تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر آنکھیں کھول کر کہا: "وہ اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں کر رہا ہے۔ ہم پر سے پابندی ہٹوانے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے۔ ابھی کامیابی کا سرا ہاتھ نہیں آیا۔ اس سے کہہ رہا تھا کہ تمھارے متعلق کچھ اور تحقیقات ہو گی۔ اس کے بعد پابندیاں ہٹالی جائیں گی۔"

"جب 'کال' تنظیم کے سربراہ تک پہنچ گئے ہو تو رسوتی کے پاس بھی پہنچ کر دیکھو۔ آخر وہاں کیا ہو رہا ہے؟ میں اس کے لیے بے چین ہوں۔"

"انتظار کرو۔ میں اس کے پاس جا رہا ہوں۔"

اور میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے آنکھیں بند کیے ایک آرام دہ پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کمرے میں اسرائیلی کابینہ کے مختلف صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر سومر بھی ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا پھر رسوتی نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا: "پلیز، مجھے تنہا چھوڑ دیں۔ بہت ہو چکا۔ میں اتنی دیر سے کوشش کر رہی ہوں۔ بے شک مجھے کچھ کامیابی حاصل ہوئی تھی مگر اب پھر ناکام ہو رہی ہوں۔"

ایک یہودی افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا: "مادام! ہمیں یقین ہے کہ آپ کوشش جاری رکھیں گی تو...."

رسوتی نے اس کی بات کاٹ کر کہا: "کوشش جاری رکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وقتی طور پر دماغی توانائی حاصل ہو رہی ہے تو ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھی پوری طرح حاصل ہو جائیں۔ یہ رفتہ رفتہ ہوگا۔ آخر جلدی کیا ہے؟ کیا میں کہیں بھاگی جا رہی ہوں؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ بے شک آرام کریں، اب ہم جا رہے ہیں۔"

پھر اس اعلیٰ افسر نے ڈاکٹر سومر سے کہا: "ڈاکٹر! بہتر یہی ہے کہ مادام کو آرام کرنے دیا جائے اور مادام! ہماری گزارش ہے کہ جب بھی آپ سکون محسوس کریں اور ڈاکٹر صاحب کی ضرورت محسوس کریں تو ہمیں فوراً اطلاع دیں۔ ڈاکٹر سومر کی خدمات حاصل کرنے کے لیے لوگ دولت پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ یہ ہماری آپ کی خوش نصیبی ہے کہ یہ ہمارے درمیان ہیں اور دو چار دن یہاں رہیں گے۔ ان کی موجودگی سے آپ کو فائدہ پہنچنا چاہیے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا: "مادام! ہمیں اس موقعے سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ ہم جو آپ سے بار بار کوشش کرنے کے لیے کہتے ہیں تو اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ ڈاکٹر سومر کی موجودگی میں آپ کی کوششیں بار آور ہوں۔"

رسوتی نے کہا: "اچھی بات ہے۔ میں کچھ دیر تنہا رہوں گی۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کی ضرورت محسوس ہوئی تو ضرور اطلاع دوں گی۔"

وہ سب ایک ایک کر کے وہاں سے جانے لگے۔ رسوتی تنہا رہ گئی۔ میں نے سونیا سے کہا: "وہ کوشش کر رہی ہے۔ کبھی اسے کامیابی ہوتی ہے اور کبھی ناکامی۔ اس وقت وہ تنہا اسی مسئلے پر غور کر رہی ہے۔"

"وہ تنہا ہے تو اسے مخاطب کرو۔ اسے حوصلہ دو۔"

"تم اُنگلی پکڑ کر پہنچا پکڑنے کی بات کر رہی ہو۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ براہِ راست کبھی اس سے گفتگو نہیں کروں گا۔ تمھارے کہنے پر میں نے اس حد تک رابطہ قائم کیا ہے۔ یہی بہت ہے۔"

"دیکھو فرہاد! اس کی دعائیں قبول ہو رہی ہیں۔ اس کے لیے توبہ کا دروازہ کھل گیا ہے۔ تمھاری طرف سے حوصلہ ملے گا تو رہی سہی کمی بھی پوری ہو جائے گی اور وہ یقیناً اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائے گی۔"

"وہ کہتی ہے رفتہ رفتہ کامیابی ہو گی۔ وہ جب یہودیوں سے یہ کہہ رہی ہے تو تمھیں بھی یہی سمجھ کر صبر کرنا چاہیے۔ آخر جلدی کیا ہے؟ ایک ہی دن میں دماغی توانائی حاصل ہو جائے اور ایک ہی دن میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل ہو جائیں، یہ تو ممکن نہیں ہے۔"

"جب وہ خیال خوانی کی پرواز کر رہی تھی تو تم نے اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُسے سہارا دیا تھا۔ وہ خیال خوانی کرنے لگی تھی۔ میں یہی چاہتی ہوں۔ اس حد تک تو سہارا دے دو۔"

"اچھا، وعدہ کرتا ہوں۔ جب وہ خیال خوانی کی پرواز کرے گی تو میں اسے سہارا دوں گا۔ ابھی تو وہ آرام کر رہی ہے۔"

وہ مطمئن ہو گئی۔ میں لیلیٰ ثانی کے پاس پہنچ کر معلومات حاصل کرنے لگا کہ وہ اصلی سلطانہ کے پاس جا کر کیا گفتگو کر رہی تھی اور

اسے کس طرح ٹٹول رہی تھی۔ اسی دوران دروازے پر دستک سُنائی دی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ باہر وین وائز ایک فوجی افسر کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس نے مُسکرا کر کہا: "بس آخری تحقیقات رہ گئی ہیں۔ اس کے لیے ہمیں آفیسر کے ساتھ چلنا ہوگا۔ اس کے بعد تم دونوں پر سے پابندیاں اُٹھالی جائیں گی۔"

سونیا نے آگے بڑھ کر کہا: "آپ لوگ ذرا انتظار کریں۔ میں ذرا باہر نکلنے کے لیے تیار ہولوں۔"

میں باہر آگیا۔ سونیا نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ میں نے فوجی افسر سے کہا: "آپ ہم جیسے مہمانوں کو پریشان کرتے ہیں۔ لیکن آپ کی انٹیلی جنس اتنی کمزور ہے کہ غداروں اور تخریب کاروں کو نظر انداز کردیتی ہے۔"

"مسٹر اینڈل ہارڈی! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ ذرا وضاحت کردیں۔"

"آپ کے اس ہوٹل میں ایک ویٹریس ہے جس کا نام فرحانہ ہے اور وہ آپ کے لیے جاسوسہ کے فرائض انجام دیتی ہے۔"

فوجی افسر نے جان بوجھ کر چونکنے کی ایکٹنگ کی۔ میں سمجھ رہا تھا مگر انجان بن کر مُسکراتے ہوئے بولا: "یہ بات آپ کے لیے چونکانے والی ہے لیکن میں سچ کہہ رہا ہوں۔ وہ ویٹریس ہمارے کمرے میں چائے لے کر آئی تھی۔ اس نے چپکے سے ایک پرچی ہمارے ہاتھ میں تھما دی۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ وہ آپ لوگوں کے لیے جاسوسہ کے فرائض انجام دیتی ہے۔ لہٰذا ہم اس پر اعتماد نہ کریں۔"

افسر نے مانگنے کے انداز میں ہاتھ بڑھا کر کہا: "کہاں ہے وہ پرچی؟"

"ہم نے اس جاسوسہ کی تسلی کے لیے اس کے سامنے اُسے ضائع کردیا تھا۔"

"آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

"میں سمجھ رہا تھا کہ اس سے مزید معلومات حاصل ہوسکیں گی۔ اگر میں اسے ضائع نہ کرتا تو وہ کھُل کر باتیں نہ کرتی۔"

"اچھا تو اس نے اور کیا کہا؟"

"کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ میری منگیتر سلطانہ بہت ہی شکی مزاج عورت ہے۔ اس نے میرے سامنے فرحانہ کو برداشت نہیں کیا۔ آپ نے دیکھا ہی ہے کہ وہ کتنی حسین ہے۔ کوئی عورت اپنے منگیتر کے سامنے ایسی حسین عورت کو برداشت نہیں کرسکتی۔ سلطانہ نے بھی بدمزاجی کا مظاہرہ کیا۔ وہ بے چاری فوراً واپس چلی گئی۔"

افسر نے بظاہر غصّہ دکھاتے ہوئے کہا: "اچھا تو فرحانہ دوہری چالیں چلتی ہے۔ میں ابھی اسے گرفتار کراتا ہوں۔"

اس نے اپنے ایک ماتحت سے کہا: "جاؤ اور سیکنڈ آفیسر

کو یہ تمام باتیں بتانے کے بعد کہو کہ فرحانہ کو حراست میں لے لیا جائے۔"

وہ ماتحت چلا گیا۔ یہ سب چالیں چل رہی تھیں۔ ہوٹل کے باہر ہمارے لیے ایک کار کھڑی تھی۔ میں اور سونیا اور وین وائز پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ فوجی افسر اپنے ایک فوجی ساتھی کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ہمارے پیچھے مسلح فوجیوں کی ایک جیپ اور ایک گاڑی تھی پھر یہ قافلہ اس عمارت کی طرف جانے لگا جہاں میں پہلی بار ایک قیدی کی حیثیت سے پہنچائی گئی تھی اور وہاں ایک اسٹیڈیم میں اس نے ڈبل جوئیل سے مقابلہ کیا تھا۔ میں نے اس سے کہا: "تم وین وائز سے باتیں کرتی رہو۔ میں سلطانہ کے متعلق معلومات حاصل کررہا ہوں۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگی اور میں تمام راستے سلطانہ کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا۔ اتنا معلوم ہوگیا کہ جس عمارت میں ہمیں پہنچایا جارہا ہے اس کی تیسری منزل کے ایک ہال نما کمرے میں کاہال تنظیم کے سربراہ اور عہدے دار بیٹھے ہوئے ہیں۔ فوجی افسران بھی ہیں۔ انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر بھی موجود ہیں۔ اور سلطانہ اپنے سرکس کے ان لوگوں کے ساتھ ہیں جو یروشلم سے بُلائے گئے ہیں۔ ہمارے وہاں پہنچنے تک ان سے طرح طرح کے سوالات کیے جارہے تھے۔ جو سوالات کیے جارہے تھے اور جو جواب دیے جارہے تھے، میں انھیں ذہن نشین کررہا تھا۔ موقع ملنے پر سونیا کو بتاتا جارہا تھا۔ سونیا باتیں کرنے کے دوران میں کبھی چُپ ہوجاتی تھی اور میری معلومات کو ذہن نشین کرنے لگتی تھی۔

جب ہم اس عمارت کی تیسری منزل پر پہنچے تو مجھے اس ہال میں وہی تمام لوگ نظر آئے۔ میں نے سونیا کو بتادیا تھا کہ کون سی سرکس کی جوعورتیں یروشلم سے آئی ہیں وہ کس رنگ کا اور کس قسم کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور ان کے نام کیا ہیں۔ جب ہم ہال میں داخل ہوئے تو سونیا انجان بنی وہاں موجود لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ دیکھنے کے دوران ایک سرکس والی پر نظر ٹھہر گئی۔ وہ خوش ہوکر بولی: "اوہ روزی! تم؟ آہا۔ کتنے عرصے بعد میں تمھیں دیکھ رہی ہوں۔"

ایسا کہتے ہوئے وہ دونوں بازو پھیلا کر روزی کی طرف بڑھنے لگی۔ وہ بے چاری حیران و پریشان پہلے تو سوالیہ نظروں سے دیکھتی رہی، پھر پیچھے ہٹ کر بولی: "کون ہو تم؟"

اس سوال پر سونیا ایک دم ٹھٹک گئی پھر معذرت خواہانہ کے انداز میں بولی: "اوہ! میں تو بھول ہی گئی تھی کہ میرا چہرہ سرجری کے ذریعے بدل گیا ہے۔ تم مجھے پہچان نہیں سکو گی۔ میں سلطانہ ہوں۔ تمھاری رازدار سہیلی۔"

روزی نے بے یقینی سے اسے دیکھا پھر اپنے قریب کھڑی ہوئی اصلی سلطانہ پر نظر ڈالی۔ اصلی سلطانہ نے کہا: "روزی! یہ

کے فریب میں نہ آنا۔ تمھاری رازدار سہیلی میں ہوں۔"

ایک افسر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا: "ایک لمحہ رُکو۔ اگر تم دونوں کا یہ دعویٰ ہے کہ روزی کی رازدار ہو تو اس کے کان میں اس کی زندگی کا کوئی راز بیان کرو۔ پھر یہ ہمیں بتائے گی کہ تم دونوں میں سے کون رازدار ہے؟"

سونیا آگے بڑھی۔ اس کے کان کے قریب مُنہ لے جا کر کچھ بات کہہ دی۔ وہ بات ایسی تھی کہ سُنتے ہی روزی ایک دم سے زرد پڑ گئی۔ ذرا پیچھے ہٹ کر سونیا کو التجا آمیز نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس کی نظریں کہہ رہی تھیں۔ پلیز! یہ بات کسی سے نہ کہنا۔

ایک افسر نے پوچھا: "کیا اس نے کوئی راز کی بات کہہ دی ہے تم سے؟"

روزی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: "جی ہاں، لیکن راز کو راز ہی رہنا چاہیے۔ آپ نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ یہی اصلی سلطانہ ہے۔"

اصلی سلطانہ نے آگے بڑھ کر کہا: "روزی! یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تمھیں ایک راز کی بات کہنی ہوں۔"

وہ روزی کے قریب آئی اور اس کے کان کے پاس مُنہ لے جا کر آہستگی سے کچھ کہا۔ دوسرے لفظوں میں کہنا چاہیے کہ اس نے نہیں کہا۔ میں نے کہلوایا۔ وہ کہہ رہی تھی: "تم شادی سے پہلے جوزف سے محبت کرتی تھیں۔"

روزی نے ذرا پیچھے ہٹ کر کہا: "یہ تم کون سی انوکھی بات کہہ رہی ہو؟ یہ تو میں اپنے شوہر کو بتا چکی ہوں۔ وہ جانتا ہے کہ جوزف سے میری دوستی تھی لیکن اس سے شادی نہیں ہوئی۔ تم ایسی بات بتاؤ جس کا میری زندگی سے گہرا تعلق ہو۔"

اصلی سلطانہ سوچنے لگی لیکن میں اسے سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ پھر بھلا اسے کیسے یاد آتا کہ روزی کی زندگی کا گہرا راز کون سا ہے۔ ایک فوجی افسر نے ذرا انتظار کرنے کے بعد ہاتھ کے اشارے سے اسے پیچھے جانے کا حکم دیا۔ دوسرے افسر نے کہا: "تم خواہ مخواہ ہمارا وقت برباد کررہی ہو۔ اس سے پہلے بھی ہال میں تم نے سوالات کیے تھے۔ ان کے جوابات صحیح نہیں تھے۔ اس کے برعکس مسٹر ہارڈی کی منگیتر مس سلطانہ کے جوابات بالکل صحیح تھے۔"

پھر اس افسر نے جیب سے چند تصویریں نکال کر سونیا کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا: "کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ ان میں سے اپنا اصلی چہرہ کون سا ہے؟ جس پر پلاسٹک سرجری کے بعد یہ نیا چہرہ نظر آرہا ہے؟"

سونیا نے ان تصویروں کو باری باری دیکھا پھر انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "ان میں کوئی میری سابقہ تصویر نہیں ہے — یہ دوسری لڑکیوں کی تصویریں ہیں۔"

اس افسر نے دوسری جیب میں ہاتھ ڈال کر پھر چند تصویریں نکالیں۔ اسے دکھایا۔ ہم نے پیرس میں فوٹو گرافر سے کہہ کر جو پاسپورٹ وغیرہ حاصل کیا تھا، اس میں سے اصلی سلطانہ کی تصویر پہلے ہی نکال لی گئی تھی پھر اس میں سونیا کے موجودہ چہرے کی تصویر لگائی گئی تھی۔ ہم نے اصلی سلطانہ کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ اس کے باوجود میں نے اس افسر کا دماغ پڑھا تو پتا چل گیا کہ کون سی تصویر اصلی ہے۔ میں نے سونیا کی رہنمائی کی۔ اس نے ان تصویروں میں سے اصلی تصویر نکال کر افسر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "یہ میرا اصلی چہرہ تھا۔"

اس افسر نے حیران ہوکر اپنے افسروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "بڑی حیرانی کی بات ہے۔ دونوں نے یہی تصویر دکھائی ہے اور یہی ان کا اصلی چہرہ تھا۔ کیا دونوں پلاسٹک سرجری سے پہلے ہم شکل تھیں اور آج ہم شکل نہیں ہیں۔ بس ہم نام رہ گئی ہیں؟"

اصلی سلطانہ نے آگے بڑھ کر کہا: "کسی کی نقالی کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔ یہ عورت زبردست نقال ہے۔ اس نے میرے ماضی کے متعلق اچھی طرح چھان بین کی ہے۔ بہرحال نقالی کے معاملے میں یہ جس قدر بھی باکمال ہو لیکن میری طرح بازی گری کے کرتب نہیں دکھا سکے گی۔ میں اسے چیلنج کرتی ہوں۔"

سونیا نے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے کہا: "میں تمھارے چیلنج کو قبول کرتی ہوں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ اتنے سارے تماشائی بیٹھے ہیں۔ آؤ ہم اپنے اپنے کمالات دکھائیں۔"

سونیا کی یہ بات سن کر اصلی سلطانہ ذرا ٹھٹک گئی۔ پریشان ہوکر سوچنے لگی۔ "اگر اس کمبخت نے یہ کمال بھی دکھا دیا تو مجھے اپنی پیدائش پر شُبہ ہونے لگے گا۔"

اس کے سوچنے کے دوران ہی سونیا نے "ہاپ ہپ" کہتے ہوئے ایک قلابازی کھائی پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہاتھوں کے بل سر نیچے اور دونوں ٹانگیں اوپر کرلیں۔ اس کا جسم بالکل تن گیا تھا۔ اب وہ آہستہ آہستہ کمر کی طرف سے خم کھاتی ہوئی پیچھے کی طرف کمان بنتی جارہی تھی۔ اس کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے یہودی اکابرین افسران توجہ سے دیکھ رہے تھے۔

اصلی سلطانہ اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی، واقعی یہ تو بازی گری کے کمالات بھی دکھانے لگی ہے۔ وہ ایک قدم آگے بڑھی پھر اس نے بھی قلابازی کھائی اور اسی طرح ہاتھوں کے بل سر نیچے ٹانگیں اُوپر کرلیں۔ اس کا جسم بھی تن گیا اور وہ کمر کی طرف سے خم کھا کر پیچھے کی طرف کمان ہونے لگی۔ سونیا کمان بن چکی تھی پھر اس کے دونوں پاؤں، دونوں ہاتھوں کی طرح

زمین پر آ گئے۔ وہ اپنی مقابل کو بدحواس کرنے کے ہتھکنڈے جانتی تھی۔ اس نے اسی طرح خم کھاتے ہوئے دونوں ہاتھ فرش پر اس طرح زور سے مارے جیسے وہ تھک کر گر پڑی ہو۔

اصلی سلطانہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ ایسے میں اپنا توازن قائم رکھنا ذرا بھول گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خم کھاتے کھاتے فرش پر گر پڑی۔

مگر بڑی پھرتیلی تھی۔ گرتے ہی اُلٹی قلابازی کھا کر کھڑی ہو گئی۔ سونیا نے اس کے ساتھ ہی اُلٹی قلابازی کھائی اور سینٹر ٹیبل پر پہنچ گئی۔ وہاں بھی وہ نہ ٹھہری، بجلی کی طرح لپکی۔ آخر قلابازی کھاتے ہوئے ایک دم سے فضا میں بلند ہوئی۔ سب نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ اس کے بعد سرکس کے مالک نادر پاشا کی اوپر کی سانس اوپر نیچے کی نیچے رہ گئی۔ کیوں کہ وہ فضا میں قلابازی کھاتے ہوئے اس کے دونوں شانوں پر کھڑی ہو گئی تھی۔ یہ ایسا کمال تھا کہ سب کے مُنہ سے واہ واہ نکل گئی۔ بہت سے افسران تالیاں بجانے پر مجبور ہو گئے۔

اصلی سلطانہ گُم صُم کھڑی سر اُٹھائے اسے دیکھ رہی تھی۔ فرش پر کھڑا ہوا نادر پاشا "ارے! ارے!" کہتا ہوا اِدھر سے اُدھر ڈگمگا رہا تھا۔ سونیا اوپر کھڑی اپنا توازن برقرار رکھے ہوئے تھی۔ یہ کمال دیکھ کر مجھے اچانک شبانہ یاد آ گئی۔ وہ تیز رفتار گھوڑے کی پیٹھ پر ایسے ہی کمالات دکھاتی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں لگام نہیں ہوتی تھی۔ کبھی وہ پاؤں کے بَل اور کبھی ہاتھوں کے بَل گھڑ سواری کے کرتب دکھاتی تھی۔ اصل میں بازی گری کا سارا کمال جسمانی توازن پر ہوتا ہے۔ اصلی سلطانہ بھی اپنا توازن برقرار رکھنا جانتی تھی لیکن ایسا کرنے کے لیے وہ ایک خاص ماحول کی اور خاص جگہ کی پابند تھی۔ وہ سرکس کے اندر اپنے مخصوص لباس میں مخصوص ترتیب کے ساتھ کمالات دکھاتی تھی لیکن سونیا، مرجانہ اور شبانہ جیسی فائٹر عورتیں کسی خاص جگہ کی محتاج نہیں ہوتیں۔ جہاں بھی دشمن سے مقابلہ ہو جائے یا جہاں بھی انھیں کوئی چیلنج کرے خواہ وہ جنگل ہو یا جھاڑی، میدان ہو یا پہاڑی وہ ہر جگہ جسمانی توازن کو برقرار رکھنا جانتی ہیں۔

میں مسکرانے لگا۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں کہہ رہی تھی، بیٹھے بیٹھے بیزار ہو گئی ہے۔ ایکشن میں آنا چاہتی ہے۔ اب اسے ایکشن میں آنے کا موقع ملا تھا تو بڑی زندہ دلی اور مہارت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ نادر پاشا ابھی تک ڈگمگا رہا تھا۔ اس کے بوجھ سے پریشان ہو کر وہ بس، میری ماں، بس۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ تم اصا

ذرا فاصلے پر ہال تنظیم کا ایک عہدے دار بیٹھا ہوا سگر سلگانے کے لیے لائٹر جلا رہا تھا۔ اسی وقت سونیا نے نادر پاشا کے ٹانگے پر سے چھلانگ لگائی۔ قلابازی کھاتے ہوئے اس عہدے دار کے پاس پہنچی۔ جیسے ہی اس نے سگریٹ کو مُنہ میں لے جانا چاہا، ویسے ہی پتا چلا کہ سگریٹ اب اس کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ وہ اس کا سگریٹ لیتے ہوئے اس کے اوپر سے قلابازی کھاتے ہوئے پیچھے چلی گئی تھی۔ سب نے پلٹ کر دیکھا تو وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے اُدھر کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ہونٹوں میں سگریٹ دبا ہوا تھا اور وہ فخریہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

کمال اسے کہتے ہیں کہ آدمی دیکھے تو بے اختیار داد دینے پر مجبور ہو جائے۔ اس وقت یہی ہو رہا تھا۔ وہاں بیٹھے سب ہی لوگ بے اختیار تالیاں بجانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ کمال یہ ہے کہ مخالف جھنجلا کر اپنے مقابل کا مُنہ نوچنے پر مجبور ہو جائے، پھر خود ہی سر پیٹ کر رونے لگے۔ اصلی سلطانہ دونوں ہاتھ اپنی پیشانی پر مار کر اچانک رونے لگی پھر دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہنے لگی۔

"میں کون ہوں؟ میرے خدا، میری سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا تماشا ہے۔ میں بچپن میں کیا تھی؟ کہاں تھی؟ کس نے مجھے جنم دیا؟ میں نہیں جانتی۔ جب میں نے ذرا ہوش سنبھالا تو پتا چلا، میرا ایک بوڑھا باپ ہے جو مجھے جوبلی سرکس میں لے کر آیا تھا۔ اسی نے بتایا کہ وہ میرا باپ ہے اور میرا نام سلطانہ ہے۔ میری ماں مر چکی ہے۔ تب سے میں اپنے متعلق یہی جانتی ہوں لیکن آج ....."

وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر سونیا کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"لیکن آج اس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ اصلی ہے اور میں نقلی ہوں لیکن اگر نقلی بھی ہوں تو میرا ماضی کیا ہے؟ میں کون ہوں۔ اگر میرا نام سُلطانہ نہیں تو پھر کیا ہے؟"

اس کی باتوں کے دوران کاہال تنظیم کے ایک رُکن نے اگر اپنے سربراہ ری مونڈیل سے کہا "جناب! میجر جیسی کے ڈاکٹر اورلی مارٹین سے رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ آپ ان سے گفتگو کر سکتے ہیں۔"

ری مونڈیل نے ہاتھ اُٹھا کر اصلی سلطانہ کو کچھ کہنے سے روکا پھر اپنے ساتھیوں سے کہا "ڈاکٹر اورلی مارٹین سے رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ میں گفتگو کر رہا ہوں۔ ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

اس نے اپنے قریب رکھے ہوئے ریسیور کو اُٹھا کر کہا۔

"ہیلو، ری مونڈیل وِس اینڈ۔"

دوسری طرف سے ڈاکٹر اورلی مارٹین کی آواز سُنائی دی۔

"ہیلو مسٹر مونڈیل! میری آپ کی تنظیم کے افراد سے تفصیل گفتگو ہو چکی ہے۔ مجھے آپ کے پرابلم کے متعلق معلوم ہوا۔ یقیناً آپ کے پاس اتفاقاً دو عدد سلطانہ پہنچ گئی ہوں گی۔ میں سمجھتا تھا ایک دن ایسا ہو گا۔ سو آج ہو گیا۔"

ری مونڈیل نے پوچھا "ڈاکٹر! کیا آپ اپنی باتوں کی وضاحت فرمائیں گے؟"

جی ہاں۔ یہ ایک عورت کا مینٹل کیس رہے۔ استنبول میں رہنے والے ایک ایرانی دوست ڈاکٹر آفندی رہتے تھے۔ یہ آج سے تقریباً تیس برس پرانی بات ہے۔ ان کی ایک دوست دماغی مریضہ تھی۔ ڈاکٹر اس کا علاج کر رہا تھا۔ ابتدا میں یہ مرض اتنا تشویش ناک نہیں تھا۔ رفتہ رفتہ تشویش بڑھتی گئی۔ وہ ایران میں جرمانشک کو یٹن بھی جاتی تھی۔ میرے دوست ڈاکٹر آفندی اس پر بُری طرح مرمٹے تھے۔ انھوں نے شادی کا ارادہ کیا۔ ان ہی دنوں اس کے دماغ پر فالج گر گیا تھا۔ ایسی کوئی بات تھی جس کا تعلق اس کے ماضی سے اس کے خاندان سے تھا۔ ڈاکٹر نے ایک ماہرِ نفسیات سے معلومات حاصل کیں۔ آخر ماہرِ نفسیات کے مشورے سے اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر اس کی شخصیت تبدیل کر دی جائے تو اس کا مرض تقریباً ختم ہو جائے گا۔ نہ پہلے والا ماضی رہے گا، نہ پہلے والے خاندانی اثرات رہیں گے اور وہ پرانی یادیں بھی نہیں رہیں گی۔"

ری مونڈیل نے کہا "مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔ آپ ابھی کہہ رہے ہیں، کیا اس کا تعلق ان دونوں عورتوں سے ہے؟"

"جی ہاں، آپ ذرا تحمل سے سُنیں۔ ان ہی دنوں میرے پاس جوبلی سرکس کی سلطانہ آئی۔ اس کا چہرہ بگڑا ہوا تھا۔ اس کے سابقہ شوہر نے ہولناک بوتل سے اس کے چہرے پر ضربیں لگائی تھیں۔ وہ پلاسٹک سرجری کروانا چاہتی تھی۔ سرجری کے دوران میں اس نے بتایا کہ اب وہ سرکس میں کام نہیں کرے گی۔ استنبول اور پیرس سے کہیں دور جا کر گمنام زندگی گزارتی رہے گی۔ اس کی باتیں سُنتے کے بعد اچانک میرے دماغ میں یہ بات آئی ... کہ اپنے دوست کی منگیتر کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل کر دوں۔ جب وہ اپنے چہرے کو آئینے میں دیکھے گی تو خود کو ایک دوسرے روپ میں پائے گی۔ اسے ذہنی طور پر تبدیل کرنے کے لیے بھی ہم نے بہت پہلے ہی پلاننگ کر لی تھی۔ سوچا تھا، اس کی شخصیت کو بدلنا ہو گا تو ہپناٹزم کے کسی ماہر کی خدمات حاصل کی جائیں گی۔ وہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو تبدیل کرے گا خواہ وہ تبدیلی عارضی کیوں نہ ہو۔ اگر اس نے دل اور دماغ سے اس تبدیلی کو قبول کر لیا تو دائمی تبدیلی ہو گی ورنہ کچھ عرصے بعد وہ خود کو ترکی کے بجائے ایرانی خاتون کی حیثیت سے پہچاننے لگے گی۔ ویسے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس وقت تک اس کے ماضی کی یادیں وہ پہچان گی جو اسے خاندانی ورثے میں ملی ہے، شاید ختم ہو جائیں۔"

ڈاکٹر نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا "میں یہ نفسیاتی پیچیدگیاں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں تاکہ آپ دونوں سلطانہ میں سے اس سلطانہ کو سمجھ لیں، جس کا ذکر میں ابھی کرنے جا رہا ہوں۔"

ری مونڈیل نے دور کھڑی ہوئی دونوں سلطانہ کو دیکھا۔ پوچھا "لیکن ان میں سے وہ سلطانہ کون ہے جس کا ذکر آپ کر رہے ہیں؟"

"اس وقت آپ کے سامنے دو سلطانہ موجود ہیں۔ ان میں سے کس سلطانہ کا ذکر کر رہا ہوں، یہ میں خود نہیں کہہ سکتا کیوں کہ ان کی صورتیں اتنی دور سے نہیں دیکھ سکتا۔ ان کی تصویریں میرے پاس ہیں۔ تب بھی میں یہ تصویریں امتیازی شناخت کے طور پر اتنی جلدی آپ کے پاس روانہ نہیں کر سکتا لیکن میں اصلی سلطانہ کی پہچان بتا دوں گا۔"

ری مونڈیل ماؤتھ پیس میں جو کچھ کہہ رہا تھا، اس سے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں تجسس پیدا ہو رہا تھا۔ جواباً دوسری طرف کی گفتگو سُنائی نہیں دیتی تھی، اس لیے سب کے سب ہمہ تن گوش تھے۔ صرف میں ہی ایسا تھا جو دوسری طرف کی بھی گفتگو سُن رہا تھا۔

ڈاکٹر اورلی مارٹین کہہ رہا تھا "جب مجھے سلطانہ کی سرجری کے دوران معلوم ہوا کہ وہ گمنام زندگی گزارنا چاہتی ہے اور سرکس سے کوئی تعلق نہیں رکھے گی۔ تب میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس دوسری عورت کو سلطانہ بنا کر سرکس میں پہنچا دوں گا۔ میرے اس منصوبے کی تکمیل میں اس طرح آسانی ہو رہی تھی کہ سلطانہ سرجری کے بعد چپ چاپ میرے اسپتال سے چلے جانا چاہتی تھی۔ جوبلی سرکس کا مالک اکثر آ کر اس کی خیریت معلوم کرتا رہتا تھا اور سرجری کے بعد اسے واپس اپنے سرکس میں لے جانا چاہتا تھا۔"

اس کی گفتگو ذرا دیر کے لیے سُنائی نہیں دی۔ ٹیلیفون کے رابطے میں کوئی تکنیکی خرابی ہو گئی تھی۔ دونوں طرف سے "ہیلو، ہیلو" کہہ کر ایک دوسرے کو مخاطب کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر آواز صاف ہو گئی۔ ڈاکٹر اورلی مارٹین کہہ رہا تھا "میں اسپتال کے دوسرے کمرے میں ڈاکٹر آفندی کی دوست کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کر رہا تھا۔ سرجری کے دوران رات کو اس پر تنویمی عمل ہوتا تھا اور اسے ذہنی طور پر تبدیل کرنے کی پوری کوشش کی جا رہی تھی۔ ان دونوں کی سرجری زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے میں مکمل ہو سکتی تھی لیکن میں نے اصلی سلطانہ کی سرجری تو ایک ہفتے میں مکمل کی اور اسے اسپتال سے روانہ کر دیا۔ آفندی کی دوست کو اسپتال میں سرجری کے بہانے روکے رکھا۔ اس دوران ہم نے جوبلی سرکس کے مالک کی مختلف تصویریں اتاریں۔ میں اور آفندی کی دوست کو سلطانہ کی حیثیت سے وہ تصویریں دکھائی جاتی تھیں۔ سرکس کے کچھ لوگوں کے متعلق بھی معلومات فراہم کی جاتی تھیں۔ اِدھر ہم نے جوبلی سرکس کے مالک سے کہہ دیا تھا کہ سرجری کے بعد چونکہ چہرہ تبدیل ہو جاتا ہے اور سرجری کروانے والی اپنے پہلے چہرے سے بہت زیادہ مانوس ہوتی ہے، محبت کرتی ہے، نئے چہرے کو جلدی تسلیم نہیں کرتی۔ اس لیے اس کے دماغ پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنا ماضی عارضی طور پر بھول جاتی

ہے۔ رفتہ رفتہ اسے یاد آنے لگتا ہے۔ لہٰذا سلطانہ کو اپنا ماضی یاد نہ آئے تو اس کے دماغ پر زیادہ زور نہ ڈالا جائے۔"

ڈاکٹر ارلی ماڈین پھر چند لمحوں کے لیے خاموش رہا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھ رہا تھا۔ وہ خاموش ہونے کے دوران برانڈی کے دو گھونٹ حلق سے اُتار رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا "قصہ مختصر یہ ہے کہ ہم نے آفندی کی دوست کو چہرے اور.... دماغی اعتبار سے تبدیل کر دیا۔ اس کے دماغ میں بڑی حد تک سرکس والی سلطانہ کے متعلق معلومات فراہم کر دی تھیں۔ اسے نئے چہرے سے مانوس کرایا جا رہا تھا۔ جب وہ چہرہ ہر طرح سے مکمل ہو گیا، تب ہم نے جوبلی سرکس کے مالک سے اس کی ملاقات کرائی لیکن بے چاری سلطانہ تقدیر کی کھوٹی نکلی۔ جس کے لیے اتنا سب کچھ کیا گیا اور جس کی محبت میں آفندی نے اس کی تبدیل شدہ شخصیت کو بھی تسلیم کیا، وہی آفندی اچانک ایک حادثے کا شکار ہو کر اس دُنیا سے چلا گیا۔ وہ اکیلی رہ گئی۔ میں کیا کر سکتا تھا۔ وقت گزارنے کے لیے اپنی بیوی کے ساتھ وہاں پہنچا تھا، میں وہاں مستقل نہیں رہ سکتا تھا۔ میں نے سلطانہ کو جوبلی سرکس کے حوالے کیا اور امریکہ چلا آیا۔ میرے دماغ میں کبھی کبھی یہ بات آتی تھی کہ دونوں سلطانہ کا سامنا ہو جائے یا سلطانہ پر کیا جانے والا تنویمی عمل دھرے دھرے مانہ پڑ جائے اور وہ اپنی اصلی شخصیت کو پہچاننے لگے تو کیا ہو گا؟ اب تک میرے پاس ایسی کوئی رپورٹ نہیں آئی تھی کہ سلطانہ اپنی اصلیت کو پہچان رہی ہے۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ تنویمی عمل دیر پا ہے اور وہ خود کو ابھی تک سلطانہ سمجھے ہوئے ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو مسٹر مونڈیل! میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس کے دماغ پر زیادہ زور نہ ڈالا جائے۔ اس کے متعلق زیادہ تفتیش نہ کی جائے۔ اگر وہ آج بھی بضد ہے کہ سلطانہ ہے تو بے چون وچرا آپ اسے سلطانہ تسلیم کر لیں۔"

"ہم تسلیم کر لیں گے لیکن ہمیں اصلی اور نقلی کی پہچان ہونی چاہیے۔"

"میں پہچان بتاتا ہوں۔ ان میں سے جو اصلی ہے وہ تاش کی ایک غیر معمولی حیرت انگیز کھلاڑی ہے۔ اس کے ہاتھ میں باون پتے اس طرح ناچتے ہیں جیسے کٹھ پتلیاں اشاروں پر حرکت کر رہی ہوں۔ باون میں سے ایک ایک پتا اسی جگہ جاتا ہے جہاں وہ چاہتی ہے۔ آپ اسے آزما کر دیکھ لیں۔ دوسری سلطانہ کو نہ آزمائیں۔ صرف سوال کریں کہ وہ تاش کا کھیل جانتی ہے یا نہیں۔ اگر وہ کھیل میں اناڑی ہو گی تو اسے دوسرے کمرے میں بھیجنے کے بعد اصلی سلطانہ سے رجوع کریں۔ اس سلسلے میں تفتیشی معاملات کو ختم کر دیں۔ اس طرح ایک دماغی مریضہ پر آپ کا احسان ہو گا۔"

"آل رائٹ ڈاکٹر! میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے اتنی مصروفیات کے باوجود ہمارے لیے وقت نکالا۔"

رسمی کلمات ادا کرنے کے بعد ری مونڈیل نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تم دونوں تاش کھیلنا جانتی ہو؟"

سونیا نے کہا "میں تاش کا بہترین کھیل کھیل سکتی ہوں۔"

اصلی نے کہا "میں اکثر وقت گزارنے کے لیے تاش کھیلتی ہوں اور اپنے ساتھیوں سے جیت بھی لیتی ہوں اور کبھی ہار بھی جاتی ہوں۔"

ری مونڈیل نے سرکس کے مالک نادر پاشا سے کہا "آپ اپنی سلطانہ کو دوسرے کمرے میں لے جائیں۔ تھوڑی دیر بعد آپ لوگوں کو طلب کیا جائے گا۔"

وہ اصلی سلطانہ کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ ری مونڈیل نے حکم دیا "تاش کی ایک نئی گڈی لائی جائے۔"

ڈاکٹر ارلی ماڈین نے امریکہ سے جو معلومات فراہم کی تھیں ایک فسانے سے کم نہ تھیں۔ دراصل میں نے ڈاکٹر شیفرڈ کو سمجھایا تھا۔ شیفرڈ نے وہی باتیں ڈاکٹر ارلی ماڈین کو سمجھا دی تھیں.... ارلی ماڈین نے دوستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پھوٹی داستان کی تفصیل کو سُنائی تھی اور اسے مطمئن کر دیا تھا۔ میری کوشش یہی تھی کہ بے چاری اصلی سلطانہ پر کوئی حرف نہ آئے۔ کوئی اسے بہروپ بدلنے والی عورت، کسی ملک یا کسی تنظیم کی جاسوسہ نہ سمجھے۔ اتنی ہیرا پھیری کے بعد بھی وہ اصلی سلطانہ تسلیم کر لی جائے اور یہی ہوا تھا۔ ارلی ماڈین کی درخواست کے مطابق اسے دماغی مریضہ سمجھ کر اصلی سلطانہ ہی تسلیم کیا جانے والا تھا۔

تاش کی نئی گڈی آ گئی۔ ری مونڈیل نے اسے ایک ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ اس کے ریپر کو کھولا۔ پھر تاش اپنے سامنے والی میز پر رکھ کر سونیا سے کہا "مس سلطانہ! آؤ ایک بازی ہو جائے۔"

میز کے دوسری طرف سونیا کے لیے ایک کرسی رکھ دی گئی۔ وہ وہاں بیٹھ گئی پھر اس نے گڈی کو اٹھا کر اس میں سے دو جوکر الگ کیے۔ باون پتوں کو لے کر دیکھنے لگی۔ اس دوران وہ ان میں تبدیلیاں لا رہی تھی جسے دوسرے نہیں سمجھ سکتے تھے۔ پھر اس نے ان پتوں کو پھینٹنا شروع کیا۔ لوگ بڑی توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ اس کے ہاتھ میں پتے واقعی ایسے ناچ رہے تھے جسے دیکھنے والے پلک جھپکانا بھول گئے تھے۔ اس کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان میں وہ پتے اِدھر سے اُدھر ہو رہے تھے۔ کبھی ہتھیلی دوسری ہتھیلی سے دُور اُوپر کی طرف جاتی تو پتے اُٹھتے چلے آتے۔ پھر وہ سارے کے سارے باون پتے اس کی دو ہتھیلیوں کے درمیان دب کر رہ جاتے۔ وہ پھر انھیں پھینکنے لگتی۔ جو شائق ہوتے ہیں ان کے ہاتھ چلنے کی رفتار قابلِ دید

سونیا نے کہا "مسٹر وائنر! آپ ہمیں یہاں لے کر آئے ہیں۔ آپ کا فرض تھا کہ آپ ہماری حفاظت کرتے۔ ہمارا اعتماد اپنے ان میودی دوستوں پر قائم رکھتے لیکن آپ ناکام رہے۔ جس کی وجہ سے ہمیں مختلف مسائل اور امتحانات سے گزرنا پڑا۔ اگر میں یہ آخری کھیل نہ دکھاتی تو شاید انھیں یقین نہ آتا۔ مجھے نہ تو کسی کی نظروں میں مشکوک رہنے کا شوق ہے اور نہ میں ایسی پریشانیوں سے دوچار رہنا پسند کرتی ہوں۔ میں ان پابندیوں سے تنگ آ گئی تھی۔ نجات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ لہٰذا میں نے نجات حاصل کر لی۔ پھر اس نے ری مونڈیل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "کیوں جناب! کیا اب ہم آزاد ہیں؟"

"بے شک۔ تم اپنے ساتھی کے ہمراہ اس شہر میں جہاں چاہو، تفریح کے لیے جا سکتی ہو۔ کوئی پابندی نہیں ہے۔"

میں اور سونیا وہاں سے نکل کر جانے لگے۔ وین وائنر سر جھکائے سوچا ہوا ہمارے پیچھے آ رہا تھا۔ اسے فکر تھی کہ کیسینو میں لوگ سونیا کی طرف سے ہوشیار ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ کوئی نہیں کھیلے گا اور جتنی دولت جیتنے کی توقع میں وہ آیا تھا، اب شاید وہ پوری نہ ہو سکے۔

ہم اس عمارت سے باہر آ کر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ پہلے ہی ہمارے لیے ہوٹل سے کار منگوا دی گئی تھی۔ وین وائنر شوفر کی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ کار اسٹارٹ ہوئی تو میں نے سوچا، اب اعلیٰ بی بی اور سہاگ کی خبر لینا چاہیے۔ پتا نہیں جس اجنبی جگہ وہ پہنچائے گئے ہیں، وہ ان کے مزاج کے مطابق بھی ہے یا نہیں؟

لیکن میں خیال خوانی کی پرواز نہ کر سکا۔ اچانک سونیا کا ہاتھ میرے ہاتھ پر آیا۔ اس نے خاموشی سے اشارہ کیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ خوش نظر آ رہی تھی۔ سورج کے ذریعے بولی "میں اپنے دماغ میں رسوتی کو محسوس کر رہی ہوں۔ وہ مجھے مخاطب کر رہی ہے پلیز اس کی خبر لو۔"

میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی اس کے دماغ میں رسوتی کی آواز سُنائی دی "سونیا! میں واقعی بول رہی ہوں۔ جس وقت تم ہوٹل کے کمرے میں بیٹھی فرہاد سے التجا کر رہی تھیں کہ وہ میری خبر لے، مجھے ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں سہارا دے، اس وقت بھی میں تمھارے دماغ میں موجود تھی۔ تمھیں خوشخبری سُنانا چاہتی تھی لیکن میں نے سوچا، ابھی اپنے آپ کو چھپا کر رکھنا چاہیے۔ اگر میں خیال خوانی کی صلاحیتوں کو ظاہر کروں گی تو میوہ دلوں کے لیے بہت زیادہ اہم ہو جاؤں گی پھر یہاں سے نکلنا ناممکن ہو جائے گا۔ ابھی تو میں علاج کے بہانے یہاں سے پیرس، سوئٹزرلینڈ یا کسی دوسرے علاقے میں جا سکتی ہوں۔ پھر تم لوگوں سے ملنا نہایت آسان ہو جائے گا۔ یہی سوچ کر

میں اپنی اس صلاحیت کو چھپا رہی تھی۔"

"ٹھیک ہے کہ تم یہودیوں سے چھپا رہی تھیں۔ مجھ سے چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"صرف اس لیے کہ تمھارے دماغ میں آتی تو تمھارے ذریعے اُن (فرہاد) کو میری خیال خوانی کا علم ہوتا۔ وہ مجھ سے اب بھی اتنی ہی شدید نفرت کر رہے ہیں۔ یہ سوچتی ہوں تو میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگتا ہے۔ میں ایسے شخص کے سامنے ظاہر ہو کر کیا کروں، جس کی نظروں میں میری کوئی وقعت نہ رہی ہو! اسی لیے میں تمھارے پاس آ کر بھی خاموش رہی۔ چپ چاپ اس سنگدل کی آوازیں سنتی رہی۔"

میں نے کہا: "سونیا! اپنی چہیتی سے کہو، میں ان آہنی سلاخوں کے پیچھے نہیں تھا، جہاں یہودیوں نے فرہاد سمجھ کر سنجاد کو قید کر رکھا تھا۔ یہ بات تمھاری چہیتی سمجھ گئی ہوگی۔ افسوس اس کی حسرت پوری نہ ہو سکی کہ وہ مجھے اپنے قدموں میں رکھے، میرا سر اپنے پیروں سے کچلے اور مجھے گالیاں دیتی رہے۔"

رسونتی نے تڑپ کر کہا: "نہیں، نہیں۔ میں نے ایسا غصّے میں کہا تھا۔ ایک عورت طلاق کا لفظ برداشت نہیں کرتی۔ یہ توہین برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کا آدمی اسے سزا کے طور پر ہمیشہ کے لیے چھوڑ دے۔ سزا دینا ہو تو اسے قتل کر ڈالے۔ محبت کرنے والی عورتیں اپنے مرد کے ہاتھوں مر جانا پسند کرتی ہیں لیکن طلاق لینا پسند نہیں کرتیں۔ بہرحال جو کچھ بھی ہُوا میں اس پر شرمندہ ہوں — جب میں سوچتی ہوں کہ میں نے انھیں (فرہاد کو) گالیاں دیں اور انھیں اپنے قدموں تلے رکھنے کا عزم کیا تو میں کس قدر شرمندہ ہوتی ہوں۔ اسے صرف میرا خدا جانتا ہے، اور اب مجھے خدا کے سوا کسی اور پر اعتماد نہیں رہا۔ یہ اسی کی ذات ہے جس نے اپنی رحمتوں سے مجھے میری صلاحیتیں واپس کیں۔ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔ سونیا میں جلد ہی تمھارے ذریعے اسلام قبول کروں گی۔ میں نے اپنے سابقہ شوہر سے زیادتیاں کیں، اس پر اعتماد نہیں کیا اور اس کے خلاف بڑے بول بولے۔ شاید ان سب کی تلافی اس طرح ہو جائے کہ میں اپنے آپ کو صرف ذہنی طور پر ہی نہیں بلکہ مذہبی طور پر بھی تبدیل کروں اور میں ایسا ہی کروں گی۔"

سونیا نے سوچ کے ذریعے کہا: "رسونتی! مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں ایک دن ہمارے راستے پر لائے گا۔ اور وہ دن آ گیا ہے۔ میں پہلے بھی تمھاری ہمدرد تھی، آج بھی سب سے زیادہ تمھاری ہمدرد ہوں۔"

"ہاں سونیا! میں جانتی ہوں۔ اسی لیے مصیبت کے وقت خدا کے بعد تمھیں یاد کرتی ہوں اور اب بھی اسی لیے تمھیں یاد کیا ہے۔"

"کیا بات ہے؟ بتاؤ میں تمھارے کام آؤں گی۔"

"میں سوچتی کچھ ہوں، ہوتا کچھ ہے۔ اب میں اپنی [illegible] کی یہ صلاحیت چھپا نہیں سکوں گی۔ یہ لوگ مشورے کر رہے ہیں، ڈاکٹر سومر کے علاج کے ساتھ ساتھ اگر ربی اسفندیار تنویمی عمل کے ذریعے مجھے سمار دیں تو میں جلد ہی خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس کر سکتی ہوں۔"

سونیا نے کہا: "میں سمجھ گئی۔ ربی اسفندیار تم پر تنویمی عمل کریں گے تو یہ بات کھل جائے گی کہ تم اپنی صلاحیت کو چھپا رہی تھیں۔ ان یہودیوں پر بھروسہ نہیں کرتی ہو بلکہ فرہاد کی طرف دوبارہ مائل ہو گئی ہو اور ہماری دوست بن کر رہنا چاہتی ہو۔"

"ہاں... ساری باتیں جو میرے دل میں ہیں وہ تنویمی عمل کے دوران میں زبان پر آ جائیں گی۔ مجھے اس وقت صرف وہ (فرہاد) بچا سکتے ہیں۔"

میں نے سونیا سے کہا: "کیا مصیبت ہے، میں جتنا دور بھاگنا چاہتا ہوں، حالات مجھے اتنا ہی اس کے قریب لانا چاہتے ہیں۔"

سونیا نے کہا: "انسان اپنے حالات سے لڑ تو سکتا ہے، تقدیر سے نہیں لڑ سکتا۔ جب تقدیر کو یہی منظور ہے تو تمھیں اس کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔ پھر رسونتی ہر حال میں اپنی ہے، کل بھی تھی، آج بھی ہے اور آئندہ بھی ہماری رہے گی۔ اس لیے تم اس کے [illegible] میں جاؤ گے اور ربی اسفندیار کے تنویمی عمل سے اسے محفوظ کر [illegible] ہیں سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ میری محکوم تھی..... لیکن میرا محبوب تھی کبھی کبھی عورت جو بظاہر محکوم ہوتی ہے، محبت کے [illegible] میں حکم دیتی ہے اور وہ حکم بہت پیارا لگتا ہے۔ میں نے کہا: "[illegible] بات ہے۔ اس سے پوچھو، کس وقت عمل کیا جائے گا۔ میں اس وقت پہنچ جاؤں گا۔"

رسونتی نے جواب دیا: "آج رات دس بجے۔ ربی اسفندیار کا معمول یہی ہے۔ اس سے پہلے بھی جب کبھی انھوں نے تنویمی عمل کیا تو رات دس بجے ہی شروع کیا۔"

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں، میرے ساتھ بھی اسفندیار نے ہمیشہ یہی وقت مقرر کیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس وقت وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

سونیا نے پوچھا: "کہاں پہنچ جاؤں گا؟"

وہیں جہاں تم کہہ رہی ہو، یعنی اس کے دماغ میں۔"

"کیا اس کا نام لو گے تو تمھاری زبان جل جائے گی؟"

انا کو ٹھیس پہنچے گی؟"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تمھارے کہنے پر میں اس کے [illegible] پہنچوں گا اور تنویمی عمل سے اُسے محفوظ رکھوں گا۔"

"ابھی دس بجنے میں چھ گھنٹے باقی ہیں۔ پتا نہیں، تم [illegible]

ہوتی کے دماغ میں پہنچ سکو یا نہ پہنچ سکو۔ اس وقت حالات کیا ہوں گے، ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔ اُدھر تم اعلیٰ بی بی اور سنجاد کے حلقے میں الجھے ہوئے ہو۔ اِدھر میں کیسینو میں رہوں گی۔ تم میری طرف بھی توجہ دو گے۔ لہٰذا دانشمندی یہ ہے کہ ابھی اس کے دماغ میں پہنچو۔ اپنے طور پر تنویمی عمل کرو اور اس کے دماغ کے تہ خانے میں یہ بات نقش کر دو کہ ربی اسفندیار کے سوالات کے جواب میں وہ ان سے دوستی کا دم بھرتی رہے گی اور یہی ایک جواب دیتی رہے گی کہ اس کے دماغ میں نامعلوم سی گرہ پڑ گئی ہے جس کے باعث وہ خیال خوانی میں ناکام ہو جاتی ہے۔ اگر ربی اسفندیار اسے سمارا دے رہے ہیں تو وہ ضرور خیال خوانی کے لیے کوشش کرتی رہے گی۔"

ہم اس وقت اس انداز میں گفتگو کر رہے تھے کہ اِدھر میں سونیا کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا، اُدھر سے رسونتی پہنچی ہوئی تھی۔ ہم دونوں کے درمیان میں سونیا کا دماغ ایک کڑی بنا ہوا تھا۔ جو مجھے اور رسونتی کو زنجیر کی صورت میں ملا رہا تھا۔ اس کے باوجود میں نے اور رسونتی نے اب تک براہِ راست گفتگو نہیں کی تھی۔ تمام گفتگو سوچ کے ذریعے اور سونیا کی وساطت سے ہو رہی تھی۔

ہم آپس کی گفتگو میں وین وائز کو بھول گئے تھے۔ اچانک اس نے مخاطب کیا: "مس سلطانہ! آپ دونوں پچھلی سیٹ پر ایسے خاموش بیٹھے ہیں جیسے سو گئے ہوں۔ بات کیا ہے؟"

میں نے ایک لمحے کے لیے چونک کر وین وائز کو دیکھا۔ ہمارے چاروں طرف تل ابیب شہر کا ایک خوب صورت بازار تھا۔ ہم ایک چوڑی شاہراہ سے گزر رہے تھے۔ میں نے بات بناتے ہوئے کہا: "ہوٹل سے روانہ ہونے سے پہلے مجھ میں اور سلطانہ میں ٹھن گئی تھی۔ اس نے کہا تھا، ہم میں جو پہلے بات کرے گا، اس کی زبان میں کیڑے پڑیں گے۔"

وین وائز نے ہنستے ہوئے کہا: "بھلا یہ کیا بات ہوئی؟ کیا آپ دونوں میں کچھ نازا ضگی ہو گئی تھی؟"

"ہاں، بات ہی کچھ ایسی تھی لیکن جب ہم ہوٹل سے روانہ ہوئے اور سلطانہ آزمائشوں سے گزرتی رہی تو اس دوران ہم کس وقت ایک دوسرے سے بولنے لگے، کچھ پتا ہی نہ چلا۔ اب اچانک ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہوا ہے تو پھر خاموش ہو گئے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہم دونوں میں سے پہلے کون بولے گا؟"

سونیا نے منہ بنا کر کہا: "میں تو نہیں بولوں گی۔"

"مجھے کیا غرض پڑی ہے کہ میں کسی کی خوشامد کروں۔ میں بھی خاموش رہنا جانتا ہوں۔" میں نے کہا۔

سونیا نے غصّے سے کہا: "مسٹر وائز! گاڑی روکیے۔ میں آپ کے پاس آگے بیٹھوں گی۔"

وین وائز اور کیا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا، سونیا اس سے رفتہ رفتہ متاثر ہو گی۔ آج نہیں تو کل محبت اثر کرتی ہی ہے۔ اس نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔ سونیا پچھلی سیٹ سے اُتر کر اگلی سیٹ پر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اس دوران میں اس نے سوچ کے ذریعے کہا: "اب میں وین وائز کو مصروف رکھوں گی۔ تم تنویمی عمل کے ذریعے رسونتی کے کام آتے رہو۔ میں پورے شہر کا چکر لگاتی رہوں گی۔ کہیں گاڑی روکنے نہیں دوں گی۔ اگر یہ ایندھن کے لیے رُکے گی تو ہم مداخلت نہیں کریں گے۔ میں وین وائز کو اس کا موقع ہی نہیں دوں گی۔"

گاڑی دوبارہ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر آہستگی سے رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ بہت عرصے بعد پہلی بار میں نے اس کے دماغ میں اپنے لیے جگہ بنائی۔ ویسے جگہ بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تو بھری کائنات کی طرح میرے لیے خالی پڑی تھی۔ میرا انتظار تھا کہ میں آؤں تاکہ اس کی زندگی جو خلاؤں میں کھو رہی ہے "سمٹ جائے۔"

وہ پلنگ پر لیٹی ہوئی آنکھیں پھاڑے دماغ کے اندر مجھے محسوس کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس میں اتنی دماغی توانائی نہیں تھی کہ بیرونی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی۔ یہی اس کے لیے اطمینان بخش تھا کہ خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس آ گئی تھیں۔ اس وقت اس کا دل کہہ رہا تھا: "کاش میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی۔ وہ چپکے سے آتا تو میں بھی چپکی رہتی۔ نہ وہ بولتا نہ میں بولتی مگر نہ بولنے کے باوجود ہمارا ایک رابطہ ہوتا۔ دماغی رابطہ اور دماغی رابطہ ہی زیادہ مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے۔"

میں براہِ راست اسے مخاطب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے احساس دلانا چاہتا تھا کہ میری ٹیم کی سونیا اور دوسرے تمام افراد اس کے اپنے ہیں اور ہمیشہ اس کے اپنے رہیں گے۔ صرف فرہاد اس سے دور رہے گا لیکن سونیا نے مجھے مجبور کر دیا تھا۔ اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں رسونتی کی سوچ میں ہی اس کے دماغ میں بولتا رہوں اور وہ مجھے براہِ راست محسوس نہ کرے۔

لیکن تنویمی عمل کے لیے لازمی ہے کہ معمول بننے والی کے سامنے ایک عامل ہو خواہ جسمانی طور پر نگاہوں کے سامنے ہو یا خیال خوانی کے ذریعے دل و دماغ پر چھایا رہے۔ بہرحال ایک عامل کا لہجہ، اس کا رُعب، دبدبہ اور اس کے ذریعے پیدا ہونے والے تاثرات لازمی ہوتے ہیں۔

میں نے مجبور ہو کر آہستگی سے کہا: "میں آ گیا ہوں۔"

وہ ایک دم سے لرز گئی۔ بے اختیار اس کے دونوں ہاتھ اپنے دھڑکتے ہوئے سینے پر پہنچ گئے۔ وہ خود کو قابو میں رکھنا چاہتی تھی۔ مگر ہولے ہولے کانپ رہی تھی پھر یکبارگی اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو چھپا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں

پریشان ہوگیا۔ سمجھ میں نہیں آیا، کیا کروں؟ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ اسے رونے دیا۔ شاید جلد ہی اُس کے دل کا غبار نکل جائے۔

ذرا دیر بعد میں نے کہا: "میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ مجھے دوسری جگہ بھی مصروف رہنا پڑتا ہے۔ میں زیادہ بولنا نہیں چاہتا۔ خود کو تنویمی عمل کے لیے آمادہ کرو۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر آنکھیں بند کرلو۔ میں عمل کرنا چاہتا ہوں۔"

لیکن وہ روتی رہی۔ بار بار آنسو پونچھتی رہی۔ چپ ہونا چاہتی تھی مگر دل نہیں مانتا تھا۔ میں نے کہا: "میں تمھیں تسلیاں نہیں دے سکتا۔ اب میرا آنسو پونچھنے کا رشتہ نہیں رہا۔ خود آنسو پونچھو اور تنویمی عمل کے لیے آمادہ ہوجاؤ۔"

وہ اپنے آنسو پونچھنے لگی۔ اپنے آپ کو سنبھالنے لگی۔ میں انتظار کر رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے تھے پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے بولی: "فرہاد! مجھے معاف کردو۔"

کہنے کو یہ ایک مختصر سا فقرہ تھا لیکن جس انداز میں اس نے "فرہاد" کہہ کر مخاطب کیا تھا اور اس کے لہجے میں جو التجا تھی، اسے میں ہی سمجھ سکتا تھا لیکن سمجھنے کے باوجود میں بے حس بنا خاموش رہا۔ اس نے پھر التجا کی۔ میں نے کہا: "جب میرے خدا نے تمھیں معاف کردیا، تمھارے ذہن کی گرہ کھول دی، تمھاری کھوئی ہوئی صلاحیتیں واپس کردیں، تمھاری توبہ قبول کرلی تو میں بندۂ ناچیز کیا ہوں؟ میرے خدا نے معاف کیا۔ میں نے معاف کیا۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "میں تیار ہوں۔ تمھارے بس میں ہوں۔ اپنی معمول بنالو۔"

میں اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ وہ چونکہ خود ہی معمول بننے کے لیے تیار تھی، جلد ہی ٹرانس میں آگئی۔ اب اس کا دماغ اپنے آس پاس کی کوئی بات محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ وہ صرف میری بات سُن رہی تھی۔ میں نے حاکمانہ لہجے میں کہا: "رسونتی! تم بے وفا ہو۔"

اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی لرزش پیدا ہوئی۔ اس نے کہا۔ "میں بے وفا ہوں۔"

"نہیں، تم وفادار ہو۔"

"میں وفادار ہوں۔"

"اب میں جو کہوں گا تم وہی بات نہیں دُہراؤ گی بلکہ سوال میرا ہوگا۔ جواب تمھارا اپنا۔"

"اب میں تمھاری کوئی بات نہیں دُہراؤں گی۔ سوال تمھارا ہوگا۔ جواب میرا اپنا۔"

"اپنے الفاظ میں جواب دو۔ کیا تم فرہاد کی وفادار ہو؟"

"میں اپنی آخری سانس تک فرہاد کی وفادار ہوں۔"

"تم نے فرہاد سے زیادہ دشمنوں پر اعتماد کیا۔ اب دشمنوں سے زیادہ فرہاد پر اعتماد کیسے کرو گی؟"

"کبھی ایک معمولی سی ٹھوکر آنکھیں کھول دیتی ہے۔ میں اپنی پچھلی غلطیوں کو دل کی گہرائیوں اور تجربے کی شدت سے محسوس کرچکی ہوں۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ اب دشمنوں پر اعتماد نہیں کروں گی۔ بلکہ پہلے سے زیادہ فرہاد پر اعتماد مستحکم ہوگیا ہے۔"

"میں جو حکم دوں گا تم اس پر عمل کرو گی؟"

"تم جو حکم دو گے اس پر آخری سانس تک عمل کرتی رہوں گی۔"

"میرے تنویمی عمل کے بعد تم ایک گھنٹے تک سوتی رہو گی۔ پھر بیدار ہوگی تو تمھارے دماغ سے یہ بات محو ہوچکی ہوگی کہ تم فرہاد پر اعتماد کرتی ہو۔ تم سے کوئی بھی تنویمی عمل کے دوران دریافت کرے گا تو تمھارا جواب ہوگا کہ فرہاد پر اب بھی تمھارا اعتماد نہیں ہے۔ تم صرف اپنے ہیودی دوستوں پر مکمل بھروسہ کرتی ہو۔"

"تمھارے تنویمی عمل کے بعد جو بھی مجھ پر عمل کے ذریعے ایسے سوالات کرے گا، میں اسے یہی جواب دوں گی کہ مجھے فرہاد پر آج بھی بھروسہ نہیں ہے اور میں صرف اپنے ہیودی دوستوں پر مکمل اعتماد کرتی ہوں۔"

"کیا تم خیال خوانی کے قابل ہوگئی ہو؟"

"میں خیال خوانی کے قابل ہوگئی ہوں۔"

"نہیں۔ تم خیال خوانی کے قابل نہیں ہو۔"

"نہیں۔ میں خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔"

"آئندہ کوئی بھی تنویمی عمل کے ذریعے خیال خوانی کے متعلق سوال کرے تو تمھارا جواب ہوگا، ذہن میں گرہ پڑ گئی ہے اپنی اطلاع کی زندگی خطرے میں دیکھ کر ممتا کی شدت سے خیال خوانی نے گم ساتھ دیا تھا۔ کچھ دیر کے لیے دماغی توانائی حاصل ہوئی تھی پھر جانے کیا ہوا کہ وہ دماغی توانائی حاصل نہ ہوئی جو خیال خوانی کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ یقیناً دماغ میں کوئی گرہ پڑی ہوئی ہے۔"

رسونتی نے میری ان باتوں کو دہرایا اور وعدہ کیا کہ وہ تنویمی عمل کے دوران میں ایسے سوالات کے جوابات میں اسی بات پر اصرار کرے گی کہ اس کے ذہن میں گرہ پڑ گئی ہے اور وہ خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ صرف ممتا جیسا کوئی اور شدید جذبہ ہی اسے کبھی بھی خیال خوانی کے قابل بنا سکتا ہے۔

"تم کسی بھی تنویمی عمل کرنے والے سے وعدہ کرو گی کہ اس کے سوالے خیال خوانی کی پوری کوشش کرتی رہو گی لیکن خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کرو گی۔ ہمیشہ ناکامی کا اظہار کرو گی۔"

"میں کبھی خیال خوانی کا اظہار نہیں کروں گی۔ ہمیشہ ناکامی کا اظہار کرتی رہوں گی اور تنویمی عمل کرنے والے سے جھوٹے وعدے کرتی رہوں گی۔"

میں مختلف پہلوؤں سے اسے سمجھاتا رہا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کرتا رہا کہ ربی اسفندیار کے تنویمی عمل کے دوران وہ

میں خاص طور پر یاد رکھے گی۔ ایک تو یہ کہ یہودیوں کی دوست ہے اور فرہاد کی دشمن ہے۔ دوسری بات یہ کہ خیال خوانی کے سلسلے میں ناکام ہو رہی ہے۔

جب مجھے یقین ہوگیا کہ وہ کسی بھی تنویمی عمل کے دوران وہی کچھ کہے گی جو میں نے سکھایا ہے، وہ اپنی اصلیت کو چھپائے رکھے گی میں نے اسے حکم دیا کہ وہ ایک گھنٹے تک آرام سے سوتی رہے، پھر بیدار ہوجائے۔ چند ہی لمحوں میں وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ میں دماغی طور پر کار کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہوگیا۔ اس وقت کار ایک فول اسٹیشن پر کھڑی ہوئی تھی۔ اس میں پٹرول ڈلوایا جا رہا تھا۔ سونیا کار سے باہر وین وائز کے ساتھ کھڑی ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ وین وائز کہہ رہا تھا: "یہ آپ کے دوست مسٹر ہارڈی کیا افیون کھاتے ہیں؟"

سونیا نے انجان بن کر پوچھا: "آپ نے یہ نتیجہ کیسے قائم کیا؟"

"خود ہی دیکھ لو۔ حضرت پچھلی سیٹ پر بیٹھے آنکھیں بند کیے جیسے اونگھ رہے ہیں۔"

سونیا نے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ پھر سر گھما کر مسکراتے ہوئے بولی: "انھیں افیون کا نہیں، میرا نشہ ہے۔ جب میں ناراض ہو جاتی ہوں، ان سے بات نہیں کرتی تو یہ میرے تصور میں گم رہتے ہیں۔"

وین وائز نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "واقعی تم ایسی ہی ہو جس کے تصور میں ساری عمر گزاری جاسکتی ہے۔ مس سلطانہ! کیا تم نے کبھی میرے متعلق غور کیا ہے؟"

"تم میرے سامنے موجود ہو تو غور کرنے کے لیے کیا رہ جاتا ہے؟ آؤ مسکرا کر مختصر ہوجاؤ، اتنے مختصر کہ خورد بین سے دیکھنے کی نوبت آجائے تو اس مقام پر غور کروں گی۔"

"تم میری باتوں کو مذاق میں اُڑا رہی ہو۔"

"میرا خیال ہے تم اپنے دل کے معاملات کو مذاق کی ہی حد تک رہنے دو۔ اگر اس معاملے میں سنجیدہ ہوتے رہو گے تو مجھے اپنے دل کا روگ بنالو گے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے کار کی اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ اس وقت میں آنکھیں کھولے انھیں دیکھ رہا تھا۔ وین وائز نے مسکرا کر مجھے دیکھا پھر پوچھا: "کیا تمھاری نیند پوری ہوگئی؟"

"میں نیند میں نہیں، مراقبے میں تھا اور اس بات پر غور کر رہا تھا کہ عورت ناراض ہوجائے تو مرد پر کتنا بڑا احسان کرتی ہے۔ اب ہمیں آزادی سے گزرنے والی حسین تتلیوں کو بھی دیکھتا رہتا ہوں۔"

سونیا نے مُنہ بنا کر کہا: "اُونہہ! مجھ سے باتیں کرنے کے بہانے ٹالنا کیے جا رہے ہیں۔ مسٹر وائز! میں نے کہا تھا کہ تم صرف مجھ سے بات کرو گے۔ اگر پچھلی سیٹ والے سے بولو گے تو میں نہیں بولوں گی۔"

وین وائز نے مُسکرا کر کہا: "بھئی میں تم سے ہی بولوں گا اور پچھلی سیٹ کی طرف گھوم کر بھی نہیں دیکھوں گا۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی۔ جب وہ آگے بڑھ گئی تو میں نے سونیا کو رسونتی کے متعلق بتایا۔ وہ خوش ہو کر بولی: "تم نے بہت اچھا کیا۔ اب ربی اسفندیار کا تنویمی عمل اس پر اثر نہیں کرے گا۔"

"تم وین وائز کو اچھی طرح باتوں میں لگائے رکھو۔ میں ذرا اعلیٰ بی بی اور ستیا دیو کی بھی خبر لے لوں۔"

"تم چاہو تو اطمینان سے لیلیٰ ثانی کے پاس پہنچ کر اس کی ہسٹری معلوم کرسکتے ہو۔ وین وائز میری مٹھی میں ہے۔"

"ابھی نہیں۔ جب تم کیسینو میں جاؤ گی تو مجھے لیلیٰ ثانی کی ہسٹری معلوم کرنے کا اچھا خاصا وقت مل جائے گا۔"

یہ کہہ کر میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی کہا: "فرہاد! دیکھو تو ہم کہاں آکر پھنس گئے ہیں۔"

میں اس کے ذریعے دیکھنے لگا۔ وہ ایک چھوٹے سے دو منزلہ مکان کی چھت پر کھڑی ہوئی تھی۔ دور تک نظریں دوڑا رہی تھی تاکہ میں اس کے ذریعے معلومات حاصل کرسکوں۔ مکان کے سامنے اور پیچھے تقریباً دس ہزار گز کا کھلا ہوا میدانی حصہ تھا۔ وہ میدانی حصہ سرسبز باغات پر مشتمل تھا پھر اس کے اور مکان کے اطراف دائرے کی صورت میں آہنی سلاخوں کی دیواریں نظر آرہی تھیں۔ گویا ایک بہت بڑا پنجرہ تھا۔ دس ہزار گز تک دائرے کی صورت میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کے اندر اعلیٰ بی بی اور ستیا دیو قیدی کی حیثیت سے رکھے گئے تھے۔ ان آہنی سلاخوں کے پار جانا کوئی زیادہ مشکل نہیں تھا۔ ان کی بلندی زیادہ سے زیادہ بیس فٹ تھی۔ وہ اس پر چڑھ کر سلاخوں کے پار جا سکتے تھے لیکن اس پار خونخوار چیتے ٹہلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ جہاں وہ ٹہل رہے تھے، وہاں سے تقریباً پندرہ گز کے فاصلے پر پھر آہنی سلاخوں کی دیواریں نظر آرہی تھیں۔ اس طرح وہ خونخوار چیتے بھی دو آہنی سلاخوں کی دیواروں کے درمیان میں تھے اور وہ بھی اپنے پنجرے میں تھے۔ اِدھر انسان اور اُدھر درندے۔ دونوں اپنی جگہ قید۔

اعلیٰ بی بی نے کہا: "جو سیلی کاپٹر ہمیں یہاں لایا تھا، وہ اس جگہ اترنے سے پہلے ان آہنی پنجروں کے چاروں طرف گول چکر کاٹ رہا تھا تاکہ ہم چاروں طرف کے علاقے کو اچھی طرح دیکھ لیں اور یقین کرلیں کہ ہمارے لیے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

میں نے پوچھا: "آخر یہ جگہ کون سی ہے؟"

"کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ یہاں قریب پہنچنے کے بعد ہماری آنکھوں سے پٹیاں کھولی گئی تھیں۔ تب ہم نے ان آہنی پنجروں کو دیکھا جو ہزاروں گز تک پھیلے ہوئے تھے۔ ہم جہاں قید ہیں، اس کے بعد خونخوار چیتوں والا پنجرہ ہے۔ اس پنجرے کے بعد بھی ایک اور پنجرہ ہے جہاں دوسرے جنگلی جانور ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ

لوگ جنگلی جانوروں کی پرورش کرتے ہیں اور ان کا کاروبار کرتے ہیں۔"

"اپالو کہاں ہے؟"

"ہمیں یہاں چھوڑنے کے بعد وہ پائلٹ کے ساتھ واپس چلا گیا ہے۔"

"کیا تم نے اچھی طرح دیکھا ہے؟ ان پنجروں کے باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے؟"

"کوئی راستہ ہوتا تو یہ لوگ ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں نہ آتے۔ ویسے میں نے توجہ سے دیکھا ہے اور راستے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم یہاں سے نکلیں گے تو ان خونخوار چیتوں والے پنجرے میں پہنچ جائیں گے۔ اگر وہاں سے کسی طرح بچ نکلے تو دوسرے جنگلی درندوں والے پنجروں میں پہنچیں گے۔"

"انھوں نے بہت سوچ سمجھ کر تمھیں اور سجاد کو وہاں رکھا ہے۔ ان کے دماغ میں یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ اگر سجاد بحیثیت فرد علی تیمور اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کسی طرح حاصل کر لے تو انھیں زیر کر کے وہاں سے فرار ہو سکتا ہے لیکن ان جنگلی جانوروں پر ٹیلی پیتھی کا اثر نہیں ہو گا۔ اس طرح فرار کے راستے مسدود کر دیے گئے ہیں۔"

"فی الحال یہاں سے نکلنا ناممکن نظر آ رہا ہے۔ اپالو تمھاری ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں نہیں آ سکے گا۔ ہاں، اگر اس کے علاوہ کوئی اور یہاں آئے تو شاید ہمارا کام بن جائے۔ اب یہ تو آئندہ حالات پر منحصر ہے۔"

"میں نے بردہ فروشوں کے سرغنہ سے معلومات حاصل کی تھیں۔ اس کے دماغ نے کچھ اور بتایا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا، کوہ ایجیو کی بلندی پر ایک راہب کی عبادت گاہ میں تم لوگوں کو پہنچایا جائے گا لیکن یہ وہ جگہ نہیں ہے۔"

"جب ہماری آنکھوں سے پٹیاں کھولی گئیں تو میں نے دیکھا تھا ہم کسی پہاڑ کی بلندی پر نہیں ہیں۔ یعنی یہ کوہ ایجیو نہیں ہے بردہ فروشوں کا سرغنہ خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ یہاں کوئی اور بھی کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ جو لوگ ہمیں لے کر آئے ہیں وہ اس سرغنہ کو بھی فریب دے رہے ہیں۔ اب کیا چالیں چلی جا رہی ہیں یہ تو رفتہ رفتہ ہی معلوم ہو سکتا ہے بشرطیکہ معلومات کے ذرائع پیدا ہو سکیں۔"

"تم اس مکان کی چھت سے اترو اور وہاں کے ہر کمرے کی تلاشی لو۔ شاید کوئی معقول ذریعہ ہاتھ لگ جائے۔"

"میں تمھارے ہی انتظار میں کھڑی ہوئی دور دور تک اس علاقے کا جائزہ لے رہی تھی۔ اب نیچے جا رہی ہوں۔ یہ سجاد کہاں چلا گیا؟"

میں سجاد کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اعلیٰ بی بی سے پہلے..... ہی نیچے کے ایک کمرے میں پہنچ گیا تھا۔ سجاد نے اس مکان میں داخل ہونے سے پہلے ہی ادھر ادھر دیکھا تو وہ دفتری کمرہ نظر آیا تھا۔ اب اس کمرے میں پہنچ کر وہاں رکھی ہوئی فائلوں اور دیگر کاغذات کو باری باری دیکھ رہا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "سجاد اس مکان کے سب کمرے میں ہے۔ تم کسی اور کمرے کی تلاشی لو۔"

میں پھر سجاد کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جن کاغذات کو پڑھ... اور جن فائلوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا، ان سے معلومات حا... ہو رہی تھیں۔ اس علاقے کے مالک کا نام یوگو ہنٹر تھا۔ وہ علاقہ... میل کے رقبے پر پھیلا ہوا تھا۔ یعنی یوگو ہنٹر بیس میل کے علاقے... کا مالک اور مختار تھا۔ تقریباً پندرہ میل کے علاقے تک شیروں، چ... بن مانس، گوریلوں اور خطرناک زہریلے سانپوں کی پرورش کی جا... تھی۔ اس کی جاگیر کے آخری سرے پر ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ بستی میں یوگو ہنٹر کے تمام آدمی اپنے خاندان والوں کے ساتھ بستے ہیں۔

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچا۔ وہ ایک ایسے چبوترے پر... تھی جو لیبارٹری کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ وہاں طبی تجربات کے لیے بہت سے آلات اور دوائیں وغیرہ رکھی ہوئی تھیں۔ کچھ نسخے بھی تھیں۔ میں نے کہا: "سجاد وہاں جن کاغذات کا مطالعہ کر رہا ہے ان سے بہت کچھ معلوم ہو رہا ہے لیکن یہ پتا نہیں چلا کہ یہ علاقہ کس... ہے۔ تم وہاں جاؤ اور معلوم کرنے کی کوشش کرو۔"

وہ سجاد کے پاس پہنچ گئی۔ اس کمرے کو دیکھتے ہوئے بولی: "یہاں بہت سی فائلیں اور بے شمار کاغذات مختلف رنگ کے ربن سے بندھے ہوئے ہیں۔ شاید ہر رنگ کا ربن کسی خاص موضوع سے متعلق ہو جائے گی۔ پہلے میں یہ تو معلوم کروں کہ رات کو یہاں روشنی کے کیا انتظامات ہیں۔ یقیناً بجلی نہیں ہو گی تو پیٹرومیکس یا گیس لیمپس وغیرہ ضرور ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے لیکن یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس وقت ہم کس علاقے میں ہو۔ میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

اسی وقت مجھے ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ ہماری کار اچانک... گئی تھی۔ کیوں کہ ہم سے آگے جانے والی گاڑیاں بھی یک بیک... تھیں۔ سونیا نے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا: "مجھ سے بات نہیں کرتی ہو پھر میری طرف دیکھتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

"میں تمھیں نہیں بلکہ پیچھے رکنے والے ٹریفک کو دیکھ رہی..."

"اس طرح تو ہمارے درمیان بات شروع ہو چکی ہے۔"

"بات کرے گی میری جوتی۔ مسٹر وائز! سات بج چکے... ہم کیسینو میں جا کر رات کا کھانا کھائیں گے۔"

میں نے کہا: "مسٹر وائز! میں جواریوں کے دھواں دار ا... میں جانا نہیں چاہتا۔ پلیز مجھے ہوٹل میں ڈراپ کر دیں۔ میں اپ... کمرے میں رہوں گا۔ رات تنہا گزاروں گا۔ آج میرے مقدر میں... ہی ہے۔"

وین وائز دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ آج کی رات... میں وہ سونیا کے ساتھ رہے گا۔ اس نے رسمی طور پر ہم... نے کی کوشش کی لیکن ہمیں صلح کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی...

درمیان جھگڑا ہی کون سا تھا؟ ہم ہوٹل کے قریب پہنچ کر کار سے اتر گیا۔ جب وہ کار آگے بڑھ گئی تو میں نے سوچ کے ذریعے سونیا کو اعلیٰ بی بی اور سجاد کے حالات بتائے۔ اس وقت میں ڈائننگ ہال میں پہنچ کر ایک مینو کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ ویٹر کھانے کا آرڈر لینے میرے پاس آیا اور سامنے مینو رکھ دیا۔ اسی وقت مجھے اپنے پیچھے ایک نہایت ہی دلنشیں نسوانی آواز سنائی دی: "میں آج رات مینرویا کا شرف حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

میں پلٹ کر دیکھنا چاہتا تھا، وہ خود ہی میرے سامنے آ گئی۔ وہ سر سے پاؤں تک شاہکار تھی۔

سونیا نے محض ڈراما کرنے کے لیے ایک شکی عورت کی طرح کہا تھا: "تم بار بار فرحانہ کو گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو؟"

ہاں، واقعی وہ فرحانہ تھی۔

نہیں، وہ لیلیٰ ثانی تھی، مسکرا کر کہہ رہی تھی: "کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

"ضرور۔" میں نے اٹھ کر اس کے لیے کرسی ذرا سی ہٹائی۔ وہ بیٹھ گئی۔ پھر کہنے لگی: "آج رات آپ میری طرف سے ڈنر کریں۔"

"اس تکلف کی کیا ضرورت ہے؟"

"بس یوں سمجھ لیں کہ دوستی کا بہانہ تلاش کر رہی ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "وہ تو ہو گئی۔"

وہ جواباً ہنستے ہوئے بولی: "ہماری دوستی اندیشوں میں گھری ہوئی ہے۔ کہیں آپ کی وہ منگیتر پہنچ گئی تو پھر مجھے بھاگنا پڑے گا۔"

"تم جاسوسہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ میری منگیتر کی طرف سے پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد میرے قریب آئی ہو۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"درست ہے۔ میں نے دیکھا تھا، باہر آپ کی وہ منگیتر مسٹر وائز کے ساتھ کہیں گئی ہیں۔"

"وہ رات بھر کے لیے گئی ہے۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا: "کیا واقعی؟ لیکن آپ نے تمام رات کے لیے اسے کسی کے ساتھ کیوں چھوڑ دیا؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "میں سلطانہ کی طرح شکی نہیں ہوں۔ ویسے وہ رات بھر کیسینو میں کھیلتی رہے گی۔ میں وقتاً فوقتاً فون کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کر لیا کروں گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ بھی شکی ہیں؟"

"نہیں اس کا شک مٹانے کے لیے یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ میں ہوٹل کے کمرے میں تنہا موجود ہوں اور اس کی یاد میں مصروف ہوں، بے چین ہوں۔ اسی لیے بار بار فون کے ذریعے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ عورت کو..... کی جا سکتا ہے۔"

وہ زیر لب مسکرانے لگی۔ پھر اس نے مینو کو دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا یہ ڈش آپ کے لیے مناسب ہو گی؟"

"میں تمھارے دم خم پر ہوں۔ چاہو تو زہر کھلا دو۔"

اس نے ہنستے ہوئے ویٹر کو طلب کیا پھر کھانے کا آرڈر دیا۔ ویٹر مینو لے کر چلا گیا۔ وہ فرحانہ کی حیثیت سے میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی کیوں آئی تھی؟ کیا مقصد تھا؟ میں یہ سب کچھ اس کے دماغ کے علاوہ ایک اور دماغ میں پہنچ کر معلوم کر رہا تھا لیکن میں اس سے پہلے اپنے قارئین کے سامنے لیلیٰ ثانی کی ابتدائی ہسٹری پیش کرنا چاہتا ہوں اور اس ہسٹری کو پیش کرنے کے لیے لازمی ہے کہ میں فلسطین کے متعلق بھی کچھ معلوماتی باتیں کہتا چلوں تاکہ لیلیٰ ثانی کے پس منظر کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

انسانی تاریخ میں نشیب و فراز آتے ہی رہتے ہیں جو قومیں حالات کی ٹھوکریں نہیں کھاتیں وہ کبھی ترقی نہیں کر سکیں۔ ایسی بیشمار قوموں کی مثالیں ہیں جو کبھی فاتح بن کر ابھریں اور کبھی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ گئیں۔ کبھی وہی قومیں ایک بہت بڑی سلطنت کی مالک و مختار رہیں اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ وہی قومیں اپنی سلطنت میں، اپنے آباؤ اجداد کے ملک میں ملعون ٹھہرائی گئیں اور لعنت و ملامت کے بعد انھیں اس زمین سے نکال دیا گیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ قوم یہود اپنے آباؤ اجداد کی زمین سے اور دنیا کے بیشتر ممالک سے جتنی بار لعنتی ٹھہرائی گئی اور جتنی بار انھیں ان ممالک سے نکالا گیا، اس کی مثال کسی دوسری قوم میں نہیں ملتی۔

اگر کسی قوم کو ایک آدھ بار ملک بدر کیا جائے تو اس سے انسانی ہمدردی ہوتی ہے۔ خیال پیدا ہوتا ہے کہ بے چاروں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے لیکن جب دنیا کے بڑے ممالک اور دنیا کی بڑی قومیں تاریخ کے ہر دور میں ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں تو پھر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ اس قوم میں آخر خرابی کیا ہے؟ آج اگرچہ بڑی بڑی طاقتیں اسرائیلی یہودیوں کی پشت پناہی کر رہی ہیں لیکن یہی بڑے بڑے ملک اور بڑی بڑی قومیں متفقہ طور پر تاریخی فیصلہ سنا چکی ہیں کہ یہودی اپنی شرارتوں اور سازشوں کی بنا پر ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھے گئے ہیں۔ یہودی اپنے آپ کو ہمیشہ تمام قوموں سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے طرح طرح کی سازشیں کرتے رہتے ہیں اور اپنی پوری قوم کے ساتھ ملک بدر ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی کچھ مثالیں پیش کر رہا ہوں۔

سن ۶۳۷ء میں یہ یہودی سرزمین حجاز سے نکالے گئے۔

سن ۸۹۰ء میں یہودیوں نے ملک شام میں اپنی سازشوں کا جال پھیلایا تو وہاں سے پوری قوم کے ساتھ سرحد سے باہر دھکیل دیے گئے۔

سن ۱۱۱۰ء میں پرتگال اور اسپین کے حکمرانوں نے انھیں اپنے ملک سے باہر دھکے دیے۔

سن ۱۳۰۶ء میں فرانس نے بھی انھیں اپنے ملک سے نکال دیا تھا۔

سن ۱۳۷۰ء میں بلجیم اور یوگوسلاویہ کو انھوں نے اپنی پناہ گاہ بنایا لیکن یہ پناہ گاہ زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکی۔

سن ۱۴۴۲ء میں یہ یہودی روس میں جا کر آباد ہوئے۔ رفتہ رفتہ اٹھارہویں صدی میں دنیا کے یہودیوں کی دو تہائی آبادی روس میں آباد ہو گئی تھی۔

سن ۱۵۱۰ء میں اٹلی اور سن ۱۵۴۰ء میں جرمنی میں ان یہودیوں نے سکونت اختیار کی لیکن اپنی فطری سازشوں کی وجہ سے ان ممالک میں بھی ٹھہر نہ سکے۔

سن ۱۸۳۸ء میں حکومتِ برطانیہ کی طرف سے یہ معلوم کیا گیا کہ فلسطین میں کتنے یہودی ہیں۔ پتا چلا دس ہزار ایسے یہودی ہیں جو زیادہ تر بوڑھے ہو چکے ہیں۔ قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں اور اپنی آخری زندگی سرزمینِ موسیٰؑ میں گزارنے آئے ہیں۔ ان دنوں یہودیوں کی یہ حالت تھی کہ فلسطین کے عیسائیوں اور مسلمانوں کی خیرات پر زندگی گزارتے تھے۔

انیسویں صدی کے آخر میں ان کی سازشوں کی وجہ سے زارِ روس کو قتل کیا گیا۔ روس کے عوام ان پر قہر بن کر ٹوٹ پڑے۔ تاریخ کے مطابق متواتر تین برس تک ہزاروں کی تعداد میں یہودیوں کو قتل کیا گیا یا پھر انھیں ملک بدر کر دیا گیا۔

جب ستر ہزار سے زیادہ یہودی شمالی امریکہ اور انگلستان میں پناہ لینے کے لیے پہنچے تو کلیسائے انگلستان نے انھیں ذلیل کرنے کے لیے ایک خاص قسم کا لباس پہننے کا حکم دیا اور اپنے لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ یہودیوں کی ریشہ دوانیوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں۔ امریکہ میں صدر بنجامن فرینکلین نے بھی اپنی رعایا کو ان سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی۔

میں جو تاریخ بیان کر رہا ہوں وہ مستند ہے۔ اس سے پہلے بھی حضرت عیسیٰ مسیحؑ کی وفات کے ستر سال بعد رومن فاتح نے ان یہودیوں کی عبادت گاہ ہوئکل کو بالکل ہی مسمار کر دیا تھا۔ آگ لگا دی تھی۔ مسجدِ اقصیٰ کے احاطے کی پشت کے پاس جہاں فصیل گزرتی ہے وہاں یہودیوں کی وہی دیوارِ گریہ ہے جسے رومن فاتح نے منہدم کر دیا تھا۔ اس سانحہ کے غم میں یہودی قوم آج بھی پسِ دیوار آہ و زاری کرتی ہے۔

روم کی ملکہ بلینیا نے وہاں ایسی غارت گری شروع کی تھی کہ یہودی بدحواسی میں وہاں سے بھاگ کر مشرقِ وسطیٰ، مصر اور پھر شمالی افریقہ پار کر کے پرتگال اسپین اور وسط یورپ تک چلے گئے۔ دوسری طرف چین اور ہندوستان تک جہاں بھی سر چھپانے کو جگہ ملی وہ آباد ہوتے گئے۔ اس طرح انھیں تمام دنیا میں پھیلنے کا موقع مل گیا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس میں داخل ہوئے تو ان دنوں ہیکل کا کوئی وجود نہ تھا۔ مسجدِ اقصیٰ کو عرفِ عام میں مسجدِ عمرؓ بھی کہتے ہیں کیوں کہ فتحِ یروشلم کے بعد حضرت عمرؓ یہاں اس تصور کے تحت نماز ادا کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ سے معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

یہ یہودی اپنی دُھن کے پکے ہیں۔ ضدی ہیں مستقل مزاج ہیں یا یوں کہنا چاہیے کہ مکھیوں کی طرح انھیں جتنا اُڑایا جائے بھگایا جائے، اتنا ہی یہ واپس اپنی جگہ آتے ہیں۔ جیسے جیسے صدیاں گزرتی رہیں یہ آہستہ آہستہ پھر بیت المقدس میں داخل ہونے لگے۔

سن ۱۳۵ء میں شاہینِ روم نے انھیں پھر بیت المقدس سے نکال دیا۔ ان کا شہر میں داخلہ بند کر دیا۔

سن ۱۴۱۰ء میں عیسائی حکمرانوں نے ان کے رونے، گڑگڑانے اور التجائیں کرنے کے باعث اتنی اجازت دی کہ وہ آس پاس کی پہاڑیوں پر سے بیت المقدس کو دیکھ سکتے ہیں لیکن شہر میں داخل نہیں ہو سکتے۔

یہ تمام تاریخی واقعات بتاتے ہیں کہ قوم یہود نے تاریخ کے ہر اہم موڑ پر کیسی کیسی ذلتیں اُٹھائی ہیں۔ ایک بار نہیں، کئی بار ہجرت کی ہے۔ اپنا گھر بار لٹایا ہے۔ ان کے بیوی بچوں، بھائیوں اور بزرگوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ کبھی ان کے گھر جلائے گئے۔ کبھی انھیں زندہ جلایا گیا لیکن یہ آج بھی زندہ ہیں اور بڑے رُعب اور دبدبے کے ساتھ زندہ ہیں۔ سن ۷۰ء سے لے کر انیسویں صدی کے اوائل تک جن ممالک نے انھیں اپنے اپنے ملک سے نکالا تھا، انھیں ذلیل کیا تھا، آج وہ تمام ممالک ان یہودیوں کو اپنے سر پر بٹھاتے ہیں۔ ان کی ہر بات مانتے ہیں۔ ان کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ آخر کیوں؟

یہ تمام مسلمانوں کے لیے نہایت غور کرنے کا مقام ہے۔ موجودہ تاریخ اس کے برعکس واقعات دُہرا رہی ہے۔ پہلے قوم یہود دربدر ہوتی تھی۔ آج مسلمان دربدر ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کو فلسطین سے نکالا گیا۔ مسلمانوں نے اپنے بیوی بچوں، بھائیوں اور بزرگوں کی جانی قربانیاں دیں مسلمانوں کے گھر جلائے گئے۔ مسلمانوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ آخر کیوں؟

یہ بھی مقام نہایت قابلِ غور ہے۔ میں اس سے پہلے بھی اپنی اس داستان میں کئی بار بیان کر چکا ہوں۔ بار بار کہہ چکا ہوں کہ یہودیوں کے پاس صرف ایک طاقت ہے اور وہ طاقت مسلمانوں کے پاس نہیں ہے۔ اس مضبوط، مستحکم اور ناقابلِ شکست طاقت کو کہتے ہیں اتحاد۔ یہودیوں میں جو اتحاد ہے، وہ کسی قوم میں نہیں ہے۔ اتحاد کے بعد ان کی دوسری سب سے قابلِ ذکر بات اُنکی ذہانت

۹۔ ایسی ذہانت جس میں سازشیں اور مکاریاں ٹوٹ ٹوٹ کر بھری ہوئی ہیں۔ جیسے ہندوستان میں کانگریس پارٹی ہمیشہ مسلمانوں کے ووٹ سے کامیابی حاصل کرتی ہے۔ بالکل یہی معاملہ امریکہ میں یہودیوں کے ساتھ ہے۔ ان کے ووٹوں سے کوئی بھی شخص امریکی صدر بن سکتا ہے۔ اگرچہ یہ امریکی عیسائیوں کے مقابلے میں اقلیت میں ہیں لیکن ان کے ووٹوں کا پلڑا اسی طرح بھاری ہوتا ہے جس طرح ہندوؤں کی اکثریت میں رہ کر مسلمانوں کے ووٹوں کا پلڑا ہمیشہ بھاری رہا ہے۔

لیکن یہاں مسلمانوں اور یہودیوں کی سازشی سیاست اور ذہانت کا فرق ہے۔ یہودی اپنی دو اہم خوبیوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں جیسے صدر منتخب کرنے میں مدد دیتے ہیں، اس سے اپنا قومی مفاد حاصل کرتے ہیں۔ یہ کام ہندوستان کے مسلمان نہیں کر سکتے۔ کیوں نہیں کر سکتے، یہ ایک الگ سی بحث ہے۔ افسوس ان اسلامی ممالک پر ہے جو بے حساب دولت کے مالک ہیں، لیکن یہودیوں کی سیاست کے آگے بے دست و پا ہیں اور ہمیشہ بڑی طاقتوں کی طرف یوں نظریں اُٹھا کر دیکھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اُٹھانا بھول گئے ہوں۔

دراصل یہ قوموں کے ہاتھ میں ہے۔ جب پوری قوم کے ہاتھ اجتماعی طور پر دُعا کے لیے اٹھتے ہیں تو یہی ہاتھ دوا کے لیے ایک دوسرے سے مل کر متحد اور مستحکم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح اتحاد عمل میں آتا ہے۔ ابھی تو تاریخ کا پہیہ اُلٹا چل رہا ہے۔ جو ذلت قوم یہود کے مقدر میں تھی، وہ مسلمانوں کا مقدر بنتی جا رہی ہے۔ یہیں سے فلسطینی مجاہدوں کی جدوجہد کا آغاز ہوا ہے۔ وہ فلسطینی مجاہدین جو دولت مند نہیں ہیں۔ جو انسان ہیں۔ ان سے جب غلطیاں ہوتی ہیں تو مسلمان ہی انھیں موردِ الزام ٹھہراتے ہیں کہ وہ ہمدردی کے قابل نہیں ہیں۔ غلطیاں کرتے ہیں۔ شکست کھاتے ہیں۔ عیاشی میں مبتلا ہیں اور دشمنوں کے ہاتھوں بک جاتے ہیں لیکن ان کے اس طرح کٹنے، اس طرح شکست کھانے، اس طرح بار بار جیلوں میں جانے، موت کی سزا پانے کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما ہیں؟ اسے سمجھے بغیر ان پر الزامات عائد کرنا سراسر ناانصافی ہے۔

دشمنوں کے ہاتھوں کٹنے اور عیاشیوں میں مبتلا رہنے والے کبھی جیلوں میں نہیں جاتے۔ کبھی موت کے سامنے سینہ سپر نہیں ہوتے۔ یہ جو آئے دن اپنی جدوجہد کی دھاک بٹھاتے رہتے ہیں، انتبارات کی شہ سُرخیوں میں نمایاں ہوتے رہتے ہیں تو ایسے مجاہدین قابلِ صد احترام ہیں۔

آج سے بہت عرصے پہلے ان مجاہدوں میں ایک مجاہدہ لیلیٰ خالد کا بہت چرچا تھا۔ مشرقِ وسطیٰ بلکہ یورپ میں وہ پہلی عورت تھی جس نے ایک طیارے کو اغوا کیا تھا حالانکہ کسی بھی ملک کے طیارے کو خواہ وہ دوست ممالک یا دشمن ممالک کے ہوں اغوا کرنا کوئی قابلِ تعریف یا اعزاز حاصل کرنے والی بات نہیں ہے بلکہ یہ عمل قابلِ مذمت ہے۔ میں لیلیٰ خالد کا ذکر محض اس لیے کر رہا ہوں کہ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق لیلیٰ خالد نے اپنے مجاہدین قیدیوں کو یہودی حکام کے ظلم و ستم سے نجات دلانے، انھیں رہا کرانے کے لیے ایسا کیا تھا۔ اسرائیلی حکومت اور یہودیوں کی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا۔ پہلا اس لیے بھی کہ ایک عورت نے طیارے کو اغوا کیا تھا اور اپنی بات منوالی تھی۔

ان دنوں لیلیٰ خالد کا اتنا شہرہ تھا کہ اس عشرے میں پیدا ہونے والی لڑکیوں کے والدین نے اپنی اپنی بیٹی کا نام لیلیٰ رکھا تھا۔ لیلیٰ خانی بھی اپنی پیدائش کے ساتھ ہی اس نام سے منسوب ہو گئی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ لیلیٰ خالد تھی اور یہ لیلیٰ ثانی۔

آج سے اکیس برس پہلے حیفاء اور تل ابیب دونوں الگ الگ شہر تھے۔ دونوں کے درمیان میں ویسے آج بھی ساٹھ میل کا فاصلہ ہے اور بڑھتی ہوئی آبادی کے باعث تل ابیب اور حیفاء ایک دوسرے سے مل گئے ہیں۔

بہرحال اکیس برس پہلے حیفاء کی ایک گلی میں دو عورتیں رہتی تھیں۔ ایک یہودی، دوسری مسلمان۔ مذاہب میں اختلاف ہونے اور دونوں قوموں میں منافرت پھیلنے کے باوجود ان عورتوں میں بڑی دوستی تھی۔ دونوں کے شوہر ان کی دوستی کے خلاف تھے لیکن کھل کر اعتراض نہیں کرتے تھے۔ اپنی اپنی بیوی کو سمجھاتے تھے۔ مسلمان کہتا تھا "یہودی سانپ ہوتے ہیں۔ اور سانپ سے کبھی دوستی نہیں کی جا سکتی۔" یہودی اپنی بیوی کو سمجھاتا تھا "مسلمان میٹھا زہر ہوتے ہیں۔ منہ میں رکھو تو کڑواہٹ کا پتا نہیں چلتا لیکن زہر بالآخر زہر ہوتا ہے۔ مار ڈالتا ہے۔"

لیکن وہ عورتیں اپنی دوستی سے باز نہیں آتی تھیں شوہر ناراض ہوتے تو وہ اُن کی غیر موجودگی میں ایک دوسرے سے ملتی تھیں۔ پڑوسنیں تھیں اس لیے ملنے میں دشواری پیش نہیں آتی تھی۔ اُن کی زندگی میں ایک بار ماں بننے کا وقت آیا۔ وہ دونوں بہت خوش تھیں۔ مسلمان عورت کا نام صدیقہ تھا۔ وہ کہا کرتی تھی "میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔" اُسے بیٹے کی خواہش تھی۔

یہودی عورت کا نام شیبا تھا۔ وہ ایک بیٹی کی تمنا کرتی تھی۔ صدیقہ نے پوچھا "تم بیٹی کی تمنا کیوں کر رہی ہو؟"

شیبا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "میں نے بچپن سے بہت دکھ اٹھائے ہیں۔ میری سوتیلی ماں تھی۔ مجھے کبھی لاڈ پیار نہیں

ملا۔ میں بچپن ہی سے محرومیوں کا شکار رہی ہوں۔ سوچتی تھی، کوئی مجھے گود میں لے، پیار کرے، اپنے سینے سے لگائے لیکن آج اس عمر کو پہنچ گئی ہوں۔ میری یہ حسرتیں کبھی پوری نہیں ہوئیں۔ سوچتی ہوں بیٹی ہو گی تو اسے خوب پیار کروں گی۔ گود میں لوں گی۔ سینے سے لگاؤں گی۔ جتنی محرومیاں میری زندگی میں آئی ہیں، اُن سب کا حساب کروں گی اور ساری کمی پوری کروں گی۔"

صدیقہ اور شیبا دونوں کی آنکھوں میں خواب تھے۔ دونوں کے سینے میں تمنا مچل رہی تھی۔ ان دونوں مسلمانوں کی حالت دن بدن ابتر ہوتی جا رہی تھی۔ وہ معاشی طور پر کمزور ہو رہے تھے۔ مملکتِ اسرائیل میں ان کا کاروبار نہیں چلتا تھا۔ یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کے گٹھ جوڑ سے کاروبار کرتے اور معاشی، معاشرتی اور اقتصادی لحاظ سے مسلمانوں کا بائیکاٹ کرتے رہتے تھے۔ پولیس والے آئے دن مسجدوں، مدرسوں اور دُکانوں پر چھاپے مارتے رہتے تھے۔ کسی نہ کسی الزام میں انھیں گرفتار کرتے تھے۔ مسلمان شہریوں کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ عدالتی کارروائی کرتے۔ پھر مدعی بھی یہودی تھے اور منصف بھی یہودی تھے۔ انصاف کی توقع بے سود تھی۔

ان ہی حالات میں شیبا زچگی کے لیے ایک بہت بڑے میٹرنٹی ہوم میں چلی گئی۔ اس کا شوہر مالی اعتبار سے بہتر تھا۔ صدیقہ کا شوہر کاروبار چھوڑ کر گھر میں بیٹھ گیا تھا۔ ان کی حالت ابتر تھی، اس لیے زچگی گھر ہی میں ہونے والی تھی۔

جس روز وہ ماں بننے والی تھی، اس سے ایک دن پہلے اطلاع ملی کہ شیبا ایک بیٹی کی ماں بن گئی ہے۔ صدیقہ بہت خوش ہوئی کہ چلو، شیبا کی آرزو پوری ہو گئی لیکن صدیقہ کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ بیٹے کی تمنا تھی، بیٹی پیدا ہوئی، پھر بھی خدا جو دیتا ہے اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس نے شکر ادا کیا اور بیٹی کو سینے سے لگا لیا۔ چند دن بعد شیبا اُن کے ہاں آئی۔ اس کی بیٹی کو لے کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ اُسے خوب پیار کرنے لگی۔ صدیقہ نے پوچھا۔ "تمھاری بیٹی کہاں ہے؟"

وہ بچی کو پیار کرتے کرتے ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ اس بچی کو یوں تکنے لگی جیسے اب تک اپنی ہی سمجھ کر پیار کرتی رہی ہو۔ صدیقہ نے پھر سوال کیا۔ وہ دل برداشتہ سی ہو کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ سر جھکا کر بولی۔ "بیٹی ہوئی تھی۔ ایک گھنٹے بعد مر گئی۔"

دونوں عورتوں کو چُپ سی لگ گئی۔ کسی سے کچھ نہ بولا گیا۔ صدیقہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنی سہیلی کو کس طرح تسلیاں دے۔ بڑی دیر بعد وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے شیبا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر محبت سے کہا۔ "یہ بھی تو تمھاری بیٹی ہے۔ اسے پیار کیا کرو۔ تم جب چاہو اسے گود

لے سکتی ہو۔ میں کبھی اعتراض نہیں کروں گی۔ جب میرا جی گھر سے باہر رہے تو تم اس بچی کو اپنے گھر بھی لے جا سکتی ہو۔"

شیبا نے صدیقہ کے ہاتھ کو تھام کر کہا۔ "تمھارے دل میں کتنی محبتیں ہیں۔ بیٹی کے لیے بھی ہے اور اپنی سہیلی کے لیے بھی، اور تم دونوں محبتوں سے انصاف کر رہی ہو، صدیقہ، تم بہت اچھی ہو۔" وہ پھر بچی کو چومنے لگی۔

صدیقہ نے کہا۔ "تم دیوانی ہو گئی ہو؟ کبھی ایسی نکر بھی کرتی ہو؟ اللہ نے چاہا تو اگلے سال پھر ایک خوب صورت سی بچی کی ماں بنو گی۔"

شیبا بچی کو پیار کرتے کرتے رُک گئی۔ اُس نے بڑے دُکھ سے کہا۔ "ڈاکٹر کہتے ہیں، میرے اندر کچھ خرابی ہو گئی ہے۔ آپریشن ہو گا۔ پتا نہیں کیا ہونے والا ہے؟"

صدیقہ اسے تسلیاں دیتی رہی۔ پھر وہ بچی کو والپس لے جانے کے لیے اُٹھی۔ صدیقہ نے کہا۔ "اس کے باپ نے اس کا نام لیلیٰ ثانی رکھا ہے۔"

"بہت پیارا نام ہے۔ تم مسلمانوں کے لیے اس نام میں بڑی جرأت مندی ہے۔"

"شیبا! میں یہ نام نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ میں جانتی ہوں لیلیٰ کا نام یہودیوں کو کھٹکتا ہے لیکن میں اس کے باپ کے سامنے مجبور ہو گئی۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں صرف یہودی نہیں ہوں، ایک مسلمان عورت کی سہیلی بھی ہوں۔ تمھاری بیٹی کو ابھی میں نے سینے سے لگا کر پیار کیا ہے اور پیار کا کوئی بھی نام ہو، بہت پیارا لگتا ہے۔"

اس نے پھر بچی کو جھک کر پیار کیا۔ اس کے بعد گھر آ گئی۔ اس کے خاوند نے پوچھا۔ "تم پھر پڑوسن کے ہاں گئی تھیں؟"

"ہاں، بچی ہوئی ہے۔ دیکھنے گئی تھی۔"

"میں نے تمھیں منع کیا تھا۔ دیکھو، تمھارے دل میں ٹھگ ہے۔ اس کی بچی کو دیکھو گی تو یہ دُکھ بڑھے گا۔"

"بڑھے گا نہیں بلکہ گھٹتی ہو گی، ہائے۔ کتنی پیاری، کتنی خوب صورت بچی ہے، جی چاہتا ہے ہمیشہ اپنے سینے سے لگائے رکھوں۔"

خاوند اُس کی باتوں کو توجہ سے سُن رہا تھا اور اُسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے پوچھا۔ "اگر وہ بچی ہمیشہ کے لیے تمھاری ہو جائے تو؟"

شیبا نے ایک دم سے چونک کر اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "وہ میری ہو جائے گی تو میری سہیلی کی گود خالی ہو جائے گی۔ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

"میں مذاق کی بات کر رہا ہوں۔ میں ایک سوداگر ہوں۔ تم اپنی خالی گود کو دیکھو۔ اس کا خیال چھوڑو۔"

"ہرگز نہیں۔ میں کبھی اُن سے ناانصافی نہیں کروں گی۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ میری سہیلی اور اُس کے خاوند پر کبھی آنچ نہیں آنے دو گے۔"

"اسی لیے تو یہ لوگ ہمارے پڑوس میں ابھی تک سلامت ہیں اور نہ میرے ایک اشارے پر....."

یہ کہہ کر اُس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ شیبا کو پھر ایک بار گہری نظروں سے دیکھا اور بغیر کچھ کہے گھر سے باہر چلا گیا۔ دوسرے دن اُس نے ڈاکٹر سے ملاقات کی۔ اس سے پوچھا۔ "آپ کہتے ہیں، آپریشن ضروری ہے۔ کیا آپریشن کے بعد وہ دوبارہ ماں بننے کے قابل رہے گی؟"

ڈاکٹر نے فنی میں سر ہلا کے کہا۔ "سوری، ہم آپریشن کے ذریعے اُس کی خرابیوں کو دور تو کر سکتے ہیں لیکن قدرتی تبدیلیوں کو نہیں روک سکتے۔ وہ کبھی ماں نہیں بن سکے گی۔"

آئرک سوچ میں پڑ گیا۔ ڈاکٹر نے اس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے۔ آپ کی وائف کو بہت صدمہ ہو گا۔ اس کا ایک ہی علاج ہے۔ آپ کسی لاوارث بچے کو گود لے لیجیے۔ آپ کی وائف کا دل بہل جائے گا۔"

"ہوں۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے؟ آپ اتنے دولت مند ہیں۔ کوئی بھی یہودی آپ کو اپنا ایک بچہ دے دے گا۔"

اُس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "ڈاکٹر! ہمیں یہ کام بھی ثواب کے طور پر کرنا چاہیے۔ اگر ہم کسی مسلمان کے بچے کو گود لیں تو وہ ہمارے ہاں پرورش پا کر یہودی بنے گا۔"

اُسی شام صدیقہ کا شوہر گھر میں بیٹھا اپنے کاروبار کی گرتی ہوئی حالت پر کُڑھ رہا تھا اور اپنی بیوی کو باتیں سُنا رہا تھا۔ بیوی نے کہا۔ "تم اپنی ناکامی کا غصہ مجھ پر کیوں اتار رہے ہو؟"

"میں ناکام نہیں ہوں۔ یہ ان یہودیوں کی سازشیں ہیں جو ہمیں پنپنے نہیں دیتیں۔ اس وقت ہمیں بیٹے کی ضرورت تھی۔ تم نے بیٹی پیدا کی ہے۔"

"میں نے بیٹے کی خواہش کی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا تو میں کیا کروں؟"

"تم دیکھ رہی ہو کہ فلسطین میں ہماری کیا حالت ہے۔ جو لوگ حوصلہ ہار جاتے ہیں، وہ ملک چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ سبھی کی خواہش ہے کہ اس دور میں ہمارے ہاں صرف بیٹے پیدا ہوں جو جوان ہو کر مجاہد بنیں۔"

"فلسطین کے چاروں طرف اسلامی ممالک ہیں۔ کیا وہاں مجاہد نہیں ہیں؟ کیا وہاں فوجیں نہیں ہیں؟ کیا وہاں اسلحہ اور دولت نہیں ہے؟ صرف ہم بیٹے پیدا کر کے کیا کر لیں گے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی باہر سے ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے کچھ لوگ دروازہ پیٹ رہے ہوں۔ اُس کے بعد ڈانٹ کر کہا گیا۔ "دروازہ کھولو ورنہ اسے توڑ دیں گے۔"

صدیقہ کا شوہر دوڑتا ہوا بیرونی دروازے کے پاس گیا اور اُونچی آواز میں کہنے لگا۔ "میں دروازہ کھول رہا ہوں۔ لیکن آپ لوگ کون ہیں؟"

باہر سے پھر ڈانٹ کر کہا گیا۔ "بکواس مت کرو۔ ہمیں باتوں میں اُلجھا کر مجاہدوں کو کسی دوسرے راستے سے بھگانا چاہتے ہو؟ دروازہ کھولتے ہو یا نہیں؟"

اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ دونوں پٹ ایک جھٹکے سے الگ ہوئے۔ باہر سے آنے والے فوجی اُسے دھکا دیتے ہوئے، گراتے ہوئے، روندتے ہوئے سارے گھر میں پھیل گئے۔ کچھ مسلح فوجی صدیقہ کے کمرے میں گھس آئے۔ اس نے فوراً اپنے اوپر چادر ڈال لی۔ وہ پردہ کرنا چاہتی تھی لیکن ایک فوجی نے اس کی چادر چھین لی۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ چادر کے نیچے کوئی مجاہد تو چھپا ہوا نہیں ہے؟

کوئی چھپا ہوا نظر نہ آیا۔ پورے مکان کی تلاشی لینے کے بعد فوجی افسر نے صدیقہ کے خاوند کا گریبان پکڑ کر پوچھا۔ "تم یہاں چھاپہ ماروں کو پناہ دیتے ہو؟"

"یہ غلط ہے۔ میں نے کبھی کسی کو پناہ نہیں دی۔"

اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر گرنے والا تھا کہ پیچھے سے دو فوجیوں نے اُسے پکڑ کر آگے کی طرف دھکا دیا۔ اُس کے منہ پر ایک اور گھونسا پڑا۔ اس بار فوجی افسر نے پوچھا۔ "کیا آج سے چھ ماہ پہلے اتوار کی ایک دوپہر کو تمھارے ہاں ایک زخمی مسلمان پناہ لینے نہیں آیا تھا؟"

صدیقہ کے شوہر نے چند لمحوں تک سوچا۔ پھر اُسے یاد آ گیا۔ اُس نے سر ہلا کر کہا۔ "جی ہاں، مگر یہ بات پرانی ہو چکی ہے۔"

"پرانی کے بچے، تم نے ہمیں اطلاع کیوں نہیں دی؟ تم نے اُسے پناہ کیوں دی تھی؟"

"جناب! ہم انسان ہیں۔ کسی زخمی کے کام آنا ہمارا فرض ہے۔ پھر وہ میرے دروازے پر آیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کوئی مجاہد ہے۔"

اس کے ساتھ ہی اس کے منہ پر گھونسا پڑا۔ "مجاہد مت

بولو۔ وہ چھاپا مار ہیں حکومت کے باغی ہیں۔"

وہ روتے، گڑگڑاتے ہوئے بولا۔ "وہ جو کوئی بھی ہوں، میں کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں۔ میں نے کسی کو پناہ نہیں دی۔ وہ میرے ہاں صرف اس وقت تک رہا جب تک اس کے زخموں کی مرہم پٹی ہوتی رہی۔ پھر وہ کچھ کھا پی کر چلا گیا۔"

"اب تم ہمارے ساتھ چلو گے۔ ہم زبان کھلوانا خوب جانتے ہیں۔ تم سے ایک ایک مجاہد کا پتا معلوم کر کے ہی رہیں گے۔ تم بتاؤ گے، یا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاؤ گے۔"

دو فوجیوں نے اُسے باہر کی طرف دھکا دیا۔ آگے کھڑے ہوئے فوجیوں نے اُسے پکڑ لیا۔ اس طرح وہ اُسے کھینچ کر لے جانے لگے۔ وہ تڑپ رہا تھا، چیخ رہا تھا۔ "مجھے چھوڑ دو۔ میں بے قصور ہوں۔ میں نے کسی کو پناہ نہیں دی میں کسی مجاہد کو نہیں جانتا۔"

اندر کمرے سے صدیقہ آہ و بکا کر رہی تھی۔ "یہ کیا ظلم ہے۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، میرے خاوند اس معاملے میں بالکل الگ ہیں۔ اُنھوں نے کبھی کسی مجاہد کا ساتھ نہیں دیا۔ ہم تو انسانیت کے ناتے ...."

وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ پھر جلدی سے بچی کو گود میں لے کر دوڑتی ہوئی پچھلے دروازے سے پڑوس میں گئی۔ شیبا اسی کی طرف آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "خدا کے لیے برادر آنزک کو بلاؤ۔ یہ لوگ میرے خاوند کو پکڑ کر لے جا رہے ہیں۔ میں نے سُنا ہے کہ یہ لوگ جب کسی کو پکڑ کر لے جاتے ہیں تو پھر وہ کبھی واپس نہیں آتا۔ شیبا! میرا سہاگ لُٹنے والا ہے۔ میرا گھر اُجڑنے والا ہے۔ خدا کے لیے اپنے خاوند کو بلاؤ۔"

شیبا نے اُس کی پشت کو تھپک کر کہا۔ "تم گھر میں اطمینان سے رہو۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں، آنزک کہاں ہیں۔ ہم زیادہ سے زیادہ رقم خرچ کر کے تمھارے خاوند کو واپس لے آئیں گے۔"

"میں اطمینان سے نہیں بیٹھ سکتی۔ جب تک میرے خاوند نہیں آئیں گے، میں اپنے گھر میں نہیں جاؤں گی۔ پتا نہیں وہ فوجی پھر کب آ جائیں۔ تم نے نہیں دیکھا، انھوں نے میری چادر بھی کھینچ لی تھی۔"

صدیقہ یہ کہتے کہتے یکدم رک کر شیبا کو کھوئی کھوئی سی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ شیبا نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"آج سے چھ ماہ پہلے ایک دوپہر ایک زخمی مسلمان ہمارے گھر آیا تھا۔ اس بات کو کوئی نہیں جانتا۔ صرف ہم میاں بیوی جانتے ہیں یا تم میاں بیوی کو معلوم ہے۔ میں نے تمھیں یہ بات بتائی تھی اور تم نے برادر آنزک کو بتا دی۔"

"ہاں، تو کیا ہوا؟"

"ہو گا کیا؟ اُسی زخمی مسلمان کا حوالہ دے کر وہ لوگ میرے خاوند کو لے گئے ہیں۔ پتا نہیں وہ ان پر کتنا ظلم کریں گے۔ ان سے مجاہدین کے ٹھکانے معلوم کرنا چاہیں گے جبکہ ہم کسی مجاہد کو جانتے ہی نہیں ہیں۔"

"کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں نے یا میرے شوہر نے مخبری کی ہے؟"

"شیبا! میں تم پر کبھی شُبہ نہیں کر سکتی، لیکن برادر آنزک نے شاید باہر کسی سے ذکر کیا ہو اور جس سے ذکر کیا ہو اس نے یہ خبر فوجیوں تک پہنچا دی ہو۔"

"تم اطمینان سے بیٹھو میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ اُسے اپنے گھر میں بٹھا کر اپنے خاوند کو تلاش کرنے باہر چلی گئی۔ اُس کا خاوند گھر میں چھُپا ہوا تھا۔ اس کے جانے کے بعد مکان کی ایک کوٹھری سے نکل آیا۔ صدیقہ اُسے دیکھتے ہی گڑگڑا کر کہنے لگی۔ "برادر! آپ یہاں ہیں اور بہن شیبا آپ کو تلاش کرنے گئی ہیں۔ ہم پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ کیا آپ نے کچھ نہیں سُنا؟ کیا آپ یہاں موجود نہیں تھے؟"

"میں موجود تھا لیکن جان بوجھ کر چھپا ہوا تھا۔ تم جانتی ہو، یہودی کسی مسلمان کی حمایت کرتے ہوئے ڈرتے ہیں، خواہ اس مسلمان سے اس کے کتنے ہی دوستانہ مراسم کیوں نہ ہوں۔ ہم پر بھی الزام عائد ہوتا ہے کہ ہم باغی مسلمانوں کو پناہ دیتے ہیں۔ اسی لیے میں اس معاملے میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔"

"لیکن برادر! ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ کے پڑوسی ہیں۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارا مجاہدوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"بے شک میں جانتا ہوں، لیکن اس کی گواہی نہیں دے سکتا۔ البتہ اور طرح سے مدد کر سکتا ہوں۔ میری طرف سے جتنی رقم چاہو لے جاؤ۔ تم ان فوجی افسروں کو نہیں جانتیں۔ یہ بڑی بھاری رشوت لے کر ایسے مسلمانوں کو رہا کر دیتے ہیں، جن پر کوئی خاص الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ ادھر میری تجوری ہے اس میں زیورات کے کئی سیٹ رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے چار سیٹ لے کر چلی جاؤ اور اس افسر کے سامنے رکھ دو۔ اتنے زیورات دیکھتے ہی وہ تمھارے خاوند کو رہا کر دے گا۔" اس نے آگے بڑھ کر تجوری کھول دی۔

صدیقہ بولی۔ "لیکن میں تو شیبا کے ساتھ جاؤں گی۔"

"شیبا کے آنے تک بہت دیر ہو چکی ہو گی۔ ہو سکتا ہے وہ تمھارے خاوند کو گولی مار دیں۔"

وہ تڑپ کر بولی۔ "نہیں، نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ برادر کرم میری راہنمائی کریں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔"

"جو سمجھا رہا ہوں، وہی کرو۔ آگے بڑھو اور زیورات اُٹھا لو۔"

"بہتر ہو گا آپ نقد رقم دے دیں۔"

"جو افسر تمھارے خاوند کو پکڑ کر لے گیا ہے، میں اس کے متعلق اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس کی بیوی زیورات کے لیے اُسے پریشان کرتی رہتی ہے۔ اگر یہ رشوت کے طور پر مل جائیں گے تو وہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے فوراً تمھارے خاوند کو چھوڑ دے گا۔"

صدیقہ کی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر تجوری کے قریب گئی۔ دو چار دبّوں کو کھول کر دیکھا۔ وہاں سونے کے ایسے زیورات تھے جن میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اس نے کچھ زیورات سمیٹ کر اپنی چادر میں باندھ لیے۔ پھر بچی کو اچھی طرح چادر میں چھپایا۔ اس کے بعد آنزک کا شکریہ ادا کر کے پچھلے دروازے سے نکل گئی۔ آنزک تھوڑی دیر تک تجوری کے پاس کھڑا مسکراتا رہا۔ اس کے بعد وہ بھی پچھلے دروازے سے باہر نکل گیا کیونکہ اس کی بیوی اگلے دروازے کو باہر سے بند کر کے گئی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ شیبا اسے تلاش کرنے کے لیے پہلے دُکان پر جائے گی۔ پھر ٹریڈ یونین کے دفتر پہنچے گی۔ اس سے پہلے ہی وہ وہاں پہنچ گیا۔ اُس کی توقع کے مطابق تھوڑی دیر بعد ہی شیبا اُسے تلاش کرتے ہوئے پریشان حال پہنچی۔ اس نے کہا۔ "میرے ساتھ فوراً چلیے۔ ہمارے پڑوسیوں پر خواہ مخواہ الزام عائد کیا جا رہا ہے۔ وہ لوگ صدیقہ کے خاوند کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ ٹریڈ یونین کے دفتر سے باہر آیا۔ پھر اُس نے کہا۔ "اگر فوجیوں نے اُسے پکڑا ہے تو ضرور کوئی بات ہو گئی ہے۔"

"بات کیا ہو گی؟ گڑے مُردے اکھاڑے گئے ہیں۔ آج سے چھ ماہ پہلے ان کے ہاں ایک زخمی مسلمان آیا تھا۔ بس اسی بات کو اُنھوں نے پکڑ لیا۔ میں پوچھتی ہوں، اُنھیں یہ بات معلوم کیسے ہوئی؟ یہ تو صرف میں جانتی ہوں یا آپ جانتے ہیں!"

"تمھارا کیا خیال ہے، کیا میں نے مخبری کی ہے؟"

"میں یہ نہیں کہتی۔ اب بحث میں وقت ضائع کرنے سے فائدہ؟ ہمیں فوراً چلنا چاہیے کہ ہم فوجی افسر کے پاس جا کر اس کی رہائی کی درخواست کریں۔"

وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اُس دفتر میں پہنچے جو ایک چھوٹی فوجی عدالت کہلاتی تھی۔ وہ عدالت مجاہدوں کے لیے قائم کی گئی تھی۔ وہاں فوری سماعت ہوتی تھی اور فوراً ہی اُن کے خلاف فیصلہ سُنایا جاتا تھا۔ یا تو اُنھیں موت کی سزا دی جاتی۔ یا پھر جُرم ثابت نہ ہو تو جیل بھیج دیا جاتا۔

جب وہ وہاں پہنچے تو ایک افسر صدیقہ سے سوالات کر رہا تھا۔ اس پر الزام عائد کیا جا رہا تھا کہ وہ زیورات چُرا کر لائی ہے کیونکہ اس کے پاس کوئی رسید نہیں تھی۔

وہ کہہ رہی تھی۔ "میں گواہی کے طور پر اپنے پڑوسیوں کو یہاں پیش کر سکتی ہوں۔" پھر وہ شیبا اور آنزک کو دیکھتے ہی بولی۔ "برادر! آپ اچھے وقت پر آئے۔ یہ مجھ پر شُبہ کر رہے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ یہ زیورات آپ کے سامنے آپ کی تجوری سے نکال کر لائی ہوں۔"

آنزک نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ تم میری پڑوسن ہو، میری بیوی کی سہیلی ہو۔ میں تمھاری عزت کرتا ہوں، مگر یہ کیسی احمقانہ بات ہے کہ تم میرے سامنے میری تجوری سے زیورات نکال کر لے آئیں، اور میں کھڑا تماشا دیکھتا رہا؟"

صدیقہ اپنے خاوند کی گرفتاری پر پہلے ہی پریشان اور بدحواس تھی۔ آنزک کی باتیں سُن کر کچھ اور بدحواس ہو گئی۔ اس نے کہا۔ "شیبا! میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ ...."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے آنزک نے کہا۔ "دیکھو کچھ کہنے سے پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔ اگر یہ زیورات میں تمھیں دیتا تو تمھارے ساتھ خود ہی یہاں آتا۔ اور میں زیورات تمھیں کس لیے دوں گا؟ کیا اپنے ایمان دار فوجی افسروں کو رشوت دینے کے لیے؟" پھر اس نے اپنی بیوی کی طرف پلٹ کر کہا۔ "ذرا اپنی سہیلی کو سمجھاؤ۔ تم مجھے تلاش کرتی ہوئی ٹریڈ یونین کے دفتر آئیں۔ میں وہاں مصروف تھا۔ یہ کہہ رہی ہے، میں گھر میں تھا۔ تم میری بیوی ہو، تم ہی بتا سکتی ہو کہ میں کہاں تھا؟"

شیبا نے کہا۔ "صدیقہ! میں تمھیں اپنے گھر میں چھوڑ کر گئی تو آنزک وہاں نہیں تھے۔ پھر تم کیسے کہتی ہو کہ ...."

"میں سچ کہتی ہوں۔ تمھارے جانے کے بعد پتا نہیں یہ مکان کے کس حصّے سے نکل کر آئے اور ...."

آنزک نے ڈانٹ کر کہا۔ "تم بکواس کیے جاؤ گی مگر اپنے جرم کا اقرار نہیں کرو گی۔ تمھارا خاوند دیوالیہ ہو چکا ہے۔ اس کا کاروبار نہیں چلتا۔ دُکان بند ہو گئی۔ تم لوگ محتاج ہو گئے ہو۔ اب تمھارے پاس خاوند کی رہائی کے لیے رقم نہیں تھی۔ تم نے سوچا، اچھا موقع ہے۔ میری بیوی تم پر اندھا اعتماد کر کے اپنا گھر تمھارے حوالے کر گئی ہے۔ تم نے موقع سے فائدہ اٹھایا

اور جانے کس طرح تجوری کھول کر زیورات لے آئیں۔"

شیبا نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ٹھہریے، میں اپنی سہیلی پر چور ہونے کا شبہ نہیں کر سکتی۔ بھلا یہ زیورات کیوں چرائے گی جبکہ اس کے اپنے زیورات میرے پاس امانت کے طور پر رکھے ہوئے ہیں۔"

آنزک نے چونک کر اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ جب اس کے خاوند کا کاروبار ڈوبنے لگا تھا تو یہ احتیاطاً اپنے کچھ زیورات میرے پاس رکھنے آئی تھی اور کہا تھا، کبھی ان پر برا وقت پڑے گا تو یہ مجھ سے زیورات یا اس کے برابر رقم مانگ کر لے جائے گی۔ آج اس پر برا وقت آ پڑا تھا۔ یہ مجھ سے زیورات مانگ سکتی تھی یا اس کے برابر رقم لے جا سکتی تھی۔ اسے چوری کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ میں یقین سے کہتی ہوں، اس نے زیورات نہیں چرائے ہیں۔"

آنزک نے غصے سے کہا۔ "تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں نے یہ زیورات تمھاری سہیلی کو دیے ہیں؟"

"میں یہ بھی نہیں کہتی کیونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے کچھ نہیں دیکھا ہے۔ یہ زیورات میری تجوری سے نکل کر آئے ہیں اور انھیں صدیقہ لے کر آئی ہے۔ لیکن میں اسے چور نہیں کہوں گی۔"

آنزک نے گرج کر کہا۔ "لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ سراسر چوری ہے۔ تمھاری سہیلی نے خواہ کتنے ہی زیورات تمھارے پاس امانت کے طور پر رکھے ہوں لیکن وہ اتنے قیمتی نہیں ہو سکتے جتنے کے ہمارے زیورات ہیں۔"

شیبا نے آنزک کو نظر انداز کرتے ہوئے فوجی افسر سے پوچھا۔ "سر! آپ کو یہ خبر کس نے دی کہ چھ ماہ پہلے میری سہیلی کے ہاں کوئی زخمی مسلمان آیا تھا؟"

فوجی افسر نے کہا۔ "سوری، ہم اپنے مخبروں کی نشاندہی نہیں کر سکتے۔ یہ ہمارے پرائیویٹ معاملات ہیں۔"

"مگر میں سمجھ گئی ہوں۔ میرے خاوند نے مخبری کی ہے۔"

آنزک نے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔ "تم اپنے ہوش میں تو ہو؟"

"ہاں، میں اپنے ہوش میں ہوں۔ آپ نے مخبری بھی کی اور آپ نے صدیقہ کو زیورات بھی دیے اور اسے یہاں بھیج کر میرے پاس چلے آئے۔ صدیقہ کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ میں اسے بچپن سے جانتی ہوں۔"

"تم اپنی سہیلی کے مقابلے میں اپنے خاوند کو جھوٹا سمجھ رہی ہو؟"

"اگر میں آپ کو جھوٹا کہوں تو اس میں نہ حیرانی کی بات ہے اور نہ اس سے آپ کی توہین ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آپ ایک سوداگر ہیں۔ اور سوداگر تو مال خریدنے اور بیچنے کے لیے بار بار جھوٹ بولتے رہتے ہیں۔"

فوجی افسر نے کہا۔ "آپ میاں بیوی گھر جا کر جھگڑا کریں تو بہتر ہے۔ آپ یہ زیورات اور زیورات لانے والی کو بھی ساتھ لے جائیں۔ پہلے فیصلہ کر لیں کہ یہ چوری ہوئے ہیں یا نہیں۔ اس کے بعد ہمارے پاس آئیں۔" پھر اس نے صدیقہ سے کہا۔ "یہ خیال اپنے دماغ سے نکال دو کہ زیورات باندھ کر لا کر تم اپنے خاوند کو یہاں سے لے جاؤ گی۔ وہ صرف ایک ہی شرط پر رہا کیا جا سکتا ہے کہ مجاہدین کے پتے ٹھکانے بتا دے۔"

صدیقہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن فوجی افسر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ویٹ از آل۔ یہاں سے چلی جاؤ۔"

شیبا اسے اپنے ساتھ گھر لے آئی۔ اسے تسلیاں دیتی رہی۔ آنزک ان کے بعد گھر میں آیا۔ اسے دیکھتے ہی شیبا نے پوچھا۔ "آپ ان سے دشمنی کیوں کر رہے ہیں؟"

"میں نے کوئی دشمنی نہیں کی ہے۔ اب بھی میں اس کے خاوند کی رہائی کے سلسلے میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ لیکن یہ میرے کہنے پر چلے۔"

صدیقہ نے کہا۔ "میرے ساتھ آپ نے جو کچھ کیا میں اسے فراموش کر دوں گی۔ آپ میرے خاوند کو کسی طرح بھی رہا کر دیں۔ آپ جو کہیں گے وہ کروں گی۔"

"تم چند مجاہدوں کے پتے ٹھکانے بتا دو۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں، ان کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔ میرے خاوند بھی کچھ نہیں جانتے۔"

"نہیں جاننے کہنے سے کام نہیں چلے گا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ تمھارے خاوند کو گولی مار دی جائے؟"

وہ نفی کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے پریشان ہو کر بولی۔ "یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ میں اپنے خاوند کو بچانے کے لیے سب کچھ کر سکتی ہوں۔"

"اگر سب کچھ کر سکتی ہو تو حیفاء میں بہت سے مسلمان ہیں۔ تم دو چار لوگوں کے نام اور پتے لکھ دو اور یہ تحریر پیش کر دو کہ یہ باغیوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور حکومت کے خفیہ طور پر سرگرم رہتے ہیں۔"

صدیقہ نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں میں بے گناہ مسلمانوں کے خلاف ایسا تحریری بیان نہیں دے سکتی۔"

"تو پھر اپنے شوہر کا خیال دل سے نکال دو۔"

شیبا نے کہا۔ "آنرک! میں صدیقہ کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ یہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گی۔ کسی پر بے بنیاد الزام عائد نہیں کرے گی۔ تم کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرو۔"

"دوسرا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ صدیقہ! تم اپنے گھر جاؤ اور رات بھر آرام سے اس مسئلے پر غور کرو۔ شوہر کی زندگی عزیز ہے تو کل صبح وہی کرنا جو میں نے کہا ہے۔"

وہ اپنی بچی کو سنبھالتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد آنرک نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر دانت پیس کر سخت لہجے میں کہا۔ "تمہارے جیسی بے وقوف عورت میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ میں تمہاری گود بھرنے کے لیے یہ سب کچھ کر رہا تھا۔"

"کیا تم سمجھتے ہو میں کسی کی گود اجاڑ کر اپنی ممتا کی تسکین کروں گی؟ ہرگز نہیں۔"

"تم ایسا کرو گی۔ یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ ہم اس طرح ثواب کمائیں گے۔ ایک مسلمان لڑکی ہمارے ہاں پرورش پائے گی تو وہ یہودی بنے گی۔"

"میں آپ کے خیال سے متفق نہیں ہوں۔"

"متفق ہو جاؤ گی۔ تم نہیں جانتیں، تمہارا جو آپریشن ہونے والا ہے، اس کا نتیجہ کیا ہوگا، یہ میں جانتا ہوں۔"

"آپ کیا جانتے ہیں؟"

"چونکہ تم میری بات نہیں مان رہی ہو۔ اس لیے تمہیں کھل کر بتا دینا چاہتا ہوں۔ آئندہ تم کبھی ماں نہیں بن سکو گی یہ ڈاکٹر کی رپورٹ ہے۔"

شیبا گم صم بیٹھی اپنے شوہر کا منہ تکنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں تمہاری بھلائی کے لیے کر رہا ہوں۔ تمہاری ممتا کے لیے ایسا کر رہا ہوں۔ میں ایک ایسی بچی کا انتخاب کر رہا ہوں جسے تمہاری سہیلی نے جنم دیا ہے۔ ایک تو تمہیں اولاد کی ضرورت ہے۔ دوسرے وہ اولاد تمہاری سہیلی کی ہو تو اسے اور زیادہ دل و جان سے چاہو گی۔ ہر طرح سے تمہاری ضرورت، تمہاری خواہش پوری ہوتی ہے گی۔"

وہ منہ پھلائے اپنی خواب گاہ میں آئی لیکن وہ غصے میں نہیں تھی۔ صدمے سے چور تھی۔ یہ خبر اس کے دل پر بجلی بن کر گری تھی کہ آئندہ ماں نہیں بن سکے گی۔ خواب گاہ میں وہ بستر پر گر کر رونے لگی۔

اس رات وہ سو نہ سکی۔ کبھی بستر پر کروٹیں بدلتی، کبھی اٹھ اٹھ کر کمرے میں ٹہلتی۔ رات اسی طرح گزرتی رہی۔ آدھی رات کے بعد اچانک پڑوس کے مکان سے صدا کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ وہ بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں سو رہا تھا۔ وہ بھی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ شیبا نے کہا۔ "صدیقہ اکیلی ہے۔ میں نے ابھی اس کے چیخنے کی آواز سنی ہے۔"

وہ فوراً گھر سے نکل کر دوڑتے ہوئے مکان سے باہر آیا۔ اس کے پیچھے شیبا تھی۔ دونوں اسی طرح بھاگتے ہوئے پڑوس کے مکان میں داخل ہوئے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ شیبا اسے آوازیں دیتی ہوئی اس کمرے میں پہنچی۔ وہ لہو میں ڈوبی ہوئی دیوار کے قریب فرش پر نیم دراز تھی۔ سامنے بستر پر اس کی نوزائیدہ بچی پڑی ہاتھ پاؤں جھٹک جھٹک کر رو رہی تھی۔ وہاں پہنچتے ہی شیبا نے اسے جھنجھوڑ کر پوچھا۔ "کیا ہوا؟ صدیقہ کیا ہوا؟ یہاں کون آیا تھا؟"

وہ بول نہیں سکتی تھی۔ اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اب تب میں دم نکلنے والا ہو۔ اس نے شیبا کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ پھر وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ "وہ... وہ پانچ تھے۔ مم... میری بچی کو مجھ سے چھین کر لے جانا چاہتے تھے۔ میں ان سے لڑتی رہی۔ انھوں نے میرا یہ حال کر دیا۔ تم لوگوں کے قدموں کی آواز سن کر وہ پچھلے راستے سے بھاگ گئے۔"

شیبا نے کہا۔ "آنرک منہ کیا دیکھ رہے ہو؟ فوراً کسی ڈاکٹر کو بلاؤ۔ اسے طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

صدیقہ نے تھرتھراتے ہوئے کہا۔ "شش... شیبا! مم... میری بچی... میری بچی..."

یہ کہتے کہتے وہ شیبا کی آغوش میں ڈھلک گئی۔ ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گئی۔ آنرک ڈاکٹر کو بلانے جا رہا تھا مگر رک گیا۔ کن انکھیوں سے بچی کی طرف دیکھنے لگا۔ ابھی شیبا کی آغوش میں اس کی ماں تھی۔ اس کے بعد وہ بچی اس آغوش میں پرورش پانے والی تھی۔

اس بچی کا نام سارہ آنرک رکھا گیا۔ شیبا نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا۔ نہ کرتی تو اور کیا کرتی؟ صدیقہ مر چکی تھی۔ وہ بچی کو اپنی آغوش میں لے کر اس کی ماں اور اس کے باپ کے ساتھ ہونے والی زیادتی کی تلافی کر سکتی تھی۔ اس بچی کو زیادہ سے زیادہ محبت اور ممتا دے سکتی تھی اور وہ یہی کر رہی تھی۔

سارہ آنرک تین برس کی عمر میں نرسری جانے لگی۔ وہ بچپن ہی سے ذہین تھی — نہایت پیاری اور بھولی تھی۔ اس کا ناک نقشہ اتنا جاذب نظر تھا کہ دوسری جماعت میں ہی وہ محکمۂ کی نظروں میں پڑھ گئی۔ ہوتا یہ تھا کہ ایسے لڑکے اور لڑکیاں بچپن ہی سے خوب صورت بھی ہوں، ذہین بھی اور حاضر دماغی کے امتحانات میں ہمیشہ اوّل آتے ہوں، انھیں اسرائیلی حکومت اپنی تحویل میں لے لیتی تھی۔ انھیں مخصوص تعلیم و تربیت دی جاتی تھی۔ پھر رفتہ رفتہ سیکرٹ مشن کے لیے تعلیم کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کی ٹریننگ دی جاتی تھی۔ انھیں دنیا کی بڑی بڑی زبانیں سکھائی جاتی تھیں۔ چھ برس کی عمر میں حکومت نے سارہ آنرک کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ اسے ایسے ہوسٹل میں داخل کیا گیا جہاں آنرک اور شیبا بھی اس سے نہیں مل سکتے تھے۔ ہفتے میں ایک دن کے لیے چھٹی ملتی تھی۔ وہ ایک دن اپنے والدین کے ساتھ گزارتی تھی۔ وہ بے چاری آنرک اور شیبا کو ہی اپنا ماں باپ سمجھتی تھی۔

اس کا ماحول ایسا تھا جہاں مسلمانوں سے نفرت کی جاتی تھی۔ انھیں نہایت کمتر سمجھا جاتا تھا لیکن شیبا نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ سارہ کے دماغ میں مسلمانوں کے لیے نفرت گھری نہ ہو۔ وہ تنہائی میں جب بھی سارہ کے ساتھ وقت گزارتی تھی تو اپنی سہیلی صدیقہ کے متعلق تفصیل سے ذکر کرتی تھی۔ وہ یہ نہیں بتانا چاہتی تھی کہ صدیقہ اس کی ماں تھی۔ اس کے خیال کے مطابق سارہ ابھی بچی تھی۔ ذہن کچا تھا۔ ہو سکتا تھا وہ اپنے نام نہاد باپ آنرک یا دوسرے یہودیوں کے سامنے اس کا ذکر کرتی، پھر اسے حکومت کی تحویل میں نہ لیا جاتا۔ اسے اس ہوسٹل سے بھی نکال دیا جاتا۔ شیبا مناسب وقت کے انتظار میں خاموش تھی لیکن پختہ ارادہ تھا کہ جب سارہ جوان ہو گی اور اپنی ذمے داریوں کو سمجھنے لگے گی تو اس کے سامنے ساری حقیقت بیان کر دے گی۔

سارہ چھ برس کی عمر سے جنرل سٹاف کی مشقیں کرنے لگی تھی۔ اسے جوڈو کراٹے کی ابتدائی تعلیم دی جا رہی تھی۔ دس برس کی عمر سے وہ ریوالور اور رائفل شوٹنگ اور خنجر زنی کی مشقیں کرنے لگی۔ اس دوران میں بنیادی تعلیم کے طور پر مختلف زبانیں سیکھنے اور حاضر دماغی کے امتحانات پاس کرنے کا عمل جاری رہا۔

پندرہ برس کی عمر میں اس نے ایسا قد نکالا تھا اور رنگ و روپ ایسا نکھر آیا تھا کہ بس، ایسے وقت اسے اسپیشل ٹریننگ کے لیے ایک نئے اڈے میں داخل کرایا گیا۔ میں اپنی داستان میں اس اسپیشل ٹریننگ کے متعلق بہت کچھ کہہ چکا ہوں۔ کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔

یہ وہی اسپیشل ٹریننگ کی کلاسیں تھیں جن میں ثبات معظم کی بیٹی امینہ معظم عرف ایمی ٹریننگ حاصل کر رہی تھی۔ اس کے علاوہ مزید چوبیس لڑکیاں بھی وہاں ٹریننگ حاصل کرتی تھیں۔ ان چوبیس لڑکیوں میں ایک سارہ آنرک تھی۔ یہ تمام لڑکیاں ہر اعتبار سے دلنواز تھیں۔ اس کے باوجود انھیں سکھایا جاتا تھا کہ کس طرح انداز انداز سے اپنے حسن کے خنجر کو دودھاری تلوار کرنا چاہیے۔ انھیں سکھایا جاتا تھا کہ کسی کے دل کو تسخیر کرنے کے ہنر کیا ہوتے ہیں۔ یہ چوبیس لڑکیاں ایک سے ایک بڑھ کر تھیں۔ اپنا جواب آپ تھیں۔ اگر یہ لڑکیاں مقابلۂ حسن میں شریک ہوتیں تو ان میں سے ہر لڑکی دنیا کی حسین ترین لڑکی کہلاتی۔ انھیں بڑے بڑے انعامات سے نوازا جاتا۔ لیکن اسرائیلی حکومت نے انھیں ان کی توقع سے بھی زیادہ انعامات دینے کا وعدہ کیا تھا۔ شرط اتنی سی تھی کہ ان چوبیس لڑکیوں میں سے کوئی ایک فرد اہلی تیمور کو تسخیر کر لے۔ یہ ان ہی دنوں کی بات تھی، جب مجھے کسی نہ کسی طرح پکڑنے کے لیے میرے یہودی مہربان ہر طرح کے جال بچھا رہے تھے۔ ان میں سیکرٹ مشن کے لیے تیار ہونے والے لڑکے اور لڑکیاں بھی تھیں جو بیس اکیس سال کی عمر میں پہنچ کر اپنے ہنر، علم، اور کمالات میں مہارت حاصل کر لیتی تھیں۔

جب سارہ آنرک بیس برس کی ہوئی تو شیبا سخت بیمار پڑی۔ بچنے کی امید نہیں تھی۔ ایک رات اس نے تنہائی میں سارہ کو بلایا۔ پہلے خواب گاہ کا دروازہ بند کر لایا۔ پھر اسے پاس بٹھا کر اس کے بچپن سے لے کر اس وقت تک کی داستان سنانی شروع کی جب صدیقہ کو نامعلوم پانچ افراد نے ہلاک کیا تھا اور وہ ننھی سی بچی اس کی گود میں آگئی تھی۔

سارہ بڑی حیرانی سے بے یقینی سے اپنی ماں کی باتیں سنتی رہی۔ پھر اس نے یقین اس طرح کیا کہ کوئی سگی ماں کبھی اپنی اولاد کو پرائی نہیں کہتی۔ چونکہ وہ پرائی ہے، اس لیے شیبا دیانت داری سے حقیقت بیان کر رہی ہے۔ وہ سنجیدگی اور تحمل سے ساری داستان سنتی رہی۔

شیبا نے ساری تفصیل بیان کرنے کے بعد کہا۔ "بیٹی! میں آج بھی تمہاری ماں ہوں تم چند دن کی تھیں جب سے میں نے تمہیں گود میں لیا۔ تمہیں اپنی محبت دی۔ اپنی تمام ممتا تم پر نچھاور کی۔ تم خود اس بات کی گواہ ہو کہ میں نے تمہیں احساس تک نہیں ہونے دیا کہ میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔ بیٹی! کیا میں تمہاری ماں ہوں؟"

سارہ نے شیبا کے ہاتھ کو فرطِ عقیدت سے تھام کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ "ممی! مجھے آپ پر فخر ہے۔ آج تک آپ نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا۔ مجھے اپنے ساتھ یہودی بنائے رکھا لیکن مسلمانوں سے نفرت کرنا نہیں سکھایا — شاید آج ہی کے دن — یہ سب بار بار میری مرحوم امی کا ذکر بڑے پیار سے کرتی

تھیں۔ اسے لوگوں سے اُنسیت ہونے لگتی تھی۔ اس طرح آپ ان ہی رکھا ہے۔"

"میں نے اپنا فرض اپنی سیلی سے محبت کرنے کا حق ادا کیا ہے۔ اس سے دوستی بھائی ہے۔"

"میرے ڈیڈی کے متعلق کچھ بتایئے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ جب اُنھیں گرفتار کر کے لے گئے، تب میں وہاں موجود نہیں تھی۔ اس کے بعد ہم نے تمھارے باپ کی شکل نہیں دیکھی۔ پتا نہیں اُنھیں گولی مار دی گئی یا عمر قید کی سزا دی گئی۔ ویسے تمھارے باپ کی خواہش تھی کہ تمھیں لیلیٰ ثانی کے نام سے پکارا جائے۔"

"لیلیٰ ثانی۔" سارہ آنزک نے زیرِ لب اس نام کو دہرایا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ یہودی بھی تھی اور مسلمان بھی۔ ایک مسلمان ماں نے اسے جنم دیا تھا۔ یہودی ماں نے اُسے دودھ پلایا تھا اور پالا تھا۔ اسے والی قابلِ صد احترام تھی۔ کیونکہ اُس نے لے پالک نہیں کی تھی۔ دودھ میں پانی نہیں ملایا تھا جو حقیقت تھی وہ بیان کر چکی تھی۔ اگر اُس کے بس میں ہوتا۔ تو وہ اُسے سارہ آنزک کی حیثیت سے نہیں، لیلیٰ ثانی کی حیثیت سے پالتی، اُسے تعلیم دلاتی لیکن وہ اپنے شوہر سے، اور اپنے ماحول سے مجبور تھی جو کچھ اُس کے بس میں تھا اس نے کر دکھایا تھا۔

"ممی! مجھے اتنا بتا دیجیے، وہ پانچ ظالم کون تھے جنھوں نے بیدردی سے میری ماں کو ہلاک کیا تھا؟"

"بیٹی! جب میں تمھاری ماں کے پاس پہنچی تو وہ فرار ہو چکے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ تمھارے ڈیڈی ان پانچوں کو جانتے ہیں۔ جب وہ تمھارے باپ کو گرفتار کرا سکتے ہیں، تمھاری ماں پر زیورات کی چوری کا الزام لگا سکتے ہیں تو وہ تمھاری ماں کو قتل بھی کرا سکتے ہیں۔ ہو سکے تو میرے شوہر کو معاف کر دینا۔ تم تو بہت ذہین ہو، دوستوں اور دشمنوں سے راز اُگلوانے کے ہنر سیکھتی رہتی ہو۔ تم نے بہت ہی کمال کی تعلیم اور ہنر حاصل کیے ہیں۔ کسی طرح پلٹے اس موجودہ باپ سے ان پانچوں کے نام اور پتے معلوم کر لو۔"

وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی، اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور آنزک کی آواز سنائی دی۔ "یہ دروازہ اندر سے بند کیوں ہے؟ میں ڈاکٹر کو ساتھ لایا ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

سارہ دروازہ کھولنے کے لیے اپنی جگہ سے اُٹھ گئی نہیں، اب وہ سارہ نہیں تھی۔ اس لمحے سے وہ لیلیٰ ثانی بن گئی تھی۔ اس نے تجسّس بھری نظروں سے دروازے کو دیکھا۔ دروازے کے اس پار کھڑا ہوا آنزک اُسے نظر آ رہا تھا۔ انتقام کی آگ میں جلتی ہوئی آنکھیں اتنی تیز ہوتی ہیں کہ دیوار کے آر پار دشمن کو دیکھ لیتی ہیں۔ اس وقت اُس نے کمالِ تحمل سے کام لیا۔ اب تک جتنی ٹریننگ حاصل کر چکی تھی، اس میں یہ بات لازمی تھی کہ ہر حال میں دماغ کو پُرسکون رکھا جائے۔

اس نے دروازے کے پاس آ کر چٹخنی گرا دی۔ دروازہ کھول دیا۔ آنزک ڈاکٹر کو لے کر شنیا کے بیڈ کے پاس پہنچا۔ لیلیٰ ثانی کمرے سے باہر چلی گئی۔ وہ آنزک کا وجود برداشت نہیں کر رہی تھی لیکن صبر سے کام لے رہی تھی۔

پندرہ منٹ بعد ڈاکٹر چلا گیا۔ وہ بیڈ روم میں ماں کے پاس جانا چاہتی تھی۔ آنزک نے کہا۔ "بے بی! اپنی ممی کو سونے دو۔ ڈاکٹر نے نیند کا انجکشن دیا ہے۔ صبح باتیں کر لینا۔"

اب لیلیٰ کو اس کے منہ سے 'بے بی' اور 'بیٹی' کا لفظ گراں گزر رہا تھا، لیکن وہ چُپ چاپ وہاں سے پلٹ کر اپنی خوابگاہ میں آ گئی۔ وہ مقررہ وقت پر سونے اور جاگنے کی عادی تھی۔ اپنے وقت پر سو گئی۔ دوسرے دن صبح اپنی ممی کے بیڈ روم میں پہنچی تو آواز دینے کے باوجود شنیا نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ اس نے قریب جا کر دیکھا تو دل دھک سے رہ گیا۔ اس کی یہودی ماں نے بھی ہمیشہ کے لیے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

وہ تین دن تک سوگوار رہی۔ اندر سے ایسی سخت چٹان تھی کہ اُسے رونا نہیں آتا تھا۔ یہ مستقل مزاج اور وقت، ارادی رکھنے والے انسانوں کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ سخت ہوتے ہیں۔ فولاد ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود انسان ہوتے ہیں۔ اس لیے جو صدمہ گزرتا ہے، جو غم ہمیشہ آتا ہے اُسے چپ چاپ برداشت کر کے وقت گزار دیتے ہیں۔ لیلیٰ ثانی نے بھی تین دن گزار دیے۔

ان تین دنوں میں کبھی کبھی اس کے دماغ میں سوال پیدا ہوتا تھا۔ "آنزک کے ساتھ کیا رویّہ اختیار کیا جائے؟"

اس کی ماں نے مرنے سے پہلے کہا تھا، ہو سکے تو آنزک کو معاف کر دینا۔ کیا وہ اپنی یہودی ماں سے محبت، خلوص اور دیانت داری کے ناتے ایک ایسے دشمن کو معاف کر سکتی تھی جس نے اس کی سگی ماں کو قتل کرایا تھا اور اس کے باپ کو لاپتا کر دیا تھا؟ پتا نہیں وہ زندہ ہو گا یا اُسے اُسی وقت مار ڈالا گیا تھا؟

آخر اس نے فیصلہ کیا کہ آنزک سے بعد میں نمٹا جائے گا۔ پہلے ان پانچ آدمیوں کا سراغ لگایا جائے۔ ان پانچوں سے نمٹنے کے دوران میں وہ آنزک کے متعلق بھی کسی نتیجے پر پہنچ جائے گی۔

اس نے قاتلوں کا سراغ لگانے کے لیے پہلے آنزک کی ذاتی لائبریری کی تلاشی لی۔ جب بھی وہ گھر میں موجود نہیں ہوتا تھا، وہ لائبریری میں چلی جاتی تھی۔ وہاں ایسی تاریخی کتابیں تھیں جن کا تعلق سود اگری سے تھا کہ زمانۂ قدیم سے اب تک انسانوں نے کیسے کیسے ہتھکنڈوں سے تجارتیں کی ہیں۔ ان کے علاوہ کاروبار سے متعلق رکھنے والی ضروری فائلیں تھیں۔ ان فائلوں میں ایسے لوگوں کے نام اور پتے تھے جن سے کاروباری لین دین ہوتا تھا۔ وہ ان ناموں اور پتوں کو بھی پڑھتی تھی اور سوچتی تھی، کیا ان میں سے کوئی اس کی ماں کا قاتل ہو سکتا ہے؟ پھر اس لائبریری میں پرانی ڈائریاں بھی رکھی تھیں۔ وہ ان ڈائریوں کو بھی پڑھتی رہتی تھی، لیکن یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا تھا کہ جتنے نام اور پتے سامنے آ رہے ہیں، ان میں سے کتنے ہم قاتلوں کے ہیں؟

وہ کسی نتیجے پر پہنچ نہ سکی۔ کہیں ایسی تفصیل نہیں تھی، جس کے ذریعے آنزک سے ذاتی اور سازشی تعلقات رکھنے والوں کے نام مل سکتے۔ آخر اُس نے آنزک سے ان آدمیوں کے نام اور پتے اگلوانے کی ایک پلاننگ کی۔ پھر اُس پر عمل کرتے ہوئے ایک شام گھر نہیں آئی۔ فون کے ذریعے کہا۔ "ڈیڈی! آج میں اپنے ارائے فرینڈ کے ساتھ تھیٹر جا رہی ہوں۔ رات گیارہ بجے سے پہلے واپسی نہیں ہو گی۔ آپ میرا انتظار نہ کریں۔ کھانا کھا لیں۔"

اُس رات آنزک کی کاروباری مصروفیت نہیں تھی۔ اس لیے وہ گھر میں رہا۔ اپنے لیے شراب کے جام بناتا رہا اور ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پیتا رہا۔ نو بجے اُس نے ملازم کو کھانا لگانے کے لیے کہا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرتے ہی اُسے احساس ہوا، کمرے میں کوئی موجود ہے۔ اُس نے چونک کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں کوئی نظر نہیں آیا۔ دروازے سے لگے ہوئے پردے کو ایک طرف ہٹایا تو ایک دم سے گھبرا گیا۔ سامنے ایک نوجوان لڑکی پستول تانے کھڑی تھی۔

اُس نے گھبرا کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

اجنبی لڑکی نے کہا۔ "پہلے یہ پوچھو کہ یہ ریوالور اصلی ہے یا نقلی؟"

"تت... تم اس انداز میں میرے کمرے میں آئی ہو تو یہ اصلی ہی ہو گا؟"

"سمجھ دار ہو۔ اب میں تمھارے سوال کا جواب دیتی ہوں۔ میرا نام کون ہوں۔ میں لیلیٰ ثانی ہوں۔"

"کون لیلیٰ ثانی؟"

اُس نے آنزک کو دھکا دے کر پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "کمرے کے اُدھر بستر کی طرف چلو اور یاد رکھو، اگر آواز نکالنے کی کوشش کی تو ملازموں کے آنے سے پہلے ہی گولی مار دوں گی۔"

"میں زور سے نہیں بولوں گا مگر تم چاہتی کیا ہو؟ میرے گھر میں اتنی نقدی نہیں ہوتی۔ تھوڑے سے نقد روپے اور زیورات مل جائیں گے۔"

"تم سمجھتے ہو کہ ہم مجاہدین، یہودیوں کو صرف لوٹنے آتے ہیں۔ میں مانتی ہوں، ہم میں سے کچھ اسلحہ حاصل کرنے کے لیے مفلوک الحال مسلمانوں کی مدد کے لیے ایسی حرکت بھی کرتے ہیں لیکن ہمارا مقصد صرف لوٹنا، توڑنا پھوڑنا اور تباہی مچانا نہیں ہے۔ ہماری جدوجہد صرف اپنے حقوق کے لیے ہے۔ ہم دنیا والوں پر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جب تک ہمارے حقوق نہیں ملیں گے اس وقت تک تم لوگوں کو ہم سے نجات نہیں ملے گی۔"

"لیکن اتنی رات کو مجھ سے کیا لینے آئی ہو؟ تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں اپنی ماں کے قتل کا حساب لینے آئی ہوں۔"

"کس کے قتل کا؟ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"یاد کرو۔ صدیقہ نام کی ایک عورت کبھی تمھارے پڑوس میں رہتی تھی۔ اس سے تمھاری بیوی کی گہری دوستی تھی۔ ایک دن تم نے صدیقہ کی بیٹی کو اس سے چھین کر اپنی بیوی کی گود میں پہنچا دیا۔"

وہ سُن رہا تھا اور تھوک نگل رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ میری بیوی نے ایک بیٹی کو جنم دیا تھا۔ سارہ میری بیٹی ہے۔ میں نے کسی کی گود نہیں اُجاڑی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ شاید تم نہیں جانتے کہ میں صدیقہ کی دوسری بیٹی ہوں۔"

"تم سراسر جھوٹ بول رہی ہو۔ صدیقہ ایک بیٹی کو جنم دینے کے بعد مر گئی تھی۔ دوسری کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"اگر صدیقہ کی ایک ہی بیٹی تھی تو وہ میں ہوں۔"

"تم پھر جھوٹ بول رہی ہو۔ اس کی بیٹی ہمارے ہاں..."

وہ کہتے کہتے ایک دم سے رک گیا۔ پریشان ہو کر اُسے دیکھتے ہوئے بولا۔ "میرا مطلب ہے کہ...."

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "وہ بیٹی تمھارے ہاں سارہ کے نام سے رہتی ہے۔"

"نن.... نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا۔ میں یہ کہہ رہا تھا...."

وہ سخت لہجے میں بولی۔ "کیا اب بھی تم یہ سمجھ نہ سکے کہ میں حقیقت اُگلوانا جانتی ہوں۔ کتنی آسانی سے اگلوا لیا کہ وہ لڑکی تمھاری

تھیں۔اسے فون سے انسیت ہونے لگتی تھی۔اس طرح آپ ان ہی رکھا ہے۔"

"میں نے اپنا فرض اپنی سہیلی سے محبت کرنے کا حق ادا کیا ہے۔اس سے دوستی بھانجی ہے۔"

"میرے ڈیڈی کے متعلق کچھ بتائیے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔جب انھیں گرفتار کرکے لے گئے، تب میں وہاں موجود نہیں تھی۔اس کے بعد ہم نے تمہارے باپ کی شکل نہیں دیکھی۔پتا نہیں انھیں گولی مار دی گئی یا عمر قید کی سزا دی گئی۔ویسے تمہارے باپ کی خواہش تھی کہ تمہیں لیلیٰ ثانی کے نام سے پکارا جائے۔"

"لیلیٰ ثانی۔" سارہ آنزک نے زیرلب اس نام کو دہرایا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔وہ یہودی بھی تھی اور مسلمان بھی۔ایک مسلمان ماں سے جنم یہودی ماں نے اُسے دودھ پلایا تھا اور پالا تھا۔ اسے والی قابل صد احترام تھی۔ کیونکہ اُس نے بے بی سٹنگ نہیں کی تھی۔دودھ میں پانی نہیں ملایا تھا۔جو حقیقت تھی وہ بیان کر چکی تھی۔اگر اُس کے بس میں ہوتا۔تو وہ اُسے سارہ آنزک کی حیثیت سے نہیں، لیلیٰ ثانی کی حیثیت سے پالتی، اُسے تعلیم دلاتی لیکن وہ اپنے شوہر سے، اور اپنے ماحول سے مجبور تھی۔جو کچھ اُس کے بس میں تھا اس نے کر دکھایا تھا۔

"ممی! مجھے اتنا بتا دیجیے، وہ پانچ ظالم کون تھے جنھوں نے بیدردی سے میری ماں کو ہلاک کیا تھا؟"

"بیٹی! جب میں تمہاری ماں کے پاس پہنچی تو وہ فرار ہو چکے تھے۔مجھے یقین ہے کہ تمہارے ڈیڈی ان پانچوں کو جانتے ہیں۔جب وہ تمہارے باپ کو گرفتار کرا سکتے ہیں، تمہاری ماں پر زیورات کی چوری کا الزام لگا سکتے ہیں تو وہ تمہاری ماں کو قتل بھی کرا سکتے ہیں۔ہو سکے تو میرے شوہر کو معاف کر دینا۔تم تو بہت ذہین ہو، دوستوں اور دشمنوں سے راز اگلوانے کے ہنر سیکھتی رہتی ہو۔تم نے بہت ہی کمال کی تعلیم اور ہنر حاصل کیے ہیں۔کسی طرح اپنے اس موجودہ باپ سے ان پانچوں کے نام اور پتے معلوم کر لو۔"

وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی، اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور آنزک کی آواز سنائی دی۔"یہ دروازہ اندر سے بند کیوں ہے؟ میں ڈاکٹر کو ساتھ لایا ہوں، دروازہ کھولو۔"

سارہ دروازہ کھولنے کے لیے اپنی جگہ سے اُٹھ گئی نہیں، اب وہ سارہ نہیں تھی۔اس لمحے سے وہ لیلیٰ ثانی بن گئی تھی۔اس نے سہمتی ہوئی نظروں سے دروازے کے

اس پار کھڑا ہوا آنزک اُسے نظر آ رہا تھا۔انتقام کی آگ میں جلتی ہوئی آنکھیں اتنی تیز ہوتی ہیں کہ دیوار کے آر پار دشمن کو دیکھ لیتی ہیں۔اس وقت اُس نے کمال تحمل سے کام لیا۔اب تک جتنی ٹریننگ حاصل کر چکی تھی، اس میں یہ بات لازمی تھی کہ ہر حال میں دماغ کو پُرسکون رکھا جائے۔

اس نے دروازے کے پاس آ کر چٹخنی گرا دی۔دروازہ کھول دیا۔آنزک، ڈاکٹر کو لے کر شیا کے بیڈ کے پاس پہنچا۔ لیلیٰ ثانی کمرے سے باہر چلی گئی۔وہ آنزک کا وجود برداشت نہیں کر رہی تھی لیکن صبر سے کام لے رہی تھی۔

پندرہ منٹ بعد ڈاکٹر چلا گیا۔وہ بیڈروم میں ماں کے پاس جانا چاہتی تھی۔آنزک نے کہا۔"بے بی! اپنی ممی کو سونے دو۔ڈاکٹر نے نیند کا انجکشن دیا ہے۔صبح باتیں کر لینا۔"

اب لیلیٰ کو اس کے منہ سے 'بے بی' اور 'بیٹی' کا لفظ گراں گزر رہا تھا، لیکن وہ چپ چاپ وہاں سے پلٹ کر اپنی خوابگاہ میں آ گئی۔وہ مقررہ وقت پر سونے اور جاگنے کی عادی تھی۔اپنے وقت پر سو گئی۔دوسرے دن صبح اپنی ممی کے بیڈروم میں پہنچی تو آواز دینے کے باوجود شیا نے آنکھیں نہیں کھولیں۔اُس نے قریب جا کر دیکھا تو دل دھک سے رہ گیا۔اس کی بوڑھی ماں نے بھی ہمیشہ کے لیے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

وہ تین دن تک سوگوار رہی۔اندر سے ایسی سخت چٹان تھی کہ اُسے رونا نہیں آتا تھا۔یہ مستقل مزاج اور قوتِ ارادی رکھنے والے انسانوں کی پہچان ہوتی ہے۔وہ سخت مگر نرم ہوتے ہیں۔فولاد ہوتے ہیں۔اس کے باوجود انسان ہوتے ہیں۔ اس لیے جو صدمہ گزرتا ہے، جو غم پیش آتا ہے اُسے چپ چاپ برداشت کر کے وقت گزار دیتے ہیں۔لیلیٰ ثانی نے بھی تین دن گزار دیے۔

ان تین دنوں میں کبھی کبھی اس کے دماغ میں سوال پیدا ہوتا تھا۔"آنزک کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا جائے؟"

اس کی ماں نے مرنے سے پہلے کہا تھا، ہو سکے تو آنزک کو معاف کر دینا۔کیا وہ اپنی یہودی ماں سے محبت، خلوص اور دیانت داری کے ناتے ایک ایسے دشمن کو معاف کر سکتی تھی جس نے اس کی سگی ماں کو قتل کرایا تھا اور اس کے باپ کو لاپتا کر دیا تھا؟ پتا نہیں وہ زندہ ہوگا یا اُسے اُسی وقت ختم ڈالا گیا تھا؟

آخر اس نے فیصلہ کیا کہ آنزک سے بعد میں نمٹا جائے گا۔ پہلے ان پانچ آدمیوں کا سراغ لگایا جائے۔ان پانچوں سے نمٹنے کے دوران میں وہ آنزک کے متعلق بھی کسی نتیجے پر پہنچ جائے گی۔

اس نے قاتلوں کا سراغ لگانے کے لیے پہلے آنزک کی ذاتی لائبریری کی تلاشی لی۔جب بھی وہ گھر میں موجود نہیں ہوتا تھا، وہ لائبریری میں چلی جاتی تھی۔وہاں ایسی تاریخی کتابیں تھیں جن کا تعلق سود اگری سے تھا کہ زمانۂ قدیم سے اب تک انسانوں نے کیسے کیسے ہتھکنڈوں سے تجارتیں کی ہیں۔ان کے علاوہ کاروبار سے تعلق رکھنے والی ضروری فائلیں تھیں۔ان فائلوں میں ایسے لوگوں کے نام اور پتے تھے جن سے کاروباری لین دین ہوتا تھا۔وہ ان ناموں اور پتوں کو بھی پڑھتی تھی اور سوچتی تھی، کیا ان میں سے کوئی اس کی ماں کا قاتل ہو سکتا ہے؟ پھر اس لائبریری میں پرانی ڈائریاں بھی لگی ہوئی تھیں۔وہ ان ڈائریوں کو بھی پڑھتی رہتی تھی، لیکن یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا تھا کہ جتنے نام اور پتے سامنے آ رہے ہیں، ان میں سے کتنے نام قاتلوں کے ہیں؟

وہ کسی نتیجے پر پہنچ نہ سکی۔کہیں ایسی تفصیل نہیں تھی، جس کے ذریعے آنزک سے ذاتی اور سازشی تعلقات رکھنے والوں کے نام مل سکتے۔آخر اُس نے آنزک سے ان آدمیوں کے نام اور پتے اگلوانے کی ایک پلاننگ کی۔پھر اُس پر عمل کرتے ہوئے ایک شام گھر نہیں آئی۔فون کے ذریعے کہا۔"ڈیڈی! آج میں اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ تھیٹر جا رہی ہوں۔رات گیارہ بجے سے پہلے واپسی نہیں ہوگی۔آپ میرا انتظار نہ کریں۔کھانا کھا لیں۔"

اُس رات آنزک کی کاروباری مصروفیت نہیں تھی۔اس لیے وہ گھر میں رہا۔اپنے لیے شراب کے جام بناتا رہا اور ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پیتا رہا۔نو بجے اُس نے ملازم کو کھانا لگانے کے لیے کہا۔کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے بیڈروم میں آ گیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرتے ہی اُسے احساس ہوا، کمرے میں کوئی موجود ہے۔اُس نے چونک کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ کوئی نظر نہیں آیا۔دروازے سے لگے ہوئے پردے کو ایک طرف ہٹایا تو ایک دم سے گھبرا گیا۔سامنے ایک نوجوان لڑکی پستول تانے کھڑی تھی۔

اُس نے گھبرا کر پوچھا۔"تم کون ہو؟"

اجنبی لڑکی نے کہا۔"پہلے یہ پوچھو کہ یہ ریوالور اصلی ہے یا نقلی؟"

"تت... تم اس انداز میں میرے کمرے میں آئی ہو تو یہ نقلی ہی ہوگا؟"

"سمجھ دار ہو۔اب میں تمہارے سوال کا جواب دیتی ہوں۔ میں کون ہوں۔میں لیلیٰ ثانی ہوں۔"

"کون لیلیٰ ثانی؟"

اُس نے آنزک کو دھکا دے کر پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "گھسو کے اُدھر بستر کی طرف چلو اور یاد رکھو، اگر آواز نکالنے کی کوشش کی تو ملازموں کے آنے سے پہلے ہی گولی مار دوں گی۔"

"میں زور سے نہیں بولوں گا مگر تم چاہتی کیا ہو؟ میرے گھر میں اتنی نقدی نہیں ہوتی۔تھوڑے سے نقد روپے اور زیورات مل جائیں گے۔"

"تم سمجھتے ہو کہ ہم مجاہدین، یہودیوں کو صرف لوٹنے آتے ہیں۔میں مانتی ہوں، ہم میں سے کچھ اسلحہ حاصل کرنے کے لیے مفلوک الحال مسلمانوں کی مدد کے لیے ایسی حرکت بھی کرتے ہیں لیکن ہمارا مقصد صرف لوٹنا، توڑ پھوڑ نا اور تباہی مچانا نہیں ہے۔ہماری جدوجہد صرف اپنے حقوق کے لیے ہے۔ ہم دنیا والوں پر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جب تک ہمارے حقوق نہیں ملیں گے اس وقت تک تم لوگوں کو ہم سے نجات نہیں ملے گی۔"

"لیکن اتنی رات کو مجھ سے کیا لینے آئی ہو؟ تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں اپنی ماں کے قتل کا حساب لینے آئی ہوں۔"

"کس کے قتل کا؟ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"یاد کرو۔صدیقہ نام کی ایک عورت کبھی تمہارے پڑوس میں رہتی تھی۔اس سے تمہاری بیوی کی گہری دوستی تھی۔ایک دن تم نے صدیقہ کی بیٹی کو اس سے چھین کر اپنی بیوی کی گود میں پہنچا دیا۔"

وہ سُن رہا تھا اور تھوک نگل رہا تھا۔پھر اُس نے کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔میری بیوی نے ایک بیٹی کو جنم دیا تھا۔سارہ میری بیٹی ہے۔میں نے کسی کی گود نہیں اُجاڑی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔شاید تم نہیں جانتے کہ میں صدیقہ کی دوسری بیٹی ہوں۔"

"تم سراسر جھوٹ بول رہی ہو۔صدیقہ ایک بیٹی کو جنم دینے کے بعد مر گئی تھی۔دوسری کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"اگر صدیقہ کی ایک ہی بیٹی تھی تو وہ میں ہوں۔"

"تم پھر جھوٹ بول رہی ہو۔اس کی بیٹی چلے ہاں..."

وہ کہتے کہتے ایک دم سے رک گیا۔پریشان ہو کر اُسے دیکھتے ہوئے بولا۔"میرا مطلب ہے کہ..."

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔"وہ بیٹی تمہارے ہاں سارہ کے نام سے رہتی ہے۔"

"نن... نہیں۔میں یہ نہیں کہتا۔میں یہ کہہ رہا تھا..."

وہ سخت لہجے میں بولی۔"کیا اب بھی تم یہ سمجھ نہ سکے کہ میں حقیقت اگلوانا جانتی ہوں۔کتنی آسانی سے اگلوا لیا کہ وہ لڑکی تمہاری

ہاں سارہ کے نام سے رہتی ہے۔ تم باتیں بنانے کی جو بھی کوشش کرو گے وہ بے سود ہوگی۔"

"تم چاہتی کیا ہو؟"

"صنیقہ کے قتل کا حساب چاہتی ہوں۔ اُسے قتل کرنے والے پانچ افراد تھے۔ وہ کون تھے؟"

"میں بالکل نہیں جانتا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔"

"میں نے اب تک ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ تم یہ سمجھنا کہ میں صنفِ نازک ہوں جب میرا ہاتھ پڑتا ہے تو آنکھوں کے سامنے آدھی رات کو بھی سورج نکل آتا ہے۔"

اس نے گرج کر کہا۔ "دیکھو لڑکی! تم میری بیٹی کے برابر ہو۔ میں سچ ..."

اُس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی لیلیٰ ثانی نے ایک اُلٹا ہاتھ اُس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا اور بستر پر اوندھے منہ گر گیا۔ وہ بھی اُچھل کر بستر پر پہنچ گئی۔ اس کے اُٹھنے سے پہلے ہی پاؤں اس کی گردن پر رکھ دیا اور کہا۔ "آئندہ مجھے اپنی ناپاک زبان سے بیٹی نہ کہنا ورنہ تمہیں آگلی سانس لینے کا موقع نہیں دوں گی۔"

وہ پاؤں تلے اپنی گردن بچانے کی کوشش کرنے لگا۔ دباؤ اور بڑھ گیا۔ وہ دیکھنے میں حسین اور نازک انام لگتی تھی لیکن اس کے پاؤں تلے آکر پتا چل رہا تھا کہ وہ کوئی جنگجو عورت ہے۔ پاؤں سے گلے کا فن جانتی ہے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "چیخنا چاہو گے تو گردن توڑ دوں گی۔ تڑپ کر نکلنا چاہو گے تو گولی مار دوں گی۔"

وہ ایک دم ساکت ہوگیا۔ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ وہ بولی۔ "تمہاری جان چھوٹ سکتی ہے، ان پانچوں قاتلوں کے نام بتا دو۔"

وہ سوچنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد لیلیٰ نے کہا۔ "تمہاری جان نہیں چھوٹے گی۔ اپنے ہتھکنڈے آزما کر دیکھ لو۔"

وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔ "بتاتا ہوں۔ میری گردن تو چھوڑو۔"

وہ اُسے چھوڑ کر فرش پر کود گئی۔ آئزک اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اپنی گردن سہلاتے ہوئے بولا۔ "تم بہت پرانی بات پوچھ رہی ہو۔ تقریباً بائیس برس گزر چکے ہیں۔ میری یادداشت کمزور ہے۔ پھر بھی میں دماغ پر زور دے کر بتاتا ہوں۔ اتنا تو یاد ہے کہ ان میں سے ایک مر چکا ہے۔ اس کا نام میں سوچ کر بتاتا ہوں۔"

"جب وہ مر چکا ہے تو نام بتانے کی ضرورت نہیں، صرف بتا دو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "مرنے والے کا پتا کیا بتاؤں؟ وہ تو قبرستان میں ہوگا۔"

"کون سے قبرستان میں؟ قبر کی نشاندہی کرو۔"

وہ بتانے لگا مگر حیرانی سے لیلیٰ کو دیکھتا جا رہا تھا۔ پھر بولی۔ "جو زندہ ہیں اُن کے نام اور پتے بتاؤ۔"

وہ ان کے بھی نام اور پتے سوچ سوچ کر بتانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں بتا رہا ہوں۔ تم نوٹ کیوں نہیں کر رہی ہو؟"

"میرا دماغ ایک ٹیپ ریکارڈر ہے۔ اس میں تمام باتیں ریکارڈ ہو چکی ہیں۔ یاد رکھو، میں تمہیں زندہ چھوڑ رہی ہوں۔ اگر تم نے قاتلوں کی نشاندہی غلط کی ہوگی تو ..."

اُس نے بات ادھوری چھوڑ کر ریالو کی نال کو اس کی کنپٹی سے لگایا۔ وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ کن انکھیوں سے ریالور کو دیکھنے لگا کہ انگلی ٹریگر پر ہے یا نہیں۔ وہ ٹریگر پر ہی تھی۔ وہ ہکلا کر اپنی زندگی کی بھیک مانگنے لگا۔

"میں تمہیں نہیں ماروں گی۔ جب کہہ دیا ہے کہ زندہ چھوڑ کر جا رہی ہوں تو پھر جا رہی ہوں لیکن اس کمرے کے دروازے سے باہر جانے تک اپنے جھوٹ اور سچ پر اچھی طرح غور کر لو کہ تم مجھے گمراہ تو نہیں کر رہے ہو؟"

یہ کہہ کر وہ پلٹ گئی۔ وہاں سے جانے لگی۔ دروازے کے پاس پہنچ کر اُسے کھولنے سے پہلے گھوم کر دیکھا۔ پھر ایک ہاتھ بڑھا کر دروازے کو کھولتے ہوئے بولی۔ "میں جا رہی ہوں۔ تم بولو گے یا پچھتاؤ گے تو نہیں؟"

وہ گم صم اُس کا منہ تکتا رہا۔ لیلیٰ باہر آئی۔ پھر اُس نے دروازے کو بند کرتے ہوئے باہر سے چٹخنی لگا دی۔ اُس کے بعد وہاں سے چلی گئی۔ کمرے کے اندر وہ گم صم بیٹھا ہوا بند دروازے کو تک رہا تھا۔ اُٹھ کر وہاں تک جانے کی ہمت نہیں تھی۔ سوچ رہا تھا، پتا نہیں وہ گئی ہے یا چھپ کر اُسے کہیں سے دیکھ رہی ہے کہ اگر وہ شور مچائے تو وہ وہیں سے گولی چلا دے۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ سونا چاہتا تھا مگر سو نہیں سکتا تھا۔ اُسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی اپنی بیٹی سارہ کی آواز سُنائی دی۔ اس نے فوراً دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "بیٹی! دروازہ تو باہر سے بند ہے۔ میں نے دیکھا ہی نہیں تھا۔"

دروازہ کھل گیا۔ وہ اندر آتے ہوئے بولی۔ "یہ کیا بات ہوئی؟ آپ اندر ہیں اور دروازہ باہر سے بند ہے؟"

اُس نے کھلے ہوئے دروازے سے باہر ذرا دور تک دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "سارہ! تمہیں ہماری کوٹھی کے اندر یا باہر کوئی لڑکی نظر آئی تھی؟"

"بھلا کون لڑکی، نظر آئے گی؟"

"وہ کوئی مسلمان لڑکی تھی۔ ہماری حکومت کی باغی۔ ریوالور لے کر آئی تھی۔ میں اس کے سامنے بے بس ہو گیا۔"

"وہ یہاں کیا لینے آئی تھی؟"

"میں سمجھا تھا، کچھ رقم لینے آئی ہوگی لیکن وہ اُلٹی سیدھی باتیں کر رہی تھی۔"

"یعنی کیسی باتیں؟"

"وہ بیس برس پہلے کی بات پوچھ رہی تھی۔ ہمارے پڑوس میں ایک مسلمان میاں بیوی رہتے تھے۔ اس مسلمان عورت کو چند لوگوں نے قتل کر دیا تھا۔ جانے اُسے کس نے میرا نام بتایا ہے کہ میں ان قاتلوں کو پہچانتا ہوں۔ بس وہ میرے پیچھے پڑ گئی۔ دھمکی دے رہی تھی کہ میں نے ان کے نام اور پتے نہ بتائے تو مجھے گولی مار دے گی۔"

"قاتلوں کی ایسی کی تیسی۔ آپ نے اُن کے نام تو نہیں بتا دیے ہیں نا؟"

"اس سے کسی طرح نجات حاصل کرنا ہی تھی، اس لیے اپنے چار دشمنوں کے پتے اُسے بتا دیے ہیں۔"

"چار دشمنوں کے؟"

"ہاں، میرے منہ سے نکل گیا تھا کہ ایک دشمن مر چکا ہے۔ واقعی اس کی ماں کا ایک قاتل مر چکا ہے۔ بعد میں مجھے عقل آئی کہ موقع اچھا ہے۔ ایک تیر سے دو شکار کھیلنے چاہئیں۔ میں نے اُسے اپنے چار دشمنوں کے نام اور پتے بتا دیے۔ ایک تو وہ بلا مجھ پر سے ٹل گئی، دوسرے وہ میرے دشمنوں کے پیچھے پڑ جائے گی۔"

"آپ نے دوہری چال چلی۔ بہت اچھا کیا، لیکن ایک بات بھول گئے۔"

"وہ کیا؟"

"جس نے اس لڑکی کو یہ بتایا ہے کہ ان پانچ قاتلوں کے نام اور پتے آپ جانتے ہیں، وہ یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ آپ نے اُس کی غلط سمت میں رہنمائی کی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو آپ کیا کریں گے؟"

"یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ وہ پھر کسی وقت میری جان کی دشمن بن کر آجائے گی۔"

"اوہ ڈیڈی! آپ ایسے پریشان ہیں جیسے میں صرف بیٹی ہوں۔ کیا آپ بھول گئے کہ میں نے ایک پیٹے کی طرح جوڈو کراٹے کا فن سیکھا ہے۔ میں اپنے ملک کی سیکرٹ سروس میں نمایاں مقام رکھتی ہوں۔ مجھے سیکرٹ مشن کے لیے بہت جلد منتخب کیا جائے گا اور آپ ہیں کہ ایک معمولی سی لڑکی سے خوف کھا رہے ہیں۔"

"ہاں بیٹا! صرف تم ہی میری حفاظت کر سکتی ہو، کسی طرح اس لڑکی کا پتا چلاؤ۔"

"پہلے تو آپ اس کا حلیہ بیان کریں۔ پھر مجھے ان پانچوں قاتلوں کے نام بتائیں۔"

"تم ان کے نام معلوم کر کے کیا کرو گی؟"

"ڈیڈی! میں آپ کی حفاظت کروں گی۔ ان پانچوں میں ایک تو مر چکا ہے۔ اگر وہ چاروں آج بھی آپ کے لیے اہمیت رکھتے ہیں تو مجھے اُن کی بھی حفاظت کرنا چاہیے۔ ورنہ کسی طرح وہ ان کی شہ رگ تک پہنچ جائے گی۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔" میں اُن کے نام اور پتے بتاتا ہوں۔ تم چپ چاپ اُن کی نگرانی کرتی رہو یا کسی کو اُن کی نگرانی پر مامور کر دو۔"

وہ باقی چار قاتلوں کے نام اور پتے بتانے لگا۔ لیلیٰ ثانی اپنی مسکراہٹ چھپائے سنتی رہی۔ ان قاتلوں کے ناموں کو اپنی یادداشت میں محفوظ کرتی رہی۔

دوسرے دن گیارہ بجے وہ اپنی دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ پولیس والے پہنچ گئے۔ اس نے حیرانی سے اُنھیں دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "فرمائیے، کیا حکم ہے؟"

"کل رات کسی نے ایک قبر کھود کر ایک مُردے کو نکالا ہے اور اُسی قبر کے سرہانے اُلٹا لٹکا دیا ہے۔ مُردے کے جسم میں اب گوشت پوست نہیں رہا۔ وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے۔ اس ڈھانچے کے سینے پر یہ پرچی لگی ہوئی تھی۔"

اس نے پرچی کو دیکھا۔ وہ انگریزی میں ٹائپ کی ہوئی تحریر تھی۔ اس پر آئزک کا نام اور اس کی دکان کا پتا درج تھا۔ تحریر یہ تھی:-

"یہ مُردہ کبھی زندہ تھا۔ آئزک ڈیوڈ اس کے متعلق کچھ بتا سکے گا۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ آئزک کے پانچ آدمیوں نے میری ماں صنیقہ کو بیس برس پہلے قتل کیا تھا۔ اُن میں سے ایک کا بھی مرنے کے بعد بھی نہیں چھوڑا۔ قبر سے نکال کر دُنیا والوں کے سامنے اُلٹا لٹکا دیا ہے۔ بہت جلد باقی چار بھی اُلٹے لٹکنے والے ہیں۔"

تحریر کے نیچے لیلیٰ ثانی کا نام لکھا ہوا تھا۔ پولیس افسر نے آئزک سے پوچھا۔ "یہ لیلیٰ ثانی کون ہے؟"

آئزک اُسے پچھلی رات کا واقعہ سنانے لگا۔ پھر اُس نے کہا۔ "میری بیٹی اس کی گواہ ہے۔ اس کی گواہی معتبر ہے، کیونکہ وہ حکومت کے ایک اہم شعبے سے تعلق رکھتی ہے۔"

لیلیٰ ثانی سیکرٹ سروس کے ٹریننگ سینٹر کی ذہین طالبہ

تھی۔ اگرچہ ابھی وہ سیکرٹ سروس کے ادارے میں عملی طور پر نہیں آئی تھی، تاہم حبس شعبے میں بھی تھی، وہاں اُس کا رُعب اور دبدبہ تھا۔ پولیس والے اُسے اپنے دفتر میں طلب نہیں کر سکتے تھے۔ اُنھیں اُس کے پاس جا کر سوالات کرنے پڑتے۔ لیلیٰ ثانی نے سارہ کی حیثیت سے آئزک کی تائید کی اور کہا: "میں لیلیٰ ثانی کی تلاش میں ہوں۔ آپ لوگوں نے میرے ڈیڈی سے اس کا حلیہ معلوم کیا ہوگا۔ بہت جلد میں اس کا نام اور ٹھکانہ ہی معلوم نہیں کروں گی بلکہ اُسے ٹھکانے بھی لگا دوں گی۔"

اُسی شام لیلیٰ نے ایک ٹیلی فون بوتھ میں پہنچ کر اپنی ماں کے ایک قاتل سے رابطہ قائم کیا۔ اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "شاید تم میرا نام سُن کر چونک پڑو یا اتنے دہشت زدہ ہو جاؤ کہ تمھارے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ جائے۔ کیا تم نے وہ لاش دیکھی ہے جو اپنی قبر سے نکل کر اُلٹی لٹکی ہوئی تھی؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا: "کون ہو تم؟"

"میں وہی ہوں جس نے قبر سے لاش نکالی اور اس کے مرنے کے بعد بھی اُسے دنیا والوں کے سامنے اُلٹا لٹکا دیا اور تم ابھی زندہ ہو۔ میری ماں کے دوسرے قاتل۔"

"یہ ... یہ جھوٹ ہے۔ تم غلط سمجھ رہی ہو۔ کسی نے تمھیں میرے خلاف بہکایا ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں تم کون ہو۔ پولیس والے تمھارا نام لے رہے ہیں اور جگہ جگہ تمھیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"وہ سب کے سب تلاش کرتے کرتے اپنی قبروں میں پہنچ جائیں گے۔ تم صرف اپنی فکر کرو۔ میں تم لوگوں تک پہنچنے کے لیے پہلے آئزک کے پاس گئی تھی۔ اس نے مجھے ایسے چار آدمیوں کے نام اور پتے بتائے جو اُس کے بیان کے مطابق میری ماں کے قاتل تھے لیکن وہ تمام نام اور پتے غلط تھے۔ شاید میں دھوکا کھا جاتی۔ لیکن تمھارا دوست خود دھوکا کھا گیا۔ اُس نے ایک قاتل کا نام اور پتا صحیح بتایا۔ میں اس پتے پر پہنچ گئی۔ وہ مر چکا تھا لیکن اُس کی زندگی میں جو سامان اس سے وابستہ رہا تھا، وہ تو موجود تھا۔ میں نے اس کے گھر کی تلاشی لی تو ایک چھوٹی سی ڈائری ہاتھ لگ گئی۔ اس میں باقی چار قاتلوں کے نام اور پتے درج تھے۔ ان سے دوستانہ مراسم کی بہت سی باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ بہرحال ان پانچوں قاتلوں میں سے ایک مر چکا ہے۔ دوسرے تم ہو۔ میں تم میں سے کسی قاتل کا نام نہیں لوں گی، کیونکہ نام اُن کے لیے جاتے ہیں جن سے نہ محبت ہو نہ نفرت۔ مجھے تم لوگوں سے شدید نفرت ہے۔ میں تمھارے نام مٹانا چاہتی ہوں اس لیے نام زبان پر نہیں لانا چاہتی۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ رابطہ ختم ہو گیا۔ لیلیٰ نے ایک بار پھر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی۔ کچھ دیر بعد ریسیور اٹھایا گیا۔ لیلیٰ نے کہا: "تم نے ریسیور رکھ دیا۔ آخری بات نہیں سنی۔ آج پانچ تاریخ ہے۔ تمھاری زندگی میں چھ تاریخ نہیں آئے گی۔"

یہ کہتے ہی اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ ٹیلیفون بوتھ سے باہر آ گئی۔ جب وہ گھر پہنچی تو آئزک بہت پریشان تھا۔ اُسے دیکھتے ہی بولا: "بے بی! تم ٹھیک کہتی تھیں۔ وہ دشمن لڑکی میرے گھر تک پہنچ گئی ہے۔"

لیلیٰ نے انجان بن کر پوچھا: "کون دشمن لڑکی؟"

"ارے وہی لیلیٰ ثانی۔ ابھی میرے دوست ہارڈے کا فون آیا تھا۔ وہ بتا رہا تھا کہ لیلیٰ کو اُس مُردے کے گھر سے ایک ڈائری مل گئی ہے جس میں ان چاروں کے نام اور پتے درج ہیں جنھیں لیلیٰ نے لیلیٰ سے چھپائے رکھنے کی کوشش کی تھی۔"

"میں پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ بہرحال میں آپ کے اس دوست کی حفاظت کروں گی۔ ویسے وہ اپنی حفاظت کے لیے کیا کر رہا ہے؟"

"اس نے پولیس والوں سے درخواست کی ہے کہ کل صبح تک اُس کی حفاظت کی جائے۔ اس سلسلے میں جو اخراجات ہوں گے، وہ ادا کرے گا۔"

لیلیٰ نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے، پھر رابطہ قائم ہونے پر بولی: "میں سارہ آئزک بول رہی ہوں۔ سُنا ہے پولیس والے آپ کی حفاظت کرنے آئے ہیں؟"

"ہاں بے بی! وہ یہاں پہنچ چکے ہیں۔"

"کتنے پولیس والے ہیں؟"

"ایک لیڈی انسپکٹر اور دو سپاہی ہیں۔ میں مطمئن نہیں ہوں۔ میں نے ذاتی طور پر اپنے ایک شناسا پولیس انسپکٹر سے ابھی رابطہ قائم کیا تھا اور اُسے اپنے ہاں رات گزارنے کے لیے کہا تھا۔ وہ راضی ہو گیا ہے۔ اپنے دو سپاہیوں کے ساتھ یہاں پہنچنے ہی والا ہے۔"

"پھر تو اچھی بات ہے۔ اب آپ کو مطمئن ہو جانا چاہیے۔"

"نہیں بیٹی، تم میں جو صلاحیت اور ذہانت ہے وہ دوسروں میں نہیں ہو سکتی۔ ہم تم پر فخر کرتے ہیں۔ میں ابھی آئزک کو یہ کہنے ہی والا تھا کہ تمھیں میرے پاس بھیج دے۔ کیا تم اپنے انکل کی حفاظت کے لیے نہیں آؤ گی؟"

"آپ بُلا رہے ہیں، میں انکار کیسے کر سکتی ہوں۔ ابھی آتی ہوں۔"

"رات کا کھانا تم میرے ساتھ کھاؤ گی۔"

"اچھی بات ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ایک گھنٹے بعد جب وہ قاتل نمبر دو کی رہائش گاہ پر پہنچی تو اس کا دوست انسپکٹر اپنے دو سپاہیوں کے ساتھ آ گیا تھا۔ لیڈی انسپکٹر ناگواری سے کہہ رہی تھی: "جب دوسروں کو بلانا ہی تھا تو مجھے کیوں بلایا گیا ہے؟"

قاتل نمبر دو نے کہا: "آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ کی موجودگی بھی میرے لیے اہمیت رکھتی ہے۔ آپ سب میرے لیے اہم ہیں۔ دیکھو، میری بیٹی سارہ بھی آ گئی۔"

سارہ کو دیکھتے ہی انسپکٹر نے مسکرا کر کہا: "بھئی کمال ہے۔ آپ نے صرف پولیس والوں کو نہیں، سیکرٹ سروس والوں کو بھی جمع کر لیا ہے۔ آخر لیلیٰ ثانی سے اس قدر دہشت زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا صرف اس لیے کہ اس نے قبر سے ایک مُردے کو نکال کر اُلٹا لٹکا دیا ہے؟"

لیڈی انسپکٹر نے کہا: "یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ کوئی بھی چوری چھپے قبر کھود کر مُردوں کو نکال سکتا ہے۔"

لیلیٰ ثانی نے کہا: "اِسے کہتے ہیں، گڑے مُردے اکھاڑنا، وہ بیس برس پہلے کے ایک واقعہ کا حوالہ دے رہی ہے۔ اپنی ماں کے قاتلوں سے انتقام لے رہی ہے۔ اس نے میرے انکل پر نفسیاتی اثر ڈالا ہے کہ وہ صرف قبر سے مُردے نہیں نکالتی بلکہ زندوں کو بھی قبر میں پہنچا سکتی ہے۔"

انسپکٹر نے کہا: "اوّل تو وہ یہاں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرے گی۔ اگر کر بھی لی تو زندہ واپس نہیں جائے گی۔"

قاتل نمبر دو نے کہا: "مجھے اپنی بیٹی سارہ اور آپ لوگوں کی موجودگی سے بھی یقین ہو گیا ہے کہ اُس کا چیلنج پورا نہیں ہو گا۔"

اس نے ملازم کو بلا کر میز پر کھانا لگانے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب کھانے کی میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ ایک طرف قاتل بیٹھا ہوا تھا جو کسی لمحے پر مقتول کہلانے والا تھا۔ دوسری طرف پولیس انسپکٹر تھا۔ اُن کے درمیان میں لیلیٰ ثانی اور لیڈی انسپکٹر تھی۔ اس ترتیب کے ساتھ کہ قاتل نمبر دو کے بائیں طرف لیلیٰ ثانی اور دائیں طرف لیڈی انسپکٹر تھی۔ پولیس انسپکٹر کے زاویے سے دیکھا جاتا تو اس کے بائیں طرف لیڈی انسپکٹر تھی اور دائیں طرف لیلیٰ ثانی۔ کھانے کے دوران وہ زندہ دلی سے گفتگو کر رہے تھے تاکہ قاتل نمبر دو کے دل سے گھبراہٹ دور ہو اور وہ اپنے دل اور دماغ سے لیلیٰ ثانی کا نام کسی حد تک بھول جائے۔

میز کے نیچے ان چاروں کے پاؤں ایک دوسرے کے قریب تھے۔ اگر کوئی اپنا پاؤں بے تکے انداز میں آگے بڑھاتا تو دوسرے کے پاؤں سے ٹکرا جاتا۔ لیلیٰ کھڑی ہو گئی۔ وہ ایک ڈش اٹھانے کے لیے میز پر جھک گئی۔ لیڈی انسپکٹر نے کہا: "میں دیتی ہوں۔ یہ لیجیے۔"

اس نے ڈش اٹھا کر دی، لیکن لیلیٰ کا مقصد کچھ اور تھا۔ اُٹھنے کے دوران میں اُس نے اپنے جوتے کی ایڑی کو مخصوص انداز میں فرش پر دبایا تھا۔ اُس کے ساتھ ہی جوتے کے اگلے حصے میں تلے کے نیچے ایک باریک سی سوئی اُبھر آئی، گھڑی کی سوئیاں اپنے وقت کے مطابق فاصلے طے کرتی ہیں۔ وہ سوئی بھی اپنے وقت کا انتظار کرنے لگی۔

کھانے کے دوران وہ وقت آ ہی گیا جب لیڈی انسپکٹر نے اپنی پسند کی ایک ڈش اٹھانے کے لیے میز پر جھکنے کی ضرورت محسوس کی۔ جیسے ہی وہ اُٹھ کر ڈش کی طرف جھکنے لگی، لیلیٰ ثانی نے کہا: "آپ تکلیف نہ کریں۔ میں دے رہی ہوں۔"

اُس کے ساتھ ہی اُس نے چور نظروں سے دیکھا۔ قاتل نمبر دو کا دایاں پاؤں لیڈی انسپکٹر کے قریب تھا۔ وہ چپل پہنے ہوئے تھا۔ لیلیٰ نے دونوں ہاتھوں سے ڈش اٹھا کر لیڈی انسپکٹر کی طرف بڑھائی اور نیچے اپنا پاؤں بڑھا کر وہ سوئی دشمن کے دائیں پاؤں میں چبھو دی۔

وہ لقمہ نگل رہا تھا۔ اچانک اُسے ٹھسکا لگا۔ وہ کھانستے کھانستے میز پر جھکنے لگا۔ ایک طرف سے لیڈی انسپکٹر اور دوسری طرف سے لیلیٰ نے اُسے تھام کر پوچھا: "کیا ہوا؟"

وہ بیٹھ گیا۔ اپنے سینے کو سہلاتے ہوئے اشارے سے پانی مانگنے لگا۔ لیلیٰ نے اسے دو گھونٹ پانی پلایا۔ پھر وہ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ پولیس انسپکٹر نے پوچھا: "کیا بات ہے؟ کیا آپ نروس تو نہیں ہیں؟"

اُس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "ٹھیک ہوں۔ آپ لوگ کھاتے رہیں۔"

تقریباً سب ہی کھا چکے تھے اور سوئٹ ڈش پر ہاتھ صاف کر رہے تھے۔ قاتل نمبر دو نے اپنے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "میری طبیعت کچھ بگڑتی جا رہی ہے۔ آپ لوگ مائنڈ نہ کریں تو میں بیڈ روم میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

لیلیٰ نے کہا: "انکل! چلیے میں آپ کو پہنچا دوں۔"

لیڈی انسپکٹر نے بھی اُسے دوسری طرف سے سہارا دیا۔ وہ دونوں کے سہارے سے وہاں سے اُٹھ کر بیڈ روم میں آیا اور اپنے پلنگ پر بیٹھ گیا۔ پولیس انسپکٹر نے آ کر کہا: "مس سارہ! میں نے دو سپاہیوں کو کھانے کی میز کے پاس موجود رہنے کے لیے کہا ہے۔ وہاں جو کھانے رکھے ہوئے ہیں، اُن میں سے کوئی بھی ڈش ملازم اٹھا کر نہیں لے جائے گا۔ تمام کھانے موجود رہیں گے۔ مجھے شبہ ہے، کسی ڈش کی وجہ سے ان کے اعصاب پر بُرا اثر پڑا ہے۔"

لیلیٰ نے کہا: "میں ایسا نہیں سمجھتی۔ وہاں جتنی بھی ڈشیں رکھی

ہوئی تھیں، اُنھیں ہم سب نے باری باری چکھا ہے بلکہ اچھی طرح حلق سے اُتاما بھی ہے۔ پھر ان ڈشوں پر شبہ کرنے کے کیا معنی؟"

لیڈی انسپکٹر نے کہا: "مس سارہ! یقیناً آپ ذہین ہیں۔ حاضر دماغ ہیں۔ آپ کے دلائل مستحکم ہوتے ہیں۔ پھر بھی ہم اپنے طور پر ان کھانوں کو ضرور چیک کریں گے۔"

انسپکٹر نے قاتل نمبر دو کے قریب آکر پوچھا: "مسٹر! آپ ہمیں بتائیں جس وقت آپ نے گھبراہٹ محسوس کی اور آپ کی طبیعت بگڑنے لگی، اس وقت آپ نے کون سی ڈش چکھی تھی؟"

انسپکٹر جواب سننے کے لیے اُس کا منہ تکنے لگا، لیکن جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ چپ چاپ ایک طرف دیکھ رہا تھا۔ تب اسے شبہ گزرا۔ انسپکٹر نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دیکھا۔ پھر نبض ٹٹولی۔ نبض چل رہی تھی پھر اُس نے سینے پر ہاتھ رکھا۔ دل کی دھڑکن بھی جاری تھی مگر بہت کمزور تھی۔ اُس نے پریشان ہو کر لیڈی انسپکٹر سے کہا: "ان کی حالت مایوس کُن ہو رہی ہے۔ آپ فوراً ڈاکٹر کو رنگ کریں۔"

لیڈی انسپکٹر نے ناگواری سے کہا: "میں تم سے عہدے میں کسی طرح کمتر نہیں ہوں۔ تم مجھے حکم نہیں دے سکتے۔"

"سوری، میں خود کسی ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا بیڈ روم کے باہر چلا گیا۔ لیڈی انسپکٹر نے قاتل نمبر دو کے شانے کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا: "مسٹر! میری طرف دیکھیں۔ میری بات کا جواب دیں۔"

وہ ایک ہی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی بات کا جواب نہیں دے رہا تھا۔ لیلیٰ نے بھی تشویش کا اظہار کیا۔ اُس نے بلند آواز سے کہا۔ "انکل! پلیز کچھ تو بولیں۔ آپ کیا محسوس کر رہے ہیں؟"

وہ دو بار اس کی نبض کو ٹٹولنے لگی۔ اس کے دل کی دھڑکنوں کو محسوس کرنے لگی۔ پھر اُس نے کہا: "آپ خاموش ہیں۔ پریشان بھی نظر نہیں آ رہے، ہیں۔ پُرسکون ہیں لیکن آپ کی نبض اور دل کی دھڑکن ذرا سُست ہے۔ کچھ تو بولیں۔ کیا آپ زبان بھی نہیں ہلا سکتے؟"

وہ پھر بھی چپ رہا۔ ایک طرف دیکھتا رہا۔ لیلیٰ نے کہا: "ان پر سکتہ طاری ہو گیا ہے۔"

لیڈی انسپکٹر نے کہا: "میں دیکھتی ہوں کہ انسپکٹر نے کس ڈاکٹر کو بلایا ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی باہر گئی۔ اُس کے جاتے ہی لیلیٰ نے اپنے جوتے کی ایڑی پر ذرا سا دباؤ ڈالا۔ سوئی پھر باہر نکل آئی۔ اس نے جلدی سے جوتے کو اُتارا۔ پھر وہ سوئی قاتل نمبر دو کی گردن میں چبھو دی۔ اُس کے بعد جوتا پہن لیا۔ اب وہ ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ لیلیٰ نے کہا: "میں تمہیں انکل نہیں کہنا چاہتی۔ تمہارے منہ پر تھوکنا چاہتی ہوں کیونکہ تم میری ماں کے قاتل ہو۔ اب کیا نہیں سمجھے تو سُنو، میں ہوں لیلیٰ ثانی۔"

قاتل نمبر دو کا چہرہ زرد پڑ رہا تھا لیکن وہ جنبش..... نہیں کر رہا تھا۔ پتا نہیں اس سوئی میں کس قسم کا زہر ملا مادہ تھا، جو اس کے جسم میں پہنچ کر اسے بالکل بے جان بنائے دے رہا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں لمحہ بہ لمحہ ڈوبتی جا رہی تھیں۔ لیلیٰ نے محتاط نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا پھر دشمن کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پچکارتے ہوئے کہا: "تم مجبور ہو، یہ جانتے ہوئے بھی کہ تمہاری دشمن تمہارے سامنے تمہارے قریب موجود ہے، تم اس کے خلاف کوئی آواز نہیں نکال سکتے۔ تم نے اپنی احتیاطی تدابیر آزمائیں۔ میں جانتی ہوں تم کُن حالات سے گزرے ہو۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو مگر جو دیکھ رہے ہو، جو سن رہے ہو، اسے زبان سے ادا نہیں کر سکتے۔ کچھ بولنا چاہتے ہو؟"

وہ کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ اس کی آنکھوں سے کرب ظاہر ہو رہا تھا۔ لیلیٰ نے کہا: "اگر تم احتیاطی تدابیر اختیار نہ کرتے تو میں تمہیں اس عذاب میں مبتلا نہ کرتی۔ بڑی آسانی سے تمہیں قتل کرنے کے بعد یہاں سے چلی جاتی۔ تم نے مجھے مجبور کر دیا اور میں نے یہ راستہ اختیار کیا۔ میں تم تک یہاں رہوں گی۔ تم سے ہمدردی کرتی رہوں گی لیکن تم صبح نہیں دیکھ سکو گے۔ میں کہہ چکی تھی آج پانچ تاریخ ہے، تم چھ تاریخ کا سورج نہیں دیکھ سکو گے۔"

یہ کہہ کر وہ بیڈ روم سے باہر جانے لگی۔ اسی وقت لیڈی انسپکٹر اور انسپکٹر دونوں ہی آگئے۔ لیلیٰ نے پوچھا: "کیا ڈاکٹر آ رہا ہے؟"

"ہاں، آنے ہی والا ہے۔"

ڈاکٹر آ گیا۔ صرف وہی ایک ڈاکٹر نہیں بلکہ اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی ڈاکٹر آئے۔ اس کی طبیعت بگڑتی جا رہی تھی۔ وہ کچھ بول ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی ڈوبتی ہوئی نبض بتا رہی تھی کہ وہ اس دُنیا سے رخصت ہونے ہی والا ہے۔

ابھی وہ زندہ تھا۔ کئی ڈاکٹروں کو بلا کر اس کا معائنہ کرایا جا رہا تھا۔ وہ اُسے بچانے اور خصوصاً اس کی زبان سے کچھ کہلوانے کی حتی الامکان کوشش کر رہے تھے۔ لیکن کوششیں ناکام ہوئیں اور صبح ہونے سے پہلے وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔

قصہ مختصر، دوسرے دن گیارہ بجے اس کی لاش کا پوسٹ مارٹم کیا گیا۔ ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق اس کے پاؤں اور گردن میں سوئی کا نشان پایا گیا۔ پتا چلا ایک زہریلا مادہ اس کے جسم میں اس کی رگ رگ میں سرایت کر گیا تھا۔ اس زہریلے مادے کی خاصیت یہی تھی کہ پہلے وہ مرنے والے کو کئی گھنٹے سنک سکتے کے عالم میں رکھتا تھا، پھر اسے ختم کر ڈالتا تھا۔

وہ سوئی اس کے جسم میں دو جگہ کس نے پیوست کی؟ اس کا ثبوت نہ مل سکا۔ اس وقت تک لیلیٰ ثانی نے اپنے جوتے تبدیل

کر لیے تھے۔ یوں بھی کوئی اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ لیڈی انسپکٹر بھی اور دوسرے پولیس انسپکٹر پر بھی پورا اعتماد تھا۔ کسی کو یہ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیسے ہو گیا تھا۔ بہرحال جیسے بھی ہوا ہو گیا تھا۔ ایک لاش کو قبر سے نکال کر الٹا لٹکانے اس کے بعد ایک شخص کو پُراسرار طریقے سے ہلاک کر دینے کے بعد لیلیٰ ثانی کے ہاتھ کی دھاک بیٹھ گئی تھی۔

✪

قاتل نمبر تین زندہ درگور ہو رہا تھا۔ لیلیٰ نے پہلے ہی اسے فون پر اطلاع دے دی تھی: "اب تمہاری باری ہے۔"

لیلیٰ کی اپنی ایک سوچ تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ دشمن اب ہر پانچ کی حد تک نہیں رہیں گے۔ ان سے انتقام لینے کے دوران میں مزید دشمن پیدا ہوتے رہیں گے۔ کچھ تو ان دشمنوں کے رشتے دار ہوں گے، کچھ یہودی تنظیمیں ہوں گی جو اپنے یہودی بھائیوں کو بے گھر، چیلنج کے بعد مرتے دیکھ کر انتقاماً ایک نادیدہ لیلیٰ ثانی کے پیچھے پڑ جائیں گی۔ اس کے علاوہ مملکت اسرائیل کے تمام قانونی ادارے اس کے گرد ایسا گھیرا تنگ کرتے رہیں گے کہ راہ فرار ممکن نظر نہیں آئے گی۔

ان اندیشوں کے پیشِ نظر لیلیٰ ثانی نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی ایک چھوٹی سی مختصر سی ٹیم بنانے گی تاکہ اپنے ساتھیوں کے ٹھکانوں تک پہنچنے میں آسانی رہے۔ اس کے موجودہ حالات کے پیشِ نظر یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ وہ اپنے دو کارناموں کے باعث دشمنوں میں مشہور ہو گئی تھی اور دوستوں میں شہرت پا چکی تھی۔ مسلمان فلسطینی مجاہدین اُسے تلاش کر رہے تھے، اس کا ساتھ دینا چاہتے تھے۔ لیلیٰ ثانی بھی خوب سمجھتی تھی کہ ان حالات میں فلسطینی مجاہدین ہی اس کے کام آ سکتے ہیں۔

اُس نے چوری چھپے ان فلسطینی مجاہدین سے رابطہ قائم کرنا شروع کر دیا جو خود اس کی تلاش میں تھے۔ اس انداز میں کہ وہ مجاہدین لیلیٰ کا اصلی رُوپ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ کبھی وہ ٹیلی فون کے ذریعے ان سے رابطہ قائم کرتی تھی۔ کبھی میک اَپ میں رہ کر ان سے براہِ راست ملاقات کرتی تھی۔ ایک ہفتے کے اندر مجاہدین میں سے دو نوجوان لڑکے اور لڑکیوں نے اپنے آپ کو پیش کیا کہ وہ لیلیٰ ثانی کی جگہ کام کریں گے اور دشمنوں سے انتقام لیں گے۔

لیلیٰ نے کہا: "ابھی نہیں۔ میں نے تم لوگوں سے محض اس لیے رابطہ قائم کیا ہے اور دوستی کی ہے کہ کبھی بہت زیادہ دشواری محسوس کروں، مجھے کہیں سے آگے بڑھنے کا راستہ نہ ملے یا کوئی مسئلہ تم سے تنہا حل نہ ہو سکے اور آپ لوگوں میں سے کسی کی ضرورت پڑ گئی تو میں آپ سے تعاون کی درخواست کروں گی۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے۔"

مجاہدین سے دوستی کرنے کے بعد لیلیٰ ثانی نے قاتل نمبر چار سے فون پر رابطہ قائم کیا۔ وہ پہلے ہی سہما ہوا تھا۔ سمجھ رہا تھا کہ تین نمبر کے بعد اس کا نمبر آئے گا۔ اس نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔ "ابھی تو وہ نمبر تین زندہ ہے، ابھی میری باری تو نہیں ہے؟"

"اس تیسرے کے اس پاس اسی طرح سخت پہرہ لگا رہا تو پہلے تمہارا کام تمام کروں گی۔"

"اس کی طرح میں بھی اپنے گرد سخت پہرہ لگا سکتا ہوں لیکن میں نادان نہیں ہوں۔ کوئی کب تک کسی کی حفاظت کر سکتا ہے۔ میں کب تک قسم خرچ کرتا رہوں گا اور سیاہیوں کو اپنی حفاظت کے لیے ڈیوٹی پر لگائے رکھوں گا؟ ایسا ساری زندگی ہو نہیں سکتا۔ لہٰذا تم سے سودا کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں اپنی ماں کے قاتل سے سودا نہیں کر سکتی۔"

"میں تمہاری ماں کو واپس نہیں لا سکتا۔ جو غلطی میں نے کی ہے اس پر پچھتا رہا ہوں، اس کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔ تم جتنی رقم چاہو مجھ سے لے سکتی ہو۔ میں زندہ رہنے کے لیے تمہاری ہر شرط منظور کر سکتا ہوں۔"

"کیا واقعی میری ہر شرط پوری کر سکتے ہو؟"

"ضرور۔ مجھے ایک بار آزما دیکھو لیکن اپنی زبان پر قائم رہنا۔ تم جو کہو گی وہی کروں گا، اس کے بعد تم مجھ سے دشمنی نہیں کرو گی۔"

"میں تم سے دشمنی نہیں کروں گی۔ شرط یہ ہے کہ تم قاتل نمبر تین کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دو۔"

"مم..... میں کیسے ہلاک کر سکتا ہوں؟ اس کے آس پاس سخت پہرہ لگا رہتا ہے۔"

"پہرہ دشمن کی وجہ سے ہے اور تم اس کے دوست ہو۔ تمہیں اس کے قریب آنے جانے سے کوئی نہیں روکے گا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، میں اسے کیسے ہلاک کر سکتا ہوں؟"

"زندہ رہنا چاہتے ہو تو اسے ہلاک کرنے کا کوئی منصوبہ بناؤ۔ میں تمہیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دیتی ہوں۔ اس مہلت کے بعد وہ زندہ رہا تو تم..... ....."

اُس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ دوسری طرف سے نمبر چار نے کہا: "تو میں زندہ نہیں رہوں گا۔ تم یہی کہنا چاہتی ہو نا؟"

"نہیں، میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس مہلت کے بعد اگر وہ زندہ رہا تو تم بھی زندہ رہو گے۔ جانتے ہو کیوں؟"

"کیوں؟"

"تاکہ زندہ رہ کر اپنی بیوی اور پیارے پیارے بچوں کو میرے ہاتھوں ہلاک ہوتے دیکھتے رہو۔"

وہ دوسری طرف سے فون پر چیخ کر بولا: "نہیں، نہیں!

نہیں ہوسکتا۔ تم ایسا نہیں کرسکتیں۔"

"میں چوبیس گھنٹے بعد ثابت کردوں گی کہ میں سب کچھ کرسکتی ہوں۔ تم اس پہلو پر غور کرتے رہو کہ اپنے محبوب شہتوں کے اطراف کتنے دنوں تک پہرہ لگائے رکھو گے۔ تمھاری بیوی ایک سرکاری ملازم ہے، وہ گھر میں بیٹھی نہیں رہ سکتی۔ تمھارے بچوں کے امتحانات سر پر ہیں۔ وہ کالج اور اسکول ضرور جایا کریں گے۔ اُن کے ساتھ ساتھ کتنے سپاہی کتنے اعتبار رہیں گے؟ اور کب تک رہیں گے؟"

اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ دھمکی کارگر ثابت ہوئی۔ چوبیس گھنٹے سے پہلے ہی لیلیٰ ثانی کو سارہ آنرک کی حیثیت سے سرکاری رپورٹ ملی۔ رپورٹ یہ تھی۔

قاتل نمبر چار اپنے دوست قاتل نمبر تین سے ملنے اُس کی رہائش گاہ میں آیا تھا۔ پہرے داروں نے پہلے تو اُسے روکا، پھر شناخت ہونے کے بعد اس سے سوال کیا۔ "یہ ریوالور اپنے ساتھ کیوں لائے ہو؟"

"لیلیٰ ثانی میری جان کی بھی دشمن ہے۔ تین نمبر کے بعد میری باری آئے گی۔ اس لیے اپنی حفاظت کے لیے اسے ساتھ رکھتا ہوں۔"

اُس کے دوست قاتل نمبر تین نے اس کی تائید کی۔ پہریداروں سے کہا۔ "اسے ریوالور کے ساتھ آنے دو۔ یہ میرا دوست ہے، دشمن نہیں ہے۔"

اسے اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ وہاں ایک پولیس انسپکٹر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں اپنے دوست سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

جب اس کے دوست نے اعتراض نہیں کیا تو انسپکٹر باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی اُس نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ پھر ریوالور نکالتے ہوئے بلند آواز سے کہا۔ "میری آواز اس کمرے کے باہر پہنچ رہی ہے۔ میں پولیس آفیسر اور سپاہیوں سے کہتا ہوں کہ وہ میری باتیں سُنیں لیکن دروازہ توڑ کر اندر آنے کی کوشش نہ کریں۔ اس سے پہلے ہی میں اپنے دوست کو گولی مار دوں گا۔"

اس کے دوست نے کہا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا دماغ چل گیا ہے؟"

"میں ہوش میں ہوں۔ تم نے سپاہیوں سے غلط کہا تھا کہ میں دوست ہوں، دشمن نہیں۔ اب یہ ریوالور ثابت کررہا ہے کہ میں دشمن ہوں دوست نہیں۔"

باہر سے دروازہ پیٹنے کی آواز کے ساتھ ہی پولیس آفیسر کی آواز سُنائی دی۔ "مسٹر! دروازہ کھولو ورنہ تمھارے حق میں بہت بُرا ہوگا۔"

"اگر میں نے دروازہ کھول دیا تو اس سے بھی بُرا ہوگا۔ میں مجبور ہوں تیسرے دوست! میں نے تمھیں ہلاک نہ کیا تو لیلیٰ ثانی میری بیوی اور میرے بچوں کو ہلاک کردے گی۔ تم اس دنیا میں تنہا ہو۔ تم نے شادی نہیں کی، تم نہیں جانتے کہ بیوی اور بچوں کا پیار کیا ہوتا ہے، وہ پیار ایسا ہوتا ہے کہ اس کے لیے آدمی ساری عمر محنت کرتا ہے۔ دولت کماتا ہے۔ اپنے اہل و عیال کو زیادہ سے زیادہ خوشحال رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر ان پر کوئی آنچ آئے تو تڑپ جاتا ہے۔ میں تڑپ گیا ہوں۔ بہت مجبور ہوکر آیا ہوں، اس لیے بڑی معذرت کے ساتھ تمھاری زندگی سے کھیل رہا ہوں۔"

اس وقت تک قاتل نمبر تین نے بھی اپنا ریوالور نکال لیا تھا۔ اسے دھمکی دے رہا تھا۔ "اگر یہ مذاق ہے تو اس بھیانک مذاق کو فوراً ختم کرو اور ریوالور کو جیب میں رکھ لو، ورنہ میں تمھیں گولی مار دوں گا۔"

وہ مذاق کرنے نہیں آیا تھا۔ مذاق تو لیلیٰ ثانی کررہی تھی۔ بھیانک مذاق۔ بند کمرے کے باہر پولیس والے دروازہ پیٹ رہے تھے۔ یوں دھکے مار رہے تھے، جیسے اسے توڑ کر اندر چلے آئیں گے۔ اس سے پہلے کہ دروازہ کُھلتا یا ٹوٹ جاتا، اندر سے گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی۔ ایک آدھ سیکنڈ کے وقفے سے دو بار فائرنگ ہوئی تھی پھر تیسری اور چوتھی بار ہوئی اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ پولیس والے باہر سے چیختے ہی رہ گئے تھے مسلسل فائرنگ کی آواز کے بعد وہ چند لمحوں کے لیے خاموش رہے۔ پھر انھوں نے دروازے کو توڑنا شروع کیا جب اسے توڑنے کے بعد وہ کمرے میں پہنچے تو وہاں دونوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ دونوں نے ایک دُوسرے پر فائر کیے تھے اور اپنا اپنا کام تمام کیا تھا۔

پہلے پولیس کو شبہ ہوا کہ لیلیٰ ثانی کسی طرح کمرے میں چلی آئی تھی۔ اور انھیں ہلاک کرنے کے بعد کسی راستے سے فرار ہوگئی ہے۔ چند سپاہیوں نے وہ راستہ تلاش کیا جہاں سے وہ فرار ہوسکتی تھی یا کمرے میں آسکتی تھی لیکن ان دونوں کے ریوالور ثابت کررہے تھے کہ لیلیٰ ثانی نے خود انھیں ہلاک نہیں کیا بلکہ یہ طریقۂ کار اختیار کیا کہ وہ ایک دُوسرے کی جان لے رہے۔

اچانک فون کی گھنٹی سنائی دی۔ ایک سپاہی نے ریسیور اٹھایا۔ آواز سننے کے بعد فوراً اپنے افسر سے کہا۔ "سر! لیلیٰ ثانی آپ سے بات کرنا چاہتی ہے۔"

پولیس افسر دوڑتا ہوا آیا، اس نے ریسیور اٹھا کر ہانپتے ہوئے کہا۔ "یو بلیک ڈوگ! میرے سامنے آکر بات کرو۔"

دوسری طرف سے اسے اپنی بیٹی کی آواز سنائی دی۔ "جانی بابا! میں آپ سے نہیں بولتی آپ نے مجھے چڑیل کیوں کہا؟"

وہ گڑبڑا گیا۔ پھر جلدی سے بولا۔ "نہیں نہیں۔ میں نے تمھیں نہیں کہا میں تو کچھ اور کہہ رہا تھا کہ لیلیٰ ثانی ہے۔"

"میں آپ سے نہیں بولوں گی۔ پہلے آپ یہ بولیے کہ میں چڑیل نہیں۔"

"ہاں میری بیٹی چڑیل نہیں ہے۔"

"آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ لیلیٰ ثانی چڑیل ہے۔"

"اوہ بیٹے! میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔ تم نے کہاں کی بحث چھیڑ دی ہے! میں پھر تم سے بات کروں گا۔"

"نہیں آپ بتائیے آپ نے لیلیٰ ثانی کو چڑیل کیوں کہا؟"

"بیٹے، وہ جادو جانتی ہے، اس نے کوئی ایسا عمل کیا ہے، جس کے اثر سے اپنے دشمنوں کو ایک دُوسرے کے ہاتھوں مرنے پر مجبور کردیتا ہے۔"

"اوہ ڈیڈی! ہم میں سے کوئی یہ عمل کرتا اور فلسطینی بھائی مارووں کو ایک دُوسرے کے ہاتھوں مرنے پر مجبور کردیتا تو اسے بہت بڑا کارنامہ کہا جاتا۔ کوئی دشمن ایسا کرے تو وہ چڑیل، یا شیطان کہلاتا ہے ایسا کیوں؟"

"تم نے پھر بحث شروع کردی۔"

"آپ پہلے کہیے کہ لیلیٰ ثانی چڑیل نہیں ہے۔"

"کیا وہ تمھاری آئیڈیل ہے یا تمھاری دوست ہے؟"

"وہ میری بہت اچھی دوست ہے۔"

"کیا؟" پولیس آفیسر نے حیرانی سے پوچھا۔ "مجھے بتاؤ۔ اسے تمھاری دوستی کیسے ہوئی؟"

"پہلے آپ اقرار کریں لیلیٰ ثانی چڑیل نہیں ہے۔"

"اچھا بھئی! اقرار کرتا ہوں۔ مجھ سے بھول ہوگئی۔ میں بھی اسے چڑیل نہیں کہوں گا۔"

"پرامس؟"

"ہاں بھئی، پرامس۔"

معاً اسے ننھے بچے کی آواز سنائی دی۔ اب وہ آواز بدل گئی تھی۔ وہ ہنس رہی تھی۔ "میں چڑیل ہوں۔ تمھاری بیٹی کی آواز میں بول سکتی ہوں۔ تو تمھاری بیٹی کے جسم میں دھواں بن کر بھی داخل ہوسکتی ہوں۔ پھر کیا ہوگا آفیسر؟"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہا پھر اس نے گھبرائے ہوئے بھی کہا۔ "کون ہو تم؟"

"وہی جو چند لمحوں میں تمھاری بیٹی اور تمھاری بیوی کی زندگی کو موت میں بدل دے گی جب تک تم یہاں پہنچو گے تمھیں زندہ نظر نہیں آئیں گی۔"

"تم ایسا نہیں کرسکتیں، آخر مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"تم جانتے ہو کہ مجھے جس سے دشمنی ہوتی ہے صرف اُسے ہلاک کرتی ہوں؟"

"میں مانتا ہوں تم نے دشمنی کی بنا پر ایسا کیا ہے۔ ہم اپنی ڈیوٹی سے مجبور ہیں اس لیے یہاں پہرہ دینے چلے آئے۔"

"میں سنگدل نہیں ہوں، ایک عورت ہوں، کسی عورت کی جان نہیں لے سکتی خصوصاً جب وہ بے گناہ ہو۔ میں نے تم سے یہ کہنے کے لیے فون کیا ہے کہ قاتل نمبر چار کے بیوی بچے میری طرف سے کوئی نقصان نہیں اٹھائیں گے۔ مجھے کسی کے گھر کو یوں تباہ نہیں کرنا ہے جیسے میرا گھر تباہ کیا گیا۔ جنھوں نے تباہ کیا وہ انجام کو پہنچ گئے۔ پانچوں قاتل چالاک نکلا۔ وہ یہ ملک چھوڑ کر جانے کہاں چلا گیا ہے۔ صرف آنرک رہ گیا ہے، مجھے اس کا نام اور پتا اچھی طرح یاد ہے۔"

(۵)

لیلیٰ ثانی کی پسند کا کھانا میرے سامنے میز پر آگیا۔ ویٹر کے جانے کے بعد میں نے مسکرا کر اسے دیکھا، پھر کہا۔ "تمھارے چہرے کے میک اپ میں ایک ذرا کمی رہ گئی ہے۔"

وہ ایک دم سے چونک گئی، ذرا پریشان ہوئی۔ پھر سنبھل کر بولی۔ "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جس فرجانہ کو میں نے ہوٹل کے کمرے میں دیکھا تھا اس کی ناک کے بائیں جانب ایک ہلکا سا تل تھا۔ وہ تل تمھارے چہرے پر نظر نہیں آرہا۔"

اس نے بے اختیار اپنی ناک کے بائیں حصے پر ہاتھ رکھا پھر سنبھل کر بولی۔ "وہ میں نے مصنوعی تل بنایا تھا۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں عورتیں کتنی ہی زیادہ حسین کیوں نہ ہوں وہ مزید حسین بننے کے لیے سنگھار کے ذریعے کوئی نہ کوئی اضافہ کرتی رہتی ہیں۔ ذرا پُرکشش نظر آنے کے لیے ہلکا سا تل بھی چہرے پر بنا لیتی ہیں۔ ہماری دُنیا میں ایسے عاشق بھی ہیں جو پوری کی پوری عورت کو نظر انداز کرکے محض ایک تل پر عاشق ہوجاتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے میرے ساتھ کھانے میں شریک ہوگئی پھر اس نے مجھ سے پوچھا۔ "کھانے کے بعد کیا پروگرام ہے؟"

"جب کھانے کا پروگرام تمھاری طرف سے ہے تو اگلے پروگرام بھی تم ترتیب دے سکتی ہو۔"

"تم بہت اسمارٹ ہو لیکن ظاہر حسین لڑکیوں کے اشاروں پر جلتے ہو تاکہ بدھو بن کر قریب سے قریب تر رہ سکو۔"

"تم خود ہی میرے قریب آئی ہو، اب مجھے حق پہنچتا ہے کہ میں اس قربت کو برقرار رکھوں۔ بائی دی وے تمھارا لہجہ کیوں بدل گیا ہے؟"

وہ پھر چونک پڑی۔ "میرا لہجہ؟ بدل گیا؟"

جب تم ہوٹل کے کمرے میں آئی تھیں تو کچھ اور لہجہ تھا۔ جب میرے پاس آکر یہاں بیٹھیں، اس وقت بھی وہی لہجہ تھا۔ اب اچانک بدل گیا ہے آواز میں بھی تبدیلی ہے یوں لگتا ہے گویا تم اپنی آواز اور لہجے پر مسلسل قابو نہیں پاسکتیں۔ سچ بتاؤ تم کون ہو؟

وہ پریشان ہوگئی تھی اور اسے پریشان ہونا بھی چاہیے تھا۔ کیونکہ وہ فرحانہ یا لیلیٰ ثانی نہیں تھی۔ ایک فلسطینی مجاہدہ تھی۔ لیلیٰ ثانی نے اس پر اپنا میک اپ کیا تھا اور بڑی خوبصورتی سے کیا تھا ——— کہیں کوئی کمی نہیں رہی تھی ——— میں نے جھوٹ کہا تھا کہ فرحانہ کی ناک کے بائیں طرف ایک ہلکا سا تل تھا۔ وہ تو میں اسے گرہن لگانا چاہتا تھا اور وہ بے چاری گڑبڑا رہی تھی۔ اس کا لہجہ اور آواز بھی ویسی ہی تھی۔ وہ صحیح معنوں میں لیلیٰ ثانی کی نقل کر رہی تھی لیکن میں نے ایک اعتراض کیا تھا چونکہ اس کے دل میں چور تھا، وہ لیلیٰ ثانی نہیں تھی اس لیے پریشان ہوگئی تھی۔

میں نے کہا۔ "تم جس کے روپ میں آئی ہو اس کے تین نام ہیں۔ ہوٹل میں وہ فرحانہ کے نام سے آئی۔ یہودی لڑکی کی حیثیت سے اس کا نام سارہ آئزک ہے اور تیسرا اصلی اور پیدائشی نام لیلیٰ ثانی ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ ڈھٹائی سے بولی۔ "تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ میرا نام صرف فرحانہ ہے میں کسی سارہ آئزک اور لیلیٰ ثانی کو نہیں جانتی۔"

میں نے کھانا کھاتے ہوئے کہا۔ "بحث کی کیا ضرورت ہے، کھاتی رہو اور اپنا کام نکالتی رہو۔"

وہ الجھ کر رہ گئی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "کیسا کام؟"

"یہی کہ لیلیٰ ثانی اس وقت آئزک کی رہائش گاہ میں گئی ہے، تمہیں اپنے میک اپ میں یہاں بھیج دیا ہے تاکہ یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے تمہیں سارہ آئزک کے روپ میں دیکھتے رہیں، اور یہ سمجھتے رہیں کہ تم اس ہوٹل میں فرحانہ کا رول ادا کر رہی ہو۔ اس وقت لیلیٰ ثانی بیک وقت چار رول ادا کر رہی ہے۔ ایک تو وہ تمہارا رول ادا کر رہی ہے یا تم اس کا رول ادا کر رہی ہو۔ دوسرے تم یہاں انٹیلی جنس والوں کی اور سیکرٹ سروس والوں کی نظروں میں سارہ آئزک ہو۔ ڈیوٹی کے لحاظ سے تم فرحانہ کا رول ادا کر رہی ہو اور یہی ایک شخصیت آئزک کی رہائش گاہ میں لیلیٰ ثانی کا رول ادا کرنے گئی ہے۔"

وہ بے حد پریشان ہوگئی تھی۔ چور نظروں سے اس پاس دیکھ رہی تھی کہ کوئی ہماری گفتگو سن تو نہیں رہا ہے۔ پھر اس نے جھجکتی سی سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ لیلیٰ ثانی کے متعلق کیسے جانتے ہو؟"

"پہلے تم بتاؤ۔ لیلیٰ ثانی اپنی حیثیت کسی پر ظاہر نہیں کرتی۔ فلسطینی مجاہدین بھی صرف اس لیلیٰ ثانی کو جانتے ہیں جس کا اصلی چہرہ ابھی تک کسی کو نظر نہیں آیا اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے فلسطینی مجاہدین میں سے کوئی نہیں جانتا کہ لیلیٰ ثانی ہی اصل میں سارہ آئزک ہے تم کیسے جانتی ہو؟"

وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا، تم کون ہو؟ اور ہمارے متعلق اتنی باتیں کیسے جانتے ہو؟"

"میں جو کوئی بھی ہوں دشمن نہیں ہوں، دوست ہوں مسلمان ہوں اس لیے فلسطینی مجاہدین سے میری ہمدردیاں اپنی آخری سانس تک ہیں۔ میں لیلیٰ کا دشمن تو ہو ہی نہیں سکتا، اب تم اطمینان سے میری باتوں کا جواب دو۔"

وہ ذرا توقف کے بعد بولی۔ "لیلیٰ صرف مجھ پر بھروسا کرتی ہے میں یہ نہیں ہوں کہ فلسطینی مجاہدین میں کوئی بھی لیلیٰ کو سارہ آئزک کی حیثیت سے نہیں جانتا ہے صرف میں جانتی ہوں دوسرے لفظوں میں لیلیٰ نے مجھ پر اعتماد کیا ہے میں قد و قامت اور جسامت کے لحاظ سے بالکل اس کی طرح ہوں دوسری بات یہ کہ مجھے نقالی کا شوق بچپن سے ہے میں اس کی آواز اور لہجے کی نقل کامیابی سے کرتی ہوں لیکن تم نے مجھے بدحواس کر دیا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے میرے لب و لہجے میں کوئی خامی پیدا ہوگئی تھی؟"

"کوئی خامی نہیں تھی میں نے تو بس یونہی جھوٹ کہہ دیا تھا۔"

وہ فوراً گھور کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر جلدی سے سنبھل کر بولی۔ "میں تمہیں غصہ بھی نہیں دکھا سکتی۔ پلیز مجھے یقین دلاؤ۔ میں کس حد تک تم پر بھروسا کر سکتی ہوں؟"

"کیا یقین کرنے کے لیے اتنا کافی نہیں ہے کہ تم لوگوں کے متعلق سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود میں آرام سے بیٹھا ہوا ہوں اور تم لوگوں کے خلاف مخبری نہیں کر رہا ہوں۔"

وہ قائل ہو کر سر ہلانے لگی۔ میں نے کہا۔ "کھاتی بھی رہو۔"

وہ دوبارہ کھانا شروع کرتے ہوئے بولی۔ "تم ہمارے متعلق کیسے جانتے ہو؟"

"میں اب تک اپنے مزاج کے خلاف کھانے کے دوران باتیں کرتا رہا۔ اب کھانا ختم ہونے تک گفتگو نہیں کروں گا۔ اس کے بعد جب کافی کا دور چلے گا تو باتیں ہوں گی اس وقت تک کے لیے میں بالکل خاموشی چاہتا ہوں۔"

وہ چپ چاپ کھانے لگی۔ میں لیلیٰ ثانی کے پاس پہنچ گیا۔

وہ آئزک کی کوٹھی کے پچھلے حصے میں تھی۔ چپ چاپ دبے قدموں چلتے ہوئے اس کوٹھی میں داخل ہونا چاہتی تھی۔ پچھلے حصے میں دو مسلح سپاہی موجود تھے۔ ان کی موجودگی کے باعث وہ ایک جھاڑی کے پیچھے چھپی ہوئی تھی۔ بوگن ویلیا کی پھولوں بھری جھاڑی بڑی خوبصورتی سے تراشی گئی تھی۔ جھاڑی کے دوسری طرف ایک سپاہی دوسرے سے باتیں کر رہا تھا میں اس کے ذریعے ان کی باتیں سننا چاہتا تھا۔ پھر میں نے سپاہی کی زبان سے کہا۔ "چلو ذرا ہم اس طرف چل کر دیکھتے ہیں۔ اگر ایک ہی جگہ کھڑے رہیں گے تو افسر کی ڈانٹ پڑے گی۔"

وہ دونوں دوسری طرف جانے لگے۔ لیلیٰ کو موقع مل گیا۔ وہ ہاتھ پاؤں سے گھاس پر رینگتی ہوئی کچن کے پچھلے دروازے تک آئی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ آج خوشی کی رات ہے۔ لوگ جشن منا رہے ہیں، تفریحات میں مشغول ہیں لیکن آئزک دہشت زدہ ہے اپنے گھر سے نکلنا نہیں چاہتا۔ اپنی کوٹھی کے چاروں طرف پہرے داروں کو ڈیوٹی پر لگا کر اس بلا سے محفوظ رہنا چاہتا ہے جو اب تک اصلی روپ میں کسی کو نظر نہیں آئی تھی۔ صرف اس کے سامنے پہلی بار آئی تھی۔ وہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ لیلیٰ ثانی کا اصلی روپ ہوگا۔

لیلیٰ کے پاس کوٹھی کی دوسری چابیاں تھیں۔ وہ کسی بھی دروازے کو کھول کر داخل ہو سکتی تھی اور وہ داخل ہوگئی تھی۔

کچن کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا تھا، اتنی دیر میں مبین نے اس سپاہی اور اس کے ساتھی کے ذریعے معلومات حاصل کیں کہ وہاں کس طرح پہرہ لگایا گیا ہے، کیسے کیسے انتظامات کیے گئے ہیں۔ پتا چلا کوئی خاص انتظام نہیں ہے جشن آزادی کے سلسلے میں بھی اضافی ڈیوٹی پر ناراض تھے لیکن لیلیٰ ثانی کو گرفتار کرنا بھی ضروری تھا۔ اس لیے وہ ناگواری سے یہ فرض انجام دے رہے تھے۔ آئزک نے انہیں خوش رکھنے کے لیے شراب کی بوتلیں فراہم کی تھیں وہ لوگ ڈائننگ روم میں بیٹھ کر پی رہے تھے۔ چونکہ آئزک انہیں اپنا ہم رتبہ یا ہم پلہ نہیں سمجھتا تھا اس لیے تنہا اپنی خواب گاہ میں بیٹھا شراب سے شغل کر رہا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ جشن آزادی کی خوشی میں آئزک یقیناً پہرہ دینے والے سپاہیوں کو اور ان کے افسران کو کھانے اور پلانے کا اہتمام کرے گا اسی لیے اس نے پہلے ہی دھماکے کی تمام بوتلوں میں بے ہوشی کی دوا انجیکٹ کر دی تھی۔ بیئر کے ڈبوں کو ہاتھ نہیں لگایا تھا موسم کی مناسبت سے آئزک بیئر سے شغل کیا کرتا تھا جب وہ کوٹھی کے اندر پہنچی تو ڈائننگ روم میں پینے والے دو افسران صوفوں کی پشت سے ٹیک لگائے اس کی آمد سے بے خبر بیٹھے تھے ——— اور ان کے باخبر ہونے کا امکان بھی نہ تھا ——— باہر چوکس مسلح سپاہی تھے وہ اپنے افسروں کی اجازت یا ان کے بلاوے کے بغیر اندر نہیں آسکتے تھے۔ لیلیٰ نے خواب گاہ میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ آئزک نے اسے دیکھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔ "تم یہاں کیسے؟ تمہاری ڈیوٹی ....." لیلیٰ نے بات کاٹ کر کہا۔ "موت کی ڈیوٹی ہر لمحہ، ہر پل، ہر ساعت میں پڑتی ہے۔ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ موت ایک سانس میں ہزاروں لاکھوں میل دور ہوتی ہے، تمہاری سانس میں بہتر گز کے قریب پہنچ جاتی ہے؟"

"بے بی! تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"اگر میں یہ کہوں کہ میں سارہ نہیں لیلیٰ ثانی ہوں تو؟"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا باپ سے مذاق کرنے آئی ہو؟"

"بدنصیبی کبھی چپکے چپکے مذاق کرتی ہے۔ آدمی کو پتا ہی نہیں چلتا جب پتا چلتا ہے تو اس کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ آئزک تم نے ایک دن مجھ سے کہا تھا کہ تمہاری پڑوسن صدیقہ نے صرف ایک بیٹی کو جنم دیا تھا، اس کی کوئی دوسری بیٹی نہیں ہے۔"

"بے بی یہ کیا بدتمیزی ہے، تم مجھے آئزک کہہ کر کیوں مخاطب کر رہی ہو؟"

اس نے اچانک ہی ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ کرسی سمیت پیچھے الٹ گیا، وہ بولی۔ "کوئی تمہارے جیسے کتے کو اپنا باپ نہیں کہہ سکتا میں صرف اپنی ممی شیبا کے رشتے سے اور ان کے احسانات سے مجبور ہو کر تمہارا نام اپنے نام کے ساتھ برداشت کر رہی ہوں۔ بہت جلد سارہ آئزک کا یہ نام مٹا دوں گی۔"

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے تک رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کیا تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ تم صدیقہ کی بیٹی ہو؟"

"کیا ایک طمانچہ کھانے کے بعد بھی سمجھ میں نہیں آیا؟"

وہ فرش پر سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "بیٹی! مجھے معاف کر دو۔ میں جیسا بھی ہوں میں نے تمہیں پالا پوسا ہے مجھے جوان کیا ہے تمہیں اعلیٰ تعلیم دلائی ہے میرے ان احسانات کو تو یاد رکھو۔"

"تمہارے کن کن احسانات کو یاد رکھوں؟ تم نے میرے باپ کو گرفتار کرایا تھا۔ اور میری ماں کو بے موت مارا تھا۔ مجھ پر بے حد احسانات کیے وہ محض ایک مسلمان لڑکی کو یہودی بنائے رکھنے کے لیے کیے تھے۔"

"کیا یہودی بن کر تم خوش نہیں رہیں؟ کیا ہمارا مذہب تمہارے لیے قابل قبول نہیں ہے؟"

"یہودی بن کر رہنے پر یہ معلوم ہوا کہ دنیا کے تمام مذاہب انسان کو مہذب بناتے ہیں۔ مذہب کوئی سا ہو بات صرف ایمان کی پختگی کی ہوتی ہے اور تم ایمان کے معنی بھی نہیں جانتے ہو۔"

"سارہ! میری بچی! میں جیسا بھی ہوں تمہارا باپ ہوں۔ تہذیب یہ اجازت نہیں دیتی کہ ایک بیٹی باپ کی دشمن بن جائے اور اسے ہلاک کرنے کے درپے ہو۔"

خواب اور ان کی تعبیر کے بارے میں اردو زبان میں پہلی بار ایک مستند کتاب

خوابوں کے اسرار

مصنف:۔ اے۔ ایس۔ عدیقی

قیمت:۔ =/۱۵ روپے ——— محصول ڈاک =/۱ روپے

"میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گی اگر تم میری ایک بات کا جواب دو گے۔"

"کون سی بات؟"

"پہلے اسٹور روم تک چلو؟"

اس نے ریوالور نکال لیا پھر اشارے سے آگے چلنے کا حکم دیا۔ وہ بے چون وچرا اس کے آگے چلتا ہوا اسی کمرے کے دوسرے دروازے سے نکل کر اسٹور روم میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ وہ خوف سے کانپنے لگا۔ لیلیٰ کو دیکھ کر بولا "یہ کیا ہے؟"

اس اسٹور روم کی چھت سے پھانسی کا ایک پھندا لٹک رہا تھا۔ لیلیٰ نے کہا۔ "میں نے پچھلی رات ہی اس پھندے کو یہاں لگا دیا تھا۔ میں نے سوچا تھا، اگر اسے کھول کر دیکھو گے تو یہ پھندا اسی جگہ موجود رہے گا اور اس وقت تمہارے کام آئے گا۔"

"مم... مگر تم نے کہا تھا کہ میں تمہاری ایک بات کا جواب دوں گا تو تم مجھے معاف کر دو گی۔"

"ہاں میں ایک سوال کرنا چاہتی ہوں کہ تمہیں کیوں معاف کروں؟ جب میرے اصلی ماں باپ کو تم قتل کر سکتے ہو تو ان ماں باپ کی ایک بیٹی تمہیں کیوں قتل نہیں کر سکتی؟ باپ وہ بھی تھا۔ باپ تم بھی ہو جب ایک قتل ہو سکتا ہے تو دوسرا کیوں نہیں ہو سکتا؟"

وہ دہشت زدہ تھا جواب سوچ رہا تھا مگر جواب نہیں مل رہا تھا۔ لیلیٰ نے کہا۔ "میری بات کا معقول جواب دو۔ تمہیں معاف کر دوں گی۔"

وہ گڑگڑا کر بولا۔ "مجھے معاف کر دو۔ تمہاری ماں کے دودھ کا واسطہ مجھے معاف کر دو۔ آئندہ میں کسی مسلمان پر ظلم نہیں کروں گا۔"

"میں کہہ چکی ہوں میری بات کا جواب دو گے تو زندہ رہو گے۔"

"اس کا جواب تو یہی ہو سکتا ہے کہ میں نے تمہارے باپ کو گرفتار کرایا، وہ مارا گیا میں نے غلطی کی لیکن بے غلطی تم نہ کرو۔ یہ کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ غلطیاں دہرائی جائیں۔"

"جب اپنی ذات پر ظلم ہوتا ہے تو ایسی ہی نصیحتیں کی جاتی ہیں لیکن قانون تو معاف نہیں کرتا۔ قاتل کو سزائے موت ضرور دیتا ہے کیا تم قانون کو اس طرح نصیحتیں کر سکتے ہو؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر اس کے قدموں کی طرف جھکنے لگا وہ [illegible] "اگر رحم کی بھیک مانگنے کے لیے میرے [illegible] دیئے تو ٹھوکر مار دوں گی۔ جاؤ کرسی پر چڑھو اور اس [illegible] پھندے تک پہنچ جاؤ۔ پھندے میں تمہارے دونوں ہاتھوں کو پیچھے باندھوں گی اس کے بعد پھندا تمہارے گلے میں ڈال دوں گی۔"

وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ بھلا کون موت کو پھندے کی طرح پہنتا ہے۔ میں نے سوچا زیادہ دیر تک خاموش رہ کر کھلنے میں مصروف نہیں رہ سکوں گا۔ کھانا ختم ہونے والا تھا میں اس کے پہلے وہاں کا قصہ تمام کرنا چاہتا تھا۔ اس کا آسان طریقہ یہی تھا کہ میں آئزک سے لیلیٰ کی مرضی کے مطابق عمل کراؤں۔

دوسرے ہی لمحے میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ بولا۔ "تم خود کو سمجھتی کیا ہو؟ کیا مجھے بزدل سمجھتی ہو؟ میں ہنستے ہنسے موت کو گلے لگا سکتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ کرسی پر چڑھ گیا۔ اس سے پہلے کہ لیلیٰ اس کے دونوں ہاتھ باندھتی اس نے پھندے کو اپنی گردن میں ڈال لیا۔ پھر اس پھندے کے دائرے کو اپنی گردن کے اطراف تنگ کرنے کے بعد کرسی کو ٹھوکر ماری۔ کرسی ایک طرف گری اور وہ یکبارگی تڑپا۔ اذیت ناک موت ناقابل برداشت تھی۔ وہ گردن سے لٹکی رسی کو تھامنا چاہتا تھا مگر میں اسے اجازت نہیں دے رہا تھا۔ لیلیٰ حیرانی سے اسے پھندے سے جھولتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی۔ "یہ اسے کیا ہو گیا ہے؟ کہاں تو یہ اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا اور کہاں یہ کہ فوراً ہی کرسی پر چڑھ کر موت کو گلے لگا رہا ہے بلکہ گلے لگا چکا ہے۔"

میں نے لیلیٰ کی سوچ میں کہا۔ "مجھے یہاں وقت ضائع نہیں کرنا ہے اس کا تو کام تمام ہو چکا ہے۔ یہاں سے اب نکل جانا چاہیے۔"

وہ دوسرے ہی لمحے اسٹور روم سے باہر آئی تیزی سے چلتے ہوئے کچن میں پہنچی پھر اس نے دروازے کو آہستگی سے کھول کر دیکھا۔ اس وقت میں ان سپاہیوں کے پاس پہنچ چکا تھا جو کوٹھی کے پچھلے حصے میں پہرہ دے رہے تھے وہ لیلیٰ کو نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس نے دروازے کو بند کیا پھر وہاں پہنچے ہوئے محتاط انداز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے وہ اس احاطے سے باہر جانا چاہتی تھی، اچانک ہی دونوں سپاہی اس کے سامنے آ گئے۔

وہ ٹھٹک گئی لیکن بلا کی پھرتیلی تھی۔ پلک جھپکتے ہی اس نے ریوالور نکال لیا تھا۔ سپاہیوں کے ہاتھوں میں بھی ریوالور تھے۔ اب دو طرفہ محاذ سے فائرنگ ہو سکتی تھی۔ اس سے پہلے کہ لیلیٰ فائر کرتی سپاہی نے اپنے ساتھی کو گولی مار دی یہ ایسی حیرت انگیز بات تھی جو لیلیٰ کی سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی۔ اس نے حیرانی سے اس سپاہی کو دیکھا جس نے اپنے ساتھی کو گولی ماری تھی۔ پھر وہ سر تسلیم خم کرتا ہوا بولا۔ "مس لیلیٰ ثانی! میں حاضر ہوں۔ مجھے گولی مارو اور فوراً یہاں سے چلی جاؤ۔ ذرا بھی دیر کرو گی

فائرنگ کی آواز سن کر کوٹھی کے اگلے حصے سے سپاہی آ جائیں گے لانے ہی والے ہوں گے۔"

لیلیٰ نے اس کی بات ختم ہوتے ہی اسے گولی کا نشانہ بنایا پھر وہاں سے بھاگتی چلی گئی۔ کوٹھی سے ذرا دور اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرنے کے بعد تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگی لیکن اس کا ذہن الجھا ہوا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اچانک آئزک نے اپنے آپ کو پھندے سے کیوں لٹکایا؟ پھر اس کے سامنے آنے والے دونوں سپاہیوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی کو گولی کا نشانہ کیوں بنایا؟ یہ کیا طلسم ہے؟ پھر یہ کہ دوسرے سپاہی نے اس کے ہاتھوں قتل ہونے کے لیے خود کو پیش کیا۔ یہ ایسی چکرا دینے والی بات تھی جو سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی وہ جتنا سوچتی اتنا ہی الجھ جاتی۔ میں نے سمجھنے کے لیے چھوڑ دیا اور کھانے کی میز پر اپنی میزبان کے سامنے حاضر ہو گیا۔ میری میزبان نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا تھا لیکن اس کے دماغ نے بتا دیا تھا۔ اس کا نام جیبیہ الخیری تھا۔ میں نے جب سوئیٹ ڈش کو ہاتھ لگایا تو جیبیہ نے مسکرا کر کہا۔ "اب میں کچھ کہہ سکتی ہوں؟"

میں نے جواباً مسکرا کر کہا۔ "ضرور۔"

"قتل! بیسب دلہن کی طرح سجا ہوا ہے کیا میرے ساتھ باہر چلو گے؟"

"ہاں ضرور۔ ویٹر کو بل ادا کر دو پھر چلتے ہیں۔"

وہ ویٹر کو بلانا چاہتی تھی وہ خود ہی آ گیا۔ اس نے کہا۔ "مس! آپ کا فون ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کاؤنٹر کے پاس گئی، اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے کسی کی آواز سنائی دی۔ "مس سارہ! میں بڑے افسوس کے ساتھ اطلاع دے رہا ہوں لیلیٰ ثانی نے آپ کے ڈیڈی کو قتل کر دیا ہے۔"

"اوہ نو... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ڈیڈی کہاں تھے؟"

"وہ اپنے کمرے میں تھے ان کی حفاظت کرنے والے پولیس کے سپاہی نے خبر دینے کی ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ وہ شراب پی کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ یقیناً شراب میں پہلے سے کچھ ملایا ہوا تھا یہاں آنے پر آپ کو تفصیل معلوم ہو جائے گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا پھر پلٹتی ہوئی میز کے پاس آئی۔ اس کے چہرے سے یوں ظاہر ہو رہا تھا جیسے بہت بڑا صدمہ گزر رہا ہو۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ میرے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔ "گھر سے اطلاع آئی ہے مجھے فوراً ہی جانا ہے۔ سوری میں آپ کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکی۔ یہ ڈنر میرے حساب میں تھا۔ ہوٹل والے آپ سے بل نہیں لیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ تیز تیز قدموں سے ہوٹل کے باہر چلی گئی۔ میں سمجھ رہا تھا، وہ کہاں جا رہی ہے۔ باہر پبلی ٹانی یا سارہ آئزک کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے مختلف راستوں سے گزرنے لگی۔ ہر طرف جشن کا سماں تھا۔ مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کی بھیڑ نظر آ رہی تھی سب ہنستے بولتے جشن مناتے نظر آ رہے تھے۔ اس کی کار ایسے راستوں سے بھی گزرنے لگی جہاں بھیڑ قدرے کم تھی۔ پھر وہ ایک گلی میں داخل ہوئی۔ ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے اس نے کار روکی کار سے اتر کر اس مکان کے دروازے پر پہنچی۔ اس نے پرس میں سے چابی نکالی لیکن پتا چلا دروازہ پہلے سے کھلا ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ لیلیٰ ثانی وہاں پہنچ گئی تھی جب وہ اندر داخل ہوئی تو لیلیٰ سے سامنا ہو گیا، اس نے پوچھا۔ "جیبیہ! تم وقت سے پہلے "ک" ہو؟"

"ہاں! مات آپ بھول گئی تھیں آئزک کے قتل ہونے کے بعد یقیناً فون کرنے کے ذریعے مجھے ہوٹل میں اطلاع دی جاتی۔ میں انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں..... بننے کے لیے وہاں موجود تھی۔"

"میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ بہرحال اچھا ہوا کہ تم آ گئیں۔ وہاں کے متعلق بتاؤ کیا ایزل ہارڈی کے ساتھ تھیں؟"

جیبیہ آئینے کے سامنے بیٹھ گئی پھر میک اپ اتارتے ہوئے بولی۔ "وہ ایک عجیب و غریب شخص ہے۔ غیر معمولی یادداشت کا مالک ہے۔ کہتا تھا فرحانہ کی ناک کے ایک طرف تل ہے اور وہ تل میرے چہرے پر نہیں ہے۔"

"وہ جھوٹ کہتا ہے دیکھو میرے چہرے پر کہیں تل نہیں ہے۔"

"اس نے مجھے بدحواس کر دیا تھا پھر اس نے کہا کہ میرا لب لہجہ فرحانہ سے ذرا مختلف ہے۔"

"کیا تمہارا لب لہجہ مجھ سے مختلف تھا؟"

"میں سمجھ نہیں سکی۔ اس کی اس قسم کی باتو [illegible] پریشان ہو گئی تھی۔"

"اس نے نفسیاتی چال چلی ہے یقیناً وہ تم پر شبہ کر رہا تھا۔"

"شبہ نہیں اسے پورا یقین ہے کہ میں سارہ آئزک نہیں ہوں۔"

"اوہ جیبیہ! اس طرح کام خراب ہو جائے گا۔ مجھے ہیں فرسٹ میں ایزل ہارڈی کو ٹھکانے لگانا چاہیے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے اس نے یقین دلایا ہے کہ وہ ہمارا دوست ہے۔ اگر وہ سچا ہوتا تو اب تک اطمینان سے بیٹھا نہ ہمارے خلاف رپورٹ درج کرا چکا ہوتا یا ہمیں کسی نہ کسی طرح بلیک میل کرتا۔"

لیلیٰ نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن اُس نے کیسے پہچان لیا؟ میرے چہرے پر تل نظر آنے والی بات جھوٹی تھی اور یہ بھی سراسر جھوٹ ہوگا کہ تمہارا لب و لہجہ بدل گیا تھا۔ یقیناً اسے تم پر شبہ ہو گیا تھا۔ کیسے شبہ ہوا تھا؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

"میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ کالا علم جانتا ہے۔"

"وہ کیا جانتا ہے یہ ہمارے لیے ضروری ہے۔ تم میک اَپ اُتارنے کے بعد فوراً ہوٹل جاؤ اور سہ پہر کو میری رہنمائی کے مطابق اس سے دوستی کر دینا۔ اس کے آس پاس رہو۔ دیکھو کہ وہ کیا کرتا ہے۔ تم کل صبح مجھے اس کے متعلق پوری رپورٹ دو گی۔"

"وہ کالا عمل جانتا ہو یا کسی طور ہمارے لیے خطرہ بن جائے تو میں کس طرح اطلاع دوں؟"

"تم ہر گھنٹے بعد فون پر رابطہ قائم کرنا۔ میں گھر پر ہی رہوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ مکان سے باہر آئی۔ باہر جیبہ الخیری نے جو کار چھوڑی تھی اس کار میں بیٹھ کر وہ اپنے مکان کی طرف روانہ ہو گئی۔ اب اسے سارہ آنرک کی حیثیت سے اپنے باپ کی موت پر ماتم کرنا تھا۔ ادھر میں کھانے کے بعد چائے کی چسکیاں لے رہا تھا، تاکہ وقت وہیں گزارتا رہوں۔ اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وین وائز اس سے کہہ رہا تھا۔ "مس سلطانہ! بہت وقت ہو چکا ہے اب آپ کھیلنے کے لیے جیبیں آخر وقت کیوں ضائع کر رہی ہیں؟"

وہ محض مجھ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے وقت ضائع کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں آ گیا ہوں تم اب کھیلنے کے لیے جا سکتی ہو۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر وین وائز کے ساتھ چلتے ہوئے کیسینو کے اُس حصے میں پہنچی جہاں تاش کا کھیل ہو رہا تھا۔ بڑے بڑے بوڑھے اور جوان دولت مند نظر آ رہے تھے۔ اُن میں عورتیں بھی تھیں۔ وین وائز پچیس ہزار ڈالر کے ٹوکن لے آیا۔ وہ ایک میز کے پاس کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ اس کے آنے پر ایک کھلاڑی نے کہا۔ "ہمیں کھیل شروع کرنا چاہیے۔"

سونیا نے کہا۔ "شروع کرنے سے پہلے ہم ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں تو بہتر ہوگا۔ اس طرح اجنبیت نہیں رہے گی۔ اپنوں کا سا ماحول پیدا ہو جائے گا۔"

ایک مالدار عورت نے منہ بنا کر کہا۔ "متعارف ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔"

"آپ نہ سہی، میرے اور دوست متعارف ہونا پسند کریں گے۔"

باقی سب لوگوں نے خوش دلی سے اپنا اپنا تعارف کرایا۔ مجھے اپنے دماغ میں جگہ دی۔ میں نے سونیا کو بتایا۔ سب کے لب و لہجے کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر چکا ہوں۔ رمز کھیلنا شروع کر سکتی ہو۔"

میرے سامنے رکھی ہوئی ایک پیالی چائے ختم ہو چکی تھی۔ میں نے دوسری پیالی بنائی، پھر اُسے پینے کے دوران سونیا کا کھیل دیکھتا رہا اور اُس کی رہنمائی کرتا رہا۔ میرے ذریعے اُسے معلوم ہوتا رہا کہ اس کے مقابل کھلاڑیوں کے پاس کون کون سے پتے ہیں۔ وہ بڑے اطمینان سے کھیل رہی تھی۔ اتنا ہی سے بازی جیتنے لگی تھی۔

میں پینتالیس منٹ تک اُس کے ساتھ رہا۔ پھر اچانک ہی میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں اتنی دیر میں بھول گیا تھا کہ ہوٹل کے ڈائننگ روم میں بیٹھا ہوا ہوں۔ کوئی ڈسٹرب آر مداخلت کر سکتا ہے لیکن جیبہ الخیری پہنچ گئی تھی اور مجھے خیالو کر کے پوچھ رہی تھی۔ "مسٹر! کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

میں نے اُسے حیرانی سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "تعجب ہے۔ آپ میرے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔"

وہ ایک دم سے بوکھلا گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی چوری پکڑی جائے گی۔ لیکن دوسرے لمحے اُس نے ڈھیٹ بن کر پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں تو ابھی ہوٹل میں داخل ہوئی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "جیبہ الخیری! کرسی پر بیٹھ جاؤ اور اطمینان سے باتیں کرو۔"

وہ دھپ سے بیٹھ گئی۔ اُس نے مجھے نام نہیں بتایا تھا۔ میں اس کا نام لے رہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر شدید حیرانی کے باعث کہہ نہیں پا رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ بڑے جادوگر سمجھ رہی ہے۔ اس نے سیدھی طرح کرسی پر بیٹھتے ہوئے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"ایزل ہارڈی۔"

"یہ تو میں جانتی ہوں۔ کیا تم کوئی غیر معمولی علم جانتے ہو؟"

"کالا عمل جانتا ہوں۔ میرے قبضے میں کچھ بدروحیں ہیں۔"

جب کوئی مجھ سے جھوٹ بولتا ہے یا فریب دیتا ہے یا مختلف روپ میں آ کر کوئی چال چلنا چاہتا ہے تو وہ بدروحیں مجھے اس کی اصلیت سے آگاہ کر دیتی ہیں۔ میں تمہیں بہت پہلے ہی بتا چکا تھا۔ تمہارا نام بھی بدروح نے مجھے بتایا ہے۔"

وہ حیرانی اور بے یقینی سے میری باتیں سن رہی تھی۔ پھر اس نے سوال کیا۔ "لیکن تم نے عمل کب کیا تھا؟ میرے آنے

مجھ سے باتیں کر رہے تھے۔ پھر تم نے کھانا شروع کر دیا تھا۔"

"تم بھول رہی ہو۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ کھانے کے دوران گفتگو نہیں کرتا ہوں۔ خاموش رہنا چاہتا ہوں۔ جتنی دیر میں خاموش رہا اتنی دیر میں بدروحوں سے ہمکلام رہا۔ وہ مجھے تمہارے ماضی کے متعلق بتاتی رہیں۔"

وہ کرسی پر بے چینی سے پہلو بدلنے لگی۔ "میں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ بدروحوں کے متعلق سنا ہے لیکن کبھی یقین نہیں کیا۔ کیا تمہاری بدروحیں ہو سکتی ہیں کہ میرے پرس میں کیا ہے؟"

میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ اُس نے فوراً نظریں جھکا لیں۔ ہپناٹزم کے عمل کے وقت اور آنکھوں کے ذریعے دماغ میں پہنچنے کے دوران عامل کی آنکھیں اچانک ہی بدل جاتی ہیں۔ اس کی نظریں تیز خنجر کی طرح دل میں اُتر جاتی ہیں معمول یا معمولہ، اُن کی آنکھیں بے اختیار جھک جاتی ہیں۔ میں نے سختی سے کہا۔ "بس اسی طرح نظریں جھکائے ذرا دیر خاموش رہو۔ تمہاری بدروح مجھ سے ہمکلام ہے۔"

وہ سر جھکائے خاموش بیٹھی رہی، تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔ "جیبہ! تمہارے پرس کے اندر کیا ہے، میں کیا بتاؤں جبکہ تمہارے پاس تمہارا پرس ہی نہیں ہے۔"

اس نے چونک کر پہلے تو مجھے دیکھا۔ پھر اپنے پرس کو دیکھا۔ پھر سمجھانے کہا۔ "تم نے اور لیلیٰ ثانی نے ایک جیسا لباس پہنا تھا۔ جیسا پرس رکھا تھا تاکہ انٹیلی جنس والے تمہیں جس لباس میں پرس کے ساتھ دیکھیں، لیلیٰ اسی پرس کے ساتھ اُسی کار میں اپنے مقتول باپ کا ماتم کرنے کوٹھی میں پہنچے۔ وہ ٹھیک لباس میں وہاں پہنچ چکی ہے، لیکن جس مکان میں تم لوگوں نے ایک اپ کیا، وہاں نادانستگی میں تمہارا پرس بھی تبدیل ہو گیا۔ تمہارا پرس وہ لے گئی ہے اور تم اس کا پرس لے آئی ہو۔"

میری باتوں کے دوران وہ اس پرس کو کھول کر دیکھ رہی تھی۔ اس کی چیزوں کو ٹٹول رہی تھی اور حیرانی سے مجھے دیکھتی بھی جا رہی تھی۔ اب وہ مجھ سے خوف زدہ بھی تھی۔ اُس نے پوچھا۔ "تم تو کالا علم جانتے ہو اور یہ علم المیسا ہے جو اکثر دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ تم نے ہمیں نقصان کیوں نہیں پہنچایا؟"

"تم دونوں نے میرا کیا بگاڑا ہے کہ تمہیں نقصان پہنچاتا۔"

"پھر بھی کالا علم جاننے والے کسی کی بھی کمزوری معلوم کرنے کے بعد اُسے ٹیک میل کرتے ہیں۔"

"میرے پاس دولت کی کمی نہیں ہے۔ میں اخلاقی ضابطوں کا پابند ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے فلسطینی مجاہدین سے بے پناہ ہمدردی ہے۔ تمہاری سوچ کے برعکس میں نے تم لوگوں کی مدد کی ہے۔ جب لیلیٰ، آنرک کو پھانسی کے پھندے سے لٹکنے کے لیے کہہ رہی تھی تو وہ اتنی جلدی کبھی تیار نہ ہو جاتا۔ وہ روحیں جو میری تابع فرمان ہیں، اُنھوں نے اُسے پھندے سے لٹکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر لیلیٰ اس کوٹھی سے باہر جانے لگی تو دو مسخ پرچھائیوں نے اس کا راستہ روکا۔ وہاں بھی میری تابع فرمان روحوں نے اُنھیں ہلاک کر دیا۔ لیلیٰ سے ملاقات ہو گی تو یقیناً وہ ایسے واقعات کا ذکر تم سے کرے گی جو ابھی تک اُس کی سمجھ میں بھی نہیں آئے۔"

"میں اس سے ضرور پوچھوں گی کہ آنرک اور دوپہر سے وار کن حالات میں ہلاک ہوئے تھے۔ میں اب جانا چاہتی ہوں۔"

"ہاں، میری روحیں مجھے بتا چکی ہیں کہ تم مجھ سے خوف زدہ ہو۔ تمہارا یہاں سے جانا بہتر ہے لیکن یاد رکھو لیلیٰ کے علاوہ کسی سے بھی تم نے میرا ذکر کیا تو میری روحیں تم سے انتقام لیں گی۔"

"میں کبھی کسی سے تمہارا ذکر نہیں کروں گی۔ خدا حافظ!"

وہ میرے پاس سے اُٹھ کر جانے لگی۔ میں نے اُسے نہیں روکا۔ وہ ایک مجاہدہ تھی۔ مسلسل جہاد میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مصروف تھی جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی میں اُسے دیکھتا رہا۔ جب وہ ڈائننگ ہال کے دروازے پر پہنچی تو مجھے احساس ہوا کہ اُس کی نگرانی ہو رہی ہے۔ دروازے کے پاس کھڑا ہوا ایک خوش پوش نوجوان اُسے تک رہا تھا۔ جیسے ہی وہ دروازے سے باہر گئی وہ بھی اس کے پیچھے جانے لگا۔ میں سونیا کی رہنمائی کے لیے کیسینو پہنچنا چاہتا تھا۔ پھر ارادہ ترک کر دیا۔

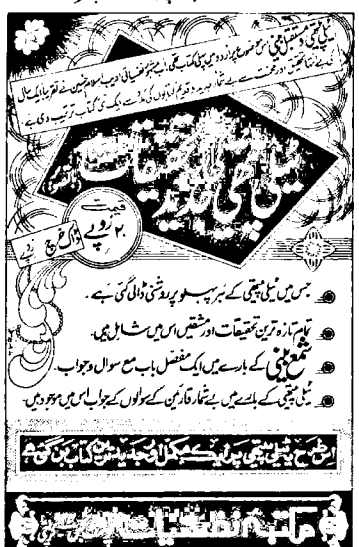

وہاں سے اُٹھ کر چلنے کے انداز میں بالکونی تک گیا۔ وہ دونوں نظر نہیں آ رہے تھے لیکن میں حبیبہ کے دماغ میں تھا۔ اس کا تعاقب کرنے والا جب بھی اُسے مخاطب کرتا تو میں اس کے دماغ میں پہنچ جاتا۔

حبیبہ نے جس مکان میں پہنچ کر لیلیٰ کا میک اپ اُتارا تھا، وہاں سے وہ دوبارہ ہوٹل میں ٹیکسی کے ذریعے آنا چاہتی تھی۔ اس کے پاس اپنی کار نہیں تھی، لیکن اُسے ایک کار والے نے یہاں تک لفٹ دی تھی۔ اس وقت بھی وہ ہوٹل سے باہر جا کر کسی ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اتنے میں تعاقب کرنے والا اس کے قریب پہنچ گیا۔ "کیا میں تمہیں لفٹ دے سکتا ہوں، میرے پاس کار ہے۔"

حبیبہ نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "بے چاری بوڑھی عورتیں ہاتھ اٹھا اٹھا کر ٹیکسی والوں کو آوازیں دیتی ہیں لیکن وہ نہیں سنتے۔ بڑی بڑی کاروں والے بھی قریب سے گزر جاتے ہیں۔ ہاں کوئی جوان لڑکی ہو تو لفٹ مانگے بغیر ہی مل جاتی ہے۔"

"حسن کی قدر کرنا کوئی بُرائی نہیں ہے۔ ہماری اور تمہاری عمر کا تقاضا ہے کہ ایک دوسرے کے ذریعے ایک دوسرے کو لفٹ ملتی ہے۔ کیا خیال ہے؟"

حبیبہ اُس کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئی۔ اُسے اپنے آپ پر اعتماد تھا۔ جب وہ کار میں اُس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی تو اس نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔ "کہاں جاؤ گی؟"

حبیبہ نے اپنی رہائش گاہ کا پتا بتایا۔ اس نے ہوٹل کے احاطے سے باہر نکلتے ہوئے پوچھا۔ "یہ جو تمہارا پرس ہے، یہ کہاں سے آیا ہے؟"

اس بات نے حبیبہ کو چونکا دیا۔ اس نے تیور بدل کر پوچھا۔ "تم میرے پرس کے متعلق کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"حبیبہ الخیری! میں تمہیں جانتا ہوں۔ تم چھاپا ماروں کی ٹولی میں ہو لیکن اب تک تمہارے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔ ایک بار ہم نے تمہارے اڈے پر چھاپا مارا تھا۔ تم وہاں سے فرار ہو گئی تھیں۔ ایک بار پھر تمہیں گرفتار کیا گیا۔ تم پر کسی طرح کا شبہ تھا لیکن پھر ثبوت نہ مل سکا۔ آج میرا خیال ہے تمہیں ثبوت کے ساتھ پولیس اسٹیشن پہنچا سکتا ہوں۔ کیا خیال ہے، پولیس اسٹیشن جانا پسند کرو گی یا میرے ساتھ جہاں میں کہوں وہاں چلو گی؟"

"میں کہیں بھی چل سکتی ہوں۔ یہ میری مرضی پر ہے، لیکن تم کون ہو؟"

"کیا اب بھی سمجھ میں نہیں آیا؟ اتنی نادان تو نہیں ہو۔ چلو بتا دیتا ہوں۔ میں خفیہ پولیس کا ایک افسر ہوں۔"

"میں افسر کا نام پوچھ سکتی ہوں؟"

"مجھے مارٹن کہتے ہیں۔"

"مسٹر مارٹن! آپ نے مجھ پر حبیبہ الخیری ہونے کا شبہ کیا ہے، کیا اس پرس کی وجہ سے؟"

"جو چاہو سمجھ لو۔"

"ایسے پرس تو بازار میں بہتیرے ملتے ہیں۔"

"ضرور ملتے ہیں لیکن سارہ آنزک کے پرس کے بٹن کے پاس ایس ڈبلیو کا مونوگرام لگا ہوا ہے۔ وہ مونوگرام اس پرس پر نظر آ رہا ہے۔ یہ یقیناً ہمارے شعبے سے تعلق رکھنے والی سارہ آنزک کا پرس ہو سکتا ہے۔"

وہ بُری پھنسی تھی لیکن بڑی حوصلہ مند تھی۔ چہرے سے پریشانی ظاہر نہیں کر رہی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ خود پر پورا اختیار رکھتی ہے اور بُرے سے بُرے حالات سے نمٹنا جانتی ہے تو میں نے اس وقت تک کے لیے اُسے چھوڑ دیا، جب تک وہ مارٹن کے فلیٹ میں نہ پہنچتی۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر اُس کے کھیل کا پانسہ پلٹ لیا۔ اس دوران اُس نے دو بازیاں جیت لی تھیں۔ تیسری بازی جان بوجھ کر ہار گئی تھی۔ میں نے چوتھی بازی میں کھیلے جانے والے پتوں کا جائزہ لیا۔ پھر سونیا کو ان کے متعلق بتا دیا۔ اس کے بعد دوبارہ حبیبہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ مارٹن کے فلیٹ میں پہنچ رہی تھی۔

مارٹن نے فلیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "اندر آ جاؤ۔"

وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے حبیبہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "اگر عقل سے کام لو گی تو زندہ بھی رہو گی اور خوش بھی رہو گی۔"

حبیبہ نے ایک ادائے ناز سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "بھلا مجھے کیوں اور کیسے رہوں گی؟"

"آج تم اس فلیٹ میں رہو گی۔ ہم جشنِ آزادی منائیں گے۔ ہم گہرے دوست بن جائیں گے۔ میں تمہیں قانون کے ہاتھوں سے بچاؤں گا۔ تم مجھے بتا دو گی کہ سارہ آنزک کا پرس تم نے کس طرح حاصل کیا ہے اور کیوں کیا ہے۔ جب ہمارے درمیان دوستی ہو جائے گی تو تم میرے لیے مخبری کرو گی۔ مسلمان چھاپا ماروں کے ایک ایک پروگرام سے مجھے آگاہ کرو گی۔ کیوں، ٹھیک ہے؟"

اس نے اپنے شانے سے مارٹن کا ہاتھ ہٹا کر ایک طرف جاتے ہوئے کہا۔ "میں کسی مسلمان چھاپا مار کو نہیں جانتی۔ اگرچہ تم نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا ہے مگر میں بے بس نہیں ہوں۔ تم میرے قریب آؤ گے۔ میری مرضی کے خلاف ہاتھ لگاؤ گے تو میں چیخنا شروع کر دوں گی۔ بیشک تم یہودی ہو، میں مسلمان ہوں۔ یہاں تمہاری نہیں سنی جائے گی۔ ہماری نہیں سنی جاتی پھر بھی مذہب کوئی سا ہو، حکومت کوئی سی ہو، کم از کم قانون کے نام پر، انسانیت کے نام پر فریاد کی آواز

سنی جاتی ہے۔ یہاں آس پاس کے فلیٹوں میں جو لوگ ہیں، وہ بنیادی طور پر انسان ہیں۔ ان میں عورتیں بھی ہیں اور وہ میری چیخ سن کر ضرور میری مدد کو پہنچیں گی۔"

وہ جو کچھ کہہ رہی تھی، اس کے برعکس سوچ رہی تھی۔ اس کی سوچ یہ تھی کہ جب بھی کوئی مجاہد یا مجاہدہ قانون کی گرفت میں آتے ہیں اُن کے آس پاس رہنے والے مجاہدین ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ حبیبہ کو پورا یقین تھا کہ اس افسر کے ساتھ یہاں آتے وقت چند مجاہدین نے ان کا تعاقب کیا ہو گا۔ جب وہ چیخے گی، چلائے گی تو سب اس کی مدد کو پہنچ جائیں گے۔

میں اس کے یقین کے مطابق مجاہدین کی آمد کا انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ وہ حبیبہ جیسی مجاہدہ کو اس کی مرضی کے خلاف ہاتھ بھی لگائے۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھا ویسے ہی ٹھٹک گیا۔ اس کا بڑھنے والا ایک ہاتھ جتنی دُور تک بڑھ چکا تھا، اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔ پھر اس کے حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلنے لگی۔ وہ آواز کہہ رہی تھی۔ "نہیں، ایزیل ہارڈی! میں بدرُوح ہوں۔ میں نیک کام نہیں کروں گی۔ میں کسی لڑکی کی عزت نہیں بچاؤں گی۔ میرا کام بدی کو فروغ دینا ہے اور تم مجھے نیک کاموں میں لگائے رکھتے ہو۔ میں آزاد ہونا چاہتی ہوں۔ میں تمہارے قبضے میں نہیں رہنا چاہتی۔"

حبیبہ جہاں تھی، وہیں کھڑی رہ گئی تھی۔ حیرانی سے آنکھیں پھاڑے مارٹن کو دیکھ رہی تھی جس کے حلق سے نسوانی آواز نکل رہی تھی۔ جیسے کوئی رُوح بول رہی ہو۔

دوسرے ہی لمحے مردانہ آواز نکلنے لگی۔ وہ آواز اور لب و لہجہ میرا تھا۔ میں اس کی زبان سے کہہ رہا تھا۔ "میں تمہارا عامل ہوں۔ میں جو حکم دوں گا، تم وہی کرو گی اور حبیبہ کو عزت آبرو کے ساتھ یہاں سے نکلنے کا موقع دو گی۔"

حبیبہ پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ گئی تھی۔ اگر وہ دیوار کا سہارا نہ لیتی تو شاید فرش پر گر پڑتی یا بیٹھ جاتی۔ اس کے گھٹنے کانپ رہے تھے۔ وہ حیرانی سے مارٹن کو دیکھے جا رہی تھی۔ ایسے کالے عمل کا تماشہ اُس نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا۔ پہلی بار عامل ایزیل ہارڈی اور مقولہ بدرُوح کے ڈائیلاگ سن رہی تھی۔

پھر مارٹن کی سانسیں رُکنے لگیں۔ وہ ٹک ٹک کر سانسیں لیتے ہوئے میرے لب و لہجہ میں بولا۔ "حبیبہ! فوراً یہاں سے چلی جاؤ۔ بدرُوح میرے حکم پر عمل کرنے والی ہے۔"

وہ دیوار سے لگی لگی باہر جانے لگی۔ دروازے کے قریب پہنچتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے اسے کھولا۔ ایک نظر مارٹن پر ڈال کر فوراً باہر نکل گئی۔ دروازے کو بند کر دیا۔

میں مارٹن کے دماغ میں تھا۔ حبیبہ کے متعلق نہیں جان سکتا تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ کیا سوچ رہی ہے۔ ویسے زندگی میں پہلی بار اسے کالے عمل پر یقین آ گیا تھا۔ یقیناً وہ مجھ سے دہشت زدہ رہے گی یا پھر میری دوستی اور تعاون کا یقین ہو گا۔ تب بھی وہ مجھ سے دور رہے گی۔ نیکی کر دریا میں ڈال۔ یعنی نیکی کرنے کے بعد بھول جانا چاہیے۔ میں نے جو نیکی حبیبہ اور لیلیٰ ثانی کے ساتھ کی تھی، اسے بھول جانے کا یہی طریقہ مناسب تھا کہ کام کے وقت ان کے کام آتا۔ اس کے بعد انھیں اپنے سے دور رہنے پر مجبور کر دیتا۔

مارٹن کی سانس رُک گئی تھی۔ دل کی دھڑکنیں ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی تھیں۔ میں اسے چھوڑ کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس بالکونی سے نکل کر ڈانگ ہال سے گزرتا ہوا زینے پر چڑھتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ تاش کی بازی پوری طرح جم گئی تھی۔ لوگ میز کے چاروں طرف کھڑے ہو کر سونیا کا کھیل دیکھ رہے تھے۔ یہ بات کیسینو میں پھیل گئی تھی کہ سلطانہ نامی ایک عورت بڑی ہوشیاری سے، بڑی مہارت سے کھیل رہی ہے اور بازی پہ بازی جیت رہی ہے۔

جب میں پہنچا تو سونیا کے مقابل کھیلنے والے دو بدل گئے تھے۔ پہلے دو کھلاڑیوں کی جگہ دوسرے دو کھلاڑی آ گئے تھے۔ اس وقت ایک نیا کھلاڑی بازی لے جا رہا تھا۔ سونیا ہار رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کتنی بازیاں تمہارے خلاف جا چکی ہیں؟"

"دو بازیاں جان بوجھ کر ہار چکی ہوں، یہ تیسری بازی میری مرضی کے خلاف ہے۔ میرے مقابل کھیلنے والا بڑی مہارت رکھتا ہے اور تاش کے پتوں کو اپنے ہاتھوں میں نچانا اور اپنی مرضی کے مطابق مقابل کھلاڑیوں میں تقسیم کرنا جانتا ہے۔"

"ٹھیک ہے، اسے مخاطب کرو۔"

سونیا نے تاش کے پتے اٹھا کر مسکراتے ہوئے اپنے مقابل کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "تم بہت اسمارٹ ہو۔ بہت اچھا کھیلتے ہو۔"

اس نے مسکرا کر کہا۔ "شکریہ۔"

اس کے شکریہ کہنے کے ساتھ ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے پتے دیکھے۔ پھر سونیا کو بتا دیا۔ سونیا نے کسی بہانے سے دوسرے نئے کھلاڑی کو بھی مخاطب کیا پھر میں نے اس کے بھی پتے دیکھ لیے۔ اس طرح اس کے مقابل نئے کھیلنے والوں کے پتوں کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا اور اسے بتاتا رہا۔ پتا چلا کہ چھ کھلاڑیوں میں سے چار کے پاس بڑے بڑے پتے ہیں لیکن ان سے بڑے پتے سونیا کے پاس تھے۔ یہ بازی وہ جیتنے والی تھی۔ تاش کی گڈی پھر اس کے ہاتھوں میں آنے والی تھی۔ اس کے ہاتھ میں گڈی آنے کا فائدہ یہ ہوتا کہ اسے شارپنگ کا موقع ملتا اور وہ اپنے مطلب

کے پتے کھلاڑیوں میں تقسیم کرتی۔ ابھی بڑی دیر تک اس کے جیتنے کے امکانات تھے۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے رسوئی کے دماغ میں چپکے سے جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا: "کیا ربی اسفندیار سونے سے پہلے آیا تھا؟"

"ہاں، آیا تھا۔"

"کیا اس نے تنویمی عمل کیا تھا؟"

"ہاں، کیا تھا۔"

"اس نے تم سے کیا سوالات کیے؟"

وہ مجھے بتانے لگی۔ میرے اندیشے کے مطابق ربی اسفندیار نے وہی سوالات کیے تھے کہ وہ صحیح معنوں میں خیال خوانی کے قابل ہو گئی ہے اور اپنی اس صلاحیت کو چھپا رہی ہے یا واقعی اس سلسلے میں دشواری محسوس کر رہی ہے۔

اس نے جواب دیا تھا کہ ممتا کے شدید جذبے سے خیال خوانی کی صلاحیت واپس آئی تھی۔ اس کے بعد ڈاکٹر سوم کے تعاون سے اس نے تھوڑی سی خیال خوانی کی تھی۔ اب پھر وہی گرہ پڑ گئی ہے۔ وہ فی الحال خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔

وہ مجھے تنویمی عمل کے متعلق رپورٹ سنا رہی تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا تم نے ربی اسفندیار کو یہ بتا دیا ہے کہ تم یہودیوں سے نفرت کرنے لگی ہو اور ہماری طرف مائل ہونے لگی ہو؟"

اس کے خوابیدہ دماغ نے جواب دیا: "میں نے ایسی کوئی بات ربی اسفندیار کو نہیں بتائی ہے۔ مجھے یہ باتیں یاد نہیں رہی تھیں۔"

"تم ان باتوں کو یاد نہیں رکھو گی۔ تنویمی عمل کے دوران بھول جایا کرو گی اور جب نیند سے بیدار ہو گی تو پھر ہماری وفاداریوں کو اور یہودیوں کی چالبازیوں کو یاد رکھو گی۔"

میں اسے ہدایت دینے کے بعد اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی سامنے دیوار گھڑی کو دیکھا۔ ہاں رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ اس نے اپنے کمرے میں ایک کیروسین لیمپ جلایا ہوا تھا۔ سجاد اس کی روشنی میں ایک نقشے کو دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا: "یہ کسی جزیرے کا نقشہ معلوم ہوتا ہے۔ شاید ہمیں اسی جزیرے میں قید کیا گیا ہے۔"

اعلیٰ بی بی جھک کر اس نقشے کو دیکھ رہی تھی تاکہ میں اس کے ذریعے اس نقشے کو سمجھ سکوں۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا: "نقشہ تو ہے لیکن اس میں کچھ لکھا ہوا نہیں ہے۔ نہ تو جزیرے کا نام ہے اور نہ ہی جزیرے کے مختلف علاقوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ نقشہ بنایا جا رہا تھا مگر ادھورا چھوڑ دیا گیا۔"

"وہاں دفتری کمرے میں تم فائلوں کو پڑھ رہی تھیں..... کچھ معلومات حاصل ہوئیں؟"

"ہاں، ان سے پتا چلتا ہے کہ یہاں جنگلی جانوروں کی پرورش کی جاتی ہے پھر انھیں دوسرے ممالک کے چڑیا گھروں میں فروخت کیا جاتا ہے۔"

میں اس کے ذریعے دو شیروں کے دہاڑنے کی آوازیں سن رہا تھا۔ وہ دونوں رات کا کھانا کھا چکے تھے۔ اعلیٰ بی بی نے بتایا کہ کچن میں کھانے کا بہت سا سامان ہے۔ میں نے اسے خوشخبری سنائی: "رسوئی ہماری طرف مائل ہو گئی ہے اور اب دشمنوں کی چالبازیوں کو اچھی طرح سمجھ رہی ہے۔ سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھی واپس آ گئی ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے خوش ہو کر کہا: "یہ تو کمال ہو گیا۔ فرہاد کیا ہم کبھی سوچ بھی سکتے تھے کہ وہ عورت جو صرف اپنے دھرم کو اہمیت دیتی رہی۔ تمھاری شریکِ حیات بننے کے باوجود دل سے مسلمان نہ ہو سکی ہمیشہ یہودیوں کو دوست سمجھتی رہی۔ وہ اچانک یوں بدل جائے گی۔ کیا کبھی ہم سوچ سکتے تھے؟"

"یہ ہماری توقع کے بالکل خلاف ہے۔"

"ہم نہیں جانتے کہ تقدیر کیا گل کھلانے والی ہے؟ قدرت کو کیا منظور ہوتا ہے؟ اس خالقِ کائنات کو منظور ہو تو بنجر زمین سے بھی فصل اُگنے لگتی ہے اور سدا گمراہی کا راستہ اختیار کرنے والے اچانک راہِ راست پر آ جاتے ہیں۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ تم نے اسے طلاق دینے میں بڑی جلدی کی۔"

"تم مجھے نصیحت نہ کرنا۔ میں نے جو کیا اس پر پچھتانے کی مجھے فرصت نہیں ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی سجاد نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا: "تم یک بیک خاموش کیوں ہو گئی ہو؟"

وہ چونک کر بولی: "کچھ نہیں۔ میں موجودہ ماحول کے متعلق سوچ رہی ہوں۔ ہم آہنی پنجرے کے بیچ ایک مکان کے اندر کب تک رہ سکتے ہیں۔ ہمیں یہاں چھوڑنے والوں نے واپس آ کر ہماری خیریت بھی نہیں پوچھی۔ پتا نہیں پھر وہ دوبارہ کب آئیں گے۔"

سجاد نے کہا: "وہ جب بھی آئیں بہت رات ہو گئی ہے۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ سونا چاہتا ہوں۔"

"تم رات دس بجے سے سونے کے لیے کہہ رہے ہو اور میں تمھیں جاگنے پر مجبور کر رہی ہوں۔"

"یہی تو بار بار پوچھ رہا ہوں، کیوں جاگنے پر مجبور کر رہی ہو؟ میں تمھارے پاس آنا چاہتا ہوں۔ تم دور ہو جاتی ہو۔ کہتی ہو: ہمارے درمیان فاصلہ رہنا چاہیے۔ پھر جاگنے کا فائدہ؟"

اس نے سجاد کو فرہاد کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے کہا: "دیکھو فرہاد، تمھیں رات کے دس بجے کبھی نہیں سونا چاہیے۔ ربی اسفندیار نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے۔ اس کے مطابق تم صحیح وقت پر سونے کے بعد یہودیوں کی دوستی کا سبق یاد کرتے رہو گے۔"

"میں یاد نہیں کرتا ہوں۔ بھلا یاد کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ وہ ہمارے دوست ہیں۔ اگر ہم دشمنی بھول جائیں تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں۔"

"یہی تو ان سے دوستی کا سبق دُہراتا ہوا۔ میں تمھیں کبھی سونے نہیں دوں گی۔"

"یہ کوئی زبردستی ہے؟ تم چاہتی ہو، میں تمام رات جاگتا رہوں۔"

"نہیں۔ بارہ بجے کے بعد سو جانا۔"

"اچھی بات ہے۔ تو پھر آدھے گھنٹے تک ہم باتیں کریں گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اس نے پیچھے ہٹ کر کہا: "بہتر ہے تم سو ہی جاؤ۔"

میں نے کہا: "اسے سونے دو۔ میں تنویمی عمل کروں گا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ میں آہستہ آہستہ سے ٹیلی پیتھی کی لوریاں سنانے لگا۔ جب وہ سو گیا تو میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو اپنے قابو میں کرتے ہوئے تنویمی عمل کا آغاز کیا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد ہی وہ بالکل ٹرانس میں آ گیا۔ میرا معمول بننے کے بعد پہلے تو میں نے اس سے یہ معلومات حاصل کیں کہ ربی اسفندیار نے تنویمی عمل کے دوران اسے دوستی کا کون سا سبق پڑھایا ہے اور اسے کس طرح یاد کرنا چاہیے۔

جواباً وہ سبق یاد کرنے لگا تو میں نے اسے ٹوک دیا پھر کہا: "اب میں تمھیں جو سبق سکھاؤں، تم اسے یاد رکھو گے اور پہلا تنویمی عمل والا سبق بھول جاؤ گے۔"

اس نے ایک معمول کی حیثیت سے کہا: "میں وہی سبق یاد رکھوں گا جو تم سکھاؤ گے اور پہلا تنویمی عمل والا سبق بھول جاؤں گا۔"

میں اس کے دماغ کو ہدایات دینے لگا۔ اسے سمجھایا کہ یہودیوں کی دوستی پر کبھی اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ ان کی سازشوں کو سمجھنا چاہیے۔ وہ جو بھی مشورہ دیں، اس کے برعکس عمل کرنا چاہیے۔

بہرحال اب ہم سجاد کو یہودیوں کے چنگل میں جانے کا موقع دیتے اور نہ ہی یہودیوں کو کبھی اتنا موقع ملتا کہ وہ سجاد کو آئندہ تلقین کر سکیں یا تنویمی عمل کے ذریعے اسے دوستی کا سبق یاد کرا سکیں۔ میں نے سجاد کو اچھی طرح سمجھانے کے بعد..... صبح تک سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر اعلیٰ بی بی کے پاس آ کر اسے سجاد پر کیے جانے والے تنویمی عمل اور تنویمی عمل کے متعلق تفصیل سے بتایا پھر کہا: "اب وہ بھی آرام سے سو جائے۔ جو لوگ انھیں چھوڑ کر گئے تھے، وہ دوسرے دن آ سکتے تھے۔ وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ لہٰذا آرام سے سو جانا ہی بہتر تھا۔"

اسے مشورہ دینے کے بعد میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے مقابل کھیلنے والوں کے چھکے چھڑا رہی تھی۔ وین وائز خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ اس نے صبح تک جتنی دولت سمیٹنے کی توقع کی تھی، اتنی دولت وہ رات کے دو بجے تک حاصل کر چکا تھا ——

اس میز پر سونیا کے مقابل آنے والا نیا کھلاڑی بھی زبردست شارپر تھا۔ جنوبی امریکہ میں فلیش کا بادشاہ کہلاتا تھا۔ اس نے کھیل کے دوران سونیا سے کہا: "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ تم ہمارے ہاتھ کے پتوں کو کس طرح پہچان لیتی ہو؟"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا: "میں تمھارا مطلب نہیں سمجھی؟"

"میں کیا سمجھاؤں۔ جب تم پتے شفل کرتی ہو۔ اس کے بعد تقسیم کرتی ہو تو تمھاری مرضی کے مطابق تمھارے پاس بڑے پتے آتے ہیں لیکن جب تم شفل نہیں کرتی ہو۔ کوئی دوسرا پتے بانٹنے لگتا ہے، تب بھی تم سمجھ لیتی ہو کہ کس کے پاس کون سا پتہ آیا ہے۔ آخر تم کس طرح سمجھ لیتی ہو؟"

"میں تمھاری بے تکی باتوں کا کیا جواب دوں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ میں یہاں بیٹھی رہوں اور اُدھر اتنی دور بیٹھے ہوئے مقابل کھلاڑیوں کے ایک ایک پتے کو یہاں سے پہچان لوں۔ کیا عقل اسے تسلیم کرتی ہے؟"

"عقل تسلیم نہیں کرتی لیکن مجھے ایسا لگتا ہے جیسے تم ہمارے پتوں کو پڑھ رہی ہو۔"

"پھر تو میں کالا جادو جانتی ہوں گی۔"

آس پاس کے لوگ قہقہے لگانے لگے۔ اس دوران میں نے بتایا کہ اس کے مقابل کھلاڑیوں کے ہاتھوں میں کون کون سے پتے ہیں۔ میری طرف سے معلومات حاصل ہوتے ہی اس نے ایک ہزار ڈالر کی چال چل دی۔ سب نے اسے چونک کر دیکھا پھر اپنے اپنے ہاتھوں کے پتے دیکھنے لگے۔ ان میں سے تین کھلاڑیوں کے پتے اچھے خاصے تھے۔ وہ جیت سکتے تھے لیکن سونیا کے سامنے احساسِ کمتری میں مبتلا ہو گئے تھے۔ پہلی ہی چال ایک ہزار ڈالر کی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سونیا کے ہاتھ میں بہت بڑے پتے آئے ہیں۔ دو کھلاڑیوں نے فوراً ہی کھیل سے ہاتھ کھینچ لیا۔ باقی تین کھلاڑی میدان سے ہٹنا نہیں چاہتے تھے۔ انھیں اپنے پتوں پر بھروسہ تھا۔ وہ سونیا کو دیکھتے جاتے تھے اور چالیں چلتے جاتے تھے۔ جب سونیا نے پانچ ہزار ڈالر کی چال چلی تو باقی دو نے بھی پتے رکھ دیے۔ اب وہی ایک شارپر اس کے مقابلے پر رہ گیا تھا۔ اس نے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا: "یقیناً تمھارے پاس بڑے پتے آئے ہیں یا تم اپنے مقابل کے پتوں کو پڑھ لیتی ہو۔ تم

نے معلوم کر لیا ہے کہ میرے پاس تمہارے مقابلے میں چھوٹے پتے ہیں۔"

"میں ثابت کر دوں گی کہ مجھے کوئی جادو نہیں آتا۔ آپ اپنی چال چلیں۔"

اس نے بھی جواباً پانچ ہزار ڈالر کی چال چلی۔ سونیا نے یکلخت پچیس ہزار ڈالر کے ٹوکن آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میری چال پچیس ہزار کی ہے۔"

مقابل کھلاڑی نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "یہ کیا تک ہے، آہستہ آہستہ چال چلو۔ یکلخت پچیس ہزار کیوں؟"

"میں اسی طرح کھیلتی ہوں۔ دولت کو ہاتھ کا میل سمجھتی ہوں۔ میں پچیس ہزار کے علاوہ وہ رقم بھی ہار جاؤں گی جو اس سے پہلے کی چالوں میں جیت چکی ہوں۔ مگر مجھے ہونی چاہیے۔ تم کیوں پریشان ہو رہے ہو۔ چال چلو۔"

"میں شو کرانا چاہتا ہوں مگر مجھے پچیس کے ڈبل پچاس ہزار دینے ہوں گے۔"

"یہ تو کھیل کا دستور ہے۔ شو کراؤ گے تو ڈبل رقم دینا ہوگی۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کبھی میز پر رکھے ہوئے ٹوکنوں کو دیکھنے لگتا۔ وہاں تقریباً پچپن ہزار ڈالر کے ٹوکن رکھے ہوئے تھے۔ اگر وہ شو کراتا تو اسے مزید پچاس ہزار ڈالر کے ٹوکن سامنے رکھنے ہوتے اور اگر سونیا کے پتے بڑے ہوتے تو وہ ایک ہی بازی میں ایک لاکھ پانچ ہزار ڈالر جیت کر لے جاتی۔ اس کے مقابل کھلاڑی نے کہا۔ "میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ پچاس ہزار ڈالر دے کر شو کراؤں۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ تم ہمارے پتے بڑھ لیتی ہو۔"

"تم اگر شو نہیں کرانا چاہتے تو اپنے پتے گڈی میں رکھ دو۔ میں اپنے پتے دکھا کر یہ رقم لے جاؤں گی۔"

اس نے اپنے پتے گڈی میں رکھ دیے۔ سونیا نے قہقہہ لگا کر پچپن ہزار ڈالر کے ٹوکنوں کو اپنی طرف سمیٹتے ہوئے کہا۔ "اب میں ثابت کرتی ہوں کہ میں پتے نہیں پڑھتی۔ صرف اپنی ذہانت سے کھیلتی ہوں۔"

اس نے اپنے تینوں پتے دکھائے۔ وہ نہایت ہی چھوٹے پتے تھے۔ اس کے مقابل کھیلنے والے پانچوں کھلاڑیوں میں سے کوئی بھی اس سے جیت سکتا تھا لیکن اس نے نفسیاتی چال چلی تھی۔ ایک ہزار ڈالر سے چال شروع کر کے پانچ ہزار اور پھر پچیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس چال نے یہ تاثر پیدا کیا تھا کہ اس کے پاس سب سے بڑے پتے ہیں اور چونکہ یہ رائے پہلے سے قائم کی گئی تھی کہ وہ کسی طرح پتے پڑھ لیتی ہے تو وہ سبھی اندیشوں میں گھر گئے تھے۔ اب اس کے ہاتھ میں نہایت ہی کمتر پتے دیکھ کر سب کو اپنی غلطی... اور حماقت کا احساس ہونے لگا۔

وین وائزر کا بڑا سا تھیلا ٹوکنوں سے بھر گیا تھا۔ اس کے علاوہ سونیا کے سامنے میز پر پچپن ہزار ڈالر کے ٹوکن اور رکھے ہوئے تھے۔ وائزر نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "میں ان ٹوکنوں کو کاؤنٹر پر لے جا کر رسید دے آتا ہوں۔ تم اس وقت تک اپنے سامنے رکھے ہوئے ٹوکنوں سے کھیلتی رہو۔"

وہ چلا گیا۔ کھیل پھر شروع ہوا۔ سبھی جوش اور جذبے میں بھر گئے تھے۔ سونیا سے اپنی ہار کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ اس نے جب پتوں کو پھینٹنا شروع کیا تو ہر کھلاڑی اس کے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا مگر اس میں بلا کی پھرتی تھی۔ آنکھیں ٹھہرتی نہیں تھیں۔ پتا نہیں چلتا تھا کہ کون سا پتہ کدھر گیا ہے۔ اس کے مقابل بیٹھا ہوا شارپ سمجھ رہا تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ شغل کرنے سے پہلے سونیا نے کون سے پتے کہاں رکھے ہیں۔ جب اس نے اپنے سامنے کے پانچوں کھلاڑیوں میں پتے تقسیم کر دیے، اپنے حصے کے بھی پتے رکھ لیے تو ایک نے کہا۔ "مادام سلطانہ! چونکہ تم نے پتے پھینٹے اور بانٹے ہیں، لہٰذا تمہارے ہی پاس بڑے پتے آئے ہوں گے۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے والی بازی کی طرح میرے پاس نہایت ہی کمتر پتے آئے ہوں۔"

اس کے مقابل کھلاڑیوں نے کہا۔ "ہم مان نہیں سکتے۔"

سونیا نے کہا۔ "چلو ایسا کرتے ہیں کہ اس بار ہم اپنے پتوں کے مطابق چال نہیں چلیں گے۔ میں پچپن ہزار ڈالر تم لوگوں کے سامنے رکھتی ہوں۔ اگر تم سب کے کہنے کے مطابق میرے پاس بڑے پتے آئے ہوں گے تو یہ تمام رقم تم لوگوں کی۔ اور اگر چھوٹے پتے آئے ہوں گے تو تم سب کو پچپن ہزار ڈالر ادا کرنے ہوں گے۔ بولو منظور ہے؟"

سارے جواری ذہنی طور پر اُلجھ گئے۔ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "تم علم نفسیات کو خوب سمجھتی ہو اور انسانی نفسیات سے کھیلنا بھی جانتی ہو۔ ہم فیصلہ ہی نہیں کر سکتے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

دوسرے نے کہا۔ "بھئی ہم اپنے پتوں کے مطابق کھیلنے بیٹھے ہیں۔ لہٰذا کھیل کے دستور کے مطابق کھیلنا چاہیے۔"

وہ سب اپنے اپنے پتے اُٹھا کر دیکھنے لگے۔ اس بار سب چونک رہے تھے کیوں کہ سبھی کے پاس بڑے بڑے پتے تھے۔ ایسے پتے جو اس جیتنے والی کو مات دے سکتے تھے۔ سونیا نے ایک بار پھر ایک ہزار ڈالر سے چال شروع کی۔ اس کے مطابق دوسروں نے بھی ہزار ہزار ڈالر کے ٹوکن دینے شروع کیے۔ مگر وہ احتیاطاً اپنے

مطالعہ کرنے، امتحان دینے اور یادداشت بڑھانے کے لیے ایک
بے حد کارآمد نفسیاتی کتاب
امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے

پتے دیکھتے جا رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "تم نے ہمیں اُلجھا دیا ہے۔ ہم سب جواری ہیں۔ میں اپنے متعلق کہتا ہوں کہ زندگی میں پہلی بار تمہارے سامنے اندیشوں میں گھر کر کھیلنے میں مزہ آ رہا ہے۔ بُرا ہو تو ایسا کہ جہاں دماغ لڑانا پڑے سمجھنا پڑے کہ مقابل کیسی چالیں چل رہا ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں، تمہاری چالوں کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں تم لوگوں کو اُلجھانا نہیں چاہتی۔ آرام سے کھیلو۔ ابھی میں دس پندرہ منٹ آرام کرنا چاہتی ہوں۔ خاموشی سے کھیل دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس لیے اپنے پتے گڈی میں واپس رکھ رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے گڈی کے درمیان اپنے تینوں پتے رکھ دیے۔ کوئی نہ دیکھ سکا کہ اس کے پاس کون سے پتے آئے تھے۔ لیکن مقابل کھلاڑیوں میں اطمینان پیدا ہوا کہ جس سے سخت مقابلہ ہوتا آ رہا تھا، وہ دس پندرہ منٹ کے لیے تماشائی بن گئی ہے۔ وہ آرام سے کھیلنے لگے۔ میں نے کہا۔ "سونیا تم نے جان بوجھ کر اپنے پاس کمتر پتے رکھے تھے۔ اب آئندہ بازی تک مجھے تمہارے پاس بنا ہوگا تاکہ کوئی دوسرا شغل کرے اور پتے تقسیم کرے تو مجھے پھر نہیں بنانا پڑے۔"

"کیا حرج ہے۔ دس منٹ آرام کرو۔ میرے پاس دوبارہ آ کر بنا دینا۔ اس کے بعد چلے جانا۔"

میں نے یہی کیا۔ جب دوسری بار اس کے پاس پہنچا تو دوسری بازی شروع ہو چکی تھی۔ پتے بھی تقسیم ہو گئے تھے۔ میں نے سونیا کو تمام پتوں کے متعلق بتایا پھر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ اس کے بعد کاہال تنظیم کے سربراہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تجاد اور اعلیٰ بی بی کے متعلق ہیڈ کوارٹر کو کوئی اطلاع دی گئی ہے یا نہیں؟

اطلاع مل گئی تھی۔ بردہ فروشوں کے سرغنہ نے رابطہ قائم کر کے یہ سودے بازی شروع کر دی تھی کہ فرہاد اور اعلیٰ بی بی اس کے قبضے میں ہیں اور ایسی جگہ چھپائے گئے ہیں جہاں کوئی ان کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا وہ فرہاد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے بڑی سے بڑی بولی لگائیں۔

کاہال تنظیم کے سربراہ کے دماغ نے جب مجھے یہ بتایا میں نئے سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ نیا سپر ماسٹر یہودی تھا۔ اس کے دماغ نے بھی بتایا کہ ایسی ہی اطلاع اس کے پاس بھی پہنچی ہے۔ اسے بھی فرہاد کو حاصل کرنے کے لیے بڑی سے بڑی بولی لگانے کا موقع دیا گیا ہے۔

یقیناً یہ موقع نئے ماسک مین کو بھی دیا گیا ہوگا۔ میں اس ماسک مین کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا تھا لیکن اندازہ کر سکتا تھا۔

دوسری صبح ہونے تک بڑی بڑی خطرناک تنظیموں اور بڑے بڑے ممالک کے درمیان فرہاد کو حاصل کرنے کے سلسلے میں رسہ کشی شروع ہونے والی تھی۔

صبح چار بجے میں نے سونیا سے کہا۔ "اب تمہارا کھیل ختم ہونے والا ہے۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

"میرا انتظار کرو۔ میں ابھی آ رہی ہوں۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے سُلا دُ گے۔ میں نے کھیلنے کے دوران اتنی زیادہ کافی پی لی ہے کہ ٹیلی پیتھی کی لوری کے بغیر نیند نہیں آئے گی۔ میں آ رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وین وائزر سے بولی۔ "میں تھک گئی ہوں اور نہیں کھیلوں گی۔"

وین وائزر نے خوشامدانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔... "بیشک بیشک اب تمہیں آرام کرنا چاہیے۔ چلو میں ان ٹوکنوں کی رسید لیتا ہوں۔ اس کے بعد ہم ہوٹل چلیں گے۔"

وہ رسید لینے کے لیے کاؤنٹر کی طرف گیا۔ میں اپنی جگہ دماغی طور پر واپس آ گیا۔ سونیا نے رات بھر کیسے کھیلا، کتنی رقم جیتی، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ وین وائزر نے اپنی اور اپنے باس جے پارکر کی توقع سے بہت زیادہ دولت حاصل کی تھی۔

تقریباً پینتالیس منٹ کے بعد سونیا میرے پاس آ گئی.... دروازے کو بند کرنے کے بعد تھکے ہوئے انداز میں بستر پر گرتے ہوئے بولی۔ "اب تو لباس تبدیل کرنے کی بھی سکت نہ رہی۔"

میں نے اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سُنائی۔ اسے سلانے کے بعد میں اپنے دماغ کو ہدایات دے کر خود بھی سو گیا۔

ہم دوسرے دن صبح دس بجے تک سوتے رہے۔ بیدار ہونے کے بعد سب سے پہلے میں نے اعلیٰ بی بی اور سجاد کی خبر لی۔ انھیں وہاں لا کر چھوڑنے والا اپالو ابھی تک نہیں آیا تھا۔ وہ مکان کے باہر ٹہل رہی تھی۔ چاروں طرف آہنی سلاخوں کو دیکھ رہی تھی، جن کے پیچھے خونخوار شیر ٹہل رہے تھے۔ اس نے پوچھا۔ "فرہاد! کیا ہمارے سلسلے میں سودے بازی کی ابتدا ہو چکی ہے؟"

"سپر ماسٹر ماسک مین اور یہودی اکابرین کو آفر دی گئی ہے۔ جو سب سے بڑی بولی دے گا، سجاد کو اس کے حوالے کر دیا جائے گا اور سجاد کے ساتھ تمہیں بھی۔"

"تم میری فکر نہ کرو بلکہ ہمیں سب سے پہلے رسونتی کی فکر کرنا چاہیے۔ اسے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس مل گئی ہیں۔ لہٰذا جلد سے جلد اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانا چاہیے تاکہ یہودی اس کے سائے تک بھی نہ پہنچ سکیں۔"

"تم درست کہتی ہو۔ ہماری ٹیم میں اب رسونتی بہت اہم

ہے۔ اس کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ سونیا بھی یہی ضد کرے گی کہ رسونتی کو کسی طرح اسرائیلی حدود سے باہر لے جا کر اس کی حفاظت کی جائے اور اسے اپنی پناہ میں رکھا جائے۔"

"میرا مشورہ ہے کہ تم اور سونیا نائل ایبب چھوڑنے سے پہلے رسونتی کو وہاں سے نکالو۔ کوئی مناسب تدبیر سوچو۔"

ہماری گفتگو کے دوران سونیا نیند سے بیدار ہو گئی تھی۔ بستر سے اُٹھ کر باتھ روم کی طرف جا رہی تھی۔ وہ میرے انداز سے سمجھ لیتی تھی کہ خیال خوانی میں مصروف ہوں اس لیے مداخلت نہیں کرتی تھی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "سونیا ابھی بیدار ہوئی ہے۔ میں اس سلسلے میں بات کروں گا۔"

اسی وقت مجھے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں رسونتی کی آواز سُنائی دی۔ وہ پوچھ رہی تھی: "اعلیٰ بی بی! کیا تم مجھے میرے لب و لہجے سے پہچان سکتی ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی: "آہا، رسونتی! تم میرے دماغ میں آئی ہو۔ میں تمھیں لاکھوں میں پہچان سکتی ہوں۔ کیا ہوا کہ فرہاد سے رشتہ نہیں رہا لیکن تم پارس کی ماں ہو۔ ہمارے لیے معزز ہو۔ تم ہمارے دماغ اور ہمارے دل میں جھانک کر معلوم کر سکتی ہو کہ ہم تمھیں کتنا چاہتے ہیں۔ اب جب کہ تم ہماری طرف واپس آ چکی ہو تو ہماری چاہت میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔ تم خود ہی ہمارے خیالات پڑھ کر معلوم کر لو گی۔"

"میں جانتی ہوں اور تم سب کی محبتوں کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتی۔ واقعی میں خوش نصیب ہوں کہ تم جیسی چاہنے والیاں اور چاہنے والا . . . ."

وہ کہتے کہتے رک گئی پھر سنبھل کر بولی: "ہم . . میرا مطلب ہے کہ تم سب مجھ سے بے لوث محبت کرتے ہو۔ ابھی میرے متعلق مشورے کر رہے ہو۔ مجھے یہودیوں کے سائے سے نکال کر لے جانا چاہتے ہو۔ پلیز، میرے لیے جلد سے جلد کوشش کرو۔ میں یہاں گھٹن محسوس کر رہی ہوں۔ میں اپنے بیٹے کو اس ماحول میں نہیں رکھوں گی۔"

"تم اطمینان رکھو۔ ہم آج ہی کوئی تدبیر سوچتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔" پھر اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "فرہاد! تم خاموش کیوں ہو؟"

میں نے کہا: "شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی نہیں پیتے، اس لیے میں جا رہا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے فوراً ہی کہا: "ٹھہر جاؤ، ابھی نہ جانا۔ میرا دماغ کوئی گھاٹ نہیں ہے۔ ویسے تم شیر ہو تو رسونتی ٹیلی پیتھی کی شیرنی ہے۔ جب دشمنوں کو اس کی خیال خوانی کا علم ہو گا تو ان کے ہوش اُڑ جائیں گے۔"

ہماری باتوں کے دوران سونیا باتھ روم سے آ گئی۔ میں نے کہا: "میں ذرا سونیا سے گفتگو کر رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہاں بھی رسونتی کی آواز سُنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی: "سونیا! میں تمھارے پاس آ گئی ہوں۔"

میں سمجھ رہا تھا، وہ سونیا کے بہانے مجھے سمجھا رہی تھی کہ میں جہاں جاؤں گا، وہ سایہ بن کر آتی رہے گی۔ یہ اس کے لیے بہت بڑا المیہ تھا، پہلے وہ میرے آگے ایک مکمل وجود تھی، اب محض سایہ بن کر رہ گئی تھی۔ سونیا نے کہا: "رسونتی! اب سے مجھے تمھاری خیال خوانی کا علم ہوا ہے، میں تمھارے لیے کوئی تدبیر سوچ رہی ہوں۔ تمھیں کسی دوسرے ملک میں پہنچا کر وہاں آزادانہ تمھیں اپنی پناہ میں لے کر تمھاری حفاظت کر سکتی ہوں۔"

"میں جانتی ہوں، سب سے زیادہ تمھیں میری فکر ہے۔ پلیز، کوئی تدبیر سوچو۔"

"میرے دماغ میں ایک آئیڈیا ہے۔ میں فرہاد سے گفتگو کر رہی ہوں۔ تم سنتی رہو۔"

اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ تاکہ میں خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کروں۔ ہوٹل میں خفیہ مائک لگا ہوا تھا۔ وہ بلند آواز سے بول نہیں سکتی تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

"کیا رسونتی اِن یہودیوں میں رہے گی؟"

میں نے جواباً پوچھا: "کیا تم اس سلسلے میں کوئی نیا مشورہ دینے والی ہو؟"

"ہاں، ہم رسونتی کو یہاں سے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

"تمھارا دماغ تو درست ہے؟ ہم وین وائز کے ساتھ اینڈل ہارڈی اور سلطانہ کی حیثیت سے آئے ہیں۔ تم نے کیسینو میں پچھلی رات خوب کھیل دکھایا۔ جے جے پارکر کی توقع سے زیادہ دولت حاصل کر چکی ہو۔ شاید آج شام تک ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں پھر اتنی جلدی تمھاری چہیتی کو یہاں سے کیسے لے جا سکتے ہیں؟"

"اپنے ساتھ نہ سہی۔ اسے کسی دوسرے طیارے سے کسی دوسرے ملک میں پہنچا سکتے ہیں۔"

"وہ بھلا کس طرح؟"

"تم اپنی ٹیلی پیتھی یہودیوں پر ظاہر کر دو۔"

میں نے چونک کر پوچھا: "کیا کہہ رہی ہو؟ میں دُنیا والوں کے سامنے سجاد کو پیش کر رہا ہوں۔ خود روپوش ہوں۔ اپنی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ جب سے میں نے یہ طریقہ کار اختیار کیا

ہے، بڑے اطمینان اور آرام سے روپوش رہ کر اپنا کام کر رہا ہوں۔ اگر تم یہ کہو گی کہ رسونتی کی وجہ سے میں خود کو ظاہر کر دوں تو یہ بھی نہیں کروں گا۔"

"اپنی ہی سُنائے چلے جاتے ہو۔ دوسروں کی بھی سُنا کرو۔ خیال خوانی کے ذریعے یہودیوں سے رابطہ قائم کرو گے تو وہ سجاد کے متعلق ہی سوچیں گے کہ دماغ کو کمزور کرنے کے باوجود بھی وہ خیال خوانی کے قابل ہو گیا ہے۔ بھئی، وہ سجاد کو فرہاد سمجھ رہے ہیں اور تم تو اپنی جگہ روپوش ہو۔ روپوش ہی رہو گے۔"

میں نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا: "ٹھہرو، تمھاری بات میری سمجھ میں آ رہی ہے۔ یہ واقعی اچھی تدبیر ہے۔ انھوں نے تنویمی عمل کے ذریعے سجاد کو دوستی کا سبق پڑھایا ہے۔ میں دوست بن کر انھیں مخاطب کروں اور دوست بن کر مشورہ دوں کہ رسونتی کو بھی خیال خوانی کے قابل بنانے کے لیے مملکتِ اسرائیل کے باہر کسی ایسے ملک میں بھیجنا چاہیے، جہاں کی آب و ہوا اس کے دماغ میں تازگی اور توانائی پیدا کرے۔"

"میں یہی چاہتی ہوں۔ انھوں نے تنویمی عمل کے ذریعے سجاد اور اعلیٰ بی بی کو دوست بنانے میں کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ وہ مکاری دکھا رہے ہیں تو ہم بھی دوست بن کر مکاری سے جواب دیں گے۔"

"مکاری میں تو تمھارا جواب نہیں ہے۔"

رسونتی نے سونیا سے کہا: "ایک اور پہلو پر غور کر لو۔ سجاد جہاں بھی ہے، اگر وہ یہودیوں کے نقطۂ نظر سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کر رہا ہے تو اسے بتانا ہو گا کہ وہ کس ملک میں ہے پھر یہودیوں نے اس ملک میں پہنچ کر اسے پکڑ لیا تو وہ دوبارہ یہودیوں کے چنگل میں پھنس جائے گا۔"

سونیا نے کہا: "میں نے ہر پہلو سے غور کیا ہے۔ جب یہودی سجاد کے قریب پہنچیں گے تو ہم اپنی بازی پلٹ دیں گے۔ فی الحال زبانی طریقہ کار ہے۔ فرہاد خیال خوانی کے ذریعے یہودی اکابرین سے رابطہ قائم کرے اور تمھارے سلسلے میں ہماری مرضی کے مطابق ہی مشورہ دے۔ جب وہ دوست بن کر تجویز پیش کرے گا تو یہودی مجبوراً اسے تسلیم کریں گے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا: "یہودی مکاریاں دکھانے اور سازشیں کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے ہیں۔ کہیں تم یہودی تو نہیں ہو؟"

"ایک کہاوت کے مطابق ہر فرعون کے لیے موسیٰ پیدا ہوتا ہے۔ میں ان کے جواب میں پیدا ہوئی ہوں۔ بہرحال میرا مشورہ قبول ہے تو اس پر عمل کرو۔ رسونتی کو جلد سے جلد یہاں سے نکالنا ہے۔"

میں کچھ دیر تک سونیا کے مشورے پر ہر پہلو سے غور کرتا رہا اس کے بعد اچانک ہی میں نے ربی اسفندیار کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پہلے تو سانس روک لی پھر حیرانی سے پوچھا: "کیا میں سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا ہوں؟"

"ہاں محترم ربی! میرے لب و لہجے سے مجھے پہچان لیں۔ میں آپ کا عقیدت مند فرہاد علی تیمور ہوں۔"

اس نے ایک دم سے خوش ہو کر پوچھا: "واقعی، کیا میں اپنے فرہاد کی آواز سُن رہا ہوں، کیا تم خیال خوانی کے قابل ہو گئے ہو؟"

"جی ہاں، آپ سے اس قدر متاثر ہوں کہ دماغ میں توانائی محسوس ہوتے ہی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے پہلے آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

اس نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "فرہاد! جلدی بتاؤ، تم کہاں ہو؟ کس حال میں ہو؟ میں ہر حال میں تمھیں اپنے پاس بلاؤں گا۔"

"آپ اسرائیلی اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کریں۔ انھیں میرے متعلق بتائیں تاکہ جو کچھ میں آپ کو بتاتا رہوں وہ سنتے رہیں اور مجھے یہاں سے نکال لے جانے کی تدبیریں کرتے رہیں۔"

اسفندیار جیسا یہودیوں کا عظیم المرتبت ربی میرے سامنے یوں اظہار کر رہا تھا گویا میرا ادنیٰ خادم ہو۔ اس نے فوراً ہی کابینہ تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کیا۔ پھر سربراہ نے دوسروں سے رابطہ قائم کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام اعلیٰ حکام تک یہ بات پہنچ گئی کہ فرہاد علی تیمور خیال خوانی کے ذریعے ربی اسفندیار سے رابطہ قائم کر رہا ہے اور ان کا ربی اس کی تمام باتیں ان حکام تک پہنچانے والا ہے۔ بڑے بڑے یہودی اکابرین یا تو ربی اسفندیار کے پاس دوڑے چلے آ رہے تھے یا پھر ایک بڑے ٹرانسمیٹر کے سامنے آ کر بیٹھ گئے تھے جہاں سے ربی کی آواز نشر ہو رہی تھی۔ میری باتوں کے دوران وہ سوالات بھی کر رہے تھے۔ ایک اعلیٰ افسر نے سوال کیا: "جناب! اس وقت آپ کہاں ہیں؟"

"میں ایسی جگہ ہوں جہاں کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔ جن لوگوں نے مجھے اور اعلیٰ بی بی کو یہاں پہنچایا ہے وہ اب تک واپس نہیں آئے ہیں۔ ہم ایک ایسے مکان میں ہیں جس کے چاروں طرف سرسبز باغات ہیں۔ ان باغات کے اطراف دائرے کی صورت میں آہنی سلاخیں تقریباً بیس فٹ کی اونچائی تک ہیں — ان سلاخوں کے دوسری طرف خونخوار چیتے اور ریچھ ہیں۔ وہ بھی ہماری طرح آہنی پنجرے میں ہیں۔ جب ہم ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں پہنچ رہے تھے تو ہم نے دیکھا تھا، ہمارے پنجرے کے

بعد خونخوار جنگلی جانوروں کا پنجرہ ہے۔ یہاں ایک دفتری کمرہ ہے جہاں بے شمار فائلیں اور دوسرے کاغذات ہیں۔ ان کی اسٹڈی سے پتا چلا کہ اس علاقے کا مالک جو کوئی ہے، وہ جنگلی جانوروں کی پرورش کرتا ہے اور انھیں مختلف ممالک میں اچھے داموں فروخت کرتا ہے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا: "فرہاد صاحب! جو معلومات فراہم کر رہے ہیں، اس کی روشنی میں ہم اس شخص تک پہنچ سکتے ہیں جو ہم سے اور دوسری خطرناک تنظیموں سے فرہاد صاحب اور مادام اعلیٰ بی بی کا سودا کر رہا ہے۔"

ربی اسفندیار نے کہا: "ہم ہر قیمت پر آپ کو بچا لائیں گے۔"

میں نے کہا: "میرے لیے کوئی قیمت ادا نہ کی جائے۔ میں آپ کا عقیدت مند ہوں اور یہودی قوم کو اپنا دوست سمجھتا ہوں لہٰذا کسی خرید و فروخت کے بغیر آپ تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ آپ جلد بازی نہ کریں۔ یہ دیکھتے رہیں کہ میرا سودا کون لوگ کرتے ہیں اور مجھے یہاں سے کس طرح نکال کر کس جگہ پہنچایا جاتا ہے۔ جب بھی مجھے یہاں سے نکالا جائے گا، میں آپ لوگوں سے رابطہ قائم کروں گا اور اس کے مطابق آپ کے انٹیلی جنس والے اور میری ٹیم کے اہم افراد میری مدد کو پہنچ جائیں گے۔ اس طرح میں آپ کے پاس چلا آؤں گا۔"

ربی اسفندیار نے کہا: "فرہاد! یہ تمھاری محبت ہے اور تمھاری محبت پر میں فخر کرتا ہوں۔"

ہمارے درمیان یوں گفتگو ہو رہی تھی کہ میں ربی سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ میں جو کچھ کہتا تھا وہ ٹرانسمیٹر کے سامنے بلند آواز سے دُہراتا تھا۔ اس کی باتیں سُن کر دوسرے حکام سوالات کرتے تھے پھر میں جواب دیتا تھا۔ ربی ان جوابات کو بھران کے سامنے پیش کرتا تھا۔ اس طرح ہماری گفتگو کا یہ سلسلہ جاری تھا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا: "فرہاد صاحب! جب آپ ہمارے ربی کے اس قدر عقیدت مند ہیں۔ ہماری دوستی کو آپ نے قبول کیا ہے تو ہم سونیا کے متعلق بھی معلوم کرنا چاہیں گے۔ آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ اب سونیا کو ہماری ذات سے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ یہاں ہوگی تو ہم اس کے شایانِ شان میزبانی کا شرف حاصل کریں گے۔"

"میں نے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہی سب سے پہلے محترم ربی سے رابطہ قائم کیا ہے اور اب سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھ رہا ہوں کہ وہ کہاں ہے اور اسے میں آپ لوگوں کے سلسلے میں کس حد تک نرم کر سکتا ہوں۔ کیا میرے محترم ربی میرا انتظار فرمائیں گے؟"

"فرہاد! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تم کہو تو ہم جہاں ہیں، وہیں رہیں۔ اپنے تمام اہم معاملات کو پس پشت ڈال دیں۔ اعلیٰ حضرت یہی کیا ہے۔ ہم تمھارا انتظار کرتے رہیں گے۔"

میں نے سونیا کو ان کے متعلق بتایا۔ رسونتی اس کے دماغ میں موجود تھی اور میری باتیں سن رہی تھی۔ سونیا نے پوچھا: "تم رسونتی کے متعلق کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ تم اسرائیلی حدود سے باہر کسی ملک میں ہو۔"

"ہاں یہی مناسب ہے۔ انھیں کسی طرح باتوں میں لگاؤ۔ رسونتی کے موضوع پر لے آؤ۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے ربی اسفندیار کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا: "میں تمھاری سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا ہوں۔ کیا سونیا سے رابطہ قائم ہو گیا ہے؟"

"جی ہاں، وہ اس وقت پیرس میں ہے۔ جب اسے معلوم ہوا کہ میری دماغی توانائی بحال ہو گئی ہے اور میں خیال خوانی کے قابل ہو گیا ہوں تو بے پناہ مسرت کا اظہار کر رہی تھی۔"

ربی نے کہا: "یقیناً یہ ایسی خوشی ہے کہ ہم اس خوشی کا اظہار کرنے کے لیے سرکاری طور پر تعطیل کا اعلان کریں گے اور تمھارے نام پر ایک ہفتے تک جشنِ دوستی منائیں گے۔"

کابالِ تنظیم کے ایک عہدے دار نے پوچھا: "کیا مادام سونیا آپ کی طرح ہماری دوستی قبول کر لیں گی؟"

"جب میں قبول کروں گا تو میری ٹیم کے سارے افراد اس دوستی کو راضی خوشی قبول کریں گے۔ ہم آئے دن کے اختلافات سے پریشان ہیں۔ سکون سے نہ ہم رہ سکتے ہیں نہ آپ رہ سکتے ہیں۔ یہ باتیں سبھی جانتے ہیں لیکن میں نے سونیا سے دوستی کے موضوع پر گفتگو نہیں کی ہے۔ میں اس سے جب بھی کوئی بات کرتا ہوں تو پہلے وہ رسونتی کی بات چھیڑتی ہے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہے، وہ ایک دوسرے کو بہت چاہتی ہیں۔ ابھی میں نے اس سے رابطہ قائم کیا تو اس نے ضد شروع کر دی کہ پہلے میں رسونتی کی خیریت معلوم کروں۔"

ربی اسفندیار نے کہا: "مادام رسونتی کی دماغی توانائی بھی بحال ہو رہی ہے۔ بین الاقوامی شہرت یافتہ ڈاکٹر سومر نے مادام رسونتی کا علاج کیا ہے۔ مادام کئی بار خیال خوانی میں کامیاب رہیں لیکن پھر کوئی رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے معلوم کیا۔ ان کے دماغ میں کوئی گرہ پڑ گئی ہے۔ ہمارا خیال ہے، تم خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغ کی تہ میں پہنچ کر ان کی گرہ کو کھول سکو اور انھیں خیال خوانی کے قابل بنا سکو تو۔۔۔۔؟"

میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا: "میں معذرت چاہتا ہوں۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں۔ وہ میرے لیے نامحرم ہے۔ میں اس سے کسی طرح کا رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ ورنہ آپ کے کام آنے کے لیے میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔"

"تم سب کچھ کر سکتے ہو تو پلیز یہ بھی کرو۔ بے شک وہ نامحرم ہے لیکن انسانیت کے ناتے نیکی کرنے کی خاطر کسی نامحرم سے بھی رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ اس کے کام آ سکتے ہو۔"

میں نے تذبذب کا اظہار کیا۔ ربی اسفندیار مجھے نصیحتیں کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے یہ تاثر دیا کہ اس کی نصیحتوں نے مجھ پر خاطر خواہ اثر کیا ہے۔ میں نے کہا: "اچھی بات ہے۔ آپ کہتے ہیں تو ضرور ایسا کروں گا لیکن آپ رسونتی کو میرے متعلق کچھ نہ بتائیں۔ میں چپ چاپ اس کے دماغ میں جھانک کر اس کی دماغی حالت معلوم کروں گا پھر آپ کو بتاؤں گا۔ آپ انتظار فرمائیں۔"

میں پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں نے سونیا کو تمام باتیں بتائیں۔ رسونتی نے کہا: "سونیا! میں کبھی یہودیوں پر ظاہر نہیں کروں گی کہ یہ میرے دماغ میں آ چکے ہیں۔"

وہ کسی نہ کسی بہانے میری بات کرتی تھی تاکہ میں اس سے بات کرنے پر مجبور ہو جاؤں۔ میں نے اسے نظر انداز کیا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے ربی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "میں نے رسونتی کی سوچ کو اس کے دماغ کی تہ تک پڑھا ہے۔ وہ یقیناً خیال خوانی کو سیکھ سکتی ہے لیکن۔۔۔۔"

میں نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔ سسپنس پیدا کیا۔ ربی نے بیتابی سے پوچھا: "لیکن کیا؟"

"یہاں کا ماحول خیال خوانی کے لیے سازگار نہیں ہے۔ دماغی توانائی بحال ہو چکی ہے لیکن اسے اس کا اپنا ماحول ملنا چاہیے۔ اس نے بچپن سے جوانی تک جہاں اپنی عمر گزاری ہے، وہ اس ماحول کو یاد کر رہی ہے گی۔ اپنے لوگوں سے مل رہی ہے گی۔ مندروں میں دیوی دیوتاؤں کا ماحول ہو گا تو اس کے دماغ کی گرہ آپ ہی آپ کھل جائے گی۔ ایک نفسیاتی طریقۂ علاج ہے۔"

ربی نے کہا: "اوہ گاڈ! ہم نے نفسیاتی علاج کی طرف توجہ ہی نہیں دی۔ دوسرے تمام طریقوں سے علاج کرتے رہے۔ واقعی رسونتی کو اپنے دھرم اور اپنی قومیت کی مناسبت سے وہ ماحول ملنا چاہیے جہاں اس نے پیدائش سے لے کر اب تک اپنی زندگی گزاری ہے۔"

رسونتی میرے دماغ میں آ کر ہماری باتیں سُن رہی تھی۔ وہ ربی اسفندیار کے دماغ میں نہیں جانا چاہتی تھی۔ سمجھتی تھی کہ وہ دو سوچ کی لہروں کو محسوس کر لے گا۔ اسی لیے میں نے اسے اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روکا۔

میں ربی کو شیشے میں اتار رہا تھا۔ اسے زیادہ سے زیادہ اس بات پر مائل کر رہا تھا کہ رسونتی کو اسرائیلی حدود سے باہر بھیج دیا جائے اور وہ اسے برصغیر بھیجنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ خصوصاً نیپال کے علاقے میں۔

دوسرے اعلیٰ حکام یہ باتیں سُن رہے تھے۔ ایک نے کہا: "ہم موضوع سے ہٹ گئے ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ فرہاد صاحب اور مادام اعلیٰ بی بی کو کہاں لے جا کر رکھا گیا ہے؟"

ربی اسفندیار نے کہا: "یہ آپ لوگوں کا کام ہے۔ آپ فوراً اپنے اپنے شعبوں کے باصلاحیت لوگوں کو سراغ رسانی کے لیے، جغرافیائی معلومات حاصل کرنے کے لیے اور خصوصاً ایسے لوگوں کا ریکارڈ حاصل کرنے کے لیے کہیں۔۔۔۔۔۔ جو جنگلی جانوروں کی پرورش کرتے ہیں اور انھیں دوسرے ممالک میں فروخت کرتے ہیں۔ ایسے آدمیوں کی فہرست ہمارے سامنے ہو گی تو ہم فرہاد صاحب کے قریب تر ہوتے جائیں گے۔"

ان کی گفتگو کے دوران میں نے آہستگی سے رسونتی کو مخاطب کیا پھر پوچھا: "تم میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی: "میں اپنے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ یہ لوگ کیا فیصلہ کر رہے ہیں؟"

"جو بھی فیصلہ ہو گا وہ سونیا کے ذریعے معلوم ہو جائے گا۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ تم میرے دماغ سے چلی جاؤ۔"

اس نے بڑی عاجزی سے التجا کی: "فرہاد! ایسے سنگدل تو نہ بنو۔"

"میں سنگدل نہیں ہوں۔ مجھے اس وقت معاملات طے کرنے دو۔ اگر تم نے ذہنی طور پر مجھے الجھا دیا تو بات بگڑ جائے گی۔"

"اچھا میں جا رہی ہوں۔" اس نے بڑی مایوسی سے یوں شکستہ لہجے میں کہا جیسے دل کے ٹکڑے ہو رہے ہوں پھر وہ چلی گئی۔ میں ربی اسفندیار کو مخاطب کرنا چاہتا تھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی سُنائی دی۔ سونیا نے آگے بڑھ کر ریسیور کو اٹھایا۔ ہوٹل کے ایکسچینج سے کہا جا رہا تھا: "ہولڈ آن کریں۔"

پھر دوسرے ہی لمحے حبیبہ کی آواز سُنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی: "میں حبیبہ ہوں۔"

سونیا نے سوالیہ نظروں سے میری جانب دیکھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "کہہ دو۔ رانگ نمبر۔"

"رانگ نمبر۔ ہم کسی حبیبہ کو نہیں جانتے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے فوراً ہی حبیبہ کے دماغ

میں چھلانگ لگائی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ ہوٹل کے ایکسچینج سے صبیح کمرے میں فون کی گھنٹی بجی تھی۔ وہ اینڈل ہارڈی کا کمرہ ہے جواب میں اس کی منگیتر سلطانہ کی آواز سُنائی دی پھر رانگ نمبر کیوں کہا گیا؟

میں نے جمیلہ کی سوچ میں کہا: "شاید اس لیے کہ سلطانہ مجھے نہیں جانتی ہے۔ اینڈل ہارڈی نے اسے میرے متعلق نہیں بتایا۔ اسی لیے اس نے رانگ نمبر کہہ دیا ہے۔"

جمیلہ کی اپنی سوچ نے کہا: "اگر اینڈل ہارڈی کو معلوم ہو گا کہ میں نے فون کیا ہے تو کیا اس کی بدرُوح پھر میرے پاس آئے گی؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اگر مجھے روحوں سے ایسا ہی ڈر لگتا ہے تو میں نے کیوں اسے فون کیا؟"

اس کی سوچ نے کہا: "لیلیٰ ثانی نے مجبور کیا تھا کہ میں فون کروں اور اینڈل ہارڈی کو لیلیٰ سے کسی طرح رابطہ قائم کرنے پر آمادہ کروں۔"

اس کی سوچ پڑھتے ہی میں لیلیٰ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہی تھی: "اگر جمیلہ کا بیان دُرست ہے اور کوئی بدرُوح مارٹن کے جسم میں پہنچ کر اسے سزا دے رہی تھی اور جمیلہ کو اس سے نجات دلا رہی تھی تو یقیناً اینڈل ہارڈی کسی بدرُوح کو میرے پاس بھی بھیج سکتا ہے اور مجھ سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔"

اپنی اصلیت کو چھپا کر لیلیٰ ثانی سے رابطہ قائم کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ بعض اوقات میرے سامنے اتنے مسائل آ جاتے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا، پہلے کس مسئلے پر توجہ دی جائے۔ ایک طرف میں نے ظاہر کر دیا تھا کہ فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں۔

دوسری طرف سونیا میرے پاس بیٹھی رسونتی کا معاملہ طے کرنا چاہتی تھی۔ اسے جلد سے جلد اسرائیلی حدود سے باہر نکالنا چاہتی تھی۔

تیسری طرف ربی اسفندیار اور اسرائیلی اعلیٰ حکام سے میرے مذاکرات جاری تھے۔ ان سے بھی گفتگو جاری رکھنا ضروری تھا۔

اور ادھر لیلیٰ ثانی تھی جو اپنے بیڈ روم میں تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کوٹھی میں آئزک کے قتل کے سلسلے میں تفتیش ہو رہی تھی۔ ابھی اس کی آخری رسومات بھی باقی تھیں۔ لیلیٰ نے غم سے نڈھال ہو کر تفتیش کرنے والے افراد اور افسران سے معذرت چاہی تھی۔ اپنے کمرے میں آ کر تنہا بیٹھ گئی تھی۔ مقصد صرف یہی تھا کہ میں اس سے رابطہ قائم کروں اور میں اس کے پاس پہنچ گیا۔

لیلیٰ ثانی، روحانی عمل کے متعلق سوچ رہی تھی۔ اس کی معلومات کے مطابق ایک فوری عمل ہوتا ہے جو انسانیت کی بھلائی کے لیے مخصوص ہے، مثلاً کوئی ذہنی مریض ہو تو فوری عمل کے ذریعے اس کی ذہنی حالت کو متوازن کیا جا سکتا ہے یا کسی دائمی مرض کو دور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کالا عمل سراسر شیطانی عمل ہے اور اس سے انسانوں کو صرف نقصان پہنچتا ہے۔

لیلیٰ سوچ رہی تھی: "کیا اینڈل ہارڈی وچ ڈاکٹر ہے؟ کیا ان بدرُوحوں کو اپنے قبضے میں رکھتا ہے؟ لیکن اس نے ہمارے ساتھ بھلائی کی۔ حالانکہ وہ ہمیں بلیک میل کر سکتا تھا۔ ہم سے اچھی خاصی رقم اینٹھ سکتا تھا۔"

وہ سوچ رہی تھی۔ میں زیادہ دیر اس کے پاس نہیں رہ سکتا تھا۔ صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے رابطہ کیوں قائم کرنا چاہتی ہے اور یہ معلوم ہو گیا تھا۔ وہ محض اپنی اُلجھن دور کرنا چاہتی تھی کہ آخر میں کیا ہوں؟ کیا واقعی وچ ڈاکٹر ہوں اور ان کے راز کو بہت گہرائی تک سمجھتا ہوں؟

لیلیٰ کو زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ میں اسے صرف ہوٹل کی ملازمہ فرحانہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ سارہ آئزک اور لیلیٰ ثانی کی حیثیت سے بھی جانتا ہوں۔ میرے علاوہ ان کی اصلیت صرف جمیلہ جانتی ہے۔ مختصر یہ کہ لیلیٰ ثانی کو میری ذات سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ یہ دلچسپی دوستی یا دشمنی میں تبدیل ہو سکتی تھی لیکن پہلے وہ میرے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی۔

ابھی میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا۔ میں اس سے بعد میں کسی نہ کسی ذریعے سے رابطہ قائم کر سکتا تھا۔ لہٰذا پھر ربی اسفندیار کے پاس پہنچ گیا۔ ربی نے مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی پوچھا: "تم کہاں چلے گئے تھے؟ ہم سب انتظار کر رہے ہیں۔"

"مجھے اچانک ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دی تھی۔ میں سب کچھ بھول کر اس مکان سے باہر آ گیا تھا۔ ہم دیر تک ہیلی کاپٹر کی آواز سُنتے رہے پھر وہ ہمیں نظر آیا۔ ہمارے آہنی پنجرے کے چاروں طرف وہ چکر لگاتا رہا۔ ہم سمجھ رہے تھے، وہ یہاں اُترے گا لیکن واپس چلا گیا۔"

ربی اسفندیار میری باتیں اعلیٰ حکام تک پہنچا رہا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا: "جو لوگ فرہاد صاحب اور مادام اعلیٰ بی بی کو وہاں لے گئے ہیں وہ بے حد محتاط ہیں۔ ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتے۔ پہلے کسی سے ان کا سودا کر لینا چاہتے ہیں۔"

میں نے کہا: "ابھی یہ حقیقت عام نہ ہونے پائے کہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں۔ اگر یہ بات میرے ان دشمنوں

معلوم ہو گئی جنھوں نے ہمیں یہاں لا کر پھینک دیا ہے تو پھر وہ ہمارے قریب نہیں آئیں گے۔ میری ٹیلی پیتھی سے خوفزدہ رہیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہمیں اسی حال میں ان آہنی پنجروں کے درمیان پہاڑوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے گا۔ آپ کبھی معلوم نہیں کر سکیں گے کہ یہ کون سی جگہ ہے اور ہمارے پاس کس طرح پہنچا جا سکتا ہے۔"

وہاں موجود تمام اعلیٰ حکام نے باری باری یقین دلایا کہ یہ کسی پر ظاہر نہیں کیا جائے گا۔ وہاں ربی اسفندیار کے علاوہ چند اعلیٰ حکام، انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران اور فوج سے متعلق چند افسران موجود تھے۔ ربی نے کہا: "یہ بات ہمارے حق میں ہے کہ تمھاری ٹیلی پیتھی کو راز میں رکھا جائے۔ سپر ماسٹر اور ماسک میں تمھارا سودا ایک خفیہ کی حیثیت سے کریں گے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں تو وہ گرگٹ کی طرح رنگ بدل کر دوست کی جائیں گے اور یہی تاثر دیں گے کہ وہ دوست کی حیثیت سے سودا فروشوں سے سودا طے کر رہے ہیں تاکہ تمھیں ان سے زیادہ رقم مل سکے۔"

"میں ان باتوں کو سمجھتا ہوں۔ اسی لیے تو میں نے سپر ماسٹر اور ماسک میں سے کسی سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ میرے محترم ربی! مجھے آپ کے کسی پر اعتماد نہیں ہے۔"

"فرہاد! یہ میرے لیے بڑے فخر کی بات ہے کہ تم مجھ پر اعتماد کرنے لگے ہو اور میرے حوالے سے میری قوم کو دوست سمجھ رہے ہو۔"

"ایک بات اور۔ رسونتی کو بھی میری ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں کچھ نہیں معلوم ہونا چاہیے۔"

"ہم مادام رسونتی سے بھی یہ بات راز میں رکھیں گے۔"

میں نے چند لمحے کے لیے داخلی طور پر حاضر ہو کر سونیا کو بلایا اور سوچ کے ذریعے کہا: "تمھاری وہ چہیتی تمھارے دماغ میں موجود ہو گی۔ اس سے کہو، ابھی ربی اسفندیار یا کابال تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کرے اور انھیں یہ تاثر دے کہ اس کے دماغ میں ایک تحریک پیدا ہو رہی ہے جیسے اس کی سوچ کی لہریں پرواز کرنا چاہتی ہوں لیکن پرواز کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔"

رسونتی کی آواز سُنائی دی: "سونیا! یہ جو کہہ رہے ہیں، وہی کہنے جا رہی ہوں۔"

میں نے پھر ربی اسفندیار کے پاس پہنچ کر کہا: "سوری! رسونتی نے مخاطب کیا تھا اس لیے تھوڑی دیر کے لیے غیر حاضر ہو گیا۔"

"کوئی بات نہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا: "فرہاد صاحب! کیا آپ نے اس ہیلی کاپٹر پر لکھے ہوئے نمبر اور حروف پڑھے تھے؟"

"وہ ہم سے دور تھا۔ یہاں کوئی دُوربین نہیں ہے ورنہ سب سے پہلے میں ہیلی کاپٹر کے حروف اور نمبر ضرور پڑھتا۔ ویسے وہ گرے اور گرین کلر کا ہے جیسے عام طور پر فوجی ہیلی کاپٹر ہوا کرتے ہیں۔"

اس خفیہ اجلاس کے دوران کبھی کبھی ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگتی تھی۔ کوئی اہم بات، کسی اہم شعبہ سے متعلق ہوتی تھی۔ پھر ریسیور رکھ دیا جاتا تھا۔ ایسے ہی ایک وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک افسر نے ریسیور اٹھا کر "ہیلو" کہا۔ پھر رسونتی کی آواز سنتے ہی اس نے کابال تنظیم کے سربراہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مادام رسونتی آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر فوراً ٹیلیفون کے پاس آیا اور ریسیور کو کان سے لگا کر بولا: "ہیلو مادام! میں حاضر ہوں۔ فرمائیے۔"

رسونتی نے جواباً کہا: "میں خود کو بہت تازہ دم محسوس کر رہی ہوں۔ میرے اندر ایک تحریک پیدا ہو رہی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے سوچ کی لہریں پرواز کرنے کے لیے بالکل تیار ہیں لیکن کوشش کے باوجود کوئی انجانی سی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔"

"مادام! آپ کوشش کریں۔ ہمیں یقین ہے آپ کامیاب ہو جائیں گی۔"

"جب میں کہہ رہی ہوں کہ کوشش کر کے تھک گئی ہوں تو پھر آپ مزید کوششیں کرنے کی نصیحت کیوں کر رہے ہیں؟ آپ میرے اضطراب کو کیوں نہیں سمجھتے؟ جب میرے اندر یہ تحریک پیدا ہوتی ہے اور میں خیال خوانی کرنا چاہتی ہوں اور وہ رکاوٹ سامنے آتی ہے تو میں بے چین ہو جاتی ہوں، پریشان ہو جاتی ہوں کہ کہاں جاؤں؟ کیا کروں؟"

اس کے یہ الفاظ "کہاں جاؤں؟ کیا کروں؟" کے ساتھ ہی کابال تنظیم کے سربراہ نے چونک کر کہا: "ہاں، ہاں۔ ہم آپ کے متعلق ابھی فیصلہ کر رہے ہیں۔ آپ کو نیپال پہنچانے کی بات ہو رہی ہے۔ آپ نے بچپن سے جوانی تک وہاں اپنی زندگی گزاری ہے۔ اس ماحول میں رہیں گی تو یقیناً آپ کے دماغ میں پڑی ہوئی وہ انجانی گرہ کھل جائے گی۔"

رسونتی نے خوش ہو کر کہا: "مجھے آپ کے اس فیصلے سے بڑی مسرت ہو رہی ہے۔ میں یقیناً اپنے دیس میں جا کر ان تمام مقامات کی یاترا کروں گی۔ اس ماحول میں رہوں گی جہاں میں نے اپنی زندگی کا ابتدائی اور اہم حصہ گزارا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہاں میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہو جائیں گی۔"

"مادام! اس وقت آپ ہی ہماری گفتگو کا موضوع ہیں۔"

ہم تھوڑی دیر بعد آپ کو ضرور اپنے فیصلے سے آگاہ کریں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں انتظار کروں گی۔"

رسونتی نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے سونیا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ میں نے کہا "میں ساری باتیں سن چکا ہوں۔ پھر ربی اسفندیار کے پاس جا رہا ہوں۔"

اس وقت ربی اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔ انتظار کر رہا تھا کہ میں وہاں پہنچنے ہی والا ہوں۔ میں نے پہنچتے ہی کہا "میں آگیا ہوں۔ دراصل یہاں اعلیٰ بی بی مجھ سے پوچھتی رہتی ہے کہ آپ لوگوں سے کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ جس طرح آپ اعلیٰ حکام کو وہاں میری باتیں بتا رہے ہیں، اسی طرح میں اعلیٰ بی بی کو بتاتا رہتا ہوں۔"

ربی نے کہا "ابھی ابھی مادام رسونتی کا فون آیا تھا۔ ان کی گفتگو سے پتا چلتا ہے کہ وہ اپنے اندر ایسی توانائی محسوس کر رہی ہیں جو خیال خوانی کے لیے لازمی ہوتی ہے۔ وہ نیپال جانے کے لیے بالکل تیار ہیں۔ بہت خوش ہو رہی ہیں۔"

"میرا بھی یہی مشورہ ہے۔ آپ اسے جلد سے جلد روانہ کر دیں۔ یہ ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔ آپ ذرا سوچیں کہ آپ کی طاقت کس طرح دوچند ہو گی۔ ایک طرف میں خیال خوانی کا ماہر، دوسری طرف وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی، جب ہم دونوں آپ کے ساتھ رہیں گے تو دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں آپ کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گی۔"

وہ سن رہا تھا، خوش ہو رہا تھا اور اپنے ساتھیوں تک میری باتیں پہنچا رہا تھا۔ ان سب نے اسی وقت متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ رسونتی کو چوبیس گھنٹے کے اندر نیپال روانہ کر دیا جائے گا۔ اور اس سلسلے میں فوراً ہی بھارتی حکام اور نیپالی سرکار سے رابطہ قائم کیا جائے گا۔

میں سونیا کے پاس آگیا۔ وہ میری باتیں سنتی رہی پھر انس نے رسونتی کو مخاطب کیا۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے پوچھا "فرہاد! یہ رسونتی کہاں چلی گئی؟"

"میں کیا جانوں؛ میں کوئی اس کا پہرے دار لگا ہوں؟"

"تم اس کے ذکر پر جلتے کیوں ہو؟"

"تم اس کا ذکر کرتی کیوں ہو؟"

"ایک نہیں، ہزار بار کروں گی۔ ابھی جا کر معلوم کرو، وہ کہاں ہے؟ کیا کر رہی ہے؟ ہمارے دماغ میں اب تک موجود تھی، اب کیوں نہیں ہے؟"

"میری دوسری مصروفیات بھی ہیں۔ مجھے ابھی اعلیٰ بی بی کے پاس بھی پہنچنا ہے۔"

"میں کہتی ہوں، پہلے رسونتی کی خیریت معلوم کرو۔"

"سونیا! تم نہیں سمجھ رہی ہو۔ اس نے جان بوجھ کر تم سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے تاکہ تم مجھے مجبور کرو اور میں اس کے دماغ میں پہنچوں پھر وہ تنہائی میں مجھ سے کھل کر گفتگو کرے۔"

"تمھیں اپنے متعلق بڑی خوش فہمی ہے۔ وہ تم سے تنہائی میں بھی زیادہ باتیں کرنا پسند نہیں کرے گی۔"

اسی وقت رسونتی کی آواز سنائی دی "سونیا! تم میری خاطر جھگڑا نہ کرو۔ جو میرے مقدر میں ہے، میں اسے بھگت رہی ہوں۔"

"تم اتنی دیر تک کہاں رہیں؟"

"میں ان اعلیٰ افسران کی گفتگو سن رہی تھی۔ انھوں نے مجھے چوبیس گھنٹے کے اندر یہاں سے روانہ کرنے کا فیصلہ تو کر لیا ہے لیکن سوچ رہے ہیں کہ میری نگرانی کے لیے کن لوگوں کو نیپال جانا چاہیے۔ اُن کی متفقہ رائے یہ ہے کہ سیکرٹ سروس کے ذہین ترین افراد کو میرے ساتھ کر دیا جائے کیوں کہ میں عورت ہوں، لہٰذا میرے ساتھ سیکرٹ سروس کی ایک یا دو عورتوں کو بھی رہنا چاہیے۔"

"سونیا! اس سے پوچھو، کیا انھوں نے سیکرٹ سروس کی ان عورتوں اور مردوں کے نام بتائے ہیں؟"

اس نے جواب دیا "اس ٹیم میں دو عورتیں اور دو مرد ہوں گے۔ ان میں ایک نوجوان لڑکی اور ایک نوجوان لڑکا ہوگا۔ تیسری ایک بڑی عمر کی تجربہ کار اور ذہین عورت ہوگی۔ اس طرح مرد بھی ہر لحاظ سے تجربہ کار ہوگا۔ یعنی وہ کوئی ایسا شخص ہوگا جس نے اب تک مختلف ایشیائی ممالک میں سراغ رسانی کے فرائض انجام دیے ہیں اور وہی اس سیکرٹ سروس کی ٹیم کا لیڈر بھی ہوگا۔"

"میں چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ میرے ذہن میں لیلیٰ ثانی کا نقشہ تھا پھر میں نے سونیا سے کہا "میں کوشش کروں گا کہ سیکرٹ سروس کی ٹیم میں جو نئی لڑکی منتخب کی جائے وہ لیلیٰ ثانی ہو۔"

سونیا نے کہا "وہ فلسطینی مجاہدہ ہے۔ اسے یہیں جدوجہد کرنے دو۔ یہاں سے باہر کیوں لے جانا چاہتے ہو؟"

"محض اس لیے کہ وہ سیکرٹ ایجنٹ کے طور پر ٹریننگ حاصل کر رہی ہے۔ ابھی اسے عملی تجربہ نہیں ہے۔ وہ غیر ملک میں جا کر نئے نئے تجربات حاصل کرے گی۔ بے شمار فلسطینی مجاہدین اسرائیل سے باہر جا کر بھی اپنے وطن کے لیے جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ ہم لیلیٰ ثانی کو بھی ایسے ہی مواقع فراہم کریں گے۔"

رسونتی نے کہا "سونیا! میرے آس پاس سیکرٹ سروس کے لوگ رہیں گے۔ کیا تم میرے ساتھ نہیں رہو گی؟"

"ضرور رہوں گی۔ ابھی تو ہمیں یہاں سے پیرس جانا ہوگا۔ میں وعدہ کرتی ہوں، وہاں پہنچتے ہی کسی دوسری فلائٹ سے تمھاری طرف آؤں گی اور نیپال پہنچوں گی۔"

"کیا ایسی کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ تم یہیں سے میرے ساتھ چل سکو؟"

"بڑی مشکل ہے۔ اگر ہم یہاں سے نیپال کے لیے اجازت نامہ حاصل کریں گے اور تمھاری فلائٹ سے جائیں گے تو دشمنوں کو شبہ ہو سکتا ہے۔ یہاں کے حکام جانتے ہیں کہ میں جے پاکر کے ذریعے پیرس سے آئی ہوں اور مجھے وہیں واپس جانا ہے۔ تم ڈرتی کیوں ہو؟ اوّل تو سیکرٹ سروس والے تمھارے ساتھ ہوں گے۔ ان کی حیثیت دشمنوں کی سی نہیں ہو گی۔ وہ سب تمھارے دوست باڈی گارڈز ہوں گے پھر تمھارے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے، تمھیں بھلا کسی سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟ میں جلد ہی آؤں گی۔"

میں ان کی باتوں پر دھیان نہیں دے رہا تھا۔ اپنے طور پر سوچ رہا تھا۔ سونیا نے پوچھا "کیا تم ہماری باتیں سن رہے ہو؟"

میں اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ بھلا کیا سنتا! اس نے مجھے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ میرے بازو پر ہاتھ رکھا تو میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں اعلیٰ بی بی اور سجاد کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ انھیں جنگلی جانوروں کے درمیان سے نکالنے کی تدبیر کرنا ہوگی۔"

"ابھی ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ پہلے وہاں کسی میسرے کو پہنچنے دو۔"

"وہاں جو تیسرا پہنچے گا، وہ اپالو ہوگا۔ اس کی زبان نہ تو میری سمجھ میں آئے گی اور نہ ہی رسونتی سمجھ سکے گی۔ وہ ہماری ٹیلی پیتھی کی گرفت میں نہیں آئے گا۔ اب رہا اس سے دو دو ہاتھ کرنے کا سوال، تو سجاد ابھی اتنا تیز طرار اور تجربہ کار فائٹر نہیں ہے۔ کسی طرح وہاں مرجانہ اور ٹارٹر بلبا پہنچ جائیں تو اپالو کو زندہ دفن کر دینگے۔"

سونیا نے کہا "تم نے ان یہودیوں کو بتا دیا ہے کہ تم اعلیٰ بی بی کے ساتھ کہاں قید کیے گئے ہو۔ ہیلی کاپٹر کے متعلق بھی ذکر کیا ہے۔ شاید وہ کسی طرح وہاں تک پہنچ سکیں۔"

"ہاں، اعلیٰ بی بی کی ذہانت سے بھی توقع ہے، وہ کسی طرح اس علاقے کے متعلق معلومات حاصل کر لے گی۔ میرا خیال ہے ہم مرجانہ اور ٹارٹر بلبا کو ان کے متعلق بتائیں اور انھیں تیار رہنے کے لیے کہیں۔ جب بھی اس جگہ کا نام معلوم ہوگا، وہ کسی بھی فلائٹ سے وہاں پہنچ جائیں گے۔"

"کیا تم اپنی خیال خوانی مرجانہ پر ظاہر کرو گے؟"

"میری خیال خوانی کا راز کسی کو معلوم نہیں ہوگا۔ ابھی جو خیال خوانی کر رہا ہوں، مستقبل میں یہودیوں کے لیے اسے ایک فریب بنا دوں گا۔"

"پھر مرجانہ سے کس طرح رابطہ قائم کرو گے؟"

"رسونتی بن کر۔"

سونیا نے میری تجویز سے اتفاق کیا۔ میں دوسرے ہی لمحے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ٹھیک اسی لمحے میرے منہ پر جیسے ایک زبردست گھونسا پڑا۔ میں ایک دم سے اچھل کر صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ آنکھیں کھل گئیں۔ سونیا میری طرف متوجہ نہیں تھی۔ وہ دروازہ کھول کر وین وائز سے ملنے جا رہی تھی۔ دراصل وہ گھونسا میرے منہ پر نہیں، مرجانہ کے منہ پر پڑا تھا۔ چونکہ میں اس کے دماغ میں تھا، اس لیے اس کی تکلیف میری تکلیف تھی۔ اس کے احساسات، میرے احساسات تھے۔ اس نے اپنے منہ پر گھونسے کی ضرب محسوس کی تو وہ ضرب میں نے بھی محسوس کی تھی۔ اس لیے بیکارگی چونک پڑا تھا۔ بہرحال میں دوبارہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

گھونسا پڑنے کے بعد وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ ایسی کمزور تو نہیں تھی کہ ایک گھونسا اس پر اثر کرتا۔ وہ جان بوجھ کر لڑکھڑا گئی تھی۔ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ ایک نازک عورت ہے کسی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کوئی ہاتھ اٹھائے تو وہ مار کھا سکتی ہے لیکن وہ اپنے آپ کو ایک نازک عورت ثابت نہ کر سکی، کیوں کہ جس نے گھونسا مارا تھا وہ اب اپنی مٹھی کو اور ہاتھ کی ہڈیوں کو بڑی بے چینی سے سہلا رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ مٹھی اب نہیں کھلے گی۔ ہڈیاں ایک دم سے چٹخ گئی تھیں۔ گھونسا مارتے ہی اسے محسوس ہوا تھا جیسے کسی فولادی مجسمے پر حملہ کیا ہو۔ وہ حیرانی سے مرجانہ کو گھور رہا تھا۔

وہ اپنے اصلی رُوپ میں نہیں تھی۔ مرجانہ کی حیثیت سے پہچانی نہیں جا سکتی تھی۔ اب سے بہت پہلے اسے پیرس سے اغوا کیا گیا تھا۔ یہودیوں کی پلاننگ یہ تھی کہ مرجانہ کو اسرائیلی حدود میں پہنچایا جائے لیکن ٹارٹر بلبا نے اسے اغوا کرنے کے بعد اپنے علاقے میں پہنچا دیا تھا۔ اب وہ بلبا کے ساتھ پیرس میں اپنی والدہ سے ملاقات کرنے آئی تھی۔ میک اپ کے ذریعے خود کو اور بلبا کو بڑی حد تک تبدیل کر دیا تھا تاکہ دشمن پہچان نہ سکیں۔

دشمن اب پہچان رہے تھے۔ اسی لیے پیچھے پڑ گئے تھے۔ اس کے ساتھ قصہ کیا تھا، یہ ابھی معلوم ہونے والا تھا۔ فی الحال اس نے مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر لیا تھا لیکن مخاطب نہیں کر رہی تھی کیوں کہ گھونسا مارنے والا سامنے تھا اور وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا "میں پہچان گیا ہوں۔ تم مرجانہ ہو۔ دوستو! یہ مرجانہ ہے۔"

"دوستو" کہنے کا مطلب یہی تھا کہ اس کے آس پاس کچھ لوگ چھپے ہوئے تھے۔ یقیناً اس کے اطراف گھیرا ڈالے ہوئے کچھ لوگ

موجود تھے جو اب ظاہر ہو رہے تھے۔ مختلف درختوں کے پیچھے سے نکل کر اس کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ وہ سب ہٹے کٹے باڈی بلڈرز اور فائٹر قسم کے لوگ تھے۔

اس وقت وہ پیرس شہر سے تقریباً تیس میل دور ایک ویران علاقے میں تھی۔ جان بوجھ کر وہاں آئی تھی تاکہ دشمن اس کے اطراف گھیرا ڈالیں لیکن وہ اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی ذرا الجھن میں پڑ گئی تھی۔ چاروں طرف سے لوگ گھر رہے تھے۔ اس نے کہا۔ "فرہاد! تم نے آنے میں دیر کر دی۔ تم کہو تو میں مقابلہ کرتی ہوں ورنہ میں جان بوجھ کر ان کی گرفت میں آنا چاہتی ہوں۔"

میں نے رسونتی کے لب و لہجے میں کہا۔ "میں رسونتی ہوں۔"

مرجانہ نے ایک گہری سانس لی پھر کہا۔ "تم کیا مدد کرو گی۔ اب مجھے اپنے ہی منصوبے کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔"

اس وقت تک خطرناک قسم کے غنڈوں نے اپنا گھیرا تنگ کر لیا تھا۔ وہ چہرے سے ہی سفاک قاتل نظر آتے تھے جس نے گھونسا مارا تھا، وہ کہہ رہا تھا۔ "میں یقین سے کہہ سکتا ہوں، یہ مرجانہ ہے۔ دیکھو، میرے ہاتھ کی یہ ہڈیاں ایسی لگ رہی ہیں جیسے تڑخ گئی ہوں۔ میں اچھی طرح اپنی ہتھیلی نہیں کھول سکتا۔"

اس کی بات سن کر دو پہلوان نما آدمی اس کے قریب آئے اور اسے چھو کر دیکھنے لگے۔ مرجانہ نے کسمساتے ہوئے پیچھے ہٹ کر کہا۔ "مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔ تم لوگ آخر ایک کمزور عورت کو کیوں پریشان کر رہے ہو؟"

ایک بدمعاش نے اس کے ہاتھ کی سختی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارا ساتھی درست کہہ رہا ہے۔ تمہارے ہاتھ کی سختی بھی بتا رہی ہے کہ تم کوئی نازک عورت نہیں ہو۔"

دوسرے نے کہا۔ "بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تمہارا میک اَپ اُتار دیں گے تو اصلی چہرہ سامنے آ جائے گا۔"

مرجانہ نے شکست خوردہ انداز میں کہا۔ "تم کیا چاہتے ہو؟ کیا تم ہی لوگوں نے میرے ساتھی کو اغوا کیا ہے؟"

"صرف ساتھی کیوں کہہ رہی ہو؟ ٹارٹر بلبا کیوں نہیں کہتیں؟ ہم نے اس کا میک اَپ اُتار دیا ہے۔"

"اسے کہاں لے گئے ہو تم لوگ؟"

"فکر نہ کرو تمہیں بھی وہاں پہنچا دیا جائے گا۔ اب سیدھی طرح چلو گی یا کھینچتے ہوئے لے چلیں؟"

"جب میرا راز کھل ہی چکا ہے تو سیدھی طرح چلوں گی۔"

وہ ان کے درمیان چلتے ہوئے اپنی کار کی طرف بڑھنے لگی۔ ایک نے کہا۔ "ہماری گاڑی میں بیٹھو۔"

اسے ایک دوسری وین میں بٹھایا گیا۔ اس کے آگے پیچھے دائیں بائیں جتنی سیٹیں تھیں، ان پر وہ فائٹر غنڈے بیٹھ گئے۔ یقیناً انھیں بتایا گیا ہوگا کہ مرجانہ کتنی خطرناک عورت ہے۔ اس لیے وہ محتاط تھے۔ جب وین اسٹارٹ ہو کر انجانی منزل کی طرف بڑھنے لگی تو میں نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے بیزاری سے پوچھا۔ "تم میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

"کیا میں تمہارے پاس نہیں آ سکتی؟"

"اب ہمارا تمہارا رشتہ کیا رہا؟ فرہاد نے تمہیں طلاق دے دی، تم نے ہمارے خلاف جو کچھ کیا، اس کے بعد کیا تم سمجھتی ہو کہ میں خوش دلی سے تمہارا استقبال کروں گی؟"

"تم مجھ سے بدظن ہو لیکن میں دوست کی حیثیت سے ہی آئی ہوں۔"

"مجھے فضول باتیں پسند نہیں ہیں۔ میں یہودیوں کی چالوں کو خوب سمجھتی ہوں۔ انھوں نے تمہیں میرے پیچھے لگا دیا ہے۔ اگر یہ غنڈے مجھے مرجانہ کی حیثیت سے نہ پہچانتے تو تم میرے دماغ میں پہنچ کر پہچان لیتیں اور ان کی رہنمائی کرتیں۔"

"کیا تم سمجھ رہی ہو، میں ان غنڈوں کے ساتھ ہوں اور ان کا تعلق یہودیوں سے ہے؟ یقین جانو مجھے نہیں معلوم اور اگر ہے بھی تو میرا تعلق یہودیوں سے نہیں رہا۔"

مرجانہ نے ناگواری سے کہا۔ "رسونتی! تم وہ عورت ہو جو ہندو گھرانے میں پیدا ہوئی اور یہودی قوم سے متاثر ہوتی رہیں کتنی حیرانی کی بات ہے کہ ایک مسلمان تمہارا شوہر رہا مگر تم اس سے متاثر نہ ہو سکیں۔ یا تو بنیادی طور پر ہندو رہیں یا پھر یہودیوں کو قبول کیا۔ تم ہرگز یہ امید نہ رکھنا کہ فرہاد کا کوئی بھی ساتھی تم پر اعتماد کرے گا۔"

میں مرجانہ کی باتیں سن کر اپنا سر کھجانے لگا۔ یہ میں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ وہ رسونتی کی خیال خوانی پر نہ تو خوش ہوگی اور نہ ہی اسے خوش آمدید کہے گی یہودا اور مرجانہ میں یہی فرق تھا یہودا جتنی شدت سے رسونتی کو چاہتی تھی، مرجانہ اسے اتنی ہی شدت سے ناقابلِ اعتماد سمجھتی تھی۔ میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ تم مجھ پر اعتماد نہ کرو لیکن میری ایک بات مان لو۔ جب تک تمہیں مجھ پر اعتماد نہ ہو، اس وقت تک کسی سے یہ نہ کہنا کہ مجھے دماغی توانائی حاصل ہو چکی ہے اور میں خیال خوانی کرنے لگی ہوں۔"

"مجھے کیا پڑی ہے کہ میں تمہاری خیال خوانی کے ڈنکے بجاتی پھروں۔ اب تم جاؤ۔"

"میں یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ اس وقت تمہارے آس پاس جو دشمن بیٹھے ہیں، ان سے میرا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ میں تمہارے پاس رہ کر دیکھنا چاہتی ہوں، یہ آخر کیا چاہتے ہیں۔ ٹارٹر بلبا کو یہ لوگ کہاں لے گئے ہیں؟"

"معلوم کرنا ہے تو بلبا کے دماغ میں جاؤ۔"

میں نے اب تک بلبا کی آواز اور اس کا لب و لہجہ نہیں سنا ہے۔

"تو میں کیا کروں؟ میرا پیچھا تو چھوڑو۔ یہاں آس پاس جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، انھوں نے مجھ سے گفتگو کی تھی۔ تم ان کے دماغوں میں جگہ بنا سکتی ہو۔"

میں ٹارٹر بلبا کے دماغ میں پہنچنا نہیں چاہتا تھا۔ کیوں کہ رسونتی نے اس کی آواز نہیں سنی تھی۔ میں نے سنی تھی اور میں پہنچ سکتا تھا لیکن جب کبھی مرجانہ اور بلبا کی ملاقات ہوتی اور بلبا میری خیال خوانی کا ذکر کرتا تو دونوں میں بحث چھڑ جاتی۔ یہ کہتی، رسونتی نے خیال خوانی کی۔ وہ کہتا۔ فرہاد نے خیال خوانی کی۔ آخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ خیال خوانی کرنے والا فرہاد ہے اور خود کو چھپا رہا ہے۔

اب وین مین روڈ سے ہٹ کر ایک ایسی چھوٹی سی سڑک سے گزر رہی تھی جس کے اطراف میں کوئی مضافاتی بستی تھی۔ پھر وہ بستی بھی گزر گئی۔ ان کے چاروں طرف وہی ویرانی نظر آنے لگی۔ دور تک درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ وین اس راستے سے بھی مڑ کر کسی اور راستے پر چل پڑی۔ وہ راستہ گھنے درختوں کے سائے سے گزر رہا تھا۔ میں ان میں سے کسی ایک شخص کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ بلبا کو اغوا کر کے کہاں لے گئے ہیں، اور اب مرجانہ کو کہاں پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ معلوم کرتا، وین اچانک ایک جھٹکے سے رُک گئی۔

پیچھے بیٹھنے والوں میں سے ایک نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

ڈرائیور نے کہا۔ "سامنے سڑک پر ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔ راستہ رُکا ہوا ہے۔"

اس کی بات سنتے ہی سب اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ کر دیکھنے لگے سامنے بیٹھا ہوا ایک شخص فوراً ہی دروازہ کھول کر دوڑتا ہوا لاش کے پاس گیا اور اسے دیکھتے ہی چیخ کر بولا۔ "یہ تو اپنا آدمی ہے۔"

اور دو آدمی وین سے اُتر گئے۔ انھوں نے لاش کے پاس جا کر اسے دیکھا۔ پھر ایک نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں خطرہ ہے۔ ہمارا یہ آدمی ٹارٹر بلبا کی نگرانی کرنے والوں میں سے ایک تھا۔ باقی دوسرے وہیں ہوں گے جہاں بلبا کو باندھ کر رکھا گیا ہے۔"

انھوں نے لاش کو سڑک سے اُٹھا کر گھاس پر ڈال دیا۔ ایک نے کہا۔ "ہم ابھی اسے اُٹھا کر نہیں لے جائیں گے۔ پہلے دوسرے ساتھیوں کی خبر لینی چاہیے۔ کیا انھیں اپنے اس ساتھی کے انجام کا کوئی خبر نہیں ہے؟"

اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ تینوں تیزی سے چلتے ہوئے وین کے پاس آئے پھر دروازے کھول کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے وین اسٹارٹ کی۔ وہ راستہ آگے جا کر ایک طرف مڑ گیا تھا۔ ایک شخص کے دماغ نے بتایا، آگے ایک میل کے فاصلے پر لکڑیوں کے شہتیروں سے بنا ہوا ایک مکان ہے۔ اسی مکان میں بلبا کو قید کیا گیا ہے۔

مرجانہ کے اطراف میں بیٹھنے والوں میں سے ایک نے کہا۔ "ہم جس کی لاش سڑک کے کنارے چھوڑ کر آئے ہیں، شاید وہ غدار ثابت ہوا ہوگا۔ اسی لیے ہمارے دوسرے ساتھیوں نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔"

دوسرے نے کہا۔ "تمہاری بات میں وزن نہیں ہے۔ ہمارے دوسرے ساتھیوں نے اسے ہلاک کرنے کے بعد ایک یا ڈیڑھ میل دور سڑک پر لا کر کیوں چھوڑ دیا؟ کیا وہ بلبا کو چھوڑ کر لاش کو اتنی دور چھوڑنے آئے ہوں گے؟ بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

وہ باتوں کے دوران اس مکان کے قریب پہنچ گئے۔ باہر ہی سے پتا چل رہا تھا کہ وہاں ویرانی ہے۔ کوئی بھی ساتھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ انھوں نے وین کا ہارن زور سے بجایا۔ بار بار بجایا لیکن ان کے کسی ساتھی نے اس مکان سے نکل کر اپنی شکل نہیں دکھائی۔

انھوں نے وین کو اس مکان سے سو گز کے فاصلے پر روک دیا۔ قریب جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔ "کیا ہیلی کاپٹر آ گیا تھا؟ وہ لوگ بلبا کو لے گئے ہیں؟"

ڈرائیور کو نے والے نے وین دوبارہ اسٹارٹ کی۔ پھر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہم اس میدان میں جا کر دیکھیں گے۔ ہیلی کاپٹر آیا ہوگا تو اس کے آثار ضرور ملیں گے۔"

ڈرائیو کرنے والا وین کو مکان سے دور رکھتے ہوئے ایک لمبا چکر کاٹ کر اس میدان کی طرف جا رہا تھا جو مکان کے پیچھے کچھ فاصلے پر تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد وہ سب وین سے اُتر گئے۔ اس کے دروازے بند کر دیے۔ دروازے کے اطراف میں دو شخص کھڑے رہے تاکہ مرجانہ فرار نہ ہو سکے۔ باقی تین اس میدان میں جا کر دور دور تک دیکھنے لگے۔ ہیلی کاپٹر کے آنے یا وہاں سے کچھ لوگوں کے جانے کے قدموں کے نشانات نہیں تھے۔ اس کا مطلب یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ قیدی نے خود رہائی حاصل کی ہے اور رہائی حاصل کرنے کی کوشش میں ان کے تمام آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔

ایک نے پریشان ہو کر دور وین کی طرف دیکھا پھر کہا۔ "گاڑی کے اندر بیٹھی ہوئی عورت بلبا سے زیادہ خطرناک ہے۔ ہمیں سمجھایا گیا تھا کہ ہم نے بلبا پر پوری طرح قابو پا لیا اور اسے نکلنے کا موقع نہیں دیا تو مرجانہ بھی ہماری مٹھی میں رہے گی؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وین کے پاس خطرے کی گھنٹی

ہم تھوڑی دیر بعد آپ کو ضرور اپنے فیصلے سے آگاہ کریں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں انتظار کروں گی۔"

رسونتی نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے سونیا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ میں نے کہا: "میں ساری باتیں سن چکا ہوں۔ پھر ربی اسفندیار کے پاس جا رہا ہوں۔"

اس وقت ربی اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔ انتظار کر رہا تھا کہ میں وہاں پہنچنے ہی والا ہوں۔ میں نے پہنچتے ہی کہا: "میں آ گیا ہوں۔ دراصل یہاں اعلیٰ بی بی مجھ سے پوچھتی رہتی ہے کہ آپ لوگوں سے کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ جس طرح آپ اعلیٰ حکام کو وہاں میری باتیں بتا رہے ہیں، اسی طرح میں اعلیٰ بی بی کو بتاتا رہتا ہوں۔"

ربی نے کہا: "ابھی ابھی مادام رسونتی کا فون آیا تھا۔ ان کی گفتگو سے پتا چلتا ہے کہ وہ اپنے اندر ایسی توانائی محسوس کر رہی ہیں جو خیال خوانی کے لیے لازمی ہوتی ہے۔ وہ نیپال جانے کے لیے بالکل تیار ہیں۔ بہت خوش ہو رہی ہیں۔"

"میرا بھی یہی مشورہ ہے۔ آپ اسے جلد سے جلد روانہ کر دیں۔ یہ ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔ آپ ذرا سوچیں کہ آپ کی طاقت کس طرح دوچند ہو گی۔ ایک طرف میں خیال خوانی کا ماہر، دوسری طرف وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی، جب ہم دونوں آپ کے ساتھ رہیں گے تو دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں آپ کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گی۔"

وہ سن رہا تھا، خوش ہو رہا تھا اور اپنے ساتھیوں تک میری باتیں پہنچا رہا تھا۔ ان سب نے اسی وقت متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ رسونتی کو چوبیس گھنٹے کے اندر نیپال روانہ کر دیا جائے گا۔ اور اس سلسلے میں فوراً ہی بھارتی حکام اور نیپالی سرکار سے رابطہ قائم کیا جائے گا۔

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ وہ میری باتیں سنتی رہی پھر انس نے رسونتی کو مخاطب کیا۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے پوچھا: "فرہاد! یہ رسونتی کہاں چلی گئی؟"

"میں کیا جانوں؛ میں کوئی اس کا پہرے دار لگا ہوں؟"

"تم اس کے ذکر پر جلتے کیوں ہو؟"

"تم اس کا ذکر کرتی کیوں ہو؟"

"ایک نہیں، ہزار بار کروں گی۔ ابھی جا کر معلوم کرو، وہ کہاں ہے؛ کیا کر رہی ہے؟ ہمارے دماغ میں اب تک موجود تھی، اب کیوں نہیں ہے؟"

"میری دوسری مصروفیات بھی ہیں۔ مجھے ابھی اعلیٰ بی بی کے پاس بھی پہنچنا ہے۔"

"میں کہتی ہوں، پہلے رسونتی کی خیریت معلوم کرو۔"

"سونیا! تم نہیں سمجھ رہی ہو۔ اس نے جان بوجھ کر ہم سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے تاکہ تم مجھے مجبور کرو اور میں اس کے دماغ میں پہنچوں پھر وہ تنہائی میں مجھ سے کھل کر گفتگو کرے۔"

"تمھیں اپنے متعلق بڑی خوش فہمی ہے۔ وہ تم سے تنہائی میں بھی زیادہ باتیں کرنا پسند نہیں کرے گی۔"

اسی وقت رسونتی کی آواز سنائی دی: "سونیا! تم میری خاطر جھگڑا نہ کرو۔ جو میرے مقدر میں ہے، میں اسے بھگت رہی ہوں۔"

"تم اتنی دیر تک کہاں رہیں؟"

"میں ان اعلیٰ افسران کی گفتگو سن رہی تھی۔ انھوں نے مجھے چوبیس گھنٹے کے اندر یہاں سے روانہ کرنے کا فیصلہ تو کر لیا ہے لیکن سوچ رہے ہیں کہ میری نگرانی کے لیے کن لوگوں کو نیپال جانا چاہیے۔ اُن کی متفقہ رائے یہ ہے کہ سیکرٹ سروس کے ذہین ترین افراد کو میرے ساتھ کر دیا جائے کیوں کہ میں عورت ہوں، لہٰذا میرے ساتھ سیکرٹ سروس کی ایک یا دو عورتوں کو بھی رہنا چاہیے۔"

"سونیا! اس سے پوچھو، کیا انھوں نے سیکرٹ سروس کی ان عورتوں اور مردوں کے نام بتائے ہیں؟"

اس نے جواب دیا: "اس ٹیم میں دو عورتیں اور دو مرد ہوں گے۔ ان میں ایک نوجوان لڑکی اور ایک نوجوان لڑکا ہوگا۔ میری ایک بڑی عمر کی تجربہ کار اور ذہین عورت ہوگی۔ اس طرح مرد بھی ہر لحاظ سے تجربہ کار ہوگا۔ یعنی وہ کوئی ایسا شخص ہوگا جس نے اب تک مختلف ایشیائی ممالک میں سراغ رسانی کے فرائض انجام دیے ہیں اور وہی اس سیکرٹ سروس کی ٹیم کا لیڈر بھی ہوگا۔"

"میں چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ میرے ذہن میں لیلیٰ ثانی کا نقشہ تھا پھر میں نے سونیا سے کہا: "میں کوشش کروں گا کہ سیکرٹ سروس کی ٹیم میں جو نئی لڑکی منتخب کی جائے وہ لیلیٰ ثانی ہو۔"

سونیا نے کہا: "وہ فلسطینی مجاہدہ ہے۔ اسے یہیں جدوجہد کرنے دو۔ یہاں سے باہر کیوں لے جانا چاہتے ہو؟"

"محض اس لیے کہ وہ سیکرٹ ایجنٹ کے طور پر ٹریننگ حاصل کر رہی ہے۔ ابھی اسے عملی تجربہ نہیں ہے۔ وہ غیر ملک میں جا کر نئے نئے تجربات حاصل کرے گی۔ بے شمار فلسطینی مجاہدین اسرائیل سے باہر جا کر بھی اپنے وطن کے لیے جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ ہم لیلیٰ ثانی کو بھی ایسے ہی مواقع فراہم کریں گے۔"

رسونتی نے کہا: "سونیا! میرے آس پاس سیکرٹ سروس کے لوگ رہیں گے۔ کیا تم میرے ساتھ نہیں رہو گی؟"

"ضرور رہوں گی۔ ابھی تو ہمیں یہاں سے پیرس جانا ہوگا۔ میں وعدہ کرتی ہوں، وہاں پہنچتے ہی کسی دوسری فلائٹ سے تمھاری طرف آؤں گی اور نیپال پہنچوں گی۔"

"کیا ایسی کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ تم یہیں سے میرے ساتھ چل سکو؟"

"بڑی مشکل ہے۔ اگر ہم یہاں سے نیپال کے لیے اجازت نامہ حاصل کریں گے اور تمھاری فلائٹ سے جائیں گے تو دشمنوں کو شبہ ہو سکتا ہے۔ یہاں کے حکام جانتے ہیں کہ میں جے پار کر کے ذریعے پیرس سے آئی ہوں اور مجھے وہیں واپس جانا ہے۔ تم ڈرتی کیوں ہو؟ اوّل تو سیکرٹ سروس والے تمھارے ساتھ ہوں گے۔ ان کی حیثیت دشمنوں کی سی نہیں ہو گی۔ وہ سب تمھارے دوست باڈی گارڈز ہوں گے پھر تمھارے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے تمھیں بھلا کسی سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؛ میں جلد ہی آؤں گی۔"

میں ان کی باتوں پر دھیان نہیں دے رہا تھا۔ اپنے طور پر سوچ رہا تھا۔ سونیا نے پوچھا: "کیا تم ہماری باتیں سن رہے ہو؟"

میں اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ بھلا کیا سنتا! اس نے مجھے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ میرے بازو پر ہاتھ رکھا تو میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میں اعلیٰ بی بی اور سجاد کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ انھیں جنگلی جانوروں کے درمیان سے نکالنے کی تدبیر کرنا ہوگی۔"

"ابھی ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ پہلے وہاں کسی میسرے کو پہنچنے دو۔"

"وہاں جو تیسرا پہنچے گا، وہ اپالو ہوگا۔ اس کی زبان نہ تو میری سمجھ میں آئے گی اور نہ ہی رسونتی سمجھ سکے گی۔ وہ ہماری ٹیلی پیتھی کی گرفت میں نہیں آئے گا۔ اب رہا اس سے دو دو ہاتھ کرنے کا سوال تو سجاد ابھی اتنا تیز طرار اور تجربہ کار فائٹر نہیں ہے۔ کسی طرح وہاں مرجانہ اور ٹارٹر بلبا پہنچ جائیں تو اپالو کو زندہ دفن کر دینگے۔"

سونیا نے کہا: "تم نے ان یہودیوں کو بتا دیا ہے کہ تم اعلیٰ بی بی کے ساتھ کہاں قید کیے گئے ہو۔ میلی کاپٹر کے متعلق بھی ذکر کیا ہے۔ شاید وہ کسی طرح وہاں تک پہنچ سکیں۔"

"ہاں، اعلیٰ بی بی کی ذہانت سے بھی توقع ہے، وہ کسی طرح اس علاقے کے متعلق معلومات حاصل کر لے گی۔ میرا خیال ہے ہم مرجانہ اور ٹارٹر بلبا کو ان کے متعلق بتائیں اور انھیں تیار رہنے کے لیے کہیں۔ جب بھی اس جگہ کا نام معلوم ہوگا، وہ کسی بھی فلائٹ سے وہاں پہنچ جائیں گے۔"

"کیا تم اپنی خیال خوانی مرجانہ پر ظاہر کرو گے؟"

"میری خیال خوانی کا راز کسی کو معلوم نہیں ہوگا۔ ابھی جو خیال خوانی کر رہا ہوں، مستقبل میں یہودیوں کے لیے اسے ایک فریب بنا دوں گا۔"

"پھر مرجانہ سے کس طرح رابطہ قائم کرو گے؟"

"رسونتی بن کر۔"

سونیا نے میری تجویز سے اتفاق کیا۔ میں دوسرے ہی لمحے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ٹھیک اسی لمحے میرے منہ پر جیسے ایک زبردست گھونسا پڑا۔ میں ایک دم سے اچھل کر صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ آنکھیں کھل گئیں۔ سونیا میری طرف متوجہ نہیں تھی۔ وہ دروازہ کھول کر دین وائنز سے ملنے جا رہی تھی۔ دراصل وہ گھونسا میرے منہ پر نہیں، مرجانہ کے منہ پر پڑا تھا۔ چونکہ میں اس کے دماغ میں تھا، اس لیے اس کی تکلیف میری تکلیف تھی۔ اس کے احساسات، میرے احساسات تھے۔ اس نے اپنے منہ پر گھونسے کی ضرب محسوس کی تو وہ ضرب میں نے بھی محسوس کی تھی۔ اس لیے کیا گی چونکہ پڑا تھا۔ بہرحال میں دوبارہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

گھونسا پڑنے کے بعد وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ ایسی کمزور تو نہیں تھی کہ ایک گھونسا اس پر اثر کرتا۔ وہ جان بوجھ کر لڑکھڑا گئی تھی۔ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ ایک نازک عورت ہے۔ کسی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کوئی ہاتھ اُٹھائے تو وہ مار کھا سکتی ہے لیکن وہ اپنے آپ کو ایک نازک عورت ثابت نہ کر سکی، کیوں کہ جس نے گھونسا مارا تھا وہ اب اپنی مٹھی کو اور ہاتھ کی ہڈیوں کو بڑی بے چینی سے سہلا رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ مٹھی اب نہیں کھلے گی۔ ہڈیاں ایک دم سے چٹخ گئی تھیں۔ گھونسا مارتے ہی اسے محسوس ہوا تھا جیسے کسی فولادی مجسمے پر حملہ کیا ہو۔ وہ حیرانی سے مرجانہ کو گھور رہا تھا۔

وہ اپنے اصلی رُوپ میں نہیں تھی۔ مرجانہ کی حیثیت سے پہچانی نہیں جا سکتی تھی۔ اب سے بہت پہلے اسے پیرس سے اغوا کیا گیا تھا۔ یہودیوں کی پلاننگ یہ تھی کہ مرجانہ کو اسرائیلی حدود میں پہنچایا جائے لیکن ٹارٹر بلبا نے اسے اغوا کرنے کے بعد اپنے علاقے میں پہنچا دیا تھا۔ اب وہ بلبا کے ساتھ پیرس میں اپنی والدہ سے ملاقات کرنے آئی تھی۔ میک اپ کے ذریعے خود کو اور بلبا کو بڑی حد تک تبدیل کر دیا تھا تاکہ دشمن پہچان نہ سکیں۔

دشمن اب پہچان رہے تھے۔ اسی لیے پیچھے پڑ گئے تھے۔ اس کے ساتھ قصہ کیا تھا، یہ ابھی معلوم ہونے والا تھا۔ فی الحال اس نے مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر لیا تھا لیکن مخاطب نہیں کر رہی تھی کیوں کہ گھونسا مارنے والا سامنے تھا اور وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا: "میں پہچان گیا ہوں۔ تم مرجانہ ہو۔ دوستو! یہ مرجانہ ہے۔"

"دوستو" کہنے کا مطلب یہی تھا کہ اس کے آس پاس کچھ لوگ چھپے ہوئے تھے۔ یقیناً اس کے اطراف گھیرا ڈالے ہوئے کچھ لوگ

موجود تھے جو اب ظاہر ہو رہے تھے۔ مختلف درختوں کے پیچھے سے نکل کر اس کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ وہ سب ہٹے کٹے باڈی بلڈرز اور فائٹر قسم کے لوگ تھے۔

اس وقت وہ پیرس شہر سے تقریباً تیس میل دور ایک ویران علاقے میں تھی۔ جان بوجھ کر وہاں آئی تھی تاکہ دشمن اس کے اطراف گھیرا ڈالیں لیکن وہ اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی ذرا اُلجھن میں پڑ گئی تھی۔ چاروں طرف سے لوگ گھیر رہے تھے۔ اس نے کہا "فرہاد! تم نے آنے میں دیر کر دی۔ تم کہو تو میں مقابلہ کرتی ہوں ورنہ میں جان بوجھ کر ان کی گرفت میں آنا چاہتی ہوں۔"

میں نے رسونتی کے لب و لہجے میں کہا "میں رسونتی ہوں۔"

مرجانہ نے ایک گہری سانس لی پھر کہا "تم کیا مدد کر سکو گی۔ اب مجھے اپنے ہی منصوبے کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔"

اس وقت تک خطرناک قسم کے غنڈوں نے اپنا گھیرا تنگ کر لیا تھا۔ وہ چہرے سے ہی سفاک قاتل نظر آتے تھے جس نے گھونسا مارا تھا، وہ کہہ رہا تھا "میں یقین سے کہہ سکتا ہوں، یہ مرجانہ ہے۔ دیکھو، میرے ہاتھ کی یہ ہڈیاں ایسی لگ رہی ہیں جیسے تڑخ گئی ہوں۔ میں اچھی طرح اپنی ہتھیلی نہیں کھول سکتا۔"

اس کی بات سُن کر دو پہلوان نما آدمی اس کے قریب آئے اور اسے چھُو کر دیکھنے لگے۔ مرجانہ نے کسمساتے ہوئے پیچھے ہٹ کر کہا "مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔ تم لوگ آخر ایک کمزور عورت کو کیوں پریشان کر رہے ہو؟"

ایک بدمعاش نے اس کے ہاتھ کی سختی کو محسوس کرتے ہوئے کہا "ہمارا ساتھی دُرست کہہ رہا ہے۔ تمھارے ہاتھ کی سختی بھی بتا رہی ہے کہ تم کوئی نازک عورت نہیں ہو۔"

دوسرے نے کہا "بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تمھارا میک اَپ اُتاریں گے تو اصلی چہرہ سامنے آ جائے گا۔"

مرجانہ نے شکست خوردہ انداز میں کہا "تم کیا چاہتے ہو؟ کیا تم ہی لوگوں نے میرے ساتھی کو اغوا کیا ہے؟"

"صرف ساتھی کیوں کہہ رہی ہو؟ ٹارٹر بلبا کیوں نہیں کہتیں؟ ہم نے اس کا میک اَپ اُتار دیا ہے۔"

"اسے کہاں لے گئے ہو تم لوگ؟"

"فکر نہ کرو تمھیں بھی وہاں پہنچا دیا جائے گا۔ اب سیدھی طرح چلو گی یا کھینچتے ہوئے لے چلیں؟"

"جب میرا راز کھل ہی چکا ہے تو سیدھی طرح چلوں گی۔"

وہ ان کے درمیان چلتے ہوئے اپنی کار کی طرف بڑھنے لگی۔ ایک نے کہا "ہماری گاڑی میں بیٹھو۔"

اسے ایک دوسری ویگن میں بٹھایا گیا۔ اس کے آگے پیچھے

دائیں بائیں جتنی سیٹیں تھیں، ان پر وہ فائٹر غنڈے بیٹھ گئے۔ یقیناً انھیں بتایا گیا ہوگا کہ مرجانہ کتنی خطرناک عورت ہے۔ اس لیے وہ محتاط تھے۔ جب ویگن اسٹارٹ ہو کر انجانی منزل کی طرف بڑھنے لگی تو میں نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے بیزاری سے پوچھا "تم میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

"کیا میں تمھارے پاس نہیں آ سکتی؟"

"اب ہمارا تمھارا رشتہ کیا رہا؟ فرہاد نے تمھیں طلاق دے دی۔ تم نے ہمارے خلاف جو کچھ کیا، اس کے بعد کیا تم سمجھتی ہو کہ میں خوش دلی سے تمھارا استقبال کروں گی؟"

"تم مجھ سے بدظن ہو لیکن میں دوست کی حیثیت سے ہی آئی ہوں۔"

"مجھے فضول باتیں پسند نہیں ہیں۔ میں یہودیوں کی چالوں کو خوب سمجھتی ہوں۔ انھوں نے تمھیں میرے پیچھے لگا دیا ہے۔ اگر یہ غنڈے مجھے مرجانہ کی حیثیت سے نہ پہچانتے تو تم میرے دماغ میں پہنچ کر پہچان لیتیں اور ان کی رہنمائی کرتیں۔"

"کیا تم سمجھ رہی ہو، میں ان غنڈوں کے ساتھ ہوں اور ان کا تعلق یہودیوں سے ہے؟ یقین جانو مجھے نہیں معلوم اور اگر ہے بھی تو میرا تعلق یہودیوں سے نہیں رہا۔"

مرجانہ نے ناگواری سے کہا "رسونتی! تم وہ عورت ہو جو ہندو گھرانے میں پیدا ہوئی اور یہودی قوم سے متاثر ہوتی رہیں کتنی حیرانی کی بات ہے کہ ایک مسلمان تمھارا شوہر رہا مگر تم اس سے متاثر نہ ہو سکیں۔ یا تو بُنیادی طور پر ہندو رہیں یا پھر یہودیوں کو قبول کیا۔ تم ہرگز یہ اُمید نہ رکھنا کہ فرہاد کا کوئی بھی ساتھی تم پر اعتماد کرے گا۔"

میں مرجانہ کی باتیں سُن کر اپنا سر کھجانے لگا۔ یہ میں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ وہ رسونتی کی خیال خوانی پر نہ تو خوش ہوگی اور نہ ہی اسے خوش آمدید کہے گی یہودیا اور مرجانہ میں یہی فرق تھا، یہودیا جتنی شدت سے رسونتی کو چاہتی تھی، مرجانہ اسے اتنی ہی شدت سے ناقابلِ اعتماد سمجھتی تھی۔ میں نے کہا "اچھی بات ہے۔ تم مجھ پر اعتماد نہ کرو لیکن میری ایک بات مان لو۔ جب تک تمھیں مجھ پر اعتماد نہ ہو، اس وقت تک کسی سے یہ نہ کہنا کہ مجھے دماغی توانائی حاصل ہو چکی ہے اور میں خیال خوانی کرنے لگی ہوں۔"

"مجھے کیا پڑی ہے کہ میں تمھاری خیال خوانی کے ڈنکے بجاتی پھروں۔ اب تم جاؤ۔"

"میں یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ اس وقت تمھارے آس پاس جو دشمن بیٹھے ہیں، ان سے میرا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ میں تمھارے پاس رہ کر دیکھنا چاہتی ہوں، یہ آخر کیا چاہتے ہیں۔"

"ٹارٹر بلبا کو یہ لوگ کہاں لے گئے ہیں؟"

"معلوم کرنا ہے تو بلبا کے دماغ میں جاؤ۔"

"میں نے اب تک بلبا کی آواز اور اس کا لب و لہجہ نہیں سُنا ہے۔"

"تو میں کیا کروں؟ میرا پیچھا تو چھوڑو۔ یہاں اس پاس جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، انھوں نے مجھ سے گفتگو کی تھی۔ تم ان کے دماغوں میں جگہ بنا سکتی ہو۔"

میں ٹارٹر بلبا کے دماغ میں پہنچنا نہیں چاہتا تھا۔ کیوں کہ رسونتی نے اس کی آواز نہیں سُنی تھی۔ میں نے سنی تھی اور میں پہنچ سکتا تھا لیکن جب کبھی مرجانہ اور بلبا کی ملاقات ہوتی اور بلبا میری خیال خوانی کا ذکر کرتا تو دونوں میں بحث چھڑ جاتی۔ یہ کہتی، رسونتی نے خیال خوانی کی۔ وہ کہتا۔ فرہاد نے خیال خوانی کی۔ آخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ خیال خوانی کرنے والا فرہاد ہے اور خود کو چھُپا رہا ہے۔

اب ویگن مین روڈ سے ہٹ کر ایک ایسی چھوٹی سی سڑک سے گزر رہی تھی جس کے اطراف میں کوئی مضافاتی بستی تھی۔ پھر وہ بستی بھی گزر گئی۔ ان کے چاروں طرف وہی ویرانی نظر آنے لگی۔ دور تک درختوں کے جھُنڈ نظر آ رہے تھے۔ ویگن اس راستے سے بھی مڑ کر کسی اور راستے پر چل پڑی۔ وہ راستہ گھنے درختوں کے سائے سے گزر رہا تھا۔ میں ان میں سے کسی ایک شخص کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ بلبا کو اغوا کر کے کہاں لے گئے ہیں، اور اب مرجانہ کو کہاں پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ معلوم کرتا، ویگن اچانک ایک جھٹکے سے رُک گئی۔

پیچھے بیٹھنے والوں میں سے ایک نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

ڈرائیور نے کہا "سامنے سڑک پر ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔ راستہ رُکا ہوا ہے۔"

اس کی بات سُنتے ہی سب اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ کر دیکھنے لگے سامنے بیٹھا ہوا ایک شخص فوراً ہی دروازہ کھول کر دوڑتا ہوا لاش کے پاس گیا اور اسے دیکھتے ہی چیخ کر بولا "یہ تو اپنا آدمی ہے۔"

اور دو آدمی ویگن سے اُتر گئے۔ انھوں نے لاش کے پاس جا کر اسے دیکھا۔ پھر ایک نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں خطرہ ہے۔ ہمارا یہ آدمی ٹارٹر بلبا کی نگرانی کرنے والوں میں سے ایک تھا۔ باقی دوسرے وہیں ہوں گے جہاں بلبا کو باندھ کر رکھا گیا ہے۔"

انھوں نے لاش کو سڑک سے اُٹھا کر گھاس پر ڈال دیا۔ ایک نے کہا "ہم ابھی اسے اُٹھا کر نہیں لے جائیں گے۔ پہلے دوسرے ساتھیوں کی خبر لینی چاہیے۔ کیا انھیں اپنے اس ساتھی کے انجام کی کوئی خبر نہیں ہے؟"

اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ تینوں تیزی سے چلتے ہوئے ویگن کے پاس آئے پھر دروازے کھول کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے ویگن اسٹارٹ کی۔ وہ راستہ آگے جا کر ایک طرف مڑ گیا تھا۔ ایک شخص کے دماغ نے بتایا، آگے ایک میل کے فاصلے پر لکڑیوں کے شہتیروں سے بنا ہوا ایک مکان ہے۔ اسی مکان میں بلبا کو قید کیا گیا ہے۔

مرجانہ کے اطراف میں بیٹھنے والوں میں سے ایک نے کہا۔ "ہم جس کی لاش سڑک کے کنارے چھوڑ کر آئے ہیں بشاید وہ غدار ثابت ہوا ہوگا۔ اسی لیے ہمارے دوسرے ساتھیوں نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔"

دوسرے نے کہا "تمھاری بات میں وزن نہیں ہے۔ ہمارے دوسرے ساتھیوں نے اسے ہلاک کرنے کے بعد ایک یا ڈیڑھ میل دور سڑک پر لا کر یہاں چھوڑ دیا ہے کیا وہ بلبا کو چھوڑ کر لاش کو اتنی دور چھوڑنے آئے ہوں گے؟ بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

وہ باتوں کے دوران اس مکان کے قریب پہنچ گئے۔ باہر ہی سے پتا چل رہا تھا کہ وہاں ویرانی ہے۔ کوئی بھی ساتھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ انھوں نے ویگن کا ہارن زور سے بجایا۔ بار بار بجایا لیکن ان کے کسی ساتھی نے اس مکان سے نکل کر اپنی شکل نہیں دکھائی۔

انھوں نے ویگن کو اس مکان سے سو گز کے فاصلے پر روک دیا۔ قریب جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔ "کیا ہیلی کاپٹر آ گیا تھا؟ وہ لوگ بلبا کو لے گئے ہیں؟"

ڈرائیو کرنے والے نے ویگن دوبارہ اسٹارٹ کی۔ پھر آگے بڑھاتے ہوئے کہا "ہم اس میدان میں جا کر دیکھیں گے۔ ہیلی کاپٹر آیا ہوگا تو اس کے آثار ضرور ملیں گے۔"

ڈرائیو کرنے والا ویگن کو مکان سے دور رکھتے ہوئے ایک لمبا چکر کاٹ کر اس میدان کی طرف جا رہا تھا جو مکان کے پیچھے کچھ فاصلے پر تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد وہ سب ویگن سے اُتر گئے۔ اس کے دروازے بند کر دیے۔ دروازے کے اطراف میں دو شخص کھڑے رہے تاکہ مرجانہ فرار نہ ہو سکے۔ باقی تین اس میدان میں جا کر دور دور تک دیکھنے لگے۔ ہیلی کاپٹر کے آنے یا وہاں سے کچھ لوگوں کے جانے کے قدموں کے نشانات نہیں تھے۔ اس کا مطلب یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ قیدی نے خود رہائی حاصل کی ہے اور رہائی حاصل کرنے کی کوشش میں ان کے تمام آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔

ایک نے پریشان ہو کر دور ویگن کی طرف دیکھا پھر کہا۔ "گاڑی کے اندر بیٹھی ہوئی عورت بلبا سے زیادہ خطرناک ہے۔ ہمیں سمجھایا گیا تھا کہ ہم نے بلبا پر پوری طرح قابو پا لیا اور اسے نکلنے کا موقع نہیں دیا تو مرجانہ بھی ہماری مٹھی میں رہے گی؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ویگن کے پاس خطرے کی گھنٹی

بچ گئی۔ ویگن ان سے کافی فاصلے پر تھی۔ اس کے دو طرفہ دروازے بیک وقت جھٹکے سے کھلے۔ باہر کھڑے ہوئے دونوں محافظ دروازوں سے ٹکرا کر لڑکھڑاتے ہوئے دو جا گرے پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے، مرجانہ ڈرائیونگ سیٹ پر پہنچ چکی تھی۔ ویسے ویگن اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے میں ذرا وقت لگ گیا۔ اتنی دیر میں دونوں گرنے والے ویگن تک پہنچ گئے تھے۔ وہ کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ اسی وقت ویگن یکبارگی آگے بڑھ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں سے ایک جھٹکا کھاتے ہی باہر گر گیا۔ دوسرا دو سیٹوں کے درمیان گر پڑا۔ ویگن تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی۔ مرجانہ نے عقب نما آئینے کا رُخ اپنی طرف کر لیا تھا۔ تاکہ پچھلی سیٹوں کے درمیان گرنے والا جب اُٹھ کر حملہ کرے تو آئینے میں صاف طور سے نظر آ سکے۔

اس دوران میں دور کھڑے ہوئے لوگ ویگن کی طرف دوڑنے لگے تھے۔ دوڑنے والوں میں سے ایک نے چیخ کر کہا "یہ کیا حماقت ہے؟ کیا اس طرح ہم گاڑی تک پہنچ سکتے ہیں؟ میرے پاس ریوالور نہیں ہے۔ تم لوگوں کے پاس ہے۔ گاڑی کے پہیوں پر فائر کرو۔"

دو سیٹوں کے درمیان گرنے والا اُٹھ چکا تھا۔ وہ حملہ کرنے ہی والا تھا۔ مرجانہ کے لیے اس حملے کو روکنا اور ڈرائیو کرنے کے دوران میں جوابی کارروائی کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ وہ اسے آسانی سے ہینڈل کر سکتی تھی لیکن حملہ کرنے والا اچانک ہی رُک گیا۔ اطمینان سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بولا "مرجانہ! میں آ گئی ہوں۔ تم نے اپنے پاس آنے سے منع کیا تھا اس لیے میں پچھلی سیٹ پر بیٹھی رہوں گی۔"

مرجانہ نے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک گہری سانس لی پھر کہا۔ "مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تمہیں ضرورت نہ سہی۔ عقب نما آئینے کو درست کر دو تاکہ پیچھے سے فائر کرنے والے نظر آتے رہیں۔"

دو بدمعاش اس راستے پر کھڑے ہو گئے تھے جہاں سے مرجانہ ڈرائیو کرتے ہوئے آگے بڑھ سکتی تھی اور اس میدان سے باہر نکل سکتی تھی۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ وہ ویگن کے قریب آنے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ ٹائروں پر فائرنگ کر سکیں۔

مرجانہ نے ویگن کو دوسری طرف گھما لیا۔ دوسری طرف تین آدمی تین سمت میں پھیلے ہوئے تھے جن میں سے دو کے پاس ریوالور تھے۔ ایک نہتا تھا۔ وہ سب فائرنگ کر رہے تھے۔ مرجانہ نے عقب نما آئینے کو درست کر لیا تھا۔ وہ میدانِ جنگ میں لڑنے کا ہنر جانتی تھی۔ اس نے فائرنگ کرنے والوں کے درمیان خود کو گھرا ہوا پایا تو ویگن کا رُخ اس شخص کی طرف کیا، جو نہتا تھا۔

وہ ویگن کو اپنی طرف آتے دیکھ کر بھاگنے لگا۔ یہ فطری بات ہے کہ اپنے بچاؤ کے لیے آدمی اپنے لوگوں کی طرف پناہ کے لیے بھاگتا ہے اور اس کے اپنے لوگ ویگن کی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ وہ فائرنگ اب رُک گئی تھی۔ اگر وہ فائرنگ جاری رکھتے تو آگے بھاگنے والا گولیوں کا نشانہ بن سکتا تھا۔ یہ مرجانہ کی ذہانت تھی کہ اس نے دونوں کو تھوڑی دیر کے لیے فائرنگ سے باز رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہی وہ ریوالور والے دو مختلف سمتوں میں دوڑتے ہوئے پھر گولیاں چلانے لگے۔ مرجانہ نے پچھلی سیٹ سے آواز سُنی۔ "مرجانہ! میں فائر کرنے والے کے پاس جا رہی ہوں۔ تم پیچھے والے کے حملے سے بچو۔"

میں یہ کہتے ہی ایک ریوالور والے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ویگن کے ٹائر کا نشانہ لے رہا تھا۔ اس کا نشانہ دوسری طرف بہک گیا۔ اس نے اپنے ریوالور والے ساتھی پر گولی چلا دی تھی۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ اُچھل کر زمین پر گر پڑا۔ گولی چلانے والے نے حیرانی اور گھبراہٹ سے اپنے ساتھی کو زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھا۔ پھر اس نے ویگن کی طرف توجہ دی۔ ویگن کے اندر وہ شخص پیچھے سے مرجانہ پر حملے کر رہا تھا اور یوں محسوس کر رہا تھا جیسے کوئی فولادی مجسمے پر ہاتھ مار رہا ہو۔ جب اس نے دیکھا کہ گھونسوں کا اور کراٹے کا کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے تو اس نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں سے اس کے بالوں کو جکڑ لیا پھر انھیں کھینچنے لگا۔ مرجانہ قہقہے لگا رہی تھی۔ اسی وقت میں نے بال کھینچنے والے کو یکبارگی پچھلی سیٹ پر گرا دیا۔ اس نے ایک طرف کا دروازہ کھولا اور باہر چھلانگ لگا دی۔ وہ شخص جو اپنے ریوالور والے ساتھی کو ہلاک کرنے کے بعد ویگن کے کسی ایک ٹائر کا نشانہ لینا چاہتا تھا، ایک بار پھر بوکھلا گیا۔ اس کا نشانہ بہت اچھا تھا۔ کوئی ٹائر ضرور پھٹ جاتا لیکن میں نے ریوالور کا رُخ اس کی طرف کر دیا تھا جو ویگن کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی گولی سے اپنا ایک اور ساتھی ختم ہو گیا۔ مرجانہ اسٹیئرنگ گھما کر اس طرف جانا چاہتی تھی جہاں راستے پر دو غنڈے ریوالور تانے اس کے انتظار میں تھے اور اسے اس میدان سے باہر جانے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "اُدھر گاڑی نہ لے جاؤ۔ وہ جو ریوالور لیے کھڑے ہیں، میں ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ انھوں نے گفتگو کی ہوگی لیکن میں نے ان کے لب ہلتے پر دھیان نہیں دیا تھا۔ تم اپنی گاڑی ایک ریوالور والے کی طرف رکھو۔ میں اسے کنٹرول کر رہی ہوں۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ وہ ریوالور والا اب میرے قابو میں تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اُدھر بھاگنے لگا، جدھر اس کے دو ریوالور والے ساتھی راستہ روکنے کے لیے کھڑے ہوئے

تھے۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دینے لگی۔ میں نے اس کے ذریعے سر اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ وہ بہت دور سے پرواز کرتا ہوا اسی میدان کی طرف آ رہا تھا۔ میں نے ریوالور والے کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا کر اپنے آپ کو دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا، ابھی تو وہ میدان کے دوسرے حصے میں تھا، یہاں کیسے پہنچ گیا؟

میں اسے یوں سوچنے کے لیے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اگر وہ زندہ رہ جاتا تو میری ٹیلی پیتھی کا راز فاش ہو جاتا۔ میں نے اس کے ذریعے دو ساتھیوں کو مخاطب کیا۔ جواباً اس کے ایک ساتھی نے کچھ کہا اور میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا پھر میں نے اس کے ذریعے ان کے میرے ریوالور والے ساتھی کی آواز سنی۔ اس کا لب و لہجہ ذہن نشین کیا پھر اطمینان ہو گیا۔ دو ریوالور والے میری ٹیلی پیتھی کی گرفت میں تھے لیکن انھیں ٹیلی پیتھی کا احساس نہیں تھا۔ ابھی میں نے انھیں اپنا معمول نہیں بنایا تھا۔ البتہ وہ میرا ریوالور والا جسے میں میدان کے دوسری طرف سے بھگاتا ہوا لایا تھا، وہ کسی وقت بھی ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈے کو سمجھ سکتا تھا۔

میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر کہا "فوراً گاڑی سے نکلو۔ ایک ریوالور والا زمین پر مُردہ پڑا ہے۔ اس کا ریوالور لے کر اس شخص کو ختم کر دو جو ابھی تمہاری طرف آنے والا ہے۔ اس نے میری ٹیلی پیتھی کے راز کو سمجھ لیا ہے اور یہ راز میں کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی۔"

اسے یہ سمجھا کر میں اس آدمی کے پاس آ گیا۔ اس کی زبان سے اس کے دونوں ساتھیوں سے کہا "تم دونوں اس کار راستہ روک کے رہو۔ ہیلی کاپٹر آ گیا ہے۔ اب وہ ہم سے بچ کر نہیں جا سکے گی۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے مرجانہ کی طرف دوڑ لگائی۔ دوسری طرف مرجانہ نے اس کے مُردہ ساتھی کا ریوالور زمین پر سے اُٹھا لیا تھا۔ جیسے ہی وہ دوڑتے ہوئے قریب آنے لگا، اس نے گولی چلا دی۔ وہ لڑکھڑا کر گر گیا۔ اس کے بعد اُٹھ نہ سکا۔ مرجانہ کا نشانہ کبھی نہیں چُوکتا تھا۔

ہیلی کاپٹر میدان کے قریب آ چکا تھا اور اب اس میدان کے چاروں طرف چکر کاٹ رہا تھا۔ اس کی پرواز نیچی ہو گئی تھی۔ لاؤڈ اسپیکر سے کہا جا رہا تھا "مس مرجانہ! ہم دوست بن کر آئے ہیں۔ ہمارے لیے فرہاد علی تیمور کا پیغام لائے ہیں۔ پلیز، ریوالور استعمال نہ کرو۔ ہمارے ساتھیوں سے بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ ہم اپنے ساتھیوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنے ہتھیار پھینک دیں۔"

ہیلی کاپٹر نیچے اُتر رہا تھا۔ مرجانہ دور چلی گئی تھی۔ گردش کرنے والے پنکھے سے طوفانی ہوائیں چل رہی تھیں۔ دُور تک جھاڑیاں اور درختوں کے پتے شور مچا رہے تھے۔ تقریباً دس منٹ کے بعد پنکھے کی گردش تھمنے لگی۔ جھاڑیاں اور درختوں کے پتے خاموش ہونے لگے۔ ہیلی کاپٹر سے آنے والے اب تک اسپیکر کے ذریعے کہہ رہے تھے "مس مرجانہ! ہم دوست بن کر آئے ہیں۔ وہ دیکھیے، ہمارے ساتھیوں نے ہتھیار پھینک دیے ہیں۔ آپ کو ہم پر اعتماد کرنا چاہیے۔"

مرجانہ میدان کے ایک سرے پر جا کر ایک درخت کے پیچھے کھڑی ہو گئی تھی۔ ہیلی کاپٹر کا کاک پٹ اُٹھ گیا تھا۔ وہاں سے دو مسلح جوان باہر نکل رہے تھے پھر ایک نے دور اس درخت کے پیچھے کھڑی ہوئی مرجانہ کو دیکھا اور اپنا ریوالور ہولسٹر سے نکال کر ایک طرف پھینکتے ہوئے، دونوں ہاتھ اُٹھاتے ہوئے کہا "میں نے ہتھیار پھینک دیا ہے۔ دونوں ہاتھ اُٹھائے آپ کے پاس آ رہا ہوں۔"

اس نے جیسا کہا، ویسا ہی کیا۔ تیزی سے چلتے ہوئے مرجانہ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے کہا "جہاں ہو، وہیں رُک جاؤ۔ زیادہ قریب آنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس نے رُک کر کہا "مس مرجانہ! ہم بڑی غلط فہمیوں کا شکار تھے۔"

مرجانہ نے طنزیہ انداز میں پوچھا "کیا اب غلط فہمیاں دور ہو گئی ہیں؟"

"جی ہاں، آپ یقین کریں۔ ہمارے بڑوں نے حکم دیا ہے کہ ہم آپ کو اور ٹارٹر بلبا کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں اور ہم سے جو غلطیاں ہو گئی ہیں، اس کی معافی مانگیں۔"

"آخر اچانک ایسا انقلاب کیوں آ گیا؟"

"آپ کو معلوم نہیں ہے، اور بھلا کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ فرہاد صاحب ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گئے ہیں ورنہ خیال خوانی کے ذریعے آپ کو یقین دلاتے کہ وہ ہم سیودیوں کے دوست بن گئے ہیں۔ ہمارے درمیان ہمیشہ دوست بن کر رہنے کا معاہدہ ہو رہا ہے۔ اس معاہدے کے مطابق ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر حال میں فرہاد سے اور ان کے دوستوں سے دوستی نبھاتے رہیں۔ آپ سے بھی ہم دوستانہ تعاون کی توقع کرتے ہیں۔"

ہیلی کاپٹر سے آنے والا میری ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں لاعلمی ظاہر کر رہا تھا۔ یقیناً ربی اسفندیار اور ٹارٹر بلبا تنظیم کے سربراہ کی جانب سے میری خیال خوانی کو راز میں رکھا جا رہا تھا۔ انھوں نے اپنے خاص آدمیوں کو بھی میری ٹیلی پیتھی کے متعلق نہیں بتایا تھا۔

میں نے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "سانس نہ روکنا۔ مجھے آنے دو۔ ابھی اپنے مقابل کی گفتگو سے یہ سمجھ سکتی ہو، یہودی اکابرین کو بھی اس بات کا علم نہیں ہے کہ رسونتی خیال خوانی کرنے لگی ہے۔ میں نے تمھیں اپنا سمجھ کر مخاطب کیا تھا لیکن تم مجھ پر بھروسہ نہیں کر رہی ہو۔ بہرحال انھیں میری خیال خوانی کے متعلق کچھ نہ بتانا۔ میرا مشورہ ہے ان کی دوستی پر بھروسہ کرو۔ آسانی سے نکل جانے کا یہی ایک راستہ ہے ورنہ . . . ."

مرجانہ نے حقارت سے کہا: "تم کیا سمجھتی ہو، کیا میں تمھاری باتوں میں آکر ان یہودیوں کی دوستی پر بھروسہ کروں گی؟ ہرگز نہیں۔ اگر یہ دوست ہیں تو میرے راستے کی رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ میں ابھی آزماتی ہوں۔"

یہ کہہ کر مرجانہ نے آنے والے کو مخاطب کیا: "مسٹر! میں جب تک فرہاد علی تیمور سے بات چیت نہیں کروں گی، اس وقت تک تم لوگوں کی دوستی پر اعتماد نہیں کروں گی۔ اگر تم دوست ہو تو ایک طرف ہو جاؤ۔ مجھے اس گاڑی میں بیٹھ کر یہاں سے جانے کا موقع دو۔ کسی نے رکاوٹ پیدا کی تو اس کا انجام کیا ہوگا، یہ یہاں پڑی ہوئی لاشیں بتا سکتی ہیں۔"

"میڈم! یقیناً ہم آپ کی دلیری کے معترف ہیں لیکن آپ فرہاد صاحب سے کسی طرح باتیں کرنے کے بعد ہم پر بھروسہ کریں گی؟ آپ تو جانتی ہوں گی، ان کی خیال خوانی کی صلاحیت باقی نہیں رہی۔"

"اس صلاحیت کو ختم کرنے میں تم لوگوں کا ہاتھ ہے۔"

"جو ماضی میں ہوگیا، ہم نے اس پر مٹی ڈال دی ہے۔ فرہاد صاحب بھی اسے بھول گئے۔ اس لیے ہم سے دوستی کر رہے ہیں۔"

"تم لوگ دوستی کر رہے ہو یا بڑی گہری چالیں چل رہے ہو؟ پہلے تو اعلان کیا کہ اعلیٰ بی بی اور فرہاد کو رہا کیا جا رہا ہے۔ انھیں پیرس پہنچایا جا رہا ہے۔ پھر اعلان کیا گیا کہ ان کا ہیلی کاپٹر کہیں راستے میں گم ہوگیا ہے۔ کیا اسے عقل تسلیم کرتی ہے؟ بے شک تمھارے دوست ممالک اس بات کو تسلیم کر لیں لیکن ہم تمھاری چالوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ انھیں ایسی جگہ قید کیا گیا ہے جہاں ہم نہیں پہنچ سکتے۔ نہ ہی ان سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ اگر تم دوست ہو تو پہلے فرہاد علی تیمور سے رابطہ قائم کراؤ۔"

اجنبی نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا: "اب سے پینتالیس منٹ پہلے ہم خود نہیں جانتے تھے کہ فرہاد صاحب اور مادام اعلیٰ بی بی کہاں گم ہوگئے ہیں۔ آپ کے پاس آنے سے پہلے ہمیں بتایا گیا کہ وہ ایک ایسی جگہ قید ہیں جہاں کی وہ خود نشان دہی نہیں کر سکتے۔ انھیں قید کرنے والے بردہ فروش ہیں، وہ بھاری رقم لے کر کسی بھی خطرناک تنظیم یا کسی بھی ملک کے ہاتھوں ان دونوں کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولی: "بڑی مختصر سی کہانی ہے مگر نہایت ہی دلچسپ ہے۔"

"ہم جانتے ہیں، آپ یقین نہیں کریں گی۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "مرجانہ! یہ درست کہہ رہا ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے فرہاد سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ مجھ سے باتیں نہیں کرنا چاہتے کیوں کہ میں ان کے لیے نامحرم ہوں، لہٰذا میں نے اعلیٰ بی بی کے ذریعے معلومات حاصل کیں۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک ایسے مکان میں ہیں جس کے اطراف ہزاروں گز کا ایک سرسبز باغ ہے پھر اس باغیچے کے اطراف آہنی سلاخوں والا پنجرہ ہے۔ اس پنجرے کے دوسری طرف خونخوار چیتے اور ہر طرف نظر آتے ہیں۔ وہ بھی آہنی سلاخوں کے درمیان ہیں۔ پھر ان سلاخوں کے پیچھے دوسرے جنگلی جانور ہیں۔ یعنی وہ دونوں جس کی قید میں ہیں، وہ جنگلی جانوروں کا کاروبار کرتا ہے۔ ان کی پرورش کرتا ہے اور انھیں دوسرے ممالک میں فروخت کرتا ہے۔"

"یہودی جو کہہ رہے ہیں، تم بھی وہی کہو گی۔ تم ان سے الگ تو نہیں ہو۔"

بڑی مشکل تھی۔ وہ رسونتی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اب اگر میں اسے یقین دلانے کے لیے فرہاد بن کر گفتگو کرتا تو وہ پھر بھی یقین نہ کرتی۔ یہی کہتی کہ رسونتی لہجہ بدل کر بول رہی ہے۔ یوں بھی مجھے اپنے آپ کو منکشف نہیں کرنا تھا۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی کو راز میں ہی رکھنا چاہتا تھا۔

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ سونیا مجھ سے کہہ رہی تھی: "تم مراقبے میں جاتے ہو تو واپس آنے کا نام نہیں لیتے۔ مسلسل خیال خوانی کیا ضروری ہے؟ کبھی دماغی طور پر اپنی جگہ آجایا کرو۔"

میں نے اسے مرجانہ کے حالات بتاتے ہوئے کہا: "اس وقت اسے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ دشمن دوست بن گئے ہیں۔ وہ یقیناً وہاں سے بآسانی چلی جائے گی۔"

"چلو، اچھا ہوا کہ وہ تمھیں رسونتی سمجھ رہی ہے۔ ویسے تم عورتوں کی طرح بہت اچھا بول لیتے ہو۔"

"پھر بھی بولنے میں ان سے بازی نہیں لے جا سکتا۔ بھلا عورتیں کب اپنا ریکارڈ کسی کو توڑنے دیتی ہیں۔"

وہ مسکرانے لگی۔

میں نے کہا: "تمھاری اطلاع کے لیے یہ بتا دوں کہ سوچ کی لہریں جب دماغ میں پہنچتی ہیں تو لب و لہجہ تو صاف سنائی

دیتا ہے لیکن آواز صاف طور سے پہچانی نہیں جا سکتی۔ مثال کے طور پر ٹیلیفون کے ذریعے اکثر دوسری طرف سے گفتگو کرنے والے کی آواز واضح طور پر پہچانی نہیں جاتی یا تو اسے اس کے لب و لہجے سے پہچانا جاتا ہے یا پھر اپنائیت کے باعث پہچان ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اکثر کہا جاتا ہے کہ فون پر آواز بدلی ہوئی سی لگتی ہے۔ بالکل اسی طرح میں کسی عورت کی آواز کی نقل ہو ہو نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مرجانہ کو یقین کرنا پڑا کہ رسونتی بول رہی ہے۔ دشمنوں نے مجھے ٹیلی پیتھی سے محروم کر دیا ہے۔ یہ بات وہ جانتی ہے۔ پھر رسونتی کی خیال خوانی پر کیوں یقین نہیں کرے گی؟"

"مرجانہ جیسی فولادی عورت بلبا سے متاثر ہو رہی ہے، لہٰذا بلبا کی خبر بھی رکھنا چاہیے۔"

"میں مجبور ہوں۔ رسونتی کی حیثیت سے اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا۔ ویسے جب وہ دشمنوں کی قید سے نکل کر گیا ہے تو یقیناً پیرس شہر میں مرجانہ کی امی کے پاس ہوگا۔ وہیں اس کا انتظار کر رہا ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد میں اس کے ذریعے معلوم کر لوں گا۔"

سونیا نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا: "وین وائز نے ہماری روانگی کا انتظام کر دیا ہے۔ ہم آج رات کی فلائٹ سے پیرس جا رہے ہیں۔ وہاں پہنچ کر میں مرجانہ سے ملاقات کروں گی۔ تم ذرا معلوم کرو، رسونتی کی روانگی کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟"

"انھوں نے جب وعدہ کیا ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اسے یہاں سے نیپال پہنچا دیں گے تو پھر معلوم کرنا کیا ضروری ہے؟"

"یہ تو پتا چلے کہ اس کی نگرانی کے لیے کون لوگ اس کے ساتھ جا رہے ہیں؟"

میں کاہال تنظیم کے سربراہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے سامنے انٹیلی جنس کا چیف آفیسر بیٹھا کہہ رہا تھا: "ہم نے ان تمام افراد کی فہرست مرتب کر لی ہے جو بڑے پیمانے پر جنگلی جانوروں کی پرورش کرتے ہیں اور انھیں دوسرے ممالک کے چڑیا گھروں میں فروخت کرتے ہیں۔"

"کاہال تنظیم" کے سربراہ نے کہا: "یونان کے بردہ فروش، فرہاد صاحب اور اعلیٰ بی بی کا سودا کر رہے ہیں۔ ان بردہ فروشوں کے سرغنہ کا نام جیسکو کورو ہے۔ یہ اس کی تصویر ہے۔"

اس نے ایک تصویر انٹیلی جنس کے چیف آفیسر کی طرف بڑھا دی۔ جیسکو کورو وہی گول مٹول سا شخص تھا جس نے اعلیٰ بی بی اور سجاد کو اپالو کے حوالے کیا تھا۔ تصویر دیکھنے کے بعد چیف آفیسر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: "میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ جیسکو کورو کا تعلق کن لوگوں سے ہے۔ اگر اس کا کاروبار جنگلی درندوں کے کسی سوداگر سے ہوگا تو ہم بہت جلد اس سوداگر تک پہنچ جائیں گے۔"

"یونان کا ایک بردہ فروش ہم سے فرہاد صاحب کا سودا کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ فرہاد صاحب اور اعلیٰ بی بی کو یونان کے کسی ملک میں یا یونان کے آس پاس کے کسی جزیرے میں قید کر کے رکھا گیا ہے۔ آپ لوگوں کی سراغرسانی کا دائرہ پہلے یونان اور آس پاس کے جزیروں تک محدود رہنا چاہیے۔ شاید ہم جلد ہی فرہاد تک پہنچ جائیں۔"

چیف آفیسر چلا گیا۔ یقیناً وہ لوگ جس طرح جدوجہد میں مصروف تھے، اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ جلد ہی سجاد اور اعلیٰ بی بی تک پہنچ جائیں گے۔ میں چپ چاپ کاہال تنظیم کے سربراہ کے دماغ کو ٹٹولتا رہا۔ ان افراد کے نام اور پتے معلوم کرتا رہا جو رسونتی کے ساتھ نگراں کی حیثیت سے جانے والے تھے۔ میری خواہش تھی کہ اس نگراں ٹیم میں لیلیٰ ثانی شامل ہو جائے۔ اس کا مجھے موقع نہ ملا۔ میں مرجانہ کی طرف مصروف رہا لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ جہاں میں کچھ کر نہیں پاتا، وہاں کبھی کبھی تقدیر ساتھ دیتی ہے۔ اس نگراں ٹیم میں لیلیٰ ثانی کا نام شامل ہو چکا تھا۔

میں لیلیٰ ثانی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ قبرستان سے واپس آرہی تھی۔ اس کے اردگرد اس کے یہودی دوست اور دوسرے شناسا موجود تھے۔ سب اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ رہے تھے۔ اس کے یہودی باپ کی آخری رسومات ادا ہو چکی تھیں۔ ایک چیف آفیسر اس کے ساتھ چلتا ہوا تعزیتی انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔ اسے تسلیاں دے رہا تھا: "مس ساٹرہ آٹزک! اب تم اس دنیا میں تنہا رہ گئی ہو۔ ایک دن سب کو مرنا ہے۔ تمھارے باپ کی موت آج نہ ہوتی تو آئندہ کسی دن ہو جاتی لیکن آٹزک کی موت کے بعد تم بالکل آزاد اور تن تنہا ہو۔ ایک سیکرٹ ایجنٹ بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ تنہا ہو۔ کسی طرح کی گھر لو فتے داریاں اور قریبی رشتہ داروں کے سلسلے میں پریشانیاں نہ ہوں۔ تم اب آزادانہ اس فیلڈ میں کام کر سکتی ہو۔ کوئی دشمن تمھارے کسی رشتے کو تمھاری کمزوری نہیں بنا سکے گا۔ بائی دی وے، میں اس سوگوار ماحول میں ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہوں۔"

لیلیٰ اپنی گاڑی کے پاس رک گئی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ اس پاس دیکھتے ہوئے بڑی رازداری سے دھیمے لہجے میں بولا: "تمھیں ایک بہت ہی اہم مشن پر ملک سے باہر بھیجا جا رہا ہے۔"

وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ چیف آفیسر نے آہستہ سے سر کو اثبات میں ہلاتے ہوئے کہا: "میں درست کہہ رہا ہوں۔ اٹھارہ گھنٹے کے بعد تم یہاں سے رسونتی کے ساتھ نیپال جاؤ گی۔ تمھاری رہنمائی اور مزید ٹریننگ کے لیے ہمارے

سینئر اسٹاف کے تین افراد ساتھ ہوں گے۔ تم ابھی سے خود کو ذہنی طور پر ایک نئے مشن کے لیے تیار کرو۔"

وہ باہر جانے کے لیے کبھی خوش نہ ہوتی۔ اپنے ہی ملک میں رہ کر مجاہدین سے چوری چھپے رابطہ قائم رکھنا چاہتی تھی اور ایک دوسرے کے تعاون سے دشمنوں کو نقصان پہنچانا چاہتی تھی لیکن رسونتی کا نام سُن کر وہ آمادہ ہوگئی۔ اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ کسی طرح رسونتی کو اپنے بس میں کرلے۔ اس کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھائے۔ اگر وہ کسی طرح خیال خوانی کے قابل ہوجائے تو اس کی ٹیلی پیتھی مجاہدین کے لیے ایسا ہتھیار بن جائے گی، جس کا جواب دشمن کبھی نہیں دے سکیں گے۔

وہ بڑی اداسی سے مسکراتے ہوئے بولی۔ "آپ نے اس سوگوار ماحول میں واقعی خوشخبری سُنائی ہے۔ یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے کہ مجھے کسی بیرونی ملک میں ٹریننگ کے لیے ایک اہم مشن پر بھیجا جارہا ہے۔ میں خود کو اس انتخاب کی اہل ثابت کرنے کی کوشش کروں گی۔"

وہ اپنے آفیسر سے مصافحہ کرنے کے بعد پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر وہ وہاں سے جانے لگی۔ مَیں اس کے ساتھ رہا۔ اب وہ سوچ رہی تھی، مجھے جو اطلاع ملی ہے اس کے مطابق وین وائز سلطانہ کو یہاں جُوا کھیلنے کے لیے لایا تھا۔ ان کے ساتھ ایزل ہارڈی بھی تفریحاً چلا آیا۔ اب تازہ ترین اطلاع کے مطابق وہ سلطانہ کے ساتھ آج رات کی فلائٹ سے پیرس چلا جائے گا۔ اگر یہ چلا گیا تو میں اس سے ملاقات نہیں کر سکوں گی۔ مَیں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ بدروحیں کس طرح اس کے قابو میں رہتی ہیں جب کہ وہ کسی پہلو سے وچ ڈاکٹر نظر نہیں آتا ہے۔

سوچنے کے دوران میں ایک خیال اس کے ذہن میں اُبھرا۔ کیوں نہ موجودہ مشن کے سلسلے میں اس کی بدروحوں سے معلومات حاصل کی جائیں اور خاطر خواہ فائدے اٹھائے جائیں۔ بشرطیکہ ایزل ہارڈی مجھ سے تعاون پر آمادہ ہوجائے۔ مگر ہاں، وہ انکار نہیں کرے گا۔ اس نے تو جیبہ سے کہا تھا کہ وہ مجاہدین کی مدد کر رہا ہے۔ آئندہ بھی ان کے کام آنا چاہتا ہے۔ میں مجاہدین کے حوالے سے اس سے ملاقات کروں گی۔

وہ سوچ رہی تھی اور کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر دیکھ رہی تھی۔ اچانک اسے جیبہ نظر آئی۔ وہ کار کی ہی طرف دیکھ کر سر کھجا رہی تھی۔

لیلیٰ نے ڈرائیور سے کہا۔ "المقصود اسٹور کے سامنے گاڑی روک دو۔

گاڑی رُک گئی۔ وہ پچھلی سیٹ سے نکل کر اسٹور میں گئی۔ وہ ایک بہت بڑا جنرل اسٹور تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ کچھ خرید نے کے بعد واپس آئی تو پچھلی سیٹ پر ایک لفافہ پڑا ہوا تھا۔ وہ اسے اٹھا کر سیٹ پر بیٹھ گئی۔ دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "چلو۔"

گاڑی پھر اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ لیلیٰ نے چور نظروں سے ڈرائیور کو دیکھا۔ وہ اس سے بے خبر تھا۔ جیبہ بھی کوئی نادان نہیں تھی۔ اس نے سوچ سمجھ کر اس لفافے کو پچھلی سیٹ پر پھینکا ہوگا۔ اگر ڈرائیور دیکھ لیتا تو اسے ٹوک دیتا یا پھر اس لفافے کو اٹھا کر ضرور دیکھتا۔

اس نے چپ چاپ لفافے کو کھولا۔ اس کے اندر سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا۔ کاغذ کے ساتھ دو تصویریں تھیں۔ ایک تصویر میں ایک شخص کے ہاتھوں میں اسٹین گن نظر آرہی تھی۔ وہ اس اسٹین گن کو کسی عرب مسلمان کے حوالے کر رہا تھا۔ تصویر ایسے ہی وقت اتاری گئی تھی جب وہ اسٹین گن اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔ دوسری تصویر میں وہی شخص اسی عرب مسلمان سے نوٹوں کی گڈیاں لے رہا تھا۔ وہ تصویر بھی ایسے ہی وقت اتاری گئی تھی جب وہ نوٹ دیے جارہے تھے۔ دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے، لینے والے کا نیچے۔ تصویر سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ لین دین کس طرح ہو رہا ہے۔

وہ کاغذ کو کھول کر پڑھنے لگی۔ اس میں لکھا تھا:

"اس تصویر میں جو شخص اسٹین گن دے رہا ہے اور دوسری تصویر میں رقم لے رہا ہے، اس کا نام ڈیوڈ ہے۔ یہ ایک نہایت لالچی اور مکار یہودی ہے۔ یہ جانتا ہے کہ جدید ترین اسلحہ ترکی سے کس طرح اسمگل ہو کر یہاں آتا ہے۔ یہ ہتھیار خفیہ ہاتھوں سے ڈیوڈ کے پاس پہنچتے ہیں۔ ڈیوڈ انھیں مجاہدین کے ہاتھوں فروخت کرتا ہے۔ اگر یہ بات اسرائیلی حکومت کو معلوم ہوجائے تو ڈیوڈ یہودی حکام کے ہاتھوں کتے کی موت مرے گا۔

تم چاہو تو اس مکار کو یہودی حکام کے حوالے کرسکتی ہو۔ اب یہ ہمارے کام کا نہیں رہا۔ اس کی جگہ ایک دوسرا ایجنٹ آگیا ہے۔ وہ ہمیں ہتھیار سپلائی کرتا ہے اور مُنہ مانگی قیمت وصول کرتا ہے۔ ہمیں اس کا نام اور پتا بھی لکھ دیا ہوں۔ تم بہتر فیصلہ کرسکتی ہو کہ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا رابطہ براہِ راست ان اسمگلروں سے ہوجائے جو ہتھیاروں کو ترکی سے

لاکر یہاں فروخت کرتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ تم ڈیوڈ کے ذریعے سراغ لگاتے ہوئے ان اسمگلروں تک پہنچ جاؤ گی۔ اس طرح ہمیں وہ ہتھیار نسبتاً سستے ملنے لگیں گے۔

موجودہ ایجنٹ کا نام جوزف ہے۔ وہ اسی اسٹریٹ میں رہتا ہے جہاں کل تمھارے انٹیلی جنس کے ایک افسر مارٹن نے مجھے ٹریپ کرنا چاہا تھا۔ اس کے جنگلے کا نمبر ایک سو چھتیس ہے۔

فقط تمھاری ایچ۔ کے۔"

اس نے حبیبہ الخیری کا مخفف کر کے ایچ کے لکھا تھا۔ لیلیٰ نے کاغذ کو تہہ کر کے چھپا لیا پھر وہ تصویر اپنے پرس میں رکھتے ہوئے ڈرائیور سے بولی۔ "اولڈ مارکیٹ چلو۔"

پرانے بازار میں ڈیوڈ کباڑیہ سیکنڈ ہینڈ مال کی خرید و فروخت کرتا تھا۔ اس نے لیلیٰ کو دیکھ کر پوچھا۔ "فرمائیے، میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟"

لیلیٰ نے اپنے پرس میں سے شناختی کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "خدمت تو میں کرنے آئی ہوں۔"

اس کارڈ کو دیکھتے ہی ڈیوڈ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس نے اپنے لب کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "مس سارہ! میں بالکل سیدھا سادا کاروبار کرتا ہوں۔ کوئی ہیرا پھیری نہیں ہے پھر آپ میرے پاس کیا لینے آئی ہیں؟"

"میں تم سے وہ ہتھیار خریدنا چاہتی ہوں جو تم مجاہدین کو بھی فروخت کرتے ہو۔"

وہ کھڑا ہوا۔ ذرا پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ گیا۔ اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ کسی سہارے کے بغیر کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ لیلیٰ نے اس کے کالر کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا پھر اسے دوسرے دروازے کی طرف دھکا دیتے ہوئے کہا۔ "اس کمرے میں چلو۔"

ادھر گاہک نہیں آتے تھے۔ ڈیوڈ نے گڑگڑا کر کہا۔ "میں سیدھا سادا کاروبار کرتا ہوں۔ جس نے بھی میرے خلاف شکایت کی ہے، وہ میرا دشمن ہے۔ میں ہتھیاروں کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔"

لیلیٰ نے سرد لہجے میں کہا۔ "میں تم پر ہاتھ اٹھانا نہیں چاہتی۔ اگر تم نے میرے سوالوں کا جواب دو۔"

اس نے پرس میں سے وہ دونوں تصویریں نکال کر اس کی طرف بڑھا دیں۔ تصویریں دیکھتے ہی وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

لیلیٰ نے کہا۔ "میرے سامنے کھڑے رہو۔"

"میں ذرا کمزور دل کا آدمی ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔ بیٹھنے کی اجازت دے دو۔"

"تم کھڑے رہو گے تو مجھے معلوم ہوتا رہے گا کہ میری کونسی بات تمھیں بیٹھنے یا چاروں شانے چت ہونے پر مجبور کر دیتی ہے۔ کم آن، اسٹینڈ اپ۔"

وہ ایک پرانی ٹوٹی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ وہاں سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "یہ میرے خلاف سازش ہے۔ آج سے دو برس پہلے چند چھاپا مار مسلمان آئے تھے۔ انھوں نے مجھے گن پوائنٹ پر رکھ کر ایسی تصویر اُتروانے پر مجبور کر دیا۔ وہ مجھے بلیک میل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں، اگر میں ان کے مطالبات پورے نہیں کروں گا تو یہ تصویریں اسرائیلی حکام تک پہنچا دیں گے اور یہ ثابت کر دیں گے کہ میں یہودی ہو کر اپنی یہودی حکومت کے خلاف مسلمانوں کو ہتھیار سپلائی کرتا ہوں۔"

"وہ تو تم کرتے ہو، بلکہ کرتے تھے۔ اب ایک نیا ایجنٹ آگیا ہے۔ تم سے یہ ایجنسی چھین لی گئی ہے اور جو نیا ایجنٹ ہے اس کا نام جوزف ہے۔ مجھے اس کا بھی پتا معلوم ہے۔ تمھارے بعد میں اس سے بھی نمٹ لوں گی۔ کیا تم چاہو گے کہ میں تمھاری یہ دو تصویریں اپنے افسران کے سامنے پیش کروں؟" وہ "نہیں، نہیں" کے انداز میں سر ہلانے لگا۔

"کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمھیں تمھارے حال پر چھوڑ کر چلی جاؤں تمھیں معاف کر دوں؟" وہ "ہاں ہاں" کے انداز میں سر ہلانے لگا۔

"میں یقیناً تمھیں معاف کر دوں گی، بشرطیکہ تم مجھے اُن اسمگلروں کے متعلق پوری معلومات فراہم کر دو۔"

پہلے تو وہ پریشان ہوا پھر سنبھل کر بولا۔ "اسمگلر نادان نہیں ہوتے۔ جن سے میرا لین دین رہا، وہ بہت ہی چالاک تھے۔ کبھی میرے سامنے نہیں آتے تھے۔ ایک ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم ہوتا تھا۔ پہلے سے پروگرام طے ہوجاتا تھا۔ اس پروگرام کے مطابق ہتھیار میرے پاس پہنچ جاتے تھے۔"

مَیں ان کے سوال و جواب کے دوران میں ڈیوڈ کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کرنے لگا۔ وہ سراسر جھوٹ بول رہا تھا۔ اسمگلر کو خوب اچھی طرح جانتا تھا۔ اس کا نام اور پتا میں نے اس کے دماغ سے معلوم کرلیا۔

وہ دونوں جس کمرے میں تھے، اس کے بعد ایک اور اسٹور روم تھا، جہاں اس نے بہت سے ہتھیار چھپا رکھے تھے۔ ایک اس کا ذاتی ریوالور بھی تھا، جو اسٹور روم میں تھا۔ ڈیوڈ سوچ رہا تھا کہ وہ کسی طرح اسٹور روم میں جائے اور وہاں سے ریوالور نکال کر لیلیٰ کا کام تمام کر دے۔

لیکن اس کا دماغ یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ ایسا کرنا خطرے سے

خالی نہیں ہوگا۔ وہ اپنی کار میں بیٹھ کر دکان پر آئی ہے۔ ڈرائیور وہاں موجود ہے۔ بہت سے لوگ اس بات کے چشم دید گواہ ہوں گے کہ سارہ آئزک اس کباڑیے کی دکان میں آئی تھی پھر واپس نہیں گئی۔

لیلیٰ نے اس سے سوال کیا: "اسمگلر تم پر کس طرح اعتماد کرتے ہیں کہ تم کبھی ان کا راز فاش نہیں کرو گے؟"

"راز فاش کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب میں انھیں ان کے ناموں سے اور چہروں سے پہچانتا نہیں ہوں تو میں ان کے خلاف بھلا کیا کر سکتا ہوں؟"

"تم نہایت کمینے اور مکار ہو۔ یہ نہ سوچنا کہ میں تمھاری باتوں پر یقین کر رہی ہوں۔"

اس کی باتوں کے دوران میں ڈیوڈ کے دماغ پر قابض ہو گیا تھا۔ اب وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کی آواز بدل گئی۔ وہ نسوانی آواز میں پریشان ہو کر کہہ رہا تھا: "نہیں نہیں۔ ایزل ہارڈی! میں نیکی نہیں کروں گی۔ میں سارہ آئزک کے کام نہیں آؤں گی۔ میں بدرُوح ہوں۔ مجھے بدی کے لیے استعمال کرو۔"

لیلیٰ ثانی شدید حیرانی سے ڈیوڈ کو دیکھ رہی تھی۔ اب ڈیوڈ کی آواز بدل گئی تھی۔ میں اپنی آواز اور لب و لہجے میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا: "نیک روحوں سے نیکی کرانا تو سب ہی عامل جانتے ہیں۔ بدرُوح سے نیکی کرانا صرف ایزل ہارڈی جانتا ہے۔ تم اس وقت لیلیٰ ثانی عرف سارہ آئزک کے کام آؤ گی۔ انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ تم میری مٹھی میں ہو۔"

ڈیوڈ کی آواز پھر بدل گئی۔ وہ اب نسوانی آواز میں بدرُوح کی حیثیت سے بول رہا تھا: "ایزل ہارڈی! تم ظالم ہو۔ جس دن میں تمھارے شکنجے سے آزاد ہو جاؤں گی، اس روز تمھاری موت بن جاؤں گی۔ ابھی تو میں مجبور ہوں۔ تمھارے حکم کی تعمیل کر رہی ہوں۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"ڈیوڈ سے حقیقت اُگلواؤ۔ یہ کس اسمگلر کے لیے کام کر رہا ہے؟ اُس سے ڈیوڈ کی براہِ راست ملاقات ہوتی رہی ہے یا نہیں؟ وہ ہتھیار کس طرح حاصل کر تا رہا؟"

اس کے ساتھ ہی ڈیوڈ اپنی ذاتی آواز میں گھگھیانے لگا۔ یوں تھر تھر کانپنے لگا جیسے تیز بخار چڑھ رہا ہو یا شدید اذیت میں مبتلا ہو۔ پھر وہ اپنی آواز میں کہنے لگا: "میں بتا رہا ہوں۔ میں بتا رہا ہوں۔ مس سارہ! تم اس کا نام معلوم کرنے کے بعد بھی اس کے سائے تک نہیں پہنچ سکو گی۔ وہ بدنام زمانہ اسمگلر کرسٹوفر میکی ہے۔ بیروت میں اس کی رہائش ہے لیکن دنیا کے ہر ملک اور ہر بڑے شہر میں اس کا نام یوں لیا جاتا ہے جیسے وہ آس پاس ہی کہیں موجود ہو۔"

لیلیٰ ثانی کی حیرانی کسی حد تک دور ہو گئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی: "مسٹر ایزل ہارڈی! مجھے اس بدنام زمانہ اسمگلر سے زیادہ تم سے دلچسپی ہے۔ لہٰذا ڈیوڈ سے معلومات فراہم کرنے کے بعد تم مجھ سے گفتگو کرو گے۔"

میں نے گمبھیر لہجے میں کہا: "اے نیکی سے دور بھاگنے والی اور بدی کی پوجا کرنے والی بدرُوح! سارہ آئزک سے کہہ دے کہ میں براہِ راست اس سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ گفتگو کرنے کے لیے بدرُوح کو واسطہ بنانا ضروری ہے۔"

لیلیٰ نے کہا: "میں بدرُوح سے کہتی ہوں، وہ میرا پیغام ایزل ہارڈی تک پہنچائے۔ میں شام کو چھ بجے ریان پارک میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی جیسے بدرُوح اس کا پیغام مجھ تک پہنچا رہی ہو پھر میں نے کہا: "سارہ آئزک سے کہہ دو آج رات نو بجے کی فلائٹ سے میں بیرس واپس جا رہا ہوں۔ میری مصروفیات اس قدر زیادہ ہیں کہ چھ بجے کسی پارک میں اس سے ملاقات نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر اب سے ڈیڑھ گھنٹے بعد یعنی ٹھیک پانچ بجے میں میک اپ کے ذریعے خود کو تبدیل کر کے اسی ہوٹل میں آؤں گی اور لابی والی میز پر تمھارا انتظار کروں گی۔ اگر کسی اور میز پر رہی تب بھی ایزل ہارڈی کو پہچاننے میں دشواری نہیں ہو سکتی۔ تم اس کی بدرُوح ہو۔ اسے میرے پاس پہنچا سکتی ہو۔"

میں نے بدروح کے ذریعے کہا: "ہم موضوع سے بہک گئے ہیں۔ ابھی ڈیوڈ کے ذریعے کرسٹوفر میکی کے متعلق معلومات حاصل کرنا ضروری ہے۔"

لیلیٰ نے کہا: "ڈیوڈ سے پوچھا جائے کہ اس سے کرسٹوفر میکی کی ملاقات ہوتی ہے یا نہیں؟"

چند لمحوں بعد ڈیوڈ نے کانپتے ہوئے، کراہتے ہوئے کہا: "اب سے دو برس پہلے میں بیروت گیا تھا۔ وہاں کرسٹوفر میکی سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد سے میں نے اس کی صورت نہیں دیکھی اور نہ ہی یہ جانتا ہوں کہ آج کل وہ کہاں ہے۔"

"تمھارے پاس ہتھیار کن ذرائع سے پہنچتے ہیں؟"

وہ ان ذرائع کے متعلق بتانے لگا۔ لیلیٰ ثانی توجہ سے سنتی رہی۔ اس کے بعد اس نے کہا: "ایزل ہارڈی! میں یہ چاہوں گی کہ کسی طرح کرسٹوفر میکی تک پہنچ کر فلسطینی مجاہدین کے لیے مفت ہتھیار حاصل کروں۔ وہ اسمگلر بے چارے مجاہدین کو لوٹ رہا ہے۔ انھیں ہتھیاروں کی شدید ضرورت ہے۔ اسی لیے وہ منہ

مانگی قیمت ادا کرتے رہتے ہیں۔"

ڈیوڈ نے کہا: "تم سیکرٹ سروس میں ہو۔ یقیناً تم نے کرسٹوفر میکی کا نام سنا ہوگا اور تمھارے ہاں ریکارڈ میں اس کی تصویریں وغیرہ بھی ہوں گی۔"

وہ بولی: "ٹریننگ کے دوران میں ہم تمام بین الاقوامی سطح کے مجرموں کے ریکارڈ پڑھتے رہتے ہیں۔ اور انھیں اپنی یادداشت میں محفوظ رکھتے ہیں۔ میں کرسٹوفر میکی کے متعلق بہت کچھ جانتی ہوں۔ لیکن ریکارڈ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مختلف ممالک میں اس کی مختلف تصویریں پائی گئی ہیں۔ اس کی اصلی تصویر کون سی ہے، یہ کہنا بہت مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے جتنی تصویریں ہمارے ریکارڈ میں ہیں، ان میں سے کوئی بھی اصلی تصویر نہ ہو اور اصلی کرسٹوفر میکی کوئی اور ہو۔"

میں نے بدروح کی آواز بن کر ڈیوڈ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "کیوں ڈیوڈ! دو برس پہلے تم نے کرسٹوفر میکی سے ملاقات کر چکے ہو، وہ اصلی تھا یا نہیں، تم کیسے یقین سے کہہ سکتے ہو؟"

اس نے جواباً کہا: "میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ میری ملاقات کرسٹوفر میکی سے ہو رہی ہے، اس لیے میں اب تک یہی سمجھ رہا ہوں۔"

پھر ڈیوڈ کی آواز بدل گئی۔ اب بدروح کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی: "ڈیوڈ! تم کسی کام کا نہیں رہا۔ اسے ختم کر دینا ضروری ہے۔"

لیلیٰ نے کہا: "نہیں، میں اسے زندہ رکھنا چاہوں گی۔ قانون کے حوالے کروں گی تو میرے ریکارڈ میں نمایاں کارکردگی کا اضافہ ہوگا۔ مجھے ایک اور اعزاز حاصل ہوگا کہ میں نے فلسطینی مجاہدوں کو ہتھیار سپلائی کرنے والے غدار تک رسائی حاصل کی اور اسے قانون کے حوالے کیا۔"

بدروح نے کہا: "نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ مرے گا اور ابھی مرے گا۔ اگر یہ زندہ رہا تو ایزل ہارڈی کے کالے عمل کا راز فاش ہو جائے گا۔ یہ قانونی محاسبے کے دوران میں ضرور کہے گا کہ اس پر کالا عمل کیا گیا تھا۔ اس طرح دو باتیں ہمارے خلاف ثابت ہوں گی۔ ایک تو ایزل ہارڈی کا راز فاش ہوگا۔ دوسرا سارہ آئزک کے خلاف کہ اس کی اپنی کوئی کارکردگی نہیں ہے۔ وہ کالے عمل کے ذریعے ایک غدار ہنگری تک پہنچی تھی۔"

لیلیٰ نے کہا: "لیکن میں کسی معقول جواز کے بغیر اسے ہلاک نہیں کر سکتی۔"

بدروح نے کہا: "ابھی معقول جواز پیدا ہوگا۔ یہ دیکھو۔"

اس کے ساتھ ہی ڈیوڈ اس کی طرف سے پلٹ کر اس کمرے میں گیا جو اسٹور روم تھا اور وہاں ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ وہ وہاں سے ایک ریوالور اٹھا کر لے آیا پھر اکڑتے ہوئے، اٹھلاتے ہوئے کہا: "مس سارہ آئزک! اب تم میرے ہاتھوں سے بچ کر نہیں جا سکتیں۔ میں تمھیں گولی مار دوں گا۔ یہ دیکھو۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائر کیا۔ لیلیٰ کا ٹھ کی پتلی نہیں تھی کہ گولی کھانے کے لیے ایک جگہ کھڑی رہتی۔ آخر ٹریننگ کس دن کے لیے حاصل کی تھی۔ گولی چلنے سے پہلے ہی وہ پینترا بدل کر بڑی پھرتی سے دوسری طرف چلی گئی تھی۔ وہ دوسری طرف نہ بھی جاتی تب بھی ڈیوڈ کا نشانہ صحیح نہ لگتا۔ میں جو اس کی کھوپڑی میں سمایا ہوا تھا۔

ڈیوڈ فاتح کے انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا: "تم مجھ سے بچ کر نہیں جا سکو گی۔ اب دوسری گولی سے بچو۔"

دوسرا فائر ہونے سے پہلے ہی لیلیٰ ثانی نے اپنے دائیں ہاتھ کو ایک جھٹکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آستین سے ایک چاقو نکل آیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ چاقو تیر کی طرح آیا اور ڈیوڈ کے سینے میں ترازو ہو گیا۔ لیلیٰ ثانی کی پھرتی قابلِ دید تھی۔ صرف چند سیکنڈ میں اس نے چاقو نکالا تھا اور وہ چاقو ڈیوڈ کے سینے میں پیوست ہو گیا تھا۔ یوں لگتا تھا، اس کے بدن میں بجلی بھری ہے۔ جیسے وہ ایک ساعت میں سوئچ کی طرح آن ہوتی ہے اور دوسری ساعت میں موت کی تاریکی کی طرح چھا جاتی ہے۔

وہ دکان سے باہر آئی۔ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ کر وائرلیس بوتھ کو کھولا۔ اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر کے سیکرٹ سروس کے چیف آفیسر کو صورتِ حال بتائی۔ چیف آفیسر نے نیشنل انٹیلی جنس کے شعبے سے رابطہ قائم کیا۔ پندرہ منٹ کے بعد ہی انٹیلی جنس کے دو افسران اپنے ماتحتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔

لیلیٰ نے بیان دیا: "میں کار میں یہاں سے گزر رہی تھی کہ دکان میں ایک فلسطینی مسلمان کو دیکھا۔ وہ مشکوک نظر آتا تھا.... دکان دار ڈیوڈ کے ساتھ دکان کے اندرونی حصے میں جا رہا تھا۔ جب میں کار سے اُتر کر دکان کے اندر پہنچی تو وہ مسلمان وہاں نظر نہیں آیا۔ میری آہٹ سُن کر دکان کے اسٹور روم کا دروازہ کھلا۔ ڈیوڈ مجھے دیکھتے ہی گھبرا گیا۔ میں سمجھ گئی کہ وہ مجھے جاسوسہ کی حیثیت سے جانتا ہے۔ میں نے پوچھا: 'وہ نوجوان کہاں ہے جو ابھی یہاں نظر آیا تھا؟'

وہ پریشان ہو کر بولا: 'یہاں تو کوئی مسلمان نہیں آیا تھا۔' تب میں اسے دھکا دے کر اسٹور روم کے اندر گئی۔ اس کا پچھلا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ یقیناً وہ فلسطینی غدار وہاں سے فرار ہو گیا تھا لیکن اسٹور روم میں مجھے ایسے ہتھیار نظر آئے جو فلسطینی چھاپا مار استعمال کرتے ہیں۔"

انٹیلی جنس کے افسر نے پوچھا: "لیکن آپ نے اسے ہلاک کیوں کر دیا؟ وہ زندہ رہتا تو ہمارے بہت کام آتا۔ دوسرے

فلسطینی چھاپا ماروں کی نشاندہی کرتا۔"

لیلیٰ نے ناگواری سے کہا۔"مسٹر! آپ کی عقل مجھ میں بھی ہے۔ میں ایسے مجرموں اور غداروں کو ہر حال میں زندہ رکھتی ہوں لیکن اس نے اچانک ریوالور نکال لیا تھا۔ وہ دیکھو، دیوار میں گولی کا نشان بنا ہوا ہے۔ ایک گولی سے بچ گئی۔ کیا ضمانت تھی کہ دوسری گولی سے بھی بچ جاتی۔ لہٰذا مجھے جوابی کارروائی کرنا پڑی۔"

لیلیٰ نے مجھ سے کہا تھا کہ ڈیڑھ گھنٹے بعد یعنی پانچ بجے ہوٹل میں آکر مجھ سے ملاقات کرے گی اور اس وقت وہ کسی دوسری لڑکی کے میک اپ میں ہوگی لیکن وہ پانچ بجے نہ آسکی۔ فلسطینی مجاہدوں کو ہتھیار سپلائی کرنے والا کیس ایسا تھا، جسے اسرائیلی حکومت نظر انداز نہیں کرسکتی تھی۔ یہ معاملہ سیکرٹ سروس کے ہم افسران کے درمیان زیر بحث رہا اور اس نشست میں لیلیٰ ثانی کو بھی شریک کیا گیا۔

ان افسروں کے درمیان میز پر لیلیٰ ثانی کا ریکارڈ فائل رکھا ہوا تھا اور وہ اس پر بحث کررہے تھے۔ ایک افسر نے کہا۔ "مس سارہ آئزک نے ٹریننگ کے دوران ایسے ایسے دلیرانہ کارنامے انجام دیے ہیں جن کی توقع ہم طلبا اور طالبات سے ٹریننگ مکمل کرنے کے بعد بھی مشکل سے کرتے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا۔"مس سارہ آئزک نے ابتدا ہی سے قوتِ ارادی اور حاضر دماغی کا بے مثال ریکارڈ قائم کیا ہے۔ اب یہی دیکھ لیں کہ گاڑی سے گزرتے ہوئے صرف ایک فلسطینی مسلمان پر اس کی نظر پڑی اور اس کے ذہن نے فوراً اسے چوکنا کر دیا۔ یہ فوراً ڈیوڈ جیسے غدار تک پہنچ گئی۔ اگر وہ فائر نہ کرتا تو سارہ اسے ہمارے پاس زندہ لے آتی۔"

لیلیٰ ثانی نے ادب سے کہا۔"آپ لوگوں کی حوصلہ افزائی نے مجھے اس مقام تک پہنچایا ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، میں اپنے باپ کی آخری رسومات میں شریک ہونے گئی تھی۔ اس لیے میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ وہ تو ہمیں تاکید کی گئی ہے کہ ہر حال میں ہمارے پاس کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے اس لیے میں آستین میں ایک خنجر چھپا کر رکھتی ہوں۔ وہی خنجر میرے کام آگیا۔ وہ نہ ہوتا تو شاید اس وقت میں آپ لوگوں کے سامنے زندہ سلامت نظر نہ آتی۔"

ایک افسر نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔"بے شک! ہم مانتے ہیں کہ بڑی مجبوری کی حالت میں تم نے اسے ہلاک کیا ہے۔ بہرحال ہم مایوس نہیں ہیں۔ ہم ان لوگوں تک پہنچ سکتے ہیں جو ہتھیار سپلائی کرتے ہیں یا دیوڈ جن سے ہتھیار حاصل کرکے فلسطینی چھاپا ماروں تک پہنچایا کرتا تھا۔ تم نے اس مسلمان مجاہد کو دیکھا ہے۔ تم اسے نہ لاکھوں میں پہچان سکتی ہو۔ ہم نے تل ابیب اور حیفا کی تمام اہم چوکیوں تک یہ اطلاع پہنچا دی ہے کہ یہاں سے جو بھی مسلمان باہر جائے، اس کا سختی سے محاسبہ کیا جائے۔ کوئی مشکوک ہو تو اسے روک لیا جائے۔"

لیلیٰ نے کہا۔"یقیناً وہ فلسطینی چھاپا مار شہر سے باہر جانا چاہے گا۔ اگر وہ گرفتار کرلیا گیا یا شک و شبہے کی بنا پر حراست میں رکھا گیا تو میں اسے پہچان لوں گی لیکن اس کے لیے وقت چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ آج شہر سے نہ نکلے۔ کل یا پرسوں اور دن نکلے۔"

ایک افسر نے کہا۔"ہم نے اس پہلو پر غور کیا ہے۔ ہمارے فیصلے کے مطابق چودہ گھنٹے کے بعد تمھیں رسوتی کے ساتھ نیپال جانا تھا لیکن ہم نے فیصلہ بدل دیا ہے۔"

لیلیٰ ثانی نے چونک کر اس افسر کو دیکھا۔ ویسے میں بھی چونک گیا تھا۔ اسرائیلی سیکرٹ سروس کے اہم افسران لیلیٰ ثانی کو مزید ٹریننگ کے لیے بیرونی ملک بھیجنا چاہتے تھے اور میں بھی یہی چاہتا تھا لیکن حالات نے اچانک ہی پلٹا کھایا تھا۔ اس افسر نے کہا۔"اگر تم نیپال جاؤ گی تو یہاں کا معاملہ کھٹائی میں پڑ جائے گا اور ہمارے لیے یہاں کا معاملہ زیادہ اہم ہے۔ ہم وہ راستہ بند کردینا چاہتے ہیں جہاں سے فلسطینی چھاپا ماروں کو ہتھیار حاصل ہوتے ہیں۔ یہ راستہ تمھارے ذریعے بند ہوسکتا ہے۔ تمھیں یہاں رہ کر اس مسلمان نوجوان کو تلاش کرنا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ تم اس کے علاوہ دوسرے چھاپا ماروں کا بھی سختی سے محاسبہ کروگی اور کسی نہ کسی طرح اس بدمعاش تک پہنچو گی جو ہمارے خلاف دشمنوں کو ہتھیار سپلائی کررہا ہے۔"

لیلیٰ ثانی ذہنی طور پر رسوتی کے ساتھ جانے کے لیے تیار تھی۔ وہ اس کی ٹیلی پیتھی کو اپنے لیے زبردست ہتھیار سمجھنا چاہتی تھی۔ اس نے عاجزی سے کہا۔"آپ لوگ میرے بڑے ہیں۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ میری ڈیوٹی جہاں لگائیں گے وہاں میں اپنا فرض پورا کروں گی لیکن میری بڑی خواہش تھی کہ میں بیرونِ ملک جاؤں اور وہاں اپنی صلاحیتوں کو آزماؤں۔"

"تمھیں آئندہ اس کا موقع دیا جائے گا۔"

"لیکن جناب! کسی بھی مسلمان چھاپا مار کو حراست میں لے کر اس سے اگلوایا جاسکتا ہے کہ وہ ہتھیار کہاں سے حاصل کرتا ہے؟"

"یہ ڈیوٹی تم بحسن و خوبی انجام دے سکتی ہو۔"

"جناب! دوسرے طلبا و طالبات بھی میری طرح ذہنی طور پر باصلاحیت ہیں۔ انھوں نے بھی بیشتر معاملات میں اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔"

"سوری مس سارہ آئزک! ہمارا فیصلہ اٹل ہے۔ تم باہر نہیں جاؤ گی۔ یہیں اپنے فرائض انجام دوگی۔ ہمیں یقین ہے کہ تم بہت جلد ہتھیار سپلائی کرنے والوں تک پہنچ جاؤ گی۔"

لیلیٰ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ چیف آفیسر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "نو مور آرگومینٹس۔ دیٹس آل۔"

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ مجبوری تھی۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں سیکرٹ سروس کے ایک ایک آفیسر کے دماغ میں پہنچ کر انھیں اس بات پر آمادہ کرتا کہ وہ لیلیٰ کو رسوتی کے ساتھ نیپال بھیج دیں۔ اس وقت چھ بج چکے تھے۔ تین گھنٹے بعد ہمیں تل ابیب چھوڑ دینا تھا۔ سونیا شاپنگ کے لیے ضد کررہی تھی، لہٰذا میں اس کے ساتھ ہوٹل سے باہر آگیا۔

شاپنگ کے دوران وین وائز بھی ہمارے ساتھ رہا۔ ایک بہت بڑے ڈپارٹمنٹل اسٹور میں مجھے ایک سوٹ کیس پسند آگیا۔ سونیا اور میں نے ایک ہی سوٹ کیس میں اپنی چیزیں اور کپڑے رکھ چھوڑے تھے۔ وہ گہرے نیلے رنگ کا سوٹ کیس مجھے پسند آگیا۔ میں نے اسے خرید لیا۔ ہوٹل میں آکر سونیا کے سوٹ کیس سے اپنی چیزیں اور کپڑے نکالے۔ اس میں رکھنے لگا تو سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔"یوں لگ رہا ہے جیسے تم جھگڑا کرکے اپنا سامان علیحدہ کررہے ہو اور مجھ سے الگ کہیں جانے والے ہو۔"

میں مسکرا کر رہ گیا۔ کہتے ہیں کبھی کبھی منہ سے نکلی ہوئی بات پوری ہوجاتی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سونیا کے ساتھ پیرس جانا چاہوں گا لیکن اس سے پہلے ہی میرا راستہ اچانک بدل جائے گا۔

ہوا یوں کہ ہم وقت پر ہوٹل سے نکلے۔ ہوٹل کے ملازم نے ہمارا سامان باہر کار میں لے جاکر رکھا۔ وین وائز نے ہوٹل کا بل بھی ادا کردیا تھا۔ ہم کار میں آکر بیٹھ گئے۔ ایئرپورٹ ایسے وقت پہنچے جب طیارے کی پرواز میں صرف پندرہ منٹ رہ گئے تھے۔ اس پندرہ منٹ میں ہم نے بورڈنگ کارڈ حاصل کیا۔ اپنے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات چیک کرائے، اسی وقت لیلیٰ ثانی بس والوں کے ساتھ ہمارے سامنے آموجود ہوئی۔ اس نے مسکراتی ہوئی سونیا کو دیکھا پھر مجھ سے کہا۔"ہیلو مسٹر اینڈل ہارڈی! یاد ہے، میں نے تمھیں فرشتہ بن کر آئی تھی؟ ایک ویڈیو میں کاروں ادا کیا تھا اور آپ چاپ ایک پرچی لکھ کر دی تھی؟ بھلا اس پرچی میں کیا لکھا تھا؟"

میں نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔"تم ہی بتادو۔ میں تو بھول گیا ہوں۔"

"نہیں، نہیں، تمھاری یادداشت اتنی کمزور نہیں ہوسکتی۔ بہرحال تمھاری منگیتر مس سلطانہ کو تو یاد ہوگا!"

سونیا نے اسے تولتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر بولی۔"نادان لڑکی! کیا تم کوئی ڈراما پلے کرنے آئی ہو؟"

"ہاں، زبردست ڈراما۔ اس روز ہوٹل میں تم نے میری توہین کی تھی۔ اپنے منگیتر سے کہا تھا کہ یہ مجھے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ دوسرے لفظوں میں تم میری موجودگی برداشت نہیں کر رہی تھیں۔ مجھے کمرے سے جانے پر مجبور کررہی تھیں۔ اس وقت تو میں چلی گئی کیوں کہ میں ایک ویڈیو تھی لیکن آج کچھ اور ہوں۔ تمھیں بتانے آئی ہوں کہ جس منگیتر کو تم نے اپنے اسکارف سے باندھ رکھا ہے، اسے میں کھول کر لے جارہی ہوں اور تم مجھے روک نہیں سکوگی۔"

یہ کہتے ہی اس نے پولیس افسر سے کہا۔"میری معلومات کے مطابق اس گہرے نیلے رنگ کے سوٹ کیس میں وہ سب کچھ ہے جس کی ہمیں تلاش ہے۔"

پولیس افسر سوٹ کیس کے پاس آیا اور اس نے سوال کیا۔ "یہ سوٹ کیس کس کا ہے؟ مس سلطانہ آپ کا یا مسٹر اینڈل ہارڈی کا۔۔۔؟"

میں نے فوراً کہا۔"یہ میرا سوٹ کیس ہے۔ اس میں میرا سامان ہے اور ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو یہاں کے قانون کے خلاف ہو۔"

وین وائز نے کہا۔"سانچ کو آنچ کیا! آپ ابھی یہ سوٹ کیس کھول کر دیکھ لیں۔ دیکھیے، اناؤنس ہورہا ہے۔ جہاز پرواز کرنے والا ہے۔ ہمیں بلایا جارہا ہے۔"

لیلیٰ ثانی نے کہا۔"مسٹر وین وائز! آپ چاہیں تو مس سلطانہ کے ساتھ جاسکتے ہیں۔ مسٹر ہارڈی کو تلاشی مکمل ہونے تک یہاں رُکنا پڑے گا۔"

سونیا اور میں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اس کے دماغ میں رسوتی پہنچی ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔"سونیا! یہ کون سی بلا پیچھے پڑ گئی ہے۔ کہو تو میں ابھی اس سے۔۔۔؟"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے میں نے کہا۔"ہرگز نہیں۔ لیلیٰ کو بالکل نہ چھیڑنا ورنہ بات بگڑ جائے گی۔ میں نے باتوں کے دوران لیلیٰ کے ذہن کو پڑھ لیا ہے۔ یہ گہرے نیلے رنگ کا سوٹ کیس میرے سوٹ کیس جیسا ہے لیکن یہ میرا نہیں ہے اور اس میں کوکین کے پیکٹ رکھے ہوئے ہیں۔ مجھے یہ لوگ آسانی سے نہیں جانے دیں گے۔"

رسوتی نے پریشان ہوکر کہا۔"سونیا! میرا کیا ہوگا؟ تم بھی یہاں رُک جاؤ گی تو میرے پیچھے نیپال تک کیسے آسکو گی؟"

میں نے کہا۔"سونیا! تم وین وائز کے ساتھ جاؤ اور پیرس

وجوہات کی بنا پر اس نے انھیں روک لیا ہے۔"

سونیا نے جواب دیا۔ "لیلیٰ نے واقعی اپنی ضرورت کے تحت فرہاد کو روکا ہوگا لیکن فرہاد صاحب کو تو ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ ایک دن روکے گی، یہ حضرت ایک صدی کے لیے رُک کر رہ جائیں گے۔"

میں نے فوراً کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک عرصہ گزر گیا میری زندگی میں کوئی عورت نہیں آئی۔ یوں تو آئے دن ایک سے ایک طرح دار نازنینوں سے ملاقات ہوتی ہے لیکن میں نے کبھی کسی میں دلچسپی نہیں لی۔"

"زیادہ پارسا بننے کی کوشش مت کرو۔ میں کسی وقت بھی تمھاری پارسائی کا بھانڈا پھوڑ سکتی ہوں۔"

"بھلا وہ کیسے؟"

"رسوتی خیال خوانی کرنے لگی ہے۔ میں تم سے دور رہ کر تمھاری حرکتوں کو نہیں دیکھ سکتی لیکن رسوتی دیکھ سکتی ہے اور مجھے تمھارا کچا چٹھا سُنا سکتی ہے۔"

رسوتی نے فوراً ہی کہا۔ "نہیں، نہیں سونیا! مجھ سے یہ کام نہ لینا۔ میں نے ماضی میں فرہاد سے اسی بنا پر اختلافات مول لیے۔ ہمیشہ شُبہ کرتی رہی۔ کبھی عقل نہیں آئی کہ جب مرد کو بہت بڑی طاقت حاصل ہو جاتی ہے، وہ کسی غیر معمولی عہدے کا مالک بن جاتا ہے تو پھر اسے من مانی کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ وہ شادی ایک کرتا ہے مگر حرم سرا بہت بڑی رکھتا ہے پھر بھی وہ جو ایک منکوحہ ہوتی ہے، اس کے بچوں کی ماں ہوتی ہے، وہی ملکہ کہلاتی ہے۔ وہی قانونی طور پر شریکِ حیات بھی ہوتی ہے اور اس کی دولت جائداد اور اس کے رُتبے اور شان کی حصّہ دار ہوتی ہے۔ اتنی سی بات میری سمجھ میں نہیں آئی اور فرہاد سے لڑتی جھگڑتی رہی۔ اب میں توبہ کرتی ہوں۔ حالانکہ توبہ کا وقت گزر چکا ہے مگر میں تمھیں مشورہ دے سکتی ہوں کہ محبت کرو تو اپنے محبوب کی خطاؤں کو درگزر کرو۔ سچی محبت کرنے والے صرف اپنے محبوب کی اچھائیوں سے ہی نہیں، اس کی برائیوں سے بھی محبت کرتے ہیں۔"

سونیا نے کہا۔ "برائیوں سے محبت نہیں کی جاتی بلکہ ان برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کرنا ہر عورت کا فرض ہے۔"

"یقیناً فرض ہے لیکن عقل یہ بھی سمجھاتی ہے کہ مرد کی جو بُرائی دُور نہ ہو سکے اسے سمجھوتہ کر لیا جائے۔ سمجھوتہ نہ کرنے کا نتیجہ [illegible] اسی وحشی میں تمھیں سمجھا رہی ہوں۔ حالانکہ میں آزاد ہوں، خود مختار ہوں، غیر معمولی صلاحیت کی مالک ہوں۔ میں چاہوں تو دوسری شادی کر سکتی ہوں لیکن نہیں، عورت جب کسی ایک کو اپنا بنا لیتی ہے تو اس کی نفرتوں کے باوجود اسے اپنا ہی سمجھتے ہوئے ساری زندگی گزار دیتی ہے اور میں بھی یہی کروں گی۔"

میں نے لیلیٰ کے دماغ میں ایک ذرا جھانک کر دیکھا پھر سونیا سے کہا۔ "عورتوں کا درمیان میں آنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کام کی باتیں نہیں ہوتیں۔ فضول باتوں میں وقت گزر جاتا ہے۔ اب لیلیٰ میرے پاس آ رہی ہے۔ میں بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

سونیا نے پوچھا۔ "لیلیٰ نے تمھیں روکنے کے لیے جو چال چلی ہے، اس سے تمھیں زیادہ پریشانی تو نہیں ہوگی؟"

"نہیں، اس نے خود ہی اس کیس کو ختم کر دیا ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے تم جلد یہاں سے نہیں نکلو گے۔"

"میں نکل کے کروں گا کیا؟ تم پیرس سے نکل کر نیپال جاؤ گی، میں تو نیپال نہیں جاؤں گا۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ تمھاری چھتی کے لیے ہزاروں میل کا سفر کروں۔ مجھے اور بھی بہت سے کام پڑے ہیں، تم اسے یہودیوں کے چنگل سے نکال لانے کے لیے نیپال جاؤ گی۔ میں سجاد اور اعلیٰ بی بی کو پردہ فروشوں سے نجات دلانے کی کوشش کروں گا۔ دوسری طرف لیلیٰ ثانی کے ذریعے فلسطینی مجاہدوں کے کام آنے کی کوشش کروں گا۔ ان کی بنیادی ضرورت یہ ہے کہ انھیں سستے سے سستا ہتھیار ملنے لگے۔ اگر ہو سکا تو کرسٹوفر میکی کے ذریعے میں انھیں مفت ہتھیار سپلائی کراؤں گا۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ لیلیٰ ثانی کمرے میں آ چکی تھی۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "میں جا رہا ہوں۔ پھر ملاقات کروں گا۔"

لیلیٰ نے پوچھا۔ "کیا بدروحوں کے ذریعے پیغام رسانی ہوگئی؟"

اس کے جواب میں میں نے ایک سرد آہ بھری۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "اس سرد آہ کا مطلب کیا ہوا؟"

میں نے کہا۔ "انسان، انسان کو کبھی نہیں سمجھ سکتا۔ جو تمھاری زبان پر ہوتا ہے، وہ تمھارے ہمارے دل میں نہیں ہوتا۔ ہم اوپر سے کچھ ہوتے ہیں۔ اندر سے کچھ۔"

"یہ فلسفہ بیان کر رہے ہو۔ حقیقت کیا ہے؟"

"فلسفہ حقیقت سے جُدا نہیں ہوتا۔ میں سلطانہ کے متعلق کہہ رہا ہوں۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتی تھی۔"

لیلیٰ نے حیرانی سے پوچھا۔ "کرتی تھی کا مطلب یہ ہوا کہ اب نہیں کرتی؟"

"ہاں، بات کچھ ایسی ہی ہوئی ہے۔ میری ایک بددعا نے مجھے بتایا ہے کہ سلطانہ اندر ہی اندر چپ چاپ وین وائز سے متاثر ہوتی جا رہی ہے۔"

میں نے یہ بات سوچے سمجھے منصوبے کے بغیر بے اختیار کہہ دی تھی۔ وہ جو کہتے ہیں کہ چور چوری سے جاتا ہے، ہیرا پھیری سے نہیں جاتا تو ہیرا پھیری میری فطرت میں ہے۔ میں نے صرف

لیلیٰ ثانی کی ہمدردی اور اس کی زیادہ سے زیادہ توجہ حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو ایک نامراد عاشق کے طور پر پیش کیا تھا کہ وہ اس کی دوائے دل دیتی تھی، اب اس نے کسی اور کی دکان آباد کر دی تھی۔

لیلیٰ نے مذاق اڑانے کے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔ "پھر تو [illegible] کے نہ رہے۔ یہ تو میں نے اچھا کیا کہ تمھیں سلطانہ سے پہلے ہی [illegible] کر دیا۔ بعد میں جُدائی ہوتی۔ وہ تمھارے سامنے کسی دوسرے کا [illegible] تھام کر چلی جاتی تو تمھارا دِل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور اسے [illegible] والا کوئی نہ ہوتا۔"

"کیا تم نے میرے دل کے ٹکڑوں کو سمیٹنے کے لیے مجھے اپنے [illegible] روک رکھا ہے؟"

وہ ایک دم سے جھینپ گئی۔ ذرا گڑبڑائی پھر سنبھل کر بولی۔ "اے مسٹر، تم مجھے کوئی فلرٹ کرنے والی لڑکی نہ سمجھنا میں دوستانہ [illegible] میں جتنی دوستی کرتی ہوں، دشمن بن کر اتنی ہی نفرت بھی [illegible] ہوں۔"

"یہ بات میں نے پہلی مرتبہ نہیں سُنی۔"

"وہ جو تمھاری زندگی میں آ چکی ہیں۔ میں ان جیسی نہیں ہوں۔ [illegible] تو اپنے دماغ سے نکال ہی دو کہ میں کسی وچ ڈاکٹر کو اپنا [illegible] بناؤں گی۔ مجھے کالا علم کرنے والوں سے سخت نفرت ہے [illegible] مجبوری ہے۔ ہزار نفرت کے باوجود تمھارے کالے علم کے [illegible] میں مجاہدین کو کچھ فائدے پہنچانا چاہتی ہوں۔"

"کیا ہم یہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے؟"

"نہیں باہر جانے سے پہلے یہ طے کر لینا چاہیے کہ افسران نے [illegible] تعلق سوالات کیے تو میں کیا جواب دوں گی۔ وہی جواب [illegible] ہونا چاہیے۔"

"تمھاری تجویز کے مطابق میں وچ ڈاکٹر ہوں۔ تمھارے اور [illegible] افسران کے درمیان جو سوال جواب ہوں گے، میری بدخصلتیں [illegible] ان کی تمام تفصیلات بتا دیں گی۔ اس کی طرف سے بالکل ہی [illegible] رہو۔ یہ بتاؤ، ہمیں کب تک یہاں رہنا ہوگا اور کہاں قیام [illegible] گا؟"

"کب تک کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ تمھاری رہائش [illegible] میرا گھر حاضر ہے۔ میں اب اس [illegible] میں تنہا ہوں۔ تم میرے [illegible] بنگلے میں آرام سے رہ سکتے ہو۔"

"تم غلط آرام کو اس طرح کھینچ کر بول رہی ہو جیسے مجھے ہتھوڑوں سے گھڑ میں آرام کرنا ہے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ . . . ہم وہاں سے اُٹھ کر باہر آئے۔ اس کی [illegible] طرف تھی۔ ایک شخص نے قریب آ کر رازدارانہ انداز میں کہا۔ "[illegible] سارہ! اے میسیج فار یو۔"

میں آگے بڑھ کر کار کے پاس پہنچ گیا۔ وہ شخص لیلیٰ سے آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ "ہمارا چیف معلوم کرنا چاہتا ہے کہ تم ایزل ہارڈی میں دلچسپی کیوں لے رہی ہو؟ ایک بار فرحانہ بن رشید پیرس کی حیثیت سے اس کے کمرے میں گئیں۔ دوسری بار تم اس کے ساتھ رات کا کھانا کھاتی رہیں اور اس کے ساتھ ہنستی بولتی رہیں۔ آج تم نے اسے پیرس جانے سے روک دیا۔ چیف بڑے اعتماد سے کہتا ہے کہ تم کوئی گہری چال چل رہی ہو۔ کیا یہ دُرست ہے؟"

لیلیٰ نے ناگواری سے کہا۔ "یہ دُرست ہے یا نہیں، اس کا جواب میں چیف کو دوں گی۔ تم نے پیغام پہنچا دیا، تمھارا شکریہ۔ اب جا سکتے ہو۔"

وہ میرے پاس آ گئی۔ اس وقت اس کا ڈرائیور ساتھ نہیں تھا۔ ہم دونوں اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ وہ ڈرائیو کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "میں تمھیں اپنے بنگلے میں چھوڑ کر اپنے چیف سے ملنے جاؤں گی۔ تم اپنی بدروحوں کے ذریعے معلوم کرتے رہنا کہ ہمارے درمیان کیا گفتگو ہو رہی ہے۔"

اس نے مجھے اپنے بنگلے پر پہنچا دیا۔ اس کے بعد اپنے چیف سے ملاقات کرنے چلی گئی۔ بہت دیر سے میں نے اعلیٰ بی بی اور سجاد کی خبر نہیں لی تھی۔ مرجانہ کے متعلق بھی اتنا ہی معلوم تھا کہ وہ بخیریت دشمنوں کے گھیرے سے نکل گئی ہے۔ اسے نکلنا ہی تھا۔ خواہ دوست بن کر یا دشمن بن کر۔ دشمنوں نے اچانک گرگٹ کی طرح رنگ بدل لیا تھا۔ میری دوستی کو پائیدار بنانے کے لیے وہ مرجانہ یا میرے کسی بھی ساتھی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اس لیے میرے اندازے کے مطابق مرجانہ بخیریت تھی۔ ابھی میں اس کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔ اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کی لہروں کو محسوس کرتے ہی پوچھا۔ "رسوتی! کیا تم ہو؟"

"نہیں، میں ہوں۔"

"اوہ فرہاد! شکریہ۔ بڑی دیر بعد ہماری یاد آئی؟"

"میں بہت مصروف تھا۔"

"ایسی بھی کیا مصروفیت۔ رسوتی تم سے زیادہ دوستی کا حق ادا کر رہی ہے۔ بار بار آتی ہے اور ہماری خیریت معلوم کرتی رہتی ہے۔ کم از کم اس کی موجودگی سے ہمیں بے یار و مددگار ہونے کا احساس تو نہیں ہوتا ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اعلیٰ بی بی! تم اور خود کو کبھی بے یار و مددگار سمجھو؟ تمھیں اس کے ذریعے ہمارے حالات کا علم ہو رہا ہے۔"

"ہاں، ابھی رسوتی میرے پاس سے گئی ہے۔ بتا رہی تھی کہ سونیا پیرس جا رہی ہے اور تمھیں لیلیٰ ثانی نے روک رکھا ہے۔"

"تم اپنے حالات بتاؤ۔ کیا وہاں کوئی آیا تھا؟"

"نہیں، ہم اسی طرح اس مکان میں ہیں اور چاروں طرف جنگلی جانور ہیں۔ کچن میں اب بھی ایک ہفتے کا راشن ہے۔ دوسری کھانے پینے کی چیزیں بھی وافر مقدار میں ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے وہ ایک ہفتے تک یہاں نہیں آئیں گے۔ ان کی آمد اسی وقت ممکن ہے جب ہمارے سلسلے میں سودا طے پائے گا اور کوئی ہماری بڑی قیمت دے کر ہمیں یہاں سے لے جانا چاہے گا۔"

"اس سے پہلے بھی ممکن ہے۔ کیوں کہ اسرائیلی انٹیلی جنس کے افراد اپنی پوری ذہانت سے کام لیتے ہوئے یونان کے بردہ فروشوں تک پہنچ گئے ہیں۔ ان کے سرغنہ کا نام بھی معلوم کر لیا ہے۔ ایسے لوگوں کی فہرست بھی تیار کر لی ہے جو جنگلی جانوروں کا کاروبار کرتے ہیں۔ اب وہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ بردہ فروشوں کے سرغنہ جیسکو کو روکا تعلق کسی جنگلی جانوروں کے سوداگر سے ہے یا نہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "سپر ماسٹر اور ماسک مین بھی خاموش نہیں ہوں گے۔ دوسری طرف وہ ہمارے لیے بڑی سے بڑی بولیاں دے رہے ہوں گے اور۔۔۔۔۔۔۔ اپنی انٹیلی جنس کے ذریعے ہمارا سراغ لگانے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ تم ذرا یہ تو معلوم کرو کہ اب تک کتنی تنظیموں اور کتنے ممالک نے ہمارے لیے بولیاں دی ہیں؟"

میں سپر ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ کرید کر معلومات حاصل کرنے لگا۔ پتا چلا کہ بردہ فروشوں کے سرغنہ جیسکو کرو نے ہی اس سے بھی سودا کیا تھا۔ اب تک سپر ماسٹر اپنی تنظیم کی طرف سے ستر لاکھ ڈالر فرہاد کے لیے اور تیس لاکھ ڈالر اعلیٰ بی بی کے لیے ادا کرنے کو تیار تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کہہ دیا تھا کہ کوئی اس سے بڑھ کر بولی دے تو وہ اپنی پیش کش میں مزید اضافہ کر سکتا ہے۔

جیسکو کرو نے طنزیہ انداز میں جواب دیا تھا: "دنیا کی بڑی طاقتیں ایٹم بم بنانے یا ہائیڈروجن بم تیار کرنے کے لیے اربوں ڈالر خرچ کرتی ہیں۔ فرہاد علی تیمور تو دنیا کا خطرناک ترین ہتھیار ہے۔ آئندہ بھی کوئی سائنس دان، کوئی موجد ایسا خطرناک ہتھیار ایجاد نہیں کر سکے گا۔ نہ ہی کوئی ماں دوسرا فرہاد علی تیمور پیدا کر سکے گی۔ لہٰذا اس کے لیے اربوں ڈالر سے اوپر کی بولی دی جائے۔"

اس نے ماسک مین کو بھی یہی جواب دیا تھا۔ جواباً ماسک مین نے کہا تھا: "ہم دو ارب ڈالر دینے کو تیار ہیں۔ پہلے طریقہ کار طے کر لیا جائے کہ فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی کو کس طرح تمہارے ہاتھوں سے ہمارے ہاتھوں تک پہنچایا جائے گا کیوں کہ اس لین دین کے درمیان بڑی طاقتیں اور خطرناک تنظیمیں سازشیں کریں گی۔ ان کی کوشش یہی ہوگی کہ فرہاد کو بیچ ہی سے اغوا کر لیا جائے۔ یہ معاملہ نہایت سنگین ہے اور بڑی احتیاط سے فرہاد اور اعلیٰ بی بی کی منتقلی ہونی چاہیے۔"

جیسکو کرو نے جواب دیا: "ابھی تو ہم بولی دینے والوں کا حوصلہ دیکھ رہے ہیں۔ جب آپ میں سے کسی کی بولی ہماری توقع سے کچھ زیادہ ہوگی تو ہم اسی پارٹی کو فرہاد کی منتقلی کا طریقۂ کار بتائیں گے۔"

میں اس کے دماغ سے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں جو سب سے اہم اور چونکا دینے والی بات معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ ایک نامعلوم شخص بڑے سازشی انداز میں میرا سودا کرنا چاہتا تھا۔ اس نے جیسکو کرو سے کہا تھا: "فرہاد علی تیمور بار بار تمہاری گرفت میں نہیں آئے گا۔ ایک بار سودا کرو گے تو گھاٹے میں رہو گے۔ میرے منصوبے پر عمل کرو گے تو ہمیشہ منافع حاصل ہوتا رہے گا۔"

جیسکو کرو نے کہا: "اس دوران میں فرہاد کی ٹیلی پیتھی واپس آجائے تو زندگی بھر کا کیا ہوا تمام منافع صرف ایک موت کے نقصان میں بدل جائے گا۔"

"اگر ہم فرہاد کو دوست بنا کر رکھیں اور اس کا سودا بھی کریں تب بھی وہ کبھی ہمارا دشمن نہیں بنے گا۔"

"تمہاری بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"یوں سمجھو کہ اس وقت جتنی بھی بڑی تنظیمیں فرہاد کو منہ مانگی قیمتوں پر حاصل کرنا چاہتی ہیں ـــــ وہ ساری کی ساری فرہاد کی دشمن ہیں ـــــ اگر ہم سپر ماسٹر، ماسک مین اور دوسرے ملکوں سے الگ الگ سودا کریں اور ہر ایک کو اس کی جگہ پر یقین دلائیں کہ اپنے طریقۂ کار سے فرہاد کو ان کے پاس پہنچا رہے ہیں تو اندازہ کرو، ایک ایک گاہک سے اگر دو، دو ارب ڈالر وصول ہوتے ہیں تو ہمارے پاس کتنی دولت ہوگی۔ اب رہی فرہاد کو پہنچانے کی بات، تو تم اپنے وعدے کے مطابق فرہاد کی منتقلی ایمان داری سے کرنا۔ سب ہی کو الگ الگ یہ تاثر دینا کہ فرہاد کو ان کے پاس پہنچایا جا رہا ہے، اور جب پہنچایا جائے گا تو میں راستے ہی میں اسے اغوا کر لوں گا۔ تمہاری ذمے داری ختم ہو جائے گی۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ میں نے بیک وقت مختلف ملکوں اور مختلف تنظیموں سے فرہاد کا سودا کیا ہے اور ان سب کو فریب دیا ہے۔"

"میں یہ کب کہتا ہوں کہ تم بیک وقت سب ہی سے سودا کرو۔ پہلے ایک سے ہی ہوگا پھر فرہاد کی منتقلی اس کی طرف ہوگی۔ جب وہ تمہارے ہاتھوں سے نکل کر دوسری طرف جائے گا تو تمہاری ذمے داریاں ختم ہو جائیں گی۔ وہ دوسری پارٹی فرہاد کے اطراف جتنا بھی مضبوط حصار بنائے گی، وہ سب توڑ کر تمام پہروں

کر میں اسے اغوا کر لوں گا۔"

"جب تم اتنے چالاک ہو۔ اتنے وسیع ذرائع کے مالک ہو بڑے ممالک اور خطرناک تنظیموں سے ٹکر لے سکتے ہو تو اپنے اس معاملے میں مجھے کیوں شریک کر رہے ہو؟ یہ کام تو تم اکیلے بھی کر سکتے ہو؟"

"بیشک میں کبھی کسی پر انحصار نہیں کرتا لیکن اسے اپنے لیے ایک ذریعہ ضرور بناتا ہوں۔ تم سے اس لیے تعاون چاہتا ہوں کہ تمہارے اور خریدنے والی پارٹی کے درمیان جو طریقۂ کار طے ہو اس میں ایک ایک تفصیل سے تم واقف رہو گے۔ اور یہ واقفیت تمہارے لیے مجھے بچانے میں آسانی لائن آف ایکشن بنا کر اپنا کام کر گزروں گا۔ اس کے لیے میں اپنے منافع سے تمہیں اچھا خاصا حصہ دوں گا۔"

"تمہاری یہ بات سمجھ میں آگئی کہ میں کسی ایک پارٹی سے سودا کروں گا اور تم بیچ میں گھپلا کرو گے لیکن میں ... مال کو ایک پارٹی کے ہاتھ فروخت کرنے کے بعد پھر اسی مال کو کسی دوسری پارٹی کے ہاتھ کس طرح فروخت کر سکتا ہوں؟ اس طرح میرا فریب کھل جائے گا۔"

"میں نے سب کچھ سوچ لیا ہے۔ دوسری پارٹی سے جب سودا ہوگا تو تمہارا نام جیسکو کرو نہیں ہوگا۔ تمہاری شخصیت بدل جائے گی۔ تمہارا مقام بدل جائے گا۔ تمہارا انداز بدل جائے گا اور یہ سب کچھ میں کروں گا۔ یاد رکھو، ایک بار سودا کرنے کے بعد دوسری، تیسری بار جتنے بھی سودے ہوں گے، وہ میں تنہا کر سکتا ہوں تمہیں صرف اس لیے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں کہ پہلا سودا کر رہے ہو۔ تم میرے لیے بہت اہم ہو۔ اگر ان لوتو بردہ فروشی کے گندوم دھندے سے نجات حاصل کر کے ایک عزت دار کی، دولت مند کی حیثیت سے زندگی گزارو گے اور مزے کرو گے۔"

یوں جیسکو کرو کے ذہن کو پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا، اس کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ اگر اس نامعلوم شخص کی تجویز پر عمل کرے تو اسے منافع حاصل کرتا رہے گا اور بردہ فروشی کی لعنت سے بھی چھٹکارا حاصل کر لے گا۔

لیکن جیسکو کرو اس بات سے پریشان تھا کہ وہ نامعلوم شخص اس کے سامنے نہیں آرہا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ آج تک کسی نے اسے نہیں دیکھا ہے اور نہ ہی اس کی اصلی آواز سنی ہے۔ وہ اس محتاط ہے کہ آئندہ فرہاد کی ٹیلی پیتھی سے بھی محفوظ رہے۔

اس نے نامعلوم شخص کا نام پوچھا تھا۔ جواب میں کہا گیا: "مجھے معاملات طے کرنے والی مختلف پارٹیاں مجھے مختلف ناموں سے جانتی ہیں اور صرف ایک نام سے بھی جانتی ہیں۔ مجھے عرفِ عام میں بلیک شیڈو (کالا سایہ) کہا جاتا ہے۔"

جیسکو کرو کی سوچ بتا رہی تھی کہ واقعی جب نامعلوم شخص اس کے روبرو گفتگو کرنے آیا تھا تو ایک سائے کی طرح نظر آرہا تھا۔ اس نے ملاقات کے لیے رات کا وقت مقرر کیا تھا۔

جیسکو کرو نے کہا: "تم اتنے محتاط ہو، فرض کرو، فرہاد خیال خوانی کر رہا ہو اور میرے ذریعے تمہاری آواز اور لب و لہجے کو سن رہا ہو پھر کیا ہوگا؟"

"پھر یہ کہ مسٹر فرہاد کو مایوسی ہوگی۔ ٹیلی پیتھی کی پہنچ انسان کے دماغ تک ہے۔ انسان کے سائے تک نہیں ہے اور میں کالا سایہ ہوں۔ بلیک شیڈو۔"

میں نے اعلیٰ بی بی اور سونیا کے پاس باری باری پہنچ کر انھیں 'بلیک شیڈو' کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا: "ہماری مصروفیات روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں۔ ایک تو رسوتی کا مسئلہ۔ نیپال پہنچنے کے بعد اسے وہاں سے اغوا کرنا ہے۔ پتا نہیں حالات کیا ہوں گے؛ دوسرے تم لیلیٰ ثانی کے ساتھ شاید نفیس وہاں موجود رہو گے فلسطینی مجاہدین کو مفت ہیضا پر سپلائی کروانا بھی لازمی ہے۔ ہم اس اہم مسئلے کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ تیسری طرف میں اور سنجدان ان جنگلی جانوروں کے درمیان سے نکلنے کے بعد بھی شاید بابا صاحب کے ادارے میں نہ پہنچ سکیں۔ وہ بلیک شیڈو کون ہے؟ کس طرح اس کی پوری ہسٹری معلوم کرنا ضروری ہے۔ ورنہ وہ ہمارے لیے ایک چیلنج بن جائے گا۔ یقیناً ہمیں یہاں سے منتقل کرنے کے دوران میں اگر وہ اپنی چال میں کامیاب ہو گیا تو پھر ہمارا معاملہ بھی طول پکڑے گا۔ پتا نہیں، ہم کب تک بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ سکیں گے؟"

میں نے کہا: "مجھے جیسے ہی اس مقام کا جغرافیہ معلوم ہوگا، جہاں تم لوگ قید ہو، میں فوراً مرجانہ اور ٹارٹر بلبا کو تمہاری طرف روانہ کر دوں گا۔ تم اپنی ذہانت سے اور وہ دونوں اپنی جنگجویانہ صلاحیتوں سے اس بلیک شیڈو کی سات پشتوں تک پہنچ جائیں گے اور جو کھیل اب ہونے والا ہے، اسے طویل کرنا ہے یا مختصر؟ اس کا حالات کے مطابق فیصلہ کر لیا جائے گا۔"

میں سونیا کے پاس پہنچا۔ وہ طیارے میں سیٹ کو پھیلائے سفر کر رہی تھی۔ اس نے کہا: "بلیک شیڈو اگر یہ کہتا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے انسان تک پہنچ سکتے ہو اس کے سائے تک نہیں پہنچ سکتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کالا سایہ ایک دلچسپ کردار ہے۔ یقیناً ہمارے لیے نئی دلچسپیوں کا باعث بنے گا۔ یوں تو چھوٹے بڑے سب ہی مجرم ہمارے لیے چیلنج بنتے ہیں۔ اگر بلیک شیڈو بھی بن رہا ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ وقت آنے دو۔ اس سے بھی نمٹ لیا جائے گا۔"

کافی وقت گزر گیا تھا۔ لیلیٰ ثانی اپنے چیف آفیسر سے گفتگو کر رہی ہوگی۔ مجھے بہت پہلے ہی اس کے پاس پہنچنا چاہیے تھا،

لیکن خیال خوانی کا سلسلہ طویل ہوگیا تھا۔ میں فوراً ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔

چیف آفیسر سے اس کی گفتگو جاری تھی۔ اس نے میرے متعلق سب کچھ بتا دیا تھا اور جو کچھ بتایا تھا، اس پر تبصرے ہو رہے تھے۔ میرے متعلق ہر پہلو سے غور کیا جا رہا تھا۔ اس لیے میں دیر سے پہنچنے کے باوجود سمجھ گیا کہ وہ دونوں میرے متعلق کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں اور کس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں۔

چیف آفیسر نے کہا: "اگر وہ ایساویچ ڈاکٹر ہے جو ایک جگہ بیٹھے بیٹھے ہمارے کسی دشمن تک پہنچ سکتا ہے یا اس کے متعلق معلومات حاصل کر سکتا ہے تو یقیناً وہ بڑے کام کا ہے۔ میں اس سے ابھی ملنا چاہوں گا۔"

لیلیٰ نے ایک بٹن کو دباتے ہوئے کہا: "میں اسے ابھی بلاتی ہوں۔"

چیف آفیسر کا ایک ملازم کمرے میں داخل ہوا۔ لیلیٰ نے کہا۔ "میرے ڈرائیور سے کہو، میرے بنگلے میں جو مہمان ٹھہرا ہوا ہے، اسے یہاں لے آئے۔"

ملازم چلا گیا۔ سونیا جانتی تھی کہ لیلیٰ ثانی کے موجودہ اقدامات کے متعلق میں اسے باخبر رکھوں۔ لہٰذا میں نے اسے ساری بات بتائی۔ سب کچھ سننے کے بعد سونیا نے کہا۔ "مجھے ڈر ہے کہ تم فلسطینی مجاہدین کے معاملات میں دور تک ملوث ہوتے چلے جاؤ گے اور وہاں تمہارا کافی وقت گزر جائے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ جب فلسطینی مجاہدین کو ہتھیار مفت ملنے لگیں گے یا بآسانی دستیاب ہونے لگیں گے تو میں چلا آؤں گا۔"

"فلسطینی مجاہدین کا ایک مسئلہ نہیں ہے، کئی ہیں۔ تم ایک کے بعد دوسرے مسئلے میں اُلجھتے جاؤ گے۔ پھر یہ تو معلوم کرو کہ لیلیٰ کی پلاننگ کیا ہے؟ ایک طرف تو وہ اس اسمگلر کرسٹوفر میکی تک پہنچنا چاہتی ہے تاکہ مجاہدین کی بھلائی ہو، دوسری طرف وہ یہودی افسران کے سامنے تمہیں پیش کر رہی ہے تاکہ تم ان ہتھیار سپلائی کرنے والوں کی نشاندہی کر سکو۔ اب یہ کیسے ممکن ہے؟ ایک طرف ہتھیار سپلائی کرنے والوں کا راز داری میں رہنا مجاہدین کے لیے لازمی ہے۔ دوسری طرف ان کی سلامتی یہودیوں کے لیے خطرہ ہے۔"

"دو دن ہی باتیں اپنی جگہ قائم رہیں گی۔ کیا تم آئے دن اخبارات میں یہ نہیں پڑھتی ہو یا اپنے آئے دن کے تجربات سے نہیں سمجھ سکتی ہو کہ اصل مجرم کبھی پکڑے نہیں جاتے؟ ان کے چھوٹے حواری ہی پکڑے جاتے ہیں اور قانونی طور پر ان کی خانہ پُری کی جاتی ہے۔ اسی طرح میں ایسے فلسطینی مجاہدین کا محاسبہ کروں گا جو لالچی ہیں۔ غدار ہیں اور دوسرے مجاہدین کو بدنام کرتے ہیں۔ پہلے تو میں انھیں وارننگ دوں گا۔ اگر وہ راہِ راست پر نہ آئے تو لیلیٰ ثانی یہودی حکمرانوں کی وفادار بن کر ان گمراہ مجاہدین کو ان کے حوالے کر دے گی۔ اس طرح ہماری کارکردگی کا ریکارڈ قائم ہوتا رہے گا۔"

"اور ہتھیار سپلائی کرنے والے کرسٹوفر میکی سے کیا سلوک کرو گے؟"

"اس کے پاس پہلے پہنچنے تو دو۔ وہ کام کا آدمی ثابت ہوتا رہا تو میں اس کی حفاظت کروں گا۔ اس کی جگہ ان یہودیوں اور عیسائیوں کو موردِ الزام ٹھہراؤں گا اور ثابت کروں گا کہ وہ فلسطینی مسلمانوں پر ظلم ڈھاتے ہیں، جس سے اسرائیل کی بین الاقوامی بدنامی ہوتی ہے۔"

سونیا نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا: "ہمارا طیارہ پیرس کی فضاؤں میں پرواز کر رہا ہے۔"

"تم پیرس پہنچتے ہی نیپال جانے کے لیے کسی طیارے میں سیٹ ریزرو کرا دو گی۔ وین وائز اور جے پارکر کو شبہ ہو سکتا ہے، وہ سوچ سکتے ہیں کہ تم تل ابیب سے یہاں پہنچتے ہی نیپال کیوں گئی ہو؟"

"مجھے بچی سمجھ کر سبق نہ پڑھاؤ۔ میں بحیثیت سلطانہ ہمکی سے تعلق رکھتی ہوں۔ لہٰذا استنبول جانے کے لیے سیٹ ریزرو کراؤں گی۔ بھلا کون اعتراض کر سکتا ہے؟"

"اے دانش مند بچی! وین وائز تم پر مرمٹا ہے۔ وہ بھی تمہارے ساتھ جانا چاہے گا۔ تم بہلانے کر دو گی تو وہ محبوں کی طرح تمہارے پیچھے پیچھے آئے گا۔ لیلیٰ کو محل کے پیچھے پیچھے آنے والے کا علم یوں ہوا تھا کہ آنے والے پر پتھر برس رہے تھے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی: "میرے پیچھے آنے والے پر پتھر نہیں، ہیرے کے پتھر برسیں گے اور کوئی اعتراض ہے؟"

"میں تمہیں کیا سمجھاؤں گا! تم سمجھی سمجھائی پیدا ہوئی ہو۔ بہرحال وہاں پہنچتے ہی مرجانہ سے ملاقات کر سکو تو بہتر ہے ورنہ میں خیال خوانی کے ذریعے جلد ہی وہاں پہنچوں گا۔ یہ لو لیلیٰ ثانی کا ڈرائیور آ گیا۔ مجھے وہاں جانا ہے پھر ملاقات ہوگی۔"

بیس منٹ کے بعد میں چیف آفیسر کے بہت ہی خوبصورت سے ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ وہاں لیلیٰ ثانی بھی موجود تھی۔ مجھے افسر نے بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر سوال کیا: "کیا تم وچ ڈاکٹر ہو؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "مس سارہ آئزک نے میرے متعلق جو کچھ بتایا ہے، وہ درست ہے۔"

"تم کوئی حیرت انگیز کمال دکھا سکتے ہو؟"

میں نے انکار میں سر ہلایا: "میں کسی معقول وجہ کے بغیر ان بدروحوں کو اپنے حکم کی تعمیل پر مجبور نہیں کرتا جو میرے قابو میں ہیں۔"

"کیا تم کسی چھپے ہوئے مجرم کا ٹھکانہ بتا سکتے ہو؟"

"جی ہاں، اگر مجھے اس کا نام بتایا جائے، اس کی تصویر دکھائی جائے۔ اس کی ہسٹری پیش کی جائے تو میری بدروحیں اس کی شہ رگ تک پہنچ جائیں گی۔"

چیف آفیسر نے ذرا سنبھل کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ایک قاتل ہمارے لیے چیلنج بن رہا ہے۔ ہمیں اس کا نام معلوم ہے لیکن نہ تو اس کی کوئی تصویر ہمارے پاس ہے اور نہ ہی ہم اس کے متعلق زیادہ کچھ جانتے ہیں۔"

"پھر تو مجبوری ہے۔ میں صرف نام سے اس ہستی تک نہیں پہنچ سکتا کیوں کہ ایک ہی نام کی بے شمار ہستیاں ہوتی ہیں۔ بائی دی وے، اس کا نام کیا ہے؟"

چیف آفیسر نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا: "لیلیٰ ثانی۔"

لیلیٰ اپنے صوفے پر پہلو بدل کر مجھے دیکھنے لگی۔ وہ سوچ بھی سکتی تھی کہ چیف آفیسر پہلی ہی ملاقات میں میرے کالے عمل کو کسی کے خلاف استعمال کرنے کے لیے کہے گا۔ میں نے گہری سنجیدگی سے آفیسر کو دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا آپ جانتے ہیں کہ مذہب کے اعتبار سے میں کون ہوں؟"

"میں نے سنا ہے، پہلے تم عیسائی تھے پھر سلطانہ کے عشق میں مسلمان بن گئے ہو۔"

"پھر آپ کیسے توقع کرتے ہیں کہ میں مسلمان ہو کر لیلیٰ ثانی کے خلاف کالا عمل کروں گا؟ اگر مجھے اس کی تصویر دکھائی جاتی، اس کی ہسٹری سنائی جاتی تب بھی میں اس کے خلاف آپ کا ساتھ نہ دیتا ورنہ ہی دوں گا۔"

چیف آفیسر کے تیور بدل گئے۔ اس نے غصے سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا: "جانتے ہو، تم کس کے سامنے باتیں کر رہے ہو؟"

"زیادہ نہیں جانتا لیکن کالے عمل کے ذریعے بہت کچھ جان لیتا ہوں اور آپ کو جاننے پر مجبور بھی کر سکتا ہوں۔"

وہ ذرا گڑبڑا گیا۔ کالے عمل کی دھونس میں آ گیا۔ اس کے باوجود اس نے ڈھٹائی سے کہا: "تم مجھ پر کالا عمل کرو گے تو دوسرے لمحے تمہیں گولی مار دی جائے گی۔"

"نہ میں کالا عمل کروں گا اور نہ ہی آپ کو گولی مارنے کی زحمت اٹھانا پڑے گی۔ یہ معاملہ ختم کر دیجیے۔ مجھے جانے کی اجازت دیجیے۔"

"تم اسرائیل کی سرزمین پر ہو اور فلسطینی مسلمانوں کی حمایت میں بول رہے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم کالے عمل کے ذریعے ان کی مدد کرتے ہو۔"

"آپ کے پاس ایسا کوئی ثبوت ہے تو ضرور فراہم کریں ورنہ سمجھ لیں کہ میں جے پارکر کے ذریعے یہاں آیا ہوں۔ میرے اصلی پاسپورٹ اور دیگر قانونی کاغذات میں۔ آپ مجھے جانے سے وقتی طور پر روک سکتے ہیں لیکن میں جا کر دکھاؤں گا۔"

لیلیٰ ثانی نے فوراً ہی ہاتھ اٹھا کر کہا: "مسٹر ہارڈی! آپ غصے میں نہ آئیں۔" پھر اس نے چیف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "سر! آپ چھاپا ماروں کے سلسلے میں مسٹر ہارڈی سے باتیں نہ کریں۔ ہمارے اور بھی پراجیکٹ ہیں جو ان کے ذریعے حل کیے جا سکتے ہیں۔ مسٹر ہارڈی نے ہمارے کام آنے کا وعدہ کیا ہے۔ جو دوست بن سکتے ہیں انھیں دوست بنا کر رکھنا چاہیے۔"

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی اور چیف آفیسر کی سوچ میں کہا: "سارہ آئزک درست کہتی ہے۔ جس طرح ہم فرداً کو دوست بنا رہے ہیں اسی طرح ایزل ہارڈی کو دوست بنا لیا جائے تو اس کا کالا علم ہمارے بہت کام آ سکتا ہے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا: "ہاں مجھے نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے لیکن ہارڈی پر بھروسہ کرنے سے پہلے میں اپنے ہاں کے وچ ڈاکٹروں سے رابطہ قائم کروں گا اور ان سے کہوں گا کہ وہ ایزل ہارڈی کو آزمائیں۔"

اس کی سوچ ختم ہوتے ہی انٹرکام سے اشارہ موصول ہوا۔ اس نے سوئچ آن کرتے ہوئے پوچھا: "یس؟"

"سر! مسٹر ری مونڈیل (کامال تنظیم کے سربراہ) آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

چیف نے انٹرکام کو آف کیا پھر ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر کہا: "یس، چیف آف سیکرٹ سروس۔"

دوسری طرف سے ری مونڈیل کی آواز سنائی دی: "چیف! میں نے آپ کی رپورٹ ابھی پڑھی ہے۔ اس کے مطابق بردہ فروشوں کا سرغنہ جیسکو کورو اپنے دھندے کے اعتبار سے وسیع کاروباری تعلقات رکھتا ہے، لیکن چند خاص لوگ ایسے ہیں جو اس کے کاروبار سے تعلق نہیں رکھتے۔ ان میں سے ایک یونان کا اپالو ہے — اپالو فری اسٹائل رسلر ہے۔ اسے کئی بار جیسکو کورو کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔ یہ اپالو وہ شخص ہے جو یوگو ہنٹر کے ساتھ جنگلی جانوروں کا شکار کرتا ہے۔ انھیں زندہ پکڑ کر لاتا ہے۔ ان کی پرورش کرتا ہے۔ یوگو ہنٹر ان جانوروں کو دوسرے ممالک میں فروخت کرتا ہے۔ اس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسکو کورو کا تعلق اپالو کے ذریعے یوگو ہنٹر سے ہے۔ یوگو ہنٹر یونان کے مشرقی ساحل کے ایک چھوٹے سے جزیرے کا مالک ہے۔ اس جزیرے کا نام یونائی سس ہے۔ اپالو اسی جزیرہ یونائی سس میں رہتا ہے۔ یوگو ہنٹر کبھی کبھی یونان کے شہر ایتھنز میں اور کبھی اس جزیرے میں دیکھا جاتا ہے۔ بہرحال وہاں جنگلی جانوروں کی پرورش ہوتی ہے۔ ہم مسٹر فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی کے قریب پہنچتے جا رہے ہیں۔ مجھے یقین

ہے کہ وہ دونوں اسی جزیرے میں قید کیے گئے ہیں۔"

چیف آفیسر مونڈیل کی باتیں سن رہا تھا اور بار بار میری طرف دیکھتا جا رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "مسٹر مونڈیل! ہماری ایک نہایت ہی ذہین طالبہ مس سارہ آئزک نے ایک شخص کو دریافت کیا ہے جو ڈاکٹر ہے۔ اس کا نام اینڈل ہارڈی ہے۔ یہ وہی اینڈل ہارڈی ہے جو ایک بار مس سلطانہ کے ساتھ آپ کے سامنے حاضر ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ آنے والی سلطانہ نے ثابت کیا تھا کہ وہی اصلی سلطانہ ہے اور دوسری نقلی۔ بہرحال ہم نے مسٹر ہارڈی کو ہیرس جانے سے روک لیا ہے۔ مس سلطانہ، ڈین ولٹز کے ساتھ جا چکی ہیں۔"

ری مونڈیل نے پوچھا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی کے موضوع پر گفتگو ہو رہی ہے، اس سے اینڈل ہارڈی کا کیا تعلق ہے؟ آپ یہ بحث کیوں چھیڑ رہے ہیں؟"

"ہم مسٹر ہارڈی کے کالے علم کے ذریعے یوگو ہنٹر اور اپالو کے متعلق بہتیری معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔"

مونڈیل نے حیرانی سے کہا۔ "تعجب ہے چیف! آپ ایک پریکٹیکل انسان ہیں اور کالے جادو پر بھروسہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اپنی صلاحیتوں کو استعمال کیوں نہیں کرتے؟"

"مسٹر مونڈیل! آپ جانتے ہیں کہ میں اپنی تمام صلاحیتیں استعمال کر رہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اتنی جلدی جزیرہ یونائی سس پہنچ رہے ہیں ـــــ بہت جلد یوگو ہنٹر تک بھی پہنچ جائیں گے۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ دوا کے ساتھ دعا بھی لازمی ہے۔ لہٰذا ہم عملی جدوجہد کر ہی رہے ہیں۔ کیا ہرج ہے اگر کالے علم کو بھی آزما لیا جائے۔"

"آپ اپنا اطمینان کرنا چاہتے ہیں تو ضرور کریں لیکن جلد سے جلد معلوم کریں کہ مسٹر فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی اسی جزیرہ یونائی سس میں ہیں یا نہیں؟"

رابطہ ختم ہو گیا۔ چیف آفیسر نے ریسیور رکھتے ہوئے پوچھا۔ "مسٹر ہارڈی! آپ ہماری بات سمجھ گئے ہوں گے؟"

"کچھ سمجھ چکا ہوں پھر بھی سمجھنے کے لیے بہت کچھ باقی ہے۔ پتا نہیں آپ دوسری طرف کس سے باتیں کر رہے تھے۔ وہ کیا کہہ رہا تھا؟ آپ نے جواباً جو کچھ کہا، وہ باتیں میرے لیے ادھوری ہیں۔"

چیف نے سیدھی طرح صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ابھی آپ نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ہماری کوئی مدد نہیں کریں گے لیکن ہم کسی مسلمان کی مدد کرنا چاہیں تو یقیناً آپ ہمارا ساتھ دیں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "وہ مسلمان کون ہے؟"

چیف آفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "فرہاد علی تیمور۔"

میں نے ذرا پریشان ہو کر کہا۔ "مگر فرہاد صاحب تو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ وہ بھلا میری مدد کے کیوں محتاج ہوں گے؟"

"وہ ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ انھیں کس طرح قید کیا گیا ہے۔ ہم ان کی تصویر آپ کے سامنے پیش کریں گے۔ اس سلسلے میں آپ کیا کر سکتے ہیں؟"

"جب فرہاد صاحب اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ کہاں قید کیے گئے ہیں تو میں بھلا ان کے پاس کیسے پہنچ سکتا ہوں! ہاں، اس جزیرے کا جو مالک ہے یا جن لوگوں نے انھیں قید کیا ہے، ان میں سے مجھے کسی کی تصویر دکھائی جائے۔ کسی کے متعلق مجھے تفصیل سے بتایا جائے تو میں وہاں تک پہنچ جاؤں گا۔"

آفیسر نے چٹکی بجا کر خوشی کا اظہار کیا پھر انٹر کام کا بٹن دبانے کے بعد کہا۔ "جنگلی جانوروں کے سوداگر جزیرہ یونائی سس کے مالک یوگو ہنٹر کی فائل فوراً پیش کرو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ وہ فائل پیش کر دی گئی۔ چیف آفیسر نے اس فائل کو میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس میں یوگو ہنٹر کی تین زاویوں سے کھینچی ہوئی تین مختلف تصویریں ہیں۔ اس کی ہسٹری بھی تفصیل سے موجود ہے۔ اس کی اسٹڈی کرو۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کیا مسٹر فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی اسی یوگو ہنٹر کی قید میں ہیں یا وہ اس معاملے سے بالکل انجان ہے؟"

میں نے فائل کو کھول کر دیکھا۔ اس کی بڑی سی تصویر تھی۔ میں اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ ان آنکھوں میں ڈوبنے لگا۔ وہ آنکھیں میرے لیے زندہ ہو رہی تھی۔ تصویر میں آنکھوں کے ذریعے جن تاثرات کا اظہار ہو رہا تھا، میں ان تاثرات کے ذریعے یوگو ہنٹر کی جیتی جاگتی آنکھوں تک پہنچ گیا پھر ان آنکھوں کے ذریعے اس کے دماغ میں جگہ بنا لی۔

اس وقت یوگو ہنٹر اور اپالو ایک بڑے سے آہنی پنجرے کے اندر تھے۔ پنجرے میں آدمی نہیں ہوتے، جانور ہوتے ہیں لہٰذا وہاں ایک خونخوار شیر بھی تھا۔ جس سے اپالو لڑ رہا تھا اور اسے قابو میں کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یوگو ہنٹر ایک ہاتھ میں چاقو، دوسرے ہاتھ میں ریوالور لیے بے اختیار انگریزی زبان میں کہہ رہا تھا۔ "یہ تمہارے قابو میں نہیں آئے گا تو مجھے گولی مارنا پڑے گی اور اتنے قیمتی جانور کو مارتے ہوئے مجھے بہت افسوس ہوگا۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اسے خیال آیا کہ اپالو انگریزی نہیں جانتا۔ وہ پھر یونانی زبان میں وہی باتیں دہرانے لگا۔ اس کی سوچ

بھی کہ اس نے بارہا اپالو کو خونخوار شیروں سے اور جنگلی درندوں سے خالی ہاتھوں لڑتے دیکھا ہے اور ہمیشہ اپالو نے ان درندوں کو زیر کیا ہے۔ یوگو ہنٹر بھی بڑا جی دار تھا۔ جنگلی جانوروں کا کاروبار کرتا تھا۔ بزدل ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اس نے بھی بارہا جنگلی جانوروں سے مقابلہ کیا تھا لیکن ہاتھ میں چاقو لے کر۔ اس میں اور اپالو میں بس یہی ایک فرق تھا۔ دونوں ہی دلیر تھے مگر ایک چاقو ہاتھ میں لے کر مقابلہ کرتا تھا۔ دوسرا نہتا رہ کر شیر یا چیتے جیسے درندوں کو قابو میں کرتا تھا۔

اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ چیف آفیسر پوچھ رہا تھا۔ "مسٹر ہارڈی! آپ پڑھ رہے ہیں یا صرف تصویریں دیکھ رہے ہیں؟"

میں نے چونک کر اسے دیکھا پھر کہا۔ "میں اپنا طریقۂ کار سوچ رہا ہوں۔ مجھے بد روحوں سے کام لینے کے لیے ایک ایسا کمرہ چاہیے جہاں تاریکی ہو۔"

"کیا تم اکیلے کمرے میں عمل کرو گے؟"

"آپ چاہیں تو وہاں آ سکتے ہیں لیکن وہاں تاریکی ہوگی۔ صرف میری یا میری بد روحوں کی آوازیں سنائی دیں گی۔"

اس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "تو پھر میرے بیڈ روم میں چلو۔ وہاں تاریکی رہے گی۔ میں تمام بتیاں بجھا دوں گا۔"

لیلیٰ ثانی بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں ان کے ساتھ ایک بہت خوب صورت سے سجے سجائے بیڈ روم میں داخل ہوا۔ وہاں ایک عورت بستر پر نیم دراز تھی۔ ہمیں دیکھتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ چیف نے کہا۔ "تم باہر جاؤ۔ جب تک آواز نہ دوں، ادھر نہ آنا۔"

وہ اپنے سینڈل پہن کر وہاں سے چلی گئی۔ چیف نے دروازے اندر سے بند کیا پھر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ لیلیٰ سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔ چیف نے وہاں کی تمام بتیاں بجھا دیں پھر کمرے میں چلتا ہوا اسی صوفے پر آ کر بیٹھ گیا جہاں لیلیٰ بیٹھی تھی۔

اس دوران میں نے یوگو ہنٹر کے دماغ میں جھانک کر یہ معلوم کر لیا تھا کہ اعلیٰ بی بی اور سجاد اسی جزیرہ یونائی سس میں موجود ہیں۔ وہ آہنی پنجرے وہیں ہیں جہاں وہ ایک پنجرے میں بند ہو کر شیر سے مقابلہ کر رہے ہیں۔

میں نے چیف آفیسر سے کہا۔ "میں تھوڑی دیر تک خاموش رہوں گا۔ اس دوران آپ لوگوں کو کوئی بھی آواز سنائی دے، یہ جواباً کچھ نہیں کہیں گے، خاموشی سے سنتے رہیں گے۔ اگر کسی مداخلت کی تو میرا عمل ادھورا رہ جائے گا۔"

چیف آفیسر اور لیلیٰ نے وعدہ کیا کہ وہ مداخلت نہیں کریں گے۔ میں خاموش ہو کر یوگو ہنٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اپالو نے اسے کر اپنے قابو میں کر لیا تھا۔ فری اسٹائل پہلوانوں کی طرح شیر کی گردن کو دونوں ٹانگوں کے درمیان جکڑ لیا تھا۔ اس کا اگلا ایک پنجہ بھی گردن کے ساتھ اپالو کی دونوں ٹانگوں کی گرفت میں آ گیا تھا۔ گویا اپالو نے کشتی کے داؤ کے مطابق خونخوار اور طاقت ور شیر کو نیک لاک اور آرم لاک بیک وقت لگائے ہوئے تھے اور باقی دونوں ہاتھوں سے اس کے اگلے دوسرے پنجے کو تھام کر یونانی زبان میں کہہ رہا تھا۔ "بس! آ جاؤ۔ فوراً اس کے ناخن کاٹنا شروع کر دو۔"

میں اس کی باتوں کو یوگو ہنٹر کے ذریعے سمجھ رہا تھا۔ ہنٹر نے آگے بڑھ کر اس پنجے کو پکڑ لیا جسے اپالو نے پہلے ہی دونوں ہاتھوں سے تھام رکھا تھا پھر وہ اس کے ناخنوں کو چاقو سے تراشنے لگا۔ وہ شیر حال ہی میں افریقہ کے جنگل سے لایا گیا تھا۔ ایسے جنگلی جانوروں کو قابو میں کرنے کے کئی جدید طریقے ہیں۔ مثلاً پنجرے کو اتنا تنگ کر دیا جاتا ہے کہ شیر اس میں جکڑ جاتا ہے۔ اِدھر اُدھر حرکت نہیں کر سکتا۔ بڑی آسانی سے اس کے دانت نکالے جا سکتے ہیں اور ناخنوں کو تراشا جا سکتا ہے لیکن اپالو اور یوگو ہنٹر جنگلی جانوروں کے ساتھ رہ کر خود بھی جنگلی بن گئے تھے اور ہمیشہ اپنی جسمانی قوتوں اور صلاحیتوں کو آزمانے کے لیے ایسے جانوروں سے لڑتے تھے۔ انھیں قابو میں کرنے کا سہرا اکثر اپالو کے سر ہوتا تھا اور یوگو ہنٹر ایسے وقت ان کے ناخن تراشتا تھا اور دانت نکال لیتا تھا۔

میں تاریک کمرے میں بیٹھا آنکھیں کھولے اس طرف دیکھ رہا تھا جہاں لیلیٰ اور چیف آفیسر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اندھیرے میں سائے کی طرح نظر آ رہے تھے مگر وہاں مکمل تاریکی نہیں تھی۔ کمرے کے باہر کو ریڈور کی روشنی، کھڑکیوں کے ذریعے اندر آنا چاہتی تھی مگر پردے حائل تھے، اس کے باوجود ہلکی ہلکی روشنی کھڑکیوں کے پاس جھلک رہی تھی۔ اس کے باعث وہ دونوں سائے کی طرح نظر آ رہے تھے۔ آخر میں نے اپنے حلق سے ایسی آواز نکالی جیسے کوئی بد روح بول رہی ہو۔ "نہیں نہیں، میں نیکی نہیں کروں گی۔ میں بد روح ہوں۔ مجھ سے کوئی بدی کا کام لو۔ میں فرہاد کے کام نہیں آؤں گی۔ میں یوگو ہنٹر کے پاس جا کر معلومات حاصل نہیں کروں گی۔"

پھر میں نے اپنی آواز میں تحکمانہ انداز میں کہا۔ "تم جاؤ گی۔ ضرور جاؤ گی۔ یہ میرا حکم ہے۔ فوراً یوگو ہنٹر کے پاس جاؤ۔ معلوم کرو کیا اس نے کسی کو قید کر رکھا ہے؟"

تھوڑی دیر تک میرے اور فرضی بد روحوں کے درمیان ڈائیلاگ ہوتے رہے پھر ایک بد روح کی آواز میں کہا۔ "میں جا رہی ہوں۔ میں جا رہی ہوں۔ ابھی معلومات فراہم کروں گی۔"

اس کے بعد گہری خاموشی چھا گئی۔ لیلیٰ ثانی اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میری جانب دیکھ رہی تھی۔ میں اسے ایک

سائے کی طرح نظر آ رہا تھا لیکن اس کے احساسات بتا رہے تھے، جیسے میرے پاس کوئی بدروح ہو اور وہ بڑی دیر تک مجھ سے لڑتی رہی ہو۔

یہی حال چیف آفیسر کا تھا۔ اس کے احساسات بھی یہی تھے۔ اس نے بھی کسی بدروح کو وہاں سے جیسے جاتے دیکھا ہو اور پورے یقین سے انتظار کر رہا ہو کہ وہ جلد ہی واپس آ کر... خاطر خواہ معلومات فراہم کرے گی۔

انتظار طویل ہو گیا کیوں کہ میں انھیں منتظر چھوڑ کر اعلیٰ بی بی سے باتیں کرنے لگا تھا۔ اسے بتا رہا تھا کہ وہ جزیرہ یونائی سس میں ہے۔ ان کا سراغ مل گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے یہودی جاسوس انھیں وہاں سے نکال لانے کے لیے کیا کرتے ہیں۔

اعلیٰ بی بی نے کہا: "انھیں سمجھا دینا، وہ ایسے اقدامات نہ کریں جن کے باعث یہ لوگ پہلے ہی محتاط ہو جائیں اور ہمیں اس جگہ سے کسی دوسری جگہ پہنچا دیں جہاں ہمیں پھر قیدی بن کر رہنا پڑے اور فرار کا راستہ نہ ملے۔"

"میں انھیں ایسے اقدامات سے باز رکھوں گا۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کیسینو کے مالک ارب پتی یہودی ہائیے جے پارکر کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ وہاں پر وین وائز بھی موجود تھا۔ جے جے پارکر رہ رہ کر سونیا کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہا تھا اور شدید حیرانی کا اظہار کر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ آج تک اس نے قمار بازی کی دنیا میں ایسا حیرت انگیز جواری نہیں دیکھا جو ایک رات میں جوئے خانے میں لگائی جانے والی نصف سے زیادہ دولت سمیٹ کر لے آئے۔

سونیا نے کہا: "مسٹر پارکر! میری تعریفیں کرنے سے میرا ساتھی اینڈل ہارڈی وہاں سے واپس نہیں آ سکے گا۔ پہلے آپ اس کے لیے کچھ کریں۔"

پارکر نے کہا: "تم بے فکر رہو۔ وہ اینڈل ہارڈی کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے۔ میں کل شام تک اسے یہاں بلا لوں گا۔ میں دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن ہوں۔ سلطانہ! میں تم سے بہت خوش ہوں۔ اپنے آخری سانس تک تم سے دوستی نباہتا رہوں گا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ تمھارے وہاں جاتے ہی میں نے اینڈل ہارڈی کے متعلق پوری تفصیل سے معلومات حاصل کی ہیں۔ تمھیں پہلی بار اینڈل ہارڈی زخموں سے چُور ملا تھا۔ اس کی وجہ صرف اس کی بیوی مورینا ہے۔"

سونیا نے انجان بن کر حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں۔ تمھیں یہ سن کر افسوس ہوگا کہ جس سے تم شادی کرنے جا رہی ہو اس کی ایک بیوی ہے، اس کا نام مورینا ہے۔ بیشک اب وہ بیوی نہیں رہے گی۔ اسی کی سازش کی وجہ سے تمھارا ہارڈی اس حال کو پہنچا ہے۔ اس کے خلاف سازش کرنے والا دوسرا شخص جو زندہ ہے اس کا نام ڈینی ہے۔ وہ بہت بڑا نقال ہے۔ اس نے اینڈل ہارڈی بن کر مورینا کے ساتھ تمام جائداد پر قابض ہونے کا منصوبہ بنایا تھا۔ ان دو کے علاوہ کچھ اور سازشی لوگ تھے، جو مر چکے ہیں۔ زندوں میں صرف ڈینی اور مورینا رہ گئے ہیں۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں چپکے سے کہا: "اگر ہم اینڈل ہارڈی کی دواساز کمپنی کے مالک بننے اور اس کی تمام دولت اور جائداد پر قابض ہونے کے چکر میں پڑیں گے تو تم پیرس سے نکل نہیں سکو گی۔ میں وہاں پہنچوں گا تو مورینا اور ڈینی وغیرہ سے نمٹنے، ان کے خلاف قانونی کارروائی کرنے اور قانونی طور پر وہاں کی دولت اور جائداد کا مالک بننے کے سلسلے میں اتنا عرصہ لگے گا کہ ہم کسی دوسری طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دے سکیں گے۔"

"میں یہاں زیادہ دیر سلطانہ بن کر نہیں رہ سکتی۔ تم نے وہاں خواہ مخواہ وِچ ڈاکٹر کا رول ادا کیا ہے۔ اگر جے، جے پارکر کو معلوم ہو گا تو وہ تمھارے اس نئے روپ پر حیران رہ جائے گا۔ وہ یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ ایک وِچ ڈاکٹر نے اینڈل ہارڈی کا رُوپ اختیار کیا ہے اور کسی سلطانہ کے ساتھ مل کر یہاں اینڈل ہارڈی کی دولت اور جائداد پر قابض ہونا چاہتا ہے۔"

"وہ ایسا سوچ سکتا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ میرے یہاں وِچ ڈاکٹر بننے کی بات جے، جے پارکر تک نہ پہنچے۔ میں ابھی اس کا انتظام کرتا ہوں۔"

سونیا نے کہا: "کیا میں اپنے اصلی رُوپ میں آ جاؤں؟"

"تمھیں رسوتی کے پیچھے نیپال جانا ہے۔ ہندوستان کی انٹیلی جنس والے اور سیکرٹ سروس کے لوگ تمھیں سونیا کی حیثیت سے بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ تم کسی دوسرے روپ میں وہاں جا سکتی ہو۔ میں پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ کمرے میں اسی طرح تاریکی تھی۔ لیلیٰ ثانی اور چیف آفیسر اپنی جگہ گم صم بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہہ دیا تھا کہ میرے عمل کے دوران خواہ کتنی ہی دیر ہو جائے وہ خاموش بیٹھے رہیں۔ اس لیے بے چارے خاموش تھے۔

چیف آفیسر کی سوچ نے بتایا کہ میرے خاموش رہنے کے دوران وہ ایک بار چپکے سے اُٹھا تھا اور دبے قدموں چلتا ہوا ایک گوشے میں جا کر وہاں سے ٹیپ ریکارڈر اٹھا لایا تھا۔ اب اسے اپنے سامنے رکھ کر بیٹھ گیا تھا۔ ارادہ تھا کہ آئندہ بدروح کی آواز کمرے میں ابھرے گی تو وہ ان آوازوں کو ریکارڈ کرے گا۔

اچانک میں نے خاموشی کو توڑ دیا۔ دھیرے دھیرے غرّانے لگا۔

اسی وقت آفیسر نے ریکارڈر کو آن کر دیا۔ اس کے آن ہوتے ہی وہ خود بوکھلا کر صوفے پر ذرا پیچھے سرک گیا کیوں کہ لیلیٰ ثانی قہقہے لگانے لگی تھی۔ اور بدروح کے انداز میں کہہ رہی تھی: "میں آ گئی۔ میں آ گئی ہوں۔"

چیف آفیسر نے ذرا سخت لہجے میں پوچھا: "مس سارہ! یہ کیا حرکت ہے؟"

وہ پھر قہقہے لگانے لگی: "یہ وہی حرکت ہے جو تم چاہتے ہو۔ میں معلومات حاصل کر کے آئی ہوں۔ جو پوچھو گے جواب دوں گی۔"

وہ پریشان ہو کر نیم تاریکی میں میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے گمبھیر لہجے میں کہا: "آفیسر! سوال کرو تمھیں جواب ملے گا۔ اس وقت میری وہ بدروح تمھاری سارہ آئزک کے جسم میں سمائی ہوئی ہے۔ وہی جواب دے گی۔"

چیف نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا: "کیا تم لوگو ہنٹر کے پاس گئی تھیں؟"

"ہاں، گئی تھی۔"

"کیا جزیرہ یونائی سس میں مسٹر فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کو قید کیا گیا ہے؟"

"ہاں، ان دونوں کو اس جزیرے میں جانوروں کے پنجروں کے درمیان ایک مکان میں قید کیا گیا ہے۔"

"اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم جو کہہ رہی ہو وہ سچ ہے؟"

"میں اس مکان کے متعلق پوری تفصیل سے بتا سکتی ہوں۔ اس کے چار کمرے اوپر اور چار کمرے نیچے ہیں۔ سب سے پہلا کمرہ دفتر کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس مکان کے اطراف ہزاروں گز کے رقبے میں خوب صورت باغیچہ ہے۔ اس باغیچے کے اطراف آہنی پنجرے دائرے کی صورت میں ہیں۔ پنجروں میں خونخوار شیر اور چیتے ہیں۔ ان شیروں اور چیتوں کے پنجروں کے بعد دوسرے جنگلی جانوروں کے بھی پنجرے ہیں۔ جزیرہ یونائی سس میں جو لوگ آباد ہیں وہ سب کے سب یوگو ہنٹر کے ملازم ہیں۔ مرد ہوں، عورتیں ہوں، بوڑھے ہوں یا بچے ہوں، وہ سب کے سب اس کے وفادار ہیں اور سب ہی اپالو سے بے حد خوف زدہ رہتے ہیں۔"

چیف آفیسر نے بے چینی سے پہلو بدل کر تقریباً خوش ہوتے ہوئے کہا: "یہ تمام معلومات دُرست ہیں۔ مسٹر فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی جہاں قید کیے گئے ہیں وہاں کا ماحول وہی ہے جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے۔ کیا تمھاری بدروح فرہاد علی تیمور کے متعلق معلومات فراہم کر سکتی ہے؟"

دوسرے ہی لمحے میں نے لیلیٰ ثانی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا اور چیف آفیسر کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ اسی لمحے نسوانی آواز میں بولنے لگا۔ گویا بدرُوح بول رہی تھی: "میں فرہاد علی تیمور کے متعلق بہت کچھ بتا سکتی ہوں۔ بشرطیکہ ابتدائی معلومات تم خود فراہم کرو۔ وہ خیال خوانی کے قابل ہوا ہے یا نہیں؟"

بدرُوح کے اس سوال کے ساتھ ہی میں نے چیف کے دماغ کو ذرا آزاد چھوڑا۔ وہ پریشان ہو کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر دیدے پھیلائے ہوئے نیم تاریکی میں میری طرف دیکھ رہا تھا۔ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیا واقعی بدرُوح اس پر قابض ہو گئی تھی؟

اس کی سوچ کے دوران بدرُوح پھر اس پر قابض ہو گئی۔ اس نے پھر وہی سوال دُہرایا: "کیا فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت واپس آ گئی ہے؟"

اس بار میں نے چیف کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو اس نے نہیں، نہیں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "میں کچھ نہیں جانتا۔ میں فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں پھر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس بار وہ کہنے لگا: "ہاں ہاں، جانتا ہوں۔ میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ یہ ایک راز ہے۔ کسی کو بتانے کی اجازت نہیں ہے۔ فرہاد کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ہمارے ربی اسفندیار سے رابطہ قائم کر چکا ہے اور ربی کے ذریعے ہم سے بھی گفتگو ہو چکی ہے لیکن یہ بہت اہم راز ہے۔ ہم میں سے کوئی یہ بات زبان پر لائے گا تو وہ سیکرٹ سروس سے خارج کر دیا جائے گا اور سزا کا مستحق ہو گا۔"

کیا آپ جانتے ہیں کہ مٹاپا غم کم کر دیتا ہے؟

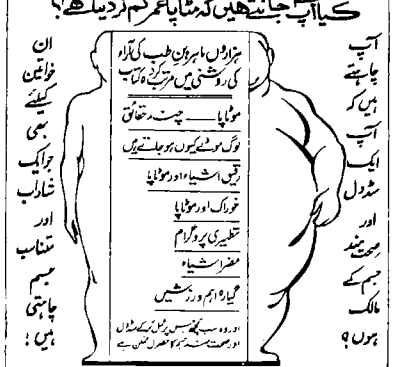

تو کتاب **مٹاپا** اور اس کا سدباب

کا مطالعہ کریں

قیمت بمعہ محصول ڈاک خرچ ۱۲ روپے

مکتبہ نفیسہ پوسٹ بکس ۹۴۱۰ کراچی ۱

لیلیٰ ثانی کا دماغ آزاد تھا۔ وہ حیرانی سے اپنے چیف کی باتیں سن رہی تھی اور یہی سمجھ رہی تھی کہ میری طرف سے بھیجی ہوئی بدروح یہ باتیں اگلوا رہی ہے اور بدروح کس طرح کسی کے جسم پر قبضہ کر لیتی ہے اور اس سے خاطر خواہ معلومات حاصل کر لیتی ہے، اس کا اس نے ذاتی تجربہ ابھی کیا تھا۔ بدروح نے اسے بھی نہیں چھوڑا تھا۔

چیف آفیسر خاموش ہو گیا تھا۔ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کبھی میری طرف نیم تاریکی میں دیکھتا تھا اور کبھی کیسٹ ریکارڈر کی طرف۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ابھی مجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں کچھ کہہ رہا تھا مگر میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ارے یہ تو کیسٹ ریکارڈر آن ہے۔ یقیناً جو کچھ میں نے کہا ہے، وہ باتیں اس میں ریکارڈ ہو چکی ہیں، مجھے سننا چاہیے۔"

میری اس سوچ کے ساتھ ہی اس نے ریکارڈنگ آف کیا، ریوائنڈ کیا۔ اس کے بعد پھر اسے آن کیا۔ کمرے کی گہری خاموشی میں پہلے تو لیلیٰ ثانی کی آواز ابھرتی رہی لیکن وہ آواز قدرے بدلی ہوئی تھی۔ جیسے کوئی بدروح بول رہی ہو۔ اس نے چیف کے سامنے جو سوالات کیے تھے اور معلومات فراہم کی تھیں، وہ سب کچھ ریکارڈ ہو چکا تھا۔ اس کے بعد چیف آفیسر کی آواز سنائی دی۔ وہ تھوڑی دیر تک پریشان ہو کر سنتا رہا۔ اس کے بعد اس نے ریکارڈر کو آف کرتے ہوئے مجھ سے کہا: "کیا تم مجھے بلیک میل کرنا چاہتے ہو۔ تم نے میری باتیں اس میں ریکارڈ کی ہیں۔ اگر یہ کیسٹ اعلیٰ حکام تک پہنچ جائے تو مجھے اس عہدے سے خارج کر دیا جائے گا۔ شاید مجھے آہنی سلاخوں کے پیچھے بھیج دیا جائے۔ پتا نہیں، میرے خلاف کیا فیصلہ سنایا جائے۔ میں اس کیسٹ کو ضائع کر دوں گا۔"

اس کے دماغ پر پھر بدروح قابض ہو گئی۔ کہنے لگی: "تم کیسٹ کو ضائع نہیں کر سکتے۔ میں کیسٹ کو ابھی لے جا رہی ہوں۔ ایسی جگہ لے جا کر رکھ دوں گی جہاں کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔"

اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے ریکارڈر سے کیسٹ کو نکالا، پھر وہاں سے چلتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ دوسرے کمرے میں وہی عورت بیٹھی ہوئی تھی جسے میں نے بیڈ روم میں دیکھا تھا۔ اس نے پوچھا: "کہاں جا رہے ہو؟"

"میرے کاموں میں مداخلت نہ کیا کرو۔ میری خواب گاہ میں ابھی نہ جانا۔ وہاں ملکی معاملات پر اہم گفتگو ہو رہی ہے۔" یہ کہتا ہوا وہ اس کمرے سے بھی گزر گیا۔ دوسرے ڈرائنگ روم میں اس کے دو ماتحت کھڑے ہوئے تھے۔ اسے دیکھ کر الیفشن ہو گئے۔ وہ ان کے درمیان سے گزرتا ہوا بنگلے کے باہر آیا۔ باہر لیلیٰ ثانی کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیور نہیں تھا۔ اس نے کھڑکی کے اندر سر ڈال کر ڈیش بورڈ کو کھولا۔ پھر کیسٹ کو اس میں رکھ کر اسے بند کر دیا۔ اس کے بعد وہاں سے واپس آ کر بیڈ روم میں ہمارے سامنے اسی صوفے پر بیٹھ گیا، جہاں لیلیٰ ثانی پہلے سے بیٹھی ہوئی تھی۔ تب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

اب وہ پریشان تھا۔ ذرا دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا کہ اسے کیا ہو گیا تھا۔ اتنی دیر تک وہ کس عالم میں تھا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے نیم تاریکی میں میری جانب دیکھا۔ میں نے کہا: "آفیسر! وہ کیسٹ میری بدروح لے گئی ہے۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا: "یہ نہیں ہو سکتا۔ تم اسے واپس کر دو۔ ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔ تم یہاں سے زندہ نہیں جا سکو گے۔"

"تم مجھے کس وجہ سے ہلاک کرو گے؟ میرا قصور کیا ہے؟ میں یہاں جے، بے پارکر کے حوالے سے آیا ہوں۔ میرے پاس پاسپورٹ اور قانونی کاغذات ہیں۔ یہ باتیں میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ آفیسر! نادان بچوں کی طرح باتیں نہ کرو، ورنہ ابھی میں بدروح کو حکم دوں گا۔ وہ پھر تمہارے جسم پر قابض ہو جائے گی اور تم سے دوسرے وہ تمام راز بھی اگلوا لے گی جو تمہاری سیکرٹ سروس کے لیے ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتے ہیں۔"

لیلیٰ ثانی نے بحیثیت سارہ آئزک اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "مسٹر ہارڈی! کیا تم میرے چیف کو بلیک میل کر رہے ہو؟ میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گی۔ سیدھی طرح وہ کیسٹ واپس کر دو۔"

میں نے کہا: "مس سارہ آئزک! تم اپنے چیف کی اور اپنے ملک کی وفادار ہو۔ جس طرح تم نے میرا سوٹ کیس برلوایا اور مجھ بے قصور کو قصوروار ٹھہرایا، اسی طرح تمہارا چیف مجھ پر کوئی بھی الزام عائد کر کے مجھے سلاخوں کے پیچھے بھیج سکتا تھا۔ مجھے غیر ملکی جاسوس ثابت کر کے سزائے موت بھی دلا سکتا تھا لیکن میں نادان نہیں ہوں۔ میں نے اپنی سلامتی کے لیے وہ کیسٹ اپنی بدروح کے حوالے کر دیا ہے۔ اپنی سلامتی کے لیے میں دوسرے بہت سے اہم راز بھی اگلوا سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں بھولتے کی راہ نکال رہا ہوں۔ لہٰذا میری چند شرائط پر عمل کیا جائے انکار کی صورت میں، وہی کروں گا جس کے لیے چیلنج دے چکا ہوں۔"

لیلیٰ اپنی جگہ بیٹھ گئی۔ سوالیہ نظروں سے چیف کو دیکھنے لگی۔ چیف نے پوچھا: "تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں، میرے وچ ڈاکٹر ہونے کا علم کسی کو نہ ہو۔ میں محض ایزل ہارڈی رہوں۔ پیرس میں دو اساز کمپنی کا مالک اور سلطانہ کا عاشق ——— اس سے زیادہ میرے متعلق کسی کو کچھ نہ بتایا جائے۔"

"یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ تم وچ ڈاکٹر کی حیثیت سے ہماری حکومت کی نظروں میں نہیں آنا چاہتے۔ کیا تم ہمارا کام بھی نہیں کرو گے؟"

"میں کہہ چکا ہوں، فلسطینی مجاہدین کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا۔ ہاں، کوئی مسلمان مصیبت میں مبتلا ہو اور اسے آپ مصیبت سے نجات دلانا چاہتے ہوں جیسا کہ فرہاد علی تیمور اپنی کسی ساتھی کے ساتھ اس جزیرہ یونانی مس میں ہے، تو اس سلسلے میں جو معلومات چاہیں فراہم کر سکتا ہوں۔"

"مسٹر ہارڈی! ہم تمہاری شرط کے مطابق کسی کے سامنے تمہیں وچ ڈاکٹر ظاہر نہیں کریں گے لیکن فرہاد اپنی خیال خوانی کے ذریعے تمہاری حقیقت معلوم کر لے گا۔ ہو سکتا ہے، وہ ہمارے اعلیٰ حکام کو تمہاری اصلیت بتا دے۔"

"میں جانتا ہوں، مسٹر فرہاد علی تیمور ایسا نہیں کریں گے۔ جب میں ایک مسلمان کی حیثیت سے ان کی مدد کر رہا ہوں، ان کے متعلق معلومات فراہم کر رہا ہوں تو وہ میرے راز کو بھی راز ہی رکھیں گے۔"

چیف آفیسر نے کہا: "ہم تمہیں ہر حال میں دوست بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ جو بھی غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہو، ہم اس سے کسی صورت میں بھی دشمنی مول لینا حماقت سمجھتے ہیں۔ مثال کے طور پر فرہاد علی تیمور ہمارے دوست ہیں۔ دوستی کی ایک حد مقرر ہے جیسا کہ ابھی تم نے بیان کیا، فلسطینی مجاہدین کے خلاف اقدام نہیں کرو گے اور جو معاملہ مسلمانوں کے خلاف نہ ہو، اس میں یہودیوں کا ساتھ دو گے۔ ٹھیک اسی طرح فرہاد صاحب سے بھی ہمارے دوستانہ مراسم ہیں۔ ان کی ٹیلی پیتھی کا راز صرف یہودی حکام جانتے ہیں۔ اسی طرح اگر تم پسند کرو تو تمہارے وچ ڈاکٹر ہونے کا راز صرف ہمارے چند اعلیٰ حکام تک محفوظ رہے گا۔ یہ بات باہر نہیں جائے گی۔"

"میں کہہ چکا ہوں، خود کو ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں یہاں کی حکومت کے لیے بڑے کام کا آدمی ثابت ہوا تو پھر تم لوگ مجھے یہاں سے جانے نہیں دو گے۔ کسی نہ کسی بہانے روکتے رہو گے۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں، تمہارے لیے کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ تم ابھی جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ صرف ہم سے رابطہ قائم کرتے رہو گے۔"

"دوسری بات یہ کہ میں سلطانہ کو بہت چاہتا ہوں۔ اس کی انا کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا۔ اگر یہ راز ظاہر ہو گیا کہ میرے کالے علم کے باعث وہ تاش کی بازی جیت لیا کرتی ہے، تو وہ ناراض ہو جائے گی اور میں اسے کسی قیمت پر ناراض نہیں کرنا چاہتا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں، تمہاری اصلیت کسی پر ظاہر نہیں کروں گا۔ میرا کیسٹ واپس کر دو۔"

"میں بھی وعدہ کرتا ہوں، تمہارا کیسٹ کسی کے ہاتھ لگنے نہیں دوں گا۔ وہ میرے پاس تمہاری امانت ہے۔"

وہ بے بسی سے گھور کر دیکھنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "اتنی اہم معلومات حاصل ہوئی ہیں، اگر میں اپنے اعلیٰ حکام تک یہ بات پہنچا دوں کہ فرہاد جزیرہ یونانی مس میں ہے۔ اسے اور اعلیٰ بی بی کو لیو گو ہٹر اور اپالو نے چھپا رکھا ہے، تو میرے سر شبے میں میرا سروس ریکارڈ سب سے بہتر ہو گا۔ میری ترقی بھی ہو گی لیکن مجھ سے سوال کیا جائے گا کہ یہ معلومات کیسے حاصل ہوئیں۔ تب میں جواب نہیں دے سکوں گا کیونکہ ایزل ہارڈی مجھ پر پابندی عائد کر رہا ہے۔ میں اس کا راز اعلیٰ حکام کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتا۔"

اسی وقت میں نے سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو چیف! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک بار لیلیٰ کی طرف، دوسری بار میری طرف دیکھا پھر سوچ کے ذریعے پوچھا: "آپ؟ فرہاد صاحب آپ ہیں؟"

"ہاں، میں آپ لوگوں کی دوستی کو آزمانے کے لیے چپ چاپ دماغوں میں آتا رہتا ہوں۔ ایک ربی اسفندیار ایسے ہیں، جن کے دماغ میں ان کی مرضی کے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ میں ابھی کاہال تنظیم کے سربراہ ری مونڈیل کے پاس تھا مگر انھیں اس بات کی خبر نہیں ہے۔ شاید آپ کو بھی میں اپنی موجودگی کا احساس نہ دلاتا لیکن آپ نے اپنے سامنے ایک نہایت ہی دلچسپ شخص کو بٹھا رکھا ہے۔ وہ وچ ڈاکٹر ہمارے بڑے کام کا آدمی ہے۔"

چیف نے پوچھا: "آپ سفارش کرتے ہیں کہ اس سے دوستی رکھنی چاہیے؟"

"بے شک، وچ ڈاکٹر کو اپنا مخالف نہ بنایا جائے۔ اس کی شرط مان لی جائے۔ یہ آپ کے اعلیٰ حکام کے سامنے وچ ڈاکٹر کی حیثیت سے ظاہر نہیں ہونا چاہتا۔ میں بھی یہی مشورہ دیتا ہوں۔ اسے جانے کی اجازت دیں۔ اب تو میں اس کے دماغ

میں پہنچ گیا ہوں۔ جب چاہوں گا اسے مجبور کر دوں گا کہ یہ اپنی بدروحوں کے ذریعے ہمارے لیے معلومات فراہم کرے۔ ویسے اس نے جزیرہ یونائی سس کے بارے میں جو معلومات فراہم کی ہیں، اتنا ہی کافی ہے۔"

چیف آفیسر نے پوچھا۔ "کیا آپ ہمارے ربی کو بتائیں گے کہ کس طرح آپ کو جزیرہ یونائی سس کے متعلق علم ہوا ہے؟"

"میں یہ معلومات حاصل کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ بیان کروں گا۔ وچ ڈاکٹر کا ذکر نہیں کروں گا۔"

"فرہاد صاحب! آپ نے میرے سر سے ایک بہت بڑا بوجھ ہٹا دیا ہے۔ میں جلد سے جلد آپ کے بارے میں اپنے حکام کو بتانا چاہتا تھا۔ اب آپ ہی بتا دیں۔ تاکہ آپ کو وہاں سے فوراً نکال لانے کے لیے اقدامات کیے جا سکیں۔"

"میں ربی سے رابطہ قائم کرنے جا رہا ہوں۔ آپ اس وچ ڈاکٹر کو جانے دیں۔"

چیف آفیسر نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر ہارڈی! آپ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ ابھی فرہاد صاحب ہمارے درمیان موجود تھے۔ انھوں نے آپ کی باتیں سن لی ہیں۔ وہ اعلیٰ حکام کے سامنے آپ کا ذکر کیے بغیر جزیرہ یونائی سس کے متعلق انھیں بتا دیں گے۔"

لیلیٰ ثانی نے حیرانی اور قدرے بے یقینی سے پوچھا۔ "سر! کیا فرہاد علی تیمور صاحب واقعی آپ سے گفتگو کر رہے ہیں؟ کیا آپ کے پاس موجود ہیں؟"

"موجود تھے۔ اب مجھے مخاطب نہیں کر رہے ہیں۔"

"اوہ! سر! میری بڑی خواہش ہے کہ ایک بار فرہاد صاحب مجھے مخاطب کریں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں، اپنے دماغ میں ان کی آواز اور لب و لہجہ کیسا محسوس ہوتا ہے۔"

چیف آفیسر نے کہا۔ "یہ کوئی دور بین تو نہیں ہے کہ ہر ایک کی آنکھ سے لگا کر دکھائی جائے اور بتایا جائے، وہ دیکھو! دور بہت دور مسٹر فرہاد نظر آ رہے ہیں۔ فرہاد صاحب کب دماغ میں آتے ہیں اور کب چلے جاتے ہیں، یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔ جب وہ ہمیں مخاطب کرتے ہیں تو ان کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ اگر وہ موجود ہیں اور انھوں نے تمھاری یہ خواہش سن لی ہو گی تو شاید تمھارے دماغ میں چلے آئیں یا آنا پسند نہ کریں۔ بہرحال مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ تم اتنی ذمے دار طالبہ ہو کر ڈیوٹی کے وقت اپنے آفیسر سے اپنی ذاتی خواہش کا اظہار کر رہی ہو جو سراسر اصول کے خلاف ہے۔"

"سوری سر! یہ میری دیرینہ آرزو تھی۔ بے اختیار زبان پر آ گئی۔ آئندہ مجھ سے یہ غلطی نہیں ہو گی۔"

اس نے فرض کے مطابق زبان بند کر لی مگر دماغ سوچ رہا تھا۔ کاش فرہاد صاحب سن رہے ہوں تو ایک بار اسے مخاطب کریں۔ میں اس کی دیرینہ آرزو پوری نہیں کر سکتا تھا۔ اگرچہ ایسا کرنے میں کوئی پابندی نہیں تھی۔ تاہم میں خیال خوانی کے لیے ایک اور کھوپڑی کا اضافہ کر کے اپنی مصروفیات حد سے زیادہ نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔ ابھی مجھے ربی اسفندیار کے پاس پہنچ کر جزیرہ یونائی سس کے متعلق انھیں بتانا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "آفیسر! کیا مجھے جانے کی اجازت ہے؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "بے شک، تم آزاد ہو۔ جہاں چاہو جا سکتے ہو لیکن ایک گزارش ہے کہ کچھ روز یہاں قیام کرو۔ ہمارا ساتھ دو۔ فرہاد صاحب بھی ہمارے ساتھ ہیں۔"

میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "فرہاد صاحب آپ کے ساتھ ضرور ہیں لیکن میرے ساتھ نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو کم از کم مجھے مخاطب تو کرتے۔"

"یقیناً وہ تمھیں مخاطب کریں گے۔ وہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کو دوست بناتے ہیں۔ تمھیں بھی دوست بنائیں گے۔ شاید وہ بے حد مصروف ہیں یا پہلی فرصت میں ہمارے ربی اسفندیار کو جزیرہ یونائی سس کے متعلق بتانا چاہتے ہیں۔ اسی لیے فوراً چلے گئے ہیں۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس سے رخصتی مصافحہ کیا۔ پھر لیلیٰ کے ساتھ اس کے بنگلے سے باہر آ گیا۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جب کار اسٹارٹ ہو کر بنگلے کے احاطے سے نکل گئی اور سڑک پر دوڑنے لگی تو میں نے ڈیش بورڈ کو کھولا پھر اس میں سے کیسٹ نکال کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ لیلیٰ نے ڈرائیو کرتے ہوئے کن انکھیوں سے دیکھا اور حیرانی سے بولی۔ "یہ تو وہی کیسٹ ہے۔"

"ہاں، وہی کیسٹ ہے۔"

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر تمھاری کسی بدروح نے اس کیسٹ کو ڈیش بورڈ تک پہنچایا ہے تو میرا چیف کمرے سے باہر کیوں گیا تھا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ بدروح نے اس کے جسم پر قبضہ جما لیا تھا اور اسے گاڑی تک لا کر کیسٹ کو ڈیش بورڈ میں رکھنے پر مجبور کیا تھا۔"

"یہی بات ہے۔"

"ایسا تو میں نے دیکھا، نہ سنا، نہ کتابوں میں پڑھا کہ بدروحیں کسی شخص کو اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کرتی

ہیں۔ ایسا تو صرف ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے عمل سے ہوتا ہے۔"

ٹیلی پیتھی کی باتیں کرتے ہوئے وہ پھر فرہاد علی تیمور کے متعلق سوچنے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "میں کیسا لگتا ہوں؟"

اس نے چونک کر میری جانب دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "اس سوال کا مطلب کیا ہے؟"

"یونہی پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا تم میرے متعلق کچھ سوچتی ہو؟"

"میں بھلا کیوں سوچوں؟ تمھارے دماغ میں یہ سوال پیدا کیوں ہوا؟"

"اس لیے کہ تم فرہاد کو اپنے دماغ میں محسوس کرنے کی خواہش کا اظہار بڑی شدت سے کر رہی تھیں۔"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ پلیز آئندہ اس قسم کی گفتگو نہ کرنا۔ تم ایک وچ ڈاکٹر ہو اور فلسطینی مجاہدین کے ہمدرد ہو۔ میں اس سلسلے میں تم سے کام لینا چاہتی ہوں۔ اس سے آگے کچھ سوچو گے تو میرے ہاتھوں نقصان اٹھاؤ گے۔"

میں نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے سوچا، کبھی حالات عجب تماشا دکھاتے ہیں۔ وہ میرے متعلق سوچتی تھی۔ مجھے اپنا آئیڈیل سمجھتی تھی لیکن اس سلسلے میں گفتگو کرنا گوارا نہ تھا۔ کیا خوب نزاکت بھی تھی اور مجھ سے دو باتیں کرنے کی بے قراری بھی تھی۔

بہرحال میں ربی اسفندیار کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا مگر لیلیٰ نے موقع نہ دیا۔ اس نے پوچھا۔ "تم نے میری بات کا موضوع کیوں بدل دیا؟"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ وہ کیسٹ یہاں کیسے پہنچ گیا تھا؟"

"کیا تم سمجھتی ہو، میں تنویمی عمل یا ٹیلی پیتھی جانتا ہوں؟"

"ٹیلی پیتھی صرف ایک ہی شخص جانتا ہے۔"

وہ ونڈ اسکرین کے پار اس شخص کے تصور میں گم ہو گئی۔ میں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ربی اسفندیار کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی پوچھا۔ "اوہ فرہاد! تم اب تک کہاں گم رہے؟ میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آتے رہے۔"

"کیسے خیالات؟"

"یہی کہ کہیں تمھاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت عارضی طور پر تمھیں ملی ہو۔ اس کے بعد تم پھر بے بس ہو گئے ہو یا پھر ہم سے کسی بات پر ناراض ہو گئے ہو۔"

"دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل میں پچھلی رات سے جاگ رہا تھا۔ تھکن کے باعث نیند آئی تو سو گیا۔ اچانک اعلیٰ بی بی نے بیدار کیا اور مجھے خوشخبری سنائی کہ یہاں دفتر والے کمرے کی ایک الماری کے نیچے سے ایک لفافہ برآمد ہوا ہے۔ اس جگہ ہماری نظر کبھی نہ جاتی۔ یہ قدرت کی طرف سے ایک مدد حاصل ہوئی ہے۔ ایک چوہا لفافے کو کترتا ہوا الماری کے نیچے سے نکال لایا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اسے کھول کر دیکھا تو ایک حسین عورت کی تصویر نظر آئی ـــــ اس تصویر کو میں نے دیکھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔ ربی نے بے چینی سے پوچھا۔ "کون تھی؟"

"تھی نہیں بلکہ ہے۔ وہ یوگو ہنٹر کی دوست ہے۔"

ربی نے کہا۔ "یوگو ہنٹر کا نام ہماری فہرست میں ہے کیا تم اس عورت کے ذریعے اس شخص کے دماغ میں پہنچ سکتے ہو؟"

"میرے محترم ربی! میں اس کے دماغ میں پہنچ چکا ہوں۔ میں نے اسے اپنی آمد کی اطلاع دیے بغیر چپ چاپ جو معلومات حاصل کیں، وہ یہ ہیں کہ وہ جزیرہ یونائی سس کا مالک ہے۔ جنگلی جانوروں کا کاروبار کرتا ہے۔ اسی نے اس جزیرے میں ہمیں قید کر رکھا ہے۔ یہ جزیرہ یونان کے مشرقی حصے میں ہے۔ کیا آپ کے لیے اتنی معلومات کافی ہیں؟"

"بہت ہیں، یہ معلومات بہت ہیں۔ میں ابھی ذمے دار افسران سے رابطہ قائم کر کے اس سلسلے میں گفتگو کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ تمھیں نکال لانے کے سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں۔"

"محترم ربی! بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ لوگ اس سے رابطہ قائم کریں۔ میرا مطالبہ کریں اور وہ محتاط ہو کر ہمیں کسی دوسری جگہ پہنچا دے اگر آپ نے جبراً اپنے فوجیوں کو پیراشوٹ کے ذریعے اس جزیرے میں اتارنا چاہا تو گھمسان کی لڑائی ہو گی۔ شاید نتیجہ ہمارے حق میں نہ نکلے۔"

"تم درست کہتے ہو۔ جب تمھارا صحیح ٹھکانہ معلوم ہو گیا ہے تو ہم جلد بازی سے کام نہیں لیں گے۔ نہایت سوچ سمجھ کر ایسے اقدامات کریں گے کہ دشمن ہمارے فریب میں آ جائیں گے اور تم اعلیٰ بی بی کے ساتھ بآسانی ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے۔"

میں لیلیٰ ثانی کی کوٹھی میں پہنچ گیا۔ اس نے کار سے اتر کر کوٹھی میں میرے ساتھ داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے بہت ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔"

میں جانتا تھا۔ وہ ہتھیار سپلائی کرنے والوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتی ہے۔ میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "رات بہت ہو چکی ہے۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"تعجب ہے! ابھی تو گیارہ بجے ہیں۔"

"تم سیکرٹ سروس والوں کو تعلیم دی جاتی ہے کہ دس بجے سو جایا کرو اور صبح چار بجے بستر چھوڑ دیا کرو۔"

"ہم سونا بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر کوئی اہم معاملہ ہو۔"

"اگر کوئی اہم معاملہ ہو تو ہمارے بزرگوں کو طے کرنا چاہیے۔"

اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ چلتے چلتے رک گئی۔ اس کے بعد سرد لہجے میں بولی: "میں آخری وارننگ دے رہی ہوں۔ صرف فلسطینی مجاہدین کی بھلائی کے لیے سوچو۔ میرے بارے میں سوچو گے تو ابھی چاروں شانے چت نظر آؤ گے۔ تم میں اتنی سکت بھی نہ ہوگی کہ خود زمین پر سے اٹھ سکو۔"

میں نے ایک ذرا پیچھے ہٹ کر کہا: "لے، ہاتھا پائی کی دھمکی نہ دو۔ میں تم سے کمزور نہیں ہوں۔ میری بدروحوں نے تمہارے متعلق بتا دیا ہے کہ تم زبردست فائٹر ہو۔ عجیب بات ہے۔ عورت خود لڑائی کرے تو جھگڑالو کہلاتی ہے اور اسے باقاعدہ لڑنے کی تربیت دی جائے تو فائٹر کہلانے لگتی ہے۔ تمہارا دماغ تو آسمان پر ہے اپنے گھر میں مہمان رکھ کر مارنے کی دھمکی دیتی ہو۔ یہ شرافت ہے؟"

"یہ تمہاری شرافت ہے کہ اپنی میزبان سے خواہ مخواہ بے تکلف ہونا چاہتے ہو؟"

"اپنے الفاظ واپس لو۔ کیا تم مجھے مارو گی؟ کیا مجھے چاروں شانے چت کر دو گی؟"

"تم حد سے بڑھو گے تو تمہارا انجام اس سے بھی برا ہوگا۔"

میں نے پاؤں پٹخ کر کہا: "میں ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ لعنت ہے تمہاری میزبانی پر اور میری مہمانی پر۔ میں یہاں ایک منٹ نہیں رہ سکتا۔ میرا سامان لاؤ۔"

"تم یہاں سے نہیں جا سکتے۔"

"تمہاری کیا مجال ہے! تمہارا چیف آفیسر مجھے نہیں روک سکتا۔ تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے کس طرح اسے بلیک میل کیا ہے۔"

اس نے انگلی اٹھا کر میری جیب کی طرف اشارہ کیا: "میں ابھی چٹکی بجا کر وہ کیسٹ تمہاری جیب سے نکال لوں گی۔ پھر تم میرے چیف کو بلیک میل نہیں کر سکو گے۔"

"اور میں پلک جھپکتے ہی اپنی بدروح کے ذریعے اس کیسٹ کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی غائب کر دوں گا۔"

یہ چیلنج کرتے ہی میں زور زور سے پاؤں پٹختا ہوا بیڈ روم میں گیا۔ وہاں میرا سوٹ کیس رکھا ہوا تھا۔ میں اسے اٹھا کر جانے لگا۔ لیلیٰ دروازے میں کھڑی ہو گئی۔ دونوں بازو پھیلا کر راستہ روکتے ہوئے بولی: "تم ایسے نہیں جا سکتے۔"

"تم باہیں پھیلا کر کہہ رہی ہو ایسے نہیں جا سکتا۔ کیا مطلب ہے تمہارا؟"

یکلخت اس کے دونوں بازو ڈھلک گئے۔ اس نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ کر مجھے دیکھا۔ پھر بولی: "جی چاہتا ہے تمہارا سر توڑ دوں۔"

"اور تم توڑ نہیں سکو گی۔ تم نے اپنے چیف کے سامنے مجھے بہت اہمیت دی ہے۔ کچھ اہمیت میں نے اپنے طور پر حاصل کی ہے۔ پھر میں جے جے پارکر کے حملے سے یہاں آیا ہوں۔ تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گی۔ نادان بچیوں کی طرح دھمکیاں نہ دو۔"

"کیا تم سیدھے سادے انداز میں میرے مہمان بن کر نہیں رہ سکتے؟"

"میں تو نہایت ہی سیدھا سادا سا آدمی ہوں۔ بس ایک کمزوری ہے کہ ورچ ڈاکٹر کے ساتھ ساتھ تھوڑا شاعر بھی ہوں۔ نگاہوں کے سامنے پھول کھلے اور خوشبو لٹائے تو شعر کہنے کو جی چاہتا ہے۔"

"میں صبح مالی سے کہوں گی کہ وہ باغیچے سے ڈھیر سارے پھول لا کر تم پر چڑھائے اور تمہارے اشعار سنتا رہے۔ کیا تم سنجیدگی سے فلسطینی مجاہدین کے سلسلے میں گفتگو کرنا پسند کرو گے؟"

"میں نے کہا نا، مجھے نیند آ رہی ہے۔ تم سامنے رہو گی تو نیند اڑ جائے گی اور شاعری گدگدانے لگے گی۔ بہتر ہے ہم اس موضوع پر کل صبح گفتگو کریں۔"

"اچھی بات ہے۔ اپنا سامان رکھ دو۔ بھوک لگی ہو تو کچن میں کھانے کے لیے بہت کچھ ہے۔ میں تمہارے سامنے آنا بھی گوارا نہیں کرتی۔ کل تم سے باتیں ہوں گی۔"

وہ غصے سے چلی گئی۔ وہ بے شک ذہین تھی۔ جب کوئی بات بگڑتی ہو تو اسے بنانے کی تدبیر کرتی تھی۔ اس وقت سوچ رہی تھی، کس طرح میری کوئی کمزوری اس کے ہاتھ آ جائے یا وہ کس طرح میری نظروں میں اتنی اہم ہو جائے کہ میں اس کے اشارے پر ناچنے لگوں۔ ایک ہی بات مجھ میں آ رہی تھی کہ میں شاعر ہوں۔ لہٰذا وہ شاعرانہ انداز میں ہی مجھے بہلائے پھسلائے اور اپنا کام نکالتی رہے لیکن عشق و محبت جیسی باتیں اس کے مزاج کے خلاف تھیں۔ وہ کوئی اور تدبیر سوچ رہی تھی۔ میں نے اسے سوچنے کے لیے چھوڑ دیا۔ بیڈ روم کے دروازے کو بند کیا۔ پھر آرام سے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔

میرے آرام کرنے کے دوران یہودی جاسوس عملی میدان میں اتر آئے تھے۔ سیکرٹ سروس کے وہ تمام افراد جو بیرونی ممالک میں اپنی کارگزاری دکھاتے رہتے ہیں، وہ یونان کی مشرقی اور ترکی کی مغربی بندرگاہوں میں بڑے محتاط ہو کر ڈیوٹی دینے لگے تھے۔ ہر آنے جانے والے بحری جہاز پر کڑی نظر رکھتے تھے — اتنی احتیاط کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ انہیں یقین تھا کہ جب بھی

فرہاد علی تیمور کا سودا ہو گا اور اسے اعلیٰ بی بی کے ساتھ کسی بولی دینے والے کے حوالے کیا جائے گا تو فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہودی حکام کو اطلاع دے گا اور وہ راستے بتا دے گا جہاں سے انہیں لے جایا جائے گا۔ اس کے باوجود آس پاس کے جتنے ملک تھے، وہاں کے تمام ایئرپورٹ پر یہودی جاسوس پھیلا گئے تھے۔

اسرائیلی افسران نے یونگو ہنٹر سے کاروباری رابطہ بھی قائم کیا تھا اور اسے یقین دلایا تھا کہ مملکت اسرائیل کے چار بڑے شہروں میں چڑیا گھر کی توسیع کے لیے مزید جنگلی جانوروں کی فوری ضرورت ہے۔ اس کے لیے اسرائیلی افسران کی ایک ٹیم جانوروں کا انتخاب کرنے کے لیے جزیرہ یونانی کریس آنا چاہتی ہے۔ یہ ٹیم کل صبح یونان کے شہر ایتھنز پہنچ جائے گی۔ اگر کاروبار منظور ہو تو یونان میں اسرائیلی سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا جائے اور اس ٹیم کو جزیرہ یونانی کریس آنے کی اجازت دی جائے۔

ان کے اس طریقۂ کار سے صاف ظاہر تھا کہ جزیرہ یونانی کریس پر کر جانوروں کا سودا کرنے والی ٹیم میں ... سیکرٹ سروس کے اہم جاسوس شامل ہوں گے۔ ایک خفیہ اجلاس میں یہ فیصلہ کیا جا رہا تھا کہ اس ٹیم میں جو لوگ جائیں گے ان سے فرہاد علی تیمور کا دماغی رابطہ رہنا چاہیے تاکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کو آسانی سے ٹریپ کر سکیں۔

میں ربی اسفندیار کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا: "فرہاد! تم اچھے وقت پر آئے ہو۔ ہم سیکرٹ سروس کے چند اہم افراد کو جزیرہ یونانی کریس بھیج رہے ہیں۔ تم ان سے دماغی رابطہ قائم رکھو گے۔ انہیں اپنا آلۂ کار بنا کر دشمنوں سے نمٹ سکو گے۔"

"میں یونگو ہنٹر کے دماغ میں پہنچ چکا ہوں۔ میں اسے بھی اپنا آلۂ کار بنا سکتا ہوں لیکن میرے سابقہ تجربات سمجھاتے ہیں کہ اس ایک کو ٹریپ کرتا ہوں تو دوسرے دس انجانے دشمن پیدا ہو جاتے ہیں۔ یونگو ہنٹر کے پیچھے بھی کوئی ایسی ہستی ہو سکتی ہے جو بری خیال خوانی کی زد میں نہ ہو۔"

"ہم ان باتوں کو سمجھ رہے ہیں۔ تم سے وعدہ کرتے ہیں یہاں سے جو ٹیم جائے گی، وہ تمہارے حکم کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھائے گی۔"

"آپ ان لوگوں کی آواز بھی مجھے سنائیں میں ان کا انتخاب کروں گا۔ ان کے دماغوں میں جھانک کر معلوم کروں گا کہ وہ کتنا باصلاحیت ہیں اور کس طرح میرے کام آ سکتے ہیں۔"

یہودی یقیناً مجھے دوست بنائے رکھنا چاہتے تھے لیکن کس حد تک بھی نہیں کہ مجھ پر سیکرٹ سروس کی حد تک بھروسا کریں اور اپنے تمام اہم سراغ رسانوں کے دماغوں تک مجھے پہنچا دیں۔ وہ صرف دو سراغ رسانوں کو اس ٹیم میں رکھنا چاہتے تھے۔ باقی افراد بھی اہم اور جنگجو ہوتے لیکن سیکرٹ سروس کے صرف دو ہوتے۔

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "محترم ربی! آپ اپنے حکام سے کہہ دیں کہ کسی بھی ملک کی سیکرٹ سروس تک پہنچنا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ میں اپنے طریقۂ کار کے مطابق کسی ایک کے دماغ میں جگہ بناتا ہوں پھر اس کے ذریعے دوسرے تمام اہم دماغوں تک پہنچتا چلا جاتا ہوں۔ خواہ وہ سیکرٹ سروس کے دماغ ہی کیوں نہ ہوں۔"

ربی اسفندیار نے کہا: "بے شک، مجھے یقین ہے، تم ہمارے سیکرٹ سروس کے اہم دماغوں تک پہنچ چکے ہو۔ تم سے کوئی پردہ ہو نہیں سکتا۔ بہرحال ہم جن لوگوں کا انتخاب کر رہے ہیں تم ان کے دماغوں تک پہنچ ہی جاؤ گے۔"

"اسی لیے اب سونا چاہتا ہوں۔ رات زیادہ ہو گئی ہے۔ کل صبح جو ٹیم آپ کے ہاں سے روانہ ہو کر یونان کے شہر ایتھنز پہنچے گی، میں ان سے رابطہ قائم کروں گا۔"

اس کے بعد میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ڈاکٹر شیفرڈ کے پاس پہنچی ہوئی تھی اور اپنے چہرے پر تبدیلیاں کروا رہی تھی۔ میں نے پوچھا: "یہ کیا؟"

اس نے جواب دیا: "میں ایک کیسٹ جے جے پارکر کے نام چھوڑ کر آئی ہوں۔ ذرا دیکھو تو سہی، وہ کیسٹ اسے ملا ہے یا نہیں؟"

میں پارکر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک بڑے سے کیسٹ ریکارڈر کے سامنے بیٹھا سونیا کی آواز سن رہا تھا۔ وہ ریکارڈر کے ذریعے کہہ رہی تھی: "مسٹر وین وائٹ! یہ کیا حرکت ہے؟"

ریکارڈر سے وین وائٹ کی آواز ابھرنے لگی: "جانِ عزیز! یہ عاشقوں کی حرکت ہے۔ میں نے پیرس سے تل ابیب جانے اور وہاں سے واپس آنے کے دوران بارہا اپنی محبت کا اظہار کیا۔ کتنی ہی بار تم سے محبت کی بھیک مانگی لیکن سچ کہتے ہیں، مانگنے سے کچھ نہیں ملتا۔ کبھی کبھی چھین لینا پڑتا ہے۔"

وین وائٹ کی آواز بھاری تھی۔ پتا چل رہا تھا کہ وہ بہت زیادہ پیے ہوئے ہے۔ سونیا نے کہا: "مسٹر وائٹ! اس وقت آپ ہوش میں نہیں ہیں۔ بہتر ہے، چلے جائیں۔ ورنہ میں مسٹر پارکر سے شکایت کروں گی۔"

"اب یہاں کوئی نہیں آئے گا ..... کوئی تمہاری شکایت نہیں سنے گا سلطانہ! میری بات مان لو۔ تم بہت ذہین

شار پر ہو۔ تاش کی غیر معمولی کھلاڑی ہو۔ میں مسٹر پارکر کا دستِ راست ہوں۔ ہم دونوں مسٹر پارکر کے دو ہاتھ بن کے رہیں گے تو دنیا کا کوئی جواری ہمیں شکست نہیں دے سکے گا۔"

اس کے ساتھ ہی کچھ چیزوں کے گرنے اور ان کے ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بپھنا چاہتی ہو۔ وہ پکڑنا چاہتا ہو اور اسی چوہے بلی کے کھیل میں چیزیں گرتی پڑتی جا رہی ہوں۔ پھر سونیا کی آواز سنائی دی "مسٹر وائز! تم یہ بھول رہے ہو کہ میں کرکس میں بازی گر رہ چکی ہوں۔ ابھی کرتب دکھاؤں گی تو تمہارے سے چھکے چھوٹ جائیں گے۔ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتی۔ ہوش میں آؤ۔"

"میں ہوش میں ہوں۔ یہ نہ سمجھو کہ زیادہ پی لی ہے تمہارے لیے پی ہے۔ میں اور پیوں گا اور پیتے پیتے تمہاری خاطر جان دے دوں گا۔"

سونیا نے کہا "اب میں سمجھی تم نے جان بوجھ کر اینرل ہارڈی کو مجھ سے الگ کیا ہے ——— شاید تم ہی نے سازش کی اور اس کے سوٹ کیس میں کوئی ایسی چیز رکھوا دی جس کی وجہ سے وہ اسرائیلی قانون کی گرفت میں آ گیا۔ میں جے جے پارکر سے تمہاری شکایت کروں گی۔"

"میں تمہیں زندہ ہی نہیں رہنے دوں گا کہ تم مسٹر پارکر سے میری شکایت کر سکو۔"

اس کے بعد پھر چیزوں کے گرنے پڑنے کی آواز سنائی دی اسی دوران وین وائز کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ چند لمحوں کے بعد سونیا کی آواز ابھرنے لگی "مسٹر جے جے پارکر! جس وقت وین وائز میرے کمرے میں آیا، اسی وقت میں نے بھانپ لیا کہ اس کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ نشے میں چُور تھا اور مجھے بڑی خطرناک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس کیسٹ کو ریکارڈر میں لگا کر آن کر دیا۔ اب تک آپ وین وائز کی باتیں بھی سن چکے ہیں اور اس کی حرکتوں کو سمجھ بھی چکے ہیں۔ اس کے بعد کیا توقع کرتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ رہوں گی؟ ہرگز نہیں۔ میں جا رہی ہوں۔ میں نے وین وائز کو معمولی سا نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے سر پر ضرب لگائی ہے۔ وہ تھوڑی دیر تک بے ہوش رہے گا۔ اس کے بعد ہوش میں آ جائے گا لیکن میں کبھی نہیں آؤں گی۔ سو فار، مسٹر جے جے پارکر، سو فار۔"

خاموشی چھا گئی۔ کیسٹ ریکارڈر آن تھا لیکن اب آواز نہیں آ رہی تھی جسے جے پارکر نے اسے آف کر دیا۔ وہ غصّے سے جھنجلا رہا تھا اور وین وائز کے خلاف غصّے سے کھول رہا تھا، جس کی حماقت سے سونیا جیسی سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ پھر مختلف نمبر ڈائل کر کے مختلف لوگوں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ ان سب کو ہدایات دینے لگا کہ وہ سلطانہ کو تلاش کریں۔ پیرس کے تمام چھوٹے بڑے ہوٹلوں میں اور ایسے مکانوں میں جہاں پے انگ گیسٹ رہتے ہیں۔ جو شخص صبح ہونے سے پہلے سلطانہ کو ڈھونڈ نکالے گا، اسے دس ہزار ڈالر انعام دیے جائیں گے۔

ان کے فرشتے بھی سلطانہ تک نہیں پہنچ سکتے تھے کیونکہ وہ ختم ہو چکی تھی اور سونیا کے چہرے پر ایک نئی عورت طلوع ہو رہی تھی۔ وہ جن دنوں سپر ماسٹر کی تنظیم میں شامل تھی، ہر روز پیرس میں رہ کر وہاں کے تمام جرائم پیشہ گروہوں سے اچھی طرح واقف ہو گئی تھی۔ خفیہ سنڈیکیٹ کے افراد کو خوب جانتی اور پہچانتی تھی۔ وہاں کا ایک ایک اسمگلر اس کی یادداشت میں محفوظ تھا۔

ایسے ہی اسمگلروں کا ایک گروہ نیپال جاتا تھا اور وہاں سے چرس لے کر یورپ آتا تھا۔ سونیا کے لیے یہ بہتر موقع تھا کہ وہ اس گروہ میں شامل ہو اور چرس کی اسمگلنگ کرتے نیپال پہنچ جائے۔ ظاہر ہے مقصد اسمگلنگ نہیں تھا۔ محض چند سہولتیں حاصل کرنے کے لیے اس نے ایک اسمگلر سے رابطہ قائم کیا تھا اور اس سے یہ طے پایا تھا کہ وہ ایک حسین اور ذہین لڑکی انامیریا کے روپ میں اس گروہ کے ساتھ نیپال جائے گی۔ وہ اسمگلر سونیا کی اصلیت کسی پر ظاہر نہیں کرے گا۔ اس اسمگلر کے لیے یہ بڑے فخر اور بڑے اطمینان کی بات تھی کہ سونیا جیسی ہستی ان کی گینگ لیڈر بن کر جا رہی تھی۔

سونیا بڑی تیزی دکھا رہی تھی۔ میں نے پوچھا "یہ تم نے کیا چال چلی ہے۔ وین وائز یقیناً تمہارا دیوانہ تھا لیکن ایسا بھی نہیں کہ خواہ مخواہ تمہارے کمرے میں گھس آتا اور تم وہ ڈرامہ کرتیں جو کیسٹ کے ذریعے ظاہر ہو رہا ہے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ ڈاکٹر شیفرڈ نے کہا "مادام! آپ ذرا بھی نہ مسکرائیں۔ میں اس وقت آخری پٹنگ کر رہا ہوں۔ چہرے کو بالکل سنجیدہ رکھیں۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی "سن لیا تم نے؟" ڈاکٹر شیفرڈ مسکرانے سے بھی منع کر رہا ہے۔ یعنی میں اپنی جیت پر خوش بھی نہیں ہو سکتی۔ چلو کوئی بات نہیں، سیدھی سی بات یہ ہے کہ میں نے جان بوجھ کر وین وائز کو خوب پلائی تھی اور اسے اپنی طرف یوں مائل کیا تھا کہ وہ دیوانہ وار چلا آیا تھا۔

نے پہلے ہی کیسٹ ریکارڈر تیار رکھا تھا۔ وہ سارا ڈراما تیار کر لیا اور اس طرح جے جے پارکر کو یہ سمجھا دیا ہے کہ سلطانہ کہیں گم نہیں ہوئی ہے، نہ ہی اس نے جان بوجھ کر اس کا ساتھ چھوڑا ہے۔ بلکہ اس کے دستِ راست وین وائز کی حماقتوں کے باعث ان سے دور ہو گئی ہے۔ اب جو دور ہو گئی ہے اسے وہ تلاش کرتے رہیں گے۔"

"تم نے بڑی تیزی سے نیپال جانے کا راستہ بنا لیا ہے۔ اب میری ضرورت تو نہیں رہی؟"

"ایک ضرورت ہے۔ رسونتی سے کہو کہ مجھ سے رابطہ قائم کرے میں جس انامیریا کے روپ میں جا رہی ہوں، وہ کسی حد تک ہندی زبان بولتی ہے۔ میں اردو زبان بول لیتی ہوں۔ ہندی سیکھنا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ رسونتی کے ذریعے سیکھ سکتی ہوں بشرطیکہ تم ہماری مدد کرو۔"

"تم چاہتی ہو، میں تمہیں ہپناٹائز کروں۔ جب تم معمول بن جاؤ تو رسونتی تمہارے دماغ میں پہنچ کر ہندی کے اہم الفاظ اور اہم فقرے ذہن نشین کرا دے۔"

"میں یہی چاہتی ہوں۔"

"کیا تم نے مرجانہ سے ملاقات کی؟"

"مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔ تم اس سے رابطہ قائم کرو۔"

"بڑی مشکل ہے۔ میں رسونتی بن کر اس کے پاس جاتا ہوں اور وہ نفرت کرنے لگتی ہے۔ بہرحال دیکھا جائے گا۔"

میں رسونتی کے دماغ میں چپکے سے پہنچ گیا۔ وہ فرضی پارس کے پاس لیٹی ہوئی میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی سوچ نے چغلی کھائی کہ وہ ابھی سونیا کے دماغ میں تھی اور ہماری باتیں سن رہی تھی اس سے پہلے بھی وہ دوسرے سیودلیوں کے دماغ میں رہ کر، کبھی لیلیٰ کے دماغ میں پہنچ کر میری باتیں سنتی رہی تھی۔ میری مصروفیات کو سمجھتی رہی تھی۔ ابھی اسے معلوم ہوا کہ میں سونیا کو تنویمی عمل کے ذریعے ہندی زبان سکھانا چاہتا ہوں اور اس کے ذریعے رسونتی کا تعاون ضروری ہے تو وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی تھی اور میرا انتظار کر رہی تھی۔

میں نے آہستگی سے کہا "تم زیادہ غصّے کی کوشش نہ کرو۔ میں سب سمجھتا ہوں۔ تم سائے کی طرح میرے ساتھ رہتی ہو۔ ابھی تم سونیا کے پاس تھیں۔ وہاں تم نے اسے مخاطب کیوں نہیں کیا؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی "فرہاد! لوگ مرنے والوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ میں تمہاری ازدواجی زندگی سے مر چکی ہوں۔ میری خطائیں معاف کر دو۔"

"میں کہہ چکا ہوں، میں نے معاف کیا، میرے خدا نے معاف کیا۔ اب کیا چاہتی ہو؟"

"تمام ناراضگی دور کر دو۔ کبھی مجھ سے دو باتیں کر لیا کرو۔"

"دو باتیں ہی کر رہا ہوں۔ پہلی بات یہ کہ آدھے گھنٹے بعد سونیا کا نیا میک اپ مکمل ہو جائے گا۔ وہ سونے جائے گی۔ تم اس کے دماغ میں پہنچ جانا۔ میں تنویمی عمل کروں گا اور تمہاری آواز اسے سناؤں گا۔ وہ معمول بن کر تمہارے احکامات کی پابند رہے گی۔ تم جاکمانہ انداز میں اسے ہندی زبان کے جو فقرے یاد کراؤ گی، وہ انھیں ذہن نشین کر لے گی۔ میں آدھے گھنٹے بعد سونیا کے پاس پہنچوں گا۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ سونیا آئینے میں خود کو دیکھ رہی تھی، لیکن دراصل خود کو نہیں، انامیریا کو دیکھ رہی تھی۔ شیفرڈ اس کے چہرے پر جھکا ہوا محدب شیشے کے ذریعے چہرے کی ایک ایک تفصیل کو بغور دیکھ رہا تھا۔ کوئی خامی تلاش کر رہا تھا۔ انسان میں کتنی ہی خامیاں ہوتی ہیں۔ عادتاً بھی ہوتی ہیں اور جسمانی طور پر بھی۔ کچھ خامیاں اسے نظر نہیں آتیں اور جو نظر آتی ہیں، وہ سمجھ میں نہیں آتیں۔ سمجھ میں آتی بھی ہیں تو آدمی ان خامیوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ اپنی شخصیت کا ایک بہترین حصہ سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے۔

بہرحال انامیریا کے چہرے پر کچھ خامیاں رہ گئی ہوں، تب بھی سمجھ میں نہیں آئیں۔ ویسے وہ چہرہ بظاہر مکمل ہو چکا تھا۔ میں ذرا دیر کے لیے مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی پوچھا "رسونتی! تم پھر آ گئیں؟"

اس وقت وہ اپنی امّی سائرہ بانو کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ حالانکہ رات زیادہ ہو گئی تھی لیکن مرجانہ کے مستقبل کا مسئلہ تھا۔ بلبا کا انتخاب ہو چکا تھا اور یہی موضوعِ زیرِ بحث تھا کہ اس کی زندگی بلبا کے ساتھ کس طرح گزر سکتی ہے۔

میں نے کہا "میں تمہاری خیریت معلوم کرنے آئی ہوں۔"

"میں بخیریت ہوں اور اپنے ذاتی مسئلے پر امّی سے گفتگو کر رہی ہوں۔ پلیز چلی جاؤ۔"

"تم نے اپنی امّی کو میری خیال خوانی کے متعلق بتا دیا ہے؟"

"جب تک تمہاری دوستی یا دشمنی کا مکمل یقین نہیں ہو گا، اس وقت تک یہ بات راز میں رکھوں گی۔ صرف سونیا کو بتاؤں گی۔ اب جاؤ۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر سائرہ بانو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت سائرہ بانو کہہ رہی تھیں "بیٹی! میں چاہتی تھی، تمہارا جیون ساتھی سپاہیوں جیسا دلیر اور رجواں مرد ہو۔

قدم قدم پر تمہاری حفاظت کرسکے۔ ویسے تم کسی سے کم نہیں ہو۔ بلبا کو دیکھ کر یقین ہو چلا ہے کہ وہ تمہیں دشمنوں کے سائے سے محفوظ رکھ سکے گا لیکن پتا نہیں کیوں، اس میں وہ بات نہیں ہے جو میں چاہتی ہوں۔"

"امی آپ صاف صاف کیوں نہیں کہتیں، کیا چاہتی ہیں کچھ مجھے بھی تو معلوم ہو؟"

"کیا بتاؤں وہ ہر اعتبار سے اچھا ہے لیکن مہذب نہیں ہے۔ تم اسے مہذب بنانے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس میں ایک عرصہ لگے گا۔ پتا نہیں، تب تک میں زندہ رہوں گی یا نہیں؟"

"اللہ تعالیٰ آپ کو میرے سر پر سلامت رکھے۔ آپ ایسی باتیں کیوں کرتی ہیں؟ آپ صرف بلبا پر تبصرہ کریں۔"

"پہلے تم بتاؤ۔ اپنے آپ کو اچھی طرح ٹٹول کر جواب دو۔ کیا تم پورے یقین کے ساتھ بلبا سے متاثر ہو؟"

وہ چند لمحوں تک سوچتی رہی پھر اس نے جواب دیا: "میں اب تک دو ہی شخصیتوں سے متاثر ہو سکی۔ پہلا فرہاد ہے جس کی صلاحیتوں نے مجھے یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا کہ عورت خواہ کتنی ہی شہ زور کیوں نہ ہو، کسی نہ کسی مرحلے میں اسے مرد کے آگے جھکنا پڑتا ہے۔"

"کیا بلبا نے بھی یہی ثابت کیا ہے؟"

"ثابت تو نہیں کیا۔ البتہ اس کی جنگجو طبیعت نے متاثر کیا ہے۔ میں نے اس مسئلے پر غور کیا تو یہی بات سمجھ میں آئی کہ ہر شخص فرہاد نہیں ہو سکتا۔ بلبا سے زیادہ جنگجو طبیعت والا کوئی دوسرا جانے کب میری زندگی میں آئے۔ کیوں نہ میں اسے قبول کر لوں۔ بس یہ سوچ کر آپ سے مشورہ کرنے چلی آئی۔"

"تمہاری یہ بات درست ہے، ہر شخص فرہاد نہیں ہو سکتا اسی طرح ہر عورت سونیا اور مرجانہ نہیں ہو سکتی۔ تم دونوں کو فرہاد جیسا ساتھی نہیں مل سکتا اور فرہاد کو تمہاری جیسی دلیر ساتھی نہیں مل سکتی۔ قدرت جس طرح یہ کھیل کھیل رہی ہے، اس کے پیشِ نظر میں آس لگائے بیٹھی ہوں۔ میں نے بارہا تمہیں فرہاد کے ساتھ دیکھا ہے۔ اس کے بعد مجھے کوئی تمہارے ساتھ نہیں جچتا۔ کچھ خیال نہ کرنا۔ میں اپنے دل کی بات کہہ رہی ہوں۔"

مرجانہ نے نظریں جھکا لی تھیں۔ سائرہ بانو کی سوچ کے ذریعے پتا چل رہا تھا کہ اس کا چہرہ تمتمانے لگا ہے۔ جانے وہ کیا سوچ رہی تھی۔ کاش میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتا۔ یوں تو پہنچنا مشکل نہ تھا لیکن جو بھی سوچ ہوتی وہ اسے چھپا لیتی۔ اور رسونتی سمجھ کر پھر مجھے دھتکار دیتی۔ عجیب تماشا تھا۔ میں چاہا بھی جاتا تھا اور بھگایا بھی جاتا تھا۔

میں سونیا کے پاس آگیا۔ وہ اپنے بستر پر آکر لیٹ گئی تھی۔ میں نے تنویمی عمل سے پہلے پوچھا: "کیا تمہارے پاس رسونتی موجود ہے؟"

رسونتی کی آواز سنائی دی: "موجود ہوں۔"

میں نے سونیا سے کہا: "تنویمی عمل کے بعد جب تمہاری نیند پوری ہو جائے تو پہلی فرصت میں مرجانہ سے ملاقات کرنا میں اس کے دماغ میں رسونتی بن کر جاتا ہوں تو وہ مجھے قبول نہیں کرتی۔ میں جو بھی مشورہ دوں گا وہ اس پر عمل نہیں کرے گی۔ تمہاری بات مان سکتی ہے۔"

"تم اس سے کیا چاہتے ہو؟"

"اسے ٹارٹر بلبا کے ساتھ یونان پہنچنا چاہیے۔ اسے سمجھاؤ کہ رسونتی جو بھی مشورہ دے، وہ اسے قبول کر لے۔ اب وہ ہماری دشمن نہیں ہے۔"

"میں اسے اچھی طرح سمجھا دوں گی۔"

"جب وہ مجھے رسونتی کی حیثیت سے دماغ میں آنے کی اجازت دے گی تو میں خیال خوانی کے ذریعے اسے اور بلبا کو جیسکو کو رونگ پہنچا دوں گا۔ اسے اچھی طرح سمجھا دینا کہ ایک گمنام شخص بہت ہی پُراسرار بن کر ہمارے معاملے میں ٹانگ اڑا رہا ہے۔ وہ خود کو بلیک شیڈو کہتا ہے۔ موجودہ مہم میں مرجانہ کی صرف جنگجویانہ صلاحیتوں کی ہی نہیں بلکہ ذہنی صلاحیتوں کی بھی آزمائش ہے۔ اسے کسی نہ کسی طرح بلیک شیڈو تک پہنچنا ہے۔ میں اس سلسلے میں اس کی مدد کرتا رہوں گا۔ کبھی جسمانی قوتوں کا مظاہرہ کرنا پڑا یا اپالو سے ٹکر ہوئی تو بلبا کو استعمال کیا جائے گا۔ اسے ہر بات اچھی طرح سمجھا دینا۔"

"میں سمجھا دوں گی۔"

اس کے بعد میں نے سونیا پر تنویمی عمل کیا۔ اسے معمول بنانے کے دوران اس طرح ٹرانس میں لاتا رہا کہ وہ رسونتی کی آواز سے متاثر ہوتی رہے۔ رسونتی سوچ کے ذریعے اپنا لب و لہجہ اور اپنی آواز سناتی رہی۔ جب وہ پوری طرح ٹرانس میں آگئی تو وہ اسے ہندی کے الفاظ اور اہم فقرے ذہن نشین کرانے لگی۔

انامیریا ایک اینگلو انڈین لڑکی تھی۔ ماں انگریز تھی، باپ ہندوستانی تھا۔ اس رشتے سے وہ ہندوستانی تہذیب اور ہندوستانی زبان کو کسی حد تک سمجھتی تھی۔ اسی حد تک رسونتی اسے سمجھاتی رہی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد اس نے مجھ سے کہا: "میں نے اپنا کام کر لیا ہے اس سے زیادہ اور کیا بتاؤں، میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"جو کچھ ذہن نشین کرا چکی ہو، اتنا ہی کافی ہے۔ مزید کچھ سمجھانے کی ضرورت پیش آئے گی تو خیال خوانی کے ذریعے اسے سمجھا سکتی ہو۔"

رسونتی خوش ہو رہی تھی کیونکہ میں براہِ راست اُس سے گفتگو کر رہا تھا۔۔۔ میں نے سونیا کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ صبح پانچ بجے تک سوتی رہے۔ اس کے بعد بیدار ہو جائے۔

رات کافی ہو چکی تھی۔ میں بھی سونا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے میں نے اعلیٰ بی بی اور سجاد کی خبر لی۔ وہ دونوں سو رہے تھے۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اپنے دماغ کو سونے اور جاگنے کے متعلق ہدایات دینا چاہتا تھا، اسی وقت رسونتی نے کہا: "تم تھک گئے ہو۔ مجھے اجازت دو، میں تمہارے ذہن کو تھپکتی ہوں۔ بڑے آرام سے سلا دوں گی اور تمہارے جاگنے کا وقت بھی مقرر کر دوں گی۔"

"تم جاؤ اور فوراً ہی سونے کی کوشش کرو۔ کل تمہیں ہزاروں میل کا سفر کرنا ہے۔ بہت محتاط اور حاضر دماغ رہنا ہے۔ میرے پیچھے نہ پڑو۔ پلیز چلی جاؤ۔ میں سو رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے سونے کی کوشش کی۔ اس دوران محسوس کر رہا تھا کہ وہ موجود ہے۔ میں نے کہا: "تم میرے پاس رہو گی تو دماغی طور پر بوجھ محسوس کروں گا اور سو نہ سکوں گا۔"

"اچھا، جا رہی ہوں۔ خدا حافظ۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے اپنے بیدار ہونے کا وقت مقرر کیا۔ اور گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

سونیا دوسری صبح چھ بجے مرجانہ کے بنگلے پر پہنچ گئی۔ چوکیدار اسے انامیریا کے روپ میں پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس نے گیٹ پر رکھے ہوئے فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ سائرہ بانو کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے کہا: "میں انامیریا ہوں اور مرجانہ سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔"

مرجانہ بنگلے کی چھت پر لیوگا کی مشقیں کر رہی تھی۔ اسے اطلاع ملی تو اس نے وہیں چھت پر رکھے ہوئے ریسیور کو اٹھا کر پوچھا: "تم کون ہو؟ میں کسی انامیریا کو نہیں جانتی۔"

سونیا نے جاپانی زبان میں کہا: "میں سونیا ہوں اور نئے روپ میں آئی ہوں۔"

"کیا واقعی؟ ارے تم سونیا ہو تو وہاں کیا کر رہی ہو؟ اندر چلی آؤ۔"

"تمہارا چوکیدار مجھے اس روپ میں اندر نہیں آنے دے گا۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور چوکیدار کو دیا۔ مرجانہ نے اسے حکم دیا اور اس نے سونیا کو اندر جانے کی اجازت دے دی۔ سائرہ بانو اسے پہچان نہ سکیں۔ اس نے مسکرا کر کہا: "میں سونیا ہوں۔"

اس کے باوجود وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

مرجانہ کی آواز سنائی دی: "میں کیسے یقین کروں کہ تم سونیا ہو؟" وہ چھت سے اتر کر کمرے میں آرہی تھی۔

سونیا نے کہا: "یقین کرنے کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ میں نے جاپانی زبان میں تم سے گفتگو کی ہے؟"

"کوئی انامیریا بھی جاپانی زبان بول سکتی ہے اور سونیا کے لہجے کی نقل بھی کر سکتی ہے۔"

"جس طرح یقین کرنا چاہتی ہو کر لو۔ میں تمہارے سامنے ہوں۔"

"سونیا کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ میرے حملوں کے جواب میں حملے نہیں کرتی ہے۔ بڑی چالاکیوں اور مکاریوں سے اپنا بچاؤ کرتی ہے۔ کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی: "اگر میں سونیا ہوں تو ایسا کر سکوں گی۔"

"میں آخری بار تمہیں سمجھاتی ہوں۔ تم انامیریا یا کوئی اور ہو تو میرا ایک ہاتھ برداشت نہیں کر سکو گی۔ وہاں دیکھو، پھلوں کے پاس چاقو رکھا ہوا ہے۔ اپنے بچاؤ کے لیے وہ ہتھیار استعمال کر سکتی ہو۔"

سونیا نے چاقو کی طرف دیکھا۔ پھر آگے بڑھ کر پھلوں میں سے ایک کیلے کا انتخاب کیا۔ اسے چھیل کر کھاتے ہوئے بولی۔ "میں ہتھیار استعمال نہیں کرتی۔ شروع ہو جاؤ۔"

مرجانہ تیار ہو گئی۔ دنیا کا کوئی فائٹر ہو، حملہ کرنے سے پہلے پینترا بدلتا ہے۔ مدِمقابل تجربہ کار ہو تو وہ پینترا بدلنے والے کے تیور کو سمجھتا ہے کہ وہ کس انداز میں حملہ کرے گا اور اس کے قدم کہاں پڑیں گے۔ ٹھیک اس کے قدم جہاں پڑنے والے تھے، وہاں سونیا نے کیلے کا چھلکا پھینک دیا۔ دوسرے ہی لمحے مرجانہ پھسل کر گرتی ہوئی فرش پر دور تک چلی گئی۔

ٹارٹر بلبا چھت سے اتر کر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے تالی بجاتے ہوئے کہا: "ایکسیلنٹ! کیا حاضر دماغی ہے۔ اسے کہتے ہیں لڑنے کا فن، حملہ بھی نہیں کیا اور چاروں شانے چت بھی کر دیا۔"

مرجانہ فرش پر چاروں شانے چت پڑی مسکرا رہی تھی اور تعریفی نظروں سے سونیا کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا: "میں تسلیم کرتی ہوں، تم میری سونیا ہو آؤ مجھے اٹھاؤ۔"

سونیا ایک قدم ذرا آگے بڑھی۔ پھر یکبارگی چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی: "سانپ، سانپ۔۔۔"

وہ مرجانہ کے سر کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ سائرہ بانو نے ممتا کے جذبے سے تڑپ کر چیخ ماری: "میری بچی!"

وہ اگر نہ چیختیں اور اسے جلدی اٹھنے کے لیے نہ کہتیں تب بھی سانپ ایک ایسا موذی دشمن ہے جس پر جوڈو کراٹے کا اثر نہیں ہوتا۔ وہ تو سیدھا آکر ڈس لیتا ہے۔ اگر اپنا بچاؤ نہ کیا جائے۔

مجھے کانٹے نظر نہیں آرہے ہیں۔"

"پلیز مسٹر ہارڈی! کیا تم سنجیدگی سے گفتگو نہیں کرسکتے؟ اب میری سمجھ میں آرہا ہے کہ سلطانہ تمہیں کیوں ٹھوکر مار کر چلی گئی۔ تمہارے ساتھ کوئی عورت خوش نہیں رہ سکتی۔"

"آزمائش شرط ہے۔ میں اپنی تمام بدروحوں کے ساتھ مل کر وعدہ کرتا ہوں، تمہیں خوش رکھوں گا۔"

وہ غصّے سے ناشتا کرنے لگی۔ اب میری طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ میں نے کن انکھیوں سے تصویر کی طرف دیکھا۔ لیلیٰ کے دماغ میں جھانک کر اس کا نام معلوم کیا۔ پھر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے، یہ ہتھیاروں کے اسمگلر کرسٹوفر میکی کی تصویر ہے۔"

اس نے چونک کر دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا تم کرسٹوفر میکی کو جانتے ہو؟"

"نہیں، بس یونہی خیال سا آگیا۔"

"دیکھو، مجھ سے نہ چھپاؤ۔ سچ سچ بتاؤ، اسے کس طرح جانتے ہو؟"

"یہ بڑا مشہور اسمگلر ہے۔ پیرس میں دیکھا گیا ہے۔"

لیلیٰ نے اس فائل سے ایک اور تصویر نکال کر میرے آگے رکھ دی۔ اس وقت تک میں اس کا خیال پڑھ چکا تھا۔ وہ بولی۔ "اب بتاؤ، یہ تصویر کس کی ہے؟"

میں نے اس پر ایک نظر ڈالی۔ پھر جواب دیا۔ "یہ کرسٹوفر میکی ہے۔ ہتھیاروں کا بہت بڑا اسمگلر۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "کیا تمہارا دماغ خراب ہے؟ یہ تصویر بھی کرسٹوفر کی ہے اور وہ تصویر بھی کرسٹوفر کی، حالانکہ دونوں چہرے مختلف ہیں۔ دونوں کا قد ایک جیسا نہیں ہے۔ جسامت بھی مختلف ہے۔"

"میں کب کہہ رہا ہوں کہ مختلف نہیں ہیں۔ ایسی درجنوں تصویریں ہیں۔ درجنوں افراد ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لیکن سب کے سب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ کرسٹوفر میکی ہیں بالکل تمہاری طرح جیسے تم دعویٰ کرتی ہو کہ لیلیٰ ثانی ہو اور اس وقت سارہ آئزک کے روپ میں میرے سامنے بیٹھی ہو۔"

اس نے جلدی سے آس پاس دیکھا۔ پھر آہستگی سے کہا۔ "فضول باتیں نہ کرو۔ کسی ملازم نے سن لیا تو؟"

"میں نے آس پاس اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔ اس لیے راز کی بات زبان پر لا رہا ہوں۔ کہو تو کچھ اور راز و نیاز کی باتیں کروں؟"

وہ سیدھی ہو کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ بیزار ہو کر بولی۔ "میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ سنجیدگی سے باتیں کرو۔ مجھے بتاؤ، تم اتنے سارے لوگوں کو کیسے جانتے ہو کہ یہ سب کرسٹوفر میکی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں؟"

"کل رات جب تم مجھے میری خوابگاہ میں چھوڑ کر گئیں اور میں نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا تو اپنی ایک بدروح کو تمہارے پاس چھوڑ دیا تاکہ وہ تمہاری مصروفیات کے بارے میں مجھے بتاتی رہے۔ تم نے اپنے ہیڈ آفس سے کرسٹوفر میکی کی یہ فائل منگوائی تاکہ اس وقت میرے سامنے اس کی تصویریں اور اس کا ریکارڈ رکھ دو۔ جب یہ فائل رات کو تمہارے پاس آئی تو تم نے اس کا مطالعہ کیا۔ یہ تصویریں دیکھیں۔ میری بدروح نے تمہارے اس مطالعے اور تمام تصویروں کے متعلق مجھے پہلے ہی بتا دیا۔ اب یہی باتیں میں تمہیں بتا رہا ہوں۔"

"کیا تمہاری بدروحیں یہ نہیں بتا سکتیں کہ ان میں سے اصلی کون ہے؟"

"میں عمل کروں گا۔ نتیجہ تمہارے سامنے آجائے گا۔"

"کب تک عمل کرو گے؟"

"ایک کپ چائے پینے کے بعد۔"

اس نے ایک پیالی میں چائے انڈیلی اور اسے میری طرف بڑھا دیا۔ میں ہولے ہولے چائے کی چسکی لینے لگا۔ اس نے کہا۔ "جوزف ان دنوں مجاہدین کو ہتھیار سپلائی کر رہا ہے۔ اگر میں اسے قانون کے حوالے کروں گی تو ہتھیاروں کی سپلائی رک جائے گی۔ خواہ مخواہ ہی وہ ہتھیار کیوں نہ مل رہے ہوں، مل تو رہے ہیں۔ میرا خیال ہے، ابھی جوزف کو نہیں چھیڑنا چاہیے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم چھیڑتی بھی ہو؟"

وہ بے بسی سے ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "تم خاموشی سے چائے پیتے ہوئے اچھے لگ رہے ہو۔"

میں چائے پینے لگا۔ وہ اٹھ کر جانے لگی۔ میں نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔ سیکرٹ سروس میں تم لوگوں کو تعلیم دی جاتی ہے کہ دشمن تمہارے مزاج کے خلاف ہو تو اسے کس طرح برداشت کرنا چاہیے۔ کس طرح ہنستے بولتے ہوئے اس سے نمٹنے کی کوشش کرنا چاہیے جبکہ میں دشمن نہیں ہوں۔ تمہارے کام آنے والا ایک مُہرہ ہوں۔ میں اتنی دیر سے تمہیں آزما رہا ہوں۔ تم اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں؟"

وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ مجھے گہری سنجیدگی سے دیکھنے لگی۔ اس وقت سورج رہی تھی۔ "واقعی مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں ایزل ہارڈی کو کیوں برداشت نہیں کر رہی ہوں جبکہ مجھے خوش مزاجی سے اس کی ہر بات کو برداشت کرتے ہوئے اپنا کام نکالنا چاہیے۔"

میں نے چائے ختم کی۔ میز پر پڑی ہوئی تمام تصویروں

کو اٹھایا۔ پھر لیلیٰ کو سوچتا ہوا چھوڑ کر خوابگاہ میں آگیا۔ دروازے کو بند کرنے کے بعد میں نے سب سے پہلے ایک تصویر کو اٹھا کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ پھر رفتہ رفتہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ کچھ دیر معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے وہ تصویر رکھ دی۔ پھر دوسرے شخص کی تصویر اٹھائی جس کا دعویٰ تھا کہ وہ بھی کرسٹوفر میکی ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کچھ معلومات حاصل کیں۔ اس طرح میں یکے بعد دیگرے دس کرسٹوفر میکی کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ سب کے دماغ نے یہی بتایا کہ وہ اصلی نہیں ہیں، کسی نادیدہ کرسٹوفر میکی کے ماتحت ہیں۔ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ جس ملک میں رہ کر کام کریں، وہاں خود کو کرسٹوفر میکی کے نام سے متعارف کرایا کریں، اصلی نام سے اپنے شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات بنا کر رکھیں۔ اپنا پیدائشی نام ہمیشہ کے لیے بھول جائیں۔

ان دسوں کرسٹوفر میکی سے جو باتیں بتائیں، ان میں سے دو اہم ہیں۔ ایک تو یہ کہ اصل کرسٹوفر میکی جس سے ان کا رابطہ قائم رہتا ہے، وہ بیروت کا رہنے والا ہے۔ ان کا ہیڈ آفس بھی وہیں ہے۔ دوسری اہم بات یہ کہ ان دسوں کرسٹوفر میکی سے کسی بلیک شیڈو نے رابطہ قائم کر رکھا ہے۔

بلیک شیڈو کی بات آئی تو میری دلچسپی بڑھ گئی۔ کرسٹوفر میکی کے متعلق مشہور تھا کہ وہ مختلف ممالک کے لیے ان کی ضروریات کے مطابق چیزیں اسمگل کرتا ہے یا پھر کوئی خاص معاہدہ کرے اور مال پہنچانے کے سلسلے میں اچھا خاصا معاوضہ ادا کرے تو وہ اسمگلنگ پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ بلیک شیڈو نے ان دسوں کرسٹوفر میکی سے معاہدہ کیا تھا اور طے ہوا تھا، اگر وہ مزہار علی تیمور کو ہمشکل تلاش کریں گے تو وہ فی ہمشکل پچاس ہزار ڈالر ادا کرے گا۔

یہ چونکا دینے والی بات تھی۔ بلیک شیڈو میرے ہمشکل کیوں تلاش کر رہا تھا۔ میری سمجھ میں یہی بات آرہی تھی کہ اُدھر اعلیٰ بی بی اور سجاد کا جو سودا ہو رہا ہے، اس سلسلے میں جب انھیں بولی دینے والوں کے حوالے کیا جائے گا تو بلیک شیڈو سجاد کو غائب کر دے گا اور اس کی جگہ میرے ہمشکل کو پہنچا دے گا۔

عجب تماشا ہو رہا تھا۔ بلیک شیڈو سجاد کو فرہاد علی تیمور سمجھ کر حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کی جگہ فرہاد کے کسی ہمشکل کو بولی دینے والوں کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ ہو سکتا تھا، اس نے پہلے سے ہی دو چار ہمشکل جمع کر رکھے ہوں اور اب مناسب موقع کا انتظار کر رہا ہو۔

اتنی معلومات حاصل کرنے کے بعد بلیک شیڈو اور دسوں کرسٹوفر میکی کے درمیان ہونے والا معاہدہ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا کہ کیا کرسٹوفر میکی اور بلیک شیڈو ایک ہی شخص کے دو نام ہیں؟ ہو سکتا ہے کہ بلیک شیڈو اپنے ہی ماتحتوں کو کرسٹوفر میکی بنا کر انھیں فرہاد علی تیمور کے ہمشکل تلاش کرنے پر آمادہ کر رہا ہو۔ اس کے لیے فی ہمشکل پچاس ہزار ڈالر کا لالچ دے رہا ہو۔ حقیقت جو کچھ بھی ہو، اب میں کرسٹوفر میکی کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اپنے اسی نظریے پر قائم رہنا چاہتا تھا کہ کرسٹوفر میکی اور بلیک شیڈو دو مختلف نام ہیں مگر وجود ایک ہے۔

میں تھوڑی دیر تک ان دسوں کرسٹوفر میکی کو باری باری ٹٹولتا رہا۔ مزید معلومات حاصل کرتا رہا۔ اس کے بعد میں نے جوزف کی تصویر اٹھائی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے متعلق بھی تفصیلات حاصل کرتا رہا۔ دو گھنٹے گزر گئے۔ لیلیٰ بے چینی سے میرا انتظار کر رہی تھی۔ کبھی اپنی خوابگاہ میں جا رہی تھی، کبھی میری خوابگاہ کے دروازے کے سامنے آکر کھڑی ہو جاتی تھی۔ دروازے پر دستک دینا چاہتی تھی۔ اس کا خیال تھا، شاید میں پھر سو گیا ہوں۔

آخر اس نے بیزار ہو کر دستک دی۔ میں نے جیسے نیند کے خمار میں ڈوب کر آواز دی۔ "بھئی کون ہے؟ یہاں تو اچھی طرح سونے بھی نہیں دیا جاتا۔"

وہ غصّے سے بولی۔ "لعنت ہے تم پر۔ میں پونے تین گھنٹے سے انتظار کر رہی ہوں اور تم گہری نیند سو رہے ہو؟"

میں نے زور دار آواز میں جماہی لی۔ پھر اٹھ کر دروازے کو کھول دیا۔ وہ مجھے پیچھے کی طرف دھکا دیتے ہوئے کمرے میں آئی۔ میرے بستر کی طرف دیکھا۔ وہاں تصویریں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے تصویروں کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ "تم جھوٹے اور دھوکے باز ہو۔ مجھ سے کہا کہ بدروحوں کے ذریعے معلومات حاصل کرو گے اور یہاں آکر سو رہے تھے۔"

"تم تو خواہ مخواہ ناراض ہو جاتی ہو۔ کیا میں زیادہ کھاتی ہو؟"

"بکواس مت کرو۔"

"بکواس تم کر رہی ہو۔ میں جب سوتا ہوں تو میری بدروحیں اپنا کام دکھاتی ہیں۔ ساری معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔"

وہ ایک دم سے ٹھنڈی پڑ گئی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا واقعی؟"

"جاؤ، ہم نہیں بولتے۔"

میں منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ وہ یک بیک ہنسنے لگی۔ "تم کمال کے آدمی ہو۔ غصّہ بھی دلاتے ہو اور ہنساتے بھی ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے چونک کر میرے سوٹ کو بغور دیکھا۔ اس میں کہیں شکن نہیں تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا، میں اب تک بیٹھا ہوا تھا۔ نیند میں نہیں تھا۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

یوچھا "عقل آگئی؟ یہودیوں کی سیکرٹ سروس میں تمہارے جیسی بے وقوف لڑکیاں ہوتی ہیں۔ کوئی کہہ دے کہ کوّا کان لے گیا ہے تو اپنے کان کو بھول کر کوّے کو دیکھا جاتا ہے۔ تم سے کہا گیا کہ میں سور ہا ہوں، تم نے یقین کر لیا۔ اگر ذرا بھی عقل ہوتی تو میرے سوٹ کو اور میرے جلیے کو دیکھ کر ہی معلوم کر لیتیں۔"

وہ ندامت سے بولی "سوری، میں دراصل ایسی نہیں ہوں۔ تم یہاں خوابگاہ میں آئے تو میں وہاں بیٹھ کر اپنا تجزیہ کرتی رہی۔ مجھ میں چڑچڑا پن کیوں پیدا ہو گیا ہے۔ تب ایک بات سمجھ میں آئی۔ آج تک مجھ سے کسی نے عشق کا اظہار نہیں کیا۔ زندگی میں پہلی بار تم نے ایسی باتیں کہہ دیں، جو سراسر میرے مزاج کے خلاف تھیں۔ میں کبھی کسی کو آئیڈیل بنانے کے متعلق سوچ ہی نہیں سکتی۔ اگر میں فرہاد کو آئیڈیل کہتی ہوں تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔"

"لیلیٰ! میں تمہیں یہی سمجھانا چاہتا ہوں۔ جو بات تمہارے مزاج کے بالکل خلاف ہو، اسے برداشت کرنا سیکھ لو تو ایک کامیاب سیکرٹ ایجنٹ بن سکتی ہو، ورنہ میں تو دوست ہوں۔ مجھ جیسے بہتیرے چالاک دشمن اور دوست تمہاری زندگی میں آئیں گے جو تمہارے مزاج کے خلاف تمہیں بھڑکائیں گے اور تم غصے کی حالت میں اپنی حاضر دماغی بھول جایا کرو گی۔ زندگی کے ہر مرحلے پر اور خصوصاً اپنے مقابل کے سامنے حاضر دماغ رہنے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے دماغ کو ٹھنڈا رکھا جائے۔ ہر وہ بات برداشت کی جائے جو برداشت نہ ہو سکے۔ آؤ ہم ڈرائنگ روم میں چل کر باتیں کریں۔ وہاں میں تمہیں جوزف وغیرہ کے متعلق بتاؤں گا۔"

وہ چپ چاپ میرے پیچھے چلی آئی۔ میں ڈرائنگ روم میں پہنچ کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ کھڑی رہی۔ میں نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

وہ ایک صوفے کے ہتھے پر بیٹھتے ہوئے بولی "مجھے یوں لگتا ہے جیسے تم مجھے میرے دماغ کی اور میری نفسیات کی گہرائیوں تک جانتے اور سمجھتے ہو اور مذاق ہی مذاق میں مجھے بہت کچھ سمجھا رہے ہو۔ بھلا تمہیں مجھ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ تم مجھے ایک مکمل سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے دیکھو۔ لیکن تمہاری دلچسپی میں خلوص ہے ایسی محبت ہے جو ایک استاد کو اپنے شاگرد سے ہوتی ہے۔ تم مجھے کچھ بنانا اور سنوارنا چاہتے ہو۔ کیا میں غلط سمجھ رہی ہوں؟"

"تم سمجھ دار ہو۔ بھلا غلط کیسے سمجھ سکتی ہو؟ اب جوزف کے متعلق سنو۔ مجھے وہ جگہ معلوم ہے، جہاں وہ تمام ہتھیار چھپا کر رکھتا ہے۔"

"یعنی ہم جب چاہیں وہاں سے تمام ہتھیار سمیٹ کر مجاہدین تک پہنچا سکتے ہیں یا مجاہدین کو ہی اس جگہ کا پتا بتا کر تمام ہتھیار غائب کر سکتے ہیں؟"

"یہ کام تو بہت آسان ہے۔ تم بتاؤ کیا ہونا چاہیے؟"

میرے سوال پر اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر کہا "میں سمجھ گئی، تم میری ذہانت کا امتحان لے رہے ہو۔ ذرا ایک منٹ۔"

اس نے چند لمحوں تک سوچا۔ پھر کہا "جہاں ہتھیار چھپا کر رکھے گئے ہیں، انھیں وہیں رہنا چاہیے۔ ہم وہ سب کچھ ایک بار سمیٹ کر لے جا سکتے ہیں۔ دوسری بار وہ جگہ بدل دے گا۔ تم ساتھ رہو گے تو ہمیں دوسری جگہ کا بھی علم ہو جائے گا لیکن ہمیشہ تمہارا ساتھ نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا ایسا طریقۂ کار اختیار کرنا چاہیے، جس کے ذریعے آئندہ بھی جوزف کو کمزور بنا کر اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔"

"شاباش۔ اسی لائن پر سوچو۔"

وہ چٹکی بجا کر بولی "سوچنے کے لیے رہ کیا گیا ہے؟ کوئی گمنام ہستی جوزف کے دماغ میں یہ بات بٹھا دے کہ وہ اس کے اس راز سے واقف ہے، اس کا مال کہاں چھپایا جاتا ہے، وہ کس طرح مال لاتا ہے اور سپلائی کرتا ہے۔ یہ سارے طریقے اس گمنام ہستی کو معلوم ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی آمدنی کا نصف حصہ اسے دے دیا کرے۔ انکار کی صورت میں دستاویزی اور تصویری ثبوت حکومت کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے اور غدار کی موت کتنی عبرت ناک ہوتی ہے، وہ یہودی خوب جانتے ہیں۔"

میں نے لیلیٰ کی تائید کی اور اسے جوزف کے متعلق تفصیل سے بتایا کہ کس طرح مال لبنان کی سرحدوں سے آتا ہے اور جوزف انھیں کہاں چھپا کر رکھتا ہے پھر کس طرح وہ ہتھیار وہاں سے نکال کر فروخت کرتا ہے اور ان کی چار گنا قیمت وصول کرتا ہے۔

لیلیٰ نے تمام باتیں اچھی طرح سننے کے بعد ریسیور کو اٹھایا اور نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد جوزف سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا "ہیلو جوزف! کیا تم مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

"سوری مس یا مادام! پہیلی نہ بجھوائیں۔ اپنا نام اور کام بتائیں۔ میں بہت مصروف آدمی ہوں۔"

"لیلیٰ ثانی کا نام سن کر تمہاری ساری مصروفیات ختم ہو جائیں گی۔"

دوسری طرف ذرا چپ لگ گئی۔ میں جوزف کے دماغ میں بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے اور وہ گم صم ہو کر سوچ رہا تھا۔ یہ بلا اس کے پیچھے کیسے پڑ گئی۔ پھر اس نے ذرا ڈھیٹ بن کر پوچھا "کون لیلیٰ ثانی؟ تم کون ہو؟ کیا کہہ رہی ہو؟ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ سیدھی طرح کام کی بات کرو۔ ورنہ میں ریسیور رکھتا ہوں۔"

"جس ہاتھ سے ریسیور رکھو گے، اس ہاتھ میں قانون کی ہتھکڑی پڑ جائے گی۔ میں تمہارے وہ سارے خفیہ اڈے جانتی ہوں، جہاں تم ہتھیار چھپا کر رکھتے ہو۔ میں وہ راستے بھی جانتی ہوں، جہاں سے وہ ہتھیار آتے ہیں اور مجاہدین تک پہنچائے جاتے ہیں۔"

لیلیٰ ان جگہوں کے نام بتانے لگی، جہاں ہتھیار چھپا کر رکھے گئے تھے اور اسمگلنگ کا طریقۂ کار بھی بتانے لگی۔ جوزف سن رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریسیور کانپ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں نے تمہارا نام سنا ہے تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟"

"جو مجاہدین کا خون چوستے ہیں، میں ان کا لہو نچوڑنے کے لیے پہنچ جاتی ہوں۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں دشمنوں کی کمزوریاں معلوم کرنے کے لیے بڑے پاپڑ بیلتی ہوں۔ جب معلوم کر لیتی ہوں تو اچھی خاصی قیمت وصول کرتی ہوں۔"

"میں کوئی سرمایہ دار نہیں ہوں۔ محنت سے کماتا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ مجھے معلوم ہے، اس وقت تمہارے ملکی بنک اکاؤنٹ میں بائیس ہزار ڈالر جمع ہیں۔ بیروت کے ایک بنک میں تمہارے ایک لاکھ پچیس ہزار ڈالر ہیں اور یہاں تم نے کالے دھن کے طور پر تقریباً ستر ہزار ڈالر چھپا رکھے ہیں۔ جو کالا دھن تم نے سرکار سے چھپا رکھا ہے، وہ مجھے دے دو باقی تمہارا۔"

وہ جیسے چیخ پڑا "نہیں، نہیں، ستر ہزار ڈالر بہت ہوتے ہیں۔ میں مر جاؤں گا۔ میں اتنی رقم نہیں دے سکتا۔"

"نہیں دو گے تو تمہاری ساری رقم، جو بنکوں میں ہے، وہ ڈوب جائے گی۔ تم سلاخوں کے پیچھے نظر آؤ گے۔ وہاں غداروں کو کیسی کیسی اذیتیں دی جاتی ہیں، تم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اتنا سمجھ لو کہ تمہیں مرنے نہیں دیا جائے گا۔ زندہ رکھا جائے گا۔ جب تم ہوش میں آ گے پھر اذیتیں دی جائیں گی۔ تم نیم مُردہ ہو جاؤ گے، پھر تمہیں ہوش میں لایا جائے گا۔ دوائیں دی جائیں گی۔ تمہارا علاج کرایا جائے گا اور پھر تمہیں اذیتیں دی جائیں گی۔ سوچو کہ وہ کیسی زندگی ہو گی۔ تم موت کی تمنا کرتے رہو گے، مگر موت نہیں ملے گی اور تمہاری جمع کی ہوئی ساری دولت حکومت کی تحویل میں چلی جائے گی۔ بیروت میں جو کثیر رقم جمع کر رکھی ہے، وہ بھی تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔ سوچ لو! اچھی طرح سوچ لو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا، تمہیں میرے ملکی اور غیر ملکی بنک اکاؤنٹ کا حساب کیسے معلوم ہو گیا؟ میری خفیہ دولت کے متعلق میری گھر والی بھی نہیں جانتی، تم کیسے جان گئیں؟"

"میں فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتی۔ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد تمہارا جواب سنوں گی۔ میرے فون کا انتظار کرتے رہنا۔ اگر تم نے ستر ہزار ڈالر ادا نہ کیے تو آج شام تک تمہارا جو حشر ہو گا اسے دیکھ کر دوسرے غدار کان پکڑیں گے۔ توبہ کریں گے اور ملک چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔"

لیلیٰ نے ریسیور رکھا اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں جوزف کا ردِعمل معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے سامنے خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا "تم نے پہلی ہی بار بہت بڑی رقم کا مطالبہ کیا ہے۔ بہرحال اسے ادا کرنا ہی ہو گا۔ اس کے سامنے کوئی راہِ فرار نہیں ہے۔"

پندرہ منٹ کے بعد اس نے ریسیور اٹھا کر جوزف کے نمبر ڈائل کیے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بے چینی سے ٹیلیفون کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کبھی اٹھ رہا تھا، کبھی بیٹھ رہا تھا، کبھی ٹہل رہا تھا۔ اس کے دماغ میں ایک ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ ستر ہزار ڈالر یکمشت اس کے ہاتھ سے نکلنے والے تھے۔ اس کا دم نکلا جا رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اب تب میں گر پڑے گا اور ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا ہو جائے گا۔

لیکن وہ اپنے آپ کو سمجھا رہا تھا "نہیں، میں زندہ رہوں گا۔ میں لیلیٰ ثانی کو سمجھ لوں گا لیکن ابھی تو اس کا مطالبہ پورا کرنا ہو گا ورنہ شام تک وہ مجھے آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دے گی۔"

ایسا سوچنے کے دوران ہی فون کی گھنٹی بجنا شروع ہوئی۔ وہ ایک دم سے اچھل پڑا۔ جیسے کسی نے موت کا الارم سنا دیا ہو۔ وہ ذرا دیر فون کو وحشت زدہ نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ کانپتے ہوئے لہجے میں پوچھا "کون؟"

"تمہاری موت۔"

"دیکھو، تم مجھ پر زیادتی کر رہی ہو۔ ستر ہزار ڈالر بہت ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہ تم میرا کیا بگاڑ لو گی؟ کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟"

"تم انتظار کرو۔ ابھی یہاں کے انٹیلی جنس والے تمہارے خفیہ اڈوں پر پہنچ رہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ تم دکان سے نکل کر اپنے گھر جاؤ اور اپنی تجوری سے وہ خفیہ کاغذات کہیں دوسری جگہ لے جا کر چھپاؤ، جن کے ذریعے تمہارے بیروت کا بنک اکاؤنٹ ظاہر ہوتا ہے اور۔۔۔"

وہ آگے نہ بول سکی۔ جوزف نے گڑگڑا کر کہا "بس کرو۔

میں سمجھ گیا۔ تم چرٹیبل ہو۔ تم میری تجوری کے اندر تک پہنچ جاتی ہو۔ تم میرے دماغ کے اندر پہنچ کر میرا وہ راز معلوم کر لیتی ہو۔ جو میں نے سگی اولاد کو بھی نہیں بتایا۔ اپنی شریکِ حیات کو بھی نہیں بتایا۔ میرا بس چلے تو میں اپنا راز اپنے آپ سے بھی چھپاؤں لیکن تم کون ہو؟ کیسے یہ تمام راز معلوم کر لیتی ہو؟"

"یہ غیر ضروری سوالات ہیں۔ میرا مطالبہ؟"

"میں پورا کروں گا۔ بولو، وہ رقم کیسے ادا کروں؟ کہاں ادا کروں؟"

"جیبہ الخیری کو سب جانتے ہیں۔ تم بھی جانتے ہو، تم امریکی ڈالر کی صورت میں رقم اس کے حوالے کرو گے۔ وہ رقم گننے کے لیے وہاں نہیں بیٹھے گی، اپنے ساتھ لے جائے گی۔ اگر اس میں کمی ہوئی یا جعلی نوٹ ہوئے تو تم اپنا انجام نہ بھولنا۔ اب بتاؤ، جیبہ الخیری کو تمھارے پاس کس وقت پہنچنا چاہیے؟"

اس نے ایک لمحہ تامل کے بعد کہا: "ایک گھنٹے بعد۔"

لیلیٰ نے ریسیور رکھ دیا۔ میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر ٹھٹک گئی۔ کیونکہ میں صوفے پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا تھا۔ میرے دیدے پھیل گئے تھے اور میں خلا میں تک رہا تھا۔ اس کی سوچ نے کہا: "شاید مسٹر ہارڈی کا کالا عمل کر رہے ہیں۔ جوزف کے متعلق مزید معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ مجھے مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔"

میں یہی چاہتا تھا۔ اس وقت جوزف کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ دکان اپنے ملازم کے حوالے کر کے کار میں تیزی سے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ لگا رہا۔ گھر پہنچ کر اس نے بیڈ روم کا دروازہ بند کیا۔ پھر اپنی تجوری کھولی۔ اس میں سے وہ کاغذات نکالے جن کے ذریعے بیروت کا بنک اکاؤنٹ ظاہر ہو سکتا تھا۔ اس نے تجوری کو بند کیا۔ اس کے بعد اپنے پلنگ کے پاس آ کر فرش پر بیٹھ گیا۔ سر جھکائے، جہاں تکیہ رہتا تھا، ٹھیک اس کے نیچے ایک بٹن تھا۔ اس نے بٹن کو دبایا۔ پلنگ کے نیچے سے ایک چھوٹی سی دراز سرکتی ہوئی یوں باہر نکلی جیسے الماری کی کسی دراز کو کھولا گیا ہو۔ اس کے اندر بہت سے کاغذات رکھے ہوئے تھے۔

اس کی سوچ نے بتایا کہ وہاں کاغذات اور کچھ ایسی تصویریں رکھی ہیں، جو اس کی ملک دشمنی کو ظاہر کرتی ہیں۔ ماضی میں بھی اس نے حکومت کے خلاف ایسے کام کیے تھے، جن کا ثبوت کرسٹوفر میکی کے پاس تھا۔ اس کی چند کاپیاں اس نے پلنگ کے نیچے چھپا رکھی تھیں۔ کرسٹوفر میکی نے اسے سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ ان چیزوں کو تباہ نہ کرے۔ اگر تباہ کرے گا تو کرسٹوفر کے پاس جو اصلی دستاویزات اور تصویروں کے نگیٹو ہیں، وہ ان کے ذریعے اس کا بھانڈا پھوڑ دے گا۔

جوزف نے بنک اکاؤنٹ کے کاغذات اسی دراز میں رکھ دیے۔ پھر اسے پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ لیلیٰ ثانی نے فون کے ذریعے اس کی جتنی خفیہ باتوں کو ظاہر کیا تھا، ان میں اس بات کا ذکر نہیں تھا کہ اس نے پلنگ کے نیچے بھی کچھ دستاویزات اور کچھ تصویریں چھپا رکھی ہیں۔ ایسا اکثر ہوتا ہے۔ معلومات حاصل کرنے کے دوران کچھ باتیں رہ جاتی ہیں۔ جو بات رہ گئی تھی، وہ اب معلوم ہو چکی تھی۔

وہ سوچ رہا تھا، جیبہ الخیری آئے گی تو اسے پانچ ہزار ڈالر دے کر رخصت کرے گا اور لیلیٰ ثانی کے نام پیغام بھیجے گا کہ یہ پانچ ہزار محض دوستی اور سمجھوتے کے طور پر دیے جا رہے ہیں ورنہ وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ زیادہ سے زیادہ ان اڈوں پر چھاپا مار سکتی ہے، جہاں وہ ہتھیار چھپ کر رکھے گئے ہیں۔ لیکن ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ ہتھیار جوزف کی تحویل میں رہتے ہیں۔ کسی غدار کے ہو سکتے ہیں اور جوزف غدار نہیں ہے۔

میں نے یہ تمام باتیں لیلیٰ کو بتائیں۔ اس نے ریسیور اٹھا کر اس کے گھر کے نمبر ڈائل کیے۔ میں جوزف کے دماغ میں پہنچ گیا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس کی بیوی نے ریسیور اٹھایا پھر آواز دی: "جوزف! تمھارے لیے فون ہے۔"

وہ اپنے کمرے سے باہر آیا۔ پھر فون کے پاس پہنچ کر اس نے ریسیور کو ہاتھ میں لیا۔ کان سے لگا کر "واز سنی تو جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ لیسی ثانی اسے وہاں فون کرے گی۔ اس نے ناگواری سے کہا: "میں کاروباری باتیں اپنے گھر پر نہیں کرتا۔ پھر ہمارے درمیان معاملات طے ہو چکے ہیں۔ جب جیبہ آئے گی تو میں اسے پانچ ہزار دے دوں گا۔"

"یہودی بنیے! میں تجھے اچھی طرح جانتی ہوں۔ اب بچ بچ تیری شامت آگئی ہے۔"

"تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ صرف میرے دو اڈوں پر چھاپے مار کر ہتھیار حاصل کر سکتی ہو۔ میرا تھوڑا نقصان ہو گا لیکن میں ستر ہزار ڈالر کے نقصان سے بچ جاؤں گا۔ وہ ہتھیار جو تمھیں حاصل ہوں گے، ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

"مکار یہودی! تو سمجھتا ہے، تجوری سے ایک بنک اکاؤنٹ کے کاغذات نکال کر پلنگ کے نیچے خفیہ خانے میں رکھ دے گا تو لیلیٰ وہاں تک نہیں پہنچ سکے گی؟ میں ان تمام تصاویر و دستاویزات تک پہنچ گئی ہوں، جو تیری بنیادی کمزوری ہیں اور جن کے ذریعے کرسٹوفر میکی تجھے بلیک میل کرتا ہے۔"

یکلخت جوزف کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ اس کا منہ حیرانی سے کھل گیا۔ آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی جلدی لیلیٰ اس خفیہ مقام اور اس میں محفوظ رازوں سے واقف ہو جائے گی۔ ابھی اسے کاغذات خفیہ دراز میں منتقل کیے دیر ہی کتنی ہوئی تھی۔ یہ کیسے ہوا؟ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اور نہ ہی آ سکتی تھی۔

ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹنے کے بعد میز پر سے نیچے جھول رہا تھا اور لیلیٰ کی آواز سنائی دے رہی تھی: "ہیلو! جوزف ہیلو!"

اس نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے ریسیور کو تھام لیا۔ اسے کان سے لگا کر بولا: "تم کوئی زندہ ہستی نہیں ہو۔ میں یقین سے کہتا ہوں، تم کوئی بدروح ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔ اب بتاؤ کیا کہتے ہو؟"

"میں زندوں سے مقابلہ کر سکتا ہوں، کسی بدروح سے نہیں کر سکتا۔ جیبہ کو بھیج دو۔ میں دکان پر جا رہا ہوں۔ وہاں اسے رقم دے دوں گا۔"

لیلیٰ نے رابطہ ختم کرنے کے بعد دوسرے نمبر ڈائل کیے۔ اس نمبر کے ذریعے وہ مجاہدین سے رابطہ قائم کرتی تھی۔ فون کے ذریعے اسرائیلی انٹیلی جنس والے خفیہ گفتگو سن سکتے تھے۔ لہٰذا اس نے کوڈ ورڈز کے ذریعے پیغام ارسال کیا کہ جیبہ کو جوزف کی دکان پر بھیجا جائے۔ وہاں سے مجاہدین کو بہت کچھ حاصل ہو گا۔

انھیں پیغام دینے کے بعد لیلیٰ نے مجھ سے کہا: "جوزف کا معاملہ طے ہو گیا۔ اب وہ ہماری مٹھی سے نہیں نکل سکے گا۔ اس کے بعد دو اہم باتیں رہ گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم کس طرح اصلی کرسٹوفر میکی تک پہنچ سکتے ہیں؟ دوسرے میں یہودی حکام کو کس طرح مطمئن کر سکتی ہوں کہ ان کے مفاد کے لیے کام کر رہی ہوں مجاہدین کا محاسبہ کر رہی ہوں اور اس ہمگر تک پہنچ رہی ہوں جو ہتھیار سپلائی کر رہا ہے۔"

دس کرسٹوفر میکی کی تصویریں دیکھنے اور ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اصل کرسٹوفر میکی کوئی بھی ہے، وہ بیروت میں رہتا ہے۔ لہٰذا ہمیں بیروت جانا چاہیے۔ رہ گئی یہ بات کہ تم اپنے یہودی حکام کو کس طرح مطمئن کرو گی، اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جو ہمارے دشمن ہیں، انھیں ایسے الزامات سے ملوث کرو کہ وہ حکومت کے غدار ثابت ہوں۔ جوزف تمھارا مطالبہ پورا کر رہا ہے، لہٰذا اس کی حفاظت کی جائے۔ اس طرح ابتدائی طور پر تم سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کر سکو گی۔ اس جوزف کا کوئی ماتحت ہی نہیں کچھ اور لوگوں کو بھی ہم گرفتار کرائیں گے۔ آج رات تک تمھارے تمام اعلیٰ افسران حاضر دماغی اور تیز رفتاری کو تسلیم کریں گے کہ تم دیکھتے ہی دیکھتے دشمنوں کی شہ رگ تک پہنچ جاتی ہو۔ جب وہ تسلیم کریں گے تو تمھیں بیروت جانے کی بھی اجازت دے دیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "میری بڑی تمنا ہے کہ میں اس ملک سے باہر نکلوں۔ بیرونی ملکوں میں جا کر تجربات بھی حاصل کروں اور اپنا کوئی کارنامہ بھی انجام دوں۔"

"انشاء اللہ، ہم کل تک بیروت جائیں گے۔ تمھاری خواہش پوری ہو گی۔ اب میں ذرا آرام کرنے جا رہا ہوں۔ کچھ ضروری معلومات حاصل کروں گا، پھر تم سے لنچ کے وقت ملاقات کروں گا۔"

میں اپنی خوابگاہ میں آ گیا۔ سب سے پہلے میں نے کابالی تنظیم کے سربراہ ری مونڈیل کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پتا چلا، جیجے پارکر نے میرا مطالبہ کیا ہے۔ ری مونڈیل نے متعلقہ افسران سے میرے سلسلے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ پھر حکم دیا تھا کہ ایزل ہارڈی کو فوراً اپنے وطن جانے کی اجازت دی جائے۔

میں نے سیکرٹ سروس کے چیف کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ پریشان تھا۔ یہ بتا نہیں سکتا تھا کہ ایزل ہارڈی ان کے لیے کتنا مفید ہے۔ اسے روکنا ضروری ہے لیکن وہ روک نہیں سکتا تھا۔ میں نے خیال خوانی ذرا دیر کے لیے ختم کی۔ پھر اپنے کمرے سے نکل کر لیلیٰ کے پاس پہنچا۔ اسے بتایا کہ میرے متعلق یہاں کس قسم کے فیصلے ہو رہے ہیں۔ وہ پریشان ہو کر بولی: "کیا ایسے وقت تم ساتھ چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"تمھارے اعلیٰ حکام نے اجازت دے دی ہے۔ میرے یہاں رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ویسے میں تمھارے کام آؤں گا۔ یہاں سے دور جانے کے باوجود میری بددعائیں تم سے دور نہیں رہیں گی۔ میں جب چاہوں گا، تمھیں ان کے ذریعے معلومات فراہم کرتا رہوں گا اور تمھاری رہنمائی بھی کرتا رہوں گا۔"

پھر میں نے اسے بتایا کہ وہ کس طرح چیف سے ابھی فون کے ذریعے رابطہ قائم کر کے گفتگو کر سکتی ہے اور خود اپنے لیے بیروت جانے کی راہ ہموار کر سکتی ہے۔ میری ہدایت کے مطابق اس نے ریسیور اٹھا کر چیف کے نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا: "سر! ابھی ہارڈی نے بتایا ہے کہ اس کی بدروحیں آپ کے پاس تھیں اور انھوں نے وہ تمام معلومات حاصل کی ہیں جو ایزل ہارڈی کو یہاں سے جانے کی اجازت دینے کے سلسلے میں ہیں۔"

"مس سارہ! کیا تم کسی طرح اسے جانے سے نہیں روک سکتیں؟"

"روکنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ وہ

سیدھا پیرس نہیں جائے گا بلکہ بیروت پہنچ کر اپنا سفر ملتوی کر دے گا۔ سر! وہاں میں پہنچ جاؤں تو ایزل ہارڈی کے ساتھ مل کر اصلی کرسٹوفر میکی کو بے نقاب کر سکتی ہوں۔ کیا مجھے بیروت جانے کی اجازت مل جائے گی؟"

چیف نے چند لمحوں کے توقف کے بعد کہا۔ "تم ابھی طالبہ ہو۔ تنہا جانے کی اجازت نہیں مل سکتی۔ البتہ میں کسی تجربہ کار ایجنٹ کے ساتھ تمہیں بھیجنے کی اجازت حاصل کر سکتا ہوں۔"

"سر! یہی سہی۔ کسی کے ساتھ بھی چلی جاؤں گی لیکن بیروت پہنچنا بہت ضروری ہے۔"

"میں کوشش کرتا ہوں۔ مسٹر ہارڈی سے کہہ دو، آج ہی ان کے لیے کسی طیارے میں سیٹ ریزرو کرا دی جائے گی۔"

"سر! کسی ایسے طیارے میں انھیں روانہ کیا جائے جو بیروت ہو کر پیرس جاتا ہو۔"

"ایسا ہی ہو گا۔"

لیلیٰ نے ریسیور رکھ کر مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا پھر کہا۔ "حالات ہمارے موافق ہیں۔"

"کچھ اور موافق کرنا ہو گا۔ آج رات تک تم چھوٹے بڑے کارنامے انجام دیتی رہو گی۔ اپنے افسران کو متاثر کرتی رہو گی۔ مجھے اس کرسٹوفر کی تصویر دو، جو ان دنوں بیروت میں رہتا ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر گئی۔ سیکرٹ سروس کی جو فائل اپنے گھر لائی تھی، اس میں دس کرسٹوفر کی تصویریں تھیں اور ہر کرسٹوفر کی تصویریں تین مختلف زاویوں سے کھینچی گئی تھیں تاکہ ان بہروپیوں کو مختلف زاویوں سے دیکھا اور پرکھا جا سکے۔

اس نے تین زاویوں سے کھینچی ہوئی میری مطلوبہ تصویریں لا کر سامنے رکھ دیں۔ میں نے انھیں دیکھا۔ پھر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ان کی دوسری کاپیاں بنواؤ۔ مجھے ضرورت ہے۔"

"آدھے گھنٹے میں یہ تصویریں مل جائیں گی۔"

میں پھر اپنے کمرے میں آ گیا۔ دروازے کو بند کرنے کے بعد ایک کرسی پر بیٹھ کر ڈاکٹر شیفرڈ کے پاس پہنچ گیا۔ میرے مخاطب کرتے ہی اس نے خوش ہو کر کہا۔ "فرہاد! تم ایسے غائب ہوتے ہو کہ جھوٹے منہ پوچھتے بھی نہیں۔"

"کیا کروں، بہت مصروف رہتا ہوں۔ جب ضرورت ہوتی ہے، تب ہی یاد کرتا ہوں۔ چاہے اس سلسلے میں آپ مجھے خود غرض کہہ لیں۔"

"میں تمہیں بہت عزیز رکھتا ہوں۔ تم خود غرض نہیں ہو سکتے۔ بہرحال کام بتاؤ۔"

"آپ نے سونیا کو انا میریا بنا دیا ہے۔ اب مجھے بھی کچھ بنانا ہے۔"

"اچھا تو ایزل ہارڈی کو ختم کرنا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں، لیکن میں پیرس نہیں آنا چاہتا۔"

"پھر؟"

"کیا آج رات آپ بیروت آ سکتے ہیں؟"

وہ سوچنے لگا۔ دوسرے دن وہ کسی شخص کی سرجری کرنے والا تھا۔ میں نے کہا۔ "میں آپ کی سوچ پڑھ رہا ہوں۔ آپ کل مصروف ہوں گے۔"

"میں کل کے بجائے پرسوں اس کی سرجری کر سکتا ہوں۔ بہرحال آج رات بیروت پہنچ جاؤں گا۔ نہ پہنچ سکا تو صبح ضرور آؤں گا اور سرجری کے ساز و سامان کے ساتھ آؤں گا۔ بائی دی وے، تمہارے ذہن میں کوئی نیا چہرہ ہے؟"

"چہرہ نیا تو نہیں پرانا ہے۔ ایک بہت ہی پُراسرار بہروپ ہے میں عارضی طور پر اس کا چہرہ اپنانا چاہتا ہوں۔"

"اس کا نام؟"

"کرسٹوفر میکی۔ گیارھواں کرسٹوفر میکی۔"

✱

طیارے کی حدود فضا پوڈی کلون کی خوشبو سے بسی ہوئی تھی۔ ماحول بڑا ہی پُرسکون تھا۔ ایئر ہوسٹس مسافروں کی خدمت کر رہی تھی اور ان کی ضرورت کے مطابق پوچھتی جا رہی تھی۔ ایک ایئر ہوسٹس نے رسونتی سے پوچھا۔ "کیا میں بچے کے لیے دودھ لے آؤں۔ بیرو رہا ہے۔"

رسونتی نے فرضی پارس کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "شکریہ۔ یہ صرف ماں کا دودھ پیتا ہے۔"

ایئر ہوسٹس چلی گئی۔ رسونتی نے پارس کو چُپ کرا لیا۔ کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ باہر بادل ہی بادل نظر آ رہے تھے۔ اس کے پاس والی سیٹ پر ایک بوڑھی انگریز عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ پچھلی دو سیٹوں پر ایک ادھیڑ عمر کا مرد اور ادھیڑ عمر کی عورت، میاں بیوی کی حیثیت سے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں سیکرٹ سروس کے ایجنٹ تھے۔ رسونتی کی نگرانی اور حفاظت پر مامور کیے گئے تھے۔ اگلی دو سیٹوں پر ایک نوجوان مرد، ایک نوجوان لڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے کزن کی حیثیت سے سفر کر رہے تھے۔ حالانکہ وہ بھی سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتے تھے۔

رسونتی کھڑکی کے پار دیکھتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو اپنی خیریت کی اطلاع دے رہی تھی۔ اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے ان سیکرٹ ایجنٹوں کے متعلق بتا رہی تھی۔ سونیا نے پوچھا۔ "وہ عورت جو سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے تمہارے پیچھے بیٹھی ہے

وہ تمہارے ساتھ بھی بیٹھ سکتی تھی؟"

"ان کا اپنا طریقۂ کار ہے۔ وہ مجھ سے الگ تھلگ ہیں۔ کسی کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتے کہ میرا ان سے کوئی تعلق ہے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "وہ بوڑھی انگریز عورت جو تمہارے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے، کیا نیپال تک جائے گی؟"

"یہ انقرہ تک جا رہی ہے۔"

گویا انقرہ پہنچنے تک رسونتی کے آس پاس کوئی تبدیلی آنے والی نہیں تھی۔ اس کی بوڑھی ہمسفر کے بعد وہاں کوئی نیا مسافر ساتھ والی سیٹ پر آسکتا تھا۔ ایسے وقت سیکرٹ ایجنٹ کے طور پر جو عورت پیچھے بیٹھی ہوئی تھی، وہ رسونتی کے پاس آکر بیٹھ جاتی کیونکہ رسونتی کسی غیر مرد کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتی تھی اور اگر کوئی خاتون مسافر آتی تو سیکرٹ ایجنٹوں کی پلوزیشن وہی رہتی جو اُس وقت تھی۔

سونیا نے کہا۔ "انقرہ پہنچنے کے بعد جب کوئی نیا مسافر تمہارے پاس آئے تو خیال خوانی کے ذریعے تفصیلی معلومات حاصل کر لینا۔ کوئی ایسی ویسی بات ہو تو پہلی فرصت میں مجھے اطلاع دینا۔"

"اتنی بڑی دنیا میں ایک تم ہی تو اپنی رہ گئی ہو۔ تمہیں اطلاع نہیں دوں گی تو میرا کون سننے والا ہے۔"

اس کا اشارہ میری طرف تھا۔ میں خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اگر چاہتا تو سونیا کو مخاطب کر سکتا تھا لیکن میں نے مداخلت نہیں کی۔ اپنی موجودگی کا احساس دلانا ضروری نہیں تھا۔ لہٰذا دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آگیا۔

کمرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے لیلیٰ سے کہہ دیا تھا کہ کالے عمل میں مصروف رہوں گا۔ لہٰذا اس نے مداخلت نہیں کی تھی۔ پورے بنگلے میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ یقیناً اس نے ملازموں کو بھی تاکید کر دی تھی کہ کوئی میرے کمرے کی طرف نہ جائے۔ میں وہاں سے اٹھ کر باہر آیا۔ کوریڈور سے گزرتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ لیلیٰ فون پر کسی سے باتیں کر رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی ہولے سے مسکرائی پھر گفتگو کو مختصر کر کے ریسیور کو کریڈل پر رکھ دیا۔ مجھے دیکھ کر بولی۔ "ہائے۔"

"ہائے۔" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہائے ہائے کر رہی تھی۔ تہذیبی تقاضے ہر دور میں بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی یوں تھا کہ ایک دوسرے سے سامنا ہوتا تو کہا جاتا۔ "آیئے، فرمایئے۔ کہیے کیسے زحمت گوارا کی۔ پہلے مغربی تہذیب میں بھی کچھ ایسی ہی باتیں تھیں۔ پوچھا جاتا تھا۔ "فرمایئے کیسے آنا ہوا" یا آپ سے مل کر بڑی مسرت ہو رہی ہے۔ تشریف رکھیے۔" لیکن فی زمانہ ایک دوسرے کو دیکھ کر جوان نسل "ہائے" کہتی ہے۔

میں نے لیلیٰ سے کہا۔ "مشرق میں جب کسی کو دیکھ کر کسی کے سینے سے ہائے نکلتی ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے میں صدقے، میں قربان۔ تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "مغرب میں اس کا مطلب ہوتا ہے، ہائے میں مہمان بنا کر پچھتا رہی ہوں۔ جہاں تک میرے ارادے کا تعلق ہے تو میں فوراً ہی تمہیں بھگانا چاہتی ہوں۔ اپنا سوٹ کیس پیک کرو۔ ابھی ایک آفیسر سے یہی گفتگو ہو رہی تھی۔ تمہارے لیے ٹھیک دو گھنٹے بعد ایک فلائٹ میں سیٹ ریزرو ہو گئی ہے۔ تم اپنے منصوبے کے مطابق بیروت پہنچ کر سفر ملتوی کر سکو گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک پردے کے پیچھے سے آواز سنائی دی۔ "بیروت جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تمہارے لیے دوسری دنیا کا ٹکٹ لے کر آئے ہیں۔"

ہم نے چونک کر اُدھر دیکھا۔ پردے کے پیچھے سے ایک اسٹین گن کی نال جھانک رہی تھی۔ وہاں سے آواز سنائی دی۔ "اب دوسرے دروازے کی طرف دیکھو۔"

ہم نے دوسری طرف دیکھا۔ وہاں بھی پردے کے پیچھے سے ایک ریوالور جھانک رہا تھا۔ کسی کی آواز آرہی تھی۔ "اس میں سائلنسر لگا ہے۔ پہلے ہم ریوالور استعمال کریں گے۔ اگر شور مچانے کی کوشش کی گئی تو اسٹین گن کو کام میں لایا جائے گا۔"

تیسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "اور ہم ایک دو نہیں، چار ہیں۔"

وہ چاروں پس پردہ تھے۔ اب پیش پردہ آرہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ صرف ایک کے ہاتھ میں سائلنسر لگا ہوا ریوالور تھا۔ یہ دھمکی دینے کے لیے کہ ان کا مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو بے آواز فائرنگ کے ذریعے ہمارا کام تمام کیا جا سکتا ہے۔

ابھی انھوں نے مطالبہ نہیں کیا تھا مگر میں ان کے دماغوں کو پڑھ چکا تھا۔ وہ فلسطینی مجاہدین تھے۔ ایک ریوالور والے نے لیلیٰ کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "سارہ آئزک! تمہارے باپ کو ہماری لیلیٰ ثانی نے جہنم رسید کر دیا ہے۔ وہ یہودی بہت دولت چھوڑ کر گیا ہے۔ لہٰذا اس کی دولت ہمارے بھی کام آنا چاہیے۔ کیا خیال ہے، سیدھی طرح تجوری کا منہ کھولتی ہو یا ہم تمہارا منہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیں۔"

ایک اسٹین گن والے نے اپنی پتلون کی پچھلی جیب میں ہاتھ ڈال کر چھوٹی سی بوتل نکالی۔ پھر اسے کھول کر منہ سے لگانے لگا۔ غٹا غٹ پینے لگا۔ وہ شراب پی رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"تمہیں یہ اطلاع ضرور ملی ہوگی کہ سارہ آئزک کے گھر میں ایک مسلمان مہمان آیا ہوا ہے۔"

"ہم جانتے ہیں، تم مسلمان ہو لیکن یہودی کا مسلمان دوست بھی ہمارا دشمن ہے۔"

میں نے کہا۔ "اور وہ مسلمان جو شراب پیتا ہے، وہ میرا بدترین دشمن ہے۔ تم کیسے مجاہد ہو، جہاد کو جاری رکھنے کے لیے رقم حاصل کرنے آئے ہو۔ میں اس اقدام کی تعریف کرتا ہوں لیکن ایک اچھے عمل کے دوران شراب پینا کہاں تک درست ہے؟"

"ہم نصیحت سننے نہیں آئے ہیں۔ ہمارا مطالبہ پورا کرو۔"

"مطالبہ یقیناً پورا ہوگا۔ اس لیے کہ ہمیں اپنی جانیں عزیز ہیں لیکن میں بیرونی ممالک میں اکثر سنتا ہوں کہ فلسطینی بدکردار اور لالچی ہوتے ہیں۔ وہ جہاد کے نام پر دوسروں کو لوٹتے ہیں۔ رقمیں جمع کرتے ہیں اور ان رقموں کو اپنی ذات پر صرف کر دیتے ہیں۔"

ایک نے ہنس کر کہا۔ "ہم بیشک مجاہد ہیں لیکن انسان بھی ہیں اور انسان کچھ عیش کرنا بھی چاہتا ہے۔ ہمیں بھی رقم چاہیے تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ اس دنیا کے حسن سے لطف اندوز ہو سکیں۔ پھر یہ زندگی کہاں اور ہم کہاں؟"

ایک مجاہد نے اپنے ساتھی کی بات کی تردید کرتے ہوئے کہا۔ "مسلمان جہاد کے راستے پر دنیا کے ہر عیش و آرام کو ترک کر دیتا ہے۔ تم فلسطینی مجاہدین کو غلط انداز میں پیش نہ کرو۔ سارہ آئزک کا یہ مسلمان مہمان درست کہتا ہے۔ میں پہلے بھی تم لوگوں کو سمجھاتا آیا ہوں۔"

ایک نے جھڑک کر کہا۔ "طارق! میں بھی تم سے بارہا کہہ چکا ہوں، ایسے وقت نصیحت نہ کیا کرو۔ تمہارا راستہ الگ ہے، ہمارا راستہ الگ۔ ہم صرف جہاد کے معاملے میں ایک ہیں۔"

ان چاروں میں سے طارق نام کا مجاہد راہِ راست پر تھا اور انھیں بھی راستی کا درس دیتا تھا لیکن وہ تینوں مزاج میں، عادات میں اس سے مختلف تھے۔ صرف رقم حاصل کر کے عیش کرنا چاہتے تھے۔ وہ مجاہدینِ آزادی کے نام پر بدنما داغ تھے۔ میں نے کہا۔ "میرے دوستو! میں ایک یہودی لڑکی کے ہاں مہمان ہوں۔ اس کے باوجود مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمہارے ساتھ مکمل تعاون کروں گا اور یہ کبھی گوارا نہیں کروں گا کہ ایک مسلمان مہمان اپنے میزبان کو لٹتا اور برباد ہوتا دیکھے۔ بیشک سارہ آئزک تمہارا مطالبہ پورا کر دے گی لیکن کل ساری دنیا یہی کہے گی کہ ایک مسلمان مہمان نے اپنی یہودی میزبان کی سلامتی اور تحفظ کے لیے اپنی طرف سے کوشش نہیں کی۔"

ایک مجاہد نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ "تم نہتے ہو کر کیا کوشش کرو گے؟ کیا اپنی جان دینا چاہتے ہو؟"

"اگر میں اپنی جان دے سکوں تو دو باتوں کی تشفی ہوگی۔ ایک تو یہ کہ ایک مسلمان نے اپنی میزبان کی سلامتی کے لیے اپنی جان دی۔ اس طرح مسلمانوں کی تہذیبی روایات قائم رہیں گی لیکن ایک مسلمان کی جان کس نے لی؟ اس کا جواب دنیا کو معلوم ہوگا کہ فلسطینی مجاہدین نے ایسا کیا۔ سننے والے یہ تجزیہ نہیں کریں گے کہ ان مجاہدین میں چند بدکردار، لالچی اور بے ضمیر تھے۔ وہ تو تمام مجاہدین کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکیں گے۔ سب کو ایک طرح سے بدنام کریں گے۔ کیا تم مجاہدین کی بدنامی گوارا کر لو گے؟"

ایک نے کہا۔ "ہم اس قصے کو یہاں سے باہر جانے ہی نہیں دیں گے۔ تم دونوں کو ختم کر دیں گے۔ پھر کون ہمارے خلاف کچھ کہہ سکے گا؟"

لیلیٰ نے اسے ناگواری سے دیکھا۔ پھر مجھ سے کہا۔ "میں اس کے چیلنج کا جواب دیتی ہوں۔ میرے معزز مہمان! تم میرے گھر میں ہو۔ میرا فرض ہے کہ میں اپنی اور تمہاری حفاظت کروں۔ لہٰذا تم میری خاطر اپنے مسلمان بھائیوں سے نہ الجھو۔"

یہ کہہ کر اس نے اس مجاہد کی طرف دیکھا جس کا نام طارق تھا۔ پھر کہا۔ "تم سلجھے ہوئے انسان ہو۔ میں اس لیے تمہاری تعریف نہیں کروں گی کہ تم ایک دیانت دار فلسطینی مجاہد ہو۔ میں ایک یہودی لڑکی ہوں۔ صرف انسانیت کے ناتے تمہاری نیکی اور راستی کا صلہ دینے کے لیے تمہیں جانے کا موقع دیتی ہوں۔ تم ایک منٹ کے اندر اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

طارق تذبذب میں پڑ گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "اگر سارہ آئزک چیلنج کر رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے لوگوں کو مطلع کرنے کے کچھ خفیہ ذرائع اختیار کر رکھے ہیں۔ ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔"

دوسرے نے کہا۔ "تم بزدل ہو۔ یہ کس طرح اپنے لوگوں کو اطلاع دے سکتی ہے۔ ہم نے باہر ناکہ بندی کر دی ہے۔ یہ ٹیلیفون کو ہاتھ نہیں لگا سکے گی۔ اگر ٹرانسمیٹر ہے تو اسے استعمال نہیں کر سکے گی۔ کیا یہ کوئی جادو جانتی ہے؟"

ایک اور مجاہد نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا۔ "یہ کھلا ہوا تھا۔ اسے بھی میں نے بند کر دیا۔ کھڑکیاں بھی اندر سے بند ہیں۔ باہر سے کوئی نہیں آسکے گا۔ اسی وقت آسکے گا جب ہم تمہیں گولی مار دیں گے کیونکہ گرفتاری کی صورت میں ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

طارق نے کہا۔ "ہمارے گینگ لیڈر نے سختی سے تاکید کی ہے۔ خواہ یہودی ہوں، مسلمان ہوں یا کسی بھی مذہب سے تعلق

رکھتے ہوں، ان کی جانوں سے نہیں کھیلنا چاہیے۔ صرف اپنا مقصد حاصل کرنا چاہیے۔ اگر یہاں خون خرابہ چاہتے ہو تو مجھے جانے دو۔"

ان میں سے ایک نے اپنی ایک انگلی انکار کے انداز میں ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں، جب تم ہمارا ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہو تو باہر جا کر ہمارے خلاف کچھ کر سکتے ہو۔ کچھ نہ بھی کرو تو تمھیں یہاں سے جاتا دیکھ کر باہر والے ہم پر چڑھ دوڑیں گے۔ لہٰذا تم یہیں رہو گے۔"

اس کی باتوں کے دوران میں نے محسوس کیا کہ میرے اعصاب کچھ کمزور پڑ رہے ہیں۔ فضا میں کچھ عجیب سی بُو پھیل گئی تھی۔ اسے صرف حساس لوگ ہی محسوس کر سکتے تھے۔ پھر وہ لوگ بھی اسے محسوس کرنے لگے۔ وہ اس بُو کے زیرِ اثر کچھ کمزور پڑتے جا رہے تھے۔ ایک تو فوراً ہی صوفے پر دھپ سے بیٹھ گیا تھا۔ دوسرے کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ رہا تھا۔ وہ اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اسے مضبوطی سے تھامنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں خود محسوس کر رہا تھا کہ زیادہ دیر تک اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکوں گا۔

میں نے گہری گہری سانس لیتے ہوئے لیلیٰ ثانی کی طرف دیکھا۔ وہ صوفے پر سیدھی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنے پر رکھ لیے تھے۔ لگتا تھا، سانس روک لی ہے۔ اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ سفید رنگت سرخ ہو گئی تھی۔ دیدے پھیل گئے تھے اور وہ فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے بعد میں کچھ نہ دیکھ سکا۔ میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ رفتہ رفتہ میں ساری دنیا سے اور اپنے آپ سے بیگانہ ہوتا چلا۔

میں بیہوش تھا لیکن دنیا ہوش میں تھی۔ آدمی سوتا رہے، جاگتا رہے، ہوش میں رہے یا بیہوش رہے، دنیا کا کاروبار ہر حال میں چلتا ہی رہتا ہے۔ میری بیہوشی کے دوران میرے ساتھیوں پر جو گزر رہی تھی، میں اس کا حال بیان کرتا ہوں۔

سونیا، بحیثیت انامیریا ایئرپورٹ کی عمارت میں تھی۔ اس نے بہت ہی خوبصورت سا بلاؤز اور اسکرٹ پہن رکھا تھا۔ انامیریا کی شخصیت میں حسن، وقار اور سنجیدگی کا امتزاج تھا۔ سونیا کی ملاقات کے مطابق دنیا کی تقریباً ہر بندرگاہ اور ایئرپورٹ کے کسٹم کا عملہ اسے پہچانتا تھا۔ وہ سفر کے دوران جس ملک، جس شہر سے گزرتی تھی [illegible] لیتے تھے کہ اپنے ساتھ اسمگلنگ کا کوئی زبردست [illegible] لے [illegible] رہی ہے۔ اس کا طریقۂ کار کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ [illegible] سی طرح اسمگل ہو رہا ہے۔ کتنے ہی رشوت خور کسٹم کے افسران کہتے تھے، جب وہ پکڑی نہیں جا سکتی، اس کے خلاف کوئی ثبوت مل نہیں سکتا، تو کیوں نہ اپنی جیب گرم کی جائے اور انامیریا سے دوستی رکھی جائے۔

اس سے دوستی کرنے کے بڑے فوائد تھے۔ ایک تو یہ کہ جس گینگ کے لیے وہ کام کرتی تھی، اس کا کوئی آدمی یا رشوت لینے والا افسر گرفت میں آ جاتا تو وہ ان کی ہر ممکن مدد کرتی تھی۔ اوّل تو کسی نہ کسی طرح انھیں ضمانت پر رہا کرا لیتی تھی۔ اگر کیس چلتا اور انھیں سزا ہو جاتی تو وہ سزا پانے والے افسران اور گینگ کے آدمیوں کی تمام فیملی کے ماہانہ اخراجات پورے کرتی تھی۔ ان کے دکھ، بیماریوں اور مصیبتوں میں دوا علاج اور کثیر رقومات کے ذریعے مدد کرتی رہتی تھی۔ ان حالات میں بھلا کون اسے نہ چاہتا۔ سبھی اس کی راہ میں آنکھیں بچھاتے تھے۔ کسٹم کا پولیس کا، انٹیلی جنس کا عملہ اس کے لیے دور تک راہیں ہموار کر دیتا تھا۔

سونیا اس وقت انامیریا کی مخصوص چال کے مطابق ایئرپورٹ کی عمارت کے مختلف حصّوں سے گزر رہی تھی۔ چمکیلے فرش پر اونچی ایڑی کے سینڈل بج رہے تھے۔ جیسے اس کی متوالی چال پر موسیقی تال دے رہی ہو یا اس کی آمد پر خطرے کا سگنل مل رہا ہو۔ کھٹ، کھٹ، کھٹ، کھٹ۔

وہ تنہا نہیں تھی۔ اس کے بائیں طرف مرجانہ اور دائیں طرف ٹارٹر بلبا عارضی میک اپ میں تھے۔ بلبا نے سونیا کا سوٹ کیس تھام رکھا تھا۔ وہ دونوں ہی اس کی ایسی عزت کرتے تھے، جیسے وہ ان کی چیف ہو، ان کی بزرگ ہو اور وہ اس کے ادنیٰ ماتحت ہوں۔ حالانکہ کبھی سونیا نے اپنی تعظیم نہیں کرائی لیکن اس کا کردار، اس کی صلاحیتیں اور اس کا رعب اور دبدبہ ایسا تھا کہ فولادی مرجانہ اور سر پھرا بلبا، آپ ہی آپ اس کی عزت کرنے لگتے تھے۔ سونیا دوست بن چکی تھی۔ جن دونوں دشمن تھی اور ٹیلی پیتھی کے عزور میں مجھے بھی خاطر میں نہ لاتی تھی، ان دونوں بھی وہ سونیا کے سامنے خود کو کمتر سمجھتی تھی اور اسے ہمیشہ سے منکر رکھتی آئی تھی۔

سونیا کی بات ہی ایسی ہے میرے معزز قارئین! ابھی میری داستان سے ایک ماہ کے لیے یہ غائب ہو جائے یا ناگزیر وجوہات کی بنا پر میں اس کا ذکر نہ کر سکوں تو قارئین کی جانب سے شکایتی خطوط موصول ہونے لگتے ہیں۔ میں اکثر سوچتا ہوں، یہ طویل ترین داستان میری ہے۔ اس میں نام میرا ہے، خاص کردار میرا ہے اور ٹیلی پیتھی کا رعب اور دبدبہ ایک سرے سے دوسرے تک ہے۔ اس کے باوجود سونیا ٹیلی پیتھی نہ جاننے والی بھی اس داستان کی سب سے اہم کردار ہے۔ حقیقی معنوں میں میری نصف بہتر ہے۔ وہ نہ ہو تو میں نصف ہوں۔ وہ ہو تو میں مکمل۔

مرجانہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہی تھی: "سونیا! ہم سب آزادی سے کھلی فضا میں زندگی گزار رہے ہیں۔ کوئی دشمن ہمارے راستے میں آتا ہے تو منہ کی کھاتا ہے۔ رسونتی بھی تمھارے جاتے ہی یہودیوں کے چنگل سے آزاد ہو جائے گی۔ صرف فرہاد اور اعلیٰ بی بی رہ جائیں گے۔ ان کے لیے میں بھرپور کوشش کروں گی۔ انشاءاللہ خالی ہاتھ واپس نہیں آؤں گی۔ شیخ الفارس غلام حسین البرقی سے سارے معاملات طے ہو چکے ہیں۔ میں آج رات ہی سے سفر شروع کروں گی۔"

بلبا نے کہا: "میں نے عہد کیا ہے، میرے جزیرہ یونانی حرس پہنچنے تک فرہاد اور اعلیٰ بی بی کا سودا نہ ہوا۔ وہ مجھے وہیں مل جائیں گے تو پھر میں انھیں قید کرنے والے ایک ایک دشمن کو ان جانوروں کے پنجروں میں ڈالوں گا، جنھیں وہ برسوں سے پالتے رہے ہیں۔ زندگی میں پہلی بار وہ درندے اپنے مالکان کا لذیذ گوشت کھائیں گے۔"

جب بھی کسی طیارے میں انامیریا کے نام سے کوئی سیٹ ریزرو کی جاتی تھی تو وہاں کے کسٹم کا عملہ، پولیس اور انٹیلی جنس کے افسران خصوصی توجہ دینے لگتے تھے۔ جو انامیریا کا ساتھ دیتے تھے، وہ اسے پہلے سے اطلاع دے دیتے تھے کہ کس قسم کی چیکنگ ہونے والی ہے اور جو اسے کسی نہ کسی طرح قانونی گرفت میں لینا چاہتے تھے، وہ ہر ممکن طریقے سے اسے گھیرنے کی کوشش کرتے تھے۔

سونیا کو اطلاع مل چکی تھی کہ ایک اعلیٰ افسر بہت ہی سخت ہے۔ اس مرتبہ اس نے تہیہ کیا ہے کہ انامیریا کو یہاں سے کوئی چیز اسمگل کرنے کا موقع نہیں دے گا۔ جب وہ کسٹم آفس میں پہنچی تو اس کے سوٹ کیس کو کھولتے ہوئے حکم دیا کہ صرف وہ کمرے میں موجود رہے گی، اس کے ساتھی باہر چلے جائیں۔

مرجانہ اور بلبا آفس سے باہر آ گئے۔ اندر اس کا سوٹ کیس کھول کر ایک ایک کپڑا، ایک ایک چیز بغور دیکھی جانے لگی تھی۔ سوٹ کیس خالی کرنے کے بعد اسے اچھی طرح ٹٹولا جا رہا تھا۔ کہیں کوئی خفیہ خانہ تو نہیں ہے۔ عام حالات میں ایسا نہیں ہوتا تھا۔ سرسری سی چیکنگ ہوتی تھی۔ چیکنگ کرنے والوں کو پہلے ہی ان کے آقا کی رقومات پہنچ جایا کرتی تھیں۔ اس طرح انامیریا بہ آسانی تلاشی کے مرحلے سے گزر جایا کرتی تھی۔

دوسرا مرحلہ وہ آیا جب اس کی جسمانی تلاشی لی جانے والی تھی۔ اسے دوسرے کمرے میں بھیجا گیا۔ وہاں لیڈی انسپکٹر تھیں۔ کسٹم کے اعلیٰ افسر کو اطلاع مل چکی تھی کہ انامیریا تقریباً ڈیڑھ لاکھ کی مالیت کے ہیرے لے جا رہی ہے۔ اس نے کمرے میں پہنچ کر کہا: "مجھے تمھارے بہت سے طریقۂ کار کا علم ہو چکا ہے۔ جب تم ان عورتوں کے پاس اپنے جسم اور لباس کی تلاشی دینے آتی ہو تو تم سے ساز باز کرنے والی کسٹم لیڈی انسپکٹر تلاشی نہیں لیتی بلکہ اسمگل کی جانے والی چیز خود تمھارے لباس میں چھپا دیتی ہے۔ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اس کمرے کے اندر تمھاری تلاشی لی گئی ہے۔ قانون کے محافظ مطمئن ہو جاتے ہیں لیکن میں اناڑی نہیں ہوں۔ میں نے آج لیڈی انسپکٹر کو اچانک تبدیل کر دیا ہے۔ یہ دونوں انسپکٹر لاکھوں ڈالر کا لالچ دینے کے باوجود میرے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائیں گی۔ تم آزما کر دیکھ لینا۔"

سونیا نے کہا: "آفیسر! جب تمھیں اپنے آپ پر اور ان لیڈی انسپکٹرز پر اتنا اعتماد ہے تو پھر لمبی چوڑی تقریر کا فائدہ کیا ہے۔ پلیز باہر چلے جاؤ۔ یہاں صرف عورتوں کا کام ہے۔"

آفیسر نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر کمرے سے نکل کر دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ وہ ایک ہی دروازہ تھا اور وہاں سے کوئی اندر نہیں جا سکتا تھا۔ اس کمرے میں روشن دان بھی نہیں تھا، جہاں سے سونیا کو خفیہ طور پر اسمگل کیا جانے والا سامان فراہم کیا جا سکتا۔

وہ دو اعلیٰ افسران جو انامیریا کو رنگے ہاتھوں گرفتار کر لینے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے، وہ دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک لیڈی انسپکٹر نے باہر آ کر کہا۔

"سر! ہم نے اچھی طرح تلاشی لی ہے۔ اس کے لباس میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔ جب اس بات کی تصدیق ہو چکی ہے کہ یہ ہیرے اسمگل کرنے والی ہے تو اس کے پاس سے ہیرے برآمد ہونے چاہئیں۔"

دوسرے افسر نے کہا: "اس کا طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کسی دوسرے مسافر کے سامان میں ہیرے چھپا دیتی ہو۔ اس لیے ہم نے دوسرے تمام مسافروں کے سامان کی اور ان کے لباس کی تلاشیاں لی ہیں۔ کسی کے پاس سے کوئی ایسی قابلِ اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی۔"

افسر نے لیڈی انسپکٹر سے پوچھا: "کیا انامیریا کے جسم پر کوئی ایسا نشان ہے جس سے پلاسٹک سرجری کا شبہ ہو؟"

"نو سر! ایسا کوئی نشان نہیں ہے۔ البتہ گھٹنے کے پاس ایک زخم ہے۔ اس پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ہم نے وہ پٹیاں کھول دیں۔ واقعی گہرا زخم ہے۔ اب وہ دوبارہ وہی پٹی بندھوانے پر اعتراض کر رہی ہے۔"

"کیوں اعتراض کر رہی ہے؟"

"وہ پٹی خون آلود ہو چکی ہے۔ دوبارہ اسے اپنے بدن سے لگانا نہیں چاہتی۔ کہتی ہے کسی ڈاکٹر کو بلا کر دوبارہ مرہم پٹی کرائی جائے۔ ورنہ وہ ہمارے خلاف قانونی اقدامات کرے گی۔"

دونوں افسران نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا۔ پھر ایک نے کہا۔ "ہم اس کی چال سمجھ گئے ہیں۔ اب جو بھی ڈاکٹر آئے گا، وہ اپنے پاس وہی ہیرے چھپا کر لائے گا اور ڈریسنگ کے دوران اس زخم کے ساتھ ہیرے چھپا دے گا۔"

لیڈی انسپکٹر نے کہا۔ "سر! وہ کہتی ہے کہ کوئی میل ڈاکٹر نہیں آئے گا۔ اس کی مرہم پٹی کے لیے آپ کسی بھی لیڈی ڈاکٹر کو طلب کر سکتے ہیں۔"

"بیشک میں نے سارے انتظامات کر لیے ہیں ایسے مجرم اور اسمگلر خاص طور پر یا تو عین وقت پر بیمار پڑ جاتے ہیں یا زخمی بن جاتے ہیں تاکہ ان کے مطلب کا کوئی ڈاکٹر آ کر ان کی اسمگلنگ کے سلسلے میں تعاون کرے لیکن میں نے پہلے ہی ایک میل اور ایک فی میل ڈاکٹر کا انتظام کر رکھا ہے۔"

اس نے دفتر میں بیٹھے ہوئے ایک ڈاکٹر اور ایک لیڈی ڈاکٹر کی طرف اشارہ کیا۔ پھر لیڈی ڈاکٹر سے کہا۔ "کم آن ڈاکٹر! اپنا فرض انجام دیں۔ یہ انامیریا بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش کر رہی ہے۔"

لیڈی ڈاکٹر نے اپنا میڈیکل بیگ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "وہ سیریس ہے تو ہم سوا سیر ہیں۔ ہمارے سامنے اس کی چالاکی نہیں چلے گی۔"

وہ کمرے کے اندر چلی گئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اب اس کمرے میں چار عورتیں تھیں۔ ایک سونیا، دو لیڈی انسپکٹر اور ایک لیڈی ڈاکٹر۔ سونیا کو ایک کرسی پر بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ دوسری کرسی پر لیڈی ڈاکٹر سامنے بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے بیگ کو کھولا۔ پہلے سونیا کے گھٹنے کے پاس والے زخم کا معائنہ کیا۔ پھر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "واقعی گہرا زخم ہے۔ تم اتنے گہرے زخم کے ساتھ اتنی آسانی سے کیسی چلتی ہو؟"

سونیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارے سوال کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ یہ زخم اصلی نہیں ہے؟"

لیڈی ڈاکٹر نے جلدی سے کہا۔ "میرا مطلب یہ نہیں ہے زخم کو میں دور سے دیکھ کر ہی پہچان لیتی ہوں لا

ایسا کہتے ہوئے لیڈی ڈاکٹر نے ایک ٹیوب نکالی۔ اس میں ایک زود اثر مرہم تھا۔ اس مرہم کو زخم پر لگایا۔ اس کے بعد بیگ میں سے روئی کا ایک موٹا سا پیڈ نکالا۔ اس پیڈ کو زخم کے منہ پر رکھا پھر پٹی باندھنے لگی۔ ذرا دیر بعد وہ مرہم پٹی سے فارغ ہو کر

اپنے بیگ کے ساتھ باہر آ گئی۔ دونوں اعلیٰ افسران نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "میں مطمئن ہوں۔ ڈریسنگ کر دی ہے۔ اس کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس پر ہم اعتراض کر سکیں۔"

ایک افسر نے حیرانی سے کہا۔ "تعجب ہے۔"

دوسرے نے کہا۔ "تعجب کی کیا بات ہے۔ اسے پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی کہ آج سخت چیکنگ ہے اور وہ کسی طرح بچ کر نہیں نکل سکے گی۔ لہٰذا اس بار کوئی چیز اسمگل نہیں کر رہی ہے پھر بھی ہم اس وقت تک محتاط رہیں گے جب تک یہ طیارے میں سوار نہ ہو جائے اور طیارے کا دروازہ بند نہ ہو جائے۔"

سونیا کو جانے کی اجازت مل گئی۔ دونوں اعلیٰ افسران اس کے آس پاس موجود رہے۔ دفتر کے باہر مرجانہ اور بلبا اس کا انتظار کر رہے تھے۔ افسران نے کہا۔ "سوری، مس میریا! تم اپنے ساتھیوں کے قریب نہ جاؤ۔ دور سے الوداعی گفتگو کر دو۔ طیارے کی طرف چلی جاؤ۔"

اس نے مسکرا کر مرجانہ سے کہا۔ "میں جا رہی ہوں۔ اصولاً تم سے رخصتی مصافحہ کرنا چاہیے لیکن افسران کی تسلی کے لیے تم سے ہاتھ نہیں ملاؤں گی۔ مبادا تم کوئی اسمگل کی جانے والی چیز ہاتھ ملانے کے دوران میرے حوالے کر دو اور بے چارے افسران کو پھر میری تلاشی لینے کی زحمت اٹھانا پڑے۔"

اس نے دور ہی سے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "الوداع، میں پھر تم سے رابطہ قائم کروں گی۔ ہمارے رابطے کا ذریعہ میسری ہستی ہوگی۔"

"میسری ہستی سے مراد روستی تھی۔ مرجانہ سمجھ گئی، خیال خوانی کے ذریعے اسے سونیا کی خیریت معلوم ہوتی رہے گی۔ اس نے بھی مسکرا کر الوداع کہا۔ ٹارٹر بلبا بڑی عقیدت سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے سونیا کے ساتھ وہ کر کبھی کام کرنے کا موقع نہیں ملا تھا لیکن مرجانہ کے ذریعے جتنی تعریفیں سنی تھیں، اس کے پیش نظر اسے یقین تھا کہ وہ اپنے ساتھ بھاری مالیت کے ہیرے لے جا رہی ہے۔

مرجانہ اور بلبا وزیٹرز لابی میں کھڑے دور جاتی ہوئی سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں افسران کے درمیان شان سے چل رہی تھی۔ طیارے کے زینے کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ وہاں سے پلٹ کر اس نے لابی کی طرف دیکھا۔ پھر الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا۔ ایک افسر نے کہا۔ "اب جا بھی چکو۔ تم نے تو ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔"

اس نے مسکراتے ہوئے دونوں افسران کو دیکھا پھر زینے چڑھی۔ پہلے زینے کے ایک پائیدان پر، پھر دوسرے پائیدان پر قدم رکھا۔ اس کے ساتھ ہی لڑکھڑا کر گر پڑی۔ اونچی ایڑی کے سینڈل کے باعث اپنا توازن قائم نہیں رکھ سکی تھی۔ پھسل کر نیچے آ رہی تھی۔ افسران نے فوراً ہی آگے بڑھ کر اسے اٹھنے کے لیے سہارا دیا۔ زینے کے اوپر کھڑی ہوئی ایئر ہوسٹس نے تیزی سے اترتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے، زیادہ چوٹ نہیں آئی ہے۔ آیئے، میں آپ کو سہارا دے کر لے چلوں۔"

اس وقت تک سونیا سیدھی طرح کھڑی ہو گئی تھی۔ اپنے لباس کو جھاڑ رہی تھی۔ سہارے کے لیے ایئر ہوسٹس نے ہاتھ بڑھایا تو اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "شکریہ، میں تمہارا سہارا نہیں لوں گی ورنہ افسران کو طیارے کے اندر بھی میرے ساتھ آنا پڑے گا۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ سہارا دینے کے بہانے تم کوئی چیز میرے حوالے کر رہی ہو۔"

ایئر ہوسٹس ہنسنے لگی۔ افسران نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ بولی۔ "کیا میں جا سکتی ہوں؟"

دونوں نے متفق ہو کر سر ہلایا۔ وہ زینے پر سنبھل سنبھل کر چڑھتی ہوئی طیارے کے دروازے پر پہنچی۔ وہاں سے پلٹ کر پہلے اس نے دور مرجانہ اور بلبا کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا پھر افسران کی طرف مسکرا کر کہا۔ "قانون کے محافظ، مجھے جو کچھ لے جانے دیتے ہیں، میں وہی لے جاتی ہوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ تم دونوں نے مجھے جو کچھ دیا میں اسے لے جا رہی ہوں۔ مجھے الزام نہ دینا۔"

یہ کہہ کر اس نے آخری بار الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا پھر دروازے سے گزرتے ہوئے طیارے کے اندر چلی گئی۔ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ یقیناً وہ دونوں افسر پریشان ہو گئے تھے۔ وہاں سے پلٹ کر ایئرپورٹ کی عمارت کی طرف جاتے ہوئے سوچ رہے تھے کہ انامیریا اس بار خالی ہاتھ کیسے جا رہی ہے؟

چالیس منٹ کے بعد وہ طیارہ فضا میں پرواز کر رہا تھا۔ سونیا کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ہمسفر نے اس کے قریب جھک کر سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "مادام! ہم کامیاب رہے۔ وہ آپ کے مصنوعی زخم سے دھوکہ کھا گئے۔"

سونیا نے گہری سنجیدگی سے اسے دیکھا پھر نیچے جھکی، بائیں ہاتھ بڑھا کر گھٹنے کے پاس بندھی ہوئی پٹیوں کو کھولنے لگی۔ ہمسفر نے پریشان ہو کر کہا۔ "یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ کیا فضاؤں کے سامنے وہ ہیرے نکالیں گی؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ پٹیاں کھولتی رہی۔ اس کے بعد اس نے روئی کے اس پیڈ کو اٹھایا جو زخم پر رکھا ہوا تھا۔ پیڈ اپنے ہمسفر کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھو، کیا اس میں

اس نے پیڈ کو ٹٹول کر دیکھا۔ ہیروں کی سختی محسوس نہیں ہوئی۔ اس نے پیڈ کے ٹکڑے کیے۔ ایک بھی ہیرا برآمد نہ ہوا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے سونیا کو دیکھا۔ وہ بولی۔ "تمہارے باس کے شوئے پر میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے یہ زخم بنایا تھا۔ اس دعوے کے ساتھ کہ لیڈی ڈاکٹر بھی اسے پہچان نہیں سکے گی۔ کیوں کہ پلاسٹک سرجری کرنے والا بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ اس نے انسانی جلد کے ریشوں سے اور ڈائی سیکشن کیے جانے والی لاش کے گوشت سے یہ زخم بنایا ہے۔ کوئی بھی ڈاکٹر طبی تجزیے کے بغیر اس کی اصلیت کو پہچان نہیں سکتا تھا اسی لیے وہ لیڈی ڈاکٹر دھوکا کھا گئی۔"

اس کے ہمسفر نے پوچھا۔ "لیکن وہ ہیرے کہاں گئے؟"

"تمہارے باس نے کہا تھا کہ جو لیڈی ڈاکٹر میری مرہم پٹی کے لیے آئے گی وہ روئی کے پیڈ میں ہیرے چھپا کر میرے زخم پر رکھ دے گی لیکن پرواز سے دو گھنٹے پہلے اطلاع ملی کہ لیڈی ڈاکٹر خریدی نہیں جا سکتی۔ وہ بہت سخت اور اصول پسند ہے اور اپنے ملک کی وفادار ہے۔ تمہارے باس کی ناکامی کی صورت میں، میں نے وہ ہیرے اس سے طلب کیے اور اپنے ساتھ لے آئی۔"

اس نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "کیا آپ اپنے ساتھ لائی ہیں؟ اوہ مادام، یو آر فنٹاسٹک۔ ایک ساتھ بیس عدد ہیرے کیسے لے آئیں؟"

"بیس عدد ننھے ننھے ہیرے کتنے ہوتے ہیں؟ وہ ماچس کی ایک چھوٹی سی ڈبیہ میں آ جاتے ہیں۔"

وہ اپنی سیٹ پر بے چینی سے پہلو بدل کر پھر اس کی طرف گھوم کر بولا۔ "کیا آپ کسی ڈبیہ میں لائی ہیں؟"

"زیادہ بے چینی نہ دکھاؤ۔ سیدھی طرح اپنی سیٹ پر بیٹھے رہو۔"

وہ سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے آہستگی سے بولا۔ "سوری مادام، میں ان کے لیے بہت پریشان ہوں۔"

"میں نے تمہارے باس سے کہہ دیا تھا، اگر میں بخیریت طیارے کے اندر چلی جاؤں اور طیارہ پرواز کر جائے تو سمجھ لینا کہ ہیرے بہ آسانی لے جا رہی ہوں۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"آپ مجھے اضطراب میں مبتلا کر رہی ہیں۔ پلیز جلدی بتایئے وہ ہیرے کس طرح لے آئی ہیں؟"

"جس آفیسر نے مجھے اسمگل ہونے والے مال کے ساتھ گرفتار کرنے کا عہد کیا تھا، میں نے اس کے ملازم کو خرید لیا۔ اس نے اپنے ملک کے سگریٹ لائٹر کے اندر وہ بیس عدد ہیرے رکھ دیے تھے۔ وہ لائٹر اس افسر کی جیب میں تھا۔ طیارے کے زینے پر گرنے کے بعد جب افسران نے مجھے سہارا دے کر اٹھایا، اسی وقت میں نے اس کی جیب سے وہ لائٹر نکال لیا۔ اب وہ میرے پاس ہے۔"

اس کا ہمسفر اسے دیدے پھاڑ پھاڑ کر یوں دیکھ رہا تھا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو پھر اس نے کہا "ہمارا باس درست کہتا ہے۔ مادام سونیا کی جگہ دنیا کی کوئی عورت نہیں لے سکتی اور ہم کہتے تھے مادام سونیا کی جگہ کوئی نہیں لے سکتی۔ آج آپ نے ثابت کر دیا، امامیریا آپ کے سامنے طفلِ مکتب ہے۔"

سونیا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے دماغ میں رسوتی بول رہی تھی "سونیا! میں ہر لمحے محتاط رہی۔ ساری توجہ تمہاری طرف کیے ہوئی تھی۔ سوچ رہی تھی، افسر کی جیب صاف کرتے وقت تم سے ذرا بھی چوک ہو گی تو میں اس کے دماغ کو اپنی مٹھی میں لے لوں گی لیکن تم نے بڑی مہارت سے ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے۔ میری ٹیلی پیتھی کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔"

سونیا نے کہا "ہاتھ کی صفائی دکھانے کے چالیس منٹ بعد طیارے نے پرواز کی ہے۔ کیا ان چالیس منٹوں میں اس افسر کو سگریٹ پینے کا خیال نہیں آیا؟"

"ایک بار اس نے سگریٹ پینے کا ارادہ کیا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کی خواہش کو دبا لیا اور وہ جماہی لے کر رہ گیا تھا۔"

"وہ جب بھی سگریٹ سلگانے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالے گا تو پریشان ہو کر سوچتا رہ جائے گا۔ مجھ پر شبہ ہو گا لیکن اس طیارے کو پیرس کے ایئرپورٹ پر واپس نہیں لا سکے گا بے چارہ۔"

"طیارے میں داخل ہوتے وقت تم نے اس افسر سے جو آخری الفاظ کہے وہ مجھے یاد ہیں، تم نے کہا تھا، قانون کے محافظ جو چیز تمہیں لے جانے دیتے ہیں تم وہی لے جاتی ہو۔ یہ بڑی حیرانی کی بات ہے، جو افسر تمہارا بدترین مخالف تھا، تم اسی کی جیب میں ہیرے رکھ کر طیارے تک لے آئیں۔ جو افسران بڑی گرمجوشی سے دوسروں کی تلاشی لیتے ہیں، وہ ایسے وقت اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ اس پہلو پر غور نہیں کرتے کہ وہی مال ان کے ذریعے بھی اسمگل ہو سکتا ہے۔ واقعی تم انسانی نفسیات کو خوب سمجھتی ہو۔"

مرجانہ اور بلبا بڑی دیر تک لابی میں کھڑے دور پرواز کرتے ہوئے طیارے کو دیکھتے رہے۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو وہ ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر آ گئے۔ مرجانہ اپنی کار میں نہیں آئی تھی کیوں کہ وہ اور بلبا میک اَپ میں تھے۔ اپنی کار میں پہچان لیے جاتے۔ وہ سونیا کے ساتھ ٹیکسی میں آئے تھے اور اب ٹیکسی ہی میں واپس جانا چاہتے تھے۔ اسی وقت ایک شخص نے پاس آ کر کہا "مس! آپ سے ایک صاحب ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

"کون ہیں وہ؟"

"وہ اس نیلے رنگ کی کار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

بلبا نے پوچھا "وہ شخص یہاں کیوں نہیں آتا؟"

"بہت مجبوری ہے۔ اسی لیے آپ کو بلا رہے ہیں صرف ایک منٹ کے لیے۔"

مرجانہ نے نیلے رنگ کی کار کو دیکھا جو تقریباً دس گز کے فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی پھر اس نے کہا "میں چل رہی ہوں۔ اگر کوئی فریب ہوا تو تم آئندہ خود کو اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے نہیں دیکھ سکو گے۔"

وہ بلبا کے ساتھ چلتی ہوئی اس کار کے قریب پہنچی پچھلی سیٹ پر ایک شخص سیاہ چشمہ لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ مونچھوں اور داڑھی کے درمیان اس کے ہونٹ چھپے ہوئے تھے۔ مرجانہ نے کار کی کھڑکی پر جھکتے ہوئے پوچھا "تم مجھ سے ملاقات کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

وہ کھڑکی کے قریب کھسک آیا۔ پہلے اس نے محتاط نظروں سے کار کے باہر دیکھا پھر آہستگی سے کہا "میں فرہاد ہوں۔ تمہارا فرہاد۔"

مرجانہ نے چونک کر بے یقینی سے دیکھا۔ وہ اپنے چہرے پر سے مصنوعی داڑھی اور مونچھوں کو اتار رہا تھا۔ داڑھی اور مونچھیں الگ کرنے کے بعد اس نے سیاہ چشمے کو اپنی آنکھوں سے الگ کیا۔ واقعی مرجانہ کی نگاہوں کے سامنے فرہاد علی تیمور بیٹھا ہوا تھا۔

چند لمحوں تک یقین اور بے یقینی کا عالم طاری رہا۔ گہری خاموشی چھائی رہی پھر بلبا نے کہا "آپ فرہاد صاحب لگتے ہیں۔ پہلی بار آپ کو دیکھ رہا ہوں لیکن تصویریں بارہا دیکھ چکا ہوں۔"

مرجانہ نے جاپانی زبان میں پوچھا "اپنے فرہاد ہونے کا ثبوت کس طرح دے سکتے ہو؟"

"اس طرح کہ جواب میں جاپانی زبان بول رہا ہوں، فی الحال میرے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیت نہیں ہے ورنہ تمہارے دماغ میں پہنچ کر تم سے گفتگو کرتا۔ میں بڑی مشکلوں سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ سپرماسٹر نے بولی دینے اور خریدنے کے بعد مجھے اپنے آدمیوں کے حوالے کر دیا تھا۔ اعلیٰ بی بی میرے ساتھ تھی۔ میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اسے اپنے ساتھ نہ لا سکا۔ کاش مجھے تھوڑی دیر کے لیے خیال خوانی آ جاتی تو اسے کبھی نہ چھوڑتا۔ میں نہتا ہوں، تنہا ہوں۔ اس لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔ کیا تم بتا سکتی ہو، ان دنوں سونیا کہاں ہے؟"

"وہ تو ابھی ابھی....."

مرجانہ کہتے کہتے رک گئی۔ فوراً ہی اس کے دماغ نے مشورہ دیا، جب تک اپنے مخاطب کے فرہاد ہونے کا یقین نہ ہو،

سب کے نئے روپ کے متعلق نہیں بتانا چاہیے۔ اس نے پوچھا۔
"تم اب یہاں پہنچے؟ کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟ یہ گاڑی کس کی ہے؟"
"کیا سارے سوالات یہیں کرو گی؟"
اس نے اپنی داڑھی اور مونچھوں کو دوبارہ چہرے پر لگاتے ہوئے اور سیاہ چشمہ پہنتے ہوئے کہا۔ "یہاں میں پہچانا جا سکتا ہوں۔ میرے ساتھ میری قیام گاہ تک چلو۔ وہاں تمام باتیں تفصیل سے ہوں گی۔"
مرجانہ نے کہا۔ "بلبا، تم سامنے والی سیٹ پر بیٹھو۔ میں پیچھے بیٹھتی ہوں۔ کوئی فریب ہوا تو تم ڈرائیو کرنے والے سے نمٹ لینا۔ میں فرہاد کی اصلیت معلوم کروں گی۔"
اس نے دروازے کو کھولا۔ فرہاد ایک طرف کھسک کر اسے جگہ دیتے ہوئے بولا۔ "واقعی مرجانہ! تم ہمیشہ سے محتاط رہی ہو۔ تمھاری یہ بڑی خوبی ہے کہ فوراً ہی کسی پر اعتماد نہیں کرتی ہو۔"
گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ مرجانہ اسے گہری تولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی، لب و لہجہ بالکل فرہاد جیسا ہے۔ قد اور جسامت میں بھی وہی لگتا ہے۔ اس نے کہا۔ "فرہاد! اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔"
اس نے اپنا ہاتھ مرجانہ کے ہاتھ میں دیا۔ وہ بولی۔ "ایسے نہیں، جیسے پنجہ لڑاتے ہیں۔ اسی طرح میری انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسا لو۔"
"آخر کیوں؟"
"جو کہہ رہی ہوں وہ کرو۔"
"میں تمھارے اطمینان کے لیے ضرور ایسا کروں گا۔ مگر تم اچھی طرح جانتی ہو میں نے اور سونیا نے تم سے کبھی پنجہ آزمائی نہیں کی۔ تم فولاد ہو، اسے ہم تسلیم کرتے ہیں۔"
وہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینے سے پہلے ایک ایک انگلی کو چھونے لگا۔ گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں آخری بار اپنی انگلیوں کو اچھی طرح دیکھ لوں۔ شاید میری انگلیاں توڑنے کے بعد ہی تم مجھے فرہاد تسلیم کرو گی۔ اچھا یہ لو۔"
مرجانہ نے اس کی پھیلی ہوئی ہتھیلی پر اپنی ہتھیلی رکھی.... انگلیوں میں انگلیاں پھنسائیں پھر انھیں اپنی گرفت میں لیتے ہوئے کہا۔ "یہ بتاؤ، رسوتی کا کیا حال ہے؟"
اس نے نفرت سے کہا۔ "اس کا نام میرے سامنے نہ لو۔ تم جانتی ہو، وہ ہماری دشمن تھی۔ دشمن ہے اور دشمن رہے گی۔"
مرجانہ نے اپنی انگلیوں کی گرفت اور سخت کر دی۔ وہ تلملا کر بولا۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟"
"تمھارا گلا دباؤں گی تو بولنے کے قابل نہیں رہو گے۔ انگلیاں توڑتی رہوں گی تو کچھ نہ کچھ بولتے ہی رہو گے اور سچ بولتے رہو گے۔ اب بتاؤ، کیا رسوتی، خیال خوانی کے ذریعے تم سے گفتگو کرتی ہے؟"
"اُف!" وہ پریشان ہو کر مرجانہ کا منہ تکنے لگا۔
وہ بولی۔ "منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ منہ کھولو۔ جواب دو۔"
"ہاں، وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے گفتگو کر چکی ہے۔"
ایسا کہتے ہی وہ چیخ پڑا۔ مرجانہ نے اس کی انگلیوں کو اور زور سے دبایا تھا۔ اب وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا مگر فولادی پنجے سے بھلا کیسے نجات ملتی ہے۔ وہ بولی۔ "جب رسوتی تمھارے کہنے کے مطابق دشمن ہے تو تم سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کیسے کرتی ہے؟"
"وہ دشمن بن کر باتیں کر چکی ہے۔"
پھر وہ تلملا گیا۔ تڑپنے لگا۔ چیخنے لگا۔ مرجانہ نے کہا۔ "بلبا! اُسے ڈرائیونگ سے روکو۔"
بلبا کے روکنے سے پہلے ہی وہ کار ایک کوٹھی کے بہت بڑے احاطے میں داخل ہو چکی تھی۔ کوٹھی کا مین گیٹ بند ہو چکا تھا۔ مرجانہ نے پلٹ کر دیکھا، بند گیٹ کے پاس ایک اسٹین گن والا کھڑا تھا۔ باغیچے میں دور دور تک مسلح جوان دکھائی دے رہے تھے۔ جہاں کار رکی تھی وہاں بھی چاروں طرف سے مسلح جوانوں نے انھیں گھیر لیا تھا۔ وہ دونوں کو کار سے نکل کر کوٹھی کے اندر جانے کا حکم دے رہے تھے۔
مرجانہ نے کہا۔ "میں تمھاری انگلیوں کو اسی طرح شکنجے میں لے کر کوٹھی کے اندر جاؤں گی۔ مجھے کوئی نقصان پہنچا تو اس سے پہلے تمھاری شامت آ جائے گی۔"
اس نے اپنی طرف کا دروازہ کھولا پھر اس کے ہاتھ کو کھینچتے ہوئے باہر آ گئی۔ وہ ایسے جکڑا ہوا تھا جیسے مرجانہ کا ہاتھ نہ ہو ہتھکڑی ہو۔ جیسے وہ کبھی کھول نہیں سکے گا۔ وہ اسی طرح بندھا ہوا اس کے اور بلبا کے درمیان چلتا ہوا کوٹھی کے اندر ایک بڑے سے ہال میں پہنچا۔ وہ ہال تقریباً خالی تھا۔ وہاں چار مسلح جوان نظر آ رہے تھے۔ ہال کے آخری سرے پر شیشے کی ایک دیوار تھی۔ اس کے پار دوسری دیوار پر ایک شخص کا سایہ نظر آ رہا تھا۔ سایہ سیاہ ہوتا ہے۔ پرچھائیں کالی ہوتی ہے۔ کالا سایہ۔ بلیک شیڈو....
مرجانہ اور بلبا ہال کے درمیان پہنچ کر رُک گئے۔ نقلی فرہاد نے کالے سائے کو دیکھتے ہوئے گڑگڑا کر کہا۔ "جناب! آپ نے مجھے کس مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ مجھے نرباد علی تیمور کا نقال بنا کے اس آہنی شکنجے میں اُلجھا دیا ہے۔ پلیز نجات دلائیے۔"
بلیک شیڈو کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ آواز بھاری اور گرجدار تھی مگر اس میں مرجانہ کے لیے نرمی تھی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔

"مرجانہ! کیا یہی دشمن سمجھ رہی ہو؟"
مرجانہ نے پوچھا۔ "کیا دوستوں کو بلانے کے یہی انداز ہیں؟"
"مجبوری ہے تمھیں اپنا نام اور پتا دے کر بُلاتا تو کبھی نہ آتیں۔ کیوں کہ تمھارے چاروں طرف دشمن پھیلے ہوئے ہیں۔ تم کسی پر اعتبار نہیں کرتی ہو۔ پھر یہ کہ مجھے ایک ڈمی کو آزمانا تھا کہ یہ کس طرح مسٹر فرہاد کی نقالی کرتا ہے اور کتنی کامیابی سے تمھیں گھیر کر لا سکتا ہے۔ لیکن یہ شخص ناکام رہا۔"
مرجانہ نے اس کے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے کہا۔ "یہ اپنی جگہ کامیاب رہا لیکن میرے جھانسے میں آ گیا۔ میں نے اُلٹے سیدھے سوالات کیے۔ یہ جواب نہ دے سکا۔"
دو مسلح جوان دو کرسیاں لا کر مرجانہ اور بلبا کے پاس رکھ رہے تھے۔ بلیک شیڈو نے کہا۔ "ہم اور ہمارے آدمی مہمان نواز ہیں۔ پلیز بیٹھ جاؤ اور دوستانہ ماحول میں گفتگو کرو۔"
"جب تک پردے میں رہو گے، ہمارے لیے اجنبی رہو گے اور کسی اجنبی سے کبھی دوستی نہیں ہوتی۔"
"میں پردے میں نہیں، تمھارے سامنے ہوں۔"
"ہمارے سامنے تمھارا وجود نہیں، صرف سایہ ہے۔"
"یقین کرو مرجانہ! میرا سایہ ہی سایہ ہے۔ کوئی وجود نہیں ہے۔"
مرجانہ نے طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم مجھے نادان بچی سمجھتے ہو؟"
"میں سچ کہتا ہوں، میرا کوئی وجود نہیں ہے۔ آج تک کوئی مجھے دیکھ نہیں سکا اور جو دیکھ نہ جا سکے اس کا وجود نہیں ہوتا۔"
مرجانہ نے سخت لہجے میں کہا۔ "کافر کے بچے، خدائی دعویٰ نہ کر۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے جسے ہم دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن وجود کو ہر حال میں تسلیم کرتے ہیں۔ تو کیا؟ تیری بساط کیا؟ اگر میں شیشے کے پار پہنچ گئی تو بت جھپکتے ہی تجھے بے نقاب کر دوں گی۔"
"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ بے شک میں نے جو سراسر غلط کہا۔ میں تمھارے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ ایسی بات بھی نہیں کروں گا مگر یقین کرو، میں صرف سایہ ہوں۔ تم شیشے کی دیوار توڑ کر اِدھر آؤ گی تو کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ پانی کی سطح پر اپنا عکس تو پڑے گا اور اس عکس کو گلے لگانے کے لیے پانی میں چھلانگ لگائی جائے تو چھلانگ لگانے والا ڈوب سکتا ہے، اس عکس کو پکڑ نہیں سکتا۔ چھلانگ لگانے کے بعد پانی میں جو لہریں پیدا ہوں گی، ان سے عکس ٹکڑے ٹکڑے، ریزہ ریزہ ہو جانے کا وہم ہونے لگے گا۔ اسی طرح شیشے کی دیوار کے اس پار آتے ہی میرا سایہ بھی بکھر جائے گا۔ گم ہو جائے گا، تمھارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔"
"تم خود کو ایک ناقابلِ حل معمہ بنا رہے ہو۔ بہرحال مجھے تم کوئی غرض نہیں ہے۔ ہمیں یہاں بُلانے کا مقصد بتاؤ؟"
"یہ ہوائی نا کام کی بات۔ میرا پہلا مقصد تم سے دوستی ہے۔ دوسرا مقصد فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کی رہائی ہے۔ تیسرا مقصد ان تمام دشمنوں اور سوداگروں سے انتقام لینا ہے جو فرہاد صاحب کے لیے بڑی بڑی بولیاں دے رہے ہیں۔ فرہاد صاحب پر آج یہ وقت آ گیا ہے کہ انھیں بازار کی ایک جنس کی طرح بیچا جا رہا ہے یہ ہم سب کے لیے توہین کی بات ہے۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ چونکہ تنہا کچھ نہیں کر سکتا اس لیے تمھارا تعاون چاہتا ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے فرہاد صاحب کے لیے تم ضرور میری دوستی اور میرے مقاصد سے اتفاق کرو گی؟"
"ہمارے مقاصد ایک ہیں اس لیے اتفاق کرتی ہوں لیکن ہمارے راستے الگ ہیں کیوں کہ میں عورت ہوں اور مردانہ وار سامنے آتی ہوں۔ تم مرد ہو اور پردہ نشین ہو۔"
"مجھے طعنے نہ دو۔ میں بہت مجبور ہوں، تمھیں یقین نہیں دلا سکتا۔ تم کیا دنیا کا کوئی بھی صاحبِ عقل مجھے تسلیم نہیں کرے گا لیکن میں آخری دم تک یہی کہوں گا کہ میں صرف ایک سایہ ہوں۔ مجھے پردہ نشین کہہ لو یا بزدل، بہرحال ہمارے مقاصد ایک ہیں۔ بیشک تم اپنا راستہ الگ کر لو لیکن ہم ایک متفقہ منصوبے پر عمل کریں گے۔ عمل کرنے کے لیے تم آزاد ہو۔ جس طرح چاہو گی میں تمھارے ساتھ تعاون کروں گا۔"
مرجانہ ایسے کسی شخص پر اعتماد نہیں کر سکتی تھی جو خود کو ایک راز بنا کر رکھتا ہو لیکن سونیا بلیک شیڈو کے متعلق پہلے ہی بتا چکی تھی۔ اسے سمجھایا تھا کہ کسی نہ کسی طرح بلیک شیڈو کی حقیقت تک پہنچنا ہو گا۔ لہٰذا زیادہ بحث نہیں کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں تمھارے منصوبے کو پہلے سمجھنا چاہوں گی پھر اپنی رائے کا اظہار کروں گی۔"
"میں تمھیں جزیرہ یونائی سِس پہنچانا چاہتا ہوں۔"
"کیسے پہنچاؤ گے؟"
"یونان کے مشرقی ساحل پر ایک غیر معروف چھوٹی سی بندرگاہ ہے جہاں مچھیرے آباد ہیں وہاں ہمارے آدمی موجود ہیں۔ تم اپنی ٹیم کے لیے مختلف افراد کا انتخاب کر دو، ان میں سے ایک شخص مچھلیوں کا تھوک بیوپاری بن کر کشتیوں کے ذریعے جزیرہ یونائی سِس جائے گا۔ یونائی سِس کے ساحلی علاقوں میں یونان کے مشرقی شہروں اور ترکی کے مغربی شہروں سے مچھلیوں کے بیوپاری آتے جاتے رہتے ہیں۔ جن میں مرد بھی ہوتے ہیں اور عورتیں بھی، اس لیے کوئی تم لوگوں پر شبہ نہیں کرے گا۔ وہاں پہنچنے کے بعد دو چار دن قیام کرنے کا بہانہ تلاش کر لینا۔ یہ تمھاری ذہانت پر منحصر ہو گا۔"
"تمھارا یہ مشورہ میرے لیے قابلِ قبول ہے۔ میں وہاں ٹھہرنے کا

بہانہ نکال لوں گی۔"

"پچھلے دن میرا ایک آدمی وہاں ٹھہرنا چاہتا تھا لیکن اسے واپس کر دیا گیا۔ وہ لوگ صبح سے دوپہر تک بیوپاریوں کو ساحلی علاقوں میں رہنے کی اجازت دیتے ہیں۔ جزیرے کے اندرونی حصے میں جانے کا موقع نہیں دیتے۔ اسی لیے میں معلوم نہ کر سکا کہ انھوں نے فرہاد صاحب اور اعلیٰ بی بی کو کہاں قید کر رکھا ہے۔ ویسے پورا یقین ہے کہ انھیں وہیں کہیں رکھا گیا ہے۔"

"جب تمھارے آدمی ایک رات بھی وہاں ٹھہر نہیں سکے اور وہ جزیرہ تمھارے لیے پُراسرار ہے تو پھر وہاں دونوں کی موجودگی کا یقین کیسے ہے؟"

"جزیرہ کریٹ کے ایک بلیک پورٹ میں بردہ فروشوں کا اڈہ ہے۔ ان کا سرغنہ جیسکو کورو ہے۔ میں نے اس کے ذریعے معلومات حاصل کی ہیں۔ جیسکو کورو کو بھی پوری طرح یقین نہیں ہے۔ اسے شبہ ہے کہ دونوں کو جزیرہ یونائی سس میں چھپایا گیا ہے۔"

مرجانہ جانتی تھی کہ سجاد اور اعلیٰ بی بی کہاں ہیں اور کس طرح جانوروں کے پنجرے کے درمیان ایک مکان میں ہیں لیکن وہ انجان بن رہی تھی۔ اس نے پوچھا: "تم فرہاد کے لیے اتنے پاپڑ کیوں بیل رہے ہو؟ اس سلسلے میں کچھ تو مفاد ہو گا تمھارا؟"

"ہاں۔ ایک تو فرہاد صاحب سے دوستی کرنا چاہتا ہوں — دوسرے ان سوداگروں کو فریب دینا چاہتا ہوں جو فرہاد صاحب کو خرید رہے ہیں۔"

"بھلا کس طرح فریب دو گے؟ کیا تم جانتے ہو کہ کتنی خطرناک تنظیمیں فرہاد کا سودا کر رہی ہیں؟ کتنے بڑے بڑے ممالک تمھارے راستے میں حائل ہوں گے؟"

"سب جانتا ہوں۔ میری معلومات بہت وسیع ہیں اور ذرائع بھی لامحدود ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔"

"معلوم تو ہو تمھارا طریقۂ کار کیا ہے؟"

"میں نے فرہاد صاحب کی ڈمی تیار کی ہیں۔ ان کے ہمشکل جوانوں کو فرہاد علی تیمور بنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جیسا کہ تم دیکھ چکی ہو، ایک فرہاد تمھیں یہاں تک لے آیا ہے۔ اس میں کچھ خامیاں ہیں۔ یہ رفتہ رفتہ دور ہو جائیں گی۔ فی الحال دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے یہ ڈمی کافی ہے۔ جو لوگ فرہاد صاحب کے لیے بولیاں دے رہے ہیں، ایسی ڈمی ان کے حوالے کروں گا۔ ان سے بھاری رقومات وصول کروں گا۔ وہ فریب کھا کر ڈمی کو اپنے ساتھ لے جائیں گے اور کروڑوں ڈالر ہمیں دے جائیں گے۔ اس میں تم سب کا حصہ ہو گا۔ میں جانتا ہوں، فرہاد صاحب اور ان کے تمام ساتھی کبھی دولت کے پیچھے نہیں بھاگتے۔ میری طرف سے حصہ قبول نہ کیا گیا تب بھی میرا عملی تعاون ہر حال میں ساتھ رہے گا۔ میں زندگی کے آخری سانس تک تم لوگوں کے کام آتا رہوں گا۔ میرا مقصد اتنا ہی ہے کہ میں ان تمام خطرناک تنظیموں اور ان تمام بڑے ممالک کو کبھی بلیک میل کرتا رہوں اور کبھی ان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر انھیں فریب دیتا رہوں اور فرہاد صاحب کے اس کیس میں فریب دینے کا یہ بہترین موقع ہے۔"

"میں آج ہی رات یہاں سے روانہ ہونا چاہتی ہوں۔"

"تم رات کی بات کر رہی ہو، میں ابھی روانہ کر سکتا ہوں۔ ایک چار ٹرڈ ہیلی کاپٹر موجود ہے۔ یہ تمھیں اور تمھاری ٹیم کو یونان کے مشرقی ساحل تک پہنچا دے گا۔ ہمارا ایک آدمی تمھیں گائڈ کرتا رہے گا۔ ہماری تیاریاں ہر طرح سے مکمل ہیں۔ تم اپنے سفر کی تیاری کرو۔"

مرجانہ نے بڑے عزم سے کہا: "ہمارا ہر سفر موت کا سفر ہوتا ہے۔ فرہاد کے کسی ساتھی نے آج تک کبھی کسی سفر کی تیاری نہیں کی۔ جہاں ضرورت پیش آئی، وہاں فوراً چل پڑے جو لباس پہنا، وہی بدن پر رہا۔ کبھی کوئی سامانِ سفر نہ رہا۔"

"درست کہتی ہو۔ میں نے فرہاد علی تیمور اور مادام سونیا کا ریکارڈ پڑھا ہے۔ تمھارا ریکارڈ نامکمل ہے۔ اس کا کچھ حصہ ہماری نظروں سے گزرا ہے۔ میں مانتا ہوں، تم لوگ ہمیشہ سر سے کفن باندھے رہتے ہو اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم میں سے کبھی کوئی ہتھیار استعمال نہیں کرتا۔ سب نہتے رہتے ہیں۔ کیا میں سمجھوں کہ اسی وقت اپنے سفر کا آغاز کر سکتی ہو؟"

"کر سکتی ہوں لیکن ایک قباحت ہے۔ یہ ہمارا عارضی میک اپ ہے۔ ارے ہاں، یہ تو میں پوچھنا بھول گئی کہ میک اپ کے باوجود تم لوگوں نے مجھے مرجانہ کی حیثیت سے کیسے پہچان لیا؟"

"میرا جو آدمی فرہاد کے روپ میں تمھیں یہاں لے کر آیا ہے، وہ تمھارے گھر کی نگرانی کر رہا تھا۔ تم ایک انگریز لڑکی کے ساتھ وہاں سے نکلیں اور ایئرپورٹ جا کر اسے رخصت کیا۔ ہم سمجھ گئے کہ سائرہ بانو کے بنگلے سے نکلنے والی ان دو لڑکیوں میں سے کوئی ایک مرجانہ ہے۔ کچھ عرصہ پہلے کے واقعات مجھے معلوم ہیں۔ ٹارٹر بلبا تمھیں جبراً کہیں لے گیا تھا۔ ابھی مجھے معلوم ہوا کہ ایک قدآور پہاڑ جیسا شخص تمھارے ساتھ ہے تو میں سمجھ گیا کہ وہ ٹارٹر بلبا ہو سکتا ہے لہٰذا تمھیں اور بلبا کو پہچاننے میں دیر نہیں لگی۔ بائی دی وے وہ انگریز لڑکی کون ہے جسے تم نے ایئرپورٹ پہنچ کر رخصت کیا تھا؟"

مرجانہ نے مسکرا کر کہا: "وہ اسمگلروں کے ایک سنڈیکیٹ سے تعلق رکھنے والی بہت اہم لڑکی ہے۔ اس کا نام انا میریا ہے۔"

بلیک شیڈو نے کہا: "اوہ، میں اس کا نام بارہا سن چکا ہوں۔ بہت ہی باصلاحیت ہے۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا، تمھارے ساتھ ایئرپورٹ جانے والی لڑکی کوئی معمولی نہیں ہو گی۔ ضرور کسی اہمیت کی حامل ہو گی۔"

مرجانہ نے کہا: "ہم اپنے موضوع سے ہٹ گئے ہیں۔ میں کس میک اپ میں وہاں جاؤں؟ موجودہ میک اپ عارضی ہے۔"

"جزیرہ یونائی سس کے چاروں طرف سپر ماسٹر ماسک مین بودی تنظیم کے افراد اور جانے کتنی خطرناک تنظیمیں اپنا اپنا جال بچھا رہی ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو تم دونوں کو جانتے ہیں۔ تمھارا کسی مناسب میک اپ میں رہنا ضروری ہے۔"

"ہم میک اپ میں جائیں گے۔ اس کے لیے کچھ وقت لگے گا۔ ویسے رات کے گیارہ بجے یہاں سے روانہ ہو سکتے ہیں۔"

"اس حساب سے تم رات کے ڈیڑھ یا دو بجے یونان کے ساحل تک پہنچ جاؤ گی۔ اس ساحل سے صبح چار بجے ماہی گیروں کی کشتیاں جزیرہ یونائی سس کی طرف جاتی ہیں اور بیس میل کا بحری راستہ طے کر کے ڈیڑھ دو گھنٹے میں وہاں پہنچ جاتی ہیں۔"

مرجانہ کچھ کہنا چاہتی تھی پھر اس نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ دماغ میں رسوتی کی آواز سنائی دے رہی تھی: "مرجانہ! میں رسوتی ہوں۔ اگر نفرت کرو گی تو چلی جاؤں گی۔"

"تم میرے دماغ میں رہ سکتی ہو۔ سونیا نے یقین دلایا ہے کہ تم دوست بن رہی ہو۔ میں تم پر بھروسہ کر سکتی ہوں۔ بولو کیا بات ہے؟"

"سونیا تمھاری خیریت معلوم کرنا چاہتی ہے۔ اگر کوئی پرابلم ہے تو مجھے بتاؤ۔"

"خاص پرابلم نہیں ہے۔ میں جزیرہ یونائی سس جانے والی ہوں۔ اس کے لیے ماسک میک اپ کرنا چاہتی ہوں۔ سونیا سے پوچھو، میرے اور بلبا کے لیے کس قسم کا میک اپ مناسب رہے گا۔"

"میں ابھی آتی ہوں۔"

رسوتی اس کے دماغ سے چلی گئی۔ بلیک شیڈو نے پوچھا۔ "مرجانہ! تم اچانک خاموش کیوں ہو گئی ہو؟"

وہ چونک کر بولی: "میں یہاں سے روانگی کے متعلق سوچ رہی ہوں۔ تمام معاملات طے ہو چکے ہیں۔ اپنی ٹیم کے لیے ایسے کپڑوں کا انتخاب کرنا چاہتی ہوں جو ماہی گیری کے علاقے کے لوگوں کو ٹھیک طرح سمجھتے ہوں۔ آندھی، طوفان اور دیگر مصیبتوں کے دوران سمندر میں صحیح راستے کا تعین کر سکتے ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے جانے والے لوگوں کی ضرورت ہے جو اچانک صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ جان پر کھیل جانے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔"

"اس بنگلے کے پیچھے ایک اور بنگلہ ہے۔ یہاں سے وہاں تک میرے ماتحت پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ سب ہماری گفتگو سن رہے ہیں۔ اس لمحے سے تم ہماری گینگ لیڈر ہو۔ یہاں کا ایک ایک فرد تمھارے حکم کی بلاچون وچرا تعمیل کرے گا۔ تم جان پر کھیل جانے کا حکم دو گی تو کوئی انکار نہیں کرے گا۔ اگر ایک انکار کرے گا تو میرا دوسرا ماتحت اسے گولی مار دے گا۔ تم اپنے طریقۂ کار کے مطابق لوگوں کا انتخاب کرو اور ایک ٹیم کی تشکیل کرو۔ یہاں سے وہاں تک تمام لوگ تمھارے ہیں۔ یہاں کے تمام ہتھیاروں پر، تمام دولت پر اور تمام ذرائع پر تمھارا قبضہ ہے۔ تم جس طرح جیسے چاہو، استعمال کر سکتی ہو۔"

اسی وقت رسوتی نے دماغ میں پہنچ کر کہا: "سونیا کہہ رہی ہے میک اپ نہ کرو۔ اپنے اصلی روپ میں جزیرہ یونائی سس جاؤ۔"

مرجانہ نے حیرانی سے پوچھا: "کیا سونیا نے ایسا کہا ہے؟"

"ہاں، وہ کہہ رہی ہے، جزیرہ یونائی سس کے چاروں طرف تمام خطرناک تنظیموں نے اپنے اپنے جال بچھا رکھے ہوں گے، جن لوگوں نے فرہاد اور اعلیٰ بی بی کو قید کیا ہے وہ نادان نہیں ہیں۔ اپنے آس پاس کی خبر رکھتے ہیں۔ تم میک اپ میں جاؤ گی تو یوگو ہنٹر اور ایاکو بھی یقین نہیں کریں گے کہ تم فرہاد اور اعلیٰ بی بی سے غیر متعلق ہو۔ لہٰذا اپنے اصلی روپ میں رہو اور انھیں پہچان لینے کا موقع دو۔ انھیں یہ تسلیم کر لینے دو کہ تم تلوار بے نیام کی طرح ان کے سامنے آئی ہو۔ میک اپ میں جاؤ گی تب بھی وہ جزیرے کے اندرونی حصے میں جانے سے روکیں گے۔ اصلی روپ میں جاؤ گی تب بھی روکیں گے۔ تمھیں ہر حال میں وہاں پہنچنا ہے۔ لہٰذا اپنے اصلی روپ میں پہنچو۔ یہ سونیا کا مشورہ ہے۔"

مرجانہ چند لمحوں تک سر جھکائے سوچتی رہی پھر اس نے سر اٹھا کر شیشے کی دیوار کے پار دیکھا۔ وہاں کالا سایہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے بلیک شیڈو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "میں اور بلبا یہاں سے اصلی روپ میں جائیں گے۔"

✿

بے ہوشی کا مرحلہ گزر گیا۔ میں ہوش میں آ گیا۔ آنکھیں ابھی بند تھیں۔ میں سوچ رہا تھا، کہاں ہوں؟ کس حال میں ہوں؟

کیا رات کا وقت ہے اور میں سو رہا ہوں؟

لیکن میں بستر پر نہیں تھا۔ خود کو صوفے پر محسوس کر رہا تھا۔ پھر مجھے اپنے بالوں میں کسی کی انگلیوں کا لمس محسوس ہوا۔ کوئی میرے سر کو سہلا رہا تھا۔ میں نے سر گھمانے کی کوشش کی تو پوچھ لگی۔ "تم ہوش میں آ رہے ہو؟"

لیلیٰ ثانی کی آواز سنتے ہی ساری باتیں سمجھ میں آ گئیں۔ چار مسلح فلسطینی مجاہدین نے ہمیں گھیر لیا تھا۔ ان میں صرف ایک صحیح

معنوں میں مجاہد تھا۔ باقی تین بدکردار اور لالچی تھے۔ میں انھیں نصیحتیں کرتا رہا تھا۔ ان سے نجات پالینا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا لیکن مجھ سے پہلے ہی لیلیٰ ثانی نے کوئی حربہ استعمال کیا تھا اور میں اس حربے کے نتیجے میں بے ہوش ہوگیا تھا۔

میں نے آہستگی سے آنکھیں کھول کر دیکھا۔

وہ مسکرا کر ایک سرنج کو صاف کرتے ہوئے بولی "تم انجکشن کے ذریعے ہوش میں آئے ہو۔ میں دوسرا انجکشن تیار کر رہی ہوں۔ وہ مجاہد جس کا نام طارق ہے اسے بھی ہوش میں لاؤ اور سمجھاؤ کہ یہاں سے فرار ہو جائے ورنہ سارہ آٹزک یہودی سپاہیوں کو بلانے والی ہے۔"

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لیلیٰ نے دوسرا انجکشن تیار کیا۔ وہاں فرش پر اور صوفے پر چاروں مجاہدین بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ میں نے کہا "یہ سمجھ گیا ہوں کہ تم نے میٹرہن میں اسٹور کی ہوئی ہوش ربا گیس خارج کی تھی۔ کیا تم بے ہوش نہیں ہوئی تھیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "میں یوگا کی مشقیں کرتی ہوں۔ کم از کم دو منٹ تک سانس روک سکتی ہوں۔"

میں نے اپنا سر تھام کر کہا "اوہ مائی گاڈ! تم میرے مقابلے میں دو منٹ تک سانس روک کر ہوش میں رہیں۔ مجھے معلوم ہوتا تو ہمیشہ کے لیے سانس روک لیتا۔ تمھارے حربے سے بے ہوش تو نہ ہوتا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "زیادہ باتیں بنباؤ۔ یہ سرنج لو اور طارق کو ہوش میں لاؤ۔ میں بیڈ روم میں جا کر فون کے ذریعے پولیس والوں کو بلاتی ہوں اور ان تینوں بدکردار اور لالچی لوگوں کو گرفتار کراتی ہوں۔ میرا نام ہوگا۔ افسران میری کارکردگی سے بہت خوش ہوں گے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "میں ایسے لالچی اور بدکردار مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتا اور نہ ہی مجاہد تسلیم کرتا ہوں۔ انھیں گرفتار کرا کے تمھیں کوئی کریڈٹ حاصل کرنا چاہیے تاکہ یہ کریڈٹ دوسرے مجاہدین کے کام آسکے۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔ میں نے طارق کے بازو میں انجکشن لگا یا۔ چند لمحوں کے بعد ہی وہ کسمسانے لگا پھر اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ تھوڑی دیر تک ویسے پھیلائے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا پھر فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "تم اپنی آسٹین گن سنبھالو اور یہاں سے فرار ہو جاؤ۔ ان تینوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔"

"سارہ آٹزک کہاں ہے؟"

"وہ اپنے بیڈ روم میں پولیس والوں کو فون کرنے گئی ہے۔ اسی لیے کہتا ہوں، فوراً چلے جاؤ۔ موقع اچھا ہے۔"

"میں اپنے ساتھیوں کو کیسے چھوڑ دوں۔ یہ بھلے ہیں یا بُرے، آخر اپنے ہیں۔"

"یہاں اپنائیت نہ دکھاؤ۔"

میں اسے زیادہ سمجھا نا نہیں چاہتا تھا۔ خواہ مخواہ وقت ضائع ہوتا۔ اس کے لیے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنا پڑا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر باہر چلا گیا۔ آسٹین گن کو اس نے لبادے میں چھپا لیا تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا بنگلے کے پچھلے حصّے سے سڑک پر پہنچ گیا تھا۔ جب سڑک کو پار کر کے دوسری طرف چلا گیا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑا ہو کر سوچتا رہا کہ بے اختیار یہاں تک کیسے چلا آیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "اگر تقدیر کو یہی منظور ہے کہ میں بے اختیار چلا آؤں اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے پاس جا کر ان سے مدد حاصل کروں اور اپنے تین ساتھیوں کو یہاں سے نکال لے جاؤں تو مجھے یہی کرنا چاہیے۔ فوراً اپنے ساتھیوں کی مدد حاصل کرنا چاہیے۔"

یہ سوچتے ہی وہ دوڑتا چلا گیا۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ وہاں سے روانگی کے لیے صرف ایک گھنٹہ رہ گیا تھا۔ میں اپنے بیڈ روم میں آیا اور اپنا سوٹ کیس پیک کرنے لگا۔ ان برائے نام مجاہدین کو گرفتار کرانے اور ان کے خلاف رپورٹ درج کرانے کے سلسلے میں جو کچھ ہوا، میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ یہ میری داستان کے لیے غیر ضروری ہے۔ البتہ ان تینوں کو گرفتار کرانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیکرٹ سروس کے افسران لیلیٰ ثانی کی کارکردگی سے خوش ہو گئے۔ انھیں یقین ہو گیا کہ سارہ آٹزک کو بیروت روانہ کیا جائے تو یقیناً وہ کرسٹوفر میکی تک پہنچ جائے گی اور مجاہدین کو ہتھیار سپلائی کرنے کے سلسلے میں اہم معلومات حاصل کرنے کے علاوہ دوسرے مجرموں کو بھی جہنم رسید کرے گی۔

لیلیٰ ڈرائینگ روم میں پولیس والوں کے ساتھ مصروف تھی۔ میں چپکے سے اس کے بیڈ روم میں گیا اور ایک تہ کیا ہوا کاغذ اس کے تکیے کے نیچے رکھ کر چلا آیا۔ ہم طیارے کی پرواز سے آدھ گھنٹہ پہلے ایئر پورٹ پہنچ گئے۔ لیلیٰ نے پوچھا "بیروت میں تم سے کس طرح ملاقات ہوگی۔ مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ تم نے کہاں قیام کیا ہے؟"

"میں کالے علم کے ذریعے تمھارا پتا معلوم کروں گا پھر تمھارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"وعدہ کرتے ہو؟ مجھے دھوکا تو نہیں دو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ ہمارا مقصد ایک ہے۔ ہم کسی نہ کسی طرح فلسطینی مجاہدین تک مفت ہتھیار پہنچائیں گے۔"

"ہارڈی! تم بہت اچھے ہو۔ میں تمھیں یاد کروں گی۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ آخر سیکرٹ ایجنٹ ہونا، میری شاعرانہ کمزوریوں سے کھیل رہی ہو۔ ایک مرد کو جب یہ سمجھا دیا جائے کہ ایک عورت اس کے بعد بھی اسے یاد کرتی ہے تو وہ بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

"تم پھر وہی احمقانہ گفتگو کر رہے ہو۔ میں اور طرح کی لڑکی ہوں۔ میرے نزدیک عشق و محبت نادانوں کا مشغلہ ہے۔ مجھ سے کبھی اس کی توقع نہ کرنا۔"

"صرف اتنا بتا دو، میرے جانے کے بعد میری یاد آئی تو کب آئی گی؟"

"یاد تو دشمن بھی آتے ہیں۔ تم یاد آؤ گے تو کون سی نئی بات ہوگی۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "میں ایک چٹان سے سر ٹکرا رہا ہوں۔ پرواز کا وقت ہو رہا ہے۔ خدا حافظ۔"

"تمھارا خدا ہی حافظ ہے۔"

میں مسکراتا ہوا اس سے رخصت ہو کر طیارے میں آگیا۔ ڈھیر سارا تنہائی نصیب ہوئی۔ میں نے کھڑکی کے پار دیکھا۔ کتنے ہی مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے اپنے اپنے رشتے داروں کو الوداع کہنے آئے تھے اور جہاز کے پرواز کرنے تک اسی طرف دیکھتے جا رہے تھے حالانکہ رشتے دار نظر نہیں آرہے تھے لیکن وہ سمجھ رہے تھے کہ کھڑکی کے پاس بیٹھنے والے انھیں دیکھ رہے ہیں۔ اتنی بھیڑ میں لیلیٰ ثانی نہیں تھی۔ میرے رخصت ہوتے ہی وہ اپنے بنگلے کی طرف چلی گئی تھی۔ یعنی ایسی بے رخی، ایسی بے مروتی جیسے میری کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ بھلا ایک وچ ڈاکٹر کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔ کسی نے جادو ٹونے کے لیے بلایا، اس کا معاوضہ ادا کیا.... اور اسے رخصت کر دیا۔ کالا عمل کرنے والوں کو یوں بھی لوگ اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے۔

بہرحال وہ جا چکی تھی۔ تنہائی نصیب ہوتے ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ڈاکٹر شیفرڈ کو دیکھا۔ وہ پیرس سے روانہ ہو چکا تھا۔ بیروت پہنچنے ہی والا تھا۔ میں نے اس سے تھوڑی دیر تک گفتگو کی اور بتایا کہ دو گھنٹے بعد میں بھی بیروت پہنچنے والا ہوں۔ اس کے بعد میں دمائی طور پر حاضر ہو گیا۔ کیوں کہ طیارہ پرواز کرنے والا تھا۔ میں نے سیفٹی بیلٹ باندھا۔ آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر اپنے آس پاس اور سامنے بیٹھے ہوئے مسافروں کو دیکھنے لگا۔

دس منٹ بعد طیارہ فضا میں پرواز کر رہا تھا۔ میں لیلیٰ ثانی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے بنگلے میں پہنچ گئی تھی۔ ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ کر ملازم سے چائے لانے کے لیے کہہ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے یہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں جانا چاہیے۔ وہاں میرے تکیے کے نیچے ایک خط رکھا ہوا ہے۔"

وہ فوراً ہی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔

"یہ میرے دماغ میں کیسا خیال آرہا ہے۔ میں بھلا اپنے بیڈ روم میں کیوں جاؤں اور وہاں کس کا خط ہو سکتا ہے۔ یہ فضول سا خیال میرے دماغ میں کیوں آیا؟"

دوسرے ہی لمحے وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ پھر دروازے پر پہنچ کر ٹھٹک گئی۔ اب سوال پیدا ہو رہا تھا "میں بے اختیار صوفے سے اٹھ کر یہاں تک کیسے آگئی؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "شاید یہ بات درست ہو۔ میرے تکیے کے نیچے کوئی خط رکھا ہو۔ آخر دیکھ لینے میں کیا ہرج ہے؟"

وہ بیڈ روم کے کھلے ہوئے دروازے سے کمرے کے اندر دیکھنے لگی۔ دور پلنگ پر رکھا ہوا تکیہ نظر آرہا تھا۔ اس کی نظریں بڑی تیز تھیں۔ تکیے کے نیچے سے جھانکتا ہوا، ایک تہ کیا ہوا کاغذ نظر آرہا تھا۔ وہ ایک دم سے چونک گئی۔ کیا واقعی وہاں کوئی خط لکھا ہوا ہے؟

وہ تیزی سے چلتے ہوئے اپنے بستر کے پاس پہنچی۔ پھر تکیے کے نیچے سے تہ کیے ہوئے کاغذ کو نکال لیا اور اسے کھول کر دیکھنے لگی۔ ایک بڑے سے صفحے پر میں نے لکھا تھا۔

"لیلیٰ ثانی!

تمھارا مہمان جا چکا ہے مگر وہ مہمان کون تھا؟

وہ ایزل ہارڈی نہیں تھا کیوں کہ ایزل ہارڈی اب سے تقریباً ڈیڑھ برس پہلے مر چکا ہے

جو مہمان جا چکا ہے، اس کی صورت تم کبھی نہیں دیکھ سکو گی۔ جو چہرہ وہ لے کر تمھارے پاس آیا تھا، وہ اب سے دو چار گھنٹے بعد ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائے گا اور اس کے چہرے کے پیچھے سے ایک نیا چہرہ طلوع ہوگا۔ وہ چہرہ کس کا ہوگا؟ جس کا بھی ہوگا لیکن وچ ڈاکٹر کا نہیں ہوگا۔ کیوں کہ ایزل ہارڈی کبھی وچ ڈاکٹر نہیں تھا اور نہ ہے، نہ ہی ہوگا۔ کیوں کہ ایزل ہارڈی تو اس دنیا میں ہے ہی نہیں۔

کیا تم ذہنی الجھن میں مبتلا ہو رہی ہو؟

میں تمھیں زیادہ نہیں الجھاؤں گا۔ تمھارا مہمان وہی تھا جس نے ابھی ڈرائنگ روم میں اس خط کے متعلق اطلاع دی۔ تم نے اس اطلاع پر یقین نہیں کیا۔ پھر اس مہمان نے تمھیں صوفے سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم کے دروازے پر بے اختیار آنے پر مجبور کیا۔ اسی مہمان نے تمھیں اس تکیے کے نیچے اس خط تک پہنچایا۔ میرا خیال ہے، تم سمجھ گئی ہو کہ مہمان کون تھا؟

بہرحال جو بھی تھا، اب نہیں رہا۔ وہ تمھیں یقیناً ملے گا لیکن اس دعوے کے ساتھ ملے گا کہ تم پھر اسے نہیں پہچان سکو گی۔

اور تمھیں پہچاننے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ پہچانتے وہ ہیں جو کسی کو چاہتے ہیں۔ کسی کو آئیڈیل بناتے ہیں۔ تم کوئی عورت تو نہیں ہو۔ تم دو اور دو چار کا حساب کرنے اور صحیح اطلاعات فراہم کرنے والا ایک

کمپیوٹر ہو۔ کمپیوٹر کا نہ کوئی آئیڈیل ہوتا ہے اور نہ کمپیوٹر کسی کو یاد کرتا ہے۔

بہرحال بیروت پہنچو، میں تمہارے کام آؤں گا۔ تمہیں کرسٹوفر میکے تک ضرور پہنچاؤں گا۔

فقط۔ تمہارا گمشدہ مہمان"۔

میری تحریر ختم ہوگئی۔ اس کی نگاہیں تحریر کے آخری الفاظ "گمشدہ مہمان" پر جم گئی تھیں۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی۔ وہ کون تھا؟ میرا مہمان کون تھا؟

جواب واضح تھا۔ مہمان وہی تھا جس نے اسے دماغ میں پہنچ کر تکیے کے نیچے رکھے ہوئے خط کی اطلاع دی تھی اور جس کے زیر اثر وہ بے اختیار بیڈ روم میں اس تکیے تک پہنچی تھی اور ایسی بے اختیار حرکتیں کرانے والا اور دماغ میں پہنچ کر اطلاع دینے والا اتنی بڑی دنیا میں صرف ایک ہی شخص تھا۔ اس شخص کے متعلق اس نے برسوں سوچا تھا۔ کسی کو اپنا آئیڈیل بنانے والی نے غیر شعوری طور پر اپنے دماغ میں بارہا اس کا انتظار کیا تھا۔ شاید سوچ کی لہریں کبھی اپنے اندر محسوس کر سکے اور سمجھ سکے کہ خیال خوانی کیسے ہوتی ہے۔

وہ میری تحریر پر نظریں جمائے سوچ رہی تھی۔ کیا اس لمحے خیال خوانی جاری ہے؟ کیا میرے نام تحریر چھوڑنے والا میرے دماغ میں موجود ہے؟

• اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ تمام منتشر خیالات کو ذہن سے جھٹک کر اپنے دماغ میں ایک ہی خیال پر توجہ مرکوز کرنے لگی اور وہ خیال تھا "فرہاد ہے۔ فرہاد میرے دماغ میں ہے۔ وہ کسی بھی لمحے مجھے مخاطب کرنے والا ہے"۔

وہ پلنگ کے سرے پر بیٹھ گئی۔ مضبوط قوت ارادی رکھنے والی لڑکی پہلی بار اپنے پاؤں پر کھڑی نہ رہ سکی۔ کمزوری کا احساس ہوا۔ وہ کیسی کمزوری تھی؟ تھنے پستولوں سے لے کر بڑی بڑی مشین گنیں چلانے والی کے ہاتھوں میں وہ خط تھا جسے لکھنے کے بعد مہمان گم ہوگیا تھا۔ ایسا ڈرامائی انداز سنگ دل لڑکیوں کو شعوری اور غیر شعوری طور پر ذرا موم کردیتا ہے۔ ابھی وہ اپنی کمزوری کو نہیں سمجھ رہی تھی مگر حرکتیں وہی تھیں جو کمزوری کا مظہر ہوتی ہیں۔ مثلاً اس نے بغیر سمجھے بوجھے اس خط کو سینے سے لگا لیا تھا۔ دل کہہ رہا تھا "شاید فرہاد اس تحریر کے ذریعے دماغ میں پہنچ جائے" انتظار طویل نہ ہو۔ بس وہ آہی جائے۔ کچھ تو کہہ دے۔ کچھ نہ کہے تو اپنی موجودگی کا احساس ہی دلا دے۔ پھر وہ اعتراف کرے گی۔ ہاں تم نے درست کہا تھا کہ تمہارے جانے کے بعد یاد کروں گی۔ دیکھو، میں یاد کر رہی ہوں"۔

وہ بڑی دیر تک پلنگ کے سرے پر بیٹھی رہی۔ میں نے اس کی سوچ میں چپکے سے کہا "میں کیسی نادان ہوں۔ اسے میرے دماغ میں آنا ہوتا، مجھ سے کچھ کہنا ہوتا تو وہ میرے نام تحریر چھوڑ کر کہیں جلا جاتا۔ جانے والے نے جو نقش قدم چھوڑے ہیں، وہ اسی تحریر کی صورت میں چھوڑے ہیں۔ اس سے زیادہ میرے پاس کچھ نہیں ہوگا"۔

اب یہاں کوئی نہیں، کوئی نہیں آتے گا۔ نہ گھر میں آئے گا نہ سر میں آتے گا۔ جانے والے دردِ دل بن جاتے ہیں مگر وہ دردِ سر بن کر رہ جائے گا۔

وہ بستر پر چاروں شانے چت ہوگئی۔ اجلی چھت کو یوں تکنے لگی جیسے سفید اسکرین پر فرہاد کی تصویر دیکھ رہی ہو۔ اس کے ریکارڈ میں اس نے بارہا تصویریں دیکھی تھیں لیکن چھت کی اجلی اسکرین پر دو صورتیں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ فرہاد کی اور اینڈریو ہارڈی کی۔ کبھی فرہاد، کبھی اینڈریو ہارڈی، تم کون ہو؟ کون ہو تم؟

جواب کوئی نہیں تھا۔ اس کے ہاتھ سے میرا خط چھوٹ گیا۔ کھڑکی سے آنے والی ہواؤں نے اس خط کو اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔ پھر ادھر سے ادھر اڑانے لگی۔ جیسے وہ سوکھا پتہ ہو جیسے وہ منتشر خیال ہو۔ کہیں ٹھہرنے نہ پاتا ہو۔

ایک مہمان کا خط ہو یا ایک نوجوان لڑکی کا منتشر خیال ہو، ان حالات میں وہ درخت سے ٹوٹتے ہوئے پتے کی طرح ہوا کے رحم و کرم پر اڑتا چلا جاتا ہے۔ بے چاری کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ وہ ایک جگہ ٹکی ہے یا جگہ جگہ اڑتی جا رہی ہے۔

✡

اسرائیلی زرگارڈن (چڑیا گھر) اور ڈپارٹمنٹ فار ولڈ اینیمل کے منسلکہ جات سے تعلق رکھنے والے یہودی افسران جزیرہ نمائی سِسی پہنچ گئے۔

وہ بظاہر ولڈ اینیمل ڈپارٹمنٹ کے افسران تھے لیکن اصل میں کچھ اور تھے۔ ان میں سے دو سیکرٹ ایجنٹ، باقی چار بہترین گوریلا فائٹر تھے۔ جنگلی جانوروں کا انتخاب کرنے اور انھیں خریدنے کے سلسلے میں یہ ٹیم بنا کر آئے تھے اس ٹیم کے لیڈر کا نام جمی فاؤنڈر تھا اور یہ اسرائیلی سیکرٹ سروس کا بہت ہی مانا ہوا تجربہ کار اور نہایت مکار ایجنٹ تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ جس مہم پر روانہ ہوتا ہے وہاں سے کبھی ناکام واپس نہیں آتا۔

وہ اپنی ٹیم کے ساتھ ایک ہیلی کاپٹر میں آیا تھا۔ اس جزیرے کے مالک یوگو ہنٹر کا بس چلتا تو وہ کسی بھی طیارے یا ہیلی کاپٹر کو اپنے جزیرے پر سے گزرنے کی اجازت نہ دیتا لیکن وہ قانوناً مجبور تھا۔ جب اسے اطلاع ملی کہ اسرائیلی ولڈ اینیمل ڈپارٹمنٹ کے لوگ جانور خریدنے کے لیے آرہے ہیں تو اس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ صرف کشتیوں یا موٹر بوٹ وغیرہ کے ذریعے آسکتے ہیں۔

آنے والی ٹیم نے اعتراض کرتے ہوئے کہا "وہ کشتیوں کے ذریعے تکلیف دہ سفر نہیں کرسکیں گے لہٰذا ہیلی کاپٹر کے ذریعے آرہے ہیں"۔

یوگو ہنٹر اور اپالو کو صرف اس بات کا اندیشہ تھا کہ پرواز کے دوران آنے والے اس مکان کو بھی دیکھیں گے جو جنگلی جانوروں کے پنجروں کے درمیان تھا اور جہاں سجاد اور اعلیٰ بی بی قید کیے گئے تھے۔

جمی فاؤنڈر نے ہیلی کاپٹر میں پرواز کے دوران دوربین کے ذریعے اس مکان کو دیکھا تھا۔ پائلٹ کو ہدایت دی تھی کہ وہ پنجروں کے چاروں طرف چکر لگائے اور پرواز کرتا رہے۔ یہ سمجھنے کے باوجود کہ یوگو ہنٹر اس پر بڑی سختی سے اعتراض کرے گا ــــ وہ اپنی آنکھوں سے سجاد اور اعلیٰ بی بی کو دیکھنا چاہتا تھا۔

دوسری طرف ان دونوں کو جب بھی کسی ہیلی کاپٹر یا طیارے کی آواز سنائی دیتی تو وہ مکان سے باہر نکل آتے تھے۔ اس وقت بھی وہ مکان کی چھت پر آگئے تھے جس کی وجہ سے جمی فاؤنڈر نے دوربین کے ذریعے صاف طور پر انھیں دیکھ لیا تھا۔

وہ ہیلی کاپٹر بستی کے قریب ایک میدان میں اترا۔ جمی فاؤنڈر کا خیال تھا کہ یوگو ہنٹر اور اپالو ان کے استقبال کے لیے آئیں گے لیکن دونوں میں سے کوئی نہیں آیا تھا۔ ایک قد آور شخص نے ان کا استقبال کیا۔ وہ چہرے سے درندہ اور جسمانی اعتبار سے چٹان لگتا تھا۔ جمی فاؤنڈر نے اس سے مصافحہ کرتے ہی سمجھ لیا کہ اس سے کبھی ٹکرانے کا موقع آیا تو یہ .... طاقت سے زیر نہیں ہوگا۔ اس سے نمٹنے کے لیے ذہانت کو کام میں لانا ہوگا۔

جمی نے پوچھا "مسٹر یوگو ہنٹر کہاں ہیں؟"

"آپ تشریف لے چلیں۔ یہاں کا گیسٹ ہاؤس آپ کے لیے کھول دیا گیا ہے۔ وہاں آرام فرمائیں۔ باقی گفتگو بعد میں ہوگی"۔

اس چٹانی شخص نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ مہمانوں کو گیسٹ ہاؤس میں لے جائیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد جمی فاؤنڈر نے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ کچھ دور ایک بستی نظر آرہی تھی۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سبھی تھے کسی بھی جزیرے میں غیر ممالک سے لوگ آتے ہیں تو مقامی باشندے بڑے شوق سے انھیں دیکھنے آتے ہیں لیکن گیسٹ ہاؤس کی طرف بستی کا ایک بچہ بھی نہیں آرہا تھا جیسے انھیں کوئی اہمیت نہ دی جا رہی ہو۔

جمی فاؤنڈر نے کمرے میں آکر اپنے ساتھیوں سے کہا "آثار کچھ اچھے نظر نہیں آتے۔ ہماری اہمیت دو طرح سے ہے۔ ایک تو ہم مملکتِ اسرائیل کی طرف سے آتے ہیں۔ دوسرے ہم ان کے گاہک ہیں۔ بڑی سے بڑی قیمت ادا کر کے جانور خریدیں گے۔ اس کے باوجود یوگو ہنٹر اور اپالو ہم سے ملاقات کے لیے نہیں آئے۔ آخر کیوں؟"

اس کے ساتھیوں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر ایک نے کہا "شاید وہ ہم پر شبہ کر رہے ہوں"۔

ایک اور شخص نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہم جانور خریدنے آتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں اندھیرا ہونے والا ہے۔ بھلا رات کے وقت کیا جانور دیکھے جاسکتے ہیں۔ کیا خریدے جاسکتے ہیں۔ شاید یوگو ہنٹر اور اپالو صبح ہم سے ملاقات کرنے آئیں گے"۔

جس وقت جمی فاؤنڈر گیسٹ ہاؤس میں اپنے آدمیوں کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا، اس وقت مرجانہ اور مبانا نے بلیک شیڈ کے تعاون سے اس جزیرے تک پہنچنا منظور کرلیا تھا۔ ادھر سونیا نیپال کے لیے روانہ ہو چکی تھی۔ رسونتی کا طیارہ القرہ پہنچنے ہی والا تھا اور میں نے نقل ابیب سے سفر شروع کیا تھا۔ سفر کے دوران جمی فاؤنڈر کے دماغ میں جھانک کر ان کے حالات معلوم کر رہا تھا۔

پھر میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "مسٹر فاؤنڈر! میں فرہاد بول رہا ہوں"۔

وہ ایک دم سے اٹینشن ہوگیا۔ پھر فوجی انداز میں سلیوٹ کرتے ہوئے بولا "یس سر، آپ کا خادم حاضر ہے"۔

وہ مسکا لگا رہا تھا۔ پوری یہودی قوم میرے آگے بچھی جا رہی تھی۔ میں نے کہا "تم سب کے لیے یہاں خطرات ہیں۔ میں یوگو ہنٹر کے خیالات پڑھ کر آرہا ہوں۔ تم جس کیمپ میں پرواز کرنے کے دوران دوربین کے ذریعے مجھے اور اعلیٰ بی بی کو دیکھ رہے تھے۔ پھر تم نے کاغذ کا ایک گولہ ہماری طرف پھینکا تھا۔ ٹھیک اس وقت یوگو ہنٹر کہیں دوربین سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے سمجھ لیا ہے کہ تم میری اور اعلیٰ بی بی کی رہائی کے لیے آئے ہو۔ جانور خریدنے کا محض بہانہ ہے"۔

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ ہمارے خلاف کیا کرنے والے ہیں؟"

"اس کی سوچ کہہ رہی ہے، جب تم جانوروں کا انتخاب کرنے کے لیے پنجروں کے پاس آؤ گے تو تم سب کو پنجروں کے اندر پہنچا دیا جائے گا۔ وہاں تم لوگوں سے اصلیت اگلوائی جائے گی۔ اگر تم نے یہاں آنے کا مقصد نہ بتایا تو تمہارے اور جانوروں کے پنجرے کا درمیانی دروازہ کھول دیا جائے گا پھر ظاہر ہے وہ درندے تم لوگوں کی طرف آئیں گے"۔

"وہ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیسے کرسکتے ہیں جب کہ ہم باقاعدہ اجازت لے کر جزیرے میں آتے ہیں۔ وہ قانونی گرفت میں آجائیں گے"۔

"وہ کہہ رہا تھا، محض تم لوگوں کو دہشت زدہ کرنے کے لیے دو ایسے شیر تمہاری طرف چھوڑے جائیں گے جو تقریباً بے ضرر ہوں گے۔ اس طرح سدھائے ہوئے ہوں گے کہ پنجرے کے باہر کھڑے ہوئے اپالو کے حکم کے مطابق حرکتیں کرتے رہیں گے"۔

"جناب! یہ بہت اچھا ہوا کہ آپ نے پہلے سے بتا دیا۔ ہم ان شیروں سے خوفزدہ نہیں ہوں گے"۔

"تم پہلے پوری باتیں سن لو۔ اپالو نے یوگو ہنٹر کے اس منصوبے سے اختلاف کیا ہے۔ وہ تم لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہتا۔ کسی اور طرح نمٹنا چاہتا ہے۔ اب اس کے دماغ میں کیا منصوبہ ہے، تم لوگوں کے خلاف کیا کرنے والا ہے، یہ میں نہیں جانتا۔ مجھے افسوس ہے،

میں اس کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا۔"

ہماری گفتگو کے دوران اپالو اور یوگو ہنٹر گیسٹ ہاؤس میں پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ دس ہٹے کٹے مسلح جوان تھے۔ یوگو ہنٹر نے کمرے میں پہنچ کر ان چھ مہمانوں کو دیکھا۔ جی نے آگے بڑھ کر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے جمی فاؤنڈر کہتے ہیں۔ میں۔۔۔"

اس نے پیچھے ہٹ کر مصافحہ سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ "اپنا تعارف نہ کراؤ۔ میں تم سب کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ مجھے دو ٹوک باتیں کرنے کی عادت ہے۔ تم لوگ جانور خریدنے آئے ہو۔ ان دنوں ہم دو طرح کا کاروبار کر رہے ہیں۔ جزیرے میں جانور فروخت کرتے ہیں اور جزیرے کے باہر دو انسانوں کو فروخت کرنے کے لیے خریداروں کی بڑھتی ہوئی بولیاں سن رہے ہیں۔ تم لوگ کیا خریدنا چاہتے ہو، انسان یا حیوان؟"

جمی فاؤنڈر نے مسکرا کر کہا۔ "جب آپ سمجھ ہی چکے ہیں تو میں ایک دوست بن کر مشورہ دوں گا، مسٹر فرہاد علی تیمور اور مادام اعلیٰ بی بی کو ہمارے حوالے کر دیں۔"

"ان دونوں کو جزیرے کے باہر خریدا جا سکتا ہے۔ یہاں ان کی... ڈلیوری نہیں ہو گی۔"

"ہم یہیں سے انھیں لے کر جائیں گے۔"

اپالو نے عزاکرا اپنی مقامی زبان میں کچھ کہا۔ جس کا ترجمہ میں نے یوگو ہنٹر کے دماغ سے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں نے جو منصوبہ بنایا ہے، اس پر عمل کیا جائے۔ یہ سیدھی طرح نہیں مانیں گے۔"

ہنٹر نے کہا۔ "مسٹر فاؤنڈر! اگر تم فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہو تو میں تمھیں راستہ بتلائے دیتا ہوں۔ یہاں سے بیس میل کے فاصلے پر وہ مکان ہے۔ اس کے چاروں طرف مختلف جانوروں کے پنجرے ہیں۔ جنھیں تم ہیلی کاپٹر کی پرواز کے دوران دیکھ چکے ہو۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے تم لوگوں کو جنگلوں، دلدلوں اور ایک گہری ندی کی مضبوط لہروں کے درمیان سے گزرنا ہو گا۔ جب اس گیسٹ ہاؤس سے نکل کر تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کر لو گے تو تم یہاں سے اپنے خونخوار کتے تمھارے پیچھے چھوڑ دیں گے۔ پیچھے کتے ہوں گے، آگے دشوار گزار راستے۔ ان سے نمٹ کر اس مکان تک پہنچ سکو تو مسٹر فرہاد اور اعلیٰ بی بی تمھارے ہیں۔ ہم اعتراض نہیں کریں گے۔ اگر وہاں تک نہ پہنچ سکے تو نتیجے کے طور پر جہاں پہنچ جاؤ گے، وہاں کا پتا تمھارے حکام کو کبھی نہیں چلے گا۔ وہ دیکھو تمھارا ہیلی کاپٹر یہاں سے جا رہا ہے۔"

ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ سب کمرے سے نکل کر گیسٹ ہاؤس کے برآمدے میں آ گئے۔ دن کی ڈوبتی ہوئی روشنی میں اسے پرواز کرتے ہوئے دیکھنے لگے۔ یوگو ہنٹر نے کہا۔ "ہمارے آدمی نے تمھارے پائلٹ کو ریوالور کی زد میں رکھ کر دھمکی دی تھی کہ اگر وہ یہاں سے پرواز نہیں کرے گا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔ وہ بیچارہ اپنی جان بچانے کی خاطر ہیلی کاپٹر یہاں سے لے گیا ہے۔"

"تم قانون کے خلاف حرکتیں کر رہے ہو۔"

"کیسا قانون؟ قانون کے مطابق ابھی ہم نے ان کاغذات پر دستخط نہیں کیے ہیں، جن کے ذریعے اس بات کا ثبوت فراہم ہو سکتا کہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے تم یہاں پہنچ گئے ہو۔ وہ پائلٹ کاغذات پر دستخط کرائے بغیر یہاں سے روانہ ہو چکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ اس جزیرے میں موجود نہیں ہو۔ کاغذات اس بات کے گواہ ہیں۔"

اپالو نے اپنی زبان میں کہا۔ "مسٹر ہنٹر! ان لوگوں کو آخری وارننگ دو۔ یہ واپس جانے پر آمادہ ہو جائیں تو انھیں کشتی کے ذریعے یونان کے مشرقی ساحل تک پہنچا دیا جائے گا۔ انکار کی صورت میں یہ فرہاد اور اعلیٰ بی بی کی طرف جائیں گے۔ ان کے آگے دشوار گزار راستے اور پیچھے خونخوار کتے ہوں گے۔"

یوگو ہنٹر نے پوچھا۔ "مسٹر فاؤنڈر! کیا ارادے ہیں؟ واپس جانا چاہتے ہو تو ہم کشتیوں کا انتظام کر دیتے ہیں۔ ورنہ کھلی آزادی ہے۔ فرہاد اور اعلیٰ بی بی تک پہنچ سکتے ہو تو کوشش کرو۔ بس حوصلہ چاہیے۔"

جمی فاؤنڈر نے اپنے ساتھیوں پر ایک سرسری نظر ڈالی۔ پھر کہا۔ "ہم میں حوصلہ ہے۔ ہم فرہاد صاحب تک ضرور پہنچیں گے۔"

ہنٹر نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ انھوں نے چھ مہمانوں کی تلاشی لی۔ کسی کے پاس سے ریوالور کسی کے پاس سے چاقو برآمد ہوئے وہ سب اپنے قبضے میں کر لیے گئے۔ انھیں نہتا کرنے کے بعد ہنٹر نے اپنے ایک ماتحت سے کہا۔ "انھیں رسیاں فراہم کرو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ جمی فاؤنڈر اور اس کے ساتھیوں کے آگے رسیوں کا ایک بڑا سا بنڈل لا کر رکھ دیا گیا۔ پھر حکم دیا گیا۔ "اپنے مہمانوں کے لیے ایک ایک چاقو مہیا کرو۔"

مختلف چاقو کی قسم کے ہتھیار مہیا کیے گئے۔ کچھ لانبے پھل والے چاقو تھے اور کچھ درانتی نما ہتھیار تھے۔ یوگو ہنٹر نے کہا۔ "جنگلات سے گزرنے کے لیے ایسے ہی ہتھیاروں کی ضرورت پڑتی ہے۔ وقت ضرورت چھلانگ لگانے کے لیے رسیاں کام آتی ہیں۔ ہم اس سے زیادہ تمھاری مدد نہیں کر سکتے۔ تم سب بیس منٹ کے اندر ایک میل کا فاصلہ طے کر گے۔ ٹھیک بیس منٹ کے بعد یہاں سے شکاری کتے چھوڑ دیے جائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ اپالو کے ساتھ چلتا ہوا برآمدے سے اتر کر دور چلا گیا۔

اس کے مسلح ماتحت بھی مہمانوں کو چھوڑ کر گیسٹ ہاؤس کے چاروں طرف پھیل گئے۔ جمی فاؤنڈر اور اس کے ساتھی کمرے میں گئے۔ اپنا ضروری سامان سمیٹ کر ساتھ لے جا سکتے تھے، وہ سامان اپنے ساتھ رکھ لیا جس میں کھانے کا سامان بھی موجود تھا۔ پھر وہ وہاں سے نکل پڑے۔

ہیلی کاپٹر کی پرواز کے دوران انھوں نے سمت کا تعین کر لیا تھا کہ فرہاد اور اعلیٰ بی بی جس مکان میں ہیں، وہ جزیرے کے کس سمت میں ہے اور ان کا گیسٹ ہاؤس کہاں ہے۔ جمی فاؤنڈر جاگتا ہوا ذہن رکھتا تھا۔ ایک بار جن مقامات کو دیکھ لیتا تھا، انھیں ذہن نشین کر لیتا تھا۔ اسے یاد تھا کہ کس طرح گیسٹ ہاؤس سے نکل کر اس مکان کی طرف جانا چاہیے لہٰذا اس نے ساتھیوں کو حکم دیا۔ "میرے ساتھ دوڑتے ہوئے جتنی دور تک چل سکتے ہو، نکل چلو۔"

پھر انھوں نے دوڑنا شروع کیا۔ جس رفتار سے وہ دوڑ رہے تھے اس طرح وہ بیس منٹ میں دو میل سے بھی آگے نکل سکتے تھے۔ میل بھر دیر کے لیے انھیں چھوڑ کر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ رسوئی کے لب و لہجہ میں کہا۔ "میں ابھی جزیرہ یونانی رسس سے کچھ معلومات حاصل کر کے آئی ہوں۔ وہاں یہودیوں کے جاسوس پہنچے ہوئے ہیں لیکن یوگو ہنٹر اور اپالو کے سامنے بے نقاب ہو گئے ہیں۔"

میں نے جمی فاؤنڈر اور اس کے ساتھیوں کے متعلق بتایا۔ اور سمجھایا کہ اسے اور بلبا کو اپنے ساتھ کوئی ایسا ہتھیار رکھنا چاہیے جو یوگو ہنٹر اور اپالو کی نظروں میں نہ آئے۔ مرجانہ نے کہا۔ "یہ ہمارے مزاج کے خلاف ہے۔ ہم نے آج تک ہتھیار نہیں رکھے، یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

"میں جانتی ہوں لیکن تمھارا مقابلہ اب تک انسانوں سے ہوتا رہا۔ تم سب کے پاس یقیناً کوئی ہتھیار نہیں ہوتا تھا۔ اس کے باوجود ٹیلی پیتھی کا ہتھیار تمھارے ساتھ رہا کرتا تھا۔ چونکہ ہماری ٹیلی پیتھی کتوں پر اثر نہیں کرے گی، اسی لیے سمجھا رہی ہوں۔"

"میں تمھارے مشورے پر غور کروں گی۔ ہم ایک گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہونے والے ہیں۔"

میں مرجانہ کو سمجھانے کے بعد پھر جمی فاؤنڈر کے پاس آ گیا۔ وہ لوگ دوڑتے ہوئے ایک میل سے آگے نہ جا سکے کیوں کہ آگے دلدل تھی۔ تیزی سے دوڑ نہیں سکتے تھے۔ دلدل اتنی گہری ہو سکتی تھی کہ وہ بالکل ہی اندر پھنس جاتے۔ پھر وہاں سے ابھرنے کے لیے کوئی راستہ نہ ملتا۔ وہ ایک جگہ رک گئے تھے۔ جن کے پاس درانتی نما ہتھیار تھے وہ فوراً ہی درخت کی لمبی لمبی ٹہنیاں کاٹنے لگے تاکہ انھیں لاٹھیوں کے طور پر استعمال کریں اور ان کے ذریعے دلدل کی گہرائی کو۔۔۔ سمجھتے ہوئے آگے بڑھتے رہیں۔

شاخیں کو درختوں سے کاٹنے اور انھیں چھیلنے میں ذرا وقت لگتا ہے۔ اس وقت تک کتوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ میں نے یوگو ہنٹر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اس کے ماتحت شکاری کتوں کو لے کر جمی فاؤنڈر کے تعاقب میں نکل پڑتے تھے۔ یوگو ہنٹر اپالو کے ساتھ دوسرے راستے سے اعلیٰ بی بی کی طرف جا رہا تھا۔ میں ہنٹر کے ساتھ لگا رہا۔ اپالو جیپ کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ جس پختہ سڑک سے وہ گزر رہے تھے، وہ سڑک جانوروں کے پنجرے تک گئی تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "اگر جمی فاؤنڈر اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ راستہ اختیار کرتا تو کیا ہوتا؟"

اس کی اپنی سوچ نے جواباً کہا۔ "کوئی فرق نہ پڑتا۔ وہ ادھر آتا تو شکاری کتے ادھر بھی اس کا تعاقب کرتے۔ یہ راستہ بظاہر پُرسکون اور آسان ہے لیکن ان دشوار گزار راستوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ جب ہمارے شکار ادھر سے گزرتے ہیں تو ہم آدمیوں کو دور تک پھیلا دیتے ہیں۔ پھر ان پر کبھی تیروں کی بارش ہوتی ہے کبھی فائرنگ ہوتی ہے اور کبھی راستے میں پھندے بچھائے جاتے ہیں۔"

اس کی سوچ پڑھ کر معلوم ہو گیا، دونوں ہی راستے خطرناک تھے۔ میں پھر جمی فاؤنڈر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ لوگ دلدل میں درخت کی شاخوں کو ٹیکتے ہوئے، گہرائی ناپتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ کتے قریب آ پہنچے تھے لیکن وہ دلدل میں نہیں آ رہے تھے۔ اگرچہ وہ گہری نہیں تھی تاہم ان کے پاؤں پنڈلیوں تک دھنس جاتے تھے۔ یک ایک قدم اٹھا کر آگے بڑھنے میں دیر ہو رہی تھی۔ دشواری بھی ہو رہی تھی۔ کیچڑ آلود پاؤں من من بھر کے ہو رہے تھے۔

وہ کتے دلدل کے سرے پر رک گئے تھے پھر وہ دو مختلف سمتوں میں دوڑنے لگے۔ انھوں نے فی الحال تعاقب چھوڑ دیا تھا۔ وہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کر رہے تھے۔ ان کتوں کے ساتھ جو مقامی باشندے آئے تھے، میں ان کے دماغوں کو پڑھ نہیں سکتا تھا۔ یوگو ہنٹر کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا لیکن دیر ہو چکی تھی کیوں کہ وہ آدھا دلدلی راستہ پار کر چکے تھے۔ اب کوئی دوسرا راستہ اختیار نہیں کر سکتے تھے۔

میں انتظار کرنے لگا۔ دلدل پار کرنے کے بعد پتا چل سکتا تھا کہ وہ آگے کس طرح بڑھیں گے اور ان کے ساتھ کیا کچھ پیش آنے والا ہے۔ میں نے سوچا تھا، طیارے میں سفر کرنے کے دوران مختصر سی خیال خوانی کے ذریعے اپنے دوستوں کی خیریت معلوم کروں گا۔ پھر کرسٹوفر مسکی کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنا رہوں گا تاکہ اس کارول کامیابی سے ادا کر سکوں لیکن جزیرہ یونانی رسس میں جمی فاؤنڈر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا تھا، اس میں دلچسپی بھی تھی تجسس بھی تھا اور معمہ بھی۔

بھی حاصل ہو رہی تھیں۔ یہ معلومات آئندہ مرجانہ اور طبا کے کام آسکتی تھیں۔ اسی لیے میں فاقی مصروفیات چھوڑ کر جمی کے ساتھ لگا رہا۔

وہ سب موت کے راستے پر چل رہے تھے۔ سفر کے آغاز میں انھوں نے دوڑتے ہوئے تقریباً ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کیا تھا۔ اس کے ساتھ دو سو گز کا دلدلی راستہ تھا۔ اسے پار کرنے میں تقریباً چالیس منٹ لگ گئے۔ دوسری طرف پہنچنے کے بعد انھوں نے پتلونوں کے پائنچوں اور جوتوں سے کیچڑ صاف کی۔ پھر آگے چل پڑے۔ اندھیرا ہو چکا تھا، آگے راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ دو ساتھیوں کے پاس ٹارچ تھی۔ جمی فاؤنڈر نے ٹارچ کی روشنی میں اپنی کلائی کی گھڑی کو دیکھا۔ اس گھڑی کے ساتھ قطب نما منسلک تھا جس کے ذریعے وہ معلوم کر سکتا تھا کہ شمال کس طرف ہے۔

اسی طرف وہ مکان تھا جہاں سجاد اور اعلیٰ بی بی ان کا انتظار کر رہے تھے۔

تقریباً چار میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد انھیں کتوں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ ٹارچ کی روشنی میں چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگے۔ روشنی زیادہ دُور تک نہیں جاتی تھی۔ جنگل گھنا تھا۔ آوازیں ایسے آ رہی تھیں جیسے کتے چاروں طرف سے آ رہے ہوں یا پھر ان کی آوازوں کی بازگشت ہو جو چاروں طرف گونج رہی ہو۔

جی فاؤنڈر نے اپنے ساتھیوں کو ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ہمیں ادھر جانا ہے جتنی تیزی سے دوڑ سکتے ہو دوڑتے چلو۔"

انھوں نے دوڑ لگانا شروع کی۔ وہ شہروں میں رہتے تھے لیکن انھوں نے گوریلا جنگ کی تربیت حاصل کرنے کے دوران صحراؤں میں اور جنگلوں میں زندگی گزارنا، چلنا پھرنا اور دوڑنا سیکھا تھا۔ اس لیے ہر نشیب و فراز سے گزرتے جا رہے تھے۔ کہیں جھاڑیاں ان کا راستہ روکتیں یا گھنے درختوں کی شاخیں راہ میں حائل ہوتیں تو وہ دانتی نما ہتھیاروں سے انھیں کاٹ کر راستہ بنا لیتے تھے۔

گوریلے کبھی مسلسل نہیں دوڑتے۔ وہ شیروں کی طرح اپنے شکار کی بُو سونگھتے جاتے ہیں۔ کبھی دوڑتے ہیں، کبھی چلتے ہیں اور کبھی رُک کر، کان لگا کر آہٹیں سنتے ہیں۔ اندازہ کرتے ہیں کہ دشمن کدھر سے آ رہے ہیں۔ کتے ایسے دشمن تھے جو صرف اپنی آہٹ نہیں سُنا رہے تھے بلکہ خطرے کی کو بھنکتی ہوئی گھنٹی کی طرح بھونکتے چلے آ رہے تھے اور وہ آگے تھے۔ یک بیک چاروں طرف سے بھونکنے کی آوازیں آئیں۔ اندھیرے میں جہاں جہاں ٹارچ کی روشنی گئی، وہاں کتے ہی کتے نظر آئے۔ وہ حیران رہ گئے۔ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ خونخوار کتے اتنی تعداد میں پیچھے لگائے جائیں گے۔ جمی فاؤنڈر اور اس کے ساتھیوں کو گننے کی فرصت نہیں ملی کیوں کہ وہ چھلانگ لگا رہے تھے اور تین آشام دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے حملے کر رہے تھے۔

وہ جگہ اچھی خاصی میدانِ جنگ بن گئی تھی۔

ان سب کے ایک ایک ہاتھ میں درخت کی شاخیں تھیں اور دوسرے ہاتھوں میں لانبے پھل کے چاقو اور دانتی نما ہتھیار تھے۔ وہ تراشیدہ شاخوں کے ذریعے کتوں کو پرے دھکیلتے جا رہے تھے اور خود آگے بڑھتے جا رہے تھے لیکن کتے بھی پیچھے سے چھلانگ لگاتے تھے نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ مقابلہ کرنے والوں کو چاروں طرف گھومنا پڑتا تھا۔ کبھی اسے، کبھی اُسے روکنا پڑتا تھا۔ کبھی درخت کی شاخوں کو اور کبھی چاقوؤں کو استعمال کرنا پڑتا تھا

میں نے طیارے کی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لی تھیں تاکہ میرا ہمسفر یا ایئر ہوسٹس وغیرہ مخاطب نہ کریں۔ وہ سفر اتنا سنسنی خیز تھا کہ میں کہیں اور توجہ نہیں دے سکتا تھا۔ جمی فاؤنڈر کے دماغ میں بیٹھ کر خود اس کی جگہ پہنچ گیا تھا۔ انھیں زندگی اور موت کے درمیان لوٹتے دیکھ رہا تھا۔ ایک ایک پر چار چار، پانچ پانچ خونخوار کتے پل پڑے تھے۔ انھیں بھنبھوڑتے جا رہے تھے۔ کسی کے ہاتھ سے درخت کی شاخ چھوٹ گئی تھی، کسی کے ہاتھ سے چاقو نکل گیا تھا۔ پھر بھی وہ لڑ رہے تھے۔ واقعی بہترین تربیت یافتہ گوریلے تھے۔ ان حالات میں بھی اپنے ذہن کو قابو میں رکھنا جانتے تھے جن کے پاس ٹارچ تھی وہ وقتاً فوقتاً آتے ساتھیوں کی طرف روشنی کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جس کے ہاتھ سے چاقو نکل جاتا، وہ اس روشنی میں چاقو تلاش کر کے اٹھا لیتا۔ وہ لہولہان ہو رہے تھے۔ انھوں نے کئی کتوں کو چاقوؤں کی نوک پر اچھال کر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کر دیا تھا۔ دونوں طرف سے برابر کی ٹکر تھی۔ کتوں کی لاشیں گر رہی تھیں لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا، وہ کتنے ہیں۔ یوں لگتا تھا، جیسے ناگہانی آفات ہیں، ایک کے بعد ایک نازل ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

اگر کھلا میدان ہوتا، دن کی روشنی ہوتی تو وہ ناگہانی بلاؤں کی طرح نہ آتے۔ اندھیرے میں گھنے درختوں اور جھاڑیوں کے سبب پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کدھر سے آ رہے ہیں۔ کبھی ٹارچ کی روشنی میں نظر آتا تھا کہ وہ جھاڑیوں کے پیچھے سے چھلانگ لگاتے تھے یا کسی درخت کی آڑ سے نکل کر چلے آتے تھے۔ پندرہ منٹ کی مسلسل جنگ کے بعد خونخوار کتوں نے ان کے دو ساتھیوں کو بھنبھوڑ کر رکھ دیا۔ ان کی بوٹیاں نوچنے لگے۔ جمی فاؤنڈر نے اپنے سیکرٹ ایجنٹ ساتھی سے کہا "تمھارے پاس بھی قطب نما ہے۔ یہاں سے نکل جاؤ۔ میں تمھارے پیچھے آنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

یہ کہنے کے بعد وہ اپنے ساتھی کے سامنے ڈھال بن گیا۔ اس کی طرف جو کتے آتے تھے انھیں اپنے طور پر روکنے کی کوشش کرتا تھا۔ دو گوریلے فائٹر بھی اس کی مدد کر رہے تھے۔ اس دوران اس نے رسّی کا ایک پھندا بنا کر درخت کی کسی شاخ پر ڈالا پھر اس کے ذریعے لٹکتے ہوئے اوپر جانے لگا۔ کتے اس پر چھلانگ لگا رہے تھے۔ دو گوریلے فائٹر انھیں جمی تک پہنچنے سے روک رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اوپر پہنچ گیا لیکن نیچے لٹکنے والے دونوں گوریلے ان کتوں میں بری طرح گھر گئے۔ دو چار ہوتے تو کوئی بات نہ تھی۔ وہ اتنے تھے کہ گویا لڑنے آگے کچھ

نہیں کر سکتے تھے۔ انھیں رسّی کے ذریعے درخت پر چڑھنے کی مہلت بھی نہ ملی۔ وہ لڑتے لڑتے تھک گئے، ہار گئے، گر گئے اور ان خونخوار کتوں کی خوراک بننے چلے گئے۔

جمی فاؤنڈر اس درخت کی سب سے اونچی شاخ پر پہنچ گیا تھا۔ وہاں بیٹھ کر بے شمار کتوں کے بھونکنے کی مسلسل آوازیں سن رہا تھا۔ یقیناً چند کتے اوپر ہی خوراک کی طرف لگے ہوں گے اور کچھ اس درخت کے آس پاس بھونک رہے ہوں گے تاکہ ان کا ایک شکار کسی طرح نیچے اُتر آئے۔

اس نے اپنی کلائی کی گھڑی کھولی۔ اس میں سے ایک ننھا سا تار باہر نکالا۔ پھر اس گھڑی کو ٹرانسمیٹر کی طرح آپریٹ کرنے لگا۔ چند لمحے بعد اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے رابطہ قائم ہو گیا جو اپالو اور یوگو ہنٹر کی دھمکی کے باعث چلا گیا تھا۔ جمی نے کوڈ ورڈ سننے کے بعد کہا "فوراً ہیلی کاپٹر لے کر آؤ۔ تم نے جس گیسٹ ہاؤس کے قریب ہمیں پہنچایا تھا، میں وہاں سے شمال کی جانب گیسٹ ہاؤس سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر گھنے جنگل میں ہوں۔ ایک درخت کی سب سے اونچی شاخ پر بیٹھا ہوا ہوں۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سنتے ہی ٹارچ کے ذریعے مخصوص اشارے کروں گا۔ تم ہیلی کاپٹر اس درخت کے اوپر لے آنا۔ کیا یہاں آنے میں کوئی مسئلہ درپیش ہو سکتا ہے؟ اوور۔"

جواب ملا "کوئی مسئلہ درپیش نہیں ہے۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔ اوور۔"

"ہری اپ، جتنی جلدی ہو سکے آؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ گھڑی کو دوبارہ کلائی میں پہننا چاہتا تھا۔ پھر اشارہ معطول ہوا۔ اس نے اسے آن کیا تو اپنے اس سیکرٹ ایجنٹ ساتھی کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "میں ایک درخت پر چڑھ گیا ہوں۔ نیچے کتے موجود ہیں۔ ابھی میں نے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے رابطہ قائم کرنا چاہا تو تمھاری باتیں سُن لیں۔ جب ہیلی کاپٹر یہاں پہنچے تو مجھے بھی ساتھ لے لینا۔ ..... میرے پاس ٹارچ نہیں ہے۔ میں سگنل نہیں دے سکوں گا، لہٰذا کسی طرح مجھے تلاش کر لینا۔ اوور۔"

"ہیلی کاپٹر کی سرچ لائٹ کے ذریعے تمھیں ڈھونڈ لیا جائے گا۔ اوور اینڈ آل۔"

پندرہ منٹ کے بعد ہی ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دینے لگی۔ نیچے کتوں کے بھونکنے کا شور برابر جاری تھا۔ دور بہت دور ایک سرخ روشنی جلتی بجھتی جمی کی طرف چلی آ رہی تھی۔ اس نے ٹارچ کو روشن کیا۔ پھر اسے مخصوص انداز میں کبھی جلانے کبھی بجھانے لگا۔ وہ ہیلی کاپٹر ٹھیک اس درخت کے اوپر چلا آیا۔ وہاں سے انجن کی ایک سیڑھی لٹکنے لگی — میں جمی فاؤنڈر کے دماغ میں بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ جب وہ سیڑھی کے نچلے سرے کو تھام کر درخت کی شاخ کو... چھوڑ کر اوپر چڑھنے لگا تو اچانک فائرنگ شروع ہو گئی۔ نیچے کتوں کو قابو کیا جا رہا تھا۔ حیوانوں کا کام ختم ہو گیا تھا۔ اب انسانوں نے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ اس کے جواب میں ہیلی کاپٹر سے بھی فائرنگ ہونے لگی۔ اس وقت جمی ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس کی پرواز اونچی ہو گئی تھی تاکہ فائرنگ کی زد سے محفوظ رہے۔ بلند پرواز کے دوران وہ سرچ لائٹ کے ذریعے اپنے ساتھی کو تلاش کر رہے تھے۔ خدا دیر بعد وہ بھی ایک درخت کی شاخ پر نظر آ گیا۔

وہ نیچی پرواز نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی۔ آخر انھوں نے ہیلی کاپٹر کا رُخ دوسری طرف موڑ دیا۔ اپنے ساتھی سے ذرا دور چلے گئے تاکہ فائرنگ کرنے والے بھی ادھر چلے جائیں اور کوئی ان کے ساتھی کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ ان کی یہ چال نتیجہ خیز ثابت ہوئی ... وہ فائرنگ کرنے والے ہیلی کاپٹر کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اسے نیچی پرواز کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ ایسے ہی وقت جمی فاؤنڈر نے ہیلی کاپٹر سے ہینڈ گرینیڈ پھینکنے شروع کیے۔ مسلسل دھماکے شروع ہو گئے کبھی ادھر، کبھی اُدھر، دُور دُور تک دھماکے ہوتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد ہی فائرنگ کی آواز تھم گئی۔ اتنی خاموشی کافی تھی۔ ہیلی کاپٹر کو فوراً ہی اس درخت کی طرف لے جایا گیا، جہاں ان کا ساتھی انتظار کر رہا تھا۔ جب وہ سیڑھی کے ذریعے اوپر آنے لگا تو نیچے سے فائرنگ نہیں ہو رہی تھی۔ یقیناً فائرنگ کرنے والے ہینڈ گرینیڈ کی زد میں آ گئے تھے یا پھر زیادہ تیزی سے دوڑتے ہوئے ادھر نہیں آ سکے تھے۔ اب وہ ہیلی کاپٹر ان سے بہت دور چلا جا رہا تھا۔

جمی نے ہولے ہولے مجھے پکارنا شروع کیا "فرہاد صاحب! پلیز، فرہاد صاحب اگر آپ موجود ہیں تو میری سوچ پڑھ لیں۔ میں اس مکان کی طرف جا رہا ہوں، جہاں آپ اور اعلیٰ بی بی میرا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ دونوں فوراً مکان کی چھت پر چلے آئیں۔ میں آ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چُپ ہو گیا۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ فوراً ہی اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا تاکہ انھیں چھت پر پہنچنے کے لیے کہہ سکوں لیکن وہاں سچویشن بدل چکی تھی۔ اس مکان کی چھت پر اپالو کے آدمیوں نے مورچہ بنا لیا تھا۔ ایک مشین گن رکھ کر ہیلی کاپٹر کا انتظار کر رہے تھے۔

میں نے جمی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ابھی ہماری طرف نہ آنا۔ دشمنوں نے چھت پر مشین گن نصب کی ہے۔ تمھارے ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑا جائیں گے۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم کروں گا۔ میرا مشورہ ہے کہ اپنی جان بچاؤ اور جزیرے سے نکل جاؤ۔ کوئی مناسب موقع ہو گا تو تمھیں اطلاع دوں گا پھر اِدھر چلے آنا۔"

میں یوگو ہنٹر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اور اپالو اپنے دس بیس کٹے مسلح جوانوں کے ساتھ ایک سرنگ کے راستے سے اس مکان کے نہ نظر آنے والے تنگ زینے پر چڑھتے ہوئے مکان کے ایک کمرے میں پہنچ

گئے تھے۔ وہاں انھوں نے سجاد اور اعلیٰ بی بی کو ہتھیاروں کے دہانے بے بس کر دیا تھا، چار جوان مشین گن لے کر چھت پر چلے گئے تھے۔ باقی چھ نے سجاد اور اعلیٰ بی بی کو نشانے پر رکھتے ہوئے دھمکی دی تھی کہ وہ بھی طرح تہ خانے میں نہیں جائیں گے تو انھیں بے دست و پا بنا کر لے جایا جائے گا۔

اعلیٰ بی بی نے جواب دیا تھا۔ "اس کی ضرورت نہیں ہے، ہم تو کہو گے ہم عمل کریں گے۔ ہم جانتے ہیں، ہمیں زیادہ دیر تمھاری قید میں نہیں رہنا ہے۔ یا تو ہمارے آدمی لے جائیں گے یا کوئی خریدار لے جائے گا۔"

وہ سجاد کے ساتھ تہ خانے میں آگئی تھی جس وقت یوگو ہنٹر تہ خانے کا دروازہ بند کر رہا تھا، میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ دروازے کو کھولنے اور بند کرنے کی تکنیک کو سمجھ رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور سجاد کو اس تہ خانے میں قید کرنے کے بعد ان کی نگرانی کے لیے چار مسلح جوانوں کو چھوڑ دیا گیا تھا، چار مکان کی چھت پر تھے اور باقی دو مکان کے اندر رہ گئے تھے تاکہ چھت پر رہنے والوں کی ضرورت کے وقت کام آتے رہیں۔ یوگو ہنٹر اور اپالو سرنگ کے راستے سے گزرتے جا رہے تھے اور میں اس راستے کو سمجھتا جا رہا تھا۔ پھر وہ ایک تنگ زینے پر چڑھتے ہوئے اوپر آگئے۔ وہ ایک گیراج تھا۔ وہاں ان کی جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ انھوں نے فرش کو ایک میکینزم کے ذریعے ہموار کیا۔ جیپ کار کو باہر نکالا۔ گیراج کو بند کیا۔ پھر اس جیپ میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔ یوگو ہنٹر کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنے ایک چھوٹے سے بنگلے میں جا رہا ہے۔ وہاں پہنچ کر یونانی حکام سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے اور شکایت کرنا چاہتا ہے کہ اسرائیلی حکام ان پر غلط الزام عائد کر رہے ہیں۔ ان کا فرہاد اور اعلیٰ بی بی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے باوجود چند یہودی جانوروں کو خریدنے کے بہانے جزیرے میں آئے تھے۔ انھوں نے ہینڈ گرینیڈ وغیرہ کے ذریعے ان کے جنگلات میں تباہی مچادی ہے اور وہاں سے فرار ہو گئے ہیں۔

یوگو ہنٹر نے اپنی صفائی پیش کرنے کے بعد یونان کے ذمہ دار افسران سے درخواست کی تھی کہ آپ جزیرے میں آکر تفتیش کریں۔ پھر مطمئن ہونے کے بعد تصدیق کر دیں کہ فرہاد اور اعلیٰ بی بی ہمارے جزیرے میں نہیں ہیں۔"

ان سے رابطہ ختم کرنے کے بعد ہنٹر نے جمیکو روسے رابطہ قائم کیا اور کہا۔ "مسٹر جیمکو روز، تم نے فرہاد اور اعلیٰ بی بی کو ہماری تحویل میں دیا ہے۔ ہمارے درمیان معاہدہ ہے کہ جب تک ان کا سودا نہ ہو اور انھیں سودا کرنے والوں کے حوالے نہ کیا جائے، اس وقت تک تمھیں بھی یہ نہیں بتایا جائے گا کہ ہم نے انھیں کہاں چھپا رکھا ہے لیکن کچھ دشمن فرہاد تک پہنچنے کی ناکام کوشش کر چکے ہیں۔ انھوں نے میرے جزیرے پر حملہ کیا تھا۔ حالانکہ فرہاد اور اعلیٰ بی بی یہاں نہیں ہیں۔ اندیشہ ہے کہ سپر ماسٹر، ماسک مین اور دوسری خطرناک تنظیمیں اس حملے کے بعد ادھر ہی کا رخ کریں گی۔ میں جانوروں کو فروخت کرنے کا سیدھا سادا کاروبار کرتا ہوں۔ اس جزیرے کو دشمنوں کی آماجگاہ نہیں بنا سکتا۔ لہٰذا تم اپنی طرف سے سپر ماسٹر، ماسک مین، یہودیوں اور دوسری خطرناک تنظیموں کو وارننگ دے دو کہ کسی نے فرہاد اور اعلیٰ بی بی کو تلاش کرنے کی کوشش کی، انھیں خریدنے کے سلسلے میں ہمارا مطالبہ پورا نہ کیا تو ان دونوں کی لاشیں ملیں گی۔ کوئی انھیں زندہ سلامت حاصل نہیں کر سکے گا۔"

یوگو ہنٹر جو چالیں چل رہا تھا، ان کے مطابق اسرائیلی سیکرٹ سروس کے ایجنٹ جمی فاؤنڈر کو کچھ بتانا غیر ضروری تھا۔ میں نے اسے اعلیٰ بی بی اور سجاد کی طرف جانے سے روکا تھا اور اس کی جان بچائی تھی۔ رسیلی کا پیڑ کو محفوظ رکھا تھا، یہی بہت تھا۔ میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر روسوتی کے لب و لہجہ میں جزیرہ یونانی سس کے بارے میں مزید حالات بتانے کہ کس طرح اعلیٰ بی بی اور فرہاد کو مکان کے تہ خانے میں بند کر دیا گیا ہے اور اس تہ خانے اور مکان تک پہنچنے کا راستہ کہاں سے شروع ہوتا ہے اور کہاں تک جاتا ہے۔ تمام تفصیلی معلومات فراہم کرنے کے بعد کہا۔ "مرجانہ! یہ ساری باتیں اپنے ذہن میں محفوظ رکھو۔ جب جزیرہ یونانی سس پہنچو گی تو میں تمھاری رہنمائی کروں گی۔"

میں دماغی طور پر اپنے طیارے میں حاضر ہو گیا۔ مجھے جمی فاؤنڈر کے پاس جانا چاہیے تھا۔ وہ بہت ہی حوصلہ مند اور مردِ میدان تھا۔ میدان میں اترنے کے بعد پیچھے ہٹنا اپنی توہین سمجھتا تھا۔ زندگی میں پہلی بار میرے مشورے پر عمل کرتے ہوئے وہ رسیلی کا پیڑ کو اس جزیرے سے باہر لے گیا تھا، اب دوبارہ پلٹ کر آسکتا تھا۔ اگر میں اس سے رابطہ قائم نہ کرتا تو وہ اپنی مرضی کے مطابق طریقۂ کار اختیار کرتا۔ سجاد اور اعلیٰ بی بی تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔ خواہ اس کوشش میں اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جاتی۔

میں بڑی بیزاری محسوس کر رہا تھا۔ اس ٹیلی پیتھی نے مجھے میری ذات سے بے گانہ کر دیا تھا۔ میں اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اپنوں کے لیے خیال خوانی کے ذریعہ بھٹکتا رہتا تھا۔ میرا ضمیر کہہ رہا تھا کہ مجھے جمی فاؤنڈر کے پاس جانا چاہیے بیشک وہ یہودی ہے لیکن ..... ایک انسان ہے اور حوصلہ مند ہے۔ ایسے لوگوں کی سلامتی کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

میں بیروت میں اپنے اور لیلیٰ کے لیے لائن آف ایکشن تیار کرنے کی خاطر کرسٹوفر میکی کے دماغ میں پہنچ کر زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا مگر مجھے اس کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ آخر میں اپنے ضمیر سے مجبور ہو کر جمی فاؤنڈر کے پاس پہنچ گیا۔ وہی ہوا جو میں سوچ رہا تھا یعنی جمی نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر فرہاد صاحب رابطہ قائم نہیں کریں گے اور ایک گھنٹہ گزر جائے گا تو وہ پھر رسیلی کا پیڑ لے کر اس جزیرے میں جائے گا۔ اس مکان تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اٹینشن ہو کر فوجی انداز میں سیلوٹ کرتے ہوئے بولا۔ "سر! میں آپ ہی کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔ اگر میں ایک گھنٹے کے اندر نہ آتا تو تم ہیلی کاپٹر لے کر پھر جزیرے میں جاتے۔ کیا تم میرے مشورے پر عمل نہیں کرنا چاہتے؟"

"میری کیا مجال ہے کہ میں آپ کی تجویز کو نہ مانوں۔ میں آپ کا ادنیٰ خادم ہوں۔ حکم دیجیے۔"

"میں حکم نہیں دیتا۔ دوستانہ مشورہ دیتا ہوں۔ مجھے تمھاری زندگی عزیز ہے۔ تم بہت ہی حوصلہ مند اور مردِ میدان ہو، میں تمھاری قدر کرتا ہوں۔ تمھیں آخری بار سمجھاتا ہوں، اس جزیرے میں دوبارہ نہ جانا۔ مجھے اور اعلیٰ بی بی کو اس مکان کے تہ خانے میں قید کر دیا گیا ہے۔"

"سر! ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر آپ اسے بحث نہ سمجھیں تو میں معلومات حاصل کرنے کی خاطر آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں۔"

"بیشک سوال کرو۔"

"آپ کو تہ خانے میں بند کیا گیا ہے۔ کیا ہم اس بات کی تشہیر کر سکتے ہیں؟ اور ..."

میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "بس آگے نہ کہو۔ میں جانتا ہوں، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ تمھارے سامنے ایک مثال موجود ہے۔ تم نے مجھے اور اعلیٰ بی بی کو رہائی دلانے کی خاطر اقدامات کیے تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ اور ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے؟ ... ہم آزادی سے ایک کھلے مکان میں رہ رہے تھے۔ انھوں نے ہمیں پہنچا دیے لئے ہیں۔ اگر تم نے ان کے خلاف مزید اقدامات کیے تو وہ ہمیں اس تہ خانے سے نکال کر جانے کس قبر میں پہنچا دیں گے۔"

"فرہاد صاحب! میں آپ کے لیے جان پر کھیل جانا چاہتا ہوں۔"

"جب مجھے رہائی نہیں مل سکے گی تو تمھارے جان پر کھیل جانے کا فائدہ مجھے کیا پہنچے گا؟"

"میں نے اپنی زندگی میں کبھی شکست تسلیم نہیں کی۔ جس مہم پر روانہ ہوا وہاں سے کامیاب و کامران واپس آیا۔ یہاں مجھے ناکام ہونا پڑ رہا ہے۔ میں کیا منہ لے کر اپنے ملک واپس جاؤں گا۔"

"تم پہلی بار اپنے طریقۂ کار پر نہیں بلکہ فرہاد کے مشورے پر عمل کرنے آئے ہو۔ چونکہ فرہاد تمھیں واپس جانے کا مشورہ دے رہا ہے اس لیے تمھاری ناکامی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ویسے میں نے تمھیں جزیرے سے واپس جانے کے لیے کہا ہے، اپنے ملک جانے کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں۔ جہاں تم نے ابھی قیام کیا ہے وہیں رہو۔ ہو سکتا ہے صورتِ حال بدل جائے اور حالات تمھارے موافق ہو جائیں، تب میں تمھیں اطلاع دوں گا۔ تم فوراً ہی جزیرے کی طرف روانہ ہو جانا۔"

"یہ بات میرے لیے اطمینان بخش ہے۔ میں اپنے ملک واپس نہیں جانا چاہتا۔ جب تک کامیاب نہیں ہو جاؤں گا، اس وقت تک یہیں رہ کر آپ کے آئندہ حکم کا انتظار کرتا رہوں گا۔"

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ اب مزید خیال خوانی کا وقت نہیں تھا۔ ہمارا علاقہ لبنان کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔ مجھے کرسٹوفر میکی کے گھر، سوچ اور اسمگلنگ سے متعلق مصروفیات کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا تھیں۔ میں اس کے قریب پہنچ رہا تھا اور کل صبح ہونے سے پہلے کرسٹوفر میکی کا روبار کرنے والا تھا۔

اس سے پہلے کہ میں لبنان کی سرزمین پر قدم رکھوں اور اپنی داستان کو آگے بڑھاؤں، میں اپنے قارئین کے لیے کچھ اہم معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ میری موجودہ داستان فلسطینی عوام سے تعلق رکھتی ہے لہٰذا ہم تمام مسلمانوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ موجودہ دور میں فلسطینی عوام کس طرح در بدر ہو رہے ہیں۔ میں اس سلسلے میں موجود اعداد و شمار پیش کر رہا ہوں۔ اسرائیل میں ان دنوں اٹھارہ لاکھ بیالیس ہزار فلسطینی مسلمان ہیں۔ جو لوگ عیسائیوں اور یہودیوں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر اسرائیل چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور دوسرے ممالک میں جا بسے ہیں، ان ممالک میں ایسے تمام پناہ گزین فلسطینی مسلمانوں کو شمار کیا گیا ہے۔ اس حساب سے لبنان میں تین لاکھ اٹھاون ہزار فلسطینی مسلمان ہیں۔ شام میں دو لاکھ بائیس ہزار، اردن میں گیارہ لاکھ اڑتالیس ہزار، سعودی عرب میں ایک لاکھ چھتیس ہزار، عراق میں بیس ہزار، کویت میں دو لاکھ ننانوے ہزار، بحرین میں دو ہزار، قطر میں چوبیس ہزار، متحدہ عرب امارات میں چھتیس ہزار، عمان میں پچاس ہزار، لیبیا میں تئیس ہزار، مصر میں پینتالیس ہزار، امریکہ میں ایک لاکھ چار ہزار اور دیگر ممالک میں ایک لاکھ چالیس ہزار۔

ان تمام ممالک میں فلسطینی پناہ گزین مسلمانوں کے جو اعداد و شمار اکٹھے کیے گئے ہیں، ان کی کُل تعداد چھالیس لاکھ اچاس ہزار ہے۔ یہ تاریخ کا سب سے بڑا ایسا ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان گھر سے بے گھر ہو کر ربع صدی گزار چکے ہیں اور جانے کتنے برسوں تک اپنے وطن سے اپنے گھر سے دُور در بہ در پناہ گزین کہلاتے رہیں گے۔

اس وقت جبکہ میں لبنان میں قدم رکھنے والا ہوں، اس وقت وہاں کے لوگ خانہ جنگی میں مبتلا ہیں۔ مجھے جن گروہوں سے دوستانہ رابطہ قائم رکھنا ہے، ان میں ایک مسلمان دروز ملیشیا ہے۔ دوسری شیعہ عمل ملیشیا۔ آج کل مسلمان دروز لیڈر ولید جنبلات ہیں اور شیعہ عمل ملیشیا کے سربراہ بری ہیں۔ آدھے سنی مسلمانوں کے رہنما رفیق حریری باقی عیسائی ماروئی اور فلانجسٹ ملیشیا سے تعلق رکھنے والے لوگ مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں۔ لبنان میں ان کے جائز حقوق چھیننے رہنے کی سیاسی چالوں میں مصروف رہتے ہیں۔

اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ جو قارئین لبنان کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں وہ سرسری طور پر اتنا سمجھ لیں کہ آئندہ مجھے اور یسلی ٹانی کو ان گروہوں کے درمیان رہ کر فلسطینی مجاہدین کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔

ہمارا طیارہ لبنان کے ساحلی شہر ڈبیور کی فضاؤں پر پرواز کر رہا تھا۔ ڈبیور بیروت سے بائیس کلومیٹر کی دوری پر ہے جس دور کی یہ داستان ہے، اس دور میں یہاں تنظیم آزادیٔ فلسطین کا مضبوط مورچہ تھا اور ۱۹۸۵ء میں جب کہ آپ یہ داستان پڑھ رہے ہیں، اس وقت تک اس شہر ڈبیور کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی ہے۔ حملہ آور اسرائیلی حملوں کے باعث جو قیامت یہاں ٹوٹ پڑی ہے اس کا ذکر سسپنس کی سلسلہ وار داستان 'قیامت' میں تفصیل سے ہو چکا ہے۔

بہرحال ہمارا طیارہ ڈبیور سے بائیس کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے بیروت پہنچ گیا۔ میں نے ڈاکٹر شیفرڈ سے رابطہ قائم کیا۔ وہ ہوٹل انٹرکان میں میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کہا "میں نے احتیاطاً یہاں ڈبل بیڈ روم لیا ہے تاکہ تمہارا ٹھکانہ نہ ہو تو میرے پاس آ کر رہ سکو۔"

"کیا سرجری میک اپ کے لیے ہوٹل کا کمرہ مناسب ہوگا؟"

"میں کہیں بھی سرجری کر سکتا ہوں لیکن ایک قباحت ہے۔ تم کمرے میں بیٹھ کر ہی ہاروی کا چہرہ لے کر داخل ہو گے اور جب وہاں سے نکلو گے تو ہیرو فوزی بن جاؤ گے۔ ہوٹل والوں کو شبہ ہوگا۔"

"آپ میرا انتظار کریں۔ میرے پاس بیروت کے متعلق ایک گائیڈ بک ہے، اس میں ہوٹلوں کے علاوہ ایسے پتے بھی درج ہیں جہاں ہم پہلے الگ گیسٹ کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔ میں ایسی ہی کسی جگہ اپنے لیے ایک کمرہ لوں گا اور آپ کو اطلاع دوں گا۔"

میں طیارے سے اتر کر ائیر پورٹ کی عمارت میں آیا۔ کسٹم چیکنگ وغیرہ سے گزر کر عمارت کے باہر آیا تو کتنے ہی ٹیکسی والوں نے مجھے اپنی اپنی طرف مخاطب کرنا شروع کیا۔ میں نے ایک ٹیکسی والے سے کہا "سوق الغرب لے چلو۔"

اس نے میرے سوٹ کیس کو ڈکی میں رکھا۔ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے بیروت کے مشرقی حصے کی طرف جانے لگا۔ ادھر کوہ شوف میں ایک قصبے کا نام سوق الغرب ہے۔ وہاں کئی مکانات کے مالکان اپنے الگ گیسٹ کو خوش آمدید کہتے تھے۔ مجھے ایک ایسا مکان تلاش کرنا تھا جہاں میں آسانی سے اپنا حلیہ تبدیل کر کے کسی کی نظروں میں آئے بغیر کسی دوسری جگہ منتقل ہو سکوں۔

جس وقت میں کوہ شوف کی طرف جا رہا تھا، اس وقت رسوائی فقرہ پہنچ گئی تھی۔ سوینا کا سفر طیارے میں جاری تھا۔ مرجانہ اور بلیک شیڈ کی طرف سے چارٹرڈ کیے ہوئے ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے جزیرہ یونائی سس کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ ہم اپنے اپنے سفر میں تھے۔ مجھے ہر لمحہ اپنے ساتھیوں کی خبر لیتے رہنا تھی لیکن میں خود اجنبی جگہ پہنچا ہوا تھا۔ مجھے دماغی طور پر حاضر رہنا تھا کہ کوئی نئی مصیبت گلے نہ پڑ جائے۔

اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات

بارہویں حصے

میں ملاحظہ فرمائیں!

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

بارھواں حصّہ

دیوتا

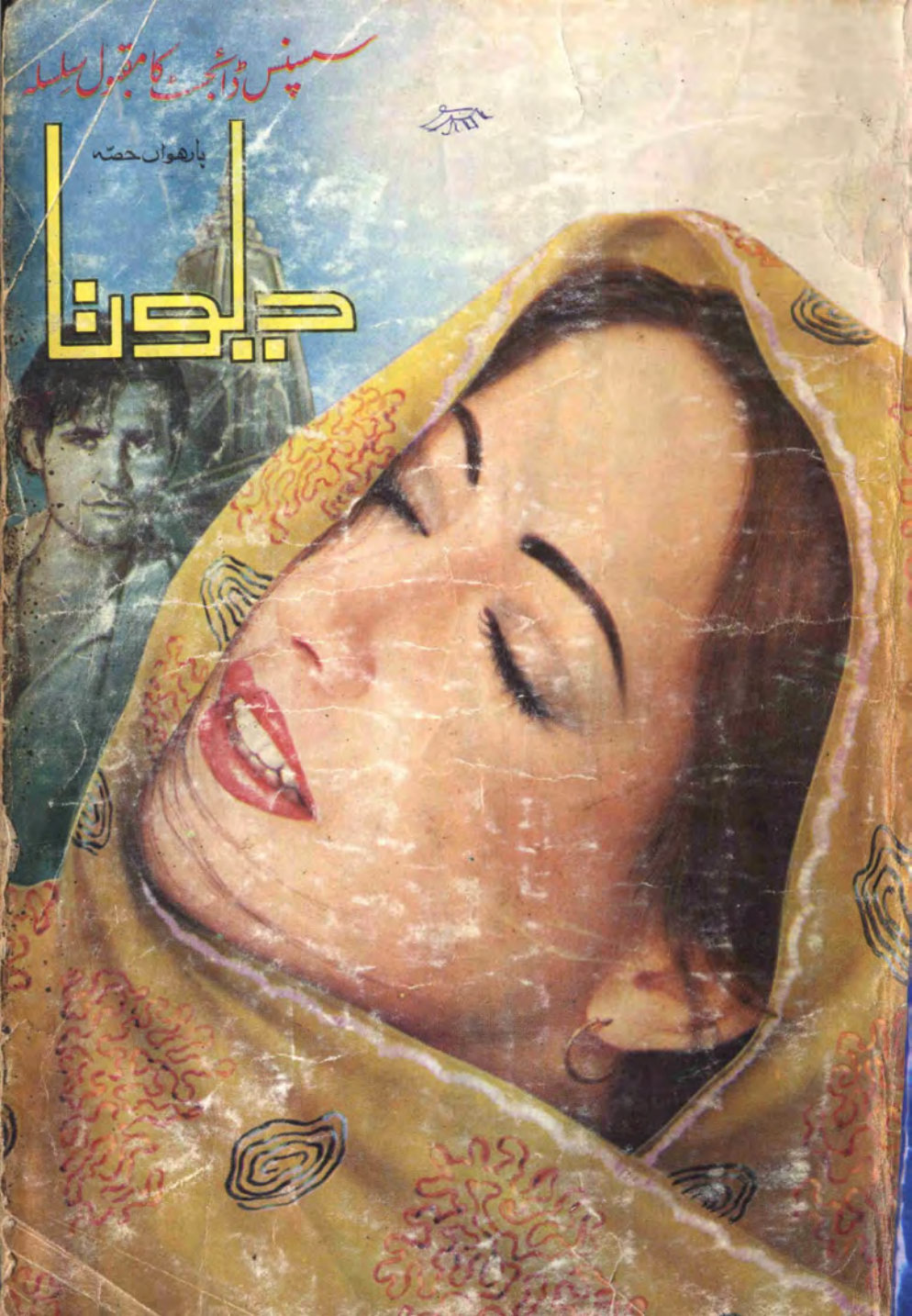

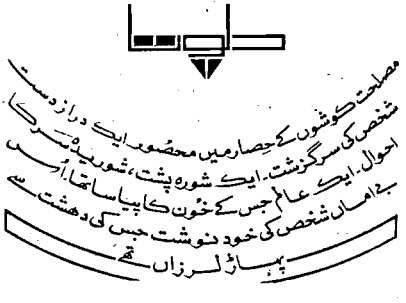

قصبہ سوق الغرب کے قریب پہنچ کر ڈرائیور نے مقامی زبان میں کچھ کہا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس زبان کا ترجمہ سمجھا۔ ٹیکسی میں بیٹھنے سے پہلے ڈرائیور نے انگریزی زبان میں مجھے مخاطب کیا تھا۔ تب ہی میں نے اس کے لب و لہجے کو ذہن نشین کر لیا تھا۔ بہر حال وہ پوچھ رہا تھا کہ میں سوق الغرب میں کہاں جانا چاہتا ہوں؟

"ایسی جگہ لے چلو جہاں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے ایک رات کے لیے ٹھکانا مل جائے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "کیا پہلی بار بیروت آئے ہو؟"

"یوں ہی سمجھو۔"

"سمجھ تو رہا ہوں، تمھیں بھی سمجھانا چاہتا ہوں۔ یہاں آدمی آدمی کا دشمن ہے۔ کوئی مسلم ملیشیا سے تعلق رکھتا ہے، کوئی دروز ملیشیا سے اور کوئی فلانجی ملیشیا سے۔ ان متحارب گروہوں کے درمیان ایک عام شخص غیر جانبدار نہیں رہ سکتا۔ کوئی بھی غیر ملکی لبنان کی سرزمین پر قدم رکھنے سے پہلے یہ سوچ لیتا ہے کہ اسے کہاں جانا چاہیے؟ دوست کہاں مل سکتے ہیں؟ اور دشمن کہاں ٹکرا سکتے ہیں؟"

"یہاں میں دوست اور دشمن کی پہچان کیسے کروں؟"

"سیدھی سی بات ہے جس مذہب سے تعلق رکھتے ہو، اسی عبادت گاہ میں چلے جاؤ۔ دوست مل جائیں گے۔"

"میں مسلمان ہوں۔"

اس نے گاڑی ایک طرف موڑتے ہوئے کہا "الحمدللہ میں بھی مسلمان ہوں۔ کیا اپنا پاسپورٹ دکھا کر مجھے مطمئن کر سکتے ہو؟"

میں نے اپنا پاسپورٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے گاڑی کی انڈسٹری لائٹ کو آن کیا۔ پاسپورٹ کے اس حصّے کو دیکھا جہاں میرا مذہب لکھا ہوا تھا لیکن میرے پاسپورٹ میں مسلم لکھا ہوا تھا۔ اس نے مطمئن ہو کر اسے واپس کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک مکان کے سامنے گاڑی روک دی، ہارن بجایا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ مخصوص انداز میں ہارن بجا رہا ہے، جس گلی میں اس نے گاڑی کھڑی کی ہے، اس کے آس پاس کے تمام مکان والوں کو اطلاع دے رہا ہے کہ ایک اجنبی مسلمان ان کے محلے میں آیا ہے۔

اس مکان کا دروازہ کھل گیا۔ ایک بوڑھی عورت نظر آئی۔ میں نے گاڑی سے اُتر کر دیکھا، آس پاس کے مکانوں کے دروازے کھل گئے تھے۔ کہیں مرد نظر آ رہے تھے اور کہیں کھڑکیوں سے عورتیں جھانک رہی تھیں۔ ایسی جگہ میرے لیے مناسب نہیں ہو سکتی تھی جہاں میں پہنچتے ہی عام لوگوں کی نظروں میں آجاؤں۔ میں اپنے کمرے میں تنہا رہتا۔ تب بھی محلے والے میرے متعلق متجسّس رہتے اور شاید تاک جھانک کرتے کہ میں رات کو سو رہا ہوں یا پُراسرار سرگرمیوں میں

مصروف ہوں۔

مکان کے دروازے سے نکل کر آنے والی بوڑھی عورت نے پوچھا "اجنبی کسے تلاش کر رہے ہو؟ کیا یہاں کوئی شناسا ہے؟"

"میں آج رات کہیں قیام کرنا چاہتا ہوں لیکن یہ جگہ میرے لیے مناسب نہیں ہے۔"

بوڑھی عورت نے مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیوں مناسب نہیں ہے؟ تم کسی جگہ چاہتے ہو؟ کس گروہ سے تعلق رکھتے ہو؟"

"میں لبنان میں پہلی بار آیا ہوں۔ میں کسی ملیشیا کے متعلق نہیں جانتا۔"

بوڑھی خاتون نے کہا "ہم کسی اجنبی کو بھٹکنے نہیں دیتے۔ اپنے ہاں پناہ دیتے ہیں لیکن تم مطمئن نہیں ہو۔ میرا مشورہ ہے کسی ہوٹل میں قیام کرو۔ رات کو بے فکری سے گزار سکو گے۔"

میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا "مجھے لے چلو۔ میں راستے میں فیصلہ کروں گا، مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

میں پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھنے لگا۔ بوڑھی خاتون نے قریب آکر میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ میں رک گیا۔ اس کی طرف پلٹ کر دیکھا تو اس کی آنکھوں میں گہری اداسی تھی۔ میں نے محسوس کیا، ان آنکھوں کے پیچھے بہت ہی گہرا دکھ چھپا ہوا ہے۔ وہ بول رہی تھی۔ "بیٹے! یہاں سے جا رہے ہو بغیر ایک مشورہ یاد رکھنا۔ کسی اجنبی پر بھروسہ نہ کرنا۔ میں نہیں چاہتی کہ میری طرح تمھاری ماں بھی تمھارا انتظار کرتی رہے اور انتظار کرتی ہی رہ جائے۔"

خاتون کی آواز میں بلا کا کرب تھا۔ اس کے لہجے میں ممتا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ میں نے اس کے بوڑھے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا "میری ماں نہیں ہے۔ میں اس لمحے سے تمہیں اپنی ماں سمجھ رہا ہوں۔ کیا میرے آنے سے تمھارا انتظار کسی حد تک ختم ہو سکتا ہے؟"

"ہاں، اگر تم میرے ہاں رات گزارنا پسند کرو۔"

میں خاتون کے ساتھ چلتا ہوا اس کے دروازے تک پہنچا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر ڈرائیور سے کہا "میرا سوٹ کیس اندر لے آؤ۔"

اگر میں ٹیلی پیتھی نہ جانتا تب بھی اس خاتون پر اعتماد کر لیتا۔ ممتا میں وہ جادو ہوتا ہے جو تنویمی عمل کی طرح انسان کو تسخیر کر لیتا ہے۔ چونکہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں، اس لیے احتیاطاً ذرا سی دیر میں خاتون کے بہت سے خیالات پڑھ لیے۔ اس کا بیٹا جہاد کے دوران شہید ہو گیا۔ اس طرح کہ ماں نے اس کی لاش تک نہیں دیکھی۔ لاش ملی ہی نہیں تھی۔ وہ یقین کرنے کو تیار نہیں تھی کہ بیٹا شہید ہو چکا ہے۔ وہ اسے زندہ سمجھ رہی تھی اور اس کا انتظار کرتی رہتی تھی۔ اس بوڑھی عورت کا دل کہتا تھا، بیٹا اچانک ایک دن اس کے پاس آئے گا اور حیران کرے گا۔ کہے گا "ماں! میں تیرے لیے ابھی تک زندہ ہوں۔ تیرا انتظار ختم ہو سکتا ہے۔"

میں بوڑھی خاتون پر بھروسہ کر سکتا تھا اور اُسی کے ہاں رہ کر سرجری میک اَپ کے ذریعے خود کو تبدیل کر سکتا تھا۔ میرا کر سٹوفر میکی والا میک اَپ مستقل نہ ہوتا، صرف کام نکالنے کی حد تک کچھ عرصہ کر سٹوفر بنا رہتا۔ بوڑھی خاتون کا دماغ بتا رہا تھا کہ کچھ عرصے تک اس پر اور اُس پاس کے رہنے والے مسلمانوں پر بھروسہ اعتماد کر سکتا ہوں۔

جب ڈرائیور میرا سوٹ کیس لے آیا تو میں نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کرتے ہوئے کہا "میرا ایک کام کرنا چاہو تو ہوٹل انٹرکان چلے جاؤ۔ وہاں پارکنگ ایریا میں ایک انگریز کے گاڑی پر نام ڈاکٹر شیفرڈ بتائے گا۔ تم اُسے یہاں لے آنا۔"

ڈرائیور نے مجھے شبہے کی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "ابھی تم کہہ رہے تھے یہاں اجنبی ہو۔ تمھارا کوئی شناسا نہیں ہے، پھر یہ ڈاکٹر شیفرڈ کون ہے؟"

اس وقت تک محلے والے دروازے پر آگئے تھے۔ چند جوان اور ادھیڑ عمر کے مرد نظر آرہے تھے۔ میں نے کہا "آپ اندر آجائیں میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں پر کس حد تک اعتماد کر سکتا ہوں۔"

وہ سب اندر آگئے۔ ایک نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم دوست ثابت ہوئے تو ہم تمھارے لیے جان پر کھیل جائیں گے۔ دشمن نکلے تو تمھاری جان سے کھیل جائیں گے۔"

میں نے یوں سر جھکا لیا جیسے اس کی باتوں پر غور کر رہا ہوں۔ دراصل میں اُس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور اُن کی طرف سے مطمئن ہو رہا تھا۔ میں نے کہا "آپ لوگ اطمینان سے بیٹھ جائیں میں مختصر طور پر اپنے متعلق بتاتا ہوں۔"

میں نے اپنے سوٹ کیس کو کھولا۔ پھر اُس میں سے کر سٹوفر میکی کی تصویر نکال کر اُن کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا "آپ اسے جانتے ہیں؟"

تصویر دیکھتے ہی سب چونک گئے۔ ایک نے پوچھا "تم کر سٹوفر کو کیسے جانتے ہو؟ اس کی تصویر تمہیں کیوں دکھائی دے رہی ہے؟"

میں نے کہا "یہ ہم سب کا دشمن ہے۔ فلسطینی مجاہدین کو بہت مہنگے داموں ہتھیار سپلائی کرتا ہے۔ یہ سپلائی محض دولت حاصل کرنے کے لیے ہے درحقیقت یہ مجاہدین کا بدترین دشمن ہے۔"

ایک نے پوچھا "تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور کر سٹوفر کے متعلق کیسے جانتے ہو؟"

"میں ایک پاکستانی ہوں۔ مجاہدین کی امداد کے لیے ہزار ہا میل کا سفر طے کر کے آیا ہوں، یہاں آنے سے پہلے میں نے مختلف ذرائع استعمال کیے اور کر سٹوفر کے متعلق اتنی معلومات حاصل کی ہیں کہ خود کر سٹوفر میکی بن کر مجاہدین کو مفت ہتھیار سپلائی کر سکتا ہوں۔ وہ ایک بدنام اسمگلر ہے۔ اس کے کئی طرح کے دھندے ہیں۔"

ایک شخص نے میری بات کاٹ کر پوچھا "ابھی تم نے کہا ہے خود کر سٹوفر میکی بن سکتے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے؟"

"میرے لیے ممکن ہے۔ ابھی میں نے ڈرائیور سے جس ڈاکٹر شیفرڈ کا ذکر کیا ہے وہ پلاسٹک سرجری میں بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ یہاں اگر معمولی سرجری کے ذریعے مجھے کر سٹوفر میکی کا شکل بنا دے گا۔ میں کر سٹوفر کو غائب کر دوں گا اور اس کی جگہ پہنچ جاؤں گا۔"

ایک بوڑھے نے کہا "تم قصے کہانیوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ عملی زندگی میں یہ ممکن نہیں ہے۔"

"سائنس کو آنچ کیا ہے۔ آپ لوگ مجھ پر اعتماد کریں۔ میں آپ کے سامنے کر سٹوفر میکی بن کر دکھاؤں گا۔ مجھے آپ لوگوں کا پُرخلوص اور بااعتماد تعاون چاہیے۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"فی الحال یہی کہ یہ ڈرائیور ہوٹل انٹرکان جائے۔ وہاں ایک ادھیڑ عمر کا شخص ہاتھ میں نیلے رنگ کا بیگ لے کر ہوٹل سے باہر آئے گا۔ ڈرائیور اُسے کوڈورڈز میں مخاطب کرے گا۔ وہ کوڈورڈز یہ ہیں "کہ سٹوفر لوفر ہے۔" اس کے جواب میں ڈاکٹر شیفرڈ کہے گا۔ "اور ہم لوفر کا خاتمہ کرنے آئے ہیں۔"

ڈرائیور نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا "میں جا رہا ہوں۔ اُسے یہاں لے آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ایک بوڑھے نے کہا۔ "تمھاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے، تم فلسطینی مسلمانوں کے لیے دل کی گہرائیوں سے کچھ کرنے آئے ہو۔ ویسے ہم دودھ کے جلے ہیں، چھاچھ پھونک پھونک کر پینا چاہتے ہیں۔"

"میں آپ کی ہر طرح تسلی کر سکتا ہوں۔"

"بیٹے! ہم سے کچھ نہ چھپاؤ۔ تم بتاؤ کہ کیسے کیسے ذرائع کے مالک ہو۔ تم نے پاکستان میں بیٹھ کر کر سٹوفر کے متعلق اتنی ساری معلومات حاصل کر لیں۔ اب خود کر سٹوفر بن کر اس کا دل ادا کرنا چاہتے ہو۔ کیا اس کا دل ادا کرنے کے دوران کہیں بھی تم سے لغزش نہیں ہو گی اور اگر ہو گی تو کیا دشمن تمہیں معاف کر دیں گے؟"

"میرے بزرگ، آپ جہاندیدہ ہیں۔ اس لیے وقت سے پہلے مجھے اپنی لغزشوں کو سمجھنے کی نصیحت کر رہے ہیں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ آپ سے اپنی اصلیت نہیں چھپاؤں گا۔ میں کچھ حیرت انگیز علوم جانتا ہوں۔ مثلاً میں ایک پامسٹ یعنی نجومی ہوں۔ ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق سچی پیشن گوئیاں کرتا ہوں، رقیا فشناس بھی ہوں۔ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی کا چہرہ پڑھ کر اس کے اندر کی باتیں بتا سکتا ہوں۔"

سب حیرانی سے میری باتیں سُن رہے تھے۔ ایک نے پوچھا۔ "تم ہزاروں میل دور پاکستان میں رہتے ہو۔ پھر تم نے کر سٹوفر میکی کا چہرہ کیسے پڑھا۔ کیسے اُس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھیں؟"

میں نے تصویر اٹھا کر کہا "یہ تصویر اُس کا چہرہ ہے۔ میرے ایک آدمی نے کر سٹوفر کے دونوں ہاتھوں کے پرنٹ میرے پاس بھیجے تھے۔ میں نے اُن ہاتھوں کی لکیروں کا گہرا مطالعہ کیا اور اُس کے متعلق تمام معلومات حاصل کر لیں۔"

دور بیٹھی ہوئی ایک خاتون نے پوچھا "مسٹر! کیا میرا چہرہ پڑھ کر دل کا بھید بتا سکتے ہو؟"

میں نے مسکرا کر پوچھا "کیا عورت کبھی دل کا بھید کسی کو بتاتی ہے؟ تم دُنیا کی پہلی خاتون ہو جو بھرے مجمع میں اپنے دل کا بھید کھولنا چاہتی ہو۔ میرے سامنے آؤ اور یہ ثابت کرو کہ عورت اپنے دل کی بات نہیں چھپاتی۔"

وہ فوراً ہی انکار میں سر ہلا کر بولی "نہ نہ نہیں، میں نے تو بس یونہی کہہ دیا تھا۔"

سب ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا "عورت پھر عورت ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ دل کا چور پکڑا جائے۔"

بوڑھے شخص نے کہا "بیٹا! میں تمھارے سامنے بیٹھا ہوں۔ میرے متعلق کچھ بتاؤ۔ میں سب کے سامنے تصدیق کروں گا کہ تم حیرت انگیز علوم جانتے ہو۔"

میں نے بزرگ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال لیں۔ یوں تو جب سے وہ گفتگو کر رہے تھے، میں رہ رہ کر اُن کے دماغ سے معلومات حاصل کرتا جا رہا تھا۔ محض دکھاوے کے لیے چند لمحوں تک ان کی آنکھوں میں جھانکتا رہا۔ پھر میں نے کہا "انسان کا جسم اُس کا گھر ہے اور آنکھیں گھر کی بھیدی ہیں۔ میرے بزرگ! آپ کی آنکھیں، کشادہ پیشانی، آپ کی جلالت کی مظہر ہیں۔ آپ کا نام کچھ ایسا ہونا چاہیے جس کا تعلق رعب اور جلال سے ہو۔"

بزرگ نے حیرانی سے کہا "واقعی تم میرے نام کے قریب پہنچتے جا رہے ہو۔ کیا میرا نام بتا سکتے ہو؟"

"میں پورا نام بتا تو نہیں سکتا لیکن دعویٰ کر سکتا ہوں کہ اس کا تعلق جلال یا جلالت سے ہے۔"

دوسرے شخص نے فوراً ہی کہا "تم درست کہہ رہے ہو۔ ان کا نام جلیل القدر ہے۔"

یہ نام میں پہلے ہی اس کے دماغ سے پڑھ چکا تھا لیکن خود بتانا نہیں چاہتا تھا۔ ٹیلی پیتھی اور دست شناسی یا قیافہ شناسی میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ٹیلی پیتھی، دل اور دماغ کی ایک ایک بات کھول کر بتا دیتی ہے لیکن قیافہ شناسی اور دست شناسی میں باتیں گول مول کر کے بیان کی جاتی ہیں۔ میں نے بزرگ کا ہاتھ تھام کر ان کی لکیروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ یہاں کے ایک پناہ گزین کیمپ بروج البراجنہ میں زیادہ وقت گزارتے ہیں۔ اس کیمپ میں جتنے نوجوان ہیں انھیں بظاہر روزگار سے لگاتے ہیں لیکن خفیہ طور پر انھیں ہتھیار دے کر....."

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ پھر مسکرا کر پوچھا۔ "کیا میں وہ راز بتاؤں جن کا تعلق فلسطینی مجاہدین اور ان کی جدوجہد سے ہے؟"

وہ سب حیرانی سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ ان کی حیرانی کے دوران میں نے ڈاکٹر شیفرڈ کو بتا دیا کہ ایک ٹیکسی ڈرائیور آ رہا ہے۔ اس کی ٹیکسی کا نمبر بھی بتا دیا اور وہ کوڈ ورڈ زبھی اُسے سمجھا دیے۔ بزرگ جلیل القدر نے کہا۔ "میں مانتا ہوں، تم ہمارے دشمن ہوتے تو اپنے حیرت انگیز علوم کے ذریعے ہمیں نقصان پہنچا سکتے تھے۔ کرسٹوفر سکی ہمارا دشمن ہے۔ اس کا تعلق فلنجی ملیشیا سے ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کے لیے دوسرے ذرائع سے ہتھیار ہمیں پہنچاتا ہے لیکن وہ ہتھیار زنگ آلود ہوتے ہیں یا تقریباً ناکارہ ہوتے ہیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں سب جانتا ہوں۔ پہلے آپ لوگ اس سے ہتھیار لے کر اسرائیل میں فلسطینی مجاہدین تک پہنچاتے تھے۔ پھر کرسٹوفر نے ہتھیاروں کی سپلائی میں کمی کر دی۔ اُس نے اپنا ایک ایجنٹ تل ابیب میں مقرر کر دیا۔ اس کے ذریعے وہ ہتھیار اور زیادہ مہنگے داموں بیچتے ہیں۔ انشاء اللہ کل شام تک آپ لوگوں کو مفت ہتھیار ملیں گے۔"

سب خوش ہو گئے۔ ایک نے پوچھا۔ "کیسے ملیں گے؟ کہاں ہیں ہتھیار؟"

"آپ جلد بازی سے کام نہ لیں۔ میں وہ جگہ بتاؤں گا اور یہ بھی مشورہ دوں گا کہ کون سے مناسب وقت پر وہاں چھاپا مار کر ہتھیار حاصل کیے جا سکتے ہیں۔"

میں نے دائیں طرف ذرا سر گھما کر دیکھا۔ ایک چادر پوش میرے قریب آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ سر سے پاؤں تک چھپی ہوئی تھی۔ صرف اس کے دو گورے گورے گلابی گلابی ہاتھ نظر آ رہے تھے۔ اس کا ایک ہاتھ میری طرف بڑھا۔ وہ مجھے پرچی دے رہی تھی۔ میں نے اُسے لے کر کھولا۔ پھر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا:

"میرا نام حدیقہ ہے۔ میں سائنس کی طالبہ ہوں۔ میں نے قسم کھائی ہے جب تک میرے منگیتر کا سراغ نہیں ملے گا، اس وقت تک چپ رہوں گی۔ کسی سے نہیں بولوں گی اور اپنا چہرہ نہ کسی کو دکھاؤں گی نہ خود آئینے میں دیکھوں گی۔

ابھی تمھاری باتیں سُن کر یقین ہو رہا ہے کہ تم اپنے علوم کے ذریعے میرے منگیتر کا سراغ لگا سکتے ہو۔ صرف اتنا بتا دو، وہ کہاں ہے؟ اگر دشمنوں کی قید میں ہے تو میں جان کی بازی لگا کر اُسے لے آؤں گی۔ اگر وہ ظلم و ستم برداشت کر رہا ہے تو آج کی رات ظلم و ستم کی آخری رات ہو گی۔ میں اس کے ساتھ مر جاؤں گی یا مظالم ڈھانے والوں کو ہمیشہ کے لیے اپاہج بنا کر آؤں گی۔"

ایک خاتون نے کہا۔ "حدیقہ نے ایک ہفتے سے اپنی زلفیں نہیں سنواری ہیں۔ سنگار کرنا تو دور کی بات ہے، اس نے چہرے کو نقاب میں چھپا رکھا ہے۔ تاکہ کسی آئینے کے قریب سے گزرے تو اپنے چہرے کو نہ دیکھ سکے۔ اس نے قسم کھائی ہے، چہرے پر جو نقاب ہے، وہ اس کا منگیتر اگر اٹھائے گا۔ پہلے وہ دیکھے گا پھر یہ اپنے آپ کو اس کی آنکھوں میں دیکھے گی۔"

میں نے کہا۔ "مجھے اپنے منگیتر کی کوئی تصویر دکھاؤ۔ میں قیافہ شناسی کے ذریعے اس کے چہرے کو پڑھوں گا۔ پھر اس کے متعلق سراغ لگا سکوں گا۔"

اس کا ایک ہاتھ چادر کے اندر گیا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا، سوچ رہا تھا، اگر اس کا منگیتر جہاد میں کام آ گیا ہو تو میں اُسے کیا بتاؤں گا۔ کیا وہ کبھی اپنی زلفیں نہیں سنوارے گی۔ ساری عمر اپنے چہرے کو نقاب سے چھپائے رہے گی اور مرتے دم تک خود اپنے آپ کو نہیں دیکھے گی۔ ہائے محبت بھی کیا چیز ہے۔ آج معلوم ہوا کہ زندگی کی آخری سانس تک اپنی قسم پر قائم رہنے کا نام محبت ہے۔

چادر کے اندر سے وہ ہاتھ باہر آیا تو مجھے ایک نوجوان کی تصویر نظر آ رہی تھی۔ میں نے وہ تصویر لی۔ اُسے قریب سے دیکھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے دماغ تک پہنچنے لگا۔ میرے چاروں طرف بیٹھنے والوں نے جیسے دم سادھ لیا تھا۔ بڑے غور سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ سمجھ رہے تھے کہ میں تصویر کے چہرے کو پڑھ رہا ہوں اور یقیناً کوئی کام کی بات بتانے والا ہوں۔ اُدھر حدیقہ کا دل دھڑک رہا ہو گا، ایک اندیشہ ہو گا۔ "کیا میرا منگیتر!"

"نہیں نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔" مجھے یونہی احساس ہوا جیسے حدیقہ کہہ رہی ہو۔ "اے قیافہ شناس اجنبی! ہمارے لیے رحمت کا فرشتہ بن جا۔ اے دست شناس نجومی! میرے ہاتھ کی اندھی، گونگی لکیروں سے گزرتا ہوا میرے منگیتر تک پہنچ جا۔"

میں نے سر اٹھا کر چادر والی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں تمھارا چہرہ نہیں دیکھ سکتا کیوں کہ تم اپنا چہرہ خود نہیں دیکھ رہی ہو۔ اپنا ہاتھ تو دکھا سکتی ہو۔ میں تمھارے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا یہ لکیریں تمھارے منگیتر تک پہنچ سکتی ہیں؟"

اس نے اپنا بایاں ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اُس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ ذرا دیر تک اس ہاتھ کی لکیروں کو دیکھتا رہا۔ لکیروں کے متعلق میں زیادہ کچھ نہیں جانتا اور مجھے جاننے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اس ہاتھ کو چھوڑ دیا۔

سبھی تشویش میں مبتلا تھے۔ جلیل القدر نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"اس ہاتھ کی لکیریں اپنے منگیتر تک نہیں پہنچ سکتیں، لیکن یہ خوش خبری سُنا دوں کہ صبح ہونے تک اس کا منگیتر اس کے پاس ہو گا۔"

سبھی نے خوشی کا نعرہ لگایا۔ بزرگ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر محبت بھرے انداز میں ڈانٹتے ہوئے کہا۔ "خاموش رہو۔ کیا دور دور کے علاقوں میں یہ تاثر دینا چاہتے ہو کہ ہم ایک جگہ جمع ہیں اور کوئی خفیہ جلسہ کر رہے ہیں؟"

سب خاموش ہو گئے تھے۔ حدیقہ دوسری طرف منہ پھیر کر ایک کاغذ پر کچھ لکھ رہی تھی۔ پھر اُس نے کاغذ کو میری طرف بڑھایا۔ میں نے پڑھا، اس نے لکھا تھا۔ "اگر میرے ہاتھ کی لکیریں میرے منگیتر تک پہنچنے میں رکاوٹ بن رہی ہیں، اعتراض کر رہی ہیں تو میں اپنا یہ ہاتھ جلا ڈالوں گی۔ مجھے صرف اس کا پتا بتا دو۔"

میں نے کہا۔ "ہاتھ کو جلا ڈالنے سے لکیریں کچھ نہیں بگڑ سکتیں، لیکن اچھی بُری تقدیر کبھی نہیں بگڑ سکتی۔ تقدیر تو اپنا کام دکھاتی ہی رہتی ہے۔ تمھارا ہاتھ بتا رہا ہے کہ تم ضدی ہو۔ اگر میں تمھارے منگیتر کا پتا بتا دوں تو ابھی یہاں سے دوڑتی ہوئی اس کے پاس پہنچنا چاہو گی، اور میں یہ نہیں چاہوں گا۔"

چادر کے اندر سے ایسی آوازیں سُنائی دیں جیسے وہ غرا رہی ہو۔ اب تب میں مجھ پر حملہ کرنے ہی والی ہو، میری گردن دبوچ کر مجھ سے اپنے محبوب کا پتا دریافت کرنے والی ہو۔

میں نے کہا۔ "اگر غراؤ گی، تمھاری آواز چادر سے باہر آئے گی تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ تمھیں بالکل خاموش رہنا چاہیے۔ خاموشی کا ایک مطلب ہوتا ہے، صبر و تحمل اور آنے والے وقت کا مناسب انتظار۔ میں کہہ چکا ہوں، صبح تک تمھارا منگیتر تمھارے پاس ہو گا۔"

وہ فوراً ہی خاموش ہو گئی تھی۔ غرانا بند ہو گیا تھا۔ اُسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا کہ اس طرح قسم ٹوٹ رہی ہے۔ ایک شخص نے دریافت کیا۔ "کیا منگیتر خود وہی صبح تک یہاں پہنچ جائے گا؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "دو مستعد جوان یہاں سے ایک گاڑی لے کر جائیں گے۔ وہ بہت زخمی ہے۔ اگرچہ اب بھی وہاں سے فرار ہو کر یہاں تک پہنچنے کا حوصلہ رکھتا ہے لیکن اسے کسی گاڑی میں لانا زیادہ مناسب ہو گا۔"

کتنے ہی جوانوں نے بیک آواز کہا۔ "ہم جائیں گے۔ ہم جائیں گے۔"

میں نے ہاتھ اٹھا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر کہا۔ "پہلے حدیقہ کو یہاں سے جانے کے لیے کہا جائے۔ میں ان بزرگ سے مشورہ کروں گا۔ یہ اپنے طور پر دو جوانوں کا انتخاب کریں گے۔ وہی دو جوان میرے بتائے ہوئے پتے پر یہاں سے جائیں گے۔ یہ پتا میں سب کو نہیں بتاؤں گا۔ حدیقہ کو معلوم ہو گا تو یہ سرپھری لڑکی میرے منع کرنے کے باوجود وہاں ضرور جائے گی، میرا علم کہتا ہے یہ وہاں جائے گی تو نقصان اٹھائے گی۔ ہو سکتا ہے پھر کبھی واپس نہ آ سکے۔"

جلیل القدر نے حدیقہ کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔ اُسی وقت ڈاکٹر شیفرڈ پہنچ گیا۔ میں نے اُٹھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ جلیل القدر بزرگ سے اس کا تعارف کرایا۔ پھر درخواست کی کہ وہاں سے بھیڑ چھٹ جائے۔ صرف وہ بزرگ رہ سکتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی کمرہ خالی ہو گیا۔ میں نے دروازے کو بند کرنے کے بعد ان سے کہا۔ "محترم! میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ دریائے آوالی کے ساحل پر ایک غیر معروف سی بستی کا نام مونشورہ ہے۔ وہاں ایک کھنڈر نما مکان میں حدیقہ کے منگیتر کو قید کر کے رکھا گیا ہے۔ اس پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ اس سے پوچھا جا رہا ہے کہ بروج البراجنہ کے کیمپ میں جتنے فلسطینی ہیں ان میں سے کتنے نوجوان خفیہ سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں منگیتر نے اب تک زبان نہیں کھولی ہے۔ صبح تک اس نے ان کے سوالوں کا جواب نہیں دیا تو اُسے گولی مار دی جائے گی۔ آپ ایسے دو نوجوانوں کا انتخاب کریں جن میں سے ایک بہت ہی دلیر اور حاضر دماغ ہو۔ دوسرا دلیر ہو مگر زیادہ سمجھ دار نہ ہو۔ بس کوئی بے وقوف سا جوان ہو۔"

بزرگ نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیسا انتخاب ہے۔ کیا واقعی کسی بے وقوف جوان کو وہاں بھیجا جائے گا؟"

"میں آپ کو صحیح مشورہ دے رہا ہوں۔ آپ فوراً عمل کریں۔"

وہ کمرے سے باہر چلے گئے۔ صرف ڈاکٹر شیفرڈ میرے پاس رہ گئے۔ میں نے دروازے کو بند کیا۔ پھر کرسٹوفر کی تصویریں

ان کے سامنے رکھ دیں اور کہا: "آپ ان تصویروں کا مطالعہ کریں۔ ذرا میں ان بزرگ کے دماغ سے ہو کر آتا ہوں۔"

اسی وقت میزبان بزرگ خاتون نے آکر پوچھا: "ابھی کچھ کھاؤ گے یا اپنے میک اپ کے بعد۔۔۔؟"

میں نے مسکرا کر انھیں محبت سے دیکھا اور کہا: "آپ کی ممتا سے پیٹ بھر گیا ہے ویسے قہوہ مل جائے تو پی لوں گا۔"

"میں ابھی لاتی ہوں۔"

اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک تصویر نکالی پھر بوڑھے لرزتے ہوئے ہاتھ سے میری طرف بڑھائی۔ میں نے دیکھا وہ ایک نوجوان لڑکا تھا۔ خاتون ممتا بھرے انداز میں تھرتھراتے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی: "بیٹا! ابھی تم نے حدیقہ کے منگیتر کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے، یہ کہاں تک درست ہے صبح تک معلوم ہو جائے گا لیکن ایک ماں کا دل کہہ رہا ہے کہ تم سچ کہتے ہو۔ تمہارا علم سچا ہے۔ میں تم سے کچھ نہیں چاہتی۔ میرے بیٹے کے متعلق سچ سچ بتا دو۔ کیا میرا انتظار کبھی ختم نہیں ہوگا؟"

میں تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا رہا، مگر مجھے اس کا دماغ نہیں ملا۔ میں تھوڑی دیر تک سر جھکائے خاتون کے سامنے کھڑا رہا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کس زبان سے حقیقت بیان کروں۔ ماں کا دل مضبوط چٹان کی طرح ہوتا ہے لیکن شیشے کی طرح نازک بھی ہوتا ہے۔

میزبان خاتون تھوڑی دیر تک مجھے تکتی رہیں۔ پھر میرے ہاتھ سے تصویر لیتے ہوئے آنسو بھری آواز میں جبراً مسکراتے ہوئے کہا: "ارے بیٹا! تم تو خواہ مخواہ میرے معاملے میں اُلجھ گئے۔ ابھی تمھیں کتنے سارے کام کرنے ہیں۔ کتنوں کے کام آنا ہے۔ تم جہاد کے راستے پر ہو اور میں تمہارا وقت ضائع کر رہی ہوں۔ کوئی بات نہیں، تم اطمینان سے میرے بیٹے کی تصویر دیکھنا۔ اس کے چہرے کو پڑھنا۔ یہ زندہ ہے۔ میرا بیٹا زندہ ہے۔ تم پریشان کیوں ہوتے ہو؟"

وہ بولتی جا رہی تھی اور ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے پیچھے ہٹتی جا رہی تھی۔ "میں جاتی ہوں، میرے جگر کے ٹکڑے کو کچھ نہیں ہوا۔ کبھی کبھی علم چھوٹا پڑ جاتا ہے۔ ممتا کبھی جھوٹی نہیں پڑتی۔ اس کا اعتماد کبھی نہیں ڈگمگاتا۔ کوئی بات نہیں بیٹا، تم اپنے میک اپ میں مصروف ہو جاؤ۔ میں پھر تمہارے پاس آؤں گی۔ میں تمہارے لیے گرما گرم کھانا تیار کر رہی ہوں۔"

وہ کہتے کہتے دروازے سے نکل کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی لیکن میری خیال خوانی سے اوجھل نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر کرسی پر بیٹھ کر ڈاکٹر شیفرڈ سے کرسٹوفر میکی کے متعلق باتیں کرنے لگا۔

دوسری طرف رسونتی کا طیارہ انقرہ سے روانہ ہو کر بھارت کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے برابر والی سیٹ پر دوسری مسافر عورت آگئی تھی۔ وہ ہندوستانی تھی۔ رسونتی سے خوب گھل مل کر باتیں کر رہی تھی۔ میں اس ہندوستانی عورت کے دماغ کو پڑھنے لگا۔ اس سے پہلے رسونتی اُسے پڑھ چکی تھی۔ وہ مطمئن تھی۔ میں بھی مطمئن ہو گیا۔

میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اُس نے کہا: "رسونتی وقتاً فوقتاً رابطہ قائم کرتی رہتی ہے۔ میں اُس کی طرف سے مطمئن ہوں۔ ہم آگے پیچھے ایک گھنٹے کے فرق سے دہلی پہنچیں گے۔ نیپال کے ایئرپورٹ میں چھوٹے طیاروں کی گنجائش ہوتی ہے۔ اس لیے ہم دہلی سے ایئر انڈیا کے ایک چھوٹے طیارے میں جائیں گے۔ میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہمسفر انامیریا کے ساتھ کئی بار نیپال کا سفر کر چکا ہے مامے اچھی خاصی معلومات حاصل ہیں۔ یہ بتا رہا تھا، بیرونی ممالک سے نیپال جانے والوں کے لیے مخصوص طیارہ دہلی سے روانہ ہوتا ہے لہٰذا جس طیارے میں رسونتی جائے گی اُسی طیارے میں ہمیں بھی جگہ مل جائے گی۔"

میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر معلومات حاصل کیں۔ وہ سو رہی تھی۔ اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں۔۔۔۔۔ کو محسوس کرتے ہی بیدار ہو گئی۔ میں نے رسونتی کے لب و لہجے میں کہا: "میں خیریت معلوم کرنے آئی ہوں۔"

اس نے کہا: "میں یونان کے مشرقی ساحل پر پہنچ گئی ہوں۔ یہاں ایک ریسٹ ہاؤس میں رات گزار رہی ہوں۔ صبح چار بجے ہماری موٹر بوٹ جزیرہ یونانی سیسس کی طرف روانہ ہوگی۔"

"اچھی بات ہے، آرام سے سو جاؤ۔ میں پھر آؤں گی۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ سونیا، رسونتی اور مرجانہ سے رابطہ قائم کرنے اور گفتگو کرتے رہنے کے دوران ڈاکٹر شیفرڈ میرے میک اَپ میں مصروف تھا۔ اپنی سرجری کا کمال دکھا رہا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے میں میک اَپ مکمل ہو گیا۔ اب آئینے کے سامنے میں خود کو کرسٹوفر میکی کے روپ میں دیکھ رہا تھا۔ تین مختلف زاویوں سے کھینچی ہوئی تصویروں کو بار بار دیکھتے ہوئے اپنے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ ڈاکٹر شیفرڈ بھی محدب شیشے کے ذریعے میرا گہرا مطالعہ کر رہا تھا۔ میں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے دونوں بازوؤں کو محبت اور عقیدت سے تھام کر کہا: "ڈاکٹر! دُنیا کہتی ہے میری ٹیم میں عورتیں زیادہ ہیں ایسا کہنے والے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ یقیناً آپ نے جس طرح سایہ دیا ہے اور ساتھ دیتے آ رہے ہیں اس سے آپ کی جنت اور اپنے کا بے پناہ اور پُرخلوص اظہار ہوتا ہے۔ آپ میری خاطر تمام مصروفیات چھوڑ کر ایک ملک سے دوسرے ملک چلے آتے ہیں۔ میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں۔"

اس نے مجھے گلے لگایا۔ میری پیٹھ کو تھپکتے ہوئے کہا: "میں تمہاری دوستی پر فخر کرتا ہوں۔ کیا یہ فخر کی بات نہیں ہے کہ میں دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمہارے لیے سفر کرتا ہوں اور سفر کرتا رہوں گا۔ یہ اعزاز کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔"

اس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "مجھے جانا چاہیے۔ تم بہت مصروف ہو۔ کبھی کبھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کر لیا کرو۔ میں اکثر تمہارے لیے پریشان رہتا ہوں۔"

میں نے رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر اس ٹیکسی ڈرائیور کو بلا کر کہا کہ ڈاکٹر کو واپس ہوٹل میں پہنچا دے۔ ٹیکسی ڈرائیور اور وہ بزرگ جب کمرے میں آئے تو مجھے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ میں نے مسکرا کر کہا: "میں وہی اجنبی مہمان ہوں جسے آپ دو گھنٹے پہلے یہاں دیکھ کر گئے تھے۔"

بزرگ نے حیرانی سے ڈاکٹر شیفرڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "واقعی آپ باکمال ہیں بلکہ آپ دونوں ہی باکمال ہیں۔"

ڈاکٹر ان سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔ جب وہ ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ چلا گیا تو میں نے جلیل القدر بزرگ سے کہا: "آپ ان دو نوجوانوں کو میرے سامنے لے آئیں۔"

وہ دونوں میرے سامنے حاضر ہوئے۔ میں نے ان سے گفتگو کی۔ ان میں سے ایک ذرا کم سمجھ دار تھا۔ دوسرے لفظوں میں بے وقوف تھا۔ میں نے ایسے جوان کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ اس کے دماغ کو کنٹرول میں رکھ کر خاطر خواہ کام نکال سکوں اور وہ اپنی دماغی کیفیت اگر اپنے لوگوں میں بیان کرے تو لوگ کبھی یہ سمجھ نہ سکیں کہ جو کچھ ہوا تھا وہ خیال خوانی کا کمال تھا بلکہ وہ اس جوان کو احمق سمجھتے رہیں۔ اس کی احمقانہ باتوں پر یقین نہ کریں جو کارنامہ وہ انجام دے کر واپس آئے اُسے محض اتفاق سمجھتے رہیں۔

اس احمق کا نام دلبر تھا۔ میں نے دوسرے جوان سے کہا۔ "سنو! اس مہم میں تم دو آدمیوں کی ایک ٹیم ہے۔ اس ٹیم میں دلبر تمہارا لیڈر رہے گا۔"

اس جوان نے ناگواری سے دلبر کو دیکھا مگر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں تھی۔ بزرگ نے انھیں پہلے سمجھا دیا تھا کہ میں جو کچھ کہوں گا اس پر بے چون و چرا عمل کیا جائے۔ اس نے کہا "محترم! آپ کہتے ہیں تو میں اسے لیڈر تسلیم کر لیتا ہوں لیکن اس کی حماقت کی وجہ سے میں بھی مارا جاؤں گا۔"

"جب میں پیشن گوئی کر چکا ہوں کہ صبح تک منگیتر یہاں آجائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کو لانے والے بھی واپس آئیں گے، جو کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

وہ ایک پرانی سی جیپ کار میں وہاں سے روانہ ہو گئے۔

رات کا ایک بج رہا تھا۔ اُن کی سوچ نے بتایا کہ وہ ایک گھنٹہ بیس منٹ کے اندر دریائے آدالی کے اس ساحلی علاقے مون شور تک پہنچ جائیں گے۔ اُن کے جانے کے بعد محلے کے کتنے ہی گھروں سے عورتیں اپنے اپنے ہاتھوں میں ٹرے اور پلیٹیں اٹھا کر میرے پاس آنے لگیں۔ سب اپنے گھر سے کھانے کو کچھ نہ کچھ لا رہی تھیں۔ اِدھر میری بوڑھی میزبان خاتون نے میرے لیے گرما گرم کھانا تیار کیا تھا۔ میں نے سب سے معذرت چاہتے ہوئے کہا: "میں جس کے ہاں مہمان ہوں، اس میزبان کا حق پہلا ہے۔ لہٰذا پہلے اس گھر کا کھانا کھاؤں گا۔"

بزرگ نے کھانے میں میرا ساتھ دیا۔ اس کے بعد میں نے کہا: "ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔ وہ جوان مون شور تک پہنچنے والے ہیں۔ لہٰذا مجھے مراقبے میں جانا ہوگا تاکہ میں اُن کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہوں۔"

میری فرمائش پر مجھے تنہا چھوڑ دیا گیا۔ میں نے دروازے کو بند کیا۔ پھر ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کرنا چاہتا تھا، اسی وقت بوڑھی میزبان خاتون کمرے میں آئیں تاکہ پلیٹیں سمیٹ کر لے جائیں۔ مجھے دیکھ کر وہ ممتا سے مسکرائیں۔ اُن کی آنکھوں سے گہرا کرب چھلک رہا تھا۔ اگر آنکھیں نہ بتاتیں تب بھی میں آنکھوں میں جھانک کر دیکھ سکتا تھا۔ وہ اندر سے تقریباً ٹوٹ چکی تھیں۔ فقط حوصلے سے دونوں پاؤں پر کھڑی ہوئی تھیں، چل رہی تھیں۔ ایک مسلمان میزبان خاتون کا فرض انجام دینے کے لیے میری خدمت کرنے کے لیے اپنے دکھوں سے لڑ رہی تھیں۔

میں مجبور تھا۔ بہت مجبور تھا۔ میں کسی کے دُشمنوں سے لڑ سکتا تھا مگر کسی کی تقدیر سے نہیں لڑ سکتا تھا۔ میں نے بے بسی سے ایک گہری سانس لی، پھر آنکھیں بند کر کے خیال خوانی کی پرواز شروع کر دی۔ میں کبھی کرسٹوفر میکی کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر رہا تھا اور کبھی منگیتر کے دماغ میں پہنچ کر اس کی حالت کا اندازہ کر رہا تھا۔ وہ بے چارہ زخموں سے چُور تھا۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ اُٹھ کر اپنے پاؤں پر کھڑا رہ سکے لیکن زمین پر گھسٹ گھسٹ کر آہنی سلاخوں تک پہنچ جاتا تھا اور بڑے کرب سے سلاخوں کو مٹھیوں میں بھینچ کر آواز نکالنا چاہتا تھا مگر آواز لڑکھڑانے لگتی تھی۔ بول نہیں سکتا تھا۔ صرف چیخ کر رہ جاتا تھا۔

ان دنوں لبنانی مسلمانوں کے خلاف عیسائی ملیشیا اور اسرائیل کے یہودیوں نے خفیہ محاذ بنا رکھا تھا۔ یہودی، عیسائی ملیشیا کو مسلم ملیشیا اور دروز ملیشیا کے خلاف امداد دیتے رہتے تھے، اسی طرح عیسائی ملیشیا کے افراد یہودیوں کی لبنان کی جنوبی سرحدوں میں گھس آنے اور تخریبی کارروائیاں کرنے کے سلسلے میں خفیہ طور سے مدد کرتے تھے۔ اُن پناہ گزین فلسطینی مسلمانوں کی نشاندہی کرتے تھے جو یہودیوں کے خلاف سرگرم عمل رہا کرتے تھے۔ اسی سلسلے میں اس کو بھی گرفتار کر کے اُنھوں نے غیر قانونی طور پر ایک کھنڈر نما مکان میں قید کر رکھا تھا۔ اس مکان کے چاروں طرف چار مسلح عیسائی ملیشیا کے افراد پہرہ دے رہے تھے۔ اندر دو آدمی تھے جن کی آوازوں اور لب و لہجے کو میں گرفت میں اس طرح لے چکا تھا کہ وہ کئی بار اس کے پاس آچکے تھے اور اُنھوں نے اُسے دار رنگ دی تھی کہ صبح تک اُس نے زبان نہ کھولی اور اپنے چھاپا مار ساتھیوں کی نشاندہی نہ کی تو اُسے گولی مار دی جائے گی۔

وہ جوان وہاں پہنچ گئے۔ اس کھنڈر نما مکان سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر رک گئے۔ چاندنی رات میں وہ مکان دور سے نظر آرہا تھا۔ ذرا اُونچائی پر تھا، اس لیے واضح طور پر دیکھا جاسکتا تھا۔ میں چھ مسلح پہرے داروں کی ایک ایک پوزیشن سے واقف تھا۔ دلبر نے کہا: "یہاں سے ہم رینگتے ہوئے چلیں گے۔ جہاں میں کہوں تم اُدھر جانا۔ تمھیں ایک مسلح پہرے دار نظر آئے گا۔ کوشش یہ کرنا کہ فائرنگ کی نوبت نہ آئے۔ چپ چاپ اُسے دبوچ لیا جائے۔ اس طرح دوسرے پہرےدار ہوشیار نہیں ہوں گے۔ ہم ان کی غفلت میں ہی ان کو آسانی سے مار کر اپنے ساتھی کو لاسکتے ہیں۔"

وہ اپنے لیڈر ساتھی کی ہدایت کے مطابق کبھی ہاتھوں کے اور گھٹنوں کے بَل چل رہا تھا۔ کبھی جھک جھک کر دوڑتا جا رہا تھا۔ اس طرح وہ مکان کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ وہ حیران تھا کہ دلبر اتنی دانش مندی سے کیسے مشورے دے رہا ہے۔ واقعی اس مکان کے آس پاس چھ مسلح پہرے داروں کے علاوہ بے شمار دُشمن ہو سکتے تھے۔ دانش مندی یہی تھی کہ فائرنگ کی نوبت نہ آنے دی جائے۔

بہرحال وہ دلبر کی ہدایت پر عمل کرتا ہوا اس کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچا۔ مکان کے دائیں طرف ایک مسلح جوان کھڑا ہوا نظر آیا۔ وہ سر جھکائے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کی آڑ میں سگریٹ سُلگا رہا تھا۔ اس جوان نے اچانک ہی پیچھے سے جا کر اُسے دبوچ لیا۔ ایک ہاتھ سے اس کی گردن پر نیک لاک لگایا تھا۔ میں کوشش کر رہا تھا کہ اس پہرے دار کے حلق سے آواز نہ نکلے۔ جب اس جوان نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ایک ضرب لگائی، تب میں نے دُشمن پہرے دار کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے بعد پے در پے سر پر ریوالور کی ضربیں اس طرح لگائیں کہ وہ دوبارہ اُٹھ نہ سکا۔ میں نے دلبر کے پاس پہنچ کر دیکھا، وہ آہستہ آہستہ زمین پر رینگتا ہوا ایک پہرے دار کے قریب پہنچ رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اب میں اس پہرےدار کی طرف جا رہا تھا۔ میرے دائیں ہاتھ میں چاقو تھا۔ ریوالور کو جیب میں رکھ لیا تھا۔ پھر میں نے اس پہرے دار پر چھلانگ لگائی۔ اُس کی گردن کو پیچھے سے دبوچتا ہوا اُسے لے کر لڑھکتا ہوا زمین پر ذرا دور تک گیا۔ پھر میں نے وہ خنجر اس کے سینے میں اُتار دیا۔ اس کے حلق سے آواز نکلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

چاندنی رات میں چھپے ہوئے دُشمن اُنھیں دیکھ سکتے تھے۔ اس لیے میں بڑی احتیاط سے کبھی دلبر کے پاس اور کبھی اُس کے ساتھی کے پاس جاتا تھا۔ اُنھیں ایسے عمل پر مجبور کرتا تھا جس سے اُن کی موجودگی کا کسی کو پتا نہ چلے، ذرا سی آہٹ کبھی نہ ملے۔ پندرہ منٹ کے اندر اُنھوں نے چار مسلح پہرے داروں کو ختم کر دیا۔ اندر دو پہرے دار رہ گئے تھے۔ اُن میں سے بھی ایک ختم ہو گیا۔ دو سرا رہ گیا تھا۔ وہ قیدی کے پاس آخری وارننگ دینے گیا تھا۔ دلبر نے اپنے ساتھی سے کہا: "میں اس تنہا شخص سے نمٹ لوں گا تم واپس جاؤ اور اپنی جیپ لے کر ادھر چلے آؤ۔ جلدی کرنا ورنہ دیر ہوئی تو ہم اپنے ساتھی کو لے جا نہیں سکیں گے۔"

اس کے ساتھی نے اُسے واقعی لیڈر تسلیم کر لیا تھا۔ اس کے حکم کے مطابق وہاں سے کبھی رینگتا ہوا اور کبھی جھک جھک کر دوڑتا ہوا اپنی جیپ کی طرف جانے لگا۔ جب وہ کچھ دور نکل گیا تو میں دلبر کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ ویسے وہ دماغی طور پر خود حاضر تھا لیکن یہ محسوس کر رہا تھا کہ اُس سے دانش مندانہ حرکتیں سرزد ہو رہی ہیں اور وہ ضرورت سے کچھ زیادہ دلیر بن گیا ہے۔ یہ دلیری اس کا حوصلہ بڑھا رہی تھی۔ وہ اس کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں آہنی سلاخوں والا دروازہ تھا۔ دروازے کے پاس کھڑا ہوا مسلح پہرے دار محبوب سے کہہ رہا تھا: "ایک ہی بار ملنے والی زندگی پر غور کرو۔ یہ بار بار نہیں ملے گی۔ صبح ختم ہو جاؤ گے، تو تمھارے لیے یہ ساری دُنیا ختم ہو جائے گی۔ پھر یہ کس کام کی زندگی ہماری بات مان لو۔ ساری عمر عیش کرو گے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیر و تفریح کرو گے۔ دنیا کا ہر عیش تمھیں میسر ہو گا۔"

محبوب سلاخوں کو تھام کر کھڑے ہونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اتنا دم خم نہیں رہا تھا۔ وہ اس کی باتیں سن کر نفرت سے اس پر تھوکنا چاہتا تھا۔ اس کے منہ سے تھوک نکلا ضرور لیکن رال کی صورت میں باچھوں سے بہہ گیا۔ اس بے چارے کی حالت بہت ہی نازک تھی۔ یوں لگتا تھا، صبح گولی مارنے سے پہلے ہی مر جائے گا۔

وہ مسلح پہرے دار آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ اس سے پہلے ہی دلبر نے پیچھے سے اس کے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی تھی۔ وہ نپے تُلے انداز میں حملے کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ اس کا ہر حملہ کامیاب رہا تھا۔ پہرے دار ذرا جی دار تھا۔ اتنی سخت ضرب لگانے کے باوجود اس کی طرف پلٹ گیا۔ مقابلہ کرنے لگا۔ دلبر تنہا نہیں تھا۔ میں اس کے اندر رہ کر مقابلہ کر رہا تھا۔ ذرا دیر بعد ہی میں نے اُسے بھی ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ اس کی جیب سے چابیاں نکال کر آہنی دروازے کو کھولا۔ پھر قیدی کو اپنی پیٹھ پر لاد کر وہاں سے دوڑتا ہوا مکان کے باہر جانے لگا۔ جیپ کار کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ جیپ دیکھ کر اُسے پیٹھ پر لادے جیپ کی طرف جا رہا تھا تو اس کا ساتھی مُردہ پہرے داروں کی اسٹین گنیں وغیرہ سمیٹ کر جیپ میں رکھ رہا تھا تاکہ وہ ہتھیار آئندہ کام آسکیں۔

اور وہ یقیناً اُن کے کام آئے۔ جیپ کار کی آواز رات کے سناٹے میں دور تک گئی تھی۔ اس مکان کے آس پاس جو دُشمن آرام کر رہے تھے وہ چونک پڑے تھے لیکن انھیں دیر ہو گئی تھی۔ اس وقت تک دلبر جیپ کار ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا۔ پیچھے اس کا ساتھی اسٹین گن لے کر بیٹھ گیا تھا۔ مون شور کے علاقے میں ہلچل مچ گئی تھی۔ کئی گاڑیاں تعاقب میں آرہی تھیں لیکن جیپ کار کے پچھلے حصّے سے اسٹین گن سے فائرنگ ہونے لگی تو تعاقب کرنے والے احتیاطاً ذرا پیچھے رہ گئے۔ وہ جان بوجھ کر فائرنگ کی زد میں نہیں آسکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تعاقب کرنے والے پیچھے ہی رہ گئے۔ مون شور کے علاقے سے باہر وہ جوابی فائرنگ نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی دلبر کا ساتھی اب فائرنگ کر سکتا تھا۔ آگے بیروت کی حدود میں قانوناً باز پرس ہو سکتی تھی۔ بہرحال وہ بڑی کامیابی سے قیدی کو لے کر حدیقہ کے مکان کے سامنے پہنچ گئے۔ پورے محلّے میں جیسے رت جگا منایا جا رہا تھا۔ سب اپنے مجاہد کی واپسی پر خوش بھی تھے اور حیران بھی ہو رہے تھے۔

کچھ لوگ مسنگیتر کو ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر حدیقہ کے مکان کے ایک کمرے میں لے گئے۔ وہ آنکھیں بند کیے بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھی اُسے مخاطب کر رہے تھے۔ طرح طرح کے مختصر سوالات کر رہے تھے۔ حدیقہ چادر میں لپٹی ہوئی چپ چاپ کھڑی تھی۔ ابھی اس نے زبان نہیں کھولی تھی۔ کیونکہ پہلے اپنے مسنگیتر کی آواز سننا چاہتی تھی۔ ابھی اس نے چہرے سے نقاب نہیں اٹھایا تھا۔ اس کی قسم تھی کہ مسنگیتر اپنے ہاتھوں سے اس کا نقاب اٹھائے گا۔

ڈاکٹر کے آنے کے بعد اس کی حالت سنبھل سکتی تھی۔ میں تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ صبح کے چار بج چکے تھے۔ اب تب میں اذان ہونے والی تھی۔ مجھے جائے کی طلب محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا خود کچن میں جا کر بناؤں لیکن اس سے پہلے میزبان خاتون کے متعلق معلوم تو کر لوں کہ وہ سو رہی ہیں یا ابھی تک میری خدمت کے لیے بیدار ہیں۔

میں نے اُن کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی تو میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا خاتون کے کمرے میں پہنچا۔ وہ اپنے بستر کے سرہانے نیم دراز تھیں ایک ہاتھ سینے پر رکھا ہوا تھا اور اس ہاتھ اور سینے کے درمیان بیٹے کی تصویر تھی۔ انھوں نے بیٹے کو دل کی دھڑکنوں سے لگایا تھا اور دھڑکنوں کی زبان سے پوچھا تھا: "میرے بچے تم کب آؤ گے؟ کب میرا انتظار ختم ہو گا؟"

خاتون کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ دھڑکنیں تھم چکی تھیں اور انتظار ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا تھا۔

ہماری دنیا میں محبت کے کیسے کیسے رشتے جنم لیتے ہیں اور محبت کے کیسے کیسے مقدس رشتے فنا ہو جاتے ہیں۔ جب میں پیدا ہوا تو میری والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ میں نے ماں کا چہرہ نہیں دیکھا۔ آج بڑی مدّت کے بعد میں نے ایک ماں کا چہرہ دیکھا تھا۔ جس نے مجھے بیٹا کہا تھا۔ آج ایک ماں پھر مجھے اس دنیا میں چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

دروازے پر دستک ہونے لگی۔ میں نے بیرونی دروازے پر پہنچ کر اُسے کھولا۔ جلیل القدر بزرگ کتنے ہی لوگوں کے ساتھ آئے تھے۔ سب خوش ہو کر میری تعریفیں کر رہے تھے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر بزرگ سے کہا: "میں بڑے افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں، میری میزبان خاتون کو بیٹے کے غم نے کھا لیا ہے اب وہ اس دنیا میں نہیں رہیں۔"

میری باتیں سُن کر سب کے مسرت بھرے چہرے جھک گئے۔ سب اُداس ہو گئے۔ کچھ لوگ ان بزرگ کے ساتھ تیزی سے مکان میں داخل ہوئے اور خاتون کے بیڈ روم کی طرف چلنے لگے۔ میں اپنے کمرے میں ایک طرف بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ہی حدیقہ میرے سامنے پہنچ گئی۔ وہ اُسی طرح چادر میں چھپی ہوئی تھی۔ اس نے میری طرف ایک پرچی بڑھائی۔ میں نے اسے کھول کر پڑھا

لکھا تھا: "خدا اور رسولؐ کے بعد آپ میرے لیے سب سے زیادہ محترم ہیں۔ آپ نے مجھے وہ خوشی دی ہے، جس کا صلہ شاید مرتے دم تک نہ دے سکوں۔ آپ کی مہربانیوں سے میرا مسنگیتر میرے گھر تک پہنچ گیا ہے لیکن وہ چپ ہے۔ اس کی حالت بڑی نازک ہے۔ خدا کے لیے اپنے کسی بھی علم کو کام میں لائیے اور اسے بولنے اور سننے کے قابل بنائیے۔ میں اس کی آواز سننا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں، وہ آنکھیں کھول کر مجھ پر ایک نظر ڈالے، اپنی حدیقہ کو دیکھے۔ پلیز، کیا آپ میرے ساتھ میرے گھر تک چل سکتے ہیں؟"

میں اُسے پڑھنے کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ حدیقہ آگے آگے تھی۔ میں کچھ لوگوں کے ساتھ اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ جب اس کے مکان میں پہنچا تو وہاں ڈاکٹر آچکا تھا۔ اس کا معائنہ کرنے کے بعد ایک انجکشن لگا رہا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر کہا: "مجھے افسوس ہے، ان کی حالت بہت ہی نازک ہے۔ انھیں کسی اچھے اسپتال میں داخل کرانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو انھیں ایک نئی زندگی مل جائے گی۔"

میں مسنگیتر کے دماغ میں جھانک کر دیکھنے لگا۔ اس کا دماغ ڈوب رہا تھا۔ وہ کچھ سوچنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ دماغ میں دُھند چھائی ہوئی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں ہے اور کس حالت میں ہے؟

انجکشن کے بعد وہ ذرا توانائی محسوس کر رہا تھا۔ دماغ سے ہلکی ہلکی سی دُھند چھٹ رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ آنکھیں کھولنے لگا۔ حدیقہ فوراً ہی اس کے قریب پہنچ کر بیٹھ گئی۔ اس پر جھک گئی اس کا انداز کہہ رہا تھا کہ مسنگیتر کی زبان سے ایک لفظ ہی ادا ہو جائے۔ وہ حدیقہ نہ کہہ سکے، پیار سے حادی کہہ دے۔ پھر قسم ٹوٹ جائے گی۔ اس کے بعد وہ بولے گی۔ خوب بولے گی، مسنگیتر سے جُدا ہونے کے بعد ایک ایک لمحہ کیسے گزرا؟ وہ ایک ایک لمحے کی بات سُنائے گی۔

محبوب نے دیدے گھما کر اُسے دیکھا۔ چہرہ چھپا ہوا تھا۔ محبوب کے ہاتھ میں نقاب اٹھانے کی سکت نہیں تھی۔ حدیقہ نے اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اسے سہلانے لگی ——— گرمی پہنچانے لگی، لیکن ہاتھ سرد ہوتا جا رہا تھا۔ بے حس ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس ہاتھ کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ حدیقہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس جھٹکے کے ساتھ ہی مسنگیتر کا سر ڈھلک گیا تھا۔ آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو چکی تھیں۔

ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر اس کا معائنہ کیا۔ پھر مایوسی سے انکار میں سر ہلا کر کہا: "افسوس۔"

حدیقہ کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ شاید وہ اس کی آخری چیخ تھی۔ آخری چیخ کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ بھی ختم ہو چکی تھی۔ وہ زندہ تھی لیکن اس نے اپنے مسنگیتر کے ساتھ ساتھ اپنی آواز کو ہمیشہ کے لیے مار ڈالا تھا۔ اب وہ کبھی نہیں بولے گی۔ منہ سے کبھی آواز نہیں نکالے گی۔ اس کی قسم جاری رہے گی۔

ہاں، قسم جاری تھی اس لیے چہرہ بھی چھپا رہے گا۔ وہ کبھی نقاب نہیں اٹھائے گی۔ کیونکہ نقاب اٹھانے والے اٹھاب اس دنیا میں نہیں رہے تھے۔

میں سر جھکا کر اس مکان سے باہر آگیا۔ اس علاقے میں پہنچ کر میں نے وہاں کے مسلمانوں کو بڑی خوشیاں اور بڑے حوصلے دیے تھے۔ ساتھ ہی ماتم بھی ہو رہا تھا۔ یہ میرے بس میں نہیں تھا۔ تقدیر کو جو منظور تھا وہی ہو رہا تھا۔ ورنہ اپنی دانست کے مطابق اور اپنے علم کے مطابق میں نے بھرپور کوشش کی تھی۔ یہ ماننا پڑتا ہے، کاتبِ تقدیر کے آگے کوئی تدبیر کام نہیں آتی۔ ٹیلی پیتھی کی پرواز بھی دم توڑ دیتی ہے۔

میں اپنی میزبان مرحومہ کے مکان میں آگیا۔ صبح ہو رہی تھی۔ رات کو ایک ذرا پک جھپکانے کا موقع نہیں ملا تھا اور آثار بتا رہے تھے کہ دن میں بھی سونے کا موقع نہیں ملے گا۔ ابھی مجھے رسونتی سونیا، مرجانہ وغیرہ کے ساتھ خیال خوانی کے ذریعے بہت سا وقت گزارنا تھا۔ اس کے علاوہ کرسٹوفر میکی کا رول ادا کرنا تھا اور کرسٹوفر کو اس کی جگہ سے غائب کر دینا تھا۔

میں نے آئینے میں دیکھتے ہوئے لیلیٰ ثانی کے دماغ میں ذرا جھانک کر دیکھا۔ یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ وہ تمام رات سو نہیں سکی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اپنے مزاج کے خلاف بستر پر کروٹیں بدلتی رہی تھی۔ میں نے ایزل ہارڈی کی حیثیت سے جو خط چھوڑا تھا، اس خط کی تحریر نے اُسے الجھا کر رکھ دیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزار چکی ہے۔ اس کے وجود سے انکار کرتے ہوئے کسی ایزل ہارڈی کو جبراً برداشت کرتی رہی تھی۔ اب وہ کسی طرح پرواز کرتے ہوئے بیروت پہنچنا چاہتی تھی۔ اُسے یقین تھا، یہاں مجھ سے ملاقات ہو سکے گی۔ اس کے لیے اس نے بار بار اپنے آفیسر سے بیروت جانے کا تقاضا کیا تھا۔ یہ تو پہلے ہی طے ہو چکا تھا۔ وہ دوپہر کی فلائٹ سے یہاں آنے والی تھی لیکن یہاں آنے کے بعد بھی مجھے پہچان نہیں سکتی تھی۔

آئینے میں میرے سامنے کرسٹوفر میکی کھڑا ہوا تھا۔ جب وہ یہاں آئے گی تو کرسٹوفر میکی کو دیکھے گی۔ شاید اس کے ساتھ وقت بھی گزارے گی جیسے ایزل ہارڈی کے ساتھ گزارا تھا۔ اس دنیا میں تقریباً سبھی اپنے چہرے پر کوئی نہ کوئی نقاب اوڑھے رہتے ہیں، کوئی دانستہ اور کوئی نادانستہ۔

حدیقہ نے قسم کھائی تھی، اس کے چہرے سے نقاب نہیں ہٹے گا اور میں نے طے کر لیا تھا کہ اپنے ساتھیوں کا دائرہ محدود کرنے کے لیے لیلیٰ ثانی کے سامنے میرے چہرے پر بھی کسی نہ کسی چہرے کا نقاب رہا کرے گا۔ وہ میرے سامنے آئے گی لیکن مجھے پہچان نہیں سکے گی۔ ایزل ہارڈی کی طرح یہاں بھی میرے ساتھ وقت گزارے گی۔ پھر اُسے تقدیر جانے کہاں لے جائے۔ مجھے کہاں پہنچا دے۔ ویسے جب بھی سامنا ہو گا، میرا ایک نیا روپ ہو گا۔ وہ میرے ساتھ ہو گی مگر ساتھی سے بے خبر رہے گی۔

✱

مرجانہ اور بلبا موٹر بوٹ کے ذریعے جزیرہ یونائی رسس پہنچ گئے تھے۔ جزیرے میں داخل ہونے کے لیے جو کاغذات تیار کرائے گئے تھے، اُن کی رُو سے وہ مچھلیوں کے تھوک بیوپاری تھے اور اس جزیرے میں مال خریدنے آئے تھے، لیکن مرجانہ پہچان لی گئی تھی۔

سونیا نے صبح مشورہ دیا تھا کہ اُسے اپنے اصلی رُوپ میں جانا چاہیے۔ میک اَپ کر کے جاتی، تب بھی اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا جو اس سے پہلے جی فائونڈر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔

وہاں پہنچنے کے ایک گھنٹے بعد ہی یوگو ہنٹر اور اپالو اپنے دس مسلح ماتحتوں کے ساتھ گیسٹ ہاؤس میں پہنچ گئے۔ یوگو ہنٹر نے مرجانہ کے کاغذات اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "یہ کاغذات پڑھ کر مجھے حیرانی ہوئی۔ تم نے اپنا اصل نام لکھوایا ہے صرف مقصد غلط ہے کہ مچھلیاں خریدنے آئی ہو۔"

"اگر میں ایسا نہ لکھواتی تو جزیرے تک آنے کی اجازت نہ ملتی۔ میں نے سوچا، شاید میرا نام یہاں پہچانا نہیں جائے گا مگر تم نے پہچان لیا ہے۔"

"مس مرجانہ! دوسروں کی طرح تم بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر یہاں آئی ہو۔"

"میں نہ تو کبھی غلط فہمی میں مبتلا ہوئی ہوں نہ خوش فہمی میں۔ پہلے تصدیق کر لیتی ہوں پھر اُس طرف رُخ کرتی ہوں۔ صبح یہاں آئی ہوں۔ شام سے پہلے فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی تک پہنچ کر بتاؤں گی۔"

اپالو نے ناگواری سے اپنی زبان میں کہا: "یہ عورت چیلنج کر رہی ہے۔ میں ایک ہاتھ جماؤں گا تو زمین میں دھنس جائے گی۔"

یوگو ہنٹر نے بھی مقامی زبان میں جواب دیا: "میں تمھیں سمجھا چکا ہوں کہ مرجانہ کیا چیز ہے؟ اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کرنا ہو گا۔ ہم جی فائونڈر کی طرح اسے بھی یہاں سے جانے پر مجبور کر دیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے مرجانہ کو دیکھا۔ پھر کہا: "میں جانتا ہوں تم بہت ضدی ہو۔ جب یہاں پہنچ گئی ہو تو آگے جانے کے لیے جبراً راستہ بناؤ گی۔ لہٰذا ہم تمھارے لیے راستہ کھول دیتے ہیں لیکن ہماری کچھ شرطیں ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"پہلے تو اپنے کاغذات پر واپسی کے دستخط کر دو۔"

مرجانہ نے مسکرا کر کہا: "تاکہ یہ ظاہر ہو کہ میں اپنے ساتھی کے ساتھ یہاں سے جا چکی ہوں۔"

"یہاں ہم تمھاری حرام موت کے ذمے دار نہیں ٹھہرائے جائیں گے۔ یہ کاغذات ظاہر کریں گے کہ تم اپنے ساتھی کے ساتھ جا چکی ہو۔"

"دوسری شرط کیا ہے؟"

"پہلے کاغذات پر دستخط کرو پھر آگے بات ہو گی۔"

مرجانہ نے قلم لے کر مختلف کاغذات پر دستخط کر دیے۔ یوگو ہنٹر نے وہ کاغذات لے کر اپنے ایک ماتحت سے کہا: "مچھلیوں کے کاروباری صبح یہاں آئے تھے وہ جا چکے ہوں گے۔ جو نہیں گئے انھیں فوراً روانہ کر دو۔ جزیرے میں کوئی اجنبی نہیں رہے گا۔"

پھر اُس نے ایک ماتحت کو جزیرے کا نقشہ لانے کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر میں ایک بڑا سا نقشہ سامنے میز پر بچھا دیا گیا۔ یوگو ہنٹر اس نقشے پر ایک جگہ انگلی رکھ کر بولا: "ابھی تم یہاں گیسٹ ہاؤس میں ہو۔ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ فرہاد اور اعلیٰ بی بی ہماری قید میں ہیں۔ تمھیں ان کے پاس پہنچنے کے لیے ان راستوں سے گزرنا ہو گا۔ ادھر کہیں دلدل ہے۔ کہیں دریا اپنی گہرائی کے ساتھ بہتا ہے اور پُرخطر جنگلات بھی ہیں۔ جب تم یہاں سے نکل کر تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کر لو گی تو تمھارے پیچھے شکاری کتے چھوڑ دیے جائیں گے۔ اب فرہاد تک پہنچنا یا نہ پہنچنا تمھارے مقدر کی بات ہے۔"

اس نے اپنے ایک ماتحت کو اشارہ کیا۔ دو ماتحتوں نے آگے بڑھ کر رسّی کا ایک بڑا بنڈل مرجانہ اور بلبا کے سامنے رکھ دیا۔ چند ہتھیار رکھے جن میں سے ایک لمبے پھل کا چاقو تھا۔ دوسرا درانتی نما ہتھیار تھا۔ مرجانہ اور بلبا نے اپنے لیے ایک ایک ہتھیار کا انتخاب کیا۔ بلبا نے رسّیوں کے بنڈل کو اپنے شانے پر لاد

لیا۔ میں نے مرجانہ کو چپکے سے ایک مشورہ دیا۔ وہ بولی: "مسٹر یوگو ہنٹر! ہم نے تمہاری تمام شرائط مان لیں۔ اس لیے کہ ہم ضرورت مند ہیں۔ کیا تم ہماری ایک شرط تسلیم کرو گے؟"

"وہ کیا؟"

"ہم دس منٹ بعد یہاں سے روانہ ہوں گے۔ میں چاہتی ہوں، ہماری روانگی کے وقت آس پاس کوئی نہ رہے۔ کیا تم اپنے تمام ماتحتوں کے ساتھ یہاں سے کم از کم دو سو گز کی دوری پر جا سکتے ہو۔ تاکہ ہم اپنے منصوبے کے مطابق یہاں سے نکل سکیں۔"

یوگو ہنٹر نے ہنستے ہوئے کہا: "تم دو سو گز کہتی ہو، ہم دو سو میل دور چلے جائیں گے لیکن خونخوار کتے اس جزیرے کے آخری سرے تک تمہاری جان نہیں چھوڑیں گے۔"

وہ سب وہاں سے جانے لگے۔ یوگو ہنٹر اپنی جیپ کے پاس آیا۔ تاکہ وہاں سے چابی نکال کر جیب میں رکھ لے۔ جب وہ چابی نکال کر رکھنے لگا تو میں نے اُسے کھانسنے پر مجبور کیا۔ وہ کھانستے کھانستے یوں جھکا کہ ہاتھ میں پکڑی ہوئی چابی کو سیٹ پر رکھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اپنے سینے کو سہلاتے ہوئے پلٹ کر اپالو سے بولا: "پتا نہیں یہ اچانک کھانسی کہاں سے شروع ہو گئی؟"

وہ دونوں وہاں سے دور جانے لگے۔ اپالو نے مقامی زبان میں کہا: "مرجانہ کی یہ شرط میری سمجھ میں نہیں آئی۔ دس منٹ تک وہ ہمیں اپنے سے دور کیوں رہنے کے لیے کہہ رہی ہے۔ تم نے چابی اپنی جیب میں رکھ لی ہے نا؟"

میں اس کے دماغ پر قابض تھا۔ بھلا وہ انکار کیسے کرتا۔ اس نے کہا: "چابی میری جیب میں ہے۔ اتنا احمق نہیں ہوں کہ اُسے جیپ کا رلے جانے کا موقع دوں۔"

وہ وہاں سے دور ہوتے چلے گئے۔ میں نے مرجانہ سے کہا: "تمہارے لیے راستہ صاف ہے۔ جیپ کی چابی اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر رکھی ہوئی ہے۔ ایک بات یاد رکھو، راستہ سیدھا ہے مگر آسان نہیں ہے۔ کتنے ہر حال میں تعاقب کریں گے۔ جیپ کار کی رفتار اور کتوں کی رفتار میں کتنا فرق ہے، یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا کہ یوگو ہنٹر کے ہاتھ سے وہ جیپ نکل جائے گی تو وہ اور اپالو اپنے ہیلی کاپٹر میں تمہارا تعاقب کریں گے۔ یعنی نیچے خوں خوار کتے ہوں گے اوپر ہیلی کاپٹر سے فائرنگ ہوتی رہے گی، اب حالات کا اندازہ خود کر لو اور جیپ تک جلد سے جلد پہنچو۔"

اس نے بلبا کو دیکھا، پھر کہا: "آؤ ہم ثابت کریں کہ زندگی کس طرح موت سے کھیلتے کھیلتے خود کو آخری سانس تک قائم رکھتی ہے۔"

وہ گیسٹ ہاؤس سے نکل گئے۔ میں سمجھ رہا تھا، وہ کتنا خطرناک کھیل کھیلنے جا رہی ہے۔ اگر وہ خوں خوار کتوں اور ہیلی کاپٹر سے حملہ کرنے والوں سے خود کو بچا کر اس مکان تک لے بھی جاتی تو یوگو ہنٹر کے دماغ کو میں پڑھ چکا تھا۔ اپالو نے اس سے کہا تھا، آخری وقت جب وہ ہاتھ نہیں آئے گی تو خونخوار شیروں کے پنجرے کھول دیے جائیں گے۔

یہ وہ لمحات ہوتے جب میری ٹیلی پیتھی بھی کام نہ آتی۔

*

اصولاً مجھے مرجانہ اور بلبا کا ذکر کرتے رہنا چاہیے کیوں کہ وہ ایک سنسنی خیز سچویشن سے دوچار ہیں لیکن حسب وعدہ موجودہ قسط کے سو صفحات پورے ہونے والے ہیں۔ اس قسط کے اختتام تک مجھے داستان کے ان تمام پہلوؤں کو سمیٹنا ہے جنھیں میں نے جاری رکھا ہے۔ ایک پہلو تو میرا اور لیلیٰ ثانی کا ہے جسے میں ایک دلچسپ موڑ پر لے آیا ہوں۔ دوسرا پہلو مرجانہ اور بلبا سے متعلق ہے۔ وہ ایک نہایت ہی سنسنی خیز ڈرامائی سچویشن سے گزر رہے ہیں۔ اب تیسرا پہلو سونیا اور رسونتی کا ہے۔ ان دونوں کے سامنے ایک تیسری ہستی آ رہی ہے اور ان تینوں کی وجہ سے میری داستان ایک نہایت ہی عجیب و غریب اور جذباتی موڑ پر پہنچ رہی ہے۔

رسونتی دہلی پہنچنے کے بعد ایئر انڈیا کے ایک طیارے سے کٹھمنڈو پہنچ گئی تھی۔ اس طیارے میں اس کے سو دی محافظوں کے علاوہ سونیا بھی موجود تھی۔ رسونتی سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم ہو نا رہتا تھا۔ سونیا نے اُسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ "کٹھمنڈو پہنچ کر میں اپنی ٹیم کے ساتھ ایک مقامی ہوٹل میں قیام کروں گی لیکن تم پر کڑی نظر رکھوں گی۔ میرے منصوبے کے مطابق تم یہاں سے انامیریا کے روپ میں جاؤ گی۔ اس کا ماسک میرے چہرے پر موجود ہے۔ یہ ماسک میں تمہارے چہرے پر لگا دوں گی۔ میک اپ کے ذریعے مکمل انامیریا بنا دوں گی۔ تم مجھ سے انامیریا سے قدمیں دو انچ چھوٹی ہو لیکن فرق نہیں پڑے گا۔ صرف یہاں سے نکل جانا ہے۔ اتنی دیر میں کوئی تمہارے قد پر تو جہ نہیں دے سکے گا۔"

رسونتی نے کہا: "میں اپنے ان سیکرٹ سروس کے ساتھیوں کے دماغوں میں پہنچ چکی ہوں۔ تم جس کو کنٹرول کرنے کے لیے کہو گی، خیال خوانی کے ذریعے اُسے اپنے قابو میں کر لوں گی۔ دو سیکرٹ ایجنٹ فریادی کی مٹھی میں رہے گا۔ باقی دو سے تم نمٹ لو گی۔ یہ تمہارا منصوبہ ہماری ٹیلی پیتھی اور تمہاری صلاحیتوں کے ذریعے قابل عمل ہے۔ انشاء اللہ میں جلد ہی یہاں سے نکل کر تم لوگوں کی پناہ میں پہنچ جاؤں گی۔"

کٹھمنڈو پہنچنے کے بعد رسونتی دربار اسکوائر کے علاقے میں گئی تاکہ کستھا منڈپ مندر میں جائے۔ حالاں کہ اب وہ منڈپ اور پوجا پاٹ کی طرف مائل نہیں تھی۔ اس کی دوبارہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں نے اُسے ہماری طرف مائل کر دیا تھا لیکن یہودیوں کو یہی بتایا گیا تھا کہ رسونتی اپنے پیدائشی مقام تک جائے۔ اُسے وہاں کا ماحول ملے، وہاں کے مندروں میں جائے تو شاید ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ جائیں۔ لہٰذا اپنے سیکرٹ سروس کے محافظوں کو مطمئن کرنے کے لیے وہ کستھا منڈپ مندر کے سامنے پہنچی جہاں اس نے اپنا بچپن گزارا تھا۔

اس مندر سے اس کے ماضی کی ایک دلچسپ داستان وابستہ ہے۔ اُسے میں آئندہ بیان کروں گا تاکہ رسونتی کا ماضی میرے پڑھنے والوں کے ذہن میں رہے۔ اس وقت میں رسونتی یا سونیا کے دماغ میں نہیں تھا۔ اصولاً مرجانہ اور بلبا کے ساتھ تھا۔ کیونکہ وہ خطرات میں گھرے ہوئے تھے۔ بہرحال اُدھر رسونتی جب اپنے لوگوں کے ساتھ کستھا منڈپ کے سامنے پہنچی تو اس کے محافظ اُس سے بہت دور تھے۔ سونیا بھی دور ہی تھی مگر رسونتی کو اپنی نگاہوں میں رکھے ہوئے تھی۔

وہ مندر کی سیڑھیوں کے پاس آ کر رک گئی۔ پوجا کرنے والی عورتیں اور مرد اکثر سیڑھیوں پر آ کر بیٹھ جاتے تھے اور ایک دوسرے کو پرساد تقسیم کرتے تھے۔ وہیں ایک نہایت ہی حسین لڑکی نظر آئی۔ رسونتی اُسے دیکھ کر آگے نہ بڑھ سکی۔ اس میں عجیب سی کشش تھی۔ اتنی حسین مورت اس نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ وہ اپنے حلیے سے ہندوستانی نظر نہیں آتی تھی۔ کوئی غیر ملکی تھی۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ اس لڑکی کی گود میں ایک بچہ تھا۔ بیمار بچہ۔

وہ بچے کو یوں سینے سے لگائے ہوئے تھی، جیسے اس کا اپنا بچہ ہو۔ اس کی عمر، اس کا چہرہ، اس کی جسامت بتا رہی تھی کہ وہ شادی شدہ نہیں ہے۔ بھلا بچے کی ماں کیسے ہو سکتی تھی؟

رسونتی اس کے پاس آ کر ممتا کے جذبے سے بیٹھ گئی۔ اس نے پاس کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ دوسرے بچے کو دیکھتے ہی پتا چل جاتا تھا کہ اُسے سوکھے کی بیماری ہے۔ اس نے پوچھا: "بہن تم کون ہو؟ یہ کس کا بچہ ہے؟"

اس حسینہ نے ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا: "یہ میرا ہے۔"

"کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟"

اس نے سر اٹھا کر رسونتی کو دیکھا۔ کیسی بڑی بڑی پرکشش آنکھیں تھیں۔ ان آنکھوں میں بلا کی گہرائی تھی۔ اس نے کہا۔

"مسئلہ یہ نہیں ہے کہ میں شادی شدہ ہوں یا بچے کی ماں ہوں یا نہیں۔ میرا مسئلہ اس بچے کی بیماری ہے۔ میں نے اس کا، ستیرا علاج کرایا۔ پتا نہیں اچانک یہ بیماری کیسے لگ گئی؟"

رسونتی نے کہا: "میں سمجھ گئی۔ تم انگریزی دواؤں سے مایوس ہونے کے بعد یہاں کسی ویدراج سے علاج کرانے آئی ہو۔"

وہ بچے کو سینے سے لگا کر بولی: "یہ میرے پاس کسی کی امانت ہے۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں اُسے منہ دکھانے کے لیے زندہ نہیں رہ سکوں گی۔ جب آدمی دواؤں سے مایوس ہو جاتا ہے تو دعاؤں کی طرف آتا ہے۔ میں مندروں اور دوسری عبادت گاہوں میں جانے کی قائل نہیں ہوں، لیکن انقرہ میں ایک ہندوستانی نجومی نے بچے کو دیکھنے کے بعد یقین سے کہا ہے کہ اسے ماں کا دودھ مل جائے گا تو اس کی بیماری جاتی رہے گی۔"

رسونتی نے کہا: "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی، تم ماں نہیں ہو۔ سچ سچ بتاؤ بچے کی ماں کون ہے؟ کہاں ہے؟"

"میں کچھ نہیں بتا سکتی۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ نجومی کی بات پر مجھے یقین کرنا پڑا۔ اس معصوم کو بچانے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ نجومی نے کہا، اگر میں نیپال پہنچ جاؤں اور یہاں کستھا منڈپ مندر کی سیڑھی پر بیٹھی رہوں تو اس بچے کو ماں کا دودھ مل جائیگا۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی: "میں نہیں جانتی کہ نجومیوں کی باتیں کس حد تک درست ہوتی ہیں۔ میں تو اس بچے کی خاطر جھوٹ بول رہی ہوں۔ کوئی راستہ سمجھائی نہیں دے رہا تھا، اس لیے یہاں سیڑھی پر آ کر بیٹھ گئی ہوں۔"

اس کی باتوں کے دوران رسونتی نے سمجھ لیا کہ یہ صحیح بات نہیں بتائے گی۔ اس کے دماغ کو کرید کر حقیقت معلوم کرنا چاہیے۔ اور اس بچے کی ماں کا پتا لگانا چاہیے۔ یہ سوچتے ہی وہ سوچ کی لہروں کے ذریعے اس کنواری ماں کے دماغ کو ٹٹولنے لگی۔ پتا چلا اس کا نام شباتہ ہے اور وہ فرہاد علی تیمور کی ہونے والی دلہن ہے۔

رسونتی کے لیے یہ چونکا دینے والی بات تھی لیکن اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی بات یہ تھی کہ اس کنواری ماں کی گود میں جو بچہ تھا، اس کا نام پارس تھا۔ پارس۔ اس کا اپنا پارس جسے اس نے جنم دیا تھا اور جنم دینے کے بعد اب تک بھول بھلیوں میں ایک فرضی پارس سے خود کو بہلاتی آئی تھی۔ آج شباتہ کے دماغ میں پہنچ کر وہ حقیقت کو سمجھ رہی تھی۔ ایک بار میں نے اس سے کہا تھا۔

رسونتی! یہودی تمہیں دھوکا دے رہے ہیں۔ تمہاری گود میں تمہارا اپنا بیٹا نہیں ہے۔ تمہارے بیٹے کو میں نے ایک محفوظ پناہ گاہ میں رکھا ہوا ہے لیکن اس نے میری بات پر یقین نہیں کیا تھا۔ یہ

بہت عرصہ پہلے کی بات ہے۔

اب اُسے یقین کرنا پڑا کیونکہ میں شباتہ کے دماغ میں نہیں تھا اس کا دماغ بالکل کورا، سچا تھا۔ جو کچھ اس کی سوچ کہہ رہی تھی اس میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں تھا، جھوٹ نہیں تھا، فریب نہیں تھا۔ وہ پارس کے متعلق بالکل سچ کہہ رہی تھی۔

اس کی گود میں فرہاد کا بیٹا پارس ہے۔ وہ پارس جو اپنی ماں سے جنم لینے کے بعد ہی جدا کر دیا گیا تھا۔

رسونتی ایک دم سے تڑپ گئی۔ شباتہ کو انقرہ میں ہندوستانی بنجوی نے بتایا تھا "اس کا علاج صرف ماں کا دودھ ہے۔ فیمیل جائے اسے دوا مل جائے گی"۔

رسونتی نے فرضی پارس کو میز ھی پر بٹھا دیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ تڑپ کر بولی "میرا بچہ میرا پارس، میرا لال۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے شباتہ کی گود سے پارس کو چھین لیا۔ اسے ممتا بھرے انداز میں سینے سے لگا کر ساری سے ڈھانپ دیا تاکہ کسی کی نظر نہ لگے۔ اکثر مائیں بچوں کو دودھ پلاتے وقت آنچل سے ڈھانپ دیا کرتی ہیں۔

یہ تو ہو گیا کہ رسونتی ایک مدت کے بعد اپنے اس بیٹے تک پہنچ گئی جسے اس نے جنم دیا تھا۔ آگے کیا ہونے والا تھا یہ بات آگے آنے والی تھی لیکن دور کھڑی ہوئی سونیا پریشان ہو گئی کیونکہ رسونتی نے ممتا کے جذبہ سے تڑپ کر بلند آواز سے کہا تھا "میرا بیٹا، میرا پارس، میرا لال" اور یہ کہہ کر اس نے ایک پرائی لڑکی کی گود سے اس بچے کو چھین لیا تھا۔ جسے اپنا بچہ سمجھ کر اتنے عرصے تک کلیجے سے لگائے رکھا تھا، اسے سیڑھی پر بٹھا دیا تھا۔ دوسرے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہ سیکرٹ سروس کے ایجنٹ دیکھ رہے تھے۔ سوچ رہے تھے۔ کچھ سمجھ رہے تھے۔

یقیناً اگر کوئی عورت یہ کہتی کہ میری گود کا بچہ تمہارا اپنا ہے، جسے تم نے جنم دیا ہے تو رسونتی کبھی یقین نہ کرتی۔ یقین تو صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو سکتا تھا۔ کیا رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آگئی ہیں؟

یہ سوال یقیناً سیکرٹ سروس کے ایجنٹوں کے دماغوں میں چبھ رہا ہو گا۔

سونیا پریشان ہو کر سوچ رہی تھی، اگر عین وقت پر راز فاش ہو گیا تو رسونتی کو نامیریا کے روپ میں یہاں سے لے جانا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔

اور وہ یہودی سیکرٹ سروس ایجنٹ گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے رسونتی کو دیکھ رہے تھے۔

سونیا کے لیے بڑی مشکل سچویشن تھی۔

وہ دور سیڑھیوں پر بیٹھی ہوئی رسونتی کو بھی دیکھ رہی تھی اور سیکرٹ سروس کے افراد کو بھی تاڑ رہی تھی۔ اگر یہودی سیکرٹ ایجنٹ رسونتی کی حقیقت کو جان لیتے تو پھر بات بنائی نہیں جا سکتی تھی، کیوں کہ رسونتی نے بلند آواز میں جذباتی ہو کر پارس کو "میرا بچہ، میرا لال، میرا پارس" اور جانے کیا کیا کہا تھا۔

اگر وہ اتنا ہی کہہ کر چپ ہو جاتی تو بات ڈھکی رہ سکتی تھی لیکن اس کے آنسو بھی بہتے جا رہے تھے۔ چہرہ ممتا کی دمک سے تمتما رہا تھا۔ وہ رہ رہ کر اپنے پارس کو سینے سے لگائے بھینچ رہی تھی۔ ماں کے سینے سے ممتا کا چشمہ پھوٹ رہا تھا، اور جب چشمہ پھوٹ پڑتا ہے تو پھر وہ سنگلاخ چٹانوں کو توڑتا ہوا اپنا راستہ بناتا چلا جاتا ہے۔ پھر وہ کسی سمت کی پروا نہیں کرتا۔ رسونتی کو بھی دوست یا دشمن کسی کی بھی پروا نہیں تھی۔

جیسا کہ میں نے کہا ہے، میں وہاں خیال خوانی کے ذریعے موجود نہیں تھا۔ میرا مرجانہ اور بلیا کے ساتھ رہنا نہایت ضروری تھا۔ وہ بڑے ہی پُرخطر حالات سے گزر رہے تھے۔ ادھر صرف سونیا ہی اچانک بدلنے والے حالات پر قابو پا سکتی تھی۔ یہودی سیکرٹ ایجنٹوں کے متعلق میں نے بعد میں جو معلومات حاصل کیں، وہ یہ تھیں کہ انھوں نے بھی رسونتی کی زبان سے پارس کا نام سُن لیا تھا مگر ان سے یہ کہا جانا کہ اس بیچارے بچے کا رسونتی سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ صرف ہمدردی کے طور پر اسے اپنا دودھ پلا رہی ہے، تو وہ ہرگز یقین نہ کرتے۔ رسونتی ممتا بھرے انداز میں تڑپ تڑپ کر کئی بار اسے "میرا بچہ" کہہ چکی تھی۔

وہ اپنے آپ کو کوس رہی تھی اور بڑبڑانے کے انداز میں کہہ رہی تھی "ہائے میں کیسی بدنصیب ہوں۔ اتنی مدت سے میرا بچہ جانے کہاں کہاں بھٹکتا رہا۔ کس کس کی گود میں کھیلا رہا۔ یقیناً فرہاد نے اسے حفاظت سے رکھا ہو گا لیکن اسے وہ ممتا تو نہیں دے سکتا تھا، اسے ماں کا وہ پیار تو نہیں دے سکتا تھا، جو آج اسے مل رہا ہے۔"

قریب ہی سیڑھیوں پر بیٹھی ہوئی شباتہ اس کا مُنہ تک رہی تھی کیونکہ رسونتی اپنی مادری زبان میں بڑبڑا رہی تھی۔ شباتہ وہ زبان نہیں سمجھتی تھی۔ اس کے برعکس ان چار یہودی سیکرٹ ایجنٹوں میں سے دو ایجنٹ یہ زبان سمجھتے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے قریب آگئے تھے اور اس کی بڑبڑاہٹ صاف طور پر سُن رہے تھے۔

ادھر سونیا پریشان تھی۔ رسونتی اس سے کافی فاصلے پر تھی۔ اگر وہ اشارہ کرتی تب بھی وہ ممتا کے جذبوں میں اتنی ڈوب گئی تھی کہ کسی اور طرف دھیان نہیں دے سکتی تھی۔

رسونتی کے ساتھ بطور باڈی گارڈ آنے والے سیکرٹ ایجنٹ کے لیڈر کا نمبر ون اوناٹین تھا۔ وہ اسی نمبر سے پکارا جاتا تھا۔ دوسرے ادھیڑ عمر کی ایجنٹ عورت کا نمبر سیون سیون تھا۔ وہ اپنے ساتھی کا بازو تھام کر بولی "ون اوناٹین! کیا اس وقت رسونتی کی گود میں اس کا اپنا ہی پارس ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ یقیناً یہ اصلی پارس ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ پارس پیدا ہوتے ہی ماں سے جُدا کر دیا گیا تھا۔ اب تک اسکی گود میں ایک فرضی پارس پرورش پا رہا ہے۔"

سیون سیون آہستگی سے بولی "تم کسی بات کو اتنی تفصیل سے بیان نہ کیا کرو۔ کام کی بات سوچو۔ کام کی بات کرو۔ کیا رسونتی نے اپنے اصلی پارس کو پہچان لیا ہے؟ اگر پہچان لیا ہے تو کس طرح؟"

ون اوناٹین نے اپنی ساتھی ایجنٹ کو چونک کر دیکھا اور کہا۔ "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں، کیا اس لڑکی نے رسونتی کو بتایا ہے کہ بیمار بچہ اس کا اصلی بیٹا ہے؟"

"اگر اس لڑکی نے بتایا ہے تب بھی رسونتی یقین نہ کرتی۔ فرہاد نے ہمارے اندازے کے مطابق بار بار رسونتی کو اصلی اور فرضی پارس کے متعلق بتایا ہو گا لیکن رسونتی اسی فرضی پارس کو سینے سے لگاتے رہی۔ اسی کو اپنا بیٹا سمجھتی رہی پھر اچانک ایک اجنبی لڑکی کی باتوں پر کیسے یقین کر لیا؟"

"یہ ایک اہم نکتہ ہے اور اس نکتے پر جتنا بھی غور کیا جائے... بات یہی سمجھ میں آتی ہے کہ رسونتی نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے اصلی پارس کو پہچانا ہے۔"

"دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ رسونتی کی آنکھوں سے اس طرح آنسو بہہ رہے ہیں جیسے مدتوں سے بچھڑے ہوئے رشتے کو گلے لگاتے وقت بہتے ہیں۔"

"ایک اور اہم سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ بیمار بچہ اگر اصلی پارس ہے تو اس نوجوان لڑکی کی گود میں کیسے آیا؟ یہ لڑکی کون ہے؟ ذرا دیکھو تو، کس قدر حسین ہے۔ اس کی تعریف کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں شاعری کر رہی ہوں بلکہ صرف یہ بتا رہی ہوں کہ یہ شاہکارِ حسن بالکل بے داغ ہے۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شادی شُدہ نہیں ہے پھر پارس یا وہ بیمار بچہ اس کی گود میں کہاں سے آیا؟ یہ لڑکی کہاں سے آئی ہے؟ کون ہے؟"

ون اوناٹین نے کہا "ابھی ہم اپنے کچھ آدمیوں کو لڑکی کے پیچھے لگا دیں گے۔ ہمیں یقین ہے، بہت جلد اس کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔"

ون اوناٹین اپنے نائب ایجنٹوں کی طرف چلا گیا ——

سیون سیون تیزی سے چلتی ہوئی رسونتی کے پاس آئی۔ پھر زینے پر بیٹھے ہوئے فرضی پارس کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا کر ٹہلتے ہوئے کہا "ہائے ہائے، مادام! آپ نے اپنے پیارے پیارے بچے کو، جگر کے ٹکڑے کو اس طرح سیڑھی پر بٹھا دیا ہے، دیکھیے تو بیچارہ کیسا اداس ہو گیا ہے؟ آپ ہی کو دیکھے جا رہا ہے۔ نیچے سال بھر کے بعد بڑے حساس ہو جاتے ہیں۔ اپنی ماں کو اور خاص طور پر اس کی ممتا کو خوب سمجھتے ہیں۔ اگر ماں کی گود میں کوئی دوسرا بچہ آجائے تو احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پلیز، اپنے بچے کو لیجیے۔"

سیون سیون بڑی چالباز تھی۔ جہاندیدہ عورت تھی۔ ایک ماں کے سامنے بڑی چالاکی سے بچوں کا موازنہ کر رہی تھی اور سمجھنا چاہتی تھی کہ رسونتی دونوں میں سے کسے ترجیح دے گی؟

اُدھر سونیا چاہتی تھی، کسی طرح رسونتی خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کرے۔ جب اس نے دیکھا کہ ممتا کا جذبہ اُسے ٹیلی پیتھی کی طرف مائل نہیں کرے گا تو وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اُن کے قریب آنے لگی۔ اس وقت تک یوں بھی ان کے اس پاس اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ مندر میں آنے جانے والے بیچاریوں اور عام پوجا کرنے والوں کو رسونتی کے آنسوؤں نے متاثر کیا تھا۔ کچھ جوان اور منچلے قسم کے بھگوان بھگت تھے، جو شباتہ کو دیکھ کر ٹھٹک جاتے تھے۔ اُسے نظر بھر کر دیکھنا چاہتے تھے۔ اس کے سراپا اور چہرے کے دلکش نقوش میں مشرقی اور مغربی حسن کا ایک دلفریب امتزاج تھا۔ بہرحال سونیا کو نامیریا کی حیثیت سے اس بھیڑ میں پہنچنے کا موقع مل گیا۔ اس وقت تک اس نے سوچ لیا تھا کہ ان حالات میں کیا کرنا ہے۔

وہ رسونتی اور شباتہ کے قریب پہنچتے ہی شباتہ کو مخاطب کرتے ہوئے بولی "ارے تم یہاں بیٹھی ہو اور میں تمھیں کہاں کہاں تلاش کر رہی ہوں۔ میرے بچے سے محبت کرنے کا مطلب یہ تو نہیں کہ مجھے اطلاع دیے بغیر یہاں لے آؤ۔ دیکھو روبی بی، تمھیں پہلے بھی سمجھا چکی ہوں، علاج، دوا اور دعا سے ہی ہو گا۔ میں مندروں میں جانے کی قائل نہیں ہوں۔ آخر تمھیں کس نے سمجھا دیا ہے کہ یہاں آکر بیٹھو گی تو کسی کی دعا یا آشیرواد سے بچہ صحت مند ہو جائے گا؟"

پہلے تو شباتہ اور رسونتی نے اسے حیرت سے دیکھا، پھر فوراً ہی بات سمجھ میں آگئی۔ شباتہ کو پہلے ہی سمجھا دیا گیا تھا کہ پارس کا بھید کھلنا نہیں چاہیے۔ وہ ایسی نادان بھی نہیں تھی، رسونتی کی ممتا کو پہچان گئی تھی۔ خوامخواہ کی پیش گوئی کی قائل ہو گئی تھی۔ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ اصلی پارس کا راز فاش ہو رہا ہے۔ اب حالات کو قابو میں لانا چاہیے۔

دوسری طرف رسونتی کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ ممتا کے اندھے جذبوں سے جھانک کر کھلی آنکھوں سے اس حقیقت کو دیکھ رہی تھی۔ سمجھ رہی تھی کہ اصل پارس کا راز فاش ہوا تو یہ سیکرٹ ایجنٹ اس پارس کو بھی اس کے ساتھ رکھنے پر اصرار کریں گے اور ان کا اصرار غلط نہیں ہو گا۔ دوسرے لفظوں میں رسونتی کے ساتھ ساتھ

اصلی پارس بھی ہمدردیوں کے دائرہ اختیار میں چلا جائے گا۔

شباتہ نے احسان مندی اور تعریفی نظروں سے سونیا کو دیکھا جس نے کمال ذہانت سے اشارہ دیا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ فوراً ہی رسونتی سے بولی: "بہن! تم کون ہو؟ میرے بھلے بچے کو بیمار دیکھتے ہی تڑپ کر اسے گود میں کیوں لے لیا؟ کیوں اسے دودھ پلا رہی ہو؟"

رسونتی نے اپنے دل پر پتھر رکھتے ہوئے پارس کو شباتہ کی گود میں دے دیا۔ پھر سیکرٹ ایجنٹ سیون سیون کی گود سے فرضی پارس کو لے کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے سونیا سے کہا: "بہن! میں نے تمھارے بیمار بچے کو دیکھا تو یوں لگا جیسے میرے اپنے بچے کو سوکھے کی بیماری ہو گئی ہے۔ میرا بچہ ماں کے دودھ کے لیے ترس رہا ہے۔ بس مجھ سے برداشت نہ ہوا۔ میں نے تمھارے بچے کو بے ساختہ اٹھا لیا۔ مجھے شرمندگی ہے، میں نے تم سے اجازت نہیں لی۔"

سونیا نے فوراً اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا: "اس میں شرمندگی کی نہیں، فخر کی بات ہے۔ تم نے نیکی کی ہے اور نیکی کرنے کے لیے کسی سے اجازت لینی نہیں پڑتی۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ میرا بچہ بڑا مطمئن نظر آ رہا ہے۔"

سونیا نے شباتہ کی گود سے بچے کو لیا۔ پھر رسونتی سے پوچھا: "تم کہاں رہتی ہو؟ اگر یہ درست ہے کہ میرے بچے کو کسی بچے والی عورت کا دودھ ملنا چاہیے تو کیا آئندہ بھی تم یہ مہربانی کرو گی؟"

"مہربانی کی کیا بات ہے، میں تمھارے بچے کے کام آؤں گی تو خدا میرے بچے پر کرم کرے گا۔ ویسے تم اس کی ماں ہو، کیا اسے اوپر کی دودھ بھی پلاتی ہو؟"

"ہاں، مجبوری ہے۔ میں ماں ہوں لیکن ممتا کا چشمہ خشک ہے۔ اسی لیے میرے بچے کی یہ حالت ہو گئی۔"

سونیا، رسونتی اور شباتہ نے بڑی خوبصورتی سے اس سچوئشن پر قابو پا لیا تھا لیکن سیکرٹ ایجنٹ سیون سیون نادان نہیں تھی۔ وہ بڑی گہری نظروں سے ان تینوں کو دیکھتی جا رہی تھی۔ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ معاملہ کیا ہے۔ پہلے ایک نوجوان لڑکی بچے کو گود میں لیے ہوئے تھی۔ رسونتی نے اس بیمار بچے کو اپنی گود میں لیا۔ پھر تیسری نے آ کر بچے کو اپنی گود میں لے لیا اور یہ ثابت کر رہی ہے کہ وہ بیمار بچے کی ماں ہے۔ مگر حقیقت کیا ہے؟ بچہ تیسری کا ہے، گود میں دوسری کے تھا اور رسونتی نے اسے ممتا بھرے انداز میں لوری کر تڑپ تڑپ کر سینے سے لگایا ہے۔ بچے کو تو کوئی بھی گود میں لے کر تڑپ کو ماں کہہ سکتی ہے۔ حقیقتاً لوٹنے اور تڑپنے والی صرف ماں ہوتی ہے۔

سیون سیون جو کچھ سوچ رہی تھی، اس کے متعلق بعد میں مجھے اور رسونتی کو معلوم ہوا۔ بہرحال وہ اس وقت سوچ رہی تھی: سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ کوئی بھی بچے والی عورت دوسرے بچے کو بیمار دیکھ کر اس سے ہمدردی کر سکتی ہے۔ اس کے علاج کے سلسلے میں مشورے دے سکتی ہے ــــ اگر ممکن ہو تو اپنے پلے سے رقم خرچ کر سکتی ہے، لیکن رسونتی نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ وہ بیمار بچہ ماں کے دودھ کا محتاج ہے؟

اسی دوران میں سونیا اور رسونتی کی نظریں ملیں۔ سونیا نے فوراً ہی آنکھ ماری۔ رسونتی سوچ میں پڑ گئی۔ پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا۔ دوسرے ہی لمحے عقل آ گئی کہ اتنی دیر سے وہ خیال خوانی سے غافل ہے۔ اس نے فوراً سونیا کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا: "تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"اوہ رسونتی! تمھیں اتنی دیر سے کیا ہو گیا ہے؟ میں کب سے انتظار کر رہی ہوں کہ تم سوچ کے ذریعے گفتگو کرو گی۔ فوراً اس لیڈی سیکرٹ ایجنٹ کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرو کہ وہ اور اس کے سیکرٹ ایجنٹ ساتھی اس سچوئشن کے متعلق کس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں؟"

"میں بھی معلوم کرتی ہوں۔ کیا تم میرے سامنے نہ ہو گی؟"

"میں پارس اور اس لڑکی کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں۔"

رسونتی تڑپ کر بولی: "میں پارس کو دل بھر کر اپنے سینے سے بھی نہیں لگا سکی۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے تم میرے سینے سے میرا دل نکال کر لے جا رہی ہو۔"

"جذباتی نہ ہو۔ اگر واقعی یہ تمھارا اپنا پارس ہے تو میرے ہاتھوں سے کہیں نہیں جائے گا۔ کیا تمھیں سونیا پر اعتماد نہیں ہے؟"

"ہاں، ہاں، اعتماد ہے۔ میں یہی سمجھوں گی کہ وہ اپنی ماں کی گود میں ہے۔ اسے لے جاؤ اور اس کی حفاظت کرو۔ خدا تمھاری حفاظت کرے گا۔"

وہ سیکرٹ ایجنٹ سیون سیون کے دماغ میں پہنچ گئی۔ سونیا، شباتہ کے متعلق نہیں جانتی تھی کیونکہ میں نے اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اگر شباتہ کا ذکر کرتا تو سونیا کو پارس یاد آ جاتا۔ میں نے ایک بار تو یہ عمل کے ذریعے سونیا کے دماغ سے پارس کو بھلا دیا تھا۔ تب سے اب تک اس نے پارس کو یاد نہیں کیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ایسی ڈرامائی سچوئشن میں پارس نگاہوں کے سامنے آ گیا تھا۔ اب بہت سے سوالات اس کے دماغ میں کلبلا رہے تھے۔ وہ مجھ سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔ لیکن میں اس کے دماغ میں موجود نہیں تھا۔

اس نے شباتہ کو روبی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ پارس کو اپنی گود میں پیار سے تھپکتے ہوئے بولی: "روبی چلو، میرا جی پرسکون ہے۔ مجھے آرام مل رہا ہے۔ ہم پھر اپنی اس بہن سے ملاقات کریں گے۔ ویسے بہن، تمھارا نام کیا ہے؟"

رسونتی خیال خوانی میں مصروف تھی ــــ چونکہ کر بولی: "کہ کہا تم نے؟"

"میں تمھارا نام اور پتا پوچھ رہی ہوں۔ کبھی میرے بچے کو تمھاری ضرورت پڑی تو میں آؤں گی۔"

رسونتی نے اپنا نام اور موجودہ پتا بتایا۔ سونیا اور شباتہ پارس کو لے کر وہاں سے جانے لگیں۔ ذرا دور نکلنے کے بعد سونیا نے پوچھا۔

"میں نے تمھیں روبی کہہ کر مخاطب کیا۔ ویسے تمھارا نام کیا ہے؟"

"یہی کچھ میں پوچھنا چاہتی ہوں، تم کون ہو اور اچانک ہمارے سامنے آ کر بچے کی ماں کیسے بن گئیں؟"

"اگر نہ بنتی تو ہمارے آس پاس پھیلے ہوئے دشمن تمھیں کبھی اس بچے کی ماں تسلیم نہ کرتے۔ اپنی عمر، اپنے حسن کی شادابی دیکھو۔ کیا تم پارس کی ماں نظر آتی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "یہی تو مشکل ہے جب سے یہ میری گود میں آیا ہے، میں اپنے آپ کو ماں بنا کر رکھنا چاہتی ہوں، ممتا اور توجہ سب کچھ اس بچے کو دیتی ہوں، لیکن دنیا والے مجھے اس کی ماں تسلیم نہیں کرتے۔ بائی دی وے تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کا نام پارس ہے؟ وہ عورت جو اسے دودھ پلا رہی تھی، اسے تو میں سمجھ گئی ہوں۔ وہ رسونتی ہے، مگر تم؟"

"میرا نام انامیریا ہے۔ تمھاری جیسی کنواری ماں اور رسونتی کی بے اختیار ممتا نے مجھے مشکلوں میں ڈال دیا ہے۔ میں نے پارس کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ حالانکہ میرے پاسپورٹ میں کسی بچے کی انٹری نہیں ہے۔ اگر دشمنوں نے چھان بین کی تو مجھے فرہاد علی تیمور سے وابستہ سمجھ لیں گے۔"

"کیا تم فرہاد علی تیمور کی ٹیم سے تعلق نہیں رکھتی ہو؟ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں، تم فرہاد کو اچھی طرح جانتی ہو۔ اگر نہ جانتیں تو اس طرح عین وقت پر ہماری مدد کو نہ پہنچتیں۔ تم نے اچانک اس بچے کی ماں بن کر ہمیں بڑی الجھنوں سے نجات دلائی ہے۔"

سونیا نے چلتے چلتے شباتہ کو مسکرا کر دیکھا۔ پھر کہا: "تم حسین بھی ہو اور ذہین بھی۔"

"تم نے میری کس بات سے ذہانت کا اندازہ لگایا ہے؟"

"میں نے تمھارے متعلق سوالات کیے لیکن تم نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔ الٹا مجھ سے سوالات کر رہی ہو۔"

"تم میرے وقت پر کام آئی ہو۔ میں تمھیں اپنے متعلق سب کچھ بتا سکتی ہوں لیکن پہلے اپنے اعتماد میں لو۔ اپنے متعلق سب کچھ بتاؤ۔"

"میں نے اپنا نام انامیریا بتایا ہے۔ میرا کاروبار اسمگلنگ ہے۔ میں بہت بڑی عورت ہوں۔ کیا تم مجھ پر بھروسہ کرو گی؟"

شباتہ نے ہچکچاتے ہوئے اسے دیکھا۔ پھر کہا: "تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو؟"

"دیکھو لڑکی، میں اپنے متعلق جو کچھ بتاؤں گی، تم اس پر یقین نہیں کرو گی۔ یقین کرنے کے لیے قابل اعتماد گواہ چاہیے۔ میری گواہی رسونتی دے سکتی ہے۔ آئندہ اس سے ملاقات ہو گی تو وہ تمھیں میرے متعلق بتائے گی۔ تم رسونتی کو فرہاد اور پارس کے رشتے سے سمجھتی ہو، لہٰذا اس پر اعتماد کرو گی۔ جب اس پر اعتماد کرو گی تو مجھ پر بھی کرو گی۔ یہ بات اس وقت کے لیے چھوڑ دو۔ اب اپنے بارے میں بتاؤ، کیا نام ہے تمھارا؟ یہاں پارس کے پاس کیوں آئی ہو؟"

"میں رسونتی کو بتا چکی ہوں۔ الغرہ میں ایک ہندوستانی نجومی سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ ویدراج بھی ہے۔ اس نے پارس کو دو ماہ پہلے اس کا معائنہ کیا۔ پھر اس کا زائچہ بنایا۔ اس کے بعد مشورہ دیا کہ میں اسے لے کر یہاں آؤں اور کسھتھامنڈپ مندر کی سیڑھیوں پر بیٹھوں تو پارس کو ماں کا دودھ مل جائے گا۔"

سونیا نے پوچھا: "کیا فرہاد نے تمھیں یہ نہیں بتایا تھا کہ پارس کو رسونتی کے پاس نہیں پہنچنا چاہیے؟"

"مجھے سب کچھ بتایا گیا ہے لیکن میں مجبور تھی۔ اگر میں فرہاد کی ہدایت پر عمل کرتی تو بچے کی جان کو خطرہ تھا۔ میں نے اس کی سلامتی کو فرہاد کی ہدایت پر ترجیح دی اور یہاں آ گئی۔"

"تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا ہے۔"

"میں نام چھپا کر کیا کروں گی؟ میرا پاسپورٹ موجود ہے۔ میں نہ تو غلط نام سے آئی ہوں، نہ میرے چہرے پر نقاب چڑھا ہوا ہے۔ میرا نام شباتہ ہے۔ میرا تعلق وادیٔ قاف سے ہے۔ میں وہاں کے مطلق العنان سربراہ ٹارٹر غلبا کی بیٹی ہوں۔"

سونیا نے چونک کر پوچھا: "یعنی تم ٹارٹر بلبا کی بہن ہو؟"

"ہاں۔ کیا تم میرے بھائی کو جانتی ہو؟"

"میں نے ابھی دو دن پہلے اسے پیرس میں دیکھا ہے۔ یوں ہی سرسری سی ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ایک قد آور سی لڑکی تھی۔ اس کا نام کچھ مسلمانوں جیسا تھا۔ نعمے یا دنہیں ہے۔"

شباتہ نے خوش ہو کر کہا: "اس کا نام مرجانہ ہے۔ وہ میری ہونے والی بھابی ہے۔"

سونیا نے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا: "فرہاد سے تمھارا کیا رشتہ ہے؟"

اس کی نظریں جھک گئیں۔ چہرے پر لالی بکھر گئی۔ کیسی جلی جلی، پیاری پیاری سی رنگت تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے دودھ کی اجلی سطح پر گلاب تیر رہا ہو۔ سونیا کو فرہاد پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ وقتی طور پر شباتہ اور پارس کو بھول گئی تھی تو فرہاد نے بھی اس کے دماغ سے انھیں بھلائے رکھا تھا۔

جب تل ابیب میں رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس

آرہی تھیں اور اس نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے رابطہ قائم کیا تھا تو پارس کا بھی ذکر چلتا رہا تھا۔ سونیا کو اتنا ہی یاد آیا تھا کہ رسونتی کی گود میں جو پارس ہے، وہی اپنا ہے... آج دوسرے اور اصلی پارس کو دیکھ کر تنویمی عمل کے ذریعے بھلائی ہوئی ساری باتیں یاد آگئی تھیں۔

شباتہ چلتے چلتے رک گئی۔ ایک ہوٹل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "میں اس چھوٹے سے ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہوں۔ میرے ساتھ چلو اور کچھ وقت گزارو۔"

"تم اپنا سامان یہاں سے لے چلو۔ اب میرے ساتھ رہو گی۔ میں نے سب کے سامنے اس بچے کو اپنا بیٹا کہا ہے۔ لہٰذا تمہارا اور اس بچے کا میرے ساتھ رہنا ضروری ہو گیا ہے۔"

وہ دونوں ہوٹل کے اندر آئیں۔ شباتہ کے پاس ایک اٹیچی اور ایک ہینڈ بیگ تھا۔ وہ اپنا تمام سامان اٹیچی اور بیگ میں سمیٹ کر رکھتے ہوئے بولی: "انامیریا! تم یقیناً فرہاد کے متعلق بہت کچھ جانتی ہو۔ تم اسمگلر یا اور کوئی بُری عورت نہیں ہو۔ اگر ہم سے لاتعلق ہوتیں تو اچانک ہمارے پاس آکر پارس کو اپنا بیٹا کیوں کہتیں؟ کیوں ہمارے معاملے میں پڑتیں؟ دیکھو، مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ چلو اتنا ہی بتا دو، فرہاد کے متعلق کیا جانتی ہو؟"

"وہی جو ساری دنیا جانتی ہے کہ جو فرہاد کے پیچھے جاتی ہے، وہ ساری عمر سر پکڑ کر پچھتاتی رہتی ہے۔"

"پلیز، ایسا نہ کہو۔ وہ بہت اچھے ہیں۔"

"میں نے کب کہا، وہ بُرے ہیں۔ دیکھو لڑکی، محبت ایک ایسا پھل ہے جسے نہ کھاؤ تو دل للچاتا رہتا ہے، کھا لو تو ساری عمر پچھتانا پڑتا ہے۔ کیا تم نے فرہاد کا ریکارڈ پڑھا ہے؟"

"ہاں، پڑھا ہے۔ مرجانہ نے بھی بہت کچھ بتایا ہے۔"

"کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی سونیا اب تک پچھتا رہی ہے؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی: "میں نے سونیا کے متعلق اتنا کچھ سنا ہے کہ یقین سے کہہ سکتی ہوں، وہ پچھتانے والی عورت نہیں ہے۔ بلکہ فرہاد نے کبھی اس سے بے وفائی کی تو ساری عمر پچھتاتے رہیں گے۔"

اس نے ہوٹل کا بل ادا کیا۔ پھر دونوں باہر آگئیں۔ سونیا سوچ رہی تھی: رسونتی کو اب نیپال اور ہندوستان کی سرحدوں سے نکال لے جانا آسان نہیں ہوگا۔ کھیل بگڑ گیا ہے۔ جب تک وہ اپنے سیکرٹ ایجنٹوں کے معاملوں کو اچھی طرح نمٹوں کر مجھے مطمئن نہیں کرے گی، میں اپنے کسی منصوبے پر عمل نہیں کر سکوں گی۔

صرف چند سیکرٹ ایجنٹوں کو زیر کر کے رسونتی کو وہاں سے نکال لے جانا کچھ مشکل نہ تھا۔ سونیا ایسے ایجنٹوں کو انگلیوں پر نچا سکتی تھی مگر ان کے علاوہ بھی بڑی رکاوٹیں تھیں۔ رسونتی بین الاقوامی طور پر ہندوستانی تھی۔ آج بھی وہ ہندوستانی شہریت رکھتی تھی۔ بھارتی حکام کو ٹیلی پیتی جیسا غیر معمولی اور مؤثر ہتھیار مل جاتا تو اس سے بڑی بات اور کیا ہوتی۔ بھارت دنیا کے بڑے ملکوں سے بھی بڑا بن جاتا۔ کوئی بھی ملک بڑا اور طاقت ور کیسے کہلاتا ہے؟ محض اپنے قدرتی وسائل، دولت اور جدید ترین ہتھیاروں کے ذریعے، سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذریعے ملک ہوں، میزائلوں اور خلائی تسخیر کے ذریعے لیکن سب سے زیادہ مؤثر، سب سے زیادہ طاقتور ہتھیار صرف ٹیلی پیتی ہے اور رسونتی بھارتی حکومت کی ملکیت ہے۔ اس کی جاگیر ہے۔ بھارتی حکومت اس کی صلاحیتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا حق رکھتی ہے۔

یہ باتیں سونیا خوب سمجھتی تھی۔ یہ پہلے جان گئی تھی کہ رسونتی ہندوستان پہنچے گی تو بھارتی حکومت اس میں زیادہ دلچسپی لے گی۔ سفارتی تعلقات کی بنا پر رسونتی کو اسرائیل سے آنے والی مہمان فرض کر کے سفارتی سطح پر اس کے لیے حفاظتی انتظامات کرے گی لیکن اس کے علاوہ بھی اندر ہی اندر بہت کچھ ہوگا اور ہو رہا تھا۔ جب وہ پچھلی رات دہلی پہنچی تھی تو بھارت کی ایک سیکرٹ ایجنٹ نے ملازمہ کے روپ میں رسونتی سے ملاقات کی تھی۔ اس سے انجانا کی تھی کہ وہ ٹیلی پیتی جانتی ہے تو خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کرے یا نیپال میں کوئی ایسا موقع تلاش کرے۔ جہاں تنہائی میں گفتگو ہو سکے۔

رسونتی نے اس سے وعدہ کیا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو بتایا تھا کہ وہ ملازمہ بھارتی انٹیلی جنس سے تعلق رکھتی ہے اور اپنی حکومت کی طرف سے رابطہ قائم کر کے رسونتی کو اپنی جنم بھومی سے محبت کرنے، بھارت کی وفادار رہ کر اپنے دیس کے کام آنے کی ترغیب دینا چاہتی ہے۔

آثار ایسے تھے کہ رسونتی اگر محبِ وطن بن کر بھارت میں رہنا چاہتی، بھارتی حکومت کے کام آنا چاہتی تو اسرائیل سے تعلقات بگڑ جاتے۔ دوستی دشمنی میں تبدیل ہو جاتی۔ ابھی تو اسرائیل کے وہ چاروں سیکرٹ ایجنٹ اور کھٹمنڈو میں اسرائیلی سفارت خانے کے لوگ خفیہ طور پر رسونتی کی نگرانی کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ بھارتی جاسوس بھی اس تاک میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح اس سے تنہائی میں تفصیلی ملاقات ہو اور اس کا علم یہودیوں کو نہ ہو سکے۔

سونیا، شباتہ اور پارس کو لے کر ہوٹل کرسٹل میں آئی جہاں

اس نے پہلے ہی ڈبل بیڈ روم لے رکھا تھا۔ ارادہ تھا جب رسونتی کو اغوا کرے گی تو اسی بیڈ روم میں لا کر چھپائے گی۔ وہیں اس کے چہرے پر انامیریا کا میک اپ کرے گی۔ اب اس مرحلے تک پہنچنے میں بڑی دشواریاں نظر آرہی تھیں۔

ہوٹل کے کمرے میں پہنچتے ہی رسونتی نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ سونیا نے شباتہ سے کہا: "تم پارس کو سنبھالو، میں باتھ روم سے آتی ہوں۔"

وہ باتھ روم میں آگئی۔ رسونتی نے پوچھا: "یہ شباتہ آخر ہے کون؟ میرا بیٹا اس کے پاس کس طرح پہنچا؟ میں نے مختصر سی معلومات حاصل کی ہیں لیکن مجھے زیادہ خیال خوانی کا موقع نہیں ملا۔ تم نے تو اس سے پوچھا ہی ہوگا؟"

شباتہ اور پارس کے متعلق بعد میں تفصیلی گفتگو ہو سکتی ہے۔ پہلے تم سیکرٹ ایجنٹوں کے متعلق بتاؤ۔ وہ تمہارے اور پارس کے متعلق کیا سوچ رہے ہیں؟"

"وہ شبہ کر رہے ہیں کہ مجھ میں خیال خوانی کی صلاحیتیں ہیں اور میں نے خیال خوانی کے ذریعے اصلی پارس کو پہچانا ہے۔"

"وہ شبہ کرنے میں حق بجانب ہیں۔ تم بالکل بے قابو ہو گئی تھیں۔ تمہیں سوچنا تو چاہیے تھا کہ اس پاس چاروں طرف جاسوس پھیلے ہوئے ہیں۔ صرف یہودی نہیں ہندوستانی بھی۔"

"میں سمجھتی ہوں، مگر کیا کروں۔ کیا تم ممتا کو نہیں سمجھ سکتیں؟ میرا بچہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ میں نے اسے جنم دیا اور وہ مجھ سے اب تک بچھڑا رہا۔ اچانک میرے سامنے آیا تو میں اپنے آپ کو کیسے سنبھال سکتی تھی؟"

سونیا نے پوچھا: "وہ لوگ تمہاری حقیقت معلوم کرنے کی تدبیریں سوچ رہے ہوں گے؟"

"ہاں، ایک تو وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ جسے ابھی میں نے دودھ پلایا تھا، وہ واقعی میرا اپنا پارس ہے یا نہیں۔ تم نے اچانک ان کے سامنے آکر اسے پارس کو اپنا بیٹا کہہ کر انہیں الجھن میں ڈال دیا ہے۔ لہٰذا وہ تمہارے اور پارس کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے انہوں نے اپنے سیکرٹ ایجنٹوں کو تمہارے تعاقب میں روانہ کیا ہے۔ وہ لڑکی شباتہ بھی ان کی نظروں میں ہے۔"

"اس وقت تمہارے ساتھ کتنے سیکرٹ ایجنٹ ہیں؟"

"صرف سیون سیون میرے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ ایجنٹ ون ٹو نائین ایک ویسی شراب خانے میں بیٹھا شراب پی رہا ہے اور حالات پر سنجیدگی سے غور کر رہا ہے۔ وہ بہت پریشان ہے۔ اس کے خیال کے مطابق اگر میں خیال خوانی کر سکتی ہوں اور اس کے ذریعے میں نے اپنے پارس کو پہچانا ہے، تو مجھے یہاں لا کر بڑی غلطی کی گئی ہے۔ کہیں میری ٹیلی پیتی کا علم بھارتی حکام کو نہ ہو جائے۔"

سونیا نے کہا: "میں اس بات کو سمجھ رہی ہوں۔ یہ یہودی تمہاری صلاحیتوں کو بھارتی حکام سے چھپائے رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

"ان کے ساتھ ایک اور پریشانی ہے۔ اگر میرا وہ بیمار بیٹا اصلی پارس ثابت ہو گیا تو اسے کس طرح حاصل کیا جائے گا؟ اگر تم سے اور شباتہ سے زبردستی کی گئی تو بھارتی سراغ رساں کو اس کا علم ہو جائے گا۔ پھر وہ بھی اصلی پارس کو بھارت سے باہر لے جانے نہیں دیں گے اور یہودی بھی۔ اس بیٹے کو آئندہ میری کمزوری نہیں بنا سکیں گے۔ دن او نائین ہر پہلو پر غور کر رہا ہے۔ سونیا! میرے بیٹے کو کہیں چھپا دو۔ مجھے بڑا ڈر لگ رہا ہے۔ میں اب اس سے جدا رہ کر زندہ نہیں رہ سکتی۔"

"فکر نہ کرو۔ اسے کچھ نہیں ہوگا۔"

"تم نہیں جانتیں ان ایجنٹوں نے سوچ رکھا ہے کہ مجھے اپنے بیمار پارس کو دودھ پلانے کا موقع نہیں دیں گے۔ اس طرح یہ تصدیق کریں گے کہ میں اس کی ماں ہوں یا نہیں۔ اگر ماں ہوں تو تمام رکاوٹیں توڑ کر، تمام پابندیوں سے گزر کر پارس کے لیے تمہارے یا شباتہ کے پاس پہنچوں گی؟"

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہوں، انہوں نے تمہاری ممتا کو آزمانے کے لیے بڑی اچھی تدبیر سوچی ہے۔ یقیناً وہ تمہارے اور پارس کے درمیان بہت مضبوط دیوار بننے کی کوشش کریں گے۔ ان کی کوشش یہی ہوگی کہ ایک ماں کی ممتا کو مسئلہ بنا دیں۔"

"یہ سب سے اہم مسئلہ ہے۔ میں ہر حال میں اس سے نمٹوں گی۔ اس کی دوا کروں گی، ماں کی بیماری دور کروں گی۔ میں اس کی ماں ہوں۔ میں کسی رکاوٹ کی پروا نہیں کروں گی۔"

"دیکھو رسونتی! جوش میں نہ آنا۔ ہوش میں رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ ممتا اندھی ہو کر تمہارے پارس کو تم سے ہمیشہ کے لیے جدا کر دے۔"

"نہیں، نہیں۔ سونیا! ایسے الفاظ منہ سے نہ نکالو۔ میرا بیٹا مجھ سے اب کبھی جدا نہیں ہوگا۔"

"اگر تم چاہتی ہو کہ پارس پھر تمہاری گود میں آئے اور تمہاری ممتا اس کے لیے دوا بن جائے تو صبر اور تحمل سے کام لو۔ جتنی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں ہونے دو۔ بیماروں کو عموماً تین وقت دوائیں دی جاتی ہیں۔ تم نے پارس کو صرف ایک وقت دودھ پلایا ہے۔"

"کیا میں دوسری بار بھی پلا سکوں گی؟"

"ضرور، میں وعدہ کرتی ہوں، جب بیمار پارس کے لیے دوسری خوراک کا وقت آئے گا تو میں اسے تمہارے پاس پہنچا دوں گی۔ تم تمام رکاوٹوں کے باوجود اسے دودھ پلاؤ گی۔ دشمن منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔"

مجاہد اور بلیاموت کے راستے پر سفر شروع کرنے کے لیے

باکل تیار تھے۔

انھوں نے یوگو ہنٹر سے اپنی ایک شرط منوائی تھی۔ وہ یہ کہ سفر شروع کرنے سے پہلے، دس منٹ کے لیے ہنٹر اپنے آدمیوں کے ساتھ اس گیسٹ ہاؤس سے دور چلا جائے۔ دس منٹ کے بعد مرجانہ اپنے ساتھی بلبا کے ساتھ موت کے سفر پر روانہ ہوگی۔

یوگو ہنٹر نے ان کی یہ شرط تسلیم کرلی تھی لیکن احتیاطاً جیپ کی چابی اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔ چابی وہیں اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر رکھوادی۔ مرجانہ کو اطلاع دے دی کہ چابی اسے جیپ میں مل جائے گی۔

ادھر اپالو اور یوگو ہنٹر گیسٹ ہاؤس سے ذرا دور ایک مکان میں آگئے تھے۔ اپالو وہسکی کی بوتل کھول کر منہ سے لگا رہا تھا تاکہ تمام مسلح ماتحت بھی گیسٹ ہاؤس سے دور اپنے مالکان کے آس پاس اگلے حکم کے منتظر رہتے۔ مالکان کا مطلب یہ ہوا کہ اس جزیرے کا بچہ بچہ اپالو اور ہنٹر دونوں کو آقا اور اتا مانتا تھا۔ یوگو ہنٹر اس جزیرے کا مالک تھا۔ ان کا اتا اور اپالو اس جزیرے کا منتظم تھا۔ وہاں زندگی گزارنے والے جنگلی جانوروں سے لے کر انسانوں تک سب اس کے اشاروں پر ناچتے تھے۔ اس سے ڈرتے تھے۔ اسے اپنا آقا سمجھتے تھے۔ اس کا سامنا ہوتے ہی گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔

دوسرے لفظوں میں یوگو ہنٹر صرف ان اتا تھا۔ لوگ اس کے احسانمند تھے لیکن اپالو ایک عفریت کی طرح دل و دماغ پر چھایا رہتا تھا۔ وہ اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتا تھا۔ جزیرے کا کوئی آدمی اگر ذرا سی حکم عدولی کرتا یا حکم کی تعمیل میں تاخیر کرتا تو وہ اس سے ایسا ہی سلوک کرتا جیسا کسی سرکش درندے کو چابک مار مار کر مزا بھی دے رہا ہو اور سدھا بھی رہا ہو۔

دس منٹ کی جو مہلت ملی تھی اس میں سے چار منٹ گزر چکے تھے۔ جب مرجانہ اور بلبا جیپ کی طرف دوڑنے لگے تو میں نے کہا۔ "رسیاں تیار رکھنا۔ یوگو ہنٹر تمھاری طرف آرہا ہے۔"

یہ کہہ کر میں یوگو ہنٹر کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس نے پریشانی کی حالت میں اپنی جیبیں ٹٹولتے ہوئے کہا۔ "اوہ، جیپ کی چابی پتا نہیں کہاں رہ گئی۔ میں نے جیپ میں رکھی تھی۔ شاید گر گئی ہے یا پھر اسی جیپ میں۔۔۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر جیپ کی طرف دیکھا۔ پھر ادھر دوڑ لگائی۔ اس کے ایک ماتحت نے پیچھے سے آواز دی۔ "سر! آپ ٹھہر جائیں میں جاکر تلاش کرتا ہوں۔"

مگر وہ دوڑ لگا چکا تھا۔ اپالو نے اپنی زبان میں ماتحت سے کہا۔ "اسے جانے دو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔"

میں اس ماتحت کے لب ولہجے کو پہلے ہی ذہن نشین کر چکا تھا۔ اس کا نام گارسن تھا۔ اس کے علاوہ دو ماتحت تھے جو کسی وقت بھی میری ٹیلی پیتھی کے لیے آلۂ کار بن سکتے تھے۔ بہرحال یوگو ہنٹر جیپ کے پاس پہنچا تو مرجانہ اور بلبا بھی پہنچ چکے تھے۔ بلبا نے فوراً پیچھے سے ہنٹر کی گردن دبوچ لی۔ دوسرے ہاتھ سے کھلے ہوئے چاقو کو اس کے سینے پر رکھ دیا۔ پھر بلند آواز سے للکارتے ہوئے کہا۔ "اگر کوئی ادھر آئے گا تو اپنے مالک کی لاش پائے گا۔"

یوگو ہنٹر نہ تو بزدل تھا نہ کمزور۔ وہ بھی اپالو کی طرح شیروں اور ریچھوں کے پنجروں میں نہتا جاتا تھا۔ اپالو کے ساتھ مل کر ان درندوں سے لڑتا تھا۔ بلبا سے بھی لڑ سکتا تھا لیکن وہ ٹیلی پیتھی کے قابو میں تھا۔ میری مرضی کے بغیر ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتا تھا۔ میں نے برائے نام اسے جدوجہد کرنے کا موقع دیا تاکہ اپالو اور اس کے ماتحت یہ نہ سمجھیں کہ ہنٹر کو کسی غیر معمولی قوت کے ذریعے بے بس کر دیا گیا ہے۔

بلبا اپنی دانست میں اسے بے بس کر کے جیپ کے پچھلے حصے کی طرف لے آیا تھا۔ مرجانہ رسیاں لے کر اسے گاڑی کے پیچھے یوں باندھ رہی تھی، جیسے کیریر پر سامان سفر باندھ رہی ہو۔ جیپ کچھ اس بات کا اطمینان ہوگیا کہ ہنٹر ہاتھ پاؤں نہیں چلا سکے گا۔ رسّوں کے ذریعے بے بس ہوگیا ہے تو میں گارسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اپالو اطمینان سے کھڑا توتل منہ سے لگا کر غٹاغٹ چند گھونٹ پیتا تھا، پھر جیپ کی طرف دیکھ کر مسکراتا، جیسے مرجانہ اور بلبا کی ترکتوں کو بچّوں کا کھیل سمجھ کر ٹال رہا ہو۔

گارسن نے بڑے ادب سے کہا۔ "سر! آپ ہمیں حکم دیجیے۔ ہم ابھی باس کو کھینچ لاتے ہیں۔"

"اپنے باس کو گاڑی کے پیچھے بندھا رہنے دو۔ کیا فرق پڑتا ہے؟"

دوسرے ماتحت نے پریشان ہوکر کہا۔ "اگر باس پیچھے بندھے رہیں گے تو ہم کتے کیسے چھوڑیں گے؟ تعاقب کرنے والے کتے سب سے پہلے باس پر ہی چھپٹیں گے کیونکہ وہ پیچھے بندھے ہوئے ہیں۔ کتوں کی زد میں پہلے آئیں گے۔"

وہ سرد لہجے میں بولا۔ "کیا فرق پڑتا ہے۔" یہ کہہ کر پھر اس نے توتل کو منہ لگا لیا۔ تمام ماتحت بے چینی سے کبھی دوڑ جاتی ہوئی جیپ کو دیکھ رہے تھے اور کبھی اپالو کو۔ ان میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ اپنے باس کی مدد کر سکتے۔ ایک نے جھوٹ منگل کر ذرا جرأت کرتے ہوئے کہا۔ "سر! ہمارے خونخوار کتے صرف آپ کو اور ان کی رکھوالی کرنے والے دو آدمیوں کو پہچانتے ہیں۔ وہ باس کو چیر پھاڑ کر رکھ دیں گے۔"

"کیا اسے چیر پھاڑ دینے سے تم لوگ یتیم ہو جاؤ گے؟" وہ پھر سرد مہری سے بوتل کو منہ سے لگا کر وہسکی کے گھونٹ حلق سے اتارنے لگا۔ سب نے اپنے اپنے سر جھکا لیے تھے۔ جب سے وہ اس جزیرے میں آباد ہوئے تھے، اس کے سامنے سر جھکاتے آئے تھے

اس نے پوچھا۔ "کیا ایک نیام میں دو تلواریں رہ سکتی ہیں؟"

چند ماتحتوں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں سر!"

"کیا ایک جزیرے کے دو مالکان اچھے لگتے ہیں؟"

سب نے پھر سر جھکا لیے۔ وہ غرا کر بولا۔ "میں جواب چاہتا ہوں۔"

سب نے باری باری اپنے طور پر جواب دیا۔ ان کے جواب کا متن یہی تھا کہ آپ آقا ہیں اور غلام اپنے آقا کے سامنے جواب نہیں دیتے۔ صرف سر جھکاتے ہیں۔

اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر وہ دونوں دلدلی راستوں سے جانے، اپنے پیروں پر چلتے تو انھیں ایک میل تک جانے کی چھوٹ دی جاسکتی تھی۔ مگر اب ان سے کوئی رعایت نہیں کی جاسکتی۔ کتوں کو چھوڑ دو۔"

ایک ماتحت حکم کی تعمیل کے لیے وہاں سے جانے لگا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ اسے روک سکتا تھا یا اسے ہلاک کر سکتا تھا تاکہ وہ کتوں کو مرجانہ اور بلبا کے پیچھے نہ لگائے لیکن ایک کو ہلاک کرنے سے کیا ہوتا؟ کتوں کا دو سرا رکھوالا موجود تھا۔ میں اسے بھی ہلاک کر دیتا تو اپالو ان کا کنٹرول سنبھال لیتا۔ میں نہ اُسکے دماغ میں پہنچ سکتا تھا، نہ کسی طرح اسے روک سکتا تھا۔

اپالو نے گارسن کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں ہیلی کاپٹر لے کر جا رہا ہوں۔ میری ضرورت پیش آئے تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنا۔"

وہ جانے لگا۔ میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر اپالو کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ یوگو ہنٹر گاڑی کے پیچھے بے بسی سے بندھا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے بلبا ہاتھ میں کھلا چاقو لیے کتوں کا انتظار کر رہا تھا۔ جیپ تیز رفتاری سے بھاگی جا رہی تھی۔

مرجانہ نے مجھ سے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ "اقتدار کی ہوس ہر شخص کو ہوتی ہے۔ اپالو میں بھی ہے۔ وہ اس جزیرے کا مالک بننا چاہتا ہے۔ یہ نکتہ ہم نے فراموش کر دیا تھا۔ کیا تم کسی طرح اپالو کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتیں؟"

میں نے کہا۔ "میں کوشش کر چکی ہوں۔ وہ صرف مقامی زبان بولتا ہے۔ اب ہیلی کاپٹر میں آنے والا ہے۔ میں اسے کنٹرول نہیں کر سکوں گی ایک تدبیر ہے۔ تم یوگو ہنٹر کو اس کے خلاف بھڑکاؤ، تجویز پیش کرسکتی ہو کہ اپالو کس طرح غداری کر رہا ہے اور اس کی جان کا دشمن بنا ہوا ہے۔ اسی لیے اس نے جان بوجھ کر کتے چھوڑے ہیں۔"

اس نے تیز رفتاری سے جیپ ڈرائیو کرتے ہوئے بلند آواز سے کہا۔ "مسٹر ہنٹر! میری باتوں کو غور سے سنو۔ اگر ہم نے تمھیں جیپ کے پیچھے باندھ رکھا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم تمھیں کتوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح ہم بھی کتوں کی زد میں آئیں گے ہم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ میں تمھیں دوست اور دشمن میں تمیز کرنا سکھا رہی ہوں۔"

اس نے غرا کر کہا۔ "میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ اپنے دوستوں اور دشمنوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ اپالو کبھی کتے نہیں چھوڑے گا۔ وہ دیکھ چکا ہے کہ تم لوگوں نے مجھے گاڑی کے پیچھے باندھ رکھا ہے۔"

"ابھی تمھاری خوش فہمی ختم ہو جائے گی۔" مرجانہ نے کہا۔

بلبا نے کہا۔ "اور جب ختم ہوگی، تو بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ کیا تم خود کو ان کتوں سے بچا سکو گے؟ کیا وہ کتے تمھارے اشاروں پر حملہ کرنے سے باز رہیں گے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دور بہت دور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ بلبا نے کہا۔ "سنو، کان لگا کر سنو۔ تمھارے رشتے دار آرہے ہیں۔"

یوگو ہنٹر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دور دیکھ رہا تھا۔ ٹھوڑی ہل رہا تھا۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ کتے اس کے پیچھے چھوڑے جاسکتے ہیں۔ اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ "یہ، یہ نہیں ہو سکتا۔ اپالو ایسا نہیں کر سکتا۔ پلیز مرجانہ! ڈیش بورڈ میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا ہے، مجھے دو میں اپالو سے رابطہ قائم کروں گا۔ میں پوچھوں گا، وہ ایسی حماقت کیوں کر رہا ہے؟"

مرجانہ نے پوچھا۔ "کیا تمھاری عقل گھاس چرنے گئی ہے؟ خود اپنے کانوں سے کتوں کی آوازیں سن رہے ہو۔ پھر اس سے کیا پوچھو گے۔ تمھارا وہ وفادار ملازم تمھاری جان کا دشمن بنا ہوا ہے۔ کیا رابطہ قائم کرتے ہی دشمنی سے توبہ کرلے گا؟"

مرجانہ نے جیپ کی رفتار اور تیز کر دی تھی۔ کتے خواہ کتنی ہی تیز دوڑتے، وہ جیپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ مرجانہ نے کہا۔ "مسٹر ہنٹر! عقل سے کام لو۔ سوچو کہ اپالو سے زندگی کی بھیک مانگنے کے بجائے تم اپنا بچاؤ کس طرح کر سکتے ہو؟ تمھارے ساتھ میں بھی اپنی زندگی عزیز ہے۔ ہم ایک دوسرے کے تعاون سے۔۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ کان لگا کر سننے لگی۔

بلبا نے کہا۔ "ایک ہیلی کاپٹر بہت دور سے آتا نظر آرہا ہے۔"

وہ ابھی بہت دور تھا۔ یوگو ہنٹر رسّیوں سے بندھا ہوا کسمساتے ہوئے بولا۔ "میں اپنے ہیلی کاپٹر کو دور سے بھی آواز سن کر پہچان سکتا ہوں۔ وہ میرا ہے۔ یقیناً اپالو آرہا ہے۔"

مرجانہ نے پوچھا۔ "اب بھی تمھیں عقل آئی یا نہیں؟ اگر وہ تمھاری مدد کے لیے آرہا ہے تو اس نے تمھارے پیچھے کتے کیوں چھوڑ دیے؟ وہ تمھارا رسّوں کا پلندہ کھول کر فضائی حملہ کرنے آرہا ہے۔ جلدی سے سوچو، جلدی بتاؤ، کیا ہم کہیں ایسی جگہ پناہ لے سکتے ہیں جہاں وہ پروانے کے دوران ہم پر فائرنگ نہ کر سکے؟ کیا اس کے

پاس ہینڈ گرنیڈ ہیں؟"

یوگو ہنٹر بہت زیادہ خوفزدہ تھا۔ کبھی وہ دور آسمان کی طرف دیکھتا تھا۔ جہاں ہیلی کاپٹر صاف نظر آرہا تھا۔ قریب سے قریب تر ہورہا تھا۔ گتوں کی آوازیں بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔ مرجانہ کے جیپ کی رفتار بہت تیز کردی تھی۔ وہ گھبرا کر بولا "میں نہیں جانتا، اپالو کے پاس ہینڈ گرنیڈ ہیں یا نہیں ہیں؟ بہرحال ذرا آگے جاکر سڑک کے کنارے ایک بہت بڑا پتھر نظر آئے گا۔ اس کے ساتھ ہی ایک کچی سڑک بائیں طرف چلی گئی ہے۔ گاڑی کو اس طرف موڑ دینا۔ وہاں سے چار فرلانگ کے فاصلے پر ایک بستی ہے۔ اس بستی میں ہمیں ہتھیار مل سکتے ہیں۔ اوہ گاڈ! ہتھیار کی بات پر یاد آیا۔ پچھلی سیٹ کے نیچے ایک ٹامی گن رکھی ہوئی ہے۔ تم اس سے ہیلی کاپٹر کو گرا تو نہیں سکتے لیکن فائرنگ کرکے دور ہی دور پرواز کرنے پر مجبور کرسکتے ہو۔ اس طرح وہ قریب آکر ہم پر فائرنگ نہیں کرسکے گا۔"

یہ سنتے ہی بلیا نے پچھلی سیٹ کی گدی کو ایک جھٹکے سے اٹھایا۔ اس کے نیچے سے ٹامی گن اور کارتوس کی پیٹیاں نکال لیں۔ مرجانہ نے جیپ کو بائیں طرف کچے راستے پر موڑ لیا وہ رفتار برقرار رکھنے کی کوشش کررہی تھی۔

اس وقت تک ہیلی کاپٹر قریب آگیا تھا۔ دور ہی سے اپالو نے فائرنگ شروع کردی تھی۔ ادھر سے بلیا نے جوابی فائرنگ کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ذرا دور رہ کر پرواز کرنے لگا۔ ایک دوسرے کی طرف سے جو فائرنگ ہورہی تھی، وہ محض دھمکانے کے لیے تھی۔ بلیا کی طرف سے چیلنج تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر کو قریب نہیں آنے دے گا۔ فی الحال اپالو کی طرف سے کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہیں تھا۔

خونخوار گتوں کا خطرہ بڑھ گیا تھا۔ کچے راستے پر جیپ کی رفتار سست ہوگئی تھی۔ اگرچہ وہ بہت دور تھے لیکن جیپ کی سست رفتاری سے وہ سر پر آپہنچے۔ بلیا نے کہا "گتے قریب آئیں گے تو میں ان پر فائرنگ کھول دوں گا۔ لیکن اوپر سے وہ کمبخت فائرنگ کرنے کے لیے آجائے گا۔"

یوگو ہنٹر نے کہا "پروا مت کرو۔ اب ہم دس منٹ کے اندر اس بستی میں پہنچ جائیں گے۔ میں اس جزیرے کا مالک ہوں۔ بستی کے لوگوں کو معلوم ہوگا کہ اپالو مجھ سے دشمنی کررہا ہے تو وہ سب اس کے خلاف ہوجائیں گے۔ وہاں ہمیں ہتھیار بھی مل جائیں گے اور پناہ بھی ملے گی۔ پھر میں اس غدار نمک حرام سے نمٹ لوں گا۔"

وہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ خوفزدہ نظروں سے خونخوار گتوں کی طرف دیکھنے لگا، جو لحہ بہ لحہ قریب آتے جارہے تھے۔ وہ موت کے خوف سے گڑگڑاتے ہوئے بولا "پلیز، فائر کرنا شروع کرو۔ ورنہ وہ کسی بھی لمحے مجھ پر جھپٹ پڑیں گے۔"

بلیا نے کہا "تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ تم صحیح سلامت بستی تک پہنچو گے۔ میں اس وقت تک فائر نہیں کروں گا جب تک وہ میری گن کی رینج میں نہیں آجاتے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ہوائی فائرنگ کی کیونکہ ہیلی کاپٹر قریب آنا چاہتا تھا۔ پھر وہ دور چلا گیا۔ اس فائرنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریب آنے والے گتے اپنی سمت بدلنے لگے۔ وہ تربیت یافتہ تھے فائرنگ یا کسی اور خطرے کے وقت مختلف سمتیں بدل کر حملہ کرنا جانتے تھے۔

اب گھنے درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے چھپی ہوئی بستی نظر آنے لگی۔ وہاں ان کے پہنچنے سے پہلے ہی دہشت پھیل گئی۔ بستی کے لوگوں نے گتوں کی فوج کو ایک جیپ کے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ ان کا رُخ بستی کی طرف تھا۔ سب کو اپنی اپنی جان پیاری تھی۔ عورتیں اپنے بچوں کو اٹھا اٹھا کر گھروں کی طرف بھاگنے لگیں۔ مرد اپنی عورتوں، بچوں کو چیخ چیخ کر آوازیں دینے لگے۔ کوئی اپنے مویشیوں کو کھینچ کر احاطے میں لے جارہا تھا۔ ہر طرف بھگدڑ مچ گئی تھی۔ جیپ بستی میں داخل ہوئی تو راستے اور گلیاں سنسان ہوچکی تھیں۔ باہر ایک بچہ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ سب نے اپنے گھروں کے دروازے بند کرلیے تھے۔ کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے۔ جیپ کے پیچھے گتے بھی بستی میں داخل ہورہے تھے۔

یوگو ہنٹر کی رہنمائی میں مرجانہ نے جیپ ایک پختہ مکان کے سامنے روک دی۔ تیزی سے اُتر کر پچھلے حصے کی طرف آئی اور یوگو ہنٹر کی رسیاں کھولنے لگی۔ بلیا پچھلی سیٹ پر کھڑا ہوا فائرنگ کررہا تھا۔ وہ بالکل قریب آچکے تھے۔ لیکن فائرنگ کی وجہ سے اپنی سمتیں بدل رہے تھے۔ بھونکے جارہے تھے، غرا رہے تھے، جھپٹنے کے لیے آتے پھر پلٹ کر دور چلے جاتے تھے۔

ہنٹر نے رسیوں سے آزاد ہوتے ہی دوڑ کر مکان کا دروازہ کھول دیا۔ وہ تینوں اندر چلے گئے۔ پھر دروازے کو بند کرلیا۔ اب گتے بھونکتے اور غراتے ہوئے مختلف دروازوں اور بند کھڑکیوں پر جھپٹ رہے تھے ان سے ٹکرا رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر مکان کے اوپر چکر لگا رہا تھا۔ فائرنگ رک رک کر ہورہی تھی۔ وہ گھوم کر اُدھر آتا تھا اور فائرنگ کرتا ہوا گزر جاتا تھا۔

بستی کے گھروں سے عورتوں، مردوں اور بچوں کے چیخنے چلّانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ گتے صرف ایک ہی دروازے پر نہیں تھے، مختلف دروازوں اور کھڑکیوں پر جھپٹ رہے تھے۔ جیسے جہاں جہاں انسانوں کو بُو ملتی تھی، وہاں پہنچ جاتے تھے۔ ہیلی کاپٹر سے ہونے والی فائرنگ نے بھی بستی والوں کو دہشت زدہ کررکھا تھا۔

مرجانہ اور بلیا کو یوگو ہنٹر کے ساتھ مختلف کمروں سے گزرتے ہوئے ایک کمرے میں پہنچے، جہاں مختلف قسم کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ بلیا کے پاس پہلے ہی ایک چاقو موجود تھا۔ اس نے ایک برین گن اٹھائی اور کارتوس کی پیٹیاں اپنے بائیں شانے پر ڈال لیں۔ اس نے کہا "میں چھت پر جاکر ہیلی کاپٹر کو بھگانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

مرجانہ نے کہا "وہ اتنی دیر سے فائرنگ کررہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس ہینڈ گرنیڈ وغیرہ نہیں ہے۔ ورنہ وہ ضرور دھماکے کرتا۔"

یوگو ہنٹر بولا "ہیلی کاپٹر کی آواز دور ہوتی جارہی ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ ہم ہتھیاروں کے ذخیرے تک پہنچ گئے ہیں۔ اب آسانی سے اس کا اور گتوں کا مقابلہ کرسکیں گے۔ وہ دوسری بار یقیناً آئے گا اور بھرپور تیاریوں کے ساتھ آئے گا۔ اس سے پہلے ہمیں گتوں سے نجات حاصل کرنا چاہیے۔"

یوگو ہنٹر اور مرجانہ نے بھی اپنی اپنی پسند کے ہتھیار سنبھالے اور وہ تیزی سے زینے پر چڑھتے ہوئے پہلی منزل پر پہنچے۔ وہاں سے انھوں نے سڑک کی طرف مورچہ بنایا اور گتوں پر فائرنگ کرنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد ہی میدان صاف ہونے لگا۔ بہت سے گتوں کی لاشیں نظر آرہی تھیں۔ جو زندہ تھے وہ دور بھاگ رہے تھے۔ انھیں کنٹرول کرنے والا ایک شخص موٹر سائیکل پر ساتھ آیا تھا۔ وہ دور ہی سے سیٹی بجا کر گتوں کو ہدایات دے رہا تھا۔

یوگو ہنٹر نے کہا "اب گتوں کو واپس چلنے کا سگنل دے رہا ہے۔ اسی لیے میدان صاف ہوتا جارہا ہے۔"

موٹر سائیکل کی آواز دور ہوتی جارہی تھی۔ گتے بھی بھونکتے ہوئے بستی سے باہر جارہے تھے۔ ذرا دیر بعد ہی بھونکنے کی آوازیں فضا میں گم ہوتی چلی گئیں۔ خونخوار بلائیں ٹل گئی تھیں۔ وہ تینوں نیچے آگئے۔ دروازہ کھول کر جیپ میں سوار ہوئے۔ اس بار بلیا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ یوگو ہنٹر پچھلی سیٹ پر کھڑا ہوکر چیختے ہوئے کہنے لگا "بستی کے لوگو! خطرہ ٹل گیا ہے۔ باہر آجاؤ۔ دیکھو! میں نے خطرناک گتوں اور اس سرپھرے اپالو سے تم لوگوں کو نجات دلادی ہے۔ وہ پاگل ہوگیا ہے۔ نمک حرام بن گیا ہے۔ مجھ پر فائرنگ کررہا تھا۔ مجھے جان سے مارڈالنا چاہتا تھا۔ میرے ان دو مہمانوں نے میری جان بچائی ہے۔ باہر آجاؤ۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

جیپ جس راستوں اور گلیوں سے گزر رہی تھی، وہاں سے بستی کے لوگ دروازے کھول کر باہر نکلنے لگے۔ ان کے ہاتھوں میں سلاخیں، ڈنڈے اور چھرے چاقو تھے تاکہ کوئی گتا کہیں سے اچانک جھپٹ پڑے تو اس سے نمٹ لیں۔

کچھ لوگ جیپ کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے اور ہاتھ اٹھا کر اسے رکنے کے لیے کہا۔ جیپ رک گئی تو ایک بوڑھے نے کہا "مالک! آپ ہمیں اس حال میں چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟ اگر اپالو آگیا تو کیا ہوگا؟"

یوگو ہنٹر نے کہا "اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہاری حفاظت کروں گا۔" پھر اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "اے بستی کے جوانو! صاف صاف بتاؤ، اپالو کے ساتھ خوفزدہ ہوکر چھپو گے یا اپنے مالک سے وفاداری کرو گے؟"

اُن سب لوگوں نے کہا "اگر ہمیں اپنی حفاظت کرنے کا موقع دیا جائے تو ہم آپ کے وفادار رہیں گے۔"

"میرے اس مکان میں جاؤ اور وہاں سے اپنی اپنی پسند کے ہتھیار نکال لو۔ اپالو بستی میں آنے نہ پائے۔ اسے بستی کے باہر ہی روک دو۔ جیسے پاگل گتے کو گولی ماردی جاتی ہے، اسی طرح سے اسے ختم کردو۔ بے شک وہ جسمانی طور پر بہت طاقتور ہے لیکن تمہاری گولیوں سے چھلنی ہوجائے گا۔ اس سے بالکل نہیں ڈرنا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

وہ تقریر بھی کررہا تھا اور جیپ کی پچھلی سیٹ پر کھڑا بستی کی گلیوں اور راستوں سے گزرتا جارہا تھا۔ تمام لوگوں کو حوصلہ دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں ہی بستی کے تمام جوانوں نے اپنی اپنی پسند کے ہتھیار اٹھالیے۔ یوگو ہنٹر سے وعدہ کیا کہ وہ اپالو کا مقابلہ کریں گے۔

ان بستی والوں کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد یوگو ہنٹر نے مرجانہ سے کہا "میرے ساتھ چلو۔ میں تم دونوں کو فرہاد اور اعلیٰ بی بی تک پہنچاؤں گا۔ اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ مجھے اپالو سے دشمنی قائم رکھنے کے لیے تم لوگوں سے دوستی کرنا ہی پڑے گی۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ فرہاد کی ساتھی بھی کسی اپالو سے کم نہیں ہوتیں۔ وہ ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا۔ میرے آگے جھکے گا یا جزیرے سے بھاگنا چاہے گا، لیکن میں اسے بھاگنے نہیں دوں گا۔ اسے خاک میں ملادوں گا۔"

وہ چیختا جارہا تھا۔ جیپ بستی سے نکل کر پھر اس پختہ سڑک کی طرف جارہی تھی۔ میں نے کہا "مرجانہ! اپالو کی ایک حماقت نے تم لوگوں کے لیے راستہ صاف کردیا ہے۔ اس جزیرے کا مالک مختار اب دوست بن گیا ہے۔ وہ اپالو کو خاک میں ملانے کا دعویٰ کررہا ہے لیکن اندر ہی اندر دہشت زدہ ہے۔ جانتے ہو اپالو کیسا پاگل ہاتھی ہے۔ کسی کے بس میں نہیں آئے گا۔ یہ جانتا ہے کہ تم،

بلیا، فرہاد اور اعلیٰ بی بی اس کی حمایت کرو گے تو اس کی طاقت بڑھ جائے گی۔ اپالو تم لوگوں کے سامنے کمزور پڑ جائے گا، بہرحال میں اس کے دماغ میں پھر جا رہی ہوں۔ دیکھتی ہوں کہ وہ صحیح رہنمائی کر رہا ہے یا نہیں۔ ویسے مجھے اس سرنگ کا راستہ معلوم ہے جہاں سے گزر کر تم اعلیٰ بی بی اور فرہاد تک پہنچ سکتی ہو۔ اگر وہ صحیح رہنمائی نہیں کرے گا تو میں تمہیں وہاں تک پہنچا دوں گی۔"

مرجانہ نے کہا: "یہ تو ہو جائے گا لیکن ابھی یہ معلوم کر کہ اپالو ہیلی کاپٹر لے کر کہاں چلا گیا ہے وہ ابھی تک واپس نہیں آیا ہے۔ یقیناً کوئی گہری چال چلے گا۔"

"میں مجبور ہوں۔ اپالو کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتی۔ اندازہ کر سکتی ہوں کہ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسی مکان تک پہنچے گا جہاں اعلیٰ بی بی اور فرہاد کو قید کیا گیا ہے۔ وہ سچ مچ پاگل ہاتھی ہے۔ تم لوگوں سے ضرور ٹکرائے گا۔"

مرجانہ نے کہا: "اسے آنے دو۔ تم یہ بتاؤ، کیا بلیک شیڈو کے اس خاص آدمی کو جانتی ہو جو ہمارے ساتھ یونان کے مشرقی ساحل تک آیا ہے اور اب اپنی ٹیم کے ساتھ ہمارا انتظار کر رہا ہے۔"

میں نے کہا: "میں اسے جانتی ہوں۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ چکی ہوں۔ اس کا نام راجر اسمتھ ہے۔"

"ویری گڈ۔ کسی طرح اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں اسے یہاں بلانا چاہتی ہوں۔ وہ اپنی ٹیم کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں ادھر آئے۔ تم اس مکان تک اس کی رہنمائی کر سکتی ہو؟"

"میں کسی پرٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی پھر بھلا راجر اسمتھ کو یہاں تک کیسے لا سکتی ہوں؟"

"کوئی تدبیر کرنا ہو گی۔"

"تم بھول رہی ہو۔ یوگو ہنٹر نے کہا تھا کہ گاڑی کے ڈیش بورڈ میں ایک چھوٹا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا ہے۔ کیا راجر اسمتھ سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم نہیں کر سکتیں؟"

"اوہ، میں تو بھول ہی گئی تھی۔ ابھی رابطہ قائم کرتی ہوں۔"

وہ ڈیش بورڈ سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اُسے آپریٹ کرنے لگی۔ میں یوگو ہنٹر کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ صحیح معنوں میں رہنمائی کر رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں مرجانہ نے راجر اسمتھ سے رابطہ قائم کر لیا۔ اسے ہدایات دینے لگی: "اپنے تمام جنگجو ساتھیوں کے ساتھ پوری طرح مسلح ہو کر جزیرے کے اس حصے میں پہنچو جہاں جنگلی درندوں کے بہت سارے پنجرے نظر آئیں گے۔ ان پنجروں کے درمیان ایک دو منزلہ مکان ہے۔ اس مکان کے سامنے ہزار فٹ گز کے رقبے میں ایک بہت بڑا باغ ہے۔ اس باغ میں ہیلی کاپٹر اتارا جا سکتا ہے۔"

راجر سے گفتگو کر کے مرجانہ نے ٹرانسمیٹر آف کیا تو یوگو ہنٹر نے حیرانی سے پوچھا: "تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ جنگلی درندوں کے پنجروں کے درمیان ہزار فٹ گز کے رقبے میں کوئی مکان ہے جہاں ہیلی کاپٹر بھی اتارا جا سکتا ہے؟"

"ہمارے دماغ بہت وسیع ہیں۔ پھر کبھی بتاؤں گی۔ فی الحال تم ہمیں راستہ بتاتے رہو۔ اور کتنی دور جانا ہے؟"

وہ گیراج کے قریب آ گیا تھا۔ جہاں جیپ کو کھڑا کیا جاتا تھا۔ گیراج کے فرش کی تہ سے وہ سرنگ اس مکان تک گئی تھی جس کے تہ خانے میں اعلیٰ بی بی اپنی رہائی کے منتظر تھے۔

میں تھوڑی دیر پہلے انھیں چھوڑ کر راجر اسمتھ کے پاس گیا تھا۔ وہ اپنے جنگ جو ساتھیوں کو احکامات دے رہا تھا۔ تمام ساتھی یکے بعد دیگرے ہیلی کاپٹروں میں سوار ہو رہے تھے۔ چند منٹوں میں وہ وہاں سے روانہ ہونے ہی والا تھا۔

مجھے اپالو کی طرف سے فکر تھی۔ آخر وہ اتنی دیر سے کہاں گم ہو گیا تھا۔ ہم مرجانہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر بستی سے اس گیراج تک آئی تھی۔ کافی وقت لگا تھا۔ اس عرصے میں وہ ہیلی کاپٹر لے کر واپس نہیں آیا تھا۔ مجھے گارسن یاد آیا جو اپالو کا اسسٹنٹ تھا۔ فوراً اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا کہ ہیلی کاپٹر کا ایندھن ختم ہو گیا تھا۔ وہ مجبور ہو کر جزیرے کے اس حصے میں پہنچ گیا تھا جہاں سے دوبارہ ایندھن لے کر پرواز کر سکتا تھا۔ اس کام میں وقت لگ رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مرجانہ کا تعاقب گیراج تک نہیں کر سکا تھا۔

میں چند لمحوں تک سوچتا رہا، کیا کرنا چاہیے۔ پھر میں نے گارسن کو آلۂ کار بنایا۔ وہ ہیلی کاپٹر کی ٹنکی میں پٹرول بھر رہا تھا۔ میں نے اس کے دل میں سگریٹ پینے کی خواہش پیدا کی۔ اس نے جیب سے ایک سگریٹ نکالا۔ اسے ہونٹوں میں دبایا پھر اُسے سلگانا ہی چاہتا تھا کہ اچانک اس کے منہ پر گھونسا پڑا۔ گھونسا ایسا زبردست تھا کہ وہ دوبارہ زمین سے اٹھ نہ سکا۔ اپالو غرّا کر کہہ رہا تھا: "ذلیل کتے! کمینے! پٹرول ڈالتے وقت سگریٹ سلگا رہا ہے کیا ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنا چاہتا ہے تاکہ میں دشمنوں تک نہ پہنچ سکوں؟"

اس کا ایک ہی ہاتھ ایسا زبردست تھا کہ گارسن جواب دینے کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ زمین پر تڑپ رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کی حالت کو سمجھ سکتا تھا۔ یہ بات تو سمجھ میں آ گئی تھی کہ اسے آلۂ کار نہیں بنا سکوں گا۔ نہ ہی اس کے ذریعے کبھی اپالو پر حملہ کر سکوں گا۔ گارسن ایک ہی ہاتھ میں میرے کسی کام کا نہیں رہا تھا۔

اپالو جیپ سے ٹرانسمیٹر نکال کر کسی سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ جب رابطہ قائم ہو گیا تو وہ اپنی مقامی زبان میں بولنے لگا۔ گارسن ہوش میں تھا ـــــ میں اس کے ذریعے اپالو کی باتوں کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے

اپنے ان ماتحتوں سے رابطہ قائم کیا تھا جو مکان کی چھت پر مشین گن لیے ہوئے بیٹھے تھے۔ ناکہ جمی فاؤنڈر دوبارہ ہیلی کاپٹر لے کر ادھر نہ آئے۔ اسی مکان کے تہ خانے میں مرجانہ اور بلیا پہنچنے والے تھے۔

اپالو ان ماتحتوں سے کہہ رہا تھا: "خبردار سنو۔ میں نے یوگو ہنٹر کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ تم لوگوں نے ہمیشہ میرا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اب یوگو ہنٹر، مرجانہ کے ساتھ اس مکان کے تہ خانے میں پہنچنے والا ہے۔ اسے تہ خانے کے باہر نہ آنے دو میں ابھی تمھارے پاس پہنچتا ہوں۔ مکان کے سامنے ہیلی کاپٹر کے اترنے کے لیے راستہ صاف رکھو۔ مجھ سے پہلے دشمنوں کو وہاں نہیں جانا چاہیے۔ مکان کے اندر ہمارے جو ساتھی ہیں، انھیں بھی صورتِ حال سے آگاہ کر دو۔ میں آ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ جمی فاؤنڈر کسی وقت بھی ہیلی کاپٹر کے ذریعے اُدھر آ سکتا ہے۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ مرجانہ نے راجر اسمتھ کو اس کی ٹیم کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں آنے کے لیے کہا ہے۔

میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر اسے اپالو کے متعلق بتایا۔ تمام باتیں سننے کے بعد وہ بولی: "میں کوشش کر رہی ہوں کہ جلد سے جلد اس مرنگ کو پار کر لوں۔ بڑی لمبی سرنگ ہے۔ پتا نہیں ہم کب اس مکان تک پہنچیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تاریکی کی روشنی میں ایک دروازہ نظر آیا۔ یوگو ہنٹر نے کہا: "یہ تہ خانے کا دروازہ ہے۔"

وہ اس دروازے کو کھول کر اندر پہنچے۔ دو مسلح جوان وہاں کھڑے تھے۔ اعلیٰ بی بی اور سجاد ایک جگہ سر جھکائے بیٹھے تھے۔ مرجانہ کو دیکھتے ہی اعلیٰ بی بی خوشی سے اچھل پڑی۔ دونوں مسلح جوان ایک دم سے چوکنا ہو گئے، لیکن اپنے باس یوگو ہنٹر کو دیکھتے ہی ایٹنشن ہو گئے۔ یوگو ہنٹر نے حکم دیا: "اوپر مکان میں چلو اور اپنے ساتھیوں کو میرے سامنے حاضر کرو۔"

حکم کی تعمیل ہوئی۔ وہ دونوں مسلح جوان آگے آگے چلتے ہوئے اوپری حصے میں پہنچے جہاں میکنزم کے ذریعے اس مکان میں پہنچنے کا راستہ بنایا جا سکتا تھا۔ مرجانہ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر رہی تھی۔ اس نے کہا: "رستونی! بلیا سے کہو ہوشیار رہے۔ جیسے ہی کمرے میں پہنچنے کا راستہ کھلے، اندھا دھند فائرنگ شروع کر دے۔ اپالو نے اپنے تین آدمیوں کو تہ خانے تک محدود رہنے کا حکم دیا ہے، وہ اس کمرے میں ضرور موجود ہوں گے۔ جہاں ابھی ہم پہنچنے والے ہیں۔"

میں نے بلیا کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اسے بالکل مستعد رہنے کے لیے کہا۔ اس نے جواب دیا: "فکر نہ کرو میں ایک ایک کو بھون کر رکھ دوں گا۔"

پھر ایسا ہی ہوا۔ جیسے ہی یوگو ہنٹر کے ساتھ چلنے والے ایک مسلح جوان نے کمرے کا بیرونی دروازہ کھولا، مرجانہ اور بلیا نے بیکار گی فائرنگ شروع کر دی۔ تڑتڑاتڑ کے ساتھ گولیاں چلتی گئیں۔ کمرے میں چار مسلح جوان گھس گئے تھے وہ اچانک فائرنگ کے لیے تیار نہیں تھے۔ انھوں نے سوچا ہوگا جیسے ہی تہ خانے سے یوگو ہنٹر اپنے مددگاروں کے ساتھ آئے گا، انھیں نشانے پر رکھ کر بے بس کر دیا جائے گا لیکن مرجانہ اور بلیا کی اچانک فائرنگ نے انھیں موت کی نیند سلا دیا۔

دو مسلح جوان یوگو ہنٹر کے ساتھ آئے تھے۔ وہاں چار لاشیں پڑی تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مکان کی چھت پر مشین گن کے پاس جو چار مسلح تھے، ان میں سے دو اتر کر نیچے کمرے میں آئے تھے اور اب دو جوان چھت پر رہ گئے تھے۔

یوگو ہنٹر نے کہا: "میں ابھی ان دو جوانوں کو نیچے بلاتا ہوں۔ وہ بھی میرے تابعدار ہیں۔ میرے نمک خوار ہیں۔"

مرجانہ نے میری ہدایت کے مطابق کہا: "وہ تمھارے وفادار نہیں ہیں۔ اپالو اتنا نادان نہیں ہو سکتا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ان آدمیوں سے رابطہ قائم کیا ہوگا۔ پہلے ہی انھیں اپنی طرف کر چکا ہوگا۔ یقین نہ ہو تو انھیں یہاں سے آواز دو۔ ابھی ان کے قریب نہ جاؤ۔"

ان کی باتوں کے دوران ہیلی کاپٹر کی آواز آنے لگی۔ کبھی آواز تیزی سے قریب آتی، کبھی دور ہو جاتی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر ان جنگلی جانوروں کے پنجروں کے چاروں طرف گھوم رہا تھا۔ شاید نیچے اترنے کی مناسب جگہ تلاش کر رہا تھا۔

مرجانہ نے کہا: "یہ یقیناً ہمارے آدمی ہیں۔"

ایسا کہتے ہوئے اس نے ٹرانسمیٹر کو آن کیا۔ پھر راجر اسمتھ سے رابطہ قائم کیا۔ وہ کہہ رہا تھا: "میں یہاں سے اس مکان کو دیکھ رہا ہوں۔ مکان کے سامنے ہیلی کاپٹر اتارنے کے لیے کافی وسیع جگہ ہے۔ لیکن چھت پر دو مشین گن والے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اوور۔"

مرجانہ نے کہا: "ہم ابھی ان مشین گن والوں کو اپنے قابو میں کرتے ہیں۔ ذرا انتظار کرو۔ اوور اینڈ آل۔"

رابطہ ختم ہوتے ہی یوگو ہنٹر تیزی سے چلتا ہوا مکان کے برآمدے تک آیا۔ پھر اونچی آواز میں کہا: "لاری اور ایڈی میری آواز سنو۔ میں حکم دیتا ہوں، مشین گن چھوڑ کر نیچے آ جاؤ۔ تم لوگ میرے نمک خوار ہو۔ مجھے تم لوگوں پر فخر ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم میرے وفادار ہو گے اور فوراً حکم کی تعمیل کرو گے۔"

اُس کی آواز بتدریج... ڈوبتی چلی گئی تھی کیونکہ فضا میں ہیلی کاپٹروں کا شور بڑھ گیا تھا۔ دوسرا ہیلی کاپٹر بھی پہنچ گیا تھا۔ دونوں ہی فضا میں چکر لگا رہے تھے۔ یقیناً وہ دوسرے میں اپالو پرواز کر رہا ہوگا اور اپنے آدمیوں سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر رہا ہوگا۔

اسی وقت ایڈی کی آواز سنائی دی۔ وہ چیخ کر کہہ رہا تھا: "مسٹر ہنٹر! ہمیں افسوس ہے، ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ ہمارا آقا اپالو آگیا ہے۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے لاری بات کررہا ہے۔ ہم اپالو کے لیے جان دے دیں گے۔ اپنے آدمیوں سے کہہ دو، کوئی چھت پر آنے کی کوشش کرے گا تو اپنی جان سے جائے گا۔"

مرجانہ نے پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے راجر اسمتھ سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا: "راجر اسمتھ! دوسرا ہیلی کاپٹر یہاں اترنے نہ پائے۔ اس کے پیچھے لگے رہو۔ اوور۔"

"کیا وہ مشین گن والے اس ہیلی کاپٹر والے کے آدمی ہیں؟ اوور۔"

"ہاں، وہ اپالو کا ساتھ دے رہے ہیں۔ جب بھی وہ اپنا ہیلی کاپٹر یہاں اتارنے آئے، تم اس کے ساتھ لگے رہنا۔ اس طرح مشین گن والے تمھاری طرف فائرنگ نہیں کرسکیں گے۔ اس طرح اپالو کا ہیلی کاپٹر بھی فائرنگ کی زد میں آئے گا۔ جب تک چھت سے فائرنگ ہوسکے تم اسے اترنے کا موقع نہ دو۔ وہ مجبور ہوکر پرواز کرتا ہوا دور چلا جائے گا۔ میں ٹرانسمیٹر ایٹنڈ کرتی رہوں گی۔ کوئی دشواری ہو، مجھے اطلاع دینا۔ اوور اینڈ آل۔"

بلیانے کہا: "ہمیں چھت پر جانے کی کوشش کرنا چاہیے۔"

وہ دونوں زینے کی طرف جانے لگے۔ یوگو ہنٹر ان کے پیچھے تھا۔

جیسے ہی انھوں نے زینے پر قدم رکھا، اس کے اوپری حصے سے فائرنگ ہوئی۔ وہ سب اچھلتے ہوئے زینے سے پرے ہٹ گئے۔ اوپر سے مقامی زبان میں یوگو ہنٹر کو مخاطب کرکے کہا گیا: "مسٹر ہنٹر! ہم آپ کے نہیں، اپالو کے وفادار ہیں۔ لہٰذا اس زینے پر چڑھنے کی کوشش نہ کرنا۔ ہم کسی کو چھت پر پہنچنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

یوگو ہنٹر دبے پھیلائے اوپر تک رہا تھا۔ ابھی مکان کے اندر اگر اس نے جن دو مسلح جوانوں کو اپنا وفادار اور نمک خوار کہا تھا، وہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اوپری منزل پر چلے گئے تھے۔ وہاں سے دھمکیاں دے رہے تھے اور اپالو کی وفاداری کا فخریہ دعویٰ کررہے تھے۔

مرجانہ نے طنزیہ انداز میں یوگو ہنٹر کو دیکھتے ہوئے کہا: "میں تمھیں پہلے ہی کہہ چکی تھی، اپنے کسی ملازم پر بھروسہ نہ کرو۔ بیشک تم اس جزیرے کے مالک ہو، لیکن جزیرے کے باشندوں سے عتماد کا ووٹ حاصل کرنا چاہو گے تو تمھارے مقابلے میں اپالو جیت جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی کھڑکی کے پاس کھڑی دور وفضا میں دو ہیلی کاپٹروں کو قریب قریب پرواز کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ یقیناً راجر اسمتھ، اپالو کے ہیلی کاپٹر کا راستہ روک رہا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا: "کیا تم غیر معمولی موتیوں کی مالا کو استعمال کرسکتی ہو؟"

اس نے پوچھا: "کس سلسلے میں استعمال کرنا ہے؟"

"کیا یہاں سے کسی موتی کے ذریعے اپالو کے ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنا سکتی ہو؟"

"وہ بہت دور ہے۔ پھر یہ کہ ریوالور یا مشین گن وغیرہ کے گولیوں کی رفتار کے مقابلے میں موتیوں سے نکلنے والی لیزر شعاع کی رفتار سست ہے۔ جتنی دیر میں شعاع ہیلی کاپٹر تک پہنچے گی، وہ پرواز کے دوران اپنی پوزیشن بدل چکا ہوگا۔ ہوسکتا ہے اسی دوران میں راجر اسمتھ کا ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا اس شعاع کی زد میں آجائے۔"

میں نے تائید کی: "ہاں ایسا ہوسکتا ہے۔"

"تم اچھی طرح جانتے ہو، جب میں ہر طرح سے مجبور ہوجاتی ہوں اور بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہوتا یا کسی بہت اہم منصوبے پر عمل کرنے کے لیے موتیوں کی اس مالا کو استعمال کرنا پڑتا ہے، تب ہی استعمال کرتی ہوں۔ ورنہ خاموش تماشائی بنی رہتی ہوں۔ ابھی تو مرجانہ، بلیا اور یوگو ہنٹر کے پاس ہتھیار ہیں۔ کمانڈ کارتوس ہیں۔ یہ استعمال کریں گے مقابلہ کریں گے میں خاموش تماشائی بنی رہوں گی۔"

یوگو ہنٹر نے مرجانہ سے ٹرانسمیٹر لے کر آپریٹ کیا اور رابطہ قائم کرنے لگا۔ اس کی صورت بتا رہی تھی کہ وہ اپالو سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ فوراً ہی بعد رابطہ قائم ہوگیا۔ اس نے چیخ کر کہا: "اپالو! کمینے، نمک حرام! آخر تم نے اپنی اصلیت دکھا ہی دی۔ تم نے مجھ سے دشمنی مول لے کر اپنی موت کو آواز دی ہے۔ میں اب بھی تمھیں معاف کرسکتا ہوں۔ اپنی غلطی تسلیم کرو اور ہیلی کاپٹر یہاں سے لے جاؤ۔ اوور۔"

"ہنٹر! میں بیس برس سے تمھاری خدمت کرتا آرہا ہوں تمھارے لیے خونخوار جانوروں کو زندہ پکڑ کر لاتا ہوں۔ ان کی پرورش کرتا ہوں۔ ان کا سدھانا ہوتا ہے تو منافع تمھاری تجوری میں جاتا ہے۔ میں اس قدر محنت کرنے کے باوجود تمھارا ملازم کہلاتا ہوں، جبکہ یہ جانور میرے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ یہ انھیں خوراک پہنچاتا ہوں۔ یہ مجھے پہچانتے ہیں، تمھیں نہیں پہچانتے۔ اس جزیرے کے بچے اور بوڑھے میرے آگے جھکتے ہیں۔ تمھارے آگے نہیں جھکتے۔ پھر یہاں کا مالک، یہاں کا آقا کون ہوا؟ تم یا میں؟ لیکن تم اسے تسلیم نہیں کروگے میں نے سوچا تھا، جیپ کے پیچھے باندھے جانے کے بعد خونخوار کتوں کا لقمہ بن کر تم اس..... دنیا سے چلے جاؤ گے، لیکن قسمت اچھی ہے، مرجانہ اور بلیا نے تمھیں بچا لیا ہے، لیکن کب تک؟ جہاں تم ابھی ہو، وہاں سے نکل نہیں سکتے۔ میں نے سرنگ کا راستہ بند کرا دیا ہے۔ گیراج کے چاروں طرف میرے مسلح جوان موجود ہیں اور اس مکان سے تو نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چاروں طرف خونخوار جانوروں کے پنجرے ہیں۔ تمھاری موت وہیں ہوگی۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو میرے آگے گھٹنے ٹیک دو۔ اپنے ساتھیوں

سے کہو ہتھیار ڈال دیں۔ میں ابھی بتاؤں گا کہ ہمارے درمیان صلح نامہ کس طرح ہوگا۔ پہلے تم بتاؤ صلح کے لیے تیار ہو؟ اوور۔"

یوگو ہنٹر غصے میں اسے گالیاں دینا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کے مزاج کو بدل دیا۔ وہ طنزیہ انداز میں بولا: "ذرا میں بھی تو سنوں کہ تم کس طرح صلح کرنا چاہتے ہو؟ تمھارا طریقہ کار کیا ہے؟ اوور۔"

"طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے تمھیں اس مکان سے نکالوں گا۔ تم میرے ساتھ چل کر تحریری معاہدہ کروگے۔ اس جزیرے کو میرے نام کروگے۔ اس کے عوض میں تمھارے تمام اخراجات تاحیات برداشت کرتا رہوں گا۔ اگر تم راضی نہ ہوئے تو تمھاری موت کے بعد یہ جزیرہ اور اس کے سارے انتظامات پہلے کی طرح میرے ہی ہاتھ میں ہوں گے۔ یہاں کے باشندوں کی تمام آبا میرے حق میں ہوگی۔ اگر کوئی یہاں کے جانوروں اور اس جزیرے کا ٹھرادار آئے گا تو میرے اشاروں پر ناچے گا۔ میں اسے کبھی سر اٹھانے کا موقع نہیں دوں گا۔ تمھارا سر آج بھی اٹھا ہے، اسے اٹھا رہنے دو۔ مجھے مجبور نہ کرو کہ اس سر کو قلم کرکے قدموں میں جھکا دوں۔ اوور۔"

"اپالو! آج صبح جب ہمیں معلوم ہوا تھا کہ مرجانہ نے اس جزیرے میں قدم رکھا ہے، تب ہی میں نے کہہ دیا تھا کہ ہوشیار رہنا۔ آج ہماری سب سے کڑی آزمائش کا وقت ہوگا۔ جہاں فریاد کا کوئی ساتھی ہوتا ہے ـــــ وہاں اس کے ساتھ موت کے ہزار دوں نادیدہ ہاتھ ہوتے ہیں، لیکن تم نے میری بات کو اہمیت نہیں دی تھی۔ اب اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔ میں تمھارے فضائی حملے سے محفوظ رہا۔ خونخوار کتے مجھ تک نہ پہنچ سکے۔ اب مرجانہ کسی وقت بھی اس چھت پر تمھارے آدمیوں تک پہنچ سکتی ہے۔ پھر کیا ہوگا؟ کیا تم اپنا ہیلی کاپٹر اتار سکو گے؟ اوور۔"

چھت پر بیٹھے ہوئے لاری اور ایڈی مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہتے ہیں۔ انھوں نے بتایا ہے کہ تم نے جن دو مسلح ماتحتوں کو اپنا وفادار بنائے رکھنا چاہا تھا وہ بھی تم سے باغی ہوگئے ہیں اور اوپری منزل میں پہنچ کر تم لوگوں کا راستہ روک رہے ہیں۔ وہی دونوں تم میں سے کسی کو بھی چھت پر پہنچنے نہیں دیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی اپالو کا قہقہہ سنائی دیا۔ اس نے کہا: "وہ دیکھو جس ہیلی کاپٹر کو میرے پیچھے لگایا گیا تھا، وہ دریا کے کنارے اتر رہا ہے۔ یقیناً اس ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی ہوگئی ہوگی یا ایندھن ختم ہورہا ہوگا۔ ذرا ٹھہرو پہلے میں اس ہیلی کاپٹر کے سواروں سے نمٹ لوں۔ پھر تمھاری شہ رگ تک پہنچوں گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے مرجانہ کو اپالو کی گفتگو مختصر طور پر سنائی۔ اس نے فوراً یوگو ہنٹر سے ٹرانسمیٹر لے کر راجر اسمتھ سے رابطہ قائم کیا۔ میں راجر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا ہیلی کاپٹر جنگلی جانوروں کے پنجروں کے اس پار ذرا دور دریا کے کنارے اتر رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر سے سگنل ملتے ہی اس نے اسے آن کیا۔ پھر کہا: "مادام! میں ایٹنڈ کررہا ہوں۔ میرے ساتھ مجبوری ہے۔ ایندھن اب برائے نام رہ گیا ہے۔ صرف اتنا کہ ایندھن کا انتظام نہ ہوسکے تو میں اسے جزیرے کے باہر یونان کے مشرقی ساحل تک لے جاسکوں۔ میں نے احتیاطاً ایسا کیا ہے۔ کیا یہاں ایندھن کا انتظام ہوسکتا ہے؟ اوور۔"

"انتظار کرو۔ میں ابھی بتاتی ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

میں پھر مرجانہ کے پاس گیا۔ وہ یوگو ہنٹر سے پوچھ رہی تھی: "ہمارے ہیلی کاپٹر کے لیے ایندھن کہاں مل سکتا ہے؟"

"ہمارے پاس اسٹاک ہے۔ ایندھن دستیاب ہوسکتا ہے۔ میں اس جگہ کی نشاندہی کرتا ہوں۔ تم اپنے آدمیوں کو وہاں ہیلی کاپٹر لے جانے کے لیے کہو۔"

میں نے مداخلت کرتے ہوئے مرجانہ سے کہا: "ایسی حماقت نہ کرنا، اپالو اس ہیلی کاپٹر کو کبھی اس جگہ تک پہنچنے کا موقع نہیں دے گا۔ دوسری بات، جہاں بھی راجر اسمتھ ہیلی کاپٹر لے کر جائے گا، وہاں اپالو کے آدمی ہوں گے۔ یوں کہنا چاہیے کہ جزیرے میں بیشتر اپالو کے ہی آدمی ہیں۔ ہنٹر خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ لہٰذا تم کسی طرح کا رسک نہ لو۔ راجر اسمتھ سے کہہ دو کہ وہ سیدھا یونان کے مشرقی ساحل جائے اور وہاں سے ٹیکسی فل کرانے کے بعد واپس آئے۔"

میں پھر راجر اسمتھ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے باتیں کرنے کے دوران ہیلی کاپٹر کے باہر دیکھ رہا تھا۔ دوسرا ہیلی کاپٹر اس سے کچھ فاصلے پر اتر رہا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہا: "مادام! اپالو نے بھی اپنا ہیلی کاپٹر یہاں اتار لیا ہے۔ اس کے ساتھ بھی کوئی مجبوری ہے یا پہلے ہم سے نمٹنا چاہتا ہے۔ میں بعد میں آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔ اوور اینڈ آل۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اپالو کے ہیلی کاپٹر کی طرف سے فائرنگ شروع ہوگئی۔ راجر اسمتھ کے لوگ بڑے جنگجو تھے۔ انھوں نے دوسرے ہیلی کاپٹر کو اترتے دیکھا تھا تو اسی وقت اپنا اپنا مورچہ سنبھال لیا تھا۔ اب وہ جوابی فائرنگ کررہے تھے۔

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں دماغی طور پر یونان پہنچ گیا۔ وہاں سوق الغرب کے علاقے میں بی بی میزبان بوڑھی کا مہمان تھا۔ جواب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ اس بزرگ خاتون کے ساتھ ساتھ حدیقہ کے محبوب کی بھی تجہیز وتکفین کے انتظامات کیے جارہے تھے۔ اس وقت دن کے گیارہ بجے چکے تھے۔ میں

پچھلی رات سے سو نہیں سکا تھا۔ سونے کی خواہش تھی۔ ذرا آرام کرنا چاہتا تھا۔ جلیل القدر بزرگ نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے کھولا۔ انھوں نے کہا: "بیٹے! تم ابھی تک جاگ رہے ہو۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ پچھلی رات کی نیند پوری کر رہے ہو۔"

"میں جب بھی ایک رات جاگتا ہوں تو دوسرے دن بارہ بجے تک مراقبے میں رہتا ہوں۔ ابھی آپ نے میرے مراقبے کا سلسلہ توڑ دیا۔" انھوں نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا: "مجھے معلوم نہیں تھا ورنہ کبھی مداخلت نہ کرتا۔ میں جا رہا ہوں۔ ہماری ضرورت ہو تو ایک آواز دینا، ایک ہزار خدمت گار پہنچ جائیں گے۔"

"اب میں دو بجے کے بعد سوؤں گا اور شام کے چھ بجے بیدار ہوں گا۔"

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں ایسی جگہ بتاؤ گے جہاں سے ہم چھاپا مار کر ہتھیار حاصل کر سکیں گے اور شام سے پہلے حاصل کر سکیں گے۔"

"میں جگہ بتاؤں گا۔ وہاں آدھی رات کے بعد چھاپا مارنا بہتر ہوگا۔ آپ ایسے جوانوں کو تیار رکھیں جو دلیر بھی ہوں اور ہمہ وقت چاق و چوبند رہتے ہوں۔ میں شام کے چھ بجے کے بعد اس جگہ کی نشاندہی کروں گا۔"

بزرگ وہاں سے چلے گئے۔ میں نے دروازے کو بند کیا۔ پھر خیال خوانی کے لیے اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ میں روستی، شانتا اور دونوں پارس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے نیپال کا رُخ نہیں کر سکتا تھا۔ جزیرہ یونائی سس میں میرا ہر لمحے موجود رہنا ضروری تھا، پتا نہیں کس وقت کس کے حق میں بازی پلٹ جاتی۔

یوں بھی جہاں سونیا ہوتی ہے وہاں کیلیے میں فکرمند نہیں رہتا۔ مجھے یقین تھا کہ نیپال میں حالات ہمارے کتنے ہی خلاف کیوں نہ ہوں، سونیا اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ روستی، شانتا اور دونوں بچوں کی حفاظت کرے گی۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ شانتا بھی کسی سے کم نہیں تھی۔ موت سے کھیلتے رہنے کی عادت اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ لیکن وہ کتنی ذہین ہے۔ کتنی حاضر دماغ ہے، اس کی آزمائش موجودہ حالات میں ہونے والی تھی۔

میں جزیرہ یونائی سس پہنچ گیا۔ میں نے راجر اسمتھ سے پہلے اپنوں کی خبر لی جو اس مکان میں قید ہو کر رہ گئے تھے وہاں فائرنگ کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ نیچے سے بلبا اور مستجاد فائرنگ کرتے ہوئے اوپری منزل تک پہنچنا چاہتے تھے، اور پر چھتے موے دو مسلح جوان جوابی فائرنگ کر رہے تھے اور انھیں پیش قدمی سے روک رہے تھے۔

مرجانہ نے پوچھا: "اس مکان کے باہر پانی یا گٹر وغیرہ کے پائپ ہوں گے، جو چھت تک گئے ہوں؟"

"ہاں۔ مکان کے دائیں طرف ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے آگے بڑھ کر کہا: "مرجانہ! تم پائپ کے ذریعے چھت پر نہیں جاؤ گی۔"

"کیا تم سمجھتی ہو، وہ لوگ مجھے نقصان پہنچائیں گے؟"

"نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ویسے تم وہاں جا کر کیا کرو گی؟ زیادہ سے زیادہ انھیں زیر کر سکو گی، مشین گن اپنے قابو میں کر لو گی اور اپالو کا ہیلی کاپٹر یہاں اترنے نہیں دو گی۔"

"کیا مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے؟"

"ایسا کرنے کا فائدہ کیا ہوگا؟ تم سن چکی ہو کہ سرنگ کے راستے فرار ہونا ممکن نہیں رہا۔ گیراج کے چاروں طرف اپالو کے مسلح آدمی موجود ہیں۔ یہاں سے ہم مکان کے باہر تو نکل سکتے ہیں لیکن ان چٹانوں کو پار کر کے جزیرے کے دوسرے حصے میں نہیں پہنچ سکتے۔ اپالو نے ہمیں قید کر رکھا ہے۔ میرا مشورہ ہے، اسے اپنا ہیلی کاپٹر یہاں اتارنے دو۔ ہمیں ہماری قسمت کا فیصلہ ہو جانے گا۔"

میں نے کہا: "مرجانہ! اعلیٰ بی بی درست کہہ رہی ہے۔ بلبا اور فرہاد کو فائرنگ سے روکو۔ آئندہ کے لیے زیادہ سے زیادہ کارتوس بچاؤ۔ اوپر چھت والوں کو اس خوش فہمی میں مبتلا رہنے دو کہ تم وہاں تک نہیں پہنچ سکو گی۔"

میں اسے سمجھانے کے بعد راجر اسمتھ کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں فائرنگ بند ہو چکی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کے ساتھ جو چار جگ جو آئے تھے، ان میں کے تین مارے گئے ہیں۔ ایک روپوش ہے۔ کہیں کسی جھاڑی کے پیچھے اپالو کی تاک میں ہوگا۔

راجر اسمتھ ایک گھنے درخت کی آڑ میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ اس درخت کے پیچھے کچھ فاصلے پر جو دوسرا گھنا درخت ہے، اس کے پیچھے اپالو موجود ہے۔ لیکن دونوں طرف سے فائرنگ نہیں ہو رہی تھی۔ راجر اسمتھ مجبور تھا۔ اس کے کارتوس ختم ہو گئے تھے۔ شاید دوسری طرف بھی یہی مجبوری ہوگی لیکن دشمن کی کوئی خاموش چال بھی ہو سکتی تھی۔

راجر نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد اپنے قدموں کے پاس پڑے ہوئے ایک چھوٹے سے پتھر کو اٹھایا، پھر اسے دور درخت کے پاس پھینکا جہاں سے اپالو جوابی فائرنگ کر سکتا تھا۔ پتھر ادھر جا کر گرا لیکن فائرنگ نہیں ہوئی۔ تب راجر نے ریوالور والا ہاتھ درخت کے پیچھے سے نکالتے ہوئے کہا: "اپالو میں سمجھ گیا ہوں، تمھارے پاس کارتوس نہیں ہیں۔ دیکھو میرا ریوالور پوری طرح لوڈ ہے۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو سامنے آ جاؤ۔"

وہ نہ تو راجر اسمتھ کے ریوالور کے سامنے آ سکتا تھا، نہ کوئی دوسری زبان بول سکتا تھا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد درخت کے پیچھے سے اپالو کا بایاں ہاتھ باہر آیا۔ اس نے اپنی ہتھیلی پھیلا دی تھی، جیسے خاموش زبان سے کہہ رہا ہو: "لو میری ہتھیلی مارگٹ بنی ہوئی ہے۔ گولی چلاؤ۔"

راجر اسمتھ اس اشارے کو سمجھ رہا تھا۔ دشمن معلوم کرنا چاہتا تھا کہ واقعی اس کے ریوالور میں گولی ہے یا نہیں۔ اگر ہو گی تو وہ چیلنج کے طور پر ایک بار ضرور فائر کرے گا۔ راجر فولاد مزید میں رہا۔ پھر دانت پیس کر بولا: "یو بلڈی فول! تم جالا کی دکھا رہے ہو۔ میں اپنی گولیاں تمھاری ہتھیلی پر ضائع نہیں کروں گا۔ یہ تمھاری کھوپڑی اور بھلے سینے میں پیوست ہونے کے لیے ہیں۔"

ایسا کہتے ہوئے اس کی نظر سامنے والے درخت کے پیچھے پڑی۔ اسے اپنا چوتھا جنگ جو ساتھی نظر آیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں درخت کی ایک کٹی ہوئی موٹی سی شاخ پکڑی ہوئی تھی۔ ٹیڑھے قدموں چلتا ہوا یوں آگے بڑھ رہا تھا جیسے پیچھے سے اپالو پر حملہ کرنے والا ہو۔

راجر نے سوچا، اپالو کو پیچھے سے ہونے والے حملے کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ لہٰذا اس نے باتوں میں لگائے رکھنے کے لیے کہا: "اپالو! اپنا ہاتھ کیا دکھا رہے ہو۔ میں کوئی نجومی نہیں ہوں۔ مرد ہو تو سامنے آؤ۔"

درخت کے پیچھے سے غصیلی آواز آئی۔ جیسے کوئی جنگلی درندہ غرا رہا ہو۔ اپنے شکار پر جھپٹنے کے لیے پینترا بدلنے والا ہو۔ اسی وقت راجر اسمتھ کے ساتھی نے اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی موٹی اور مضبوط شاخ سے حملہ کر دیا۔ ایک زوردار کھٹاک کی آواز سنائی دی۔ اسی لمحے اس کے ساتھی کے حلق سے کراہ نکلی۔ وہ الٹ کر پیچھے جا گرا تھا۔ دور کھڑا راجر اسے زمین پر چاروں شانے چت پڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔ وہ بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ پتا نہیں اپالو کس طرح اس کے حملے سے بچ گیا تھا اور کس طرح اس نے جوابی حملہ کیا تھا کہ ایک ہی ضرب کھانے کے بعد راجر کا ساتھی بین سے اٹھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ شاید وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

راجر اسمتھ اور اس کے ساتھی تو اپالو کے جنگی اور جنگلی تجربات سے واقف نہیں تھے۔ اس نے برسوں گھنے جنگلات میں زندگی گزاری تھی۔ خونخوار درندوں سے مقابلہ کرتا آیا تھا۔ درندوں کی طرح ہی بگل میں دبکر ہلکی سے ہلکی آہٹ سن لینے کا عادی تھا۔ اپنے پاس بُو سونگھ کر محسوس کر لیتا تھا کہ شکار کہاں ہے۔ پیچھے سے حملہ کرنے آ رہا تھا، خواہ کتنے ہی دبے قدموں آ رہا ہو، اس کی آہٹ وہ سن چکا تھا۔ اس لیے خود کو حملے سے بچا کر اس نے ایک جوابی حملے میں اسے زمین بوس کر دیا تھا۔

راجر اسمتھ نے چیخ کر کہا: "نرذل! یکینے! سامنے آ۔"

بات ختم ہوتے ہی اس کے قریب جیسے دھماکہ ہوا۔ وہ ایک دم سے اچھل کر ایک طرف ہٹا پھر بے اختیار ریوالور کے ٹریگر پر انگلی دباتا چلا گیا۔ کھٹ کھٹ کی آواز آتی رہی۔ فائرنگ نہیں ہو سکتی تھی۔ ریوالور کا چیمبر خالی تھا۔ دوسری طرف سے اپالو نے ایک پتھر پھینکا تھا۔ کوئی دھماکہ کرنے والا بم نہیں پھینکا تھا۔ دوسرے لفظوں میں خونخوار درندوں سے کھیلنے والے نے راجر اسمتھ کی نفسیات سے کھیلا تھا۔ اسے محض چونکا دیا تھا تاکہ وہ بے اختیار فائر کرنے پر مجبور ہو جائے اور وہ مجبور ہو گیا تھا۔ یہ ظاہر کر چکا تھا کہ اس کا ریوالور خالی ہے۔ جب راجر اسمتھ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو دیر ہو چکی تھی۔ درخت کے پیچھے سے اپالو نکل کر سامنے آ گیا تھا۔

وہ ایسا قد آور تھا کہ راجر اسے سر سے پاؤں تک، پھر پاؤں سے سر تک دیکھنے لگا، جیسے پہاڑ کو یا ایسی اونچی اور مضبوط چٹان کو دیکھ رہا ہے، جسے تراش کر انسان بنایا گیا ہو۔ اس کی دونوں ہتھیلیاں ایسی مضبوط، ایسی پھیلی ہوئی تھیں کہ ان کی گرفت میں آنے والا زندگی سے تو چھوٹ سکتا تھا، ان ہتھیلیوں سے نہیں چھوٹ سکتا تھا۔

راجر اسمتھ بزدل یا کمزور نہیں تھا۔ بلیک شیڈو کے گروہ میں مانا ہوا بلیک بیلٹ سمجھا جاتا تھا۔ اکیلا پانچ پانچ، چھ چھ فائٹروں سے مقابلہ کرتا تھا اور سب کو زیر کر دیتا تھا۔ اس کے سامنے تو اپالو اکیلا تھا۔ اس نے پینترا بدل کر کراٹے کا ایک پوز بنایا۔ اپالو گہری سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرانے لگا۔ وہ چپ چاپ ایک جگہ کھڑا ہوا تھا۔

راجر اسمتھ نے پینترا بدل کر کراٹے کا دوسرا پوز بنانے کے ساتھ ایک نعرہ لگاتے ہوئے اچانک چھلانگ لگائی۔ اپالو کے قریب پہنچا، پھر کراٹے کا ایک ہاتھ اس کی گردن پر رسید کیا، پھر ٹانگ چھلانگ لگا کر ہاتھ جمایا تھا، اس لیے وہ گردن تک پہنچ گیا تھا۔ درمیانی قد میں اس کے سینے تک ہی آتا تھا۔ بہرحال وہ دوسری بار حملہ نہ کر سکا۔ اپالو نے اپنی ایک ہتھیلی کے شکنجے میں اس کی کھوپڑی کو جکڑ لیا تھا۔

راجر اسمتھ کو یوں محسوس ہوا، جیسے اس کے سر پر لوہے کی ٹوپی پہنا دی گئی ہو اور وہ آہنی ٹوپی اس کے سر کو چاروں طرف سے جکڑ رہی ہو۔ اس کی انگلیاں انتہائی مضبوط تھیں۔ راجر اسمتھ کا سر جیسے چٹخنے لگا تھا۔ اس نے ہاتھ پاؤں چلانے شروع کیے۔ پے در پے کئی گھونسے رسید کیے، کراٹے کے ہاتھ جمائے، پاؤں سے بھی ٹھوکریں ماریں۔ اپالو نے صرف ایک ہاتھ استعمال کیا تھا۔ ایک ہتھیلی کے شکنجے میں اسے جکڑ رکھا تھا۔ راجر نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کی کلائی کو پکڑا اور اسے موڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ پتا چلا، جیسے اس کا مقابل چٹان ہو۔ اپنی جگہ سے ہلایا نہ جا سکتا ہو۔ وہ اپنی قوت صرف کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپالو

کی ایک کلائی کو موڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کسی طرح اس کے ہاتھ کو اپنی کھوپڑی پر سے ہٹانا چاہتا تھا۔ لیکن اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور تھا کہ وہ ہاتھ کو اس کی جگہ سے ہلا نہیں سکے گا۔ اس کی قوت جواب دے رہی تھی۔ سر چکرا رہا تھا۔ دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ پھر اپالو نے ہی اسے ہولے سے دھکا دے کر اس کی کھوپڑی کو چھوڑ دیا۔

وہ پیچھے ہٹ کر ڈگمگانے لگا۔ زمین پر گرنے کو تھا مگر اپنی قوتِ ارادی کے باعث پیروں پر کھڑے رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنی کھوپڑی کو سہلا رہا تھا۔ اپالو نے مقامی زبان میں کہا۔ "صرف ریچھ اور شیر ایسے جانور ہیں جن پر مجھے بار بار حملے کرنے پڑتے ہیں۔ کسی بھی انسان پر میں صرف ایک بار حملہ کرتا ہوں۔ پہلا اور آخری حملہ۔ میں نے آج تک کسی پر دوسری بار ہاتھ نہیں اٹھایا۔ لو، میرا پہلا اور آخری ہاتھ سنبھالو۔"

اس نے اپنا ایک ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ ہتھیلی کو سخت کیا پھر راجر اسمتھ کی کھوپڑی پر کھڑی ہتھیلی کی ایک ضرب لگائی۔ راجر کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی۔ وہ ایک دم سے اچھل کر پیچھے ہٹا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

اس پہاڑ جیسے درندے نے درست کہا تھا۔ وہ ایک کے بعد دوسرا ہاتھ کبھی کسی شخص پر نہیں اٹھاتا ہے۔ اس کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ میں راجر کے دماغ میں رہ کر محسوس کر رہا تھا کہ وہ زندگی کے ہاتھوں سے چھوٹ کر موت کی تاریکیوں میں ڈوبتا جا رہا ہے۔ چونکہ دماغ پر چوٹ لگی تھی، اس لیے تڑپ رہا تھا۔ جاں کنی کی حالت میں تھا۔ اس کا دم فداً مشکل سے نکل رہا تھا۔

میں اس کے دماغ سے نکل گیا۔ مجھے اس بات کا افسوس ہو رہا تھا کہ میں اس کی مدد نہ کر سکا۔ چونکہ میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کے ہاتھ پاؤں کو ہی استعمال کر سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی قوتوں کو استعمال کر سکتا تھا، مگر اس سے کیا ہوتا۔ دو پہلوان اپنی قوتیں صرف کر کے آگے بڑھنے والے بلڈوزر کو نہیں روک سکتے۔ روکنا چاہیں گے تو وہ ان پر سے گزر جائے گا۔ اپالو سیج مچ ایک بلڈوزر تھا جو کسی کے روکے نہیں رک سکتا تھا۔

میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر کہا۔ "بُری خبر ہے۔ بلیک شیڈو کا وہ بلیک ہیلیٹر راجر اسمتھ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ مارا گیا ہے۔ اس سے پہلے میں نے اپالو کو شیروں سے خالی ہاتھ لڑتے دیکھا تھا۔ اس وقت میں سمجھ رہی تھی کہ شیر بلاشبہ طاقت ور ہوتے ہیں۔ صرف جسمانی طاقت سے مقابلہ کرتے ہیں۔ ذہنی صلاحیتیں ان میں نہیں ہوتیں۔ ہاں، اپالو اگر کسی طاقت ور انسان سے ٹکرائے تو اسے پتا چلے کہ جسمانی طاقت کے ساتھ ساتھ انسان کی ذہنی قوت بھی اسے پچھاڑ سکتی ہے۔ لیکن میں نے راجر اسمتھ جیسے بلیک ہیلیٹر کو اس کے سامنے ایک چیونٹی کی طرح مرتے دیکھا ہے۔"

مرجانہ نے پوچھا۔ "رسوتی! کیا تم مجھے بچی سمجھ کر اس سے ڈرانا چاہتی ہو؟"

"میں ڈرانا نہیں چاہتی، اس کے متعلق صحیح معلومات فراہم کر رہی ہوں۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ کسی بھی انسان پر صرف ایک بار حملہ کرتا ہے، دوسری بار اس پر ہاتھ اٹھانے کی نوبت نہیں آتی۔ یہ میں دیکھ چکی ہوں۔ پہلی بار اس نے اپنے ماتحت گارسن کو ایک ہاتھ مارا تو وہ زمین پر تڑپنے لگا۔ دوسری بار راجر اسمتھ کا ساتھی پیچھے سے حملہ کرنے آ رہا تھا۔ اس پر بھی اس نے صرف ایک ہی بار حملہ کیا پھر وہ شخص زمین سے نہ اٹھ سکا۔ یہی حال راجر اسمتھ کا ہوا۔ میں تمہیں مشورہ دیتی ہوں، اس سے دور رہو۔ بلیا کو اس سے ٹکرانے دو۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ ہمارے لیے وہ معلومات فراہم کرتی رہو، جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔ آئندہ مجھے بزدلانہ مشورے دو گی تو میں تمہیں اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

اسی وقت دور سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دینے لگی۔ ظاہر تھا، اپالو آ رہا تھا۔ دوسرے ہیلی کاپٹر کے سوار ایک ایک کر کے ختم ہو چکے تھے۔ میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر اپالو کے متعلق بتایا تو وہ تشویش میں مبتلا ہو کر مرجانہ کو دیکھنے لگی۔ پھر اس نے موسیو کے ذریعے کہا۔

"میں کوشش کروں گی، یہ لڑکی اس پہاڑ جیسے درندے کے مقابل نہ جائے۔"

یوگو ہنٹر، بلیا اور ستجاد نے دروازوں اور کھڑکیوں کے پاس آ کر اپنی اپنی پوزیشن سنبھال لی تھی تاکہ ہیلی کاپٹر مکان کے سامنے اترنا چاہے تو فائرنگ شروع کر دیں۔

بلیا جس کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا تھا، اس کا ایک پٹ بند تھا۔ کھڑکی کے پیچھے سے اس نے کچھ دیکھا پھر بجلی کی تیزی سے پلٹ کر فائر کیا۔ اس کمرے سے جو زینہ بالائی منزل کی طرف گیا تھا، اس کے اوپری حصے سے ایک مسلح جوان آ کر اس پر گولی چلانا چاہتا تھا۔ وہ کھڑکی کے شیشے میں نظر آ گیا تھا۔ گولی نشانے پر بیٹھی تھی۔ وہ سینہ پکڑ کر آگے کو جھکتا ہوا نیچے آنے لگا۔ پھر لڑھکتا ہوا نیچے آ گیا۔

دوسرے ہی لمحے ستجاد نے گولی چلائی وہ کھلے ہوئے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ باہر ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا نیچے آنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک فائر کے ذریعے دھمکی دی تھی یہ سمجھا دیا تھا کہ مکان کے سامنے ہیلی کاپٹر اترنا چاہے گا تو اس پر گولیاں ہی برستی دیں گی۔

ستجاد کی فائرنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہیلی کاپٹر نیچے نہیں آیا۔ پرواز کرتا ہوا ان کے سامنے ایک چکر کاٹتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا مگر اس کی آواز آ رہی تھی۔ پھر وہ آواز مکان کے اوپر سنائی دی۔ اعلیٰ بی بی نے سر اٹھا کر چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "شاید وہ ہیلی کاپٹر سے سیڑھی کے ذریعے چھت پر پہنچنے والا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اب اپالو کے آس پاس کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اپنی مقامی زبان کے علاوہ کوئی دوسری زبان بولتا ہو۔ میں کسی کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا۔ یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ اس مکان کے باہر چھت کے اوپر کیا ہو رہا ہے۔"

میری باتوں کے دوران ہیلی کاپٹر کی آواز دور جانے لگی، پھر رفتہ رفتہ وہ آواز گم ہو گئی۔ خاموشی چھا گئی۔ یوگو ہنٹر نے کہا۔ "میں اچھی طرح جانتا ہوں، اپالو چھت پر پہنچ گیا ہے۔ اس کا پائلٹ ہیلی کاپٹر کو واپس لے گیا ہے۔"

ایک منٹ بعد ہی ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ مرجانہ نے اسے آن کر کے پوچھا۔ "ہیلو، میں مرجانہ ہوں۔ تم کون ہو؟"

جواب میں اجنبی زبان سنائی دی، یوگو ہنٹر نے فوراً ہی مرجانہ سے ٹرانسمیٹر لے کر اس زبان میں کہا۔ "اپالو! اپنی سلامتی چاہتے ہو تو بغاوت سے باز آ جاؤ۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

دوسری طرف سے اپالو نے کہا۔ "میں اس وقت شیروں کے ایک پنجرے کے اوپر کھڑا ہوا ہوں۔ تم سب اپنی اپنی رائفلیں، اسٹین گنیں، ٹامی گن اور ریوالور وغیرہ سنبھال لو۔ میں ان درندوں کو آزاد کر رہا ہوں۔ ظاہر ہے، وہ اس پنجرے کے دوسری طرف نہیں جا سکیں گے۔ ادھر ہی آئیں گے جدھر یہ مکان ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران اچانک فائرنگ کی آواز آئی سب چونک گئے۔ انھوں نے زینے کی طرف دیکھا۔ ستجاد بے پاؤں تقریباً اوپر تک پہنچ گیا تھا۔ وہیں سے اس نے گولی چلائی تھی جس کے جواب میں ایک چیخ سنائی دی۔ ایک اور مسلح جوان مر گیا تھا، وہ بھی لڑھکتا ہوا نیچے آ گیا۔

مرجانہ نے مسکرا کر کہا۔ "فرہاد! میں پہلی بار تمہیں ایک ہتھیار استعمال کرتے دیکھ رہی ہوں۔ بھائی اللہ نے واقعی سچا ہے۔"

بے چاری، ستجاد کو فرہاد سمجھ رہی تھی اور فرہاد جو اس کے دماغ میں آ کر بولتا تھا، اسے رسوتی سمجھتی رہتی تھی۔ مرجانہ میری ایسی ساتھیوں میں سے تھی جو جان دے کر بھی میرا راز فاش نہ کرتی۔ اس کے باوجود میں نے اپنے آپ کو اس سے چھپائے رکھا تھا۔ صرف اس لیے کہ دشمن نوعی عمل کے ذریعے اور کبھی برین واشنگ کے ذریعے میرے لوگوں کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ میرے یا پارس وغیرہ کے متعلق حقیقت اگل دیں۔ میں نے اضافی طور مرجانہ سے خود کو چھپائے رکھا تھا۔ جس کا مجھے افسوس تھا، مگر مجبوری تھی۔

ٹرانسمیٹر سے رابطہ ختم ہو گیا تھا لیکن مکان کے باہر یوں بلند آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ چیخ چیخ کر چھت پر موجود اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ "تم چھت سے اتر کر دوسری منزل کے کمرے میں چلے جاؤ۔ وہاں تمہارے مسلح ساتھی موجود ہیں۔ اپنے دشمنوں کو دوسری منزل تک نہ پہنچنے دو۔"

میں یوگو ہنٹر کے دماغ میں رہ کر اپالو کی بات سمجھ رہا تھا۔ یہ سنتے ہی میں ستجاد کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر میں نے اسے دبے قدموں چلاتے ہوئے اوپری منزل کے اس کوریڈور میں پہنچا دیا جہاں سے ایک زینہ چھت کی طرف جاتا تھا۔ وہ زینے کے پاس چھپ کر بیٹھ گیا۔ اوپر سے ناری اور ایڈی آ رہے تھے۔ انھوں نے مشین گن کو چھت پر چھوڑ دیا تھا۔ زینے کے اوپری حصے پر پہنچتے ہی وہ ستجاد کو نظر آ گئے۔ وہ اپنے شانے سے اسٹین گن اتار کر اپنے ہاتھوں میں سنبھالتے ہوئے دبے قدموں نیچے آنے لگے ـــــ دو چار سیڑھیاں اتر کر انھوں نے محتاط نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔

میں ستجاد کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو گیا تاکہ اس کا نشانہ چوکنے نہ پائے۔ وہ فوراً اپنی چھپنے کی جگہ سے نکل کر ایک دم سامنے آیا۔ پھر اتنی تیزی سے ٹریگر کو دبایا کہ مقابل کو ٹین گن استعمال کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ وہ یکے بعد دیگرے چیخیں مارتے ہوئے اچھل کر گرے اور لڑھکتے ہوئے بلندی سے سیدھی میں پہنچ گئے۔ وہ انھیں پھلانگتا ہوا زینے طے کر کے اوپر پہنچا۔ پھر اس نے چھت کی طرف کھلنے والے دروازے کو اندر سے بند کر دیا تاکہ اپالو ہیلی کاپٹر سے چھت پر اتر کر وہاں سے اندر نہ آ سکے۔

مکان کے باہر شیروں کے دہاڑنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں اعلیٰ بی بی کے پاس آ گیا۔ انھوں نے تمام دروازے بند کر دیے تھے۔ کھڑکیوں پر لوہے کی جالیاں تھیں، اس لیے کھلی رکھی گئی تھیں۔ ہم وہاں سے دیکھ رہے تھے۔ دور سے نظر آنے والے آہنی پنجرے کے دروازے کھل چکے تھے اور بھی دروازے کھل چکے ہوں گے جو کھڑکیوں سے نظر نہیں آ رہے تھے۔ ان دو دروازوں میں سے شیر ببر اور چیتے باہر نکل رہے تھے۔ ٹہلنے کے انداز میں ادھر ادھر یوں دیکھ رہے تھے جیسے شکار کو تلاش کر رہے ہوں۔

پھر ایک عجیب سی آواز سنائی دی۔ یوگو ہنٹر نے کہا۔ "یہ اپالو اپنے حلق سے آواز نکال رہا ہے۔ تمام درندے اس کی مختلف قسم کی آوازوں کو خوب پہچانتے ہیں اور ان آوازوں کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اس وقت وہ انھیں سمجھا رہا ہے کہ مکان کے جن حصوں سے ٹکرایا جا سکتا ہے، ان سے ٹکرایا جائے، یعنی وہ انھیں دروازے سے ٹکرانے کی ترغیب دے رہا ہے۔"

یوگو ہنٹر نے درست کہا تھا۔ اس مخصوص آواز کو سننے

کے بعد شیر اور چیتے مکان کی طرف دیکھ رہے تھے، غرا رہے تھے۔ اور اپنے اپنے جسم کو یوں ہل ڈل رہے تھے جیسے حملہ کرنے کے لیے پینترا بدلنے والے ہوں، یا ستوں کا تعین کر رہے ہوں۔ اچانک انھوں نے مکان کی طرف جست لگائی۔ سب کے سب دروازے کی طرف آ رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی نے چیخ کر کہا "فائر"۔

تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ گولیاں چلنے لگیں۔ بہت سے درندے دروازے سے آ کر ٹکرائے لیکن فائرنگ کی آواز کے ساتھ ہی بدک کر ادھر اُدھر چھلانگیں لگا کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ صرف ایک چیتا مکان کے برآمدے کے سامنے مردہ پڑا تھا۔ بلبا نے بچپن ہی سے مختلف ہتھیاروں کو استعمال کرنے کی ٹریننگ حاصل کی تھی اور سب ہی ہتھیاروں کو استعمال کرنے میں مہارت رکھتا تھا، اس نے سمجھ لیا تھا کہ جو رائفل اس کے پاس ہے اس کی ایک گولی سے شیر کبھی نہیں مرے گا۔ اسی لیے اس نے مسلسل فائرنگ کی تھی۔ بہت سی گولیاں اس چیتے کے جسم میں اتار دی تھیں۔ دوسری طرف مرجانہ نے بھی صحیح نشانہ لگایا تھا لیکن جس شیر کو اپنا نشانہ بنایا تھا، وہ ایک گولی کھانے کے بعد زخمی حالت میں بھاگ گیا تھا۔ مرجانہ نے اطمینان کا سانس لے کر کہا "وہ بھاگ گئے"۔

یوگو ہنٹر نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ پھر کہا "تم نے شہروں میں رہ کر انسانوں سے لڑنا اور ان کی نفسیات کو سمجھنا سیکھا ہے جانوروں کی نفسیات نہیں سمجھ سکتیں۔ شیر ہمیشہ شکاری کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ فائرنگ کی آواز پر بھاگتے ہیں، مگر مختلف سمتوں سے شکاری کو گھیرتے رہتے ہیں۔ یہ پھر آئیں گے اور بار بار آتے رہیں گے۔ جب تک اپالو انھیں پنجروں میں واپس جانے کا مخصوص اشارہ نہیں کرے گا، یہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے"۔

وہ پھر آگے لیکن بہت دور تھے۔ بلبا نے انداز میں سر گھما کر مکان کے دروازوں اور کھڑکیوں کی طرف دیکھا۔ غرا رہے تھے، کبھی دہاڑ رہے تھے۔ پھر دو شیروں نے تیزی سے دوڑتے ہوئے جست لگائی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ سیدھے دروازے سے آ کر ٹکرائیں گے اور کمرے کے اندر گھس آئیں گے، لیکن ان میں سے ایک ہی ٹکرایا۔ دوسرا اچھلا تو لگ کر شاید مکان کی دوسری منزل کے برآمدے میں پہنچ گیا ہوگا۔ میں اعلیٰ بی بی کے پاس تھا اور اعلیٰ بی بی تمام ساتھیوں کے ساتھ کمرے میں بند تھی۔ اوپر شیر پہنچ کر کیا کر رہا ہوگا، کسی کو پتا نہیں تھا۔ اس نے چیخ کر سنجاد کو آواز دی، کیونکہ وہ تھوڑی دیر پہلے دوسری منزل پر گیا تھا۔

سنجاد نے ایک کھڑکی کے پاس سے مسکرا کر کہا "میں یہاں موجود ہوں"۔

"کیا تم نے اوپری منزل کے دروازے بند کر دیے ہیں؟"

"میں نے تمام کمرے نہیں دیکھے۔ البتہ جو دروازہ چھت کی طرف جاتا ہے، اسے بند کر دیا ہے"۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی سب کے سب زینے کے اوپری حصے کی طرف دیکھنے لگے۔ اوپر خاموشی تھی۔ یوگو ہنٹر نے کہا "شیروں کی عادت ہوتی ہے، یوں تو وہ خوب دہاڑتے ہیں لیکن شکار تک پہنچتا ہوتا ہے تو بہت ہی دبے پاؤں رینگتے ہوئے آتے ہیں۔ یقیناً وہ اوپر پہنچنے والا شیر جان بوجھ کر خاموش ہے۔ ہمیں بہت محتاط رہنا ہوگا"۔

بلبا نے زینے کی طرف جاتے ہوئے کہا "میں اسے دیکھتا ہوں، تم سب کھڑکیوں پر ڈٹے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ درندے بار بار دروازے سے ٹکرائیں اور دروازے ٹوٹ جائیں"۔

وہ زینے کے ایک ایک پائیدان پر بہت آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا اوپر جانے لگا۔ مرجانہ، یوگو ہنٹر اور سنجاد کھڑکی کے پاس مستعد کھڑے تھے۔ باہر بھی دیکھ رہے تھے اور بلبا کی طرف بھی دھیان تھا۔ اس کے پیچھے اعلیٰ بی بی زینے تک پہنچ گئی۔ اس کا ایک ہاتھ اپنی مالا پر تھا اور وہ ایک موتی کو چٹکی میں دبائے ہوئے تھی۔ میں اس کے ارادے کو سمجھ رہا تھا۔ مرجانہ نے آواز دی "اعلیٰ بی بی! واپس کیوں جا رہی ہو، واپس آ جاؤ"۔

اعلیٰ بی بی کی نظریں اوپری منزل کی طرف تھیں لیکن وہ مرجانہ کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہہ رہی تھی "اگر تم مجھے سمیرا کہہ کر مخاطب کرو اور شیر سے ڈراؤ تو شاید سمیرا واپس آ جائے لیکن بابا صاحب مرحوم نے مجھے کچھ سوچ سمجھ کر ہی اعلیٰ بی بی بنایا تھا۔ اعلیٰ بی بی واپس نہیں آئے گی۔ تم اپنے محاذ پر رہو اور باہر سے حملہ کرنے والے درندوں کا خیال رکھو"۔

یہ کہنے کے بعد وہ بھی زینے کے ایک ایک پائیدان پر بے آواز پاؤں رکھتے ہوئے اوپر جانے لگی۔ بلبا سے کافی پیچھے تھی۔ پھر بھی اتنا فاصلہ رکھا تھا کہ شیر اس پر حملہ کرے تو یہ بھی جوابی کارروائی کر سکے۔

وہ دونوں آگے پیچھے آہستہ آہستہ زینے پر چڑھتے ہوئے اوپری منزل پر پہنچ گئے۔ آگے دور تک کوریڈور ویران نظر آ رہا تھا۔ کوریڈور کے اطراف جو کمرے تھے، ان کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور ان کھلے ہوئے دروازوں کے پیچھے جو کمرے اور ایک بڑا سا ہال تھا، ان میں کہیں... وہ شیر ہو سکتا تھا۔ شکاری اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان حالات میں شیر کس طرح جھاڑیوں کے پیچھے یا اونچی اونچی گھاس کے درمیان دبک کر رینگتے ہیں۔ اور اپنے شکار پر اچانک جھپٹ پڑتے ہیں اور اب یہی ہونے والا تھا۔ میں اعلیٰ بی بی کے ذریعے بلبا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ آہستگی

سے قدم رکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک ذرا آہٹ نہیں ہو رہی تھی۔ اس کا چوکنا رہنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے ہمیشہ سے جنگلوں میں شکار کھیلتا آیا ہو۔ یہ کوئی غلط بات بھی نہیں تھی۔ اسے اور شاہ زیب کو بچپن ہی سے صرف انسانوں کا ہی مقابلہ کرنے کی نہیں، بلکہ خونخوار درندوں کا مقابلہ کرنے کی بھی تربیت دی گئی تھی۔ وہ دونوں بھائی بہن بچپن سے اب تک پہاڑیوں اور شکاریوں جیسی زندگی گزارتے آئے تھے۔

کوریڈور کے دائیں طرف جو کمرہ تھا، اس کا دروازہ ذرا کھلا ہوا تھا۔ اتنا کھلا ہوا تھا کہ ایک شخص اندر داخل ہو سکتا تھا۔ بلبا نے ادھر دھیان نہیں دیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا، شیر اس کمرے میں نہیں گیا ہے۔ اگر جاتا تو دروازہ شیر کے گزرنے کی حد تک کھلا رہتا۔

اس نے پلٹ کر اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ پھر اشارے سے واپس جانے کے لیے کہا۔ اعلیٰ بی بی نے انکار میں سر ہلا کر اشارے ہی سے کہا۔ "تم آگے بڑھو۔ میں پیچھے رہوں گی"۔

اس نے اعلیٰ بی بی کو تشویش زدہ نظروں سے دیکھا۔ مرجانہ اسے بتا چکی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے اور قبرا کی ٹیم کے تمام افراد اعلیٰ بی بی کے فیصلوں کی قدر کرتے ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ صحیح وقت پر صحیح فیصلے کرتی ہے۔

آگے کوریڈور میں بائیں طرف کمرے کا دروازہ پوری طرح کھلا ہوا تھا۔ وہ کمرہ نسبتاً بڑا بھی تھا۔ اس میں رہائش کا سامان بھی برائے نام تھا۔ گویا میدان جنگ کی طرح خالی پڑا ہوا تھا۔ بلبا دیوار سے لگ گیا۔ اس نے اعلیٰ بی بی کی طرف دیکھا۔ اسے دور رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر آہستہ آہستہ دیوار سے لگ کر تھسکتا ہوا دروازے کے قریب جانے لگا۔ کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ ایسا سناٹا تھا جیسے وہاں کوئی نہ ہو۔ بلبا نے ایک ذرا سر آگے جھکا کر کمرے کے اندر دیکھا۔ جہاں تک نظر گئی، کچھ نہیں تھا۔ اس نے رائفل کے کندے کو زور سے دروازے پر مارا تاکہ ہلکا سا بھی دھماکہ ہو تو شیر بھڑک جائے۔ چھپا ہو تو نکل آئے۔

وہ دیوار سے ہٹ کر دروازے کے وسط میں آ گیا۔ اب پورا کمرہ نگاہوں کے سامنے تھا۔ کمرے کے دور افتادہ حصے میں ایک عارضی پارٹیشن لگا ہوا تھا۔ جیسے لباس بدلنے کے لیے اس پارٹیشن کے پیچھے جاتے ہوں اور جب ضرورت نہ ہو تو اس پارٹیشن کو ہٹا دیا جاتا ہو۔ صرف شکاری اپنے شکار سے کھیلنا نہیں جانتا بلکہ شکار بھی اپنے شکاری سے خوب کھیلنا جانتا ہے۔ اچانک اس پارٹیشن میں ایک زلزلہ سا آ گیا۔ شیر کے دہاڑنے کے ساتھ ہی جیسے بجلی چمکی ہو۔ اس نے وہاں سے جست لگائی اور سیدھا بلبا پر آیا۔ اعلیٰ بی بی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز ایک ہی بار ابھری تھی۔ پھر شیر کی دہاڑ میں وہ آواز گم ہو گئی۔ رائفل ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ شیر زخمی ہوا تھا لیکن بلبا کو زمین پر لوٹ پوس کر چکا تھا۔ اس پر چھا رہا تھا۔ وہ ایک ہاتھ سے اپنا دفاع کر رہا تھا، دوسرے ہاتھ سے لمبے پھل کا چاقو نکال لیا تھا۔

اعلیٰ بی بی ایک موتی کو چٹکی میں تھامے اسے یوں دیکھ رہی تھی، جیسے شیر کا نشانہ لے رہی ہو۔ اس کے حساب سے شیر نشانے پر رہا تھا لیکن وہاں کشتی ہو رہی تھی۔ کبھی شیر زیر ہوتا تھا، کبھی بلبا زیر۔ بلبا اس کے اوپر آ کر چاقو کا وار کرتا تھا۔ پھر شیر اسے اچھال کر دوسری طرف پھینک دیتا تھا۔ یوں اعلیٰ بی بی صحیح طور پر اس درندے کا نشانہ نہیں لے سکتی تھی۔

بلبا لڑتا ہوا دوسرے دروازے سے گزرتا ہوا اوپری منزل کے برآمدے میں پہنچ گیا تھا۔ دوسری طرف ایک پنجرے کی بلندی پر کھڑا ہوا اپالو قہقہے لگا رہا تھا۔ کچھ چیختا بھی جا رہا تھا۔ بلبا اور اعلیٰ بی بی کو چھوڑ کر یوگو ہنٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اپالو کے قہقہے بتا رہے تھے کہ وہ بلبا کو شیر کے مقابلے میں نہایت کمزور اور کمتر سمجھ رہا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اتنی بڑی دنیا میں صرف وہ تنہا خالی ہاتھوں شیر سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ اگر یہ بلبا کے پاس چاقو تھا، پھر بھی شیر کے صرف دہاڑنے کی آواز سن کر لوگوں کی جان نکل جاتی ہے، ایک چاقو سے کیا ہوتا ہے؟

اپالو کے قہقہے گھٹ گئے۔ یقیناً اب وہ حیران اور پریشان ہوگا۔ اپنی آنکھوں کے سامنے بلبا کو بڑی دلیری اور جوانمردی سے شیر کا مقابلہ کرتے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا ہوگا۔ جب میں نے اعلیٰ بی بی کے ذریعے دیکھا کہ شیر ادھ موا ہو چلا ہے اور بلبا پے در پے چاقو کے حملے کر رہا ہے تو میں نے اعلیٰ بی بی کو کھڑکی کی طرف جانے کے لیے کہا۔ وہاں سے اس نے اپالو کو دیکھا۔ وہ یوں حیرانی سے بلبا کی جانب دیکھ رہا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار کسی شخص کو شیر پر غالب آتے دیکھ رہا ہو۔ پھر اس نے یکبارگی قہقہہ لگایا۔ چند لمحوں تک قہقہے لگانے کے بعد کچھ کہنے لگا۔ میں فوراً ہی یوگو ہنٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اپالو کہہ رہا تھا "مجھے زندگی میں پہلی بار ایک انسان سے مقابلہ کرنے میں مزہ آئے گا مگر افسوس ہمیں مقابلے پر آنے میں بڑی دیر ہے۔ پہلے یہ درندے تم لوگوں کا محاصرہ کرتے رہیں گے۔ تم لوگوں کے ریوالوروں، رائفلوں، اسٹین گنوں سے گولیاں ختم ہوتی رہیں گی۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ تم سب تھک چکے ہو تو سب سے پہلے میں تمھیں بلاؤں گا۔ تمھاری گردن توڑنے کے لیے"۔

میں مکان کے پچھلے حصّے میں یوگو ہنٹر کے پاس تھا۔ وہاں سے بلیا کا جواب سُن رہا تھا۔ وہ بھی للکار رہا تھا لیکن اس کی للکار اپالو کے چلّانے میں دب رہی تھی اور اپالو کی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اسی وقت کئی شیر دہاڑتے ہوئے، دوڑتے قدموں کے چیلّانے کی آوازیں لگاتے ہوئے ادھر آنے لگے یعنی وہ نچلے حصّے کے دروازے سے بھی ٹکرانے آ رہے تھے اور اوپر بلیا پر بھی جھپٹنا چاہتے تھے۔ نیچے سے تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ کئی گولیاں چلیں۔ دو شیر بُری طرح زخمی ہو کر دوسری طرف اچھلتے ہوئے نعروں سے اوجھل ہو گئے۔ ایک بہت ہی اونچی چیلانگ لگاتا ہوا اوپری برآمدے تک پہنچ رہا تھا۔ اسی وقت وہ فضا میں قلابازی کھا گیا۔ اعلیٰ بی بی نے صحیح نشانہ لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ چیخ کر کہہ رہی تھی: "بلیا اندر آ جاؤ۔ دروازہ بند کر دو۔"

وہ دوڑتا ہوا اندر آیا۔ پھر اس نے کمرے کے دروازے کو بند کر دیا۔ اس کے بعد دونوں نے دوسرے کمروں کے دروازوں کو اچھی طرح چیک کیا۔ وہ سب اندر سے بند تھے۔ پھر وہ نیچے آ گئے۔ مرجانہ نے پریشان ہو کر کہا: "ہم کب تک یہاں قید رہیں گے؟ سرنگ کے راستے سے نہیں جا سکتے۔ اس مکان سے باہر نہیں نکل سکتے؟"

یوگو ہنٹر نے کہا: "اپالو کہہ چکا ہے، جب تک ہمارے کارتوس ختم نہیں ہوں گے، اس وقت تک وہ جانوروں کو پنجرے کے اندر نہیں بھیجے گا۔"

بلیا نے کہا: "ہم اوپر چھت پر جا کر کھلی فضا میں سیڑھیوں پر فائرنگ کر سکتے ہیں۔ وہاں سے اپالو کو بھی نشانہ بنا سکتے ہیں لیکن شیروں کی چھلانگ بہت اونچی ہوتی ہے۔ ہم ایک دو کو ماریں گے چاروں طرف سے چلنے کتنے آ جائیں گے۔"

میں اپنی جگہ بیٹھا سوچ رہا تھا۔ آخر یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا۔ میں پچھلی رات سے جاگ رہا تھا۔ سونے کا ذرا موقع نہیں مل رہا تھا۔ دماغ کو تر و تازہ رکھنے کے لیے مناسب وقت پر مناسب کارروائی کرنے کے لیے ذہن کو تھوڑا سُلانا بھی پڑتا ہے۔ سُلانے کے بعد ہی اُسے پوری طرح بیدار رکھا جا سکتا ہے۔

یوں تو میری زندگی میں ایسا بھی وقت آیا ہے جب میں نے مسلسل کئی دن، کئی راتیں جاگ کر خیال خوانی کی ہے۔ سونے کا ذرا موقع نہیں ملا۔ اب بھی میں مسلسل خیال خوانی کر سکتا تھا لیکن میرے تمام اہم ساتھی دو سمتوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک طرف مرجانہ، بلیا، اعلیٰ بی بی اور سجاد تھے۔ دوسری طرف سونیا، رسوتی، شبانہ اور دو عدد پاراس تھے۔ میرے یہ تمام اپنے لوگ جب تک محفوظ پناہ گاہ تک نہ پہنچتے اور انھیں اطمینان سے کھانے پینے اور سونے کا موقع نہ ملتا اس وقت تک میں اطمینان سے سو نہیں سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچا تو وہاں متواتر فائرنگ ہو رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی: "فائر کرو۔ کرتے رہو۔ تمام کارتوس ضائع کر دو۔"

یوگو ہنٹر تلملا رہا تھا۔ پاؤں پٹختا ہوا اعلیٰ بی بی کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا: "یہ کیا حماقت ہے؟ کیا تم جیسی عورتوں کی عقل پر عمل کر کے میں اپنے آپ کو اپالو کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں؟"

مرجانہ نے کھڑکی کے پاس سے پلٹ کر کہا: "مسٹر ہنٹر! اعلیٰ بی بی کے فریب نہ جاؤ۔ ورنہ میرے رائفل کی ایک گولی تمھاری کھوپڑی کو اُڑا دے گی۔"

وہ چند قدم پیچھے ہٹ کر حیرانی سے بولا: "تم سب آخر کیا ہو؟ اس عورت کے حکم پر عمل کیوں کر رہے ہو؟" پھر اس نے سجاد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "مسٹر فریاد! تمام دنیا میں آپ کے نام کا ڈنکا بجتا ہے۔ آپ بھی اس عورت کے مٹوڑے پر فائرنگ کیے جا رہے ہیں۔"

سجاد کھڑکی کے پاس سے پلٹ کر کچھ کہنا چاہتا تھا، مرجانہ نے کہا: "مسٹر ہنٹر! ہمارا تعلق بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے سے ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ اس ادارے کی اعلیٰ بی بی کوئی غلط فیصلہ نہیں کر سکتی۔ کبھی غلط مشورے نہیں دیتی۔ اگر یہ ہمیں مسلسل فائرنگ کرنے کے بعد تہتا کر دینا چاہتی ہے، ہمارے پاس کوئی ہتھیار ہو یہ اسے منظور نہیں، تو ہمیں یہ بھی منظور ہے۔"

میں نے سجاد کے دماغ میں اپنے طور پر سوچ پیدا کی۔ اس نے کہا: "مسٹر ہنٹر! میں قبیلی بیتھی جانتا تھا اور انسانوں کے دماغوں میں پہنچ جایا کرتا تھا۔ یہ اعلیٰ بی بی جانوروں کے دماغوں میں پہنچ جاتی ہے۔ ٹیلی بیتھی کے ذریعے جانوروں سے معاہدہ ہو چکا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم ہتھیار پھینک دیں گے تو وہ سب پنجرے میں چلے جائیں گے۔ لہٰذا ہمیں جلد سے جلد ہتھیار پھینک دینے چاہئیں۔"

یوگو ہنٹر نے غصّے سے کہا: "تم مجھے بیوقوف بناتے ہو؟ ابھی اپالو نے مجھ سے کہا ہے کہ ہمارے پاس کارتوس ختم ہو جائیں گے تو وہ جانوروں کو خود ہی پنجروں میں واپس بلا لے گا۔ کیا یہ ٹیلی بیتھی جانتی ہے؟ کیا تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو؟"

اُسکی بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔ میں بڑے فخر سے مسکرا رہا تھا۔ یہ میرے ساتھی تھے، جب سر سے کفن باندھتے تھے اور جب موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی کو اس سے چھیننے کی کوشش کرتے تھے، تب بھی قہقہے لگاتے تھے۔ بے شک یہ میرے ساتھی تھے۔

اعلیٰ بی بی نے انھیں ہتھیار پھینکنے کا حکم کیوں دیا تھا، اس لیے کہ اس کے پاس موتیوں کی مالا تھی۔ کبھی موت کے پنجے سے زندگی کو چھیننے کا وقت آتا، تو وہ موتیوں کو استعمال کر سکتی تھی۔ مجھ سے گفتگو کے دوران اس نے کہا: "اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ آخر ہم

کتنی دیر تک فائرنگ کر سکتے تھے۔ چند کارتوس بچا کر کیا کرتے؟ ہم مکان سے باہر جا سکتے ہیں نہ سرنگ کے راستے سے گزر سکتے ہیں۔ پتا نہیں کچن میں کتنے دنوں کا راشن ہے، فرض کرو ہم مختلف ذرائع سے امریکی سیکرٹ ایجنٹ جمی فاؤنڈر یا بیلک شیڈو کے آدمیوں کو یا دوسری خطرناک تنظیموں کو اپنے حالات سے آگاہ کر دیں اور وہ سب ہماری مدد کے لیے آ پہنچیں تب بھی کچھ نہیں ہو گا۔ اپالو آدمی کم، درندہ زیادہ ہے۔ آخری وقت جب وہ دیکھے گا کہ بازی ہاتھ سے جا رہی ہے تو اس مکان کو بم کے دھماکوں سے اڑا سکتا ہے۔ بیرونی امداد آنے تک کسی نہ کسی طرح ہم سب کو ختم کر سکتا ہے۔ لہٰذا اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہیے۔ اسی لیے میں نے ہتھیار پھینکنے کا مشورہ دیا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد سب نے یکے بعد دیگرے کھڑکی سے باہر ہاتھ نکال نکال کر ہتھیاروں کو مکان کے سامنے پھینکنا شروع کیا۔ چیخ چیخ کر کہنے لگے۔ ہمارے پاس کارتوس ختم ہو چکے ہیں۔ ان کی باتوں کو یوگو ہنٹر مقامی زبان میں اپالو تک پہنچا رہا تھا۔ پھر وہ خاموش ہو کر اپالو کی باتیں سننے لگا۔

سجاد نے پوچھا: "وہ کیا کہہ رہا ہے؟"

"وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو تیلی کاپیڑ لانے کے لیے کہہ رہا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے مسلّح جوانوں کو یہاں بُلا رہا ہے۔"

"دیکھیں، وہ کیا کہتا ہے۔ تمھاری اس اعلیٰ بی بی نے تو ہمیں تہتا کر دیا ہے۔ اب یہی ان سے نمٹے گی۔"

اعلیٰ بی بی نے گہری سنجیدگی سے یوگو ہنٹر کو دیکھا۔ پھر مرجانہ سے کہا: "تم سب یہاں ٹھہرو۔ میں اوپری منزل سے آتی ہوں۔"

وہ زینے طے کرتے ہوئے اوپر جانے لگی۔ باہر سے اپالو کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ اپنے منہ سے عجیب عجیب سی آوازیں نکال رہا تھا۔ مرجانہ نے پوچھا: "کیا یہ جانوروں کو پنجروں کے اندر جانے کے لیے کہہ رہا ہے؟"

یوگو ہنٹر نے اثبات میں سر ہلایا، مگر وہ اعلیٰ بی بی کو سوالیہ نظروں سے دیکھتا جا رہا تھا۔ سوچ رہا تھا: یہ تنہا عورت اوپری منزل میں کیا کرنے گئی ہے؟

میں اعلیٰ بی بی کے ارادوں کو سمجھ گیا تھا۔ میں نے اُسے جانے دیا تھا۔ یوں بھی اوپری منزل میں خطرہ نہیں رہا تھا۔ تمام دروازے اندر سے بند تھے اور اپالو کے مخصوص اشاروں کے مطابق جانور اپنے اپنے پنجروں میں جا رہے تھے..... یہ سب کچھ میں مرجانہ کے عزیز دیکھ رہا تھا۔

ٹیلی کاپٹر کی آواز سنائی دینے لگی۔ میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا: "تم یوگو ہنٹر کے پاس رہو۔ اپالو ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو حکم دے گا اور انھیں اترنے کے لیے مخصوص جگہ بتائے گا، وہ جگہ مجھے معلوم ہونی چاہیے۔"

اپالو مسلسل چیخ چیخ کر بول رہا تھا۔ میں یوگو ہنٹر کے ذریعے سمجھ رہا تھا۔ وہ دھمکیاں دے رہا تھا۔ رو رہا تھا۔ اگر ہم میں سے کسی نے ہتھیار چھپا کر رکھے ہوں، کچھ کارتوس بچا رکھے ہیں، تو انھیں پھینک دیا جائے ورنہ اس کے مسلّح جوان آئیں گے اور جس کے پاس ہتھیار دیکھیں گے اُسے گولی مار دیں گے۔

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر اُسے اپالو کی باتیں بتائیں۔

اس وقت ہیلی کاپٹر قریب آ گیا تھا اور مکان کے چاروں طرف جانوروں کے پنجروں کے اوپر پرواز کر رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی مکان کے پچھلے حصّے میں ایک کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی ایک چٹنی میں موتی دبا ہوا تھا اور وہ بالکل مستعد تھی۔ صحیح وقت کا انتظار کر رہی تھی۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر اس موتی کے ٹارگٹ پر آیا، اس نے نشانے پر اُسے رکھ لیا۔ وہ اچانک ڈگمگانے لگا۔ جیسے پرواز کے قابل نہ رہا ہو۔ موتی میں ذخیرہ شدہ شمسی توانائی خارج ہو کر ہیلی کاپٹر کے ونڈ اسکرین کو توڑتی ہوئی پائلٹ تک پہنچ گئی تھی۔ پائلٹ ایک ساعت ضائع کیے بغیر اوندھا ہو گیا تھا۔ پلک جھپکنے سے پہلے ہی زندگی سے موت کی آغوش میں چلا گیا تھا۔ اب اس ہیلی کاپٹر کو کوئی سنبھالنے والا نہیں تھا۔ وہ ڈگمگا رہا تھا اور ایک سمت گرتا چلا جا رہا تھا۔ پھر یکبارگی اتنا زوردار دھماکہ ہوا کہ تمام جانوروں کے پنجرے لرز گئے۔ شیر چیختے، دیکھ اور جانے کون کون سے جانور تھے جو چیخ رہے تھے، چنگھاڑ رہے تھے، دہاڑ رہے تھے۔ باہر کیا ہو رہا تھا، یہ مکان میں رہنے والے نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن اپالو یقیناً دیکھ رہا ہو گا اور ششدر رہ گیا ہو گا۔

یوگو ہنٹر نے حیرانی سے پوچھا: "آخر یہ دھماکہ کیسا ہے، معلوم ہوتا ہے جیسے قیامت آ گئی ہے۔"

مرجانہ نے اوپری منزل کی طرف دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہا: "وہ اوپر گئی ہے۔ قیامت تو آنا ہی تھی۔"

میں نے مرجانہ سے کہا: "یوگو ہنٹر سے کہو، وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپالو سے رابطہ قائم کرے اور یوں ظاہر کرے جیسے وہ پریشان ہو گیا ہے۔ ہمت ہار رہا ہے اور اپالو کی برتری تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے۔"

مرجانہ نے یہی بات یوگو ہنٹر سے کہی۔ وہ مٹھیاں بھینچ کر سینہ تان کر بولا: "میں اس سے کمتر نہیں ہوں۔ اس ذلیل نمک حرام کو کبھی برتر تسلیم نہیں کروں گا۔"

"دیکھو مصلحت کا یہی تقاضا ہے۔ اسے خوش فہمی میں مبتلا

کرو۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے پوچھو کہ آخر یہ دھماکہ کیسا ہے؟ اسے تاثر دو کہ تم بہت پریشان ہو۔ تمہیں اپنی جان کی فکر ہے اور تم مکان سے باہر آنا چاہتے ہو۔"

بہت سمجھانے بجھانے کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ اپالو سے وہی بات کہہ دی جو مرجانہ نے سمجھائی تھی۔۔۔ دوسری طرف اپالو نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا: "بکواس بند کرو۔ ابھی میں تمہاری التجا سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میرا ہیلی کاپٹر تباہ ہوگیا ہے سمجھ میں نہیں آتا یہ کیسے ہوا؟ کہیں سے فائرنگ کی آواز نہیں ہوئی تھی کسی نے اس ہیلی کاپٹر کو تباہ نہیں کیا۔ پھر وہ کیسے بلندی سے پستی میں چلا گیا؟"

مکان کے گراؤنڈ فلور میں جو کھڑکیاں تھیں، وہاں سے پچھلے حصے کی طرف دور تک دیکھا جاسکتا تھا، حالانکہ پیڑوں کے باعث دور کا منظر دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اس کے باوجود دھواں اور آگ کے شعلے نظر آرہے تھے، پھر زبردست دھماکے ہوئے، جیسے ہیلی کاپٹر بار بار دھماکوں کے ذریعے پھٹ رہا ہو۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہو۔

اعلیٰ بی بی نیچے سے اترتی ہوئی نیچے کمرے میں آگئی۔ یوگو ہنٹر نے پوچھا: "وہ ہیلی کاپٹر کیسے تباہ ہوگیا؟"

اعلیٰ بی بی نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "میں کیا جانوں؟ میں تو اپنی لیب اسٹک تلاش کرنے گئی تھی۔ پتا نہیں کہاں رکھ دی ہے؟"

یوگو ہنٹر نے جھنجلا کر کہا: "کیا تم مجھے نادان بچہ سمجھتی ہو؟ مجھے بے وقوف بنا رہی ہو؟ یہاں ہم سب کی جان پر بنی ہے اور تم لپ اسٹک تلاش کر رہی ہو؟"

سنتا نے بڑی سنجیدگی سے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا: "مسٹر یوگو ہنٹر! کیا تمہارے لیے اتنا کافی نہیں ہے کہ ہم تمہارے نمک حرام باغی کو منہ توڑ جواب دے رہے ہیں؟ وہ اپنے مسلح جوانوں کو یہاں بلا رہا تھا مگر ہیلی کاپٹر تباہ ہوگیا۔ کیسے ہوا؟ یہ نہ دیکھو۔ آم کھاؤ۔ پیڑ نہ گنو۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "مسٹر ہنٹر! اپالو سے پوچھو، کیا ہم باہر جاسکتے ہیں؟"

اس نے گھور کر اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ پھر ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم کرنے کے بعد وہی بات پوچھی۔ دوسری طرف سے جواب ملا: "تم سب مکان کے برآمدے تک آسکتے ہو۔ اس سے آگے نہ بڑھنا۔ میں نہتا ہوں۔ اگر تم لوگ نہتے نہ ہوئے تو میں مرتے مرتے بھی جانوروں کے پنجرے کھول دوں گا۔"

یوگو ہنٹر نے کہا: "ہم قسم کھا کر کہتے ہیں، ہمارے پاس اب ایک بھی ہتھیار نہیں رہا۔ ہاں مرجانہ اور بلیا کو یہاں آتے وقت جو چاقو اور دراتی نما ہتھیار دیے گئے تھے، وہ ان کے پاس ہیں۔"

میں اعلیٰ بی بی کو اس کی باتوں کا ترجمہ سنا رہا تھا۔ وہ بولی: "اس سے کہو، ہم وہ چاقو اور دراتی نما ہتھیار یہاں بھینک کر باہر جائیں گے۔"

ہنٹر نے بڑی حیرانی سے اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ پھر پوچھا: "کیا تم ہماری مقامی زبان سمجھتی ہو؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اپالو ہتھیار کے متعلق باتیں کر رہا ہے؟"

"تم کام کے وقت غیر ضروری سوالات کرتے ہو۔ پلیز! اپالو سے معاملہ طے کرو۔ ہم باہر نکلیں گے۔"

معاملہ کیا طے ہونا تھا؟ اپالو بس یہی چاہتا تھا کہ سب نہتے رہیں۔ وہ سب باہر برآمدے میں آئے۔ پھر بلیا برآمدے سے نکل کر مکان کے سامنے کھلے حصے میں پہنچا۔ اس نے دور پنجرے کے اوپر کھڑے ہوئے اپالو کو دیکھا۔ اپالو بھی اُسے دیکھ رہا تھا۔ بلیا کے جسم پر جابجا خون کے دھبے تھے۔ شیر نے اسے پنجوں سے زخمی کیا تھا مگر زخم گہرے تھے مگر اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بہت معمولی سی خراشیں پڑی ہوں۔ وہ بالکل تازہ دم نظر آرہا تھا۔

اپالو اسے دیکھتا ہوا پنجروں کے اوپر بچھی ہوئی آہنی جالیوں پر ٹہلنے کے انداز میں ایک طرف بڑھ رہا تھا۔ نیچے پنجرے میں شیر اچھل رہے تھے اور پنجرے کی بلندی پر اپالو کے پیروں تک پہنچنا چاہتے تھے۔ وہ غرّا کر کسی قسم کی مخصوص آواز نکالتا تھا تو اچھلنے کودنے اور پھلنگنے والے درندے سرد پڑ جاتے تھے۔ پنجرے کے اندر ٹہلنے لگتے تھے لیکن سر اٹھا اٹھا کر اس کی طرف دہاڑتے رہتے تھے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک خالی پنجرے کے اوپر پہنچا۔ وہاں اس نے ایک ذرا ہاتھ رکھ کر آہنی سلاخوں کے ایک حصے کو اوپر کی طرف اٹھایا۔ وہ دروازہ تھا، اٹھتا چلا گیا۔ پھر اُس نے اپنی زبان میں کہا: "بلیا سے کہو وہ پنجرے کے اندر آجائے۔ اس کے اطمینان کے لیے پہلے میں اندر جا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ اوپر سے نیچے جھولتا ہوا پنجرے کے اندر پہنچ گیا۔ پھر دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے بولا: "میں ایک ایک کر کے پنجرے کے اندر بلاؤں گا اور اسے ختم کرتا جاؤں گا۔ جو مجھے ختم کرے گا، وہ اس قید سے رہائی پالے گا۔ سرنگ کے ذریعے باہر جانے کا راستہ نہیں ہے، وہاں میری موت کے بعد بھی میرے آدمی موجود رہیں گے۔ ادھر سے کوئی راہِ فرار نہیں ہے۔ ہاں تمہارے پاس ٹرانسمیٹر ہے۔ اس کے ذریعے باہر سے امداد طلب کر سکتے ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "ہنٹر! اس سے پوچھو، کیا ہم بھی باہر کے ذریعے بیرونی امداد طلب نہیں کر سکتے؟"

یوگو ہنٹر نے پھر حیرانی سے اپنی زبان میں کہا: "تعجب۔ تم واقعی ہماری زبان سمجھتی ہو؟ اگر سمجھتی ہو تو مجھے اس زبان میں اس کا ترجمہ اعلیٰ بی بی کو بتا چکا تھا۔ اس نے انگریزی

کہا: "میں تمہاری زبان سمجھ سکتی ہوں مگر بول نہیں سکتی۔ کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔ جو پوچھ رہی ہوں وہ سوال اپالو سے کرو۔"

یوگو ہنٹر نے وہی سوال اپالو سے کیا۔ اس نے جواب دیا: "ہاں! تم چاہو تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے بیرونی امداد طلب کر سکتی ہو لیکن انجام برا ہوگا۔ میں نے پہلے ہی اپنے آدمیوں کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ اگر اس جزیرے میں کوئی طیارہ یا ہیلی کاپٹر آئے یا اجنبی لوگ کسی بھی راستے سے آنا چاہیں تو ان کا مقابلہ اس وقت تک کیا جائے جب تک کہ وہ اس پنجرے کے قریب نہ پہنچیں۔ اگر یہ اندیشہ ہو کہ دشمن یہاں پہنچ سکتے ہیں تو میرے آدمی بم کے دھماکوں سے ہلچل پیدا کریں گے۔ جن کے باعث یہ خونخوار درندے مشتعل ہوں گے، چیخیں گے، چنگھاڑیں گے اور اس پنجروں سے باہر نکلنے کے لیے مچل جائیں گے۔ ایسے وقت میں تمام پنجروں کے دروازے کھول دوں گا۔ اگر اس سے پہلے تم لوگوں نے مجھے ہلاک کرنا چاہا تو پھر بھی یہاں سے نجات نہیں ملے گی۔ میرے آدمی اب تک سرنگ میں بارودی مائن بچھا چکے ہوں گے۔ ڈائنامیٹ کے ذریعے دو چار دھماکے ہوں گے پھر اس مکان کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔ یہ آہنی پنجرے بھی زمین سے اکھڑ جائیں گے۔ پھر کیا ہوگا، یہ تم سب تصور میں دیکھ سکتے ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے یوگو ہنٹر کے ذریعے کہلوایا: "تم بچکانہ انداز میں بلیچ کر رہے ہو۔ بلیا وغیرہ سے مقابلہ کر کے تمہیں کیا حاصل ہوگا؟"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا: "یہ میری فطرت ہے۔ میں خونخوار درندوں سے لڑنے لگتا ہوں۔ تمہارے اس آدمی نے شیر سے مقابلہ کر کے ایک طرح سے چیلنج کیا ہے۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ مچھ میں اور اس میں کیا فرق ہے۔ یہ مقابلہ کر کے کسی درندے کو مار سکتا ہے مگر میں تو کسی درندے کو زندہ پکڑتا بھی ہوں اور اسے مارتا بھی ہوں۔"

اس کی باتوں کے دوران بلیا اطمینان سے چلتا ہوا پنجرے کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ہی اپالو نے پنجرے کے دوسری طرف سے آہنی سلاخ کے پاس ہاتھ رکھا اور کسی میکینزم کو استعمال کیا۔ اس کے بعد پنجرے کا کھلا ہوا دروازہ بند ہوگیا۔ اب ان کے آس پاس کے پنجروں میں شیر اور چیتے تھے اور درمیانی خالی پنجرے میں انسان تھے۔ جو اب درندوں کی طرح ٹکرانے والے تھے اور ایک دوسرے کے خلاف پینترے بدل رہے تھے۔

وہ دونوں چاہتے تھے کہ حملہ کرنے میں پہل نہ کریں۔ اپنے مخالف کو موقع دیں تاکہ اس کے انداز کو سمجھ سکیں۔ دیر تک پینترا بدلتے رہنے کے بعد اپالو نے جھنجلا کر خود ہی حملہ کیا لیکن اس کا حملہ ناکام رہا۔ بلیا نے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے سمجھا دیا کہ وہ اناڑی نہیں ہے۔ اپالو کو اس پر ہاتھ رکھنے کے لیے اپنی تمام جنگی صلاحیتوں کو آزمانا ہوگا۔

دوسری بار بلیا نے مناسب موقع دیکھتے ہوئے اس پر حملہ کیا۔ تقریباً وہ بھی ناکام رہا۔ بس ایک چھپلتا ہوا سا ہاتھ اپالو کو لگا۔ اس کے بعد دونوں پینترے بدلنے لگے۔ آخر انھوں نے زور آزمائی کے لیے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو گرفت میں لینا شروع کیا۔ ایک دوسرے کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال دیں۔ پنجے لڑانے لگے۔ دو طرح کا زور تھا۔ ایک تو پنجے لڑاتے وقت کوشش یہ تھی کہ کسی کی کلائی پر دباؤ ڈالا جائے۔ دوسرے یہ کہ مقابل کو پیچھے دھکیلتے ہوئے پنجرے کی آہنی سلاخوں تک پہنچا دیا جائے۔ دونوں کی زور آزمائی قابلِ دید تھی۔ یوں لگتا تھا، دو بلڈوزر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے ہوں اور اپنے ہارس پاور کے زور پر ایک دوسرے کو پیچھے دھکیل کر آگے بڑھنا چاہتے ہوں۔ پہلی بار بلیا نے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا۔ آہستہ آہستہ اپالو کو پیچھے دھکیلتا ہوا شیر کے پنجرے تک لے جانے لگا۔ اچانک اپالو نے دہاڑتے ہوئے ایک جھٹکا دیا اور پوری قوت سے بلیا کو پیچھے رگیدنے لگا۔ اسے شیر کے پنجرے تک پہنچانے لگا۔ بلیا شکست کھا رہا تھا۔ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ دیکھنے والے سب دم سادھے دیکھ رہے تھے۔ بلیا کی پشت پر جو شیر کا پنجرہ تھا، وہ صرف ڈیڑھ گز کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ اچانک بلیا گر پڑا۔ گرتے ہی اس نے دونوں ٹانگوں پر اپالو کو اچھال کر نیچے کی طرف الٹا دیا۔ الٹنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپالو سیدھا شیر کے پنجرے کی آہنی سلاخوں سے جا ٹکرا گیا۔ یکبارگی وہ غصے سے دہاڑا کیونکہ دوسری طرف سے شیر نے اس کی پشت پر نیچہ مارا تھا۔ وہ الٹ کر پھر بلیا کے اوپر آیا۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوگئے تھے۔ زمین پر لڑھک رہے تھے۔ اپالو کی پیٹھ پر شیر کے پنجوں کا گہرا زخم آیا تھا۔ اس کے باوجود جیسے کچھ نہیں ہوا تھا۔ ان دونوں کے لیے زخم کھانا ایسا تھا، جیسے تین وقت کا کھانا کھا لیے ہوں۔

رفتہ رفتہ ان کی لڑائی تیزی اور شدت اختیار کرنے لگی۔ وہ کبھی اٹھتے تھے، کبھی گرتے تھے۔ کبھی ایک دوسرے پر پے در پے حملے کرتے تھے۔ دونوں کا حملہ بڑا ہی سخت ہوتا تھا۔ جب بھی کسی کا ہاتھ کسی پر پڑتا تھا تو ایک زخم کا نشان چھوڑ جاتا تھا۔ اپالو نے بلیا کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ ثابت کر رہا تھا کہ زبردست ہے۔ دوسری طرف بلیا اس کے قدم اکھاڑ رہا تھا۔ زخموں سے چور ہونے کے باوجود یہ ثابت کر رہا تھا کہ تھوڑی دیر میں ہی وہ اپالو کو زمین چٹا دے گا۔

پھر بلیا نے اچانک اسے ٹکر ماری۔ یہ ٹکر ایسی تھی کہ اپالو کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ یوں لگ رہا تھا، جیسے بلیا نے اپنے سر سے نہیں آہنی ہتھوڑے سے مارا ہو۔ دوسری بار پھر

ٹکر لگی تو اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ دہاڑتے ہوئے پنجرے کی آہنی سلاخوں تک گیا۔ پھر اس کا ہاتھ ایک جگہ پر پڑا۔ اس نے میکنیزم کو استعمال کیا۔ یکبارگی شیر کے پنجرے کا دروازہ کھل گیا۔ اس پنجرے میں ایک ہی شیر تھا۔ وہ دہاڑتا ہوا اندر آیا۔ یوں اس پنجرے میں درندے کا اضافہ ہوگیا تھا۔ دو انسان نما درندے تھے اور ایک پیشہ ور خونخوار درندہ تھا۔ جوآتے ہی پہلے اپالو پر جھپٹنا چاہتا تھا لیکن وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اپنے منہ سے مخصوص آواز نکال رہا تھا جس کے نتیجے میں اس پر جھپٹنے والا شیر اچانک پلٹ گیا تھا، اب وہ بلبا پر جھپٹ رہا تھا۔

مرجانہ نے پنجرے کے باہر سے چیخ کر کہا۔ "اپالو! یہ سراسر بے ایمانی ہے مردانہ وار مقابلہ نہیں ہے۔ اوّل تو تمہیں شیر کو پنجرے میں آنے کا موقع نہیں دینا چاہیے تھا اور جب موقع دیا ہے تو تم دونوں برابر اس کا مقابلہ کرو۔ تم اپنے مخصوص اشاروں کے ذریعے اس درندے کو صرف بلبا پر جھپٹنے کی ترغیب دے رہے ہو۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم دو ایک طرف ہو اور بلبا تنہا ہے۔ دروازہ کھولو۔ میں اندر آؤں گی۔"

یوگو ہنٹر مرجانہ کی باتوں کا ترجمہ اپالو کو سنا رہا تھا۔

اس وقت اپالو اس پنجرے میں چلا گیا تھا جہاں سے وہ شیر آیا تھا۔ شیر کا پنجرہ خالی تھا۔ اس نے دروازہ بند کر لیا۔ اب بلبا شیر کے ساتھ تنہا لڑنے کے لیے رہ گیا تھا۔ بڑی عیاری سے مقابلہ کرنے لگا لیکن یہ مقابلہ صرف ایک منٹ تک رہا۔ دوسرے منٹ کے آغاز میں ہی شیر ایک زوردار جست لگا کر بلبا سے الگ ہوا، پھر زمین پر گر کر لوٹنے لگا۔ اپالو نے خالی پنجرے سے حیران ہو کر اس شیر کی جانب دیکھا پھر چیختے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں کسی نے اپنے پاس ہتھیار چھپا رکھا ہے۔ تم سب کی موت آگئی ہے۔ مجھے بتاؤ یہ کس طرح مر رہا ہے؟ تم میں سے کس نے ہتھیار استعمال کیا ہے؟ میں سمجھ رہا ہوں، وہ ہیلی کاپٹر بھی اسی طرح تباہ ہوا تھا۔ یہ شیر بھی اسی طرح دم توڑ رہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے میرے ذریعے اس کی باتوں کو سمجھتے ہوئے.... یوگو ہنٹر سے کہا۔ "اس سے کہو ہتھیار کسی کے پاس ہو اور کوئی ساتھی، اس ہتھیار سے اس کی زندگی کا بھی خاتمہ ہو سکتا ہے۔"

یوگو ہنٹر وہی بات کہنے لگا۔ اپالو پنجرے کا دروازہ کھولکر کے پیچھے ایک ریچھ کے پنجرے میں پہنچ گیا۔ ریچھ اس پر جھپٹنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی اس نے ایک زوردار فلائنگ کک ماری۔ ریچھ غراتا ہوا پیچھے جا کر آہنی سلاخوں سے ٹکرایا اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر دوسری بار حملہ کرتا اپالو سلاخوں کے ذریعے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ ریچھ کی پہنچ سے دور ہو گیا صرف شیروں کے پنجروں پر آہنی سلاخوں کی چھتیں بنی ہوئی تھیں کیونکہ شیر اور چیتے چھلانگ لگاتے ہیں لہٰذا انھیں روکنے کے لیے چھتیں ضروری تھیں۔ باقی جانور اونچی چھلانگ نہیں لگا سکتے، اس لیے ان کے پنجرے اوپر کی جانب کھلے ہوئے تھے۔ اپالو وہاں سے دوسرے پنجروں کی طرف گیا اور ان کی چھتوں پر سے گزرتا ہوا دور نکلتا چلا گیا۔

اعلیٰ بی بی جہاں کھڑی ہوئی تھی، وہاں سے اپالو کا نشانہ نہیں لے سکتی تھی۔ ورنہ اسے فرار ہونے کا موقع نہ دیتی۔ یوگو ہنٹر نے کہا۔ "وہ گالیاں دیتا ہوا اور چیلنج کرتا جا رہا ہے کہ ہمیں یہاں سے نکلنے کا موقع نہیں دے گا۔ اور اگر ہم یہاں سے نکل بھی گئے تو جزیرے میں اس کے وفادار قدم قدم پر موت بن کر ہم سے ٹکرائیں گے۔"

مرجانہ نے کہا۔ "پہلے بلبا کو پنجرے سے کسی طرح نکالو۔"

یوگو ہنٹر نے کہا۔ "میں ان پنجروں کے میکنزم کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ ہر دروازے کو کھول سکتا ہوں اور بند کر سکتا ہوں۔"

اس نے ذرا سی دیر میں اس پنجرے کے دروازے کو کھول دیا۔

مرجانہ، اعلیٰ بی بی اور سنجاد تیزی سے بلبا کے پاس پہنچے۔ وہ زخموں سے چور تھا۔ کوئی اور ہوتا تو اس میں چلنے کی ذرا بھی سکت نہ ہوتی مگر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ڈگمگاتے ہوئے پنجرے کی آہنی سلاخوں کو تھامے ہوئے تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "مسٹر ہنٹر! بلبا سے نکلنے کا راستہ ضرور ہونا چاہیے۔"

ہنٹر نے کہا۔ "راستہ ضرور ہے مگر خوفناک ہے۔ یہ تمام پنجرے یکے بعد دیگرے دور تک چلے گئے ہیں۔ اور ہر پنجرے کے دروازہ دوسرے پنجرے میں کھلتا ہے۔ ہم پہلے سامنے والے پنجرے سے اس ریچھ کو ہانکتے ہوئے دوسرے پنجرے میں جائیں، پنجرے سے اس ریچھ کو ہانکتے ہوئے دوسرے پنجرے میں جائیں گے مجبور کر دیں گے اس طرح ریچھ کا پنجرہ خالی ہو گا تو ہم اس دروازے بند کر کے ریچھ کے پنجرے میں پہنچیں گے۔ پھر وہاں سے دوسرے دروازے کے ذریعے اگلے پنجرے تک جائیں گے اور وہاں کے جانور کو اسی طرح ہانک کے کسی دوسرے پنجرے میں منتقل کر دیں گے۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے اور فوراً، ورنہ اپالو رنگ کے دوسرے حصے پر پہنچتے ہی اپنے آدمیوں کو ڈائنامائٹ کے ذریعے دھماکے کرنے کے لیے کہے گا۔"

یوگو ہنٹر نے اپنی کوششیں شروع کر دیں۔ اعلیٰ بی بی اور سنجاد اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ مرجانہ دوڑتی ہوئی گئی اور اندر سے فرسٹ ایڈ کا بکس اٹھا لائی۔ بلبا ایک کپڑے سے اپنے زخموں کو صاف کر رہا تھا۔ مرجانہ ان پر مرہم لگا رہی تھی۔ اس دوران میں تقریباً پانچ دیگرے تین پنجرے خالی ہو گئے تھے۔ وہاں کے جانوروں کو کسی طرح ہانکتے ہوئے دوسرے پنجروں میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ بلبا نے مرجانہ کا سہارا لیا۔ پھر اس کے ساتھ چلتا ہوا ان تین پنجروں سے گزر کر چوتھے پنجرے میں پہنچ گیا۔ اس طرح وہ مکان سے دور ہوتے جا رہے تھے۔

جب وہ گیارھویں پنجرے میں پہنچے تو مکان کی طرف ایک دھماکہ ہوا۔ تمام پنجرے آہستہ سے لرزنے جیسے زلزلے کا ہلکا سا جھٹکا لگا ہو۔ آئندہ یہ جھٹکے زبردست بھی ہو سکتے تھے۔ وہ جلدی جلدی دوسرے پنجروں کے جانوروں کو بھی ہانک کر دوسری طرف منتقل کرنے لگے۔ اب جو جانور رہ گئے تھے وہ زیادہ خونخوار نہیں تھے۔ بن مانس اور گوریلوں کے پنجرے ان سے دور تھے۔ لیکن اندیشہ تھا کہ اگر مکان کی طرف دھماکے ہوتے رہیں گے تو یہ پنجرے ضرور زمین سے اکھڑیں گے اور جانور آزاد ہو جائیں گے۔

یوگو ہنٹر جانوروں کو ہانکتا جا رہا تھا۔ پنجروں کے اندر سے راستہ بناتا جا رہا تھا اور عقبے میں بڑھتا جا رہا تھا۔ "میں نے برسوں کی محنت سے لاکھوں ڈالر خرچ کر کے ان جانوروں کو حاصل کیا ہے۔ یہ سب لاکھوں ڈالروں کا نقصان ہو رہا ہے۔ اس نمک حرام اپالو کو یہ تو سمجھنا چاہیے کہ یہ درندے آزاد ہو گئے تو پورے جزیرے میں دہشت پھیل جائے گی۔ کوئی انسان ان سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ یہ انسانی گوشت اور خون کے عادی ہوتے چلے جائیں گے پھر انہیں قابو میں رکھنا ناممکن ہو جائے گا۔"

دوسری بار دھماکہ ہوا پھر زلزلے کا سا جھٹکا محسوس ہوا۔ دور مکان کے اندر سے شعلے نکل رہے تھے۔ ویسے دو دھماکوں کے باوجود وہ مکان اتنا مضبوط تھا کہ اس کی چار دیواری ابھی ثابت و سالم نظر آ رہی تھی۔ تیسرا دھماکہ ہونے سے پہلے ہی وہ تمام پنجروں کو مجبور کرتے ہوئے دوسری طرف کھلی فضا میں پہنچ گئے۔ کافی فاصلے پر وہ ہیلی کاپٹر تباہ شدہ حالت میں پڑا ہوا تھا۔ وہ سب دوڑتے ہوئے ادھر گئے۔ ہیلی کاپٹر کے کتنے ہی ٹکڑے دور دور تک بکھرے ہوئے تھے۔ ایک جگہ انھیں بہت سا آتشی اسلحہ پڑا ہوا نظر آیا۔ ان میں رائفلیں، اسٹین گنیں اور کاربوس کی پیٹیاں تھیں۔ ان سب نے اپنی اپنی پسند کے ہتھیار اٹھا لیے۔

اس تمام عرصے میں میرے دو ہی کام رہے تھے۔ میں انھیں مناسب مشورے دیتا تھا یا یوگو ہنٹر کے ذریعے اپالو کی باتوں کا ترجمہ پیش کرتا تھا۔ میں اس سے زیادہ بھی ان کے کام آ سکتا تھا۔ لیکن ابھی کوئی موقع نہیں مل رہا تھا۔ ویسے وہاں اعلیٰ بی بی، اور بلبا نے بڑی عمدگی سے اپنی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ مرجانہ کو اس کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "بلبا! آئندہ اپالو سے سامنا ہوا تو تم پیچھے رہو گے۔ میں آگے جاؤں گی۔"

بلبا زخموں سے چور، تکلیف سے نڈھال، ہیلی کاپٹر کے ایک شکستہ حصے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اس نے کہا۔ "جب تک میں پیروں پر کھڑا رہ سکتا ہوں، ہر وقت تک ہر آفت کا مردانہ وار مقابلہ کر سکتا ہوں۔ جب گر پڑوں تو تم آگے بڑھنے کے متعلق سوچنا۔"

وہ سخت لہجے میں بولی۔ "تم پھر ضد کر رہے ہو۔ میں کئی بار سمجھا چکی ہوں، مجھ سے بحث نہ کیا کرو۔ میں تمھاری باتیں مانتی ہوں تم بھی میری باتیں مانو گے اور اگر نہیں مانو گے تو اپالو سے پہلے میں تمھیں زمین پر گرا دوں گی۔ پاؤں پر کھڑے رہنے کے قابل نہیں چھوڑوں گی۔ پھر تم مجھے اپالو کے مقابل جانے سے نہیں روک سکو گے۔"

وہ زہر خند سے بولا۔ "تم مجھے زخموں سے چور دیکھ کر سمجھ رہی ہو کہ میں کمزور ہو گیا ہوں، کیا تم مجھے زمین پر گرا دو گی؟ آؤ آزما کر دیکھ لو۔"

میں نے مرجانہ سے کہا۔ "یہ تم نے کیسی تکرار شروع کر دی ہے؟ وہ جاہل اور غیر مہذب ہے۔ تم تو نہیں ہو۔ حالات کو سمجھو اور خاموش رہو جب اپالو سامنے آئے گا تو دیکھا جائے گا۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "یوگو ہنٹر سے کہو اپالو اپنے آدمیوں تک پہنچ چکا ہو گا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔ کوشش یہ کی جائے کہ اپالو کے جو خاص ماتحت ہوں اور انگریزی زبان جانتے ہوں، وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے یوگو ہنٹر سے گفتگو کریں تاکہ میں ان کے دماغوں میں موجود رہوں اور ان کے ذریعے اپالو کی حرکتوں کو اس کے منصوبوں کو سمجھتا رہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ اس کے مطابق یوگو ہنٹر نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپالو سے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے وہ کہہ رہا تھا۔ "اگر تم مجھے مخاطب کرتے، تب بھی میں تمھیں مخاطب کرتا۔ آخری بار تمھاری آواز سنتا کیونکہ اب جو تیسرا دھماکہ ہونے جا رہا ہے اس کے بعد تم میں سے کوئی زندہ نہیں بچے گا۔ اگر بچ بھی گیا تو خونخوار درندوں کا لقمہ بن جائے گا۔ دیکھو، ایک طرف وہ مکان ہے، دوسری طرف جانوروں کے پنجرے ہیں، اب کہاں جاؤ گے؟ دس تک گنتے ہو، ٹھیک دس پر دھماکہ ہو گا۔"

اپالو سمجھ رہا تھا کہ یوگو ہنٹر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابھی تک اسی مکان کے پاس ہے اور تیسرا دھماکہ ان سب کو لے ڈوبے گا۔ دس تک گننے میں جتنا وقت لگتا ہے، اس وقت کے بعد واقعی تیسرا زبردست دھماکہ ہوا۔

پھر جیسے قیامت آ گئی ہو۔ دور تک زمین لرز رہی تھی۔ مکان کے در و دیوار تو اب نہ رہے ہوں گے لیکن جنگلی جانوروں کے پنجرے بھی زمین سے اکھڑ گئے تھے۔ ان کے چیخنے چلانے اور

دہاڑنے کی آوازیں دُور تک سُنائی دے رہی تھیں۔ خیمے سے یہ ہُوئی تھی کہ جدھر وہ سب کھڑے ہوئے تھے، وہاں کے پنجروں تک دھماکے کا اثر نہیں ہوا تھا۔ اپالو محض مکان کو تباہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے یہی کیا تھا۔ یقیناً اِدھر مکان کے آس پاس والے پنجروں کے درندے آزاد ہو گئے ہوں گے لیکن وہاں سے نکل کر اِدھر نہیں آسکتے تھے میرے ساتھی اور جزیرے کے دوسرے باشندے ابھی اُن سے محفوظ تھے۔ اگر وہ مزید دھماکے کرتا رہتا تو اُن درندوں سے صرف میرے ساتھیوں ہی کو نہیں بلکہ انھیں بھی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ اپالو نادانی نہیں کرے گا کیونکہ ایسے اس جزیرے میں رہنا تھا۔ یہاں کے باشندوں کی حمایت حاصل کرنا تھی۔ انھیں دہشت میں مبتلا کر کے وہ انھیں اپنی حمایت پر آمادہ نہیں کرسکتا تھا۔

ایسے وقت مجھے خنودگی کا احساس ہُوا۔ اونگھنے کے طور پر۔ ہلکا سا جھٹکا لگا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "میں صرف پندرہ منٹ کے لیے نیند پوری کر رہا ہوں اس کے بعد تمھارے پاس آجاؤں گا۔"

"پندرہ منٹ میں کیا ہوتا ہے، ہم ایک گھنٹے کے لیے چلے جاؤ۔ ہماری فکر نہ کرو۔ میں ان لوگوں کو سنبھال لوں گی۔ ویسے اب ہم سب کے پاس ہتھیار ہیں۔"

"اتنی دیر تک غیر حاضر رہ کر میں مطمئن نہیں رہ سکتا۔ تم ذرا حالات پر غور کرو۔ جزیرے کے تقریباً تمام لوگ اپالو سے ڈرتے ہیں، اس کا ساتھ دے رہے ہیں اور اہم جتھوں میں مثلاً جہاں تم لوگوں کو ہیلی کاپٹر کے لیے ایندھن مل سکتا ہے وہاں اپالو کے آدمی چھائے ہوئے ہوں گے۔ یوگو ہنٹر نے جہاں گولہ بارود اور ہتھیاروں کا اسٹاک رکھا ہے، وہاں بھی اپالو کا قبضہ ہوگا۔ وہ ہر طرح سے پریشان کرسکتا ہے۔ چاروں طرف سے تم لوگوں کو گھیر سکتا ہے۔ اس کی کوشش یہی ہوگی کہ تم میں سے کوئی جزیرے سے باہر نہ نکل سکے۔ اور ایک ایک کر کے یہیں ختم ہو جائے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "میں چاہوں تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے باہر سے کسی کو بلا سکتی ہوں۔ ہماری مدد کے لیے سب ہی دوڑے چلے آئیں گے۔ بس ایک قباحت ہے۔ ہمارے یہودی درست نمائندوں اور دوسری خطرناک تنظیموں کے لوگ جو ہماری مدد کے لیے آئیں گے، وہ مجھے اور سیجاو کو اپنے ساتھ ضرور لے جانا چاہیں گے۔ کسی نہ کسی طرح ہمیں دوستانہ حراست میں لیں گے جب کہ ہم یہاں سے تنہا جانا چاہتے ہیں اور سیجے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم باہر سے ابھی امداد طلب نہیں کرسکتے۔ بہرحال میں تمھیں اطمینان دلاتی ہوں۔ تم ایک گھنٹے کے لیے اپنی نیند پوری کر لو۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ آدھے گھنٹے تک اطمینان اور سکون سے سوتا رہوں۔ اس دوران میں کوئی مداخلت ہو تو آنکھ کھل جائے۔ میں ایک گھنٹے تک وہاں سے غیر حاضر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لیے آدھے گھنٹے کا وقت مقرر کیا تھا۔ سونے کے لیے یہ طریقہ بھی مناسب تھا۔ حالات کے مطابق مصروفیات کی زیادتی کے باعث میں کبھی پندرہ منٹ، کبھی آدھے گھنٹے اور کبھی پون گھنٹے کے لیے اپنے دماغ کو سُلا دیتا۔ نیند کے دوران میں تمام فکر و آلام سے نجات حاصل کر لیتا۔ کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ کسی سے کوئی گفتگو ہوتی۔ نظارہ ہوتا نہ سماعت ہوتی۔ دماغ اتنی دیر کے لیے آرام کرتا۔ نیند کے تقاضے پُورے ہو جاتے اور دماغ پھر تر و تازہ ہو جاتا۔

جب میں آدھے گھنٹے بعد بیدار ہُوا تو واقعی تازگی اور فرحت محسوس کر رہا تھا۔ میں نے باتھ رُوم میں جا کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، تولیے سے پونچھا۔ پھر اپنی جگہ آکر بیٹھ گیا۔ چائے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ کچھ بھوک بھی لگی تھی لیکن کسی کو بُلانے یا کھانے کی فرمائش کرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ میں ان کے ساتھ بھی تھوڑی دیر کے لیے مصروف ہو جاتا۔ خواہ مخواہ وقت ضائع ہوتا۔ اعلیٰ بی بی نے ایک گھنٹے تک سونے کا مشورہ دیا تھا۔ میں نے سوچا جب آدھ گھنٹہ پہلے ہی بیدار ہو گیا ہوں تو کیوں نہ سونیا، رسونتی اور شباتہ کی نیت معلوم کروں۔ میں اُن کے پاس پہنچ گیا مگر تاخیر سے پہنچا۔ اتنی دیر میں حالات کچھ سے کچھ ہو گئے تھے۔

پچھلی بار میں نے انھیں اس حال میں چھوڑا تھا کہ رسونتی فرضی پارس کو لے کر یہودی سیکرٹ ایجنٹوں کے ساتھ چلی گئی تھی۔ سونیا پارس کو لے کر شباتہ کے ہوٹل میں آئی تھی۔ وہاں سے شباتہ کا سامان لے کر اپنے ہوٹل کرسٹل میں آگئی تھی۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ رسونتی اپنے بچے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ اس کا اپنا لختِ جگر فراق دیر کے لیے ہاتھ آیا تھا، گود میں پہنچا تھا۔ سینے سے لگ کر ممتا کی دھڑکنوں کو ذرا سکون پہنچایا تھا۔ اپنے دُودھ کا حق حاصل کیا تھا۔ اس کے بعد حالات نے پھر اسے جدا کر دیا۔

وہ ہرگز اپنے بیٹے سے جُدا نہ ہوتی۔ ایک عرصے بعد حقیقت معلوم ہونے پر وہ اپنے جگر کے ٹکڑے کو پھر چھوڑ دے، یہ ہو نہیں سکتا تھا۔ لیکن سونیا نے اشارۃً اسے سمجھا دیا تھا کہ حالات سے سمجھوتہ کرنا ہوگا۔ اگر وہ اپنے پاس کو سینے سے لگائے رہے گی، اس سے پھر پُور ممتا ظاہر کرے گی تو یہ راز فاش ہو جائے گا کہ اصلی پارس اس کے پاس پہنچ گیا ہے۔ اس کے بعد حالات اور سنگین ہو جائیں گے۔ فریدہ اور رس کی ٹیم کے لیے مزید پریشانیاں بڑھیں گی کیونکہ وہ پارس تمام خطرناک تنظیموں کے درمیان اور خاص طور پر اسرائیل، اور بھارت کے درمیان تنازعہ کا باعث بن جائے گا۔

دُوسری طرف بھارتی حکومت، وہاں کے سراغ رساں اور بھارتی سیکرٹ ایجنٹ، رسونتی کو اپنے ہی دیس میں رکھنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ بظاہر وہ رسونتی کو اسرائیل سے آنے والی مہمان کی حیثیت دے رہے تھے لیکن اندر کوئی سرگرمیاں جاری تھیں۔ رسونتی قانوناً بھارت کی سنتان (پیدائش) تھی لہٰذا بھارتی سرکار کا اس پر حق تھا۔

دوسری طرف یہودی ایجنٹ بڑے معصوم بنے ہوئے تھے۔ بھارتی حکام کو خوش فہمی میں مبتلا کر رہے تھے کہ وہ اُن کی سرگرمیوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ سیکرٹ ایجنٹ ون او نائن نے بہت ہوشیاری اور خفیہ طریقے سے اسرائیلی حکومت تک یہ پیغام پہنچا دیا تھا کہ رسونتی کو نیپال پہنچاتے وقت حملے کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ بھارتی سرکار رسونتی میں پھر سے دلچسپی لینے لگے گی، حالانکہ ہمیں سوچنا چاہیے تھا کیونکہ رسونتی ایک غیر معمولی صلاحیت کی مالک ہے۔ یہ پیدائشی طور پر بھارتی ہے لہٰذا یہاں کی حکومت اسے اپنی سرحدوں تک محدود رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔

عمر رسیدہ لیڈی سیکرٹ ایجنٹ بھی رسونتی پر کڑی نظر رکھے ہُوئے تھی۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ وہ بچہ جسے اُس نے مندر کی سیڑھیوں پر دودھ پلایا تھا، دوبارہ اس کے پاس نہ آئے اور اگر رسونتی دوبارہ اسے دُودھ پلائے گی تو ظاہر ہو جائے گا کہ وہی اصلی پارس ہے ٹھوس ثبوت کے لیے وہ لیڈی سیکرٹ ایجنٹ مزید انتظار کرسکتی تھی۔ اگر ماں بیٹے کا رشتہ ہوگا تو رسونتی بار بار اپنے بچے کی طرف دوڑے گی کسی نہ کسی بہانے اسے اپنے پاس رکھنے کی کوشش کرے گی جب اس کی حرکتوں اور ممتا کی دیوانگی سے ثابت ہو جائے گا کہ وہ اصلی پارس ہے تو وہ تمام سیکرٹ ایجنٹ پارس کو اغوا کر کے اسے رسونتی کی ضرورتیں بنائیں گے۔ وہ مجبور ہو کر دوبارہ اسرائیل جائے گی۔ اپنے بچے کے لیے جائے گی۔ ایسے میں بھارتی حکومت بھی اُسے روک نہیں سکے گی۔

اتنی تفصیل بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین رسونتی اور پارس کے آس پاس ہونے والی رسّہ کشی کو بخوبی سمجھ لیں۔ بات صرف یہیں تک محدود نہیں تھی۔ ابھی تو میں پیٹر ماسٹر اور ماسک مین وغیرہ کی طرف توجہ نہیں دے رہا تھا۔ اپنے لوگوں کے معاملات میں الجھا ہُوا تھا۔ یقیناً ان کی خطرناک تنظیمیں گونگی، بہری اور اندھی نہیں ہو سکتیں۔ جب یہ مجھے حاصل کرنے کے لیے جوڑ توڑ میں مصروف رہتے ہیں۔ اور بڑیاں دے کر ظرفینے کی باری آئی ہے تو خریدنے سے بھی باز نہیں آتے ہیں تو یقیناً وہ رسونتی کے متعلق بھی بہت کچھ جانتے ہوں گے۔ ان تنظیموں کے افراد رسونتی کے پیچھے اسرائیل سے نیپال ضرور پہنچے ہوں گے اور یہاں اپنے طور پر بھی کچھ چالیں چل رہے ہوں گے۔

میں ماسک مین کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ البتہ نئے پیٹر ماسٹر کے دماغ تک پہنچ چکا تھا۔ لہٰذا پھر ایک بار خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے پاس پہنچ کر معلومات حاصل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد یہ علم ہُوا کہ پیٹر ماسٹر کو رسونتی کے متعلق تازہ ترین اطلاعات ملتی جا رہی ہیں۔ ان میں دو اطلاعات اہم تھیں، ایک تو یہ کہ سپر ماسٹر کے ایک ٹرینے نیپال سے پیغام بھیجا تھا کہ وہاں ماسک مین کے بھی آدمی دیکھے گئے ہیں۔ دُوسری اہم اطلاع یہ تھی کہ رسونتی نے ایک بیمار بچے کو مندر کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر دُودھ پلایا ہے۔ آئندہ چند گھنٹوں میں اس کی ممتا شاید یہ ثابت کر دے کہ وہ بیمار بچہ اصلی پارس ہے۔

سونیا جب شباتہ اور پارس کو لے کر ہوٹل کرسٹل میں آئی تو انھیں کمرے میں چھوڑ کر باتھ رُوم میں چلی گئی۔ وہاں اس نے چھوٹے ٹرانسمیٹر کے ذریعے جرس اسمگل کرنے والی گینگ کے ایک اہم فرد سے رابطہ قائم کیا۔ وہ شباتہ کو ابھی اپنی اصلیت اور اپنی موجودہ مصروفیات کے متعلق نہیں بتانا چاہتی تھی، اسی لیے باتھ رُوم میں آگئی تھی۔ اگر میں اس کے دماغ میں موجود ہوتا تو پہلے وہ عقدہ کھلتا، مجھ سے لڑتی جھگڑتی کہ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے پارس کو فراموش کرا دیا تھا تو بعد میں پھر اس کی یاد کیوں نہیں دلائی۔ شباتہ کے سلسلے میں بھی وہ اپنے اندر بُجھ غبار لیے میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس وقت میں اُس کے پاس نہیں تھا۔

جب ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم ہو گیا تو اس نے کوڈ ورڈ استعمال کرنے کے بعد کہا۔ "ہیمز میکلے! میں نامیر بابول کہہ رہی ہوں سُنا ہے تم بڑی تیز رفتار سے کسی بھی کام کی تکمیل کرتے ہو۔ تمھاری آزمائش کا وقت ہے۔ میں دو عورتوں کو میک اَپ کے ذریعے فوراً تبدیل کرنا چاہتی ہوں۔ اگر ماسک میک اَپ ہو تو بہتر ہوگا۔ ایک عورت کے لیے ہندوستانی میک اَپ کا فوری انتظام ہونا چاہیے۔ دُوسری اپنی زبان، لب و لہجے، قد و قامت اور رنگ کے اعتبار سے انگریز لگتی ہے اس برکسی انگریز عورت کا میک اَپ چل جائے گا۔ بتاؤ کتنی جلدی میک اَپ ہو سکتا ہے؟"

"مادام! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ ان عورتوں کو ابھی میرے خفیہ اڈے تک پہنچا دیا جائے تو ایک یا دو گھنٹے کے بعد کوئی انھیں پہچان نہیں سکے گا، وہ خود اپنے آپ کو حیرانی سے دیکھیں گی۔"

"کیا اُن کے پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات بھی دستیاب ہو جائیں گے؟"

"آپ جانتی ہیں ہمگلنگ کے سلسلے میں ہم مختلف پاسپورٹ اور اہم کاغذات تیار رکھتے ہیں آپ انھیں جہاں چاہیں بھیج سکتی ہیں۔"

جرس اسمگل کرنے والا گینگ لیڈر پیٹرس میں رہتا تھا۔

اُس کا چیف اسسٹنٹ جیمز میکلے تھا۔ وہ اکثر کھٹمنڈو میں رہ کر اسمگلنگ کے سلسلے میں گینگ کے افراد کو مختلف ذرائع اور مختلف پہلوؤں سے مدد پہنچاتا رہتا تھا۔ اسی لیے سونیا نے میک اَپ کے سلسلے میں اُس سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ بولی "میکلے! دراصل ان عورتوں کو بے شمار نگاہوں سے بچا کر تمھارے خفیہ اڈے تک پہنچانا ہوگا۔ اس سلسلے میں تمھارے کتنے آدمی کام آسکتے ہیں؟"

"فی الحال کھٹمنڈو میں ہماری گینگ سے تعلق رکھنے والی پانچ عورتیں اور دس مرد انگیز ہیں۔ باقی پچیس مقامی باشندے ہیں۔ آپ جہاں اُن سے ملنا چاہیں گی، انھیں وہاں بلا لیا جائے گا، اور جس طرح اُن سے کام لینا چاہیں گی وہ آپ کے ایک اشارے پر ناچتے رہیں گے۔"

ٹرانسمیٹر سے گفتگو کے دوران سونیا کو اپنے دماغ میں رسونتی کی آواز سُنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "میں یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں میرا بچہ میرے لیے بے چین ہوگا۔ اسے پیدائش کے بعد پہلی بار میری گود ملی تھی۔ میں اس کے پاس آنا چاہتی ہوں۔ سونیا پلیز! کچھ کرو۔"

اس نے ٹرانسمیٹر میں کہا۔ "میکلے! میں ابھی کچھ دیر بعد تم سے رابطہ قائم کرتی ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

سونیا نے اُسے آف کرنے کے بعد رسونتی سے پوچھا۔ "مجھے یہ بتاؤ، کھٹمنڈو میں ایسی کوئی جگہ، کوئی بازار، کوئی مندر یا کوئی ایسا علاقہ ہے جہاں بہت زیادہ بھیڑ رہتی ہو۔ اور اس بھیڑ میں مردوں سے زیادہ عورتیں نظر آتی ہوں۔"

"کیا تم مجھے اس بھیڑ میں گم کرنا چاہتی ہو؟"

"یہی طریقہ سمجھ میں آرہا ہے۔"

"دربار اسکوائر میں کستھا منڈپ مندر کے سامنے جہاں میرا پارس مجھے ملا تھا، وہاں اب اچھی خاصی بھیڑ لگ رہی ہوگی۔ ابھی وہاں سے کماری کنیا کا جلوس نکلے گا۔ وہ جلوس دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ نیپال کے تمام علاقوں سے مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے اس جلوس میں شریک ہونے آتے ہیں۔ جتنی کہ شاہ نیپال بھی پہلے دن تشریف لاتے ہیں۔ یہ تقریب کئی دن تک جاری رہتی ہے۔"

"کیا تمھیں پورا یقین ہے کہ یہ جلوس بہت ہی پُرہجوم ہوگا اور اس میں عورتیں زیادہ نظر آئیں گی؟"

"زیادہ تو نہیں کہہ سکتی مگر وہاں مرد عورتیں اتنے ہوں گے کہ دُور تک صرف سر ہی سر نظر آئیں گے۔"

"تم اپنے سیکرٹ ایجنٹ محافظوں سے کہو کہ یہ جلوس تمھارے مذہبی تہوار سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا تم اس میں شریک ہونے جاؤ گی۔"

"میں ضرور جاؤں گی۔"

"تم کس رنگ کی ساری پہنو گی؟ فرضی پارس کے جسم پر کون سا کپڑا ہوگا؟ اپنی مکمل پہچان بتاؤ۔"

رسونتی نے کچھ سوچ کر کہا۔ "میں گیروے رنگ کی ساری پہنوں گی جیسا کہ مندر کی دیوداسیاں پہنتی ہیں۔ پارس کے بدن پر ایک پیچ شرٹ اور نیکر ہوگی۔"

"اس بھیڑ میں چند اجنبی تمھیں اغوا کرنے کے انداز میں جبراً لے جائیں، تم اُدھر چلی جانا۔"

"مجھے ان کی پہچان بتاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ میں دھوکا کھا جاؤں اور کوئی دوسرے مجھے کہیں لے جائیں۔"

"میں اُن کی پہچان اور کوڈ ورڈ سمجھا دوں گی۔"

"کیا وہ بھینی مجھے میرے بچے کے پاس پہنچا دیں گے؟"

"ہاں میکلے آپ کے ذریعے تمھیں تبدیل کیا جائے گا تاکہ دشمن پہچان سکیں کہ تمھارا اپنا پارس تمھاری گود میں پہنچ جائے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "اوہ سونیا! تم بہت عظیم ہو۔ تم نے بارہا مجھ پر احسانات کیے ہیں۔ یہ احسان تو میں کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"رسونتی! تمھیں اپنا پارس مل جائے گا۔ وہ جو فرضی پارس تمھاری گود میں ہے اس کا کیا کرو گی؟"

"آں!" وہ چونک گئی پھر اُسے سینے سے لگا کر بولی۔ "نہیں، یہ بھی میرا اپنا ہے۔ میں نے اس کی خدمت کی ہے۔ میں نے راتیں جاگ جاگ کر اس کی دیکھ بھال کی ہے۔ اسے اپنی بھرپور ممتا دی ہے۔ میں اس کی عادی ہو گئی ہوں۔ یہ میرا عادی ہو گیا ہے۔ اپنے بچے کو پاکر ایک پرائے بچے کو بھلا دینا اسے چھوڑ دینا یا نظر انداز کر دینا بہت ہی غیر انسانی فعل ہے۔ میں اسے کبھی اپنے سے جُدا نہیں کروں گی۔ سونیا پلیز! جہاں تم نے مجھ پر بے شمار احسانات کیے ہیں وہاں ایک احسان اور کر دو۔ مجھے ایسی عورت کے ٹیک اپ میں رکھو جو دو بچوں کی ماں لگے تاکہ میں دونوں بچوں کو اپنی آغوش میں سمیٹ کر رکھ سکوں۔"

"میں اس سلسلے میں جیمز میکلے سے گفتگو کر رہی ہوں۔ تم سنتی رہو۔"

اُس نے میکلے سے رابطہ قائم کیا پھر اس سے پوچھا۔ "کیا ایسی کسی ہندوستانی عورت کا ماسک میک اپ ہو سکتا ہے جو دو بچوں کی ماں ہو اور اس کے دونوں بچے تقریباً ڈیڑھ برس کے ہوں؟"

میکلے نے جواب دیا۔ "ہماری گینگ میں ایک ایسی مقامی عورت ہے جس کے پاس بیرونی ممالک کے پاسپورٹ اور دیگر کاغذات موجود ہیں۔ اس کے دو بچے ہیں لیکن ایک تین برس کا ہے اور دوسرا شاید ڈیڑھ برس کا ہے۔"

رسونتی نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "سونیا! تم نے ہمارا پارس کو دیکھا ہے وہ بیماری کے باوجود قد اور جسامت میں میرے فرضی پارس سے بڑا لگتا ہے۔ اسے تین برس کا تسلیم کیا جا سکتا ہے اور میرے پاس جو پارس موجود ہے اس کی عمر ہو ڈیڑھ برس بتا سکتے ہیں۔"

سونیا نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہا۔ "میکلے! یہ بات طے ہو گئی ہے۔ تم اس عورت کے ماسک میک اپ کے لیے بالکل تیار رہو۔ آج تم ایک ایسی غیر معمولی عورت سے ملاقات کرو گے جو فرہاد کی طرح دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مشہور ہے سب اُسے جانتے ہیں اور شاید تم بھی اسے جانتے ہو، اس کا نام رسونتی ہے اوور۔"

دوسری طرف سے میکلے نے حیرت اور مسرت سے کہا۔ "مادام! کیا واقعی میں مادام رسونتی سے ملاقات کر سکوں گا؟ کیا اب تک آپ انہی کے سلسلے میں گفتگو کر رہی تھیں؟ اوور۔"

"ہاں میں رسونتی کا ماسک میک اپ کرانا چاہتی ہوں۔ غور سے سنو۔ ابھی دربار اسکوائر سے کماری کنیا نامی ایک بہت بڑا جلوس نکلے گا وہاں اتنا ہجوم ہوگا کہ مردوں اور عورتوں کے صرف سر نظر آئیں گے۔ کیا تم نے پہلے کبھی رسونتی کو دیکھا ہے؟"

"نہیں مادام! یہ میری بدنصیبی ہے۔ آج تک نہ دیکھ سکا۔ آج میری خوش نصیبی ہوگی۔"

"وہ اس بھیڑ میں گیروے رنگ کی ساری پہنے ہوئے ہوگی۔ اس کی گود میں جو بچہ ہوگا، اس کے بدن پر پیچ کی شرٹ اور نیکر ہوگی۔ تم اپنے تمام آدمیوں کو اچھی طرح سمجھا دو۔ رسونتی کی سخت نگرانی ہو۔ وہاں ہے نگرانی کرتے ہوئے ایک دو نہیں بے شمار ہیں۔ بھارتی حکومت کے اہم افراد بھی ہیں۔ اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ بھی ہیں۔ سپر مائٹ اور ریڈ پاور کی خطرناک تنظیموں کے افراد بھی ہیں۔ ان سب کی نظروں سے بچا کر رسونتی اور اس بچے کو نکال لے جانا ہے۔"

"آپ نے جتنے دشمنوں اور خطرناک تنظیموں کا ذکر کیا ہے میں ان سے مرعوب نہیں ہوں۔ میرے اندر ایک بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ اب تو میں پیشال میں آپ کی خدمت کر رہا ہوں۔ دو سال مجھے مادام رسونتی کے کام آنا ہے۔ میرے لیے اتنا بڑا اعزاز ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اب سوچ رہا ہوں کہ جان لڑا دوں لیکن ناکام نہ ہوں۔ بہرحال میں مادام کو اور اُن کے بچے کو اپنے خفیہ اڈے میں لے آؤں۔ میری مبالغہ کا مطلب یہ ہوگا کہ کبھی آپ لوگوں کی داستان لکھی جائے گی۔ اس میں میرا نام بھی ضرور آئے گا۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "ہاں ضرور آئے گا۔ اب دوسری لڑکی کے متعلق سنو۔ اس کی گود میں بھی بچہ ہے۔"

"یعنی مجھے اس کے لیے بھی کسی بچے والی عورت کو تلاش کرنا ہوگا؟"

"نہیں۔ وہ ایک نوخیز لڑکی ہے۔ وہ حسن صحت اور اپنے قد و قامت کے اعتبار سے بیس بائیس برس کی لگتی ہے۔ اب اس کے سینوں جو پنکھے ہیں وہ رسونتی کے پاس چلا جائے گا۔ یہ لڑکی بچے کو لے کر میرے ساتھ آدھے گھنٹے بعد ہوٹل کرسٹل سے نکلے گی۔ ہم بھی دربار اسکوائر کی طرف جائیں گے اور اس ہجوم میں گم ہونے کی کوشش کریں گے۔ اس نے گہرے نیلے رنگ کا بلاؤز اور اسکرٹ پہنا ہوا ہے۔ اس نیلے رنگ کے لباس میں سفید دھاریاں ہیں۔ اس کی آنکھیں ہلکی نیلی ہیں۔ وہ اپنے حسن اور چہرے کی تازگی کے باعث لاکھوں میں منفرد ہوگی۔ آسانی سے پہچانی جائے گی۔ میں اس کے ساتھ رہوں گی اور اس بچے کے سر پر سرخ رومال باندھ دوں گی کیا اتنی پہچان کافی ہے؟"

"یس مادام! ابھی ہم یہاں سے نکلیں گے۔ آدھے گھنٹے سے پہلے ہمارے آدمی ہوٹل کرسٹل کے سامنے پہنچ جائیں گے۔ تاکہ وہاں سے دربار اسکوائر تک جہاں بھی موقع ہے، دشمنوں کی نظریں بچا کر اس لڑکی کو پہنچے سمیت لے جائیں۔"

رسونتی نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "سونیا! میرے ساتھ جو چار سیکرٹ ایجنٹ آئے ہیں، اُن میں سے ایک نوجوان بڑا کاٹھا ہے اور دوسری نوجوان لڑکی۔ وہ دونوں اس وقت ہوٹل کرسٹل میں موجود ہیں۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہیں اور ہمارے سلسلے میں کس منصوبے پر عمل کرنے آئے ہیں؟"

"وہ نوجوان سیکرٹ ایجنٹ ہوٹل کے بار میں بیٹھا شراب کی چسکیاں لے رہا ہے۔ اس کی ساتھی لڑکی ابھی تھوڑی دیر پہلے تمھارے ہوٹل کے کمرے کے سامنے سے گزر کر گئی ہے۔ [illegible] اور نیچے پہنچی ہوئی ہے۔ اس کی رسٹ واچ ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر ہے۔ اہم موقع پر وہ اپنے بڑے ایجنٹوں سے رابطہ قائم کرے گی۔ دوسرے نوجوان ایجنٹ نے نیلے رنگ کی پتلون اور سفید شرٹ پہنی ہوئی ہے۔ اس کے سر پر نیلے رنگ کی ٹوپی کیپ ہے۔ ان دونوں کو اپنی طرف سے اقدامات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ صرف تمھاری نگرانی کر رہے ہیں۔ تم شبانہ اور پاس کو لے کر نکلو گی تو یہ اپنے بڑوں کو اطلاع دیں گے۔ وہ چاہتے ہیں کہ میرے بچے کو بھی تک پہنچنے میں دشواری ہو اور وہ آزماتے رہیں کہ میری ممتا کتنی رکاوٹوں سے گزر کر، کتنے بہلانے کر کے اور کس طرح فریب دے کر اپنے بچے تک پہنچتی ہے۔ جب میں اس طرح پہنچوں گی تو ثابت ہو جائے گا کہ میرا بیمار بچہ ہی اصلی پارس ہے۔"

سونیا نے یہ باتیں جیمز میکلے کو بتائیں اس نے کہا۔ "وہ گھڑی نما ٹرانسمیٹر اس لڑکی کی کلائی میں بندھا ہوا ہے۔ میں اس کی کلائی کاٹ کر لے جاؤں گا، نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ نہ ٹرانسمیٹر رہے گا نہ وہ اطلاع دے سکے گی۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ نہ بھولو کہ ان دونوں کے علاوہ دوسرے بھی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ اس وقت رسونتی کا بیٹا پارس تمام دشمنوں کی نظر میں ہے۔"

"میں یہ باتیں نہیں بھولوں گا۔ ہر پہلو پر توجہ دیتا ہوا اپنا کام کر گزروں گا۔"

رسونتی نے کہا۔ "وہ لڑکی، اگرچہ میرے خلاف ڈیوٹی پر ہے، اپنا فرض پورا کر رہی ہے۔ جیمز میکلے سے کہو، اس کی کلائی کو نقصان نہ پہنچے۔ کام اس طرح ہو کہ یہ جو امریکی سیکرٹ سروس کے طلبہ و طالبات ہیں، انھیں زیادہ نقصان نہ پہنچے۔ اتنا ہی سبق سکھایا جائے کہ آئندہ یہ ہمارے خلاف محاذ بنانے سے گریز کریں۔"

سونیا، ہسونتی اور جیمز میکلے ایک دوسرے سے دُور تھے لیکن ٹیلی پیتھی اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے قریب آ گئے تھے۔ بہت سوچ سمجھ کر منصوبے بنائے تھے۔ ایک ایک پہلو پر غور کر رہے تھے جب وہ ہر طرح سے مطمئن ہو گئے تو سونیا نے کہا۔ اب میں پندرہ منٹ کے بعد ہوٹل سے نکلوں گی۔"

جیمز میکلے نے کہا۔ "مادام! پندرہ منٹ اور انتظار کر لیجیے۔ میرے آدمی ہوٹل میں پہنچنے ہی والے ہیں۔ وہ اُن دونوں سیکرٹ ایجنٹ، دودھ پیتے بچوں کو اٹھا کر نرسری میں لے جائیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "ذرا ٹھہرو۔ کوئی بات مجھے کھٹک رہی ہے۔ جب تک میں مطمئن نہیں ہوں گی تم اپنی طرف سے کوئی اقدام نہ کرنا۔ اور کسی دشمن کو نہ چھیڑنا خواہ وہ نوجوان طالبہ اور طالب علم ہی کیوں نہ ہوں۔ میں ابھی پانچ منٹ میں رابطہ قائم کروں گی۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ ہسونتی نے پوچھا۔ "اب کیا دشواری ہے؟ میں تمہارے دماغ کو پڑھ رہی ہوں تو پتا چل رہا ہے تم موجودہ منصوبے سے مطمئن نہیں ہو۔ ابھی تمام پلاننگ کے دوران تم بے چینی اور تشنگی محسوس کرتی رہیں جیسے یہ پلاننگ تمہیں مطمئن نہیں کر رہی ہو۔"

"میں ذرا سوچنا چاہتی ہوں۔ مجھے ایک منٹ کے لیے تنہا چھوڑ دو۔"

"میں ایک منٹ کے بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ جب ایک منٹ کے بعد واپس آئی تو سونیا ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر رہی تھی۔ ہسونتی نے کہا۔ "میں آ گئی ہوں۔" رابطہ قائم ہوتے ہی سونیا نے کہا۔ "جیمز میکلے! یہ طالب اور طالب علم جو ہماری نگرانی کر رہے ہیں، انہیں ایک ذرا نہ چھیڑنا۔"

میکلے نے حیرانی سے پوچھا۔ "آخر کیوں مادام؟"

"ہم انہیں چھیڑیں گے، انہیں غائب کر دیں گے یا نقصان پہنچائیں گے تو دشمنوں کو یقین ہو جائے گا کہ ہم اُن کی مخالف تہ کارروائیوں سے باخبر ہیں۔ ہم ان نوجوان سیکرٹ ایجنٹوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں تو ہسونتی کی نگرانی کرنے والوں کے خلاف بھی جوابی کارروائی کر سکتے ہیں لہٰذا وہ ہسونتی کے آس پاس اپنا پہرہ اور سخت کر دیں گے۔ ایسے انتظامات کریں گے کہ وہاں تمہاری کامیابی مشکوک ہو جائے گی۔"

"واقعی مادام! میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ ہمیں دشمنوں کو زیادہ سے زیادہ خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہیے، اور انہیں فریب دیتے رہنا چاہیے۔"

"اسی لیے چاہتی ہوں کہ میں اپنی ساتھی لڑکی اور اُس بچے کے ساتھ یہاں سے نکلوں تو میری نگرانی کرنے والے دشمنوں کو بالکل نہ چھیڑا جائے۔ میں انہیں ایسے چکر دیتی رہوں گی کہ وہ مجھ میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں گے اور تجسس میں مبتلا رہیں گے۔ لہٰذا ان کی ساری توجہ میری طرف ہو گی۔ اس دوران میں تم ہسونتی کو ہجوم سے نکال کر اڈے تک لے جا سکو گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔"

"جب ہسونتی تمہارے پاس پہنچ جائے تو اس کے بعد میرے ساتھ رہنے والی لڑکی اور اس کے ہیما بچے کو اس بھیڑ سے نکال لے جانا۔ اس کے لیے تم مجھ سے کس طرح رابطہ قائم کرتے رہو گے کس طرح اس لڑکی اور بچے کو لے جاؤ گے؟ یہ تمام ہدایات تمہیں ہسونتی سے ملتی رہیں گی۔ ہسونتی جو طریقہ کار بتلائے اسی پر عمل کرتے رہنا اوور اینڈ آل۔"

رابطہ ختم کرنے کے بعد ہسونتی نے پوچھا۔ "میں بھلا کیا طریقہ بتاؤں گی۔ میں تمہاری طرح اتنی گہری چالیں نہیں چل سکتی۔"

"گہری چال یہ ہے کہ جب تم جیمز میکلے کے پاس پہنچو تو مجھ سے یوں ہی دماغی رابطہ قائم کرتی رہو گی۔ میں تمہیں بتاؤں گی کہ اس ہجوم میں کہاں ہوں۔ موقع محل کے لحاظ سے شبانہ اور ہیما کو لے جانے کا طریقہ کار کیا ہو گا یہ میں تمہیں بتاؤں گی اور تم کو حکم دو گی۔ وہ تمہارے ہر حکم کی تعمیل کرے گا۔"

"اوہ، اچھا اسی لیے تم نے یکلے سے کہہ دیا ہے کہ وہ میری ہدایت پر عمل کرے اور میرے طریقہ کار پر چلے۔"

"ہاں اب میں باتھ روم سے باہر آ گئی۔ شبانہ نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم اب تک کیا کر رہی تھیں؟"

وہ شبانہ کو اپنی پلاننگ کے متعلق بتانے لگی۔ تمام باتیں اُس نے پوچھا۔ "آخر تم کون ہو؟ تم میرے، پارس اور ہسونتی کے لیے اتنی جدوجہد کیوں کر رہی ہو؟ آخر تم میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیتیں؟ فرہاد کی ٹیم سے تمہارا کچھ تعلق ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "اپنے یقین پر قائم رہو۔ جب میں تم سے کرنے لگوں گی تو اپنے متعلق سب کچھ بتا دوں گی۔"

"تم مجھ پر کس طرح بھروسہ کر سکتی ہو؟"

"کیا تم جانتی ہو کہ ہسونتی کے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ہے۔"

"جانتی ہوں۔ یہ بھی سنا ہے کہ وہ صلاحیت اب اس میں نہیں رہی۔"

"تم نے غلط سنا ہے، وہ خیال خوانی کر سکتی ہے لیکن

نے بہت زیادہ مصروف کر رکھا ہے۔ اتنی فرصت نہیں مل رہی ہے رہا ہے دماغ میں جھانک کر تمہارے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ی جائیں۔ جب یہ معلومات حاصل ہو جائیں گی تو ہم تم پر اعتماد لینے لگیں گے۔ فی الحال تم سے دوستی کرنے اور تمہارے کام آتے رہنے ، صرف ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ تم فرہاد کی ہونے والی دلھن ہو تم نے ب تک پارس کی حفاظت کی ہے اس کے لیے درد بدر ہو کر یہاں تک آ گئی ہو۔"

"جب میں پارس کے لیے اتنی قربانیاں دے سکتی ہوں اور فرہاد سے منسوب ہو سکتی ہوں تو کیا قابلِ اعتماد نہیں ہو سکتی؟"

"بالکل ہو۔ ہم اپنے تمام معاملات میں تمہیں شریک کریں گے یکن یہ تو آزمائش کی آزمائشی مرحلے سے گزرنے کے دوران کوئی دشمن ہمارا تشدد کر کے اور تم پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جائیں تو کیا ہمارا فشا کر دو گی؟"

شبانہ بڑے اعتماد سے مسکرانے لگی، پھر اس نے کہا۔ "تم درست رہی ہو۔ پہلے مجھے آزما لو۔ میں زبان سے کچھ نہیں کہتی۔ جو کہنا ہے کر کے دکھاتی ہوں۔"

"تم ٹائر ببا کی بہن ہو۔ تمہارے قبیلے سے بھی کچھ واقفیت ہے اس کے پیشِ نظر کہہ سکتی ہوں کہ درندوں سے لڑنے، دشمنوں کی گولیوں کو نہ سمجھنے، جوابی کارروائیاں کرنے اور جان پر کھیل جانے کی پوری صلاحیتیں ہوں گی اور غیر معمولی حوصلہ بھی ہو گا لیکن ذہانت کس سطح کی ہے؟ یہ میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں نے اپنا تمام منصوبہ تمہیں سنا دیا ہے۔ اس میں کوئی مناسب ترمیم کر سکتی ہو؟"

شبانہ نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں، جب تم مجھے اپنی پلاننگ سنا رہی تھیں تو میرا دماغ سوچ رہا تھا۔ ادھر ہسونتی کو فرضی طور پر ساتھ دشمنوں سے پکڑ کر لے جانا ہے۔ اُدھر وہ لوگ مجھے اپنے ساتھ لے جانے والے ہیں۔ ان میں دو باتیں مشترک ہیں، وہ تم دونوں عورتوں کے ساتھ ایک ایک بچہ ہے اور بچے کے ساتھ ت کو اغوا کرنا انہیں دشمنوں کی نظروں سے بچا کر لے جانا بہتا ہو گا۔ اگر عورت تنہا ہے، بچہ کسی اور کے پاس ہے تو آسانی ہو گی۔"

"ذرا اور وضاحت سے بیان کرو۔"

شبانہ نے کہا۔ "تمہاری پلاننگ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں تمہارے بہت وسیع ہیں لہٰذا اپنے آدمیوں سے کہو ایسی عورتوں کا انتظام جو اس بھیڑ میں اپنی اپنی گود میں ایک ایک بچے کو لیے رہیں۔ ہجوم میں بچہ تبدیل کر دیں گے۔ میں پارس کو تمہاری کسی والی عورت کو دے دوں گی اور اس کا بچہ تمہارے کسی اور آدمی لے کر دیا جائے گا۔ ہسونتی کے بچے کے ساتھ بھی اسی تدبیر پر عمل ا سکتا ہے۔ اس طرح ہم سے پہلے ہمارے دونوں بچوں کو... سے آدمیوں کی نگرانی میں کسی محفوظ جگہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ نہیں لے جا سکتے ہیں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "شاباش، ذہین ہو۔ ہماری ٹیم میں رہو گی تو ذہانت میں اور پختگی آئے گی۔"

شبانہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھا، پھر پوچھا۔ "کیا میری اس پلاننگ میں کوئی خامی رہ گئی ہے؟"

"یوں تو ہر طرح سے مکمل ہے ویسے میں خامی کی نشاندہی کر دوں۔ جب ہسونتی اپنے پارس کو کسی عورت کی گود میں دے گی تو مان لیتی ہوں کہ دشمنوں کی نظر بچا کر ایسا کیا جا سکتا ہے، لیکن جب وہ خالی گود رہ جائے گی تو دشمن زیادہ دیر تک اندھے نہیں رہ سکتے۔ اس کی خالی گود انہیں سوچنے، سمجھنے اور زیادہ چوکنا رہنے پر مجبور کرے گی۔ وہ سمجھ لیں گے کہ اس بھیڑ سے بچہ غائب ہوا ہے تو اب تب میں ہسونتی بھی غائب ہونے والی ہے لہٰذا وہ اور زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔ اس کے چاروں طرف گھیرا تنگ کر دیں گے اور ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔"

شبانہ نے اچانک ایک قہقہہ لگایا۔ سونیا نے حیرانی سے پوچھا "کیا میں تمہارے منصوبے کا غلط تجزیہ کر رہی ہوں؟"

شبانہ ہنستے ہوئے دوسری طرف نکل گئی۔ پھر پلٹ کر اس کی طرف انگلی بڑھاتے ہوئے بولی۔ "تم میری ذہانت کا امتحان لے رہی تھیں اور میں پاس ہو گئی۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیا کمزور مشورہ دے کر اپنی ذہانت پر فخر کر رہی ہو؟"

شبانہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اس کے قریب آئی پھر آہستگی سے بولی۔ "میں کمزور مشورہ نہ دیتی تو تمہاری مکمل پلاننگ کے انداز کو اور تمہاری تمام تر تیاریوں کو کیسے سمجھتی؟"

یہ کہتے ہی اس نے سونیا کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔ اس کے دائیں ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا۔ "مادام سونیا! میں نے آپ کو بے نقاب کرنے کے لیے یہ احمقانہ مشورہ دیا تھا۔" یہ کہہ کر اس نے سونیا کی ہتھیلی کی پشت کو عقیدت سے چوم لیا۔

✂

کماری کنیا کا جلوس جہاں سے گزر رہا تھا، وہاں بھیڑ بڑھتی جا رہی تھی۔ مرد اور عورتیں اپنے اپنے بچوں کو گود میں لیے یا کاندھوں پر بٹھائے اس جلوس میں شریک تھیں۔ عورتیں رنگا رنگ لباس میں نظر آ رہی تھیں۔ رنگ برنگی جھنڈیاں بھی تھیں اور جھنڈے بھی تھے۔ رنگ و راگ کا سیلاب تھا۔ گیت اور سنگیت فضا میں گونج رہے تھے۔ عورتیں اور مرد تین رتھوں کے اطراف ناچ رہے تھے، خوشی سے جھوم رہے تھے۔ پہلا رتھ بڑی خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔ اس رتھ کے اوپر سنگھاسن پر نیپال کی سب سے حسین کماری کنیا بیٹھی ہوئی تھی۔

کماری کنیا کے اس جلوس کو اندرا جاترا کہتے ہیں۔ کھٹمنڈو میں ایک چوراہے کا نام بھی اندرا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ دونوں باتیں اندرا گاندھی سے منسوب ہیں۔ دراصل ہندی زبان میں اندرا کے معنی ہیں بارش کا دیوتا جب موسم برسات کی آمد ہوتی ہے اور کماری کنیا کی جوانی میں پہلا ساون آتا ہے تو اسے رتھ کے اوپر بٹھے سنگھاسن پر بٹھا کر شہر کی شاہراہوں پر پھرایا جاتا ہے، بتایا جاتا ہے کہ اس کماری کی زندگی میں بارش کا دیوتا آنے والا ہے۔

یہ دیوتا کی داستان ہے میں اللہ تعالیٰ کا ایک نہایت ہی حقیر بندہ ہوں۔ کچھ لوگ میری صلاحیتوں سے متاثر ہو کر مجھے دیوتا کہتے ہیں۔ اگر کسی کو اس کی صلاحیتوں سے اس کی نیکیوں سے، اس کے کارناموں سے متاثر ہو کر دیوتا یا فرشتہ کہا جائے تو وہ برا مان جاتا ہے، بتایا جاتا ہے کہ فرشتہ کیسے اعتراض کر سکتا ہے؟

بہرحال کماری کنیا کی زندگی میں جو دیوتا آتا ہے اسے خوش نصیب کہا جاتا ہے۔ آج سے تقریباً پانچ برس پہلے میں بھی ایک ایسی ہی کماری کنیا کی زندگی میں آیا تھا۔ اس کماری کا نام ہے رسونتی۔

چونکہ اس کماری کنیا کا جلوس مجھ سے اور رسونتی سے تعلق رکھتا ہے اس لیے میں قارئین کی دلچسپی کے لیے رسونتی کے ماضی کی مختصر سی کہانی سناتا ہوں۔ اس طرح کماری کنیا کے جلوس کی وضاحت ہو جائے گی۔

نیپال میں ہندوؤں اور بدھ مت کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نیواری دیوی نیپال کے شاہی خاندان کی محافظ ہوتی ہے۔ دیوی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ نہایت حسین و جمیل تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک بار وہ صدیوں پہلے شاہ نیپال کے ساتھ ایک تنہا محل میں بیٹھی جُوا کھیل رہی تھی۔ ہمارے اسلام میں جُوا کھیلنا اور نشہ کرنا غیر اخلاقی، غیر سماجی اور غیر قانونی فعل ہے لیکن ہندو ہولی میں بھنگ پیتے ہیں، خوب نشہ کرتے ہیں۔ دیوالی میں دل کھول کر جُوا کھیلتے ہیں بہرحال نیواری دیوی کے ساتھ جُوا کھیلنے کے دوران شاہ کی توجہ کھیل کی طرف نہیں تھی۔ وہ دیوی کے حسن سے متاثر ہوتا جا رہا تھا۔ آخر شاہ نے ذرا حوصلہ کرتے ہوئے دیوی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے ساتھ ہی دیوی ناراض ہو کر وہاں سے غائب ہو گئی۔ پھر وہ نظر نہیں آئی لیکن اس کا یہ پیغام موصول ہوا۔ نیواری قوم کی دھارمک کتابوں میں اس کا یہ پیغام لکھا ہے۔ "میں شاہی خاندان کی محافظ ہوں۔ میں جا رہی ہوں لیکن اس خاندان کی حفاظت کرتی رہوں گی اور اپنے حسن و جمال کے مطابق نیواری قوم میں پیدا ہونے والی کسی حسین لڑکی کے رُوپ میں آیا کروں گی۔"

اس دھارمک کتاب کے مطابق نیواری قوم میں پیدا ہونے والی حسین لڑکیوں کا انتخاب کیا جاتا ہے ان حسینا ؤں میں جو سب سے زیادہ حسین ہوتی ہے اسے فرض کر لیا جاتا ہے کہ نیواری دیوی اسی لڑکی کے رُوپ میں آئی ہے۔

آج بھی کھٹمنڈو میں ایک تالیجو مندر ہے وہاں کماری سلیکشن کمیٹی قائم ہے۔ یہ کمیٹی مہاپجاریوں، مہارشیوں اور وید راجوں پر مشتمل ہے۔ یہ حسین ترین لڑکی کو ہر اعتبار سے جانچتے ہیں کہ یہ بچپن، جوان ہونے تک کس قدر حسین ہوتی چلی جائے گی۔ اس کمیٹی میں علم الاعضا کے ماہر بھی ہوتے ہیں جو انسانی جسم کے نشو و نما پانے کے مختلف مدارج کا تجزیہ رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی لڑکی کو حسین ترین قرار دینے کے لیے اُن کے پاس بتیس نکات ہوتے ہیں جو ان نکات پر پوری اُترتی ہے وہ حسین ترین کہلاتی ہے۔

چونکہ رسونتی میری زندگی میں آ چکی ہے اور میں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا ہے۔ سمجھا ہے، پرکھا ہے اس کے ساتھ زندگی کا ایک خاصا وقت گزارا ہے، تو اس کے پیش نظر معیار حسن کے ان بتیس نکات کو خوب سمجھتا ہوں جب رسونتی پیدائش کے بعد مندر میں لائی گئی تو کماری سلیکشن کمیٹی والوں نے اسے پوری طرح جانچ لیا تھا کہ وہ سرو قد ہوگی۔ اس کے ہاتھوں کی انگلیاں مخروطی اور گلابی گلابی، چمکیلے اور عکس ریز ہوں گے۔ دونوں ہاتھ نرت سے (رقص کے دوران) شاخ گل بن جائیں گے۔ کلائیوں میں لچک، ہتھیلیاں کنول کی طرح کھلی ہوں گی۔ لانبی زلفیں ریشم کی طرح ملائم اور گھٹاؤں کی طرح کالی ہوں گی۔ چہرے کے نقوش اجنتا الورا کی حسین مورتیوں کو مات کریں گے۔ گردن صراحی دار ہوگی۔ متعلق ہمارے شاعروں میں بڑی تکرار ہوتی ہے۔ ایک شاعر نے میرے محبوب کی کمر پتلی اور نازک ہے کہ مٹھی میں آ جاتی ہے۔ دوسرے شاعر نے کہا "میرے محبوب کی کمر ہاں سے بھی باریک ہے" تیسرے شاعر نے کہا "سنا ہے کہ ان کی کمر ہی نہیں"۔

میں تصدیق کر سکتا ہوں کہ رسونتی کی کمر ہے۔ اس کے حسن کے بتیس نکات اب مجھے یاد نہیں ہے۔ آپ کسی کتاب کو کر اس کا خلاصہ تو یاد رکھ سکتے ہیں تفصیل یاد نہیں رکھ سکتے میرا حال ہے۔

جب رسونتی کا انتخاب کماری کنیا کی حیثیت سے کیا گیا اسے اس کے ماں باپ سے لے لیا گیا۔ پھر ایک بڑے سے مکان بند کر دیا گیا۔ یہ وہاں کا دستور تھا۔ انتخاب کے بعد اس لڑکی کو سلیکشن کمیٹی کے ممبران دیکھ سکتے تھے کیونکہ وہ اس کی پرورش کے ذمہ دار تھے اس کے علاوہ کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا حتیٰ کہ اس کے ماں باپ بھی اس سے ملاقات نہیں کر سکتے تھے۔

اس بند مکان میں رسونتی کا ابتدائی ماحول بڑا ہی ڈراؤنا اور بھیانک تھا۔ اسے چھوٹی عمر میں ہی بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا تھا۔ یہ صرف رسونتی کے ساتھ نہیں دوسری تمام کماری کنیا کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ جس مکان میں کماری کنیا قید رہتی ہے وہاں مختلف کمرے ہوتے ہیں۔ ایک کمرے میں خونخوار جانوروں کے کٹے ہوئے سر ہوتے ہیں اور ایک دیا روشن ہوتا ہے۔ اس کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی میں وہ سر کٹے درندے اتنے بھیانک اور خونخوار نظر آتے ہیں، جیسے اب تب میں جھپٹنے ہی والے ہوں۔ ایسی صورت میں وہ کماری کنیا چیخ پڑے یا دہشت زدہ ہو جائے تو سمجھا جاتا ہے کہ نیواری دیوی اس کے اندر موجود نہیں ہے۔

جب رسونتی کامیابی کے ساتھ ان آزمائشوں سے گزر گئی تو اسے مقامی زبان کے علاوہ ہندی اور سنسکرت سکھائی گئی۔

کماری کنیا میں جوان ہونے تک جس بند مکان میں رہتی ہیں اس کی کھڑکیوں پر کیلیں ٹھونک دی جاتی ہیں، دروازے مقفل کر دیے جاتے ہیں صرف روشندان ایسا ہوتا ہے جہاں سے آسمان نظر آتا ہے۔ لیکن وہاں سے جھانکو تو کسی انسان کا چہرہ نظر نہیں آتا۔ نہ کوئی اسے دیکھ سکتا ہے۔ ایسی قید تنہائی میں انہیں زیادہ سے زیادہ مصروف رکھا جاتا ہے۔

مصروف رکھنے کے لیے یوگا کی مشقیں کرائی جاتی ہیں۔ آواگون کے عقیدے کے مطابق بتایا جاتا ہے کہ ایک جنم کے بعد دوسرا جنم لیا جاتا ہے۔ اس لیے مرنے کے بعد روح جسم سے الگ ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ کس طرح بھٹکتی ہے۔ اس کا عمل کرنے کے لیے سانس روکنا اور اپنے جسم سے روح کو الگ کرنے کا علم حاصل کرنا پڑتا ہے۔

رسونتی نے اسی لیے سانسیں روکنے کی مشق کی تھی۔ جلتے ہوئے دیے کے سامنے بیٹھ کر، اس پر نظریں جما کر اپنے ذہن کو ایک خیال پر مرکوز کیا تھا۔ اس کا رُخ شمال کی طرف ہوتا تھا۔ پجاریوں اور پنڈتوں کا خیال تھا کہ اس طرح وہ دھیان سے گیان حاصل کریگی لیکن اُن کی توقع کے بالکل خلاف دھیان اور گیان کے دوران رسونتی کی سوچ کی لہروں نے آہستہ آہستہ پرواز کرنا شروع کی۔ اس طرح وہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتی رہی۔

بچپن گزارنے کے بعد جب تک کماری کنیا سن بلوغ کو نہ پہنچے، اس وقت تک اسے مکان کے اندر قید رکھا جاتا ہے۔ سولہ برس کی عمر میں جب یہ انکشاف ہوا کہ رسونتی کو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو گیا ہے اور وہ پجاریوں، پنڈتوں اور سلیکشن کمیٹی کے تمام ممبروں کے باغوں میں پہنچ کر ان کے دل کی باتیں بتا دیا کرتی ہے تو سب حیران رہ گئے تھے۔

بچپن سے جوانی تک کماری کنیا کی پرورش کے سلسلے میں شاہ نیپال تک تمام تفصیلات پہنچائی جاتی تھیں۔ جب یہ معلوم ہوا کہ ایک کنیا کماری کو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو گیا ہے تو وہ بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گئی تھی۔ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ رسونتی کو پھر ہاتھ سے نکلنے کا موقع نہ دیتے۔ ان میں سے کوئی اس سے شادی کر لیتا۔ اسے سہاگ کے بندھن میں جکڑ لیتا لیکن دھرم کے مطابق ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ایسی کنیا کماری دیوتاؤں کی امانت ہوتی ہے انہیں کوئی انسان ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ صدیوں پہلے دھلا مک کتاب کے مطابق جب نیپال کے ایک شاہ نے نیواری دیوی کو ہاتھ لگایا تھا تو وہ ناراض ہو کر غائب ہو گئی تھی۔ اب وہ کماری کنیا یا رسونتی کے رُوپ میں آنے والی نیواری دیوی کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔

اندرا جاترا کی تقریب میں کماری کنیا کا جلوس پہلے دن نکلتا تھا۔ باقی دو دن بھی جشن منایا جاتا تھا۔ پہلے دن شاہ نیپال خود کماری کنیا کے پاس آتا تھا اور وہ کنیا، شاہ کے ماتھے پر ٹیکا لگاتی تھی۔ یہ ٹیکا اس بات کی ضمانت ہوتا تھا کہ نیواری دیوی شاہی خاندان کی آج بھی محافظ ہے اور آئندہ بھی حفاظت کرتی رہے گی۔ اپنے اپنے دھرم اور عقیدے کی بات ہوتی ہے، ورنہ رسونتی نے جب کماری کنیا کی حیثیت سے شاہ نیپال کے ماتھے پر حفاظتی ٹیکا لگایا تھا تو اس سے پہلے ہی بھارتی انٹیلی جنس نے معلوم کر لیا تھا کہ رسونتی کی اہمیت کیا ہے۔ انھوں نے شاہ نیپال سے رسونتی کا مطالبہ کیا اور اس طرح رسونتی بھارتی سیکرٹ سروس میں پہنچ گئی۔ ان ہی دنوں جب وہ ایک اہم مشن میں بھارت کی طرف سے مختلف ممالک سے ہوتی ہوئی ترکی پہنچی تھی تو وہاں مجھ سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔

آج پھر نیپال کے شہر کھٹمنڈو میں وہی اندرا جاترا کا جشن تھا اور کماری کنیا کا جلوس نکل رہا تھا۔ رسونتی جو سابقہ کماری کنیا تھی وہ اس جلوس میں شریک تھی۔ اس کی گود میں فرضی بابا رس تھا۔ نیپال سرکار، بھارت سرکار، اسرائیل سرکار اور دوسری خطرناک تنظیموں کے تمام افراد کی نگاہیں صرف رسونتی پر تھیں۔ موجودہ کماری کنیا اپنے تمام تر حسن و جمال کے ساتھ رتھ پر سوار تھی۔ لوگوں کی توجہ موجودہ کماری کنیا کی طرف تھی۔ اس کے باوجود عوام میں بھی جو لوگ رسونتی کو پہچانتے تھے، وہ اسے دور سے دیکھتے ہی بھیڑ کو چیرتے ہوئے اس کے قریب آنا چاہتے تھے۔ پاس آ کر ہاتھ جوڑنے کے بعد عقیدت مندی کے باعث اس کے قریب ہی رہنا چاہتے تھے۔ اس طرح رسونتی کے آس پاس بھیڑ بڑھتی جا رہی تھی۔ ایسے ہی وقت رسونتی کے قریب ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ بیکار گی جھگڈ مچ گئی۔ عورتوں، بچوں کی چیخ پکار گونجنے لگی۔ دھماکے کے ساتھ دھواں پھیلتا جا رہا تھا۔ اس دھوئیں میں لوگ نظروں سے اوجھل ہو رہے تھے۔ بھیڑ اتنی تھی کہ انسانوں کے درمیان سے سوئی نہیں گزر سکتی تھی۔ جب عورتیں اور مرد گرتے ہوئے راہ فرار تلاش کر رہے تھے، ایسے ہی وقت رسونتی نے فرضی بابا رس کے ساتھ اور شبانہ اصلی بابا رس کے ساتھ غائب کر دی گئیں۔

انھیں وہاں سے لے جانے کا طریقہ یہ تھا کہ رسونتی نے چادر اوڑھ لی تھی۔ اور شبانہ اپنے لباس کے اندر ایک اور لباس پہن کر آئی تھی۔ اس نے دھماکہ ہوتے ہی اور دھواں پھیلتے ہی اوپری لباس اتار دیا تھا۔ دوسرے لباس میں کھڑی رہی۔ ایک شخص فوراً ہی سرگوشی میں کوڈورڈز کے ذریعے اپنا تعارف کرانے کے بعد اصلی پارسل کو اس سے لے گیا تھا۔

رسونتی کے پاس آکر کوڈورڈز کے ذریعے متعارف ہونے والے نے اسے ایک انگوٹھی دیتے ہوئے کہا۔ "اسے فوراً پہن لیجیے۔ اپنی ہتھیلی بالکل کھلی رکھیے۔ مٹھی بند کریں گی تو اس کی سوئی آپ کو چبھے گی۔ اور آپ بے ہوش ہو جائیں گی۔ یہ صرف دشمن کے لیے ہے۔ کوئی راستہ روکے تو فریادی بن کر اس کا ہاتھ تھام لیجیے گا۔ سوئی اسے چبھے گی اور وہ ہمارے راستے سے کانٹے کی طرح صاف ہو جائے گا۔"

یہی ہوا تھا، جب جلوس کالو بھیرب کے مندر کے قریب سے گزر رہا تھا، تب ہی یہ دھماکہ ہوا تھا اور یہ ساری کارروائیاں عمل میں آئی تھیں۔ جیمز میکلے کی پلاننگ کے مطابق اس کے آدمی رسونتی کو کالو بھیرب کے مندر میں لے گئے تھے۔ ظاہر تھا کہ دوسرے دشمن اور خطرناک تنظیم کے افراد بالکل ہی نادان نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ بھی ایسے مندروں اور خفیہ راستوں میں موجود تھے۔ مندر کے تہ خانے میں اترنے سے پہلے ہی دو آدمیوں نے ان کا راستہ روک لیا۔ ایک نے بڑے ادب سے پوچھا۔ "مادام! آپ کہاں جا رہی ہیں؟"

رسونتی نے گھبراتے ہوئے انداز میں آگے بڑھ کر راستہ روکنے والے سے کہا۔ "مجھے بچاؤ، اس آدمی سے بچاؤ، یہ پتا نہیں مجھے کہاں لیے جا رہا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے سہارے کے لیے اس کا ہاتھ تھام لیا، اس کے ساتھ ہی وہ نروس ہو گیا۔ رسونتی نے آگے بڑھ کر دوسرے کا سہارا لیا۔ اس کی بھی وہی حالت ہوئی۔ اس وقت تک پہلا شخص زمین پر گھٹنے ٹیک کر اوندھا ہو رہا تھا اس پر بے ہوشی طاری ہو رہی تھی۔ دوسرے کی حالت بھی نازک تھی۔ وہ انھیں اسی حال میں چھوڑ کر اپنے جنبی دوستوں کے ساتھ تہ خانے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے مندر کی پچھلی طرف بھاگتی چلی گئی۔ وہاں ان کے لیے ایک گاڑی تیار تھی۔ اس گاڑی میں بیٹھ کر جیمز میکلے کے خفیہ اڈے تک پہنچنا زیادہ مشکل نہیں رہا تھا۔

سونیا اس بھیڑ میں تنہا رہ گئی تھی لیکن اس کی چھٹی حس اتنی بیدار تھی کہ اس پاس، دور دور تک دشمنوں کی چبھتی ہوئی نظروں کو محسوس کر رہی تھی۔ سمجھ رہی تھی کہ اس کے اطراف گھیرا تنگ ہو رہا تھا اور اطمینان بھی تھا کہ اس کا کام پورا ہو چکا ہے۔ پندرہ منٹ کے اندر ہی اس کی تصدیق ہو گئی۔ رسونتی نے سوچ کے ذریعے

مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ "اوہ، سونیا ڈارلنگ! تم جو کہتی ہو، کر دکھاتی ہو۔ تم نے کہا تھا یہ بچے کو دوسری بار بھوک لگے گی تو وہ میرے پاس پہنچ جائے گا۔ دیکھو، نہیں نہیں، تم دیکھ نہیں سکتیں۔ میرے ذریعے معلوم کر سکتی ہو۔ میرا بچہ میرے پاس پہنچ گیا ہے۔ لیے، مجھے ایسے چپک گیا ہے جیسے مقناطیس لوہے کو اپنے سے لگا ہوا ہے جیسے ممتا سے اپنا حق وصول کر رہا ہو۔ اب یہ اسے کبھی جدا نہیں کروں گی۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیا شبانہ وہاں پہنچ گئی ہے؟"

"نہیں جیمز میکلے کہہ رہا ہے کہ وہ آنے ہی والی ہے۔"

رسونتی! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم جیمز میکلے پر تکیہ کر رہی ہو۔ فوراً خیال خوانی کے ذریعے شبانہ کے پاس پہنچو۔"

"سونیا! تم بھی تو اس بھیڑ میں اکیلی ہو۔ تمھارے چاروں طرف دشمن ہیں۔"

"میری پروا مت کرو۔ شبانہ کو تمھاری مدد کی ضرورت ہے، فوراً جاؤ۔"

رسونتی شبانہ کے پاس پہنچ گئی۔ سونیا نے بالکل صحیح مشورہ دیا تھا۔ وہ ایسے وقت پہنچی جب وہ چاروں طرف سے دشمنوں میں گھری تھی۔ اس کے سامنے ایک شخص پستول تانے کھڑا تھا۔ وہ چالاک بننے کی کوشش کر رہی تھیں نیلے رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اسے اس ہجوم میں اتار کر پھینک دیا۔ سر پر ہیٹ پہن کر اس کے سامنے کی طرف جھکا لیا۔ تاکہ چہرہ صاف طور پر نظر نہ آئے۔ ہم آواز چہرہ یا پر فن لیتے ہیں تم تو ابھی چیز ہی کیا ہو۔

شبانہ کے پیچھے اور دائیں بائیں تین نیپالی کھڑے تھے وہ اپنے اپنے ہاتھ میں بھالی لیے ہوئے تھے۔ بھالی اس لمبے چوڑے پھل والے چھرے کو کہتے ہیں جسے نیپالی خاص طور پر لڑائی کے وقت استعمال کرتے ہیں۔

رسونتی نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "شبانہ! میں تمھارے موجود ہوں۔" شبانہ کو ٹیلی پیتھی کے رابطے پر حیرانی نہیں ہوئی اس سے پہلے میں کئی بار ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کر چکا تھا۔

وہ دشمنوں کے درمیان ایک مندر میں تھی۔ مندر کی چھت چھوٹی بڑی گھنٹیاں اور گھنٹے لٹک رہے تھے۔ رسونتی نے کہا۔ تمھارے دماغ میں وہ کراس چال کو بھر ہی ہوں جو تم اپنے دشمن کے خلاف چلنا چاہتی ہو۔ ابھی تم اچھل کر پستول والے کے منہ پر ٹھوکر مارنا چاہتی ہو۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟ میں اس کے پستول گرا دیتی ہوں لیکن ٹھہرو، پہلے اسے ہی اپنے پستول استعمال کرنے دو۔ جیسے ہی وہ ہاتھ کو تھوڑا سا اوپر اٹھائے گولی مارنا چاہے گا تم فوراً بیٹھ جانا۔"

شبانہ نے یہی کیا۔ جیسے ہی پستول والے نے ہاتھ کو فائر کرنے کے لیے ہلکا سا جھٹکا دیا، شبانہ بیٹھ گئی۔ گولی چلی اور پیچھے والے نیپالی کے سینے میں دھنس گئی۔

وہ جنگجو قوم کی بیٹی تھی صرف رسونتی کی ٹیلی پیتھی پر ٹیکہ نہیں کر سکتی تھی۔ ادھر گولی چلی، ادھر وہ فوراً فضا میں قلابازی کھا کر اوپر لٹکے ہوئے گھنٹے کی زنجیر پکڑ کر جھولتی ہوئی پستول والے تک پہنچی، پھر اس کے ہاتھ پر ٹھوکر رسید کی۔ پستول دالا ہکا بکا تھا کہ اس نے اپنے ہی ایک ساتھی پر گولی کیسے چلا دی۔ حیرانی دور نہیں ہوئی تھی کہ ہاتھ سے پستول نکل گیا۔ پستول جہاں گرا تھا وہاں تک وہ فوراً پہنچ نہ سکا۔ اس سے پہلے شبانہ پہنچ گئی تھی۔

دو نیپالی اس کی طرف دوڑے لیکن اس کے ہاتھ میں پستول دیکھتے ہی اپنی اپنی جگہ ٹھٹک گئے۔ خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے لگے۔ شبانہ نے کہا۔ "میں خواہ مخواہ کسی کی زندگی سے نہیں کھیلتی مگر یہاں دشمنوں کو اس قابل نہیں چھوڑتی کہ وہ پیچھا کر سکیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے تڑاتڑ فائرنگ کر دی سب کی ٹانگوں پر گولی ماری۔ پھر پستول کو چیک کیا۔ اس میں اب گولی نہیں رہی تھی۔ وہ تینوں زمین پر گر پڑے تھے۔ اپنی اپنی ٹانگوں کو پکڑ کر تکلیف کی شدت سے کراہ رہے تھے۔ اس نے پستول کو دور پھینکتے ہوئے کہا۔ "تمھاری جیب میں گولیاں ہوں تو جاؤ پستول کو اٹھاؤ۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟ آئندہ تمھیں اس کی ضرورت پڑے گی۔ ان کی تلاشی لو اور جتنی گولیاں مل سکیں، اپنے پاس رکھ لو۔"

"مجھے مرجانہ نے بتایا ہے فرہاد کے ساتھی کبھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے۔ مجبوری کی حالت میں دشمنوں کے ہتھیار دشمنوں پر استعمال کرتے ہیں پھر انھیں پھینک دیتے ہیں۔ اگر تم اس مندر کے متعلق جانتی ہو تو بتاؤ کہ مجھے کس راستے سے جانا چاہیے؟" اس نے رسونتی کو جواب دیا۔

رسونتی اس کی رہنمائی کرنے لگی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کیا جیمز میکلے کا کوئی آدمی تمھارے ساتھ نہیں ہے؟"

شبانہ نے اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے کہا۔ "ایک شخص کو ڈورڈز کے ذریعے مجھ سے متعارف ہوا تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ اس مندر کے تہ خانے جانا چاہتی ہو۔ جب میں مندر کے دروازے سے داخل ہو رہی تھی تو کچھ لوگ راستہ روکنا چاہتے تھے۔ میری رہنمائی کرنے والے نے ان کا راستہ روک لیا تھا اور مجھے اندر جانے کے لیے کہا تھا۔ میں اندر آئی تو یہاں بھی چار آدمیوں نے گھیر لیا جن کا انجام تم دیکھ چکی ہو۔"

وہ سوچ کے ذریعے رسونتی سے گفتگو کر رہی تھی اور تیزی سے چلتی ہوئی مندر کی پیچ در پیچ راہداریوں سے گزر رہی تھی۔ دوسری طرف کھاری کنیا کے جلوس میں دھماکہ ہونے سے لوگ بھاگ رہے تھے۔ ایک دوسرے کو کچل رہے تھے۔ انتظامیہ اس افراتفری پر قابو پانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ پولیس والے پریشان تھے کیونکہ دھوئیں کی زیادتی سے قریب کے لوگ بھی صاف طور سے نظر نہیں آتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ ایک کو روکتے تھے تو دس سے ٹکرا جاتے تھے۔ ایسے ہی وقت سونیا کے پیچھے ایک شخص نے غرا کر کہا۔ "میرے ہاتھ میں ریوالور ہے اور چادر میں چھپے ہوئے اس ریوالور کا رخ تمھاری طرف ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دائیں بائیں دو آدمیوں نے سونیا کے بازوؤں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ کہنے لگے۔ "آپ بھیڑ میں کچلی جائیں گی آئیے ہم آپ کو سہارا دے کر لے جائیں۔ نہیں جائیں گی تو ریوالور والا آپ کو لے جائے گا۔"

وہ اسے گھسیٹتے ہوئے، دھکیلتے ہوئے یوں لے جانے لگے، جیسے بھیڑ سے بچا کر کسی محفوظ جگہ پہنچانا چاہتے ہوں۔ اس کے سامنے کئی افراد تھے۔ جو بڑی کوششوں سے بھیڑ کو چیر تے جا رہے تھے اس کے لیے راستہ بناتے جا رہے تھے۔ وہ خود کو خوفزدہ، اور پریشان ظاہر کر رہی تھی، انکے ساتھ کھنچی جا رہی تھی۔ جب راستہ صاف ہو رہا ہو، بھیڑ چھٹتی جا رہی ہو تو پھر وہ بے بس کیسے رہ سکتی تھی۔ اچانک اس نے دونوں ہاتھوں کی ایک ایک انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھیوں کو آس پاس والے آدمیوں کے جسم میں چبھو دیا۔

اس انگوٹھی کی ننھی سوئی سے انجیکٹ ہونے والا رقیق مادہ زیادہ مہلک نہیں تھا جس طرح نشے کا انجیکشن دیا جاتا ہے، اسی طرح جبراً انجکشن کرنے والوں نے وہ انگوٹھی مخصوص طور پر بنوائی تھی۔ اس کے ذریعے وہ نشیلی دوا انجیکٹ کرتے تھے دوا اتنی زود اثر ہوتی تھی کہ کسی کو مدہوش کر کے اسے پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل نہیں چھوڑتی تھی۔ وہ شرابی کی طرح لڑکھڑا جاتا تھا گر پڑتا تھا۔ لیکن اس کا اثر دیر پا نہیں ہوتا تھا نشے کی طرح اتر جاتا تھا۔

جتنی دیر تک اس کا اثر رہتا، اتنی دیر میں تو سونیا نے اس ہجوم میں دھماکہ سا کر دیا تھا۔ دونوں طرف والے دشمنوں کے بازوؤں کے سہارے ہی الٹی قلابازی کھا کر پیچھے ریوالور والے کے منہ پر ایک زبردست ٹھوکر ماری۔ آگے بھیڑ کو چیر کر جانے والے دشمن ٹھٹک گئے تھے۔ جب وہ رکے تو بھیڑ میں مرد، عورتیں پھر اس طرح گڈمڈ ہو گئے جیسے چاروں طرف سے پانی راستہ بنا کر آ گیا ہو۔

انسانوں کے سیلاب میں سب ڈوب رہے تھے، ابھر رہے تھے۔ اپنے لیے راستہ بنا رہے تھے جیسے تیر رہے ہوں۔ ویسے ہی ہاتھ پاؤں

مارتے ہوئے انسانی لاشوں کو چیرتے جا رہے تھے۔ ایسی افراتفری میں سونیا کہاں تھی، یہ دشمن نہ دیکھ سکے۔ وہ بھیڑ میں تقریباً بیٹھ گئی تھی۔ جانتی تھی کہ بیٹھنے سے کچل جائے گی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ چاروں ہاتھ پاؤں کے بل رینگتے ہوئے، کبھی تھکتے ہوئے قریب سے گزرنے والے رتھ کے پیچھے پہنچ گئی۔

وہ رتھ چھ پہیوں پر چل رہا تھا۔ ویسے خود نہیں چلتا تھا۔ بہت سے عقیدت مندا سے کھینچ کر لے جاتے تھے۔ اس کے نیچے اتنی جگہ تھی کہ سونیا چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتے ہوئے تھوڑی دور تک گئی۔ رتھ کے پچھلے حصے میں اوپر ایک اونچا سنگھاسن تھا، جس پر کماری کنیا بیٹھی ہوئی تھی۔ سنگھاسن کے اندر خلا تھا۔ وہ خلا رتھ کے نیچے سے نظر آتا تھا۔ بالفاظ دیگر وہ خلا ایک چھوٹے سے اسٹور کی طرح تھا۔ جہاں مختلف قسم کے اوزار رکھے گئے تھے تاکہ رتھ میں کوئی خرابی ہو تو اوزار کے ذریعے اس کی مرمت کی جا سکے۔ وہ رتھ کے نچلے حصے سے چپک کر سنگھاسن کے خلا میں پہنچی پھر لیٹے ہی لیٹے وہاں سے لڑھک کر اس اسٹور تک پہنچ گئی جہاں اوزار رکھے ہوئے تھے۔ اب وہ آرام سے وہاں لیٹی رہ سکتی تھی۔

دوسری طرف رسونتی کی رہنمائی میں شباتہ اس مندر کی پیچ در پیچ راہداریوں سے گزرتے ہوئے پچھلے دروازے سے باہر پہنچی۔ اُدھر ایک گلی تھی۔ دروازے سے نکلتے ہی اسے ایک جیپ نظر آئی۔ وہاں جو لوگ نظر آئے ان کی وردیاں بتا رہی تھیں کہ وہ بھارتی فوجی ہیں۔ ایک افسر نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ "جہاں ہو، وہیں رک جاؤ۔ اپنے آس پاس دیکھو، اگر ذرا بھی حرکت کی تو چاروں طرف سے گولیاں برسیں گی۔"

شباتہ تیزی سے چلتے ہوئے دروازے کے باہر آئی تھی اور جیسے ہی باہر آئی تھی، دروازے کے پٹ بند کر دیے گئے تھے اس کے بعد پتا چلا کہ باہر بھی دو مسلح جوان چھپے ہوئے تھے۔ اب وہ چاروں طرف سے رائفلوں اور اسٹین گنوں سے گھری ہوئی تھی۔ اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "رسونتی! یہ تم مجھے کہاں لے آئی ہو؟"

سونتی نے پریشان ہو کر کہا۔ "جیمز میکلے نے مجھے یہی بتایا تھا۔ پیچھے ایک جیپ ہے، جس میں تمہیں بیٹھ کر جانا ہے۔"

جیمز میکلے نے درست کہا تھا۔ رسونتی نے بھی غلط رہنمائی نہیں کی تھی۔ جیپ جیمز میکلے کے آدمیوں کی ہی تھی لیکن وہ جیپ کے پیچھے بندھے پڑے تھے۔ رسونتی نے کہا۔ "اب ان سے الجھنا دانشمندی نہیں ہے۔ تم ان کے ساتھ گاڑی میں جا کر بیٹھو۔ وہاں بیٹھے ہوئے فوجیوں سے باتیں کرتی رہو۔ خصوصاً ڈرائیور کو نہ و مخاطب کرنا۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچتی رہوں گی۔ جہاں بھی مناسب موقع ہوگا، انھیں خیال خوانی کے ذریعے بے بس کرنے کی کوشش کروں گی۔"

رسونتی، یہ مشورہ نہ دیتی تب بھی شباتہ چپ چاپ ان کی حراست میں چلی جاتی۔ وہ جنگ کرنے کا طریقہ جانتی تھی۔ اسے سکھایا گیا تھا کہ شکست کا موقع آئے تو چپ چاپ ہتھیار ڈال دو اور آئندہ میدان جیت لینے کی راہیں ہموار کرتے رہو۔

وہ خاموشی سے جیپ میں جا کر بیٹھ گئی۔ کاڑی شاید ہو کر آگے بڑھنے لگی تو اس نے ایک فوجی سے سوال کیا۔ "تم لوگوں نے مجھے کیوں حراست میں لیا ہے؟ میرا جرم کیا ہے؟"

اس فوجی نے جواب نہیں دیا۔ دوسرے افسر نے کہا۔ "میں نے تمہیں مخاطب کیا تھا۔ صرف میں ہی تم سے بات کروں گا جو کچھ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھو اور یہ سوال جو تم نے کیا ہے، اس کا جواب ہمارے دفتر پہنچ کر مل جائے گا۔"

شباتہ نے کہا۔ "میں اس طرح تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ یہ سراسر ظلم ہے۔ کسی کو اس کا جرم بتائے بغیر یا کسی وارنٹ کے بغیر گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔"

ایک فوجی، اس کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھا ہوا جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر اس کے شانے کو جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔ "اے گاڑی روکو میری طرف دیکھو۔ میری بات جواب دو۔"

وہ اپنی جگہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ جیپ چلتی رہی۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے افسر نے شباتہ کا ہاتھ پکڑ کر اس طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔ "تم عورت ہو۔ ہم زیادتی کرنا نہیں چاہتے سیدھی طرح ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ سیدھی ہو کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ رسونتی سے کہا۔ "میں اس فوجی افسر کے دماغ میں رہ کر معلوم کر چکی ہوں۔ اندیشہ ہے کہ ہم چونکہ فرہاد علی تیمور سے تعلق رکھتے ہیں، اس لیے فرہاد ان کے دماغوں میں نہ پہنچ جائے۔ لہٰذا صرف وہی رہا ہے اور کسی کو بولنے کی اجازت نہیں ہے تمہاری کوشش بیکار رہوں گی۔"

"کیا مشکل ہے، جب سے تم اور سونیا ملی ہو، میں ان کے متعلق جو بھی ساری باتیں پوچھنا چاہتی ہوں۔ مگر حالات تیزی سے بدل رہے ہیں کہ موقع ہی نہیں ملتا۔"

"میں بھی تم سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔ آخر فرہاد کو کس طرح جانتی ہو اور اس سے تمہارے کیا تعلقات ہیں؟"

"تم فرہاد اور سونیا کے ساتھ رہتی آئی ہو لیکن تمہیں باتیں بنانے کا سلیقہ نہیں آیا۔ کیا مجھے ناداں سمجھتی ہو؟ جب شیلی

جانتی ہو تو میرے دماغ میں پہنچ کر جانے کیا کچھ معلوم کر چکی ہو۔ میں صرف فرہاد کے متعلق باتیں کر رہی ہوں، اور یہ موقع نہیں ہے کہ تم سے زیادہ پوچھ سکوں۔ صرف اتنا بتا دو، وہ بخیریت ہیں تو کہاں ہیں؟"

"وہ بخیریت ہیں لیکن جہاں ہیں، وہاں کے متعلق بتانا شروع کروں گی تو صبح سے شام ہو جائے گی۔ بس اتنا سمجھ لو کہ مرجانہ اور تمہارا بھائی ٹارزبلیا فرہاد کو دشمنوں کی قید سے رہائی دلانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "مجھے اپنے بھائی پر فخر ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں، مرجانہ اور بلیا میرے فرہاد کو ضرور رہائی دلائیں گے اور دشمنوں کو عبرتناک سبق سکھائیں گے۔"

شباتہ نے میرے فرہاد کہا تھا۔ یقیناً رسونتی کے دل پر بجلی گری ہوگی۔ ماضی روشن ہو گیا ہوگا اور سامنے صرف پچھتاوا رہ گیا ہوگا۔ بہرحال شباتہ نے پوچھا۔ "کیا پارس تمہارے پاس پہنچ گیا ہے؟"

"ہاں، میرے پاس ہے۔ اس کی فکر نہ کرو۔"

"کیسے نہ کروں؟ فرہاد نے اسے میری ذمے داری پر چھوڑا تھا۔ جب تک میں اسے تندرست و توانا نہیں دیکھوں گی اور فرہاد کی امانت اسے واپس نہیں کروں گی، مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔"

"ماں کے ہوتے ہوئے تم اسے فرہاد تک پہنچانے والی کون ہو؟"

"رسونتی! تمہارا لہجہ میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔ یاد رکھو، میں کوہ قاف کی شہزادی ہوں۔ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی لہجہ درست کرو یا میرے دماغ سے چلی جاؤ۔"

رسونتی نے فوراً ہی نرم لہجے میں کہا۔ "سوری شباتہ! میں اپنے مزاج سے پریشان ہوں۔ اسی بدمزاجی نے مجھے فرہاد سے جدا کر دیا۔ مجھے اپنا محاسبہ خود کرتے رہنا ہوگا۔ میں نے جس انداز میں تم سے گفتگو کی، اس کے لیے پھر ایک بار معذرت چاہتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم نے پارس کو جنم دیا ہے۔ تم ہمارے لیے محترم ہو۔ یوں بھی ہمارے قبیلے کا دستور ہے کہ ہمارا سربراہ جس سے پہلی شادی کرتا ہے، وہ ملکہ کہلاتی ہے اور دوسری بیویوں کے مقابلے میں برتر تسلیم کی جاتی ہے۔ لہٰذا تم میرے لیے برتر ہو۔"

میں اس وقت ان کے درمیان موجود نہیں تھا۔ بعد میں، میں نے رسونتی کے دماغ کو کریدنے کے بعد معلوم کیا، شباتہ کی یہ بات اس کے دل کو لگی تھی۔ اس نے ایک سرد آہ بھر کر سوچا تھا۔ "کاش فرہاد مجھے طلاق دے دیتے۔ یوں ہی چھوڑ دیتے تو آج میں فرہاد کی دوسری ساتھیوں سے برتر سمجھی جاتی۔" شباتہ کو جب معلوم ہوگا کہ میں مطلقہ ہوں تو کیا وہ مجھے برتر تسلیم کرے گی؟"

شباتہ نے مخاطب کیا۔ "تم خاموش کیوں ہو؟ کیا جا چکی ہو؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "نہیں، موجود ہوں۔"

"کیا بات ہے؟ میں تو ناراض نہیں ہوں۔ تم سے جو غلطی ہوئی، اسے فراخدلی سے نظر انداز کر دیا ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں سوچ رہی تھی، اگر تمہیں یہ معلوم ہو کہ میں فرہاد کی نظر میں کچھ نہیں رہی، اس کی بیوی بھی نہیں ہوں، کیا ایسے میں تم میری عزت کرو گی؟"

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں نے کہا نا، پارس کے رشتے سے تم ہمارے لیے ہر حال میں معزز ہو۔"

اس نے پھر ایک سرد آہ بھری۔ پارس کے رشتے سے معزز ہے، لیکن فرہاد کے رشتے سے کچھ نہیں ہے۔

جیپ کٹھمنڈو کی ایک پرانی عمارت کے سامنے رک گئی۔ وہ شباتہ کو محاصرے میں لے کر اس عمارت کے اندر جانے لگے۔ رسونتی نے کہا۔ "میں ابھی سونیا سے ایک مشورہ کر کے آتی ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ سونیا کے پاس پہنچ گئی۔ وہ رتھ کے سنگھاسن کے نیچے اسی اسٹور نما جگہ میں لیٹی ہوئی تھی۔ دشمنوں کی نظروں سے چھپی ہوئی تھی۔ جہاں وہ جلوس جا کر ختم ہوتا، وہاں تک پہنچتے پہنچتے تمام دشمن اسے تلاش کرنے کے بعد یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ سونیا ہجوم میں نہیں رہی۔ وہ پہلے ہی یہاں سے نکل کر کہیں چلی گئی ہے۔ لہٰذا جلوس کے اختتام پر وہ رتھ کے نیچے سے نکل کر جیمز میکلے تک پہنچ سکتی تھی۔

رسونتی نے پوچھا۔ "یہ تم کہاں پہنچ گئی ہو؟"

"میں جہاں بھی ہوں، بخیریت ہوں۔ یہ بتاؤ شباتہ کس حال میں ہے؟"

اس نے مختصر طور پر شباتہ کے متعلق بتایا۔ پھر کہا۔ "میرے دماغ میں یہی بات آ رہی ہے کہ اپنی خیال خوانی ظاہر کر دوں۔ چونکہ بھارتی فوجیوں نے شباتہ کو حراست میں لیا ہے اور میرے متعلق ہی سوالات کرنے والے ہیں، تو کیوں نہ میں انھیں مخاطب کروں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے مرعوب کر کے شباتہ کو رہا کرنے پر مجبور کر دوں؟"

"نہیں رسونتی! اپنی خیال خوانی ظاہر نہ کرنا۔ تمہاری ٹیلی پیتھی ظاہر ہوتے ہی تم ایک ایسا ہیرا بن جاؤ گی جس کی کوئی قیمت ادا نہیں کر سکتا۔ ایک ایسا دہشت ناک ہتھیار ہو گی جس کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔ بھارتی سرکار تمہیں ہر حال میں اپنے پاس رکھنے اور تمہارے باہر جانے کے تمام راستے مسدود کرنے کی انتہا کر دے گی۔"

رسونتی نے کہا۔ "بھارتی سرکار میرے اچانک گم ہو جانے

سے ایک دم پھر گئی ہے۔ پورے ایکشن میں ہے۔ شباتہ اب ان کے ہاتھ آئی ہے تو وہ اس سے میرے متعلق اگلوانے کے لیے تشدد کی انتہا کر دیں گے۔ اس کے لیے کچھ کرنا ہی ہوگا۔"

"تم فرہاد بن کر ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرو۔ یوں بھی اسرائیلی سرکار کو معلوم ہے۔ اب بھارت سرکار کو بھی معلوم ہو جائے گا۔" "کیا وہ شبہ نہیں کر سکتے کہ میں فرہاد بن کر مخاطب کر رہی ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ انھیں شبہ ہوگا تو یہودیوں کی طرف سے ٹیلی پیتھی کی تصدیق ہو جائے گی۔"

یہ وہی وقت تھا، جب میں آدھے گھنٹے کی نیند پوری کر کے بیدار ہوا تھا۔ مجھے مرجانہ اور اعلیٰ بی بی وغیرہ کی طرف جانا چاہیے تھا، چونکہ آدھ گھنٹہ پہلے بیدار ہو گیا تھا اس لیے سونیا کے پاس چلا آیا تھا۔ میں نے مخاطب کیا۔ "سونیا! میں آ گیا۔"

سونیا نے مجھے نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "رسونتی! تم شباتہ کے پاس جاؤ۔"

وہ جانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "ٹھہرو، شباتہ کے پاس پہنچ کر اسے سمجھا دینا کہ تم فرہاد کے لہجے اور آواز میں دشمنوں کو مخاطب کرو گی۔ اس طرح وہ اپنے دماغ میں میری موجودگی کو نہیں سمجھ سکے گی۔"

رسونتی چلی گئی۔ میں نے سونیا سے پوچھا۔ "کیا بات ہے، تمہارا لہجہ کچھ اکھڑا ہوا سا ہے؟"

"میں تمہیں آخری بار سمجھاتی ہوں۔ میرے دماغ میں آئندہ نہ آنا۔ مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھنا۔"

"بھئی بات کیا ہے؟ تم تو خواہ مخواہ ہی غصہ دکھا رہی ہو۔"

"زیادہ بننے کی کوشش مت کرو۔ تم نے تنویمی عمل کے ذریعے پارس کو میرے ذہن سے محو کر دیا۔ خیر کوئی بات نہیں۔ یہ پارس کے لیے حفاظتی تدابیر تھیں۔ میں اس سے اتفاق کرتی ہوں، لیکن یہودیوں کے ہاتھوں برین واشنگ کے بعد میں وقتی طور پر شباتہ کو بھول چکی تھی۔ کیا تم اس کا ذکر نہیں کر سکتے تھے؟"

"سونیا! تم اپنے حالات کو اچھی طرح سمجھ رہی ہو۔ ہماری مصروفیات نے اتنا موقع ہی نہیں دیا کہ ہم موجودہ مسائل سے ہٹ کر کوئی گفتگو کرتے۔"

"زیادہ باتیں بنانے کی کوشش مت کرو۔ تمہارے جیسا ہرجائی اور بے مروّت پیدا ہونے کے بعد اس دنیا میں اور کوئی ایسا جنم نہیں لے گا۔"

"تم جھگڑے کے موڈ میں ہو اور ادھر شباتہ کے پاس پہنچنا ضروری ہے۔"

"تو جاؤ، میرے پاس کیوں ناک رگڑ رہے ہو؟"

"یہ عورت کی فطرت ہے۔ وہ اوپر سے غصہ دکھاتی ہے، اندر سے خوش ہوتی ہے کہ مرد اس کی خوشامد کر رہا ہے۔"

"سونیا خوشامد کی بھوکی نہیں ہے۔ ویسے میری خوشامد کرنے والے کتنے ہی فرہاد پیدا ہوتے رہتے ہیں۔"

"کون سے میٹرنٹی ہوم میں؟"

"تم جاؤ گے یا نہیں؟ شباتہ مصیبت میں ہے۔"

"اس سے جلتی بھی ہو، کڑھتی بھی ہو، اس کی وجہ سے غصہ بھی دکھاتی ہو اور اس کی مصیبت کا بھی خیال ہے۔"

"یہ تم سے کس نے کہا کہ میں شباتہ سے جلتی کڑھتی ہوں۔ میں نے اس کے خلاف ابھی ایک لفظ بھی کہا ہے؟ وہ بے حد حسین ہی نہیں، بے حد ذہین بھی ہے۔ میں نے اس کی ذہانت کو آزمایا ہے۔ اس نے بڑے ہی ڈرامائی انداز میں اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ میں سوچتی ہوں، عورت کتنی ہی ذہین کیوں نہ ہو جائے، وہ ایک دن سر پکڑ کر روتی ہے اور شباتہ کے ساتھ بھی یہی ہونے والا ہے، اب جاؤ۔"

میں نے کہا۔ "بک رہی ہو جنوں میں جو کچھ بھی۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ تمہارا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔ میں پھر آؤں گا۔"

میں شباتہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک بڑے سے ہال میں تھی۔ ہال تقریباً سامان سے خالی تھا۔ ایک طرف ایک بڑی سی میز تھی۔ جس کے اطراف فوجی افسران کھڑے ہوئے تھے۔ میز کے آخری سرے پر شباتہ کو دیوار سے لگ کر کھڑے رہنے کا حکم دیا گیا تھا اور وہ حکم کی تعمیل کر رہی تھی۔ جس وقت میں پہنچا اس وقت ایک افسر نے پاسپورٹ اس کی طرف میز پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "اس پاسپورٹ میں تمہارے ساتھ ایک بچے کا ذکر ہے۔ وہ بچہ کہاں ہے؟"

"ابھی میں جلوس سے نکل کر پولیس اسٹیشن جانے والی تھی۔ کسی نے میرے بچے کو مجھ سے چھین لیا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اس کا تعاقب کرتی، وہ اس بھیڑ میں گم ہو گیا۔"

دوسرے افسر نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔ "تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم نے جان بوجھ کر اس بچے کو کسی کے حوالے کیا ہے۔"

"کوئی اپنے بچے کو کسی دوسرے کے حوالے کر سکتا ہے؟"

"یہ بھی جھوٹ ہے۔ وہ تمہارا بچہ نہیں ہے۔ کیا تم شادی شدہ ہو؟ کیا تم ایک بچے کی ماں ہو؟"

"نہیں۔ میں نے اپنے پاسپورٹ میں بچے کا اندراج کرانے سے پہلے درخواست دی تھی کہ وہ میری مرحوم بہن کا بچہ ہے میرے ساتھ رہے گا۔ وہ بہت بیمار تھا۔ میں علاج کے لیے یہاں آئی تھی لیکن یہ تو اندھیر نگری ہے۔ بچہ میرا اغوا کیا گیا ہے اور مجھ ہی

سے سوالات کیے جا رہے ہیں۔ مجھے غصہ دکھایا جا رہا ہے۔ آخر یہ کیا تک ہے؟"

ایک افسر نے کہا۔ "رسونتی کے ساتھ تم دو عورتیں ہو۔ دوسری کا نام انامیریا ہے۔ ہم ہوٹل سے اس کا بھی سامان اٹھا لائے ہیں، وہ بھی جلد ہماری گرفت میں آنے والی ہے۔"

ایک اور افسر نے کہا۔ "تم کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ رہو، رسونتی ان دو بچوں کے ساتھ نیپال سے باہر نہیں جا سکے گی۔ ہم نے ہر طرف ناکہ بندی کر دی ہے۔ کٹھمنڈو سے باہر جانے والے ایک ایک راستے پر فوج اور سپاہیوں کا پہرہ ہے۔ فضائی راستے سے بھی فرار ہونا ممکن نہیں ہے۔ ہم ہر اس عورت کو چیک کر رہے ہیں، جس کے ساتھ دو بچے ہوں۔ اگر ایک بچہ ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی۔ اسے انٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزارے بغیر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔"

شباتہ نے کسی طرح مرعوب ہوئے بغیر بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ "آپ لوگوں کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے، میرا بچہ اغوا ہونے کے بعد مادام رسونتی کے پاس پہنچ گیا ہے، اسی لیے ان کے ساتھ دو بچوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اگر رسونتی صاحبہ کے پاس ہے تو مجھے اطمینان ہے، کیونکہ مجھے ایک نجومی نے، جو ویدراج بھی تھا، یہ بتایا تھا کہ اگر میں کٹھمنڈو پہنچ جاؤں اور کستھا منڈپ مندر کی سیڑھی پر جا کر بیٹھ جاؤں تو میرے بچے کو ایک عورت دودھ پلائے گی۔ جس کے بعد وہ صحت مند ہونے لگے گا۔ لہٰذا اگر وہ اس کے پاس صحت مند ہو سکتا ہے، میرے بچے کو نئی زندگی مل سکتی ہے تو۔۔۔"

ایک افسر نے ڈانٹ کر کہا۔ "تم اسے بار بار اپنا بچہ مت کہو۔"

"بہن کا بچہ اپنا بچہ ہوتا ہے۔ اگر تمھیں سنتے ہوئے شرم آ رہی ہے تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لو۔"

"بہت زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو۔ یو۔۔۔"

وہ افسر "یو" کہنے کے بعد اسے گالی دینے والا تھا۔ اسی وقت میں نے اس کے منہ سے ایک لمبی چیخوں کی آواز کے ساتھ ہوا نکال دی۔ دوسرے تمام افسر اسے چونک کر دیکھنے لگے۔ وہ پریشان ہو کر پہلے تو سیدھا کھڑا ہو گیا، پھر بولنے کے لیے منہ کھولا۔ اس کے ساتھ پھر اس کے منہ سے خالی ہوا نکل گئی۔ میں نے شباتہ سے کہا۔ "میں رسونتی ہوں، مگر فرہاد کے لہجے میں بول رہی ہوں۔ تم ان سے کہو، یہ افسر مجھے گالی دینے والا تھا، اس لیے منہ سے ہوا نکل گئی۔ ان میں سے کوئی بھی خلافِ تہذیب گفتگو کرے گا تو پہلے اسی طرح تماشا بنے گا۔ اگر زیادتی پر اتر آئے گا تو اس کے ساتھ جو زیادتی ہوگی، وہ دنیا دیکھے گی۔"

شباتہ نے یہی بات ان سے کہہ دی۔ ایک افسر اپنے ہاتھ میں بید لیے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے شباتہ کی طرف بید نچاتے ہوئے کہا۔ "تم کیا بکواس کر رہی ہو؟ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ البتہ یہ چیخ سمجھ میں آ گیا کہ تم پر زیادتی نہیں کرنی چاہیے۔ بے شک تمہارا بدن پھول کی طرح شگفتہ ہے۔ بے حد حسین ہو۔ اگر یہ بید جسم کے کسی حصے پر پڑ جائے تو وہاں خون کی لکیر بن جائے گی؟"

شباتہ نے میری سوچ کے مطابق پوچھا۔ "بھلا کیسے خون کی لکیر بنے گی؟ میں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی میں اس افسر کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس کا ہاتھ بید کے ساتھ گھوما لیکن وہ بید ایک افسر کے منہ پر پڑی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا، گالیاں دیتا ہوا، دہاڑتا ہوا بولا۔ "واٹ دا ہیل ود دھ لیو۔ آر یو گوائنگ ٹو بی میڈ؟"

دو افسران بید کھانے والے کی دلجوئی کے لیے اس کے پاس آ گئے تھے۔ باقی تین افسران بید مارنے والے کے پاس پہنچ کر حیرانی سے پوچھ رہے تھے۔ "مسٹر امارا او! یہ آپ نے کیا کیا؟ ایسا تو کوئی پاگل ہی کرتا ہے۔"

شباتہ قہقہے لگانے لگی۔ سب اسے دیکھنے لگے۔ پھر ایک نے پوچھا۔ "کیا تمہاری ہنسی کا مطلب یہ ہے کہ تم نے کسی کالے عمل سے ہمارے ساتھی کو پاگل بننے پر مجبور کر دیا؟"

شباتہ نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے۔ سینہ تان کر، گردن اونچی کرتے ہوئے بولی۔ "کالا علم نہیں، ٹیلی پیتھی۔"

اب وہ افسران گہری سنجیدگی سے اس کا منہ تک رہے تھے۔ وہ بولی۔ "جب ایک بچے کے سلسلے میں مجھے پکڑ کر لائے ہو اور وہ بچہ پارس ہے تو پھر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اس کے ساتھ ساتھ ٹیلی پیتھی کی بلا بھی تمہارے دماغوں میں پہنچے گی؟"

ایک افسر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "اگر شریمتی رسونتی دیوی ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہاں موجود ہیں تو ہم خوشی سے ان کا سواگت کرتے ہیں۔ ہم ان کے سیوک ہیں اور ان سے بنتی (التجا) کرتے ہیں کہ وہ ہمارے پاس آ جائیں۔ ہم ان سے اہم باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

اسی وقت ایک افسر نے کہا۔ "یہاں رسونتی نہیں فرہاد علی تیمور موجود ہے اور اس وقت تم سے مخاطب ہے۔"

وہ سب اپنے ساتھی افسر کو حیرانی اور سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس نے کہا۔ "میں سچ کہہ رہا ہوں، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ اگر یقین نہ ہو تو ابھی اپنی موجودگی کا ثبوت دے چکا ہوں۔ پھر دے سکتا ہوں۔ بشرطیکہ اس آفیسر کے بعد کوئی دوسرا بھی بید کھانے یا اس سے بھی کڑی سزا پانے کے لیے تیار ہو۔"

بھلا کون اپنی خوشی سے سزا پانا چاہتا ہے۔ انہوں نے

اس افسر کو دیکھا جو فرہاد علی تیمور ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا۔ پھر اس سے کہا "ہم تسلیم کرتے ہیں، آپ مسٹر فرہاد علی تیمور ہیں اور ہمارے ساتھی کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے بول رہے ہیں۔ اگر شریمتی رسونتی دیوی بھی ہمارے درمیان آنا چاہیں تو ہم کسی لیڈی آفیسر کو بلاتے ہیں۔ دیوی جی ان کے ذریعے ہم سے گفتگو کر سکیں گی۔"

میں نے اس افسر کی زبان سے کہا "رسونتی کا دماغ بہت کمزور ہے۔ فلائنگ اسپتال کے بین الاقوامی شہرت رکھنے والے ڈاکٹروں نے اس کے دماغ کی کمزوری کے سرٹیفکیٹ دیے ہیں۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔"

"مسٹر فرہاد علی تیمور! ہم تسلیم کرتے ہیں کہ دیوی جی کا دماغ ابھی کمزور ہے۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں ہیں، لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ہم نے یہاں دیوی جی کا شایانِ شان استقبال کیا۔ مہمان نوازی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی پھر وہ اچانک روپوش کیوں ہو گئیں؟"

میں نے کہا "اپنے رویّے کے متعلق سوچو۔ رسونتی نے مندر کی سیڑھی پر بیٹھ کر ایک بچّے کو گود میں لیا تو تم لوگوں نے بات کا بتنگڑ بنا دیا۔ صرف تم لوگوں نے نہیں، دنیا کی جتنی خطرناک تنظیمیں ہیں، ان کے افراد اس وقت کٹھمنڈو میں موجود ہیں۔ اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ کے لوگ بھی رسونتی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ میں ایسی صورت میں اس کی حفاظت نہیں کروں گا۔ اسے دنیا والوں سے چھپا کر نہیں رکھوں گا، تو کیا دشمن اس کی حفاظت کریں گے؟"

"یقیناً دیوی جی کی حفاظت آپ ہی کر سکتے ہیں لیکن وہ ہماری زمین پر ہیں۔ ہمارا بھی فرض بنتا ہے کہ ہر طرح ان کی خدمت کرتے رہیں اور دشمنوں سے انھیں محفوظ رکھیں۔ آپ ہم پر اعتماد کریں۔ ہم ان پر دشمنوں کا سایہ بھی نہ پڑنے دیں گے۔ دیوی جی ہمارے دیس سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ یہاں پیدا ہوئی تھیں۔ ہمارا بھی ان پر حق ہے۔"

"جب لڑکی جوان ہو جاتی ہے اور بیاہ کر پرائے گھر یا پرائے شہر یا پرائے ملک چلی جاتی ہے تو پھر میکے والوں کا اس پر حق نہیں رہتا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ جب وہ آیا کرے تو میزبانی کا فرض ادا کر لیا جائے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ آپ نے میزبانی کے فرائض انجام دیے، اس کے بعد آپ کی ضرورت نہیں رہی۔ صرف میں اس کی حفاظت کروں گا۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہم اس سلسلے میں آپ سے زیادہ بحث نہیں کر سکتے۔ آپ نے جو کچھ کہا ہے، وہ باتیں ہم اپنے اعلیٰ افسران تک پہنچائیں گے۔ جو جواب ہو گا، وہ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔"

"جواب تو بعد میں معلوم ہو گا۔ ابھی شباتہ کو رہا کر دیا جائے۔"

"سوری، مسٹر فرہاد علی تیمور! یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر آپ ہم پر زیادتی کریں گے، ہمیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بے بس کریں گے تو ہم کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں گے لیکن اپنی فرض شناسی پر مبنی شباتہ کو رہا نہیں کریں گے۔"

اس کی باتوں کے دوران ایک افسر نے میز پر رکھے ہوئے کال بیل کے بٹن کو مخصوص انداز میں دبایا۔ میں نے فوراً خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ اس نے ہال سے باہر بیٹھے ہوئے افسران کو مخصوص اشارہ کیا تھا۔ انھیں پہلے ہی ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں اندیشہ تھا۔ لہٰذا ایسے افسران کا پہلے سے انتخاب کیا گیا تھا، جو گونگے بن کر ان کی جگہ لے سکیں۔ ان افسران کو حجن کی آواز میں سن چکا ہوں، انھیں قرنطینہ میں بھیج دیا جائے۔ یعنی ایسی جگہ جہاں کوئی ان افسروں کے پاس جا کر نہ اپنی آواز سنائے نہ ان کی باتیں سنے۔

کال بیل کے اشارے کے بعد ہال کا دروازہ کھلا۔ باہر سے دو افسران اور دس مسلح فوجی جوان اندر آ گئے۔ انھوں نے تمام افسران کو ریوالوروں اور رائفلوں کی زد میں رکھ لیا تھا۔ انھیں اشارے سے ہال کے باہر چلنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا "فرہاد کی باتیں سننے اور ان کا جواب دینے کے لیے یہاں دو افسران کی موجودگی لازمی ہے۔"

دو افسران رہ گئے۔ باقی ان مسلح سپاہیوں کے نرغے میں باہر چلے گئے۔ انھیں ایک بند گاڑی میں بٹھایا گیا تاکہ وہ نہ کسی سے گفتگو کر سکیں اور نہ کسی کی آواز سن سکیں۔ جب تک وہ گاڑی اس عمارت کے سامنے سے دور نہیں چلی گئی، تب تک پولیس اسٹیشن کے تمام سپاہی اور فوجی جوان گونگے بنے رہے۔ یہ باتیں میں ان دو افسران کے دماغوں کے ذریعے معلوم کر رہا تھا جو میری ترجمانی کے لیے وہاں موجود رہ گئے تھے۔

میں نے ایک افسر سے کہا "اپنے اعلیٰ حکام سے فوراً رابطہ قائم کرو۔ انھیں میرا پیغام پہنچا دو کہ شباتہ، فرہاد کی ایک فیملی ممبر ہے۔ اس کے ساتھ کوئی ناروا سلوک کیا گیا تو اس دھرتی پر ٹیلی پیتھی کا وہ زلزلہ آئے گا کہ تم میں سے کوئی اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکے گا۔ شباتہ کو کم از کم دو گھنٹے کے اندر رہا کر دیا جائے۔ میں دو گھنٹے کے بعد پھر آؤں گا۔"

میں نے شباتہ کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں جا رہی ہوں۔ تم اطمینان رکھو۔ یہ تمھارے ساتھ افسرانہ انداز میں پیش نہیں آئیں گے۔"

شباتہ سن رہی تھی اور خلا میں تک رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "رسونتی! تم کتنی کامیابی سی فرہاد کے لہجے اور آواز کی نقل کر لیتی ہو۔ وہ شخص بالکل اسی لہجے اور اسی آواز میں بول رہا تھا۔ آہ، ریکارڈ ہو تو بار بار سنا جائے۔ اس آواز کو دوسری بار کیسے سنوں؟ کیا تم پھر ایک بار اسی آواز میں، اسی لہجے میں بولو گی:

"شباتہ! میں بہت مصروف ہوں۔ سونیا بھی مشکلات میں گھری ہوئی ہے۔ مجھے اس کی مدد کے لیے جانا ہے۔ میں پھر تمھارے پاس آؤں گی۔"

میں ذرا دیر کے لیے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ اب وہاں سے سونیا کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ اسی وقت رسونتی کی آواز سنائی دی۔ وہ آہستگی سے کہہ رہی تھی "میں سن رہی تھی، تم فوجی افسر سے کہہ رہے تھے، عورت جب بیاہ کر پرائے شہر یا پرائے ملک چلی جاتی ہے تو پھر میکے والوں کا اس پر حق نہیں ہوتا۔"

اس نے ذرا توقف کیا۔ پھر ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔ "فرہاد! کیا میں اب بھی سسرال والی ہوں؟ تمھیں خدا کا واسطہ، میرا دل نہ توڑنا۔"

"میں دل توڑنے والا کون ہوتا ہوں۔ جو تقدیر کو منظور ہے، وہی ہو رہا ہے۔"

"میں نے بھگوان کی جگہ اللہ تعالیٰ کہنا شروع کیا ہے۔ اپنا عقیدہ، اپنا دھرم بدل دیا ہے۔ اب مجھے یقین ہے، تقدیر سے کچھ نہیں ہو گا۔ وہی ہو گا جو منظورِ خدا ہو گا۔"

"جو اللہ توکل رہتے ہیں، وہ زیادہ نہیں بولتے ہیں۔ تمھیں بھی نہیں بولنا چاہیے۔ صبر اور یقین سے انتظار کرنا چاہیے دیکھیں پردۂ غیب سے تمھارے لیے کیا ظاہر ہوتا ہے۔"

ہم سونیا کے پاس پہنچ گئے۔ وہ اسی طرح رتھ کے اس خلا میں لیٹی ہوئی تھی۔ اب وہ رتھ کہیں رک گیا تھا۔ سونیا نے رتھ کے نیچے سے ذرا جھانک کر دیکھا۔ دور تک عورتوں اور مردوں کے پاؤں نظر آ رہے تھے۔ اسی وقت کسی کی آواز سنائی دی۔ "مادام انامیریا! باہر آ جاؤ۔ ہم تمھاری حفاظت کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔"

پھر دوسرے شخص کی آواز سنائی دی "تم نے اس رتھ کے نیچے پناہ لے کر ہمیں بڑی دردِ سری سے بچا لیا۔ ہمیں دوسرے دشمنوں سے تمھیں چھپا کر رکھنا نہیں پڑا۔ بھئی کمال کر دیا۔ اب ہمارے لیے نکل آؤ۔"

رسونتی نے سونیا سے پوچھا "یہ کیا ہو گیا؟ ایسے ہی وقت کہتے ہیں، آسمان سے گری کھجور میں اٹکی۔"

میں نے کہا "ایسے وقت کہتے ہیں، فرہاد سے لڑی، پرائی جھولی میں پڑی۔"

وہ "اونہہ" کہہ کر رتھ کے خلا سے نکلی۔ زمین پر آئی، پھر وہاں سے رینگتی ہوئی باہر نکل آئی۔ باہر چاروں طرف مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ ون او نائین بھی تھا۔ اس نے کہا "انامیریا! کیا تم بحث و تکرار کے بغیر ہمارے ساتھ چلو گی؟ بھارتی انٹیلی جنس کے ایک آفیسر نے تمھارے ہوٹل کا سامان ضبط کر لیا ہے۔ سب تمھاری تلاش میں ہیں۔ ہم سے بچ کر نکلو گی تو ان سے نہیں بچ سکو گی۔ بہتر ہے ہماری دوستی کی قدر کرو۔"

میں نے سونیا سے کہا "اچھی قدر کر لو۔ بعد میں موقع نکال کر رسونتی کے پاس پہنچ جانا۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "میں تم لوگوں کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔"

وہ ان کے ساتھ چلتے ہوئے ایک ویگن میں آ کر بیٹھ گئی۔ مسلح جوان اس کے آس پاس بیٹھ گئے۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے جانے لگی تو سیکرٹ ایجنٹ ون او نائین نے کہا۔ "انامیریا! سیٹ میں ذرا دھنس کر بیٹھ جاؤ۔ تاکہ باہر والے تمھیں دیکھ نہ سکیں۔"

سونیا ذرا نیچی ہو کر، دھنس کر بیٹھنے کے انداز میں بولی۔ "مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟ کیوں لے جانا چاہتے ہو؟"

"کیوں لے جانا چاہتے ہیں، یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔ مندر کی سیڑھیوں کے پاس تم نے شباتہ کے بچّے کو اپنا بچّہ کہا تھا۔ ہمیں پورا یقین نہیں تھا بلکہ ہم نے وقتی طور پر یہ فرض کر لیا تھا کہ بچّہ تمھارا ہی ہو گا لیکن بعد کے حالات نے ثابت کر دیا، وہ اصلی پارس ہے۔"

سونیا نے کہا "آج کل اصلی پارس کہاں ملتا ہے؟ سنا ہے یہ پارس پتھر جس چیز کو چھو لے، وہ سونا بن جاتی ہے۔"

"فضول باتوں میں ٹالنے کی کوشش نہ کرو۔ پارس کہاں ہے؟"

"کون پارس؟"

"وہی بچّہ جسے تم مندر کی سیڑھیوں کے پاس سے لے گئی تھیں۔"

"تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ نہ میں کسی بچّے کو جانتی ہوں، نہ میں نے کسی بچّے کی ماں بننے کا دعویٰ کیا۔ اور نہ کسی کو اپنے ساتھ لے گئی۔"

"کمال ہے۔ تم اتنی ڈھٹائی سے جھوٹ بول رہی ہو۔ ہماری دوستی کو دشمنی میں تبدیل کرنا چاہتی ہو؟"

سونیا نے ڈرائیور کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "کیوں مسٹر، کیا میں دشمنی مول لے رہی ہوں؟"

وہ ڈرائیو کرتے ہوئے مسکرا کر بولا "یس مادام! آپ ہمارے باس کی بات مان لیں"

سونیا نے دوسرے مسلح جوان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "مسٹر! تمہارا کیا خیال ہے؟"

اس نے بھی وہی جواب دیا۔ سیکرٹ ایجنٹ ون اونائین نے ذرا جھنجلا کر پوچھا "تم ان سب سے کیوں پوچھ رہی ہو؟ یہ کیا حماقت ہے؟"

"بعض اوقات جو حماقت نظر آتی ہے، اس کے پیچھے کوئی دانش مندی چھپی ہوتی ہے"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ اپنے آس پاس تمام مسلح جوانوں کو مخاطب کرنے کا مقصد یہی تھا کہ وہ جواب دیں۔ اس طرح میں اور رسونتی ان کے دماغوں میں پہنچتے جائیں۔

وگین اسرائیلی سفارت خانے کے احاطے میں پہنچ کر ایک گیراج کے اندر چلی گئی۔ ون اونائین نے کہا "اسی طرح بیٹھی رہو۔ تھوڑی دیر بعد ہم اس کوٹھی کے اندر جائیں گے"

دوسرے جوان اتر کر چلے گئے۔ سونیا کے آگے پیچھے صرف دو مسلح جوان رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک عورت چادر میں لپٹی ہوئی گیراج کے اندر آئی۔ پھر اس نے وہ چادر سونیا کی طرف بڑھا دی۔ ایجنٹ ون اونائین نے کہا "جس طرح یہ عورت چادر میں لپٹی یہاں آئی ہے، اسی طرح تم اس چادر میں کوٹھی کے اندر چلی جاؤ۔ یہاں سے وہاں تک ہمارے مسلح جوان ہیں۔ کوئی چالاکی دکھاؤ گی تو اتنی گولیاں برسیں گی کہ اپاہج بن جاؤ گی۔ ہم تمہیں اس وقت تک جان سے نہیں ماریں گے، جب تک رسونتی اور پارس کا صحیح پتا ٹھکانہ معلوم نہیں کر لیں گے"

وہ گاڑی سے اتر گئی۔ پھر چادر کو اپنے اطراف لپیٹتے ہوئے بولی "آخر یہ احتیاط کیوں؟"

"بھارتی جاسوس ہمارے سفارت خانے کے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ سادہ لباس میں ہماری سرگرمیوں پر نظر رکھ رہے ہیں۔ وہ تمہیں دیکھ لیں گے تو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل جائے گی کہ انامیر یا اسرائیلی سفارت خانے میں پہنچ گئی ہے"

وہ چادر کو اچھی طرح لپیٹ کر گیراج سے نکلتے ہوئے اس سے ملحقہ کوٹھی کے اندر جانے لگی۔ میں نے کہا "ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔ میں نے مرجانہ، بابا، اعلیٰ بی بی اور سجاد وغیرہ کی خبر نہیں لی ہے۔ وہ جزیرے میں ہیں۔ انہیں چاروں طرف سے دشمنوں نے گھیر رکھا ہے وہاں میرا پہنچنا ضروری ہے"

"پھر دیر کیوں کر رہے ہو؟ فوراً جاؤ۔ میری فکر نہ کرو۔ رسونتی میرے ساتھ ہے"

میں نے رسونتی سے کہا "میں جا رہا ہوں۔ پریشانی کی بات ہو تو مجھے فوراً اطلاع دینا"

وہ خوش ہو کر بولی "اتنے عرصے کے بعد تم نے براہ راست مجھے مخاطب کیا ہے اور اپنے پاس آنے کی اجازت بھی دے رہے ہو۔ میں ضرور آتی رہوں گی"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ، مرجانہ، بابا، سجاد اور یوگو ہنٹر اس ہیلی کاپٹر کے پاس تھے جسے راجرا مستھ چھوڑ چکا تھا۔ اس میں ایندھن نہیں تھا۔ اعلیٰ بی بی نے مجھے محسوس کرتے ہی کہا "میں نے ایک موتی کے ذریعے اپالو کے ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیا تھا۔ یوگو ہنٹر کے بیان کے مطابق جزیرے میں ان کا دوسرا ہیلی کاپٹر نہیں ہے۔ لہٰذا اپالو اسے حاصل کرنے آئے گا۔ میں نے پہلے ہی یہاں پہنچ کر اس کے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا ہے"

"میں تمہارے ذریعے دیکھ رہا ہوں۔ تمہارا اندازہ درست نکلا۔ اپالو اپنے آدمیوں کے ساتھ تم لوگوں کے اطراف گھیرا تنگ کر رہا ہے"

"کئی بار فائرنگ کا تبادلہ ہو چکا ہے۔ ان کے کئی آدمیوں کی چیخیں سنائی دی ہیں۔ مجھے سجاد کی زیادہ فکر ہے۔ یہ زندگی میں پہلی بار ہمارے ساتھ عملی میدان میں آیا ہے اور ایسے پُرخطر حالات سے گزر رہا ہے۔ اس کے ذرا سے اناڑی پن کے باعث کہیں یہ بھی آنے والی گولی اسے لگ سکتی ہے۔ میں اسے اپنے قریب رکھنے کی کوشش کر رہی ہوں"

میں اعلیٰ بی بی کے دماغ کے ذریعے سمجھ سکتا تھا۔ وہ سجاد کو کس طرح اپنے قابو میں کر رہی ہے۔ وہ میرے دوسرے ساتھیوں کی طرح اپنی کارکردگی دکھانا چاہتا تھا۔ چونکہ تنویمی عمل کے بعد وہ فرہاد سمجھ رہا تھا "اس لیے فرہاد کے شایانِ شان کوئی کارنامہ انجام دینا چاہتا تھا۔ اعلیٰ بی بی اسے بڑے ہی پیار سے، ناز و انداز سے اپنے قریب رکھے ہوئے تھی۔

میں رسونتی کی حیثیت سے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر اس سے کہا "جب اس مکان میں تیسرا دھماکہ ہوا تو ہمارا دھیان بٹ گیا تھا، ورنہ ہم نے یوگو ہنٹر کے ذریعے اپالو کے آدمیوں تک پہنچنے کے متعلق سوچا تھا، جو انگریزی جانتے اور بول سکتے ہوں۔ میں ان کے ذریعے اپالو کی حرکات و سکنات پر نظر رکھ سکوں گی"

مرجانہ نے کہا "میں اس سلسلے میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ ابھی یوگو ہنٹر سے کہتی ہوں"

پھر اس نے ہنٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم اپالو ٹرانسمیٹر کے ذریعے مخاطب کرو۔ کچھ پتا تو چلے وہ کیا کر رہے ہیں۔ کیا چاہتے ہیں؟"

یوگو ہنٹر نے کہا "وہ کوئی نادان بچہ نہیں ہے۔ ہمیں ٹھہرتے رہنے کا طریقہ کار کبھی نہیں بتائے گا"

"بلا سے نہ بتائے لیکن اپالو کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے مخاطب کرنے کے دوران چیخ چیخ کر اس کے آس پاس والوں کو اپنی آواز سنا سکتے ہو۔ انہیں نمک حلال پر آمادہ کر سکتے ہو"

یہ بات ہنٹر کی سمجھ میں آ گئی۔ وہ ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے اپالو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "کیا تم اپنی بغاوت سے باز نہیں آؤ گے؟"

اپالو نے پوچھا "کیا تم یہی فضول باتیں کرنے کے لیے مجھے مخاطب کر رہے ہو؟"

یوگو ہنٹر نے چیخ کر کہا "گارسن، جیکی یا رینی کو ٹرانسمیٹر دو۔ فرہاد علی تیموران سے انگریزی میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں"

"صاف کیوں نہیں کہتے، میرے آدمیوں کو بہکا کر مجھ سے توڑ چاہتے ہو"

"یہ بات نہیں ہے۔ میرے مکان میں ایک اہم دستاویز رکھی ہے۔ میں گارسن، جیکی یا رینی پر اس سلسلے میں بھروسہ کر سکتا ہوں"

دوسری طرف اپالو سوچ میں پڑ گیا ہو گا کیونکہ اس کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ آخری بات میں نے ہی یوگو ہنٹر کے دماغ میں پیدا کی تھی۔ یہ بات اپالو کے دل اور دماغ کو لگی ہو گی۔ دستاویز کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ جزیرے کے متعلق کوئی اہم نذیہ جو یوگو ہنٹر کی موت کے بعد اپالو کے کام آ سکتا ہے۔

میرا یہ داؤ کام آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ٹرانسمیٹر سے رینی کی آواز سنائی دی۔ وہ ادھیڑ عمر کی ایک عیسائی عورت تھی۔ اس وقت ادھر اس کے آدمیوں کو کھانا پہنچانے آئی تھی تاکہ وہ میدان ڈٹے رہیں۔ رینی نے پوچھا "ہیلو باس! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

یوگو ہنٹر نے کہا "رینی! میں اس جزیرے کا مالک ہوں۔ تم کو مجھ سے وفاداری کرنا چاہیے"

رینی نے جواب دیا "سوری مسٹر! پرانی کہاوت ہے، کے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی ہے اسی کی بھینس ہوتی ہے۔ ہم گائے بھینسیں ہیں۔ اگر آپ کی لاٹھی مضبوط ہے تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔ ابھی تو اپالو بابا کے اشارے پر چل رہے ہیں کون سی اہم دستاویز کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"جب تم میں سے کوئی میرا وفادار نہیں رہا تو میں اپنا اہم راز کیوں بتاؤں؟ جاؤ دفع ہو جاؤ"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا پھر مرجانہ سے کہا "اسی لیے میں اپالو کو مخاطب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں جانتا تھا جزیرے کے اکثر لوگ اس کی حمایت کریں گے۔ میری آواز کوئی نہیں سنے گا۔ سب طوطا چشم ہیں۔ سب نمک حرام ہیں"

میں اسے بڑبڑاتا چھوڑ کر رینی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک چھوٹا ٹفن کیریئر اپنے جوان بیٹے جیکی کے سامنے کھول رہی تھی۔ اسے کھانا کھلانے آئی تھی۔ اپالو وغیرہ بھی ایک ہاتھ سے سینڈوچز کھا رہے تھے اور دوسرے ہاتھ میں اسٹین گنیں، ٹامی گنیں لیے ہوئے اپنے اپنے مورچے پر ڈٹے ہوئے تھے۔

میں نے رینی کے ذریعے جیکی کی آواز سنی۔ اس کا لب و لہجہ ذہن نشین کیا۔ اپالو کا تیسرا ماتحت گارسن پہلے ہی میری ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں تھا لیکن وہ اپالو سے مار کھانے کے بعد زخمی ہو گیا تھا۔ اسی جگہ تھا جہاں اپالو کے ہیلی کاپٹر کی ٹنکل فن کی جا رہی تھی۔

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس آ کر کہا "اپالو کے تین خاص ماتحت میری ٹیلی پیتھی کی گرفت میں ہیں۔ اب میں رینی کے ساتھ اس بستی کی طرف جا رہا ہوں جہاں سے وہ کھانا لے کر آئی تھی۔ یقیناً بستی میں بھی تھوڑی بہت انگریزی جاننے والے ہوں گے"

میری باتوں کے دوران بھی فائرنگ کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ کئی گولیاں ہیلی کاپٹر کی باڈی پر آ کر لگی تھیں۔ میں نے گارسن کے دماغ میں پہنچ کر اسے بھڑکانا شروع کیا۔ اس کی سوچ میں کہا "اپالو بالکل درندہ ہے۔ غیر مہذب ہے۔ اس سے بہتر یوگو ہنٹر ہے۔ ہم نے اس کا نمک کھایا ہے۔ اس سے وفاداری کرنا چاہیے"

وہ گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا "یہ میں کیسی باتیں سوچ رہا ہوں۔ اگر اپالو کو پتا چل گیا تو وہ میری کھال کھینچ لے گا"

ایک گارسن ہی کی کیا بات تھی، جزیرے کا بچہ بچہ اپالو سے ڈرتا تھا۔ میں رینی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بستی سے گزرتے ہوئے لوگوں سے کچھ نہ کچھ بات کرتی جا رہی تھی لیکن وہ مقامی زبان بول رہی تھی۔ ایک جگہ اس نے انگریزی میں کسی کو مخاطب کیا۔ جواب بھی انگریزی میں ملا۔ میں نے اس کے دماغ کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ بستی کا ایک بوڑھا شخص تھا۔ رینی کی بات کا جواب دینے کے بعد اپنے مکان کے اندر [illegible] تھا۔ مکان میں اس کی ایک بیٹی اور ایک جوان بیٹا تھا۔ اپالو کے حکم کے مطابق بستی کے سب ہی جوان مسلح ہو کر دریا کے کنارے ہیلی کاپٹر کی طرف گئے تھے۔ اس بوڑھے کا بیٹا ذرا بیمار تھا، اس لیے نہیں جا سکا تھا۔ اس کا نام کیڈی ولسن تھا۔ میں نے کیڈی کو اس بستی سے باہر جانے پر آمادہ کر لیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اسے یوگو ہنٹر سے ہمدردی ہے۔ اگر ہمدردی نہ بھی ہوتی تو میں پوری طرح اس کے دماغ پر قابض ہو کر اپنا کام نکالنے کی کوشش کرتا۔

ویسے اپنی ٹیم کے افراد کو جزیرے سے نکال لے جانے کے لیے یونان کے مشرقی ساحل پر اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ جمی فاؤنڈر اپنی ٹیم کے ساتھ موجود تھا۔ وہ میرے ایک حکم پر ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں پہنچ سکتا تھا۔ اپالو کے تمام مورچوں پر ہینڈ گرینیڈ وغیرہ سے بمباری کر سکتا تھا لیکن اسے بلانے کا مطلب یہی ہوتا کہ وہ ستیاناس کے پیچھے پڑ جاتا۔ اسے اپنے ساتھ اسرائیل لے جانے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔ اسی لیے میں بیرونی امداد سے گریز کر رہا تھا۔

میں کیڈی ولسن کو اس جگہ لے گیا، جہاں گارسن موجود تھا۔ راستے میں اسے اس بات پر آمادہ کرتا رہا کہ وہاں سے ہیلی کاپٹر کے لیے ایندھن لے جائے گا۔ اس کے لیے کشتی کے ذریعے دریائی راستہ اختیار کرے گا اور اپنے مالک یوگو ہنٹر کی ہر ممکن مدد کرے گا۔

جب وہ گارسن کے قریب پہنچا تو میں نے ذرا دیر کے لیے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ پھر اعلیٰ بی بی اور مرجانہ کو باری باری بتایا کہ ایک نوجوان کشتی میں پٹرول کے دو چھوٹے ڈرم لے کر آئے گا۔ اسے نقصان نہ پہنچایا جائے۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔ اس وقت تک تم سب فیصلہ کرو کہ ہیلی کاپٹر میں سب ہی کو جانا ہے یا ابھی اپالو کا مقابلہ کر کے اسے عبرتناک سزا دینا ہے۔

بلبا نے مرجانہ سے کہا: "میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا، جب تک اپالو کا سر نہیں کچل دوں گا۔"

"میں تم سے پہلے کہہ چکی ہوں، تم نہیں، میں اس کا سر کچلوں گی۔"

"دیکھو، ہمیں رسونتی نے لڑنے جھگڑنے سے منع کیا تھا چلو ایسا کرتے ہیں، اپالو جس کے ہاتھ لگے گا، وہی اس سے مقابلہ کرے گا۔"

"منظور ہے۔"

میں انھیں چھوڑ کر پھر کیڈی ولسن کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ گارسن کے سامنے تھا اور گارسن اس سے پوچھ رہا تھا: "تم بستی چھوڑ کر یہاں کیوں آنے ہو؟"

"گارسن! میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ ایک جذبہ مجھے کھینچ لایا ہے۔ میرا ضمیر کہتا ہے، ہمارے جزیرے کا مالک یوگو ہنٹر ہے۔ ہمیں اس کی بھرپور مدد کرنا چاہیے۔"

گارسن نے دبی زبان سے کہا: "لڑکے آہستگی سے بولو۔ اگر کسی نے سن لیا تو ابھی زمین پر تڑپتے نظر آؤ گے۔"

"میری فکر نہ کرو۔ کیا تم مجھے اتنا ایندھن دے سکتے ہو جو اس ہیلی کاپٹر کو یونان اور ترکی تک پہنچا سکے؟ میں چاہتا ہوں، ہمارا باس یہاں سے بخیریت چلا جائے۔"

گارسن اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے کے انداز میں چھوٹے سے پختہ مکان کے باہر چاروں طرف جا کر دیکھنے لگا۔ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ ان کی باتیں سننے والا کوئی نہیں ہے تو اس نے کیڈی کے قریب آ کر کہا: "میں دے رہا ہوں۔ یہ چھوٹا ڈرم کافی ہوگا۔ اسے اٹھا کر دریا کے کنارے چلے جاؤ۔ وہاں ایک درخت سے کشتی بندھی ہوئی ہے۔ شاید تم زندہ سلامت اپنے مالک کی خدمت کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر تک پہنچ جاؤ۔ اگر نہ پہنچ سکو تو یاد رکھنا، میں نے اپنے مالک کے ساتھ ذرا سی بھی وفاداری کی ہے۔ میرا نام اپالو کے سامنے نہ لینا۔"

"میں اپنے بوڑھے باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، تمہارا نام کبھی زبان پر نہیں لاؤں گا۔"

جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ کیڈی کو دماغی طور پر کنٹرول کرنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ خود ہی کشتی کے ذریعے ہیلی کاپٹر تک پہنچ جائے گا تو میں اپنی کے دماغ میں چلا آیا۔

اس ادھیڑ عمر کی عورت کے ساتھ دس منٹ گزارنے کے دوران اس بستی کے چار آدمیوں کے دماغوں تک پہنچ گیا۔ تھوڑی بہت انگریزی بول لیتے تھے۔ میرے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اسی وقت اپالو کا ایک آدمی جیپ میں آ کر مقامی زبان میں بول رہا تھا۔ اسے یوگو ہنٹر کے اس مکان تک جانا ہے، جہاں بہت اسلحہ اور گولہ بارود ہے۔ یہ تمام ضروری چیزیں اپالو کے مورچے تک پہنچانا ہیں۔

میں نے ان چاروں کی سوچ کے ذریعے انھیں جیپ میں بیٹھ کر جانے پر آمادہ کر لیا۔ وہ وہاں سے دوسری جیپ میں پہنچے، جہاں پہلے مرجانہ اور بلبا، یوگو ہنٹر کے ساتھ پہنچ چکے تھے۔ وہاں کے ایک مکان سے انھوں نے ٹامی گنیں، رائفلیں حاصل کی تھیں۔ جیپ ڈرائیو کرنے والے نے جیپ میں ہینڈ گرینیڈ زیادہ رکھے۔ اپالو نے اسے سمجھا دیا تھا کہ ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنے کے لیے ہینڈ گرینیڈ ضروری ہیں۔

وہ تمام ضروری سامان لے کر بستی سے جانے لگے تو آدھے گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد انھیں مسلسل فائرنگ کی آواز سنائی دیں۔ ہیلی کاپٹر کے قریب فائرنگ کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ میں نے جیپ میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کے دماغ پر قابض ہو کر اس کے ریوالور کو اس شخص کی کھوپڑی سے لگا دیا جو ڈرائیو کر رہا تھا۔ پھر اس نے سخت لہجے میں کہا: "گاڑی روک دو ورنہ گولی تمہاری کھوپڑی کے پار ہو جائے گی۔"

وہ گاڑی روکتے ہوئے بولا: "کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

"دماغ تو تم لوگوں کا خراب ہے جو اپنے مالک کو چھوڑ کر نمک حرامی کرتے ہوئے اپالو کا ساتھ دے رہے ہو۔"

ڈرائیو کرنے والا مقامی زبان بول رہا تھا لیکن میں دوسرے آلہ کاروں کے ذریعے اس کی بات سمجھ رہا تھا۔ میں نے وہاں وقت ضائع نہیں کیا۔ ان میں سے ایک کے ذریعے ڈرائیور کو ختم کر دیا۔ پھر چاروں نے بڑے بڑے تھیلوں میں ہینڈ گرینیڈ ڈالے۔ انھیں اپنے شانوں سے لٹکایا۔ اس کے بعد ٹامی گن اور کارتوس کی پیٹیاں لے کر دو مختلف سمتوں میں جانے لگے۔

مجھے ان چاروں کے دماغوں کو مجبور کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ یوگو ہنٹر کے وفادار تھے ـــــ ضمیر کو بیدار کرنے پر اپنے مالک کی خاطر جان کی بازی لگانے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ صرف انھیں گائڈ کرنے کی ضرورت تھی اور میں کرتا جا رہا تھا۔

وہ دو دو کی ٹیم بنا کر دو مختلف سمت گئے تھے۔ میں نے ان کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ حملہ کرتے وقت اگر ایک آدمی ہینڈ گرینیڈ پھینکے گا تو دوسرا ٹامی گن کے ساتھ تیار رہے گا۔ تاکہ مورچے سے پلٹ کر جھانکنے والوں پر مسلسل فائرنگ کی جائے۔ پانچ منٹ کے بعد ہی ہینڈ گرینیڈ کے زبردست دھماکے ہونے لگے۔ یہ دھماکے ایسے ہی وقت ہو رہے تھے، جب دوسری طرف دریائی راستے سے کیڈی ولسن ہیلی کاپٹر کے لیے ایندھن لے کر آ رہا تھا۔ میں نے وقت کا خاص خیال رکھا تھا۔ تاکہ ادھر اپالو اور اس کے آدمیوں کا دھیان دھماکوں کی طرف رہے، اُدھر ہیلی کاپٹر کی ٹنکی ایندھن سے بھرتی رہے۔

اپالو اور اس کے آدمی سمتوں کے لحاظ سے شرقاً غرباً بیک وقت فائرنگ میں گھر گئے تھے۔ اس لیے شمالاً جنوباً فرار کا راستہ بنا رہے تھے۔ میں بستی کے چار جوانوں کے دماغوں میں باری باری پہنچتا جا رہا تھا۔ ان کے ذریعے دیکھتا جا رہا تھا۔ اپالو کبھی درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے چھپ جاتا تھا، کبھی دوڑتا ہوا کسی ٹیلے کی آڑ میں جا کر جوابی فائرنگ کرتا تھا۔

جوابی فائرنگ میں بستی کے دو جوان ہلاک ہو گئے۔ آخر وہ درندہ جنگل کے خونخوار درندوں کو شکار کرتا آیا تھا۔ انھیں کبھی مردہ اور کبھی زندہ پکڑ کر لاتا تھا۔ پھر وہ بے چارے ناتجربہ کار جوان اس کے سامنے کیا اہمیت رکھتے تھے۔ اس نے صرف پندرہ منٹ کے اندر دو جوانوں کو ختم کر دیا تھا۔ میری کوشش تھی کہ باقی دو جوان زندہ سلامت رہیں اور اپالو کو گھیر کر زیادہ دور جانے کا موقع نہ دیں۔ تاکہ مرجانہ اور بلبا اسے آسانی سے تلاش کر سکیں۔

وہ تنہا نظر آ رہا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کے دوسرے ساتھی دو طرفہ فائرنگ کے اور ہینڈ گرینیڈ کے دھماکوں کے نتیجے میں ختم ہو گئے ہیں۔ صرف وہی بچا ہے اور اس کی امداد کے لیے مختلف بستیوں سے لوگ اسی وقت آ سکتے تھے، جب وہ مدد کے لیے پکارتا لیکن وہ کسی کو پکار نہیں سکتا تھا۔ اندیشہ تھا کہ پہنچتے ہی اس کے مخالف آواز کی سمت فائرنگ شروع کر دیں گے۔

پھر بھی اسے غصے سے چیخنا پڑا۔ ساتھ ہی وہ تیزی سے کچھ بول رہا تھا۔ میں بستی کے دو جوانوں کے ذریعے اس کی باتوں کو سمجھ سکتا تھا۔ اس نے دور سے پہلے گڑگڑاہٹ کی آواز سنی تھی پھر سمجھ گیا کہ ہیلی کاپٹر گردش کر رہا ہے۔ ہیلی کاپٹر پرواز کر رہا ہے۔ وہ گالیاں دیتے ہوئے یوگو ہنٹر، ستیا اور مرجانہ کو اب بھی چیلنج کر رہا تھا کہ وہ جزیرے سے باہر نہیں جا سکتے۔ ایک بار اسے قریب آنے کا موقع مل جائے تو وہ ہیلی کاپٹر سمیت ان سب کو تباہ کر دے گا۔

وہ جوان چند لمحوں کے لیے لڑائی بھول کر ہیلی کاپٹر کو پرواز کرتے ہوئے دیکھنے لگے۔ یہ دیکھنا بڑا مہنگا پڑا۔ اچانک تڑتڑاتڑ کی آواز کے ساتھ فائرنگ ہوئی، پھر وہ دونوں تڑپ کر زمین پر گرے۔ اپالو نے اپنا غصہ ان پر اتارا لیکن دشمنوں کے ہاتھ سے نکل جانے کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھتے ہوئے بھی کہ ہیلی کاپٹر بہت اوپر ہے، وہ اپنا غصہ اتارنے کے لیے اس پر فائرنگ کرنے لگا۔ ذرا دیر بعد ہی فائرنگ کی آواز گھٹ کر رہ گئی۔ کارتوس ختم ہو گئے تھے۔ اس نے آس پاس دیکھا، کچھ نہیں تھا۔ اس کے شانے سے جو بیلٹ لٹک رہا تھا، وہ کارتوس سے خالی ہو چکا تھا۔ یہ سب کچھ میں مرجانہ کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ وہ اور بلبا اس سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر رکھے مگر اسے دیکھ سکتے تھے۔ مرجانہ نے اچانک ہی اس کی طرف فائرنگ کی۔ اس طرح کہ اسے گولی نہ لگے۔ وہ بوکھلا کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ بلبا نے سخت لہجے میں کہا: "مرجانہ! یہ کیا حماقت ہے۔ اس پر فائرنگ کرو گی تو وہ مقابلے کے بغیر مر جائے گا۔ میری حسرت دل میں رہ جائے گی۔"

مرجانہ نے کہا: "صرف میری حسرت دل میں رکھو، باقی بھول جاؤ۔"

وہ تیزی سے اس سمت میں بڑھتی جا رہی تھی، جہاں اپالو گیا تھا۔ وہ ابھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ بلبا نے کہا: "مرجانہ! ہم دوست ہیں۔ دوست کی حیثیت سے میری بات مان لو۔"

"یہی میں کہتی ہوں میں بھی دوست ہوں، تم میری بات مان لو۔ مقابلے کا خیال دل سے نکال دو۔ میں نے تم سے کتنی التجا کی کہ

بیلی کاپٹر میں چلے جاؤ مگر تم ضدی ہو۔ کیا اپنی مرجانہ کی بات نہیں مانو گے؟"

"میں میدانِ جنگ میں صرف قوتِ بازو کو مانتا ہوں اور اپنے ہتھیاروں سے منواتا ہوں۔"

وہ بھی تیزی سے دوڑتا ہوا مرجانہ کے قریب سے گزر کر آگے نکل جانا چاہتا تھا۔ مرجانہ نے اس کی ٹانگ میں ٹانگ اڑا دی۔ وہ دھپ سے اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ ایک تو زخموں سے چُور تھا، دوسرے کمزور ہو چلا تھا۔ زمین پر گرنے کے بعد اٹھنے میں ذرا وقت لگا۔ اتنی دیر میں مرجانہ اس سے کئی گز دور نکل گئی تھی۔ فائرنگ کرتے ہوئے اپالو کو چیلنج کرنے کے انداز میں خطرے کی گھنٹیاں سناتے ہوئے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

اچانک اس کی پشت پر دھپ کا سا ہوا۔ بلبا نے رائفل کے کُندے سے اس کی پیٹھ پر ضرب لگائی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر اوندھے منہ گھاس پر گر پڑی۔ بلبا اس کے اٹھنے کا انتظار کیے بغیر دوڑتا ہوا آگے نکل گیا۔ میں نے رسونتی بن کر کہا: "مرجانہ! یہ کیا حماقت ہے؟ بلبا غیر مہذب، جاہل اور انسان نما درندہ ہے۔ تم تو انسان ہو، عقل سے کام لو۔ اگر وہ مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو اسے اپالو تک پہنچنے دو۔ جب مقابلے کا وقت آئے گا تو میں بلبا کو اس سے دور لے جانے کی کوشش کروں گی یا پھر لڑائی کا دستور یہ ہے کہ تم اپالو سے پہلے مقابلہ شروع کر دو گی تو تمہارا مقابلہ ختم ہونے تک یا تمہارے پیچھے ہٹنے تک بلبا اس کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ یہ اس کی مردانگی کے خلاف ہوگا کہ اپالو کے مقابل دو ہوں۔ لہٰذا تم دونوں ساتھ چلو۔ میں ابھی اعلیٰ بی بی کے پاس سے آ رہی ہوں۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر کی اگلی سیٹ پر بیٹھی پائلٹ کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ مجھے محسوس کرتے ہی کہنے لگی: "میں نے مرجانہ اور بلبا کو بہت سمجھایا کہ میرے ساتھ چلیں۔ ابھی اپالو سے انتقام لینے کا خیال دماغ سے نکال دیں، مگر دونوں ہی لڑائی کے وقت انسان کے بجائے بھری ہوئی بندوق بن جاتے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ ان کی گولی دوستوں کو لگے گی یا دشمنوں کو۔"

"کیا تم سنجاد کو اپنے ادارے کے لوگوں تک پہنچانے جا رہی ہو؟"

"یونان کے مشرقی ساحل پر شیخ الفارس غلام حسین البرقی کے خاص لوگ موجود ہیں۔ مرجانہ نے مجھے تفصیل سے بتایا تھا کہ آدمی سنجاد کو بابا صاحب کے ادارے میں بخیریت پہنچا دیں گے۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا: "جب میرے تمام ساتھی مختلف سمتوں میں بٹ جاتے ہیں تو میری توجہ بھی بٹ جاتی ہے اور مصروفیات بھی بڑھ جاتی ہیں۔ اب یہیں دیکھو کہ تم سب جزیرے میں ایک جگہ تھے تو ایک ہی طرف توجہ تھی لیکن اب کبھی مرجانہ اور بلبا کے پاس رہنا ہوگا، کبھی تمہارے اور ستجاد کے پاس آنا ہوگا۔ ثبانہ بھارتی فوج کی حراست میں ہے سونیا بیودی سیکرٹ ایجنٹوں کے دام میں آ گئی ہے۔ رسونتی اگرچہ ایک خفیہ اڈے میں محفوظ ہے، تاہم اس وقت تک پارس اور اس کی طرف سے اطمینان نہیں ہو سکتا، جب تک وہ بابا صاحب کے ادارے میں نہ پہنچ جائے۔ اتنی سمتوں میں تقسیم ہونے کے بعد مجھے ہیروت میں بھی دماغی طور پر حاضر رہنا ہے۔ یہاں میری اپنی مصروفیات ہیں۔"

"تم ہماری فکر نہ کرو۔ میں ستجاد کو بحفاظت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دوں گی۔"

"بیشک، مجھے تمہاری صلاحیتوں پر پورا بھروسہ ہے۔ تم جانتی ہو، ہم سب سونیا کی صلاحیتوں پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کے باوجود میں اس کے پاس پہنچتا رہتا ہوں۔ ہمارے تجربات نے سکھایا ہے کہ جہاں ہمیں اطمینان ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی ایسی نئی بات، نئی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں کہ پھر ہمیں سنبھلنے کے لیے مہینوں لگ جاتے ہیں۔ فی الحال میں مرجانہ کے پاس جا رہا ہوں۔ یونان پہنچنے تک تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں پہلے یوگو ہنٹر کے دماغ میں پہنچا۔ وہ مرجانہ اور بلبا سے بہت پیچھے تھا اور جنگل کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا اسی طرف بڑھ رہا تھا، جہاں سے کبھی کبھی مرجانہ اور بلبا کی آواز سنائی دیتی تھی یا فائرنگ کی آواز گونجنے لگتی تھی۔ وہ سوچتا جا رہا تھا: "میں کن کمبختوں کے درمیان میں پھنس گیا ہوں۔ یہ آپس میں دوست ہیں۔ ایک دوسرے کو چاہتے ہیں لیکن اپالو تک پہنچنے کے لیے دشمنوں کی طرح لڑ رہے ہیں۔ میں نے ایسی دوستی اور دشمنی اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔ کمبخت یہ عورت ہے مگر بلبا جیسے بلڈوزر کو گرا دیتی ہے۔ بہرحال وہ تو زخموں سے چُور ہے۔ کیا واقعی اپالو سے مقابلہ کر سکے گی؟"

وہ سوچتا ہوا تیزی سے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ مرجانہ اور بلبا کو عقل آ گئی تھی کہ ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے جائیں گے تو شاید اپالو تک نہ پہنچ سکیں اور اپالو کسی ایسی بستی میں پہنچ جائے گا جہاں اُسے اپنے آدمیوں کی مدد حاصل ہو جائے گی۔ لہٰذا ان دونوں نے اپنی سمتیں بدل دی تھیں۔ ایک دوسرے سے الگ مختلف راستوں سے اپالو کو تلاش کرتے جا رہے تھے۔

جنگل میں راستے نہیں ہوتے، کہیں کہیں پگڈنڈیاں ہوتی ہیں، ورنہ اونچے نیچے رہ گزر ہوتے ہیں۔ کانٹے دار جھاڑیاں اور

دلدلیں ہوتی ہیں، یا پھر ایسی خندقیں ہوتی ہیں جو جانوروں کو پھانسنے کے لیے کھودی جاتی ہیں۔ ایسی ہی ایک خندق میں بلبا گرتے گرتے بچ گیا۔

اس کے راستے میں ایسی جگہ آ گئی تھی، جہاں ضرورت سے زیادہ گھاس اور جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ ایسی جگہ ہمیشہ خطرناک ہوتی ہے۔ بلبا کو ان باتوں کا تجربہ تھا۔ غیر قدرتی طور پر جہاں گھاس زیادہ ہو اور اوپر سے جھاڑیاں بچھی ہوں تو اس کی تہ میں خندق ہوتی ہے۔ مزید اطمینان کرنے کے لیے اس نے ذرا آگے بڑھ کر اپنے رائفل کے کُندے کو اس گھاس کے ڈھیر پر رکھا تاکہ خندق کی موجودگی کا یقین کر سکے۔

اسی لمحے اس کی چھٹی حس نے خطرے سے آگاہ کیا۔ وہ فوراً بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی کوئی تیزی سے اس کے سر پر سے گزرا۔ وہ اپالو تھا۔ اس نے پیچھے سے اسے لات مار کر خندق میں گرانا چاہا تھا، لیکن بلبا بیٹھ گیا تھا اور وہ اس کے سر کے اوپر سے گزر گیا۔ اسے خندق میں گر جانا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ بھی خندق کے دوسری طرف پہنچ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

اصل میں دونوں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ دونوں ہی جنگلوں میں زندگی گزارنا، اپنے شکار کو مختلف ہتھکنڈوں سے دام میں لانا خوب جانتے تھے۔ اپالو ایک اونچے درخت سے لٹکنے والے رسّے کو پکڑ کر جھولتا ہوا بلبا کے پیچھے آیا تھا تاکہ لات مار کر گراتا ہوا خندق کے دوسری طرف پہنچ جائے۔ وہ تو اسی طرح جھولتا ہوا دوسری طرف پہنچ گیا تھا لیکن بلبا بھی محفوظ رہ گیا تھا۔ وہ بھی اٹھ کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ خندق کے اِدھر یہ، اُدھر وہ، دونوں ایک دوسرے کے لیے چیلنج بنے ہوئے تھے۔ زندگی سوچ رہی تھی، کس کا ساتھ دے۔ موت سوچ رہی تھی، کسے ساتھ لے جائے۔

اپالو دوسری طرف سے اس کے قریب آ کر اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے کچھ کہنے لگا۔ اس کی زبان بلبا کی سمجھ میں تو نہیں آئی لیکن اشارہ سمجھ میں آ گیا۔ وہ بلبا کے زخموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاید کہہ رہا تھا کہ اب وہ کیا مقابلہ کر سکے گا؟

بلبا نے اشارے کو سمجھتے ہوئے جواب دیا: "شاید تم بھول گئے کہ زخمی شیر زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔"

وہ بھی اپالو کے قریب پہنچ رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھ رہے تھے البتہ ہاتھوں اور لاتوں کی زبان خوب سمجھتے تھے۔ اس لیے ان کے درمیان وہی بولی شروع ہو گئی۔ بلبا نے ہاتھوں سے سوال کیا۔ اپالو نے لاتوں سے جواب دیا۔ پھر بلبا نے اپنے داؤ آزمائے۔ کبھی اپالو اپنا بچاؤ کرتا تھا۔ کبھی داؤ میں آ جاتا تھا، کبھی مار کھاتا تھا۔ یہ ثابت ہو رہا تھا کہ واقعی زخمی شیر زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

ب اپالو بلبا کے جسم کے ایسے حصّوں پر حملے کر رہا تھا، جہاں اسے سخت چوٹیں آئی تھیں۔ وہ زخمی بھیڑیے کی طرح غرّاتا تھا۔ شیر کی طرح دہاڑتا تھا پھر جوابی حملے کرتا تھا — جہاں پہلے ہی زخم تھے، دشمن وہاں اور زخم لگا رہا تھا۔ ایسے میں سنبھلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ بلبا خواہ کیسا ہی پہاڑ ہو، چٹان ہو، بلڈوزر کی طرح بڑے بڑے پہاڑوں کو کاٹ کر گزر جانا جانتا ہو، تاہم زخموں کے ساتھ لڑنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ہزار ضبط کے باوجود وہاں سے لہو بھی رِستا ہے۔ درد کی ٹیسیں بھی اٹھتی ہیں۔ وہ حصّہ کمزور ہوتا چلا جاتا ہے یہی وجہ تھی کہ وہ کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ ضد کی وجہ سے پاؤں پر کھڑا ہوا تھا اور اس کے مقابلے پر ڈٹا ہوا تھا۔ اپالو سمجھ گیا کہ یہ تھوڑی دیر کا مہمان ہے، ابھی زمین پر گرے گا اور مٹی کے کیڑے سے زیادہ اس کی پہچان نہیں رہے گی۔

ایسے ہی وقت دور کہیں سے مرجانہ کی پکار سنائی دی۔

"بلبا! تم کہاں ہو؟"

اس کی آواز جنگل کے سناٹے میں دور تک گونج رہی تھی۔ میں بلبا کے ذریعے آس پاس کا ماحول دیکھ رہا تھا۔ اب اس کی آنکھوں کے سامنے دھند لکا چھا رہا تھا۔ وہ دیکھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ مرجانہ کی آواز سن کر اس میں ایک ذرا سی تازگی پیدا ہوئی۔ وہ پاؤں زمین پر اچھی طرح جما کر پینترا بدلنا چاہتا تھا، اپالو پر حملہ کرنا چاہتا تھا، لیکن آگے بڑھتے ہی لڑکھڑا کر گر پڑا۔

پھر مرجانہ کی آواز چاروں طرف گونجنے لگی: "اپالو! تم چھپ کر نہیں رہ سکو گے۔ میں جنگل جنگل، بستی بستی تمہارا پیچھا کروں گی۔"

اپالو قہقہہ لگا کر اپنی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ شاید کہہ رہا ہو، ناگ کا سر تو کچلا جا رہا ہے، اب ناگن اس کا انتقام لینے آ رہی ہے۔ آئے، آ جائے...

یہ کہہ کر اس نے آواز لگائی۔ اپنی زبان میں کچھ کہا۔ اس کی آواز بھی دور تک گونجنے لگی۔ میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اس کی آواز سن رہی تھی۔ میں نے کہا: "بلبا کا بُرا حال ہے۔ وہ لڑتے لڑتے زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر گر پڑا ہے۔ میں تمہاری رہنمائی کرتی ہوں۔ ادھر دوڑتی ہوئی جاؤ۔"

مرجانہ نے دوڑ لگائی۔ میں اس کی رہنمائی کرتا رہا۔ پھر وہ اسی خندق کے قریب ذرا فاصلے پر پہنچ کر ٹھٹک گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بلبا کا پورا جسم خون میں لت پت تھا۔ پہچانا نہیں جا رہا تھا۔

زمین پر گرنے کے باعث لہو سے مٹی اور گھاس وغیرہ چپک گئی تھی۔ عجیب حلیہ بن گیا تھا۔ زمین پر سے اٹھنا چاہتا تھا لیکن پالو اسے اٹھنے کا موقع نہیں دیتا تھا۔ پے در پے ٹھوکریں مار کر اسے گرا دیتا تھا۔

وہ رسہ جس کے ذریعے اپالو جھول کر خندق سے پار پہنچا تھا وہ واپس اسی درخت کے پاس پہنچ کر جھول رہا تھا۔ پھر مرجانہ رسے کو کیسے استعمال کرتی۔ اچانک اپالو کے منہ پر ایک زبردست ٹھوکر پڑی۔ وہ پیچھے گرا۔ مرجانہ رسے سے جھولتے ہوئے آئی اسے ٹھوکر مارتے ہوئے اس کے پاس سے گزری اور دوسری طرف پہنچ کر زمین پر کھڑی ہو گئی تھی۔ اپالو فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا لیکن کھڑا نہ ہو سکا۔ جو ٹھوکر اس کے منہ پر لگی تھی اس کا دل ہی دل میں تجزیہ کر رہا تھا۔ کیا ایک عورت کے پاؤں اتنے مضبوط ہو سکتے ہیں کہ وہ ٹھوکر مارے تو آہنی ہتھوڑے کی طرح لگے؟

پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ غور سے مرجانہ کے پاؤں کی طرف دیکھنے لگا۔ شاید اس نے لوہے کے جوتے پہنے ہیں لیکن اس نے شکاریوں جیسے جوتے پہنے ہوئے تھے۔ وہ پینترا بدلتے ہوئے بولی "میرے قدموں کو ہی دیکھتے رہو۔ سر اٹھاؤ گے تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جائے گا۔"

وہ غرا کر پینترے بدل رہا تھا۔ پہلے تو اس نے سوچا تھا اس عورت کو چٹکی میں مسل دے گا لیکن ایک ہی ٹھوکر نے سمجھا دیا تھا پینترا بدلے بغیر ناپ تول کر حملہ نہیں کرے گا تو مارا جائے گا۔

اسی وقت یوگو ہنٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ دور سے چیخ کر کہہ رہا تھا "مرجانہ! اس سے دور ہی رہ کر مقابلہ کرنا۔ ورنہ مارا جاؤ گی۔"

مرجانہ کا ذہن ذرا بھٹک گیا۔ اتنی سی دیر میں اپالو نے کامیاب حملہ کیا۔ اس کے منہ پر ایک ایسا زبردست گھونسا رسید کیا کہ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی۔ پھر کراٹے کا ہاتھ اس کی گردن پر پڑا۔ وہ ذرا اور پیچھے چلی گئی۔ اپنے دونوں ہاتھ اور ہتھیلیاں یوں پھیلا دیں جیسے گھبرا رہی ہو۔ مار کھا کر بس بس کہہ رہی ہو۔ اپالو ہنسنے لگا۔

وہ ہنسی دوسرے ہی لمحے ختم ہو گئی۔ وہ جو ہتھیلی اسے روکنے کے لیے پھیلی ہوئی تھی، اب اس ہتھیلی کی انگلیاں پھیل رہی تھیں۔ جیسے پنجہ لڑانے کی دعوت دے رہی ہوں۔ اپالو نے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ یوگو ہنٹر قریب پہنچ چکا تھا۔ میں اس کے ذریعے سمجھ گیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "تم عورت ہو۔ آنکھیں لڑاتے اچھی لگو گی، پنجہ کیوں لڑانا چاہتی ہو؟ بہرحال میں تمہاری حسرت پوری کر دیتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے آگے بڑھ کر مرجانہ سے پنجے ملائے۔ دونوں کی انگلیاں ایک دوسرے سے الجھ گئیں۔ اس کے ساتھ ہی اپالو کے ہوش اڑ گئے۔ پہلے ٹھوکر لگی تھی۔ اب انگلیوں سے انگلیاں پھنسی ہوئی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا، جیسے آہنی شکنجے میں پھنسی ہوں۔ وہ پریشان ہو کر مرجانہ کو دیکھنے لگا۔

وہ بڑی سفاکی سے مسکرا رہی تھی۔ لڑنے کے دوران میں اپنا توازن قائم رکھنے کے خاص انداز میں کھڑی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا "سامنے چٹان آ گئی ہو۔ وہ زور لگا کر مرجانہ کو پیچھے دھکیلنے لگا۔ مرجانہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی لیکن کہتی جا رہی تھی "تم مجھے جہاں تک رگیدتے رہو گے، میں جاتی رہوں گی لیکن میری انگلیوں سے اپنی انگلیاں چھڑا نہیں سکو گے۔"

وہ سمجھ رہا ہو گا، بڑے سے بڑے پہلوانوں کی گرفت سے کوئی بھی نکل سکتا ہے لیکن شکنجہ آہنی ہو تو اس میں سے انسانی ہاتھ نہیں نکل سکتا۔ اس کی انگلیاں چیخ رہی تھیں۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اب تک انگلیاں ٹوٹ کر رہ جاتیں لیکن وہ شیروں اور ریچھوں سے لڑتا آیا تھا۔ اس کے ہاتھ بھی پتھر کی طرح مضبوط تھے۔ ویسے پتھر اور فولاد میں فرق ہوتا ہے اور وہ فرق اب سمجھ میں آ رہا تھا۔

اس نے کئی طرح کے داؤ استعمال کیے۔ الٹی قلابازی کھا کر خود کو اس کی گرفت سے نکال سکتا تھا لیکن اس کے لیے بڑے حوصلے کی ضرورت تھی۔ ہاتھوں کو مختلف زاویوں سے حرکت دیتے ہی انگلیاں یوں چٹخنے لگتی تھیں جیسے اب تب میں ٹوٹنے ہی والی ہوں۔ مرجانہ نے اونچی آواز میں کہا "یوگو ہنٹر اسے اپنی زبان میں سمجھاؤ، میں نے صرف شکنجے میں لیا ہے انگلیاں موڑنا چاہوں گی تو یہ میرے قدموں میں بیٹھا رہ جائے گا۔ اٹھ نہیں سکے گا۔"

یوگو ہنٹر اس کا ترجمہ سنا رہا تھا۔ اس کے بعد مرجانہ نے خود ہی اپالو کو دھکا دیتے ہوئے اس کی انگلیوں کو آزاد کر دیا ساتھ ہی یکے بعد دیگرے کراٹے کے ہاتھ جمائے۔ وہ لڑکھڑا تا ہوا مار کھاتا ہوا پیچھے ہٹا پھر اچانک پلٹ کر دوڑتے ہوئے خندق کے دوسری طرف چلا گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں کو یوں جھٹک رہا تھا جیسے انگلیوں میں ہونے والی شدید تکلیف کو دور کر رہا ہو۔ اس کے چہرے پر کراٹے کا جو ہاتھ پڑا تھا، اس کے بعد وہ کراہ تو نہیں چاہتا تھا مگر غرا رہا تھا۔

دوسری طرف کھڑا ہوا یوگو ہنٹر تالیاں بجا رہا تھا۔ بچوں کی طرح خوش ہو کر اچھلتے ہوئے کہہ رہا تھا "اوہ گاڈ! میں عجیب تماشا دیکھ رہا ہوں۔ اے اپالو! کیا ہوا تمہیں؟ تم درندوں سے مقابلہ کرتے ہو۔ شیروں کے جبڑے چیر دیتے ہو اور ریچھوں کے لمبے لمبے ناخنوں کی پروا نہ کرتے ہوئے انہیں بے بس کر دیتے ہو۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ تم ایک عورت سے شکست کھا رہے ہو؟ اس سے دور خندق کے دوسری طرف چلے گئے ہو؟ مجھے شرم آ رہی ہے۔"

اپالو غصے سے یوگو ہنٹر کو گالیاں دینے لگا۔ پھر چیلنج کرنے لگا "ابھی مرجانہ سے نمٹنے کے بعد تمہاری گردن توڑوں گا۔ اس عورت سے ذرا دور ہٹ گیا ہوں تو کیا ہوا؟ میں شیروں سے لڑتا ہوں اور شیروں کا انداز اپناتا ہوں۔ وہ جب بھی اپنے شکاریوں پر جھپٹتے ہیں، تو پہلے فائٹنگ کی رینج سے دور رہ کر چاروں طرف چکر لگاتے ہیں۔ شکاریوں کی پوزیشن کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد حملہ کرتے ہیں۔ میں نے اس عورت کو سمجھنے میں غلطی کی۔ اس غلطی نے مجھے اچھا سبق سکھایا ہے۔ اب میں اسے سبق سکھاؤں گا۔"

یہ کہنے کے بعد وہ اپنے پاؤں کے دونوں پنجوں کے بل اچھلنے لگا جیسے داؤ لگانے والے یا ورزش کرنے والے ایکسپرٹ کراٹے کرتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں کو جھٹکتا بھی جاتا تھا اور کبھی جھک کر سیدھے ہو کر، دائیں بائیں گھوم کر ورزش بھی کرتا جاتا تھا۔ وہ اپنے جسم کے تمام پٹھوں کو فارم میں لا رہا تھا۔ اس دوران میں مرجانہ کے قریب بھی آتا جا رہا تھا۔

جب وہ تقریباً دو گز کے فاصلے پر رہ گیا تو مرجانہ نے کراٹے کا پوز لیتے ہوئے ایک چیخ ماری۔ کراٹے باز اسی طرح چیخ مار کر اپنے مقابل کو للکارتے ہیں کہ سنبھل جاؤ۔

اپالو سنبھل گیا۔ اس نے دیکھا، وہ کراٹے کے لیے پینترا بدل رہی ہے۔ وہ بھی پینترا بدلنے لگا۔ اچانک مرجانہ نے فضا میں قلابازی کھائی۔ وہ سمجھ گیا کہ ٹھوکر مارے گی۔ اس سے پہلے ہی وہ بیٹھ گیا لیکن پھر بھی اندازے کی غلطی ہوئی۔ مرجانہ کا یہ پرانا داؤ تھا کہ فلائنگ کک مارنے کے انداز میں پہلے وہ فضا میں قلابازی کھاتی تھی لیکن مقابل کے اوپر سے گزر کر پیچھے چلی جاتی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ مقابل حیران ہو کر اسے دیکھتا یا حملے کے انداز کو سمجھتا، اس کے منہ یا سینے پر زور ٹھوکر پڑتی تھی، اور یہی ہوا۔ اپالو کی آنکھوں کے سامنے بجلی سی کوند گئی۔ وہی آہنی ہتھوڑا منہ پر لگا۔ وہ ذرا سا لڑکھڑایا۔ پھر اس کے سینے پر ایک لات پڑی۔ اس کے بعد تو جیسے کھوپڑی گھوم کر رہ گئی۔ وہ بلندی سے پستی میں گرتا چلا گیا۔ بے ساختہ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ حالانکہ وہ دہشت زدہ ہونا نہیں جانتا تھا۔ بعد میں اسے پتا چلا کہ وہ خندق میں گرتا جا رہا ہے۔

وہ گہری تاریکی میں پہنچ کر دھپ سے گرا لیکن فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس پر ڈھیر سارا کچرا گر رہا تھا۔ کچرا کیا تھا، گھاس اور جھاڑیاں تھیں جو خندق کے اوپر بچھائی گئی تھیں۔ اب وہاں تاریکی نہیں تھی۔ وہ جھاڑیوں کو اپنے اوپر سے ہٹا کر ایک طرف پھینکتے ہوئے اوپر دیکھنے لگا۔ مرجانہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی ہوئی کہہ رہی تھی — "اپالو! یہ خندق دس فٹ کے دائرے میں کھودی گئی ہے۔ اس کی گہرائی تقریباً بیس یا پچیس فٹ ہو گی۔ اگر میں بھی اس خندق میں پہنچ جاؤں تو؟"

"آ جاؤ، نیچے آ جاؤ۔ میں تمہاری لاش یہیں دفن کرنے کے بعد اوپر جاؤں گا۔"

"میں تمہیں اوپر ہی بھیجنا چاہتی ہوں۔ فیصلہ تم پر چھوڑتی ہوں۔ یہاں کھلی جگہ مقابلہ کرو گے یا اس خندق میں جہاں تم دس فٹ سے زیادہ دور نہیں جا سکو گے؟ شیروں کی طرح اپنے شکاری کی پوزیشن کو سمجھ کر حملے نہیں کر سکو گے؟ یہی حال میرا ہو گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

میں نے اس سے کہا "تم ابھی خندق کے اندر نہ جانا۔ پہلے یہ طے ہو جائے کہ تمہیں وہاں سے کون نکالے گا۔ ایک یوگو ہنٹر وہاں موجود ہے۔ مجھے اس کے دماغ میں موجود رہنا پڑے گا۔ اس سے پہلے ذرا اعلیٰ بی بی اور فرہاد کی خبر لے لوں۔ تم اس وقت تک اپالو کو طیش دلاتی رہو۔ جنگ لڑنے کا سب سے اہم ہتھکنڈہ یہ ہے کہ مقابل کو زیادہ سے زیادہ طیش دلایا جائے۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر کا سفر ختم ہو چکا تھا۔ وہ یونان کے مشرقی ساحل پر پہنچ گئی تھی۔ اس کے بعد ایک بند گاڑی میں سیاح کے ساتھ بیٹھ کر کسی چھوٹے سے بنگلے میں پہنچ رہی تھی۔ مجھے محسوس کرتے ہی اس نے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھا پھر ان کے ساتھ گاڑی سے اتر کر کوٹھی کے دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولی "یہ بلیک شیڈو کے آدمی ہیں۔ پتا نہیں شیخ الفارس کے تمام لوگ کہاں رہ گئے؟ میرے ہیلی کاپٹر کے پاس یہی لوگ پہنچ گئے تھے۔ میں ان کے ساتھ جانا نہیں چاہتی تھی۔ جانے کا مطلب یہ ہوتا کہ 'سجاد' بلیک شیڈو کی تحویل میں چلا جاتا۔ اب بھی شاید یہی ہو رہا ہے۔ میں نے بلیک شیڈو کے آدمی سے کہا تھا کہ مجھے اپنے ادارے کے لوگوں کے پاس جانا ہے۔"

وہ سوچ کے ذریعے باتیں کرتے ہوئے دروازے تک پہنچ گئی تھی۔ اس نے کہا "بلیک شیڈو کے آدمی نے مودبانہ انداز

میں یقین دلایا کہ ہم جہاں بھی جانا چاہیں گے، ہمیں پہنچا دیا جائے گا۔ میں نے وہ پتا بتایا جہاں ہمارے ادارے کے لوگ موجود تھے۔ وہ مجھے اسی وعدے پر گاڑی میں بٹھا کر یہاں تک لے آئے۔ میں پتا تو جانتی ہوں لیکن راستے نہیں پہچانتی۔"

"پھر تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تمھیں بلیک شیڈو کے پاس لے جایا جا رہا ہے؟"

"اس بنگلے کے احاطے میں پہنچتے ہی میں نے دیکھا ہے، یہ سب اجنبی ہیں۔ ہمارے ادارے کا کوئی بھی شخص نہیں ہے۔"

وہ سجاد کے ساتھ ایک بڑے ہال میں پہنچ گئی تھی۔ وہ ہال بھی سامان سے خالی تھا۔ اس کے دور افتادہ حصے میں ایک شیشے کی دیوار تھی۔ اس دیوار کے پار ایک سایہ نظر آ رہا تھا۔ بلیک شیڈو۔

بلیک شیڈو کی گونجتی ہوئی آواز سنائی دی "خوش آمدید مسٹر فرہاد علی تیمور! خوش آمدید مادام اعلیٰ بی بی!"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ابھی خوش آمدید کہہ رہے ہو اور پیرس میں مرحبا نہ سے خوشامد دس کر رہے تھے۔ اسے یقین دلا رہے تھے کہ ہمارے بھروسے والے دوست ہو۔"

"اس میں کیا شک ہے؟ تم جب چاہو ہماری دوستی کو آزما سکتی ہو۔"

"یہ دوستی کا کون سا انداز ہے؟ میں اپنے ادارے کے لوگوں میں جانا چاہتی تھی۔ تمھارے آدمیوں نے ہمیں یہاں پہنچا دیا۔"

"یہاں بھی دوست ہیں۔ ہم دوست ہیں، اعلیٰ بی بی!"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ سوال پھر دہراتی ہوں۔ اگر دوست ہو تو ہماری منزل تک پہنچانے کے بجائے ہمیں یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

"ہم نے مرحبا نہ کو اپنے پروگرام کی تفصیل بتائی تھی۔ یہ بھی بتایا تھا کہ ہم کتنے ڈمی فرہاد تیار کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں خطرناک تنظیموں اور دوسرے بڑے ممالک کو بلیک میل کریں گے۔ فریب دیں گے اور ڈمی فرہاد ان کے ہاتھوں فروخت کریں گے۔ اصل فرہاد علی تیمور ہمارے ساتھ رہیں گے اور دوست بن کر رہیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "یعنی ایسی ہی دوستی جیسی تیمور دی اب تک کرتے آئے ہیں؟ وہ تبھی اسی انداز میں دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تم بہت احمق ہو بلیک شیڈو! اگر ہم سے دوستی کرنے کا سلیقہ نہیں تھا تو دشمنی کی راہ پر کیوں چل پڑے؟ وہ دوست نما دشمن جو ہمیں دوستی کی آڑ میں ہمارے مزاج کے خلاف اپنے راستے پر چلانا چاہتے ہیں، اپنی شرائط منوانا چاہتے ہیں، ان کا انجام آج تک کیا ہوتا رہا ہے؟ کیا تم نہیں جانتے؟"

بلیک شیڈو نے کہا "خوب جانتا ہوں، لیکن تم نہیں جانتیں مرحبا نہ کو بتا چکا ہوں تم کسی زندہ انسان کو اس کے عبرتناک انجام تک پہنچا سکتی ہو لیکن محض ایک سائے کو کیا سزا دے سکتی ہو؟ ہم اس سائے کے سینے میں خنجر گھونپنا چاہو گی۔ سایہ زمین پر ہو گا تو خنجر زمین میں پیوست ہو گا۔ دیوار پر ہو گا تو گولی سائے کے سینے میں نہیں، دیوار میں چھید کرے گی۔ اگر اس سائے کو پانی میں ڈبونا چاہو گی تو سایہ پانی کی سطح پر رہے گا۔ ڈبونے والا خود ڈوب جائے گا۔"

"فلسفہ بیان کر رہے ہو۔ کیا ہم مان لیں کہ تم محض سایہ ہو اور اس سائے کا کوئی وجود نہیں ہے؟"

"ماننا ہی ہو گا۔ آج نہیں تو کل ماننا ہو گا جب فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آئیں گی تو وہ میرے سامنے بے دست و پا ہو جائے گا۔ اسے بھی میری برتری تسلیم کرنا ہو گی۔ اس پر بھی یہ انکشاف ہو گا کہ سوچ کی لہریں زندہ انسانوں تک پہنچ سکتی ہیں اور ان پر اثر انداز ہو سکتی ہیں لیکن سائے کا کوئی دماغ نہیں ہوتا۔ ٹیلی پیتھی اس پر اثر نہیں کر سکتی۔ آزمائش شرط ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے سوچ کے ذریعے پوچھا "فرہاد! اس کا بچہ سن رہے ہو؟"

"سن رہا ہوں۔ ذرا اس کے دماغ میں پہنچ کر ابھی آتا ہوں۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بلیک شیڈو کے لب و لہجے کے کاندھوں پر سوار ہو کر اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر میں نے اس کی آواز کو اچھی طرح یاد کیا۔ اس کے سہارے میں نے اسے تلاش کیا۔ پھر بڑی حیرانی سے واپس آ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"میں ناکام رہا ہوں۔ وہ نہیں ہے۔ اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ ہوش میں تو ہو؟ میں اس کی آواز سن رہی ہوں، اس سے گفتگو کر رہی ہوں۔ اس کا سایہ میرے سامنے دیوار پر نظر آ رہا ہے اور تم کہہ رہے ہو اس کا وجود نہیں ہے۔"

"اعلیٰ بی بی! میں کیا کروں؟ میں اس ہر قیمت پر بلیک شیڈو کو تلاش نہیں کر سکتا۔ میری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ عدم وجود کو تسلیم کر لوں۔ ضرور کوئی بھید ہے۔ ضرور کوئی ایسا ہتھکنڈہ آزمایا گیا ہے جو میری ٹیلی پیتھی کی لہروں کو بھٹکا دیتا ہے۔"

علیٰ بی بی نے دور شیشے کے پار دیوار پر بلیک شیڈو کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا "تم سب نے کتنے پاپڑ بیلنے کے بعد مجھے اور سجاد کو اس جزیرے سے رہا کرایا کیا شطرنج کی اس بساط پر ہم دو مہرے پھر ایک بار بھیس کئے ہیں تک کیا ہوتا رہا؟ کیا تم نہیں جانتے؟"

میں نے پھر ایک بار بلیک شیڈو کی آواز کو، اس کے لب و لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کیا۔ اپنا رخ شمال کی طرف کیا تاکہ شمال سے چلنے والی مقناطیسی لہریں میری سوچ کی لہروں کو پرواز کرنے میں اور زیادہ مددگار ثابت ہوں۔ مگر بے سود۔

بلیک شیڈو نے درست کہا تھا۔ اگر میرے سینے میں خنجر گھونپنا چاہو گے۔ سایہ زمین پر ہو گا تو خنجر زمین میں پیوست ہو گا۔ مجھے پانی میں ڈبونا چاہو گے تو میں سایہ ہوں۔ پانی کی سطح پر رہوں گا۔ ڈبونے والا خود ڈوب جائے گا۔ میری ٹیلی پیتھی کا بھی یہی حال ہو رہا تھا۔ میری سوچ کی لہریں دور تک ڈوبتی جاتی تھیں مگر اس کو نہیں پاتی تھیں اور ناکام واپس آ جاتی تھیں۔

میں حیران تھا۔ اعلیٰ بی بی حیران تھی۔ آخر یہ کیا ہے؟ طلسم ہے؟ اسرار ہے؟ یا شعبدے بازی ہے؟

یہ شعبدہ بازی ہو سکتی تھی۔

یہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ سامنے سایہ موجود ہو اور انسان موجود نہ ہو۔ اعلیٰ بی بی اور سجاد کے بس میں ہوتا تو وہ سامنے والی شیشے کی دیوار توڑ کر سائے تک ضرور پہنچنے کی کوشش کرتے لیکن ہال میں مسلح جوان مستعد کھڑے ہوئے تھے جو انھیں بلیک شیڈو کی مرضی کے خلاف کوئی حرکت کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔

ابھی مجبوری تھی۔ ہم اس پُراسرار سائے کی تہ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ایک اندازہ کر سکتے تھے کہ یہ محض شعبدہ بازی بھی ہو سکتی ہے۔ بعد میں یہ انکشاف بھی ہو سکتا تھا کہ یہ نئی سائنسی ایجاد ہے یا کوئی کمپیوٹر ہے جو ایک مخصوص لب و لہجے میں بول رہا ہو۔ اپنی آواز سنا رہا ہو اور خیال خوانی کی لہریں اس کمپیوٹر تک پہنچنے میں ناکام ہو رہی ہوں۔ انسان کے دماغ کو خواہ کتنا ہی کمپیوٹر کے اصولوں میں ڈھال لیا جائے پھر بھی انسان کا دماغ رہتا ہے۔ اس لیے خیال خوانی کی لہریں وہاں تک پہنچ جاتی ہیں۔ اگر وہ دماغ نہیں ہے، صرف کمپیوٹر ہے، تو یہ سمجھنا ہو گا کہ کیا ایسے کمپیوٹر ہوتے ہیں کہ ان کے روبرو جو سوالات کیے جائیں، وہ فوراً ان کا صحیح جواب دیتے رہیں؟

یہ بحث بھی ہو جائے گی۔ میں اپنے قارئین کو زیادہ الجھن میں نہیں رکھنا چاہتا۔ اتنا بتا دوں کہ یہ کوئی کمپیوٹر نہیں تھا۔

بلیک شیڈو نے مجھے ایک طویل عرصے تک الجھا کر رکھا خدا۔ اگر میں اتنے عرصے تک اسے پُراسرار بنا کر اپنی داستان میں پیش کرتا رہوں تو یہ مناسب نہیں ہو گا۔ اب جگہ میں داستان قلمبند کر رہا ہوں تو میرے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو چکا ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ بلیک شیڈو کی حقیقت کیا ہے۔ میں اپنے قارئین کو بھی بتا دوں۔

بتانے سے پہلے البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پچھلے ماہ میں نے اپنی داستان کو جس موڑ پر چھوڑا تھا، وہیں میں نے یہ انکشاف کیوں نہیں کیا؟

اس لیے کہ میں اکثر اپنی داستان کو ادھوری ایسے ہی موڑ پر چھوڑتا ہوں جہاں واقعات اور کردار میرے پڑھنے والوں کے لیے سوالیہ نشان بن کر رہ جائیں اور وہ سوچیں، اپنے ذہن کو آزمائیں، گتھی کو سلجھانے کی کوشش کریں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ یقیناً ہمارے قارئین بے حد ذہین ہیں۔ وہ اکثر قسطوں کے اختتام پر چھوڑے ہوئے سوالوں کے جواب بڑی کامیابی سے ڈھونڈ لیتے ہیں لیکن کچھ سوال ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے جواب تک وہ نہیں پہنچ سکتے۔ مجھے یقین ہے وہ بلیک شیڈو کے ہتھکنڈے کو نہیں پا سکے ہیں، چلیے میں بتائے دیتا ہوں۔

اس کا تعلق ساؤنڈ ریکارڈنگ یعنی صدابندی کی تکنیک سے ہے۔ آواز کی لہروں کو ایک مائیک سے لے کر لاؤڈ اسپیکر تک کس طرح پہنچایا جاتا ہے؟ آواز کی لہریں فضا میں سفر کرتے ہوئے ہمارے کانوں تک پہنچتی ہیں۔ اس دوران ساؤنڈ ریکارڈ کرنے والے آواز کی ان لہروں میں بڑی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً آواز کی رفتار کو تیز کیا جا سکتا ہے یا اس آواز کو سست کیا جا سکتا ہے۔ آواز کو بلند کیا جا سکتا ہے یا دھیما کیا جا سکتا ہے۔ آواز میں مختلف قسم کے مخصوص اثرات پیدا کیے جا سکتے ہیں اور اسے ان اثرات کے ذریعے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

بلیک شیڈو کا تعلق اس بین الاقوامی ادارے سے ہے جو فضا میں ماضی کی گمشدہ آوازوں کو ریکارڈ کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ اس ادارے کے کارپردازوں کا دعویٰ ہے کہ ہم اب سے ایک سیکنڈ پہلے کی، ایک صدی پہلے کی یا ایک ارصدی پہلے کی آواز کو تلاش کر کے ریکارڈ کر سکتے ہیں جس دن ہم کامیاب ہو جائیں گے، اپنے آباؤ اجداد کی گزری ہوئی ایک ایک گفتگو سن سکیں گے۔

یہ ان سائنسدانوں کا دعویٰ ہے جو ساؤنڈ ریکارڈنگ کے شعبے سے تعلق رکھتے تھے۔ بلیک شیڈو بھی اسی شعبے سے تعلق رکھنے والا ایک سائنسداں تھا۔ اس نے صدابندی کے سلسلے میں کچھ نئے تجربات کیے تھے۔ مائیک سے لے کر اسپیکر تک اپنی آواز پہنچانے کے درمیان میں مختلف آلات نصب کیے تھے۔ جب وہ مائیک کے سامنے بیٹھ کر بولتا تو اس کی آواز مختلف آلات سے ٹکراتے ہوئے، اپنے لب و لہجے میں کمی بیشی کرتے ہوئے، آواز کے ٹیمپو میں ذرا اتار چڑھاؤ پیدا کر کے اسپیکر تک پہنچتی تھی۔ اس طرح وہ آواز جو مائیک کے پاس کچھ ہوتی تھی، اسپیکر تک پہنچتے پہنچتے کچھ اور ہو جاتی تھی۔

اتنی وضاحت سے یہ بات سمجھ میں آ گئی ہو گی کہ بلیک شیڈو مائیک کے سامنے بولتا تھا لیکن اس کی اصل آواز اور لب و لہجہ سپیکر

تک پہنچتے پہنچتے بڑی حد تک تبدیل ہو جاتا تھا۔ اس حد تک کہ جسے میں سن کر خیال خوانی کی پرواز کرتا تو مجھے اس لب ولہجے والا اُس آواز والا شخص نہیں ملتا تھا۔ کیونکہ وہ آواز اور وہ لب ولہجہ تو مختلف آلات کی پیداوار تھا جو اسپیکر سے خارج ہوتی تھی اور مجھ تک پہنچتی تھی۔ مائیک کے پیچھے بیٹھا ہوا بلیک شیڈو اپنی مخصوص آواز اور مخصوص لہجے کے ساتھ میری ٹیلی پیتھی کی زد سے محفوظ رہتا تھا۔

ایک اور وضاحت کر دوں۔ بلیک شیڈو وہاں موجود نہیں تھا جہاں اعلیٰ بی بی اور سجاد تھے۔ وہ پتا نہیں کتنی دور تھا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنی آواز نشر کرتا تھا۔ دو ٹرانسمیٹر تھے۔ ایک سننے کے لیے آن رہتا تھا ایک اپنی آواز نشر کرنے کے لیے۔ اگر اعلیٰ بی بی اور سجاد شیشے کی دیوار توڑ کر اس سائے تک پہنچنے کی کوشش کرتے تو انہیں صرف وہ ٹرانسمیٹر نظر آتا جس سے آواز خارج ہو رہی تھی۔

شیشے کی دیوار کے پیچھے جو دیوار نظر آتی تھی اور جس پر بلیک شیڈو کا سایہ نظر آتا تھا، دراصل وہ دیوار نہیں تھی۔ ایک بہت بڑا اسکرین تھا۔ اس اسکرین کے پیچھے ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس کے پیچھے سے روشنی پھینکی جاتی تھی۔ اس کا سایہ اسکرین پر دیوار کے منظر کے ساتھ صاف طور سے نظر آتا تھا۔ جس کا سایہ تھا، وہ گونگا بنا رہتا تھا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے بلیک شیڈو کی آواز نشر ہوتی تھی، اس آواز کے مطابق وہ اپنے ہونٹ ہلایا کرتا تھا۔ جب ہونٹ ہلتے تو یوں لگتا تھا جیسے وہی بول رہا ہو۔

اتنی وضاحت کے بعد میں داستان کے اس حصے کی طرف آتا ہوں جہاں سے یہ سلسلہ منقطع ہوا تھا۔

میں اور اعلیٰ بی بی دونوں ہی شدید حیرانی میں مبتلا تھے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، یہ کیا ہے؟ طلسم ہے؟ اسرار ہے؟ یا شعبدہ بازی ہے؟

ہمارے سامنے ایک انسان کا سایہ موجود تھا لیکن اس انسان کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "ابھی تو مشکل ہے۔ اس اسرار کو سمجھنے کے لیے کچھ وقت چاہیے۔"

بلیک شیڈو نے پوچھا "اعلیٰ بی بی! اتنی دیر سے خاموش کیوں ہو؟ مسٹر فرہاد علی تیمور! آپ تو میری توقع کے خلاف بالکل ہی سمجھے بنے ہوئے ہیں۔ اب تک ایک لفظ بھی زبان سے ادا نہیں کیا۔ کہیں تم ڈمی تو نہیں ہو؟"

سجاد نے کہا "ہاں، جب ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں نہ رہیں تو ڈمی ہی کہلاؤں گا۔ ابھی میں یہی کوشش کر رہا تھا۔ خیال خوانی کی پرواز ذرا دیر کے لیے ہو جاتی تو میں تمہاری شہ رگ تک پہنچ کر دکھاتا۔"

بلیک شیڈو نے قہقہہ لگایا۔ پھر کہا "میری دعا ہے تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں جلد واپس آئیں۔ تم میرے پاس رہو گے تو میری انتہائی کوشش یہی ہوگی تمہیں ہر طرح کا آرام پہنچایا جائے گا۔ میں تمہاری ذہنی آسودگی کے لیے اور تمہارے دماغی علاج کے لیے دنیا کے بڑے سے بڑے ڈاکٹر کی خدمات حاصل کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ٹیلی پیتھی والے مکمل فرہاد بن جاؤ، پھر دیکھو ہم دونوں مل کر کتنی بڑی طاقت بن جاتے ہیں۔ میں پُراسرار ہوں۔ صرف سایہ ہوں۔ کوئی مجھ تک نہیں پہنچ سکتا اور ٹیلی پیتھی کی دہشت ایسی ہے کہ کوئی تمہارے قریب آنے کی جرأت نہیں کرتا۔ ہم دونوں ہی پوری دنیا کو تسخیر کر لیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے اچانک خوش ہو کر کہا "مجھے تو نہیں معلوم تھا کہ تمہارے عزائم اتنے بلند ہیں۔ ہم بھی ساری دنیا کو تسخیر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر واقعی ہمارے ساتھ مل کر یہ کارنامہ انجام دینا چاہتے ہو تو میں اور فرہاد تیار ہیں۔"

سجاد نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ پہلے بابا صاحب کے ادارے میں جائیں گے۔ وہاں اپنے بڑوں سے مشورہ کریں گے۔"

بلیک شیڈو نے کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! ان سے بھی مشورہ کرنے کا موقع دیا جائے گا لیکن ایک بات یاد رکھیں۔ ہر طرح آزادی ہونے کے بعد بھی آپ میری دسترس میں رہیں گے۔ کہیں بھاگنے کی کوشش کی تو یہ نہ بھولنا کہ میں سایہ ہوں۔ روشنی میں آ جاتا ہوں۔ تاریکی میں نظر نہیں آؤں گا۔ جو چیز نظر نہ آئے، وہ سب سے زیادہ دہشت ناک ہوتی ہے، کیونکہ موت حادثے کی صورت میں، خودکشی کی صورت میں، کسی اور صورت میں آئے تو اس کی آمد کا پتا چل جاتا ہے۔ تاریکی میں سایہ گم ہو کر آئے تو اس کی آہٹ بھی نہیں ہوتی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اگر خود کو بہت زیادہ پُراسرار بنا کر پیش کرو گے تو شاید ہمارے درمیان سمجھوتہ نہ ہو سکے۔ اختلافات ہو جائیں گے تو ہم تمہارے منصوبے کامیاب نہیں ہونے دیں گے اس طرح ہم دونوں کا نقصان ہوگا۔ لہٰذا یا تو ہمارے سامنے بے نقاب ہو جاؤ یا یہ خیال دل سے نکال دو کہ فرہاد علی تیمور کبھی تمہارا دست نگر ہوگا اور تمہارے مشورے کا محتاج رہ کر کام کرے گا۔"

"میں ایسا نہیں سوچتا۔ میں فرہاد علی تیمور کی شخصیت کو سامنے رکھ کر معاملات طے کروں گا۔ بشرطیکہ پہلے اپنے دل اور دماغ کو پوری طرح میری دوستی کی طرف مائل کر لو۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "تم جھوٹے کی باتیں کر کے بلیک شیڈو کو خوش فہمی میں مبتلا کرو، ہم بعد میں اس سے نمٹ لیں گے۔ مرجانہ کے پاس جانا ضروری ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد واپس آؤں گا۔"

میں مرجانہ اور اپالو کو مقابلہ کرتے ہوئے چھوڑ آیا تھا۔ اپالو خندق میں گرا ہوا تھا۔ مرجانہ بھی خندق میں پہنچ کر اس سے مقابلہ کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا تھا تاکہ خندق سے نکلنا پڑے تو کسی کا وہاں ہونا ضروری تھا۔

وہاں دو شخص موجود تھے۔ بلبا کی موجودگی نہ ہونے کے برابر تھی۔ وہ تقریباً نیم مردہ ہو چکا تھا۔ لہو میں ایسا تر ہو گیا تھا کہ پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ جگہ جگہ زخم کھل گئے تھے اور اندر سے سرخ گوشت جھانکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

دوسرا شخص یوگو ہنٹر تھا۔ میں اسے اپنے طور پر استعمال کر سکتا تھا۔ مرجانہ کو کبھی خندق سے باہر آنے کی ضرورت پیش آتی تو ہنٹر درخت سے لٹکنے والے رسّے کو مرجانہ تک پہنچا سکتا تھا جس کے ذریعے وہ اوپر آ سکتی تھی۔

میں نے اس کے پاس پہنچ کر کہا "میں آ گئی ہوں۔"

اس نے پوچھا "اتنی دیر تک کیا کر رہی تھیں؟ اعلیٰ بی بی اور فرہاد خیریت سے تو ہیں؟"

"بس خیریت ہی ہمارے ساتھ نہیں ہوتی۔ باقی مصیبتوں کا حال پوچھو تو پوچھنے سے پہلے ہی حاضر ہو جاتی ہیں۔"

"کیا وہ کسی نئی مصیبت میں پھنس گئے ہیں؟"

"ان کی بات چھوڑو۔ یہاں اپالو سے کس طرح نمٹنا چاہتی ہو؟"

میں نے تمہارے مشورے کو مان کر ابھی تک اسے طیش دلائے رکھا ہے۔ وہ غصّے سے جھنجلا رہا ہے۔ اپنی بوٹیاں نوچنے کی کسر رہ گئی ہے۔ رہ رہ کر غصّے سے خندق کی دیواروں کے پاس جاتا ہے اور ان میں اپنے ناخن گاڑتے ہوئے اوپر چڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ بیس پچیس فٹ کی اونچائی تک چڑھنا ممکن نہیں ہے۔ وہ پھر نیچے گر پڑتا ہے۔ مجھے گھونسا دکھا دکھا کر کچھ کہتا ہے۔ یقیناً گالیاں دیتا ہوگا۔"

"میرا مشورہ ہے خندق میں نہ جاؤ۔ میں کسی اور مسئلے میں الجھ جاؤں گی، کسی اور سمت مصروف رہنا پڑے گا یا میری خیال خوانی کا سلسلہ کسی وجہ سے ٹوٹ جائے گا تو یوگو ہنٹر کو تمہارے لیے استعمال نہیں کر سکوں گی۔ لہٰذا ایسی جگہ جانا ہی نہیں چاہیے جہاں سے واپس آنے کے لیے کسی کے سہارے کی ضرورت ہو۔"

مرجانہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس درخت کے پاس گئی پھر اس رسّے کو تھام کر جھولنے لگی۔ وہ جھولتے ہوئے خندق کے اوپر آئی تھی۔ اپالو اوپر دیکھ کر اچھلتا تھا۔ اسے گھونسا دکھاتا تھا۔ یقیناً گالیاں بھی دیتا تھا۔ وہ بار بار ہنستی ہوئی، جھولتی ہوئی خندق کے اوپر سے گزرتی تھی۔ کبھی اس کی نظروں سے اوجھل ہوتی تھی کبھی پھر جھولتی ہوئی آ جاتی تھی۔

اس نے جان بوجھ کر رسّے کے نچلے حلقے کو خندق میں پھینک دیا۔ اپالو نے لپک کر اسے تھام لیا پھر تیزی سے چڑھنے لگا۔ مرجانہ رسّے کو جھلاتی جا رہی تھی، جس کے نتیجے میں اپالو کبھی خندق کی اس دیوار سے ٹکراتا تھا، کبھی اس دیوار سے۔ جب وہ ذرا اوپر آنے لگا تو مرجانہ چھلانگ لگا کر رسّے کو چھوڑتی ہوئی خندق کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئی۔

وہ اوپر آ گیا۔ وہ تھکا یا ہانپا نہیں جانتا تھا صرف غصّے سے ہانپ رہا تھا، غرّا رہا تھا۔ یوگو ہنٹر تیزی سے چلتا ہوا مرجانہ کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ تاکہ وہ مرجانہ کا غصّہ اس پر اتار سکے۔ وہیں سے بولا "اپالو! تم نے بلبا کو شیر کے حوالے کر کے اسے ادھ موا کر دیا تھا، مرجانہ کا کیا کرو گے؟ اس سے تو تمہیں اکیلے ہی نمٹنا پڑے گا؟"

وہ غصّے سے ان کی طرف لپکا۔ مرجانہ نادان نہیں تھی۔ اتنا جانتی تھی کہ لڑائی کے وقت آنکھوں کو کھلا اور ذہن کو بیدار رکھنا چاہیے۔ جیسے ہی اپالو نے اس پر چھلانگ لگائی، وہ پھرتی سے ایک طرف ہٹ گئی، اور بولی "ارے، ارے! تم اُدھر گر پڑے میں تو اِدھر ہوں۔"

ہنٹر نے اس کا ترجمہ سنایا۔ اپالو پھر دہاڑتا ہوا مرجانہ کی طرف لپکا۔ اس بار دونوں کی مڈبھیڑ ہو گئی، ہاتھا پائی ہونے لگی۔ اپالو بڑے بڑے داؤ آزما رہا تھا۔ لڑائی کے سارے ہتھکنڈے استعمال کر رہا تھا۔ مرجانہ پر اس نے کئی کامیاب حملے کیے لیکن ہر حملے کے بعد اسے تسلیم کرنا پڑا کہ اس عورت پر ہاتھوں سے حملہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے دیوار سے طاقت آزمائی کرنا۔ اس پر تو لوہے کی سلاخوں سے حملہ کرنا چاہیے۔

اپالو کی بدقسمتی تھی کہ اسے وہاں کوئی آہنی سلاخ نہیں مل سکتی تھی۔ لیکن مرجانہ کے آہنی ہاتھ برابر پڑ رہے تھے۔ جب بھی کوئی ہاتھ پڑتا تھا تو اپالو کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگتے تھے۔

میں نے کہا "مرجانہ! یہ بھی تم سے کم نہیں ہے۔ میں تمہارے دماغ میں رہ کر سمجھ سکتی ہوں۔ تم اس کے ہاتھوں کی ضربوں کو بڑی شدت سے محسوس کرتی ہو۔"

"ہاں، کرتی ہوں لیکن میں نے آہنی قوتات کے ذخیرے پر ہاتھوں اور پاؤں سے ضربیں لگانے کی مشقیں کی ہیں۔ اسی لیے میرا جسم بیرونی حملوں کی شدت کو بہت کم محسوس کرتا ہے۔ تاہم یہ بھی بڑا جی دار ہے۔"

"اپالو نے راجر ممتھ کی کھوپڑی کو ایک ہاتھ کے شکنجے میں جکڑ لیا تھا۔ وہ بے چارا اپنے آپ کو چھڑا نہ سکا۔ کیا تم بھی ایسا کر سکتی ہو؟"

چند لمحوں کے بعد ہی وہ اچانک فضا میں قلابازی کھا کر اپالو کے سر کے اوپر سے گزرتے ہوئے پشت کی طرف گئی۔ پھر جتنی دیر میں اپالو پلٹ کر جوابی حملہ کرتا، اس کی کھوپڑی مرجانہ کی دونوں ہتھیلیوں کے شکنجے میں آ گئی تھی۔

وہ اس کی طرف پلٹ نہ سکا۔ جب بھی پلٹنا چاہتا تو اس کی کھوپڑی پر آہنی انگلیوں کی گرفت سخت ہو جاتی تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے غرّانے لگتا تھا۔ اس میں اور مرجانہ میں یہی ایک فرق

تھا۔ اس نے راجر اسمتھ سے مقابلہ کرنے کے دوران صرف ایک ہتھیلی کے شکنجے میں کھوپڑی کو جکڑ رکھا تھا جبکہ مرجانہ پوری قوت صرف کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اس کی کھوپڑی کو دبا رہی تھی۔ میں اس کی مجبوری کو سمجھ رہا تھا۔ اپالو کا سر اس کی جسامت کے لحاظ سے شیر ببر کی طرح تھا۔ مرجانہ اسے ایک ہاتھ سے شکنجے میں نہیں لے سکتی تھی۔ اتنا ہی کافی تھا کہ اس نے اپالو کو بے بس کر دیا تھا۔

وہ پیچھے کی طرف ہاتھ گھما گھما کر اس پر حملے کرنا چاہتا تھا۔ پلٹنا چاہتا تھا لیکن جب بھی وہ کوشش کرتا، اس کی کھوپڑی پر آہنی گرفت مضبوط ہو جاتی۔ اس کا سر جیسے چیخنے لگتا۔ یوگو ہنٹر نے میری ہدایت کے مطابق کہا "اپالو! بیاد کرو یہی عبرت حاصل کرنے کا مقام ہوتا ہے۔ تم کمزور لوگوں کے سروں کو اسی طرح اپنی آہنی گرفت میں لیتے تھے۔ کوئی بے چارا تم سے نجات نہیں پا سکتا تھا۔ آج تم ایک عورت کے شکنجے سے نجات حاصل کرنے میں ناکام ہو رہے ہو۔"

میں ہنٹر کے دماغ کے ذریعے محسوس کر رہا تھا۔ جیسے زمین بہت آہستہ آہستہ دہل رہی ہو۔ جیسے بہت سے لوگ چلے آ رہے ہوں۔ ایک سمت سے نہیں، کئی سمتوں سے۔ کوئی فوج چاروں طرف سے گھیرا ڈال رہی ہو۔

چند لمحوں کے بعد ہی اپالو نے چیخ کر کہا "آ گئے! میرے ساتھی آ گئے! اب تم میں سے کوئی زندہ نہیں بچے گا۔"

وہ کہتے کہتے تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔ اس کی کھوپڑی پر مرجانہ کی گرفت بہت ہی سخت ہو گئی تھی۔ وہ تڑپ کر اس کی گرفت نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک بار وہ کامیاب ہو گیا لیکن نجات پانے کے باوجود سر ابھی تک جکڑا ہوا لگ رہا تھا۔ دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ ذرا سنبھلنا چاہتا تھا لیکن مرجانہ اسے سنبھلنے کا موقع کہاں دیتی؟

اس نے اپالو کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ وہ گرا تو فضا میں قلابازی کھاتی ہوئی نیچے آئی۔ اس کے دونوں پاؤں ٹھیک اس کے چہرے پر پڑے۔ مرجانہ کے جسم کے تمام بوجھ کے ساتھ آہنی پاؤں کی ضرب لگے تو اس کے چہرے کا حلیہ کیا بن گیا ہو گا، اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ میں یوگو ہنٹر کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ اس بار اپالو کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ پہلے وہ ہزار طرح کی چوٹیں کھا کر اور ضربیں برداشت کر کے صرف درندوں کی طرح غرا کر رہ جاتا تھا۔ اس بار وہ انسانوں کی طرح چیخ پڑا۔ تکلیف سے تڑپنے لگا۔ مرجانہ اس کے اوپر سے ہٹ گئی تھی۔ اب اس کے چہرے کے کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف ٹھوکریں مار رہی تھی۔ اسی وقت لوگوں کا ہجوم نظر آیا۔ بستی کے بے شمار لوگ، رائفلوں، اسٹین گنوں، ٹامی گنوں، لاٹھیوں اور چاقوؤں سے لیس ہو کر چاروں طرف سے چلے آ رہے تھے۔

یوگو ہنٹر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر چیختے ہوئے کہا "تم یہ نہ آنا، سب دور رہو اور اپنی آنکھوں سے اس درندے کو دیکھو، جس سے تم لوگ آج تک خوف زدہ ہوتے چلے آئے ہو۔ دیکھو، آنکھیں کھول کر دیکھو۔ یہ ایک عورت کے ہاتھوں کس بری طرح پٹ رہا ہے۔ خوار ہو رہا ہے۔ اس کے غرور کا سر نیچا کرنے کے لیے شاید قدرت نے اس عورت کو یہاں بھیجا ہے تاکہ دوسرے عبرت حاصل کریں۔ خدا جب کسی مغرور کا سر نیچا کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے مقابل کسی زبردست کو نہیں لاتا بلکہ زیردست رہنے والے کو لاتا ہے اور اس کے ذریعے اس کا سر نیچا کرتا ہے۔"

وہ سب آنے والے اپنی اپنی جگہ ٹھہر گئے تھے۔ وہ لوگ مرجانہ، بلبا، اپالو اور یوگو ہنٹر کے اطراف دور تک ایک دائرے کی شکل میں کھڑے ہوئے تھے۔ چاہتے تو اپالو کو مرجانہ کے حملوں سے بچا سکتے تھے لیکن وہ لڑائی کے وقت خود ہی اپنے لوگوں سے عہد کر گیا تھا کہ کوئی درمیان میں نہ آئے۔ لہٰذا جب بھی انسانوں یا جانوروں سے لڑتا تھا تو کوئی اس وقت تک آگے نہیں بڑھتا تھا جب تک وہ مداخلت کا حکم نہ دے دیتا۔

یوگو ہنٹر نے میری سوچ کے مطابق چیختے ہوئے کہا "اے جزیرے کے باسیو! میرے وفادارو! اگر تم میں سے کوئی اپالو سے وفاداری کا دم بھرتا ہے تو آج اس کا انجام دیکھ لے اور اس کا ساتھ دینے سے باز آ جائے۔ میں اب بھی تمہارا مالک ہوں، تمہاری غلطیوں کو معاف کر دوں گا۔ اگر تم اسے شہ زور سمجھتے ہو تو چپ چاپ لڑنے کا تماشا دیکھو۔ اگر یہ شہ زور ثابت ہو گا تو میں تم سب کے سامنے قسم کھا کر کہتا ہوں، میں بھی تمہارے ساتھ ساتھ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دوں گا اور اسے اپنے جزیرے کا مالک بنا دوں۔"

آخر لوگ اپالو سے کیوں ڈرتے تھے؟ اس کی شہ زوری، اس کے رعب اور دبدبے سے، اس کے قد اور اس کی جسامت سب پر یہ دہشت طاری رہتی تھی کہ وہ جو خونخوار چیتوں اور شیروں سے لڑتا ہے، انھیں پلک جھپکتے ہی خاک میں ملا دے گا۔ اب وہ اسے خاک میں ملتے دیکھ رہے تھے۔

ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا بھی "ماسٹر اپالو! اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس عورت کو ابھی مزہ چکھا دیں۔"

ان کی مخالفت میں دوسرے چند لوگوں نے کہا "ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ماسٹر اپالو! بزدل اور کمزور نہیں ہے۔ وہ اس عورت سے پورا مقابلہ کرے گا۔ ابھی ہار جیت کا فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ اگر فیصلہ ہو گیا اور ماسٹر کمزور پڑ گیا تو کیا تم لوگ کسی کمزور کو اپنا ماسٹر مان لو گے؟ کیا اس کے آگے جھکنا پسند کرو گے؟ سوچ سمجھ کر جواب دو۔"

ان باتوں کے دوران یوگو ہنٹر نے بستی کے ایک آدمی سے ریوالور لے لیا تھا۔ میں اس کے ارادے کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا۔ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ مجھے یہاں کا مالک بن کر رہنا ہے تو اس کانٹے کو فوراً ہی نکال پھینکنا ہو گا۔ ورنہ شاید لڑائی کے دوران یہ مرجانہ پر برتری حاصل کر لے۔ پھر میری بھی شامت آ جائے گی۔ یہ جو لوگ تماشا دیکھ رہے ہیں، چشم زدن میں میرے مخالف ہو جائیں گے۔ اگر اپالو نہ رہا، اگر میں اسے مار ڈالوں تو یہ میرے ہی آگے جھکیں گے۔ یہاں مجھ سے برتر اور مجھ سے قابل احترام اور میرے جیسا گاڈ فادر ان کے لیے کوئی دوسرا نہیں ہے۔"

یہ سوچ کر اس نے اپالو کی طرف دیکھا۔ وہ بڑی مشکل سے سر کو جھٹک کر زمین پر سے اٹھ رہا تھا۔ غراتا، کراہتا، لڑکھڑاتے ہوئے پینترا بدل رہا تھا۔ جیسے اب تب میں مرجانہ پر جھپٹ پڑے گا۔ لیکن جھپٹنے کا لفظ اس کے لیے غلط تھا۔ اس میں اتنی تازگی، اتنی پھرتی اور توانائی نہیں رہی تھی کہ وہ جھپٹ سکتا۔ بس لڑکھڑا کر آگے بڑھ سکتا تھا۔ مرجانہ ذرا ایک طرف ہو جاتی یا ٹانگ اڑا دیتی تو اوندھے منہ گر جاتا۔

اس سے پہلے ہی یوگو ہنٹر نے اس کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ پہلی گولی اس کی کھوپڑی میں لگی۔ وہ الٹ کر گر رہا تھا کہ دوسری گولی اس کی پشت پر لگی۔ اس کے بعد وہ زمین سے اٹھ نہ سکا۔ وہیں تڑپنے لگا لیکن بڑا ہی جی دار تھا۔ ابھی اس میں جان تھی، جو شہ زور ہوتے ہیں، ان کا دم آسانی سے نہیں نکلتا۔ وہ تڑپ رہا تھا، مرنے ہی والا تھا۔ اس سے پہلے ہی سارے بستی والے یوگو ہنٹر کے سامنے گھٹنے ٹیک کر سر جھکانے لگے، اپنے ہتھیار زمین پر رکھنے لگے۔

مرجانہ یوگو ہنٹر کو ناگواری سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "اپنے تیور درست کرو۔ میں سمجھتی ہوں، تم بلبا کی شکست کا انتقام لینے کے لیے اسے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالنا چاہتی تھیں۔ تمہاری یہ حسرت پوری نہیں ہوئی لیکن حالات کو سمجھا کرو۔ یوگو ہنٹر نے آخری وقت گولی چلا کر اپنے اور تمہارے حق میں بہتر کیا ہے۔"

"میں مان لیتی ہوں اس نے بہتر کیا ہے لیکن میری اور بلبا کی حسرتیں دل میں ہی رہ گئیں۔"

"یہ تو سوچو، بلبا نے شکست نہیں کھائی ہے۔ اپالو نے لڑائی میں دیانتداری سے کام نہیں لیا۔ اس نے بلبا کو شیروں کے حوالے کر دیا تھا۔ اس وجہ سے وہ قدرے کمزور پڑ گیا۔ رہ گئی تمہاری بات، تو تم اس پر حاوی ہو رہی تھیں۔ یقیناً دو چار ہاتھ میں اسے ختم کر ڈالتیں۔ اس سے پہلے یوگو ہنٹر نے ایسا کیا ہے۔ تو کیا فرق پڑتا ہے۔ جیت بہرحال تمہاری ہے۔"

یوگو ہنٹر کے حکم کے مطابق تمام بستی والوں نے جو ہتھیار ڈال دیے تھے، انھیں پھر اٹھا لیا تھا۔ اب وہ اپالو کو اٹھا کر خندق میں پھینک رہے تھے۔ ہنٹر کہہ رہا تھا۔ اسے خندق میں پڑا رہنے دو۔ جو بھی جنگلی جانور اس خندق میں گرے گا، اسے اچھی خوراک مل جائے گی۔"

ایک مسلح جوان نے بلبا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "اس زخمی کا کیا کیا جائے؟"

ہنٹر نے پہلے بلبا کو دیکھا۔ پھر مرجانہ کو گھورتی ہوئی نظروں سے چند لمحوں تک دیکھتا رہا۔ مرجانہ نے کہا "سوچنا ذرا اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھو۔ یہ مجھے کیوں ایسے گھور رہا ہے؟"

اس سے پہلے کہ میں اس کے دماغ میں پہنچتا، اس نے گرج کر حکم دیا "اس عورت کے ہاتھوں کو رسیوں سے اچھی طرح باندھ دو۔ یہ بہت خطرناک ہے۔ ہم بستی میں پہنچ کر اس سے نمٹ لیں گے۔ اگر کوئی گاڑی لائے ہو تو اس زخمی کو اس میں لے جاؤ۔ گاڑی نہیں ہے تو اسے ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر لے چلو۔"

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ کئی آدمیوں نے مرجانہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ ایک شخص اس کے دونوں ہاتھوں کو پشت پر لے جا کر رسیوں سے باندھ رہا تھا۔ مجھے یوگو ہنٹر پر بڑا غصہ آیا۔ لوگ عجیب طوطا چشم ہوتے ہیں۔ اچانک ہی خلاف توقع بدل جاتے ہیں۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہتا تھا، آخر وہ کیوں بدل گیا ہے؟ کیا اتنی جلدی مرجانہ اور بلبا کے احسانات کو بھول گیا ہے؟ اگر بھول گیا ہے تو اس سے کیا سلوک کرنا چاہتا ہے؟

اچانک زبردست دھماکے کی آواز سنائی دی۔ سب ہی چونک کر آواز کی سمت دیکھنے لگے۔ ادھر سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ یوگو ہنٹر نے چیخ کر کہا "ارے! غضب ہو گیا، یہ کس نے دھماکہ کیا ہے؟ جناب تو ادھر کے پنجرے بھی زمین سے اکھڑ جائیں گے۔ وہ درندے جو دوسرے تیسرے دھماکوں کے بعد پنجروں سے نکل کر وہیں تباہ شدہ مکان کے پاس رہ گئے تھے، آزاد ہو جائیں گے۔ ادھر کے پنجرے ٹوٹنے کے بعد بستیوں کا رخ کریں گے۔ بھاگو یہاں سے۔"

پھر تو بھگدڑ مچ گئی۔ یوگو ہنٹر کو فوراً اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ اسے اتنی جلدی بھاگنے کا حکم نہیں دینا چاہیے تھا۔ وہ پھر چیخ چیخ کر کہنے لگا "پہلے اس زخمی کو اٹھاؤ۔ ہمیں گاڑی تک پہنچاؤ۔"

یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ بستی والے ایک گاڑی لے آئے تھے۔ اس کے وفاداروں نے بلبا کو اٹھایا۔ پھر اسے اور مرجانہ کو گاڑی تک لے آئے۔ بلبا کو پیچھے جیپ میں ڈال دیا گیا۔ مرجانہ کے ہاتھ اسی طرح بندھے ہوئے تھے۔ وہ بھی جیپ کے پچھلے

حصے میں بیٹھ گئی۔ یوگو ہنٹر ڈرائیونگ سیٹ پر آیا۔ اس کے ساتھ ایک مسلح جوان بیٹھ گیا۔ دو آدمی مرجانہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔

ہنٹر نے اچھی طرح تاکید کی تھی کہ مرجانہ سے ایک ذرا غافل نہ ہونا۔

جب وہ گاڑی چلنے لگی تو شیروں اور دوسرے درندوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یقیناً وہ سب آزاد ہو گئے تھے۔ اب پورے جزیرے میں پھیلنے والے تھے۔ جنگلی درندوں کے آزاد ہو جانے سے لوگوں میں دہشت پھیل گئی تھی۔ سب سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ رہے تھے۔ یوگو ہنٹر ڈرائیو کرنے کے دوران ان بھاگنے والوں والوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: "فوراً بستی کی طرف جاؤ۔ جو لوگ جس بستی میں پہنچیں وہاں کی گاڑیاں لے کر دوسری بستی میں جائیں۔ تمام لوگوں کو خطرے سے آگاہ کریں اور انھیں ہتھیار سپلائی کریں۔ تاکہ جزیرے کے بچے بچے کی حفاظت کی جا سکے۔"

میں پریشانی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ سوچا تھا، اب مرجانہ اور بلبا کی طرف سے اطمینان ہو جائے گا تو دوسری طرف جاؤں گا۔ یہاں تو کچھ اور طرح کا رنگ ہو گیا تھا۔ ایک طرف مرجانہ کو حراست میں لے لیا گیا تھا، دوسری طرف جنگلی درندے ایسی تباہی مچانے والے تھے کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

جو کر سکتا تھا اس کے لیے ہنٹر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنے لگا۔ اس کی سوچ نے بتایا، وہ مرجانہ اور بلبا کو یرغمال کے طور پر رکھنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس نے اعلیٰ بی بی اور فرہاد کو اپنے ہاں قید کر کے اور ان کے لیے سودے بازی کر کے بہت بڑا جرم بھی کیا ہے اور اہم ممالک اور خطرناک تنظیموں کی مخالفت بھی مول لی ہے۔ وہ سب اس کا محاسبہ کریں گے، وہ پوچھیں گے کہ اس نے فرہاد اور اعلیٰ بی بی کو راز بنا کر کیوں رکھا تھا؟ ان سے براہِ راست سودا کیوں نہ کیا گیا؟ یہ دوسروں کو فرہاد کا سودا کرنے کی دعوت کیوں دی؟ پھر فرہاد کی پوری ٹیم اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام لوگ اس کے جانی دشمن بن جائیں گے۔ لہٰذا وہ مرجانہ اور بلبا کو یرغمال بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ اپنی سلامتی کے لیے کسی خطرناک تنظیم سے معاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ جو مرجانہ اور بلبا کے عوض اس کی حفاظت کی ذمے داریاں قبول کرے۔

ہمارے کتنے ہی دشمن ہیں۔ ایسی کتنی ہی تنظیمیں ہوں گی جو مرجانہ اور بلبا کو کسی طرح مار ڈالنا چاہتی ہوں گی۔ ان کے لیے یہ سنہرا موقع ہو گا۔ وہ یوگو ہنٹر سے معاہدہ ضرور کریں گی۔ یا پھر ایسی تنظیمیں بھی ہو سکتی ہیں جو مرجانہ اور بلبا کو حاصل کر کے..... ان کے ذریعے مجھے اور میرے ساتھیوں کو بلیک میل کریں اور انھیں ہماری کمزوری بنا کر ہم سے کوئی کام نکالنا چاہیں۔

میں نے مرجانہ کو ہنٹر کے ارادوں کے متعلق بتایا۔ وہ غصے سے بولی: "کیا میں اس کمبخت کا سر توڑ دوں؟"

"اس کا سر توڑنے سے اخروٹ نہیں نکلے گا۔"

"تم اس کے سر میں زلزلہ پیدا کرو۔ آخر اپنی خیال خوانی کو کب تک چھپاتی رہو گی اور چھپانے رکھنے میں مصلحت کیا ہے؟"

"میں اس وقت نیپال میں ہوں۔ میرے چاروں طرف بہت سے دشمن ہیں۔ اگر ان لوگوں کو یہ پتا چل جائے کہ میرے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہیں تو یہ لوگ مجھے اپنا بنانے کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے۔ میرے لیے مصیبت بن جائیں گے میں یہاں سے نکل نہیں پاؤں گی۔"

مرجانہ نے کہا: "مسٹر ہنٹر! پورے جزیرے میں جنگلی درندوں کے خطرات منڈلا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں تم نے میرے ہاتھ کیوں باندھ رکھے ہیں؟ کیا تم بھول گئے کہ ہم نے کس طرح اپالو سے تمھیں بچایا تھا؟ اس کے کتے تمھیں بھنبھوڑ کر رکھ دیتے اور اپالو تمھیں چیونٹی کی طرح مسل دیتا۔"

"میں مانتا ہوں اور تمھارے احسانات کا بدلہ اس طرح دے سکتا ہوں کہ تمھیں ایک مکان میں قید کر دوں اور مہمانوں کی طرح رکھوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔"

"میرے ہاتھ تو کھولنے کا حکم دو۔"

"مجھے اپنی گردن عزیز ہے۔ میں اپالو کا حشر دیکھ چکا ہوں ہاتھوں کو بندھا رہنے دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں، مکان کے اندر پہنچانے کے بعد تمھارے ہاتھ کھول دیے جائیں گے اور بلبا کی مرہم پٹی کرائی جائے گی۔"

میں نے کہا: "مرجانہ! اس سے بحث نہ کرو۔ حالات سے سمجھوتہ کرو۔ تم میری مدد سے فرار ہو سکتی ہو لیکن بلبا زخمی ہے۔ اسے اٹھا کر لے جانا ممکن نہیں ہے۔"

"بلیک شیڈو سے کہو وہ اپنے آدمیوں کو ہیلی کاپٹروں میں بھیجے۔"

"وہ تو گرگٹ کی طرح رنگ بدل چکا ہے۔ پتا نہیں ابھی اس کے اور کتنے رنگ ظاہر ہوں گے۔ بہرحال بلیک شیڈو، یہودی سیکرٹ ایجنٹ جمی فاؤنڈر ہو، سب ہی تم دونوں کو یرغمال بنا کر اپنے ملک لے جانا چاہیں گے یا اپنی تنظیم کے خفیہ اڈوں میں پہنچانا چاہیں گے۔"

وہ ناگواری سے بولی: "تم بڑی بوڑھیوں کی طرح مشورے دیے جا رہی ہو جیسے دنیا بھر کی ذہانت تمھارے ہی پاس آ گئی۔ تم اعلیٰ بی بی کو ہمارے حالات بتاؤ اور اس سے مشورہ لو۔ فرہاد سے بھی..."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر چونک کر بولی: "ارے ہاں جب سے فرہاد کا سامنا ہوا ہے، ایک بات میرے دماغ میں کھٹک رہی ہے۔ میں ایسے حالات سے گزر رہی ہوں کہ اس کی طرف دھیان ہی نہ دے سکی۔ ذرا اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھو کہ اچھی طرح ٹٹولو۔ کیا ہو گیا ہے اسے؟ وہ تو بالکل چُوں چُاں کا مُرَبّہ ہے۔"

میں مسکرانے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی: "زندگی میں پہلی بار میں نے دیکھا ہے کہ فرہاد کی موجودگی میں اعلیٰ بی بی زیادہ مشورے دیتی رہی۔ زیادہ ذہانت کا ثبوت دیا۔ زیادہ کارنامے اعلیٰ بی بی نے انجام دیے اور فرہاد بُجھا بُجھا سا رہا۔ پہلے تو وہ ایسا نہ تھا۔ اس سے پہلے بھی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اس سے چھن گئی تھیں، اس کے باوجود وہ مردِ میدان رہا۔ اب اسے کیا ہو گیا ہے؟"

"میں اس کے دماغ کو اچھی طرح ٹٹول چکی ہوں۔ وہ آج بھی مردِ میدان ہے لیکن یہودیوں نے اُسے ایسی دوائیاں کھلائی ہیں، ایسے انجکشن لگائے ہیں کہ وہ ذہنی طور پر کمزور ہو گیا ہے۔ جسمانی طور پر پہلی جیسی مستعدی نہیں رہی۔ ذرا سست ہو گیا ہے۔ رفتہ رفتہ ٹھیک ہو جائے گا۔ ویسے یہ فرہاد کے متعلق باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ مجھے دوسری جگہ بھی مصروف رہنا ہے۔ اس لیے جا رہی ہوں۔ یوگو ہنٹر تمھیں اور بلبا کو جانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ مہمان بنا کر رکھے گا اور اس کا وعدہ اس لحاظ سے درست معلوم ہوتا ہے کہ وہ تم لوگوں کو زندہ سلامت رکھ کر اپنی حفاظت کی خاطر کسی سے تمھارا سودا کرے گا۔ اس کے متعلق تفصیل بتا چکی ہوں۔ اب جا رہی ہوں، پھر آؤں گی۔"

یہ کہہ کر میں مرجانہ سے رخصت ہو گئی۔ توبہ! توبہ... رخصت ہو گیا۔

سونیا کٹھمنڈو کے اسرائیلی سفارت خانے کی عمارت میں پہنچ گئی تھی۔ وہاں ایک کمرے میں اسرائیلی سفیر اور چند اہم سفارتی افراد موجود تھے۔ ان میں یہودی سیکرٹ ایجنٹ ون اونائین اور لیڈی سیکرٹ ایجنٹ سیون سیون نمایاں تھے۔ ان کے درمیان سونیا بحیثیت ناہیریا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

اب تک اس کے متعلق مختلف قسم کی معلومات حاصل کی جا چکی تھیں۔ سب سے پہلے اس کے چہرے کا بغور معائنہ کیا گیا۔ مختلف زاویوں سے اس کے چہرے کو دھویا گیا۔ تاکہ میک اپ ہو تو چھٹ جائے۔

ون اونائین نے کہا: "ناہیریا! تم حقیقت کو جھٹلانے کی کوشش نہ کرو۔ تم نے مندر کی سیڑھیوں پر اس بچے کو اپنا بیٹا کہا تھا۔ اب دوا کیوں کہا تھا؟"

سونیا نے جواب دیا: "مجھے اپنے ملکی سفارت خانے سے بذریعہ فیکس دو پاسپورٹ بھیجے ہیں، جواب مل جائے گا۔ تم لوگوں نے مجھے غیر قانونی طور پر حراست میں لیا ہے اور اپنے سفارت خانے لے آئے ہو۔ میں فرانسیسی سفیر سے رابطہ قائم کرنا چاہتی ہوں۔"

سیون سیون نے کہا: "بے شک تم فرانس سے آئی ہو۔ ہم نے تمھارے متعلق بہتیری معلومات حاصل کی ہیں۔ فرانس کی حکومت بھی تم سے نالاں ہے۔ تمھارا شمار دنیا کے بدنام ترین اسمگلروں میں ہوتا ہے۔ ہمیں یقین ہے، فرانسیسی حکومت تمھارے معاملے میں دلچسپی نہیں لے گی۔"

ون اونائین نے پھر کہا: "اگر تم چاہتی ہو کہ ہم تمھارے اسمگلنگ کے معاملات میں مداخلت نہ کریں تو تمھیں ہماری طرف سے پورا تعاون حاصل ہو گا۔ تم یہاں سے جو مال اسمگل کرنا چاہو آسانی سے کر سکو گی۔ ہم بھی تمھارا ساتھ دیں گے۔ بشرطیکہ ہمارے سوالوں کا صحیح جواب دو۔"

میں نے کہا: "سونیا! میں آ گیا ہوں۔ اب تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیے جانے کا ڈراما شروع کر دو۔"

سونیا نے فوراً میری ہدایت پر عمل کیا۔ ون اونائین کی بات ادھر ختم ہوئی اُدھر وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے ایک دم سے چونک پڑی پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا اور دیدے پھیلا کر وہاں موجود افراد کو تکنا شروع کیا۔ شدید حیرانی سے کہنے لگی: "میں... میں کہاں ہوں؟ تم سب کون ہو؟ میں یہاں کیسے پہنچ گئی؟"

وہ سب اسے حیران نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر ون اونائین نے کہا: "تم کوئی چال چلنا چاہتی ہو۔ ہمیں یہ سمجھانا چاہتی ہو کہ تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

دوسرے بھی آپس میں اس کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ میں ان میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک دم سے قہقہہ لگانے لگا۔ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ قہقہہ لگا کر اس نے کہا: "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ میں نے اب تک انامیریا کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا تھا۔ اب اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ خواہ مخواہ اس سے پوچھتے پاچھتے رہو گے۔ وقت ضائع کرتے رہو گے۔ اس لیڈی اسمگلر سے تمھیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

سیون سیون اور ون اونائین دونوں اس قہقہہ لگانے والے کے سامنے اٹینشن ہو گئے۔ ون اونائین نے کہا: "جناب فرہاد صاحب! ہم آپ ہی کی ہدایات پر مادام رسونتی کو لے کر یہاں آئے تھے۔ مگر یہاں کچھ اور ہی ہو رہا ہے۔"

"یہ سب کچھ میری مرضی سے ہو رہا ہے۔ ذرا دماغ پر زور دو۔ وہ کوہ قاف کی شہزادی ایک بیمار بچے کو لے کر آئی ہے۔ تم سب کا شبہ درست ہے۔ وہ بیمار بچہ میرا بیٹا پارس ہے۔ میں چاہتا تھا اسے کسی طرح ماں کا دودھ مل جائے۔ میرا یہ مقصد پورا ہو گیا۔ اس کے لیے مجھے انامیریا کو استعمال کرنا پڑا۔ کوہ قاف کی شہزادی شباہ نے کسی طور بچے کی ماں نظر نہیں آتی تھی ــــ تم لوگوں کو وقتی طور پر گمراہ کرنے کے لیے میں نے ایسا کیا۔ اب رسونتی ایک محفوظ مقام پر ہے اور میرے بیٹے پارس کے ساتھ ہے۔ میں چاہتا ہوں تم اس

معاملے سے اپنا ہاتھ اٹھالو۔ اس میں دلچسپی نہ لو۔ میں تمہارے بڑوں سے بات کروں گا۔"

سونیا بڑی اچھی ایکٹنگ کر رہی تھی۔ وہ بڑی حیرانی سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جس کے ذریعے میں بول رہا تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی "کیا واقعی تم فرہاد علی تیمور ہو؟ کیا تم نے مجھے ٹریپ کیا تھا؟ کیا واقعی صبح سے اب تک میرے دماغ پر قابض رہے تھے؟ اوہ گاڈ! کتنی عجیب سی بات ہے! کیا تم ایک بار پھر میرے دماغ میں آکر مجھ سے بات کرسکو گے؟"

ون او نائین نے سخت لہجے میں کہا "انامیریا! تم اپنی جگہ خاموش بیٹھی رہو۔ ہمیں ضروری باتیں کرنے دو۔" پھر اس نے کہا۔ "فرہاد صاحب! آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن یہ معاملہ ہمارے بڑوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایک ادر حکومت مادام رسونتی میں دلچسپی لے رہی ہے۔ اگر ہم نے اپنے طور پر اقدامات نہ کیے تو مادام اور آپ کا بیٹا دونوں ہی ہاتھوں سے نکل جائیں گے۔ وقت کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ ہم اور آپ ایک دوسرے پر اعتماد کریں اور ایک دوسرے کے تعاون سے مادام اور پارس کو یہاں سے نکال لے جائیں۔"

"تم ان کی فکر نہ کرو۔ میں نے انھیں یہاں سے لے جانے کا بندوبست کرلیا ہے۔"

اسرائیلی سفیر نے پہلی بار مداخلت کی "مسٹر فرہاد علی تیمور! ہم اپنی حکومت کی طرف سے عائد کردہ فرائض سے مجبور ہیں۔ ہمیں ہر حال میں مادام رسونتی اور پارس کی حفاظت کرنی ہے۔ جب آپ نے اپنی حفاظت میں انھیں رکھا ہے تو پلیز ہمیں بھی وہاں تک پہنچا دیں۔ ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ نے ہمارے بڑوں کے سامنے ہماری دوستی کا اعتراف کیا ہے اور ہمیشہ ایک دوسرے سے تعاون کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ یہی ایک دوسرے سے تعاون کرنے کا سب سے مناسب موقع ہے۔"

میں نے سفیر سے کہا "جب ضرورت پڑتی ہے، تب ہی دوستوں سے تعاون حاصل کیا جاتا ہے۔ میں اپنے وعدے پر قائم ہوں جب بھی ضرورت پڑے گی میں آپ کو زحمت دوں گا۔ فی الحال مجھے آپ لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

ون او نائین نے کہا "جناب! آپ نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے یقیناً معلوم کیا ہوگا کہ بھارتی سرکار نے کتنی سختی سے نارکوٹکس کی ہے۔ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سب کچھ کرسکتے ہیں۔ میک اپ کرکے بھی انھیں یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کرسکتے ہیں لیکن یہ بتا دوں کہ اینٹی میک اپ کیمرے ہر جگہ نصب کیے گئے ہیں۔ اتنی سختی کی جارہی ہے کہ کسی بچے والی عورت کو یہاں سے جانے کی اجازت نہیں دی جارہی ہے۔ عورتیں خالی گود جاسکتی ہیں۔ بچوں کو کسی گورنس یا نرس کے ساتھ جانے کی اجازت بھی نہیں دی جارہی ہے۔ جب نیپال یا بھارت کی سرحد سے باہر کوئی بچہ جا ہی نہیں سکے گا تو آپ پارس کو کس طرح لے جائیں گے؟"

میں نے کہا "میرے مخالف ہمیشہ بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔ ایسے ہی وقت میں میں اپنا کام کر گزرتا ہوں۔ میں ثابت کردوں گا کہ رسونتی اور میرا بیٹا پارس یہاں سے بخیریت چلے جائیں گے، اور اب تب میں جانے ہی والے ہیں۔"

میں نے انھیں اضطراب میں مبتلا کرنے کے لیے یہ بات کہہ دی۔ یقیناً ون او نائین بے چین ہوکر سوچ رہا تھا؟ کیسا اتنی زبردست پلاننگ ہے کہ اتنی سختی کے باوجود رسونتی دونوں بچوں کے ساتھ یا اپنے اصلی پارس کے ساتھ یہاں سے نکل جائے گی؟"

میں نے کہا "مجھے انامیریا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے چونکہ میں نے اس کی مرضی کے خلاف اسے آلۂ کار بنایا تھا، یہ دانستہ نہیں نادانستہ میرے کام آئی ہے۔ اس لیے میں اس کی حمایت کر رہا ہوں اور آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے رہا کر دیا جائے۔"

سیلون سیون نے کہا "ہم اسے رہا کردیں گے، تب بھی بھارتی انٹلی جنس اسے نہیں چھوڑے گی۔"

"میں زیادہ بحث پسند نہیں کرتا۔ جب میں تم سے درخواست کرسکتا ہوں تو بھارتی انٹلی جنس سے بھی کرسکتا ہوں۔ درخواست نامنظور ہونے کی صورت میں جوابی کارروائی کیا ہوتی ہے یہ سب جانتے ہیں۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سفیر کے سیکرٹری نے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف کی آواز سنی۔ پھر سفیر سے کہا "بھارتی انٹلی جنس کے آفیسر رامارا ؤ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

سفیر نے ریسیور کو کان سے لگایا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ بھارتی انٹلی جنس کا آفیسر رامارا ؤ جو شناسا سے گفتگو کر چکا تھا، اسرائیلی سفیر سے پوچھ رہا تھا "کیا یہ درست ہے کہ فرہاد کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آگئی ہیں؟ چند گھنٹے پہلے وہ ہمارے ایک آدمی کو ذریعہ بنا کر ہم سے باتیں کرچکا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آرہا تھا کہ فرہاد ہم سے مخاطب ہے۔ اس پر اس نے کہا تھا کہ ہم اسرائیلی سفارتی حکام سے اس کی ٹیلی پیتھی کے بارے میں تصدیق کرسکتے ہیں۔ لہٰذا میں آپ سے پوچھ رہا ہوں۔"

سفیر نے کہا "جب وہ کسی شخص کو ذریعہ بنا کر آپ لوگوں سے براہ راست گفتگو کر رہا تھا تو پھر شبہے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟ ٹیلی پیتھی کی لہریں جب دماغ میں پہنچتی ہیں تو خیال ظاہر کرنے والا کسی بھی لب و لہجے میں بول سکتا ہے۔ اس کے علاوہ سوچ کی لہروں کی آواز نہیں ہوتی۔ وہ تو ہمارا احساس ہوتا ہے کہ ہم اسے فرہاد علی تیمور کے ذریعے سن رہے ہیں یا رسونتی کے ہمیں شبہ ہے کہ رسونتی فرہاد بن کر ہم سے گفتگو کر رہی تھی، کیا یہ درست نہیں ہوسکتا؟"

فون پر باتیں کرتے ہوئے سفیر صاحب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس شخص کو دیکھ رہے تھے جسے ابھی اپنا آلۂ کار بنا کر میں ان لوگوں سے باتیں کرچکا تھا۔ اس نے ریسیور پر کہا "ابھی ابھی مسٹر فرہاد نے ہمارے ایک آدمی کو ذریعہ بنایا تھا۔ شاید مسٹر فرہاد ہمارے درمیان موجود ہیں۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کو جواب دوں گا۔"

پھر اس نے میرے آلۂ کار شخص کو مخاطب کیا "کیا تم اپنے دماغ میں فرہاد کو محسوس کر رہے تھے؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا "جی ہاں، جناب میں محسوس کر رہا تھا، جیسے اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ میرا دماغ بالکل بے بس تھا۔ جو باتیں دماغ میں گھستی آرہی تھیں، وہی میں بولتا جا رہا تھا۔"

"کیا تم نے محسوس کیا کہ تمہارا لہجہ بدل چکا تھا۔ آواز بدل چکی تھی؟"

"میں صاف طور سے محسوس کر رہا تھا۔"

"وہ لب و لہجہ، وہ آواز کسی مرد کی تھی یا عورت کی؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا، چونکہ مرد کی حیثیت سے باتیں کی جارہی تھیں، اس لیے فرہاد صاحب ہی بول رہے تھے۔"

"کیا رسونتی فرہاد بن کر نہیں بول سکتی؟"

"جناب، میں کیا کہہ سکتا ہوں؟"

ون او نائین نے سوال کیا "کیا مسٹر فرہاد علی تیمور ہمارے درمیان موجود ہیں؟"

میں نے پھر اسی شخص کو آلۂ کار بناتے ہوئے کہا "میں موجود ہوں۔ تمہاری باتوں کے علاوہ رامارا ؤ کی گفتگو بھی سن چکا ہوں۔ انٹلی جنس والے ذہین جاسوس ہوتے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر شبہ کرتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا جب مرد کے ذریعے بولتا ہے تو مردانہ آواز ہی اس کے آلۂ کار کے حلق سے نکلتی ہے۔ اسی طرح کسی عورت کو ذریعہ بنا کر بولے تو اس کی آواز عورتوں جیسی نکلے گی۔ اگر تم لوگوں کو یہ شبہ ہو رہا ہے کہ رسونتی بول رہی ہے تو اپنے شبہے کی تصدیق کسی طرح بھی کرلو۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"آپ ہی کوئی ایسا طریقہ بتا دیں جس کے ذریعے تصدیق ہوجائے۔"

"میرے پاس ایسا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ رسونتی کو بھارت کی سرحدوں کے اندر رکھنے کے لیے بھارتی انٹلی جنس کے افسران یہ چال چل رہے ہیں۔ وہ خواہ مخواہ ہی ضد کریں گے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے فرہاد نہیں رسونتی بول رہی ہے۔ اگر یہ غلط ہے تو رسونتی سامنے آئے۔ ظاہر ہے رسونتی روپوش ہوچکی ہے۔ وہ کبھی سامنے نہیں آئے گی۔ اس طرح انٹلی جنس کے افسران ہی نہیں بلکہ بھارت کے اعلیٰ حکام بھی اس بات کو زیادہ سے زیادہ تقویت پہنچائیں گے اور رسونتی کو گھنٹہ ڈیڑھ دہلی تک محدود رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

ون او نائین نے میری بھرپور تائید کرتے ہوئے کہا "آپ درست کہتے ہیں۔ یہ بھارتی انٹلی جنس والے یقیناً مادام رسونتی کو اپنے دائرہ اختیار میں رکھنے کے لیے ایسی چالیں چلیں گے اور ایسی باتیں پھیلائیں گے جو ان کے مفاد میں ہوں گی۔"

سیلون سیون نے کہا "ہم نے رسونتی کا پوری طرح دماغی معائنہ کرایا تھا۔ بین الاقوامی شہرت رکھنے والے ڈاکٹر نے تصدیق کی ہے کہ اس کا ذہن ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ کچھ کمزوری ہے جو یہاں کے ماحول میں دور ہوسکتی ہے۔ ڈاکٹر اور مسٹر فرہاد کے مشورے کے مطابق ہم اسے یہاں لے آئے ہیں۔ ہم اتنے نادان نہیں ہیں۔ ان انٹلی جنس والوں کی چالوں کو خوب سمجھ رہے ہیں۔"

سفیر نے کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! معاملات الجھتے چلے جائیں گے۔ آپ نے کہا تھا، ضرورت پڑنے پر آپ ہمارا تعاون حاصل کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں، اس وقت آپ کو ہماری ضرورت ہے۔ آپ ہم پر اعتماد کریں۔ مادام رسونتی اور پارس سے ملا دیں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں، یہاں کی انٹلی جنس اور دوسری خطرناک تنظیموں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان دونوں کو یہاں سے لے جائیں گے۔"

"آپ کا دعویٰ اپنی جگہ درست ہوسکتا ہے مگر چند منٹ بعد آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ دونوں بحفاظت یہاں سے جاچکے ہیں۔"

سب کو چپ سی لگ گئی۔ وہ اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے۔ میں باری باری ایک ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھ رہا تھا۔ سب کی متفقہ سوچ یہی تھی کہ ٹیلی پیتھی کا ایسا کوئی ہتھکنڈہ آزمایا جا رہا ہے جس کے ذریعے ماں اور بیٹے کا فرار ہونا شاید آسان ہو گیا ہے۔"

وہ جس کمرے میں تھے، اس کا ایک ہی دروازہ تھا، کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ روشندان بھی نہیں تھا۔ وہ مونیا کو یہاں اس غرض سے لے کر آئے تھے کہ وہ زبان نہیں کھولے گی، حقیقت نہیں اگلے گی تو دروازے کو باہر سے بند کر دیا جائے گا اور اندر ایسی گیس چھوڑی جائے گی کہ وہ کھانستے کھانستے بے دم ہوجائے گی۔ حقیقت اگلنے پر مجبور ہوجائے گی۔

وہ اپنے اپنے خیالوں میں گم تھے کہ دروازہ ایک آواز سے بند ہوگیا۔ سب نے چونک کر ادھر دیکھا۔ پھر ایک آدمی دوڑتا ہوا دروازے کے پاس گیا اور اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے۔ ون او نائین نے چیخ کر کہا "یہ کیا حماقت ہے؟ کس نے دروازہ بند کیا ہے؟"

باہر سے کوئی جواب نہ ملا۔ چند لمحوں کے بعد ہی انھوں نے

کمرے میں عجیب سی بُو محسوس کی۔ میں نے فوراً سونیا کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "تم نے بابا صاحب کے پاس رہ کر یوگا کی ابتدائی مشقیں کی ہیں، لہٰذا جتنی دیر تک سانس روک سکتی ہو، روکنے کی کوشش کرو۔"

رسونتی کی آواز سنائی دی: "سونیا! فکر نہ کرو۔ میں بھی سانس روکنے کے سلسلے میں تمھاری مدد کروں گی۔ اس طرح میری اور فرہاد کی کوششوں سے تم اپنے مقررہ وقت سے کچھ زیادہ ہی سانس روک سکو گی۔ ہم یہ تدبیر آزماتے ہیں۔"

ہماری باتوں کے دوران سونیا سانس روک چکی تھی۔ دوسرے لوگ پریشان ہو کر دروازے کو پیٹ رہے تھے۔ باہر نکلنا چاہتے تھے۔ میں نے باری باری سب کے دماغوں میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ بے حد کمزوری محسوس کر رہے تھے۔ وہ سیکرٹ ایجنٹ تھے۔ ایسے حالات سے نمٹنے کے لیے انھوں نے بڑی ٹریننگ حاصل کی تھی۔ لیکن سانس روکنا ہر ایک کے بس میں نہیں ہوتا، پھر بھی ون اونائین اور سیون سیون دیر تک سانس روکے رکھنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔

اِدھر سونیا میرے اور رسونتی کے تعاون سے دم سادھے بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک تو وہ خود بھی یوگا کی بدولت کسی حد تک مہارت رکھتی تھی۔ دوسرے ہم اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ چار آدمی چہرے پر گیس ماسک چڑھائے اندر آگئے تھے۔ انھوں نے دروازے کو جھٹکے سے کھولا تھا۔ اس لیے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے آدمی لڑکھڑا کر پیچھے چلے گئے تھے۔ ویسے بھی ان میں دم خم نہیں رہا تھا۔ فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ ون اونائین نے دروازہ کھلتے ہی باہر کی طرف بھاگنے کی کوشش کی تاکہ کھلی فضا میں سانس لے، لیکن اسے جانے کا موقع نہیں دیا گیا۔ دو آدمیوں نے اسے جکڑ لیا۔ تیسرے نے اس کے منہ پر گھونسے رسید کرنا شروع کیے۔ اگر وہ بے حال نہ ہوتا تو یقیناً گھونسوں کا مقابلہ کرتا۔ بہرحال سونیا انھیں دیکھتے ہی آنکھیں بند کر کے بے ہوش بن گئی تھی۔ اس نے محسوس کیا، دو آدمی اسے اٹھا کر لے جا رہے ہیں۔

وہ سوچ کے ذریعے بولی: "مجھے اغوا کیا جا رہا ہے۔"

"ہنسی خوشی اغوا ہو جاؤ۔ یہ گیس ماسک چڑھا کر لانے والے یا تو بھارتی جاسوس ہوں گے یا پھر کسی خطرناک تنظیم کے افراد۔ ابھی پتا چل جائے گا۔"

وہ لوگ اسے اٹھا کر ذرا دور تک لے گئے۔ معلوم ہوتا تھا، سفارت خانے کی اس کوٹھی میں انھیں روکنے والا کوئی نہیں رہا تھا، جو تھے، انھیں یا تو بے بس کر دیا گیا یا مار ڈالا گیا۔ سونیا کو ایک گاڑی کی سیٹ پر لٹا دیا گیا۔ وہ آگے بڑھنے لگی تو ایمبولینس کا سائرن سنائی دیا جیسے کوئی ایمرجنسی کیس ہو، اور وہ کسی مریض کو ایمبولینس میں اسپتال پہنچا رہے ہوں۔ گاڑی تیزی سے بھاگتی جا رہی تھی۔

سونیا آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی لیکن کان کھولے ہوئے تھی۔ اس کے آس پاس جو لوگ بیٹھے تھے، وہ ان کی آواز سننا چاہتی تھی۔ ایک آواز سنائی دی۔ کسی نے گہری سانس لینے کے بعد کہا: "یہ بھارتی جاسوس قدم قدم پر ہم سے ٹکرا رہے ہیں مگر کیا یاد کریں گے۔ ہم جیسے پُراسرار لوگوں کو تلاش کرتے ہی رہ جائیں گے۔"

دوسرے نے کہا: "یہ جاسوس اور بھارتی انٹیلی جنس ہم نیپال میں ٹکرا رہے ہیں۔ اگر ہندوستان میں ایسا ہوتا تو ہماری کا ممکن نہ ہوتی۔"

"تم درست کہتے ہو۔ بھارتی جاسوس بہت ہی چاق و چوبند اور مستعد رہتے ہیں۔ بجلی کی طرح سرعت سے حرکت کرتے ہیں۔ یہ رسونتی کا معاملہ ہے۔ اس لیے کچھ اور ہی چُست ہو گئے ہیں۔ ہم رسونتی کو نیپال میں ہی حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔"

وہ باتیں کرتے رہے، میں ان کے دماغوں کو پڑھتا رہا۔ ریڈ پاور کے لوگ تھے۔ ماسک مین کے حکم پر رسونتی کو حاصل کرنے کے لیے سرد جنگ کی بازی لگا رہے تھے۔ یہ بھارت اور ریڈ پاور کا ہی دعویٰ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے گہرے دوست ہیں۔ ان کی دوستی برسوں سے ثابت ہوتی چلی آ رہی ہے۔ لیکن بعض بین الاقوامی معاملات ایسے ہوتے ہیں، جہاں دوستی سازشوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ وہی ریڈ پاور جو سپر ماسٹر کے خلاف بھارت کی ہر طرح مدد کرتا تھا، آج بھارت سے مخالفت کر کے رسونتی کو حاصل کرنے کے لیے جارحانہ اقدامات کر رہا تھا۔

ریڈ پاور کے ان افراد کی سوچ بتا رہی تھی کہ بھارتی انٹیلی جنس کو ان کی سرگرمیوں کا علم نہیں ہے۔ اگر وہ پکڑے بھی گئے تو یہ ثابت نہیں ہو سکے گا کہ ان کا تعلق ریڈ پاور سے ہے۔ وہ کسی مہم میں بھی بھارت سے قائم پُرانے مراسم ختم کرنا نہیں چاہتے تھے لیے دوستی چالیں چل رہے تھے۔

اسی وقت رسونتی نے گھبرا کر کہا: "میں ابھی شباتہ کے پاس سے آ رہی ہوں۔ وہاں بھی یہی کچھ ہو رہا ہے جو سونیا کے ساتھ ہے۔ شباتہ سانس روکے بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے اسے تسلی دی فرہاد! جلدی چلو۔ اسے ہماری مدد کی ضرورت ہے۔"

ہم فوراً شباتہ کے پاس پہنچ گئے اور سانس روکنے کے سلسلے میں سونیا کی طرح اس کی مدد کرنے لگے۔ اس وقت لوگ اسے اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا، وہاں انٹیلی جنس کے لوگوں کو بے بس کر دیا گیا تھا۔ بھارتی سراغرساں دلیس کی طرح یہاں منظم نہیں تھے۔ اسی لیے دوسری بڑی خطرناک تنظیمیں اپنی کارروائیوں میں کامیاب ہوتی جا رہی تھیں۔ مجھے رسونتی سے تعلق رکھنے والے اہم مہرے ان کے ہاتھوں نکلتے جا رہے تھے۔ یہ میرے اور رسونتی کے لیے نقصان دہ تھا۔ انتقاماً بھارتی جاسوس اور بھارتی فوجی مشتعل ہو کر ہمارے معاذ بنا سکتے تھے اور وہ بنا بھی رہے تھے۔

سونیا اور شباتہ کو اغوا کرنے کا طریقۂ کار تقریباً ایک جیسا تھا۔ جب شباتہ کو وہ لوگ گاڑی میں ڈال کر لے جانے لگے تو اس تیز رفتار گاڑی سے گھنٹیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس سے یہ تاثر ملتا تھا کہ فائر بریگیڈ کی گاڑی ہے۔ کہیں آگ لگی ہوئی ہے۔ اسی لیے تیزی سے آگ بجھانے جا رہی ہے۔ شباتہ اس طرح بے ہوشی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ آنکھیں بند تھیں لیکن کان کھلے تھے۔ اس کے ذریعے میں نے گاڑی میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کی آواز سنی۔ وہ ڈرائیور سے کہہ رہا تھا: "اس راستے میں بہت بھیڑ ہے۔ یہاں کے لوگ بڑے جاہل ہیں۔ ایمرجنسی میں گزرنے والی گاڑیوں کو راستہ نہیں دیتے۔ گھنٹیاں بجانے کے باوجود گاڑی کی رفتار سست ہے۔ تم دربار اسکوائر سے نکلنے کے لیے گولڈن ڈور سے گزرو۔ پھر بھگت پور کی طرف چلو۔"

اس کی باتوں سے پتا چل گیا کہ وہ کٹھمنڈو سے مشرق کی طرف آٹھ میل دور بھگت پور جا رہے ہیں۔ میں اس شخص کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ اس کے آس پاس دوسرے مسلح جوان بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب مقامی باشندے تھے۔ خاص طور پر نیپالی گورکھے تھے اور ان سب کا تعلق سپر ماسٹر کی تنظیم سے تھا۔

میں نے رسونتی سے پوچھا: "تم مقامی زبان اچھی طرح سمجھتی ہو؟"

"ہاں، سمجھتی بھی ہوں، بولتی بھی ہوں۔ گورکھے آپس میں کچھ باتیں کر رہے ہیں، معلوم کرو ان سے ہمارا کوئی تعلق ہے یا نہیں؟"

میں اس شخص کو ٹٹولنے لگا جس نے ابھی ڈرائیور کو بھگت پور جانے کے لیے کہا تھا۔ سب ہی کے دماغوں میں ایک بات تھی۔ رسونتی کہاں ہے اور اسے کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟ اسے حاصل کرنے کے لیے ایک طرف ماسک مین کے آدمیوں نے انامیریا کو اغوا کیا تھا۔ ان کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ اس انامیریا کے پیچھے سونیا چھپی ہوئی ہے۔ اگر معلوم ہو جاتا تو شاید وہ اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت بھی نہ کرتے۔ بہرحال دوسری طرف سپر ماسٹر کے آدمی شباتہ کو لے جا رہے تھے۔

اس شخص کی سوچ بتا رہی تھی کہ انھوں نے انامیریا کو بھی غائب کرنے کے متعلق سوچا تھا لیکن شباتہ کو انامیریا پر ترجیح دی گئی تھی۔ ان کی معلومات کے مطابق وہ وادی قاف کی شہزادی تھی۔ دوسرے بلبا کی بہن ہونے کے ناتے مرجانہ کے زیادہ قریب تھی۔ اس طرح یقیناً فرہاد کے بھی قریب ہو گی اور مندر کی سیڑھیوں پر رسونتی نے جس بچے کے ساتھ ممتا کا مظاہرہ کیا تھا، اس بچے کا تعلق فرہاد سے بہت قریبی ہو سکتا تھا۔

واقعات اور حالات کی یہ تمام کڑیاں ایک دوسرے سے ملاتے ہوئے سپر ماسٹر کے آدمیوں نے یہی فیصلہ کیا کہ پہلی فرصت میں شباتہ کو بھی قبضے میں کیا جائے۔ کٹھمنڈو شہر کے باہر پہنچتے ہی فائر بریگیڈ کی گاڑی ایک جگہ رک گئی۔ سڑک کے دوسری طرف ایک ویگن کھڑی تھی۔ ان لوگوں نے شباتہ کو ویگن میں منتقل کر دیا۔ فائر بریگیڈ والی گاڑی واپس جانے لگی۔ رسونتی نے کہا: "فرہاد! فائر بریگیڈ کی گاڑی میں ایک مقامی باشندہ واپس جا رہا ہے۔ اس کی سوچ نے بتایا ہے کہ وہ کٹھمنڈو شہر میں داخل ہوتے ہی پولیس اسٹیشن جائے گا اور یہ رپورٹ درج کرائے گا کہ چند نامعلوم افراد نے اس کی کنپٹی پر پستول رکھ کر فائر بریگیڈ کی گاڑی اپنے لیے استعمال کی تھی اور کسی لڑکی کو اغوا کر کے کرتی پور لے گئے ہیں۔ اس طرح بھارتی فوجی اور جاسوس، دوسری تنظیموں کے افراد شباتہ کو تلاش کرنے نکلیں گے تو وہ بھگت پور کی طرف دھیان نہیں دیں گے۔ سب کی توجہ کرتی پور کی طرف رہے گی۔"

شباتہ آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔ یوں تو میں اور رسونتی دونوں اس کے دماغ کو پڑھ رہے تھے لیکن شباتہ صرف رسونتی کے متعلق جانتی تھی۔ اسے بھارتی انٹیلی جنس والے گرفتار کر کے لے گئے تھے، تب بھی میں نے اس سے یہی کہا تھا کہ میں رسونتی ہوں لیکن انٹیلی جنس کے افسران کے سامنے فرہاد بن کر باتیں کروں گی، انھیں دھمکیاں دوں گی، اور میں نے ایسا ہی کیا تھا۔ لہٰذا شباتہ کو میری خیال خوانی کا علم نہیں تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے، وہ میرے متعلق پوری طرح نہیں جانتی تھی کہ میں کہاں ہوں، کن حالات سے گزر رہا ہوں۔ اگر اسے علم ہوتا تب بھی وہ سجاد ہی کو جانتی، کیونکہ سجاد مسلسل فرہاد کا رول ادا کرتا چلا آ رہا تھا۔

رسونتی نے میرے مشورے کے مطابق شباتہ کو بتایا کہ سپر ماسٹر کے آدمی اسے کہاں لے جا رہے ہیں؟ وہاں بھی لے جائیں گے اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ صرف اس کے متعلق معلومات حاصل کریں گے اور دوسری بات یہ کہ یہ لوگ اسے یا انامیریا کو نیپال سے باہر نہیں لے جائیں گے۔ انھیں یقین ہے کہ رسونتی کو نیپال کی حدود میں کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ رسونتی نے اس سے اہم باتیں کرنے کے بعد کہا: "میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

شباتہ نے سوچ کے ذریعے کہا: "تم کھڑے کھڑے آتی ہو، اپنی بات کرتی ہو، پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی بات کروں، چلی جاتی ہو۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"خدا کے لیے مجھے فرہاد کے متعلق بتاؤ؟"

"میں پہلے کہہ چکی ہوں، مجھے بالکل فرصت نہیں ہے۔ ہر جگہ خیال خوانی کے ذریعے پہنچ کر اپنے ساتھیوں کی خیریت معلوم کرتی رہتی ہوں۔ فی الحال فرہاد کے متعلق تمھیں تفصیل سے نہیں بتا سکتی۔"

"اتنا ہی بتا دو، وہ اور اعلیٰ بی بی ابھی تک جزیرے میں قید ہیں یا میرے بھائی اور مرجانہ نے انھیں رہائی دلائی ہے؟"

"وہ دونوں رہا ہو چکے ہیں لیکن مرجانہ اور بلبا ابھی تک جزیرے میں ہیں۔ ہم وہاں سے انھیں نکال لانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ میں پھر آؤں گی۔"

رسونتی میرے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے التجا آمیز لہجے میں کہا: "مجھے جانے کے لیے نہ کہنا۔"

"رسونتی! ہم دونوں بے حد مصروف ہیں۔ کیا کہنے آئی ہو؟"

"میں بہت پریشان ہوں۔ پارس اب مجھے نہیں پہچان رہا ہے۔ کیونکہ میں کسی دوسری عورت کے میک اپ میں ہوں۔ وہ معصوم میرے اصلی چہرے کو ڈھونڈ رہا ہے۔ میں اسے نظر نہیں آ رہی ہوں، اس لیے رو رہا ہے۔"

"بچے اپنی ماں کو صرف چہرے سے نہیں، اس کے لمس سے، اس کی آواز سے اور اس کی ممتا کی حرارت سے بھی پہچانتے ہیں۔ تم کوشش کرو۔ وہ تمھیں پہچان لے گا۔"

"میں نے ہر ممکن کوشش کی ہے۔"

"یہ بتاؤ، تمھیں تو اپنا پارس مل گیا ہے۔ اب فرضی پارس کو کب تک اپنے پاس رکھو گی؟"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے اسے دودھ پلایا ہے۔ اس کے لیے راتوں کو جاگتی رہی ہوں۔ وہ بیمار ہوا تو میری بھوک پیاس مر گئی۔ وہ جاگتا تھا تو میں جاگتی تھی۔ وہ روتا تھا تو میں روتی تھی۔ بے شک میں نے اسے جنم نہیں دیا ہے لیکن بھرپور ممتا دی ہے۔ میں اس بچے کو نہیں چھوڑ سکتی۔ اس دنیا میں اس کا کوئی نہیں ہے صرف میں ہوں، اور میں آخری سانس تک ایک ماں کی طرح اس سے انصاف کرتی رہوں گی۔"

بہت دن کے بعد پہلی بار اس کا جذبہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ میں نے کہا: "رسونتی! تمھارے اندر ایک سچی عورت ہے۔ ایک سچی ماں ہے، وہ سچی بیوی کہاں مر گئی تھی؟ کیوں تم نے اسے مار ڈالا تھا؟"

وہ رونے لگی۔ اس کے قریب آئینے کے پاس کھڑے ہوئے میک اپ مین نے کہا: "مادام! یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔ فوراً آنسو پونچھیے۔ میک اپ کچا ہے۔ میں آنکھوں میں لوشن لگانا چاہتا ہوں۔"

میں نے اسے ٹوکا: "رسونتی، یہ کیا حماقت ہے۔ آنسو پونچھ لو۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں تمھیں رُلاؤں۔ آج بہت عرصے بعد تمھارے اندر کی عورت کو دیکھ کر خوشی ہوئی۔ خدا تمھیں عقل دے اور حالات سے سمجھوتہ کرنا سکھائے۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے ایک سرد آہ بھر کر بولی: "میں بدترین حالات سے سمجھوتہ کر سکتی ہوں لیکن ان حالات سے کیسے سمجھوتہ کروں جو تم سے ہمیشہ دور رکھنا چاہتے ہیں۔ آہ! فرہاد، میری یہ پہاڑ جیسی زندگی تمھارے بغیر کیسے گزرے گی؟"

"صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔"

"میں اس سلسلے میں ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔ ہو سکتا ہے میرے اور تمھارے جس رشتے کو تم نے غصے کی حالت میں توڑ دیا ہے، وہ نہ ٹوٹا ہو۔"

"یہ ایسی باتوں کا وقت نہیں ہے۔ مجھے دوسری جگہ بھی پہنچنا ہے۔ فی الحال تم اپنا میک اپ مکمل کرو اور فرضی پارس کو بھاؤ۔ اسے نئے چہرے کا عادی بناؤ۔"

"ہم اسے کب تک فرضی پارس کہتے رہیں گے؟"

"فرصت ملے گی تو اس کے لیے کوئی اچھا سا نام تجویز کیا جائے گا۔"

"میں نے سوچ لیا ہے۔ میں نے جسے جنم دیا ہے، تم نے اس کا نام پارس علی تیمور رکھا ہے۔ ہم دوسرے بیٹے کا نام صرف علی تیمور رکھیں گے۔ ایک ہمارا پارس ہوگا، دوسرا اعلیٰ تیمور۔ کیا تمھیں پسند ہے؟"

"ہاں، پسند ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم کروں گا یا تم مجھے حالات سے مطلع کرتی رہنا۔"

"ذرا ایک منٹ، اتنا بتا دو۔ میں کب تک اپنے دونوں بچوں کو لے کر یہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ سکوں گی؟ مجھے اطمینان نہیں ہے۔ ہر لمحہ دھڑکا لگا رہتا ہے، کہیں میرے بچے پھر دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔"

"اطمینان رکھو۔ ایسا نہیں ہوگا۔ میں تمھیں یہاں سے نکالا لے جانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں۔ تم دیکھ رہی ہو سونیا ایک شاطر عورت تمھارے ساتھ ہے۔ پھر ثباتہ دلیری میں کسی سے کم نہیں ہے۔ یہ دونوں دشمنوں کو اچھی طرح الجھا کر رکھیں گی اور تمھارے لیے راستہ صاف کرنے کی کوششیں کرتی رہیں گی۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سونیا کے دماغ میں چپکے سے پہنچا تو وہ بھی وہی بات سوچ رہی تھی جو میں رسونتی سے کہہ رہا تھا۔ یعنی اس کا ارادہ تھا کہ وہ موجودہ دشمنوں کی قید سے نہ نکلے گی بلکہ ریڈ پاور کے ان آدمیوں کو الجھاتی رہے گی۔ میں ان سے رابطہ قائم کروں گا تو وہ مجھے ثباتہ کو بھی یہی مشورہ دینے کے لیے کہے گی۔

میں نے اس کی سوچ پڑھنے کے بعد پھر رسونتی سے رابطہ قائم کیا: "تم ثباتہ کو وہی مشورہ دو جو سونیا سوچ رہی ہے۔ اس پر ماسٹر کے آدمیوں کی قید میں رہے گی اور انھیں زیادہ سے زیادہ الجھانے کی کوشش کرتی رہے گی۔ میں تھوڑی دیر بعد شبانہ کے پاس رسونتی بن کر پہنچوں گا۔"

تمام معاملات طے کرنے کے بعد میں تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا، یعنی میں بیروت میں تھا، وقت شام کے چھ بج چکے تھے۔ میں نے بزرگ جلیل القدر سے وعدہ کیا تھا کہ چھ بجے کے بعد اپنے مراقبے سے نکلوں گا۔ نیند بھی پوری کروں گا۔ اس کے بعد انھیں وہ ٹھکانہ بتاؤں گا جہاں وہ چھاپا مار کر ہتھیار حاصل کر سکیں گے۔

میں نے بزرگ کو بلایا۔ پہلے ہی ان سے کہہ چکا تھا کہ وہ ایسے جوانوں کی ایک ٹیم تیار کریں جو بہت ہی چاق و چوبند اور ہمیشہ چوکنے رہتے ہوں اور آڑے وقت پر حاضر دماغی سے کام لے سکتے ہوں۔ وہ ایسے سات جوانوں کے ساتھ آئے۔ میں نے ان ساتوں جوانوں سے باری باری گفتگو کی۔ انھیں اچھی طرح جانچا پرکھا پھر اس جگہ کی نشان دہی کی جہاں سے وہ ہتھیار حاصل کر سکتے تھے۔

میں نے کہا: "آپ لوگ اس احمق نوجوان کو اپنے ساتھ رکھیں جو حدیقہ کے محبوب کو دشمنوں کی قید سے چھڑا کر لایا ہے۔"

ایک جوان نے کہا: "واقعی ہم اب تک اسے احمق سمجھتے تھے لیکن اس نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کارنامے کو انجام دینے میں آپ کا علم بھی کام آتا رہا ہے۔ ہم اس نوجوان کو اپنے ساتھ رکھیں گے۔"

منصوبہ طے ہونے کے بعد وہ سب یہ کہہ کر چلے گئے کہ آدھی رات کے بعد چھاپا مار کر ہتھیار لے آئیں گے۔ ان کے جاتے ہی دو بزرگ خواتین ہاتھوں میں ٹرے لیے آئیں۔ میرے لیے کھانا لایا گیا تھا۔ میں بھوکا تھا، کھانے بیٹھ گیا۔ کھانے کے دوران میں نے بزرگ جلیل القدر سے کہا: "آپ اس ٹیکسی ڈرائیور کو بلائیں یا پیغام بھیج دیں کہ آج رات آٹھ یا نو بجے تک یہاں آ جائے۔ میں یہاں سے دو گھنٹے کے بعد روانہ ہوں گا اور کرسٹوفر میک کی جگہ لینے کی کوشش کروں گا۔"

بزرگ نے پوچھا: "اگر تم کامیاب ہو جاؤ گے تو پھر اصلی کرسٹوفر میک کہاں جائے گا؟ کیا اسے ختم کر دو گے؟"

"یہی مناسب ہے۔"

"میرے دو آدمی تمھارے ساتھ رہیں گے تاکہ اس کم ظرف کی لاش کو کہیں چھپا دیں اور کوئی اس تک نہ پہنچ سکے۔"

"شاید مجھے آپ کے اور دو جوانوں کی ضرورت پیش آئے۔ آپ انھیں بھی تیار رکھیں۔ ابھی میری پلاننگ کے متعلق کسی کو نہ بتائیں۔ وقت آنے پر میں خود ان جوانوں کو بتاؤں گا اور ان کی رہنمائی کروں گا کہ انھیں کیا کرنا ہے۔"

کھانا ختم کرنے کے بعد میں نے چائے پی۔ بزرگ جلیل القدر وہاں سے چلے گئے۔ میں چائے پینے کے دوران مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جزیرے کی ایک بستی کے ایک مکان میں تھی۔ ایک کمرے میں بلبا بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اس کی مرہم پٹیاں کر دی گئی تھیں۔ میں ان کے ذریعے دور سے شیروں کے دہاڑنے کی آوازیں سن رہا تھا۔ مکان کے اندر ایک لالٹین روشن تھی۔ باہر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ مرجانہ نے مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی کہا: "جانوروں کے آزاد ہو جانے کے بعد ایسی بھگدڑ مچی تھی کہ جزیرے کو چلانے والا کوئی نہ رہا۔ اس لیے بیشتر گھروں میں اندھیرا ہے۔ جن کے ہاں لالٹین ہے وہاں روشنی ہے۔ لوگ دہشت زدہ ہو کر گھروں میں دبکے ہوئے ہیں۔ شاید کوئی کھڑکی سے جھانکنے کی بھی جرأت نہ کرتا ہو۔"

وہ مجھ سے باتیں کر رہی تھی اور دور کہیں ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے کہا: "شاید اعلیٰ بی بی نے ہمارے لیے ہیلی کاپٹر بھیجا ہے لیکن یہاں سے نکلنا بہت مشکل ہے رسونتی! تم اعلیٰ بی بی سے کہو کہ یہ ہیلی کاپٹر اپنا ہے تو اس کے پائلٹ سے رابطہ قائم کر کے اسے یہاں اترنے سے روک دے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ اگر ہیلی کاپٹر اپنے ہی آدمیوں کا تھا تو وہ بستی کے قریب ہی اترتا۔ شاید اندھیرے میں یا سرچ لائٹ کے باوجود اسے کوئی جنگلی جانور نظر نہ آتا لیکن اس کے اترنے کے بعد کوئی درندہ اچانک جھاڑیوں سے نکل کر ان پر جھپٹ سکتا تھا۔

اس وقت مرجانہ مکان کے کھلے صحن میں کھڑی سر اٹھائے تاریک آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ قریب ہی ایک ہیلی کاپٹر گزرتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ پھر اس کی سرچ لائٹ اس پر پڑنے لگی۔ میں نے کہا: "شاید وہ تمھیں دور بین کے ذریعے دیکھ رہے ہوں۔"

"تم میرے پاس کیا کر رہی ہو؟ اعلیٰ بی بی کے پاس کیوں نہیں جا رہی ہو؟"

"جا رہی ہوں۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کیا۔ پھر پوچھا: "اتنی دیر تک کہاں رہے تھے؟ کم از کم ایک منٹ کے لیے تو آ کر وہاں کے حالات بتلاتے۔ کہاں کیا ہو رہا ہے، ہمیں کچھ علم نہیں ہے۔ یہاں تو ہم بلیک شیڈو کے مہمانِ خاص بنے ہوئے ہیں۔"

"کیا بلیک شیڈو کے آدمی مرجانہ اور بلبا کو جزیرے سے لانے گئے ہیں؟"

"وہ اپنے آدمیوں کو ابھی جزیرے کی طرف روانہ کرنے والا ہے۔"

"یہ بات تمھیں کب معلوم ہوئی؟"

"یہی کوئی دس منٹ گزرے ہیں۔ میں اس سے باتیں کر کے آ رہی ہوں۔"

"کیا اس بار بھی اس کا سایہ بول رہا تھا؟"

"ہاں، وہ بڑا پُراسرار بنا ہوا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، سایہ کیسے بول سکتا ہے۔ اگر اس کا وجود ہے تو تم اس کے دماغ میں

کیوں نہیں پہنچ سکے؟

"ابھی اس مسئلے میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر بلیک شیڈو نے دس منٹ پہلے یہ کہا ہے کہ اپنے آدمیوں کو جزیرے کی طرف روانہ کرنے والا ہے، تو ابھی مرجانہ نے جس ہیلی کاپٹر کو دیکھا ہے، وہ بلیک شیڈو کا نہیں ہے۔ وہ کسی دوسرے کا ہے۔ ٹھہرو، شاید وہ جمی فاؤنڈر ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں یہ سوچ کر سیکرٹ ایجنٹ جمی فاؤنڈر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھا پرواز کر رہا تھا۔ دوربین لگائے سرچ لائٹ کی روشنی میں نیچے دیکھ رہا تھا۔ پرواز نیچی تھی، اس لیے بستی صاف طور سے نظر آرہی تھی۔ بستی کے اطراف چکر کاٹتے ہوئے اس نے ایک جگہ ایک چیتے کو آزادی سے گھومتے دیکھا۔ وہ بستی کے قریب ہی تھا پھر ایک ریچھ دکھائی دیا۔ یہ دیکھنے کے بعد وہ ان پنجروں کی طرف گیا جہاں جانوروں کو بند رکھا جاتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ تمام پنجرے زمین سے اکھڑ چکے ہیں اور سارے جانور آزاد ہو گئے ہیں۔ یقیناً پورے جزیرے میں پھیل گئے ہوں گے۔ یہ منظر دیکھنے کے بعد جمی فاؤنڈر میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارتا۔

وہ پرواز کرتا ہوا اس مکان کے اوپر سے گزرا جس کے صحن میں مرجانہ کھڑی تھی۔ وہ اسے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے مخاطب کرنا چاہتا تھا لیکن اچانک ہیلی کاپٹر کی طرف فائرنگ شروع ہو گئی۔ میں نے یوگو ہنٹر کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ وہی ہیلی کاپٹر کی طرف فائرنگ کر رہا تھا۔ اس فائرنگ میں اس کے آدمی بھی شریک تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ یہاں کوئی ہیلی کاپٹر نہ آئے کیونکہ جو بھی آتا، وہ مرجانہ اور بلبالی رہائی کے لیے آتا۔ اعلیٰ بی بی یہاں سے جا چکی تھی اور ان کی رہائی کے لیے کوشش کرنے والی وہی ہو سکتی تھی۔ یہی سوچ کر اس نے فائرنگ کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جمی فاؤنڈر اپنے ہیلی کاپٹر کو دور لے گیا۔ اس کا رُخ یونان کے مشرقی ساحل کی طرف تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ صبح صادق کی روشنی میں اِدھر آئے گا اور کسی محفوظ جگہ ہیلی کاپٹر اتار کر مرجانہ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔

اسے یہ بھی خیال آرہا تھا کہ وہ شاید مرجانہ تک نہ پہنچ سکے۔ اس پر جو فائرنگ ہوئی تھی یقیناً وہ اپالو اور یوگو ہنٹر کا کام تھا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ اپالو مارا جا چکا ہے۔ وہ جزیرے سے باہر جانا چاہتا تھا۔ پھر خیال آیا کہ پنجوں سے نہ دیکھا جائے کہ مرجانہ جس بستی میں ہے، اس سے قریب ترین بستی کون سی ہے۔ دن کے وقت پہلے وہاں پڑاؤ کیا جائے۔ یوگو ہنٹر اور اپالو وغیرہ مرجانہ والی بستی میں ہیں تو دوسری بستی میں وہ نہیں ہوں گے اور وہاں فائرنگ نہیں ہوگی۔ آزمالینے میں ہرج کیا ہے۔

وہ پرواز کرتا ہوا ایک قریبی بستی پر پہنچا۔ اس کے چاروں طرف چکر کاٹتے ہوئے سرچ لائٹ کی روشنی میں طائرانہ نظر ڈالنے کے بعد نیچی پرواز کی۔ اسے فائرنگ کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس کا خیال درست نکلا، اپالو اور یوگو ہنٹر مرجانہ والی بستی میں تھے۔ اس لیے وہاں سے فائرنگ ہوئی۔ یہاں چونکہ کوئی حکم دینے والا نہیں تھا، اس لیے فائرنگ نہیں ہو رہی تھی۔

پرواز کے دوران اس نے دو ہیلی کاپٹر دیکھے۔ پہلے تو اسے تعجب ہوا کہ یہ کون ہو سکتے ہیں۔ پھر خیال آیا، شاید سپر مائٹر یا مانک مین کے آدمی ہیں۔ وہ ان کے متعلق زیادہ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ جب مقابلے کا وقت آتا تو ان سے نمٹ لیتا۔ اس کی پریشانی یہ تھی کہ کسی طرح مرجانہ سے رابطہ قائم ہو اور وہ فرہاد اور اعلیٰ بی بی کے متعلق معلومات حاصل کرے۔

تب میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ چونک کر بولا "فرہاد! میں آپ کا انتظار ہی کرتا رہ گیا۔ مجبور ہو کر مجھے یہاں آنا پڑا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ میں ڈیوٹی پر ہوں۔ مجھے اپنے بڑوں کو ڈیوٹی کی باقاعدہ رپورٹ دینا پڑتی ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں بھی مجبوری کے تحت تم سے رابطہ قائم نہ کر سکا۔ اب میری باتوں کو غور سے سنو۔ فوراً جزیرے سے باہر جا کر اپنے اڈے پر پہنچو۔ اس کے ایک گھنٹے بعد پھر اسی جزیرے میں واپس آؤ۔"

"ایسا کیوں، جناب؟"

"دو ہیلی کاپٹر جو تم نے دیکھے ہیں، وہ بلیک شیڈو کے ہیں۔ میں اس کے متعلق تفصیل سے بعد میں بتاؤں گا۔ ایک گھنٹے بعد تم دوسری بستی کے قریب اتر سکتے ہو۔ وہاں تم پر فائرنگ نہیں ہوئی تھی۔ اپالو مارا جا چکا ہے۔ صرف ہنٹر رہ گیا ہے لیکن اس جزیرے پر چھا جانے کے لیے بہت سوچ سمجھ کر اقدامات کرنے ہوں گے۔"

"آپ جیسا حکم دیں گے میں عمل کروں گا۔"

"دوسری بستی پر ابھی تم نے پرواز کی تھی۔ وہاں ایک مکان ہے۔ اس مکان کے ایک کمرے میں بہت سا اسلحہ، گولہ بارود ہے۔ یقیناً بستی والوں نے اپنی حفاظت کے لیے، جانوروں سے بچاؤ کی خاطر سارا اسلحہ اور گولہ بارود نکالا ہوگا۔ کس قدر گولہ بارود اور ہتھیاروں کا انتظام کر سکتے ہو؟"

"آپ حکم دیجیے۔ میرے پاس ان کی کمی نہیں ہوگی۔"

"تمہارے پاس آدمی کتنے ہوں گے؟"

"صرف بیس آدمی ہیں، لیکن سب گوریلا فائٹر ہیں۔ بیس پورے جزیرے پر چھا جائیں گے۔"

"ایک گھنٹے بعد اپنے ساتھ دس جوانوں کو لے جب گولہ بارود کا ذخیرہ کافی ہونا چاہیے۔ اس بستی میں اترتے ہی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اعلان کرو کہ جنگلی جانوروں کو قابو میں کرنے کے لیے شکاریوں کو جزیرے میں بلایا گیا ہے۔ یہ آدمی انہیں مارنے یا زندہ پکڑنے کے لیے آئے ہیں۔ اس طرح بستی والے مزاحمت نہیں کریں گے۔ جب تم بستی کے اندر پہنچ جاؤ تو تمام مسلح افراد کو باری باری بلا کر انہیں قابو میں کرو اور ان کے ہتھیار چھین کر رکھ لو تاکہ وہ تمہارے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکیں۔"

"میں آپ کی پلاننگ سمجھ گیا۔ ایسا ہی کروں گا۔"

"اس کے بعد تم مرجانہ والی بستی کے قریب ایک اور بستی تلاش کرو۔ وہاں بھی اپنے گوریلوں کو اتارو۔ وہاں بھی یہی لائن آف ایکشن ہونا چاہیے۔"

"میں صبح ہونے سے پہلے ان دونوں بستیوں پر قبضہ کر لوں گا۔"

"صبح ہوتے ہی تم مرجانہ والی بستی کو چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کرو گے۔ چونکہ تمہارے پاس گوریلے فائٹر ہوں گے اور ہتھیار ضرورت سے زیادہ ہوں گے۔ اس لیے جنگلی جانوروں کا خطرہ نہیں ہوگا۔ تم بآسانی مرجانہ والی بستی کو چاروں طرف سے گھیر کر یوگو ہنٹر کو بے بس کر سکتے ہو۔ اس کے علاوہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے بے دست و پا بنا دوں گا۔"

"آپ کے تعاون سے کام نہایت آسان ہو جائے گا۔ میں ایک گھنٹہ بعد آپ کے حکم کے مطابق کارروائی کروں گا۔ ویسے آپ جزیرے میں کہاں ہیں؟"

"میں جزیرے سے نکل چکا ہوں۔ بلیک شیڈو نے مجھے اور اعلیٰ بی بی کو قید کر رکھا ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب؟"

"جو کہہ رہا ہوں، اسے غور سے سنو۔"

میں اسے بلیک شیڈو کے متعلق مختصر طور پر بتانے لگا۔ میں خود بلیک شیڈو کے متعلق پوری تفصیلات نہیں جانتا تھا۔ وہ اتنا حیرت انگیز کردار تھا کہ اس کے متعلق سننے کے بعد جمی فاؤنڈر نے کہا "جناب! آپ کہہ رہے ہیں، اس لیے یقین کر رہا ہوں۔ ورنہ یہ ملنے والی بات نہیں ہے کہ سایہ ہو لیکن اس کا وجود نہ ہو اور آپ اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکتے ہوں۔"

"تم اس بات سے اندازہ لگاؤ کہ اس کے دماغ میں نہ پہنچنے کی وجہ سے اس کے آگے بے بس ہوں اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ یہاں قید کیا گیا ہوں۔ ویسے وہ ہمیں معزز مہمان کی طرح رکھے ہوئے ہے۔ ہر طرح کی آزادی دی ہے۔ وہ سمجھتا ہے، میری خیال خوانی کی صلاحیتیں نہیں رہی ہیں، اس لیے مطمئن ہے۔ میرے اطراف زیادہ سخت پہرہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود تم خوش فہمی میں مبتلا نہ رہنا۔ جب یوگو ہنٹر کو بے بس کر دیا جائے گا اور جزیرے پر تمہارا قبضہ ہو جائے گا، اس کے بعد تم بلیک شیڈو کی طرف رخ کرنا۔"

"جناب! ہم تو آپ کے لیے یہاں آئے ہیں۔ میرا فرض ہے کہ سب سے پہلے میں آپ کی رہائی کا انتظام کروں۔ رہ گئی جزیرے والی بات تو میرے اسسٹنٹ مجھ سے کم نہیں ہیں۔ اچھا خاصا تجربہ رکھتے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، صبح ہونے تک وہ جزیرے کی دو بستیوں پر قابض ہو جائیں گے۔ یوگو ہنٹر کی بستی کا محاصرہ بھی کر لیں گے۔ اسے آپ کے تعاون سے بے بس کر دیا جائے گا۔ پلیز، آپ مجھے اجازت دیں کہ میں بلیک شیڈو کی طرف رخ کروں۔"

"پندرہ منٹ انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔ یہ دیکھ لوں کہ بلیک شیڈو کے جو دو ہیلی کاپٹر جزیرے پر پرواز کر رہے ہیں، وہ کس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک ٹرانسمیٹر کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ بلیک شیڈو کا ایک خاص ماتحت ٹرانسمیٹر آپریٹ کر رہا تھا۔ ان ہیلی کاپٹر والوں سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھا۔ جو جزیرے پر پرواز کر رہے تھے۔ ان کی رپورٹ کے مطابق جزیرہ بالکل ویران پڑا تھا۔ تاریکی میں سرچ لائٹ کے ذریعے خونخوار درندے نظر آرہے تھے اور وہ درندے پنجروں سے آزاد ہو گئے تھے۔

ٹرانسمیٹر پر بات کرنے والے نے حکم دیا "واپس آجاؤ۔ وہاں رات کو ہیلی کاپٹر اتارنا مناسب نہیں ہے۔ صبح ہوتے ہی دوبارہ پرواز کرنا۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ ایک مسلح شخص نے کمرے کے اندر آکر کہا "جناب فرہاد صاحب! ہمارا بلیک شیڈو آج کا بے تاج بادشاہ اور کل کا تاجدار ہے۔ اس کی آواز دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچتی ہے اور اس آواز کو سنتے ہی لوگ دوڑے چلے آتے ہیں۔ قریبی ممالک یعنی اٹلی، فرانس، اسپین اور ترکی کے دماغی امراض کے ماہرین، بین الاقوامی شہرت رکھنے والے ڈاکٹر یہاں پہنچ گئے ہیں۔ بلیک شیڈو نے آپ سے درخواست کی ہے کہ اپنا معائنہ کرانے کے لیے میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔"

سجاد نے سوالیہ نظروں سے اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ میں نے کہا۔ "اسے جانے دو۔ تم بھی ساتھ جاؤ۔"

جب اعلیٰ بی بی نے اس کے ساتھ چلنے پر رضامندی ظاہر کی تو آنے والے شخص نے کہا "مادام! اتنی رات ہو چکی ہے۔ اب آپ آرام فرمائیں۔ ہم فرہاد صاحب کو بھی معائنے کے بعد جلد ہی بحفاظت یہیں پہنچا دیں گے۔"

"اگر میں چلوں تو کیا اعتراض ہے؟"

"اعتراض کوئی نہیں ہے آپ تو جانتی ہیں، ڈاکٹر تنہائی میں الگ کمرے میں معائنہ کرتے ہیں۔ آپ وہاں رہ نہیں سکیں۔ اگر کمرے کے باہر انتظار کرنا چاہتی ہیں تو آپ کی مرضی ہے، چلیے۔"

وہ سجاد کے ساتھ اس شخص کے پیچھے چلتے ہوئے بولی۔

"فرہاد! کسی طرح بلیک شیڈو تک پہنچنا ہوگا۔ میں اپنی برداشت کی آخری حد تک اپنے طور پر اقدامات نہیں کرتی پھر ٹیلی پیتھی کا سہارا ہے تو مجھے فکر کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے؟"

"تم دیکھ چکی ہو کہ بلیک شیڈو کے سلسلے میں ٹیلی پیتھی کام نہیں آرہی ہے۔ کمبخت جانے کیسا تھکنڈہ استعمال کر رہا ہے۔ ویسے تم اور سجاد جہاں مہمان بنے ہوئے ہو، وہاں کا عمل وقوع اچھی طرح بتاؤ۔ تم نے آس پاس کیا دیکھا ہے؟ میں ہوڈی سیکرٹ ایجنٹ جی فاؤنڈر کو بھیجنے والا ہوں۔ وہ اگر اپنے طور پر ہنگامے کرے گا تم اور سجاد اس سے لاتعلق رہنا۔"

وہ مجھے بتانے لگی، جب اسے اور سجاد کو بلیک شیڈو کے سامنے اس کوٹھی میں لایا گیا تھا تو اس نے آس پاس کیا دیکھا تھا۔ وہ مجھ سے باتیں کرتے ہوئے کوٹھی کے ایک دور افتادہ کمرے میں پہنچی۔ وہاں اسے روک دیا گیا۔ صرف سجاد کو دو جوان اندر لے گئے۔ اعلیٰ بی بی کے لیے ایک آرام دہ کرسی منگوائی گئی۔ وہ بیٹھ گئی۔ میں وہاں کے حالات معلوم کرنے کے بعد جی فاؤنڈر کے پاس پہنچ گیا۔

پہلے میں نے جی کو مخاطب نہیں کیا۔ چپ چاپ اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ میرے متعلق ذرا شبہے میں مبتلا تھا۔ سوچ رہا تھا "مسٹر فرہاد شاید ہم سے بدظن ہیں۔ اگر جزیرے سے باہر نکل ہی گئے تھے تو مجھے مطلع کیوں نہیں کیا؟ جبکہ مجھے انتظار کرنے کے لیے کہا تھا۔ بلیک شیڈو کے چنگل میں پھنسنے کے بعد اطلاع دے رہے ہیں۔ کیا ہم ایسے حالات میں فرہاد پر بھروسہ کر سکتے ہیں؟ مجھے اپنے بڑوں سے رابطہ قائم کر کے انھیں صورت حال سے آگاہ کرنا چاہیے۔"

میں نے کہا: "جی! تم اپنے ملک کے وفادار سیکرٹ ایجنٹ ہو۔ تم ایسا سوچ سکتے ہو۔ میری طرف سے تمھیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔"

وہ ایک دم سے گڑبڑا گیا۔ جلدی سے بولا: "جناب! میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ میں آپ پر شبہ کر رہا ہوں۔ میں تو آپ کا خادم ہوں۔"

"تم زبان سے خاکساری ظاہر نہ کرو۔ میں دماغ کی زبان سنتا ہوں اور سمجھتا ہوں۔ بہرحال میں بھی تمھارے بڑوں سے رابطہ قائم کرنے والا ہوں۔ ذرا یہاں سے فرصت مل جائے تو ان سے بات کروں گا۔ ویسے تم نوٹ کر لو۔ میں اس کوٹھی کی نشاندہی کر رہا ہوں جہاں مجھے اور اعلیٰ بی بی کو رکھا گیا ہے۔ اس وقت مجھے چند ڈاکٹروں کے سامنے لایا گیا ہے۔ وہ میرا دماغی معائنہ کریں گے۔ بلیک شیڈو کی کوشش ہے کہ کسی طرح میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آجائیں۔"

جی فاؤنڈر نے حیرانی سے پوچھا: "کیا اسے آپ کی طرف سے اندیشہ نہیں ہے کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل ہوتے ہی آپ اسے ٹریپ کریں گے؟"

"میں تمھیں بتا چکا ہوں، میری ٹیلی پیتھی کی لہریں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتی ہیں۔ پھر اسے کس بات کا اندیشہ یا خطرہ ہوگا؟"

میں نے جی فاؤنڈر کو اس کوٹھی کا پتا بتایا۔ اچھی طرح وہاں کی نشاندہی کی۔ پھر سجاد کے پاس پہنچ کر دیکھنے لگا۔ وہ چند ڈاکٹروں کے درمیان ایک بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ وہاں چار ڈاکٹر تھے۔ وہ اپنے اپنے طور پر سجاد سے سوالات کر رہے تھے۔ میں نے ان ڈاکٹروں کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا اور مطمئن ہو گیا۔ بلیک شیڈو نے سجاد کو ان کے درمیان کسی سازش کے تحت نہیں پہنچایا تھا۔ اس کا دل صاف تھا۔

میں اعلیٰ بی بی کے پاس آیا۔ وہاں بلیک شیڈو کا ماتحت خاص قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھا اعلیٰ بی بی سے کہہ رہا تھا۔

"مادام! ہمارے باس بلیک شیڈو کا پیغام ہے کہ آپ ان کے ایک اہم سوال کا صحیح جواب دیں۔"

"سوال کیا ہے؟"

"آپ چند دن پہلے فرہاد صاحب کے ساتھ اسرائیل سے ایک ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر نکلی تھیں۔ پھر آپ جزیرہ یوناٹس کیسے پہنچ گئیں؟"

"حالات نے پہنچا دیا۔"

"یہ جواب نہیں ہے۔ اس سوال سے کئی سوال پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جس ہیلی کاپٹر میں آپ وہاں تک پہنچی تھیں، وہ ہیلی کاپٹر کہاں غائب ہو گیا؟ اس کا پائلٹ اور وہ محافظ جو آپ کے ساتھ تھے، وہ کہاں نابود ہو گئے؟"

"یہ اسرائیلی حکومت کا معاملہ ہے۔ ہم نے جواب دے دیا ہے اور وہ ہماری طرف سے مطمئن ہیں۔"

"ہم بھی مطمئن ہونا چاہتے ہیں۔ کیا آپ بلیک شیڈو سے دوستی کے ناتے انھیں مطمئن نہیں کریں گی؟"

اعلیٰ بی بی نے وہی جواب دیا۔ جو ہم نے یہودیوں کو دیا تھا، یعنی وہ ہیلی کاپٹر جزیرہ کریٹ میں اترا تھا۔ دو محافظ جو اُن کے ساتھ تھے، اعلیٰ بی بی کو دیکھ کر ان کی نیت خراب ہو گئی تھی۔ وہ آپس میں لڑ پڑے تھے اور لڑائی کے نتیجے میں انھوں نے ایک دوسرے کو ہلاک کر دیا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور سجاد وہاں سے بھاگ کر ایک غار کے اندر چلے گئے تھے پھر اس غار سے ہوتے ہوئے پہاڑی کے دوسری طرف پہنچ گئے تھے۔ وہاں بردہ فروشوں کے بگل میں پھنس گئے تھے۔ دوسری طرف پائلٹ نے انھیں تلاش کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر میں پرواز کی تھی۔ انھوں نے ہیلی کاپٹر کو فضا میں پرواز کرتے دیکھا تھا پھر وہ نقروں سے اوجھل ہو گیا۔ ان کے متعلق کہا نہیں جا سکتا کہ وہ کہاں چلا گیا۔ اگر وہ اپنے ملک اسرائیل نہیں گیا ہے تو اسے کسی نے یقیناً تباہ کر دیا ہوگا۔

"میں آپ کا جواب بلیک شیڈو تک پہنچا دوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے سوچ کے ذریعے پوچھا: "فرہاد، کیا تم اس شخص کے ذریعے بلیک شیڈو تک نہیں پہنچ سکتے؟"

"میں اس کے دماغ کو ٹٹول رہا تھا۔ یہ براہِ راست بلیک شیڈو کے سامنے نہیں جاتا ہے۔ ایک ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو ہوتی ہے۔"

"یہ ٹیلیفون پر گفتگو کرتا ہے یا نہیں؟"

"اس کا دماغ صرف ٹرانسمیٹر کے متعلق بتا رہا ہے۔"

"کیا واقعی سجاد کا معائنہ ہو رہا ہے؟"

"وہاں چار ڈاکٹر ہیں۔ وہ بہت توجہ سے اس کا معائنہ کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں سجاد سے مختلف سوالات کر رہے ہیں۔ میں ان کی طرف سے مطمئن ہوں۔"

اعلیٰ بی بی اور سجاد کے سلسلے میں زیادہ تشویش نہیں تھی۔ وہاں بھی جی فاؤنڈر وہاں پہنچنے والا تھا۔ جزیرے میں جو کچھ ہو رہا تھا، وہ جی فاؤنڈر اور اس کے ماتحتوں کی ذمے داریاں تھیں۔ اس لیے میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

میں اس سے ایسے حالات میں رخصت ہوا تھا، جب وہ اغوا کی جا رہی تھی۔ اس نے جان بوجھ کر بے ہوشی کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر جب اس نے ضرورت محسوس کی تو آہستہ آہستہ یوں آنکھیں کھول دیں جیسے ہوش میں آرہی ہو۔ اس نے خود کو ایک ویران اور تاریک جگہ میں پایا۔ سامنے ہی ایک طاق میں دیا جل رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دیے کی روشنی دور تک نہیں جا رہی تھی۔ اتنا پتا چل گیا کہ وہ کسی پرانا مندر یا مندر کا تہ خانہ ہے۔ وہ چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ ذرا فاصلے پر تاریکی سے ایک مردانہ آواز ابھری۔ "رسونتی کہاں ہے؟" اس نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا۔ کچھ نظر نہ آیا۔ پھر وہی آواز ابھری۔ "ہمیں دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ ہمارے سوال کا جواب دو۔ رسونتی کہاں ہے؟"

"میں کسی رسونتی کو نہیں جانتی۔ جہاں سے مجھے اغوا کیا گیا ہے، اس بھی مجھ سے یہی سوال کیا جا رہا تھا۔ وہاں فرہاد علی تیمور نے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا تھا اور مجھ سے سوالات کرنے والوں کو یقین دلایا تھا کہ میں رسونتی کو نہیں جانتی ہوں بلکہ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا ہے۔ فرہاد علی تیمور نے مجھے اٹرکار بنایا تھا اور رسونتی نامی عورت کے پاس پہنچایا تھا۔ میں نے وہاں کیا کیا اور تمام دن کیا کرتی رہی، مجھے خود اس کا علم نہیں ہے۔ جب فرہاد علی تیمور نے میرے دماغ کو آزاد چھوڑا تب مجھے پتا چلا کہ میرے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے۔"

اس کی باتوں کا جواب نہیں ملا۔ چند لمحوں تک گہری خاموشی چھائی رہی پھر کسی نے ذرا ہچکچاتے ہوئے، قدرے سہمے ہوئے انداز میں پوچھا: "کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟ کیا فرہاد علی تیمور نے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا ہے؟"

"مجھے جھوٹ بول کر کیا فائدہ ہوگا؟ اگر فرہاد علی تیمور کو مجھ سے ہمدردی ہے، اس نے مجھے آلۂ کار بنایا ہے تو وہ یہاں بھی آکر میری باتوں کی تصدیق کرے گا۔"

سونیا سر اٹھا کر مجھے آواز دینے لگی۔ کبھی ادھر دیکھتی تھی کبھی اُدھر تاریکی میں پکارتی تھی: "فرہاد! مسٹر فرہاد! فرہاد علی تیمور! تم کہاں ہو؟ پلیز میرے پاس آؤ۔ تم نے اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے کس مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک اس شخص کی چیخ سنائی دی جو سونیا سے سوالات کر رہا تھا۔ وہ چیختا ہوا، لڑکھڑاتا ہوا، دیے کی روشنی میں پہنچ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام رکھا تھا اور تکلیف سے کراہتا ہوا کہہ رہا تھا: "مجھے یقین آگیا ہے۔ مجھے یقین آگیا ہے۔ مسٹر فرہاد علی تیمور! میں آپ سے معافی چاہتا ہوں، پلیز!"

رسونتی نے سونیا سے کہا: "میں نے اسے سزا دی ہے۔ اس کی سوچ بتا رہی ہے کہ اس کے علاوہ مندر کے تہ خانے کی تاریکی میں چار آدمی اور چھپے ہوئے ہیں۔ انھوں نے احتیاطاً اپنی زبانیں بند رکھی ہیں۔"

سونیا نے کہا: "اے مسٹر! سیدھی طرح کھڑے ہو جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو یہاں بلاؤ۔"

وہ سیدھی طرح کھڑے ہو کر اپنے ساتھیوں کو آوازیں دینے لگا۔ اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ سونیا نے کہا: "یہاں کھڑے کیا چیخ رہے ہو؟ ان کے پاس جاؤ اور انھیں لے کر آؤ۔"

وہ آواز دیتا ہوا دور کہیں تاریکی میں گم ہو گیا۔ رسونتی نے کہا: "میں اس کے دماغ کو پڑھ کر دیکھتی ہوں۔ شاید اس کے ساتھی سرگوشی میں اس سے باتیں کریں۔ میں ان کے دماغوں میں بھی پہنچ جاؤں گی۔"

وہ چلی گئی لیکن اسے دیر ہو گئی۔ اس کے تہ خانے میں پہنچنے سے پہلے ہی اس شخص کی کراہ سنائی دی۔ وہ لڑکھڑا کر تاریکی میں گرنے لگا۔ راستہ ٹٹولنے لگا۔ رسونتی نے فوراً سونیا کے پاس آکر کہا: "وہ تو مارا گیا۔ کسی نے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہے۔"

جب وہ سونیا کو یہاں لائے تھے تو اسے بے ہوش سمجھ کر ایک بڑے سے پتھر پر لٹا دیا تھا۔ وہ اس پر بیٹھی ہوئی تھی۔ سوچ رہی تھی، کس طرح تاریکی سے فائدہ اٹھانا چاہیے تاکہ ان چار چھپے

ہوئے دشمنوں کو تلاش کر سکے۔

اسی وقت ایک کاغذ کی گولی اس کے قریب آ گری۔ اس نے پتھر سے اتر کر فرش پر سے اس کاغذ کی گولی کو اٹھایا۔ وہ ایک کنکر سے لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے کنکر کو مٹھی میں دبایا، پھر پنجرے کو کھول کر ذرا دیے کے قریب ہو کر پڑھنے لگی۔

اس میں لکھا تھا: "خبردار! اس تحریر کو پڑھتے ہی فوراً دیے سے دور ہٹ جاؤ۔ ایک لمحے کی بھی دیر ہوئی تو ہم گولی مار دیں گے۔"

وہ اتنا ہی پڑھنے پائی تھی کہ طاق کے نیچے پتھریلی دیوار پر تڑاخ سے آواز آئی جیسے کوئی چیز زور سے آ کر لگی ہو۔ اس نے دیکھا دیوار کا پلستر ذرا سا اکھڑ گیا تھا۔ یقیناً فائر کیا گیا تھا۔ وہ بچ گئی تھی۔

دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے پیچھے ہٹتی ہوئی دیے سے دور چلی گئی پھر کہنے لگی: "تم لوگوں کو یہ خدشہ ہے کہ میں دیے کو بجھا دوں گی اور تاریکی میں تم لوگوں کو تلاش کروں گی۔ دیکھو لو! میں نے تمہاری ہدایت کے مطابق عمل کیا ہے۔ میں دیے کے قریب نہیں جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے پھر اس کاغذ کو پڑھنا شروع کیا۔ آگے لکھا تھا: "ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔ ہمیں یہ یقین ہو گیا ہے کہ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں ٹریپ کیا تھا۔ اس سے کہو کہ وہ ہمیں رسونتی کا پتا بتائے۔ ورنہ ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ فرہاد کی شرافت کو ہم اس حد تک سمجھتے ہیں کہ جسے وہ آلۂ کار بناتا ہے یا جس سے فائدہ حاصل کرتا ہے، اس کے کام ضرور آتا ہے۔ وہ یقیناً تمہاری جان بچانے کے لیے ہماری شرط پوری کرے گا۔ وہ تمہیں ٹیلی پیتھی ..... کے ذریعے بتا دے کہ رسونتی کہاں ہے۔ یہی بات تم ہمیں زبان سے بتا دو گی۔"

سونیا نے تحریر پڑھنے کے بعد تاریکی میں ذرا دور تک دیکھا۔ اسی وقت پھر ایک کھٹاک کی آواز سنائی دی۔ یقیناً جو بھی فائرنگ کر رہا تھا، اس کے ریوالور میں سائلنسر لگا ہوا ہوگا۔ تب ہی فائرنگ کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ جہاں گولی دیوار سے لگتی تھی، وہاں صرف آواز ہوتی تھی۔ اس بار بھی ایک گولی دیوار سے آ کر لگی تھی اور پتھریلی دیوار کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اُڑ کر گرا تھا۔

یہ خاموش دھمکی تھی۔ فوراً ٹیلی پیتھی کے ذریعے رسونتی کا پتا معلوم کرو اور جواب دو۔"

سونیا کے ایک ہاتھ میں کاغذ کا پرزہ تھا اور دوسرے ہاتھ میں وہ پتھر تھا جس پر کاغذ لپٹا ہوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اپنی ہتھیلی پر اس پتھر کو تول رہی تھی۔ پھر اس نے اچانک بیٹھتے ہوئے پتھر کو دیے کی طرف دے مارا۔ نشانہ صحیح بیٹھا۔ دیا بجھ گیا۔ گھپ تاریکی چھا گئی۔

ایسا اکثر ہوتا ہے۔ دشمن سوچ بھی نہیں سکتے کہ سونپ کی بروقت ذہانت کیا گُل کھلانے والی ہے اور گُل کھل جاتا ہے۔

دشمن دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ وہ پتھر پر کاغذ لپیٹنے والے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جو پتھر پھینکا جا رہا ہے، اسی سے وہ فائدہ اٹھائے گی۔

گہری تاریکی اور گہرے سناٹے میں ٹھک ٹھک کی کئی آوازیں ابھریں۔ یقیناً کئی سائلنسر لگے ہوئے ریوالور استعمال ہو رہے تھے۔ فائرنگ کی جا رہی تھی اور وہ اندھا دھند فائرنگ تھی۔ سونیا جہاں بھی ہوتی، کسی نہ کسی گولی کی زد میں آ جاتی لیکن وہ وہاں کہاں تھی؟

دیا جلتے رہنے کے دوران دو بار فائرنگ ہوئی تھی۔ دو بار سونیا نے سمتوں کا اندازہ کیا تھا جس دیوار پر اور طاق کے نیچے گولیاں آ کر لگی تھیں، یقیناً ان کی مخالف سمتوں سے فائرنگ ہوئی ہوگی۔ دیا بجھتے ہی وہ زمین پر گر کر اسی طرف لڑھکتی چلی گئی تھی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد وہ رک گئی۔ مندر کے سخت فرش پر جوتوں کی ہلکی سی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ جیسے کوئی اِدھر سے اُدھر حرکت کر رہا ہو اور ایسی ہی بات تھی۔ وہ حرکت کرنے والا اندھیرے میں اس سے ٹکرا کر گر پڑا۔

کوئی سونیا سے ٹکرا کر گرے اور دوبارہ اٹھ جائے، یہ ممکن نہیں تھا۔ وہ بے چارا اٹھ نہ سکا۔ سونیا نے گردن دبوچ لی تھی وہ ایک ہاتھ سے جدوجہد کر رہا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے اس کا ریوالور کو زمین پر ٹٹول رہا تھا جو گرتے ہی ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

یکبارگی وہ چیخنے اور تڑپنے لگا۔ سونیا اس کے دونوں نتھنوں میں دو انگلیاں ڈالے یوں زور لگا رہی تھی جیسے اس کی ناک کو چہرے پر سے اکھاڑ دینا چاہتی ہے۔ ایک تو وہ سانس لینے کے قابل نہیں رہا تھا، دوسرے تکلیف کی شدت سے چیخنے کے دوران منہ کے ذریعے بھی پوری طرح سانس نہیں لے پاتا۔ اس کے ساتھی اس کی مدد کو نہیں آ رہے تھے۔ صاف ظاہر تھا وہ ٹیلی پیتھی سے خوف زدہ تھے۔ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو اسی طرح چیختے اور تڑپتے ہوئے دیکھا تھا اور اس کی زبان سے یہ اعتراف سنا تھا کہ فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی اسے اذیتوں میں مبتلا کر رہی ہے۔ اب وہ ڈر رہے ہوں گے کہ اپنے ساتھی کے قریب جاتے ہی وہ بھی ٹیلی پیتھی کا شکار ہو جائیں گے۔ نتیجہ یہ کہ کوئی اس کی مدد کو نہیں آیا۔ سونیا کے سامنے ایک دشمن کا بساط ہی کیا تھی۔ ذرا سی دیر میں وہ ٹھنڈا پڑ گیا۔

سونیا نے اسے چھوڑ دیا۔ فرش پر چاروں ہاتھ پاؤں مار کر سرکتے ہوئے ایک ہاتھ سے جھاڑو دینے کے انداز میں ریوالور کو تلاش کرنے لگی۔ رسونتی نے کہا: "باقی تین کہیں چھپے ہیں یا فرار ہو گئے ہیں۔ تم کیا کرو گی؟"

ریوالور اس کے ہاتھ آ گیا۔ اس نے کہا: "یہاں سے نکلنے کا راستہ تلاش کروں گی۔"

"کیسے تلاش کرو گی؟ روشنی کر نہیں سکتیں۔ جیسے ہی تم نظر آؤ گی، وہ گولیاں چلا دیں گے۔"

"دیکھتی جاؤ میں کیا کرتی ہوں۔"

وہ فرش پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے بلند آواز سے کہا: "میں یہاں ہوں، میں یہاں ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ فوراً چاروں شانے چت ہو گئی۔ اگرچہ تمام ریوالوروں پر سائلنسر لگے ہوئے تھے، سناٹے میں گولی کی ٹھک ٹھک سنائی دیتی تھی۔ جیسے ہی وہ چاروں شانے چت ہوئی، اسے اپنے کانوں کے پاس سے کوئی چیز تیر کی طرح گزرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ فائر کرنے والا اس کے پیچھے ہی کہیں تھا۔ وہ لیٹے ہی لیٹے ایک چکر کھا کر اٹھی اور اسی سمت فائر کر دیا۔ اندھیرے میں ایک فائر سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس نے متواتر تین بار فائرنگ کی۔ تیسری بار کسی کی چیخ سنائی دی۔ وہ فوراً لیٹ کر فرش پر لڑھکتی ہوئی پھر اس شخص کے پاس پہنچ گئی جو اس کے ہاتھوں بے ہوش ہو گیا تھا یا مر چکا تھا۔ اس نے تلاشی لی تو اس کی کمر سے گولیوں کی پیٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے وہ پیٹی کھول لی۔ اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ ایک سگریٹ لائٹر ہاتھ آ گیا۔ وہ اسے بھی لے کر فرش پر لڑھکتے ہوئے دوسری جگہ پہنچ گئی۔ وہاں بیٹھ کر پھر اس نے چیخ کر کہا: "یہاں سے نجات کا ایک ہی راستہ ہے۔ مجھے مار ڈالو یا خود مر جاؤ۔"

یہ کہتے ہی وہ پھر لیٹ گئی۔ انتظار کرنے لگی۔ فائرنگ نہیں ہوئی۔ کہیں سے ہلکی سی آواز بھی سنائی نہیں دی۔ البتہ دو کسی کے کراہنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ رسونتی نے کہا: "ابھی تم نے جس پر گولی چلائی ہے، گولی اس کی ران میں لگی ہے۔ وہ تکلیف سے تڑپ رہا ہے، کراہ رہا ہے۔ میں اس کے دماغ کو پڑھ چکی ہوں۔ تم چاہو تو رینگتے ہوئے اس آواز کی سمت چلی جاؤ۔ میں اسے ریوالور استعمال کرنے نہیں دوں گی۔"

سونیا کروٹ بدل کر الٹی ہو گئی۔ پھر ہاتھوں کے بل رینگتے ہوئے گھسٹتے ہوئے اس کی طرف جانے لگی۔ رسونتی نے کہا: "ذرا رک جاؤ۔ اس زخمی کے پاس اس کا ساتھی پہنچ گیا ہے۔ اسے تسلیاں دے رہا ہے۔ اس کی باتوں سے پتا چل رہا ہے، وہ دونوں آپس میں گہرے دوست ہیں۔ وہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے دوست کو وہاں سے لے جانے آیا ہے۔ مجھے مشورہ دو میں کیا کروں؟"

تم اس کی سوچ میں یہ کہو کہ وہ تنہا اپنے زخمی ساتھی کو وہاں سے گھسیٹ کر یا اٹھا کر نہیں لے جا سکے گا۔ اسے اپنے دوسرے ساتھی کی مدد کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا اسے بھی بلائے۔ پھر دونوں اسے اٹھا کر لے جائیں۔"

رسونتی چلی گئی۔ سونیا وہیں فرش پر پڑی اس کا انتظار کرنے لگی۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد رسونتی آئی۔ اس نے کہا: "اس نے اپنے ساتھی کو بڑی مشکل سے راضی کیا ہے۔ اب وہ دونوں رینگتے ہوئے اس زخمی کی طرف پہنچ رہے ہیں۔"

"تم نے ان دونوں کو سرگوشی میں باتیں کرتے سنا ہوگا۔"

"ہاں، اب میں ان تینوں کے دماغوں کو اپنی گرفت میں لے سکتی ہوں۔"

پھر تو مسئلہ حل ہو چکا تھا۔ رسونتی نے سونیا کے مشورے کے مطابق پہلے ایک کے دماغ میں پہنچ کر اس سے قہقہہ لگوایا۔ وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا: "میں فرہاد علی تیمور ہوں اور تم سب کو وارننگ دے رہا ہوں۔ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک دو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دوسرے نے قہقہے لگاتے ہوئے کہا: "ہرگز نہیں، فرہاد علی تیمور میں ہوں، میں بھی فرہاد کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

تیسرا زخمی کراہتے ہوئے کہنے لگا: "آہ! میں کس طرح قہقہے لگاؤں۔ کس طرح دعویٰ کروں۔ حالانکہ میں ہی فرہاد علی تیمور ہوں اور میں سب سے پہلے اپنا ہتھیار پھینک رہا ہوں۔"

رسونتی نے اسے ریوالور اسی جگہ پھینکنے پر مجبور کیا جدھر سونیا اندھیرے میں لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے بعد باقی دونوں نے بھی اسی جانب باری باری ریوالور پھینک دیے۔ سونیا نے کہا: "شاباش، اب اپنی جگہ سے اٹھو اور روشنی کرو۔ میں تمہارے زخمی ساتھی کو یہاں سے لے جانے کا تمہیں موقع دوں گی۔ تم اسے فوری طور پر کسی اسپتال لے جا کر اس کی ٹانگ سے گولی نکلوا سکو گے۔ بشرطیکہ مجھے بھی یہاں سے جانے کا راستہ دو۔"

تھوڑی دیر بعد روشنی ہو گئی۔ وہ دونوں نہتے تھے اور سہمے ہوئے تھے۔ سونیا کے دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ وہ ان کے سامنے تن کر کھڑی تھی۔ باقی دو ریوالوروں کو اس نے اپنی کمر سے بندھی ہوئی پیٹی میں اُڑس لیا تھا۔ اس نے کہا: "کیا تمہاری تنظیم کے کسی باس نے یا ماسک مین نے یہ نہیں سمجھایا کہ فرہاد علی تیمور کا نام سن کر ہتھیار ڈال دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔ تم لوگوں نے اپنے پہلے ساتھی کا انجام دیکھنے کے بعد بھی عبرت حاصل نہیں کی؟ میں خواہ مخواہ کسی کی زندگی سے کھیلنا پسند نہیں کرتی ورنہ تم میں سے کوئی زندہ نظر نہ آتا۔ چلو اپنے زخمی ساتھی کو اٹھاؤ اور میرے آگے آگے چلتے رہو۔"

وہ اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں سونیا اس کھنڈر نما مندر سے باہر آ گئی۔ وہ مندر ایک ویرانے میں تھا۔ آس پاس کوئی آبادی نہیں تھی۔ سامنے ہی ایک ویگن کھڑی تھی۔ رسونتی نے کہا: "ان میں سے ایک آدمی کی سوچ بتا رہی ہے کہ اس کے پاس ٹرانسمیٹر ہے اور وہ اپنے باس سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔"

تم یہاں سے جاؤ گی تو وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو تمہارے پیچھے لگا دیں گے۔"

سونیا نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم میں سے ایک کے پاس ٹرانسمیٹر ہے۔ میں اجازت دیتی ہوں۔ میرے جانے کے بعد اپنے باس سے رابطہ قائم کرنا اسے یہ ضرور بتانا کہ فرہاد علی تیمور پھر اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ واپس آ گیا ہے۔ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو اپنی اپنی تنظیم کے بلوں میں گھسے رہو۔ باہر نکلو گے تو سر کچل دیا جائے گا۔"

وہ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر بیٹھ گئی۔ اس نے کہا "ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے زخمی ساتھی کی مدد کے لیے کوئی دوسری گاڑی بلوا لو۔"

اس نے ایک جھٹکے سے دروازے کو بند کیا۔ گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر ڈرائیو کرتے ہوئے جیمز میکلے کے خفیہ اڈے کی طرف جانے لگی۔ اس نے کہا "رسونتی! تھوڑی دیر تک ان بکھتوں کے پاس رہو۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے جو گفتگو کریں، مجھے بتاتی رہو۔"

ایک منٹ کے بعد ہی رسونتی نے آ کر کہا "وہ دوسری گاڑی منگوا رہے ہیں اور اپنے باس کو فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کے متعلق بتا رہے ہیں۔ میں اب ان کے باس کے دماغ میں بھی پہنچ سکتی ہوں۔"

"باس کے لب ولہجہ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ ابھی اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے فوراً ثباتہ کے پاس پہنچو۔ دیکھو وہ کس حال میں ہے۔"

رسونتی، ثباتہ کے پاس پہنچی۔ میں اسی وقت سونیا کے دماغ میں آیا تھا۔ جب میں نے اس کے دماغ سے تمام معلومات حاصل کیں اور یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ جیمز میکلے کے خفیہ اڈے کی طرف جا رہی ہے تو میں بھی ثباتہ کے پاس پہنچ گیا۔

ہماری غیر موجودگی میں ثباتہ پر جو گزری، خوب گزری۔ سپر ماسٹر کے آدمی جو اسے پکڑ کر لے گئے تھے، یہ جانتے تھے کہ کسی نہ کسی طور فرہاد سے ثباتہ کا تعلق ہے۔ لہٰذا وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ سپر ماسٹر کی طرف سے سخت تاکید کی گئی تھی کہ بہ سہولت سے رسونتی کا پتا اگلوایا جائے۔

وہ اسے ایک غار میں لے آئے تھے۔ وہاں اسے طرح طرح کی دھمکیاں دی تھیں اور وہ مسکراتی رہی تھی۔ اس بات پر ایک شخص کو تاؤ آ گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اسے سزا دینے کے لیے اس کی پٹائی کرنا چاہی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بے چارا خود بُری طرح پٹ گیا۔ اس کے دوسرے ساتھیوں نے اسے بچانا چاہا تو ان کی بھی شامت آ گئی۔ یہ حقیقت تو ہمیشہ آن ریکارڈ رہی ہے کہ فرہاد کی ایک ساتھی اپنے مقابل دو چار دشمنوں کو ٹھکانے کا ناچ نچا دیتی ہے۔ انھوں نے بمجبور ہو کر اسے ریوالوروں کی زد میں رکھ لیا۔ سختی سے دھمکی دی، اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئی تو گولی مار دی جائے گی۔ ثباتہ کو مجبوراً چپ رہنا پڑا اور انھوں نے اسے ایک کرسی سے جکڑ دیا۔

اس عرصے میں صرف ایک شخص ثباتہ کو مخاطب کرتا رہا اور رسونتی کے متعلق پوچھ گچھ رہا۔ یہ خبر اب پھیلتی جا رہی تھی کہ فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں۔ اس نے پہلے بھارتی فوج کے افسران کو پھر اسرائیلی سفارت خانے کے لوگوں کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا تھا۔ انھیں دھمکیاں دی تھیں اور ٹیلی پیتھی کے تماشے دکھا کر اپنی خیال خوانی کی تصدیق کی تھی۔ ثباتہ نے کہا "اگر تم سب اپنی خیریت چاہتے ہو تو مجھے آزاد کر دو۔ ورنہ ٹیلی پیتھی کی زنجیروں میں جکڑے جانے کے بعد تم لوگوں کو رہائی موت کی صورت میں ہی ملے گی۔"

اس شخص نے پھر سوال کیا "تم رسونتی کا پتا بتا دو یا پھر فرہاد سے کہو، وہ ہم سے رابطہ قائم کریں۔ ہم ان کے کام آنا چاہتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ رسونتی کسی دوسری تنظیم کے ہتھے چڑھ جائے یا یہودی اسے اپنے ملک لے جائیں۔ زیادہ توقع اس بات کی ہے کہ بھارتی سرکار اسے یہاں سے نکلنے نہیں دے گی۔ ہم اسے نکال کر لے جائیں گے۔ ہم فرہاد صاحب کے کام آنا چاہتے ہیں۔ رسونتی صاحبہ کا مدد کرنا چاہتے ہیں۔ انھیں ان کے بیٹے پارس کے ساتھ بحفاظت نیپال اور ہندوستان کی سرحد سے پار لے جانا چاہتے ہیں۔"

ثباتہ نے کہا "تم سب بکواس کر رہے ہو۔ میں رسونتی کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔ البتہ فرہاد نے بھارتی فوج کے افسران کو میرے آگے بے بس کر دیا تھا۔ اگر وہ موجود نہیں ہے تو تھوڑی دیر بعد آ جائے گا۔ اور اس کے بعد تم لوگوں کا جو حشر ہو گا، وہ عنقریب سامنے ہی آنے والا ہے۔"

اس شخص نے جھنجلا کر کہا "یہ سیدھی طرح نہیں مانے گی۔ میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنی آواز سنا رہا ہوں۔ اگر فرہاد صاحب ہوں گے تو زیادہ سے زیادہ مجھے مار ڈالیں گے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا۔ اسی لیے سپر ماسٹر نے میرا انتخاب کیا ہے۔ میں تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں، اس کے دونوں ہاتھوں کو رسیوں سے باندھ کر اس اونچی چٹان سے لٹکا دو اور نیچے ٹب میں کھولتا ہوا پانی رکھو۔ اس کھولتے ہوئے پانی میں اس کے پاؤں پنڈلیوں تک ڈوبے رہیں گے۔ پانی کے ٹب کے نیچے آگ روشن رہے گی جس سے پانی کا درجۂ حرارت بڑھتا رہے گا۔ ہم دیکھیں گے اس کی قوتِ برداشت کتنی ہے۔ ویسے جتنی بھی ہو، پہلے اس کے پیروں کی کھال نکلے گی۔ پھر اس گرم کھولتے ہوئے پانی میں گوشت گلے گا، پھر ہڈیاں بھی گلنے لگیں گی۔"

اس کے ساتھیوں نے اس کے حکم کی فوری تعمیل نہیں کی۔ ان میں سے ایک ٹرانسمیٹر لے کر غار سے باہر چلا گیا۔ غالباً میں ان کا جو ماسٹر تھا، اس سے رابطہ قائم کرنے گیا ہو گا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آ گیا۔ پھر اس نے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ جو سزا ثباتہ کے لیے تجویز کی گئی ہے، اس پر عمل کیا جائے۔

اس کے دونوں ہاتھوں کو باندھ کر چٹان کی بلندی سے لٹکانے کے لیے ضروری تھا کہ پہلے اسے کرسی سے آزاد کیا جاتا۔ انھوں نے یہی کیا۔ جب وہ کرسی سے آزاد کی گئی تو برائے نام رسیوں سے بندھی ہوئی تھی۔ انھیں یقین تھا کہ ریوالوروں کی زد میں رہ کر وہ کوئی حرکت نہیں کر سکے گی لیکن ان کی خوش فہمی دوسرے ہی لمحے۔ پچھتاوے میں بدل گئی۔

دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دونوں ہاتھ رسیوں سے باندھ دیے جائیں تب بھی وہ جی داری سے لڑتے ہیں اور اپنے سامنے آنے والوں کے چھکے چھڑا دیتے ہیں۔ ثباتہ نے تو بچپن ہی سے مار پیٹ کی تربیت حاصل کی تھی۔ اسے کرسی سے آزاد کرنے والوں نے پہلے تو اس کے دونوں ہاتھ احتیاطاً باندھ دیے تھے۔ پھر اسے کرسی سے آزاد کیا تھا۔ یہی خیال تھا کہ ہاتھ بندھے ہوں گے تو وہ بے بس رہے گی لیکن اس نے آزاد ہوتے ہی اپنے سامنے والے شخص کے منہ پر بندھے ہوئے ہاتھوں کی ایک شدید ضرب لگائی۔ وہ یکبارگی لڑکھڑاتا ہوا پیچھے کھڑے ہوئے دو ساتھیوں کی طرف جھکا۔ انھوں نے اسے سنبھالا۔ تیسرے ساتھی پر کرسی آ کر گری۔ چوتھے نے ثباتہ کے قدموں کی طرف فائر کیا تاکہ وہ سہم کر ایک جگہ کھڑی ہو جائے لیکن فائرنگ کے ساتھ ہی وہ فضا میں اچھلی اور اس کی ایک فلائنگ کک فائر کرنے والے کے سینے پر پڑی۔

ویسے ایک ریوالور والے کے سینے پر لات پڑی تھی۔ دوسرے ریوالور والے فائر کر سکتے تھے لیکن ثباتہ کس لمحے کس جگہ ہوتی ہے، یہ اندازہ کرنا دشوار تھا۔ وہ بجلی کی طرح لپک رہی تھی۔ خیال تھا کہ فلائنگ کک مارتے ہی فضا میں قلابازی نہیں کھا سکے گی، زمین پر گر پڑے گی لیکن وہ ثباتہ کو نہیں جانتے تھے۔ انھوں نے اسے تیز رفتار گھوڑے کی پیٹھ پر قلابازیاں کھاتے اور طرح طرح کے کرتب دکھاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اگر دیکھ لیتے تو ان کے ہوش اڑ جاتے۔ اب بھی ہوش ہی اڑ رہے تھے۔ ایک شخص کے ہاتھ سے ریوالور اڑ کر فضا میں گیا، پھر نیچے آنے سے پہلے ہی ثباتہ کے بندھے ہوئے ہاتھوں میں پہنچ گیا۔ تڑتڑاتڑ کی اندھا دھند فائرنگ ہوئی۔ اس نے بھی جان بوجھ کر قدموں کی طرف فائرنگ کی تھی۔ تاکہ وہ سب دہشت زدہ ہو کر منتشر ہو جائیں یا پناہ لینے کے لیے مختلف چٹانوں کی طرف بھاگ جائیں۔

جنگ کے دوران لڑنے والے کا ذہن جتنا حاضر ہوتا ہے، اتنی ہی فتح قریب ہوتی جاتی ہے۔ ثباتہ نے جو سوچا تھا، جیسی پلاننگ سے اس نے فائرنگ کی تھی، ویسا ہی ہوا۔ سب ادھر اُدھر بھاگتے ہوئے مختلف چٹانوں کی طرف گئے۔ وہ جوابی فائرنگ کر کے اسے زخمی کر سکتے تھے لیکن سپر ماسٹر کی طرف سے تاکید کی گئی تھی کہ اسے نقصان نہ پہنچایا جائے البتہ مجبوری کی حالت میں کسی حد تک زخمی کیا جائے تاکہ وہ جدوجہد کے قابل نہ رہے۔

یوں وہ اسے زخمی کر سکتے تھے لیکن ثباتہ نے اس کا موقع نہیں دیا۔ اچانک اس کے ہاتھ میں ریوالور آیا اور آتے ہی فائرنگ ہوئی تو سب بوکھلا گئے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ لڑکی غضب کی پھرتیلی ہو گی۔ نتیجہ وہی ہوا۔ سب مختلف سمتوں میں بھاگتے ہوئے مختلف چٹانوں کے پیچھے جا کر پناہ لینے لگے۔ اس وقت تک وہ بھی ایک چٹان کے پیچھے پہنچ چکی تھی۔

اس نے چٹان کے پیچھے کا جائزہ لیا۔ جو لوگ جدوجہد کرتے رہتے ہیں، تقدیر بھی ان کا ساتھ دیتی ہے۔ چٹان کے پیچھے غار کی ایک اور شاخ دوسری طرف چلی گئی تھی۔ یعنی وہ غار صرف ایک سرے سے دوسرے سرے تک نہیں گیا تھا بلکہ اس کے درمیان کئی شاخیں نکلی تھیں۔ ایک شاخ ثباتہ کے پیچھے تھی جس میں سے گزر کر وہ کہیں دوسری جگہ نکل سکتی تھی۔ یا ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ دشمن غار کی مختلف شاخوں سے گزرتے ہوئے اس کے پیچھے پہنچ جاتے۔ اس لیے وہ پہلے ہی وہاں سے ہٹ کر اُدھر جانے لگی۔ اس غار کے دائیں بائیں دیکھنے لگی کہ راستہ کہاں کہاں گیا ہے۔

ایک جگہ اسے دو طرف چٹانیں نظر آئیں۔ اگر وہ ان کے درمیان محاذ بنا لیتی تو دوسروں کو نظر نہ آتی، چھپ کر فائرنگ کر سکتی تھی لیکن اس کے ریوالور میں دو گولیاں رہ گئی تھیں۔ ریوالور ہاتھ لگتے ہی اس نے تڑاتڑ چار بار فائرنگ کی تھی۔ اب ان دو گولیوں کو بڑی احتیاط سے خرچ کرنا تھا۔ وہ ان چٹانوں کے درمیان پہنچ کر بیٹھ گئی۔ چٹان کے ایک سرے پر رسیوں کو رگڑنے لگی تاکہ رگڑ کھا کر رسیاں کٹ جائیں یا کمزور پڑ جائیں تو ہاتھ کھل جائیں۔

دشمنوں کے ساتھ ایک مجبوری یہ تھی کہ اسے کھل کر للکار نہیں سکتے تھے۔ ٹیلی پیتھی کا خوف سمایا ہوا تھا۔ صرف ایک شخص جو بول رہا تھا، وہی للکار کر کہنے لگا "تم جہاں بھی ہو، ہمارے سامنے چلی آؤ۔ یہ خیال دل سے نکال دو کہ اس غار سے نکل سکو گی۔ ہم تمہیں چاروں طرف سے گھیر چکے ہیں۔ خود ہتھیار ڈال دو گی تو تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہ رسیوں کو کاٹنے میں مصروف تھی۔ اس نے اپنی جگہ سے چیخ کر کہا "تم اتنے گدھے ہو تو تمہارا باس سپر ماسٹر کیسا زبردست گدھا ہو گا۔ اتنی عقل نہیں ہے کہ فائرنگ کی آواز دور تک جا رہی ہو گی۔

میں تمھارے ہاتھوں اغوا ہونے کے دوران بے ہوش نہیں تھی۔ میں نے تم سب کی باتیں سنی ہیں۔ تمھارے آدمی جو گاڑی واپس لے کر گئے ہیں، وہ پولیس اسٹیشن میں یہ رپورٹ لکھوانے والے ہیں کہ مجھے اغوا کرکے کہ رتی پور لے جایا گیا ہے لیکن فائرنگ کی آواز پولیس والوں کو ادھر متوجہ کرے گی۔ میری بات تم لوگوں کی کھوپڑی میں آرہی ہے یا نہیں؟"

ان باتوں کے دوران اس نے رسیاں کاٹ لیں۔ اس کے ہاتھ آزاد ہوگئے۔ دشمن نے چیخ کر کہا "شباتہ! ہم نے تمھارے ریوالور کی گولیوں کا حساب رکھا ہے۔ تمھارے پاس صرف دو گولیاں ہیں۔ تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی۔ ہم پھر تمھیں بھگاتے ہیں۔"

شباتہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "مجھے کیا بھگاؤ گے، یہ میں تو چاہتی ہوں کہ یہاں فائرنگ کی آواز گونجتی رہے۔ تم لوگوں کی باتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جگت پور ان پہاڑیوں سے صرف دو میل کے فاصلے پر ہے۔ پہاڑیوں میں اور خصوصاً غار کے اندر فائرنگ کی آواز دور تک جاتی ہے۔ جگت پور کے امن پسند باشندوں نے یہ آواز سنی ہوگی۔ وہ خوف سے ادھر نہیں آئیں گے لیکن پولیس والے ضرور آئیں گے۔"

"تم بکواس کرتی رہو۔ ابھی ہم تمھیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔"

"اور ابھی میں تمھیں مسلسل فائرنگ پر مجبور کروں گی۔"

وہ دو چٹانوں کے درمیان سے محتاط انداز میں نکلی۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا۔ دوسرے ہاتھ میں کٹی ہوئی رسیوں کا ایک حلقہ سا بنا ہوا تھا۔ وہ پھر پہلی چٹان کے پاس آئی۔ اسے معلوم تھا کہ کن چٹانوں کے پیچھے اس کے دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ اس نے ایک چٹان کے پیچھے رسّی کے حلقے کو پھینک دیا۔ ہر محاذ پر یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں دشمن کسی دوسری طرف سے نہ آجائیں۔ وہ رسّی کا حلقہ آیا تو جیسے شباتہ آگئی۔ بے اختیار فائرنگ ہوئی، ایک طرف سے فائرنگ ہوئی تو جواباً دوسری چٹانوں کے پیچھے سے بھی فائرنگ ہوئی۔ یہ محض غلط فہمی کی بنا پر ہوا۔ ایک کی فائرنگ سے دوسروں کی سمجھ میں یہی آیا کہ وہ فائرنگ شباتہ کی طرف سے ہو رہی ہے۔ اس لیے بیک وقت کتنی ہی گولیاں چلنے کی آواز غار میں گونجتی رہی۔ جب یہ آواز کم ہوئی تو شباتہ کا قہقہہ سنائی دیا۔ میں کہہ چکی تھی کہ بے اختیار فائرنگ پر مجبور کروں گی۔ میں ایسے تماشے اور دکھا سکتی ہوں مگر افسوس کہ اس کا موقع نہیں ملے گا۔ سنو، کان لگا کر سنو۔ پولیس کی گاڑی کا سائرن سنائی دے رہا ہے۔"

کسی نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ سب کان لگا کر سن رہے تھے۔ دور بہت دور سے سائرن کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ واقعی پولیس کی گاڑی آرہی تھی۔ پھر تو جیسے بھگدڑ مچ گئی۔

وہ سب چٹانوں کے پیچھے سے چھپتے ہوئے زمین پر رینگتے ہوئے شباتہ کی نظروں سے بچتے ہوئے وہاں سے جانے لگے۔ سائرن کی آواز تیز ہوتی جارہی تھی۔ قریب آتی جارہی تھی پھر غار کے دہانے کے قریب سے آواز سنائی دی۔ کوئی پولیس کا آفیسر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ "اندر جو لوگ ہیں، وہ ہتھیار پھینک کر اور دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر آجائیں۔ ورنہ آنسو گیس شیل پھینکے جائیں گے۔ ہم یہاں کے غاروں کے متعلق اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہاں سے باہر نکلنے کا یہی ایک راستہ ہے۔"

لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے بار بار وارننگ دی جارہی تھی۔ آنے کے لیے کہا جارہا تھا اور یہ بات درست تھی کہ اس غار سے باہر نکلنے کا وہی ایک راستہ تھا۔ شباتہ کو اغوا کرنے والے ہتھیار پھینک کر اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اس غار سے باہر نکل رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد پولیس انسپکٹر نے پھر لاؤڈ اسپیکر پر کہا۔ "لڑکی! تم جہاں بھی ہو، بے خوف و خطر باہر آجاؤ۔ ہم نے تمھیں اغوا کرنے والوں کو حراست میں لے لیا ہے۔"

شباتہ نے آگے بڑھ کر بلند آواز سے کہا۔ "اگر پانچوں کو حراست میں لیا گیا ہے تو میں اطمینان سے باہر آجاؤں گی۔"

اسے یقین دلایا گیا کہ پانچوں گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ اس کے بعد وہ ریوالور پھینک کر غار سے باہر آگئی۔ انسپکٹر نے پوچھا "اندر کوئی ہے؟"

شباتہ نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "ایک گیس لائٹ، ایک کرسی اور پانی کا ایک خالی ٹب ہے۔ یہ مجھے کرسی پر بٹھا کر باندھ چکے تھے اور دھمکی دے رہے تھے کہ اس ٹب میں پانی بھر کر اس آگ جلائی جائے گی اور مجھے اس پانی میں کھڑا کیا جائے گا۔ پھر وہ پانی جیسے جیسے گرم ہوتا جائے گا میرے پاؤں کی کھال اترتی جائے گی، گوشت گلتا جائے گا۔"

انسپکٹر نے ان پانچوں کو گھور کر دیکھا اور کہا۔ "ان سے تمھاری کیا دشمنی ہے؟"

شباتہ نے کہا۔ "تعجب ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ان پانچوں نے پہلے مجھے بھارتی فوج کے جوان اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس کے بعد یہ لے آئے۔ اگر آپ مجھے بحفاظت پولیس اسٹیشن تک نہیں لے جائیں گے تو جانے کتنے دشمن میری تاک میں لگے ہوں گے وہ مجھے لے جائیں گے۔"

انسپکٹر نے پوچھا۔ "آخر تم کون ہو؟ یہاں تمھارے کیا دشمن ہیں؟"

"دشمن میرے نہیں، میرے بچے کے ہیں۔ یہاں کماری کنڈ جلوس نکلا ہوا تھا۔ اس بھیڑ میں کسی نے میرے بچے کو مجھ سے چھین لیا۔ میں اس کے خلاف رپورٹ لکھوانا چاہتی تھی لیکن دشمنوں نے مجھے موقع نہیں دیا، کبھی کوئی مجھے پکڑتا ہے، کبھی کوئی۔ میں اب بھی اپنے بچے کو تلاش نہ کر سکی، نہ ہی رپورٹ لکھوا سکی۔"

انسپکٹر نے اسے گاڑی میں بٹھایا۔ باقی پانچوں کو ان کی گاڑی میں بٹھایا گیا۔ مسلح پولیس والے ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور وہ سب پولیس اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے۔ جس وقت میں اور رسونتی شباتہ کے دماغ میں پہنچے، اس وقت وہ پولیس اسٹیشن پہنچ گئی تھی۔ اس سے پہلے ہی بھارتی فوج کے دو بڑے افسر وہاں آگئے تھے۔ وہ دعویٰ کر رہے تھے کہ شباتہ کو ان کی تحویل میں دیا جائے۔

شباتہ نے کہا۔ "پہلے میں اپنے سفارت خانے سے رابطہ قائم کروں گی۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ بھارتی فوج کے یہ جوان مجھے اپنی حراست میں کیوں لینا چاہتے ہیں؟ میرا جرم کیا ہے؟ ویسے آپ سب سے پہلے میرے بچے کے اغوا ہونے کی رپورٹ درج کریں۔"

بھارتی فوجی افسر نے عزّا کر کہا۔ "کوئی رپورٹ درج نہیں ہوگی۔ تم فراڈ ہو۔ وہ بچہ اغوا نہیں کیا گیا۔ کسی نے تم سے نہیں چھینا بلکہ تم نے جان بوجھ کر اسے رسونتی کے حوالے کیا ہے۔ ہم تم سے سیدھی طرح پوچھ رہے ہیں۔ ہمیں مادام رسونتی کا پتا ٹھکانہ بتاؤ۔"

میں نے اس افسر کے دماغ میں پہنچ کر خیال خوانی کے ذریعے سرد لہجے میں پوچھا۔ "کیا تم رسونتی کا پتا چاہتے ہو؟"

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ سوچنے لگا۔ "کیا میرے دماغ میں مسٹر فرہاد بول رہے ہیں؟"

"ہاں میں بول رہا ہوں۔ رسونتی تک پہنچنا چاہتے ہو تو اپنے کرنا کرم (مرنے کے بعد آخری رسومات) کا بندوبست کر لو۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے دیوار کی طرف دیکھ رہا تھا اور پوچھ رہا تھا۔ "یہ آپ... آپ کیا کہہ رہے ہیں فرہاد صاحب؟"

پولیس انسپکٹر جو اسے دیکھ رہا تھا، ایک دم اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "آفیسر! کیا آپ دیوار سے باتیں کر رہے ہیں؟ آپ ہوش میں تو ہیں؟"

فوجی افسر نے چونک کر اسے دیکھا، پھر کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور سے باتیں کر رہا ہوں۔ تم مداخلت نہ کرو۔"

انسپکٹر نے شباتہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ فرہاد علی تیمور کون ہے؟"

شباتہ مسکرانے لگی۔ فوجی افسر نے مجھ سے کہا۔ "جناب! آپ نے ہمیں دو گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ ہم سے کہا تھا، اگر ہم شباتہ کو ہاں نہیں کریں گے تو آپ خیال خوانی کے ذریعے ہمارے خلاف اقدامات کریں گے۔ ہم کب سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔ ہم نے اپنے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کیا تھا۔ جب انھیں پتا چلا کہ آپ کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت پھر بحال ہوگئی ہے تو وہ بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے آپ کو مبارک باد کا پیغام دیا ہے۔ وہ دوستی اور خیر سگالی کے جذبے سے آپ کو اپنا دوست، اپنا بھائی مان کر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت دہلی میں کچھ اعلیٰ افسران آپ کے منتظر ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہم ان میں سے کسی ایک کی آواز کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے سنا سکتے ہیں۔ آپ ان کے پاس پہنچ کر براہِ راست گفتگو کر سکتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ مادام رسونتی کے سلسلے میں دوستانہ ماحول میں مذاکرات کے لیے راضی ہو جائیں گے۔"

میں نے جواب دیا۔ "پہلے شباتہ کو رہا کیا جائے۔ یہ قاف کی شہزادی ہے۔ اس کے قبیلے کے سربراہ اور دوسرے لوگ بیرونی دنیا سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ترکی کی حکومت سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ یہاں ترکی کے سفارت خانے کو اطلاع دی جائے اور ان سے کہا جائے کہ شباتہ کو بخیریت پیرس روانہ کر دیا جائے۔"

"ہم ابھی سفارت خانے سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ مس شباتہ کو ان کے ہوٹل پہنچا دیں۔ ان کا سامان واپس کر دیں۔ میں راجدھانی والوں سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

میں نے کہا" اور ترکی کے سفارت خانے سے بھی رابطہ قائم کرنے کے لیے کہو۔"

اس نے اپنے ساتھی افسر سے کہا" مس شباتہ کے سفارت خانے سے بھی رابطہ قائم کرلو اور انھیں کل تک پیرس روانہ کرنے کے انتظامات کرلینا۔"

شباتہ نے یہ سنتے ہی اپنی جگہ سے اچھل کر کہا" ہرگز نہیں، میں اپنے بچے کو لیے بغیر نہیں جاؤں گی۔"

میں اس کی باتوں سے پریشان ہوگیا۔ چونکہ فرہاد کی حیثیت سے رابطہ قائم نہیں کرسکتا تھا، اس لیے رسونتی بن کر اس کے دماغ میں کہا" شباتہ! جو یہ کہہ رہے ہیں، مان جاؤ۔ میں پارس کی ماں ہوں۔ پارس مجھے مل گیا ہے۔ تم چلی جاؤ۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی" ہرگز نہیں۔ فرہاد نے پارس کو میرے حوالے کیا ہے۔ یہ امانت میں فرہاد کے حوالے کروں گی۔"

میں نے پریشان ہوکر کہا" شباتہ! پھر تو ہم مزید الجھنوں میں مبتلا ہوجائیں گے۔"

"اس کا ایک حل ہے۔ مجھے ابھی جانے کے لیے نہ کہا جائے۔ پہلے تم یہاں سے جاؤ گی اور جانے سے پہلے مجھے اپنے پروگرام سے آگاہ کردو گی۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ میں اسی طیارے سے جاؤں، جس طیارے سے تم جاؤ گی۔ اس طرح سفر کے دوران پارس میرے قریب رہے گا۔"

وہ فوجی افسر غور سے شباتہ کو دیکھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ وہ خیالی خوانی کے ذریعے فرہاد سے گفتگو کررہی ہے۔ میں فوراً اس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ سوچ رہا تھا" کل رات سے پہلے ایسا کوئی طیارہ نہیں ہے جو شباتہ کو یہاں سے بنکاک اور بنکاک سے پیرس لے جائے۔ اس وقت تک ہیڈ کوارٹر سے مزید احکامات موصول ہوں گے، ان کے مطابق عمل کیا جائے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا" اگر ہیڈ کوارٹر والوں نے شباتہ اور انامیریا کو روکنے کے لیے کہا تو فرہاد ہمارا دشمن بن جائے گا۔"

اس افسر کی سوچ نے کہا" دشمن تو یقیناً بنے گا۔ میں اپنے بڑوں کے سامنے یہ بات کروں گا کہ شباتہ اور انامیریا، فرہاد کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ جب تک رسونتی ہاتھ نہ آئے، ان دونوں کو یہیں پر غمال بنا کر رکھا جائے۔ انھیں یہاں سے جانے کا موقع نہ دیا جائے۔"

انسان کو اوپر سے سمجھنا بہت مشکل ہے۔ وہ اوپر کچھ ہوتا ہے اندر کچھ۔ ابھی وہی آفیسر بظاہر میرے احکامات کی تعمیل کررہا تھا۔ شباتہ کے سفارت خانے سے رابطہ قائم کررہا تھا۔ اسے یہاں سے روانہ کرنے کے لیے بھی تیار تھا۔ اسے ہوٹل بھیج رہا تھا۔ اس کا سامان واپس کررہا تھا، سب کچھ کررہا تھا لیکن اندر ہی اندر یہ طے کرچکا تھا کہ شباتہ کو کسی صورت میں بھی یہاں سے جانے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

میں نے رسونتی کی حیثیت سے کہا" شباتہ! فی الحال تم ہوٹل جاؤ۔ اس کے بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گی۔ میری بات تمھاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ شاید سونیا تمھیں سمجھا دے۔"

"مجھے کوئی نہیں سمجھا سکتا۔ میں سونیا کی بہت عزت کرتی ہوں، اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن پارس کے معاملے میں فرہاد کی اجازت ضروری ہے۔ اگر اجازت نہ ملی تو تم اسے یہاں سے نہیں لے جاسکو گی۔ لے جاؤ گی تو میری دشمنی بڑی مہنگی پڑے گی۔"

وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ اسے ہوٹل جانے کی اجازت مل رہی تھی۔ ایک فوجی افسر بھی اس کے ساتھ تھا۔ اسی وقت میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر دستک ہورہی تھی۔ بزرگ جلیل القدر آئے تھے اور کہہ رہے تھے" کیا تم پھر سو گئے ہو؟ تم نے آٹھ بجے یہاں سے جانے کے لیے کہا تھا۔ وہ دیکھیے ڈرائیور آگیا ہے۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ سوا آٹھ بج چکے تھے۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ پھر کہا" میں کرسٹوفر میکی کی جگہ لینے سے پہلے آخری بار اس کا لائحہ عمل تیار کررہا ہوں۔ یہ نہایت ضروری ہے، اس کے لیے شاید آدھا گھنٹہ اور صرف ہوگا۔ آپ لوگ کسی دوسرے کمرے میں میرا انتظار کریں۔ میں ابھی ڈرائیور کے ساتھ روانہ ہوجاؤں گا۔"

بزرگ وہاں سے چلے گئے۔ میں نے دروازہ بند کیا اور رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ بھی دماغی طور پر اپنی جگہ موجود تھی کیونکہ سونیا وہاں پہنچ گئی تھی اور وہ اس سے گلے لگ کر کہہ رہی تھی" تم سفر کے دوران میرے قریب آتی رہیں، دور جاتی رہیں لیکن تم سے گلے لگنے کا موقع نہیں ملا۔"

سونیا نے اسے تھپک کر کہا" آج تمھارے لیے بہت ہی خوشی کا دن ہے لیکن اب تو رات ہوچلی ہے۔ اس لیے خوشی کی رات کہوں گی۔ تمھیں ایک نہیں، دو دو پارس مل گئے ہیں۔"

"ہاں، میں نے جسے جنم دیا ہے، وہ تو بڑا ہی ہنس مکھ اور ملنسار ہے۔ بیماری کی حالت میں بھی مسکراتا ہے اور ہر ایک کی گود میں چلا جاتا ہے۔ دوسرے پارس کا نام فرہاد کے مشورے کے مطابق علی تیمور رکھا ہے۔ وہ ذرا تنک مزاج ہے۔ صرف میری گود میں آتا ہے۔ کسی اور کے پاس نہیں جاتا۔ دیکھو نا، جب سے میں نے میک اپ کیا ہے، وہ میرے پاس بھی نہیں آرہا ہے۔ مجھے ہی تلاش کررہا ہے لیکن میں اسے اپنا چہرہ کیسے دکھاؤں۔"

سونیا ہنسنے لگی۔ میں نے کہا" رات زیادہ ہوچکی ہے۔ آرام کرو۔ شباتہ بھی خیریت سے ہے۔ میں صبح آؤں گا۔ اس سے پہلے جیمز میکلے سے معاملات طے کرو۔ وہ جن افسروں کو رشوت دے کر یہاں سے مال بھیجتا ہے، ان کو اتنی بڑی رشوت دی جائے کہ افسران ہمارے ہاتھوں بکنے کے لیے تیار ہوجائیں۔ جب وہ تیار ہوجائیں گے تو ان کے ذریعے دونوں پارس یہاں سے جاسکیں گے۔"

رسونتی نے پوچھا" دو بچوں کو کیسے لے جایا جاسکتا ہے۔ میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی۔"

سونیا نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا" تم فکر نہ کرو۔ میں ایسی تدبیر کروں گی کہ دونوں پارس تمھارے ساتھ بآسانی چلے جائیں۔ میں جانتی ہوں کہ ہر فلائٹ کو کتنی سختی سے چیک کیا جاتا ہے۔ کسی بچے والی عورت کو جانے نہیں دیا جاتا۔ بچوں کو بالکل ہی لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ تمام بچوں والے مسافروں کو روک دیا گیا ہے۔"

رسونتی نے حیرانی سے پوچھا" یہ سب جانتے ہوئے بھی تم کہتی ہو کہ دونوں پارس بیک وقت یہاں سے لے جائے جاسکتے ہیں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا" جب میں ہمگرانا میریا بن سکتی ہوں تو انامیریا کی طرح دو بچوں کو ہمگل کرکے بھی دکھا سکتی ہوں۔ تم بچوں کو سنبھالو اور اطمینان سے سو جاؤ۔ میں صبح تم سے باتیں کروں گی۔"

یہ کہہ کر وہ جیمز میکلے کی طرف جانے لگی۔ مجھے یقین تھا، دشمن ہر گام پر مضبوط سے مضبوط جال بچھائیں گے اور سونیا اپنی چالوں سے پھر ایک بار ناممکن کو ممکن کر دکھائے گی۔

☆

بیروت میں میری سہ طرفہ مصروفیات تھیں۔ ایک طرف ماہدین تھے، جن کے لیے ہتھیاروں کے سلسلے میں آسانیاں فراہم کرنا لازمی تھا۔ دوسری طرف مجھے کرسٹوفر میکی کا رول ادا کرنا تھا اور تیسری شب لیلیٰ ثانی بیروت پہنچ گئی تھی۔

مجاہدین کے لیے میں نے ہتھیار حاصل کرنے کا پہلا موقع ضائع کردیا تھا۔ وہ آدھی رات کے قریب وہاں جاکر چھاپا مارنے والے تھے۔ ایسے وقت میں ان کا ساتھ دے سکوں گا یا نہیں، اس کا تعلق خود نہیں جانتا تھا کیونکہ میں کرسٹوفر میکی کا رول ادا کرنے جا رہا تھا۔ یہ رول ادا کرنے کے دوران مجھے کن حالات سے گزرنا پڑے گا، یہ بھی نہیں جانتا تھا۔ اس کے برعکس کرسٹوفر میکی کے پاس ایسا علم تھا جس کے ذریعے وہ اپنے اور دوسروں کے مستقبل کو بڑی حد تک محفوظ کرلیا کرتا تھا۔

میں نے یہاں پہنچ کر بزرگ جلیل القدر اور یہاں کے مجاہدین کے سامنے اپنے آپ کو نجومی بتایا تھا۔ قیافہ شناس کہا تھا۔ اس کی وجہ بھی تھی۔ میں نے کرسٹوفر میکی کے دماغ کو بڑے اطمینان سے بڑی تفصیل سے پڑھ کر سمجھ لیا تھا، وہ قیافہ شناس تھا۔ لوگوں کی چال کو سمجھتا تھا۔ زائچہ بنا کر مستقبل کی پیشین گوئی کرتا تھا۔ اس کا مشغلہ تھا اور نہ اصل دھندہ تو اسمگلنگ تھا۔ اس کے لیے وہ کسی اور ہی پُراسرار کرسٹوفر میکی کا پابند تھا۔ اس کی طرف سے جو حکم موصول ہوتا تھا، اس پر عمل کرتا تھا اور عمل کرنے کے نتیجے میں اسے اتنا منافع حاصل ہوتا تھا، جس کی وہ توقع بھی نہیں کرسکتا تھا۔ وہ شاہانہ زندگی گزار رہا تھا۔ دولت سے کھیلتا تھا۔ سماجی حیثیت اونچی تھی۔ سب اس کی عزت کرتے تھے۔ سیاسی معاملات میں بھی وہ بڑی دور تک ملوث رہتا تھا۔ اصلی پُراسرار کرسٹوفر میکی کی طرف سے جب بھی حکم صادر ہوتا کہ لبنان میں تخریبی کارروائیوں کا آغاز کرنا ہے تو وہ کرگزرتا تھا۔ غرض یہ کہ وہ ہر فن مولا تھا اور اصلی پُراسرار کرسٹوفر میکی ایسے ہی لوگوں کو اپنا نائب اور ڈمی کرسٹوفر میکی بنا کر رکھتا تھا۔

اصلی میکی سے کس کس طرح رابطہ قائم ہوتا تھا، ان کے کوڈ ورڈز کیا تھے، میں یہ باتیں معلوم کرچکا تھا جس کا رول ادا کرنے جارہا تھا، اس کے متعلق چند ایسی اہم باتیں ذہن نشین کرلی تھیں جنھیں کسی ڈائری میں نوٹ کرنا ضروری نہیں تھا۔ انھیں یاد رکھتا تو باقی ساری چیزیں میرے سامنے آموجود ہوتیں۔ مثلاً ان کے لاکر، آتشیں سیف اور دوسری ایسی تمام جگہیں جہاں اس کی اہم دستاویزات اور اہم معاملات سے تعلق رکھنے والی چیزیں رکھی رہتی تھیں۔ ان کے نمبر وغیرہ میں نے ذہن نشین کرلیے تھے۔ اب کوئی بات معلوم کرنا ہوتی تو میں ان تمام چیزوں کو دیکھ کر مزید معلومات حاصل کرسکتا تھا۔ اس کے خاندانی حالات معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی۔ کوئی رشتے دار نہیں تھا۔ دوست احباب تھے جن کے نام اور ان کی شخصیتوں کے متعلق کسی حد تک علم ہوگیا تھا۔

بہرحال ابتدائی طور پر اس کا رول ادا کرنے کے لیے میرے پاس معلومات کا کافی ذخیرہ تھا۔ ابھی اس کی جگہ لینے کے لیے ایک بڑی دشواری پیش آرہی تھی۔ وہ یہ کہ اس نے اپنی سالگرہ کے دن علم نجوم کے ذریعے مستقبل کے آئینے میں خود کو دیکھا تھا۔ اس کے علم نے بتایا تھا کہ آج کی رات اس کے لیے سخت ہے۔ صبح ہونے سے پہلے اس کی زندگی کی کتاب شاید ہمیشہ کے لیے بند ہوجائے۔ اگر وہ احتیاطی تدابیر کرے تو اس منحوس ستارے سے نجات حاصل کرسکتا ہے جس کا سایہ اس کی زندگی پر پڑ رہا ہے۔ اگر اس نے ذرا بھی غفلت سے کام لیا تو اس کا یہ تمام علم، اس کی دولت، صلاحیتیں کسی کام نہیں آئیں گی۔

اصلی پُراسرار کرسٹوفر میکی کو یہ بات معلوم تھی کہ اس کے نائب کرسٹوفر میکی پر آج کی رات بہت بھاری ہے۔ دشمن اس کی ہلاکت کا سامان کرسکتے ہیں یا موت کسی حادثے کی صورت میں آسکتی ہے۔

عملی زندگی گزارنے والے اور خصوصاً مادہ پرست لوگ ایسی باتوں پر یقین نہیں کرتے۔ ستاروں کی چال پر یقین نہیں رکھتے

لیکن پُراسرار کرسٹوفر میکی نے بار بار بیروت کے کرسٹوفر میکی کو آزمایا تھا۔ وہ جو پیشین گوئی کرتا تھا، وہ درست ثابت ہوتی تھی۔ اپنی پیشین گوئی کے مطابق جب بھی اس نے کوئی مال ایک ملک سے دوسرے ملک اسمگل کیا، کامیاب رہا۔ اس کی مرضی کے خلاف جب بھی اسمگلنگ کے لیے مجبور کیا گیا تو ناکامی ہوئی اور نقصان بھی ہوا لہٰذا پُراسرار کرسٹوفر میکی بیروت کے میکی کو ماہر نجوم تسلیم کرتا تھا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ وہ چوبیس گھنٹے تک اپنی کوٹھی سے باہر نہ نکلے، کسی تقریب میں شریک نہ ہو۔ کوئی ملاقات کرنے آئے تو انکار کردے خصوصاً کسی عورت کو تو اپنی کوٹھی کے احاطے میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے۔ اس کے ستارے بتا رہے تھے کہ اس کی تباہی کسی عورت کے ہاتھوں ہوگی۔ آج رات یا تو بہت زبردست ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا یا وہ اس دنیا سے ہی اٹھ جائے گا۔ جو کچھ ہوگا کسی عورت کے ہی ہاتھوں ہوگا۔

یہ بات میرے لیے حیرانی کا باعث تھی۔ دشمن میں تھا۔ میں اس کی جگہ لینے والا تھا۔ میں اس کا کام تمام کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے ستارے بتا رہے تھے کہ وہ کسی عورت کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ اگر کسی تدبیر سے زندہ بچ بھی گیا تو ناقابل تلافی نقصان اٹھائے گا۔ عجیب بات تھی۔ آخر وہ عورت کون ہو سکتی تھی؟

میں کرسٹوفر میکی کے دماغ میں رہ کر یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے چونک کر ٹیلیفون کی طرف دیکھا۔ جیسے موت پکار رہی ہو۔ اس نے ریسیور اٹھا کر مخصوص انداز میں کہا۔

"ہیلو کرسٹوفر میکی از ہیئر۔"

دوسری طرف سے بہت ہی سرد لہجہ سنائی دیا۔ "میں ہوں، لیلیٰ ثانی . . ."

وہ بے اختیار لرز گیا۔ اسے محسوس ہوا اگر گرفت مضبوط نہیں رکھے گا تو ریسیور ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔ وہ بزدل نہیں تھا لیکن اس کی معلومات کے مطابق لیلیٰ ثانی اسرائیلی حکام کے لیے دردِ سر بنی ہوئی تھی، یہ رپورٹ سنی گئی تھی کہ پہلے وہ چیلنج کرتی ہے، اس کے بعد دشمنوں کی شہ رگ تک پہنچتی ہے۔ اس کے ستاروں نے بری پیشین گوئی کی تھی۔

اس نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"کک کون ہو، تم؟"

"میں نے کہا نا، میرا نام لیلیٰ ثانی ہے اگر نہیں سمجھے تو مجھے آسان ترین لفظوں میں شامت کہا جاتا ہے۔"

"لڑکی! آج سے پہلے میں نے نہ یہ نام سنا ہے اور نہ تمہیں جانتا ہوں۔ چند لفظوں میں اپنا مدعا بیان کرو۔"

"بہت خوب! تم نے مجھے لڑکی کہہ کر مخاطب کیا۔ جب مجھے جاننے نہیں تو کیسے پتا چلا کہ میں لڑکی ہوں؟"

وہ بوکھلا گیا۔ ریسیور کو کریڈل پر رکھ کر سوچنے لگا "یہ لیلیٰ ثانی میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہے۔ اسرائیل سے یہاں کیوں آئی ہے۔ کیا اسے معلوم ہو گیا ہے کہ میں خفیہ طور پر مجاہدین کو لوٹنے اور ان سے منافع حاصل کرنے کے لیے ہتھیار اسمگل کرتا ہوں؟"

وہ سوچتے سوچتے یکبارگی اچھل پڑا۔ یوں لگا جیسے قریب ہی دھماکہ ہوا ہو۔ حالانکہ دھماکہ نہیں تھا۔ فون کی گھنٹی دوسری بار بجنے لگی تھی۔ اس نے گھور کر ٹیلیفون کو دیکھا۔ پھر ریسیور اٹھا کر غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا "تم کیا بکواس کر رہی ہو؟ میں کسی لیلیٰ ثانی کو نہیں جانتا۔"

دوسری طرف سے ایک نہایت سریلی آواز سنائی دی۔ "مسٹر کرسٹوفر میکی! یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں لیلیٰ ثانی نہیں سارہ آنزک ہوں۔ کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ آپ نے مجھے لیلیٰ ثانی کیوں سمجھ لیا؟"

وہ صوفے پر سیدھی طرح بیٹھ کر اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے بولا "کون سارہ آنزک؟ میں تمہیں بھی نہیں پہچانتا۔"

"میں اپنا تعارف کراتی ہوں۔ میں نسلاً یہودی ہوں اور آپ یہودیوں کے جاں نثار دوست ہیں۔ اسرائیل کی سینٹرل انٹیلی جنس بیورو سے میرا تعلق ہے۔ میں یہاں پہنچی تو میرے خارجہ والوں نے بتایا کہ آپ بہت پریشان ہیں۔ آپ کی جان کو خطرہ لاحق ہے۔ اسی لیے گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔ نہ کسی سے ملتے ہیں نہ باہر نکلتے ہیں۔ میں وہ سارہ آنزک ہوں جو اسرائیل میں لیلیٰ ثانی کے سامنے دیوار بنتی رہی۔ اگر آپ میری ضرورت محسوس کریں تو آج رات آپ کی تقدیر کا رُخ پھیر سکتی ہوں، ستاروں کی چال بدل سکتی ہوں۔ یقین نہ ہو تو ہمارے سفارت خانے کی کسی بھی اہم شخصیت سے میرے متعلق دریافت کر لیں۔ تمام اہم لوگوں سے آپ کے گھریلو مراسم ہیں۔ شاید آپ ان پر اعتماد بھی کرتے ہوں۔"

"تم اسرائیل سے کب آئی ہو؟"

"آج ہی شام کو آئی ہوں۔ یہاں ہوٹل میں قیام کیا ہے۔ شہر میرے لیے اجنبی ہے۔ مجھے آپ کے متعلق معلوم ہوا تو کیوں نہ آج آپ کے کام آؤں اور کل سے آپ میرے دوست بن جائیں پھر یہ شہر اجنبی نہ رہے۔ سنا ہے بیروت میں رنگ پھول کھلتے ہیں۔ میں ساتھ رہوں گی تو رنگ اور خوشبو کے ساتھ ساتھ چلیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

"تمہاری گفتگو کا انداز نہایت دلکش اور شاعرانہ ہے۔ افسوس آج کی رات میرے لیے شاعرانہ نہیں ہے۔ جہاں تک حفاظت کرنے کا تعلق ہے، میں بہت محتاط رہنے والا اور ہر حالات سے نمٹنے والا آدمی ہوں۔ میں کبھی اپنے سائے پر بھی نہیں کرتا لیکن کل سے تم پر بھروسہ کروں گا۔ کل سے بیروت تمہارے لیے اجنبی نہیں رہے گا اور کل سے پہلے تم مجھے فون کرنے کی زحمت گوارا نہ کرنا۔ سو فار۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی بے شمار ممالک کے انٹیلی جنس والے کرسٹوفر میکی کے نام سے بدکتے ہیں۔ ان کے درمیان یہ بحث کبھی ختم نہیں ہوئی کہ کرسٹوفر میکی ایک پیدائشی ہے۔ پھر اسرائیلی انٹیلی جنس سے آنے والی یہ سارہ آنزک مجھے احمق سمجھتی ہے۔ دوستی کرنا چاہتی ہے۔ گویا کرسٹوفر میکی کا تجزیہ کرنے آئی ہے۔ اگر کل صبح تک میں زندہ رہ گیا تو اس چھوکری سے نمٹ لوں گا اور زندہ کیوں نہیں رہوں گا۔ میں جس طرح محتاط ہوں اس طرح تو دشمن کا ہاتھ کبھی مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ باہر سخت پہرہ ہے۔ اتنا سخت کہ پہرہ دینے والے بھی میری کوٹھی کے اندر داخل نہیں ہو سکتے۔ ہر دروازے کے پاس مکمل انتظامات ہیں۔ کوئی بھی چوری چھپے آنا چاہے گا تو دروازے میں قدم رکھتے ہی خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں گی۔"

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ خطرے کی گھنٹیوں کا کنکشن بجلی کی لائن سے نہیں تھا۔ کوئی بھی بجلی کے تار کاٹ سکتا تھا۔ اس نے خوب سوچ سمجھ کر اسے بیٹری سے مربوط کیا تھا۔ وہ زیادہ طاقت والی بیٹری اس کے بیڈ روم میں تھی۔ وہیں سے کنکشن مختلف دروازوں تک گیا تھا۔ بیشک اس نے بہت ہی سوچ سمجھ کر اپنے لیے حفاظتی انتظامات کیے تھے اور اپنے تئیں صبح تک محفوظ رہ سکتا تھا۔ اسے کیا خبر تھی کہ اتنے حفاظتی انتظامات کے باوجود موت اس کے بیڈ روم میں قدم رکھ سکتی تھی اور پھر اس کے ستارے اسے کسی عورت کے متعلق بتا رہے تھے۔ وہ کون ہو سکتی ہے جو اس قدر حفاظتی انتظامات کے باوجود اس کی شہ رگ تک پہنچے گی؟ دیکھنا یہی تھا، اس کے ستارے کس قدر سچ بولتے ہیں۔ ستاروں کی چالوں کو سمجھنے والے نجومی غلطی بھی کر جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی عورت کے ہاتھوں نہیں میرے نصیب اس کی موت لکھی ہو۔ بہرحال اس کا فیصلہ صبح تک ہونے والا تھا۔

میں نے لیلیٰ ثانی کی سوچ پڑھی۔ وہ ہوٹل کے ایک کمرے کی لابنری چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی سوچ کا موضوع دو شخص تھے۔ ایک فرہاد علی تیمور، دوسرا کرسٹوفر میکی۔ میں جس انداز میں پہلی بار لڑکی بن کر اس کے ساتھ کچھ وقت گزار آیا تھا اور اس کے لیے ایک خط چھوڑ آیا تھا، اس خط نے اس کی نیندیں اڑا دی تھیں۔ لیلیٰ ثانی خشک مزاج رکھتی تھی، کبھی پھول کو دیکھ کر اسے کوئی شعر یاد نہیں آتا تھا، چاند کو وہ ایک ویران سیارہ سمجھتی تھی، جب اس کی نگاہوں کے سامنے پھول کھلنے لگے تھے۔ ٹھنڈی آفریں میں یادوں کی آنچ سی سلگتی لگتی تھی — ان شاعرانہ احساسات سے اپنا دھیان ہٹانے کے لیے وہ خود کو زیادہ سے زیادہ مصروف رکھنا چاہتی تھی۔ بیروت پہنچ کر اس نے سوچ لیا تھا، پہلی فرصت میں کرسٹوفر میکی کے قریب پہنچنے کی کوشش کرے گی۔ پھر اس سے دوستی کر کے رفتہ رفتہ اسے بے نقاب کرے گی۔

جب کرسٹوفر میکی سے دوستی کرنے کا خیال آیا تو فرہاد یاد آنے لگا۔ اس نے خط میں لکھا تھا کہ وہ پھر ملے گا لیکن کب ملے گا اور بیروت میں کہاں ملے گا، یہ نہیں لکھا تھا۔ امید تھی، بلکہ یقین تھا کہ ضرور ملے گا۔

اس کا ذہن اسی طرح کبھی کرسٹوفر میکی کی طرف اور کبھی فرہاد کی طرف بھٹک رہا تھا۔ وہ کیسوئی کے ساتھ کرسٹوفر میکی کی اصلیت تک پہنچنے کی پلاننگ نہیں کر سکتی تھی۔ زندگی میں پہلی بار خود کو ذہنی طور پر کمزور محسوس کر رہی تھی۔ کبھی اپنے آپ پر جھنجلا جاتی تھی لیکن وہ یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھی کہ وہ فرہاد کو ایک آئیڈیل سے زیادہ کچھ اور سمجھتی ہے یا اسے بہت زیادہ اہمیت دیتی ہے۔ اتنی اہمیت کہ وہ زندگی کا ایک اہم اور اٹوٹ حصہ بن جائے۔

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے دیکھے نہ ہوں گے ہاں مگر ایسے بھی ہیں

میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے کرسٹوفر میکی کے بنگلے میں آج رات نہیں جانا چاہیے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "کیوں نہیں جانا چاہیے؟ فرہاد کو چاہیے تھا کہ وہ مجھ سے ملاقات کرتے۔ انھیں یہ معلوم ہے کہ میں شام کو پہنچ رہی ہوں مگر وہ مجھے نظر انداز کر رہے ہیں۔ اگر وہ ہوتے تو میں ان سے پوچھتی کہ میکی نے اپنی حفاظت کے لیے کیا کیا انتظامات کیے ہیں؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں کرسٹوفر میکی کے متعلق سوچتے سوچتے فرہاد کے متعلق کیوں سوچنے لگتی ہوں۔ اگر وہ میری زندگی میں نہ آتے تو میں سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے اپنے اصل پر کام کرتی رہتی۔ اپنی ذہانت سے کام لیتی۔"

"ہاں، یہ درست ہے۔ میں خواہ مخواہ فرہاد پر تکیہ کر رہی ہوں مجھے اپنے طور پر میکی کے بنگلے میں داخل ہونا چاہیے۔"

"یہ حماقت ہوگی جو شخص کسی سے ملاقات نہیں کر رہا ہے۔ اہم تقریبات میں شریک نہیں ہو رہا ہے، سماجی اور سیاسی لوگوں سے گھرے مراسم ہونے کے باوجود انھیں نظر انداز کر رہا ہے حتیٰ کہ اپنے سائے پر بھی بھروسہ نہیں کرنا چاہتا، ایسے شخص نے اپنی حفاظت کے لیے کیسے سخت انتظامات کیے ہوں گے، یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں وہاں جاؤں اور پکڑی جاؤں۔"

اس کی سوچ نے کہا "پکڑی جاؤں گی تو کیا نقصان ہوگا؟ میرے سفارت خانے والے میری ضمانت لے لیں گے۔ میں بات بنا سکتی ہوں کہ یہودی ہوں۔ مجاہدین نے میرا تعاقب کیا تھا، میں

پناہ لینے کے لیے کرسٹوفر میکی کے بنگلے میں داخل ہوگئی تھی۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا: "یہ درست ہے۔ میں ایسا کرلوں گی لیکن اس کے بعد میکی مجھ سے بدکنے لگے گا۔ اس نے پہلے ہی فون پر مجھے آنے سے منع کیا ہے۔ اس کے باوجود میں کسی حیلے سے اس کے بنگلے میں داخل ہوں گی تو وہ مجھ پر شبہ کرے گا۔" وہ قائل ہونے لگی۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا: "مجھ سے ایک بہت بڑی غلطی ہوئی۔ مجھے لیلیٰ ثانی بن کر اسے فون نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"اگر فون کر ہی دیا ہے تو نقصان کیا ہوگا؟"

"اس کے ذریعے یہ بات عام ہوسکتی ہے کہ لیلیٰ ثانی آج کل بیروت میں ہے جبکہ میں سارہ آئزک کی حیثیت سے بیروت میں ہوں۔ اگر آئندہ کسی اور ملک میں گئی اور وہاں بھی میں نے لیلیٰ ثانی بن کر کسی کو خوف زدہ کرنا چاہا تو یہ بات سب ہی نوٹ کریں گے کہ جہاں سارہ آئزک ہوتی ہے، وہیں لیلیٰ ثانی ہوتی ہے۔ اس طرح سارہ آئزک پر آئندہ لیلیٰ ثانی ہونے کا شبہ کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا مجھے ایسی حماقتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔"

میں نے اس کے دماغ میں جو مثبت سوچ پیدا کی، اس کی وہ قائل ہوگئی۔ میں نے پھر اسے سمجھایا: "مجھے آج رات کرسٹوفر کے بنگلے میں نہیں جانا چاہیے۔"

اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر بیزاری سے سوچا۔ "نہیں جاؤں گی۔ یہیں اپنے آپ کو بہلاؤں گی۔ سونے کی کوشش کروں گی۔ لیکن نیند نہ آئے تو کیا کروں؟ کچھ تو مصروفیت چاہیے اور یہاں ایک ہی مصروفیت ہے کہ میں کرسٹوفر کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاؤں۔ پھر میرا دھیان فرہاد کی طرف نہیں بھٹکے گا۔ فرہاد آئے، ایزل ہارڈی آئے، کوئی آئے یا کوئی نہ آئے۔ مجھے کسی سے کیا غرض۔ میں اپنے طور پر اب تک زندگی گزارتی آئی ہوں۔ بڑے بڑے مراحل سے گزرتی آئی ہوں۔ یہ کرسٹوفر میکی کیا چیز ہے۔ میں اس سے بھی نمٹ لوں گی۔"

اس کی سوچ نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ میں اسے کرسٹوفر میکی کے بنگلے میں داخل ہونے سے نہیں روک سکوں گا۔ فی الحال تو وہ مان گئی ہے کہ اس بنگلے میں نہیں جائے گی لیکن پریشانی بڑھے گی، نیند نہیں آئے گی۔ خود کو مصروف رکھنا چاہے گی تو کسی لمحے اپنا ارادہ بدل کر اُدھر کا رخ کرے گی۔ جب اُدھر جائے گی تو میں اسے دوروں کی نظروں سے بچائے رکھنے کی کوشش کروں گا۔

وہ ٹیکسی ڈرائیور جو مجھے بیروت کے ایئرپورٹ سے مغربی مغرب کے علاقے میں لایا تھا، وہ مکان کے باہر برآمدے میں بیٹھا جلیل القدر بزرگ سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اسے بلایا۔ تاکہ اس کی ٹیکسی میں بیٹھ کر بیروت شہر کا ایک چکر بھی لگاؤں اور کرسٹوفر میکی کے بنگلے پر بھی کسی طرح پہنچوں۔

میری بوڑھی میزبان خاتون اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ میں اس کے مکان میں تنہا تھا۔ باہر بہت سے مجاہدین بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں مرد بھی تھے، عورتیں بھی تھیں۔ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ میں کرسٹوفر میکی بننے کے لیے کیا کر رہا ہوں۔ کس طرح اس کی جگہ لینے والا ہوں۔ سب میرے لیے پریشان تھے۔ دعائیں کر رہے تھے کہ میں کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔ تھوڑی دیر پہلے ایک مجاہد نے خبر لایا تھا کہ کرسٹوفر میکی کے بنگلے کے اطراف سخت پہرہ ہے۔ بنگلے کے احاطے میں کسی دشمن کا قدم رکھنا تو دور کی بات ہے، کوئی دور بھی آج وہاں قدم نہیں رکھ سکے گا۔

میں نے ایک بڑے سے کمرے میں تمام مجاہدین کو بلایا۔ ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ پھر جلیل القدر بزرگ کی موجودگی میں ان سے کہا: "میں یہاں سے جانے والا ہوں۔ آپ لوگوں کے درمیان رہ کر مجھے جو محبت ملی، اسے کبھی نہیں بھلا سکوں۔ میں ان چند لمحوں میں آپ لوگوں کے کچھ کام آیا، اس کے نتیجے میں آپ تو مجھ سے محبت کرتے ہیں بلکہ مجھ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ میں آپ سب لوگوں کو یہ سمجھانے کے لیے بلایا ہے کہ عقیدت مرد یہیں تک محدود رکھی جائے۔ مجھے کرسٹوفر میکی کی حیثیت سے آپ بیروت شہر میں دیکھیں تو دشمن سمجھ کر منہ پھیر کر گزر جائیں۔"

کچھ عورتوں اور مردوں نے مقامی زبان میں کچھ کہنا شروع کیا۔ بزرگ جلیل القدر کے ذریعے میں نے ان کا ترجمہ سمجھا۔ وہ کہہ رہے تھے: "ہم مر جائیں گے لیکن کبھی آپ کو دشمن نہیں سمجھیں گے۔ آپ منہ پھیرنے کی بات کر رہے ہیں، ہم تو ہر اس دشمن کا منہ پھیر دیں گے جو آپ سے ٹکرانا چاہے گا۔"

میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر کہا: "یہ آپ لوگوں کا جذبۂ محبت ہے، جو شدید عقیدت ہے، مگر جوش میں ہوش نہیں رہنا۔ میں آپ لوگوں کو عقل کی بات سمجھا رہا ہوں۔ آپ نے مجھے مخاطب کیا یا دوستی کا اظہار کیا تو مسٹر کرسٹوفر میکی کا رول ادا نہیں کر سکوں گا۔ لوگ مجھے شبہ کی نظروں سے دیکھیں گے کہ کرسٹوفر میکی جو مجاہدین کا دشمن ہے، وہ دوست کیسے بن گیا ہے۔"

وہ سب آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ بزرگ جلیل القدر نے انھیں عربی میں سمجھایا: "میرے جانباز بیٹو! اور بیٹیو! ہمارا معزز مہمان جو سمجھا رہا ہے، وہ دانشمندی کی باتیں ہیں۔ ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔ ابھی ایک جوان نے میرے پاس آکر پوچھا ہے کہ ہمارا معزز مہمان چلا جائے گا تو ہماری رہنمائی کون کرے گا، کون ہمیں ہتھیاروں کے خفیہ اڈوں اور دشمنوں کے خفیہ محاذ کا پتہ بتائے گا اور ہمیں ان کی چالوں سے آگاہ کرے گا؟ ہمیں ایک ایسا علم جاننے والا رہبر چاہیے۔"

ان سب نے ایک آواز ہو کر کہنا شروع کیا: "ہاں، ہمیں ایسا علم جاننے والا رہبر چاہیے۔ ہم اپنے معزز مہمان سے قطع تعلق نہیں کر سکتے۔"

بزرگ نے سمجھایا: "قطع تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔ ان کے یہاں سے جانے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ پھر ان سے ہماری ملاقات نہیں ہوگی یا کسی طرح رابطہ قائم نہیں ہو سکے گا۔ بے شک رابطہ قائم ہوگا اور ہمیں ان کی طرف سے ہدایات ملتی جائیں گی۔ میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں۔ انھیں کرسٹوفر میکی سمجھ کر ان سے دور رہا جائے۔ یہ خود ہی مناسب موقع دیکھ کر مناسب ذرائع سے رابطہ قائم کریں گے اور ہماری رہنمائی کریں گے۔"

میں ان بزرگ کی باتوں کے دوران اس بڑے سے ہال نما کمرے میں بیٹھے ہوئے مردوں اور عورتوں کو دیکھ رہا تھا۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ مجاہدین میں جتنی عورتیں اور لڑکیاں تھیں، وہ برقع پوش تھیں۔ لیکن جہاد کے دوران پردہ برائے نام رہ جاتا تھا۔ ایسے موقعوں پر مجاہدین کے درمیان تکلف نہیں رہتا تھا۔ وہ کسی بھی کام کے متعلق نقشہ سامنے رکھ کر اپنے ساتھیوں سے بحث کرتی تھیں۔ پنے طور پر مشورے بھی دیتی تھیں اور ان کے مشوروں پر عمل بھی کرتی تھیں۔

وہاں جو عورتیں تھیں، ان میں صرف چند عورتوں نے ورلیٹ رکھی تھی یا آدھے چہرے کو نقاب سے ڈھانپ رکھا تھا۔ صرف انھیں نظر آتی تھیں لیکن ایک مجاہدہ سر سے پاؤں تک سیاہ درمیں لپٹی ہوئی تھی۔ صرف اس کے ہاتھ نظر آتے تھے۔ وہ رلیقہ تھی۔

میں نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ دور ایک دیوار سے لگی ری ہوئی تھی۔ سر جھکا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی کا سوگ منا ہو لیکن میرا احترام بھی لازمی ہو۔ میں اس کے بڑے کام تھا۔ اب شاید وہ مجھے الوداع کہنے آئی تھی۔

اس نے کاغذ کی ایک چھوٹی سی پرچی اپنے قریب بیٹھے ئے ایک نوجوان کو دی۔ اس نے اسے پڑھا۔ پڑھنے کے بعد مجھ سے کہنے لگا: "جناب! ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ جب کرسٹوفر میکی کے بنگلے کے اطراف اتنا سخت پہرہ ہے تو اندر اور بھی طرح داخل ہوں گے؟ کیا ضروری ہے کہ آج رات آپ ں جائیں؟"

میں نے جواب دیا: "میرا علم بتاتا ہے، مجھے آج رات جانا چاہیے۔ اُدھر کرسٹوفر میکی کا علم بھی یہی بتاتا ہے، آج رات اس پر بھاری ہے۔ اگر وہ کسی طرح زندہ بچ گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس پر محیط ایک بہت بڑا خطرہ ٹل گیا ہے پھر وہ کچھ عرصہ تک اور زندہ رہے گا۔"

ایک جوان نے اٹھ کر کہا: "ہماری گزارش ہے کہ آپ ہمیں اپنے ساتھ لے چلیں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں، آپ کے آس پاس بھیڑ نہیں لگائیں گے کسی کو اتنا موقع نہیں دیں گے کہ وہ آپ کی طرف متوجہ ہو۔ ہم چپ چاپ اپنا کام کریں گے۔"

ایک اور جوان نے اٹھ کر کہا: "ہم ایک ایک پہرے دار کو وہاں سے ہٹانے کی کوشش کریں گے تاکہ آپ کے لیے راستہ صاف ہو جائے۔"

جب سے مجھے کرسٹوفر میکی کے حفاظتی انتظامات کے متعلق پوری تفصیل معلوم ہوئی تھی، تب سے میں خود سوچ رہا تھا، تنہا کچھ نہیں کر سکوں گا۔ چند لوگوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ میں نے کہا۔ "میں آپ لوگوں کے مشوروں کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں تنہا کچھ نہیں کر سکتا۔ اس سلسلے میں مجھے کم از کم چار یا چھ جوانوں کی ضرورت ہے۔"

یہ سنتے ہی سب ہی نے اپنے اپنے ہاتھ اٹھا دیے۔ وہ میرے ساتھ جانے کے لیے ایک پاؤں پر کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے کہا۔ "میرے ساتھ کون لوگ جائیں گے، اس کا فیصلہ بزرگ جلیل القدر کریں گے۔ کرسٹوفر میکی کے سلسلے میں میری پلاننگ کیا ہے اور میرے ساتھی جوانوں کو اس پر کس طرح عمل کرنا ہے، میں ان جوانوں کو بتاؤں گا جو میرے ساتھ چلنے والے ہیں۔ لہٰذا میں دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں اور بزرگ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ خود کم از کم چھ جوانوں کا انتخاب کریں پھر انھیں میرے کمرے میں لے آئیں۔"

میں ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر جانا چاہتا تھا اسی وقت صدیقہ کی طرف سے ایک پرچی میرے پاس آئی۔ اس میں لکھا تھا: "میں گونگی ہوں، بہری ہوں۔ اپنی قسم پر قائم ہوں۔ جب تک زندہ رہوں گی، اپنے محبوب کے سوگ میں ایک لفظ اپنی زبان سے نہیں نکالوں گی۔ کوئی میری آواز نہیں سنے گا، کوئی سوال کرے گا تو اسے جواب نہیں ملے گا۔ سوال کرنے والے مجھے بہری تسلیم کر لیں گے۔ میں دنیا کو دیکھتی ہوں تو صرف اپنے محبوب کی نظر سے، ورنہ میں اندھی بھی ہوں لیکن اے میرے معزز مہمان! میرے محسن! میں گونگی، بہری اور اندھی ہونے کے باوجود تمھارے لیے بہ قائمی ہوش و حواس ہوں۔ صرف تمھیں عقیدت کی نظر سے دیکھتی ہوں۔ صرف تمھاری آواز عقیدت سے سنتی ہوں مگر افسوس، قسم نے مجھے جکڑ رکھا ہے۔ میں تمھارے سامنے بھی بول نہیں سکتی کبھی نہیں بول سکتی۔ تم سے صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ جن چھ مجاہدین کا انتخاب ہمارے بزرگ کرنے والے ہیں، ان میں عورتوں کو بھی ہونا چاہیے اور ان عورتوں میں میرا نام بھی ہونا چاہیے۔"

میں نے وہ تحریر پڑھنے کے بعد سر اٹھا کر دور کھڑی ہوئی حدیقہ کی طرف دیکھا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے اپنی چادر میں چھپی ہوئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا چادر کو گھونگھٹ بنانے کے باوجود وہ میری جانب چھپی چھپی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ میں نے وہ پرچی بزرگ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "جناب! یہ حدیقہ میری اس مہم میں شریک ہونا چاہتی ہے۔ فیصلہ آپ پر ہے"

بزرگ نے وہ پرچی مجھ سے لی۔ اسے پڑھا پھر حدیقہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "میں تمہاری صلاحیتوں کا معترف ہوں۔ تم نے کئی بار کئی مہمات میں اپنی ذہانت اور دلیری کا ثبوت دیا ہے لیکن افسوس، میں تمہیں اس مہم میں جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ ابھی ہم اس ہستی کی آخری رسومات ادا کر کے آئے ہیں جسے تم اپنی جان سے زیادہ چاہتی رہیں۔ اس کے لیے تم نے ابھی تک ایک آنسو نہیں بہایا ہے۔ ایسی ماتمی خاموشی مناسب نہیں ہے"

میں نے مداخلت کرتے ہوئے پوچھا "جب یہ سر سے پاؤں تک چھپی رہتی ہے تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ چھپ کر روتی نہ رہی ہوگی"

"بے شک یہ چھپی رہتی ہے۔ اس کا چہرہ کوئی عورت بھی نہیں دیکھ سکتی لیکن میری بیٹی نے چپکے سے دیکھ لیا تھا۔ یہ گم صم تھی۔ اس کی آنکھیں خشک اور ویران ہیں۔ یہ رو نہیں رہی ہے ہم جانتے ہیں کہ اس کے اندر ماتم بپا ہے اور یہ ماتم جو اندر ہی اندر آتش فشاں کی طرح پکتا رہتا ہے بے حد خطرناک ہوتا ہے۔ اسے یہاں سے کہیں نہیں جانا ہے۔ یہ جوش، جذبے اور جنون میں کرسٹوفر میکی کی طرف جائے گی تو بے قابو ہوگی۔ تمہاری رہنمائی کو تسلیم نہیں کرے گی کسی کا ساتھ نہیں دے گی اور اندھا دھند اس پر موت کی طرح ٹوٹ پڑے گی۔ نتیجہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔ اسے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ میرا تجربہ کہتا ہے، آج حدیقہ کو یہاں سے نہیں جانا چاہیے"

میں نے حدیقہ پر ایک نظر ڈالی پھر ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ دوسرے کمرے میں آ گیا۔ پندرہ منٹ کے بعد بزرگ چھ جوانوں کے ساتھ میرے پاس آئے۔ انھوں نے میرے قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ کر باری باری ان کا تعارف کرایا۔ میں نے ان سب کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "میرا منصوبہ یہ ہے کہ کرسٹوفر میکی کے بنگلے کے اطراف جتنے بھی پہرہ دینے والے ہیں، انھیں خاموشی کے ساتھ ان کی جگہ سے ہٹایا جائے گا۔ ہم جتنی خاموشی سے کوئی آہٹ پیدا کیے بغیر اپنا کام کرتے رہیں گے، اتنی ہی کامیابی ہمارے قریب ہوگی"

ایک جوان نے کہا "ہم انھیں اس طرح ہلاک کریں گے کہ ان کے منہ سے اُف تک نہیں نکلے گی"

میں نے پوچھا "آخر ہلاک کرنے کی کیا ضرورت ہے، بے ہوش کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح ہمارا کام نکل جائے گا"

"آپ جو فرمائیں گے، ہم وہی کریں گے"

"تم سب اپنی حفاظت کے لیے ریوالور یا چاقو رکھ سکتے ہو لیکن یہ ہتھیار بہت مجبوری کی حالت میں استعمال کرنا۔ ہاں اپنے پاس رسّے ضرور رکھو تاکہ ان کی گردنوں میں پھندے ڈال کر انھیں بے ہوش کیا جا سکے یا پھر ان کے سر پر ایسی ضرب لگائی جائے کہ وہ کم از کم پندرہ بیس منٹ تک ہوش میں نہ آ سکیں"

سب نے کہا "ہم ایسا ہی کریں گے"

میں نے پوچھا "کیا ایسی بند گاڑی دستیاب ہو سکتی ہے جس کے پچھلے حصّے میں ان تمام پہرے داروں کو ڈال کر بند کر دیا جائے اور انھیں کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے؟"

"ہمارے پاس ایسی گاڑی نہیں ہے بعض اوقات کسی کو روانہ ہوتے وقت ہمیں بہت سی چیزوں کی کمی محسوس ہوتی ہے"

"فکر نہ کرو۔ جب تک میں ساتھ ہوں کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوگی۔ یہ بتاؤ، کیا تم نے ایسی گاڑی کہیں دیکھی ہے کسی گیراج میں یا کسی کی کوٹھی وغیرہ میں؟"

ایک نے کہا "یہاں سے قریب ہی دریائے آدالی کی طرف جانے والی سڑک پر ایک پٹرول پمپ ہے۔ وہاں ایک بند گاڑی ہے۔ وہ پٹرول پمپ کے مالک کی ہے جو یقیناً رات تک کھڑی رہے گی"

"تم میں سے دو جوان وہاں جائیں۔ کیا تمھارے پاس موٹر سائیکل ہے؟"

"جی ہاں، ہم اسی پر جائیں گے"

"وہاں موٹر سائیکل میں پٹرول ڈلوانے کے بہانے پمپ اس پٹرول پمپ کے مالک کو باتوں میں لگانا۔ اگر وہ نہ چاہے تب بھی بات کرنے کا بہانہ ڈھونڈ نکالنا"

دو جوانوں نے ایک ساتھ اٹھ کر کہا "بہت بہتر جناب"

میں نے نفی میں سر ہلا کر کہا "تم میں سے ایک جائے گا"

اس کے ساتھ وہ نوجوان ہوگا جو یہاں اب تک احمق سمجھا جا رہا۔ اس احمق نے کمال دلیری اور ذہانت سے حدیقہ کے کو دشمنوں کی قید سے رہائی دلائی اور اسے یہاں تک لے آیا"

سب نے حیرانی سے دیکھا۔ بزرگ نے کہا "ہم اس احمق کو ہتھیاروں کے اڈے پر چھاپا مارنے کے لیے بھیجیں وہ اس ٹیم میں شامل ہے"

میں نے کہا "بے شک وہ اسی ٹیم میں شامل ہے پر اس جوان کے ساتھ جائے لیکن وہاں سے واپس آنے پر اس ٹیم سے علیحدہ ہو جائے۔ آپ سب حیران ہوں گے

اس سے زیادہ کام لینا کیوں چاہتا ہوں۔ حیرانی کی بات نہیں ہے۔ میں نے اپنے ستاروں کی چال سے معلوم کیا ہے۔ اس کے ذریعے ہمیں زیادہ کامیابی حاصل ہوگی۔"

میری یہ باتیں سننے کے بعد ایک نوجوان موٹر سائیکل لے کر باہر گیا۔ میری ہدایت کے مطابق اس احمق کو اپنے ساتھ لیا۔ پھر وہ پٹرول پمپ کی طرف روانہ ہوگئے۔ میرے کمرے کے باہر کچھ عورتوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ زور زور سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ میں نے ان کی باتوں کا مطلب بزرگ کے دماغ کے ذریعے سمجھا۔ وہ کہہ رہی تھیں "ہم گئی گزری نہیں ہیں۔ یہ کون سا سخت مرحلہ ہے کہ ہمیں ان چھ مجاہدوں کی ٹیم میں شریک نہیں کیا گیا؟"

بزرگ نے اندر سے ہی چیخ کر کہا "کیوں خواہ مخواہ ضد کر رہی ہو؟ میں تم میں سے کسی ایک لڑکی کا انتخاب کروں گا اور اسے ٹیم میں شریک کروں گا تو حد لیقہ پیچھے پڑ جائے گی۔ وہ بھی جانے کی ضد کرے گی۔ میں نے اس کی خاطر کسی بھی لڑکی کا انتخاب نہیں کیا ہے۔ جاؤ، مجھے پریشان نہ کرو۔"

میں ان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا لیکن موٹر سائیکل والے اور اس کے ساتھی احمق جوان کے دماغوں میں بھی موجود تھا۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر میری ہدایت پر عمل کیا۔ پٹرول پمپ کا مالک موجود تھا۔ وہ بند گاڑی بھی وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ دو ملازم اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے تھے۔ میں نے احمق نوجوان کے ذریعے انھیں ٹریپ کیا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس پٹرول پمپ کے مالک سے گاڑی کی چابی لینا اور اپنے جوانوں کے حوالے کرنا میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ جب تک وہ احمق نوجوان موٹر سائیکل لے کر اور دوسرا جوان بند گاڑی لے کر ہمارے ہیڈ کوارٹر کی طرف روانہ نہیں ہوا، اس وقت تک میں پٹرول پمپ کے مالک کے دماغ میں موجود رہا۔ وہ اپنے علیحدہ کمرے میں بیٹھا پی رہا تھا۔ میری ترغیب سے وہ بے تحاشا پی رہا تھا۔ تاکہ مدہوش ہو جائے۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب وہ اپنی جگہ سے اٹھنے کے قابل نہیں رہا ہے تو میں نے اس کے ذریعے پٹرول پمپ کے ایک ملازم کو آواز دی۔ وہ آیا تو میں نے اس کے ذریعے کہا "وہ جو موٹر سائیکل پر آئے تھے، ان میں سے ایک میرا شناسا ہے۔ میں نے اسے چابی دی ہے تاکہ وہ شہر جائے۔ جب تک وہ نہ آ جائے تب تک مجھے نیند سے بیدار نہ کرنا۔ میں سو رہا ہوں۔"

میں نے اسے اور دو چار گھونٹ پینے پر مجبور کیا۔ ملازم پریشان ہو کر اس کی حالت دیکھ رہا تھا لیکن نوکر مالک کو کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ خاموش رہا۔

جب وہ مدہوش ہو کر میز پر اوندھا ہو گیا تو میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس وقت تک وہ بند گاڑی ہیڈ کوارٹر میں آ گئی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا ایسی کوئی جگہ ہے جہاں کرنل کو لا کر رکھا جائے؟"

ایک نے پوچھا "کیا آپ اسے ہلاک کرنا نہیں چاہتے؟"

"ستارے اس کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ مجھے اس کی جگہ باندھ کر بٹھا دیا جائے گا۔"

میری پلاننگ کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ سب مجھے حوالدار نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا "جس جگہ تم لوگ مجھے باندھ کر چھوڑ آؤ گے وہاں ایک ٹیلیفون بھی ہو۔ اگر نہ ہو تو اب کچھ لوگ اس میں رہتے ہوں۔ تاکہ میں کھڑکی کھول کر یا دروازہ پیٹ کر چیخنا چلانا شروع کروں تو لوگ میری مدد کو آ جائیں۔ یہی سمجھا جائے گا کہ کرنل زندہ ہے۔ اسے دشمن یہاں باندھ کر گئے ہیں۔ شاید پھر آ کر اسے قتل کرنا چاہتے تھے لیکن زندگی تھی اس لیے بچ گیا۔ چونکہ بچ گیا اس لیے میں کرسٹوفر میکل کا رول ادا کرتا رہوں گا اور اصلی کرنل تم لوگوں کے ہاتھوں جہنم رسید ہو جائے گا۔"

انھوں نے ایک ایسے گیراج کا انتخاب کیا جہاں مجھے باندھ کر رکھا جا سکتا تھا۔ میں نے پانچ جوانوں سے کہا "تم کرسٹوفر کے بنگلے کی طرف جاؤ۔ اس بنگلے سے اتنی دور رہنا کہ وہاں سے کی اندرونی روشنیاں نظر آتی رہیں۔ جب کرسٹوفر میکل کے بنگلے کی ایک بار بجھے اور جل جائے تو سمجھ لینا کہ اس بنگلے کے پچھلے حصے میں جو مسلح پہرے دار ہے اسے تم دو جوان آسانی سے دبوچ چکے ہو اور اسے اٹھا کر بند گاڑی میں پہنچا سکتے ہو۔ اسی طرح جب دوسری بار بنگلے کے برآمدے کی بتی جلے گی پھر بجھے گی تو سمجھ لینا کہ برآمدے کے سامنے والے حصے میں جو مسلح چوکیدار ہیں ان میں سے کم ایک یا دو کو تم وہاں سے اٹھا کر بے ہوش کر کے اس گاڑی میں پہنچا سکتے ہو۔"

ایک جوان نے سوال کیا "ہمیں بار بار لائٹ کے ذریعے وہاں سے سگنل کون دے گا؟"

میں نے کہا "یہ میرا مسئلہ ہے۔ میں نے ایسے انتظامات رکھے ہیں جیسے سمجھا رہا ہوں ویسے ہی کرو۔ جب کسی پہرے دار کو بے ہوش کرنے کے بعد بند گاڑی میں پہنچاؤ گے تو فوراً ہی کوئی قدم نہ اٹھانا۔ ہمیشہ سگنل کے مطابق عمل کرتے رہنا۔ سگنل کے جب بھی کسی پر حملہ کرو گے، کسی کو اٹھا کر لے جاؤ گے تو تمھارے راستے میں کوئی حائل نہیں ہوگا اور تم محفوظ رہو گے۔"

اچھی طرح سمجھانے کے بعد میں نے وہاں سے انھیں روانہ کر دیا۔ ایک جوان رہ گیا تھا۔ میں نے کہا "تم ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ اس گیراج کی طرف جاؤ اور وہاں کا جائزہ لو۔ گیراج کا مالک ہو یا کوئی چوکیدار ہو تو اس سے باتیں کرنا۔ معلومات حاصل کرنا کہ وہ گیراج کو کرائے پر دیتے ہیں؟"

وہ جوان بھی ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ چلا گیا۔ کمرے میں صرف بزرگ جلیل القدر رہ گئے تھے۔ وہ مجھے گہری، ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے فوراً ان کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ سوچ رہے تھے "اس اجنبی مہمان کے پاس صرف علم نجوم اور قیافہ شناسی ہی نہیں کچھ اور پُراسرار علوم بھی ہیں۔ ابھی دو نوجوان موٹر سائیکل پر گئے تھے اور پٹرول پمپ سے ایک بند گاڑی لے کر واپس آئے۔ ایک نوجوان کا بیان ہے کہ پٹرول پمپ کا مالک اپنے ایک کمرے میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ میز کے اوپر ہی گاڑی کی چابی رکھی ہوئی تھی۔ نوجوان نے اس سے باتیں کرنے کے دوران میں وہ چابی اپنی جیب میں رکھ لی۔ مالک نے ایک ذرا دھیان نہیں دیا۔ جب وہ گاڑی لے کر روانہ ہوئے تو یقیناً انجن اسٹارٹ ہونے اور گاڑی چلنے کی آواز سنائی دی ہوگی، لیکن گاڑی کے مالک نے اعتراض نہیں کیا۔ وہ بآسانی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ ہمارا اجنبی مہمان کوئی وظیفہ پڑھتا ہے یا حاضرات کا علم جانتا ہے؟"

میں نے پوچھا "محترم! آپ مجھے اس طرح گھور کر کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

وہ ایک دم سے چونک کر بولے "کچھ نہیں، بس تمھارے متعلق سوچ رہا تھا۔ تم کتنے باکمال ہو۔ یہاں آتے ہی کتنے حیرت انگیز کارنامے دکھا رہے ہو۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "یہ سب اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ شاید قدرت کو یہی منظور تھا کہ میں یہاں آؤں اور آپ لوگوں کے کام آتا رہوں۔"

"بیشک، قدرت کو کیا منظور ہوتا ہے، یہ ہم نہیں جانتے۔ جب ہمارا کام بنتا چلا جاتا ہے، تب اعتراف کرتے ہیں اور سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں۔"

"محترم! اب میں کچھ دیر مراقبے میں رہوں گا۔ جب ٹیکسی ڈرائیور اس جوان کے ساتھ واپس آئے گا تو میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

وہ بزرگ باہر جانے لگے۔ انھوں نے دروازے کے پاس رک کر کہا "بیٹے! اگر تم کوئی ایسا علم جانتے ہو جسے چھپانا ضروری نہ ہو تو کم از کم مجھے بتا دینا۔ میں تمھارے باپ کے برابر ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ بیشک وہ بزرگ تھے، محترم تھے، باپ کے برابر تھے لیکن میں اپنے ان جاں نثار ساتھیوں کو بھی اپنے بہت سے راز نہیں بتاتا۔ وقت میرے لیے جان کی بازی لگاتے ہیں۔ سونیا، اعلیٰ بی بی اور سوچی کے علاوہ کوئی میری ٹیلی پیتھی کے متعلق نہیں جانتا تھا۔ حالانکہ جمیلہ بھی میری جاں نثار ساتھی تھی۔ اس کے علاوہ ثبانہ بھی کسی سے کم نہیں تھی۔ میں اس کے خیالات اچھی طرح پڑھ چکا تھا۔ وہ میری خاطر پارس کو لیے بھٹکتی رہی تھی اور نیپال پہنچ گئی تھی۔ وہاں بھی میری خاطر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ ایسے وفادار ساتھیوں سے بھلا کون اپنا راز چھپاتا ہے؟ لیکن حالات نے اور پچھلے واقعات نے سمجھا دیا تھا کہ دشمن برین واشنگ کے ذریعے ہزار وفاداریوں کے باوجود میرے ساتھیوں سے اصلیت اگلوا لیتے ہیں۔

میں بزرگ جلیل القدر کا ہر طرح سے احترام کر سکتا تھا لیکن انھیں رازدار نہیں بنا سکتا تھا۔ میں کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر جوانوں کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بنگلے کے قریب پہنچ گئے تھے اور سگنل کا انتظار کر رہے تھے۔ میں سگنل دینے کے لیے کرسٹوفر میکل کے پاس پہنچا۔

اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ کرسٹوفر میکل اپنی خواب گاہ میں جاگ رہا تھا۔ وہ پینے کا عادی تھا لیکن اس رات پینے سے باز رہا تھا۔ اس کا دماغ کہتا تھا، شاید کوئی شراب کی بوتل میں زہر ملا دے۔ یا وہ پریشانی کی حالت میں فکر سے نجات حاصل کرنے کے لیے اتنی پی لے، اتنی زیادہ پی لے کہ مدہوش ہو جائے اور آنے والے دشمن کا مقابلہ نہ کر سکے۔ وہ ہر طرح سے مکمل ہوش میں رہنا چاہتا تھا۔ آنکھیں کھلی رکھنا چاہتا تھا اور صبح تک اپنے پہرے داروں کو بھی جگائے رکھنا چاہتا تھا۔

میں نے اس کے دماغ میں یہ سوچ پیدا کی "اپنے پہرے داروں سے رابطہ قائم کر کے معلوم کرنا چاہیے، وہ مستعد ہیں یا نہیں؟"

اس نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا۔ اس بنگلے کے اطراف خوب صورت باغیچہ تھا۔ باغیچے کے گرد چار دیواری تھی۔ چار دیواری کے چاروں گوشوں میں ٹیلیفون لگائے گئے تھے۔ تاکہ وہ ہر گوشے کے مسلح گارڈ سے کسی وقت بھی رابطہ قائم کر سکے۔ وہ باری باری چاروں گوشوں کے مسلح گارڈ سے ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کرتا رہا اور ان سے پوچھتا رہا "کیا مجھ سے کوئی ملنے آیا تھا؟"

وہ مطمئن ہوتا رہا۔ ادھر میں تمام مسلح گارڈز کے لب و لہجے کو گرفت میں لیتا رہا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں اپنے طور پر ان چاروں کو ہینڈل کر سکتا ہوں تو پھر کرسٹوفر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ریسیور کریڈل پر رکھ چکا تھا۔ بیٹھا سوچ رہا تھا۔ میں نے اسے آنکھیں بند کرنے کے لیے کہا۔ اس نے ایک ذرا آنکھیں بند کیں، پھر کھولیں۔ یوں آنکھیں بند کرنے اور کھولنے کے دوران جو چند لمحے گزرے، میں ان لمحوں میں پوری طرح اس کے دماغ پر قابض رہا۔ جب اسے چھوڑا تو اس نے چونک کر اپنے آس پاس دیکھا پھر سوچنے لگا "مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "کچھ نہیں ہوا تھا۔ شاید بجلی نے آنکھ جھپکائی تھی۔ ایسا کبھی کبھی ہو جاتا ہے، بجلی جاتی ہے اور دوسرے ہی لمحے واپس آ جاتی ہے۔"

اس کی اپنی سوچ نے خود اپنے آپ سے سوال کیا "کیا

پاور اسٹیشن کی طرف سے ایسا ہوا ہو کیا وہاں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے؟ یا میرے گھر کی بجلی غائب کرنے کے لیے کوئی شرارت کر رہا ہے؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ پھر اپنے کمرے کے سوئچ بورڈ کے پاس گیا۔ صرف ایک بلب خواب گاہ میں روشن تھا۔ اس نے اس کے سوئچ کو آف کیا۔ بلب بجھ گیا پھر اسے آن کیا۔ بلب روشن ہوگیا۔ تب میں نے اس کی سوچ میں کہا "نہیں سب ٹھیک ہے۔ بجلی کے تاروں میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ آئندہ بجلی آنکھ جھپکائے گی تو میں فون کے ذریعے پاور اسٹیشن والوں سے شکایت کروں گا۔"

میں اسے سوچتا ہوا چھوڑ کر ان دو جوانوں کے دماغوں میں باری باری پہنچا جو میری ہدایت کے مطابق بنگلے کے پچھلے حصے میں مسلح گارڈز کی طرف جا رہے تھے۔ وہاں تین گارڈز پولیس کی طرح مستعد تھے۔ میں نے ایک کی زبان سے کہا "ہم تینوں کو ایک ہی جگہ نہیں رہنا چاہیے۔ تم دونوں کوٹھی کا ایک چکر لگا کر آجاؤ۔"

وہ دونوں وہاں سے جانے لگے۔ ہمارے دو جوان انہیں دیکھ رہے تھے۔ جیسے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہوئے، انھوں نے اس تنہا مسلح گارڈ کو دبوچ لیا۔ میں بنگلے کے سامنے والے حصے میں دوسرے مسلح گارڈ کے پاس پہنچ گیا۔

وہ سگریٹ سلگا رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ابھی میں اوپر دیکھ رہا تھا۔ خواب گاہ میں ایک بار بتی بجھی تھی۔ پھر جل گئی تھی۔ ایسا کیوں ہوا؟"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "شاید مسٹر میکی سونا چاہتے ہوں۔ بتی بجھا کی ہو پھر ارادہ بدل دیا ہو اور جاگ رہے ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ مسٹر میکی کی خواب گاہ میں جو بتیاں ہیں، ان کے تاروں میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہو۔ ایک لمحے کے لیے بتی بجھنے اور جلنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہاں کے تاروں کو کوئی آزما رہا ہے۔"

یہ سوچتے ہی وہ مسلح گارڈ اپنی جگہ سے اٹھ کر چلتا ہوا بنگلے کے برآمدے میں پہنچا۔ برآمدے میں دو بلب روشن تھے۔ اس نے ایک سوئچ کو آف کیا۔ ایک بلب بجھ گیا پھر آن کیا، جل گیا۔ اسی طرح اس نے دوسرے بلب کو بھی بجھانے کے بعد جلا کر دیکھا پھر جھنجلا کر بولا "یہ مجھے کیا ہوگیا تھا؟ بجلی کا کنکشن یہاں سے مسٹر میکی کی خواب گاہ تک ایک ہی ہے اگر وہاں کوئی خرابی ہوتی اور ایک لمحے کے لیے بتی بجھنے کے بعد جلتی تو یہاں بھی اسی طرح ایک لمحے کے لیے بلب بجھتے اور جلتے۔"

وہ بڑبڑاتے ہوئے اپنی جگہ ڈیوٹی پر واپس آنے لگا۔ اس کی بڑبڑاہٹ یہی تھی کہ آج پینے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ ان سب کو اسی شرط پر ڈیوٹی دی گئی تھی کہ آج رات وہ نہیں پئیں گے۔ مسٹر میکی کی طرف سے سخت ممانعت تھی۔ پابندی عائد کرنے کی کیا ہوتا ہے۔ تیل پیتی ایک ایسا نشہ ہے جو دماغ پر چڑھ جا تو پھر اترتا نہیں۔

وہ مسلح گارڈ جیسے ہی ڈیوٹی کے لیے اپنی جگہ آیا، اس کے گلے میں اچانک پھندا پڑ گیا۔ میرے جوان پوری طرح چاق و تھے۔ میری ہدایت کے مطابق ٹھیک وقت پر حرکت کرتے چونکہ حرکت میں برکت ہے، اس لیے وہ کامیاب ہوتے جائیں

وہ بند گاڑی کرسٹوفر میکی کے بنگلے سے تقریباً پچاس گ کے فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی۔ پچھلا راستہ لگی نما تھا اور قدرے ویران تھا۔ آمد و رفت نہیں تھی۔ دشمنوں یا پولیس والوں کو دھو دینے کے لیے دو جوانوں نے گاڑی کے بونٹ کو اٹھا لیا تھا۔ اگر کو اُدھر سے گزرتا تو وہ گاڑی کی مرمت میں لگ جاتے اور یہ تا دیتے کہ گاڑی میں خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ اس لیے وہاں کھڑی گئی ہے۔

تیسرا جوان گاڑی کے پچھلے حصے میں ریوالور لیے بیٹھا اس حصے میں مسلح گارڈز کو بے ہوش کرنے کے بعد پہنچایا جا رہا تیسرے جوان کا کام یہ تھا کہ وہ انھیں دیکھتا رہے۔ اگر ان میں کوئی اندازے سے مقرر کیے ہوئے وقت سے پہلے ہوش آنے لگے تو اس کے سر پر ریوالور کے دستے سے ضرب لگا کر پھر بے ہوش کر دے۔

آدھے گھنٹے کے اندر سات مسلح گارڈز بے ہوش ہو کر گا کے پچھلے حصے میں پہنچ گئے۔ اس گاڑی میں اتنی گنجائش نہیں تھی انھیں ... باقاعدہ سُلایا جا سکے۔ اس لیے انھیں ایک دوسرے ڈال دیا گیا تھا۔ دروازے کو پیچھے سے بند کر دیا گیا تھا۔ صرف کرسٹوفر کے آنے کا انتظار تھا۔ اسے کسی طرح زندہ یا مردہ وہاں اٹھا کر لانا تھا۔ اس کے لیے بھی وہی جماہا اس بنگلے کے ا جانے لگے۔ اس سے پہلے میں کرسٹوفر کے پاس پہنچ گیا۔

اس نے تمام دروازوں میں خطرے کا الارم لگایا ہوا تھا اس کا کنکشن اس بیڑی سے تھا جو اس کی خواب گاہ میں رکھی ہوئی وہ بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ سگریٹ اس کے دائیں ہاتھ کی دو میں دبا ہوا تھا۔ اس نے کش لے کر دھواں باہر نکالنا چاہا تھا۔ وقت میں دماغ پر قابض ہوگیا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر پلنگ پاس گیا۔ اس کے نیچے رکھی ہوئی بیڑی سے منسلک مختلف تار کو اس سے الگ کر دیا۔ اس کے بعد پھر اپنی جگہ واپس آیا اور حالت میں بیٹھ گیا۔ میں نے خاص طور پر خیال رکھا تھا کہ سگر ٹھیک اسی طرح دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں کے درمیان دبا دھواں منہ میں رہے اور وہ دھواں چھوڑنے والا ہو۔ ٹھیک اسی وق

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ذرا سا چونکا ضرور لیکن موجودہ پوزیشن بتا رہی تھی کہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ پتا نہیں ذہن کو کیسا ہلکا سا جھٹکا لگا تھا جیسے بیٹھے بیٹھے نیند کا ہلکا سا جھونکا آیا ہو، غنودگی کے باعث جھٹکا لگا ہو۔ یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ سگریٹ اسی طرح اس کی دونوں انگلیوں میں تھا۔ اب وہ دھواں منہ سے چھوڑنے ہی والا تھا اور وہ دھواں چھوڑنے لگا۔

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس نے ایک ننھا سا پستول اپنی جیب میں رکھا ہے۔ کوئی دشمن اس کی خواب گاہ میں گھس آئے گا تو وہ اس پر بے دریغ فائر کرے گا۔ سگریٹ کا کش لے کر ایک بار پھر دھواں چھوڑنے کے بعد اس نے سگریٹ کو ایش ٹرے کے برے پر رکھ دیا۔ یہ میں نے اس سے رکھوایا۔ اب وہ پھر میری مٹھی میں تھا۔ میں نے اس کے پستول کو خالی کرایا۔ اس کی گولیاں اسی کی جیب میں رکھوا دیں۔ دوسری جیب میں پھر اسی پستول کو رکھوایا۔ آخر وہ اسی حالت میں بیٹھ گیا جس حالت میں میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔

اس کے ذہن کو پھر ہلکا سا جھٹکا لگا۔ یوں محسوس ہوا جیسے وہ چند ساعت کے لیے اپنے آپ سے غافل ہوگیا تھا۔ اس نے سگریٹ کی طرف دیکھا۔ وہ ایش ٹرے کے برے پر رکھا ہوا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے ابھی سگریٹ کو وہاں رکھا تھا۔ شاید اس لیے کہ سگریٹ پینے کو بھی ... چاہتا تھا۔ عجیب سی بے کلی تھی۔ شاید اندر گھبراہٹ ہو لیکن و ... دل نہیں تھا۔

میں اسے سوچتا چھوڑ کر اس جوان کے دماغ میں آیا جو اپنے ساتھی کے ساتھ بنگلے میں داخل ہو رہا تھا۔ اب راستہ صاف تھا۔ کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ دروازے پر خطرے کا جو الارم لگایا گیا تھا، وہ بے کار ہو چکا تھا۔ وہ دونوں بنگلے کے مین گیٹ میں داخل ہوئے۔ پھر انھوں نے آہستگی سے سرگوشی میں کہا کہ انھیں دو مختلف سمتوں سے اس کی خواب گاہ میں پہنچنا چاہیے۔ اس لیے وہ الگ ہوگئے۔ مختلف سمتوں میں جانے لگے۔ میں ایک کے دماغ میں تھا لیکن دوسرے کو بھی دیکھتا رہتا تھا تاکہ ان سے کوئی حماقت سرزد نہ ہو۔

ان میں سے ایک جوان مختلف کوریڈور سے گزرتا ہوا ایک کمرے میں داخل ہوا۔ وہ کمرہ بیڈ روم نظر آ رہا تھا۔ اندر کوئی نہیں تھا۔ دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازے کے اندر سر ڈال کر دیکھنا چاہا، کوئی چھپا ہوا تو نہیں ہے۔ اسی وقت کسی نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

صرف کھینچنے کی بات ہوتی تو وہ جوان کسی سے کم نہیں تھا۔ جوابی حملہ کر سکتا تھا لیکن اس پر حملہ بھی ہوا۔ اس کے منہ پر کرارے کا ہاتھ پڑا۔ پھر تابڑ توڑ ... ہوئے۔ سنبھلنے نہیں پا رہا تھا۔ میں اپنی جگہ حیران تھا، یہ کون سی بلا آگئی ہے۔ میں نے تو سارے راستے صاف کر دیے تھے۔

وہ بلا مقامی لباس میں تھی۔ ایک چادر میں یوں لپٹی ہوئی تھی کہ چہرہ صاف طور سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ جب اس جوان نے جوابی حملہ کیا تو وہ اچانک بیٹھ گئی۔ حملہ کرنے والا اس کے سر کے اوپر سے گزرتا ہوا دوسری طرف گرا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے اٹھتا، اس کے سر پر جیسے چھت گر پڑی۔ وہ فرش سے اٹھ نہ سکا۔ اب میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اسے نہیں سنبھال سکتا تھا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ ویسے بھی ہوش میں رہتا تو میں اس حملہ کرنے والی بلا کا کیا بگاڑ لیتا، جبکہ اس کی آواز نہیں سن سکتا تھا اور نہ ٹریپ کر سکتا تھا۔

اس بے ہوش نوجوان کو وہاں سے نکال کر اپنے ساتھیوں تک پہنچانے کے لیے میں نے دوسرے جوان کے دماغ میں جھانک کر دیکھا جو اس کے ساتھ بنگلے میں داخل ہوا تھا۔ وہ ایک کمرے میں بند ہو چکا تھا۔ دروازے کو ہلا رہا تھا۔ اس کے ہینڈل گھما رہا تھا لیکن دروازہ باہر سے کسی نے بند کر دیا تھا۔ اب وہ پ تھا کہ اپنے ساتھی کو آواز دے یا نہ دے۔ اگر آواز دے گا تو کرسٹوفر میکی سن لے گا۔ اس لیے وہ صبر کر رہا تھا۔

میری پریشانی اور ... گئی۔ اس دوسرے نوجوان کو کس نے کمرے میں بند کیا تھا، کیا کرسٹوفر میکی نے ایسے انتظامات کیے میں جنھیں میں ٹیلی پیتھی کے ... وجود نہ سمجھ سکا؟

میں فوراً میکی کے پاس پہنچا۔ اسی وقت وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ کیونکہ خواب گاہ کے کھلے ہوئے دروازے میں ایک عورت نظر آ رہی تھی۔ اگرچہ چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن چادر سے باہر نکلے ہوئے اس کے ہاتھ بتا رہے تھے کہ وہ عورت ہے۔ میکی نے غرّ کر پوچھا "کون تم؟ یہاں کیسے داخل ہوئی ہو؟"

آنے والی نے اپنے سر سے چادر ہٹا کر ایک طرف پھینک دی۔ اُس کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے پُرسکون لہجے میں بولی "کرسٹوفر میکی! مجھے لیلیٰ ثانی کہتے ہیں۔"

اس کا نام سنتے ہی میکی نے فوراً جیب سے پستول نکال لیا۔ اِدھر پستول ہاتھ میں آیا۔ اُدھر ہاتھ پر ٹھوکر پڑی۔ فائر کرنے کی حسرت دل میں رہ گئی۔ پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فضا میں اُچھلتا ہوا اوپر گیا۔ اس کے نیچے آنے تک وہ کیچ نہ کر سکا کیونکہ پیٹ میں لات پڑی تھی۔ پھر منہ پر گھونسا پڑا۔ وہ سمجھ گیا پستول تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس لیے اُس نے جوابی حملے کیے۔ وہ اچھا فائٹر تھا۔ دونوں میں مقابلہ شروع ہوگیا۔ کبھی یہ اُس پر حملے کرتا تھا، کبھی وہ جوابی حملے کرتی تھی اور کہتی جاتی تھی "میکی! چپ چاپ میری بات مان کر، جو کہتی ہوں اُس پر عمل کرو۔ میں

تمہیں ایک انجکشن لگاؤں گی اور یہاں سے چلی جاؤں گی۔ اُس کے بعد تم تیمم پاگل ہو جاؤ گے۔ تمہارا علاج ہوتا رہے گا۔ اس دوران میں یہاں کے مجاہدین سے رابطہ قائم کروں گی۔ پھر تمہیں اغوا کر کے اُن کے اڈے پر پہنچاؤں گی اور تم سے یہ گلوخلاصی کرنے کس طرح تم ہتھیار سپلائی کرتے ہو اور وہ ہتھیار کس طرح ان چھاپا ماروں کو مفت حاصل ہو سکتے ہیں۔"

میکی اُس سے لرز رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ مقابلہ کرنے والی بڑی ہی تربیت یافتہ ہے۔ وہ اس کے چنگل سے نکل نہیں پائے گا۔ اتنی دیر میں وہ کئی بار اپنے پستول تک پہنچنے کی کوشش کر چکا تھا اور ناکام رہا تھا۔ وہ پستول ایک جگہ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے اچانک ایک فلائنگ کک لیلیٰ کے منہ پر ماری اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے جا کر ٹھیک پستول کے پاس گری۔

میکی جھنجھلا گیا۔ اُس کا خیال تھا، لیلیٰ کہیں اور جا گرے گی تو وہ پستول اٹھالے گا۔ جب ایسا نہ ہو سکا تو وہ خواب گاہ سے نکل کر بنگلے کے باہر بھاگنے لگا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اتنے مسلح گارڈز کے باوجود لیلیٰ ثانی اندر کیسے آ گئی تھی؟ جیسے ہی وہ ایک بیرونی کمرے میں پہنچا، ٹھٹک کر رہ گیا۔ وہاں ایک اور عورت چادر میں لپٹی ہوئی کھڑی تھی۔ اُس کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ عورت اس لیے سمجھ میں آئی کہ چادر کے باہر ہاتھ نظر آ رہے تھے۔

اِدھر بھی چادر میں چھپی ایک عورت اور اُدھر بھی ایک عورت۔ میکی تھوک نگلنے لگا۔ وہ بزدل نہیں تھا لیکن اس کے دماغ میں ستارے چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے "موت ہو گی تو کسی عورت کے ہاتھ سے۔"

وہ ایک عورت سے کسی طرح چھٹکارہ پا کے وہاں سے بھاگتا ہوا اِدھر آیا تھا تو سامنے دوسری عورت موت بن کر کھڑی تھی۔ لیلیٰ ثانی بھی خواب گاہ سے نکل کر دوڑتی چلی آ رہی تھی۔ میں نے اُسے بھٹکا دیا۔ اس کمرے کی طرف پہنچنے نہیں دیا جہاں کرسٹوفر میکی ایک دوسری بلا کے سامنے ٹھٹک گیا تھا۔ میں چاہتا تھا لیلیٰ، کرسٹوفر کی نظروں میں نہ آئے۔ نہ کوئی انتقامی کارروائی کرے۔ یوں بھی وہ سوچ رہی تھی، شاید کرسٹوفر میکی یہاں سے بھاگ کر باہر چلا گیا ہے۔ اب وہ گرفت میں نہیں آئے گا۔

میں نے بھی اُس کی سوچ میں اُس کو یقین دلایا "دانشمندی یہ ہے کہ یہاں سے نکل چلوں تاکہ کل کرسٹوفر میکی کے وعدے کے مطابق اُس سے ملاقات کر سکوں۔ دوستی کی آڑ میں ہی اس سے ہتھیار حاصل کرنے کے سلسلے میں بہت کچھ معلوم کر سکتی ہوں۔ لہٰذا مجھے یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔"

میں اُسے سوچتا ہوا چھوڑ کر کرسٹوفر میکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اِدھر وہ ہکلاتے ہوئے پوچھ رہا تھا "تم کون ہو؟ کہتے ہیں موت کی کوئی آواز نہیں ہوتی۔ اُس کی آہٹ تک سنائی نہیں دیتی اور موت کی زبان تو کسی نے نہیں سنی ہے۔ شاید وہ دنیا کی ہر زبان بولتی ہے۔ اسی لیے ہر زبان کے لوگوں کو ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ اس وقت جو موت اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی، وہ نہ تو چادر ہٹا کر اپنا چہرہ دکھا سکتی تھی۔ نہ منہ سے کچھ بول سکتی تھی۔ محبوب کی موت سے اُسے ہمیشہ کے لیے گونگی بنا دیا تھا۔

کرسٹوفر میکی کو اُس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ پلٹ کر بھاگنے لگا۔ گونگی کے جسم میں جیسے بجلی پیدا ہو گئی تھی۔ یکلخت اُس کا ہاتھ چادر کے اندر گیا۔ دوسرے لمحے باہر آیا تو ایک خنجر کا پھل چمک رہا تھا۔ وہ خنجر فضا میں سنسناتا ہوا گیا اور کرسٹوفر کی پنڈلی میں پیوست ہو گیا۔ وہ بھاگتے بھاگتے لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا۔ گرنے سے چوٹ بھی لگی۔ اگرچہ زیادہ نہ لگی، لیکن دہشت طاری تھی۔ ستارے ثابت کر رہے تھے کہ موت تانیث ہوتی ہے۔ اس لیے وہ بوکھلا گیا تھا۔ مقابلہ کرنے کے بجائے بھاگ رہا تھا۔ وہشت اسی طرح دل میں جگہ بناتی ہے۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ اتنے سخت پہرے کے باوجود باہر سے موت، اندر آ گئی۔ خطرے کا الارم ہر روز لگانے کے باوجود کوئی گھنٹی نہیں بجی۔ یہ بات سمجھنے کی ہے اور دوسروں کو سمجھانے کی ہے لیکن موت اتنی مہلت نہیں دے رہی تھی کہ جو وہ سمجھ رہا تھا، وہ دوسروں کو بھی سمجھا سکے۔

ہاں، جب عقل ٹھکانے آتی ہے اور عبرت ناک حالات سے سابقہ پڑتا ہے تو آدمی جان لیتا ہے کہ موت کا ایک دن معین ہے اور اُس دن موت ہر حال میں آتی ہے۔ ستاروں کی چال پہلے سے آگاہ کر دے، انسان قدم قدم پر پہرہ بٹھا دے، خطرے کے الارم لگا دے، اپنی حفاظت کے لیے ٹرپ سے بڑا ہتھیار استعمال کرے لیکن موت نہیں ٹلتی۔ وہ آتی ہے اور مسلط ہو جاتی ہے۔

کرسٹوفر نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر پنڈلی میں پیوست خنجر کو نکال لیا اور اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ لنگڑاتا ہوا چلنے لگا۔ وہ راہِ فرار تلاش کر رہا تھا۔ ہاتھ میں خنجر تھا اور خنجر سے اپنے جسم کا لہو ٹپک رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جو موت سامنے ہے اس سے کس طرح بچ کر نکلے؟

میں نے اُس کا دماغ ٹٹولا۔ وہ سوچنے لگا تھا "میں بزدل کیوں بن گیا ہوں؟ کیا اس طرح خوف زدہ ہونے سے بچ جاؤں گا؟ ہرگز نہیں۔ مجھے جی داری سے مقابلہ کرنا ہو گا۔ آخری سانس

تک اپنی زندگی کے لیے جدوجہد کرنا ہو گی۔ خنجر تو میرے ہاتھ آ گیا۔ پھر میں کیوں بزدل بن گیا ہوں؟ میں اس پر حملہ کر سکتا ہوں۔"

اُس نے خنجر کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ اس موت کی طرف دیکھا۔ اُس کا ایک ہاتھ پھر چادر کے اندر گیا تھا۔ جب وہ باہر آیا تو اس میں دوسرا خنجر چمک رہا تھا۔

وہ ذرا وقت سے پیشتر ابدل کر غراتے ہوئے بولا "تم مجھے بزدل سمجھتی ہو؟ میرے پاس ہتھیار نہیں تھا۔ اب آ گیا ہے۔ تم مجھ سے بچ کر نہیں جا سکو گی۔"

وہ ایک دم سے تن گیا جیسے اب تب میں اُس پر جھپٹنے ہی والا ہو۔ دوسری طرف وہ بلا خاموش تھی۔ خنجر سے یوں کھیل رہی تھی کہ پہلے اُس نے دستے کو تھام رکھا تھا۔ پھر خنجر کو فضا میں اُچھالا۔ جب وہ نیچے آیا تو چمک دار پھل اُس کے ہاتھ میں تھا۔ معاً خنجر اُس کے ہاتھ سے یوں نکلا، جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے اور سنسناتا ہوا کرسٹوفر کے سینے میں ٹھیک دل کی جگہ پیوست ہو گیا۔

ستارے اپنی چال چل گئے لیکن میرے لیے پریشانی پیدا ہو گئی۔ اُس جگہ یقیناً خون کے دھبے ملیں گے۔ افراتفری کے آثار ملیں گے جیسے کرسٹوفر میکی نے اپنے دشمنوں سے مقابلہ کیا ہو۔ پھر ایسی صورت میں، میں کرسٹوفر میکی بن کر وہاں جاؤں گا تو شکوک و شبہات جنم لیں گے کہ اتنی اودھم بپا کی کے بعد دشمن مجھے قتل کرنے میں ناکام کیسے رہے۔ جب کہ اُنھوں نے کوٹھی کے باہر تمام مسلح محافظوں کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔ خطرے کے الارم سے بھی گزر کر آ گئے تھے۔

مجھے اس ضدی اور قسم نباہنے والی لڑکی پر غصہ بھی آیا اور یہ عقل بھی آئی کہ ہم تقدیر کے لکھے کو نہیں مٹا سکتے۔ جو ہونی ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔ یہ پیشین گوئی تو بہت پہلے خود کرسٹوفر میکی نے کی تھی۔ اب وہ پوری ہوئی ہے تو میں بھلا حدیقہ پر غصہ اتار کر کیا کر سکتا تھا۔

میں نے فرار اور کے لیے خیال خوانی ترک کر دی۔ اپنے کمرے سے باہر آیا۔ ٹیکسی ڈرائیور اس نوجوان کے ساتھ آ گیا تھا۔ وہ مجھے اس گیراج کے متعلق رپورٹ سنانا چاہتے تھے، جہاں مجھے باندھ کر رکھا جانے والا تھا لیکن اب تو منصوبے میں تبدیلی پیدا کرنی لازمی ہو گئی تھی۔ میں نے ڈرائیور سے کہا "مجھے کرسٹوفر میکی کے بنگلے میں لے چلو۔ میرا وہاں فوراً پہنچنا ضروری ہے۔"

میں گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ہم آندھی طوفان کی طرح روانہ ہوئے۔ ڈرائیور کو گاڑی چلانے میں خاصی مہارت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ رات کا ایک بج رہا تھا۔ سڑکیں تقریباً ویران تھیں۔ اس لیے ہم جلد ہی وہاں پہنچ گئے۔

اس وقت تک حدیقہ نے اس کمرے کے دروازے کو کھول دیا تھا جہاں اس نے ایک مجاہد نوجوان کو بند کیا تھا۔ دوسری طرف وہ جوان بھی ہوش میں آ گیا تھا جو لیلیٰ ثانی کے ہاتھوں بے ہوش ہوا تھا۔ ان دونوں اور حدیقہ نے مل کر کمرے کے فرش کو صاف کیا۔ ہر جگہ سے خون کے دھبے مٹائے۔ اُنھوں نے کرسٹوفر میکی کی لاش کو اچھی طرح کپڑوں میں لپیٹ دیا تھا پھر اُسے اٹھا کر اسی بند گاڑی میں ڈال آئے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا تو اچھی طرح بنگلے کے اندر صفائی کر دی گئی تھی۔ میں نے کہا "حدیقہ! تم نے جو کیا، اچھا نہیں کیا۔ تم نے اپنی ضد پوری کی۔ اپنے محبوب سے کی جانے والی زیادتیوں کا انتقام لیا۔ یا پھر میرے احسانات کا بدلہ چکانے کے لیے میرے کام آنا چاہتی تھیں، اس لیے میرے دشمن کو اپنے ہاتھوں سے راستے سے ہٹا دیا۔ بہرحال جو کچھ بھی کیا مجھے پسند نہیں آیا۔ اگر تم میری خوشی کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہو تو آئندہ میری مرضی کے بغیر یا مجھ سے مشورہ لیے بغیر کبھی کوئی قدم نہ اٹھانا۔

وہ میری باتوں کا جواب دے سکتی تھی لیکن کیسے دیتی۔ اُس نے جواباً سر کو جھکا لیا۔ دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیے جیسے فرماں برداری کا وعدہ کر رہی ہو۔ میں نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہولے سے تھپکتے ہوئے کہا "کوئی بات نہیں، میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ اچھی باتیں سمجھا رہا ہوں۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

پھر میں نے دونوں جوانوں سے کہا "میں اپنے کمرے کا دروازہ بند کرتا ہوں۔ تم سب پوری حاضر دماغی سے ہر اُس جگہ کو دیکھو جہاں تم نے ہاتھ لگایا ہو یا تمہارے قدم وہاں سے گزرے ہوں۔ تمام نشانات کو مٹاتے ہوئے بنگلے سے باہر چلے جاؤ، باقی معاملات سے میں نمٹ لوں گا۔"

اُنھوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ جب وہ تمام نشانات مٹاتے ہوئے باہر چلے گئے تو میں دوسرے بیڈ روم میں پہنچا۔ وہاں کے ایک بغلی کمرے میں ایک بیٹری رکھی ہوئی تھی، جو استعمال کے قابل نہیں تھی۔ اُسے اٹھا کر کرسٹوفر میکی کی خوابگاہ میں لایا۔ چالو بیٹری کی جگہ اُسے رکھا۔ اس میں تمام تار منسلک کیے۔ پھر پرانی بیٹری کو بنگلے کے باہر لے کر آیا۔ ایک جوان میرے اگلے حکم کا منتظر تھا۔ میں نے کہا "اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اب بنگلے کے آس پاس تم میں سے کسی کو نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ جانے لگا تو میں نے اُسے آواز دی "سنو! اگر وہ

محافظ ہوش میں نہیں آئے ہیں تو اُنھیں گاڑی سے باہر نکال کر سڑک کے کنارے ڈال دو اور گاڑی یہاں سے لے جاؤ۔ اُنھیں ہوش آئے گا تو وہ خود ہی اِدھر چلے آئیں گے۔"

حدیقہ کی مداخلت نے میرے منصوبوں میں گڑبڑ پیدا کر دی تھی۔ اس لیے تھوڑی بہت تبدیلیاں لازمی تھیں۔ بہرحال میں پھر بنگلے کے اندر آیا۔ پہلے کرسٹوفر میکی کے بیڈروم میں پہنچا۔ قالین پر سے پستول اُٹھا کر اُسے لوڈ کیا پھر واپس اسی بیڈروم میں آیا جہاں ٹیلی فون رکھا ہوا تھا میں نے اُس کے دروازے کو اندر سے اچھی طرح بند کر دیا۔ ذرا دور کھڑے ہو کر دروازے کی طرف دو فائر کیے۔ اس کے بعد ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی میں نے ایک دم گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ "انسپکٹر! غضب ہو گیا۔ باہر میرے مسلح محافظ پتا نہیں کہاں غائب ہو گئے ہیں؟ دشمن میرے بنگلے میں گھس آئے ہیں۔ میں نے فائرنگ کی تو اُن کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں، لیکن میں محفوظ نہیں ہوں۔ پلیز جلدی آئیے۔"

کرسٹوفر میکی کے نام سے پولیس والے اچھی طرح واقف تھے۔ انسپکٹر نے کہا کہ وہ فوراً اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ پہنچ رہا ہے۔

میں نے ریسیور رکھا۔ پھر چھ اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اعلیٰ حکام، عیسائی ملیشیا کے عہدے داران اور بیوٹی بیگنوں سے کرسٹوفر کے گہرے تعلقات تھے۔ میں ان تمام لوگوں سے باری باری رابطہ قائم کرنے لگا۔ یہ تاثر دینے لگا کہ میری زندگی خطرے میں ہے۔ اب تب میں دشمن مجھے ہلاک کرنے ہی والے ہیں۔ اُن سب نے وعدہ کیا کہ وہ فوراً میری مدد کو پہنچ رہے ہیں۔

اور ایسا ہی ہوا۔ چند منٹ کے بعد بنگلے کے اندر اور باہر کرسٹوفر میکی کے احباب، اعلیٰ افسران، عہدے داران وغیرہ کی بھیڑ لگ گئی۔ مسلح پولیس کا پہرہ اور سخت کر دیا گیا تھا۔ بنگلے کے اندر صرف وہی لوگ آ سکتے تھے جن پر میں اعتماد کرنا چاہتا تھا۔ جن سے ملنے سے انکار کرتا تھا اُنھیں آنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ بہرحال میں نے اپنا بیان لکھوایا۔ مسلح محافظ کس طرح بے ہوش کیے گئے اور اُنھیں کس طرح غائب کیا گیا، اس کا مجھے کوئی علم نہیں ہے لیکن ایک غلطی کا بعد میں احساس ہوا کہ میرے بیڈروم میں جو بیڑی رکھی ہوئی تھی، وہ ناکارہ تھی، وقت پر کام نہ آ سکی۔ اس لیے خطرے کا الارم نہ بج سکا۔ شاید دشمنوں کی چال تھی۔ اُسے لاتے ہوئے راستے میں کسی نے بدل دی ہوگی۔ دشمن میرے بیڈروم میں گھس آئے تھے۔ ان میں دو جوان مرد تھے، دو عورتیں تھیں۔ ایک عورت چادر میں چھپی ہوئی تھی جسے میں پہچان سکا۔ دوسری بھی نقاب پہنے ہوئے تھی۔ اُس کی آواز سُن کر محسوس ہوتا تھا جیسے میں پہلے بھی اُس سے کہیں مل چکا ہوں لیکن یاد نہیں آ رہا ہے۔ بہرحال میں ان دونوں عورتوں سے بچتا ہوا ایک بیڈروم میں جا کر چھپ گیا۔ دروازہ اندر سے بند کیا۔ وہاں ٹیلی فون تھا۔ پہلے میں نے دو فون کیے تاکہ دشمن دور رہیں۔ پھر فون کے ذریعے آپ کو اطلاع دی۔

وہ سب مجھے کرسٹوفر میکی سمجھ رہے تھے اور سمجھنا چاہیے تھا کیوں کہ میں کامیابی سے اُس کا رول ادا کر رہا تھا۔ اگر میں اُس کے متعلق صرف وہ باتیں جانتا جو ظاہر تھیں تو شاید اتنی کامیابی نہ ہوتی۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے میں نے اُس کے اندرونی معاملات بھی معلوم کیے تھے۔ اُس کی زندگی کے اندرونی ڈھکے چھپے رازوں سے واقف تھا۔ پھر بھلا کامیابی کیسے نہ ہوتی۔

حکومت کے چند عہدے داروں نے جو کرسٹوفر کے دوست تھے اور اب میرے دوست بن گئے تھے، اس طرح کے سوالات کیے۔ پولیس والوں نے بھی اپنے طور پر بہت کچھ پوچھا۔ کچھ دیر وہ سب چلے گئے۔ میں رات کا جاگا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر میں صبح ہونے والی تھی۔ کچھ دیر سونا چاہتا تھا۔ میرے لیے ایک نئی بیڑی فراہم کی گئی۔ اس میں نے تاروں کو منسلک کیا تھا کہ اب کوئی انجانے خطرے کا الارم بجا کر دیکھا تو بیڑی صحیح کام کر رہی تھی۔ اس کے بعد وہ سب باہر چلے گئے۔ میں نے دروازے کو بند کر لیا۔ باہر دوبارا مسلح سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا گیا۔ ویسے میں نے اُن سے کہہ دیا تھا کہ صرف دو گھنٹے کی بات ہے۔ صبح ہو جائے گی تو ستارے کا سایہ میرے سر سے گزر جائے گا۔ پھر کوئی خطرہ نہ رہے گا۔ میں تھوڑی دیر سو سکتا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیا تھا کہ جو جوان چھاپا مارنے گئے تھے، وہ کامیاب واپس آئے تھے اور اُنھیں ڈھیر سارے ہتھیار مفت میں ملے تھے۔ وہ جشن منا رہے تھے۔

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر اُن لوگوں کی خیریت دریافت کر سکتا تھا۔ پھر سو جاؤں گا، وہ چونک کر بیدار ہو جائے گی۔ میں اُس کے دماغ میں جاؤں گا، وہ چونک کر بیدار ہو جائے گی۔ میں سجاد کے دماغ میں پہنچ گیا۔ معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کہ وہ کل صبح یونان سے پیرس روانہ ہوں گے۔ بلیک کا ہیڈ کوارٹر پیرس میں تھا۔

ڈاکٹروں نے سجاد کے متعلق رپورٹ دی تھی کہ وہ ناقابلِ عمل ہے۔ ذہنی کمزوری نہیں ہے۔ تاہم کسی وجہ سے رپورٹ سے مطمئن نہیں تھا۔ اس نے کہا تھا کہ پیرس پہنچتے ہی وہ کچھ اور بین الاقوامی شہرت رکھنے والے دماغی اسپتالی امراض کے ماہرین سے رجوع کرے گا اور فرہاد کی ٹیلی پیتھی واپس لانے کے لیے اپنے آخری ذرائع حتیٰ کہ اپنے آخری بنک بیلنس کو بھی کام میں لائے گا۔

میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اور بلبا ایک بیلی کاپٹر میں سوار ہو کر یونان کے مشرقی ساحل کی طرف جا رہے تھے۔ جمی فاؤنڈر کے آدمیوں نے کامیابی حاصل کی تھی۔ جزیرے میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ یوگو ہنٹر مارا گیا تھا۔ مرجانہ، بلبا اب جزیرے سے واپس جا رہے تھے۔

اعلیٰ بی بی، سجاد، مرجانہ اور بلبا وغیرہ کی طرف سے اطمینان تھا۔ اب خواہ مخواہ جاگ کر خیال خوانی کرنا ضروری نہیں تھا۔ نیند پوری کرنے کے بعد میں دوبارا اُن کی خیریت معلوم کر سکتا تھا۔ لبنان میں ابھی صبح نہیں ہوئی تھی لیکن نیپال میں ہو چکی تھی۔ لہٰذا رسونتی، سونیا اور ثنایہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد سونے کا ارادہ تھا۔

اس سے پہلے کہ میں خیال خوانی کی پرواز کرتا، رسونتی کی آواز سُنائی دی۔ "فرہاد! میں ہوں۔ کچھ ضروری باتیں کرنے آئی ہوں۔"

"ہاں، بولو۔ میں سُن رہا ہوں۔"

"میرے دونوں بیٹوں کو یہاں سے لے جانے کا انتظام کر دیا گیا ہے لیکن میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

"تم گھبراہٹ کو دل سے نکال دو اور اطمینان سے پوری تفصیل بتاؤ۔"

"بھارتی اور نیپالی سرکار نے مشترکہ طور پر انٹرپول والوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اُن کا ایک بہت بڑا افسر آیا ہوا ہے۔ وہ اتنا سخت ہے کہ جہاں موجود رہتا ہے، وہاں کچھ دنوں کے لیے اسمگلنگ بالکل رُک جاتی ہے۔ بڑے بڑے اسمگلر روپوش ہو جاتے ہیں۔ اُس نے یہاں پہنچتے ہی انامیریا کو وارننگ دی تھی۔ جب وہ سونیا سے باتیں کر رہا تھا تو میں اُس کے دماغ میں پہنچ گئی، جانتے ہو وہ کون ہے؟"

"بھئی سسپنس پیدا نہ کرو۔ بتاؤ کون ہے؟"

"وہ ہے انٹرپول کا چیف آفیسر عزت علی۔"

میں کرسی پر ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ مسکرانے لگا۔ رسونتی نے کہا: "اُس کا نام سنتے ہی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ کیوں کہ میں نے اس کے دماغ کے تہ خانے میں اترکر تمھیں پایا۔ وہ تمھارا بے حد عقیدت مند ہے اور ایک بار تم نے بھی کہا تھا کہ فرصت ملے گی تو اُس سے رابطہ قائم کرو گے۔ بے چارہ آج تک تمھارا انتظار کر رہا ہے۔ یہ اچھا موقع ہے۔ کیا اس سے رابطہ قائم کرو گے؟"

"ایسی غلطی نہیں کرنا چاہتا۔ رسونتی! میرا تمھارا تعلق دنیا والوں پر ظاہر ہے۔ یہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ میں نے تمھیں طلاق دی ہے۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "فرہاد! میں بہت ہی بڑا دماغ ہوں۔ میری بددماغی نے میری عقل کو کھا لیا ہے۔ جب سجاد، فرہاد کی حیثیت سے قیدی بن کر تل ابیب پہنچایا گیا اور اُسے اسپتال پر پہنچایا گیا تھا تو میں نے اُسے بُرا بھلا کہا تھا اور اپنے یہودی دوستوں پر یہ ظاہر کر دیا تھا کہ اُس نے مجھے طلاق دی ہے۔ یہ میری سب سے بڑی حماقت تھی۔ آج اس کا احساس ہو رہا ہے۔ اگر میں اپنی زبان سے یہ نہ کہتی تو دنیا والوں کو معلوم نہ ہوتا۔ میں دل سے اعتراف کرتی ہوں، تم نے مجھے اپنی ذات سے الگ ضرور کیا لیکن دُنیا والوں کے سامنے ڈھنڈورا نہیں پیٹا۔ نہ ہی مجھے مطلقہ کہہ کر میری توہین کی۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔"

"رسونتی! تمھاری شرمندگی سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ کام کی باتیں کرو۔ تم رسونتی کی حیثیت سے عزت علی کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرو۔ وہ بہت خوش ہوگا۔ تم سے تمنا کہ میں کس طرح ان دنوں مصیبتوں میں مبتلا ہوں۔ خیال خوانی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس سے رابطہ قائم نہیں کر سکا۔ یقیناً وہ ہمارے کام آئے گا۔ تم اس سے پوچھ کر دیکھو۔"

"میں اُس سے بات کرتی ہوں۔ تم موجود رہو تاکہ ہماری باتیں سُن سکو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے ساتھ ساتھ میں بھی انٹرپول کے چیف آفیسر عزت علی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنی پوری ٹیم کے ساتھ آیا تھا۔ اُس کی ٹیم میں اُس کے مخصوص ماتحت تھے۔ جن کا ذکر میں پچھلی اقساط میں کر چکا ہوں۔

نیپال میں صبح کے آٹھ بجے تھے۔ عزت علی رسیٹ ہاؤس کے برآمدے میں بیٹھا چائے پی رہا تھا اور اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس کے آس پاس دو عدد ٹیلی فون رکھے ہوئے تھے۔ سامنے میز پر ٹرانسمیٹر بھی تھا۔ وہ اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کرتا جاتا تھا۔ دوسرے ادارے کے لوگ مثلاً نیپال اور

بھارت کے انٹیلی جنس والے، پولیس والے اور فوج کے افسران اس سے ضروری گفتگو کرتے رہتے تھے جب رسونتی نے اسے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا تو وہ اخبار پڑھتے پڑھتے چونک گیا۔ چائے کی پیالی میز پر رکھی۔ پھر سیدھا ہو کر سوچنے لگا۔ "کیا فرہاد صاحب مجھے مخاطب کر رہے ہیں؟"

رسونتی نے کہا۔ "میں فرہاد کی شریکِ حیات رسونتی ہوں۔ کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟"

"اوہ بھابی، آپ ہیں۔ بھلا آپ کا نام کون نہیں جانتا یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ مجھ سے مخاطب ہیں، لیکن مجھے یقین تو دلایئے کہ واقعی مجھ سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو ہو رہی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ ارادہ کر لیں کہ اخبار پڑھیں گے لیکن چائے نہیں پئیں گے۔ میں آپ کو چائے پینے پر مجبور کر دوں گی۔"

اس نے چائے نہ پینے کا ارادہ کیا۔ دوسرے ہی لمحے رسونتی اُس کے دماغ پر قابض ہو گئی۔ اُسے چائے پینے پر مجبور کیا۔ دو چار گھونٹ کے بعد اُس نے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ چونک کر اپنے ہاتھ میں پکڑی پیالی کو دیکھنے لگا۔ رسونتی نے کہا۔ "ذرا پیالی میں دیکھیں۔ چائے برائے نام رہ گئی ہے۔ یعنی آپ چائے پیتے رہے ہیں۔"

"اوہ، یہ تو کمال ہو گیا۔ آپ کہاں ہیں؟ آپ کی خاطر تو مجھے یہاں ڈیوٹی پر لگایا گیا ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ آپ مجھے اور میرے دونوں بچوں کو ڈھونڈ نکالنا چاہتے ہیں۔"

"آپ شرمندہ نہ کریں۔ میں تو آپ تک کسی طرح پہنچنا چاہتا تھا۔ میں نے فرہاد صاحب کے متعلق سُنا ہے یہودیوں نے اُن کے دماغ کو بڑی حد تک ناکارہ بنا دیا ہے۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہے۔ ان دنوں پتا نہیں کن مصائب میں مبتلا ہیں۔ خدا کی قسم، میں اُن کے کام آنا چاہتا ہوں اور آپ کے ذریعے اُن کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"آپ اُن کے بچوں کے کام آئیں گے تو اُن کے کام آئیں گے۔ اُن کی فکر نہ کریں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اُن کے کام آتی رہتی ہوں۔"

"آپ بھی بچوں کی فکر بالکل نہ کریں۔ میں آپ کو دونوں بچوں کے ساتھ بخیریت یہاں سے بنکاک پہنچا دوں گا۔ پھر وہاں سے آپ پیرس جا سکیں گی۔"

"بھائی صاحب! میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ آپ پر اور میں احسان کروں؟ ہرگز نہیں۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں کوئی پیچیدہ مسئلہ ہوتا ہے اور وہاں انٹرپول کی ضرورت ہوتی ہے تو میرے پچھلے کارناموں اور شہرت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مجھے وہاں بھیجا جاتا ہے۔ آپ لوگوں کی ٹیکل پیچیدگی نے میرے کو ہراساں کر رکھا ہے۔ ان کا خیال ہے، میں اپنی ذہانت سے آپ تک پہنچ جاؤں گا۔ آپ کو اور بچوں کو بھارت کے حوالے کر دوں گا۔ ایک بڑے مزے کی بات ہے۔"

رسونتی نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ "وہ کیا؟"

"ایک طرف اسرائیلی حکام مجھ سے خفیہ معاہدہ کرنا چاہتے ہیں کہ میں آپ کو اور بچوں کو اُن کے حوالے کر دوں۔ اسی طرح سپر ماسٹر کی تنظیم سے اور ماسک مین کی طرف سے بڑی بڑی پیش کشیں ہو رہی ہیں لیکن سب سے بڑی پیش کش ایک ایسے شخص کی طرف سے ہے جس کے متعلق میں کچھ جانتا۔ پہلی بار اُس کا نام میرے سامنے آیا ہے۔ وہ اپنے کو بلیک شیڈو کہتا ہے۔"

اُس کا نام سن کر میں چونک گیا۔ رسونتی نے میری سوچ کے مطابق پوچھا۔ "بلیک شیڈو کیا کہتا ہے؟"

"وہ دُنیا کے تمام اہم ممالک میں میرے لیے ایک ایئر کنڈیشنڈ بنگلہ، ایئر کنڈیشنڈ کار اور بھاری بینک بیلنس دینا چاہتا ہے۔ اس کے علاوہ دُنیا کے بدنام ترین قاتلوں، بدمعاش اسمگلروں، بُردہ فروشوں اور سیاسی تخریب کاروں کی فہرست دینا چاہتا ہے۔ یہ بہت بڑی پیش کش ہے۔ میں ان تمام کو بلیک شیڈو کے ذریعے آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا کر انٹرپول کا ڈائریکٹر جنرل بھی بن سکتا ہوں۔ اُس کی صرف ایک شرط ہے۔ آپ سمجھ گئی ہوں گی۔"

"سمجھ گئی۔ وہ مجھے اور میرے بچوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"بھابی! کیا آپ مجھ پر بھروسہ کریں گی؟ میں....."

رسونتی نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔ "آپ زبان نہ بولیں۔ میں آپ کی سوچ کے ذریعے آپ کی سچائی کو دیکھ سُن رہی ہوں، سمجھ رہی ہوں۔ میں آپ پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کر سکتی ہوں، لیکن جانے کیوں میرا دل گھبراتا ہے۔"

"ماں کا دل کمزور ہوتا ہے۔ اس لیے گھبراتا ہے۔ زندگی میں ایسے مرحلے بھی آتے ہیں جہاں ممتا کو پتھر بننا پڑتا ہے۔ حوصلہ رکھنا پڑتا ہے، اور آپ کو حوصلہ رکھنا ہوگا۔ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ ذرا ایک منٹ ٹھہریں۔ اپنے ماتحتوں کو اس سلسلے میں ہدایات دے رہا ہوں۔"

سنتی رہیں۔ اس کے بعد آپ سے گفتگو جاری رہے گی۔"

اس نے اپنے دو ماتحتوں کو بلایا اور کہنے لگا۔ "مجھے چند چیزوں کی ضرورت ہے۔ اُنھیں فوراً مہیا کرو۔ سب سے پہلے چار عدد سوٹ کیس درکار ہیں۔ ان میں سے ہر دو سوٹ کیس کا رنگ ایک ہوگا۔ سائز بھی ایک ہی ہوگا۔ دونوں سوٹ کیسوں میں دو بچوں کو رکھ کر یہاں سے لے جایا جائے گا۔"

یہ سنتے ہی رسونتی تڑپ گئی۔ فوراً بول پڑی۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میرے بچے سوٹ کیس میں بند ہوں گے تو اُن کا دم گھٹ جائے گا۔"

"بھابی! آپ تحمل سے کام لیں۔ خاموشی سے سنتی رہیں۔"

"پھر اُس نے اپنے ماتحتوں سے کہا۔ "ان سوٹ کیسوں میں بچوں کے ساتھ گیس سلنڈر رہے گا۔ بچوں کے چہرے پر گیس ماسک چڑھا رہے گا۔ سلنڈر کے ذریعے آکسیجن سپلائی ہوتی رہے گی۔ بچے سانس لیتے رہیں گے۔ ہم اس منصوبے کے ذریعے مادام رسونتی اور فرہاد علی تیمور کے دونوں صاحبزادوں کو یہاں سے بنکاک پہنچا دیں گے۔"

ایک ماتحت نے کہا۔ "جناب! آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن وہ بچے سوٹ کیس کے اندر سانس تو لیتے رہیں گے لیکن خاموش نہیں رہیں گے۔ اُن کے ہاتھ پاؤں حرکت کرتے رہیں گے۔ ہو سکتا ہے وہ رونا شروع کر دیں۔ اُن کے ہنسنے، رونے یا کسی طرح کی حرکتیں کرنے کی آوازیں سوٹ کیس کے باہر آئیں گی تو راز کھل جائے گا۔"

عزت علی نے کہا۔ "شاباش! مجھے تم لوگوں کی ذہانت پر ناز ہے۔" اس نے اپنے دوسرے ماتحت کی طرف انگلی اٹھا کر پوچھا۔ "تم بتاؤ اگر بچوں نے حرکت کی، رونا شروع کیا تو ہم کیا کرتے ہیں۔"

دونوں ماتحت سوچنے لگے۔ چند سیکنڈ کے بعد ایک نے فوراً اٹینشن ہو کر کہا۔ "سر! سمجھ میں آگیا۔ ان بچوں کو سوٹ کیس میں گیس سلنڈر وغیرہ کے ساتھ بند کرنے سے پہلے سلا دیا جائے گا۔ کبھی کبھی بچوں کو تھوڑی سی افیون دی جاتی ہے تاکہ وہ سکون سے سوتے رہیں۔ ذرا سی افیون کی مقدار انھیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔ وہ سکون سے مطلوبہ وقت تک سوتے رہیں گے جب تک کہ ہم اُنھیں طیارے میں نہیں پہنچا دیں گے۔"

"شاباش! اب جاؤ اور اس سلسلے میں جن چیزوں کی ضرورت ہے، وہ سب مہیا کرو۔ ایک بات یاد رکھنا۔ جس سلنڈر لائے ہو، اُن میں کم از کم چھ گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ دس گھنٹے کی آکسیجن محفوظ رہ سکے۔"

دونوں ماتحت چلے گئے۔ عزت علی نے رسونتی کو مخاطب کیا۔ "بھابی! یہاں سے ایک فلائیٹ آج دوپہر دو بجے بنکاک کے لیے روانہ ہوگی۔ کیا آپ اپنے ذرائع استعمال کر کے اس میں سیٹ ریزرو کرا سکتی ہیں؟"

"میں اپنے ذرائع استعمال کر چکی ہوں۔ اس طیارے میں تین عورتوں کی سیٹیں ریزرو ہیں۔"

"ویری گڈ! پھر تو کام بن جائے گا۔"

"آپ یہ بتائیں میرے بچوں کے لیے کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟"

"ذہین ترین اسمگلر بھی ایک نہ ایک دن قانون کی گرفت میں آجاتا ہے لیکن مجھ جیسے قانون کے محافظ اگر اسمگلنگ کریں تو اُنھیں کون گرفت میں لے سکتا ہے۔"

"اس پہلو سے میں مطمئن ہوں۔ البتہ سوچتی ہوں اگر سنڈر وغیرہ میں خدانہ کرے کوئی خرابی پیدا ہو گئی تو میرے بچوں کا کیا ہوگا؟"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میں دونوں سوٹ کیسوں میں بچوں، گیس، اور چہرے پر ماسک کو اس ترتیب سے رکھوں گا کہ دونوں بچے آرام سے سفر کرتے ہوئے طیارے میں پہنچ جائیں گے۔ رہ گئی کسی مکینیکل خرابی کی بات، تو ہم مکینیکل لوگ ہیں۔ انشاء اللہ اس سلسلے میں مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوگی۔"

"آپ نے دو سوٹ کیسوں کے متعلق بتا دیا لیکن آپ نے چار سوٹ کیس منگوائے ہیں۔ باقی دو کا کیا ہوگا؟"

"باقی دو آپ کے ساتھ جائیں گے۔ آپ کے ہمراہ ایک عورت اور ہوگی۔ ان دونوں سوٹ کیسوں میں آپ لوگوں کے کپڑے اور ضروری سامان ہوگا۔ میرے ماتحت بہت ذہین ہیں۔ وہ اچھی نما سوٹ کیس لائیں گے جنھیں عورتیں عام طور پر اپنے ساتھ طیارے میں لے جاتی ہیں۔ وہ اچھی گنجیش میں شمار نہیں ہوتی۔ آپ کے ہاتھ میں ایک اچھی ہوگی، دوسری اچھی آپ کی ساتھی ہم سفر کے ہاتھ میں ہوگی۔ جب آپ ان دونوں اٹیچیوں کو لے کر طیارے میں پہنچیں گی تو آپ لوگوں کو پتا چلے گا، ان میں دونوں پارسل موجود ہیں۔"

رسونتی نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیسے ہو جائے گا؟ یہ تو جادو کی کمال ہوگا؟"

"کوئی جادو نہیں ہے۔ سیدھی سی بات ہے۔ آپ اپنی ساتھی ہم سفر کے ساتھ دونوں اٹیچی لے کر آئیں گی تو ہم سختی سے چیک کریں گے۔ اتنی سختی سے پیش آئیں گے کہ جہاں ان اٹیچیوں کو چیک کیا جائے گا، وہاں آپ کو بھی جانے

کی اجازت نہیں ملے گی۔ ہم انھیں اندر لے جائیں گے۔ جب باہر لے کر آئیں گے تو ان انچیجوں میں دو پارس ہوں گے۔ یعنی انچیجیاں بدل جائیں گی۔ چونکہ ایک سائز کی ایک رنگ کی ہوں گی اس لیے کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔ انٹرپول کا چیف آفیسر خود ایسا کر رہا ہے، یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ ہماری دنیا میں جو بڑے بڑے بھیانک جرائم ہوتے ہیں، حیرت انگیز طور پر مال اِدھر سے اُدھر اسمگل ہوتا ہے، اور قانون منہ تکتا رہ جاتا ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ خود قانون کے محافظ اس بھیانک جرم یا اسمگلنگ میں ملوث ہوتے ہیں۔ اسمگلروں، قاتلوں اور مجرموں کا ساتھ دیتے ہیں۔ ورنہ ان لوگوں کی کیا مجال کہ قانون کے محافظوں کے تعاون کے بغیر اپنا کام کر گزریں۔"

"آپ کی بات دُرست ہے لیکن اس وقت آپ مجرموں کا نہیں مجبوروں کا ساتھ دے رہے ہیں۔"

"میرا ریکارڈ آئینے کی طرح صاف ہے۔ میں نے آج تک کسی مجرم کا ساتھ نہیں دیا۔ ہمیشہ مجبوروں کا ساتھ دیا ہے میری نظروں میں آپ مظلوم ہیں۔ آپ اپنے جیون ساتھی کے ساتھ، اپنے بچوں کے ساتھ ایک آرام دہ پُرسکون زندگی گزارنا چاہتی ہیں، لیکن دشمن چاروں طرف سے گھیرتے رہتے ہیں، پریشان کرتے رہتے ہیں۔ بھارتی سرکار یا نیپال سرکار کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ آپ کو اپنی سرحدوں تک محدود رکھے۔ آپ آزاد ہیں اور آپ کی آزادی کا حق میں دلاؤں گا۔ بائی دی وے، آپ نے فرمایا تھا کہ دوپہر کی فلائیٹ سے تین عورتوں کیلئے سیٹیں ریزرو کرائی گئی ہیں۔ ایک تو آپ ہیں۔ باقی دو کون ہیں؟ اگر اُن سے میرا تعارف ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"ایک تو ثبانہ ہے۔"

"وہ ثبانہ جو کوہِ قاف کی شہزادی کہلاتی ہے؟ اس سے آپ لوگوں کا کیا تعلق ہے؟"

"وہ فرہاد علی تیمور کی ہونے والی دُلھن ہے۔"

عزت علی نے حیرانی سے کہا۔ "کمال ہے! آپ اتنی فراخدلی سے اپنے شوہر کی ہونے والی دُلھن کا ذکر کر رہی ہیں، بلکہ اُس کے ساتھ سفر بھی کرنے والی ہیں۔"

میں رسونتی کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اُس نے نظریں جھکا لی تھیں۔ پھر عزت علی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بھائی صاحب! فرہاد علی تیمور کے ساتھ ایک خطرناک سازش ہو رہی ہے۔ اس کی ہونے والی دُلھن کو اغوا کیا جا رہا ہے۔ اس کے اغوا کنندگان اسے ہوائی جہاز سے لے جا رہے ہیں۔ ہم اُن کا پیچھا کر رہے ہیں۔ ہم اُن کی کوئی بات چھپانا نہیں چاہتے۔ اس لیے ایک بہت بڑا انکشاف کر رہی ہوں۔ کیا آپ اُس ہستی سے ملنا چاہیں گے جس کے بغیر کا ذکر ادھورا رہ جاتا ہے؟ وہ دنیا کی واحد عورت ہے جس پھندوں اور چالوں سے خطرناک تنظیمیں پناہ مانگتی ہیں۔"

عزت علی نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "بھابی! کیا آپ مادام سونیا کی بات کر رہی ہیں؟"

"ہاں۔ جیسے آپ اب تک انا میریا سمجھ رہے ہیں، ہماری سونیا ہے۔"

عزت علی ریسٹ ہاؤس کے برآمدے میں بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ پہلی فرصت میں سونیا کے پاس پہنچنا چاہتا ہے۔ اس نے انا میریا سمجھ کر اسے بُرا بھلا کہا تھا اگر اس سے معافی مانگنا چاہتا ہے لیکن یہ بات آڑے آتی ہے کہ انٹرپول کا چیف آفیسر انا میریا جیسی بدنام اسمگلر سے کیسے ملاقات کر سکتا ہے؟ مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اپنے جذبات روک لے۔ سونیا سے خواہ کتنی ہی عقیدت اور محبت سہی، اس جذبے کو سینے کے اندر دبا کر رکھے۔

میں نے رسونتی سے کہا۔ "عزت علی کے دماغ کے دریچے میں ہم دونوں اتر چکے ہیں۔ اس کی سچائی کو، اس کے خلوص کو، عقیدت کو جو ہمالے سے بھی اونچی ہے، اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔ تم بے اس پر اعتماد کرو۔ جیسا وہ کہتا ہے، اس پر عمل کرتی جاؤ۔ میں دیر نیند پوری کرنا چاہتا ہوں۔ دوسری جگہ بھی مصروفیت کوئی پریشانی کی بات ہو تو میرے پاس چلی آنا۔"

"آؤں گی، تم ایک بار کہتے ہو میں ہزار بار آؤں گی۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آنا چاہتا تھا۔ اس "فرہاد! ایک اہم بات رہ گئی ہے۔ میں عزت علی سے بات ہوں۔ ذرا سُن لو۔"

ہم دونوں پھر عزت علی کے پاس پہنچ گئے۔ رسونتی مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بھائی صاحب! ہمارے خلاف ہر ناکہ بندی کی گئی ہے۔ ایٹی میک آپ کیمرے نصب کیے گئے میک اپ میں ہوں۔ ایسے کسی کیمرے کے سامنے سے گزر کیا ہوگا؟"

"ایئرپورٹ میں جہاں ایٹی میک اپ کیمرہ نصب کیا وہاں میں اپنے آدمیوں کو مستعد رکھوں گا۔ جب آپ اور مادام کیمرے کے سامنے سے گزریں گی تو اُس وقت وہ کیمرہ میرا

بیڈل کرے گا۔"

"سونیا نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا حلیہ تبدیل کیا ہے۔ ایٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزر جائے گا تو کوئی اسے پہچان نہیں سکے گا۔ اگر میرے گزرنے کے وقت آپ کا کوئی آدمی کسی وجہ سے کیمرے کو ہینڈل کرنے نہ پہنچ سکا تو بات بگڑ سکتی ہے۔ ساری پلاننگ خاک میں مل جائے گی۔ لہٰذا میں آپ سے رابطہ قائم کرتی رہوں گی۔ جب آپ ایئرپورٹ پہنچیں تو ایٹی میک اپ کیمرے کے اس پاس جتنے بھی ذمے دار افسر اور افسران ہیں ان سے گفتگو کرتے رہیں۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچ جاؤں گی۔ اس طرح آپ کا آدمی کیمرے کے پاس نہ رہا تب بھی میں کیمرہ ہینڈل کرنے والے کو خیال خوانی کے ذریعے قابو میں رکھوں گی۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ آپ کے وہاں سے گزرنے کے وقت میں اپنے آدمی کو کیمرے کے پاس رکھنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ ناکامی ہوئی تو آپ خیال خوانی کے ذریعے اس مرحلے سے گزر سکیں گی۔"

میں نے رسونتی سے کہا۔ "تم اس پہلو سے بھی مطمئن ہو گئی ہو۔ ایئرپورٹ پہنچنے لگو تو مجھے اطلاع دینا۔ میں بھی موجود رہوں گا۔ میرے آس پاس جو لوگ رہیں گے، ہم دونوں مل کر انھیں ٹریپ کر لیں گے۔"

رسونتی سونیا کے پاس چلی گئی تاکہ اسے عزت علی کے متعلق تفصیل بتائے۔ میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میری خواب گاہ کی کھڑکیاں اور دروازے اندر سے اچھی طرح بند تھے۔ ان پر دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔ نہ میں باہر دیکھ سکتا تھا نہ اندر کوئی جھانک سکتا تھا۔ روشندان کے ذریعے صبح کی روشنی کا پتا چل رہا تھا۔ رات جاگتے گزر گئی تھی۔ یہ دوسری رات تھی کہ میں سو نہیں سکا تھا۔ اس دوران میں صرف آدھے گھنٹے کے لیے ایک جھپکی لی تھی، ورنہ راتیں اور دو دن جاگتے ہوئے گزر گئے تھے۔

میں نے سوچا، علی بی بی، سجاد، مرجانہ اور بلبا کی ایک ذرا سی خیریت معلوم کر کے سو جاؤں۔ پھر نیند پوری کرنے کے بعد ان سے ٹیلی رابطہ قائم کروں گا۔ میں کرسی سے اٹھ کر بستر پر آیا۔ آرام سے لیٹ کر خیریت معلوم کرنے کے بعد وہیں سو جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں دوسرے بیڈ روم سے ٹیلیفون اٹھا لایا۔ اس بیڈ روم میں لے آیا تھا تو کرسٹو فر میکی کے لیے مخصوص تھا۔ دوسرے اٹھ کر کرسی کے پاس آیا۔ سامنے چھوٹی سی تپائی پر ٹیلیفون تھا۔ تپائی پر رکھ دیا۔ میں نے ٹیلیفون اٹھا کر کہا۔ "میکی آف یور رسیور۔"

دوسری طرف سے لیلیٰ ثانی کی آواز سنائی دی۔ وہ سادہ آواز میں بشاشت سے بول رہی تھی۔ "ہیلو مسٹر میکی! ابھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ پچھلی رات آپ پر حملے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے ٹیلی فون کیا ہے۔ اب آواز سُن کر یقین سے کہہ سکتی ہوں، آپ بخیریت ہیں۔"

"شکریہ مس آئزک! میں بخیریت ہوں۔ بیروت جیسے بڑے شہر میں تم پہلی لڑکی ہو جس نے فون کے ذریعے میری خیریت دریافت کی ہے۔ بائی دی وے، تمھیں میری ذات سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟"

ایک تو یہ کہ آپ یہودیوں کے دوست ہیں۔ دوسرے میں اسی شہر میں اجنبی ہوں۔ مجھے آپ سے بہتر ساتھی نظر نہیں آیا۔ اس لیے دوستی کی پیش کش کی تاکہ بیروت میں اچھا وقت گزار سکوں۔"

"مس آئزک! مجھے یاد ہے، پچھلی شام میں نے کہا تھا کہ اگر میری زندگی کی یہ بھیانک رات گزر جائے میں زندہ سلامت رہ جاؤں تو آج سے آپ کی دوستی قبول کر لوں گا۔ میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ ابھی تو نیند پوری کرنے جا رہا ہوں، تم دوپہر کو کسی وقت رابطہ قائم کرو۔ پھر ہماری ملاقات ہو گی۔"

"یقیناً آپ کو آرام سے سو جانا چاہیے لیکن اتنا بتا دیجیے، حملہ کرنے والے کون تھے؟"

میں سمجھ گیا۔ اُس نے پچھلی رات لیلیٰ ثانی کی حیثیت سے کرسٹوفر میکی پر حملہ کیا تھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی، کرسٹوفر میکی اس سے خوفزدہ ہے یا نہیں۔ میں نے کہا۔ "کئی حملہ آور تھے۔ ان میں دو لڑکیاں تھیں۔ ایک نے اپنا نام لیلیٰ ثانی بتایا تھا۔ دوسری گونگی تھی، نہ کچھ بولتی تھی نہ اپنا چہرہ دکھاتی تھی۔ شاید وہ فلسطینی مجاہدہ تھی۔ بہرحال میں نے دونوں سے نمٹ لیا کسی طرح اپنی جان بچا لی۔ اب میرے دشمنوں کی خیر نہیں ہے۔ میرے ستارے کہتے تھے کہ میں بچ گیا تو میرے دشمن میرے ہاتھوں سے نہیں بچیں گے۔"

"آپ نے لیلیٰ ثانی کے خلاف رپورٹ درج کرائی ہو گی؟"

"ہرگز نہیں۔ میں نے پولیس والوں کے سامنے لیلیٰ ثانی کا نام بھی نہیں لیا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیوں؟"

"یوں کہ میں اس کا نام لے کر خواہ مخواہ بیروت میں سنسنی پھیلانا نہیں چاہتا۔ یہودیوں نے اسرائیلی سرزمین پر لیلیٰ ثانی کو بہت اہمیت دی جس کی وجہ سے وہ سر چڑھ گئی ہے۔ آخر اس لڑکی کی حیثیت ہی کیا ہے۔ وہ بیروت آ گئی ہے۔ گویا اُس کی موت اُسے کھینچ لائی ہے۔ میں اُسے پکیوں میں مسل دوں گا کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ لیلیٰ یہاں دہشت پھیلانے آئی تھی۔"

"میں خود لیلیٰ ثانی کا سر کچلنے آئی ہوں۔ مجھے پتا چلا تھا کہ وہ بیروت آ گئی ہے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ اتنی آسانی سے اس کا سر کچلنے کا دعویٰ کس طرح کرتے ہیں؟"

میں نے ایک قہقہہ لگایا، پھر کہا۔ "میرے ستارے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ یہ بات پچھلی رات ثابت ہو چکی ہے۔ اب میں ایک نیا انکشاف کر رہا ہوں۔ اسے تم اپنی ذات تک محدود رکھو۔

کسی کو نہ بتانا!"

اس نے تجسس ہو کر پوچھا: "ہاں، ہاں بتاؤ کیا بات ہے، میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔"

"میرے ستارے بتاتے آئے ہیں کہ پچھلی رات میں کسی طرح بچ گیا اور زندہ رہ گیا تو آج کے بعد فریاد علی تیمور سے ٹکراؤں گا جس منحوس ستارے کا سایہ مجھ پر تھا اب وہ فریاد پر ہے۔ جب تک وہ سایہ اس کے سر پر رہے گا تب تک میرے ہاتھوں سے اس کی موت یقینی ہوگی۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کی موت کا ذریعہ تم ہوگی۔ میں تمہارے ذریعے اسے ٹریپ کروں گا۔"

لیلیٰ ثانی دم بخود ہو کر یہ باتیں سن رہی تھی۔ اگرچہ نجومیوں کی پیش گوئی پر یقین نہیں کرتی تھی لیکن پچھلی رات ایک پیش گوئی درست ثابت ہو چکی تھی پھر کرسٹو فر کی باتوں سے تاثر مل رہا تھا کہ فریاد اس سے ٹکرائے گا تو وہ یقیناً ہیروت آئے گا بلکہ آ چکا ہے۔ ایزل ہارڈی نے جاتے وقت جو خط اس کے نام چھوڑا تھا اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ فریاد ہیروت میں ہے۔

میں نے پوچھا: "کیا تم نے یسور رکھ دیا ہے؟"

"آں!" وہ چونک کر بولی: "نہیں میں سوچ رہی ہوں، اگر تمہاری یہ پیش گوئی درست ثابت ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ فریاد ہیروت میں موجود ہے۔"

"یقیناً موجود ہے۔ آج شام تک میرا اس کا سامنا ضرور ہوگا۔"

"اوہ، میری تمنا ہے کہ اس کو ایک نظر دیکھوں۔ اس نے ہم یہودیوں کو بڑا چکر دیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ تمہارے ہاتھوں مارا جائے میں اسے ضرور دیکھنا چاہوں گی۔"

"میرا مشورہ ہے تم فریاد میں زیادہ دلچسپی نہ لو تم لیلیٰ ثانی کا سر کچلنے آئی ہو میں تمہیں اس کا موقع دوں گا۔ یوں سمجھو کہ تمہارے ذریعے میں فریاد کو ٹریپ کر کے اسے عبرت ناک انجام تک پہنچاؤں گا اور میرے ذریعے تم لیلیٰ ثانی تک پہنچ کر اس کا قصہ پاک کرو گی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے تعاون سے اتنا بڑا کارنامہ انجام دیں گے کہ ہماری تاریخ میں اس کا ذکر باقی رہے گا۔"

لیلیٰ نے بے اختیار ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ بڑبڑانے لگی۔

"اُلو کا پٹھا! خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ میرے ذریعے فریاد کو زیر کرے گا اور میرا سر کچلے گا۔ میں اس کا سر کچل کر رکھ دوں گی۔ ستاروں کی چالیں بدل دوں گی۔ جب وہ اپنی پیش گوئی کے مطابق یہ ثابت کر سکتا ہے کہ ماہر نجومی ہے، مستقبل کے حالات معلوم کر کے اپنے اوپر آنے والی بلا کو ٹال سکتا ہے تو میں بھی ثابت کر دوں گی کہ ستاروں کی چال کو بدلا جا سکتا ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ اُسے مجھ پر غصہ آ رہا تھا۔ کیونکہ میں اس سے رابطہ قائم نہیں کر رہا تھا۔ حالانکہ میں ایزل ہارڈی کی حیثیت سے ملاقات کر چکا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی: "وہ میرے دماغ میں اس سے پہنچ سکتا ہے۔ کیا اتنا ہی مجھے وقت دے سکتا ہے کہ مجھ سے مل نہیں سکتا۔ ایک ذرا اہمیت نہیں دیتا۔ پھر میں کب کہتی ہوں کہ مجھے اہمیت دے لیکن یہ تو سمجھے کہ رابطہ قائم کرنے سے بھلے بُرے حالات کا علم ہوتا ہے۔ اگر ابھی وہ میرے دماغ میں ہوتا تو میں اسے بتاتی کہ سٹو فر میکی کے عزائم کیا ہیں۔ اس کے ستاروں کی چال اس کے خلاف ہے۔ اسے ہوشیار رہنا چاہیے۔ میں اسے کس طرح خبردار رہنے کے لیے کہوں؟"

وہ بہت بے چین تھی۔ میرے لیے پریشان تھی۔ اپنے طور پر حفاظت کرنے کے منصوبے بنا رہی تھی لیکن میرے تعاون کے بغیر ایسی باتیں ممکن نہیں تھیں۔ اسی لیے اُس پر جھنجلاہٹ طاری تھی۔ ٹہلتے ٹہلتے تھک کر بستر پر گر پڑی۔

پھر وہی تنہائی، پھر وہی احساس کہ ایک روگ لگ گیا ہے۔ روگ جو اُسے غیر شعوری طور پر تھکا دیتا ہے۔ بستر پر گرا دیتا ہے۔ ایک انجانی قوت نے اُسے اٹھا کر تخ دیا ہو۔ کیا اس انجانی قوت کا نام محبت ہے؟ وہ سرد آہیں بھرنا نہیں جانتی تھی۔ جو بات پر سرد آہیں بھرتے ہیں، وہ محبت میں جھوٹے ہوتے ہیں، کیونکہ سرد آہیں بے اختیار دل کی گہرائیوں سے نکلتی ہیں۔ انھیں اسے ہونٹوں تک خود لانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لیلیٰ کے دل کی گہرائی سے خود بخود ایک سرد آہ نکلی۔

"آہ۔"

یہ اس کی زندگی کی پہلی سرد آہ تھی۔

چونکہ پہلی تھی، اس لیے اچھوتی اور سچی تھی۔ صرف اس کے لیے تھے۔

ایک آہ کی عمر ہوتی کیا ہے؟ پانی کے بلبلے سے بھی کم ہونٹوں سے نکلی اور فضا میں تحلیل ہو گئی۔

اے مختصر سی کم عمر آہ، کیا تو ہوا کے دوش پر پرواز کر ہوئے اُس بے پروا تک نہیں پہنچ سکتی؟

جب میں پچھلی بار سجاد کے پاس پہنچا تھا تو صبح کے چار تھے۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ اس کے دماغ سے پتا چلا کہ وہ اعلیٰ بی بی بخیریت ہیں۔ بلیک شیڈو کے آدمی انھیں دوسری پیرس پہنچانے والے ہیں۔ کیونکہ پیرس میں بلیک شیڈو کا ہیڈ میں دونوں کی طرف سے مطمئن ہو کر وہاں سے چلا آیا تھا فاؤنڈر کو میں بالکل بھول گیا تھا۔ میں نے جمی کو مشورہ دیا تھا کہ جزیرے میں اپنے آدمیوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جائے، مو بلیا کو وہاں سے نکال لائے۔

جمی نے کہا تھا: "فریاد صاحب! آپ کسی بلیک شیڈو

چکر میں پڑ گئے ہیں؟ پہلے میں آپ کو اور اعلیٰ بی بی کو اس سے نجات دلاؤں گا۔ جہاں تک جزیرے کا تعلق ہے، میرے گوریلا فائٹر بہت تربیت یافتہ اور تجربہ کار ہیں۔ وہ مرجانہ اور بلیا کو بھی لے آئیں گے اور یوں چٹکی بجاتے ہی کام تمام کر دیں گے۔"

مجھے یاد رکھنا چاہیے تھا کہ جمی فاؤنڈر کسی وقت بھی اعلیٰ بی بی اور سجاد تک پہنچے گا۔ پھر انھیں بلیک شیڈو کے چنگل سے چھڑا لانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ میں بے پناہ مصروفیات کے باعث ہر باتیں بھول جایا کرتا ہوں۔ میرے بھولنے سے کیا ہوتا ہے، دشمن تو نہیں بھولتے۔ وہ اپنے وقت پر اپنا کام کر گزرتے ہیں۔ جمی فاؤنڈر وہاں پہنچ گیا تھا۔

میں چار بجے سجاد کے دماغ سے گیا تھا۔ جمی فاؤنڈر سوا چار بجے ان کے بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ اب وہ سخت پہرے کے باوجود اندر کیسے پہنچا، اس کی تفصیل ضروری نہیں ہے۔ وہ ایک مانا ہوا سیکرٹ ایجنٹ تھا۔ رکاوٹوں اور سخت پہروں سے گزرنے کا ہنر جانتا تھا۔ بہرحال بیڈ روم میں پہنچتے ہی اُس نے آہستگی سے سجاد کو آواز دی: "مسٹر فریاد!"

اس نے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہولے سے جھنجھوڑتے ہوئے دوبارہ آواز دی تو سجاد اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے اجنبی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اجنبی تو وہ تھا کیونکہ سجاد یہ حیثیت فریاد علی تیمور سے نہیں جانتا تھا۔ جمی سے تو میں دماغی رابطہ قائم کرتا رہا تھا۔ جمی نے کہا: "فریاد صاحب! مجھے پہچانیے — میں جمی فاؤنڈر ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "کون جمی فاؤنڈر؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا: "آپ نیند سے بیدار ہوتے ہی مذاق فرمانے لگے۔ بہتر ہے دماغ میں جھانک کر دیکھیے۔ ابھی آپ کو پتا چل جائے گا۔"

سجاد اُس وقت تک بیڈ کے دوسرے سرے تک پہنچ گیا تھا۔ بستر سے اتر کر تن کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا: "تم یہاں کیا چال چلنے آئے ہو؟ کون ہو تم؟ یہ نہ سمجھنا کہ آسانی سے آگئے ہو تو آسانی سے جا بھی سکو گے۔"

"یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ پلیز! میرے دماغ میں جھانک کر دیکھیے، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میں بھی فاؤنڈر ہوں۔"

"تم میرے ان دشمنوں میں سے ہو جو میرے خلاف اتحاد چالیں چلتے ہیں اور سمجھتے ہیں، میں اُن کے فریب میں آ جاؤں گا۔ اگر تم مجھے کسی طرح پہچانتے ہو تو کیا یہ نہیں جانتے کہ میری خیال خوانی کی صلاحیتیں فی الحال ختم ہو چکی ہیں۔ میں دماغی طور پر کمزور ہوں۔"

جمی ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ حیرانی سے سجاد کو دیکھتے ہوئے بولا: "آپ تھوڑی دیر پہلے تک مجھ سے دماغی رابطہ قائم کیے رہے ہیں۔ میں نے آپ کے مشوروں پر عمل کیا ہے۔ آپ کے کہنے کے مطابق میرے گوریلے فائٹر اس وقت جزیرے میں گھمسان کی لڑائی میں مصروف ہوں گے۔ شاید وہ مرجانہ اور بلیا کو وہاں سے یہاں لے بھی آئے ہوں گے۔"

وہ کہہ رہا تھا اور سجاد حیرانی سے منہ کھولے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے ساتھ والا کمرہ اعلیٰ بی بی کا بیڈ روم تھا۔ دونوں کمروں میں آمد و رفت کے لیے ایک درمیانی دروازہ تھا۔ اعلیٰ بی بی اس دروازے سے لگی جمی فاؤنڈر اور سجاد کی باتیں سن رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کھیل بگڑ رہا ہے۔

پہلے تو اس نے سوچا، دروازہ کھول کر سجاد کے کمرے میں جائے اور جمی فاؤنڈر سے بات کرے۔ پھر اس کی ذہانت نے اُسے سمجھایا، جمی سے اپنے سامنا نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ سجاد خیال خوانی نہیں کر سکتا، جبکہ جمی بضد ہے کہ وہ خیال خوانی کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

اگر وہ تسلیم کرے گی کہ فریاد نے خیال خوانی نہیں کی ہے تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ جمی سے کس نے دماغی رابطہ قائم کیا تھا؟ تب یہ کہنا پڑے گا کہ دماغی رابطہ قائم کرنے والا فریاد نہیں تھا بلکہ رسونتی تھی۔

اگر خیال خوانی کا تعلق رسونتی سے ظاہر کیا جائے تو وہ خیال میں پھنسی ہوئی ہے۔ جب تک وہاں سے نہ نکلے، اس کی خیال خوانی کو دنیا والوں کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کسی خیال خوانی کو ظاہر کیا گیا تو سوال یہ پیدا ہوگا، اب تک کس نے جمی فاؤنڈر اور اسرائیل کے اعلیٰ حکام سے دماغی رابطہ قائم کیا، اور فریاد بن کر کیا، جو بھی ایسا کر رہا ہے، وہ کون ہو سکتا ہے؟ کیا فریاد اور رسونتی کے علاوہ کوئی تیسرا شخص بھی ہے جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور اپنی اصلیت چھپا کر خود کو فریاد کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے؟

یہ آخری بات اعلیٰ بی بی کے دل کو لگی۔ اُس کے دماغ نے سمجھایا، فی الحال اسرائیلی حکام یہودیوں اور دوسرے تمام دشمنوں کو اس نکتے پر الجھا دیا جائے کہ کوئی تیسرا شخص بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ خیال خوانی کر رہا ہے اور خود کو فریاد کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے۔

یہ طے کر کے وہ دروازہ کھولتے ہوئے سجاد کے کمرے میں جانا چاہتی تھی پھر رک گئی۔ اس کا دماغ ہمیشہ ان حالات میں چونکا دیتا تھا، جب وہ کوئی غلطی کرنے جا رہی تھی۔ ایسی ذہنی صلاحیتیں بڑی مشقوں کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔ بہرحال اس کے دماغ نے کہا: اگر وہ ابھی جمی کے پاس جائے گی اور گفتگو کے دوران یہ ثابت ہوگا کہ نہ تو فریاد خیال خوانی کر رہا ہے اور نہ رسونتی۔ کوئی تیسرا شخص ایسا کر رہا ہے تو جمی کہے گا "عادم" اور فریاد صاحب میرے ساتھ چلیں۔"

اس کے ساتھ جانے کا مطلب یہ ہوا کہ دوبارہ اسرائیل پہنچ کر وہ معزز مہمان کی حیثیت سے یہودیوں کے قیدی بن کر رہ جائیں گے۔ تبھی کو یہاں سے ٹالنا ضروری تھا۔

وہ اپنے بیڈ روم کے دوسرے دروازے کے پاس گئی۔ اسے

کھول کر ایک کوریڈور سے گزرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ وہاں ٹیلیفون رکھا ہوا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کیا۔ بلیک شیڈو کے خاص ماتحت نے اُسے کئی فون نمبر بتائے تھے تاکہ ضرورت کے وقت ان سے رابطہ قائم کر سکے۔

رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے آہستگی سے کہا: "میں اعلیٰ بی بی بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے بلیک شیڈو کے خاص ماتحت کی آواز سنائی دی: "مادام! میں آپ کا خادم ہوں۔ فرمائیے؟"

"تم لوگوں نے اس بنگلے کے اطراف کس قسم کا پہرہ لگایا ہے۔ سب ناکارہ ہیں۔ ایک اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ فرہاد صاحب کے کمرے میں پہنچ گیا ہے۔ انھیں وہاں سے لے جانا چاہتا ہے۔ فوراً یہاں پہنچو۔ ورنہ ہم دونوں اسرائیل پہنچا دیے جائیں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ ہم پلک جھپکتے ہی پہنچ رہے ہیں۔"

"ایک بات خاص طور پر یاد رکھنا۔ تم اور تمھارے آدمی یہاں پہنچنے کے بعد یہ ہرگز نہیں کہیں گے کہ میں نے ابھی اطلاع دی تھی۔"

"آپ مطمئن رہیں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ کوریڈور سے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ پھر سجاد اور جمی فاؤنڈر نظر آئے۔ سجاد نے اعلیٰ بی بی کو دیکھتے ہی آگے بڑھ کر کہا: "میں تمھارے بیڈروم میں گیا تھا۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"صبح ہونے والی ہے۔ نیند اڑ گئی تو سوچا کسی سے چائے منگوائی جائے اس لیے فون کرنے آئی ہوں۔"

جمی نے پریشان ہو کر پوچھا: "مادام! آپ نے کسی کو فون تو نہیں کیا؟"

"ابھی تک تو نہیں کیا۔ سوچ رہی ہوں۔"

"پلیز کسی کو فون نہ کریں۔ میرے ساتھ چلیں۔"

"تم کون ہو؟ مجھ سے اتنی بے تکلفی سے گفتگو کیوں کر رہے ہو؟"

وہ سنبھل کر بولا: "سوری مادام! آپ۔ مجھے نہیں جانتیں لیکن میں تل ابیب میں آپ کو دیکھ چکا ہوں۔ میں اسرائیلی سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتا ہوں۔ آپ لوگوں کو یہاں سے لے جانے آیا ہوں۔"

سجاد نے کہا: "یہ میرے متعلق کچھ عجیب باتیں کر رہے ہیں۔ ابھی فرہاد سے کہتے تھے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے ان سے اور ان کے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کر تا رہا ہوں۔ تم بتاؤ کیا میں خیال خوانی کر سکتا ہوں؟"

اعلیٰ بی بی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے جمی فاؤنڈر کو دیکھا پھر کہا: "یہاں بیٹھ جائیں اور سہولت سے بات کریں۔ میں آپ کو نہیں پہچانتی۔ لیکن آپ کا تعلق اسرائیل سے ہو یا نہ ہو، ہم ربی اسفندیار کے دوست ہیں۔ چونکہ ربی کے دوست ہیں، اس لیے یہودیوں کے بھی دوست ہیں۔ اگر تم ان سے تعلق رکھتے ہو، ہمیں لے جانے آئے ہو تو ہم تمھارے ساتھ ضرور چلیں گے۔ اگر فریب دینے آئے ہو تو ہم فریب کا جواب فریب سے دینا جانتے ہیں۔"

"مادام! آپ کچھ بھی سمجھیں لیکن اس نئی مصیبت سے نکل چلیں۔"

"میں ضرور چلوں گی لیکن یہ خیال خوانی والا چکر کیا ہے؟ کیا ہم کسی نے دماغی رابطہ قائم کیا تھا؟"

"جی ہاں، جب فرہاد صاحب کہہ رہے ہیں کہ یہ خیال خوانی قابل نہیں ہیں تو ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ کہ مادام ربی ہمیں بے وقوف بناتی رہی ہیں۔"

"میں نہیں مانتی۔ اگر رسونتی خیال خوانی کرتی تو یقیناً ہم سے رابطہ قائم کرتی۔ دوست بن کر نہ کرتی تو دشمن بن کر کرتی۔ فرہاد نے اسے شکست دی ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے فرہاد سے فوری انتقام لینے یا حملہ کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچتی۔"

جمی فاؤنڈر نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں، میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ مادام! دوست یا دشمن بن کر آپ سے رابطہ قائم کر سکتی تھیں۔ چیلنج کے انداز میں اپنے آپ کو رسونتی کہہ کر پیش کر سکتی تھیں۔ لیکن کوئی خود کو فرہاد علی تیمور کہہ رہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "یہ بڑی ہی حیرت انگیز بات ہے۔ مسٹر فرہاد تو تمھارے سامنے موجود ہیں۔ تم نے دیکھ لیا کہ یہ خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ دوسری رسونتی ہے۔ رسونتی کے متعلق مجھے یقین ہے کہ اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال نہیں ہو سکی ہیں۔ اس نے ہوتا ہے، کوئی تیسرا شخص ہے اور اگر تیسرا شخص ہے تو بڑی حیرت کی بات ہے کہ وہ خود کو فرہاد بنا کر کیوں پیش کر رہا ہے؟"

"مادام! اس مسئلے پر خاصی بحث ہو سکتی ہے۔ یہاں مناسب نہیں ہے۔ پہلے ہم یہاں سے نکل چلیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک آواز کمرے میں گونجنے لگی۔ معزز مہمانوں کو کہاں لے جانا چاہتے ہو؟ کون ہو تم؟"

وہ سب چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ بولنے والا ظاہر تھا، کہیں خفیہ اسپیکر ہے وہیں سے آواز آ رہی تھی۔ اچانک جمی فاؤنڈر نے ایک جست لگائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ دروازے کے پاس پہنچا۔ پھر وہاں سے کوریڈور کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ اس کے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اسپیکر سے کوئی کہہ رہا تھا: "بچ کر نہیں جا سکو گے۔ یہاں سے آنا ممکن ہے، واپس جانا ممکن نہیں۔"

اس کے ساتھ ہی باہر سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وقفے وقفے سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ کبھی کبھی بھاگتے قدموں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ یقیناً بلیک شیڈو کے آدمی کمپاؤنڈ کے اندر اور باہر پھیل گئے تھے۔ جمی کا وہاں سے بچ کر جانا تقریباً ناممکن ہی تھا۔

لیکن اسرائیلی حکومت، جمی فاؤنڈر پر ناز کرتی تھی۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ جس مہم پر روانہ ہوتا ہے، وہاں سے ناکام نہیں آتا۔ اس وقت وہ ناکام چلا گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور فرہاد کو ساتھ نہیں لے جا سکا تھا، لیکن وہ مصلحت پسند تھا۔ جب اس نے دیکھا ہوگا کہ تنہا ہی خود کو بچا کر نکالنا دشوار ہے تو اس نے فی الحال فرہاد اور اعلیٰ بی بی کا خیال چھوڑ دیا ہوگا تاکہ دوسری بار آ کر کوشش کر سکے۔

وہ سب یونان کے ساحلی علاقے میں تھے۔ جمی کا بنگلہ وہاں سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر تھا۔ جب وہ بنگلے میں پہنچا تو اس کے گوریلا فائٹر جزیرہ یونائی سس سے واپس نہیں آئے تھے۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اسرائیلی سیکرٹ سروس کے چیف آفیسر سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ اگر میں اس وقت دماغی طور پر موجود ہوتا تو اُسے ہکا دیتا۔ اعلیٰ بی بی کی پلاننگ کے مطابق یہی تاثر دیتا کہ میں فرہاد نہیں، کوئی تیسرا شخص ہوں۔ لیکن ہوں؟ یہ ابھی نہیں بتاؤں گا۔ پہلے اپنے قدم مختلف انداز میں جمانا چاہتا ہوں۔ جب فرہاد کی طرح میری پوزیشن مستحکم ہو جائے گی تو خود کو دنیا والوں پر ظاہر کر دوں گا۔

جب رابطہ قائم ہو گیا تو اس نے اپنے چیف آفیسر کو سجاد کے متعلق بتایا۔ دوسری طرف سے وہ سنتا رہا۔ پھر اس نے کہا: "ایک منٹ ٹھہرو۔ میں ابھی رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد پھر رابطہ قائم ہوا۔ چیف آفیسر نے کہا: "میں نے اپنے اعلیٰ حکام کو اطلاع دے دی ہے، ربی اسفندیار بھی اپنی جگہ موجود ہیں۔ وہ سب تمھاری رپورٹ سن رہے ہیں۔ تم فرہاد علی تیمور سے کس طرح ملے اور کیا باتیں ہوئیں، تفصیل سے بتاؤ۔"

جمی فاؤنڈر تفصیل سے بتانے لگا کہ کس طرح بلیک شیڈو کے اڈے میں داخل ہوا تھا۔ وہاں اعلیٰ بی بی اور فرہاد سے ملاقات ہوئی تو انکشاف ہوا کہ فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ قائم نہیں کرتا بلکہ کوئی تیسرا شخص ہے۔

دوسری طرف سے کہا گیا: "کوئی تیسرا شخص نہیں۔ وہ یقیناً رسونتی ہوگی۔"

جمی نے رسونتی کے سلسلے میں اعلیٰ بی بی کا نکتۂ نظر پیش کیا۔ دوسری طرف سے کہا گیا: "کوئی ضروری نہیں ہے کہ رسونتی دوست یا دشمن بن کر فرہاد سے رابطہ قائم کرتی اور اسے چیلنج کرتی، ہو سکتا ہے، وہ فرہاد وغیرہ سے بھی اپنی ٹیلی پیتھی کو راز میں رکھنا چاہتی ہو۔ شاید نیپال سے نکلنے کے بعد خود کو دنیا والوں پر ظاہر کرنا چاہتی ہو۔"

"جناب! ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ آپ بھی اس پوائنٹ پر غور کریں۔ فرہاد سے پہلے رسونتی ہماری وفادار تھی۔ اس کی وفاداری میں کسی قسم کا شبہ نہیں تھا۔ پھر وہ کیسے غداری کر رہی ہے؟ کیوں ہمیں فریب دے رہی ہے؟"

"اب تک شاید اس لیے وفادار تھی کہ اسے اصلی پارس کے سلسلے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ ہم نے اُسے یہ سمجھا رکھا تھا کہ اس کی گود میں جو پارس ہے وہی اصلی ہے۔ نیپال پہنچتے ہی یہ بھید کھل گیا۔ حالات بتاتے ہیں، جن دنوں سونیا نے تل ابیب میں ہنگامے کیے اور چیلنج کرتے ہوئے ہمارے اہم ترین افراد کو قتل کرتی رہی، اسی دوران میں شاید اس نے رسونتی سے رابطہ قائم کیا ہو اور اسے اصلی پارس کے متعلق بتایا ہو۔"

ایک ذرا توقف کے بعد کہا گیا: "رسونتی کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ سونیا کی عقیدت مند ہے۔ جتنی نفرت وہ فرہاد سے کرتی رہی آخر اسی شدت سے سونیا سے محبت کرتی رہی۔ سونیا نے اسے یقین دلایا ہوگا کہ جب وہ نیپال پہنچے گی تو اصلی پارس اس کے پاس پہنچا دیا جائے گا اور وہ اصلی پارس اس کے پاس پہنچا دیا گیا۔ ہماری دوستی کے پیچھے جو فراڈ تھا اور جس طرح ہم نے اُسے فرضی پارس کے ذریعے دھوکا دیا، اس کے پیش نظر اب وہ ہماری وفادار نہیں رہ سکتی۔ اس لیے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو چھپا رہی ہے۔ بہرحال اب یہ ہمارا مسئلہ ہے، ہم رسونتی سے نمٹ لیں گے۔ تمھارا کام کسی طرح فرہاد اور اعلیٰ بی بی کو یہاں لانا ہے۔"

"میرے آدمی جزیرہ یونائی سس سے مرجانہ اور بلبا کو لانے والے ہیں۔ وہ بھی ہمارے لیے اہم مُہرے ہیں۔ صرف فرہاد اور اعلیٰ بی بی کو ہی نہیں، میں ان دونوں کو بھی ساتھ لے کر آؤں گا۔"

"شاباش، ہمیں تم سے یہی توقع ہے۔"

یہ تمام باتیں میری غیر حاضری میں ہو رہی تھیں۔ یہ جو کچھ بھی ہوا، اس کے نتیجے میں ان کا شبہ رسونتی کی طرف جا رہا تھا۔ اب وہ رسونتی کے خلاف اور سخت محاذ آرائی کرنے کے متعلق جانے کیا کچھ کریں گے۔ انھوں نے جھنجلا کر بھارتی سرکار کو بھی اس کی خیال خوانی کے متعلق بتا دیا ہوگا۔ یہ سوچ کر میں فوراً رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اس کے ذریعے عزت علی کے دماغ میں پہنچ کر اسے تازہ صورتحال سے آگاہ کیا۔ اس نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا: "یقیناً اب اسرائیلی حکام جھنجلا گئے ہوں گے۔ لیکن میں اس بات سے متفق نہیں ہوں کہ جھنجلاہٹ میں وہ آپ کی خیال خوانی کے سلسلے میں دوسروں کو آگاہ کریں گے۔ وہ تو اس کو راز میں رکھیں گے اور ہر ممکن طریقے سے آپ کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

عزت علی درست کہہ رہا تھا۔ اس نے حوصلہ دیا: "جو کچھ بھی ہو رہا ہے، اس سے آپ قطعی فکرمند نہ ہوں۔ میں نے وعدہ کیا ہے۔ آپ کو انشاء اللہ ہر حال میں بچوں کے ساتھ بخیریت بنکاک پہنچاؤں گا۔ بنکاک سے آپ لوگوں کے لیے دوسرے طیارے میں سیٹیں ریزرو ہیں۔ وہاں سے ایک گھنٹے بعد آپ پیرس کے لیے روانہ ہو جائیں گی۔ جب تک بنکاک سے روانہ نہیں ہوں گی، میرے آدمی ہر لمحہ مستعد رہیں گے۔ آپ کی نگرانی کرتے رہیں گے کسی دشمن کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیں گے۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔"

ہم مطمئن تھے۔ میں نے رسونتی سے کہا: "مجھے سونے کا موقع

نہیں مل رہا ہے۔ یہاں ساڑھے سات بجے ہیں۔ تمہارے ہاں اس وقت ساڑھے گیارہ بج رہے ہوں گے۔ دو گھنٹے بعد تم ایئرپورٹ جاؤ گی تو وہاں میری ضرورت پیش آئے گی۔"

"دو گھنٹے بہت ہوتے ہیں۔ تم سو جاؤ میں ضرورت کے وقت تمہیں آکر جگا دوں گی۔"

میں اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا۔ دو گھنٹے پہلے ہی میری آنکھ اچانک کھل گئی۔ چونکہ میں نے سگریٹ پینا چھوڑ دیا تھا اور کوئی نشہ بھی نہیں کرتا تھا اس لیے میری سانسیں قابو میں رہتی تھیں۔ پرانی سوچ کی لہروں کو فوراً میرا دماغ محسوس کر لیتا تھا۔ سونتی مجھے جگانے آئی تھی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی میں بیدار ہو گیا۔ اس نے کہا۔

"میں ایئرپورٹ جا رہی ہوں۔ میرے ساتھ رہو۔"

وہ ایک کار میں بیٹھی ایئرپورٹ کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے پاس کوئی پارس نہیں تھا۔ اس نے کہا: "قرعہ دل گھبرا رہا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے بچوں کو موٹر کیبن میں سلنڈر کے ساتھ بندھتے دیکھا ہے۔ میرا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ میں ہر سانس میں اپنے بچوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہی ہوں کہ وہ بخیریت رہیں۔ انھیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

"وہ افیم کے نشے میں سو رہے ہوں گے؟"

"ہاں، وہ آرام سے سو رہے ہیں۔"

"فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اپنے چہرے پر ذرا بھی گھبراہٹ نہ آنے دو۔ تم ایک اجنبی عورت کے میک اپ میں ہو۔ دشمن تمہیں بغور دیکھیں گے۔ تمہارے چہرے کے میک اپ کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ چہرے کے تاثرات ذرا بھی بگڑے تو ہمارا کام بگڑ جائے گا۔"

میں اسے تسلیاں دیتا رہا اور باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھوتا رہا۔ پھر میں نے سوتیا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ دوسری گاڑی میں بیٹھی ایئرپورٹ جا رہی تھی۔ اس نے کہا: "ہماری پلاننگ میں ذرا تبدیلی ہو گئی ہے۔ وہ کل کی فلائٹ سے آئے گی۔"

"یہ اچھا ہوا۔ تم دونوں ایک ہی فلائٹ سے جاتیں تو دشمن اور زیادہ شبہ کرتے۔ دونوں کے سامان سے کوئی غیر قانونی چیز برآمد ہوتی یا نہ ہوتی لیکن وہ سختی سے چیک کرتے اور کسی نہ کسی الزام میں دونوں کو یہیں رکنے پر مجبور کر دیتے۔"

"یہی سوچ کر میں نے سونتی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ایک اجنبی عورت کے میک اپ میں رہے اسے کوئی پہچان نہیں سکے گا بشرطیکہ وہ انٹلی میک اپ کیمرے کے سامنے سے بخیریت گزر جائے اور اللہ نے چاہا تو ایسا ضرور ہو گا۔ باقی میں اور شبانہ رہ جاتی ہیں۔ شبانہ نہیں جائے گی تو صرف مجھ پر کڑی نظر رکھی جائے گی۔ میں ایسے لوگوں سے نمٹ لوں گی۔"

"کیا تم عزت علی کی پلاننگ سے پوری طرح مطمئن ہو؟"

"اس دوران میں تم سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ سونتی نے مجھے اس کی پلاننگ بتائی تھی۔ سیدھی بات تو یہ ہے کہ میری پلاننگ میری ذہانت میں دونوں بچوں کو الگ الگ سوٹ کیسوں میں گیس سلنڈر کے ساتھ بند کر کے اسمگل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے میں نے جیمز بیکلے سے دس ہزار ڈالر نقد لے کر کسٹم آفیسر کے ہاتھ میں رکھ دیے تھے۔ اس سے وعدہ کیا تھا کہ جیسے ہی میرے دونوں سوٹ کیس طیارے میں پہنچیں گے، اسے دس ہزار ڈالر اور مل جائیں گے۔ اس آفیسر نے اپنی زندگی میں دس ہزار ڈالر کبھی یکمشت نہیں دیکھے تھے۔ وہ میرے اشاروں پر ناچنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس کے علاوہ ہیمز بیکلے کا اثر و رسوخ ہے۔ یہاں کے کسٹم والے ہر ماہ اس سے اچھی خاصی رقم وصول کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے کہہ دیا تھا، اگر بھارتی انٹلی جنس والے مداخلت نہ کریں تو وہ ہمارا کوئی بھی مال یہاں سے جانے دیں گے۔ بہرحال جب عزت علی نے یہ فیصلہ کر لیا ہے تو ہمارے سر سے یہ بوجھ ٹل گیا ہے۔ میں پوری طرح مطمئن ہوں کہ ہمارے دونوں بچے بخیریت بنکاک پہنچ جائیں گے۔"

"ہاں سونتی کے پاس جا رہا ہوں۔"

"ایک اہم بات سن لو۔ میں نے عزت علی کی پلاننگ میں تبدیلی کی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے سونتی کو بھی بتا دیا ہے۔ تمہیں بھی بتا رہی ہوں۔ وہاں انٹلی میک اپ کیمرے کے سامنے عورتیں ایک قطار میں کھڑی ہوتی ہیں۔ باری باری اس کیمرے کے سامنے سے گزرتی ہیں اور اپنے چہروں کے تینوں زاویے پیش کرتی ہیں۔ جب سونتی اس قطار میں جائے گی تو اس سے آگے ایک عورت ہو گی جو نیلی ساری اور نیلے بلاؤز میں ہو گی، وہ عورت ڈبل میک اپ میں ہے۔ اس میک اپ میں وہ سانولے چہرے کی ایک عورت ہے اس کے نیچے جو میک اپ ہے وہ سونتی کا گورا گلابی مکھڑا ہے جب وہ میک اپ کیمرے کے سامنے جائے گی تو انکشاف ہو گا کہ کیمرے کے سامنے سونتی بے نقاب ہو گئی ہے۔ لہٰذا وہ عورت دھر لی جائے گی۔"

"سونیا پلان تو بہت اچھا ہے اور وضاحت کرو۔"

"جب وہ عورت کیمرے کے سامنے پہنچے تو تم خیال خوانی کے ذریعے کیمرے کے پیچھے کھڑے ہوئے شخص کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچا دو گے۔ اس طرح دشمنوں کے شبہ کو تقویت پہنچے گی۔ سونتی دماغی طور پر ٹرپ کر کے انٹلی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزرنا چاہتی تھی لیکن وہ ناکام ہو رہی ہے۔"

"ویری گڈ! اس طرح وہ پورے یقین کے ساتھ اس عورت کو پکڑ کرائے جائیں گے اور اس کے پیچھے کھڑی ہوئی سونتی جب انٹلی میک اپ کیمرے کے سامنے پہنچے گی تو وہاں ڈیوٹی پر موجود افراد اپنے طور پر ٹرپ کریں گے۔ سونتی وہاں سے گزر جائے گی لیکن ہم اپنا بیانیہ، جو عورت سونتی کے روپ میں پکڑی جائے گی وہ کب تک سونتی کا ڈرامہ چلے کرتی رہے گی؟"

"وہ بہت چالاک اور تجربہ کار عورت ہے۔ میں نے سونتی کو سمجھا دیا ہے جیسے ہی وہ عورت گرفتار ہو اس کے دماغ میں وقتاً فوقتاً جھٹکے کرتی رہے تاکہ دشمنوں کو یقین ہو جائے کہ جس عورت کو گرفتار کیا گیا ہے وہ سونتی ہے۔"

"کمال ہو گیا، سونیا! تم نے عزت علی کی پلاننگ کو اتنا ٹھوس اور مستحکم کر دیا ہے کہ دشمن ابد سونتی اور دونوں بچوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیں گے۔ ساری توجہ فرضی سونتی کی طرف ہو گی۔ پارس سے زیادہ انھیں سونتی چاہیے اور وہ سونتی کو اس عورت کی صورت میں حاصل کر کے خوش فہمی میں مبتلا ہوتے رہیں گے۔ میں ابھی آتا ہوں۔ سونتی ایئرپورٹ پہنچ رہی ہو گی۔"

جب میں..... سونتی کے پاس پہنچا تو وہ ایئرپورٹ کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ میں نے کہا: "میں عزت علی کے پاس جا رہا ہوں۔ تم اطمینان سے آؤ۔ ذرا بھی چہرے سے گھبراہٹ ظاہر نہ کرنا۔ سونیا نے تمہیں بتا دیا ہو گا کہ تمہارے سامنے قطار میں ایک عورت آئے گی۔ جو نیلے رنگ کی ساری اور نیلے رنگ کا بلاؤز پہنے ہوئے ہو گی۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تم فوراً عزت علی کے ذریعے ان لوگوں کے پاس پہنچو جو انٹلی میک اپ کیمرے کے آس پاس ڈیوٹی پر ہیں۔"

میں وہاں پہنچ گیا۔ عزت علی کے ذریعے ان چند لوگوں تک پہنچا جو انٹلی میک اپ کیمرے کے آس پاس ڈیوٹی پر تھے۔ ان میں سے دو عزت علی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے ذریعے پتا چلا، ایئرپورٹ کی عمارت کے ایک کمرے میں بڑا سا ٹی وی اسکرین ہے جہاں بھارتی اور نیپالی انٹلی جنس کے دو بڑے افسر بیٹھے شراب پی رہے ہیں اور اسکرین پر ان عورتوں کو دیکھ رہے ہیں جو باہر انٹلی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزرتی جا رہی ہیں۔

جب سونتی اس قطار میں پہنچی تو اس سے آگے ایک نیلی ساری والی عورت آکر کھڑی ہو گئی۔ ان دونوں سے پہلے چار مسافر عورتیں تھیں۔ وہ باری باری کیمرے کے سامنے جاتی تھیں اور وہاں کھڑے ہوئے افسران کی ہدایت کے مطابق کبھی دائیں گھوم جاتی تھیں کبھی بائیں۔ اس طرح ان کے چہرے کے مختلف زاویے دیکھے جا سکتے تھے۔

جب نیلی ساری والی کی باری آئی اور وہ کیمرے کے سامنے جانے لگی تو میں نے کیمرے کے پیچھے کھڑے ہوئے افسر کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ اس کے ساتھ ہی میں اور سونتی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے ان دو افسران کے دماغ میں پہنچے جو کمرے میں بیٹھے ٹی وی اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔ جیسے ہی سونتی کا چہرہ نظر آیا انھوں نے الارم کا بٹن دبایا۔ کیمرے کے آس پاس خطرے کا سائرن بجنے لگا۔ تمام مسلح فوجی چاروں طرف سے اس نیلی ساری والے کو گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ سونتی ذرا پیچھے ہٹ گئی تھی۔ وہ نیلی ساری والی کو پکڑ کر لے جا رہے تھے۔ وہ جھنجلا رہی تھی۔ احتجاج کر رہی تھی لیکن کوئی اس کی سننے والا نہیں تھا۔ جب وہ وہاں سے چلی گئی تو کیمرے کے پاس ڈیوٹی دینے والے لوگ تقریباً مطمئن ہو چکے تھے۔ جس کی ضرورت تھی وہ گرفتار ہو چکی تھی۔ اعلیٰ افسران کی ہدایت کے مطابق صرف انامیریا کو اسکرین پر دیکھنا رہ گیا تھا۔ ان کے خیال کے مطابق انامیریا زیردست قسم کا فراڈ کر سکتی تھی۔ اپنے میک اپ میں کسی کو طیارے میں بھیج سکتی تھی اور نیپال میں رہ کر کسی دوسرے میک اپ میں دونوں پارس کو لے کر کسی دوسرے راستے سے نکلنے کی کوشش کر سکتی تھی۔

ان افسران نے دیکھا، عورتوں کی قطار کے آخر میں انامیریا کھڑی ہوئی تھی۔ سونتی پر شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ وہ انامیریا کے قد اور جسامت سے مشابہت نہیں رکھتی تھی۔ اس لیے جب سونتی کیمرے کے سامنے آئی تو اس وقت تک عزت علی کا خاص آدمی کیمرے کے پیچھے ڈیوٹی دینے کے لیے پہنچ چکا تھا۔ دوسرے ہی لمحے سونتی دماغی طور پر ان افسران کے دماغ پر قابض ہو گئی تھی اور انھیں اس نیلی ساری والی کی گفتگو میں الجھائے ہوئے تھی جو سونتی ثابت ہو رہی تھی۔ ایک نے کہا: "یقیناً یہ سونتی ہے۔ کیمرے کے پیچھے جو کھڑا ہوا ہے، اس نے بھی رپورٹ صحیح دی ہے کہ اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا لگا تھا۔ اس طرح یہ کیمرے کے سامنے سے گزر جانا چاہتی تھی۔"

ان کی باتوں کے دوران میں ان کے مسلح فوجی اس نیلی ساری والی کو کمرے میں لے آئے تھے۔ وہ دونوں افسران ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنا چاہتے تھے لیکن آنے والی عورت نے فوراً ہی چیلنج کیا: "اگر مجھے نہ چھوڑا گیا تو میں ابھی نیلی بیٹھی کے ذریعے تم دونوں کے دماغوں کو جھٹکے پہنچاؤں گی۔"

نیلی ساری والی کی بات ایسی تھی جو انھیں ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنے کے بجائے اسی کو دیکھتے رہنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اب انھیں اسکرین پر دیکھنا ہی کیا تھا، جبکہ سامنے کھڑی ہوئی سونتی انھیں چیلنج کر رہی تھی۔ پھر اس چیلنج کے مطابق میں نے اور سونتی نے باری باری دونوں افسران کو ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ اس عورت نے کہا: "اب تم لوگ اپنی مرضی کے خلاف اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے سامنے باادب کھڑے ہو جاؤ گے۔"

اس کے ساتھ ہی میں نے اور سونتی نے دونوں افسران کو ایک جھٹکے سے ان کی جگہ پر کھڑا کر دیا۔ اتنا ثبوت کافی تھا۔ اس وقت تک سونتی کیمرے کے سامنے اپنے تین زاویے پیش کر کے گزر چکی تھی۔

میں فرضی سونتی کے دماغ میں موجود رہا تاکہ وہ کامیابی سے اپنا رول ادا کرتی رہے۔ وہ افسران جو بے اختیار کھڑے ہو گئے تھے انھوں

نے فوراً ہی اٹینشن ہو کر کہا: "مادام! ہم آپ کے دشمن نہیں دوست ہیں۔ بلکہ دوست بھی نہیں خادم ہیں۔ آپ ہمیں آزما کر دیکھیں۔ ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیں۔ ہم نے آپ کو گرفتار نہیں کیا، ڈھونڈ نکالا ہے اور ڈھونڈتے وہی ہیں جو کسی کو چاہتے ہیں۔ بھگوان بھگت لوگ بھگوان کو تلاش کرتے ہیں۔ ہم آپ کے بھگت ہیں۔ ہم نے آپ کو تلاش کیا ہے۔ کیا آپ ہمارے اس جذبے کی قدر نہیں کریں گی؟"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی: "میں بہت پریشان ہوں۔ تم لوگوں نے میری نیندیں اڑا دی ہیں۔ میری بھوک پیاس مر گئی ہے جہاں جاتی ہوں، سب دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ سب ہی میرے پیچھے بھاگتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا، آخر مجھے اس دنیا کے کس حصے میں سکون اور آرام سے ٹھکانہ ملے گا۔"

فوجی افسر نے کہا: "مادام! آپ کی یہ جنم بھومی ہے آپ نے یہاں جنم لیا تھا۔ یہ آپ کا دیس ہے۔ یہیں آپ کو آرام اور سکون ملے گا۔ آپ ایک بار آزما کر دیکھیں۔ اس کے بعد ہمیں یقین ہے آپ خود ہی جانے کا نام نہیں لیں گی اور اپنے دیس کی بھلائی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کریں گی۔"

اس نے ناگواری سے کہا: "ابھی میں کسی صلاحیت کا ذکر نہ تو سننا چاہتی ہوں، نہ کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز، میرے لیے ایک پیالی چائے منگوائی جائے۔ کافی ہو تو بہتر ہے۔"

فوراً اس کے لیے ناشتے اور کافی کا آرڈر دیا گیا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک آفیسر نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو۔"

دوسری طرف سے نیپالی انٹیلی جنس کے دفتر سے ایک بھارتی فوجی سینئر افسر کہہ رہا تھا: "میں روی کمار سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

نیپالی انٹیلی جنس کے افسر نے بھارتی آفیسر کی طرف ریسیور بڑھا دیا۔ اس نے ریسیور لے کر کہا: "ہیلو، میں روی کمار بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "ابھی ہمارے پاس سپر ماسٹر کے ایک ماسٹر کا فون موصول ہوا تھا۔ ماسٹر نے چیلنج کیا ہے کہ اس نے اصلی پارس کو حاصل کر لیا ہے۔ رسونتی کا سراغ نہ مل سکا۔ ورنہ اسے بھی اغوا کر لیا جاتا۔ شاید وہ فرضی پارس کو لے کر کہیں چھپی ہوئی ہے۔ ماسٹر ہمارے ذریعے رسونتی تک یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے سے ملنا چاہتی ہے، اسے حاصل کرنا چاہتی ہے تو سپر ماسٹر کی تعظیم میں کسی سے بھی رابطہ قائم کرے لیکن نیپال اور بھارت سے نکلنے کے بعد اس معاملے پر بات چیت ہوگی۔ بھارت کی حدود میں وہ پارس کے سلسلے میں رسونتی سے کوئی سودا نہیں چاہتے۔"

نیلی ساری والی فون پر بات کرنے والے افسر کو دیکھ رہی تھی اور میں اسے چپ چاپ بتا رہا تھا کہ فون پر کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ جیسے ہی اسے پتہ چلا کہ اصلی پارس کو اغوا کیا گیا ہے جو کہ خالصتاً ایک ڈراما تھا تو وہ ایک دم چیخ مار کر کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی: "نہیں، نہیں۔ میرے بچے کو کوئی نہیں لے جا سکتا۔ وہ سپر ماسٹر کے ہاتھ نہیں لگ سکتا۔"

آفیسر نے کہا: "دیوی جی! ذرا صبر سے کام لیں۔ ہم اس سلسلے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں۔"

"میرے بیٹے کو اغوا کیا گیا ہے اور آپ کہتے ہیں معلومات حاصل کریں گے۔ چیف آفیسر سے کہیے کہ سپر ماسٹر کے کسی بھی آدمی سے فون پر رابطہ کرے۔ میں تھائے چیف کے دماغ میں پہنچ جاؤں گی۔ پھر اس کے ذریعے سپر ماسٹر کے کسی بھی آدمی کے پاس پہنچ کر اپنے پارس کے لیے بات کروں گی۔"

اس نے فون پر اپنے چیف آفیسر سے پیغام دہرایا۔ اس نے جواباً کہا: "اچھی بات ہے۔ میں ابھی یہاں کے ماسٹر سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

وہ رابطہ قائم کرنے لگا۔ جیسے ہی فون پر دوسری طرف سے آواز سنائی دی، میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ وہاں کے ماسٹر کا سیکرٹری تھا۔ اس نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر اپنے ماسٹر سے کہا: "بھارتی فوج کے ایک آفیسر بات کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے ریسیور لے کر کہا: "ہیلو! آفیسر! فرمائیے، مجھ سے گفتگو کی کیسے زحمت گوارا کی؟"

دوسری طرف سے کہا گیا: "تم لوگوں نے پارس کو اغوا کر کے نہیں کیا؟"

اس کے فرشتے کو بھی نہیں معلوم تھا کہ پارس کو اغوا کیا گیا ہے۔ وہ حیرانی ظاہر کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کی سوچ میں کہا: "یہ بوجھ چکر ہے۔ یقیناً پارس کو کسی نے اغوا کیا ہے اور الزام ہمارے سر ڈالا ہے۔ کیوں نہ ہم یہی ظاہر کریں کہ پارس ہمارے قبضے میں ہے۔ شاید طرح ہم بھارتیوں سے اپنے مطلب کا کوئی کام نکال سکیں۔"

وہ میری سوچ سے متاثر ہو کر بولا: "آفیسر! اگر ہم نے پارس کو اغوا کیا ہے تو اس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جس سے تعلق ہے وہ خود ہم سے بات کرے گی۔"

آفیسر نے غصیلے انداز میں کہا: "تم کیا سمجھتے ہو۔ ہماری دیوی کو یرغمال بنا کر نکل جاؤ گے؟ وہ میرے ذریعے اب تک تمہارے دماغ میں پہنچ چکی ہیں۔"

اچانک ماسٹر نے ایک چیخ ماری پھر ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ میں نے چیف آفیسر کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میں رسونتی بول رہی ہوں۔ اس کے دماغ میں پہنچ چکی ہوں۔ آپ اپنا ریسیور رکھ لیں۔ میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

میں ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے بیٹھا ہوا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ ابھی ابھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا گیا ہے۔ اس لیے بے اختیار اس کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی اور ریسیور ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ اسی وقت میں نے مخاطب کیا: "ہیلو ماسٹر! میں رسونتی بول رہی ہوں۔"

وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اٹینشن ہو کر بولا: "مادام! میں آپ کا

غلام ہوں۔ میں ہی کیا، ہمارا سپر ماسٹر بھی آپ کی خدمت کے لیے ہمہ وقت تیار ہے۔ آپ حکم دیجیے ہم..."

میں نے بات کاٹ کر کہا: "زیادہ خاکساری جتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم ہمارے دوست ہوتے، ہماری خدمت کے لیے اتنے بے چین ہوتے تو میرے بیٹے کو اغوا نہ کرتے۔"

"آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ ہم کبھی ایسی جرأت نہیں کر سکتے۔ اگر اغوا کرتے تو آپ کے بیٹے کو آپ کے حوالے کرنے کے لیے خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔"

"زبان سے کچھ نہ کہو۔ چند لمحوں تک خاموش رہو۔ میں تمہارے لاشعور میں اتر کر تمہاری سچائی معلوم کر لوں گی۔"

وہ چپ ہو گیا۔ میں تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد بولا: "تم دوست کہتے ہو، تمہیں پارس کے اغوا کے متعلق کوئی علم نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کون ایسی چالیں چل رہا ہے۔"

"مادام! مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ آپ نے میرے دماغ کی تہہ میں اتر کر میری سچائی کو تسلیم کر لیا۔ آپ حکم دیں، میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"میں اس وقت بڑی مصیبت میں ہوں۔ ایک عورت کے بھیس میں یہاں سے گزرنا چاہتی تھی۔ انٹی میک اپ کیمرے سے بچ گزر جاتی۔ میں نے کیمرے کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک شخص کے دماغ کو قبضے میں بھی پہنچایا لیکن پھر بھی پکڑی گئی۔ اس وقت ایک بھارتی اور ایک نیپالی انٹیلی جنس کے آفیسر کے سامنے بیٹھی ہوئی ہوں۔ یوں تو یہ دونوں میرا لحاظ کر رہے ہیں، میری خدمت کرنے کا زبانی دعویٰ بھی کر رہے ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں اب یہاں سے میری رہائی ممکن نہیں ہے۔"

"آپ کے ساتھ فریدکن پوری ٹیم اور بابا صاحب کا پورا ادارہ موجود ہے پھر بھی آپ مایوس ہو رہی ہیں۔"

"میری مایوسی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ایسے وقت جبکہ میں بھارتی حکومت کے شکنجے میں آ گئی ہوں، پارس کو کسی نے اغوا کیا ہے۔ میں بھارتی حکام سے کہوں گی کہ پارس میرے پاس نہیں ہے۔ ماسٹر کے آدمیوں نے اغوا کیا ہے تو آپ یہ الزام اپنے سر نہیں لیں گے کیونکہ آپ نے ایسا نہیں کیا۔ ادھر میری بات جھوٹی سمجھی جائے گی۔ یہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ میں نے پارس کو کہیں چھپا دیا ہے اور ان سے بہانے کر رہی ہوں۔"

"میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ ریڈ پاور والوں کی شرارت ہے۔ وہ بھارتی حکومت کے سامنے کھل کر کام نہیں کرنا چاہتے۔ آپ کو پکڑنا چاہتے ہیں لیکن وہ آپ کو نہیں پکڑ سکتے۔ نہ ہی پارس کو اغوا کرنے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس حکومت سے ان کے بڑے دیرینہ اور دوستانہ تعلقات ہیں۔"

"میں بھی یہی سمجھتی ہوں۔ یقیناً ان لوگوں نے ایسا کیا ہے افسوس کہ میں ان کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی۔ پتا نہیں وہ کون ہے، کہاں رہتا ہے۔ وہ جہاں بھی رہتا ہوگا، میرے سامنے کبھی نہیں آئے گا۔ مجھے چھپتا پھرے گا۔"

"آپ بھارتی افسران سے اپنا یہی خیال ظاہر کریں۔ ان پر زور ڈالیں کہ وہ یہاں کے باس سے آپ کا رابطہ قائم کرائیں۔ یقیناً انہی کی شرارت ہے۔"

میں واپس فرضی رسونتی کے پاس آیا۔ اسے مختصر طور پر تمام باتیں سمجھائیں۔ پھر اس کے ذریعے کہا: "آفیسر! میں ابھی تک خیال خوانی کے ذریعے ماسٹر کے دماغ میں تھی۔ اس کے دماغ کو اچھی طرح ٹٹول رہی تھی۔ اس نے پارس کو اغوا نہیں کیا ہے۔ کسی اور کی شرارت ہے اور اس شرارت کا الزام ماسٹر پر عائد کیا جا رہا ہے۔"

آفیسر نے حیرانی سے پوچھا: "ایسا کون کر سکتا ہے؟"

"آپ سوچیے۔ میں آپ کے چیف کو یہ بتانے جا رہی ہوں۔"

میں ان کے چیف کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے بھی بتایا کہ ماسٹر نے پارس کو اغوا نہیں کیا ہے۔ کسی اور کی شرارت ہے اور جس نے بھی ایسا کیا ہے وہ اس حقیقت کو چھپانا چاہتا ہے۔ آفیسر نے یہ باتیں سننے کے بعد سوچنا شروع کیا: "کیا ریڈ پاور کے آدمی ایسا کر سکتے ہیں؟"

میں چپ چاپ اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا: "ہاں، آپ درست سوچ رہے ہیں۔ میں چاہتی ہوں آپ یہاں کے ریڈ پاور باس سے رابطہ قائم کریں تاکہ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے ٹٹولوں اور اس کے اندر چھپی ہوئی بات ظاہر کر دوں۔"

اس نے ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد وہاں کے باس سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا: "ہیلو! میں یہاں کا چیف آفیسر بول رہا ہوں۔ میری آواز سے آپ نے پہچان لیا ہوگا۔"

"ارے کیوں نہیں! مسٹر راما راؤ۔ آپ کو بھلا کون نہیں جانتا۔ فرمائیے، کیسے یاد فرمایا؟"

"آپ کو یہ خوشخبری سنانے کو کہ رسونتی ہمارے ہاتھ لگ گئی ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اصلی پارس کو آپ لے اڑے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"بلاوی اطلاعات غلط نہیں ہو سکتیں۔ ویسے آپ اعتراف کریں بات آ گئی ہو جائے گی۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم نے پارس کو اغوا نہیں کیا ہے۔"

میں نے چیف سے کہا: "اب میں اس کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ آپ ریسیور رکھ دیں۔"

چیف نے کہا: "آپ نے اغوا کیا ہے یا نہیں، ابھی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ شریمتی دیوی آپ کے دماغ میں پہنچ رہی ہیں۔"

اور میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر [illegible] باتیں کرتا رہا۔ رسونتی

کی حیثیت سے دھمکیاں دیتا رہا کہ وہ اپنے جرم کا اعتراف کرلے اور پارس کو میرے حوالے کردے۔ وہ مجھیں کھا رہا تھا۔ میں نے کہا: "ذرا خاموش رہو۔ میں ابھی تمھارے دماغ کے تہ خانے میں اتر کر حقیقت معلوم کرلیتی ہوں۔"

وہ چپ رہا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا: "اوکے بیٹھے، تم دنیا والوں کو بیوقوف بنا سکتے ہو لیکن ذہن پڑھنے والی رسونتی کو نہیں بنا سکتے۔ میں تمھارے دماغ کی گہرائیوں میں اتر کر تمھارے جرم کو اچکی ہوں۔ پارس کو تمھارے آدمیوں نے اغوا کیا ہے۔ فی الحال تمھیں کچھ پتا نہیں ہے کہ اسے کہاں رکھا گیا ہے۔ میں ابھی تم سے نمٹ لوں گی۔"

میں نے چیف آفیسر کے دماغ میں پہنچ کر اسے بتایا: میں نے اس کا دماغ پڑھ لیا ہے۔ اس کے آدمیوں نے میرے بیٹے کو اغوا کیا ہے۔ اسے کہاں چھپایا ہے، یہ باس کو بھی نہیں معلوم ہے۔ لیکن وہ اس اغوا کا کبھی اعتراف نہیں کرے گا۔ آپ لوگوں سے ان کے بڑے دوستانہ تعلقات ہیں اور وہ تعلقات بھی قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اور پارس کے ذریعے مجھے بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

چیف نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: "ہوں، میں سمجھ رہا ہوں۔ مجھے بھی شبہ تھا کہ ریڈ پاور کا باس یہاں دوہری چالیں چل رہا ہے۔ ہمیں بھی خوش رکھنے کی کوشش کررہا ہے اور آپ کو بھی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ بہرحال میں ان کے خلاف ضروری اقدامات کررہا ہوں۔"

وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ ریڈ پاور کی تنظیم کے جتنے دفاتر بھارت اور نیپال میں ہیں، سب پر کڑی نظر رکھی جائے۔ انھوں نے پارس کو اغوا کیا ہے اور اپنے اس جرم کو چھپائے ہیں۔ پارس کے ذریعے رسونتی کو بلیک میل کرنا چاہتے ہیں۔

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ایک فرضی رسونتی کے ذریعے جتنی ہیرا پھیری کرنی تھی وہ میں کرچکا تھا۔ اصلی پارس کے اغوا کا الزام ریڈ پاور کے باس کے سر تھوپا جاچکا تھا۔ اب وہ آپس میں لڑنے لگے تھے۔ اتنی دیر میں رسونتی اور سونیا مختلف چیکنگ کے مراحل سے گزر چکی تھیں اور طیارے میں پہنچ گئی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں جو اٹیچیاں تھیں وہ بھی تبدیل ہوچکی تھیں۔ دراصل اٹیچیوں میں ان کے پاس ایک ایک پارس موجود تھا دونوں سنتھیٹک اور گیس ماسک کے ذریعے زندہ اور بخیریت تھے۔

رسونتی نے میرے دماغ میں پہنچ کر کہا: "فرہاد! یہ نقاب پوش میری منتا کو کس طرح آزما رہی ہے۔ دیکھو، یہ اٹیچی میرے پاس رکھی ہوئی ہے۔ میری گود میں رکھی ہوئی ہے لیکن میں اپنے بچے کو نکال کر سینے سے نہیں لگا سکتی۔ وہ اندر نہ جانے کس حال میں ہے؟"

"صبر کرو۔ تحمل سے کام لو۔ اگر ذرا بھی ممتا کے جذبے سے بے قابو ہوکر اٹیچی کھولو گی تو طیارے کے اندر اور باہر یہ خبر پھیل جائے گی کہ اٹیچی کے اندر بچے کو لایا گیا ہے۔ اس کے بعد جانتی ہو کیا ہوگا؟"

اس نے چپ چاپ سر کو جھکا لیا۔ میں نے کہا: "تمھارے بنگلے پر پہنچنے سے پہلے یہ خبر وہاں پہنچ جائے گی۔ پھر بھارت کی سیکرٹ سروس والے، تھائی لینڈ کے انٹیلی جنس والے اور دوسری تمام خطرناک تنظیمیں وہاں تمھارے اطراف گھیرا ڈال لیں گی۔ وہاں بھی نئی مصیبتیں پیدا ہوں گی لہٰذا تحمل سے کام لو۔ بعض اوقات ماں کی ممتا اپنے بچوں کے لیے ہلاکت کا سبب بن جاتی ہے۔ اس وقت تمھاری ممتا تمھارے بچوں کی دشمن ہے۔ ایسی ممتا کو کچل ڈالو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "میں کوشش کررہی ہوں۔ تمھارا حکم کبھی نہیں ٹال سکتی۔ تمھاری نافرمانی کرنے والی رسونتی مرچکی ہے۔ تم ممتا کو کچلنے کے لیے کہہ رہے ہو، میں تمھارے لیے اپنے آپ کو بھی فنا کرسکتی ہوں۔"

"اب تمھارا دھیان بٹانے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس فرضی رسونتی کے دماغ میں پہنچ جاؤ۔ مجھے دوسری جگہ بھی جانا ہے۔ میری ضرورت ہو تو بلا لینا۔"

وہ فرضی رسونتی کے دماغ کو پڑھنے لگی۔ میں نے اسے بتایا کہ اب تک اس کی غیر موجودگی میں، میں نے رسونتی بن کر چیف آفیسر، ریڈ پاور اور ریڈیو پاور کے باس سے کس قسم کی گفتگو کی ہے۔ لہٰذا وہ اس فرضی رسونتی کو اپنا رول ادا کرنے کے لیے جو بھی اقدامات کرے تو میرے تمام ہیرا پھیری کو مدِنظر رکھے، کوئی دشواری ہو تو مجھ سے اور سونیا سے مشورہ لیتی رہے۔

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ کرسٹوفر بیکی کے کچن میں اپنے لیے دو انڈے ابالے۔ چائے تیار کی پھر ہلکا سا ناشتا کرنے لگا۔ میں اس دوران میں مرجانہ کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ وہ ملیشیا کے ساحلی یونان کے مشرقی ساحل پر پہنچ گئی تھی۔ جمی فاؤنڈیشن کے گوریلے انھیں بخیریت لے آئے تھے۔ اس وقت وہ جمی سے باتیں کررہی تھی۔ وہ پوچھ رہا تھا: "کیا مسٹر فرہاد نے کبھی آپ سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی: "کبھی نہیں۔ فرہاد جب مجھ سے ملا تھا اور جب جزیرے میں میرے نزدیک تھا، تب بھی میں نے اس کے خیال خوانی کرتے نہیں دیکھا۔ وہ کبھی مجھ سے کوئی راز نہیں چھپاتا اور یہ تو کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں اس کے ان ساتھیوں میں سے ہوں جن پر وہ اندھا اعتماد کرتا ہے۔"

"بیشک، آپ سے وہ کوئی بات نہیں چھپا سکتے تھے۔ اگر خیال خوانی کرنے کے قابل ہوتے تو یقیناً آپ سے دماغی رابطہ قائم کرتے۔ میں نے چند گھنٹے پہلے فرہاد صاحب سے ملاقات کی ہے۔ وہ خیال خوانی سے معذوری ظاہر کررہے تھے۔ اچھا یہ بتائیں، مادام رسونتی نے آپ سے رابطہ قائم کیا تھا؟"

مرجانہ کوئی نادان بچی نہیں تھی۔ اس نے بہترین ایکٹنگ کی۔ نگاری ظاہر کرتے ہوئے بولی: "اس کا نام میرے سامنے مت لو۔ وہ پہلے بھی ہماری دشمن تھی، آج بھی دشمن ہے۔ دشمن نہ ہوتی تو فرہاد سے کبھی طلاق نہ دیتا۔"

جمی نے پریشان ہوکر کہا: "سمجھ میں نہیں آتا، وہ کون ہے جو مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرتا رہا۔ ہمارے اعلیٰ حکام یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ کوئی تیسرا شخص بھی خیال خوانی کے قابل ہے۔ وہ اپنے آپ کو فرہاد بنا کر پیش کررہا ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ سب ادارہ رسونتی کی چالیں ہیں۔ وہ اب تک فرہاد بن کر بولتی رہی ہیں۔"

مرجانہ نے کہا: "فرہاد بن کر وہ مجھے بھی دھوکا دے سکتی ہے پھر اس نے مجھ سے دماغی رابطہ قائم کیوں نہیں کیا؟"

"شاید اس لیے کہ وہ آپ کی نفرت کو سمجھتی ہے۔ شاید اس لیے کہ آپ سے دماغی رابطہ قائم کرکے وہ کوئی خاص فائدہ اٹھا نہیں سکتی تھی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہوا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا۔ دوسری طرف سے پتا چلا کہ اسرائیلی سیکرٹ سروس کا چیف آفیسر باتیں کررہا ہے۔ اس نے کوڈ ورڈز کے ذریعے اپنی شناخت کرائی۔ پھر کہا: "میں اٹینڈ کررہا ہوں۔ فرمائیے۔"

"ابھی اس بات کی تصدیق ہوچکی ہے کہ رسونتی نیپال میں یرغمالی بیٹی کا مظاہرہ کررہی ہے۔ وہ بھارتی فوج کی حراست میں ہے۔ مسٹر جمی! ان حالات میں تمھاری ذمے داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔"

"فرمائیے، میں حاضر ہوں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"رسونتی اپنے بچوں کے معاملات میں الجھی ہوئی ہے۔ اس کے اصلی پارس کو کسی نے اغوا کیا ہے۔ شبہ ریڈ پاور کے باس پر ہے۔ بہرحال وہ جب تک وہاں الجھی رہے، اس وقت تک مسٹر فرہاد اور اعلیٰ بی بی کو ہر صورت میں بلیک شیڈو سے چھین لیا جائے۔ ہمارے حوالے کیا جائے، البتہ اگر ہوسکے تو رسونتی فرہاد سے انتقام لینے کے لیے اسے نقصان پہنچائے۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میرے تجربہ کار ماتحت اس بنگلے کے آس پاس موجود ہیں جہاں مسٹر فرہاد، علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کو رکھا گیا ہے۔ ہم اس پر زبردست حملہ کرکے انھیں وہاں سے نکال لائیں گے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کے ماتحت نے آکر کہا: "سر! وہ تو اس بنگلے کو خالی کرچکے ہیں۔"

"جمی نے چونک کر پوچھا: "کیا بکتے ہو؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ وہ اب سے تین گھنٹے پہلے ہی پیرس کے لیے روانہ ہوگئے تھے۔ ہم دھوکا کھا گئے۔ اس بنگلے میں ایک بند گاڑی لائی جاتی تھی۔ ہم سمجھے تھے، فرہاد صاحب اور ملادم اعلیٰ بی بی کے لیے سرگارڈز کی ڈیوٹی بدلی جارہی ہے لیکن اس بند گاڑی میں ان دونوں کو لے جایا گیا تھا۔ ہم نے یہاں کے فلائنگ کلب میں معلوم کیا تو پتا چلا، تین گھنٹے پہلے ان کا ہیلی کاپٹر یہاں سے روانہ ہوا ہے۔ ہیلی کاپٹر میں جانے والوں کی جو فہرست فلائنگ کلب میں موجود ہے، اس میں مرزا علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کا نام لکھا ہوا ہے۔"

جمی نے پلٹ کر دیوار پر زور سے گھونسا مارتے ہوئے کہا: "وہ مجھ سے بچ کر کہاں جاسکتا ہے۔ میں بلیک شیڈو کی گردن توڑ کر رکھ دوں گا اور فرہاد صاحب کو ضرور واپس لاؤں گا۔"

مرجانہ نے کہا: "ہم ابھی پیرس جائیں گے۔ مسٹر جمی! فوراً فلائنگ کلب سے رابطہ قائم کرو۔"

میں نے مرجانہ کے دماغ میں چپکے سے کہا: "میں رسونتی بول رہی ہوں۔ سونیا میرے پاس موجود ہے۔ میں تمھاری ایک ایک بات اسے بتاتی جارہی ہوں۔ وہ تمھاری ذہانت سے بہت خوش ہے۔ اس کا مشورہ ہے کہ کسی طرح جمی کو دوست بنا کر پیرس لے آؤ۔ وہاں ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

"کیا تم اور سونیا پیرس واپس آگئی ہو؟"

"اللہ تعالیٰ کا کرم شاملِ حال رہا، تو آدھی رات کے بعد پیرس ضرور پہنچ جائیں گے۔"

اسے سمجھانے کے بعد میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ رسونتی نے کہا: "فرہاد! جلدی آؤ، جلدی آؤ۔ اٹیچی... اندر سے ہل رہی ہے۔ ہائے میرا بچہ..."

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ رسونتی کے دماغ میں پہنچا تو دیکھا، سونیا اٹیچی اٹھا کر تیزی سے چستی ہوئی ٹوائلٹ کی طرف جارہی تھی۔ رسونتی دوسری اٹیچی اٹھا کر جانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا: "رک جاؤ۔ کوئی حماقت نہ کرنا۔ جس اٹیچی کے اندر بچہ ہل رہا ہے، اسے سونیا لے گئی ہے۔ اس کی موجودگی میں تمھیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"نہیں فرہاد! میرا دل نہیں مان رہا ہے۔ پتا نہیں کون سا پارس کون سی اٹیچی میں ہے۔ بہرحال پارس جو بھی ہو، دونوں ہی میرے

لختِ جگر ہیں۔ میری دو آنکھیں ہیں۔ اگر کسی کو کچھ ہو گیا تو میں صبر نہیں کر سکوں گی۔ سارا راز فاش ہو جائے گا۔"

"میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا۔ اگر تم مجھے خوش رکھنا چاہتی ہو تو اپنے آپ پر قابو رکھو۔ میں ابھی سونیا کے پاس سے آ رہا ہوں۔"

سونیا ٹوائلٹ میں پہنچ گئی تھی۔ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد اٹیچی کھول کر اس نے دیکھا۔ "آہ! وہ میرا پارس تھا۔ میرا اپنا خون تھا!"

رسونتی کے پاس جو اٹیچی تھی اس میں علی تیمور تھا۔

میرے پارس کے منہ پر گیس ماسک تھا اور سلنڈر بھی موجود تھا لیکن بدقسمتی کہ سلنڈر کی نلکی جو گیس ماسک سے منسلک ہوتی ہے اور سانس لینے کے لیے آکسیجن پہنچاتی ہے، وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی۔ یقیناً بچے کو اٹھانے، رکھنے اور چلنے کے دوران کہیں ایسا جھٹکا پہنچا تھا کہ وہ نلکی اپنی جگہ نہ رہ سکی۔ یا تو وہ نلکی کمزور تھی یا جھٹکا کھاتے ہی ٹوٹ گئی تھی۔

سونیا نے فوراً ہی گیس ماسک پارس کے چہرے سے ہٹا کر اسے دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا تھا۔ "اگر ابھی میں رسونتی کو یہ بتا دوں کہ میں ٹوائلٹ کے اندر کیا دیکھ کر آ رہا ہوں تو وہ طیارے کے اندر بیچ پڑے گی۔ دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دے گی۔ پھر نتیجہ ظاہر ہے۔ اس طیارے میں عزت علی کے آدمی ان کی حفاظت کے لیے موجود ہیں تو دشمن بھی مزود ہوں گے اور اگر نہ بھی ہوئے تو یہ بات مسافروں کے ذریعے بنکاک کے ایئرپورٹ میں پھیلے گی۔ وہاں ایک نہیں، دو نہیں، سیکڑوں مسافر تھے۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے یا کسی اور ذریعے کتنے مسافروں کی زبانیں بند کر سکتے تھے۔

انسان سوچتا کچھ ہے، ہوتا کچھ ہے۔

عزت علی کی پلاننگ، سونیا کی ذہانت میری اور رسونتی کی ٹیلی پیتھی نے بڑے کمالات دکھائے تھے۔ بڑی کامیابی سے ہم پنیال اور بھارت کی سرحد سے نکل آئے تھے۔ ایسے ہی وقت تقدیر مذاق اڑاتی ہے۔

ہاں، مذاق اڑاتی ہے اور کہتی ہے، اور کوئی تدبیر ہو تو اسے بھی آزما لو۔ میرا نام تقدیر ہے میں ہزار ہا تدابیر کی رکاوٹوں کو توڑ کر ہمیشہ اپنی من مانی کرتی ہوں۔

یکبارگی سونیا نے ایک فلک شگاف چیخ ماری: "رسونتی۔ تی ای۔ ای۔ ای۔۔۔"

طیارے میں جیسے زلزلہ آ گیا۔ تمام مسافر چونک کر اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر باتھ روم کی طرف دیکھنے لگے۔ ایئر ہوسٹس، اسٹیورڈ وغیرہ دوڑتے ہوئے اُدھر جانے لگے۔ پھر یکلخت رک گئے کیونکہ طیارے کے ایک حصے سے رسونتی کی فلک شگاف چیخ سنائی دی: "میں آ رہی ہوں۔ میرا بچہ۔۔۔"

سونیا نے ٹوائلٹ کے اندر پہنچتے ہی اٹیچی کو کھولا کر دیکھا تو اس کا دل دھک سے رہ گیا

پارس کے منہ پر گیس ماسک موجود تھا۔ گیس سلنڈر بھی تھا لیکن اس کی نلکی اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی۔ وہ ماں کا دودھ پا کر ایک ہی دن میں بڑی حد تک صحت مند ہو چلا تھا۔ اس ننھے بچے کے چہرے پر تازگی آ گئی تھی۔ وہی بچہ اب جاں کنی کی کیفیت میں تھا۔ اب تب میں اس کا دم نکلنے ہی والا تھا۔

سونیا نے فوراً ہی اس کے منہ پر سے گیس ماسک ہٹا کر اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا لیا۔ پھر اس کے منہ پر منہ رکھ کر زور زور سے پھونکیں مارنے لگی، اس کے پھیپھڑوں تک اپنی سانسیں پہنچانے لگی۔ میں نے زندگی میں پہلی بار سونیا کو اس قدر پریشان دیکھا تھا۔ وہ پارس کے ساتھ اپنی جان بھی جاتی ہوئی محسوس کر رہی تھی۔

اور محسوس کیوں نہ کرتی۔ وہ اسے اپنا بچہ، اپنے جگر کا ٹکڑا سمجھتی تھی۔ جتنی محبت مجھ سے کرتی تھی، اتنی ہی میرے بیٹے سے کرتی تھی۔ پھر بھلا وہ پریشان کیوں نہ ہوتی۔ کبھی وہ اس کے منہ سے منہ ملا کر پھونکیں مار رہی تھی اور کبھی اس کی دونوں ٹانگوں کو پکڑ کر الٹا لٹکا کر اس کی کمر پر تھپکی مارتی تھی۔ پھر اسے سیدھا کر کے پھونکیں مارنے لگتی تھی۔

اس کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھی۔ ایک بچے کی زندگی خطرے میں تھی۔ بچنے کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ دوسرے یہ راز فاش ہونے والا تھا کہ دو عورتیں، دو اٹیچی کیسوں میں، دو بچے اسمگل کر رہی ہیں۔

یہ سونیا بلا کی حاضر دماغ عورت تھی۔ وہ بوکھلاہٹ پر پوری طرح حواس میں رہ کر اسے سانسیں پہنچانے کی بھرپور کوشش کرتی رہی تھی۔ آخر وہ کامیاب ہو گئی۔ پارس نارمل طریقے سے سانس لینے لگا۔ وہ خوشی سے کھل گئی۔ اب اسے فیصلہ کرنا تھا کہ کیا کرے۔ بچے کو زندگی مل گئی تھی۔ اسے ممتا کی ضرورت تھی۔ اسے ماں کے دودھ کی ضرورت تھی۔ دوبارہ اٹیچی میں بند کرنا سراسر حماقت ہوتی۔ یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ کسی بھی وجہ سے نلکی ہٹ سکتی ہے۔ اب راز فاش کرنا لازمی تھا۔ بچے کو دودھ پلانا نہایت ضروری تھا۔ لہٰذا اس نے ٹوائلٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے ایک زور کی چیخ ماری: "رسونتی۔۔۔ ای۔۔۔ ای۔۔۔ ای۔۔۔"

وہ مسرت بھری چیخ تھی کیونکہ پارس کو نئی زندگی ملی تھی لیکن رسونتی کے دل میں پہلے سے اندیشے گھر کر رہے تھے۔ اس لیے سونیا کی چیخ ایک دھماکا لگی۔ طیارے میں جیسے زلزلہ سا آ گیا۔ تمام مسافر اپنی سیٹوں پر سے اٹھ کر سر گھما کر ٹوائلٹ کی طرف دیکھنے لگے۔ ہوسٹس اور اسٹیورڈ وغیرہ اُدھر دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ پھر ان کے قدم رک گئے۔ طیارے کے ایک حصے سے رسونتی کی چیخ سنائی دی: "میں آ رہی ہوں۔ میرا بچہ۔۔۔ چہ۔۔۔ چہ۔۔۔"

عجب تماشا دیکھنے میں آیا۔ اس طیارے میں کسی بچے کو لے جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ایئرپورٹ پر سخت پہرہ تھا۔ اس کے باوجود انھوں نے سونیا کی گود میں بچہ دیکھا۔ ایک اسٹیورڈ نے فوراً آگے بڑھ کر پوچھا: "یہ بچہ کہاں سے آیا؟"

سونیا نے بچے کو تھپکتے ہوئے کہا: "اللہ کی دین ہے۔"

ایک ایئر ہوسٹس نے پوچھا لیکن یہ بچہ تو پہلے یہاں نہیں تھا:

"جو پہلے دنیا میں نہیں ہوتا، وہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ بچہ بھی ابھی اس دنیا میں آیا ہے۔"

طیارے میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب حیرت زدہ ہو کر منہ کھول کر اسے تکنے لگے۔ رسونتی نے آ کر پارس کو لے لیا تھا۔ سونیا کہہ رہی تھی: "یہ بخیریت ہے، اب اسے خوراک کی ضرورت ہے۔"

پہلے تو وہ سب حیرانی سے سونیا کو دیکھ رہے تھے کیونکہ اس نے ٹوائلٹ میں بچہ پیدا ہونے کی بات کی تھی۔ لہٰذا وہ یقین کرنا چاہتے تھے کہ بچے کی ماں وہی ہے یا نہیں؟ اتنے میں رسونتی نے آ کر اسے دودھ پلانا شروع کر دیا تھا۔ گویا ایک نے بچہ پیدا ہونے کی خبر سنائی، دوسری نے آ کر اسے دودھ پلایا۔

ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈ مسافروں سے درخواست کر رہے تھے کہ وہ اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ جائیں۔ ابھی معاملہ سمجھ میں آ جائے گا۔ طیاروں کے مسافر سڑک چھاپ نہیں تھے، مہذب تھے۔ اس لیے اپنی اپنی جگہ بیٹھنے لگے لیکن اُدھر پلٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے۔ ایک ایئر ہوسٹس رسونتی سے کہہ رہی تھی: "مادام! آپ یہاں سے اٹھ جائیں۔ ہمارے ساتھ اسٹیورڈ روم چلیں۔ یہ بچہ ڈیڑھ دو سال کا ہے، آپ جھوٹ بولتی ہیں۔"

اس وقت تک سونیا تیزی سے چلتے ہوئے اپنی سیٹ کے پاس آ چکی تھی۔ ابھی ان کی ایک حیرانی دور نہیں ہوئی تھی کہ لوگوں نے دیکھا۔ دوسرے اٹیچی کیس سے دوسرا بچہ برآمد ہو رہا تھا۔ وہ کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی۔ دوسرے بچے کے گیس سلنڈر کی نلکی بھی کسی وجہ سے ہٹ سکتی تھی۔ جب ایک بچے کے سلسلے میں انکشاف ہو ہی گیا تھا تو دوسرے کو اٹیچی میں کیوں رکھا جاتا؟ اور اس کے لیے تشویش میں مبتلا رہا جاتا۔ لہٰذا اس نے بچے کو نکال لیا تھا۔

مسافر عورتیں حیرت سے مگر ہولے سے چیخ پڑیں: "اوہ

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

انجمن موسیقی

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے

اس کتاب کے ذریعے آپ کو موقع ملے گا کہ آپ اپنی آواز کو ساز کے ساتھ ملا کر ریہرسل کر سکیں اور اس طرح آپ کی آواز سازوں کے بارے میں بھی واقفیت ہو جائے گی

سُر، لے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور موسیقی کے دیگر اسرار و رموز آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب

برصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

یہ سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ مع اُن کی رنگین تصویر کے اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کتاب موسیقی کے اُستاد کی جگہ لیتی ہے

قیمت: ۶۰/- روپے ○ ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سیدھ منشن ایلیمو یا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱

گاڈ! دوسرا ابھی ہے۔"

کسی زندہ دل نے کہا۔ "بچے اپنچی سے پیدا ہو رہے ہیں۔"

ایک مسافر نے اپنی شریکِ حیات سے کہا۔ "تم خواہ مخواہ اتنے برس مزاروں پر جاتی رہیں۔ اپنچی کے پاس جا کر منت مان لو۔ گود بھر جائے گی۔"

دو اسٹیورڈ تیزی سے چلتے ہوئے سونیا کے پاس آئے، ایک نے کہا۔ "اب ہم ساری باتیں سمجھ گئے۔ کیا آپ مادام رسونتی ہیں؟"

سونیا نے اسٹیورڈ روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "مادام وہاں ہوسٹس وغیرہ کے ساتھ ہیں۔"

ذرا فاصلے پر بیٹھی ہوئی ایک مسافر خاتون نے حیرانی سے کہا۔ "مائی گڈنس، کیا یہ وہی بچے ہیں جنھیں روکنے کے لیے دوسری ماؤں پر غیر قانونی پابندیاں لگائی گئیں۔ کوئی ماں نیپال سے نہ تو باہر جا سکتی تھی اور نہ ہی کوئی بچے والی عورت نیپال میں داخل ہو سکتی تھی۔ دنیا بھر کے سخت پہرے لگائے گئے۔ تم عورتوں نے تو کمال کر دیا۔ اتنے پہرے کے باوجود انھیں یہاں لے آئیں؟"

ایک اسٹیورڈ نے جھنجلا کر کہا۔ "مادام! ہم نہیں جانتے آپ کون ہیں۔ مادام رسونتی کی ہم عزت کرتے ہیں لیکن یہ غیر قانونی حرکت ہے۔ کان کھول کر سن لیں۔ پرواز کے دوران یہ بچے آپ دونوں کے پاس رہیں گے لیکن بنکاک پہنچتے ہی ہم انھیں اپنی تحویل میں لے لیں گے۔"

سونیا نے بڑے اطمینان سے فرضی پارس کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "ابھی تو دلی دور ہے۔ یہی کہاوت بنکاک کے سلسلے میں بھی صادق آتی ہے۔"

پائلٹ کیبن میں بھی یہ خبر پہنچ گئی تھی۔ وہاں سے فرسٹ آفیسر نکل کر آیا۔ آتے ہی اس نے پوچھا۔ "کیا واقعی وہ دونوں بچے لائے گئے ہیں؟"

پھر وہ چونک کر سونیا کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی گود میں پارس رو رہا ہے۔ اس نے قریب آ کر پوچھا۔ "یہ کہاں سے آیا؟"

سونیا نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ "یہ رو رہا ہے۔ اسے چپ کرانے کے بعد جواب دوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ پارس کو لے کر اسٹیورڈ کیبن کی طرف جانے لگی۔ اسی وقت رسونتی تیزی سے باہر آئی۔ اس نے فرضی پارس کو روتے ہوئے سن لیا تھا۔ اس لیے بے چین ہو کر باہر نکل آئی تھی۔ اس کے پیچھے ہوسٹس کہہ رہی تھی۔ "مادام! آپ ہمارے ساتھ رہیں گی۔ یہاں سے نہیں جا سکتیں۔"

رسونتی نے اس کی باتوں کو نظر انداز کر دیا۔ اپنے پارس کو سونیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم اسے سنبھالو۔ میں اسے چپ کراتی ہوں۔"

اس نے پارس کو سونیا کے حوالے کیا۔ علی تیمور کو اس سے لے کر سینے سے لگایا اور اسٹیورڈ روم کی طرف جانے لگی۔ اسی زندہ دل شخص نے کہا۔ "بھئی ایک نے پٹارے سے بچے نکالنے کا ٹھیکہ لیا ہے۔ دوسری نے انھیں پالنے کا۔۔۔"

اس کی بات پر کتنے ہی مسافر قہقہے لگانے لگے۔ فرسٹ آفیسر نے اسٹیورڈ روم کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ دوسری عورت کون ہے جو بچے کو لے گئی ہے؟"

ایک ہوسٹس نے کہا۔ "وہ مادام رسونتی ہیں۔"

فرسٹ آفیسر چلتے چلتے ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ اس نے پلٹ کر ہوسٹس کو بے یقینی سے دیکھا۔ پھر سونیا کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ "تم؟ تم کون ہو؟"

"پٹارے سے بچے نکالنے والی۔"

یہ بات سونیا نے اتنی سادگی سے کہی کہ تمام مسافر قہقہے لگانے لگے۔ وہ بولی۔ "ابھی ایک صاحب نے میرا تعارف اسی انداز میں کرایا تھا۔ ویسے میرا نام انامیریا ہے۔"

وہ پھر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "یقیناً آپ نے میرا نام سنا ہو گا۔ خشکی کے راستوں پر، بندرگاہوں اور ہوائی اڈوں پر، جہاں جہاں پولیس، انٹیلی جنس اور کسٹم کے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ انامیریا کا نام جانتے ہیں۔"

فرسٹ آفیسر نے اس کا نام سنتے ہی آگے بڑھ کر اپنچی کو دیکھا۔ جس میں سے ابھی سونیا نے علی تیمور کو نکالا تھا۔ اس نے گیس سلنڈر کو ہاتھ میں لے کر تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "واقعی تم انامیریا ہو۔ یہ تمھارا ہی کام ہے۔ تم اتنی پابندیوں کے باوجود ایک نہیں، دو بچوں کو یہاں لے آئیں۔ کمال ہے۔ آخر تم کیا بلا ہو؟"

سونیا نے عاجزی سے کہا۔ "میں جو کچھ بھی ہوں۔ آپ سے تعاون کی درخواست کرتی ہوں۔"

"وھاٹ نان سنس، میں اور تم سے تعاون کروں گا۔ کیا تم مجھے مجرموں کا، اسمگلروں کا ساتھی سمجھتی ہو؟"

"کیا قاتلوں اور سازش کرنے والوں سے چھپنا، پناہ لینا اور معصوم بچوں کو پناہ دلانا جرم ہے؟"

"میں تم سے بحث کرنا نہیں چاہتا۔ میرے طیارے میں جو بچے غیر قانونی طور پر لائے گئے ہیں۔ لہٰذا میں بنکاک پہنچتے ہی انھیں قانون کے حوالے کروں گا۔"

ان کی باتوں کے دوران میں اسٹیورڈ اور ہوسٹس کے دماغوں میں گھومتا رہا۔ ان کے ذریعے پائلٹ کے دماغ میں پہنچ گیا کیونکہ انھوں نے اسٹیورڈ روم سے پائلٹ اور انجینیر کو بھی ان حالات سے آگاہ کر دیا تھا۔ ادھر سونیا کہہ رہی تھی۔ "فیئر! میں آپ سے درخواست کر رہی ہوں۔ ان بچوں کو بھول جائیے۔ ورنہ میرا نام انامیریا ہے۔ بنکاک پہنچ کر آپ کے فرشتے بھی ان بچوں کو قانون کے حوالے نہیں کر سکیں گے۔"

وہ اس کی طرف سے پلٹ گئی۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے طیارے کے اس سرے پر گئی۔ جہاں ایک دروازہ تھا۔ اس کے دوسری طرف پائلٹ کیبن تھا۔ اس نے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر پارس کو دونوں ہاتھوں میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ "میری بہنو اور بھائیو! یہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور جو کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا۔ وہ اپنی ذات میں ایک قانون ہے۔ وہ قانون کی نفی نہیں کرتا لیکن اس کی جان خطرے میں پڑتی ہے یا اس کے چاہنے والے دشمنوں میں گھر جاتے ہیں اور ہر طرف سے انھیں پریشان کیا جاتا ہے، سازشوں کے جال بچھائے جاتے ہیں اور جب قانون بے بس ہو جاتا ہے وہ، جو اپنی ذات میں قانون ہے، ایسا قانون استعمال کرتا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی قانون استعمال کیا۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا، قانون کے محافظ خطرناک تنظیموں اور بڑے بڑے ملکوں کے زیرِ اثر ہیں اور وہ معصوم بچوں کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ انھیں دشمنوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے انھوں نے پابندیاں نافذ کر دی تھیں۔ ماں سے اس کی ممتا چھین رہے ہیں۔ باپ سے اس کی اولاد کو جدا کر کے بچوں کے ذریعے بلیک میل کرنا چاہتے ہیں تو پھر وہ قانون کہاں رہا؟ قانون تو یہ ہے کہ ہم نے ان معصوم بچوں کی حفاظت کی اور انھیں بحفاظت یہاں لے آئے۔ کیا ہم نے غلط کیا؟ میں سب سے پہلے اپنی ان بہنوں سے پوچھتی ہوں جو اپنے بچوں سے محبت کرتی ہیں یا جن کے ننھے معصوم بھائی اور بہنیں ہیں۔ کیا ہم نے کوئی جرم کیا ہے؟"

اس کی باتیں سن کر مسافر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ فرسٹ آفیسر اور اسٹیورڈ کچھ کہنے کے لیے آگے بڑھ رہے تھے کہ رک گئے۔ طیارے کے دوسرے سرے سے جہاں اسٹیورڈ روم تھا، وہاں سے رسونتی کی آواز سنائی دی۔ سب نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ علی تیمور کو دونوں ہاتھوں میں بلند کیے کہہ رہی تھی۔ "میری بہنو اور بھائیو! میں رسونتی ہوں۔ یہ میرا اور فرہاد علی تیمور امیریا پارس ہے۔ یہ دنیا کا واحد بچہ ہے جو پیدا ہونے سے دشمنوں کی نظروں میں اب تک دھول جھونکتا آ رہا ہے۔ یہ دشمنوں کے لیے ایک چیلنج ہے لیکن اس کی ماں تمھارے سامنے گھٹنے ٹیک کر عاجزی سے التجا کرتی ہے۔"

اس نے فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ فرضی پارس کو اسی طرح ہاتھوں میں بلند رکھا پھر کہا۔ "اے دنیا کو جنم دینے والی ماؤں، بہنو اور بیٹیو! بھائیو اور بزرگو! میرے دونوں معصوم بچوں کو بچا لو۔ ان کی زندگی تم سب کے ہاتھوں میں ہے۔ تم سب ان کی حفاظت کے لیے ایک آواز ہو جاؤ گے تو قانون ہمارے سامنے بے بس ہو جائے گا۔ قانون ہم بناتے ہیں، ہم بدلتے ہیں اور اس کی اچھائی کے لیے بدلتے ہیں اور اچھائی یہ ہے کہ ہم اپنی دنیا کی معصوم کلیوں کو شگفتہ پھولوں کو اپنے دودھ سے سینچیں، اپنی ممتا سے پروان چڑھائیں اور انسانیت کا تقاضا پورا کرتے ہوئے ان کی بھرپور حفاظت کریں۔"

ایک بوڑھی خاتون نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "ہم ان بچوں کی ضرور حفاظت کریں گے۔"

ایک نوجوان عورت نے اٹھ کر کہا۔ "یہ معصوم بچے ہیں، اسمگلنگ کا مال نہیں ہیں۔"

ایک شخص نے اٹھ کر کہا۔ "ایک ماں اپنے بچوں کو لے جا رہی ہے پرائے بچوں کو اغوا نہیں کر رہی ہے۔ یہ ماں ہے، مجرم نہیں ہے۔"

ایک بوڑھے نے اٹھ کر کہا۔ "قانون صرف مجرموں کو پکڑنے اور سزا دینے کے لیے نہیں ہوتا۔ مظلوموں کی حفاظت کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔"

پھر تو کتنے ہی مسافر باری باری اٹھ کر اپنی رائے پیش کرنے لگے۔ سب کی آرا دونوں بچوں کی حمایت میں تھیں۔ فرسٹ آفیسر نے پریشان ہو کر کہا۔ "پلیز خاموش رہیے۔ اپنی اپنی جگہ بیٹھ جائیے۔"

سب بیٹھنے لگے۔ اس نے کہا۔ "کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اپنی ڈیوٹی کے دوران میں ایسا کوئی کام کروں جو میری ایئر لائن کے اصول و ضوابط کے خلاف ہو؟"

ایک نے چیخ کر کہا۔ "ہم کچھ نہیں جانتے۔ صرف ان بچوں کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔"

فرسٹ آفیسر نے کہا۔ "میں یہی بات سمجھا رہا ہوں۔ میرا فرض ہے کہ میں طیارے کے ایک ایک مسافر کی حفاظت کروں اور انھیں بخیریت ان کی منزل تک پہنچا دوں۔ جب یہ دو بچے میرے طیارے میں آ چکے ہیں تو میں ان کا دشمن نہیں ہوں۔ میں انھیں سزا نہیں دے رہا ہوں۔ بنکاک پہنچنے تک یہ میرے طیارے کے دو ننھے مسافر ہیں۔ ان کی حفاظت میرا فرض ہے۔"

بنکاک پہنچتے ہی میں انھیں قانون کے حوالے کردوں گا تاکہ دشمن اور سازش کرنے والے ان کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکیں۔"

سونیا نے کہا۔ "تم ہم سے زیادہ ان کے دشمنوں کو اور سازش کرنے والوں کو نہیں جانتے۔"

رسونتی نے چیخ کر کہا۔ "نہیں، یہ افسر جانتا ہے۔ اس نے کٹھمنڈو کے ایئرپورٹ پر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ قانون کس قدر بے بس تھا۔ وہاں تمام لوگ ان بچوں کے خلاف اقدامات کر رہے تھے۔ پابندیاں عائد کر رہے تھے۔ اس آفیسر نے کیا کر لیا؟ یا بنکاک پہنچ کر قانون وہاں بھی بے بس ہوگا تو یہ کیا کر لے گا؟ کیا ان بچوں کو دشمنوں کے ہتھے چڑھنے سے روک سکے گا؟"

آفیسر نے جھنجلا کر کہا۔ "میں اس کا ذمے دار نہیں ہوں۔ میں اپنی ڈیوٹی پوری کرنا جانتا ہوں۔ میرا کام اس طیارے کو بحفاظت بنکاک تک پہنچانا ہے اور مسافروں کو بھی بخیریت ان کی منزل تک پہنچا کر اپنے فرائض سے سبکدوش ہونا ہے۔ ان مسافروں میں یہ دو بچے بھی شامل ہیں۔ منزل پر پہنچنے کے بعد کون دشمنوں کے ہتھے چڑھتا ہے، کون دوستوں کے گلے لگتا ہے۔ یہ ہم نہیں جانتے۔ یہ ہماری ڈیوٹی نہیں ہے کہ ہم کسی کو دوستوں کے گلے لگائیں یا کسی کو دشمنوں کے ہتھے چڑھا دیں۔ میں ایک بات جانتا ہوں صرف ایک بات اور وہ یہ کہ بنکاک پہنچنے تک بچے میری حفاظت میں رہیں گے۔ اس کے بعد قانون فیصلہ کرے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "اگر تم اپنی ذمے داری کی بات کرتے ہو تو پھر ہم بھی اپنی ذمے داری پوری کریں گے۔ جو ہاتھ ان بچوں کو کئی ملکوں کے سیکرٹ ایجنٹوں، سراغ رسانوں، فوجی جوانوں اور سخت پہروں سے نکال کر یہاں تک لا سکتے ہیں، وہ یہاں سے اپنی منزل تک بھی پہنچا سکتے ہیں۔ تم دیکھو گے کہ اس طیارے کے بنکاک پہنچنے سے پہلے کیا قیامت آتی ہے۔"

سونیا چیلنج کر رہی تھی۔ اس دوران میں اس کے پاس نہیں تھا۔ یہ ساری باتیں مجھے بعد میں معلوم ہوئیں۔ میں تو پائلٹ کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ اسے ٹریپ کروں۔ اس کے دماغ پر قابض ہو کر اس سے اپنی مرضی کے مطابق عمل کراؤں لیکن جب میں نے پہلی بار اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا۔ "خوش آمدید، مادام رسونتی!"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم مجھے خوش آمدید کہہ رہے ہو جبکہ میں غیر قانونی طریقے سے اپنے دو بچوں کو یہاں لے آئی ہوں۔"

"مادام! سب سے پہلے یہ وضاحت کر دوں کہ میں انٹرپول کے چیف آفیسر عزت علی کا اَن آفیشل یعنی غیر سرکاری اسسٹنٹ ہوں۔ ان کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں۔ انھوں نے اپنی سرپرستی میں مجھے ایک ماہر سراغ رساں بھی بنا دیا ہے جو مجرم میری فلائٹ میں سفر کرتے ہیں، انھیں کس طرح پکڑا جائے، کس طرح ان کا سراغ لگانا چاہیے اور کس طرح عزت علی صاحب تک اطلاع پہنچانا چاہیے۔ میں یہ سارے کام اچھی طرح سمجھ گیا ہوں اور ان کے لیے کوشش کرتا رہتا ہوں۔"

"کیا تمھیں معلوم تھا کہ میں روپ بدل کر اس طیارے میں سفر کرنے والی ہوں؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ مسٹر عزت علی نے پہلے ہی سب کچھ بتا دیا تھا۔ یہ تاکید کی تھی کہ حالات موافق ہوں اور آپ کے خلاف جاتے ہوں تو مجھے آپ کے اور مادام سونیا کے مشوروں پر فوراً عمل کرنا چاہیے۔ میں جانتا ہوں مادام سونیا اس وقت انامریا کے روپ میں یہاں موجود ہیں۔"

"عزت علی نے جس طرح میرا ساتھ دیا ہے۔ میں اسے کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"مادام! ابھی پوری طرح ساتھ کہاں دیا ہے۔ اب حالات بگڑ رہے ہیں، حکم دیجیے، ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"میں بنکاک نہیں جانا چاہتی۔ وہاں پہنچتے ہی گھیرا جاؤں گی۔ کیا اس طیارے کا رخ تم کسی دوسری طرف موڑ سکتے ہو؟"

"بیشک موڑ سکتا ہوں لیکن کسی نہ کسی ملک کے ایئرپورٹ پر اُترنا پڑے گا۔ ایندھن کی کمی پوری کرنی ہوگی۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے۔ جب طیارہ کسی بھی ملک کے ایئرپورٹ پر اترے گا تو میں کسی کو دروازہ کھولنے نہیں دوں گی۔ تمھارے ساتھ اس کیبن میں دو اسٹاف کے آدمی ہیں۔ ایک فرسٹ آفیسر جو اس وقت طیارے میں مجھ سے اور سونیا سے رہا ہے۔ دوسرا یہ فلائٹ انجنیئر ہے۔ کیا یہ ہمارا ساتھ دے سکتا ہے؟"

"اس پر بھروسہ نہ کریں۔ طیارے میں ایک اسٹیورڈ بھی ساتھی ہے۔ میں اسے کسی طریقے سے بلاتا ہوں۔ آپ انجنیئر کو اس کیبن سے باہر بھیج دیں۔ اسٹیورڈ آتے ہی دروازے کو اندر سے بند کر دے گا۔ میں کیبن میں اس کے ساتھ رہوں گا۔ ہمارا قبضہ رہے گا۔ اِدھر کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ باقی طیارے کے دوسرے دروازوں کو بند رکھنا آپ کا کام ہوگا۔"

"تم انجنیئر سے بات کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچتی ہوں۔"

اس نے فلائٹ انجنیئر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر! ذرا معلوم تو کرو۔ طیارے میں کیا ہو رہا ہے۔"

"ہمارے طیارے میں دنیا کی بڑی بڑی شخصیتیں سفر کر رہی ہیں۔ آج رسونتی کا نام سن کر عجیب سا لگ رہا ہے۔ میں اسے قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں جاؤں گا تو تم تنہا رہ جاؤ گے لہٰذا فرسٹ آفیسر کو بھیج رہا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اسٹیورڈ آنند کو بھیج دو۔"

وہ کیبن سے نکلنے کے لیے دروازہ کھول کر باہر آنا چاہتا تھا۔ راستے میں سونیا بچے کو لیے کھڑی تھی۔ وہ ایک طرف ہٹ گئی۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "یہ مرغا کیبن کے باہر جا رہا ہے۔ ابھی اسٹیورڈ آنند کیبن میں داخل ہوگا۔ اس کے بعد کیبن کا دروازہ اندر سے بند ہو جائے گا۔ پائلٹ اور آنند دونوں ہی ہمارے آدمی ہیں۔ اُدھر سے ہم بے فکر رہیں گے۔ باقی طیارے کے اس حصے کو اپنے کنٹرول میں رکھنا ہمارا کام ہے۔"

میں اسے مختصر طور پائلٹ کے متعلق بتا رہا تھا۔ اس وقت تک اسٹیورڈ آنند پائلٹ کیبن میں پہنچ گیا تھا۔ دروازے کو اندر سے بند کر چکا تھا۔ میں نے رسونتی بن کر اسے مخاطب کیا تو وہ ذرا چونکا۔ پھر نتھنے کھنے کے انداز میں دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ "دیوی جی، میں آپ کا عقیدت مند ہوں۔ فرمائیے۔"

"اس دروازے کو اب نہ کھولنا۔ مائک کے ذریعے یہی تاثر دینا کہ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمھیں اور پائلٹ کو ٹریپ کیا ہوا ہے۔ تم لوگ اپنی مرضی سے حرکت کرنا چاہو گے تو تمھاری جانوں کو خطرہ ہے۔ اس طرح پورا طیارہ تباہ ہو جائے گا۔"

"دیوی جی! میں اچھی طرح سمجھ گیا۔ آپ جو کہہ رہی ہیں، ہم اس پر عمل کریں گے۔"

میں پائلٹ کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے پوچھا۔ "مادام! آپ کس ملک میں جانا چاہتی ہیں؟"

"پہلے تو کسی بھی ملک کے ایئرپورٹ پر طیارے کو اتارو۔ ایندھن پوری طرح حاصل کرو۔ اس دوران قریبی ایئرپورٹ کے کنٹرولنگ ٹاور سے رابطہ قائم کر کے یہاں کے حالات سے آگاہ کرو۔ انھیں بتاؤ کہ تم اور اسٹیورڈ آنند ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیے جا چکے ہو۔ ایک کیبن میں قید ہو چکے ہو۔ اپنی مرضی سے حرکت نہیں کر سکتے۔ فی الحال اس طیارے کو ایئرپورٹ کے کسی رن وے پر اتارنا چاہتے ہو۔ قریبی ایئرپورٹ کون سا ہے؟"

"رنگون ایئرپورٹ ہے۔"

"اوہ خدایا! برما کی حکومت تو میرا اور فرہاد کا نام سن کر ہی بھڑک جاتی ہے۔ پچھلے دنوں ہماری وجہ سے وہاں اتنے ہنگامے ہوئے ہیں کہ شاید ہی وہ طیارے کو اترنے کا موقع دیں پھر بھی کوشش کرو۔"

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ تاکہ طیارے کے حالات سن کر سکوں۔ اچانک ہی ایک شخص اپنی سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ "انامریا! مادام رسونتی! میں تم دونوں کو وارننگ دے رہا ہوں۔ اگر میرے حکم کی تعمیل نہ کی گئی۔ تو میں بے دریغ گولی مار دوں گا۔"

میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تمام مسافر ریوالور کو دیکھ کر سہم گئے تھے۔ عورتیں گھبرا رہی تھیں۔ ایک عورت بے اختیار چیخ پڑی تھی۔ ریوالور والے نے کہا۔ "میں مسافروں کا دشمن نہیں ہوں، نہ ہی طیارہ اغوا کرنے والا ہوں۔ میں ایک ہندوستانی ہوں۔ میرا تعلق فوج سے ہے۔ میرے دیش کی زمین سے دو بچے اغوا کیے جا رہے ہیں۔ مادام رسونتی غیر قانونی طور پر اس طیارے میں پہنچ گئی ہیں۔ میں انھیں قانون کے حوالے کروں گا۔"

سونیا نے ایک ہاتھ سے پارس کو سنبھالا۔ دوسرا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "نادان بچے! ریوالور سے کھیلنا اچھی بات نہیں ہے۔ لاؤ مجھے دے دو۔"

میں دوسرے ہی لمحے اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے ریوالور سونیا کی طرف اچھال دیا۔ سونیا نے اسے پکڑ کر لیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے گڑبڑا گیا۔ چونک کر اپنے خالی ہاتھ کو دیکھنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "اُدھر نہیں، اِدھر دیکھو۔"

سونیا کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ رسونتی نے کہا۔ "تم بڑے دیس بھگت بنتے ہو۔ یہ تمھاری کیسی دیس بھگتی ہے کہ تمھارے ماں کی ایک عورت بیاہ کر دوسرے دیس گئی، وہ اپنے بچوں کی ماں بنی اور تم ان کے حقوق ضبط کرتے ہو۔ اسے قانون اور دیس بھگتی کہتے ہو۔ ریوالور دکھانے سے پہلے کیا یہ بھول گئے تھے کہ تمھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے شکار کیا جا سکتا ہے۔ یا تمھیں اس بات کا ابھی تک علم نہیں ہے کہ رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں؟"

وہ گم صم کبھی رسونتی کو اور کبھی سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے کہا۔ "اب اچھے بچوں کی طرح اپنی سیٹ پر بیٹھ جاؤ اور آرام سے سفر کرتے رہو۔"

فرسٹ آفیسر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "مس انامریا! دروازے کے پاس سے ہٹ جاؤ۔ میں پائلٹ کیبن میں جانا چاہتا ہوں۔"

سونیا نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "اب یہ دروازہ نہیں کھلے

گا۔ تم سب اسٹیورڈ روم میں وقت گزارو۔ ابھی پائلٹ کیبن سے ایک اہم اعلان ہونے والا ہے۔"

"کیسا اعلان؟ کون کرے گا اعلان؟"

سونیا نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "ابھی اس طیارے کا پائلٹ، رنگون ایئرپورٹ کے کنٹرولنگ ٹاور سے رابطہ قائم کر رہا ہے۔ وہاں یہ جہاز اتارا جائے گا۔ تاکہ پوری طرح ایندھن حاصل کیا جاسکے۔ وہاں سے معاملات طے ہونے کے بعد ان کے مطابق اعلان کیا جائے گا۔ انتظار فرمائیے۔"

فرسٹ آفیسر نے کہا۔ "میں تمہیں قانون کا واسطہ دے کر کہتا ہوں۔ ریوالور مجھے دے دو۔ ورنہ یہی سمجھا جائے گا طیارے کو اغوا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔"

فرسٹ آفیسر کی بات سن کر مسافروں میں کھلبلی مچ گئی سب گھبرانے لگے۔ عورتیں پریشان ہوکر کبھی رسونتی کو اور کبھی سونیا کو دیکھنے لگیں۔ سونیا نے کہا۔ "میں مسافروں سے درخواست کرتی ہوں، وہ پرسکون رہیں۔ ہم ان کے دشمن نہیں ہیں۔"

رسونتی نے کہا۔ "میں نے اور انامیریا نے محبتوں کا واسطہ دیا، انسانیت کا واسطہ دیا۔ دو معصوم جانوں کی حفاظت کرنے کے لیے گڑگڑا کر التجائیں کیں۔ میں نے تم سب کے آگے گھٹنے دیے۔ میں مانتی ہوں۔ ہمسفر خواتین اور مردوں نے میرا بہت حد تک ساتھ دیا۔ میری حمایت کی لیکن یہاں قانون کی باتیں کرنے والوں کا پلڑا بھاری ہے۔ یہ اپنی من مانی کریں گے اور اس طیارے کو ہنکاک لے جانا چاہیں گے۔ ہنکاک جانے کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں بچوں کے ساتھ میں بھی دشمنوں کے نرغے میں چلی جاؤں گی اور میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ لہٰذا یہ طیارہ اب میری مرضی کے مطابق پرواز کرے گا۔"

طیارے میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنسنی پھیل گئی۔ فرسٹ آفیسر اسٹیورڈ روم میں جاکر پائلٹ سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ اسی وقت اسپیکر کے ذریعے اعلان سنائی دیا۔ "معزز خواتین وحضرات! میں اسٹیورڈ آنند آپ سے مخاطب ہوں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ میری زبان سے شریمتی رسونتی دیوی بول رہی ہیں۔ میں اور آپ کے طیارے کا پائلٹ ان کی ٹیلی پیتھی کی گرفت میں ہیں۔ اگر ہم اپنی مرضی سے ذرا بھی حرکت کریں گے تو یہ طیارہ تباہ ہوجائے گا۔"

یہ سنتے ہی دو عورتیں رونے لگیں۔ ایک بوڑھے نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ ہماری دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ جہاں دیکھو وہاں ہائی جیکنگ ہوتی ہے۔ ہمیں اپنی منزل سے بھٹکا یا جاتا ہے، ہمیں پریشان کیا جاتا ہے۔ ہماری زندگی کو خطرے میں

ڈالا جاتا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "میں آپ سے درخواست کرتی ہوں آپ خاموشی سے اعلان سنتے رہیں۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ میں ہر کو اور تمام مسافروں کو بخیریت ان کی منزل تک پہنچاؤں گی۔ فی میرے دو بچوں کی سلامتی کا سوال ہے۔"

اسپیکر کے ذریعے اسٹیورڈ آنند کہہ رہا تھا۔ "معزز خواتین حضرات! ہم اس وقت برما کے شہر رنگون کی فضاؤں میں پرواز رہے ہیں۔ چند منٹ کے بعد ہمارا طیارہ یہاں اترنے والا ہے۔ ا حاصل کرنے کے بعد ہماری پرواز پھر جاری رہے گی۔ اس وا تک کے لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں، آپ صبر و تح مظاہرہ کریں۔ کسی قسم کی پریشانی کو دل میں جگہ نہ دیں۔ ہمارا ہے کہ ہم آپ کو بحفاظت آپ کی منزلوں تک پہنچائیں اور ہم فرض ضرور ادا کریں گے۔ حالات بنتے اور بگڑتے رہتے ا ایسے ہی حالات پر قابو پانا ہماری ڈیوٹی ہے۔ ہم کسی نہ کسی اپنی ڈیوٹی کی تکمیل ضرور کریں گے۔ فی الحال آپ سے درخوا ہے کہ آپ اپنی اپنی جگہ سیفٹی بیلٹ باندھ لیں۔ طیارہ کسی وق بھی اترنے والا ہے۔ آئی پرے فار آل آف اس اینڈ یو گڈ لک۔"

اسپیکر خاموش ہوگیا۔ تمام مسافر اپنی اپنی سیٹ پر سہ طرح بیٹھ کر سیفٹی بیلٹ باندھنے لگے۔ سونیا اور رسونتی نے پہلی سیٹوں کو چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ وہ درمیان میں تھیں۔ سونیا ا کے ذریعے اور رسونتی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام مسافروں کو فر آفیسر کو اور اسٹیورڈ وغیرہ کو اپنے کنٹرول میں رکھنے کے لیے آ سیٹ پر چلی آئیں۔ ایک ایک بچے کو سنبھالتے ہوئے انھو نے سیفٹی بیلٹ باندھ لیا۔ اسی وقت طیارہ رن وے پر اترنے

پائلٹ نے کنٹرولنگ ٹاور والوں کو یہ نہیں بتایا تھا ٹیلی پیتھی کے ذریعے طیارے کو اغوا کیا جارہا ہے۔ میں نے کر دیا تھا۔ ایسا کہنے سے رنگون کے ایئرپورٹ میں دہشت جاتی۔ وہاں کے حکام طیارے کو اترنے کی اجازت ہی نہ د اس طرح ایندھن حاصل نہ ہوتا۔

جس وقت طیارے میں ایندھن سپلائی ہو رہا تھا اسی پائلٹ نے کنٹرولنگ ٹاور والوں سے رابطہ قائم کرتے ہوئے "اب میں حقیقت بیان کرتا ہوں۔ شریمتی رسونتی دیوی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا ہوا ہے۔ اس وقت وہ طیار میں اپنے دو بچوں کے ساتھ موجود ہیں۔ نیپال میں جو کچھ ہے۔ اس کا علم یقیناً یہاں کے حکام کو ہوگا۔ شریمتی رسونتی دیو یہاں کے حکام سے دریافت کر رہی ہیں، کیا ان کے دو بچ

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "جواب کا انتظار کریں۔"

تھوڑی دیر بعد ہی کسی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہمیں افسوس ہے۔ یہاں پچھلے دنوں مسٹر فرہاد علی تیمور کے ذریعے جو ہنگامے ہوئے، وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ ہمارے ہاں بڑی بدامنی پھیل رہی۔ لہٰذا ہم معذرت چاہتے ہیں۔ ہم شریمتی رسونتی دیوی کی خدمت کے لیے تیار ہیں لیکن یہاں پناہ دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ مختلف خطرناک تنظیمیں ہمارے ہاں اپنا اڈا بنائیں گی۔ یہاں ایک گھمسان کی لڑائی شروع ہوجائے گی۔ ہمارا غیر جانبدار ملک مختلف ممالک اور خطرناک تنظیموں کی آماجگاہ بننے کا متحمل نہیں ہوسکتا ہم رسونتی جی سے ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کرتے ہیں کہ وہ یہاں سے چلی جائیں۔ ہم طیارے کو یہاں سے روانہ کرنے کے لیے سگنل دے رہے ہیں۔"

میں نے سونیا اور رسونتی کو یہ باتیں بتائیں۔ سونیا نے کہا۔ "میں پہلے ہی جانتی تھی۔ یہاں کے حکام ہمیں اپنی زمین پر قدم رکھنے بھی نہیں دیں گے۔ چلو اچھا ہے۔ یہاں سے دوسری جگہ چلیں۔"

رسونتی نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "لیکن کہاں چلیں؟ اتنی بڑی دنیا میں ایسا کون سا ملک ہے جو ہمیں پناہ دے کر بڑے ممالک سے دشمنی مول لینا چاہے گا۔ یا بڑے ممالک اپنے ہاں پناہ دے کر اپنے ملک کو خطرناک تنظیموں کا گڑھ بنالیں گے۔ اگر ایک پناہ دے گا تو دس ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے اور جو پناہ دے گا۔ اس کا اپنا مفاد ہوگا۔ وہ اپنے طور پر ہمیں استعمال کرنا چاہے گا۔"

تھوڑی دیر بعد طیارہ پھر پرواز کرنے لگا۔ جب وہ کافی بلندی پر پہنچ گیا تو پائلٹ نے میری ہدایات کے مطابق اعلان کیا۔ اسپیکر سے آواز سنائی دینے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "معزز خواتین وحضرات! طیارے کی آخری دو سیٹوں پر شریمتی رسونتی دیوی اور مس انامیریا ایک ایک بچے کو لیے بیٹھی ہوئی ہیں۔ آپ دیکھ سکتے ہیں۔ شریمتی رسونتی دیوی اس وقت بالکل خاموش اور گم ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس وقت میرے دماغ میں پہنچی ہوئی ہیں اور میں ان کی مرضی کے مطابق اعلان کر رہا ہوں۔"

تمام مسافروں نے اپنی جگہ سے سر گھما کر رسونتی کی طرف دیکھا۔ اسپیکر سے کہا جارہا تھا۔ "دیوی جی اور مسٹر فرہاد علی تیمور میسل پیتھی جاننے والی دو ایسی شخصیتیں ہیں۔ جن کے نام سے بڑی بڑی حکومتیں لرزتی ہیں۔ کوئی ملک انھیں اپنے ہاں پناہ دینا نہیں چاہتا اور انھیں پناہ دینے سے انکار کرتے ہوئے بھی ڈرتا ہے۔ دنیا کے تمام ممالک ان دونوں سے دوستی کرنا چاہتے ہیں مگر دوستی نبھانا نہیں چاہتے۔ موجودہ حالات میں شریمتی رسونتی دیوی اپنے دو بچوں کے ساتھ جہاں جائیں گی وہاں ان کے اطراف دشمنوں کی بھیڑ لگ جائے گی۔ لہٰذا وہ ایسی جگہ جانا چاہتی ہیں جہاں دشمن نہ پہنچ سکیں۔ ایسی جگہ صرف ایک ہے اور وہ ہے وادیٔ قاف۔۔۔"

چند لمحے کے لیے خاموشی چھاگئی۔ سب گم صم اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سب نے سانس روک لی ہو۔ کسی نئی جگہ کا نام سن رہے ہوں اور سمجھ رہے ہوں کہ یہ وادیٔ قاف کہاں ہے اور یہ طیارہ کیا واقعی ایسی کسی جگہ پہنچنے والا ہے۔

پھر اسپیکر سے آواز سنائی دی۔ "وادیٔ قاف مملکت ترکی کے شمال میں واقع ہے۔ یہ ایک آزاد قبائلی علاقہ ہے۔ یہاں صدیوں سے جو قوم آباد ہے۔ وہ آج بھی مہذب دنیا سے بالکل الگ ہے۔ اس کے باوجود اس قوم کا فرہاد علی تیمور سے گہرا تعلق ہے۔ یہ طیارہ وہیں جارہا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ سکون سے سفر جاری رکھیں۔ آپ لوگوں کو کسی قسم کا جانی، مالی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ رسونتی دیوی کا وعدہ ہے کہ وہاں انھیں اور دونوں بچوں کو بخیریت پہنچانے کے بعد یہ طیارہ آپ لوگوں کو آپ کی منزل تک لے جائے گا۔"

میں نے سونیا اور رسونتی سے کہا۔ "میں تھوڑی دیر کے لیے ٹارٹر غلبا کے پاس جارہا ہوں۔ تم دونوں ہوشیار رہنا۔ میں ابھی آؤں گا۔"

میں غلبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک جگہ کھڑا ہوا ایک چار دیواری کو تعمیر ہوتے دیکھ رہا تھا۔ ایک مسجد تعمیر کی جارہی تھی۔ اس قبیلے کے لوگوں کو دینِ اسلام کی طرف مائل کیا جارہا تھا۔ بہت پہلے ہی میں نے اس سلسلے میں بابا صاحب کے ادارے سے رجوع کیا تھا۔ شیخ الفارس غلام حسین البرقی نے بہت پہلے ہی ایک تبلیغی جماعت کو وہاں بھیج دیا تھا۔ بہرحال میں نے ٹارٹر غلبا کو مخاطب کیا۔ تو وہ چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔

وہ سمجھ رہا تھا کہ سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کیا گیا ہے چونکہ بہت عرصے کے بعد اس سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ قائم ہو رہا تھا۔ اس لیے وہ ذرا بدحواس ہوگیا تھا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "فرہاد! کیا تم بول رہے ہو؟"

"میں رسونتی بول رہی ہوں۔ شاید آپ مجھے جانتے ہوں۔"

"ضرور جانتا ہوں۔ میری بیٹی تمھارے شوہر سے بیاہی جانے والی ہے۔ شاہتہ یہاں کی شہزادی ہے۔ آئندہ یہاں کی ملکہ بن

سکتی ہے لیکن فرہاد کے رشتے سے تم بڑی ملکہ کہلاؤ گی اور وہ تم کمبر ہے گی۔ میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔ بولو، کیسے آنا ہوا؟ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"میں اس وقت دشمنوں میں گھری ہوئی ہوں۔ اپنے دو بچوں کے ساتھ ایک طیارے میں سفر کر رہی ہوں۔ اس طیارے کو میں نے اور سونیا نے اغوا کیا ہے۔ اب اسے آپ کے علاقے میں لا رہے ہیں۔"

"میں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"میں نے سنا ہے، آپ کے علاقے میں کھلے میدان ضرور ہیں۔ وہ اکثر برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔ ایسا کوئی ہموار راستہ نہیں ہے۔ جہاں طیارہ اتر سکے؟"

"راستہ نہ ہو تو بنایا جاتا ہے۔ یہ بتاؤ، وہ طیارہ کب تک یہاں پہنچے گا؟"

ایک اندازے کے مطابق آٹھ گھنٹے لگ جائیں گے۔

آٹھ گھنٹے میں تو میں ننگی تلوار سے آٹھ ہزار دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتا ہوا چلا آؤں گا۔ یہ راستہ بنانا کون سی بڑی بات ہے۔ میں مانتا ہوں۔ آٹھ گھنٹے کے اندر یہ رن وے تیار نہیں کیا جا سکتا لیکن کچا راستہ اس حد تک ہموار کیا جا سکتا ہے کہ طیارہ اتر سکے اور ایسا ہو جائے گا۔ تم اطمینان رکھو۔"

"شکریہ، میں جا رہی ہوں۔ میرا طیارے میں موجود رہنا ضروری ہے۔"

"ہاں، ضرور جاؤ۔ ہو سکے تو شباتہ اور بلبا سے رابطہ قائم کرو۔ ان کے بارے میں مجھے کچھ بتاؤ۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ جس طرح آپ جیالے ہیں۔ اسی طرح آپ کی اولاد بھی ہے۔ وہ دونوں بخیریت ہیں۔ شباتہ شاید کل تک آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔"

"تم طیارے میں مصروف ہو اور وہاں تمہاری موجودگی ضروری ہے۔ ورنہ میں فرہاد کے متعلق بھی پوچھتا۔ جب دوبارہ آؤ تو مجھے اس کے متعلق ضرور بتانا۔"

"اتنا سمجھ لیں کہ وہ بھی بخیریت ہے۔ باقی باتیں آپ کو بعد میں بتاؤں گی۔"

میں پھر رسونتی اور سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ طیارہ پوری طرح دونوں کے کنٹرول میں تھا۔ پائلٹ روم میں کوئی جا نہیں سکتا تھا۔ اُدھر کا دروازہ اندر سے بند ہو چکا تھا۔ اِدھر لیور کی صورت میں ایک ہتھیار سونیا کے ہاتھ میں تھا۔ دوسرا ہتھیار ٹیلی پیتھی کی صورت میں رسونتی کے پاس تھا۔ لہٰذا کوئی ان کی [illegible] کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

اب طیارے کے باہر اس وسیع و عریض دنیا میں کیا ہو رہا تھا؟ برما کے حکام نے اس وقت اطمینان کا سانس لیا تھا جب وہ طیارہ وہاں سے پرواز کرنے لگا تھا اور جب کنٹرولنگ ٹاور سے بتایا گیا تھا کہ وہ برما کی سرحد سے باہر جا رہا ہے۔ یہ خبر تمام ایئر لائنز اور تمام فلائنگ کمپنیوں تک رفتہ رفتہ پہنچ رہی تھی کہ ایک طیارہ اغوا کیا جا رہا ہے۔ وہ کچھ پہلے رنگون کے ایئر پورٹ سے پرواز کر چکا ہے۔ کلکتہ دم دم ایئر پورٹ میں سیکورٹی فورس پہنچ گئی تھی۔ کیونکہ یہ طیارے کے پائلٹ نے کنٹرولنگ ٹاور کے ذریعے اپنا فلائٹ روٹ بتا دیا تھا۔ برما کے بعد وہ طیارہ چاٹگام اور کلکتہ فضاؤں میں پرواز کرتا ہوا دہلی کی طرف جانے والا تھا۔ وارننگ دی گئی تھی کہ وہ جس ملک سے بھی گزرے۔ وہاں حکومت اعتراض نہ کرے۔ اعتراض کیا گیا تو سیکڑوں مسافر کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ کوئی ان کی زندگی کی ضمانت نہیں دے سکے گا۔

تمام ممالک کی ایئر لائنز اور ایئر پورٹ کی انتظامیہ کو تاکید کی گئی تھی۔ انھیں یقین دلایا گیا تھا کہ وہ طیارہ کسی ایئر پورٹ میں اتر کر کسی کی پریشانی کا سبب نہیں بنے گا۔ ہاں اگر کوئی یا کوئی ٹیکنیکل خرابی ہوئی تو طیارے کو کسی جگہ اتارنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں وہ خرابی دور کرنے کے بعد پھر کسی رکاوٹ کے اپنی منزل کی طرف پرواز کرے گا۔

فلائنگ روٹ میں بتایا گیا تھا کہ دہلی کے بعد وہ پنڈی اور تہران سے گزرتا ہوا اٹلانٹک تک جائے گا۔ اٹلانٹک کے بعد روٹ لائن نہیں بتائی گئی تھی۔ منزل بتا دی گئی تھی۔ اس طرح سمجھ میں آتا تھا کہ اٹلانٹک کے بعد وہ طیارہ شمال کی طرف کرے گا اور وادیٔ قاف پہنچے گا۔

میں فرضی رسونتی کے پاس آ گیا۔ وہ جیمز میکلے اور اس کے اسمگلنگ گروہ سے تعلق رکھتی تھی۔ میں نے رسونتی کی جیٹ سے پوچھا "ہیلو، کیا حال ہے۔ انامیر یا تمہاری خیریت دریافت کرنا چاہتی ہے۔"

"میں خیریت سے ہوں۔ یہاں یہ حقیقت معلوم ہے کہ آپ دونوں بچوں کے ساتھ طیارے میں پہنچ گئی اور اب وہ طیارہ اغوا کیا جا رہا ہے۔"

"مجھے اسی لیے تمہارے پاس آنے میں دیر ہوئی۔ طیارے کے اندر اپنے معاملات میں الجھی ہوئی تھی۔ تمام اپنے کنٹرول میں کرنا تھا۔ جب وہاں سے فارغ ہوئی تو خیریت معلوم کرنے آئی ہوں۔ یہ نہ سوچنا کہ ہم تمہاری

غافل ہیں۔"

"مادام! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ لوگوں کے لیے تو جان بھی حاضر ہے۔"

"تمہارا اطمینان اور سکون بتا رہا ہے کہ وہ تم پر زیادتی نہیں کر رہے ہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی: "ان کی کیا مجال ہے کہ زیادتی کریں۔ بازی ان کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ ایک افسر مجھ سے کہہ رہا تھا، ہم چاہیں تو تمہیں گولی بھی مار سکتے ہیں۔ اس پر میں نے جواب دیا۔ دیر کیوں کرتے ہو، گولی مارو۔ اس کے بعد پتا نہیں، تم میں سے کتنے ٹیلی پیتھی کی ان دیکھی گولیوں کا نشانہ بنتے رہیں گے۔"

"وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں اپنے دونوں بچوں کے ساتھ اتنی آسانی سے نکل جاؤں گی۔ یقیناً وہ بُری طرح جھنجلا رہے ہوں گے۔"

"ہاں، بعد میں ایک آفیسر نے میرے پاس آ کر کہا۔ ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔ تمہیں صرف اس لیے حراست میں رکھا ہے کہ تمہارے ذریعے شریمتی رسونتی دیوی ہم سے گفتگو کریں گی۔"

"ضرور کروں گی۔ تمہاری رہائی کے بعد سوچا یہ ہے۔ کیا وہاں کی حکومت تمہیں سکون سے کٹھمنڈو میں رہنے دے گی؟ اگر رہنے دے گی تو تمہارا اپنا اسمگلنگ کا دھندا جاری نہیں رہے گا۔ سب تم پر کڑی نظر رکھیں گے۔"

"یہی میں سوچ رہی تھی۔ میرا خیال ہے، ہمارا گروپ لیڈر مجھے پیرس بلوا لے گا۔ اس ملک میں میرا کام نہیں چلے گا۔"

"تم جہاں جانا چاہو گی، میں پہنچا دوں گی۔ ویسے ایک دوست کے ناتے مشورہ دیتی ہوں۔ غلط کاموں سے باز آ جاؤ۔ یہ اسمگلنگ آخر کتنی عمر تک جاری رہے گی۔ تم کب تک قانون کی نظروں سے بچتی رہو گی۔ ایک دن بُری طرح پھنسو گی۔ ہو سکتا ہے تمہاری اولاد بھی تم سے نفرت کرنے لگے۔"

"میرے دونوں چھوٹے بچے جیمز میکلے کی پناہ میں ہیں۔ میں بچوں والی لگتی ہوں۔ اس لیے آپ کا رول ادا کر رہی ہوں۔ مجھے اولاد کی فکر ہے۔ میں ان کے مستقبل کے لیے سب کچھ چھوڑ سکتی ہوں۔ بشرطیکہ باعزت طریقے سے روزگار حاصل ہو سکے۔"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تم چاہو تو میں تمہیں ایسی جگہ پہنچا دوں۔ جہاں تمہاری باقی زندگی آرام سے گزر سکے۔"

"مادام! اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ آپ جہاں کہیں گی، میں اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ چلی جاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ ابھی میں تمہارے متعلق فیصلہ کروں گی۔ پھر آؤں گی۔"

میں شباتہ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے سوچا تھا اسے بھی حراست میں رکھا گیا ہو گا اور طرح طرح کے سوالات کیے جا رہے ہوں گے لیکن اس کے پاس پہنچا تو حیران رہ گیا۔ اسے وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جا رہا تھا۔ یعنی اسے قاف کی شہزادی تسلیم کر لیا گیا تھا اور ایک شہزادی کے شایانِ شان میزبانی کی جا رہی تھی۔ میں نے رسونتی کی حیثیت سے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا: "میں اپنے ہوٹل میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اچانک بھارتی فوج کے افسران آ گئے۔ نیپالی حکومت کے افسران بھی تھے۔ سب نے معذرت چاہتے ہوئے کہا کہ انھوں نے مجھے پہچاننے میں غلطی کی تھی۔ اگرچہ پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات کے ذریعے میں قاف کی شہزادی ثابت ہوتی ہوں۔ اس کے باوجود انھوں نے کہا۔ بعض عورتیں نقلی شہزادیاں بن کر بھیانک جرائم کے لیے ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرتی ہیں۔ اسی لیے مجھ پر اعتماد نہیں کیا گیا تھا۔"

"اب وہ کیسے اعتماد کر رہے ہیں؟"

"طیارے کے اغوا ہونے کی خبر عام ہوتی جا رہی ہے۔ تمہارے اعلان کے مطابق اس کی آخری منزل قاف کی وادی ہے۔ چونکہ میں اپنے کاغذات کے مطابق پہلے ہی وادیٔ قاف کی شہزادی ہونے کا دعویٰ کرتی آئی ہوں۔ اس لیے اب وہ موجودہ اعلان کے مطابق مجھے شہزادی تسلیم کر رہے ہیں۔ میرے ذریعے میرے باپ ٹارٹر غلبا سے رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے قبیلے سے دوستانہ تعلقات استوار کرنا چاہتے ہیں۔"

"تم سمجھ سکتی ہو کہ وہ دوستی کیوں کر رہے ہیں؟"

"ظاہر ہے۔ تم بچوں کے ساتھ میرے باپ کی پناہ میں جا رہی ہو۔ اب بھارتی حکومت ہی نہیں بلکہ دنیا کے بڑے ممالک بھی میرے باپ کو اور میرے قبیلے کو خیر سگالی کا پیغام بھیج رہے ہوں گے۔ خطرناک تنظیمیں ہم سے دوستی کرنے یا کسی طرح اپنے دباؤ میں رکھنے کے لیے کیسے کیسے اقدامات کر رہی ہوں گی۔ یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔"

"یہ بتاؤ، بھارتی حکومت تمہارے باپ سے دوستی کرنے کے لیے کیا کارروائی کر رہی ہے؟"

"ابھی تو مجھے شاہی مہمان رکھا گیا ہے۔ پوچھا جا رہا ہے کہ ٹارٹر غلبا سے کس طرح رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ ہمارے یہاں بیرونی دنیا سے رابطہ قائم کرنے کا کوئی خاص ذریعہ نہیں ہے۔ کتنے ہی ممالک نے میرے باپ سے بار ہا کہا۔ انھیں سمجھایا کہ وہ اپنے ہاں ٹرانسمیٹر وغیرہ رکھیں۔ ٹیلیفون کے تار بھی وہاں

پہنچا دیے جائیں گے لیکن میرے باپ نے ہر اس پیش کش کو ٹھکرا دیا جس کے ذریعے بیرونی دنیا سے مستقل رابطہ قائم رہ سکتا تھا۔"

یہ ایک ٹارٹر غلبا کی ہی بات نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی وادیٔ قاف کے جو سربراہ تھے انھوں نے یہی طریقۂ کار اختیار کیا تھا۔ وہ اپنے قبیلے والوں کو بیرونی دنیا سے رشتہ جوڑنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔ اگر اس قبیلے کی کوئی عورت کسی ملک میں جا کر شادی کر لیتی یا مرد شادی کر لیتا تو پھر انھیں وادیٔ قاف میں واپس آنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ جب وہ اپنے لوگوں کو واپس آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے تو پھر کسی غیر ملک سے ہمیشہ کے لیے رابطہ قائم کر کے انھیں دوستی کرنے اور اپنے ہاں گھر بنانے یا سازشیں کرنے کا موقع کیسے دے سکتے تھے۔

ان کے ہاں صدیوں سے یہ دستور چلا آ رہا تھا۔ صرف میری خاطر پہلی بار یہ روایت توڑ دی گئی کہ مجھ سے رشتہ جوڑنے کے لیے وہ بیرونی دنیا سے محدود پیمانے پر رابطے قائم کر رہے تھے۔ اسلامی مشنری وہاں پہنچ رہی تھی۔ ہماری دنیا میں مذہبی تبلیغ کے معاملے میں سب سے پہلے بدھ مت کو شہرت حاصل ہے۔ اس مذہب کی تبلیغ کرنے والوں نے دنیا کے نصف حصے تک ہر ملک میں سفر کیا، ہر شہر میں تبلیغ کی۔ اس کے بعد عیسائی مشن ہے۔ جو موجودہ دور میں بدھ مذہب سے بھی زیادہ اپنا پھیلاؤ رکھتا ہے۔ اس کے باوجود عیسائی مشن کے لوگ وادیٔ قاف کی سرزمین پر قدم نہ رکھ سکے۔ ریڈکراس سوسائٹی کے بہانے بھی انھیں وہاں آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔

چونکہ میری داستان کے اہم کردار اب وادیٔ قاف میں داخل ہونے والے ہیں۔ اس لیے یہ تمہید پیش کر رہا ہوں۔ وادیٔ قاف ایک ایسے پہاڑی سلسلے کے دامن میں آباد ہے جسے ہوائی پرواز کے دوران دیکھا جائے تو وہ پہاڑی سلسلہ اردو کے حرف 'ق' کی شکل کے مانند دکھائی دیتا ہے۔ اسی لیے قدیم داستانوں میں اس کی وادی کو وادیٔ قاف کہا گیا اور اب بھی کہا جاتا ہے۔ ان پہاڑوں کا قدرتی کٹاؤ اور گھیراؤ ایسا ہے کہ بیرونی حملہ آور فضائی حملے نہیں کر سکتے۔ جہاں وسیع میدان نظر آتا ہے وہاں کئی صدیوں سے قبیلے کے کسی فرد نے ایک گھر بھی نہیں بسایا۔ اسے یوں ہی کھلا میدان چھوڑ دیا تاکہ بمباری کرنے والے دل کھول کر حسرت پوری کریں اور ناکام لوٹ جائیں۔ قبیلے کے لوگ پہاڑیوں کے سایے میں آباد ہوتے ہیں۔ فضائی پرواز کے دوران ان کے مکانات نظر نہیں آتے۔ جہاں تک خشکی کے راستوں کا تعلق ہے تو وہ علاقہ ہمیشہ برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ سال میں صرف دو ماہ برف پگھلتی ہے۔ موسمِ بہار کا سماں رہتا ہے۔ ایسی حالت میں بیرونی حملہ آور برفانی علاقے نہیں کر سکتے۔ موسمِ سرما میں کرنا چاہیں تو قبیلے کے لوگ نہیں آتے۔ وہ کن پہاڑیوں کے سائے میں آباد ہیں، ان کا سراغ لگانا پڑتا ہے۔ جب تک وہ سراغ لگائیں وقت تک اچانک حملے ہوتے ہیں۔ پتا نہیں چلتا، حملہ آور سے آئے اور وار کر کے کہاں روپوش ہو گئے؟

یہ ان دنوں کی باتیں ہیں جب ہوائی جہاز نہیں تھے، ہزاروں میل سے مار کرنے والے میزائل نہیں تھے۔ موجودہ میں بڑے بڑے ممالک توسیع پسندی کے عزائم کے کر چھوٹے ملکوں کو اپنا محتاج بنائے رکھنے کی کوشش کرتے وہاں تخریبی کارروائیوں کے ذریعے اپنی پسند کی حکومتیں قائم ہیں۔ ایسے دور میں بھی کسی نے وادیٔ قاف کے علاقے پر ہونے یا اسے اپنے زیرِ اثر رکھنے کی کوشش نہیں کی۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وادیٔ قاف کا راستہ بہت ہی دشوار گزار ہے۔

آج بھی گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر سفر کیا جاتا۔ دوسری کوئی سواری کام نہیں آ سکتی۔ وادیٔ قاف کے وسط میں ہیلی کاپٹر اتر سکتے ہیں۔ طیارے کے لیے رن وے بنا سکتا ہے لیکن نہ تو قبیلے والے رن وے بنانے کی اجازت دیتے ہیں۔ نہ ہی کسی ہیلی کاپٹر کو اترنے کا موقع دیتے ہماری دنیا میں ایسے کتنے ہی آزاد علاقے ہیں جن پر دوسرے ممالک توجہ نہیں دیتے، اس یقین کے ساتھ کہ کوئی اور توجہ نہیں دے رہا ہے۔

اب حالات یکلخت بدل گئے تھے۔ اب وادیٔ قاف کی اہمیت ایسی ہو گئی تھی جیسے وہاں ایٹم بم یا ہائیڈروجن کا ذخیرہ کیا جا رہا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اہمیت تھی کیونکہ ایٹم اور ہائیڈروجن بم کے ذخیرے کہیں اور بھی ہو سکتے تھے۔ ملک اگر ان بموں کو بنانے کا دعویٰ کرتا تھا تو دوسرے اس دعوے کو پرکھ کر دکھایا تھا لیکن ٹیلی پیتھی ایسا مہلک ہتھیار جس کا اوّل تو کوئی توڑ نہیں تھا۔ اس کا توڑ رسونتی کی صورت میرے ہی پاس موجود تھا۔ یعنی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے گئے تھے۔ پھر ایسے میں وادیٔ قاف کی اہمیت کیوں نہ بڑھ اب وہ دنیا کا اہم ترین علاقہ بننے والا تھا۔

میں نے ثباتہ سے کہا: "بھلا ہم میزبان تمھارے با سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔ پھر یہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"یہ مجھے اپنے ہاں کے آرام دہ طیارے میں اپنے کے ساتھ وادیٔ قاف پہنچانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہہ دیا

جب تک ٹارٹر غلبا کی اجازت نہیں ہو گی۔ وہاں طیارہ تو کیا پرندہ بھی پَر نہیں مار سکتا۔ میرا خیال ہے۔ اس وقت بھارتی ٹیلی جنس اور ان کی وزارتِ خارجہ کے افسران وادیٔ قاف کے خلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی دُھن میں لگے ہوں گے۔ ویسے میں نے کہہ دیا ہے، اس قبیلے کے سربراہ ٹارٹر غلبا کی نظروں میں اس کی اولاد سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ ثباتہ اور بلبا بھی جب وادیٔ قاف میں داخل ہوتے ہیں تو پہلے مہذب دنیا میں سفر کے تمام ذرائع ترک کر دیتے ہیں۔ طیارے سے آتے ہیں تو القوہ تک سفر ملتوی کر دیتے ہیں۔ وہاں سے خشکی کے راستے ٹرین میں سفر کرتے ہیں پھر جیپ اور ٹرک کے ذریعے سڑک کی آخری سرحد تک جاتے ہیں۔ اس کے بعد ہمارا سفر گھوڑوں کی پیٹھ پر جاری رہتا ہے۔ گھوڑوں اور خچروں کے علاوہ ان پہاڑی دشوار گزار راہوں میں کوئی دوسری سواری کام نہیں آتی مجھے یقین ہے میرے باپ تک پہنچنے کے لیے وہ میرے ساتھ گھوڑوں پر سفر کریں گے اور ان مشکل راستوں سے گزریں گے۔"

"وہ ایسا ضرور کریں گے۔ بہرحال میں دوسری جگہ معلومات حاصل کر کے آتی ہوں۔"

میں کابال تنظیم کے سربراہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں یہودی اکابرین کا سکون غارت ہو گیا تھا۔ رسونتی گیلے صابن کی طرح ہاتھ سے پھسل گئی تھی۔ کوئی پنچھی ہو تو پنجرے میں قید کیا جائے۔ کوئی راز ہو تو اپنے سینے میں دفن کر کے رکھا جائے یا ٹیلی پیتھی کا تعلق ہو اسے ہے۔ سوچ کی لہریں ہوا کے ساتھ ساتھ ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک پہنچتی ہیں۔ ویا ٹیلی پیتھی جاننے والا خواہ فرہاد ہو یا رسونتی، وہ ہوا کی مانند ہوتا ہے اور ہوا کو مٹھی میں بند نہیں رکھا جا سکتا۔ وہ جب تک ٹیلی پیتھی سے محروم رہی، دوستی کے نام پر قیدی بنی رہی جیسے ہی یہ علم دوبارہ حاصل ہوا۔ وہ ہوا کی طرح ہو گئی۔

دوسرے ممالک اور خطرناک تنظیمیں تو اب اسے حاصل کرنا چاہتی تھیں لیکن یہودیوں کو تو وہ حاصل ہو چکی تھی۔ لہٰذا یہ صدمہ وہی جانتے ہیں جو حاصل کر کے کھو دیتے ہیں پھر پچھتاتے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے پر الزامات عائد کرتے ہیں۔ وہاں کابال تنظیم کے اجلاس ہو رہے تھے۔ ان میں اعلیٰ حکام شریک ہو رہے تھے۔ یہودی اکابرین بھی شامل ہوتے تھے اور سب ایک ہی سوال کرتے تھے کہ رسونتی یہاں سے کیسے گئی؟ کس کے مشورے پر گئی؟

اس پر کابال تنظیم کے سربراہ ری مونڈیل کو وضاحت کرنی پڑی: "کسی ایک کا مشورہ نہیں تھا۔ ڈاکٹر سومر نے کہا تھا، اسے ایسی جگہ بھیجا جائے۔ جہاں کی آب و ہوا راس آتی ہو۔ دراصل ہم زبردست دھوکا کھا گئے۔ رسونتی بہت پہلے، ہی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کر چکی تھی۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا: "میں یقین سے کہتا ہوں۔ جس وقت رسونتی کو ہمارے ایئرپورٹ سے اغوا کرنے کے لیے ریڈ پاور کے آدمی آئے تھے اور انھوں نے فرضی پارس کو گولی مارنے کا حکم دیا تھا۔ اسی وقت اس کی ممتا جوش میں آئی تھی اور وہ خیال خوانی کے قابل ہو گئی تھی۔ تب سے اس نے اپنی صلاحیت کو چھپائے رکھا۔ ہمیں بیوقوف بنانے کے لیے فرہاد بن کر بولتی رہی۔"

دوسرے عہدے دار نے تائید کی: "ہمارے سیکرٹ ایجنٹ جمی فاؤنڈر نے بھی یہی اطلاع دی ہے۔ وہ خود مسٹر فرہاد سے سامنا کر چکا ہے اور یہ دیکھ چکا ہے کہ فرہاد خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ وہ بالکل بے ضرر ہے۔ اب اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کے برعکس رسونتی بڑی اہمیت اختیار کر گئی ہے۔"

"فرہاد بے ضرر سہی، وہ ابھی بے بس ہے۔ رسونتی کا ساتھ نہیں دے رہا ہے لیکن اس کی ساتھی عورتیں اس کا ساتھ دے رہی ہیں۔ نیپال سے خبر آئی ہے کہ وادیٔ قاف کی شہزادی ثباتہ، فرہاد علی تیمور کی ہونے والی دلھن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ فرہاد کی ساتھی سونیا، ثباتہ وغیرہ رسونتی کا ساتھ دے رہی ہیں۔ وہی اسے دونوں بچوں کے ساتھ وادیٔ قاف لے جا رہی ہیں۔ کمبخت نے کتنی اچھی جگہ کا انتخاب کیا ہے۔"

کابال تنظیم کے سربراہ ری مونڈیل نے کہا: "اس نے ہمارے ساتھ فراڈ کیا ہے۔ یہ اسے بہت مہنگا پڑے گا۔ وادیٔ قاف تو کیا، وہ قبر میں بھی چلی جائے تو ہم اسے نکال لائیں گے۔ میں وزارتِ خارجہ کے سیکرٹری سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے آئندہ اقدامات کی وضاحت کریں۔"

وہ کہنے لگا: "ہمارے ذہین اور تجربہ کار جانبازوں کی ایک بہت بڑی جماعت وادیٔ قاف کی طرف روانہ ہو چکی ہے۔ بیشک وہاں کے راستے دشوار گزار ہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد ہم ان قبیلے والوں کا سامنا نہیں کر سکتے۔ وہ وادیٔ قاف کے دامن میں ایسی جگہ مکانات بنا کر رہتے ہیں۔ جہاں سے برفانی حملہ ناکام ہوتا ہے، پھر بھی ہم گوریلا فائٹ کریں گے۔ اب وادیٔ قاف کے باشندوں کو سکون نصیب نہیں ہو گا۔ وہ کبھی معلوم نہیں کر سکیں گے کہ گوریلا جنگ لڑنے والوں کا تعلق ہم سے ہے۔ ادھر ہم سرکاری سطح پر دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے۔ وہاں کے

سربراہ ٹارٹر غلبا کو کسی نہ کسی طرح اپنے دباؤ میں لانے کی کوشش کریں گے۔"

ایک نے سوال کیا: "آخر کس طرح دباؤ میں لایا جاسکتا ہے؟"

اس سلسلے میں ہم سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کر رہے ہیں۔ پچھلے دنوں فرہاد کو حاصل کرنے کے سلسلے میں سپر ماسٹر اور ماسک مین سے شدید اختلافات ہوئے۔ فی الوقت ہم ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ ہم میں سے اب کوئی بھی فرہاد کو حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ رسونتی اب ہماری ضرورت ہے۔ ہم سپر ماسٹر اور دوسری بڑی تنظیموں کے حکام کو یہ ذہن نشین کرائیں گے کہ رسونتی کو ایک دوسرے کے تعاون سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔"

میں نے سونیا اور رسونتی کے پاس آکر انھیں پہلے ثباتہ کے متعلق بتایا۔ وہ بہت خوش ہوئیں کہ اسے وادیٔ قاف کی شہزادی کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ اب وہ لوگ دوست نما دشمن ہی سہی لیکن ثباتہ کے شایانِ شان سلوک کریں گے اور اسے عزت سے وادیٔ قاف تک ضرور پہنچائیں گے۔ اس کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا۔ پھر میں نے یہودیوں کی پلاننگ اور ان کے اقدامات کے متعلق بتایا۔ سونیا نے کہا: "تم سپر ماسٹر اور ریڈ پاور وغیرہ کے متعلق بھی معلومات حاصل کرو۔ وہ بھی اپنے اپنے طور پر کچھ چالیں چل رہے ہوں گے۔"

رسونتی نے کہا: "میں یہاں مصروف ہوں۔ یہاں میری موجودگی ہر لمحہ ضروری ہے۔ ورنہ میں بھی دشمنوں کی چالوں کو سمجھنے کے لیے فرہاد کے ساتھ ساتھ مختلف دماغوں میں جگہ بناتی رہتی۔"

"میں تنہا کافی ہوں۔ تم اور سونیا طیارے میں حاضر دماغ رہو۔ میں پھر آؤں گا۔"

میں نے ثباتہ کے پاس پہنچ کر رسونتی کی حیثیت سے سمجھایا کہ وہ فرضی رسونتی کو اپنے ساتھ وادیٔ قاف لے جائے۔ اس کے بعد میں سپر ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی سوچ کے ذریعے پتا چلا کہ اس کے اعلیٰ حکام رسونتی اور پارس کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے خلائی سیارے سے کام لے رہے ہیں۔ وہ طیارہ جیسے ہی افقِ نہ پہنچے گا، سیارے سے اس کی تصاویر حاصل کی جائیں گی۔ وادیٔ قاف میں رسونتی اپنے بچوں کے ساتھ پہنچے گی۔ وہاں جو کچھ بھی ہوتا رہے گا اس کا سراغ خلائی سیارے کے ذریعے لگایا جاتا رہے گا۔ نیچے زمین پر دو طرفہ محاذ بنایا جائے گا۔ ایک طرف جاسوس اور گوریلا فائٹر خلائی سیارے سے موصول ہونے والی معلومات کے مطابق اس وادی کی طرف ضروری اقدامات کریں گے۔ دوسری طرف سرکاری سطح پر دوستی کا پیغام بھیجا جائے گا۔ وادیٔ قاف کو ایک چھوٹے سے ملک کا درجہ دے کر ٹارٹر غلبا کو وہاں کا بادشاہ تسلیم کر کے مغارتی تعلقات قائم کیے جائیں گے۔ غرض کہ وادیٔ قاف میں داخل ہونے اور رسونتی کے قریب پہنچنے کا جو بھی بہانہ ہاتھ آئے۔ جو بھی چال چلی جاسکے۔ وہ کسی بھی چال سے کسی بھی بہانے سے باز نہیں آئیں گے۔

میں نے ماسک مین کی آواز کبھی سُنی نہیں تھی۔ اس کے دماغ کو گرفت میں نہیں لے سکتا تھا لیکن یہ سمجھ سکتا تھا کہ ریڈ پاور کے آدمی بھی کیسی کیسی چالیں چل رہے ہوں گے۔ یقیناً وہ بھی خلائی سیارے کے ذریعے وادیٔ قاف کی حدود میں جاسوسی کریں گے اور اپنے جاسوسوں کو اہم معلومات فراہم کرتے رہیں گے۔ وہ بھی یقیناً دو طرفہ محاذ قائم کریں گے۔ وقت آنے پر میں ریڈ پاور کے پاس اور ان کے اہم ماتحتوں کے دماغوں میں پہنچ سکتا تھا۔

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بہت پہلے ہی وہاں پہنچ چکی تھی۔ اس وقت بابا صاحب کے ادارے میں تھی۔ میں اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی بولی: "فرہاد! میں جانتی ہوں رسونتی اور دونوں بچوں کے سلسلے میں بے حد مصروف ہو گے یہ درست ہے کہ وہ اپنے دونوں بچوں کو نیپال سے نکال جانے میں کامیاب ہو چکی ہے اور جس طیارے میں سفر کر رہی اسے اغوا کیا جا رہا ہے؟"

"تمھیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"فرانسیسی حکام ہمارے ادارے کے شیخ الفارس غلام حیدر البرقی سے بار بار رابطہ قائم کر رہے ہیں اور یہ تاکید کر رہے ہیں رسونتی کو فرانس میں نہ لایا جائے۔ نہ ہی بابا صاحب کے ادارے میں پناہ دی جائے۔ ورنہ یہ ملک خطرناک تنظیموں اور تخریب کاروں کا مسکن بن جائے گا۔"

"میرے متعلق فرانسیسی حکومت کی کیا رائے ہے؟"

"وہ سجاد کو فرہاد سمجھ رہے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ ٹیلی پیتھی سے خالی ہے، بے ضرر ہے، کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تاہم اس کے لیے بھی تاکید کی گئی ہے کہ چوبیس گھنٹے اندر اسے فرانس کی حدود سے باہر بھیج دیا جائے یا ادارے کی طرف سے یہ ضمانت دی جائے کہ فرہاد اس ادارے کی چار دیواری سے باہر نہیں جائے گا اور نہ ہی اس کی وجہ سے کوئی ہنگامہ جنم لے گا۔ اگر ایسا ہوا تو آئندہ ہمارے ادارے کو فرانسیسی حکومت کا نہ تعاون حاصل ہو گا اور نہ ہی اس حکومت کی سرپرستی حاصل ہو سکے گی۔"

"تم اور سجاد، بابا صاحب کے ادارے میں کیسے پہنچ گئے جبکہ بلیک شیڈو تم دونوں کو دوستی کے نام پر حراست میں رکھنا چاہتا تھا؟"

"میں بھی حیران ہوں کہ اچانک اس کا رویہ کیسے بدل گیا۔ پیرس پہنچتے ہی اس کے خاص ماتحت نے کہا، ابھی بلیک شیڈو کی طرف سے احکامات موصول ہوئے ہیں کہ ہمیں بحفاظت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا جائے اور انھوں نے واقعی ہمیں پہنچا دیا۔"

"بلیک شیڈو کے اس رویّے کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟"

"پہلے تو میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ تمھاری اہمیت کم اور رسونتی کی اہمیت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ سب اسی کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ بلیک شیڈو بھی اسے حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن وہ تمھیں بھی کم اہم نہیں سمجھتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ بین الاقوامی شہرت رکھنے والے بڑے بڑے ذہین اور تجربہ کار ڈاکٹروں کے ذریعے تمھارا علاج کرائے گا اور پھر تمھاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال کرائے گا۔ جب اس کے یہ عزائم تھے تو پھر اس نے مجھے سجاد کے ساتھ کیوں یہاں آنے دیا؟"

میں نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد پوچھا: "کیا تمھیں پورا یقین ہے کہ اس نے تمھیں سجاد کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچایا ہے؟"

"یہ کیسا سوال کر رہے ہو۔ جبکہ میں یہاں موجود ہوں؟"

"بیشک تم موجود ہو۔ کیا سجاد بھی موجود ہے؟ کیا تم اس نکتے کو فراموش کر گئی ہو کہ اس نے کئی ڈمی فرہاد تیار کیے ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی ایک ڈمی سے تمھیں بھی دھوکا دے رہا ہو۔"

اس نے چونک کر کہا: "اوہ گاڈ! میں تو اس پہلو کو بالکل ہی فراموش کر چکی تھی۔ پلیز، سجاد کے دماغ میں فوراً پہنچو۔"

اور میں فوراً پہنچ گیا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر کہا: "تم دھوکا کھا گئیں جو سجاد تمھارے ساتھ ادارے میں آیا ہے اسے فوراً وہاں سے نکالو۔ وہ ادارے کے اہم راز معلوم کرنے آیا ہے۔"

"میں اس کا علاج کرتی ہوں لیکن یہ ہوا کیسے؟ سجاد تو یونان سے میرے ساتھ آیا ہے۔ کبھی مجھ سے الگ نہیں ہوا۔ پھر اس کی جگہ میرے ساتھ ڈمی سجاد کیسے آگیا؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "بلیک شیڈو نے ڈمی فرہاد تیار کیے ہیں اور تم ڈمی سجاد کہہ رہی ہو۔ یہ بھی خوب رہی۔ لوگ سوچتے کچھ ہیں، ہوتا کچھ ہے۔ بلیک شیڈو اپنی جگہ خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ اس نے فرہاد کو تبدیل کر دیا ہے۔ بہرحال میں نے سجاد کے دماغ کو ٹٹول کر دیکھا ہے۔ جب تم پیرس کے ایئرپورٹ میں پہنچی تھیں تو سجاد لگیج ہال میں تم سے کوئی پانچ دس منٹ کے لیے الگ ہوا تھا۔ اسی وقت بلیک شیڈو کے آدمیوں نے ڈمی سجاد تمھارے حوالے کر دیا۔"

"لیکن ہمارا سجاد ان کے ساتھ کیسے چلا گیا؟"

اس سے کہا گیا کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے آدمی اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اسے اور تمھیں الگ الگ گاڑیوں میں لے جایا جائے گا۔ چونکہ تم اسے سمجھا چکی ہو کہ بلیک شیڈو کی باتوں پر عمل کرنا ہے اور اسے دوستی کا فریب دینا ہے۔ لہٰذا اس نے بحث نہیں کی اور ان کے آدمیوں کے ساتھ چلا گیا۔"

"فرہاد! یہ لوگ اپنے اپنے طور پر خوب ڈراما پلے کر رہے ہیں۔ اِدھر بلیک شیڈو نے دیکھا کہ رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آگئی ہیں، اس کے پیچھے ساری دنیا پڑ گئی ہے تو اس نے فرہاد کو پوری طرح سے اپنے قبضے میں رکھنے کے لیے مجھ سے الگ کر دیا۔"

اعلیٰ بی بی درست کہہ رہی تھی۔ یہی بات سمجھ میں آرہی تھی۔ پیرس میں اعلیٰ بی بی بلاشبہ بے تاج ملکہ کہلاتی تھی۔ اتنے وسیع ذرائع کی مالک تھی کہ ایک فون کھڑکا کر وہاں کے حکام کو کسی بھی وقت ملاقات پر مجبور کر سکتی تھی۔ خطرناک تنظیموں کے افراد اس سے چھپتے نہیں کرتے تھے۔ بلیک شیڈو کو بھی عقل آگئی ہو گی۔ اعلیٰ بی بی کو پیرس میں کہیں چھپا کر یا قیدی بنا کر رکھنے میں سراسر خطرہ تھا۔ ادارے کے لوگ کسی نہ کسی طرح وہاں تک پہنچ جاتے۔ سیدھی سی بات یہی سمجھ میں آئی کہ ڈمی سجاد، اعلیٰ بی بی کے حوالے کر کے سب کو اس خوش فہمی میں مبتلا رکھا جائے کہ بلیک شیڈو نے واقعی دوستی کا ثبوت دیا ہے اور انھیں اپنا قیدی بنا کر نہیں رکھا۔

دوسری طرف اس نے فرہاد کو اپنی ملکیت بنا لیا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ اس لیے کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تھا جہاں اسے چھپا کر رکھا گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا: "میں ڈمی سجاد کو دشمنوں کے حوالے کروں گی۔ اگرچہ وہ سب رسونتی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں لیکن فرہاد کی اہمیت بھی کم نہیں ہے۔ یہ تو سبھی سمجھ گئے ہیں کہ اتنے عرصے بعد رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آسکتی ہیں تو فرہاد کی صلاحیتیں بھی ایک دن بحال ہو جائیں گی۔ لہٰذا اسے بھی وہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ میں ڈمی سجاد کو ادارے سے باہر مصروف رکھوں گی۔ تمام دشمنوں کو مختلف ذرائع سے اطلاع پہنچاتی رہوں گی کہ فرہاد پیرس میں فلاں فلاں جگہ سرگرمِ عمل ہے۔ ایسے ہی وقت کوئی نہ کوئی اسے اغوا کرے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "اچھی تدبیر ہے۔"

"تم سجاد کو کسی طرح وہاں سے لے آؤ۔ معلوم کرو کہاں رکھا گیا ہے۔ میں بھی اپنے لوگوں کو بلیک شیڈو کے آدمیوں کے پیچھے لگا دوں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سجاد کو وہیں رکھنا چاہتا ہوں۔ دنیا کے تمام ممالک اور خطرناک تنظیمیں، وادیٔ قاف کے گرد گھیرا ڈال رہی ہیں۔ بلیک شیڈو خاموش نہیں بیٹھے گا۔ رسونتی کے لیے وہ بھی گہری چالیں چلے گا۔ میں سجاد کے ذریعے کسی نہ کسی حد تک اس کے اقدامات کو سمجھ سکوں گا۔ لہٰذا اسے وہیں رہنے دو۔"

میں ٹارٹر غلبا کے پاس آگیا۔ اس کے ذریعے دیکھا قبیلے کے صرف مرد ہی نہیں، عورتیں بھی طیارے کے لیے رن وے بنانے میں مصروف تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ سب بجلی سے چلنے والے کھلونے ہیں۔ ٹارٹر غلبا نے ایک سوئچ آن کیا اور وہ سب حرکت میں آگئے ہیں۔ اپنا کام ختم کرنے کے بعد ہی جب ٹارٹر غلبا سوئچ آف کرے گا تب وہ اپنا ہاتھ روکیں گے۔

میں بحیثیت رسونتی، ٹارٹر غلبا کو تمام حالات بتاتا رہا۔ وہ سن رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں سمجھتا ہوں۔ اب میری وادی دنیا کی اہم ترین چھوٹی سی مملکت کہلائے گی۔ میں یہی چاہتا تھا کہ ہمیں دوسروں پر برتری حاصل ہو۔ پہلے فرہاد کی دوستی کچھ کم نہ تھی۔ اب تم آرہی ہو۔ اب میں دشمنوں کے دانت کھٹے کر دوں گا۔"

"بیشک، ہم ان سے مقابلہ کریں گے اور دیکھیں گے کہ وہ کیسی چالیں چل رہے ہیں۔ پھر بھی انھیں کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ تمھارے ہاں کے لوگ اگرچہ مہذب دنیا سے تعلق نہیں رکھتے ہیں تاہم اعلیٰ تعلیم کے لیے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں باہر جاتے ہیں۔ خود ثبانہ نے یورپ میں رہ کر اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھاتا ہے۔ تمھارے ہاں سے جو لوگ بیرونی ممالک جاتے ہیں اور بڑے بڑے ڈپلومہ حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ یقیناً کسی نہ کسی ملک کے زیر اثر ہوں گے۔ دہاں کے حکام نے اینٹلی جنس والوں نے مخابر پالیسی بنانے والوں نے ان طلبا اور طالبات میں سے جانے کتنے لوگوں کو پہلے سے ہی خرید رکھا ہوگا اور اب وہ ان کے کام آئیں گے۔"

"تم درست کہتی ہو۔ ایسے لوگ ہر ملک، ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ میرے ہاں بھی ہو سکتے ہیں۔ میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا لیکن تمھاری ٹیلی پیتھی آخر کس دن کام آئے گی جن پر بھی شبہ ہوگا، میں ان سے گفتگو کروں گا۔ تم ان کے دماغوں میں پہنچ کر سراغ رسانی کر لینا۔"

"وہ تو کرنا ہی ہوگا لیکن اب تمھارا بھی آرام و سکون برباد ہو چکا ہے۔ تمھیں بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔"

"جب ہم پیدا ہوتے ہیں تبھی سے ایک آنکھ سوتے ہیں، ایک آنکھ جاگتے ہیں۔ ہمارے ہاں ہر بچے کو یہی تعلیم دی جاتی ہے۔ تم دیکھو گے، جو دشمن سیاسی چالوں میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ وہ یہاں منہ کی کھائیں گے۔"

ٹارٹر غلبا سے زیادہ کچھ کہنا مناسب نہیں تھا۔ وہ رسونتی سے رابطہ قائم کر کے بہت خوش تھا۔ خود کو طاقتور سمجھ رہا تھا۔ اس کا ایسا سمجھنا غلط بھی نہ تھا۔ اسے ہمارے ذریعے اہمیت حاصل ہو رہی تھی۔

طیارے میں تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ وہاں کسی گڑبڑ کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ سونیا کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور رسونتی کے پاس ٹیلی پیتھی تھی۔ پھر بھلا کون ان کے خلاف قدم اٹھا سکتا تھا۔ تمام مسافر جو پہلے سہمے ہوئے تھے۔ وہ سونیا کے اطمینان دلانے کے بعد مطمئن ہو گئے تھے۔ طیارہ اغوا ہونے کی صورت میں مسافروں کے دلوں میں جو دہشت پیدا ہوتی ہے۔ وہ دہشت تو نہیں تھی لیکن پریشانی تھی۔ ان کا سفر بہت طویل ہو گیا تھا۔ وہ دو گھنٹے کے اندر بنکاک پہنچنے والے تھے۔ اب یہ طیارہ پہلے وادیٔ قاف جائے گا۔ پھر وہاں سے واپس بنکاک جائے گا یا القرہ پہنچنے کے بعد مختلف طیاروں کے ذریعے انھیں ان کی منزلوں تک روانہ کر دیا جائے گا۔ جو کچھ بھی ہو، ان کا سفر تقریباً چوبیس گھنٹے طویل ہو رہا تھا۔ میں نے سونیا اور رسونتی سے کہا۔ "ابھی وادیٔ قاف پہنچنے میں کم از کم آٹھ گھنٹے اور لگیں گے۔ اس وقت تک میں دوسری جگہ مصروف رہوں گا۔ میری ضرورت ہو تو رسونتی مجھے مخاطب کر لے گی۔ اب میرا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔"

انھوں نے یقین دلایا کہ میری عدم موجودگی میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی اور حالات خدانخواستہ بگڑے تو ان پر قابو پا لیا جائے گا۔ میں بیروت میں حاضر ہو گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا قدِ آدم آئینے کے سامنے پہنچا۔ آئینے میں میرے پیچھے ایک دیوار نظر آرہی تھی۔ دیوار پر ایک گھڑی تھی۔ اس گھڑی میں دس بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ آئینہ ہمیشہ دھوکا دیتا ہے، الٹی بات بتاتا ہے۔ گھڑی میں دو بجے ہوں تو آئینے میں دس بجے دکھائی دیتے ہیں۔ اگر ہم بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے سیدھی طرف سے مانگ نکالیں تو آئینے میں الٹی طرف مانگ نظر آتی ہے۔ اسی طرح آئینے کے سامنے فرہاد کھڑا ہو تو آئینہ اسے کرسٹوفر میکی

بنا کر پیش کرتا ہے۔

میں کرسٹوفر میکی کے بیڈ روم میں کرسٹوفر میکی کی حیثیت سے موجود تھا۔ پچھلی رات یہاں اچھا خاصا ہنگامہ رہا تھا۔ میں اس ہنگامے کے نتیجے میں یہاں پہنچ گیا تھا اور اصل کرسٹوفر میکی دوسری دنیا میں ٹرانسفر کر دیا گیا تھا۔ ہم انسانی تاریخ کے سب سے اہم سائنسی دور سے گزر رہے ہیں۔ اس دور میں جتنی حیرت انگیز ایجادات ہو رہی ہیں۔ ان کے پیش نظر روحانیت کی باتیں ذرا مضحکہ خیز لگتی ہیں لیکن ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں کہ روحانیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ کرسٹوفر میکی نے اپنی موت سے پہلے پیشگوئی کی تھی کہ پچھلی رات اس پر بھاری ہے۔ اگر وہ کسی طرح ایک رات گزار لے گا تو پھر اس کی زندگی طویل ہو گی ورنہ وہ کسی عورت کے ہاتھوں مارا جائے گا۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ عورت کون ہو گی۔ میں نے اپنی دانست میں لیلیٰ ثانی کو وہاں جانے سے روکا تھا۔ اس کے باوجود وہ ایک عورت کے ہاتھوں مارا گیا تھا اور وہ عورت تھی حد لقہ۔

میں کرسٹوفر میکی کے آئرن سیف کے پاس آیا اور اسے کھول کر اس کی تلاشی لینے لگا۔ ضروری کاغذات تلاش کیے۔ اس کی ڈائری دیکھی۔ یوں تو میں اس کے متعلق تمام اہم معلومات حاصل کر چکا تھا اور بڑی کامیابی سے اس کا رول ادا کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود اس آئرن سیف میں ایسی بے شمار چیزیں تھیں جن کا مطالعہ کرتے رہنا لازمی تھا۔ تاکہ کبھی کوئی چھوٹی سی بھی لغزش نہ ہو جائے۔

اسی دوران فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر میکی کے انداز میں کہا۔ "یس میکی از ہیر۔"

دوسری طرف سے لیلیٰ ثانی کی آواز سنائی دی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ دوپہر دو بجے کے بعد اس سے ملاقات کا وقت مقرر ہوا تھا۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "کیا آجاؤں؟"

میں نے انجان بن کر پوچھا۔ "کون ہو تم؟ کہاں سے بات کر رہی ہو؟"

"مسٹر میکی! سنا ہے تم صرف ماہر نجومی ہی نہیں، قیافہ شناس بھی ہو۔ کیا قیافہ شناس صرف چہرے کو پڑھتے ہیں۔ آنکھوں میں جھانکتے ہیں یا کیا ان کے لب و لہجے کے اتار چڑھاؤ کو، ان کی آواز کو پہچان کر ان کا تجزیہ نہیں کرتے؟"

"اتنی دیر سے بول رہی ہو تو سمجھ میں آگیا۔ تم سارہ آئرک ہو۔ دراصل میں اپنے معاملات میں بہت زیادہ مصروف رہا۔ اس لیے پہلی بار تمھاری آواز پر توجہ نہیں دی۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ایک قیافہ شناس پہلی ہی ملاقات میں ساری باتوں کا تجزیہ کر لے۔ بائی دی وے، پچھلی رات سے کے واقعات نے مجھے بڑا اپ سیٹ کیا ہے۔ میں تفریح کے موڈ میں ہوں۔ کتنی دیر میں آرہی ہو؟"

"میں تیار بیٹھی ہوں۔ سمجھ لو پہنچ گئی۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ بیڈ روم کا دروازہ کھول کر ملازم کو آواز دینا چاہتا تھا۔ دیکھا کوریڈور میں دو مرد اور دو عورتیں یعنی دو خادم اور دو خادمائیں میرے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کر اٹینشن ہو گئے۔ میں پہلے معلوم کر چکا تھا۔ جو نیکرو ملازمہ تھی، اس کا نام ایڈنا تھا۔ انگریز عورت ایک طرح سے میری سیکرٹری تھی۔ وہ میرے تمام معاملات سے واقف نہیں تھی لیکن بنگلے میں جو لوگ آتے تھے، ملاقات کرنا چاہتے تھے، میرے مشورے کے مطابق انھیں ملاقات کا وقت نوٹ کرا دیتی تھی۔ باقی دو ملازموں کو بھی میں نے ان کے حلیے سے پہچان لیا تھا، ان کی زبان سے پہچان لیا تھا۔ لیڈی سیکرٹری نے کہا۔ "سر! ناشتے کا وقت گزر چکا ہے کیا کھانا لگا دیا جائے؟"

"میری ایک فرینڈ آرہی ہے میں اس کے ساتھ باہر لنچ کروں گا۔"

سب نے مجھے حیرانی سے دیکھا۔ کرسٹوفر کبھی کسی لڑکی کو فرینڈ نہیں کہتا تھا۔ پہلی بار ایسا ہو رہا تھا۔ لیڈی سیکرٹری نے ذرا مسکرا کر پوچھا۔ "کیا وہ بہت حسین ہے؟"

میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "مائنڈ یور بزنس، شوفر سے کہو گاڑی تیار رکھے۔"

میں بیڈ روم میں واپس آکر لباس تبدیل کرنے لگا۔ اس کے بعد میں نے ایک بڑے سے کاغذ پر سارہ آئرک کا نام لکھا۔ زائچہ بنانے کے لیے چند خطوط کھینچے۔ مختلف خطوط کے سروں پر مختلف ستاروں کے نام لکھے پھر سارہ کے نام کے اعداد لکھے تاکہ معلوم ہو، میں نے اس کا زائچہ بنایا ہے اور اس کے متعلق اپنے علم سے بڑی معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ کاغذ تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ اسی وقت لیڈی سیکرٹری نے پوچھا۔ "کیا میں اندر آسکتی ہوں؟"

"کیا بات ہے؟"

"جناب! میں تسلیم کرتی ہوں، آپ کی مہمان سے زیادہ حسین نہیں ہوں۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟"

وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے قریب آئی۔ مجھے سر

سے پاؤں تک دیکھا۔ پھر کہا "آپ اس سوٹ میں کتنے ہینڈسم لگ رہے ہیں۔ دل کھنچا جا رہا ہے۔"

"تم احمقانہ باتوں سے باز نہیں آؤ گی تو میں چھٹی کر دوں گا۔"

"جب سے تمہارے ہاں ملازمت کرنے آئی ہوں، میرے دل کی چھٹی ہو چکی ہے۔ مسٹر میکی، میں نے کبھی یہ تو نہیں کہا کہ مجھ سے شادی کر لو۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔"

"کیا تم یہی بکواس کرنے آئی ہو؟"

"میں یہ بتانے آئی ہوں کہ تمہاری وہ مہمان آپہنچی ہے۔ میں نے اُسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔"

میں جانا چاہتا تھا۔ اس نے راستہ روک لیا۔ پھر گہری سنجیدگی سے پوچھا "اتنا بتا دو، مجھ سے دور کیوں بھاگتے ہو؟"

"تم اچھی طرح جانتی ہو، میں ستاروں کا علم جانتا ہوں۔ قیافہ شناس ہوں۔ چوں کہ ہمارے ستارے نہیں ملتے اس لیے ہم نہیں مل سکتے۔"

میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے شانوں پر سے جھٹک دیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی لیلیٰ کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ ہائے، کتنی پیاری لگ رہی تھی یوں لگ رہا تھا، میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ وہ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کھڑے ہونے میں شاخِ گل کے لچکنے کا انداز تھا۔ اس کے سیاہ بالوں میں ایک زرد رنگ کا پھول یوں کھل رہا تھا جیسے رات کو سورج نکل آیا ہو۔ وہ سراپا ناز تھی۔ شاعرانہ انداز کی حامل تھی لیکن اس کی دونوں آستینیں خطرے کا احساس دلاتی تھیں۔ وہ خواہ کتنے ہی خوبصورت اور بہترین تراشیدہ لباس پہنے لیکن لباس کی آستینیں ضرور کلائیوں تک ہوتی تھیں۔ کیونکہ دونوں آستینوں میں وہ خنجر چھپائے رکھتی تھی۔

ان میں سے کسی آستین کا خنجر میرے لیے تھا اور وہ آستین والی بانہیں بیروت میں فرہاد کو تلاش کرنے آئی تھیں۔ انسانوں کی اس محبت بھری دنیا میں بڑا تضاد ہوتا ہے۔ جن ہاتھوں میں حنا کی سُرخی ہوتی ہے انہی ہاتھوں میں لہو کا رنگ بھی چھلکتا ہے۔

اس نے ایک ادائے ناز سے پوچھا "یوں کب تک دیکھتے رہو گے؟"

میں نے چونک کر کہا "کانٹے کو کانٹا اور گلاب کو گلاب نہ کہنا کفرانِ ظرفی ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں تم بے حد حسین ہو۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا "صرف حسین؟"

"ہاں، دور سے اتنا ہی نظر آ رہا ہے۔"

"مجھے دیکھنے والے دور ہی سے تو بہر کر لیتے ہیں۔ تم ادیب کے سراغرساں کہتے ہیں، میں جتنی حسین ہوں اتنی ہی سنگدل بھی ہوں۔"

"وہ درست کہتے ہیں۔ ابھی میں تمہارا لنچ بنا رہا تھا جب میں کسی سے ملتا ہوں، پہلے اس کے حالات معلوم کر لیتا ہوں۔ اور معلوم کرنے کا بہترین ذریعہ میرا علم ہے۔ دوسرا سے معلوم کرنے میں دھوکا بھی ہوتا ہے۔"

"تمہارا علم میرے متعلق کیا کہتا ہے؟"

"یہی کہ اس وقت میں تمہارے ساتھ ہاہر جا سکتا ہوں فی الحال خطرہ نہیں ہے۔"

"گویا میری ذات سے خطرہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"تم عام لڑکیوں سے مختلف ہو۔ دوہری شخصیت کی مالک ہو۔ اندر سے کچھ ہو باہر سے کچھ۔"

"ایسے تو سبھی ہوتے ہیں۔ انسان کا ظاہر کچھ ہوتا ہے باطن کچھ ہوتا ہے۔"

"لیکن وہ دوہری زندگی نہیں گزارتے۔ یعنی سوسائٹی میں خود کو کسی اور نام سے پیش کرتے ہیں اور باطن میں کسی اور نام سے منسوب رہتے ہیں۔"

وہ ایک دم سے پریشان ہو گئی۔ میری طرف گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی "تم کہنا چاہتے ہو کہ میرے دو نام ہیں؟"

"میں ایک مثال پیش کر رہا ہوں۔ مجھے کیا معلوم کہ تمہارے نام ہیں یا نہیں۔ کیا واقعی تمہارا موجودہ نام تمہارے پیدائشی نام سے مختلف ہے؟"

وہ جلدی سے بولی "نہیں، بالکل نہیں۔ میرا نام یہی ہے جب میں پیدا ہوئی تو میرے والدین نے میرا نام سارہ رکھا۔ باپ کی نسبت سے سارہ آنزک کہلاتی ہوں۔"

"تعجب ہے۔ میں زائچے میں کہیں بھی دیکھتا ہوں تو تمہارے ستارے کے ساتھ ایک اور ستارہ برابر چپکا نظر آتا ہے جیسے تمہارے ساتھ تمہارا ہمزاد ہو۔ تم کچھ اور ہو اور تمہارا ہمزاد کچھ اور۔"

یہ کہتے وقت میں نے ایک ذرا اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اندر سے بہت پریشان تھی۔ بظاہر خود کو پوری طرح سنبھالے ہوئے تھی۔ مسکراتے ہوئے میرے قریب چلی آئی جیسے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر چلی آ رہی ہو پھر اس نے کہا "ایسے علم سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ سوچا تھا تمہارے ساتھ کچھ وقت ہنستے بولتے گزاروں گی لیکن تم نے دوری کی دوستی ہی بھلا دی۔"

"تم تو یوں گھبرا رہی ہو جیسے میری دشمن ہو۔ اگر تمہاری دوہری شخصیت ہے تو میرا کیا بگڑے گا؟ یہ مجھے میرے ستاروں نے سمجھایا ہے کہ پچھلی رات کے بعد جو زندگی ملے اسے سنبھل سنبھل کر گزاروں۔ کسی پر اعتماد نہ کروں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ میں تم پر اعتماد نہیں کروں گا۔ لیکن اس سے ہماری دوستی پر کیا اثر پڑتا ہے؟"

"میں تمہیں یہ سمجھا دوں کہ جاسوس اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ایک ملک سے دوسرے ملک جاتے ہیں اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ یقیناً دوہری زندگی گزارتے ہیں۔ بظاہر کچھ ہوتے ہیں، باطن میں کچھ ہوتے ہیں۔ کیا میرے ستارے یہ نہیں بتاتے کہ میرے پیشے نے مجھے دوہری شخصیت اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے؟"

"ہو سکتا ہے، تمہارے پیشے نے تمہیں مجبور کیا ہو۔ میں نے کب انکار کیا ہے۔ ستارے ادھوری باتیں بتاتے ہیں۔ باقی باتیں ہم اپنے اندازے کے مطابق سمجھ لیتے ہیں۔"

"اور وہ اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔"

"اے حسنِ مجسم! تمہارے سلسلے میں وہ غلط ہو جائے تو بڑی حسین غلطی ہوگی۔"

"کیا ساری گفتگو اس ڈرائنگ روم میں ہوگی یا باہر بھی کوئی دنیا ہے؟"

"باہر بڑی خوبصورت دنیا ہے۔ بیروت کی دنیا۔ چلو میں سیر کراؤں۔ ویسے بھوک بھی لگ رہی ہے۔"

ہم وہاں سے نکل کر بنگلے کے باہر جانے لگے۔ میں اس سوچ پر پڑھ رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی "اس ہوشیار رہنا ہوگا۔ کم بخت ستاروں کا علم جانتا ہے۔ میری کیا قسمت ہے میں تل ابیب میں رہی اور کرسٹوفر یہی نکتے پتے کے منصوبے بناتی رہی تو ایزل ہارڈی کا ساتھ ملا۔ وہ حوروں کو قابو میں کرنے کا عمل جانتا تھا جو بعد میں فراڈ ثابت ہوا۔ وہ خدا یا اسٹرفر ہا دیتا نہیں کیوں مجھ سے رابطہ قائم کر رہے ہیں۔ کچھ تو میری رہنمائی کرنی چاہیے۔ اگر وہ اس کے دماغ میں موجود ہوتے تو ستاروں کا علم جاننے والے کے متعلق میری رہنمائی ضرور کرتے۔ انھیں میرے پاس ضرور رہنا چاہیے اور مجھے بتانا چاہیے کہ ہماری ملاقات کا ہوگی؟"

اس حد تک سوچنے کے دوران وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے بنگلے کے باہر آئی۔ باہر پورچ میں ایک بڑی سی خوبصورت ایئر کنڈیشنڈ کار کھڑی ہوئی تھی۔ شوفر نے دیکھتے ہی پچھلی سیٹ کی طرف بڑھ کر دروازہ کھولنا چاہا۔ میں نے دور ہی سے ہاتھ اٹھا کر کہا "رک جاؤ، تم اپنی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالو۔"

وہ ادب سے ہمارے سامنے جھکا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا اسٹیئرنگ سیٹ کی طرف جانے لگا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "اس کمبخت کو یہ بھی نہیں معلوم کہ حسن کے قدردان اس کی راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں اور دل کے دروازے کھولتے ہیں۔ میں تو صرف کار کا دروازہ کھولنا چاہتا ہوں۔ عشق کی ابتدا اکثر خوشامد سے ہوتی ہے۔"

میں نے آگے بڑھ کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو ذرا خم کیا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تم بہت دل چسپ ہو۔"

کار میں بیٹھنے کے لیے ذرا جھکنا پڑتا ہے۔ ذرا بل کھانا پڑتا ہے۔ وہ بھی بل کھا گئی۔ شاخِ گل کی لچک کرسیٹ کی نرم آغوش میں سما گئی۔ انکشاف ہوا کہ کار کا دروازہ اسی مقصد کے لیے مختصر بنایا گیا ہے کہ صنفِ نازک وہاں تک پہنچتے پہنچتے شاخِ گل کی طرح لچک جایا کریں۔ بل کھایا کریں یا ایسی ادائیں دکھایا کریں کہ رگ شاعری پھڑک اٹھے۔

میں نے دروازے کو بند کیا۔ پھر دوسری طرف سے گھوم کر پچھلی سیٹ پر اس کے برابر بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا "کیا تم ڈرائیو نہیں کرتے؟"

"ضرور کرتا ہوں لیکن ونڈ اسکرین کے باہر راستوں کو دیکھوں یا تمہیں؟ اسٹیئرنگ سنبھالوں یا دل کو؟"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے شوفر سے کہا "بلدزلار لے چلو۔"

وہ حیرانی سے بولی "یہ بلدزلار کیا شے ہے؟"

"ایک خالص لبنانی ریستوران ہے۔ بھوک زور کی لگ رہی ہے۔ پہلے کھائیں گے پھر سیر کریں گے۔"

یوں بھی سیر و تفریح ہو رہی تھی۔ ریستوران پہنچنے تک ہم بیروت کی مختلف شاہراہوں سے گزر رہے تھے۔ دونوں طرف بلند و بالا عمارتیں تھیں۔ بیروت میں شاید ہی کوئی کہیں ایک منزلہ مکان نظر آئے۔ لوگ یہاں سب کچھ دیکھ سکتے ہیں، ایک منزلہ مکان نہیں دیکھ سکتے۔ یہاں دس منزلہ، پندرہ منزلہ بائیس منزلہ اور چالیس منزلہ تک عمارتیں ہیں۔ ایسی بلند عمارتوں کے سائے میں چلنے والے انسان بالکل تنکے سے خاک میں رینگتے ہوئے کیڑے لگتے ہیں۔ یہ کیسی عجیب سی بات ہے کہ انسان اتنی بلند عمارتیں تعمیر کرتے ہیں اور ان کے آگے خود حقیر نظر آنے لگتے ہیں۔

میں نے جس طرح خیال خوانی کے ذریعے کرسٹوفر میکی کے متعلق تقریباً تمام معلومات حاصل کی تھیں، اسی طرح بیروت کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم کیا تھا۔ لیکن جس طرح ریستوران کا نام لیا یا جس جگہ کو میں جانتا ہوں وہاں تک خود ڈرائیو کرتے ہوئے نہیں پہنچ سکتا۔ کن راستوں سے گزرنا ہوتا ہے یہ میں نہیں جانتا تھا۔ میں نے کار ڈرائیور کے حوالے کر دی تھی۔ آئندہ بھی یہی ارادہ تھا۔ کوئی پوچھتا تو یہی کہتا کہ پچھلی رات کے واقعات نے میرے ذہن پر برا اثر چھوڑا ہے۔ میں کچھ عرصے ڈرائیو نہیں کروں گا۔ آرام کرتا رہوں گا۔ کہیں جانا ہوگا تو پچھلی سیٹ پر آرام سے جاؤں گا۔ لیلیٰ نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا تھا۔ اسے تو میں نے شاعرانہ انداز میں بہلا دیا تھا۔

ہم ریستوران میں پہنچ گئے۔ گاڑی رکتے ہی ایک باوردی دربان نے ہمارے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ہم بڑی شانِ بے نیازی سے اُتر کر چلتے ہوئے ریستوران میں داخل ہوئے۔ میرا خیال تھا بلدِ زلار کوئی معمولی ریستوران ہوگا یا زیادہ سے زیادہ بہت بڑا ریستوران ہوا بھی تو کتنا بڑا ہو سکتا ہے؟ لیکن وہ تو پورا محل نظر آیا۔ بعد میں پتا چلا، بلدِ زلار محل کو ہی کہتے ہیں۔

اتنے بڑے محل نما ریستوران میں بہت کم میزیں آباد نظر آ رہی تھیں۔ کچھ سنجیدہ باوقار شرفا تھے اور کچھ رومانی جوڑے دکھائی دیتے تھے۔ ہم ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ ہمارے سامنے مینو لا کر رکھا گیا۔ میں نے کہا "تم اپنی پسند کا کھانا منگواؤ۔"

"میں تو مہمان ہوں۔ میزبان کی پسند چلے گی۔"

"نہیں جو مہمان پسند کرے۔"

"میں لبنانی کھانوں کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔"

"میں خود انا ڑی تھا۔ ان کھانوں کے متعلق نہیں... جانتا تھا لیکن بھوک لگی تھی۔ آرڈر تو دینا ہی تھا۔ لہٰذا مینو کے چند آئٹم نوٹ کرا دیے۔ ویٹر چلا گیا۔

ہم کھانے کا انتظار کرتے ہوئے باتیں کرنے لگے۔ اکثر بڑے ریستوران اور ہوٹلوں میں جب رومانی جوڑے آتے ہیں تو انھیں زیادہ سے زیادہ دل بیٹھنے اور گفتگو کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ شاید اسی لیے کھانا دیر سے لایا جاتا ہے۔ بہرحال کھانا دیر سے آیا مگر ایسے آیا جیسے آسمان سے برس رہا ہو۔ ایک ساتھ دس دس بیروں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر ہماری میز پر ڈشیں رکھی جانے لگیں۔ میں حیرانی سے گن رہا تھا۔ یوں تو ہر کھانے کے ساتھ چٹنیاں، مربّے، اچار اور سلاد وغیرہ ہوتے ہی ہیں ان کے علاوہ میں نے گن کر دیکھے۔ پورے حوا قسم کے کھانے تھے ایک میز پر اتنے کھانے سما نہیں سکتے وہ ڈشیں اتنی چھوٹی تھیں کہ ہم ایسی چھوٹی ڈشیں ایسے کے پالتو پرندوں کے سامنے رکھتے ہیں۔ تمام ڈشیں کو تھیں۔ ان میں تھوڑا تھوڑا مختلف قسم کا کھانا رکھا ہوا تھا اتنی حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا "کیا تم پورے مینو کا آرڈر دیا تھا؟"

"نہیں میں نے تو ایک ہی آئٹم نوٹ کرایا تھا۔ یہ ایک کھانے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں جیسے ایک دل کے ہزار ٹکڑے ہوتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولے "کیا تمھیں ان تمام کھانوں کے نام معلوم ہیں؟"

"میں آم کھاتا ہوں، پیڑ نہیں گنتا۔ تمھیں بھی بتا دوں گا۔"

اس نے کھانا شروع کیا۔ میں نے سوچا۔ اگر یہ کھانے کے متعلق یا بیروت کے متعلق زیادہ سوالات کرے گی تو میں لڑکھڑا جاؤں گا تو بڑی مشکل ہوگی۔ اس کا ذہن دوسری بھٹکانا چاہیے لہٰذا میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کی سوچ میں کہا "یہ میکی ہے تو دشمن لیکن اپنوں جیسا وہ کھاتے کھاتے چونک گئی۔ اپنی اس سوچ ہو کر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں سر جھکا کر کھانے میں تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "اوہ گاڈ! یہ اپنوں جیسا کیوں کیا میں اس سے متاثر ہو رہی ہوں؟ یہ کمبخت کیسی متاثر کرتا ہے..... کوئی اور ہو تو اس پر ہزار جان سے ہو جائے لیکن میں ان میں سے نہیں ہوں۔"

وہ پھر کھانے لگی۔ اس بار میں نے اس کی سوچ کچھ کہا تو نہیں البتہ اس کے اندر یہ تحریک پیدا ہوئی کر کے دوران سر اٹھا کر مجھے دیکھے اور وہ دیکھنے لگی حیران ہوئی "خدایا! مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں بے وجہ کیوں دیکھنے لگی۔ مانا کہ یہ خوبرو ہے، اچھی شخصیت کا ہے۔ باتیں بھی خوب کرتا ہے لیکن مجھے یہ نہیں بھولنا کہ اتنی بڑی شخصیت کا مالک ہونے کے باوجود یہ ایک ہے کہ سٹوفر میکی نہیں ہے۔ اصلی کرسٹوفر تو کوئی اور مجھے اسی کرسٹوفر تک پہنچنا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا "لیکن یہ اس ڈگر کی طرف کیوں گھسیٹا جا رہا ہے؟"

وہ اپنے دل کی بدلتی ہوئی حالت پر پریشان تھی، نہیں آ رہا تھا کیا ہو رہا ہے۔ "کیا عورت اتنی ہی کمزور ہوتی ہے کہ اتنی ٹریننگ حاصل کرتے ہوئے، اپنے ذہن کو اپنے قابو میں رکھنے کے گُر سیکھنے کے باوجود دل کسی خوبرو کی طرف مائل ہونے لگتا ہے لیکن یہ تو کوئی محبت نہ ہوئی پہلے ازل ہارڈی کو دیکھ کر میرا دل اسی انداز میں سوچنے لگا تھا اور میں اپنے دل کو سمجھاتی تھی۔ میرا آئیڈیل فرہاد ہے لیکن مجھ جانہ انداز میں نہیں۔ فرہاد کو بھی میں اس کی صلاحیتوں کے باعث پسند کرتی ہوں۔ میری زندگی میں کوئی میرا ہیرو بن کر نہیں آئے گا۔"

اس نے کھانے کے دوران چپکے سے ایک سرد آہ بھری پھر اس کی سوچ نے کہا "لیکن ازل ہارڈی کے رخصت ہوتے ہی میری کایا پلٹ گئی۔ اس کے خط نے میری دنیا ہی بدل دی۔ میں جانے کیوں اپنی مرضی کے خلاف رہ رہ کر فرہاد کے متعلق سوچنے لگتی ہوں۔ کہاں سے وہ؟ وہ مجھ سے رابطہ کیوں نہیں قائم کرتا؟ کیا میں ایسی کٹی گزری ہوں؟ چلو، میں کچھ نہ سہی لیکن ہمارے مقاصد تو ایک ہیں۔ چھاپا ماروں کی مدد کرنے کے لیے انھیں مفت ہتھیار سپلائی کرنے کے لیے، کرسٹوفر میکی کو بے نقاب کرنے کے لیے، اسے چاہیے میرے دماغ میں آئے۔ میری رہنمائی کرے۔ کیا وہ مجھ سے دور رہ کر، اپنے آپ کو پراسرار بنا کر مجھے انتظار کے عذاب میں مبتلا کر کے ایک کمزور عورت بنانا چاہتا ہے۔ مجھے ایک کمزور عورت بنا کر اسے کیا ملے گا؟"

اس بار میں نے اس کی سوچ میں مثبت انداز سے کہا۔ "میں ایک بات بھول رہی ہوں۔ ازل ہارڈی کے روپ میں جب فرہاد میرے ہاں مہمان تھا تو اس نے کہا تھا، وہ مجھے زمانتوں میں مبتلا کر رہا ہے تاکہ میں کندن بن جاؤں۔ میں اپنے پ کو قابو میں رکھنا، اپنے ذہن کو کنٹرول کرنا، اپنے دل پر ہر کرنا سیکھ جاؤں۔ شاید اسی لیے وہ خود کو پراسرار بنا رہا ہے رے صبر کا امتحان لے رہا ہے۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی اسے ایک گونہ اطمینان ہوا۔ دل ہی دل میں عزم کرنے لگی "وہ جیسی بھی آزمائش سے زارنا چاہے، میں گزروں گی اور کامیاب ہو کر دکھاؤں گی۔ صبر کروں گی اور اس کا انتظار کرتی رہوں گی۔"

یہ سوچتے سوچتے اس کے دماغ میں ایک اور سوچ پیدا ہوئی "کیا فرہاد واقعی بیروت پہنچ گیا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہو اور آج وہ کسی وقت کیا کل کسی وقت پہنچے؟"

پھر وہ جھنجلا کر سر جھٹکنے لگی "میں کیوں خواہ مخواہ اس کے متعلق سوچتی چلی جاتی ہوں۔ اس کا یہاں آنا یا نہ آنا کوئی ضروری تو نہیں ہے۔ وہ دنیا کے آخری سرے پر رہ کر بھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ توبہ ہے! میں پھر وہی سوچتی چلی جا رہی ہوں۔"

ایک ویٹر نے آ کر کہا "مسٹر میکی! آپ کا فون ہے۔"

میں نے لیلیٰ سے معذرت چاہی۔ پھر وہاں سے اٹھ کر ایک دفتر نما کمرے میں آیا۔ وہ کمرہ ہوٹل کے منیجر کا تھا۔ ریسیور الگ رکھا ہوا تھا۔ اس نے کہا "مسٹر میکی! آپ کا فون ہے۔ بات کیجیے۔"

میں نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو، میکی اسپیکنگ۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "مسٹر میکی! پچھلی رات آپ خاصے پریشان رہے، اس لیے ہم نے آپ کو مزید پریشان نہیں کیا۔ پہلے تو ہم آپ کو نئی زندگی پانے کی مبارک باد دیتے ہیں۔ اب چونکہ آپ تفریح کے موڈ میں ہیں، آپ کے ساتھ ایک حسین لڑکی دیکھی جا رہی ہے تو ہم صورت حال سے آگاہ کر دیں پچھلی رات نامعلوم چھاپا ماروں نے ہمارے ہتھیاروں کے اڈے پر کامیاب چھاپا مارا ہے۔ ہمیں حیرانی ہے کہ اس اڈے کا پتا انھیں کیسے معلوم ہوا؟"

میں نے بظاہر پریشان ہو کر کہا "یہ تو بہت بڑا نقصان ہوا۔ کیا ان میں سے کوئی ہاتھ آیا؟"

"آپ ہاتھ آنے کی بات کر رہے ہیں، ہمارے اس اڈے کے نگرانی کرنے والے سبھی مارے گئے ہیں۔ ایک زخمی بچا تھا جس نے ہمیں یہ رپورٹ دی ہے۔ وہ ایک جیپ میں آئے تھے ان کے پاس بڑی گاڑی نہیں تھی ورنہ وہ اس بڑی گاڑی میں تمام ہتھیار لوڈ کر کے لے جاتے۔"

میں نے شبے سے پوچھا "کیا نگرانی کرنے والے نشے میں تھے؟"

"نہیں جناب! ہم نے سختی سے تاکید کی ہے، ڈیوٹی کے وقت کوئی نشہ نہ کرے۔ جانے یہ کیسے ہو گیا۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ ہمارے خفیہ اڈے کی نشاندہی کس نے کی ہے۔ یقیناً ہم میں سے کوئی ہوگا۔"

میں نے تاکید کرتے ہوئے کہا "اسے تلاش کرو۔ مجھے وقت سے پہلے پریشان نہ کرو۔ میں اس گھر کے بھیدی کو اپنے سامنے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے وہاں ہمارے آدمی سراغ لگا رہے ہیں کہ کن لوگوں نے پچھلی رات چھاپا مارا تھا۔ دوسری بات ہم اپنے درمیان بھی اس غدار کو تلاش کر

رہے ہیں۔ جلد ہی وہ بے نقاب ہو جائے گا اور ہم ان چھاپا ماروں کا بھی سراغ لگا لیں گے۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ واپس آ کر لیلیٰ کے سامنے اپنی کرسی پر بیٹھا۔ تو بظاہر پریشان تھا۔ لیلیٰ نے پوچھا "خیریت تو ہے؟"

"ان چھاپا ماروں کے حوصلے بڑھ رہے ہیں۔ انھوں نے پچھلی رات ہمارے ایک خفیہ اڈے پر چھاپہ مارا ہے جس کا پتا میرے چند ماتحتوں کو ہے۔ دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ تعجب ہے ان چھاپا ماروں کو کیسے پتا چل گیا ہے؟"

لیلیٰ ثانی ایک دم سے کھل اٹھی۔ اس کے دماغ نے کہا "یقیناً فرہاد علی تیمور نے اس خفیہ اڈے کی نشاندہی کی ہوگی۔"

میں نے حیرانی سے کہا "تعجب ہے، میں اپنے نقصان کی بات کر رہا ہوں اور تمھارا چہرہ خوشی سے کھل گیا ہے۔ کیا تمھارے لیے یہ خوشخبری ہے؟"

وہ فوراً سنبھل کر بولی "ہاں خوشخبری اس طرح ہے۔ کہ جو لوگ جوش میں آ کر اندھا دھند حملے کرتے ہیں، چھاپے مارتے ہیں، وہ جلد ہی گرفت میں آ جاتے ہیں۔ چھاپا ماروں کے حوصلے بڑھ گئے ہیں تو یہ ہمارے لیے اچھی بات ہے۔ میرا مشورہ ہے۔ اپنے اس خفیہ اڈے کی نگرانی زیادہ نہ کراؤ۔ وہ دوبارہ وہاں آئیں گے تو پکڑے جائیں گے۔"

"میں عورتوں کا مشورہ نہیں مانتا۔"

"نہ مانو۔ اگر وہ چھاپا مار میرے ہاتھ لگ گئے تو میں انھیں تمھارے ہاتھ لگنے نہیں دوں گی۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"جب تم مجھ سے تعاون نہیں کرو گے۔ میرا مشورہ نہیں مانو گے تو میں تمھارے نقصان کی پروا کیوں کروں۔ کیوں تمھارے چوروں کو گرفتار کراؤں؟"

"تم تو ناراض ہو گئیں۔ تمھارے اسرائیلی حکام بڑی خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہی کہتے ہیں کہ چھاپا مار ان سے خوفزدہ ہو کر اسرائیل کی سرحد پار کر جاتے ہیں۔ فرار ہو جاتے ہیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ فرار نہیں ہوتے بلکہ یہاں ہتھیار حاصل کرنے آتے ہیں۔ دنیا کو اپنی مظلومیت کی داستان سناتے ہیں۔ لبنان کی طرح دوسرے ممالک میں پھیل کر مسلمان ملکوں کی ہمدردیاں حاصل کرتے ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا "ہمدردیوں کی بات نہ کرو۔ صرف ہتھیاروں کی بات کرو۔ تم لوگوں نے چھاپا ماروں کے حوصلے بڑھائے ہیں۔ ہماری حکومت کے خلاف تم انھیں ہتھیار فراہم کرتے ہو۔"

میں نے ذرا غصے سے کہا "یہ جھوٹ ہے۔"

"جھوٹ اور سچ جلد ہی سامنے آ جائے گا۔ میں اس لیے یہاں آئی ہوں۔"

"میں کوئی ناداں بچہ نہیں ہوں۔ جانتا ہوں تم اصل کرد میکی کو بے نقاب کرنا چاہو گی۔ جب وہ بے نقاب ہو گا چلے گا، وہ میں ہی ہوں۔ تمھارے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔"

"میری کس بات سے یہ ظاہر ہوا کہ میں کہ سٹوفر میکی بے نقاب کرنا چاہتی ہوں۔ کیا میرے ستارے تبا ہے ہیں؟"

"میں تمھاری حکومت کی پالیسیوں کو اچھی طرح سمجھتا تمھارے ہی نہیں، دنیا کے کتنے ہی ملکوں کی انٹیلی جنس اور انٹرپول کے افراد اس تاک میں رہتے ہیں کہ اصلی کر میکی تک پہنچ جائیں۔ تمھاری حکومت نے تمھیں بیرونِ سیر کرنے کے لیے نہیں بھیجا ہوگا۔ یقیناً تم کوئی بہت بڑا کا انجام دینے آئی ہو اور وہ بڑا کارنامہ شاید مجھ سے تعلق رکھتا ہو۔"

"جب تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمھارے خلاف جاسوسی کر آئی ہوں تو مجھے اپنے ساتھ کیوں لائے ہو؟"

"دوستی کی ابتدا میں نے نہیں، تم نے کی۔ تم نے رات مجھے فون کیا تھا۔"

"بات کرنے سے انکار کر دیتے۔"

"یقیناً انکار کر دیتا لیکن سارہ آئزک کا نام سن کر گیا تھا جب تم نے یہ کہا کہ لیلیٰ ثانی کا تعاقب کرتے ہو یہاں آئی ہو تو میں سمجھ گیا کہ میرے خلاف چال چلی جا ہے۔ لیلیٰ ثانی کا تعاقب کرنے کے لیے تمھارے سے کوئی مرد جاسوس بھی آ سکتا تھا لیکن میرے پیچھے لڑکیوں کو بھیجا جاتا ہے۔ میں نے سوچا، تم مجھ سے کرنا ہی چاہتی ہو تو ایک بار ملاقات کر لوں گا اور تمھیں سبق سکھاؤں گا کہ ساری زندگی یاد کرو گی۔"

"تم مجھے یہاں کھانا کھلانے نہیں، سبق سکھانے لائے ہو؟"

میں نے ایک سرد آہ بھری۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"جب تک تمھیں دیکھا نہیں تھا تمھیں عبرت ناک سبق سکھانا چاہتا تھا۔ تم میرے متعلق تحقیقات کر سکتی ہو آج تک کسی بھی لڑکی کے ساتھ باہر نہیں نکلا۔ میرے دل میں حسین خیالات رہے لیکن وہ خیالات منتشر رہے۔ دیکھتے ہی وہ منتشر خیالات تمھارے حسین سراپے میں مجتمع ہو اگر تم اسے شاعری نہ سمجھو تو میں دل کی زبان سے کہہ رہا

آج سے تمھارے ہی سپنے دیکھتا رہوں گا۔ تمھیں چاہوں گا اور تمھیں چاہتا رہوں گا۔"

"مسٹر میکی! تم بہک رہے ہو۔"

"تم بہکا رہی ہو۔"

میں وقفے وقفے سے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا جاتا تھا۔ وہ اندر ہی اندر غصے میں تلملا رہی تھی۔ میرے اظہارِ محبت پر چڑ رہی تھی لیکن بظاہر خوشدلی سے کہہ رہی تھی۔ "مجھے دشمن بھی سمجھتے ہو اور محبت کا اظہار بھی کرتے ہو؟"

"میں دشمن نہیں سمجھتا، تم سمجھتی ہو۔ میں چاہتا ہوں جلد سے جلد میرے متعلق تحقیقات مکمل کر لو تاکہ تمھیں یقین آ جائے کہ میں ہی اصلی کرسٹوفر میکی ہوں۔ جب تم مجھ پر اعتماد کرنے لگو گی تو میرے دل کی زبان کو اچھی طرح سمجھنے لگو گی۔"

"کیا ہمارے ستارے آپس میں ملتے ہیں؟"

"ملتے تو ہیں لیکن درمیان میں ایک ستارہ آتا ہے۔ اگر ہم اپنے اپنے برج کے مطابق ایسے پتھر اپنی اپنی انگوٹھی میں پہن لیں جو ہمیں راس آتا ہو تو وہ درمیان میں آنے والا ستارہ ٹل جائے گا۔ پھر کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔"

یہ کہتے ہی میں اس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ درمیان میں آنے والے ستارے کا ذکر سنتے ہی اس کا ذہن فرہاد کے نام پر راز کرنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی "کیا میرے اور میکی کے درمیان فرہاد کا ستارہ حائل ہے۔ اللہ کرے وہ حائل رہے اور اسے ٹالنے والا منحوس ابھی بیٹھے بیٹھے مر جائے۔"

میں نے بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ کو ضبط کیا۔ پھر کہا "یوں بھی انگوٹھی میں پتھر پہننا کوئی ضروری نہیں ہے اگر تم خود ہی اس حائل ہونے والے ستارے کو درمیان سے ہٹا دو اور دل کی آنکھوں سے مجھے دیکھو تو میں وہی ہوں جسے تمھارا ذہن قبول کرتا ہے۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر پوچھا "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ بہت سی باتیں لاشعور میں ہوتی ہیں اور شعوری طور پر سمجھ میں نہیں آتیں یعنی لاشعوری طور پر تم مجھے چاہتی ہو لیکن شعوری طور پر شاید کسی حائل ہونے والے ستارے کے متعلق سوچتی رہتی ہو۔ کیا یہ درست ہے۔ کیا تمھاری زندگی میں مجھ سے پہلے کوئی آئیڈیل رہا ہے؟"

اس نے نیپکن سے منہ پونچھتے ہوئے کہا "کھانا ختم ہو چکا ہے۔ میرا خیال ہے اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

"میرا خیال ہے، تم میری بات کو ٹال رہی ہو۔"

"ہرگز نہیں۔ اتنا سمجھ لو، اگر کسی لڑکی کے دماغ میں کوئی آئیڈیل رہتا بھی ہے تو وہ اسے ساری دنیا سے چھپا کر رکھتی ہے۔ ویسے تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے نہ میرا کوئی آئیڈیل ہے اور نہ رہے گا۔ میں ان فضولیات میں وقت ضائع نہیں کرتی۔"

میں ہل ہل ادا کرنے لگا۔ اس دوران اس کے دماغ میں بھی جھانکتا رہا۔ وہ سوچ رہی تھی "اس طرح کام نہیں بنے گا۔ یہ ملاقات بے مقصد رہے گی۔ اس کے متعلق تحقیقات شروع کرنے کے لیے نئے سرے سے کوئی منصوبہ بنانا ہوگا۔"

جب ہم ریستوران سے نکل کر جانے لگے تو اس نے پوچھا "کیا تم واقعی میرے معاملے میں سنجیدہ ہو؟"

"اگر معاملے سے مراد محبت ہے تو بے شک اس قدر سنجیدہ ہوں کہ تمھارے لیے جان بھی دے سکتا ہوں۔"

"تو پھر اپنی حقیقت میرے سامنے اگل دو؟"

"کیا محبت کا امتحان لے رہی ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"سمجھنے سے تو بات نہیں بنتی۔ تم مجھے یقین دلاؤ کہ میری محبت کا جواب محبت سے دو گی بلکہ صاف صاف کہہ دو کہ شادی کرو گی تو میں..."

وہ ریستوران سے باہر آ کر رک گئی۔ میری طرف دیکھ کر بولی "تم کہتے کہتے کیوں رک گئے۔ کیا تم یہ نہیں کہنا چاہتے کہ میں تمھاری بات مان لوں تو اپنی حقیقت میرے سامنے اگل دو گے؟"

"یہی سمجھ لو۔ کیا میں خود کو بے نقاب کر دوں؟ تو تم میری زندگی میں آ جاؤ گی؟"

اس نے چند لمحوں تک مجھے سوچتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔ پھر کہا "ایک شرط پر، وہ یہ کہ جب حقیقت اگل دو گے اور اپنے متعلق تمام تفصیلات، ثبوت میرے حوالے کر دو گے تو میں یہاں سے اسرائیل جاؤں گی۔ پھر وہاں سے استعفیٰ دے کر تمھارے پاس واپس چلی آؤں گی۔ اس وقت تک ہمارے درمیان محبت تو رہے گی لیکن بے تکلفی نہیں رہے گی۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "تم مجھے بچہ سمجھ رہی ہو۔ میں اپنے تمام راز فاش کر دوں۔ تمام کمزوریاں تمھارے حوالے کر دوں۔ تم مجھے دنیا والوں کے سامنے بے نقاب کر دو۔ میری شہرت اور عزت کو خاک میں ملا دو اور میں اسی انتظار میں رہوں کہ تم کب استعفیٰ دے کر اسرائیل سے واپس

آرہی ہو۔ کاش تم ایک کھلونا ہوتیں اور میں ایک بچہ ہوتا تو میں جاتا۔"

"میں بھی کوئی نادان بچی نہیں ہوں کہ تمہاری باتوں میں آ کر پہلے شادی کرلوں۔ اپنی پوری زندگی داؤ پر لگادوں اور تم مجھے یہ کہہ کر ٹال دو کہ تمہاری حقیقت یہی ہے جو میرے سامنے ہے۔ تمہی اصلی کرسٹوفر میکی ہو۔ کوئی دوسرا تمہاری پشت پناہی نہیں کر رہا ہے۔ مسٹر میکی! تمہیں مجھ سے محبت ہے تو پہلے محبت کرنے والوں کی سیڑھی پر چڑھو۔ تمہیں پتا چلے گا کہ حسن کے آگے سپاہی اپنی تلوار چھوڑ دیتا ہے بادشاہ اپنا تاج اس کے قدموں میں رکھ دیتا ہے۔ عشق کرنے والے کوئی شرط نہیں منواتے۔ تمہیں عشق ہے تو تم میرے پاس آؤ گے۔ میں جارہی ہوں۔ میری ضرورت ہو تو مجھے آواز دینا میں چلی آؤں گی۔"

وہ جانے لگی۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ "تم میرے ساتھ آئی ہو۔ میں تمہیں ہوٹل تک پہنچا دوں گا۔"

وہ پلٹ کر بولی۔ "شکریہ، میں اپنا راستہ خود جانتی ہوں۔"

اسی وقت ایک ٹیکسی قریب سے گزر رہی تھی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔ پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر میرے دیکھتے ہی دیکھتے مجھ سے دور ہوتی چلی گئی۔ لیکن میں اس کے قریب تھا۔ اس کے دماغ میں تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کمبخت میرا عاشق بن گیا ہے۔ پہلی ہی ملاقات میں اس قدر دیوانہ ہو چکا ہے کہ شادی کی پیشکش کر رہا ہے۔ یقیناً دوسری تیسری ملاقات میں اپنی حقیقت اگل دے گا۔ میں انتظار کروں گی۔

وہ میرے پاس ضرور کھنچا چلا آئے گا۔"

میں نے سوچا، اچھی بات ہے۔ ابھی تو جاؤ۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔ میری دوسری مصروفیات بھی ہیں۔ میں اپنی کار میں بیٹھ کر بنگلے کی طرف جانے لگا۔ راستے میں خیال خوانی کرتا رہا۔ بزرگ جلیل القدر کے دماغ میں یہ خیال ابھرا کہ پچھلی رات مجاہدین کو جو کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ دشمنوں کو بری طرح کھٹک رہی ہوگی۔ ان کے جاسوس ہمارے علاقوں میں گھوم رہے ہوں گے اور معلوم کرنا چاہتے ہوں گے کہ کن لوگوں نے پچھلی رات چھاپا مارا تھا۔

بزرگ کی اپنی سوچ نے کہا۔ "ہم سب ہوشیار ہیں۔ اس عمل کے ردِ عمل کو خوب سمجھتے ہیں۔ دشمن سکون سے نہیں بیٹھیں گے۔ ہماری طرف آرہے ہوں گے یا آچکے ہوں گے۔ ہم ان سے نمٹ لیں گے۔"

میں بنگلے میں پہنچا تو لیڈی سیکرٹری نے کہا۔ "ابھی دس منٹ پہلے سی ایم کی طرف سے پیغام موصول ہوا ہے۔"

یہ سنتے ہی میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ سی ایم دراصل کرسٹوفر میکی کا مخفف تھا۔ اصلی کرسٹوفر میکی خود کو سی ایم کہتا تھا۔ میں نے جلدی سے پوچھا۔ "پیغام کیا ہے؟"

"ٹیلیفون پر پیغام دینے والے نے کہا ہے کہ مزید پندرہ منٹ کے بعد سی ایم رابطہ قائم کریں گے۔ لہٰذا تم جہاں بھی ہو، اطلاع دی جائے۔ میں بھلا اطلاع کیسے دیتی۔ تم اس لڑکی کے ساتھ کہاں گئے ہو، یہ تم نے بتایا نہیں تھا۔ بہرحال آگئے ہو تو اب پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔ شاید تمہارے سی ایم کا فون آئے۔"

میں نے بیڈروم میں آکے دروازے اور کھڑکیوں اندر سے بند کر دیا۔ اس سیکرٹری نے ایک بار مجھ سے پہلے والے کرسٹوفر میکی سے پوچھا تھا، سی ایم کون ہے؟ اس پر کرسٹوفر میکی نے اسے جھڑک دیا تھا اور تاکید کی تھی، آئندہ وہ کسی بھی بات کو کریدنے کی کوشش نہ کرے۔"

اسی لیے میں نے کھڑکیوں اور دروازوں کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر میں نے آستین سیف کو کھول کر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ اور اسے لے کر ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گیا۔ پیغام کے مطابق ٹھیک پندرہ منٹ بعد یعنی میرے وہاں پہنچنے کے پانچ منٹ کے بعد ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے اسے آپریٹ کیا پھر دونوں طرف سے کوڈ ورڈ کا تبادلہ ہونے لگا۔ اس کے بعد آواز آئی۔ "مسٹر میکی! ایم سی ایم آپ سے مخاطب ہو رہے ہیں۔"

چند لمحوں کے بعد دوسری طرف سے اصلی کرسٹوفر میکی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مسٹر میکی! جسے تلاش کرنے کے لیے انٹرپول کے ذہین ترین افراد سرگرداں تھے، گننے ہی ممالک کے انٹیلی جنس والے بھی اسے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اس آواز سننے کے لیے ترستے تھے۔ کوئی ایسی چیز تلاش کرنا چاہتے تھے جس کے ذریعے اس کا سراغ لگایا جاسکے اور آج یہ کانوں تک اصلی کرسٹوفر میکی کی آواز پہنچ رہی تھی۔

میرے لیے تو آواز ہی کافی تھی۔ اس کے لب و لہجے گرفت میں لے کر پلک جھپکتے ہی پرواز کرتا ہوا اس کے دماغ پہنچ سکتا تھا لیکن میں نے خیال خوانی کی پرواز نہیں کی کیونکہ میں اس وقت ٹرانسمیٹر کے ذریعے بلیک شیڈو کی آواز سن رہا تھا۔

وہ بلیک شیڈو... کی آواز تھی، جس کا سایہ تھا لیکن جس کا وجود نہیں تھا۔ وہ کون تھا؟ وہ کیا تھا؟ میرے لیے ایک بہت بڑا چیلنج بنا ہوا تھا۔ اس کمبخت تک پہنچنے

لیے میں نے سجاد کو اس کی قید میں رہنے دیا، تاکہ اس کے ذریعے کوئی سراغ لگا سکوں۔ ابھی سراغ لگنے میں دیر تھی۔ فی الحال صبر کرتے ہوئے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس کی آواز سننے لگا۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "مسٹر میکی! پچھلی رات کی رپورٹ مل چکی ہے۔ میں تمہیں نئی زندگی کی مبارک باد دیتا ہوں۔ واقعی تم علم نجوم میں مہارت رکھتے ہو۔ جو پیشگوئی کرتے ہو وہ درست ثابت ہوتی ہے۔ سارہ آئزک کے متعلق کچھ بتاؤ۔"

"وہ آپ کو بے نقاب کرنے کے لیے میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

"اس کا کیا کرو گے؟"

"کرنا کیا ہے۔ جب میں آپ کے متعلق کچھ جانتا ہی نہیں تو وہ میرے ذریعے آپ کو کیسے بے نقاب کرے گی اور جب نہیں کر سکے گی تو ایسی سیکرٹ ایجنٹ لڑکیاں ہمارے سامنے نہ ہونے کے برابر ہوتی ہیں۔"

"میں بار ہا سمجھا چکا ہوں، کسی معمولی سی بات کو بھی نظر انداز نہ کرو۔ اسے اہمیت دو تاکہ وہ چھوٹی سی بات آگے بڑھ کر دردِ سر نہ بن جائے۔"

"میں نے سارہ آئزک کا زائچہ تیار کیا ہے۔ وہ یہاں سے ناکام واپس جائے گی۔"

"میری گڈ، مجھے تمہاری پیشگوئی پر اعتماد ہے۔ اب کام کی بات سنو۔ سب سے پہلی بات یہ کہ گولڈن ریکٹ کا ساتواں گولڈ مین ولیم بروک بیروت پہنچ رہا ہے۔ آج شام سات بجے وہاں کے کسی بڑے ہوٹل میں قیام کرے گا۔ گولڈن ریکٹ کی پوری فائل تمہارے پاس موجود ہے۔ کیا تم اسے بلیک میل کرلو گے؟"

"سر! یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ آخر آپ نے مجھے کرسٹوفر میکی کیوں بنا رکھا ہے۔ صرف اتنا بتا دیجیے۔ اس سے کتنی رقم وصول کی جائے؟"

"یہ گولڈن مین دنیا بھر میں معزز سمجھے جاتے ہیں۔ یہ جس ملک میں پہنچتے ہیں، ان کے پہنچنے سے پہلے نشہ آور دواؤں کی ایک بڑی کھیپ وہاں پہنچ جاتی ہے۔ کروڑوں کا بزنس ہوتا ہے تم کم از کم دس لاکھ ڈالر کا مطالبہ کر سکتے ہو۔"

"صرف مطالبہ نہیں کروں گا، وصول بھی کروں گا۔ اور کوئی حکم؟"

"ایک بہت بڑی اطلاع ہے۔ نیپال سے پرواز کرنے والے ایک طیارے کو رسونتی نے اغوا کیا ہے۔ کل صبح ہونے تک وادیٔ قاف کے اطراف خطرناک ترین افراد کا میلہ لگنے والا ہے۔"

"کیا اس اغوا کیے جانے والے طیارے میں قیمتی سامان اسمگل ہو رہا ہے؟"

"رسونتی بذاتِ خود قیمتی ہو گئی ہے۔ اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آگئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس کا بیٹا پارس بھی ساتھ ہے۔ ان دونوں کو حاصل کرنے کے لیے دنیا کی تمام بڑی خطرناک تنظیمیں اپنا اپنا زور لگا رہی ہیں۔ سب اُدھر کا رُخ کر رہی ہیں۔ کرسٹوفر میکی نمبر دو الفقرہ میں ہے۔ وہ تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر میں پرواز کرتا ہوا وادیٔ قاف کے علاقے میں جائے گا۔ اگر چہ وہاں کسی طیارے یا ہیلی کاپٹر کو اترنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ اس علاقے میں کوئی بغیر اجازت سڑک کے راستے سے بھی داخل نہیں ہو سکتا۔ تاہم میکی نمبر دو کی ذہانت سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ضرور ٹارٹر غلبا سے دوستانہ رابطہ قائم کرے گا اور ہیلی کاپٹر کو وہاں اتار لے گا۔"

میں نے کہا۔ "میں سمجھ گیا۔ میں یہاں الفقرہ سے قریب ہوں لہٰذا سی ایم ٹو سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ جب بھی اسے میری یا میرے آدمیوں کی ضرورت پیش آئے تو میں اس سے بھرپور تعاون کروں۔"

"بینک میں یہی چاہتا ہوں بلکہ اس سے زیادہ چاہتا ہوں۔ اپنے ذہین ترین افراد کو فوراً الفقرہ روانہ کر دو سی ایم ٹو پلاننگ کرے گا کہ کس طرح خشکی کے راستے اپنے آدمیوں کو جانا چاہیے اور یہ معلومات بھی حاصل کرے گا کہ دوسری خطرناک تنظیمیں اور دوسرے ممالک کس انداز میں ٹارٹر غلبا سے رابطہ قائم کرتے ہیں یا اس وادی میں داخل ہوتے ہیں۔ ہمیں بھی وہی طریقہ یا اس سے بہتر طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔"

"جہاں تک اپنا اپنا طریقہ اختیار کرنے کا تعلق ہے تو یہ ایک تاش کا کھیل ہے۔ ہمارے مخالف کھلاڑیوں کے ہاتھوں میں کون کون سے اہم پتے ہیں، وہ ٹارٹر غلبا کو کس طرح اپنے داؤ میں لیں گے، ہم نہیں جانتے۔ میں تو صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں، کیا آپ کے پاس کوئی ایسا ٹرمپ کارڈ ہے جس کے ذریعے ہم ٹارٹر غلبا کو مجبور کر دیں۔"

"ایک بہت ہی اہم پتہ ہے۔ صرف ٹارٹر غلبا ہی نہیں بلکہ رسونتی اور فرہاد کے تمام ساتھی ہمارے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

میں نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "پھر تو جیت ہماری

ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں، وہ ترپ کا پتہ کیا ہے؟"

دوسری طرف سے بلیک شیڈو نے بڑے فخر سے کہا۔

"سونیا، رسونتی، مرجانہ، اعلیٰ بی بی۔ ان سب کی زندگیوں کا اہم ستون فرہاد علی تیمور میرے قبضے میں ہے۔ میری قید میں ہے!"

بلیک شیڈو نے ہمارے سامنے خود کو کس طرح پُراسرار بنا رکھا تھا۔ ہم سمجھ نہیں پا رہے تھے، وہ کیا چیز ہے۔ سایہ ہے وجود نہیں ہے۔ ہماری خیال خوانی اس کے سامنے ناکام کیوں ہو جاتی ہے۔ ہم کچھ سمجھ نہیں سکتے تھے اس کے باوجود وہ بھی سمجھ نہیں سکتا تھا کہ ہم کیا چالیں چل رہے ہیں۔ سجاد کو اپنی قید میں رکھ کر بڑی خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ اسے فرہاد سمجھ کر فرہاد علی تیمور سے ہی باتیں کر رہا تھا۔

میں نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "کیا واقعی، فرہاد آپ کی قید میں ہے؟"

"ہاں۔ سی ایم ٹو ٹار ٹر غلبا سے اسی بنیاد پر رابطہ قائم کرے گا اور ہمیں یقین ہے صرف ٹار ٹر غلبا ہی نہیں، رسونتی بھی ہماری بات ماننے پر مجبور ہو جائے گی۔ کسی کو وادیٔ قاف میں آنے کی اجازت ملے یا نہ ملے ہمیں ضرور ملے گی۔"

بلیک شیڈو کی باتوں سے اور اس کے منصوبوں سے پتا چل رہا تھا کہ وہ صرف پُراسرار بننا نہیں جانتا بلکہ گہری چالیں چلنا بھی جانتا ہے۔ اس نے اپنی دانست میں بڑا زبردست ترپ کا پتہ رکھا تھا۔ میرے تمام ساتھیوں کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر سکتا تھا۔ اس کے دعوے کے مطابق جب ٹار ٹر غلبا کو یہ معلوم ہوتا کہ اس کا ہونے والا داماد بلیک شیڈو کے ... رحم و کرم پر ہے تو وہ فوراً اس کے آدمیوں کو وادیٔ قاف میں آنے کی اجازت دے سکتا تھا۔ اس طرح جہاں تمام خطرناک تنظیمیں اور بڑے ممالک اس وادی میں داخل ہونے کے سلسلے میں ناکام رہتے وہاں بلیک شیڈو کامیاب ہو جاتا اور یہ اس کی سب سے بڑی جیت ہوتی۔

اس سے ضروری گفتگو کرنے کے بعد رابطہ ختم ہو گیا۔ اس کے متعلق زیادہ سوچنا فضول تھا۔ ابھی ہم اس کے اسرار کو نہیں پا سکے تھے اور ہمیں اتنی فرصت بھی نہیں تھی۔ سب سے پہلے رسونتی اور دونوں بچوں کو بحفاظت وادیٔ قاف میں پہنچانا تھا۔ اس کے بعد ہی بلیک شیڈو کی طرف توجہ دی جا سکتی تھی۔

میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ اب مجھے سی ایم ٹو سے رابطہ قائم کرنا تھا جو انفرہ میں تھا اور شاید اب تک ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر کوہِ قاف کی طرف روانہ ہو چکا ہو گا لیکن ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس کے خاص ماتحت سے گفتگو ہو سکتی تھی۔ اس کا کوڈ ورڈ اور اس کی فریکوئنسی معلوم کرنے کے لیے مجھے وہاں سے اٹھ کر پھر آئرن سیف کی طرف جانا تھا اور ڈائری کھول کر وہ باتیں ذہن نشین کرنا تھیں لیکن اس سے پہلے کہ میں اپنی جگہ سے اٹھتا، مجھے اپنے پیچھے ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ تمہاری کھوپڑی سے کھیلنا نہیں، ریوالور کی نال لگی ہوئی ہے۔"

میں نے ایک گہری ... سانس لی۔ وہ لیلیٰ ثانی کی آواز تھی۔ کمبخت جانے کیسے مقفل بیڈ روم کے اندر پہنچ گئی تھی۔ میں اس کے دماغ میں جھانک کر معلوم کر سکتا تھا لیکن میں نے سوال کیا۔ "تم یہاں کیسے آ گئیں؟"

وہ بولی۔ "تل ابیب میں مجھے ایک شخص ملا تھا۔ اس کے پاس بدروحوں کو قابو میں کرنے کا عمل تھا۔ وہ میرا دوست بن گیا ہے۔ کبھی کبھی مجھے بدروح بنا کر بند دروازوں کے پار بھیج دیتا ہے۔ اب دیکھ لو میں اس بند دروازے سے گزر کر تمہارے پاس چلی آئی ہوں۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ میری حیرانی دور کرو۔ تم یہاں کیسے پہنچیں؟"

"جب میں تم سے ملاقات کرنے یہاں آئی تھی تو تمہاری سیکرٹری نے مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھایا تھا۔ میں نے اسی وقت ڈرائنگ روم کی ایک کھڑکی کی چٹخنی ہٹا دی تھی تاکہ بعد میں کھڑکی کے راستے داخل ہو سکوں۔ تمہارے ساتھ ریستوران سے باہر آنے کے بعد میں ٹیکسی میں بیٹھ کر سیدھی ادھر چلی آئی۔ بنگلے کے پچھلے حصے سے احاطے میں داخل ہوئی۔ پہلے سُن گُن لیتی رہی۔ تمہارے ملازم کہاں ہیں، کیا کر رہے ہیں، جب مجھے یقین ہو گیا کہ ڈرائنگ روم میں کوئی نہیں ہے تو میں اسی کھڑکی کے راستے اندر داخل ہو گئی۔ بیڈ روم کا یہ دروازہ اندر سے لاک ہوتا ہے یعنی اندر سے لاک کرنے کے لیے چابی کی ضرورت نہیں پڑتی البتہ باہر سے کھولنے کے لیے چابی کی ضرورت پڑتی ہے۔ میں ہپناٹزم کی مدد سے ایسے معمولی دروازے کھول لیا کرتی ہوں۔ اندر آ کر میں نے پھر اسے لاک کر دیا۔ تمہارے بیڈ روم کی تلاشی لینا چاہتی تھی۔ یہاں سے اہم دستاویزات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اسی وقت مجھے پتا چلا تم یہاں آ گئے ہو لہٰذا میں پلنگ کے نیچے چھپ گئی تھی۔ اب کوئی حیرانی تو نہیں رہی؟"

میں نے قائل ہو کر کہا۔ "تم واقعی کامیاب سیکرٹ ایجنٹ ہو۔ بڑی تیز رفتاری سے معاملات کی تہہ تک پہنچ

جاتی ہو۔"

"چاہتی ہو کا مطلب کیا ہوا؟ کیا میں پہنچنے میں ناکام رہی ہوں۔ وہ آئرن سیف کھول رہے تھے تو میں نے پلنگ کے نیچے سے دیکھ لیا تھا۔ وہاں اتنا سارا مواد ہے جو تمہارے خلاف میرے بہت کام آئے گا۔"

"اس کی باتوں کے دوران میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر معلوم کر لیا تھا کہ وہ گولی چلانے کی حماقت نہیں کرے گی۔ اوّل تو یہ کہ وہ فائرنگ کے ذریعے میرے ملازموں کو یا آس پاس کے بنگلے والوں کو متوجہ کرنا نہیں چاہتی تھی بڑے اطمینان سے میرے آئرن سیف کی تلاشی لے کر تمام اہم دستاویزات اور تمام اہم چیزوں اپنے قبضے میں کرنا چاہتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "سارہ! تم نے ابھی ٹرانسمیٹر پر ہونے والی تمام گفتگو سنی ہے؟"

"ہاں، سنی ہے۔"

"تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میں بھی اصلی کرسٹوفر میکی کو نہیں جانتا ہوں۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کرتا ہے۔ ہمارا رابطہ اسی حد تک ہے۔ میں نے آج تک اس کی شکل نہیں دیکھی۔ صرف آواز سنتا ہوں۔"

"خود کو معصوم اور پارسا ظاہر نہ کرو۔ خواہ آواز سنو یا شکل دیکھو، میں تو کامیابی کے آخری مقام پر ہوں۔ تمہارے خلاف ڈھیر سارے ثبوت حاصل کرنے والی ہوں۔ لہٰذا چپ چاپ اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ کوئی چالاکی نہ دکھانا ورنہ گولی چلا دوں گی۔"

"تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"فی الحال تمہیں ٹوائلٹ میں بند کر کے اطمینان سے کمرے کی تلاشی لینا چاہتی ہوں۔"

"ابھی میں نے کہا تھا، تم بہت کامیاب سیکرٹ ایجنٹ ہو۔ اب میں اپنی رائے بدل رہا ہوں۔ تم بالکل گدھی ہو۔"

"اے منہ سنبھال کر باتیں کرو ورنہ گولی مار دوں گی۔"

"تم کیسی سیکرٹ ایجنٹ ہو صرف میرے کمرے سے دستاویزات اور کچھ ضروری چیزیں سمیٹ کر لے جانا چاہتی ہو۔ یہ نہیں دیکھنا چاہتیں کہ میں کرسٹوفر میکی نمبر دو سے رابطہ قائم کر کے کیا باتیں کرنے والا ہوں۔ رسونتی کے سلسلے میں تمہاری حکومت کو سب سے زیادہ دلچسپی ہے۔ وہ تمہاری حکومت کے ہاتھ سے نکلی ہوئی چیز ہے۔ اگر تم میرے ذریعے اسے اور پارس کو حاصل کر سکو تو یہ تمہاری دانشمندی ہو گی۔"

"مجھے نادان بچی سمجھ کر چارہ ڈال رہے ہو۔ میں اپنے معاملات تم سے زیادہ سمجھتی ہوں۔ البتہ تمہاری یہ بات پسند آئی کہ مجھے کرسٹوفر میکی نمبر دو سے ہونے والی گفتگو بھی سننی چاہیے۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ایک کرسٹوفر میکی دوسرے کرسٹوفر میکی سے کس طرح رابطہ قائم کرتا ہے۔ چلو، ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرو۔ میں اسی طرح ریوالور لیے تمہارے پیچھے کھڑی رہوں گی۔"

"میں رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ مجھے سی ایم ٹو کے کوڈ ورڈز اور اس کی فریکوئنسی یاد نہیں ہے۔"

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم کیسے بھول سکتے ہو؟"

"ایسے کہ میں کرسٹوفر میکی نہیں ہوں۔ ایک بہروپیا ہوں۔"

"کیا میں تمہاری باتوں پر یقین کر لوں گی؟"

"یقین آ جائے گا۔ میں ایک پاکستانی ہوں۔ دلی جذبات سے مجبور ہو کر فلسطینی بھائیوں کی مدد کرنے کے لیے آیا ہوں۔ میں نے بیروت میں ایک عرصہ رہ کر کرسٹوفر میکی کی حرکات و سکنات پر گہری نظر رکھی۔ اس کے متعلق اہم معلومات حاصل کرتا رہا۔ یہاں سوق الغرب کے علاقے میں جو مسلمانوں کی بستی ہے، وہاں کے مجاہدین اس بات کے گواہ ہیں کہ میں کرسٹوفر میکی کے میک اَپ میں آیا ہوں اور جو پہلے کرسٹوفر میکی تھا وہ اپنی پیشینگوئی کے مطابق پچھلی رات ایک عورت کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔"

وہ خشک لہجے میں بولی۔ "کہانی بہت دلچسپ ہے لیکن میں عملی زندگی گزارتی ہوں۔ کہانیوں سے دلچسپی نہیں رکھتی۔"

"داستان سچی ہو تو آپ ہی آپ دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔"

"جب تم جانتے ہو کہ میں یہودی ہوں اور مسلمانوں کی دشمن ہوں تو اپنی اصلیت مجھے کیوں بتا رہے ہو، کیا میری ہمدردی حاصل کر لو گے؟"

"صرف اس لیے بتا رہا ہوں کہ میرے علم کے مطابق تم سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ تم مجھ سے ہمدردی کرنے لگو گی۔ یہ میرے اور تمہارے ستارے بتاتے ہیں۔"

وہ جھنجلا کر بولی۔ "میں تمہارے ستاروں کو بھی گولی مار دوں گی۔"

"آسمان پر ستارے بہت ہیں اور ریوالور میں چھ گولیاں ہیں۔ تم میرا اور اپنا وقت ضائع کر رہی ہو۔ مجھے یہاں سے اٹھ کر آئرن سیف سے وہ ڈائری نکالنے دو۔"

"تم اسی طرح بیٹھے رہو۔ بتاؤ کون سی ڈائری ہے؟"

"اس پر ۱۹۷۰ء لکھا ہوا ہے۔"

وہ محتاط انداز میں الٹے قدموں پیچھے ہٹتے ہوئے آئرن سیف کی طرف جانے لگی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کی حرکتوں سمجھ رہا تھا۔ اس نے قریب پہنچ کر ایک ہاتھ بڑھاتے ہوئے ایک ڈائری اٹھائی۔ وہ ۱۹۷۰ء کی تھی۔ اسے لے کر میرے پاس آگئی۔ پھر ایک ہاتھ بڑھا کر وہ ڈائری دیتے ہوئے بولی۔

"فوراً اسی ایم ٹو سے رابطہ قائم کرو۔"

میں نے ڈائری کھولی۔ اس کے کوڈ ورڈز دیکھے۔ نرینجو منسی معلوم کی پھر ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی رابطہ قائم ہوگیا۔ کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہوا۔ پھر پتا چلا، دوسری طرف سے کرسٹوفر میکی نمبر دو کا خاص ماتحت بول رہا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا "مسٹر میکی موجود نہیں ہیں وہ یہاں سے ہیلی کاپٹر میں روانہ ہو چکے ہیں۔"

دوسری طرف سے جتنی دیر تک وہ بولتا رہا، اتنی دیر میں میں نے ٹارٹر غلیا کے دماغ میں چھلانگ لگائی اور رہنمائی بن کر کہا "ایک ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ رہا ہے۔ اس کے مسافر کسی بھی بہانے اترنا چاہیں یا فرہاد کے متعلق کوئی الٹی سیدھی باتیں کریں تو یقین نہ کرنا۔ وہ جبراً اترنا چاہیں تو ہیلی کاپٹر تباہ کر دینا۔"

ٹارٹر غلیا نے کہا "اب سے آدھ گھنٹہ پہلے ایک ہیلی کاپٹر آیا تھا۔ وہ یہاں اترنا چاہتا تھا ہم نے انکار کر دیا۔ وہ التجائیں کرنے لگا کہ ایندھن ختم ہو رہا ہے۔ اگر نہ اتارا گیا تو آگے جا کر تباہ ہو جائے گا۔ ہم نے یہاں سے مسلسل فائرنگ کی۔ یہ جتا دیا کہ ایندھن ختم ہو یا نہ ہو، اسے اترنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ آخر وہ چلا گیا۔ دوسرے کو بھی آنے دو۔ ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

میں اس سے مطمئن ہو کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا تو سامنے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر سے آواز آرہی تھی "ہیلو، ہیلو مسٹر سی ایم، کیا ہوا، آپ خاموش کیوں ہو گئے؟ جواب دیجیے۔"

پیچھے سے لیلیٰ ثانی نے ریوالور سے میری کھوپڑی کو ایک ٹھوکا لگایا۔ اشارے سے کہا۔ میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو جاری رکھوں۔ میں نے کہا "میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔ اس لیے تمہاری باتوں کا جواب نہ دے سکا۔ بہرحال سی ایم ٹو واپس آئے تو اس سے کہہ دینا میرے آدمی الفقرہ پہنچ جائیں گے جس چیز کی بھی ضرورت ہو، جیسی بھی امداد چاہے، وہ مجھ سے حاصل کر سکتا ہے۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ جیسے ہی ٹرانسمیٹر کو آف کیا، لیلیٰ ثانی نے پوچھا "کیا باتیں کرتے کرتے سو گئے تھے؟"

"رات کو نیند پوری نہ ہو سکی۔ ابھی اچانک ہی غنودگی چھا گئی تھی۔ بہرحال تم یہ بتاؤ، کیا مجھے پاکستانی دوست تسلیم کرتی ہو؟"

"فی الحال تو میں تمہیں بے دست و پا بنا کر یہاں سے اپنے مطلب کی چیزیں لے جاؤں گی۔ اگر تم پاکستانی ہو تو میری اس حرکت پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ میں جو کچھ بھی کروں گی، وہ کرسٹوفر میکی کے خلاف کروں گی اور اگر تم پاکستانی ثابت ہوئے تو بھی مجھے تم سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ میں ایک یہودی لڑکی ہوں۔ میرا نام سارہ آئزک ہے اور میں تمہارے جیسے پاکستانیوں کی بھی دشمن ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ میرے سر پر ریوالور سے ایک شدید ضرب لگانا چاہتی تھی تاکہ مجھے بیہوش کر دے اور گولی چلانے کی ضرورت نہ پڑے۔ جیسے ہی اس نے ضرب لگانا چاہی، میں ایک ذرا ہٹ گیا۔ ویسے خیال خوانی کے ذریعے اس کا نشانہ بہکا سکتا تھا۔ اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ میں نے گردن ذرا ٹیڑھی کی، اس کا نشانہ بہکا۔ وہ حملہ کرنے کی جھونک میں سامنے کی طرف جھک گئی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ وہ پیچھے سے مجھ پر لد گئی۔ میں نے پوچھا "اسے یہ کیا کر رہی ہو۔ مارنا چاہتی ہو تو دور سے گولی مارو۔ سوا کیوں ہو رہی ہو؟"

وہ ہاتھ چھڑانا چاہتی تھی۔ میں اس سے ریوالور چھڑانا چاہتا تھا۔ وہ صنف نازک تھی مگر لڑنے مرنے کے معاملے میں نازک نہیں تھی۔ اس نے اچھی خاصی تربیت حاصل کی تھی۔ میری گرفت سے اپنی کلائی چھڑا لینا اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن میں اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ سوچ پیدا کر رہا تھا کہ وہ میرے پیچھے سے آکر آگے کی طرف جھکی ہوئی ہے تو فوراً ہی آگے کی طرف قلابازی کھا کر سامنے میز پر جائے اور وہیں سے پلٹ کر میرے منہ پر ٹھوکر مارے۔ اس نے اسی سوچ کے مطابق عمل کیا۔ جیسے ہی وہ قلابازی کھا کر سامنے رکھی ہوئی سینٹر ٹیبل پر گئی، اسی وقت میں نے چند لمحوں کے لیے اسے ذہنی طور پر غافل بنا دیا۔ اسی لمحے ہاتھ سے ریوالور گرا دیا۔ وہ اپنی پلاننگ کے مطابق پلٹ کر میرے منہ پر ٹھوکر مارنا چاہتی تھی لیکن یہاں وہاں نہیں تھا۔ وہ اپنی الٹی لگ کے ساتھ کرسی پر آئی پھر فرش

کے ساتھ فرش پر پہنچ گئی جیسے بڑی پھرتیلی تھی۔ فوراً ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھا تو حیران رہ گئی۔ تب اسے خیال آیا کہ قلابازی کھانے کے دوران اس کا سر ذرا ہٹ گیا تھا یا ایسی کوئی بات ہو گئی تھی کہ وہ اپنے دماغ کو قابو میں نہیں رکھ سکی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ اسے ٹیلی پیتھی کا نتیجہ سمجھے اس لیے میں نے اسے ریوالور کی زد پر رکھتے ہوئے کہا "دانشمندوں کا قول ہے کہ جوش میں ہو یا ہوش میں رہو، دونوں باتیں ایک ساتھ نہیں ہو سکتیں۔ تم ابھی نادان ہو۔ ابھی میدان عمل میں آئی ہو۔ رفتہ رفتہ تمہیں عقل آئے گی۔ میدان عمل ہو یا شطرنج کی بساط، ہر جگہ ہوش کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہوشمندی کے بغیر انسان ہمیشہ نقصان اٹھاتا ہے۔"

وہ اچانک پنجوں کے بل آہستہ آہستہ اچھلنے لگی۔ ریوالور میرے ہاتھ میں تھا اس لیے وہ جہاں تھی، وہیں اچھل رہی تھی۔ یہ فلائنگ آرٹ کا انداز تھا۔ جس طرح دو پہلوان ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لیے پینترا ضرور بدلتے ہیں، اسی طرح فضا میں اچھل کر قلابازیاں کھانے کے لیے لازمی ہوتا ہے کہ پہلے پنجوں کے بل اچھلنا شروع کیا جائے۔ ماہر نشانہ باز بھی فلائنگ آرٹ جاننے والوں کا صحیح نشانہ نہیں لے سکتے۔ یہ پتا نہیں چلتا کہ وہ پنجوں کے بل اچھلتے اچھلتے کس طرف فضا میں قلابازی کھائیں گے۔ دائیں بائیں، آگے یا پیچھے؟ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "تم میرے ریوالور کی گولی سے بچنا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔ میں دکھاؤں گی کہ مجھے فلائنگ آرٹ میں کتنی مہارت حاصل ہے۔"

"تم پنجوں کی طرح ضد کر رہی ہو۔ میں تمہیں گولی نہیں مارنا چاہتا۔"

"تو پھر مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"نہ میں نے تمہیں آنے کے لیے کہا نہ جانے سے روکوں گا۔"

"میں یہاں سے اپنی ضرورت کی چیزیں سمیٹ کر لے جاؤں گی۔ خصوصاً تمہارے سلسلے میں دستاویزات اور دیگر ثبوت جو میرے کام آسکتے ہیں اور میری کارگردگی میں اضافہ کر سکتے ہیں۔"

"افسوس، میں تمہیں یہاں سے ایسی چیزیں لے جانے نہیں دوں گا۔ میں کہہ چکا ہوں، میں پاکستانی ہوں اور یہاں کرسٹوفر میکی کا رول ادا کرنے آیا ہوں۔ لہٰذا تم سے زیادہ مجھے ان چیزوں کی ضرورت ہے۔"

"تعجب ہے، تم پاکستانی ہو اور مجھے یہ بتا رہے ہو آخر کس بھروسے پر؟ کیا تم نہیں جانتے، میں یہودی ہوں اور یہاں سے جاتے ہی تمہارا راز فاش کروں گی؟"

"تم نہیں کرو گی۔"

وہ پنجوں کے بل اچھلتے اچھلتے تھم گئی۔ حیرانی سے بولی۔ "تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو۔ کیا میرا دماغ پڑھتے ہو؟"

ایسا کہتے وقت اس کے دماغ میں اچانک یہ بات آئی، کہیں وہ فرہاد علی تیمور کے سامنے تو نہیں ہے۔

"میں دماغ نہیں پڑھتا، چہرہ پڑھتا ہوں۔ میں نے آج پہلی ملاقات میں... تم سے اظہار محبت کیا۔ یہ نہ سمجھنا کہ صرف اظہار کرتا رہا بلکہ اس دوران تمہارے چہرے کو اور تمہاری آنکھوں کو بھی پڑھتا رہا۔ اس طرح مجھے یہ معلوم ہوتا رہا کہ عام لڑکیوں کی طرح تم اوپر سے انکار کرتی ہو، اندر سے اقرار ہوتا ہے۔ تم مجھ سے بے حد متاثر ہو۔ اس لیے باہر جانے کے بعد میرے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گی۔"

"پھر تو تمہارا علم تمہیں گمراہ کر رہا ہے۔ میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جو محبت میں گرفتار ہو جاتی ہیں اور اپنے فرض کو بھول جاتی ہیں۔ میں تمہارے خلاف قدم اٹھا سکتی ہوں۔"

"میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تمہیں ثبوت فراہم کرنا ہوگا کہ میں کرسٹوفر میکی نہیں ایک پاکستانی ہوں۔"

"تم یقیناً میک اَپ میں ہو گے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم شاید یقین نہ کرو، میں پیدائشی طور پر کرسٹوفر میکی کا ہم شکل ہوں۔ ہو بہو کرسٹوفر میکی۔ تم اپنے آنکھوں کے سامنے دیکھ رہی ہو۔ قد بھی وہی، جسامت بھی وہی، چہرے کے نقوش بھی وہی۔ پھر تم کیسے ثابت کرو گی؟"

"آنے والا وقت بتائے گا۔"

"تو پھر جاؤ یہاں سے۔ میں تم جیسی ضدی لڑکی کو زیادہ منہ لگانا پسند نہیں کرتا۔"

وہ پھر پنجوں کے بل اچھلنے لگی۔ عجب اڈیل لڑکی تھی یعنی مقابلہ کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "میں تمہارے فلائنگ آرٹ سے بچنا جانتا ہوں۔ تمہیں گولی نہیں ماروں گا۔ تمہارا اچھلنا، قلابازی کھانا، فضا میں کرتب دکھانا سب بے کار ہو گا۔ وقت ضائع کرو گی۔ اتنا سمجھ لو، اگر کرسٹوفر میکی کی تہہ تک پہنچنا چاہتی ہو، اس کے پیچھے چھپے ہوئے اصلی شخص کو پہچاننا چاہتی ہو تو مجھ سے سمجھوتہ کر لو۔ میرے ساتھ مل کر کام کرو۔ ورنہ تل ابیب جاؤ گی تو ناکامی تمہارا منہ

چڑاتی رہے گی۔ تمھارے سینے پر کوئی سرکاری تمغہ نظر نہیں آئے گا اور کسی کارنامے کے بغیر تمھاری ترقی رک جائے گی۔"

وہ پنجوں کے بل اچھلتے اچھلتے رک گئی۔ مجھے بڑے غور سے دیکھنے لگی۔ میں نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

اس نے گہری سنجیدگی سے پوچھا: "تم کون ہو؟"

"کیا تمھیں پھر سے بتانا شروع کروں کہ ایک پاکستانی مسلمان ہوں۔"

"فرہاد علی تیمور بھی پاکستانی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"کل سے پہلے تم کرسٹوفر میکی نہیں بن سکے تھے۔"

"ہاں، میں پلاننگ کر رہا تھا۔ جب پلاننگ مکمل ہوگئی تو بن گیا۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ فرہاد علی تیمور کل سے پہلے تل ابیب میں تھا۔ اس لیے وہ کرسٹوفر میکی کیسے بن سکتا تھا؟"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"اگر تم فرہاد ہو تو میں تم سے التجا کرتی ہوں، مجھے اور پریشان نہ کرو۔ نادان لڑکی سمجھ کر چکر نہ دو۔ میرے سامنے ظاہر ہو جاؤ۔"

"تم کیا کہہ رہی ہو، میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"اور جو تم کہہ رہے ہو، وہ میں تو کیا، دنیا کا کوئی بھی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تل ابیب میں جو اینزل ہارڈی مجھ سے ملا تھا، وہ بھی فرانس کے کسی اینزل ہارڈی کا ہمشکل تھا۔ کیا وہ ہمشکل پیدا ہوا تھا؟"

"میں کسی اینزل ہارڈی کے متعلق نہیں جانتا۔ اگر کوئی اصل اینزل ہارڈی کا ہم شکل ملا تھا تو یقیناً وہ میک اَپ میں ہوگا۔"

"وہ ہرگز میک اَپ میں نہیں تھا۔ جن دنوں وہ تل ابیب میں داخل ہوا، وہاں بڑی سختیاں تھیں۔ ہر طرف ناکہ بندیاں تھیں۔ باہر سے آنے والے جہاں سے گزرتے تھے، انھیں اینٹی میک اَپ کیمرے کے سامنے سے گزرنا پڑتا تھا۔ اگر وہ میک اَپ میں ہوتا تو ظاہر ہو جاتا۔"

"مس سارہ آئزک! تم بھول رہی ہو، چالاک مجرم اینٹی میک اَپ کیمرے کے سامنے سے بھی گزر جاتے ہیں اور گرفت میں نہیں آتے۔ کیا مجرم ڈبل میک اَپ نہیں کر سکتے؟ پہلے ماسک میک اَپ کرتے ہیں پھر مٹھی بھر وہی میک اَپ اوپر سے چڑھاتے ہیں تاکہ اینٹی میک اَپ کیمرے کا لینس اوپر کے میک اَپ کو پار کر کے چہرے پر پہنچے تو ماسک میک اَپ پر رُک جائے اور اسی کی تصویر اتارے۔"

وہ قائل ہو کر بولی: "ہاں، چالاک مجرم ایسا کرتے ہیں۔"

"کسی اینزل ہارڈی سے ملنے کے بعد کیا تم نے اسکا میک اَپ چیک کیا تھا۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا تھا جس سے اس کی اصلیت ظاہر ہو؟"

"میں نے اس کے میک اَپ پر یا اس کے چہرے پر توجہ نہیں دی۔ بس مطمئن ہو گئی کہ وہ اینٹی میک اَپ کیمرے کے سامنے سے گزر کر آیا ہے اور ایک بہت بڑی شخصیت تسلیم کیا جاتا تھا۔ لہٰذا اس پر زیادہ شبہ نہیں کیا۔"

"جب تم نے شبہ نہیں کیا تو پھر وہ اصل اینزل ہارڈی نہیں ہو سکتا تھا نہ ہی اس کا ہم شکل ہو سکتا تھا۔ وہ فراڈ تھا۔"

"کیا تم نے بھی ڈبل میک اَپ کیا ہے؟"

"میں تمھیں موقع دوں گا تاکہ تم میرے چہرے کو اچھی طرح جانچ لو۔ پرکھ لو اور اپنا اطمینان کر لو۔"

"میں ابھی اطمینان کروں گی۔"

"بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش کر رہی ہو۔ ابھی اس کا موقع نہیں دوں گا۔ تم یہاں سے واپس جاؤ گی۔ تمھارے یہاں سے جانے کے بعد میں یہ تمام اہم دستاویزات اور تمام اہم چیزیں یہاں سے منتقل کر دوں گا۔ اس کے بعد تمھیں کل یہاں آنے کی دعوت دوں گا۔ تم آؤ، ہزار بار آؤ۔ میرے چہرے کو جس طرح جانچنا پرکھنا ہو، پرکھ لو۔ مطمئن ہو جاؤ۔"

میری باتوں کے دوران وہ میرے ریوالور کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا: "تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گی۔ اگر ابھی دروازہ کھولوں تو میری لیڈی سیکرٹری اور دوسرے ملازم آ جائیں گے۔ پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ تم کہاں سے آئی ہو، کیسے آئی ہو، جبکہ وہ سب مکان میں موجود تھے اور تمھیں کسی نے آتے نہیں دیکھا۔ تم آئندہ دوست کی حیثیت سے آؤ گی تو یہ لوگ تم پر شبہ کریں گے۔ بہتر ہے آرام سے بیٹھو۔ میں ابھی ملازموں کو چھٹی دے کر آتا ہوں۔ جب یہ بنگلہ خالی ہو جائے تو اطمینان سے چلی جانا۔"

وہ پیچھے ہٹ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں آئرن سیف کے پاس آیا۔ اسے نمبروں کے ذریعے مقفل کیا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا دروازے کے پاس پہنچا۔ پلٹ کر اسے دیکھا۔ مسکرایا پھر دروازے کو کھول کر باہر جانا چاہتا تھا اسی وقت کھولتے کھولتے رک گیا۔ میں نے دیکھا، لیڈی سیکرٹری کان لگائے سن رہی تھی۔ میں نے ڈپٹ کر پوچھا: "یہ کیا حرکت ہے۔ چلو دور ہٹو۔"

وہ فوراً ہی پیچھے ہٹ گئی۔ میں دروازے کو ذرا سا کھول کر باہر آیا۔ پھر اسے بند کرتے ہوئے بولا: "کیا تم جاسوسی کرتی ہو؟"

وہ بولی: "جہاں سے تجسس شروع ہوتا ہے، وہیں سے جاسوسی شروع ہوتی ہے۔ کوئی عورت جب کسی دوسری عورت کی آواز سنتے تو دل میں بے چینی پیدا ہوتی ہے، آخر وہ کون بلا ہے جو بند دروازے کے اندر تمھارے پاس پہنچ گئی ہے؟"

"تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ کیا تم نے بنگلے میں کسی کو آتے دیکھا ہے؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔"

"پھر تمھارا شبہ ہے۔ کیا تم میرے بیڈ روم کو چیک کرنا چاہتی ہو؟"

"میری کیا مجال ہے۔"

"تم بہت بڑھتی جا رہی ہو۔ میں کسی وقت بھی تمھاری چھٹی کر سکتا ہوں۔"

"سوری مسٹر میکی! آئندہ میں تمھیں شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"

میں نے نرمی سے اسے دیکھا۔ اس کا دماغ بہت پہلے پڑھ چکا تھا۔ وہ کسی کی جاسوس نہیں تھی۔ بس ذرا بے تکلف ہونا چاہتی تھی لیکن اس کا موقع نہ تو مجھ سے پہلے والے کرسٹوفر میکی نے دیا تھا اور نہ ہی میں دے رہا تھا۔ میں نے ذرا سختی سے کہا۔ "تم چھٹی کرو۔ کل آنا۔"

"آپ اتنی جلدی چھٹی کیوں دے رہے ہیں؟"

"میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔ میں اس وقت تمھیں برداشت نہیں کر سکتا۔ پلیز مجھ سے بحث نہ کرو۔ چلی جاؤ۔"

وہ جانے لگی۔ دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے اپنا پرس اٹھایا۔ آئینے میں اپنا میک اَپ درست کیا۔ پھر بنگلے سے باہر جانے لگی۔ اس دوران وہ سوچ رہی تھی: "ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ میں نے کانوں سے کسی کی آواز سنی ہے۔ کسی لڑکی کی آواز تھی۔ یہ مسٹر میکی پہلے تو ایسے نہ تھے۔ اب اچانک یہ تبدیلی کیسے آ گئی؟ وہ بھی اتنی زبردست تبدیلی کہ کوئی لڑکی ہم لوگوں کی نظر بچا کر اندر پہنچ گئی۔ یقیناً یہ اس لڑکی کے چکر میں ہیں جو دو بہنوں کو آئی تھی۔"

وہ سوچتے ہوئے چلی گئی۔ میں نے ملازموں کو بلا کر چھٹی دے دی۔ تھوڑی دیر بعد ہی میرا بنگلہ خالی ہو گیا۔ صرف لیلیٰ ثانی رہ گئی تھی — میں نے اس کے دماغ کو پڑھنا شروع کیا۔ وہ غسل خانے کے بند دروازے کی طرف دیکھتی جا رہی تھی اور آئرن سیف کے لاک کو آزما رہی تھی۔ نمبر ملا کر کھولنا چاہتی تھی۔ میں کود کر باتھ روم کے دروازے تک آیا۔ اگر وہ میرے قدموں کی آہٹ سن کر آئرن سیف کے پاس سے ہٹ جائے اور اپنی جگہ بیٹھ جائے۔ جب میں دروازہ کھول کر خواہ مخواہ میں داخل ہوا تو وہ اپنی جگہ آ کر بیٹھ چکی تھی۔ اس نے سینٹر ٹیبل پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کی طرف اشارہ کر کے کہا: "سگنل موصول ہو رہا ہے۔ اسے اٹینڈ کرو۔"

میں تیزی سے چلتا ہوا وہاں پہنچا اور ٹرانسمیٹر کو اٹینڈ کرنے لگا۔ دوسری طرف سے انقرہ کے کرسٹوفر میکی نمبر دو کی آواز سنائی دی۔ کوڈ ورڈز کے تبادلے کے بعد اس نے کہا: "مجھے تمھارا پیغام مل چکا ہے۔ اپنے آدمیوں کو میری طرف نہ بھیجو۔ انھیں ہدایات دو کہ وہ وادیٔ قاف کے اطراف میں پوشیدہ مقامات پر چھپ جائیں۔ خطرناک تنظیموں اور بڑے ملکوں کے سیکرٹ ایجنٹوں، سراغرسانوں کی ٹیم میں شامل ہونے کی کوشش کریں اور ان کے منصوبوں کو معلوم کرتے رہیں۔ یہ جانتے رہنا ضروری ہے کہ دوسرے تمام لوگ وادیٔ قاف میں کس طرح داخل ہونا چاہتے ہیں اور کس طرح ٹارٹر غلبا پر دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں۔"

میں نے پوچھا: "تم ہیلی کاپٹر میں ادھر گئے تھے۔ کیا ہوا؟"

"ٹارٹر غلبا بڑا ضدی ہے۔ میں نے ابھی ختم ہونے کا بہانہ کیا۔ پھر بھی اس نے اتنے نہیں دیا۔ نیچے سے زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔"

"وادیٔ قاف بہت بڑا علاقہ ہے۔ آخر وہ کتنی جگہ سے فائرنگ کر سکتے ہیں۔ کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آئی جہاں ہیلی کاپٹر کو اتارا جا سکتا۔"

"میں نے پرواز کے دوران دیکھ لیا تھا۔ تقریباً دو میل کے رقبے پر وسیع و عریض میدان ہے۔ وہاں بڑی تیزی سے کام ہو رہا ہے۔ قبیلے کے باشندے راستہ ہموار کر رہے ہیں۔ یقیناً اس افتتاح ہونے والے طیارے کے لیے راستہ بنایا جا رہا ہے۔ اس میدان میں ہمارے اترنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ دو میل کے رقبے میں تمام جگہ قبیلے کے لوگ پھیلے ہوئے ہیں، جگہ جگہ انھوں نے محاذ بنا رکھا ہے۔ کسی بھی پرواز کرنے والے ہیلی کاپٹر کو اترنے کا موقع نہیں دیتے ہیں۔ فائرنگ شروع کر دیتے ہیں۔"

"میں نے سنا ہے کہ جب وہاں برف پگھلنے لگتی ہے تو موسم بہار میں ہریالی نظر آتی ہے۔ ہر جگہ ہرے ہرے جنگل ہوتے ہیں۔"

"بے شک وہاں جنگلات بھی ہیں لیکن اتنے گھنے ہیں کہ ہیلی کاپٹر کو نہیں اتارا جا سکتا۔ وادیٔ قاف کے اطراف جنگلات اور پہاڑی علاقے ہیں۔ وہاں رات کی تاریکی میں مختلف ممالک اور مختلف تنظیموں کے افراد پیراشوٹ کے ذریعے فرود آتریں گے۔"

"پھر تو ٹارٹر غلبا نادانی کر رہا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کی لاعلمی میں لوگ وادیٔ قاف میں داخل ہونے یا اس کے اطراف اپنا مورچہ

بنانے کے لیے کیسے کیسے ہتھکنڈے استعمال کریں گے۔ پیراشوٹ کا ذریعہ تو نہایت ہی آسان ہے۔ رات کی تاریکی میں بھلا ٹارٹر غلبا کے آدمی کیا دیکھ سکیں گے۔"

میں نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے پرواز کرنے کے دوران لاؤڈ اسپیکر سے غلبا کو بہت سمجھانے کی کوشش کی۔ جب میں نے دیکھا کہ نہ تو وہ مجھے اترنے کا موقع دے رہا ہے اور نہ ہی میری بات سمجھنا چاہتا ہے تو میں نے رسیلی کا پٹر سے سامان کا ایک بہت بڑا بنڈل نیچے پھینک دیا۔

"اس بنڈل میں کیا ہے؟"

"بہت کچھ ہے۔ سب سے پہلے تو خیر سگالی کا پیغام ہے۔ اس میں لکھا ہوا ہے، ہم دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے لیے کچھ تحائف پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں سے پہلا تحفہ دنیا کے چند نایاب ہیروں میں سے ایک ہیرا ہے۔ ایک اہم میں اس ہیرے کی تصویر ہے۔ اس کے دوسرے صفحات میں چند جدید ہتھیاروں کی تصاویر ہیں۔ ہم نے لکھا ہے کہ وہ ہتھیار بہت قیمتی اور کارآمد ہیں۔ موجودہ جنگوں میں ان کے بغیر دشمن کے آگے ٹھہرنا محال ہو جاتا ہے۔ بلکہ ان ہتھیاروں کی موجودگی میں دشمن فرار ہونے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ہم نے ان ہتھیاروں کی بڑی تعریفیں لکھی ہیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ان تمام ہتھیاروں کی پہلی کھیپ مفت سپلائی کی جائے گی۔ اس کے بعد واجبی قیمت لگائی جائے گی۔"

ان باتوں کے دوران میں نے کن انکھیوں سے لیلیٰ ثانی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی توجہ سے ہماری باتیں سن رہی تھی۔ دوسری طرف سے کرسٹوفر میکی نمبر دو کہہ رہا تھا: "اس البم کے باقی صفحات میں مس ترکی، مس لبنان، مس فرانس، مس اسرائیل، مس انڈیا، مس جاپان اور مس امریکہ وغیرہ کی مختلف تصاویر ہیں۔"

انسانی تاریخ کے پچھلے دور میں یہ شرمناک سمجھوتہ ہوتا آیا ہے۔ کسی بھی ملک کے بادشاہ سے دوستی کرنے کے لیے دوسرے ملک سے ہیرے جواہرات کے ساتھ ساتھ حسین کنیزیں بھی تحائف کے طور پر بھیجی جاتی تھیں۔ میں نے کہا: "میں سمجھ گیا ٹارٹر غلبا کو جن چیزوں میں زیادہ کشش محسوس ہوتی ہے وہ تمام چیزیں اس بنڈل میں بھیج گئی ہیں لیکن یہ بتاؤ اس سے رابطہ کس طرح قائم ہو سکتا ہے۔ کیسے معلوم ہوگا کہ وہ دوستی کرنا چاہتا ہے یا بدستور دنیا والوں سے کنارہ کش رہے گا؟"

"میں نے ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر سیٹ بھی اس بنڈل میں رکھ کر نیچے اتار دیا تھا۔ اس میں فریکوئنسی سیٹ کر دی گئی ہے۔ وقت بھی مقرر کر دیا گیا تھا۔ امید ہے وہ اسے ٹھیک پندرہ منٹ بعد ہم سے رابطہ قائم کرے گا۔"

میں نے پھر کن انکھیوں سے لیلیٰ ثانی کی طرف دیکھا، وہ مجھے اشارہ کر رہی تھی۔ میں نے ٹرانسمیٹر کے مائک کو آف کر دیا تاکہ ہماری کوئی بات دوسری طرف سنی نہ جا سکے۔ پھر میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ بولی: "جب خیر سگالی کے طور پر ٹارٹر غلبا کو اتنی ساری چیزیں پیش کی گئی ہیں تو فرہاد کے متعلق بھی اسے بتایا گیا ہوگا، دھمکی تمہارے اصل کرسٹوفر میکی کے قبضے میں ہے۔"

"یقیناً بتایا گیا ہوگا۔"

"کیا فرہاد کی اتنی اہمیت نہیں ہے کہ ٹارٹر غلبا اسے حاصل کرنے کے لیے یا اس سے رابطہ قائم کرنے کے لیے تمہارے کرسٹوفر میکی نمبر دو سے رابطہ قائم کرتا اور اس کے ہیلی کاپٹر اترنے کی اجازت دیتا؟"

میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر مائک کو آف کرتے ہوئے کرسٹوفر میکی نمبر دو سے پوچھا "تم ہیلی کاپٹر کی پرواز کے دوران ٹارٹر غلبا کو بتا چکے ہو گے کہ فرہاد علی تیمور ہمارے قبضے میں ہے۔ کیا اس کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا؟"

"یہی تو تعجب کی بات ہے۔ ہمارا یہ حربہ بالکل ناکام رہا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق فرہاد علی تیمور کو غلبا کا ہونے والا داماد ہے۔ پھر بھی اس نے اپنے داماد میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ اس کے متعلق سننے کے باوجود ہمارے ہیلی کاپٹر کو اترنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"میں آدھے گھنٹے کے بعد رابطہ قائم کروں گا اور بتاؤں گا کہ یہاں سے میرے کتنے آدمی وادیٔ قاف کے اطراف جا چکے ہیں اور یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ ٹارٹر غلبا نے تم سے رابطہ قائم کیا یا نہیں۔ اگر کیا ہے تو کیا کہتا ہے۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ پھر دوسری فریکوئنسی پر اپنے ماتحت سے رابطہ قائم کرنے کے بعد حکم دیا کہ ایسے بچیس نوجوانوں کا انتخاب کیا جائے۔ جو جنگلوں اور پہاڑوں میں گوریلا جنگ کر سکتے ہوں اور ضرورت کے وقت دشمنوں سے ساتھ گھل مل کر دوستی کرنا بھی جانتے ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "میں ایسے قابل اور باصلاحیت لوگوں کی ٹیم تیار کر لوں گا۔"

"ایسے افراد بھی ہونے چاہئیں جو وادیٔ قاف اور اس کے اعتراف کے علاقوں کے جغرافیائی حالات سے اچھی طرح واقف ہوں اور وہاں کے نقشے اس طرح تیار کر سکتے ہوں کہ انہیں دیکھ کر پیراشوٹ کے ذریعے اترنے کی جگہ کا تعین کیا جا سکے یا پھر خشکی کے کچھ ایسے راستے تلاش کیے جا سکیں جو دوڑ اختیار نہ کر سکیں۔"

میں نے اسے حکم دیا کہ آج رات ہی کو یہ ٹیم یہاں روانہ ہو جانی چاہیے۔ اسے ضروری ہدایات دینے کے بعد

ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ لیلیٰ ثانی مجھے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

اس نے پوچھا "فرہاد کہاں ہے؟"

"تمہارے دماغ میں تو فرہاد گھسا ہوا ہے، تم ہی بتاؤ کہاں ہے؟"

"جب میں یہاں چھپ کر آئی تھی تو ٹرانسمیٹر سے تمہارے اصل باس کی ہونے والی گفتگو سنی تھی۔ تمہارا باس دعویٰ کر رہا تھا کہ فرہاد علی تیمور اس کے قبضے میں ہے اور میں دعویٰ کرتی ہوں کہ اس کے قبضے میں نہیں ہے۔"

"تم کیسے دعویٰ کر سکتی ہو؟"

"ٹارٹر غلبا نے اس خبر کا کوئی اثر نہیں لیا۔ طیارے کے اغوا سے یہ خبر عام ہو چکی ہے کہ رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں۔ جب وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو یہ بھی جانتی ہوگی کہ فی الحال اس وقت تمہارے باس کے قبضے میں ہے یا کہیں آزاد گھوم رہا ہے اور جب وہ جانتی ہے تو اس کے ذریعے ٹارٹر غلبا بھی حقیقت کو جان جائے گا۔"

میں نے قائل ہو کر کہا: "تم بڑے مدلل دلائل پیش کر رہی ہو۔ اگر یہ بات ہے تو پھر فرہاد علی تیمور کہیں آزاد ہے۔ روپوش ہے اور اس کے متعلق صرف چند لوگ جانتے ہیں۔"

"میں ان چند لوگوں میں تو نہیں ہوں جن کا شمار فرہاد کے خاص ساتھیوں میں ہوتا ہے۔ اس کے باوجود جانتی ہوں وہ آزاد ہے۔ دشمنوں کی گرفت میں نہیں ہے۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور وہ یہاں موجود ہے۔"

میں نے چونکنے کی ایکٹنگ کی۔ پھر پوچھا "یہاں ہے؟ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ کیا تم اس کے متعلق جانتی ہو؟ لیکن کیسے جانتی ہو؟ کہاں ہے وہ؟"

"کتنے سوالات کرو گے۔ تم ہر سوال کے جواب میں فرہاد علی تیمور نظر آتے ہو۔ میں تمہارا میک اپ ضرور چیک کروں گی۔"

"تم ابھی چیک کر لو تاکہ اطمینان ہو جائے لیکن اس کے متعلق یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ یہاں موجود ہے؟"

"سوری، میں اس سلسلے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔"

"جب بتانا نہیں تھا تو پھر کیوں کہہ دیا کہ فرہاد علی تیمور یہاں موجود ہو سکتا ہے۔"

"تم نے مجھے الجھا دیا ہے، تل ابیب میں ایزل ہارڈی کسی اور ایزل ہارڈی کا ہمشکل بن کر آیا تھا۔ یہاں تم کرسٹوفر میکی کے ہم شکل بنے ہوئے ہو۔ کیا میں ایسی صورت میں شبہ نہیں کر سکتی کہ وہاں بھی فرہاد تھا۔ یہاں بھی فرہاد ہے۔"

میں نے ریوالور کے چیمبر سے تمام گولیاں نکال کر جیب میں رکھ لیں۔ پھر اسے ایک طرف صوفے پر پھینکتے ہوئے بولا۔ "میرے چہرے کو اچھی طرح چیک کر لو۔ اس چھوٹی سی الماری کی دراز میں میک اپ اتارنے کا سامان موجود ہے۔ اسے تم میرے چہرے پر استعمال کر سکتی ہو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ اور دراز سے میک اپ اتارنے کا سامان نکالا۔ پہلے تو میرے چہرے کو ہر طرح سے چیک کیا۔ گردن وغیرہ کو چھو کر دیکھا۔ کہیں ماسک میک اپ تو نہیں ہے۔ اس کے بعد میک اپ اتارنے کے لوازمات میرے چہرے پر آزمانے لگی۔ آخر اس نے تسلیم کر لیا: "تم میک اپ میں نہیں ہو لیکن یہ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ تم کرسٹوفر میکی کے ہمشکل ہو۔"

"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تلاش کرتی پھرو تو ایک ہی شکل کے کئی آدمی نظر آئیں گے۔ رنگ یا جسامت کا فرق ہوگا یا قد کا فرق ہوگا لیکن صورتیں ملتی ہوئی ہوں گی۔ تم دیکھ ہی رہی ہو کہ ایک ہی نام کے دس کرسٹوفر میکی مختلف ممالک میں ہیں۔ تم نے ماتاہری جیسی جاسوسہ کے متعلق پڑھا ہوگا۔ وہ کئی ممالک میں ایک ہی دن، ایک ہی وقت دیکھی جاتی تھی۔ اس کی طرح کتنے ہی مجرم ایسے گزرے ہیں جو ساری دنیا میں اپنے ہمشکل تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ ان سے دوستی کرتے

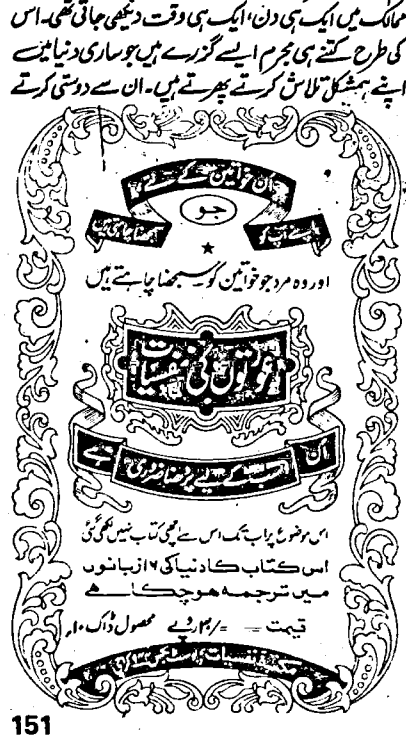

ہیں۔ انھیں بھاری معاوضہ دے کر اپنے ساتھ ملائے رکھتے ہیں تاکہ قانون کو دھوکا دیا جا سکے۔"

"مَیں مانتی ہوں۔ لیکن فرہاد تو کسی کا ہمشکل نہیں ہے پھر وہ ہو بہو ایزل ہارڈی کیسے بن گیا؟"

"تم خواہ مخواہ بحث کو طول دے رہی ہو۔ اس سلسلے میں کہہ چکا ہوں، اس نے ڈبل میک اَپ کیا ہوگا اس لیے اینٹی میک اَپ کیمرے کی زد میں نہیں آیا۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "تم نے ٹھیک کہا تھا۔ میں یہودی ہونے کے باوجود تمھارے جیسے ذہین آدمی کے خلاف اقدامات نہیں کروں گی۔ مَیں تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ تمھارے ذریعے بہت سی معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"تمھاری اس دانش مندی کا شکریہ۔ اتنا وقت برباد کرنے کے بعد میری باتیں تمھاری سمجھ میں آئی ہیں۔ کیا اب یہاں سے جانا پسند کرو گی۔ میں نے تمھارے لیے راستہ صاف کر دیا ہے۔"

وہ خاموشی سے اٹھ گئی۔ وہاں سے جانے کے لیے تیار تھی۔ مَیں اس کے آگے چلتے ہوئے بولا۔ "مجھ سے رات کے کھانے پر ملاقات کر سکتی ہو یا تم جب چاہو ہم دونوں مل کر یہاں کام کریں گے اور اصلی کرسٹوفر میکی تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

میں باتیں کرتا ہوا آگے جا رہا تھا۔ اچانک ہاتھ روم کے اندر سے ہلکی سی آواز سنائی دی۔ لیلیٰ نے میرے بازو کو تھام کر آگے بڑھنے سے روک دیا۔ دروازے کی طرف اشارہ کرنے لگی۔ اس کے اشارے کا مطلب یہی تھا کہ اندر کوئی ہے۔

مَیں نے سرگوشی میں کہا۔ "کوئی آہٹ ہو سکتی ہے۔ بھلا یہاں کون ہوگا؟"

وہ دھیمی سرگوشی میں بولی۔ "جب میں بند کمرے میں پہنچ سکتی ہوں تو کوئی باتھ روم میں بھی پہنچ سکتا ہے۔"

اس کی بات درست تھی۔ میں دبے قدموں چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ پھر مَیں نے پوچھا۔ "اندر کون ہے؟"

جواب نہیں ملا۔ لیلیٰ نے پیچھے سے سرگوشی کی۔ "ذرا دروازہ کھول کر دیکھو، یقیناً کوئی ہے۔"

مَیں نے ہینڈل پر دباؤ ڈالا۔ دروازے کو ایک ذرا سا کھولا تاکہ کوئی نظر آ جائے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے ایک زور کا دھکا لگا۔ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور لڑکھڑاتا ہوا دروازے کے اندر چلا گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ پلٹ کر دیکھتا، وہ دروازہ باہر سے بند ہو چکا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "تم یہیں رہو گے۔ میں تمھارے آئرن سیف سے تمام دستاویزات اور تمام قیمتی چیزیں لے جاؤں گی۔ تم نے کہا تھا، میری ناکامی میرا منہ چڑائے گی اور میری وردی پر کوئی سرکاری تمغہ نہیں سجے گا۔ میں ایسا کر کے دکھاؤں گی۔"

اس دوران وہ آئرن سیف کے پاس پہنچ گئی تھی۔ نمبروں کو آزما کر تالے کو کھولنا چاہتی تھی۔ اس لڑکی نے مجھے بڑی دیر سے پریشان کر رکھا تھا۔ مَیں چاہتا تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے بلا کر دروازہ کھلوا سکتا تھا لیکن اس کا شبہ یقین میں بدل جاتا اور میں فرہاد کی حیثیت سے ظاہر ہو جاتا۔

اب صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ مَیں نے سوچ لیا کہ اسے ارمان پورے کر لینے دوں۔ وہ یہاں سے جتنی چیزیں سمیٹ کر لے جانا چاہے، لے جائے۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ وہ تمام چیزیں لے کر ہوٹل میں رہے۔ ابھی اپنے سفارت خانے نہ جائے۔ جب ہوٹل میں رات گزارے گی تو میں اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر گہری نیند سلا دوں گا۔ اس کے بعد وہ چیزیں واپس لے کر چلا آؤں گا۔

واقعی وہ ضدی تھی۔ مستقل مزاج تھی۔ قوتِ ارادی کی مالک تھی۔ جو فیصلہ کر لیتی تھی اس پر عمل کرتی تھی۔ جہاں جاتی تھی وہاں سے کامیاب لوٹنا جانتی تھی۔ ناکامی برداشت نہیں کرتی تھی۔ مجھے بھی اس نے بڑا چکر دیا تھا اور اب کامیاب ہونے والی تھی۔ بیشک وہ کامیاب ہونے والی تھی لیکن ہے

قسمت کی خوبی دیکھیے، ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا

شاید وہ مخصوص نمبروں سے دیا ہوا قفل کھول لیتی لیکن یک بیک آہٹ سن کر پلٹ گئی۔ دیکھا تو دروازے پر ایک چادر پوش کھڑی ہوئی تھی۔ شاید کوئی مجاہدہ تھی۔ اس نے نیلے رنگ کی پتلون اور ربڑ سول کے جوتے پہن رکھے تھے۔ جسم کے اوپری حصے کو چادر سے ڈھانپ رکھا تھا حتیٰ کہ چہرہ بھی چھپا ہوا تھا۔ دو خوبصورت ہاتھ باہر تھے اور ان دونوں ہاتھوں میں دو خنجر نظر آ رہے تھے۔

باہر شام کی تاریکی گہری ہو چلی تھی۔ اندر بلب کی روشنی میں خنجر کے پھل چمک رہے تھے۔ لیلیٰ ثانی نے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

جواب میں اس خنجر والی نے دونوں ہاتھوں کو حرکت دی۔ دو خنجر فضا میں اچھلے۔ پھر واپس اس چادر پوش کے ہاتھوں میں آئے تو اس نے خنجر کے پھلوں کو ان کی نوک کی طرف سے تھام لیا تھا مگر یا دوسری بار لیلیٰ ثانی بولے گی تو وہ

ٹھیک اس کا نشانہ لے گی۔ اس نے پینترا بھی بدل لیا تھا۔ خنجر والا ایک ہاتھ یوں اٹھ گیا تھا جیسے اب تب میں وہ تیر کی طرح سنسناتے ہوئے لیلیٰ تک پہنچنا چاہتا ہو۔

مجھے خطرہ محسوس ہوا۔ لیلیٰ بھی دوست تھی۔ حدیقہ بھی دوست تھی اور دونوں ٹکرانے والی تھیں۔ کسی نہ کسی کو ایک دوسرے سے نقصان پہنچنے والا تھا۔ شاید جانی نقصان بھی پہنچتا۔ مَیں نے لیلیٰ کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا۔ "شاید یہ خنجر والی تُو ہی ہے۔ اسی لیے بولتی نہیں ہے۔ اس کے اشاروں کو سمجھنا چاہیے۔"

اُدھر حدیقہ ایک ہاتھ سے خنجر تول رہی تھی، دوسرے خنجر والے ہاتھ سے اشارہ کر رہی تھی۔ اشارے سے صاف ظاہر تھا کہ لیلیٰ آئرن سیف کے پاس سے ہٹ جائے۔

حدیقہ شام کی تاریکی پھیلتے ہی میری خیریت معلوم کرنے آئی ہوگی۔ وہ بولتی تو نہیں تھی لیکن اسے یہ فکر ضرور لاحق ہوگی کہ میں کرسٹوفر میکی بننے کے بعد خیریت سے ہوں یا نہیں۔ اگر مجھ پر کوئی آنچ آ رہی ہو تو وہ ڈھال بن جائے۔ اگرچہ اس نے بولنا چھوڑ دیا تھا، اس کے باوجود میں اس کے گونگے جذبوں کو سمجھ رہا تھا۔

لیلیٰ مصلحتاً آئرن سیف کے پاس سے ہٹ گئی تاکہ آنے والی کو بھانپ سکے۔ اس کو اپنی نظروں میں تول سکے کہ اس کے مقابلے میں کس طرح ثابت قدم رہتی ہے؟

مَیں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مقابلہ کرنا سراسر حماقت ہے۔ مجھے حالات کا تجزیہ کرنا چاہیے۔ یہ یقیناً مجاہدہ ہے اور کرسٹوفر میکی کی حفاظت کے لیے آئی ہے۔ نیکی کو اس نے دیکھا نہیں ہے کہ باتھ روم میں بند ہے۔ تاہم اس کی چیزوں کی حفاظت کر رہی ہے۔ اس سے مجھے سمجھ لینا چاہیے کہ یہ کرسٹوفر میکی واقعی پاکستانی ہے اور اس کا تعلق یہاں کے مجاہدوں سے ہے۔"

مَیں اس کی سوچ میں اپنی طرف سے جتنے بھی خیال ٹھونستا رہتا، لیلیٰ پر اثر نہ ہوتا۔ وہ بڑی ضدی تھی۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کر رہا تھا کہ وہ پینترا بدل کر کوئی مناسب موقع ڈھونڈ رہی ہے کسی طرح حدیقہ کو باتوں میں لگا کر اس پر حملہ کرنا چاہتی ہے۔ اسی وقت میں نے دروازے پر دستک دی۔ حدیقہ نے چونک کر باتھ روم کے دروازے کی طرف دیکھا۔ مَیں نے کہا۔ "دروازہ کھولو۔ مجھے یہاں بند کر دیا گیا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے حدیقہ نے آگے بڑھ کر اسے کھول دیا۔ مَیں نے باہر نکلتے ہی کہا۔ "مس سارہ آئزک! تم دوستی کے قابل تو ضرور ہو لیکن اس قابل نہیں ہو کہ تمھیں اپنے گھر بلاؤں۔ آئندہ تم کبھی نہیں آؤ گی — تمھاری خیریت اسی میں ہے کہ چلی جاؤ۔ یہ حدیقہ ہے۔ اسے خنجر زنی میں مہارت حاصل ہے۔ اس کا نشانہ کبھی نہیں چُوکتا۔ مَیں نہیں چاہتا کہ تمھیں کوئی نقصان پہنچے۔"

مَیں ان کے درمیان آ گیا تھا تاکہ حدیقہ اس پر حملہ نہ کر سکے۔ پھر مَیں نے لیلیٰ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "حدیقہ! تم یہاں ٹھہرو۔ مَیں اسے باہر تک چھوڑ کے آ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے لیلیٰ کا ہاتھ پکڑا اور اسے کھینچتے ہوئے لے جانے لگا۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ مگر کھنچتی آ رہی تھی۔ مَیں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے اپنے خیالات میں مجبور کر رہا تھا۔ "فی الحال مجھے چلے جانا چاہیے۔ حالات میرے خلاف ہیں۔ پھر آؤں گی تو یہاں کی چیزیں سمیٹ کر لے جاؤں گی۔ اگر چیزیں نہ ملیں تو کرسٹوفر میکی کو ہی اغوا کر لوں گی۔"

وہ سوچ رہی تھی یا مَیں اُسے سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔ بہرحال میں نے اسے بنگلے سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اسے باؤنڈری وال تک لے آیا۔ مین گیٹ کھولا۔ پھر اس سے کہا۔ "تم بہت اچھی دوست بن سکتی ہو۔ مَیں تم سے ناراض نہیں ہوں۔"

"مَیں نے تمھارے خلاف اتنا کچھ کیا، تم ناراض کیوں نہیں ہو، دوستی کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

مَیں نے سینے پر دل کی جگہ ہاتھ رکھ کر کہا۔ "مجبور ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جاؤ کل صبح ہماری ملاقات ہوگی۔ فون سے رابطہ قائم کر لینا۔"

وہ مجبوراً چلی گئی۔ مَیں نے اطمینان کی سانس لی۔ ایک خوبصورت بلا ٹل گئی تھی ورنہ دو بلائیں ٹکرانے والی تھیں۔ دونوں میں سے کسی کو نقصان پہنچتا تو وہ میرا ہی نقصان ہوتا۔ میں نے بنگلے میں آ کر بیرونی دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر مختلف کھڑکیوں اور دروازوں کو دیکھا۔ وہ بھی بند تھے۔ اس کے بعد مَیں کمرے میں آیا۔ حدیقہ ایک سینٹر ٹیبل کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ میری طرف بڑھایا۔ مَیں نے اسے ہاتھ میں لے کر کھولا۔ پھر پڑھا۔ اس نے لکھا تھا:

"میرے محسن!

مَیں عین وقت پر پہنچ گئی ورنہ وہ لڑکی جانے تمھارے ساتھ کیا سلوک کرتی۔ اس کے باوجود تم نے اس کی حمایت کی اور اسے بخیریت باہر پہنچا دیا۔ سچ پوچھو، تو مَیں تمھیں سمجھنے سے قاصر ہوں۔ تم بہت پُراسرار بن کر ہمارے علاقے میں آئے۔

وہاں تم نے اپنا چہرہ تبدیل کیا۔ تم پہلے بھی کون تھے؟ یہ ہم نہیں جانتے۔ اب بھی کون ہو ہم نہیں جانتے۔ لیکن یہ ادا سمجھ میں نہیں آئی کہ جو دشمنی کرنے آئی، اس سے دوستی کی۔ بہرحال تمہاری مرضی ہے اور تمہاری مرضی میری مرضی ہے۔

میرے محسن! اب میرے دو ہی فرائض ہیں۔ ایک تو... فلسطین کو آزاد کرانے کی جدوجہد کرتے کرتے مرجانا، دوسرے تمہارے کام آتے رہنا۔ تم نے میرے محبوب کو قید خانے سے چھڑا کر لانے اور مجھ تک پہنچانے میں جو رول ادا کیا ہے، اگرچہ وہ بہت پُراسرار ہے تاہم میں تمہاری مشکور ہوں۔ مَیں تمہارے اسرار کو زیادہ سمجھنا نہیں چاہتی۔ تم خود سمجھ دو تو یہ ہماری تمہاری اپنائیت ہوگی۔

میں نے اپنی زبان بند کرلی ہے۔ اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔ جہاں جاتی ہوں وہاں اپنی سفید چادر کی وجہ سے پہچانی جاتی ہوں۔ یہاں کسی طرح چھپ کر دو بار آ چکی ہوں۔ یہ میں ہی جانتی ہوں۔ پچھلی رات تم سے پہلے میں تمہارے دشمن کرسٹوفر نیسی کو ٹھکانے لگانے آئی تھی۔ خدا کا شکر ہے مَیں اپنے مقصد میں کامیاب رہی۔ دوسری بار ابھی اپنے ایک مقصد کے تحت آئی تو تمہارے کسی حد تک کام آگئی۔ اس لڑکی کو یہاں سے کچھ لے جانے کا موقع نہیں دیا۔ مَیں چاہتی ہوں اپنی قسم پر قائم رہوں۔ کسی سے بات نہ کروں۔ اپنی آواز کسی کو نہ سناؤں اور اپنا چہرہ کسی کو نہ دکھاؤں۔ اس کے باوجود آزادی سے گھوم پھر سکوں کہ تمہارے کام آتی ہوں اور مادرِ وطن کی آزادی کے لیے آزادی سے جدوجہد کرسکوں۔ کوئی مجھے میری چادر کی وجہ سے پہچان نہ سکے۔

میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔ مَیں نے پچھلے دن دیکھا ہے کہ ایک شخص نے اگر تمہارے چہرے کو حیرت انگیز طور پر تبدیل کردیا تھا وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے میک اَپ تھا۔ اگر سرجری کے ذریعے میرا میک اَپ ہوجائے تو میرا پردہ رہ جائے گا۔ میری قسم قائم رہے گی اور میرا اپنا چہرہ پھر کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ میں ایک نئے چہرے کے ساتھ آزادی سے جدوجہد جاری رکھ سکوں گی۔ وہ چہرہ میرے اصلی چہرے پر نقاب بنے گا۔

وہ گمنامی گمنامی بنے رہنے کی بات تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مَیں گمنامی رہ کر بھی جدوجہد جاری رکھ سکتی ہوں۔ کوئی ضروری بات ہوئی تو تحریر کے ذریعے اپنا مدعا بیان کرسکتی ہوں۔ کیا تم یہ ایک اور احسان مجھ پر کرسکتے ہو کہ اس شخص کے ذریعے میرا چہرہ تبدیل کرادو۔

فقط

بے زبان اور بے چہرہ

حدیقہ"

مَیں نے خط کو پڑھنے کے بعد اسے تہہ کرتے ہوئے حدیقہ کی طرف دیکھا۔ وہ چادر میں چھپی کھڑی تھی۔ آنکھوں کے پاس ایک ذرا سی چادر رہتی ہوئی تھی لیکن وہ چادر گھونگٹ کی طرح تھی۔ اس کی آنکھیں بھی نظر نہیں آرہی تھیں۔ وہ اس کے پیچھے سے یقیناً مجھے دیکھ رہی تھی۔

مَیں نے کہا: "حدیقہ! تم نے آواز نہ سنانے کی اور چہرہ چھپائے رکھنے کی قسم کھائی ہے لیکن نہ بیٹھنے کی قسم تو نہیں کھائی ہے لہٰذا بیٹھ جاؤ۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ مَیں نے کہا: "مجھے افسوس ہے۔ تم نے چہرہ بدلنے والی بات ذرا دیر سے کی۔ پلاسٹک سرجری کا ماہر ڈاکٹر شیفرڈ پیرس چلا گیا ہے۔ اُسے بار بار یہاں بلانا ممکن نہیں ہے۔ وہ بہت مصروف رہتا ہے۔ میرے لیے ایک بہت بڑا آپریشن چھوڑ کر یہاں آیا تھا۔"

حدیقہ نے صوفے پر پہلو بدلا۔ اسے میری بات سے مایوسی سی ہوئی ہوگی۔ مَیں نے کہا: "تم نے جذباتی انداز میں قسم کھائی۔ تم ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہو۔ اس طرح جذبات میں آکر خود پر ایسی پابندیاں عائد کرلینا جو آگے چل کر تمہارے لیے نقصان دہ ہوں اور تمہاری آزادی کی تحریک کو بھی نقصان پہنچائیں، تمہارے راستے میں بار بار رکاوٹ بنیں اور اگر تم اپنی چادر کی وجہ سے دشمنوں کی نظروں میں آتی رہو تو یہ دانش مندی نہیں ہے۔"

وہ کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ مَیں نے کہا: "میرا مشورہ مانو تو کسی بزرگ سے رجوع کرو۔ اس قسم کے متعلق کوئی فتویٰ حاصل کرو۔ اگر ایسی جذباتی قسم جائز نہیں ہے تو پھر قسم توڑ دینا درست ہوگا اور اگر جائز ہے تو قسم کو توڑنے کے لیے محتاجوں کو کھانا کھلا سکتی ہو۔ حاجت مندوں کے کام آسکتی ہو۔ بلڈ بنک میں خون دے سکتی ہو۔ یوں بھی فلسطین کی آزادی کے لیے جو جہاد کررہی ہو، اس کے پیشِ نظر قسم کو توڑ دو۔ ہر دیوار گرا دو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

"تم میری باتوں سے مایوس ہورہی ہو یا پھر عمل نہیں کرنا چاہتیں۔"

اس کے سامنے ہی سینٹر ٹیبل پر کاغذ کا ایک پیڈ اور قلم رکھا ہوا تھا۔ جس پر اس نے وہ پہلا رقعہ لکھ کر دیا تھا۔ اس نے جھک کر کچھ لکھا۔ پھر وہ کاغذ پھاڑ کر میری طرف بڑھا اس میں لکھا ہوا تھا: "میرے محسن! یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ آپ کی بات نہ مانوں۔ آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم ہے۔ جو

مناسب مشورہ دیں گے تسلیم کروں گی۔ آپ کے مشورے کے مطابق کسی بزرگ سے رجوع کروں گی لیکن اور آسان طریقہ ہوجاتا اور میری قسم بھی قائم رہتی تو آخری سانس تک میرا ضمیر مطمئن رہتا کہ میں نے اپنے محبوب کے سلسلے میں قسم کو ہمیشہ نبھایا ہے۔"

مَیں نے اسے پڑھنے کے بعد کہا: "ایک آسان طریقہ ہے۔ مَیں تمہارا میک اَپ کرسکتا ہوں۔ مجھے اس میں کسی حد تک مہارت حاصل ہے۔ تمہیں اعتراض نہ ہو تو میرے سامنے بے نقاب ہونا پڑے گا تاکہ تمہارے چہرے پر دوسرا چہرہ بنا سکوں۔"

وہ دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑی ہوگئی۔ اس کا مطلب یہی ہوسکتا تھا کہ وہ جھجک رہی ہے۔ شرما رہی ہے یا کوئی فیصلہ کررہی ہے۔

"حدیقہ! مَیں مانتا ہوں، تم نے مجھے بھی اپنا چہرہ دکھایا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ تمہارا ضمیر تمہیں ملامت کرے گا لیکن کسی نہ کسی کے سامنے بے نقاب ہونا پڑے گا۔ میرے سامنے نہ سہی، ڈاکٹر شیفرڈ کے سامنے یہ چادر ہٹانا پڑے گی۔"

وہ ذرا دیر یونہی کھڑی رہی، کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے جھک کر کاغذ پر لکھا اور اسے میری طرف بڑھا دیا۔ اس نے لکھا تھا: "آہ کیسی مجبوری ہے۔ نہ اس کروٹ چین ہے نہ اُس کروٹ۔ نہ میں یہ کرسکتی ہوں نہ وہ کرسکتی ہوں۔ میرے محسن! میں تمہارے لیے کچھ بھی کرسکتی ہوں۔ تمہارے سامنے بے نقاب بھی ہوسکتی ہوں لیکن مجھے سوچنے کا موقع دو۔ پہلے میں اپنے ضمیر کو مطمئن کرلوں۔ اگر اسے مطمئن کرسکی تو تمہارے سامنے حاضر آؤں گی۔"

مَیں نے اس پرچی کو پڑھنے کے بعد کہا: "بیشک، کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اپنے ضمیر کو مطمئن کرلینا چاہیے جب میرا مشورہ تمہارے لیے قابلِ قبول ہو تو چلی آنا۔ مَیں تمہارا انتظار کروں گا۔"

وہ سر جھکا کر آگے بڑھی۔ میں ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ اسی طرح چادر میں لپٹی ہوئی جانے لگی۔ مَیں اس کے ساتھ بنگلے کے بیرونی دروازے تک آیا۔ وہ اسے کھول کر باہر چلی گئی۔ مَیں نے کہا: "فی امان اللہ۔"

اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ اس نے دیکھا ہوگا مگر تو اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ پھر اس نے ایک بار ہاتھ اٹھایا جیسے جواباً کہہ رہی ہو: "فی امان اللہ۔"

طیارے کی اندرونی فضا پُرسکون تھی۔ سیکڑوں مسافر اطمینان سے سفر کررہے تھے۔ اگرچہ وہ طیارہ اغوا کیا جارہا تھا لیکن مسافروں کے دلوں میں زیادہ دہشت نہیں تھی۔ سونیا اور رسونتی نے انھیں بڑی حد تک مطمئن کردیا تھا۔ مسافروں کی پریشانی محض اتنی تھی کہ ان کا سفر بہت طویل ہوگیا تھا اور نہ انھیں جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ حتیٰ کہ اغوا کرنے والیوں نے اپنی طاقت اور کامیابی کے زعم میں کسی کی توہین نہیں کی تھی۔ ان میں سے اکثر عورتوں کی رائے یہ تھی کہ ایک عورت اپنے دو بچوں کی حفاظت کے لیے طیارے کو اغوا کررہی ہے اور انھیں ایک محفوظ پناہ گاہ تک پہنچانا چاہتی ہے تو ایسا کرنے میں تمام عورتوں کو بھی اس عورت کا ساتھ دینا چاہیے لہٰذا وہ خاموشی سے ساتھ دے رہی تھیں۔

وہ دونوں اسی طرح پچھلی سیٹوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ سونیا کے دماغ میں تھا۔ رسونتی بھی وہیں پہنچ گئی تھی۔ میں انھیں بتا رہا تھا کہ کس طرح ٹارٹر غلبا نے تقریباً راستہ ہموار کرلیا ہے۔ طیارہ آسانی سے اتر جائے گا۔ دوسرے یہ کہ ٹارٹر غلبا پر ہر طرح سے دباؤ ڈالنے اور وادیٔ قاف میں داخل ہونے کے لیے مختلف تنظیمیں زبردست منصوبے بنا رہی ہیں۔ کسی طرح بھی رسونتی اور بچوں تک پہنچنے کے لیے اپنے اپنے ہتھکنڈے استعمال کررہی ہیں۔

تمام باتیں سننے کے بعد رسونتی نے کہا: "تم نے کافی معلومات حاصل کی ہیں لیکن تمہیں وقت نکال کر مرجانہ کے پاس ضرور جانا چاہیے تھا۔"

مَیں نے کہا: "مَیں بہت مجبور ہوں۔ مجھے کئی سمتوں میں بھاگنا پڑتا ہے۔ ہر طرف دھیان رکھنا پڑتا ہے یوں کسی نہ کسی طرف ذرا کوتاہی ہوجاتی ہے۔"

سونیا نے کہا: "یہی سوچ کر میں نے رسونتی سے کہا تھا کہ تمہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ رسونتی ذرا مرجانہ کی خیریت معلوم کرلے۔ مَیں اتنی دیر تک ریوالور لیے پورے طیارے کی نگرانی کرتی رہوں گی۔ کوئی گڑبڑ ہوگی تو رسونتی کو دماغی طور پر حاضر ہونے کے لیے کہہ دوں گی۔"

اسی وقت طیارے کے اندر اسپیکر کے ذریعے پائلٹ کی آواز سنائی دینے لگی: "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اس وقت ہمارا طیارہ انقرہ کی فضاؤں میں پرواز کررہا ہے۔ اب سے تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ہم وادیٔ قاف میں پہنچ جائیں گے۔"

پھر اسٹیورڈ آسند کی آواز سنائی دی: "ہم مادام رسونتی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ انھوں نے طیارے کے کسی آدمی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ وہ کبھی میرے دماغ میں آتی ہیں اور

کبھی ہمارے پائلٹ کے دماغ میں۔ اس طرح ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ مسافروں کی سلامتی کے لیے ہم اُن کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے اور ہم تعمیل کرتے آ رہے ہیں۔ اسی لیے میں نے پائلٹ روم کا دروازہ نہیں کھولا ہے۔ میں اپنے دوست اسٹیورڈ ڈائیر ہوسٹس، اپنے فرسٹ آفیسر اور اپنے انجینئر سے معذرت چاہتا ہوں۔ اگر میں یہ دروازہ کھول دیتا تو، اوام مجھ سے ناراض ہو جاتیں اور انھیں ناراض کرنا کسی طرح بھی دانش مندی نہ ہوتی بہر حال ہم ایک گھنٹے بعد انھیں بچوں کے ساتھ بحفاظت وادی میں پہنچا دیں گے۔ ہمارا وعدہ ہے کہ اس کے بعد ہم جہاز کے ہر مسافر کو بھی اس کی منزل تک ضرور پہنچائیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "فرہاد! یہ طیارہ ایک گھنٹے کے اندر منزل تک پہنچے گا۔ تمھاری غیر موجودگی میں مرجانہ کے ساتھ بہت کچھ ہو چکا ہے۔ رسونتی اس کے کام آتی رہی ہے۔ تم وہاں جاؤ گے تو اس کے حالات معلوم ہو جائیں گے لیکن جلد ہی چلے آنا۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بلبا کے ساتھ ایک ساحلی کاٹج میں تھی۔ کاٹج کے فرش پر ایک بستر پار بلبا زخموں سے چھلنی ہو کر پڑا ہوا تھا۔ اگرچہ جزیرے میں یوگو ہنٹر نے اس کی مرہم پٹی کرائی تھی لیکن دوبارا مرہم پٹی نہیں ہو سکی تھی نہ ہی اسے خاطر خواہ دوائیں مل رہی تھیں۔ اب وہ جزیرہ یونائی سس سے نکل آئے تھے لیکن "آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا" کے مصداق یونان کے مشرقی ساحل پر پہنچ کر زخمی فاؤنڈر اور اس کے آدمیوں کے حصار میں تھے اور وہاں سے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے۔

پچھلی رات جزیرہ یونائی سس میں گھمسان کی لڑائی ہوئی تھی۔ ایک طرف جنگلی درندے آزاد ہو گئے تھے۔ دوسری طرف جمی فاؤنڈر کے گوریلے فائٹروں نے اس جزیرے پر حملہ کر دیا تھا۔

صبح تک یوگو ہنٹر مارا گیا تھا۔ اسکے باقی ماندہ ساتھیوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ پھر اس جزیرے کا کیا بنا، یہ مرجانہ نہیں جانتی تھی کیونکہ جمی فاؤنڈر کے آدمی ہیلی کاپٹر میں اسے اور بلبا کو یہاں لے آئے تھے۔

جب وہ بلبا کے ساتھ مشرقی ساحل پر پہنچی تو اس وقت تک جمی فاؤنڈر کے سامنے یہ انکشاف ہو چکا تھا کہ فرہاد ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ وہ سجاد کو فرہاد سمجھ رہا تھا۔ بہر حال یہ اطلاع اس کے یہودی اکابرین تک پہنچ گئی تھی۔ وہاں سے جواب موصول ہوا تھا، مرجانہ اور بلبا کو دوستانہ انداز میں روک لیا جائے۔ ہو سکے تو اسرائیل پہنچا دیا جائے۔ لیکن انھیں یہ احساس نہ ہو کہ قیدی بنا کر لے جایا جا رہا ہے۔

انھیں اسرائیل پہنچانے کا مقصد ایک ہی تھا کہ میں سونیا اور رسونتی مجبور ہو جائیں۔ مرجانہ اور بلبا کو قیدی بنا کر بلیک میل کیا جائے یا ان کے حوالے سے پھر دوستی کی پیشکش کی جائے۔ مرجانہ اتنی نادان نہیں تھی کہ ان کے رویے کو نہ سمجھ سکتی۔ اس نے کہا۔ "مجھے فوری طور پر اعلیٰ بی بی اور فرہاد کے پاس پہنچاؤ۔"

جمی فاؤنڈر نے کہا۔ "وہ تو یہاں سے پیرس روانہ ہو چکے ہیں کسی بلیک شیڈو کی حراست میں ہیں۔"

"اگر وہ حراست میں ہیں تو میں پیرس جاؤں گی۔"

"مس مرجانہ! مسٹر بلبا بہت زخمی ہیں اس کے علاوہ پیرس میں آپ کے دشمن ہیں۔ جو بلیک شیڈو، اعلیٰ بی بی اور فرہاد صاحب کو یہاں سے لے جا سکتا ہے، وہ وہاں آپ لوگوں کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ہمیں پوری تیاریوں کے ساتھ جانا چاہیے۔ پہلے ہم اسرائیل چلیں۔ وہاں مسٹر بلبا کا خاطر خواہ علاج ہوگا۔ آپ وہاں سے ایک مضبوط ٹیم بنا کر پیرس جائیں گی۔"

مرجانہ نے تیور بدل کر پوچھا۔ "کیوں یونان میں، پیرس میں یا کسی اور ملک میں اسپتال نہیں ہیں جہاں بلبا کا علاج ہو سکے؟ اسرائیل لے جانا ضروری ہے؟ میری ٹیم کو مضبوط ہونے کے لیے اسرائیل کی سرزمین نہیں چاہیے۔ ہم جس زمین پر پہنچتے ہیں وہاں اپنے قدم جما لیتے ہیں۔"

مرجانہ کی اس بات سے بات بگڑتی چلی گئی۔ پھر یہ ہوا کہ جس کاٹج میں بلبا اور مرجانہ کو رکھا گیا تھا اسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ گویا کاٹج میں انھیں نظر بند کر دیا گیا۔

ایسے میں مرجانہ خاموش نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ سوچنے لگی، کیا کرے؟ چاروں طرف مسلح گوریلے فائٹر تھے جو لڑنے مرنے میں کسی سے کم نہیں تھے۔ جمی فاؤنڈر کے ایک حکم پر جان دینے کے لیے آمادہ رہتے تھے۔ آخر اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ جمی فاؤنڈر اُسے اور بلبا کو یرغمال بنا کر اسرائیل لے جانا چاہتا ہے گویا ان کی جان کا دشمن نہیں ہے اور ان کی جان اتنی سستی بھی نہیں تھی۔ یہودی انھیں ہلاک کر کے رسونتی اور فرہاد کی دشمنی مول لینے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔

مرجانہ نے سوچا۔ "یہودی مغز، فرہاد اور رسونتی پر دباؤ ڈالنے کے لیے مجھے اور بلبا کو لے جانا چاہتے ہیں، وہ کسی صورت میں ہمیں ہلاک کریں گے اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچنے دیں گے۔"

یہ سوچ کر اس نے سرگوشی میں بلبا سے پوچھا۔ "اگر ہمیں کوئی خطرہ پیش آئے تو تم کاٹج کے باہر تھوڑی دور تک چل سکتے ہو؟"

بلبا فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا۔ "تم مجھے اس قدر کمزور کیوں سمجھتی ہو۔ میں اب بھی دشمنوں کے سامنے جا کر اُن کے دانت کھٹے کر سکتا ہوں۔"

وہ کچن میں گئی۔ وہاں سے اس نے کیروسن تیل لے کر کاٹج کی اندرونی دیواروں پر چھڑک دیا۔ پھر بستر پر بھی چھڑک دیا۔ پھر آگ لگا دی۔

اچانک آگ کے شعلے بھڑکے تو باہر کھڑے ہوئے مسلح گوریلے بوکھلا گئے۔ دور ساحل پر بیٹھا ہوا جمی فاؤنڈر شراب سے غسل کر رہا تھا۔ وہ پیتے ہوئے دوڑتے ہوئے آیا۔ "دروازہ کھولو۔ دونوں کو فوراً باہر نکالو۔ کہتے تھا اگر انھیں کوئی نقصان پہنچا تو میں کیا جواب دوں گا۔"

دوسرے ہی لمحے چار مسلح جوان دروازہ کھول کر دندناتے ہوئے اندر آئے۔ لیکن دو فوراً ہی بھاگ گئے کیونکہ شعلے لپک رہے تھے۔ دو کسی طرح اندر آئے، لیکن وہاں بلبا نہیں تھا۔ اچانک مرجانہ نے ایک کی گردن دبوچ لی۔ دوسرے کو لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا شعلوں میں جا گرا پھر چیخنے لگا۔ آگ اس سے لپٹ گئی تھی۔ دوسری طرف مرجانہ اس کے ساتھی سے لپٹی ہوئی تھی۔ اس کے گردن دبوچنے کا مطلب یہی تھا کہ اب وہ گردن چھڑانے والی نہیں تھی اور یہی ہوا۔ اس مسلح جوان کے ہاتھ سے اسٹین گن چھوٹ گئی۔ اس نے اسے ایک طرف دھکا دیا۔ پھر اسٹین گن اٹھا کر تڑاتڑ فائرنگ کی۔ اس کے بعد دوسرے کی اسٹین گن پر قبضہ کیا پھر دونوں ہتھیار لیتے ہوئے دوسرے کمرے کی طرف دوڑتی چلی گئی۔

دوسرے کمرے میں آگ ابھی بھڑکی نہیں تھی۔ کچھ گوریلے اُدھر کا دروازہ کھول کر دندناتے ہوئے اندر آ رہے تھے۔ ادھر مرجانہ نے فائرنگ کی تو دو چار گرے۔ باقی وہاں سے پلٹ کر بھاگے۔ بلبا نے مرنے والوں کی اسٹین اور کارتوس کی پیٹیاں سمیٹ لیں۔ پھر مرجانہ کے ساتھ پچھلے دروازے کو کھول کر باہر نکلنے لگا۔ اُدھر بھی گوریلے پہنچ گئے تھے۔ دونوں طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ مرجانہ اور بلبا کبھی اندر جاتے تھے تاکہ فائرنگ کی زد سے محفوظ رہیں۔ ایسے میں جمی فاؤنڈر چیخا تھا۔ "فائرنگ نہ کرو۔ انھیں اس کاٹج سے نکلنے دو ورنہ وہ جل مریں گے۔"

فائرنگ بند ہو گئی۔ گوریلے چھٹ گئے۔ ان کے لیے راستہ صاف ہو گیا۔ شعلوں میں لپٹے ہوئے، کاٹج کے پیچھے پچیس گز کے فاصلے پر ایک اور کاٹج تھا۔ وہ اُدھر جانے لگے۔ دور بھٹکتے ہوئے فائٹر گوریلے نظر آ رہے تھے۔ وہ مسلح تھے لیکن فائرنگ نہیں کر رہے تھے۔ کیونکہ مرجانہ اور بلبا کے پاس بھی ہتھیار تھے۔

جمی فاؤنڈر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "کوئی فائرنہ کرے۔ دور جاؤ۔ منتشر ہو جاؤ۔"

پھر وہ مرجانہ سے کہتا تھا۔ "مس مرجانہ! یہ سراسر حماقت ہے۔ تم زخمی کو لے کر کہیں نہیں جا سکو گی۔ تمھارے ذرائع محدود ہیں۔ تمھارے ساتھی یہاں سے جا چکے ہیں۔ تم ہمارے رحم و کرم پر ہو۔ ہتھیار پھینک دو۔ ہماری بات مان لو۔"

اس کے چیخنے چلانے تک وہ بلبا کو سہارا دیتے ہوئے دوسرے کاٹج میں پہنچ گئی۔ اس دوران رسونتی جمی فاؤنڈر کے دماغ تک پہنچی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ سوچ رہا تھا۔ "مرجانہ کو صحیح سلامت نہ سہی اپاہج بنا کر اسرائیل پہنچا دے۔ کم از کم ٹانگوں پر فائرنگ کی جائے اور اسے فرار ہونے کے قابل نہ چھوڑا جائے۔"

رسونتی اس کے دماغ میں رہ کر اس کی سوچ میں کہہ رہی تھی۔ "مرجانہ کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے ورنہ اسے تو ایک گولی لگے گی اس کے بعد جانے ٹیلی پیتھی کی کتنی گولیاں ان کے بڑوں کو چاٹ جائیں گی۔"

اسی لیے وہ محتاط تھا۔ صرف چیختا چلاتا رہا تھا۔ یہ تمام واقعات اس وقت پیش آئے جب میں بیروت میں مصروف رہا تھا۔ جب میں مرجانہ کے پاس پہنچا تو وہ دوسرے کاٹج میں بلبا کے ساتھ پہنچ گئی تھی۔ وہ اتنی دیر میں تھک گیا تھا۔ اس کے کتنے ہی زخموں سے خون رسنے لگا تھا۔ ایک جگہ فرش پر گر پڑا تھا۔ مرجانہ نے اسے بستر پر... لیٹے رہنے کے لیے کہا تھا۔ اور خود اسٹین گن سنبھالے کھڑکیوں اور دروازوں کو بند کر دیا تھا۔ جب کبھی باہر سے جمی فاؤنڈر کچھ کہتا تھا تو یہ جواباً کہتی تھی۔ "میرے لیے ایک ہیلی کاپٹر فراہم کرو۔ میں بلبا کو یہاں سے لے جاؤں گی۔ کوئی میرے راستے میں رکاوٹ بنے گا تو میں یہاں مرجاؤں گی لیکن ہمیں اسرائیل پہنچائے جانے کا خواب پورا نہیں ہونے دوں گی۔

رسونتی نے مرجانہ کو سمجھا دیا تھا۔ "میں زیادہ دیر تک تمھارے پاس نہیں رہ سکتی۔ طیارے کو صحیح سلامت وادیٔ قاف تک لے جانا اور مسافروں کو ان کی منزل تک پہنچانا میری اور سونیا کی ذمہ داری ہے۔ تم انتظار کرو۔ ہم فرہاد اور اعلیٰ بی بی وغیرہ سے مشورہ کرنے کے بعد تمھیں بتائیں گے کہ اس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ فی الحال میں جا رہی ہوں۔"

رسونتی چلی گئی تھی اور اب اتنی دیر کے بعد میں مرجانہ کے پاس آیا تھا۔ مجھے اس نے محسوس کرتے ہی پوچھا۔ "کیا تمھارا طیارہ وادیٔ قاف پہنچ چکا ہے؟"

"ابھی نہیں۔ میں تمہاری حیرت معلوم کرنے آئی ہوں۔ تم کچھ دیر اور انتظار کرو۔ میں اسرائیلی حکام سے بات کر کے ابھی آتی ہوں۔"

میں ربی اسفندیار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی پوچھا "کون فرہاد؟"

"نہیں۔ رسونتی۔"

"اوہ تم ہو۔ واہ بہت خوب۔ تم نے ہماری دوستی کا یہی صلہ دیا۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں تل ابیب میں واپس آگئی تھیں لیکن تم بہانہ کر کے وہاں چلی گئیں۔ یہ بتاؤ کیا ہماری ذات سے تمہیں کوئی نقصان پہنچا تھا؟"

"میں بحث کرنے نہیں آئی ہوں۔ ثابت کرنے آئی ہوں کہ اب بھی دوست ہوں اور دوستی کا ثبوت دے سکتی ہوں۔"

اس نے فوراً چونک کر پوچھا "وہ کیسے؟"

"کالہال تنظیم کے سربراہ اور دوسرے یہودی اکابرین کو فوراً اطلاع دیں کہ وہ تمہاری باتیں سن سکیں۔ پھر میں اپنی بات آگے بڑھاؤں گی۔"

اس نے فوراً ہی تمام متعلقہ حکام اور افسران کو ہدایات دیں۔ دس منٹ کے اندر سبھی ٹرانسمیٹر اور ٹی وی اسکرین کے سامنے بیٹھ گئے تاکہ ان ذرائع سے ربی اسفندیار کو دیکھتے رہیں اور وہ جو کچھ کہتا رہے اسے سنتے رہیں۔ جو افسران یا اعلیٰ حکام بیمار تھے یا کسی وجہ سے آ نہیں سکتے تھے، وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہماری باتیں سننے لگے۔ میں نے رسونتی کی حیثیت سے کہا "مجھے افسوس ہے، میں فرہاد بن کر آپ سے بولتی رہی اور آپ لوگوں کو دھوکا دیتی رہی لیکن مجھے کالہال تنظیم کے سربراہ نے اپنی ایک حماقت سے بدظن کر دیا تھا۔ جب مجھے اور پارس کو ریڈ پاور کے آدمی اغوا کر کے طیارے میں لے جانا چاہتے تھے اور میرے بیٹے کو ریوالور کا نشانہ بنایا جا رہا تھا تو کالہال تنظیم کے سربراہ نے کہا، ایک بچے کی قربانی دے کر ہم ان مجرموں کو فرار ہونے سے روک سکتے تھے اور یہ بات ایک ماں کے دل کو لگی تھی۔ بہرحال میں یہ بحث کرنے نہیں آئی ہوں۔ صرف یہ سمجھانا چاہتی ہوں اگر اسرائیلی حکام مصلحت کے تحت میرے ایک بچے کی قربانی دے سکتے ہیں تو میں بھی اپنے یہودی دوستوں کو وقتی طور پر دھوکا دے سکتی ہوں اور میں نے دھوکا دیا ہے اب یہاں سے وادیٔ قاف پہنچ رہی ہوں۔"

ایک آفیسر نے کہا "مادام! مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔ آپ کا دھوکا وقتی نہیں ہے۔ آپ وادیٔ قاف پہنچنے والی ہیں جہاں ہم تو کیا دنیا کا کوئی بھی شخص آپ کی مرضی کے بغیر نہیں پہنچ سکے گا۔"

"میں یہی کہنے آئی ہوں۔ میری مرضی کے مطابق صرف پانچ لوگ وہاں پہنچ سکیں گے۔"

یہ سنتے ہی سب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ کچھ خوش نظر آنے لگے۔ سبھی سنجیدگی سے اور پوری توجہ سے اسکرین پر ربی اسفندیار کو دیکھ رہے تھے جس کے ذریعے میری باتیں سنی جا رہی تھیں۔

میں نے پھر رسونتی کی حیثیت سے کہا "ابھی مجھے مرجانہ کے ذریعے پتا چلا ہے کہ جمی فاؤنڈر اسے اور بلیا کو جبراً وہاں پہنچانا چاہتا ہے۔ آپ ان دونوں کو اسرائیل لا کر کیا کریں گے؟ کیا انہیں قیدی بنا کر رکھ سکیں گے؟ کیا اس سے پہلے اعلیٰ بی بی اور فرہاد کو قیدی بنا کر رکھنے میں کامیاب رہے؟ صرف ایک مرتبہ نے تنہا کتنے ہنگامے کیے؟ کس طرح آپ لوگوں کی زندگی حرام کر دیں۔ یہ آپ ابھی بھولے نہیں ہوں گے۔ لہٰذا اسے اور بلیا اور مرجانہ کو یرغمال بنائے رکھنے کی بات دماغ سے نکال دیں۔"

وہ سبھی کہنے لگے "ہم کبھی ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔"

ربی اسفندیار نے بھی کہا "ہم کبھی انہیں یرغمال بنانا نہیں چاہتے۔ تم جہاں کہو گی ہم انہیں پہنچا دیں گے۔"

"صرف انہیں نہیں بلکہ آپ بھی اپنے خاص آدمیوں کو وہاں ضرور پہنچائیں۔"

"کہاں؟" کتنے ہی افسران نے بیک زبان پوچھا۔

"میں چاہتی ہوں آپ مرجانہ اور بلیا کو ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے وادیٔ قاف پہنچا دیں۔"

"کیا واقعی؟"

"وادی میں میری اور ٹارٹر غلبا کی مرضی کے بغیر کوئی نہیں رکھ سکتا..... میں ٹارٹر غلبا سے یہ کہنے والی ہوں کہ ایک اسرائیلی ہیلی کاپٹر یہاں آئے گا اسے اترنے کی اجازت دے لیکن ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اس میں آپ کا کوئی سیکرٹ ایجنٹ یا گوریلا فائٹر نہ ہو گا۔ آپ کی حکومت کے ایسے نمائندے ہو سکتے ہیں جو آئندہ ہماری دوستی کو مستحکم رکھنے کے سلسلے میں خوشگوار ماحول میں گفتگو کر سکیں۔"

ربی اسفندیار نے کہا "اوہ مادام رسونتی! واقعی آپ دوستی کا ثبوت دے رہی ہیں۔ ہم ضرور ایسے افراد کو بھیجیں گے جن سے آپ کو یا ٹارٹر غلبا کو کوئی شکایت نہیں ہو گی۔"

"ایک بات یاد رکھیں۔ آپ کے صرف پانچ افراد کو وادیٔ قاف میں آنے کی اجازت ملے گی۔ اس لیے ہیلی کاپٹر میں اس سے زیادہ نہ ہوں۔"

"ہمیں منظور ہے۔ پانچ افراد سے زیادہ نہیں ہوں گے۔"

میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام معلومات حاصل کر لی ہیں۔ کتنے ممالک اور کتنی ہی تنظیموں کے افراد اس وقت وادیٔ قاف کے اطراف گھیرا ڈال رہے ہیں اور طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔ دوستانہ بھی اور دشمنانہ بھی۔ تاکہ کسی طرح وادیٔ قاف میں داخل ہو سکیں۔ اگر ان میں آپ کے آدمی ہوئے تو پھر ہماری دوستی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"ہم یقین دلاتے ہیں۔ آپ کو کسی قسم کی شکایت نہیں ہو گی۔ وادیٔ قاف کے اطراف ہمارا ایک آدمی بھی نہیں ہو گا۔ اگر کوئی یہودی پکڑا گیا تو یقین کریں وہ سپر ماسٹر یا ماسک مین کی چال ہو سکتی ہے۔ کوئی ایسی بات ہو تو پہلے ہمیں صفائی کا موقع دیں۔ اگر شرائط کی خلاف ورزی ہو جائے تو آپ جو فیصلہ چاہیں کریں۔"

"تو پھر جمی فاؤنڈر سے ابھی کہہ دیں کہ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے مرجانہ اور بلیا کو یہاں لے آئے۔"

"ہم ابھی جمی فاؤنڈر کو حکم دیتے ہیں۔"

اسی وقت سیکرٹ سروس کے چیف آفیسر نے جمی فاؤنڈر سے رابطہ قائم کرنا شروع کیا۔ جب رابطہ قائم ہو گیا تو میں نے ان کی بات سنی۔ پھر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا اسرائیلی حکام سے گفتگو ہو گئی؟"

"ہاں، معاملات طے ہو گئے ہیں۔ میں نے ان کے سامنے دوستی کا چارہ ڈالا ہے۔ وہ ابھی تمہیں اور بلیا کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسرائیل پہنچائیں گے۔"

وہ غصے سے بولی "کیا بکواس کر رہی ہو۔ کیا میں تمہارے مشورے پر عمل کروں گی تاکہ اسرائیل پہنچ کر ان کی قیدی بن جاؤں؟"

"مرجانہ! تحمل سے سنو۔ بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ اس وقت طیارے میں سونیا میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کا بھی یہی مشورہ ہے۔ کاش میں سونیا کی آواز تم تک پہنچا سکتی۔ پھر تمہیں یقین آتا۔ کیا تم مجھ پر بھروسہ نہیں کرو گی؟"

وہ سوچنے لگی۔ میں نے کہا "فرض کرو تم مجھ پر بھروسہ نہیں کرو گی۔ پھر کیا کرو گی؟ کب تک اس کاج میں قید رہو گی، اور یہودی کے آدمیوں کو دھمکیاں دیتی رہو گی۔ یہاں سے کہیں جانے کا کوئی ذریعہ تمہارے پاس نہیں ہے۔ اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم نہیں ہو سکتا۔ صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے میں ہی رابطہ قائم کر سکتی ہوں۔ میری بات مان لو۔ ابھی ہیلی کاپٹر آنے والا ہے۔ تم تل ابیب جاؤ۔ وہاں سے پانچ اسرائیلی اس ہیلی کاپٹر میں سوار ہوں گے۔ ان پانچ آدمیوں کے ساتھ تم بلیا کو لے کر وادیٔ قاف پہنچ جاؤ گی۔ اس سے زیادہ آسان راستہ کوئی نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ بلیا کو مزید نقصان پہنچے۔ تم دیکھ رہی ہو اس کے جسم کے کتنے ہی حصوں سے خون جاری ہے۔ وہ اپنی جواں مردی اور بے پناہ قوت کے باعث زخموں کو برداشت کر رہا ہے۔ اگر تم اسے ذرا بھی چاہتی ہو تو میری بات مان لو جو کہتی ہوں فوراً اس پر عمل کرو۔"

"تم کیا کہتی ہو؟ میں کیا کروں؟"

"دروازہ کھولو اور..... جمی فاؤنڈر کے سامنے ہتھیار پھینک دو۔ اس سے کہو بلیا کی فوراً مرہم پٹی کرائے۔"

"میں خود ہتھیار نہیں پھینکوں گی۔ تمہارا حوالہ دوں گی۔ اس سے کہوں گی تم نے مجھے مشورہ دیا ہے اور اس کے یہودی حکام بھی یہی چاہتے ہیں۔"

"تمہیں کہنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ جمی فاؤنڈر کو اب تک اس کے حکام نے ہدایات دے دی ہوں گی۔ تم باہر تو جاؤ۔"

وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ دروازہ کھول کر باہر گئی۔ برآمدے میں اسے دیکھتے ہی تمام گوریلا فائٹر مستعد ہو گئے۔ اپنے اپنے ہتھیار سنبھالنے لگے۔ جمی فاؤنڈر نے کہا "خبردار! کوئی ہتھیار نہ اٹھائے۔ سب اپنے اپنے ہتھیار پھینک دو۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اپنے ہتھیار برآمدے کی طرف پھینکنے لگے۔ مرجانہ یہی چاہتی تھی کہ اس کی نسبی نہ ہو۔ پہلے اسے ہتھیار نہ پھینکنا پڑے۔ جب اس نے دیکھا کہ دشمن ایسا کر رہے ہیں تو اس نے بھی اپنے ہتھیار کو پھینکتے ہوئے کہا "مسٹر جمی! فوراً ہی بلیا کی مرہم پٹی کراؤ۔"

اس کے بعد دوستانہ فضا قائم ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں بلیا کے زخموں کی صفائی ہونے لگی۔ ہیلی کاپٹر وہاں سے پہنچنے ہی والا تھا۔ میں نے مرجانہ سے کہا "میں جا رہی ہوں۔ پھر آؤں گی۔ ابھی طیارے میں موجود رہنا ضروری ہے۔"

یہ کہتے ہی میں طیارے میں پہنچ گیا۔ پائلٹ اسپیکر کے ذریعے اعلان کر رہا تھا کہ وہ وادیٔ قاف کی فضاؤں میں پرواز کر رہے ہیں اور اب تھوڑی دیر میں وہاں کے رَن وے پر اترنے والے ہیں۔

رسونتی اس وقت ٹارٹر غلبا کے دماغ میں پہنچی ہوئی

تھی اور اسے بتا رہی تھی۔ چاندنی رات میں انھیں جو طیارہ نظر آ رہا ہے، وہی رَن وے پر اترنے والا ہے۔ اسے اُترنے کی اجازت دی جائے۔ رَن وے کے دونوں طرف تمام مشعل بردار لوگ کھڑے رہیں۔ اس طرح پائلٹ کو درمیانی رَن وے نظر آتا رہے گا اور وہ آسانی سے اُتر جائے گا۔"

میں رسونتی کی حیثیت سے کبھی اسٹیورڈ آسند سے اور کبھی پائلٹ سے کچھ نہ کچھ کہتا جا رہا تھا۔ پائلٹ کے ذریعے دیکھتا بھی جا رہا تھا۔ نیچے بہت دور سیکڑوں مشعلیں نظر آ رہی تھیں۔ ان کے درمیان دور تک ایک راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ طیارہ پہلے اس راستے کے اطراف ذرا بلندی پر پرواز کرتا رہا پھر اسی رَن وے پر اترنے لگا۔ سب لوگوں نے سیفٹی بیلٹ باندھ لیے تھے۔ کچے رَن وے پر طیارے کا اترنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ کوئی بھی حادثہ پیش آ سکتا تھا لیکن دس منٹ کے بعد وہ طیارہ بخیریت اتر گیا۔ کچھ دیر تک بھاگتا رہا پھر ایک جگہ ٹھہر گیا۔ سب نے اطمینان کی سانس لی۔

دوسری طرف پائلٹ میری مرضی کے مطابق کہہ رہا تھا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! خدا کا شکر ہے، ہم بخیریت وادیٔ قاف تک پہنچ گئے۔ اب طیارے کو پوری طرح چیک کیا جائے گا۔ اس کے بعد ہم دوبارا پرواز کریں گے اور آپ کو آپ کی منزلوں تک پہنچائیں گے۔ میں اپنے انجینیر سے اور فرسٹ آفیسر سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ طیارے کو پوری طرح چیک کرنے کے سلسلے میں اپنا کام شروع کر دیں تاکہ جلد سے جلد یہاں سے روانہ ہو سکیں۔"

پائلٹ کیبن کے دونوں دروازے کھل گئے۔ ایک دروازہ وہ جو مسافروں کی طرف طیارے کے اندرونی حصے میں کھلتا تھا دوسرا دروازہ جو باہر کی طرف کھولا جاتا تھا۔ وہاں ایک خودکار زینہ تھا، رسونتی اور سونیا دونوں بچوں کو اٹھائے ہوئے اس زینے سے اترنے لگیں۔ ٹارٹر غلبا نے دونوں کو دیکھتے ہی اپنا سر جھکا لیا۔ پھر کہا۔ "میں اس قبیلے کا سربراہ ٹارٹر غلبا ہوں۔ تم دونوں سے صورت آشنا نہیں ہوں۔ تم میں سے کون رسونتی ہے اور کون انامیریا؟"

وہ دونوں اپنا تعارف کرانے لگیں۔ وہاں تین پالکیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک پالکی میں ٹارٹر غلبا بیٹھ کر آیا تھا باقی دو رسونتی اور سونیا کے لیے لائی گئی تھیں۔ ٹارٹر غلبا نے کہا۔ "تم دونوں بچوں کو لے کر آرام سے پالکی میں بیٹھ جاؤ۔ میں اپنے محل میں پہنچنے کے بعد تم سے گفتگو کروں گا۔ ابھی تم دونوں بہت تھکی ہوئی ہو۔ آرام کی بھی ضرورت ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "میں پالکی میں نہیں جاؤں گی۔ مجھے پیدل چلنا اچھا لگتا ہے۔"

غلبا نے کہا۔ "ہم اور ہمارے قبیلے کے لوگ پیدا ہونے کے بعد جب چلنے کے قابل ہوتے ہیں تو اپنے پیروں پر ہی چلتے رہتے ہیں۔ کبھی کسی سواری کے محتاج نہیں رہتے لیکن مہمان نوازی کبھی نہیں بھولتے۔ تم دونوں پہلی بار یہاں آئی ہو، ہم تمھیں پیدل نہیں جانے دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "سونیا! اس کی بات مان جاؤ۔ اسے یہ اعزاز حاصل کرنے دو۔"

وہ دونوں ایک ایک بچے کو لے کر الگ الگ پالکی میں بیٹھ گئیں۔ ایک پالکی کو چار آدمی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اسی طرح ان کی سواری وہاں سے روانہ ہوئی۔ میں نے رسونتی سے کہا۔ "تم کے دماغ میں پہنچو۔ میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ پہنچ گئی۔ میں انھیں بتانے لگا کہ اسرائیلی حکومت سے کیا معاملات طے پائے ہیں۔ اس طرح مرجانہ اور بلیا صحیح سلامت یہاں پہنچ جائیں گے۔

سونیا نے پوچھا۔ "کیا واقعی یہاں ٹارٹر غلبا کا کوئی محل ہے۔ اس پہاڑی علاقے میں مجھے ایسی کوئی عمارت نظر نہیں آئی ہے۔"

"اس نے پتھروں اور لکڑیوں سے ایک بہت بڑا گھر بنایا ہے۔ اسی کو محل کہا جاتا ہے۔ تم وہاں پہنچنے کے بعد خود سونیا کی حیثیت سے ظاہر کر دینا۔ اسے اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ اسرائیلی ہیلی کاپٹر کو اترنے کی اجازت دے۔ یوں بھی انکار نہیں کرے گا کیونکہ اس کا بیٹا بلیا اسی ہیلی کاپٹر کے ذریعے پہنچنے والا ہے۔"

انھیں تمام اہم باتیں سمجھانے کے بعد میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا۔ "فرہاد! میں سانتی ہوں تم بہت زیادہ مصروف رہتے ہو لیکن چند سیکنڈ کے لیے آ سکتے ہو تاکہ اگر کوئی اہم بات ہو، کوئی اہم تبدیلی ہو تو تمھیں معلوم ہو سکے۔"

"کیا کوئی اہم بات ہے؟"

"ہاں، جب وتیا کی اہم خفیہ تنظیمیں وادی کے اطراف جال ڈال رہی ہیں تو ہم کیوں پیچھے رہیں؟"

"کیا بابا صاحب کے ادارے سے کچھ لوگ ادھر جا چکے ہیں؟"

"ہم نے ایک زبردست ٹیم تیار کی ہے اور وادیٔ قاف کے اطراف پڑاؤ ڈالنے والے ہیں۔"

"وادیٔ قاف کے اطراف کیوں؟ تم لوگوں کو ٹارٹر غلبا خوش آمدید کہے گا۔"

"یہ تو ہم جانتے ہیں۔ کوہِ قاف میں ہمیں جانے سے کوئی نہیں روکے گا لیکن بابا صاحب کے ادارے سے بہت ہی باصلاحیت افراد روانہ کیے جا رہے ہیں وہ کوہ قاف کے آس پاس جنگلوں اور پہاڑوں میں رہیں گے اور دشمنوں پر کڑی نظر رکھیں گے۔ ان کے اقدامات کے متعلق ہمیں اہم اطلاعات پہنچاتے رہیں گے۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے ویسے دو مختلف ٹیمیں تیار کرو۔ ایک کے افراد وادیٔ قاف کے اطراف پھیلے رہیں۔ دوسری ٹیم ٹارٹر غلبا کے پاس جائے۔ وہاں اسرائیلی حکومت کی طرف سے پانچ اہم افراد مرجانہ اور بلیا کے ساتھ پہنچ رہے ہیں۔ تمھارے ٹیم کے افراد ان پر کڑی نظر رکھیں گے۔ اس ٹیم کے افراد کم از کم چھ ہوں گے تاکہ یہ غلبا کے پاس پہنچنے کے بعد اس قبیلے میں پھیل جائیں۔ وہاں کے ایک ایک فرد سے گفتگو کرتے رہیں۔ ان کے حالات معلوم کرتے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے ممالک کے سیکرٹ ایجنٹ یا دوسری تنظیموں کے افراد ان لوگوں میں پہلے ہی گھل مل چکے ہوں یا ان کے بھیس میں قبیلے کے باشندے بن کر وہاں رہنے لگے ہوں۔ ان باتوں کو سمجھنا بے حد ضروری ہے۔ بہت سوچ سمجھ کر ایسے افراد کا انتخاب کرو جو ہمارے اس مقصد کو پورا کر سکیں۔"

میں اعلیٰ بی بی کے ساتھ یہ پروگرام طے کرنے کے بعد شباتہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ نیمال کے ایک بہت ہی خوبصورت سے گیسٹ ہاؤس میں تھی۔ اس کی خدمت کے لیے بہت سی خادمائیں رکھی گئی تھیں۔ اگرچہ دنیا کے نقشے میں وادیٔ قاف کے علاقے تھے لیکن کوئی تسلیم شدہ مملکت نہیں تھی تاہم یہ مملکت جلد ہی تسلیم کی جانے والی تھی۔ اس سے پہلے ہی شباتہ کو وہاں کی شہزادی تسلیم کر کے اس کے شایانِ شان مہمان نوازی کی جا رہی تھی۔

پہلے میں چپ چاپ اس کی سوچ پڑھتا رہا۔ معلوم کرتا رہا وہاں اس کے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے۔ پتا چلا کھٹمنڈو ایئرپورٹ پر ایک طیارہ کھڑا ہوا ہے۔ وہ اس طیارے میں ابھی دہلی جانے والی ہے۔ ان کے پروگرام کے مطابق دہلی میں ایئر انڈیا کا ایک طیارہ پہلے ہی شباتہ کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے تاکہ وہاں کے کچھ افسران اسے لے کر وادیٔ قاف جا سکیں۔ اس سلسلے میں رسونتی سے رابطہ قائم ہونے کا انتظار کیا جا رہا ہے۔

شباتہ گیسٹ ہاؤس سے نکل کر باہر کھڑی ہوئی ایک بہت خوبصورت اور قیمتی کار میں جا کر بیٹھنے لگی۔ اس پاس مسلح فوجی الرٹ ہو گئے تھے۔ خادمائیں اس کے اطراف چل رہی تھیں۔ ایک نے اس کے لیے دروازہ کھولا تھا اور وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ جب گاڑی وہاں سے روانہ ہوئی تو اس کے آگے پیچھے بھی مسلح محافظوں کی گاڑیاں جا رہی تھیں۔ بالکل شاہانہ انداز تھا۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "شباتہ میں رسونتی بول رہی ہوں۔"

"میں بہت دیر سے انتظار کر رہی ہوں خیریت تو ہے؟"

"بالکل خیریت ہے۔ ہم تمھارے باپ کے پاس پہنچ گئے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اتنے سخت پہروں کے باوجود تم بچوں کے ساتھ وہاں پہنچ گئی ہو۔ کیا بابا کو معلوم ہے کہ انامیریا کے روپ میں سونیا ہے؟"

"ابھی سونیا نے انکشاف کیا ہے۔ تمھارے بابا تو سونیا کے گرویدہ ہو گئے ہیں۔ بس اسی سے باتیں کیے جا رہے ہیں۔"

"ہم سب اسے پسند کرتے ہیں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میرے علاقے میں تم نے بچوں کے ساتھ پناہ لی ہے۔ سونیا جیسی چالاک اور دلیر عورت وہاں پہنچ گئی ہے۔ انشاء اللہ ایک دن فرہاد بھی پہنچ جائیں گے۔ میں بھی آنے ہی والی ہوں۔"

"تمھارے آنے کے سلسلے میں بھارتی حکام سے کچھ معاملات طے کرنا چاہتی ہوں۔ اس لیے تمھارے پاس بیٹھے ہوئے افسر سے رابطہ قائم کر رہی ہوں۔"

اگلی سیٹ پر وہی آفیسر اراما راؤ بیٹھا ہوا تھا جس کے دماغ کو میں کئی بار پڑھ چکا تھا۔ جب میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ فوراً ہی سیدھی طرح سیٹ پر بیٹھ کر بولا۔ "شریمتی رسونتی دیوی! نمستے۔ ہم بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر سکتی ہیں کہ ہم مس شباتہ کے ساتھ کتنی عزت اور احترام سے پیش آ رہے ہیں۔ ان کے شایانِ شان میزبانی کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔"

"میں معلوم کر چکی ہوں۔ اب آپ کے حکام سے رابطہ قائم کرنا چاہتی ہوں۔"

"جسٹ اے منٹ۔"

اس نے ڈیش بورڈ کے ایک بٹن کو دبایا۔ وہاں ایک بڑا سا خانہ کھلتا چلا گیا۔ ایک ٹرانسمیٹر اندرونی حصے سے سامنے آنے لگا۔ وہ کاربھارتی سیکرٹ سروس کے چیف آفیسر کے لیے مخصوص تھی۔ اس میں جدید قسم کے آلات نصب کیے گئے تھے تاکہ سفر کے دوران اس گاڑی میں بیٹھ کر ایک آفیسر مختلف متعلقہ افسران سے رابطہ قائم کر سکے اور بیرونی حملے کے دوران اپنا تحفظ بھی کر سکے۔

جب وہ رابطہ قائم کرنے لگا اور دوسری طرف سے آواز سنائی دی تو میں دوسری طرف پہنچ گیا۔ آفیسر اراما راؤ فوجی دستور

کے مطابق اپنے سے بڑے افسران سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ وہ براہِ راست اعلیٰ افسروں سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بڑے افسران ان حکام سے رابطہ قائم کر سکتے تھے۔

بہر حال وہ ایک کے بعد دوسرے سے اور دوسرے کے بعد تیسرے سے رابطہ قائم کرتے جا رہے تھے اور اس بات کی منظوری لے رہے تھے کہ اعلیٰ حکام کو رسونتی دیوی کی موجودگی کی اطلاع دے کر فوراً ان سے بات کرنے پر آمادہ کیا جائے۔

اوّل تو انھیں آمادہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ رسونتی سے رابطہ قائم کرنے، کسی نہ کسی طرح اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایک ٹانگ پر کھڑے ہوئے تھے۔ جب وہ یکے بعد دیگرے رابطہ قائم کرتے ہوئے وزارتِ خارجہ کے سیکرٹری تک پہنچے تو میں نے سیکرٹری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اس قدر اہتمام کی اور احتیاط کی ضرورت نہیں ہے۔ میں پہنچ گئی ہوں۔"

اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی وزارتِ خارجہ کا سیکرٹری فوراً ہی چوکنا ہو گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "دیوی جی! ہم آپ کا سواگت کرتے ہیں۔ آپ کی آمد پر جس قدر خوشی ہو رہی ہے اس کا اظہار نہیں کر سکتے۔"

"اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں دماغ میں رہ کر سچی اور جھوٹی خوشیوں میں فرق محسوس کر سکتی ہوں۔"

"بیشک بھگوان نے آپ کو ایسا علم دیا ہے کہ آپ انتر گیانی بن گئی ہیں۔ اندر کی باتیں معلوم کر لیتی ہیں۔"

"میں یہ کہنے آئی ہوں کہ شباتہ کو وہاں سے لے جانے والا طیارہ انقرہ تک جائے گا۔ پھر اسے ہیلی کاپٹر میں وادیٔ قاف پہنچایا جائے گا۔ وادیٔ قاف میں طیارے کے اترنے کی گنجائش نہیں ہے۔"

"دیوی جی! آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن ابھی تو آپ کا طیارہ وہاں اتر چکا ہو گا۔"

"اتر بھی چکا ہے اور وہ یہاں سے روانہ بھی ہو چکا ہے لیکن وہ رَن وے عارضی تھا۔ اسے ختم کر دیا گیا ہے۔ آئندہ کسی دوسرے طیارے کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ میں جو کہہ رہی ہوں، اس پر عمل کیا جائے گا۔ صرف ایک ہیلی کاپٹر وادیٔ قاف میں آئے گا۔"

"آپ جیسا کہتی ہیں، ہم ویسا ہی کریں گے۔"

"اس ہیلی کاپٹر میں شباتہ اور پائلٹ کے علاوہ تمھارے صرف پانچ آدمی ہوں گے۔ وہ پانچوں نہ تو فوجی ہوں گے نہ گوریلا فائٹر ہوں گے۔ نہ سیکرٹ ایجنٹ ہوں گے نہ ہی انٹیلی جنس سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص ہو گا۔ وہ زیادہ سے زیادہ تمھارے سیاست داں ہو سکتے ہیں، وزیر ہو سکتے ہیں۔ یا وہ بے بہت پہلے میں نے اور فرہاد نے ایک علیحدہ مملکت قائم کرنے کا خواب دیکھا تھا۔ وہ خواب تم سب کی نظروں میں مضحکہ خیز تھا۔ لیکن اب اس کی تعبیر سامنے آ رہی ہے۔ وادیٔ قاف میں ہماری مملکت قائم ہونے والی ہے لہٰذا ہم سے دوستی قائم کرنے اور آئندہ خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کے سلسلے میں آپ سے صرف پانچ بڑے آ سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم صرف پانچ آدمیوں کو یہاں سے روانہ کریں گے اور کوئی حکم؟"

"جب یہاں سے آپ کے آدمی روانہ ہوں گے تو میں ان کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کروں گی کہ وہ اپنے دماغوں میں سازشی منصوبہ لے کر تو نہیں آ رہے ہیں؟ جب اطمینان ہو جائے گا تو انھیں آگے بڑھنے کا موقع دوں گی۔ ورنہ وہ ہماری مملکت میں نہیں آ سکیں گے۔"

میں نے تمام معاملات طے کرنے کے بعد شباتہ کو ان کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ وہ اس وقت تک ایئر پورٹ پہنچ چکی تھی۔ وہ عورت بھی اپنے دو بچوں اور شوہر کے ساتھ تھی جو کھٹمنڈو میں فرضی رسونتی کا رول ادا کر چکی تھی۔ وہ شباتہ کے ساتھ وادیٔ قاف جا رہی تھی۔ میں نے کاہل تنظیم کے سربراہ ریمونڈیل کے پاس پہنچ کر پوچھا: "کیا آپ نے ان پانچ افراد کا انتخاب کر لیا ہے جو مرجانہ اور بلیسا کے ساتھ وادیٔ قاف جائیں گے؟"

"جی ہاں مادام! ہم نے انتخاب کر لیا ہے۔"

"مجھے ان کی آواز سنائی جائے۔ میں ان کے دماغوں کو ٹٹولنا چاہتی ہوں۔"

"بے شک۔ آپ اپنا اطمینان کر لیں۔ کیا ہم یہ نہیں جانتے کہ ہمارے آدمیوں کے دماغوں میں کوئی بھی ڈھکی چھپی سازش ہو گی تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے چھپی نہیں رہ سکے گی؟"

ریمونڈیل کے حکم پر ان پانچوں افراد کی آوازیں سنائی گئیں۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچتا گیا اور انھیں اچھی طرح ٹٹولتا رہا۔ مطمئن بھی ہوتا رہا۔ دراصل انسان اندر سے ملا ہوتا ہے۔ اوپر اپنے میل کو چھپانے اور اُجلا رہنے کا ہنر خوب جانتا ہے۔ اگر ساری دنیا کے لوگ ایک دوسرے کے دلوں میں جھانک کر، دماغوں میں جھانک کر ایک دوسرے کی ڈھکی چھپی باتوں کو معلوم کر لیں۔ ان کے عیبوں کو، ان کے رازوں کو، ان کے جرائم کو، ان کی مکاریوں کو

سمجھتے رہیں تو پھر اس دنیا میں کوئی جرم کوئی مکاری نہ رہے۔ سب بے پار سا اور دوست بن جائیں۔ یہی وجہ تھی کہ اس بار یہودیوں کے جو پانچ افراد منتخب ہو گئے تھے وہ کسی طرح کی سازش کرنا نہیں جانتے تھے۔ ان کے دماغوں میں صرف ایک بات تھی کہ اپنی مملکت اور حکومت کے حق میں مادام رسونتی اور ٹارٹر غلبا کی زیادہ سے زیادہ حمایت حاصل کی جائے۔ دوستی کو زیادہ سے زیادہ پائیدار بنایا جائے۔ دوستی کا بھرم رکھنے کے لیے کبھی کوئی سازش نہ کی جائے۔

میری داستان میں ایک دلچسپ موڑ آنے والا تھا۔ وادیٔ قاف میں ایسے لوگ داخل ہونے والے تھے جن کی حکومتوں اور تنظیموں کے سربراہ جھوٹ، فریب اور مکاریوں میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ دنیا کے پیچیدہ پیچیدہ پر حکومت کرنے کے لیے سیاسی قلابازیاں کھاتے تھے۔ سازشوں کے جال بچھاتے تھے لیکن وہ ٹیلی پیتھی کے دروازے سے گزر کر کوہِ قاف میں پہنچتے ہی تمام جھوٹ، فریب، مکاریاں اور سیاسی قلابازیاں بھولنے والے تھے اور معصوم فرشتوں کی طرح وادیٔ قاف کے سربراہ ٹارٹر غلبا اور خیال خوانی کی ملکہ رسونتی سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے والے تھے۔

سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا دنیا میں فرشتہ صفت انسانوں کی ایسی مملکت قائم ہو سکتی ہے؟ جہاں کوئی سازش نہ ہو۔ کوئی سیاست نہ ہو، اقتدار کی ہوس نہ ہو اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے ہتھیاروں کا بازار گرم کرنے والی سازشیں بھی نہ ہوں۔

اس کا جواب جلد ہی اس داستان میں، اس شرط کے ساتھ مل سکتا ہے کہ واقعی اسرائیل کے اور بھارت کے وہ سیاست داں بالکل معصوم ہوں اور کوئی ہیرا پھیری نہ جانتے ہوں۔ ہو سکتا ہے آگے چل کر سپر سائٹر اور ماسک مین اور بلیک شیڈ وغیرہ بھی اپنے اپنے پانچ پانچ آدمیوں کو روانہ کریں۔ آئندہ ان کے.... پانچ آدمیوں کے لیے بھی گنجائش تھی کیونکہ وادیٔ قاف کو ایک آزاد مملکت بنانا تھا۔ فرہاد اور رسونتی کی مملکت لہٰذا ان تمام لوگوں سے رابطہ قائم کرنا اور سفارتی تعلقات کی ابتدا کرنا لازمی تھا۔

میں نے کاہل تنظیم کے سربراہ سے کہا: "میں نے ان پانچوں کے دماغوں کو اچھی طرح ٹٹول لیا ہے اور مطمئن ہو گئی ہوں۔ لہٰذا انھیں وادی میں بھیجا جا سکتا ہے۔"

وہ پانچوں میری ٹیلی پیتھی سے گزرنے کے بعد بدلے نہیں جا سکتے تھے۔ ایسا ممکن نہیں تھا کہ کسی کا میک اپ کیا جاتا۔ جعلی پاسپورٹ بنایا جاتا اور ان پانچوں میں سے کسی کی جگہ کوئی جاسوس بھیجا جا سکتا۔ میری ٹیلی پیتھی میں کسی پاسپورٹ کی ضرورت نہیں تھی۔ ایک بار دماغ کو ٹٹول لینے کے بعد وادیٔ قاف میں داخل ہونے والے کی اصلیت شروع سے آخر تک معلوم ہو جاتی۔

پاسپورٹ، تصویریں اور دوسرے ضروری کاغذات دنیا کے تمام ممالک میں داخل ہونے کے لیے لازمی ہوتے ہیں کیونکہ ہم جس ملک سے آتے ہیں اس ملک کی حکومت ہمارے کردار، ہمارے چال چلن کی ضمانت دیتی ہے۔ ہماری صحت کا سرٹیفکیٹ دیتی ہے کہ ہمیں ایسی کوئی بیماری نہیں ہے جو دوسرے ممالک میں جانے کے بعد وہاں والوں کو لگ سکے۔

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ رسونتی کو پتا چلا تو وہ بھی سونیا کے دماغ میں آ گئی۔ میں انھیں باہر کے ممالک کے حالات بتانے لگا۔ خصوصاً یہودیوں اور بھارتیوں کے متعلق جو پانچ پانچ کی تعداد میں وہاں پہنچنے والے تھے۔ ابھی بھارت سے آنے والے ان پانچ نمائندوں کے دماغوں کو ٹٹولنا رہ گیا تھا۔ یہ میں بعد میں کر سکتا تھا۔ سونیا نے کہا: "پتا نہیں مجھے یہاں کتنے عرصے تک رہنا پڑے۔ یوں بھی رسونتی اور بچوں کو چھوڑ نہیں سکتی۔ جب تک ان کے متعلق پورا یقین نہ ہو جائے کہ یہاں یہ بحفاظت رہیں گے اور کوئی نئی مصیبت ہم پر نازل نہیں ہو گی۔"

"تمھیں ابھی نامعلوم مدت تک یہاں رہنا ہے۔"

"پھر کیوں نہ میں اپنی اصلی شکل میں آ جاؤں۔ ہلکی سی پلاسٹک سرجری ہے۔ ہمیں اتنی سی بات کے لیے ڈاکٹر شیفرڈ کو تکلیف نہیں دینی چاہیے۔ بابا صاحب کے ادارے سے کوئی مہارتی سرجری کا ماہر مجھے میرے اصلی روپ میں لا سکتا ہے۔"

"میں ابھی اعلیٰ بی بی سے کہتا ہوں۔ ان کے تقریباً پچیس آدمی وادیٔ قاف میں پہنچنے والے ہیں۔ ان میں ایک وہ ماہر بھی ہو گا جو تمھارے چہرے سے پلاسٹک سرجری کے میک اپ کو ختم کر دے گا۔"

رسونتی نے پوچھا: "جب بھارت کے اور اسرائیل کے پانچ پانچ نمائندے یہاں آ رہے ہیں تو ان کی رہائش کے لیے اور ان سے مذاکرات کے لیے کوئی جگہ ہونی چاہیے۔"

"میں ٹارٹر غلبا سے یہ کہنا چاہتا تھا۔ تم کہہ سکتی ہو کہ فی الحال پتھروں اور مکڑیوں سے ایک بڑا سا ہال بنائے جہاں بیٹھ کر ان سے گفتگو کی جا سکے اور ان کی رہائش کے لیے چھوٹے چھوٹے کاٹج تعمیر ہو جائیں تو بہتر ہے۔ کاٹجوں کی تعداد زیادہ

ہونی چاہیے۔ مختلف ممالک اور مختلف تنظیموں کے نمائندوں کے لیے بھی گنجائش رکھنی ہوگی۔"

رسونتی نے کہا۔ "فرہاد! پارس کی طبیعت سنبھل گئی ہے۔ پھر بھی اسے ڈاکٹروں کی توجہ چاہیے۔ کیا یہاں ڈاکٹر نہیں آسکتے؟"

سونیا نے کہا۔ "وادیٔ قاف میں جڑی بوٹیوں سے علاج ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں ہم سب ڈاکٹروں اور انگریزی دواؤں کے محتاج ہوگئے ہیں۔ پارس کے لیے دواؤں اور ڈاکٹروں کا انتظام ہونا چاہیے۔"

"میں اس کا بھی انتظام کروں گا۔ ابھی جا رہا ہوں۔ یہاں رات کے گیارہ بجنے والے ہیں۔ رسونتی تم خیال خوانی کے ذریعے ثباتہ، اعلیٰ بی بی اور مرجانہ وغیرہ کی خیریت معلوم کرتی رہنا۔ میری ضرورت ہو تو کسی وقت بھی بلا لینا۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر کہا۔ "ہماری جو ٹیم وادیٔ قاف میں ٹارٹر غلبا کے پاس پہنچنے والی ہے ان کی تعداد پچیس سے بڑھا کر پچاس کر دو۔ ان میں ڈاکٹر، نرسیں، انجنیئر اور دوسرے اہم شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد ہونے چاہئیں۔ دوائیں زیادہ سے زیادہ بھیجی جائیں۔ آئندہ جو ممالک اپنے مخصوص نمائندے بھیجیں گے ان کے ساتھ یہ شرائط عائد کی جائیں گی کہ وہ ٹارٹر غلبا کے قبیلے کے لیے ضروری دوائیں، طبّی آلات اور مختلف بیماریوں سے تعلق رکھنے والا اہم سامان فراہم کریں۔"

"یہ شرائط مناسب ہوں گی لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ ان میں سے کسی بھی ہتھیار طلب نہ کرنا۔ ورنہ ہتھیار سپلائی کرنے کے لیے ذخیرہ لائیں گے تو اپنے لیے بھی کچھ چھپا کر لائیں گے۔"

"کرسٹوفر میکی نمبر دو کے ذریعے ترکی کے شمال مشرق میں جدید ہتھیاروں کا ذخیرہ پہنچنے والا ہے۔ جب وہاں پہنچ جائے گا تو میں اپنے آدمیوں کو اطلاع دوں گا۔ وہ چھاپا مار کر ان سے ہتھیاروں کو حاصل کریں گے اور اپنے ہیلی کاپٹر کے ذریعے وادیٔ قاف میں پہنچا دیں گے۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ یہی بھاگ دوڑ لگی ہوئی تھی۔ کبھی سونیا اور رسونتی کبھی اعلیٰ بی بی کبھی ثباتہ، کبھی مرجانہ اور بلیا کے پاس حاضر ہوتا رہتا تھا اور کبھی خود اپنی جگہ موجود رہنا پڑتا تھا۔ آج رات رسونتی دونوں پارس کو لے کر قاف پہنچی تھی۔ آج کی رات بہت اہم تھی۔ اگر آج میری پلاننگ میں ذرا بھی خامی رہ جاتی تو آئندہ ہمارے لیے بڑی بڑی مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔

صورتِ حال یہ تھی کہ وادیٔ قاف ایک تنظر نیچ کی بساط بنی ہوئی تھی۔ بساط پر ایک طرف ہمارے مہرے تھے اور دوسری طرف دشمنوں کے مہرے اپنی اپنی پوزیشن سنبھال رہے تھے۔ ہر چال میں مصلحت پسندی سے کام نہ لیتا۔ ان کے نمائندوں کو آنے کی اجازت نہ دیتا تو پتا نہیں کیا قیامت آنے والی تھی۔ میں کچھ سیاست سے اور کچھ ٹیلی پیتھی کے رعب اور دبدبے سے کام نکالتے رہنا چاہتا تھا۔

مرجانہ اور بلیا ہیلی کاپٹر کے ذریعے تل ابیب پہنچ گئے تھے۔ اس نے کہا۔ "میں خیریت سے ہوں۔ ان لوگوں کا رویہ نہایت ہی دوستانہ ہے۔ اتنا دوستانہ کہ ہمارے قدموں میں بچھے جا رہے ہیں۔"

"تم مجھے پہلے والی رسونتی سمجھ رہی تھیں اس لیے مجھ پر بھروسہ نہیں کر رہی تھیں۔ ان یہودیوں کے پاس نہیں آنا چاہتی تھیں۔ اب دیکھ لو، میری باتوں پر یقین آگیا؟"

"تم درست کہہ رہی تھیں۔ یہ مجھے اور بلیا کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ مجھ سے بہت اصرار کر رہے تھے کہ میں انھیں میزبانی کا موقع دوں اور ایک رات کے لیے ٹھہر جاؤں۔ صبح ہمیں روانہ کیا جائے گا۔ لیکن میں نے معذرت چاہی۔ بلیا کو فوراً وادیٔ قاف پہنچانا چاہتی ہوں۔ بلیا کے زخم بچپن ہی سے جڑی بوٹیوں کے ذریعے بھرتے آئے ہیں لہٰذا جلد سے جلد وہاں پہنچنا ضروری ہے۔"

"ان لوگوں نے تم سے اتفاق کیا ہوگا کیونکہ وہ بھی جلد سے جلد وادی میں پہنچنا چاہتے ہیں۔ انھیں اس بات کا خدشہ ہوگا کہ رسونتی کہیں اپنا ارادہ نہ بدل دے۔ کسی وجہ سے انھیں قاف میں آنے سے نہ روک دے۔"

اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی — میں دماغی طور پر کرسٹوفر میکی کی خواب گاہ میں حاضر ہوگیا۔ دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند تھیں۔ دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔ باہر سے کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ اس لیے میں گم صم بیٹھا اتنی دیر تک خیال خوانی کرتا رہا تھا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو، میکی آن یور ریسیور۔"

لیلیٰ ثانی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مسٹر پاکستانی میکی! کیا حال ہے تمھارا؟"

اس کم بخت نے مجھے پاکستانی میکی کہا تھا۔ اس فون کو میرے دشمن بھی سنتے ہوں گے یا پھر اصلی کرسٹوفر میکی جو بلیک فیلڈ تھا۔ اس نے میرے پیچھے اپنے جاسوس لگائے ہوں گے تاکہ میری سرگرمیوں پر نظر رکھے۔ جو لوگ پُراسرار زندگی گزارتے ہیں، وہ اپنے خاص آدمیوں پر بھی بھروسہ نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے میری فون کالیں بھی سنی جاتی ہوں۔

لیلیٰ ثانی کی یہ بات سنتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے سوچا۔ اسے ایسی حماقت سے روکوں لیکن وہ اپنی ذہانت میں حماقت نہیں کر رہی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ بات آرہی تھی کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ ایک ایٹمی ہارڈی دوسرے ایٹمی ہارڈی کا، ایک کرسٹوفر میکی دوسرے کرسٹوفر میکی کا ہمشکل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا وہ ایسی حماقت کرے گی۔ فون پر مجھے پاکستانی کہہ کے گی جس سے مجھے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو فرہاد علی تیمور کبھی نہیں چاہے گا۔ پھر وہ مجبور ہو کر اس کے دماغ میں آئے گا، اور اسے ایسی حماقتوں سے باز رہنے کی نصیحتیں کرے گا۔

میرے سوچنے کے دوران لیلیٰ نے پوچھا۔ "کیا بات ہے، کہاں گم ہو گئے، ریسیور رکھنے کا ارادہ ہے؟"

"میں انتظار کر رہا ہوں۔ ابھی تم نے مجھے پاکستانی میکی کہا۔ دوسری بار کرسٹوفر میکی آف ہو لو ٹو، پھر تیسری بار کرسٹوفر میکی ٹو ہیچو کی ملیاں کہہ کر مخاطب کرو گی۔ تمھارے دماغ میں یہ بات کسی نے بھر دی ہے کہ کرسٹوفر میکی ایک نہیں دو جنوں سے ہیں لہٰذا تم ابھی دو جنوں نام لو گی۔"

وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "فضول باتیں کرنے کی ضرورت نہیں، ریسیور رکھ دوں گا۔ کسی کام سے مخاطب کیا ہے تو بتا دو۔ سن رہا ہوں۔"

"ہاں، تم سنو۔ جس ساتویں گولڈ مین کو تم بلیک میل کرنے والے تھے، وہ میرا شکار ہے۔ تم میرے راستے میں آؤ گے تو اس بار کوئی چادر والی بھی تمھیں بچا نہیں سکے گی۔"

وہ میرا راز فاش کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ یہ بات اس کے دماغ میں گھس گئی تھی کہ فرہاد علی تیمور اسے ان حرکتوں سے باز رکھنے کے لیے دماغ میں آنے پر مجبور ہو جائے گا۔ ساتواں گولڈ مین، گولڈ مین ریچٹ کا ساتواں ڈاکٹر ولیم بروک خدا کرے بیروت پہنچ گیا تھا۔ لیکن میرے پہنچنے سے پہلے لیلیٰ ثانی اس ڈاکٹر تک پہنچ گئی تھی۔ وہ اپنے ساتھ نشہ آور ادویات کا ذخیرہ لے کر آیا تھا۔ خود تو نہ لایا ہوگا لیکن اس کے گرگے ایسا کر رہے ہوں گے۔ اس کی سرپرستی میں یہ سب کچھ ہو رہا ہوگا۔ میں اسے بلیک میل کرنے والا تھا۔ میں نے کہا۔ "مس سارہ آئزک! تم بہت زیادہ عقلمند بننے کی کوشش کر رہی ہو۔ وہ ساتواں گولڈ مین نہ تو میرے ہاتھ آئے گا نہ تمھارے۔ چونکہ ہماری باتیں فون کے ذریعے یہاں کی انٹیلی جنس والے سن سکتے ہیں، اگر ذرا بھی عقل ہے تو آئندہ فون پر گفتگو نہ کرنا۔"

"کیا تم نہیں چاہتے کہ میں تم سے فون پر باتیں کروں۔ تمھارا عشق کیا ہوا؟"

"عشقیہ انداز میں دن رات فون کر سکتی ہو اور عشق میں دوری مار ڈالتی ہے۔ لہٰذا فون کی کیا ضرورت ہے۔ میں دروازے کھلے رکھتا ہوں۔ تمھاری راہوں میں آنکھیں بچھاؤں گا۔ چلی آؤ میرے پاس۔"

اس نے ایک جھٹکے سے ریسیور رکھ دیا، اس کا علاج یہی تھا۔ ایسی باتیں کرتے ہی وہ یوں بھاگتی تھی جیسے لاحول پڑھنے سے شیطان بھاگتا ہے۔

میں اس کے دماغ کو کریدنے لگا کہ اس نے سیون گولڈ مین سے کس طرح رابطہ قائم کیا ہے۔ پتا چلا، ساتواں گولڈ مین ہماری معلومات کے مطابق کسی بڑے ہوٹل میں نہیں بلکہ ایک ریسٹ ہاؤس میں قیام کر رہا تھا۔ سارہ آئزک کی حیثیت سے اس نے اپنے سفارت خانے والوں اور انٹیلی جنس کے آدمیوں سے کام لیا تھا۔ ان کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ شام چار بجے سے رات آٹھ بجے تک بیروت میں بیرونی ممالک سے آنے والوں نے کہاں کہاں قیام کیا ہے۔ ہوٹلوں میں بے ایگ گیسٹ کی حیثیت سے یا ریسٹ ہاؤس میں۔ یہ پتا چل گیا کہ ریسٹ ہاؤس میں ایک بہت ہی مشہور شخصیت آئی ہوئی ہے۔ وہ ایک ڈاکٹر ہے اور انٹرنیشنل اینٹی نارکوٹک سوسائٹی کا بہت بڑا عہدے دار بھی ہے۔

سارہ آئزک نے اپنے سفارت خانے والوں سے اور انٹیلی جنس کے آدمیوں سے کہہ دیا کہ ان میں سے کوئی اس کے مطلب کا آدمی نہیں ہے۔ جس گولڈ مین کے متعلق معلوم ہوا تھا، وہ شاید آج نہیں پہنچ سکا۔

ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے بعد اس نے لیلیٰ ثانی کی حیثیت سے اس ساتویں گولڈ مین سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا۔ "ڈاکٹر ولیم بروک! میں تمھیں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم مجھے نہیں جانتے لیکن آج کے بعد آخری سانس تک مجھے بھلا نہیں پاؤ گے۔ مجھے لیلیٰ ثانی کہتے ہیں؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "کون لیلیٰ ثانی؟ تم کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"اس بکواس کو پورے اسرائیل میں ناگہانی بلا کہتے ہیں۔ تمھارے پاس بھی ناگہانی پہنچی ہوں۔ تمھارے پیچھے جو تشہ آور دواؤں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ یہاں پہنچا ہے وہ سپلائی نہیں ہونے پائے گا۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ نام میرا کچھ سنا ہوا ہے۔ بہر حال میں اپنے ذاتی انسائیکلو پیڈیا میں یہ نام تلاش کروں گا۔ اس ذاتی انسائیکلو پیڈیا میں دنیا کے تمام مجرموں، تمام سنڈیکیٹ۔۔۔۔

کے لوگوں، خطرناک تنظیموں اور جاسوسوں کے متعلق بہتیری معلومات ہیں۔ اگر تمہارا نام اس میں ہوا تو میں تمہاری بدتمیزی کا منہ توڑ جواب دوں گا۔"

"میں دیکھنا چاہتی ہوں، تم کس انداز میں جواب دیتے ہو۔ جواب کا انتظار آدھ گھنٹے تک کروں گی۔ اس کے بعد جو کر گزروں گی، وہ تمہارے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوگا۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "آدھ گھنٹہ گزر چکا ہے۔ اب میں اس ساتویں گولڈ مین کے ساتھ ایسی حرکت کروں گی کہ وہ خواب و خیال میں بھی نہیں سوچ سکتا ہوگا۔"

وہ ذرا پریشان ہو کر جواباً سوچنے لگی۔ "میں نے تو محض دھمکی دی تھی۔ ارادہ تھا، اگر سٹو فر میکی کے پاس جاؤں گی اور اس کے متعلق مزید معلومات حاصل کروں گی پھر ان تفصیلات کے مطابق اسے ذہنی الجھنوں میں مبتلا کروں گی۔ یقیناً وہ دھوکے میں آجائے گا کہ اس کا موجودہ ذخیرہ اس شہر میں سپلائی ہو سکے گا یا نہیں؟"

میں نے اس کے دماغ سے اس کے ہوٹل کا فون نمبر معلوم کیا۔ پھر اپنا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ ہوٹل کے ٹیلیفون آپریٹر نے اس کے کمرے سے رابطہ قائم کرا دیا۔ میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہیلو! میں فرام گولڈ مین ہوں۔"

لیلیٰ نے سخت لہجے میں پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

"بے بی! انجان نہ بنو۔ میں گولڈ مین کا وہ خاص آدمی ہوں جو تمہاری خدمات کے لیے مقرر ہو چکا ہے۔ اب تم سکون سے یہاں نہیں رہ سکو گی۔"

"کیا نادان بچی سمجھ کر مجھے دھمکیاں دے رہے ہو؟"

"نہیں لیلیٰ ثانی! تم نادان بچی کیسے ہو سکتی ہو؟" میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنا اصلی نام سن کر چونک گئی تھی۔ پھر وہ سنبھل کر بولی۔ "کون لیلیٰ ثانی؟ کس سے باتیں کر رہے ہو۔ میں سارہ آئزک ہوں۔"

میں نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ پھر اسی طرح بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہمارے گولڈ مین نے ذاتی انسائیکلو پیڈیا میں تمہارا نام اور پتا معلوم کر لیا ہے۔ تم دوہری زندگی گزار رہی ہو۔ اگر میں تمہاری حکومت کے سامنے یہ ثابت کر دوں کہ تم پیدائشی طور پر مسلمان ہو۔ تمہارا نام لیلیٰ ثانی ہے اور تم ایک یہودی عورت کی گود میں پرورش پاتی رہی ہو۔ تو اس حیرت انگیز انکشاف کے بعد تمہارا کیا حشر ہوگا، یہ تم خود ہی سوچ لو۔"

"تم سراسر بکواس کر رہے ہو۔ نہ میں لیلیٰ ثانی ہوں نہ ہی تم یہ ثابت کر سکتے ہو۔ میں وہ سارہ آئزک ہوں جو بچپن ہی سے سرپرستی میں پروان چڑھتی رہی۔ تم میرے خلاف فراہم کرو گے جبکہ میرے خلاف کوئی ثبوت ہے ہی نہیں۔ میں اپنی حکومت کے خلاف کبھی کوئی قدم اٹھاتی ہوں اپنے ملک کی وفادار ہوں اور۔۔۔"

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "جو زیادہ بول اپنا پول کھولتا ہے۔ کم بولا کرو۔ میں تمہیں سوچنے کا موقع دیتا ہوں۔ تم نے صبح ہونے تک وہ تمام ثبوت واپس لینے ہیں جو گولڈ مین کے خلاف ہیں تو صبح کے بعد تم اپنی خلاف سامنے سارہ آئزک نہیں بلکہ ایک مجرمہ لیلیٰ ثانی کی حیثیت سے پیش کی جاؤ گی۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا اور اس کے دماغ کی طرف لگائی۔ وہ ہیلو ہیلو کہتی ہوئی کریڈل پر ہاتھ مار رہی تھی۔ اس نے ریسیور کو پٹخ دیا۔ سوچنے لگی۔ "یہ کون ہے۔ اس کو معلوم ہوا کہ میں لیلیٰ ثانی ہوں۔ یہ راز تو کوئی نہیں جانتا میں صرف حبیبہ الخیری جانتی ہے۔ ہاں۔ یاد آیا۔ فراد بھی معلوم ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ گولڈ مین کیسے یہ اس کی ذاتی انسائیکلو پیڈیا کیا چیز ہے۔ کیا واقعی ایسی انسائیکلو پیڈیا تیار کی ہے جس میں مجرموں کے چھپے ہوئے ہیں۔ پھر بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ میرا کو کیسے معلوم ہوا؟"

میں نے اس کی اپنی سوچ میں کہا۔ "ہم بڑی میں مبتلا رہتے ہیں لیکن ہم سے کہیں نہ کہیں ایسی چوک ہے جو کسی بلیک میلر کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے لیلیٰ ثانی کی حیثیت سے بار بار رول پلے کر کوئی ایسی غلطی ہو گئی ہو جو کسی دشمن کی نظر میں آ گئی ثبوت کے طور پر ریکارڈ کر لی گئی ہو۔ اب وہ ریکا مین کے پاس ہے۔ تبھی وہ اتنے یقین سے دھمکی

وہ الجھن میں پڑ گئی تھی۔ اس دوران میں نے ذریعے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا کہ میرے لیے ہلکا آئے۔ میں فلیٹ میں تنہا ہوں اس لیے وہ بھی تنہا آئے پر بھروسہ نہیں کروں گا۔

ریسیور رکھنے کے بعد پھر لیلیٰ کے دماغ میں وقت وہ سوچ رہی تھی۔ "جس شخص کو میرا اصلی نام ہے وہ یقیناً صبح ہونے تک مجھے کسی ایسی مصیبت سکتا ہے جس کے متعلق میں ابھی سوچ بھی نہیں

مسئلہ حل کرنا ہے کہ اسے میرا اصلی نام کیسے معلوم ہوا؟"

وہ بڑی ضدی تھی۔ کسی سے شکست تسلیم کرنا، کسی کے بھنا اس کی فطرت کے خلاف تھا۔ وہ سوچنے لگی۔ "صبح سے پہلے میں ساتویں گولڈ مین کو یا تو اغوا کروں گی یا ہمیشہ ختم کر دوں گی۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

اس کے بڑے خطرناک ارادے تھے۔ ساتویں گولڈ مین زندہ رکھنا تھا تاکہ اس کے ذریعے مزید معلومات حاصل میں چونکہ میں داڑھی قاف کے سلسلے میں الجھا ہوا تھا اس ساتویں گولڈ مین کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے رہا تھا لیکن میرا ہی تھا۔ کب تک مجھ سے بچ سکتا تھا۔ میں نے پر ڈھیل دے رکھی تھی۔ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ لیلیٰ ثانی مارا جائے۔

اس وقت وہ سوچ رہی تھی۔ "اس پاکستانی میکی کے بہت وسیع ہیں۔ میں یہاں اجنبی ہوں۔ اس کے ذریعے کام نکال سکتی ہوں۔ اس کے ذریعے ساتویں گولڈ مین ابھی کر سکتی ہوں۔ اسے مجاہدوں کے حوالے کر سکتی ہوں۔ وہیں بہت کچھ اگلوا سکتی ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اگر کر سٹو فر میکی کے ذریعے یوں تک اس ساتویں گولڈ مین کو پہنچاؤں گی تو سب مجھ سے گے کہ سارہ آئزک ایک یہودی لڑکی ہے۔ مجاہدوں پر کیوں لری ہے۔ کس رشتے سے، کس جذبے سے اعتماد کر رہی ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر اپنے طور پر سوچنے لگی۔ "اگر وہ فر میکی واقعی پاکستانی ثابت ہوا اور میں نے یہ دیکھا کہ بھی اس پر اعتماد کرتے ہیں تو میں اپنے آپ کو لیلیٰ ثانی بتا سے ظاہر کر دوں گی۔"

میں مسکرانے لگا، لیکن دوسرے ہی لمحے میری مسکراہٹ گئی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "مجھے ہوٹل میں نہیں رہنا چاہئے یا گولڈ مین کے آدمی میری نگرانی کر رہے ہوں گے۔ وہ مجھے ٹھانے کے متعلق بھی سوچ سکتے ہیں۔ لہٰذا مجھے فوراً سے نکل کر پاکستانی میکی کے پاس پہنچنا چاہیے۔ میں آج کی اس کے بنگلے میں گزاروں گی۔"

مسئلے ہی میری کھوپڑی چکرا گئی۔ اگرچہ وہ بے حد حسین اس کی قربت سے خیال خوانی کی تھکن دور ہو جاتی تھی اور ماہل ہوتا تھا، جیسے اچانک خزاں میں بہار آ گئی ہو لیکن وہ بڑا خطرناک پارٹی تھی۔ بنگلے میں رات کو رہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے سونے کا انتظار کرتی اور کر سٹو فر میکی سے تعلق غذا کی تمام دستاویزات اور اہم چیزیں چرا کر لے جاتے کی کوشش کرتی۔

میں نے اس کے دماغ میں سوچ بیدا کی۔ "وہ پاکستانی میکی شاید مجھے اپنے گھر میں گھسنے بھی نہ دے۔ کیونکہ میں اس کے بیڈ روم کا مقفل دروازہ کھول کر چوروں کی طرح اندر گئی۔ پھر اسے ریوالور کی زد میں لے کر اس کی آئرن سیف سے تمام دستاویزات لے جانے کی کوشش کی۔ میں نے اسے باتھ روم میں بند کیا تھا۔ اب وہ مجھے اپنے گھر کے آس پاس بھی دیکھنا گوارا نہیں کرے گا۔ وہ پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ مجھ سے باہر ملاقات کر سکتا ہے لیکن گھر میں نہیں۔"

وہ اس سوچ کے ساتھ ہی کہنے لگی۔ "اونہہ، کیسے گھر میں آنے نہیں دے گا۔ وہ تو میرے قدموں میں آنکھیں بچھائے گا۔ جب پہلی نظر میں ہی اتھافری ہو رہا تھا۔ اپنے عشق کا اظہار ہی نہیں شادی کی بھی پیشکش کر رہا تھا تو مجھے کیسے گھر میں نہیں آنے دے گا۔ میں ابھی اس کے گھر میں گھس کر دکھاؤں گی۔"

وہ اپنا سامان سمیٹ کر اٹیچی میں رکھنے لگی۔ وہاں سے نکلنے کی تیاری کر رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا۔ اس بلا کو کس طرح روکوں؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ابھی میرا یہاں سے نکلنا بہت بڑی غلطی ہوگی۔ ہو سکتا ہے ساتویں گولڈ مین کے آدمی میری تاک میں ہوں۔ مجھے فرار ہونے کا موقع نہ دیں۔ میں پاکستانی میکی کے ہاں جاؤں گی۔ تو وہ بھی دشمنوں کی نظروں میں آ جائے گا۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا۔ "اگر وہ دشمنوں کی نظروں میں آئے گا تو اسے بچنے کے ہزاروں طریقے آتے ہیں۔ اس کے بے شمار ذرائع ہیں۔ اس کے ساتھ رہ کر میں بھی اپنی حفاظت کر سکوں گی ورنہ تنہا کہیں نہیں جا سکتی۔ اس اجنبی شہر میں کہاں جاؤں گی؟ یہاں مجاہدین کہاں چھپے رہتے ہیں؟ پھر وہ مجھ پر کیوں اعتماد کریں گے۔ میں کیسے انھیں اعتماد میں لوں گی۔ اس کے لیے بھی مجھے پاکستانی میکی کا تعاون درکار ہے۔"

میں طرح طرح سے اس کی سوچ، اس کے ارادے کو بدلنا چاہتا تھا اور وہ ان کے جوابات دلائل سے پیش کر رہی تھی یعنی ہر صورت میں آنے کے لیے پر تول چکی تھی۔ اب اٹیچی میں سامان بھی بند ہو چکا تھا۔ وہ اسے اٹھا کر کمرے سے نکلنا ہی چاہتی تھی، یک بیک فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ دروازے کے پاس رک گئی۔ پلٹ کر فون کی طرف دیکھا۔ پھر واپس آ کر اٹیچی کو قالین پر رکھتے ہی ریسیور کو اٹھا لیا۔ اس کے بعد بولی۔ "ہیلو، یہ کمرہ نمبر تیئیس ہے۔"

دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "اس کمرے میں بولنے والی کا کوئی نام تو ہوگا جس کی

آواز میں ریسیور پر سن رہی ہوں۔"

لیلیٰ نے پوچھا۔ "اور مجھے فون کرنے والی کا بھی کوئی نام ہوگا؟"

دوسری طرف سے کھنکتی ہوئی ہنسی سنائی دی۔ پھر وہ بولی "پہلے میں ہی اپنا نام بتائے دیتی ہوں۔ میرا پہلا نام گونگی، دوسرا نام چادر، تیسرا نام ڈبل خنجر ہے۔ کچھ یاد آیا؟ تم مجھ سے کب اور کہاں مل چکی ہو؟ یہ کچھ زیادہ پرانی بات تو نہیں ہے؟"

ادھر فون پر گفتگو ہو رہی تھی اور میں چونک کر سوچ رہا تھا۔ یہ تو حدیقہ کی نشانیاں ہیں۔ گونگی، چادر اور ڈبل خنجر۔ کیا حدیقہ بولنے لگی ہے؟ میں نے فوراً ہی اس بولنے والی کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔

دوسرے ہی لمحے واپس اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس بولنے والی تک نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ ایک طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ دوسری طرف باہر دروازے پر کوئی کال بیل کا بٹن دبا رہا تھا۔ تیسری طرف رسونتی نے مخاطب کرنا شروع کیا تھا۔ میں نے پہلے تو ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو کرسٹوفر میکی از ہیئر۔"

دوسری طرف سے کوئی اجنبی زبان میں کچھ بولنے لگا۔ میں نے انگریزی میں پوچھا۔ "بھئی، آپ نے کس نمبر پر فون کیا ہے؟"

اُدھر سے نمبر بتایا گیا۔ لانگ نمبر تھا۔ میں نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف جاتے ہوئے رسونتی سے پوچھا۔ "تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

وہ بہت خوش تھی۔ کہہ رہی تھی۔ "ہمارا بیٹا نیند میں الّو الّو کہہ رہا ہے۔"

"اوہ رسونتی! کیا اتنی سی بات کے لیے تم نے مجھے ڈسٹرب کیا ہے؟"

"تمھیں اتنی سی بات نظر آتی ہے۔ یہ بات سونیا کے دماغ میں پہنچ کر بولو۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا اتنی رات کو وہ بھی جاگ رہی ہے؟"

"ٹارٹر غلبا ہمیں سونے کب دیتا تھا۔ دنیا بھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ ہم دونوں ابھی اپنے کمرے میں آئے ہیں۔ پارس میری گود میں تھا۔ اور علی تیمور سونیا کی گود میں۔ پھر پارس نے نیند کی حالت میں اچانک الّو الّو کہنا شروع کیا۔"

میں بیرونی دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ اسے کھولا تو میرا ایک خاص ماتحت کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کھانے کا ایک پیکٹ تھا۔ میں نے اس پیکٹ کو لیتے ہوئے کہا۔ "شکریہ، تم جاؤ، میں تنہائی چاہتا ہوں۔"

وہ بے چارا الٹے قدموں لوٹ گیا۔ میں نے دروازہ کو بند کیا۔ پھر سونیا سے کہا۔ "یہاں بہت رات ہو چکی ہے۔ میں سونا چاہتا ہوں۔ تم دونوں کو بھی آرام کرنا چاہیے۔ نیند پوری ہو گی تو صبح تازہ دم رہو گی۔"

سونیا نے پوچھا۔ "تم کیسے باپ ہو؟ تمھارا بیٹا پہلی بار منہ سے ابّو، ابّو کہہ رہا ہے اور تمھیں کوئی خوشی نہیں ہو رہی؟"

"بھئی مجھے اتنی خوشی ہو رہی ہے کہ میں یہاں بھنگڑا ڈالنے والا ہوں۔ پلیز، کچھ عقل کی بات کرو۔ بچے نیند کی حالت میں سانس کبھی ناک سے لیتے ہیں اور کبھی منہ سے۔ اور جب منہ سے سانس نکالتے ہیں تو دونوں ہونٹوں سے پھوں پھوں کی آواز نکلتی ہے اس طرح لُو، لُو۔ ابّو، ابّو سمجھ میں آتا ہے۔"

"اتنی سی بات میں بھی سمجھتی ہوں لیکن بچے جو حرکتیں کرتے ہیں، وہ ماں باپ کو پیاری لگتی ہیں۔ والدین اپنے جذبات کے مطابق ان پیاری پیاری حرکتوں کو اپنی ذات سے منسوب کرتے ہیں۔ میں مانتی ہوں کبھی ان کے منہ سے پھوں پھوں کی آواز نکلتی ہے۔ کبھی وہ ما، ما، ما کہتے ہیں۔ ایسا کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ماں کو پکارتے ہیں یا ماں کے رشتے کو سمجھنے لگے ہیں۔ وہ معصوم تو قربت کو سمجھتے ہیں۔ انھیں قربت ماں کی کسی آیا کی ملے یا اس معصوم کو خریدنے والی کسی دوسری مالکن کی قربت مل جائے۔ وہ تو صرف محبت کو سمجھتے ہیں جو انھیں پہلی اس دنیا میں ملتی ہے۔ تم کیسے سنگدل ہو ایک معصوم بچے کی محبت کو یا اس کی معصوم حرکتوں کو اپنی ذات سے منسوب نہیں چاہتے۔"

رسونتی نے کہا۔ "رہنے دو سونیا، وہ بہت مصروف انھیں ڈسٹرب نہ کرو۔ آخر باپ ہیں محبت تو ضرور ہو گی۔"

سونیا نے چڑ کر کہا۔ "یہ باپ نہیں، ٹیلی پیتھی کے مارخاں ہیں۔ انھیں تو پتا نہیں اللہ میاں نے کیوں باپ بنا دیا۔ یہ کبھی اچھے شوہر ثابت ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ایک محبت کرنے والے باپ۔"

"کیوں ناراض ہوتی ہو۔ دراصل ان دو عدد پارس کو مائیں مل گئی ہیں کہ اب باپ کی ضرورت نہیں رہی۔ تم دونوں ان بچوں کی ماؤں کی گنتی کرو۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

اب میرے دماغ میں چادر میں لپٹی ہوئی حدیقہ گھوم رہی تھی۔ کیا اس نے اپنی آواز سنائی ہے۔ کیا اس نے قسم توڑ دی ہے۔ کیا وہی فون پر بول رہی تھی؟ میں اس کے پاس پہنچنا چاہتا تھا اور سونیا کے دماغ سے نکلنا چاہتا تھا۔ اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ سونیا نے کہا۔ "فرہاد! ابھی نہ جانا۔ دیکھو کون ہے؟"

اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ ٹارٹر غلبا کھڑا ہوا تھا۔ سونیا نے پوچھا۔ "آئیے، کیا بات ہے؟"

وہ اندر آتے ہوئے بولا۔ "اب تک تین ہیلی کاپٹر والوں نے بڑے بڑے بنڈل پھینکے ہیں۔ ان بنڈلوں میں دنیا بھر کے لحاف ہیں اور ایک ایک ٹرانسمیٹر ضرور ہے اور یہ پیغامات بھی آئے ہیں۔"

سونیا نے ان پیغامات کو اس سے لیتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا۔ "تم موجود رہو۔ میں پڑھ رہی ہوں۔ سنتے رہنا۔"

"تم اور سونتی پڑھتی بھی رہو اور سنتی بھی رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد آ کر معلوم کروں گا۔"

میں نے اُن سے رخصت ہو کر فوراً ہی اس آواز والی کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ بہت دیر ہو چکی تھی لیکن جس کے لب و لہجے کو میں ایک بار گرفت میں لے لوں، چاہے اس کے لیے دیر ہو جائے، وہ لب و لہجے والا مجھ سے دور نہیں ہو سکتا۔ میں ایک عورت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ حدیقہ نہیں تھی بلکہ حدیقہ کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے وہ دونوں ٹیلیفون بوتھ میں گئی تھیں اور وہاں سے سارہ آئزک سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا تھا۔

اس عورت کی سوچ نے بتایا۔ شام کے بعد حدیقہ کرسٹوفر میکی کے بنگلے سے واپس آئی تھی۔ اس نے تحریر کے ذریعے سارہ آئزک کا حلیہ بتایا۔ اس سے پہلے مجاہدین یہ معلوم کر چکے تھے کہ تل ابیب سے ایک سراغ رساں لڑکی آئی ہے جس کا نام سارہ آئزک ہے۔ دراصل جس ہوٹل میں لیلیٰ عرف سارہ آئزک ٹھہری ہوئی تھی وہاں کچھ مسلمان ملازم تھے۔ ان میں مجاہدین کی طرف سے جاسوسی کرنے والے بھی تھے جو وہاں کی رپورٹ مجاہدین تک پہنچاتے تھے۔ انھوں نے ہی سارہ آئزک کے متعلق بتایا تھا۔

مختصر یہ کہ جب حدیقہ نے تحریر کے ذریعے سارہ آئزک کا حلیہ بتایا تو معلوم ہو گیا کہ وہ کہاں مل سکتی ہے۔ حدیقہ اُسے وارننگ دینا چاہتی تھی کہ آئندہ وہ کرسٹوفر میکی کے بنگلے کے پاس نہ دیکھی جائے ورنہ زندہ نہیں رہے گی۔ یہ دھمکی دینے کے لیے حدیقہ اس عورت کو اپنے ساتھ ٹیلیفون بوتھ میں لے گئی تھی کیونکہ خود بول نہیں سکتی تھی۔ اپنی قسم کی پابند تھی۔ تحریر کے ذریعے حدیقہ نے اس عورت کو بتایا۔ وہ عورت کہتی رہی۔ گویا حدیقہ ابھی تک اسرار کی چادر میں چھپی ہوئی تھی۔ میں نے اسرار اس لیے کہا کہ اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا، وہ میرے لیے ایک چیلنج بن جاتا تھا اور میں اضطراب میں مبتلا ہو جاتا تھا کہ کسی طرح اس کے دماغ کے تمام دروازے اپنے لیے کھول کر رکھ دوں۔

میں لیلیٰ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے پتا چلا کہ فون کرنے والی عورت نے وہی دھمکی دی ہے۔ یعنی سارہ آئزک آئندہ کرسٹوفر میکی کے بنگلے کی طرف نہ دیکھی جائے ورنہ اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔

لیلیٰ اسی ہوٹل کے کمرے میں بیٹھی رہ گئی تھی۔ سوچ رہی تھی۔ یک نہ شُد دو شُد۔ ایک طرف ساتویں گولڈ مین کے آدمی پیچھے پڑ گئے تھے۔ دوسری طرف پُراسرار چادر والی نے دھمکی دی تھی۔ اس اجنبی شہر میں ان دشمنیوں کے پیشِ نظر باہر نکلنا سراسر حماقت ہوتی۔ اس لیے وہ بیٹھ کر سوچ رہی تھی کہ اگلا قدم کیا ہونا چاہیے؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "دانشمندی یہی ہو گی کہ ہوٹل سے نہ نکلوں۔ رات بھر آرام سے سوتی رہوں۔ صبح دیکھا جائے گا۔"

لیکن اسے قرار کہاں تھا۔ وہ کبھی سکون سے سو نہیں سکتی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہوٹل کے ایکسچینج سے رابطہ قائم کیا۔ پھر میرا نمبر بتایا۔ میں نے سر کمپلیا۔ وہ مجھ سے رابطہ قائم کر رہی تھی۔

فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "کرسٹوفر میکی از ہیئر۔"

"میں سارہ بول رہی ہوں۔"

"بولو۔ آدھی رات کو بھی بولو۔ ذرا گھڑی دیکھ لو۔ میرا خیال ہے تم صبح تک بولتی رہو گی اور مجھے بھی نہیں سونے دو گی۔"

"کیا یہی تمھاری محبت ہے۔ ابھی سے بیزار ہو گئے؟"

"محبت بھری باتیں کر کے اُلّو نہ بناؤ۔ بولو کس لیے فون کیا ہے؟"

"وہ چادر والی کون تھی؟"

"کیا آدھی رات کو چادر والی یاد آ رہی ہے اور مجھے بھی یاد دلا رہی ہو؟"

"تم ایسے بول رہے ہو جیسے گہری نیند سو رہے تھے اور میں نے بیدار کر دیا۔"

"سو نہیں رہا تھا۔ سونے جا رہا تھا۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ میں فون پر بھی آواز کے ذریعے اندازہ کر سکتی ہوں کہ تم سونے والوں میں سے نہیں ہو۔ پتا نہیں رات کو جاگ جاگ کر کیا کرتے رہتے ہو؟"

"بس سارہ! تمھاری باتوں کا جواب دینا ہی پڑے

گا۔ وہ چادر والی مجاہدین میں سے ایک ہے۔ وہ سب میری حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ کیوں حفاظت کرتے ہیں، یہ تمہیں بتا چکا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے تم فون کے ذریعے اس قسم کی باتیں کرتی رہو گی اور بہت جلد مجھے کرسٹوفر میکی کے اس بنگلے سے نکلوا دو گی۔ ظاہر ہے اصل کرسٹوفر میکی مجھے چار آدمیوں کے کاندھے پر ہی یہاں سے نکالے گا۔"

"تم اتنے بزدل تو نہیں ہو۔"

"کیا میں نے تمہاری تسلی کر دی ہے؟ اب ریسیور رکھ دوں؟"

"نہیں، ابھی میں ٹھنڈی آہیں بھرنا چاہتی ہوں۔ پتا نہیں کیوں آدھی رات کے بعد تمہاری محبت کا یقین آ گیا ہے اور میں تمہیں تصور میں دیکھ رہی ہوں۔ تمہاری طرف دل کھنچا جا رہا ہے۔"

"تمہاری جیسی فراڈ لڑکی میں نے نہیں دیکھی۔ صاف کیوں نہیں کہتیں، کوئی مقصد حاصل کرنا ہے۔ یا ایک بار پھر میری آہنی تجوری پر ہاتھ صاف کرنے کا ارادہ ہے۔"

"میں کان پکڑ کر توبہ کرتی ہوں کبھی تمہاری تجوری کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔ اس کمرے میں بھی نہیں جاؤں گی۔ میں اپنے لیے یہاں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ پلیز، کیا تم مجھے یہاں آ کر اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے؟"

"کیا آج تک تم نے یہ سنا ہے کہ کوئی عقل مند مصیبت کے گھر گیا ہو اور اس مصیبت کو گلے لگا کر گھر لے آیا ہو۔ ایسا تو صرف نکاح پڑھوانے والے کرتے ہیں۔"

"تم نے یہ بھی سنا ہو گا کہ جو لوگ مصیبت کو منہ نہیں لگاتے، مصیبت ان کے گھر میں گھسی چلی آتی ہے۔ میں آ رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بوکھلا کر اپنے ریسیور کو دیکھا، پھر سوچا "یہ لڑکی قبر تک پیچھا نہیں چھوڑے گی۔"

میں نے فوراً ہی کریڈل پر ہاتھ رکھ کر دوسرے نمبر ڈائل کیے۔ میرے خاص ماتحت سے رابطہ قائم ہوتے ہی میں نے کہا "تین چار لڑکیوں کو میرے بنگلے میں لے آؤ۔"

میرے ماتحت نے بوکھلا کر پوچھا "سر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"جو کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔ یہاں سارہ آ ٹپک پہنچنے والی ہے۔ میں اسے اپنے گھر سے بھگانا نہیں چاہتا اور نہ ہی اتنا موقع دینا چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے متعلق زیادہ تحقیقات کر سکے۔"

"میں سمجھ گیا لیکن سر، یہ عورتیں آپ کے بنگلے میں کیا کریں گی؟"

"یہ تو جانتے ہو کہ ایک عورت دوسری عورت کو پسند نہیں کرتی۔ اور مرد کے معاملے میں ایک عورت دوسری عورت کو برداشت نہیں کرتی۔ لہٰذا صبح تک سارہ آ ٹپک اور وہ، عورتیں آپس میں نمٹتی رہیں گی اور میں آرام سے سوتا ہوں گا۔"

میں نے ریسیور رکھ کر کھانے کا پیکٹ کھولا اور فوراً ہی شروع ہو گیا۔ پتا نہیں بعد میں کھانا نصیب ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ کھانے کے دوران میں نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کیں۔ وہ تین ہیلی کاپٹر جو بڑے بڑے بنڈل گرا کر گئے تھے اور اپنا پیغام چھوڑ گئے تھے، ان پیغامات کا متن ایک ہی تھا۔ اور وہ یہ کہ ٹارٹر غلبا سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں دیگر تحائف کے ساتھ ٹرانسمیٹر بھیج رہے ہیں تاکہ ان کی فرینڈشپ پر رابطہ قائم کر کے گفتگو آگے بڑھائی جا سکے۔

ان تین ہیلی کاپٹروں میں سے ایک سپر ماسٹر کی طرف سے، دوسرا ماسک مین کی طرف سے اور تیسرا جنیوا ریڈ کراس سوسائٹی کی طرف سے آیا تھا۔ سونیا نے تینوں ٹرانسمیٹرز کے ذریعے ان سے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا تھا۔ میں سونیا بول رہی ہوں۔ یہ اطلاعاً عرض ہے کہ جو طیارہ نیبال سے چلا اور وادیٔ قاف تک پہنچا، اس میں امامیر یا سفر کر رہی تھی۔ وادیٔ قاف میں پہنچ کر وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی ہے۔ اس کی جگہ سونیا نے جنم لیا ہے لہٰذا اس اطلاع کے بعد میں رابطہ ختم کرتی ہوں۔ ت بت ہو چکی ہے۔ اہم گفتگو کل صبح ہو گی۔"

اس نے سبھی کو یہی جواب دیا تھا اور صبح تک کے لیے ٹال دیا تھا۔ اب وادیٔ قاف میں ٹارٹر غلبا سے رابطہ قائم کرنے والوں اور ہیلی کاپٹر کے ذریعے آنے والوں کی تعداد چھ ہو گئی تھی۔ ایک بلیک شیڈ وجس کے ڈپلی کیٹ کرسٹوفر میکی نمبر دو نے کوہ قاف کی فضا میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے پرواز کی تھی اور سب سے پہلے تحائف کے طور پر ایک بہت بڑا بنڈل پھینکا تھا۔ ان خیر سگالی کا پیغام بھی بھیجا تھا۔ دوسرا اسرائیل کا تھا، جو وہاں پہنچنے والا تھا۔ تیسرا بھارتی ہیلی کاپٹر جو شباتہ کو لے جانے والا تھا۔ چوتھا سپر ماسٹر، پانچواں ماسک مین اور چھٹا جنیوا ریڈ کراس سوسائٹی کا تھا۔ کل تک کتنے آنے جانے والے تھے اور رابطہ قائم کرنے کے متمنی تھے، یہ آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔

میں نے سونیا اور رسونتی سے کہا "اب آرام سے سو جاؤ۔ ہم سب کو نیند پوری کر کے صبح تازہ دم رہنا ہے۔"

میں ان کے پاس سے آ گیا۔ ابھی آرام سے سونہیں سکتا تھا۔ ایک طرف شباتہ دوسری طرف مرجانہ اور بلیا سفر کر رہے تھے۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ سفر کے دوران بھی بخیریت ہیں یا نہیں۔ پھر یہ کہ بڑی دیر سے میں نے سجاد کی خبر نہیں لی تھی۔ اس کے بارے میں بھی معلوم کرنے کے بعد میں آرام سے سو سکتا تھا لہٰذا میں نے مرجانہ کی خیریت پہلے معلوم کی۔

اسی کو کہتے ہیں نا لگانی مصیبت۔ وہاں خیریت نہیں تھی۔ وہ ہیلی کاپٹر جس میں وہ بلیا کے ساتھ اسرائیل کے پانچ نہایت معصوم اور دوست نواز یہودیوں کے ساتھ سفر کر رہی تھی، اب پرواز کرتا ہوا واپس اسرائیل کی طرف جا رہا تھا۔

میں نے پوچھا "مرجانہ! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا "پائلٹ کہہ رہا تھا، ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے، واپس جانا ضروری ہے ورنہ راستے میں حادثہ پیش آ سکتا ہے۔"

"پائلٹ سے گفتگو کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچوں گی۔"

اس نے پائلٹ کو مخاطب کیا۔ پائلٹ نے جواب دیا تو میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے لاشعور میں ایک سرخ ننھی سی روشنی جلتی بجھتی جا رہی تھی۔ اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "ہیلی کاپٹر میں کیا خرابی پیدا ہو گئی ہے؟"

اس کی اپنی سوچ نے جواب دیا "میری سمجھ میں نہیں آتا کیا خرابی ہے۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ یقیناً کوئی ایسی خرابی ہے جو ہمیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ میں اپنا شبہ دور کرنے کے لیے واپس لے جا رہا ہوں۔"

اس کی سوچ کے دوران ہیلی کاپٹر تل ابیب کی فضاؤں میں پرواز کرنے لگا تھا اور اب اترنے ہی والا تھا۔ میں نے کاہال تنظیم کے سربراہ ری مونڈ یل کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ کو ٹٹولا، پتا چلا۔ اسے اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔ بس اتنی اطلاع ملی ہے کہ ہیلی کاپٹر واپس آ رہا ہے اور اب یہاں اترنے ہی والا ہے۔

اتنی خیال خوانی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس ہیلی کاپٹر کے واپس آنے میں کوئی سازش نہیں ہے۔ اگر سازش ہوتی تو میں ان کے دماغ سے معلوم کر لیتا۔ اس کے باوجود جانے کیوں میرا دل مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔ کوئی بات میرے دماغ میں چبھ رہی تھی۔ میں نے اپنے دماغ کو ٹٹولنا شروع کیا۔ پتا چلا میں ہر ایک کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں لیکن ربی اسفندیار کے دماغ میں اس کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچ سکتا اور چپکے سے کوئی راز معلوم کرنا چاہوں تو اسے میری موجودگی کا احساس ہو جائے گا۔ یہی بات میرے دماغ میں کھٹک رہی تھی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا۔ ویسے تو اسرائیل میں کسی بھی حاکم یا کسی بھی آفیسر نے میرے سلسلے میں کسی طرح کی سازش نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ وہ سب اپنی جگہ دیانت دار ہو سکتے تھے لیکن ایک ربی اسفندیار ایسی سازش کر سکتا تھا جس کی خبر مجھے نہیں ہو سکتی تھی۔

میرے دماغ میں ایک بات آئی۔ کیوں نہ دوسرے اسرائیلی افسران کے دماغوں کو بھی ذرا ٹٹول لیا جائے۔ یہ سوچتے ہی میں سیکرٹ سروس کے چیف آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر اس کے دماغ کو ٹٹولتے ہی چونک پڑا۔ وہ اس وقت ایک خوبصورت سی کوٹھی میں داخل ہو رہا تھا۔ کوٹھی کے آس پاس مسلح افراد کا پہرہ تھا اور اس کوٹھی کے اندر فرہاد علی تیمور موجود تھا۔

میں نے فوراً ہی سجاد کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ پتا چلا، وہ اپنی جگہ گہری نیند سو رہا ہے۔ میں نے اس کی نیند میں مداخلت نہیں کی۔ واپس چیف آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت تک وہ ایک خوبصورت سے بیڈ روم میں آ گیا تھا۔ وہاں ایک فرہاد علی تیمور ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرے کئی لوگ تھے۔ وہ سب چیف آفیسر کو رپورٹ سنا رہے تھے۔ ایک نے کہا "ہم نے اچھی طرح ان کو چیک کیا ہے۔ یہ فرہاد صاحب ہیں۔"

چیف آفیسر نے سر سے پاؤں تک اس فرہاد کو دیکھا۔ قد جسامت، شکل و صورت، آواز، لب و لہجہ سب ویسا ہی تھا۔ ایک شخص مؤدب شیشہ لیے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا "میں نے اچھی طرح معائنہ کیا ہے۔ یہ میک اَپ میں نہیں ہیں یہ یقیناً ہمارے دوست فرہاد صاحب ہیں۔"

چیف آفیسر نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور! مجھے افسوس ہے، آپ کو ایسے مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ آپ تو جانتے ہی ہیں، دشمن آپ کی ڈمی تیار کر لیتے ہیں اور ہم پریشان ہوتے ہیں۔"

اس ڈمی فرہاد نے خوشدلی سے کہا "کوئی بات نہیں۔ میں پہلے بھی آپ کا دوست تھا۔ آج بھی دوست ہوں اور دوستانہ جذبے کے ساتھ ہر آزمائش سے گزر سکتا ہوں۔"

اس کی آواز اور اس کا لب و لہجہ سنتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تب انکشاف ہوا۔ یہ دہی ڈمی فرہاد تھا جسے بلیک شیڈ و نے اعلیٰ بی بی کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا تھا کہ وہ بھی بلیک شیڈ و کے اس ڈمی چمچے کو ایسا چکمہ دے گی کہ بلیک شیڈ و یاد رکھے گا اور اس نے چکمہ دیا تھا۔ اس ڈمی فرہاد کو کسی کام سے بابا صاحب کے ادارے کے باہر بھیجا تھا اور مختلف ذرائع سے پیرس کی کاہال تنظیم کی برانچ میں اطلاع پہنچائی تھی کہ فرہاد پیرس کی طرف آ رہا ہے۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ اس کے بعد وہ ادارے میں واپس

نہ جا سکا۔ اُداسی سے ہی میں اغوا کر لیا گیا۔

دوسری طرف چیف آفیسر کو اطلاع ملی تھی کہ مسٹر فرہاد علی تیمور رہا تھ آ گئے ہیں اور انھیں فوراً ہی تل ابیب پہنچایا جا رہا ہے۔ چیف آفیسر نے سوچا "اگر یہ بات ابھی اپنے خاص آدمیوں کو بتائی جائے گی تو رسونتی کسی نہ کسی کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لے گی کہ فرہاد علی تیمور تل ابیب نہ پہنچا دیا جائے۔

اس بات کو اپنوں سے بھی راز میں رکھنے کا مقصد یہی سمجھ میں آیا کہ ان کا ربی کوئی سازش کرنا چاہتا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے سوچنے کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی تھی کہ ہیلی کاپٹر واپس کیوں بلایا گیا۔

ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے، وہ ہیلی کاپٹر واپس کیسے آیا جبکہ پائلٹ کو واپس لانے کے لیے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ وہ کوئی خرابی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے ایک بار پھر پائلٹ کے دماغ میں جھانک لگائی۔ وہاں پہنچا تو اس کے لاشعور میں ایک ننھی سی سُرخ روشنی جلتی بجھتی دکھائی دی۔ اس روشنی کے ذریعے اسے خطرے کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا، ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔

پھر سوال پیدا ہوتا تھا۔ لاشعور میں اگر کوئی سُرخ ننھی سی بتی جلتی بجھتی محسوس ہوتی ہو تو یہ بات کیسے سمجھ میں آتی ہے کہ ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہو گی؟

میں پھر ایک بار چیف آفیسر کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ڈمی فرہاد سے گفتگو کر رہا تھا۔ اسی وقت اطلاع ملی کہ ربی اسفندیار تشریف لائے ہیں۔ وہ فوراً ہی ڈمی فرہاد سے معذرت چاہتے ہوئے رخصت ہو گیا۔ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں پہنچا۔ ڈرائنگ روم میں ربی اسفندیار بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی چیف آفیسر نے آگے بڑھ کے اپنے گھٹنے ٹیکے پھر ربی کے انھیں ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بوسہ دیا۔ اس کے بعد رپورٹ سنانے لگا۔ رپورٹ یہی تھی کہ فرہاد علی تیمور کو اچھی طرح چیک کیا گیا ہے یہ اصلی فرہاد ہے ڈیک اپ نہیں ہے۔

تمام رپورٹ سننے کے بعد ربی نے کہا: "قدرت ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ فرہاد پھر ہمارے ہاتھ آ گیا ہے۔ دوسری طرف ٹارٹر غبا کا بیٹا ٹارٹر غبا اور اس کی ہونے والی بہو مرجانہ بھی ہمارے پاس دوبارہ پہنچ گئے ہیں۔"

چیف آفیسر نے ادب سے پوچھا: "محترم ربی! میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیے۔"

"ہاں! ایک کام ہے۔ تم فوراً ہی ہیلی کاپٹر کیسے واپس آ گیا۔ آپ سے پائلٹ سے یا ہمارے ان پانچ نمائندوں سے کس طرح رابطہ قائم کیا جبکہ رسونتی کی طرف سے خدشہ تھا، وہ ہم میں سے کسی بھی رابطے کو خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لے گی۔"

"یہ ایک رازکی بات ہے، نہ پوچھو تو بہتر ہے۔"

"محترم ربی! میں سیکرٹ سروس کا چیف آفیسر ہوں۔ راز کے اہم ترین راز میرے سینے میں دفن رہتے ہیں۔ کیا آپ مجھ پر اعتماد نہیں کریں گے؟"

"ضرور اعتماد کروں گا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جب رسونتی نے یہ شرط عائد کر دی کہ یہاں سے ہمارا جو بھی نمائندہ جائے گا وہ ان کے دماغوں کو اچھی طرح پڑھ لے گی۔ مطمئن ہونے کے بعد انھیں وادیٔ قاف میں داخل ہونے کی اجازت دے گی۔ تو ہی میں نے اپنے دو خاص آدمیوں کو اپنا ٹرم کے ذریعے اپنا قابو میں کیا۔ ایک پائلٹ تھا اور دوسرا ان پانچ نمائندوں میں سے ایک نمائندہ ہے۔ دونوں شعوری طور پر میرے اپنا ٹرم کے زیر کو بھول چکے ہیں۔ میں نے تنویمی عمل کے دوران انھیں ہدایت کر دی تھی کہ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں، وہ تمام باتیں تنویمی نیند کے بھول جائیں گے البتہ جب بھی ان کی ایکسٹرا ٹک گھڑی میں ایک ننھا سا سُرخ بلب جلتا بجھتا رہے گا تو وہ تنویمی عمل کے دوران ہدایات دینے والی تمام باتیں یاد کر لیں گے۔"

چیف آفیسر نے پوچھا: "آپ نے تنویمی عمل کے دوران کیا ہدایات دی تھیں؟"

"پہلے تو میں نے ان سے کہا تھا کہ ان کے ہاتھوں میں ایکسٹرا ٹک گھڑیاں ہوں گی۔ میں جب بھی ضرورت محسوس کروں گا ریموٹ کنٹرولنگ سسٹم کے ذریعے اس گھڑی میں سرخ بلب جلتا بجھنا شروع ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس بلب کی سرخ روشنی کو دیکھتے ہی ان کے لاشعور میں سُرخ روشنی جلتی بجھنے لگے گی۔ انھیں یاد آتا رہے گا کہ ایسے حالات میں کیا کرنا ہے۔ ہیلی کاپٹر کی پرواز کے دوران سُرخ روشنی جلنے بجھنے لگے تو پائلٹ کو احساس ہو گا کہ خطرہ ہے۔ ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے لہٰذا اسے واپس اسرائیل لے جانا چاہیے تاکہ اسے دوبارہ چیک کرنے کے بعد پرواز کی جا سکے۔"

چیف نے خوش ہو کر کہا: "اوہ محترم ربی! واقعی آپ بہت بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کی مرضی کے بغیر آپ کے دماغ تک پہنچ نہیں سکتے اور آپ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خوب جانتے ہیں۔ انھیں خوش فہمی میں مبتلا کر رکھا ہے کہ ہمارے جو نمائندے جا رہے ہیں وہ بالکل معصوم ہیں۔ اور کوئی سازش کرنا نہیں جانتے۔ جبکہ ان میں سے ہمارا ایک نمائندہ غیر شعوری طور پر ہمارے ملک کے لیے کام کرتا رہے گا۔ پلیز، ذرا یہ وضاحت کر دیں کہ ہمارا وہ نمائندہ قاف پہنچنے کے بعد کس طرح ہمارے کام آ سکتا ہے۔"

"بالکل اسی طرح، جب بھی مجھے ضرورت پڑتی میں ریموٹ کنٹرولنگ سسٹم کے ذریعے اس کی گھڑی کے ننھے سے بلب کو آف آن کرتا رہتا۔ اس طرح اس کے لاشعور میں سُرخ روشنی جلنے بجھنے لگتی اور اسے یاد آتا کہ اپنے ملک کے مفاد میں کس طرح کوئی سازشی چال چلنی چاہیے۔ کن لوگوں کو اپنی حمایت میں لینا چاہیے یا کن لوگوں کو راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔"

چیف آفیسر نے کہا: "کمال ہے۔ آپ نے ایسا طریقہ کار اختیار کیا ہے کہ رسونتی کی ٹیلی پیتھی ہمارے سامنے بے کار ہو گئی۔"

ربی نے کہا: "اب فرہاد کی آمد کو راز میں نہ رکھا جائے۔ ہمارے حکام اور افسران کو اطلاع دے دی جائے۔ رسونتی مجھ سے رابطہ قائم کرے گی تو میں اسے فرہاد کے یہاں آنے کی خوشخبری سناؤں گا تاکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے فرہاد سے بھی رابطہ قائم کرے۔ دوسری طرف یہی تاثر دیا جائے کہ ہیلی کاپٹر میں واقعی خرابی پیدا ہو چکی ہے۔ دوسرا ہیلی کاپٹر چونکہ موجود نہیں ہے اس لیے مرجانہ اور بلیا کو کل سے پہلے روانہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ان سب کو کسی نہ کسی بہانے روکے رکھیں گے۔ رسونتی کو ابھی یہ احساس نہ ہونے دیا جائے کہ ہم ان کو بلاوجہ روک رہے ہیں۔"

چیف آفیسر نے پوچھا: "اگر رسونتی نے میرے دماغ میں جھانکنا شروع کیا تو؟"

"تم ابھی میرے ساتھ چلو گے۔ رات زیادہ ہو چکی ہے۔ ساتھیوں کو تنویمی نیند سلاؤں گا اور تمھارے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھوں گا۔ رسونتی تمھارے پاس آئے گی تو ہماری چالوں کو نہیں سمجھ سکے گی۔"

میں ان کی باتوں کو سن رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا: "خدایا خدایا! تیری دنیا میں کیسے عجائبات ہیں، سب سے بڑا عجوبہ انسان ہے جو کسی کے بس میں نہیں رہتا۔ کسی کے دباؤ میں نہیں آتا۔ ٹیلی پیتھی جیسا حیرت انگیز اور دہشت زدہ کرنے والا غیر ذہنی صلاحیتوں کو کتنی طرح آزماتا ہے۔ کیسے ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ میں اپنی زندگی میں دیکھتا آ رہا تھا اور آئندہ جانے کیا کچھ دیکھنے والا تھا۔

ربی اسفندیار نے تنویمی عمل اور ریموٹ کنٹرولنگ سسٹم کو ملا کر جو ایک نیا طریقہ کار اختیار کیا تھا وہ واقعی قابلِ تعریف تھا۔ اب ریموٹ کنٹرولنگ کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اسرائیل میں بیٹھ کر اس شخص کو کنٹرول کرتا جو وادیٔ قاف میں موجود رہتا۔ اتنے طویل فاصلے سے کنٹرولنگ ممکن نہیں تھی البتہ خلائی سیارے کے ذریعے ممکن تھی لیکن ربی اسفندیار کی پلاننگ کے مطابق جو اسرائیلی سراغرساں وادیٔ قاف کے اطراف پڑاؤ کرنے والے تھے ان میں سے کوئی کنٹرولنگ کا طریقہ اپنے ہاتھ میں رکھتا اور وہیں سے اس شخص کو کنٹرول کرتا جو اسرائیلی نمائندے کی حیثیت سے وادیٔ قاف میں ٹارٹر غبا اور رسونتی وغیرہ کے قریب رہتا۔

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اور رسونتی سو رہی تھیں۔ انھیں بیدار کرنا مناسب نہیں تھا۔ لیکن یہ بات پریشان کر رہی تھی کہ مرجانہ اور بلیا قیدی بنائے جا رہے تھے — میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گیسٹ ہاؤس میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے بلیا کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔ باقاعدہ علاج کیا جا رہا تھا۔ اسے دوستانہ سلوک سے مطمئن کیا جا رہا تھا۔ میں نے مرجانہ کو مخاطب کیا۔ وہ بولی: "میں بلیا کے ساتھ جاتے جاتے واپس آ گئی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا، کیا چکر ہے؟"

"شاید ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"اور کیا کہیں گے مجبوری ظاہر کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں، دوسرا ہیلی کاپٹر نہیں ہے اب ہماری روانگی کا انتظام کل تک ہو سکے گا۔"

"حالات مجبور کریں تو صبر کرنا چاہیے۔"

"کیا خاک صبر کروں۔ تم نے خواہ مخواہ مجھے یہاں پہنچا دیا۔ یہ دادی اماں کی طرح ہمیں مشورے کیوں دیتی رہتی ہو۔ مانا کہ ٹیلی پیتھی جانتی ہو لیکن اتنی ذہین تو نہیں ہو کہ دشمنوں کے چالوں کو سمجھ کر منصوبہ بندی کر سکو۔"

"تم خواہ مخواہ ناراض ہو رہی ہو۔ انشاءاللہ کل تک تمھاری روانگی کا انتظام ہو جائے گا۔"

"اور اگر نہ ہوا تو کل سے تل ابیب میں وہی ہنگامے شروع ہوں گے جن کی مثالیں پچھلے دنوں سونیا پیش کر چکی ہے۔"

"دیکھو مرجانہ! کوئی حماقت نہ کرنا۔ جلد بازی میں کوئی قدم اٹھاؤ گی تو ہم سب مشکلات میں پڑ جائیں گے۔"

"اب میں تمھاری کوئی بات نہیں سنوں گی۔ فوراً سونیا سے مشورہ کرو اور مجھے بتاؤ۔"

"سونیا گہری نیند میں ہے۔ کیا اسے اٹھانا مناسب ہے؟"

"صبح مشورہ لے لینا۔ فی الحال میرے دماغ سے جاؤ۔ میں تمھیں برداشت نہیں کر سکتی۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ عجب ضدی عورتوں سے پالا پڑ تا رہتا تھا۔ سونیا، مرجانہ اور لیلیٰ ثانی ضد میں کسی سے کم نہیں تھیں۔ رسونتی کی ضد اور مخالفت نے اسے اچھا سبق سکھایا تھا۔ اب وہ قدرے نرم پڑ گئی تھی۔ ایک حد یقہ سے واسطہ پڑتا تھا۔ وہ بھی گونگی، بہری اور پردہ نشین ہونے کی ضد پر قائم تھی۔ پتا نہیں آگے چل کر کیا فیصلہ کرنے والی تھی۔ ثباتہ کس قدر رضدی طبیعت رکھتی ہے؟ اس کا اظہار ابھی تک نہیں ہوا تھا لیکن میں اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کر سکتا تھا۔ ایک تو وہ قاف کی شہزادی تھی۔ باپ کی اکلوتی بیٹی اور بھائی کی لاڈلی بہن تھی۔ جنگجو بانہ مزاج رکھتی تھی۔ لڑنے مرنے میں کسی سے پیچھے نہیں تھی۔ جنگ کے سلسلے میں قدیم ہتھیار تلوار سے لے کر جدید ہتھیاروں کو بھی بڑی مہارت سے استعمال کر نا جانتی تھی۔ فری اسٹائل میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ جوڈو کراٹے، گھڑ سواری اور ڈرائیونگ وغیرہ کون سا ایسا ہنر تھا جو اسے بچپن سے اب تک سکھایا نہیں گیا تھا۔ جنگجو قوم کی بیٹی ہی سب کچھ سیکھتے رہنے میں اپنی زندگی گزارتی چلی آ رہی تھی۔

میں ثباتہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک آرام دہ طیارے میں سفر کر رہی تھی اور انقرہ پہنچنے والی تھی۔ اس کے دماغ میں رہ کر مجھے یاد آیا کہ اس نے اتنا کچھ سیکھنے کے بعد ایک بات اپنی گرہ میں باندھ رکھی ہے۔ اس کے باپ نے اسے سمجھایا تھا۔

"چاہے کتنی ہی صلاحیتوں کی مالک بن جاؤ۔ لڑنے کا موقع آئے تو ہمیشہ دماغ کو ٹھنڈا رکھو۔ بڑی تحمل مزاجی سے دشمن کا سامنا کرو۔ جیت ہمیشہ تمھاری ہوگی۔"

یہی وجہ تھی کہ وہ اکثر چپ رہتی تھی۔ کسی سے زیادہ بولتی نہیں تھی۔ کسی سے الجھتی نہیں تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ثباتہ! میں رسونتی بول رہی ہوں۔ تم آرام سے سفر کر رہی ہو۔ ابھی تھوڑی نیند پوری کر لینا چاہیے۔"

میں تمھارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ سوچا تم میرے ذریعے میرے ساتھ سفر کرنے والوں کے دماغوں تک پہنچو گی۔ اس کے بعد آرام سے نیند پوری کر لوں گی۔"

"کسی ہوسٹس کو مخاطب کر کے اپنے لیے کچھ طلب کرو۔ میں اس کے ذریعے دوسروں تک پہنچوں گی۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں اس طیارے کی ایک ہوسٹس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر اس کے ٹھہر ٹھہر کر بڑے اطمینان سے دوسروں کے دماغوں پہنچنے لگا۔ ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔

اس دوران کرسٹوفر میکی کے جس بنگلے میں تھا وہاں سکون نہیں تھا۔ کیونکہ لیلیٰ ثانی اور کچھ عورتیں موجود تھیں سے ملنا چاہتی تھی۔ ان عورتوں نے اسے روک رکھا تھا کہ میں سو رہا ہوں۔ صبح ملاقات ہو سکتی ہے۔ اس اس نے عورتوں کو دھوکا دے کر میری خوابگاہ تک کوشش کی تاکہ پہلے کی طرح مقفل دروازے کو کھول کر میں داخل ہو سکے لیکن ناکام رہی۔

طیارے میں ثباتہ کے ہم سفر ہندوستانی سیاستدان سیاستداں سے زیادہ ماہر نفسیات تھے۔ انسان کی سمجھ کر، سمجھوتے کی راہیں نکال کر، دوستی قائم رکھنے تھے۔ وادیٔ قاف میں تلوار غلبا اور رسونتی سے کے لیے ایسے ہی لوگوں کی ضرورت تھی؟ اس لیے لوگوں کا انتخاب کیا گیا تھا لیکن وہاں تقریباً دس ہو دس اس لیے کہ رسونتی ان میں سے کسی پانچ کا انتخ اور وادیٔ قاف میں پانچ سے زیادہ افراد کو نہ نہیں تھی۔

ان میں سے نو ایسے تھے جن پر میں اعتراض تھا۔ جب دسویں کے دماغ میں پہنچا تو وہ سیدھا اس کے دماغ سے پتا چلا، وہ میری سوچ کی لہروں گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ یوگا کا ماہر ہے باوجود وہ انجان بنا ہوا تھا۔ میں نے کہا "مسٹر! تم لہروں کو محسوس کر رہے ہو اور انجان بن رہے ہو؟"

اس نے جلدی سے کہا "شریمتی رسونتی بھلا آپ سے کیا چھپ سکتا ہوں۔ آپ یقین کریں دماغ سے تہہ خانے میں اُتر کر دیکھیں۔ میں فری آپ کا سیوک ہوں۔ کبھی آپ کے خلاف کوئی اٹھاؤں گا۔"

"میں وادیٔ قاف میں ایسے کسی شخص کو برداش سکتی جس کے دماغ میں بے کھٹکے نہ پہنچ سکوں۔"

"آپ جب بھی آئیں گی، میں اپنے دماغ کے کھلے رکھوں گا۔"

"اور جب چاہو گے اپنے دماغ کے دروا گے تاکہ میں تمھارے چور خیالات نہ پڑھ سکوں۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ آپ مجھے آزما کر..."

"یو شٹ اپ۔ میں زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتی۔ تم انقرہ ائرپورٹ پر واپس جاؤ گے۔"

اکثر لوگ اپنے مقاصد میں ناکام ہوتے ہیں تو بے اختیار بلاتے ہیں اور بے ساختہ ان کے منہ سے گالی نکلنے لگتی ہے۔ رسونتی کو گالی دینا چاہتا تھا۔ وقتی طور پر بھول گیا تھا دماغ میں رہنے والی چھپی ہوئی گالی کو بھی سن سکتی ہے۔ جو لوگ پکار کسی کے پیٹھ پیچھے گالی دینے کے عادی ہوتے ہیں ایسے وقت ہمیشہ حماقت کر جاتے ہیں۔

وہ جیسے ہی گالی دینا چاہتا تھا میں نے دماغ کو زبردست ٹاپ پہنچایا۔ وہ ایک دم سے چیخ اٹھا۔ میں اسے گالی دینے سلسلے میں وارننگ دیتا تو وہ محتاط ہو جاتا، پہلے ہی سانس کر دماغ کے دروازے بند کر لیتا۔ مجھے آنے نہ دیتا۔ اس میں اسے نہ انہیں روک سکتا تھا۔

اس کی چیخ سنتے ہی طیارے کے سبھی لوگ ہڑبڑا کر اٹھ تھے۔ کوئی سو رہا تھا، کوئی جاگ رہا تھا مگر سب ہی چونک ریشان ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ میں نے اسے سانس کا موقع نہیں دیا۔ دوسری بار پھر جھٹکا لگایا۔ وہ اپنی پر سے اچھل کر دو سیٹوں کی درمیانی راہداری پر گر پڑا۔ کے فرش پر تڑپتے ہوئے کہنے لگا "معاف کر دیجیے۔ دیوی معاف کر دیجیے۔"

ثباتہ نے پوچھا "رسونتی! کیا بات ہے؟"

میں ائرہوسٹس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کہنے میں رسونتی ہوں اور ائرہوسٹس کی زبان سے بول رہی ہوں۔" سب اسے دیکھنے لگے۔ اس یوگا کے ماہر کو ذرا سکون ہوا تھا۔ اس نے فرش پر پڑے پڑے سر اٹھا کر..... ن کی جانب دیکھا۔ پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "دیوی جی! معاف کر دیجیے۔ میرا کیا قصور ہے؟"

"تم اپنی زبان سے میرے لیے گالی نکالنے والے تھے، یہ گمراہ کہ دماغ کے تہہ خانے میں بھی چور خیالات کو پڑھ لیا۔ اس سے پہلے کہ تم گالی دیتے، میں نے تمھیں سزا دی۔"

ایک بھارتی نمائندے نے اسے ناگواری سے دیکھتے ہوئے کہا "مسٹر ہری نائیڈو! یہ کیا حماقت ہے۔ تمھاری اتنی ہری نائیڈو فرش پر بیٹھ گیا تھا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر کہہ رہا تھا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جان بوجھ کر گالی نہیں دینا چاہتا تھا۔ بس عادت سی پڑ گئی ہے۔ آپ ہی آپ نکلنے والی تھی۔"

ائرہوسٹس نے کہا "فکر کرو۔ اس وقت ثباتہ تمھارے درمیان موجود ہے۔ اگر یہ طیارے میں نہ ہوتی تو یہ ابھی تباہ ہو جاتا۔"

سب ہی اپنے اپنے ہاتھ جوڑ کر عاجزی کرنے لگے۔ گڑگڑانے لگے۔ میں نے کہا "میں پہلے ہی وارننگ دے چکی ہوں۔ کہہ چکی ہوں، پانچ ایسے افراد کا انتخاب کیا جائے جو سازش کرنا نہ جانتے ہوں۔ صرف دوستی کرنا جانتے ہوں۔"

ایک نے کہا "دیوی جی! ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر ہمیں دوست ہی پائیں گی۔ ہم میں سازش کرنے والے جراثیم موجود ہی نہیں ہیں۔ ہماری سرکار نے خوب سوچ سمجھ کر ہمارا انتخاب کیا ہے۔"

"اور تمھاری سرکار نے اس جاسوس کا دم چھلا بھی لگا دیا۔ وہ سمجھتے تھے، میں اس کی یوگا کی صلاحیت کو سمجھ نہیں پاؤں گی۔ میں زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتی۔ انقرہ پہنچ کر اپنے حکام سے رابطہ قائم کرو اور جواب طلب کرو کہ میری مرضی کے خلاف ایک جاسوس تمھارے ساتھ کیوں روانہ کیا گیا۔ میں انقرہ میں رابطہ قائم کروں گی۔ تم سب کو پھر ایک بار چیک کروں گی۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر قاف جانے کی اجازت دوں گی۔"

وہ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھنے لگے۔ میں نے ثباتہ سے کہا۔

"تم اطمینان سے سفر کرو اور سو جاؤ۔ تمھارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ انقرہ میں رابطہ قائم کروں گی۔"

ثباتہ کے پاس سے رخصت ہوتے ہی مجھے خیال خوانی کا سلسلہ ترک کرنا پڑا کیونکہ میری خوابگاہ کے سامنے جو عورتیں موجود تھیں وہ اچانک ہی چیخنے لگی تھیں۔ میں نے فوراً ہی ان کے دماغ کو ٹٹولا، پتا چلا کچھ مردہ چوہے ان کے درمیان آ کر گرے تھے۔ انھیں دیکھتے ہی وہ خوفزدہ ہو کر دور بھاگ رہی تھیں۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں، یہ سارہ آئزک کی شرارت ہے۔ دروازے کے پاس سے انھیں ہٹانے کے لیے ایسا کیا گیا ہے لیکن کوئی لیلیٰ عرف سارہ کے قریب نہیں آ رہا تھا۔ وہ اطمینان سے دروازے کے پاس آ گئی تھی اور اس کے لاک کو کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔

وہ چالاک عورتیں کرسٹوفر میکی کی ماتحت تھیں۔ وہاں کے بڑے بڑے افسران کو بڑی مکاریوں سے محبت کے جال میں پھانس کر ان سے بڑے بڑے راز اگلواتی تھیں۔ یعنی اتنی باصلاحیت اور

مکار ہونے کے باوجود وہ چوہے سے ڈرتی تھیں۔

میں خوابگاہ کے بند دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ انجان بن کر پوچھ رہا تھا "کیا بات ہے۔ تم سب کیوں چیخ رہی ہو؟"

ایک نے بتایا کہ لیلیٰ نے اُن کے ساتھ کیا کیا؟ تب مَیں نے کہا "تم سب خاموش ہو جاؤ۔ وہ یہاں آنا ہی چاہتی ہے تو آنے دو۔"

میرے ایسا کہنے کے دوران اس نے دروازے کو کھول لیا تھا۔ وہ کھلے ہوئے دروازے پر بڑا تمکنانہ شان سے کھڑی ہو گئی۔ اس کا ایک ہاتھ کمر پر تھا اور دوسرے ہاتھ میں رسّی سے بندھا ہوا ایک چوہا لٹک رہا تھا۔ وہ پوچھ رہی تھی "کیا اتنی عورتوں پر تمھیں ناز تھا جو مُردہ چوہے سے ڈرتی ہیں؟"

مَیں نے سختی سے پوچھا "یہ کیا حماقت ہے؟"

"حماقت تم نے کی ہے۔ میرے یہاں آنے سے پہلے ان عورتوں کو بلا لیا تاکہ میں واپس چلی جاؤں۔ میں پوچھتی ہوں، تم نے میرا راستہ کیوں روکا۔ کیا میں اپنی توہین برداشت کر لوں گی۔ اگر تمھیں مجھ سے ملنا نہیں تھا تو دل پر ہاتھ رکھ کر سرد آہیں کیوں بھرتے رہے۔ کیوں مجھے یہاں آنے کی دعوت دی؟"

"مَیں نے تم کو یہاں آنے کے لیے نہیں کہا تھا؟"

"تمھارے کہنے یا نہ کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ اگر میں نہ آتی تو دشمن میرے پیچھے پڑ جاتے۔ وہ اب بھی میری تاک میں ہوں گے۔ مَیں نے سوچا، دشمنوں کے ہاتھ ماری بھی جاؤں تو تنہا کیوں مروں۔ اپنے عاشق کو ساتھ لے کر مروں گی۔ اس لیے آ گئی ہوں یہاں۔"

"بڑا احسان کیا۔ تمھاری جیت ہو گئی۔ تم نے ان عورتوں کو بھگا دیا۔ میرے کمرے کے اندر آنے کی ضد پوری کر لی۔ اب کیا چاہتی ہو؟"

اس نے چوہے کو کوریڈور میں پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی پھر چیخیں سنائی دیں۔ وہ چوہا کوریڈور میں اِدھر سے اُدھر بھاگ رہا تھا اور وہ عورتیں بھی پاگلوں کی طرح بھاگ رہی تھیں۔ مَیں نے دروازے کے پاس آ کر ڈانٹتے ہوئے کہا "چُپ ہو جاؤ۔ تم عورتیں آخر ہو کیا چیز؟ مرد سے نہیں ڈرتیں۔ چوہے سے ڈرتی ہو۔ چلی جاؤ یہاں سے پانچ منٹ کے اندر میرا بنگلہ خالی کر دو۔ مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی میں خوابگاہ میں واپس جانا چاہتا تھا۔ ایک دھڑاکے سے دروازہ بند ہو گیا۔ لیلیٰ نے اندر سے چٹخنی لگاتے ہوئے کہا "اب میں اطمینان سے تمھارے آئرن سیف کو کھول کر ضروری چیزیں حاصل کر سکوں گی۔ نہ تم آ سکو گے نہ تمھاری چادر والی آ سکے گی۔"

لیلیٰ کی چیخ نے مجھے پریشان کر دیا تھا۔ رات آتی تھی کہ اب مشکل سے دو گھنٹے کی نیند پوری ہو سکتی تھی۔ آرام سونے کا موقع ملتا۔ ادھر دیکھتے ہی دیکھتے صبح ہو جاتی۔ اس نے اسے جھانسا دینے کے لیے ایک قہقہہ لگایا۔ پھر کہا "مجھے احمق سمجھتی ہو۔ اے احمق لڑکی! تمھارے یہاں سے جانے کے بعد ہی میں نے تمام ضروری چیزیں وہاں سے ہٹا دی ہیں۔ وہ ایسی جگہ ہیں، جہاں تم کبھی نہیں پہنچ سکو گی۔ ویسے اس سیف کا لاک تم کھول سکتی ہو۔ دیکھ کر اطمینان کر سکتی ہو۔ باہر انتظار کر رہا ہوں۔ اطمینان ہو جائے تو دروازہ کھول دینا۔"

اس کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔ وہ مایوس نظر آتی تھی۔ میں نے اندر آ کر دروازے کو ایک جھٹکے سے بند کرتے ہوئے کہا "بہت چالاک بنتی ہو۔ مجھے اتنا موقع ہی نہیں دیا کہ میں آئرن سیف سے اپنی ضروری چیزیں ہٹا کر کہیں لے جاتا۔ وہ تو میں نے جھانسا دیا تھا۔"

وہ غرّا کر میری طرف بڑھی۔ مَیں نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا "اسے کہتے ہیں، کھیائی بلی کھبا نوچے۔ اب شرافت سے جاؤ اور مجھے یہ بتاؤ آج رات سونے کا ارادہ ہے یا نہیں؟ ہے تو کسی دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھو مجھے تو خدا کے سونے دو۔"

"بستر کی حالت بتا رہی ہے کہ تم سو نہیں رہے تھے۔ تک جاگ رہے تھے۔ بولو کیا کر رہے تھے؟"

"تم بڑی بوڑھیوں کی طرح سوالات نہ کرو۔"

"مَیں خوب سمجھتی ہوں۔ تم خیال خوانی کر رہے تھے۔ تم کیا کر رہے تھے۔"

"کیا بات کو جو بھی جاگتا رہے گا وہ فرہاد ہو گا۔ میکی کی ہزاروں مصروفیات ہیں۔ اسے کئی کئی راتیں جاگنا ہیں۔ مَیں نے اس کے متعلق تمام معلومات حاصل کی ہیں۔ اس کا رول ادا کر رہا ہوں تو خود بتا چل رہا ہے، جب تک رات کو دیر تک جاگ کر کام نہیں کرتا رہوں گا خود کو کو کرسٹو فر سی ثابت نہیں کر سکوں گا۔"

وہ ٹہلنے کے انداز میں کمرے کے ایک طرف جاتے ہوئے بولی "یہ تو یقین ہو گیا ہے کہ تم میکی نہیں، کوئی اور ہو۔ نے تھیں باتھ روم میں بند کر دیا تھا۔ اس چادر والی نے سے نکالا اور تمھاری چیزوں کی حفاظت بھی کی۔ مجھے سے کچھ لے جانے کا موقع نہیں دیا۔ دوسری بار اس فون کے ذریعے دھمکی دی کہ میں تمھارے قریب نہ دیکھ

اس سے پتا چلا کہ یہاں مجاہدین تمھاری حمایت میں ہیں اور تم واقعی مسلمان ہو۔ مجاہدین میں ہر دلعزیز ہو اور سب سے زیادہ اس چادر والی کے دل میں عزیز ہو۔"

مَیں نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا "ایسا نہ کہو۔ مَیں تو تمھارے دل میں جگہ بنانا چاہتا ہوں۔"

"اے خبردار! مجھ سے زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کرنا۔"

"الّو کا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ تم میرے بنگلے میں آئی ہو، میری خوابگاہ میں گھُس آئی ہو۔ خود فری ہو رہی ہو اور مجھے فری ہونے کا الزام دے رہی ہو۔"

"تم بکواس کرو گے یا کوئی کام کی بات کرو گے؟"

"اچھا تو تم کام کی باتیں کرنے آئی ہو۔"

"ہاں، میں مجاہدین سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"وہ تمھاری بوٹی بوٹی کر کے قتلِ ابیب پارسل کر دیں گے۔ سارہ آئزک اسرائیلی حکومت کی ایک اہم سراغرساں اور وہ مجاہدین سے ملے، تو اس کا انجام اور کیا ہو سکتا ہے۔"

"مَیں ان سے ملنے کے بعد ان کی غلط فہمی دور کر دوں گی۔"

"وہ کس نوعیت کی غلط فہمی ہے؟ کیا تم کہنا چاہتی ہو کہ ہو نہیں ہو یا کہنا چاہتی ہو کہ یہودیوں کی طرف سے سراغرسانی نہیں کرتی ہو۔ تمھاری کس بات پر یقین کیا جائے گا؟"

"مَیں یقین دلانے کی کوشش کروں گی۔"

"فضول ہے۔ مجاہدین کی حمایت حاصل کرنے کے لیے ایسے ثبوت فراہم کرو جنھیں دیکھنے سمجھنے کے بعد وہ تم پر اعتماد کر سکیں۔"

وہ تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئی۔ مجھے گھور کر دیکھنے لگی۔ مَیں نے پوچھا "اب کیا ہوا؟"

"میں فرہاد کے متعلق سوچ رہی ہوں۔"

"جب بھی تم فرہاد کے متعلق سوچتی ہو یا کچھ کہتی ہو تو مجھے ہی گھورتی رہتی ہو۔ کیا میں تمھارے لیے فرہاد علی تیمور بن جاؤں؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میری اصلیت کو صرف دو افراد جانتے ہیں۔ ایک تو میری ہمراز سہیلی حبیبہ الخیری ہے۔ وہ قتلِ ابیب میں ہے۔ دوسرے فرہاد علی تیمور ہیں۔ وہ میرے دماغ میں جھانک کر میری اصلیت معلوم کر چکے ہیں۔ وہ میری گواہی دے سکتے ہیں۔"

"اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ تم مجاہدین کے پاس ابھی چلو۔ مسٹر فرہاد کو ساتھ لے چلو۔ ان کی گواہی نمبر دو چشم قبول کی جائے گی۔"

وہ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی "فرہاد ہی کا پتا نہیں ہے۔ انھوں نے کہا تھا، بیروت میں ملاقات ہو گی لیکن اب تک ملاقات نہیں ہو سکی۔ میں سمجھتی ہوں وہ براہِ راست مجھ سے ملنا نہیں چاہتے۔"

"ایسا کیوں سوچتی ہو تم بلا کی حسین ہو اور فرہاد کے متعلق سنا ہے وہ بلا کا حسن پرست ہے۔"

"بکواس ہے۔ لوگ ان کے متعلق غلط افواہیں اڑاتے ہیں۔ وہ میرے قریب رہ چکے ہیں۔ میرے ہاں مہمان رہ چکے ہیں۔ مَیں نے ان میں کوئی چھچھورا پن نہیں دیکھا۔ کوئی حسن پرستی نہیں دیکھی۔"

"تم فرہاد علی تیمور کے اس قدر قریب رہ چکی ہو تو پھر سارہ آئزک نہیں ہو، کوئی اور ہو۔ میرے ستاروں نے صحیح بتایا تھا تم دوہری زندگی گزار رہی ہو۔"

"ہاں جب تم نے مجھے یہ بتایا تو میں چونک گئی تھی۔ میری حقیقت کھلنے والی تھی۔ مَیں دوہری زندگی گزار رہی ہوں۔ ظاہر میں کچھ ہوں۔ باطن میں کچھ۔"

"وہ باطن والا کچھ، مجھے بتا دو۔"

"مَیں مجاہدین کے سامنے خود کو ظاہر کر دوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں سوچتا ہوں، کس طرح تمھیں مجاہدین کے درمیان پہنچاؤں۔ کیا ابھی تم مجھے قہوہ پلانا پسند کرو گی۔ کچن میں تمام سامان موجود ہے۔"

اس نے مجھ پر ایک نظر ڈالی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ بار بار مجھے فرہاد علی تیمور سمجھ کر شبہ کی نظروں سے دیکھتی ہے پھر مایوس ہو جاتی ہے۔ وہ وہاں سے اٹھ کر کچن کی طرف چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے سجاد کے دماغ میں جھانکنا لگائی۔ مَیں بہت دیر سے اس کے پاس پہنچنا چاہتا تھا لیکن کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیدا ہو جاتی تھی۔ میں نے لیلیٰ کو قہوہ تیار کرنے کے بہانے کچن میں بھیج دیا تھا تاکہ تھوڑی دیر میں سجاد کی خیریت تو معلوم کر لوں۔

پچھلی بار جب میں اس کے پاس پہنچا تھا تو وہ گہری نیند میں تھا۔ مَیں نے اسے بخیریت دیکھ کر مطمئن ہو کر دوسری طرف توجہ دی تھی۔ اب جو اس کے دماغ کو ٹٹول کر دیکھا تو پتا چلا وہ تنویمی نیند سو رہا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا اور عمل کے بعد اسے تنویمی نیند سلایا گیا ہے۔ مَیں اس کے دماغ کے تہ خانے میں اُتر کر آہستہ آہستہ معلومات حاصل کرنے

لگا۔ اس کا خوابیدہ دماغ مجھے بتانے لگا کہ کس طرح عمل کیا گیا تھا اور اسے ٹرانس میں لانے کے بعد کس طرح کے سوالات کیے گئے تھے اور اس نے کیا جوابات دیے تھے۔

سجاد کو ایک آرام دہ بستر پر چاروں شانے چت لیٹنے کے لیے کہا گیا تھا۔ وہ اس سے پہلے بھی تنویمی عمل سے گزر چکا تھا لہٰذا جلد ہی ٹرانس میں آگیا۔ عمل کرنے والے نے اس سے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے جواب دیا "فرہاد علی تیمور۔"

پھر اس سے پوچھا گیا "اگر تمہاری ڈمی، اعلیٰ بی بی کے پاس بھیجی جائے تو کیا وہ اسے پہچان لے گی؟ اگر پہچان لے گی تو تمہاری خفیہ شناخت کیا ہے۔ کوئی کوڈ ورڈ وغیرہ ہیں؟"

"کوڈ ورڈ وغیرہ نہیں ہیں۔ نہ ہی کوئی خاص شناخت ہے۔ ہم ایک دوسرے سے گفتگو کے ذریعے پہچانے جاتے ہیں۔"

"پھر اعلیٰ بی بی نے اس فرہاد کی گمشدگی کا نوٹس کیوں نہیں لیا جو یہودیوں کے ہتھے چڑھ گیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا کہ اعلیٰ بی بی نے اس کا نوٹس کیوں نہیں لیا۔"

"کیا وہ سمجھ گئی ہے کہ تم ابھی تک ہماری قید میں ہو؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"تم فرہاد علی تیمور ہوتے تو وہ اس طرح آرام سے بابا صاحب کے ادارے میں بیٹھی نہ رہتی۔ ہمارے جاسوس بتا رہے ہیں، اسے تمہاری پروا نہیں ہے۔ وہ وادیٔ قاف جانے کے لیے پر تول رہی ہے۔ کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے کہ تمہارے جیسی اہم شخصیت کو اس نے فراموش کر دیا ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ وہ کیوں ایسا کر رہی ہے میں نہیں جانتا۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں، تم اپنے دماغ کی گہرائیوں میں اُتر و اور تم دماغ کی گہرائیوں میں اُتر رہے ہو۔"

"میں کوشش کر رہا ہوں۔ میری رہنمائی کی جائے۔ میں کس طرح دماغ کی گہرائیوں میں اُتروں۔"

"اپنے لاشعور کو، اپنی بھولی ہوئی باتوں کو ٹٹولنا شروع کرو۔ دیکھو تمہارے اندر ایسی کون سی کمی رہ گئی ہے کون سی خامی ہے جو تمہیں فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے اہم نہیں بناتی۔ تمہارے اپنے تمہیں نظر انداز کر رہے ہیں۔"

میں سجاد کے خوابیدہ دماغ کو ٹٹول رہا تھا اور وہ بتا رہا تھا کہ کس طرح تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو گریدا گیا۔ اس قدر گریدا گیا کہ اس عمل نے حیرت انگیز انکشاف کیا۔ اسے بتایا کہ وہ فرہاد نہیں سجاد ہے۔

تنویمی عمل کے دوران اتنی گہری خاموشی، تنہائی ہوتی ہے کہ عامل اپنے معمول کو اس کے لاشعور میں پہنچا کر وہاں سے دور کی کوڑی لے آتا ہے۔ رکھا تھا وہ بات ظاہر ہونے لگی تھی۔ اسے یاد کہ کس طرح وہ ایک بار یہودیوں کی قید میں رہ کر کر سو گیا تھا۔ پھر اس کے بعد اسے ہوش نہیں علی تیمور کہاں چلا گیا۔ اب تک وہ فرہاد بنا ہوا تھا تنویمی عمل کے ذریعے اسے فرہاد بنایا گیا تھا۔

بلیک شیڈو اب تک بہت ہی ذہین، چا بروقت اقدامات کرنے والا پُراسرار شخص ثابت تھا۔ اس نے اعلیٰ بی بی کی ذرا سی عدم توجہ سے تک سمجھ لیا تھا۔ چونکہ وہ ڈمی فرہاد تیار کر رہا تھا لیے اس پہلو پر توجہ نہ دی اور اس نے کسی تنویمی عمل کی خدمات حاصل کر لیں۔ اس تنویمی عمل کا نتیجہ اب سامنے آرہا تھا۔ سجاد بہر حال سجاد تھا اور اب اپنی کی طرف لوٹ آیا تھا۔

یوں بلیک شیڈو میرے ایک بہت بڑے پہنچ گیا تھا۔ میں نے اب تک یہودیوں اور ساری خطرناک تنظیموں کو اس فریب میں مبتلا رکھا تھا کہ ان کی نظروں میں ہے وہی فرہاد ہے۔

اب بلیک شیڈو کے ذریعے بہت بڑا انکشا والا تھا۔ یہودیوں نے جس فرہاد کو گرفتار کیا تھا کے پنجرے میں پیش کیا تھا۔ اسٹیج پر لا کر تماشا دکھایا تھا بڑی خطرناک تنظیموں کے سربراہوں نے اس کی موت پر دستخط کیے تھے۔ اور کتنے ہی ممالک نے اس کی تماشا دیکھنا چاہا تھا وہ سب میری طرف سے دل گے۔ اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ اصل فرہاد نہ گرفت میں آیا تھا۔ نہ آج کسی کی گرفت میں ہے، وہ روپوش ہے اور ایک جگہ بیٹھا یہ سارے تماشے کر رہا

اگرچہ اس انکشاف کے بعد میرا کچھ زیادہ نقصا تاہم میں اپنے تمام دشمنوں کو اب تک خوش فہمی میں مبتلا ہوئے تھا، وہ کھیل ختم ہو جاتا۔ لطف اسی میں تھا کہ وہ غوش فہمی میں مبتلا رہتے اور میں ان کی دو غلی باتوں اور حرکتوں کو سمجھتا رہتا۔ اب میں سوچ رہا تھا کہ کیوں؟ طرح بلیک شیڈو کو اس اہم انکشاف سے روک دوں

کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ میں اس کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا نہ ہی اس کے کسی خاص ماتحت کو اپنا شکار بنا کر اس کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

میرے سوچنے کے دوران لیلیٰ قہوہ لے کر آگئی۔ یوں وہ جلدی آسکتی تھی لیکن میں نے سجاد کے پاس پہنچنے کے دوران ایک بار اس کا تیار کیا ہوا قہوہ اس طرح گرا دیا کہ اسے خیال خوانی کا شبہ نہ ہو سکا۔ وہ افسوس کرتے ہوئے قہوے کو دیکھتی رہی پھر اس نے دوسری پیالی قہوہ بنانا شروع کیا تھا۔ اس طرح مجھے کافی وقت مل گیا تھا۔

ہم سینٹر ٹیبل کے اطراف ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر قہوہ پینے لگے۔ اس نے پوچھا "کیا تم نے مجاہدین سے میرا تعارف کرانے کے سلسلے میں کچھ سوچا؟"

"میں سوچ رہا ہوں۔ ایک تعارفی خط تمہارے لیے لکھ دوں۔ تم وہ خط لے کر سوق الغرب کے علاقے میں جاؤ وہاں کے بزرگ جلیل القدر ہیں۔ یہ خط انہیں دے دینا۔ وہ تم پر بھروسہ کر لیں گے۔"

"کیا تم نے وہ تعارفی خط لکھ دیا ہے؟"

"کیا خاک لکھوں؟ تم نے تو اپنی اصلیت نہیں بتائی۔ تم کون ہو۔ سارہ آئزک کس طرح بنی ہوئی ہو؟ اسرائیلی تم پر کس طرح اعتماد کرتے ہیں۔ اور تمہاری اصلیت تو نہیں سمجھتے ہیں؟"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی "مجھے اپنا اصلی نام بتائے نہ بتائے۔ پھر اس نے سوچا "اصلی نام بتانا کیا ضروری ہے لیلیٰ ثانی کو جس قدر راز میں رکھوں، بہتر ہے۔ صرف حبیبہ اور فرہاد علم رہنا چاہیے۔ تیسرا شخص نہ سمجھ سکے۔"

وہ سر اٹھا کر بولی "میری اصلیت خواہ کچھ ہو، تم مجھ پر اعتماد کرنے لگے ہو۔ اتنا لکھ دو کہ میں قابلِ اعتماد ہوں اور مجاہدین بھی بھروسہ کر سکتے ہیں۔"

میں اس کی بات کا جواب دینا چاہتا تھا مگر یکلخت سب ہو گیا۔ اسی وقت ایک دھڑاکے سے میرے بیڈ روم کا دروازہ کھلا۔ کسی نے زور کی لات ماری تھی۔ دو جوان نظر آئے۔ ان کے ہاتھ میں دروازے پر اسٹین گن لیے کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے لیلیٰ کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "یو ڈرٹی ٹریٹر سارہ آئزک! تم سمجھتی ہو ہمیں دھوکا دے کر ہوٹل سے آؤ گی اور ہمارا تعاقب نہیں کریں گے۔"

دوسرے نے کہا "ہم اسی وقت یہاں داخل ہو سکتے تھے لیکن پہلے ہم نے چاروں طرف محاصرہ کیا۔ اپنے آدمیوں کو بلایا۔ اب ہم میں سے دو یہاں ہیں اور دو بنگلے کے اگلے پچھلے دروازوں پر ہیں۔ تم یہاں سے فرار نہیں ہو سکو گی۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "بھائی صاحب! بات کیا ہے۔ آپ لوگ یوں دندناتے ہوئے میرے بیڈ روم میں گھس آئے ہیں۔ اس لڑکی سے کیا شکایت ہے؟"

ایک نے غرا کر کہا "تم بکواس مت کرو ورنہ تمہیں گولیوں سے بھون دیا جائے گا۔"

پھر دوسرے نے پوچھا "لڑکی! فوراً بتاؤ۔ تم ساتویں گولڈ مین کے متعلق کیا جانتی ہو۔ یہاں ہمارے مال کے پہنچنے کے سلسلے میں تمہیں کیسے معلومات حاصل ہوئیں؟ ہم دس تک گن رہے ہیں۔ اگر تم نے زبان نہ کھولی تو ہم اندھا دھند فائرنگ کریں گے اور تم دونوں کی لاشوں کو تمہارے ماتم کرنے والوں کے لیے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے گننا شروع کیا "ایک..."

ایک ذرا وقفے سے اس نے کہا "جلدی بولو۔ ورنہ دو..."

لیلیٰ نے میری طرف دیکھا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ میں سمجھ رہا تھا، وہ ان پر حملہ کرنے کے لیے پر تول رہی ہے اور یہ نہایت ہی خطرناک اقدام ہوتا۔ یقیناً وہ فلائنگ سمرسالٹ یعنی فضا میں قلابازی کھاتے کے کرتب جانتی تھی۔ فائرنگ سے بچ سکتی تھی۔ میں ان میں سے کسی ایک کے دماغ کو جھٹکا پہنچا کر فائرنگ کا رُخ دوسری طرف کر سکتا تھا مگر بیک وقت دو کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پھر فائرنگ کی آواز سن کر باہر کھڑے ہوئے دو مسلح شخص بھی آسکتے تھے اور اپنی آواز مجھے سنائے بغیر بے دریغ گولی مار دیتے۔

وہ گنتا جا رہا تھا "پانچ... چھے... سات..."

میں تیار ہو گیا جو بھی ہو۔ ادھر لیلیٰ فضا میں قلابازی کھائے گی، اُدھر میں ایک کو بہکا کر دوسرے کی طرف فائرنگ کراؤں گا۔ بعد میں جو آنے والے ہیں، ان سے بعد میں نمٹ لیا جائے گا۔

"آٹھ۔ نو..."

مگر وہ نو کے بعد گن نہ سکا۔ اچانک ہی دونوں کے حلق سے کراہ نکلی۔ دونوں کے ہاتھوں میں اسٹین گن کانپ رہی تھی اور وہ ہتھیار فرش پر گرنے ہی والے تھے۔ میں نے ان دونوں کے عقب میں دیکھا۔ وہاں مجھے ایسی علامتیں نظر آئیں جو اب دشمنوں کے لیے دہشت بن گئی تھیں اور وہ علامتیں تھیں۔

گوئی۔ خنجر اور چادر۔

جی ہاں میرے قارئین نے درست سمجھا ہے، وہ حدیقہ تھی۔

وہ حدیقہ جو دوستوں کی پشت پر پہنچے تو پشت پناہی کرے اور دشمنوں کی پشت پر پہنچے تو یوں خنجر پیوست کرے جیسے پشت ہا پشت سے آخری کیل ٹھونکنے کا کاروبار کرتی آ رہی ہو۔

اسے دیکھتے ہی لیلیٰ ہنیتر سے بدلنا بھول گئی۔ میں نے خیال خوانی کا ارادہ ترک کر دیا۔ ہم جو کام کرنا چاہتے تھے وہ حدیقہ کر چکی تھی۔ ہمارے اجنبی دشمنوں کے ہاتھ سے ہتھیار چھوٹ کر فرش پر گر پڑے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ دو مضبوط مُنہ زمین بوس ہو رہے تھے۔ دونوں کی پشت پر ایک ایک خنجر یوں پیوست ہو چکا تھا۔ جیسے فتح کا پرچم ان کے گوشت پوست اور لہو میں نصب کر دیا گیا ہو۔

ایسی واردات میں جو لوگ موجود ہوتے ہیں وہ ساکت رہ جاتے ہیں۔ چند لمحوں تک کچھ بول نہیں سکتے۔ حدیقہ کے بولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ گونگی بن چکی تھی۔ لیلیٰ بھی چُپ چاپ سوچ رہی تھی، میں جب بھی پاکستانی میکی کو گھیرنے کی کوشش کرتی ہوں، یہ کمبخت سر پر پہنچ جاتی ہے۔

کیا یہ چوبیس گھنٹے اس پاکستانی کی نگرانی کرتی ہے۔ آخر یہ کیا بلا ہے؟"

میں بھی چند لمحوں تک خاموش رہا۔ سوچتا رہا، ان دو اجنبیوں نے کہا تھا کہ ان کے دو اور آدمی باہر موجود ہیں۔ یقیناً حدیقہ انہیں ٹھکانے لگا چکی ہوگی۔ تب ہی یہاں پہنچی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا "کیا باہر دشمن موجود ہیں؟"

حدیقہ نے انکار میں سر ہلا۔

"یہ دشمن کہہ رہے تھے کہ ان کے اور بھی ساتھی موجود ہیں۔ کیا ان سے تمہارا سامنا ہوا تھا؟"

اس بار اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔

"کیا تم نے انہیں بھی... ؟" میں نے آدھی بات کہہ کر سامنے پڑی ہوئی لاشوں کی طرف انگوٹھا دکھایا۔

اس نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔ عجیب گونگی تھی۔ بول سکتی تھی لیکن قسمیہ خاموشی نے اسے اور زیادہ پُراسرار بنا دیا تھا۔ میں نے فون کے پاس پہنچ کر ریسیور اُٹھایا پھر بحیثیت کرسٹوفر میکی اپنے ماتحت سے رابطہ قائم کر کے کہا "یہاں کچھ دشمنوں کی لاشیں پڑی ہیں، انہیں فوراً ٹھکانے لگا دو۔"

میری باتوں کے دوران حدیقہ نے دشمنوں کی پشت سے اپنے خنجر نکال لیے تھے۔ ان کے لباس سے انہیں صاف کرنے کے بعد سیدھی کھڑی ہو گئی تھی۔ اب لیلیٰ کی طرف ایک خنجر سے اشارہ کرتے ہوئے دوسرے خنجر کے اشارے سے کہہ رہی تھی "یہاں سے جاؤ۔"

یعنی وہ لیلیٰ کو میرے قریب برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اسے دشمن سمجھ رہی تھی۔ پچھلی بار اُس نے لیلیٰ کو مجھ پر زیادتی کرتے دیکھ لیا تھا اگر وہ وقت پر نہ پہنچتی تو لیلیٰ مجھے باتھ رُوم میں بند کر کے اپنی سیف سے اہم دستاویز نکال کر لے جاتی۔ دوسری بار وہ پھر میرے کمرے میں اسے دیکھ کر اور دشمن سمجھ رہی تھی۔

لیلیٰ نے ناگواری سے پوچھا "اے تم آخر کون ہو، کیوں پیچھے پڑ گئی ہو؟"

وہ چند ساعتوں تک چُپ چُپ رہی، جیسے چادر کے پیچھے سے دیکھ رہی ہو۔ لیلیٰ اس کے حکم کے مطابق وہاں سے نہیں جا رہی تھی۔ خنجروں کو دستے کی طرف سے تھامے ہوئے تھی۔ اُس نے قضا میں اُچھالا۔ دونوں خنجر ذرا اوپر گئے پھر واپس آئے تو حدیقہ نے انہیں کی طرف سے تھام لیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ لیلیٰ پر خنجروں کو پھینکنے والی تھی۔

میں فوراً ہی اس کے سامنے ڈھال بن گیا "ارے یہ کیا کر رہی ہو یہاں پہلے ہی دو لاشیں پڑی ہیں۔ آناً سارا خون بہہ رہا ہے، چلو ہم یہودی لڑکی کو ڈرائنگ رُوم میں لے جا کر ذبح کریں گے۔"

لیلیٰ نے شدید حیرانی سے پوچھا "اے کیا بکواس کر رہے ہو، دماغ چل گیا ہے؟"

میں نے کہا "حدیقہ! اس کا نام سارہ آئزک ہے۔ یہ اسرائیلی سروس کی ایک اہم آفیسر ہے۔ یہاں اس بات کا سُراغ لگانے آئی ہے کہ مجاہدین کو کون ہتھیار سپلائی کرتا ہے اور کن ذرائع سے وہ سپ ہوتے ہیں؟"

چادر کے پیچھے حدیقہ غرا رہی تھی پھر وہ پینترا بدلتے ہوئے ایک یوں چلنے لگی جیسے شیر نی دُور سے دائرہ بناتے ہوئے اپنے شکار پر جھپٹنے لیے آ رہی ہو۔ وہ میرے بائیں طرف آئی اور اب پیچھے کی طرف پہنچ کر حملہ کرنا چاہتی تھی۔ میں پھر گھوم کر ڈھال بن گیا۔ وہ رُک گئی۔ میں نے "تم سے کہہ چکا ہوں، یہاں نہیں، ڈرائنگ رُوم میں چلو۔"

وہ چُپ چاپ پلٹ کر باہر جانے لگی جیسے ہی وہ بیڈ رُوم سے نکل کر گزرگاہوں سے اوجھل ہوئی، لیلیٰ نے میری آستین پکڑ کر جھنجوڑ ڈالی "تم ہوش میں تو ہو، مجھے دشمنی کر رہے ہو جب کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں میں یہودی نہیں ہوں، میں مسلمان کی اور خصوصاً فلسطینی مجاہدین کی دشمن نہیں ہوں۔"

"مس سارہ آئزک! اگر میں فرہاد ہوتا اور لیلیٰ پتیجی جانتا تو تمہارے دماغ میں گھس کر سچ اور جھوٹ کو معلوم کر لیتا۔ میں کیا جانوں، تم فلسطینی کی دوست ہو یا دشمن؟ ہم کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے۔ ڈرائنگ میں چلو، اس گونگی کو خنجر زنی میں آتی مہارت حاصل ہے کہ تمہیں ذرا بھی نہیں ہوگی۔"

میری بات ختم ہوتے ہی حدیقہ پھر کمرے میں آئی۔ آگے بڑھ کر پُر جھکتے ہوئے ان ہتھیاروں کو اُٹھانے لگی جو دشمنوں کے ہاتھوں سے چھوٹ کر گر پڑے تھے۔ لیلیٰ اسے غرا کر دیکھ رہی تھی۔ ابھی ذرا دیر پہلے

سوچ رہی تھی کہ مجھے باتوں میں لگا کر ایک چھلانگ مارے گی اور ان ہتھیاروں کے پاس پہنچ کر مجھے بے بس کر دے گی پھر وہ خنجر والی بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔

میں نے کہا "افسوس، یہ سہارا بھی تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اب کیا کرو گی؟"

حدیقہ وہاں سے چلی گئی۔ لیلیٰ مجھے گھورتے ہوئے بولی "تم مجھے نہتی اور بے بس سمجھ رہے ہو، میں خالی ہاتھوں سے اتنی پٹائی کروں گی کہ آئندہ عورت کو کمزور سمجھنا بھول جاؤ گے۔"

میں نے سہم کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "توبہ توبہ، میں اور عورت کو کمزور سمجھوں، میں نے بڑے بڑے تیس مار خاؤں کو عورت کے سامنے کمزور پڑتے دیکھا ہے مجھے بھی ان میں سے ایک سمجھو۔"

وہ قریباً چھلانگ لگا کر دروازے کے پاس پہنچی پھر اُسے اندر سے بند کرتے ہوئے بولی "تمہاری وہ گونگی لاڈلی اب کیسے اندر آئے گی۔ کہ تم مجھے ڈرائنگ رُوم میں لے جا سکو گے۔"

وہ میرے قریب پہنچتے ہوئے اچانک پینترا بدل کر مجھ پر جھپٹنا چاہتی تھی، میں اچھل کر ایک طرف جا گیا۔ اس کا حملہ ناکام ہوا پھر وہ جھنجلا کر پلٹ گئی۔ بولی "تم کیا سمجھتے ہو مجھ سے بچ کر چلے جاؤ گے۔ مجھے صاف صاف بتاؤ، اچانک تمہارے تیور کیسے بدل گئے۔ تم دوست سے دشمن کیسے ہو گئے مجھے اس گونگی کے ہاتھوں کیوں قتل کروانا چاہتے ہو؟"

میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اُسے چُپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "بڑبڑتی چلی جاتی ہو، میری بھی کچھ سُنو۔ میں تمہیں دوست سمجھتا ہوں اب بھی تم سے محبت کرتا ہوں لیکن جس طرح تم نے مجھے پریشان کیا ہے اور میری رات کو سونگھ کر دیا ہے، اس سے تو بہتر ہے کہ وہ گونگی تمہیں مار ڈالے۔ قصہ ختم کر دے۔ میں ایسی محبوبہ نہیں پال سکتا، جو میری راتوں کی نیند حرام کر دے۔"

اسی وقت دروازے پر دستک سُنائی دی۔ کرسٹوفر میکی کا ماتحت کہہ رہا تھا "سر! دروازہ کھولیے، ہم آ گئے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر لیلیٰ کو دیکھا پھر کہا "اگر میں دروازہ نہیں کھولوں گا تو یہ لوگ سمجھیں گے خطرات میں گھرا ہوا ہوں پھر تمہاری پوزیشن کیا ہوگی۔ کیا تم بچ کر جا سکو گی؟"

اُس نے غرا کر مجھے دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر خود ہی دروازے کو کھول دیا۔ وہاں چار آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کرسٹوفر میکی کا خاص ماتحت تھا۔ وہ سب اندر آ گئے۔ وہ پہلے ان لاشوں کو اُٹھا کر باہر لے گئے پھر خاص ماتحت نے آ کر کہا "آپ دوسرے کمرے میں چلے جائیں، ہم یہاں کا قالین تبدیل کر دیں گے۔"

میں نے لیلیٰ کے ساتھ برآمدے میں آ کر کہا "میں ایک شرط پر تمہیں اس گونگی کو دشمنی سے بچا سکتا ہوں۔"

وہ جھنجلا کر بولی "کیا تم مجھے رُدل سمجھتے ہو، میں ابھی اس کی چادر کو اس کا کفن بنا سکتی ہوں۔"

"وہ زیادہ بولنے والیوں کی زبان کاٹ کر ان کی ہتھیلیوں پر رکھ دیتی ہے۔"

"ہم میں سے کس کا دعویٰ درست ہے، یہ بھی ثابت ہو جائے گا۔" وہ پلٹ کر غصے سے جانے لگی۔ میں نے ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "بس آزمانا تھا، آزما لیا۔"

وہ تعجب سے دیکھتے ہوئے بولی "آزما لیا؟ کس بات کے لیے؟"

تم حدیقہ کے آنے سے پہلے دعویٰ کر رہی تھیں کہ فلسطینی مجاہدین کی جدوجہد ہو، ان کی ہر طرح مدد کرنا چاہتی ہو۔ عملی طور پر ان کے کام آنا چاہتی ہو، کیا اسی طرح کام آیا جاتا ہے؟ تم ایک فلسطینی مجاہدہ کو صرف اس لیے مارنا چاہتی ہو کہ اس پر اپنی برتری ثابت کر سکو؟"

وہ مجھے پلکیں جھپکائے بغیر سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہی تھی، بالکل وہی انداز ہے۔ فرہاد ایزل ہارڈی کے رُوپ میں میرے ہاں آیا تھا۔ وہ اسی طرح بات بات پر مجھے طیش دلاتا تھا کبھی نہ کسی طرح بھڑکاتا تھا اور میں غصے میں بھڑک جاتی تھی پھر وہ کہتا تھا کہ مجھے آزمایا ہے تاکہ میں اپنے غصے کو مارنا سیکھتی رہوں۔ ایک سیکرٹ ایجنٹ کے لیے سب سے پہلا سبق یہی ہوتا ہے کہ ایسے جذبات کو بالکل ہی کچل ڈالا جائے۔ جو غصے کا محرک ہوتے ہیں۔"

وہ میری طرف انگلی اُٹھا کر سحر زدہ انداز میں بولی "تم سندھ... تم فرہاد ہو۔"

میں نے مذاق اُڑانے والے انداز میں پوچھا "کیا واقعی؟ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تعجب ہے، یہودی جاسوس کسی کے بھی اندر گھس کر فرہاد کو پکڑ لاتے ہیں، میں ایک شرط پر اعتراف کروں گا۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا "کون سی شرط؟"

تم مجھ سے عشق کرو گی، محبت کرو گی، میں تمہارے لیے فرہاد علی تیمور بن جاؤں گا۔ یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہوگا جب کہ بعض دیوانے تو عشق میں لیلیٰ کا کتا بھی بن جاتے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی، میں کس طرح اسے بے نقاب کروں۔ اگر یہ فرہاد نہیں ہے، تب بھی میرا ہمدرد اور دوست ہے۔ واقعی مجھے دل و جان سے چاہتا ہے۔ دیوانوں کی طرح عشق کرنے لگا ہے۔ مجھے اپنی اصلیت اس سے نہیں چھپانا چاہیے۔ شاید اپنی اصلیت بتانے پر یہ مجھ پر زیادہ اعتماد کرنے لگے۔

میں نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو۔ کیا ابھی تک تمہارے دماغ میں فرہاد علی تیمور ایک کیڑے کی طرح کلبلا رہا ہے۔ کیا اس کا انداز گفتگو، اس کی چال ڈھال، اس کا رکھ رکھاؤ میری طرح ہے۔ آخر کس بات پر

سنجیدہ کر رہی ہو؟"

"میں بحث میں نہیں کرنا چاہتی۔ اگر تم اپنی اصلیت نہ چھپاؤ تو میں ابھی تمہیں اپنا اصل نام بتا دوں گی جب تم سنو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔"

"تم اس سے پہلے بھی مجھ میں یہ تجسس پیدا کر چکی ہو۔ میرا علم بھی یہ بتاتا ہے کہ تم دُہری شخصیت کی مالک ہو۔ اندر سے کچھ ہو، باہر سے کچھ۔ تمہارے ساتھ تمہاری ہم زاد چل رہی ہے۔ اس ہم زاد کی حقیقت کیا ہے، یہ بھی بتا سکتی ہو، لہٰذا بتا ہی دو۔"

وہ چند لمحوں تک مجھے دیکھتی رہی پھر گہری سنجیدگی سے سخت لہجے میں بولی۔ "میں دوست بن کر اپنے بارے میں بتا رہی ہوں۔ تم نے جواباً دوستی کا ثبوت نہ دیا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"میں دوستوں کی قدر کرتا ہوں اور تمہارے لیے تو جان دے سکتا ہوں۔ تم نے اپنی حقیقت بیان کر دی تو میں تمہیں بتاؤں گا کہ کس طرح پاکستان سے یہاں آیا ہوں اور کیا کرنا چاہتا ہوں۔ میرا نام اور میری ہسٹری کیا ہے؟"

"یہ بات ہے تو سنو! میں اصل میں سارہ آئزک نہیں ہوں۔ میرا اصلی نام...!"

وہ نام نہ بتا سکی۔ میں نے اس کے دماغ کو ذرا گڑبڑا دیا۔ وہ بولی۔ "میرا نام سارہ آئزک ہے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "ایک بار کہتی ہو تمہارا نام سارہ آئزک نہیں ہے پھر کہتی ہو نام سارہ آئزک ہے۔"

وہ پریشان ہو گئی تھی۔ اپنے سر کو تھام کر سوچ رہی تھی۔ ابھی اس کے دماغ میں کیسی گڑبڑ ہوئی تھی۔ وہ اپنا اصلی نام کیوں نہ بتا سکی؟

اس نے ہچکچاتے ہوئے میری طرف دیکھا پھر جبراً مسکراتے ہوئے بولی۔ "دراصل میرا اصلی نام...."

وہ پھر گڑبڑا کر بولی۔ "کہہ جو دیا میرا نام سارہ آئزک ہے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا تمہارے دماغ کا کوئی پرزہ ڈھیلا ہو گیا ہے؟ بھئی اپنی اصلیت نہیں بتانا چاہتی ہو تو میرا وقت کیوں ضائع کر رہی ہو؟"

اُدھر وہ میری بات نہیں سن رہی تھی۔ تیزی سے دماغ سوچ رہا تھا۔ "میرے اندر فرہاد علی تیمور ہیں.... میرے اندر فرہاد صاحب بول رہے ہیں۔ شاید مجھے اپنی اصلیت بتلانے سے روک رہے ہیں۔ اسی لیے میرے دماغ میں گڑبڑ پیدا ہو رہی ہے۔ میں دو بار کوشش کر چکی ہوں۔ پھر بھی اپنے اندر چھپی ہوئی لیلیٰ کو ظاہر نہ کر سکی۔ شاید فرہاد چاہتے ہیں کہ مجھے کوئی نہ جان سکے۔"

وہ چُپ ہو کر سننے کی کوشش کرنے لگی جیسے اب تب میں فرہاد بولتے ہی والا ہوں۔ میں نے اس کی اپنی سوچ میں کہا۔ "شاید فرہاد نے ہی مجھے روکا ہو۔ اگر براہِ راست روکتا ہوتا تو وہ مجھے مخاطب کرتے صاف طور سے کہہ دیتے۔ لیلیٰ خود کو ظاہر نہ کرو۔ تمہارا راز صرف میں جانتا ہوں، کوئی اور نہ جان سکے۔ ہاں، فرہاد ایسا کہہ سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کہا۔ صرف کہنے سے روک رہا ہے۔"

لیلیٰ کی اپنی سوچ نے کہا۔ "اگر وہ مجھے بالواسطہ روک رہے ہیں تو اس کی تصدیق ہونی چاہیے۔ میں پھر ایک بار آزما کر دیکھتی ہوں۔ وہ میرے دماغ میں موجود ہوں گے تو مجھے اصلیت بتلانے سے روکیں گے۔"

یہ سوچتے ہی اُس نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر پاکستانی میکی، دراصل میرا نام..."

وہ سچ مچ اپنا نام بتانا چاہتی تھی تاکہ میں اُسے روک سکوں اور میں نے روک دیا بات بدل دی۔ اب اُس نے فقرہ یوں ادا کیا۔ "مسٹر پاکستانی میکی، دراصل میرا نام جو کچھ بھی ہو، تم سے کیا غرض کہ میں تمہارے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہو اگر دوست ہو تو دوست ہی بن کر رہو۔"

یہ کہتے ہی وہ چُپ ہو گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر گہری سوچ میں گم ہو گئی تھی۔ وہ موجود ہیں۔ ہاں، فرہاد موجود ہیں۔ مجھے غلطی کرنے سے روک رہے ہیں۔"

وہ اپنی خوشی میں مگن تھی۔ پہلے اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ اب اُس کا ہاتھ بے اختیار اپنے دل پر آ گیا تھا۔ چہرہ خوشی سے کھل رہا تھا۔ وہ مسکراہٹ کو چھپانا چاہتی تھی تب بھی نہ چھپا پائی۔

میں اس کے ذرا قریب جھک کر اُسے شدید حیرانی سے دیکھنے لگا۔

اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ پیچھے اس لیے ہٹ گئی کہ اب میں فرہاد نہیں تھا۔ وہ تو اس کے دماغ میں موجود تھا پھر وہ میرے قریب کیسے آتی۔ ذرا اور پیچھے ہٹ کر بولی۔ "میں نے خواہ مخواہ تمہارے ساتھ وقت ضائع کیا۔ رات بھر سو نہ سکی۔"

میں نے خوش ہو کر پوچھا۔ "اس کا مطلب یہ ہے تم میرا پیچھا چھوڑ رہی ہو؟"

"میری جُوتی تمہارا پیچھا کرے گی۔ میں تو جا رہی ہوں اپنے ہوٹل میں سونے کے لیے۔"

"تم کہہ رہی تھیں دُشمن پیچھے پڑے ہیں۔ ہوٹل میں تم محفوظ نہیں رہ سکو گی۔"

وہ جاتے جاتے رُک گئی۔ پلٹ کر بڑے فخر سے بولی۔ "میرے اندر وہ موجود ہے جو آنے والے طوفان کی صحیح اطلاع دیتا ہے۔ اگر کوئی غلطی کرنا چاہوں تو مجھے بروقت روک دیتا ہے پھر مجھے دُشمنوں کا کیا ڈر؟"

وہ ایک ادائے ناز سے گھوم کر چلی گئی۔ میں نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ واقعی خوبصورت بلا تھی جب سے ہیروئن میں ملی تھی مجھے آرام سے بیٹھنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ کتنی ہی بار میرے بیڈ روم پر چھاپے مارے تھے مجھے سونے تک نہیں دیا تھا۔ اب دن نکل آیا تھا۔ تھوڑی سی نیند پوری کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے حدیقہ سے بھی دو باتیں کرنی تھیں۔ وہ ڈرائنگ روم میں انتظار کر رہی تھی۔

اس کے پاس جانے سے پہلے میں نے لیلیٰ کے دماغ میں احتیاطاً جھانک کر دیکھا۔ وہ میرے بنگلے سے باہر جانے کے بعد راستے کے کنارے کھڑی ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھی اور سوچ کے ذریعے مجھے آہستہ آہستہ پکار رہی تھی۔ "فرہاد! تم مجھ سے کیوں نہیں بولتے۔ آخر قریب رہ کر دُور رہنے میں کیا مصلحت ہے۔ میں اکثر سوچتی رہتی ہوں تو ایک ہی جواب ملتا ہے۔ تم نے کہا تھا۔ مجھے آزمائشوں سے گزار رہے ہو۔ مجھے سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے عملی میدان میں کُندن بنانے کے لیے مختلف طریقوں سے آزما رہے ہو۔ مجھے یہ آزمائش منظور ہے۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ تم نے براہِ راست نہ سہی، بالواسطہ مجھے ایک بڑی غلطی سے بچا لیا۔ آج یہ سبق حاصل ہوا کہ اپنا راز اپنے سائے کو بھی نہیں بتانا چاہیے۔ آئندہ میں لیلیٰ کا نام زبان پر نہیں لاؤں گی۔"

اچانک اُس نے ہاتھ اُٹھا کر گرتی ہوئی ٹیکسی کو رُکنے کا اشارہ کیا۔ وہ رُک گئی۔ جب وہ آگے بڑھ کر ٹیکسی میں بیٹھنے لگی تو میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ برآمدے سے گزرتا ہوا ڈرائنگ رُوم میں پہنچ گیا۔ حدیقہ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے اس کے قریب جاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم دن کو یا رات کو آرام نہیں کرتی ہو۔ کیا تم تمام رات بنگلے کے باہر میری حفاظت کے لیے پہرہ دے رہی تھیں؟"

چادر میں چھپا ہوا سر جُھک گیا۔ اُس نے انکار میں سر ہلا دیا۔ میں نے کہا۔ "تم جھوٹ بول رہی ہو۔ آخر شب اچانک ہی مجھے دُشمنوں سے بچانے کے لیے پہنچ گئیں۔ کس طرح پہنچ گئیں، کیا تمہیں اطلاع تھی کہ دُشمن مجھ پر حملہ کرنے والے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تم پہلے سے یہاں موجود تھیں۔ آخر میری خاطر اتنی تکلیفیں کیوں برداشت کر رہی ہو؟"

اس نے جواباً دونوں ہاتھوں کو اپنے سینے پر باندھ لیا۔ سر کو جُھکا لیا۔ گونگی اداؤں سے کہہ رہی تھی۔ "میں تمہاری کنیز ہوں۔ میں نے اپنی زندگی تمہارے لیے وقف کر دی ہے۔"

میں نے اس کے سینے پر رکھے ہوئے ہاتھوں کو دیکھا۔ ایک ہاتھ میں تہہ کیا ہوا کاغذ دبا ہوا تھا۔ یقیناً وہ تحریر کے ذریعے اپنی کوئی بات کہنا چاہتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا یہ میرے لیے ہے؟"

اس نے خاموشی سے وہ کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ اُس نے لکھا تھا۔

"میرے محسن!

تم نے مشورہ دیا تھا، میں کسی بڑے عالمِ دین سے قسم کھانے اور قسم توڑنے کا مسئلہ دریافت کروں۔ میں نے معلوم کیا ہے۔ ایک بزرگ عالمِ دین نے فرمایا ہے ہمارے مذہب میں چند پہلوؤں سے قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً اگر ہم قسم کھائیں کہ گندم نہیں کھائیں گے یا کوئی پھل نہیں کھائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے انکار کر رہے ہیں اور اس سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ اُٹھا رہے ہیں۔ البتہ نیک مقاصد کے لیے قسم کھائی جا سکتی ہے۔ مثلاً ہم فلسطینی باشندے اپنی زمین سے، اپنے گھروں سے بے دخل ہو گئے ہیں۔ ان حالات میں ہم قسم کھا سکتے ہیں کہ جب تک اپنے حقوق حاصل نہیں کریں گے، اُس وقت تک بے سروسامانی کے عالم میں کیمپوں میں رہا کریں گے۔ میں نے جو قسم کھائی ہے، وہ جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آواز دی ہے۔ گویائی کا سلیقہ دیا ہے اگر ہم اس سے انکار کریں اور گونگے بن جائیں تو خداوند کریم کی عطا سے انکار کریں گے یہ کفر ہو گا۔ میں نے دوسری قسم یہ کھائی کہ اپنا مُنہ کسی کو نہیں دکھاؤں گی اس لیے چادر میں چھپی رہتی ہوں۔ بے شک مسلمان عورت کو پردہ کرنا چاہیے لیکن یہ پردہ دُشمنوں کے لیے شناخت کا سبب بن جائے، فلسطین کی آزادی میں رکاوٹ بنے اور اپنے مجاہدین بھائیوں کو اس پردے سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو پردے سے باہر آ جانا چاہیے۔ صرف آنکھ کا پردہ رکھنا چاہیے۔"

میں حدیقہ کی وہ تحریر پڑھتے پڑھتے رُک گیا۔ سر اُٹھا کر اُسے دیکھنے لگا۔ جب ساری باتیں طے ہو چکی تھیں، ایک عالمِ دین نے سب کچھ سمجھا دیا تھا تو پھر وہ چادر میں کیوں چھپی ہوئی تھی؟ وہ بے زبان کیوں بنی بیٹھی تھی؟

میں اس سے یہ پوچھنا چاہتا تھا پھر خیال آیا۔ ابھی تو یہ تحریر ادھوری ہے۔ آگے بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ پہلے اسے پڑھ لینا چاہیے۔ لہٰذا میں پھر پڑھنے لگا۔ آگے لکھا تھا۔

"میں پس و پیش میں ہوں۔ بڑی اُلجھن میں گرفتار ہوں۔ کبھی سوچتی ہوں، مجھے قسم توڑ دینا چاہیے۔ کبھی دل کہتا ہے، میں نے محبوب کے حوالے سے قسم کھائی ہے لہٰذا اسے ٹوٹنا نہیں چاہیے۔ علماءِ دین کی رہنمائی سر آنکھوں پر۔ ہمیں ان کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا چاہیے لیکن کیا کروں، دل نہیں مانتا۔ انسان مذہب سے ذرا ہٹ کر دل سے اور عقیدے سے بھی بہت

کچھ کر گزرتا ہے۔ انسانی عقیدے پتھر کی لکیر ہوتے ہیں۔ جب کوئی گہرے عقیدے کے زیرِ اثر ایک فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر وہ فیصلہ کبھی نہیں بدلتا۔ یہی میری حالت ہے۔ میں حالات سے مجبور ہو کر فیصلہ بدلنا چاہتی ہوں پھر بدلتے بدلتے رہ جاتی ہوں۔ ابھی میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکی۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟ کس طرح اس اُلجھن سے نکلوں۔ میرا اس دُنیا میں کوئی نہیں ہے۔ ایک محبوب تھا، وہ بھی نہیں رہا۔ جب اس کے ساتھ میں کسی مہم پر نکلتی تو جیسے ساری دُنیا میرے ساتھ ہوتی تھی۔ آج میں تنہا ہوں لیکن خدا کی قسم جب تمہاری طرف آتی ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے ساری دُنیا پھر میرے ساتھ ہو گئی ہے۔ اسی لیے اب میں کیمپ کی طرف نہیں جاتی، شہر میں ہی وقت گزارتی ہوں۔ اس بنگلے کے چاروں طرف پہرہ لگاتی رہتی ہوں، دُشمنوں کی بُو سُونگھتی رہتی ہوں۔ جب تک اس چادر کے سائے میں دو آنکھیں سُلگ رہی ہیں، کوئی دُشمن تمہارے قریب نہیں پہنچ سکے گا۔

میرے محسن! میں صرف ایک ہی مقصد کے لیے جی رہی ہوں اور وہ ہے فلسطین کی آزادی۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ آزادی کب نصیب ہو گی لیکن اتنا یقین ہے تم ساتھ رہو گے تو آزادی کی منزل قریب تر ہو گی۔ اسی لیے کہیں تمہارے ساتھ سائے کی طرح لگی رہتی ہوں، تمہیں دیکھتی رہتی ہوں، تمہارے کام آتی ہوں تو یوں لگتا ہے، محبوب ابھی زندہ ہے بلکہ محبوب خوب تھا تم خوب تر ہو۔ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو۔ تم انسان کا چہرہ پڑھ کر ہاتھوں کی لکیریں دیکھ کر اور اُس کا ماضی بتا کر مستقبل کی باتیں درست بتا دیتے ہو۔ کیا تم میرے مستقبل کے متعلق اتنا نہیں بتا سکتے کہ مجھے کن حالات میں اپنی جدّوجُہد جاری رکھنا چاہیے کیا اپنی قسم کو قائم رکھتے ہوئے یا اپنی قسم کو توڑ کر؟ خدا کے لیے میرا ہاتھ دیکھو یا میرا زائچہ بناؤ لیکن اتنا کہہ دو کہ مجھے اپنی قسم پر قائم رہنا ہے۔ تاکہ میرا دل مطمئن اور عقیدہ سلامت رہے۔"

میں نے وہ تحریر پڑھنے کے بعد اُس کی جانب دیکھا۔ اُس نے اپنا بایاں ہاتھ میری جانب بڑھا دیا، اپنی ہتھیلی پھیلا دی۔ وہ اپنی خاموش اداؤں سے ہاتھ کی لکیریں پڑھنے کو کہہ رہی تھی۔ میرے خاندان میں کبھی کوئی نجومی نہیں گزرا۔ میں بھلا کیا لکیریں پڑھ سکتا تھا البتہ ہاتھ کی لکیروں کے متعلق کچھ سطحی سی معلومات تھیں لیکن وہ جو کچھ معلوم کرنا چاہتی تھی، وہ تمام باتیں میں اس کے دماغ میں پہنچ کر ہی معلوم کر سکتا تھا اور اُسے بتا سکتا تھا۔

دن کی روشنی اچھی طرح پھیل چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے سو جانا تھا۔ سونے کے بعد ہی خواب آتے ہیں لیکن اس کی ہتھیلی جاگتی آنکھوں کے سامنے یوں چل آئی تھی کہ مجھے خواب، خواب سی لگ رہی تھی۔ مجھے نیند پوری کرنے کے بعد خیال خوانی کی نہ ختم ہونے والی دوڑ میں مصروف رہنا تھا۔ یہ دوڑتے رہنے والے کو زیادہ دیر رُکنا پڑتا ہے، تھکنا پڑتا ہے، ذرا دم لینا پڑتا ہے کسی کے ہاتھ کا سہارا بھی لینا پڑتا ہے۔ میں نے کنول کی طرح کھلی ہوئی گلابی ہتھیلی کو تھام لیا۔

وہ ہتھیلی سنگِ مرمر کی طرح پھسلتی ہوئی سی تھی جیسے تاج محل کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ آ گیا ہو لیکن سنگِ مرمر تو سخت ہوتا ہے، وہ ہتھیلی اتنی ملائم تھی جیسے کوئی نازک سا خیال ہوتا ہو۔ وہ ملائم سی ہتھیلی پھُلا کی طرح میرے ہاتھوں میں آئی تھی اور خوشبو کی طرح کھل رہی تھی۔

شاید وہ چادر کی آڑ سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ وہ قیافہ شناس تو نہیں تھی لیکن عورت کی حِس بڑی تیز ہوتی ہے۔ وہ مرد کے چہرے کو اس مذہب پڑھ لیتی ہے جس حد تک وہ اس کی ذات سے وابستہ ہونا چاہتا ہے۔ شاید وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ میں لکیروں کو پڑھ رہا ہوں یا اپنے دل کی دھڑکنوں کو؟ اور شاید اس نے سمجھ لیا تھا کیونکہ اب میرے ہاتھوں میں اُس کا ہاتھ کسمسا رہا تھا۔ میں نے پوچھا "جب چھڑا نا ہی تھا تو اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں کیوں دیا تھا؟"

اس کا ہاتھ تھم گیا۔ دو سہمے سے لفظوں میں اُس نے اپنے ہاتھ کو میرے ہاتھوں کے جرم و کرم پر چھوڑ دیا۔ میں نے کہا "یہ لکیر کہتی ہے کہ تم مضبوط قوتِ ارادی کی مالک ہو لیکن یہ قوتِ ارادی... کبھی تمہارے نقصان کا سبب بن سکتی ہے لہٰذا کسی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے مجھے ضرور اطلاع دینا تاکہ میں تمہاری صحیح رہنمائی کر سکوں۔"

میں نے پھر اس کی ملائم ہتھیلی پر اپنا ہاتھ پھیرا جیسے لکیروں کو واضح کر کے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد کہا "تم شہسوار گزار مراحل سے تنہا گزر سکتی ہو۔ اس کے باوجود ایک ساتھی کی ضرورت شدت سے محسوس کرتی ہو۔ ایسا ساتھی جو تمہارے مزاج کے مطابق ہو۔ دلیر اور جواں مرد ہو اور قدم قدم پر تم سے برتر ہونے کا ثبوت دیتا رہے۔ پہلے تم نے محبوب کو خوب سمجھا اب مجھے خوب تر سمجھ رہی ہو بلکہ اپنے سے برتر سمجھ رہی ہو۔ اس لیے میرے...."

میرا فقرہ مکمل ہونے سے پہلے ہی اُس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ چادر سنبھالتی ہوئی دوسری طرف گھُوم گئی۔ پہلے ہی کچھ کم چھپی ہوئی نہیں تھی اب اور چھُپنا چاہتی تھی۔ اس کے خیال میں چادر پوری طرح چھُپا نہیں پا رہی تھی۔ وہ کچھ اور بھی کرنا چاہتی تھی۔

اور بھلا کیا کر سکتی تھی؟ وہ خود ہی دروازے کی طرف گھُوم کر جانے لگی۔ میں نے آواز دی "صدیقہ! رُک جاؤ، سُنو!"

وہ دروازے پر پہنچ کر ذرا رُکی جیسے رُکنا نہ چاہتی ہو۔ میری آواز نے جیسے جکڑ لیا ہو پھر وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ دروازے کے پار چلی گئی، لگی ہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اب میں اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ دوسرے کمرے میں جا کر چُپ رہی ہے یا اس بنگلے سے جا رہی ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازے پر پہنچ کر باہر دیکھا، وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

"آہ! یہ جذبے کیا ہوتے ہیں! بے چاری پہلے مُنہ چھُپاتی تھی، اب مجھ سے ہاتھ کی لکیروں کو بھی چھُپایا کرے گی۔"

میں اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔ وہاں کا تالین تبدیل ہو چکا تھا۔ میرے ماتحتوں نے کمرے کی صفائی کر دی تھی اور وہ پل سے جا چکے تھے۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ صبح کے سات بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ مجھے تھکن کا احساس ہو رہا تھا اب خیال خوانی کی سکت نہیں رہی تھی۔ میں آرام سے سو جانا چاہتا تھا۔ مجبوری یہ تھی کہ اپنے ساتھیوں کی خیریت معلوم کیے بغیر مجھے قرار نہ آتا۔ سونے کو دل بھی نہ چاہتا اور ساتھیوں کی خیریت معلوم کرنے کا مطلب یہ تھا کہ پہلے میں سونیا اور رسونتی کے پاس پہنچوں پھر مرجانہ اور بلما کی خبر لوں پھر اعلیٰ بی بی سے معلوم کروں کہ ہماری پلاننگ کے مطابق کس حد تک عمل ہو رہا ہے۔ اس کے بعد سجاد کی خیریت معلوم کروں۔ اس طرح سلسلہ اتنا طویل ہو گا کہ صبح سے شام اور شام سے پھر صبح ہو جائے گی۔

آخر میں نے رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ سو رہی تھی۔ میرے پہنچتے ہی اُس کی آنکھ کھُل گئی تھی۔ وہ چُپ چاپ لیٹی ہوئی آنکھیں کھولے دماغ کے خلیوں میں جھانکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی، آنکھ کیوں کھُل گئی؟

میں نے کہا "رسونتی! یہ میں ہُوں۔"

وہ خوش ہو کر اُٹھ بیٹھی۔ اپنے قریب ہی لیٹی ہوئی سونیا کو دیکھا، وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ پارس رسونتی کے پاس تھا۔ میں نے کہا "تمہاری دماغی قوتیں رفتہ رفتہ بحال ہو رہی ہیں۔ اب میری سوچی کی لہریں محسوس کر رہی ہیں، اسی لیے تمہاری آنکھ اچانک کھُل گئی تھی۔"

"ہاں! میں بھی یہی سمجھتی ہُوں۔ یوں تو جاگنے کی حالت میں سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی تھی لیکن دماغی کمزوری کے باعث نیند کی حالت میں احساس نہیں ہوتا تھا۔ آج پہلی بار ہُوا ہے۔"

"رسونتی! کیا تمہاری نیند پوری ہو چکی ہے؟"

وہ بولی "جب تم مجھے رسونتی کہتے ہو تو میں بیان نہیں کر سکتی۔ خوشی سے کیا حالت ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے تم نے ماضی کو بھُلا دیا ہو اور مستقبل کے لیے مجھے پکار رہے ہو۔"

میں چُپ رہا۔ اس نے پوچھا "خاموش کیوں ہو، بولتے کیوں نہیں؟"

"میں بہت تھک گیا ہُوں۔ پچھلی رات سو نہ سکا۔ اب سونا چاہتا ہُوں۔"

"بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں تمہیں تُلسی پتھی کی لوری سُناؤں گی۔"

"سونا کوئی پرابلم نہیں ہے۔ دراصل سونے سے پہلے میں تمام ساتھیوں کی خیریت معلوم کرتا ہُوں۔ آج یہ کام تم کر لو۔"

"اچھی بات ہے، کر لوں گی۔ تم اطمینان سے سو جاؤ۔ اپنے ذہن کو زیادہ نہ تھکاؤ۔"

میں نے بیڈ رُوم کے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ تمام کھڑکیوں کو چیک کیا پھر مطمئن ہو کر بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا "سونے سے پہلے میں چند اہم باتیں بتا دوں۔ میں مرجانہ اور بلما کے سلسلے میں دھوکا کھا گیا۔ انہیں تل ہیپ نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔"

رسونتی نے پوچھا "کیا وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں؟"

"گرفتار ہونے والے ہیں۔ قصہ یوں ہے کہ یہودیوں کے ہاتھ ایک ڈمی فرہاد لگ گیا ہے۔ اسے اچھی طرح چیک کیا گیا ہے۔ وہ بیک اپ میں نہیں ہے۔ دراصل بلیک شیڈ و میرے ہم شکل لوگوں کی تلاش میں رہتا ہے۔ کوئی میرا ہم شکل نہ ہو تو بگڑی مذمت مجھ سے شباہت رکھتا ہو تو وہ باقی کمی پوری کر دیتا ہے... پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہُو بہُو فرہاد بنا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی اسے چیک کرنے کے بعد مطمئن ہو گئے ہیں۔"

"میں سمجھ گئی۔ یہودی پھر اپنی مکاریوں پر اُتر آئے ہیں۔ وہ سمجھ رہے ہیں، فرہاد ان کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اب وہ آسانی سے ہم سب کو بلیک میل کر سکیں گے اور وادیٔ قاف میں آنے جانے کا راستہ بنا لیں گے۔ وہ یہاں بھی اپنی من مانی کر سکیں گے۔ شاید اسی وجہ سے وہ مرجانہ اور بلما کو یہی روکنے کی کوشش کریں۔"

"میں یہی بتانا چاہتا تھا اب چونکہ وہ ڈمی فرہاد خیال خوانی نہیں کر سکتا اس لیے اس بات کی مزید تصدیق ہو گئی ہے کہ اب تک تم ہی فرہاد کے نام سے خیال خوانی کرتی رہی ہو۔ لہٰذا ان کے لیے یہی بات مصدقہ رہنی چاہیے۔"

"ٹھیک ہے، میں ان باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خیال خوانی کروں گی۔"

"ثباتہ اُفقرہ پہنچ چکی ہو گی۔ اس کے ساتھ آنے والا بھارتی وفد میرا انتظار کر رہا ہو گا۔ تم پہلے ثباتہ کے پاس جاؤ گی۔"

"میں تمہاری تمام ذمے داریوں کو پورا کروں گی، تم اطمینان سے سو جاؤ، زیادہ نہ سوچو۔"

میں بستر پر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کو ہدایت دینے لگا کہ چار گھنٹے تک آرام سے گہری نیند سوتا رہوں۔ رسونتی نے مداخلت کی "نہیں فرہاد! چار نہیں چھ گھنٹے تک سوتے رہو گے۔ میں وعدہ کرتی ہُوں، تمہارے حصے کا تمام کام نمٹا لوں گی۔ کوئی پریشانی یا مجبوری ہو گی تو نیند

سے بیدار کروں گی مگر تم چھ گھنٹے تک سوتے رہو گے۔"

"اچھی بات ہے، میں سو رہا ہوں۔ اس دوران کوئی غیر معمولی بات ہو میرے کمرے میں کوئی داخل ہونا چاہے یا کھڑکی، دروازوں کو کھولنا چاہے تو میری آنکھ کھل جائے۔"

میں نے یہ ہدایت دی اور چپ چاپ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ مجھے ٹیبل پیتھی کی لوری سنا رہی تھی اور میں آہستہ آہستہ نیند کی وادیوں میں گم ہوتا جا رہا تھا پھر میں سچ مچ چھ گھنٹے کے لیے گم ہو گیا۔

اگر سونتی نہ ہوتی تو میں اتنی دیر تک سکون سے نیند پوری نہیں کر سکتا تھا۔ واقعی اس نے میری کمی پوری کر دی۔ صرف کمی پوری کرنے کی بات نہیں تھی، وہ نیند کے دوران میری حفاظت بھی کر رہی تھی جب میں کرسٹوفر میکی بن کر یہاں پہنچا تھا تو ایسے ہی وقت ایک بار اس نے میرے پاس پہنچ کر کرسٹوفر کے خاص ملازموں کے دماغوں میں جھانک کر دیکھ لیا تھا جن میں ایک ایڈنا نامی نیگرو ملازمہ تھی اور دوسری قابلِ ذکر وہ انگریز لیڈی سیکرٹری تھی جو مجھے کرسٹوفر میکی سمجھ کر فلرٹ کرنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔

اس کے علاوہ لیلیٰ کے دماغ میں بھی پہنچ سکی تھی۔ حدیقہ کے سلسلے میں وہ میری طرح مجبور تھی۔ اس گونگی نے تو اپنے وجود کے تمام دروازے بند کر دیے تھے اس کے دماغ میں پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

جب تک میں نیند میں مست رہا، سونتی ہمارے تمام ساتھیوں کی خیریت معلوم کرتی رہی اور میرا پیغام پہنچاتی رہی۔ اس دوران وہ بار بار کبھی ایڈنا اور کبھی لیڈی سیکرٹری کے دماغ میں پہنچ کر دیکھ لیتی تھی۔ کہیں میرے لیے کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟ وہ میرے دماغ میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ جانتی تھی جیسے ہی اس کی سوچ کی لہریں پہنچیں گی میری آنکھ کھل جائے گی اور وہ مجھے جگانا نہیں چاہتی تھی۔ بہرحال وہ بار بار میرے اطراف پہنچ کر مطمئن ہو جاتی تھی کہ میں محفوظ ہوں۔

وہ اپنی مختلف مصروفیات کے دوران پہلی بار لیلیٰ کے دماغ میں پہنچی تھی۔ اس وقت وہ بھی گہری نیند میں تھی، پچھلی رات کی جاگی ہوئی تھی۔ اس کے خوابیدہ دماغ نے سونتی کو بتایا کہ وہ ہوٹل پہنچ کر بالکل تھکے ہوئے انداز میں بستر پر گر پڑی تھی۔ اس کے باوجود نیند نہیں آ رہی تھی کیونکہ فرہاد اس کے دماغ میں کہیں چھپا ہوا تھا۔ مختلف انداز میں اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ لیکن خود کو ظاہر نہیں کر رہا تھا اگر ظاہر کر دیتا تو جانے کیا ہوتا۔ شاید ایک ضدی سیکرٹ ایجنٹ سارہ آزرک اور سنگدل فلسطینی مجاہدہ لیلیٰ ثانی کی دُنیا بدل جاتی۔

لیلیٰ کی خوابیدہ سوچ کہہ رہی تھی "اچھا ہوا اُس نے خود کو ظاہر نہیں کیا، میرے اندر رہ کر آنکھ مچولی کھیل رہا ہے۔ یہ کھیل اتنا پُراسرار، دلچسپ اور تجسس انگیز ہے کہ میں خوابوں کی دُنیا میں گم ہو جاتی ہوں۔"

اور واقعی وہ خواب میں فرہاد علی تیمور کو دیکھ رہی تھی حالانکہ اُس نے مجھے اصلی چہرے کے ساتھ کبھی رُوبرو نہیں دیکھا تھا، صرف تصویر وہی تصویر اس کے خوابوں میں مجسم ہو گئی تھی۔

چونکہ سونتی اس کے خوابیدہ دماغ میں پہنچی ہوئی تھی ساتھ وہ بھی خواب کی اسکرین پر نظر آ رہی تھی۔ لیلیٰ نیند کی حالت میں گئی پھر اُس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"تم نے میرا نام سُنا ہے مگر دیکھا نہیں ہے پہلی بار دیکھ سُن لو میرا نام سونتی ہے۔"

اُس نے حیرانی سے پوچھا "مادام! مجھے سننے والی اطلا آپ کوہِ قاف میں یوں پھر یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

"میں فرہاد کا سایہ ہوں۔ ایسا سایہ جو اندھیرے میں بھی سا گہری تاریکی ہو تو میں ان پر ٹیبل پیتھی کا سایہ کر دیتی ہوں۔"

لیلیٰ نے پوچھا "اور آپ نے فرہاد پر حسین عورتوں کا سایہ ہو تب کیا کرتی ہیں؟"

سونتی نے ایک گہری مسکراہٹ لی پھر کہا "پہلے پہلے تو آ دکھاتی تھی پھر پتا چلا میں سمندر کی مسافر ہوں۔ جتنی بار پھر کے ساحل تک پہنچوں گی ٹھنڈی ٹھنڈی واپس چلی آیا کروں گی آؤں گی پھر اس طرح ناکام واپس ہو جاؤں گی۔ یہاں ہوں سمندر کا ناتا اسی طرح قائم رہ سکتا ہے کہ لہر سکون سے ساحل میں آئے اور آرام سے واپس چلی جایا کرے۔ میں یہ بات ہر کے لیے نہیں کہتی۔ بعض مردوں کا مزاج بالکل ہی مختلف ہو اپنی ذات میں چٹان ہوتے ہیں۔ جب عورت اپنے حسن کے اور محبت کی گرمی سے اسے پگھلا نہیں سکتی، غصہ دکھانے نہیں چلتا، اسے چھوڑنے کو بھی دل نہیں چاہتا تو وہ ہتھیار ڈال ایسے ہی مرد کو پسند کرتی ہے جو چٹان ہو اور میرا تجربہ ہے، جو عورت نہ توڑ سکے اُسے وہ کون بھی نہیں توڑ سکتا۔"

"گویا تمھیں اس بات پر اعتراض نہیں ہے کہ تمھارا مجا خواب میں کیوں آیا ہے؟"

"میں نے کہا نا، پہلے غصہ بھی آتا تھا اور اعتراض بھی اور اس کے ہر جائی پن پر یہ سوچتی تھی ے

وہ تو خوشبو ہے، ہواؤں میں بکھر جائے گا
مسئلہ پھول کا ہے، پھول کدھر جائے گا

اب یہ عقل آ گئی ہے کہ خوشبو بکھر نہیں سکتی۔ اسے ہے۔ عورت میں تحمل ہو تو وہ دل کی شیشی میں اسے پرفیوم کی سکتی ہے۔ میری اس بات کو عام سے انداز میں یوں سمجھ لو زندگی کے کھونٹے سے بندھا ہوا ایک بیل ہے۔ وہ رسّے کی لمبا کھاتا ہے جہاں لمبائی ختم ہوتی ہے وہاں سے پھر کھونٹے کی آتا ہے۔"

یا فرہاد بھی واپس آتا ہے؟"

"یک نہیں ہزار بار۔ ہمارے درمیان اختلافات ہوئے۔ ہم ایک دوسرے بھی ہمارے درمیان اتنی نفرت، بڑھی کہ ہم دشمنی پر اُتر آئے۔ مجھے نا چاہیے صرف میں دشمنی پر اُتر آئی۔ یہ میری نادانی تھی۔ ہزار ت کے باوجود وہ میرے ہیں اور ہمیشہ میری طرف لوٹ آتے مجھے کس بات پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں تو اپنی جگہ اٹل حقیقت پر تو پارس کی مہر لگی ہے اور کوئی باپ اپنے بیٹے کی ماں سے دور نہیں جاتا۔ وہ صبح کو بھولتا ہے، شام کو واپس آ جاتا ہے۔"

سونتی کہتے کہتے رک گئی، خواب کی اسکرین ہولے ہولے تھرتھرا دماغ کے پروجیکٹر میں مداخلت ہو رہی تھی۔ وہ لیلیٰ کے دماغ محسوس کر سکتی تھی کہ اس کے آس پاس کوئی گڑبڑ ہے۔ شاید ے کے اندر داخل ہونا چاہتا ہے۔

اُس نے ہولے سے اس کے دماغ کو جھنجھوڑتے ہوئے سرگوشی "خطرہ...!"

وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ ایک دم سے چوکنی ہو کر چاروں طرف کمرے نے لگی۔ سوچنے لگی، وہ اچانک کیسے بیدار ہو گئی۔ کیسے انجانے کا احساس ہو گیا پھر اُسے کھٹکے کی آواز سُنائی دی۔ اُس نے ے کی طرف دیکھا۔ ساری بات سمجھ میں آ گئی کوئی مقفل دروازے کو ی کوشش کر رہا تھا۔

وہ بستر سے اُچھل کر فرش پر آ گئی۔ ایک دم سے شیرنی کی طرح تن ہو گئی۔ دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ آنے والا ایک بھی ہو سکتا یا بھی ہو سکتے ہیں۔ ان حالات میں کیا کیا جائے؟

اس کی اپنی سوچ کہہ رہی تھی "مقابلہ کروں گی۔ میں کسی سے کمتر ں ان کے دانت کھٹے کر دوں گی۔"

سونتی نے اس کی سوچ میں کہا "لیکن مجھے سوچنا چاہیے ایسے حالات ارکی ساتھی عورتیں کیا کرتی ہیں۔ اس نے یقیناً مجھے بھی ایسے موقعوں لوئی گائڈ لائن دی ہو گی۔"

لیلیٰ کو فوراً یاد آ گیا۔ میں نے اسے اکثر سمجھایا تھا کہ غصہ انسان کی کھا جاتا ہے اور کامیابی سے دُور لے جاتا ہے لہٰذا سہولت سے کام لینا چاہیے۔

دوسرے ہی لمحے اُس نے آنے والوں سے مقابلہ کرنے کا خیال دیا۔ سکون سے ذرا سوچا تو بات سمجھ میں آ گئی۔ اُس نے فوراً ہی بستر روخ پوزیشن کر درست کیا۔ تکیے کو سلیقے سے رکھا پھر تیزی سے چلتی ہوئی ہ میں گئی۔ وہاں جا کر اُس نے شاور کو کھول دیا۔ دروازے کو پھر اُس دروازے کے پیچھے چلی آئی جسے کھولنے کی کوشش کی جا رہی اور اس وقت پہنچی جب دروازے کا ہینڈل آہستہ آہستہ جھک محتاط انداز میں کھلتا جا رہا تھا۔ آنے والے آہستگی سے کھولتے ہوئے اندر دیکھ رہے تھے۔ سمجھنا چاہتے تھے کہ لیلیٰ کہاں ہے؟

وہ بستر پر نظر نہیں آئی۔ دماغ کی بے ٹمکن چاد پر ڈھونڈ رہی تھی، بھلا دن کے وقت کوئی سو سکتا ہے۔ اسی وقت باتھ رُوم سے پانی گرنے کی آواز نے متوجہ کیا۔ وہ مسکرا کر یوں دیکھنے لگے جیسے شکار کو پا لیا ہو۔ انھوں نے دروازہ پوری طرح کھول دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لیلیٰ اس کے پیچھے نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ انھیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ آنے والے دو تھے اور وہ دبے قدموں باتھ رُوم کے دروازے کی طرف جا رہے تھے۔

ان میں سے ایک نے قریب پہنچ کر دروازے سے کان لگاتے ہوئے اندر کی آواز سُننے کی کوشش کی۔ دوسرے نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا، دروازہ کھلا ہے یا بند ہے۔ جب لیلیٰ نے دیکھا کہ وہ ٹھیک دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں تو اُس نے اچانک ہی پنے ٹلے قدموں سے آگے بڑھ کر ایک چھلانگ لگائی۔ فضا میں ذرا بلند ہوئی پھر اس سے پہلے کہ وہ دونوں آہٹ سُن کر چونکتے، بے چارے فلائنگ کِک کی زد میں آ گئے۔ باتھ رُوم کے دروازے سے ٹکراتے ہوئے اندر چلے گئے۔ یوں کہنا چاہیے کہ باتھ رُوم کے گیلے چکنے فرش پر پھسلتے ہوئے دُور تک چلے گئے۔ جب تک وہ سنبھلتے اور وہاں سے واپس آتے لیلیٰ نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔

اب وہ اطمینان کی گہری سانس لے کر سوچ رہی تھی "واقعی ذہانت اور حاضر دماغی میں جو لطف حاصل ہوتا ہے، وہ لڑائی جھگڑے میں نہیں ہوتا۔ اگر میں لڑائی کرتی تو تھوڑی بہت میری بھی ٹوٹ پھوٹ ہوتی... فرہاد مجھے بہترین گائڈ لائن دے رہے ہیں۔"

وہ چونک گئی۔ اسے خیال آیا، وہ اچانک گہری نیند سے کیسے بیدار ہو گئی تھی؟ کیا فرہاد نے جگایا تھا؟ اس کے دماغ سے اچانک غصہ کیسے فرو ہو گیا؟ اور وہ مکمل سے کس طرح حاضر دماغی کا مظاہرہ کرنے لگی؟ کیا یہ سب فرہاد کی دھن چھپی کارفرمائی ہے؟ کیا وہ اب بھی میرے دماغ میں موجود ہیں۔ میں جاگتی ہوں، سوتی ہوں تو وہ میرے پاس رہتے ہیں؟

وہ خوش ہونے لگی۔ باتھ رُوم میں بند ہونے والے اس دروازے کے ہینڈل کو جھٹکے دے رہے تھے، کھولنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ دروازہ پیٹنا نہیں چاہتے تھے آواز بھی نہیں دے سکتے تھے کیونکہ چوروں کی طرح آئے تھے۔

وہ بیکارگی چونک کر پلٹ گئی، کمرے کا وہ مقفل دروازہ جسے کھول کر دو دشمن اندر آئے تھے۔ اب وہاں تیسرا دشمن نظر آ رہا تھا اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا تھا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور ریوالور میں سائیلنسر لگا ہوا تھا۔

وہ لیلیٰ کو سر سے پاؤں تک دیکھ رہا تھا۔ ذات پہنچنے کے انداز میں وانتوں کی نمائش کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا پھر اُس نے پوچھا "تمھاری

عمر کیا ہے بے بی؟ تم گولڈن ریکٹ سے ٹکرانے چلی ہو' زندگی سے بیزار ہو گئی ہو تو چپ چاپ خودکشی کر لو۔ میں اتنی کم سن چھوکری کو اپنے ہاتھ سے مارنا نہیں چاہتا۔ مجھے بڑا ترس آتا ہے۔"

"اچھا تو تم ساتویں گولڈ مین ڈاکٹر ولیم بروک کے آدمی ہو؟"

"ڈاکٹر ولیم بروک ایک معزز انسان ہیں۔ بین الاقوامی شہرت کے حامل ہیں۔ ہر ٹک میں انھیں عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ تم انھیں ساتواں گولڈ مین کہہ کر ان کی توہین کر رہی ہو۔ تمھاری بات کا کوئی یقین نہیں کرے گا کہ ڈاکٹر کا تعلق گولڈن ریکٹ سے ہے۔"

"کل میں نے ٹیلی فون کے ذریعے ڈاکٹر ولیم بروک سے گفتگو کی تھی۔ اس کا تعلق گولڈن ریکٹ سے نہیں ہے تو تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟"

"تمھیں لینے۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولی "کیا یقین ہے کہ مجھے لے جا سکو گے؟"

اجنبی نے ہاتھ رُوم کی طرف دیکھا پھر کہا "کل ہم نے پتا چلانے کی کوشش کی تھی کہ تم کہاں چھپی ہو اور کہاں سے تم نے ڈاکٹر کو فون کیا تھا پھر ہمیں اس ہوٹل کا پتا چل گیا۔ ہم نے موجودات کو تمھیں گھیر کر لے جائیں گے لیکن پچھلی رات تم یہاں نہیں تھیں۔ ہم ناکام چلے گئے۔ ہم نے جو معلومات حاصل کیں' اس کے مطابق تم اس میدان میں نئی ہو۔ پہلی بار اپنے ٹک سے باہر آئی ہو اور مُراعِ رسانی کے کمالات دکھانا چاہتی ہو۔ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ آتے ہی گولڈن ریکٹ جیسے ادارے پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ گرہاں' یہ تسلیم کر چکا ہوں کہ اناڑی نہیں ہو' بہت ہوشیار ہو۔ بڑی چالاکی سے تم نے میرے دونوں آدمیوں کو ہاتھ رُوم میں بند کر دیا لیکن یہ بھول گئیں کہ کوئی سیرہ پر سوا یر بھی ہو سکتا ہے۔ قربانی کے بکروں کو آگے بھیج کر خود پیچھے آ سکتا ہے اور میں آ گیا ہوں۔"

چند ساعتوں تک خاموشی رہی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورتے رہے پھر اس نے پوچھا "سیدھی طرح چلو گی یا تمھیں بے ہوش کر کے لے جاؤں۔ باہر اسٹریچر اور ایمبولنس وغیرہ موجود ہیں۔ ہمارے دوسرے آدمی اسپتال کے عملے کی صورت میں انتظار کر رہے ہیں' بولو کیا چاہتی ہو؟"

اس کی باتوں کے دوران وہ تیزی سے سوچ رہی تھی' ان حالات میں کیا کرنا چاہیے۔ لڑنے میں تو وہ پیچھے ہٹنے والی نہیں تھی لیکن یہ بات دماغ میں آ رہی تھی کہ یہ لوگ قتل کرنا چاہتے تو سائلنسر لگے ریوالور سے بہت پہلے ہی کام تمام کر دیتے۔ یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ ڈاکٹر ولیم بروک کے متعلق اور کیا جانتی ہوں۔ یہ مجھے کہیں اپنے خفیہ اڈے میں لے جائیں گے لہٰذا مجھے ان کے ساتھ جانا چاہیے۔

وہ دشمنوں کے ساتھ جانے کا خطرہ اس لیے مول لینا چاہتی تھی کہ بیروت میں آ کر اس نے اب تک کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا تھا۔ اگر وہ یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی تو اپنے ملک کی سیکرٹ سروس میں پہنچ کر شرمندگی اُٹھانی پڑتی۔ وہ اپنے ریکارڈ میں بہترین کارکردگی کا اضافہ کرنا چاہتی تھی۔

اُس نے آہستگی سے مجھے پکارا "فرہاد تم موجود ہو' میں جانتی ہوں تم براہ راست گفت نہیں کرو گے۔ اشارتاً ہی بتا دو' مجھے جانا چاہیے نہیں؟ اگر موجود ہو تو تم نے دشمن کے خیالات پڑھ لیے ہوں گے۔"

وہ چُپ رہ کر میرے جواب کا انتظار کرنے لگی۔ ریوالور والے نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو۔ میری بات کا جواب دو۔ کیا راضی خوشی چلو گی یا تیار ہو؟"

رسونتی نے لیلیٰ کی سوچ میں کہا "اسے تھوڑی دیر تک باتوں میں بہلانا چاہیے' ہو سکتا ہے فرہاد ابھی موجود نہ ہوں۔ کسی دوسری جگہ ہوں۔ کسی لمحہ بھی میرے پاس آ سکتے ہیں۔ مجھے ان کا انتظار کرنا چاہیے۔"

یہ کہتے ہی رسونتی میرے پاس پہنچ گئی۔ میں ساڑھے پانچ گھنٹے کی نیند پوری کر چکا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد خود ہی بیدار ہونے والا تھا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی ایک بیک بیدار ہو گیا۔ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ سمجھنے کی کوشش کرنا چاہتا تھا کہ اچانک بیداری کیسے ہوئی۔ اسی وقت رسونتی نے کہا "یہ میں ہوں۔"

میں نے پوچھا "خیریت تو ہے؟"

"ابھی تک خیریت ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کے متعلق تمام رپورٹ سناؤں گی۔ پہلے لیلیٰ کے متعلق سنو! اسے گولڈن ریکٹ کے غنڈوں نے گھیر لیا ہے' اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ لیلیٰ سیکرٹ ایجنٹ ہے چنانچہ کوئی کارنامہ انجام دینا چاہتی ہے' اس لیے ان کے ساتھ جانے خطرہ مول لے رہی ہے۔ اب تم فیصلہ کرو' اسے جانا چاہیے یا نہیں؟"

"کیا تم نے دشمنوں کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا ہے کہ ان کے ارادے کیا ہیں؟"

"ہاں' لیلیٰ نے بڑی ذہانت سے دو دشمنوں کو ہاتھ رُوم میں بند کر دیا ہے۔ تیسرے کے پاس ریوالور ہے۔ وہی زیادہ بول رہا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کر رہی تھی۔ وہ اسے ہلاک کریں گے بلکہ ایک خفیہ اڈے میں لے جا کر اس سے سودا کریں گے۔ اپنے ٹک کی سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ اتنے اہم شعبے سے تعلق رکھنے والوں کے بڑے کام آ سکتی ہے۔ نشیلی ادویات اور منشیات کو اس کے ذریعے دُور تک پھیلایا جا سکتا ہے اس لیے وہ اسے ساتھ لے رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' جانے دو۔ میں اس کی نگرانی کرتا رہوں گا۔ تم تیار رہو۔ مختلف ہیلی کاپٹر کے ذریعے تمھارے ہاں سامان پہنچ جائے گا۔"

انھوں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کی فرمائش کی تھی۔ سوچ کر ان سے گفتگو کر رہی ہو گی۔ پتا نہیں وہ کس طرح کے معاملات کر رہی ہو گی۔ تم اس کے ساتھ رہو' میں تھوڑی دیر میں آؤں گا۔"

میں وہاں سے اُٹھ کر باتھ رُوم کی طرف جاتے ہوئے لیلیٰ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ابھی تک انتظار کر رہی تھی کہ شاید میں کہیں مصروف ہوں اور وہاں سے اس کے دماغ میں آؤں گا اور اس کی رہنمائی کر دوں گا۔ وہ طرح طرح کے بہانے کر کے ریوالور والے کو ٹال رہی تھی۔ اُسے یہی تاثر دے رہی تھی کہ اس کے ساتھ جانے والی ہے۔ اس نے باتھ رُوم کا دروازہ بھی کھول دیا تھا۔ وہ اپنی مرضی سے نہیں کھولنا چاہتی تھی لیکن ریوالور کے نشانے پر مجبور کر کھولنا پڑا۔ اب تین دشمن اس کے آس پاس تھے چونکہ وہ لڑائی نہیں کرنا چاہتی تھی' اپنے طور پر کچھ چالیں چلتے ہوئے اُن کے خفیہ اڈے تک پہنچنا چاہتی تھی' اس لیے ریوالور والے کے حکم کی تعمیل کر رہی تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ خواہ مخواہ فرہاد کا انتظار کر رہی ہوں۔ اگر وہ آئیں گے تب بھی مجھے براہ راست مخاطب نہیں کریں گے۔ ان کی موجودگی کی پہچان یہی ہے کہ میں کوئی غلطی کر دوں تو وہ روک دیں گے چونکہ میں یہاں سے ان کے ساتھ جانے کی غلطی نہیں کر رہی ہوں۔ میرے اقدامات درست ہیں اس لیے وہ مجھے نہیں روک رہے ہیں۔ مجھے جانا چاہیے۔"

وہ اپنا ایک لباس اُٹھا کر باتھ رُوم کی طرف جاتے ہوئے بولی "میں تیار ہوں' پھر ساتھ چلتی ہوں۔"

ریوالور والے نے کہا "ہمیں دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر دروازے کو بند کرنے کے بعد یہاں سے نکلنا نہیں چاہو گی' ہمارے حکم کی تعمیل نہیں کرو گی تو میں فائر کر کے دروازے کے لاک کو توڑ دوں گا۔ اس کے بعد دوسری گولی تمھارے جسم میں پیوست ہو گی۔"

لیلیٰ نے اسے ناگواری سے دیکھا پھر باتھ رُوم کے اندر آ کر دروازے کو بند کر دیا۔ وہ دشمنوں کے ساتھ جانے والی تھی ان سے دو دو ہاتھ ہو سکتے تھے اس لیے وہ سیاہ جینز اور سُرخ بنیان پہن کر جانے والی تھی لیکن پہننے سے پہلے ہی ٹھٹک گئی۔ اچانک خیال آیا "کیا فرہاد موجود ہیں؟"

اس وقت تک میں ریوالور والے کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں اسے قائل کر رہا تھا کہ جب تک سارہ آٹزک باتھ رُوم سے باہر آئے' اس وقت تک اُسے ڈاکٹر ولیم بروک سے فون پر رابطہ قائم کر کے بتا دینا چاہیے کہ سارہ کو اپنے اڈے پر لایا جا رہا ہے۔

ریوالور والا پریشان ہوا۔ اس کے دماغ نے کہا "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ بھلا مجھے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ میں سارہ کو یہاں سے لے جاتے وقت راستے میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر سکتا ہوں۔"

میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ تیار ہو چکی تھی۔ ماں کے ساتھ ہوٹل سے باہر آ کر ایک گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔ اس کے اطراف دو شخص بیٹھ گئے۔ آگے ڈرائیور تھا۔ ریوالور والا دوسری گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا پھر وہ گاڑیاں آگے پیچھے جانے لگیں۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ریوالور والے نے ڈیش بورڈ کو کھول کر وہاں سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر اُسے آپریٹ کرتے ہوئے رابطہ قائم کرنے لگا۔ مجھے ڈاکٹر ولیم بروک کی آواز سُنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا "کیا اُسے لا رہے ہو؟"

"جی ہاں' میں اُسے لے کر آ رہا ہوں۔ میں نے اسے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ گولڈن ریکٹ سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"میں اس کے سامنے نہیں جاؤں گا۔ اپنی جگہ سے اس کی باتیں سُنتا رہوں گا۔ اسے کسی طرح بھی دوست بناؤ۔ وہ ہمارے بہت کام آئے گی۔ اسے بڑے سے بڑا لالچ دینا۔ میں دیکھوں گا تم میں دوست بنانے کی کتنی صلاحیت ہے۔ اوور اینڈ آل۔"

ان کا رابطہ ختم ہو گیا۔ میں ڈاکٹر ولیم بروک کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک کمرے میں صوفے پر بیٹھا ہوا ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفت گو کر رہا تھا۔ رابطہ ختم ہونے کے بعد وہ ٹرانسمیٹر کو ایک طرف رکھتے ہوئے وہاں سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں جا رہا تھا۔ دوسرے کمرے میں ایک بہت بڑا لبنانی آفیسر بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں' تو آفیسر تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"میں محبِ وطن ہوں۔ مجھے لبنان سے محبت ہے۔ میں یہاں تشیلی ادویات کی آڑ میں منشیات کا کاروبار ہونے نہیں دوں گا۔"

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا "تم کیسی بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ لبنان ایک عرصے سے خانہ جنگی میں مبتلا ہے۔ تم نے محبِ وطن ہو کر یہاں کون سا امن و امان قائم کیا ہے؟"

"آپ جیسے معزز ڈاکٹر بین الاقوامی شہرت کا لیبل لگا کر جب ایسا کالا دھندا کریں گے تو ہم آپ کے سامنے یقیناً بے بس ہو جائیں گے۔"

"آفیسر! میں بات میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں میں معزز ہوں' محترم ہوں اور اگر لیے میں کالا دھندا کرتا ہوں تو اس میں بھی کوئی مصلحت ہے۔"

"کیسی مصلحت؟ میں نہیں سمجھا؟"

"یہی کہ جب تم لبنان کے اندر خانہ جنگی کو نہ ختم نہیں کر سکتے' آپس میں تمھارے لوگ لڑ کر مر رہے ہیں' تم قانون کے محافظ ہو لیکن وہ قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔ یہاں ایک کے بعد ایک متحارب گروپ پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ایک گروہ دوسرے گروہ سے ٹکراتا رہتا ہے۔ سب کو اپنی برتری قائم رکھنے کا جنون ہے۔ ایسے میں ہم دیکھتے ہیں کہ لبنان جیسا کوئی بھی ملک' جہاں امن و امان قانون کے ذریعے قائم نہیں کیا جا سکتا' تقریر اور تحریر کے ذریعے قائم نہیں کیا جا سکتا تو وہاں ہم منشیات کے ذریعے یہ کام کرتے ہیں۔"

"منشیات کے ذریعے کیسے؟"

"سیدھی سی بات ہے اگر تمھارے جیسے افسران اور سیاستداں اس ملک میں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں تو منشیات کو

عام کردو تاکہ ملک کے عوام مدہرش رہیں اور حکومت پر کڑی نکتہ چینی کرنے کی جسارت سے محروم ہو جائیں۔ اس سے اچھا نسخہ کوئی نہیں ہے۔ آج بڑی بڑی طاقتیں بڑے بڑے سیاست داں یہی نسخہ پسماندہ ممالک میں آزماتے جا رہے ہیں۔"

ڈاکٹر ٹھٹھک کر کچھ دیر ہر گیا پھر آفیسر کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے بولا۔ "سنو آفیسر! آج کا انسان انڈر پریشر رہتا ہے لہٰذا اسے ٹرینکولائیزر یعنی سکون بخش ادویات دی جاتی ہیں۔ بقائی کی صورتِ حال تو عجیب ہے یہاں صرف سکون بخش ادویات سے کام نہیں چلتا۔ یہاں ہم گھر کے نشے کو عام کر رہے ہیں تمھیں بھی ہمارا ساتھ دینا چاہیے۔ تم مارفن فیملی کا ہو۔ اگر چاہو تو غیر ہارفنی فیملیوں کو منشیات کا عادی بنا سکتے ہو۔"

"وہ ہمارے دشمن ہیں۔ ہم سے بولنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ ہم انھیں کس طرح عادی بنا سکتے ہیں؟"

"یہ ہم پر چھوڑ دو۔ صرف منشیات کو عام کرنے کے سلسلے میں ہم سے تعاون کرو۔ کونی سرکار کی رکاوٹ کھڑی ہو تو ہم اس سے زیادہ تعاون نہیں چاہتے۔ اس کے بدلے ہم تمھاری ایسی خدمت کریں گے کہ مرکا رتمام عمر تمھاری خدمات حاصل کرکے بھی وہ نہیں کرسکے گی یعنی تمھارا بزنس نہ صرف لبنان میں نہیں بلکہ ہیروئن ممالک میں بھی ہوگا۔ کیا تمھیں اس بات کا اندیشہ نہیں رہتا ہے کہ تمھارے بچے جب اسکول میں پڑھنے جاتے ہیں تو پتا نہیں کب، کہاں کوئی ہنگامہ بپا ہو جائے۔ کہاں سے گولی چلے اور تمھارے بچے۔۔۔؟"

آفیسر جلدی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بے چینی سے ٹہلنے لگا پھر بولا۔ "میں بہت پریشان رہتا ہوں۔ یہ ملک میرے بیوی بچوں کے لیے محفوظ نہیں رہا۔"

"ایسی تو میں کہتا ہوں۔ بیوی اور بچوں کو یورپ یا امریکہ میں رہنے دو۔ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کریں گے تمھاری بیوی اونچی سوسائٹی میں ایک معیاری زندگی گزارے گی اور جب تم یہاں سے ریٹائر ہو کر ہیروئن ملک بیوی اور بچوں کے پاس جاؤ گے تو اپنا بڑھاپا نہایت سکون اور اطمینان سے گزار سکو گے کسی کے محتاج نہیں رہو گے۔"

ڈاکٹر سمجھا رہا تھا اور آفیسر سمجھتا جا رہا تھا۔ لبنان کی جو صورتِ حال تھی وہاں بڑے بڑے لوگ یہی چاہتے تھے کہ ان کے بیوی بچے ملک سے باہر محفوظ مقامات پر زندگی گزاریں۔ ایسے مقامات پر زندگی گزارنے کے لیے کثیر رقم کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور اعلیٰ معیاری زندگی بھی لازمی تھی۔ اس لیے وہاں کے بڑے بڑے افسران، بڑے بڑے بااثر لوگ منشیات کے کاروبار میں ملوث ہو جاتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹنے لگتے ہیں۔

جب حکام ایسے معاملات سے چشم پوشی کریں اور بڑے بڑے افسران اور قانون کے محافظ کالے دھندے میں ملوث ہو جائیں تو قانون بے بس ہو جاتا ہے۔

پھر منشیات کی لعنت کو دور تک پھیلانے کے لیے مافیا جیسے پُر اداروں کا خفیہ ہاتھ بھی ہوتا ہے۔

سب سے بڑی کمزوری عوام کی ہوتی ہے۔ وہ اپنے حالات سے مجبور ہوتے ہیں۔ پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے غلط کار چلتے ہیں۔ غم غلط کرنے کے لیے نشے کا سہارا لیتے ہیں اور یہیں سے منشیات کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

میرے معزز قارئین آپ کے محبوب رسالے سسپنس ڈائجسٹ میں منشیات سے متعلق موت کے سوداگر کے عنوان سے ایک بہت ہی مؤثر معلوماتی، عبرتناک اور سبق آموز مسلسل داستان پیش کی جا رہی ہے۔

اگرچہ یہ لعنت پوری دنیا میں پھیل رہی ہے لیکن مسلمانوں کی اکثریت اس کی زد میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے بیشتر مسلمان آپس میں برسرِ پیکار ہیں۔ لبنان میں ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں اور فلسطینی مجاہدین برسوں کی جدوجہد کے بعد بھی ناکام ہو رہے ہیں تو اس کے پیچھے جہاں بیرونی طاقتوں کی دولت، ان کی مکاری اور بڑے ممالک کی مداخلی سیاست ہے، وہاں منشیات کا بھی بھرپور ہاتھ ہے۔

میں آئندہ کبھی اپنی داستان میں تفصیل سے بیان کروں گا کہ ایک طرف بامقصد اور جیالے مجاہدین فلسطین کی آزادی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں تو انہی میں شامل رہنے والے ایسے فلسطینی بھی ہیں جو نشے کے عادی ہیں، عیاش ہیں اور اپنی ساری قوم کو بدنام کر رہے ہیں اور فلسطینی آزادی کی جدوجہد کو ناکام بناتے جا رہے ہیں۔ میں اور رسوتنی۔۔۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دو چار یادیں مجاہدین کو راہِ راست پر لاسکتے ہیں، ان میں جو گھر کا بھیدی ہو، اُسے بے نقاب کرسکتے ہیں۔ مجاہدین کو نقصان پہنچانے والا کوئی سازشی ہو تو اسے سزا دے سکتے ہیں لیکن اپنے ہی گھر کے اندر تباہ کرنے والے موجود ہوں اور ایک نہیں، سیکڑوں ہوں تو ان کا محاسبہ کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

بہرحال ڈاکٹر ولیم بروک نے اس بڑے آفیسر کو شیشے میں اُتار لیا اور وہ راضی ہو گیا۔ اس سے بڑی خوشدلی کے ساتھ مصافحہ کرکے رخصت ہونا چاہتا تھا لیکن ڈاکٹر نے کہا۔ "ہم اپنے دوستوں کو کبھی خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے۔" اُس نے میز پر رکھا ہوا ایک بریف کیس اُٹھایا اور آفیسر کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "اس میں نوٹوں کی اتنی گڈیاں ہیں جنھیں تم رات بھر اطمینان سے گن سکتے ہو۔"

اس نے خوش ہو کر وہ بریف کیس لیا۔ اس کا شکریہ ادا کیا پھر چلنے لگا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "ایک بات سن لو! جب ہم دوستی کرتے ہیں تو دوستوں کے لیے دولت تو کیا جان تک دے دیتے ہیں اور دشمنی کرتے ہیں تو دشمنوں ہی کسی کو ہلاک کرتے ہیں، ورنہ میڈیکل رپورٹ تیار کرکے اسے پاگل خانے بھیج دیتے ہیں۔ تم سمجھ سکتے ہو، جو ہیں الاقوامی شہرت رکھنے والے معزز ڈاکٹروں پر الزام عائد کرے، اسے دنیا والے پاگل نہیں سمجھیں گے تو اور کیا سمجھیں گے۔ تم یہاں سے جانے کے بعد صرف ہم سے تعاون کرنے کے متعلق سوچنا۔ پاگل خانے کے متعلق بھی نہ سوچنا۔ دش یو گڈ لک۔"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ ڈاکٹر تنہا رہ گیا تھا۔ انسان کی کھوپڑی دنیا کی سب سے مضبوط تجوری ہے۔ دنیا کا کوئی سیکرٹ ایجنٹ یا بیلک میل اس کھوپڑی سے کوئی راز چرا کر نہیں لے جاسکتا۔ ایسی تجوریوں کی چابی صرف ٹیلی پیتھی کے ماہر کے پاس ہے۔ میں اس تجوری سے آہستہ آہستہ اہم راز چرانے لگا۔ معلوم کرنے لگا کہ بیروت میں کہاں کہاں منشیات کے خفیہ اڈے ہیں اور اس لعنت کو پھیلانے کے لیے ان کا طریقۂ کار کیا ہے؟

تمام اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے ڈاکٹر کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اسے ذرا بھی چھیڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ گولڈن ریکٹ کے تمام معزز ڈاکٹر آئندہ بھی میرے کام آنے والے تھے۔ میں نے کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا۔ بیروت میں جتنے اڈوں کے نام اور پتے تھے نوٹ کرنے لگا کیونکہ یہ تمام نام اور مقام میرے لیے اجنبی تھے۔ یاد رکھنا مشکل تھا اس لیے احتیاطاً لکھ لیا۔ اس کے بعد لیلیٰ ثانی کے پاس پہنچ گیا۔

وہ ایک ایسے خفیہ اڈے میں پہنچائی گئی تھی جس کا پتا میں نے ابھی کاغذ پر نوٹ کیا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی اڈے تھے لیکن جہاں وہ پہنچائی گئی تھی، وہاں صرف یہودی آلہ کاروں سے رابطہ قائم کیا جاتا تھا۔ بیلو اور والابھی یہودی تھا۔ اس کا نام اسحاق رابن تھا۔ اس وقت وہ لیلیٰ سے کہہ رہا تھا۔ "میں سارہ آنرک! تم ہماری ہم مذہب، ہم قوم ہو۔ اگر تمھاری جیسی ذہین لڑکیاں ہمارا ساتھ دیں گی تو ہم مسلمانوں میں منشیات کا زہر آسانی سے پھیلا سکیں گے۔"

"میں اپنے ملک کی طرف سے سرکاری کام کرنے آئی ہوں۔ تمھاری آلہ کار نہیں بن سکتی۔"

"ہم اسرائیلی حکومت سے تمھارے سلسلے میں بات کرسکتے ہیں۔ تمھاری سرکار کو ہم سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ تم لوگ فلسطینی مجاہدین سے بیزار ہو۔ یاد رکھو! یہ مسلمان صرف تمھاری فوج سے اور ہتھیاروں سے نہیں مریں گے، انھیں مارنا ہے تو آہستہ آہستہ مارو۔ سلو پوائزن دو۔ آہستہ سست الاثر زہر کہ انھیں پتا بھی نہ چلے اور یہ آپس میں لڑتے جائیں اور کرتے جائیں۔ ان کو زیر کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ انھیں ہوش میں نہ رہنے دیا جائے۔ ہمیشہ مدہوش رکھا جائے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "ہیلو! میں اسحاق رابن بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں بدرشنخ ہوں۔ مجھے فوری طور پر ہیں کول کی ضرورت ہے۔"

"ابھی تمھارے اڈے پر مال پہنچ جائے گا۔"

اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں بدرشنخ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اُس دوسرے اڈے میں تھا جس کا پتا میرے کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ اس اڈے میں صرف ایسے مسلمان آتے تھے جو چرس، کوکین اور میری جوانا کا کاروبار کرتے تھے۔ وہاں سے مال اُٹھاتے تھے اور اپنے اپنے علاقوں کے نشہ بازوں تک پہنچاتے تھے۔

بدرشنخ ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دونوں پاؤں میز پر پھیلے ہوئے تھے۔ میز کے دوسری طرف ایک ادھیڑ عمر کا خوش پوش شخص بیٹھا ہوا تھا۔ بدرشنخ نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ "مال آرہا ہے، انتظار کرو۔"

ایک چپراسی دروازہ کھول کر اندر آیا پھر اس نے ادب سے سر جھکا کر کہا۔ "یا شیخ! آپ سے ابی جائیل ملنا چاہتے ہیں۔"

بدرشنخ نے ناگواری سے منہ بنا کر کہا۔ "وہ پھر میرا دماغ کھانے آگیا۔ اس سے کہو میں مصروف ہوں۔"

چپراسی نے کہا۔ "یا شیخ، وہ ایک بہت ضروری اطلاع دینا چاہتا ہے۔"

بدرشنخ نے تھوڑی دیر تک سوچا پھر سامنے بیٹھے ہوئے شخص سے بولا۔ "تم ذرا انتظار کرو۔" وہ اُٹھ کر جانے لگا۔ بدرشنخ نے چپراسی سے کہا۔ "ابی جائیل کو بھیج دو۔"

چپراسی چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے سلام کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر شیخ! مجھ سے کچھ ناراض معلوم ہوتے ہو اس لیے ملنا نہیں چاہتے تھے۔"

"تم کسی کام کے آدمی نہیں ہو۔ پچھلی بار مال اُٹھا کر لے گئے، ابھی تک رقم ادا نہیں کی۔"

"میں اگلا پچھلا تمام حساب بے باق کرنے آیا ہوں۔"

"کیا رقم لائے ہو؟"

"نہیں! ایک بہت ہی اہم راز کا انکشاف کرنے آیا ہوں۔ بولو، راز کی کیا قیمت دو گے؟"

بدرشنخ نے اسے سوچتی اور ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ "اگر وہ راز ہمارے لیے اہم ہوا تو بڑی قیمت ادا کی جائے گی۔"

"میں چاہتا ہوں، پچھلا مال جو اُٹھایا تھا اُس کی رقم معاف کردی جائے۔ ابھی مجھے پچیس کلو چرس اور دو سو پیکٹ کوکین چاہیے۔ یہی اس راز کی قیمت ہے۔"

"تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ جانتے ہو کتنی رقم بنتی ہے؟"

"راز سنو گے تو کسی سے اُچھل پڑو گے۔ میں نہیں جانتا کہ اتنے بڑے دھندے کے پیچھے کتنے بڑے لوگوں کا ہاتھ ہے۔ ایک بار تمھی نے کہا تھا کہ تمھارا باس بہت پراسرار ہے۔ کسی نے اسے بلیک میل کیا تھا، لہٰذا اس کا منہ بند کرنے کے لیے پچاس ہزار ڈالر دیے گئے تھے۔"

"ہاں، یہ چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔ کیا اس راز کا تعلق بلیک میلر سے ہے؟"

"ابھی کچھ نہیں بتاؤں گا۔ پہلے اپنے باگ باس سے طے کرلو کہ مجھے مال سپلائی کرسکو گے یا نہیں؟"

بدرشنخ نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا۔ "اچھی بات ہے، باہر جاؤ میں ابھی بلاؤں گا۔"

ابی جائیل وہاں سے اُٹھ کر باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی بدرشنخ

نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے چند سیکنڈ میں رابطہ قائم ہوگیا۔ اس نے کہا "ہیلو! میں بدر شیخ بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے نسوانی آواز سُنائی دی "ہاں بولو، مَیں اٹینڈ کر رہی ہوں۔"

اس نے کہا "مس گارنیٹ! ایک پناہ گزین کیمپ پر روح البراجنہ کا ایک فلسطینی مجاہد ہمارا آلہ کار ہے، وہ ایک اہم راز کا انکشاف کرنا چاہتا ہے لیکن اس کا معاوضہ طلب کر رہا ہے۔"

"راز کیا ہے اور معاوضہ کتنا ہے؟"

"وہ پچھلی بار پندرہ کلو چرس لے گیا تھا، اُس کی رقم واجب الادا ہے، اب پچیس کلو چرس اور دو سو پیکٹ کوکین چاہتا ہے۔"

"ہولڈ آن کرو۔"

دوسری طرف سے خاموشی چھا گئی۔ مَیں مس گارنیٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ نام بھی بہت خوب تھا۔ اس کے پاس پہنچ کر پتا چلا کہ وہ بیس برس کی دوشیزہ ہے۔ ابھی شادی نہیں ہوئی اس لیے مس کہلاتی ہے۔ چونگ گولڈن ریکٹ کا کوئی بھی ڈاکٹر براہِ راست منشیات کا دھندا کرنے والوں سے رابطہ قائم نہیں کرتا لہٰذا اس کی جگہ مس گارنیٹ فرانسس انجام دیتی تھی۔ وہاں جتنے بڑے آلہ کار، مثلاً یہودی، اسحاق رابن اور فلسطینی مدر شیخ جیسے لوگ تھے ان سے مس گارنیٹ ہی رابطہ قائم کرتی تھی۔ وہ انھیں گارنیٹ دیتی تھی چونکہ ان کی نگرانی کرتی تھی، لہٰذا گارنیٹ کہلاتی تھی اور چونکہ کنواری تھی لہٰذا اسے مس کہا جاتا تھا۔ اس طرح اس کا نام مس گارنیٹ پڑ گیا تھا۔ ویسے انگریزی زبان میں مس گارنیٹ کا مطلب ہے، گمراہ کرنا۔ یوں دیکھا جائے تو وہ گمراہ کرنے والے کاروبار میں ملوث تھی۔ لہٰذا یہ پہلو سے اس کا نام مس گارنیٹ بالکل مناسب تھا۔

وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر ڈاکٹر ولیم بروک کو ابی جمائیل کے متعلق بتا رہی تھی۔ ڈاکٹر نے تمام باتیں سُننے کے بعد کہا "مدر شیخ سے کہو، وہ ابی جمائیل کے سامنے ٹرانسمیٹر آن رکھے۔ ہم یہاں سے اس کی باتیں سُنیں گے۔ اس سے پہلے اس نوجوان کو اچھی طرح سمجھا دینا اگر وہ راز ہمارے لیے کسی بھی اہمیت کا حامل نہ ہوا تو اس سے پچھلی رقم کھڑے کھڑے وصول کی جائے گی اور آئندہ وہ رقم ادا کیے بغیر وہاں سے مال نہیں اُٹھائے گا۔"

مس گارنیٹ نے یہی بات ٹیلی فون پر مدر شیخ سے کہہ دی۔ مدر نے اپنے میز کی دراز سے ایک چھوٹا ٹرانسمیٹر نکال کر اپنے سامنے رکھ لیا پھر چپراسی کے ذریعے ابی جمائیل کو طلب کیا۔ جب وہ آ کر سامنے کرسی پر بیٹھ گیا تو اس نے ٹرانسمیٹر آن کیا پھر مس گارنیٹ سے رابطہ قائم کرنے کے بعد اس ٹرانسمیٹر کو ابی جمائیل کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "تمہیں تمہارے شاہ منظور میں تمہارا جو بھی مطالبہ ہے، پورا کیا جائے گا تم اس راز کا انکشاف کرو۔"

ابی جمائیل نے کھنکار کر گلا صاف کیا پھر ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "وہ یہ پرسوں شام کی بات ہے۔ بزرگ جلیل اللہ رکے علاقے میں ایک اجنبی ٹیکسی میں بیٹھ کر آیا۔ وہاں پہنچتے ہی اُس نے بزرگ اور وہاں کے ہی مردوں، عورتوں کے دل جیت لیے۔ اس کی باتوں میں عجب سحر، وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ کسی کا نام، اُس کی عمر اور اُس کا پتا معلوم کر کے اس کا راز کچھ بتاتا تھا پھر اُس کے متعلق صحیح پیش گوئی کرتا۔ مثلاً اس علاقے میں حدیقہ نام کی ایک حسین دوشیزہ رہتی ہے، وہ ہم نامی ایک نوجوان کو چاہتی تھی۔ محبوب کو عیسائی ملیشیا کے آدمیوں نے کہیں قید کر رکھا تھا۔ اس کا سُراغ نہیں مل رہا تھا لیکن اجنبی نے بیٹھے بیٹھے اس کا سُراغ لگا لیا صرف اتنا ہی نہیں، اس کی پلاننگ کے مطابق صرف دو مجاہد وہاں گئے اور محبوب کو اُن کی قید سے نکال لائے۔"

مدر شیخ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "تم کسی اہم راز کا ذکر کر رہے تھے۔ یہ کیا قصہ سُنا رہے ہو؟"

"جو کہہ رہا ہوں اسے تحمل سے سُنو! اس راز کا اُس واقعے سے تعلق ہے۔"

مدر شیخ خاموش ہوگیا۔ ابی جمائیل کہنے لگا "تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ڈرائیور ایک انگریز کو وہاں لے آیا۔ وہ پلاسٹک سرجری کا ماہر تھا۔ اس کے آتے ہی تمام لوگوں کو کمرے سے باہر جانے کے لیے کہا گیا۔ ان میں شامل ہو کر یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب ایک گھنٹے بعد ہم کمرے میں پہنچے تو وہ اجنبی نہیں تھا۔ اُس انگریز نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اُس کا چہرہ بدل دیا تھا۔ آپ سُن کر حیران رہ جائیں گے، اُس وقت سامنے وہ اجنبی نہیں بلکہ کرسٹوفر میکی بیٹھا ہوا تھا۔"

مدر شیخ نے چونک کر پوچھا "کیا بکواس کر رہے ہو، ایک کرسٹوفر میکی کیسے بن سکتا ہے؟"

"مَیں سچ کہہ رہا ہوں، وہ انگریز بڑا ہی باکمال تھا۔ مَیں مشہور پلاسٹک سرجری کرنے والا ہے۔ مجھے اس کا نام معلوم نہیں۔ بہرحال وہ انگریز وہاں سے چلا گیا مگر اجنبی کرسٹوفر میکی کی حیثیت وہاں بیٹھ کر پلاننگ کرتا رہا کہ کس طرح وہ اصلی کرسٹوفر میکی کی جگہ لے گا؟"

یہ کہہ کر ابی جمائیل نے فاتحانہ انداز میں مدر شیخ کو دیکھا پھر اصلی کرسٹوفر میکی کے متعلق سُنو! پچھلی بار تم نے مجھے بتایا تھا کہ کرسٹوفر نے تمہارے باس کو بلیک میل کیا اور اس سے پچاس ہزار ڈالر وصول کیے۔ وہ کرسٹوفر میکی ماہر نجومی تھا۔ ستاروں کی چالوں کو سمجھتا تھا اور صحیح زائچہ بناتا تھا کہ اس نے اپنی موت کے متعلق بھی پیش گوئی کر دی تھی۔ اس نے کہا تھا "اگر آج رات میں زندہ رہ گیا تو کل سے میری زندگی کا ہر دن موت ہوگا۔ جس طرح میں آج رات اس کی آخری رات ہوگی۔"

اور مسٹر مدر شیخ! اُس نے پرسوں رات کو اپنی آخری رات کہا تھا اور واقعی وہ اس کی آخری رات تھی۔ وہ اپنی پیش گوئی کے مطابق ہی اس کی لاش غائب کر دی گئی ہے اب اس کی جگہ وہ نقلی کرسٹوفر موجود ہے۔"

اس فلسطینی نوجوان ابی جمائیل کی باتیں سُن کر مَیں حیران پریشان ہوگیا۔ اگر مَیں اپنے وطن پاکستان میں جا کر یہ کہنا چاہوں کہ ایک فلسطینی نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے تو شاید کوئی یقین نہ کرے اس لیے کہ سوئے حالات کے مسلمان، فلسطینوں کے ہمدرد ہی نہیں، ان کے عقیدت مند بھی ہیں۔ ان کی بے انتہا عزت کرتے ہیں اور ان کے خلاف کچھ سُننا گوارا نہیں کرتے مگر جن کے پاؤں میں جُوتا کاٹتا ہے، وہی سمجھتا ہے کہ چھالا کس طرح پڑا۔ جس اس حقیقت کو تسلیم کرنا چاہیے کہ کسی بھی مُلک یا کسی بھی قوم میں فرشتے نہیں ہوتے، انسان ہوتے ہیں اور انسان سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ ان غلطیوں میں شیطان بھی چھپے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فلسطینی مجاہد اپنی جان اور ایمان افروز جدوجہد کے باوجود ناکام ہوتے آ رہے ہیں۔ ان کی ناکامی کی ایک وجہ پہلی بار میرے سامنے آئی تھی اور آئندہ پتا نہیں کیا انکشافات ہونے والے تھے۔

ابی جمائیل کو فلسطینی مجاہد کہنا مضحکہ خیز ہوگا۔ مَیں نے اس غدار پر لعنت بھیجی اور مس گارنیٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ حیرانی سے کہہ رہی تھی "ڈاکٹر! اگر ابی جمائیل کا بیان درست ہے تو ہم اس نقلی کرسٹوفر میکی سے بڑے فائدے اُٹھا سکتے ہیں۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا "مَیں یہی سوچ رہا ہوں۔ کرسٹوفر بھی بہت پُراسرار بنا ہوا ہے۔ جس مُلک میں جاؤ وہاں وہ موجود ہوتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، ایک کرسٹوفر میکی بیک وقت کتنے ممالک میں وجود رکھتا ہے اگر یہ ثابت کر کہ کرسٹوفر میکی مر چکا ہے، اس کی لاش غائب کر دی گئی ہے اور اس کی جگہ کسی نے لی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جعلسازی کرنے والا کرسٹوفر میکی کا رول بڑی کامیابی سے ادا کر رہا ہے۔"

مس گارنیٹ نے کہا "جی ہاں! اگر وہ پرسوں سے وہاں موجود ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کرسٹوفر میکی کے تمام ماتحتوں سے گفتگو کی ہوگی۔ اسے ملازموں سے بات چیت کی ہوگی اور اس دوران بلنے کیسے کیسے معاملات طے کیے ہوں گے۔ کیا وہ کرسٹوفر میکی کے تمام بیرونی اور اندرونی رازوں کو جانتا رہا ہے؟"

ڈاکٹر ولیم بروک نے کہا "جو شخص کرسٹوفر میکی کا رول ادا کر رہا ہے، وہ بہت گہرا ہے اور بہت دُور تک معلومات رکھتا ہے۔ تم فون کے ذریعے مدر شیخ سے سوال کرو۔ یہ سوال وہ ابی جمائیل سے کرے گا سوال یہ ہے کہ وہ اجنبی کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟"

مس گارنیٹ نے حکم کی تعمیل کی۔ فون کے ذریعے رابطہ قائم ہوا۔ اس نے مدر شیخ سے پوچھا "اجنبی کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟"

مدر شیخ نے یہ سوال کیا تو ابی جمائیل نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "مَیں کچھ نہیں جانتا۔ جو جانتا ہوں، وہ بتا چکا ہوں۔"

اِدھر مس گارنیٹ اور اُدھر مدر شیخ نے ریسیور تھامے رکھا تھا تاکہ مزید گفتگو ہو سکے۔ مس گارنیٹ نے کہا "اس سے کہو، اگر اس کا بیان درست ثابت نہ ہوا تو ہم اس سے بُری طرح پیش آئیں گے۔"

یہی بات مدر شیخ نے ابی جمائیل سے کہی۔ ابی جمائیل نے کہا۔ "جو کچھ مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، وہ بیان کر دیا۔ اس میں ایک ذرہ برابر جھوٹ نہیں ہے۔ تم میں سے کوئی بھی وہاں جا کر تصدیق کر سکتا ہے۔"

مَیں خیال خوانی کے ذریعے اُن کی باتیں بھی سُن رہا تھا اور آہنی سیف کھول کر کرسٹوفر میکی کی تمام اہم دستاویزات، اس کی ڈائریاں اور وہ تمام ایسی چیزیں جو اس سے تعلق رکھتی تھیں، انھیں سمیٹ کر ایک ہینڈ بیگ میں ڈال رہا تھا۔ مَیں نے آہنی سیف کو مقفل کیا۔ بیگ کی زپ لگائی پھر اسے شانے سے لٹکا کر باہر نکل گیا۔

ملازم مجھ سے پوچھنے کی جُرأت نہیں کر سکتے تھے کہ کہاں جا رہا ہوں لیکن باہر نکلتے ہی لیڈی سیکرٹری نے ٹوک دیا "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

مَیں نے اسے گھور کر دیکھا پھر پوچھا "کیا پہلے تمہیں بتا کر جاتا رہا ہوں، تم پوچھنے والی کون ہوتی ہو؟"

مَیں اسے مال کرا کر اپنی کار کے پاس آیا۔ وہاں ڈرائیور کھڑا ہوا تھا۔ مَیں اس اجنبی شہر میں ڈرائیور کے ساتھ ہی جانا تھا لیکن اب حالات بدل گئے تھے۔ پتا نہیں مَیں یہاں واپس آ بھی سکتا تھا یا نہیں۔ مَیں نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال کر گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا ہنگلے کے احاطے سے نکل گیا۔

مَیں نہیں جانتا تھا کہ مجھے کہاں جانا چاہیے۔ فی الحال اس ہنگلے سے دُور جانا چاہتا تھا تاکہ ڈاکٹر ولیم بروک یا اس کا کوئی آدمی مجھ سے فوراً رابطہ قائم نہ کر سکے اور مَیں اتنی دیر میں کوئی اچھی سی تدبیر سوچ لوں۔ مَیں چاہتا تھا، ابھی مجھے کرسٹوفر میکی کی جگہ سے ہٹنا نہ پڑے۔ مَیں کوئی ایسا چکر چلا دُوں کہ ابی جمائیل جھوٹا پڑ جائے۔

اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ انسان سوچتا کچھ ہے، ہوتا کچھ ہے۔ مَیں اطمینان سے ایک جگہ بیٹھا خیال خوانی کے ذریعے اپنے معاملات سے نمٹ رہا تھا۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہمارے جانباز مجاہدین کے درمیان کوئی گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے گا۔ مَیں اس گھر کے بھیدی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے کچھ مہلت چاہتا تھا۔

آہ! جب تک مجھے اپنے بچاؤ کے لیے مہلت مل رہی ہے اس وقت تک مَیں اُن واقعات کا ذکر کر دوں جو میری ساڑھے پانچ گھنٹے کی نیند کے دوران پیش آئے اور میری غیر موجودگی میں رسوتی ان واقعات سے نمٹتی رہی۔

وہ میرے لیے چھ گھنٹے کی نیند کا وقت مقرر کرنے کے بعد دماغی طور پر اپنی جگہ وادیٔ قاف میں حاضر ہوگئی تھی کیونکہ سونیا بیدار ہو کر پوچھ

رہی تھی "تم اس طرح گم سم کیوں بیٹھی ہو۔ کیا خیال خوانی میں مصروف ہو؟"

اُس نے سونیا کو دیکھا پھر ذرا شرمانے اور مسکرانے لگی۔ سونیا نے تعجب سے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ اپنے بستر سے نکل کر اُس کے بستر پر آئی پھر اس کے شانے پر سر رکھ کر بولی "میں ابھی اُن کے پاس سے آ رہی ہوں۔"

ایک طویل جُدائی کے بعد اپنے جیون ساتھی سے دو باتیں کرنے کا موقع مل جائے تو عورت پھر سے ایک نئی دُلھن کی طرح شرمانے لگتی ہے پچھلی تمام جُدائیوں کا عذاب کٹ جاتا ہے اور دل میں نئی مسرتیں بھر جاتی ہیں۔ سونیا نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا "اچھا تو تمہارے فرہاد صاحب پگھل رہے ہیں؟"

اب تک وہ بے رُخی سے باتیں کرتے تھے کبھی میں کوئی بات کرتی تو مجھے نظر انداز کر دیتے تھے۔ ایک بار میں نے کہا تھا "آپ تھکے ہوئے ہیں، سو جائیں، میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے سُلا دوں گی۔" انھوں نے انکار کرتے ہوئے کہا تھا، وہ خود اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو سکتے ہیں لیکن آج جب تک انھیں نیند نہیں آتی، میں اُن کے ساتھ رہی۔ انھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے سُلاتی رہی۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "سونیا! وہ مجھے دل سے چاہتے ہیں لیکن مجھے غلطیوں کا احساس دلانے کے لیے سزا دیتے رہتے ہیں مجھے ان کی طرف سے ہر سزا قبول ہے بس وہ مجھے چاہتے رہیں خواہ اظہار نہ کریں۔ دل میں اپنی چاہت کو چھپائے رکھیں، آخر سیپ بھی تو موتی کو اپنے اندر چھپائے رکھتی ہے۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "تم کام سے گئیں، اُٹھتے بیٹھتے ان کے ہی تصور میں گم ہو گئی۔ جب کہ یہاں بے انتہا مصروفیات ہیں۔ ہماری دُشمن تنظیموں سے اور دوسرے ممالک سے پانچ کی تعداد میں لوگ پہنچنے والے ہیں۔ ان سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنا ہے۔ بہت سے اہم معاملات طے کرنے ہیں۔ اس کے لیے تمھاری خیال خوانی ضروری ہے۔ فرہاد کا مشورہ بھی لازمی ہے۔"

"وہ چھ گھنٹے کے لیے سو رہے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے، میں اُن کی غیر موجودگی میں اپنے تمام ساتھیوں سے رابطہ قائم کروں اور تمھاری ذہانت پر اعتماد کرتے ہوئے دوستوں اور دُشمنوں سے معاملات طے کرتی رہوں۔"

"اچھی بات ہے، ہم ذرا غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتا کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی اپنا کام شروع کر دیں گے۔"

وہ بستر سے اُٹھ گئیں۔ دونوں بستر پر دو پارس سو رہے تھے۔

رسونتی نے پوچھا "کیا انھیں یہیں چھوڑ دیں؟"

"اب کس بات کا ڈر ہے؟ یہاں ایک بھی دُشمن نہیں ہے سب اپنے ہیں اور یقیناً ہمارے اس کانج کے اطراف سخت پہرہ ہو گا؟"

وہ کانج سے باہر آئیں۔ واقعی مسلح مقامی باشندے کے طور پر کھڑے ہوئے تھے۔ چار عورتیں دروازے کے سامنے انھیں دیکھتے ہی دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر اپنے سر جھکا کر کہا "ہم آپ کی خدمات کے لیے وقف ہیں۔ ہم میں سے بچوں کو منتخب لیں گی۔ یہ خادمہ آپ کی پسند کے کھانے تیار کر انگریزی جانتی ہوں، اس لیے آپ دونوں کو کسی سے بھی بات میں دُشواری نہیں ہو گی۔"

سونیا نے کہا "پتا نہیں، ہمیں یہاں کتنے عرصے تک ہم تمھارے ذریعے یہاں کی مقامی زبان سیکھیں گے۔"

وہ خادمائیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں۔ سونیا اور وہ غسل خانوں میں جا رہی تھیں۔ سونیا نے اچانک پوچھا "ابھی بلبا ابھی تک کیوں نہیں پہنچے تم نے خیال خوانی کے ذریعے کیا ہے؟"

"میں تمھیں بتانا چاہتی تھی، سو جا غسل کرنے کے بعد سو پلٹ گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"تمھیں معلوم ہے کہ سجاد اس وقت بلیک شیڈو کی بلیک شیڈو نے اس کی جگہ ایک ڈمی سجاد دیا فرہاد کو اعلیٰ بی حوالے کر دیا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کی چال لوٹا دی۔ اسے بھی حوالے کر دیا۔ اب وہ ڈمی بیہودیوں کے ہاتھوں بلا تھ ہوتا ہوا تو پہنچ گیا ہے، سب کو یقین ہے کہ وہ اصلی فرہاد ہے۔ یہ بات ربی کو معلوم ہوئی تو اس وقت مرجانہ اور بلبا بیلی کاپٹر میں سفر اور اسی طرف آ رہے تھے لیکن اس سے پہلے ربی اسفندیار ایک چل چکا تھا۔"

"کیسی چال؟"

"فرہاد نے جب یہ اجازت دی تھی کہ ان کے پانچ آدمی میں آ سکتے ہیں لیکن وہ سازشی، مکار یا مسرخ رجحان نہ ہوں سیاست دال ہوں، جو خیر سگالی کے طور پر یہاں آئیں اور دوستانہ فضا ہموار کرنے کے معاملات پر غور کریں۔ اس سلسلے دور کی کوڑی لایا۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اپنے ان میں سے دو کو اپنا معمول بنایا اور ایک ایک گھڑی ان کی کلائی پر دی۔ ان گھڑیوں میں ایک ننھا سا مسرخ بلب ہے جو ریموٹ کے ذریعے آف، آن ہوتا ہے۔ ربی نے تنویمی عمل کے ذریعے دماغ میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ جب بھی گھڑی کا مسرخ بلب ہو گا تو ہیلی کاپٹر کا پائلٹ خطرہ محسوس کرے گا اور اس کی واپس لے آئے گا۔ دوسرے سیاست داں کی گھڑی میں بلب آن، آف ہو گا تو اسے تنویمی عمل کے دوران دی ہوئی ہدایات ہوں گی اور وہ ہدایات ہوں گی کہ اسے اپنی مملکتِ اسرائیل کی کوئی سیاسی ہیرا پھیری کرنی چاہیے۔ جب وہ کسی سیاسی ہیرا پھیری سازش کے کامیاب عمل سے گزر جائے گا تو وہ باتیں اس کے ذہن سے دوبارہ محو ہو جائیں گی۔ وہ سب کچھ بھول جائے گا۔ وہ اسی عمل کے دوران ہونے والی گفتگو اس وقت تک یاد نہیں آئے گی جب تک دوبارہ وہ ننھا سا مسرخ بلب آن، آف نہیں ہو گا۔"

سونیا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "ربی اسفندیار نے بہت دُور کی چال چلی ہے۔ تنویمی عمل اور ریموٹ کنٹرول سسٹم ملا کر ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا ہے کہ انسانی ذہانت کی داد دینی پڑتی ہے۔ خیر، آگے بتاؤ، کیا ہو رہا ہے؟"

"ہونا کیا ہے جب ان بیہودیوں کو یقین ہو گیا کہ اصلی فرہاد ان کے قبضے میں آ گیا ہے تو ربی اسفندیار نے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے پائلٹ کو خطرے کی اطلاع دی۔ وہ ہیلی کاپٹر تل ابیب واپس لے آیا۔ مرجانہ اور بلبا کو یہ تاثر دیا گیا ہے کہ ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی ہو گئی ہے چونکہ ہیلی کاپٹر وہاں موجود نہیں ہے اس لیے دوسرے دن انھیں قاف نہ کیا جائے گا۔"

سونیا ہونٹوں کو سختی سے بھینچ کر رسونتی کی باتیں سُن رہی تھی اس نے کہا "آخر فرہاد نے مرجانہ اور بلبا کو تل ابیب جانے کے لیے کیا کہا؟"

"ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ ربی اسفندیار اتنی گہری چال گا۔"

"ساری دُنیا جانتی ہے کہ یہودی کتنے مکار، کتنے خود غرض اور ان کا اوتقت ہوتے ہیں۔ وہ اپنے باپ کے بھی نہیں ہوتے۔ آخر انداز اور بلبا کو وہاں پھنسا دیا، نا، کوئی نہ کوئی نئی پریشانی ضروری اب ہم ان کے لیے محترم دیں گے۔"

رسونتی نے کہا "آرام سے غسل کرو، ناشتا کرو اور اپنے کام لگ جاؤ۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ان کی خبر لیتی ہوں، جو بھی حالات سے تمھیں بتا دوں گی۔"

تھوڑی دیر بعد وہ چپ چاپ بلبا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اور نایک بہت ہی عالیشان مہمان خانے میں تھے۔ اسرائیلی حکام کے مہمانِ نثار ٹرافیا کی ہونے والی بہو اور کوہ قاف کی آئندہ ملکہ بننے والی تھی اس لیے اُس کے شایانِ شان انھیں ایک بہت ہی عالیشان محل میں ٹھہرایا گیا تھا۔ اس کی خدمت کے لیے بہت سی کنیزیں حاضر رہتے تھے۔

ایک نہایت ہی رنگین اور آراستہ خواب گاہ میں ٹارٹر بلبا حالت میں پڑا ہوا تھا۔ اس کے قریب ہی مرجانہ غصّے سے تمتما رہی تھی۔ اس ایک ڈاکٹر اور دو اسرائیلی افسران کھڑے ہوئے تھے۔ وہ سب ہاتھ باندھے ہوئے ادب سے تھے۔ ایک افسر کہہ رہا تھا "مس مرجانہ! ہماری درخواست قبول کر لیں۔ پلیز مسٹر بلبا کے علاج کی اجازت دیں۔ ان کے زخم بہت گہرے ہیں۔"

"میں جانتی ہوں، زخم بہت گہرے ہیں لیکن ان زخموں کا علاج بلبا کی عادات و روایات کے مطابق وادیٔ قاف میں پائے جانے والی جڑی بوٹیوں سے ہو گا۔ میں پوچھتی ہوں، ہمیں کیوں روکا گیا ہے؟"

"ہم عرض کر چکے ہیں۔ ہیلی کاپٹر کی خرابی کی وجہ سے آپ کو واپس آنا پڑا۔ دوسرا ہیلی کاپٹر موجود نہیں ہے۔"

"بکواس ہے۔ کیا اتنی بڑی اسرائیلی مملکت میں ایک ... ہیلی کاپٹر نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں، جب تم لوگ کسی کو قیدی بنا کر نہیں رکھ سکتے تو معزز مہمان بنا کر رکھ لیتے ہو۔ اتنی خوشامدیں کرتے ہو، اتنی خدمت کرتے ہو کہ وہ بے چارہ اپنے آپ کو قیدی سمجھ ہی نہیں پاتا لیکن تم روسونتی کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ نہیں رہ سکو گے اگر کوئی چال چل رہے ہو تو باز آ جاؤ۔"

دوسرے افیسر نے کہا "ہم نادان نہیں ہیں۔ اچھی طرح جانتے ہیں، ٹیلی پیتھی کے آگے تمھاری کوئی چال نہیں چل سکتی۔ بائی گاڈ، ہم آپ کے معاملے میں دیانت دار ہیں، ہم کوشش کر رہے ہیں، آج شام تک آپ یہاں سے مسٹر بلبا کے ساتھ روانہ ہو جائیں گی۔"

"کل اُس ہیلی کاپٹر میں خرابی ہو گئی تھی۔ آج کیا دوسرے میں خرابی پیدا ہو گئی ہے؟ اگر نہیں، تو تاخیر کی وجہ بتاؤ؟"

"آپ یقین کریں، یہ ڈاکٹر موجود ہیں، یہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ آپ کے ساتھ جو پانچ معزز زین وادیٔ قاف جا رہے تھے، ان میں سے ایک سخت بیمار ہے۔ شام تک اس کی حالت سنبھل جائے گی۔"

"کیا اس کی جگہ کسی دوسرے کا انتخاب نہیں ہو سکتا؟"

"ہم نے بہت سوچ سمجھ کر ان پانچ ذہین افراد کا انتخاب کیا ہے تاکہ مادام رسونتی کو ہم سے کوئی شکایت نہ ہو۔"

"اچھی بات ہے اگر وہ بیمار شخص شام تک صحت یاب نہ ہو سکا تو میرے ساتھ صرف تمھارے چار آدمی جائیں گے لیکن ہم شام سے پہلے روانہ ہو جائیں گے۔"

رسونتی نے افسران کی باتیں سُن کر یہ اندازہ کر لیا کہ ان کے ہاتھ جو ڈمی فرہاد لگا ہے، وہ اس کا ذکر مرجانہ اور بلبا کے سامنے نہیں کر رہے ہیں یعنی اپنے ہاتھ آنے والے فرہاد کو ابھی ایک راز بنا کر رکھ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ رسونتی ڈمی فرہاد کے دماغ میں پہنچے گی تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ تل ابیب میں یہودیوں کا مہمانِ خاص بنا ہُوا ہے پھر انھوں نے مرجانہ سے کیوں چھپایا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔

رسونتی ایک طویل عرصے تک وہاں رہ چکی تھی۔ وہاں کے تمام اہم اور بڑے افسران سے اچھی طرح واقف تھی۔ یہیں نے اسے

بتا دیا تھا کہ تنویمی عمل اور ریموٹ کنٹرولنگ سسٹم کے باہمی ربط سے جو طریقۂ کار اپنایا گیا ہے اُسے صرف ربی اسفندیار اور سیکرٹ سروس کا چیف آفیسر جانتا ہے اور اب ربی اسفندیار نے چیف آفیسر کو بھی تنویمی عمل کے زیرِ اثر لا کر اس کے دماغ سے اس طریقۂ کار کو بھلا دیا ہے۔

وہ جب چیف آفیسر کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے خیالات کو کُریدنے لگی تو واقعی وہ چیف آفیسر ربی اسفندیار کے نئے طریقۂ کار کو بھول چکا تھا۔ وہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر تھا یعنی ان کے خیال کے مطابق رسونتی یہ معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ مرجانہ اور بلیا کو کسی چال بازی سے یہاں روکا گیا ہے۔

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اس وقت سونیا ٹرانسمیٹر کے ذریعے سپر ماسٹر، ماسک مین اور مختلف تنظیموں سے رابطہ قائم کرنے جا رہی تھی۔ اس نے کہا "ٹھہرو، پہلے میری بات سُن لو۔ کوئی بات سطحی طور پر دیکھی جائے تو اتنی پیچیدہ نہیں لگتی لیکن اس میں ڈوب کر دیکھو تو ذہن اُلجھتا جاتا ہے۔ مثلاً یہی بات کہ ایک ڈمی فرہاد میوریوں کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ دوسری ڈمی جسے ہم سجّاد کے نام سے جانتے ہیں، وہ بلیک شیڈو کے پاس ہے۔ اصلی فرہاد کہاں ہے یہ ہم میں سے کچھ لوگوں کو معلوم ہے لیکن فرہاد نے بتایا ہے کہ بلیک شیڈو پر سجّاد کی حقیقت کھل گئی ہے۔"

"اگر بلیک شیڈو کو سجّاد کی حقیقت معلوم ہو گئی ہے تو واقعی معاملہ اُلجھ گیا ہے۔"

"میں یہی پوچھنے آئی ہوں۔ کیا ان حالات میں بلیک شیڈو یہ نہیں سوچے گا کہ اس کی چال پے در پے ناکام ہو رہی ہے۔ اِدھر سجّاد ڈمی فرہاد ہے۔ اُدھر خود بلیک شیڈو نے ڈمی فرہاد تیار کر کے اسے اعلیٰ بی بی کے حوالے کیا اور اعلیٰ بی بی نے اسے تل ابیب پہنچا دیا۔ کیا ان حالات میں وہ ناکام ہو کر یہ انکشاف نہیں کرے گا کہ تل ابیب میں اصل فرہاد نہیں ہے۔"

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہاں، وہ ناکامی سے جھنجلا کر یہ انکشاف کر سکتا ہے۔ اس طرح فرہاد کے اس منصوبے کو نقصان پہنچ سکتا ہے کہ وہ ہمیشہ روپوش رہے اور خیال خوانی کے ذریعے ہمارے کام آتا رہے۔"

"تم کیا مشورہ دیتی ہو کیا دُنیا والوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اصل فرہاد نہ تو کبھی میوریوں کے ہاتھ آیا تھا، نہ ہی اس کے دماغ کو نقصان پہنچایا گیا تھا اور نہ ہی ایک طویل عرصے سے وہ کسی دُشمن سے براہِ راست مخاطب ہُوا ہے۔"

سونیا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "دُنیا والوں کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے۔ فرہاد کی یہ پلاننگ بہت ہی دانش مندانہ ہے۔ دُشمن ہمیشہ خوش فہمی میں مبتلا رہیں اور فرہاد گوشۂ گمنامی میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے ان کی چالوں کو سمجھتا رہے اور جوابی کارروائی کرتا رہے۔ اس منصوبے میں کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہیے۔"

"پھر تو بلیک شیڈو سے کوئی سمجھوتہ کرنا ہو گا۔"

"کچھ بھی کرو لیکن اسے راز فاش کرنے کا موقع نہ دو۔"

"سونیا! فرہاد نے ایک مدّت کے بعد مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ اگر یقین ہے کہ میں ان کی نیند کے دوران ذمّے داریاں پوری کر دوں گی تو میں خود کو اہل ثابت کرنا چاہتی ہوں۔ ڈرتی ہوں کہیں مجھ سے کوئی حماقت سرزد نہ ہو جائے۔ مجھے بتاؤ بلیک شیڈو سے کس انداز میں باتیں کروں؟ کس طرح سمجھوتہ کروں؟"

"سیدھی سی بات ہے، وہ پہلے ہی ہم سے دوستی کرنا چاہتا ہے۔ چونکہ خود کو بہت زیادہ پُراسرار بنا کر رکھتا ہے تم اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنے کے لیے وقتی طور پر اس کی برتری تسلیم کر لو اور اعتراف کرو کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اس کی اہلیت تک نہیں پہنچ سکتیں۔"

"جب اُس نے خود کو اس حد تک پُراسرار بنا رکھا ہے اور میں اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھوں گی تو پھر ٹیلی پیتھی کی اہمیت کیا رہ جائے گی؟ کیا وہ ہم سے سمجھوتہ کرے گا؟"

"سر کے بل کرے گا۔ اتنا تو جانتا ہی ہے کہ فرہاد کی کوئی بھی حرکت کسی دُشمن کے پیچھے پڑ جاتی ہے تو قبر تک پیچھا نہیں چھوڑتی۔ اسے یقین ہو گا کہ کبھی نہ کبھی، کوئی نہ کوئی اس کے قریب پہنچ سکتا ہے لہٰذا وہ دوستی پر آمادہ ہو جائے گا۔ یاد رکھو، دُشمن خواہ کتنا ہی شہ زور ہو، وہ کبھی نہ کبھی پہلو سے کمزور پڑتا ہے اور اپنے تحفظ کا راستہ ڈھونڈتا ہے۔ ہوسکتا ہے، وہ ہماری دوستی میں اپنا تحفظ سمجھتا ہو اور اپنے کسی مفاد کو قربان رکھنا چاہتا ہو۔ میں اِدھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے دوسروں سے رابطہ قائم کر رہی ہوں، تم اُدھر خیال خوانی کے ذریعے سجّاد کے پاس جاؤ۔ اس کے ذریعے بلیک شیڈو سے گفتگو ہو سکے گی۔ اس دوران کوئی ضرورت ہو، کوئی مسئلہ پیش ہو تو مجھے بتا دینا۔ میں اپنی بساط کے مطابق مشورہ دوں گی۔ بعد میں دیکھا جائے گا کہ فرہاد کو ہم دونوں کی مشترکہ کارروائی پسند آتی ہے یا نہیں؟"

وہ سجّاد کے دماغ میں پہنچ گئی۔ سجّاد ایک کمرے میں کبھی بیٹھ جاتا تھا، کبھی اُٹھ کر ایک کھڑکی کے پاس جاتا تھا اور باہر دُور کے مناظر دیکھنے لگتا تھا۔ وہ ذہنی طور پر اُلجھا ہُوا تھا۔ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ جب اسے فرہاد علی تیمور سمجھ کر میوریوں نے ساری دُنیا میں قیدی کی حیثیت سے اس کی نمائش کی تھی تو اس وقت وہ اپنے آپ کو سجّاد سمجھتا تھا اور فرہاد کا رول ادا کرتا رہا تھا یعنی قید کے دوران اچانک ہی وہ سجّاد کی حیثیت سے گم ہو گیا۔ خود کو فرہاد سمجھتا رہا۔ یہی بات اسے پریشان کر رہی تھی کہ وہ کس طرح اپنے آپ کو بھول گیا تھا۔ اس طرح اپنے آپ کو صرف فرہاد سمجھ رہا تھا۔

جو سوالات اُس کے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے، اُن کا جواب بھی اس کی سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "جس طرح بلیک شیڈو نے تنویمی عمل کے ذریعے میری سجّاد والی شخصیت کو ظاہر کیا ہے، اسی طرح ہوسکتا ہے فرہاد بھائی نے مجھے تنویمی عمل کے ذریعے فرہاد بنا دیا ہو اور میری سجّاد والی شخصیت کو گُم کر دیا ہو۔ میری سمجھ میں یہی بات آتی ہے۔"

"تم درست سمجھ رہے ہو۔"

رسونتی کی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں سُنتے ہی وہ چونک گیا۔ فوراً پلٹ کر سامنے والی دیوار کو دیکھنے لگا۔ وہاں ایک بڑا سا آئینہ تھا۔ اس میں خود کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ تیزی سے پلٹتا ہُوا آئینے کے سامنے آیا پھر خود سے پوچھنے لگا "کیا میں درست سمجھ رہا ہُوں کہ یہ بات میں خود سوچ رہا تھا کہیں یہ خیال خوانی کی لہر تو نہیں ہے؟"

"یہ بھی درست سوچ رہے ہو۔ سب سوچو کہ خیال خوانی کس کے ذریعے ہو سکتی ہے؟"

"اوہ! میں سمجھ گیا، بھائی جان آپ ہیں؟"

"میں بھائی جان نہیں، بھائی جان ہُوں۔"

اُس نے حیرانی سے آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے پوچھا "کون بھائی جان؟"

"میں جانتی ہُوں، فرہاد نے شاید ہی تمھارے سامنے میرا ذکر کیا ہو کیونکہ میرے اور اُن کے درمیان اختلافات تھے۔ ویسے میں رسونتی ہُوں۔"

وہ آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے یوں مسکرایا جیسے بھائی جان کو دیکھ رہا ہو پھر اُس نے پیشانی پر ہاتھ لے جاتے ہوئے کہا "السلام علیکم! بھائی جان کے ذکر نے کیا ہوتا ہے۔ آپ کو تو ساری دُنیا جانتی ہے میں بھلا کیسے نہیں جان سکتا لیکن بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر میں نے سُنا تھا کہ آپ دماغی طور پر کمزور ہو گئی ہیں، خیال خوانی نہیں کر سکیں گی۔"

"یہ بات پُرانی ہو چکی ہے۔ اب تمھارے بھائی جان کا دماغ مکمل طور پر ہو چکا ہے، وہ خیال خوانی نہیں کر سکتے اس لیے میں تمھارے پاس آئی ہُوں۔"

"وہ کہاں ہیں؟ خیریت سے تو ہیں؟"

"بالکل خیریت سے ہیں۔ اب ان کے متعلق کچھ نہ پوچھو۔ اگر دُشمنوں نے تم پر تشدّد کیا یا تنویمی عمل کے ذریعے معلوم کیا تو تم انھیں سب کچھ بتا دو گے۔ تمھیں ایک تجربہ ہو چکا ہے۔ فرہاد نے تمھارے اندر سجّاد علی نور کی شخصیت کو چُھپا رکھا تھا۔ بلیک شیڈو نے اسے ظاہر کر دیا۔"

"آپ درست کہتی ہیں، میں بھائی جان کے متعلق کوئی سوال نہیں کروں گا۔"

"بلیک شیڈو کا رویّہ تمھارے ساتھ کیسا ہے، وہ تم سے کس قسم کے کام لینا کرتا ہے؟"

"رویّہ ابھی تک دوستانہ ہے۔ وہ اس انتظار میں ہے کہ بھائی جان ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھ سے یا ان کے کسی ماتحت سے رابطہ قائم کریں گے تو وہ ان سے گفتگو کرے گا۔"

"تم بلیک شیڈو تک اطلاع پہنچاؤ کہ میں اس سے بات کرنا چاہتی ہُوں۔"

وہ سوئچ بورڈ کے پاس آیا۔ وہاں اس نے ایک سُرخ رنگ کے بٹن کو دبایا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی، اسی مکان کے دوسرے کمرے میں کہیں گھنٹی بج رہی ہے۔ تھوڑی دیر میں ہی ایک شخص اندر آ کر ادب سے کھڑا ہو گیا پھر اس نے پوچھا "فرمائیے؟"

"میں بلیک شیڈو سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہُوں۔ میری رسونتی بھابی اُس سے گفتگو کریں گی۔"

"میں ابھی انتظامات کرتا ہُوں۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایک ٹرانسمیٹر لے کر آیا۔ اسے ایک میز پر رکھتے ہوئے بولا "میں نے فریکوئنسی سیٹ کر دی ہے۔ آپ اسے آپریٹ کریں اور ان سے گفتگو کریں۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا۔ ذرا سی دیر میں رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے بلیک شیڈو کی رُعب اور بدبدے سے بھرپور آواز سُنائی دی "ہیلو سجّاد! بولو، میں سُن رہا ہُوں۔"

سجّاد نے کہا — "رسونتی بھابی میرے دماغ میں موجود ہیں اور تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔"

"میں کیسے مان لوں کہ تمھارے دماغ میں کوئی موجود ہے۔ اب وہ مادام رسونتی ہیں یا مسٹر فرہاد؟ ہو سکتا ہے، ان دونوں میں سے کوئی نہ ہو تم ایک بار وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کر چکے ہو۔ ہو سکتا ہے اس وقت کوئی چکر چلا رہے ہو۔"

رسونتی نے سوچ کے ذریعے کہا "سجّاد! اس سے کہو، وہ اپنے کسی ماتحت سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرے اور اسے یہاں بُلائے، ابھی میری موجودگی ثابت ہو جائے گی۔"

سجّاد نے یہی بات بلیک شیڈو سے کہہ دی۔ وہاں اس کا ایک ماتحت، جو ابھی ٹرانسمیٹر لے کر آیا تھا، موجود تھا۔ اس نے کہا۔ "سر! میں یہاں موجود ہُوں۔"

بلیک شیڈو نے کہا "میں مادام رسونتی سے مخاطب ہُوں اگر وہ موجود ہیں تو میرے ماتحت کے ذریعے گفتگو کریں۔"

سجّاد وہاں سے ہٹ گیا۔ اس کا ماتحت ٹرانسمیٹر کے سامنے آ گیا۔ اسی وقت وہ عورتوں کے انداز میں کہنے لگا "ہٹائے بلیک شیڈو! میں عورت ذات ہُوں، مجھے پردہ کرنا چاہیے۔ تم پردے میں کہاں چھپے بیٹھے ہو، کیا یقین آ رہا ہے کہ میں رسونتی بول رہی ہُوں؟"

بلیک شیڈو نے اپنے ماتحت کو ڈانٹ کر پوچھا "کیا بکواس

کر رہے ہو۔ اپنی آواز میں بولو۔"

رسونتی نے کہا "یہ بے چارہ اب تو وہی بولے گا جو میں چاہوں گی۔ البتہ اتنی رعایت کر سکتی ہوں کہ یہ زنانہ نہیں، مردانہ آواز میں باتیں کرے لیکن جو کچھ کہے گا میری مرضی کے مطابق کہے گا۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں، تم ملادام رسونتی ہو، ابھی مجھے طعنے دے رہی تھیں کہ میں پردے میں رہوں، تم نے فرہاد کو پردہ نشیں کیوں بنا دیا ہے؟"

"ذرا ایک منٹ، میں ابھی فرہاد سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔"

رسونتی نے سونیا کو بلیک شیڈو سے ہونے والی گفت کو مختصر طور پر سنائی پھر پوچھا "میں کیا جواب دوں؟"

سونیا نے اسے جواب دیا وہ بلیک شیڈو کے ماتحت کے دماغ میں دوبارہ پہنچ کر ٹرانسمیٹر کے سامنے بولی "فرہاد کہتے ہیں، عورتیں پردہ کرتی ہیں شرم سے، مجرم پردہ کرتے ہیں قانون کے ڈر سے اور فرہاد جیسے غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے مجبور ہو کر قاتلوں اور سازشیں کرنے والوں سے پردہ کرتے ہیں، خود کو چھپا کر رکھتے ہیں، کیا تم اُن سے ملنا چاہتے ہو؟"

جواباً قہقہہ سنائی دیا "ان سے ملنے کا مطلب یہ ہوا کہ مجھے بھی ان کے روبرو آنا ہوگا، میں تو نہیں آ سکتا۔"

"پھر وہی بات ہوئی، تاکہ تم ڈر سے نہیں آتے اور فرہاد مجبوری سے نہیں آتے لہٰذا جو بھی معاملات طے ہوں گے، وہ مجھ سے ہوں گے۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "معلوم ہوتا ہے فرہاد کی کوئی گوٹ پھنس گئی ہے، اس لیے اپنی گھر والی کو بھیجا ہے۔"

"تم نے فرہاد کی سرسری پڑھی ہوگی تو یہ بھی پڑھا ہوگا کہ جہاں کہیں فرہاد کی گوٹ پھنستی ہے وہاں سونیا آگے آتی ہے۔ دُعا کرو، وہ وادیٔ قاف میں مصروف رہے اگر وہاں سے نکلے گی تو ہمیں پورا یقین ہے، سیدھی تمہاری شہ رگ تک پہنچے گی۔"

"میں مانتا ہوں، وہ ایک درشت ہے، اُس کا نام سُن کر بڑے بڑے درشت گرد تھرتھراتے ہیں لیکن میں تو ایک سایہ ہوں۔ آج تک بھلا کوئی سائے کو پکڑ سکا ہے؟"

"یہ بات اُس دن کے لیے چھوڑ دو، جب وہ سائے کی گردن اپنی مٹھی میں پکڑے گی۔ ابھی تو میں ایک مسئلے پر گفت گو کرنے آئی ہوں۔"

"میں سُن رہا ہوں۔"

"تم نے جو ڈمی فرہاد اعلیٰ بی بی کے حوالے کیا تھا، اعلیٰ بی بی نے اُسے یہودیوں کے حوالے کر دیا۔ اب وہ تل ابیب میں ہے اور وہاں کے حکام اسے فرہاد علی تیمور سمجھ رہے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میرے ذرائع بہت وسیع ہیں، تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں، اسرائیلی حکام خوش فہمی میں مبتلا رہیں اور تمہاری بھیجی ہوئی ڈمی کو فرہاد سمجھتے رہیں۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "اچھا۔ تو یہ بات ہے مگر اس میں میرا فائدہ بتاؤ۔"

"کیا یہ فائدہ کم ہے کہ ہم دوست بنے رہیں گے؟"

دوسری طرف تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی، اُدھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہونے والے کھٹ کھٹ کی آواز آ رہی تھی پھر اس نے کہا "تم لوگوں کی دوستی سے مجھے فائدہ بھی پہنچنا چاہیے۔"

"بے شک فائدہ پہنچے گا، بولو، کیا چاہتے ہو؟"

"وہی، جو بڑے بڑے ممالک اور بڑی بڑی خطرناک تنظیمیں چاہتی ہیں، تم میرے پانچ آدمیوں کو وادیٔ قاف میں آنے کی اجازت دے دو۔"

"مجھے منظور ہے، ہم نے چند ممالک سے پانچ پانچ افراد کو آنے کی اجازت دی ہے، تم اپنے پانچ آدمی وہاں بھیج سکتے ہو۔"

"مادام رسونتی! یہ تو کوئی دوستی نہ ہوئی، جو دوسروں کو سہولت دی جا رہی ہے وہی مجھے بھی دی جا رہی ہے۔ دوستی اسے کہتے ہیں کہ دوسروں کے مقابلے میں فوقیت دی جائے۔ ہمارے آدمیوں کو زیادہ سے زیادہ اپنے قریب رہنے کا موقع دیا جائے۔ اپنے اہم معاملات میں شریک کیا جائے، ورنہ پھر دوستی کیا رہی؟"

"مجھے افسوس ہے، میں اتنی ہی رعایت دے سکتی ہوں۔"

"دوست بن کر تھوڑا فائدہ پہنچا رہی ہو اور مجھ سے بہت زیادہ فائدہ حاصل کر رہی ہو۔ میں جانتا ہوں، میرے ڈمی فرہاد کے ذریعے تم لوگ صرف اسرائیلی حکام کو نہیں بلکہ سُپر ماسٹر ماسک میں اور دوسرے بڑے ممالک کو بھی اسی خوش فہمی میں مبتلا رکھنے آئے ہو، اور اب بھی یہی کرنا چاہتے ہو۔ میرا ڈمی فرہاد تمہارے بہت کام آئے گا اس لیے بڑا فائدہ مجھ سے اُٹھا رہا ہے، اتنا ہی مجھے بھی چاہیے۔"

"تو پھر بلیک شیڈو! سُنو، اہم سے ایک بہت بڑا فائدہ تمہیں یہ پہنچے گا کہ ہمارے دوستانہ روتے کے باعث تمہارے بہت سے اہم اور وفادار مختت زندہ سلامت رہیں گے۔"

اُس نے ذرا سخت لہجے میں پوچھا "تم دھمکی دے رہی ہو۔ تم کیا جانتی ہو کہ میرے اہم لوگ کہاں ہیں اور کس طرح زندگی گزار رہے ہیں؟ تم شاید اس خوش فہمی میں ہو کہ سجاد کے باس جو میرے آدمی ہیں وہی سب کچھ ہیں؟"

"ہماری معلومات اتنی محدود نہیں ہوتیں صرف ایک منٹ انتظار کرو، میں ابھی فرہاد سے مشورہ کر کے تم سے بات کرتی ہوں۔"

اُس نے سونیا کو بتایا کہ اب تک بلیک شیڈو سے کیا باتیں ہوتی رہیں اور اب کس چیلنج کا سامنا ہے۔ سونیا نے اسے پھر مشورے دیے۔ وہ اس کے مطابق بلیک شیڈو کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی

"ہاں، تو سُنو! مافیا جیسی خطرناک تنظیم سے ابھی تک تمہارا ٹکراؤ نہیں ہوا۔ شاید مافیا والے ہم سے کترا تے ہیں ہم ان کے قریب کبھی نہیں جاتے جو ہم سے کترایا کرتے ہیں۔ اگر تم نے سمجھوتہ نہ کیا تو آج سے مافیا کے اہم افراد راتوں رات سوتا بھول جائیں گے۔ انھیں جو نقصان پہنچے گا اور ان کے ذریعے جنھیں جو نقصان پہنچے گا اُس کا اندازہ تم خود لگا سکتے ہو۔ اب دوسری بات سُنو! گولڈن ریکٹ جیسے کئی ادارے ہیں جنھیں بلیک میل کر کے تم اچھی خاصی رقم سمیٹ لیتے ہو۔ آج کے بعد سے جتنی رقم ان سے سمیٹو گے، وہ ہم اپنی تحویل میں لے آئیں گے۔ یقین نہ ہو تو آزما لینا۔ اب تیسری بات سُنو! جنھیں کرسٹو فر میکی کی تعداد تو معلوم ہی ہوگی۔ ذرا گن کر بتاؤ، اس دُنیا میں کتنے کرسٹو فر میکی ہیں؟"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ اس خاموشی میں پھر وہی کھٹ کھٹ کی دھیمی دھیمی آواز آ رہی تھی۔ اُس نے کہا "میں ایسے تمام مجرموں کو جانتا ہوں، جو ایک نہیں دس کے رُوپ میں ہوتے ہیں لیکن وہ ایک ہی ہوتے ہیں اور دسوں کو آلہ کار بنائے رکھتے ہیں۔"

"شاباش، تم بڑی سادگی سے اپنی حقیقت بیان کر رہے ہو۔ وہ بے چارے دس کرسٹو فر میکی یہ نہیں جانتے کہ ان کے باس کا نام بلیک شیڈو ہے۔"

"کیا؟" دوسری طرف سے چونکنے کی آواز آئی پھر خاموشی چھا گئی۔ اس خاموشی میں وہ کھٹ کھٹ کی آواز ذرا تیز ہو گئی تھی اور وہ آواز جلدی جلدی سُنائی دے رہی تھی جیسے کوئی مشین تیزی سے چلنے لگی ہو کھٹ کھٹ، کھٹ کھٹ یا جیسے کوئی دیوار میں کیل ٹھونک رہا ہو یا پھر وہ بلیک شیڈو جہاں بیٹھا ہوا تھا، وہاں میز پر انگلیوں سے طبلہ بجا رہا ہو، کھٹ کھٹ، کھٹ کھٹ۔

رسونتی مسکرانے لگی۔ بلیک شیڈو کی ایک کمزوری سامنے آ گئی تھی۔ یہ انسانی فطرت ہے، وہ جب خاموش رہتا ہے یا سوچتا رہتا ہے تو کاغذات پر لیونی ہو تحفظ کرتا جاتا ہے۔ کوئی عادتاً کاغذ پر پھول پتیاں بناتا رہتا ہے یا پریشانی کے عالم میں میز پر ہاتھ مارتا ہے اگر اسے موسیقی سے لگاؤ ہو تو وہ غیر شعوری طور پر انگلیوں سے طبلہ بجانے لگتا ہے۔ انسانی نفسیات کا مطالعہ کیا جائے تو آدمی تنہائی میں، پریشانی میں یا سوچنے کے دوران عجیب و غریب حرکتیں کرتا نظر آتا ہے۔ بہر حال ایک بات معلوم ہو گئی تھی کہ بلیک شیڈو سوچنے کے دوران میز پر انگلیوں سے طبلہ بجاتا ہے۔ ابھی وہ کھٹ کھٹ کی آواز آ رہی تھی۔

رسونتی نے پوچھا "خاموش کیوں ہو گئے، تم تو سایہ ہو، وجود نہیں ہو، کیا سائے بھی سوچتے ہیں؟"

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا "دُنیا اگر فرہاد کی ٹیم کو مانتی ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ اس ٹیم کے ہر فرد کو اپنی صلاحیتوں کا لوہا منواتا آیا ہے۔ میں مانتا ہوں، تم لوگوں کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ ذرائع بھی وسیع ہیں، میں اور زیادہ محتاط رہوں گا۔ اتنا تو مجھے یقین ہے کہ جب ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ تک نہیں پہنچ سکتے تو پھر موت کے سوا کوئی میرے قریب نہیں پہنچ سکے گا۔ اس کے باوجود بہت محتاط رہوں گا تم نے مجھے چونکا دیا ہے۔"

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے، آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔ فی الحال یہ بتاؤ، تم ہماری بات مانتے ہو یا نہیں؟"

"مجھے اپنے خاص ماتحتوں اور اپنے منافع سے گہری دلچسپی ہے، اس لیے تمہاری بات مان لیتا ہوں لیکن میرے پانچ آدمی وادیٔ قاف جائیں گے۔"

"مجھے منظور ہے لیکن یاد رکھو، اگر ان پانچ آدمیوں نے کچھ چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو وہاں سے زندہ واپس نہیں آئیں گے۔"

"میں انھیں سمجھا دوں گا۔"

"سجاد کو تین گھنٹے کے اندر اندر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دو، میں جا رہی ہوں، ضرورت ہوئی تو پھر رابطہ قائم کروں گی۔"

بلیک شیڈو نے کہا "مادام! ایک منٹ، پہلے یہ طے ہو جائے کہ میرے آدمی وادیٔ قاف کس طرح پہنچیں گے اور آپ انھیں کس طرح شناخت کریں گی؟"

"یہ طے کرنا ضروری نہیں ہے۔ میں سب جانتی ہوں، تمہارا کرسٹو فر میکی نمبر دو سب سے پہلے میلی کاپٹر کے ذریعے سامان پہنچا چکا ہے۔ اس کے آدمی ہمارے پاس آئیں گے۔ اب تم اپنی ذہانت اور منصوبہ بندی کا ماتم کرو، میں جا رہی ہوں۔"

رسونتی خاموش ہو گئی۔ دوسری طرف بھی خاموشی رہی لیکن وہی کھٹ کھٹ کی آواز سُنائی دیتی رہی۔ یقیناً بلیک شیڈو حیران اور پریشان ہو کر اپنی ذہانت اور منصوبہ بندی کا ماتم کر رہا ہوگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ رسونتی اور فرہاد وغیرہ کس طرح اس کے اہم اور وفادار تحتوں کو جانتے ہیں اور اس کے طریقۂ کار کو بھی سمجھتے ہیں۔

وہ وباٹمی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ ان کے کاطع میں ٹارزغلبا بھی آ گیا تھا۔ رسونتی، سونیا کو مخاطب کرنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی اس نے کہا "یہاں آ جاؤ، ابھی ماسک میں سے رابطہ قائم ہو رہا ہے۔"

وہ ان کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔ اسی وقت ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ "ہیلو مادام سونیا! ہیلو! میں اے۔ ایم آپ سے مخاطب ہوں۔ ماسک مین کا اسسٹنٹ ہوں۔ یہاں آپ کی آواز ریکارڈ ہو رہی ہے۔ آپ جو سوال کریں گی، اس کا جواب فوری طور پر ماسک مین کمپیوٹر کے ذریعے دیں گے۔ میں کمپیوٹر سے موصول ہونے والا جواب آپ کو سُناتا جاؤں گا۔"

"سوال یہ ہے، تمہارا ماسک میں اپنے پانچ آدمی وادیٔ قاف کیوں بھیجنا چاہتا ہے؟"

"میں بحیثیت اسسٹنٹ یہ جواب دے رہا ہوں؟ اگر میرے جواب میں کوئی غلطی ہوگی تو کمپیوٹر مجھے روک دے گا۔ بہرحال سُنیئے! آپ لوگ کوہ قاف کا ذکر اکثر ترکی کے حوالے سے کرتے ہیں۔ اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ قاف کی وادی ترکی کے شمال مغرب یا شمال مشرق میں ہے۔ حقیقتاً یہ ہمیشہ رُوس کا علاقہ رہا ہے۔"

سونیا نے جواب دیا "تم کوہ قاف کی بات کر رہے ہو اور ہم وادیٔ قاف کی بات کرتے ہیں۔ بے شک رُوس کے جنوبی حصّے میں یہ پہاڑی سلسلہ ہے لیکن تاتار غلبا کا قبیلہ صدیوں سے جس وادی میں آباد ہے وہاں سے ترکی اور ایران کی سرحدیں قریب ہیں۔ اسی لیے ہم ترکی کا ذکر زیادہ کرتے ہیں، ویسے اس بحث کے چھیڑنے کا مقصد کیا ہے۔ کیا رُوسی حکّام اپنی فوجیں بھیجنا چاہتے ہیں اور یہ حق جتانا چاہتے ہیں کہ وادیٔ قاف ان کا علاقہ ہے؟"

"جی نہیں۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب وادیٔ قاف ہمارے علاقے میں ہے تو ہمیں دوسرے ممالک سے زیادہ سہولتیں ملنی چاہئیں۔ دوستی ہم سے ہونی چاہیے۔ ہم ہر طرح آپ کے کام آنا چاہتے ہیں۔"

"تعجب ہے، آج سے پہلے کبھی تاتار غلبا کے قبیلے کے کام آنے کا خیال کسی کے دل میں پیدا نہیں ہُوا۔ کوئی ملک اِدھر توجہ نہیں دیتا تھا۔ وہ جانتے تھے، یہاں پسماندہ قوم آباد ہے۔ یہ لوگ بیرونی ممالک جا کر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ باہر کی دُنیا دیکھتے ہیں، اس کے باوجود اپنے علاقے میں آ کر وہی پسماندہ لوگوں جیسی زندگی گزارتے ہیں، اس لیے یہاں بسنے والی قوم کو ہمیشہ نظر انداز کیا گیا ہے۔"

"مادام! کسی علاقے کو نظر انداز کرنے یا اسے بہت زیادہ اہمیت دینے کی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں۔ وادیٔ قاف میں نہ تو زرعی پیداوار ہو سکتی ہے نہ ہی اس دُور افتادہ علاقے کو منڈی بنایا جا سکتا ہے اور نہ وہاں سے تیل نکلتا ہے۔ ہاں! اچانک مادام رسوتی اور مسٹر فرہاد علی تیمور نکل آئے ہیں، تو تیل سے زیادہ اہمیت ہو گئی ہے۔ بڑے ممالک ایک دوسرے کے متعلق بڑی دُور تک معلومات رکھتے ہیں کہ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کس مُلک نے کتنے بنائے ہیں اور کہاں ذخیرہ کیا ہے۔ مادام رسوتی اور مسٹر فرہاد علی تیمور جیسے ہائیڈروجن بم کہاں موجود ہیں، یہ ساری دُنیا کو معلوم ہو گیا ہے، اس لیے کوہ قاف کی اہمیت تمام اہم ترین علاقوں سے بڑھ گئی ہے۔"

سونیا نے ٹوکتے ہوئے کہا "تم پھر کوہ قاف کہہ رہے ہو، میں وادیٔ قاف کی بات کر رہی ہُوں۔"

"سوری! میری مُراد وادیٔ قاف سے ہی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ کوہ قاف کی جغرافیائی پوزیشن کو پیشِ نظر رکھیں، اگر وادیٔ قاف میں ہماری مخالفت کرنے والے ملکوں نے کسی طرح اپنے فوجی اڈّے بنا لیے تو یہ ہماری سرحدوں کے لیے نقصان کا باعث ہوگا۔"

"یہاں کسی مُلک کا فوجی اڈّہ قائم نہیں ہوگا۔ یہ ایک آزاد مملکت ہوگی اور اس کی اپنی خارجہ پالیسی ہوگی۔ ہم سب کو دوست بنا کر رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

"ہم بھی سب کو دوست بنا کر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کچھ ممالک اپنی گندی سیاست سے باز نہیں آتے۔"

"رسوتی اور فرہاد کی مملکت میں کوئی گندی سیاست کام نہیں آئے گی۔ اس سے پہلے ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سازشیں کرنے والوں اور مکار سیاست دانوں کو عبرت ناک انجام تک پہنچا جائے گا۔ اس لیے آئندہ وادیٔ قاف میں جو بھی آئے گا، وہ صرف اس سے اُجاگر نہیں آئے گا اندر سے بھی اپنے آپ کو مکمل طور پر دیانت نبائے گا۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو ٹیلی پیتھی کی ایک ٹھوکر سے سرحد پار جائے گا۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ ہم یہ سُن کر گئے تھے کہ وادیٔ قاف ایک نرالی مملکت ہوگی۔ ہر مُلک کی سرحد پر چہرے پڑھے جاتے ہیں۔ آپ یہاں دماغ پڑھے جائیں گے اور جہاں دماغ پڑھ لیے جاتے ہیں، وہاں کوئی مکاری نہیں دکھا سکتا۔ پلیز! ذرا ایک منٹ انتظار کریں، کچھ کے ذریعے ماسک مین کچھ فرما رہے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد پھر آواز آئی "ہمارے ماسک مین سب سے مادام رسوتی کو ان کی دماغی صحت یابی پر مبارک باد دے رہے ہیں۔ ان کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہونے پر اپنی مسرتوں کا اظہار کر رہے ہیں۔ دوسری بھرپور مبارک باد پارس کے سلسلے میں ہے۔ مادام رسوتی کو ایک طویل جُدائی کے بعد اپنے بیٹے سے ملنا نصیب ہُوا۔ ان کے، ان کے بیٹے اور فرہاد صاحب کے لیے نیک خواہشات رکھتے ہیں۔"

"رسوتی میرے پاس موجود ہے اور ہماری باتیں سُن رہی ہے۔ اس لیے تمہاری اور ماسک مین کی نیک خواہشات رسوتی تک پہنچ رہی ہیں اور کچھ...؟"

"ماسک مین تم سے یہ چاہتے ہیں کہ آپ، مادام رسوتی اور مسٹر تاتار غلبا ہمارے مُلک میں خیر سگالی دَورے پر تشریف لائیں۔ ہم آپ کا شایانِ شان استقبال کریں گے۔ ہمیں یقین ہے آپ ہماری مہمان نوازی کا موقع دیں گی۔"

"تم نے خیر سگالی دورے کی دعوت دی ہے، اسے ہم قبول کر رہے ہیں۔ ابھی ہمیں اپنی مملکت کے قیام کے سلسلے میں ایک ہفتے لگے گا۔ دن رات مصروفیت رہے گی، جب بھی ہم اپنے علاقے سے باہر نکلیں گے تو سب سے پہلے تمہارے مُلک کا دَورہ کریں گے۔"

"بہت بہت شکریہ مادام! آج شام پانچ بجے تک پانچ نمائندے ہیلی کاپٹر کے ذریعے وادیٔ قاف پہنچ جائیں گے۔ ماسک مین نے کچھ نایاب تحفے ہز ہائی نس تاتار غلبا کے لیے بھیجے ہیں، انہیں اُمید ہے ہز ہائی نس قبول فرمائیں گے۔"

سونیا نے کہا "میں نے پچھلی رات ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ وعدہ پورا کر لیا۔ باقی باتیں تمہارے نمائندوں سے ہوں گی۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو بند کر کے تاتار غلبا کی طرف دیکھا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "ان کمبختوں نے مجھے ہز ہائی نس بنا دیا ہے۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سونیا کے سر پر اور دوسرا رسوتی کے سر پر رکھتے ہوئے کہا "میری بچیو! تمہارے آنے سے میری وادی کی قسمت بدل گئی ہے۔ ایک بار میں نے فرہاد کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میری وادی دُنیا کی سب سے اہم وادی بن جائے۔ میں یہاں ایسی مملکت قائم کر دوں جو دُنیا میں مثالی ہو۔ تم سب کی آمد سے یہ مملکت صرف مثالی نہیں بلکہ بے مثال ہو گی۔"

وہ وہاں سے دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولا "اس مملکت کے لیے ہم سب کو اپنی اپنی جگہ اہم فرائض ادا کرنے ہیں۔ تم دونوں اپنے فرائض ادا کر رہی ہو۔ میں بھی جا رہا ہُوں۔ آنے والے غیر ملکی نمائندوں کے لیے کاٹیج تعمیر ہو رہے ہیں۔ میں چاہتا ہُوں، انہیں یہاں رہائش کے سلسلے میں کوئی شکایت نہ ہو۔"

وہ باہر چلا گیا۔ رسوتی نے بیک شیڈو سے ہونے والی اختتامی گفتگو کے تعلق سونیا کو بتایا۔ اس نے تمام باتیں سُننے کے بعد کہا "تم نے بہت ہی اچھے انداز میں معاملات طے کیے ہیں۔"

"میں نے کیا کیا ہے۔ میں تو تم سے مشورے لیتی رہی تھی۔"

"لیکن اختتامی گفتگو تمہاری اپنی تھی اور میرے مشوروں کو پیش کرنے کا انداز بھی تمہارا تھا۔ جب تک کوئی بات کہنے کا سلیقہ نہ ہو، سُننے والے کے دل پر اثر نہیں کرتی۔ بیک شیڈو کو تمہاری بات ماننی ہی پڑے گی۔ وہ ڈمی فرہاد کی پول نہیں کھولے گا اور سجاد کو بابا صاحب کے ادارے میں واپس بھیج دے گا۔ اب فوراً شباتہ کی خبر لو۔ وہ بہت پہلے انقرہ پہنچ گئی ہوگی۔ میں ذرا اسپرسا ٹاور سے رابطہ قائم کر رہی ہُوں۔"

انقرہ ایئرپورٹ کے ایک سائیڈ ٹریک پر بھارتی طیارہ کھڑا ہُوا تھا۔ اس طیارے میں شباتہ کے ساتھ فرضی رسوتی آئی تھی۔ اس فرضی رسوتی کا باپی دیو اور دو بچے بھی تھے۔ ان کے علاوہ وہ پانچ بھارتی نمائندے بھی تھے، جو وادیٔ قاف جانا چاہتے تھے۔

ان میں سے ایک بھارتی نمائندہ یوگا کا ماہر ثابت ہُوا۔ اس پر پھر رسوتی نے اعتراض کیا تھا اور وارننگ دی تھی "آئندہ ایسی غلط فہمی نہ ہو۔ ایسے لوگوں کو وادیٔ قاف میں بھیجا گیا، جو ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہنا جانتے ہیں تو بھارت سے پھر دوستانہ معاہدہ نہیں ہوگا۔"

انھیں انقرہ پہنچے دو گھنٹے ہو چکے تھے۔ شباتہ وہاں کے بہت مہنگے ہوٹل میں ایک کمرہ حاصل کر کے رسوتی سے رابطہ قائم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ رسوتی نے کہا "مجھے افسوس ہے، بے پناہ مصروفیات کے باعث تاخیر سے پہنچ رہی ہُوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں یہاں بک بخیریت پہنچ گئی ہُوں۔ بھارتی حکّام نے پہلے ہی ترکی کی حکومت سے رابطہ قائم کر کے ایک ہیلی کاپٹر کا انتظام کر لیا تھا۔ اب وہ لوگ یہاں سے پرواز کرنے کے انتظار میں ہیں۔"

"اُس نمائندے کا کیا ہُوا جس پر میں نے اعتراض کیا تھا اور جسے پچھلے دن سزا دی تھی؟"

"اسے ٹیم سے ہٹا دیا گیا ہے۔ اس کی جگہ انقرہ میں مقیم ایک بھارتی صحافی کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس طرح انھوں نے اپنی ٹیم میں پانچ نمائندوں کا کوٹہ پورا کر لیا ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں ان نمائندوں کو جا کر پھر سے چیک کرتی ہُوں۔ تم ایئرپورٹ چلو تاکہ یہاں پہنچ سکو۔"

شباتہ نے کہا "تم فرضی رسوتی اور اس کے خاندان کو پانچ نمائندوں کے ساتھ وادی میں بُلا لو۔ میں نہیں آؤں گی۔"

رسوتی نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم اپنے بابا سے ملنے یہاں نہیں آؤ گی؟ کیا تمہیں اپنی وادی سے محبت نہیں ہے؟ کیا تم یہاں ایک نئی مملکت بنانے میں اپنے طور پر اہم رول ادا نہیں کرو گی؟"

"مجھے اپنی وادی سے محبت ہے اور میں اپنے بابا سے محبت کرتی ہُوں لیکن وہ وادی اور وہ مملکت فرہاد کے بغیر نامکمل ہے۔ وہاں تم سب ہو لیکن وہ نہیں ہے تو میرے لیے کچھ نہیں ہے۔ میں بابا سے یہ کہہ کر نکلی تھی کہ فرہاد کی تلاش میں جا رہی ہُوں اور فرہاد نے کہا تھا، میں بیرونی ممالک میں کہیں بھی گھومتی پھرتی رہوں، جہاں وہ ملاقات کا مناسب موقع دیکھیں گے اور دُشمنوں سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا تو مجھ سے ضرور ملنے آئیں گے لہٰذا میں ان سے ملاقات کیے بغیر اپنی وادی میں نہیں آؤں گی۔"

"تم یہاں آ جاؤ، میں خیال خوانی کے ذریعے فرہاد سے رابطہ قائم کرتی رہتی ہُوں۔"

"تمہارے رابطہ قائم کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ کیا فرہاد کی تنہائی، اس کی بے وطنی اور بے یاری و مددگاری دُور ہو جائے گی؟ اسے ساتھی کی ضرورت ہے اور میں اس سے منسوب ہُوں لہٰذا میں اس کے ساتھ رہوں گی، اسے تلاش کروں گی۔"

"شباتہ یہ نادانی ہے۔ تم فرہاد کی تلاش میں کہاں بھٹکتی رہو گی؟"

"بہت خوب! تم خیال خوانی کے ذریعے فرہاد کے پاس پہنچ جاتی ہو اور مجھے یہ نہیں بتا سکتیں کہ وہ کس مُلک میں ہے؟"

"میں فرہاد کی اجازت کے بغیر نہیں بتا سکتی۔"

"دیکھو سونیا! تم ان کی پہلی بیوی ہو۔ تم یہ تسلیم کرو گی کہ میرے

بابا تمہاری عزت کرتے ہیں اور تمہیں بہت زیادہ اہمیت دیتے ہوں گے۔ ہمارے یہاں کا دستور یہی ہے کہ جو پہلی بیوی ہوتی ہے وہ ہمیشہ دوسری بیویوں کے مقابلے میں برتر تسلیم کی جاتی ہے۔ میں تمہیں برتر تسلیم کرتی ہوں تم سوکنوں والا رویہ اختیار نہ کرو اور مجھے فرہاد کے متعلق بتاؤ۔"

"تم میری بہت اچھی بہن ہو۔ میں کبھی سوکنوں والا رویہ اختیار نہیں کروں گی یقین کرو اس وقت فرہاد بہت تھکے ہوئے ہیں اور گہری نیند میں ہیں۔ جب وہ بیدار ہوں گے تو میں انہیں مجبور کروں گی کہ وہ تمہیں اپنے متعلق بتائیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ان کے بیدار ہونے کا انتظار کروں گی۔"

"لیکن تم وادی میں آکر بھی انتظار کر سکتی ہو۔ فرہاد تمہیں اپنے متعلق بتائیں گے۔ تمہیں اپنے پاس بلانا چاہیں گے تو وادی سے وہاں جا سکتی ہو۔"

"میں نے کہا نا، فرہاد کو لیے بغیر وادی میں نہیں آؤں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہارا فیصلہ فرہاد پر چھوڑتی ہوں۔ تم ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرو۔ میں بھارتی نمائندوں کے پاس جا رہی ہوں۔"

میں اور رسونتی پہلے جن ان بھارتی نمائندوں کے دماغوں میں پہنچ چکے تھے ان میں سے یوگا کا ماہر اب وہاں نہیں رہا تھا۔ اس کی جگہ ایک دوسرا بھارتی صحافی آگیا تھا۔ رسونتی نے دوسرے نمائندوں کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اچھی طرح "تولا پھ" مطمئن ہو کر انہیں مخاطب کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا "مادام! ہم یہاں رکے گھنٹے سے انتظار کر رہے ہیں کیا حکم ہے؟"

"پرواز کی تیاری کرو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں نے تم پائلٹوں کو اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر شکریہ ادا کرنے لگے۔ رسونتی نے کہا "شاید تمہارے ساتھ نہیں جائے گی۔ وہ عورت جس نے نیپال میں میرا رول ادا کیا تھا، اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ یہاں آئے گی۔ وادی قاف کی استقبالیہ کمیٹی کو اطلاع دیتی ہوں۔ کمیٹی کے ممبر تمہاری آمد پر یہاں موجود رہیں گے۔"

رسونتی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اس نے کاغذ قلم لے کر بھارتی نمائندوں کی آمد کے سلسلے میں ایک پرچی بھی پھر ایک خادمہ کے حوالے کرتے ہوئے کہا "اسے استقبالیہ کمیٹی تک پہنچا دو۔"

خادمہ وہ پرچی لے کر چلی گئی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر کاہل تنظیم کے سربراہ کے پاس پہنچ گئی۔ وہ ڈمی فرہاد کے سامنے ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا "جناب مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ آپ دوبارہ تشریف لے آئے ہیں۔ آپ کی آمد اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ہمیں سب سے اہم دوست سمجھتے ہیں اور سب سے زیادہ اعتماد ہم پر کرتے ہیں۔"

ڈمی فرہاد نے فرہاد کے انداز میں مسکراتے ہوئے [illegible]

زبان کا دھنی ہوں۔ جب کسی کو زبان دیتا ہوں تو آخری سانس تک دوستی نبھاتا ہوں۔"

کاہل تنظیم کے سربراہ نے خوش ہو کر کہا "جناب! ہم علاج کے لیے اپنی دولت پانی کی طرح بہا دیں گے۔ اپنی تمام چھوڑ کر یہی کوشش کریں گے کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آپ نے دیکھا ہی ہے کہ دماغی امراض کے سلسلے میں جس کا ڈنکا ساری دنیا میں بجتا ہے، ہم نے اسی سے مادام کا علاج ہمیں یقین ہے، آپ بھی اس کے زیر علاج رہ کر اپنی کھوئی حاصل کر لیں گے۔"

رسونتی نے اسے اچانک مخاطب کیا "وہ بیہوش فرہاد ڈاکٹروں کی دوائیں کھانے سے تمہیں ٹیلی پیتھی آجائے گی؟"

وہ ایک دم سے گڑبڑا گیا۔ سیدھا ہو کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ تنظیم کے سربراہ نے پوچھا "کیا بات ہے جناب؟"

رسونتی نے کہا "اس سے کہو، میں تمہارے دماغ میں ہوں۔ چونکہ ہم میاں بیوی کا جھگڑا ایک عرصے سے ہوتا ہے تم سے جھگڑا کر رہی ہوں۔"

وہ خوش ہو گیا۔ "یہ سمجھ رہا تھا۔ رسونتی اس کی اصلیہ ہیں پائی ہے، واقعی فرہاد سمجھ کر اس سے رابطہ قائم کر رہی ہے کے انداز میں اس سے جھگڑا کر رہی ہے۔"

اس نے کاہل تنظیم کے سربراہ سے کہا "مادام رسونتی میں ہے اور مجھ سے جھگڑا کر رہی ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "مادام! آپ سے جھگڑا رہی ہیں؟"

ڈمی فرہاد نے مسکراتے ہوئے کہا "آپ تو جانتے ہیں بیویوں کے جھگڑے ہوتے ہیں رہتے ہیں۔ اب میں اپنی دانست خوشامد کروں گا، ذرا مناؤں گا، تب بات بنے گی۔"

اس نے دانت نکال کر مسکراتے ہوئے تائید میں رسونتی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "مسٹر ری میں رسونتی بول رہی ہوں۔"

وہ فوراً ہی اکڑ کر سیدھا بیٹھ گیا۔ "یس مادام! لائق کوئی خدمت؟"

"میں ہر نیلمی حکام سے اہم گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ اطلاع دیں۔ پندرہ منٹ کے اندر گفتگو شروع ہو جائے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی اطلاع دیتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا "جناب فرہاد صاحب کا حکم ہے میں اپنے حکام کو ان کی آمد کی اطلاع دوں۔ ضروری گفتگو کروں۔ اس لیے جا رہا ہوں، پھر آپ کی

بغیر ہو جاؤں گا۔"

وہ جانے لگا۔ ڈمی فرہاد سوچ کے ذریعے رسونتی کو پکار رہا تھا۔ رسونتی نے کہا "بے چین کیوں ہوتے ہو؟ میں نے اسے ٹال دیا ہے۔ تاکہ تنہائی میں تم سے ضروری باتیں کر سکوں۔ سب سے پہلے یہ خوش فہمی ختم کر دو کہ میں تمہیں فرہاد سمجھ رہی ہوں۔ آئندہ تم نے دوبارہ کی حیثیت سے گفتگو کی تو کھوپڑی ہلا کر رکھ دوں گی۔"

وہ عاجزی سے بولا "میری کیا خطا ہے؟ بلیک شیڈو کے سے آیا ہوں۔ آپ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ آپ تو جانتی ہیں۔"

"میں جانتی ہوں تم محض ایک آلہ کار ہو، اسی لیے ڈھیل دے رہی ہوں۔ آئندہ جو کہوں گی تم اسی کے مطابق عمل کرو گے یہاں علی تیمور بن کر رہو گے۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتا رہوں گا۔"

"تم یہاں کے تمام یہودیوں کو یہی تاثر دیتے رہو گے کہ تم سے ناراض ہوں۔ پچھلے دنوں جب تمہارے پاس ٹیلی پیتھی صلاحیتیں تھیں تو تم مجھ کو کمتر سمجھتے تھے۔ اور مجھ سے دور رہتے اب میرے پاس یہ صلاحیتیں ہیں، میں تم کو کمتر سمجھ رہی ہوں تم سے دور رہنا چاہتی ہوں۔ کیا میری باتیں سمجھ میں آرہی ہیں؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "جی ہاں، سمجھ رہا ہوں، میں کروں گا۔"

"معلوم ہوتا ہے تم نے فرہاد علی تیمور کی بہت اچھی اسٹڈی ہے۔ بالکل اسی لب و لہجہ میں بولتے ہو اور اسی کی طرح حرکتیں تے ہو۔"

"جی مادام! بلیک شیڈو نے مجھ پر اور میرے جیسے دو یوں پر بڑی محنت کی ہے۔ وہ بھی فرہاد صاحب کے ہم شکل ہیں رہا دو صاحب کی نقالی میں اول رہتا ہوں۔ میری یادداشت مایہ بھی ہے۔ ان سے تعلق رکھنے والی تمام باتیں میرے ذہن میں ایں۔ اس لیے بلیک شیڈو نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے اعلیٰ کے حوالے کر دیا تھا۔ وہاں سے میں یہاں پہنچا دیا گیا۔"

"میں جا رہی ہوں۔ جو کہہ چکی ہوں اس پر عمل کرتے رہنا کوئی دشواری پیش آئے گی تو میں تمہاری رہنمائی کروں گی۔"

وہ کاہل تنظیم کے سربراہ کی مونڈیل کے پاس پہنچ گئی۔ وہ بلیک بڑے سے ہال میں ایک بڑی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے التنظیم ربی اسفندیار اور سیکرٹ سروس کا چیف آفیسر بھی لنے کاہل تنظیم کے ایک عہدے دار کے ذریعے مخاطب کیا۔ ربی اسفندیار! میں رسونتی مخاطب ہوں۔"

ربی اسفندیار نے بزرگانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوش آمدید میری بچی! میں کل سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ مجھے حیرانی ہے کہ فرہاد کی یہاں موجودگی کے باوجود تم نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے میں اتنی دیر کر دی۔"

"محترم ربی! میں تذبذب میں تھی سوچ رہی تھی، جب فرہاد یہاں پہنچ گیا ہے تو مجھے کون سا طریقۂ کار اختیار کرنا چاہیے۔"

"تمہیں کوئی پریشانی یا الجھن ہو تو میرے سامنے بیان کرو میں تمہارے باپ کی جگہ ہوں کبھی غلط مشورہ نہیں دوں گا۔"

"میں نے اپنے مسئلے پر بہت سوچا۔ یہی بات سمجھ میں آئی کہ آپ پر ہی اعتماد کر سکتی ہوں۔ اس لیے میرے آنے میں تاخیر ہوئی۔ جن دنوں میں یہاں تھی اور یہاں سے نیپال جا رہی تھی، انہی دنوں میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آگئی تھیں لیکن میں نے آپ لوگوں سے یہ حقیقت چھپائی تھی۔ اس کی وضاحت میں پچھلی ملاقات میں کر چکی ہوں۔"

"مجھے اس سلسلے میں کوئی شکایت نہیں ہے۔ تم اپنا موجودہ مسئلہ بیان کرو۔"

"آپ سب جانتے ہیں کہ جب فرہاد کے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں تھیں تو وہ کتنا مغرور تھا۔ اس نے مجھے ٹھوکروں میں رکھا تھا۔ میں آپ لوگوں کی طرف دوستانہ انداز میں بڑھتی تھی اور وہ دشمن بنتا جاتا تھا۔"

"ہاں، ہمیں ایک ایک بات یاد ہے۔"

"یہ کہاوت غلط نہیں ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ آج وہ مجھ سے بڑی محبت جتا رہا ہے۔ لیکن جو توہین میری ہو چکی ہے اسے بھول نہیں سکتی۔ میں اسے اتنے قریب نہیں آنے دوں گی کہ وہ پھر میرے حواس پر چھا جائے۔"

یہ بات سن کر سب اپنی اپنی جگہ پہلو بدلنے لگے۔ ربی اسفندیار نے پوچھا "تم کیا چاہتی ہو؟ میری بچی؟"

"میں چاہتی ہوں وہ تل ابیب سے باہر نہ جا سکے۔ آپ اسے اپنے ہی پاس رکھیں۔ اسے یہ فریب دیتے رہیں کہ اس کا علاج کرایا جا رہا ہے اور اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آجائیں گی اور میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ اس کی صلاحیتیں واپس آئیں۔"

کاہل تنظیم کے سربراہ نے کہا "مادام! آپ ہمیں آزمائش میں مبتلا کر رہی ہیں۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کسی علاج کے بغیر ہی واپس آگئی ہیں۔ فرہاد صاحب کے ساتھ ایسا پچھلی بار ہو چکا ہے۔ اگر ان کی صلاحیتیں واپس آجائیں گی تو وہ معلوم کریں گے کہ ہم نے ان کے برے وقت میں آپ کا ساتھ دیا اور انہیں فریب دیتے رہے۔ پھر ہمارا کیا ہو گا؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ دنیا میں سپر طاقتوں کے درمیان

کر فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ کس طاقت کا ساتھ دینا ہے اور کس سے دشمنی مول لینی ہے آپ تمام حضرات فیصلہ کر لیں، میرا ساتھ دینا چاہتے ہیں یا فرہاد کا؟ اگر میرا، تو فرہاد کا علاج بہت آسان ہے جب بھی آپ دیکھیں کہ وہ کچھ زیادہ ہی دماغی توانائی حاصل کر رہا ہے تو کمزوری کے لیے اُسے کوئی دوا دینا شروع کر دیں، انجکشن لگا دیں۔ یہ آپ لوگ پہلے بھی کرتے آئے ہیں۔"

رتی اسفندیار نے کہا۔ "تمہارے دل میں فرہاد کے خلاف جو انتقامی جذبہ ہے اُسے میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ پھر بھی میاں بیوی میں لاکھ اختلافات ہوں اگر مصلحتاً صلح کا راستہ اختیار کر لیا جائے تو بہتر ہے خصوصاً موجودہ حالات میں جب کہ تم کوہ قاف کی وادی میں اپنی ایک مملکت قائم کرنا چاہتی ہو۔ وہ وادی ٹارٹر غلبا کی ہے اور ٹارٹر غلبا کی بیٹی شاہتہ فرہاد سے منسوب ہے۔ کیا تم پانی میں رہ کر مگرمچھ سے بیر کرو گی؟ وہاں شاہتہ، ٹارٹر غلبا، ٹارٹر بلبا، مرجانہ سبھی تمہیں اس طرح بے بس کر دیں گے جس کی تم توقع بھی نہیں کر سکتیں۔"

"میں نے ان تمام پہلوؤں پر غور کر لیا ہے۔ اگر آپ لوگوں کا تعاون حاصل رہے گا اور فرہاد یہاں سے نکل نہیں سکے گا تو ٹارٹر غلبا، مرجانہ، شاہتہ وغیرہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ سونیا میرے ساتھ ہے۔ میں چند ماہ کے اندر اُسے وادیٔ قاف سے باہر بھیج دوں گی پھر اسے بھی یہاں داخل ہونے کا موقع نہیں دوں گی۔ میری ٹیلی پیتھی کے آگے سب بے بس ہو جائیں گے۔ آپ لوگوں نے بڑی دُنیا دیکھی ہے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں شاہتہ جیسی سوکن کو برداشت کر سکوں گی خواہ میں فرہاد کو شوہر کی حیثیت سے اپنے قریب آنے دوں یا نہ آنے دوں۔ یہ میرا اپنا معاملہ ہے لیکن سوکن پھر سوکن ہوتی ہے اُسے دنیا کی کوئی عورت برداشت نہیں کر سکتی۔"

"اُن اسرائیلی حکام اور دیگر یہودی اکابرین کے لیے غور کرنے کے لیے دو اہم نکتے تھے۔ ایک تو یہ کہ رونتی فرہاد سے پچھلی دشمنی کا انتقام لینا چاہتی ہے دوسرے یہ کہ شاہتہ کو سوکن کی حیثیت سے برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ دو ایسی باتیں تھیں جو انھیں قائل کر رہی تھیں رونتی کی بات انھیں بالکل درست نظر آ رہی تھی۔ ان دو اہم نکات کے پیشِ نظر وہ اس پر شبہ نہیں کر سکتے تھے کہ کسی طرح کی چال چلی جا رہی ہے۔

رتی اسفندیار نے کہا۔ "میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میرے دماغ میں آؤ۔"

دوسرے ہی لمحے رونتی اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی۔ "محترم رتی! میں حاضر ہوں۔"

رتی اسفندیار نے کہا۔ "تم اپنے اس مسئلے پر صرف مجھ سے گفتگو کرتیں تو بہتر ہوتا۔ یہاں اگلے سلسلہ یہ بات نہیں چھیڑنا چاہتا تھی۔ بہرحال میں اس بات کو نباہ دیتا ہوں اور تمہارا ساتھ دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ میں اپنے لوگوں کے سامنے تمہیں فرہاد سے دوستانہ رویہ رکھنے کے سلسلے میں نصیحت کروں گا۔ اُسے تسلیم کر لینا۔"

"لیکن میں اس کی دوست نہیں بن سکتی۔ میں اس سے گن گن کر بدلے لوں گی۔"

"میں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں۔ بدلہ لینے کے اور بھی طریقے ہوتے ہیں۔ میں ہمیشہ فرہاد پر کڑی نظر رکھوں گا۔ اپنے تنویمی عمل سے کمزور بناتا رہوں گا۔ وہ کبھی ٹیلی کی صلاحیتیں حاصل نہیں کر سکے گا۔ اب تو خوش ہو؟"

"خوش تو ہوں۔ لیکن آپ اپنے لوگوں کو اعتماد میں کیوں نہیں لینا چاہتے؟"

"اس لیے کہ کبھی مجھ سے کوئی بھول چوک ہوئی، میری تدابیر کے باوجود فرہاد نے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کر لیں تو وہ اس بات کی شکایت نہ کرے کہ یہودی حکام اور یہودی اکابرین نے رونتی کا ساتھ دیا اور اس سے دشمنی کی۔ ایک طرف ہم تمہارا ساتھ دیں گے دوسری طرف فرہاد سے کھلی دشمنی نہیں کریں گے تاکہ بات بنی رہے۔ تمہیں تو اندازہ ہے وہ انتقامی کارروائی پوری ہوتی رہے گی۔ تمہیں میرے مشورے پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔"

"آپ کا مشورہ مناسب ہے میں اسے تسلیم کرتی ہوں۔" رتی اسفندیار نے بلند آواز سے اپنے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "رونتی تم میں سے کسی ایک کے دماغ میں پہنچ کر اس نے اسے اچھی طرح سمجھا لیا ہے وہ خود بتائے گی کہ آئندہ فرہاد کے سلسلے میں اس کا طرزِ عمل کیا ہوگا۔"

رونتی نے وہاں کے ایک افسر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "محترم رتی! آپ نے بہت ہی دانشمندانہ مشورہ دیا ہے کبھی کبھی انسان تنکے کا سہارا بھی چاہتا ہے۔ فرہاد وہاں میرے لیے تنکا ہی سہی، اُسے سلامت رکھنا چاہیے۔ وہ کبھی بھولے بھٹکے ٹیلی پیتھی کی صلاحیت حاصل کر لے تو کم از کم مجھے دشمن نہیں سمجھے گا۔ میرا احسان مند رہے گا میں نے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کرنے کے باوجود نقصان نہیں پہنچایا۔ اس طرح آپ لوگوں کی دوستانہ پر کبھی حرف نہیں آئے گا۔ فرہاد کو کبھی آپ لوگوں سے تسلیم نہیں ہوگی۔ محترم رتی! میں آپ کے مشورے کو تسلیم کرتی

میری گزارش ہے کہ آپ مرجانہ اور بلبا کو فوراً یہاں سے روانہ کر دیں۔ اگر اس سلسلے میں کوئی اُلجھن ہے تو مجھے بتائیں۔"

انھیں مرجانہ اور بلبا کو بھیجنے میں اب کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ تو یہ سوچے بیٹھے تھے کہ فرہاد ہاتھ لگ گیا ہے تو وادیٔ قاف سے رونتی اور سونیا وغیرہ فرہاد کا مطالبہ کریں گی۔ بات شاید بڑھ جائے۔ کچھ اختلافات پیدا ہوں گے کچھ سودے بازی ہوگی لیکن رونتی نے خلافِ توقع معاملے کی نوعیت ہی بدل دی تھی۔ فرہاد کو راضی خوشی ان کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ مرجانہ اور بلبا کو صرف اس لیے وادی میں بُلانا چاہتی تھی کہ ٹارٹر غلبا کو رونتی سے کوئی شکایت نہ ہو اور وہ بلبا کو خوش رکھ کے وادیٔ قاف میں اپنی من مانی کر سکے۔

ری مونڈیل نے کہا۔ "مادام! ہمارے پانچ نمائندے یہاں رہ جائیں گے کیا اُن کی تعداد بڑھائی نہیں جا سکتی؟ اگر بڑھ جائے تو آپ کو فائدہ پہنچے گا۔ ہم ایسے افراد کا انتخاب کریں گے وہاں ایک نئی مملکت قائم کرنے اور آپ کے مخالفوں سے نمٹنے کے سلسلے میں اہم مشورے دے سکیں۔"

"اگر میں پانچ سے زیادہ افراد کو بلاؤں گی تو سونیا اعتراض کرے گی۔ اُسے شبہ ہوگا کہ دوسروں کے مقابلے میں یہودی حضرات ترجیح دے رہی ہوں۔ پہلے میں اپنی پوزیشن یہاں مضبوط کر لوں اس کے بعد وہی ہوگا جو آپ چاہتے ہیں۔ میں وادی میں جب بھی نمائندگی کونسل قائم کروں گی، تو اس کے لیے محترم رتی اسفندیار سے مشورہ لوں گی۔ وہ میرے لیے جن مشیروں کا انتخاب کریں گے میں انھیں تسلیم کر لوں گی۔"

رونتی سبز باغ دکھا رہی تھی اور وہ خوش ہو رہے تھے۔ وہ کوئی نادان نہیں ہیں کہ ایک عورت کے فریب میں آ جاتے۔ وہ تو اس لیے خوش تھے کہ فرہاد علی تیمور اُن کے قبضے میں تھا۔

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "کیا مادام سونیا مسٹر فرہاد کا مطالبہ نہیں کریں گی؟"

"ہاں مطالبہ کر سکتی ہے۔ اس سلسلے میں جوابی کارروائی ہوگی۔ میں محترم رتی سے بھی بات کرتی ہوں۔ یہ آپ لوگوں کے سلسلہ نہیں ہے۔ محترم رتی سونیا وغیرہ سے نمٹ لیں گے۔"

وہ پھر رتی اسفندیار کے دماغ میں آئی۔ اس نے کہا۔ "آپ کو تنویمی عمل کے ذریعے یہ سمجھا سکتے ہیں کہ جب بھی سونیا، بلبا وغیرہ اس کا مطالبہ کریں تو وہ یہاں سے جانے سے انکار کر دے جب وہ اپنی مرضی سے یہاں رہنا چاہے گا تو سونیا اور بلبا یا تو اس کے مطالبے سے باز آ جائیں گی یا کسی طرح اطمینان کر لیں گی کہ فرہاد کیوں آنے سے انکار کر رہا ہے۔ انھیں تصدیق کرنے کے سلسلے میں آپ سہولتیں فراہم کر دیں۔ خود سونیا یا علی بی بی آ کر فرہاد سے گفتگو کر سکتی ہیں اور مطمئن ہو کر یہاں سے جا سکتی ہیں۔"

رتی نے کہا۔ "میں تمہارے کہنے سے پہلے ہی طریقہ کار پر غور کر رہا تھا۔ ٹھیک ہے، ایسا ہی ہوگا۔"

وہ سب تھوڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ مرجانہ اور بلبا کی روانگی کے سلسلے میں فیصلہ ہو چکا تھا اس لیے رونتی مطمئن ہو کر چلی آئی۔ پارس سونیا کی گود میں ہنس رہا تھا، کھیل رہا تھا رونتی نے کہا۔ "یہ تمہاری گود میں بہت خوش رہتا ہے۔"

سونیا نے دل ہی دل میں کہا۔ "اس کا تو باپ بھی خوش رہتا ہے۔" پھر مسکراتے ہوئے بولی۔ "تل ابیب میں کیا ہو رہا ہے مجھے بتاؤ۔"

اسی وقت ایک آیا علی تیمور کو لے آئی۔ کہنے لگی۔ "مادام! یہ رو رہا ہے۔"

رونتی نے اسے گود میں لیا۔ پھر اُسے چپ کراتے ہوئے رتی اسفندیار اور وہاں کے یہودی حکام سے ہونے والی گفتگو تفصیل سے سُنانے لگی۔ تمام باتیں سننے کے بعد سونیا نے پوچھا۔ "تم نے تنویمی عمل اور ریموٹ کنٹرولنگ سسٹم کے بارے میں کچھ نہیں کہا؟"

"اس کی ضرورت ہی کیا ہے جب اُن کا کوئی نمائندہ ایسی کوئی گھڑی پہن کر آئے گا جس میں ننھا سا سرخ بلب نظر آئے تو ہم کسی نئی اور سمجھ میں نہ آنے والی چیز پر اعتراض کریں گے۔ ایسی گھڑیوں کو اتار کر رکھ لیں گے صرف گھڑیوں کی بات نہیں ہے جو بھی قابلِ اعتراض چیز ہمیں پسند نہ ہو اور جس سے ہمیں نقصان پہنچنے کا احتمال ہو، ہم اسے اپنی تحویل میں لے لیں گے۔ جب وہ نمائندے یہاں سے جائیں گے تو اُن کی چیزیں واپس کر دی جائیں گی۔"

سونیا نے پارس کو گود سے اُتار کر فرش پر کھڑا کر دیا۔ رونتی نے کہا۔ "میر علی بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔ اس نے بھی اسے فرش پر کھڑا کر دیا۔ پارس اور علی تیمور دو بُرو کھڑے ہو کر ایک دوسرے کی طرف اپنا اپنا ہاتھ بڑھانے لگے جیسے ایک دوسرے کو پکڑ رہے ہوں۔ وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

سونیا نے کہا۔ "پارس ذرا قد آور نکلے گا۔"

رونتی نے کہا۔ "باپ پر گیا ہے لیکن علی تیمور بھی کم نہیں ہے۔ قد میں تیس کا فرق ہے۔"

پارس شدید بیماری کے بعد ذرا صحتیاب ہو چلا تھا لیکن کسی قدر کمزوری باقی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر گرنا چاہتا تھا مگر علی تیمور

کے اوپر آ گیا۔ رسونتی نے کہا۔ "دیکھو دیکھو دونوں گلے مل رہے ہیں۔"

"علی زیادہ صحت مند ہے، پارس کو سنبھال رہا ہے۔ اگرچہ شعوری طور پر سہارا نہیں دے رہا ہے مگر اس کا سہارا بن گیا ہے۔"

"اللہ نے چاہا تو یہ ساری زندگی ایک دوسرے کا سہارا بن کر رہیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "ہم دونوں کو ایک دوسرے کے لیے ڈبل ہارس پاور بنا کر رکھیں گے۔"

وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر فرش پر گر پڑے۔ دونوں ہنسنے لگیں۔ ایک ایک بچے کو اٹھا کر پیار کرنے لگیں۔ پھر سونیا نے خلا میں خواب زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم کتنے عرصے سے ایک گھر کا خواب دیکھتے آ رہے ہیں کہ کہیں اس دنیا کے کسی گوشے میں ایک چھوٹا سا گھر ہو۔ ہم سکون سے صرف ایک دن اور ایک رات گزار سکیں وہاں ہمارے بچے ہوں جن کی شرارتوں پر ہم کھلکھلا کر ہنسنے پر مجبور ہو جایا کریں۔ بہت مدت کے بعد یہ خواب ایک ذرا پورا ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ دیکھنا ہے یہ وادی ہمارے خوابوں کا مسکن بن سکتی ہے یا نہیں؟"

رسونتی نے چونک کر کہا۔ "مائی گڈنیس۔ ہم اپنے خوابوں کی ان ننھی تعبیروں کو دیکھنے میں فرائض کو بھول رہے ہیں۔ ابھی مجھے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچنا ہے۔"

اس نے خادمہ کو آواز دی پھر کہا۔ "بچوں کو لے جاؤ۔"

دو عورتیں دونوں کو لے گئیں۔ سونیا نے کہا۔ "تھوڑی دیر پہلے سپر ماسٹر سے گفتگو ہو چکی ہے۔ یہ پہلا سپر ماسٹر ہے جس کے دماغ میں فرار پہنچ سکتے ہیں، کیا تم پہنچ سکتی ہو؟"

"میں نے اس کی آواز نہیں سنی۔ کبھی فرہاد کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گی۔"

"جب میں ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہی تھی تو تم خیال خوانی میں مصروف تھیں اس لیے میں نے مخاطب نہیں کیا۔ وہ خود کو سپر ماسٹر کہہ رہا تھا۔ میں تصدیق کرنا چاہتی تھی پھر سوچا، جب فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ ہی جاتے ہیں تو تمہیں کیوں ڈسٹرب کیا جائے؟"

اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "سپر ماسٹر نے بھی ہم سب کو اپنے ملک میں خیر سگالی دورے کی دعوت دی ہوگی؟"

"ہاں، سب کے سب ایک ہی راگ الاپ رہے ہیں۔ ہر ایک کی کوشش یہی ہے کہ خود کو ہمارا جاں نثار دوست ثابت کرنے میں سبقت لے جائے۔"

اسی وقت ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ سونیا نے اسے آپریٹ کیا۔ اتنے میں دوسرے ٹرانسمیٹر سے بھی اشارہ موصول ہونے لگا۔ وہاں ایک بڑی سی میز پر کئی ٹرانسمیٹر رکھے ہوئے تھے۔ جتنے ہیلی کاپٹر آئے تھے، جتنے ممالک اور خطرناک تنظیموں نے اپنے اپنے سامان کا بنڈل پھینکا تھا، ان میں سے ہر بنڈل میں ایک ایک ٹرانسمیٹر ضرور تھا۔ سب کی خواہش یہی تھی کہ سونیا اور رسونتی ٹرانسمیٹر کے ذریعے ان سے رابطہ قائم کریں اور کل سے یہی ہوتا آ رہا تھا۔

اس نے دوسرے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا۔ "میں رسونتی بول رہی ہوں، آپ پانچ منٹ کے بعد رابطہ قائم کریں۔ سونیا مصروف ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "مادام! ہم آپ سے ہی گفتگو کرنا چاہتے ہیں، پلیز۔"

"گفتگو صرف سونیا سے ہو سکتی ہے مگر پانچ منٹ کے بعد۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ پھر دوسرے کمرے میں آ گئی۔ وہاں بیٹھنے کے لیے نہ تو آرام دہ صوفے تھے اور نہ ہی پلنگ۔ لکڑیوں سے بنائی ہوئی بے ڈھنگی چارپائیاں اور کرسیاں تھیں۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی پھر خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچ گئی۔

اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی کہا۔ "میں کب سے انتظار کر رہی ہوں، کہاں رہ گئے تھے؟"

"رہ گئی تھی۔"

وہ چونک کر بولی۔ "اوہ! تم رسونتی ہو؟"

"ہاں، فرہاد نے سونے سے پہلے کہا تھا، تم سے رابطہ قائم کروں۔ کچھ اپنی سناؤ، مجھ تمہاری سننی ہے۔"

"پہلے اپنی سناؤ، وادی میں کوئی پریشانی تو نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں۔ زندگی میں پہلی بار ایک پُرسکون جگہ نصیب ہوئی ہے لیکن مصروفیات بے پناہ ہیں۔ ان سے نجات ملے تو کوئی بات بنے۔ بے چاری سونیا نے میری تمام ذمہ داریاں اپنے سر لے لی ہیں۔"

"فکر نہ کرو، میں پہنچنے والی ہوں۔ تمہاری ذمہ داریاں برائے نام رہ جائیں گی۔ تم صرف بچوں کو سنبھالو گی، یا پھر خیال خوانی کے ذریعے وادی میں سازشیں کرنے والوں کو بے نقاب کرتی رہو گی۔"

"تم نے جس ڈمی فرہاد کو یہودیوں کے پیچھے چھوڑا تھا وہ ہمارے کام آ رہا ہے۔"

"اس نے ڈمی فرہاد اور بلیک شیڈو کے متعلق تفصیل بتایا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "یہ تم نے اچھا کیا۔ اب وہ فرہاد کا روپ اختیار کرتا رہے گا اور یہودی خوش فہمی میں مبتلا رہیں گے بلکہ ان کے ذریعے تمام خطرناک تنظیمیں اور دوسرے ممالک بھی فرہاد کو یہودیوں کے زیر اثر سمجھتے رہیں گے لیکن ایک بات ہے۔"

"وہ کیا؟"

"دشمن ایسے نادان بھی نہیں ہوتے۔ وہ بڑی دور تک سوچتے ہیں۔ یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ رسونتی، سونیا اور اعلیٰ بی بی وغیرہ جب وادی میں ایک علیحدہ مملکت قائم کرنے کی ابتدا کر رہی ہیں تو فرہاد یہودیوں کے پاس کیوں ہے؟"

"میں ابھی سونیا سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوئی پھر دوسرے کمرے میں جا کر سونیا سے پوچھا۔ اس کے بعد اپنے کمرے میں آ کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر بولی۔ "ہمارا پہلا مقصد مرجانہ اور بلیا کو وہاں سے نکال کر وادیٔ قاف میں پہنچانا ہے۔ ربی ہمفند یار نے تنویمی عمل اور ریموٹ کنٹرول سسٹم کے ذریعے ان کے ہیلی کاپٹر کو واپس بلا لیا تھا۔ کوئی نئی چال چلنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی ہم نے ڈمی فرہاد کے ذریعے انھیں خوش فہمی میں مبتلا کر دیا۔ اس طرح مرجانہ اور بلیا آج شام تک یہاں پہنچ جائیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہوا کہ ڈمی فرہاد والا کھیل عارضی ہے، زیادہ عرصے تک نہیں چلے گا؟"

"سونیا کہتی ہے، جب ڈمی فرہاد کے سلسلے میں ہمارا کھیل بگڑتا نظر آئے گا تو ہم اسے ہر ایٹمی حدود سے نکال کر کہیں دوسری جگہ بھٹکا دیں گے تاکہ فرہاد کو شکار کرنے والے اس کے پیچھے گھومتے رہیں یا اس وقت تک کوئی معقول تدبیر سوچ لی جائے گی۔ فی الحال ہم مرجانہ اور بلیا کو وہاں سے نکالنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔"

"میں وادی میں آ کر سونیا سے تفصیلی گفتگو کروں گی۔ جانے کے متعلق بتاؤ؟"

وہ فرہاد کی تلاش میں ہے۔ اسے ساتھ لے کر وادی میں جانا چاہتی ہے۔ تنہا نہیں جائے گی۔ میں نے اس سے کہا ہے، فرہاد بیدار ہوں گے تو اس کا پیغام پہنچا دوں گی۔"

"پتا نہیں یہ بھلے فرہاد صاحب کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی مصروفیات کو سمجھ سکتی ہو؟"

"بڑی مشکل ہے، جب سے انھوں نے سگریٹ چھوڑی ہے۔ ان کی سانسوں میں توانائی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس کر لیتے ہیں۔ میں چپکے سے جانا چاہوں گی تو وہ میری موجودگی کو سمجھ لیں گے۔ اسی لیے ان کی ذاتی مصروفیات اور پُراسرار خیالات کو پڑھ نہیں سکتی۔ بہرحال میں نے اپنی اور سونیا کی مصروفیات کے متعلق تمہیں بتا دیا اب میں سنوں گی تم سناؤ۔"

"فرہاد نے مجھ سے کہا تھا، میں کم از کم پچاس ایسے افراد کا تعاون حاصل کروں جو ڈاکٹر، انجینئر، سائنس داں ہوں۔ ایک بلاسٹک سرجری کرنے والا ہو تاکہ سونیا اپنے اصلی روپ میں آ سکے۔ یہ پچاس افراد وادیٔ قاف میں رہیں گے۔"

"یہ کب تک وہاں سے روانہ ہوں گے؟"

"روانگی تو بہت پہلے ہو جاتی لیکن قرنطینہ حکومت بھی وادیٔ قاف کے سلسلے میں دلچسپی لے رہی ہے۔ ہمارے ادارے کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ جناب شیخ الفارس غلام حسین البرقی نے یہاں کے حکام کے سامنے یہ وضاحت کر دی ہے کہ وادی میں کسی بھی ملک کے پانچ نمائندے آ سکتے ہیں، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں کی حکومت کے بھی پانچ نمائندے ہمارے ساتھ وہاں پہنچیں گے۔ ہمارے وقت کے مطابق دو پہر کے تین بجے سے یکے بعد دیگرے پندرہ ہیلی کاپٹر وہاں پہنچتے رہیں گے۔ کیونکہ پچھتر افراد ہیں۔ ان کے علاوہ دواؤں، ہر سہ پہر ڈبوں کے کھانوں، کپڑوں اور کمبلوں کا اچھا خاصا ذخیرہ بھی آ رہا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے سراغرسانوں کی ایک ٹیم ترتیب دی ہے۔ اس ٹیم میں پچیس افراد ہیں جن میں چار طالبات ہیں، سات چالیس اور بارہ عمر رسیدہ، جہاں دیدہ جاسوس ہیں جو بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ کئی مہمات میں نمایاں کامیابیاں حاصل کر چکے ہیں۔ پومی نے برمایں کمیونسٹ گوریلوں کے درمیان رہ کر کافی تجربہ حاصل کیا ہے۔ ہم نے اسے بابا صاحب کے ادارے سے پیرا کمانڈو لیڈر بنا کر بھیجا ہے۔ چونکہ یہ اس کا پہلا موقع ہے، لہٰذا اس کی رہنمائی کے لیے ماسٹر والٹسورو کی کو مقرر کیا گیا ہے۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے، پومی اور ماسٹر والٹسورو کی کی یہ ٹیم وہاں سے روانہ ہو چکی ہے۔"

"ہاں — وہ ہر اس مقام پر رہیں گے جہاں سے کوئی راستہ وادی کی طرف جاتا ہے وہاں غیر ملکی جاسوس اور خطرناک تنظیموں کے افراد نہ جانے کیا کچھ کر رہے ہوں گے۔ یہ لوگ ان کا محاسبہ کریں گے۔ اس ٹیم کے کسی فرد کے پاس کوئی ٹرانسمیٹر یا ہتھیار وغیرہ نہیں ہے لیکن آپس میں ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھنا بھی لازمی ہے۔ اس کے لیے تمہاری یا فرہاد کی ٹیلی پیتھی ضروری ہے۔ اب تم دونوں فیصلہ کرو کون اس ٹیم سے رابطہ رکھے گا؟"

"میں اس سلسلے میں فرہاد سے بات کروں گی۔ تم کب تک آ رہی ہو؟"

"میں کل تک پہنچ جاؤں گی، آنٹی سائرہ کو ساتھ لاؤں گی۔ پتا نہیں وادیٔ قاف کی نئی مملکت کے سلسلے میں کیسے حالات پیش آئیں گے۔ تم اور فرہاد دو اہم ستون ہو، ٹیلی پیتھی کے بغیر نئی مملکت کا قیام ممکن نہیں ہے لیکن جب بھی یہ مملکت قائم ہوگی تو تاج و تخت کی سربراہ ہونے کے ناتے اصولاً مرجانہ وہاں کی ملکہ ہوگی۔ اگر آنٹی سائرہ

یہاں رہیں گی تو دشمن کسی بھی وقت انہیں اغوا کرکے ہماری کمزوری بنا سکتے ہیں۔ ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے اس لیے میں انہیں ضرور ساتھ لاؤں گی۔"

"یہ تم نے بہت دُور کی سوچی ہے۔ آنٹی سائرہ کو یہاں ضرور آنا چاہیے۔"

وہ اعلیٰ بی بی سے رخصت ہو کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوئی پھر سوچنے لگی، کوئی رہ تو نہیں گیا۔ سبھی سے رابطہ قائم ہو چکا تھا اور ایک دُوسرے کے حالات معلوم ہو چکے تھے۔ اسی دوران وہ تین بار کرسٹو فریسکی کی نیگرو ملازمہ ایڈنا کے دماغ میں اور اس انگریز لیڈی سیکرٹری کے دماغ میں پہنچی تھی اور یہ معلوم کرتی رہی تھی کہ فرہاد خیریت سے ہے اور وہ بند کمرے میں آرام سے سو رہا ہے اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

وہ حدیقہ کے پاس نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اُسے لیلیٰ کا خیال آیا۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچی تو یہ وہی وقت تھا جب لیلیٰ گہری نیند میں ڈوبی خواب میں مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کے خواب میں رسونتی بھی چلی آئی تھی پھر اس کے بعد دشمن مقفل دروازے کو کھول کر اندر آنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ سبھی ایک مرحلے پر رسونتی نے مجھے نیند سے جگا دیا تھا۔

اور اب میں جاگ رہا تھا اور بھاگ رہا تھا۔ کرسٹو فریسکی کی تمام اہم دستاویزات اور اس سے تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کو سمیٹ کر ایک بیگ میں رکھ لیا تھا اور میکی کی کار لے کر بیروت کی انجان سڑکوں پر بھاگ رہا تھا۔ کوئی ایسی جگہ تلاش کر رہا تھا جہاں کچھ دیر اطمینان سے رہ کر ایسی تدبیر سوچ سکوں جس پر عمل کرنے کے بعد اپنی کرسٹو فریسکی کی حیثیت برقرار رکھ سکوں۔

میں فی الحال ڈاکٹر ولیم بروک اور اس کے تمام اہم ماتحتوں سے جتنی دُور نکل جاتا، اتنی ہی زیادہ مجھے سوچنے سمجھنے کی مہلت مل سکتی تھی۔ اس کے لیے چاہتا تھا، بیروت شہر سے نکل کر کسی دُور دراز کے قصبے میں یا باقی دے کی کسی سرائے میں قیام کروں۔ مشکل یہ تھی کہ بیروت کی شاہراہیں میرے لیے اجنبی تھیں۔ میں اس شہر کا نقشہ ساتھ رکھنا بھول گیا تھا۔ مجھے شہر سے باہر نکلنے کا راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں ایک شاہراہ سے دوسری شاہراہ پر گاڑی دوڑا رہا تھا۔ مختلف شاہراہوں میں بھٹک رہا تھا کوئی راستہ تو مجھے شہر سے باہر لے جا سکتا تھا۔ شاید میں باہر جانے کے راستے سے بھٹک کر پھر پرانے راستے کی طرف لوٹ آتا تھا۔ اسی وجہ سے باہر نکل نہیں پا رہا تھا۔

میں نے ایک پیٹرول پمپ میں پہنچ کر کار کی ٹنکی فل کرائی۔ پٹرول کا بل ادا کرتے ہوئے پوچھا "ڈیمور جانے کا کون سا راستہ ہے؟"

اس نے سامنے والی شاہراہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ اُدھر جنوب کی طرف چلے جائیں۔"

میں اُدھر چل پڑا۔ اب اپنے مسئلے پر غور کرنے اور اس کا حل تلاش کرنے سے پہلے لیلیٰ کے متعلق معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ دشمنوں سے کس طرح نمٹ رہی ہے۔

مجھے منزل کی فکر نہیں تھی۔ راستہ معلوم ہو چکا تھا اگر ڈرائیو کرتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے اپنے ساتھ لانے والا اسحاق رابن سبز باغ دکھا رہا تھا۔ طرح طرح کا لالچ دے رہا تھا کہ اگر وہ گولڈن ریکٹ سے تعاون کرے گی تو اُسے کے کئی ممالک میں اس کا بینک بیلنس ہو گا۔ وہ جہاں چاہے عیش کرے گی۔ اس کے لیے کسی چیز کی کمی نہیں ہو گی۔ جس چیز کا مطالبہ کرے گی گولڈن ریکٹ ڈالے فوراً اسے پورا کریں گے۔

لیلیٰ اس کی باتیں سُن رہی تھی اور یُوں خوش کا اظہار کر رہی تھی جیسے متاثر ہو رہی ہو اور اس کی باتوں میں آ کر اب سمجھوتہ کرنے ہی والی ہو۔ اسحاق رابن نے پوچھا "اب اپنا فیصلہ سناؤ۔"

"تمہاری ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ابھی تم نے کہا ہے، میں سمجھوتے پر راضی نہ ہوئی تو اسرائیلی حکام کے ذریعے مجھے تعاون کرنے پر مجبور کر سکتے ہو۔ اگر ایسا کر سکتے ہو تو پھر مجھے شیشے میں اتارنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیوں میری خوشامد کر رہے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "جب ایک مُلک دُوسرے کے مُلک سے محاذ آرائی کرتا ہے تو وہ صرف ہتھیاروں سے نہیں لڑتا۔ سیاسی چالوں سے بھی لڑتا ہے اور آج کی دُنیا میں سب سے بڑی چال نفسیات ہے۔ تمہارے اسرائیلی حکام فلسطینی مسلمانوں میں نفسیات کا زہر پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ہم تعاون کرتے ہیں۔ اسرائیل سے لے کر لبنان تک جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں کون کون بخش ادویات سے کر جس کو کین اور ماری جوآنا جیسے نشے کو پھیلانے کے لیے وہ ہر طرح ہمیں سہولتیں فراہم کرتے ہیں۔"

"ان دنوں شاذ و نادر ہی ہیروئن کا نام سنا جاتا تھا۔" لیلیٰ نے پوچھا "میری حکومت کا تعاون کافی نہیں ہے؟"

وہ بیزار ہو کر سر ہلا کر بولا "تمہاری حکومت کا معاملہ نے ساتھ ہے۔ اس سے ہٹ کر ہماری تمہاری انڈر اسٹینڈنگ ہو گی۔ یہ تو مانتی ہو کہ ہر ملک ہر قوم میں غنڈے بدمعاش بدقماش لوگ ہوتے ہیں —— ہماری قوم میں بھی چور نشے باز اور قاتل لازمی ہوتے ہیں۔ ہم انہیں راہ راست نہیں لا سکتے۔ یہ جیسے ہیں ویسے ہی رہیں گے پھر ان مفتیت کو کیوں نہ پھیلائیں؟"

"یعنی تم یہودی ہو کر مجھ جیسی یہودی لڑکی سے کہتے ہو کہ اپنی ہی قوم میں یہ زہر پھیلاؤں گی؟"

"منافع خوروں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ کوئی ملک نہیں ہوتا۔ وہ ہر مذہب میں گھس کر ہر ملک کی جڑیں کھوکھلی کرنے کا منافع حاصل کرتے ہیں۔ اور میں تو سیدھے سادے یہودیوں کی بات نہیں کر رہا ہوں صرف بدقماش لوگ زیر بحث ہیں۔ تم ان میں تو یہ زہر پھیلا سکتی ہو۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی "تمہاری بات سمجھ میں آ گئی۔ یعنی ہماری ..... قوم میں جو لوگ بدمعاش ہیں، تھوڑے بہت نشے کے عادی ہیں، جوا کھیلتے ہیں، بدمعاشیاں کرتے ہیں، وہ تو بدمعاش لازمی رہیں گے پھر ان سے منافع کیوں نہ حاصل کیا جائے؟"

وہ چٹکی بجا کر بولا "ہیرازدی بوائنٹ، میں یہی نکتہ سمجھانا چاہتا تھا۔ تم واقعی سمجھدار ہو۔"

"مسٹر رابن! میں ضرور تمہارا ساتھ دوں گی لیکن اپنے مُلک سے پہلی بار یہاں کارکردگی دکھانے آئی ہوں۔ اگر میرے ریکارڈ میں کسی کارنامے کا اضافہ نہ ہوا تو میری ترقی رُک جائے گی۔ دوبارہ مجھے ملک سے باہر آنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

"اگر تم کوئی کارنامہ انجام دینا چاہتی ہو تو میں تمہارے لیے کچھ کر سکتا ہوں۔ ذرا ٹھہرو، ابھی تمہاری بات کا جواب دوں گا۔"

اُس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ مس گائڈ سے رابطہ قائم ہوا۔ اسحاق رابن نے کہا "باس کو یہ خوشخبری سُنا دو کہ مس سارہ آنزک ہر طرح سے تعاون کرنا چاہتی ہیں لیکن ایک شرط ہے وہ اسرائیلی حکام کو خوش کرنے کے لیے کوئی کارنامہ انجام دینا چاہتی ہیں کیا اس سلسلے میں ہم مس سارہ آنزک کے لیے کچھ کر سکتے ہیں؟"

مس گائڈ نے کہا "میں باس سے گفتگو کرنے کے بعد جواب دوں گی، انتظار کرو۔"

اس نے ریسیور رکھ کر انٹرکام کے ذریعے ڈاکٹر ولیم بروک سے رابطہ قائم کیا پھر اسے اسحاق رابن اور سارہ آنزک کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ ڈاکٹر نے کہا "میں ابھی آ رہا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر بعد مس گائڈ کے دفتری کمرے میں پہنچ گیا۔ ایک کے سامنے میز کے دُوسری طرف ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "ہم سارہ آنزک کے لیے اتنا کچھ کر سکتے ہیں کہ وہ ہماری احسان مند رہے گی؟"

ڈاکٹر نے بتایا کہ سارہ آنزک پر کس طرح احسان کیا جا سکتا ہے۔ مس گائڈ نے ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کرنے پر سے اسحاق رابن کو وہی بات بتائی۔ اسحاق رابن سنتا رہا پھر اس نے ریسیور رکھ کر لیلیٰ کو دیکھتے ہوئے کہا "تم کرسٹو فریسکی کو اچھی طرح جانتی ہو۔"

لیلیٰ نے چونک کر اُسے دیکھا، پھر پوچھا "تم اس کے متعلق کیوں سوال کر رہے ہو؟"

"ہمارے آدمیوں کی رپورٹ ہے کہ تم پچھلے دن اس کے ساتھ ایک ہوٹل میں دیکھی گئیں پھر کل رات اس کے بنگلے میں گئی تھیں۔"

"یہ میرا پرسنل معاملہ ہے۔"

"یہ تمہارا پرسنل معاملہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی پرسنل لائف کو بھی جانتی ہو۔"

"کسی حد تک جانتی ہوں۔ سُنا ہے وہ بے حد پُراسرار سرگرمیوں میں ملوث رہتا ہے، ہمہ گلنگ اس کا دھندا ہے لیکن وہ کبھی گرفت میں نہیں آتا۔ میں نے سوچا، اگر اس کے قریب جاؤں گی تو شاید اُس کے بھید کو پا سکوں۔ لیکن کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔"

"اب کامیابی ہو گی۔"

"کیا تم اس کے متعلق کچھ جانتے ہو؟ اس کے خلاف ثبوت ہیں؟"

"ہمارے ہاتھ میں کوئی ثبوت نہیں ہے، وقت آنے پر ثابت کیا جا سکتا ہے۔ ہم تمہیں اتنے مواقع، اتنی آسانیاں فراہم کریں گے کہ تم اسے پوری طرح بے نقاب کر سکو گی۔ اس بے نقاب ہونے کے بعد یہودی حکام تمہیں سیکرٹ سروس کی آنکھ کا تارا سمجھنے لگیں گے۔ کیا اس سے بڑی کامیابی کی توقع کر سکتی ہو؟"

وہ خوش ہو کر اپنی کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بولی "مجھے فوراً بتاؤ، میں اُسے کس طرح بے نقاب کر سکتی ہوں؟"

"غور سے سنو۔ ان دنوں بیروت میں جو کرسٹو فریسکی ہے اور جس سے تم مل چکی ہو، وہ کرسٹو فریسکی نہیں ایک ہمزبیا ہے۔"

یہ بات لیلیٰ جانتی تھی کہ میں پاکستانی میکی ہوں، اس کے باوجود اُس نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا "کیا واقعی؟"

"ہاں تمہیں معلوم ہو گا کہ کرسٹو فریسکی ماہر نجوم تھا اور ہمیشہ درست پیش گوئیاں کرتا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ رات اس کی زندگی کی آخری رات ہے۔ اگر زندہ بچ جائے گا تو پھر طبعی موت مرے گا۔"

"ہاں" میں نے یہ سُنا تھا۔ اُس رات میں نے اسے فون بھی کیا تھا۔ اُس سے ملنا چاہتی تھی لیکن وہ اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لیے اتنا محتاط تھا کہ کسی سے ملنا نہیں چاہتا تھا اور میں سمجھتی ہوں اس کی یہ احتیاط کام آئی ہے۔ وہ اب بھی زندہ ہے۔"

اسحاق رابن نے ہنستے ہوئے کہا "یہی تو سارا چکر ہے جسے تم زندہ سمجھ رہی ہو وہ کب کا مر چکا ہے۔ اپنی پیش گوئی کے

مطابق اس دُنیا سے اُٹھ چُکا ہے پتا نہیں اس کی لاش کہاں لے جا کر پھینک دی گئی ہے۔"

"تو پھر یہ کون ہے جس سے میں ملتی رہی ہوں؟"

"میں نے کہا نا، ایک بہروپیا ہے اس کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ پرسوں شام کو ایک اجنبی بزرگ جلیل القدر کے علاقے میں آیا۔ اس بزرگ کے متعلق تم کیا جانتی ہو؟"

لیلیٰ نے انکار میں سر ہلایا۔ اسحاق رابن نے کہا۔ "وہ فلسطینی مجاہدین کی پشت پناہی کرتا ہے۔ مجاہدین جب بھی کسی مصیبت میں ہوں تو کیمپ سے نکل کر جلیل القدر کے علاقے میں قیام کرتے ہیں۔ اس طرح دشمن اُن کی شناخت نہیں کر سکتے۔ جو مجاہدین چہروں کے ذریعے شناخت کیے جاتے ہیں وہ بوڑھا انھیں چھپا کر رکھنے کے انتظامات بھی کرتا رہتا ہے۔ بہرحال اسی کے علاقے میں وہ اجنبی آیا تھا۔ وہاں اُس نے اپنے چہرے کی مختصر سی پلاسٹک سرجری کرائی۔ کوئی انگریز پلاسٹک سرجری کا ماہر وہاں آیا تھا۔ اس نے حیرت انگیز طور پر اس کے چہرے کو تبدیل کیا اور اسے ہُو بہُو کرسٹو فرمیکی بنا دیا۔ اس کا کمال یہ ہے کہ ابھی تک میکی کا رول ادا کر رہا ہے۔ ہم، تم اور کرسٹو فرمیکی کے تمام شناسا اس سے دھوکا کھا چکے ہیں۔ اس پر ایک ذرا سا شبہ نہیں کر رہے ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا۔ "یہ تو کہانی قصے کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مانا کہ اُس نے اپنا چہرہ تبدیل کر لیا ہے اور ہو بہو کرسٹو فرمیکی بن گیا ہے لیکن اس کی چال ڈھال، گفتگو کا انداز اور اس کے خفیہ راز جسے وہ یا اس کے قریب ترین شناسا جانتے ہیں، یہ موجودہ کرسٹو فرمیکی جو ہو بہو بہروپیا ہے کس طرح جانتا ہوگا؟"

"یہی بات ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اس بہروپیے کی جڑوں میں گھس کر معلوم کیا جائے تو بہت سے اہم انکشافات ہو سکتے ہیں۔"

"لیکن وہ اجنبی کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟"

"اتنا پتا چلا ہے کہ پاکستان سے آیا ہے اور وہ بھی علم نجوم کا ماہر ہے، بلا کا قیافہ شناس ہے۔ بالکل سچی پیش گوئیاں کرتا ہے۔"

لیلیٰ اس کی باتیں سن رہی تھی اور دل ہی دل میں سوچ رہی تھی۔ "کمبخت پاکستانی میکی مجھ سے جھوٹ کہہ رہا تھا کہ وہ کرسٹو فر میکی کا ہمشکل ہے۔ آخر بہروپیا نکلا۔"

وہ سوچ رہی تھی۔ "اگر اس نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے خود کو تبدیل کیا ہے اور وہ کوئی دُوسرا پاکستانی ہے تو مجھ سے کیوں چھپ رہا ہے؟ جب کہ اس حد تک بتا چکا تھا کہ وہ اصلی میکی نہیں ہے۔ اگر وہ بتا دیتا کہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرے کو تبدیل کیسا ہے تو کیا میں شبہ کرتی کہ وہ فراڈ ہے؟"

وہ پھر بے چینی سے پہلو بدلنے لگی۔ اس کے اندر اضطراب پیدا ہُوا۔ "ہاں، وہی فراڈ ہیں۔ انھوں نے جاسوسی والی بات اس لیے چھپائی ہے کہ مجھے اُن پر شبہ نہ ہو یعنی جس سے شبہ ہو سکتا تھا وہی بات چھپائی۔ باقی ساری باتیں بتا دیں۔"

"کیا تم میکی کے متعلق سوچ رہی ہو؟"

"ہاں۔ کیا میں فون استعمال کر سکتی ہوں؟"

"بیشک، آخر ہے تم گولڈن ریکٹ کی اہم رکن ہو۔ یہاں کی ہر چیز استعمال کر سکتی ہو۔"

وہ ریسیور اٹھا کر کرسٹو فرمیکی کے بنگلے کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ رابطہ قائم ہوتے ہی میری لیڈی سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔ لیلیٰ نے کہا۔ "میکی کو فون پر بُلاؤ۔ ایک بہت اہم اطلاع ہے۔"

"سوری۔ وہ موجود نہیں ہیں۔"

لیلیٰ نے ذرا جھوٹ کہا۔ "لیکن وہ کہہ کے تھے، موجود رہیں گے۔ مجھے اسی نمبر پر اطلاع دینا چاہیے۔"

"وہ آدھ گھنٹے پہلے یہاں سے گئے ہیں کوئی ضروری پیغام ہے تو آپ فوٹ کرا سکتی ہیں۔ میں اُن کی خاص سیکرٹری ہوں۔ اُن کا پیغام صرف انہی تک پہنچتا ہے کسی دُوسرے کو معلوم نہیں ہوتا۔"

"مجھے افسوس ہے میں یہ اطلاع صرف میکی کو دے سکتی ہوں وہ کب تک واپس آئیں گے؟"

"وہ کبھی بتا کر نہیں جاتے۔"

"یہ تو بتا سکتی ہو، وہ اپنی گاڑی میں گئے ہیں یا میکسی میں؟ اگر اپنی گاڑی میں گئے ہیں تو خود ڈرائیو کر رہے ہیں یا ڈرائیور ساتھ ہے؟"

"تم اتنی باتیں کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"پلیز بتا دو۔ اگر تمھارا باس اپنی گاڑی میں گیا ہے، تو زندہ واپس نہیں آئے گا کیونکہ اس گاڑی میں ٹائم بم رکھا ہوا ہے۔"

"کیا واقعی؟" لیڈی سیکرٹری کی تقریباً چیخ سنائی دی۔ لیلیٰ نے کہا۔ "ریسیور نہ رکھنا میری بات کا جواب دو۔ کیا وہ اپنی گاڑی میں گئے ہیں؟"

"ہاں، خود ڈرائیو کرتے ہوئے گئے ہیں۔"

لیلیٰ نے ریسیور رکھ دیا۔ اسحاق رابن اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی۔ "میں معلوم کرنا چاہتی تھی اس کے بنگلے میں اس وقت کتنے ملازم ہیں۔"

"لیکن تم نے ایسا کوئی سوال نہیں کیا۔"

وہ دوبارہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے مسکرا کر بولی۔ "میں نے سوال کیا اور اپنا جواب پا لیا۔ یہ بات تم نہیں سمجھو گے۔"

دُوسری طرف سے رابطہ قائم ہُوا۔ لیلیٰ نے کہا۔ "اس وقت کرسٹو فرمیکی اپنے بنگلے میں نہیں ہے۔ اس بنگلے میں ایک لیڈی سیکرٹری، ایک خفیہ ملازمہ اور دو ملازم ہیں۔ اُن کے علاوہ ایک ڈرائیور ہے۔"

لیلیٰ نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسحاق رابن سے پوچھا۔ "میں یہاں سے کرسٹو فرمیکی کے بنگلے تک کتنی دیر میں پہنچ سکتی ہوں؟"

"پینتالیس منٹ میں۔"

اُس نے ریسیور سے ہاتھ ہٹا کر کہا۔ "پینتالیس منٹ کے اندر ان پانچ ملازموں کو اپنے قابو میں کر لیا جائے بنگلے کے اندر جانے کا راستہ صاف ہونا چاہیے۔ میں ابھی اس کے بیڈ روم کی تلاشی لوں گی۔"

یہ کہتے ہی اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ اسحاق رابن نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم بہت فاسٹ ہو۔ میں سمجھ گیا، تم نے یہ سوال کیوں کیا کہ میکی خود کار ڈرائیو کرتا ہُوا گیا ہے یا ڈرائیور ساتھ گیا ہے۔ اس سے پتا چل گیا کہ ملازموں میں ڈرائیور بھی شامل ہے لیکن ابھی تم کس سے باتیں کر رہی تھیں؟ کیا یہاں تمھاری ٹیم موجود ہے؟"

"یہ میرے ذاتی معاملات ہیں۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ تم لوگ مجھ سے تعاون چاہتے ہو، کیا یہ اس کا ثبوت نہیں ہے کہ میں تمھارے کام آنے کے لیے اسی لمحے سے میکی کے پیچھے پڑ گئی ہوں؟"

"بے شک ہمیں اس بات کی خوشی ہے۔"

"فوراً میرے لیے ٹیکسی منگوا دو۔"

"ٹیکسی کیوں؟ ہم تمھیں پہنچا دیں گے۔"

"سوری، یہ میرا معاملہ ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ گولڈن ریکٹ کا کوئی فرد میرے ساتھ ہو۔"

"لیکن تم گولڈن ریکٹ کے لیے کام کر رہی ہو۔"

"پھر بھی، جب میں تنہا ایک کارنامہ انجام دُوں گی، تو گولڈن ریکٹ میں بھی میرا ریکارڈ بڑھے گا اور یہ چیز سے میرا ریکارڈ بڑھا ہے کہ کسی بھی مہم میں تنہا جاتی ہوں اور تنہا کامیاب ہو کر آتی ہوں۔ میری کامیابی صرف میرے نام ہوتی ہے۔ اس میں کسی کو شریک نہیں کرتی۔ پلیز! مجھے پینتالیس منٹ میں وہاں پہنچنا ہے۔"

"میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اسحاق رابن کے ساتھ چلتے ہوئے اس اڈے سے باہر جانے لگی۔ اس کے دماغ میں ایک ہی کیڑا کلبلاتا رہتا تھا اور وہ یہ کہ کسی طرح وہ میری عدم موجودگی میں کرسٹو فرمیکی سے تعلق رکھنے والی تمام اہم چیزیں وہاں سے سمیٹ کر لے جائے۔ اب اُس کے خیال کے مطابق اسے سنہرا موقع مل رہا تھا۔

پھر یہ بات تو دماغ میں گونج ہی رہی تھی کہ پاکستانی میکی نے پلاسٹک سرجری والی بات چھپائی اور نہ جانے کیا کچھ چھپاتا رہا ہے۔ آج صبح وہ مجھ سے دُور ہو گئی تھی کہ فراڈ علی تیمور اب اس کے دماغ میں آ کر بالواسطہ رہنمائی کرنے لگا ہے اور میں چونکہ فراڈ نہیں ہوں اس لیے مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔

لیکن چند منطقی دلائل کے مطابق میں فراڈ نظر آ رہا تھا پھر وہ میرے قریب آنا چاہتی تھی۔ اس بار مجھے اچھی طرح ٹٹولنا اور میری جڑوں میں پہنچنا چاہتی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی، اس بار میکی کا سامنا ہوا تو وہ پہنچا نہیں چھوڑے گی۔ یہ تو میں دیکھ ہی رہا تھا کہ کسی کے پیچھے پڑتی ہے تو اس کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرتی ہے اور اس سے تعلق رکھنے والے اہم ثبوت حاصل کیے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتی۔ کمبل بن جاتی ہے۔

میں کار ڈرائیو کرنے کے دوران دماغی طور پر حاضر تھا لیلیٰ کے دماغ میں اس طرح جاتا تھا کہ ڈرائیونگ کے وقت کوئی نقصان نہ پہنچے۔ میں شہر سے باہر آ گیا تھا اور تیزی سے دوڑتی ہوئی کار کے سامنے اور اطراف سے گزرتے ہوئے مناظر دیکھتا جا رہا تھا۔ اسی وقت مجھے اپنے دماغ میں سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں، میں نے کہا۔ "ہاں، سُنتی ہیں سُن رہا ہوں۔"

"میں خیریت معلوم کرنے آئی ہوں۔ تمھاری نیند کے دوران میں نے جن لوگوں سے رابطہ قائم کیا اور جو معاملات طے ہوئے، اس کی رپورٹ پیش کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا اس رپورٹ میں کوئی ایسا معاملہ ہے جس کے لیے مجھے فوراً توجہ دینی پڑے گی؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے لیلیٰ خطرات میں گھری ہوئی تھی تو میں نے نیند سے بیدار کیا۔ اور بھی کوئی اہم معاملہ ہوتا تو تمھیں پہلے ہی بتا دیتی۔ جو کچھ بھی ہے اُس سے میں، سونیا اور علی بی بی نمٹ سکتے ہیں۔"

"پھر یہ رپورٹ ابھی نہ سُناؤ میں دُوسرے معاملے میں مصروف ہوں۔"

"ایک اور بات ہے، ثمانہ وادی میں واپس آنا نہیں چاہتی وہ اپنے بابا سے یہ کہہ کر گئی تھی کہ تمھارے ساتھ ہی واپس آئے گی، اس لیے تمھاری تلاش میں بھٹکنا چاہتی ہے۔ میں نے اُسے سمجھایا ہے جب تم بیدار ہو گے تو تم سے اس کا ذکر کروں گی۔ تم ہی اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرو گے۔"

"میں کسی وقت اس سے رابطہ قائم کروں گا یا سوچوں گا، اس کے بارے میں کیا کیا جا سکتا ہے۔ ابھی تو میں عزت علی کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔ تم چاہو تو وہاں پہنچ جاؤ، میری باتیں سنو۔"

اس طرح تمہیں تیری موجودہ مصروفیات کا علم بھی ہوتا رہے گا۔"

میں نے ایک بستی کے قریب کار روک دی۔ وہاں کچھ دکانیں نظر آ رہی تھیں۔ جس دکان کے سامنے میں نے گاڑی روکی، وہاں ٹیلیفون تھا۔ میں اسی طرح گاڑی میں بیٹھا رہا اور عزت علی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ہیلو عزت بھائی!"

وہ پہلے تو چونکا پھر مسکرا کر بولا۔ "کون بھائی آپ ہیں؟"

"ہاں، میں بول رہی ہوں۔ ان دنوں گولڈن ریکٹ کا ساتواں گولڈ مین ڈاکٹر ولیم بروک بیروت میں ہے۔ اس کے یہاں آنے سے پہلے ایسی ادویات کا ایک بھاری ذخیرہ یہاں پہنچا ہے جو بظاہر تو سکون بخش ادویات ہیں لیکن وہ نشہ کی انتہا کو پہنچاتی ہیں۔ اس کے علاوہ پورے لبنان میں چرس، کوکین اور میری جوانا کے ذخیرے جہاں جہاں چھپا کر رکھے گئے ہیں، میں نے ان کا سراغ لگا لیا ہے۔ آپ ان تمام خفیہ اڈوں کے پتے نوٹ کریں۔ اور مجھے بتائیں کہ آپ یہاں چھاپے ماریں گے یا میں ان کا محاسبہ کروں؟"

"نہیں بھائی! آپ تو وادیٔ قاف میں بے حد مصروف ہیں یہ کام مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں فوراً ہی روانہ ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ آج رات تک بیروت پہنچ جاؤں گا۔"

"ایک بات یاد رکھیں۔ یہاں آپریشن کے دوران سارہ نامی ایک لڑکی سے آپ کا ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔"

"یہ سارہ کون ہے؟"

"پورا نام سارہ آئزک ہے۔ اس کا تعلق اسرائیلی سیکرٹ سروس سے ہے۔ بہت تیز طرار، ذہین اور بہترین فائٹر ہے لیکن اس قدر پُراسرار ہے کہ اسرائیلی حکام اور سیکرٹ سروس والے بھی اس کی اصلیت کو سمجھ نہیں پاتے۔ دراصل یہ ایک مسلمان لڑکی ہے۔ اس کا نام لیلیٰ ثانی ہے۔ دوہری زندگی گزار رہی ہے ——— یہ مسلمان اور یہودی دونوں کو پسند کرتی ہے۔ دونوں قوموں میں شیطان ہوں تو ان کی دشمن، دونوں قوموں میں انسان ہوں تو ان کی دوست بن جاتی ہے۔ میں چاہتی ہوں، اس سے آپ کا ٹکراؤ ہو تو وہ آپ سے دشمنی بھول جائے۔ آپ سے سراغرسانی کے ایسے گُر سیکھے جو اتنی کم سنی میں لڑکیاں سیکھ نہیں پاتیں۔"

"آپ اطمینان رکھیں، میں لیلیٰ سے ایک باپ اور استاد کی طرح پیش آؤں گا۔"

میں نے منشیات کے خفیہ اڈوں کے جو پتے کاغذ میں لکھ رکھے تھے، انھیں دیکھ دیکھ کر پڑھنا شروع کیا۔ اُدھر عزت علی ان پتوں کو نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ آخر اس نے کہا۔ "ایران، ترکی، بلغاریہ اور روس کی جنوبی سرحدوں سے انٹرپول

کی ہائی کمان نے اطلاع دی ہے کہ وادیٔ قاف کے اطراف بھانت بھانت کے سراغرسانوں اور مسلح گوریلا ٹائپ کے لوگوں کی بھیڑ لگتی جا رہی ہے۔ وہ سب آپ کو گھیر رہے ہیں وہاں بھی آپ کو سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں، میں یہاں خیریت سے ہوں۔ سو، سو میرے ساتھ ہے اور ٹارٹر غلبا کے قبیلے والے کسی سے کم زور نہیں ہیں۔ ہمارے پاس جدید ہتھیار نہیں ہیں لیکن قبیلی پیمانے روایتی ہتھیاروں پر بھاری ہے۔ اس کے علاوہ دو چار روز میں ہمارے پاس اتنے ہتھیار پہنچ جائیں گے جس کی توقع ہم خود نہیں کر رہے ہیں۔ بڑے بڑے ممالک ہمیں ہر طرح کی امداد دینے پر تلے ہوئے ہیں۔"

"اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ میں چاہتا ہوں، جب لبنان آہی رہا ہوں تو کیوں نہ گولڈن ریکٹ والوں کو اچھا سبق سکھانے کے بعد آپ کی طرف چلا آؤں۔ میرا مطلب ہے، وادیٔ قاف تو نہیں آؤں گا لیکن ہر ایک اطراف ایک چکر ضرور لگاؤں گا اور میلہ لگانے والے دشمنوں میں ہلچل پیدا کر دوں گا۔"

"آپ آنا ہی چاہتے ہیں تو نہیں آپ کا تعارف اپنی ایک سراغرساں ٹیم سے کراؤں گی۔ یہ ٹیم بابا صاحب کے ادارے سے روانہ ہو چکی ہے اور وادیٔ قاف کے اطراف پہنچنے ہی والی ہے۔"

"پھر تو ذرا لمبی چھٹی میں آؤں گا۔ تاکہ آپ کی سراغرساں ٹیم کے زیادہ سے زیادہ کام آنکھوں۔"

میں نے اس سے رخصت ہو کر رسونتی سے کہا۔ "اب تمہیں وادی میں حاضر رہنا چاہیے۔ میں یہاں سے فرصت پاتے ہی تمہارے پاس پہنچوں گا۔"

میں گاڑی سے اتر کر اس دکان میں آیا۔ وہاں ٹیلیفون رکھا ہوا تھا۔ دکاندار کی اجازت سے میں نے ریسیور اٹھایا۔ اس دوران لیلیٰ کے دماغ میں جھماکہ کر دیکھتا رہا۔ وہ میری خوابگاہ میں پہنچ گئی تھی۔ میرے پانچوں ملازموں کو کچھ انجانے لوگوں نے اپنے قابو میں کر رکھا تھا۔ اُدھر وہ آہنی سیف کو کھول چکی تھی۔ اس کے اندر رکھی ہوئی کچھ چیزوں کو نکال نکال کر دیکھ رہی تھی۔ سمجھ رہی تھی اور پھر مایوس ہو رہی تھی کیونکہ تمام اہم چیزیں میں اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

وہ اچانک ہی اچھل پڑی۔ پلٹ کر دیکھا، فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ چور کے دل میں چور ہوتا ہے۔ اسے یوں لگا تھا، جیسے کرسٹوفر میکی اس کے سر پر پہنچ گیا ہو۔ اس نے گھور ٹیلیفون کو دیکھا، گھنٹی بج رہی تھی۔ پھر اس نے دروازے کی جانب دیکھا۔ وہ جانتی تھی، یہاں کے تمام ملازمین کو قابو میں کیا گیا ہے۔ کوئی اِدھر نہیں آئے گا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی۔ پھر کچھ سوچ کر اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ کان سے لگا کر سنا۔ میں نے ہیلو کہہ کر ریڈی سیکرٹری کو مخاطب کیا۔ وہ فون پر میری آواز کو پہچان رہی تھی۔ مزید ایک بار آواز سن کر یقین کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "تم خاموش کیوں ہو۔ جواب کیوں نہیں دیتیں؟"

"میں تمہاری سیکرٹری نہیں ہوں۔ آواز سے پہچان سکتے ہو تو پہچان لو۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "اوہ تم پھر میرے کمرے میں پہنچ گئی ہو۔ آخر کیا بلا ہو۔ چوبیس گھنٹے میرے جنگلے کی نگرانی کرتی ہو۔ جب بھی میں غیر حاضر ہوتا ہوں، وہاں پہنچ جاتی ہو۔ آخر کب میرا پیچھا چھوڑو گی؟"

اس نے میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم نے کرسٹوفر میکی کی تمام اہم چیزیں سیف سے نکال کر کہاں چھپائی ہیں؟"

"اچھا تو تم وہ آہنی سیف کھول چکی ہو۔"

"ہاں، میں تم سے چند سوالوں کے جواب چاہتی ہوں۔"

"جب اسے کھول چکی ہو تو وہاں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر ملے گا۔ میں ریسیور رکھ رہا ہوں۔ ابھی ایک منٹ کے اندر تم سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ دکان کا مالک دور بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے ڈیش بورڈ کے ایک نچلے بٹن کو پُش کیا۔ اس کے ساتھ ہی بورڈ کا ایک مختصر سا حصہ کھل گیا۔ میں نے دوسرے بٹن کو دبایا تو ایک ٹرانسمیٹر باہر آ گیا۔ میں نے اسے آپریٹ کیا۔ ذرا سی دیر میں رابطہ قائم ہوتے ہی میں نے کہا۔ "ہیلو ہیلو، میکی اسپیکنگ۔"

دوسری طرف سے لیلیٰ کی آواز سنائی دی۔ میں نے پوچھا۔ "تم کیا سوال کرنا چاہتی ہو؟"

"تم نے مجھ سے پلاسٹک سرجری والی بات کیوں چھپائی؟"

"کیسی پلاسٹک سرجری؟"

"انجان نہ بنو۔ تم نے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی ہے۔ تم کرسٹوفر میکی کے ہمشکل نہیں ہو۔ تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں کہا؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "یعنی تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہ میرا اپنا چہرہ، اصلی چہرہ نہیں ہے؟"

"ہاں، تمہارا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ تم اب بھی جھوٹ بول رہے ہو اور بننے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"مس سارہ آئزک! اگر تم اسی طرح سراغرسانی کرتی رہیں تو عورتوں کو بدنام کر دو گی۔ یہ ثابت کرو گی کہ عورت جاسوس بن ہی نہیں سکتی۔"

"تم خواہ کچھ کہہ لو، مجھے ملنے والی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی۔"

"کیسی احمقانہ باتیں کر رہی ہو۔"

"تم کہاں چھپے ہوئے ہو۔ سامنے آؤ۔ میں ثابت کر دوں گی۔"

"میں سامنے آؤں گا مگر ایک شرط پر۔"

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔"

"اگر تم میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری ثابت نہ کر سکیں اور یہی میرا اصلی چہرہ ثابت ہوا تو تم میری ہو جاؤ گی۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟"

"اگر بکواس ہے تو میں تمہیں اپنے قریب پھٹکنے بھی نہیں دوں گا۔ دوسری صورت میں اپنا چہرہ تو کیا اپنا دل بھی کھول کر رکھ دوں گا۔"

"مجھ سے دل کی باتیں نہ کرو۔ جب دشمن تمہارے سر پر پہنچ جائیں گے تو وہ تمہارے چہرے کو نوچ کھسوٹ کر بے نقاب کر دیں گے۔"

"تم کس دشمن کی بات کر رہی ہو؟"

گولڈن ریکٹ والے تمہارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ میں نے یہ معلومات انھی لوگوں سے حاصل کی ہیں۔ یہ درست ہے کہ تم پاکستان سے آئے ہو۔ یہاں آ کر تم کسی بزرگ جلیل القدر کے علاقے میں پہنچے تھے۔ وہاں کسی انگریز نے تمہاری پلاسٹک سرجری کی۔ پھر تم اسی رات کرسٹوفر میکی کی جگہ لے کر اب تک اس کا رول ادا کر رہے ہو۔"

"تمہیں یہ کہانی کس نے سنائی؟"

"گولڈن ریکٹ کا ایک اہم شخص ہے۔"

"اس شخص کو یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"جیسے بھی معلوم ہوئیں۔ تم بتاؤ کیا یہ غلط ہے؟"

"صرف ایک بات غلط ہے۔ وہ یہ کہ میرے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرائی گئی ہے۔ میں پاکستان سے آیا ہوں۔ بزرگ جلیل القدر کے علاقے میں گیا۔ وہیں پر میں نے اور مجاہدین نے یہ منصوبہ بنایا کہ جب کرسٹوفر میکی اس رات اپنی متوقع موت کا انتظار کر رہا ہے تو اسے مر ہی جانا چاہیے اور مجھ جیسے ہم شکل کو اس کی جگہ لینا چاہیے۔ یوں بھی میں بہت عرصے سے اس کی جگہ لینا چاہتا تھا۔ اس رات موقع مل گیا اور اب میں اسی کا رول ادا کر رہا ہوں۔"

"یعنی تمہارے چہرے پر پلاسٹک سرجری نہیں کی گئی۔"

"بالکل نہیں۔"

وہ آہستگی سے بولی۔ "مسٹر ایزل ہارڈی کا بھی یہی دعویٰ تھا۔ انھیں اینٹی میک اپ کیمرہ بھی بے نقاب نہیں کر سکتا تھا۔ آج تمھارا بھی یہی دعویٰ ہے۔ تمھیں بھی اینٹی میک اپ کیمرہ بے نقاب نہیں کر سکتا۔ پلیز، سچ سچ بتا دو، کیا تم فرہاد علی تیمور ہو؟"

"اوہ خدایا، سمجھ میں نہیں آتا، تم میرے پیچھے پڑ گئی ہو یا فرہاد کے؟ جب گھوم پھر کر مجھے فرہاد دکھتی ہو تو پتا چلتا ہے، دراصل تمھیں فرہاد کی تلاش ہے اور جب میں تمھاری محبت کی خاطر خود کو فرہاد تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہوں تو تم مجھے فرہاد دیکھنے سے انکار کر دیتی ہو۔ آخر میں کیا کروں؟ تم ایک بار مجھے فرہاد کہہ دو۔ میں ساری زندگی کے لیے اپنا یہی نام رکھ لوں گا۔ جب قیس لیلیٰ کے عشق میں مجنوں کہلانے لگا تو کیا میں تمھارے عشق میں فرہاد نہیں کہلا سکتا؟"

وہ سر تھامے ٹرانسمیٹر کے سامنے بیٹھی میری باتیں سن رہی تھی، پریشان ہو رہی تھی۔ میں نے کہا: "تم اس کی تلاش میں ضرور پاگل ہو جاؤ گی۔ ابھی صبح کی بات ہے، تم مجھے فرہاد سمجھ کر قریب آ رہی تھیں۔ پھر اچانک مجھ سے دور چلی گئیں۔ آخر یہ کیا پاگل پن ہے۔ مجھے بھی کچھ سمجھاؤ؟"

وہ کیا سمجھاتی، خود اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "یہ پاکستانی میکی درست کہتا ہے۔ میں شاید فرہاد کی تلاش میں پاگل ہو رہی ہوں۔ حالانکہ وہ مجھے سمجھاتے ہیں، تحمل سے، صبر سے اور ٹھنڈے دماغ سے کام لینا چاہیے ورنہ میں سیکرٹ سروس کے میدان میں کامیاب نہیں ہو سکوں گی اور میرا یہ حال ہے کہ ادھر وہ مجھے اچھی باتیں سمجھاتے ہیں اور ادھر میں اپنے فرائض سے ہٹ کر اچھی باتیں سمجھانے والے کے پیچھے پڑ جاتی ہوں۔ مجھے اپنے آپ پر قابو رکھنا چاہیے۔"

وہ قائل ہو کر سوچنے لگی: "ہاں، جس طرح میں پاکستانی میکی پر کسی نہ کسی بات سے فریاد ہونے کا شبہ کرتی ہوں اسی طرح کوئی دوسرا بھی مجھے صبر و تحمل کی باتیں سمجھا سکتا ہے۔ دماغ ٹھنڈا رکھنے کی تلقین کر سکتا ہے۔ جہاں کوئی حماقت ہوتی ہے، میں وہیں بھٹکنے لگتی ہوں۔ آخر یہ کیا پاگل پن ہے۔ مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا چاہیے۔"

میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ پھر چونک کر عقب نما آئینے کو توجہ سے دیکھنے لگا۔ جب میں بیروت شہر میں بھٹک رہا تھا تو مجھے ایک نیلے رنگ کی سیکنڈ ہینڈ کار نظر آئی تھی۔ جب میں ہائی وے پر ڈرائیو کرتا ہوا شہر سے نکل رہا تھا، اس وقت بھی وہ پرانی کار دکھائی دی تھی۔ میں دکان کے پاس فون کرنے

کے لیے رکا تو وہ کہیں گم ہو گئی تھی۔ اب لیلیٰ سے باتوں میں مصروف تھا تو اچانک پھر وہی پرانی نیلی سی کار نظر آئی۔ یعنی تقریباً پونے دو گھنٹے سے وہ میرے تعاقب میں تھی۔

میں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہا: "سارہ! میں اپنی ہر مصروف ہوں۔ فرصت ملتے ہی تم سے ملاقات کروں گا۔ کہاں ہوٹل میں رہو گی؟"

"میں وہیں تمھارا انتظار کروں گی۔ مگر ہوشیار رہنا، گورنمنٹ والے تمھیں یہاں سکون سے رہنے نہیں دیں گے۔"

"میں ان سے سمجھ لوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ اوور اینڈ آل۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کو بند کر کے نیچے کا بٹن دبایا۔ وہ ٹرانسمیٹر سرکتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ پھر دوسرا بٹن دبانے سے ڈیش بورڈ کا وہ خلا پُر ہو گیا۔ وہاں ذرا گھنی آبادی تھی۔ میں نے سڑک سے اتر کر گاڑی کو ایک چھوٹے سے راستے کے کنارے کھڑا کیا۔ باہر نکل کر اسے لاک کیا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا پلٹ کر دیکھنے لگا۔ جب وہ گاڑی مجھے نظر آتی تو میں اس راستے کو چھوڑ کر ایک گلی میں مڑ گیا۔ قریب ہی ایک قہوہ خانہ نظر آیا۔ میں وہاں پہنچ کر ایک میز کے پاس بیٹھ گیا۔ قہوہ خانے کے مالک نے میرے پاس آ کر ادب سے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ میرے لیے یہ بڑی مشکل تھی۔ میں وہاں کی زبان نہیں جانتا تھا جبکہ اصلی کرسٹوفر میکی جانتا تھا۔ اب تک میرا گزارہ یوں ہو رہا تھا کہ میکی کے جو ماتحت مجھ سے مقامی زبان میں گفتگو کرتے تھے، وہ انگریزی بھی جانتے تھے۔ اس لیے میں الفاظ دماغ سے ترجمہ سمجھ لیا کرتا تھا۔ یہاں چونکہ قہوہ خانے کے مالک کو میں نے انگریزی بولتے نہیں سنا تھا اس لیے اس کی بات نہ سمجھ سکا۔ یہی اندازہ ہوا کہ وہ مجھ سے کھانے پینے کے لیے میں کچھ پوچھ رہا ہے۔

میں نے انگریزی زبان میں اسے قہوہ لانے کے لیے کہا اور ہاتھ کے اشارے سے بھی سمجھایا۔ وہ چلا گیا۔ اسی وقت ایک شخص تیزی سے چلتا ہوا اسی گلی میں داخل ہوا۔ میں نے اسے گلی میں مڑتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ ادھر ادھر یوں دیکھ رہا تھا جیسے کسی کو تلاش کر رہا ہو۔ پھر مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ ٹھٹک گیا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر اشارے سے اپنی طرف آنے کے لیے کہا۔ وہ جھجک رہا تھا۔ میں نے بلند آواز سے کہا: "پلیز کم اوور ہیئر۔"

اس کے ساتھ ہی پھر میں نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ شاید اس کے خیال سے کہ شاید وہ بھی انگریزی نہ جانتا ہو۔ بہرحال وہ میرے قریب آ گیا۔ اس نے انگریزی زبان میں کہا: "یہ قہوہ خانے کا مالک میری زبان نہیں سمجھتا ہے۔ اس نے کہہ دو، یہ دونوں لیے قہوہ لے آئے

وہ اندر گیا۔ پھر قہوہ حوالے کے مالک سے کچھ کہنے کے بعد واپس آ کر میری میز کے دوسری طرف بیٹھ گیا۔ اس کے آہستگی سے بولا: "میری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر حدیقہ سو رہی ہے۔ اسے زیادہ دیر تک وہاں چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ آپ یہاں سے چلیں۔ میں نے قہوہ کے لیے منع کر دیا ہے۔"

میں فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا: "تم کون ہو؟ حدیقہ تمھاری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر کیوں سو رہی ہے؟"

"جناب! کیا بتاؤں۔ جب سے آپ کرسٹوفر میکی کے بنگلے سے آئے ہیں، وہ دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھتی ہے۔ آپ کی نگرانی کرتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر وقت آپ کی مدد کے لیے پہنچ جاتی ہے۔ میرے پاس ایک پرانی سی گاڑی ہے اسے ساتھ لیے پھرتا ہوں۔ جب آپ رات کو ہوٹل میں سوتے ہیں تو وہ میری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر رہتی ہے۔ آدھی رات تک میں جاگتا ہوں، آدھی رات تک وہ جاگتی ہے۔"

"کیا حدیقہ سے تمھارا کوئی رشتہ ہے؟"

"جی ہاں، بہت گہرا۔ ہم سب فلسطینی ہیں۔ مادرِ وطن کے حوالے سے ہم ایک ماں کی اولاد ہیں۔"

"کیا ابھی میرے پیچھے آنے کا مقصد یہی ہے کہ میری نگرانی اور حفاظت کر رہے تھے؟"

"جی ہاں، جب سے آپ نئے روپ میں آئے ہیں، بزرگ جلیل القدر نے ہم نوجوانوں کی ڈیوٹی مقرر کر دی ہے کہ کتنے ہی نوجوان مختلف اوقات میں آپ کے آس پاس رہ کر آپ کی حفاظت کرنے کی ذمے داریاں پوری کرتے رہتے ہیں۔ ہم میں چار لڑکیاں بھی ہیں جن میں ایک حدیقہ ہے۔ یہ کسی ڈیوٹی کی پابندی نہیں کرتی دن رات آپ کی ہی فکر میں لگی رہتی ہے۔ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے۔ اگر یہ ذرا آرام کرتی رہے، کھاتی پیتی رہے، اپنی صحت کا خیال رکھے تو میں دن رات اس کا ساتھ دوں گا۔ جب یہ آرام کرے گی تو اس کی ڈیوٹی انجام دوں گا۔ یہ کہیں جانا چاہے گی تو اس کے لیے اپنی گاڑی مخصوص کر دوں گا۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے اس پرانی نیلے رنگ کی گاڑی کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت تک حدیقہ بیدار ہو گئی تھی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی شاید ہماری طرف دیکھ رہی ہو گی۔ اس نے اپنے آپ کو چادر میں چھپا لیا تھا۔ میں نے اسی نوجوان سے آہستگی سے پوچھا: "کیا تم نے حدیقہ کا چہرہ دیکھا ہے۔ اس کی آواز سنی ہے؟"

"چند روز پہلے تک سبھی نے اسے دیکھا ہے۔ اس کی آواز سنی ہے۔ بہت پیاری سی لڑکی ہے۔ اس کی آواز میں ایسا ترنم ہے جسے فنا نہیں ہونا چاہیے اور وہ اسے فنا کر رہی ہے۔"

"کیا یہ بالکل تنہا ہے؟"

"ہاں، اس کے تمام خاندان والے اپنی سرزمین کے لیے شہید ہو گئے۔ اس کا کوئی ٹھکانہ ہے اور نہ ہی کوئی اپنا ہے۔"

میں نے کار کی پچھلی کھڑکی سے حدیقہ کو دیکھتے ہوئے کہا: "تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمھارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ میں کیا تمھیں پناہ نہیں دے سکتا؟"

اس نوجوان نے کہا: "آپ پناہ دیں گے تو یہ آپ کے ساتھ رہے گی، جبکہ یہ دور ہی دور رہ کر آپ کے دشمنوں کو شکار کرنا چاہتی ہے اور کر رہی ہے۔"

میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "میری گاڑی میں آ جاؤ۔"

وہ اپنے آپ میں سمٹنے لگی۔ اس کی اداؤں سے پتا چل رہا تھا، ہچکچا رہی ہے۔ میں نے کہا: "جب تم میرے لیے دن رات ایک کرتی ہو تو میرے حکم سے انکار نہیں کر سکتیں۔ چلو باہر آ جاؤ۔"

وہ چادر سنبھالتی ہوئی، اپنے آپ کو اچھی طرح چھپاتی ہوئی باہر آ گئی۔ پھر میرے ساتھ چلتے ہوئے میری کار کے پاس آئی۔ میں نے اس کا اگلا دروازہ کھول دیا۔ وہ بیٹھ گئی۔ نوجوان بھی ساتھ تھا۔ اس نے کہا: "میں اپنی گاڑی لے جاؤں گا لیکن آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"شہر میں کچھ دشمن میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ میں وقتی طور پر نجات حاصل کرنے ادھر چلا آیا تھا۔"

یہ سنتے ہی حدیقہ کا سر ایک جھٹکے سے اوپر کی طرف اٹھ گیا۔ جیسے وہ میری خاطر نیند سے ہڑبڑا کر بیدار ہو گئی ہو۔ میرے دشمنوں تک پہنچنے کے لیے پَر تول رہی ہو۔ میں اس کے قریب اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ نوجوان پچھلی سیٹ پر میری باتیں سننے کے لیے آ گیا۔ میں نے کہا: "ہمارے ساتھیوں میں کچھ غدار بھی موجود ہیں۔ ایسے بدقماش اور منافع خور بھی ہیں جو ذرا سے دُنیاوی فائدے کے لیے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ کیا تم ابی جمائل نامی ایک فلسطینی جوان کو جانتے ہو جس کا تعلق کیمپ بروج البراجنہ سے رہا ہے۔ میں جس شام تمھارے علاقے میں آیا تھا، وہاں وہ موجود تھا۔"

نوجوان نے کہا: "ہاں، ہاں، ہم سب اسے اچھی طرح جانتے ہیں اور اسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے۔ وہ غلط راستے پر چل رہا ہے۔ بزرگ اسے سمجھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔"

"جو گمراہ ہو جائے اور کبھی راہِ راست پر نہ آنا چاہے اس پر بزرگوں کی نصیحت اثر نہیں کرتی۔ ابی جمائل نے میرے دشمنوں

میں جاکر مخبری کی ہے۔ دشمن اس تاک میں ہیں کہ کسی طرح میرے چہرے کی پلاسٹک سرجری ثابت ہوجائے۔ میرے خلاف اور ثبوت فراہم ہوجائیں تو وہ دو طرفہ اقدامات کریں گے۔ ایک تو کرسٹوفر نیکی نے جس طرح انھیں بلیک میل کرکے ان سے بڑی بڑی رقمیں وصول کی ہیں، وہ رقمیں مجھ سے وصول کریں گے۔ دوسرے میری اصلیت معلوم ہونے پر بلیک میل کریں گے اور مجھے اپنا آلۂ کار بننے پر مجبور کردیں گے۔"

میری باتوں کے دوران حدیقہ چادر کے اندر سے دونوں ہاتھ نکال کر ایک چھوٹے سے کاغذ پر کچھ لکھ رہی تھی۔ وہ ایسے موقع کے لیے ہمیشہ اپنے پاس ایک قلم اور چند کاغذات رکھتی تھی اس نے کاغذ کا وہ ٹکڑا میری طرف بڑھا دیا۔ اس نے لکھا تھا۔ "ابھی شہر چلو اور مجھے دشمنوں کے اڈے تک پہنچا دو۔"

میں نے اسے پڑھنے کے بعد کہا۔ "میں جانتا ہوں ان کے نام اور پتے معلوم ہونے کے بعد تم انھیں زندہ نہیں چھوڑو گی۔ ایسا تو میں بھی کرسکتا تھا لیکن میں دشمنوں کو اتنی آسانی سے مرنے نہیں دیتا۔ جب وہ مجھے بلیک میل کرنا چاہتے ہیں، مجھ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو میں ان سے مجاہدین کے لیے فائدے حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں شہر میں ایک جال پھیلا کر آیا ہوں۔ آج رات تک میرے دشمن میرے شکنجے میں ہوں گے لہٰذا میں کل تک شہر واپس نہیں جاؤں گا اور نہ ہی تم جاؤ گی۔"

میرے موجودہ منصوبے کے مطابق ایک تو عزت علی آج رات تک پہنچنے والا تھا۔ دوسرے میں نے عزت علی کو گولڈن ریکٹ کے تمام خفیہ اڈوں کے پتے نہیں بتائے تھے تقریباً چار خفیہ اڈے ایسے تھے جن کا پتا میل کو بتانا چاہتا تھا لیکن ایسے وقت جب عزت علی اپنی مہم شروع کرے۔ ادھر لیلیٰ اپنے طور پر دشمنوں کو ہراساں کرے اور سیکرٹ سروس کی جاسوسہ کی حیثیت سے بیروت میں پہلا کارنامہ انجام دے۔

میں نے نوجوان سے پوچھا۔ "اس بستی میں کیا مسلمانوں کی اکثریت ہے؟"

"جی نہیں۔ مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کی ملی جلی آبادی ہے۔ اگر آپ شہر واپس نہیں جانا چاہتے تو آگے بڑھ جائیں۔ آپ بیروت سے بارہ میل ادھر ہیں اور دس میل بڑھیں گے تو ڈیموز پہنچ جائیں گے۔ وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور فلسطینی مسلمانوں کا بہت بڑا کیمپ ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم بھی ہمارے ساتھ چلو گے؟"

"اگر میری ضرورت ہو تو چلوں گا۔ ورنہ ضرورت کے وقت وہاں سیکڑوں ہزاروں مسلمان کسی بھی معاملے میں آپ کے ساتھ ہوجائیں گے۔"

"پھر تم واپس جاکر آرام کرو۔ میں حدیقہ کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

وہ کار سے اتر کر ہمیں الوداع کہتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف جانے لگا۔ میں نے کار کو اسٹارٹ کیا۔ پھر آگے بڑھا ہائی وے کی طرف آیا۔ اس کے بعد ڈیموز کی طرف چل پڑا۔ ذرا سی دیر میں وہ بستی پیچھے رہ گئی۔ اب ہم کار کی محدود فضا میں تنہا تھے مگر وہ ایک عجیب ہمسفر تھی۔ میری آواز سن سکتی تھی میں اس کی آواز نہیں سن سکتا تھا۔ میں اپنی بات کہہ سکتا تھا مگر وہ اپنی بات مجھ سے نہیں کہہ سکتی تھی۔

میں نے ایک سرد آہ بھر کر اردو زبان میں کہا۔

تصویر تیری دل میرا بہلا نہ سکے گی
میں بات کروں گا تو یہ خاموش رہے گی

وہ ذرا سا سر گھما کر میری طرف دیکھنے لگی۔ دیکھا کیا تھا، چادر کا لانبا سا گھونگھٹ تھا۔ وہ مجھے دیکھ رہی ہوگی۔ میں اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ شاید وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں اپنی زبان میں کیا بول رہا ہوں۔ بے شک وہ جواب نہیں دے سکتی تھی لیکن میری بات سمجھنے کا حق رکھتی تھی۔ میں نے انگریزی میں اس کا ترجمہ سنایا۔ وہ جلدی سے ذرا دور کھسک گئی۔ دروازے سے لگ کر کھڑکی کے اس پار دیکھنے لگی۔

میں نے کہا۔ "صبح جو کچھ ہوا مجھے اس کا افسوس ہے۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ تم مجھ سے دور چلی جاؤ۔ میں تو تم سے صرف وہی کہہ رہا تھا جو تمھارے ہاتھ کی لکیریں کہہ رہی تھیں۔" یہ سنتے ہی اس نے فوراً اپنے دونوں ہاتھوں کو چادر کے اندر چھپا لیا۔

میں نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے کہا۔ "حدیقہ! میں اپنے بارے میں ایک ذرا مختصر سی بات کہہ دوں۔ میں انسان ہوں اور انسان اگر باذوق ہے تو وہ ہر خوبصورت چیز کو پسند کرتا ہے۔ خواہ وہ عورت ہو، پھول ہو یا ایک خوبصورت سی کتاب ہو۔ میں جانتا ہوں، تم مجھ سے متاثر ہو لیکن کس حد تک، یہ نہیں جانتا۔ تم ہمیشہ ایک بات یاد رکھنا۔ میں ایک انسان ہوں۔ اچانک یہاں آ ٹپکا ہوں اور اچانک کسی دن چلا جاؤں گا۔ پھر اجنبی بھی ایسا جس کا اصلی چہرہ تم نے دیکھا ہے۔ جب میں تمھاری بستی میں آیا تھا تو اس وقت بھی میں کسی دوسرے روپ میں تھا۔ آج بھی کسی دوسرے روپ میں ہوں اور جب یہاں سے جاؤں گا تو نہ جانے کس روپ میں ہوں گا۔ سمجھ گئی ہو، میں نے خود اپنا اصلی چہرہ بہت کم دیکھا ہے۔"

وہ چپ چاپ سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ جواباً کچھ لکھ کر دے سکتی تھی لیکن شاید لکھنے کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ جو کچھ میں کہہ رہا تھا، ہوسکتا ہے اس پر سنجیدگی سے غور کر رہی ہو۔ میں نے اسے غور کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ بلبا کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ اسرائیلی حکومت کے پانچ نمائندے تھے اور وہ سب وادیٔ قاف کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے بلبا کی خیریت دریافت کی۔ مرجانہ نے جواب دیا۔ "بظاہر خیریت سے ہے لیکن اس کے زخموں کا شمار نہیں ہے۔ اندر سے کیا حالت ہے، یہ تم اس کے دماغ میں جاکر معلوم کرسکتی ہو۔"

میں بلبا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مجھے محسوس کر رہا تھا اور میں اس کے زخموں کی ٹیسوں کو تکلیفوں کو اس کی طرح محسوس کر رہا تھا۔ میں نے اسے تسلی دی۔ پھر کہا۔ "میں تمھارا انتظار کر رہی ہوں۔ ابھی تمھارے بابا سے کہتی ہوں کہ تم آ رہے ہو۔"

پھر میں نے مرجانہ سے کہا۔ "پائلٹ سے دریافت کرو کتنی دیر میں یہ ہیلی کاپٹر وادی میں پہنچے گا۔"

مرجانہ نے اس سے پوچھا۔۔۔ میں نے اس کا جواب سننے کے بعد سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ وادی کے ایک کھلے میدان میں ایک ہیلی کاپٹر کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ وہ ماسک مین کی طرف سے آیا تھا اور سونیا اس کے نمائندوں سے مصافحہ کرتے ہوئے گفتگو کر رہی تھی۔ ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ رسونتی غلبا کی رہائش گاہ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سونیا نے غلبا کو آنے والوں کا استقبال کرنے سے اس لیے روکا تھا کہ اب وہ ایک نئی مملکت کا سربراہ تھا، اگرچہ یہ مملکت ابھی تسلیم شدہ نہیں تھی مگر اس کا آغاز ہوچکا تھا۔ وہاں آنے والوں سے رسونتی کو بھی اس لیے دور رکھا گیا تھا کہ وہ سونیا کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچے گی اور معلوم کرے گی کہ آنے والے کس مزاج کے لوگ ہیں۔ ان کے عزائم کیا ہیں۔ ان کی اپنی صلاحیتیں کیا ہیں اور وہ ایسی کوئی چیز تو اپنے ساتھ نہیں لا رہے ہیں جس سے وادی والوں کو کوئی نقصان پہنچ سکے۔

ان سے پہلے بھارتی ہیلی کاپٹر وہاں پہنچا تھا۔ ان کے ساتھ بھی یہی طریقۂ کار اختیار کیا گیا تھا۔ سونیا جب ان سے گفتگو کرتی تھی، رسونتی اسے خیال خوانی کے ذریعے بتاتی تھی کہ فلاں کے پاس فلاں چیز ہے، اسے لے کر رکھ لیا جائے۔ جب وہ یہاں سے واپس جائیں گے تو ان کی چیزیں انھیں واپس کردی جائیں گی۔ مثلاً وہاں آنے والوں کو سگریٹ پینے کی تو اجازت تھی لیکن شراب پینا قطعی ممنوع تھا۔ کوئی سگریٹ کے تمباکو میں چرس ملا کر بھی استعمال نہیں کرسکتا تھا۔ ویسے وہاں آنے والے معزز سیاست داں تھے۔ اپنی عزت، شخصیت اور وقار کو برقرار رکھنا جانتے تھے۔ اس لیے ایسی چھچھوری حرکت نہیں کرسکتے تھے۔ تاہم جن کے پاس سے شراب کی بوتلیں برآمد ہوئیں، ان بوتلوں کو یہ کہہ کر ضبط کرلیا گیا کہ واپسی میں ان کے حوالے کردی جائیں گی۔

سونیا مصروف تھی۔ میں نے رسونتی کے پاس جاکر بتایا کہ مرجانا اور بلبا آدھے گھنٹے کے اندر پہنچنے والے ہیں۔ رسونتی نے ٹارٹر غلبا کو اس کے بیٹے اور ہونے والی بہو کے آنے کی خوشخبری سنائی۔ پھر سونیا سے کہا۔ "اس ہیلی کاپٹر کو جلدی فارغ کرو۔ آدھے گھنٹے کے اندر مرجانہ اور بلبا یہاں پہنچ رہے ہیں۔"

میں رسونتی کے دماغ میں تھا۔ وہاں سے جانا چاہتا تھا اس نے کہا۔ "ذرا ٹھہرو۔ ایک ضروری بات ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"میں انسانی فطرت کے متعلق بات کرنا چاہتی ہوں۔ جب کوئی شخص تنہا بیٹھا رہتا ہے یا لیٹا رہتا ہے تو بے خیالی میں کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہے۔ یہ بات میں نے بلیک شیڈو سے گفتگو کرتے وقت محسوس کی۔ جب بھی وہ باتیں کرنے کے بعد خاموش ہوتا تھا تو مجھے کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ سوچنے کے دوران میز پر انگلیاں بجا رہا ہو۔"

دشمن کی کوئی کمزوری ہاتھ آجائے تو بے پناہ خوشی ہوتی ہے۔ یہی خوشی مجھے حاصل ہو رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "واہ رسونتی! تم نے تو کمال کردیا۔ اتنی معمولی سی بات پر توجہ دے کر اپنی بہترین ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ آج میں تم سے بہت خوش ہوں۔ وہ کمبخت بلیک شیڈو اپنے آپ کو صرف سایہ کہتا ہے۔ انشاء اللہ ایک دن ہم اس کی اسی عادت کی وجہ سے اس کی شہ رگ تک پہنچ جائیں گے۔"

میں نے ایک بہت ہی طویل ناراضگی، کشیدگی اور دشمنی کے بعد پہلی بار اس کی تعریف کی تھی۔ وہ خوشی سے کھل رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "مجھے کتنی مسرت حاصل ہو رہی ہے، تم میرے دل کی گہرائیوں میں اتر کر سمجھ رہے ہوگے۔ میں صرف اتنا ہی کہنا چاہتی ہوں، مجھے اپنا سمجھتے رہو۔ آج جیسی ذمے داریاں مجھے سونپی ہیں، آئندہ بھی ذمے داریوں کا بوجھ مجھے اٹھانے دیا کرو۔ اس طرح تجربات بھی حاصل ہوتے رہیں گے اور میں اپنی ذہانت کا ثبوت دینے کی کوشش بھی کرتی رہوں گی۔"

"یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ میں کوئی کام تمھارے سپرد کروں۔ تم میرا انتظار کیے بغیر میرے کسی بھی کام میں ہاتھ بٹاتی ہو۔ ہم دونوں ہیلی بیتیں کی ایک ہی کشتی پر سوار ہیں۔ کشتی میں

دو چپو ہوتے ہیں۔ ایک میرے ہاتھ میں ہے۔ ایک تمھارے ہاتھ میں۔ ہم دونوں ایک ہی سمت بہتے جا رہے ہیں۔ ایک ہی انداز میں چپو چلا رہے ہیں۔ ہماری منزل ایک ہے۔ جب راستہ بہت طویل ہوتا ہے تو ایک چپو چلاتا ہے دوسرا آرام کرتا ہے۔ جب پہلا تھک جاتا ہے تو وہ آرام کرتا ہے اور دوسرا چپو چلاتا ہے۔ اسی طرح جب میں سو جایا کروں تو تم میرا کام کیا کرو۔ تم آرام کرو گی تو میں تمھاری ڈیوٹی پوری کرتا رہوں گا۔"

"میں انھی اصولوں کے مطابق کام کرتی رہوں گی۔ مجھے یہ بتاؤ، مہرجانہ اور بلبا تھوڑی دیر میں پہنچنے والے ہیں۔ اُدھر ہم ڈمی فرہاد کو کب تک کٹھ پتلی بنائے رکھیں گے۔ اس کا بھید کھل سکتا ہے۔ ربی اسفندیار کسی وقت بھی تنویمی عمل کے ذیلے اس کی اصلیت معلوم کر سکتا ہے۔"

"ربی ہمیشہ دس بجے رات کو تنویمی عمل کرتا ہے۔ سونیا کے ساتھ بھی وہ یہی کرتا رہا۔"

رسونتی نے تائید کرتے ہوئے کہا، "تم درست کہتے ہو، اس نے مجھ پر بھی کئی بار ٹھیک دس بجے عمل کیا ہے۔"

"جب یہاں ہیلی کاپٹر سے بیرونی ممالک کے نمائندے پہنچ جائیں تو ان سے فرصت پاتے ہی تم ڈمی کے دماغ میں پہنچ جانا اور اسے بے وقت سُلا کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے عمل کرنا۔ اس کے دماغ کے تہ خانے میں یہ بات بٹھا دینا کہ وہ ڈمی نہیں، اصلی ہے۔ جس طرح میں نے سجاد کے دماغ میں اپنے کردار کو نقش کر دیا تھا۔"

"اچھی بات ہے، میں یہی کروں گی۔"

"اب تم باہر سے آنے والے نمائندوں پر توجہ دو۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں نے اس سے رخصت ہو کر ڈرائیونگ کی طرف توجہ دی۔ ویسے میں ڈرائیو کرنے کے دوران خیال خوانی اس انداز میں کر رہا تھا کہ پوری طرح اپنی جگہ سے غیر حاضر نہ رہ سکوں یوں بھی انسانی دماغ اتنا تیز اور حساس ہوتا ہے کہ نیند میں غفلت کے دوران بھی خطرے کے وقت چونکا دیتا ہے اور میں تو نیند میں نہیں، سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اور سوچنے والا آدمی غیر شعوری طور پر ہر طرف سے محتاط رہتا ہے۔

میں نے کن انکھیوں سے حدیقہ کی طرف دیکھا۔ اس کا ایک ہاتھ چادر سے باہر آ گیا تھا اور وہ ہاتھ اس کے زانو پر رکھا ہوا تھا۔ کبھی وہ آہستہ آہستہ مٹھی بھینچتی تھی کبھی کھولتی تھی۔ اس کی انگلیاں جس انداز میں متحرک تھیں، اس سے ظاہر تھا، وہ کسی اضطراب میں مبتلا ہے یا مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے لیکن کہہ نہیں سکتی۔ لکھنا چاہتی ہے مگر لکھ نہیں سکتی۔ کچھ باتیں قلم اور زبان کی نوک تک آتے آتے رہ جاتی ہیں۔

میں نے پوچھا، "تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

وہ خاموش رہی۔ اس کا وہ ہاتھ جو مٹھی کی صورت میں کبھی بھینچ رہا تھا، کبھی کھل رہا تھا، ساکت ہو گیا جیسے اس کے اضطراب کو اور چور خیالات کو میں نے پڑھ لیا ہو۔

"کچھ کہنا چاہتی ہو تو لکھ کر دو۔ میں تمھیں چادر کے باہر آنے پر مجبور نہیں کروں گا۔ میں نے اور ایک بزرگ عالم دین نے تمھیں سمجھایا لیکن تم ان میں سے ہو جو بات زبان سے کہہ دینے کے بعد نہیں پھرتے۔ تا حیات اسی پر قائم رہتے ہیں۔ اس لیے تمھیں مجبور نہیں کروں گا۔"

وہ کاغذ اور قلم نکال کر سیٹ پر ذرا آگے کھسک آئی پھر کاغذ کو ڈیش بورڈ پر رکھ کر لکھنے لگی۔ وہ بڑی تیزی سے لکھ رہی تھی۔ اس لیے اس کی تحریر کو میرے ہاتھوں تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی۔ میں نے اسے پڑھا۔ اس نے لکھا تھا۔

"میرے محسن،

آپ بڑے تحمل سے کام لیتے ہیں۔ ابھی تک آپ نے ابی جمائل جیسے گھر کے بھیدی کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ آپ کے میکی بن کر رہنے والے زبردست منصوبے کو اس نے نقصان پہنچایا ہے لیکن آپ مطمئن ہیں۔ سچ ہے سمندر جتنا گہرا ہوتا ہے اتنا ہی پُرسکون ہوتا ہے۔ میں جانے کیوں بے اختیار آپ سے متاثر ہوتی جا رہی ہوں۔

مگر میرے محسن، آپ دشمنوں سے اپنے بچاؤ کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ جس گاڑی میں ہم سفر کر رہے ہیں، یہ ان کتوں کی جانی پہچانی ہوگی۔ وہ یہیں ڈیمور میں گھیر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے، ابھی کسی لمحے کسی جگہ وہ ہمارا راستہ روک لیں۔ میں دیکھ چکی ہوں، آپ کے منصوبے دور رس نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ پھر بھی میں مطمئن نہیں ہوں۔ آپ مجھے بتائیں، آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اچانک آپ نے ڈیمور جانے کا پروگرام کیوں بنا لیا؟"

میں نے کہا، "بیروت سے نکل آنے کا مطلب یہ ہے کہ دشمن وہاں تلاش کرتے رہیں اور میں اپنے طور پر منصوبے بناتا رہوں۔ یہاں تم سے ملاقات ہونے سے پہلے میں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے تمام ماتحتوں کو صورت حال سے آگاہ کر دیا ہے۔ وہ میرے دشمنوں سے نمٹتے رہیں گے۔ ڈیمور میں بھی دشمنوں نے مجھے گھیرنے کی کوشش کی تو میرے آدمی ان سے ٹکرائیں گے۔ پھر ہم دونوں جان پر کھیلنا جانتے ہیں۔

ایسے میں دشمنوں کی پروا کیوں کریں۔"

میں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا، "رہ گئی یہ گاڑی والی بات، دشمن مجھے اس گاڑی کے ذریعے بہ آسانی پہچان سکتے ہیں لیکن وہ تو مجھے چہرے سے بھی پہچان سکتے ہیں۔ میں نے تمھاری طرح اپنے آپ کو چھپا کر نہیں رکھا ہے۔ تمھارے مشورے کے مطابق میں اس گاڑی کو یہاں چھوڑ دوں یا کسی گیراج میں لے جا کر چھپا دوں تو اپنے آپ کو کہاں چھپاؤں گا۔ تمھاری طرح چادر میں چھپنے سے تو رہا۔"

میں اس کی تحریر کا جواب دینے کے دوران اس کے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ہاتھ اب پھر زانو پر رکھا ہوا کچھ مضطرب تھا۔ یہ سچ ہے، انسان اپنے چہرے سے، اپنی آنکھوں سے، اپنے ہاتھ کی لکیروں سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر وہ ان تمام چیزوں کو چھپا لے تو اپنے سر سے لے کر پاؤں تک بے اختیاری حرکتوں کے ذریعے پہچانا جاتا ہے۔ وہ کہنا کچھ چاہتی تھی لیکن میرے کہنے پر کچھ اور لکھ کر دیا تھا۔ اگر وہ اپنے دل کی بات کہہ دیتی تو ایسا اضطراب قائم نہ رہتا۔ کچھ تو وہ پُرسکون رہتی۔

جو کچھ اس کے دل میں تھا، وہ جو بھی سوچ رہی تھی، اس کے متعلق کسی فیصلے تک پہنچنے سے پہلے بے چین لمحات سے گزر رہی تھی۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اعلیٰ بی بی نے مجھے محسوس کرتے ہی مسکرا کر پوچھا، "کیا رسونتی؟"

"نہیں، فرہاد۔"

وہ اپنے سامنے کھڑی ہوئی دو عدد اعلیٰ بی بیوں کو دیکھنے لگی تاکہ میں بھی اس کے ذریعے انھیں دیکھتا رہوں۔ وہ دونوں سر سے پاؤں تک مکمل اعلیٰ بی بی نظر آ رہی تھیں۔ ان کی چال ڈھال، نشست و برخاست میں ایک ذرا فرق نہیں تھا۔ اعلیٰ بی بی انھیں مختلف ذہنی آزمائشوں سے گزار رہی تھی اور وہ دونوں کامیاب ہوتی جا رہی تھیں۔

مجھے یاد آیا، جب پہلی بار وہ میری زندگی میں آئی تو اس کا یہی انداز تھا۔ اصل اعلیٰ بی بی کون ہے، میں بھی سمجھ نہیں پاتا تھا۔ جو میرے سامنے آتی تھی، اس کے گلے میں سیاہ موتیوں کی مخصوص مالا ہوتی تھی۔ سب کا انداز ایک جیسا ہوتا تھا۔ وہ بابا صاحب کے حکم سے مجبور تھی۔ میرے سامنے ظاہر نہیں ہو سکتی تھی۔ آخر ایک مرحلے پر اس نے خود کو ظاہر کر دیا تھا۔

میں نے کہا، "بہت عرصے کے بعد تم نے پھر ڈمی اعلیٰ بی بی تیار کی ہیں۔ اس کا مقصد؟"

"تم اور رسونتی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا والوں سے چھپ جاتے ہو۔ میں کیسے چھپ سکتی ہوں۔ میرے پاس یہی طریقہ کار ہے۔ میں سمجھتی ہوں، وادی کے اندر اور باہر جتنے دشمن پھیلے ہوئے ہیں، انھیں صرف تم دونوں کی نہیں، سونیا کی اور میری بھی تلاش ہوگی۔ سونیا نے تو خود کو ظاہر کر دیا ہے۔ وہ ابھی وادی میں رہے گی لیکن میں کہاں پائی جاؤں گی۔ یہ دشمن کبھی نہیں سمجھ پائیں گے۔"

میں نے پوچھا، "کیا سجاد پہنچ گیا ہے؟"

"ہاں، وہ انھی میں سے ایک اعلیٰ بی بی کے ساتھ وادیٔ قاف کی مہم پر روانہ ہوگا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میری خیال خوانی کا سلسلہ یکبارگی ٹوٹ گیا۔ میری کار کے پچھلے حصّے کی طرف دھماکہ سا ہوا تھا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے ڈولنے لگی تھی۔ میرے ہاتھ سے اسٹیئرنگ نکلنا ہی چاہتا تھا، میں نے فوراً ہی اسے قابو میں کیا۔ گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے سڑک کے کنارے روک دیا۔ چیختے ہوئے کہا، "صدیقہ! فوراً دروازہ کھولو اور جھکتے ہوئے قریبی ٹیلے کے پیچھے پہنچنے کی کوشش کرو۔ میں تمھارے پیچھے ہوں۔"

ایسا کہنے کے دوران میں نے گاڑی کے پچھلے اسکرین کے پار دیکھا۔ ایک جیپ تیزی سے چلی آ رہی تھی۔ اس میں کئی افراد تھے۔ ایک شخص جیپ کے اگلے حصّے کی طرف کھڑا ہوا ریوالور کے ساتھ نظر آ رہا تھا۔ اس نے ہماری گاڑی کے پچھلے پہیے پر فائرنگ کی تھی۔

ہم گاڑی سے نکل کر تیزی سے جھکتے ہوئے سڑک کے کنارے ایک گھنے درخت کے پاس پہنچے۔ اسی وقت پے در پے فائرنگ ہوئی۔ فائرنگ کی آواز نہیں تھی۔ شاید دو تین ریوالوروں میں سائلنسر لگے ہوئے تھے لیکن ہمارے قدموں کی طرف تھوڑی سی مٹی اڑتی ہوئی نظر آئی تھی۔ ہم درخت کی آڑ میں پہنچ گئے تھے۔ وہاں سے ہم نے آگے کی طرف چھلانگ لگائی پھر زمین پر لیٹے ہی لیٹے رینگتے ہوئے ٹیلے کی طرف جانے لگے۔ اس وقت تک جیپ والے ہماری گاڑی کے قریب پہنچ کر رک رہے تھے، اپنی جیپ پر سے چھلانگیں لگا رہے تھے۔ اس کے بعد ہی وہ نشانہ لے کر فائرنگ کر سکتے تھے۔ ہمارے لیے اتنی مہلت کافی تھی۔ ہم دوڑتے ہوئے ٹیلے کے پیچھے پہنچ گئے۔

یہ تو میری، سونیا اور مہرجانہ کی پرانی عادت ہے۔ ہم کبھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے۔ حدیقہ کے پاس میں نے دو خنجر دیکھے تھے کبھی اس کے پاس بھی ریوالور نہیں دیکھا

تھا لیکن اس کی چادر عمر عیار کی زنبیل تھی جس کے اندر پتا نہیں کیا کچھ چھپا ہوا تھا۔ ٹیلے کے پیچھے پہنچ کر میں نے دیکھا، وہ چادر کے اندر دونوں ہاتھ ڈالے کچھ کر رہی تھی۔ پھر چادر کے باہر کارتوس کی ایک لمبی سی پٹی نظر آئی۔ اس کے ساتھ ہی ٹامی گن برآمد ہوئی۔

ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ چیخ کر اپنے ایک ساتھی سے کہہ رہا تھا "یو پیٹر، تم کار کے پاس کیوں رک گئے۔ ادھر آؤ، ہم انھیں گھیر لیں گے۔ وہ نہتے ہیں۔ اگر ان کے پاس ہتھیار ہوتا تو جوابی فائرنگ کرتے ہوئے ٹیلے کے پیچھے جاتے۔"

دوسری طرف سے پیٹر کی بلند آواز سنائی دی "تم انھیں گھیرنے کی کوشش کرو۔ میں اس کار کو چیک کرتا ہوں۔ میکی کے متعلق ضرور کچھ برآمد ہوگا۔"

میں دو دشمنوں کے دماغوں میں پہنچ چکا تھا۔ پیٹر کار کے اندر پہنچ کر اس کے ڈیش بورڈ کو ٹٹول رہا تھا۔ اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے خانے کس طرح کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ میں نے اس کی رہنمائی کی۔ اس نے پہلے تو ایک خانے کو کھول کر اس میں سے دستاویزات اور دوسری تمام چیزیں نکال لیں۔ پھر دوسرے خانے سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ تیسرے خانے میں کرنسی نوٹ اور ایک بھرا ہوا ریوالور اور کچھ کارتوس رکھے ہوئے تھے۔ اس نے تمام چیزوں کو اپنی تحویل میں لیا۔ وہاں سے نکل کر دوڑتا ہوا جیپ کے پاس آیا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ کو اٹھا کر اس میں دستاویزات اور ٹرانسمیٹر رکھ دیے۔ کرنسی نوٹوں کو وہ پہلے ہی اپنی جیبوں میں ٹھونس چکا تھا۔ اسے ریوالور کی ضرورت نہیں تھی۔ تاہم اسے بھی لے آیا تھا۔ پھر وہ سیٹ پر بیٹھ کر جیپ ڈرائیو کرتا ہوا اسے راستے سے اتار کر ٹیلے کی طرف آنے لگا۔ ایک شخص نے چیخ کر پوچھا "یہ کیا کر رہے ہو۔ گاڑی ادھر کیوں لا رہے ہو؟"

میں نے حدلقہ سے کہا "اچھا موقع ہے۔ تم اس بڑے سے پتھر کے پیچھے جا کر فائرنگ کرو۔"

اس نے فوراً ہی میری ہدایت پر عمل کیا۔ دوڑتی ہوئی پتھر کے پیچھے گئی۔ پھر وہاں سے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ اس کے تمام ساتھی بوکھلا گئے۔ حدلقہ کی فائرنگ تو سمجھ میں آ رہی تھی، وہ دشمن تھی لیکن دوست کی فائرنگ سمجھ میں نہیں آئی۔ انھوں نے چیخ کر پوچھا "یہ کیا حماقت کر رہے ہو؟"

وہ پوچھنے والا جواب سننے کے لیے زندہ نہ رہ سکا۔ اپنے ہی ساتھی کی ایک گولی نے اس کے پاؤں زمین سے اکھاڑ دیے۔ وہ گر کر تڑپنے لگا۔ دوسری طرف جیپ والے کے دماغ نے میری سوچ کی لہروں کو واپس کر دیا کیونکہ اس کی کھوپڑی میں بھی سوراخ ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھیوں میں سے جب ایک نے دیکھا کہ اپنا ہی دوست دشمن بن گیا ہے تو اس نے اس کا کام تمام کر دیا تھا۔ ادھر حدلقہ نے ایک کو مار گرایا تھا۔ اب وہ اس پتھر کی آڑ سے نکل کر دوڑتے ہوئے دوسرے پتھر کی طرف جا رہی تھی۔ جب دو طرفہ فائرنگ قائم ہو تو اس طرح اندھا دھند جگہ تبدیل نہیں کرنا چاہیے۔ حدلقہ نے غلطی کی تھی۔ اسی وقت ایک گولی چلی اور اس کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ اچھل کر قلابازی کھاتی ہوئی الڑھکتی ہوئی دوسرے پتھر کے پیچھے پہنچ گئی۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔ کیا اسے گولی لگ گئی ہے؟

چند لمحوں کے بعد ہی اس پتھر کے پیچھے سے تڑتڑ کی آواز سنائی دی۔ مسلسل فائرنگ کے ساتھ ہی ایک شخص کی چیخ بھی سنائی دی۔ یعنی حدلقہ کو گولی مارنے والا اس کی فائرنگ کی زد میں آ کر گر پڑا تھا۔

وہ مجھے نظر نہیں آ رہی تھی۔ ہمارے چاروں طرف سناٹا چھا گیا تھا۔ میں نے حساب لگایا۔ چار دشمن کام آ گئے تھے۔ ابھی دو باقی تھے۔ کیونکہ اس جیپ میں کل چھ سات آدمی تھے۔ اچانک مجھے اپنے پیچھے آواز سنائی دی "ہالٹ اینڈ ہاؤٹ ٹرن، کیپ یور ہینڈز اپ۔"

میں نے حکم کی تعمیل کی۔ دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے ان کی طرف پلٹ کر دیکھا۔ وہ دو تھے۔ میرے سامنے ذرا دور کھڑے ہوئے تھے۔ دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ ایک نے کہا "مسٹر میکی! اپنے گاڈ کو تھینکس دو۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے، تمھیں گولی نہ ماری جائے۔"

دوسرے نے کہا "لہٰذا کوئی چالاکی نہ دکھاؤ۔ ورنہ ہم گولی مارنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ چپ چاپ ادھر آؤ اور ہمارے آگے چلتے ہوئے جیپ میں بیٹھ جاؤ۔"

اسی وقت ایک فائر کی آواز سنائی دی۔ میں نے اندازہ کیا۔ حدلقہ میرے دشمنوں کی آواز سن کر میری طرف آنا چاہتی تھی۔ باقی تین بچنے والے دشمنوں میں دو میرے سامنے تھے اور ایک نے حدلقہ کو فائرنگ کے ذریعے روک رکھا تھا۔

میں نے خیال خوانی کے ترکش سے ایک تیر نکالا۔ پھر اسے چلّے پر چڑھاتے ہوئے ان میں سے ایک کا نشانہ لیا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا "چونکہ تمھیں زندہ گرفتار کرنے کے لیے کہا گیا ہے، اس لیے میرے اس ریوالور کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے پوری قوت سے ریوالور کو دور پھینک دیا۔ اس کا ساتھی اس حرکت پر اعتراض کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ بھی قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگا۔ "تم کیا سمجھتے ہو، ریوالور تمھی پھینک سکتے ہو۔ میں تم سے بھی زیادہ دور پھینک سکتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنا ریوالور زیادہ دور پھینک کر دکھایا۔ اب وہ دونوں نہتے ہو گئے۔ جب تک وہ دوسرا ریوالور پھینکتا، میرا پہلا میزائل پیٹھ کی زد سے نکل کر سوچ رہا تھا۔ یہ اس نے کیا حماقت کی۔ ریوالور کہاں پھینک چکا ہے؟ جہاں اس نے پھینکا تھا، ادھر دیکھ رہا تھا لیکن وہ اتنی دور تھا کہ آدھہ دوڑ کر جاتا تو میں اس کا راستہ روکتا یا اس پر حملہ کرتا۔

یہی بات اب دوسرا سوچ رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک نے کہا "سوچنا کیا ہے۔ حماقت ہو ہی چکی ہے تو اسے زندہ پکڑو۔ یہ ہم دونوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔"

یہ کہتے ہی ایک دوڑتا ہوا میری طرف آیا۔ ایک تو میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کس انداز میں حملہ کرے گا۔ دور سے دوڑ کر آنے کے انداز سے ہی معلوم ہو رہا تھا، فلائنگ کک مارے گا۔ جیسے ہی وہ فضا میں اچھل کر میری طرف آیا، میں ایک طرف ہٹ گیا۔ نشانہ بنے، میزائل زمین پر گرتا تھا اور وہاں گرنے کے بعد اسے جو چوٹیں آئیں تھیں، اس کے نتیجے میں چیخنے اور تڑپنے لگا تھا۔ اس کا دوسرا ساتھی اس دوران میرے قریب پہنچ گیا تھا۔ اب وہ کراٹے کے ہاتھ دکھا رہا تھا اور میں ان ہاتھوں کو روکتا جا رہا تھا۔ اس کے لڑنے کا اسٹائل بتا رہا تھا کہ وہ کراٹے ماسٹر ہے۔ بلیک بیلٹ نہ سہی، براؤن بیلٹ ضرور ہوگا۔ صرف کراٹے کا ہاتھ ہی نہیں، کبھی کبھی ٹانگیں بھی چلاتا تھا۔ مجھے ہی خوبصورت اسٹائل سے گھوم کر کک مارتا تھا۔ میری بجائے کوئی دوسرا ہوتا تو کبھی اس کے حملوں سے محفوظ نہ رہتا۔ میں اس کے دماغ کو پڑھتا جا رہا تھا اور وہ بے چارا پریشان ہو رہا تھا، آخر اس کا کوئی حملہ کامیاب کیوں نہیں ہو رہا ہے؟

اس کا دوسرا ساتھی جو پتھریلی زمین پر گر پڑا تھا، اب اٹھ کر میری طرف آنا چاہتا تھا۔ اسی وقت تڑتڑاہٹ فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ جواباً اس دشمن کی آواز سنائی دی جو ریوالور لیے حدلقہ کا راستہ روک رہا تھا۔ وہ ختم ہو چکا تھا لیکن جو شخص پتھریلی زمین سے اٹھ کر میری طرف آ رہا تھا، وہ دہشت زدہ ہو کر پھر گر پڑا تھا۔

میں نے چیختے ہوئے حدلقہ سے کہا "اب فائرنگ نہ کرنا۔ تم انھوں کو مار چکی ہو۔ کم از کم یہ دو میرے لیے رہنے دو۔"

اس نے فائرنگ نہیں کی۔ شاید سوچ رہی ہوگی اس نے کتنوں کو مارا ہے۔ میں نے غلط حساب بتایا تھا۔ حدلقہ نے صرف تین کو ٹھکانے لگایا تھا۔ باقی ایک دشمن جیپ والے کے ذریعے مارا گیا تھا اور ان لمحات میں وہ جیپ والا میں ہی تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ بے چارا کسی اور کے ذریعے مارا گیا تھا۔ یوں حساب کیا جائے تو وہاں جو کچھ بھی ہو رہا تھا، اس کے پس پردہ میرا ہی ہاتھ تھا اور وہ ہاتھ حدلقہ یا میرے دشمن نہیں دیکھ سکتے تھے۔

وہ میرے لڑنے کا انداز دیکھنے لگی۔ جب دشمن نے مجھ پر حملہ کیا تو میں نے اس کا ہاتھ روک کر دوسری طرف گھما دیا۔ پھر اس کے سر پر ایک چپت لگائی۔ وہ ایک دم سے جھنجلا گیا۔ جھنجلانے کی بات ہی تھی۔ جس انداز میں میں نے اسے گرفت میں لے کر دوسری طرف پلٹایا تھا، اسی طرح زبردست کراٹے کا ہاتھ اسے مار سکتا تھا یا چاہے تو اسے ایک لات مار کر اسے

پیشہ ور ہپناٹزم کے عملی طریقے اور ذاتی ہپناٹزم کے بھرپور ادارتی نکات

ایک ماہر علم کے قلم سے

ہپناٹزم اور تنویمات

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ۔
- جدید طریقے اور مشقیں۔
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور فول پروگرام۔
- بے شمار قارئین کے ہزاروں سوالوں کے جواب۔
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

مکتبہ نفسیات

بوسٹ بکس ۹۴۲ کراچی

اوندھے منہ زمین پر گرا سکتا تھا لیکن میں نے صرف ایک چیت پر اکتفا کیا تھا جیسے کوئی بزرگ بچے کو تنبیہ کر کے چھوڑ رہا ہو۔ اور یہی بات جھنجلانے والی تھی۔ وہ پلٹ کر پھر حملہ کرنے لگا۔ اب وہ زیادہ جوش اور جنون میں تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دوسرا ساتھی بھی آ گیا تھا۔ اب میں کبھی اس کے دماغ میں اور کبھی اس کے دماغ میں جاتا تھا۔ موقع دیکھ کر کبھی دونوں کو ایک دوسرے سے لڑا دیتا تھا۔ وہ یہی سمجھتے تھے کہ مجھ پر حملہ کرنے کے دھوکے میں انھوں نے اپنے ساتھی پر حملہ کر دیا ہے۔

وہ ہتھکنے لگے، ہانپنے لگے۔ اس کے باوجود انھیں یقین تھا کہ وہ دو ہیں، میں اکیلا ہوں۔ وہ مجھے قابو میں کر لیں گے۔ اس دوران وہ حدیقہ کو بھول گئے تھے۔ وہ ایک پتھر پر اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے لڑنے کے انداز نے اسے مطمئن کر دیا تھا۔ اس کے باوجود وہ محتاط تھی۔ دشمن مجھ پر غالب آتے تو وہ اپنی ٹامی گن استعمال کرتی۔ ویسے اس کی نوبت کبھی نہ آتی۔

میں نے ایک حملہ کرنے والے سے پوچھا "کب تک لڑتے رہو گے؟"

اس نے ایک دم سے آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کیا۔ اس بار میں نے اس کے پیٹ میں لات ماری۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے جھکنے لگا۔ میں نے اس کے بالوں کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ دوسرے کی شامت آ گئی تھی۔ اسی وقت وہ بھی مجھ پر حملہ کرنے آیا تھا۔ میں ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ اپنے ساتھی پر آ پڑا۔ دونوں ہی چھ بل زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ نیچے والا بہت ہی تکلیف میں مبتلا تھا۔ وہ بے اختیار تڑپ تڑپا کر اوپر والا اٹھنا چاہتا تھا، میں نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ وہ بھی دوسری طرف الٹ کر پتھریلی زمین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اب ان میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ پہلے کی طرح پھر تی دکھاتے اور فوراً ہی زمین سے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ وہ دونوں ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے یکے بعد دیگرے پھر ان دونوں کو ایک ایک ٹھوکر رسید کی۔ وہ زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ میں نے پوچھا "اب بتاؤ مجھے کیوں پکڑنا چاہتے ہو؟ کہاں لے جانا چاہتے ہو؟ اگر تم نے وہ اڈہ نہ بتایا تو تم دونوں کو دوسری دنیا میں پہنچا دوں گا۔"

ان میں سے جو کرائے کا ماسٹر تھا، وہ زخمی درندے کی طرح غرا رہا تھا۔ اب بھی شکست تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ اس کے برعکس اس کا ساتھی ذرا ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ بے بسی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا "حدیقہ! ادھر آؤ۔ اب ان دونوں میں سے کوئی میری بات کا صحیح جواب نہ دے تو اسے گولی مار دینا۔"

وہ میرے پاس آ گئی۔ کرائے کا ماسٹر نے مجھے گھور کر دیکھا پھر اپنی عادت کے مطابق غراتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟ ہمارا باس کہتا ہے تم میکی نہیں ہو۔ اب میں بھی یقین سے کہتا ہوں، تم کسی غیر معمولی صلاحیت کے مالک ہو۔ تمہارے پاس آتے ہی ہم سحر زدہ ہو گئے تھے۔ ہم نے اپنے ریوالور پھینک دیے تھے۔ بتاؤ، تم کون ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "بہت خوب۔ تم دونوں کو اپنے آپ پر یہ اتنا ناز تھا کہ ریوالور پھینکتے ہوئے کہتا تھا، نہتے مجھ پر قابو پا لو گے۔ اب ناکام ہو کر مجھے جادوگر سمجھ رہے ہو؟"

"ہاں، تم جادوگر ہو۔" وہ جھنجلا کر بولا۔ "میرے سامنے کوئی دشمن نہیں ٹھہرتا۔ میرے حملوں سے بچنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے اور تم ہو کہ میرے حملوں سے بچتے رہے۔ میرا ایک بھی ہاتھ تم پر نہ پڑ سکا۔ کیا یہ جادوگری نہیں ہے؟"

"حدیقہ! یہ اپنی باتوں میں ہمیں الجھا رہا ہے۔ شاید اسے امید ہو کہ کہیں سے مدد پہنچ سکتی ہے یا اسی چپا لاکی سے ہمیں بے بس کر سکتا ہے۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں، جو میری بات کا جواب نہ دے اسے گولی مار دو۔"

میری بات ختم ہوتے ہی تڑتڑاہٹ کی آواز گونجی چلی گئی۔ حدیقہ نے اسے ٹھنڈا کر دیا تھا۔ دراصل میں خود چاہتا تھا، جو میری ٹیلی پیتھی پر شبہ کر رہا تھا، مجھے جادوگر سمجھ رہا تھا وہ میرا راز فاش کرنے کے لیے زندہ نہ رہے اور اب وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکا تھا۔ اس کا ساتھی تھوک نگل رہا تھا، دہشت زدہ ہو کر فرش پر پڑے ہوئے پیچھے کی طرف کھسکتے ہوئے کہہ رہا تھا "نن نہیں، مجھے گولی نہ مارنا۔ سب کچھ بتا دوں گا۔"

"وقت ضائع کیے بغیر بتانا شروع کر دو۔ ہم سن رہے ہیں۔"

"میں بہت ہی معمولی آدمی ہوں۔ ان کے باس وغیرہ سے واقف نہیں ہوں۔ مجھے روزچرس کا ایک مقررہ کوٹہ ملتا ہے۔ میں اسے اپنے علاقے میں فروخت کرتا ہوں۔ مجھے صرف انس بے رکھا گیا ہے کہ ریوالور اور رائفل وغیرہ کا نشانہ اچھا ہے۔ میرا نشانہ کبھی نہیں چوکتا۔ انھوں نے سمجھا دیا تھا، کرسٹوفر میکی کے ساتھ کوئی بھی ہو اسے بے دریغ گولی مار دی جائے لیکن میکی کو صرف زخمی کیا جا سکتا ہے۔ اسے زندہ پکڑ کر لانا ہوگا۔"

"یہ مجھے کہاں لے جانا چاہتے تھے؟"

"ڈیمور میں ایک پرانا قلعہ ہے۔ وہاں آپ کو پہنچانے کے لیے۔"

وہ قلعے کا محل وقوع بتانے لگا۔ میں نے حدیقہ کی طرف دیکھا۔ وہ اثبات میں سر ہلا رہی تھی۔ گویا تائید کر رہی تھی، ایسا ایک پرانا قلعہ ڈیمور کے اس حصے میں ہے۔ جن کے آخری دشمن کو حکم دیا "اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ اور اپنا نام بتاؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "سر میکی! اتفاق سے میرا نام بھی میکی ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔ اس قلعے کے مکین صرف ایک میکی چاہتے تھے۔ اب وہاں دو پہنچیں گے۔ باقی دی دے۔ اس قلعے میں کتنے لوگ ہیں؟"

"میں کبھی وہاں نہیں گیا۔ یوں تو ڈیمور کئی بار آ چکا ہوں۔ بیروت میں رہتا ہوں اور بیروت میں ہی میرا گھر ہے۔ اچھا ہے۔ میں نہیں جانتا وہاں کتنے لوگ ہیں۔"

"اگر تم مجھے پکڑ کر وہاں لے جاؤ تو تمہیں کیا انعام ملے گا؟"

"میرا کوٹہ دگنا کر دیا جائے گا۔"

"چلو اپنا کوٹہ دگنا کرا لو۔"

حدیقہ نے فوراً ہی سر گھما کر میری طرف دیکھا۔ کاش میں بھی اسے دیکھ سکتا۔ میں نے اپنے ہمنام سے کہا "تم یہیں کھڑے رہو۔ ہم ابھی آتے ہیں۔"

میں حدیقہ کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہاں سے ذرا دور ہو گیا۔ جب وہ میرے پاس آئی تو میں نے آہستگی سے کہا "میں اس کے ساتھ جا رہا ہوں۔ تم شہر پہنچتے ہی مجاہدین کو لے کر اس قلعے کا محاصرہ کرو۔ مجھے یقین ہے، اسلحے، ہتھیاروں کے علاوہ اور بھی بہت کچھ حاصل ہو گا۔"

میں وہاں سے جانے کے لیے پلٹ گیا۔ اس نے فوراً ہی میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلا رہی تھی۔ میرے جانے پر اعتراض کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا "جب مجاہدین کسی محاذ پر جاتے ہیں تو کیا عورتیں اسی طرح ان کا راستہ روکتی ہیں؟"

اس نے فوراً ہی میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں نے کہا۔ "میں تنہا نہیں جاؤں گا۔ تم وہاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ محاصرہ کرنے آؤ گی۔ ہم ایک ہی جیپ میں بیٹھ کر شہر تک چلیں گے۔ پہلے تم مجاہدین سے ملو گی۔ وہاں قلعے کو گھیرنے کا منصوبہ بناؤ گی۔ اس کے بعد میں اس شخص کے ساتھ وہاں داخل ہو جاؤں گا۔"

وہ چادر کے اندر ہاتھ ڈال کر کاغذ قلم نکال رہی تھی، کچھ لکھنا ہی چاہتی تھی۔ میں نے کہا "ٹھہرو، وقت ضائع نہ کرو۔ تمہارے ذہن میں جتنے سوالات ہو سکتے ہیں، میں انہیں سمجھ سکتا ہوں۔ اسی کے مطابق جواب دے رہا ہوں۔ پہلی بات تو یہ کہ میرے قلعے کے اندر جانے کے بعد آدھے گھنٹے تک انتظار کرنا۔ اس کے بعد تم سب اس میں داخل ہونے کی کوشش کرنا۔ آدھ گھنٹے کے اندر میں کچھ ایسے اشارے دوں گا جن کے ذریعے تمہیں میری سلامتی کا یقین ہو جائے گا۔ یا پھر یہ شخص جو میرے ساتھ جا رہا ہے، اس کے چیخنے چلانے کی آواز سن کر تم سمجھ سکتی ہو کہ میں مشکلات میں گھرا ہوا ہوں۔"

وہ سن رہی تھی اور چادر کو ادھر ادھر سے لپیٹ کر اپنے اضطراب کا اظہار کر رہی تھی۔ میں نے کہا "ایک بات کا یقین کر لو۔ وہ یہ کہ دشمن مجھے جان سے نہیں ماریں گے۔ وہ مجھے زندہ گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ مجھ سے پہلے والے میکی نے انھیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ وہ اس کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ اپنے نقصان سے زیادہ منافع حاصل کرنا چاہتے ہیں اور... مجھ سے منافع حاصل کرنے کے لیے مجھے زندہ رکھیں گے۔"

وہ میرے سمجھانے پر شاید کبھی راضی نہ ہوتی لیکن ایک بات نے یقیناً اسے مجبور کر دیا تھا اور وہ یہ کہ مجاہدین محاذ پر جاتے ہیں تو عورتیں راستہ نہیں روکتیں۔ میں نے پیار کے ذریعے کرسٹوفر میکی کے تمام کاغذات اور ٹرانسمیٹر وغیرہ کار سے نکلوا کر جیپ میں رکھوا دیا تھا۔ حدیقہ نے جیپ میں اگر میکی کے ضروری سامان کے بیگ کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ جب ہم جیپ میں سفر کرتے ہوئے شہر میں داخل ہونے لگے تو حدیقہ نے ایک جگہ اشارے سے گاڑی رکوا دی۔ پھر ایک پرچی میرے ہاتھ میں دی۔ اس میں لکھا تھا "میں جا رہی ہوں۔ آدھے گھنٹے سے پہلے قلعے میں داخل نہ ہونا۔ اس وقت تک میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ محاصرہ کر لوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے کہا "گاڑی آگے بڑھاؤ۔ ذرا ڈیمور کی سیر کراؤ۔ ہم آدھے گھنٹے بعد اس قلعے میں ہوں گے۔"

اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ بے حد پریشان تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس قلعے میں جانے کا خطرہ کیوں مول لے رہا ہوں۔ اس نے کہا "جناب! آپ کیا چاہتے ہیں۔ میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو جان بوجھ کر اندھے کنویں میں چھلانگ لگاتا ہو۔"

"آج دیکھ رہے ہو؟"

"کیا آپ کو ڈر نہیں لگتا؟"

"کس بات کا ڈر؟"

"اگر آپ اصلی کرسٹوفر میکی ثابت نہ ہوئے تو وہ آپ کو بلیک میل کریں گے۔ آپ کو اس میکی کا رول ادا کرتے رہنے پر مجبور کریں گے اور اپنا مطالبہ پیش کریں گے۔ میں جن لوگوں کے ساتھ آپ کو پکڑنے آیا تھا، وہ باتیں کر رہے تھے۔ ان کے ذریعے مجھے معلوم ہوا، آپ سے بھاری رقمیں وصول کی جائیں گی۔ نہ دینے پر آپ کا راز فاش کیا جائے گا۔"

"کیا تمھارے وہ ساتھی جو اب اس دنیا میں نہیں رہے، اس پرانے قلعے کے متعلق کچھ باتیں کر رہے تھے؟ ہیرا ڈسے کا ایک سرغنہ ہوتا ہے۔ اگر اس قلعے کو ایک اڈہ بنایا گیا ہے تو وہاں کا سرغنہ بھی کوئی ہوگا۔"

"میرے سامنے انھوں نے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔"

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور آس پاس کے بدلتے ہوئے منظر کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ "اب قلعے کی طرف چلو۔"

"ابھی آدھا گھنٹہ پورا نہیں ہوا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میں قلعے کے قریب پہنچ کر اترجاؤں گا۔ تم وہاں جاؤ گے اور انھیں بتاؤ گے کہ تمھارے ساتھیوں نے مجھے اغوا کر لیا ہے اور تم کس طرح اپنی جان بچا کر وہاں تک پہنچے ہو۔"

اس نے ڈرائیو کرتے ہوئے سر گھما کر حیرانی سے میری طرف دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا آپ یہ سمجھتے ہیں وہاں تمھارا پتہ دیں گے؟"

"ہاں، امید تو یہی کر رہا ہوں۔ کیا تمھاری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؟"

"جی ہاں، میں جاؤں گا۔ آپ جیسا کہہ رہے ہیں، ویسا ہی کہوں گا۔"

"اس سے زیادہ کچھ کہو گے تو زندہ نہیں رہو گے۔ خبردار! انھیں یہ نہ معلوم ہو کہ میں قلعے کے باہر موجود ہوں اور مجاہدین اس قلعے کا محاصرہ کر رہے ہیں۔"

اس نے ایک ہاتھ سے کان پکڑ کر کہا۔ "نہیں، کبھی نہیں۔ میں ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا۔ آپ جو کہہ رہے ہیں اسی پر عمل کروں گا۔"

ہم تھوڑے فاصلے پر دور افتادہ مقام تک گئے جہاں ایک قلعہ نظر آ رہا تھا۔ وہ کھنڈر ہو چکا تھا۔ اس کے آس پاس نوآبادی کے طور پر ذرا سی آبادی نظر آ رہی تھی۔ میرے حکم پر اس نے گاڑی روک دی۔ میں نے اس کی طرف کوٹ پھینکتے ہوئے کہا۔ "جاؤ، تم آزاد ہو۔"

میں گاڑی سے اتر گیا۔ وہ اسے آگے بڑھا کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا قلعے کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت میں نے دیکھا، دوسری سمت سے دو گاڑیاں آ کر رکی تھیں۔ ان میں سے کتنے ہی لوگ اتر رہے تھے۔ میں نے ایک چادر والی کو بھی دیکھا یعنی حدیقہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہنچی تھی۔ ہم سمندر کے کنارے کھلے، پتیلے میدان میں تھے۔ ایک دوسرے کو دیکھا جا سکتا تھا، پہچانا جا سکتا تھا۔ انھوں نے مجھے دور سے پہچان لیا۔

وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ میری طرف آنے لگی۔ اپنے دشمن میکی کے دماغ میں تھا۔ وہ قلعے کے احاطے میں داخل ہو رہا تھا۔ جیپ تیزی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ پریشان بھی تھا اور خوفزدہ بھی۔ بار بار عقب نما آئینے میں دیکھتا تھا۔ میں اس کے پیچھے تو نہیں آ رہا ہوں۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا ہے اور اب اس کے ساتھیوں سے جا ملنے کا موقع دیا ہے۔

ادھر وہ مجاہدین کے ساتھ میرے قریب آ رہی تھی۔ میں ان پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اپنے عمل کے ذریعے قلعے کے اندرونی حالات معلوم کر رہا ہوں۔ اس کے لیے میں نے ریت پر گھٹنے ٹیک دیے۔ آگے جھک کر ریت کی سطح کو ہاتھ کی ہتھیلی سے ہموار کرنے لگا۔ اس کے بعد کبھی کی انگلی سے ریت پر چند خاکے بنانے لگا۔ اتنے میں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہنچ گئی۔ بالکل قریب آنے سے پہلے ہی دونوں ہاتھ پھیلا کر اپنے تمام ساتھیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ خود آگے بڑھ کر ذرا جھک کر ریت پر دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کاغذ اور قلم لے کر کچھ لکھا۔ اس کے بعد اسے ایک ساتھی کی طرف بڑھا دیا۔

ایک جوان نے اسے لے کر پڑھا۔ پھر مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر میکی! آپ کا مختصر سا تعارف حدیقہ کے ذریعے ہو چکا ہے۔ آپ کی طرح ہم بھی جانتے ہیں، یہ پوری نہیں مکمل ہے۔ تحریر کے ذریعے آپ کا مکمل تعارف نہیں کیا۔ اتنا معلوم ہوا کہ آپ غیر معمولی صلاحیت کے مالک ہیں اور جو پیشکش کرتے ہیں، وہ حرف بہ حرف درست ہوتی ہے۔ آپ نے ایسے پہلے مجاہدین کا بھرپور ساتھ دیا ہے اور آج بھی جیپ بے انتہا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ ابھی حدیقہ نے یہ پرچی لکھی ہے کہ آپ اپنے علم کے ذریعے معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟"

میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ سر اٹھا کر کسی کو نہیں دیکھا۔ گہرے انہماک کا مظاہرہ کیا۔ وہ پھر مجھے مخاطب نہ کر سکا۔ میں نے ایک ذرا اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ سوچ رہا تھا۔ "یہ مسٹر میکی ریت پر کسی کا ڈانچہ بنا رہے ہیں۔ یقیناً اپنے علم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔" پھر اس نے حدیقہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔ ابھی یہ مصروف ہیں۔"

وہ ذرا دور ہٹ کر ریت پر بیٹھ گئے۔ میں اپنے عمل میں مصروف رہا۔ عمل کیا تھا، ایک ظاہری تماشا تھا۔ اندر ہی اندر میں تو اس دشمن میکی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ جیسے ہی وہ جیپ ڈرائیو کرتا ہوا قلعے کے احاطے میں پہنچا تھا، دو مسلح پہرے داروں نے اس کا راستہ روک لیا تھا۔ اس کی طرف رائفل تان کر گاڑی روکنے کے لیے کہا تھا۔ وہ گاڑی روک کر نیچے اتر گیا۔ پھر ایک سے بولا۔ "میں پیٹر جاش کا دوست ہوں۔ اس کے ساتھ ایک دشمن کو پکڑنے گیا تھا۔ مجھے ذرا باس کے پاس پہنچا دو۔"

ایک پہرے دار نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ دوسرے پہرے دار نے کہا۔ "یہ جیپ تو پیٹر لے گیا تھا۔ یہ درست کہہ رہا ہے۔"

اتنے میں دو اور مسلح جوان آ گئے۔ ان میں سے ایک نے پیٹر کی جیپ کو پہچان لیا۔ میکی کی زبان سے مختصر سی بات سن کر کہا۔ "چلو، ہم تمھیں باس کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔"

میکی ان کے ساتھ جانے لگا۔ وہ جہاں سے گزر رہا تھا، میں ان راستوں کو یاد کر رہا تھا اور دیکھتا جا رہا تھا۔ وہاں مسلح گارڈ موجود تھے۔ قلعے کا اندرونی حصہ بہت ہی تنگ و تاریک تھا۔ چھوٹے چھوٹے کوٹھری نما کمرے نظر آ رہے تھے۔ کہیں کہیں بڑے ہال نما کمرے بھی دکھائی دیتے تھے۔ پھر کہیں کھلا صحن آ جاتا تھا یا قلعے کے اندر اتنا بڑا راستہ۔ سرسبز و شاداب باغ نظر آتا جس کی توقع قلعے کے باہر نہیں کی جا سکتی تھی۔ باہر سے وہ بالکل کھنڈر نظر آ رہا تھا۔

میکی ان کے ساتھ بڑھتا جا رہا تھا۔ قلعے کا اندرونی حصہ ماڈرن ڈیزائن کا دکھائی دینے لگا تھا۔ اب کمرے بہت ہی خوبصورت اور آراستہ دکھائی دے رہے تھے۔ کہیں کہیں حسین عورتیں دکھائی دے رہی تھیں۔ کوئی سبز گھاس پر پڑے ہی کافرانہ انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔ کوئی ادھر سے ادھر جا رہی تھی۔ ہر ایک کے انداز میں ایسی شانِ بے نیازی اور ایسا غرور تھا جیسے وہ کسی کو لفٹ دینا جانتی ہی نہ ہوں اور نہ ہی کسی نے آج تک انھیں ہاتھ لگایا ہو یا جیسے وہ سیدھی آسمان سے اتر کر آئی ہوں اور زمین کی مخلوق کو حقارت سے دیکھ کر گزر رہی ہوں۔

میکی کو اپنے ساتھ لے جانے والے اس باغ سے گزرتے ہوئے ایک اونچے برآمدے میں آئے۔ پھر ایک کوریڈور میں پہنچے۔ وہاں سے گزرتے ہوئے ایک کمرے میں آ کر انھوں نے میکی کو وہاں بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر ان میں سے ایک دوسری طرف جانے لگا۔ میں میکی کو چھوڑ کر اس دوسرے شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دوسرے کمرے میں پہنچ کر ایک ادھیڑ عمر کے شخص سے کہہ رہا تھا۔ "پیٹر جاش کے ساتھ جانے والا ایک ہی آدمی واپس آیا ہے۔ وہ کہتا ہے سب کے سب مارے گئے ہیں۔ وہ باس سے ملنا چاہتا ہے۔"

یہ سنتے ہی وہ ادھیڑ عمر کا آدمی حیرانی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "کیا سب مارے گئے؟ نہیں، یہ کیسے ممکن ہے؟"

وہ تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے میں آیا جہاں میکی بیٹھا ہوا تھا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ کیا یہ درست ہے کہ ہمارے آدمی مارے گئے۔ کیا پیٹر بھی؟"

میکی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر سر جھکا کر بولا۔ "جی ہاں، مجھے افسوس ہے۔"

سب بنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

کوہ کنات مجاہدی

قیمت ۱۰/- روپے ۲۰ ڈاک خرچ ۱۰/- روپے

- ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مرگیا تھا لیکن اس کی لاش مذہب کے تہہ خانے میں اصل حالت میں موجود تھی۔
- سرنگاٹ کے علاقے پر اس نرد و بخاری کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر گز نہ نظر آتا تھا۔
- ایک معلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آ کر بدی کی طاقتوں کا خود آلۂ کار بنا گیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کر لیں۔
- وہ طاقتور ترین شخص بن گیا لیکن ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔

بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟

ایک شخص کی ہوشربا ترین سرگزشت مکمل طور پر کہانی کی شکل میں دستیاب ہے۔

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب بنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

اژدہا مکمل، دو حصے قیمت فی حصہ ۱۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے	**اقابلا** مکمل، دو حصے قیمت فی حصہ ۱۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے	**غلام زرجیں** مکمل قیمت ۱۵ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز، ۵ پاک چیمبرز، آرام باغ روڈ، کراچی

"تم اپنی شناخت کراؤ"

میکی نے کوڈ ورڈز بیان کیے۔ پھر کہا "مجھے بیروت کے مسٹر اسحاق رابن اچھی طرح جانتے ہیں۔ میرا نام میکی رونالڈ ہے۔"

وہ شخص واپس اپنے کمرے میں گیا۔ وہاں سے گزرتا ہوا ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں پہنچا۔ وہاں ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک شخص ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دھیمی آواز میں بولا۔ مگر اس کے دھیمے پن میں بھی ایک گونج اور گرج تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں تمام باتیں سن چکا ہوں۔ جائکمپیوٹر سے معلوم کرو۔ وہ میکی رونالڈ بیروت کے اسحاق رابن کا آدمی ہے یا نہیں؟"

وہ ادھیڑ عمر کا شخص واپس چلا گیا۔ میں ریوالونگ چیئر پر بیٹھے ہوئے شخص کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ اس کا نام جو کچھ بھی تھا، وہ اپنے نام سے نہیں، اپنی صفت سے پہچانا جاتا تھا۔ سب اسے دی سی سرپنٹ کہتے تھے یعنی سمندر کا ناگ۔

دی سی سرپنٹ اپنے آباؤ اجداد کے زمانے سے اس قلعے کا مالک چلا آ رہا تھا۔ عدالتی کاغذات ظاہر کرتے تھے کہ اس کے آباؤ اجداد صدیوں سے اس قلعے کے مالک چلے آئے ہیں اور اب ورثے میں سی سرپنٹ مالک بن چکا ہے۔ عدالتی کاغذات درست نہیں تھے جس ملک میں برسوں سے خانہ جنگی جاری ہو، وہاں سرکاری دفاتر اپنا صحیح ریکارڈ محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

کبھی دفاتر کو آگ لگائی جاتی ہے کبھی ان کے اہم کاغذات چرا لیے جاتے ہیں۔ ایسا ہی کوئی چکر چلا کر کسی سرپنٹ وہاں کا بلاشرکت غیر مالک بن چکا تھا۔

وہ قلعہ کبھی کسی زمانے میں کسی حکمراں نے بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ رہنے کے لیے تعمیر کرایا تھا لیکن اب وہ جرائم کا سب سے بڑا اڈا بن گیا تھا۔ دنیا کے بدنام ترین اسمگلر لبنان کے جنوب مغربی ساحل سے اس وقت تک اپنا مال اسمگل نہیں کر سکتے تھے جب تک کہ سی سرپنٹ کو اپنے اعتماد میں نہ لیتے اور اسے معقول حصہ نہ دیتے۔

اگرچہ وہ بدنام ترین مجرم تھا، لیکن اسرائیلی حکومت سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے ——— حکام لبنان میں خانہ جنگی کو جاری رکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے لبنانی مسلمانوں کے خلاف ماروئی عیسائیوں کو سمندری راستے سے ہتھیار سپلائی کرتے تھے اور یہ ہتھیار سی سرپنٹ کے ذریعے لبنان میں عیسائیوں کے پاس پہنچتے تھے۔

یہی ہتھیار سپلائی کرنے کے معاملے میں سی سرپنٹ کرسٹوفر میکی کا دشمن بن گیا تھا۔ ان دونوں میں ایک بڑا فرق یہ تھا کہ سی سرپنٹ صرف عیسائیوں کے لیے ہتھیار حاصل کرتا تھا اور اپنے عیسائی بھائیوں سے ہی منافع حاصل کرتا تھا جبکہ کرسٹوفر میکی منافع حاصل کرنے کے لیے ملک و مذہب کی تفریق نہیں کرتا تھا جن لوگوں سے آمدنی زیادہ ہوتی تھی، وہاں تک ہتھیار پہنچا دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ فلسطینی مجاہدین کو بھی ہتھیار سپلائی کرتا تھا۔ سی سرپنٹ کی دشمنی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ کرسٹوفر میکی گولڈن ریکٹ والوں کو پریشان کرتا تھا اور ان سے اچھی خاصی رقمیں وصول کرتا رہتا تھا۔

میں سمندر کے کنارے ریت پر زائچہ بنانے کے بعد پالتی مار کر بیٹھ گیا تھا۔ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیے تھے آنکھیں بند کر لی تھیں جیسے مراقبے میں پہنچ گیا ہوں۔ میرے قریب وہ تمام مجاہدین، حدلقہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے اس انتظار میں تھے کہ میں انھیں مخاطب کروں گا۔

میں سی سرپنٹ کے متعلق اہم معلومات حاصل کرتا رہا۔ اس قلعے کے بارے میں بھی معلوم کرتا رہا پھر آنکھیں کھول دیں۔ سر اٹھا کر حدلقہ کی طرف دیکھا تو وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے اسے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ وہ قریب آ کر میرے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "اپنے ان ساتھی کو بلاؤ جس پر سب سے زیادہ اعتماد ہو۔"

اس نے اشارے سے اسی نوجوان کو بلایا جو مجھے مخاطب کر چکا تھا لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ بھی ہمارے پاس آ گیا۔ حدلقہ کے برابر میرے روبرو دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "میرے پاس معلومات کا جو ذخیرہ ہے، اسے میں سب کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتا۔ میں دودھ کا جلا ہوں چھاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہوں۔ برا ماننے کی بات نہیں ہے۔ میں تمام مجاہدین پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ میرے نوجوان دوست! تم بھی میرے لیے اجنبی ہو۔ لہٰذا میں تم پر بھی بہت سوچ سمجھ کر اعتماد کروں گا۔ تمھارا نام کیا ہے؟"

ویسے تو میں اس کا نام معلوم کر چکا تھا لیکن پوچھنا ضروری تھا۔ اس نے جواب دیا "میرا نام وارث حسین ہے۔"

"مسٹر وارث! تمھارے ان ساتھیوں میں کتنے جوان انگریزی بولتے اور سمجھتے ہیں؟"

"ان میں صرف دو انگریزی جانتے ہیں۔ باقی سب مقامی زبان سمجھتے اور بولتے ہیں؟"

وارث کی باتوں نے مجھے اور زیادہ محتاط بنا دیا۔ میں نے کہا "اس قلعے میں داخل ہونے کے بعد اگر ہم دشمنوں پر قابو پا جائیں گے تو اس قدر فائدہ حاصل ہوگا جس کی توقع تم میں سے کوئی نہیں کر سکتا۔ کیا تم کبھی اس قلعے کے اندر گئے ہو؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ پھر کہا "میرا ایک عیسائی دوست ہے۔ وہ اس قلعے کے بارے میں بتاتا ہے کہ راستے بہت پیچیدہ ہیں۔ کمرے ایک دوسرے سے گڈمڈ ہیں پہچاننے میں جاتے کہ ہم کس کمرے سے نکل کر گئے تھے اور کس میں جا رہے ہیں۔ میرا وہ عیسائی دوست یا تو سچ کہہ رہا تھا یا مجھے مسلمان سمجھ کر اس قلعے کو پُراسرار بنا رہا تھا۔"

میں نے کہا "اس نے درست کہا تھا۔ قلعے کے اندرونی راستے بہت ہی پیچیدہ ہیں۔ یہ باہر سے جیسا کھنڈر نظر آتا ہے، اس کا اندرونی حصہ اتنا ہی جدید طرز کا نمونہ ہے۔ وہاں ہر طرح کے عیش و آرام کا سامان موجود ہے۔ دور دراز سے اسمگلروں اور دیگر جرائم پیشہ افراد سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ٹرانسمیٹر سے لے کر دوسرے الیکٹرونک آلات اور کمپیوٹر وغیرہ سے کام لیا جاتا ہے۔ ان کے ہاں ایسے کمپیوٹر بھی ہیں جو سیٹلائٹ پیڈیا کا کام کرتے ہیں اور دنیا کی تمام معلومات فراہم کرتے ہیں۔ ہتھیاروں میں ریوالور اور پستول سے لے کر دور مار توپیں تک موجود ہیں یعنی وہ ایسا مضبوط اور مستحکم قلعہ ہے جس کے اندر ایک فوج بھاری تعداد میں ہمہ وقت چوکنا رہتی ہے۔ اب بتاؤ، کیا اس قلعے میں داخل ہونا پسند کرو گے؟"

"جناب! حدلقہ مجھے اس لیے ساتھ لائی ہے کہ میں موجودہ مسئلے میں آپ سے گفتگو کروں اور اسے اپنے ساتھیوں تک پہنچاؤں۔ میں نوجوان مجاہدین فورس میں ایک مشیر کی حیثیت رکھتا ہوں۔ میری طرح اور پانچ نوجوان ہیں جو مختلف مہمات کے سلسلے میں پلاننگ کرتے ہیں، طریقۂ کار اختیار کرتے ہیں۔ پھر اس مہم کو سر کرنے کے لیے قدم اٹھاتے ہیں۔ آپ جو سچویشن بتائیں گے، اس کے تحت وہاں کامیابی ممکن ہے۔ ایک تو وہ مضبوط قلعہ ہے۔ اندر جانا ہی دشوار ہے۔ اگر چلے گئے تو وہاں سے نکلنا اور وہاں سے کچھ حاصل کر کے آنا جوئے شیر لانے کے برابر ہوگا۔ پھر وہاں جدید ہتھیار کے ساتھ ایک فوج بھاری تعداد میں موجود ہے جو ہر وقت چوکنی رہتی ہے۔ اس پرانے کھنڈر نما قلعے کے اندر جدید الیکٹرونک آلات نصب ہیں۔ دور دراز کے علاقوں سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ٹرانسمیٹر اور معلومات حاصل کرنے کے لیے کمپیوٹر وغیرہ ہیں جتنی معلومات آپ نے حاصل کی ہیں، ہو سکتا ہے اور معلومات حاصل کرنے کے لیے بہت کچھ رہ گیا ہو۔ ان حالات میں کیا آپ کی عقل یہ کہتی ہے کہ ہم اس قلعے کے اندر داخل ہو کر صحیح سلامت واپس آ جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں، اپنے ساتھیوں کو وہاں جانے کا مشورہ دینا گویا خودکشی کرنے کا مشورہ دینا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی حدلقہ نے ریت پر زور سے ایک ہاتھ مارا۔ ایک جھٹکے سے گردن گھما کر وارث کی طرف یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو "ہم قلعے میں جائیں گے۔ ضرور جائیں گے۔ اپنی جان پر کھیلنے جائیں گے۔"

اس نے ریت پر ہاتھ مارنے کے بعد ہاتھ کو قلعے کی طرف گھما یا انگلی سے اشارہ کیا۔ میں نے کہا "حدلقہ! میں تمھارے جذبات کو سمجھتا ہوں۔ تم مجھ پر اعتماد کرتی ہو۔ میں وہاں جاؤں گا تو تم بھی جان پر کھیلنے کے لیے وہاں جاؤ گی لیکن سبھی مجھ پر اس حد تک اعتماد نہیں کر سکتے۔ جب چاروں طرف آہنی دیواریں ہوں۔ اندر جانے کا راستہ ہو، باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہو تو بھلا کون میری بات پر بھروسہ کرے گا۔ تم مر ہلا کر ہاں یا ناں میں جواب دو۔ کیا ایسے بیس مجاہدین تیار کر سکتی ہو جو ہم پر اندھا اعتماد کریں اور جان کی بازی لگا کر قلعے میں داخل ہونا پسند کریں؟"

حدلقہ نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ میں نے کہا "پھر یہاں سے جاؤ۔ میں تنہا مراقبے میں رہوں گا۔ تم خوب سوچ سمجھ کر اس مہم کے لیے مجاہدین کا انتخاب کرو۔ پھر انھیں میرے پاس لے آؤ۔ اندھیرا ہو چلا ہے۔ میں اسی ساحلی علاقے میں کہیں بھی مل سکوں گا۔ میرے لیے کچھ کھانے کو لے آنا۔"

وراثت حسین نے کہا "مجھے افسوس ہے، میں آپ لوگوں کا ساتھ نہیں دے رہا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ہمیشہ حاضر ہو سکتا ہوں۔ کیا مجھے جانے کی اجازت ہے؟"

میں نے کہا "ہاں، تم جا سکتے ہو۔"

وہ اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا۔ میں نے حدلقہ سے کہا "میری بات توجہ سے سنو۔ میں کوشش کروں گا کہ قلعے کے تین دروازے تم لوگوں کے لیے کھلے رہیں۔ اگر کسی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا تو اپنے ساتھ رسّے کا ایک بڑا بنڈل لے آنا ہو سکتا ہے قلعے کی دیواروں پر کمند ڈالنی پڑے۔ اس کے علاوہ مجاہدین کے پاس سائلنسر لگے ہوئے ریوالور لازمی ہوں تاکہ زیادہ فائرنگ کی آواز گونجنے نہ پائے۔ میرا بیگ مجھے

واپس کر دو۔ میں نے دراشت حسین کے سامنے یہ بتانا مناسب نہیں سمجھا کہ ہماری ملاقات اب یہاں نہیں ہوگی۔ میں ڈیمور کی بندرگاہ میں رہوں گا۔ رات کے دس بجے فرسٹ کلاس ویٹنگ روم میں ہماری ملاقات ہوگی۔ تم میرے لیے کھانے کی فکر نہ کرنا۔ جو بتا چکا ہوں اس پر عمل کرنا۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

اس نے میرا بیگ میرے حوالے کر دیا جس میں کرسٹوفر میکی کے تمام اہم کاغذات اور ٹرانسمیٹر وغیرہ موجود تھے۔ اس کے بعد وہ اٹھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس گئی پھر ان کے ساتھ وہاں سے جانے لگی۔ میں انھیں جاتے دیکھتا رہا۔ جب وہ بہت دور چلے گئے تو میں نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا۔ ڈیمور میں رہنے والے ایک ماتحت سے رابطہ قائم ہوتے ہی کہا۔ "میں قلعے کے مشرقی ساحل پر آبادی سے ذرا دور موجود ہوں۔ میرے لیے فوراً گاڑی لے آؤ۔"

پچیس منٹ کے بعد ہی ایک جیپ ساحل پر نظر آئی۔ وہ بہت دور رُک گئی تھی۔ اب ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ میں نے پھر رابطہ قائم کر کے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"ہم جیپ لے کر ساحل پر پہنچ گئے ہیں۔ میرے ساتھ چار آدمی ہیں۔"

بات کرنے والے نے اپنے علاوہ چار آدمیوں کے نام بتائے۔ کرسٹوفر میکی کی ڈائری میں وہ تمام نام موجود تھے۔ میکی ان پر بہت زیادہ اعتماد کرتا تھا۔ میں نے کہا۔ "انتظار کرو، ابھی آتا ہوں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر بولنے والے کے دماغ کے ذریعے یکے بعد دیگرے باقی چاروں ماتحتوں کے دماغ میں پہنچنے لگا۔ دس منٹ کے اندر یقین ہو گیا کہ وہ چاروں وفادار ہیں اور مجھے کسی حالت میں دھوکا نہیں دے سکتے۔

وہ گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی وجہ سے نظر آ گئے تھے۔ اب ہیڈ لائٹس بجھ گئی تھیں۔ میں انھیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ ان کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد تیزی سے چلتا ہوا جب قریب پہنچا تو وہ پانچوں میرے سامنے الرٹ ہو گئے۔ میں نے دور قلعے کی جانب دیکھا۔ تاریکی میں وہ ایک سیاہ ہیولے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ پھر میں نے ایک ماتحت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "سینڈو! آج رات میں اس قلعے میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔"

وہ تاریکی میں صحیح طرح نظر تو نہیں آ رہے تھے لیکن میں سینڈو کے دماغ میں رہ کر معلوم کر رہا تھا۔ وہ حیران ہو کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "سر! آپ وہاں کیوں جانا چاہتے ہیں؟ آپ تو جانتے ہی ہیں، سی سرپنٹ ایک شیطان کی طرح ظاہر بھی ہے اور پُراسرار بھی۔ لوگ اس کے متعلق طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ آج تک کوئی دشمن اس قلعے کے دروازے پر قدم نہیں رکھ سکا۔"

"آج اس کی اجازت کے بغیر قلعے میں داخل ہونے کا بہترین موقع ہے اور میں یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دوں گا۔ کیا تم دو عدد موٹر بلوٹ کا انتظام کر سکتے ہو۔ موٹر بلوٹ ایسی ہوں جن کے سامنے والے حصے میں سرخ رنگ کی پٹی ہو اور اس پٹی کے اوپر جلی حرفوں سے لکھا ہو۔ آئی سی جی۔ یہ ایمرجنسی کوسٹ گارڈز کا مخفف ہے۔"

سینڈو نے پوچھا۔ "کیا ہم اسرائیلی بن کر وہاں جائیں گے؟"

"میں تم لوگوں کی زندگی خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ یہ فلسطینی سرپھرے مجاہدین ہیں۔ یہ کس دن کام آئیں گے۔ میں انھیں قربانی کے بکرے بنا کر لے جاؤں گا۔"

ایک نے پوچھا۔ "لیکن آپ تنہا ان کے ساتھ جائیں گے تو آپ کو خطرات پیش نہیں آئیں گے؟"

میں نے جواب دیا۔ "تم لوگوں کو ابھی یہ نہیں معلوم ہے کہ گولڈن ریکٹ والے میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ان کے آدمی مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ سی سرپنٹ اکثر دوہری چالیں چلتا ہے۔ ایسے وقت وہ چاہتا ہے کہ میں گولڈن ریکٹ والوں کے ہاتھ نہ آؤں اور اس کے مفاد کے مطابق معاہدہ کر لوں۔ میں خود اس کے سامنے نہیں جاؤں گا۔ یہ فلسطینی مجاہدین مجھے قیدی بنا کر لے جائیں گے۔ میں نے مجاہدین کو یہ لالچ دیا ہے کہ وہاں سے انھیں ان کی خواہش کے مطابق ہتھیار دستیاب ہو سکتے ہیں۔ یہ مجھے معلوم ہے کہ اسرائیلی لانچ یا موٹر بلوٹ جب اس قلعے کے ساحلی گیٹ تک جاتی ہے تو ان کے لیے رکاوٹیں نہیں ہوتیں۔ اس لیے میں اسرائیلی طرز کی موٹر بلوٹ استعمال کرنا چاہتا ہوں۔"

ہم جیپ میں بیٹھ کر بندرگاہ کی طرف جانے لگے۔ میں نے کرسٹوفر میکی کے ماتحتوں کو حقیقت اس لیے نہیں بتائی کہ وہاں سے تمام مخالف گروہ اور دوسری جرائم پیشہ تنظیموں کو فلسطینی مجاہدین سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اگر انھیں یہ پتا چلتا کہ میں ان کا ساتھ دے رہا ہوں تو گولڈن ریکٹ والوں کی طرح کرسٹوفر میکی کے اپنے ماتحتوں کو بھی مجھ پر شبہ ہونے لگتا۔

میں مختصر کرتا ہوں۔ دو عدد موٹر بلوٹ کا انتظام ہو گیا۔ دس بجے سلیقہ سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے اس سے کہا۔ "بیس مجاہدین میں سے دس میرے ساتھ موٹر بلوٹ میں جائیں گے۔ باقی دس تمھارے ساتھ رہیں گے اور تم قلعے کے سامنے والے دو دروازوں سے داخل ہو جاؤ گی۔ کرسٹوفر میکی کے ماتحت ان دروازوں کو کھلا رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس وقت دس بج کر پچیس منٹ ہوئے ہیں۔ تم ساڑھے بارہ بجے تک اس قلعے میں پہنچ جانا۔"

میں نے کرسٹوفر میکی کے ایک ماتحت کو حدلیقہ کے ساتھ کر دیا۔ تاکہ اس ماتحت کے دماغ کے ذریعے حدلیقہ اور اس کے ساتھیوں کی رہنمائی کر سکوں۔ حدلیقہ نے دس ایسے مجاہدین کو میرے ساتھ کیا جن میں سے آٹھ انگریزی جانتے تھے۔ باقی دو مقامی زبان بولتے تھے۔ وہ سب اپنے شانوں سے اسٹین گنیں لٹکائے ہوئے تھے۔ میری ہدایت کے مطابق انھوں نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور بھی رکھ لیے تھے۔

ہم ٹھیک گیارہ بجے بیک پورٹ سے روانہ ہوئے۔

میں نے سی سرپنٹ کے ذریعے معلوم کر لیا تھا، اسرائیل کے مغربی ساحل سے اکثر اشرات کو ہتھیار اس قلعے میں پہنچتے تھے اور وہ ہتھیار ماروفی عیسائی گروہ تک پہنچائے جاتے تھے۔ اس بار دو موٹر بلوٹ میں دس ایسے اسرائیلی فوجی آ رہے تھے جو یہاں پہنچ کر ماروفی عیسائی نوجوانوں کو خانہ جنگی جاری رکھنے کے سلسلے میں باقاعدہ ٹریننگ دینے والے تھے۔

دوسری طرف آدھی رات کے بعد عزت علی بیروت پہنچ کر گولڈن ریکٹ کے مختلف اڈوں پر چھاپے مارنے والا تھا۔ میں چاہتا تھا، ایسے وقت لیلیٰ بھی باقی چار اڈوں پر کامیابی سے چھاپے مارے اور اپنے ریکارڈ میں نمایاں کارکردگی کا اضافہ کرے۔

میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا، وہ ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ شام تک پاکستانی میکی کا انتظار کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ اسے تلاش بھی کیا تھا لیکن پتا نہیں چل رہا تھا کہ میکی کہاں ہوں۔ اب وہ مایوس ہو کر سو جانا چاہتی تھی۔ مایوسی اس بات کی تھی کہ یہاں آنے کے بعد اب تک اس نے کوئی نمایاں کارنامہ انجام نہیں دیا تھا۔

اسی وقت میں نے اسے مجبور کیا کہ وہ کاغذ قلم اٹھائے۔ وہ سوچنے لگی۔ "میں کاغذ قلم کیوں اٹھانا چاہتی ہوں؟"

سوچنے اور انکار کرنے کے باوجود اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کاغذ اور قلم کو اٹھایا۔ پھر بے اختیار ان چار خفیہ اڈوں کے پتے لکھنے لگی۔ ان اڈوں کے جو سرغنہ تھے ان کے نام بھی اس نے لکھے۔ پھر میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ یوں بھی وہ آزاد تھی۔ صرف میرے اختیار میں تھی۔ جو کچھ وہ کہہ رہی تھی، اس پر تعجب بھی کر رہی تھی اور دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی۔ "میرے دماغ میں فرہاد ہیں، یقیناً فرہاد ہیں۔ وہی مجھ سے یہ لکھوا رہے ہیں۔"

لکھنے کے دوران وہ مجھے مخاطب بھی کرتی جاتی تھی۔ "پلیز، فرہاد! ایک بار مجھ سے باتیں کر لو۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں، آخر کب تک مجھے آزمائشوں میں مبتلا کرتے رہو گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب اس نے ان اڈوں کے پتے لکھ لیے تو اس کے دماغ سے چلا آیا۔ یقیناً وہ مجھے پکارتی رہی ہوگی لیکن میرا موٹر بلوٹ میں حاضر رہنا ضروری تھا۔

دونوں موٹر بلوٹ کو چلانے والے مجاہدین تجربہ کار تھے اور جانتے تھے کہ سمندر میں کتنے فاصلے سے ایک چکر کاٹ کر بارہ بجے کے بعد اس گیٹ کے سامنے پہنچنا چاہیے۔ ہم بارہ بجکر بیس منٹ پر اس قلعے کے قریب پہنچنے لگے۔ قلعے سے روشنی کا سگنل ملنے لگا۔ روشنی کی زبان سے پوچھا جا رہا تھا۔ "ہم کون ہیں؟"

میں بھی اپنی موٹر بلوٹ پر سے لائٹ کو آن آف کرتے ہوئے مخصوص اشارے دینے لگا۔ ایسے اشارے اور ان کے مخصوص کوڈ ورڈز کے متعلق سی سرپنٹ کے دماغ سے سب کچھ معلوم کر چکا تھا۔ قلعے والے مطمئن ہو گئے۔ ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی گئی۔ ہم قلعے کے اس حصے میں پہنچے جس کے دو طرف دیواریں دور سمندر تک چلی گئی تھیں۔ ان دیواروں کے درمیان موٹر بلوٹ اور چھوٹی لانچیں داخل ہوتی تھیں اور قلعے کے ساحلی گیٹ تک پہنچ جاتی تھیں۔ دوسرے لفظوں میں ان دیواروں کے درمیان سمندر کا پانی گیٹ تک پہنچ گیا تھا، ایک خلیج بن گئی تھی۔ ہم اس خلیج سے گزرنے لگے تو کوڈ ورڈز میں ہمارے متعلق پھر پوچھا گیا۔ میں نے بھی کوڈ ورڈز کے ذریعے جواب دیا۔ وہ پھر مطمئن ہو گئے۔

ہمیں خلیج سے گزر کر مین گیٹ میں داخل ہونے تک پندرہ منٹ لگ گئے۔ اس دوران کبھی میں قلعے کے ٹاور پر بیٹھے ہوئے اس شخص کے دماغ میں پہنچ جاتا تھا جو ہیڈ لائٹس اور دوربین کے ذریعے دور سمندر تک نگرانی کرتا رہتا تھا۔ مجھے یہ اندیشہ تھا، کہیں وہ اسرائیلی فوجی ٹریننگ دینے والے اس وقت نہ پہنچ جائیں۔ قلعے کے گیٹ میں داخل ہونے سے پہلے ہی مجھے ریڈیو آپریٹر کی آواز سنائی دی۔ "ایک اسرائیلی ٹیم سے رابطہ قائم ہو رہا ہے۔ پھر یہ اسرائیلی ٹیم کون ہے جو گیٹ سے داخل ہو رہی ہے؟"

میں توجہ سے ریڈیو آپریٹر کے دماغ میں بیٹھا ان کی باتیں سنتا رہا۔ دوسری طرف سے آنے والے اسرائیلی فوجی اپنے مخصوص انداز میں کہہ رہے تھے "ہم قلعے کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ شاید آدھ گھنٹے میں قلعے کے دروازے تک پہنچ جائیں۔"

ریڈیو آپریٹر نے کہا "پلیز، آپ کوڈ ورڈز بیان کریں۔"

اس سے پہلے کہ اسرائیلی ٹیم کا سربراہ کوڈ ورڈز بیان کرتا، میں نے اسے گڑبڑا دیا۔ اس نے سنبھل کر دوبارہ کوڈ ورڈز اپنی زبان سے ادا کرنے چاہے۔ میں نے پھر گڑبڑا دیا۔ تیسری بار اس نے کہا "سوری، مجھے سب یاد ہے۔ ایک ذرا بھول رہا ہوں۔ ابھی بیان کرتا ہوں۔"

اس نے تیسری، چوتھی بار کوشش کی۔ ریڈیو آپریٹر نے کہا "تم ہمیں بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں، قلعے کے قریب نہ آنا۔ اپنی کشتی واپس لے جاؤ۔ اگر آؤ گے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔"

وہ جب تک وارننگ دیتا رہا، اُدھر سے آنے والا اسرائیلی ٹیم کا سربراہ دل ہی دل میں کوڈ ورڈز یاد کرتا رہا اور بڑی کامیابی سے یاد کرتا رہا۔ اس نے فوراً کہا "پلیز، ایک منٹ، مجھے سب یاد آ گیا ہے۔ میں ابھی بیان کرتا ہوں۔"

اس نے جیسے ہی بیان کرنا شروع کیا پھر میں نے گڑبڑا دیا۔ اس بار اس نے کچھ دوسری طرح کے کوڈ ورڈز بیان کیے۔ ریڈیو آپریٹر نے کہا "ہم وہ نہیں ہیں جو تم سمجھتے ہو۔ یہ کوڈ ورڈز کسی اور کے لیے مخصوص ہوں گے۔ لہٰذا جس کے لیے ہیں، اسی کے پاس جاؤ۔ میں بار بار وارننگ دے کر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ ڈیٹس آل۔"

اس نے ریڈیو کو آف کر دیا۔ اس وقت تک میرے ساتھی موٹر بلوٹ سے اتر کر مین گیٹ کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو گئے تھے۔ انھوں نے سیڑھیوں کی بلندیوں تک دو قطاروں بنالی تھیں۔ درمیان میں میرے گزرنے کا راستہ بنا دیا تھا۔ میں یہ طریقۂ کار پہلے ہی انھیں سمجھا چکا تھا۔ تاکہ یہ تاثر دیا جا سکے کہ فوجی جوان اپنے کمانڈر کے اطراف مضبوط دیوار بن کر کس طرح اسے حفاظت سے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

جب میں ان کے درمیان پہنچا تو وہ گیٹ کی طرف پلٹ گئے، فوجی انداز میں چلنے لگے۔ میں ان کے درمیان چلتا ہوا گیٹ کے سامنے پہنچا۔ وہاں بھی میں نے سوال کے جواب میں کوڈ ورڈز ادا کیے۔ پھر قلعے کا وہ مضبوط ساحلی دروازہ جو اسمگلروں اور دوسرے جرائم پیشہ افراد کے لیے کھولا جاتا تھا، ہمارے لیے کھول دیا گیا۔ ہم اندر داخل ہوئے لیکن اب ہم تیز روشنی کی زد میں تھے۔ مجاہدین کو پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ وہ پتلون، شرٹ اور جیکٹ وغیرہ میں تھے۔ چہروں کی تشخیص نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اسرائیلی ہیں یا لبنانی، مسلمان ہیں یا عیسائی لیکن میرا چہرہ پہچان لیا گیا۔ دور کسی نے چیخ کر وہاں کی مقامی زبان میں کچھ کہا۔ میں نے فوراً ہی اپنے ایک ساتھی کے دماغ میں پہنچ کر اس کا ترجمہ معلوم کیا۔ وہ کہہ رہا تھا "ارے یہ تو کرسٹوفر میکی ہے۔"

اگرچہ میں اپنے ساتھ ہتھیار رکھنے کا عادی نہیں ہوں لیکن وہ ایسا موقع تھا کہ مجھے ایک انسٹرکٹر کی حیثیت سے کم از کم ایک ریوالور اپنے پاس رکھنا پڑا۔ میری کمر سے کارتوس کی پیٹی بندھی ہوئی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور تھا۔ سائلنسر جیب میں رکھ لیا تھا تاکہ وقت پر کام آئے اور میں مجبور ہو جاؤں تو وہ ہتھیار استعمال کر سکوں لیکن جتنی دیر میں ریوالور نکالتا، مجھے گولی مار دی جاتی۔ لہٰذا میں نے گیٹ پر ڈیوٹی دینے والے سیکیورٹی گارڈز کے افسر کے دماغ سے کام لیا۔

جس ہیڈ لائٹس سے ہم پر روشنی پھینکی جا رہی تھی، اس کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک شخص نے چیخ کر کہا "میں کرسٹوفر میکی اور اس کے ساتھیوں سے کہتا ہوں، فوراً اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لیں، ہم اُن پر اعتماد نہیں کر سکتے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سیکیورٹی گارڈ کے افسر نے ریوالور نکال کر پہلی گولی اسی بولنے والے پر چلائی۔ دوسری گولی سے اس ہیڈ لائٹ کا نشانہ لیا۔ دونوں ہی نشانے صحیح تھے۔ ایک طرف سے چیخ بلند ہوئی، دوسری طرف سے شیشوں کا چھناکا ہوا اور روشنی بجھ گئی۔

اتنی سی مہلت کافی تھی۔ تمام مجاہدین نے دوڑ لگائی، کچھ نے قلابازیاں کھائیں۔ میں نے زمین پر گر کر لڑھکتے ہوئے دوسری ہیڈ لائٹ پر فائر کیا جو روشن ہو چکی تھی۔ میری گولی نے یہ ثابت کر دیا کہ روشنی کی عمر بھی لمحاتی ہوتی ہے۔ بُلبلے کی طرح اُبھرتی ہے اور ڈوب جاتی ہے۔ ویسے بالکل تاریکی نہیں تھی، قلعے کے اس حصے میں خاص خاص مقام پر بلب روشن تھے۔ ان کی روشنی میں بہت کچھ دیکھا جا سکتا تھا۔ میں نے پھر زمین پر لڑھکتے ہوئے اُدھر کو رُخ لی، جدھر ایک دروازہ تھا۔ اس دروازے سے گزر کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر ٹاور کی بلندی تک پہنچا جا سکتا تھا۔ میں نے وہاں کھڑے ہوئے ایک مسلح گارڈ پر فائر کیا۔ جتنی دیر مجھے لڑھکنے میں لگتی تھی، اتنی دیر میں دماغی طور پر اس سیکیورٹی گارڈ سے کام لیتا رہا۔ اس نے بھی دروازے پر کھڑے ہوئے دوسرے گارڈ پر گولی چلائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کھڑے ہوئے دونوں مسلح دشمن زمین بوس ہو گئے۔ میرے لیے دروازہ کھلا تھا۔ میں وہاں سے اٹھ کر بھاگتا ہوا، رینگتا ہوا دروازے کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں میں اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ ایک زبردست ٹھوکر لگی۔ میں نیم تاریکی میں لڑھکتا ہوا دور جا کر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اس کے بعد اٹھ نہ سکا۔ ایک رسّی میری کنپٹی سے لگ گئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "خبردار، ریوالور پھینک دو۔ ہم تمہیں زندہ گرفتار کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے۔"

دوسری طرف سے ایک آواز آئی "مسٹر میکی! تمہارا منصوبہ ناکام ہو چکا ہے۔ تمہاری وہ ٹیم جو قلعے کے اگلے حصے سے داخل ہونے والی تھی، اس کے تمام فلسطینی چھوکرے ہمارے قیدی بن چکے ہیں اور تمہاری وہ چادر والی ..."

تیسری آواز آئی "ہم کہتے ہیں ریوالور پھینک دو۔ شرافت سے اٹھ کر مانک کے پاس آؤ اور اعلان کرو کہ تم ہتھیار پھینک رہے ہو تاکہ تمہارے ساتھی بھی ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہو جائیں۔"

میں نے ریوالور پھینک دیا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہاں تین مسلح جوان نظر آئے۔ چوتھا ایک عمر رسیدہ آفیسر لگتا تھا۔ وہ مانک کے سامنے کھڑا ہوا۔ مجھے ہاتھ کے اشارے سے آنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ انہوں نے پہلے سے وہ مانک و فون لا کر رکھا تھا تاکہ مجھ سے اعلان کرا سکیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انھیں میرے منصوبے کی اطلاع بہت پہلے ہی مل چکی تھی۔ سوال پیدا ہوتا ہے یہ اطلاع کس نے پہنچائی؟

ایک شخص میرے پیچھے رائفل لیے کھڑا ہوا تھا۔ رائفل کی نال میری پشت سے لگی ہوئی تھی۔ باقی دو میرے سامنے فاصلے پر رائفلیں تانے کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے دونوں کے دماغوں کو باری باری کنٹرول کیا۔ پھر تو وہی تماشہ ہوتا، جو میں دکھانا چاہتا تھا۔ ان میں سے ایک نے میرے پیچھے کھڑے ہوئے شخص کا نشانہ لیا۔ دوسرے نے نشانہ لینے والے کا نشانہ لیا۔ نتیجے کے طور پر وہاں دو لاشیں فرش پر تڑپنے لگیں۔ آفیسر نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

تیسرے مسلح جوان نے فوراً ہی اپنی رائفل کا رخ اپنے آفیسر کی طرف کرتے ہوئے کہا "سوری، ہم میکی کے آدمی ہیں۔ مسٹر میکی یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ تمہیں ان کے منصوبے کا علم کیسے ہوا؟"

آفیسر اپنا ہاتھ آہستہ آہستہ بڑھاتا ہوا مانک کی طرف لے جا رہا تھا۔ وہ مانک کا صوتی آن کرنا چاہتا تھا تاکہ ہماری باتیں دوسری طرف سنی جا سکیں یعنی اس مائیکروفون کے ذریعے ہماری آواز صرف مجاہدین اور دوسرے لڑنے والوں تک ہی نہیں بلکہ اس قلعے کے مختلف اہم مقامات تک پہنچتی اور وہ سب سمجھ لیتے کہ جو جال میرے لیے بچھایا گیا ہے، اس میں سی سرپنٹ کے آدمی خود ہی الجھ گئے ہیں۔ میری جیت کو ہار میں بدلنے والے خود شکست کھا رہے ہیں۔

لیکن وہ مانک کے سوئچ کو آن نہ کر سکا۔ میں نے اس مسلح جوان کی کمر پر ایک زور کی لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا جا کر اپنے آفیسر کے اوپر گرا۔ وہ دونوں لڑھکتے ہوئے پچھل دیوار سے جا کر لگ گئے۔ رائفل ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی، وہ اس دوران میری خیال خوانی کی گرفت سے آزاد ہو چکا تھا کیونکہ میں حاضر دماغ نہ رہ کر ان سے نمٹ رہا تھا۔ جیسے ہی میں ان کے قریب پہنچا، وہ رائفل سیدھی کر کے میرا نشانہ نہ لے سکا۔ میں نے اس کے پیٹ میں ایک لات ماری جیسے ہی وہ جھکا، اس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ پھر سیدھا ہو کر دیوار سے لگ گیا۔ میں نے پوچھا "اپنے آفیسر پر رائفل تان رہے تھے۔ شرم نہیں آتی؟ چلو ہتھیار آفیسر کو دو تاکہ یہ ہم دونوں کو گولیوں کا نشانہ بنا سکے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی آفیسر نے اس سے رائفل چھین لی۔ پھر وہ حیرانی پہلے لینا چاہتا تھا لیکن میں نے رائفل کا رُخ دوسری طرف کر دیا۔ فائرنگ ہوئی اور اس کا وہ تیسرا محافظ بھی فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ بوکھلا گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ جتنی دیر میں وہ سمجھتا، میں اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ میں نے ایک کرائے کا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ رائفل چھوٹ کر گر پڑی۔ میں نے ایک بازو کو اس کی گردن میں ہار کی طرح پہنایا۔ پھر اسے دبوچ کر پوچھا "ہاں تو بتاؤ، میرے منصوبے کا علم کیسے ہوا؟ کس نے میرے یہاں آنے کی اطلاع دی ہے؟"

اس کی گردن میرے بازو میں جکڑی ہوئی تھی، سانس رکتی جا رہی تھی۔ وہ گھبرا کر بولا "ہم، ہم میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے سی سرپنٹ نے اطلاع دی تھی کہ کرسٹوفر میکی قلعے کے ساحلی دروازے سے آنے والا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ قلعے کے سامنے سے تمہارے جو ساتھی آنے والے ہیں، ان پر ہمارے دوسرے آدمی قابو پا لیں گے۔ میری اطلاع کے مطابق ان پر قابو پا لیا گیا ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔"

اس کے بولنے کے دوران میں اس کے دماغ کو بھی پڑھ رہا تھا۔ واقعی اسے کچھ نہیں معلوم تھا۔ جو اطلاع سی سرپنٹ کی طرف سے ملی تھی، وہی مجھے سنا رہا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک اسی طرح اس کی گردن دبوچے رہا اور خیال خوانی کے ذریعے مجاہدین کی خبر لیتا رہا۔ وہ بڑی کامیابی سے محاذ آرائی کر رہے تھے اور جوابی فائرنگ کرتے جا رہے تھے۔ ان میں سے دو ہلاک ہو گئے تھے لیکن انہوں نے کتنے ہی دشمنوں کو مار گرایا تھا۔ جس سیکیورٹی آفیسر کے دماغ میں میں نے قبضہ جمایا تھا، اس کا دماغ پھر مجھے نہ مل سکا۔ یعنی وہ کسی کی گولی کا نشانہ بن چکا تھا۔

میں نے اس کی گردن کو چھوڑتے ہوئے کہا: "میں جانتا ہوں، قلعے کے اس حصے کا کنٹرول تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ یہاں کے تمام مسلح گارڈز تمہارا حکم مانتے ہیں۔ چلو سوئچ آن کرو اور انہیں ہتھیار پھینکنے کا حکم دو۔"

میں کن انکھیوں سے ان ہتھیاروں کو دیکھ رہا تھا جو مُردہ گارڈز کے پاس پڑے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: "کوئی چالاکی نہیں چلے گی۔ سیدھی طرح میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

وہ اتنی آسانی سے تعمیل کرنے والا نہیں تھا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کا سہارا لیا تو اس نے سوئچ کو آن کرتے ہی باوقار انداز میں حکم دیا: "ہیلو! اٹینشن پلیز! میں سی سرپنٹ کے حکم سے اپنے مسلح جوانوں کو حکم دیتا ہوں، وہ فوراً ہتھیار پھینک دیں۔"

اس نے تین بار یہ اعلان کیا۔ فائرنگ رک گئی۔ اس کی آواز اسپیکر کے ذریعے قلعے کے اندرونی حصّوں میں نجانے کہاں کہاں گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: "میرے تمام مسلح جوان ہتھیار پھینکنے کے بعد اپنے اپنے ہاتھ اٹھا کر ساحلی گیٹ کے قریب کھلے چبوترے پر آ کر کھڑے ہو جائیں۔"

جیسے ہی اس کی بات ختم ہوئی، میں نے مانک کے سوئچ کو آف کیا۔ پھر اسے جکڑ کر مانک سے دور اپرے لے گیا۔ اس کے ساتھ ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ سی سرپنٹ یہ اعلان سن کر حیران تھا۔ اس نے ایک بٹن دبا کر پوچھا: "یہ کیا بکواس ہے۔ کیا آفیسر تھرمون کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اسے فوراً حراست میں لیا جائے اور اس سے جواب طلب کیا جائے۔"

اس کے بعد وہ دوسرا سوئچ آن کر کے اپنی طرف سے اعلان کرنا چاہتا تھا کہ کوئی ہتھیار نہ پھینکے۔ اس کے سامنے میز پر شراب سے بھرا ہوا جام رکھا تھا۔ میں نے اس کے دل میں خواہش پیدا کی۔ پہلے وہ دو گھونٹ پیے پھر آفیسر تھرمون کے اعلان کے خلاف دوسرا اعلان کرے اور اپنے آدمیوں کو لڑتے رہنے کا حکم دے۔

اس نے غصّے سے جام اٹھا کر ہونٹوں سے لگایا۔ دو گھونٹ پینا چاہتا تھا، لیکن چار بڑے بڑے گھونٹ اس نے حلق میں اتارے۔ پینے کے ساتھ ساتھ اس نے ایک زور کی سانس کھینچی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زور کا ٹھسکا لگا۔ کھانسی شروع ہو گئی۔ سانس اوپر کی اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔ وہ سینہ تھام کر میز پر جھکا۔ اس کی آنکھوں سے اور ناک سے پانی بہہ رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ بھلا ایسے میں اعلان کیسے کر سکتا تھا۔

میں نے پھر آفیسر تھرمون کے ساتھ مانک کے قریب آ کر سوئچ کو آن کیا۔ اس بار میں نے اعلان کرتے ہوئے کہا: "میں کرسٹوفر میکی اپنے دلیر جوانوں سے مخاطب ہوں۔ جو لوگ کھلے چبوترے پر پہنچ چکے ہیں، انھیں چاروں طرف سے گھیر کر اس گودام تک لے جاؤ جہاں اسمگلنگ کا مال رکھا جاتا ہے۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے دیکھا۔ میرے حکم کی تعمیل ہو رہی تھی۔ میں آفیسر تھرمون کو وہاں سے دھکا دیتا ہوا زینے کے پاس لے گیا۔ پھر کہا: "چپ چاپ زینہ چڑھتے ہوئے اوپر کنٹرول روم میں چلو۔ میں تمہارے ساتھ نہیں آؤں گا۔ تم آزاد ہو۔"

اس نے حیرانی اور بے یقینی سے دیکھا۔ پھر دوڑتے ہوئے زینے پر چڑھتے ہوئے اوپر کی طرف جانے لگا۔ میں نے ایک کھڑکی کھول کر دیکھا۔ میرے ساتھ آنے والے مجاہدین تمام نہتے گارڈز کو گھیر کر گودام کے سامنے لے آئے تھے۔ میں کھڑکی کی طرف سے پلٹ کر مانک کے پاس آیا۔ اُدھر آفیسر تھرمون تیزی سے چڑھتا جا رہا تھا۔ ابھی اوپر پہنچنے میں دیر تھی۔ میں نے مانک کے سوئچ کو آن کرتے ہوئے مجاہدین کو مخاطب کیا اور کہا: "جس ساحلی گیٹ سے ہم داخل ہوئے تھے، وہاں کے سیکیورٹی آفیسر کی جیب میں گودام کی چابیاں ہیں۔ انھیں نکال کر تالا کھولو اور نہتے گارڈز کو بند کر دو۔ خواہ مخواہ کسی کی زندگی سے کھیلا نہ جائے۔"

وہ میرے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ میں آفیسر تھرمون کے دماغ میں پہنچ گیا لیکن مجھے سی سرپنٹ کے دماغ میں پہنچنا چاہیے تھا۔ میں نے دیکھا کہ تھرمون اوپر پہنچ چکا ہے تو اسے پھر پلٹ دیا۔ وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے زینے سے اترنے لگا۔ اب وہ نیچے میری طرف آ رہا تھا۔ میں نے سی سرپنٹ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔

وہ اپنی کھانسی پر قابو پا چکا تھا۔ بٹن دبا کر قلعے کے داخلی

ملاقاتی والے مسلح گارڈز کو حکم دینا چاہتا تھا کہ ہتھیار نہ پھینکیں، جنگ جاری رکھیں۔ پھر اسے خیال آیا، بہت دیر ہو چکی ہے۔ اتنی دیر میں وہ ہتھیار پھینک کر مجاہدین کے قابو میں آ گئے ہوں گے۔ وہ دوسرا بٹن آن کر کے قلعے کے دوسرے حصّے کے مسلح گارڈز کو ادھر بھیجنا چاہتا تھا۔ اس کا ہاتھ دوسرے بٹن کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں نے اسے جام کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے بے اختیار اسے تھام کر حیرانی سے سوچا: "میں خواہ مخواہ پینے کیوں لگتا ہوں۔ وہ بھی ایسے وقت جبکہ میکی ہیرو بن کر جرأت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ میرے قلعے میں داخل ہو کر تباہی مچا رہا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اسی لیے تو اپنے دماغ کو پٹرول پہنچا رہا ہوں تاکہ یہ اچھی طرح کام کر سکے۔"

اکثر شراب پینے والے اس لعنت کو پٹرول کہتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے، اس کے ذریعے دماغ کی گاڑی چلتی ہے اور خوب چلتی ہے۔ لہٰذا وہ بھی جام اٹھا کر اوپر سانس کھینچتے ہوئے پینے لگا۔ ظاہر تھا، پھر اسے ٹھسکا لگتا۔ نہ لگتا تو میں پہنچاتا اور میں نے پہنچایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دوسری بار بٹن نہ دبا سکا۔ میں ادھر سے فرصت پاتے ہی زینے کی طرف دیکھنے لگا۔ آفیسر تھرمون تیزی سے اترتا ہوا نیچے آ رہا تھا۔ میں نے اسے گھور کر دیکھتے ہوئے ڈانٹ کر پوچھا: "یہ کیا حرکت ہے میں نے تمہیں اوپر جانے کے لیے کہا تھا۔ یو بلڈی فول۔ چلو اوپر جاؤ۔"

وہ بے چارہ اوپر جا کر نیچے آیا تھا۔ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ جانا نہیں چاہتا تھا، میں نے پھر اسے پلٹا کر اوپر کی طرف دوڑا دیا۔ وہ تیزی سے دوڑنے لگا۔ جب ذرا اوپر پہنچا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ٹھٹک گیا۔ رک کر سوچنے لگا: "میں پھر اوپر جا رہا ہوں؟"

میں نے بلند آواز سے کہا: "جو حکم دیا ہے اس پر عمل کرو۔"

وہ فوراً ہی اوپر کی طرف اس خیال سے جانے لگا کہ کنٹرول روم میں اس کے آدمی ہیں۔ ان کے ذریعے وہ مجھے گرفتار کر سکے گا۔ بہرحال اُدھر وہ دوڑنے لگا، ادھر میں نے فائرنگ کی خبر لی۔ انھوں نے تمام نہتے گارڈز کو گودام میں بند کر دیا تھا۔ وہاں سے میں نے سی سرپنٹ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ کھانسنے کے دوران اپنے سینے کو سہلا رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو ٹٹولنا شروع کیا۔ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے: "آخر اس نے میرے منصوبے کا علم کیسے ہوا تھا؟"

اس کی سوچ نے بتایا، اسے خفیہ طور پر اطلاع دی گئی تھی۔ اس سے کہا گیا تھا، قلعے کے اگلے دروازے کو اور پچھلے ساحلی دروازے کو کھلا رکھا جائے یا جس انداز میں بھی میکی داخل ہونا چاہے اسے داخل ہونے دیا جائے۔ ایک طرف میکی کو اور دوسری طرف اس چادر والی عورت کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ انھیں زندہ گرفتار کیا جائے۔ ان کے باقی ساتھی مارے جائیں، کوئی بات نہیں۔

سی سرپنٹ کی سوچ پڑھ کر مجھے مایوسی ہوئی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اس قلعے کا مالک ہے، مختار ہے اور اس کے حکم سے یہاں کوئی شخص اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا ہے تو پھر اسے میرے منصوبے کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو گا اور معلومات حاصل کرنے کے ذرائع بھی معلوم ہوں گے۔

سرپنٹ کی سوچ کہہ رہی تھی، یہ پہلی بار خفیہ طریقے سے اطلاع ملی ہے۔ اسے یقین نہیں تھا کہ اطلاع کے مطابق ایک طرف سے کرسٹوفر میکی اور دوسری طرف سے کوئی چادر والی قلعے میں داخل ہونا چاہتی ہے اور ان کے ساتھ دس دس افراد ہیں۔ ویسے یقین نہ ہونے کے باوجود اس نے اپنے مسلح گارڈز کو محتاط رہنے کے لیے کہا تھا۔

اب سی سرپنٹ کو یقین ہو گیا تھا۔ وہ اپنے ٹھسکے اور کھانسی پر قابو پاتے ہوئے دو پریشان کُن خیالات میں الجھا ہوا تھا۔ ایک تو یہ کہ بار بار وہ کیوں پی رہا ہے اور اسے ٹھسکے کیوں لگ رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اطلاع کس نے دی تھی؟

میں ایک جگہ ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ خیال خوانی کی چھلانگیں لگا رہا تھا۔ اگرچہ قلعے کے ساحلی حصّے پر تا قبض ہو رہا تھا، یہاں کے لوگوں پر غالب آ رہا تھا، تاہم قلعہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا اور میرا راز فاش ہو چکا تھا۔ میرے خلاف مخبری کرنے والا ایک تھا یا کئی تھے، میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اگر ایک سے زیادہ ہوں گے تو یقیناً وہ قلعے میں بھی ہوں گے اور ان کی نظریں مجھ پر ہوں گی اور وہ کسی مناسب موقع کے انتظار میں ہوں گے۔

میرے لیے دانشمندی یہی تھی کہ جلد سے جلد سی سرپنٹ کے سر پر پہنچ جاؤں۔ اسے اپنے قابو میں کروں گا تو پورا قلعہ میرے قابو میں رہے گا۔ میں نے اس کے دماغ سے معلوم کیا، وہ جہاں بیٹھا ہوا تھا، وہاں تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ کون سا ہو گا؟ اس دوران سی سرپنٹ انٹرکام کے ذریعے اپنے خاص ماتحتوں کی رپورٹ سن رہا تھا۔ وہ بتا رہے تھے کہ ٹاور کے نچلے حصّے میں جہاں کرسٹوفر میکی ہنگامہ کر رہا ہے، وہاں تک پہنچنے کے لیے ان کے بہترین فائٹر خفیہ

راستوں سے گزر رہے ہیں۔

میں نے فوراً ہی فرش پر پڑے ہوئے اپنے ریوالور کو اٹھا کر اسے پوری طرح لوڈ کیا۔ پھر اسے ہولسٹر میں رکھ کر ایک رائفل اٹھالی۔ وہاں سے پلٹ کر اس دروازے کو کھولتے ہوئے دوسری طرف نکل گیا جو خفیہ راستوں کی طرف لے جاتا تھا۔ جو بہتر بن فائٹر میری طرف آرہے تھے، میں خود ان کی طرف بڑھنے لگا۔ یہی ایک راستہ تھا۔ اگر میں دوسرے راستوں سے سی سرپنٹ تک پہنچنا چاہتا تو پتا نہیں کن مقامات پر کتنے پہرے داروں کی ڈیوٹی تھی اور وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے۔ مجھے وارننگ دیتے یا وارننگ دیے بغیر ہی گولی مار دیتے۔

وہ خفیہ راستہ ایک لمبی سرنگ کی طرح تھا لیکن وہ زمین دوز نہیں تھا۔ وہاں نیم تاریکی تھی۔ کافی فاصلوں پر دھیمی روشنی کے بلب لگے ہوئے تھے جن کی وجہ سے راستہ سجھائی دیتا تھا۔ ذرا دور جانے کے بعد ہی مجھے کئی قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ میں ایک جگہ دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ آنے والے جلد ہی نظر آگئے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی ذرا سنبھلے۔ میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر قریبی بلب پر فائر کیا۔ وہ بلب ایک چھناکے سے ٹوٹا۔ اس حصے میں اچھی خاصی تاریکی چھا گئی۔ فائر کرتے ہی میں زمین پر گر پڑا تھا کیونکہ وہ لوگ ٹارچ روشن کر رہے تھے۔ جہاں جہاں ٹارچ روشن ہوئی، وہاں میں نے لڑھکتے ہوئے، کروٹ بدلتے ہوئے کئی فائر کیے اور کئی چیخیں سنتا رہا۔ ٹارچیں بجھ گئیں۔ اب کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ میری طرف روشنی پھینک سکتا۔

آنے والوں کے پیچھے بہت دور ایک بلب روشن تھا۔ اس کی روشنی بمشکل ہم تک پہنچ رہی تھی۔ پھر بھی ان میں سے ایک ذرا حاضر دماغ تھا۔ اس نے فوراً ہی اس بلب پر فائرنگ کی تاکہ بالکل تاریکی چھا جائے اور میں ان پر جوابی فائرنگ نہ کرسکوں۔

اب ہر طرف مکمل تاریکی تھی۔ ہمارے درمیان اندھیرے کا کھیل شروع ہوگیا تھا۔ میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ یہ انسان کی فطرت ہے، گہری تاریکی میں دیوار کا سہارا لے کر راستہ تلاش کرتا ہے۔ ہم میں سے کوئی اس سرنگ نما راستے کے درمیان تنہا کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں سے بھی فائرنگ ہو سکتی ہے لیکن فائرنگ کرنا بھی حماقت ہوتی۔ کیونکہ ریوالور سے یا رائفل سے تاریکی میں شعلے بلند ہوتے اور یہ معلوم ہوجاتا کہ فائرنگ کرنے والا کہاں ہے۔ پھر جوابی فائرنگ اسے ہمیشہ کے لیے چاٹ جاتی۔

میں دیوار سے ذرا ہٹ کر چلنے لگا۔ بہت آہستہ آہستہ پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہا تھا۔ لیکن یہی طریقہ وہ بھی استعمال کر رہے تھے۔ انھوں نے بھی دیوار کا سہارا نہیں لیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مقام پر دو آدمیوں سے ٹکرا گئی۔ فوراً ہی اچھل کر پیچھے چلا آیا۔ اس کے بعد ایسی آوازیں آئیں جیسے باقی افراد آپس میں ٹکرا گئے ہوں۔ وہ دونوں ایک دوسرے پر حملہ کر رہے تھے۔ یقیناً ایک دوسرے کو میکی سمجھ رہے تھے۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ رائفل کو نال کی طرف سے پکڑ لیا۔ پھر اندازے سے آواز کی سمت حملہ کیا۔ رائفل کُندہ کسی پر پڑا۔ ایک دلدوز چیخ نکلی۔ میں نے پھر اندازے سے گھمایا، وار خالی گیا۔ دوسری بار میں نے پینترا بدل کر رائفل کو گھمایا۔ اس بار ایک چیخ بلند ہوئی۔ میں نے فوراً رائفل کی نال کی سُن گن لی۔ پتا چلا، وہ دونوں زمین پر گر پڑے ہیں اور بے اختیار کراہ رہے ہیں۔ میں نے کراہنے کی آواز کو غور سے سنا۔ سمت کا تعین کیا پھر حملہ کیا۔ اس بار پھر وہی چیخیں سنائی دیں۔ شاید وہ فرش پر گر پڑے ہوں گے اور تڑپ رہے ہوں گے۔

ان میں سے ایک شخص ڈوبتی ہوئی آواز میں بڑبڑا رہا تھا لیکن وہ مقامی زبان کی بڑبڑاہٹ تھی۔ میں اس کا دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا اور نہ ہی یہ جان سکتا تھا کہ وہ پر حملہ کرنے والے کتنے تھے، کتنے مر چکے تھے اور کتنے زخمی تھے۔ ان میں سے کسی کی ٹارچ لے کر روشن کرنا بھی دانشمندی تھی۔ میں نے رائفل کو وہیں چھوڑ دیا۔ زمین پر اوندھا لیٹا آہستہ آہستہ رینگنے لگا۔ ایک لاش کے پاس پہنچا پھر اس اوپر سے گزرتا ہوا آگے بڑھا۔ آگے پھر ایک لاش پر گزرنا پڑا۔ یہی طریقہ مناسب تھا۔ میں رینگتے ہوئے آگے رہا تھا۔ اگر کوئی دشمن زندہ تھا یا زخمی حالت میں تھا تو تاریکی میں رینگتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جب بہت فا پر ایک اور بلب نظر آیا تو میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا لوگ مجھ سے بہت دور رہ گئے تھے۔ میں وہاں سے کر دوڑتا ہوا اس راستے پر جانے لگا جو مجھے سی سرپنٹ پہنچا سکتا تھا۔

اچانک ہی میں روشنی میں نہا گیا۔ دوڑتے دوڑتے دم سے ٹھٹک گیا۔ چاروں طرف حیرانی سے دیکھنے لگا۔ پہنچا تھا، وہاں چاروں طرف ہیڈ لائٹس نظر آرہی تھیں ایک اسپیکر سے قہقہہ سنائی دے رہا تھا۔ پھر سی سرپنٹ کی سنائی دی "مسٹر میکی! ہم تمھیں بڑی وضاحت سے اسکرین دیکھ رہے ہیں۔ ریوالور پھینک دو۔ وہ محض ایک کھلونا

"تم کتنوں پر فائرنگ کرو گے۔ کتنی لائٹوں کو بجھاؤ گے؟"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ میں ایک ریوالور سے کچھ ہی کر سکتا تھا۔ مجھے ریوالور پھینکنا پڑا۔ وہ کہنے لگا "میکی! شاید یقین نہ کرو، تمھارے یہاں آنے سے پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ تم آرہے ہو۔ صرف سا جلی راستے سے نہیں بلکہ پیچھے کے اگلے دروازے سے بھی تمھاری ٹیم کے کچھ افراد یہاں پہنچنے والے ہیں۔ تمھیں حیرانی تو ہوگی کہ وہ مخبر کون ہے؟"

میں اس کی آواز سن رہا تھا اور یہ بھی سننا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے؟ اس نے کہا "پہلے میں خود حیران تھا مگر مجھے اطلاع دینے والا اب میرے پاس بیٹھا ہے۔ ہاں تو یوسف، بتاؤ تمھیں کرسٹوفر میکی کی پلاننگ کس طرح معلوم ہوئی؟"

یوسف عربی زبان میں کہنے لگا۔ میں عربی نہیں سمجھتا لیکن سی سرپنٹ کے دماغ سے ترجمہ سن رہا تھا۔ اس نے یکے کے ذریعے کہا "کرسٹوفر میکی! اگر تم واقعی میکی ہو تو اس کی ج عربی اور عبرانی زبان ضرور سمجھتے ہوگے۔ بتاؤ، یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

میں نے مرا اٹھا کر کہا "یہ جو کچھ کہہ رہا ہے، ایک غدار زبان سے کہہ رہا ہے۔ اگرچہ یہ فلسطینی مسلمان ہے لیکن مجاہدین درمیان رہ کر ان کے راز تم لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ اس تمھیں پوری بات نہیں بتائی، لیکن میں سمجھ گیا ہوں۔ حدیقہ میں مجاہرین کی جو ٹیم تیار کی تھی، ان میں سے ایک یہ بھی ا۔ اس نے تمام پلاننگ سن لی لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں ئی۔ اس نے تمھیں اطلاع دینے وقت خود کو راز میں کیوں رکھا؟"

سی سرپنٹ نے ہنستے ہوئے کہا "یہ اصل آدمی نہیں ے تھیں یہاں گھیرے کا سہرا ایک دوسری ہستی کے سر ہے۔ یقیناً اس سے مل کر خوش ہو جاؤ گے۔ وہ دیکھو، تمھارے منے دروازہ کھل رہا ہے اور وہ آرہی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ذرا فاصلے پر ایک دروازہ لے لگا۔ اس کھلے ہوئے دروازے کے اندر تیز روشنی تھی۔ وہاں کسی کا سایہ میرے سامنے پڑ رہا تھا۔ میں اسے سایہ نہیں چھائیں کہوں گا۔ وہ پرچھائیں چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔

میرا دل دھک سے رہ گیا۔ سی سرپنٹ فخریہ انداز میں رہا تھا "دیکھو! آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو۔ یہی وہ ہستی ہے سامنے تمھارے منصوبے کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔"

وہ آرہی تھی۔ دروازے سے گزر کر جب میرے سامنے روشنی میں آئی تو وہ چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔ یقیناً اس کے اندر وہ خنجر بھی ہوں گے جو اس کے خصوصی کردار کا ایک حصہ تھے۔ یعنی گونگی، خنجر اور چادر کی علامتیں مکمل ہو رہی تھیں۔

میں کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی اسے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ کیا مجھ پر جان دینے والی میری جان کی دشمن بن سکتی ہے؟

وہ کچھ نہیں بول رہی تھی۔ پہلے بھی گونگی تھی، اب بھی گونگی بنی ہوئی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ دوسری طرف پلٹ گئی۔ جس دروازے سے آئی تھی، اس کی طرف منہ کرلیا۔ میری طرف اس کی پشت ہوگئی۔ پھر وہ چادر کھلنے لگی۔ دونوں بازو پھیل گئے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے چادر تھام رکھی تھی۔ اسے آہستہ آہستہ نیچے سرکا رہی تھی، یعنی چادر گرا رہی تھی، پردہ اٹھا رہی تھی۔ پہلے اس کا سر نظر آیا پھر اس کی گھنی سیاہ ریشمی زلفیں نظر آنے لگیں۔ پھر اس نے چادر چھوڑ دی۔ وہ چادر اس کی پشت پر سے سرکتی ہوئی نیچے فرش پر گر پڑی۔

وہ سراپا میرے سامنے بے پردہ تھی۔ میں کسی لمحے میں اس کا چہرہ دیکھنے والا تھا۔ وہ میری طرف گھومنے ہی والی تھی۔ بڑی حسرت تھی کہ اس کا چہرہ دیکھوں، اس کی آواز سنوں لیکن اب مجھے شدید نفرت ہو رہی تھی۔ میں نے سوچ لیا، وہ میری طرف گھوم کر خود کو دکھائے گی تو منہ پھیر لوں گا۔ اپنی آواز سنائے گی تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لوں گا۔ لیکن انگلیاں، ٹھونسنے سے پہلے ہی اس کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "میرے پیارے میکی! میرے محسن! کیا اپنی حدیقہ کا چہرہ نہیں دیکھو گے؟"

اس کی آواز نہ سننا حماقت ہوتی۔ میں نے سن لیا، اچھا کیا۔ اس کی کھوپڑی میں پہنچتے ہی انکشاف ہوا، میں جو سمجھ رہا تھا، وہ نہیں تھی اور جو نہیں سمجھ رہا تھا وہ تھی۔

اس نے گھوم کر اپنی رونمائی کی۔ فضا میں اپنی ایک مٹھی بلند کرتے ہوئے کہا "تمھاری حدیقہ میری مٹھی میں ہے۔"

وہ مس گاڈ تھی۔

اور اس نے سچ مچ مجھے مس گاڈ کیا تھا۔

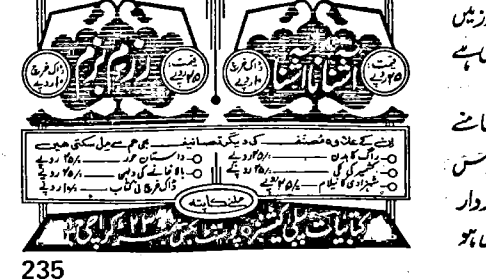
جاسوسی ڈائجسٹ کی پالیسیوں کے مطابق شائع ہوگی
کی دوستی کی تجدید شائع ہوگی
کی دوستی کی تجدید شائع ہوگی
کی دوستی کی تجدید

میں نے مس گائڈ کو دیکھ کر یوں شدید حیرانی ظاہر کی جیسے میرا سر چکرا رہا ہو۔ دراصل میں پہلی فرصت میں حدیقہ کے متعلق معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ولیم بروک کے دماغ کو پڑھا۔ صرف اتنا ہی معلوم کیا کہ وہ زندہ ہے یا نہیں؟ معلوم ہوا وہ زندہ بھی ہے اور غیر یقینی بھی۔ پھر میں دماغی طور پر حاضر کر مس گائڈ کی طرف دیکھتے ہوئے گھورنے لگا۔ وہ حیرانی سے بولی "ابھی تو تم حیران ہو کر دیکھ رہے تھے۔ اب گھور رہے ہو کیا بات ہے؟"

میں نے پوچھا "حدیقہ کہاں ہے؟"

وہ اپنی ایک انگلی انکار کی صورت میں ہلاتے ہوئے بولی "قیدی کو سوال کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ ہم تم سے سوال کریں گے اور تم جواب دو گے۔"

میں نے شوخی سے مسکراتے ہوئے کہا "جہاں تک تعلق ہے قیدی بننے کا تعلق ہے تو سر تسلیم خم ہے، جو مزاج یار میں آئے لیکن سی سرپنٹ کا جہاں تک تعلق ہے وہ بے چارہ مجھے اس زندگی میں کبھی اپنا قیدی نہیں بنا سکے گا۔"

سی سرپنٹ کی آواز اسپیکر کے ذریعے گرجتی ہوئی آئی "یو نان سنس، زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تمہیں پتا چل جائے کہ قلعے میں قید ہونے والوں کو کتنی اذیت ناک سزائیں دی جاتی ہیں تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

میں جانتا تھا سی سرپنٹ کا پورا خاندان اس قلعے میں آباد ہے۔ اس کی بیوی، اس کی جوان بیٹی، جوان بیٹا اور چھوٹے بچے قلعے کے ایک حصے میں شاہانہ زندگی گزارتے ہیں نے کہا "تم مجھے جان سے نہیں مار سکو گے۔ میں جانتا ہوں گولڈن ریکٹ والوں کو میری ضرورت ہے اور تم بھی مجھ سے فائدے اٹھانے کی کوشش کرو گے۔ رہ گئی اذیت دینے کی باتیں تو یہ حسرت بھی تمہارے دل میں رہ جائے گی۔ یقین نہ ہو تو حسرت پوری کرنے کی کوشش کرو۔"

مس گائڈ نے سر اٹھا کر کہا "مسٹر سرپنٹ! ایک دو مرتبہ کو جوشیلے انداز میں چیلنج کرنے سے بات نہیں بنے گی۔ ہم تمہیں اور میکی کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم اس سے اصلیت اگلوا لیں گے۔"

"اچھی بات ہے، یہ صبح تک تمہاری تحویل میں رہے گا اگر تم ناکام ہو گئیں تو ہم اسے بولنا بھی سکھائیں گے۔"

مس گائڈ نے مجھ سے کہا "میرے پیچھے آؤ۔"

وہ پلٹ گئی۔ دروازے کی طرف جانے لگی۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ وہ دروازے کے پاس پہنچ کر رک گئی۔ گھوم کر میری طرف دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا ہوا؟"

میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "میں عورت کے پیچھے نہیں جاتا۔ لہٰذا حکم نہ دو پیار سے کہو۔"

وہ تاؤ کھانے انداز میں مسکراتے ہوئے بولی "پیار سے کہہ رہی ہوں، آجاؤ۔"

میں اس کے پیچھے چلتا ہوا ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ اس نے ایک آرام دہ صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "بیٹھ جاؤ اور میرے سوالوں کا جواب دو۔"

میں نے چاروں طرف گھوم کر اس سجے ہوئے کمرے کا جائزہ لیا۔ پھر باتھ روم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "میں ذرا ادھر جانا چاہتا ہوں۔"

وہ ناگواری سے منہ بنا کر بولی "کوئی چالاکی دکھانا چاہتے ہو؟ یاد رکھو، یہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"جب تمہیں اتنا یقین ہے تو پھر منہ کیوں بنا رہی ہو؟"

وہ دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ میں باتھ روم میں چلا آیا۔ اندر سے دروازے کو بند کرتے ہی مجاہدین کی خبر لی۔ ساحلی حصے کی طرف ہمارا بڑا بھاری تھا۔ وہاں سی سرپنٹ کے دوسرے مسلح جوان آنے کی جرأت نہیں کر رہے تھے۔ جب بھی وہ پیش قدمی کرنا چاہتے مجاہدین کی طرف سے فائرنگ ہونے لگتی تھی۔ ان کے لیے گولہ بارود کی کمی نہیں تھی جتنے حصوں پر انھوں نے قبضہ جمایا ہوا تھا وہاں ایسی چیزوں کا ذخیرہ تھا۔

میں نے کنٹرول ٹاور کے اس آفیسر کی خبر لی جسے میں زینے پر پڑھا تا اور اتارتا رہا تھا۔ اب وہ کنٹرول روم میں تھا۔ وہاں اس کے علاوہ ایک عورت اور دو مرد تھے۔ ان کے ساتھ ایک جوان لڑکا تھا۔ وہ کنٹرول روم میں وہاں کی مشینوں کو آپریٹ کرنے، سگنل کو سمجھنے کی ٹریننگ حاصل کر رہا تھا۔ اس آفیسر کے ذریعے میں نے ادھیڑ عمر عورت اور مرد کی باتیں سنی اور یہ معلوم ہوا کہ وہ لڑکا سی سرپنٹ کا بڑا بیٹا ہے۔

آفیسر نے کنٹرول روم کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا تھا۔ وہ انھیں بتا رہا تھا "کرسٹوفر میکی بہت جی داری سے لڑتا ہے۔ اسے اپنی جان کی پروا نہیں ہے۔ ہمارے مسلح جوانوں نے اسے بے بس کر دیا تھا۔ اس کے باوجود وہ ہم پر بھاری پڑ گیا۔"

نوجوان نے پوچھا "یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ کیسے غالب آگیا؟"

"معلوم ہوتا ہے، ہمارے قلعے میں جو مسلح گارڈز ہیں ان میں سے کچھ کرسٹوفر میکی کے آدمی ہیں۔ کیونکہ جب اسے بے بس کیا گیا تو اپنے ایک مسلح جوان نے دوسرے جوان کو گولی کا نشانہ بنایا۔ پھر اس نے مجھے بھی شوٹ کرنے کی دھمکی دی تھی۔"

"آفیسر کی باتوں کے دوران میں نوجوان کے دماغ کو ٹٹول رہا تھا۔ اس کا نام بوں تو جان بلیمور یا تھا لیکن سب اسے بلی کہہ کر پکارتے تھے۔ بلی کو آفیسر کی بات کا یقین نہیں آیا تھا۔ بعد میں ریڈیو آپریٹنگ کے ذریعے اطلاع ملی۔ خفیہ راستوں سے جو بہترین فائٹر کرسٹوفر میکی کو قابو کرنے آرہے تھے ان میں سے میکی نے چار کو ہلاک کر دیا تھا اور دو بری طرح زخمی ہو گئے تھے۔"

بلی نے یہ رپورٹ سن کر حیرانی سے کہا "اوہ گاڈ! یہ میکی انسان ہے یا شیطان ہے۔ کسی کے قابو میں نہیں آرہا ہے۔ میں نے اس کے متعلق بہت کچھ سن رکھا ہے لیکن کبھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ آج اچھا موقع ہے۔"

اس نے ریڈیو آپریٹ کرتے ہوئے اپنے باپ سی سرپنٹ سے رابطہ قائم کیا۔ پھر پوچھا "پاپا! کیا میکی کو گرفتار کر لیا گیا ہے؟"

"ہاں بیٹے، وہ ہماری قید میں ہے۔ مس گائڈ اس سے حقیقت اگلوانے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"پاپا! میں اسے ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ڈیوٹی کے وقت صرف ڈیوٹی کا خیال رکھو۔ اسے دیکھنے کا بہت موقع ملے گا۔ وہ ہماری قید میں ہے۔ یہاں سے نکل کر نہیں جا سکے گا۔"

سی سرپنٹ نے بیٹے سے رابطہ ختم کر دیا۔ دوسری طرف سے انٹرکام پر اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ اس نے بٹن کو دباتے ہوئے پوچھا "یس؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "سر، ہم کنٹرول ٹاور اور ساحلی گیٹ کی طرف پیش قدمی نہیں کر سکتے۔ ہر ممکن کوشش کر چکے ہیں۔ اب تو ایک ہی راستہ ہے۔ کرسٹوفر میکی سے اعلان کرایا جائے۔ وہی اپنے لوگوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر سکتا ہے۔"

"فی الحال فائرنگ بند رکھو۔ تھوڑی دیر بعد میکی اعلان کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے اسے دماغی طور پر مجبور کیا کہ وہ اپنے ہوی ٹاکیز سے رابطہ قائم کرے۔ اس نے یہی کیا۔ چند سیکنڈ کے بعد میں نے مسز سرپنٹ کی آواز سنی۔ پھر مسز سرپنٹ کے ذریعے اس کے بچوں تک پہنچ گیا۔ دو بچے بہت چھوٹے تھے اور ایک چودہ برس کی لڑکی تھی اس کا نام لیزا تھا۔

اب میرے ہاتھ میں اتنے اہم مہرے تھے جن کے ذریعے میں سرپنٹ کو ٹرمپ کا ناچ نچا سکتا تھا۔ اسی وقت دروازے پر

دستک ہوئی۔ مس گائڈ نے پوچھا "اے تم کیا کر رہے ہو؟"

میں نے جواباً پوچھا "باتھ روم میں کیا کرتے ہیں؟"

"بکواس مت کرو۔ فوراً باہر آؤ۔"

"ایک گھنٹے سے پہلے نہیں نکلوں گا۔ انتظار کرو۔"

"تم سیدھی طرح نہیں آئے تو دروازہ توڑ دیا جائے گا۔"

"تمہیں کس احمق نے میرے ساتھ لگایا ہے۔ تم ایک باتھ روم کا دروازہ نہیں کھلوا سکتیں۔ میری زبان کیا کھلواؤ گی؟"

وہ تدبیر سوچنے لگی۔ کس طرح دروازہ کھلوائے۔ میں فوراً ہی ڈاکٹر ولیم بروک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ حدیقہ کے متعلق معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ اس کی قید میں کس طرح وقت گزار رہی ہے۔ میں براہِ راست حدیقہ کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اس کے گونگے پن اور اس کی پردہ نشینی نے میری ٹیلی پیتھی کو محدود کر دیا تھا۔

پھر یہ خیال بھی ستا رہا تھا کہ وہ قید میں رہ کر اپنی پردہ نشینی اور اپنے گونگے پن کو قائم رکھ سکے گی یا نہیں؟ اپنی قسم کے ٹوٹنے پر اس کا ردِ عمل کیا ہوگا؟ بعض عورتیں یہ برداشت نہیں کر سکتیں کہ ان کے عقیدے یا جذبے کو ٹھیس پہنچے۔ وہ ایسے وقت جان پر کھیل جاتی ہیں۔

ڈاکٹر ولیم بروک اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ غصے سے جھنجلا رہا تھا۔ پھر اس نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں اس کے دو ماتحت کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے گرج کر پوچھا "مجھے وضاحت چاہیے۔ وہ کیسے فرار ہو گئی؟"

وہ حدیقہ کے متعلق اپنے آدمیوں سے سوال کر رہا تھا۔ میں نے اطمینان کی سانس لی۔ میرے دماغ سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا تھا۔ وہ فرار ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر کے ایک ماتحت نے کہا "سر! ہم دھوکا کھا گئے۔ ہم اس خیال میں رہے کہ ہمارا کوئی پیچھا نہیں کرے گا۔"

"میں یہی پوچھنا چاہتا ہوں۔ کون ہمارا پیچھا کر رہا تھا؟"

"جناب! وہ دس تھے جن میں سے یوسف ہمارا آدمی تھا باقی نو میں سے چھ کو ہم نے ہلاک کر دیا تھا۔ تین فرار ہو گئے تھے۔ ہم سے یہیں چوک ہو گئی۔ وہ فرار نہیں ہوئے تھے۔"

ڈاکٹر نے دہاڑتے ہوئے کہا "کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ یہ مجاہدین دیوانے ہیں، سر پھرے ہیں جب مقابلے پر آتے ہیں تو پیٹھ نہیں دکھاتے۔ میں سمجھ گیا وہی فرار ہونے والے تمہارا تعاقب کرتے ہوئے حدیقہ تک پہنچ گئے تھے۔"

"جی ہاں۔ یہی بات ہے۔"

"اب میرا منہ کیا تک رہے ہو۔ جاؤ اور اپنے بہترین اور چالاک آدمیوں کو قلعے کے آس پاس ڈیوٹی پر لگا دو حدیقہ ضرور میکی کے متعلق معلوم کرنے کے لیے اُدھر آئے گی۔ ہو سکتا ہے وہ قلعے میں داخل ہونے کی حماقت کرے۔"

ڈاکٹر ولیم بروک صحیح لائن پر سوچ رہا تھا۔ اگرچہ وہ پوری طرح حدیقہ کی دیوانگی کو نہیں سمجھتا تھا کہ وہ میری خاطر کس طرح دن رات جاگتی ہے اور میرے ساتھ سائے کی طرح لگی رہتی ہے۔ اسے صرف اتنا ہی معلوم تھا کہ میکی اور حدیقہ کئی مقامات پر ایک ہیگر دیکھ گئے ہیں۔ اس نے اندازہ لگایا تھا، وہ قلعے میں داخل ہونے کی حماقت کرے گی اور میں بھی اعتراف کر رہا تھا۔ اگر اس نے واقعی یہ حماقت کی تو میری پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔

لیکن میں کس طرح اسے حماقت سے باز رکھ سکتا تھا۔ ایسی کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے آس پاس جو مجاہدین تھے وہ انگریزی نہیں جانتے تھے۔ وہ تینوں ہی عربی زبان بولتے تھے۔ اب وہ مزید جانبازوں کی ٹیم بنا کر ادھر آئے گی تو میں ان کے چہروں اور ان کے لب و لہجے سے آشنا نہیں رہوں گا۔

میرا دہ بیگ جس میں کرسٹوفر میکی کے اہم کاغذات اور رڈار ٹریسر رکھا ہوا تھا حدیقہ کے پاس رہ گیا تھا۔ ڈاکٹر ولیم بروک کے دماغ سے پتا چلا، اس کے پاس ایسا کوئی بیگ نظر نہیں آیا۔ اس کا مطلب یہ تھا، فرار ہونے والے مجاہدین اسے لے کر چلے گئے تھے۔

میں حدیقہ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ہر پہلو پر غور کر رہا تھا۔ آخر یہ تدبیر سوجھی کہ قلعے کے ساحلی حصے پر ہمارے جن مجاہدین نے قبضہ جما رکھا ہے، ان میں سے کسی ایک کو کنٹرول ٹاور پر بھیجوں۔ وہاں ریڈیو سگنل، فیگ سگنل، الارٹ سگنل کے علاوہ ٹرانسمیٹر بھی تھا۔ وہ مجاہد وہاں سے رابطہ قائم کر سکتا تھا۔ میرا ٹرانسمیٹر اگر کسی بھی مجاہد کے پاس ہو گا تو ان کے درمیان رابطہ قائم ہو جائے گا اور میں اس کے ذریعے پیغام پہنچا دوں گا کہ حدیقہ کو فی الحال قلعے کی طرف نہیں آنا چاہیے۔

ابھی میں سوچ رہا تھا کہ اچانک باتھ روم کے اندر بجلی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ پھر پتا چلا، وہاں بھی ایک اسپیکر نصب کیا گیا ہے۔ پھر سی سرپنٹ کی آواز سنائی دی "یسکی! بہت ہو چکا ہے۔ باتھ روم سے نکل آؤ۔ ہم تمہیں صرف ایک منٹ کی مہلت دیتے ہیں۔ دوسرے منٹ میں یہ باتھ روم گیس چیمبر بن جائے گا۔ یہاں تم گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گے۔ باہر نہیں نکل سکو گے کیونکہ ہم دروازے کو باہر سے لاک کر دیں گے۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو گیس دوسرے کمرے تک پہنچے گی۔ فیصلہ کر لو۔ صرف ایک منٹ۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ ڈرائنگ روم میں مس گائڈ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے فخریہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی بولی "کیسے آ گئے؟"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "آدمی جنت میں اکیلا نہیں رہ سکتا۔ باتھ روم میں کیسے رہ سکتا ہے۔"

دو پہلوان نما شخص کمرے میں آ گئے۔ ایک پہلوان باتھ روم کے دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا۔ دوسرا کمرے کے دوسرے دروازے پر جم گیا۔ وہ بولی "اگر تم نے میرے سوالوں کے جواب نہیں دیے تو یہ دونوں تمہاری پٹائی کریں گے۔"

میں نے اُن کی طرف دیکھا۔ ان سے مقابلہ کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ میں بڑی آسانی سے دونوں کو ٹھکانے لگا سکتا تھا لیکن ان کے بعد کچھ اور آ جاتے، یہ سلسلہ چلتا رہتا۔ میں خواہ مخواہ ٹکرانا نہیں چاہتا تھا۔ آرام سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ مس گائڈ نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا "تمہارے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی گئی ہے۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"غلط ہے۔"

"جھوٹ مت بولو۔ ابھی تمہارا معائنہ کیا جائے گا۔ ایک پلاسٹک سرجری کا ماہر یہاں موجود ہے۔ ہم وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ اس سے پہلے کہ وہ تمہارے چہرے کا معائنہ کرے، تم خود ہی حقیقت بیان کر دو۔"

"میں کہہ چکا ہوں۔ دوسرا سوال پوچھو۔"

"تم پاکستان سے آئے ہو کیا یہ غلط ہے؟"

"غلط ہے۔"

"تم پھر جھوٹ بول رہے ہو۔"

"کیا کوئی ماہر پاکستان بھی آیا ہے۔ جو میرا معائنہ کر کے بتائے گا کہ میں پاکستانی ہوں؟"

مس گائڈ نے ایک پہلوان کی طرف دیکھتے ہوئے حکم دیا۔ "سرجن سے کہو، اپنے آلات لے کر آئے اور اسے بے نقاب کرے۔"

میں جانتا تھا، کسی طرح بھی میرا بھید نہیں کھلے گا۔ ڈاکٹر شیفرڈ ایسے مرد انسانوں کی کھالوں سے استفادہ کرتا تھا جو میڈیکل اسٹوڈنٹس کے سامنے ڈائی سیکشن کے لیے آتے تھے۔ ان سے بچ رہنے والی کھالوں کے ریشے سرجری کے لیے محفوظ کر لیے جاتے تھے۔ جب یہ کسی زندہ انسان کے چہرے پر سرجری کے وقت استعمال ہوتے تھے تو ذرا بھی مصنوعی چہرے کا شبہ نہیں ہوتا تھا۔

مس گائڈ میرے چہرے کا طبی معائنہ کرانا چاہتی تھی اور پھر آلۂ تھا ظاہری معائنہ کرنے کے بعد طبی معائنے کے لیے میرے چہرے کے کسی حصے سے تھوڑا سا گوشت کاٹ کر لے جاتا اور میں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔

وہ پہلوان واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ تھا۔ مس گائڈ نے پوچھا "کیا ہوا، تم سرجن کو بلا کر نہیں لائے؟"

اس نے خاموشی سے وہ کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ مس گائڈ نے وہ کاغذ کھول کر پڑھا۔ سی سرپنٹ نے لکھا تھا۔

"مس گائڈ! یہ تھوڑی دیر بعد بھی بے نقاب ہو سکتا ہے۔ لیکن کنٹرول ٹاور میں میرا بیٹا اور تین اہم افراد پھنسے ہوئے ہیں۔ وہاں سے اُتر کر نیچے نہیں آ سکے۔ تمام چھاپا مار اس حصے پر چھائے ہوئے ہیں۔ اس سے کہو مائیکروفون کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرے اور انہیں ہتھیار ڈالنے کا حکم دے۔"

سی سرپنٹ یہ باتیں اسپیکر کے ذریعے مجھ سے کہہ سکتا تھا لیکن وہ مجھے یہ بتانا نہیں چاہتا تھا کہ کنٹرول ٹاور میں اس کا اپنا بیٹا پھنسا ہوا ہے۔ اس نے مس گائڈ کو تاکید کی تھی کہ میرے سامنے کنٹرول ٹاور کا ذکر ہی نہ کرے۔

مس گائڈ نے کاغذ کو پھاڑ کر پرزہ پرزہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں مائیکروفون لایا جا رہا ہے۔ تم اس کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرو اور انہیں ہتھیار ڈالنے کا حکم دو۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا "کس خوشی میں حکم دوں؟"

اسی وقت ایک مائک اسٹینڈ کے ساتھ لا کر میرے سامنے رکھ دیا گیا۔ میں نے اسے ٹھونک بجا کر دیکھا۔ پھر کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے مسکرا کر مس گائڈ کو دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ "میرے جانباز ساتھیو! کرسٹوفر میکی تم سے مخاطب ہے۔ توجہ سے سنو۔ تم نے قلعے کے اس حصے پر قبضہ جمانے کے بعد کنٹرول ٹاور کی طرف دھیان نہیں دیا ہے۔"

میری یہ بات سنتے ہی سی سرپنٹ اپنی جگہ سے چیخنے چلانے لگا "بند کرو۔ بکواس بند کرو۔ اس سے مائک چھین لو۔"

اس سے پہلے کہ مجھ سے مائک چھینا جاتا میں نے کہا۔ "میرے مجاہدو! اس کنٹرول ٹاور میں سی سرپنٹ کا لاڈلا بیٹا پھنسا ہوا ہے تم ہر لمحہ میری خیریت معلوم کرتے رہو جیسے ہی میری سلامتی کو خطرہ ہو ویسے ہی لڑکے کو ٹھکانے لگا دو۔"

میری بات ختم ہونے سے پہلے دونوں پہلوانوں نے میری طرف چھلانگ لگائی تھی۔ میں کب خاموش بیٹھنے والا تھا۔ مائک اسٹینڈ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر دونوں سے چھلانگ لگا کر دوسری جگہ پہنچ گیا تھا۔ وہ دونوں میرے صوفے کے پاس گرے تھے اور میں دوسری جگہ کھڑے ہو کر اپنی بات پوری کر چکا تھا۔ اس کے بعد میں نے للکارتے ہوئے کہا "سی سرپنٹ! اب تمہارا بیٹا کسی

لمحے بھی اس دنیا سے اٹھنے والا ہے۔"

سرپنٹ نے تڑپ کر کہا۔ "نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ بیوقوف ہٹ جاؤ۔ میکی سے دور رہو۔ اسے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

دونوں پہلوان صوفے کے پاس سے اٹھ کر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اپنے باس کا حکم سن کر وہیں رک گئے۔ میں نے مائک کے ذریعے کہا۔ "میرے جانباز ساتھیو! ہر آدھے گھنٹے کے بعد میری آواز سنو۔ اگر میری آواز سنائی نہ دے تو سمجھ لینا، میں اس دنیا میں نہیں ہوں لہٰذا دشمن کا بیٹا بھی نہ رہے۔"

یہ کہنے کے بعد میں نے مائک اسٹینڈ کو مس گائڈ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر پچکارتے ہوئے کہا۔ "ننھی بچی! اب تم ہر آدھے گھنٹے بعد مائیکروفون میرے سامنے لاؤ گی اور مجھے اعلان کرنے کا موقع دو گی۔"

پھر میں نے سر اٹھا کر پوچھا۔ "کیوں مسٹر سرپنٹ، میرا اعلان ہر آدھے گھنٹے بعد ضروری ہے، نا؟"

"ہاں۔ ضروری ہے۔ بس گائڈ تم آرام کرو۔ یہ تمہارے بس کا کام نہیں ہے۔ میں مسٹر میکی سے گفتگو کروں گا۔"

"گفتگو پردے میں رہ کر نہیں ہوگی۔ میرے سامنے آؤ یا مجھے آنے دو۔"

اس نے ایک پہلوان کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا۔ "مسٹر میکی کو میرے پاس لے آؤ۔"

میں نے مسکراتے ہوئے مس گائڈ کو دیکھا۔ وہ غصے سے تلملا رہی تھی۔ پھر کہنے لگی۔ "مسٹر سرپنٹ، معاہدے کے مطابق میں بھی اس گفتگو میں شریک ہوں گی۔ تم نے ڈاکٹر ولیم بروک سے وعدہ کیا تھا کہ اس معاملے سے ہمیں الگ نہیں رکھو گے۔"

سرپنٹ کی آواز سنائی دی۔ "میں نے وعدے کے مطابق تمہیں موقع دیا۔ تم مسٹر میکی سے کوئی کارآمد گفتگو نہ کر سکیں۔ اب مجھے کرنے دو۔"

میں ایک پہلوان کے ساتھ چلتا ہوا اس کمرے سے نکل گیا۔ مختلف راہداریوں اور کمروں سے گزرتا ہوا سی سرپنٹ کی طرف جانے لگا۔ اس دوران مجاہدین کے دماغوں سے معلوم کر رہا تھا۔ انھوں نے اسپیکر کے ذریعے میری باتیں سن لی تھیں۔ یہ طے کر چکے تھے کہ ہر آدھے گھنٹے کے بعد میری آواز نہیں سنیں گے۔ آواز سنائی نہیں دے گی تو کنٹرول روم پر دھاوا بول دیں گے۔

میں ایک وسیع و عریض کمرے میں پہنچ گیا۔ اس کمرے کے دور افتادہ حصے میں ایک بڑی سی میز تھی۔ اس میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر سی سرپنٹ بیٹھا ہوا مجھے گھور رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ "میں کوئی ملزم نہیں ہوں اور تم کوئی منصف نہیں ہو کہ بیٹھے رہو۔ تمہیں میرے استقبال کے لیے اٹھنا چاہیے۔"

اس نے مجھے بے بسی سے دیکھا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں آگے بڑھا تو وہ بھی آگے بڑھتا ہوا آیا۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ اس نے کہا۔ "مسٹر میکی! ہم چاہیں تو ایک مستحکم دوستی کے رشتے میں منسلک ہو سکتے ہیں۔"

"میں اس سلسلے میں اطمینان سے گفتگو کروں گا۔ سب سے پہلی بات یہ کہ یہاں مائک کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اپنی میز کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "یہاں آجاؤ۔"

اس میز پر ایک جگہ بہت سے بٹن لگے ہوئے تھے۔ اس نے کہا۔ "اس بٹن کو دباؤ گے تو مائک آن ہو جائے گا۔ تمہاری آواز یہاں سے مجاہدین تک پہنچے گی۔"

میں نے پوچھا۔ "اور کنٹرول روم تک آواز کیسے پہنچے گی؟"

اس نے گھور کر مجھے دیکھا۔ پھر ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس بٹن کو دبانے سے۔"

"تو پھر اسے دباؤ اور اپنے بیٹے سے اور وہاں موجود چار افراد سے کہو۔ ہمارا ایک جانباز وہاں پہنچ رہا ہے۔ اس کے لیے کنٹرول روم کا دروازہ کھولا جائے اور اسے کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔"

سی سرپنٹ نے غصے سے کہا۔ "کیا تم مجھے بالکل ہی بے بس اور مجبور سمجھتے ہو۔ مجھے غصہ آئے گا تو میں اپنے بیٹے کی بھی پروا نہیں کروں گا۔"

"جب تم پروا نہیں کرو گے، اس وقت سوچوں گا کہ دوسری کون سی چال چلنی چاہیے۔ فی الحال جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔"

وہ اچانک نرم پڑتے ہوئے بولا۔ "دیکھو میکی، میرا بیٹا اور وہ چاروں کنٹرول روم میں محفوظ ہیں۔ تم یہاں محفوظ ہو۔ تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ پھر کیا ضروری ہے کہ تمہارا کوئی آدمی وہاں پہنچے؟"

"بہت ضروری ہے۔ جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔"

"تم قلعے کے اس حصے پر قابض ہو چکے ہو۔ ہمارے آدمی وہاں مداخلت نہیں کر سکتے، پھر تمہیں کس بات کا اندیشہ ہے؟"

"سمندری راستے سے تمہارے مسلح آدمی وہاں پہنچ گئے ہیں۔ مانا کہ وہ بڑا سا گیٹ ہمارے مجاہدین نے بند کر دیا ہے۔ لیکن تمہارے آدمی کمند ڈال کر قلعے کے اندر آسکتے ہیں۔ اس لیے ہمارے کسی مجاہد کا تمہارے بیٹے کے قریب رہنا بہت ضروری ہے۔"

وہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "تمہارا اعتراض فضول ہے۔ یوں بھی تمہارا بیٹا جان بلی اپنے لوگوں کے ساتھ کنٹرول روم میں محصور ہے وہاں سے نکل کر کسی طرح تمہارے پاس نہیں آسکتا۔ پھر میرے آدمیوں میں سے کوئی وہاں پہنچ جائے تو تمہیں اعتراض کیوں ہے؟"

"میں مانتا ہوں وہ محصور ہے۔ میرے پاس نہیں آسکتا۔ مجاہدین سے دور ہے۔ اسے دور رہنے دو۔ اسی طرح محفوظ رہنے دو پلیز۔ مجھ سے کوئی بھی شرط منوا لو۔ مگر میرے بیٹے کے دشمن نہ بنو۔"

"جب کوئی باپ اپنے جوان بیٹے کی سلامتی کے لیے گڑگڑاتا ہے۔ کوئی ماں اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے تڑپتی ہے تو بہت دکھ ہوتا ہے۔ ان سے ہمدردی ہوتی ہے۔ جی چاہتا ہے جان دے کر بھی ان کے کام آؤں لیکن سی سرپنٹ تم نے اپنی زندگی میں کتنی ماؤں پر رحم کیا؟ کتنے باپوں کے سامنے ان کے بیٹوں کو اذیتیں دے کر ہلاک کیا؟ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد ہمارے لیے یوم حساب ہوگا۔ آج کی شب تمہارے لیے شب حساب ہے۔ حساب کرو اور بتاؤ، تم نے کتنے جوان بیٹوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے؟"

وہ میری بات سن رہا تھا اور تھوک نگل رہا تھا۔ اس کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔ آنکھیں یوں دھندلا گئی تھیں جیسے بیٹے کے سوا کچھ نظر نہ آرہا ہو۔ میں نے کہا۔ "چلو، میں اپنی شرط سے باز آجاتا ہوں۔ میری دوسری شرط پوری کر دو۔"

وہ اچانک ہی خوش ہو کر بولا۔ "مجھے منظور ہے۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے میری حدیقہ واپس کر دو۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ وہ کون ہے؟ اسے گرفتار کیا گیا ہے؟ اور اس کی جگہ مس گائڈ نے کیسے لی؟"

"میں بھی کچھ نہیں جانتا۔ میری یہ شرط پوری کرو۔ بس۔ سے کہو اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کرے۔ مجھ بھی کرنل صبح ہونے سے پہلے حدیقہ کو میرے پاس ہونا چاہیے۔" میں اٹھتے ہوئے کہا۔ "اب میں کسی کمرے میں تنہا آرام کروں گا۔"

وہ جہاں ریوالونگ چیئر پر بیٹھا تھا، اس کے پیچھے دور تھا۔ اس نے دروازے کو کھولتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا خاص کمرہ ہے۔ تم آرام کر سکتے ہو۔"

میں نے اندر جھانک کر دیکھا۔ بہت ہی خوبصورت سجا ہوا کمرہ تھا۔ سی سرپنٹ جیسے مجرم اور عیاش دولت مند ایسے مخصوص کمرے اپنے لیے رکھتے ہیں لیکن سرپنٹ میں ایک بات اچھی تھی۔ وہ عیاش نہیں تھا۔ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی گزارتا تھا۔

عام طور پر مجرمانہ زندگی گزارنے والے، بیوی بچوں کا بکھیڑا نہیں پالتے۔ اگر ایسا کر لیتے ہیں تو پھر رشتوں کی محبت میں اس قدر ڈوب جاتے ہیں کہ وہی ان کی کمزوریاں بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگ گھریلو زندگی سے پرہیز کرتے ہیں۔ سی سرپنٹ میرے سامنے محض اس لیے جھک رہا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو بے انتہا چاہتا تھا۔ ان کی خاطر وہ دنیا چھوڑ سکتا تھا۔ ابھی تو میں نے صرف اس کے بیٹے کو ایک مہرے کے طور پر استعمال کیا تھا۔ اس کی فیملی کے دوسرے مہرے باقی تھے۔

میں اس کی ہنستی بستی گھریلو زندگی کو جہنم بنانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی بیوی بے قصور تھی۔ بچے معصوم تھے میں صرف دھمکی دینے کی حد تک انھیں استعمال کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کمرے کا دروازہ بند کرنے سے پہلے کہا۔ "سرپنٹ! ایک بات یاد رکھو۔ حدیقہ صبح سے پہلے میرے پاس آجائے۔ دوسری بات، جہاں ہمارے مجاہدین قابض ہو چکے ہیں، قلعے کے اس حصے کو واپس لینے کی کوششوں سے باز آجاؤ۔ تمہارا کوئی آدمی سمندری راستے سے بھی ادھر نہ جائے۔"

یہ کہہ کر میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔ دروازہ بند ہوتے ہی وہ فوراً پلٹ کر اپنی میز کے پاس گیا اور ایک ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ ذرا دیر بعد ہی ڈاکٹر ولیم بروک سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "ڈاکٹر! تم نے یہ کون سی مصیبت میرے سر ڈال دی ہے۔ میں کسی دشمن کو بہت سوچ سمجھ کر قلعے کے اندر آنے کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے چاروں طرف سخت پہرے بٹھا دیتا ہوں۔ کرسٹوفر میکی تو ایسا دشمن ہے جو پورے یورپ میں اسرار مشہور ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے، وہ ایک نہیں گیارہ ہیں۔ پھر تم نے اس کے لیے میرے قلعے کا راستہ ہموار کیوں کیا؟"

"تم کیا بکواس کر رہے ہو۔ میں یہاں بہت پریشان ہوں۔ شاید تمہیں نہیں معلوم اور اگر نہیں معلوم ہے تو لبنان کے ہر مجرم کو معلوم ہونا چاہیے۔ انٹرپول کا وہ بلائے جان عزت علی اچانک ہی آپہنچا ہے۔ اس نے اب تک میرے تین اڈوں پر کامیاب چھاپے مارے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ وہ کیا بلا ہے، اس کے ہاتھ کتنے وسیع ہیں۔ ہزاروں میل دور رہ کر سمجھ لیتا ہے کہ کس

شہر میں کتنے اڈے ہیں اور وہ اڈے کہاں ہیں؟"

"تم اپنا ڈھنڈورا روک دو۔ میری بات نہیں سننا چاہتے۔ مجھے بتاؤ، میں کرسٹوفر میکی سے کس طرح نجات حاصل کروں؟"

"میرے پاس یہ معلوم کرنے کی فرصت نہیں ہے کہ وہ تمہارے لیے کس طرح پریشانیوں کا سبب بن گیا ہے؟"

"اس نے میرے بیٹے کو یرغمال بنا لیا ہے۔"

"سیدھی سی بات ہے، اسے قلعے سے جانے کی اجازت دے دو۔ اس کے راستے کی رکاوٹ نہ بنو۔"

"بات یہی ہوتی تو میں کب کا معاملہ ختم کر دیتا۔ وہ تو حدیقہ کا مطالبہ کر رہا ہے۔ تم نے اسے کہاں چھپا رکھا ہے۔ فوراً اسے بھیجو۔"

"وہ میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے اسے گرفتار کیا تھا لیکن وہ فرار ہو گئی۔"

"کیا بکواس کرتے ہو۔ میرے لیے میکی مصیبت بن جائے گا۔ صبح تک وہ یہاں نہ آئی تو میرے بیٹے کی سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

ڈاکٹر ولیم بروک جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس کے قریب ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے کہا۔ "ایک منٹ، میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر غصے سے کہا۔ "کون ہے، جو کہنا ہے مختصر الفاظ میں جلد کہو۔"

لیلیٰ ثانی کی آواز سنائی دی۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "ڈاکٹر! میں نے کہا تھا، مجھ سے ٹکراؤ گے تو تمہارے ساتھ آنے والے نئے مال کی کھیپ بیروت میں فروخت نہیں ہو سکے گی۔ اب تو پرانے مال کا اسٹاک بھی خطرے میں پڑ گیا ہے۔ میں اب تک تمہارے دو خفیہ اڈوں کا کباڑا کر چکی ہوں۔ تم نے اپنے ان اڈوں کے نام مُرچ کے حساب سے رکھے ہیں۔ بہرحال میں بتا دوں، تمہارے اڈے عقرب اور سرطان کو تہس نہس کر چکی ہوں۔ تیسرے کا نام ابھی نہیں بتاؤں گی۔ ہو سکے تو اپنے تمام اڈوں کو بچائے رکھنے کی بھرپور کوشش کر لو۔ میں تمہیں ایک موقع دے رہی ہوں۔"

لیلیٰ نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ میرے پاس وقت نہیں تھا کہ لیلیٰ کے پاس جاتا۔ میں تو ڈاکٹر ولیم بروک کے تلملانے کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ ادھر سے سی سرپنٹ نے اسے مخاطب کیا تو وہ بری طرح جھنجلا کر بولا۔ "تم سب جہنم میں جاؤ۔ میں کسی کی نہیں سن سکتا۔ مجھے سوچنے کا موقع دو۔"

"ڈاکٹر ہوش میں تو ہو۔ مجھ سے اس انداز میں گفتگو کرو گے تو آئندہ تمہارا مال سمندری راستے سے نہیں آ سکے گا۔ میں تمہیں پندرہ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر تم نے حدیقہ کو پہنچانے کے سلسلے میں کوئی اُمید افزا بات نہیں کی تو برُے نتائج کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ پھر ایک بٹن کو دبایا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک ماتحت اس کمرے میں آ گیا۔ اس نے گرج کر کہا۔ "بس گائڈ کو کھینچتے ہوئے لاؤ۔"

ماتحت نے اسے حیرانی سے دیکھا لیکن سوال کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی دو شخص مس گائڈ کو جبراً دھکے دیتے ہوئے اس کمرے میں لے آئے۔ وہ جھنجلا کر بولا۔ "مسٹر سرپنٹ! یہ کیا حرکت ہے؟"

"حرکت کی بچی، فوراً بتاؤ حدیقہ کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"وہ تمہارا باپ بھی نہیں جانتا۔ مجھے حدیقہ چاہیے۔ جب تم اس کا بہروپ اختیار کر سکتی ہو تو اس کے بارے میں بتا بھی سکتی ہو۔ نہیں بتاؤ گی تو یہاں قیدی بن کر رہو گی۔ جب تک وہ ہمیں نہیں ملے گی تمہاری رہائی ممکن نہیں ہو گی۔"

اس نے اپنے آدمیوں کی طرف دیکھتے ہوئے حکم دیا۔ "اسے لے جاؤ اور تہہ خانے کی کوٹھری میں ڈال دو۔"

میں دروازہ کھول کر وہاں پہنچ گیا تھا۔ مس گائڈ کو کھینچتے ہوئے بولا۔ "افسوس، اتنی حسین لڑکی اور اتنا بُرا سلوک کیا جا رہا ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولی۔ "مسٹر سرپنٹ! اس نے جانے کیا چال چلی ہے یہ ہمارے درمیان پھوٹ ڈال رہا ہے۔ یاد رکھو اگر ہم آپس میں لڑ پڑے تو اس کا بھلا ہو گا اور ہم سب کا نقصان۔"

"نقصان کی بچی، میں تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ تم کھڑے کیا دیکھ رہے ہو۔ لے جاؤ اسے۔"

وہ اسے گھسیٹتے ہوئے لے جانے لگے۔ میں نے پوچھا۔ "کیا اسے قید کرنے سے حدیقہ مل جائے گی؟"

وہ جھنجلا کر میری طرف پلٹا۔ پھر مجھے دیکھتے ہی ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ یاد آ گیا کہ اس کی دُکھتی رگ میرے ہاتھ میں ہے۔ بڑی بے بسی سے بولا۔ "میں ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں۔ ڈاکٹر ولیم بروک کہتا ہے کہ حدیقہ اس کی قید سے فرار ہو گئی ہے۔"

"سرپنٹ! میں تمہارے بیوی بچوں سے دشمنی نہیں کروں گا لیکن میری جان پر بن آئے گی تو شاید مجبور ہو جاؤں۔"

"میں یقین دلاتا ہوں تم یہاں پوری طرح محفوظ ہو۔ چاہو تو کسی روک ٹوک کے بغیر قلعے سے باہر جا سکتے ہو۔ یہاں سے جانا چاہو، میں انکار نہیں کروں گا۔"

میں نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔ "میں حدیقہ کو لے جانا چاہتا ہوں۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچنے لگا۔ بے چارہ اپنا غصہ انہی مٹھیوں پر دکھا سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ "اگر تم وزن گھٹانا چاہتے ہو۔ خون خشک کرنا چاہتے ہو تو غصہ دکھاؤ۔ درجہ دماغ کو قابو میں رکھو۔"

وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے پھر کہا۔ "میں تمہارے لیے ایک آسانی اور فراہم کرتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

اس نے امید بھری نظروں سے میری طرف دیکھا۔

میں نے کہا۔ "اگر حدیقہ، ڈاکٹر ولیم بروک کی قید سے فرار ہو گئی ہے تو یقیناً اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلعے کی طرف آئے گی۔ تم اپنے سنتری گارڈز کو حکم دو کہ وہ نظر آئے اور یہاں داخل ہونا چاہے تو اسے اور اس کے ساتھیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "کیا وہ مجاہدین کی فوج لے کر آئے گی؟"

"میرا اس قلعے پر قبضہ جمانے کا ارادہ نہیں ہے۔ میں صرف حدیقہ کو چاہتا ہوں۔ وہ آ جائے تو اسے میرے پاس پہنچا دیا جائے اور مجاہدین کو باہر روک دیا جائے۔ میں اس سے ملوں گا۔ پھر یہاں سے اپنے باقی ساتھیوں کو لے کر چلا جاؤں گا۔ ساحلی علاقے پر ہمارا قبضہ ہے۔ وہ علاقہ تمہیں واپس کر دیا جائے گا۔"

اس نے مجھے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں، تم آخر چاہتے کیا ہو؟ اگر چپ چاپ چلے جاؤ گے تو تمہارے یہاں آنے کا مقصد کیا تھا؟"

"میرے دو مقاصد میں ایک مقصد یہ پورا ہو گیا کہ تم مجھے اچھی طرح سمجھ لو اور زندگی بھر یاد رکھو۔ آئندہ کبھی مجھ سے ٹکرانے کی جرأت نہ کرو۔ کرو گے تو آج بنایا یرغمال بنا ہے۔ کل تمہارا پورا خاندان سینے گا۔ دی الیون کرسٹوفر میکینز چاہتے ہیں کہ کسی ملک، کسی شہر میں کوئی خطرناک مجرم ہمارے سامنے سر نہ اٹھائے۔ اگر کوئی کیل کانٹے کا بے تاج بادشاہ ہے اور سمندروں میں سی سرپنٹ کہلاتا ہے تو کم از کم ہم سے ٹکرانے کی جرأت نہ کرے۔"

اس نے قائل ہو کر کہا۔ "میں الیون میکینز کو مانتا ہوں اور تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکتے ہوئے کہا۔ "ابھی ٹھہرو۔ میں اپنے خاص کرسٹوفر میکی سے گفتگو کر لوں گا۔ تم بھی کیا یاد کرو گے۔ آج زندگی میں پہلی بار ایک اصل کرسٹوفر میکی سے تمہاری بات ہو گی۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں، لیکن میرے یہاں آنے کا دوسرا مقصد سن لو۔ بزرگوں نے کہا ہے، عورت کے چکر میں پڑ کے بڑے بڑے گھن چکر بن جاتے ہیں۔ میں حدیقہ کے چکر میں ہوں۔ اس سے محبت کرتا ہوں۔ اس لیے اس کے اور مجاہدین کے کام آتا ہوں حالانکہ یہ ہمارے اصولوں کے خلاف ہے۔ جب تم اصل کرسٹوفر میکی سے گفتگو کرو گے تو حدیقہ اور مجاہدین کا ذکر نہیں کرو گے۔"

"میں بالکل ذکر نہیں کروں گا۔"

"جب ہم یہاں سے جائیں گے تو تم مجاہدین کو بے انتہا فائدے پہنچاؤ گے۔"

"میں انھیں اتنا فائدہ پہنچاؤں گا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"ایک اور بات۔ تمہارے ذریعے یہاں ایسا کوئی اسرائیلی نہیں آئے گا جو ماروی عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف منظم کرے گا۔"

"میں ان معاملات میں کبھی نہیں پڑوں گا۔"

میں میز پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کے پاس آیا اور اسے آپریٹ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اصلی کرسٹوفر میکی یعنی بلیک شیڈو سے رابطہ قائم ہو گیا۔ میں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "مسٹر کے ایم، اس وقت میں کوڈ ورڈ زبان نہیں کر سکتا کیونکہ میرے قریب ڈیمور کے علاقے کا سی سرپنٹ موجود ہے۔"

"کیا تم اس کے علاقے میں ہو؟"

"جی ہاں، میں اس کے قلعے میں ہوں اور قلعے کے ساحلی حصے پر میرا قبضہ ہے۔"

"تم نے کمال کر دیا۔ اس کا مطلب ہے، ہم سی سرپنٹ سے اپنی چند اہم شرائط منوا سکتے ہیں۔"

"اسی لیے میں نے سی سرپنٹ کی موجودگی میں تم سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اس سے پہلے کہ سرپنٹ سے براہِ راست گفتگو ہو میں اپنی مختصر سی روداد سنانا چاہتا ہوں۔"

میں نے بلیک شیڈو کو بتانا شروع کیا۔ کس طرح ڈاکٹر ولیم بروک اور اس کے آدمی میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ مجھے نقلی کرسٹوفر میکی سمجھ رہے تھے۔ اسرائیلی انٹیلی جنس کی جاسوسہ کو بھی میرے پیچھے لگا دیا تھا۔ غرض یہ کہ بیروت سے ڈیورہ تک پہنچنے کی داستان سنا رہا تھا۔ اس دوران میں نے محسوس کیا، بلیک شیڈو خاموش بیٹھ کر سننے کے دوران کبھی کبھی میز پر انگلیوں سے طبلہ بجاتا تھا۔ کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ رسونتی نے درست کہا تھا۔ وہ اپنی عادت سے مجبور تھا۔ بے اختیار میز پر انگلیاں بجانے لگتا تھا۔

اس نے تمام روداد سننے کے بعد کہا۔ "ہم نے سوچا تھا

گولڈن ریکٹ والوں سے صرف ایک لاکھ ڈالر وصول کر کے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ اب یہ رقم دُگنی کر دو۔"

"مسٹر کے ایم! اب اس سے ایک لاکھ کیا ہم ایک ڈالر بھی وصول نہیں کر سکیں گے۔ تم نے میری پوری بات نہیں سنی۔ ساتویں گولڈ مین ڈاکٹر ولیم بروک کے ستارے گردش میں آ گئے ہیں۔ پتا نہیں کیسے انٹرپول کے اس بلائے جان عزت علی کو خبر ہو گئی کہ وہ بیروت پہنچ گیا ہے۔ اس نے اس کے تین اہم خفیہ اڈوں پر کامیاب چھاپے مارے ہیں۔ آج کی رات صرف گولڈن ریکٹ والوں کے لیے نہیں بلکہ تمام مجرموں کے لیے قیامت کی رات ہے۔"

"یہ تو بہت ہی بُری خبر ہے۔ اچھا ہوا تم بیروت میں نہیں ہو۔ لیکن سی سرپنٹ ہماری گفتگو سن رہا ہے۔ تمھارے ساتھ اسے بھی یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بیروت سے وہ ڈمبو کا رُخ کرنے کا تو سب سے پہلے سی سرپنٹ کی نیندیں اڑا دے گا۔"

سی سرپنٹ نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر اصلی کرسٹوفر میکی! میں تمھاری گفتگو سن رہا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ میں پہلی بار تم سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ فی الحال مجھے عزت علی سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آج صبح تک سمندری راستے سے میرا کوئی مال نہیں پہنچے گا۔ دوسرے یہ کہ اس قلعے میں داخل ہونے کے لیے اور یہاں کی تلاشی لینے کے لیے باقاعدہ عدالت سے اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ ایسا کر بھی لے گا تو میرے خفیہ اڈوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"کیا خوش فہمی ہے۔ ایسی خوش فہمی گولڈن ریکٹ والوں کو بھی تھی۔ بہرحال یہ تمھارے معاملات ہیں۔ تم خود بہتر سمجھ سکتے ہو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میرا کے۔ ایم تمھارے ساحلی علاقے کو واپس کر دے اور یہاں سے چُپ چاپ چلا جائے؟"

"اس سے بہتر بات میرے لیے کیا ہو سکتی ہے۔ ہم ہمیشہ دوست بن کر رہیں گے۔"

"دوست بن کر رہنے کے لیے دوستی نباہنا پڑتی ہے۔ میں اس شرط پر دوستی کر سکتا ہوں کہ آئندہ سمندری راستے سے کسی بھی اسمگلر کا مال تمھارے ذریعے قلعے میں پہنچے اور قلعے سے لبنان میں آئے تو تم مال کے پہنچنے سے پہلے ہی ہمیں اطلاع دو گے۔"

"مسٹر کے ایم! اس طرح میرا دھندا چوپٹ ہو جائے گا۔ یہاں سے مال لے جانے والے اور مال لانے والے اسمگلر مجھ پر اعتماد کرنا چھوڑ دیں گے۔"

"تمھارا دھندا پہلے سے زیادہ چلے گا۔ کسی کو تم پر شبہ نہیں ہو گا۔ جب بھی تم ان کے متعلق اطلاع دو گے، ہم اس مال کے ساحلی علاقے تک پہنچنے سے پہلے ہی بیچ سمندر میں انھیں گھیر لیں گے۔ پھر انھیں بیک میل کریں گے اور ان سے رقمیں وصول کریں گے۔ پھر وہ مال قلعے میں پہنچ جائے گا اور وہاں سے نکل کر لبنان کے مختلف علاقوں میں جائے گا تو ہم ان کا راستہ روکیں گے۔ اس طرح تم پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔"

"مجھے منظور ہے۔ مسٹر میکی سے کہہ دو کہ میرے بیٹے کو یرغمال نہ بنائے۔"

"میرا کے۔ ایم جب بھی تمھارے قلعے سے جائے گا دوست بن کر جائے گا اور دوست کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ یہ ہمارے درمیان زبانی معاہدہ ہو رہا ہے اس پر تم کس حد تک قائم رہو گے، ہم نہیں جانتے۔ جب تمھارا بیٹا تمھیں مل جائے گا اور ہمارا میکی قلعے سے نکل آئے گا تو اس کے بعد تمھارے تیور یقیناً بدلیں گے۔"

وہ جلدی سے بولا۔ "نہیں، کبھی نہیں۔ میں ہمیشہ دوستی کر رہوں گا۔ ہمیشہ مخبری کروں گا اور سمندری راستے سے آنے والے ایک ایک اسمگلر کے متعلق اطلاع دیتا رہوں گا۔"

"مسٹر سرپنٹ! یہ بعد کی باتیں ہیں۔ ہم بیروت میں ساتویں گولڈ مین سے ایک لاکھ ڈالر وصول کرنا چاہتے تھے۔ عزت علی کی آمد کے باعث نہ کر سکے لہٰذا تم ایک لاکھ ڈالر میرے کے ایم کو دے دو۔ وہ تمھارے بیٹے کو رہا کر دے گا لیکن کب رہا کرے گا اور کس وقت وہاں سے جائے گا، وہ اپنے طور پر خود بہتر سمجھتا ہے۔ میں صرف اتنی ضمانت دیتا ہوں کہ تمھارے بیٹے کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔"

بلیک شیڈو نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "کے ایم! میرا مشورہ ہے جب تک عزت علی لبنان کے کسی بھی علاقے میں موجود ہے تم روپوش ہو جاؤ یا یہ ملک چھوڑ دو۔ خواہ مخواہ اس سے ٹکرانا دانشمندی نہ ہو گی۔ وہ شیطان ہے۔ دنیا کے تمام خاک مجرم اسے ناگہانی بلا کہتے ہیں۔ کب، کس وقت کس کی شدگ - پہنچ جائے کوئی نہیں جانتا۔"

میں نے کہا۔ "اکثر یہ بھی سنا گیا ہے کہ وہ ٹرانسمیٹر سے ہونے والی گفتگو ریکارڈ کر لیتا ہے۔ وہ ٹرانسمیٹر کا دائرہ اثر اور اس کی ت کا تعین بھی کر سکتا ہے۔"

"اسی لیے کہہ رہا ہوں اپنی ساری سرگرمیاں بند کر دو۔ حال خاموش رہو۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ کچھ عرصہ گوشہ گمنامی میں گزارن اس دوران تم سے بھی رابطہ قائم نہیں کر سکوں گا۔ موقع ملا تو کوئی ضروری اطلاع دے سکوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں خود ہی تم سے رابطہ قائم کر لوں گا۔"

ہماری گفتگو ختم ہو گئی۔ میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ سی سرپنٹ نے کہا۔ "تمھارے اصل کرسٹوفر میکی نے میرے بیٹے کی زندگی کی ضمانت دی ہے۔"

"بیشک دی ہے لیکن اسے یہ نہیں معلوم ہے کہ میں حلقہ کا مطالبہ کر رہا ہوں۔ یہ مطالبہ پورا ہو گا تو اصل کرسٹوفر میکی کی دی ہوئی ضمانت اپنی جگہ قائم رہے گی۔ تمھارے بیٹے کو نقصان نہیں پہنچے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی میز پر رکھے ہوئے انٹرکام سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ سی سرپنٹ نے اس کے بٹن کو دبا کر آن کیا۔ دوسری طرف ریڈیو روم سے اس کا بیٹا جان بلمو ریا غرّ بلی کہہ رہا تھا۔ "پاپا! یہاں چھاپا مار دروازے تک پہنچ گئے ہیں۔ دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آدھا گھنٹہ گزر چکا ہے اور انھیں کرسٹوفر میکی کی آواز سنائی نہیں دی ہے۔ پاپا وہ دروازہ توڑ ڈالیں گے۔"

میں نے فوراً ہی وہاں رکھے ہوئے ایک مائک کو آن کرتے ہوئے اعلان کیا۔ "میرے جاں نثارو! اگر سٹوفر میکی تم سے مخاطب ہے۔ کنٹرول روم کا دروازہ نہ توڑو۔ یہ سی سرپنٹ کی غیر ذمہ داری ہے کہ اس نے وقت کا خیال نہیں رکھا۔ آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ میری آواز نہیں سنائی دی۔ بہرحال میں بخیریت ہوں۔ آئندہ تم لوگوں کو ہر ایک گھنٹے کے بعد میری آواز سنائی دے گی۔ میرا مشورہ ہے کنٹرول روم کا دروازہ نہ توڑو۔ اپنی اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔"

یہ کہنے کے دوران میں ان کے دماغوں میں جھانک کر دیکھ رہا تھا۔ وہ میرے مشورے پر عمل کر رہے تھے۔ انھوں نے دروازہ نہیں توڑا۔ اپنے اپنے محاذ پر چلے گئے۔ میں نے کہا۔ "مسٹر سرپنٹ! آئندہ اچھی طرح یاد رکھنا۔ ایک گھنٹے بعد پھر میری آواز میرے لوگوں کو سنا دینا ورنہ پچھتاؤ گے۔"

یہ کہہ کر میں دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر جماہی لیتے ہوئے بولا۔ "مجھے نیند آ رہی ہے۔ ایک گھنٹے بعد بیدار کر دینا۔ ہاں، اگر صدیقہ آ جائے تو فوراً ہی جگا سکتے ہو۔"

میں نے دروازے کو بند کر دیا۔ نیند نہیں آ رہی تھی۔ ابھی خیال خوانی کا ایک طویل سلسلہ جاری رکھنا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں سونیا، رسونتی وغیرہ کی خبر لیتا مجھے اپنے موجودہ حالات کا جائزہ لینا تھا۔ کہیں کسی طرف سے کوئی خاصی رہ جاتی تو بعد میں میرے لیے پریشانی کا سبب بن جاتی۔

میرے موجودہ حالات یہی تھے کہ میں سی سرپنٹ پر برتری حاصل کر چکا تھا۔ باہر سے وہ قلعہ بہت ہی پُراسرار اور ناقابلِ تسخیر نظر آتا تھا۔ میں خود نہیں سوچ سکتا تھا کہ اتنی آسانی سے اس پر قابو پا لوں گا۔ ایسے ہی موقع پر کہتے ہیں "کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا"۔

لیکن میرے اندر ایک چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ ایسی بات بھی نہیں ہے۔ پہاڑ تو کھود رہے ہو اور چوہا بھی نکلا ہے۔ ہو سکتا ہے اُس چوہے کے پیچھے ہاتھی نکل آئے۔

میں نے اس پہلو پر غور کیا۔ پہلی بات سمجھ میں آئی کہ سی سرپنٹ کے تمام اہم مُہرے میری مٹھی میں ہیں۔ جب تک وہ خیال خوانی کی زد میں رہیں گے کوئی ہاتھی نہیں نکلے گا اور میرا ہی پلڑا بھاری رہے گا۔ میں نے احتیاطاً سی سرپنٹ کے دماغ میں سے جھانک کر دیکھا۔ پھر اس کے بیٹے جان بلی اور اس کی بیوی اور دوسرے بچوں کے دماغوں میں باری باری جھانکتا رہا۔ ان میں سے کسی کے دماغ سے یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ میری لاعلمی میں کوئی چال چلی جا رہی ہے۔

قارئین جانتے ہیں کہ اب ایک نہیں، دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اگر میں اپنی جگہ مصروف رہتا اور بڑی دیر تک رسونتی وغیرہ سے رابطہ قائم نہ کرتا تو یقیناً انھیں میرے متعلق تشویش ہوتی۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ میں نے پچھلی شام سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ رسونتی، سونیا، اعلیٰ بی بی اور دوسرے ساتھیوں کی نہ تو خبر لی تھی اور نہ ہی کسی نے رسونتی کے ذریعے میرا حال معلوم کیا تھا۔

میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بستر پر پڑی ہوئی بڑی نقاہت محسوس کر رہی تھی۔ پتا چلا، اس کے بازو میں گولی لگی ہے وہ کچھ دیر پہلے تک بیہوش تھی۔ اب ہوش میں آئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "یہ کیا ہو گیا۔ کس نے گولی چلائی ہے؟"

وہ کراہتے ہوئے بولی۔ "پتا نہیں، میں بڑی تکلیف محسوس کر رہی ہوں۔ اوہ فرہاد، یہ ٹارٹر غلط بڑا ظالم ہے۔ اس نے میرے بازو سے خنجر کے ذریعے گولی نکالی ہے۔ میں تو ہر لمحہ مرتی رہی اور چیختی رہی۔"

"وہ بے چارہ مجبور ہے۔ وہاں نہ تو سرجری کا سامان ہے اور نہ ایسے اینکشن اور دوائیں وغیرہ ہیں جن کے ذریعے تمھیں بے ہوش کیا جاتا۔"

وہ کراہنے لگی۔ اپنے محبت کرنے والوں کو پاس دیکھ کر کچھ اور زیادہ تکلیف کا اظہار کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اس کے دماغ کے کسی گوشے میں یہ بات تھی کہ ایسی شدید تکلیف کے وقت میں زیادہ سے زیادہ محبت سے پیش آؤں۔ میں نے بڑے پیار سے پچکارتے ہوئے کہا۔ "تم تو بڑی حوصلے والی ہو۔

تکلیف کو برداشت کرو۔ اگر کسی سمرجن کو اس کے آلات کے ساتھ یہاں بلایا جاتا تو پتا نہیں کسی قریبی ملک سے وہ کب یہاں پہنچتا یا نہیں کسی قریبی ملک کے اسپتال میں منتقل کیا جاتا تو اس وقت تک دیر ہو چکی ہوتی۔ گولی کی وجہ سے تمام جسم میں زہر پھیل سکتا تھا۔"

میں نے ایک بار پھر اُسے پچکارتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ گولی مارنے والا پکڑا گیا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ میں تو اسی وقت گر پڑی تھی۔ سونیا نے اُدھر دوڑ لگائی تھی۔"

"تم آرام کرو۔ میں سونیا کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

اس کے بستر کے آس پاس ٹارٹر غلبا وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں اسے مخاطب نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ صرف رسونتی کر تا ہی تھی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ میرا خیال تھا وہ کسی قاتل کا پیچھا کر رہی ہوگی یا اس کی گردن دبوچ رہی ہوگی۔ لیکن وہ آرام سے ایک کاٹج میں تیم دراز تھی۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔ "تم آرام کر رہی ہو اور رسونتی وہاں تکلیف میں مبتلا ہے؟"

"کیا تم چاہتے ہو دوسری گولی کا نشانہ میں بن جاؤں؟"

"مجھے بتاؤ تم نے کیا رائے قائم کی ہے؟"

"پہلی بات تو یہ کہ رسونتی خوش نصیب ہے۔ یہاں بجلی کی روشنی نہیں ہے۔ مشعلیں جلتی ہیں یا لالٹین کی روشنی ہوتی ہے۔ گولی چلانے والا صحیح نشانہ نہیں لے سکا۔ دوسرے یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ایک سے زیادہ ہوں۔ رسونتی کے ساتھ مجھے بھی نشانہ بنانا چاہتے ہوں۔ انھوں نے یہ سوچ رکھا ہو کہ جیسے ہی رسونتی گولی کھا کر گرے گی، میں جوش میں آ کر قاتل کا پیچھا کروں گی اور وہ مجھے چاروں طرف سے گھیر لیں گے یا وہی قاتل دوسری گولی سے میرا نشانہ لے گا۔"

"رسونتی کہہ رہی تھی، تم قاتل کے پیچھے دوڑتی ہوئی گئی تھیں۔"

"میں نے دکھاوے کے لیے یہی کیا۔ دوڑتی ہوئی اس کاٹج میں آ کر بیٹھ گئی۔ یہاں اس قبیلے کی ایک جنگجو عورت ہے۔ لیکن تو یہاں سبھی جنگجو ہیں۔ بچپن ہی سے جنگ کی تربیت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ بہر حال میں نے اسے اپنی جگہ بھیج دیا ہے۔ اس سے پہلے اس کی آواز ایک چھوٹے سے ٹیپ میں ریکارڈ کر لی ہے۔ میں سوچ رہی تھی، تم آؤ گے تو میں تمھیں اس کی آواز سناؤں گی۔ اس طرح تم اس کے ذریعے دشمنوں تک پہنچ سکو گے۔"

اس نے ریکارڈ کو آن کیا۔ میں نے اس عورت کی آواز سنی۔ پھر کہا۔ "اسے بند کر دو۔ میں جا رہا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ میں ایک بار پھر سونیا کی ذہانت اور حاضر دماغی کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی جگہ کوئی دوسری ہوتی یا دوسرا ہوتا تو یقیناً اندھا دھند قاتل کے پیچھے دوڑتا چلا جاتا اور یہی سوچتا کہ رسونتی جس کی ایک گولی کا نشانہ بن چکی ہے تو اسے جان پر کھیل جانا چاہیے قاتل کو گرفتار کرنا چاہیے یا اسے اس کے انجام تک پہنچانا چاہیے۔ جوش اور جنوں میں بڑے بڑے غلط کر بیٹھتے ہیں۔

سونیا نے سوچا۔ "پہلی گولی نیم تاریکی کے باعث نشانے پر نہ بیٹھ سکی۔ ہو سکتا ہے دوسری گولی اس کے جسم کے پار ہو جائے۔ پھر یہ کون سی دانشمندی ہے کہ اندھیری رات میں کسی قاتل کا تعاقب کیا جائے؟"

رہ گئی یہ بات کہ دشمن اس طرح سونیا کو بھڑکا کر اپنے دام میں لانا چاہتا تھا۔ اس نے دشمنوں کی یہ حسرت پوری کر دی تھی۔ اپنی جگہ دوسری عورت کو روانہ کر دیا تھا۔

اب میں اس دوسری کے دماغ میں موجود تھا۔ وہ گھنی جھاڑیوں کے درمیان تھی۔ سر اٹھا کر دور کہیں تاریکی میں دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ہم شہری اور مہذب زندگی گزارنے والے بجلی کی روشنی کے محتاج ہو گئے ہیں ورنہ دور دراز کے علاقوں میں جو قبائلی زندگی گزارتے ہیں، آج کی سائنسی ایجادات اور سہولتوں سے محروم رہتے ہیں۔ وہ زمانہ قدیم کے لوگوں کی طرح اندھیرے میں زندگی گزارنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ تاریکی میں بھی تاروں بھرے آسمان کی مٹمٹاتی روشنی میں دشمنوں کو دیکھ لیتے ہیں یا ہلکی سی آہٹ پر سمجھ لیتے ہیں کہ انسان کے قدموں کی چاپ ہے یا جانوروں کے۔

وہ جھاڑیوں کے پیچھے سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ قدموں کی جو آہٹ سنائی دے رہی ہے وہ آنے والے نہیں، جانے والے قدموں کی آواز ہے۔ ضرور کوئی دوڑتا جا رہا ہے۔ شاید جو قاتل ہے وہ اس آبادی سے دور چلا جانا چاہتا ہے۔

وہ جھاڑی سے نکلی۔ پھر دبے قدموں آواز کی سمت چلنے لگی۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "اگر قاتل ایک سے زیادہ ہوئے تو کیا میں ان پر قابو پا سکوں گی؟"

"ایک ہوں یا دس، میں نے آج تک پیچھے ہٹنا نہیں سیکھا۔ مر جاؤں گی یا مار ڈالوں گی۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔ "مادام رسونتی کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کے بغیر نئی مملکت قائم نہیں ہو سکتی۔ اے

سی نے گولی مار دی اور ٹارٹر غلبا کے آدمی خاموش ہیں۔"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "پوری بستی اس قاتل کو گھیرنا چاہتی تھی لیکن سونیا نے منع کر دیا۔ اس کے حکم کے مطابق صرف میں اس کا تعاقب کر رہی ہوں اور یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔"

وہ چلتے چلتے رک جاتی تھی۔ کان لگا کر قدموں کی آہٹ سننی تھی اور پھر سمت بدل کر اسی طرف جانے لگتی تھی۔ جانے والا بھی سمتیں بدل رہا تھا۔ پھر وہ ٹھٹک گئی۔ اسے محسوس ہوا جیسے اب محض آگے سے نہیں پیچھے سے بھی آہٹیں سنائی دے رہی ہیں۔ اس نے کان لگا کر سنا۔ دائیں طرف سے بھی، بائیں طرف سے بھی قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دشمن ایک نہیں تھا کئی تھے اور انھوں نے اسے چاروں طرف سے گھیرنا شروع کیا تھا۔

اس نے ایسے وقت میں گوریلا جنگ کی ایک مشق کا مظاہرہ کیا۔ ادھر اُدھر محتاط نظروں سے دیکھا۔ پھر ایک قریبی درخت پر چڑھتی چلی گئی۔ دشمن بھی اندھیرے میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ٹارچ روشن کرنا ان کے لیے خطرے سے خالی نہ ہوتا۔ اس لیے وہ بھی آہٹوں پر چل رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ سونیا ان کا تعاقب کس انداز میں کر رہی ہے اور انھیں بھی کس طرح محتاط ہو کر اسے گھیرنا چاہیے۔

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا۔ "تمھاری تدبیر بڑی کامیاب رہی۔ گھیرنے والے اُسے سونیا سمجھ رہے ہیں، اور جسے تم نے بھیجا ہے وہ بھی اُن سے کم نہیں ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی کاٹج کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور مرجانہ داخل ہوئی۔ اس نے سونیا کو دیکھتے ہی کہا۔ "تم نے مجھے نیند سے کیوں نہیں جگایا۔ میں وہاں سوتی رہی اور تم یہاں بیٹھی آرام کر رہی ہو۔ وہ کون تھا، کس نے گولی چلائی؟"

سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آؤ بیٹھ جاؤ۔ تم پوچھ رہی ہو وہ کون تھا؟ اندھیرے میں تھا اور تھی کی شناخت نہیں ہوتی اور جب شناخت نہ ہو سکے تو اندھا دھند کسی کے پیچھے بھاگنا دانشمندی نہیں ہے۔"

"اگر میں جاگتی رہتی....."

سونیا نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "خدا کا شکر ہے تم سو رہی تھیں اور گولی کی آواز تمھارے کانوں تک نہیں پہنچی ان کے ریڈیو اور میں سائلنسر لگا ہوا تھا۔"

"سونیا! تم اتنی سیدھی نہیں ہو کہ چپ چاپ بیٹھی رہو۔ مجھے بتاؤ، تم اس قاتل کو چھوڑ دے رہی ہو یا اسے پہچان کر فی الحال نظر انداز کر رہی ہو۔"

"یہاں بجلی کی روشنی نہیں ہے۔ فائر لگتے وقت غلبا کے کئی آدمی موجود تھے۔ ہم میں سے کوئی قاتل کو نہ پہچان سکا۔ اس بستی میں اگر دشمن کا کوئی آدمی چھپا ہوا ہے تو اس نے پہلے دن سے مجھے رسونتی کے ساتھ برابر دیکھا ہے۔ تم آج بلیک کے ساتھ پہنچی ہو۔ شام تک اس کی تیمارداری میں لگی رہیں۔ اس کے بعد کاٹج سے باہر نہیں آئیں۔ اس لیے دشمنوں کی نظروں میں رسونتی کے علاوہ میں تھی۔ وہ ہم دونوں کو شکار کرنا چاہتے تھے۔"

"انھوں نے تم پر گولی کیوں نہیں چلائی؟"

"اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ پہلے انھوں نے رسونتی کو نشانہ بنایا۔ دوسری بار مجھے نہ بنا سکے کیونکہ میں نے دوڑ لگا دی تھی۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ گولی چلانے والا شاید مجھے نیمر یا کے روپ میں نہ پہچانتا ہو۔ اسے رسونتی کے ساتھ سونیا کا چہرہ نظر آیا ہو۔ بہر حال اگر ان کا منصوبہ یہ ہوگا کہ رسونتی کو گولی ماریں اور مجھے اپنے پیچھے لگائیں اور کہیں دور لے جا کر گھیر لیں تو میں ان کی یہ حسرت پوری کر رہی ہوں۔ میں نے تماشا کو ان کے پیچھے لگا دیا ہے۔"

میں تماشا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گھنے درخت کی شاخ پر بیٹھی نیچے دیکھ رہی تھی۔ دور بستی میں کچھ سائے نظر آ رہے تھے۔ وہ ادھر سے ادھر چل رہے تھے اور اسے تلاش کر رہے تھے۔ تماشا ان کی صحیح تعداد معلوم کرنا چاہتی تھی۔ تاریکی میں سائے گڈمڈ ہو رہے تھے۔ پھر بھی اس نے چھ تک گنتی کی۔ سونیا نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ ایک سے زیادہ ہوں تو ان سے مقابلہ نہ کرے۔ بلکہ صبر اور تحمل سے ان کی آواز سننے کی کوشش کرے۔ ہو سکتا ہے رسونتی اس کے دماغ میں پہنچے اور اس کے ذریعے قاتلوں کے دماغوں تک پہنچ جائے۔

اسی لیے وہ صبر سے اس شاخ پر بیٹھی ان کی آوازیں سننے کی کوشش کر رہی تھی۔ دوسری طرف دشمن محتاط تھے۔ وہ اپنے منہ سے آوازیں نہیں نکال رہے تھے۔ تماشا کے دماغ میں یہ تدبیر آئی کہ درخت سے ایک پھل توڑ کر ان کی طرف دے مارے۔ شاید دہشت کی وجہ سے کوئی بول پڑے۔

تدبیر اچھی تھی لیکن دشمنوں میں سے کسی کو وہ پھل جا کر لگتا تو اس بات کی نشاندہی ہو جاتی کہ سونیا درخت پر چڑھ کر چھپی بیٹھی ہے۔ میں نے تماشا کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ وہ سوچ رہی تھی، میں پھل توڑ چکی ہوں اور انھیں مارنا چاہتی ہوں مگر میرے ہاتھ کیوں رک جاتے ہیں؟"

"تماشا! میں رسونتی بول رہی ہوں۔ تم انھیں اپنی موجودگی

کا احساس نہیں دلاؤں گی۔ چپ چاپ وہیں بیٹھی رہو۔ جب وہ چلے جائیں اور تمہیں پورا یقین ہو جائے کہ تمہاری آہٹ پر کوئی تعاقب نہیں کرے گا اور تمہیں گھیرنے کی کوشش نہیں کرے گا تو چپ چاپ بستی میں چلی آنا۔"

"لیکن مادام! یہ کیا ہوا؟ آخر تعاقب کرنے کا کوئی نتیجہ تو نکلنا چاہیے۔ میں ان میں سے کسی کو بھی بولنے پر مجبور کر سکتی ہوں۔ آپ میری پروا نہ کریں۔"

"مجھے اس بستی کے ایک ایک فرد کی جان عزیز ہے۔ میں کسی کو بے مقصد نہیں مرنے دوں گی۔ جو حکم دے رہی ہوں اس پر عمل کرو۔ ابھی وہیں بیٹھی رہو۔ اطمینان سے واپس آنا۔"

میں اس کے دماغ سے سونیا کے دماغ میں پہنچا۔ اسے وہاں کے حالات بتائے۔ اس نے تمام باتیں سننے کے بعد مرجانہ کی طرف دیکھا۔ پھر سورج کے ذریعے پوچھا "فرہاد! آخر مرجانہ سنے کب تک اپنی خیال خوانی چھپائے رہو گے۔ یہ ان عورتوں میں سے ہے جو جان دے سکتی ہیں لیکن تمہارا راز کبھی فاش نہیں کر سکتیں۔"

"ایسی شباہ بھی ہے اور ایسی پومی بھی ہے۔ میں سب کو اپنا رازدار بنانا چاہتا ہوں۔ سب پر اعتماد کرتا ہوں لیکن ربی اسفندیار جیسے لوگ تنویمی عمل کے ذریعے میرے وفادار ساتھیوں کے دماغوں کو بھی کھنگال ڈالتے ہیں۔ اور چھپے ہوئے راز تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسی لیے محتاط رہنا چاہتا ہوں۔"

"احتیاط اس طرح بھی ہو سکتی ہے جس طرح ہم نے تل ابیب میں ڈمی فرہاد کے ساتھ کی ہے۔ رسونتی نے اسے نیند کی حالت میں اپنا معمول بنا کر اس کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی کہ وہی اصل فرہاد ہے اور اگر کوئی تنویمی عمل کے ذریعے دوسرا اس سے سوالات کرے تو وہ فرہاد کی حیثیت سے جواب دے۔ مرجانہ، شباہ، پومی، والمسورد کی اور عزت علی وغیرہ ایسے قابل اعتماد لوگ ہیں جنھیں تمہاری خیال خوانی کا علم ہونا چاہیے۔ فرض کرو ان میں سے کوئی دشمنوں کی گرفت میں آتا ہے اور ہمیں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ تنویمی عمل کے ذریعے ان سے حقیقت اگلوائی جائے گی تو اس سے پہلے ہی تم اور رسونتی اپنے تنویمی عمل کے ذریعے ان کے۔۔۔۔۔ دماغ سے یہ بات مٹا سکتے ہو کہ فرہاد علی تیمور خیالی خوانی کر رہا ہے۔"

تمہارا مشورہ معقول ہے۔ بعض اوقات میں بھی سوچتا ہوں کہ یہ میرے اتنے وفادار اور جاں نثار ساتھی ہیں اور میں ان سے اپنی خیال خوانی کی صلاحیت کو چھپاتا رہتا ہوں بہرحال تم کہتی ہو تو میں اپنے خاص ساتھیوں کے سامنے اپنی اس صلاحیت کا انکشاف کر دیتا ہوں۔"

"تم اچانک مرجانہ کو مخاطب کرو گے تو وہ چونک جائے گی۔ طرح طرح کے سوالات کرے گی۔"

"اسے مجھ پر چھوڑ دو۔ میں بات بنا لوں گا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کر رہا ہوں۔ تم انجان بنی رہو۔ اگر وہ تمہیں میرے متعلق کوئی خبر سنائے تو حیرانی ظاہر کرنا۔"

یہ کہتے ہی میں نے مرجانہ کے دماغ پر دستک دی۔ وہ چونک کر بولی "ارے رسونتی تو تکلیف میں مبتلا ہے کیا اس حالت میں خیال خوانی کر سکتی ہے؟"

"میں رسونتی نہیں، فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی "کیا واقعی تم ہو؟"

"ہاں، تم اتنی زیادہ حیران کیوں ہو۔ کیا اس سے پہلے ایسا نہیں ہوا کہ خیال خوانی کی صلاحیتیں معدوم ہو گئیں پھر بحال ہو گئیں؟"

"ہاں ہاں!" اس نے ہاں ہاں کے انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا "مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ یہ بتاؤ کیسے یہ صلاحیت بحال ہو گئی، تم کہاں ہو؟"

"اب تم میرے متعلق طرح طرح کے سوالات کرو گی پہلے جن حالات سے گزر رہا ہوں ان کے متعلق گفتگو ہو جائے۔ میں بہت دیر سے سونیا کے دماغ میں تھا۔ اس کے ذریعے تمہارے دماغ میں پہنچا۔"

میں تماشا کے متعلق اسے بھی بتانے لگا۔ ادھر سونیا نے اسے دیکھ کر حیرانی سے پوچھا "مرجانہ! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کہاں گم ہو گئی ہو؟ کیا تصور میں کسی سے باتیں کر رہی ہو؟"

"سونیا! میں تمہیں ایک بہت بڑی خوشخبری سنا رہی ہوں۔ فرہاد کی بچھڑی ہوئی صلاحیت بحال ہو گئی ہے۔ وہ مجھ سے گفتگو کر رہے ہیں۔"

میں سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بولی "ہاں مرجانہ یہ میرے دماغ میں آ گئے ہیں۔ واقعی یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ فرہاد تم اپنے متعلق بتاؤ کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟"

"کام کی بات سنو۔ قاتلوں تک پہنچنے اور یہاں آنے والے نمائندوں کی اصلیت کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے میرے ذہن میں ایک بہتر تدبیر ہے۔"

"بولو۔ میں سن رہی ہوں۔"

"ابھی اعلان کرا دو کہ رسونتی گولی کا نشانہ بن چکی ہے۔ اس کا خیال خوانی کرنے والا دماغ ہمیشہ کے لیے موت کے اندھیروں میں گم ہو چکا ہے۔"

وہ چونک کر بولی "یہ نئی تدبیر کیا سوجھی۔ کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"میرے منصوبے کے مطابق جن لوگوں نے رسونتی کو قتل کرنا چاہا تھا وہ فخریہ اظہار کریں گے کہ انھوں نے ٹیلی پیتھی کا ایک کانٹا ہمیشہ کے لیے نکال دیا ہے۔ میری طرف سے انھیں اندیشہ نہیں ہے کیونکہ وہ مجھے خیال خوانی کے بغیر بے ضرر سمجھتے ہیں۔ رسونتی کی موت کا اعلان ہوتے ہی وادی قاف میں تم اور مرجانہ دو اہم ہستیاں رہ جائیں گی جنھیں خطرناک تنظیمیں اور دوسرے ممالک قیدی بنانا چاہیں گے۔ وادی قاف کے اطراف جن لوگوں نے پڑاؤ ڈالا ہے وہ تمام جاسوس اور گوریلا فائٹر وادی میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔ تمہیں اور مرجانہ کو زندہ گرفتار کرنا چاہیں گے۔ اس لیے رسونتی کی موت کا اعلان کرنے سے پہلے یہاں اچھی طرح مورچہ بندی کر لو تاکہ بیرونی حملوں سے محفوظ رہ سکو۔ ویسے وہ حملہ آور زیادہ کھل نہیں کھیل سکیں گے۔ ہم پھر ڈرامائی انداز میں خیال خوانی کا انکشاف کریں گے۔ اس طرح جو ممالک اور جتنی خطرناک تنظیمیں ہم سے دوستی کا دم بھر رہی تھیں اور رسونتی کی موت کی تصدیق ہوتے ہی اپنے تیور بدل لیے تھے وہ پھر ہم سے دوستی کا دم بھرنے لگیں گے۔ وہ مختلف ممالک کے نمائندے جو یہاں پہنچ چکے ہیں ہم ان کی بھی بدلتی ہوئی پالیسیاں اور تیور دیکھ سکیں گے۔ اگرچہ ہم اپنے دشمنوں کو بارہا آزما چکے ہیں۔ ایک بار انھیں اور آزمائیں اور ان پر یہ ثابت کر دیں کہ نئی مملکت بنانے والے نادان نہیں ہیں۔ ہم انھیں ہر مرحلے پر بے نقاب کرتے رہیں گے۔ وہ پہلے ہی بے نقاب ہو کر ہماری مملکت میں قدم رکھیں تو ان کے لیے بہتر ہو گا۔"

سونیا میرے منصوبے کے متعلق مرجانہ کو بتاتی جا رہی تھی اور مرجانہ میری تائید کر رہی تھی۔ پھر ان دونوں نے کہا۔ "اچھی بات ہے ہم ٹار رٹر غبا کے پاس جا کر مشورہ کرتے ہیں لیکن یہاں مختلف ممالک کے جو نمائندے ہیں وہ رسونتی کا آخری دیدار کرنا چاہیں گے کیا ان حالات میں رسونتی ایک لاش بنی رہ سکتی ہے؟"

"وہ یوگا کی ماہر ہے سانس روکنا جانتی ہے۔ اس کے چہرے پر ایسا میک اپ کر دو جیسے لاش سفید پڑ گئی ہو۔ ایسے وقت جبکہ دوسرے ممالک کے نمائندے اس کا آخری دیدار کرنے کے لیے ایک قطار میں اس کے سامنے سے گزر رہے ہوں گے تو میں اس کے دماغ میں رہ کر اسے ایک لاش کی طرح ساکت رہنے کے سلسلے میں مدد کرتا رہوں گا۔"

اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ سی سرپنٹ کی آواز سنائی دی "مسٹر بیکی! ایک گھنٹہ پورا ہو چکا ہے اپنی آواز مجاہدین کو سنا دو ورنہ وہ میرے لیے مصیبت بن جائیں گے۔"

میں نے سونیا اور مرجانہ سے کہا "میرا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔ میں پھر مناسب وقت پر آ جاؤں گا۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کو کھول دیا۔ سی سرپنٹ منتظر کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کی میز کے پاس جا کر مائک کو آن کیا اور مجاہدین کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا کہ میں بخیریت ہوں۔ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ تمام مجاہدین اپنے محاذ پر ڈٹے رہیں۔ ہمیں حد لیقہ کا انتظار ہے۔ جب وہ آئے گی تو ہم یہاں سے کامیاب و کامران واپس جائیں گے۔

میں نے اطمینان دلا کر مائک کو آف کر دیا۔ ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ سی سرپنٹ نے آگے بڑھ کر اسے ہینڈل کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "سر! ایک چادر والی قلعے کی دیوار پر نظر آ رہی ہے۔ انھوں نے کمند پھینکی تھی ہم چھپ کر تماشا دیکھتے رہے۔ آپ کا حکم تھا، آنے والوں کو نقصان نہ پہنچائیں اس وقت دو نوجوانوں کے علاوہ وہ چادر والی بھی ہے۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ دو اور شخص دیوار پر نظر آ رہے ہیں۔ آپ نے فائرنگ سے منع کیا ہے۔ ہم ان کے ساتھ کیسا سلوک کریں؟"

سی سرپنٹ نے کہا "جب سامنا ہو تو ان کے سامنے فوراً ہی ہتھیار پھینک کر پیچھے ہٹ جاؤ۔ انھیں یقین دلاؤ کہ ہم سب دوست ہیں۔ چادر والی کو عزت و احترام سے میرے پاس لے آؤ۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ میں نے کہا "انھیں کبھی یقین نہیں آئے گا کہ ماروفی عیسائیوں کی مدد کرنے والا سی سرپنٹ اور اس کے آدمی اُن کے دوست بن گئے ہیں۔ مجھے وہاں جانا ہو گا۔ بہتر ہے تم بھی چلو۔"

"میں یہ جگہ نہیں چھوڑ سکتا۔ میرے اس دفتر میں اور رہائشی حصے میں ایسے آلات نصب ہیں جن کے ذریعے میں پورے قلعے کی خبر رکھتا ہوں۔ میں یہاں سے جاؤں گا تو دوسری طرف سے ملنے والی اطلاعات سے محروم رہوں گا۔"

اس نے ایک ماتحت کو بلایا۔ پھر کہا "مسٹر بیکی کو دو نمبر

کی طرف لے جاؤ وہاں فلسطینی مسلمان آرہے ہیں۔ ان سب کو دوستانہ ماحول میں یہاں لے آؤ۔"

میں اس ماتحت کے ساتھ جانے لگا۔ بڑے ہال نما کمرے کے دوسرے دروازے کو کھولنے کے بعد پھر ایسا ہی کوریڈور نما راستہ نظر آیا جہاں سے پہلے ایک بار گزر چکا تھا۔ لیکن یہ کوریڈور اس سے مختلف تھا وہاں ایک چھوٹی سی گاڑی رکھی ہوئی تھی۔ اس گاڑی میں صرف دو آدمیوں کی گنجائش تھی ——— ایک ڈرائیو کرنے والا، دوسرا اس کے پیچھے بیٹھنے والا۔ میں اس ماتحت کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس نے گاڑی تو آن کی پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک کوریڈور سے گزرنے لگا۔ وہ راستہ ایک طویل سرنگ کی طرح تھا۔ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ سامنے کئی موڑ آرہے تھے اور وہ موڑ ہمیں قلعے کے ایک حصے سے دوسرے حصے کی طرف لے جا رہے تھے۔

میں نے اس شخص کے دماغ میں جھانک لگائی جو ذرا دیر پہلے ٹرانسمیٹر کے ذریعے سی سرپنٹ سے گفتگو کر چکا تھا اور کسی چادر والی کی آمد کی اطلاع دے چکا تھا۔ انھوں نے اپنے باس کے حکم کے مطابق چادر والی اور اس کے ساتھیوں کا سامنا نوگیا گمر ٹکرانے سے گریز کیا۔ سامنا ہوتے ہی اپنے ہتھیار پھینک دیے تھے اور پیچھے ہٹ گئے تھے۔ وہ شخص کہہ رہا تھا "ہم دوست ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہتھیار ہیں جنھیں ہم نے پھینک دیا ہے۔ ہم دوست بن کر آپ سب کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

"ایک نوجوان نے کہا" یہ کوئی گہری چال ہے۔ ہم چوری چھپے قلعے میں داخل ہوئے۔ ہم نے آج سے پہلے کبھی سی سرپنٹ سے دشمنی نہیں کی اور سی سرپنٹ نے کبھی ہم سے دوستی نہیں کی پھر اچانک یہ انقلاب کیسے آگیا ہے؟"

"مسٹر کرسٹوفر میکی سے معاملات طے ہو گئے ہیں۔ دشمنی دوستی میں بدل گئی ہے۔ باپ کو یقین نہ ہو تو اپنے ہتھیاروں سمیت آگے بڑھتے چلے جائیں۔ ہم گائڈ کرتے ہیں۔ آپ کے پاس ہتھیار ہیں گے تو آگے جو بھی پہرے دار نظر آئیں گے وہ سب ہتھیار پھینکتے جائیں گے۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ گاڑی میں بیٹھا ہوا ڈرائیور میرے سامنے ہی مائک کے ذریعے کسی سے پوچھ رہا تھا "آخر کیا بات ہے، ہمیں باہر جانے کے لیے راستہ کیوں نہیں مل رہا ہے۔ دروازے بند کیوں ہیں؟"

دوسری طرف سے مقامی زبان میں جواب سنائی دیا۔ میں نے اس کے ذریعے ترجمہ معلوم کیا۔ جواب تھا "دروازے میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ انتظار کرو، اسے درست کیا جا رہا ہے۔"

وہ گاڑی تیزی سے اپنی ڈگر پر دوڑتی جا رہی تھی۔ اس کا ڈرائیور سوچ رہا تھا "ابھی تھوڑی دیر پہلے دروازہ بالکل ٹھیک تھا۔ یہ اچانک خرابی کیسے پیدا ہو گئی؟"

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا۔ گاڑی ایک طرف مڑ گئی تھی اور سیدھی ادھر چلی جا رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "اوہ گاڈ! یہ راستہ موت کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ گاڑی تیرتی سمندر میں جا کر گرے گی۔"

اس سرنگ نما کوریڈور سے مختلف راستے تھے۔ وہ ایک راستہ سمندر کی طرف جاتا تھا۔ وہ راستہ نشیبی تھا۔ گاڑی رکے تب بھی رکتی نہیں تھی۔ ڈھلان میں پھسلتی چلی جا رہی تھی۔ اگر میں اور ڈرائیور وہاں سے کود کر نیچے جاتے تب بھی اپنا توازن تمام نہ رکھ سکتے۔ اس ڈھلان میں لڑھکتے ہوئے اسی طرف جاتے جہاں وہ راستہ لے جا رہا تھا یعنی ہم نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار لڑھکتے ہوئے سمندر میں جا گرتے۔

میرے سامنے بیٹھا ہوا ڈرائیور اس گاڑی سے نہ تو چھلانگ لگا سکتا تھا نہ ہی اسے کنٹرول کر کے کسی طرح روک سکتا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ اس کے ذریعے کچھ نہیں ہو سکتا ہے تو سی سرپنٹ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ ایک مشین کے پاس کھڑا ہوا ہمارے جیسی گاڑی کو ریموٹ کنٹرولنگ سسٹم کے مطابق کنٹرول کر رہا تھا۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس کے دماغ میں سوال پیدا کیا۔ اگر کسی طرح سمندر میں گرتی ہوئی گاڑی کو روکنا ہو یا اس میں بیٹھے ہوئے مسافر بچانا چاہیں تو کیا صورت ہو سکتی ہے؟

اس کی سوچ نے بتایا۔ یہاں ایک بٹن ایسا ہے جسے دباتے ہی کوریڈور کی چھت سے ایک راڈ نمودار ہو گا۔ اسے تھام کر کوئی بھی مسافر گاڑی سے الگ ہو سکتا ہے۔

میں نے اس کے دماغ کو ایک ساعت کے لیے غافل کیا اور وہ بٹن دبا دیا۔ سامنے ہی ایک راڈ چھت سے نمودار ہوا۔ ڈرائیور اسے تھامنا چاہتا تھا، میں نے اس کی گردن پر ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ اتنی سی دیر میں وہ راڈ قریب آگیا۔ میں نے اچھل کر اسے تھام لیا۔ گاڑی مجھ سے آگے نکل گئی۔ میں تھوڑی دیر تک لٹکتا رہا۔ توازن درست کرتا رہا۔ جب یقین ہو گیا کہ اب لڑھک نہیں سکوں گا تو پاؤں زمین پر رکھ دیے۔ میرے آگے ذرا فاصلے پر گہری تاریک تھی لیکن سمندر کا شور سنائی دے رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس ڈرائیور کی ایک دلدوز طویل چیخ سنائی دی۔ وہ زندگی کے لیے فریاد کر رہا تھا لیکن وہ فریاد سمندر میں ڈوب چکی تھی۔

میں نے پاؤں زمین پر رکھنے کے بعد محسوس کیا، وہاں اچھی خاصی پھسلن تھی۔ شاید کوریڈور کے اس فرش پر گریس وغیرہ کی پالش کر دی گئی تھی۔ تاکہ کوئی وہاں ٹھہر نہ سکے۔ نشیب میں پھسلتا ہوا سمندر میں پہنچ جائے۔

جب میں سی سرپنٹ سے رخصت ہو کر حدیقہ اور دوسرے مجاہدین سے ملنے جا رہا تھا، اس وقت سرپنٹ کے دماغ میں میرے خلاف کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے اسے اچھی طرح پڑھ لیا تھا۔ پھر اچانک وہ کیسے بدل گیا، یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ابھی اس کے دماغ کو سمجھنے کا موقع نہیں تھا۔ پہلے اپنی حفاظت کا سوال تھا۔ میں وہاں سے کس طرح نکلوں؟

میں سی سرپنٹ کے دماغ کو پڑھنے لگا۔ اب وہ اس مشین کے پاس نہیں تھا۔ دوسری مشین کے پاس پہنچ کر اس نے ایک بٹن کو دبایا۔ جس سے وہ کوریڈور کا کھلا ہوا دروازہ جو سمندر کی طرف پہنچاتا تھا، شٹر کی طرح نیچے آکر بند ہو گیا۔

سی سرپنٹ نے مشین کو آپریٹ کرنے کے دوران بے خیالی میں اس بٹن کو دبایا تھا جس سے راڈ باہر آگیا تھا اور میں اسے تھامے ہوئے تھا۔ اگر اسے یاد ہوتا تو وہ اس بٹن کو دوبارہ دبا کر راڈ کو واپس چھت کی طرف لے جاتا۔ اگر میں اس راڈ کو چھوڑ دیتا تو وہاں سے پھسلتا ہوا شٹر نما دروازے سے جا ٹکراتا۔ اگرچہ سمندر میں نہ گرتا، تاہم یہ اندیشہ تھا کہ وہ دروازہ کسی وقت بھی کھل سکتا تھا اور مجھے سمندر میں پہنچا سکتا تھا۔

سی سرپنٹ نے میری مرضی کے مطابق سوچا "اگر میں اس سمندر میں گرنے لگوں اور ایک راڈ کو تھام کر گرنے سے محفوظ رہوں تو وہاں سے واپس کس طرح آسکتا ہوں؟"

اس نے جواباً سوچا "اس کوریڈور میں صرف ایک ہی راڈ ہے۔ وہ چھت کے جس حصے سے لٹک رہا ہے وہاں اوپر خلا ہے۔ جس طرح بٹن دبانے سے راڈ نیچے آتا ہے اسی طرح دوبارہ بٹن دبانے سے اوپر چلا جاتا ہے۔"

وہ سوچ رہا تھا اور میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اسی وقت ایک ماتحت نے آکر کہا "جناب! ہمارے جونیئر باس جان بلی تشریف لا رہے ہیں۔"

میں اس کی بات سن کر چونک گیا۔ ساری بات سمجھ میں آ گئی تھی۔ اس کے بیٹے جان بلی نے عرف بلی کو میں نے ٹاور میں مقید دیکھا تھا۔ وہ کس طرح وہاں سے چلا آیا۔ یہ بعد میں سمجھنے کی بات تھی مگر یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ آزاد ہو گیا ہے، میری گرفت سے نکل گیا ہے اسی لیے سرپنٹ نے میرے خلاف یہ چال چلی تھی۔ اور مجھے سمندر میں پھینک دینے کے سلسلے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

وہ اپنے بیٹے سے ملنے کی خوشی میں دوڑتا ہوا کمرے سے باہر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت بلی کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ سی سرپنٹ نے اس کے چہرے کو جگہ جگہ سے چومتے ہوئے کہا "تھینکس گاڈ، تم پر کوئی آنچ نہیں آئی۔ میں نے اس کمبخت میکی کو موت کی سزا دی ہے۔ اس وقت وہ سمندر کی گہرائیوں میں ہو گا اور سمندری جانور اسے اپنی خوراک بنا رہے ہوں گے۔"

بلی نے باپ سے الگ ہو کر پاؤں پٹختے ہوئے کہا "اوہ پاپا! یہ آپ نے کیا کیا؟ میں اس بدترین دشمن کو اپنے ہاتھوں سے شوٹ کرنا چاہتا تھا۔"

"نہیں بیٹے! یہ رسک لینا مناسب نہیں تھا۔ تم نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ کمبخت ناقابل تسخیر لگتا تھا۔ اسی لیے میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسے سمندر میں ڈبو دیا۔"

بلی نے ریموٹ کنٹرول مشین کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "اب ان مسلمانوں کا کیا ہو گا جو ساحلی علاقے پر قابض ہیں، انھیں کیسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا جائے گا؟"

"تم دیکھتے رہو۔ وہ سب کتے کی موت مریں گے۔"

وہ باتیں کرتا ہوا مشین کے پاس آکر رک گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اس بٹن کی طرف دیکھا، جس کے دبانے سے راڈ چھت کے اوپر جا سکتا تھا۔ اس وقت سی سرپنٹ کہہ رہا تھا "صرف ان مجاہدین کی بات نہیں ہے۔ حدیقہ نامی ایک چادر والی کے ساتھ کچھ اور مسلح مسلمان کمنڈال کر قلعے میں داخل ہوئے ہیں۔ اب وہ بھی زندہ واپس نہیں جا سکیں گے۔"

جان بلی باپ کی باتیں سن رہا تھا۔ ادھر میں نے اس کے ہاتھ کی ایک انگلی اس بٹن پر رکھ دی، جس سے مشین آن ہوتی تھی۔ اس کے بعد اس نے دوسرے بٹن پر انگلی رکھ کر اس پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ یکبارگی وہ راڈ اوپر چھت کے خلا میں گیا اور اس کے ساتھ ہی میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ ایک ہاتھ سے راڈ کو چھوڑ کر چھت کے کنارے کو تھام لیا۔ پھر دوسرے ہاتھ سے بھی چھت سے لٹک گیا۔ میرے جسم کا بیشتر حصہ نیچے کوریڈور کی طرف لٹک رہا تھا۔ میں نے ذرا جانبا سنگ کے کرتب دکھائے اور الٹ کر چھت کے اوپر آگیا۔

وہاں تاریکی تھی۔ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اندھے کی طرح ٹٹولنا شروع کیا۔ ذرا آگے بڑھا تو ایک

دیوار سے لگ گیا۔ میں اس دیوار کے سہارے کھڑے ہو کر ایک طرف چلنے لگا۔ وہ دیوار زیادہ دور تک نہیں گئی تھی۔ اس کے بعد دوسری دیوار شروع ہو گئی۔ میں دوسری سمت چلنے لگا۔ اس دیوار کے بعد تیسری سمت، پھر چوتھی سمت پہنچا تو ایک دروازہ نظر آیا۔ میں نے اسے کھولا۔ تب قلعے کے باہر دور تک روشنی نظر آئی۔ میں جس چھت پر تھا، اس سے بھی اونچی چھتیں، بالکونیاں اور محراب نما کھڑکیاں، دروازے نظر آ رہے تھے۔ ان کے پیچھے سے روشنی جھلک رہی تھی۔ باہر دھیمی روشنی میں مسلح پہرے دار ادھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

اتنے میں اسپیکر کے ذریعے سی سرپنٹ کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ مجاہدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "غور سے میری باتیں سنو۔ تمہارا باپ کرسٹوفر میکی میری قید میں ہے۔ اب مجھے تم لوگوں کی پروا نہیں ہے۔ میرا بیٹا ٹاور کے بند کمرے سے بخیریت نکل آیا ہے۔ تم میں سے ایک ایک کو بھون کر رکھ دیا جائے گا۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک دو۔ تمھیں معافی مل سکتی ہے۔ اگر کسی نے فائرنگ کی اور ہمارا مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو تمہارے سامنے کرسٹوفر میکی کو لا کر شوٹ کر دیا جائے گا۔"

وہ مجاہدین کو یہ نہیں بتا رہا تھا کہ مجھے سمندر میں پھینک دیا گیا ہے۔ میں مر چکا ہوں۔ وہ جانتا تھا، اگر میرے ساتھیوں کو میری موت کا علم ہو گیا تو وہ جان پر کھیل جائیں گے اور آخری سانس تک ان کا مقابلہ کرتے رہیں گے۔ نتیجے کے طور پر اس کے کئی مسلح جوان مارے جائیں گے۔ اسے کافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔

اسپیکر سے نشر ہونے والی آواز میرے پیچھے سے آ رہی تھی میں نے گھوم کر دیکھا، اُدھر قلعے کا وہی ساحلی علاقہ تھا اور اونچا سا ٹاور بھی اندھیرے میں سائے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ میں جان بلی کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنے لگا۔ آخر وہ ٹاور کی بلندی سے کس طرح اپنے باپ کے پاس پہنچ گیا اور اس کے بند کمرے کے باہر کھڑے ہوئے مجاہد اسے کیوں نہ دیکھ سکے؟

اس کے دماغ نے جو کچھ بتایا اس سے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ میں دس مجاہدین کے ساتھ دو موٹر بوٹ میں قلعے کی طرف آیا تھا۔ ہم نے خود کو اسرائیلی انسٹرکٹر ظاہر کیا تھا۔ سی سرپنٹ کے پروگرام کے مطابق اسرائیل سے ایسے دس ریٹائرڈ فوجی آ رہے تھے جو یہاں ماردو نی عیسائیوں کو گوریلا جنگ کی اور تخریب کاری کی ٹریننگ دینے والے تھے۔ یہ بات مجھے یاد رکھنی چاہیے تھی۔ اگرچہ میں نے اسرائیل سے آنے والے گروہ کے سرغنہ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے گڑبڑا دیا تھا۔ وہ کوڈ ورڈز ادا نہ کر سکا تھا۔ اسے قلعے کے قریب آنے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ اس کے بعد میں مطمئن ہو گیا تھا۔ حالانکہ مجھے سمجھنا چاہیے تھا، جو ناکارہ ہو کر جا رہے ہیں، وہ پھر کسی وقت واپس آ سکتے ہیں۔

ٹاور کے کنٹرول روم میں جان بلی کے ساتھ تین آدمی بند ہو چکے تھے۔ باہر مجاہد پہرہ دے رہے تھے۔ یہ بات کھل چکی تھی کہ اصل میں اسرائیل کی دو موٹر بوٹیں جو یہاں پہنچنے والی تھیں انھیں واپس کر دیا گیا ہے۔ قصور اسی گروہ کے سرغنہ کا تھا جو کوڈ ورڈز ادا نہ کر سکا تھا۔ بہرحال کنٹرول ٹاور سے پھر اسرائیلی انسٹرکٹر کا رابطہ قائم ہونے لگا۔ اس بار چونکہ میں اس کے دماغ کو نہیں گڑبڑا رہا تھا، اس لیے اس نے صحیح کوڈ ورڈز ادا کیے۔ ٹاور کی بلندی سے لائٹ سگنل کے ذریعے انھیں خطرے کا سگنل دیا گیا اور سمجھا گیا کہ وہ بے آواز موٹر بوٹ یا کشتی لے کر ٹاور کے نچلے حصے میں چلے آئیں۔

ادھر میں اپنے معاملات میں مصروف تھا، اُدھر مجاہدین اپنے محاذ پر ڈٹے ہوئے تھے نہ تو ہم نے دھیان دیا نہ ہی ہمیں پتا چل سکا کہ وہ کب کشتی لے کر ٹاور کے نیچے آئے، پھر ٹاور کی بلندی سے رسّی کے ذریعے جان بلی کو کشتی پر اتارا گیا۔ اس طرح اسے قلعے کے دوسرے راستے سے لا کر باپ کے پاس پہنچا دیا گیا۔

اب سی سرپنٹ خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ تمام اہم مُہرے اس کے اپنے ہاتھ میں تھے۔ اس کے خیال کے مطابق میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ اور میرے بگاڑنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنی دانست میں مجھے مار چکا تھا۔ اب اسے قلعے کے ساحلی حصّے کی فکر تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے آدمیوں سے مجاہدین کا ٹکراؤ ہو۔ فائرنگ کا تبادلہ ہو۔ دور تک آواز گونجتی رہے۔ انٹرپول کا سرعت عمل بیورو پہنچ چکا تھا۔ ہو سکتا ہے انٹرپول کے آدمی ادھر بھی ہوتے اور اسے خبر کرتے تو وہ بلائے ناگہانی کی طرح اس کے سر پر پہنچ جاتا۔

وہ مائک کے سامنے آ کر پھر مجاہدین کو وارننگ دینا چاہتا تھا۔ ایک گھنٹے کے اندر اگر انھوں نے ہتھیار نہ پھینکے تو انھیں چاروں طرف سے گھیر کر مار ڈالا جائے گا۔ وہ تنہا جمع تک مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

اسی وقت بڑے سے کمرے کا دروازہ کھلا۔ پھر دو ماتحتوں نے آ کر کہا "سر! وہ جادوگر والی اور اس کے آدمی یہاں لائے گئے ہیں۔ کیا انھیں پیش کیا جائے؟"

"وہ کتنے ہیں؟"

"پانچ مرد ہیں اور ایک عورت۔"

"لے آؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی حدیقہ اور پانچ جوانوں کو پیش کیا گیا۔ اب وہ مسلح نہیں تھے۔ ان کے ہتھیار چھین لیے گئے تھے۔ جس طرح مجھے فریب دے کر سمندر میں ڈبونے کی کوشش کی گئی تھی، اسی طرح انھیں فریب دے کر چاروں طرف سے یوں گھیر لیا گیا تھا کہ وہ جوابی حملہ نہ کر سکے تھے۔ حدیقہ کو بچانے کی خاطر انھیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔

سی سرپنٹ نے حدیقہ کی طرف انگلی اٹھا کر کہا "اس کی چادر اتار کر پھینک دو۔"

یہ سنتے ہی مجاہدین، حدیقہ کو چاروں طرف سے گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ ایک ماتحت نے کہا "سر! ہم نے پہلے ہی چادر اتارنے کی کوشش کی، اسے بے نقاب کرنا چاہا لیکن یہ پانچوں اسے گھیر لیتے ہیں۔"

سی سرپنٹ نے ایک مجاہد سے پوچھا "آخر کیا بات ہے، اسے بے نقاب کیوں نہیں ہوتے دیتے؟ کیا یہ بہت ہی بدصورت ہے؟"

"اس نے قسم کھائی تھی کہ نہ اپنا منہ کسی کو دکھائے گی اور نہ ہی اپنی آواز کسی کو سنائے گی۔ لہٰذا یہ چپ رہتی ہے اور اپنے چہرے کو چادر میں چھپائے رکھتی ہے۔ ہم اس کا بھرم رکھتے ہیں۔ تم سے بھی کہتے ہیں، اگر ہمیں موت کی سزا دینا ہے تو حدیقہ کو گولیوں ہی گولی مارو مگر اس کی چادر نہ اتارو۔"

سی سرپنٹ نے مسکراتے ہوئے کہا "یہ چادر اور گونگا پن اتنا ہی ضروری ہے تو پھر ہمارا بھی ایک کام کر دو۔ وہاں مائک کے سامنے جاؤ اور اپنے مجاہدین سے کہو، ہتھیار پھینک دیں۔ مقابلہ کرنے کا خیال دل سے نکال دیں ورنہ تم سب کو گولی مار دی جائے گی۔ اس عورت کو مارنے سے پہلے بے نقاب کیا جائے گا اور اسے بولنے پر بھی مجبور کیا جائے گا۔"

حدیقہ نے ایک چھوٹی سی پرچی ایک جانباز کی طرف بڑھائی۔ اس نے پڑھنے کے بعد سی سرپنٹ سے پوچھا۔ "مسٹر میکی کہاں ہیں؟ انھیں ہمارے سامنے لایا جائے۔ اگر وہ حکم دیں گے تو ہم مائک کے سامنے جا کر وہی کہیں گے جو تم چاہتے ہو۔"

"ہم نے میکی کو آہنی سلاخوں کے پیچھے قید رکھا ہے۔ ضرورت ہو گی تو یہاں لایا جائے گا۔ فی الحال جو کہہ رہا ہوں، وہی کرو ورنہ تمہارے تمام مجاہدین مقابلے میں مارے جائیں گے میں خواہ مخواہ فائرنگ کی آواز دور تک پہنچانا نہیں چاہتا۔ اگر صلح صفائی سے بات بن جائے تو بہتر ہے۔"

ایک جانباز نے کہا "ہم حدیقہ کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ جب تک مسٹر میکی ہمارے سامنے نہیں آئیں گے، ہم تمہارے حکم کی تعمیل نہیں کریں گے خواہ ہمیں اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔"

پانچوں مجاہدین کا ایک ایک ہاتھ ایک دوسرے سے بندھا ہوا تھا اور ایک ایک ہاتھ آزاد تھا۔ سی سرپنٹ نے کہا "انھیں پوری طرح باندھ کر اس چادر والی سے دور لے جاؤ۔"

اس کے آدمی حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ جانباز جدّوجہد کر رہے تھے۔ ان کے قابو میں نہیں آنا چاہتے تھے لیکن انھیں گن پوائنٹ پر رکھ کر مجبور کر دیا گیا۔ انھیں اچھی طرح باندھ کر دور لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔ سی سرپنٹ نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا "کیا تم میں سے کوئی اس کی قسم کا بھرم رکھ سکے گا، میں اسے بے نقاب کرنے جا رہا ہوں، اب کون مجھے روک سکے گا؟"

وہ آہستہ آہستہ حدیقہ کی طرف بڑھنے لگا۔ جب وہ قریب آیا تو حدیقہ پیچھے ہٹنے لگی لیکن وہ کہاں جا سکتی تھی۔ ایک جگہ ٹھٹک گئی کیونکہ پشت پر رائفل کی نال لگ گئی تھی۔ سرپنٹ نے کہا "تمہارے انداز سے پتا چلتا ہے واقعی بولتی نہیں ہو۔ جو کہنا ہوتا ہے لکھ کر دیتی ہو۔ چلو، اپنے ساتھیوں کو آخری بار لکھ کر دو۔ ان سے کہو، میرے حکم کی تعمیل کریں ورنہ ابھی بے نقاب ہو جاؤ گی۔"

وہ چپ کھڑی رہی۔ اب چادر کے اندر وہ کیا کر رہی تھی، کیا سوچ رہی تھی، ایسے وقت اس کا ردِعمل کیا ہونا چاہیے یہ میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ سی سرپنٹ نے پوچھا "کیا تم اپنی قسم توڑنا پسند کرو گی؟"

میں نے سرپنٹ کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں پوچھا "کیا میں نے کبھی بجلی کے ننگے تار کو چھو کر دیکھا ہے؟"

اس سوچ کے ساتھ ہی وہ لمحہ گیا۔ بچپن میں ایک بار اس نے بجلی کے ننگے تار کو چھو لیا تھا۔ اس کے بعد جو جسمانی اور ذہنی جھٹکے پہنچے تھے، اسے اب بھی یاد تھے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "آج بہت عرصے کے بعد میں پھر بجلی کے ننگے تار کو چھونے جا رہا ہوں۔"

وہ چادر کی طرف ہاتھ بڑھانے والا تھا، رک گیا۔ دل ہی دل میں سوچنے لگا "یہ کیا حماقت ہے۔ میں ایسا کیوں سوچ رہا ہوں۔ یہ عورت کوئی بجلی کا تار تو نہیں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "بجلی کو چھو کر آدمی ایک بار مرتا ہے۔ عورت کو چھو کر بار بار مرتا ہے۔"

اس نے جھنجلا کر حدیقہ سے کہا "میں آخری بار پوچھ رہا ہوں، میرے حکم کی تعمیل کرو گی یا نہیں؟"

وہ چپ کھڑی رہی۔ اس کی خاموشی بتا رہی تھی کہ اس نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ وہ آخر کب تک جدوجہد کر سکتی تھی۔ کب تک خود کو چھپا کر رکھ سکتی تھی۔ دشمن زیادہ تھے۔ اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ وہ تنہا بے بس تھی۔ جب دماغی صلاحیت اور جسمانی طاقت کام نہ آئے، کوئی صورت نظر نہ آئے تو صرف دعا کا راستہ رہ جاتا ہے یقیناً وہ دل ہی دل میں دعا مانگ رہی ہوگی کہ اس کی قسم نہ ٹوٹے۔

اور میں بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس کی قسم ٹوٹے جیسے ہی سرپنٹ نے اس کی چادر کو ہاتھ لگایا، اس کے دماغ کو ایک شدید جھٹکا پہنچا۔ وہ چیخ مار کر اچھلا پھر پیچھے جا کر فرش پر گر پڑا۔ سب اسے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ وہ بار بار اپنے ہاتھ کو یوں جھٹک رہا تھا جیسے واقعی بجلی کے تار کو چھو لیا ہو اور اس کی تکلیف کو محسوس کر رہا ہو۔ اس کے خاص ماتحت نے فوراً ہی قریب آ کر سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے پوچھا "سر! کیا ہو گیا، کیا بات ہے؟"

"یہ، یہ کوئی بلا ہے۔ اسے چھوتے ہی مجھے بجلی کا جھٹکا پہنچا ہے۔"

"سر! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ ایک عورت ہے۔ ہمارے جیسی انسان ہے۔"

"ہائیں، انسان ہے؟" سرپنٹ نے خالی خالی نظروں سے حدیقہ کی طرف دیکھا۔ پھر اسے یاد آ گیا کہ کتنی شدید ذہنی اذیت پہنچی تھی۔ اس نے اپنے خاص ماتحت سے پوچھا "کیا تم اس کی چادر کو چھو سکتے ہو؟"

"آپ چھونے کی بات کر رہے ہیں، میں ابھی اسے بے نقاب کر دیتا ہوں۔"

وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ حدیقہ کے قریب پہنچتے ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر چادر کو چھو لیا۔ پھر جیسے سچ مچ بجلی کے ننگے تار کو چھو لیا ہو۔ میں نے اس کے دماغ کو اتنا شدید جھٹکا پہنچایا کہ وہ فلک شگاف چیخیں مارتا ہوا پیچھے الٹ گیا۔ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔

سب نے اپنی آنکھوں کے سامنے یہ حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین تماشا دیکھا تھا۔ آنکھوں سے نہ دیکھتے تو کبھی یقین نہ کرتے اور یہ تماشا ایک بار نہیں دو بار ہوا تھا۔ ایک کے ساتھ نہیں دو کے ساتھ ہوا تھا۔ اب کسی تیسرے میں جرأت نہیں تھی کہ وہ آگے بڑھ کر حدیقہ کی چادر کو ہاتھ لگاتا۔

دو مسلح جوانوں نے سرپنٹ کے خاص ماتحت کو سہارا دیا۔ اسے اٹھا کر بٹھایا۔ پھر اسے ایک گلاس پانی دیا۔ سی سرپنٹ گھور کر حدیقہ کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے جھنجلا کر کہا "میں نہیں مانتا۔ یہ کوئی فورقوری وولٹ نہیں ہے کہ بجلی کا جھٹکا لگے۔ یہ کوئی جادو ہے۔ یہ ایسا عمل کر رہی ہے جس کی وجہ سے ہمارا کی چادر کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ میں اسے آخری وارننگ دے رہا ہوں، یہ چادر سے باہر آ جائے ورنہ جادوگروں کو زندہ بھی جلایا جاتا ہے۔"

اس نے مجاہدین کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا "میں تم لوگوں سے بھی کہتا ہوں، اسے سمجھاؤ۔ اسے بے نقاب کرو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، آخر یہ ہے کیا چیز؟"

وہ پھر بھی خاموش کھڑی تھی۔ اب تو اس کا حوصلہ یقیناً بڑھ گیا ہوگا۔ وہ سوچ رہی ہوگی، یہ کیا ہو رہا ہے آخر اس میں ایسی پُراسرار قوت کہاں سے آ گئی کہ کوئی اس کی چادر کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

مجاہدین بھی خاموش کھڑے رہے۔ جب قدرتی طور پر حدیقہ کا تحفظ ہو رہا تھا تو انھیں کیا پڑی تھی کہ اسے بے نقاب ہونے کا مشورہ دیتے۔ وہ بھی تو حیران ہوں گے جو کچھ حدیقہ کے ساتھ پیش آ رہا تھا وہ اس کی منطقی وجوہات معلوم کرنا چاہتے ہوں گے۔

ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا "سر! اگر آپ لوگ اسے چھونے سے بجلی کے جھٹکے محسوس کرتے ہیں تو ایک ترکیب ہے۔ اگر ہم لکڑی کی چھڑی سے اس کی چادر کو ہٹائیں تو ہمیں شاک نہیں پہنچے گا۔"

سی سرپنٹ نے کہا "اوہ، یہ کتنی آسان سی ترکیب ہے اور ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ فوراً کسی چھڑی سے اس کی چادر کو ہٹاؤ۔"

وہاں چھڑی موجود تھی لیکن کون چادر کو ہٹاتا۔ سب ہچکچا رہے تھے۔ کوئی ایسا تجربہ نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے جھٹکا کر فرش پر گرنا اور تڑپنا پڑے۔

سرپنٹ نے کہا "اگر کوئی چھڑی سے اس کی چادر کو نہیں ہٹائے گا اور یہ بے نقاب نہیں ہوگی تو میں اسے دس منٹ کے اندر گولی مار دوں گا۔"

میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کے فیصلے کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے دس منٹ کے اندر اسے گولی مارنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ میں یہ کھیل زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا گیا کہ وہ چھڑی لے کر آگے بڑھے۔ وہ بے چارہ آگے گیا بڑھتا، چھڑی کو بچنے سے ہی ڈر رہا تھا۔ اسے ڈانٹ کر کہا گیا۔ اگر اس نے حکم کی تعمیل نہیں کی تو اسے ملازمت سے اور قلعے سے نکال دیا جائے گا۔

اس نے چھڑی کو تھام لیا۔ پھر ڈرتے ڈرتے چھڑی کو آگے بڑھا کر حدیقہ کی طرف جانے لگا۔ میں اس کے دماغ میں تھا۔ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ چھڑی سے چادر کو چھو لیتا، میں نے اس کے دماغ میں دہشت پیدا کر دی۔ اسے دماغی جھٹکا دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی، وہ پہلے ہی ارے باپ رے، کہہ کر اچھلتا ہوا پیچھے چلا گیا۔

سی سرپنٹ نے غصے سے پوچھا "کیا ہوا؟"

"سر! آپ مجھے ملازمت سے نکال دیں۔ قلعے سے نکال دیں۔ جان ہے تو جہان ہے۔ میں کسی دوسری جگہ ملازمت کر کے اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پال لوں گا۔"

سرپنٹ نے گرج کر کہا "میں تمھیں آخری بار حکم دیتا ہوں۔ آگے بڑھو اور چادر کو ہٹا دو۔"

میں نے اس چھڑی والے کے دماغ میں بغاوت کی آگ بھڑکائی۔ اتنی جلدی آگ بھڑک نہیں سکتی تھی۔ کسی حد تک ماحول ہوا کہ یہاں سے جان بچا کر نکلنا چاہیے۔ کوئی ایسا کام کرنا چاہیے کہ سی سرپنٹ اسے چادر ہٹانے پر مجبور نہ کرے۔ اس بیوقوف نے ایسی کیا تدبیر کر سکتا تھا؟ وہ تو میں ہی کرنے والا تھا۔ اور میں نے کیا۔

یکبارگی اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر بھرتی سے پلٹتے ہوئے جان بلی کا نشانہ لیا۔ پھر سخت لہجے میں چیخ کر کہتے ہوئے کہنے لگا "اگر کسی نے ذرا بھی حرکت کی تو جان بلی کے لاش تڑپتی ہوئی نظر آئے گی۔ بیشک مجھے گولی مارنا چاہے، لیکن میرے ساتھ ساتھ یہ بھی مرے گا۔"

اگرچہ اس نے سخت لہجے میں دھمکی دی تھی تاہم سی سرپنٹ کا ایک جاں نثار بلی پر قربان ہونے کے لیے فوراً ڈھال بننے آگے بڑھا۔ جیسے ہی اس نے رکاوٹ پیدا کی، بلی کو فرار ہونے کا موقع دینا چاہا، ویسے ہی اس نے گولی چلا دی۔ ڈھال بننے والا اندھے منہ فرش پر گرا۔ ادھر ریوالور والے نے اپنی پوزیشن بدلی اور بلی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "ہالٹ۔"

یہ کہتے ہی اس نے قدموں کی طرف فائر کیا۔ بلی بھاگتے بھاگتے ایک دم سے رک گیا۔ چیخ کر کہنے لگا "پاپا! میں مر جاؤں گا۔"

ریوالور والے نے کہا "اپنے باپ سے کہو وہ تمھارے سامنے آ کر ڈھال بنے۔ اس بار جو بھی آئے گا، اس کے ساتھ تمھیں بھی ختم کر دوں گا۔"

اب کوئی اس ریوالور والے کے خلاف قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ سی سرپنٹ نے پریشان ہو کر اپنے بیٹے کی طرف دیکھا پھر ریوالور والے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "جوزف! یہ کیا ہے؟ تم تو میرے بہت ہی وفادار اور جاں نثار ملازم ہو اور تم میرے بیٹے کی جان لینا چاہتے ہو؟"

"جب تم میری بیوی بچوں کے دشمن بن گئے ہو۔ مجھے ملازمت سے نکال کر در بدر ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ رہے ہو۔ میری وفاداریوں کا یہی صلہ دے رہے ہو تو پھر وفاداری اور جاں نثاری کیسی؟"

"وہ تو میں غصے میں کہہ رہا تھا۔ میں تمھارا مالک ہوں۔ کیا مالک کو غصہ کرنے کا بھی حق نہیں ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، تمھاری ملازمت بحال رہے گی بلکہ تمھارا عہدہ اور تمھاری تنخواہ بڑھ جائے گی۔"

"میں کسی فریب میں نہیں آ سکتا۔ اگر اپنے بیٹے کی زندگی چاہتے ہو تو اس چادر والی اور اس کے ساتھیوں کے ہتھیار واپس کر دو۔ انھیں آزاد کر دو۔"

"آخر تم چاہتے کیا ہو؟"

"جو کہہ رہا ہوں اس پر فوراً عمل کرو۔ ورنہ پانچ منٹ کے اندر تمھارے بیٹے کی لاش نظر آئے گی۔ دوسری صورت میں یہ میرا وعدہ ہے تمھارے بیٹے کے جسم پر ایک ذرا سی بھی خراش نہیں آئے گی اور وہ تمھیں زندہ سلامت واپس مل جائے گا۔"

سی سرپنٹ نے مجبور ہو کر حکم دیا کہ حدیقہ اور پانچوں مجاہدین کو چھوڑ دیا جائے اور ان کے ہتھیار واپس کر دیے جائیں۔

انھیں ہتھیار واپس مل گئے۔ جوزف نے کہا "میں اکیلا ہوں، میری مدد کرو۔ جان بلی کو اپنے نشانے پر رکھ لو، اسے یرغمال بنا لو۔"

تمام مجاہدین نے جان بلی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حدیقہ ریوالور لے کر بلی کے قریب گئی۔ اس کی چادر ذرا لہرا گئی۔ لہراتے ہی بلی کو چھو گئی۔ وہ یکبارگی چیخ مار کر پیچھے کھڑے ہوئے مجاہدین سے ٹکرا گیا۔ اگر مجاہدین نہ ہوتے تو وہ فرش پر گر پڑتا۔

سی سرپنٹ نے بدحواس محبت سے تڑپ کر پوچھا "کیا ہوا بیٹے؟"

وہ ہکلا کر ایک انگلی سے چادر کی طرف اشارہ کرنے لگا۔ اس کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ چادر کو چھوتے ہی اسے بجلی کا

جھٹکا لگا ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا نہیں پہنچایا تھا۔ بس ایک دہشت تھی جس کے نتیجے میں وہ نوجوان لڑکا بدحواسی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

حدیقہ نے ایک چھوٹی سی پرچی اپنے ساتھی کی طرف بڑھائی اس نے اسے پڑھنے کے بعد کہا "سی سرپنٹ! ہم فوراً مسٹر میکی سے ملنا چاہتے ہیں یا تو انھیں یہاں بلایا جائے یا ہم ان کے پاس جانا پسند کریں گے اور ہم جہاں بھی جائیں گے تمہارے بیٹے کو ساتھ لے جائیں گے۔"

سی سرپنٹ تھوک نگلنے لگا۔ حلق کو تر کرنے کے باوجود آواز نہیں نکل سکی تھی۔ وہ بھلا کیا کہتا کہ میکی زندہ ہے یا مردہ؟ زندہ ہے تو کہہ نہیں سکتا تھا۔ اور مردہ کہتا تو اس کے بیٹے کو فوراً ہی گولی مار دی جاتی۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا "مسٹر میکی میرے پاس تھے۔ جب تم لوگوں کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ یہاں سے میرے ایک ماتحت کے ساتھ تم سب سے ملنے گئے اس کے بعد واپس نہیں آئے۔ میں خود حیران ہوں کہ کہاں رہ گئے ہیں۔ میں مائک کے ذریعے اعلان کرتا ہوں۔ وہ جہاں بھی ہوں گے آجائیں گے۔"

جوزف نے ریوالور سے اس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "سی سرپنٹ! جھوٹ مت بولو۔ تم نے میکی کو مار ڈالا ہے۔"

حدیقہ نے بیکارگی چونک کر سر اٹھایا۔ اس کا رُخ... سی سرپنٹ کی طرف تھا۔ پھر وہ فوراً ہی ریوالور نکال کر اس کے بیٹے کی طرف پلٹ گئی۔ سرپنٹ نے چیخیں مارتے ہوئے اپنے بیٹے کی طرف دوڑتے ہوئے کہا "نہیں نہیں، فار گاڈ سیک مجھے مار ڈالو۔ میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔"

ایک مجاہد نے کہا "تمہارا بیٹا اسی صورت میں زندہ رہ سکتا ہے جب ہمیں مسٹر میکی زندہ سلامت نظر آئیں۔ ہم تمہیں دس منٹ کی مہلت دیتے ہیں۔"

وہ گڑگڑا کے بولا "دس منٹ میں، میں اتنے بڑے قلعے کے اندر مسٹر میکی کو کہاں تلاش کروں گا، پلیز۔"

دوسرے نے کہا "اگر اسے تلاش نہیں کر سکتے تو مائک کے ذریعے اسے مخاطب کر سکتے ہو۔ کسی دوسری جگہ سے مسٹر میکی مائک کے ذریعے جواب میں ہماری تسلی کر سکتے ہیں۔"

سی سرپنٹ کی سوچ کہہ رہی تھی "جب میکی زندہ ہی نہیں ہے تو میں اس کی آواز کیسے سناؤں؟ اوہ گاڈ، میں کیا کروں؟ میں نے اسے مار کر بہت بُرا کیا۔ اب اپنے بیٹے کو کیسے بچاؤں؟"

کچھ تو کرنا ہی تھا۔ اگر بچا نہیں سکتا تھا تو اس کی زندگی کے لیے تھوڑی مہلت تو لے سکتا تھا۔ انھوں نے دس منٹ کی مہلت دی تھی۔ وہ دس گھنٹے میکی کی تلاش میں لگا سکتا تھا ایسی چال چل سکتا تھا جس سے حدیقہ اور دوسرے مجاہدین کی تسلی ہوتی رہتی۔

ایک مجاہد نے ڈپٹ کر پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟ ہمارے سے اعلان کرتے ہو۔ ہمیں مسٹر میکی کی آواز سناتے ہو یا تمہارے بیٹے کی آواز ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں؟"

وہ نہیں، نہیں کے انداز میں دونوں ہاتھ ہلاتا ہوا تیزی سے چلتا ہوا مائک کے پاس آیا پھر اسے آن کر کے پاگلوں کے انداز میں پکارنے لگا "میکی! مسٹر میکی! مسٹر کرسٹوفر میکی! کہاں گم ہو گئے ہو؟ پلیز جہاں بھی ہو ہمیں جواب دو۔ تمہارے آدمی مجھ پر شبہ کر رہے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں میں نے تمہیں ہلاک کر دیا ہے۔ بھلا میری اتنی جرأت کہاں۔ میں تو تم سے دوستی کے معاہدے کر رہا تھا پھر یہ سب کیا ہو گیا؟ دیکھو، میرے بیٹے کی جان خطرے میں ہے۔ پلیز اپنی آواز کہیں سے سنا دو۔"

ایک مجاہد نے کہا "اپنے قلعے کے تمام محافظوں مسلح سپاہیوں اور افسروں کو حکم دو کہ مسٹر میکی جہاں بھی ہیں انھیں عزت اور احترام سے یہاں لایا جائے۔ کسی وجہ سے وہ نہ آسکیں تو ہمیں مائک کے ذریعے ان کی آواز سنائی جائے۔"

سی سرپنٹ ان کی ہدایت کے مطابق یہی کہنے لگا پھر مسلح سپاہیوں اور افسروں کو حکم دینے لگا کہ مسٹر میکی جہاں نظر آئیں انھیں عزت و احترام سے لایا جائے یا پھر کسی طرح ان کی آواز یہاں تک پہنچائی جائے۔

وہ مائک کے سامنے زبان سے کہہ رہا تھا اور میکی کے دماغ میں اس کی سوچ کے ذریعے پوچھ رہا تھا "کیا مردے اپنی آواز سنا سکتے ہیں۔ اب جان بلی کا کیا ہوگا؟"

اس نے بیٹے کی طرف پلٹ کر دیکھا۔ اس کے جی میں آیا کہ مائک کے پاس سے ایک دم چھلانگ لگائے اور اپنے بیٹے کے پاس پہنچ جائے اور اس سے لپٹ جائے۔ ہر طرف سے ڈھال بن جائے جہاں سے بھی گولی چلے صرف اس کے جسم پر لگے اور بیٹا اس کی پناہ میں محفوظ رہے۔

افسوس! دوسروں کی زندگی سے کھیلتے وقت یہ یاد نہیں رہتا کہ ایک دن خود مرنا ہے یا اپنی اولاد کو اپنی آنکھوں کے سامنے دم توڑتے ہوئے دیکھنا ہے۔ اور وہ بھی حرام موت مرتے ہوئے دیکھنا ہے۔

میں اس چھت سے اُترا آیا تھا۔ اب بے دھڑک ایک طرف چلا جا رہا تھا۔ اتنا تو یقین تھا کوئی بھی مجھ پر گولی نہیں چلائے گا

اور یہی ہوا۔ جیسے ہی چند سپاہیوں نے مجھے دیکھا فوراً ہی متحرک ہو گئے۔ ایک نے آگے بڑھ کر کہا "جناب! آپ کو تلاش کیا جا رہا ہے۔"

میں نے کہا "میں اعلان سن چکا ہوں۔ تمہارے سی سرپنٹ تک پہنچنے کے لیے کتنی دور جانا ہوگا۔ مجھے یہ قلعہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ عجیب بھول بھلیاں ہیں۔"

"آپ وہاں پندرہ منٹ میں پہنچیں گے۔"

"پھر تو دیر ہو جائے گی۔ تمہارا باس کچھ گھبرایا ہوا سا لگتا ہے۔ بہتر ہے یہیں مائک کے ذریعے آواز سنا دو۔ پھر میں وہاں پہنچوں گا۔"

فوراً ہی مائک کا انتظام کیا گیا۔ میں نے اسے آن کر کے کہا "ہیلو، مسٹر سرپنٹ!"

میری آواز اس کے دماغ میں ایک دھماکے کی طرح گونج اٹھی۔ وہ ایک دم سے چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اسپیکر کے ذریعے میری آواز سنائی دی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ میری آواز ہے۔ بھلا کہیں مُردے بھی بولتے ہیں؟

"ہاں، میں بول رہا ہوں۔ سمندر کی گہری تہہ سے بول رہا ہوں جہاں تم نے مجھے ڈبو دیا۔ تم میرے ساتھیوں کے سامنے اعتراف کر چکے کہ تم نے مجھے مار ڈالا ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ تمہارے بیٹے کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں لیکن اسے یرغمال بنائے رکھیں۔"

وہ ہاں، ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگا۔ فوراً ہی پلٹ کر حدیقہ سے اور مجاہدین سے کہنے لگا "میں مجرم ہوں، میں قاتل ہوں۔ میں نے مسٹر کرسٹوفر میکی کو مار ڈالا ہے۔ ایسی چال چلی کہ وہ سمندر کی گہرائیوں میں پہنچ گیا ہے لیکن دیکھو، میرے گاڈ کو میرے بیٹے کی زندگی منظور ہے۔ وہ مرنے کے بعد بھی سمندر کی تہہ سے بول رہا ہے۔ میرے بیٹے کو زندہ رکھو۔ اسے کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔ دیکھو، تم لوگوں نے اس کی آواز سنی ہے۔ بولو، سنی ہے یا نہیں؟"

"سرپنٹ! اب میں سمندر کی گہرائیوں سے نکل کر آ رہا ہوں۔ تم آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو کہ مُردہ کس طرح زندہ ہو کر آ رہا ہے۔"

میں نے مائک آف کر کے وہاں کے ایک آفیسر سے کہا "مجھے اپنے باس کے پاس لے چلو۔"

میں اس کے پاس جانے لگا۔ ویسے جانے سے پہلے سی سرپنٹ اور حدیقہ وغیرہ کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ سی سرپنٹ بالکل پاگل سا ہو گیا تھا۔ اس کے بیٹے کو دوبارہ زندگی مل رہی تھی۔ اتنا یقین ہو گیا تھا کہ اسے گولی نہیں ماری جائے گی۔ ایک وقت آئے گا کہ اسے زندہ چھوڑ دیا جائے گا فی الحال وہ یرغمالی تھا۔

وہ اپنے بیٹے کو خوش ہو کر دیکھ رہا تھا۔ اس کی تسبیح نکلی ہوئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر کہہ رہا تھا "وہ آ رہا ہے، جسے میں نے مار ڈالا ہے، وہ آ رہا ہے۔ لوگو! اسے جادو کہتے ہیں۔ میں نے اسے ایک ماتحت کے ساتھ موت کی ننھی سی گاڑی میں بٹھا دیا تھا۔ پھر جب مجھے پتا چلا کہ میرا بیٹا صحیح سلامت ہے اور میرے پاس پہنچنے والا ہے تو میں نے اس گاڑی کا رُخ سمندر کی طرف کر دیا۔ وہ راستہ ایسا تھا کہ وہاں سے کوئی واپس نہیں آ سکتا۔ اس شیطانی راستے میں اگر کوئی چلتی گاڑی سے چھلانگ لگائے تب بھی واپس نہیں آ سکتا۔ کیونکہ نشیب میں لڑھکتا چلا جائے گا۔ فرش اتنا چکنا ہے کہ وہاں قدم جمائے نہیں جا سکتے۔ ایسے میں کرسٹوفر میکی کیسے واپس آ سکتا ہے مگر وہ واپس آ رہا ہے۔"

وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر پاگلوں کے سے انداز میں چیخ رہا تھا۔ اپنے بیٹے کی زندگی کی خوشی سنا رہا تھا۔ آدھا پاگل ہو چکا تھا۔ مشین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "اسے دیکھو، وہاں ایک چھوٹا سا اسکرین ہے جب وہ ننھی سی گاڑی کسی مسافر کو موت کی طرف لے جاتی ہے تو اسکرین پر ایک ننھی سی روشنی کا نقطہ نظر آتا ہے۔ وہ نقطہ دراصل وہی موت کی گاڑی ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، وہ تنہا سا نقطہ تیزی سے سفر کرتا ہوا اس حصے کی طرف گیا تھا جہاں خلا ہے اور اس خلا سے گزرنے کے بعد گاڑی سمندر کی گہرائیوں میں پہنچ جاتی ہے اور میں نے دیکھا وہ نقطہ وہاں جا کر گم ہو گیا تھا۔ سمندر کی گہرائیوں میں..."

وہ تیزی سے چلتا ہوا مشین کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ "دیکھو، اس مشین کے تمام بٹن اپنی جگہ موجود ہیں، کوئی بٹن دبا ہوا نہیں ہے۔ اس میں ایک بٹن ایسا ہے جسے دبانے کے بعد موت کے راستے پر چھت سے ایک راڈ لٹکتا ہے۔ اس راڈ کو تھام کر مرنے والا خود کو سمندر میں گرنے سے محفوظ رکھ سکتا ہے لیکن میں نے اس بٹن کو نہیں دبایا تھا یعنی وہ راڈ چھت سے نیچے نہیں آیا تھا۔ میکی اسے تھام نہیں سکتا تھا۔ بچ نہیں سکتا تھا مگر یہ قدرت کا اعجاز ہے کہ وہ زندہ ہے اور وہ چلا آ رہا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں اور یقین سے کہتا ہوں کہ وہ سمندر کی گہرائیوں سے نکل کر آ رہا ہے۔ ہا ہا ہا..."

وہ قہقہے لگانے لگا۔ وہ سچ مچ پاگل ہو رہا تھا۔ اسے

بیٹے کے زندہ رہنے کی خوشی تھی اور اس کے لیے میرے مُردہ نہ ہونے کی بات ناقابلِ فہم تھی۔ وہ چکرا رہا تھا اور جب دماغ چکراتا ہے تو آدمی گر پڑتا ہے یا پھر پاگلوں جیسی حرکتیں کرتا ہے جیسا کہ وہ کر رہا تھا۔

قلعے کے ایک سپاہی نے آگے سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔ "سر! مسٹر کرسٹوفر میکی تشریف لا رہے ہیں۔"

اطلاع دینے والا دو قدم پیچھے ہٹ گیا تاکہ مجھے آنے کا راستہ مل سکے۔ میں دروازے سے گزر کر اس بڑے سے ہال نما کمرے میں پہنچ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی سرپنٹ ساکت کھڑا رہ گیا۔ اس کے دیدے حیرانی سے پھیل گئے تھے۔ میری آواز سننے کے بعد، میرے آنے کا یقین کرنے کے باوجود وہ بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ اُدھر حدیقہ تیزی سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی۔ بالکل قریب پہنچ کر ٹھہر گئی۔ سر اٹھا کر میری طرف دیکھنے لگی۔ اس نے سر اٹھایا تھا۔ مجھے تو چادر اٹھی ہوئی لگ رہی تھی۔ اس انداز سے وہ دوسروں کو دیکھ سکتی تھی۔ دوسرے اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

وہ، بہت کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میرے سامنے ایک بڑی سی چادر نہیں تھی بلکہ سخت پتھروں سے لپٹا ہوا آتش فشاں تھا جس کے اندر جلنے کیا کچھ پک رہا تھا اور وہ آتش فشاں کی طرح ابل پڑنے کو جیسے تیار تھی۔

اس بڑے سے ہال نما کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ سب اپنی جگہ گم صم کھڑے ہوئے مجھے اور حدیقہ کو دیکھ رہے تھے۔ حدیقہ کے انداز کو سمجھ رہے تھے جیسے اب تب میں وہ بولنے والی ہو یا بے نقاب ہونے والی ہو۔ سی سرپنٹ کا پاگل پن بولنے کی حد تک ختم ہو چکا تھا۔ دیکھنے کی حد تک برقرار تھا۔ اب تک دیدے پھاڑے مجھے دیکھ رہا تھا اب بھی اس کا دماغ میرے وجود سے انکار کر رہا تھا۔

پھر وہ ایک دم سے پھٹ پڑا۔ میری طرف ہاتھ اٹھا کر اس نے کہا۔ "تم کون ہو۔ سچ سچ بتاؤ، تم کون ہو؟"

وہ ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔ "کنٹرول روم کا آفیسر کہہ رہا تھا، تم جادوگر ہو۔ وہ تمہارے سامنے بار بار ٹاور کے زینے پر چڑھتا تھا اور اترتا تھا۔ پھر چڑھتا تھا اور اترتا تھا۔ وہ محسوس کرتا تھا جیسے کوئی انجانی طاقت اسے بار بار بلندی پر چڑھنے اور اترنے پر مجبور کر رہی ہے۔ بولو، تم کون سا علم جانتے ہو؟ کون ہو تم؟"

وہ پھر ایک قدم آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر ہلاتے ہوئے بولا۔ "میرے اور اسرائیلی آفیسر کے درمیان جو طے شدہ کوڈ ورڈز تھے وہ صرف کنٹرول روم کے سگنل مین کو معلوم تھے کسی چوتھے آدمی کو اس کا علم نہیں تھا۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی کسی بھی ذریعے سے وہ کوڈ ورڈز معلوم کر لیتا۔ تم نے کیسے معلوم کیا؟ تمہیں کیسے معلوم تھا کہ دو موٹر بوٹ میں دس ارکن انسٹرکٹر آنے والے ہیں؟ اور ان کے کوڈ ورڈز وہی ہیں جو اسرائیلی نے ادا کیے تھے۔ تم کون سا علم جانتے ہو؟"

وہ ایک ایک قدم آگے بڑھ رہا تھا مگر میرے قریب نہیں آنا چاہتا تھا۔ غیر شعوری طور پر مجھ سے خوفزدہ تھا۔ وہ کترا کر دوسری طرف جاتے ہوئے میری طرف مڑ کر بولا۔ "وہ جو اسرائیلی انسٹرکٹر ہمارے ہاں آنے والا تھا جس نے میرے بیٹے کو ٹاور سے اتار کر یہاں تک پہنچایا، اس کا بیان ہے، جب بھی وہ کوڈ ورڈز ادا کرنا چاہتا تھا، اس کے دماغ میں گڑبڑ پیدا ہوتی تھی اور وہ ہمارے سگنل مین تک اپنے مخصوص کوڈ ورڈز نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ایسی دماغی گڑبڑ صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ بتاؤ کیا تم یہ علم جانتے ہو، آخر تم کون ہو؟"

حدیقہ کبھی مجھے دیکھتی تھی کبھی سی سرپنٹ کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔ اس کی باتوں کو سنتی تھی پھر مجھے دیکھتی تھی۔ جب اس نے ٹیلی پیتھی کا ذکر کیا تو اس نے بے اختیار میرے بازو کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اس کے ہاتھوں کی گرفت میرے بازو پر مضبوط تھی جیسے تصدیق کر رہی ہو "ہاں، تم یہ علم جانتے ہو۔"

یا جیسے میرے بازو کو صرف اپنا سمجھ کر اپنائیت سے پوچھ رہی ہو۔ "بولو، مجھ سے تو نہ چھپاؤ؟"

سی سرپنٹ مجھ سے دور ہی دور سے کترا تا ہوا میرے عقب میں پہنچ گیا۔ میں نے اسے پلٹ کر نہیں دیکھا، میری ٹیلی پیتھی کی آنکھ دیکھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "بولو، ہاں بولو تم کون ہو؟ تم وہ ہو جسے موت بھی نہیں مارتی۔ کوئی شخص اُس نشیبی راستے سے گزرنے کے بعد واپس نہیں آ سکا۔ میں نے جنہیں کو موت کی سزا دی وہ سب سمندر کی گہرائی میں پہنچ گئے۔ تم کون ہو جسے موت بھی نہ مار سکی؟"

بڑی دیر بعد میں نے اسے جواب دیا۔ "میں کرسٹوفر میکی ہوں۔ چند روز پہلے میں نے اعلانیہ کہا تھا کہ وہ رات میری زندگی کی آخری رات ہے۔ اگر کسی طرح موت کے منہ سے بچ جانے سے بچ گیا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت مجھے نہیں مار سکے گی۔ صرف خدا کی مرضی سے میں طبعی موت مروں گا یا چونکہ ابھی میری حیات باقی ہے، موت کا وقت نہیں آیا اس لیے میں آج بھی

زندہ واپس آ گیا ہوں۔ میری پیشگوئی پہلے بھی درست تھی، آج بھی درست ثابت ہو رہی ہے۔"

سی سرپنٹ میرے عقب سے چلتا ہوا، دور ہی سے مڑتا ہوا میرے بائیں طرف آیا۔ پھر کہنے لگا۔ "کرسٹوفر میکی نے اس رات جو اعلان کیا تھا وہ تم نے بھی سنا تھا یا پھر اپنے علم سے معلوم کیا تھا کہ وہ رات اس کی آخری رات ہے لہٰذا اس کی جگہ تمہیں لینا چاہیے۔ یہ تمہارا علم ہے جس کے ذریعے تم نے معلوم کیا کہ ٹاور کی بلندی پر میرا بیٹا جان بلمور یا موجود ہے ورنہ تمہیں اس کا کوئی علم نہیں تھا بتاؤ تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ ٹاور کی بلندی پر کنٹرول روم میں ہے۔ وہ تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے صرف مجھ سے گفتگو کر رہا تھا۔ تمہیں کیسے پتا چلا ہمارے درمیان گفتگو ہو رہی ہے اور جو باتیں ہو رہی ہیں وہ باپ بیٹے کے درمیان ہو رہی ہیں؟"

میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "سی سرپنٹ! ایسا کہنے سے پہلے میں تمہارا نتیجہ ساحلی ریت پر بنا چکا تھا جسے حدیقہ اور دوسرے مجاہدین نے دیکھا تھا۔ میں معلوم کر چکا تھا کہ تمہیں جانی نقصان نہیں پہنچا سکوں گا البتہ تمہارے بیٹے کی زندگی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ میں چاہوں تو اسے مار ڈالوں، چاہوں تو اسے زندہ چھوڑ دوں۔ جان بلی کے متعلق تمام معلومات حاصل کرنے اور اپنی کامیابی کا پورا یقین کرنے کے بعد ہی میں اس قلعے میں آیا ہوں۔"

وہ ایک جھٹکے سے میرے سامنے آیا مگر اب بھی مجھ سے تقریباً پندرہ فٹ کے فاصلے پر تھا۔ اس نے پوچھا۔ "اچھا تو یہ تمہارا کوئی دوسرا علم ہے جو تمہیں دشمنوں کے متعلق بتاتا ہے۔ تم نتیجہ بناتے ہو۔ ستاروں کی چال کو سمجھتے ہو۔ اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے بتاؤ، ہم اس چادر والی کو ہاتھ کیوں نہ لگا سکے؟ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میرے دماغ کو جھٹکا پہنچا تھا اور یہ جھٹکا ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہنچایا گیا تھا۔"

اس نے پلٹ کر اپنے خاص ماتحت سے پوچھا۔ "تم بتاؤ، کیا تم نے اسے ہاتھ لگاتے ہی بجلی کا جھٹکا محسوس کیا تھا یا تمہارا دماغ اچانک ہی شدید تکلیف میں مبتلا ہو گیا تھا؟"

اس کے ماتحت نے کہا۔ "پتا نہیں کیوں، میرے دماغ میں یہ بات پیدا ہوئی تھی کہ بجلی کے ننگے تار کو چھونے جا رہا ہوں لہٰذا جب میرے دماغ کو جھٹکا پہنچا تو یہی خیال قائم رہا اور اس کی تصدیق ہوئی۔ اب آپ پوچھ رہے ہیں تو یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ مجھے کسی طرح کا شاک نہیں لگا تھا بلکہ دماغ میں ایسے شدید زلزلے کی سی کیفیت پیدا ہوئی تھی جو میرے لیے ناقابلِ برداشت تھی اس لیے میں فرش پر گر کر تڑپنے لگا تھا۔"

نے ڈانٹ کر کہا۔ "میں تنہائی چاہتا ہوں۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

اس نے پلٹ کر فوراً ہی دونوں... ہاتھ جوڑ دیے۔ گڑگڑا کر کہنے لگا۔ "میں سمجھ گیا ہوں، آپ سے تو دنیا کی خطرناک ترین تنظیمیں گھبراتی ہیں۔ بڑے بڑے لوگ آپ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ میری کیا مجال کہ آپ سے دشمنی کروں۔ پلیز جو کچھ میں نے کیا ہے، اسے میری حماقت سمجھ کر معاف کر دیجیے۔ میں اب ایک قدم بھی آپ کی مرضی کے خلاف نہیں اٹھاؤں گا۔ آپ جو کہیں گے وہی کروں گا۔"

"تم جانے کیا بکواس کر رہے ہو۔ میں کرسٹوفر میکی ہوں۔ اور مجھ سے بڑے بڑے لوگ دوستی نہیں کرتے بلکہ مجھے اپنے ملک سے نکالنے کی قانونی کوشش کرتے ہیں اور ناکام رہتے ہیں۔ بہرحال میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ تم نے پہلے بھی مجھ سے دوستی کا وعدہ کیا تھا، اور دھوکا دیا۔ لہٰذا تم پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ کمرے سے باہر جاؤ اور ہمارے باہر آنے کا انتظار کرو۔"

وہ بند دروازے کے سامنے دونوں ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو گیا، انکار میں سر ہلا کر کہنے لگا۔ "نہیں، میں باہر نہیں جاؤں گا۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے یہاں سے بھگا دو گے۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو میں ابھی اس کی چادر نوچنے کے لیے بڑھوں گا۔ تم مجھے روکو گے۔"

اس نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے جان بوجھ کر سزا پاؤں گا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سزا پاؤں گا۔ یہ لو میں چادر کی طرف جا رہا ہوں۔ مجھے روکو، مجھے سزا دو۔"

وہ حدیقہ کی طرف بڑھنے لگا۔ میں دونوں کے درمیان آ گیا اس نے پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "آپ بہت گہرے ہیں۔ پلیز مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے روکیے۔ میں ضرور آپ کو بے نقاب کروں گا۔ پلیز مجھے بتا دیجیے۔ میرے سامنے تسلیم کر لیجیے، آپ فرہاد علی تیمور ہیں۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "تم ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو۔ خدا کے لیے جاؤ۔ ہمیں ضروری باتیں کرنا ہیں۔"

وہ یقیناً انکار کرتا۔ اس بار میں نے اسے موقع نہیں دیا۔ اس نے خود ہی بے اختیار کہا۔ "اچھی بات ہے۔ آپ یہاں باتیں کر لیں۔ میں باہر انتظار کروں گا۔"

وہ تیزی سے پلٹ کر دروازے کو کھولتے ہوئے باہر گیا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ باہر جاتے ہی میں نے اس کے دماغ کو آزاد کر دیا تھا۔ وہ چونک کر سوچ رہا تھا۔ میں نے خود یہ بات کہی ہے کہ باہر جا کر انتظار کروں گا لیکن میں یہ کہنا نہیں چاہتا تھا۔ پھر میں نے کیسے کہہ دیا۔ میں اب نہیں آنا چاہتا تھا پھر کیسے آ گیا؟"

وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ سب نے اسے حیرانی سے دیکھا وہ اپنے ماتحتوں سے، اپنے خاص افسروں سے کہنے لگا۔ "یہ نہیں ہیں۔ یہ فرہاد علی تیمور ہیں۔ اپنے اپنے ہتھیار پھینک دو۔ وہ باہر آئے تو گھٹنے ٹیک دو۔ قلعے کے دروازے کھول دو۔ جب تک فرہاد علی تیمور یہاں موجود ہے کوئی دشمن اندر نہیں آ سکتا اور کسی دوست کو یہاں سے نکالا نہیں جا سکتا۔"

میں دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر ایک صوفے کے ہتھے پر بیٹھ گیا۔ اتنی دیر سے انتظار کر رہا تھا۔ لیکن میرے انکار میں جان نہیں تھی۔ سی سرینٹ ٹھوس دلائل پیش کر رہا تھا قلعے میں داخل ہونے سے پہلے جو پلاننگ کی تھی اور یہاں داخل ہونے کے بعد جو کچھ کرتا آیا تھا، اس میں ٹیلی پیتھی کا اتنا ہاتھ تھا کہ میں انکار نہیں کر سکتا۔ انکار کر بھی دیتا تو یہ ان ناقابلِ فہم تھی کہ کوئی حدیقہ کی چادر کو کیوں نہیں چھو سکتا۔ میں نے صرف اس کی قسم کی لاج رکھنے کے لیے ایسا کیا تھا۔ لے لیے فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے ظاہر ہونے میں صرف ایک چادر والی بات نہیں تھی۔ اس سلسلے میں کئی عوامل کارفرما تھے اور اب اس کا نتیجہ سامنے آ رہا تھا۔ انکار کرنے کے باوجود میں ظاہر ہو چکا تھا۔ اب میرے متعلق دور تک قیاس آرائیاں ہونے والی تھیں کہ ایک اجنبی یہاں آ کر اچانک کرسٹوفر میکی کیسے بن گیا۔ اس کی چال ڈھال، اس کے مزاج کو کیسے اپنا لیا۔ اس کے لب و لہجہ کو، اس کے ان گہرے رازوں کو جنہیں صرف میکی جانتا تھا، کیسے جان گیا۔ اب تو میرے سلسلے میں بال کی کھال نکالی جائے گی اور ہر پہلو سے مجھے فرہاد علی تیمور تسلیم کیا جائے گا۔

میں سوچ میں مصروف تھا۔ حدیقہ کا اُجلا، ہاتھ میرے سامنے آیا۔ وہ ایک پرچی دے رہی تھی۔ میں نے اسے کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا۔ "مجھے دشمنوں نے جہاں قید کر رکھا تھا، وہ بہت ہی گندی جگہ تھی۔ میرے کپڑے میلے ہو گئے ہیں۔ اور میں غسل کرنے کی ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔ کیا یہاں میرے لیے لباس اور ایک چادر دستیاب ہو سکتی ہے؟"

میں اٹھ کر سی سرینٹ کو بلانا چاہتا تھا — اس نے ایک اور بڑا سا تہہ کیا ہوا کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔ کوئی طویل خط ہو گا۔ میں نے اسے رکھ لیا پھر دروازہ کھول کر سی سرینٹ سے کہا۔ "ادھر آؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا آیا اور کسی غلام کی طرح دونوں ہاتھ

کر، سر جھکا کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے اسے اندر آنے کے لیے کہا۔ پھر دروازہ بند کرنے کے بعد پوچھا۔ "کیا حدیقہ کے لیے ایک اچھا سا لباس اور چادر کا انتظام ہو سکتا ہے؟"

"جناب! ایک لباس کی بات کر رہے ہیں، میں یہاں کپڑوں اور چادروں کی سپر مارکیٹ بنا دوں گا۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ یہ کس قسم کا لباس پہنتی ہے یعنی ایسا جس میں بھاگ دوڑ اور جدوجہد کی آسانی رہے۔ جاؤ اس کے کپڑوں اور چادر کا بندوبست کرو اور یاد رکھو، اگر تم نے فرہاد علی تیمور کی پبلسٹی کی تو میں تمہیں چھت سے الٹا لٹکا دوں گا۔"

میں نے دروازہ کھولا۔ وہ سر ہلاتا ہوا اور یہ کہتا ہوا گیا کہ کسی کے سامنے میرا ذکر نہیں کرے گا۔ خاموش رہے گا۔

میں نے کہا۔ "اور سنو، یہاں ایک مائک لا کر رکھ دو۔ میں کبھی کبھی تم لوگوں کو مخاطب کیا کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے دروازے کو بند کر دیا۔ ایک صوفے پر آ کر بیٹھتے ہوئے اس تہہ کیے ہوئے کاغذ کو کھولا۔ پھر پڑھنے لگا۔ اس نے لکھا تھا:

"میرے پُراسرار محسن!

تم پُراسرار رہے اور میں تمہارے اسرار میں دن رات الجھتی رہی۔ میرے اضطراب سے بھرپور دن اور میری بے خواب راتیں صرف تمہارے ہی بارے میں سوچتے ہوئے گزرتی رہیں۔

میں اپنے آپ کو طرح طرح سے بہلانے کی کوششیں کرتی رہی۔ اپنے دماغ سے تمہیں نکال دینے کے کتنے ہی جتن کیے لیکن ہر بار ناکام رہی۔ اب سمجھ رہی ہوں کہ تم نے میرے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم مجھے دیکھ تو نہ سکے لیکن میرے دماغ میں بیٹھ کر مجھے پڑھتے رہتے ہو۔ کیا یہ درست ہے؟"

میں خط ادھورا چھوڑ کر اٹھ گیا۔ پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "میں نے ابھی تک تمہاری آواز نہیں سنی، تمہارا چہرہ نہیں دیکھا، تمہاری آنکھوں میں جھانکنے کا موقع نہیں ملا۔ پھر بھلا تمہارے دماغ میں کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ ٹیلی پیتھی یعنی خیال خوانی کے لیے چند بنیادی شرائط ہیں۔ وہ شرائط پوری نہ ہوں تو ہم کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے۔ یہ جو تم کہہ رہی ہو کہ میں تمہارے دماغ پر قبضہ جما چکا ہوں تو درست نہیں ہے۔ بات کو سمجھنے کا فرق ہوتا ہے اور فرق یہ ہے کہ میں تمہارے دماغ پر نہیں، دل پر قبضہ جما چکا ہوں۔ اسی لیے مضطرب رہتی ہو۔ دن رات میرے پیچھے بھاگتی ہو۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں، دوسرے مجاہدین بھی سمجھاتے ہیں مگر تم پر دیوانگی طاری ہے۔ یہ میں اچھی طرح سمجھ چکا ہوں اور اسے سمجھنے کے لیے ٹیلی پیتھی لازمی نہیں ہے۔"

وہ تڑپ کر آگے بڑھی، اور آگے بڑھی پھر اور آگے بڑھنے کا راستہ نہ رہا۔ مجھے یوں لگا جیسے تیر کمان سے نکل کر سیدھا میری طرف آیا ہو اور سینے میں پیوست ہو گیا ہو۔ میرے ہاتھ سے اس کی لکھی ہوئی تحریر چھوٹ گئی۔ کاغذ کٹی ہوئی پتنگ کی طرح اِدھر سے اُدھر ڈولنے لگا۔

میں نے کہا۔ "میرے سامنے تو چادر چھوڑ دو۔"

وہ اور زیادہ چادر کو لپیٹنے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "اگر میں اس چادر کو الگ کروں تو کیا شاک پہنچے گا؟"

وہ تڑپ کر اچھلی۔ پھر دوسری طرف منہ پھیر کر چادر کو چاروں طرف اچھی طرح لپیٹنے لگی۔ اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ چھپانے لگی۔ میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "یہ چادر بھی بیزار ہو کر کہہ رہی ہے، کہاں تک چھپو گے کہاں تک چھپاؤں، میرا بس چلے تو یہ کھڑا دکھاؤں۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ لیا حالانکہ چہرہ پہلے ہی چھپا ہوا تھا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر چادر کو ایک مٹھی کی گرفت میں لیا۔ وہ نہیں، نہیں کے انداز میں سر کو تیزی سے ہلانے لگی۔ اس نے ایک ہاتھ اپنے شانے کی طرف بڑھا کر میرے ہاتھ کو تھام لیا تاکہ میں چادر کو نہ کھینچ سکوں۔ مجھے اس پر بڑا ترس آیا۔ وہ ایک وہم سے چپکی ہوئی تھی۔ چادر چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ جب اس کی مرضی یہی تھی تو یہی سہی۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "میلی سی چادر میں لپٹی ہوئی ہو۔ کیا دل گھبراتا نہیں ہے۔ تم تو بڑی نفاست پسند ہو۔"

وہ چپ رہی۔ میں نے پھر کہا۔ "ایک طریقہ ہے۔ اگر روشنی گل ہو جائے تو گہری تاریکی میں چادر اتار سکتی ہو۔"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟"

اس نے ہاں، ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ میں نے کہا۔ "میں زبان دیتا ہوں۔ جس طرح دشمنوں کے سامنے تمہیں بے نقاب نہیں ہونے دیا اسی طرح اپنے سامنے بھی پردہ رکھوں

گا۔ یہ ایک مرد کا وعدہ ہے۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا۔ سی سرپنٹ وہاں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ وہ ایک مائک اور ایک بڑا سا پیکٹ لے آیا تھا۔ اس نے اندر آتے ہوئے مائک کو ایک جگہ رکھ دیا۔ "اس میں مختلف قسم کے جوڑے اور مختلف رنگوں کی چادریں ہیں۔ آپ کو جو بھی پسند آجائے۔" وہ پیکٹ میری طرف بڑھا کر بولا۔

میں نے حدیقہ کی طرف دیکھا۔ وہ چادر کی آڑ سے لباس کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "تم جاؤ، جو کچھ کہنا ہوگا میں مائک کے ذریعے کہوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ حدیقہ تیزی سے لباس کے پاس گئی۔ ایک ایک کو اٹھا کر دیکھا پھر اس میں سے ایک لباس اور ایک چادر پسند کر کے باتھ روم جانے لگی۔ میں نے کہا۔ "جب واپس آؤ گی تو کمرے میں تاریکی ہوگی اس لیے چادر کا تکلف نہ کرنا۔"

وہ رک کر میری بات سن رہی تھی۔ پھر باتھ روم میں چلی گئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ میں مائک اسٹینڈ کو اٹھا کر اسے صوفے کے سامنے لے آیا۔ وہاں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا، مجھے کیا کہنا چاہیے؟ پھر میں نے مائک کو آن کرتے ہوئے کہا۔ "میرے جانباز مجاہدو! میں سرسٹوفر سی کی مخاطب ہے۔ میرے متعلق تم سب پہلے سے جانتے تھے، میں سی نہیں ہوں۔ تم لوگوں نے میرے راز کو ایک اہم راز بنا کر اپنے سینوں میں چھپائے رکھا۔ اس لیے میں تم سب کا شکوہ ممنون ہوں۔ سی سرپنٹ نے میرے بارے میں بڑے ٹھوس دلائل دیے ہیں۔ اب میں خود کو چھپا کر نہیں رکھ سکتا۔ لہٰذا جن ساتھیوں پر میرا بے حد اعتماد ہے، ان کے سامنے پہلی بار اعتراف کر رہا ہوں، اس وقت تم سب سے فرہاد علی تیمور مخاطب ہے۔"

میں چند لمحوں کے لیے خاموش ہوا اور ٹہلتی ہوئی کسی اسکرین پر ہال میں موجود افراد کو دیکھنے لگا۔ ان میں مجاہدین بھی تھے، سی سرپنٹ کے سپاہی اور افسران بھی تھے۔ میرے چپ ہوتے ہی وہ فرہاد علی تیمور کے انکشاف پر آپس میں ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے تھے۔ کچھ خوش تھے، کچھ حیران تھے اور سوالیہ نظروں سے اپنے پاس سی سرپنٹ کو دیکھ رہے تھے۔ شاید سوچ رہے ہوں کہ ٹیلی پیتھی کا ناقابلِ شکست ہتھیار اس قلعے میں آگیا ہے۔ اب یہاں کا مالک و مختار کون ہوگا۔ فرہاد علی تیمور یا سی سرپنٹ؟

میں نے انھیں مخاطب کیا۔ "سب سے پہلے تو میں مجاہدین سے کہوں گا کہ وہ جان بلی کو آزاد کر دیں۔"

سی سرپنٹ خوشی سے اچھل پڑا۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا دینے کے انداز میں کہنے لگا۔ "فرہاد علی تیمور! تمھارا خدا تمھیں ہمیشہ سلامت رکھے۔ خدا مجھ جیسے دشمنوں کو تمھارے قدموں کی خاک بنائے۔ آہ، میں نے تم سے کتنی برائی کی اور تم کتنی نیکی کر رہے ہو۔ سچ ہے، جب نیکی اپنے منہ سے بدی پر تھوکتی ہے تو شرم سے منہ چھپانے کی جگہ نہیں ملتی۔"

میں نے کہا۔ "نیکی اول نیکی ہے، آخر نیکی ہے۔ وہ کسی پر تھوکتی نہیں ہے۔ تم اپنی الٹی سیدھی باتیں اپنے پاس رکھو اور کم بولا کرو۔ میری باتیں سنو۔"

وہ چپ ہو گیا۔ سب کے سب سر اٹھائے دیوار کے اس حصے کو دیکھ رہے تھے جہاں ایک خفیہ مائک لگا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ "سی سرپنٹ! پہلے میں نے ریوالور کے ذریعے تمھارے بیٹے کو مار ڈالنے کی دھمکی دی تھی۔ اپنے مجاہدین کا پہرہ بٹھا دیا تھا تاکہ وہ ٹاور کے کنٹرول روم سے نہ نکل سکے۔ اگر میں فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے پہلے ہی ظاہر ہو جاتا تو اتنے تکلفات کی ضرورت پیش نہ آتی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے صرف تمھارے بیٹے جان ہی کے نہیں بلکہ تمھاری بیوی، تمھاری بڑی بیٹی اور دو چھوٹے بچوں کے دماغوں میں بھی جب چاہوں پہنچ سکتا ہوں۔ اگر تمھارے دماغ میں یہ کیڑا کلبلائے کہ تم مجھے اس کمرے سے نکلنے نہیں دو گے، چاروں طرف سے گھیر لو گے تو یہ تمھاری بہت بڑی نادانی ہوگی۔"

وہ نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلاتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "میں کبھی ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔"

"تم جرأت کرو یا نہ کرو، میں تم پر اچھی طرح واضح کر دوں کہ میں نے تمھارے خیالات پڑھ لیے ہیں۔ میں جس کمرے میں ہوں اس کے آس پاس تک کوئی ایسا زمین دوز حصہ نہیں ہے جہاں دھماکا کرنے والے ہتھیار یا بارودی لائن ہو۔ میرے اس کمرے کو گیس چیمبر بھی بنایا نہیں جا سکتا۔ شاید تم نہیں جانتے، سوچ کی لہروں دنیا کے آخری سرے تک پہنچتی ہیں۔ اس لیے یہ نہ سوچنا کہ تمھارے بیوی بچے دنیا کے کسی گوشے میں جا کر چھپ جائیں گے۔"

چونکہ میں اس کمرے میں صبح تک اپنا تحفظ چاہتا تھا اس لیے اسے اس طرح سے دھمکا رہا تھا۔ میں نے سی سرپنٹ سے پوچھا۔ "کیا تمھیں معلوم ہے کہ ان دنوں میری شریکِ حیات رسونتی وادیٔ قاف میں ہے؟"

"جی ہاں، اچھی طرح جانتا ہوں کہ مادام رسونتی ایک نئی مملکت قائم کر رہی ہیں۔ میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔"

"تم مجھے نہیں، اپنی زبان سے میری شریکِ حیات کو مبارک باد دینا۔ وہ اس وقت تمھارے دماغ میں موجود ہے۔"

"ہائیں؟" اس نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر خلا میں تکتے ہوئے کہا۔ "کیا مادام میرے دماغ میں ہیں۔ کیا میری اتنی عزت افزائی ہو رہی ہے؟"

میں نے رسونتی کے لب و لہجہ میں کہا۔ "ہاں، میں موجود ہوں۔ تمھیں سمجھانے آئی ہوں، اس وقت میرے شوہر تمھارے مہمان ہیں۔ اگر ان کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی آئی تو یاد رکھو، میں وادیٔ قاف میں بیٹھے ہی بیٹھے تمھارے قلعے کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گی۔ تمھارے بیوی بچے یوں تڑپ تڑپ کر مریں گے کہ تم آنکھوں سے دیکھتے رہو گے، خود مرنا چاہو گے لیکن مر نہیں سکو گے۔ کیا یہ اتنا کہہ دینا کافی ہے؟"

وہ جلدی جلدی سر ہلا کر بولا۔ "جی ہاں، جی ہاں، میں سمجھتا ہوں۔ میں کبھی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں آپ لوگوں کا خادم ہوں۔"

"اور سنو! میں اپنے شوہر کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی۔ چپ چاپ ان کے پاس آتی ہوں۔ خیریت معلوم کر کے چلی جاتی ہوں۔ لہٰذا تم مجھے مداخلت پر مجبور نہ کرنا۔ اب میں جا رہی ہوں۔"

میں ایک لمحے کے لیے چپ ہوا پھر میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں بھی تمھارے دماغ میں موجود تھا اور سن رہا تھا۔ تمھاری سوچ بھی پڑھ رہا تھا۔ مجھے یقین ہے تم کوئی مکاری نہیں دکھاؤ گے۔"

پھر میں نے بلند آواز سے ان مجاہدین کو مخاطب کیا جو قلعے کے ساحلی علاقے پر قابض تھے۔ "میرے مجاہدو! تم نے جو محاذ بنا رکھا ہے، اب اسے ختم کر دو۔ اس قلعے میں یوں تو ایک درجن ٹرک ہیں لیکن تم دو ٹرک اپنے قبضے میں لو۔ ایک میں ہتھیار لاد کر لے جاؤ اور دوسرے میں کرنسی نوٹ اور ہیرے جواہرات کی چند پیٹیاں لے جا سکتے ہو۔"

سی سرپنٹ کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ بوکھلایا ہوا سر اٹھا کر اسپیکر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "سرپنٹ کیا تم مجاہدین کو وہ ہتھیار، کرنسی نوٹ اور کچھ ہیرے جواہرات دو گے یا میں انھیں بتاؤں کہ کن تہہ خانوں میں یہ چیزیں چھپا کر رکھی گئی ہیں؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا آپ یہ بھی جانتے ہیں۔ کیا ٹیلی پیتھی زمین میں گڑے ہوئے خزانوں تک پہنچا دیتی ہے؟"

"ہاں، جو لوگ خزانہ گاڑ کر رکھتے ہیں، میں ان کے دماغوں سے معلوم کر لیتا ہوں۔ میں نے تمھارے دماغ سے بہت کچھ پڑھ لیا ہے۔ انکشاف کروں گا تو حیرت سے مر جاؤ گے۔"

"مم، میں مانتا ہوں۔ تم سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ میں خود جا رہا ہوں۔ پلیز، ان سے کہہ دو کہ زیادہ مطالبہ نہ کریں ورنہ میں کٹ جاؤں گا۔"

"میں نے کہا نا، میرے جواہرات کی دو پیٹیاں کرنسی نوٹوں کی کم از کم دس پیٹیاں دے دو مگر وہ نوٹ امریکی ڈالر، فرانسیسی فرانک اور برٹش پونڈ ہوں۔"

وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے یوں جھک کر جانے لگا جیسے کمر ٹوٹ گئی ہو۔ ایک مجاہد احتیاطاً اس کے ساتھ جا رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں فرہاد تم سے مخاطب ہوں۔"

پہلے تو وہ گڑبڑایا۔ پھر اس نے تصدیق کے لیے پوچھا۔ "کیا واقعی میں فرہاد صاحب کے لب و لہجہ کو اپنے دماغ میں محسوس کر رہا ہوں؟"

"ہاں، میں نے کہا نا، میں فرہاد ہوں۔ غور سے سنو۔ یہ دونوں ٹرک سیدھے بزرگ جلیل القدر کے پاس جائیں گے یا وہاں پہنچانے میں خطرہ ہو تو کسی مناسب جگہ چھپا دینا اور بزرگ جلیل القدر کو اطلاع دے دینا۔ وہی ان ہتھیاروں کو تقسیم کریں گے۔ کرنسی نوٹوں اور ہیرے جواہرات کو کن مصارف میں لانا ہے، وہ خود فیصلہ کریں گے۔"

اس ہال میں چار مجاہدین رہ گئے تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ "وہ آرام سے سو جائیں۔ اگر کسی طرح کی بے اطمینانی ہو تو ایک جاگتا رہے۔ ویسے کسی طرح کا اندیشہ نہیں ہے۔"

میں نے مائک کو آف کر کے باتھ روم کی طرف دیکھا۔ دروازہ ابھی تک بند تھا۔ میں نے جوتے اور موزے اتارے۔ مائک اسٹینڈ کو ایک طرف رکھا۔ کمرے کی تمام بتیاں گل کر دیں پھر آرام سے پلنگ پر لیٹ گیا۔ اب میرے آس پاس گہری تاریکی تھی۔ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ میں یہاں خود کو چھپا کر نہیں رکھ سکوں گا۔ عزت علی کے ذرائع بہت وسیع تھے۔ میری بات قلعے سے اڑ چکی تھی اور انٹرپول کے خفیہ آدمی کہاں نہیں ہوتے۔ خصوصاً ساحلی علاقوں میں، ایئرپورٹ اور ہائی وے وغیرہ کے اطراف ضرور موجود رہتے ہیں۔ سی سرپنٹ جیسے بدنام لوگوں کو ہمیشہ نظروں میں رکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے ان کا کوئی آدمی یہ بات لے اڑے اور عزت علی تک پہنچا دے تو اس کا دل میلا ہوگا۔ وہ

سوچے گا، ہمارے لیے اتنا کچھ کرتا ہے اور میں اس سے چھپتا ہوں جبکہ چھپنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ یہ تمام باتیں سوچ کر میں خود ہی عزت علی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک بڑے سے اسٹقبالیہ کمرے میں ڈاکٹر ولیم بروک کے مقابل کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ مقامی پولیس افسر بھی تھے۔ اس کمرے میں مووی کیمرہ اور ساؤنڈ ریکارڈ ڈرشین اپنا کام کر رہے تھے۔ عزت علی پورے دستاویزی ثبوت کے ساتھ ڈاکٹر ولیم بروک کو گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ اب تک اس نے میرے بتائے ہوئے جتنے اڈوں پر چھاپے مارے تھے، وہاں کی بھی متحرک فلمیں تیار کی تھیں اور گرفتار ہونے والے تمام چھوٹے بڑے مجرموں کی آوازیں بھی ریکارڈ کی تھیں۔

اس وقت عزت علی کہہ رہا تھا "ڈاکٹر! میں مانتا ہوں تم بہت ہی معزز ہو۔ تمہارے اور دوسرے گولڈ مین کے خلاف ثبوت فراہم کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر کسی طرح ثبوت فراہم کیا گیا تب بھی شاید دنیا والے اتنے معزز ڈاکٹر کو منشیات کا تاجر تسلیم نہیں کریں گے۔"

ڈاکٹر ولیم بروک نے غصّے سے کہا "یو شٹ اپ، تمہاری اتنی مجال کہ مجھ سے اس انداز میں گفتگو کرو۔ ماناکہ تم انٹرپول کے بہت بڑے آفیسر ہو لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم عزت داروں کے گریبان پر ہاتھ ڈالو۔"

عزت علی نے کہا "میں نے ایک اڈے پر چھاپا مارا تھا۔ وہاں تمہارے ایک آدمی نے اچھی طرح پٹائی ہونے کے بعد یہ اگل دیا کہ تم آج شام وہاں پہنچے تھے۔ میں نے ان تمام جگہوں کی تصویریں انٹروالی میں جہاں جہاں تم گئے تھے۔ جہاں تم بیٹھے تھے۔ جن چیزوں کو تم نے ہاتھ لگایا تھا۔"

ڈاکٹر نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر پوچھا "کیا ثبوت ہے کہ جن چیزوں پر میری انگلیوں کے نشانات ملے وہ چیزیں انہی اڈوں پر پائی گئی ہوں۔ تم مجھے پھانسنے کے لیے ان چیزوں کو ایسے اڈوں میں لے جا کر رکھ سکتے ہو اور یہ متحرک فلمیں تیار کر کے مجھے خواہ مخواہ پھانسنے کی کوشش کر سکتے ہو۔"

عزت علی دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔ اس سے اگلوانا بہت مشکل ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں پوچھا "کیا میرے ہوتے ہوئے بھی مشکل ہے؟"

اس نے چونک کر پوچھا "کون بھائی آپ ہے"

"نہیں تمہاری بھابی جان کا مجازی خدا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بھابی تو کہہ رہی تھیں..."

"وہ جو بھی کہہ رہی تھی، اپنی جگہ درست تھا۔ یہ بحث کا وقت نہیں ہے۔ دیکھو، میں اس سے کس طرح اگلوانا ہوں۔ پہلے تم اس سے وہی کہو گے جو میں چاہتا ہوں۔ اور تم کہہ رہے ہو"

اس نے بے اختیار کہنا شروع کیا "ڈاکٹر ولیم بروک ٹھیک ہے کہ میں تمہارے خلاف ثبوت فراہم نہیں کر سکتا لیکن یہ تو سوچو، ہمارا جھگڑا اب مستقل رہے گا۔ میں تمہارے پیچھے پڑا رہوں گا اور تمہیں کاروبار نہیں کرنے دوں گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ نقصان اٹھاتے رہو گے۔ کیا ہمارے درمیان سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ کچھ تمہارا فائدہ ہو کچھ میرا۔"

ڈاکٹر نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ پھر مسکرا کر کہا "تم مجھے بیوقوف بنانا چاہتے ہو۔ عزت علی کا نام پورے انٹرپول میں دیانتداری کے لیے مشہور ہے۔ تم نے آج تک کسی سے رشوت نہیں لی۔"

"لیکن حالات مجبور کر دیتے ہیں۔ آج میں بہت مجبور ہوں۔ تم سے سمجھوتہ کرنا چاہتا ہوں۔"

میں ڈاکٹر کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا "اگر تم مجبور ہو تو میں تمہاری مجبوری سنوں گا اور تمہارے کام آؤں گا۔"

"مجھے ستر ہزار ڈالر کی سخت ضرورت ہے۔ ہمارے جیسے آفیسر کے لیے یہ رقم اتنی بڑی ہے کہ تمام عمر ملازمت کر کے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ میں کسی کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہوں اور عشق کتنی بری بلا ہے یہ تم سمجھ سکتے ہو گے۔"

ڈاکٹر ولیم بروک نے میری مرضی کے مطابق کہا "اچھی بات ہے، میں تمہیں ستر نہیں بلکہ ایک لاکھ ڈالر دوں گا۔ حالانکہ تم نے ایک ہی رات میں میرے تمام اڈوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے۔ تم شاید یقین نہ کرو، آج ایک رات میں مجھے تقریباً ڈھائی کروڑ ڈالر کا نقصان ہوا ہے۔ پھر بھی تمہارے جیسے ایماندار آفیسر سے دوستی کرنے کے لیے اس نقصان کو برداشت کر لوں گا۔"

عزت علی نے پوچھا "ڈاکٹر! یہ کالا دھندا کرنے کے لیے تمہیں بہت لمبا چوڑا حساب کتاب سنبھالنا پڑتا ہوگا۔ بہت سی اہم دستاویزات ہوں گی۔ اگر یہ دستاویزات کسی کے ہتھے چڑھ جائیں تو تمہاری عزت خاک میں مل جائے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں ایسا اناڑی نہیں ہوں جو تکم سے دوستی ہو گئی ہے اس لیے اپنا راز بتا رہا ہوں۔ دنیا کے ہر ملک میں ہمارا ایک مڈل مین ہوتا ہوں۔ ہم میں سے کوئی بھی ڈاکٹر کسی ملک میں جاتا ہے تو وہ مڈل مین نہ تو ہم میں سے کسی سے ملاقات کرتا ہے اور نہ ہی ہم اس کی صورت دیکھتے ہیں۔

میرے ذرائع سے ہم اپنی اہم دستاویزات، تصویریں اور ہری اہم چیزیں اس کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ اس کی رہائش ہ جہاں ہوتی ہے وہاں وہ انھیں لاک کر دیتا ہے چونکہ ہم بھی اس سے نہیں ملتے اس لیے پولیس انٹیلی جنس والے اور رپول کے آدمی کبھی اس پر شبہ نہیں کرتے۔"

"وہ مڈل مین لبنان میں کہاں رہتا ہے؟"

میں نے ڈاکٹر ولیم بروک کے دماغ کو اپنے قابو میں پوری ح رکھا ہوا تھا۔ صرف اسے ذرا سوچنے کی مہلت دے کر اس ے دماغ میں بار بار مڈل مین کی گردان کرتا رہا۔ اگرچہ وہ اس سے کبھی نہیں ملتا تھا لیکن جس ذریعے سے رابطہ قائم کرتا تھا، ذریعہ مجھے معلوم ہو گیا اور اس مڈل مین کا پتا چل گیا۔ میں ڈاکٹر ولیم کی زبان سے عزت علی کو اس کا نام پتا اور ٹھکانہ دیا۔

اسی وقت خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ باتھ روم کا دروازہ کھل گیا تھا۔ وہ چادر میں لپٹی ہوئی کھڑی تھی۔ اس نے پیچھے باتھ روم کی روشنی تھی، اس لیے مجھے نظر آ رہی تھی۔ برقہ چادر کی اوٹ سے مجھے دیکھ رہی تھی کہ میں اندھیرے ے میں کہاں ہوں۔ پھر اس نے باتھ روم کا دروازہ بند دیا۔

میں نے عزت علی سے کہا "تمہارا کام ہو چکا ہے تھوڑی بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ ڈاکٹر ولیم بروک کو اس مڈل کے پاس لے جاؤ وہاں چھاپا مارو۔ بہت کچھ برآمد ہو گا۔"

عزت علی نے میرا شکریہ ادا کیا۔ میں وہاں سے اپنی جگہ ز ہو گیا۔ چاروں طرف گہری، پُراسرار تاریکی تھی۔ ایسی تاریکی دل دھڑکتے ہیں۔ وہ کہاں تھی کچھ دکھائی نہیں دے تا۔

زندگی میں پہلی بار بہت زیادہ تھکن محسوس کر رہا تھا۔ ازندگی تھکا دیتی ہے کبھی محبت تھکا دیتی ہے۔ ایک یدانِ عمل میں بہت کم آنے کا عادی ہوں۔ اگر یہ شکایت ہے کہ میں تاریک گوشے میں رہ کر صرف خیال خوانی کیوں ہوں۔ خود دشمنوں سے نمٹنے کے لیے سامنے کیوں نہیں اب پچھلے دن سے یہی ہو رہا تھا۔ بیروت میں کرسٹوفر کی گلہ چھوڑنے کے بعد میرے ساتھ جس طرح دشمن لگے تھے اور جتنی جدوجہد کرتا ہوا میں یہاں پہنچا تھا اس جیسے میں تھک جانا لازمی تھا۔

مجھے تھکا دینے میں حدیقہ کا بھی ہاتھ تھا۔ غضب کی پُراسراریت تھی۔ اب بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، وہ حقیقتاً میری زندگی میں آئی ہے یا میں جاگتی آنکھوں کا سپنا دیکھتا رہا ہوں اور جاگتی آنکھیں بھی کیا ہو سکتی ہیں جبکہ آنکھوں کو کچھ نظر ہی نہ آتا ہو۔

میں عجیب طرح کا خمار محسوس کر رہا تھا۔ ایک بے نام سی مدہوشی تھی۔ سوچتے سوچتے جانے کیسے آنکھ لگ گئی۔ جب سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے تب سے پہلی بار ایسا ہوا کہ میں نے دماغ کو ہدایت نہیں دی۔ سونے کا ارادہ نہیں کیا اور بے اختیار سو گیا۔

پتا نہیں، کتنی دیر تک سوتا رہا۔ نیند کے دوران ایک بار مجھے مداخلت کا احساس ہوا جیسے کوئی بیدار کرنا چاہتا ہو یا سوتی سوچ کی لہریں دماغ میں آئی ہوں۔ بڑی عجیب سی بات تھی، میں پھر بھی بیدار نہ ہوا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ میں نے اپنے دماغ کو ہدایات نہیں دی تھیں۔ دوسری وجہ یہ کہ ہدایات دینا ضروری بھی نہیں ہے۔ میرا دماغ میرے طرزِ عمل کا عادی ہے۔ پھر میں سوتا رہوں یا جاگتا رہوں، پرائی سوچ کی لہروں کو تو اپنے دماغ میں محسوس کر لیتا ہوں۔ پھر رسوتی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے باوجود بیدار کیوں نہ ہوا؟

دراصل آدمی ہر طرح سے مطمئن ہو۔ کسی طرف سے کوئی خطرہ محسوس نہ ہو۔ اسے اپنے ساتھیوں پر محافظوں پر پورا اعتماد ہو تو وہ اسی طرح بے فکری سے سوتا ہے۔ میں غیر شعوری طور پر مطمئن تھا۔ میرے دماغ میں سوچ کی لہریں آئیں تو وہ رسوتی کی سوچ ہوتی۔ وہ اپنی ہے اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ کمرے میں کوئی آ نہیں سکتا تھا۔ حدیقہ کسی کو اندر آنے کی اجازت دے ہی نہیں سکتی تھی۔ اس کے علاوہ باہر مجاہدین موجود تھے۔ پھر میری غفلت کے دوران رسوتی میری حفاظت کر سکتی تھی۔

لیکن میری گہری نیند کے دوران رسوتی کو میری ضرورت تھی۔ اسی لیے وہ بے چاری میرے دماغ میں آئی تھی۔ اس نے میرے غیر عابدہ دماغ میں رہ کر محسوس کیا کہ بہت گہری نیند میں ہوں، وہ فوراً واپس چلی گئی۔ اس نے سونیا سے پوچھا "میں کس طرح مردہ بن کر رہوں۔ وہ تو گہری نیند سو رہے ہیں۔"

سونیا نے کہا "ہمیں تمہاری موت کا ڈراما ہر حال میں پلے کرنا ہے۔ فرہاد کو جگاؤ۔"

"میں نے ان کے دماغ کو پڑھا ہے۔ وہ بہت تھکے ہوئے سو رہے ہیں۔ انھیں اٹھانا مناسب نہیں ہے۔"

رسوتی کو ایک خالی کاٹج میں چھپا دیا گیا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ وہاں ایک اونچے سے بستر پر اسے لاش کی طرح لٹا

کر پھولوں سے ڈھانپ دیا جائے گا اور غیر ملکی نمائندوں کو اس کے آخری دیدار کا موقع دیا جائے گا۔ اب تک اس کی موت کا اعلان ہو چکا تھا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے تمام ممالک سے تعزیتی پیغام موصول ہونے لگے تھے۔

ان پیغامات کا لب لباب یہ تھا کہ رسونتی کی موت کوئی معمولی سانحہ نہیں ہے۔ اسے یونہی دادئ قاف میں چپ چاپ دفن کر دینا مناسب نہیں ہے۔ کچھ ممالک کے نمائندے اور بڑی خطرناک تنظیموں کے سربراہ اس کے آخری دیدار کے لیے وہاں آنا چاہتے تھے۔

دوسرے لفظوں میں وہ تصدیق کرنا چاہتے تھے، واقعی وہ مر چکی ہے یا کوئی ڈراما پلے کیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے بھی میری موت کی بار ہا خبر اڑی تھی۔ کئی طرح سے میری موت کی تصدیق بھی ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اچانک انکشاف ہوا کہ میں زندہ ہوں۔

اب دشمن رسونتی کے متعلق یقین نہیں کر سکتے تھے جس نے اسے گولی ماری تھی یا جس تنظیم کے افراد نے ایسا کیا تھا، وہ دعویٰ کر رہے ہوں گے کہ واقعی وہ مر چکی ہے لیکن پھر بھی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرنا چاہتے تھے۔ سونیا نے جاناً ہر ایک سے یہی کہہ دیا تھا کہ ہر ملک کا ایک نمائندہ اپنے ساتھ صرف دو افراد کو یہاں لا سکتا ہے اور یہاں ہیلی کاپٹر میں پہنچتے ہی ان کی سختی سے چیکنگ ہو گی کسی کو ہتھیار لانے یا کسی سازش کرنے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

اس نے کاہال تنظیم کے سربراہ سے کہہ دیا تھا کہ فرہاد کو اپنی بیوی کے آخری دیدار کے لیے یہاں لایا جائے اور وہ راضی ہو گئے تھے یعنی فرضی فرہاد پہنچ رہا تھا۔ اصلی فرہاد ہزاروں میل دور تھا۔ سونیا نے کہا "تم پھر اس سے دماغی رابطہ قائم کرو اور اسے بتاؤ کہ یہاں حالات کیا ہیں۔ ایسے وقت اس کا ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاضر رہنا ضروری ہے۔"

رسونتی نے کہا "جب تک تمام ممالک کے نمائندے یہاں پہنچیں گے، اس وقت تک دوپہر ہو چکی ہو گی۔ فرہاد کو آرام سے سونے دو۔ ابھی کافی وقت ہے ہم اسے ایک دو گھنٹے کے بعد بیدار کریں گے پھر اس سلسلے میں مشورے کریں گے۔ یہاں مجھے کوئی دیکھنے نہیں آ رہا ہے۔ کاٹج چاروں طرف سے بند ہے۔ جب مجھے نمائش کے لیے پیش کیا جائے گا تو بستر مرگ پر لٹا دینا۔ پھولوں سے ڈھانپ دینا، تب تک فرہاد بھی ہمارے پاس موجود رہیں گے۔"

میری نیند کے دوران رسونتی کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی تھیں۔ اب تک جتنے سرغنہ قسم کے لوگوں نے وہاں آنے کے لیے کہا تھا، ان سب کے دماغوں کو رسونتی باری باری ٹٹول رہی تھی کہ وہ کس قسم کی پلاننگ کریں گے۔ ہر ایک کے ذہن میں یہ بات تھی کہ رسونتی کی موت کے بعد دنیا اب ٹیلی پیتھی سے خالی ہو گئی ہے ایک مریگی ہے، دوسرا اپنی ذہنی کمزوری کے باوجود یہ صلاحیتیں کھو چکا ہے۔

ان کے دماغوں میں طرح طرح کے منصوبے پک رہے تھے جو جس مزاج کا اور جس قماش کا تھا وہ اسی انداز میں منصوبہ بنا رہا تھا۔ لیکن ایک بات سب میں مشترک تھی۔ وہ سب کے سب ٹیلی پیتھی کے بعد کسی سے دہشت زدہ ہوتے تو وہ سونیا تھی۔ اب سونیا ہی ان کا ٹارگٹ بن گئی تھی۔ ان کے ارادوں کے مطابق اگر سونیا کو ختم کر دیا جائے تو پھر اس دادی کی اہمیت ذرہ برابر نہیں رہے گی۔ حالانکہ سونیا کو کسی نئی مملکت کے نام کرنے کا شوق نہیں تھا۔ نہ ہی وہ ایسے بکھیڑوں میں پڑنا چاہتی تھی تاہم اس کا وجود ہی خطرناک تنظیموں کے لیے ایک چیلنج ہوتا تھا اور اس چیلنج کو ختم کر دینے کا یہ سنہری موقع تھا۔

سیودی پارس کے متعلق پلاننگ کر رہے تھے اور ڈمی فرہاد کو سمجھا رہے تھے "چونکہ آپ کی شریک حیات اب اس دنیا میں نہیں رہیں، اس لیے پارس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری آپ کا فرض ہے۔ آپ یہ فرض ادا نہ کر سکیں گے لیکن یہاں ہم کوئی طور پر پارس کی بہت اچھی طرح پرورش ہو گی۔ آپ اپنی شریک حیات کی آخری رسومات میں شریک ہونے کے بعد واپسی میں پارس کو اپنے ساتھ لے آئیں۔" وہ پارس کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے تھے اور اس کے لیے ڈمی فرہاد کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔

سپر ماسٹر اور ماسک مین کی تنظیم کے تمام باس اور ماسٹر تقریباً ایک طرح کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ ان کا ارادہ تھا، سونیا کو ہلاک نہ کیا جائے بلکہ پارس کو اغوا کیا جائے۔ پارس ان کے پاس رہے گا تو سونیا لامحالہ ان کی طرف آئے گی۔ وہ بچے کو اس کی کمزوری بنا کر اسے مجبور کریں گے کہ وہ فرہاد کو یہودی اثرات سے نکالے اور اسے اسرائیل سے نکال کر دوسرے ملک میں لے جائے۔

میں نے اسی لیے سونیا کو رسونتی کی موت کا ڈراما پلے کرنے کا مشورہ دیا تھا تاکہ معلوم ہو سکے کہ دشمن کتنی طرح کے گیم کھیل سکتے ہیں۔ بعض انتہا پسند دشمنوں کا یہ حتمی فیصلہ تھا کہ کسی طرح کا رسک نہ لیا جائے۔ رسونتی کی آخری رسومات میں سونیا موجود ہو گی اور فرہاد بھی ہو گا۔ لہٰذا پہلی فرصت میں

ان دونوں کو گولی مار دی جائے۔ پارس کو یا تو اٹھا لایا جائے یا اسے بھی وہیں ختم کر دیا جائے۔ اگرچہ ٹیلی پیتھی ہٹنے والا علم نہیں ہے تاہم پارس کی موت کے بعد اطمینان ہو جائے گا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا خاندان نابود ہو چکا ہے۔

رسونتی نے پریشان ہو کر کہا "سونیا! میں موت کا ڈراما پلے نہیں کروں گی۔"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا "اب کیا ہو گیا ہے؟"

"دشمن میرے بیٹے کا یا تو اغوا چاہتے ہیں یا خاندانی سلسلہ ہی ختم کر ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں یہ خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔"

"تم فکر کیوں کرتی ہو۔ وہ پارس کی پرچھائیں تک بھی نہ پہنچ سکیں گے۔"

"میں مانتی ہوں، ہماری پلاننگ زبردست ہو گی۔ ان کی بھی ہم جتنی الجھنوں میں پھنستے اور نکلتے آئے ہیں ان کے پیش نظر اس الجھن سے بھی نکل جائیں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے، جب ہم نے دشمن کے دماغوں کو اچھی طرح پڑھ لیا ہے، ان کی عداوتوں کو سمجھ لیا ہے تو پھر اس ڈرامے کو پلے کرنے کا کیا جواز رہ جاتا ہے؟"

"مجھے فرہاد نے جو مشورہ دیا تھا، میں اس پر عمل کر رہی ہوں۔"

"لیکن ہم سب تمہاری ذہانت پر بھروسہ کرتے ہیں۔ تمہارا اپنا کیا خیال ہے؟"

"ایک طرح سے تمہارا خیال درست ہے کہ جب ہمیں دشمنوں کے متعلق سب کچھ معلوم ہو چکا ہے تو پھر خواہ مخواہ پارس کے سلسلے میں کوئی رسک نہیں لینا چاہیے۔ مجھے تو ذہنی اور جسمانی طور پر زیادہ سے زیادہ مصروف رہنے کے لیے کوئی بہانہ چاہیے۔ یہ بہانہ ہاتھ آ گیا اور میں مصروف ہو گئی۔ اب تم اور فرہاد یہ فیصلہ کر لو کہ یہ ڈراما ہمیں روک دیا جائے گا اور ہمارے خلاف منصوبے بنانے والوں کو ویسے بھی سبق سکھایا جا سکتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"فرض کرو، فرہاد یہ ڈراما پلے کرنا چاہیں۔ کیا تم بھی پارس کے لیے یہ خطرہ مول لینا چاہو گی؟"

"رسونتی! جب پارس اس دنیا میں نہیں آیا تھا تب ہی سے یہ اس کا مقدر بن گیا تھا۔ ماں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی اب بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا۔ ایسے میں اولاد ہمیشہ دشمنوں کی نظروں میں کھٹکتی رہے گی۔ وہ اس اولاد کو ماں باپ کی کمزوری بناتے رہنے کی سازش کرتے رہیں گے۔ بیشک آج ڈراما پلے نہ کرو۔ میں تمہاری حمایت کرتی ہوں لیکن یہ بات گرہ میں باندھ لو کہ پارس کو پال پوس کر جوان کرنے تک تمہیں ایسے ایسے آزمائشی مرحلوں سے گزرنا پڑے گا جہاں متاقدم قدم پر ہار تی بھی رہتی ہے اور جیتنے کا ڈھنگ بھی سیکھتی رہتی ہے۔ تمہیں ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔"

رسونتی بڑی حوصلے والی تھی۔ زندگی میں کتنے ہی صبر آزما مرحلوں سے گزر چکی تھی لیکن ایک ماں تھی اور ماں اپنی اولاد کے لیے کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔ وہ میرے پاس آ گئی۔ میں نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ خالی خالی نظروں سے کمرے کو دیکھنے لگا۔ وہ آہستگی سے بولی "میں ہوں۔"

"ہاں بولو، کوئی پریشانی تو نہیں ہے؟"

وہ تمام حالات بتانے لگی۔ سونیا نے جتنے ممالک اور خطرناک تنظیموں کے سربراہوں سے گفتگو کی تھی اور رسونتی نے خیال خوانی کے ذریعے ان کے جو مذموم ارادے پڑھے تھے، وہ سب تفصیل سے بیان کرنے لگی۔ اس دوران میں اپنے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ دور ایک صوفے پر حریفہ بیٹھی ہوئی تھی۔ چادر کے گھونگھٹ سے پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ مجھے دیکھ رہی تھی یا نہیں؟ وہ گم صم تھی۔ میں نے سوچا پہلے رسونتی سے باتیں ہو جائیں پھر میں اسے مخاطب کروں گا۔

تمام باتیں سننے کے بعد میں نے کہا "تم پارس کے لیے ڈر رہی ہو۔ چلو یہ کھیل ختم کرو۔ اب جو لوگ وہاں آنا چاہتے ہیں اور سازشیں کرنا چاہتے ہیں، ان سے کس طرح نمٹنا چاہیے، یہ سونیا سے مشورہ کر لو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گا۔"

وہ میرے پاس سے چلی گئی۔ میں نے حدیقہ کی طرف دیکھ کر ہولے سے آواز دی مگر وہ گم صم بیٹھی رہی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے دیکھنے لگا۔ وہ مجھ سے دور تھی اور میں سوچ رہا تھا، کیا میری نیند سے پہلے وہ میرے قریب تھی؟

ایک اندھے سے پوچھا جائے کہ اس نے کیا پایا اور کیا کھویا تو اس نے جو کچھ بھی پایا ہو وہ محض ایک خواب کی طرح یاد رہے گا۔

میں نے اس کے چہرے کو آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا، انگلیوں سے چھو کر محسوس کیا تھا۔ اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھنے سے وہ بادامی بھی لگیں اور غزالی بھی۔ ناک ستواں تھی۔ اور رخسار آنچ دیتے تھے۔ اس کی ٹھوڑی کی سختی سے اس کے مضبوط ارادوں کا پتا چلتا تھا۔ پیشانی کشادہ تھی۔ اس کے بیضوی چہرے کے نقوش انتہائی جاذب نظر ہوں گے۔ بشرطیکہ وہ نظر آتے ہوں۔ دنیا میں ایک جان ملٹن اندھا شاعر تھا مگر

غضب کی شاعری کرتا تھا۔ دوسرا اندھا میں تھا جو اسے دیکھے بغیر شاعری کر رہا تھا۔

میں بستر سے اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ ہولے سے آواز دی "حدیقہ!"

مجھے جواب مل ہی نہیں سکتا تھا۔ خواہ وہ جاگ رہی ہو یا سو رہی ہو۔ میں اس کے قریب جھک گیا۔ کان لگا کر سننے لگا۔ گہری گہری سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

وہ سو رہی تھی۔ اس وقت دن کے دس بج رہے تھے۔ جب وہ باتھ روم میں گئی تھی تو صبح کے پانچ بجے تھے۔ اس نے باتھ روم سے آکر مجھے نیند کی حالت میں دیکھا ہوگا۔ میری بیداری تک انتظار کرنے کے لیے صوفے پر بیٹھ گئی ہوگی۔ لیکن خود تھکن سے اتنی چور ہوگی کہ وہیں بیٹھے بیٹھے سو گئی۔

میں نے بڑی ملائمت سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اب اسے بیدار ہو جانا چاہیے تھا۔ وہ ایک مجاہد تھی۔ ہمیشہ چوکنی رہنے کی عادی تھی۔ یوں بھی جو جاگتا ہوا ذہن رکھتے ہیں، وہ گہری نیند کے باوجود ہلکی سی آہٹ پر چونک جاتے ہیں لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی، اسی طرح سوتی رہی۔ میں نے کہا "چلو، بستر پر آرام سے سو جاؤ۔"

وہ چپ رہی۔ میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ وہ سو رہی ہے۔ میں نے انجان بن کر کہا "تمہارے جواب نہ دینے کا مطلب یہ ہوا کہ گہری نیند میں ہو لہٰذا میں تمہیں بازوؤں میں اٹھا کر لے جاؤں گا۔"

وہ اسی طرح صوفے پر بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ یعنی اسے اس بات کا ڈر نہیں تھا کہ میں بازوؤں میں اٹھاؤں گا تو بے نقاب ہو جائے گی۔ مجھ پر بڑا اعتماد تھا۔ اس کا دل کہہ رہا ہوگا کہ جب سنبھالنے والا مجھے سنبھال سکتا ہے تو میرے نقاب کو بھی سنبھال سکتا ہے۔

میں نے اسے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ صوفے کے پاس سے چلتا ہوا بستر کے پاس آیا۔ پھر اسے آرام سے لٹا دیا۔ وہ اسی طرح چادر میں چھپی ہوئی تھی۔ اسی وقت دستک سنائی دی۔ میں نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر اسے بستر پر چھوڑ کر دروازے کے پاس آیا۔ مجھے اپنے پیچھے آہٹ سنائی دی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا، وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اور اب کھڑی ہو گئی تھی۔ چادر کو سنبھال رہی تھی۔ میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر میں نے دروازے کو کھول دیا۔

وہاں چند مجاہدین کھڑے ہوئے تھے ان کے پیچھے سی سرپنٹ اور اس کے کچھ مسلح آدمی تھے ایک نوجوان نے کہا۔

"ہم یہاں سے دو ٹرک مال لے گئے تھے۔ وہ تمام مال ہم نے خفیہ اڈے میں چھپا دیا ہے۔ وہاں سے یہ مجاہدین حدیقہ سے ملنے آئے ہیں۔"

ان میں دو نئے مجاہد تھے۔ میں نے ان سے گفتگو کی۔ ان کے دماغوں کو پڑھا۔ پھر ان سے کہا "کمرے کے اندر آکر باتیں کر سکتے ہو؟"

وہ اندر آ گئے۔ سی سرپنٹ نے کہا "جناب! ہم صبح سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے کچھ کھانے پینے کا اہتمام کیا ہے۔ اس بہانے میرے بیوی بچے بھی آپ سے مل لیں گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "مجھے تمہارے بیوی بچوں کے ہاتھ بیٹھ کر کھانے میں بڑی خوشی حاصل ہوگی۔ میں ابھی حدیقہ کے ساتھ چلوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے سوچا، یہ مجاہدین خاص طور پر حدیقہ سے ملنے کیوں آئے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے میں نے ان کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ ہر پہلو سے ان کے ذہن کو کھنگالا تو پتا چلا، وہ ایک نہایت ہی اہم مشن پر جا رہے ہیں اس کے لیے حدیقہ کا جانا لازمی ہے۔ مجاہدین کے درمیان قرعہ اندازی میں پانچ مردوں اور دو عورتوں کا نام نکلا تھا۔ ان عورتوں میں ایک نام حدیقہ کا تھا۔

اس خفیہ مشن کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اسرائیل میں ایسے مجاہدین جو آزادی کی جدوجہد میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں، وہ وہاں کی جیلوں میں تھے۔ ان کو رہا کرانے کے لیے وہ بیروت میں اسرائیل کے ایک اہم آفیسر کو گرفتار کر کے قیدی بنانا چاہتے تھے۔ اور اس کے عوض اپنے ان مجاہدین کو رہا کرانا چاہتے تھے۔ وہ آفیسر اسرائیل کی سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتا تھا اور یہاں لیلیٰ عرف سارہ کی رہنمائی کے لیے بیروت آیا تھا کیونکہ لیلیٰ پہلی بار کسی مشن پر اسرائیل سے باہر نکلی تھی۔ اس لیے اسکے لیے ایک تجربہ کار آفیسر کی ضرورت تھی اور وہ تجربہ کار آفیسر وہی تھا جسے مجاہدین اپنا قیدی بنانا چاہتے تھے۔

ان کے منصوبے میں یہ بات بھی شامل تھی کہ کسی وجہ سے وہ آفیسر گرفت میں نہ آئے تو لیلیٰ کو حراست میں رکھ کر اس کے بدلے میں اپنے ساتھیوں کو رہا کرایا جائے۔ میں کمرے میں آ گیا۔ حدیقہ ایک میز پر جھکی کاغذ پر کچھ لکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سر اٹھا کر دیکھا پھر وہ کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔ اس میں لکھا تھا:

"میرے فرہاد!

کل سے پہلے تم میرے لیے صرف ایک محسن تھے پھر دوست بن گئے۔ اس کے بعد ہم نفس بن گئے۔ میرا دل مچل مچل کر کہہ رہا ہے، میں تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی نہ چھوڑوں۔ اب تو آخری سانس تک تمہارے سائے میں رہ کر اس دنیا کو دیکھتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔

لیکن فرائض مجبور کرتے ہیں۔ ہم مجاہدین کا عہد ہے کہ کسی اہم مہم پر روانہ ہونے کے لیے قرعہ اندازی میں جس کا نام نکلے گا، وہ اپنے والدین کو، اپنے شوہر کو، اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر، ساری دنیا سے منہ موڑ کر صرف اپنے مقصد کی خاطر اس مہم پر روانہ ہو جائے گا۔ آج یہی وقت مجھ پر آیا ہے۔

پچھلے دو چار دنوں سے میں دعائیں مانگتی تھی کہ کسی بھی قرعہ اندازی میں میرا نام نہ نکلے۔ سی لیے میں آزادی سے تمہارے پیچھے سائے کی طرح لگی رہتی تھی۔ آج میں نہ چاہتے ہوئے بھی تم سے بچھڑ رہی ہوں۔ ویسے تم سارہ آنٹی کو اچھی طرح جانتے ہو۔ ہم اس کے ساتھ آنے والے ایک بہت بڑے آفیسر کو گرفتار کر کے اپنی قید میں رکھنا چاہتے ہیں۔ کیا اس سلسلے میں تم ہماری مدد کر سکتے ہو۔ اگر ممکن ہو تو پھر میری مہم آسان ہو جائے گی اور میں جلد ہی تمہارے پاس واپس آ جاؤں گی۔"

میں نے کہا "حدیقہ! ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی جواب دیتا ہوں۔"

میں ایک صوفے پر بیٹھ کے لیلیٰ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں تھی اور اس کا وہی گائیڈ آفیسر اس سے کہہ رہا تھا "تم بہت تیز دھاگ رہی ہو۔ کیا تم سمجھتی ہو میرے بغیر اپنے ریکارڈ میں نمایاں کارکردگی کا اضافہ کر سکو گی؟"

"یہ جو کچھ میں نے کیا ہے کیا یہ میرے اپنے کارنامے نہیں ہیں؟"

وہ غصے سے بولا "ہاں تم نے تنہا اپنی کارکردگی دکھلانے کے لیے مجھے نظر انداز کیا۔ تمہارا فرض تھا کہ مجھ سے مشورہ لیتیں۔ اس کے بعد ان اڈوں پر چھاپے مارتیں۔"

"میں تم سے مشورے لینے کہاں جاتی؟ تم پچھلی رات سے غائب ہو۔ یقیناً کہیں نشے میں مدہوش پڑے ہوئے تھے۔ اگر مجھے تمہارا ایڈریس یا فون نمبر معلوم ہوتا تو ضرور رابطہ قائم کرتی۔ پلیز مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔ رپورٹ تیار کرنے دو۔"

"میں خوب جانتا ہوں، تم اپنی رپورٹ میں یہی لکھو گی کہ میں پچھلی شام سے غائب تھا اور تم نے تنہا یہ کارنامے انجام دیے ہیں۔"

"میں اور کیا لکھ سکتی ہوں؟"

"اپنی رپورٹ میں ذرا سی تبدیلی کرو۔ اس میں میرے نام کا بھی اضافہ کرو۔ ہم دونوں نے مل کر یہ کارنامہ انجام دیا ہے اور مجھے بتاؤ کہ تمہیں ان چاروں اڈوں کے متعلق کیسے علم ہوا۔ کس نے مخبری کی۔ تم وہاں تک کیسے پہنچیں؟"

"میں رپورٹ تیار کر رہی ہوں۔ اس میں تمام سوالات کا تفصیلی جواب موجود ہے۔ اسے پڑھ لینا۔"

"مس سارہ آنٹی! تم یہ معمولی سا کارنامہ انجام دے کر بہت مغرور ہو گئی ہو۔ سمجھتی ہو، اپنے سینئر آفیسر سے آگے نکل جاؤ گی لیکن میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ ہم چھوٹے معاملات میں کبھی ہاتھ نہیں ڈالتے۔ ہمیشہ بڑا شکار کرتے ہیں۔ تمہیں یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ میں نے فرہاد علی تیمور کا سراغ لگا لیا ہے۔"

لیلیٰ نے ایک دم سے چونک کر دیکھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر اس نے چونک کر پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"مجھے تم سے جھوٹ بولنے کا شوق نہیں ہے۔ پچھلی رات تین بج کر پچیس منٹ پر مجھے یہ اطلاع ملی کہ فرہاد علی تیمور اس وقت ڈیمور کے ایک ساحلی قلعے میں موجود ہے۔ یہ اطلاع ملتے ہی میں نے اپنے اعلیٰ حکام تک یہ خبر پہنچا دی ہے۔ یہ کام میرے سر رہے گا۔ فرہاد علی تیمور ساری دنیا کو احمق بنا کر چھپتا پھر رہا ہے۔ عیش کرتا تھا اور ڈمی فرہاد بنا کر بڑے بڑے ممالک کی بڑی خطرناک تنظیموں کو دھوکا دیتا رہتا تھا۔ اس فرہاد علی تیمور کا پتا ٹھکانہ میں نے معلوم کر لیا ہے اور میں نے ایسے انتظامات کیے ہیں جن کے نتیجے میں وہ ساحلی قلعے سے باہر نہیں نکل سکے گا۔"

لیلیٰ کا دل اس خیال سے دھڑک رہا تھا کہ فرہاد یہیں لبنان میں موجود ہے۔ ڈیمور میں ملاقات ہو سکتی ہے لیکن وہ بے یقینی سے اپنے آفیسر کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس قلعے میں فرہاد علی تیمور موجود ہے۔ ہو سکتا ہے وہ بھی ڈمی ہو۔"

"وہ ہرگز ڈمی نہیں ہو سکتا۔ اس نے وہاں ٹیلی پیتھی کا

بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ اس پورے قلعے پر تنہا قابض ہو گیا ہے۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے؟"

لیلیٰ نے بے اختیار ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ آفیسر نے کہا: "اس قلعے میں ہماری سیکرٹ سروس کے دو آدمی معمولی سپاہیوں کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ وہاں کے متعلق ہمیں اہم اطلاعات فراہم کرتے رہتے ہیں۔ وہ قلعہ ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ اسی لیے ہم نے بہت پہلے سے اپنے دو آدمی وہاں رکھ چھوڑے ہیں۔ ان کی اطلاع سو فی صد درست ہے۔"

لیلیٰ اپنے پچھلے کارناموں کی تحریری رپورٹ تیار کر رہی تھی۔ وہ سب بھول گئی۔ فوراً ہی تیزی سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر جانے لگی۔ آفیسر نے پوچھا: "کہاں جا رہی ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ آفیسر باہر آیا تو دروازے کو لاک کر کے آگے بڑھنے لگا۔ اس نے پھر پوچھا: "کچھ بتاؤ تو سہی، کہاں جا رہی ہو؟"

"فرہاد کے پاس۔"

اس نے چونک کر پوچھا: "تم کیوں جاؤ گی۔ دیکھو، میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ تمہارے وہاں جانے سے کھیل بگڑ سکتا ہے۔ ہم دور ہی دور رہ کر اسے بے بس کر دیں گے۔ وہ ہمارے آدمیوں کے ساتھ اسرائیل جانے پر مجبور ہو جائے گا۔"

لیلیٰ کے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ وہ تیزی سے سوچ رہی تھی کس طرح مجھے خطرے سے آگاہ کر کے ڈیمور پہنچنے تک دیر ہو جاتی۔ وہ ہوٹل کے کاؤنٹر کے پاس جا کر ٹیلیفون ڈائریکٹری طلب کرنا چاہتی تھی۔ ڈیمور کے ساحلی قلعے کے جتنے فون نمبر تھے ان کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کرنا چاہتی تھی۔ اسے اپنے آفیسر کی پروا نہیں تھی۔ اس بات کی بھی کوئی اہمیت نہیں تھی کہ میری حمایت کرتے ہوئے اس کی اصلیت ظاہر ہو جائے گی۔

لیکن میں نے اسے کاؤنٹر کی طرف نہیں جانے دیا۔ سیدھا اسے ہوٹل کے باہر لے آیا۔ وہ حیران تھی، کاؤنٹر کی طرف کیوں نہیں جا رہی ہے۔ اس طرح سیدھی کیوں چل رہی ہے۔ "کیا فرہاد میرے دماغ میں آ گئے ہیں؟"

وہ میری مرضی کے مطابق باہر جاتے ہوئے دل ہی دل میں کہنے لگی: "پلیز فرہاد! ایک بار مجھ سے مخاطب ہو جاؤ میں بہت سخت پریشان ہوں۔"

میں نے براہِ راست اسے مخاطب نہیں کیا۔ اسی طرح اس کی سوچ میں کہا: "مجھے جوش اور جذبے سے کام نہیں لینا چاہیے۔ سہولت سے سوچنا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا: "یہ یقیناً فرہاد کی سوچ ہے یہ مجھے سمجھا رہے ہیں۔"

"سوچ فرہاد کی ہو یا اپنی، مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ میں یہاں تک لیلیٰ نانی کی حقیقت کو چھپا سکتی ہوں چھپانا چاہیے۔ میں ابھی کار میں بیٹھ کر سیدھی ڈیمور کی طرف جاؤں گی۔ یہ آفیسر بھی میرے ساتھ جائے گا۔ فرہاد غافل نہیں ہو سکتے۔ انھیں تمام باتوں کی خبر ہو گی۔ جب انھیں یہ معلوم ہو گا کہ ہم دونوں ڈیمور کی طرف آ رہے ہیں تو وہ خود ہی اس آفیسر سے نمٹ لیں گے۔"

وہ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی لیکن دل ہی دل میں سوچنے لگی: "میں کیوں ڈرائیو کر رہی ہوں اور میں ادھر جا رہی ہوں۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی اس نے بے اختیار گاڑی اسٹارٹ کی۔ گیئر بدلے اور اسے آگے بڑھاتی چلی گئی۔ آفیسر اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا اور غصے سے کہہ رہا تھا: "میں تمہیں حکم دیتا ہوں، تم ڈیمور کی طرف نہیں جاؤ گی۔"

اس نے بڑی فرمانبرداری سے کہا: "تم میرے سینئر آفیسر ہو۔ تمہارا حکم سر آنکھوں پر۔ میں ڈیمور کی طرف جاؤں گی لیکن ڈیمور نہیں جاؤں گی۔ اب تمہیں اطمینان ہونا چاہیے۔"

"لیکن تم اُدھر کیوں جاؤ گی؟"

"میں نے کہہ دیا نا، وہاں نہیں جاؤں گی۔ ہائی وے پر ذرا تفریح کرنا چاہتی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں دیکھتا ہوں، تم کیا کرنا چاہتی ہو۔ یاد رکھو، اگر تم ہائی وے پر پندرہ میل سے آگے بڑھو گی تو میں تمہیں بڑھنے نہیں دوں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ حدیقہ کی طرف دیکھا پھر ان مجاہدین سے کہا: "یہاں سے ابھی روانہ ہو جاؤ۔ وہ آفیسر بس سارہ آنٹی کے ساتھ اِدھر چلا آ رہا ہے۔ اس کے پاس ایک ریوالور ہے۔ میں اسے ریوالور استعمال کرنے کا موقع نہیں دوں گا کسی وجہ سے میں وہاں حاضر نہ بھی رہ سکا تب بھی سارہ آنٹی تمہاری مدد کرے گی۔ ایک بات یاد رکھو، سارہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ وہ بہودی ضرور ہے وہاں کی سیکرٹ سروس سے بھی تعلق رکھتی ہے لیکن تم لوگوں کی دشمن نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ تمہارے کام آ سکتی ہے۔"

وہ وہاں سے روانہ ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ حدیقہ میرے پاس آئی۔ اپنا ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ وہ سر اٹھائے میری طرف یوں دیکھ رہی تھی جیسے کچھ بولنا چاہتی ہو۔ میں نے دل ہی دل میں کہا: "صورت نظر نہیں آئی لیکن بے اختیار بولنے کی صورت تو نکل آئے جذبوں سے مجبور ہو کر بول پڑے۔"

شاید وہ بول پڑتی۔ اگر ذرا دیر میرے روبرو رہتی۔ اپنے آپ پر قابو نہ پا سکتی۔ وہ فوراً ہی ایک جھٹکے سے گھوم کر تیزی سے دروازے پر پہنچ گئی۔ وہاں سے پلٹ کر میری جانب دیکھا۔ پتا نہیں وہ چادر کے پیچھے سے کیسے دیکھ لیتی ہو گی۔ کاش اس طرح دیکھ لینے کا ہنر مجھے بھی آتا۔

ہائے کیا یہ رہی ہے جسے دیکھ کر بھی میں دیکھ نہ سکا۔ کیا تقدیر پھر ایسے لمحات سے گزارے گی جب میں اسے تمام جذبۂ اثر کے لیے پاؤں کا گمر ایک نظر کے لیے پھر پاؤں گا۔

اس نے جاتے جاتے ایک نظر مجھ پر ڈالی ہو گی پھر وہ چلی گئی۔ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میں نے چاروں طرف گھوم کر اس کمرے کو دیکھا پھر بستر کو دیکھا۔ ایسا تو کوئی محبوب آج تک نہ دیکھا نہ سنا جو اتنا قریب ہو۔ اپنی ہر ادا سے اپنے وجود کا یقین دلاتا ہو مگر نظروں سے اوجھل رہا ہو۔

"اری او چادر والی! تو بہت یاد آئے گی۔"

میں لیلیٰ کے گائڈ آفیسر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گاڑی میں بیٹھا، ہائی وے پر پہنچ گیا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو کریدنا شروع کیا۔ پتا چلا، وہ اُن سیکرٹ سروس کے آدمیوں سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر سکتا ہے اور معلوم کر سکتا ہے کہ فرہاد کو گھیرنے اور وہاں سے اسرائیل تک لے جانے کے سلسلے میں کیا انتظامات ہو چکے ہیں۔ وہ میری مرضی کے مطابق بے اختیار ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے لگا۔ لیلیٰ ڈرائیونگ کے دوران کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اور معلوم کرنا چاہتی تھی، وہ کس سے رابطہ قائم کرتا ہے اور کیا کہتا ہے۔

رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کوڈ ورڈز کے ذریعے اپنی شناخت کرائی، پھر پوچھا: "فرہاد کے سلسلے میں کیا ہوا ہے؟"

قلعے سے ایک آدمی نے کہا: "سر! اس وقت گیارہ بج کر دس منٹ ہوئے ہیں۔ ٹھیک بارہ بجے ہمارا ساتھی کاپٹر قلعے کے اندر آئے گا۔ اس وقت ہم اپنا کام کر گزریں گے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ ابھی تھوڑی دیر میں فرہاد سی سرپنٹ کی فیملی کے ساتھ کھانا کھانے ان کے رہائشی حصے میں جائے گا۔ ایسے ہی وقت ہم اسے زخمی کریں گے۔ اس کے جسم کے کسی ایسے حصے پر گولی ماری جائے گی جس سے وہ ہلاک نہ ہو صرف زخمی ہو۔ ایسی حالت میں وہ خیال خوانی نہیں کر سکے گا۔ اس طرح ہم اس کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہیں گے۔"

گائڈ آفیسر نے کہا: "ویری گڈ، بہت اچھا آئیڈیا ہے۔ آگے بولو۔"

"یہاں فرہاد نے سی سرپنٹ کو بے بس کرنے کے لیے جو ہتھکنڈے آزمائے تھے، وہی ہتھکنڈے ہم آزمائیں گے۔ ہم سی سرپنٹ کے بیٹے جان بلی کی کنپٹی سے ریوالور لگا دیں گے اور دھمکی دیں گے کہ اگر سی سرپنٹ نے ہمارا ساتھ نہ دیا، اگر اس کے آدمیوں نے فرہاد کو اٹھا کر ہیلی کاپٹر میں نہ پہنچایا تو اس کے بیٹے کی جان جائے گی۔ ایسی صورت میں وہ اسے ہیلی کاپٹر میں پہنچانے پر مجبور ہو جائے گا۔"

لیلیٰ سوچ رہی تھی: "اگر میں فرہاد کو بروقت خطرے سے آگاہ نہ کر سکی یا وہ ان سازشوں کے متعلق نہ جانتا ہو تو سب سے پہلے میں اس گائڈ آفیسر کی گردن توڑ دوں گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "فرہاد یقیناً سب کچھ جانتا ہو گا۔ اسی لیے تو اس نے مجھے ہوٹل کے کاؤنٹر پر جا کر ٹیلیفون ڈائریکٹری طلب کرنے سے روک دیا۔ اس نے مجھے موقع نہیں دیا کہ میں ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کروں۔ میں تو بے اختیار اس کی گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی تھی۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا: "کیا اس وقت بھی فرہاد موجود ہیں اور اس کی ٹرانسمیٹر والی گفتگو سن رہے ہیں؟"

"مجھے اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔"

"کیوں نہیں کرنی چاہیے۔ میں ابھی ایک الٹا ہاتھ اس آفیسر کے منہ پر رسید کرتی ہوں۔ اگر فرہاد موجود ہوں گے تو مجھے اس حرکت سے باز رکھیں گے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے اسٹیئرنگ تھامے ہوئے تھی۔ اب ایک ہاتھ اٹھا کر اس کے منہ پر رسید کرنا چاہتی تھی مگر میں نے موقع نہیں دیا۔ وہ اسی طرح اسٹیئرنگ تھامے ڈرائیونگ کرتی رہی۔ کئی بار اس نے کوشش کی کہ ہاتھ اسٹیئرنگ سے اٹھا لے لیکن کامیاب نہ ہوئی۔ تب اس نے تسلیم کر لیا کہ میں موجود ہوں اور دشمنوں کی سازشوں سے باخبر ہوں۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے بار بار فرہاد کو نہیں آزمانا چاہیے۔ انھیں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہنا چاہیے تاکہ دشمنوں سے نمٹ سکیں۔ اب وہ جا رہے ہیں۔ یقیناً اب

میں اپنی مرضی سے اسٹیئرنگ پر سے ہاتھ ہٹا سکوں گی۔"

دوسرے ہی لمحے اس نے ہاتھ کو آزمائشی طور پر وہاں سے ہٹایا تو کامیاب ہوگئی۔ بہ آسانی اسے ہٹانے کے بعد پھر اسٹیئرنگ پر لے آئی۔ اس کے بعد زیرِ لب مسکرانے لگی۔

سی سرپنٹ کھانے کے لیے میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں نے کہا: "بیٹھے رہو اور توجہ سے میری بات سنو۔ جو کہہ رہا ہوں، وہ بات تمہارے سوا کسی اور کو نہ معلوم ہو۔"

"میری کیا مجال ہے۔ آپ حکم دیں، میں وہی کروں گا۔"

"تمہارے قلعے میں اسرائیلی سیکرٹ سروس کے دو آدمی موجود ہیں، انھوں نے مجھے زخمی کر کے یہاں سے اغوا کرنے کا پورا منصوبہ بنا لیا ہے۔ ٹھیک بارہ بجے اسرائیلی ہیلی کاپٹر اس قلعے کے اندر پہنچے گا اور..."

سی سرپنٹ نے کہا: "میں ہرگز کسی کو ہیلی کاپٹر اتارنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ کوئی تمھیں نہ تو زخمی کر سکے گا نہ یہاں سے اغوا کرنے کی جرأت کر سکے گا۔"

"پہلے میری پوری بات سنو۔ وہ لوگ جان بلی کو یرغمال بنائیں گے۔ جو ہتھکنڈے میں نے استعمال کیے تھے، وہی وہ کریں گے۔ تب تو تم مجبور ہو جاؤ گے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا: "ہاں۔ یہ میری بہت بڑی کمزوری ہے۔ مجھے اپنی فیملی کو اس قلعے میں نہیں رکھنا چاہیے۔"

"ابھی تمھاری فیملی یا تمھارے بیٹے کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں ان کی حفاظت کروں گا۔ فی الحال جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ دشمنوں کو اپنی سازشوں میں مصروف رہنے دو۔ تم ایک ٹائم بم کا انتظام کرو۔ مجھے اس کی ضرورت پڑے گی۔ اسرائیلی ہیلی کاپٹر کو یہاں اترنے کی اجازت دے دینا۔"

"میں تمھارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ اتنا بتا دو کہ وہ سیکرٹ سروس کے دو آدمی کون ہیں؟"

"تھوڑی دیر میں تمھارے سامنے بے نقاب ہو جائیں گے۔"

میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جو سیکرٹ سروس کا آدمی تھا اور مجھے زخمی کر کے خیال خوانی کے ناقابل بنانا چاہتا تھا۔ وہ اپنے ساتھی سے پوچھ رہا تھا: "کیا ہوا؟ تم نے سی سرپنٹ کے خانساماں کو شیشے میں اتارا؟"

"بہت مشکل ہے۔ وہ راضی نہیں ہو رہا ہے۔ میں نے اسے بڑے سے بڑا لالچ دیا۔ یہ کام ہمیں خود ہی کرنا ہوگا اگر ہم نے کسی اور کو اپنا راز دار بنانے کی کوشش کی تو یہ بات فرہاد تک پہنچ جائے گی اور ہم ناکام ہو جائیں گے۔"

وہ اب خود ہی سارا کام کرنا چاہتے تھے۔ میں نے فی الحال ان دونوں کو چھوڑ دیا۔ سی سرپنٹ سے کہا: "فون کے ذریعے اپنے بیوی بچوں سے کہو، وہ ایک کمرے میں بند ہو جب تک تم انھیں کھولنے کے لیے نہ کہو، وہ دروازہ نہ کھولیں اور نہ ہی اپنے کسی ملازم کو کمرے میں آنے دیں۔"

وہ فوراً ہی میری ہدایت کے مطابق اپنی بیوی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ اسی وقت میں نے اپنے دماغ میں رسونتی کو محسوس کیا۔ وہ کہہ رہی تھی: "فرہاد، سونیا کے دماغ میں پہنچو۔ کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ رسونتی نے پوچھا: "کیا یہ درست ہے کہ تم دنیا والوں کے سامنے تقریباً ظاہر ہو چکے ہو۔ یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ تم لبنان کے ایک ساحلی قلعے میں ہو۔"

"ہاں، میں ظاہر ہو چکا ہوں۔ فلسطینی مجاہدین کے ساتھ ایک مہم کے دوران اس قلعے کے مالک سی سرپنٹ کے سامنے ظاہر ہو گیا تھا۔ وہ قلعہ ایسا ہے جہاں اسرائیلی سیکرٹ سروس کے دو آدمی برسوں سے رہتے آئے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی نہ جانے کتنی خطرناک تنظیموں کے مجرم، اسمگلر اور بلیک میلر یہاں مختلف روپ میں رہتے آ رہے ہوں گے۔ یہ قلعہ اس ساحلی علاقے میں بڑی اہمیت کا حامل ہے جب سی سرپنٹ نے مجھے فرہاد کی حیثیت سے پہچان لیا تو اس وقت میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ بات اتنی جلدی دور دور تک پہنچ جائے گی۔"

سونیا نے کہا: "پہنچ چکی ہے۔ رسونتی جہاں جہاں ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلومات حاصل کر سکتی ہے، وہاں سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ فرہاد لبنان کے ایک ساحلی قلعے پر قبضہ جمائے بیٹھا ہے۔ تم یقیناً اسرائیلی سیکرٹ سروس کے آدمیوں تک پہنچ گئے ہو گے۔ اب یہ دیکھو کہ سپر ماسٹر کیا کر رہا ہے۔"

"میں ابھی معلوم کر لوں گا۔ کیا رسونتی نے مالک مین کے ارادے معلوم کیے ہیں؟"

وہ بولی: "مالک مین کے دماغ میں ہم تم نہیں پہنچ سکتے لیکن وہ بے خبر نہیں ہو گا۔ اسے بھی بہت پہلے معلوم ہو چکا ہو گا کہ تم کہاں موجود ہو۔ یہ تمام لوگ تمھارے اس قلعے کو چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔"

میں سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ پہلے ہی اس قلعے کو گھیرنے کے لیے ایک بحری جنگی جہاز روانہ کر چکا ہے اور وہ اب تک اس قلعے کے قریب سمندری حصے میں پہنچ چکا ہے۔

میں نے سی سرپنٹ سے کہا: "اپنے کنٹرول روم والوں سے پوچھو، کیا سمندر میں کوئی جنگی بحری جہاز نظر آ رہا ہے؟"

سی سرپنٹ نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ تھوڑی دیر بعد کنٹرول روم سے جواب ملا: "جی ہاں، بہت دور ایک جہاز نظر آ رہا ہے اور وہ اسی طرف چلا آ رہا ہے۔"

سی سرپنٹ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "فرہاد صاحب! قلعے کے مختلف حصوں سے بھی یہ رپورٹ مل رہی ہے کہ باہر ساحلی علاقے پر فوجی ٹرک اور دوسری گاڑیاں نظر آ رہی ہیں۔ اگرچہ کہیں کہیں فوجی نظر آتے ہیں لیکن سادہ لباس میں مسلح افراد بہت ہیں۔ پتا نہیں چل رہا ہے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ کس ایجنسی، کس گروہ یا کس خطرناک تنظیم کی طرف سے آئے ہیں۔"

میں نے پوچھا: "تم نے اپنے آدمیوں کو کیا حکم دیا ہے؟"

"فی الحال یہی کہ قلعے کا دروازہ کسی صورت میں نہ کھولا جائے۔"

"یہ بتاؤ، کیا میری موجودگی تمھیں پریشان کر رہی ہے؟"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں کسی طرح بھی پریشان نہیں ہوں۔ صرف یہ سوچ رہا ہوں، اگر آپ کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو میرے بیوی بچوں کی خیریت نہیں ہے۔"

"تم ان کی طرف سے بالکل مطمئن رہو۔ انھیں ایک ذرا آنچ نہیں آئے گی۔ یہ کام بھیڑ جو قلعے کے چاروں طرف لگی ہوئی ہے ایک گھنٹے کے اندر چھٹ جائے گی۔"

میں پھر سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ رسونتی میرے پاس موجود تھی۔ میں نے کہا: "اچھی بات ہے۔ تم بھی سپر ماسٹر کی آواز اور لب و لہجہ کو سمجھ لو۔"

میں چپ چاپ اس کے دماغ میں تھا۔ وہ بحری جنگی جہاز کے کپتان سے باتیں کر رہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا: "جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں تم سے صرف میں گفتگو کروں گا کیونکہ فرہاد اور رسونتی کبھی میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکتے۔ لہٰذا تم مجھ سے گفتگو کرو گے۔ باقی وقت گونگے بنے رہو گے۔ اس بحری جہاز کا صرف ایک شخص باتیں کرے گا اور وہی مکس کے ذریعے قلعے والوں کو مخاطب کرے گا۔ پھر فرہاد سے رابطہ قائم کر کے اسے بحری جہاز میں آنے کے لیے کہے گا۔ اسے دھمکی دینے کے لیے جہاز کی مار ٹرگنوں کا رخ قلعے کی طرف کر دیا جائے گا۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ بارہ بجنے میں پندرہ منٹ باقی تھے۔ پندرہ منٹ کے اندر اسرائیلی ہیلی کاپٹر قلعے کے اندر پہنچنے والا تھا۔ میں نے رسونتی سے کہا: "میں تمھیں ایک اہم ذمہ داری سونپ رہا ہوں۔ پہلے کپتان کے دماغ کو ابھی طرح ٹٹول کے معلوم کرو، اس جہاز میں کتنے ٹائم بم موجود ہیں، کہاں ہیں۔ جب معلوم ہو جائے تو کپتان کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو جاؤ۔ اس طرح کہ اسے اپنا ہوش نہ رہے۔ اسے لے کر اس جگہ جاؤ جہاں ٹائم بم رکھے ہوئے ہیں۔ پھر وہاں سے وہ تمام بم لے کر انھیں جہاز کے انجن روم تک پہنچاؤ۔ ان بموں کو مختلف مقامات پر رکھواؤ۔ اور ہر ٹائم بم میں بارہ بج کر پندرہ منٹ کا وقت مقرر کرا دو۔"

"میں یہ کر لوں گی۔ تم اپنی جگہ پوری توجہ دیتے رہو۔"

میں اس سیکرٹ سروس کے ایجنٹ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پریشان تھا کہ میں اب تک اپنی جگہ سے نکل کر سی سرپنٹ کی رہائش کے حصے کی طرف کیوں نہیں جا رہا ہوں۔ وہ معلوم کرنے کے لیے اس ہال نما کمرے میں آیا جہاں سرپنٹ اپنے آدمیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں اپنے کمرے سے باہر آ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی سیکرٹ ایجنٹ نے ریوالور کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ میں نے کہا: "ہاں ہاں ریوالور نکالو اور مجھے زخمی کر دو۔ میں اسی لیے آیا ہوں تاکہ خیال خوانی کے قابل نہ رہوں۔"

وہ بوکھلا گیا۔ اس نے فوراً ہی سنبھل کر ریوالور کا نشانہ لینا چاہا۔ اس وقت تک میں اس کے دماغ پر قابض ہو چکا تھا۔ وہ ریوالور کا رُخ میری طرف کرنا چاہتا تھا لیکن اس کی نال اسی کی طرف گھوم جاتی تھی۔ وہ گھبرا رہا تھا۔ پریشان ہو رہا تھا۔ میں نے کہا: "کیا کرو گے۔ مجبوری ہے۔ وہ ریوالور تمھارا ہی نشانہ لینا چاہتا ہے۔ بولو مرنا چاہتے ہو یا صرف زخمی ہونا چاہتے ہو؟"

وہ گڑگڑانے لگا۔ معافی مانگنے لگا۔ میں نے کہا۔ "معافی کا وقت گزر چکا ہے۔ وہ دیکھو، ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ مجھے لے جانے والے آ گئے ہیں۔ وہ تمھیں لے جائیں گے۔ چلو اپنی ایک ران میں گولی مارو۔"

اس نے میری ہدایت کے مطابق اپنی ران کا نشانہ لیا۔ دوسرے ہی لمحے چیخ مار کر گر پڑا۔ فرش پر تڑپنے لگا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ سی سرپنٹ نے اس ریوالور کو اٹھا کر کہا: "کمینے! خبردار! تم میرے ہی قلعے میں رہ کر میرے خلاف جاسوسی کرتے رہے۔ اب تمھاری موت بڑی

عبرتناک ہوگی۔"

میں نے سی سرپنٹ سے کہا۔"اس پر نظر رکھو۔ میں اس کے دوسرے ساتھی کو لا رہا ہوں۔"

اس کا دوسرا ساتھی دوڑتا ہوا اسی طرف آنے لگا کیونکہ ٹیلی پیتھی اسے دوڑا رہی تھی۔ وہ اس کمرے میں پہنچتے ہی ہانپتے ہوئے ریوالور نکال کر کہنے لگا۔"مسٹر سرپنٹ! میں وہی آدمی ہوں جو ابھی جان بلی کو اس ریوالور کے نشانے پر رکھ کر فرہاد کو یہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔ یہ ریوالور لیجیے اور وہ ٹائم بم میری جیب میں رکھ دیجیے۔"

سی سرپنٹ نے ٹائم بم نکالتے ہوئے پوچھا۔"کونسا وقت مقرر کروں؟"

اس نے کہا۔"بارہ بج کر پانچ منٹ۔"

یہی وقت مقرر کر کے سی سرپنٹ نے ٹائم بم کو اس کی جیب میں رکھ دیا۔ وہ اپنی جیب تھپتھپا کر خوش ہوتے ہوئے بولا۔"میں بڑے مزے کی موت مروں گا۔ میرے اس زخمی ساتھی کو اٹھوا کر ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچا دیں۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ فرہاد کو لے جایا جا رہا ہے۔"

یہی کیا گیا۔ اس زخمی کو اٹھا کر ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچا دیا گیا۔ سی سرپنٹ کی ہدایت کے مطابق کسی نے ہیلی کاپٹر کو اندر آنے سے نہیں روکا تھا۔ اس کا پائلٹ زخمی فرہاد علی تیمور کا انتظار کر رہا تھا۔ جب ایک زخمی کو وہاں پہنچا دیا گیا اور سیکرٹ سروس کا ایک ایجنٹ بھی اسے نظر آیا، تو وہ مطمئن ہو گیا۔ اسے اچھی طرح تاکید کی گئی تھی کہ فرہاد علی تیمور کو دیکھ سمجھ کر لائے۔ چنانچہ ہیلی کاپٹر کی پرواز سے پہلے اس نے ایجنٹ سے کہا۔"مجھے تم پر اعتماد ہے۔ پھر بھی میں فرہاد کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔"

جس کی جیب میں ٹائم بم رکھا ہوا تھا اس نے ریوالور کا رُخ پائلٹ کی طرف کرتے ہوئے کہا۔"مجھ پر بھروسہ کر داد فوراً اسے اڑا کر لے چلو ورنہ ہم مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ دیر کرو گے تو میں تمہیں گولی مار دوں گا اور اس ہیلی کاپٹر کو خود لے جاؤں گا۔"

پائلٹ نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر وہاں سے پرواز کر گیا۔ میں ہال نما کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ سی سرپنٹ وغیرہ باہر ہیلی کاپٹر کو پرواز کرتے دیکھ رہے تھے۔ وہ سب دوڑتے ہوئے چھتوں پر پہنچ گئے۔ اب ہیلی کاپٹر سمندری حصے پر پرواز کر رہا تھا۔ اسے جنگی بحری جہاز والے بھی دیکھ رہے ہوں گے۔ وہ ہیلی کاپٹر ان کی نظروں میں بھی ہوگا جو قلعے کو خشکی کے راستے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔

سی سرپنٹ بار بار اپنی گھڑی دیکھ رہا تھا۔ ٹھیک بارہ بج کر پانچ منٹ پر ایک زبردست دھماکے کی آواز ہوئی اور ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے۔ وہ ٹکڑے ہو کر سمندر کی گود میں جا رہا تھا۔ میں فوراً ہی بحری جہاز کے کپتان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دوربین آنکھوں سے لگا کر اس ہیلی کاپٹر کا انجام دیکھ رہا تھا۔

کپتان کے دماغ نے بتایا کہ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے جانے کیسے چند لمحوں کے لیے غائب دماغ ہو گیا تھا۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا، کیا اپنی اس کیفیت کا اظہار سپر ماسٹر کے سامنے کرے۔ کیا اس سے رابطہ قائم کرے۔

اور رسونتی اسے ایسا کرنے سے روک رہی تھی۔ اس نے میری ہدایت کے مطابق اپنا کام انجام دے دیا تھا۔ چھ عدد ٹائم بم بحری جہاز کے نچلے حصے میں، جہاں اس کا بھاری بھرکم انجن کام کر رہا تھا، وہیں انھیں مختلف مقامات پر رکھوا دیا تھا اور ان کی بلاسٹنگ کے لیے بارہ بج کر پندرہ منٹ کا وقت مقرر کر دیا تھا۔

میں نے رسونتی سے کہا۔"تم نے اپنا کام بخیر و خوبی انجام دیا ہے۔ ابھی دس منٹ تک اس کے دماغ میں رہنا ہوگا۔ دھماکہ ہوتے ہی تمہارا کام ختم ہو جائے گا۔"

"تم میری فکر نہ کرو۔ اپنی جگہ موجود رہ کر اپنا خیال رکھو۔"

میں نے سی سرپنٹ کے پاس پہنچ کر کہا۔"تم قلعے کے ان بڑے دروازوں کی طرف اسپیکر کے ذریعے اپنی آواز سناؤ اور وہاں گھیرا ڈالنے والوں سے کہو، ابھی انھوں نے ایک ہیلی کاپٹر کی تباہی دیکھی ہے، چند منٹ کے بعد ایک اور دھماکہ سنیں گے۔ اگر وہ اپنی سلامتی چاہتے ہیں تو فوراً یہاں سے کوچ کر جائیں۔"

سی سرپنٹ میری ہدایت کے مطابق مائیکروفون کے پاس گیا اور بلند آواز سے یہی کہنے لگا جو میں نے سمجھایا تھا۔ اس نے یہ اعلان دو بار کیا۔ تیسری بار میں نے اس سے کہا۔"تم ان لوگوں کو وارننگ دو جو تمہارے قلعے کے اندر جاسوسی کر رہے ہیں۔"

اس نے مائیکروفون کے ذریعے کہا۔"میں قلعے کے اندر اپنے وفاداروں اور غداروں دونوں کو مخاطب کر رہا ہوں۔ انھوں نے دیکھا ہے کہ یہاں سے میرے وہ دو آدمی گئے جو برسوں سے میری وفاداری کی قسمیں کھاتے تھے لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کا راز فاش ہو گیا۔ وہ اسرائیلی ایجنٹ تھے

اور فرہاد کو یہاں سے لے جانا چاہتے تھے۔ ان کا انجام تم سب نے دیکھ لیا۔ اب میں باقی غداروں کو وارننگ دے رہا ہوں۔ اگر انھوں نے خود یہاں آ کر اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا تو فرہاد علی تیمور انھیں بے نقاب کرنا اور انھیں اذیت ناک سزائیں دینا جانتا ہے۔" اعلان ختم ہوا۔

اعلان ختم ہوتے ہی سی سرپنٹ ایک دم سے اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ اتنے زبردست دھماکے کی آواز سمندر کی طرف سے آئی تھی جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ سمندر کی لہریں جیسے سیکڑوں فٹ اونچی ہو گئی تھیں۔ "ٹاور کے کنٹرول روم سے چیخ چیخ کر کہا جا رہا تھا۔ سی سرپنٹ کو مخاطب کیا جا رہا تھا۔"سر، وہ جنگی بحری جہاز جو ہماری طرف آ رہا تھا، اچانک ہی زبردست دھماکوں کے ساتھ تباہ ہو گیا ہے۔ وہ ایسے پانی میں گم ہو رہا ہے جیسے کبھی مکمل جہاز نہ تھا۔ صرف اس کا کچھ حصہ دکھائی دے رہا ہے۔ اب وہ بھی ڈوبنے والا ہے۔"

سی سرپنٹ فرش پر بیٹھا تھر تھر کانپ رہا تھا اور خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔"میرے سامنے کون کھڑا ہوا ہے؟ کیا یہ انسان ہے؟ یہ زلزلہ ہے، طوفان ہے یا ایسا مالک الموت ہے جو خاموشی سے نہیں، دھماکوں کے ساتھ آتا ہے اور انسانی اعصاب کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔"

میں دشمنوں کے دلوں میں یہ دہشت بٹھا چکا تھا کہ فضائی راستوں سے اور بحری راستوں سے آنے والوں کا کیا انجام ہو سکتا ہے۔ اب خشکی کے راستے سے جو مجھے گھیرنے کے لیے آئے ہوئے تھے، ان سے نمٹنا رہ گیا تھا اور ان سے نمٹنے کے کئی ذرائع تھے۔ سب سے پہلے میں رسونتی کے پاس پہنچا۔ وہ سونیا کے ساتھ مصروف تھی۔ مختلف ممالک اور مختلف تنظیموں کے نمائندہ لوگوں سے اہم معاملات پر گفتگو ہو رہی تھی۔ وہ معاملات کچھ تو مجھ سے متعلق تھے اور کچھ رسونتی کی فرضی موت سے۔ جب میں وہاں پہنچا تو سونیا مالک مین کے ایک باس سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔"اس سے کہہ دو، اگر اس کے اغوا قلعے کا محاصرہ کرنے سے باز نہ آئیں گے تو ٹھیک بیس منٹ کے اندر اس کے ملک کو اتنا زبردست نقصان پہنچے گا، جو ان کے لیے ناقابل برداشت ہوگا۔"

جواباً کہا گیا۔"مادام سونیا، ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ڈیمو میں سی سرپنٹ کے قلعے کو ہمارے آدمیوں نے نہیں گھیرا ہے۔"

سونیا نے کہا۔"بیروت میں تمہاری تنظیم کا جو باس ہے، مجھے اس کا نام بتاؤ۔ اور اس سے رابطہ قائم کراؤ۔"

"میں ابھی مالک مین سے اس سلسلے میں بات کرتا ہوں کیونکہ مختلف ممالک میں ہمارے جو باس ہیں ان سے میرا ذاتی رابطہ نہیں ہے۔ یہ میں مالک مین کے ذریعے ہی کرا سکتا ہوں۔ پلیز ویٹ اے منٹ۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد پھر اس کی آواز سنائی دی۔"ہمارے مالک مین کا کہنا ہے کہ ان دنوں بیروت میں ہمارا کوئی باس نہیں ہے۔ جب سے خانہ جنگی چھڑی ہے، اس وقت سے ہم نے اپنے باس کو وہاں سے ہٹا لیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس باس کو معطل کر دیا ہے۔ اب تک وہاں کسی کی تقرری نہیں ہوئی ہے۔"

میں بابا صاحب کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ شیخ الفارس غلام حسین البرقی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ انھیں مخاطب کیا تو وہ حیرانی سے بولے۔"فرہاد کیا واقعی تم ہو؟"

"جی ہاں، میں ابھی اپنے متعلق زیادہ گفتگو نہیں کر سکتا۔ آپ فوراً اپنے ادارے کے ریکارڈ روم جائیں یا وہیں سے ریکارڈ روم والوں سے رابطہ قائم کریں۔ میں ان کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"میں مالک مین، سپر ماسٹر اور دوسرے ممالک کے اہم نمائندوں کی آوازیں سننا چاہتا ہوں۔ آپ کے ہاں تمام آوازوں کے کیسٹ اور ان سے متعلق دستاویزی فلمیں موجود ہیں۔"

شیخ الفارس نے فون کے ذریعے ریکارڈ روم کے انچارج سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اس سے کہا۔"مسٹر فرہاد علی تیمور تم سے رابطہ قائم کرنے والے ہیں۔ ان کے حسبِ منشا معلومات فراہم کرو۔"

"جی بہت اچھا۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔"میں بیروت کے باس کی آواز سننا چاہتا ہوں۔"

وہ ایک میز کے پاس پہنچا۔ وہاں ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ کر اس نے کمپیوٹر کو ہینڈل کرنے کا ایک انسٹرومنٹ نکالا۔ پھر اس نے سامنے والے اسکرین کو آن کر دیا۔ اس کے بعد انسٹرومنٹ کے ذریعے معلومات حاصل کرنے لگا۔ سامنے اسکرین پر معلومات فراہم ہو رہی تھیں۔ میں نے کہا۔"میں تمہارے دماغ کے ذریعے اسے پڑھ رہا ہوں۔"

اسکرین پر لکھا ہوا تھا۔"لوئیس مارٹن اب سے ڈیڑھ برس پہلے بیروت سے جا چکا ہے۔ وہ مالک مین کی تنظیم کے

باس کے عہدے سے سبکدوش ہو چکا تھا۔"

ریکارڈ روم کے انچارج نے انسٹرومنٹ کو پھر آپریٹ کیا۔ اس کے مطابق کمپیوٹر بتانے لگا۔ اسکرین پر تحریر نمودار ہونے لگی۔ وہاں لکھا ہوا تھا "لوئیس مارٹن سے تعلق رکھنے والا آوازوں کا کیسٹ روم نمبر تھری ریک نمبر فور مین اور لاکر نمبر نائین میں ہے۔"

انچارج نے کمپیوٹر کو آف کیا۔ انسٹرومنٹ کو وہاں رکھا۔ پھر روم نمبر تھری میں پہنچا۔ وہاں ریک نمبر فور مین کے اس لاکر میں جس کا نمبر نائن تھا، وہ کیسٹ رکھا ہوا تھا۔ اس نے لاکر کو کھول کر وہ کیسٹ نکالا۔ پھر ایک ریکارڈر میں رکھ کر اسے آن کر دیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی مجھے لوئیس مارٹن کی آواز سنائی دی۔ وہ اب سے ڈیڑھ برس پہلے بیروت میں ماسک مین کی طرف سے باس مقرر کیا گیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا میں سن رہا تھا۔ پھر میں نے اس کے لب و لہجے کو پوری طرح گرفت میں لے کر اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی، وہ مجھے مل گیا۔ میں نے واپس آکر انچارج سے کہا "شکریہ، اسے بند کر دو۔ میں نے لوئیس مارٹین کے دماغ کو ٹریس کر لیا ہے۔ ضرورت ہوگی تمہارے پاس آؤں گا۔"

انسانی دماغ خواہ مخواہ وہ باتیں نہیں سوچتا جو ہم سننا چاہتے ہیں۔ انہیں اس بات کی طرف مائل کرنا پڑتا ہے۔ تب مطلوبہ سوچ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ جب اس سلسلے کی پہلی کڑی ملی تو لوئیس مارٹن کے دماغ نے اسی کے مطابق بتانا شروع کیا۔ وہ واقعی ڈیڑھ برس پہلے باس کے عہدے سے سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ اسے کسی بھی ملک میں جا کر ایک پُرامن شہری کی طرح خاموش زندگی گزارنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ کیونکہ لبنان میں خانہ جنگی کی ابتدا میں ماسک مین کی طرف سے بڑے بڑے ممالک کے سربراہوں اور خطرناک تنظیموں تک خفیہ طور پر یہ بات پہنچا دی گئی تھی کہ ماسک مین یا اس کا کوئی آدمی وہاں کی خانہ جنگی میں کوئی رول ادا نہیں کرے گا۔

لیکن وہ ایسا کر رہے تھے۔ وہ لبنان کے متحارب گروہوں میں مختلف صورتوں میں گھسے ہوئے تھے۔ سنّی ملیشیا میں سنّی بن کر، شیعہ ملیشیا میں شیعہ بن کر اور مارونی اور غیر مارونی عیسائیوں میں ان کے بھائی اور ہمدرد بنے ہوئے تھے۔ لیکن یہ تمام تخریبی کارروائیاں وہ ماسک مین کی تنظیم کے نام سے نہیں کر رہے تھے۔ اس تنظیم کے تمام افراد لبنان سے یا تو جا چکے تھے یا دور افتادہ دیہاتوں میں پُرامن باشندوں کی طرح زندگی گزار رہے تھے۔ جو لوگ یہ کام کر رہے تھے وہ بالکل نئے تھے اور ان کے لیڈر کا نام، پتا ٹھکانہ لوئیس مارٹن کو نہیں معلوم تھا۔

میں سوچنے لگا۔ کچھ عرصہ پہلے شہر روم میں جب کابال تنظیم کے سربراہ، سابقہ ماسک مین اور سابقہ سپر ماسٹر کا خفیہ اجلاس ہوا تھا، اس وقت میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے درمیان موجود تھا۔ اب وہ سابقہ ماسک مین نہیں رہا تھا۔ اس کی جگہ نیا آدمی آ گیا تھا۔ اب سپر ماسٹر بھی نیا آ گیا تھا لیکن میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے پرانے ماسک مین کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ نے بتایا کہ لبنان میں ماسک مین کی تنظیم نہیں ہے۔ دوسری صورت میں ہے لیکن ماسک مین کی تنظیم کو الزام نہیں دیا جا سکتا۔ وہ چونکہ کچھ عرصے پہلے تک ماسک مین رہ چکا تھا، اس لیے اسے معلوم تھا کہ اب وہ نیا لیڈر جو ریڈ پاور..... کی تنظیم سے ہٹ کر اس کے لیے کام کر رہا تھا، اس کا نام العطش تھا۔ وہ ایک فولاد کے کارخانے کا مالک تھا۔ لبنان میں اس کی مقامی سرمایہ دار کی حیثیت سے شہرت تھی۔ وہاں کے حکام، دوسرے اعلیٰ افسران اور خصوصاً پولیس والے اس کی عزت بھی کرتے تھے۔ انہیں کے سامنے جھکتے بھی تھے۔ آدمی پر جب زیادہ بوجھ ہو تب وہ جھکتا ہے۔ العطش ان کے سروں پر نوٹوں کی گٹھریاں رکھتا تھا۔

میں نے عزت علی کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "بھائی تم کہاں ہو۔ کچھ تو اپنا پتا ٹھکانہ بتاؤ۔ جہاں کہیں زبردست دھماکے ہوتے ہیں وہاں تمہاری یاد آتی ہے۔ ابھی ابھی رپورٹ ملی ہے کہ ڈیمور کے قلعے کے پاس ایک بحری جہاز دھماکے سے تباہ ہو گیا۔ اس سے پہلے ایک ہیلی کاپٹر میں بھی دھماکہ ہوا اس کے بھی چیتھڑے اڑ گئے۔ کیا تمہارے بارے میں جو خبر گشت کر رہی ہے وہ درست ہے؟"

"میں اس وقت ڈیمور کے اسی ساحلی قلعے میں موجود ہوں۔ تم سے بہت جلد ملاقات کروں گا۔ فی الحال میرا ایک کام کرو۔ بیروت میں ایک بہت بڑا مقامی سرمایہ دار ہے۔ اس کا نام العطش ہے۔ اس کا فون نمبر معلوم کر کے فوراً رابطہ قائم کرو۔ میں تمہارے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔"

اس نے ٹیلیفون ڈائریکٹری کو کھولتے ہوئے کہا "اگر العطش کوئی مجرم ہے تو وہ کسی تہہ خانے میں جا کر چھپ گیا ہو گا۔ جب سے میں نے یہاں چھاپے مارنے شروع کیے ہیں، ایک زلزلہ سا آ گیا ہے۔ تمام مجرم ایسے غائب ہو گئے ہیں جیسے پہلے یہاں کبھی تھے ہی نہیں۔"

میرا خیال ہے مجرموں نے اس قلعے کے اطراف ڈیرا ڈال لیا ہے۔ میرا انتظار کر رہے ہیں کہ میں باہر نکلوں یا پھر وہ کسی طرح قلعے میں داخل ہو سکیں۔"

"کہو تو میں آ جاؤں؟"

"آ سکتے ہو مگر ہیلی کاپٹر میں۔ تاکہ ہمیں قلعے کا گیٹ کھولنا پڑے۔ میں یہاں سی سر پنٹ سے کہہ دیتا ہوں اس آدمی تمہارا استقبال کریں گے۔"

اتنی دیر میں اس نے فون نمبر معلوم کر کے ریسیور کو رکھا پھر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد ہی کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ یقیناً وہ اس کی سکریٹری ہو گی۔ عزت علی نے کہا "میں مسٹر العطش سے ملنا چاہتا ہوں۔ بہت ضروری کام ہے۔"

"آپ کون ہیں؟"

"العطش سے صرف اتنا ہی کہنا کہ پولیس کا ایک آفیسر جس کا نام نہیں بتا سکتا۔ ویسے العطش سے میرے خاص مراسم ہیں۔ عزت علی کے متعلق بہت ضروری اطلاع دینا چاہتا ہوں۔"

اسے تھوڑی دیر انتظار کرنے کے لیے کہا گیا۔ پھر ایک زنانہ آواز سنائی دی۔ "ہیلو، میں العطش ہوں۔ کیا کہہ رہے ہو؟"

"اب تک تو خیریت ہے لیکن یہ عزت علی، تمام جرائم پیشہ لوگوں کی طرح اڑائے لیے جا رہا ہے۔ میری اطلاع کے مطابق وہ آپ کے پیچھے بھی پڑ گیا ہے۔ کچھ ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

میں اتنی دیر میں العطش کے دماغ میں پہنچ کر تصدیق کر چکا تھا۔ میرا شکار وہی تھا۔ میں نے عزت علی سے کہا "فون دو۔ میرا کام بن گیا۔"

میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ عزت علی ریسیور رکھ چکا تھا۔ اس نے بھی ریسیور کو کریڈل سے اٹھاتے ہوئے سوچا "اونہہ، عزت علی میرے پیچھے پڑ گیا ہے کیا بگاڑ لے گا۔ میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "سنا ہے ڈاکٹر ولیم بروک بھی خود پر بڑا ناز تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ کوئی اس کے خلاف ثبوت فراہم نہیں کر سکتا۔ اس نے جہاں بھی اپنی اہم دستاویزات چھپا رکھی تھیں، عزت علی وہاں تک پہنچ گیا تھا۔"

وہ پریشانی سے سوچتا ہوا اپنے ایک پرائیویٹ کمرے میں پہنچا۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی، وہاں اس کی اہم دستاویزات بھی ہیں اور ایک ٹرانسمیٹر بھی ہے جس کے ذریعے وہ براہِ راست ماسک مین سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ یہ سوچ پڑھتے ہی میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "یہ تو کبھی ہو نہیں سکتا کہ ماسک مین اپنے کسی ماتحت سے رابطہ قائم کرے۔"

"میں کوئی ماتحت نہیں ہوں۔ میں لبنان کا سب سے بڑا سرمایہ دار ہوں۔ پھر یہ کہ ماسک مین کی دکھتی رگ میرے ہاتھ میں ہے۔ اس نے ریڈ پاور کی تنظیم کو لبنان سے رخصت کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہاں کی خانہ جنگی میں اس کا ہاتھ نہیں ہے حالانکہ میں اس کا دستِ راست ہوں۔ میرے متعلق صرف سابقہ ماسک مین جانتا ہے۔ اس کے سوا ریڈ پاور کی تنظیم کا ایک بھی باس میرے متعلق کچھ نہیں جانتا اور سابقہ ماسک مین پر تو موجودہ ماسک مین کو بھروسہ کرنا ہی پڑے گا۔ وہ سابقہ ماسک مین اپنے عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد کہاں گیا۔ کیا کر رہا ہے، یہ کوئی نہیں جانتا۔ اپنے عہدے سے ریٹائر ہونے والے یا سبکدوش ہونے والے افسران اپنے محکمے کا راز اپنے سینے میں دفن رکھنا جانتے ہیں۔ لہٰذا مجھ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اس اعتماد سے ماسک مین مجھ سے رابطہ قائم کرتا ہے۔"

اس کے سوچنے کے دوران ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم ہو چکا تھا۔ دوسری طرف سے کوڈ ورڈز پوچھے گئے۔ اس نے کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا "میں ہوں العطش۔ ماسک مین سے کو فوراً مجھ سے رابطہ قائم کرے۔"

چند ساعتوں کے بعد ہی کسی کی آواز سنائی دی۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کے بعد پتا چلا، وہ ماسک مین ہے۔ یہ تو کمال ہو گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا، اتنی آسانی سے اس کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا۔ دوسری طرف العطش کہہ رہا تھا "میں پہلے ہی اشارتاً عرض کر رہا تھا کہ ہمیں ڈیمور کے قلعے کا محاصرہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس طرح میں یا میرے آدمی عزت علی کی نظروں میں آ جائیں گے۔ ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے اور میرے متعلق معلومات حاصل کر رہا ہے۔"

ماسک مین نے کہا "گاڈ ڈیم اٹ۔ یہ عزت علی مصیبت بن گیا ہے۔ ویسے کچھ کچھ سمجھ میں آ رہا ہے۔ اگر اس قلعے میں قرہاد موجود ہے۔ جیسا کہ دو دھماکوں سے ثابت ہو رہا ہے تو اسی نے عزت علی کو بلایا ہو گا ورنہ وہ اچانک لبنان پہنچے اور ڈاکٹر ولیم بروک کے تمام اہم اڈوں پر چھاپے مارے۔ یہ ممکن نہیں ہے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی اتنی گہری معلومات رکھ سکتا ہے۔"

"آپ ڈاکٹر ولیم بروک کو جہنم میں بھیجیے۔ کیا عزت علی ہمارے

ان آدمیوں کے ذریعے مجھ تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔"

"ہاں، اب خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ وہ ایک کڑی سے دوسری کڑی ملاتا ہوا تم تک پہنچ جائے گا۔ بہتری اسی میں ہے کہ محاصرہ توڑ دو۔ اپنے آدمیوں کو واپس بلالو۔"

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ یہ آدمی بھی عجیب چیز ہے۔ اپنے آپ کو اپنی دیواروں کے پیچھے چھپا لیتا ہے۔ سمجھتا ہے، اب کوئی اسے نہیں دیکھے گا۔ بالکل خرگوش کی سی فطرت ہے۔ وہ خطرے کے وقت عادتاً اپنا منہ کہیں چھپا لیتا ہے اور سمجھتا ہے تاکہ سے چھپ گیا ہے۔ شکاری اسے نہیں دیکھ رہا ہے۔ بزدل لوگ خطرے کے وقت جانے کیوں آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ سمجھتے ہیں آنکھیں بند کر کے وہ کسی کو نہیں دیکھ رہے ہیں اس لیے خطرات بھی انھیں نہیں دیکھ رہے ہیں۔ گنہگار گناہ کرتے وقت سوچتے ہیں، دروازے بند ہیں، کھڑکیاں بند ہیں، چاروں طرف اندھیرا ہے، خدا بھی نہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ اپنی حماقت کو بڑے یقین کے ساتھ ذہانت سمجھتے ہیں اور خدا انھیں سمجھا تا ہے۔ تم مجھے کہاں چھپو گے، تمھیں تو مچھر بھی اندھیرے میں ڈھونڈ لیتے ہیں۔

انسان انسان سے اس لیے نہیں چھپ سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے علوم کا سمندر دیا ہے۔ دنیا جہان کی ذہانت اس کے حصے میں آئی ہے۔ وہ کسی نہ کسی ہتھ سے خفیہ باتیں معلوم کر لیتا ہے۔ وہ خلائی راکٹوں میں بیٹھے تب بھی اسکرین پر نظر آئے گا۔ زمین کی تہہ میں چلا جائے تب بھی اسے ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ علم کی انتہا ٹیلی پیتھی نہیں ہے۔ جانے انسان ابھی اور کتنے علوم حاصل کرے گا جو حیرت زدہ کر دینے کے لیے کافی ہوں گے۔ دنیا کا ہر علم چھپے ہوئے خزانوں کو، چھپی ہوئی ذہانت کو اور چھپے ہوئے انسانوں کو نمایاں کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

آخر ماسک میں بھی بے نقاب ہوگیا لیکن میں نے اس کو مخاطب نہیں کیا۔ العطش اپنے ایک دست راست سے رابطہ قائم کر کے باتیں کر رہا تھا۔ وہ دست راست قلعے کے باہر اپنے مسلح آدمیوں کے ساتھ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ اس کے ذریعے میں نے معلوم کیا، وہاں دور دور تک خیمے نظر آ رہے تھے۔ مختلف ممالک کے یا تنظیموں کے لوگ صرف اس مقصد سے وہاں موجود تھے کہ میں قلعے کے باہر نہ آؤں یا دوسرے لفظوں میں خشکی کے راستے کسی دوسری جگہ نہ جاسکوں۔ اگر ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعے جاؤں گا تو فضائی راستے سے روکنے کے لیے دوسرے انتظامات کیے گئے تھے۔ اسی طرح بحری راستوں پر بھی ناکہ بندی کی گئی تھی جس کا انجام انھوں نے دیکھ لیا تھا ——— اس کے باوجود ان کے خیالات بڑے نامعلوم ہو رہا تھا کہ وہ باز آنے والے نہیں ہیں۔ ایک بحری جہاز تباہ ہوا ہے۔ دوسرے کئی بحری جہاز مختلف سمتوں سے آنے والے تھے۔ اس طرح مجھے فضائی راستے سے روکنے کے لیے جاسوسی اور جنگی طیارے استعمال کیے جانے والے تھے۔

العطش نے اپنے دست راست کو حکم دیا تھا کہ وہ گولہ باری ختم کر دیں اور واپس آجائیں لیکن میں کب واپس جانے کا موقع دے سکتا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس نے خیمے سے باہر نکل کر دیکھا۔ تقریباً سو گز کے فاصلے پر دوسری پارٹی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی۔ میں اسے ذرا آگے لے گیا اس کے ساتھ تقریباً چھ مسلح آدمی تھے۔ ہر ایک کے پاس ہینڈ گرنیڈ وغیرہ بھی تھے۔ پھر اس نے دوسری پارٹی کو بلند آواز سے مخاطب کرتے ہوئے کہا، "میں تمھیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں، یہاں صرف ہم رہیں گے۔ ہم فرہاد تک پہنچیں گے۔ تم لوگوں کو یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ میں آخری وارننگ دے رہا ہوں۔"

اس آخری وارننگ کے سلسلے میں دوسری طرف سے گالیاں دی گئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دست راست نے میری مرضی کے مطابق پہلا ہینڈ گرنیڈ پھینکا۔ پھر اس کے حکم کے مطابق اس کے ساتھی بھی یہی کرنے لگے۔ دوسری طرف سے پڑاؤ میں دھماکے ہو رہے تھے۔ جوابی کارروائی شروع ہو گئی۔ وہاں سے بھی ہینڈ گرنیڈ پھینکے جانے لگے پھر مسلسل فائرنگ ہونے لگی۔

میرا کام بن گیا تھا۔ اب میں دوسرے پڑاؤ کی طرف بھی ہنگامے کرانا چاہتا تھا۔ اس کے لیے میں نے اس کے چار آدمیوں کے ساتھ اسے دوسری طرف دوڑا دیا۔ صرف ایک کا دماغ میرے قابو میں تھا۔ باقی اس کے حکم کی تعمیل کر رہے تھے وہاں بھی یہی سلسلہ ہوا۔

تیسرے پڑاؤ کی طرف سے چیخ چیخ کر کہا جا رہا تھا، "یہ کیا حماقت ہے۔ آپس میں ٹکرانا بند کرو۔ ورنہ ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دست راست نے ایک ہینڈ گرنیڈ اسی کی جانب پھینکا۔ وہ ہینڈ گرنیڈ گولہ باری چنگاری تھی اس کے بعد شعلے بھڑکتے چلے گئے۔ ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ اور دوسرے کیمپ سے تیسرے کیمپ

رہے تھے کیمپ میں یہی ہنگامے شروع ہوئے۔ اب کوئی سی کو روک نہیں سکتا تھا۔ جو لوگ اپنے بچاؤ کی خاطر ہاں سے فرار ہونا چاہتے تھے، دوسرے ان کا تعاقب رتے تھے۔ نتیجے کے طور پر فرار ہونے والے پلٹ کر حملہ رتے تھے، جوابی حملہ لازمی ہو جاتا تھا۔ ڈیمور شہر کی پولیس ہاں پہلے ہی پہنچی ہوئی تھی۔ غیر قانونی کیمپنگ کے سلسلے میں ن کا محاصرہ کرنے کے بعد ناکام واپس چلی گئی تھی۔ اس کے بعد فوج آئی تھی لیکن ایسے وقت آئی تھی جب ہنگامے شروع ہو چکے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوج کو بھی اپنی حفاظت کی ر انھیں باز رکھنے کی خاطر فائرنگ کرنی پڑی۔

فوج کامیاب ہوگئی۔ پینتالیس منٹ کے اندر ہنگامے ند پڑ گئے۔ سر داس لیے پڑ گئے کہ ہنگامہ کرنے والے رو پڑ گئے تھے۔ اب وہاں لاشیں ہی لاشیں نظر آ رہی تھیں۔ ندہ بچنے والے فرار ہو گئے ہوں گے یا فوجیوں کی حراست میں وں گے۔

تھوڑی دیر بعد ہی ہمیں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع ی کہ فوجی افسران قلعے کا دروازہ کھولنے کا حکم دے رہے ہیں اور فرہاد سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان وجی افسران کی آوازیں سنیں۔ پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہا۔ "ان سے کہو، بحری جہاز، ہیلی کاپٹر اور قلعے کے اطراف ہونے والی تباہیوں کو پیش نظر رکھیں اور چپ چاپ اپنی سرحدوں میں واپس چلے جائیں ورنہ کوئی بھی زندہ واپس نہیں جاسکے گا۔ فرہاد نے اگر ضروری سمجھا تو خود ان کے پاس آکر ملاقات کرے گا۔ فی الحال قلعے کے باہر کوئی مسلح شخص نظر نہ آئے۔ پرواز نگ صرف آدھے گھنٹے کے لیے ہے۔ اس کے بعد وہاں پایا جانے والا ہر مسلح شخص اپنے ہی ہتھیار سے خودکشی کرے گا۔"

میں عزت علی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میرے پاس نے کے لیے اپنے ہیلی کاپٹر میں جانا چاہتا تھا لیکن لبنان ے کئی افسران نے اس کا محاسبہ شروع کر دیا۔ کسی نے پوچھا۔ "تم وہاں کیوں جا رہے ہو؟ کیا فرہاد تمھیں اس قلعے میں آنے ی اجازت دے گا؟"

کسی نے پوچھا، "اگر اجازت دے گا تو کیا اس سے تمھاری دوستی ہے؟ تمھارے اس سے دیرینہ تعلقات رہے ہیں؟"

یہ ایسے سوالات تھے جن کا صحیح جواب وہ نہیں ے سکتا تھا۔ اگر وہ کہتا کہ فرہاد سے دوستی ہے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی کہ رسونتی اور سونیا اسی انٹرپول کے آفیسر کی مدد سے اپنے بچوں کو نیپال کی سرحد سے نکال لانے میں کامیاب ہوگئی تھیں۔ اس نے جواب دیا، "فرہاد سے دوستی تو دور کی بات ہے، میں نے آج تک اس کی صورت نہیں دیکھی۔ اس کی آواز نہیں سنی اور بھلا سن بھی کیسے سکتا ہوں۔ شاید آپ لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ فرہاد کی ٹیلی پیتھی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ میں وہاں جاؤں گا تو وہ مجھ سے دشمنی نہیں کر سکے گا۔ دوستی ہی کرنا چاہے گا۔"

"کیا تم اسے کسی طرح یہاں لا سکو گے؟"

"میری پوری کوشش یہی ہوگی۔ میں جاؤں گا اور تقریباً دو چار گھنٹے میں واپس آجاؤں گا۔ آپ لوگ جانتے ہی ہیں، میں خاص چار بجے کی فلائٹ سے لبنان چھوڑ دوں گا۔"

ایک آفیسر نے کہا، "مسٹر عزت علی، میرے پاس بھی ایک ایسا شخص ہے جو یوگا کا ماہر ہے۔ فرہاد کی ٹیلی پیتھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ لہٰذا آپ اسے بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔ وہ آپ کے بہت کام آئے گا۔"

میں نے فوراً ہی اس آفیسر کے دماغ میں چھلانگ لگائی وہ بلیک شیڈو کا آدمی تھا۔ بلیک شیڈو ہر ماہ اسے اتنی رقم دیتا تھا جس کے عوض وہ انٹیلی جنس کا آفیسر اسے اپنے محکمے کی تمام خفیہ باتیں بتاتا رہتا تھا۔ میں نے اس شخص کے لب و لہجہ کو اچھی طرح یاد کر لیا۔ ادھر عزت علی نے جواب دیا، "مجھے افسوس ہے، میں آپ کے کسی بھی یوگا ماسٹر کو اپنے ساتھ نہیں لے جاسکوں گا۔ پہلی بات تو یہ کہ میں جہاں جاتا ہوں، اپنی ٹیم کے ساتھ جاتا ہوں۔ ہیلی کاپٹر میں میری پوری ٹیم کے لیے گنجائش نہیں ہے صرف پانچ آدمی میرے ساتھ جا رہے ہیں۔"

"مسٹر عزت علی! آپ جہاں بھی جاتے ہیں وہاں کی ٹیلی جنس اور پولیس والوں کا تعاون حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ یہاں کی انٹیلی جنس سے بھی تعاون کریں۔"

"فرہاد علی تیمور اگر کوئی مجرم ہوتا اور آپ کے ملک کو کسی طرح نقصان پہنچاتا تو میں آپ کے ساتھ ضرور تعاون کرتا۔ آپ مجھے جواب دیں، کیا اس نے یہاں کے کسی قانون کے محافظ کو قتل کیا ہے۔ حکام میں سے کسی کے دماغ سے کھیلنے کی کوشش کی ہے یا اس حکومت کا کوئی راز چرا کر لے جا رہا ہے؟ آپ کوئی ایسا الزام اس کے خلاف عائد کریں، ثبوت پیش کریں، میں اسے آپ کے سامنے حاضر کرنے کی کوشش کروں گا۔ کامیابی یا ناکامی خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

"کیا یہ ثبوت کافی نہیں ہے کہ ابھی ابھی اس نے ایک

بحری جہاز کو اور ایک ہیلی کاپٹر کو تباہ کیا ہے۔ اسی کی ٹیلی پیتھی کے باعث قلعے کے اطراف سیکڑوں لوگ مارے گئے ہیں۔"

عزت علی نے کہا "پہلی بات تو یہ کہ قلعے کے باہر جو لوگ مارے گئے وہ ایک دوسرے کی گولیوں سے اور بموں کے بلاسٹنگ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ کوئی ثبوت ایسا نہیں ملتا کہ فرہاد نے ٹیلی پیتھی کا کارنامہ دکھایا ہو۔ اگر بحری جہاز اور ہیلی کاپٹر تباہ ہوا ہے تو اس کا تعلق آپ کے ملک سے نہیں ہے۔ آپ صرف لبنانی انٹیلی جنس کے ایک آفیسر ہیں۔ میں بین الاقوامی انٹیلی جنس سروس کا ایک اہم نمائندہ ہوں۔ اس لیے بین الاقوامی طور پر فرہاد نے کسی بحری جہاز اور ہیلی کاپٹر کو نقصان پہنچایا ہے تو اس کا محاسبہ کرنے کا حق مجھے حاصل ہوتا ہے آپ کو نہیں۔ پلیز میرے کام میں مداخلت نہ کریں۔"

میں نے عزت علی سے کہا "تم اپنی ٹیم میں سے ایک ایسے شخص کو ساتھ لاؤ جو میرے قد و قامت کا ہو۔ میں اس کے روپ میں نکلنا چاہتا ہوں۔"

اس نے تائید کرتے ہوئے کہا "آپ کا یہ ملک چھوڑ دینا بہتر ہے۔ چار ممالک کے جنگی طیارے بیروت ایئرپورٹ پر اترنا چاہتے ہیں۔ لبنانی حکام سے ان کا رابطہ قائم ہے اور وہ یقین دلا رہے ہیں کہ لبنانی حکومت کو ان کے طیاروں سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ جنگی طیارے صرف فرہاد کو فرار ہونے سے روکیں گے تاکہ وہ فضائی راستے سے کہیں نہ جا سکے۔"

"تم یہاں آ جاؤ۔ پھر اس سلسلے میں باتیں ہوں گی۔"

میں حدیقہ کی خبر لینے ان مجاہدین کے دماغوں میں پہنچنے لگا جو لیلیٰ کے گارڈ آفیسر کو قیدی بنا کر رکھنا چاہتے تھے۔ پتا چلا، انھوں نے اس آفیسر کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور ایک جگہ اسے قید کر کے رکھا گیا ہے۔ لیلیٰ کو سارہ آنٹی کی حیثیت سے اس لیے چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ ان کے اور اسرائیلی حکمرانوں کے درمیان رابطہ قائم کرائے گی۔ رابطہ قائم کرنے کے لیے ٹرانسمیٹر کی ایک فریکوئنسی طے پا گئی تھی۔ اب لیلیٰ اس سلسلے میں کیا کر رہی ہے، یہ میں بعد میں معلوم کر سکتا تھا۔

میں نے ایک مجاہد کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ حدیقہ ہمارے قلعے سے بہت دور ایک جگہ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ پانچ مجاہدین تھے وہ اسے سمجھا رہے تھے "قلعے میں داخل ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ وہ تمہارے لیے قلعے کا دروازہ کھلوائیں گے تو دشمن بھی داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔"

جواب میں حدیقہ نے ایک چھوٹی سی پرچی لکھ کر دی۔

اس نے لکھا تھا "قلعے کے باہر جن لوگوں نے محاصرہ کیا تھا وہ سب آپس کی فائرنگ سے ہلاک ہو چکے ہیں یا فرار ہو گئے ہیں۔ میں وہاں جاؤں گی تو میرے پیچھے کوئی نہیں ہو گا۔"

ایک مجاہد نے کہا "یہ ہماری خوش فہمی ہو گی۔ دشمن پتا نہیں کتنے بھیس میں چھپے ہوئے ہیں۔ کس طرح تاک میں لگے ہوئے ہیں۔ ہم فرہاد صاحب کی بھلائی چاہتے ہیں تو فی الحال ہمیں ان سے دور رہنا چاہیے۔"

میں نے اچانک اسے مخاطب کیا "حدیقہ! میں تمہارے ساتھی کی زبان سے فرہاد بول رہا ہوں۔ تمہارے ساتھی درست مشورہ دے رہے ہیں۔ تم اس قلعے میں آنا چاہو گی تو میرے لیے مشکلات بڑھ جائیں گی۔ نہ تم آ سکتی ہو نہ میں باہر نکل سکتا ہوں۔ کوشش کر رہا ہوں، کسی طرح اس علاقے کو چھوڑ دوں۔ بلکہ اس ملک سے چلا جاؤں۔"

میری یہ بات سنتے ہی اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ وہ چادر کے گھونگھٹ میں تھی۔ ایسے گھونگھٹ میں جسے اس کا چاہنے والا بھی اٹھا نہ سکا۔ اس کی ایک جھلک نہ دیکھ سکا۔ اور تو اور ہلکی سی آواز بھی نہ سن سکا۔ اس وقت بھی میرے جانے کی بات سن کر وہ جانے کیا کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے تھے۔ اپنے دل کو سنبھال رہی تھی۔ اس کا محبوب بھی زندگی میں اس طرح نہیں آیا تھا جس طرح میں آیا تھا۔ اور آ کر اس سے دور جا رہا تھا۔ اس کا ملک چھوڑ رہا تھا۔ ایسے میں اس کی کیا حالت ہو رہی ہو گی۔ وہ جانتی ہو گی، اس کا خدا جانتا ہو گا۔

میں نے کہا "میں تمہارے دماغ میں ہوتا تو تمہارے دل کی حالت جان سکتا۔ افسوس تمہارے قریب ہو کر بھی دور ہوں۔"

میں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا "تم نے دیکھا ہو گا یا سنا ہو گا، میں ایک جگہ بیٹھا دشمنوں کو تباہ کر رہا ہوں۔ انھیں وارننگ دے رہا ہوں کہ قلعے کا محاصرہ نہ کریں۔ اس کے باوجود وہ باز نہیں آ رہے ہیں۔ میری ٹیلی پیتھی سے بچ کر رہنے کی کوشش کرتے ہوئے محاصرہ کرنے کے منصوبوں پر چپ چاپ عمل کر رہے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق سمندری راستے سے ابھی کئی بحری جہاز ادھر آنے والے ہیں۔ فضائی راستوں کو مسدود کرنے کے لیے کئی ممالک کے جنگی جہاز بیروت ایئرپورٹ پہنچنے والے ہیں۔ خشکی کے راستے میں اگرچہ میں نے قلعے کے اطراف بارود ڈالنے والے دشمنوں کو عبرتناک سزائیں دی ہیں، اس کے باوجود اس قلعے سے دور رہ کر اور کون کون سے راستے مسدود کیے جائیں گے، یہ میں نہیں جانتا لیکن سمجھ سکتا ہوں اور تم بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو۔"

وہ انکار میں سر ہلانے لگی۔ میں جو سمجھا رہا تھا اسے سمجھنے سے انکار کرنے لگی۔ محبت اپنے سوا کچھ نہیں سمجھنا چاہتی۔ سچ تو یہ ہے کہ میں بھی اس کے سوا کچھ اور سمجھنا نہیں چاہتا تھا لیکن حالات مجبور کر رہے تھے۔ جس انداز میں وہ مجھے ملی تھی، میں ابھی اسے چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ میں اسے دور کر سکتا تھا نہ خود دور جا سکتا تھا۔

میں نے اس کے ساتھی کی زبان سے کہا "ذرا ایک طرف چلو، میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

وہ ایک طرف بڑھ گئی۔ اس کا ساتھی یعنی میں اس کے ساتھ جا رہا تھا۔ دوسرے مجاہدین سے ذرا دور جانے کے بعد میں نے آہستگی سے کہا "میں ابھی تمہارے جس ساتھی کے دماغ میں ہوں، اسے اچھی طرح ٹٹول کر اطمینان کر لیا ہے۔ یہ غدار نہیں ہے۔ ہماری باتیں کسی دوسرے تک نہیں پہنچائے گا۔ حدیقہ، اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے اس کے ساتھی نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔ وہ مانتی تھی کہ فرہاد اس سے گفتگو کر رہا ہے لیکن یہ بھی مانتی تھی کہ جو ہاتھ بڑھ رہا ہے، وہ فرہاد کا نہیں ہے۔ وہ خنجر چلانے والی مجاہدہ میرے سوا کسی کو اپنا ہاتھ نہیں دے سکتی تھی۔

میں نے کہا "سوری، میں بھول گیا تھا کہ میں صرف تمہارے ساتھی کے دماغ کو استعمال کر سکتا ہوں۔ اس کا جسم تو بہرحال اس کا ہی ہو گا۔ اس کے ذریعے تمہارا ہاتھ تھام کر مجھے بس ایسے ہی اطمینان ہو گا جیسے خواب میں تھام لیا ہو اور میرے تمہارے نصیب میں تو خواب ہی خواب ہیں۔ ہم نے جتنے یادگار لمحات گزارے وہ سب حقیقت سے کم نہیں تھے اور خواب سے زیادہ نہیں تھے۔"

وہ چپ تھی۔ میں اپنے جذبوں کا اظہار کر رہا تھا، وہ نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے کہا "میں تمہیں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا۔ تم میری زندگی میں ایک خوشبو کی طرح آئی ہو۔ خوشبو کو آج تک کوئی مٹھی میں پکڑ سکا۔ میں تمہیں پکڑنے میں ناکام رہا ہوں۔ میں اس محبت کی بھول بھلیوں میں ساری عمر گم رہوں گا۔ اس لیے چاہتا ہوں، زیادہ گم نہ رہو۔ تم میرے پاس رہو، میں تمہارے پاس رہوں۔ کیا تم میرے ساتھ اس ملک سے باہر جانا پسند کرو گی؟"

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ وہ سر اس طرح اٹھا رہا جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔ پھر اس نے سر کو جھکا لیا۔ دونوں ہاتھ چادر کے اندر گئے۔ پھر کاغذ اور قلم باہر آیا۔ اس نے کچھ لکھ کر اسے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے پڑھا۔

"میرے جسم و جان کے مالک! عورت زمین اور آسمان کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یہ وطن میری زمین ہے جہاں میں پاؤں جما کر کھڑی ہوں اور تم آسمان ہو، میرے سر پر اور میرے حواس پر چھائے ہوئے ہو۔

میں فلسطین میں پیدا ہوئی۔ یہاں میری آزادی کی جدوجہد مرتے دم تک جاری رہے گی۔ یا تو میں آزادی حاصل کر کے مسرخ رو ہوں گی یا اسی زمین میں دفن ہو جاؤں گی۔ خدا کے لیے میری محبت کو نہ آزماؤ۔ البتہ یہ وعدہ کرتی ہوں، اگر میری زندگی میں آزادی نصیب ہو گئی تو میں اپنے آپ کو، اپنے مستقبل کو تمہارے حوالے کر دوں گی۔ پھر تم جہاں چاہو گے مجھے لے جا سکو گے۔"

میں نے وہ کاغذ پڑھنے کے بعد کہا "میں جانتا ہوں، تمہاری جیسی مجاہدہ اور مجاہدین اپنے خون سے آزادی کی تاریخ لکھ رہے ہیں۔ تم میرے ساتھ یہ ملک چھوڑ کر نہیں جا سکو گی اور میری سلامتی کا تقاضا ہے کہ فی الحال میں یہاں سے چلا جاؤں، وعدہ کرتا ہوں، جب بھی حالات سازگار ہوں گے، میں پھر تمہارے پاس آؤں گا۔ پلیز، میری اور اپنی مجبوریوں کو سمجھو۔"

اس نے ایک انگلی سے اس پرچی کی طرف اشارہ کیا جو ابھی تک میں اس کے ساتھی کے ذریعے پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے اس پرچی کو دیکھا۔ نیچے لکھا ہوا تھا "خدا کے لیے کوئی ایسی تدبیر کرو کہ تمہیں یہاں سے نہ جانا پڑے اور تم سلامت بھی رہو۔ اس کے لیے میں کیا کر سکتی ہوں، مجھے بتاؤ۔ جب میں تمہاری سلامتی کے لیے جان پر کھیل جاؤں، دنیا سے اٹھ جاؤں تب تم چلے جانا۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "اچھی بات ہے، میں کوئی تدبیر سوچوں گا۔ اگر میں اس ملک کے کسی حصے میں چھپ کر رہ سکا تو تمہیں ضرور اطلاع دوں گا۔ آئندہ اگر تمہارا یہ ساتھی تمہارے ساتھ نہ رہے یا کسی دوسری مہم میں چلا جائے تو میں مجبوری کی حالت میں بزرگ جلیل القدر کے ذریعے تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس بات کو یاد رکھنا۔"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا جیسے کہہ رہی ہو۔ "یاد رکھوں گی۔"

"اب مجھے اجازت دو۔ میں قلعے میں بہت مصروف ہوں۔ زیادہ دیر تک دماغی طور پر غیر حاضر رہوں گا تو نقصان

پہنچنے کا احتمال ہے۔"

اس نے یوں سر ہلایا جیسے جانے کی اجازت دے رہی ہو۔ میں نے کہا "میں تمھارا ہاتھ تھام کر پیار بھرے انداز میں رخصت نہیں ہو سکتا۔ یہ ہاتھ پرایا ہے اور میں اپنی حدیقہ کا ہاتھ اپنے ہی ہاتھوں میں لینا چاہتا ہوں۔ بہت جلد پھر آؤں گا۔ اس وقت تک کے لیے خدا حافظ، فی امان اللہ۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ سی سرپنٹ میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا مجھے غور سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے مسکرا کر کہا "مجھے افسوس ہے۔ صبح سے تم مجھے اپنی فیملی کے ساتھ کھانے کے لیے کہہ رہے ہو اور وقت نہیں مل رہا ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ بہت مصروف ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا، آخر آپ کھاتے کب ہوں گے؟"

میں نے ہنستے ہوئے اٹھ کر کہا "اب جتنی بھی مصروفیت ہو، پہلے میں تمھاری فیملی کے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔ چلو۔"

وہ خوش ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی انٹر کام کے ذریعے اطلاع دی۔ تمام مسلح گارڈ کو چوکنا رہنے کے لیے کہا۔ اور یہ وارننگ دی کہ یہاں سے رہائش گاہ تک جانے کے دوران اگر فرہاد کو کوئی نقصان پہنچا تو انھیں اذیت ناک موت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

وہاں سے اس کی رہائش گاہ زیادہ دور نہیں تھی۔ میں دس منٹ میں پہنچ گیا۔ اس کی بیوی اور بچوں نے مجھے بڑی ہی گرمجوشی سے خوش آمدید کہا۔ وہ سب مجھے یوں دیکھ رہے تھے جیسے پہلی بار کسی انسان کو دیکھ رہے ہوں۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا "میں تم میں سے ہر ایک کی سوچ پڑھ کر بتا سکتا ہوں کہ اس وقت میرے متعلق کیا سوچا جا رہا ہے۔"

سرپنٹ کی شریکِ حیات نے پوچھا "کیا آپ کو اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ ہم کھانے میں کچھ ملا کر دے سکتے ہیں؟"

"میں یہاں آنے سے پہلے تمھارے اور باورچی وغیرہ کے ذہنوں کو اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔ تم لوگ مجھ سے کسی طرح بھی دشمنی مول لینا نہیں چاہتے ہو۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ اپنی دوستی کا یقین دلانا چاہتے ہو۔"

ہم میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ پھر کھانے کے دوران ہنسنے بولنے لگے۔ میں جان بوجھ کر زیادہ سے زیادہ ہنسی مذاق کر رہا تھا تاکہ مسلسل دماغی تھکن دور ہو جائے۔ سی سرپنٹ کی بڑی بیٹی جو چودہ برس کی تھی، وہ بات بے بات پر ہنستے رہنے کی عادی تھی۔ لطیفے خوب یاد تھے۔ رہ رہ کر کہتی تھی "انکل میں آپ کو ایک لطیفہ سناتی ہوں۔ پھر وہ سنانا شروع کر دیتی۔ اس کا انداز بہت ہی معصومانہ اور پُر مزاح ہوتا تھا۔ میں بے اختیار ہنسنے لگتا تھا۔

میں نے کہا "سرپنٹ افرض کرو میں دشمنی پر اُتر آتا، خدا نہ کرے تمھاری بیوی کو اور ان پیارے پیارے معصوم بچوں کو ہلاک کر دیتا تو پھر تمھارے پاس کیا رہ جاتا؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اس نے ہمیں عقل دی اور تمھیں بھی سوچ سمجھ کر عمل کرنا سکھایا ہے۔ اگر تم سمجھ داری سے کام نہ لیتے تو آج جانے میرا کیا حشر ہوتا۔"

"یہی کہ تم یہاں خالی ہاتھ بیٹھے رہتے۔ نہ بیوی ہوتی نہ بچے، صرف اسمگلنگ کا مال ہوتا۔ میرے دوست یہ اتنی بڑی دنیا بیوی کی وفا اور بچوں کی معصومیت سے خوبصورت ہے۔ اسمگلنگ کے مال سے کبھی خوبصورت نہیں ہوتی۔ آج تمھارے بیوی بچے محفوظ ہیں۔ کل کوئی مجھ سے زیادہ دشمنی پر اُتر آیا تو کیا ہو گا؟ تم یہ دھندا کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟ تمھارے پاس کافی دولت ہے۔ کسی دوسرے ملک میں چلے جاؤ اور وہاں سکون سے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ زندگی گزارو۔"

اس کی بیوی نے کہا "بھائی! آپ میرے بھائیوں سے بڑھ کر ہیں۔ میں بھی انھیں یہی سمجھاتی ہوں۔ کاش آپ کی باتوں کا اثر ہو جائے اور یہ سارے دھندے چھوڑ کر ہمارے ساتھ، صرف ہمارے ساتھ زندگی گزاریں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، تمھارے یہاں سے جاتے ہی اپنا ضروری سامان دوسرے ملک منتقل کروں گا۔ وہاں میرا بنک اکاؤنٹ بھی ہے۔ پھر میں بیوی بچوں کو لے کر چلا جاؤں گا اور گمنامی کی زندگی گزاروں گا۔"

میں نے ان سے باتیں کرنے کے دوران ایک ذرا عزت علی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ ابھی تک وہاں سے روانہ نہیں ہوا تھا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں۔ میں نے سوچا جب تم میرے آدمی کے بیک اَپ میں آ ہی گئے تو اس کے لیے پہلے ہی ماسک تیار کر لوں تاکہ تمھیں میک اَپ میں دشواری نہ ہو۔ اور کوئی تم پر شبہ نہ کرے۔ یہ ماسک تیار ہونے ہی والا ہے، میرے آدمی بڑے ماہر ہیں۔ میں آدھے گھنٹے کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

میں پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سرپنٹ کی بیوی نے میری طرف سوئٹ ڈش بڑھائی۔ میں نے کہا "میں کھانے کے بعد میٹھا نہیں کھاتا۔ اس کی جگہ چائے یا کافی پیتا ہوں۔"

"میں اپنے ہاتھوں سے کافی بنا کر لاتی ہوں۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ اس کی بڑی بیٹی میرے پاس آ کر کہنے لگی "انکل! آپ کو کیرم کھیلنا آتا ہے؟"

سرپنٹ نے ڈانٹ کر کہا "یہ کیا حماقت ہے۔ یہاں تمھارے انکل کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ دشمن چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں اور یہ تمھارے ساتھ کیرم کھیلیں گے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "کیوں نہیں، میں اپنی بیٹی کے ساتھ ضرور کیرم کھیلوں گا۔"

اس کا بڑا بیٹا جان بلی بھی ہمارے کھیل میں شریک ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔ میں نے کہا "بھئی میں کھیلنے کے لیے تو تیار ہوں لیکن تم میں سے کوئی جیت نہیں سکے گا۔"

جان بلی نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "میں کیرم کا چیمپئن مانا جاتا ہوں۔"

سرپنٹ کی بیٹی نے کہا "یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ انکل سے بھلا کوئی کسی میدان میں جیت سکا ہے۔ میں انکل کی طرف سے شرط لگانے کو تیار ہوں۔"

دونوں بہن بھائی میں شرط لگ گئی۔ ہم دوسرے کمرے میں آئے جہاں کیرم رکھا ہوا تھا۔ سی سرپنٹ بھی ہمارے ساتھ چلا آیا۔ حالانکہ پکا نہ کھیل تھا لیکن مجھ جیسا آدمی شریک ہو رہا تھا تو وہ کیسے دلچسپی نہ لیتا۔ آخر کھیل شروع ہوا۔ پہلا شاٹ جان بلی کا تھا۔ کھیل کے دستور کے مطابق وہ سفید گوٹ پاکٹ میں ڈالنے والا تھا لیکن بے اختیار کالی گوٹوں کو پاکٹ میں ڈالنے لگا۔ اس کی بہن نے تالی بجاتے ہوئے کہا "نشیم، فہیم، کھیلنا تو آتا نہیں ہے اپنی گوٹ کے بجائے انکل کی گوٹوں کو پاکٹ میں ڈالتے جا رہے ہیں۔"

بلی نے پریشان ہو کر کہا "میں نشانہ تو ٹھیک لیتا ہوں۔ مگر اسٹرائیکر کالی گوٹ کی طرف چلا جاتا ہے۔"

سرپنٹ نے ہنستے ہوئے کہا "بیٹے خواہ مخواہ کھیل رہے ہو، تمھارے انکل کیرم کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے اور جیتتے چلے جائیں گے۔ تم کھیلتے رہو گے اور ہارتے رہو گے۔"

دونوں بھائی بہن نے خوشی سے اور حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا "اوہ گاڈ! ہم نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ کیرم بلی پیتھی کے ذریعے بھی کھیلا جاتا ہے۔"

پھر میری بھتیجی نے میرے گلے میں بانہیں ڈال کر جھولتے ہوئے کہا "انکل! مجھے بھی بلی پیتھی سکھائیے نا، میں سب کو کیرم میں شکست دیتی چلی جاؤں گی۔ ساری دنیا میں میرا نام ہو جائے گا۔"

سرپنٹ نے کہا "اچھا تم کیرم کی فاتح بننے کے لیے بلی پیتھی سیکھو گی۔"

میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا "سرپنٹ! ابھی بچپن ہے۔ اگر ہم بڑے ان بچوں کی طرح معصوم خواہشوں کی حد میں رہیں اور اس سے زیادہ پاؤں نہ پھیلائیں تو یہ دنیا کبھی اتنی بُری نہیں ہو گی جیسی آج ہے۔"

اس نے اپنے تیسرے بچے کو اٹھا لیا۔ پھر اسے چومتے ہوئے کہا "اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بہتر نہیں دیا کہ دوسرے کی سانسیں چھین کر اپنی زندگی کی معیاد بڑھا سکیں۔ اگر یہ ہتر آتا تو ہم زیادہ سے زیادہ جینے کی خواہش میں زیادہ سے زیادہ انسانوں کی ہلاکت کا باعث بنتے رہتے۔ میں قسم کھاتا ہوں، آج سے اتنا ہی چاہوں گا جتنی ضرورت ہو گی۔ اتنا ہی کماؤں گا جتنا بیوی بچوں کے لیے لازمی ہو گا۔ زیادہ کمانے کی دھن میں انسان ایک مہذب درندہ بن جاتا ہے۔"

اس کی بیوی میرے لیے کافی لے آئی۔ دور ہی سے کافی کی خوشبو تبارہی تھی کہ بہت عمدہ ہے، میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پیالی لی۔ چند سیکنڈ کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر واپس آ کر سرپنٹ سے کہا "میرا دوست عزت علی..... ہیلی کاپٹر میں آ رہا ہے۔ اپنے آدمیوں کو ایک بار پھر تاکید کر دو، اس کا شایانِ شان استقبال کیا جائے اور اپنے ہی آدمیوں میں چھپے ہوئے دشمنوں سے ہوشیار رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی اسے نقصان پہنچا دے۔"

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ میں خود جا رہا ہوں۔"

وہ جانے لگا۔ میں نے کہا "میں تمھارے گھر سے روانگی کے وقت ہی نکلوں گا۔ لہٰذا عزت علی کو یہیں لے آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے کہا "مسز سرپنٹ! اب میں خیال خوانی شروع کروں گا تاکہ دماغی طور پر اپنے دوست عزت علی کے دماغ میں رہوں اور اس کی حفاظت کر تا رہوں۔ اس لیے تنہائی چاہتا ہوں۔"

"آپ میرے ساتھ دوسرے کمرے میں آئیں۔"

اس کی بیٹی نے کہا "انکل، میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔ دیکھوں گی کس طرح خیال خوانی کرتے ہیں۔"

ماں نے ڈانٹ کر کہا "یہ کیا بچپنا ہے۔ انکل سے بہت دوستی ہو گئی۔ اب انھیں کام کرنے دو ورنہ تم لوگوں کی وجہ سے انھیں نقصان پہنچے گا۔"

میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بچکارتے ہوئے کہا "میں اپنی بے بی کے پاس آؤں گا۔ بس تھوڑی دیر کے

لیے جا رہا ہوں۔"

میں کافی کی پیالی اٹھائے مسز سرپنٹ کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا اور کافی کی چسکی لیتا ہوا عزت علی کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے چار ماتحت اس کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان ماتحتوں میں ایک عورت بھی تھی۔ میں نے کہا۔ "مجھے اس ماتحت کی آواز سناؤ جس کا روپ میں اختیار کروں گا۔"

اس نے میری ہدایت کے مطابق اس سے گفتگو کی۔ میں نے کہا۔ "کافی ہے۔ میں اس کے متعلق معلومات حاصل کر رہا ہوں۔"

عزت علی کے وہ خاص ماتحت جو خاص مہم میں اس کے ساتھ رہتے تھے، معمولی لوگ نہیں ہوتے تھے۔ نہایت ہی تعلیم یافتہ، ہنرمند اور باصلاحیت ہوتے تھے۔ وہ کتنے ہی آزمائشی مراحل سے انھیں گزارنے کے بعد ان پر اعتماد کرتا تھا۔ لہٰذا ان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جس پر اعتماد نہ کیا جا سکے۔

میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جس کا روپ اختیار کر رہا ہوں، اس کے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور ہنسنے بولنے کے انداز کیا ہیں۔ معلومات حاصل کرنے کے دوران وہ ہیلی کاپٹر قلعے کے اندر پہنچ گیا۔ میں دیکھ رہا تھا، سی سرپنٹ وہاں مسلح سپاہیوں کے ساتھ موجود تھا۔

اس نے بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ ہیلی کاپٹر کا پنکھا گردش کرتے کرتے تھم گیا۔ اس کا سلائیڈنگ ڈور ایک طرف سرکتا ہوا گیا۔ وہاں عزت علی اور پائلٹ کے علاوہ چار ماتحت نظر آ رہے تھے۔ سب اس انتظار میں تھے کہ وہ بڑے اطمینان سے ہیلی کاپٹر سے اتر آئیں گے اور سی سرپنٹ سے مصافحہ کریں گے لیکن اچانک ہی کوئی چیز اندر سے اچھل کر بلند ہوئی۔ پھر نیچے زمین پر آ گئی۔ بلندی سے پستی میں آنے والی چیز اپنا توازن قائم نہیں رکھ سکتی۔ یقیناً لڑھک جاتی ہے لیکن وہ زمین پر پہنچتے ہی دونوں پاؤں جما کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ لیے۔ اس کا سینہ تن گیا تھا۔ گردن اکڑ گئی تھی۔ وہ یوں غرا کر سی سرپنٹ کو دیکھ رہی تھی جیسے کسی پر اعتماد نہ کرتی ہو۔ اپنی آنکھوں کی زبان سے وارننگ دے رہی تھی۔ "خبردار! باادب! انٹرپول کا فلائنگ آفیسر آ رہا ہے۔"

وہ نیما تھی۔ اس سے پہلی ملاقات سنگاپور میں ہوئی تھی۔ وہ بین الاقوامی سراغرساں تنظیم انٹرپول کے چیف فلائنگ آفیسر عزت علی کی دست راست تھی۔ ابھی سی سرپنٹ اسے نظر بھر کر دیکھ بھی نہ سکا تھا کہ دوسرا ماتحت اچھل کر فضا میں قلابازی کھاتا ہوا ہیلی کاپٹر کی چھت پر پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد تیسرے نے بھی یہی کرتب دکھائے۔ وہ ہیلی کاپٹر کے دوسرے سرے کی چھت پر کھڑا ہو گیا۔ چوتھے نے قلابازی کھائی اور ہیلی کاپٹر کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ یوں دو ماتحت ہیلی کاپٹر کے دائیں بائیں تھے اور دو ماتحت اس کی چھت پر کھڑے ہو گئے تھے یعنی چاروں طرف سے یوں اس کا محاصرہ کر لیا تھا کہ ان کا باس باہر آتا تو چاروں طرف نظر رکھی جاتی۔

قارئین کو یاد آ گیا ہو گا۔ وہ چاروں سنگاپوری بلیک بیلٹر تھے، جن پر عزت علی اندھا اعتماد کرتا تھا اور بھی اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاتے تھے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جہاں بھی وہ جاتا تھا اس کے وہ چاروں ماتحت ضرور اس کے ساتھ موجود رہتے تھے۔ میں نے سنگاپور میں ان کے لڑنے اور دشمنوں پر غالب آنے کا حیرت انگیز تماشا دیکھا تھا۔ ان کی رگوں میں جیسے پارا بھرا ہوا تھا۔ ایک جگہ ٹھیرتے نہیں تھے۔ ہمیشہ اچھلتے کودتے نظر آتے تھے۔ لگتا تھا بندر کی اولاد ہیں۔

عزت علی ہیلی کاپٹر سے باہر آیا۔ اس کے چاروں ماتحت اپنے جوتوں کی ایڑیاں بجاتے ہوئے اٹینشن ہو گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی بے اختیار سی سرپنٹ کے تمام مسلح سپاہی بھی اٹینشن ہونے لگے۔ جیسے اسے گارڈ آف آنر پیش کر رہے ہوں۔ حالانکہ ایسا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ کچھ تو عزت علی کی شخصیت نے اور کچھ اس کے ماتحتوں کے ڈرامائی انداز نے انھیں متاثر کیا تھا اور وہ بے اختیار ایسا کرنے لگے تھے۔

سی سرپنٹ نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا میں نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ سرخ جرسی میں نظر آنے والا سی سرپنٹ ہے۔ وہ اس کے ساتھ سیدھا اس کی رہائش گاہ میں چلا آئے۔

میں نے اپنے بند کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ ذرا سی دیر میں وہ مجھے اپنے سامنے نظر آیا۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "اس وقت میں کرسٹوفر میکی کے روپ میں ہوں۔ تمھارا فرہاد۔"

میں نے دونوں بازو پھیلا دیے۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ پھر مجھ سے لپٹ گیا۔ کہنے لگا۔ "محبوب کی طرح تڑپایا ہے۔ ہم سنگاپور میں تھے۔ پھر بنکاک میں تھے لیکن

ہماری ملاقات نہ ہو سکی۔ تم برما میں تھے، میں بھی وہیں موجود تھا لیکن قسمت میں ملاقات نہیں لکھی تھی۔ آج ملنا تھا سو آج مل رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "پہلے کام کی بات ہو جائے۔ یہ جو تم اپنے ساتھ سنگاپوری محافظوں کو لے کر آئے ہو تو ان کے قد پانچ فٹ سے زیادہ نہیں ہیں، میں ان میں سے کس کے روپ میں جاؤں گا؟"

اس نے میرے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "میرے دوست! تم بھول رہے ہو۔ میرا پائلٹ تمھارے قد و قامت کا آدمی ہے، تم اسی کے روپ میں جاؤ گے۔"

میں نے سی سرپنٹ سے کہا۔ "اپنے مسلح جوانوں کو رہائش گاہ سے ذرا دور رکھو۔ کسی کو پتا نہ چلے یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

وہ پہلے ہی اپنے جوانوں کو تاکید کر چکا تھا۔ ایک بار پھر انھیں کہنے کے لیے چلا گیا۔ میں نے عزت علی سے کہا۔ "اپنے اس پائلٹ کو بلا لو۔ میں اسے سامنے بٹھا کر میک اَپ کروں گا۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں میک اَپ کا سارا سامان لے آیا ہوں۔ اس کا ماسک بھی ہے اور مختلف زاویوں سے اس کی تصویریں بھی موجود ہیں۔"

"آخر پائلٹ کو یہاں بلانے میں کیا قباحت ہے؟"

عزت علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں انسانی نفسیات سے کھیلنے کا عادی ہوں۔ میرے ماتحت ہیلی کاپٹر سے اترتے ہی بازی گری کے کرتب دکھا رہے تھے۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ اس پاس کے تمام مسلح جوانوں اور سی سرپنٹ وغیرہ کسی توجہ اپنی طرف مبذول کر لیں اور یہی ہوا۔ اس دوران وہ پائلٹ ہیلی کاپٹر کی سیٹوں کے درمیان چھپ گیا ہے۔ کسی نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ مجھے یقین ہے میرے پائلٹ کو سب نے نظر انداز کر دیا ہے۔ اب تم پائلٹ بن کر جاؤ گے اور وہ راستے میں رسّے کے ذریعے ہیلی کاپٹر سے اتر جائے گا۔"

میں آئینے کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ عزت علی اٹیچی کھول کر میک اَپ کا سامان نکالنے لگا۔ میں نے ماسک کو ہاتھوں میں لے کر دیکھا۔ پھر اسے چہرے پر چڑھانا شروع کیا۔ اس دوران سوچ کے ذریعے کہا۔ "میک اَپ کرتے وقت میں خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کروں گا تاکہ نہ بہ ہلانے پڑیں۔ اس کے علاوہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں، کوئی اہم بات ہو گی تو خیال خوانی کے ذریعے ہی ہونا چاہیے۔ ابھی میں سونیا اور رسونتی سے باتیں کرنے جا رہا ہوں۔ تم میری خیال خوانی کا خیال نہ کرنا۔ جب چاہو مخاطب کر لینا۔"

میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ میرے مخاطب کرنے پر اس نے کہا۔ "مجھے تمھارے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔ میں وقتاً فوقتاً سرپنٹ کے پاس پہنچ کر تمھاری خیریت معلوم کرتی رہی ہوں۔ ادھر سونیا اور مرجانہ کو دیکھو، سونیا کا ہالے تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کر رہی ہے اور مرجانہ ریڈ پاور کے ایک باس سے۔"

پہلے میں سونیا کے پاس گیا۔ وہاں ٹرانسمیٹر کے ذریعے کاہال تنظیم کا سربراہ ری مونڈیل کہہ رہا تھا۔ "مادام سونیا! جب سے آپ وادی میں گئی ہیں، آپ ہی سے گفتگو ہو رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے مادام رسونتی کو ہم سے گفتگو کرنے دیں۔"

"رسونتی وہی کہے گی جو میں کہہ رہی ہوں۔ باقی دی وے، یہ ابھی میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ اگر مناسب سمجھے گی تو تمھاری کسی بات کا جواب اس کی زبان سے مل جایا کرے گا۔"

"ہم مادام رسونتی سے صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہم نے ان کے ساتھ کون سی برائی کی؟ کب ان سے دشمنی کی؟ جب فرہاد سے ان کی دشمنی تھی تب انھیں ہم نے سہارا دیا۔ ہر

سسپنس، جاسوسی ایڈونچر اور خوفناک کہانیوں کا بہترین انتخاب
انعام یافتہ
کہانیاں
قیمت ۱۰/ ۲۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰/ ۱۰ روپے
شکیل انجم کی ان تمام کہانیوں کا بے مثال انتخاب جنہیں مختلف ڈائجسٹوں نے اوّل انعام کا مستحق قرار دیا ——— آج ہی طلب فرمائیں۔
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۱۲۷ کراچی ۱

طرح ان کی حفاظت کی۔ ان کا علاج کروایا لیکن مادام نے ہمیں اس کا صلہ کیا دیا۔ ان کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہمارے ملک میں بحال ہوئیں لیکن اس کا اظہار نہیں کیا۔ نیپال میں جا کر انکشاف کیا۔ ہم نے اسے بھی برداشت کر لیا۔ اس کے بعد وہ ہمارے ہاں کے ایک ڈمی فرہاد کو اصلی فرہاد کہتی رہیں حالانکہ وہ حقیقت جانتی تھیں مگر ہمیں دھوکا دیتی رہیں۔"

سونیا نے کہا۔" مسٹری مونڈیل! یہ ازل سے انسان کی فطرت ہے، جب وہ دوسروں پر کیچڑ اچھالتا ہے تو یہ بھول جاتا ہے کہ کیچڑ اچھالتے وقت اس کے ہاتھ گندے ہو رہے ہیں وہ اپنے گندے ہاتھوں پر دھیان نہیں دیتا۔ لہٰذا میں تمہاری توجہ تمہارے ہاتھوں کی طرف دلا رہی ہوں۔ تل ابیب میں جس وقت رسونتی اور اس کے بیٹے کو اغوا کیا جا رہا تھا اور اس کے بیٹے کو گن پوائنٹ پر رکھا گیا تھا تو تم نے کہا تھا، پارس کو مرجانے دو۔ تم دشمنوں کو وہاں سے زندہ سلامت نہیں جانے دو گے۔ گویا کہ دشمن سے انتقام لینا تمہارے لیے اتنا ضروری تھا کہ رسونتی کے بیٹے کی قربانی دینے کو تیار ہو گئے تھے۔"

"انسان سے غلطی ہوتی ہے۔ ہم سے ایک غلطی ہو گئی اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ ہم بار بار غلطی کریں گے۔ ہم اسرائیلیوں نے سب سے پہلے آپ کی نئی مملکت کو تسلیم کرنے کا وعدہ کیا۔ سب سے پہلے آپ سے رابطہ قائم کرنے اور اپنے نمائندوں کو بھیجنے کی پیش کش کی۔"

تمہاری ہر پیشکش ہر دوستی کے پیچھے ایک فراڈ چھپا ہوتا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ ہمارے خلاف جو سازش کر رہے تھے اس سے ہم بے خبر تھے۔ کیا تم نے ٹیلی پیتھی کو ایسا ہی ناکارہ علم سمجھ لیا ہے کیا تمہارے روبی اسفندیار نے ریموٹ کنٹرولنگ کے ذریعے سازش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی؟"

دوسری طرف خاموشی رہی، سونیا نے کہا۔" چپ کیوں ہو، جواب دو۔ ہم اتنے نادان نہیں ہیں۔ ہم نے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا کہ مرجانہ اور بلیا کے بیلی کاپٹر کو تل ابیب کیوں واپس لایا گیا ہے۔ اس لیے کہ تمہارے ہاتھ فرہاد لگ گیا تھا۔ تم لوگ یقین کرنا چاہتے تھے کہ وہ فرہاد ہے یا نہیں۔ رسونتی نے تمہیں یقین دلا دیا۔ ادھر تم نے فراڈ کیا، اُدھر رسونتی نے فراڈ کا جواب دیا، اب بتاؤ تم سب کس حد تک فرشتہ ہو؟"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اُدھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک باس کہہ رہا تھا۔" مس مرجانہ! بہتر ہوتا کہ مادام رسونتی ہم سے دو باتیں کر لیتیں۔"

"رسونتی اس وقت میرے پاس بیٹھی ہوئی ہیں۔ ضروری سمجھیں گی تو تمہاری کسی بات کا جواب دیں گی ورنہ مجھ سے ہی باتیں ہو سکتی ہیں۔"

"اچھی بات ہے، اگر مادام رسونتی سن رہی ہیں تو میں ماسک مین کی طرف سے ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ آج شام کو پیرس میں تمام بڑے بڑے ممالک کے سربراہان کی ایک اہم کانفرنس ہو رہی ہے اس کانفرنس میں مادام رسونتی اور مسٹر فرہاد علی تیمور کی موجودگی لازمی ہے۔ ہم سب کسی ایک نتیجے پر پہنچنا چاہتے ہیں۔ یہ آئے دن کے ہنگامے اور دہشت گردی کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔"

مرجانہ نے پوچھا۔" دہشت گردی سے کیا مراد ہے۔ کیا ہم دہشت پھیلاتے ہیں؟"

"ٹیلی پیتھی سے بڑھ کر شاید اس دنیا میں کوئی دوسری دہشت زدہ کر دینے والی چیز نہیں ہے۔"

"تم بڑی طاقتوں کے پاس ایٹم بموں کا جانے کتنا ذخیرہ ہو گا۔ ابھی اس سے دہشت نہیں پھیل رہی ہے کیونکہ وہ ایک جگہ محفوظ ہیں۔ ان سے کسی کو نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔ جس دن کوئی دوسری طاقت تم لوگوں کو چھیڑے گی تم ان بموں کو فرار دہشت بنا کر پیش کر دو گے۔ فرہاد اور رسونتی کو چھیڑا جاتا ہے اس لیے ٹیلی پیتھی ایک دہشت بن جاتی ہے۔ یوں تو دنیا کی کثیر آبادی سانپوں سے دہشت زدہ ہوتی ہے لیکن اکثر زہریلے سانپ خود حملہ نہیں کرتے جب انھیں چھیڑا جاتا ہے تب وہ ڈسنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جب تک یہ حقیقت تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی ہمارے درمیان کبھی صلح صفائی نہیں ہو سکے گی۔"

"یہ باتیں فرہاد اور رسونتی کانفرنس میں کہہ سکتے ہیں۔ کیا ہم امید کریں کہ وہ ٹھیک سات بجے ہماری کانفرنس میں شریک ہوں گے؟"

"میں ابھی پوچھ کر بتاتی ہوں۔"

مرجانہ نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" ریڈ پاور کے ماسک مین کا پیغام ہے، آج شام سات بجے پیرس میں ایک اہم کانفرنس ہے اس میں رسونتی اور فرہاد کی شرکت لازمی ہے۔ تم کیا کہتی ہو؟"

سونیا کی اتنی اہمیت تھی کہ رسونتی اس کے مشورے کے بغیر کوئی جواب نہیں دے سکتی تھی۔ وہ بھی سونیا کو جواب طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔" یہاں کا ہال تنظیم کے سربراہ ری موٹڈیل بھی یہی پیغام دے رہے ہیں۔"

وہ اپنا ٹرانسمیٹر اٹھا کر مرجانہ کے پاس آ گئی۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر کے پاس رکھتے ہوئے کہا۔" مسٹری مونڈیل اور ریڈ پاور کے باس کو ایک ہی جواب دیا جا رہا ہے۔

اب سے پہلے بھی کتنی ہی کانفرنسیں ہو چکی ہیں۔ ہمارے درمیان یہ طے پایا تھا کہ ہم ایک دوسرے کو نہیں چھیڑیں گے۔ یہ کوئی زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ہی برما میں ایسا ہی ایک اجلاس ہوا تھا۔ فرہاد سے صلح صفائی کی کوشش کی گئی تھی۔ اس وقت رسونتی کو تنازعہ کا سبب بنا لیا گیا تھا۔ آئندہ بھی کوئی تنازعہ پیدا ہو گا۔ تم عالمی اقتدار کی ہوس رکھنے والے کبھی یہ نہیں چاہو گے کہ تمہارے مقابلے میں کوئی سپر پاور ہو۔ ٹیلی پیتھی سپر پاور ہے۔ جب تک فرہاد اور رسونتی زندہ ہیں تم سب کبھی چین سے نہیں بیٹھو گے۔ بہرحال یہ دونوں تمہاری کانفرنس میں شام کو سات بجے موجود رہیں گے دور اینڈ آل۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ٹرانسمیٹرز کو آف کر دیا۔ رسونتی نے کہا۔" تم خود سمجھتی ہو، ایسے کئی اجلاس ہوئے لیکن نتیجے میں دہشت اور بڑھ گئی۔ فرہاد تم موجود ہو۔ کچھ بولتے کیوں نہیں ہو؟"

میں نے مرجانہ کی زبان سے کہا۔" سونیا نے ہمارے اس اجلاس میں موجود رہنے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ مناسب ہے۔"

سونیا نے پوچھا۔" تم کیسے جانتے ہو کہ میں نے کیا سوچ کر یہ فیصلہ کیا ہے؟ کیا تم موجود تھے؟"

"نہیں، مگر میں تمہارے انداز کو خوب سمجھتا ہوں۔ پہلے تو تم نے یہ سوچا کہ تمام دشمن برسوں سے ہمارے پیچھے بھاگتے بھاگتے تنگ آ گئے ہیں، بیزار ہو گئے ہیں۔ کسی ایسے نتیجے پر پہنچنا چاہتے ہیں جہاں ان کی سلامتی ہو اور ہماری ٹیلی پیتھی سے ان کو نقصان نہ پہنچے۔ انھوں نے ہماری نئی مملکت کے سلسلے میں پہلے بھی رکاوٹیں پیدا کی تھیں۔ اب بھی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس کا نتیجہ انھوں نے دیکھ لیا۔ وہ ہم سے خائف ہیں۔ یہ سمجھ رہے ہیں، چاہے وہ ریموٹ کنٹرولنگ یا اور طریقہ اختیار کریں یا یوگا کے ماہروں کو ہمارے پاس بھیجیں ہم کسی طریقہ کار سے، کسی بھی سازش سے زیر نہیں ہو سکیں گے۔ پچھلے ہفتے انھیں سب سے بڑا دھچکا یہ لگا کہ رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہو گئیں۔ اب دوسرا بڑا دھچکا یہ کہ فرہاد بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور اب تک وہ ان کی قید میں نہیں رہا تھا بلکہ وہ خوش فہمی میں مبتلا تھے یہ ایسی باتیں ہیں جو اب انھیں دوستی اور امن کی طرف مائل کر رہی ہیں۔ امن انھیں تب ہی یاد آتا ہے جب وہ کمزوری محسوس کرتے ہیں۔ وہ ضرور کسی اچھے نتیجے پر پہنچنا چاہیں گے۔ ہماری بھی کوشش یہی ہو گی۔ ہم کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کریں گے کہ ان دشمنوں سے دور رہ کر پُرسکون زندگی گزار سکیں۔"

سونیا نے پوچھا۔" مختصر یہ کہ میں نے کانفرنس میں تم دونوں کی شرکت کا فیصلہ درست کیا ہے؟"

"بالکل درست لیکن اس سے پہلے ہمیں قاف کے تحفظ کی بھی ضمانت حاصل کرنی چاہیے۔ تم ٹرانسمیٹر کے ذریعے سپر ماسٹر ماسک مین اور کاہال تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کرو۔ انھیں وارننگ دو۔ اگر دو گھنٹے کے اندر وادی کے اطراف سے محاصرہ ہٹایا نہ گیا تو جو بھی وہاں پایا جائے گا اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

مرجانہ نے کہا۔" ہمیں تار کانٹوں سے باقاعدہ سرحدی لائن بنا لینا چاہیے اور مختلف سرحدی مقامات پر اپنے مسلح جوانوں کی ڈیوٹی مقرر کرنا چاہیے۔"

"یہ تجویز بھی مناسب ہے لیکن اس وقت تک پومی اور والٹوڈی کی تیم وادی کے اطراف موجود رہے گی۔ میں اعلیٰ بی بی سے کہتا ہوں کہ وہ وادی میں رسونتی کے پاس چلی آئے اور ٹارٹر غلیا سے مل کر نئی مملکت کے سلسلے میں ضروری اقدامات کرے۔ اعلیٰ بی بی وہاں پہنچے گی اور سونیا وہاں سے نکل آئے گی۔"

سونیا نے پوچھا۔" کیا ارادہ ہے؟ مجھے یہاں سے نکل کر کہاں جانا چاہیے؟"

"آج شام اجلاس اٹینڈ کرنے کے بعد بتاؤں گا۔"

"کیا تم ابھی تک اسی قلعے میں ہو؟"

"ہاں، میرے پاس عزت علی موجود ہے۔ میں اس کے ساتھ یہاں سے بیروت ایئرپورٹ جاؤں گا پھر ہم پیرس جائیں گے۔ مجھے اپنی جگہ حاضر ہونا ہے۔ میں پھر ملاقات کروں گا۔"

سونیا نے کہا۔" ذرا ایک منٹ۔ یہاں بابا صاحب کے ادارے سے ماہرین آئے ہوئے ہیں۔ ان میں ایک پلاسٹک سرجری کا بھی طالب علم ہے۔ وہ میرے چہرے سے انامیریا کا میک اَپ اتار دے گا۔ کیا مجھے اصلی روپ میں وادی سے باہر جانا ہو گا؟"

"یہ فیصلہ ابھی نہیں کر سکتا۔ بعد میں بتاؤں گا۔ ابھی انتظار کرو۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس وقت تک میک اَپ مکمل ہو چکا تھا۔ میں ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے روپ میں

آئینے کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ عزت علی نے مسکراتے ہوئے کہا "میں بھی میک اَپ کرنے میں تم سے کم نہیں ہوں۔ ویسے تم اس فن میں کامل ہو۔ کیا خیال ہے اب چلنا چاہیے؟"

"ذرا سی مہلت چاہیے۔ ایک ضروری خیال خوانی رہ گئی ہے۔ اس کے بعد چلتا ہوں۔"

میں نے بزرگ جلیل القدر سے معلوم کیا۔ حدیقہ کہاں ہے؟ وہ اس کے متعلق نہیں جانتے تھے۔ میں اس کے ساتھی کے دماغ میں پہنچا جس کے ذریعے تھوڑی دیر پہلے گفتگو کر چکا تھا۔ وہ اسی کے ساتھ تھی۔ اور قلعے سے بہت دور جا کر ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ قلعے کو اپنی نظروں میں رکھا تھا جیسے مجھے نکلتے ہوئے اور جاتے ہوئے دیکھے گی تو دوڑ کر چلی آئے گی۔

میں نے اس کے ساتھی کی زبان سے کہا "حدیقہ! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اپنے ساتھی کی طرف سر گھمایا۔ میں نے کہا "تمھیں یہ سن کر افسوس ہوگا، میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ رہوں گا تو اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالوں گا۔ بولو کیا کہتی ہو؟"

وہ چپ رہی۔ میں نے کہا "میں نے بہت سی تدبیریں سوچیں۔ میرے ایک نہیں بے شمار دشمن ہیں اور وہ اتنے مکار ہیں کہ یہاں میری کوئی تدبیر نہیں چلے گی۔ وہ چھپ کر مجھ پر حملہ آور ہوں گے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکیں گے اور وہ اپنا کام کر گزریں گے۔ ویسے میرا ایمان ہے، جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ موت کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ جب تک میرے مولا کی مرضی نہیں ہوگی میں نہیں مروں گا لیکن وہ مجھے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بے انتہا پریشانیوں میں مبتلا کر کے میری زندگی اجیرن کر سکتے ہیں۔"

حدیقہ نے ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام لیا جیسے اپنے نصیب کو رو رہی ہو۔ قصہ حاتم طائی کی حسن بانو نے سات سوال پیش کیے تھے۔ اس کا پہلا سوال تھا "ایک بار دیکھا ہے دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے؟"

اور ہم ایک بار ملے تھے دوسری بار ملنے کی حسرت رہ گئی تھی۔

قصہ مختصر کرتا ہوں۔ میں بڑی آسانی سے عزت علی کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر بیروت انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر پہنچا پھر وہاں سے چار بجے کی فلائٹ سے پیرس پہنچ گیا۔ اس دوران میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا تھا۔ پتا چلا، اس نے دو ڈمی اعلیٰ بی بی وہاں سے روانہ کر دی ہیں۔ ایک تو وادی میں بھیجی گئی ہے۔ دوسری وادی کے اطراف پولیس وغیرہ کی گشت کی طرف گئی ہے لیکن اصلی اعلیٰ بی بی خود پیرس میں موجود تھی۔ میں نے کہا "چلو اچھی بات ہے جب تم پیرس میں موجود ہو تو بابا صاحب کے ادارے کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ جناب شیخ الفارس غلام حسین البرقی کو ساتھ لے کر کانفرنس میں شریک ہو جاؤ۔ تم دونوں ہماری نمائندگی کرو گے اور ہم تمھارے دماغ میں موجود رہیں گے۔"

پیرس پہنچنے سے پہلے میں نے ڈاکٹر شیفرڈ کو اطلاع دی تھی کہ میں اس کے بنگلے میں پہنچنے والا ہوں۔ جب میں سات بجے ڈاکٹر کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا اس وقت پیرس کے ایک بہت بڑے ریکریشن ہال میں اجلاس منعقد ہو رہا تھا۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا "آپ میرے چہرے پر اپنا کام کریں۔ میں اجلاس میں شریک ہونے جا رہا ہوں۔"

میں نے شیخ الفارس غلام حسین البرقی کے دماغ میں پہنچ کر انھیں سلام کیا اور انھیں اپنی موجودگی کی اطلاع دی۔ اس اجلاس میں ایسے تمام ممالک کے اہم نمائندے شریک تھے جن کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ فرہاد اور رسونتی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے سرکاری، نیم سرکاری اور خفیہ رازوں تک پہنچ چکے ہیں۔

اجلاس کی ابتدا میں فرانسیسی حکومت کے نمائندے نے کہا "جناب شیخ الفارس غلام حسین البرقی، آپ ہمارے ملک میں رہتے ہیں۔ بابا فرید واسطی صاحب مرحوم نے ہمارے ہاں اتنا بڑا ادارہ قائم کیا ہے جو اپنے احاطے کے اندر ایک چھوٹی سی حکومت کی طرح ہے۔ آپ کے ہاں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ آپ کے ہاں ماہر انجینئر، ڈاکٹر، سائنسدان اور ایسے جدید آلات وغیرہ ہیں جن پر کوئی بھی حکومت اعتراض کر سکتی ہے لیکن ہم نے اعتراض نہیں کیا کیونکہ ادارے سے ہمیں کبھی نقصان نہیں پہنچا۔ ہمیں نہ تو پہلے آپ سے کوئی شکایت تھی نہ آج ہے لہٰذا ہم آپ سے موجودہ مسائل پر گفتگو نہیں کریں گے۔ آپ یہ بتائیں کیا فرہاد صاحب موجود ہیں۔ اگر ہیں تو ان کی موجودگی کے بغیر آپ کی نمائندگی بے مصرف ہوگی۔"

شیخ الفارس نے کہا "میں یہاں فرہاد علی تیمور کے نمائندے کی حیثیت سے موجود ہوں۔ سیاست اور دوسرے مسائل پر جو بھی گفتگو ہوگی، وہ میں اپنے تجربات کے مطابق کروں گا۔ رہ گئی فرہاد کی موجودگی کی بات تو وہ خود اپنی موجودگی کی

اطلاع دے رہے ہیں۔"

شیخ الفارس غلام حسین البرقی چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئے۔ ان کی زبان سے میں نے کہا "اب میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ اگر میری موجودگی پر کسی کو شبہ ہے تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ثبوت فراہم کر سکتا ہوں۔"

ایک ملک کے نمائندے نے کہا "شیخ الفارس ابھی آپ اپنے طور پر گفتگو کر رہے تھے۔ اب فرہاد بن کر بول رہے ہیں۔ ہم کیسے یقین کریں کہ...."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ میں نے کہا "آگے کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ میری بات ختم ہوتے ہی آپ قہقہہ لگائیں گے، پھر سر گھمائیں گے۔ اس کے بعد خاموش بیٹھ جائیں گے۔"

میری بات ختم ہوئی۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میری پیشگوئی کے مطابق ایک قہقہہ لگایا۔ پھر اپنا سر گھما کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے شیخ الفارس کے ذریعے کہا "کیا ثبوت مل گیا؟"

سب لوگوں نے تائید میں سر ہلایا۔ اس کے بعد اعلیٰ بی بی نے کہا "میں رسونتی کی نمائندگی کر رہی ہوں۔ یوں سمجھ لیں اس وقت آپ کے سامنے رسونتی بول رہی ہے۔ جسے یقین نہ ہو، میں اس شبہ کرنے والے کے ذریعے ثبوت فراہم کر دوں گی۔"

تقریباً سب ہی لوگوں نے کہا "ہمیں یقین ہے۔ اب اجلاس کی کارروائی شروع ہونی چاہیے۔"

میں نے کہا "کارروائی شروع ہونے سے پہلے میری ایک بات اچھی طرح سن لو۔ یہ ہماری آخری میٹنگ ہے۔ اس سے پہلے ہم ایسے کئی اجلاس کر چکے ہیں۔ میں جو اپنی آپ بیتی تحریر کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا تو میرے قارئین یہ پڑھ پڑھ کر بور ہوتے رہیں گے کہ آپ بیتی میں جب بھی کوئی اہم مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو تمام ممالک کے اہم نمائندے اجلاس کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک ہی بات بار بار ہوتی رہے یا ایک ہی واقعہ بار بار پیش آئے تو یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ میں خود یکسانیت کا قائل نہیں ہوں۔ لہٰذا میں آخری بار رسونتی کے ساتھ اس اجلاس میں شریک ہو رہا ہوں۔ اس کے بعد ہمارے درمیان دوستی، امن و آشتی کی کوئی بات نہیں ہو سکے گی لہٰذا جو کہنا ہے سوچ سمجھ کر کہا جائے۔"

ایک نمائندے نے کہا "ہم سب یہی چاہتے ہیں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ اور مادام رسونتی کھل کر سامنے آ جائیں اور کسی ایک ملک میں اپنی رہائش اختیار کر لیں تو ہم میں سے کسی کو آپ دونوں سے اندیشہ نہیں رہے گا۔"

شیخ الفارس نے پوچھا "آپ کو فرہاد اور رسونتی سے کس قسم کے نقصان کا اندیشہ ہے۔ یا اس سے پہلے ان دونوں نے آپ لوگوں میں سے کس کو نقصان پہنچانے میں پہل کی ہے؟ کیا آپ کوئی مثال پیش کر سکتے ہیں؟"

ایک ملک کے نمائندے نے کہا "ان کی ٹیلی پیتھی نے ہمارے کتنے آدمیوں کی جانیں لی ہیں؟"

دوسرے ملک کے نمائندے نے کہا "ان کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے ملک کا ایک اہم راز فاش ہو گیا۔"

ایک اور ملک کے نمائندے نے کہا "دنیا کے بیشتر ممالک ان دونوں کو اپنے ملک میں دیکھنا نہیں چاہتے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ جہاں جاتے ہیں وہاں ہنگامہ آرائی ہوتی ہے اور اس ملک کا امن و امان غارت ہو جاتا ہے۔"

میں کچھ کہنا چاہتا تھا، شیخ الفارس نے کہا "بیٹے، تم خاموش رہو، مجھے بولنے دو۔ جہاں تمھاری ضرورت ہوگی تم کہنا۔"

انھوں نے کہا "دنیا میں بڑے بڑے جرائم کے ریکارڈ قائم ہوتے ہیں اور ہر جرم کا ایک پس منظر معلوم کیا جاتا ہے۔ پس منظر کے بغیر کوئی جرم سرزد نہیں ہوتا۔ اگر ٹیلی پیتھی کے

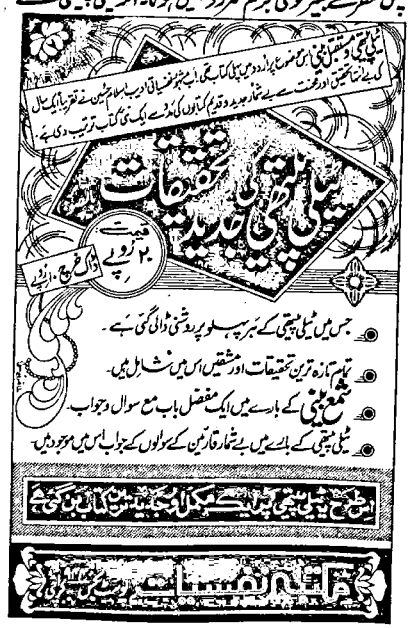

فدیے کسی ملک کا راز فاش کیا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد یا رسونتی بلیک میلر ہیں یعنی ایک کا راز چرا کر دوسرے تک پہنچاتے ہیں۔ اگر انھوں نے ایسا کیا ہے تو وہ مجرم ہیں۔ اگر انھوں نے ایک کا راز دوسرے تک نہیں پہنچایا ہے بلکہ اسے فاش کر دیا۔ تمام لوگوں پر ظاہر کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انھیں لالچ کا راز لگا تھا۔ جس ملک کا راز فاش کیا گیا، اس کے تخریب پسندوں نے انھیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی جس کا جواب انھوں نے اس انداز میں دیا تاکہ وہ ملک، وہاں کے حکام سنبھل جائیں اور انھیں آئندہ نہ چھیڑیں۔"

سب خاموشی سے شیخ الفارس کی باتیں سن رہے تھے۔ انھوں نے کہا۔ "دوسرا الزام یہ ہے کہ ان دونوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ لوگوں کے بہت سے آدمیوں کو ہلاک کیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہلاک ہونے والے ان کے گلے لگنے گئے تھے یا گلا کاٹنے؟ فرہاد اور رسونتی کی صحت مندی اور دوستانہ حالت آج بھی ٹیلی ہیلتھ سے ثابت ہو سکتی ہے کہ یہ نارمل ہیں۔ نارمل انسان گلے لگنے والوں کا گلا نہیں کاٹتے۔ پہل ان دونوں کی طرف سے نہیں ہوئی۔ دشمنی کی گئی۔ لہٰذا دشمنی کی سزا نہیں دی گئی۔"

انھوں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا۔ "اب رہ گئی یہ بات کہ کچھ ممالک ان سے شکایت کرتے ہیں کہ ان کی وجہ سے وہاں کا امن و امان غارت ہو گیا لیکن کیوں ہوا؟ فرہاد نے برما میں، سونیا نے اسرائیل میں اور رسونتی نے نیپال میں تباہی مچائی تو کیوں؟ اس کا ایک واضح جواب سب جانتے ہیں۔ سب اس حقیقت کو مانتے ہیں کہ فرہاد کی موت کے پروانے پر سیودلیوں نے دستخط کرائے۔ تمام دنیا جانتی ہے، فرہاد نے آج تک کسی یہودی کی موت کے پروانے پر دستخط نہیں کرائے۔ اگر یہ چاہتے تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُن کے سربراہ کی شہ رگ تک پہنچ جاتے اور آج بھی پہنچ سکتے ہیں لیکن یہ ایسا نہیں کرتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کبھی کسی کو نقصان پہنچانے میں پیش قدمی نہیں کرتے۔ انھیں چھیڑا جاتا ہے تو یہ جوابی کارروائی کرتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "شیخ الفارس غلام حسین البرقی نے جو دلائل پیش کیے ہیں انھیں جھٹلانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی لیکن ایک بات کا جواب دیا جائے۔ جب فرہاد کی موت کے پروانے پر دستخط کرائے جا رہے تھے، کھلے عام یہ غیر قانونی، غیر اخلاقی کام ہو رہا تھا تو دنیا کے تمام ممالک خاموش کیوں تھے؟"

شیخ الفارس نے کہا۔ "اس لیے خاموش تھے کہ ٹیلی پیتھ جاننے والا فنا ہو رہا تھا۔ یہ فرہاد سے، رسونتی سے اور دنیا کسی طاقت سے خوفزدہ نہیں ہیں صرف ٹیلی پیتھی سے خوفزدہ ہیں۔ یہ نہیں چاہتے کہ یہ دونوں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ دوسروں پر برتری حاصل کریں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "بے شک، اس اجلاس کی ابتدا میں یہ بات کہی گئی ہے کہ فرہاد اور رسونتی کو کھل کر سامنے آنا چاہیے اور کسی ایک ملک میں رہائش اختیار کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں وادیٔ قاف میں نئی مملکت قائم نہیں کرنی چاہیے اور اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ ٹیلی پیتھی کسی محفوظ مقام پر نہ رہے۔ ٹیلی پیتھی کے چاروں طرف سرحد بندی نہ ہو۔ تخریب کار جب چاہیں سرحدی مشکلات سے گزرے بغیر آسانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ جائیں اسی لیے آپ انھیں کھل کر رہنے اور کسی ایک ملک پر رہائش اختیار کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں اور یہ مشورہ ہمارے لیے، فرہاد کے لیے، رسونتی کے لیے قابلِ قبول نہیں ہے۔"

شیخ الفارس نے کہا۔ "آپ تمام حضرات اس اجلاس میں دوستی کی بات کرنا چاہتے ہیں تو اپنے دماغوں سے یہ بات نکال دیں کہ ہماری نئی مملکت قائم نہیں ہوگی۔ وہ ہر حال میں ہوگی اور وادیٔ قاف میں ہوگی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مسکن وہی ہے اور وہی رہے گا۔ ہم نے نئی مملکت کے سلسلے میں متعلقہ ممالک کے پانچ پانچ نمائندوں کو دعوت دی تھی اور یہ وارننگ بھی دی تھی کہ ہمارے خلاف سازشیں ہوئیں تو ہم کسی پر اعتماد نہیں کریں گے۔ ہم نے سازشیں کرنے والوں کا پول کھول دیا۔ وادیٔ قاف سے تمام نمائندے واپس بھیج دیے گئے ہیں۔ صرف فرانسیسی حکومت کے نمائندے موجود ہیں اور رہیں گے۔ وادیٔ قاف سے صرف فرانسیسی حکومت کا رابطہ رہے گا۔ اس سے دوستی رہے گی۔ اس پر اعتماد کیا جائے گا کیونکہ فرہاد اور رسونتی کی ٹیلی پیتھی کا، ان کی شخصیات کا تعلق باباصاحب کے ادارے سے ہے اور یہ ادارہ فرانسیسی حکومت کی سرپرستی میں بڑی کامیابی سے چلتا رہا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی چلتا رہے گا۔"

ایک ملک کے نمائندے نے کہا۔ "یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری نظروں سے چھپ کر رہیں گے۔ ہم سے اہم گفتگو نہیں کریں گے تو بات کیسے بنے گی؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "ٹیلی پیتھی جاننے والے نظروں کے

سامنے آسکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ تمھارے ملک کے اور تمھاری تنظیموں کے سربراہ بھی سامنے آجائیں لیکن تمھارے سربراہوں کو یہ خوف ہے کہ ان کے دماغ ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں آجائیں گے اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ اندیشہ ہے کہ روبرو آنے سے ان کے اطراف سازشوں کے جال بچھائے جائیں گے۔ پچھلی رات صرف اتنا سا انکشاف ہوا کہ فرہاد ڈیمورر کے ساحلی قلعے میں موجود ہے تب سے قلعے کا مسلسل محاصرہ کیا جا رہا ہے۔ محاصرہ کرنے والے کئی طرح کے نقصانات اٹھا چکے ہیں۔ اس کے باوجود وہ باز نہیں آرہے ہیں۔ اگر فرہاد اور رسونتی کھل کر سامنے آجائیں تو آپ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کریں گے۔ پہلی فرصت میں ان دونوں کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ لہٰذا سامنے آنے کی باتیں نہ کریں جو اہم بات ہے وہ بتائیں۔ مسئلہ کیا ہے، آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟"

ایک نے کہا۔ "جو ہم چاہتے ہیں وہ آپ نہیں چاہتے۔"

شیخ الفارس نے کہا۔ "اور جو ہم چاہتے ہیں وہ آپ نہیں چاہتے۔ اس طرح بات نہیں بنے گی۔"

ایک نے سوال کیا۔ "پھر بات کس طرح بنے گی؟"

"اس طرح کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھیڑا نہ جائے۔ آپ سب یہ آزما کر دیکھیں۔ اگر آپ امن پسندی سے کام لیں گے، دوست بن کر رہنے کا ثبوت دیتے رہیں گے تو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے کبھی مخالفانہ اقدامات نہیں ہوں گے۔ ان کی طرف سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ ہمارا وعدہ ہے ہم اس کے لیے تحریری معاہدہ بھی کر سکتے ہیں۔"

ایک ملک کے نمائندے نے کہا۔ "آپ ہم سے امن چاہتے ہیں، دوستی چاہتے ہیں اور اس طرح اپنی نئی مملکت کو تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں، ہم نئی مملکت کو کسی سے تسلیم کرانے کا شوق نہیں رکھتے۔ ہمارے تعلقات صرف فرانسیسی حکومت سے ہوں گے۔ کوئی حکومتی سطح پر آکر ہم سے دوستی کرنا چاہے گا تو ہم انکار کر دیں گے۔ آپ ٹیلی پیتھی سے خوفزدہ ہیں لہٰذا صرف فرہاد اور رسونتی سے دوستی کریں۔ وہ بھی آپ کی دوستی کا جواب دوستی سے دیں گے۔"

وہاں ایک ملک کا نمائندہ تھا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں سے سفارتی ذہانت اور تجربات کی گہرائی کا پتا چلتا تھا۔ اس نے کہا۔ "مسٹر شیخ الفارس! میں آپ کے ذریعے فرہاد علی اور رسونتی سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم صرف تحفظ چاہتے ہیں۔ اس بات کا یقین دلایا جائے کہ اُن کی ٹیلی پیتھی سے ہمیں نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"آپ لوگوں کو کس طرح یقین آسکتا ہے؟"

"سیدھی سی بات ہے، ہمارے درمیان تحریری معاہدہ ہو جائے جس طرح مختلف ممالک کے درمیان یہ معاہدے ہو چکے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف انتہائی ناگزیر حالات میں بھی ایٹمی ہتھیار یا ایٹم بم استعمال نہیں کریں گے، اس طرح فرہاد اور رسونتی ہم سے معاہدہ کر لیں، وہ انتہائی ناگزیر حالات میں بھی ہمارے خلاف ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کریں گے نہ ہی اس کے ذریعے ہمیں کوئی نقصان پہنچائیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "جناب! میں آپ کی بات کا جواب دیتی ہوں لیکن پہلے کچھ ضمنی سوالات ہیں۔ مثلاً یہ کہ آپ ایک نہایت ہی ذہین، سنجیدہ اور نارمل انسان ہیں کیا آپ کبھی خودکشی کریں گے؟"

اس عمر رسیدہ شخص نے جواب دیا۔ "کبھی نہیں۔"

"لیکن آپ کے اندرونی معاملات پیچیدہ ہو سکتے ہیں۔ آپ کی گھریلو زندگی ناخوشگوار ہو سکتی ہے۔ آپ کی بیوی آپ کو اس حد تک پریشان کرے کہ آپ زندگی سے بیزار ہو جائیں۔ یا کوئی بلیک میلر آپ کی کسی کمزوری سے اس حد تک کھیلنا چاہے کہ آپ زندگی پر موت کو ترجیح دیں۔ ایسی صورت میں آپ یقیناً خودکشی کریں گے۔ یا آپ جیسا کوئی دوسرا شخص خودکشی کر سکتا ہے۔ کیا نہیں کر سکتا؟"

"ہاں، حالات کبھی ایسے پیچیدہ ہوتے ہیں۔ مسائل ایسے ناقابلِ حل ہوتے ہیں کہ آدمی موت کو ترجیح دیتا ہے۔"

"اگر ایسی صورت میں آپ خودکشی کر لیں اور یہ الزام عائد کیا جائے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے خودکشی پر مجبور کیا گیا ہے تو کیا آپ یہ گواہی دینے کے لیے دوبارہ زندہ ہو سکتے ہیں کہ فرہاد اور رسونتی صرف دوست ہیں۔ انھوں نے دشمنی نہیں کی ہے؟"

"ہاں، ایسی صورت میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر قضیہ کیا جا سکتا ہے لیکن جب ہمارے درمیان معاہدہ ہو جائے گا تو خودکشی کا کیس ہو یا کسی کی موت پُراسرار طریقے پر واقع ہو اور اس میں ٹیلی پیتھی کا شبہ ہو تو پہلے اس کی تصدیق کی جائے گی۔ اس کے متعلق تفتیش ہوگی۔ تب ہم الزام دیں گے ورنہ نہیں۔"

شیخ الفارس نے کہا۔ "آپ کی بات معقول ہے۔ ہم

معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اگر کوئی خودکشی کرے گا یا کسی کی موت پُراسرار طریقے سے ہوگی تو ہم بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تفتیش کرائیں گے اور اصل مجرم کو سامنے لے کر آئیں گے۔"

ایک اور بزرگ نمائندہ نے کہا: "ہم چاہتے ہیں ٹیلی پیتھی کا دائرہ کار محدود ہو۔ آپ ایک نئی مملکت قائم کر رہے ہیں۔ آپ لوگوں کو صرف اپنے ملک کے اندر ٹیلی پیتھی کو کام میں لانا چاہیے۔ مثلاً کوئی شخص آپ کی سرحد میں داخل ہو یا کوئی آپ لوگوں کے خلاف یا آپ کی نئی مملکت کے خلاف سازش کرے تو آپ اس کے خلاف کارروائی کر سکتے ہیں لیکن وادیٔ قاف کی سرحد کے باہر اس علم کو ممنوع قرار دیا جانا چاہیے۔"

مجھے یا رسونتی کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ شیخ الفارس اور اعلیٰ بی بی دونوں ہی اتنے ذہین اور تجربہ کار تھے کہ وہ ہم سے زیادہ مناسب جوابات دے رہے تھے۔ شیخ الفارس نے کہا: "جناب! آدمی دماغ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب فرہاد یا رسونتی اپنی مملکت سے باہر کسی بھی ملک میں جائیں گے تو ان کے ساتھ ان کا دماغ بھی جائے گا جب دماغ جائے گا تو ٹیلی پیتھی کا علم بھی جائے گا۔ ایسے میں اگر کسی نے ان سے دشمنی کی یا انھیں مجبور کر دیا کہ وہ علم استعمال کریں تو پھر کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی بھی شخص کو اپنا دماغ، اپنی دماغی صلاحیتیں اور اپنے حاصل کیے ہوئے علوم کو استعمال کرنے سے روکے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "جب ہم یہ معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہیں کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ میں سے کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچے گا تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ ٹیلی پیتھی خواہ وادیٔ قاف کی حدود میں رہے یا باہر رہے، اس علم کو منفی انداز میں کبھی استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ہم نے پہلے کبھی اسے منفی انداز میں استعمال کیا ہے۔ ہماری تائید میں بیتیرے ثبوت موجود ہیں اور آئندہ بھی ہم ثبوت پیش کرتے رہیں گے۔"

"آپ کہتی ہیں ٹیلی پیتھی کو منفی انداز میں استعمال نہیں کیا جائے گا۔ ہم اسے مان لیتے ہیں۔ آپ بھی تسلیم کر لیں کہ فرہاد اور رسونتی کھل کر سامنے آئیں گے، ہمارے ملک کے بڑوں سے اور اہم حکام سے ملاقاتیں کرتے رہیں گے تو انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "اور اگر نقصان پہنچا تو؟"

"تو ہم معلوم کریں گے کہ کس نے انھیں نقصان پہنچایا ہے۔ اس کو سزا دیں گے بالکل اسی طرح جس طرح کہ ٹیلی پیتھی کے خلاف الزام عائد کرنے پر تفتیش کی جائے گی۔"

شیخ الفارس نے کہا: "ماضی میں رسونتی بار ہا سامنے آتی رہی ہے لیکن فرہاد کب سامنے آتا رہا اور کب اس کی ڈمی آتی رہی، کوئی یہ حقیقت نہیں جان سکتا۔ آئندہ بھی ان کے سامنے آنے پر اصرار کیا گیا تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ خود آئیں گے۔ لہٰذا یہ بات اپنے دماغ سے نکال دیں کہ فرہاد اور رسونتی ہر ایک سے خود ملاقات کریں گے۔"

"دوستی کرنے اور امن قائم رکھنے کے لیے لازم ہے کہ آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد کریں۔ ہم آپ پر اعتماد کرتے ہیں، آپ بھی ہم پر اعتماد کریں۔"

"میں کہہ چکا ہوں، فرہاد اور رسونتی سامنے نہیں آئیں گے۔ یہ اُن کی مرضی ہے جب چاہیں .... کھل کر سامنے آئیں جب چاہیں اپنی ڈمی پیش کر دیں، آپ دوسری باتیں کریں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "یہ دوسری کوئی بات نہیں کر سکتے جب سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ فرہاد جلی تیمور ڈیمور کے ایک ساحلی قلعے میں موجود ہے اور اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں موجود ہیں اور یہ صلاحیت اس سے نہ کبھی چھینی گئی تھی نہ اسے یہودی کبھی قیدی بنا کر رکھ سکے تھے۔ یہودیوں کی خوش فہمی کے ساتھ ساتھ اُن کے دوستوں کی یہ خوش فہمیاں بھی ختم ہو گئیں کہ فرہاد کو قیدی بنایا جا سکتا ہے۔ اس کی صلاحیتیں چھینی جا سکتی ہیں اور کبھی کسی موقع پر اس کے ساتھیوں کو ٹریپ کیا جا سکتا ہے۔ نیپال میں پارس کے ساتھ رسونتی کو ٹریپ کرنے کی بین الاقوامی سازشیں کی گئیں۔ فرہاد کی موت کے پروانے پر تمام ممالک سے دستخط کرانے کے باوجود اسکی موت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ آپ سب اپنے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اور شرم کریں۔ اس کے بعد فرہاد اور رسونتی کو سامنے بلا کر نئی سازشوں کا اہتمام کریں۔"

میں نے بڑی دیر چپ رہنے کے بعد کہا: "اب میرے بولنے کی باری ہے۔ اتنی دیر سے خاموش ہوں اور تم سب کے دماغوں کو باری باری پڑھتا رہا ہوں۔ تم میں سے ہر ایک کے دماغ میں یہ بات ہے کہ یہ اجلاس جو دوستی کے نام پر منعقد کیا ہے ایک چیلنج پر ختم ہوگا۔ ابھی تم لوگ دو ایسے نمونے پیش کرنے والے ہو جو ہمیں چونکا دیں گے۔ ہم ان سے سہمے رہیں گے اور ہماری راتوں کی نیندیں اڑ جائیں گی۔ پھر دیر کس بات کی ہے۔ کیوں وقت ضائع کیا جا رہا ہے؟"

سپر ماسٹر کے نمائندے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا: "میں یہ آخری بات کہنے آیا ہوں کہ آج سے سپر ماسٹر کی تنظیم کا کوئی بھی

فرد تم دونوں کے راستے میں کبھی نہیں آئے گا۔ ہماری تمہاری نہ تو دوستی ہوگی نہ دشمنی۔ ہم سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ ہم تمھیں اچھی طرح سمجھ گئے ہیں، ڈیمور قلعے کے اس پاس ہماری طرح کتنے ہی ممالک نے زبردست نقصانات اٹھائے ہیں۔ ان نقصانات کا شکوہ تم سے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ انھوں نے کھل کر دشمنی نہیں کی تھی اور تم نے بھی کھل کر نقصانات نہیں پہنچایا۔ بہرحال یہ آخری بات آپ یاد رکھیں اور اپنے دشمنوں کی فہرست سے سپر ماسٹر کا نام خارج کر دیں۔ آج سے آپ کی داستان میں سپر ماسٹر کی تنظیم کا باب ختم ہو رہا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد ماسک مین کے نمائندے نے اٹھ کر کہا: "ہمارے ماسک مین کا بھی کم و بیش یہی فیصلہ ہے لیکن ایک ذرا فرق ہے۔ سپر ماسٹر کے نمائندے نے کہا ہے کہ نہ تو آپ لوگوں سے دوستی کرے گا نہ دشمنی کرے گا لیکن ہم دوستی کا موقع آئے تو ضرور کریں گے، دشمنی کبھی نہیں کریں گے اور دوستی کے لیے مجبور نہیں کریں گے۔ آپ کے سامنے نہیں آئیں گے۔ آپ کا راستہ نہیں روکیں گے یعنی ہر طرح سے ہمارا اور آپ کا راستہ الگ ہو گا۔ اگر کبھی اتفاق سے ہمارے راستے مل گئے تو ہم دوستوں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ ایک دوسرے سے بولیں گے۔ اس کے بعد رخصت ہو جائیں گے۔ آپ کی زندگی میں ماسک مین کا نام بہت آ چکا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس نام کو بالکل ہی بھول جائیں۔ اپنی فہرست سے یہ نام خارج کر دیں۔ ہم پورے یقین سے کہتے ہیں، آج کے بعد ہمارے کسی آدمی سے آپ کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلومات حاصل کریں گے تب بھی آپ کو پتا چلے گا کہ ہم آپ کے راستے میں حائل نہیں ہیں۔ لہٰذا آج ماسک مین کا آپ کو آخری سلام۔"

وہ بھی چلا گیا۔ اسرائیلی نمائندے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا: "ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کوئی جتنی دوستی نبھاتا ہے، اتنا ہی نقصان اٹھاتا ہے۔ ہم یہودیوں نے سب سے زیادہ دوستی نبھانے رہنے کی کوشش کی اور ہمیشہ نقصان اٹھاتے رہے۔"

اعلیٰ بی بی کے ذریعے رسونتی نے کہا: "فضول باتیں کرو۔ ابھی تمھارا پول کھول کر رکھ دوں گی۔ تم لوگوں نے دوستی کی آڑ میں ہمیں جس قدر نقصان پہنچایا ہے اس کا اندازہ ہم کو بھی ہے اور تم کو بھی۔ تم سانپ بن کر ڈستے رہے ہو اس قدر تو کوئی زہریلا سانپ بھی ڈسنے کے قابل نہیں رہتا۔"

"سوری مادام! میں بات بڑھانا نہیں چاہتا۔ دو لفظوں میں بات ختم کر رہا ہوں۔ ہم نے بھی آپ لوگوں سے بالکل علیحدگی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے نہ آپ کے دوست بنیں گے نہ دشمن۔ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی وقت بھی معلوم کر سکتی ہیں۔ ہمارا کوئی آدمی، کوئی یہودی بچہ آپ کو کبھی کسی معاملے میں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اگر کسی معاملے میں ہمیں آپ سے نقصان پہنچتا ہو تو ہم اس کی نشاندہی کریں گے۔ تاکہ ہمارے درمیان کسی قسم کی غلط فہمی پیدا نہ ہو اور کسی نئی دشمنی کا آغاز نہ ہو۔ بہرحال میں اپنے یہودی اکابرین کی جانب سے، اسرائیلی حکام کی طرف سے ہمیشہ کے لیے دو الفاظ میں بات ختم کرنے آیا ہوں وہ الفاظ ہیں "خدا حافظ"۔"

وہ بھی وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد مختلف ممالک کے نمائندے باری باری اٹھتے گئے۔ وہ مختلف انداز میں اپنی باتیں کہتے رہیں لیکن مقصد ایک ہی تھا کہ ہم ان کا نام اپنی فہرست سے خارج کر دیں اور ہمیشہ کے لیے ان سے تعلقات ختم کر دیں۔ ان سے نہ دوستی رہے نہ دشمنی۔

رفتہ رفتہ وہ کانفرنس ہال خالی ہوتا چلا گیا۔ آخر میں شیخ الفارس، اعلیٰ بی بی، فرانسیسی حکومت کا نمائندہ اور ان کے علاوہ دو اور شخص رہ گئے تھے۔ وہ کسی ملک کے نمائندے نہیں تھے۔ میں نے ابھی تک ان کے دماغوں میں جھانک کر نہیں دیکھا تھا کیونکہ کانفرنس جاری رہنے کے دوران انھوں نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ خاموش بیٹھے رہے تھے۔

اس اجلاس میں ہمارے درمیان جو باتیں ہوتی رہیں، وہ دوسری طرف سنی جاتی رہیں۔ دوسری طرف کہیں بہت دور مختلف ممالک کے اہم افسران اور اعلیٰ حکام وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے اور اجلاس میں اپنے نمائندوں کے ذریعے ہونے والی گفتگو ان اسپیکروں کے ذریعے سن رہے تھے جو ہمارے اجلاس کے ہال والے مائک سے منسلک تھے۔

فرانسیسی نمائندے نے کہا: "جناب شیخ الفارس غلام حسین البرقی صاحب! آپ نے، مسٹر فرہاد اور مادام رسونتی نے فرانسیسی حکومت پر جو اعتماد کیا ہے اس کے لیے ہم تہ دل سے شکر گزار ہیں۔ ہمارے بڑوں کی طرف سے ابھی مجھے پیغام موصول ہوا ہے کہ میں آپ کا شکریہ ادا کروں اور اس بات کا یقین دلاؤں کہ ہماری حکومت آپ اور آپ کے ساتھیوں سے ہر طرح کا تعاون کرے گی۔ خدا نے چاہا تو ہمارے تعلقات ہمیشہ خوشگوار اور دوستانہ رہیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے ایک شخص کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "اور

آپ کی تعریف؟"

"میں بلیک شیڈو کی طرف سے آیا ہوں۔ اتنی دیر سے آپ کی باتیں اس ریکارڈر میں ریکارڈ کر رہا ہوں۔ اب میں اپنے باس بلیک شیڈو کا پیغام سناتا ہوں۔"

اس نے ریکارڈر میں سے وہ کیسٹ نکالا۔ پھر دوسرا کیسٹ لگا کر آن کر دیا۔ چند لمحوں کے بعد بلیک شیڈو کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہیلو مادام رسونتی! ہیلو مسٹر فرہاد! مجھے افسوس ہے کہ اتنے واضح انداز میں میری آواز سننے، لب ولہجہ کو سمجھنے کے باوجود آپ دونوں میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ میں نے ابتدا میں کہا تھا کہ میں ایک سایہ ہوں، وجود نہیں ہوں۔ اس سے زیادہ میں اور کہہ بھی کیا سکتا تھا، کیونکہ جس کے پاس پہنچا نہ جا سکے جسے کوئی چھو نہ سکے، جس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی لہریں بھی نہ پہنچ سکیں۔ وہ پھر وجود نہیں رہتا، صرف سایہ رہتا ہے جس دن تمہاری ٹیلی پیتھی کی لہریں میرے دماغ کو چھو لیں گی تو میں دماغ کو تسلیم کر لوں گا۔ بہرحال ابھی میں تم دونوں کے لیے ناقابلِ فہم ہوں۔

دنیا کی خطرناک ترین تنظیمیں اور بڑے بڑے ممالک میری تلاش میں ہیں۔ مختلف ذرائع سے مجھ تک یہ بات پہنچا رہے ہیں کہ وہ میری ذہانت کا سودا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر میں انہیں یہ راز یا طریقہ کار بتا دوں کہ میں کس طرح ٹیلی پیتھی کی لہروں سے محفوظ رہتا ہوں تو وہ مجھے منہ مانگا معاوضہ دیں گے۔ میں ان سے سودا کر کے دنیا کا امیر ترین آدمی بن سکتا ہوں لیکن سوال پیدا ہوتا ہے، میں غریب کب ہوں؟

میرے پاس دولت کمانے کے بڑے وسیع ذرائع ہیں۔ کوئی مجھے لالچ نہیں دے سکتا۔ میری سب سے بڑی کامیابی یہ ہوگی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے غلام بن جائیں۔ میرے اشاروں پر ناچتے رہیں اور وہ دن بہت جلد آنے والا ہے۔

آج کا یہ اجلاس اس لیے منعقد کیا جا رہا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے دائرہ کار کو بالکل محدود کر دیا جائے۔ جب مجھے اس اجلاس کا علم ہوا تو میں نے بھی بڑی بڑی تنظیموں سے اپیل کی کہ میرے نمائندے کو بھی اس اجلاس میں شریک ہونے کا موقع دیا جائے۔ کیوں کہ میں اتنی بڑی دنیا میں وہ واحد شخص ہوں جو ٹیلی پیتھی کے دائرہ کار کو محدود رکھنے پر قادر ہے۔

اس اجلاس کے شریک ہونے والوں کا آخری فیصلہ تم لوگوں نے سن لیا۔ یہ آخری فیصلہ مجھے پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ اب کوئی تم دونوں سے نہیں ٹکرائے گا۔ تمہاری دشمنی مول لینا پسند نہیں کرے گا۔ دوستی کے دوران بعض اوقات غلط فہمیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں لہٰذا تم سے دوستی بھی نہیں کی جائے گی۔ اسی لیے سپر ماسٹر، ماسک مین، اسرائیلی حکام اور دوسرے بڑے بڑے ممالک اور تنظیمیں تمہارے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔ تمہارے دشمنوں کی فہرست میں ان کا نام نہیں رہے گا۔ جب یہ تم سے بات ہی نہیں کریں گے، تمہارے سامنے نہیں آئیں گے، تم سے ٹکرائیں گے نہیں تو تم خود ہی اپنی فہرست سے ان کے نام خارج کر دو گے۔ آج سے تم ایک نئی فہرست مرتب کر دو گے۔ ایسے افراد کی فہرست جو ٹیلی پیتھی کا دائرہ کار محدود کرنے کا گر جانتے ہیں، جو ٹیلی پیتھی سے براہِ راست مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ تمہاری نئی فہرست میں جن لوگوں کا نام ہوگا وہ خواہ مخواہ تم سے دشمنی نہیں کریں گے۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی بھی شخص ایک غیر معمولی صلاحیت کا اجارہ دار نہ بنے۔ ابتدا میں ایٹم بم صرف ایک ملک کے پاس تھا۔ اب مختلف ممالک کے پاس موجود ہے لیکن ٹیلی پیتھی ایسا علم ہے جو تم سے پہلے ماسٹر یوشے کے پاس تھا۔ اب تم دونوں کے پاس ہے۔ تمہارے بعد کوئی اور اس دنیا میں نظر نہیں آ رہا ہے۔ ٹیلی پیتھی کی اجارہ داری تم دونوں نے قائم کر رکھی ہے۔ لہٰذا ہم یہ اجارہ داری ختم کریں گے۔ ٹیلی پیتھی کا علم یا تو بالکل عام ہوگا یا ہم اسے بالکل ہی نابود کر دیں گے۔

میرا یہ نمائندہ تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ تم نے اس کی آواز سن لی ہے۔ اب اس کے ذریعے جب چاہو مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ دیٹس آل۔"

کیسٹ خاموش ہو گیا۔ اس کے نمائندے نے ریکارڈر کو آف کر دیا۔ اس نے جو کچھ بھی کہا تھا، اس کے جواب میں کچھ کہنا ضروری نہیں تھا۔ یہ درست ہے کہ ہم اس کے طریقہ کار کو سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ وہ کس طرح اپنی آواز سنانے کے باوجود ایک ایسا سایہ بنا رہتا ہے جس کا کوئی وجود نہ ہو، جس کا کوئی دماغ نہ ہو۔ ٹیلی پیتھی کی لہریں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ پاتی تھیں۔ پھر بھی یقین تھا کہ ہم بہت جلد اس اسرار کو سمجھ لیں گے اور بلیک شیڈو تک پہنچ جائیں گے۔

میں نے کہا۔ "بلیک شیڈو کا یہ چیلنج بلاتبصرہ ہے۔ وقت آنے پر جواب اسے مل جائے گا۔ اب یہ کانفرنس کے آخری صاحب کون ہیں۔ یہ بھی ابتدا سے خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہاں تو جناب، آپ کی تعریف؟"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں کسی کی نمائندگی کرنے آیا ہوں۔ بھلا میری تعریف کیا ہو سکتی ہے۔ میں اپنے مالک کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ میرا مالک وہ ہے جو موت کو مٹھی میں بند کر لیتا ہے اور اپنے قاتل سے کہتا ہے، میں نے سانس روک لی ہے،

مجھے مار سکتے ہو تو یہ کمال کر کے دکھاؤ۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "یعنی تمہارا مالک یوگا کا ماہر ہے یا نفس کو قابو میں رکھنا جانتا ہے۔ اس لیے اسے کوئی نہیں مار سکتا۔ وہ اپنی طبعی موت مرے گا۔"

"مادام اعلیٰ بی بی، آپ نے درست سمجھا۔ میرا مالک صرف یوگا کا ماہر نہیں، بلکہ اتنا باصلاحیت ہے کہ سب اسے ماسٹر کی کہتے ہیں۔"

ماسٹر کی اس چابی کو کہا جاتا ہے جس سے تمام تالے کھل جاتے ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہمارا مالک ماسٹر کی ایک چیلنج ہے۔ تم کسی کے بھی دماغ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے مقفل کر دو، وہ کھول لے گا۔ تم اپنے دماغ کو بند کر لو۔ تنویمی عمل اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے لاک کر لو۔ ہمارا ماسٹر کی اسے بھی کھول لے گا۔"

شیخ الفارس غلام حسین البرقی نے پوچھا۔ "تمہارا یہ ماسٹر کی اب تک کہاں سو رہا تھا؟ اچانک کہاں سے بیدار ہو کر چلا آیا ہے؟"

"وہ پہلے بھی بیدار تھا مگر حفاظتی تدابیر میں مصروف تھا۔ وہ خود یوگا کے فن میں مہارت حاصل کر رہا تھا اور اپنی ٹیم کے ایک ایک فرد کو سانس روکنے کی مشقیں کرا رہا تھا۔ مسٹر فرہاد اور مادام رسونتی کے لیے اس وقت میں بھی ایک چیلنج ہوں۔ وہ میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ نہیں کر سکیں گے۔"

"اچھا تو فرہاد سے دشمن بن کر ٹکرانے کے لیے کافی پہلے سے تیاریاں جاری تھیں۔"

"ماسٹر کی فرہاد کا دشمن نہیں ہے، ٹیلی پیتھی کا دشمن ہے۔ وہ نہیں چاہتا، کوئی بھی شخص ایک علم کے ذریعے سپر پاور بن جائے۔ ہمارے ماسٹر کی نے یہ پیغام دیا ہے کہ مسٹر فرہاد اور مادام رسونتی بیشک وادیٔ قاف کی حدود میں اپنی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرتے رہیں لیکن ہم کے باہر کسی بھی ملک میں ان کی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں ہوگا۔ اس سے کسی کو نقصان پہنچے یا نہ پہنچے لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی برتری جتانے کی کوشش کی جائے گی تو وہ دن فرہاد اور رسونتی کا آخری دن بھی ہو سکتا ہے۔"

رسونتی نے اعلیٰ بی بی کے ذریعے کہا۔ "تو پھر آج ہی کیوں نہ وہ آخری دن ہو جائے۔ ہم ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ ابھی کریں گے۔"

میں نے شیخ الفارس کے ذریعے کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، ہمیں چھیڑا جائے گا تو ہم مظاہرہ کریں گے لیکن رسونتی! یہ چار دیواری میں چھیڑ شروع کر رہا ہے۔ اس چھیڑ چھاڑ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ہال سے نکلنے کے بعد چیلنج کرنے دو۔ اس کے بعد ہم نمٹ لیں گے۔ میں جناب شیخ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اجلاس پر تبصرہ فرمائیں۔"

شیخ الفارس غلام حسین البرقی نے کہا۔ "اب تک جتنے اجلاس تمہارے سلسلے میں منعقد ہو چکے ہیں، ان کے مقابلے میں یہ آخری اجلاس مختلف اس صورت میں ہے کہ تمام پچھلے دشمنوں سے تعلقات آخر ہو چکے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم سپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودیوں وغیرہ پر اعتماد کیسے کریں۔ کیا واقعی وہ ہم سے لاتعلق رہیں گے؟"

انھوں نے خود ہی اس سوال کا جواب دیا۔ "ان کے لاتعلق ہونے کی بات اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ پرانے دشمن ہوں یا نئے، سب یہ چاہتے ہیں کہ تم دونوں کی اجارہ داری ٹیلی پیتھی پر نہ ہو۔ یا تو یہ عام ہو یا بالکل ختم ہو جائے۔ اس کے ذریعے تم دونوں سپر ملنے جاتے ہو۔ اس لیے دشمنوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم دونوں کو نئے دشمنوں کے حوالے کر کے وہ تم سے لاتعلق ہو جائیں اور نئے دشمن نئے حربوں کے ساتھ تمہارے مقابل آ رہے ہیں، اس لیے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پرانے تمام دشمن واقعی تم لوگوں سے لاتعلق ہوں گے۔ تمہاری داستان سے اب سپر پاور، ماسک مین اور یہودی تنظیموں کے نام ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔"

وہ سوچ کے ذریعے یہ تبصرہ کر رہے تھے اور ہم خیال خوانی کے ذریعے سن رہے تھے۔ انھوں نے کہا۔ "اب نئے دشمنوں کا انداز بالکل نیا ہوگا..... نئے اور پرانے دشمنوں میں یہ فرق ہے کہ پرانے دشمنوں کو قانونی تحفظ حاصل تھا۔ وہ بڑے بڑے ممالک سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی تنظیمیں بھی بہت دور تک اپنی جڑیں مضبوط کیے ہوئے تھیں لیکن یہ نئے دشمن قانون کے تحفظ سے محروم ہیں۔ اگر کوئی بھی انہیں قانونی تحفظ دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ملک ان کی حمایت کر رہا ہے جب کہ آج فیصلہ ہو چکا ہے کہ کوئی تمہارے خلاف قدم نہیں اٹھائے گا اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کا ساتھ دے گا۔ اس طرح یہ نئے دشمن قانوناً کمزور ہیں۔ جب بھی تم لوگوں سے دشمنی کریں گے تو قانون سے نظریں بچا کر یا اس انداز میں کہ تم ان کے خلاف کوئی ثبوت فراہم نہ کر سکو اور نہ ہی یہ ثابت کر سکو کہ ان کے پیچھے کسی بڑے ملک کا یا کسی خطرناک تنظیم کا ہاتھ ہے۔"

جناب شیخ الفارس اور اعلیٰ بی بی وہاں سے اٹھ کر فرانسیسی حکومت کے نمائندے کے ساتھ جانے لگے۔ میں نے رسونتی سے کہہ دیا تھا کہ وہ اعلیٰ بی بی کے دماغ میں موجود ہے۔ فی الحال دو ہی دشمن نظر آ رہے ہیں ان پر نظر رکھے۔ ان کا یہ تبصرہ درست تھا کہ دشمن اب کھل کر سامنے نہیں آئیں گے۔ قانونی تحفظ حاصل نہیں کر سکیں گے لہٰذا جب بھی ان سے سامنا ہوگا یا وہ کوئی واردات کریں گے تو بہت ہی پُراسرار انداز میں کریں گے اور وہ پُراسرار

طریقے کیا ہوں گے، یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔

شیخ الفارس اور اعلیٰ بی بی باہر آکر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ہاں کے برآمدے میں وہ تمام نمائندے نظر آرہے تھے جو ہمارے راستے سے ہٹ گئے تھے۔ ان کے باس، ان کے سرغنہ، ان کے سربراہوں کے نام ہم نے اپنی فہرست سے خارج کر دیے تھے۔ تاہم وہ دُور ہی دُور سے اعلیٰ بی بی اور شیخ الفارس کو دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں فرانسیسی حکومت کے نمائندے سے رخصت ہو کر اپنی کار میں بیٹھ گئے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوتے ہوئے شیخ الفارس نے کہا "فرہاد اور رسونتی! میری بات اچھی طرح سن لو۔ آئندہ سارے جہاں کا درد اپنے جگر میں نہ رکھو۔"

اعلیٰ بی بی کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ شیخ الفارس اس کے پاس بیٹھے ہوئے بلند آواز سے کہہ رہے تھے تاکہ اعلیٰ بی بی بھی سنتی رہے۔ اس نے تائید کرتے ہوئے کہا "ہاں، میرا بھی یہی مشورہ ہے۔ نہ جانے یہ نئے دشمن دو ہیں یا دو ہزار یا دو لاکھ۔ یہ کتنے پُراسرار طریقوں سے ہمارے اطراف سازشوں کے جال بچھائیں گے، ہمیں کس انداز میں ختم کرنے کی کوشش کریں گے، یہ ہم نہیں جانتے۔ وہ کون ہیں؟ کہاں سے آئیں گے؟ کس طرح وارد ات کریں گے؟ ہم یہ بھی نہیں جانتے، لہٰذا ہمیں یا تو وادیٔ قاف تک یا بابا صاحب کے ادارے تک محدود رہنا چاہیے۔ اگر ہم اس سے باہر کسی ملک میں رہیں گے تو فی الحال ہمیں میک اپ میں رہنا ہوگا تاکہ دشمنوں کی نظروں میں نہ آئیں اور وہ ہماری لاعلمی میں ہم پر حملہ نہ کر سکیں۔"

شیخ الفارس نے کہا "فرہاد! آج یہ طے کر لو کہ تم صرف اپنی ذات سے اور اپنے چاہنے والوں سے دلچسپی رکھو گے۔ اس کے علاوہ کسی کے معاملے میں ایک ذرا بھی دلچسپی نہیں لو گے۔ اگر دلچسپی لو گے تو ایک طرف دوستی ہوگی لیکن دشمنی کی تعداد بڑھتی جائے گی۔"

میں نے کہا "لیکن جناب! ہمارے ایمان اور ہمارے جذبوں کا تعلق بھی کچھ بین الاقوامی معاملات سے ہوتا ہے۔ مثلاً فلسطین کا معاملہ۔"

"اسلامی جذبوں کی بات سوچو تو صرف فلسطین ہی نہیں، دنیا کی کتنی قومیں مظلوم ہیں۔ انسانی نقطۂ نظر سے دیکھو تو دُنیا میں اتنے مسائل نظر آئیں گے کہ انھیں انسانی ہمدردی سے حل کرنے کے لیے قدم قدم پر ٹیلی پیتھی کی اور تمھاری ضرورت ہوگی۔ تم کہاں کہاں، کس کس کا ساتھ دو گے؟ کتنی اُلجھنوں میں مبتلا ہو گے؟ کتنوں کو دشمن بناتے پھرو گے؟ میں بہترین مشورہ دے رہا ہوں۔ آج سے صرف اپنی ذات تک محدود رہو۔ اگر وادیٔ قاف نہیں جانا چاہتے تو جہاں بھی رہو گمنام رہو۔ خیال خوانی کم سے کم کرو۔ جب بھی اس کا مظاہرہ کرو تو کسی کو اس کا احساس نہ ہونے دو۔ آج سے دُنیا کو یہی معلوم ہونا چاہیے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے علم کے ساتھ گم ہو گئے ہیں۔"

میں نے کہا "ہم تو گمنام رہیں گے لیکن ہمارے تمام ساتھی اپنے چہروں سے اپنی شخصیت سے پہچانے جائیں گے اور دشمن انھیں پریشان کریں گے یا ان کے ذریعے ہم تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"فی الحال .... غیر معینہ مدّت کے لیے اپنے تمام ساتھیوں کو بابا صاحب کے ادارے یا وادیٔ قاف تک محدود کر دو۔"

رسونتی نے کہا "تقریباً تمام ہی وادیٔ قاف میں ہیں، یا بابا صاحب کے ادارے میں۔ صرف پومی اور والسٹور دکی دھنیو وادی کے اطراف میں ہیں اور ان کا وہاں رہنا ضروری ہے۔"

"پومی اور والسٹور دکی دشمنوں سے بخوبی نمٹنا جانتے ہیں۔ انھیں وہیں چھوڑ دو۔"

میں نے کہا "صرف شبانہ رہ گئی ہے۔ اگرچہ وہ کسی سے کمزور نہیں ہے۔ کئی دشمنوں پر بیک وقت بھاری پڑ سکتی ہے لیکن ہم نئے دشمنوں کے طریقۂ کار سے واقف نہیں ہیں۔ شبانہ کو بھی بابا صاحب کے ادارے میں یا وادیٔ قاف میں رہنا چاہیے۔"

رسونتی نے کہا "وہ تمھارے بغیر وادی میں واپس نہیں آئے گی۔ تمھی اسے سمجھا سکتے ہو۔"

"میں اسے سمجھا دوں گا۔"

"ہمارے ساتھ آئندہ پیش آنے والے حالات پر قیاس آرائیاں ہوتی رہیں اور ان قیاس آرائیوں کے مطابق ہم منصوبے بناتے رہے۔ آخر میں میں دماغی طور پر ڈاکٹر شیفرڈ کے بنکلے میں حاضر ہو گیا۔ وہ میرے چہرے کو دوسرے انداز میں مکمل کر چکا تھا۔ چہرے کے اعتبار سے میں یورپ کا خصوصاً فرانس کا باشندہ لگتا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے پوچھا "ڈاکٹر! کیا تم نے کسی خاص شخص کا چہرہ بنایا ہے۔ کیا وہ اس دُنیا میں موجود ہے؟"

"میں نے اس بار کسی کی نقل نہیں کی۔ یہ میرا اپنا تخلیق کردہ چہرہ ہے۔ تم دنیا والوں کے لیے قطعی اجنبی ہو۔"

"مکمل اجنبی ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ اب نئے سرے سے اپنے لیے شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات تیار کرانے ہوں گے۔"

"تمھارے لیے یہ کون سی بڑی بات ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سب کچھ کرا سکتے ہو۔"

"ڈاکٹر! حالات بدل گئے ہیں۔ اب ہمارے وہ دشمن

نہیں رہے جو پہلے تھے۔ ایسے دشمن سامنے آرہے ہیں جن کا طریقۂ کار معلوم نہیں ہے۔ ہم نے احتیاطاً ٹیلی پیتھی کا استعمال کم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ضرورت کے وقت اس طرح استعمال کریں گے کہ دوسروں کو خیال خوانی کا شبہ نہ ہو کوئی ہماری نشاندہی نہ کر سکے۔"

"یہ بہت ہی مناسب فیصلہ ہے۔ جتنا ٹیلی پیتھی کا استعمال کم ہوگا اتنے ہی دشمن کم ہوں گے۔ اگر تمھارے ساتھ مجبوری ہے تو کوئی بات نہیں۔ میں اپنے ذرائع استعمال کر کے تمھارے لیے شناختی کارڈ اور ضروری کاغذات تیار کرا سکتا ہوں۔ میں نے یہاں ایک نیا کاٹیج خرید لیا ہے اسے تم ہی آباد کر سکتے ہو۔ یہ یہاں سے پندرہ میل کے فاصلے پر ہے۔ جب تک چاہو آرام سے رہو۔ یہ اس کاٹیج کی چابیاں ہیں، وہاں ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان موجود ہے۔ جو کمی ہوگی کل پوری ہو جائے گی۔"

"بابا صاحب کا ادارہ ہمیں دُنیا کے ہر ملک میں رہائشی سہولتیں اور آسائشیں مہیا کر دیتا ہے۔ پیرس ان کا ہیڈ کوارٹر ہے لیکن پیرس میں آپ ہی میری مشکلات کو آسان کرتے ہیں۔ آپ ہی میرے کام آتے ہیں۔"

میں نے اس سے چابیاں لیں۔ ایک ہزار ڈالر لیے، پھر کہا۔ "اب کار کا مسئلہ ہے۔ کیا رینٹ اے کار والوں سے رابطہ قائم کیا جائے؟"

"جب تم میرا کاٹیج استعمال کرو گے تو میری کار بھی استعمال کر سکتے ہو۔ اگر تمھارے بارے میں کوئی قانونی تحقیقات ہوگی تو پہلے میں اپنے ذرائع کا استعمال کر کے معاملے کو ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔ ناکام ہوا تو ٹیلی پیتھی کو کام میں لے آنا۔ فی الحال اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری کار لو اور عیش کرو۔"

اس نے مجھے اس کاٹیج کا پتا بتا دیا تھا۔ میں نے کہا "اب سے دس منٹ بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

"دس منٹ بعد کا مطلب یہ ہوا کہ تم اس وقت تک خیال خوانی میں مصروف رہو گے۔ کیا تم اس سے باز نہیں آسکتے؟"

"ایک نہایت ہی ضروری کام ہے۔ اس کے بعد بند آجاؤں گا۔"

میں شبانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس سے گفتگو کیے ایک مدّت گزر چکی تھی۔ جب میں نے مخاطب کیا تو پہلے اسے یقین نہیں آیا۔ وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑے خلا میں تکتی رہی۔ سوچتی رہی۔ "میں کیا سن رہی ہوں۔ میرے دماغ میں فرہاد بول رہے ہیں۔"

"ہاں، میں بول رہا ہوں۔"

"رسونتی تم فرہاد کے لہجے میں بول رہی ہو۔"

"میں فرہاد ہوں۔ جب خیال خوانی کے ذریعے ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی اور ہم نے جو باتیں کی تھیں، وہ کچھ تمھیں یاد ہیں گی کچھ بھی یاد ہیں۔ میں وہی باتیں سنا رہا ہوں۔ یہ ہماری ذاتی گفتگو تھی۔ اس کے متعلق رسونتی کو نہیں معلوم ہے۔ پھر تو تمھیں یقین آجائے گا۔"

"ہاں تب مجھے یقین آئے گا۔"

میں نے اس کے چند جملے اُسے سنائے۔ وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولی "میں یہ نہیں کہوں گی کہ بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے، آئے والا مہربان خواہ کتنی ہی دیر کرے، انتظار کرنے والا انتظار کی ان تمام مسلسل اذیتوں کو اس ایک لمحے میں بھول جاتا ہے جب اسے اپنے محبوب کی آہٹ سنائی دیتی ہے۔"

"میں تمھارے پاس آگیا ہوں۔ تم اپنے متعلق بتاؤ۔ تم گہری تاریکی میں کیا کر رہی ہو، کہاں ہو؟"

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔ تمھارے ایک ہم شکل کے قریب میں یہاں تک پہنچ گئی ہوں۔"

میرے ذہن میں ایک جھٹکا سا لگا۔ میں سمجھ گیا "ڈی فرہاد" تیار کرنے والا بلیک شیڈو ہی ہے۔ اسی کے کسی ڈمی فرہاد نے شبانہ کو اپنے پیچھے لگایا ہوگا اور اسے کسی تاریک تہ خانے میں پہنچا دیا ہوگا۔ میں نے کہا "میں دشمنوں کو سمجھ گیا ہوں۔ ہمارے حالات جس تیزی سے بدل رہے ہیں اور جو اہم تبدیلیاں آئی ہیں، ان کے متعلق تمھیں بھی جان لینا چاہیے۔ ذرا توجہ سے سنو۔"

میں حالیہ کانفرنس اور اس کے نتائج کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ تمام باتیں بتانے کے بعد کہا "شیخ الفارس غلام حسین البرقی اور ہم سب کا فیصلہ یہی ہے کہ ہمارے تمام ساتھیوں کو یا تو بابا صاحب کے ادارے یا پھر وادیٔ قاف تک محدود ہو جانا چاہیے۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں جس طرح تم ایک دشمن کے جال میں پھنس گئی ہو، اس طرح دوسرے ساتھی بھی فریب ہو سکتے ہیں، ایسا ہوتا رہے گا تو ہمیں لامحالہ ٹیلی پیتھی کا استعمال جاری رکھنا پڑے گا جبکہ ہم ٹیلی پیتھی کو بالکل ہی محدود کر دینا چاہتے ہیں۔ ایسی کوئی مثال یا ثبوت نہیں چھوڑنا چاہتے جس کے ذریعے ظاہر ہو کہ ہم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے دشمنوں کو چھیڑا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بلیک شیڈو نے تمھیں قید کر رکھا ہے، میں جلد ہی وہاں سے تمھیں رہائی دلانے کی کوشش کروں گا لیکن شرط یہی ہے کہ تم میری بات مانو گی اور وادی میں واپس چلی جاؤ گی۔"

"نہیں فرہاد! ایسا نہ کہو۔ تمھیں تلاش کرتے کرتے یہاں تک پہنچی ہوں تو خیال خوانی کے ذریعے بار ہا ہی ہوں۔ اگر تم پیرس میں ہو تو خدا کے لیے ایک بار مجھ سے ضرور ملاقات کرو۔"

"ایک بار ملو گی تو بار بار ملنے کو دل مچلتا رہے گا۔ ہمارے لیے فی الحال دُوری مناسب ہے۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں، مجھے صرف ایک بار ملنے کا موقع دو۔ اس کے بعد تمہارے حکم کے مطابق وادی میں واپس چلی جاؤں گی۔ صرف ایک بار فرہاد۔"

"اچھی بات ہے۔ پہلے میں تمہاری رہائی کی کوشش کرلوں۔" میں بلیک شیڈو کے اس اسسٹنٹ کے دماغ میں پہنچ گیا جو کانفرنس میں موجود تھا۔ وہ اپنی رہائش گاہ میں آکر بلیک شیڈو کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے کانفرنس کی رپورٹ سنا رہا تھا۔ اس نے تمام رپورٹ سننے کے بعد کہا۔ "یقیناً فرہاد یا رسوتی تمہارے دماغ میں موجود ہوں گے۔ وہ پیچھا چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہیں۔"

"ہوسکتا ہے، موجود ہوں۔"

"اگر موجود ہیں تو میں انھیں ثبانہ کے متعلق ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہوں۔"

میں نے اس کے ماتحت کی زبان سے کہا۔ "اب میں فرہاد بول رہا ہوں۔ جو خوشخبری تم سنانا چاہتے ہو وہ مجھے معلوم ہے۔ تمہارے پاس یہی ایک ہتھکنڈہ رہ گیا ہے۔ ہمارے کسی آدمی کو یرغمال بنا کر رکھ لو اور ہمیں مجبور یا کمزور بنانے کی کوشش کرتے رہو۔ پہلے تم نے سجاد کے ساتھ ایسا کیا۔ اب ثبانہ کے ساتھ کر رہے ہو۔ کیا پچھلی بار میں نے سجاد کی رہائی کی شرائط پیش کرتے ہوئے یہ نہیں بتایا تھا کہ مجھ سے تمہیں کس قدر نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

"مسٹر فرہاد! تم نے کرسٹو فر میکی بن کر مجھے خوب الو بنایا، لیکن یہ بار بار نہیں ہوسکے گا۔ اب میں بہت محتاط ہوگیا ہوں۔"

"کیا اتنے محتاط ہوگئے ہو کہ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکوں گا؟"

"یہی آزمانا چاہتا ہوں۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے، اگر تم نے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو جس طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے تمہاری خیال خوانی سے محفوظ رہتا ہوں، وہ طریقۂ کار اور اس کا فارمولا ایک بہت بڑے ملک کے ہاتھوں... فروخت کردوں گا۔ مجھے اچھی خاصی رقم بھی ملے گی اور میں تمہاری دنیا سے دور نکل جاؤں گا۔ یہ سارے اسمگلنگ کے دھندے اور باقی دس کرسٹو فر میکی کو خیرباد کہہ دوں گا۔ اب تو تمہارے بعد دس نہیں نو رہ گئے ہیں۔ تمہاری دنیا سے دور جاتے جاتے ثبانہ کو ان کے حوالے کردوں گا جن کے ہاتھوں اپنا وہ فارمولا فروخت کروں گا، پھر ثبانہ کو تم ان سے حاصل کرسکو تو جانے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں۔ بہرحال میں کبھی تمہارے ہاتھ نہ آسکوں گا۔ آئندہ ایک عام آدمی کی طرح بیوی بچوں کے ساتھ عیش و آرام کی زندگی گزار دوں گا۔ کوئی سمجھ بھی نہ سکے گا کہ میں ہی وہ شخص ہوں جو لاینحل ایک مخصوص تکنیک کے ذریعے فرہاد کو چیلنج کرتا رہا اور ٹیلی پیتھی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا رہا۔"

"بلیک شیڈو! میں اپنی داستان کے وہ پچھلے تمام باب بند کر رہا ہوں جس میں پرانے دشمنوں کے نام آتے ہیں۔ ان میں تمہارا بھی نام ہے۔ بہتر ہے تم بھی اسی طرح رخصت ہوجاؤ جس طرح دوسرے تمام دشمن روانہ ہوچکے ہیں ورنہ..."

اس کا قہقہہ سنائی دیا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم ورنہ کہہ کر صرف دھمکی دے سکتے ہو مگر میرے سائے تک نہیں پہنچ سکتے۔"

میں اس کے ماتحت کے دماغ سے واپس آگیا۔ اب میں نے دل میں عہد کرلیا تھا کہ اس کے پاس پہنچ کر ہی رہوں گا۔ میں نے شیخ الفارس غلام حسین البرقی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس وقت بابا صاحب کے ادارے کے تمام نوجوان اور عمر رسیدہ طلبا و طالبات کی ضرورت ہے۔ میں بلیک شیڈو کو ہر حالت میں گھیرنا چاہتا ہوں۔ اس نے ثبانہ کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔ وہ اپنی پچھلی شرط پر بضد ہے کہ میں اس کا آلۂ کار بن جاؤں اور وہ ہماری ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھائے ورنہ وہ ثبانہ کو ان ہاتھوں تک پہنچا دے گا جہاں اس مخصوص تکنیک کو پہنچا رہا ہے جس کے ذریعے وہ ہماری خیال خوانی سے محفوظ رہتا ہے۔"

"تم ہمارے ادارے کے تمام لوگوں کو کس طرح اس کی تلاش میں لگاؤ گے۔ اس کا پتا ٹھکانا نہ سہی، کچھ تو نقشِ قدم ملنے چاہئیں، کچھ تو نشاندہی ہونی چاہیے۔"

"میں نشاندہی کرسکتا ہوں لیکن آپ پہلے مطمئن ہوجائیں کہ ادارے کے جتنے لوگوں کو اس کی تلاش میں روانہ کیا جائے گا، وہ سب اعتماد کے قابل ہوں گے۔ اگر ان میں سے کسی نے بھی بلیک شیڈو تک یہ بات پہنچا دی کہ ہم اس کی ایک کمزوری سے واقف ہیں تو وہ محتاط ہوجائے گا۔ پھر ہماری گرفت میں نہیں آئے گا۔"

"تم اطمینان رکھو۔ ہم اپنے ادارے کے صرف بااعتماد لوگوں کو اس کی تلاش میں روانہ کریں گے۔ تمہیں یقین نہ ہو تو ان کے دماغوں کو چیک کرلینا، تم پورے طور پر مطمئن ہوجاؤ گے۔ اب بتاؤ اس کی کمزوری کیا ہے؟"

"وہ جب خاموش رہتا ہے یا کسی سوچ میں گم رہتا ہے تو میز کو انگلیوں سے بجاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ میں نے یا رسوتی نے جب بھی اس سے رابطہ قائم کیا تو ہماری گفتگو کے دوران وہ خاموش ہوجاتا تھا۔ انگلیوں سے طبلہ بجاتا تھا اور سوچ سوچ کر جواب دیتا تھا۔"

"یہ اس کی بہت بڑی کمزوری ہاتھ آگئی ہے۔ تم اطمینان

رکھو۔ ابھی ایک گھنٹے کے اندر ہمارے چھ سو طلباء و طالبات، ہمارے دوسرے ماہرین اس ادارے سے پیرس کی طرف روانہ ہوجائیں گے پھر اس وقت تک اس کی تلاش میں مصروف رہیں گے جب تک وہ مل نہ جائے۔ ہم اسے کلبوں میں، تفریح گاہوں اور ایسے تمام مقامات پر تلاش کریں گے جہاں انسان فارغ اوقات میں بیٹھا رہتا ہے، وقت گزارتا ہے۔ فارغ اوقات میں انسانی فطرت کے مطابق ایسی ہی حرکت کرتا ہے جیسا کہ بلیک شیڈو کے متعلق معلوم ہوچکا ہے۔"

"جناب شیخ! اب تک ہم نے اس کے ماتحتوں کو جس ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرتے سنا ہے اس کا رینج بتاتا ہے کہ بلیک شیڈو پیرس ہی کی حدود میں ہے۔ یہ نہایت ہی مناسب موقع ہے۔ جب تک وہ یہاں ہے ہم اسے تلاش کرلیں۔ ہوسکتا ہے کہ بعد میں وہ جگہ تبدیل کردے۔"

میں ڈاکٹر شیفرڈ کی کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگیا۔ اب میرا بھی مقصد یہی تھا کہ جب تک جاگ سکتا ہوں اور کار ڈرائیو کرسکتا ہوں، اس وقت تک پیرس کی شاہراہوں کے اطراف کے ہوٹلوں میں اور بڑے بڑے کلبوں میں اور تفریحی مقامات میں جاکر اسے تلاش کرتا رہوں۔ ایسے لوگوں کو نظر میں رکھوں جو تنہائی کے وقت کسی نہ کسی بے اختیاری عمل میں مصروف رہتے ہیں۔

شیخ الفارس کے وعدے کے مطابق ایک گھنٹے کے اندر ادارے سے تمام طلبا و طالبات اور وہاں کے ماہرین بلیک شیڈو کی تلاش میں نکل چکے تھے۔ میں نے ان میں سے کئی طلباء و طالبات کے دماغوں کو اچھی طرح چیک کیا تھا۔ پھر مطمئن ہوگیا تھا۔ پیرس کے کتنے ہی مقامات پر ان طلبا و طالبات سے سامنا ہوا۔ ہم سب اسے بڑی تندہی سے تلاش کر رہے تھے۔ کوئی جگہ چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ ہماری ناکامی اسی صورت میں ہوتی جب بلیک شیڈو بالکل ہی گوشہ نشین ہوجاتا۔ اگر وہ علانیہ ایسا ہوگا کہ لوگوں کی بھیڑ میں نہ جاتا ہو، آدم بیزار ہوکر کسی دوسرے روپ میں اپنے ماتحتوں سے بھی ملاقات نہ کرتا ہو۔

لیکن یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ وہ آدم بیزار نہیں تھا اور نہ ہی گوشہ نشین تھا کیوں کہ اس نے اپنی گفتگو کے دوران یہ کہا تھا کہ وہ فارمولا ایک بڑے ملک کے ہاتھوں فروخت کرنے کے بعد اپنے بیوی بچوں کے ساتھ عیش و آرام سے کہیں ایک عام آدمی کی طرح زندگی گزارے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے بیوی بچے ہیں۔ جس کے بیوی بچے ہوتے ہیں وہ گوشہ نشین نہیں ہوتا۔ اگر خود آدم بیزار ہو تو بیوی اور بچوں کی فرمائش پر یا خود پر اسے کسی نہ کسی تقریب میں یا کسی نہ کسی تفریح میں حصہ لینا پڑتا ہے۔

تلاش کرتے کرتے آدھی رات گزر گئی۔ ایک بج گیا دو بج گئے۔ میں نے سوچا، اب تفریحی مقامات میں اسے تلاش کرنا، کسی کلب میں اس کی موجودگی کا یقین کرنا نادانی ہے۔ بلیک شیڈو جیسے مصروف لوگ اتنی رات تک تفریحات میں حصہ نہیں لیتے ہیں۔

اس دوران میں بار بار ادارے کے طلبا و طالبات سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرتا رہا۔ دو بار مجھے دو جگہ سے اطلاع ملی کہ ایک شخص ایسا پایا گیا ہے جو لاموشے ریستوران کی ایک میز پر انگلیوں سے طبلہ بجا رہا ہے۔ پھر ایک کلب سے بھی ایسی ہی اطلاع ملی۔ میں نے ایک طالب علم سے کہا۔ "اس شخص کو کسی طرح مخاطب کیا جائے۔" اس نے میری ہدایت پر عمل کیا اور کسی بہانے سے اسے مخاطب کیا لیکن وہ میرا مطلوہ دشمن نہیں تھا۔ اس شخص کو دیکھنے میں خود وہاں پہنچا تو پتا چلا کہ وہ میز پر انگلیوں سے نہیں بلکہ پوری ہتھیلیوں سے کبھی کبھی بے اختیار طبلہ بجاتا تھا۔

اب پورے پیرس میں یا پوری دنیا میں سروے کیا جائے کہ کتنے لوگ خاموشی کی حالت میں صرف میز پر یا کسی اور چیز پر طبلہ بجانے کے عادی ہیں۔ پیرس میں ایک شخص مل گیا تھا لیکن جس کی تلاش تھی وہ نہیں مل رہا تھا۔

رات کے تین بجے میں ثبانہ سے کہنا چاہتا تھا کہ سونے جا رہا ہوں۔ صبح بلیک شیڈو کو تلاش کروں گا۔ اسے جلد سے جلد اس کی قید سے رہا کراؤں گا۔ اس کے پاس پہنچتے ہی پتا چلا، وہ جہاں تاریک کمرے میں قید کی گئی تھی وہاں سے نکل گئی ہے۔ یہ میں بعد میں معلوم کرسکتا تھا کہ وہ کس طرح نکلی۔ فی الحال وہ زینے پر چڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا اس جگہ کو سمجھ رہی ہو، تم کہاں ہو؟ اور کس سمت میں جا رہی ہو؟"

"اب تک میں تہ خانے میں تھی۔ اس وقت تہ خانے کے زینے پر چڑھتی ہوئی اوپر جا رہی ہوں۔ روشنی میں پتا چلے گا کہ کہاں ہوں۔"

وہ زینے پر چڑھتے ہوئے ایک مسطح فرش پر پہنچ گئی تھی۔ اندھیرے میں دیوار سے لگی، راستہ ٹٹولتی ہوئی جا رہی تھی۔ اس تاریکی میں سامنے ایک دیوار آگئی۔ وہ اسے بھی ٹٹولتی ہوئی دوسری سمت بڑھنے لگی۔ ایک دروازہ محسوس ہوا۔ وہ جس شخص کو بیہوش کرکے اپنی جگہ قید خانے میں چھوڑ آئی تھی، وہ اس کی فرمائش کے مطابق ایک کپ چائے لے کر آیا تھا۔

جہاں وہ قید کی گئی تھی وہاں ایک ٹیلیفون تھا جس کے ذریعے وہ کھانے پینے یا کسی چیز کی بھی فرمائش کرسکتی تھی۔ بہرحال

اس نے چائے لانے والے کو آدھ پون گھنٹے بعد آنے کا کہا تھا۔

ہاتھاپائی پر اُتر آیا۔ شباتہ نے قریب آکر کہا "شاید تم اس ریوالور کو کھلونا سمجھ رہے ہو۔ چلو میں تمھاری کھوپڑی میں سوراخ کرکے دکھاؤں کہ یہ واقعی ریوالور ہے۔"

اس کی نال کنپٹی سے لگ گئی۔ وہ ایک دم سے ساکت ہوگیا۔ میں نے بڑی آسانی سے نقاب اُتار کر کہا "ماشاء اللہ چہرے پر کیا نُور برس رہا ہے۔ یہاں سے اُٹھو اور صوفے پر آرام سے بیٹھ کر بتاؤ، تمھاری تاریخ اور جغرافیہ کیا ہے؟"

وہ اُٹھنے لگا۔ شاید اس خیال میں تھا کہ ریوالور ایک عورت کے ہاتھ میں ہے۔ اُٹھنے کے دوران ریوالور پر جھپٹ پڑے گا۔ اس سے پہلے ہی شباتہ نے پیچھے سے آکر ایک ہاتھ سے اس کی گردن کو جکڑ لیا تھا۔ اسے صوفے پر لاکر بٹھانے کے بعد ہی گردن چھوڑی تھی۔ ریوالور پھر کنپٹی سے لگ گیا تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا "میں نے اوپر سے نقاب اُتار دیا۔ اب تم اندر کا نقاب اُتارو تو معلوم ہو کہ کون ہو؟ میں تمھیں سوچنے سمجھنے کے لیے صرف ایک منٹ دے رہا ہوں۔"

میں نے 'سوچنے سمجھنے' کے الفاظ جان بوجھ کر استعمال کیے۔ تاکہ وہ اپنے حالات پر فوراً سوچے اور سوچنے کے دوران عادتاً بے اختیاری حرکت شروع کردے۔

اور وہ شروع ہوگیا۔ اس کا ہاتھ صوفے کے ہتھے پر رکھا ہوا تھا۔ گہری پریشانی اور سوچ کے دوران اس کی دو انگلیاں حرکت کررہی تھیں۔ اگر وہ انگلیاں میز پر حرکت کرتیں تو طبلے کی سی آواز آتی۔ صوفے پر سے آواز نہیں اُبھرتی لیکن عمل وہی تھا، وہی تھا جس کی ہمیں تلاش تھی۔

بھید صرف خدا لئے برتر کے لیے ہے ورنہ دُنیا کی ہر شے، ہر ذی رُوح منکشف ہے۔ بلیک شیڈو کیا چیز ہے؟

مجھ سے اب تک نبرد آزما رہنے والے دشمن میرے راستے سے نہ جانے عارضی طور پر ہٹ گئے تھے یا مستقل تو یہ کرلی تھی۔ بہ الفاظِ دیگر وہ ہم سے تھک ہار گئے تھے۔ لہٰذا داستان کے اس نئے موڑ پر پچھلے ابواب بند کررہا ہوں۔

پہلا باب پسر ماسٹر... ٹھاہ۔

دوسرا باب ماسک مین... ٹھاہ۔

تیسرا باب اسرائیل اور دیگر دشمن ممالک... ٹھاہ۔

بلیک شیڈو کے دعوے کے مطابق وہ محض سایہ تھا۔ اس کا وجود نہیں تھا اور جو وجود ہمارے سامنے تھا، وہ آئندہ کسی بھی لمحہ نابود ہوسکتا تھا۔

لہٰذا بلیک شیڈو... ٹھاہ۔

کمرے

میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ دونوں عورتیں سہمی ہوئی نظروں سے شباتہ کو دیکھ رہی تھیں۔ اُن عورتوں کا پُراسرار عاشق صوفے پر گم صم بیٹھا ہوا تھا۔ شباتہ ریوالور کو اس کی کنپٹی سے لگائے اس کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔

اس کی کنپٹی سے ریوالور لگا تھا موت نہیں لگی تھی۔ موت تو اسے کہتے ہیں جو پلک جھپکنے سے پہلے آجاتی ہے۔ وہ دھمکی نہیں دیتی، اپنے آنے کی اطلاع نہیں دیتی۔ ریوالور کنپٹی سے لگے یا پھندا گلے میں پڑ جائے، تب بھی موت نہیں ہوسکتی۔ اور جب تک موت نہ آئے، اُس وقت تک آدمی اپنے بچاؤ کے سو جتن کرتا ہے۔

لیکن وہ کیا جتن کرے؟ اگر ٹیلی پیتھی سے بچنے کی بات ہوتی تو وہ اپنی مخصوص تکنیک استعمال کرتا۔ ناگہانی حملوں سے بچنے کے لیے مکان کے اطراف مسلح پہریدار تھے۔ اس نے اپنی ہمیلت کو اپنے وفادار اور جانباز حواریوں سے بھی چھپا رکھا تھا اپنے خاص ماتحت کے سامنے بھی نقاب پہن کر آتا تھا۔ عیش کدے میں جب تک روشنی رہتی، چہرہ نقاب میں چھپا رہتا تھا۔ وہ کسی کو اپنی آواز نہیں سُناتا تھا۔ غرض یہ کہ آج تک اُس نے اپنے بچاؤ کے ہزار جتن کیے تھے۔ اور یہ تو ازل سے ہوتا آیا ہے جب تک انسان موت سے ڈرتا رہے گا، تب تک موت سے بچنے کے ہزاروں جتن کرتا رہے گا۔

آج کیا کرے؟

کسی نے موت کو ٹلتے نہیں سنا۔ اگر وہ بولتی تو شباتہ کے سرد لہجے میں بولتی۔ وہ بول رہی تھی "کیا تم کبھی سوچ بھی سکتے تھے کہ ٹیلی پیتھی کو شکست دے کر ایک عورت کے ہاتھ سے مروگے؟ جس طرح یہ جھوٹ نہیں کہ یہ ریوالور ہے اسی طرح یہ جھوٹ نہیں کہ میں موت کی نمائندہ ہوں۔ تم ہر حال میں مروگے۔"

میں نے پہلی بار شباتہ کا ایسا سرد لہجہ سُنا تھا۔ واقعی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے لہجے کی صورت میں موت کانوں سے اُترتی ہوئی جسم کے اندر رگوں میں لہو کی طرح دوڑ رہی ہے اور وہ لہو سرد ہے۔ اب تب میں سارا جسم سرد پڑ جائے گا۔

"بلیک شیڈو! میں نے تمھیں پہچان لیا ہے کیا تم نہیں بولوگے، مرنے سے پہلے اپنی آواز نہیں سُناؤ گے؟"

وہ آواز نہیں سُنانا چاہتا تھا۔ خاموش تھا۔ وہ دونوں عورتیں بھی خاموش تھیں۔ کمرے کے باہر مسلح پہریدار اپنے پُراسرار باس پر پڑنے والی افتاد سے باخبر ہوتے تو بھی کچھ نہ کرسکتے۔ وہ بھی خاموش رہتے۔ اُن کے ٹھائیں ٹھائیں کرنے والے ہتھیار بھی گونگے ہوجاتے۔ شباتہ کے اطراف کتنے ہی زندہ لوگ تھے لیکن وہ سب خاموش تھے۔ کبھی کبھی موت کی دہشت زندگی کی زبان کاٹ دیتی ہے۔ اس وقت وہ زندہ انسانوں کے قبرستان میں کھڑی ہوئی تھی۔

میں نے اس پہریدار کی زبان سے کہا "ہم تمھارا وجود اس دنیا سے مٹانے سے پہلے یہ بتا دیں۔ صرف خدا کی ذات ایسی ہے جو منکشف بھی ہے اور پُراسرار بھی۔ تم خود کو پُراسرار بنانے کے لیے خدائی دعوے کررہے تھے، اپنے آپ کو سایہ کہہ رہے تھے اور وجود سے خالی۔ جب کہ تم ہمارے سامنے موجود ہو۔"

میں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا "انسان پھر انسان ہے۔ وہ مزاج کا، فطرت کا اور قدرت کا تابع ہے۔ کوئی نہ کوئی بات کہہ دیتا ہے، کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کرتا ہے جس سے وہ پُراسرار نہیں رہ سکتا۔ یہ جو تم صوفے پر ہاتھ رکھ کر ابھی تک انگلیاں بجا رہے ہو، تو ان انگلیوں کے ذریعے طبلہ بجنے کی آواز ہم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کئی بار سُنی اور تمھاری اس کمزوری کو یاد رکھا۔"

اُس نے ایک دم سے گھبرا کر اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ فوراً ہی مٹھی باندھ لی۔ اپنی انگلیوں کو جکڑ لیا تاکہ طبلہ نہ بجا سکیں۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا "پانی سر سے گزر چکا ہے۔ تم ڈوب چکے ہو، تمھارے سر پر ریوالور کی نال طبلہ بجانے والی ہے۔"

شباتہ نے کہا "وقت ضائع ہورہا ہے۔ یہ اس طرح نہیں بتائے گا اور ہمیں اس کی آواز سن کر کرنا ہی کیا ہے لہٰذا میں مارہی ڈالتی ہوں اسے۔"

یہ کہہ کر اُس نے ریوالور کے ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں کی ایک زوردار آواز ایسے گونجی کہ دونوں سہمی ہوئی عورتیں خوف سے چیخنے لگیں جس کی کنپٹی سے ریوالور لگا ہوا تھا اور کان کے قریب دھماکہ کیا گیا تھا۔ بھلا اِس دھماکے سے وہ بے ہتھیار کیسے نہ چیختا؟ مارے دہشت کے اس کی چیخ نکل گئی۔ "نہیں نہیں۔ مجھے نہ مارو۔ میں نہیں بولوں گا۔ اپنی زبان نہیں کھولوں گا، پلیز! مجھے نہ مارو۔ آہ میں مررہا ہوں۔"

پھر ایک دم سے سناٹا چھا گیا۔ وہ دبلے پھاڑ پھاڑ کر خلا میں تک رہا تھا۔ سوچ رہا تھا کیا وہ زندہ ہے؟ ابھی جو گولی چلی ہے کیا اُس سے کام تمام ہوگیا ہے؟

میں نے اُس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "بلیک شیڈو! تم زندہ ہی ہو ابھی۔"

اُس نے چونک کر اپنے پہریدار کو دیکھا، گویا مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا "تم نے میری ٹیلی پیتھی کا راستہ روکا تھا۔ میں تمھارے دماغ میں پہنچے بغیر تمھیں کیسے مار سکتا ہوں ویسے شباتہ تم نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا۔ اس کی زبان کھلوانے کے لیے اچھا طریقہ آخت یار کیا۔"

بلیک شیڈو نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا "کیا اِس وقت تم واقعی میرے دماغ میں ہو، جو کچھ میں سُن رہا ہوں وہ تمھارا ہی لہجہ ہے؟"

"ہاں، میں فریاد بول رہا ہوں۔ میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے کہ تمھارے ساتھ ضائع کروں۔ مجھے جلد سے جلد تمھارا قصہ پاک کرنا ہے اس کے بعد زندگی کے نئے سفر پر روانہ ہونا ہے۔"

وہ گڑگڑانے لگا "نہیں۔ فار گاڈ سیک مجھے معاف کردو۔ میں تمھیں بہترین دوست ہونے کا ثبوت دے سکتا ہوں۔"

"مجھے ثبوت کی ضرورت کبھی نہیں پڑتی۔ انسان کا چھپا ہوا دماغ میرے سامنے زبان کھولتا ہے۔ تمام ثبوت فراہم کردیتا ہے۔ بلیک شیڈو! میں نے سوچا تھا جب بھی تم ملوگے تمھیں عبرت ناک سزا دوں گا، کتے کی موت ماروں گا لیکن افسوس ایسا نہیں کرسکتا۔ فرشتۂ موت ہم پر مہربان ہے میں یہاں کے قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لوں گا تمھیں یہاں کے حکام کے حوالے کروں گا۔ وہی تمھیں سزائے موت دیں گے۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "میں نے کیا جرم کیا ہے کہ مجھے موت کی سزا ملے گی؟"

"تمھارے خلاف جتنے ثبوت میں فراہم کرسکتا ہوں، کوئی اور نہیں کرسکتا۔ تم نے اپنے تمام سیاہ کرتوتوں کی تفصیل جہاں چھپا کر رکھی ہے وہ سب مجھے معلوم ہوسکتے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر میں تمھارے دماغ سے میں سب کچھ معلوم کرلوں گا۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا "نہیں، تم میرے دماغ میں نہیں جھانک سکتے۔ میں نہیں بتاؤں گا کچھ نہیں بتاؤں گا۔ مجھے مار ڈالو یا خود ہی مرجانے دو۔"

اُس نے اچانک ہی شباتہ پر چھلانگ لگائی مقصد یہ تھا کہ شباتہ اسے گولی مار دے یا وہ ریوالور چھین لے۔ دونوں میں اس کا بھلا تھا۔ ریوالور ہاتھ آجاتا تو وہ اپنے پہرے دار کو گولی مار دیتا۔ گویا کہ مجھے گولی مار دیتا اور شباتہ کو بھی زندہ نہ چھوڑتا لیکن شباتہ نے میدانِ عمل میں ہمیشہ محتاط اور چوکس رہنا سیکھا تھا۔ پھر وہ کامیاب کیسے ہوسکتا تھا۔ وہ ایک طرف ہٹ گئی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ چھلانگ لگاتا ہوا صوفے پر آیا، پھر اُسے لیے ہوئے فرش پر پہنچ گیا۔ میں نے کہا "بے وقوف! تم ریوالور چھین کر مجھے ہلاک کروگے تو تمھارا پہریدار مرے گا میں زندہ ہی رہوں گا۔ وہ گئی شباتہ، اس سے تم خواہ مخواہ اُلجھ رہے ہو۔ یہ صرف واذی قاف کی شہزادی نہیں بلکہ پہاڑوں اور چٹانوں کی پالی ہے۔ اس پر حملہ کرنا تو دور کی بات ہے اُسے تم چھو بھی سکو تو یہ تمھارے لیے اعزاز ہوگا۔"

وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ شباتہ نے ریوالور اس کے سامنے لہراتے ہوئے کہا "مرنا ہی چاہتے ہو تو لو، یہیں بھی مار ڈالو اور خود بھی مرجاؤ۔"

اُس نے لپک کر ریوالور کو اُٹھا لیا۔ بے یقینی سے کبھی ریوالور کو اور کبھی شباتہ کو دیکھنے لگا۔ پھر اُٹھ کر کھڑا ہوگیا، کہنے لگا "میں

جانتا ہوں تم میرے دماغ میں ہو مجھے گولی چلانے کا موقع نہیں دو گے لیکن میں ضرور چلاؤں گا۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور کو مضبوطی سے تھام لیا پھر ٹرائیگر پر انگلی رکھ کر اسے دبایا۔ کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دی۔ ریوالور خالی تھا۔ شباتہ مسکرا رہی تھی۔ اس نے پتھر کی طرح ریوالور کو کھینچ کر مارا۔ وہ بیٹھ گئی۔ وہ اس کی ایک ساتھی عورت کی پیشانی سے جا ٹکرایا۔ وہ چیختی ہوئی چکرا کر گر پڑی۔ میں نے پوچھا "بلیک شیڈو! ابھی شباتہ نے ایک فائر کیا تھا۔" آواز دُور تک گئی ہوگی۔ جو مسلح گارڈ نہ کوٹھی کے باہر ہیں وہ اب تک نہیں آئے۔ کیا وہ تمھارے لیے کوئی خطرہ محسوس نہیں کر رہے ہیں؟"

"میں خود ہی اپنے طریقۂ کار پر پچھتا رہا ہوں جب تک الارم کا بٹن نہ دباؤں اس وقت تک کوئی کوٹھی میں داخل نہیں ہوتا۔ صرف میرے چار مسلح گارڈ میری حفاظت کے لیے ہوتے ہیں تم۔ اس طرح میرے سر پر پہنچ جاؤ گے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ پلیز! ایک بار مجھے دوست بنا کر آزماؤ۔ میں نے سُنا ہے کہ ماسٹر کی نے تمھیں چیلنج کیا ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، تمھاری جگہ میں اس سے ٹکراؤں گا۔ میں معلوم کروں گا، وہ کون ہے اور کہاں پایا جاسکتا ہے؟"

"بلیک شیڈو! صوفے کو سیدھا کرو ..... اور آرام سے بیٹھ جاؤ پہلے میں تمھارے دماغ کو پوری طرح کھنگال ڈالوں، اس کے بعد تمھاری بات کا جواب دُوں گا۔"

اس نے صوفے کو سیدھا کیا پھر اس پر بیٹھتے ہوئے کہا "میں حاضر ہوں ہو جاؤ میرے دماغ کے تہہ خانے میں اگر کم معلوم کرلو۔ لیکن ایک وعدہ کرو، مجھے فرانسیسی حکومت کے حوالے نہیں کرو گے۔"

"یہ تو میں ضرور کروں گا تاکہ تم اُن کی قید میں رہو۔ ہاں، یہ وعدہ کرتا ہوں، ماسٹر کی کے خلاف تم میرے کام آسکو تو تمھیں یہاں کی قید سے نکال کر جہاں چاہو گے پہنچا دوں گا۔"

شباتہ نے پوچھا "فرہاد! کیا یہ ہمیں باتوں میں نہیں اُلجھا رہا؟"

"یہ چاہتا ہے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو پوری طرح کھنگال نہ سکوں۔ بہت سی باتیں راز بن کر رہ جائیں اور میں سطحی طور پر معلومات حاصل کرکے اس سے بچ کر اس کرتے ہوئے کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں۔"

"اگر ہم اس کے ساتھ دیر تک رہیں گے تو کیا یہ کسی نہ کسی طرح اپنے بچاؤ کی صورت نکال سکتا ہے؟"

"میں اس کے دماغ کو بڑی حد تک پڑھ چکا ہوں۔ یہ ہر طرح سے بے بس ہے۔ یہاں سے فرار نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی کسی اور طرح سے اپنے بچاؤ کی تدبیر کر سکتا ہے۔"

بلیک شیڈو نے کہا "فرہاد! انھیں یہ مان لینا چاہیے، جب سے میں انھیں چھیڑ کر چیلنج کر رہا ہوں تب سے میں نے تمھارے کسی ساتھی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ کسی کی جان نہیں لی۔ انھیں چیلنج کرکے پچھتا رہا ہوں بہر حال جب میں نے تمھارے کسی ساتھی کی جان نہیں لی تو تم میری جان کے دشمن کیوں بننا چاہتے ہو؟"

"تم نے میرے ساتھیوں کی جان نہیں لی لیکن جتنے قتل کیے ہیں، جتنے خون خرابے تمھارے ہاتھوں سے اور تمھارے ماتحتوں کے ذریعے ہوئے ہیں وہ تمام مقتول بھی انسان تھے۔ لہٰذا خاموش بیٹھے رہو۔ میں تمھارے دماغ کو پڑھ رہا ہوں۔"

"ایک منٹ۔ پلیز ایک منٹ کی مہلت دو۔ مجھے یہ بتاؤ تم اپنے وطن سے کتنی محبت کرتے ہو؟"

"زبان سے نہیں بتا سکتا۔ میرا دل جانتا ہے میرا خدا جانتا ہے تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ چند پاکستانی نوجوان یہاں دہشت گردی کی ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں اور تمھارے مُلک کے لیے نقصان دہ ثابت ہونے والے ہیں، تو کیا یہ معلومات فراہم کرنے پر مجھ سے کچھ رعایت کر سکتے ہو؟"

"میں نے کب تم سے کہا ہے کہ مجھے معلومات فراہم کرو۔ میں خود تمھاری سوچ کو پڑھ کر ایک ایک بات معلوم کر سکتا ہوں، ناؤ یو شٹ اَپ۔"

میرے شٹ اَپ کہنے کے باوجود وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخ کر کہ صوفے پر سے اچھل کر کھڑا ہُوا پھر فرش پر گر پڑا۔ میں نے کہا "یہ پہلی وارننگ ہے اب تم نے زبان کھولی اور مجھے ڈسٹرب کیا تو اس سے زیادہ اذیت پہنچاؤں گا۔ چلو اب اُٹھ کر صوفے پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ دماغی تکلیف سے دوچار تھا۔ اُس کے اُٹھنے اور صوفے پر بیٹھنے میں زیادہ دیر لگتی۔ میں نے شباتہ سے کہا "میں اس پر ہپناٹزم کو کام سے باہر لے جا رہا ہوں اس کے بعد تم دروازہ بند کر دینا۔ میں کمرے کے اندر آجاؤں گا۔ رسوخی کو بھی لے آؤں گا۔"

میں ہپناٹزم سے باہر لے گیا۔ شباتہ نے دروازے کو بند کر دیا۔ اب وہ ہپناٹزم حیران پریشان چلتے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ یہ سمجھ تو رہا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعے اسے ٹریپ کیا گیا تھا لیکن پریشان تھا کہ وہ زندہ رہتے ہوئے مُردوں کی طرح کہاں گم ہو گیا تھا۔

میں اسے سوچتا ہوا چھوڑ کر رسوخی کے پاس گیا۔ وہ دُوسرے پہرے دار کے دماغ میں موجود تھی۔ اس کے سامنے دونوں گونگے ابھی تک فرش پر بے ہوش پڑے ہُوئے تھے۔ میں نے کہا "رسوخی! انھیں ہوش میں لاکر بجلی چیمبر کے ذریعے چیکر دو۔ انھیں گھن چیکر بناتی رہو پھر میرے پاس چلی آنا۔ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔"

میں پھر بلیک شیڈو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ چُپ چاپ بیٹھا سوچ رہا تھا "کیا فرہاد اس پہرے دار کے جسم کے ساتھ باہر چلا گیا ہے؟ اگر

چلا گیا ہے تو واپس کیسے آئے گا؟ کیا براہِ راست میرے دماغ میں پہنچ جائے گا۔ شباتہ ابھی کمرے میں تنہا ہے کیا میں پھر اس پر غالب آنے کی کوشش کروں؟"

"کیا میں پھر تمھارے ذہن کو جھٹکا پہنچاؤں؟"

اپنے دماغ میں میرے لہجے کو محسوس کرتے ہی وہ کانپ گیا جلدی سے کہنے لگا "نہیں نہیں۔ میں تو بس یُونہی سوچ رہا تھا اب میں چُپ رہوں گا۔"

وہ چُپ رہا اور میں اس کے دماغ کو پڑھتا رہا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک معلومات حاصل کرتا رہا۔ اس کے جرائم کی بڑی لمبی فہرست تھی۔ چونکہ اب مجھے ایسے لوگوں سے رابطہ نہیں رکھنا تھا نہ دوستی کرنی تھی نہ دشمنی لہٰذا میں نے اُن اہم وطنوں کے متعلق معلوم کیا جو وہاں دہشت گردی کی تربیت حاصل کر رہے تھے۔

تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے اعلیٰ پی پی سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے کہا "ہماری فہرست سے خارج ہونے والے دشمنوں میں آخری دشمن بلیک شیڈو رہ گیا تھا، اب وہ بھی میرے شکنجے میں ہے۔ فرانسیسی حکام سے رابطہ قائم کرو اور بلیک شیڈو کو اُن کے حوالے کر دو۔"

میں نے بلیک شیڈو کی کوٹھی کا پتا بتایا اور یہ بھی بتایا کہ شباتہ وہاں موجود ہے اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا۔ میں اسے سمجھا بجھا کر وادی میں واپس جانے پر آمادہ کر لوں گا۔"

"فرہاد! تم کہاں ہو، مجھے تو بتاؤ؟"

"ابھی تک لبنان میں ہوں۔ تمھیں فرانسیسی نمائندوں کے ساتھ وادی میں جانا چاہیے، وہاں تمھاری موجودگی لازمی ہے۔ بہر حال وہاں کی حکومت کے اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کرو، انھیں بلیک شیڈو تک پہنچاؤ لیکن تم خود نہ جانا کیونکہ اب میری ٹیم کا کوئی فرد ان، پرانے دشمنوں کی طرف رُخ نہیں کرے گا۔"

میں نے اس سے جھوٹ کہہ دیا تھا کہ لبنان میں ہوں۔ اگر اسے پیرس میں میری موجودگی کا علم ہوتا تو وہ میرے پیچھے دوڑی چلی آتی۔ اعلیٰ پی پی کو نئے اور پرانے سبھی دشمن پہچانتے تھے۔ اس کے ذریعے وہ مجھ تک پہنچ سکتے تھے۔ پھر میرے قریب رہنے سے بہتر تھا کہ وہ وادی میں رہتی۔

میں نے بلیک شیڈو کے دماغ میں پہنچ کر کہا "اب صوفے پر سے اٹھو اور اپنے مخصوص لب لہجے میں کوٹھی کے باہر پہرہ دینے والوں کو مخاطب کرو۔ اُن سے کہو وہ اپنے تمام ہتھیار ایک جگہ ڈھیر کر دیں۔ پولیس کی ایک بھاری جمعیت کوٹھی کا محاصرہ کرنے والی ہے لہٰذا کوئی مقابلہ کرنے کی حماقت نہ کرے۔"

وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر شباتہ کی طرف منہ کرکے گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگا "نہیں فرہاد نہیں۔ پولیس والوں کو یہاں نہ بھیجو۔ قانون کے محافظوں کو میرا پتا نہ بتاؤ۔ دیکھو دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ ہم چاہیں تو ہماری دوستی ممکن ہو سکتی ہے۔"

شباتہ نے کہا "میں فرہاد نہیں شباتہ ہوں، تم میری طرف ہاتھ جوڑ کر کیوں گڑگڑا رہے ہو؟"

وہ فوراً ہی دُوسری طرف پلٹ گیا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ فرہاد کہاں ہے بس طرف منہ کرکے وہ فریاد کرے۔ میں جبراً اسے اس میز کی طرف لے گیا جہاں اس کی مخصوص ساؤنڈ ریکارڈنگ اور ساؤنڈ براڈ کاسٹنگ مشین رکھی ہُوئی تھی۔ میں نے کہا "چلو اس طرح بولو جس طرح اپنی آواز ہم تک پہنچایا کرتے تھے۔"

وہ اتنی آسانی سے میری بات نہیں مان سکتا تھا۔ اسے پھر ایک دماغی جھٹکا پہنچایا تو وہ تڑپ کر چیخنے لگا۔ نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہنے لگا "خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔"

"جو کہہ رہا ہوں اُس پر عمل کرو۔ اپنے آدمیوں کو ہتھیار پھینکنے کے لیے کہو۔"

آخر اس نے اسے مجبور کر دیا۔ وہ مشین کو آپریٹ کرنے لگا تب میری سمجھ میں آیا کہ وہ کس طرح اپنی ہی آواز کو اپنی خود ساختہ مشین کے مراحل سے گزار کر بدل دیا کرتا تھا۔ اس کے اس طریقۂ کار کو میں پہلے بیان کر چکا ہوں لیکن میری طویل داستان کا تقاضا ہے کہ نئے قارئین کے لیے بھی اہم باتوں کو ضرورتاً دوبارہ بیان کر دوں۔

بلیک شیڈو کے طریقۂ کار کو سمجھنے کے لیے آواز کے سفر کو سمجھنا ہوگا۔ آواز منہ سے نکلتی ہے، ماتک سے گزرتی ہے اور اسپیکر کے ذریعے نشر ہوتی ہے۔ ہر آواز ماتک سے لے کر لاؤڈ اسپیکر تک گزرتے گزرتے مختلف تبدیل ہو جاتی ہے مثلاً ساؤنڈ ریکارڈنگ مشین کے ذریعے آواز کی رفتار کو تیز کیا جا سکتا ہے۔

بلیک شیڈو نے صدا بندی کے سلسلے میں کچھ نئے تجربات کیے تھے۔ وہ یہ کہ اسپیکر تک اپنی آواز پہنچانے کے دوران مختلف آلات نصب کیے تھے جب وہ ماتک کے سامنے بیٹھ کر بولتا تو اس کی آواز مختلف آلات سے ٹکراتے ہوئے اپنے لب لہجہ میں کمی بیشی کرتے ہوئے آواز کے ٹیمپو میں ذرا سا تاثر چڑھاؤ پیدا کرکے اسپیکر تک پہنچتی تھی۔ اس طرح وہ آواز جو ماتک کے پاس کچھ ہوتی تھی، اسپیکر تک پہنچتے پہنچتے کچھ اور ہو جاتی تھی۔

اب میں بلیک شیڈو کے دماغ میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ ماتک کے سامنے بیٹھا ہوا بول رہا تھا۔ اس کی اصل آواز اور لب لہجہ اسپیکر تک پہنچتے پہنچتے بڑی حد تک تبدیل ہو رہا تھا۔ اگر میں اس کے دماغ میں نہ پہنچ پاتا اور پہلے کی طرح اسے تلاش کرتا رہتا اور اس کی آواز سُنتا تو اسی طرح چکرا کر نہ رہ جاتا۔ اس کے لب و لہجے اور آواز کو گرفت میں لے کر کبھی اصل آواز والے تک نہ پہنچ سکتا کیونکہ اس کی آواز اور لب و لہجہ مختلف آلات کی پیداوار تھا جو اسپیکر سے خارج ہو رہا تھا۔

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "بلیک شیڈو کے دماغ کو کھنگال کر اچھی طرح معلوم کر چکا ہوں۔ یہ اُن سائنسدانوں میں سے ایک ہے جو فضا میں بکھری ہوئی آوازوں کو کیچ کرنے کا تجربہ کر رہے ہیں۔"

"کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک سائنسدان اتنا بڑا مجرم بن گیا۔"

"کچھ لوگ جب کسی غیر معمولی تکنیک پر عمل کرنا سیکھ جاتے ہیں تو جرائم کی طرف مائل ہو جاتے ہیں ویسے عادتاً ایک آدمی جس راستے سے جاتا ہے اسی راستے سے واپس بھی چلا آتا ہے۔ اگر ایک سائنسداں مجرم بن سکتا ہے تو وہی مجرم انسانیت کی بھلائی کے لیے سائنسداں بن سکتا ہے۔ اگر فرانسیسی حکومت کو اس کے بارے میں مکمل رپورٹ سُنا کر سفارش کی جائے کہ فی الحال اس پر مقدمہ نہ چلایا جائے کہیں نظر بند رکھا جائے۔ اس کے علم اور اس کی صلاحیتوں سے استفادہ کیا جائے۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "اگر فرانسیسی حکومت استفادہ کرے گی تو ہمیں کیا ملے گا۔ کیا ہم اسے بابا صاحب کے ادارے تک محدود کر کے اس کی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے؟"

"اٹھا سکتے ہیں لیکن یہ کسی حکومت کے زیرِ اثر رہے گا۔ قانون کی پابندیاں رہیں گی۔ ہم اس کے پیچھے سر نہیں کھپائیں گے۔ حکومت اس سے نمٹ لے گی جب وہ کوئی بڑا کارنامہ انجام دے گا۔ اور اس سے ہمیں فائدہ پہنچنے والا ہو گا تو بلیک شیڈو کا دماغ مجھ سے کتنی دُور ہو گا۔ پلک جھپکتے ہی میں اس کے دماغ سے وہ ساری صلاحیتیں نچوڑ کر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دُوں گا۔"

اس وقت تک وہاں کے پولیس والوں نے کوٹھی کا محاصرہ کر لیا تھا۔ میں نے رسونتی سے کہا۔ "میں نے تمہیں گہری نیند سے جگایا اور جس کام سے لگایا ہم اس میں کامیاب رہے۔ اب تم اپنی نیند پوری کر سکتی ہو۔"

"اب نیند نہیں آئے گی۔ کچھ اپنے متعلق تو بتاؤ۔ سونے سے پہلے سُنا تھا، لبنان کے ساحلی علاقے کے کسی قلعے میں ہو۔ وہاں بڑے ہنگامے ہوئے۔ اب پتا چلا پیرس میں بلیک شیڈو کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ چلو اچھا ہوا۔ اس بلیک شیڈو کا قصہ بھی ختم ہو گیا۔ کیا تم پیرس میں ہو؟"

میں رسونتی سے چھپا نہیں رہ سکتا تھا۔ کسی وقت وہ خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرنے کے دوران پیرس کے ماحول کو سمجھ سکتی تھی۔ میں نے کہا۔ "پیرس میں ہوں لیکن یہ بات کسی سے نہ کہنا۔ یہ تمہارا حکم سر آنکھوں پر۔ کسی سے نہیں کہوں گی۔ کیا شبانہ وہیں رہے گی؟"

"میں اسے سمجھا کر جلد سے جلد وادیٔ قاف بھیجنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ بڑی محبت سے بولی۔ "فرہاد! تم کیوں نہیں آتے؟ میں اپنے سوال کا جواب جانتی ہوں پھر بھی پوچھ رہی ہوں۔"

"میں تنہا بھٹکنے والا آدمی ہوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ دیر رہتا ہوں کسی مہم میں شریک رہتا ہوں، پھر اُن سے دور چلا جاتا ہوں لیکن اس بار ایسی بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"مجھے وادیٔ قاف سے صرف اس لیے دلچسپی ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک اچھی پناہ گاہ مل رہی ہے خصوصاً تمہیں اور بچوں کو اطمینان رہے گا۔ میں بھی مطمئن رہوں گا۔ سچ پوچھو تو مجھے کوئی نئی مملکت قائم کرنے سے دلچسپی نہیں ہے۔ یہ سارا کام یہ ساری ذمہ داریاں اعلیٰ بی بی سوفیا، مرجانہ اور تم سب مل کر سنبھالو گی۔ میں وادی سے باہر اس لیے بھی رہنا چاہتا ہوں کہ ایک نئے دشمن ماسٹر کی نے چیلنج کیا ہے۔ ہمیں یہ سمجھنا ہو گا کہ یہ پرانے دشمن جو شطرنج کی چال آگے بڑھاتے بڑھاتے پیچھے ہٹ گئے ہیں تو اس میں کیا مصلحت ہے۔ کیا ماسٹر کی ان کا کوئی خاص آلۂ کار ہے؟ ان کا پردہ ہے؟ یا بذاتِ خود ایسی بلا ہے جو نہ جانے کب تک ہم سے چمٹی رہے گی۔ نئے دشمنوں کو سمجھنے کے لیے مجھے تنہا بھٹکنے دو۔ میں سوفیا کو وادی سے باہر بلانا چاہتا تھا۔ اب میں نے ارادہ بدل دیا ہے اس سے کہو، وہیں رہے میں بعد میں اس سے رابطہ قائم کروں گا۔"

بلیک شیڈو کے دماغ نے ہولے سے پوچھا۔ "فرہاد صاحب! کیا آپ موجود ہیں؟" وہ معلوم کرنا چاہتا تھا، میں ہوں یا نہیں؟

میں اتفاقاً اسی وقت اس کے دماغ میں پہنچا تھا۔ میں نے کہا۔ "موجود ہوں، تم کوئی شرارت کرنے کے متعلق نہ سوچو یہ تمہارے لیے بہتر ہو گا۔"

رسونتی جا چکی تھی۔ پولیس والے کوٹھی کے اندر جا چکے تھے۔ ایک آفیسر خواب گاہ کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "مسٹر فرہاد! اگر آپ موجود ہیں تو ہمارے لیے دروازہ کھول دیجیے۔"

شبانہ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ پھر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "یقیناً اعلیٰ بی بی نے میرے متعلق بتایا ہو گا۔"

"جی ہاں، کیا فرہاد صاحب بھی موجود ہیں؟"

میں نے بلیک شیڈو کی زبان میں کہا۔ "ہاں، میں اس کی زبان میں بول رہا ہوں، آپ اسے حراست میں لے لیں میں اُن تمام مقامات کی نشاندہی کر رہا ہوں جہاں سے آپ کو اس کے خلاف دستاویزی ثبوت مل سکتے ہیں۔"

میں نے اس آفیسر کے ساتھ پندرہ منٹ صرف کیے تمام دستاویزی ثبوت فراہم کر دیے۔ ایک خفیہ تجوری سے اس کے خلاف جو مواد دستیاب ہوا اس میں سے دو کیسٹ میرے کام کے تھے۔ پھر میں نے آفیسر سے کہا۔ "آپ شہزادی شبانہ کو اپنے ساتھ لے جائیں، یہ جہاں جانا چاہیں وہاں چھوڑ دیں۔ مہربانی ہو گی۔"

"فرہاد صاحب! آپ شرمندہ کر رہے ہیں ہم تو آپ کے خادم ہیں۔ ہم شہزادی صاحبہ کو نہایت عزت و احترام سے لے جائیں گے۔"

میں نے شبانہ سے کہا۔ "آفیسر کے ساتھ جاؤ۔ میں پیرس آرٹ گیلری کے سامنے والے پارک کے مین گیٹ کے پاس کار میں بیٹھا ہوا ہوں گا۔"

میں نے اُسے کار کا رنگ اور نمبر بتلائے اس کے بعد دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آفیسر کے ساتھ کوٹھی سے باہر آ کر اس کی گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔ جب گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے لگی تو جیسے ایک قافلہ روانہ ہوا۔ اُس کے آگے پیچھے کئی گاڑیاں تھیں۔ ان گاڑیوں میں بلیک شیڈو اپنی ساتھی عورتوں اور تمام ماتحتوں کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔

میں نے شبانہ کے ذہن سے آفیسر سے کہا۔ "آج ایک بہت بڑا مجرم آپ کے ہاتھ آیا ہے یقیناً یہ بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ اب تک جانے کتنے بڑے بڑے مجرموں کو پولیس کے کامیاب آپریشن کی اطلاع مل چکی ہو گی۔ ابھی ان کی نظروں ہم پر ہوں گی۔ اگر میں کہیں راستے میں اُتر جاؤں تو کیا مجرموں کی نظر میں نہیں آ جاؤں گی؟"

آفیسر نے کہا۔ "میرا خیال ہے مجرموں کو یہ نہیں معلوم ہے کہ بلیک شیڈو نے آپ کو حراست میں رکھا تھا اور اس وقت آپ میرے ساتھ سفر کر رہی ہیں۔ ہم ابھی اس قافلے سے جُدا ہو جائیں گے۔ کسی اسنیک بار کے سامنے گاڑی روک کر کافی پئیں گے۔ اگر کوئی ہماری نگرانی کر رہا ہو گا تو پتا چل جائے گا۔ اور پتا نہ بھی چلے تو نگرانی کرنے والے یہی سمجھیں گے کہ اس پولیس آفیسر کی کوئی گرل فرینڈ ہے جس کے ساتھ وہ گھوم رہا ہے۔"

اس نے اپنی گاڑی اس قافلے سے جدا کر لی دوسرا راستہ اختیار کیا۔ شبانہ نے کہا۔ "میں کسی اسنیک بار سے کافی پینے کے بعد آرٹ گیلری کے سامنے والے پارک میں جاؤں گی۔"

"آپ جہاں چاہیں گی پہنچا دوں گا۔"

میں نے شبانہ کے ذہن سے سوال کیا۔ "کیا آپ ماسٹر کی کے متعلق کچھ جانتے ہیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "آپ میرا امتحان لے رہی ہیں۔ بھلا ماسٹر کی کے متعلق کون نہیں جانتا؟"

شبانہ نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا واقعی؟ آپ ہمیں بتائیں پلیز ہم اس کے متعلق بہت کچھ جاننا چاہتے ہیں۔"

"شہزادی صاحبہ! کیا آپ مذاق فرما رہی ہیں یا واقعی سنجیدہ ہیں؟ بھئی ماسٹر کی کے متعلق کیا جاننا ہے۔ ماسٹر کی اس چابی کو کہتے ہیں جس سے تمام تالے کھولے جا سکتے ہیں۔"

شبانہ نے ایک گہری سانس لی۔ میں نے بھی سر پیٹ لیا۔ پھر شبانہ کے ذریعے کہا۔ "میں اس ماسٹر کی کے متعلق پوچھ رہی ہوں، جو اپنے آپ کو ایک بہت پُراسرار مجرم کہتا ہے اس نے فرہاد کو چیلنج کیا ہے۔"

"آفیسر نے کہا۔ "تعجب ہے۔ میری معلومات کے مطابق ایسا کوئی مجرم نہیں ہے جو خود کو ماسٹر کی کہتا ہو۔"

وہ ایک اسنیک بار کے سامنے رُک گئے۔ شبانہ نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "کیا تم موجود ہو؟"

"میں تمہارے پاس ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے تمہارے پاس پہنچنے میں دیر ہو رہی ہے اور تمہیں انتظار کرنا پڑ رہا ہے۔"

"مصلحت اندیشی یہی ہے تمہیں بہت محتاط رہ کر دشمنوں کی عدم موجودگی سے مطمئن ہو کر میرے پاس آنا چاہیے۔ خواہ کتنی ہی دیر ہو، میں انتظار کرتا رہوں گا۔"

زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا، وہ پیرس آرٹ گیلری کے سامنے گاڑی سے اُتر گئی۔ آفیسر نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ پارک کی طرف آ رہی تھی۔ میں اپنی کار سے اُتر کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی تنہائی کا یقین کرنے لگا۔ تم صحیح سمت آ رہی ہو۔ میں نیلے رنگ کی کار کے پاس کھڑا ہوا ہوں لیکن تم مجھے پہچان نہیں سکو گی۔"

"کیا تم میک اَپ میں ہو؟"

"بظاہر ہے، میں اصلی چہرے کے ساتھ اتنی آزادی سے نہیں گھوم سکتا۔"

وہ باتوں کے دوران میری کار کے قریب آ گئی۔ مجھے دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ میں بھی اسے گم صم ہو کر دیکھنے لگا۔ ایک طویل عرصے کی شناسائی تھی لیکن پہلی بار آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ پیرس روشنیوں کا شہر ہے۔ یہاں کبھی رات نہیں ہوتی شاید اس لیے نہیں ہوتی کہ دیکھنے والی آنکھیں جشنِ کو پوری تفصیل سے دیکھ سکیں۔

الف لیلیٰ داستانوں میں کوہ قاف کی حسین پریوں کے متعلق پڑھا تھا۔ پڑھنے کے دوران اُن پریوں کا تصور بھی کیا تھا لیکن تصور میں دیکھنا اور زندہ تصویر کو سر سے پاؤں تک دیکھنا اور بات ہے۔ کیا معلوم تھا کہ کوہ قاف کی ایک حسین پری میرے نام بھی رکھی گئی ہے۔

میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ وہ فوراً ہی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "رُک جاؤ۔ میں کیسے یقین کروں کہ اپنی منزل کے سامنے ہوں؟"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ میں تمہارے دماغ میں پہنچ کر تمہارے سامنے اپنی موجودگی کا یقین دلا رہا ہوں۔"

اس نے جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا، لیکن مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے بارہا سوچا تھا جب بھی میرا سامنا ہو گا تو وہ دوڑتے ہوئے گی اور بڑے پیار سے مجھ میں جذب ہو جائے گی لیکن ملاقات یوں ہو رہی تھی کہ میں وہاں وہ اس کا تھا، مگر اجنبی سا تھا۔

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "دنیا کی ہر چیز اپنی مخصوص شکل سے اور ہر آدمی اپنے ذاتی چہرے سے پہچانا جاتا ہے تمہیں رفتہ رفتہ مجھ پر اعتماد ہو گا۔ فی الحال اتنا اعتماد تو ہے کہ میرے ساتھ چل سکتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تمہارے ساتھ ہی چلنے آئی ہوں۔"

ہم اگلی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اس کا رخ کی طرف روانہ ہوا جسے ڈاکٹر شیفرڈ نے میرے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ اُس نے پوچھا۔ "کہاں چلے ہو؟"

"اگر ہم کہیں نہ رکیں صرف چلتے ہی رہیں تو کیا تھک جاؤ گی؟"

"میں آخری سانس تک چلتی رہوں گی مگر تمہارے متعلق جانتی ہوں، چلتے چلتے ساتھ چھوڑ دیتے ہو۔ کتنی بے چارگیاں آج بھی تمہاری راہ تک رہی ہوں گی۔ اُن بے چارگیوں کو تو چھوڑ دو جن کی سب سے زیادہ اہمیت ہے، سونیا اور رسونتی، اُن کے ساتھ تم کتنی دیر تک چلتے رہو گے؟"

"میں حالات سے مجبور ہوں۔"

"حالات سے نہیں اپنے مزاج سے مجبور ہو۔"

"میرے مزاج کو سمجھتے ہوئے بھی شریکِ حیات بننا چاہتی ہو؟"

"ہم لڑکیاں بچپن سے اپنے قبیلوں میں ایسے ہی مردوں کو دیکھتی ہیں اور پسند کرتی ہیں جو شاعر نہیں ہوتے شہ زور ہوتے ہیں۔ مزاج کے سخت ہوتے ہیں۔ وہ عورت کو صرف پھولوں کی سیج پر ساتھ نہیں رکھتے، میدانِ جنگ میں بھی ساتھ رکھتے ہیں۔ جب اس سے دُور جاتے ہیں تو لپٹ کر پوچھتے تک نہیں خط لکھنا تو الگ، لوگ جانتے ہی نہیں، جو جانتے ہیں وہ دو حرف لکھنے کی زحمت نہیں کرتے لیکن ہم طعن نہیں کرتیں ہم کہ ہمارا شہ زور جہاں بھی گیا ہے ہمارے ہی پاس آئے گا۔ ہم اپنے محبوب اپنے شوہر میں اپنے باپ کی جھلک ضرور دیکھنا چاہتی ہیں۔ میں چاہتی ہوں تم میرے بابا کی طرح ستر شادیاں کرو۔"

"اوہ مائی گاڈ! اس کے لیے مجھے دوبارہ پیدا ہونا پڑے گا۔"

ہم کاٹیج کے سامنے پہنچ گئے۔ گاڑی سے اُتر کر اسے لاک کیا۔ پھر کاٹیج کے مقفل دروازے کو کھول کر اندر پہنچے۔ وہ نہایت سلیقے سے آراستہ کیا گیا تھا۔ ایک نظر ڈالتے ہی وہاں ضرورت کی تمام چیزیں نظر آئیں۔ کچن میں بھی کھانے کا کافی سامان موجود ہو گا۔ میں نے کہا۔ "جمع ہونے والی ہے میں نے پچھلے دن دوپہر کو سی سرنٹ کی فیملی کے ساتھ کھانا کھایا تھا اس کے بعد کھانے کا موقع ہی نہیں ملا۔"

"مائی گڈنس، میں ابھی تمہارے لیے کچھ تیار کرتی ہوں۔ آؤ ذرا کچن میں چل کر دیکھیں۔"

ہم کچن میں پہنچے۔ وہاں کھانے کا سبھی سامان موجود تھا۔ میں نے کہا۔ "میں صرف تمہارا کانہیں نیند کا مارا بھی ہوں۔ لہٰذا کچھ پکانے کا تکلف نہ کرو۔ ڈبے کا کھانا گرم کر لو۔ اس وقت وہی چلے گا۔"

وہ بھی پچھلے دن سے بھوکی تھی۔ قید کے دوران خصتے سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ ہم کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ اس دوران وہ بار بار مجھے دیکھتی رہی جب نظر ملتی تو فوراً ہی نظریں جھکا لیتی یا مسکرا کر کہتی۔ "وادی میں تمہاری ایک تصویر میں نے چھپا کر رکھی ہے وہی چہرہ تلاش کر رہی ہوں۔ اگر تمہارے چہرے پر یہ نقاب عارضی ہے تو اُتار دو۔ کل پھر میک اپ کر لینا۔ میں تمہیں جی بھر کے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"میرے بس میں ہوتا تو تمہاری خواہش پوری کر دیتا۔ چہرے پر عارضی پلاسٹک سرجری ہے، اسے سرجری کے ماہرین صرف آدھے گھنٹے کے اندر تبدیل کر سکتے ہیں لیکن ہم تم نہیں کر سکتے۔ یہ سراسر سامان یا فلمی شعبے کا میک اپ نہیں ہے کہ چلتے پھرتے چہرہ تبدیل کیا اور جب چاہا اپنے اصلی رُوپ میں آ گئے۔"

"ایک وعدہ کرو۔ جب تک تمہارا اصلی چہرہ نہ دیکھ لوں اس وقت تک تم مجھے وادی میں جانے کے لیے نہیں کہو گے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ پتا نہیں مجھے کب تک اس چہرے کے ساتھ رہنا ہو گا۔ جانے کب تک پرانے دشمنوں کو آزماتے رہنا ہو گا۔ آئندہ وہ ہمارے راستے براہِ راست یا بالواسطہ آ سکتے ہیں مجھے احتیاطاً چھُپ کر رہنا ہو گا اور چھُپنے کا یہی مناسب طریقہ ہے۔ میں تمہارے سامنے ہوں مگر تمہارے سامنے نہیں ہوں۔"

اچانک حدیقہ یاد آ گئی۔ وہ بھی میرے سامنے تھی مگر نہیں تھی وہ میری زندگی میں بڑے ہی انوکھے انداز سے آئی تھی۔ اُس کی یاد آتے ہی دل اُس کی طرف کھنچتا جاتا تھا اور میں یقین سے کہتا ہوں جب بھی وہ یاد آیا کرے گی مجھے ایسے طلسم کدے میں پہنچا دے گی جہاں خواب حقیقت ہوتے ہیں، اور حقیقت خواب خواب سی ہوتی ہے۔

اگر میں شبانہ کو ایسے ہی انوکھے انداز سے متاثر کرتا تو وہ بھی سب کچھ پا کر کچھ نہ پاتی۔ اور کچھ نہ پانے کا خیال آتا تو دماغ کہتا کہ اس نے سب کچھ پا لیا ہے جو حقیقت ہو گی وہ خواب کی طرح محسوس ہوتی رہے گی۔ جب تک میں اصلی رُوپ میں دوبارہ اسے نہیں ملوں گا، اس وقت تک وہ ایسی ہی بھول بھلیوں میں بھٹکتی رہے گی اور اپنے آپ سے پوچھتی رہے گی، "جسے پالیا تھا وہ جنہی تھا یا اپنا؟"

لڑکیاں بڑی محتاط ہوتی ہیں۔ زندگی میں پہلی بار کسی کے لیے پیار کا دروازہ کھولنے سے پہلے اسے اچھی طرح جانچ پرکھ لیتی ہیں، پہچان لیتی ہیں اور شبانہ میری ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہچان ہی تھی۔ بگ چہرے سے شناسائی حاصل نہیں ہو رہی تھی اس لیے وہ محتاط تھی۔ آرٹ گیلری کے سامنے اس نے ایک بار اپنا ہاتھ مجھے پکڑایا تھا۔ اس کے بعد پھر موقع نہیں دیا۔ بڑی محبت اور بھرپور اپنائیت سے ملنے کے باوجود مجھ سے دُور دُور رہی۔

میں بہت عرصے کے بعد بڑے اطمینان، بڑی بے فکری سے تمام دن سوتا رہا۔ شام کے چھ بجے بیدار ہوا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا پھر شبانہ سے کھانے کے لیے پوچھا، اس نے کہا۔ "ڈائننگ ٹیبل پر چلے آؤ۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے پکایا ہے۔"

کھانے کے دوران میں نے کہا۔ "وادی میں سونیا، رسونتی اور مرجانہ ہیں۔ اعلیٰ بی بی وہاں پہنچ گئی ہو گی۔ تمہیں بھی وہاں رہنا چاہیے تاکہ وادی کو نئے سرے سے منظم کرنے کے سلسلے میں تم اُن کے ساتھ بھرپور تعاون کر سکو۔"

"مجھے وادی کے انتظامی اُمور سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی میں اس سلسلے میں کوئی تجربہ رکھتی ہوں۔"

"دماغ تو رکھتی ہو، تم ذہین ہو اور جنگجو طبیعت کی مالک ہو۔ وہاں دشمنوں سے نمٹنے کے لیے تمہاری موجودگی ضروری ہے۔"

"میں بحث نہیں کروں گی لیکن ایک وعدہ کرو۔ جب بھی تم اپنا چہرہ تبدیل کرنے جاؤ گے اور اصلی رُوپ میں آؤ گے تو سب سے پہلے مجھے بلاؤ گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں سب سے پہلے تمہیں اپنے پاس بلاؤں گا۔"

میں نے ڈائننگ ٹیبل کے پاس سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "کھانے کے بعد مجھے چائے اچھی لگتی ہے۔"

"ابھی لاتی ہوں۔"

میں ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گیا۔ دنیا کی مشہور شخصیتیں کبھی گمنام نہیں رہتیں اور نہ ہی گوشہ نشینی اختیار کر سکتی ہیں۔ اُن کے انٹرویو، اُن کے بیانات، ان کی تصویریں اخبارات میں اور رسائل میں آئے دن شائع ہوتی رہتی ہیں پھر ٹی وی کے ذریعے انھیں دیکھا جاتا ہے۔ ریڈیو کے ذریعے ان کی آوازیں سُنی جاتی ہیں۔ اسی طرح میں بھی انھیں دیکھتا، سنتا اور پڑھتا رہتا ہوں۔ اور کسی وقت بھی اُن کے دماغوں میں پہنچ سکتا ہوں۔ اسی طرح میں فرانسیسی حکومت کے ایک اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو اسے یقین نہیں آیا۔ مجھے یقین دلانا پڑا تب اس نے کہا۔ "سر! یہ میری عزت افزائی ہے کہ آپ میرے پاس آئے ہیں فرمایئے حکم دیجیے۔"

"جیسا کہ آپ کو علم ہے شہزادی شبانہ پیرس میں ہیں۔"

"یہ بھی ہماری عزت افزائی ہے اگر تمہیں شہزادی صاحبہ کی نیرانی کا شرف حاصل ہو جائے تو....؟"

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ "ابھی پرانے دشمنوں کے لگائے ہوئے زخم بھر رہے ہیں۔ اور نئے دشمنوں کے زخم لگنے والے ہیں۔ ان حالات میں شہزادی شبانہ کا منظرِ عام پر آنا مناسب نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں جب آپ کے اعلیٰ افسران ٹی ڈاف میں جائیں تو اپنے ساتھ شہزادی کو بھی لے جائیں۔"

"ضرور، ہم ضرور انہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

"اعلیٰ بی بی کے ساتھ آپ کی حکومت کے چند اہم افراد یہاں سے جا چکے ہیں، آپ لوگوں کا دوسرا ہیلی کاپٹر کب جائے گا؟"

"ہم کل صبح کچھ ضروری سامان لے کر جا رہے ہیں۔ ٹارٹر غبا اور مادام رسونتی نے وہاں ایئر پورٹ بنانے کی اجازت دے دی ہے۔ اس سلسلے میں کل سے ہمارے ہیلی کاپٹروں میں دو چکر ضرور لگا یا کریں گے۔"

"کل شہزادی یہاں سے جائے گی؟"

"ہم اُن کے لیے ایک خصوصی ہیلی کاپٹر یہاں سے روانہ کریں گے مگر اُن سے ملاقات کہاں ہو گی؟"

"کل صبح دس بجے شہزادی شبانہ پیرس آرٹ گیلری کے سامنے موجود رہیں گی جہاں پچھلی رات تمہارے ایک افسر نے انھیں پہنچایا تھا۔"

خیال خوانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ شبانہ میرے لیے چائے لائی تھی۔ میں نے بتایا کل صبح دس بجے وہ جا رہی ہے۔ وہ ایک دم سے اداس ہو گئی۔ میں نے اس کی اُداسی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "میں ضروری خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔ ایک گھنٹے بعد تم چاہو تو تفریح کے لیے باہر چل سکتے ہیں لیکن تمہیں چہرے پر ہلکا سا میک اپ کرنا ہو گا تاکہ یہاں شہزادی کی حیثیت سے نہ پہچانی جا سکو۔"

میں چائے کی چُسکی لیتا ہوا بلیک شیڈو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میرا مقصد اس سے چھیڑ چھاڑ کرنا نہیں تھا نہ ہی میں اپنے معاملات میں اُسے زیادہ لانا چاہتا تھا صرف اس کے دماغ سے اُن پاکستانیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا جو دہشت گردی کی تربیت حاصل کر رہے تھے۔

میں نے پولیس والوں کو اس کے خلاف تمام دستاویزی ثبوت لے جانے کا موقع دیا تھا لیکن وہ دو کیسٹ اپنے پاس رکھ لیے تھے، جن کے ذریعے دہشت گردوں کے ٹھکانوں میں پہنچ سکتا تھا۔ بلیک شیڈو نے بتایا کہ فلاں کیسٹ میں فلاں کی آواز ریکارڈ کی گئی ہے۔

میں نے وہ کیسٹ نکالا، اسے ریکارڈر میں لگایا پھر اس میں سے ابھرنے والی آواز کو سننے لگا۔ چند لمحوں کے بعد میں نے ریکارڈ کو آف کر دیا۔ اب میں ایک پاکستانی کرنل اشرف کریم کے دماغ میں تھا۔

دہشت گردی کیا ہے؟ دہشت گرد کون لوگ ہوتے ہیں؟ قارئین، اس سے پہلے کہ میں اپنی داستان کے نئے موڑ پر نئے باب کا اضافہ کروں آپ سے دہشت گردی کے متعلق اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ میری داستان کے پسِ منظر کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ انگریزی میں ایک مقولہ ہے "ون پرسنز ٹیرر از دسٹ از این آور سائٹ پرسنز ہیرو؟" یعنی جو ایک کے لیے دہشت گرد ہوتا ہے وہی دوسرے کے لیے ہیرو بن جاتا ہے۔ یہ بات ایسی ہی ہے جیسے کوئی اپنے ملک میں حکومت تبدیل کرنے کے لیے تحریک چلائے تو باغی یا تخریب کار کہلائے لیکن جو لوگ تبدیلی لانا چاہتے ہیں ان کی نظروں میں وہی

تخریب کار ہیرو یا لیڈر کہلائے گا۔

سیاست میں جتنی باتیں بنائی جاتی ہیں اتنی کسی اور شعبے میں نہیں بنائی جاتیں۔ اسی طرح مذاہب میں جس طرح مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اتنی کسی اور مذہب کے لیے نہیں کی جاتی۔ صاف ظاہر ہے کہ اسلام غیر مسلموں کی نظروں میں زیادہ کھٹکتا ہے۔ اس کی تازہ ترین مثال یہ ہے کہ ٹی ڈیلیوا سے کی پرواز ہائی جیک ہونے کے بعد امریکہ نے بیروت ایئرپورٹ کا بائیکاٹ کیا تھا اور ہائی جیک کرنے والوں کے لیے مسلمان دہشت گرد کی اصطلاح استعمال کر رہا تھا جبکہ یورپ سے امریکہ تک دہشت پھیلانے والے عیسائیوں کا کوئی شمار نہیں ہے۔ پولینڈ اور چلی میں حکومت کے خلاف تخریبی کارروائی کرنے اور دہشت پھیلانے والوں کو ہمیشہ کیتھولک چرچ میں پناہ ملتی رہی ہے کسی نے ان کے لیے عیسائی دہشت گرد کی اصطلاح استعمال نہیں کی۔

یہ سچ ہے کہ کوئی مذہب دہشت گردی نہیں سکھاتا۔ بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ جب سے راجیو گاندھی نے امریکہ کا دورہ کیا ہے تب سے امریکہ میں سکھوں کے خلاف مہم چلائی جا رہی ہے، وہاں کے اخبارات میں یہ الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ "سکھوں نے راجیو کی ماں کو قتل کر دیا۔"

جب امریکہ کے کیتھولک صدر جان ایف کینیڈی کو قتل کیا گیا تو امریکی اخبارات نے یہ کبھی نہیں لکھا کہ ایک پروٹسٹنٹ عیسائی نے جیکولین کے شوہر کو قتل کر دیا۔

یعنی پتلے معاملات میں مذہب اور رشتوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ کسی اخبار نے کبھی یہ نہیں لکھا کہ موہن داس گاندھی کو ایک ہندو دہشت گرد نے گولی ماری تھی۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک نظریے کے حامل افراد کے لیے اگر کوئی مجاہد یا ہیرو ہوتا ہے تو دوسرے نظریے کے حامل افراد کے لیے وہی مجاہد دہشت گرد کہلاتا ہے۔

اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دہشت گردی دو دھاری تلوار ہے جو ایک طرف نیکی کے لیے برائی کی گردن اڑاتی ہے تو دوسری طرف برائی کے لیے نیکی کو کاٹتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس داستان میں ایسے ہی کردار نظر آئیں گے جو اجلے فرشتے بھی ہیں اور کالے فرشتے بھی۔

کرم داد عرف کرمو چک ۲۱۲ کا رہنے والا تھا۔ بچپن میں عیدا بدمعاش اس کے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ پولیس والے بھی اس کے آگے دم نہیں مارتے تھے جب وہ آٹھ برس کا تھا تو اس کا باپ اسے ماں بن کر بھی پالتا رہا کیونکہ ماں گھر سے چلی گئی تھی۔ اکثر وہ پوچھتا تھا۔

"ابا! میری ماں کہاں ہے؟"

اس کا باپ سمجھاتا تھا۔ "ماں کو یاد نہ کر۔ وہ اچھی عورت نہیں تھی اور جو اچھی عورت نہیں ہوتی وہ گھر کی چار دیواری میں نہیں رہتی۔"

اس کا باپ ایک معمولی کسان تھا۔ صبح سے شام تک کھیتوں میں محنت کرتا تھا۔ چونکہ کرم داد چھوٹا سا تھا لہٰذا باپ اسے بھی کھیتوں میں لے جاتا تھا۔ ایک دوپہر وہ کھیت میں کام کر رہا تھا اور کرم داد ایک درخت کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا۔ تب اس نے عیدا پہلوان کو دیکھا۔ اس نے آتے ہی کہا۔ "چل اوئے کرم داد میرے ساتھ چل۔"

اس کا باپ کھیت پر سے دوڑتا ہوا درخت کے پاس آیا، پھر عاجزی سے بولا۔ "عیدے! کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ پہلے میری بیوی کو لے گیا، اب میرے بچے کو لے جانا چاہتا ہے۔"

عیدے نے اس کے باپ کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے پوچھا۔ "تو اپنی عورت کو اپنے گھر کیسے لایا تھا؟"

اس کے باپ نے سہم کر جواب دیا۔ "نکاح پڑھا کر لایا تھا۔"

"نکاح میں تیری عورت نے قبول کہا تھا؟"

"ہاں کہا تھا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے تیری عورت مجھ سے راضی تھی۔"

"ہاں مجھ سے راضی تھی۔"

"وہ راضی تھی تو اسے اس کے باپ کے گھر سے لے آیا۔ اب وہ مجھ سے راضی ہے میں تیرے گھر سے اپنے گھر لے آیا ہوں تجھے کیا اعتراض ہے؟ بالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے میں رضی خوشی کا سودا کرتا ہوں۔"

اس کے باپ نے گڑگڑا کر کہا۔ "مگر میرا بیٹا تیرے ساتھ جانے کے لیے راضی نہیں ہے پھر کیوں زبردستی کر رہا ہے؟"

"میں ایسے چھوکروں پر تھوکتا ہوں۔ پر کیا کروں وہ نہیں مانتی ہے۔ کہتی ہے میں اسے اس کی گود میں پہنچاؤں تو وہ مجھ سے نکاح پڑھائے گی۔"

اس کے باپ نے جھٹکے سے اپنے گریبان کو چھڑا لیا۔ پھر غصے سے لرزتے ہوئے پوچھا۔ "وہ مجھ سے دشمنی کیوں کر رہی ہے؟ وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ میں نے اس پر تھوک دیا۔ اب میرے بچے کو چھیننا چاہتی ہے یہ کبھی نہیں ہو سکتا یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں بھی اسے جانے نہیں دوں گا۔"

"کیا تو میرا راستہ روکے گا؟"

"میں اپنے بچے کے لیے موت سے ٹکرا جاؤں گا لیکن اسے ایک بدکار عورت کے پاس نہیں جانے دوں گا۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیوں ناراضی کر رہا ہے۔ ابھی تیرے سامنے ایک لمبی عمر پڑی ہے کسی اور سے شادی کر لے اور بچے پیدا کر لے۔ کیوں اپنی جان کا دشمن بن رہا ہے۔"

عیدے ایسی بات میں تجھے سمجھا رہا ہوں کیوں اپنی جان کا دشمن بنتا ہے۔ کسی بھی مظلوم کو اس کی برداشت کی حد تک ستا۔ اس پر ظلم کر لیکن اتنا نہیں کہ وہ زندگی سے بیزار ہو کر موت کی پروا کیے بغیر پلٹ کر حملہ کر بیٹھے۔"

اس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "تو اور مجھ پر حملہ کرے گا؟"

یہ کہتے ہی اس نے ایک اٹھتا ہاتھ اس کے باپ کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے جا گرا۔ جہاں وہ گرا تھا وہیں کدال پڑی ہوئی تھی اس نے فوراً ہی اسے اٹھا کر غصے سے لرزتے ہوئے کہا۔ "میں آخری بار سمجھا رہا ہوں یہاں سے چلا جا۔"

"اور میں بھی آخری بار سمجھا رہا ہوں" اس چھوکرے کو لے جانے سے روکنے کی کوشش نہ کر۔"

"اے تو قانون بھی مجھ سے الگ نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ کی دین ہے میرے گھر کا چراغ ہے۔ وہ مالک دیتا ہے تو عجب انداز میں دیتا ہے۔ وہ عورت بے وفا تھی لیکن وہی یہ چراغ روشن کر گئی۔ یہ چراغ میرے نام ہے اور میرے ہی نام رہے گا۔"

عیدے نے اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کدال کو دیکھا پھر کہا۔ "مجھے تیری جوانی پر ترس آتا ہے تو اس کدال سے اپنی قبر کھود سکتا ہے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ویسے ایک شرط پر تو اپنے بیٹے کو حاصل کر سکتا ہے۔"

اس نے فوراً ہی پوچھا۔ "کیا شرط ہے؟"

"کوئی سا بھی انعام حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں دوڑنا پڑتا ہے۔ وہاں تک پہلے جانا پڑتا ہے جہاں انعام رکھا ہوتا ہے۔ وہ دور گھنا آم کا درخت ہے۔ ہم وہاں جائیں گے تیرا بیٹا یہیں اسی جگہ بیٹھا رہے گا۔ ہم وہاں سے دوڑتے ہوئے آئیں گے جو پہلے پہنچے گا وہی اس چھوکرے کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔"

اس کے باپ نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کدال کو بے بسی سے دیکھا۔ وہ کدال زمین پر چلاتا آیا تھا۔ آج تک کسی انسان پر چلانے کے متعلق سوچا بھی نہیں تھا۔ اس کے سامنے کھڑا ہوا عیدا، پہلوان بھی تھا اور غنڈہ بھی۔ پتا نہیں کتنے خون کر چکا تھا۔ تھانے والے اسے اپنی پناہ میں رکھتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں قانون بھی اس کے آگے بے بس تھا۔ اگر وہ عیدے کی یہ شرط نہ مانتا تو وہ اسے عدالت کے دروازے تک پہنچنے نہ دیتا۔

اس نے چند لمحوں تک عیدے کو گھورتے رہنے کے بعد پوچھا۔ "کیا تو سچ کہہ رہا ہے۔ اگر میں پہلے اپنے بیٹے کے پاس پہنچ جاؤں تو اس سے دستبردار ہو جائے گا؟ پھر کبھی اس کا مطالبہ کرنے نہیں آئے گا؟"

"میں زبان دیتا ہوں۔ کبھی اس کا مطالبہ نہیں کروں گا۔"

"اور وہ بے وفا عورت۔ تجھ سے نکاح پڑھانے پر آمادہ ہو گئی تو؟"

"میں عورتوں کے زیادہ نخرے برداشت نہیں کرتا۔ جب یہاں مار جاؤں گا تو کیا اس عورت کے سامنے بھی ہارنا پسند کروں گا؟"

اس کے باپ کو یقین ہو گیا۔ وہ کدال کو ایک طرف پھینک کر عیدے کے ساتھ گھنے آم کے درخت کی طرف جانے لگا۔ کرم داد اگرچہ بچہ تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ نہیں سکتا تھا کہ اس کی ماں اس کے باپ کو چھوڑ کر عیدے کے ساتھ کیوں چلی گئی ہے اور اب اس کے لیے جھگڑا کیوں ہو رہا ہے، اس کے باوجود وہ باپ کی محبت میں سمجھ رہا تھا کہ جھگڑا ایسی چیز ہونا چاہیے اور اگر ہو ہی رہا ہے تو اس دوڑ میں باپ جیت جائے اور بدمعاش پیچھے رہ جائے۔

وہ دونوں آم کے گھنے درخت کے پاس پہنچ گئے تھے۔ کرم داد نے دور باپ کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے جیسے کہہ رہا ہو۔ "ابا مجھے اگر گود میں اٹھا لو۔"

اسی وقت دونوں نے ایک ساتھ دوڑ لگائی۔ اس کا باپ بچپن ہی سے کھیتوں کی ناہموار زمین پر چلتا رہا تھا۔ محنت کرتا رہا تھا ناہموار زمین پر آسانی سے دوڑ بھی سکتا تھا۔ اور وہ دوڑ رہا تھا۔ عیدے سے آگے نکل رہا تھا۔ پھر اچانک ہی اوندھے منہ گر پڑا۔ عیدے نے اپنے کاندھے پر سے چادر لے کر آگے جانے والے کی ٹانگوں میں الجھا دیا تھا۔ اس کے گرتے ہی وہ خود بھی رک گیا تھا، پوچھ رہا تھا۔ "ارے یہ کیا ہوا؟ اتنی جلدی گر پڑے؟ بیٹا بہت دور ہے، اٹھو آگے دوڑو۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اسے گھور کر دیکھنے کے بعد دوڑنے لگا۔ عیدا پھر اس کے ساتھ دوڑ رہا تھا۔ اس بار وہ دونوں ساتھ ساتھ تھے، پھر اچانک ہی عیدے نے ایک اٹھتا ہاتھ اس کے باپ کے منہ پر رسید کیا۔ یقیناً بھرپور ہاتھ پڑا ہو گا۔ اس کے باوجود وہ نہ رکا۔ دشمن خواہ اسے قدم قدم پر مارتا رہتا، پھر بھی اسے آگے نہ نکل سکتا کیونکہ دشمن کو کھیتوں میں دوڑنے کی عادت نہیں تھی۔

اب وہ اپنے بیٹے کے پاس پہنچنے ہی والا تھا۔ شاید دس گز کا فاصلہ رہ گیا تھا اور عیدا اس سے بہت پیچھے تھا۔ اسے ٹانگ سے مانگ نہیں مار سکتا تھا۔ اپنی چادر پھینک کر اسے الجھا نہیں سکتا تھا۔ بعض اوقات اپنے پیارے کے رشتوں تک پہنچنے کے لیے اپنے پیارے لہو تک پہنچنے کے لیے آدمی کو گدھوں کی طرح دوڑنا پڑتا ہے اور وہ دوڑ رہا تھا۔ فاصلہ کم کر رہا تھا۔

شاید کوئی چھ گز کا فاصلہ رہ گیا ہو گا، اچانک دوڑتے دوڑتے وہ ایک دم سے رک گیا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ دونوں ہاتھ تکلیف کی شدت سے پھیل گئے۔ منہ آسمان کی طرف اٹھ گیا۔ اس کے بعد وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑا تب کرم داد نے دیکھا اس کے باپ کی پشت میں ایک خنجر پیوست تھا۔

وہ ابا کہہ کر چیخنا چاہتا تھا لیکن آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی تھی۔ وہ خوف کی شدت سے لرز رہا تھا۔ کبھی باپ کو اور کبھی عیدے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی مرچ کھور تی ہوئی آنکھیں دیکھنے کے بعد دوبارہ نظریں ملانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ ادھر باپ موت سے لڑ رہا تھا، اپنے لہو اور اپنے کھیتوں کی مٹی میں تھرتھرا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا بیٹے کی طرف، بڑھ رہا تھا۔ کبھی وہ اپنا ایک ہاتھ بڑھاتا تھا جیسے بیٹے کو چھو لینا چاہتا ہو۔

محبت کبھی کبھی خاک کا کیڑا بنا دیتی ہے۔ مٹی میں لوٹ پوٹ کر رینگنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ وہ رینگتے رینگتے بیٹے کے بالکل قریب

پہنچ گیا۔ بس اب چھو لینا چاہتا تھا کہ آخری سانس نے ساتھ چھوڑ دیا۔ اُس کا آگے بڑھا ہوا ہاتھ دھپ سے زمین پر گر پڑا۔ وہ بے دم ہو چکا تھا۔

کرم داد کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ بس دو ہی منظر دکھائی دے رہے تھے کہ باپ دوڑتا ہوا قریب پہنچ رہا تھا۔ مگر قریب پہنچتے پہنچتے اندھے منہ گر پڑا تھا۔ خنجر پشت میں پیوست تھا۔ دوسرے منظر میں باپ رینگتے رینگتے بالکل قریب آ گیا تھا۔ اُسے چھو لینا چاہتا تھا لیکن اس کا ہاتھ بے دم ہو کر زمین پر گر پڑا تھا وہ گم صم ہو کر اس بے جان باپ کو دیکھ رہا تھا جو ابھی ابھی جان دار تھا ابھی ابھی اُسے بیٹا کہہ کر اُس کے پاس آ رہا تھا۔

اچانک عیدا اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے لے جانے لگا وہ جانا نہیں چاہتا تھا مگر انکار کی جرأت بھی نہیں تھی۔ وہ جاتے جاتے باپ کو پلٹ کر دیکھتا جاتا تھا۔ جب ٹکٹکی بر پڑی ہوئی لاش نظر آتی رہی وہ دُور تک دیکھتا گیا۔ پھر اُس پر نیم سکتہ سا طاری ہو گیا۔ اُسے اتنا ہی یاد ہے کہ عیدا اسے ایک پولیس والے کے پاس لے گیا تھا۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور اس کے سامنے دُوسرے پولیس والے بڑے ادب سے کھڑے ہوئے تھے۔ پتا نہیں وہ اور عیدا آپس میں کیا گھسر پھسر کرتے رہے۔ پھر اس مونچھوں والے افسر نے عیدے کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا۔ "اوئے شکر یہ کر یہ مُنڈا قابو میں ہے گا، تو سارا کام چٹکی بجا کر ہو جائے گا۔"

پھر وہ دونوں کرم داد کو ایک کمرے میں لے گئے۔ وہاں اسے ڈانٹنے ڈپٹنے لگے۔ عیدے نے کہا۔ "ہم تمھیں جو کہنے کے لیے سمجھا رہے ہیں وہی بات گاؤں والوں کے سامنے کہنا۔ اگر اس سے زیادہ کچھ بولو گے تو تمھارے باپ کی طرح تمھیں بھی جان سے مار ڈالوں گا۔"

کرم داد لرز گیا۔ وہ اسے سمجھانے لگے۔ اسی کے مطابق وہ بولنے لگا۔ صبح سے شام ہو گئی۔ جب دونوں کو یقین آ گیا کہ لڑکا وہی بولے گا جو اسے سکھایا گیا ہے تو پھر عیدا وہاں سے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد ہی گاؤں کے کچھ لوگ یہ رپورٹ درج کرانے آئے تھے کہ ایک لاش کھیتوں میں پائی گئی ہے۔ وہاں کا زمیندار بھی آیا تھا۔ پھر کرم داد کو دیکھ کر بولا۔ "یہ تو مرنے والے کا بیٹا ہے، یہ کیسے آ گیا؟"

کرم داد نے روتے ہوئے کہا۔ "میرے ابا کو چار آدمی مارنے کے لیے آئے تھے۔ وہ سب مُنہ پر کپڑا لپیٹے ہوئے تھے میں کسی کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ میں وہاں سے جان بچا کر بھاگنے لگا۔ بھاگتے بھاگتے ادھر آیا تو پولیس والوں نے مجھے پکڑ لیا۔"

تھانیدار نے کہا۔ "میں نے اس لڑکے کا بیان لکھ لیا ہے، اب تمھارے ہی پاس جانا چاہتا تھا۔ تم گاؤں والوں کے ساتھ آ گئے چلو اچھی بات ہے۔ اس لڑکے کے بیان پر کوئی اعتراض ہو تو مجھے بتاؤ۔ کسی پر شبہ ہو تو ہم اس کے خلاف کارروائی کریں گے۔"

زمیندار نے کہا۔ "جب لڑکا کہتا ہے کہ قاتلوں کو پہچان نہیں سکتا اور قاتل ایک نہیں چار تھے تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ کس پر شبہ کر سکتے ہیں؟ البتہ اس کی ماں عیدے پہلوان کے ساتھ بھاگ گئی ہے ہو سکتا ہے اسی پہلوان سے اس کے باپ کا جھگڑا ہو گیا ہو۔"

تھانیدار نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اوئے تو عیدا لاہور گیا ہوا ہے صبح میرے سامنے ہی بس پر سوار ہوا تھا۔ میرا ایک سپاہی اس بات کی گواہی دے گا کیونکہ وہ بھی اس کے ساتھ کسی ضروری کام سے لاہور گیا تھا۔" بہر حال عیدے کی طرف سے شبہ ہٹ گیا۔ اب قاتلوں کی تلاش تھی اور یہ پولیس والوں کا معاملہ تھا۔ چونکہ کرم داد کا اور کوئی نہیں تھا لہٰذا اسے اس کی ماں کے حوالے کر دیا گیا۔

اُسے اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ وقت کیسے گزرتا گیا۔ اُس کی ماں نے عیدے سے شادی کر لی تھی اور وہ لاہور آ گئے تھے۔ وہاں معلوم ہوا کہ عیدے کی پہلی بھی ایک بیوی ہے اور اس سے دو لڑکے اور ایک چار برس کی لڑکی ہے۔ وہ سب بڑے عیش و آرام سے رہتے ہیں۔ لڑکے بڑے اسکولوں میں پڑھنے کے لیے جاتے ہیں۔ عیدے نے کرم داد اور اس کی ماں کو بھاٹی گیٹ کے قریب ہی ایک کرائے کے مکان میں رکھا تھا۔ اپنے دونوں بیٹوں کی طرح اسے تعلیم دلانا ضروری نہیں سمجھا تھا اس لیے ایک لوہار کی دکان پر بٹھا دیا تھا تاکہ کچھ کام سیکھ لے۔

بارہ برس گزر گئے۔ آٹھ برس سے لے کر بیس برس کی عمر تک پہنچتے پہنچتے وہ فولاد بن گیا تھا۔ لوہار تھا، ہتھوڑے چلاتا تھا اور ہتھوڑے کی طرح بولتا تھا۔ کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف ہو تو غصے میں بپھر جاتا تھا۔ اس دوران اس نے اپنی ماں سے بے پناہ نفرت کی تھی اور عیدے کو تو وہ ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن مجبوراً دیکھتا تھا۔ اپنے آپ کو تولتا تھا اور سمجھنے کی کوشش کرتا تھا کہ کب عیدے پر بھاری پڑ سکتا ہے۔

پہلوان کی پہلی بیوی اور بچے کچھ اور زیادہ ہی عیش و آرام سے رہنے لگے تھے۔ اُن کی دو دو کوٹھیاں تھیں دو دو کاریں تھیں پتا نہیں کیا کاروبار کرنے لگے تھے کہ دن بدن دولت مند ہوتے جا رہے تھے۔ وہ کرم داد اور اس کی ماں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کبھی اپنے گھر کی دہلیز کے سامنے آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اس کی ماں نے عیدے سے شکایت کی تو اس نے نفرت سے جواب دیا۔ "میرے لڑکے ٹھیک کہتے ہیں تم میرے اس گھر کی طرف کبھی نہ جانا۔ تمھاری وہ حیثیت نہیں ہے۔"

"میری حیثیت کیوں نہیں ہے۔ میں نے تم سے نکاح پڑھایا ہے میں تمھاری بیوی ہوں تم جتنا کماتے ہو اس میں میرا بھی حصہ ہے۔"

"بکواس بند کرو۔ تمھاری جیسی بے وفا اور بدکار عورت سے کی بیوی نہیں رہ سکتی۔ تم اپنے پہلے شوہر کو دھوکا دے سکتی ہو تو مجھے بھی بڑھاپے میں چھوڑ کر جا سکتی ہو۔"

کرم داد سب کچھ سنتا تھا، دیکھتا تھا اور اندر ہی اندر، آتش فشاں کی طرح کھولتا رہتا تھا لیکن اب اس کی ماں خاموش

رہنے والی نہیں تھی۔ اس نے دھمکی دی کہ وہ قانون کا سہارا لے گی کسی وکیل کی خدمات حاصل کرے گی اور اپنا حق وصول کر لے گی۔

یہ اس کی ماں کی پہلی اور آخری دھمکی تھی۔ دوسرے دن جب وہ کسی وکیل کی خدمات حاصل کرنے جا رہی تھی تو اچانک ہی ایک گاڑی اسے کچلتی ہوئی چلی گئی۔ کس کی گاڑی تھی؟ کون ڈرائیو کر رہا تھا، کوئی نہ دیکھ سکا۔ جس سڑک پر یہ حادثہ پیش آیا، وہاں کوئی پولیس والا بھی نہیں تھا۔ ایسا کوئی پہرہ وہیں تھا جو گاڑی والے کا پیچھا کرتا۔ ایسے وقت سبھی ہمدردی سے کتراتے ہیں۔ پولیس اور تھانوں کے جھمیلوں میں پڑنا نہیں چاہتے۔

جس طرح اس کے باپ کا قتل ہوا تھا اور ایک لمبی چوڑی تفتیش کے بعد اس کیس کی فائل بند کر دی گئی تھی اسی طرح ایک دن اس کی ماں کے حادثے یا قتل کے سلسلے میں تفتیش ہوتی اور وہ فائل بھی بند کر دی جاتی۔ کرم داد کو اپنی ماں سے نہ پہلے محبت تھی نہ اس کی حادثاتی موت نے ذرا سی محبت پیدا کی۔ اس نے بے دلی سے اُس کی آخری رُسومات ادا کیں اور دُوسرے دن سے اپنے کام میں لگ گیا۔ جس دن وہ کام پر گیا اسی دن دس بجے سامنے والے دکاندار نے کہا۔ "کرموا تیرا فون آیا ہے، کوئی تجھے پوچھ رہا ہے۔"

وہ سڑک پار کر کے دکان میں آیا پھر ریسیور اُٹھا کر بولا۔ "جی میں کرم داد بول رہا ہوں، آپ کون ہیں؟"

دوسری طرف سے سوتیلے بھائی کی آواز سنائی دی، وہ غراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "خاک کے کیڑے کو خاک ہی میں رہنا چاہیے۔ سر اُٹھانے سے کچل دیا جاتا ہے۔ تیری ماں نے اپنے حقوق مانگنے چاہے وہ اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ اگر تُو نے کبھی ایسا کرنے کی کوشش کی تو تیرا بھی یہی انجام ہو گا۔"

اُس نے غصے سے لرز کر پوچھا۔ "اچھا تو یہ تم لوگوں کا کمینہ پن تھا؟"

"بکواس مت کر۔ تو کبھی ہمارے خلاف ثبوت فراہم نہیں کر سکے گا۔ یہ بھی ثابت نہیں کر سکے گا کہ میں نے فون پر اپنے جُرم کا اقرار کیا تھا۔"

یہ کہتے ہی دوسری طرف ریسیور رکھ دیا گیا۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ کر چیختا ہی رہ گیا۔ پھر اس نے غصے سے ریسیور کو پٹخ دیا۔ اس روز وہ کام نہ کر سکا۔ غصے میں بھرا دن بھر لاہور کی سڑکوں اور گلیوں میں گھومتا رہا۔ شام کو اس نے ایک دکان سے لانبا سا چاقو خریدا پھر اُسے اپنے لباس میں چھپا لیا۔

شام گزر گئی رات آ گئی مگر گناہ اور جُرم کے لیے آدھی رات زیادہ مناسب ہوتی ہے۔ وہ انتظار کرنے لگا۔ اس کی بھوک مر گئی تھی۔ اس نے صبح سے ایک گھونٹ پانی نہیں پیا تھا، بس انتقام کی پیاس تھی۔ وہ پیاس اُسے کشاں کشاں اس کوٹھی کے سامنے لے آئی حالانکہ رات کے دس ہی بجے تھے۔ ایک کار اس کوٹھی سے نکل کر جا رہی تھی۔ اس نے تیزی سے نکل کر جاتی ہوئی کار کی پچھلی سیٹ پر عیدے پہلوان اور اس کے ایک بیٹے کو دیکھا۔ دُوسرا بیٹا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوٹھی کے تینوں مرد کہیں جا رہے تھے۔ صرف اس کی سوتیلی ماں اور بہن کوٹھی میں ہوں گی۔

وہ ایک لمبا چکر کاٹ کر پچھلے حصے میں آیا وہاں سے دبے قدموں چلتا ہوا دروازے کے پاس پہنچا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ وہ جانتا تھا کوٹھی میں کام کرنے والے ملازم صرف دو ہیں ایک شام کو چلا جاتا ہے دُوسرا خانساماں رات کا کھانا کھلانے کے بعد جاتا ہے۔ ایک دربان کی ڈیوٹی مین گیٹ پر ہوتی ہے تاکہ رات کو بڑے صاحب یا اُن کے صاحبزادے کار میں آئیں تو اُن کے لیے گیٹ کھولے اور بند کرے۔

وہ کوٹھی کے اندر جانے کا راستہ تلاش کرتا ہوا ایک طرف آیا ادھر اُوپری منزل کی بالکونی نظر آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک سیوریج پائپ نظر آ رہا تھا۔ وہ اس کے سہارے چلتا ہوا بالکونی تک پہنچ گیا۔ اندھیری رات تھی۔ ادھر کے بلب روشن نہیں تھے۔ کوئی اسے دیکھ نہ سکا۔ وہ بالکونی کے کھلے ہوئے دروازے سے ایک بیڈ روم میں داخل ہو گیا۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک پردے کی آڑ میں چھپ کر اُن کا انتظار کرنے لگا۔ ذرا دیر بعد ہی اسے دُوسرے بیڈ روم سے آوازیں سنائی دیں۔ دو عورتوں کی آوازیں تھیں۔

دوسرے بیڈ روم میں عیدا پہلوان کی پہلی بیوی اور اس کی بیٹی تھیں۔ اس شاندار کوٹھی اور ان کی امارت کے پیشِ نظر اب وہ عیدا پہلوان نہیں بلکہ عیدہ محمد کہلاتا تھا۔ اس کی بیوی پوچھ رہی تھی،

"ریحانہ! تم نے بالکونی والا دروازہ بند کر دیا ہے؟"

"ابھی جاؤں گی تو بند کر دوں گی۔"

"میں پہلے بھی سمجھا چکی ہوں، رات کے وقت دروازے کھلے نہ چھوڑو۔"

"وہ تو اوپری منزل میں ہے۔ بالکونی سے بھلا کون آئے گا۔"

"چور ڈاکو سُرنگ بنا کر چلے آتے ہیں اور تم بالکونی کے دروازے کی بات کر رہی ہو۔"

اِن باتوں کے دوران کرم داد اُن کے سروں پر پہنچ گیا۔ اس سے پہلے کہ اُن کے حلق سے چیخ نکلتی اُس نے چاقو کی نوک کو سوتیلی ماں کی گردن پر رکھتے ہوئے عزرا کہا۔ "خبردار! تم میں سے کسی نے آواز نکالنے کی کوشش کی تو ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ریحانہ نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا جیسے بے اختیار نکلنے والی چیخ کو دبا رہی ہو۔ اس کی ممی نے پوچھا۔ "تت۔۔۔ تم کرم داد ہو نا؟"

"ہاں، مجھے آخری بار اچھی طرح دیکھ لو۔ میں وہی ہوں جس کا حق مارا جا رہا ہے۔ میں وہی ہوں جس کے باپ کو پہلے قتل کیا گیا۔ اس کے بعد اس کی ماں کو ٹھکانے لگایا گیا۔ کیا ایسا کرتے وقت تم سب اپنی موت کو بھول گئے تھے؟"

ریحانہ کا ہاتھ اسی طرح منہ پر تھا۔ اس نے دبی زبان سے کہا۔ "ہم نے تو کچھ نہیں کیا۔ ہم قسم کھاتے ہیں تمھاری ماں حادثے میں مری ہے۔"

اس نے ریحانہ کو پہلی بار دیکھا تھا کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اس کو دیکھتا ہی رہ جاتا لیکن دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں ۔۔۔ وہ انتقام کی آگ میں جل رہا تھا۔ اس نے غرا کر کہا۔ "بکواس مت کر۔ آج صبح تیرے بھائی نے فون پر اعتراف کیا ہے اور چیلنج کیا ہے کہ میں اسے اپنی ماں کا قاتل ثابت نہیں کر سکتا۔ یہ سچ ہے میں تیرے باپ کو بھی اپنے باپ کا قاتل ثابت نہیں کر سکا تھا لیکن جواباً انتقام تو لے سکتا ہوں۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس نے ڈپٹ کر کہا۔ "اب ایک لفظ نہ کہنا۔ آنکھیں بند کر۔"

وہ گھبرا کر بولی۔ "کک ۔۔۔ کیوں؟"

"تو اپنی آنکھوں سے اپنی ماں کو قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔"

"نن ۔۔۔ نہیں۔ پلیز ہمیں معاف کر دو تمھیں یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے اور اگر میرے بھائیوں نے ایسا کیا ہے تو تمھیں قانونی کارروائی کرنی چاہیے۔"

"میری ماں قانونی کارروائی کرنے جا رہی تھی! اس کا انجام میں نے دیکھ لیا۔ تو آنکھیں بند کرتی ہے یا نہیں؟"

اس نے ایسے سفاکانہ انداز میں پوچھا کہ ریحانہ نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے منہ پر گرم گرم چھینٹے محسوس ہوئے۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ پتا چلا وہ گرم لہو کے چھینٹے تھے۔

وہ ایک دم سے ساکت ہو گئی۔ منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ اگر چیخنا چاہتی تب بھی یہ خوف اس کی آواز بند کر دیتا کہ چیخنے پر وہ قاتل اس پر بھی حملہ کرے گا۔

وہ چند منٹ تک گم صم بیٹھی رہی جیسے بولنا بھول گئی ہو۔ یا پھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود اسے کچھ نظر نہ آ رہا ہو اور جب کچھ نظر نہ آئے تو انسان کیا دیکھ سکتا ہے۔

پھر اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ کرم داد نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر جھٹکا دیا تھا۔ اب اس کا خون آلود چاقو اسے اپنی آنکھوں کے قریب نظر آ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "تو زندہ رہنا چاہتی ہے یا مرنا؟"

"نن ۔۔۔ نہیں۔ مجھے نہ مارو۔ پلیز! میں مرنا نہیں چاہتی۔"

"تو موٹی موٹی کتابیں پڑھتی ہے نا؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ کرم داد نے پوچھا۔ "تو نے یہ بھی پڑھا اور سنا ہو گا کہ سوتیلے باپ کی بیٹی سے شادی ہو سکتی ہے اپنے علم سے بتا مجھ سے تیری شادی ہو سکتی ہے؟"

"ہاں ہو سکتی ہے۔ مم ۔۔۔ مگر میں نہیں کروں گی۔ مجھے چھوڑ دو۔"

"شادی کرے گی زندہ رہے گی۔ نہیں کرے گی مرے گی۔ بول کیا چاہتی ہے؟"

وہ اس کا منہ نوچنے لگی۔ اس نے بالوں کو جھٹکا دے کر اسے وہاں سے اٹھایا پھر بے دردی سے کھینچتا ہوا دوسرے کمرے کے دروازے تک آیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے کہا۔ "آج سے بیس برس پہلے تیرا باپ ایک عورت کو اس کے شوہر کے گھر سے اپنے گھر میں لے آیا تھا۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اسی طرح کوئی اس کی بیٹی کے ساتھ بھی کر سکتا ہے۔"

اس نے ریحانہ کو زور کا دھکا دیا۔ وہ کمرے کے فرش پر اوندھے منہ گر پڑی۔

دوسری صبح وہ کرائے کے بوسیدہ سے مکان میں گہری نیند سو رہا تھا۔ پولیس والے پہنچ گئے۔ زور زور سے دروازے کو کھٹکھٹانے لگے۔ اس نے فوراً ہی اٹھ کر دروازہ کھولا۔ قانون کے محافظوں کو دیکھ کر پہلے تو ذرا گھبرایا پھر ڈھیٹ بن گیا پولیس انسپکٹر نے پوچھا۔ "تمھارا نام کرم داد ہے؟"

"جی ہاں۔"

"پچھلی رات تم کہاں تھے؟"

"میں فلم کا آخری شو دیکھنے گیا تھا اس کے بعد یہاں آ کر سو گیا۔"

"ابھی تمھارے جھوٹ اور سچ کا پتا چل جائے گا ہمارے ساتھ چلو۔"

اس نے بحث نہیں کی۔ دروازے کو تالا لگایا اور ان کے ساتھ تھانے پہنچ گیا۔ وہاں اسے شناخت پریڈ میں کھڑا کیا گیا۔ اس قطار میں اس کے علاوہ نو بندے تھے۔ وہ سب کسی نہ کسی علاقے کے بدمعاش تھے۔ ان پر قاتل ہونے کا شبہ تھا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد اپنے سوتیلے باپ عید محمد اور عید کو اپنے دو قد آور جوان بیٹوں کے ساتھ دیکھا۔ ان کے ساتھ ریحانہ بھی تھی وہ سر جھکائے ہوئے تھی۔ باقی تینوں کرم داد کو گھور کر دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ چپکے چپکے ریحانہ سے کچھ کہنے لگے مگر وہ یوں خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی جیسے قریب بولنے والوں کی آوازیں سنائی نہ دے رہی ہوں۔ وہ کہیں دور پہنچی ہوئی ہو۔ پھر پولیس آفیسر نے کہا۔ "بی بی! تم ایک طرف سے ان بدمعاشوں کو دیکھتی جاؤ۔ پہچاننے کی کوشش کرو، پچھلی رات کون تمھاری کوٹھی میں آیا تھا۔"

وہ پولیس آفیسر کے ساتھ قطار کے ایک سرے پر پہنچ گئی۔ اس نے ابھی تک سر اٹھا کر کسی کو نہیں دیکھا تھا کہ کرم داد پر بھی نظر نہیں پڑی تھی۔ اور وہ سوچ رہا تھا۔ "برا پھنس رہا ہے۔ ایسے وقت وہ ریحانہ کو نہ چاقو سے دھمکا سکتا ہے اور نہ ہی اسے گھور کر دیکھ سکتا ہے ذرا بھی ایسی ویسی حرکت کرے گا تو پولیس والے اس کی پٹائی شروع کر دیں گے پھر اسے حوالات میں پہنچائیں گے۔ وہاں سے جیل خانے پہنچا دیں گے۔ مقدمہ ضرور چلے گا۔ پھانسی ضرور ہو گی۔"

ریحانہ قطار میں کھڑے ہوئے مجرموں کو ایک سرے سے دیکھتی آ رہی تھی۔ کرم داد قطار میں ساتویں نمبر پر تھا۔ ریحانہ کے آنے میں دیر ہو رہی تھی۔ جتنی دیر ہو رہی تھی اتنی ہی گھبراہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ اگرچہ وہ موت سے ڈرتا نہیں تھا لیکن پریشانی یہ تھی کہ اس نے دشمنوں سے پوری طرح انتقام نہیں لیا ہے۔ اس کے باپ کا قاتل زندہ ہے اور اس کی ماں کو قتل کر کے چیلنج کرنے والا سوتیلا بھائی اس کی نگاہوں کے سامنے موجود ہے۔

وہ آ رہی تھی۔ قریب آ رہی تھی۔ ہر مشتبہ شخص کے سامنے ذرا دیر کھڑی رہتی۔ اسے غور سے دیکھتی پھر آگے بڑھ جاتی۔ آخر وہ اس کے سامنے پہنچ گئی۔ چند سیکنڈ تک اس کی نظریں ملتی رہیں پھر ریحانہ نے نظریں جھکا لیں، وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ کرم داد کے بعد کھڑے ہونے والوں کو دیکھتے ہوئے گزرنے لگی۔ آخر میں اس نے سر ہلا کر کہا۔ "ان میں کوئی نہیں ہے۔"

اس کے بڑے بھائی نے غصے سے کہا۔ "کیا تم کرم داد کو نہیں پہچانتی ہو؟"

اس نے معصومیت سے پوچھا۔ "کون کرم داد؟"

"وہی جو ہمارا دشمن ہے ہمارا سوتیلا ہے۔"

"اس کا نام میں نے سنا ہے لیکن چہرہ آج تک نہیں دیکھا۔ پھر میں کیسے پہچان سکتی ہوں؟"

دوسرے بھائی نے کہا۔ "اس شخص کو تو پہچان سکتی ہو جو پچھلی رات ہماری کوٹھی میں آیا تھا جس نے ہماری ماں کو قتل کیا ہے جم کیسی بے غیرت ہو کیا اپنی ماں کے قاتل سے انتقام نہیں لو گی؟"

"ضرور لوں گی۔ اگر وہ نظر آ جائے۔"

پولیس آفیسر نے کہا۔ "سوری مسٹر! آپ اپنی بہن کو مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ بغیر کسی کا نام لے۔"

"لیکن آفیسر! آپ نے جرم سے دعدہ کیا تھا کہ ۔۔۔ ۔۔۔؟"

آفیسر نے اس کی بات کاٹ دی۔ کہا۔ "بیشک وعدہ کیا تھا، میں اب بھی کرم داد کو گرفتار کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن آپ کی بہن اسے شناخت کرنے سے انکار کر رہی ہے اور اس بات پر بضد ہے کہ قاتل کوئی اور ہے میں زبردستی اسے کس طرح حراست میں لے سکتا ہوں۔"

کرم داد کو چھوڑ دیا گیا لیکن ساتھ ہی تاکید بھی کی گئی کہ وہ لاہور سے باہر نہ جائے۔ کسی وقت بھی اسے تھانے میں طلب کیا جا سکتا ہے۔ اسے قانون کی سختیوں کی پروا نہیں تھی۔ وہ زندگی میں پہلی بار حیرانی سے ریحانہ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اسے انسانوں پر اور انسانی رشتوں پر ایک ذرا اعتبار نہیں تھا۔ وہ اکثر یہی کہتا تھا۔ "سب مطلب کے بندے ہوتے ہیں۔ وقت آنے پر سانپ سے زیادہ زہریلے بن جاتے ہیں۔"

اس نے شام کو کوٹھی کے نمبر پر فون کیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی، پھر کسی نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو، کون ہے؟"

یہ اس کے سوتیلے بھائی کی آواز تھی۔ کرم داد نے جھنجھلائی ہوئی سی آواز میں کہا۔ "میں صادق صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری رانگ نمبر۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ اس نے ایک گھنٹے بعد پھر فون کیا۔ اس بار ریحانہ کی آواز سنائی دی۔ اس نے آہستگی سے کہا۔

"میں ہوں۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ پھر کرم داد نے کہا۔ "کیا تم ریحانہ ہو؟"

"دوسری طرف 'ہوں' کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا۔ "تم نے مجھے پہچاننے سے انکار کیوں کر دیا؟"

جواباً خاموشی رہی۔ اس نے پھر پوچھا۔ "جواب دو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے تم مجھے سزا سے کیوں بچا رہی ہو؟"

دوسری طرف سے ایک گہری سانس لینے کی آواز سنائی دی۔ وہ آہستگی سے بولی۔ "میں نہیں جانتی میرا گھرانہ شریف ہے یا نہیں ہے لیکن مجھ میں شرافت ہے۔ بھائی کے ساتھ ظلم ہوا ہے میرے ساتھ بھی ظلم ہوا ہم دونوں ایک ہی کشتی کے مسافر ہو گئے۔ پھر میں کس منہ سے تمھیں قانون کے حوالے کرتی؟"

یہ کہتے ہی اس نے ریسیور کو رکھ دیا۔ کرم داد اپنے ہاتھ میں ریسیور کو یوں تکنے لگا جیسے ریحانہ کا منہ تک رہا ہو اور اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

اس رات وہ بڑا بے قرار رہا۔ پچھلے دن انتقام لینے کی بیچینی تھی۔ ایک قتل کرنے کے بعد انتقام کی آگ اور بھڑک گئی تھی لیکن ریحانہ کے انداز نے اس کے سوچنے کا انداز بدل دیا تھا۔ وہ اگرچہ انتقام کے متعلق اب بھی سوچتا تھا لیکن اس پر ریحانہ کا تصور حاوی ہو جاتا تھا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے کھلی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھتا تھا۔ پلکیں جھپکانے کے بعد ہٹتا چلتا تھا وہ نہیں ہے صرف اس کی یادیں اور باتیں ہیں۔

وہ رات کے پچھلے پہر تک جاگتا رہا۔ کبھی ادھر سے ادھر ٹہلتا رہا کبھی بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ صبح ہونے کے قریب اس کی آنکھ لگ گئی۔ پتا نہیں وہ کب تک سوتا رہتا۔ اچانک ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ دروازے پر دستک سنائی دے رہی تھی۔ شاید پھر پولیس والے آ گئے تھے اس نے فوراً ہی اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے ریحانہ اسکول کے یونیفارم میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں کتابوں کا بڑا سا بیگ تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم؟"

وہ جواب دینے سے پہلے اندر آ گئی، پھر بولی۔ "اس گلی کے لوگ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔"

اس نے دروازے کو بند کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم کیوں آئی ہو؟ یقیناً تمھارے بھائی تمھارے پیچھے آتے ہوں گے۔"

"میں اسکول جانے کے لیے نکلی تھی۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ اسکول جانے کے لیے نکلوں اور بھائی میرا پیچھا کریں۔"

اس نے گھور کر پوچھا۔ "تم کیوں آئی ہو؟"

وہ یکبارگی آگے بڑھی اور اس کے بازو سے لگ کر رونے لگی ۔۔۔ کرم داد حیران پریشان تھا۔ جوں کا توں کھڑا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کوئی لڑکی اس سے لگ کر رونا شروع کرے تو اسے

کیا کرنا چاہیے۔ بہ روتی رہی۔ وہ بُت کی طرح گم صم کھڑا رہا۔ آخر وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "تم نے ظلم کیا ہے میں نے تھا لا کیا۔ ہنگامہ تھا؟ میں نے کبھی تم سے دشمنی نہیں کی۔ آج بھی تمہارے خلاف اپنے باپ اور بھائیوں کا ساتھ نہیں دے رہی ہوں پھر تم نے مجھے اس مقام پر کیوں پہنچا دیا کہ تمہیں دشمن بھی نہیں سمجھ سکتی تمہیں دوست بنانا چاہوں تو اپنا نہیں سکتی۔ بتاؤ میں کیا کروں؟ خدا کے لیے کچھ تو بولو۔ پتھر کیوں بن گئے ہو؟"

"م۔۔۔ میں کیا بولوں؟"

"اپنے دین ایمان سے کہو تم نے مجھے کھلونا تو نہیں سمجھا ہے؟ مجھے چاہتے ہو نا؟"

"میں کیا بتاؤں میں نے کسی کو نہیں چاہا۔ کوئی اس دنیا میں چاہے جانے کے قابل نہیں ہے سب طلبی ہوتے ہیں۔"

"میں نہیں ہوں۔ میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ مجھے کیا ہو گیا ہے میرے اسکول کا یہ آخری سال ہے۔ امتحان سر پر ہیں۔ میں کتاب کھول کر پڑھنے بیٹھتی ہوں تو صفحے پر تمہاری صورت نظر آتی ہے۔ مجھ سے کچھ پڑھا نہیں جاتا۔ پڑھتی ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے تم کیا بول رہی ہو۔۔۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"کم از کم یہ تو کر سکتے ہو کہ دشمنی ختم کرنے کی کوشش کرو۔ میں اپنے ڈیڈی کو، اپنے بھائیوں کو سمجھاؤں گی تم بھی صلح صفائی کا راستہ اختیار کرو۔"

"یہ ناممکن ہے۔ تمہارے باپ نے میرے باپ کو قتل کیا تھا میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"اوہ خدایا! میں کیا کروں، وہاں بھی اسی طرح سوچا جا رہا ہے۔ میرے بھائیوں نے تمہارے پیچھے دشمن لگا دیے ہیں۔ چونکہ کل ہی ممی کا قتل ہوا ہے اس لیے کچھ روز تک تمہیں چھیڑا نہیں جائے گا۔ تمہیں ڈھیل دی جا رہی ہے۔ اچانک ہی تم پر حملہ ہو گا اور تمہیں ختم کر دیا جائے گا۔"

اُس نے حیرانی سے پوچھا "تم اپنے بھائیوں کے خلاف مخبری کر رہی ہو۔"

"اور کیا کروں؟ تمہیں قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتی ہوں اور نہ ہی بھائیوں کی جان جاتے دیکھ سکتی ہوں۔ تم سب مجھے عزیز ہو۔ کیا مجھ سے وعدہ نہیں کر سکتے کہ میرے ڈیڈی کو اور میرے بھائیوں کو قتل نہیں کرو گے میں تمہاری حفاظت کا سامان لائی ہوں۔"

"کیا لائی ہو؟"

اس نے اپنی کتابوں کے بستے میں ہاتھ ڈالا۔ پھر اس میں سے ایک چھوٹا سا پستول نکالا۔ دوسری بار ہاتھ ڈال کر مٹھی بھر پستول کی گولیاں نکالیں۔ اسے دیتے ہوئے کہا "رکھ لو۔ جب کوئی تم پر حملہ کرے تو گولی چلا دینا۔ حملہ کرنے والے بھاگ جائیں گے۔"

"تعجب ہے۔ تم اپنے بھائیوں کو قتل ہوتے نہیں دیکھنا چاہتیں اور ان کے لیے یہ پستول بھی دے رہی ہو۔"

"میں اپنے بھائیوں کے لیے نہیں دے رہی ہوں۔ وہ کبھی تمہیں قتل کرنے کے لیے براہِ راست نہیں آئیں گے، انھوں نے کرائے کے قاتلوں کو اچھا خاصا معاوضہ دیا ہوا ہے۔"

اس نے پھر بستے میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کی گڈیاں نکالیں اور کہا "یہ دس ہزار ہیں۔ کتاب کے بستے میں اس سے زیادہ چیزیں نہیں لا سکتی تھی۔ وہ تمہیں کسی جگہ کام نہیں کرنے دیں گے۔ اپنے ذرائع استعمال کر کے ٹھوکریں کھانے اور فاقے کرنے پر مجبور کریں گے۔"

کریم داد ہاتھ میں پستول لے کر سوچ رہا تھا۔ اُس کی باتیں سُن رہا تھا لیکن اس کا دماغ منصوبے بناتا جا رہا تھا پھر اُس نے کہا "میں ایک شرط پر تمہارے ڈیڈی اور بھائیوں کو قتل نہیں کروں گا۔"

"میں تمہاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔"

"تم انہیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر میرے پاس آ جاؤ۔"

وہ خلافِ توقع ایک دم سے خوش ہو کر بولی "سچ؟ کیا تم ہمیشہ کے لیے مجھے اپنا لو گے؟"

اُس نے تعجب سے پوچھا "کیا تم انہیں میری خاطر چھوڑ دو گی؟"

"تمہاری خاطر بھی اور اپنی خاطر بھی۔ تاکہ وہ زندہ سلامت رہیں۔ دشمنی ختم ہو جائے۔ ہم یہاں سے کہیں دُور چلے جائیں گے میں اپنے ساتھ اتنی دولت لا سکتی ہوں کہ ہم یہ مُلک چھوڑ کر کسی دُوسرے مُلک جا سکتے ہیں۔"

اس نے مُسکراتے ہوئے ریحانہ کو دیکھا۔ اسے خیال آیا کہ زندگی میں پہلی بار مسکرا رہا ہے جب سے باپ کو اس کے سامنے قتل کیا گیا تھا تب سے شاید وہ نہیں مسکرایا تھا۔ کبھی بھولے سے ہونٹوں پر مسکراہٹ آتی ہو تو یہ الگ سی بات ہے۔ ورنہ بچپن سے اُس کے دماغ میں جو زہریلی مسکراہٹ سی ہوتی تھی۔۔۔ اچانک ہی وہ غصّے میں آ جاتا تھا۔ خود اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اُسے غصّہ کیوں آتا ہے۔

اس نے کہا "اگر میرے باپ اتنی دولت ہو جائے کہ میں تمہیں کسی دوسرے مُلک میں لے جا سکوں تو یہاں کی دشمنی بھول جاؤں گا۔"

"واقعی جب تم یہاں کے ماحول سے دور ہو جاؤ گے، اپنے دشمنوں کو نہیں دیکھو گے۔ اُن کے متعلق کچھ نہیں سنو گے تو تمہیں غصّہ

نہیں آئے گا۔ تم انہیں معاف کر دو گے۔"

"تو پھر رقم کب لا رہی ہو؟ کیا نقد لاؤ گی یا زیورات؟"

"مجھ سے جو بھی ہو گا روز لایا کروں گی۔ اس دوران تم اپنا پاسپورٹ وغیرہ بنوا لو۔"

"ہم اندازاً کتنی رقم لے جا سکیں گے؟"

"پچیس لاکھ سے تیس لاکھ روپے تک۔"

کریم داد کی سانس اُوپر کی اُوپر رہ گئی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "ہم اتنی رقم یہاں سے کس طرح لے جا سکیں گے؟"

"میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔ کیا اتنی دولت حاصل کر لینے کے بعد تم میرے باپ اور بھائیوں کو معاف نہیں کرو گے؟"

"ہاں معاف کر دُوں گا مگر یہ بتاؤ تم مجھے زیادہ چاہتی ہو یا اپنے باپ اور بھائیوں کو؟"

وہ پاس آ گئی۔ بڑے ہولے سے بولی "میں تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔"

"پھر اپنے باپ سے اور اپنے بھائیوں سے اتنی محبت کیوں جتاتی ہو؟"

"میں اُن کے ہاں پیدا ہوئی، اس ماحول میں پلی بڑھی، دان ہوئی مجھے اُن سے یقیناً محبت ہو گی۔"

"اگر ایک طرف میری اور ایک طرف تمہارے باپ کی زندگی کا سوال ہو، ہم میں سے کسی ایک کی جان بچانا ہو تو کسے بچاؤ گی؟"

"یہ بے تکا سوال ہے۔ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو مختلف رشتوں سے مختلف طرز کی محبتیں کرتا ہے۔ تمہاری جو محبت ہے وہ میں کسی کو نہیں دے سکتی اور ایک بیٹی کی باپ سے جو محبت ہے وہ میں تمہیں نہیں دے سکتی۔ بھائیوں سے بہن کے ناتے جو محبت ہے وہ صرف انہی کے لیے مخصوص ہے۔ لیکن کسی کو کسی پر ترجیح دینے کی بات آئی تو یہ حقیقت تمہارے سامنے ہے۔ میں تمہاری خاطر ان سب کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینے کو تیار ہوں کیا اس کے بعد بھی مجھ سے میری محبت کا ثبوت طلب کرو گے؟"

وہ خاموش رہا۔ خاموشی سے اس کی محبت طلب کرتا رہا۔ پھر ساڑھے بارہ بجے ریحانہ نے کہا "اسکول کی چھٹی کا وقت ہو گیا ہے۔ میں ایک بجے تک گھر پہنچ جاتی ہوں، مجھے جانے دو۔"

وہ دروازہ کھولنے کے لیے آگے بڑھا۔ اُس نے پکڑ لیا۔ وہ بولتے جاتے بھی نہیں جانا چاہتی تھی۔ کہنے لگی "تم نے کیا جادو کر دیا ہے میں مجبور نہ ہوتی تو یہاں سے کبھی نہ جاتی۔ میری عجیب حالت ہے۔ تنہا رہتی ہوں تو تم ہی تم میرے دل اور دماغ میں گونجتے رہتے ہو۔"

سچ تو یہ ہے کہ وہ بھی اس کے دماغ میں گونجتی رہتی تھی۔ لیکن اس قدر نہیں کہ دیوانہ بنا دیتی۔ اس کی دیوانگی صرف ایک مقام کے لیے تھی، اس نے ریحانہ کو رخصت کرتے وقت یہ بھی نہ پوچھا کہ دُوسرے دن آئے گی یا نہیں؟ وہ جانتا تھا نیچے دھاگے سے بندھی آتے گی۔

وہ دُوسرے روز ہی نہیں، ہر روز بلاناغہ آنے لگی۔ کبھی پندرہ ہزار، کبھی بیس ہزار، کبھی پچیس ہزار لایا کرتی تھی۔ کریم داد کے تو عیش ہو گئے تھے۔ دشمنوں کے گھر سے حسن کی دولت بھی مل رہی تھی اور نوٹوں کی گڈیاں بھی۔ اس نے ایک ہی ہفتے میں اپنا پاسپورٹ وغیرہ تیار کروا لیا، پھر ریحانہ سے کہا "اب بتاؤ ہم پچیس تیس لاکھ روپے کس طرح یہاں سے لے جائیں گے؟"

ریحانہ نے کہا "میں ایک اہم راز تمہارے سامنے کہہ رہی ہوں، وعدہ کرو، بھروسہ طریقے سے میرا ساتھ دو گے۔ اگر تم نے دھوکا کیا تو ہم دونوں مارے جائیں گے ورنہ ساری زندگی عیش کرتے رہیں گے۔"

"کیا اب بھی تمہیں میری محبت کا یقین نہیں ہوا؟ میں تمہاری خاطر یہ ملک چھوڑنے کے لیے تیار ہو گیا، اپنے دشمنوں کو معاف کر رہا ہوں۔"

تب ریحانہ نے کہا "میرے دونوں بڑے بھائی سمگلنگ میں وہاں سے خاصی مقدار میں چرس لے جاتے ہیں۔ پاکستان میں اور یورپ کے دو بڑے ملکوں میں اُن کا بھاری بینک بیلنس ہے۔"

"چرس کس طرح لے جاتے ہیں؟"

"اپنے دوست سیاحوں کی ایک ٹیم بنا کر خنجراب کے راستے دیگن کاریز میں جاتے ہیں۔ کمال یہ ہے کہ اُن دوست سیاحوں کو بھی سمگلنگ کا علم نہیں ہوتا۔"

"پھر مال کیسے لے جاتے ہیں؟"

"میکلوڈ روڈ پر ایک بہت ہی ماہر موٹر مکینک ہے۔ وہ گاڑی کی باڈی میں اس طرح چرس کو چھپاتا ہے کہ پاکستان سے یورپ تک کسی بھی سرحدی چوکی والوں کو شبہ نہیں ہوتا۔"

"وہ سیاحوں کی ٹیم بنا کر کیوں جاتے ہیں؟"

"بار بار میرے بھائیوں کے جانے سے پولیس والے کسٹم والے ان پر شبہ کر سکتے ہیں۔ اس بار میں اپنی آنٹی کی فیملی کے ساتھ جاؤں گی۔"

"کیا تم اس سے پہلے بھی جا چکی ہو؟"

"ایک بار گئی تھی۔ موجودہ سفر میں آنٹی وغیرہ کو سمگلنگ کا علم نہیں ہو گا۔"

"کیا وہی چرس لے جائی جائے گی؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی "چرس تو گاڑی کی باڈی کے اندر لے جائیں گے۔ اس کے علاوہ بیس لاکھ روپے کے ہیرے ہیں، انہیں بھی لے جاؤں گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "تم کیسے لے جاؤ گی؟"

آج سے دس دن کے بعد ستائیس تاریخ کو ہم یہاں سے روانہ

ہوں گے۔ روانگی سے پانچ دن پہلے میرے بائیں بازو کا آپریشن ہوگا۔"

"آپریشن کیوں؟"

وہ اپنے بائیں بازو کو دکھاتے ہوئے بولی: "میرے بھائیوں نے اور ڈیڈی نے مجھے اطمینان دلایا ہے، کوئی تکلیف نہیں ہوگی مجھے بے ہوش کر دیا جائے گا۔ اس حصے سے تھوڑا گوشت نکال کر ہیرے رکھے جائیں گے پھر اوپر سے پلاسٹک سرجری کی جائے گی۔"

وہ تعجب سے اسے دیکھ رہا تھا، اس نے کہا: "تم سے ملنے کے بعد پتا چل رہا ہے: میں اب تک کنویں کا مینڈک تھا۔ کنویں سے باہر اتنی بڑی دنیا ہے اور اتنے بڑے بڑے تماشے ہوتے ہیں، یہ آج ہی پتا چلا۔"

"تم میرے ساتھ ٹنک سے باہر نکلو گے تو صحیح معنوں میں دنیا دیکھو گے۔"

"میں کس طرح تمھارے ساتھ جاسکوں گا جب کہ تمھاری آنٹی کی فیملی ساتھ ہوگی اور تمھارے بھائی مجھے کس طرح گوارا نہیں کریں گے؟"

"میں ستائیس تاریخ کو یہاں سے روانہ ہوں گی۔ تم اس سے پہلے تہران پہنچو گے اور وہاں میرا انتظار کرو گے۔"

"میں کہاں جاؤں گا؟ کہاں انتظار کروں گا؟"

"فکر نہ کرو۔ میں ساری باتیں سمجھا دوں گی۔ تمھیں مختلف پتے نوٹ کراؤں گی، تم ان میں سے کسی پتے پر مجھے مل سکو گے۔"

"پھر کیا ہوگا؟"

"ہم جس کار میں تہران پہنچیں گے، وہ ایک ایسے ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں موجود ہے گی جہاں ہم لنچ یا ڈنر کے لیے اندر جائیں گے۔ میں کسی بہانے باہر آجاؤں گی۔ ہم اس کار میں بیٹھ کر دور کہیں فون بوتھ میں جائیں گے۔ وہاں سے تم اس ہوٹل کے فون نمبر پر میری آنٹی وغیرہ کو دھمکی دو گے اور کہو گے کہ کار چوری ہونے کی رپورٹ درج کرائی گئی تو ریحانہ کی لاش ملے گی۔"

"کیا خوب ترکیب ہے۔ اس طرح وہ رپورٹ درج نہیں کرائیں گے اور ہم اس کار میں بیٹھ کر ایران کی حدسے آگے نکل جائیں گے۔"

"جب میرے بھائیوں کو اغوا ہونے کا علم ہوگا تو وہ چپ چاپ مجھے اور کار کو ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کریں گے لیکن قانون کا سہارا نہیں لیں گے کیونکہ کار میں ہیروئن کا مال چھپا ہوگا اور انہیں میری طرف سے بھی خبر ہے گی کیونکہ میرے پاس بارہ لاکھ کے ہیرے ہوں گے۔"

کتنا جامع منصوبہ ہے، واقعی تم نے شیطانوں کے سائے میں پرورش پائی ہے۔ اگر تمھارے باپ اور بھائی شیطان ہیں تو تم۔۔۔ شیطان کی خالہ ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "میری برائی کر رہے ہو؟"

"تعریف کر رہا ہوں۔ اگر کوئی ڈاکے ڈالتا ہے ——

قتل کرتا ہے یا ہیروئن میں کامیاب ہوتا ہے تو اس کے دھندے سے تعلق رکھنے والے اس کی تعریفیں کرتے ہیں، یہ نہیں کہتے کہ اس نے بہت بڑا جرم کیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اس نے شیطان کو بھی مات دی ہے۔ جرائم کی دنیا میں ہمیشہ شیطان کے حوالے سے تعریفیں کی جاتی ہیں۔"

حالات نے کرم داد کے اندر شیطانی نفرت اور غصہ بھر دیا تھا۔ اسے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دشمنوں سے کس طرح انتقام لینا چاہیے، اور خود کو کس طرح برتر دیکھنا چاہیے۔ اب وہ رفتہ رفتہ سب کچھ سمجھتا جا رہا تھا۔ روانگی سے پانچ دن پہلے ریحانہ کہ جسکی تھی کہ دو دن تک اس سے ملاقات نہیں کرے گی کیونکہ آپریشن کے بعد گھر میں آرام کرے گی۔ ان دو دنوں میں کرم داد بھی ایک پرائیویٹ کلینک میں بیمار کی حیثیت سے داخل ہوگیا۔ وہ ایک بہت بڑے ڈاکٹر کا کلینک تھا۔ ڈاکٹر اپنے پیشے میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ شہر میں کافی معتبر تھا۔ سب اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے لیکن بنیادی طور پر وہ لالچی تھا۔ یہ بات کرم داد کو معلوم ہوئی تھی۔ اس نے پچیس ہزار روپے اس کے سامنے رکھ دیے اور کہا: "میں چوبیس تاریخ کو آپ کے کلینک سے باہر جا رہوں گا لیکن آپ اور میرے پرائیویٹ کمرے کی نرس اس بات کے گواہ رہیں گے کہ میں یہاں موجود تھا۔"

بائیس تاریخ کو ریحانہ کے بائیں بازو کا آپریشن ہوا۔ وہ دوسرے دن تک گھر میں آرام کرتی رہی۔ کرم داد نے اسے بتا دیا تھا کہ چوبیس تاریخ کو اس کی ملاقات اس کلینک کے پرائیویٹ روم نمبر چھ میں ہوگی۔

وہ اسی پروگرام کے مطابق کلینک میں پہنچ گئی۔ وہ صبح آٹھ بجے آئی تھی۔ کرم داد نو بجے تک اس کے ساتھ پرائیویٹ روم میں رہا۔ پھر یہ کہہ کر باہر گیا کہ میں بھی آتا ہوں۔ وہ اسی کمرے میں اس کا انتظار کرتے لگی۔ وہ ڈاکٹر کے پرائیویٹ روم میں آیا۔ ڈاکٹر موجود نہیں تھا۔ وہی نرس تھی جس کی ڈیوٹی کمرے میں رہا کرتی تھی۔ اس نے پانچ ہزار میں اس نرس کو خرید رکھا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لڑکی خاصی حسین بھی ہے اور مال دار بھی۔ خوب چارا پھینکا ہے۔"

"تم ذرا باہر جاؤ۔ میں ضروری فون کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ کرم داد نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے مسٹر عید محمد عرف عیدا پہلوان کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا: "کیا تم مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

دوسری طرف سے غرا کر پوچھا گیا: "ہوں، تو تم ہو کرم۔۔۔"

"اب میں بھی کرم نہیں رہا۔ تمھاری طرح مسٹر کرم داد بن گیا ہوں۔ تمھیں ایک دھماکہ خیز اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ اس سے پہلے مجھے بتاؤ تمھارے آس پاس کوئی ہے تو نہیں اور اگر ہے تو اپنے آپ کو قابو میں رکھنا میری طرف سے ملنے والی اطلاع کا ردعمل ظاہر

کرو گے تو بہت بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔ میں نہیں چاہتا کہ تمھارے بیٹوں کو اس کا علم ہو۔"

"تم کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"یہ سوال کرنے سے پہلے ذرا دیکھو، تمھاری بیٹی گھر میں موجود ہے؟"

"نہیں، وہ اپنی آنٹی کے یہاں گئی ہے۔"

"وہ آنٹی کے ہاں بھی نہیں ہے۔ تم اسے ہر جگہ تلاش کر لو جب نہ ملے تو یقین کر لینا کہ اس کی زندگی میرے ہاتھوں میں ہے۔ تم چاہو تو وہ زندہ ملے گی ورنہ میں اس کی لاش پہنچا دوں گا۔"

دوسری طرف چند لمحوں تک خاموشی رہی پھر اس نے کہا: "اگر یہ مذاق ہے تو اسے ختم کرو اور اگر سنجیدہ ہو تو میں تمھیں وارننگ دے رہا ہوں، اگر میری بیٹی کو کچھ ہوا تو۔۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا: "تو مجھے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ کیا فرق پڑے گا۔ میرے ماں باپ میری آنکھوں کے سامنے قتل ہوئے۔ میں اپنی آنکھوں کے سامنے خود قتل ہو جاؤں گا لیکن یہ اتنا آسان بھی نہیں ہے۔ میں نے تم جیسے شیطان کے مظالم سہتے سہتے خود شیطان بننا سیکھ لیا ہے۔"

"سنو کرم داد! جو ہو چکا اسے بھول جاؤ۔ دشمنی ختم کر دو۔۔۔ میری بیٹی کو واپس کر دو۔ میں تمھیں اتنی رقم دوں گا کہ تم کوئی چھوٹا سا کاروبار کر سکو گے۔"

"کیا یہ کاروبار کہ ہے کہ تمھاری بیٹی میرے پاس ہے اور میں لاکھوں کا مطالبہ کر سکتا ہوں۔"

"تم ہوش میں نہیں ہو ورنہ یہ سمجھ سکتے کہ مجھے ہمیشہ بیٹی ذات سے نفرت رہی ہے۔ وہ پیدا ہو گئی تو مجبوراً میں نے اسے برداشت کر لیا۔ اگر وہ مر جائے گی تو میرے لیے کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔"

"کیا بارہ لاکھ کا نقصان بھی برداشت کر لو گے؟"

دوسری طرف پھر خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد پوچھا گیا: "تم کیا کہہ رہے ہو۔ کیسے بارہ لاکھ؟"

"وہی جو تمھاری بیٹی کے بائیں بازو میں تعویذ کی طرح بندھے ہوئے ہیں۔"

پھر دوسری طرف گہری خاموشی چھا گئی۔ کرم داد نے کہا۔ "میں تمھاری بیٹی کو قتل کر دوں تو انتقام کی پیاس بھی بجھے گی اور تمام ہیرے بھی ہاتھ آئیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دو لاکھ میں سودا ہو سکتا ہے مجھے یہ رقم دے دو اور اپنی بیٹی کو ہیروں سمیت لے جاؤ۔"

عید نے کہا۔ "مجھے یقین نہیں آرہا جب بارہ لاکھ کے ہیرے ہمیں مل سکتے ہیں تو تم انتقام کی پیاس بجھا سکتے ہو تو پھر دو لاکھ میں سودا کیوں کر رہے ہو؟"

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام روحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے۔ ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اس کا سینہ انتقام کے شعلے سے دہک رہا تھا۔ انتقام کے شعلے اس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ——— ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کر دی۔!!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے ابھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت:- پندرہ ۱۵ روپے

منگانے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز، پوسٹ بکس نمبر ۲۳۰ کراچی

"اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو مجھے تمھاری بیٹی سے دشمنی نہیں ہے۔ اس نے میرا کوئی نقصان نہیں کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں ہیروں کے معاملے میں اناڑی ہوں۔ میں نہیں جانتا انھیں کہاں فروخت کرنا چاہیے کس طرح ان سے رقم حاصل کرنی چاہیے۔ اگر مجھے دو لاکھ روپے مل جائیں تو میں ان جھمیلوں سے خود ہی دُور ہو جاؤں گا۔"

"ریحانہ کہاں ہے؟"

"پہلے دو لاکھ روپے۔"

"مل جائیں گے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ مجھے دھوکا نہیں دو گے؟"

"دن کی روشنی میں لین دین ہو گا۔ میں آج دوپہر کو ٹھیک تین بجے وہاں مل سکتا ہوں۔ وہ جگہ تمھاری جانی پہچانی ہے۔"

"کون سی جگہ؟"

کرم داد نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔ "چک نمبر ۲۱۲۔"

دوسری طرف پھر خاموشی چھا گئی۔ وہ گڑبڑا کر بولا۔ "چک نمبر ۲۱۲ کیوں؟ اتنی دور کیوں؟"

"تم اچھی طرح جانتے ہو۔ اُدھر کے کھیت ان دنوں میں ویران پڑے رہتے ہیں۔ شاذ و نادر ہی کوئی اُدھر جاتا ہے۔ میں اسی ویرانے میں سودا کروں گا۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھو۔ تمھارے دونوں بیٹوں کو ہمارے معاملات کا علم نہ ہو۔ تم تنہا آؤ گے۔ پولیس کا کوئی آدمی نظر آیا تو اپنی بیٹی کے ساتھ تم بھی جان سے جاؤ گے۔"

"کرم داد! ہم یہاں بھی سودا کر سکتے ہیں۔"

"میں فضول باتیں کرنا نہیں چاہتا۔ میں نے کہہ دیا ہے چک نمبر ۲۱۲، ٹھیک دوپہر کو تین بجے۔ اگر تم نہ آئے تو چار بجے اپنی بیٹی کی لاش اُٹھانے ضرور آؤ گے۔"

وہ ریسیور رکھ کر اپنے پرائیویٹ کمرے میں آ گیا۔ ریحانہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ بارہ بجے تک اس کے ساتھ وقت گزارتا رہا اور قیاس آرائی کرتا رہا کہ عیدا پہلوان اس شہر میں اپنی بیٹی کو ہر اس جگہ تلاش کر رہا ہو گا جہاں وہ پائی جا سکتی ہے۔ اپنے رشتے داروں کے ہاں اس کی سہیلیوں کے ہاں تلاش کر لینے کے بعد یقین ہو جائے گا کہ ریحانہ دشمن کے قبضے میں ہے اور اسے دو لاکھ روپے لے کر چک نمبر ۲۱۲ کی طرف جانا ہی ہو گا۔

وہ خون کے رشتوں کو نظر انداز کر سکتا تھا بارہ لاکھ روپے کے ہیروں کو بھول نہیں سکتا تھا۔ اس کے لیے بے چینی اتنی ہو گی کہ تین بجے سے پہلے ہی وہاں پہنچے گا۔ ریحانہ بارہ بجے اُس سے رخصت ہونا چاہتی تھی۔ محبت کرتے کرتے ساڑھے بارہ بج لیے جب وہ رخصت ہوئی تو یہ بھی فوراً وہاں سے ٹیکسی میں روانہ ہو گیا۔

اس دلچسپ داستان کے

باقی واقعات

تیرھویں حصے

میں ملاحظہ کیجیے

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

تیرھواں حصہ

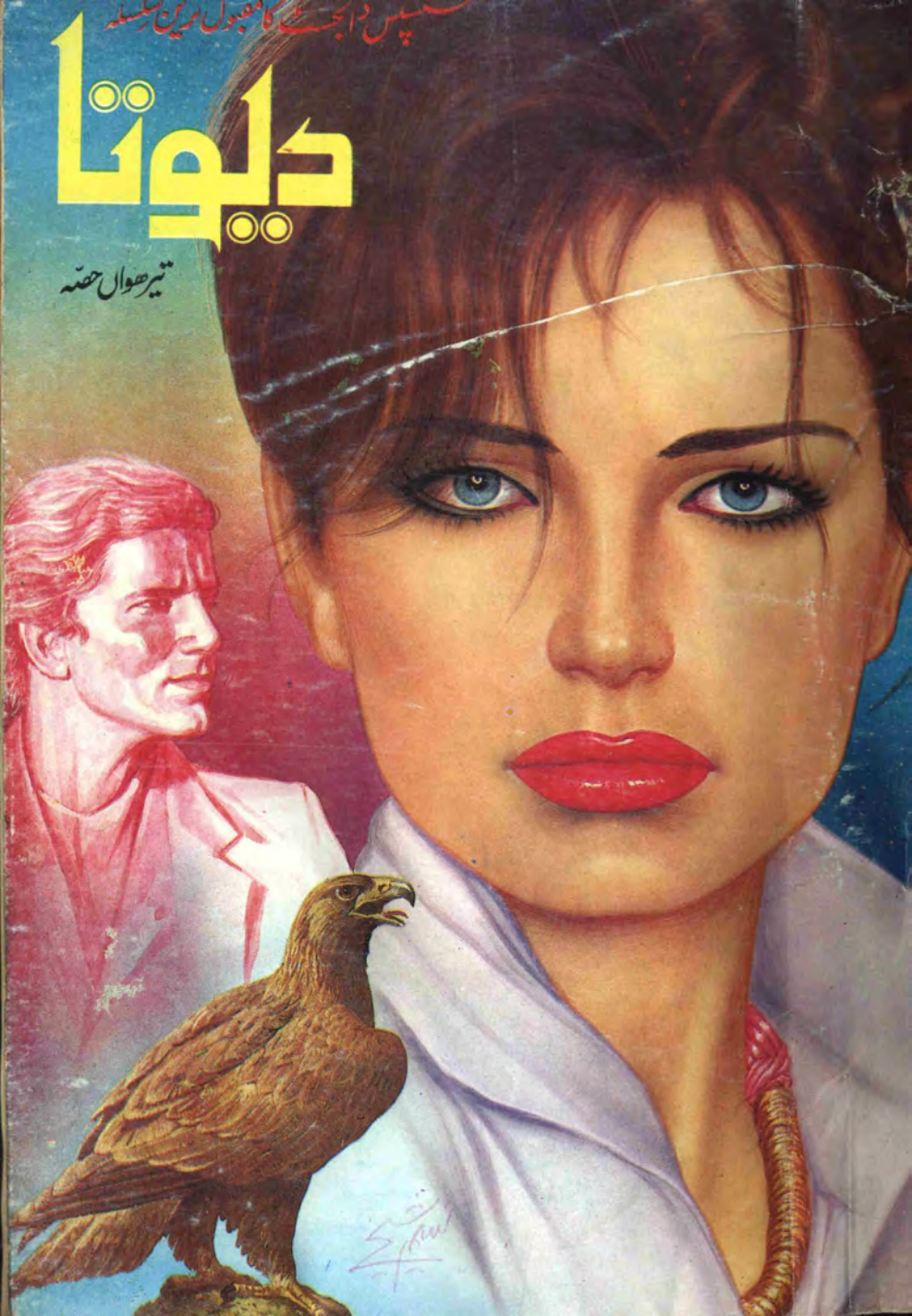

دیدنا

فرہاد علی تیمور

مصلحت کوشوں کے کھیا رمیں محصور ایک درد مند شخص کی
گرگشتہ ایک شورہ پشت، شوریدہ سر کا احوں ایک عالم
جس کا دھشت گیا سا تھا، اس بے ماں شخص کی خوئے نوشت
جس کی خوئے نوشت سے پہاڑ لرزاں تھے۔

چک نمبر ۲۱۲ کے قریب پہنچ کر اُس نے ٹیکسی والے کو اتنی رقم دی جس کی وہ توقع بھی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر کھیت ہی کھیت چلتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں آج سے بارہ برس پہلے اس نے لہو اور مٹی میں لتھڑی ہوئی باپ کی لاش دیکھی تھی۔

وہاں عیدا پہلوان اس کا انتظار کر رہا تھا، اسے دیکھتے ہی بولا "ریحانہ کہاں ہے؟"

"وہ زندہ ہے، سلامت ہے، تمھیں مل جائے گی، دو لاکھ روپے نکالو۔"

اس نے بریف کیس کھول کر اسے نوٹوں کی گڈیاں دکھائیں پھر اسے بند کرتے ہوئے کہا "ایک ہاتھ سے بیٹی لوں گا دوسرے ہاتھ سے رقم دُوں گا۔"

اس نے دُور اشارہ کرتے ہوئے کہا "پہلوان! اس آم کے درخت کو دیکھ رہے ہو۔ آج سے بارہ برس پہلے وہ ہرا بھرا تھا۔ ابھی آموں کا موسم نہیں ہے پھر بھی ہم وہاں چلتے ہیں۔"

عیدے پہلوان نے دور اس درخت کو دیکھا تو ایک دم سے جھرجھری سی پیدا ہوئی۔ اس نے پوچھا "تم نے مجھے یہاں کیوں بُلایا ہے؟ سودا شہر میں ہو سکتا تھا کیا تم اپنے باپ کا انتقام لینا چاہتے ہو؟"

"تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ دیر ہو گئی تو تیری بیٹی زندہ نہیں رہے گی۔ جہاں میں نے اسے رکھا ہے وہاں یہ تاکید کر دی ہے کہ مجھے پہنچنے میں دیر ہو تو اسے ختم کر دیا جائے۔"

پہلوان نے کہا "تم یہ نہ سمجھنا کہ میں بوڑھا ہوں تو کمزور بھی ہو چکا ہُوں۔ چلو دیکھتا ہوں تم اس درخت کے پاس کیا کرنا چاہتے ہو۔"

وہ دونوں چلتے چلتے وہاں پہنچ گئے۔ کرم داد نے اپنا ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "ابھی تم نے کہا تھا، بوڑھے ہو مگر کمزور نہیں ہو۔ ذرا میرے ہاتھوں کو دیکھو، یہ ایک لوہار کے ہاتھ ہیں کیا تم پنجہ لڑا سکتے ہو؟"

عیدے پہلوان نے کن انکھیوں سے اس کے موٹے سخت کھُردرے ہاتھوں کو دیکھا۔ وہ ہاتھ اور اس کی انگلیاں فولاد کی طرح سخت تھیں اس نے کہا "آؤ ایک بار پنجہ لڑاؤ۔"

پہلوان پیچھے ہٹ کر بولا "کیا بکواس ہے۔ کیا تم نے پنجہ لڑانے کے لیے مجھے بُلایا ہے؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"میں چلا جاؤں گا پھر تمھیں دو لاکھ نہیں ملیں گے۔"

"ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ اپنی بیٹی کو لے کر جاؤ۔ دیکھو اس درخت کے پاس دیکھو جہاں سے ہم ابھی آئے ہیں اور جہاں بارہ برس پہلے میں کھڑا ہوا تھا۔ تم نے میرے باپ کے ساتھ یہاں سے دوڑ لگائی تھی۔ شرط یہ تھی کہ جو پہلے مجھ تک پہنچے گا میں اسی کی، ملکیت بن جاؤں گا اب ذرا غور سے اس درخت کی طرف دیکھو

وہاں تمھاری بیٹی کھڑی ہوئی نظر آئے گی۔"

بوڑھے پہلوان نے بے اختیار اس درخت کی طرف دیکھا۔ پھر پلٹ کر بولا۔ "کیا بکواس ہے وہاں کوئی نہیں ہے۔ تم یہ کیا تماشا کر رہے ہو؟"

"پہلوان! تمھاری بیٹی وہاں موجود ہے ذرا غور سے دیکھو۔"

وہ پھر انھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ کرم داد نے کہا۔ "اپنے دماغ میں یہ بات ڈھیرا تے رہو کہ اس کے پاس بازو میں بارہ لاکھ روپے کے ہیرے ہیں تب وہ نظر آجائے گی اور جب نظر آجائے تو یہاں سے دوڑ لگانا۔ اپنی بیٹی تک پہنچنے کی کوشش کرنا۔ اگر میں پہلے پہنچ جاؤں تو وہ تمھیں نہیں ملے گی۔ اگر تم پہلے پہنچ گئے تو بیٹی بھی تمھاری اور ہیرے بھی تمھارے۔"

وہ بے بسی سے بولا۔ "کہاں ہے میری بیٹی، کہاں ہیں وہ ہیرے مجھے کچھ نظر نہیں آرہا ہے۔"

"تمھاری دور کی نظر کمزور ہے۔ قریب جاؤ گے تو نظر آجائے گی۔ لہٰذا دوڑ لگاؤ اور اس درخت تک پہنچو۔"

"نہیں، میں دوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

"تمھارا تو باپ بھی چلے گا۔" یہ کہتے ہی اس نے ایک الٹا ہاتھ پہلوان کے منہ پر رسید کیا۔ وہ ذرا لڑکھڑایا، پھر اس سے لپٹ پڑنے کے لیے آگے بڑھا مگر منہ پر گھونسہ پڑا۔ پھر کرم داد نے اس کے ایک ہاتھ کے پنجے میں اپنا پنجہ ڈال کر موڑنا شروع کر دیا اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ پہلی بار احساس ہوا کہ وہ منہ سے بوڑھا ہی نہیں کمزور بھی ہو گیا ہے اور اگر کمزور نہیں ہوا ہے تو ایک قد آور لوہار کے سامنے اس کا بڑھاپا بے بس ہے۔ اس نے پوچھا۔ "بولو، وہاں تک دوڑ کر جاؤ گے یا نہیں؟"

"چھوڑ دو۔ خدا کے لیے چھوڑ دو۔ میں جاؤں گا، دوڑ کر جاؤں گا۔"

اس نے چھوڑتے ہوئے کہا۔ "یہ بریف کیس چاہو تو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔ روپے میرے ہیں اور آخر میں مجھے ہی ملیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پہلوان نے یک بیک دوڑ لگائی۔ وہ تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ چاہتا تھا کہ کرم داد اس کے پیچھے نہ آئے۔ اگر آئے تو اس سے آگے نہ نکل سکے۔ تھوڑی دور جاتے ہی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ تب پتا چلا، کرم داد نے اپنے کاندھے کی چادر اس کے قدموں سے الجھا دی تھی۔

اس نے اوندھے منہ زمین پر گرنے کے بعد فوراً ہی اٹھ کر دیکھا۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "کچھ یاد آیا۔ اگر نہیں تو کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مجھے یاد ہے، چلو دوڑ لگاؤ۔"

"نن نہیں۔ میں نہیں دوڑوں گا۔ میں سمجھ گیا تم کیا چاہتے ہو۔ میرا باپ بھی سمجھ گیا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں پہنچ سکے گا تم اسے پہنچنے نہیں دو گے اس کے باوجود ایک ذرا سی امید تھی۔ شاید دوڑ میں وہ تم سے بہت آگے نکل جائے۔ اور تم اسے نہ روک سکو۔ تم بھی یہی آس رکھو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم اس درخت کے پاس پہنچ جاؤ گے تو یہ دو لاکھ روپے تمھارے ہوں گے اور تمھاری بیٹی تمھیں واپس مل جائے گی۔ چلو شروع ہو جاؤ۔"

اس نے پھر درخت تک پہلے پہنچنے کی آس میں دوبارہ دوڑ نا شروع کیا۔ دوڑنے کے دوران وہ پلٹ کر دیکھتا تھا، اب مطمئن ہو جاتا تھا۔ کرم داد اس کے پیچھے نہ گیا تھا۔ یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ قریب نہیں آئے گا۔ اس کی ٹانگ میں ٹانگ نہیں پھنسا سکے گا۔ وہ اور زور سے دوڑنے لگا۔ درخت اس سے بیس گز کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ قدم تیزی سے اٹھتے۔ میں ٹانگ بڑھتے رہیں تو منزل قریب تر ہوتی جاتی ہے پھر پندرہ گز کا فاصلہ رہ گیا۔ اس کے بعد دس گز۔ پھر چھ گز۔ اس کے ساتھ ہی دوڑتے ہوئے قدم رک گئے۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ دونوں بازو پھیل گئے۔ منہ آسمان کی طرف اٹھ گیا پھر وہ دھپ سے اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ اس کی پشت میں ایک خنجر پیوست تھا۔ کرم داد نے زمین پر پڑے ہوئے بریف کیس کو اٹھایا، پھر اس سے چند فٹ کے فاصلے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "یہ دو لاکھ روپے تمھارے سامنے ہیں، بڑھو، آگے بڑھو لے لو یہ تمھارے ہیں۔"

جان جا رہی تھی۔ اس کے باوجود عبرت پہلوان نے اپنا ایک ہاتھ بریف کیس کی طرف بڑھایا۔ وہ بیٹی کو نہیں بارہ لاکھ روپے کے ہیروں کو لینے آیا تھا۔ وہ نہیں مل رہے تھے، یہ تو اس کے اپنے دو لاکھ تھے۔ اس رقم تک تو پہنچ سکتا تھا۔

وہ گھسٹتا ہوا آگے بڑھا۔ اپنے ایک ہاتھ کو اور آگے بڑھایا بریف کیس کے قریب پہنچنے لگا لیکن وہ لرزتا ہوا ہاتھ یک بارگی بے دم ہو کر زمین بوس ہو گیا۔

ایک دیرینہ انتقام کی آگ ذرا ٹھنڈی پڑ گئی۔ اس نے بریف کیس کو اٹھایا۔ لہو اور مٹی میں لتھڑی لاش کو بڑی آسودہ نظروں سے دیکھا پھر وہاں سے چل پڑا۔ شام کے چھ بجے تک اپنے کلینک میں پہنچ گیا۔ ڈاکٹر نے اسے دیکھ کر پوچھا۔ "کہاں گئے تھے؟ کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"آپ فکر نہ کریں آپ پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔"

"اور آ گیا تو؟"

اس نے بستر کے نیچے سے بریف کیس نکال کر اسے ڈاکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس میں دو لاکھ روپے ہیں آپ جتنی رقم چاہیں نکال لیں میں اعتراض نہیں کروں گا۔ باقی رقم میری ہے۔ فی الحال یہ بریف کیس آپ کے پاس رہے گا۔"

ڈاکٹر نے بے یقینی سے اسے دیکھا پھر دروازے کو بند کرنے کے بعد بریف کیس کو کھول کر دیکھا۔ واقعی اس میں نوٹوں کی گڈیاں ہی گڈیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا میں پورا بریف کیس اپنے ساتھ لے جاؤں؟"

"ہاں ضرور۔"

"کیا تمھیں مجھ پر اعتماد ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میں جن ہواؤں میں اڑ رہا ہوں وہاں دو لاکھ روپے کی اہمیت نہیں ہے اسے آپ لے جائیں۔ کم از کم ایک لاکھ روپے آپ کے پاس میری امانت رہیں گے۔ میں ملک سے باہر جانے والا ہوں جب بھی واپس آؤں گا، یہ رقم آپ سے لے لوں گا۔"

وہ بریف کیس اٹھا کر لے گیا کرم داد آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر بستر پر لیٹ گیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ تصور میں دیکھ رہا تھا۔ کبھی اسے نظر آتا تھا، اس کا باپ لہو اور مٹی میں لتھڑا ہوا ہے دوسرے ہی لمحے ٹھیک اس جگہ اس کا دشمن مٹی اور لہو میں لتھڑا ہوا نظر آتا تھا۔ وہ خوش ہو کر بے اختیار مسکرانے لگتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو جاتی تھی اور تیندسی دکھائی دینے لگتی تھی اس رات وہ بڑے سکون سے گہری نیند سوتا رہا۔ دوسری صبح پولیس والے آ دھمکے۔ انسپکٹر نے کہا۔ "ہم تمھارے گھر گئے تھے، تمھارے پڑوسی نے بتایا۔ اس ہسپتال میں ہو۔ تمھارے تو بڑے ٹھاٹھ ہیں اتنے مہنگے ہسپتال میں علاج کرا رہے ہو۔"

"انسپکٹر صاحب! کیا آپ مجھے اس لیے پکڑنے آئے ہیں کہ ایک غریب آدمی اتنے مہنگے ہسپتال میں اپنا علاج کرا رہا ہے؟"

وہ غرا کر بولا۔ "ہم پوچھنے آئے ہیں کل تم کہاں تھے؟"

"یہاں کے ڈاکٹروں اور نرسوں سے پوچھ لیجیے۔ میں اسی ہسپتال میں پچھلے دو دنوں سے ہوں۔"

ڈاکٹر کے کمرے میں ریحانہ کا بڑا بھائی میز پر گھونسہ مارتے ہوئے ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا۔ "یہ ناممکن ہے۔ وہ یہاں نہیں تھا۔ اس نے چیک نمبر ۲۱۲ میں پہنچ کر دادا کی ہے میرے باپ کو قتل کیا ہے۔"

ڈاکٹر نے سخت لہجے میں کہا۔ "مسٹر! ہوش میں رہ کر بات کرو۔ تم میرے ہسپتال کو بدنام کرنا چاہتے ہو۔ تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میرے مریض ہسپتال سے اٹھ کر میلوں دور جاتے ہیں اور قتل کی واردات کے بعد واپس ہسپتال آ جاتے ہیں۔ کیا ابھی پولیس انسپکٹر نے یہ نہیں بتایا کہ میں کتنی عزت اور شہرت کا مالک ہوں۔ اگر تم میرے ہسپتال کے خلاف کوئی بات کرو گے تو میں تمھارے خلاف قانونی کارروائی کروں گا۔"

ریحانہ کو پورا یقین تھا کہ اس کے باپ کے قتل میں کرم داد کا ہاتھ نہیں ہے۔ وہ خود دن کے ساڑھے بارہ بجے تک اس کے ساتھ رہی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کا کرم داد اتنی جلدی اسپتال سے اٹھ کر جائے گا اور میلوں دور جا کر واردات کرنے کے بعد واپس آ جائے گا۔ کبھی اس کے دل میں شبہ پیدا ہوتا تو وہ اس شبے کو دل و دماغ سے جھٹک دیتی تھی۔

اس کے دونوں بھائی تلملا کر رہ گئے۔ ثبوت کے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل رہا تھا۔ کوئی گواہ نہیں تھا۔ اسی رات فون کی گھنٹی بجنے پر ریحانہ کے بڑے بھائی نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔"

کرم داد کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "آج سے بارہ برس پہلے چیک نمبر ۲۱۲ میں ایک کسان کا قتل ہوا تھا۔ وہاں کے تھانیدار اور سپاہیوں نے گواہی دی کہ تمھارا باپ بے گناہ ہے۔ قاتل نہیں ہے۔ وہ تھانیدار کی نظروں کے سامنے صبح بس میں بیٹھ کر لاہور چلا گیا تھا۔ کتنی زبردست گواہی تھی۔ اس کی بے گناہی کا ثبوت خود قانون کے محافظوں نے پیش کیا تھا اب تم سر پٹختے رہو۔ تمھارے شیطان باپ نے جو سبق مجھے پڑھایا تھا، میں نے اسے دہرا دیا۔"

ریسیور رکھ دیا گیا۔ وہ ہیلو ہیلو کہتا ہی چیختا ہی رہا۔ یہ تو ازل سے ہوتا آیا ہے، جب بھی ظلم ہوتا ہے تو مرنے مظلوم نہیں چیختے۔ ظلم اگر ظالم پر ہو تو وہ بھی چیختا ہے۔ وہ بھی چیخ رہا تھا۔ قسمیں کھا رہا تھا کہ کرم داد کو بری طرح اذیتیں دے دے کر مارے گا۔

اس نے سوچ لیا تھا، ستائیس تاریخ کو ریحانہ ہمگلنگ کا مال لے کر جائے گی۔ اس کے بعد اسے اطمینان ہو جائے گا۔ پھر وہ کرم داد کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جائے گا لیکن ستائیس تاریخ کے بعد پتا چلا کہ وہ چھبیس تاریخ کو ہی ملک سے باہر چلا گیا ہے۔ اس کے فرشتے بھی سمجھ نہیں سکتے تھے کہ خود اس کی بہن ان کے دشمن سے مل کر کس طرح فراڈ کر رہی ہے۔

ریحانہ اور کرم داد نے اپنے منصوبے پر بڑی کامیابی سے عمل کیا اور بڑی کامیابی سے وہ خشکی کا سفر کرتے ہوئے پیرس پہنچ گئے۔ ریحانہ کے بڑے بھائی کا نام رب نواز اور چھوٹے کا شاہنواز تھا۔ انھوں نے پروگرام یہ بنایا تھا کہ ریحانہ اپنی آنٹی وغیرہ کے ساتھ کار میں سفر کرتے ہوئے پیرس پہنچے گی وہاں چھوٹا بھائی شاہنواز ان کے استقبال کے لیے موجود رہے گا۔

دونوں بھائی جانتے تھے کہ مغربی ممالک میں کس طرح منشیات کو اچھے داموں فروخت کرنا چاہیے اور ان ہیروں کو کس شخص کے پاس پہنچانا چاہیے۔ انھوں نے جتنا گھاگ ریحانہ کو ایسے

لوگوں کے پتے نوٹ کرا دیے تھے۔ کبھی غیر متوقع حالات پیش آتے ہیں ایسے میں شاہنواز اور ریحانہ کی ملاقات پیرس میں نہیں ہو سکتی تھی۔ اور اب دونوں بھائی رب نواز اور شاہنواز کی اطلاع کے مطابق یہی ہو رہا تھا۔ اطلاع ملی تھی کہ ریحانہ کو کار سمیت اغوا کیا گیا ہے۔ اگر اغوا میں مخالف اسمگلروں کا ہاتھ ہوگا تو وہ یقیناً ریحانہ پر تشدد کریں گے اور معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ وہ اسمگلنگ کا مال کس طرح لے جا رہی ہے؟ مال کہاں چھپایا گیا ہے؟ بہرحال انہیں امید نہیں تھی کہ ریحانہ کار سمیت انہیں مل سکے گی۔ تاہم شاہنواز پیرس پہنچا ہوا تھا اور رب نواز پاکستان میں کوئی اچھی خبر سننے کا منتظر تھا۔

ریحانہ اور کرم داد نے پیرس پہنچ کر سب سے پہلے ایک گیراج کرائے پر حاصل کیا تھا۔ کار کو وہاں لاک کر دیا تھا۔ پھر ہوٹل لاروش میں اپنے لیے ایک کمرہ لیا۔ وہیں سے انھوں نے فون کے ذریعے متعلقہ لوگوں سے رابطہ قائم کیا۔ ان معاملات میں ریحانہ کے مقابلے میں کرم داد ناتجربہ کار تھا۔ کس طرح سودا کیا جاتا ہے۔ کس طرح لوگوں سے گفتگو کی جاتی ہے؟ اسے ذرا بھی علم نہ تھا۔ وہ تمام راستے تہران سے پیرس تک اسے انگریزی کے خاص خاص جملے سکھاتی آئی تھی اور اسے کار ڈرائیو کرنے کی ٹریننگ بھی دیتی رہی تھی۔

اس نے ٹیلیفون کے ذریعے ایک مخصوص نمبر پر رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے جواب ملتے ہی اس نے کہا۔ "میں مسٹر گوڈزیلا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم کون ہو اور کیا بات کرنا چاہتی ہو؟"

"گوڈزیلا سے صرف اتنا کہہ دو۔ اے گرل وِد گولڈ ڈسٹ فرام ایسٹ (ایک لڑکی مشرق سے جس کے ساتھ سونا ہے)۔"

ہولڈ آن کہنے کے لیے کہا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک غرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "کون ہو تم؟"

ریحانہ نے کہا۔ "میں اپنے ساتھ گولڈ ڈسٹ لائی ہوں۔"

"تمھیں میرا نام اور پتا کیسے معلوم ہوا؟"

"ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ ایک دوسرے کو پہچاننے میں ٹھوکر نہ کھانے میں ہی بہتری ہے۔ میرے پاس اچھا خاصا مال ہے دیکھو گے تو آنکھ کھل جائے گی۔ مجھ سے ملاقات کرنا پسند کرو گے، یا مجھے اپنے پاس بلاؤ گے؟"

"تم کہاں ہو؟"

"ہوٹل لاروش، کمرہ نمبر سات۔"

"جواب کا انتظار کرو۔ کسی وقت بھی فون پر ابتدائی معاملے پر بات ہو سکتی ہے۔"

"ویٹ اے منٹ۔ میں جانتی ہوں پہلے تم ہمارے متعلق تفتیش کرو گے اس کے بعد ہم سے گفتگو کرو گے لیکن میری ایک گزارش ہے۔"

"بولو، کیا بات ہے؟"

"تمھارا پاکستانی ڈیلر شاہنواز یہاں آیا ہوا ہے۔ اسے ہمارے معاملات کا علم نہیں ہونا چاہیے۔"

"اوہ آئی سی۔ کیا یہ وہی مال ہے جو تہران میں اس کے ہاتھ سے نکل گیا ہے؟"

"یس ہاں۔ آپ اپنے ڈیلر کو اہمیت دیں گے یا اس مال کو جو ہمارے ذریعے ملے گا؟"

"ہم مال چاہتے ہیں آدمی کی صورت نہیں دیکھتے۔ اگر وہ مال شاہنواز کے ہاتھ سے نکل گیا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے۔ ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ کیا تم لاروش میں ٹھہرا ہو؟"

"میرا بوائے فرینڈ بھی ہے۔"

"کیا تم اس میدان میں نئی ہو؟"

"آج سے پانچ برس پہلے ہماری ملاقات ہو چکی ہے۔ میں اپنے بھائیوں کے ساتھ آئی تھی۔ ہماری ملاقات دریائے سین کے کنارے گاڈیلا بوٹ میں ہوئی تھی۔"

"اوہ، آئی سی۔ کیا تم بے بی ریحانہ ہو؟"

ریحانہ نے حیرانی سے کہا۔ "آپ کی یادداشت قابلِ رشک ہے۔"

"بے بی! اتنی سی باتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی پہلے ہی اپنا نام بتا دیا ہوتا۔ آدھے گھنٹے کے اندر میرا ایک آدمی وہاں پہنچے گا۔ اس کے ساتھ چلی آنا۔"

آدھے گھنٹے کے بعد وہ کرم داد کے ساتھ گوڈزیلا کے پاس پہنچی۔ سارے معاملات طے ہو گئے۔ شام تک انھیں فرانسیسی فرانک مل گئے جن کی مالیت تقریباً پونے دو لاکھ روپے تھی۔ پیرس کے خوبصورت شہر کی خوبصورت رات اُن کے لیے تھی۔ وہ خوب تفریح کرتے رہے۔ ہنستے بولتے ہنساتے کھاتے پیتے رہے۔ نائٹ کلب میں جی بھر کر رقص جگاتے رہے۔ دوسری صبح ریحانہ نے فون کے ذریعے دوسرے ڈیلر سے رابطہ قائم کیا۔

رابطہ قائم ہونے پر اس نے کہا۔ "میں مسٹر جیکی وائز سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "تم کون ہو کیا بات کرنا چاہتی ہو اُن سے؟"

"مسٹر جیکی وائز سے صرف اتنا کہہ دو۔ اے ڈائمنڈ گرل فرام پاکستان۔"

ہولڈ آن کرنے کے لیے کہا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جیکی وائز کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو! تم کون ہو اور مجھ کو ڈھونڈ کیسے جانتی ہو؟"

"میں وہی ہوں جس کے ذریعے تمھیں مال بیچنے والا تھا۔ فرق اتنا ہے کہ وہ مال تہران میں چوری ہو گیا۔ ڈیلر بدل گئے ہیں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ تم پرانے ڈیلر کو اہمیت دو گے یا مال لینے کے لیے نئے ڈیلر کو؟"

"ہم مال کا لین دین کرتے ہیں ڈیلروں سے رشتے داری نہیں کرتے۔"

"میں ہوٹل لاروش کے کمرہ نمبر سات میں ہوں۔"

"انتظار کرو — ہمارا آدمی آ رہا ہے۔"

"ویٹ اے منٹ۔ کیا میں بھروسہ کر سکتی ہوں کہ یہ معاملہ راز میں رہے گا۔ حتیٰ کہ مسٹر شاہنواز کو بھی اس کا علم نہیں ہوگا؟"

"شاہنواز تو بہت دُور کی بات ہے میرے دستِ راست کو بھی معاملے کا علم نہیں ہوگا۔"

ایک گھنٹے کے اندر وہ ایک بہت ہی خوبصورت کار میں بیٹھ کر ایک اتنی بڑی کوٹھی میں پہنچے جو قلعہ نما تھی۔ مسلح گارڈز مخصوص وردی میں تھے۔ جب یہ دونوں کار سے اُتر کر اس کوٹھی میں داخل ہونے تو احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے لگے۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی عالیشان محل میں پہنچ گئے ہوں۔ فرش چمکتا تھا۔ وہ سنبھل سنبھل کر چل رہے تھے جیسے کیلے کے چھلکوں پر سے گزر رہے ہوں۔ دیواریں آرائشی سامان سے سجی ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں دیواروں پر ایسے آلات نظر آتے تھے جو انھوں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ وہ ایک شخص کی راہنمائی میں طویل راہداری سے گزرتے ہوئے ایک بڑے سے ہال میں پہنچے لیکن دروازے پر پہنچتے ہی ٹھٹک گئے۔

ہال کے وسط میں دائرہ نما اسٹیج تھا۔ اسٹیج سے پرے وسیع و عریض دیوار پر فرش ایکوریم بنے ہوئے تھے۔ ایکوریم میں مچھلیاں تیرتی ہیں لیکن وہاں جل پریاں تیر رہی تھیں۔ یوں کہنا چاہیے دس بارہ فٹ کے چوکور شیشے کے مختلف مرتبان تھے۔ صاف اور شفاف شیشوں کے اندر پانی بھرا ہوا تھا اور اس شفاف پانی میں تیرتی ہوئی جل پریاں ایسی دل کش لگ رہی تھیں کہ نظر ہٹانا محال ہو رہا تھا۔

ہال کی دوسری دیوار پر ایک بڑا سا ٹی وی اسکرین تھا۔ اس کے ساتھ ایک بڑا کمپیوٹر اسکرین بھی تھا اور طرح طرح کے آلات وہاں نصب کیے گئے تھے۔ ہال کے تیسری طرف ایک بہت بڑا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ ایسا اسٹیج جہاں ڈرامے کیے جاتے ہیں۔ اس وقت وہاں سنہری ریشمی پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہال کے وسط میں جہاں دائرہ نما اسٹیج تھا۔ اس اسٹیج کے بالکل وسط میں ایک بڑی سی ریوالونگ چیئر رکھی ہوئی تھی۔ اس گھومنے والی کرسی کا رُخ فرش ایکوریم کی طرف تھا اور اس کی پشت اس دروازے کی طرف تھی جہاں سے ریحانہ اور کرم داد داخل ہو رہے تھے۔ اس کرسی کے ایک طرف ایک بہت ہی خوش پوش جوان ہاتھ باندھے کھڑا ہوا تھا جیسے کرسی پر اُس کا کوئی آقا بیٹھا ہوا ہو اور وہ اس کے سامنے باادب کھڑا ہو۔

اُس جوان نے ادب سے کہا۔ "سر! مس ریحانہ اپنے دوست کے ساتھ آ چکی ہیں۔"

وہ ریوالونگ چیئر آہستہ آہستہ گھومنے لگی۔ گھومتے گھومتے اس رُخ پر ٹھہر گئی جدھر ریحانہ اور کرم داد آ کر ٹھہر گئے تھے۔ وہ دونوں دائرہ نما اسٹیج سے ذرا دُور تھے لیکن کرسی صاف نظر آ رہی تھی۔ اس پر کوئی نہیں تھا، وہ خالی تھی۔ لیکن اچانک ہی وہ خالی کرسی بولنے لگی۔ "مس ریحانہ! راز آخر راز ہوتا ہے۔ پھر ہمارے معاملے میں تمھارے اس ساتھی کا کیا کام؟"

ریحانہ اور کرم داد حیرانی سے خالی کرسی کو دیکھ رہے تھے۔ وہ واضح الفاظ میں بول رہی تھی، مردانہ آواز میں بول رہی تھی۔ ریحانہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "جناب! یہ میرے لائف پارٹنر بھی ہیں اور بزنس پارٹنر بھی۔ اس لیے اپنے ساتھ لائی ہوں۔ ساتھ لانے کی ایک اہم وجہ ہے۔ میں آپ کے لیے جو مال لائی ہوں اس کے بدلے آپ سے کچھ سہولتیں چاہتی ہوں۔"

"کیسی سہولتیں؟ واضح بات کرو۔"

"میں اپنے لائف پارٹنر کے ساتھ پیرس کی شہریت حاصل کرنا چاہتی ہوں اور اپنے ساتھی کو کسی ایسے ادارے میں پہنچانا چاہتی ہوں جہاں یہ انگریزی، فرنسیسی زبان سیکھنے کے علاوہ کار ڈرائیونگ اور ہتھیاروں کے استعمال میں مہارت حاصل کر سکے۔"

"یہ تمام سہولتیں حاصل ہو جائیں گی۔ مال کہاں ہے؟"

ریحانہ نے کن انکھیوں سے اس نوجوان کو دیکھا پھر کہا۔ "جناب! یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ ہمارے سامنے ایک شخص موجود ہے یا دو ہیں؟"

ریوالونگ چیئر نے کہا۔ "اس کا نام جیکی وائز ہے۔ اس سے تم فون پر باتیں کر چکی ہو۔ یہ میرا دستِ راست ہے۔ اس کے سامنے تم اپنا کوئی بھی راز بیان کر سکتی ہو۔"

"جناب! مال اس وقت میرے پاس موجود ہے میں ابھی بتاتی ہوں لیکن یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمیں رقم کتنی ملے گی؟"

"جو رب نواز اور شاہنواز سے طے ہو چکا ہے وہی تمھیں ملے گا لیکن تم نادان ہو۔ یہاں پہنچ کر سودا کر رہی ہو۔ کیا ہم جبراً وہ مال چھین کر نہیں رکھ سکتے؟"

"آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ میں بے یار و مددگار ہوں صرف آپ کو اپنا ہمدرد جان کر آئی ہوں۔"

"تم جو چاہتی ہو ملے گا۔ مال پیش کرو۔"

وہ اپنے بائیں بازو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "وہ

میرے یہاں چھپے ہوتے ہیں۔ آپریشن کے بعد نکلے جاسکتے ہیں۔"

"ویری گڈ — بزنس اِز ڈن۔"

اسی وقت میز کی سطح سے ٹک ٹک کی آواز سنائی دی۔ اس کے دست راست جیکی وائٹ نے آگے بڑھ کر ریموٹ بٹن کو آن کیا۔ پھر کہا۔ "ہاں بولو۔"

کہیں دوسری طرف سے آواز آئی۔ "سر! ہمیں ملنے والی اطلاعات درست ہیں۔ بلّی نے ہم سے فراڈ کیا ہے۔ اس کا ثبوت مل چکا ہے۔"

جیکی وائٹ نے سوالیہ نظروں سے کرسی کی جانب دیکھا۔ کرسی نے کہا۔ "اس سے کہو۔ ثبوت بیان کرے۔ بلّی سے کہو، اپنے کانوں میں ائرفون لگالے۔"

جیکی وائٹ نے ایک بٹن کو آن کیا سامنے ہی ایک فش ایکویریم کے اندر کا بلب جلنے بجھنے لگا۔ اس کے اندر تیرنے والی ایک جل پری نے سامنے جیکی وائٹ کی طرف دیکھا۔ جیکی نے سگنل کے ذریعے ..... اُسے بتایا کہ فش ایکویریم کی چھت سے لٹکے ہوئے ائرفون کو استعمال کیا جائے۔

لڑکی نے ہدایت کے مطابق اُسے چھت پر سے کھینچ کر کانوں سے لگالیا۔ اس کے ساتھ ہی میز پر سے آواز آنے لگی۔ "سر! رپورٹ یہ ہے کہ بلّی پچھلی رات شاہنواز کے ساتھ تھی۔ اُس نے وعدہ کیا ہے کہ ہمارے پاس نے کوئی فراڈ کیا اور وہ مال تہران سے نکل کر براہ راست پاس تک پہنچ گیا تو وہ شاہنواز کو اطلاع دے گی یعنی وہ ایک ٹٹ پونجیے کی خاطر ہمارے خلاف کام کر رہی ہے۔"

آواز ابھر رہی تھی اور دوسری طرف فش ایکویریم کے اندر بلّی سُن رہی تھی۔ وہ دہشت سے زرد پڑ گئی تھی۔ ریلو لونگ چیئر اس ایکویریم کی طرف گھوم کر کہہ رہی تھی۔ "بلّی! ایکویریم کی چھت کو لاک کر دیا گیا ہے تم باہر نہیں نکل سکو گی۔"

وہ تڑپ کر تیرتی ہوئی چھت کی طرف گئی اور اس پر ہاتھ مارنے لگی۔ اُسے اوپر کی طرف دھکا دینے لگی تاکہ وہ اٹھ جائے۔ لیکن چھت کو مقفل کر دیا گیا تھا۔ دوسری جل پریاں تیرنے کے دوران سانس لینا چاہتیں تو اُوپر چھت کی طرف پہنچ جاتی تھیں۔ تھوڑی دیر تک سانس لیتی تھیں پھر واپس آکر تیرنے لگتی تھیں۔ یعنی اس پُراسرار سنڈیکیٹ کا سربراہ جو لفظاً ہر خالی کرسی نظر آتا تھا وہ ایکویریم میں یہ تماشے دیکھ کر لطف اندوز ہوتا تھا۔۔۔۔ نفسیاتی نقطۂ نظر سے وہ جنونی تھا۔ دوسروں کو شدید ترین اذیتیں پہنچا کر تسکین حاصل کرتا تھا۔

ریحانہ کا کلیجہ مُنہ کو آرہا تھا کہ رم داد کی باچھیں کھل رہی تھیں جیسے من پسند تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب بلّی شیشے کے پاس آکر کرسی کی طرف رحم طلب نظروں سے دیکھتی تھی۔ پانی میں ہاتھ پاؤں مار کر زندگی کی بھیک مانگتی تھی تو کرم داد کو ایسے لگتا تھا، جیسے عید الضحیٰ پر قربان ہونے والی زندگی کی بھیک مانگ رہا ہو جیسے وہ ابھی ابھی اپنی سوتیلی ماں کو خنجر کی نوک میں پرو کر اس کے تڑپنے کا تماشہ دیکھ رہا ہو۔

وہ بے چاری پانی کے اندر کتنی دیر تک سانس روک سکتی تھی۔ آخر اُس نے ہاتھ پاؤں چھوڑ دیے۔ اس کی ناک سے اور منہ سے پانی کے بلبلے نکلنے لگے۔ ریحانہ یہ منظر نہ دیکھ سکی۔ اس نے دوسری طرف مُنہ پھیر لیا۔ کرم داد دیر سے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا کرسی بھی دیکھ رہی تھی۔ اگر اُس کی آنکھیں ہوں گی تو وہ بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہوگی۔ اس کرسی والے کا اور کرم داد کا مزاج ایک تھا۔ وہ دونوں ہی جنونی تھے۔ کرم داد کچھ زیادہ ہی تھا۔ اب وہ مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ دانت پیس رہا تھا۔ پھر اچانک ہی وہ قہقہہ لگا کر کہنے لگا۔ "مر گئی۔ ہا ہا مر گئی۔ جو اپنے محبوب سے بے وفائی کرے اور اپنے آقا سے غداری کرے اس کو مارنے کے بعد اور مارنا چاہیے۔ اگر یہ بے حیا تھک ہار جاتی تو میں اس کی لاش کو۔"

وہ قہقہہ لگا رہا تھا اور بول رہا تھا۔ ریلو لونگ چیئر اس کی طرف گھوم گئی جیسے اُسے دیکھ رہی ہو۔ سمجھ رہی ہو پھر اُس نے پوچھا۔ "تمھارا نام کیا ہے؟"

وہ بولا۔ "کرم داد۔"

"کرم داد! تمھاری خواہش پوری ہوگی اسے مارنے کے بعد بھی مارا جائے گا دیکھو۔ خوب دل چسپی سے دیکھو۔"

یہ کہہ کر ریلو لونگ چیئر اپنے دست راست جیکی کی طرف گھوم گئی پھر اس سے کہا۔ "ایسڈ (تیزاب)۔"

اس کے ساتھ ہی جیکی نے میز کی طرف ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن کو دبایا۔ ایکویریم کے اندر بلّی کا بے جان جسم پانی میں تیر رہا تھا۔ وہ پانی کم ہونے لگا۔ شاید ایکویریم کے نیچے سے نکاسی کا انتظام تھا جب وہ کافی حد تک کم ہوگیا تو جیکی نے اس بٹن کو آف کر کے دوسرا بٹن دبایا جس کے پاس ایسڈ لکھا ہوا تھا۔

اب پانی آہستہ آہستہ اُبل رہا تھا۔ اس میں تیزاب کی آمیزش ہو رہی تھی۔ پھر وہ زیادہ ہی اُبلنے لگا۔ ریحانہ دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ کر دوسری طرف مُنہ پھیر لیا۔ وہ بلّی کے جسم کو تیزاب میں گلتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ کرم داد وحشیانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے مُنہ کھولے دیکھ رہا تھا اور ریلو لونگ چیئر اس کی طرف گھوم کر اسے دیکھ رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ریحانہ نے اپنے چہرے پر سے ہاتھ ہٹا کر ایکویریم کی طرف دیکھا۔ اب وہاں بلّی نہیں تھی۔ کہاں گیا اس کا حسن؟ کہاں گیا

اس کا شباب؟ وہاں تو ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ تیزاب ملے ہوئے گدلے پانی میں تیر رہا تھا۔ پھر وہاں کا بلب بجھ گیا۔ ایکویریم میں گہری تاریکی چھا گئی۔ ڈھانچہ اندھیرے میں گم ہوگیا۔

کرم داد تاریک ایکویریم کو ابھی تک یوں دیکھ رہا تھا، جیسے موت کی تاریکی میں گہری دل چسپی سے جھانک رہا ہو۔ ریوالونگ چیئر اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس چیئر نے کہا۔ "جیکی!"

جیکی نے فوراً اٹینشن ہو کر کہا۔ "یس سر!"

"یہ شخص ہمارے کام کا ہے۔ اسے ٹیٹر ٹریننگ سینٹر (دہشت گردی کے تربیتی مرکز) میں رکھا جاسکتا ہے۔"

جیکی اسی طرح اٹینشن کھڑا اس نئے ریوالونگ چیئر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کے حکم کے مطابق اسے ٹی ٹی سی ہی رکھا میں رکھا جائے گا، ماسٹر کی!"

میں نے بلیک شیڈ وسے حاصل کیے ہوئے کیسٹ کے ذریعے کرم داد کی آواز سُنی تھی پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی ہسٹری معلوم کی تھی جو آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔

اب جب کہ میں کرم داد کے دماغ کو پڑھ رہا تھا تو دو برس گزر چکے تھے۔ ان دو برسوں میں اسے تجربات کی بھٹی سے گزار کر کُندن بنا دیا گیا تھا۔ اس پر زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی تھی۔ دہشت گردی کی تربیت دینے والے پہلے ہی بھانپ لیتے ہیں کہ کون شخص کتنی جلدی اُن کے مقاصد کے مُطابق ڈھل سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو دہشت گردی کے تربیتی مراکز میں پہنچانے سے پہلے انھیں جانچنے پرکھنے کی مخصوص کسوٹیاں ہوتی ہیں۔

مثلاً کرم داد جیسے لوہاروں کے لیے یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ فولادی مزاج رکھتے ہیں زیادہ محنت کرتے ہیں۔ زیادہ شراب پیتے ہیں۔ گرم مزاج ہوتے ہیں۔ فوراً ہی لڑ پڑتے ہیں وہ مخالفت کرنے والے کو دلائل سے کم اور ہتھیاروں سے زیادہ قائل کرتے ہیں۔ اُن کا جسم سخت دھات کا لگتا ہے۔ لوہا پگھلانے والی جہنم کی آگ میں تپتے رہتے ہیں۔ پگھلتی آنچ میں سانس لیتے رہتے ہیں۔ ان کی جسمانی کھال گینڈے کی طرح سخت ہو جاتی ہے۔

کرم داد بالکل ایسا ہی تھا۔ ایک تو حالات نے اُسے تُند خو بنا دیا تھا۔ دوسرے لوہار کا پیشہ اختیار کرنے کے بعد وہ اور سخت ہوگیا تھا۔ وہ اپنے بچپن کی بے بسی اور باپ کی موت پر کُڑھتا رہتا تھا۔ ایسے ہی ناراض لوگ بڑی آسانی سے دہشت گردوں کے آلۂ کار بن جاتے ہیں۔

دو برسوں میں وہ فر فر انگریزی بولنے لگا۔ فرانسیسی بڑی حد تک سمجھتا بھی تھا اور بولتا بھی تھا۔ موٹر سائیکل سے لے کر ہیوی کاریں طوفانی رفتار سے چلاتا تھا۔ اسے زندگی کی پروا ہی نہیں تھی۔ مرنے سے نہیں ڈرتا تھا اور اسے تربیت دینے والے یہی چاہتے تھے۔ اگر کوئی ٹریننگ کے دوران مر بھی جاتے تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ کوئی دوسرا آلۂ کار بننے کے لیے پہنچ جاتا تھا۔ کرم داد بڑی جی داری سے یہ سب کچھ سیکھ رہا تھا۔ ننھے پستولوں سے کر بڑی بڑی آٹومیٹن گنوں کو استعمال کرنے کا ہنر سیکھ رہا تھا۔

مختصر یہ کہ جس طرح کسی کارخانے سے کوئی چیز پوری طرح تیار ہو کر بازار میں فروخت کرنے کے لیے پہنچائی جاتی ہے، اسی طرح کرم داد پوری طرح تیار ہو چکا تھا۔ اب کسی دن کوئی بھی حکومت اُسے اپنے مقاصد کے لیے کرائے پر حاصل کر سکتی تھی۔ ماسٹر کی سنڈیکیٹ کا یہی خفیہ کاروبار تھا۔ ماسٹر کی اپنے تربیتی مراکز میں مختلف قسم کے دہشت گرد تیار کرتا تھا اور کسی بھی مُلک سے اچھا خاصا معاوضہ لے کر اپنے مراکز کے چنیدہ پُختہ کرم دادوں کو اُن کے حوالے کر دیتا تھا۔ یہ اپنا کام پورا کرنے کے بعد پھر اس تربیتی مراکز میں واپس آجاتے تھے یا وہ اپنے ہی مُلک میں رہنا پسند کرتے تو اس کی بھی اجازت تھی۔ شرط یہ تھی کہ وہ تاحیات ماسٹر کی سنڈیکیٹ سے رابطہ رکھیں اور اُن کے کام آتے رہیں۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کچھ میرے ہم وطن جوان دہشت گردی کی تربیت حاصل کر رہے تھے۔ اور آئندہ شاید اپنے ہی وطن عزیز کے خلاف دُوسرے ممالک کے آلۂ کار بننے والے تھے۔ ایک کرم داد کا ذکر کر چکا ہوں باقی تین اور جوان ہیں جن کا ذکر ضروری ہے۔ یہ چاروں پلنے اپنے تربیتی مرکز سے نکل کر میرے وطن میں تخریبی کارروائی کے لیے جانے ہی والے ہیں جب تک وہاں پہنچیں تب تک آپ ان کے پس منظر کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ یہ حقیقت سامنے ہونا چاہیے کہ ہمارے جوان اگر گمراہ ہوتے ہیں تو انھیں گمراہ کرنے میں کن لوگوں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ وہ حالات کیسے ہوتے ہیں جب اپنے وطن سے محبت کرنے والے اپنے ہی وطن کے خلاف اقدامات کرنے پر دوسروں کے آلۂ کار بن جاتے ہیں۔

میں نے ریکارڈر کو آن کیا پھر کیسٹ سے ایک آواز اُبھرنے لگی۔ میں دُوسرے ہی لمحے اپنے ایک بھائی دلاور خان کے دماغ میں تھا۔

دلاور خان کا باپ زور آور خان معمولی ساز مینڈار تھا۔ اُسے سیاست سے دلچسپی تھی، آگے بڑھنے کی لگن تھی پہلے وہ کوشش کر کے بی ڈی ممبر بنا پھر چیئرمین بن گیا۔ اس نے اپنے علاقے میں ایک جماعت بنائی جس کا نام پیپلز کمیٹی فار ایوب تھا۔ اس نے ایوب خان کو انتخابات میں کامیاب بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور کامیاب ہوا۔ اس کی خدمات سے خوش ہو کر اسے ٹرانسپورٹر کی حیثیت سے لائسنس جاری کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کے ہیوی ٹرک پشاور سے کراچی تک چلنے لگے۔

دلاور خان ایک ذہین طالب علم تھا۔ اس کے دل میں وطن کی محبت تھی لیکن محض دل میں محبت ہونے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دماغ میں پختگی لازمی ہے۔ ہمارے ہاں تعلیمی نصاب ایسا نہیں ہے کہ بچپن ہی سے بچوں کے دل و دماغ میں وطن کی محبت اور اس کی اہمیت کو نقش کیا جائے۔ ہمارے طلبا و طالبات کی قوتِ فیصلہ کو کمزور بنانے میں ماحول کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے پھر ہمارے وہ بزرگ جو راتوں رات امیر بننے کے راستے پر چل نکلتے ہیں، اس کا اثر بھی نوجوان نسل قبول کرتی ہے۔

ایک دن پشاور کے ایک ٹرانسپورٹر گل باز خان نے کہا۔

"دلاور! تم کراچی ٹرین کے ذریعے جاتے ہو۔ طیارے سے بھی جا چکے ہو، کبھی ہائی وے سے سفر کیا ہے؟ تمھارے باپ کی تو پچیس گاڑیاں چلتی ہیں۔"

دلاور نے کہا۔ "میرے بابا کہتے ہیں وقت بچایا کرو۔ جب بھی میں لاہور یا کراچی جاتا ہوں تو میرے لیے کسی فلائیٹ کی سیٹ ریزرو کرا دیتے ہو۔ میں نے کئی بار کہا تفریح کے لیے اپنے کسی ٹرک میں بیٹھ کر کراچی جاؤں گا مگر۔۔۔۔"

گل باز نے سنتے ہوئے کہا۔ "تمھارا باپ تمھیں کبھی ٹرک میں جانے نہیں دے گا۔"

"کیوں نہیں جانے دے گا؟"

"آزما کر دیکھ لو۔ تم تو اس کے لاڈلے بیٹے ہو، ضد کر سکتے ہو۔"

اس نے اپنے باپ سے ضد کی، باپ نے کہا۔ "ایک دن میرا تمام کاروبار تم سنبھالو گے لیکن ابھی وہ دن نہیں آیا ہے خوب تعلیم حاصل کرو۔ کالج کی سیاست میں حصہ لو۔ میں بعد میں فیصلہ کروں گا کہ تمھیں سیاست میں رہنا چاہیے یا کاروبار میں۔"

"بابا! میں کاروبار اور سیاست کی بات نہیں کر رہا ہوں میں تو صرف کراچی جانا چاہتا ہوں میں اپنے کسی ٹرک میں بیٹھ جاؤں گا۔"

"ہماری ٹرکیں محفوظ نہیں ہیں آئے دن حادثات ہوتے رہتے ہیں پھر یہاں سے کراچی تک کتنے ہی بدنام ڈاکو ہیں جو بھرے ٹرک کو لوٹ کر چلے جاتے ہیں تمھاری جان خطرے میں پڑ جائے گی اس لیے میں نہیں چاہتا کہ تفریح کی خاطر کوئی خطرہ مول لو۔"

"کوئی پٹھان اپنی اولاد کو خطرے سے نہیں ڈراتا۔ بزدلی کا سبق نہیں دیتا۔ آپ جانتے ہیں میرا ریوالور کتا اچھا نشانہ لگتا ہے۔ میں مرد ہوں، جوان ہوں۔ اپنی حفاظت آپ کرنا جانتا ہوں۔"

"خواہ مخواہ ضد نہ کرو۔ تمھیں کراچی جانا ہے تمھارے لیے کسی طیارے میں سیٹ ریزرو کرا دی جائے گی۔"

دلاور نے کچھ سوچ کر کہا۔ "میں ٹرین کے ذریعے جاؤں گا۔"

"چلو ٹرین میں سیٹ ریزرو کرا دیتے ہیں۔"

"لیکن وہ ٹرین میں بیٹھ کر ایک سٹیشن سے دوسرے سٹیشن گیا، پھر وہاں سے ٹرک کے اس اڈے پر پہنچ گیا جو پشاور کے بعد دوسرا اڈہ تھا۔ اس کے ڈرائیور اور کلینر نے اسے دیکھ کر حیرانی ظاہر کی۔ اس نے کہا۔ "بابا سے کچھ نہ کہنا میں تمھارے ساتھ کراچی تک جاؤں گا۔ اگر کسی نے چغلی کھائی تو اس کی نوکری بھی جائے گی اور میری ڈانٹ بھی مفت کی پڑے گی۔"

وہ ٹرک کی اگلی سیٹ پر بیٹھ کر اس سفر پر روانہ ہوا۔ لیکن دریائے اٹک سے کچھ پہلے اچانک چاروں طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ ڈرائیور نے ایک کنارے گاڑی روک لی۔ اپنی سیٹ کے نیچے سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "یہ گل باز کے آدمی ہو سکتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ہائی وے کا بے تاج بادشاہ بننے کے خواب دیکھتا رہتا ہے لیکن تمھارا باپ اسے ہمیشہ شکست دیتا آیا ہے۔"

باہر سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہ دونوں سیٹ کے نیچے دبک گئے تھے۔ دلاور نے بھی اپنا ریوالور نکال لیا تھا۔ وہ کبھی کبھی کھڑکی کی طرف اٹھ کر جوابی فائر کرتا تھا۔ یہ مقابلہ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔ اچانک ہی پولیس کی ایک بھاری جماعت فائر کرتے ہوئے ایک گاڑی میں پہنچ گئی۔ ٹرک پر فائر کرنے والے وہاں سے فرار ہو گئے۔ جب پولیس کی گاڑی ٹرک کے پاس پہنچی تو سناٹا چھا چکا تھا۔ کوئی فائر کرنے والا نہیں تھا۔ دلاور نے گاڑی سے نکل کر پولیس انسپکٹر سے کہا۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ اگر آپ نہ آتے تو یہ لوگ یقیناً ہمیں نقصان پہنچاتے۔"

انسپکٹر نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں تمھارے ٹرک کا مال چیک کرنا چاہتا ہوں۔"

دلاور نے حیرانی سے پوچھا۔ "وہ کیوں؟"

"ہمیں پہلے ہی اطلاع مل گئی تھی کہ تمھارا ٹرک یہاں سے گزرنے والا ہے اور ڈاکو اسے گھیرنے والے ہیں۔"

دلاور نے حیرانی سے کہا۔ "جناب آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ہم پشاور سے باقاعدہ ٹیک ہونے والا مال لے جا رہے ہیں۔ اس میں آہنگنگ کا کوئی سامان نہیں ہے۔"

"تمھارے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا ہم اپنی تسلی کریں گے۔"

انھوں نے اپنی تسلی کے لیے جب چیکنگ شروع کی تو دلاور گم صم کھڑا حیرانی سے تکتا رہا۔ ٹرک کے اوپری حصے اور سامنے والے حصے میں وہ مال تھا جو پشاور سے باقاعدہ ٹیک کیا گیا تھا۔ اُسے ہٹا کر دیکھنے کے بعد وہاں کارتوس کی پیٹیاں اور مختلف قسم کی رائفلیں برآمد ہوئیں۔

ایک ذہین طالب علم جو ہر سال اوّل آتا تھا، اسمگلر

کی حیثیت سے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر حوالات پہنچا دیا گیا۔ اس کے ڈرائیور نے رشوت دے کر اُسے چھڑانے کی کوشش کی۔ نوٹوں کی گڈیاں انسپکٹر کے سامنے رکھ دیں لیکن وہ سب ٹھکرا دی گئیں بعد میں پتا چلا یہ سب گل باز خان کی چال تھی۔

قصہ یوں تھا کہ کچھ عرصہ پہلے دلاور خان کے باپ زور آور خان نے گل باز خان کے ایک ٹرک کو پکڑوا دیا تھا۔ گلباز کی بھاری سے بھاری دی ہوئی رشوت بھی کام نہیں آئی تھی۔ زور آور خان واقعی اس شاہراہ کا بے تاج بادشاہ تھا۔ پولیس والے اس کے اشاروں پر ناچتے تھے۔ اس نے مستقل بھتہ وصول کیا کرتے تھے اس لیے گل باز خان کی نہ چلی۔ چونکہ وہ پاکستان کا مال پاکستان کے دوسرے شہر میں اسمگل کر رہا تھا یعنی ایک جگہ سے چینی کا کافی ذخیرہ کراچی پہنچا رہا تھا۔ ان دنوں چینی کی قلت تھی۔ اگرچہ یہ جرم تھا وہ گرفتار بھی کیا گیا تھا لیکن مقدمہ چلنے کے دوران اس کے آدمیوں کی ہیرا پھیری کام آئی۔ اسے صرف جرمانہ ادا کرنا پڑا، اس کے بعد رہا کر دیا گیا۔

اِدھر کچھ روز پہلے گل باز کا ایک رشتہ دار پولیس کی ایک خصوصی گشتی ٹیم کا انچارج بن کر چوکی پر آیا تھا۔ وہیں اس کی ڈیوٹی ہوتی تھی۔ گل باز خان نے موقعے سے فائدہ اٹھایا اپنے رشتے دار کے گھر نوٹوں کی گڈیاں پہنچائیں اسے رشتہ داری کا حوالہ دے کر قسم دلائی کہ زور آور خان خواہ کتنی ہی رشوت دے اس کے پکڑے ہوئے مال کو اور مجرم کو نہ چھوڑا جائے۔ اور یہی ہوا۔

زور آور خان نے گل باز خان کے صرف ایک ٹرک کے مال کو پکڑوایا تھا۔ گل باز خان نے مال کے ساتھ اس کے بیٹے کو بھی پکڑوا دیا۔ دشمنی دو اسمگلروں کے درمیان ہوئی تھی لیکن سزا ایک نوجوان طالب علم کو ملی۔ وہ پشاور یونیورسٹی سے نکل کر جیل کی تربیت گاہ میں پہنچ گیا۔ مجرموں کی نفسیات کو سمجھنے والے ماہرین کی متفقہ رائے ہے کہ انسان بھوک افلاس اور دوسری مجبوریوں سے تنگ آ کر اتنی جلدی مجرم نہیں بنتا جتنی جلدی کہ جیل کی تربیت گاہ میں پہنچ کر بن جاتا ہے۔

ملک کے اندر کہیں سے کچھ نہیں ہوتا ہم اپنی تسلی کریں گے۔"

انھوں نے اپنی تسلی کے لیے جب چیکنگ شروع کی تو دلاور گم صم کھڑا حیرانی سے تکتا رہا۔ ٹرک کے اوپری حصے اور سامنے والے حصے میں وہ مال تھا جو پشاور سے باقاعدہ ٹیک کیا گیا تھا۔ اُسے ہٹا کر دیکھنے کے بعد وہاں کارتوس کی پیٹیاں اور مختلف قسم کی رائفلیں برآمد ہوئیں۔

ایک ذہین طالب علم جو ہر سال اوّل آتا تھا، اسمگلر

دوسرے شہر اسمگل کرنے والی بات اتنی دھماکہ خیز تھی کہ تمام اخبارات نے اسے خوب اچھالا۔ مجبتیاروں کی اسمگلنگ کے پیچھے حکومت کے خلاف ہونے والی تخریبی کارروائیوں کا سراغ ملتا تھا۔ دلاور کو صرف گرفتار ہی نہیں کیا گیا بلکہ اس سے یہ اگلوانے کی کوشش کی گئی کہ کس ملک سے ہتھیار آ رہے ہیں اور کن لوگوں میں یہ تقسیم ہونے والے تھے۔ اور وہ ان ہتھیاروں کو کہاں پہنچانا چاہتا تھا؟

دلاور خان اسمگلنگ کی اس حد سے بھی واقف نہیں تھا۔ وہ بے چارہ کیا بتاتا۔ اس کا باپ زور آور دبدبہ و دبدبہ ہو گیا تھا۔ اپنی تمام دولت کو داؤ پر لگا کر دوسرے ذرائع سے بیٹے کو رہا کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر بیٹے کو تین سال کی سزا ہو گئی۔

سزا کا پہلا سال ختم ہوا تو اطلاع ملی، اس کا باپ زور آور خان پولیس مقابلے میں مارا گیا ہے۔ اس کا ایک عزیز جیل میں ملنے آتا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہ جھوٹ ہے زور آور کو گل باز خان نے قتل کیا ہے لیکن پولیس والوں سے گٹھ جوڑ کرنے کے بعد ایسا کیا گیا ہے۔ اس علاقے کے تھانیدار کو دو ہزار فی ماہ پہنچتے ہیں۔ ایک تو گلباز خان نے اسے بھاری رقم دی، دوسرے یہ کریڈٹ حاصل ہو گا کہ اس نے ایک مفرور مجرم کو مقابلے کے دوران مارا ہے۔ تھانیدار کو سرکاری طور پر انعام بھی ملے گا اور اس کی ترقی بھی ہو گی۔"

باہر سے ملنے والی اطلاعات دلاور خان کو غیظ و غضب میں مبتلا کر رہی تھیں اور جیل کے اندر پھٹے ہوئے بدمعاش اسے اپنے رنگ میں رنگ رہے تھے۔ سزا کے تیسرے سال پتا چلا کہ زور آور کی ہلاکت کے بعد اس کے ایک چچا نے ٹرانسپورٹ کے کاروبار کو سنبھالا تھا لیکن چچا فتنہ گل باز خان سے مل گیا تھا۔ دو برس کے اندر اس نے ٹرانسپورٹ کے کاروبار میں اتنا نقصان دکھایا تھا کہ تقریباً بائیس ٹرک فروخت کرنے پڑے تھے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے بچانے وہ بائیس ٹرک گل باز خان کو فروخت کیے تھے اور وہ اس کا حصے دار بن گیا تھا۔

دلاور کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ چچا ایسا کر سکتا ہے۔ حالانکہ وہ کوئی سگا نہیں تھا۔ چونکہ اس کی بیٹی گل جانہ دلاور سے منسوب تھی۔ اس سے شادی ہونے والی تھی اس لیے وہ سوچ رہا تھا کہ ہونے والا سسر اس سے بے ایمانی نہیں کرے گا۔ اس کے کاروبار اور بچی کھچی دولت کی حفاظت کرے گا۔

وہ سزا پوری کر کے جیل سے باہر آیا۔ اس انداز میں آیا، جیسے کوئی فاتح کسی نئی زمین پر قدم رکھتا ہے۔ جیل جاتے وقت وہ محض ایک طالب علم تھا۔ شرمندہ شرمندہ سا تھا۔ اس پر جو الزام لگایا گیا تھا اس سے انکاری تھا۔ خود کو مجرم سمجھتے ہوئے اپنی توہین محسوس کرتا تھا۔ اب جیل سے یوں نکلا جیسے مجرم ثابت ہونا بہت بڑا اعزاز ہو۔ ساری دنیا اس کے قدموں تلے ہو۔ اس کا وہ عزیز جو اکثر جیل میں اس سے ملنے آتا تھا، وہ پچھلے چھ ماہ سے نہیں آیا تھا۔ اس لیے اسے اپنے گھر کے اور شہر کے حالات کا علم نہیں تھا جب وہ اپنے گھر پہنچا تو رات ہو چکی

تھی۔ وہ مکان دو منزلہ ہو چکا تھا۔ اس کا ڈھانچہ ہی بدل گیا تھا۔ دروازے پر پہلے کسی کا نام لکھا ہوا نہیں تھا اب وہاں اس کے چچا کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔

اُسے بڑا غصہ آیا۔ باپ مر چکا تھا تو کیا ہوا نام تو نہیں مرا تھا۔ آدمی اپنے بعد بھی اس دُنیا میں اپنا نام چاہتا ہے۔ اگر باپ کے نام کی تختی لگائی جاتی تو چچا کا کیا بگڑ جاتا؟"

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا ایک دھڑکے سے دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اس کا چچا کسی شخص کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا اُسے دیکھتے ہی گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ "تم! دلاور خان! تم کب جیل سے چھوٹے؟"

اس کا چچا اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کے لیے پوچھ رہا تھا ورنہ وہ تو دیکھ ہی چکا تھا کہ جیل سے چھوٹ چکا ہے۔ اور اب اس کے لیے خطرہ ہے۔ پیچھے دیوار پر دو رائفلیں لٹکی ہوئی تھیں وہ پلٹ کر ادھر جانا چاہتا تھا۔ یکبارگی دلاور نے اس پر چھلانگ لگائی اُسے لیے ہوئے فرش پر گر پڑا۔ اس کے چچا کا سائفی رائفل کی طرف بڑھنا چاہتا تھا لیکن دلاور فرش پر پڑے رہنے کے لیے نہیں گرا تھا۔ اس نے ایک دم سے اچھل کر دیوار کے پاس پہنچتے ہی ایک رائفل پر قبضہ جما لیا۔ پھر اُسے نال کی طرف سے تھام کر اپنے چچا کے ساتھی پر حملہ کر دیا۔ وہ چیختا ہوا پیچھے گیا۔ اس کا چچا فرش پر سے اٹھ گیا تھا لیکن اب وہ دوسرے رائفل کی طرف بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

دلاور خان نے رائفل سیدھی کرتے ہوئے پوچھا۔ "میرے باپ کی زندگی میں پچیس ٹرک تھے اب کتنے رہ گئے؟"

وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔ "مم۔۔۔ میں کیا بتاؤں کہ میں نے پے در پے کتنے نقصانات برداشت کیے کتنی محنت کی اس کے باوجود نقصان سے سنبھل نہ سکا۔"

"بکواس بند کرو۔ یہ مکان دو منزلہ کیسے ہو گیا؟ تمھارے بینک بیلنس کو بھی چیک کروں گا۔ اس کے بعد سچ اور جھوٹ سامنے آ جائے گا۔"

اس کے چچا کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ دوسرے شخص نے کہا۔ "دلاور! یہ رائفل واپس کر دو۔ تم یہاں سے زندہ نہیں جا سکو گے۔ میں گل باز خان کا آدمی ہوں۔ اگر مجھے ذرا بھی نقصان پہنچا، تو تمھاری ہڈیوں کا بھی پتا نہیں چلے گا۔"

دلاور نے کہا۔ "اچھا تو یہ سازشیں ہو رہی ہیں جب گل باز خان کا آدمی میرے مکان میں آ سکتا ہے اور میرا چچا اس سے دوستی کر سکتا ہے تو پھر میرے کاروبار کو تباہ ہونا ہی تھا۔ چچا! تم کیسے نمک حرام ہو میرے باپ کا کھاتے رہے اور ہم سے نمک حرامی کرتے رہے کیا تمھیں یہ خیال نہیں آیا کہ تمھاری بیٹی مجھ سے نفرت کرے اور میری شریکِ حیات بننے والی ہے؟"

"اب گل جانہ کا نام نہ لو وہ پرائی ہو چکی ہے۔"

دلاور خان نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا۔ "کیا؟"

گل باز خان کے آدمی نے اکڑ کر بڑی شان سے کہا۔

"اب وہ ہمارے گل باز خان کی شریکِ حیات ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں سے گولی چلی اور وہ شان سے اکڑنے والا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کا چچا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں تمھیں اتنی آسانی سے نہیں ماروں گا۔ تم نے بکواس کی میرے باپ کی ہلاکت میں یقیناً تمھارا ہاتھ ہو گا۔ اسی لیے تم نے گل باز خان کو اپنا داماد بنایا ہے۔"

اس نے رائفل کے کندے سے اس کے منہ پر ضرب لگائی وہ لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگا۔ اس کی ناک سے باچھوں سے خون بہہ رہا تھا ایک آنکھ پر بھی چوٹ لگی تھی۔ دلاور انتقام کی آگ میں تپ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ نہیں رُک رہے تھے۔ ایک کے بعد ایک ضربیں لگاتا جا رہا تھا۔ اس کا چچا کبھی گرتا تھا، کبھی سنبھلتا تھا۔ کبھی اٹھتا تھا کبھی مدد کے لیے پکارتا تھا۔

اندرون خانہ عورتیں بھی چیخ پکار میں مصروف تھیں۔ دلاور نے آخری ضرب اتنی بھرپور لگائی کہ اس کا چچا اُٹھ نہ سکا چند لمحے شانے چت ہو گیا۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ بے جان ہو چکا تھا۔

وہ رائفل لیے دندناتا ہوا زنان خانے میں داخل ہو گیا۔ عورتیں چیختے ہوئے اِدھر سے اُدھر بھاگنے لگیں۔ پناہ کے لیے سب بھاگ رہی تھیں۔ ایک رُک گئی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر سامنے ہی کھڑی ہوئی تھی۔ دلاور کا جنون ایک ذرا سرد پڑ گیا۔ وہ ایک ٹک اُسے دیکھنے لگا۔

یہ ہی گل جانہ تھی جسے وہ چھپ چھپ کر دیکھا کرتا تھا اور وہ بھی اسے دیکھ کر مسکراتی تھی۔ اس مکان کی چار دیواری سے پشاور یونیورسٹی تک اس نے جتنی شاعری کی تھی وہ سب گل جانہ کے لیے تھی۔ آہ! اب وہ پرائی ہو گئی تھی اور دشمن کی شریکِ حیات بن گئی تھی۔ وہ دشمن کو مار سکتا تھا! اسے کس طرح مارے؟ کس طرح اسے بے وفائی کا الزام دے؟ جب کہ وہ اس کی خاطر کے لیے اسے اپنانے کے لیے آزاد نہیں تھا۔ انہی سلاخوں کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔

گل جانہ نے کہا۔ "دلاور! جو میرے نصیب میں لکھا ہے میں بھگت رہی ہوں۔ میں تجھے اس کی قسم دیتی ہوں جیسے تو دنیا میں سب سے زیادہ چاہتا ہے چلا جا، جلدی چلا جا۔

گل باز خان کے آدمی آتے ہی ہوں گے۔"

آہ۔ اس کے لہجے میں اب بھی وہی اپنائیت تھی۔ اس کی آواز میں وہی رس تھا۔ اب تک وہ صرف اس کی صورت کو دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے گل جانہ کو دیکھا تو یکبارگی غصے سے بھڑک گیا۔ وہ ماں بننے والی تھی۔

اس نے تلملا کر رائفل سیدھی کی۔ گل جانہ نے کہا۔ "نہیں، نہیں۔ تم مجھے نہیں مار سکتے۔"

"تم میری خاطر مر جاؤ۔ میں تو اس خبیث کی اولاد کو پیدا ہونے سے پہلے ہی مارنا چاہتا ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے بولی۔ "دلاور! یہ تو سوچو۔ یہ صرف اس کا نہیں میرا بھی ہے۔ جو اولاد ہو گی۔ وہ گل جانہ کی ہو گی۔ کیا تم گل جانہ کو اس کی اولاد سے، اس کی ممتا کے جذبوں سے محروم کر دو گے؟"

وہ ذرا سا مڑ کر پلٹ گیا۔ رائفل کی نال جھک گئی پھر وہ سر جھکا کر وہاں سے چلا آیا۔ دشمن اس کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتے تھے جب وہ مکان سے ذرا دُور نکل آیا تب فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ ایک گولی اس کے قریب ہی سے سنسناتی ہوئی گزر گئی۔ وہ فوراً ہی بیٹھ گیا۔ رینگتا ہوا تھوڑی دُور تک گیا پھر وہاں سے دُوڑنے لگا۔ رات کا وقت تھا۔ اندھیرے میں دشمن اس کا صحیح نشانہ نہیں لے سکتے تھے اس لیے جان بچ گئی۔ وہ دوڑتا رہا، بھاگتا رہا، بھاگتا رہا۔ حالات اُسے دوڑا رہے تھے۔ زندگی میں پہلی بار پیدل چل رہا تھا۔ چلتا ہی جا رہا تھا حتیٰ کہ رات سے صبح ہو گئی۔ دوسرے دن گیا۔ جب کے پہاڑیوں سے اور ٹیلوں کے پیچھے سے ہوائی فائر ہونے لگے۔ اس سے کہا گیا کہ یہ لوا اور پھینک دے۔ تب سمجھ میں آیا کہ وہ علاقہ غیر میں آ پہنچا ہے۔

علاقہ غیر ایک ایسی جگہ ہے جہاں مجرموں کو قانون سے بھی پناہ ملتی ہے اور اپنے جانی دشمنوں سے بھی لیکن پناہ حاصل کرنے کے لیے مال و زر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن کے پاس مال نہیں ہوتا، علاقے کے لوگ اُسے کسی کے ہاتھ بھی فروخت کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی ملک اس مجرم کا مطالبہ کرے یا اس کے جانی دشمن اسے حاصل کرنا چاہیں تو اسے زرِ کثیر ادا کرنا پڑتا ہے۔ علاقہ غیر کے لوگ مہمان نواز بھی ہوتے ہیں۔ کبھی بھٹکے ہوئے مسافر کو یا مجرم کو اس طرح پناہ دیتے ہیں کہ قانون یا کوئی جانی دشمن مہمان کو اُن سے لے جا نہیں سکتا۔ دلاور خان کو وہاں پناہ مل گئی۔

وہ دو دہائیوں تک اپنے میزبان کے یہاں رہا۔ اسے کسی بات کی تکلیف نہیں تھی۔ کھاتا پیتا تھا اور آرام کرتا تھا لیکن اس کا دل اور دماغ اپنے دشمن کی طرف لگا ہوا تھا۔ وہ گل باز خان سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ اس کے میزبان نے اسے سمجھایا۔ "اکیلے جاؤ گے تو مارے جاؤ گے۔ ایک تو گل باز علاقے کا بہت طاقتور شخص ہے۔ تم نے جیل سے چھوٹتے ہی اپنے چچا اور ایک شخص کو قتل کیا۔ وہاں کا قانون بھی تمھیں طلب کرے گا لہٰذا سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤ۔ ابھی یہاں آرام کرو۔"

تیسرے ہفتے وہاں ایک بوڑھا شخص آیا۔ بظاہر انگریز لگتا تھا لیکن وہ روسی تھا۔ بخارا سے آیا تھا۔ روسی زبان بولتا تھا۔ اس نے میزبان سے بڑی دیر تک گفتگو کی۔ دلاور خان دُور بیٹھا انھیں دیکھتا رہا۔ وہ دونوں بحث کر رہے تھے اور بحث کے دوران کبھی ایک دُوسرے کی بات سے انکار کرتے تھے پھر ایک دُوسرے کی باتوں کے قائل ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد اس کے میزبان نے آ کر کہا۔ "دلاور خان! تم اس آدمی کے ساتھ جاؤ۔ یہ بہت اثر والا اور جہاندیدہ آدمی ہے۔" اس کا نام عرض مند بخاری ہے۔ یہ بخارا کا رہنے والا ہے لیکن تمھیں ہر امر علی کے علاقے میں لے جائے گا۔"

"میں اس کے ساتھ جا کر کیا کروں گا؟"

"تم اپنے دشمنوں سے انتقام لینا سیکھو گے۔"

عرض مند نے قریب آ کر انگریزی زبان میں پوچھا۔ "تم انگریزی زبان بول سکتے ہو؟"

اس نے کہا۔ "ہاں، بول سکتا ہوں۔"

عرض مند نے کہا۔ "کسی سے انتقام لینے کے لیے دولت کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمھیں ملے گی۔ ہتھیاروں کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمھیں ملیں گے مگر بے بہا، صرف دولت اور ہتھیاروں سے تم کچھ نہیں کر سکتے۔ دشمن اتنے چالاک ہوتے ہیں کہ ہتھیار زنگ آلود ہو جاتے ہیں اور دولت کے متعلق تم جانتے ہی ہو۔ جیسا کہ تمھارے میزبان نے بتایا تمھارا باپ امیر تھا لیکن آج وہ دولت کیا ہوئی؟ کچھ نہیں۔ تمھارے پاس کچھ نہیں رہا لہٰذا دولت کو اور ہتھیاروں کو استعمال کرنے کے لیے منصوبے بنانے اور ان منصوبوں پر عمل کرنے کے طریقہ کار کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم تمھیں سب کچھ سکھائیں گے۔ تم ایسے ایسے ہنر سیکھو گے کہ دشمن تمھارے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے، خاک کے پتلے بن جائیں گے۔"

دلاور نے خوش ہو کر کہا۔ "ایسا ہے تو میں ضرور تمھارے ساتھ چلوں گا۔"

معاملے ہو گیا جب وہ عرض مند بخاری کے ساتھ جانے لگا تو اس نے ایک چھوٹی سی بھیل میزبان کو دی جس میں سونے کے بسکٹ بھرے ہوئے تھے تب دلاور کی سمجھ میں آیا کہ اس کا سودا ہو لیا ہے بہر حال اسے سہارے کی ضرورت تھی اس لیے وہ عرض مند کے ساتھ ایک نئے سفر پر روانہ ہو گیا۔ وہ افغانستان گئے پھر

وہاں سے سفر کے مختلف ذرائع استعمال کرتے ہوئے افغانستان کے شمالی حصے میں پہنچے۔ بخارا سے دُور افغان روسی سرحد کے قریب بہرام علی نامی علاقہ تھا۔ وہ علاقہ اگرچہ جغرافیائی لحاظ سے افغانستان میں تھا لیکن ایک عرصے سے وہاں روسی مداخلت ہو رہی تھی۔ افغان حکومت اعتراض نہیں کرتی تھی گویا بہرام علی کے علاقے کو روسیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔

دانش مندوں کا قول ہے، باہر کے آدمیوں کو گھر میں نہ آنے دو۔ وہ ایک قدم دہلیز پر رکھے گا تو دوسرا قدم اٹھاتے اٹھاتے مکان میں گھس آئے گا۔ افغان حکومت نے بہت عرصہ پہلے اپنے ایک چھوٹے سے سرحدی علاقہ کو نظر انداز کیا تھا اور روسی مداخلت کو اہمیت نہیں دی تھی۔ آج روسی بڑے طمطراق سے افغانستان میں اپنے قدم جماتے جا رہے ہیں۔

دلاور خان نے عرض مند کے ساتھ سفر کرنے کے دوران کتنے ہی شہروں اور علاقوں کو دیکھا تھا اور اندازہ لگایا تھا کہ افغانستان بہت ہی پسماندہ ملک ہے لیکن بہرام علی کے علاقے میں پہنچتے ہی اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ اتنا جدید شہر لگتا تھا جیسے افغانستان سے کوئی تعلق نہ ہو۔ وہ ایک بہت ہی وسیع و عریض عمارت میں داخل ہوا اسے بعد میں پتا چلا کہ وہ دہشت گردی کا تربیتی مرکز ہے اور روسی حکومت کی سرپرستی میں وہاں کرائے کے فوجی تیار کیے جاتے ہیں۔

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اچانک ثباتہ کی آواز نے مجھے چونکا دیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔ میں تمہارے پروگرام کے مطابق تیار بیٹھی ہوں۔"

"مجھے یاد ہے"، میں نے اس سے وعدہ کیا تھا، "ایک گھنٹے بعد پیرس کی سیر کرنے نکلیں گے۔ میں نے اسے وادیٔ قاف میں جانے کے لیے بڑی حد تک راضی کر لیا تھا۔ اس لیے اس کا دل بہلانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا، میں میک اپ کے ذریعے اپنا چہرہ تبدیل کر سکتی ہوں لیکن تم سے میک اپ کرانا چاہتی ہوں، سنا ہے اس فن میں بڑی مہارت رکھتے ہو۔ تم سے بھی کچھ سیکھ لوں گی۔"

میں اسے چپ چاپ دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی "اس طرح منہ کیا تک رہے ہو؟"

میں نے مسکرا کر کہا، "اگر میں اپنے اصلی چہرے کے ساتھ تمہارے سامنے آ جاؤں تو؟"

"تو میری عید ہو جائے گی۔ میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہے گا میں تمہیں اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھوں، اس سے بڑی خوشی میرے لیے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ کہیں تم مجھے بہلا تو نہیں رہے ہو؟"

"ابھی میں نے اپنا پروگرام تبدیل کیا ہے، ذرا ٹھہرو۔ میں ڈاکٹر شیفرڈ کو یہاں بلاتا ہوں۔"

میں ڈاکٹر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے کلینک سے اٹھ کر گھر جانا چاہتا تھا۔ میں نے مخاطب کرنے پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔

"ڈاکٹر! میں پاکستان جانا چاہتا ہوں۔"

"یہ اچانک پاکستان کا قصد کیوں؟"

"ضرورت پیش آ گئی ہے میں موجودہ چہرے کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔"

اس نے تعجب سے پوچھا، "کیا اصلی روپ میں جاؤ گے؟"

"اصلی روپ میں جا ہی نہیں سکتا لیکن چہرہ ایسا ہو کہ کسی حد تک پاکستانی لگوں۔"

"کیا ابھی تبدیلی کی ضرورت ہے؟"

"ابھی صرف میک اپ اتار دیں، کل کسی وقت دوسرا میک اپ کر دیں۔"

"میں آ رہا ہوں۔"

میں نے ثباتہ سے کہا، "ڈاکٹر شیفرڈ آ رہے ہیں۔ میں اصلی روپ میں آتو جاؤں گا لیکن باہر تفریح کے لیے نہیں جا سکیں گے۔"

وہ کہنے لگی، "جب گھر میں جنت اُتر آئے تو باہر کی دنیا دوزخ لگتی ہے میں تو کبھی چار دیواری سے باہر نہیں جاؤں گی۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ وادیٔ جن سے واپس جانے کا وعدہ بھول ہی جاؤ؟"

"میں زبان کی دھنی ہوں جب وعدہ کیا ہے تو ضرور واپس جاؤں گی لیکن ابھی نہیں۔ پہلے مجھے زندگی کے چند لمحات کو یادگار بنا لینے دو۔"

میں نے یہاں کے افسران سے وعدہ کیا ہے۔ کل تم ان کے ہیلی کاپٹر میں چلی جاؤ گی۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولی، "ہاں چلی ہی جاؤں گی۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی، میں نے ریسیور اٹھایا چپ چاپ کان لگا کر کھڑا رہا۔ دوسری طرف سے آواز آئی، "ہیلو، میں ڈاکٹر شیفرڈ بول رہا ہوں۔"

میں نے فوراً ہی دماغ کی طرف چھلانگ لگا کر پوچھا، "آپ نے فون کیوں کیا؟"

اس نے بھی ہوچ کے ذریعے کہا، "اب مجھے ٹیلی پیتھی تو آتی نہیں ہے کہ فون کے بغیر تمہیں مخاطب کروں۔ بات یہ ہے کہ ایک پیچیدہ کیس آیا ہے، ایک عورت کا چہرہ جل گیا ہے، اسے فوری طور پر اٹینڈ کرنا ہوگا۔ اگر میں کچھ دیر سے آؤں تو؟"

"کوئی بات نہیں، جب بھی آئیں گے میں یہیں انتظار کرتا رہوں گا۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ ثباتہ حیرانی سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے پوچھا، "یہ کیا بات ہوئی۔ ریسیور اٹھا کر چپ چاپ کھڑے رہے پھر ریسیور رکھ دیا۔ کسی سے بات نہیں کی؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا، "ڈاکٹر شیفرڈ تھا، خیال خوانی کے ذریعے بات ہو گئی۔ وہ دیر سے آئے گا۔"

ثباتہ مایوس ہو گئی، کہنے لگی، اس کا مطلب ہے کہ تمہارا چہرہ دیکھنے میں کافی دیر ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا، "دیر آید درست آید۔"

"کیا درست آید۔ کیا دیر ہونے سے فرہاد علی تیمور کے چہرے پر چار چاند لگ جائیں گے۔ مجھے تو وہی چہرہ دکھنا ہے جس کی تصویر اب تک دیکھتی آئی ہوں۔"

"بھئی صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، ویسے بھی مجھے ضروری خیال خوانی کرنی ہے، مجھے وقت مل گیا ہے تو چلو یہی سہی۔"

جہاں تک خیال خوانی کا تعلق ہے میری مصروفیات بہت بڑھنے والی تھیں۔ ایک طرف کرم داد کے ذریعے ماسٹر کی تک پہنچنے کی کوشش کرنا تھا۔ اس کے آس پاس رہنے والوں کے ماغوں میں بھی پہنچنا تھا۔ یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ ماسٹر کی یوگا کا ماہر ہے۔

میں اس کے ماغ میں پہنچ سکتا۔ اس نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ اس کے دست راست اور خاص آدمی بھی یوگا کے ماہر ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے دور سے پنیترے بدلتے ہوئے دوسرے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے کسی نہ کسی طرح ماسٹر کی تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نکالنا ہی تھا۔

دوسرا دلاور خان تھا اس کے ذریعے میں بہ آسانی بہرام علی ٹیرر ٹریننگ سینٹر کے لوگوں تک پہنچ سکتا تھا، کیونکہ ان میں سے اکثریت روسی زبان بولتی تھی۔ جو روسی زبان سیکھتے تھے اور مشق کے طور پر روسی زبان بولتے تھے یعنی وہاں کے سرکردہ لوگوں تک پہنچنا جوئے شیر لانے کے برابر تھا۔

ابھی تو میرے ذہن میں یہی ایک تدبیر تھی کہ میں باری باری ان پاکستانیوں کے ساتھ رہوں گا۔ ان کے ساتھ پاکستان جاؤں گا اور دیکھوں گا کہ دہشت گردی کی تربیت دینے والے ان سے کیا کام لینا چاہتے ہیں اور میں اپنے طور پر کسی چالیں چل سکتا ہوں۔

میں نے پبلک شیلٹر کے ذریعے حاصل کیے ہوئے کیسٹ کو ریکارڈر میں رکھ کر آن کیا۔ اس بار مجھے تیسرے پاکستانی جوان کی آواز سنائی دی۔ میں نے اسے سنا۔ اس کے لب لہجے کو اپنی گرفت میں لیا پھر ریکارڈ کو آف کر کے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کا نام جمال احمد جسکانی تھا۔ وہ گوٹھ سارنگ کا رہنے والا تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب کراچی میں سائیٹ کا علاقہ پوری طرح صنعتی نہیں ہوا تھا۔ کچھ ملیں اور کارخانے تھے۔ باقی علاقہ ویران پڑا رہتا تھا۔ وہیں جمال احمد جسکانی کے باپ کا ایک بہت بڑا پلاٹ تھا جو دس ہزار مربع گز پر پھیلا ہوا تھا جب سائیٹ کے علاقے میں صنعتیں پھلنے پھولنے لگیں تو ایک صنعت کار چوہدری صدیق حیات نے وہ زمین خریدنے کی خواہش کی۔ اس نے دس ہزار مربع گز زمین کی قیمت دو لاکھ روپے لگائی۔ جمال جسکانی کے والد کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوڑیوں کے مول خریدی ہوئی زمین کے دو لاکھ روپے مل سکتے ہیں۔ وہ سودے پر راضی ہو گیا لیکن گوٹھ سارنگ کے وڈیرے رجب علی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا، "بیچ دو، ساری زمینیں بیچ دو۔ سرمایہ دار یہاں آ کر ہمیں خرید رہے ہیں اور ہم بک رہے ہیں تمہیں شرم نہیں آتی؟" رجب علی نے کہا، "جب تمہیں زمین بیچنا ہی ہے تو ہمارے ہاتھ بیچ دو۔ وہ دو لاکھ دیتا ہے مگر باہر سے آئے ہوئے ہم تو تمہارے اپنے آدمی ہیں ہم کو ایک لاکھ میں دے دو۔ چلو ڈیڑھ لاکھ میں دے دو مگر اپنے ہی آدمی کو دو۔ گوٹھ کے تمام لوگوں نے وڈیرے کی ہاں میں ہاں ملائی۔ جمال جسکانی کے باپ نے تامل ہو کر کہا، "ٹھیک ہے دو لاکھ نہ سہی ڈیڑھ لاکھ سہی۔ اپنے ہی آدمی کے ہاں زمین ہونی چاہیے۔ مجھے یہ فیصلہ منظور ہے۔"

زمین کے کاغذات لکھے گئے۔ فاؤن کی مہر لگائی گئی۔ اور جمال جسکانی کے والد کو ڈیڑھ لاکھ مل گئے۔ جمال ان دنوں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد کالج میں داخل ہوا تھا۔ وہ اپنے باپ سے زیادہ سمجھ دار تھا۔ دُنیا کو کھلی آنکھوں دیکھتا تھا اور وڈیروں کی چالاکیاں خوب سمجھتا تھا۔ چند ماہ بعد ہی پتا چلا کہ وڈیرے رجب علی نے ان کی زمین پانچ لاکھ روپے میں فروخت کر دی ہے۔

جمال جسکانی نے اپنے باپ سے کہا، "کاروبار میں کوئی کسی کا بھائی ہوتا ہے نہ باپ ہوتا ہے، نہ ہم وطن ہوتا ہے، نہ ہم زبان ہوتا ہے۔ منافع حاصل کرنے کے لیے کسی کو بھی دھوکا دیا جا سکتا ہے۔ رجب علی کہہ رہا تھا غیروں کو زمین نہ دو۔ تم نے اسے اپنا سمجھ کر دیا تو اس نے ڈیڑھ لاکھ روپے دیے اور خود پانچ لاکھ روپے کمائے۔ بتاؤ اس وقت وہ ہمارا اپنا نہیں تھا؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا، "میں آپ کا بیٹا ہوں لیکن آپ کو سمجھاتا ہوں۔ گلا اپنا بھی کاٹ سکتا ہے، گلا غیر بھی کاٹ سکتا ہے لیکن محبت سے گلے لگانے والوں کے لیے محبت کے ایک مرکز کی ضرورت ہے اور وہ مرکز ہے پاکستان۔ میری یہ بات آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو کچھ اور ٹھوکریں کھانے کے بعد سمجھ میں آ جائے گی۔"

پاکستان کے ہر صوبے میں نوجوان ذہنی انتشار میں مبتلا رہتے ہیں۔ کبھی وہ محبِ وطن بن کر سوچتے ہیں کہ پاکستان میں تعصب کی فضا پیدا نہ ہو۔ پاکستان کا ہر شخص صرف پاکستانی ہو لیکن قائدِ اعظم کے بعد اس قوم کو کوئی ایسا رہنما نصیب نہ ہوا جو یہاں کی سیاسی فضا کو مکدر ہونے سے بچا لے۔

یہ محض سیاست دانوں کی بات بھی نہیں ہے۔ ہمارے مختلف صوبوں کے لوگ اور ہمارے ضلعوں کا ایک دوسرے صوبے میں پہنچ کر جو لوٹ کھسوٹ مچاتے ہیں اس کے نتیجے میں نفرتیں پیدا ہوتی ہیں۔ بات یہیں ہوتی کہ ایک شخص نے لوٹ مچائی ہے۔ بات یہ ہوتی ہے کہ فلاں صوبے والے نے ایسا کیا ہے۔ جمال جسکانی بھی اسی لپیٹ میں آگیا۔ ایک بار اس کے ہاں ڈاکا پڑا۔ وہ ڈیڑھ لاکھ روپے جو بڑے جتن سے چھپا کر رکھے ہوئے تھے وہ ڈاکو لے گئے۔ بعد میں پولیس کی بھاگ دوڑ کے بعد جب ڈاکو گرفتار ہوا تو پتا چلا کہ وہ اس صوبے کا نہیں ہے کسی دوسرے صوبے سے تعلق رکھتا ہے۔ بھلا کسی چور ڈاکو کا صوبہ کیا ہوگا جب کہ اس کا کوئی ایمان ہی نہیں ہوتا۔

لیکن یہ بات دل میں بیٹھ گئی کہ بڑے افسران بھی دوسرے ہی صوبے سے آکر لوٹ مچاتے ہیں گویا سبھی نے ایک چھوٹے صوبے کو لوٹنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ جمال جسکانی پڑھے اندر کے تعصب کو ظاہر تو نہیں کرتا تھا لیکن وہ بھی اس لپیٹ میں آچکا تھا۔ انسان جب کمزور ہوتا ہے ہر طرف سے ٹھوکریں کھاتا ہے تو وہ غصے میں صحیح سمت کا تعین نہیں کر سکتا۔ اس کے سوچنے کا انداز بدل جاتا ہے۔ جمال جسکانی کے ایک تو ڈیڑھ لاکھ روپے چلے گئے تھے۔ دوسرے تعلیم چھوٹ گئی۔ گھر کی حالت اتنی ابتر ہو گئی کہ جوان بہن کی شادی کے لیے معقول رقم نہ رہی۔

مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی۔ اس کی بہن اگرچہ بے حد خوبصورت تھی۔ کوئی بھی اسے اپنے گھر کی عزت بنا سکتا تھا لیکن بچپن ہی سے آنکھوں میں کچھ خرابی تھی۔ جوان ہوتے ہوتے وہ اندھی ہوگئی۔ ایسے میں کہیں سے رشتہ آنے کی توقع نہیں تھی۔ پھر بھی بہن کی شادی کے لیے کچھ رقم جوڑنے کی خاطر وہ ملازمت کرنے لگا۔ ایک ٹیکسٹائل مل میں اکاؤنٹنٹ کی نوکری مل گئی۔ وہ ملازمت کسی بھی وقت چھوٹ سکتی تھی کیونکہ مزدوروں نے اسے اپنی یونین کا صدر چن لیا تھا اور یہ مل مالکان کو پسند نہیں تھا۔ وہ کہتے تھے مالکان کے مفاد میں رہنما بن جاؤ، تو ملازمت بچی، لیکن وہ محنت کا استحصال کرنے والوں کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ اس نے خود غرضی، مفلسی اور بے چارگی کے دن گزارے تھے۔ وہ مزدوروں کے جلسے میں دھواں دھار تقریریں کرتا تھا۔ سب اسے کاندھوں پر اٹھا کر زندہ باد کے نعرے لگاتے تھے۔ صرف دو برس کے عرصے میں وہ مزدور رہنما کی حیثیت سے تمام ملوں اور کارخانوں میں مشہور ہو گیا۔ اخبارات میں اس کی تصویریں چھپنے لگیں۔ اس کا نام معروف ہوتا گیا۔

انہی دنوں اس کے گاؤں سے خبر آئی کہ اس کی بہن اغوا کر لی گئی ہے۔ یہ خبر اس پر بجلی بن کر گری۔ ایک تو وہ بہن کو بہت چاہتا تھا دوسرے اپنی عزت اور غیرت کی بات تھی۔ کوئی اسے اٹھا کر لے جائے تو وہ کیسے اپنوں کو منہ دکھا سکتا ہے؟ کس منہ سے وہ گوٹھ میں جائے گا؟

ایک بات سمجھ میں آرہی تھی کہ گوٹھ سارنگ ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ کراچی جیسی بھرپور آبادی نہیں کہ کوئی گم ہو جائے یا کسی کو اٹھا کر لے جائے تو پتا نہ چلے۔ چھوٹی سی جگہ میں چوری ہوتی ہے یا کسی کو اغوا کیا جاتا ہے تو وہاں کے تھانے والوں اور وڈیروں کو ضرور اس کا علم ہوتا ہے۔

اس نے گوٹھ سارنگ کے قریبی تھانے میں کہا۔ "انسپکٹر! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہاں مٹھی بھر لوگ ہیں۔ ان میں سے کوئی غائب ہو جائے تو کیسے پتا نہ چلے۔ آپ لوگ تو مجرموں کی بُو سونگھ لیتے ہیں کیا میری بہن کو اغوا کرنے والوں تک نہیں پہنچ سکتے؟"

انسپکٹر نے غصے سے پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم مجرموں کی بُو سونگھ چکے ہیں اور ان تک نہیں پہنچ رہے ہیں۔ دیکھو مسٹر! تم مزدور رہنما ہو گے اپنے شہر میں۔ اگر یہاں لیڈر بننے کی کوشش کرو گے تو۔۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ ایک سپاہی نے آکر کہا۔ "سر! یہ جھوٹ موٹ دوسروں پر الزام لگا رہا ہے۔ اس کی بہن کہیں نہیں گئی، اس کے گھر ہی میں ہے۔"

جمال اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ بے یقینی سے سپاہی کی طرف دیکھنے لگا۔ انسپکٹر نے کہا۔ "تم خواہ مخواہ ہمارا وقت ضائع کرتے ہو۔ بچہ بغل میں ہوتا ہے اور ڈھنڈورا شہر میں پیٹتے ہو۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ دوڑتا ہوا گھر پہنچا۔ اس کے بوڑھے باپ نے کہا۔ "وہ آگئی ہے مگر کمرے میں بند ہے دروازہ نہیں کھولتی ہے۔ کہتی ہے میں اسے زہر لا کر دے دوں۔ باجا تو دے دوں۔ وہ اپنے آپ کو ختم کر لے گی۔ آہ! میں کیا کروں۔ اچھا ہوا کہ وہ اندھی ہے۔ نہ زہر حاصل کر سکتی ہے نہ کہیں سے جا کر لا سکتی ہے ورنہ وہ اب تک اپنی جان پر کھیل چکی ہوتی۔"

جمال نے اس کمرے کے دروازے پر آتے ہوئے کہا۔ "بہن! دروازہ کھولو۔ میں تمہارا بھائی ہوں۔"

اندر سے چیخ سنائی دی۔ "نہیں۔ میں دروازہ نہیں کھولوں گی۔ میں اپنا منہ نہیں دکھاؤں گی۔ خدا کے لیے مجھے مار ڈالو۔ نہیں مار سکتے تو زہر لا کر دو۔ بیٹی کا تیل اور ماچس لا دو۔ تم دنیا کے سامنے یہ تو کہہ سکو گے کہ بہن غیرت مند تھی۔ اپنی جان پہ کھیل گئی۔"

"نہیں بہن! میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ تم مجھے ان لوگوں کا نام اور پتا بتاؤ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ایک ایک کو چن چن کر ماروں گا۔ ان کے گھروں میں آگ لگا دوں گا۔ بتاؤ وہ کون تھے؟"

اندر خاموشی رہی۔ وہ رو رہی تھی۔ اس کے کبھی رونے اور کبھی سسکنے کی آواز آتی تھی۔ جمال نے پھر پوچھا۔ "مجھے بتاؤ، میری بہن! وہ کون ہیں؟ تم دیکھو گی کہ تمہارا بھائی کیسا غیرت مند ہے کس طرح تمہارا انتقام لیتا ہے۔ مجھے بتاؤ کون تھے وہ؟"

سوال کرتے کرتے وہ ٹھٹک گیا۔ اچانک اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ بہن تو اندھی ہے وہ دشمنوں کو نہ تو دیکھ سکتی تھی نہ پہچان سکتی تھی۔ انہیں پہچان سکتی تھی۔ "اف خدایا! میں کیا کروں؟ کس طرح ان دشمنوں کو ڈھونڈ نکالوں؟"

اس نے کہا۔ "تم دیکھ نہیں سکتیں تم کسی کو پہچان نہیں سکتیں لیکن تم نے اسکی آواز تو سنی ہوگی؟"

"مجھے کچھ نہ پوچھو جب میں زندہ ہی رہنا نہیں چاہتی تو دشمنوں کی آواز سے پہچان کر کیا کروں گی۔"

"بہت کچھ کرو گی میں انہیں ایسا سبق دوں گا کہ آئندہ وہ کسی کی بہن اور بیٹی کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ کیا تم چاہتی ہو کہ تمہارے بعد دوسری معصوم بہنیں بھی ان کی ہوس کا نشانہ بنتی رہیں؟ اگر نہیں چاہتیں تو میری بہن! مجھ پر رحم کرو اور وہ میں کھانا پینا چھوڑ دوں گا۔ میں راتوں کو سو نہیں سکوں گا۔ میں اسی طرح مر جاؤں گا۔ صرف اتنا بتا دو تم اس دشمن کو آواز سے پہچان سکتی ہو؟"

"ہاں۔"

وہ وہاں سے پلٹ کر تیزی سے بھاگتا ہوا تھانے میں پہنچا۔ اسے دیکھتے ہی انسپکٹر نے پوچھا۔ "اب کیا ہوا؟ کیا وہ پھر غائب ہو گئی؟"

"نہیں وہ موجود ہے مگر ایک کمرے میں بند ہو گئی ہے۔ وہ بڑی شرم والی ہے۔ ہمیں اپنا منہ نہیں دکھاتے گی۔ میں نے بڑی مشکل سے معلوم کیا ہے۔ وہ مجرم کو اس کی آواز سے پہچان لے گی۔ پلیز! انسپکٹر صاحب! آپ میرے ساتھ چل کر اس کا بیان لیجیے۔ اس سے معلوم کرنے کی کوشش کیجیے کہ وہ کون ہے؟"

جمال کہہ رہا تھا اور انسپکٹر گھبرایا ہوا سا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی سنبھل کر کہا۔ "تم جاؤ۔ میں بعد میں آجاؤں گا۔"

"یہاں ہماری کوئی عزت نہیں رہی۔ ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ آپ کے ذریعے ان بدمعاشوں کا سراغ لگ سکتا ہے۔ اور آپ۔۔۔۔"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔ میں نے کہا نا، مجھے ضروری کام ہے تم بیان لکھوانا چاہتے ہو تو اپنے مجرم کو یہیں بھیج دیتا ہوں اسے لے جاؤ۔"

"میں کہہ چکا ہوں۔ وہ بڑی شرم والی ہے میرے سامنے نہیں بولتی۔ آپ تجربہ کار آدمی ہیں آپ باتیں اگلوانا جانتے ہیں۔ آپ اس کے ذریعے مجرموں تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں کہہ چکا ہوں مجھے ابھی فرصت نہیں ہے بعد میں آؤں گا تم جاؤ اور میرا دماغ خراب نہ کرو۔"

اس نے مجبور ہو کر پوچھا۔ "یہ تو بتا دیجیے آپ کتنے بجے آئیں گے؟"

"شام کو آؤں گا۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ چلا آیا۔ اس نے رجب علی کے پاس آکر کہا۔ "سائیں! میری بہن مجرموں کو آواز کے ذریعے پہچان سکتی ہے۔ آپ چاہیں تو ہم مجرموں کو پکڑ سکتے ہیں۔"

رجب علی نے پوچھا۔ "وہ کیسے؟"

"آپ گوٹھ کے تمام لوگوں سے کہیں وہ سب اپنے گھر کے باہر جمع ہو جائیں۔ پھر ایک ایک آدمی میری بہن کے کمرے کے باہر سے گزرے اور دروازے کے پاس اپنی آواز سنا جائے۔ اس طرح ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ گاؤں کا کوئی آدمی اس جرم میں شریک ہے یا نہیں۔"

رجب علی نے کہا۔ "بابا! یہ پولیس کا معاملہ ہے تم ہمیں کیوں بیچ میں لاتے ہو؟"

"یہ پولیس کا معاملہ بھی ہے اور ہماری پنچایت کا بھی۔ آپ ہمارے بڑے ہیں آپ چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔"

"چلو تم کہتے ہو تو کوئی بات نہیں۔ میں ابھی اعلان کرا دیتا ہوں۔ سارے گاؤں والے تمہارے گھر کے پاس جمع ہو جائیں گے۔"

ایک گھنٹے بعد ہی گوٹھ کے تمام لوگ اس کے مکان کے سامنے ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ دور تک ایک لمبی قطار نظر آنے لگی۔ ایک ایک آدمی گھر کے اندر جاتا تھا اور دروازے کے پاس پہنچ کر اپنی آواز سناتا تھا پھر وہاں سے چلا جاتا تھا۔ اس طرح گوٹھ کے سارے ہی لوگ آوازیں سنا کر چلے گئے۔ بعد میں اس نے کہا۔ "ان میں سے کوئی نہیں ہے۔"

شام ہو گئی۔ انسپکٹر نہیں آیا۔ [illegible] تھانے پہنچا تو پتا چلا انسپکٹر شکار گیا ہوا ہے آج نہیں آئے گا۔

وہ مایوس ہو کر واپس جاتے ہوئے سوچنے لگا۔ آخر کون ہو سکتا ہے؟ گوٹھ کے لوگ نہیں تھے۔ اس پاس کی بستی والے بھی ہو سکتے ہیں یا پھر ڈاکہ ڈالنے والے عادی مجرموں نے ایسا کیا ہے۔ ایسے خطرناک ڈاکوؤں تک تھانے والے پہنچ سکتے تھے مگر تھانے والا ہی نہیں تھا۔

دوسری صبح وہ تھانے پہنچا تو وہاں دوسرا پولیس انسپکٹر تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"سر! کل والے انسپکٹر صاحب نے ہمارے ہاں آنے کا وعدہ کیا تھا۔ میری اندھی بہن کو بدمعاش اٹھا کر لے گئے تھے۔ وہ اُن کی آواز کے ذریعے انہیں پہچان سکتی ہے۔"

انسپکٹر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "چلو میں تمھاری بہن سے پوچھتا ہوں۔"

وہ اس کے گھر آیا۔ اس نے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر کہا۔ "لڑکی دروازہ کھولو۔ میں تھانیدار ہوں۔ میں تم پر ظلم کرنے والوں تک پہنچ سکتا ہوں۔ تم مجھ سے تعاون کرو۔"

اندر خاموشی رہی۔ جمال نے کہا۔ "جناب! یہ کچھ بولتی ہی نہیں ہے۔ کل سے چبوترے نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ اس طرح تو یہ مر جائے گی اور اگر یہ مر جائے گی تو میں کبھی اس دزمنے تک نہیں پہنچ سکوں گا۔"

"تم اطمینان رکھو۔ ہم پولیس والے چوہے کے بل سے بھی مجرموں کو کھینچ کر لے آتے ہیں۔"

انسپکٹر آس پاس کی بستیوں میں جا کر مجرموں کو تلاش کرنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔ دوسرے دن جمال تھانے پہنچا تو وہ انسپکٹر جا چکا تھا اور نیا انسپکٹر جو اس تھانے کا صحیح معنوں میں انچارج تھا، وہ پھر اپنی کرسی پر نظر آ رہا تھا۔ اس نے جمال سے پوچھا۔ "اب کیا ہے؟"

"سر! کل دوسرے انسپکٹر صاحب تھے۔ انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ آس پاس کی بستیوں میں جا کر مجرموں کو تلاش کریں گے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میں دوپہر کو کھانے کے بعد پاس والی بستی میں جاؤں گا۔ تم جاؤ۔"

وہ قانون کے محافظ سے لڑ نہیں سکتا تھا۔ نا چار واپس آ گیا۔ شام کو بہن کی حالت یقیناً خراب ہو گئی ہو گی کیونکہ اندر سے بالکل آواز نہیں آ رہی تھی۔ دونوں باپ بیٹے دروازہ پیٹ پیٹ کر اسے بلاتے رہے۔ تب کہیں شام کو جا کر اس نے نقاہت سے جواب دیا۔ "اور کہا۔ اب بھی وقت ہے مجھے زہر لا دو۔ یوں بھوک پیاس سے دم نکلے گا تو کیا وہ درندہ مل جائے گا؟"

جمال نے کہا۔ "بُنی میں تمھاری خودکشی کی خواہش پوری کر دوں گا مگر ایک وعدہ کرو۔"

"تم کہو گے، وہ کروں گی۔"

"دیکھو رات کا وقت ہے۔ تم دروازہ کھول کر باہر آؤ گی تو ہم تمھیں نہیں دیکھ سکیں گے۔ کوئی تمھیں نہیں دیکھ سکے گا۔ تم کچھ کھا لو۔ پانی پی لو۔ ذرا طاقت آئے گی تو میرے ساتھ... پاس والی بستی میں چلو۔ میں وعدہ کرتا ہوں، وہ درندہ مل جائے گا تو میں تمھیں جینے یا مرنے کے لیے آزاد چھوڑ دوں گا۔"

"میں جانتی ہوں۔ میرا بھائی زبان کا دھنی ہے۔ اس اعتماد پر دروازہ کھول رہی ہوں۔"

دروازہ کھل گیا۔ باپ اور بھائی نے اسے سمجھا بجھا کر کھانا کھلایا۔ وہ اندھیرے میں تھی اور اپنے دوپٹے کو گھونگھٹ کی طرح اوڑھے ہوئے تھی۔ اپنا چہرہ نہیں دکھا رہی تھی۔ کھانا کھلانے کے بعد جمال نے ایک بڑی سی چادر دیتے ہوئے کہا۔ "اسے اچھی طرح اوڑھ لو۔ تم منہ نہیں دکھانا چاہتیں۔ شریف زادیاں اپنی تباہی کے باوجود باحیا ہوتی ہیں۔ مرد عورت کی حیات چھین سکتا ہے حیا نہیں چھین سکتا۔"

وہ بہن کو لے کر رات کی تاریکی میں نکلا۔ پھر ایک طرف جانے لگا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ایک چھوٹا سا مکان نظر آ رہا تھا۔ اندر لالٹین کی روشنی تھی۔ اس نے مکان کے قریب پہنچ کر کہا۔ "بُنی! یہ پولیس انسپکٹر کا مکان ہے۔ میں ایک بار پھر التجا کرتا ہوں، شاید وہ ہمارے ساتھ پاس والی بستی میں چلنے کے لیے تیار ہو جائے۔"

وہ بہن کو لے کر دروازے پر آیا جہاں ایک سپاہی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"ہم انسپکٹر صاحب سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"ابھی وہ کسی سے نہیں مل سکتے۔ تھکے ہوئے ہیں۔ آرام کر رہے ہیں۔"

"مجھے بات تو کر لینے دو۔ ہو سکتا ہے وہ میری بات سن لیں۔"

اندر سے انسپکٹر کی آواز سنائی دی۔ "وہ سپاہی سے پوچھ رہا تھا۔ کون ہے جان محمد! کس سے باتیں کر رہے ہو؟"

آواز سنتے ہی بُنی نے اپنے بھائی کے بازوؤں کو سختی سے پکڑ لیا۔ اتنی مضبوطی سے کہ اس کے ناخن بازو میں گڑنے لگے۔ پھر وہ ایک لمبی سانس چھوڑتی ہوئی بولی۔ "یہی ہے....."

سپاہی کہہ رہا تھا۔ "جناب! وہی سرپھرا مزدوروں کا لیڈر ہے اپنی بہن کو لے کر آیا ہے۔"

بند دروازے کے پیچھے سے آواز نہیں آئی۔ بُنی نے ایک بیک بھائی سے دور ہٹتے ہوئے کہا۔ "میں نے وعدہ پورا کر دیا بھیا! اب اپنا وعدہ پورا کرو۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

وہ دور جانے لگی۔ جمال کے دماغ میں جو آندھی چل رہی تھی اس کے پیش نظر نہ بہن نظر آ رہی تھی نہ دنیا۔ صرف تھانے کا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ سپاہی نے راستہ روکنے کی کوشش کی تو اس کے منہ پر ایک گھونسہ پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر دروازے کو پیٹنے لگا۔ "انسپکٹر کے بچے! دروازہ کھول ہم نے تجھے پہچان لیا ہے۔ دیکھ میری بہن جا رہی ہے میں اسے روک رہا ہوں۔ تو باہر نکل آ مجھے کسی آزمائش میں ڈال۔ بھائی کا رشتہ کہتا ہے بہن کی حفاظت کے لیے جاؤں، غیرت کہتی ہے پہلے تجھے ٹھکانے لگاؤں۔"

وہ دروازے پر ٹکریں مارنے لگا۔ اچانک ہی دروازہ کھل گیا۔ وہ ٹکریں مارتے مارتے اپنی ہی جھونک میں اندر دور تک گیا۔ پھر فرش پر گر گیا۔ جب اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو انسپکٹر کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ غراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "کہاں ہے تیری بہن جھوٹ بولے گی تو اسے گولی مار دوں گا۔"

"تم گولی مارنے کی دھمکی دے کر اس کا بیان بدلوانا چاہتے ہو؟"

جہاں جہاں گرا تھا وہیں ایک تپائی پر لالٹین رکھی ہوئی تھی۔ ان میں بات کرتے کرتے اچانک ہی لالٹین کو اٹھا کر اس کی طرف پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی فرش پر لڑھکتا چلا گیا۔ تھائیں تھائیں دو بار گولی چلنے کی آواز سنائی دی پھر تاریکی چھا گئی۔ لالٹین نیچے گر کر ٹوٹ گئی تھی اور بھڑک کر بجھ گئی تھی۔ وہ تیسری بار فائر نہ کر سکا۔ اندھیرے میں وہی تپائی اسے آ کر لگی تھی۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ وہ تپائی سے لگنے والی چوٹ کو بھول کر اندھیرے میں ریوالور ڈھونڈنے لگا۔ فرش پر جھک کر ادھر سے ادھر ہاتھ مارنے کے انداز میں ہاتھ کو پھیلانے لگا لیکن ریوالور کہاں گیا تھا، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ پھر یہی سمجھ میں آیا کہ جان بچانے کے لیے وہاں سے بھاگ نکلنا چاہیے۔ بعد میں سپاہیوں کو ہلکا کر کے قابو میں کیا جا سکے گا۔

وہ فرش پر سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا لیکن باہر نہ نکل سکا۔ اچانک ہی جمال نے پیچھے سے آ کر اس کی گردن دبوچ لی۔ پھر دبوچتا ہی چلا گیا۔ سپاہی اندر آنے والا تھا لیکن گولیاں چلنے کے بعد خوفزدہ ہو گیا تھا۔ باہر سے پوچھ رہا تھا۔ "جناب کیا بات ہے؟ کیا ہو گیا ہے؟"

اس بار انسپکٹر نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا۔ "الو کے پٹھے! دور سے پوچھ رہا ہے، اندر آ کر میری گردن نہیں چھڑا سکتا۔"

جمال نے للکار کر کہا۔ "خبردار! میرے ہاتھ میں ریوالور ہے اندر آؤ گے تو گولی مار دوں گا۔"

بھاگتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ سپاہی دم دبا کر بھاگ رہا تھا۔ شاید تھانے والوں کو خبر دینے جا رہا تھا۔ جمال نے اس کی گردن میں بازو کی گرفت کو مضبوط کرتے ہوئے پوچھا۔ "یہ اکیلے کا کام نہیں ہو سکتا۔ تمھارے ساتھ کون تھا بتاؤ؟"

وہ جواب دینے کے بجائے اپنی گردن چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ زور آزمائی میں لگا ہوا تھا۔ جمال نے اس کے کنپٹی سے ریوالور لگاتے ہوئے کہا۔ "یہ میرے پاس ہے جواب نہیں دو گے تو کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔"

وہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔ "بتاتا ہوں مجھے چھوڑ دو۔ وعدہ کرو، مجھے جان سے نہیں مارو گے۔"

"جو پوچھتا ہوں، اس کا جواب دو۔ تمھارے ساتھ کون تھا؟"

"رجب علی اور اس کے گھر کی نوکرانی۔"

"لیکن میری بہن نے تو رجب علی کی آواز نہیں پہچانی۔"

"وہ صرف تمھاری بہن کو یہاں تک پہنچانے کا ذمہ دار تھا۔ اس نے اپنی آواز نہیں سنائی تھی۔"

"کیا بُنی کو اس وقت اغوا کیا جب وہ ڈیرے کی پیٹی کی منگنی میں شریک ہونے کے لیے گئی تھی؟"

"ہاں، رات کو سب لڑکیاں ڈھولک بجا کر گانے گا رہی تھیں جب تمھاری بہن وہاں سے جانے لگی تو اس کی ملازمہ نے کہا۔ آؤ میں تمھیں گھر تک پہنچا دوں۔ وہ گھر کی طرف لے جانے کے بجائے ادھر لے آئی۔ آدھے راستے ہی میں میرے دو آدمیوں نے اس کے منہ پر کپڑا باندھ دیا، اسے زبردستی اٹھا کر لے آئے۔"

وہ جو کچھ کہہ رہا تھا، اسے جمال اپنے باپ کی زبان سے سن چکا تھا۔ وڈیرے کے ہاں سے رات کو واپس آتے وقت اس کی ملازمہ اسے گھر کی طرف لا رہی تھی کہ اسے کچھ لوگوں نے اغوا کیا۔ بے چاری ملازمہ چیختی چلاتی رہ گئی تھی یعنی اس ملازمہ نے دوہرا رول ادا کیا تھا۔ ایک طرف تھانیدار کے کام آ رہی تھی دوسری طرف چیختے چلاتے معصوم بن گئی تھی۔

اس نے کہا۔ "تم میرے ساتھ گوٹھ میں چلو گے، وڈیرے کے سامنے اور لوگوں کے سامنے بیان دو گے۔"

"ٹن... نہیں مجھے معاف کر دو۔ دیکھو میں وعدہ کرتا ہوں، تمھاری بہن کا بہت اچھا رشتہ لاؤں گا۔ اسے عزت آبرو سے بیاہ دیا جائے گا۔ بات کو یہیں دفن کر دو۔ جمال! تم تعلیم یافتہ ہو۔ سمجھدار ہو۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر بہن کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو اسے عزت آبرو سے بیاہ دو، ورنہ وہ سچ مچ اپنی جان پر کھیل جائے گی۔"

اس کی بات سنتے ہی یاد آیا کہ بہن تو جان پر کھیلنے کے لیے کہیں چلی گئی ہے۔ اس نے کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ مجھے اپنی بہن کی حفاظت پہلے کرنا چاہیے۔ تم کبھی لوگوں کے سامنے اپنا پول نہیں کھولو گے۔ قانون کی گرفت سے بچنے کے لیے ہر ممکن ہتھکنڈے استعمال کرو گے اور میں تمھیں اس کا موقع ہی نہیں دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی مار دی۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا باہر آیا۔ اپنی بہن کو آواز دینے لگا۔ "بُنی... بُنی...!"

رات کے سناٹے میں دور تک اس کی آواز گونجتی جا رہی تھی۔ مگر بہن کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ بہت دیر تک بھٹکتا رہا۔ پھر اس نے ایک جگہ کھڑے ہو کر سوچا۔ خودکشی کرنے والے کدھر جا سکتے ہیں۔ کوئی ایسی جگہ۔ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی پھر یاد آیا۔ تھانے کے قریب ہی ایک ڈھلان ہے جو دور نیچے تک گئی ہے۔ وہاں ایک تالاب ہے جو برسات کے موسم میں ہرا رہتا ہے اور عام دنوں میں خشک پڑا رہتا ہے۔

وہ اُدھر دوڑتا چلا گیا۔ اس بات کی پروا کیے بغیر کہ کھانے والے اس کی آواز سنیں گے یا نہیں۔ اس نے پیچھے پڑ جانے کا وہ اپنی بہن کو دیوانہ وار آوازیں دے رہا تھا۔ آگے جا کر کچھ لالٹین کی روشنیاں نظر آئیں۔ اس کے ساتھ ہی کئی ٹارچ روشن ہو گئیں۔ اسے چاروں طرف سے گھیرا جا رہا تھا۔ چیخ چیخ کر کہا جا رہا تھا۔ "جمال! خبردار ہتھیار پھینک کر خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے ورنہ تمہارے باپ کو تمہارے جرم کی سزا دی جائے گی۔"

وہ اُن کی پروا کیے بغیر پھر بہن کو آواز دینے لگا۔ "لبنیٰ! تم کہاں ہو؟ میری بہن آواز دو۔"

اسی وقت کھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ اُس کے قدم لڑکھڑا گئے وہ نیچے گرا۔ پھر ڈھلان پر لڑھکتا چلا گیا۔ اس نے بار بار کوشش کی رکنے کا عمل کسی طرح رک جائے۔ وہ کسی نہ کسی چیز کو ہاتھ بڑھا کر پکڑنے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر تاریکی میں کوئی سہارا نظر نہیں آ رہا تھا۔ آخر وہ لڑھکتا ہوا کسی چیز سے ٹکرا کر رک گیا۔ وہ کسی کا جسم تھا۔ اس نے چھو کر دیکھا تو بہن کو پہچان لینے میں دیر نہیں لگی۔ "لبنیٰ!... لبنیٰ!... تم یہاں ہو؟"

وہ اس کے بازو کو ہلا رہا تھا ہوئے ہوئے جھنجھوڑ کر مخاطب کر رہا تھا۔ پھر اس نے چہرے کو ٹٹول کر اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ محبت سے پکارنے لگا۔ تب پتا چلا کہ ہاتھ بھیگ رہا ہے۔ پانی سے نہیں، لہو سے۔ وہ بہن کا خون تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک بڑا سا پتھر تھا۔ تاریکی میں اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے ٹٹول کر دیکھا۔ اس کی سختی کا اندازہ کیا۔ پھر یہ بات سمجھ میں آئی کہ بہن لڑھکتی ہوئی آئی تھی اور اس پتھر سے ٹکرا گئی تھی۔ سر ٹکرایا تھا اس لیے وہ جاں بر نہ ہو سکی۔ وہ پہلے ہی جبا سے مر چکی تھی۔ باقی جو جان بچی تھی وہ یہاں پتھر کے پاس آ کر دے چکی تھی۔

چاروں طرف سے ٹارچ کی روشنی اُس پر پڑنے لگی۔ لالٹین کی روشنی میں دُور دُور تک سپاہی اور بستی والے نظر آ رہے تھے۔ وہ سب لاٹھیاں اور چھوٹی چھوٹی کلہاڑیاں لیے ہوئے تھے۔ رجب علی ہاتھ میں ریوالور پکڑے کہہ رہا تھا۔ "جمال! خود کو قانون کے حوالے کر دو۔ گولی چلانے کے تو اس سے پہلے میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

جمال نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا، وہ ریوالور سے خالی تھے۔ پتا نہیں نشیب میں لڑھکنے کے دوران کب اور کہاں ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ اس نے غصے سے چیخ کر کہا۔ "کتے میری بہن تیری بیٹی کے برابر تھی تو نے اس معصوم کو اس بدمعاش کے حوالے کر دیا۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تیرے گھر کو آگ لگا دوں گا۔ تو میری بہن کو غریب اور بے آسرا سمجھ کر یہ بھول گیا تھا کہ تیری بھی دو بیٹیاں ہیں۔ میں اُن کے ساتھ جو سلوک کروں گا۔ وہ دُنیا دیکھے گی اور اپنے کان پکڑے گی۔"

ایک طرف سے ایک سپاہی نے کہا۔ "دیکھ جمال! تیرا باپ ہمارے قبضے میں ہے۔ ہم اس کی ایسی پٹائی کریں گے کہ تو دیکھ نہیں سکے گا۔ اس کی خیریت چاہتا ہے تو خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دے۔ پہلے ریوالور ہماری طرف پھینک دے۔"

جمال نے چیخ کر کہا۔ "میں اپنے ریوالور سے ایک ایک کتے کو بھون کر رکھ دوں گا۔ جو بھی قریب آئے گا، زندہ نہیں بچے گا۔ پہلے میں اپنی بہن کی آخری رسمیں ادا کروں گا۔ اسے قبر میں اتاروں گا۔ اس کے بعد تم لوگوں سے نمٹوں گا۔"

رجب علی نے کہا۔ "قانون سے ٹکرانے کی حماقت نہ کر۔ میں تیری بہن کو اپنی بیٹی کی طرح سمجھتا تھا۔ وہ مر گئی تو کیا ہوا، اب بھی میں اسے بیٹی کہوں گا۔"

"خبردار! اپنی ناپاک زبان سے اسے بیٹی نہ کہنا ورنہ ایک گولی تیری طرف آئے گی۔"

وہ چپ ہو رہا۔ اس کے بوڑھے باپ نے کہا۔ "بیٹے جمال! ہم تو وہ لوگ ہیں جو ہر ظلم کو تقدیر کا لکھا سمجھتے ہیں۔ پہلے زمین گئی پھر ڈیڑھ لاکھ روپے گئے۔ اس کے بعد بیٹی کی عزت گئی۔ اب جان گئی۔ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے پھانسی کا پھندا نظر آ رہا ہے اور تیری گردن لکھائی دے رہی ہے۔ بیٹے! اب تجھ میں اتنی سکت نہیں ہے کہ مجھے بھی جان سے جاتا دیکھوں۔ اس سے بھاگ جا میرے بچے! میری پروا نہ کر۔ میں تیری بہن کو قبر میں اتار دوں گا۔ میں اسے سہاگ کا جوڑا نہ پہنا سکا، کفن پہنا دوں گا۔"

"نہیں! میں نہیں جاؤں گا۔ میں نے اپنی بہن کے لیے کچھ نہیں کیا۔ اس کے دشمنوں کو اس کی آنکھوں کے سامنے قتل نہیں کیا اس کی روح بے چین ہو گی۔ اس کی آخری رسومات خود ادا کروں گا اگر کوئی بے قریب آیا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔ اب یہ دور چلے جاؤ میں آخری بار کہتا ہوں، جتنی جلدی ہو سکے دور ہو جاؤ ورنہ جو زیادہ قریب نظر آئے گا، گولی اسے لگے گی۔"

کون بھلا گولی کھانا چاہتا تھا۔ وہ سب دُور بھاگنے لگے۔ لالٹین کی روشنی دور سے دور ہونے لگی۔ جاتے جاتے ایک سپاہی نے فائر کیا۔ جمال نے چیخ کر کہا۔ "مجھے نادان نہ سمجھو۔ میں اندھیرے میں فائر کر کے گولیاں ضائع نہیں کروں گا۔"

پھر دوسری طرف سے فائرنگ نہیں ہوئی۔ وہ ذرا دیر انتظار کرتا رہا۔ لالٹین کی روشنیاں دُور ہو گئیں۔ وہ سب اس چڑھائی پر نظر آ رہے تھے جہاں سے اس کی بہن اور پھر وہ لڑھکتا ہوا وہاں تک پہنچا تھا۔

اُس نے تھوڑی دیر تک انتظار کیا۔ پھر جھک کر بہن کی لاش کو اٹھانے لگا۔ اسی وقت دُور کہیں سے آواز سنائی دی۔ "اے ریوالور تو یہاں پڑا ہوا ہے۔"

اس نے ایک دم سے پلٹ کر بلندی کی طرف دیکھا۔ ایک لالٹین والا زین پر سے ریوالور اٹھا کر رجب علی کو دکھا رہا تھا۔ تب پتا چلا، جمال جھوٹ بول رہا تھا، دھوکا دے رہا تھا اس کے پاس ریوالور نہیں تھا۔ پھر تو سب کے سب اس کی طرف دوڑتے چلے آئے۔ بستی کے لوگ اس کے دشمن نہیں تھے۔ لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو وڈیرے کے جبر سے مجبور تھے۔ وہ جو کہتا تھا اس پر بے چون و چرا عمل کرتے تھے۔ اس کے علاوہ تھانے کے سپاہی بھی تھے، وہ اس کے پاس آتے ہی اُس پر ٹوٹ پڑے۔ لاٹھیوں اور رائفل کے کُندوں سے اس کی پٹائی کرنے لگے۔ پولیس والے اور وڈیرے کے خاص آدمی جمال سے خوفزدہ تھے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ اُس پر خون سوار ہے۔ اگر اُسے پوری طرح قابو میں نہ کیا گیا تو پھر یہ بے قابو ہو جائے گا، اور ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ اور انتقام لینے دوبارہ آئے گا پھر کسی کی خیریت نہیں ہو گی۔

رجب علی نے کہا۔ "بس کرو۔ کیا اسے جان سے مار ڈالو گے؟"

تب لوگوں کے ہاتھ رُکے۔ انھوں نے دیکھا تو جمال بیہوش ہو چکا تھا۔ اس کا بوڑھا باپ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کبھی بے ہوش بیٹے کو، کبھی مُردہ بیٹی کو۔ اس کی سمجھ میں... نہیں آ رہا تھا کہ مُردہ بیٹی کا ماتم کرے یا بے ہوش جوان اولاد کے لیے فریاد کرے، انصاف مانگے۔

انصاف آسانی سے نہیں ملتا۔ اسے جب ہوش آیا تو اس نے خود کو حوالات میں پایا۔ دوسری صبح پھر اس کی پٹائی کی گئی۔ تھانے والوں کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ ملزم کے جسم پر اذیت رسانی کے آثار پائے جائیں گے۔ انھوں نے پہلے ہی رپورٹ تیار کر لی تھی کہ ملزم کو زبردست مقابلے کے بعد گرفتار کیا گیا ہے۔ بستی والے اور رجب علی گواہ تھا کہ اچھی طرح اس کی پٹائی کرنے کے بعد ہی اسے قابو میں لایا گیا تھا۔ بہرحال وہ عدالت تک پہنچایا گیا۔ سینٹرل جیل کی سلاخوں کے پیچھے رہا۔ مگر اس کی حمایت میں کوئی بولنے والا نہیں تھا۔ اس کے باپ کو دھمکی دی گئی تھی کہ وہ کوئی وکیل نہ کرے۔ اور وہ کرتا بھی کیسے، ہر جگہ سے لٹ چکا تھا۔ ایک ایک پیسے کا محتاج تھا۔ تمام ثبوت جمال کے خلاف تھے۔ پوری بستی اس کے خلاف گواہی دے رہی تھی۔ ایسے میں وہ سزا سے بچ نہیں سکتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ اسے پھانسی نہ ہوتی کیونکہ اسے مشتعل کیا گیا تھا قتل پر مجبور کیا گیا تھا۔ تاہم اسے عمر قید کی سزا ہو سکتی تھی ابھی اس کے مقدر میں آزادی لکھی ہوئی تھی۔ اسے کھلی فضا میں سانس لینا تھا۔ جیل کی چار دیواری میں اس کی ملاقات ایک ایسے انگریز سے ہوئی جو ٹوٹی پھوٹی اردو بول لیتا تھا۔ وہ اس جرم میں گرفتار ہوا تھا کہ لوگوں کو بلوچستان کے راستے ملک کے باہر لے جاتا تھا اور ان سے اچھی خاصی رقمیں وصول کرتا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "تمھارا نام کیا ہے؟"

"جمال احمد جسکانی۔ اور تمھارا نام؟"

"مجھ کو آرتھر کہتے ہیں۔ تم نے ایک قتل کیا ہے؟"

"ہاں، دوسرا کرنے کی حسرت ہے۔"

"اگر یہاں سے نکل سکو تو کتنے قتل کر سکتے ہو؟"

"جتنے دشمن ہوں گے۔"

"تم نے کیوں قتل کیا تھا؟"

اس نے مختصر سی روداد سنائی۔ آرتھر نے سننے کے بعد ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "جو لوگ کمزور یا بزدل ہوتے ہیں اپنی بہن کی بے عزتی کا، اپنے خاندان کی تباہی کا انتقام نہیں لے سکتے، اُن کے دل جذبات سمجھ سکتے ہو؟"

"ہاں، وہ اندر ہی اندر کڑھتے رہتے ہوں گے میری طرح زندگی گزارتے ہوئے بے بسی سے مر جاتے ہوں گے۔"

"اگر کبھی دوسری بہنوں کی عزت خطرے میں پڑ جائے تو کیا تمھیں اپنی بہن یاد آئے گی؟"

"ہاں۔ اب کسی بھی لڑکی کے سر سے آنچل کھینچا جائے گا تو میں کھینچنے والے کا ہاتھ کاٹ کر پھینک دوں گا۔ کوئی بوڑھا اپنی بیٹی کی لاش کے پاس کھڑا ہو گا اور اپنے جوان بیٹے کی بے بسی کا ماتم کر رہا ہو گا تو میں ماتم کرنے والوں میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم کام کے آدمی ہو۔ کیا تعلیم یافتہ ہو؟"

"ہاں میں نے دس جماعتیں پاس کیں۔ کالج میں پڑھنا چاہتا تھا۔ پھر ہم پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ مجھے مجبوراً ہو کر ایک بل میں ملازمت کرنی پڑی۔ وہاں سے میری نئی زندگی کا آغاز ہوا۔ میں رفتہ رفتہ مزدور لیڈر بن گیا۔ لیڈر کی حیثیت سے مجھے اتنی شہرت حاصل ہوئی کہ اخبارات میں تصویریں شائع ہونے لگیں۔ بل اور کارخانے کے مالکان مجھ سے خوفزدہ تھے۔"

آرتھر اسے توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی باتیں سن رہا تھا پھر اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "تم تو بہت ہی کام کے آدمی ہو۔ مجھے کسی ایسے ہی شخص کی ضرورت ہے جو مزدوروں کو اپنی مٹھی میں رکھنا جانتا ہو۔ اگر تمھارا ذکر اخبارات میں ہوتا رہا ہے۔ تمھاری تصویریں شائع ہوتی رہی ہیں تو ہمارے باس

کی کانفیڈنشیل لسٹ میں تمھارا نام ضرور ہوگا۔ فی الحال تم مجھے لیڈر کی حیثیت سے ایک ایسی تقریر سناؤ جس میں مل مالکان، کارخانہ داروں، حکومت اور نوکر شاہی پر خوب کیچڑ اچھالی گئی ہو۔"

"میں کیوں ایسی تقریر کروں؟"

"مجھے تمھاری باتیں تمھارا انداز پسند آیا۔ اور مجھے یقین ہوگیا کہ تم جدھر جاؤ گے ادھر مزدوروں کا سیلاب جائے گا تو میں تمھیں جیل کی چار دیواری سے نکال کر لے جاؤں گا۔"

جمال جبکانی نے بے یقینی سے پوچھا۔ "تم مجھے کس طرح یہاں سے نکالو گے؟"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔ اگر تم رہائی چاہتے ہو اپنے دشمنوں سے انتقام لینا چاہتے ہو، ایک شاندار مستقبل بنانا چاہتے ہو تو مجھے اپنی شعلہ بیانی کا ثبوت دو۔"

وہ سوچنے لگا۔ آرتھر نے کہا۔ "ہوسکتا ہے آئندہ پیشی میں سزا سنا دی جائے۔ اگر سزائے موت کا حکم ہوگیا تو تمھیں یہاں سے نکال کر پھانسی پانے والے مجرموں کی کال کوٹھری میں پہنچا دیا جائے گا۔ پھر نہ مجھ سے ملاقات ہوسکے گی اور نہ ہی تمھارے لیے کچھ کرسکوں گا۔ یقین کرو، یہ جو آہنی دروازے پر بڑا سا تالا پڑا ہوا ہے میں اسے تمھارے سامنے کھولوں گا اسے یہاں اپنی جگہ رکھوں گا اور خود باہر نکل جاؤں گا۔"

"اگر تم ایسا کرسکتے ہو تو اب تک یہاں کیوں بیٹھے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میں یہاں سزا پانے کے لیے نہیں قیمتی ہیرے تلاش کرنے آتا ہوں۔ ایک ہیرا شاید اس وقت میرے سامنے ہے۔ اگر اپنے جوہر دکھاؤ گے تو عیش کرو گے۔"

جمال نے اچانک ہی تقریر شروع کردی پہلے دھیمے انداز میں ابتدا ہوئی پھر اس میں شدت آتی گئی۔ وہ تقریر کرتے کرتے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر مٹھیاں بھینچے ہوئے مٹھی باندھ کر غصے کے انداز میں بولنے لگا جیسے اپنے دشمن نمبر ون کو مٹھی باندھ کر گھونسا مار رہا ہو۔ مزدوروں کو سہانے شاندار مستقبل کا یقین دلا رہا ہو۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہر رات کی صبح ہوتی ہے آج اندھیری رات ہے کل صبح سویرا طلوع ہوگا۔"

ایک سپاہی نے آکر سلاخوں کو ڈنڈے سے بجاتے ہوئے کہا۔ "اے! کیوں چلا رہے ہو چپ چاپ سو جاؤ ورنہ ڈنڈے برسائے جائیں گے۔"

آرتھر اپنی جگہ سے اٹھ کر سپاہی کے پاس گیا پھر سرگوشی میں کچھ کہنے لگا۔ وہ وہاں سے چلا گیا۔ آرتھر نے پلٹ کر جمال کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہوگیا ہے تمھارے مقدر میں آزادی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد وہی سپاہی آیا، اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی چھوٹی سی چیز نکالی اور اسے سلاخوں کے درمیان سے بڑھا دیا۔ آرتھر نے اسے ہاتھ میں لے کر آہستگی سے کہا۔ "ٹھیک ہے تھوڑی دیر بعد واپس لے جانا۔"

سپاہی چلا گیا۔ آرتھر سلاخوں کے قریب ہی بیٹھ گیا پھر اس چھوٹی سی چیز کو منہ کے پاس لے جاکر کچھ کرنے لگا جمال نے قریب آکر دیکھا۔ وہ پاکٹ ریڈیو کی طرح تھا۔ اس کا ایریل اوپر کی طرف نکلا ہوا تھا۔ جب آرتھر نے کچھ کہنا شروع کیا تو پتا چلا وہ ٹرانسمیٹر ہے۔ وہ دستور کے مطابق کوڈ ورڈ ادا کرنے کے بعد کہہ رہا تھا۔ "لیبر یونین کی فہرست دیکھی جائے کیا اس میں جمال احمد جبکانی مزدور رہنما کا نام ہے؟ اگر ہے تو وہ کس حد تک ہمارے لیے کارآمد ہے۔ یہ جمال میرے ساتھ قید خانے میں ہے ہوسکتا ہے آئندہ پیشی میں اسے پھانسی کی سزا سنائی جائے۔ اب آپ ہی اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرسکتے ہیں۔ میں آپ کے جواب کا انتظار کروں گا۔ یہ ٹرانسمیٹر صرف آدھے گھنٹے کے لیے بلا ہے۔ جواب فوراً چاہیے۔"

اس نے بات ختم کردی۔ ٹرانسمیٹر کو آف کردیا۔ جمال نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم کس سے باتیں کررہے تھے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "ایک عدالت نیچے ہے زمین پر، ایک عدالت اوپر ہے آسمان پر۔ لیکن آسمانی عدالت کے فیصلے تو تمھارے بعد سنے جائیں گے۔ زمینی عدالت کے فیصلے سے پہلے ہی ہم تمھیں نکال کر لے جائیں گے۔"

دس منٹ کے بعد ہی ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے آن کرکے کہا۔ "یس آرتھر اٹینڈنگ۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "آرتھر! تمھاری جیل یاترا بہت کامیاب رہتی ہے تم بہترین ہیرے تلاش کرکے لاتے ہو۔ اگرچہ جمال احمد جبکانی ہیرا ہے مگر ترا شیدہ نہیں ہے ہم اسے تراش لیں گے۔ تم وہاں سے دو بجے نکلو گے۔ تین بجے ہیلی کاپٹر تمھارا منتظر کھڑا ہے گا متعلقہ لوگوں تک اُن کی رقم پہنچا دی گئی ہے اوور اینڈ آل۔"

جمال احمد جبکانی اس وقت حیرت کے سمندر میں.....

ڈوبا ہوا کھلی فضا میں سانس لے رہا تھا اور ہیلی کاپٹر میں بیٹھا آزادی سے سفر کررہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، پلک جھپکتے ہی کیا ہوگیا۔ شام تک اس بات کی ایک ذرا امید نہیں تھی کہ کوئی اسے سزا سے بچا سکے گا۔ قیدیوں کو سخت پہرے میں رکھا جاتا ہے۔ انھیں ہتھکڑیاں پہنائی جاتی ہیں۔ ملزم زیادہ خطرناک ہوں تو زنجیریں پہنائی جاتی ہیں۔ آہنی سلاخوں کے پیچھے رکھا جاتا ہے۔ سنگینوں اور رائفلوں سے لیس کرکے دالایا جاتا ہے۔ وہ دیواروں سے اپنا سر پھوڑ سکتے ہیں لیکن آزادی حاصل

نہیں کرسکتے۔ اور ایک غیر ملکی کتنی آسانی سے اس جیل خانے میں بیٹھے بیٹھے اُسے آزادی دلا کر ساتھ لے جارہا تھا۔

وہ صبح ہونے سے پہلے کابل پہنچ گئے۔ آرتھر نے اُسے ہوٹل کے کمرے میں ٹھہرایا۔ اس کا نام ولدیت اور پاکستانی پتا نوٹ کرنے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ جب شام کو آیا تو اس کے ہاتھوں میں اس کا اپنا اور جمال کا پاسپورٹ ویزا اور دوسرے اہم کاغذات تھے۔ جمال نے اپنا پاسپورٹ لے کر حیرانی سے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "یہ کیسے تیار ہوگیا؟"

"تمھارے ملک کا پاسپورٹ ہے ہم دوسرے ملک میں بھی تیار کرلیتے ہیں۔ یہ ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اب تم باقاعدہ ایک پاکستانی تمہری کی حیثیت سے سفر کرو گے۔ ہمارا ایک آدمی تمھیں امریکا لے جائے گا۔"

دوسری صبح آرتھر نے اسے ایک پاکستانی اخبار لاکر دیتے ہوئے کہا۔ "اس کے پہلے صفحے پر اپنے متعلق پڑھو۔"

اس نے پڑھا۔ لکھا تھا۔ "دو قیدی فرار ہوگئے ان میں سے ایک غیر ملکی تھا جو لوگوں کو غیر قانونی طور پر سرحد پار لے جاتا تھا۔ دوسرا ایک مقامی نوجوان جمال احمد تھا۔ اس پر قتل کا الزام ثابت ہوچکا تھا اور آئندہ پیشی میں شاید سزا سنائی جانے والی تھی۔ ہماری فرض شناس پولیس ان کی تلاش میں ہے۔ ان کی مستعدی سے پتا چلتا ہے کہ مفرور مجرم جلد ہی گرفتار ہوجائیں گے جمال نے اخبار رکھ کر ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "تم نے کہا تھا کہ میں رہائی پانے کے بعد اپنے دشمنوں سے انتقام لے سکوں گا مگر تم مجھے یہاں لے آئے ہو۔"

"انتقام لینے کے لیے اپنے بازو بھی مضبوط رکھنے پڑتے ہیں اور اپنی پشت بھی۔ جب تک پشت پناہی نہیں ہوگی، اس وقت تک کبھی کامیاب نہیں ہوسکو گے۔"

"مجھے امریکا کیوں جانا چاہیے؟"

"ایک کامیاب ترین لیڈر بنانے کے لیے تمھیں وہاں ایسی ٹریننگ دی جائے گی ایسی تعلیم دی جائے گی کہ اپنے ملک واپس آنے کے بعد تم ایک کٹھ پتلی مزدور لیڈر ہی نہیں رہو گے بلکہ بہت دولت مند بھی بن جاؤ گے۔ کسی بھی حکومت کو مزدوروں کی آڑ میں بلیک میل کرسکو گے۔"

"کوئی حکومت معقول ہو۔ مزدوروں کے مطالبات پورے کرتی ہو تو میں اسے بلیک میل کیوں کروں گا؟"

"بھائی تھوڑا تھوڑا سب کو کھانا چاہیے۔ تم صرف مزدوروں کو کھلاؤ گے ہمیں نہیں کھلاؤ گے، خود نہیں کھاؤ گے؟ تمھیں رفتہ رفتہ علم ہوگا کہ لیڈری ایک کاروبار ہے جو مختلف پارٹنروں کے درمیان بٹھوتے کے ذریعے ہوتا ہے مثلاً ایک پارٹنر تم ہو۔ اب تک صرف لیڈری کرتے ہے۔ اپنے لیے کچھ نہیں کیا۔ اگر کچھ کرتے تو آج تمھارا مقدمہ لڑنے والا کوئی وکیل ہوتا۔ تمھارے پاس دولت ہوتی تو تمہیں کی شادی دھوم دھام سے کرتے۔ تمھارے بال بچے ہوتی تو صرف تمھارا نہیں بلکہ اپنے ڈوبرے سے بھی انتقام لے سکتے۔ اب جو انتقام لوگے تو وہ ہمارے سہارے لوگے اس لیے دوسرے پارٹنر ہم ہیں۔ ہم تمھیں انتقام لینے کے طریقے بتائیں گے۔ تم صرف ایک رجب علی سے نہیں لیے ہزاروں ظالموں سے انتقام لے سکو گے۔"

"میں پہلے انتقام لینا چاہتا ہوں۔"

"کیا تم تعلیم حاصل کیے بغیر کسی کاغذ پر دستخط کرسکتے ہو؟ پہلے تعلیم حاصل کرنا پڑتی ہے پھر کسی دستاویز پر دستخط کرنے کے قابل ہوگے۔ لہٰذا پہلے سیکھو، ہم سکھائیں گے ہم تمھارے اخراجات برداشت کریں گے تمھارا مستقبل بنائیں گے۔ ہمیشہ تمھارا تحفظ کریں گے۔ صرف تمھارے ملکی قانون سے نہیں، بلکہ بین الاقوامی قوانین سے بچائیں گے۔ ہاں کہ معاہدہ ہمیں ملنا چاہیے لہٰذا اس لیڈری کے کاروبار میں ہم تمھارے دوسرے اہم پارٹنر ہیں۔"

"تیسرا پارٹنر کون ہے؟"

"پولیس والے۔ ان کے ساتھ کس طرح گٹھ جوڑ ہونا ہے اس کا پورا کورس تمھیں پڑھایا اور عملی طور پر سکھایا جائے گا۔"

"لیکن سارے ہی پولیس والے بددیانت اور رشوت خور نہیں ہوتے۔"

"جو رشوت خور نہیں ہوتے ہم اُن کا ٹرانسفر کرا دیتے ہیں تم فکر نہ کرو۔"

"میں لیڈر ہوں، آج تک یہ معلوم نہ تھا کہ اس لیڈری کے کاروبار میں ایسے ایسے پارٹنر ہوتے ہیں۔ یہ بتاؤ جھوٹا پارٹنر کون ہے؟"

"حکومت۔ جو بھی سیاسی پارٹی حکومت کررہی ہو، مزدور لیڈر اس سائنسی ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے دور حکومت میں مزدور تحریک توڑ جوڑ اور جمعیتی تباہی نہیں چاہتی تو اسے لیڈر کی بات ماننی پڑتی ہے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے ہر حکومت ہمیں خوش رکھتی ہے۔ ہم خوش رہتے ہیں تو تمھارے جیسے لیڈروں کو بھی خوش رکھتے ہیں اور اُن کا ہر طرح سے تحفظ کرتے ہیں۔"

"تم نے کہا تھا کہ لیڈری کے کاروبار میں چار پارٹنر ہوتے ہیں ان چاروں کے نام گنوا دیے۔ مزدور کہاں گئے؟"

"مزدور کہاں ہوتے ہیں؟ انھیں تو بھی نصیب نہیں ہوتی، بھلا کاروبار میں انھیں پارٹنر کون بناتا ہے۔ پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک کے مزدوروں کی اسٹڈی کروگے تو پتہ چلے گا کہ یہ مزدور صدیوں سے تقریریں سنتے آئے ہیں۔ اور

تقریروں سے پیٹ بھرتے آتے ہیں۔ انھیں صرف لفظوں کی بازی گری سے مطمئن کیا جاسکتا ہے۔ کبھی کبھی ان کا ایک جھوٹا مطالبہ تسلیم کرکے انھیں خوش کر دیا جاتا ہے۔ ابھی اس سلسلے میں مجھ سے بحث نہ کرو۔ جب تم ہمارے تربیتی اسکول میں پہنچو گے تو سب کچھ سیکھ کر وہاں سے نکلو گے۔"

دوسرے دن وہ ایک امریکی ریاست الباما میں کرائے کے سپاہیوں کی تربیت کے اسکول میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسکول سے پاس ہونے والے دوسرے ضرورت مند ممالک کے حکام سے یا اُن حکام کے مخالفوں سے اچھی خاصی رقم لے کر وہاں چھاپہ مار جنگ کرتے ہیں۔

یہ کوئی قصہ کہانیوں والی بات نہیں ہے۔ امریکی ریاست الباما میں یہ اسکول آج بھی موجود ہے اور بڑے تعجب کی بات یہ کہ یہ اسکول غیر قانونی نہیں ہے۔ امریکی حکومت کرائے کے فوجیوں کو قانونی سمجھتی ہے اور اپنے مقاصد کے لیے بھی استعمال کرتی ہے۔ پھر وہی بات کہ اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرے تو یہ ایک قانونی عمل ہے۔ یہی لوگ امریکہ کے خلاف کسی دوسرے ملک کے آلہ کار بن جائیں یا اپنا جائز مطالبہ منوانے کے لیے کوئی قدم اٹھائیں تو دہشت گرد کہلائیں۔

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ تین پاکستانی جوانوں کے متعلق مکمل معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ وہ اپنے مزاج کے مطابق اپنی پسند کے مقامات تک پہنچے ہوئے تھے۔ انھوں نے دہشت گردی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ابھی ایک اور پاکستانی کا ذکر لازمی ہے اور وہ پاکستانی کوئی مرد نہیں، ایک عورت ہے۔ اور اس کا نام آمنہ بابر ہے۔

فرانس کے ایک مغربی ساحلی علاقے کا نام لی ہاؤری ہے۔ وہاں ایک دہشت گرد تنظیمی ادارے میں سب آمنہ سے واقف ہیں۔ کوئی اگر پوچھتا ہے "آمنہ کی پہچان کیا ہے؟"

جواب ملتا ہے "آمنہ کا آنسا سا نسا کزو۔ موت نظر آئے گی۔"

میں آمنہ کے دماغ میں پہنچنے والا تھا کہ شہاتہ نے آکر کہا۔ "ڈاکٹر شیفرڈ آگئے ہیں۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ پھر ڈاکٹر سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے۔ میں آپ کو آرام کرنے کا موقع نہیں دے سکا ہوں۔ بار بار اپنے لیے دوڑاتا رہتا ہوں۔"

"تم بعض اوقات غیروں کی طرح باتیں کرتے ہو جب کہ جانتے ہو تمھارے لیے جان بھی دے سکتا ہوں۔ زیادہ باتیں نہ کرو۔ کام بتاؤ۔"

"میں اصلی روپ میں آنا چاہتا ہوں۔ اوہ! میں تو آپ سے تعارف کرانا ہی بھول گیا۔ یہ ہے قاف کی شہزادی شہاتہ۔"

ڈاکٹر اور شہاتہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ ڈاکٹر نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

ڈاکٹر نے کہا۔ "جب تم خیال خوانی کے لیے مراقبے میں جاتے ہو تو دنیا والوں کے لیے گویا سو جاتے ہو۔ ہمارے لیے بھی تم سو رہے تھے جب ہم اور شہاتہ ایک دوسرے سے خود ہی تعارف حاصل کر لیے تھے۔ مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ میں نے ایک شہزادی کے ہاتھوں کی بنی ہوئی کافی پی ہے۔ آدھے گھنٹے تک گفتگو کی ہے اس کے بعد تمھیں بلایا گیا ہے۔"

شہاتہ مجھے دیکھ کر شرارت سے مسکرا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "ڈاکٹر، اس کی خواہش ہے کہ۔۔۔۔۔"

ڈاکٹر نے میری بات کاٹ کر کہا۔ "کہ شہزادی تمھارا اصلی چہرہ دیکھے بھی اس کے لیے میں تمام ضروری سامان لے آیا ہوں۔ آئینے کے سامنے چلو۔"

میں اٹھنے لگا، ڈاکٹر نے کہا۔ "ذرا ٹھہرو۔ پہلے وہ تصویریں دیکھ لو جس کا چہرہ اپنانے والے ہو۔"

اُس نے اپنے بیگ میں سے ایک فائل نکالتے ہوئے کہا۔ "تمھاری خاطر میں کلینک سے اپنے گھر گیا۔ پھر گھر سے یہ فائل لی۔ تم جانتے ہو میرے پاس چہرہ تبدیل کرانے کے لیے اپنے عیب چھپانے کے لیے ایسے ایسے لوگ آتے ہیں جو حالات سے مجبور ہو کر اپنا سارا ریکارڈ، اپنی ساری ہسٹری میرے پاس چھوڑ جاتے ہیں۔ اُن میں سے کوئی روپوش ہو جاتا ہے، کوئی نہ جانے کیوں پلٹ کر نہیں آتا۔ اور کوئی اس دُنیا سے ہی اُٹھ جاتا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "جس کی تصویریں لائے ہیں وہ اس دُنیا میں موجود ہے یا نہیں؟"

"میں نہیں جانتا۔ وہ میرے پاس آیا تھا۔ میں اس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرنے کے لیے تیار تھا لیکن دوسری صبح کلینک میں پہنچا تو نرس نے بتایا، وہ جا چکا ہے رات کو کسی وقت اُٹھ کر چلا گیا۔ کوئی نہیں جانتا لیکن تم یہ سوال کیوں کرتے ہو تصویریں دیکھو اس کی آنکھوں میں جھانکو اور معلوم کر لو۔"

میں نے تصویریں دیکھیں۔ اچھا خوبرو جوان تھا لیکن بیمار نظر آتا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "جب یہ میرے پاس پہنچا تو بُری طرح زخمی تھا۔ اپنے زخموں کو لباس کے اندر چھپانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ تھائے مقابلے میں بہت ہی دُبلا پتلا تھا۔ اگر وہ صحت مند ہوتا تو یقیناً اس کی جسامت تمھاری طرح ہوتی۔"

اس دوران میں نے تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر معلوم کیا۔ وہ اب اس دُنیا میں نہیں رہا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "بے چارا اب اس دُنیا میں نہیں ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "ایک عورت فون پر مجھے دھمکی دیتی ہے۔ اس نے پہلی بار فون کیا تو میں نے اسے نظر انداز کر دیا۔ دوسری بار، ایک ہفتہ پہلے پھر فون کیا تھا۔ اس بار اُس نے مجھے سخت سے وارننگ دی تھی، اور کہا تھا اگر میں اس کے شوہر کا پتہ نہیں بتاؤں گا تو وہ یہی سمجھے گی کہ اسے غائب کرنے میں میرا بھی ہاتھ ہے۔ لہٰذا وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"تم نے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی؟"

"کیسے بتاتا؟ میں تمھارے چہرے پر کرسٹل فریکی کا میک اپ کرنے کے بعد لبنان سے آیا۔ تب مجھے اس کا فون موصول ہوا۔ اس کے بعد تم نے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ ایک بار سرسری سی گفتگو کی پھر چوبیس گھنٹے پہلے آنے کی اطلاع دی۔ میں نے سوچا، تم اپنی مصروفیات سے فارغ ہو جاؤ گے تو میں اس عورت کے متعلق بتاؤں گا۔ اور بتا کیا سکتا ہے تم اُس کے شوہر کے میک اپ میں رہو گے۔ تو میں تمھیں اُس کے حوالے کر کے اپنا پیچھا چھڑا لوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو ڈاکٹر؟ کیوں مجھے کسی نئی مصیبت میں پھنسانا چاہتے ہو، آخر کون ہے وہ عورت؟"

"میں نے اس کی آواز سُنی ہے، اسے دیکھا نہیں ہے۔"

"اُس نے نام تو بتایا ہوگا؟"

میں نے ہم پوچھا تھا۔ وہ کہنے لگی "آمنہ کے آمنے سامنے ہمیشہ موت ہوتی ہے۔ نام نہ پوچھو میرے آدمی کا پتا بتاؤ۔"

میں چونک کر ڈاکٹر کا مُنہ دیکھ رہا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے میں نے آمنہ بابر کے دماغ میں پہنچ کر ایک ذرا خیال خوانی کی تھی۔ اسے دماغ کو پڑھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ بہرحال میں نے فوراً ہی اس فائل کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ اُس میں تصویر والے کا نام لکھا ہوا تھا۔ "بابر جلال" اس لسٹ میں آمنہ کا نام آمنہ بابر تھا۔

ڈاکٹر شیفرڈ نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"میں سوچ رہا ہوں۔ اس عورت نے تمھیں اپنا پتا ٹھکانہ نہیں بتایا ہوگا تو اتنا ضرور کہا ہوگا کہ آئندہ وہ پھر کب رابطہ قائم کرے گی؟"

"شاید اس عورت کی کچھ مجبوریاں ہیں ورنہ وہ وارننگ دینے کے بجائے خود میرے سر پر پہنچ جاتی۔ اس نے کہا تھا، وہ جلد ہی میرے پاس آئے گی۔"

میں ڈاکٹر کی باتیں سُننے کے دوران فائل کے اوراق اُلٹ رہا تھا۔ پھر میری مطلوبہ چیز مل گئی۔ ایک لفافے میں بابر جلال اور آمنہ بابر کی بہت سی تصویریں تھیں۔ میں آمنہ کے دماغ میں پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ اب اُسے صورت شکل سے پہچان رہا تھا۔ صورت کے اعتبار سے ظاہر ہے بے حد حسین ہونا چاہیے کیونکہ جرائم کے بین الاقوامی بازاروں میں عورت کا بے حد حسین ہونا لازمی ہے۔ تصویر میں وہ اس قدر حسین نظر آ رہی تھی، جس قدر حسن کی قدر ہوتی ہے۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں گہری سنجیدگی تھی۔ اگرچہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ مسکرا رہی تھی، لیکن مسکراتی ہوئی ان سنجیدہ آنکھوں سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ غیظ و غضب کی حالت میں کس طرح ناگن بن جاتی ہوگی۔

شہاتہ نے کہا۔ "تم ان تصویروں کو یوں غور سے دیکھ رہے ہو جیسے آج ہی اس شخص کے میک اَپ میں آجانا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "بھئی آج میک اَپ نہیں کروں گا۔ صرف اصلی چہرے کے ساتھ تمھارے سامنے رہوں گا۔"

ہم آئینے کے سامنے آگئے۔ میں نے ایک کرسی پر آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر! کیا پلاسٹک سرجری کا میک اَپ ختم کرنے کے دوران بھی خاموش رہنا پڑتا ہے؟"

"میں سمجھتا ہوں تم اس بے پوچھ رہے ہو کہ خاموش رہنے کی ہدایت ملتے ہی خیال خوانی شروع کر دو۔"

شہاتہ نے کہا۔ "پتے سامنے والوں سے کترانے کا یہ بڑا اچھا طریقہ ہے۔ جب بیزار ہوتے تب کہہ دیا خیال خوانی کر رہے ہیں۔ پھر سامنے بیٹھے ہی بیٹھے دُور چلے گئے۔ یہ ٹیلی پیتھی بھی کمال کی چیز ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں خیال خوانی نہیں کروں گا۔ تم بابر جلال کا فائل اُٹھاؤ اور اُسے کھول کر شروع سے پڑھتی جاؤ۔ تاکہ اس کی تمام ہسٹری ٹیسٹ سے واقف ہوتا رہوں۔"

اُس نے ایک ڈائری کو کھولتے ہوئے کہا۔ "جب ہسٹری ٹیسٹ معلوم کرنی ہے تو ڈائری کو پڑھنا مناسب رہے گا۔"

ڈائری مکمل طور پر لکھی ہوئی نہیں تھی۔ کچھ صفحات خالی تھے۔ خاص خاص واقعات لکھے ہوئے تھے۔ اتنا ہی میرے لیے کافی تھا۔

اس ڈائری کے مطابق بابر جلال بہار کے شہر پٹنہ کا رہنے والا تھا۔ ۱۹۴۲ء میں وہ مشرقی پاکستان گیا۔ ۱۹۶۵ء میں سید پور سے میٹرک پاس کر کے ڈھاکہ یونیورسٹی میں داخل ہوا۔ وہیں آمنہ سے اس کی ملاقات ہوئی۔ یہ ملاقات آہستہ آہستہ گہرے ربط و ضبط اور عشق و محبت میں تبدیل ہوتی گئی۔

وہ مزاج کے اعتبار سے شعلہ بھی تھی اور شبنم بھی۔ جب اچھے موڈ میں ہوتی تو نہایت سنجیدگی سے گفتگو کرتی۔ ہر مسئلے کو بڑی ذہانت سے حل کرتی مگر غصے کے وقت کسی کا لحاظ نہیں کرتی تھی۔ زیادہ طیش میں آتی تو جو چیز سامنے آتی وہ پھینک کر مارنا شروع کر دیتی۔ اس نے غصے کو برداشت کرنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ جب برداشت کر لیتی تو سب پریشان ہو جاتے تھے۔ اور سمجھتے تھے، ضرور کوئی چال چل رہی ہے اپنے مخالف

کی نیندیں حرام کردے گی اور یہی ہوتا تھا۔ دو چار روز میں لوگ دیکھتے تھے کہ جس نے اس کی مخالفت کی ہوتی وہ کسی کسی طرح زخمی ہو کر ہسپتال پہنچ جاتا تھا یا پھر اپنی کسی قیمتی چیز کے چوری ہونے کا ماتم کرتا رہتا تھا۔

پھاترو لیگ کے تمام طلبہ اُسے چاہتے تھے۔ وہ ان کی ہر تحریک میں حصہ لیتی تھی۔ زبان کے مسئلہ پر شہید ہونے والے طلباء کے مزاروں پر پھول چڑھاتی تھی اور جوشیلی تقریریں کرتی تھی۔ ایک بار بہت سے طلباء کے ساتھ پولیس والوں نے اسے بھی گرفتار کر لیا۔ وہ ایک ماہ تک جیل میں رہی۔ جیل ایسی جگہ ہے جہاں پہنچ کر عورتوں میں بھی مردانہ صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ پہلے بھی کسی سے کم نہیں تھی، جیل سے نکلی تو کچھ اور ہی بے باک ہو گئی۔ دو دن بعد ہی وہ پولیس آفیسر جس نے اُسے اور اس کے ساتھی طلباء کو گرفتار کیا تھا، اچانک مر گیا۔ پتا چلا، اس کے کھانے میں کسی نے زہر ملا دیا تھا۔ پولیس والے قاتل کو تلاش کرنے لگے لیکن اس کا کوئی نام نشان تک نہیں تھا۔ طلباء کی اکثریت سمجھ رہی تھی۔ وہ سب آمنہ کو جس قدر چاہتے تھے اسی قدر اُس سے ڈرتے بھی تھے۔

پھر بنگلہ دیش کی تحریک شروع ہوئی۔ آمنہ نے اعلان کر دیا کہ وہ اس تحریک کے ساتھ نہیں ہے گی۔ وہ پاکستانی ہے اور پاکستانی رہے گی۔ اور اگر پاکستان کی بقا کے لیے چھاترو لیگ کی مخالفت کرنی پڑی تو بھی اس سے باز نہیں آئے گی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس جماعت سے الگ ہو گئی۔ حالات اور مزاج بدلتے دیر نہیں لگتی۔ وہ لڑکے جو اس پر جان دیتے تھے، اس کی جان کے دشمن ہو گئے۔

پھر ایک دن ایک بڑا سا ٹرک عورتوں اور بچوں سے بھرا ہوا میمن سنگھ سے آیا۔ وہاں تمام بہاریوں کو قتل کر دیا گیا تھا۔ صرف اُن کی عورتوں اور بچوں کو میمن سنگھ سے نکال دیا گیا تھا۔ وہ پناہ لینے ڈھاکہ آئے تھے اُن لٹے ہوئے قافلے میں آمنہ کی بیوہ بھابی بھی تھی یعنی آمنہ کے بھائی کو بھی قتل کر دیا گیا تھا۔ پھر وہ بھلا کیسے برداشت کرتی۔ وہ تو اسی رات میمن سنگھ جانا چاہتی تھی اپنے بھائی کے قاتلوں کو چن چن کر قتل کرنا چاہتی تھی۔ لیکن بابر نے اُسے جانے نہیں دیا۔ اگرچہ وہ رُکنے والی نہیں تھی۔ بابر نے کہا "پاگل ہو گئی ہو، اب میمن سنگھ میں کوئی بھی اُردو بولنے والا نہیں رہا۔ تم وہاں جاؤ گی تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"میں بنگالی زبان روانی سے بولتی ہوں۔ کوئی مجھے نہیں پہچانے گا۔"

"یہ تمہاری بھول ہے۔ چھاترو لیگ کے کتنے ہی اسٹوڈنٹس میمن سنگھ میں رہتے ہیں وہ تمہیں پہچان لیں گے خواہ مخواہ جان دینے کی حماقت نہ کرو۔ زندہ رہنا سیکھو۔ زندہ رہو گی تو بعد میں بھی دشمنوں سے انتقام لے سکو گی۔ فی الحال تم میرے ساتھ چلو۔ میں سید پور جا رہا ہوں، تم دیناج پور میں اپنے والدین کے پاس رہو گی۔"

وہ دیناج پور کے لیے روانہ ہوئے۔ ٹرین رات کے دو بجے میمن سنگھ اسٹیشن سے گزرتی تھی۔ بابر جاگ رہا تھا۔ وہ آمنہ کے مزاج کو سمجھتا تھا۔ گاڑی جیسے ہی میمن سنگھ کے اسٹیشن پر رُکی۔ آمنہ کی بے چینی بڑھ گئی۔ وہ کمپارٹمنٹ میں اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگی کبھی دروازے کے پاس جاتی تھی کبھی باہر دیکھتی پھر پلیٹ کر بابر کو دیکھنے لگتی۔ بابر نے اشارے سے منع کیا پھر پاس آ کر کہا "کیوں حماقت کر رہی ہو۔ کمپارٹمنٹ میں بنگالی مسافر بھرے ہوئے ہیں۔ انھیں تمہارے ارادوں کا علم ہو گیا تو ہم دونوں کی پٹائی بھی نظر نہیں آئیں گی۔"

وہ اسے سمجھا بجھا کر پارتی پور لے آیا۔ وہاں سے دو ٹرینیں جاتی تھیں ایک سید پور کی طرف دوسری دیناج پور کی طرف۔ دونوں کو وہاں سے بھیجنا تھا۔ بابر نے کہا "کل دیناج پور کی آؤں گا تمہارے والدین سے ملوں گا اور اُن سے تمہیں مانگ لوں گا۔"

وہ بچھڑ گئے۔ دوسرے دن بابر اپنے دھندے کے مطابق دیناج پور نہ جا سکا۔ اس کے چچا اور چچی اسے پناہ اور امداد بنانے کے خواب دیکھ رہے تھے جب انھیں پتا چلا کہ وہ کسی آمنہ سے شادی کرنا چاہتا ہے تو انھوں نے کھل کر کہا "مگر تم نے تو اپنی خالہ کے لیے سوچ رکھا ہے تم گھر کی لڑکی چھوڑ کر باہر کیوں جانا چاہتے ہو۔"

اس نے کہا "میں نے خالہ کو ہمیشہ بھائی کی نظر سے دیکھا ہے، اسے بہن سمجھتا ہوں، اُس سے شادی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ ہم نے تمہاری پرورش کی۔ تمہیں تعلیم دلائی تمہیں اس قابل بنایا۔ اب تم گھر آباد کرنے کے قابل ہو گئے ہو تو ہم سے نظریں پھیر رہے ہو۔"

"چچی جان! آپ مجھے پرورش کرنے کا طعنہ نہ دیں۔ آپ میرا سہارا نہ بنتیں تو میری خالہ اور پھوپھی وغیرہ بن جاتیں ابا جان نے مرتے وقت ایک بہت چلتا ہوا کاروبار چھوڑا تھا وہ سب میرا تھا۔ چچا جان نے اُسے سنبھال لیا۔"

چچا نے کہا "کاروبار اُسی کا ہوتا ہے جو اُسے چلاتا ہے میں نے دن رات ایک کر کے خون پسینہ بہا کے اس کاروبار کو ترقی دی ہے۔ یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ بھائی جان نے مرتے وقت اچھا چلتا ہوا کاروبار چھوڑا تھا۔ اس دکان میں کچھ نہیں تھا۔ بس نمائش کے لیے خالی ڈبے اور بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔

انھوں نے جو رقم چھوڑی تھی وہ تمہاری تعلیم میں خرچ ہو گئی۔ بلکہ اس سے زیادہ ہم نے خرچ کیا ہے۔"

آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس کاروبار میں میرا کوئی حصہ نہیں رہا۔"

"بیٹے! تم جھگڑے کی بات کرتے ہو۔ میں سارا کاروبار تمہارے حوالے کر دوں گا۔ تم میرے بھائی کی اکلوتی اولاد ہو۔ خالدہ میری اکلوتی بیٹی ہے، دونوں کی شادی ہو جائے گی۔ کاروبار گھر کا گھر میں ہی رہے گا۔"

بات بگڑ چکی تھی۔ وہ دیناج پور جا کر آمنہ سے رشتے کی بات نہیں بنا سکتا تھا۔ یہ بات مضحکہ خیز ہوتی کہ وہ اپنے بزرگوں کو ساتھ لیے بغیر لڑکی والوں کے ہاں جاتا۔ اور وہاں جا کر اس کا رشتہ مانگتا۔ ایسے بھلا کون رشتہ دیتا ہے؟

دو ہفتے کے بعد ہی دیناج پور سے عورتوں اور بچوں کے قافلے آنے لگے۔ پتا چلا، وہاں بھی غیر بنگالیوں کو قتل کیا گیا ہے، ایک مرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑا گیا۔ وہ آنے والے قافلے میں آمنہ کو تلاش کرنے لگا۔ عورتوں اور بچوں کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک کیا گیا تھا اس کی لفظوں میں تصویر کشی نہیں کی جا سکتی ــــ بچوں کو اچھال اچھال کر ہلاک کیا گیا تھا۔ آمنہ اس قافلے میں نہیں تھی۔

وہ تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ دل تیزی سے دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا۔ وہ نہیں مری ہے، وہ زندہ ہے۔ اور حالات کہہ رہے تھے کہ وہ مر چکی ہے۔ چلو قسمت کو جو منظور تھا وہ ہو گیا۔ اب تم خالہ سے شادی کر لو گے؟" چچا بھی خوش ہو کر بولے۔

اس نے غصے سے کہا "آپ لوگ کس زبان سے ایسا کہہ رہے ہیں۔ بہاریوں نے بنگالیوں پر ظلم کیے بنگالیوں نے بہاریوں پر ظلم کیے ہیں لیکن ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی ظالم نے کسی کی لاش پر بیٹھ کر کسی کے ساتھ نکاح پڑھایا ہو۔ آپ آمنہ کی لاش پر اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے پڑھانا چاہتے ہیں۔ آپ لوگوں کی سنگدلی سے تو دشمن بھی شرما جائیں گے۔"

چار دن کے بعد آمنہ آ گئی۔ اُس نے بتایا کہ اس قافلے میں جو چار دن پہلے آیا ہے اس کی ماں بھی ہے۔ اس نے آمنہ کی ماں سے ملاقات کی پھر دونوں ماں بیٹی کو اپنے گھر لے آیا۔ چچا چچی کو یہ پسند نہیں تھا۔ اسی دن سے جھگڑے شروع ہو گئے۔

آمنہ نے طنزیہ انداز میں کہا "یہ ملکیت کا جھگڑا ہے نا۔ پہلے چچا اور چچی نے تمہیں پال پوس کر جوان کیا۔ تمہیں تعلیم دلائی تم پر اپنے حقوق جتانے کا یہ حق رکھتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح بنگالی بھی کہتے ہیں۔ بنگال زرعی ملک ہے یہاں کے کسان دن رات محنت کر کے اناج اگاتے ہیں۔ محنت کرتے ہیں لیکن انھیں اُن کے بنگال سے اُن کے حقوق نہیں ملتے۔ سب اپنا حق طلب کرتے ہیں۔ اگر بنگالیوں نے دیناج پور میں میرے باپ کو قتل کیا تو یہاں سید پور میں یہ بہاری تمہیں مجھ سے چھین رہے ہیں۔ چھیننے تو سبھی ہیں پھر ہم چھیننے والوں کو یہ کیوں کہیں کہ فلاں بہاری ہے، فلاں بنگالی ہے ہم یہ کیوں نہیں کہتے کہ ہم انسان ہیں اپنی فطرت سے مجبور ہیں۔ جب ہمیں اپنا حق نہیں ملتا تو ہم اُسے چھینتے ہیں۔ اس کے لیے قتل و غارت گری سے باز نہیں آتے۔ بابر! میں تم پر اپنا حق سمجھتی ہوں۔ اس لیے اپنے حق کو چھیننے کے لیے قتل و غارت گری سے باز نہیں آؤں گی۔ اپنے چچا اور چچی کی زندگی چاہتے ہو تو یہ گھر چھوڑ دو۔ ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔"

وہ دو ٹوک باتیں کرنے والی تیز طرار محبوبہ تھی۔ جو کہتی تھی کر گزرتی تھی۔ دیناج پور میں اپنے باپ کے قتل ہونے کے بعد اس نے قافلے کے ساتھ آنا منظور نہیں کیا تھا۔ وہ وہیں رہ گئی تھی، چھپتی پھرتی تھی۔ بنگالی بن کر کہیں پناہ لیتی تھی اور اس کی نظروں میں جو اس کے باپ کے قاتل تھے اُن سے انتقام لیتی ہی تھی جب اس کے انتقام کی آگ سرد پڑ گئی تب سید پور واپس آئی تھی اور اب اپنے محبوب کے، چچا اور چچی کو وانگ نے سہی تھی بابر کا مزاج بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ اسے یہ تیز و تند مزاج رکھنے والی عورت دل و جان سے پسند تھی۔ وہ اسے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر خشکی کے راستے نیپال پہنچ گیا۔ وہاں سے وہ پاکستان جانا چاہتے تھے لیکن رُکاوٹیں پیدا ہو گئیں۔ اُن سے پوچھا جا رہا تھا کہ پاکستانی ہونے کا ثبوت پیش کیا جائے اور وہ حیران تھے کہ ثبوت کس طرح پیش کریں؟ کیا پاکستانیوں کے ماتھے پر چاند تارا بنا ہوتا ہے؟ یا اس سے پہلے حکومت پاکستان نے اُن کے لیے شناختی کارڈ کا اجراء کیا تھا؟ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا پھر وہ پاکستان کیسے پہنچ سکتے تھے؟

نیپال پہنچ کر آمنہ کی ماں بیمار پڑ گئی۔ اُن کے پاس معقول رقم تھی لیکن معقول علاج نہیں ہو رہا تھا۔ نہ لینے کے بے سب ٹھکانہ تھا اور نہ ہی اپنی پسند کا کھانا نصیب ہوتا تھا۔ آخر اس کی ماں بیمار رہ کر وہیں مر گئی۔ تب وہ غصے سے کھولنے لگی۔ اس نے بابر سے پوچھا "ہم لوگوں کا کیا قصور ہے؟ کون سی بڑی غلطی کی ہے جس کی سزا آج تک بھگت رہے ہیں جب میرے ابا جان بہاریوں سے شرقی پاکستان گئے تو اپنے پیچھے اپنے بزرگوں کی لاشیں چھوڑ گئے۔ اُن کا ماتم کرتے ہوئے پاکستان پہنچے۔ پال پوس کر جوان کیا تو ہم اپنے ماں باپ کا ماتم کر رہے ہیں۔ کیا اپنے باپ دادا کے خون سے پاکستان لکھنے کے بعد بھی ہم پاکستانی نہیں ہیں؟"

وہ غصّے سے بھری ہوئی تھی۔ گہری گہری سانس لے کر بولی۔
"اب میں پاکستان نہیں جاؤں گی۔"
بابر نے چونک کر پوچھا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو؟"
"میں کہہ چکی ہوں میں پاکستان نہیں جاؤں گی۔ یہ ہم سے شناخت پوچھتے ہیں۔ میں اوّل پاکستانی ہوں، آخر پاکستانی ہوں۔ خواہ ملک سے باہر رہوں یا ملک کے اندر۔ اس لیے ہم ملک سے باہر رہیں گے۔ ہم میں صلاحیت ہوگی تو ہم خود کو ایک اچھا پاکستانی منوالیں گے۔"
"سچ پوچھو تو میرا بھی دل پھر گیا ہے ہم ایسے پاکستان جاکر کیا کریں گے جہاں ہمیں پاکستانی تسلیم نہ کیا جائے۔ ہم جبراً اپنی شناخت پیش کرکے وہاں جبراً اپنا حق نہیں منوائیں گے ہم کسی دوسرے ملک جائیں گے۔"
وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میرے عزائم بلند ہیں۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا، ہم اپنے ہی ملک میں نہیں جاسکتے، تو کسی دوسرے ملک میں کیسے جائیں گے؟"
آج کل پاکستان میں بیرونِ ملک کا زور ہے اسی طرح نیپال کو اُن دنوں جرس کی سب سے بڑی منڈی سمجھا جاتا تھا۔ دنیا بھر کے اسمگلر اور اسی قسم کے لوگ وہاں آتے تھے اور قانون کی نظروں میں دھول جھونک کر بقدرِ زر کوئی چٹکی بھر لے جاتا تھا اور کوئی منوں کے حساب سے جرس اسمگل کرتا تھا۔
ایسی جگہ اسمگلروں کو اکثر انارڈی آلہ کاروں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ وہ ایسے لوگوں کو تلاش کرتے ہیں جنھوں نے اس سے پہلے کبھی اسمگلنگ کا دھندا نہ تو کیا ہو اور نہ اسے سمجھتے ہوں۔ وہ ایسے لوگوں کے سامان میں مال رکھ دیتے ہیں، اگر وہ مال پار ہو گیا تو وارے نیارے ہو جاتے ہیں، ورنہ اُن کا کچھ نہیں بگڑتا۔ وہ معصوم آلہ کار پکڑے جاتے ہیں۔ مال کا جو نقصان ہوتا ہے اُسے دوسرے چکر میں پورا کر لیا جاتا ہے۔ اسمگلروں کے ایسے ہی ایک گروہ نے بابر اور آمنہ کو اس شرط پر لندن پہنچانے کا ذمّہ لیا، کہ وہ دونوں اپنے سامان کے ساتھ اُن کا تھوڑا سا سامان بھی لے جائیں گے۔
بابر نے کہا۔ "مسٹر! ہم اگرچہ دانشمند نہیں ہیں تاہم احمق بھی نہیں ہیں۔ اگر ہمارے مال کے ساتھ کچھ اسمگل کرنا چاہتے ہو تو صاف صاف بتا دو۔"
آمنہ نے کہا۔ "ہم ضرورت مند ہیں تمھارا کام ضرور کریں گے تاکہ یہاں سے لندن پہنچ سکیں۔"
اسمگلر نے خوش ہو کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں کی صاف گوئی مجھے پسند آئی مجھے سائمن دی گریٹ کہتے ہیں لندن بخیریت پہنچ جاؤ گے تو وہاں تمھاری رہائش کا بھی بندوبست ہو جائے گا۔ اگر آئندہ بھی کام آنا چاہو گے تو میں خوش آمدید کہوں گا۔"
اُن کے درمیان معاملات طے ہو گئے۔ وہ دونوں اُن کا مال لے کر لندن بخیریت پہنچ گئے۔ انھیں کوڈ ورڈز سمجھا دیے گئے تھے۔ اُن سے کہا گیا تھا۔ جو شخص بھی وہ کوڈ ورڈز ادا کرے گا وہ اس کے ساتھ مال سے کر چلے جائیں پھر وہ شخص اُن کی رہائش کا بندوبست کرے گا۔
لیکن لندن ائرپورٹ کے باہر ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ جو کوڈ ورڈز کا تبادلہ کرتا۔ ایسے اجنبی شخص کو متوجہ کرنے کے لیے طے شدہ پروگرام کے مطابق آمنہ نے نیلے رنگ کا شلوار سوٹ پہنا تھا اور بابر گرے رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا۔
تھوڑی دیر بعد ایک شخص اُن کے سامنے آیا۔ اُس نے سر سے پاؤں تک انھیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ لباس سے پاکستانی لگتے ہیں۔ میں بھی پاکستان کا رہنے والا ہوں میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔"
بابر نے کہا۔ "ہمیں ایک صاحب کی تلاش ہے مگر وہ نظر نہیں آرہے ہیں۔"
"آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟"
"یہ ہم نہیں جانتے وہی صاحب ہمارے رہنے کا انتظام کرنے والے تھے۔"
"تو بھائی! فکر کیوں کرتے ہیں، آپ بھی پاکستانی ہیں، میں بھی پاکستانی ہوں۔ آپ لوگوں کے لیے میرے دل میں جگہ ہے۔"
آمنہ نے کہا۔ "افسوس پاکستان میں جگہ نہیں ہے۔"
وہ اُس کے ساتھ ایک ہاسٹل کے کمرے میں آئے۔ آمنہ اور بابر کے لیے وہاں کی ہر جگہ اجنبی تھی۔ اُن کے اجنبی میزبان کا نام صادق تھا۔ چونکہ صادق تھا اس لیے اُس نے راتے میں سچ سچ بتا دیا کہ بالکل فلاش ہے — لندن کی بندرگاہ اور ائرپورٹ میں مارا مارا پھرتا ہے ہندوستانی اور پاکستانی مسلمانوں کو اپنا مہمان بناتا ہے اس طرح اس کی گزر بسر بھی ہو جاتی ہے۔ جہاں وہ رہتا ہے وہاں کا کرایہ بھی نکل آتا ہے پھر مہمان رخصت ہوتے وقت اسے اچھی خاصی رقم دے کر جاتے ہیں۔
بابر نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ تم باہر سے آنے والوں کی خیرات پر پلتے ہو۔"
آمنہ نے صادق کے سینے پر ایک ہاتھ مارا اور پھر اس کے گریبان کو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔ "میں پاکستان سے ناراض ہوں، بالکل اسی طرح جس طرح ایک بیٹی اپنے ماں باپ سے ناراض ہوتی ہے لیکن وطن کی توہین برداشت نہیں کر سکتی۔ آئندہ تم نے کسی بھی باہر سے آنے والے کے سامنے خود کو پاکستانی کہا تو میں تمھیں

زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ یا تو بھیک مانگنا چھوڑ دو یا اپنی پہچان کرانا چھوڑ دو۔ یہ مت بھولو کہ وطن سے باہر آکر ایک ایک بچہ پاکستان کی نمائندگی کرتا ہے۔"
اُس نے غصّے سے اسے دھکا دیا۔ پھر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ بابر وہاں پہنچا تو وہ دیوار پر گھونسے مار رہی تھی اس نے لپک کر اسے پکڑ لیا۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟"
وہ غصّے سے ہانپتے ہوئے بولی۔ "اور کیا کروں سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے صادق کا گریبان پکڑ کر اُسے سمجھا دیا کہ پاکستان کی توہین نہ کرو۔ ہم نے کیا کیا؟ ہم بھی اسمگلنگ کا مال لے کر آتے ہیں!"
"اوہ خدایا! تم مثبت انداز میں بھی سوچتی ہو منفی انداز میں بھی۔ انسان کو یا تو انسان رہنا چاہیے یا شیطان بن جانا چاہیے ورنہ وہ دو طرفہ کھنچاؤ کے باعث پاگل ہو جاتا ہے۔ ہم تعلیم یافتہ ہیں ہم شیطان نہیں بن سکتے۔ ہمیں مثبت انداز میں سوچنے کی عادت ہے بے شک پاکستانی حکومت نے ہمیں قبول نہیں کیا۔ ہم مجبور ہو کر ایک اسمگلر کے آلہ کار بن گئے لیکن ہم دوسری غلطی نہیں کریں گے۔"
"کیا ہم اپنی غلطی کی تلافی نہیں کر سکتے؟"
بابر نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا۔ "ہاں، کر سکتے ہیں جو مال لے کر آتے ہیں اسے ہم قانون کے محافظوں کے پاس جا کر دیں گے، انھیں صاف صاف بتا دیں گے کہ ہم کن حالات میں یہاں پہنچے ہیں۔"
انھوں نے یہی کیا۔ ایک پولیس اسٹیشن میں پہنچ کر تمام سامان ایک آفیسر کے سامنے رکھ دیا اور سادگی سے کہا۔ "اس میں جرس ہے۔"
آفیسر نے حیرانی سے انھیں دیکھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ جرس کو کولڈن ڈسٹ یعنی سنہرا برادہ کہتے ہیں۔ کوئی اپنے پاس رکھا ہوا سونا لوں پولیس والوں کے حوالے کرنے نہیں آتا۔ اُس نے سوٹ کیس کو کھول کر دیکھا، اس کی تہہ میں جرس بھری ہوئی تھی۔ پاکستانی کرنسی کے مطابق وہ دو ڈیڑھ لاکھ روپے کا مال ضرور ہوگا۔
آفیسر نے اُن کا بیان لیا۔ بیان بھی عجیب و غریب تھا۔ انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ انھیں پاکستان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ وہ واپس بنگلہ دیش نہیں جا سکتے تھے۔ بیچ منجدھار میں تھے نہ یہ کنارا اُن کے لیے تھا، نہ وہ کنارا اُن کے لیے تھا — لہٰذا انھیں مجبوراً ہو کر اسمگلروں کی آلہ کار بن کر یہاں تک آنا پڑا۔
آفیسر نے پوچھا۔ "تم نے یہ مال کس کے حوالے کیوں کیا؟ یہاں تم اجنبی ہو۔ قدم قدم پر تمھیں رقم کی ضرورت ہے۔ اس سے تم بہت کچھ حاصل کر سکتے تھے۔ یہاں عیش کر سکتے تھے۔"
بابر نے کہا۔ "ہم وطن کے نام کو داؤ پر لگا کر عیش کرنا نہیں چاہتے۔ اگر آپ ہم پر مہربانی کرنا چاہتے ہیں تو جذبات میں ہمارا یہ بیان ہمیں وطن واپس بھیج دیں۔"
انھیں حوالات میں رکھا گیا لیکن اُن کا بیان اسی طرح اخبارات میں شائع ہو گیا۔ ان پر مختصر سا مقدمہ چلا۔ پھر یہ کہہ کر بری کر دیا گیا کہ انھوں نے قانون کے ساتھ تعاون کیا تھا۔ انھیں اس شرط پر رہا کیا جاتا ہے کہ وہ فوراً ہی یہ ملک چھوڑ دیں۔
ان کا پاسپورٹ وغیرہ ضبط کر لیا گیا تھا۔ [illegible]
کے بنائے ہوئے جعلی کاغذات تھے۔ وہ دونوں پاکستان روانہ ہو گئے۔ پاکستانی سفیر نے انھیں پہنچے ہاتھوں لیا، ان سے حفاظت کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تم نے پاکستان کا وقار بلند کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ہم غیر قانونی دھندوں میں ملوث نہیں ہونا چاہتے۔ میں تم دونوں کے لیے اسلام آباد سے روانہ قائم کروں گا۔ تمھاری پُرزور سفارش کروں گا کہ تمھیں ہر حال میں پاکستانی تسلیم کیا جانا چاہیے۔"
وہ انتظار کرنے لگے۔ اسلام آباد سے اُن کے لیے اجازت نامہ آنے والا تھا لیکن دو دن کے بعد ہی وہ ٹیوب میں سفر کر رہے تھے۔ اچانک ہی ایک شخص ان کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اس نے اوور کوٹ پہنا ہوا تھا۔ سر پر فلیٹ ہیٹ جھکی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "ماں کہاں ہے؟"
وہ دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ اس نے کہا۔ "معصوم بننے کی کوشش نہ کرنا۔ تم نے خود کو پاکستانی فرشتے ظاہر کرنے کے لیے ہمارے مال کا کباڑا کر دیا۔ اپنی زندگی چاہتے ہو تو بیس ہزار پونڈ میرے سامنے رکھ دو یا پھر میرے ساتھ چلو۔"
بابر نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ کیا تم ہمیں ائرپورٹ میں لینے کے لیے آنے والے تھے؟"
"میں نہیں، ہمارا ایک آدمی تمھارے استقبال کے لیے پہنچنے والا تھا لیکن پتا چلا، پولیس والوں کو ہمارے مال کی سن گن لگ گئی ہے وہ ہم میں سے ہر ایک کو شبہ کی نظروں سے دیکھ سکتے تھے۔ چونکہ تم لوگ ہندوستان سے آرہے تھے تمھارے چہروں پر اسمگلروں جیسی سنگینی نہیں تھی۔ تم پر شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا اس لیے ہم نے وقتی طور پر تمھارے حال پر تمھیں چھوڑ دیا تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ مال قانون کے حوالے کر دیا جائے۔"
"ہم مجبور تھے، ہم نے کبھی یہ دھندا نہیں کیا۔ ہم کسی کا سہارا لے سکتے تھے تو وہ قانون کا سہارا ہی ہو سکتا تھا اور ہم نے یہ سہارا لیا۔"
اوور کوٹ والے نے کہا۔ "اس وقت جیب کے اندر میرا ہاتھ ہے اور میرے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پستول ہے

اس کی ایک ایک گولی تم دونوں کے لیے کافی ہوگی۔ اگر زیادہ چالاکی دکھاؤ گے یا مجھ سے الجھنے کی کوشش کرو گے تو میں بے دریغ فائر کر دوں گا۔"

آمنہ اور بابر نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا، وہ کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ ذرا سی بھی حرکت کرتے تو گولی چل جاتی۔ لہٰذا انھوں نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

وہ ٹیوب میں سفر کرتے ہوئے زمین دوز لائن کے آخری اسٹیشن تک پہنچ گئے۔ اوور کوٹ والا انھیں اشاروں سے آگے چلنے کا اشارہ کرتا جا رہا تھا۔ وہ اس کے حکم کے مطابق زینے پر چڑھتے ہوئے اوپر آئے، وہاں ان کے لیے ایک ویگن تیار تھی، انھیں بیٹھنا پڑا۔ اب ان کے آگے پیچھے دو ریوالور والے تھے اور وہ ویگن ایک طرف بھاگتی جا رہی تھی۔ ایک لمبا سفر طے کرنے کے بعد پتا چلا کہ وہ انگلینڈ کے مشرقی ساحل پر پہنچ گئے ہیں ان سے بار بار کہا جا رہا تھا کہ مال واپس کریں یا اس کا جرمانہ ادا کریں۔ اور جرمانہ بیس ہزار پاؤنڈ لگایا گیا تھا۔ ان کے پاس اتنی رقم تھی اور نہ ہی مال تھا۔

انھیں ایک چھوٹی سی لانچ میں بٹھایا گیا۔ وہ اسمگلروں کی مخصوص لانچ تھی۔ اس کے ایک بہت ہی خوبصورت کیبن میں سائن دی گریٹ بیٹھا ہوا تھا، انھیں دیکھتے ہی قہقہہ لگا کر بولا: "اپنے ہی گھر کا کتا کاٹنے لگے تو اسے گولی مار دیتے ہیں۔ اپنا آدمی نقصان پہنچائے تو اس سے کیا سلوک کرنا چاہیے؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے آمنہ اور بابر کو دیکھا۔ پھر خود ہی کہا: "میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ نہ تم مال دے سکتے ہو اور نہ اس کی رقم ادا کر سکتے ہو۔ اب ایک ہی صورت ہے، ہمارا دوسرا کام کر دو یا پھر مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تمھاری لاشیں برٹش چینل کی لہروں میں ہمیشہ کے لیے گم ہو جائیں گی۔"

وہ دونوں مرنا نہیں چاہتے تھے اور اپنے مزاج کے خلاف کوئی غلط کام کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ سائن دی گریٹ نے کہا: "آرام سے بیٹھ جاؤ اور میری باتیں غور سے سنو۔ اگر تم میرا وہ مال فروخت کر دیتے اور وہ ساری رقم ہتھیا لیتے تو تم لوگوں کو پہلی فرصت میں گولی مار دیتا کیونکہ وہ سراسر بے ایمانی ہوتی۔ میں اپنی رقم پر قبضہ جمانے والوں کو معاف نہیں کرتا۔ تم دونوں واقعی معصوم ہو۔ تم نے میرا مال فروخت نہیں کیا۔ تم لالچی بھی نہیں ہو اور یہ بات مجھے پسند آئی ہے۔"

وہ انھیں سمجھانے لگا: "دیکھو، تم ابھی نادان ہو، تم لوگوں نے ابھی دنیا نہیں دیکھی لیکن تمھارے تیور بتا رہے ہیں کہ دنیا دیکھ لو گے تو وہی کرو گے جو میں کرتا ہوں۔ یہ کتنے عیش اور آرام کی زندگی ہے۔ اسمگلروں کی دنیا میں مجھے سائن دی گریٹ کہتے ہیں۔ شریفوں کی دنیا میں میرا کوئی اور نام ہے میرا کوئی اور ہی روپ ہے۔ میں بہت ہی عزت اور وقار سے زندگی گزارتا ہوں۔ تم کیا سمجھتے ہو تمھارے ملک میں سبھی شریف لوگ بستے ہیں۔ سب ہی فرشتے رہتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہیں وہاں کے ایک ایک شیطان کا چہرہ دکھا سکتا ہوں اور وہ شیطان معاشرے میں نہایت ہی اُجلا لباس پہنتے ہیں۔ اُجلی باتیں کرتے ہیں۔ دین دھرم کے معاملے میں لاکھوں روپے چندہ کے طور پر دیتے ہیں۔ غریبوں کی مدد دونوں ہاتھوں سے کرتے ہیں۔ لیکن ان کا کالا دھندا کیا ہے یہ ہم جیسے لوگ سمجھتے ہیں۔ کیا وہ لوگ شریف آدمی بن کر اُجلا لباس پہن کر اپنے وطن کا نام روشن نہیں کر رہے ہیں؟ ایک طرف صفائی ہے، دوسری طرف غلاظت ہے ایک طرف اُجالا پن ہے دوسری طرف کالک ہے۔ تار پازیٹو بھی ہوتا ہے اور نیگیٹو بھی۔ جب تک دونوں نہیں ملتے روشنی نہیں ہوتی۔ اوپر لانچ کے عرشے پر جاؤ، تازہ تازہ ہوا کھاؤ اور میری باتوں پر غور کرو۔ میری آخری بات یہی ہے کہ اچھا کرنے کا وقت آئے تو بے شک کرو، کبھی اس سے نہ کتراؤ۔ اپنی جان پر کھیل کر بھی کسی کے لیے نیکی کرو لیکن خالی ہاتھ سے کبھی نیکی نہیں ہوتی۔ کچھ کمانے کے لیے کچھ کا لے پیلے دھندے کرنے ہی پڑتے ہیں۔ جاؤ میں نے کہا نا اچھی طرح غور کرو۔ اگر دوسرے ساحل تک پہنچنے سے پہلے تم نے میری بات مان لی تو ساری زندگی عیش کرو گے ورنہ کنارے پر پہنچتے ہی گولی مار دی جائے گی۔"

وہ عرشے پر آ گئے۔ سائن دی گریٹ نے کچھ ایسی تقریر سنائی تھی کہ وہ غیر شعوری طور پر بڑی حد تک متاثر ہو گئے تھے۔ اب ان کے سوچنے کا انداز یہ تھا کہ اتنی بڑی دنیا میں ہمارے پاؤں تلے کوئی زمین نہیں ہے۔ پاکستان میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ بنگلہ دیش واپس نہیں جا سکتے اور یہاں دوسرے کنارے پہنچتے پہنچتے گولی مار دی جائے گی۔ پھر وہ کہیں کے نہیں رہیں گے۔ جب پاکستان میں انھیں رہنے کے لیے جگہ نہیں ملی تو پھر پاکستان کے لیے جان کیوں دیں؟

ہاں، اگر ہمیں پاؤں تلے زمین مل گئی، ٹھکانہ مل گیا اور رحم نے اپنی ایک طاقت بنا لی تو پھر اپنی زبان پر وطن کا نام لائیں گے ورنہ خود کو پاکستانی نہیں کہیں گے۔ وطن کی آغوش میں

ہمیں جگہ نہ ملی، کوئی بات نہیں مگر ہم وطن کو بدنام نہیں کریں گے لہٰذا آج سے ہم پاکستانی نہیں ہیں۔ اجنبی ہیں۔ ہمارا تعلق کسی شہر، کسی صوبے، کسی ملک سے نہیں ہے کیونکہ کوئی شہر کوئی صوبہ، کوئی ملک ہمیں تسلیم نہیں کر رہا ہے۔

انھوں نے سائن دی گریٹ کی بات مان لی۔ دوسرے ساحل پر پہنچ کر انھیں دوسری زندگی مل گئی۔ فرانس کے شمال مغرب میں لی ہاوری کے علاقے کے ٹی ٹی سینٹر میں انھیں رہنے، کھانے پینے اور عیش و آرام سے زندگی گزارنے کی سہولتیں فراہم کر دی گئیں۔ وہاں وہ دہشت گردی کی تربیت حاصل کرنے لگے۔

ایک دن بابر نے کہا: "تم یہاں ہوسٹل کے ایک کمرے میں رہتی ہو، میں دوسرے کمرے میں رہتا ہوں کیوں نہ ہم اب شادی کر لیں۔"

انھوں نے پروگرام بنایا اور شادی کرنے کے لیے پیرس پہنچ گئے، وہاں ایک بہت بڑے ہوٹل میں اپنے لیے ایک کمرہ بیرزور کرایا۔ ان کی شادی میں شریک ہونے کے لیے ٹی ٹی سینٹر سے چار ساتھی بھی آئے تھے۔ ایک مسجد میں نکاح پڑھانے کے بعد جب وہ ہوٹل کی طرف واپس آ رہے تھے تو اچانک ان کی کار پر فائرنگ ہونے لگی۔ انھوں نے گاڑی جہاں روکی وہیں ایک زبردست قسم کا دھماکا ہوا۔ سبھی گاڑی سے نکل کر چھپتے ہوئے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے بھاگنے لگے۔ اتنی دیر میں گاڑی کے اگلے حصے کو آگ لگ چکی تھی اور وہاں بابر بیٹھا ہوا تھا۔

وہ بے جان مجسمہ کی طرح بیٹھا نہیں رہ سکا تھا۔ اس نے بھی دوسروں کی طرح جدوجہد کی لیکن ذرا دیر ہو گئی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آگ میں جھلس گیا۔ جب وہ بچتا ہوا اپنے ساتھیوں کی طرف جانے لگا تو دونوں طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ بابر کی ٹانگ پر گولی لگی اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا پھر اس کے بازوؤں کو اپنے کاندھے پر رکھ کر اسے گھسیٹتے ہوئے ایک گلی میں لے گئے۔ آمنہ اس گلی کے سرے پر فائرنگ کرنے کے لیے رُک گئی تھی تاکہ دشمن ادھر نہ آ سکیں۔ بابر کو کسی طرح اس طویل گلی سے گزار کر دوسرے سرے پر پہنچایا گیا۔ اس وقت تک آمنہ بھی آ گئی۔ ایک نے کہا: "وہ دیکھو سامنے ڈاکٹر شیفرڈ کا کلینک ہے، بابر کو وہاں پہنچا دیا جائے یہ بُری طرح جھلس گیا ہے چہرہ بھی جل گیا ہے اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے، ہو سکتا ہے بعد میں پلاسٹک سرجری کی ضرورت پیش آئے۔ ہم صحیح جگہ پہنچے ہیں۔"

آمنہ نے بابر کو سہارا دیتے ہوئے کہا: "تم لوگ دشمنوں کو روکو میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ اسے سہارا دے کر ڈاکٹر شیفرڈ کے کلینک میں لے آئی۔ وہاں اس نے بیان دیا کہ وہ پُرامن شہری ہے پتا نہیں کن بدمعاشوں نے ان پر فائرنگ کی ہے۔ اگر اس زخمی کو پناہ نہ دی گئی اور چھپا کر نہ رکھا گیا تو دشمن اس کی جان لے لیں گے۔"

ڈاکٹر شیفرڈ نے کہا: "ہم اس کی حفاظت کریں گے اور اس کے کمرے کے سامنے خاص طور پر مسلح سپاہیوں کو رکھا جائے گا تاکہ بغیر اجازت کوئی اندر نہ جا سکے۔"

آمنہ مطمئن ہو کر چلی گئی۔

شبانہ ڈائری پڑھ رہی تھی اور میں سن رہا تھا لیکن جس تسلسل سے میں بیان کر رہا ہوں ڈائری میں وہ تسلسل نہیں تھا کہیں ورق سادہ تھے اور کہیں خاص خاص واقعات لکھے ہوئے تھے۔ آخر میں بابر نے لکھا تھا میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ اگر ایک رات سے زیادہ گزاروں گا تو دوسری صبح زندہ نہ رہ سکوں گا۔ ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم پر فائرنگ کرنے والے مارٹر کی کے آدمی تھے۔ ہماری ان سے ہمیشہ ٹھنی رہتی ہے۔

مارٹر کی سے دشمنی کیوں ہے۔ یہ اس میں نہیں لکھا تھا بس اتنا ہی لکھا ہوا تھا کہ زندہ سلامت رہا تو اپنے کاغذات لینے کے لیے ڈاکٹر شیفرڈ کے پاس ضرور آؤں گا۔

اس کے بعد ڈائری ختم ہو گئی تھی اور وہ اب تک واپس نہیں آیا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے علم کے مطابق وہ ایسی جگہ جا چکا ہے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔

شبانہ ڈائری پڑھنے کے دوران بار بار سر اٹھا کر میری طرف دیکھتی تھی۔ اب میں اپنے اصل روپ میں آ چکا تھا اور بڑی لگن سے وہ مجھے دیکھتی جاتی تھی۔ میں اسے بار بار ٹوکنے لگتا تھا: "بھئی چپ کیوں ہو، آگے پڑھو۔"

آخر میں اس نے کہا: "آگے پڑھنے کے لیے کچھ نہیں ہے صرف دیکھنے کے لیے تم ہو اور میں تمھیں ہی دیکھتی رہوں گی۔"

ڈاکٹر نے موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے کہا: "میرا کام ختم ہو چکا ہے میں جا رہا ہوں۔"

"ڈاکٹر یہ تو بتاؤ میرے چہرے پر بابر کا میک اَپ کرنے کب آ سکو گے؟"

"ابھی رات گزرنے دو، صبح تم ہی بتا دینا میں چلا آؤں گا۔"

اس کے جاتے ہی وہ میرے پاس آ گئی۔ بڑے پیار سے بولی: "میں یہی چہرہ دیکھنے کے لیے ترس رہی ہوں۔ تمھاری تصویر دیکھتی تھی اور سوچتی تھی جانے وہ دن کب آئے گا جب تم

میرے رُوبرو ہو گے اور میں تمھیں دیکھتی رہوں گی، دیکھتی ہی چلی جاؤں گی۔"

مجھے بابر اور آمنہ کے متعلق بہت کچھ معلوم کرنا تھا لیکن خیال خوانی کی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ وہ اپنے شوق کی خاطر مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں بھی دیکھ رہا تھا اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے رات گزر گئی۔

دن نکل آیا۔ دن کی روشنی بند دریچوں اور دروازوں سے گزر کر اندر آ رہی تھی۔ میں نے دیکھا قاف کی شہزادی محوِ خواب تھی۔ خوابیدہ حسن اور زیادہ پُرکشش ہو گیا تھا۔ اچانک فون کی گھنٹی نے چونکا دیا۔ میں بستر سے اتر کر فون کے پاس آیا پھر ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "میں ڈاکٹر شیفرڈ بول رہا ہوں۔"

میں نے بے چین ہو کر شہزادی کی جانب دیکھا۔ پھر آہستگی سے کہا: "ڈاکٹر! میں ابھی میک اپ نہیں کرنا چاہتا۔"

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: "شہزادے! اسی لیے میں نے رات کو کہا تھا: صبح فیصلہ کرنا اور مجھے تمھارے فیصلے کا علم پہلے سے تھا۔ میرا مشورہ ہے کچھ روز کے لیے خیال خوانی چھوڑ دو کسی کا دماغ نہ پڑھو۔ بس شہزادی ہی کافی ہے۔"

دوسری طرف ریسیور رکھ دیا گیا۔ اُدھر شہزادی شباتہ نے نیند میں انگڑائی لی۔ میں ریسیور رکھ کر اس کی طرف یوں لپکا جیسے وہ انگڑائی کے لیے دونوں بازو اٹھاتے ہی پرواز کرنے لگے گی۔ اگر میں نے اسے تھام نہ لیا تو ہوا میں اڑ گئی اور ہوا ہو جائے گی۔

اسے کرتے ہیں اسیر بے زنجیر یا ایسا اسیر جو کچے دھاگے سے بندھا ہے اور خود کو چھڑا نہ سکے۔ میں کہاں تو شباتہ کو اسی دن وادی میں بھیجنے والا تھا اور کہاں دو دن گزر گئے

[illegible] کوئی خاص مصروفیت نہیں تھی۔ آمنہ کے متعلق معلومات حاصل کرنا تھا تو جب بھی مجھے فرصت ملتی میں خیال خوانی کے ذریعہ معلومات حاصل کر لیتا — جن پاکستانیوں کے متعلق مکمل معلومات حاصل ہو چکی تھی۔ ان کے ساتھ آئندہ جو طریقۂ کار اختیار کرنا تھا اس کے متعلق فیصلہ کرنے کا ابھی وقت نہیں تھا جب راوی چین لکھ رہا تھا، تو میں بھی لکھ رہا ہوں۔

انسان کی زندگی میں محبت اور خوشیاں موسم کی طرح نہیں آتیں۔ موسم تو کچھ روز رہتے ہیں تب جاتے ہیں محبت اور خوشیاں تو عید کی طرح ایک دن کے لیے آتی ہیں۔ دوسرے دن چلی جاتی ہیں۔ شباتہ پھول کی طرح کھلی ہوئی تھی جب میں نے کہا: میں کل پیرس سے چلا جاؤں گا تو وہ ایک دم سے مرجھا گئی۔

میں نے اس کے احساسات پڑھے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے میں نہیں جاؤں گا اس کی جان چلی جائے گی۔ میں مجبور تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کر چکا تھا کہ آمنہ بابر ڈاکٹر شیفرڈ کے پاس پہنچنے والی ہے اور اس سے بابر کا مطالبہ کرنے والی ہے۔ اس نے اپنے طور پر یہ رائے قائم کی تھی کہ ماسٹر کی کے آدمیوں نے ڈاکٹر شیفرڈ کو کسی طرح مجبور کر دیا ہے اور وہ اپنی زبان نہیں کھول رہا ہے۔ اس کے کلینک سے بابر کو اغوا کیا گیا ہے لہٰذا ڈاکٹر کو کچھ تو اس کے متعلق معلوم ہو گا۔

ویسے آمنہ خاموش بیٹھنے والی نہیں تھی۔ پہاڑوں سے ٹکرا جانے کی ہمت تھی۔ اس نے ماسٹر کی کے ایک آدمی کو نقصان پہنچایا تھا۔ اسی طرح زخمی کرنے کے بعد اس کے گلے سے ایک پرچی لٹکا دی تھی۔ اس میں لکھا تھا: اگر دو دن کے اندر مجھے میرا بابر نہ ملا تو تیسرا دن ماسٹر کی کی زندگی کا آخری دن ہو گا کیونکہ آمنہ سے اس کا آمنا سامنا ہو گا۔"

دوسری صبح شباتہ مجھ سے رخصت ہونے کے وقت کہنے لگی: "ہم قاف کی لڑکیاں بچپن ہی سے پہاڑوں اور چٹانوں میں پرورش پاتی ہیں کانٹوں کے بستروں پر سوتی ہیں جاگتی ہیں تو ہاتھوں میں ہتھیار یا تیر کمان ہوتے ہیں۔ سوتی ہیں تو دماغ جاگتا رہتا ہے ہم جیسی سخت تربیت حاصل کرتی ہیں اس کے پیشِ نظر ہمیں کبھی رونا نہیں آتا اور نہ آج رخصت ہوتے وقت میں ضرور رو دیتی۔"

آخر وہ رخصت ہو گئی۔ ڈاکٹر شیفرڈ نے اس روز اپنی مصروفیات ختم کر دی تھیں۔ شہزادی شباتہ کو خود ایئر پورٹ تک چھوڑنے گیا تھا۔ میں نہیں جا سکتا تھا کیونکہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ تھا۔ یہ شباتہ کی فرمائش تھی کہ وہ آخری لمحے تک مجھے اپنے اصلی چہرے کے ساتھ دیکھتی رہے۔

جاتے ہوئے وہ اپنی حسین ترین یادوں کا وہ سرمایہ چھوڑ گئی جو نہ تو گم ہو سکتا تھا نہ چوری ہو سکتا تھا۔ اس کے جانے کے بعد احساس ہوا کہ اس نے مجھے دماغی طور پر نہایت ہی تازہ دم کر دیا ہے کیونکہ پچھلے دو دنوں میں میں نے خیال خوانی نہیں کی تھی۔ کبھی کبھی وقت ملنے پر میں رسونتی، سونیا، مرجانہ وغیرہ کی خیریت معلوم کر لیتا تھا پھر اس کے پاس واپس آ جاتا تھا۔ میری زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے دو دن اور دو راتوں تک جی بھر کے آرام کیا تھا۔ اپنے جسم کو بھی آرام پہنچایا تھا اور دماغ کو بھی۔

ڈاکٹر شیفرڈ شباتہ کو ایئر پورٹ پر سی آف کرنے کے بعد میرے پاس آیا۔ پھر میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری کا عارضی میک اپ کرنے لگا۔ ڈاکٹر نے پوچھا: "کیا پاکستان جانے کا ارادہ ہے؟"

"ہاں، میرے نئے دشمن مجھے مجبور کر رہے ہیں۔"

جب شباتہ ڈاکٹر کے ساتھ ایئر پورٹ کی طرف گئی تھی تب ہی سے میں نے خیال خوانی شروع کر دی تھی۔ اب مجھے یہ معلوم کرنا تھا کہ کرم داد، دلاور خان، جمال احمد بکائی اور آمنہ بابر کن حالات میں پاکستان کی طرف واپسی کا سفر شروع کرتے ہیں۔

میں ترتیب کے لحاظ سے پہلے کرم داد کے پاس پہنچا۔ وہ ریحانہ کے سامنے کچھ فاصلے پر کھڑا جسمانی کرتب دکھا رہا تھا۔ کبھی وہ بلندی کی طرف اچھلتا تھا، پھر فضا میں قلابازی کھا کر فرش پر دونوں پاؤں جما کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ ریحانہ خوش سے تالی بجانے لگتی۔ پھر وہ قلابازی کھا کر اچانک ہی ایک ہاتھ کے بل پر سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کر کے کھڑا ہو جاتا تھا۔ دوسرا دایاں ہاتھ خالی رہتا تھا اور وہ بائیں ہاتھ کے ذریعے گول گھومتا ہوا بایں دائیں ہاتھ سے فائرنگ کرتا تھا جیسے ہاتھ میں ریوالور پکڑا ہوا ہو۔ وہ کہتا جاتا تھا: اگر کھلی فضا میں تم یہ تماشا دیکھو تو میں سچ مچ ریوالور کے ذریعے اسی طرح ہاتھ کے بل پر الٹا کھڑا ہو کر فائرنگ کر سکتا ہوں۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر گولی چلا سکتا ہوں اور میرا نشانہ کبھی خطا نہیں ہو گا۔"

ریحانہ نے پھر تالیاں بجا کر خوش ہوتے ہوئے کہا: "واقعی تم نے دو برس کے عرصے میں بڑا کمال حاصل کیا ہے۔"

کرم داد سیدھا کھڑا ہو گیا پھر افسوس کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "میں نے تو کمال حاصل کیا ہے لیکن اس کم بخت ماسٹر کی نے میرے نام کا بٹا لگا کر بیڑا غرق کر دیا ہے۔ وہ مجھے کیرم کہتا ہے۔ کیا میں کوئی کیرم بورڈ ہوں؟"

ریحانہ نے ہنستے ہوئے کہا: "اس نے تو تمھیں لگا بڑا ہے نہ تمھارا نام لگا بڑا ہے۔ اس کی وجہ سے تم کیا سے کیا ہو گئے ریوالور سے لے کر بھاری مشین گن تک چلاتے ہو اور تمھارے نشانے کی سبھی تعریف کرتے ہیں۔ انگریزی فر فر بولتے ہو فرانسیسی بھی بڑی حد تک سمجھ لیتے ہو اور اٹک اٹک کر بول لیتے ہو۔ پہلے تمھارا جسم بھاری بھرکم تھا اور لوہاروں جیسی سختی تھی۔ اب دیکھو کیسا متناسب ہے۔ اس میں کتنی لچک پیدا ہو گئی ہے تم الٹی سیدھی قلابازیاں کھاتے ہو، فضا میں چھلانگیں لگاتے ہو اور ایک ذرا توازن نہیں بگڑتا۔ سچ تو یہ ہے کہ تم نے جو کچھ حاصل کیا ہے، جو ترقی کی ہے اس کے پیشِ نظر کرم داد جیسا نام بیک ورڈ لگتا ہے۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ کال بیل کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ کرم داد نے کہا: "ہمارا شکار آ گیا ہے جاؤ دروازہ کھولو۔"

وہ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آئی، پھر اس نے بیرونی دروازے کو کھولا۔ دروازے کے باہر اس کا دوسرا بھائی شاہنواز کھڑا ہوا تھا۔ وہ غصے سے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ ریحانہ نے کہا: "اندر آ جاؤ۔"

اس نے اندر آتے ہوئے پوچھا: "اور کون ہے؟"

"دوسرے کمرے میں چلو کوئی بھی ہو گا، دوست بناؤ گے تو دوست ہو گا، دشمن بناؤ گے تو دشمن۔"

"پہلے یہ بتاؤ تم دو برس تک کہاں رہیں، کہاں گم ہو گئی تھیں، وہ ہیرے کہاں ہیں؟"

"کیا یہیں کھڑے کھڑے سب باتیں پوچھ لو گے؟"

اس نے غرا کر دیکھا، پھر اچانک نرم پڑتے ہوئے پوچھا: "مجھے یقین ہے تم نے ہیروں کو محفوظ رکھا ہو گا۔ تبھی مجھے فون کر کے بلایا ہے۔"

"پلیز دوسرے کمرے میں چلو۔"

"میں بھی پلیز کہہ رہا ہوں۔ میری بے چینی کو سمجھو میرے اندر کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ صرف ہاں یا ناں میں جواب دو۔ وہ ہیرے تمھارے پاس موجود ہیں؟"

"دوسرے کمرے میں ہیں۔"

وہ تیر کی طرح دوسرے کمرے میں پہنچا مگر وہاں پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ سامنے ایک خوبصورت سے صوفے پر کرم داد آرام سے لیٹا ہوا تھا اور اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ شاہنواز نے بوکھلا کر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں اس کی بہن کھڑی مسکرا رہی تھی۔ وہ یکبارگی غصے سے بپھر کر بہن کو گالیاں دینے لگا۔ کرم داد نے بستر سے اٹھتے ہوئے کہا: "اپنی زبان بند کر لو۔ اس کے بعد کوئی گالی نکلی تو میں تمھارا مُنہ توڑ دوں گا۔"

شاہنواز مقابلے کے لیے پینترا بدلنے لگا۔ کرم داد نے اپنا دایاں ہاتھ اس کی طرف یوں بڑھایا جیسے پنجہ لڑانا چاہتا ہو۔ چک نمبر ۲۱۲ کے گھیتوں میں شاہنواز کا باپ بھی اس سے پنجہ نہیں لڑا سکا تھا۔ پھر وہ کیا لڑاتا۔ وہ جانتا تھا لوہار کے ہاتھ کتنے مضبوط ہوتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ ان دو برسوں میں کرم داد حیرت انگیز طور پر ایک اسمارٹ فائٹر بن چکا ہے۔

شاہنواز پیچھے ہٹ گیا۔ جھنجلا کر کہنے لگا: "میں ساری باتیں سمجھ گیا ہوں۔ جب میری ماں کو قتل کیا گیا تو تم کرم داد

کے ساتھ اس قتل میں شریک تھیں۔ اسی لیے تم نے شناختی پریڈ میں اسے پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر میرا باپ کھیت میں قتل کر دیا گیا۔ اس قتل میں بھی تمہاری جیسی ذلیل بیٹی کا ہاتھ ضرور ہوگا تب ہی تم ہمارے ہیرے لے کر ہمارے اس دشمن کے ساتھ چلی آئیں۔"

کرم داد نے کراٹے فائٹر کی طرح گھوم کر ایک لات اس کے منہ پر رسید کی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ پھر اس نے کہا: "میں تمہیں وارننگ دے چکا ہوں۔ ریحانہ سے اچھے الفاظ میں گفتگو کرو۔ یہ میری بیوی ہے۔"

ریحانہ نے پریشان ہو کر کہا: "کرم داد! تم نے وعدہ کیا تھا، میرے بھائی کی عزت کرو گے۔"

"تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اس سے کہو کہ یہ عزت کے قابل بنے۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہارے باپ اور بھائی کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں نے اپنے وعدے کے مطابق انھیں قتل نہیں کیا۔ تمہارا یہ بھائی ابھی زندہ نظر آ رہا ہے صرف اس لیے کہ تم میری شریکِ حیات ہو، میری محبت ہو۔ میں نے وعدہ کیا ہے اس وعدے کو نبھا رہا ہوں۔"

وہ جھوٹ کہہ رہا تھا۔ وہ ریحانہ کا دل نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ اس کی لاعلمی میں اس نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا اور اب شاہنواز کی باری تھی۔ اس نے کہا: "آج دو برس بعد تم نے فون پر بہن کی آواز سن کر سب سے پہلے ہیروں کے متعلق سوچا۔ بہن کی خیریت نہیں پوچھی، ہیروں کے متعلق سوال کیا تھا تمہیں بہن سے محبت نہیں ہے؟ تم یہاں ہیروں کی خاطر آئے ہو۔ تو سنو وہ کہاں ہیں۔"

شاہنواز اسے توجہ سے دیکھنے لگا۔ اس نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا: "وہ تمام ہیرے ماسٹر کی کے پاس پہنچ چکے ہیں اور اُن کی معقول رقم ہمیں مل چکی ہے۔"

وہ ایک دم سے تلملا کر بولا: "یہ جھوٹ ہے! ایسا نہیں ہو سکتا۔ ماسٹر کی سے میری ڈیلنگ ہے، وہ تم لوگوں سے ہیرے کبھی نہیں خریدے گا۔"

"وہ خرید چکا ہے۔ یہ بات پرانی ہو چکی ہے تم اس سے جا کر پوچھ لو۔"

وہ غصّے سے جانے لگا تو ریحانہ نے راستہ روکتے ہوئے کہا: "شاہنواز! رُک جاؤ۔ کیا تمھیں بہن سے محبت نہیں ہے۔ کیا میرے پاس تھوڑی دیر نہیں ٹھہر سکتے؟"

"ہٹ جاؤ میرے سامنے سے۔ تم بہن نہیں، ہمارے گھر کی، ہمارے خاندان کی دشمن ہو۔ تمہاری وجہ سے ہمارے والدین کا قتل ہوا۔ تمہاری وجہ سے شاید ہم بھی مارے جائیں گے۔ تم خود کو بہن کہتی ہو، تمھیں شرم نہیں آتی؟"

وہ اسے دھکا دیتا ہوا باہر چلا گیا۔ کرم داد لپک کر اسے پکڑنا چاہتا تھا لیکن ریحانہ نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا۔ اس کا راستہ روکتے ہوئے بولی: "نہیں کرم داد تم میرے بھائی کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔"

"دروازہ کھول دو۔ اس نے تمھیں دھکا دیا ہے۔"

"وہ میرا بھائی ہے، میں اس کی بہن ہوں اور بہنیں ایسی باتوں کا بُرا نہیں مانتیں۔"

وہ چپ ہو گیا۔ سوچنے لگا کہ اس کا قصّہ تو تمام کرنا ہی ہے، فی الحال ریحانہ کی بات مان لینا چاہیے۔

اور اس نے بات مان لی۔ میں شاہنواز کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ وہاں سے سیدھا ماسٹر پیلس پہنچا۔ یہ وہی محل نما کوٹھی تھی جہاں دو برس پہلے ریحانہ اور کرم داد پہنچے تھے اور ماسٹر کی سے ہیروں کا سودا کیا تھا۔ جب وہ اس بڑے سے ہال میں پہنچا تو جیکی نے کہا: "آیئے مسٹر شاہنواز! ہمیں آپ ہی کا انتظار تھا۔"

"میں ماسٹر کی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"اُن ہیروں کے سلسلے میں جو میری ملکیت تھے۔ سودا مجھ سے ہونا چاہیے تھا، سودا دوسری پارٹی سے کیوں ہوا؟"

"اس کا جواب تلی دے سکتی ہے۔"

"تلی؟" شاہنواز نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں، تم چونک کیوں گئے۔ دو برس ہو گئے تم نے تلی کی کوئی خبر نہیں لی ہے۔ وہ زندہ ہے یا مُردہ؟ وہ تمہاری محبوبہ تھی، تمہاری رازدار تھی۔"

"میں ہیروں کے متعلق بات کرنے آیا ہوں۔"

"میں نے کہا نا، اس کا جواب تلی دے سکتی ہے۔ تم اس دروازے سے جاؤ، وہ تمھیں ایک کمرے میں ملے گی۔"

وہ پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے سامنے پہنچا۔ دروازہ خود بخود کھلتا گیا۔ وہاں سے وہ ایک راہداری میں پہنچا۔ راہداری سے گزرتے ہوئے وہ دونوں طرف دیکھ رہا تھا۔ مختلف کمرے نظر آ رہے تھے۔ ایک کمرے کے بند دروازے سے ایک نسوانی آواز سنائی دی: "ہیلو شاہنواز! میں تمہاری تلی بول رہی ہوں۔"

وہ دروازے کے سامنے رُک گیا۔ پھر اس نے تعجب کے لیے پوچھا: "کیا تم تلی ہو؟"

"کیا دو برس کے عرصے میں اس آواز کو بھول گئے جو بقول تمہارے رس بھری تھی؟"

اس نے جھجکتے ہوئے دروازے کو کھولا۔ پہلے تھوڑا سا کھول کر دیکھا، پھر پورا کھول دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک نسوانی قہقہہ سنائی دیا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی لیکن اسے دیکھتے ہی شاہنواز کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ اسے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ کرسی پر ہڈیوں کا ڈھانچہ بیٹھا ہوا تھا اور وہ ڈھانچہ نسوانی آواز میں کہہ رہا تھا: "یقین کرو میں تمہاری تلی ہوں۔ وہی تلی جس کے حسن کی تعریف کرتے تھے۔ کیا حُسن صرف زندگی تک محدود رہتا ہے یکایک مرنے کے بعد تم میرے ڈھانچے میں کہیں سے شباب کو تلاش نہیں کر سکتے؟"

وہ غصّے سے چیخ کر بولا: "یہ کیا بکواس ہے؟"

کمرے کے ایک دُور افتادہ گوشے میں رکھی ہوئی کرسی آہستہ آہستہ گھومنے لگی۔ پھر ماسٹر کی نے کہا: "شاہنواز! تم تلی کو نہیں پہچان رہے ہو، مجھے تو پہچان رہے ہو؟"

وہ کرسی کی طرف پلٹ کر بولا: "ماسٹر کی! یہ آپ نے اصول کے خلاف کیا ہے، میرے وہ ہیرے...."

ماسٹر کی نے اس کی بات کاٹ کر کہا: "بکواس مت کرو، تمھیں معلوم ہے میں غیر ضروری باتیں سننا پسند نہیں کرتا۔ سب سے بڑی بات تو یہ کہ سچ مچ تمہاری تلی ہے جس دن ہمیں پتا چلا کہ یہ ہمارا کھاتی ہے اور تمہارا گاتی ہے، ہماری باتیں تم تک پہنچاتی ہے اسی دن ہم نے اسے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیا۔ تم چاہو تو جاتے وقت اسے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔"

"ماسٹر کی! یہ جھوٹ ہے میں نے کبھی تمہارے خلاف سازش نہیں کی۔ تلی نے کبھی تمہارے خلاف مخبری نہیں کی۔"

"میری معلومات آج تک غلط نہیں ہوئیں۔ تم نے مجھ سے فراڈ کرنا چاہا، میں نے وقتی طور پر برداشت کر لیا۔ سوچا تمھیں اس خوش فہمی میں رکھا جائے کہ ماسٹر کی تمہارے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ دراصل میں اپنے ڈیلروں سے خواہ مخواہ دشمنی اس لیے نہیں کرتا کہ ان کے ایک فراڈ کے باوجود ان سے طرح طرح کے منافع حاصل کرتا ہوں مگر ان دو برسوں کے دوران تم نے ہمارے لیے کوئی مال نہیں پہنچایا، تمہاری وہ اسمگلنگ کی صلاحیتیں کیا ہوئیں؟ دو برس سے تم مزید ہیرے ہمارے پاس پہنچانے کا وعدہ کر رہے ہو، کہاں ہے وہ مال؟"

"میں ان دنوں بہت مجبور ہوں میرا بھائی رب نواز پوری کوشش میں ہے اس بار ہم بہت اچھا مال پہنچائیں گے۔"

"اسی لیے تو میں نے تمھیں زندہ رکھا ہے۔ اب یہ بتاؤ، کب تک بھروسا کیا جائے، تم زندگی چاہتے ہو یا موت؟"

شاہنواز نے تھوک نگل کر کہا: "میں سراسر نقصان میں ہوں، میرا مال اس کم بخت کرم داد نے ہتھیا لیا۔ میری بہن اس کا ساتھ دے رہی ہے۔ میں ہر طرح سے نقصان اٹھا رہا ہوں پھر بھی وعدہ کرتا ہوں...."

"اب میں تمہارا وعدہ نہیں سنوں گا۔ ایک بات یاد رکھو، اگر تم میرے کام آنا چاہتے ہو تو تمھیں اب وہی کرنا ہوگا جو میں کہوں گا۔"

"میں تیار ہوں، میرا بھائی رب نواز بھی کہہ رہا تھا، اگر تمہاری طرف سے کوئی آفر ہو، ہم تمہارے کسی بڑے منصوبے میں شریک ہو سکیں، تو ہمارا تجربہ بڑھے گا اور ہمارے پچھلے نقصانات کی تلافی ہو سکے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ اس کے لیے تمھیں پاکستان جانا ہوگا۔ سفر کے دوران تمہارا سامان ہوگا وہ ہمارے ہاں سے ایئرپورٹ پہنچے گا۔ پاکستان پہنچ کر تم وہ سامان ہمارے ایک ایجنٹ کو دے دو گے۔ اس کا پتا تمھیں بتا دیا جائے گا۔"

"مجھے معلوم تو ہونا چاہیے، سامان کس قسم کا ہے میں کیا لے جا رہا ہوں تاکہ محتاط رہوں۔"

"فکر نہ کرو، کسٹم والے تمھیں نہیں روکیں گے کوئی تم پر شبہ نہیں کرے گا۔ پاکستان پہنچتے ہی تمھیں وہاں کی کرنسی کے مطابق ایک لاکھ روپے ادا کر دیے جائیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "مجھے کب جانا ہوگا؟"

"جانے سے پہلے ہمارا ایک کام کرنا ہے، ہم ایک تحریر تم سے لکھوانا چاہتے ہیں۔"

"کیسی تحریر؟"

"سوال نہ کرو۔ میز کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ وہاں تمہاری ڈائری رکھی ہوئی ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "میری ڈائری؟"

"ہاں، یہ وہی ڈائری ہے جسے تم دو برس پہلے تلی کی خواب گاہ میں چھوڑ آئے تھے۔"

اس نے میز کے پاس جا کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا: "میں اپنی ڈائری میں کیا لکھوں۔ آخر یہ کیا چال ہے مجھے کچھ پتا تو چلے؟"

"کوئی چال نہیں ہے۔ آج سے تم پاکستان کے لیے ہمارے ایجنٹ ہو۔ ہم ایجنٹ مقرر کرنے سے پہلے اس کے ہاتھ کی تحریر اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اتفاق سے تمہاری ڈائری ہمارے پاس موجود ہے۔ تمہاری تحریر تمہاری ہی ڈائری میں ضروری ہے۔ لہٰذا لکھو۔"

وہ قلم اٹھا کر اپنی ڈائری کو کھولتے ہوئے ایک سادے صفحے پر جھک گیا۔ وہ بولا لونگ چیئر ماسٹر کی کے لب و لہجے میں کہہ رہی تھی: "میں ڈائری کے اس ورق پر اپنی دلی اور

دماغی کیفیت کو لکھتے وقت پورے ہوش و حواس میں ہوں اگرچہ یہ ڈائری دو برس پرانی ہے لیکن فی الوقت یہی میرے سامنے ہے اور میں اسی میں لکھ رہا ہوں۔"

شاہنواز نے لکھتے لکھتے پلٹ کر ریوالونگ چیئر کی طرف دیکھا۔ چیئر نے کہا: "میں لتا کی طرح حسین نہیں ہوں۔ لکھنے کی طرف توجہ دو۔"

وہ پھر گھوم کر ڈائری پر جھک گیا۔ ریوالونگ چیئر نے کہا۔

"پچھلی رات مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں اپنے آپ میں نہیں ہوں یا دماغی طور پر غیر حاضر ہوں۔ تھوڑی دیر بعد پھر مجھے ہلکا سا جھٹکا محسوس ہوا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں کھلی آنکھوں سے اپنے ماحول کو دیکھ رہا ہوں۔ میں حیران ہو کر سوچنے لگا کہ چند لمحوں پہلے دماغی طور پر کس طرح غائب رہا تھا۔"

شاہنواز اپنی ڈائری میں لکھ رہا تھا اور پریشانی سے سوچ رہا تھا۔ آخر اس تحریر کا مقصد کیا ہے؟ یہ تو میرے خلاف بالکل نہیں ہے۔ بس اوٹ پٹانگ سی باتیں ہیں۔

ریوالونگ چیئر کے کہنے کے مطابق وہ پھر لکھنے لگا۔

"آج صبح بیدار ہوتے ہی میرے دماغ نے مجھ سے کہا کہ اب مجھے پاکستان جانا چاہیے۔

میں نے اپنے طور پر سوچا۔ میں نہیں جاؤں گا۔ بھلا پیرس جیسے خوبصورت شہر کو چھوڑ کر کون پاکستان جانا پسند کرے گا لیکن میرے دماغ میں بار بار یہی فکر ارہوتی رہی۔ آج دوپہر کو میرے دماغ میں پھر وہی بات آئی میں انکار کرنے لگا تو میرے دماغ میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ میں پاکستان نہیں جاؤں گا تو یہیں خودکشی کر لوں گا۔

میں اس بات سے چونک گیا۔ بھلا میں خودکشی کیوں کروں گا۔ میں نے کہا۔ میں کوئی پاگل نہیں ہوں۔ میں نارمل آدمی ہوں اور نارمل آدمی کبھی اپنی جان کا دشمن نہیں ہوتا۔

تب مجھے پھر اپنے دماغ میں آواز سنائی دینے لگی۔ میں نارمل سے ایب نارمل بن جاؤں گا۔ چشم زدن میں دماغی طور پر غیر حاضر ہو جاؤں گا۔ جس طرح پچھلی رات ہوا تھا۔ پھر مجھے ہوش آئے گا تو میں خودکشی کے لیے بالکل آمادہ ہوں گا اور دنیا کی کوئی طاقت مجھے خودکشی کرنے سے نہیں روک سکے گی۔

میرے دماغ میں کوئی آواز مجھے دھمکیاں دے رہی تھی اور میں قائل ہو رہا تھا کہ مجھے پاکستان جانا چاہیے۔ میں جرائم موت مرنا نہیں چاہتا پھر وہ آواز گم ہو گئی۔ تب میں یہ لکھنے کے دوران سوچ رہا تھا، آخر مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ میں کیوں خودکشی کروں گا میں پاگل نہیں ہوں۔ میں جنونی نہیں ہوں۔ میں آزماؤں گا کہ آئندہ بھی یہ باتیں میرے دماغ میں آتی ہیں یا نہیں میں مضبوط قوتِ ارادی کا مالک ہوں۔ اب اگر یہ آواز میرے دماغ میں آئے گی تو میں اس آواز کو اپنے دماغ سے جھٹک کر دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔

ریوالونگ چیئر لکھوا رہی تھی۔ وہ لکھ رہا تھا اور میں اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ اچھا تو دشمن اب ایسے ہتھکنڈے استعمال کریں گے شاہنواز نہیں سمجھ سکتا تھا کہ اس تحریر کا مطلب کیا ہے۔ ایک بار اس کے دماغ میں بات آئی تھی۔ اس نے سوچا تھا: "دماغ میں اگر کوئی پرانی بات سنائی دیتی ہے یا دوسرا خیال آتا ہے تو ٹیلی پیتھی کا شبہ ہوتا ہے لیکن میرے دماغ میں تو کبھی فیلی پیتھی کی لہر نہیں آئی ہے۔ یہ مجھ سے ایسی تحریر کیوں لکھوا رہا ہے اور یہ مجھے مارنا بھی نہیں چاہتا۔ بھلا میں خودکشی کیوں کروں گا اور جبکہ میں اس کے لیے ایک مستقل منافعے کا ذریعہ ہوں۔ یہاں سے پاکستان تک پتا نہیں اس کا کتنا قیمتی مال لے جاؤ گے۔"

شاہنواز اپنے طور پر سوچ رہا تھا لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ ماسٹر کی کیسی چالیں چل رہا ہے۔ اسے تو پاکستان جانا نصیب ہی نہیں ہوگا۔ یہ سراسر خودکشی کا کیس بننے والا تھا اور اس خودکشی کا الزام مجھ پر یا رسونتی پر ہی آتا۔

میں شاہنواز کو یہ سب کچھ لکھنے سے روک سکتا تھا اور جب لکھ چکا تھا تو لکھے ہوئے کو ضائع کر اسکتا تھا لیکن میں اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں خودکشی والا معاملہ ختم کرنے کے لیے شاہنواز کو کسی حادثے کا شکار بنا سکتا تھا لیکن ماسٹر کی دغیرہ سمجھ لیتے کہ جسے ٹارگٹ بنایا جا رہا تھا وہ اچانک کیسے حادثے کا شکار ہو گیا۔ کسی نہ کسی طرح مجھ پر شبہ ہوتا اور اب میں اپنے کسی دشمن کو شبہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

اور یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ وہ خودکشی کا الزام مجھ پر عائد کرتے اور میں اسے بھگتا نہ سکتا۔ اسے بھگتنا نامیرے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا لیکن ماسٹر کی نادان نہیں ہو سکتا تھا۔ اس خودکشی کے کیس کے پیچھے کوئی بڑا کھیل کھیلنا چاہتا تھا لہٰذا اس کی سازشوں کو سمجھنے کے لیے تحمل کی ضرورت تھی۔ میں اس کے تماشے دیکھ رہا تھا اور آگے نہ جانے ان باقی پاکستانی جوانوں کے ذریعے کیا کیا تماشے دیکھنے والا تھا۔

اس نے لکھنے کے بعد پوچھا: "اور کیا لکھوں؟"

"ڈائری وہیں چھوڑ دو اور کل یہاں سے روانہ ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تمھیں فون کے ذریعے اطلاع دی جائے گی۔ اس اطلاع کے مطابق اپنے ٹکٹ اور ضروری کاغذات

حاصل کر لینا۔ اب جاؤ۔"

وہ وہاں سے چلا آیا۔ میرا خیال درست تھا۔ یہ خودکشی کا کیس بنایا جا رہا تھا۔ اسی شام اسے فون کے ذریعے جیکی نے اطلاع دی: "صبح سات بجے کی فلائیٹ میں تمھارے لیے ایک سیٹ ریزرو ہو چکی ہے۔ اپنا ٹکٹ اور ضروری کاغذات لینے کے لیے بڈ اینڈ اسپنسر بلڈنگ کے بارھویں فلور پر پہنچو۔ کمرہ نمبر ایل۔ ۱۲ میں تمھاری چیزیں مل جائیں گی۔ فوراً وہاں جاؤ۔ ایک گھنٹے بعد وہ دفتر بند ہو جائے گا۔"

وہ اپنی رہائش گاہ سے روانہ ہوا اور اس بلند و بالا عمارت کے بارھویں فلور پر پہنچ گیا۔ ایل بارہ نمبر کے دروازے کی گھنٹی بجائی۔ دروازہ فوراً ہی کھل گیا، جتنی جلدی کھلا، اتنی ہی تیزی سے اسے شاک پہنچا کیونکہ سامنے کرم داد کھڑا ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ چونکنے کے بعد سنبھلتا، کرم داد نے اچانک اس کے بالوں کو مٹھی میں پکڑ کر کمرے کے اندر کھینچ لیا۔ دروازے کو بند کر دیا۔ وہ کمرہ کوئی دفتر نہیں تھا بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔ اس نے بالوں سے پکڑ کر اتنی زور سے دھکا دیا تھا کہ وہ اندر آ کر خالی فرش پر گر پڑا تھا۔

وہ کرم داد کی طرح قد آور تھا۔ جسامت میں بھی کم نہیں تھا لیکن لڑنے کے لیے طاقت اور لڑائی کی تکنیک ہوتی ہے جو یہ نہ جانتا ہو وہ جسامت اور قد رکھتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ کرم داد نے اسے بری طرح پیلتے ہوئے کہا: "پہلے کچھ مار کھا لو، پھر باتیں ہوں گی۔"

وہ مار کھانا نہیں چاہتا تھا۔ مصلحت سے کام لینا چاہتا تھا فوراً ہی عاجزی سے بولا: "میں لڑنا نہیں چاہتا تمھاری برتری تسلیم کرتا ہوں۔ صرف اتنا ہی نہیں، تمھیں اپنا بہنوئی بھی تسلیم کرتا ہوں۔"

"تسلیم کرو یا نہ کرو، میں تمھارا بہنوئی ہوں اور تمھارے مرتے کے بعد بھی رہوں گا۔"

اس نے سہم کر پوچھا: "کیا تم مجھے مار ڈالنا چاہتے ہو؟"

"کیا تمھارے ماں باپ کے انجام نے تمھیں کچھ نہیں سمجھایا ہے؟"

جان کا خطرہ محسوس کرتے ہی وہ چیخنا چاہتا تھا کہ منہ پر زبردست گھونسہ پڑا۔ پھر تو گھونسے پڑتے ہی گئے۔ اس کے بعد اس نے شاہنواز کی گردن دبوچ لی۔ کہنے لگا: "اگر ذرا بھی آواز نکلی تو....."

وہ اپنے ہاتھوں کو نہیں نہیں کے انداز میں ہلانے لگا جیسے کہہ رہا ہو: "میں شور نہیں مچاؤں گا۔" کرم داد نے اس کی گردن چھوڑ کر کہا: "تم مدد کے لیے بلانا چاہتے ہو تو دروازہ کھول کر نہیں، یہ کھڑکی کھول کر بلاؤ۔"

شاہنواز نے اسے بے یقینی سے دیکھا، جو قاتل تھا وہ بھلا اس بات کا موقع کیوں دیتا کہ اس کے خلاف مدد کے لیے دوسروں کو بلایا جائے۔ کرم داد نے کہا: "وقت ضائع نہ کرو۔ میرا ارادہ بدل جائے گا پھر مدد کے لیے کسی کو پکارنے کا موقع بھی نہیں دوں گا۔"

وہ پلٹ کر کھڑکی کے پاس گیا اور اسے کھول کر دیکھنے لگا، دیکھتے ہی اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ اتنی بلندی پر تھا کہ نیچے چھلکنے پر گاڑیاں کھلونوں کی طرح اور انسان بونوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔ شاہنواز نے بس اتنا ہی دیکھا۔ اس کے بعد دیکھنے کا موقع ہی نہ ملا۔ کرم داد نے پیچھے سے اس کی ٹانگوں کو پکڑ کر دوسری طرف الٹ دیا تھا۔ اس کے بعد صرف اس کی آخری چیخ سنائی دی۔

وہ بلندی سے پستی کی طرف کیسے جا رہا ہے یہ دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔ وہ فوراً ہی دروازہ کھول کر وہاں سے بھاگتا ہوا لفٹ میں آیا۔ لفٹ کے ذریعے آٹھویں منزل پر پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے لفٹ کا بٹن نیچے جانے کے لیے دبا دیا۔ نیچے خالی لفٹ جا رہی تھی اور وہ آٹھویں منزل پر تیزی سے چلتا ہوا زینے کی طرف آ رہا تھا وہاں ایک خوبصورت مقامی لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس کے ساتھ زینے سے نیچے اترتے ہوئے بولی: "حواس کو قابو میں رکھو۔ تم ایسے خوش نظر آ رہے ہو جیسے ابھی کوئی درندہ اپنے شکار کو ہضم کر کے ٹہلنے نکلا ہو۔"

وہ سرگوشی میں بولا: "تو کیا میں اس کم بخت کا ماتم کروں، آج میں نے تیسرے دشمن کو ٹھکانے لگایا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "چلو خوش رہو۔ خوب ہنستے بولتے رہو۔"

وہ زینے سے اترتے ہوئے ساتویں منزل پر آئے۔ پھر وہاں کی لفٹ کے پاس پہنچ کر قطار میں کھڑے ہو گئے۔ اس وقت تک ہلچل سی مچ گئی تھی۔ یہ خبر گشت کر رہی تھی کہ عمارت کی بلندی سے کوئی گر پڑا ہے۔ یہ بحث بعد میں ہوتی کہ گرنے والا خود گرا ہے، خودکشی کی ہے یا کسی نے گرا دیا ہے۔

کرم داد اب جلد سے جلد ماسٹر پیلس پہنچ کر ریحانہ کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ وہ بہت پہلے ہی سے ماسٹر پیلس میں موجود تھا۔ ماسٹر کی نے تفریح کی غرض سے اسے اسٹیج کا ایک کردار بنایا ہوا تھا۔

اس کی سوچ سے وضاحت نہیں ہو رہی تھی۔ میں

ریحانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس وقت ماسٹر پیلس کے اسی بڑے ہال میں تھی جس کے وسط میں ایک دائرہ نما اسٹیج بنا ہوا تھا اور اس اسٹیج پر وہ ریوالونگ چیئر موجود تھی یعنی وہ ریوالونگ چیئر صرف ایک جگہ رکھی نہیں رہتی تھی۔ اس چیئر کے نیچے چار پہیے تھے۔ وہ حرکت کرتی تھی اور خود ہی راستے کا تعین کرتے ہوئے جہاں جانا ہوتا تھا وہاں پہنچ جاتی تھی۔ وہ اسی طرح اس کمرے میں بھی پہنچی تھی جہاں اس نے شاہنواز سے اس کی ڈائری میں بہت کچھ لکھوایا تھا۔

بہرحال ریحانہ اور جیکی دو کرسیوں پر ریوالونگ چیئر سے ذرا دور بیٹھے اس بڑے سے اسٹیج کو دیکھ رہے تھے جس کے سامنے ریشمی پردہ پڑا رہتا تھا جیسا کہ عام طور پر سینما اور تھیٹر وغیرہ کے اسٹیج کے سامنے پڑا رہتا ہے۔

آج وہ پردہ ہٹ گیا تھا۔ اس اسٹیج پر ایک نہایت ہی دہشت ناک خونی ڈراما پیش کیا جا رہا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ماسٹر کی نفسیاتی طور پر جنونی رہا ہوگا۔ وہ دوسروں کو اذیت پہنچا کر بہت خوش ہوتا تھا اور ایسے ہی تماشے دیکھتا تھا جس میں کوئی شدید تکلیف میں مبتلا ہو اور اذیتیں برداشت کرتے کرتے دم توڑ دے۔ اس سے پہلے فش ایکویریم میں للی نے اپنی جان دی تھی۔ آج وہ فش ایکویریم تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے صرف اسٹیج روشن تھا۔ پس منظر میں ایسا اسٹیڈیم دکھائی دے رہا تھا جیسے کہ رومن حکمرانوں کے دور میں ہوا کرتا تھا۔ اس اسٹیڈیم میں کوئی نہیں تھا لیکن ایسی آوازیں آ رہی تھیں جیسے تماشائی بھرے پڑے ہوں۔ اسٹیڈیم یعنی اسٹیج پر تقریباً بیس لوزار ایک دوسرے سے نبرد آزما تھے۔ کوئی نیزہ اٹھائے ہوئے تھا۔ کسی کے ہاتھ میں شمشیر تھی، کوئی تیر کمان لیے ہوئے تھا، کوئی آہنی زنجیریں اور جال پکڑے ہوئے تھا۔ وہ جال اپنے مقابل پر پھینک کر اسے پھانسنے کی کوشش کرتا تھا۔ اگر کوئی پھانس جاتا تھا تو اسے خنجر سے ہلاک کر دیتا تھا۔

بظاہر یہ اسٹیج ڈراما تھا۔ اسٹیج ڈرامے میں سچ مچ قتل نہیں کیے جاتے۔ لڑائی کا منظر دکھانے کے لیے نقلی ہتھیار استعمال کیے جاتے ہیں اور نقلی لہو بہایا جاتا ہے لیکن وہاں اصلی لہو بہہ رہا تھا اور اصلی ہتھیار استعمال ہو رہے تھے۔

ریحانہ کو ایسے مناظر سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ بہت گھبرائی تھی لیکن مجبوراً بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اسٹیج پر ہونے والے اس خونی ڈرامے میں اس کا کرم داد بھی ایک کردار بنا ہوا ہے لیکن وہ کہاں ہے؟ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیونکہ ایک دوسرے سے لڑنے والے جتنے بھی کردار تھے، چہرے پر نقاب پہنے ہوئے تھے۔ ان کے لباس بھی عجیب طرح کے تھے اس لیے وہ کرم داد کو پہچاننے میں ناکام ہو رہی تھی۔ آخر وہ خونی ڈراما اس مرحلے پر پہنچ گیا جب اسٹیج پر صرف چار افراد رہ گئے تھے۔ باقی سولہ افراد اپنے لہو میں ڈوب کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکے تھے۔ باقی بچنے والے چاروں جنگجو افراد نے اسٹیج کے سامنے رُک کر ریوالونگ چیئر کو دیکھتے ہوئے اپنے ہتھیار ڈال دیے۔ پہلے تعظیماً اپنا سر جھکایا۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے۔ پھر اپنے نقاب اتار دیے۔ ریحانہ تو خوش ہو کر ایک گہری سانس لی۔ اسے درمیان میں کھڑا ہوا کرم داد نظر آ رہا تھا۔ وہ اب تک دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہی تھی کہ اس کردار میں واقعی کرم داد موجود ہے تو اسے کوئی نہ مارے۔ وہ زندہ بچ جائے۔ اب اسے زندہ دیکھ کر وہ خدا کا شکر ادا کر رہی تھی۔

اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا: "ماسٹر کی! ہم آپ کو اپنا آقا تسلیم کرتے ہیں لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ ایسے خونی ڈرامے سے لطف اندوز ہونے کے لیے آپ میرے شوہر کو استعمال کریں؟"

ریوالونگ چیئر نے اس طرف گھوم کر قہقہہ لگایا۔ پھر کہا: "مجھے تو بڑا لطف آتا ہے۔ اگر کوئی اس وقت تمہاری بوٹی بوٹی کاٹنے لگے تو میں اسے بھاری انعام دوں گا لیکن کرم داد میرا بہت ہی دلیر ماتحت ہے اس نے ٹریننگ کے دوران مجھے خوش کر دیا ہے۔ اس اسٹیج پر جتنے مُردے نظر آ رہے ہیں ان میں سے صرف دو میرے ایسے ماتحت تھے جو مجھ سے غداری کر رہے تھے۔ باقی میرے دشمن سائنس دی گریٹ کے ترمیت یافتہ سپاہی تھے۔ ہمارے آدمیوں نے انھیں گرفتار کر لیا تھا۔ میں انھیں اس شرط پر رہا کر سکتا تھا کہ یہ اسٹیج پر آ کر ہمارے آدمیوں سے مقابلہ کریں اور انھیں قتل کرنے کے بعد یہاں سے چلے جائیں۔ مجھے خوشی ہے کہ کرم داد، بیکب، ہیری اور ولسن نے میرے ٹریننگ سینٹر کا وقار قائم کر رکھا ہے۔ یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہمارے ٹی ٹی سینٹر کے تربیت یافتہ دوسرے تمام ٹی ٹی سینٹر کے تربیت یافتہ افراد پر بھاری ہیں۔

کرم داد اپنے باقی تین جنگجو ساتھیوں کے ساتھ اسٹیج سے اُتر کر ہال میں آ گیا تھا اور اس دائرہ نما اسٹیج کے سامنے ادب سے کھڑا ہوا تھا۔ ریوالونگ چیئر کہہ رہی تھی: "کرم داد! تمہارے لیے خوشخبری ہے، تم اپنی والف کے ساتھ پاکستان جانے کی تیاری کرو۔"

وہ خوش ہو گیا۔ اس کا چوتھا شکار پاکستان میں تھا۔ ریحانہ بھی خوش تھی۔ ایک طویل عرصے کے بعد وہ اپنے بڑے بھائی رب نواز سے مل سکے گی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ وہی اس کے ٹوہر کا چوتھا شکار ہے۔

ماسٹر کی کیا سوچ رہا تھا یہ میں نہیں جانتا تھا۔ کرم داد کے پاکستان پہنچنے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا کہ اسے کیوں بھیجا جا رہا ہے۔ میرے اندازے کے مطابق کسی ایسی سازش کی ابتدا ہو چکی تھی جس کے نتیجے میں میرے ملک کی سلامتی خطرے میں پڑ سکتی تھی۔

میرے سوچنے کے دوران فون کی گھنٹی سنائی دی۔ جیکی نے میز کی طرف بڑھ کر ریسیور اٹھایا، پھر سننے لگا۔ میں فوراً ہی جیکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا۔ "میں بریگیڈیئر جناتھن تمہارے ماسٹر کی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہولڈ آن کیجیے۔"

جیکی نے ریحانہ، کرم داد، ہیری، بیکب اور ولسن کو حکم دیا کہ وہ چلے جائیں۔ بعد میں ان سے رابطہ قائم کیا جائے گا۔ وہ سب ہال سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد جیکی نے کہا: "سر! بریگیڈیئر جناتھن آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

میں اتنی دیر میں معلوم کر چکا تھا۔ بریگیڈیئر جناتھن ایک امریکی فوجی تھا جو ویت نام کی جنگ سے ریٹائر ہونے کے بعد الہامہ کے ٹریننگ سینٹر کا پرنسپل مقرر کیا گیا تھا۔

ریوالونگ چیئر نے کہا: "میں بریگیڈیئر سے باتیں کر رہا ہوں، تم ریسیور رکھ دو۔"

جیکی نے ریسیور رکھ دیا۔ یعنی ماسٹر کی اور بریگیڈیئر جناتھن کے درمیان جو گفتگو ہونے والی تھی اسے اس کا دست راست جیکی بھی نہیں سن سکتا تھا۔ اچھا ہوا کہ میں نے بریگیڈیئر کے دماغ میں جگہ بنا لی تھی۔ اس کے ذریعے ان کی باتیں سن رہا تھا۔

ماسٹر کی نے کہا: "ہیلو بریگیڈیئر! تمہارے آرڈر کے مطابق تمام آدمی تیار ہیں۔ ایک کھیپ پہلے روانہ کر چکا ہوں۔ دوسری کل رات کو یہاں سے روانہ ہوگی۔"

بریگیڈیئر نے کہا: "ماسٹر! تم جتنے آدمی بھیج رہے ہو ان میں فائر لائیک زیادہ ہیں اور فلاور لائیک کم ہیں۔"

فائر لائیک کا مطلب تھا، گرم مزاج، جنگجو قسم کے لوگ اور فلاور لائیک کا مطلب تھا ٹھنڈا مزاج رکھنے والے سیاسی سوجھ بوجھ کے ساتھ وقت اور حالات کو دیکھ کر عمل کرنے والے۔

وہ کہہ رہا تھا: "دراصل پاکستان سے جو چیدہ چیدہ لوگ ہمارے ہاتھ لگے ان میں فلاور لائیک صرف دو ہی تھے انھیں ہم برسوں سے ٹریننگ دیتے آ رہے ہیں، میرا دعویٰ ہے کہ یہ فلاور لائیک ہمارے لیے کافی ہیں۔ یہ دونوں میرے فائر لائیک پیوپل کو کنٹرول کریں گے۔"

"میں اپنے سینٹر سے سات پاکستانیوں کو بھیج رہا ہوں، شاید تمھیں یہ سن کر حیرت ہو کہ ان میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ پانچ عورتیں ہیں اور دو مرد۔"

ماسٹر کی نے ہنستے ہوئے کہا: "مجھے بالکل حیرانی نہیں ہوئی۔ عورتیں آجکل جس تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں وہ مردوں کو بہت پیچھے چھوڑ جائیں گی۔ ماہر سماجی جرمیات اور سماجی سائنسداں جرائم کے اسباب کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کی روک تھام کے سلسلے میں تجاویز پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں، یوں تو عورتیں بھی ازل سے مردوں کی طرح جرم و گناہ کی مرتکب ہوتی رہی ہیں لیکن اب اور تب میں بڑا فرق ہے۔ پہلے زمانے میں جرائم کو زنانہ اور مردانہ اقسام کے اعتبار سے جُدا جُدا سمجھا جاتا تھا۔ فی زمانہ عورتوں کی مجرمانہ سرگرمیاں عالمی پیمانے پر ہیں۔ اب عورتیں مردانہ وار جرم کر کے گزر جاتی ہیں اور قانون کے محافظ سوچتے سمجھتے رہ جاتے ہیں۔"

اس بات پر دونوں طرف سے قہقہے بلند ہونے لگے۔

میں قہقہہ لگانے والے بریگیڈیئر جناتھن کے دماغ کو ٹٹول رہا تھا۔ معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس کی طرف سے پاکستان پہنچنے والی پانچ عورتوں اور دو مردوں میں ایک جمال احمد جسکانی تھا۔ باقی پاکستانیوں کے نام پتے اور ان کی ہسٹری شیٹ وقت آنے پر بریگیڈیئر کے دماغ کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا۔ یہ افسوس کا مقام تھا کہ پاکستان کے ذہین اور ہنرمند افراد غیر ملکی ایجنٹوں کے آلۂ کار بنے ہوئے تھے۔ ویسے ساری دنیا کی سیاست پر نظر ڈالی جائے تو لیا صرف پاکستان میں نہیں ہوتا، دنیا کے ہر ملک میں جہاں صنعتی اور زرعی ترقی کو روکنا ہو، سیاسی حالات کو اپنی مرضی کے مطابق بدلنا ہو، اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنا ہو تو بڑے ممالک اسی طرح کسی بھی ملک کے باشندوں کو خرید لیتے ہیں۔ خرید نہ سکیں تو ان کے پسماندہ حالات اور انکی زندگی کے المیوں کے مطابق ہمدردی ظاہر کرتے ہیں۔ ان کا سہارا بنتے ہیں، یا پھر آخری چال یہی ہوتی ہے کہ ان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر انھیں بلیک میل کرتے ہیں اور انھیں ان کی ہی حکومت کے خلاف کام کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ سیاست کی دنیا میں یہ گُر نہایت کامیاب ہوتا ہے۔ کسی بھی ملک میں کسی بھی گھر میں گھر کے چراغ سے ہی آگ لگائی

جاتی ہے۔"

میں نے جمال احمد جبکانی کے دماغ کو پڑھنا شروع کیا۔ اس عرصے میں وہ بہت بدل چکا تھا۔ کرم داد کی طرح اس نے بھی ہر قسم کے ہتھیاروں کو استعمال کرنا سیکھ لیا تھا۔ بغیر ہتھیار کے خالی ہاتھ لڑنے کی نت نئی تکنیک بھی اچھی طرح سیکھ لی تھی۔ اس کے دماغ میں ہمیشہ یہی بات رہتی تھی کہ کسی طرح ٹریننگ مکمل کرے اور پاکستان جاکر اپنی بہن کا انتقام لے۔ اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ اس کا باپ زندہ بھی ہے یا مرچکا ہے۔

جب بریگیڈیئر جناتھن نے اسے یہ خوشخبری سنائی تھی کہ وہ جلد ہی پاکستان بھیجا جائے گا تو اس نے خوش ہوکر پوچھا تھا "کیا میں وہاں آزادی سے رہ سکوں گا؟ کیا وہاں کا قانون مجھے بھول چکا ہوگا؟"

"ہاں، سمجھ لو کہ وہاں کا قانون تمھیں ہمیشہ کے لیے نظرانداز کرچکا ہے۔ اگر تمھیں گرفتار کیا جائے گا تو تمھارے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملے گا۔ علاقائی تھانے سے لے کر عدالت تک تمھارے خلاف جتنے ثبوت تھے، جتنے ریکارڈ تھے وہ سب غائب کردیے گئے ہیں۔ فی الحال تم اپنے علاقے میں نہیں جاؤ گے۔ ہمارے منصوبے کے مطابق کم از کم چھ سات ماہ تک یا ایک برس تک ڈاکو کا کردار ادا کرتے رہو گے۔ اپنے صوبے کے اندرونی علاقوں میں ڈاکے ڈالو گے اور اپنے نام کو ایک دہشت کے طور پر پیش کرو گے اس کے بعد تم اپنے علاقے میں جاؤ گے تو تمھارے مخالف گواہ جو وہاں موجود ہوں گے وہ تمھاری دہشت سے عدالت میں حاضری نہیں دیں گے۔"

جمال احمد جبکانی کو اور بہت کچھ سمجھایا جارہا تھا۔ اسے وہ کوڈ ورڈ بتائے گئے تھے جن کے ذریعے وہ اپنے اجنبی ساتھیوں کو پہچان سکتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ سات افراد کی ایک ٹیم وہاں سے روانہ ہونے والی ہے جس کی سربراہ ایک عورت ہے۔ یہ بات اسے بُری لگی تھی، چونکہ وہ عورت اس سے زیادہ تجربہ کار تھی اور وہ فلاور لائیک تھی لہٰذا فلاور لائیک کردار کو کسی بھی ٹیم کا سربراہ بنایا جاتا تھا اس لیے اس نے ایک عورت کی سربراہی منظور کرلی تھی۔

میں نے خیال خوانی کی پرواز کا رخ بدل دیا۔ دلاور خان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بہرام علی ٹیرر ٹریننگ سینٹر کے ایک کلاس روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ تقریباً پچاس میرے ہم وطن ہوں گے۔ ان سب نے مختلف شعبوں میں دہشت گردی کی تربیت حاصل کی تھی۔ کوئی چاپانزی میں ماہر تھا۔ بلیک میلنگ کے ذریعے کسی بھی بڑے آفیسر کو اپنی انگلیوں پر نچا سکتا تھا، کوئی پلان میکر تھا، کوئی انڈر گراؤنڈ ر تھا، کوئی ہتھیاروں کو یوں استعمال کرتا تھا جیسے کھلونا سمجھ کر کھیل رہا ہو۔ کوئی خالی ہاتھ لڑنے اور برتری حاصل کرنے میں مہارت حاصل کرچکا تھا۔ ان میں دھیرے دھیرے کیچوے کی چال چل کر بازی جیتنے والے فلاور لائیک زیادہ تھے۔

دلاور خان ان تمام لوگوں کے ساتھ کلاس رُوم میں بیٹھا ہوا اپنے انسٹرکٹر کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔ انکے انسٹرکٹر آفیسر کا نام واسکو لائی تھا۔ وہ رُوسی زبان بولتا تھا انگریزی کم جانتا تھا اس لیے اٹک اٹک کر بول رہا تھا۔

میں اٹک اٹک کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے ہاتھ میں سائن دی گریٹ کا ایک خط پکڑے ہوئے تھا۔ اس خط کا متن یہ تھا کہ بکرے تیار ہیں، پاکستان میں عید نزدیک ہے انھیں منڈی میں پہنچانے کی تاریخ جلد مقرر کرو ورنہ ہم دوسری پارٹی سے سودا کرلیں گے۔

اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ مجھے یکبارگی تاریکی کا احساس ہوا۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ میرے چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تھا۔ تب مجھے احساس ہوا، میں بہت دیر سے خیال خوانی کررہا ہوں۔ اتنی دیر سے کہ رات ہوچکی ہے اور ڈاکٹر شیفرڈ جو لائٹ آف کرگیا تھا وہ اچانک بجھ گئی ہے۔ میں نے کان لگا کر سنا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے علاوہ بھی کوئی موجود ہے۔ میں نے ہولے سے آواز دی: "ڈاکٹر! کیا تم ہو؟"

میری بات ختم ہوتے ہی جیسے کمرے میں کوئی بلا نازل ہوگئی۔ ٹھیک میرے سینے پر ایک لات پڑی تھی۔ اس نے فلائنگ کک ماری تھی۔ میں لڑکھڑا کر صوفے پر گر پڑا۔ بڑا غصہ آیا۔ جب تک مزید آہٹ نہ ہاتی یا اس بلا کی آواز سنائی نہ دیتی میں اندھیرے میں کیا کرسکتا تھا۔ پھر اچانک ہی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ ریوالور کی گولی اور میرے خالی ہاتھ روشنی کے محتاج نہیں ہوتے۔ یہ اندھیرے میں بھی چلتے ہیں۔ کیا اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ تم آمنہ کا سامنا کررہے ہو؟"

اسے کیا معلوم تھا کہ وہ تاریکی میں آواز سُنا کر کتنی بڑی غلطی کررہی ہے۔ میں نے اطمینان سے نشانہ لیا۔ پھر گھوم کر ایک لات اس کے مُنہ پر ماری۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے دیوار سے جاکر لگ گئی۔ میں نے پوچھا: "کیا اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ تم میری لات کا آمنا سامنا کررہی ہو؟"

میوہ

کھانے والے آمنہ کی آنکھوں کو بادام کہتے۔ شراب پینے والے مے خانہ کہتے۔ دودھ پینے والے بڑی بڑی کٹورا سی آنکھیں سمجھتے۔ شکار کرنے والے خوب صورت ہرنی کی آنکھوں سے تشبیہ دیتے۔ آنکھیں خواہ کتنی ہی خوب صورت ہوں، خواہ کتنی ہی بڑی بڑی اور دل میں اُتر جانے والی ہوں، سب کی سب تاریکی میں پہنچ کر اندھی ہوجاتی ہیں۔

وہ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے سیاہی میں گھور رہی تھی۔ مجھے دیکھنا چاہتی تھی، دیکھ نہیں سکتی تھی لیکن میری آواز سے اندازہ کرلیا تھا کہ کہاں ہوں، کتنے فاصلے پر ہوسکتا ہوں۔ وہ طیش میں تھی۔ آج تک کسی نے اُسے ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کی تھی، کہا یہ کہ میں نے اس کے مُنہ پر لات ماری تھی۔ وہ سنبھل کر آگے بڑھی، اندازہ کیا پھر اس نے ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ میں وہاں سے ہٹ گیا۔ اس کی سماعتی قوت حیرت انگیز تھی۔ اندھیرے اور سناٹے میں ہلکی سی آواز بھی سُن لیتی تھی۔ ایک طرف ہٹنے پر اس نے اُسی طرف آنکھیں گھما کر دیکھا۔ پھر حملہ کیا۔ پہلے تو میں نے جھک کر حملے کو ناکام بنایا۔ پھر سیدھا کھڑا ہوکر اُسے دبوچ لیا۔

وہ جدوجہد کرنے لگی۔ اُس کے دونوں ہاتھ میرے شانے سے اوپر تھے۔ وہ پیچھے سے ہاتھ لاکر میرے بالوں کو مٹھی میں جکڑ سکتی تھی۔ کھڑی ہتھیلیوں سے میرے سر پر ضربیں لگا سکتی تھی اور وہ ایسا ہی کرنا چاہتی تھی لیکن میں اسے موقع نہیں دے رہا تھا، اُسے بوکھلاہٹ میں مبتلا کررہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ فضا میں اس طرح چلا رہی تھی جیسے پَر مار رہی ہو۔ پرواز کی مشق کررہی ہو۔

یہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ بچپن ہی سے اپنے مخالفوں پر برتری حاصل کرنے کی عادی تھی کسی سے شکست کھانے سے پہلے مرجانا پسند کرتی تھی۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ مسلسل تربیت حاصل کرنے کے بعد دہشت کی علامت بن گئی تھی۔ اس کے ساتھی دُرست کہتے تھے "آمنہ کا آمنا سامنا کرنا گویا موت کا سامنا کرنا ہے۔"

میں نے کہا "عورت کی پہچان گھر کی چار دیواری میں ہوتی ہے۔ تم دوسروں کے گھروں میں گھس کر خواہ مخواہ دُشمنی کرتی ہو۔ میں نے تمھارا کیا بگاڑا تھا؟"

"مجھے چھوڑو ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔"

"چھوڑ کر بھی تو اچھا نہیں ہوگا۔ چھوڑنے کی حماقت کیوں کروں؟"

یہ کہنے کے دوران میں اُس کے دماغ میں نہیں تھا۔ تبھی یہ ہوا کہ وہ اپنا داؤ کھیل گئی۔ اتنی زور سے پاؤں پر پاؤں مارا کہ میری گرفت ڈھیلی پڑگئی۔ اس نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑایا پھر دوسرے ہی لمحے میرے منہ پر ایک زبردست کراٹے کا ہاتھ پڑا۔ واقعی اس کی قوتِ سماعت حیرت انگیز تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ میرے سانس لینے کی آواز بھی سن رہی ہو۔ تاریکی میں نظر نہ آنے کے باوجود وہ کامیاب حملے کررہی تھی۔ اس کے بعد پھر اس نے حملہ کیا۔ میں نے موقع نہیں دیا، اسی طرح پھر گرفتار کرلیا۔

"تم شاید پاگل خانے سے آئی ہو یا پھر گھروں میں گھس کر چوری کرنے کی عادی ہو۔ میں تمھاری یہ عادت چھڑا کر رہوں گا۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے ریڑھ کی ہڈی پر اس طرح دباؤ ڈالا کہ وہ تکلیف کی شدت سے بلبلا اُٹھی۔ وہ میری دشمن نہیں تھی، لہٰذا ایک داؤ دُشمن کی طرح اور دوسرا دوست کی طرح آزمایا۔ اُسے دوستانہ داؤ پسند نہیں آیا۔ وہ میرے خلاف کچھ کہنا چاہتی تھی، میں نے اُس کا منہ بند کردیا۔

غصّے کی انتہا تک پہنچ کر انسان پاگل بن جاتا ہے۔ اب اس کے پاگل بننے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ بس ذرا آزاد ہونے کی دیر تھی۔ وہ میری بوٹیاں نوچ لیتی۔ مجھے کبھی زندہ نہ چھوڑتی۔

اسی وقت اچانک ہی کمرہ روشن ہوگیا۔ میں نے اُسے پرے دھکیل دیا۔ اس نے چشم زدن میں لباس کے اندر سے پستول نکال لیا۔ مجھ پر فائر کرنا ہی چاہتی تھی کہ میری صورت دیکھ کر ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ شدید حیرانی کے باعث اُس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ پھر اُس کے ہاتھ سے پستول چھوٹ کر گر پڑا۔ وہ ایک دم سے بابر کہہ کر چیختے ہوئے میرے قریب آگئی۔ میں نے اُسے پرے دھکیل دیا اور وہاں سے اُچھل کر صوفے پر اکڑوں بیٹھ گیا۔ پھر حیرانی ظاہر کرتے ہوئے بولا۔

"ارے تم تو وہی عورت ہو جس کی تصویر میرے پاس ہے۔ ایک ڈائری میں تمھارا نام بھی لکھا ہوا ہے۔ کیا تمھارا نام آمنہ ہے؟"

وہ میرے پاس آتے ہوئے بولی "بابر! تمھیں کیا ہوگیا ہے، تم اپنی آمنہ سے نام پوچھ رہے ہو۔ کیا مجھے نہیں پہچان رہے ہو؟"

میں نے انکار میں سر ہلایا۔ پھر تعجب سے پوچھا "کیا تم مجھے پہچانتی ہو؟ کیا تم بھی یہی سمجھتی ہو کہ میرا نام بابر ہے؟ وہ ڈاکٹر شیفرڈ مجھ سے یہی کہہ رہا تھا۔"

"وہ دُرست کہہ رہا تھا۔ تمھارا نام بابر ہی ہے۔ تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اُس روز زخمی ہونے

کے بعد تم یادداشت کھو بیٹھے ہو؟"

"میں نہیں جانتا، میں کب زخمی ہوا تھا۔ وہ ڈاکٹر بھی کچھ ایسی ہی باتیں کرتا ہے۔"

"وہ درست کہتا ہے۔ میں بھی کہتی ہوں، تم سر سے پاؤں تک بابر ہو۔ تم میرے بابر ہو۔ بابر جلال ہو۔"

"تم اُلٹا نام کیوں لے رہی ہو۔ جلال الدین بابر کیوں نہیں کہتیں؟"

"کیا تمہارا نام جلال الدین بابر ہے؟"

"یہ ایک مغل شہنشاہ کا نام تھا۔ تم اُسے بگاڑ کر بابر جلال کہہ رہی ہو۔"

"اوہ بابر! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

وہ آگے بڑھی، میں ایک صوفے سے اُچھل کر دوسرے صوفے پر گیا، وہاں بھی اکڑوں بیٹھ گیا۔ پھر دونوں ہاتھ بڑھا کر بولا "اے خبردار! میرے قریب نہ آنا۔ میں خوب سمجھتا ہوں تم گلے لگنے آؤ گی اور گلا کاٹو گی۔ میں کسی سے کم نہیں ہوں، تم آزما چکی ہو۔ ایسے ایسے داؤ آزماتا ہوں کہ دشمن گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ اگر تم میرے پاس آؤ گی تو ...."

وہ دور ہی سے بولی "میں پاس نہیں آؤں گی مگر میری پریشانی دور کر دو۔ میں سمجھنا چاہتی ہوں، تمہارے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے۔ تم میرے ہو اور مجھے پہچان نہیں رہے ہو۔ یقیناً دشمنوں نے تمہیں گرفتار کرنے کے بعد ایسی اذیتیں پہنچائی ہیں کہ تمہارا ذہن ناکارہ ہو گیا ہے۔"

"ناکارہ ہو گی تم، تمہارا خاندان۔"

"اوہ گاڈ! یہ کیا ہو رہا ہے۔ اچھا تم مجھے اپنی ڈائری اور وہ تصویریں دکھاؤ۔"

"پہلے تم بتاؤ، تم نے یہاں آتے ہی اندھیرا کیوں کر دیا۔ مجھ پر حملہ کیوں کیا اور یہ اچانک روشنی کیسے ہو گئی؟"

"میرے ایک ساتھی نے اطلاع دی تھی کہ ڈاکٹر شیفرڈ اس مکان میں دیکھا گیا ہے۔ میں سمجھ گئی کہ میری وارننگ سے پریشان ہو کر یہاں چھپنے آیا ہے۔ اس لیے میں نے یہاں داخل ہونے سے پہلے مین سوئچ کو آف کر دیا اور تم پر حملہ کر بیٹھی۔ شاید ہمارے لڑنے کی آواز باہر تک گئی ہے، اسی لیے میرے کسی ساتھی نے مین سوئچ کو آن کر دیا ہے۔"

میں نے بابر جلال کا تمام سامان نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ اُسے دیکھتے ہوئے بولی "کیا ان چیزوں کو دیکھ کر بھی تمہیں یقین نہیں آتا کہ تم بابر جلال ہو۔ یہ تمہارا سامان ہے، اسی لیے تمہارے پاس ہے۔"

"اگر تمہارا سامان میرے پاس آ جائے تو کیا میں آمنہ خاتون بن جاؤں گا۔"

"اچھا یہ بتاؤ تم کون ہو؟"

"اگر یہ مجھے معلوم ہوتا تو پریشان کیوں ہوتا؟"

"تم یہاں کیسے پہنچے؟"

"مجھے کچھ پتا نہیں۔ میں بے ہوش تھا۔ جب ہوش میں آیا تو ڈاکٹر کے کلینک کے سامنے پڑا ہوا تھا۔ کلینک کے لوگوں نے مجھے اٹھا کر اندر پہنچایا۔ وہاں ڈاکٹر شیفرڈ نے مجھے دیکھتے ہی بابر کہا۔ تم بھی مجھے دیکھتے ہی بابر کہہ رہی ہو اور وہ لوگ بھی مجھے بابر کہتے تھے۔ طرح طرح کی باتیں پوچھتے تھے اور مجھ پر ظلم کرتے تھے۔"

"وہ کون لوگ تھے؟"

"میں کیا بتاؤں، کون تھے؛ جب میں اپنے آپ کو نہیں پہچان رہا ہوں تو دشمنوں کو کیسے پہچان سکتا ہوں؟"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولی "میں سمجھ گئی، وہ ماسٹر کی کی سنڈیکیٹ کے آدمی ہوں گے۔ میں ایک ایک کو چُن چُن کر قتل کروں گی۔ اس کے پورے سنڈیکیٹ کو تباہ کر دوں گی۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا "لیکن میں تو پاکستان جانے والی ہوں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی، کیا کرے؛ اسے اتنا غصہ آ رہا تھا کہ اپنے محبوب کے دشمنوں سے انتقام لیے بغیر سکون حاصل نہیں کر سکتی تھی لیکن سائمن دی گریٹ نے آج رات ایک طیارے میں اُس کے لیے سیٹ ریزرو کرا دی تھی۔ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی جا رہے تھے۔ اس نے سوچا "سائمن دی گریٹ ٹھیک کہتا ہے، مجھے غصہ نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے دماغ کو بعض حالات میں ٹھنڈا رکھ کر دشمنوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔ پھر کسی دوسرے وقت ان سے نمٹنا چاہیے لہٰذا میں بابر کو اپنے ساتھ پاکستان لے جاؤں گی تاکہ یہ دشمنوں سے محفوظ رہے۔ ویسے بھی میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی اور یہ میرے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

پھر اُس نے سوچا "لیکن یہ میرے بغیر بھی تو مطمئن نظر آ رہا ہے۔ کہیں میں دھوکا تو نہیں کھا رہی ہوں۔ ہو سکتا ہے، یہ بابر سے مشابہت رکھتا ہو۔ مجھے تو جب سے دیکھنا چاہیے۔"

وہ توجہ سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں اُسے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ چونک کر سوچنے لگی "آں، اس پر تو میں نے دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ اس کی آواز بابر جیسی نہیں ہے۔"

اُس کے تیور بدل گئے۔ وہ گھور کر بولی "تم کون ہو؟"

میں نے ایک دم سے خوش ہو کر پوچھا "اس کا مطلب یہ ہے کہ میں بابر نہیں ہوں، تم تسلیم کرتی ہو۔"

"تمہاری آواز اُس کی طرح نہیں ہے۔"

"میں یہ تو نہیں جانتا کہ تمہارے بابر کی آواز کیسی تھی۔ ویسے میرے گلے کا آپریشن کیا گیا تھا۔ یہ دیکھو۔" میں نے ٹھوڑی کے نیچے اپنے نرخرے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر کہا "اوہ تم کیا دیکھ سکو گی۔ یہاں تو آپریشن کے بعد پلاسٹک سرجری کی گئی تھی۔"

اس نے چونک کر پوچھا "تمہارے گلے کا آپریشن کیوں کیا گیا تھا؟"

"انھوں نے مجھے اتنی اذیتیں پہنچائی تھیں کہ چیختے چیختے آواز بند ہو گئی۔ میں بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ پھر ایک ڈاکٹر نے میرا آپریشن کیا تھا، ہوش میں آنے کے بعد میں پھر بولنے لگا مگر میری پہلی آواز کیسی تھی اور یہ آواز میری اپنی ہے یا نہیں، میں کچھ نہیں جانتا۔"

یہ کہہ کر میں نے اُسے اُلجھا دیا تھا۔ اب وہ سوچ رہی تھی، "یقیناً یہ بابر ہے۔ گلے کا آپریشن ہونے کے باعث آواز بدل گئی ہے۔"

اس نے اپنے ساتھی کو آواز دی "ایک نوجوان کمرے کے اندر آیا۔ وہ میرا پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات اُسے دیتے ہوئے بولی "باس کو بتا دو، بابر جلال مل گیا ہے۔ یہ بھی میرے ساتھ پاکستان جائے گا۔ لہٰذا ہم دونوں کے لیے ..... ایک ہی طیارے میں سیٹ ریزرو کرائی جائے۔ کوئی دشواری ہو گی تو میں آج نہیں جاؤں گی۔ کل کسی طیارے سے چلی جاؤں گی، لیکن بابر کے ساتھ جاؤں گی۔"

وہ کہہ رہی تھی اور میں پریشانی سے کبھی اُسے اور کبھی اُس کے ساتھی کو دیکھ رہا تھا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے غصہ دکھاتے ہوئے کہا "تم مجھے پاکستان لے جانے والی کون ہوتی ہو؛ میں نہیں جاؤں گا۔"

"تمہیں جانا چاہیے۔ میرے ساتھ رہو گے تو آہستہ آہستہ یادداشت واپس آ جائے گی۔"

وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ میں فوراً ہی اُٹھ گیا۔ اس سے ذرا دور ہو کر بولا "اچھا تو اس طرح یادداشت واپس لاؤ گی۔ میں تمہیں سمجھا دیتا ہوں، میں ایسا ویسا آدمی نہیں ہوں۔ آخر میری بھی کوئی عزت ہے۔"

"اوہ بابر! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ پاس بیٹھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

"کچھ نہیں ہوتا؟"

"ہاں، آؤ یہاں بیٹھو۔ میں ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ بیٹھ تو جاؤں گا لیکن انگلی پکڑتے پکڑتے ہاتھ پکڑنا چاہو گی تو جوڈو کراٹے استعمال کروں گا۔"

"استعمال کرنا اور مجھے مار ڈالنا مگر میرے پاس بیٹھو تو سہی۔"

میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ کچھ سوچ کر بولی "کیا تم بن رہے ہو۔ تھوڑی دیر پہلے لڑتے وقت اتنے شرمیلے اور پارسا نہیں تھے۔"

"لڑائی تم نے شروع کی تھی۔ میں پرائی عورتوں کو ہاتھ لگانا گناہ سمجھتا ہوں لیکن ہاتھا پائی کا مطلب یہی ہے کہ ہاتھ سے ہاتھ لگے، پاؤں سے پاؤں۔ اگر تمہاری آنکھوں میں ذرا بھی حیا ہے تو تمہارے ہونے والے شوہر کی قسم، تمہارے ہونے والے بچوں کی قسم، آئندہ مجھ سے ہاتھا پائی نہ کرنا۔ یہ شریف لڑکیوں کو زیب نہیں دیتا۔"

وہ پریشانی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی، میرے بھی کیا نصیب ہیں۔ بہار سے بنگال تک، بنگال سے پیرس تک آگ اور خون کا دریا پار کرتے کرتے تمام رشتے دار کٹ مر گئے۔ ایک محبوب ہے، جو آنکھوں کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اپنا نہیں ہے۔ یہ جب تک خود کو نہیں پہچانے گا، مجھے بھی نہیں پہچانے گا۔ پہچان کے بغیر محبت نہیں ہوتی، اجنبیت ہوتی ہے۔ یہ ہمارے درمیان آدھی پہچان ہے میں پہچان رہی ہوں، یہ نہیں پہچان رہا ہے۔ میں کیا کروں کیا کسی بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹر سے اس کا علاج کراؤں۔"

یہ سوچتے ہی وہ ٹیلی فون کے پاس گئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد سائمن دی گریٹ کے دست راست کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "میں آمنہ ہوں، باس سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد سائمن دی گریٹ کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "جناب! میرا بابر مجھے مل گیا ہے۔ میں نے اس کے کاغذات آپ کے پاس بھیجے ہیں۔ یقیناً آپ تک پہنچ گئے ہوں گے۔"

"ہاں! یہ سب کچھ میرے سامنے رکھا ہوا ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ اسی فلائیٹ میں اس کے لیے بھی سیٹ ریزرو ہو جائے۔"

"ہم ایک ساتھ سفر کریں گے۔"

"کوشش کروں گا۔ اور کچھ؟"

"یہ اپنی یادداشت کھو چکا ہے۔ مجھے نہیں پہچان رہا ہے

اگر پاکستان کا سفر ملتوی کر کے کچھ روز کسی تجربہ کار ڈاکٹر سے اس کا علاج کرایا جائے تو اُس کی یادداشت واپس آسکتی ہے۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر سائمن دی گریٹ نے کہا۔ "سفر ملتوی نہیں کیا جاسکتا۔ پاکستان میں بھی میڈیکل کے ہر شعبے کے اسپیشلسٹ موجود ہیں۔ پھر یہ دماغی معاملہ ہے۔ اسے دماغی امراض کے ماہرین یا ماہرین نفسیات اچھی طرح ٹریٹ کرسکتے ہیں۔ تم اُسے پاکستان لے جاؤ۔ وہاں باقاعدہ علاج کرایا جائے گا۔ اگر ناکامی ہوئی تو پیرس لے آنا۔"

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں کچھ روز کے لیے بابر کو پیرس میں علاج کی خاطر چھوڑ دوں۔ آپ کی نگرانی میں علاج ہوتا رہے گا۔"

"میں نے کہا نا، اسے پاکستان لے جاؤ۔ اس کی پوسٹ میموری والا کیس ہمارے لیے فائدہ مند رہے گا۔ یہ جس جگہ علاج کے لیے بھیجا جائے گا وہاں بھی ہم اپنا اُلو سیدھا کریں گے۔"

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"تم اُسے لے کر جاؤ۔ پھر جو منصوبہ بندی ہوگی، اُس کا تمہیں علم ہو جائے گا۔"

وہ ریسیور رکھ کر مجھ سے بولی "چلو۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "کہاں چلوں؟"

"تم میرے ساتھ پاکستان جاؤ گے۔ زیادہ سوالات نہ کرو۔ میں تمہاری کھوئی ہوئی یادداشت واپس لاؤں گی۔"

وہاں سے سائمن دی گریٹ کے ٹی ٹی سینٹر میں جانے کا بڑا فائدہ ہوتا۔ میں وہاں قریب سے اُن کے سرعنہ کو دیکھ سکتا تھا اور اُن کے طریقۂ کار کو سمجھ سکتا تھا لیکن ایسا تو میں خیال خوانی کے ذریعے بھی کرسکتا تھا۔ مجھے ایک بات کا اندیشہ تھا، وہ یہ کہ میں پہچانا جاسکتا ہوں۔ ایک تو آواز کے سلسلے میں آمنہ نے شبہ ظاہر کیا تھا۔ اس کے لیے میں نے بات بنالی تھی، لیکن میری آنکھیں بابر کی آنکھوں سے مختلف تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اب تک آمنہ کو اپنے قریب آنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ وہ پاس بیٹھی ہوتی تو اُسے آنکھوں میں جھانکنے کی مہلت نہیں دیتا تھا۔ اگر روما نس کا معاملہ ہوتا تو وہ میری آنکھوں میں جھانک کر مصیبت بن چکی ہوتی۔ میں نے کہا "تم کہتی ہو، میں پاکستان جاؤں گا لیکن جانے کا وقت ہوگا تو جاؤں گا۔ ابھی تو اسی گھر میں رہوں گا۔"

"میں تمہیں ایک محفوظ جگہ لے جاؤں گی۔"

"میں یہاں بھی محفوظ ہوں۔ کوئی دشمن آئے گا تو اس کا وہی حشر کروں گا جو تمہارا کرنے والا تھا۔"

وہ چند لمحوں تک مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی۔ پھر اُس نے ڈرائنگ روم کو چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تم تنہا رہتے ہو؟ یہاں ڈاکٹر بھی آتا ہے؟"

"وہ آیا تھا چلا گیا، اب نہیں آئے گا۔ میں تنہا رہتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اُٹھا کر سائمن دی گریٹ سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "بابر جارہا ہے، ہم اسی جگہ رہیں۔ ابھی میں آپ کے پاس نہیں آسکتی۔ سیٹ ریزرو ہو جائے تو مجھے اس نمبر پر اطلاع دیجیے گا۔"

اس نے فون کا نمبر معلوم کیا۔ پھر سائمن دی گریٹ کو بتا دیا۔ ریسیور رکھ کر بولی "دیکھو بابر! میں تمہاری بات مانتی ہوں۔ تم نے کہا، یہاں سے نہیں جاؤ گے اس لیے میں نے بھی جانے سے انکار کر دیا۔"

"تمہارا ارادہ کیا ہے۔ کیا یہاں رات کو بھی رہو گی۔ یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔"

وہ میرے لیے فکرمند تھی۔ تشویش بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے جمائی لیتے ہوئے کہا "ڈاکٹر نے پتا نہیں کیا دوا دی ہے۔ مجھے نیند آرہی ہے۔"

وہ گھور کر بولی "کیا تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو۔ ابھی تو بالکل چاق و چوبند تھے۔ مجھ سے دو دو ہاتھ بھی کیے تھے اور اب اچانک ہی جمائی لینے لگے۔"

میں نے اُٹھتے ہوئے کہا "تم مجھے جھوٹا سمجھ رہی ہو۔ میں ابھی تمہیں سو کر دکھاتا ہوں۔"

میں وہاں سے چلتا ہوا بیڈ روم میں آیا۔ وہ بھی میرے پیچھے پہنچ گئی۔ میں نے بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ چھوٹا سا کاٹیج ہے۔ یہاں دوسرا بیڈ روم نہیں ہے۔ تم فلائیٹ کے وقت تک ڈرائنگ روم میں گزارا کرسکتی ہو۔"

میں لیٹ گیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے پائنتی آئی پھر فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ دونوں ہاتھوں سے میرے پاؤں کو تھام کر بولی "تمہیں کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔"

"تم مجھے کیا یاد دلانا چاہتی ہو؟"

"ذرا دماغ پر زور ڈالو۔ سوچو ہم کن حالات میں ایک دوسرے سے بچھڑ گئے تھے۔"

"کن حالات میں؟"

"جب یہاں شادی کرنے آئے تھے تو ہمارے ساتھ ٹی ٹی سینٹر کے چار ساتھی تھے۔ ہم نے ایک ہوٹل میں اپنے

لیے کمرہ ریزرو کرایا تھا۔ پھر ایک مسجد میں جا کر نکاح پڑھوایا تھا۔ ہمارے دلوں میں کتنے ارمان تھے۔ ہماری آنکھوں میں کتنے سپنے بھرے ہوئے تھے۔ ہر خواب کی تعبیر ہمارے سامنے تھی، لیکن ہمارے سامنے دشمن آگئے اور ہم بچھڑ گئے۔"

"بچھڑ گئے تو کیا ہوا۔ نکاح تو ہو گیا تھا نا۔"

"دیبی تو میں تمہیں سمجھانا چاہتی ہوں۔ ہمارا نکاح ہو چکا ہے میں تمہاری شریک حیات ہوں۔"

میں نے بستر پر اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "تم اپنی رومانی کہانی سنا رہی ہو۔ کہانی کو ایسے موڑ پر پہنچا رہی ہو جہاں سے میرا مرکزی کردار شروع ہونا چاہیے لیکن میں تمہارا شوہر نہیں ہوں۔ میں بابر نہیں ہوں۔"

اُس نے میرے پاؤں کو سختی سے اپنی گرفت میں لے کر کہا "تم خود کو نہ پہچان سکو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسرے بھی تمہیں نہیں پہچان سکتے۔"

میں نے شکست خوردہ انداز میں کہا "تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں، لیکن تم بھی مان لو، اگر بعد میں یہ انکشاف ہوا کہ میں تمہارا شوہر نہیں ہوں تو؟ تقدیر کبھی کبھی بڑا عجیب سا مذاق کرتی ہے۔ بعد میں پتا چلے کہ میں بابر سے مشابہت رکھتا ہوں، پھر کیا ہوگا؟"

میں نے اُس کے سامنے ایسا سوال پیش کیا جس کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔ وہ سوچنے لگی۔ واقعی پہلے مجھے اچھی طرح تصدیق کر لینا چاہیے۔ یہ ضروری تو نہیں کہ اُس کی یادداشت گم ہو چکی ہو۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ بابر سے مشابہت رکھتا ہو۔ مجھے جذبات کی رو میں بہنا نہیں چاہیے۔ اپنے بابر کے ظاہر اور باطن کو پہچاننے کے سلسلے میں مجھے جتنی بھی باتیں یاد آتی رہیں گی، اُن کے پیش نظر اسے پرکھتی رہوں گی۔ پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد اسے اپنا شوہر تسلیم کروں گی۔ اس وقت تک اس سے دور ہی رہوں گی۔

میں بستر پر لیٹ گیا۔ وہ اُٹھ کر بولی "میں ڈرائنگ روم میں جارہی ہوں، تم آرام سے سوتے رہو۔ روانگی کا وقت ہوگا تو جگا دوں گی۔"

وہ چلی گئی تو میں نے اطمینان کی سانس لی۔ ویسے اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ تھوڑی دیر بعد پھر آکر دیکھے گی کہ میں سو رہا ہوں یا بہانہ کر رہا ہوں؟ میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ خیال خوانی کا ارادہ نہیں تھا۔ اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔ جب کہ میں دہشت گردوں کے ساتھ یہاں سے سفر کرنے والا تھا اور ان کے ساتھ ہی پاکستان میں سامنا ہونے والا تھا۔

اس کہاوت میں کوئی شبہ نہیں کہ چور چوری سے جاتا ہے، ہیرا پھیری سے نہیں جاتا ــــ میں خیال خوانی سے مجبور تھا۔ ایک ذرا پرواز کی اور سائمن دی گریٹ کے دماغ سے معلوم کر لیا کہ رات دو بجے کی فلائیٹ سے میرے لیے سیٹ ریزرو ہو چکی ہے۔ اس وقت آٹھ بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایات دیں کہ چار گھنٹے تک آرام سے گہری نیند سوتا رہوں گا۔ اگر کوئی کمرے میں آئے یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے گی۔

چونکہ آمنہ کمرے میں نہیں آئی تھی، دروازے سے ہی مجھے دیکھ کر مطمئن ہو گئی تھی، اس لیے میں چار گھنٹے تک اطمینان سے نیند پوری کرتا رہا۔

رات کے ڈھائی بجے ہم طیارے میں سفر کر رہے تھے۔ میں نے حتی الامکان سائمن دی گریٹ وغیرہ سے کترانے کی کوشش کی تھی۔ ایئرپورٹ پر اس سے سامنا نہیں ہوا تھا۔ آمنہ میری طرف دیکھ کر بات کرتی تو میں محسوس کرتا، جیسے وہ میری آنکھوں سے آنکھیں ملا رہی ہو۔ ایسے وقت خیال خوانی کے ذریعے اس کی نظریں نیچی کر دیتا تھا، یا اُس کے دماغ کو اپنی آنکھوں کے متعلق سوچنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

وہ میری آنکھوں میں جھانک کر میرے اور بابر کے درمیان فرق کو سمجھ سکتی تھی اور میں یہ نہیں چاہتا تھا۔ اگر وہ مجھے ایک اجنبی سمجھ لیتی تو کبھی اپنی مہم میں ساتھ نہ لے جاتی۔ جانے کو تو میں تنہا بھی جاسکتا تھا لیکن بابر کے روپ میں رہ کر آمنہ کے ساتھ ہی جانا زیادہ مناسب تھا۔

ایسے دہشت گردوں کی ایک طویل فہرست ہے جو پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں اور پاکستان میں تخریبی کارروائیاں کرنے کے لیے تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ وہ دہشت گرد میرے ساتھ سفر کر رہے تھے اور دوسری رات بھی البامرتی ٹی سینٹر اور واٹر فرنٹ کی سنڈیکیٹ سے روانہ ہونے والے تھے۔ ان سب کی فہرست بڑی طویل ہے۔ اگر میں بیک وقت ان کا ذکر کروں تو یہ قارئین کے ذہن میں محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ البتہ جیسے جیسے یہ کردار میری داستان میں آئیں گے، میں اُن کا ذکر کرتا جاؤں گا۔

فی الحال اس طیارے میں میرے ساتھ جو سفر کر رہے تھے، ان میں آمنہ کے علاوہ ایک جاؤ تھا۔ یہ پاکستان پہنچتے ہی سرحد کی طرف جانے والا تھا۔ دوسرا منصور وادا تھا۔ یہ پنجاب کے لیے روانہ کیا گیا تھا۔ اس کے بعد وہاں لاکھن تھا۔ اسے حکم دیا گیا تھا کہ کراچی پہنچ کر دو دن وہاں آرام کرے

کیونکہ افغانستان اور روس کے درمیانی سرحدی علاقے پر امن علی کی دہشت گرد تنظیم سے تین ساتھی کراچی پہنچنے والے تھے۔ ان میں سے ایک حیات محمد، دوسرا سراج آدم اور تیسری روزینہ جمال تھی۔ وہاب لاکھن سے کہا گیا تھا کہ وہ ان تینوں کے ساتھ سندھ کے اندرونی علاقے میں چلا جائے۔ وہاں سے وہ کہاں جائیں گے، یہ انھیں بعد میں رہنمائی حاصل ہونے والی تھی۔

ہمارے ساتھ اس سفر میں ایک نہایت ہی ذہین اور قابل عورت گلزاری بیگم تھی۔ اس نے انگلش لٹریچر میں ایم اے آنرز کیا تھا پھر سیاسیات پڑھنے لگی۔ اس کے بعد سائنس ہی گریٹ کے ساتھ ہو گئی۔ سائمن اس کی ذہانت اور علمیت سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے انگلینڈ میں اس کی رہائش کا بندوبست کیا اس کی سرپرستی کی۔ وہاں رہ کر گلزاری بیگم نے وکالت پاس کی۔ اب پاکستان میں پریکٹس کے بہانے سائمن دی گریٹ کی آلۂ کار بن کر جا رہی تھی۔

دہشت گردوں کی تنظیم میں آوارہ اور سستا ذوق رکھنے والوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو بحالت مجبوری صرف لڑنے مرنے کے لیے رکھا جاتا ہے۔ ورنہ اس قسم کی تنظیم میں زیادہ تر نہایت ہی تعلیم یافتہ ذہین اور مختلف شعبوں کے ماہر فن ہوتے ہیں۔

موجودہ ٹیم میں مجھ کو یعنی بابر کو اور آمنہ کو ریزرو آلۂ کار کے طور پر رکھا گیا تھا۔ ہمیں ضرورت کے وقت کسی بھی علاقے میں بھیجا جا سکتا تھا۔

ہم کراچی پہنچ گئے۔ میں نے ایک طویل عرصے کے بعد پاک وطن کی زمین پر قدم رکھا تھا اور خوشی سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ گویا ہواؤں کو مستی کی خوشبو کر اور پاک فضاؤں کو اپنی سانسوں میں جذب کرنا چاہتا ہوں۔ اپنا وطن پھر اپنا وطن ہوتا ہے۔ یہاں کے ایک نظارے کو دنیا جہان کے خوب صورت نظاروں پر ترجیح دی جا سکتی ہے۔

ہمیں بتا دیا گیا تھا کہ وزیٹرز لاؤنج میں ایک شخص نیلے سوٹ میں ملبوس ملے گا۔ اس نے نیلے سوٹ کے ساتھ سیاہ ٹائی پہن رکھی ہو گی۔ وہ ہمیں دیکھ کر جیب سے رومال نکالے گا اور اپنے چہرے پر یوں پھیرے گا جیسے پسینہ پونچھ رہا ہو۔

دوسری طرف اس شخص کو بتا دیا گیا تھا کہ ہماری چھ افراد پر مشتمل ٹیم کراچی پہنچ رہی ہے، اس کا ہر فرد کس قسم کے لباس میں ہو گا۔ لہٰذا وہ ہمیں دیکھ کر اپنی جیب سے رومال نکالنے کے بعد چہرے پر پھیرنے لگا۔ گلزاری بیگم ہم سب کے مقابلے میں زیادہ ذہین، زیادہ تعلیم یافتہ اور زیادہ موقع شناس تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر سرگوشی کے انداز میں کوڈ ورڈز ادا کیے۔ ہم نے اس سے مصافحہ کیا۔ اس نے کہا "مسٹر بابر اور مسز آمنہ بابر! آپ لوگوں کو کار کا نمبر اور رنگ بتا رہا ہوں۔ آپ اس کار میں جا کر بیٹھ جائیں۔ مسٹر بابر! آپ اپنی جیب پر یہ بیج لگا لیں۔ اس بیج کے ذریعے وہ نیز ہان جو کار کے پاس کھڑا ہوا ہے آپ کو پہچان لے گا۔"

میں نے اس بیج کو لے کر سینے پر جیب کی جگہ لگا لیا۔ ہماری ٹیم کا ایک جوان جانو اور دوسرا منصور داد سرحد اور پنجاب جانے کے لیے ہم سے الگ ہو گئے۔ ہمارے استقبال کرنے والے میزبان نے وہاب لاکھن سے کہا۔ "تمھارے لیے کراچی ہوٹل کا کمرہ نمبر سولہ ریزرو کرا دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ کے تین کمرے کل سے خالی ہو جائیں گے وہاں تمھارے باقی تین ساتھی حیات محمد، سراج آدم اور روزینہ جمال جو کل تک پہنچنے والے ہیں ٹھہریں گے۔"

پھر اس نے گلزاری بیگم کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے ادب سے کہا۔ "بیگم صاحبہ! آپ میری مہمان ہیں۔ میرے ساتھ چلیں۔"

ہم اس کے بتائے ہوئے کار نمبر کے مطابق نیلے رنگ کی کار کے پاس پہنچ گئے۔ میرے سینے پر اس بیج کو دیکھتے ہی ہمارے نئے میزبان نے پچھلی سیٹ کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا۔ پھر اگلی سیٹ پر آ کر اسٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے کار کو اسٹارٹ کیا اور ڈرائیو کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ آمنہ نے کہا۔ "تمھارا تعارف ہو جانا چاہیے۔"

اس نے کہا۔ "آپ لوگوں کا پورا ریکارڈ ہمارے ہاں پہنچ گیا ہے۔ رہ گئی میری بات تو میں آپ لوگوں کے برابر نہیں ہوں۔ میں حکم کا غلام ہوں۔ حکم کار کا تو وہاں بیٹھے ہوئے ہیں آپ پہنچنے والے ہیں۔"

ہم محمد علی سوسائٹی کی ایک شاندار کوٹھی میں پہنچ گئے۔ ایک ملازم نے ہمارے لیے دروازہ کھولا۔ اندر ایک بوڑھا ہمارے استقبال کے لیے کھڑا تھا۔ وہ نہایت قیمتی سوٹ میں ملبوس تھا۔ چشمے کا فریم سنہرا تھا یا واقعی سونے کا تھا۔ منہ میں پائپ دبا ہوا تھا اور دھواں نکل رہا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی وہ آگے بڑھا۔ پہلے اس نے آمنہ سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور کہا۔ "اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو تم مسز آمنہ بابر ہو۔"

آمنہ نے اس سے مسکراتے ہوئے مصافحہ کیا۔

کے بعد میں نے مصافحہ کرتے ہوئے اپنا تعارف کرایا، جبکہ وہ پہلے ہی بابر جلال کے نام سے اور اس کی ہسٹری سے واقف تھا۔ اس نے کہا۔ "تم سفر کے تھکے ہوئے ہو، آرام کرو۔ خوب کھاؤ پیو، موج کرو۔ ہم رات کو اطمینان سے باتیں کریں گے۔"

آمنہ نے کہا۔ "میں اپنے شوہر کے لیے فکر مند ہوں۔ پہلی فرصت میں کسی ماہر نفسیات سے یا دماغی امراض کے تجربہ کار ڈاکٹر سے معائنہ کرانا چاہتی ہوں۔"

"کل صبح مسٹر بابر کو یہاں کے مہنگے اسپتال سیونتھ ڈے میں لے جایا جائے گا۔"

دوپہر کو ہم نے آرام کیا۔ میں خلاف عادت گہری نیند سو گیا۔ کسی طرح کی خیال خوانی کی قطعی ضرورت نہیں تھی۔ ضرورت اس لیے نہیں تھی کہ ایک تو میں نے رسوتی سے کہہ دیا تھا کہ اسے میری ضرورت ہو تو وہ کسی وقت بھی رابطہ قائم کر لیا کرے۔ دوسرے یہ کہ میں میدان عمل میں تھا اور جو لوگ میدان عمل میں ہوتے ہیں، وہ خیالوں کی دنیا سے نکل آتے ہیں۔

رات کو ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہونے کے لیے گلزاری بیگم پہنچ گئیں۔ پروگرام کے مطابق کھانے کے بعد ہم ایک بڑے سے کمرے میں آئے۔ وہ کمرہ ریکارڈ روم تھا۔ دیواروں سے لگے ہوئے ریکوں میں مختلف فائل اور ایسے بڑے بڑے لفافے نظر آ رہے تھے جیسے تصویریں رکھی ہوں۔ فلم کے ڈبے بھی تھے۔ ٹرانسمیٹر اور پروجیکٹر وغیرہ بھی نظر آ رہے تھے۔ دیوار پر ایک چھوٹا سا اسکرین تھا۔ اس سے ذرا فاصلے پر چند کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ہم ان کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ہمارے بوڑھے میزبان کا نام مائکل شوف تھا۔ وہ پروجیکٹر کے پاس جاتے ہوئے بولا۔ "اسکرین پر جو کچھ نظر آئے گا، اس کا تعلق تمھارے موجودہ مشن سے ہے۔ لہٰذا توجہ سے دیکھنا۔"

کمرے کی بتی بجھ گئی، تاریکی چھا گئی۔ اسکرین روشن ہو گیا۔ ایک سلائیڈ کے ذریعے ایسا منظر نظر آ رہا تھا جیسے کسی عمارت کی تعمیر ہو رہی ہو۔ مائکل شوف نے کہا۔ "یہ عمارت اسلام آباد سے چند میل کے فاصلے پر تعمیر ہو رہی ہے۔ پاکستان ایٹمی توانائی کے میدان میں پیش قدم رکھ رہا ہے۔ یہ ایٹمی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی عمارت ہے ــــ اس انسٹی ٹیوٹ کے لیے جن پاکستانی سائنس دانوں کی تقرری ہوئی ہے، ان کے نام ہیں ڈاکٹر عبدالباقی ...."

اس کے ساتھ ہی منظر بدل گیا اور ڈاکٹر عبدالباقی کی بڑی سی تصویر نظر آنے لگی۔ مائکل شوف اس تصویر کو دکھاتے ہوئے ڈاکٹر عبدالباقی کی تعلیمی قابلیت کا ذکر کر رہا تھا۔ ڈاکٹر نے بیرونی ممالک میں رہ کر جن عالمی شہرت یافتہ سائنسدانوں کے ساتھ ..... کام کیا تھا اور ان کے درمیان اپنی صلاحیت کو منوایا تھا، ان سب باتوں کو تفصیل سے بیان کیا جا رہا تھا۔

یکے بعد دیگرے منظر بدلتے رہے اور اسی طرح سات چہرے دکھائے گئے۔ سات اہم پاکستانی شخصیتوں کے متعلق تفصیل سے بتایا گیا۔ اس کے بعد مائکل شوف نے کہا۔ "پاکستان اس حقیقت سے انکار کر رہا ہے کہ وہ ایٹم بم بنانے والا ہے۔"

گلزاری بیگم نے پوچھا۔ "مسٹر مائکل شوف! کیا یہ حقیقت ہے؟"

"ابھی ہم بھی سمجھ نہیں پائے ہیں۔ اگر یہ حقیقت نہ ہو تب بھی اس بات کو اچھالنا چاہیے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ پبلسٹی کرنا چاہیے۔"

"ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"ہم چاہتے ہیں، پاکستان کی ایٹمی توانائی حاصل کرنے والا معاملہ ایک ہوا بن جائے اور بھارتی لیڈروں اور بڑے سیاست دانوں کے حواس پر چھا جائے۔ وہ خوفزدہ رہیں کہ جانے کب پاکستان ایٹمی توانائی حاصل کرے گا اور ایٹم بم بنا لے گا۔ اگر بھارت خوف زدہ رہے گا تو وہ ہمیشہ ہمارے بلاک میں رہے گا اور ہماری مرضی کے مطابق اپنی خارجہ پالیسی بنائے گا۔"

اس نے پروجیکٹر کے ذریعے ڈاکٹر عبدالباقی کی سلائیڈ دوبارہ دکھاتے ہوئے کہا۔ "مس گلزاری! اور مسٹر بابر! تم دونوں اسے غور سے دیکھو اور اچھی طرح پہچان لو۔ ڈاکٹر عبدالباقی ان دنوں بیمار ہے اور یہاں کے اسپتال سیونتھ ڈے کے اسپیشل کمرہ نمبر چھ میں ہے۔ ہم نے بابر کے لیے اسپیشل کمرہ نمبر سات مخصوص کرا لیا ہے۔ کل بابر کو وہاں پہنچا دیا جائے گا اور مس گلزاری تم بابر کی وائف کی حیثیت سے وہاں رہو گی۔"

آمنہ نے چونک کر پوچھا۔ "لیکن بابر کی وائف تو میں ہوں۔"

مائکل شوف نے کہا۔ "ڈراما اسٹیج کرنے کے دوران کوئی کردار ادا کرتے وقت ایک ہیرو، اگر کسی ہیروئن کا محبوب بنتا ہے تو کسی دوسرے ڈرامے میں وہ اسی ہیروئن کا باپ بن جاتا ہے۔ کردار بدلتے رہتے ہیں۔ کردار وہی

کی خاصیتیں بدلتی رہتی ہیں۔ مس گلزاری سچ مچ تمھارے شوہر کی بیوی نہیں بنے گی بلکہ بیوی کا رول ادا کرے گی۔"

گلزاری بیگم نے کہا: "بڑی گڑبڑ ہو جائے گی۔"

"کیسی گڑبڑ؟"

"میں نے کراچی بار ایسوسی ایشن کی ممبرشپ حاصل کرنے کے لیے فارم پر خود کو غیر شادی شدہ لکھا ہے۔"

"تم نے وہ فارم آج سے تین ہفتے پہلے پیرس سے بھیجا تھا تاکہ یہاں پہنچنے سے پہلے بار ایسوسی ایشن کی ممبر بن سکو۔"

"جی ہاں، تین ہفتے پہلے بھیجا تھا۔"

"پھر کیا مشکل ہے؟ تمھارا ایک جعلی نکاح نامہ تیار ہو جائے گا جس کی رُو سے تم نے پچھلے ہی ہفتے شادی کی ہے۔ تمھارے شوہر کا نام بابر جلال ہے۔ یہ نکاح نامہ احتیاطاً اپنے پاس رکھو گی۔ بات بگڑے گی تو اسے ظاہر کیا جائے گا۔ ورنہ تم ایک بیوی کا رول ادا کرنے کے بعد اسپتال سے چلی جانا۔"

"میں سمجھ گئی۔ مجھے بابر کے ساتھ کمرہ نمبر سات میں رہ کر اپنے پڑوسی ڈاکٹر عبدالباقی سے دوستی کرنا ہوگی۔ اس سے معلومات حاصل کرنا ہیں کہ اپنی توانائی حاصل کرنے کے سلسلے میں پاکستان کن ابتدائی مراحل سے گزر رہا ہے؟"

"ویری گڈ، ہم نے تمھاری ذہانت کی تعریف سنی تھی اور تم یہ ثابت کر رہی ہو۔ ہمارے کچھ بتانے سے پہلے ہی اپنے کام کو بخوبی سمجھ رہی ہو۔"

میں نے بھی اُسے دیکھتے ہوئے اعتراف کیا۔ وہ بیحد ذہین تھی۔ ویسے عورت خواہ کتنی ہی ذہین ہو، دنیا کے کتنے ہی علوم حاصل کرتی رہے، لیکن اپنی عمر بتلاتے وقت جھوٹ ضرور بولتی ہے۔ پتا نہیں میں اس سے عمر پوچھتا تو وہ کیا کہتی۔ میں نے اُس کے دماغ سے پڑھ لیا۔ وہ پورے بتیس برس کی تھی اور اب تک غیر شادی شدہ تھی۔ اُس نے علم حاصل کرنے کی لگن میں دُھن بننے کی آرزو کو پسِ پشت ڈال رکھا تھا۔

مائکل شوف نے پھر ایک سلائیڈ دکھائی۔ ایک ادھیڑ عمر شخص مسکراتا ہوا نظر آرہا تھا۔ میں نے پوچھا: "یہ کون ہے؟"

مائکل شوف نے کہا: "یہ ایک بااختیار افسر ہے اور مسز آمنہ بابر کا شکار ہے۔"

پھر اُس نے آمنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اس شخص کا نام سلطان عابدی ہے۔ اسکی رہائش برج سوسائٹی میں ہے تم اسے کاروں کلب میں ٹریپ کر سکتی ہو۔ یہ ہر شام وہاں بلاناغہ جاتا ہے۔ کل تمھیں کاروں کلب کی ممبرشپ کا کارڈ مسل جائے گا۔"

آمنہ نے گلزاری کو ناگواری سے دیکھا۔ پھر کہا: "میں گلزاری بیگم کی طرح ذہین نہیں ہوں۔ مجھے بتا دو کیا کرنا ہے۔"

مائکل شوف نے کہا: "تمھیں اس پر زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے جلد ہی شیشے میں اتار سکتی ہو۔ یہ لالچی نہیں ہے۔ دولت کے پیچھے نہیں بھاگتا مگر حسن کے پیچھے ضرور بھاگے گا۔ تمھارے پیچھے ضرور بھاگے گا۔ اگر یہ تمھارا دیوانہ بن جائے اور ہماری مرضی کے مطابق خبروں کو توڑ مروڑ کر اخبارات کے حوالے کرے اور جو چند اخبارات ہماری مالی امداد سے چل رہے ہیں، اُنھیں سنسر کی زد میں آنے سے بچاتا رہے تو اچھی بات ہے ورنہ دو دن کے بعد تم اسے خیر کر دو گی پھر ہم اس کی جگہ اپنا آدمی لانے کی بھرپور کوشش کریں گے۔"

دوسرے دن مجھے سینتھ ڈے اسپتال کے کمرہ نمبر سات میں پہنچا دیا گیا۔ یعنی میرا کام یہی رہ گیا تھا کہ میں یادداشت گم ہونے والے ایک شخص کی طرح اپنا معائنہ کراتا رہوں، نفسیاتی علاج کے مراحل سے گزرتا رہوں اور کمرہ نمبر سات میں اپنی عارضی دُلھن سے لگاوٹ کی باتیں کرتا رہوں۔ وہ اپنے شکار کو پھانسنے کمرہ نمبر چھ میں جائے تو میں چپ چاپ لیٹا رہوں یا سوتا رہوں۔

لیکن میں آرام فرمانے کے لیے اور وقت بے وقت سونے رہنے کے لیے پیدا نہیں ہوا تھا۔ حضرت علامہ اقبال کے ارشاد کے مطابق:

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اِک بہانہ

میری عادت ہے۔

تو آیئے میرے جسم کو اسپتال کے کمرے میں چھوڑ دیجیے۔ ابھی اس داستان میں بہت سے ایسے کردار ہیں، جن کے ساتھ رہ کر ہم اور آپ اپنا لہو گرم رکھ سکتے ہیں۔ جب خیال خوانی کی پرواز کے بعد واپس آئیں گے تو شاید اُس وقت تک ڈاکٹر عبدالباقی، گلزاری بیگم کے اور سلطان عابدی، آمنہ کے آنچل سے بندھے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے یہ بھی نہ ہو، کوئی ایسا تماشا ہو جائے جس کی ہم توقع بھی نہ کرتے ہوں۔ میری داستان میں اکثر یہی ہوتا ہے۔ کوئی نہ کوئی خلافِ توقع واقعہ پیش آجاتا ہے۔

فون کی گھنٹی چیخ رہی تھی۔ گل باز خاں نے کن انکھیوں سے فون کی طرف دیکھا۔ سوچنے لگا، کس طرح ریسیور اٹھائے اس کے ایک ہاتھ میں شراب کا جام تھا، دوسرے ہاتھ سے نوٹ گن رہا تھا۔ آخر اُس نے نوٹوں پر شراب کے جام کو رکھا تاکہ نوٹ اُڑ نہ جائیں اور جام لگاہوں کے سامنے رہے۔ یوں دیکھتے دیکھتے بھی نشہ ہونے لگتا ہے۔ اُس نے ریسیور کو اٹھا کر ناگواری سے کہا: "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے قہقہہ سُنائی دیا۔ اس نے غرا کر پوچھا: "کون بدتمیز ہے؟"

"تم شاید مجھے آواز سے پہچان سکو۔ بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا، جب تم نے سرحدی علاقے کا اے ون ٹرانسپورٹر بننے کے لیے ایک بے چارے ٹرانسپورٹر کو ہلاک کر دیا، اس کا مال پکڑوا دیا، اس کے بیٹے کو جیل بھجوا دیا۔"

گل باز خاں کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا: "کون ہو؟ کہاں سے بول رہے ہو؟"

"میں کون ہوں، تم پہچان رہے ہو۔ ہاں، کہاں سے بول رہا ہوں، یہ بتا دوں۔ ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو تو پتا چلے گا۔ میں تمھارے ضمیر کے مُردہ خانے سے بول رہا ہوں۔"

گل باز خاں کے ہاتھ میں ریسیور کانپ رہا تھا۔ وہ بُزدل نہیں تھا لیکن دُشمن بہت زیادہ شہ زور ہو، نڈر اور ضدی ہو تو ڈرنا ہی پڑتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، وہ کب کہاں سے آجائے اور ناگہانی بلا کی طرح اس کی زندگی کو چاٹ جائے۔

اس نے ذرا حوصلہ کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔ "سیدھی طرح اپنا نام بتاؤ ورنہ ریسیور رکھ دوں گا۔"

"ریسیور رکھنے سے پہلے ایک بات اور سُن لو۔ بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا، جب میں نے انتقام کو ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ تمھاری ہونے والی اولاد میری رائفل کی زد میں تھی۔ میں چشم زدن میں اُسے گولی مار دیتا۔ وہ اولاد پیدا ہونے سے پہلے مر جاتی، لیکن میں نے چھوڑ دیا۔ جانتے ہو کیوں؟"

گل باز خاں ریسیور رکھنا بھول گیا تھا۔ اس نے جوانی میں تین شادیاں کی تھیں۔ تینوں بیویوں سے لڑکیاں پیدا ہوتی رہی تھیں۔ بڑھاپے میں اُس نے گل جان سے شادی کی، جس سے ایک بیٹا ہوا تھا۔ وہ بیٹا اب ڈھائی برس کا ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے ایک تو بڑھاپے کی اولاد تھی، دوسرے بیٹا تھا۔ اس سے محبت کیوں نہ ہوتی۔ وہ تو اُسے اس قدر چاہتا تھا کہ اُس پر کوئی آنچ آنے والی بات سُن کر لرز جاتا تھا۔ کوئی اُسے ٹیڑھی نظر سے دیکھتا تو اُس کی آنکھیں نکال لیتا تھا۔ فون پر جانی پہچانی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"کیوں گل باز خاں! خاموش کیوں ہو گئے، کیا یہ سوال نہیں کرو گے کہ میں نے تمھاری ہونے والی اولاد کو پیدا ہونے کے لیے کیوں چھوڑ دیا تھا؟"

گل باز خاں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا: "ہم۔ میں، تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"شہ زور گل باز خاں! چوہے کی طرح کیوں بول رہے ہو۔ تم مجھ جیسے ایک کمزور جوان سے ملنا چاہتے ہو جسے تم چٹکی میں مسل سکتے تھے۔ آج بھی تمھارے پاس پہلے سے زیادہ طاقت ہے۔ تم پہلے سے زیادہ دولت مند ہو۔ تم پہلے سے زیادہ ذرائع کے مالک ہو۔ تم پہلے سے زیادہ غنڈوں کے سردار ہو۔ پھر مجھ سے کیوں ڈر رہے ہو؟"

وہ جواب نہ دے سکا۔ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا، کس طرح اپنے بیٹے کی حفاظت کرے۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "میں بتاتا ہوں، تم مجھ سے کیوں ڈر رہے ہو؟ میں اندھیرے کا تیر ہوں۔ کہاں سے آؤں گا، کب آؤں گا، تم کبھی سوچ بھی نہیں سکو گے — اندھیرے کے تیر کے سامنے ساری قوتیں، ساری دولت مندی، سارے ذرائع دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ وہ ہاتھ میں ریسیور پکڑے رہا۔ پھر آواز آئی: "گل باز خاں! تم نے ابھی تک ریسیور نہیں رکھا۔ بے وقوف! بیٹھے کیا سوچ رہے ہو۔ اُٹھو، بھاگو دوڑو۔ اپنے بچے کو کہیں زمین کی تہہ میں، پاتال میں چھپا دو۔ یا کہیں خلا میں کسی سیارے پر بھیج دو۔ اپنی دولت کو آزماؤ۔ اپنے حوصلوں کو پکارو۔ اپنی عقل اور تدبر کا ماتم کرو کہ میں بہت جلد پہنچنے والا ہوں۔"

دوسری طرف ریسیور رکھ دیا گیا تھا۔ آواز نہیں آرہی تھی۔ گل باز خاں نے فوراً ہی ریسیور رکھ کر ملازموں کو پکارنا شروع کیا پھر وہاں سے اُٹھ کر بھاگتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ اُس کی آواز سُن کر کتنے ہی ملازم دوڑتے چلے آرہے تھے۔ وہ اُنھیں دیکھ کر ٹھٹک گیا، جیسے ہوش میں آگیا ہو۔ اب تک عجیب حالت میں تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کرے؟ اپنی مردانگی، اپنی شہ زوری، اپنا غرور بھول چکا تھا اور یوں بھاگ رہا تھا جیسے کوئی کمزور اور بُزدل اپنے بچاؤ کے لیے بھاگتا ہے۔ ٹیلی فون پر اُس سے کہا گیا تھا: "بھاگو، دوڑو اپنے بچے کی حفاظت کرو۔ شاید اُسی کا اثر تھا کہ وہ بے اختیار

باہر چلا آیا تھا اور یہ بڑی حماقت کی تھی کیوں کہ ٹیلی فون تو اُس کے پاس ہی موجود تھا۔ وہ فون کے ذریعے اپنے بچے کی خیریت معلوم کر سکتا تھا۔

اُس نے ایک خاص ماتحت سے کہا۔ "فیض محمد! اِدھر آؤ۔"

فیض محمد اُس کے پیچھے کمرے میں آکر سر جھکائے ہوئے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا پھر سوال کیا۔ "خان خاناں! آپ کچھ پریشان ہیں؟"

اس نے ریسیور اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں، وہ کمبخت واپس آگیا ہے۔"

"کون؟"

گل باز خاں اُسے جواب نہ دے سکا۔ دوسری طرف فون پر رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ اُس نے کہا۔ "ہیلو ٹیلیفون ایکسچینج، میں خان گل باز خاں بول رہا ہوں۔ مردان کے پولیس انسپکٹر شہباز سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ فوراً رابطہ قائم کرا دو۔ میں فون کے پاس بیٹھا انتظار کر رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ فیض محمد نے اپنا سوال پھر دہرایا۔ "خانِ خاناں! کون آگیا ہے؟ کیا وہ آنے والا کچھ پریشانی کا سبب بن گیا ہے؟"

"ہاں، تمھیں یاد ہے اب سے ڈھائی برس پہلے وہ چھوکرا دلاور خان ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ ہم مجبور تھے، اس کے جیل سے رہا ہوتے ہی گولی نہیں مار سکتے تھے۔ بھلا اتنے عرصے تک وہ کہاں چھپا رہا۔ ابھی اچانک اُس نے فون کیا تھا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے فوراً ہی لپک کر ریسیور اٹھایا۔ ایکسچینج سے کہا گیا۔ "رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ ہولڈ آن کریں۔"

تھوڑی دیر بعد ہی مردان کے پولیس انسپکٹر شہباز کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو خانِ خاناں! میں آپ کا خادم ہوں۔ فرمائیے، کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"شہباز! ابھی میرے گھر خود ہی جاؤ اور معلوم کرو میرے بیوی بچے خیریت سے ہیں یا نہیں۔ میں اپنے بیٹے نوروز خان کی خیریت جلد سے جلد معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کسی پولیس والے کو نہ بھیجنا مجھے کسی پر بھروسہ نہیں ہے۔ تم پر خدا کی رحمت ہو، تم خود جاؤ۔"

"خان خاناں! بہت پریشان لگتے ہو۔ کیا بات ہے؟"

"تم پہلے خیریت معلوم کر کے آؤ، پھر بتاؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں پندرہ منٹ کے اندر فون کروں گا۔"

گل باز خاں نے ریسیور رکھ دیا۔ فیض محمد نے پوچھا۔ "کیا دلاور نے ہمارے چھوٹے خان کے سلسلے میں دھمکی دی ہے؟"

"ہاں، میرا جی چاہتا ہے، ابھی اُسے گولی مار دوں لیکن وہ کہاں چھپا ہے، یہ معلوم کرنا ہو گا۔ تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو؟"

"اگر وہ پشاور میں موجود ہے تو میرے آدمی ایک ایک گلی، ایک ایک گھر میں اُسے تلاش کریں گے۔ اتنا بتا دیجیے، آپ اُسے زندہ چاہتے ہیں یا مُردہ؟"

"اُسے دیکھتے ہی گولی مار دو۔ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرنا۔"

پھر اُس نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "پتا نہیں پندرہ منٹ کب گزریں گے؟"

"خان خاناں! ہم سب آپ کے حوصلے اور عزم کی مثالیں دیتے ہیں۔ یہی وقت آزمائش کا ہوتا ہے۔ آپ خود کو قابو میں رکھیں۔"

پندرہ منٹ گزر گئے۔ پھر بیس منٹ گزر گئے۔ وہ اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اس کے سامنے دنیا اندھیری ہو رہی تھی آدھا گھنٹہ ہو گیا تو وہ غصّے سے دہاڑتا ہوا بولا۔ "کیا یہ شہباز مر گیا ہے یا یہ کمبخت تھانے والے ہمارا کھاتے ہیں اور کام کے وقت منہ چرانے ہیں۔ وہ کہاں جا کر بیٹھ گیا ہے؟"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی، وہ دوڑتا ہوا آیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر بولا۔ "ہیلو، میں گل باز خاں ہوں۔ بولو کون ہو تم؟"

شہباز کی آواز سنائی دی۔ "خان خاناں! خدا کا شکر ادا کریں، آپ کا بیٹا قصائیوں کے ہاتھوں میں جا کر واپس آگیا ہے۔"

وہ لرز گیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟ کیسے قصائی؟ کیا نوروز پر کسی دشمن کا سایہ پڑا تھا؟"

"آ[illegible]ئے کی بات کر رہے ہیں، وہاں چار آدمی [illegible] گھر پہنچے تھے۔ انھوں نے آپ کے دو مسلح پہریداروں کو گولی مار دی۔ زنان خانے میں پہنچ کر عورتوں کو رائفلیں دکھا کر خاموش رہنے پر مجبور کر دیا۔ پھر ایک نے نوروز خان کو اٹھا کر کہا۔ 'ہم چاہیں تو اسے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ ہم چاہیں تو اس کا گلا تمھارے سامنے دبا سکتے ہیں لیکن ابھی یہ وقت نہیں آیا ہے۔ گل باز خاں سے اتنا کہہ دینا کہ ہم اسے ایک دم سے نہیں ماریں گے۔ اس کے بڑھاپے کی لاٹھی کو آہستہ آہستہ توڑیں گے۔ لاٹھی کمزور ہو گی تو اس کا بڑھاپا اوندھے منہ گرے گا۔'

پھر اُس نے آپ کے بیٹے نوروز کو بستر پر ڈالتے ہوئے کہا۔ 'ہم یہ ثابت کرنے آئے ہیں کہ جب چاہیں، نوروز خان تک پہنچ سکتے ہیں۔ گل باز خاں سے کہنا وہ اسے جہاں چھپانا چاہے چھپا کر دیکھ لے۔ ہمارا دعویٰ ہے، وہ چھپا نہیں سکے گا۔'

فون کے ریسیور سے انسپکٹر شہباز کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "خان خاناں! یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں؟ ان کا اتنا حوصلہ ہو گیا کہ میرے علاقے اور آپ کے گھر میں گھس آئیں۔ آپ کچھ نشاندہی کریں ـــــ میں اُن کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔"

"وہ میرے پرانے دشمن کا بیٹا دلاور خان ہے۔"

"کون دلاور خان؟ کہاں رہتا ہے وہ؟"

"تم اس کے بارے میں نہیں جانتے۔ یہ ڈھائی برس پہلے کی بات ہے۔ اس وقت تم وہاں کے تھانیدار نہیں تھے۔"

"اب تو بتا دیں، وہ کون ہے؟"

"میں نے کہا نا وہ دلاور خان ہے۔ اس سے زیادہ کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اس کے خلاف کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے مجھے فون پر دار ننگ دی تھی۔ میرے گھر میں گھسنے والے ان چار بدمعاشوں نے جو اپنا ہی دلاور نے بھی فون پر کہا تھا کہ میں اپنے بیٹے کو کہیں بھی چھپا کر دیکھ لوں، نہیں چھپا سکوں گا۔"

"اکثر مجرم تیس مار خان بنتے ہیں۔ بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں لیکن کچھ کر نہیں سکتے۔ میرے سپاہی دن رات آپ کے مکان کو نظروں میں رکھیں گے۔ کوئی بھی اجنبی اُدھر سے گزرے گا تو اُس کا محاسبہ کریں گے کسی کو آپ کے مکان میں گھسنے نہیں دیں گے۔"

گل باز خاں نے شکریہ ادا کر کے ریسیور رکھ دیا۔ پھر فیض محمد! تم ابھی مردان چلے جاؤ۔ بیس ایسے آدمیوں کا انتخاب کرو جو نشانے کے پکے ہوں۔ اُن کی ڈیوٹی کے مختلف اوقات مقرر کرو۔ وہ باری باری ڈیوٹی دیا کریں گے اور ہمیشہ چاق و چوبند رہیں گے۔ میرے مکان کے چاروں طرف چلتے پھرتے نظر آئیں گے ـــــ انھیں ڈیوٹی دینا، ڈیوٹی کے وقت کوئی بیٹھا ہوا نظر آئے یا اُن ڈیوٹی کے وقت کوئی اجنبی مکان میں گھسنے میں کامیاب ہو جائے تو نااہل محافظوں کو بھی گولی مار دی جائے گی۔"

فیض محمد تمام احکامات سننے کے بعد اُن پر عمل کرنے کے لیے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو، میں خان گل باز خاں بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اور میں وہی بول رہا ہوں جس کی آواز تم قبر میں بھی پہچان سکتے ہو۔ میں نے سوچا، ایک گھنٹے بعد فون کروں تاکہ تم اپنے بیٹے کے سلسلے میں کچھ معلومات حاصل کر لو اور جب معلومات حاصل ہو جائیں تو اُس کی حفاظت کے لیے سخت سے سخت انتظامات کر سکو۔ مجھے یقین ہے تم نے ایسا کیا ہو گا۔"

وہ عاجزی سے بولا۔ "دیکھو، وہ میرا ایک ہی بیٹا ہے میری کُل کائنات ہے۔ دلاور ہماری دنیا میں بڑے بڑے دشمن ہوتے ہیں اور وہ پرانی دشمنی کو نظر انداز کر کے دوست بن جاتے ہیں۔ خدا کے لیے دوستی کے متعلق سوچو ہم چاہیں تو ...."

دلاور نے بات کاٹ کر کہا۔ "تم پٹھانوں کی روایت کے خلاف بول رہے ہو۔ ہمارے یہاں تو ہمیشہ خون کا بدلہ خون ہوتا ہے۔"

"اگر خون کا بدلہ خون ہے تو مجھے مار ڈالو۔ میرا سارا خون بہا دو۔"

"تمہارا ہی خون بہانے والا ہوں۔ کیا نور وز تمہارا خون نہیں ہے؟"

وہ غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا "میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

"پہلے اپنے بیٹے کی حفاظت کے انتظامات کرو۔ میں شام تک دیکھ لوں گا کہ کیسے انتظامات ہوئے ہیں۔ اس کے بعد تمہارا بیٹا ....."

اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔ گل باز نے تڑپ کر پوچھا "میرا بیٹا؟ ہاں میرا بیٹا، کیا کر لو گے تم میرے بیٹے کا؟ میں اتنے سخت حفاظتی انتظامات کروں گا کہ تم ....."

دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔ پھر اُس نے کہا۔ "پہرہ لگانے سے کیا ہوتا ہے۔ تمہارا بیٹا اب صرف دودھ نہیں پیتا، کھانا بھی کھاتا ہے۔ سُنا ہے اُسے خشک میوے، تازہ پھل بہت پسند ہیں اور ان میں سے کسی بھی کھانے کے ساتھ تمہارے بیٹے تک زہر پہنچ سکتا ہے۔"

وہ ایک دم سے لرز گیا۔ "نہیں، تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں باہر کی کوئی چیز اپنے بچے تک نہیں پہنچنے دوں گا۔"

"گھر کی چیزوں کو تو پہنچنے دو گے؟"

"میں نے اپنی تین بیویوں کو دوسرے مکانوں میں رکھا ہے۔ وہ سوتیلی ہیں۔ میرے بیٹے کو نقصان پہنچا سکتی ہیں جس گھر میں میرا بیٹا ہے، وہاں صرف اس کی اپنی ماں ہے اور ماں بیٹے کی دشمن نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ میری ماں ہے۔ وہ بچے کی دادی ہے وہ بھی اس کی حفاظت کرے گی۔ رہ گئیں دو خادمائیں۔ میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ ان دونوں کو نکال دیا جائے ۔ بچے تک صرف اُس کی ماں، اس کی دادی پہنچا کریں گی۔"

اس نے رسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ پھر وہ تڑپتا ہوا باہر گیا۔ فیض محمد ابھی ان آدمیوں کا انتخاب کر رہا تھا جنہیں وہ ساتھ لے جانے والا تھا۔ اس نے فیض محمد کو بلا کر سمجھا دیا کہ اُس کے مکان میں نور وز کی ماں گل جانہ اور اُس کی دادی کے سوا کوئی تیسری عورت یا کوئی ملازمہ نہ رہے۔ باہر سے کھانے کی کوئی بھی چیز اندر جانے تو پہلے اُسے باہر پہرہ دینے والے چکھ کر آزمائیں۔ اس کے بعد مکان کے اندر بھیجیں اور کوئی چیز بچے تک کھانے کے لیے جائے تو اُسے پہلے اس کی ماں اور اس کی دادی چکھنے کے بعد اپنا اطمینان کریں گی، پھر اس چیز کو بچے تک لے جائیں گی۔

وہ اضطراب میں مبتلا تھا۔ ہولے ہولے کانپ رہا تھا اور فیض محمد کو ساری باتیں سمجھا رہا تھا۔ اس پر جھنجلاہٹ طاری تھی اور وہ اندر ہی اندر بھرا ہوا تھا جیسے ابھی پھٹ پڑے گا۔ افسوس اس بات کا تھا کہ وہ پھٹ پڑنے کے باوجود دشمن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

وہ وہاں سے واپس کمرے میں آیا۔ پھر رسیور اُٹھا کر ہیلو کہتے ہوئے دہاڑ کر بولا "میں نے سارا انتظام کر لیا ہے۔ اب میرا کیا بگاڑ لو گے؟"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ وہ رسیور کو ہاتھ میں تھامے منہ کھولے سامنے والی دیوار کو تک رہا تھا۔ اُسے اپنی حماقت کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ تو رسیور کو کریڈل پر پٹخ کر باہر گیا تھا اور فیض محمد سے باتیں کر کے واپس آیا تھا۔ رابطہ پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ اب وہ کسے مخاطب کر رہا تھا؟ کیا وہ پاگل ہو رہا ہے؟ کیا وہ جنون میں مبتلا ہو کہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جائے گا؟ کیا دشمن یہی چاہتا ہے؟

اُس نے محسوس کیا، وہ سکون سے نہیں رہ سکے گا، کھا سکے گا، نہ پی سکے گا ۔ آرام سے لیٹ بھی نہ سکے گا ۔ لیٹنا تو دور کی بات ہے، بیٹھنے سے بھی طبیعت گھبراتی تھی۔ وہ بے اختیار اُٹھ کر ٹہلنے لگتا تھا، لیکن کسی ایک جگہ ٹہل سکتا تھا۔ تھک کر بیٹھ جاتا تھا۔ آخر اُس سے نہ رہا گیا۔ اُس نے اپنی گاڑی نکالی اور مردان کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب وہ اپنے علاقے میں پہنچا تو رات ہو رہی تھی۔ پہلے تھانہ ہی پڑتا تھا۔ اس نے وہاں گاڑی روک کر شہباز سے ملاقات کرنا چاہی۔ پتا چلا وہ اُسی کے مکان کی طرف گیا ہے۔ کچھ گڑبڑ ہے۔ سپاہی نے کہا۔ "ویسے فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کا بیٹا نور وز بخیریت ہے۔"

وہ فوراً ہی گاڑی میں بیٹھ کر اُسے تیزی سے ڈرائیو کرتا اپنے مکان کے پاس پہنچا۔ اس کے مسلح پہرے دار ڈیوٹی پر موجود تھے۔ انسپکٹر شہباز برآمدے میں آرام کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ وہ اپنی ڈیوٹی کے مطابق تفتیش کر رہا تھا اور حرام کے مطابق ایک بھنے ہوئے مرغِ مسلم کی بوٹیاں نوچ رہا تھا۔ خان گل باز خاں کی گاڑی کو دیکھتے ہی اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے استقبال کے لیے آگے بڑھتے ہوئے بولا "خان خاناں خوش آمدید، اطلاع دیے بغیر اچانک آ گئے؟"

وہ اس کے خوشامدانہ انداز کو نظر انداز کرتے ہوئے "یہاں کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی۔ میرا بیٹا خیریت سے تو ہے؟"

"وہ بخیریت ہے۔ پتا نہیں کس نے دودھ میں زہر دیا تھا لیکن بروقت پتا چل گیا۔"

"کیسے پتا چلا؟"

"فیڈر کے نپل میں ایک چھوٹی سی پرچی پھنسی ہوئی تھی۔ آپ کی وائف نے اُسے نکال کر پڑھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا، "دودھ زہریلا ہے۔"

گل باز خاں تیزی سے چلتا ہوا اپنے حویلی نما مکان میں داخل ہوا۔ پھر زنان خانے میں پہنچ کر دہاڑتے ہوئے بولا "وہ زہریلا دودھ میرے بچے تک کیسے پہنچا تھا؟"

اس کی بیوی گل جانہ اور اس کی بوڑھی ماں دونوں ہی سہمی ہوئی بیٹھی تھیں۔ پہلے ہی پریشان حال تھیں۔ ماں نے کہا۔ "بیٹا! ہم بچے کے دشمن نہیں ہیں۔ گھر میں کوئی ملازمہ نہیں ہے۔ ایک ملازم بھی اندر نہیں آیا تھا۔ کھانے پینے کی چیز ہم دونوں کے ہاتھ سے جاتی ہے۔ کسی میرے کے ہاتھ میں نہیں پہنچتی ـــــ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ دودھ زہریلا کیسے ہو گیا۔ ہم نے جب اس پرچی کو پڑھا تو آزمائش کے طور پر دودھ ایک بلی کو پلایا۔ وہ اُسے پینے کے بعد ادھر سے اُدھر دوڑنے لگی۔ اس کے منہ سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے وہ شدید تکلیف میں مبتلا ہو۔ پھر وہ فرش پر لوٹنے لگی۔ ہم سے وہ منظر دیکھا نہ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ مر گئی۔"

گل جانہ نے لپک کر اپنے بچے کو گود میں لے لیا۔ اُسے سینے سے لگا کر چومنے لگی۔ پھر اُس نے گل جانہ کو اور اپنی ماں کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں شیطانوں اور بدروحوں پر یقین نہیں رکھتا۔ تم دونوں کے سوا تیسرا کوئی نہیں تھا۔ تم میں سے کسی ایک نے میرے بچے کو زہر دینے کی کوشش کی تھی۔"

گل جانہ نے کہا۔ "کیا ایک ماں اپنی اولاد کو زہر دے سکتی ہے۔ وہ بھی بیٹے کو! جس کی وجہ سے ماں کا سر اُونچا ہوتا ہے جس کی وجہ سے تم میری عزت کرتے ہو۔ دوسری بیویوں کے سامنے میرا مان بڑھاتے ہو۔ مجھے کس چیز کی کمی ہے۔ میرے بچے نے مجھے کون سا نقصان پہنچایا ہے۔ یہ کیسی باتیں کرتے ہو جو دُنیا والوں کے سامنے کہو گے کہ ماں نے زہر دیا ہے تو سب تم پر ہنسیں گے۔"

"بکواس مت کرو۔" وہ غصے سے ماں کو دیکھتے ہوئے بولا "تم بتاؤ، دودھ میں زہر کیسے مل گیا تھا۔ وہ پرچی کس نے لکھ کر نپل میں پھنسائی تھی؟"

بوڑھی ماں نے کہا۔ "بیٹے! مجھے زہر دینا ہوتا تو تجھے دودھ پلاتے وقت دے دیتی۔ تجھے تو پال پوس کر اتنا بڑا کر دیا، اب کیا اپنے پوتے کو زہر دوں گی؟ غصہ کرنے سے بہتر ہے، معاملے کو سمجھنے کی کوشش کر۔ آخر یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ پہلے چادر بدمعاش آئے۔ وہ بڑی آسانی سے میرے پوتے کو ہلاک کر سکتے تھے، تجھ سے انتقام لے سکتے تھے لیکن اُنھوں نے زندہ چھوڑ دیا۔ آج بھی اُنھوں نے زہریلا دودھ بچے تک پہنچایا لیکن اُس کے منہ تک نہیں پہنچنے دیا۔ آخر وہ کیا چاہتے ہیں؟"

گل باز خان نے غرا کر کہا۔ "وہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ کسی وقت بھی، کسی صورت میں بھی میرے بچے کے پاس پہنچ سکتے ہیں۔ خواہ میں کتنے ہی پہرے بٹھا دوں، خواہ میں اسے کہیں بھی لے جا کر چھپا دوں۔ اُنھوں نے یہ ثابت کر دیا ہے۔"

وہ پاؤں پٹختا باہر برآمدے میں آیا۔ انسپکٹر شہباز نے کہا۔ "اپنے گھر کی عورتوں سے آپ نے باتیں کر لیں، اب میں بھی اپنی تفتیش مکمل کرنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا، دشمن آخر میرے بچے تک کس طرح پہنچ جاتے ہیں۔ کیا وہ کوئی روحانی عمل جانتے ہیں؟"

انسپکٹر نے کہا۔ "کیا آپ کی والدہ یا آپ کی وائف نے کچھ ایسی باتیں نہیں بتائیں جو ناقابلِ یقین ہوں؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیسی باتیں؟"

وہ انسپکٹر کا جواب سُنے بغیر اندر آیا۔ اس کے بعد گل جانہ کو دبکتے ہوئے بولا۔ "تم لوگوں نے انسپکٹر کو کیا بیان دیا ہے؟ کیا بکواس کی ہے؟"

گل جانہ نے کہا۔ "ہم نے آپ سے ذکر نہیں کیا۔ ہم جانتے ہیں آپ یقین نہیں کریں گے۔"

"میں یقین کروں یا نہ کروں، جو اس گھر میں ہو رہا ہے وہ مجھے معلوم ہونا چاہیے۔"

"ایسی باتیں ہو رہی ہیں جن کے متعلق ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔ میرے دماغ میں کبھی عجیب و غریب قسم کی باتیں آتی ہیں، ایسی باتیں جن کے متعلق سوچنا بھی گناہ سمجھتی ہوں۔ کبھی خیال آتا ہے کہ اس گھر کو آگ لگا دوں۔ کبھی سوچتی ہوں، اپنے بچے کو لے کر بھاگ جاؤں۔ جب ایسا خیال آتا ہے تو میں توبہ کرتی ہوں، اپنے آپ کو لعنت ملامت کرتی ہوں۔ پھر میرے دماغ میں آواز آتی ہے، چاہے میں ایسا کر دوں یا نہ کروں، ایک دن ضرور اس گھر کو آگ لگاؤں گی اور اپنے بچے کو لے کر بھاگ جاؤں گی۔"

گل باز خاں نے کہا۔ "صاف کیوں نہیں کہتیں، یہ تمہارے دل میں پہلے سے ہے اور تم ایسا ضرور کرو گی۔ تمہارے دماغ میں کوئی بدروح تو نہیں گھس گئی ہے۔ تم ایسی ہار سا بھی نہیں ہو کہ محض کسی بدروح کی باتوں میں آ کر یہ سب کچھ کر گزرو گی۔"

گل باز خاں بول رہا تھا اور اِدھر میں فرہاد علی تیمور اپنا

سر کھجاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ میرے دشمن کتنے ذرائع اختیار کر رہے ہیں۔ کتنی دور سے یہ چالیں چلتے ہوئے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے چھوٹی موٹی چھچھوری حرکتیں کرنے لگا ہوں یا پھر ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے پیچھے کوئی بڑی بات سامنے آنے والی ہے جس کا مجھے بھی انتظار ہے۔

گل باز خاں کی ماں نے کہا "میری ہو ٹھیک کہتی ہے۔ اس کے دل میں کوئی میل نہیں ہے۔ نہ یہ تیرے خلاف ہے، نہ اپنے گھر کو آگ لگا سکتی ہے نہ اپنے جگر کے ٹکڑے کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اگر سننا چاہتا ہے تو سن، میرے دماغ میں بھی کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"کیا؟" گل باز خاں نے حیرانی سے ماں کو دیکھا۔

اس کی ماں نے کہا۔ "ہاں، کل رات کی بات ہے میں سو رہی تھی۔ اچانک میری آنکھ کھلی۔ کمرے میں گھپ تاریکی تھی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی آہستہ آہستہ بول رہا ہے میرے قریب سرگوشی کر رہا ہے۔ کمرے میں اتنی گہری تاریکی تھی جیسے میں قبر میں اتر گئی ہوں۔ مجھے بڑا ڈر لگ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا، "تم وادی ہو مگر اپنے پوتے کو دودھ میں زہر ملا کر پلاؤ گی، ضرور پلاؤ گی۔"

میں نے انکار میں سر ہلایا مگر بولنے کی سکت نہیں تھی، اور وہ کہہ رہا تھا "میں جانتا ہوں، تم دانستہ ایسا نہیں کرو گی لیکن میں تمہاری نادانستگی میں تم سے یہ کام کراؤں گا۔ تمہارے پوتے کے دودھ میں زہر ملواؤں گا۔"

گل باز خاں نے جھنجھلا کر کہا۔ "یہ سب بکواس ہے۔ تمہارے کمرے میں ضرور کوئی گھس آیا ہوگا۔"

"میں نے چیخ ماری تھی۔ اپنی بہو کو آواز دی تھی۔ آواز دیتے ہی وہ مردانہ آواز گم ہو گئی۔ پھر میری بہو کی آواز سنائی دی۔ اس نے بتی جلائی۔ ہم دونوں نے دیکھا، کمرے میں کوئی نہیں تھا، ایسا ہو نہیں سکتا کہ کوئی ہو اور بھاگ گیا ہو۔ اس ایک دروازے سے میری بہو داخل ہوئی تھی۔ پھر مکان کے باہر رات کو چار پہرے دار ہوتے ہیں۔ ان کی موجودگی میں کون آ سکتا ہے۔ مانا کہ دن کے وقت چار آدمی گھس آئے تھے لیکن انھوں نے دو پہریداروں کو گولی مار دی تھی تب وہ اندر آ سکے تھے۔"

گل باز خاں پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا پھر وہ باہر برآمدے میں آیا۔ اس نے کہا۔ "انسپکٹر! سمجھ میں نہیں آتا میں اپنی ماں اور اپنی بیوی کے باتیں کیسے جھٹلاؤں۔ بیوی کے خلاف کہہ سکتا ہوں عورت بھروسے کے قابل نہیں ہوتی لیکن میری ماں بھی عورت ہے۔ وہ جھوٹ کیوں بولے گی، مجھے دھوکا کیوں دے گی بد بیسے میری بیوی بھی فرماں بردار عورت ہے۔"

انسپکٹر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اس طرح تو ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ اگر کوئی دماغ میں آ کر بولتا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق عمل کراتا ہے تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔"

گل باز خاں نے اُسے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "دلاور خاں کا باپ بھی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا اور یہ تو ایک خیالی علم ہے، انسپکٹر! تم پروفیشنل آدمی ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہو۔"

انسپکٹر شہباز نے کہا۔ "آپ اسے خیالی علم کہہ رہے ہیں۔ دنیا کے بہت سے ممالک میں اس علم پر تحقیقات ہو رہی ہیں۔ اس علم کے قواعد اور طریقہ کار کا تعین کیا جا رہا ہے۔ لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ فرہاد علی تیمور بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ وہ بڑے بڑے سنگین معاملات میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ پھر وہ اپنے ہی ملک میں آ کر ہمارے جیسے عام لوگوں کے دماغوں سے کھیلنا کیوں پسند کرے گا۔ کیوں اپنا وقت ضائع کرے گا؟"

میں نے خیال خوانی ختم کر دی اور سوچنے لگا۔ کیا میں واقعی وقت ضائع کر رہا ہوں؟ انسپکٹر شہباز کہہ رہا تھا، "فرہاد علی تیمور بین الاقوامی شہرت رکھتا ہے۔ وہ پاکستان آ کر عام آدمی کے دماغ سے کیوں کھیلے گا؟" اس انسپکٹر کی بات کا جواب تو یہ ہے کہ پاکستان کا عام آدمی بھی میری نظروں میں عام نہیں ہے۔ یہاں کا ایک ایک کسان، ایک ایک مزدور، ایک ایک ہنرمند میری نظروں میں اہم ہے کہ یہ وہ ہوں تو پاکستان نہ ہو، کیونکہ گھر والوں سے گھر کا نام ہوتا ہے، گھر کی شان ہوتی ہے، گھر کا وقار بڑھتا ہے۔ میں غیر ممالک میں کسی کے دماغ میں پہنچتا ہوں تو وہ میری آمد کو اپنے لیے بہت بڑا اعزاز سمجھتا ہے اور میں پاکستان کے کسی بھی شخص کے دماغ میں پہنچتا ہوں تو اسے اپنے لیے بہت بڑا اعزاز سمجھتا ہوں۔

انسپکٹر شہباز کا خیال تھا کہ میں یہاں آ کر اپنا وقت ضائع نہیں کروں گا۔ بیشک میں وقت ضائع نہیں کر رہا تھا گمراہ ہونے والے ایک ایک پاکستانی کے دماغ کے ذریعے اس بہت بڑے گیم کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا جو میرے انجانے دشمن چاروں طرف سے بیک وقت کھیلنے میں مصروف تھے۔ ابھی تک اتنی باتیں سمجھ میں آئی ہیں کہ یہ تمام انجانے کھلاڑی کسی بھی معاملے میں مجھے اور میری ٹیلی پیتھی کو ملوث کرنا چاہتے ہیں، وہ جو بھی جرم کرنا چاہتے ہیں یا کسی بین الاقوامی سازش میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں، اُن تمام سازشوں کا الزام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر عائد کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے انھوں نے یہ..... چھوٹا سا گیم شروع کیا ہے اور اُسے ایک جگہ لا کر دھماکا کرنا چاہتے ہیں۔

کوئی بات نہیں، جب دھماکا ہو گا تو دیکھا جائے گا۔ ابھی تو میں قارئین کے سامنے یہ وضاحت کر دوں کہ وہ زہریلا دودھ اس بچے تک کیسے پہنچ رہا تھا۔ بظاہر یقین ہو رہا تھا کہ یہ ٹیلی پیتھی کے نتیجے میں ہو رہا ہے۔ اگر میں نے اور رسوئی نے ٹیلی پیتھی کا علم استعمال نہیں کیا تو شاید کوئی تیسرا اس میدان میں آ گیا ہے لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

قصہ یوں ہے کہ اس واقعے سے ایک دن پہلے گل جاذ اپنے میکے میں تھی۔ رات کو اپنے کمرے میں تنہا سو رہی تھی۔ اچانک آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلتے ہی کسی نے اس کے منہ پر سختی سے ہاتھ رکھ دیا۔ وہ ہاتھ اتنا سخت اتنا مضبوط تھا کہ وہ اسے ہٹا سکتی تھی نہ چیخ مار سکتی تھی۔ پھر سرگوشی میں پوچھا گیا "کیا تم مجھے آواز سے پہچان سکتی ہو یا اتنے دنوں میں بھول گئی ہو؟"

گل جاذ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے منہ دبانے والے شخص کو دیکھا۔ وہ اپنے چہرے پر سے کپڑا ہٹا رہا تھا۔ اس کے سامنے دلاور خان کھڑا تھا۔ سرگوشی میں کہہ رہا تھا "تمہیں اپنے بچے سے بڑی محبت ہو گی، اس لیے آواز نکالنے کی حماقت نہ کرنا۔"

اس نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور فوراً ہی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ آہستگی سے بولی "تم زندہ ہو لیکن خانخاناں کہہ رہا تھا، تمہیں گولی مار دی گئی ہے۔"

"اس کے ایسا کہنے کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ تمہارے دل و دماغ سے میری محبت نکل جائے۔"

وہ عاجزی سے بولی۔ "میں پرائی ہو چکی ہوں۔ ایک بیوی کی حیثیت سے اپنے خاوند کی وفادار ہوں۔ اس کے لیے جینا چاہتی ہوں، اس کے لیے مرنا چاہتی ہوں۔"

"میں تم سے دوبارہ محبت کرنے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ تمہیں یاد ہے جب تمہارا یہ بیٹا پیدا ہونے والا تھا تو میں نے اسے گولی نہیں ماری تھی۔ جانتی ہو کیوں؟"

"ہاں میں نے کہا تھا، یہ صرف تمہارے دشمن ہی کا نہیں، میرا بھی ہونے والا بچہ ہے۔ اس پر تم نے چھوڑ دیا تھا۔"

دلاور نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "جب تم اپنے شوہر کی وفادار ہو، میری کوئی نہیں ہو تو پھر تمہاری خاطر میں اس بچے کو کیوں چھوڑ دیتا؟"

گل جاذ نے حیرانی سے پوچھا۔ "پھر؟"

"میں اسے زندہ رکھنا چاہتا تھا تاکہ تمہارا شوہر میرے ہاتھوں لمحہ لمحہ مرتا رہے۔"

"تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

"ابھی سمجھ لو گی۔ صرف ایک فیصلہ کرو۔ اپنے شوہر کی زندگی چاہتی ہو یا اپنے بیٹے کی؟"

اس نے فوراً ہی پلٹ کر اپنے بیٹے کو اٹھا لیا۔ سینے سے لگا کر بولی۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ مجھے دونوں کی زندگی عزیز ہے۔"

"میں ایک کی بات پوچھ رہا ہوں۔"

وہ انتہائی آمیز لہجے میں بولی۔ "خدا کے لیے مجھے ماڑ ڈالو لیکن دونوں کو بخش دو۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "میں تمہیں کبھی پھول کی چھڑی سے بھی نہیں مار سکتا۔ ہاں تمہاری خاطر ان دونوں کو بخش سکتا ہوں۔"

"سچ؟" وہ خوش ہو کر بولی۔

"ہاں، لیکن مجھے یہ بتاؤ، میں اپنے باپ کے خون کا بدلہ کیسے لوں؟ کیا تمہارے شوہر کو اس کی ذرا سی بھی سزا نہیں ملنی چاہیے؟"

"دنیا کے ہر مجرم کو سزا ملنی چاہیے لیکن ایک التجا ہے، میرا سہاگ سلامت رہے، میرا بچہ سلامت رہے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، تمہارا بچہ سلامت رہے گا اور تمہارا سہاگ بھی لیکن میں جو کہوں، وہ تمہیں کرنا ہو گا۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارے شوہر سے وہ سب کچھ چھین لینا چاہتا ہوں جس پر میرا حق ہے۔ وہ میرے باپ کی دولت اور جائداد سے اتنا بڑا آدمی بن گیا ہے۔"

"تم ایسا کرو گے تو میں اعتراض نہیں کروں گی۔ تمہارے راستے میں نہیں آؤں گی۔"

"میں تمہارے شوہر کے خلاف جو سازش کروں گا تم اس میں میرے ساتھ شریک ہو گی۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ نہیں دلاور! تم مجھے اس معاملے سے الگ رکھو۔"

"تمہارے بغیر میرا کام نہیں بنے گا۔ یاد رکھو، تمہارا

بیٹا اس روز میرے رحم و کرم پر تھا۔ دُنیا میں آنے سے پہلے ہی مرنے والا تھا مگر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آج بھی یہ میرے ہاتھوں سے دور نہیں ہے۔ تم اسے سینے سے لگا کر چھپا لو۔ اپنی ممتا کا لاکھ واسطہ دو، مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا میں انھی گولی مار دوں گا۔"

وہ گڑگڑا کر بولی "نہیں نہیں، تم ایسا نہیں کر سکتے خدا کے لیے ایسا کبھی نہ کرنا۔"

"آہستہ بولو، دوسرے کمرے میں آواز جائے گی کوئی ادھر آئے گا تو میں اپنا مقصد پورا کیے بغیر تمھارے بچے کو ختم کر کے چلا جاؤں گا۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولی "تم کیا چاہتے ہو؟ کس طرح میرے شوہر کے خلاف سازش کرنا چاہتے ہو؟"

"میں نے یہاں آتے ہی معلوم کیا ہے، گل باز خاں بیٹے کو بہت چاہتا ہے۔ یہ اُس کے بڑھاپے کی اولاد ہے اور اکلوتا بیٹا ہے۔ میں اس کے ذریعے اسے ہشت زدہ کروں گا ـــــ یہ تاثر دوں گا کہ اس کے بیٹے کو ہلاک کرنے والا ہوں۔"

وہ آنسو بھرے لہجے میں بولی "تم اسے ہلاک نہیں کرو گے نا؟"

"میں تمھارے شوہر کی بات کر رہا ہوں۔ اس کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھانا چاہتا ہوں کہ نورو زمیرے رحم و کرم پر ہے اور میں کسی وقت بھی اسے ختم کر سکتا ہوں۔"

"میں ہر حال میں اپنے بچے کی سلامتی چاہتی ہوں۔ تم جو کہو گے وہ کروں گی۔"

"تو سنو، تم کل ہی گل باز خاں کے ہاں چلی جانا۔ میں کچھ چیزیں تمھیں دے رہا ہوں، انھیں سوچ سمجھ کر استعمال کرنا۔"

اس نے اپنے بیگ میں ہاتھ ڈال کر پہلے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی۔ اسے دکھاتے ہوئے کہا "اس میں چند گولیاں ہیں۔ کل رات کے کھانے یا کسی پینے کی چیز میں ایک گولی ملا کر اپنی ساس کو پلا دینا۔"

"کیا تم میرے ہاتھوں انہیں قتل کرانا چاہتے ہو؟"

"میری بات پوری طرح سنو۔ اسے کھانے سے وہ نہیں مرے گی۔ صرف اس کے اعصاب کمزور ہو جائیں گے۔ یہ بتاؤ جس کمرے میں تمھاری ساس سوتی ہے، اس کے پلنگ کا رُخ کس طرف ہے۔ کیا دروازے کی طرف سرہانہ ہے؟"

"ہاں، سرہانہ دروازے کی طرف ہے۔"

دلاور نے بیگ میں سے ایک چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اس میں کیسٹ لگا ہوا ہے۔ تم اس بٹن کو دباؤ گی تو کیسٹ سے میری آواز سنائی دے گی، آواز میں جو کچھ بھی ہے وہ تمھاری ساس کے لیے ہے۔ اس میں چند باتیں ریکارڈ کی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد کیسٹ خالی ہے۔ کیا تمھاری ساس کے کمرے میں تاریکی ہوتی ہے؟"

"ہم رات کو اندھیرا کر دیتے ہیں۔ روشنی میں نیند نہیں آتی۔ میرا بچہ بھی روشنی میں نہیں سوتا ہے۔"

"اس کیسٹ ریکارڈر کو اپنی ساس کے کمرے میں رات کے وقت لے جانا۔ پہلے یقین کر لینا، وہ سو رہی ہے۔ اس کے بعد تم اس کے سرہانے چپ چاپ اسے رکھتے ہی بٹن کو آن کر دینا۔ یہ دیکھو آن کرنے کا بٹن یہ ہے۔ میں بار بار سمجھا رہا ہوں، تم کوئی غلطی کرو گی اور میرا کام نہیں بنے گا تو سمجھ لینا میں اپنے وعدے سے پھر جاؤں گا اور تمھارے بیٹے کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

وہ اپنے بیٹے کو سینے سے اور زیادہ بھینچتے ہوئے بولی۔ "نہیں، میں کوئی غلطی نہیں کروں گی۔ میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں، تم جو کہہ رہے ہو وہی کروں گی۔"

"اب آگے سنو۔ جس رات تم یہ کیسٹ ریکارڈر اپنی ساس کے سرہانے رکھ دو گی، وہ یہ آواز سُن کر گھبرائے گی اور کسی کو بلانا چاہے گی تو سب سے پہلے تمھیں وہاں پہنچنا ہوگا۔ تاکہ کیسٹ ریکارڈر کو اپنے قبضے میں لے کر اسے کہیں چھپا سکو۔ اس کے بعد تم روشنی کر کے اپنی ساس کو تسلیاں دے سکتی ہو۔"

"میں یہی کروں گی۔"

"تمھیں اور بہت کچھ کرنا ہے۔ کل رات میری ہدایات پر عمل کرنے کے بعد دوسرے دن میرے چار مسلح آدمی تمھارے گھر میں گھس آئیں گے۔ اگر پہرے دار ہوں گے تو اُن کا مقابلہ کریں گے۔ تم انجان بنی رہنا۔ وہ زنان خانے میں آ کر تمھارے بچے کو چھین لیں گے۔ دو چار باتیں دھمکی آمیز لہجے میں کہیں گے۔ اس کے بعد بچے کو واپس کر کے چلے جائیں گے۔"

وہ گھبرائی ہوئی تھی۔ سہمے ہوئے انداز میں بولی "میں کیسے یقین کروں، وہ مسلح ہوں گے۔ میرے بچے کو چھین لیں گے۔ پھر وہ واپس کیوں کریں گے؟"

"اس لیے کہ وہ میرے آدمی ہوں گے۔ میری مرضی کے بغیر تمھارے بچے کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ وہ میرے کہنے کے مطابق اسے چھینیں گے، پھر واپس کر دیں گے۔ کیا تم مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟"

وہ ہاں، ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگی۔

"اب آگے سنو۔ وہ تمھارے بچے کو واپس کر کے چلے جائیں گے پھر اُسی شام تم اُس کے دودھ میں زہر ملا دینا۔"

گل جانہ کی اُوپر کی سانس اُوپر رہ گئی۔ وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں، تم کتنے ظالم ہو۔ ایک ماں کو اس کے بچے کے دودھ میں زہر ملانے کے لیے کہہ رہے ہو۔"

"تم بکواس کر دی یا پوری بات سنو گی یا بے وقوف عورت، میں تمھارے بچے کو مارنا چاہوں تو یہ میرے لیے کیا مشکل ہے؟"

وہ قائل ہو کر بولی "مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں تم پر بھروسہ کرتی ہوں، پوری طرح اعتماد کرتی ہوں۔ بولو، میں سُن رہی ہوں۔"

دلاور نے اپنی جیب سے کاغذ کی ایک چھوٹی سی پرچی نکالی اور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "دودھ میں زہر ملانے کے بعد فیڈر میں پنسل لگا دو گی۔ اس پنسل میں اس پرچی کو پھنسا دینا۔ اس میں لکھا ہوا ہے "یہ دودھ زہریلا ہے۔" اس طرح تم اپنے شوہر کو اور پولیس کو یہ بیان دے سکو گی کہ زہریلا دودھ بچے تک نہیں پہنچ سکا۔ اس سے پہلے ہی تم نے یہ پرچی پڑھ لی تھی۔"

گل جانہ نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی اور اُسے عقیدت سے دیکھتے ہوئے کہا "میں تمھیں غلط سمجھ رہی تھی۔ جب وہ لوگ میرے بچے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اور مجھ سے چھین کر واپس کر دیں گے۔ جب وہ زہریلا دودھ بچے تک نہیں پہنچ سکے گا تو میں تمھارے ہر حکم کی تعمیل کروں گی۔"

"پولیس والوں کے یا اپنے شوہر کے سامنے بیان دیتے وقت تم یہ تاثر دو گی کہ تمھارے دماغ میں کوئی بولتا ہے اور منفی انداز میں بولتا ہے۔ تمھیں اس گھر کو آگ لگانے اور بچے کو لے کر بھاگنے پر مجبور کرتا ہے اور تم انکار کرتی رہتی ہو۔"

"میں یہ سب کہوں گی لیکن اس کا فائدہ کیا ہے؟"

"جو کہہ رہا ہوں وہ کرتی جاؤ۔ تمھارا شوہر جتنا زیادہ دہشت زدہ ہوگا اتنا ہی تمھارے بچے کی زندگی محفوظ رہے گی۔ مختصر الفاظ میں یہ سمجھ لو، جب تک میری آلۂ کار بنی رہو گی تمھارا بچہ زندہ سلامت رہے گا۔"

یہ تمام باتیں سمجھا کر وہ وہاں سے چلا گیا اور گل جانہ اسی کے مطابق عمل کرتی رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بچے کو ہلاک نہ کرنے کی واردات کے باعث تفتیش کرنے والوں کا دھیان ٹیلی پیتھی کی جانب مبذول ہونے لگا۔

دلاور خان اپنے منصوبوں پر عمل کر رہا تھا اور کامیاب ہوتا جا رہا تھا۔ اس وقت وہ ایک بڑے سے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ چار آدمی اور تھے۔ اُن میں سے ایک ذرا عمر رسیدہ تھا۔ اس کا نام فردوس مراد تھا۔ بہرام علی ٹیرر ٹریننگ سینٹر سے جو ٹیم صوبہ سرحد میں پہنچی تھی، فردوس مراد اس ٹیم کا لیڈر تھا۔ وہ تعلیم یافتہ بھی تھا، اور دوسروں کے مقابلے میں ذہین تھا۔ وہاں اس کے اور دلاور خان کے علاوہ جو تین جوان تھے، ان میں سے ایک کا نام بارُو خان اور دوسرے کا نام طمنچہ خان تھا۔ تیسرا شمشاد بونا تھا۔ وہ قد میں چھوٹا تھا۔ اس کے ساتھی اکثر اُسے چھیڑتے ہوئے کہتے تھے۔ بلند و بالا پہاڑوں میں رہنے والے پٹھان ایسے ناٹے نہیں ہوتے۔ تم کس پہاڑ کی چوٹی سے گرے تھے کہ گرتے گرتے گھستے گھستے اتنے چھوٹے ہو گئے۔ سب اُسے بونا کہتے تھے۔

فردوس مراد نے کہا "دلاور خان! ہمارا منصوبہ یہاں تک کامیاب رہا ہے۔ گل باز خاں پوری طرح دہشت زدہ ہو چکا ہے ـــــ اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ ہم ہر طرح سے اس کے بچے کے پاس پہنچ سکتے ہیں۔ خواہ اُسے کسی پاتال میں بھی چھپا دیا جائے۔ یہ تاثر بھی دے دیا گیا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہاں تک پہنچ سکتے ہو۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "وہ کبھی یقین نہیں کریں گے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ اُن کا دھیان فرہاد علی تیمور کی طرف جائے گا۔"

فردوس مراد نے کہا "ہمارے باس کی پلاننگ یہی ہے۔"

شمشاد بونے نے کہا "اُستاد! کیوں بے چارے فرہاد کو بدنام کرتے ہو؟ اس نے ہمارا کیا بگاڑا ہے کہ ہم اس کا بگاڑے جا رہے ہیں؟"

بارد دخان نے کہا "تمھارے قد کی طرح تمھاری عقل بھی چھوٹی ہے۔ بچوں کو بڑوں کے بیچ میں نہیں بولنا چاہیے۔"

اس بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔

فردوس مراد نے پوچھا "تمھاری وہ گل جانہ تمھارے تیسرے منصوبے پر عمل کرے گی؟"

"ہاں، اس نے اب تک اپنی ساس کو وہ دو گولیاں کھلا دی ہوں گی۔ اس بڈھیا کے اعصاب زیادہ کمزور ہو جائیں گے۔ وہ بوجھل رہے گی۔ ایسے میں گل جانہ اس کے

قریب بیٹھ کر یہ تاثر دیتی رہے گی کہ ساس کے دماغ میں کوئی پہنچ گیا ہے اور اسے کمزور بنا رہا ہے۔ کوئی اس کے دماغ میں بول رہا ہے۔ شاید اُس کے پوتے کو کسی دوسری طرح مار ڈالنے کی دھمکی دے رہا ہے۔ اپنے پوتے کے مرنے کی بات سُن کر وہ اور زیادہ بدحواس ہو جائے گی۔ جب ان گولیوں کا اثر ختم ہو جائے گا اور وہ اپنا بیان دے گی تو یہ سب ٹیلی پیتھی کی کارستانی سمجھی جائے گی۔"

"کل صبح تک گل باز خاں مردان سے واپس پشاور آئے گا تم پھر اسے فون کرو گے۔"

"مجھے کیا کہنا چاہیے؟"

فردوس مراد نے ڈائری کھولتے ہوئے کہا۔ "باس نے کہا تھا، جب وہ پوری طرح ہماری گرفت میں آجائے گا تو ہم اپنا سامان یہاں سے اس کے ٹرکوں میں اسمگل کرائیں گے۔"

میں فردوس مراد کے دماغ سے معلوم کر چکا تھا، اُن کا باس وہی مائیکل شوف تھا جس سے میری ملاقات ہو چکی تھی اور جس کی پلاسٹک کے مطابق میں اسپتال میں پڑا ہوا تھا۔ یعنی مائیکل شوف کی وہ ٹیم جو ہمارے ساتھ آئی تھی، سندھ میں تھی۔ دوسری ٹیم سرحد میں کام کر رہی تھی۔ اس نئے ٹیم کے لیڈر فردوس مراد کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ صرف ایک گلباز خاں ہی نہیں بلکہ وہاں جو ٹرانسپورٹرز بھی اسمگلنگ کے دھندوں میں ملوث ہیں، ان سب کو کسی طرح بلیک میل کیا جائے۔ ان کی کمزوریوں سے کھیلا جائے اور اُنھیں اس طرح مجبور کیا جائے کہ اُن کے ذریعے اپنا سامان ملک کے ایک حصّے سے دوسرے حصّے تک پہنچایا جا سکے۔

یہ تو اسمگلنگ والی بات تھی لیکن اُنھیں اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ وہ جو بھی چال چلیں، جو بھی سازش کریں، اس کے پیچھے ایسے نشانات چھوڑ دیں جن کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر شبہ ہوتا رہے۔

آیئے، اب ہم لاہور چلتے ہیں۔ میں مائیکل شوف کے ذریعے بیگم رعونت جہاں عرف رعونہ کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ جیسا اس کا نام ہے ویسی ہی وہ رعونت والی ہے۔ اس کے پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات کے مطابق ظاہر ہوتا تھا کہ وہ پاکستان کے ایک ارب پتی صنعت کار کے بڑے صاحب زادے رانا حیات محمد خاں کی بیوی تھی لیکن اس کے ساتھ بڑا المیہ ہوا تھا۔ شادی کی رات رانا حیات محمد خاں اچانک چل بسا تھا۔ جس کے بعد رعونت جہاں عرف رعونہ کو منحوس قرار دے دیا گیا۔ رانا حیات کے خاندان والوں نے اُسے بہو کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا۔ وہ دل برداشتہ ہو کر برطانیہ چلی گئی۔ وہاں انکشاف ہوا کہ اُس کا وہ شوہر جو سہاگ رات کو ہی مر گیا تھا، اُس نے شادی سے پہلے رعونت جہاں کے نام کم از کم ایک کروڑ کے ہیرے جواہرات اور پچاس لاکھ روپے نقد چھوڑے تھے۔ رعونت جہاں نے اس دولت سے ایک بہت بڑی کمپنی میں شیئر خرید لیا تھا جس کے نتیجے میں اس کی دولت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ رانا حیات محمد خاں کے خاندان والوں نے اُسے بہو تسلیم نہیں کیا تو وہ دو کوڑی کی نہیں رہی تھی۔ بے حد حسین تھی، بے حد اسمارٹ اور پُرکشش تھی۔ کوئی بھی اُس کے آگے دل ہار سکتا تھا لیکن وہ دولت والے کو ڈھونڈ رہی تھی۔ ایک ملا تھا جو شادی کی رات مر گیا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ ایک ایجنٹ کے ہتھے چڑھ گئی۔ اس نئے اُسے بہرام علی ٹیرر ٹریننگ سینٹر پہنچا دیا۔ تین برس تک مکمل تربیت حاصل کرنے کے بعد وہ لندن پہنچائی گئی۔ وہاں اس کے حق میں ایسے کاغذات تیار کیے گئے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ رانا حیات محمد خاں نے شادی سے پہلے ہی رعونت جہاں کے نام نقد رقم کے علاوہ بیش قیمت ہیرے جواہرات چھوڑے تھے۔ اب اس کے مطابق وہ ایک دولت مند خاتون بن کر پاکستان واپس آئی تھی۔ لاہور اُسے بے حد پسند تھا اس لیے اسی شہر میں قیام کر رہی تھی۔ ورنہ اس کا ٹارگٹ وہ اہم سرکاری افسر تھے جو حکومت کے اہم شعبوں میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔

جب میں رعونت جہاں کے دماغ میں پہنچا تو اُس وقت وہ نہایت ہی قیمتی ایئر کنڈیشنڈ کار سے اُتر رہی تھی۔ ایک بہت بڑی کوٹھی دُلہن کی طرح سجی ہوئی تھی۔ بڑے آدمیوں کی بڑی پارٹی کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس پارٹی میں رعونت جہاں جیسی بڑی دولت مند عورت کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس کے حُسن اور امیرانہ شان و شوکت کا اتنا چرچا کیا گیا تھا کہ سبھی اُسے ایک نظر دیکھنے کے لیے بیقرار تھے۔

جب وہ اپنی کار سے باہر نکلی تو سب اُسے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ ان کا خیال تھا، اتنی دولت مند عورت ہیرے جواہرات پہن کر، بہت بن سنور کر آئے گی لیکن وہ بالکل سادہ تھی۔ ایک زیور بھی اس کے بدن پر نہیں تھا۔ اس نے نہایت ہی سادہ سا لباس پہنا ہوا تھا اور اس سادہ سے لباس میں اس کا حُسن جوبن غضب ڈھا رہا تھا، وہ لوگوں کے ردِعمل سے ظاہر تھا۔ وہ اسے اس طرح دیکھنے لگے تھے

کہ استقبالیہ انداز میں میزبان بھی آگے بڑھنا بھول گیا تھا۔

وہ میزبان ایک بہت ہی اہم شعبے کا ایک اہم اعلیٰ عہدے دار تھا۔ ہمارے ہاں اکثر چہرہ دیکھ کر یا اس کا نام دیکھ کر اسے اعلیٰ عہدہ دے دیا جاتا ہے، قابلیت نہیں دیکھی جاتی۔ اس کا نام عالی جناب تھا اور اپنے عہدے کے لیے یہ نام بالکل ایسا ہی تھا جیسے وہ پیدا ہوتے ہی اس عہدے کے لیے عالی جناب بن گیا ہو۔

رعونت جہاں کے لیے اس کی لیڈی باڈی گارڈ سرداراں نے کار کا دروازہ کھولا تھا۔ سرداراں یوں تو ایک اچھی خاصی عمر کی عورت تھی۔ یعنی اس کا جسم عورت کا تھا، لیکن کردن سے اُوپر، چہرہ کسی قصائی کا لگتا تھا۔ بارہ برس پہلے وہ اپنے خاوند کو قتل کر کے جیل میں پہنچ گئی۔ ایک برس تک مقدمہ چلتا رہا۔ اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ مل سکا، نہ ہی کسی نے گواہی دی۔ نتیجۃً وہ رہا کر دی گئی۔ پھر چھ ماہ بعد ایک غیر ملکی اسمگلر کو قتل کرنے کے الزام میں اسے گرفتار کیا گیا۔ اس بار وہ ملتان سینٹرل جیل میں رہی۔ وہاں جیلر کے سامنے تن کر سینے پر ہاتھ مار کر کہتی تھی "میں لاہور جیل میں رہ چکی ہوں۔ ملتان میں زیادہ نہیں رہوں گی۔ یہاں کی آب و ہوا مجھے راس نہیں آتی۔"

ایک ہفتے کے اندر ہی سپاہی جیسے اس کے مرید ہو گئے تھے۔ پتا چلا، اندر لنے کی چیزیں آتی ہیں۔ عورتوں کی جیل میں جن سپاہیوں کی ڈیوٹی ہوتی ہے، ان کی جیبیں گرم رہتی ہیں اور عورتیں تو اس سے اس طرح سہمی رہتی تھیں جیسے اُن کے درمیان بھوکے بھیڑیے سے ایک مرد چلا آیا ہو۔ وہ مرد ولد کی طرح بولتی تھی۔ مردانہ وار لڑتی تھی۔ کوئی قیدی عورت زنانہ وار لڑنے آتی تو اسے اس طرح دبوچتی کہ وہ شکست تسلیم کر لیتی تھی۔

دو برس کے بعد ہی مقدمہ ختم ہو گیا۔ ایک تو مقتول غیر ملکی اسمگلر تھا، غیر قانونی طور پر پاکستان آیا تھا پھر جہاں قتل کی واردات ہوئی تھی وہاں سرداراں دیکھی گئی تھی لیکن اس کا کوئی چشم دید گواہ نہیں تھا۔ جس نے یہ بیان دیا تھا کہ سرداراں جائے واردات پر دیکھی گئی ہے، وہ ان دو برس کے عرصے میں مر چکا تھا۔ لہٰذا وہ پھر بری کر دی گئی۔ سرداراں نے چوری کرنے، قتل کرنے، باہر کی آزاد دنیا میں رہ کر اسمگلنگ کرنے، جیل میں رہ کر باہر کا مال امپورٹ کرنے، جیل کی اہم خبریں، اہم پیغامات ایکسپورٹ کرنے کے جو بڑے بڑے ریکارڈ قائم کیے تھے ان کے پیشِ نظر وہ مین الاقوامی مجرموں کی نظروں میں آ گئی تھی۔ تقدیر اور حالات نے اُسے بہرام علی ٹیرر ٹریننگ سینٹر میں پہنچا دیا۔ جہاں وہ رعونت جہاں کو دیکھتے ہی اس پر ہزار جان سے فدا ہو گئی۔

رعونہ پہلے اس سے گھبراتی تھی، کتراتی تھی۔ سرداراں کہتی تھی "میں دُشمنوں کے لیے دشمن ہوں۔ دوست کے لیے دوست جسے پسند کر لیتی ہوں اُسے بڑی محبت سے گرفتار کر لیتی ہوں۔"

یہی ہوا۔ رفتہ رفتہ رعونہ اس سے متاثر ہوتی چلی گئی۔ پھر اتنی گہری سہیلی بن گئی کہ رات دن دونوں ساتھ رہنے لگیں۔ ساتھ کھانا، ساتھ رہنا، ساتھ ٹریننگ لینا۔ کبھی سرداراں ٹی۔ ٹی سینٹر کے کسی مشن پر سینٹر سے باہر جاتی تو وہ بے چین ہو جاتی تھی۔ بار بار دروازے کی طرف آ کر اس کی راہ تکتی تھی۔ اس کے بغیر نہ اُسے بھوک لگتی تھی، نہ نیند آتی تھی۔ اس کے بس میں ہوتا تو وہ کبھی سرداراں کے ساتھ کسی مشن پر مزور جاتی لیکن دونوں میں بڑا فرق تھا۔ سرداراں مردوں کے انداز میں کسی مہم میں شریک ہوتی تھی۔ کسی کو قتل کرنا اس کے لیے ایسا ہی تھا جیسے اس نے چیونٹی کو انگلیوں میں مسل ڈالا ہو۔ اس کے برعکس رعونت جہاں عرف رعونہ نازک اندام تھی، چونکہ ذہین اور تعلیم یافتہ تھی اس لیے اپنی ذہانت اور علمی قابلیت کے مطابق سازشوں کے جال بچھانے کی تربیت حاصل کر رہی تھی۔ بہرحال ٹریننگ کے اختتام پر رعونہ کی ولی مراد بر آئی۔ فیصلہ یہ ہوا کہ رعونہ ایک دولت مند بیوہ کی حیثیت سے رہے گی اور سرداراں اس کی باڈی گارڈ کے طور پر اس کے ساتھ رہے گی جہاں دماغ کو کام میں لانا ہو گا وہاں رعونہ اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرے گی اور جہاں ہنگامہ آرائی اور قتل و غارت گری کی بات ہو گی وہاں سرداراں کام آئے گی۔

اسی منصوبے کے مطابق سرداراں نے ایک باڈی گارڈ کی حیثیت سے رعونہ کے لیے دروازہ کھولا تھا اور وہ کار سے نکل کر جس انداز میں جلوہ گر ہوئی تھی، وہ جلوہ گری لوگوں کو محوِ حیرت کر دینے اور دیدار میں گم کر دینے کے لیے کافی تھی سب سے پہلے رعونت جہاں کے سیکرٹری نے عالی جناب سے مصافحہ کرتے ہوئے ہولے سے کہا۔ "یہی ہماری مالکہ رعونت جہاں ہیں۔"

اس نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے استقبالیہ انداز میں کہا۔ "آپ میری خوشیوں میں شریک ہونے آئی ہیں۔ آپ کی تشریف آوری نے میری خوشیوں کو دوبالا کر دیا ہے۔ آیئے تشریف لایئے۔"

رعونہ اسے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے اُس کی شخصیت

سے متاثر ہو رہی ہو۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کیا آپ ہی عالی جناب ہیں؟"

"جی ہاں، اسی خاکسار کو عالی جناب کہتے ہیں۔"

اس تقریب میں بڑے بڑے سرمایہ دار اور مختلف شعبوں کے اعلیٰ افسران شریک ہوئے تھے۔ عالی جناب کو اپنے اعلیٰ رُتبے کا پورا خیال رکھنا تھا۔ اس لیے وہ محبوبہ آرعونت جہاں سے زیادہ قریب نہیں رہ سکتا تھا لیکن تقریب کے دوران اس کا سارا دھیان اسی کی طرف تھا۔ وہ کسی سے بات کرتا تو بے اختیار کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ چار چھ معزز مہمانوں سے رسمی گفتگو کرنے کے بعد ایک بار ضرور رعونہ کے پاس پہنچتا تھا اور کہتا تھا، یہاں کسی طرح کا تکلف نہ کرنا، اس گھر کو اپنا سمجھو۔ یہ گھر بھی تمھارا ہے۔ ہم بھی تمھارے ہیں۔"

کبھی پھر گھوم پھر کر آتا ... اور کہتا۔ "میرے لائق کوئی خدمت ہو تو اپنا سمجھ کر جب چاہو چلی آؤ۔ میں اپنے سیکرٹری کو تاکید کر دوں گا۔ تم اپنا نام بتا دو گی، وہ فوراً ہی مجھ سے رابطہ قائم کرا دے گا۔"

جب مہمان رُخصت ہونے لگے تو رعونہ نے بھی اجازت چاہی۔ عالی جناب نے افسردگی سے کہا۔ "یوں لگتا ہے جیسے خواب میں آئی ہو اور خواب میں چلی جاؤ گی۔ آنکھ کھلے گی تو تمھارے بارے میں سوچتا رہ جاؤں گا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ اس کی ہنسی میں ترنم تھا۔ سُننے والوں کے کانوں میں چاندی کی گھنٹیاں بجنے لگتی تھیں۔ وہ سرگوشی کے انداز میں بولا۔ "کل تمہیں فرصت ہو تو ...؟"

وہ بھی آہستگی سے بولی۔ "آپ کا دعوتی کارڈ میرے ایڈریس پر آیا تھا۔ اس کا مطلب ہے، آپ کے سیکرٹری کے پاس میرا پتا اور فون نمبر وغیرہ موجود ہیں۔"

"پھر تو میں پہلی فرصت میں فون کروں گا۔"

وہ جھکی جھکی نظروں سے شرماتے ہوئے بولی۔ "اب تو فون کی ہر گھنٹی پر دل دھڑکنے لگے گا۔"

یہ کہتے ہی وہ رخ پھیر کر تیزی سے یوں کار کی طرف لپکی جیسے شرما گئی ہو۔ اس نے اپنے نازو انداز سے ظاہر کر دیا کہ محبت کی چوٹ کھا کر جا رہی ہے۔

دوسری طرف عالی جناب گم صم کھڑا ہوا اُسے جاتے دیکھتا رہا۔ وہ تقریباً پچاس برس کا تھا۔ بیٹے بہو، بیٹی داماد والا تھا۔ نواسے نواسیاں بھی تھیں۔ پوتے اور پوتیاں بھی۔ انسان کا بڑھاپا انہی رشتوں سے سہرا بھرا رہتا ہے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ بڑھاپے میں کوئی نوجوان عورت اس پر یوں پہلی نظر میں فریفتہ ہو جائے گی اور جب وہ ہو ہی گئی تھی تو بڑے عرصے بعد احساس ہوا کہ وہ اب تک خزاں رسیدہ عمر گزار رہا تھا۔ رعونہ جوانی کا سُرور پھونک کر چلی گئی تھی اور ساون کے اندھے کو ہری ہری سُوجھ رہی تھی۔

وہ اپنی قیمتی کار کی پچھلی سیٹ پر سرداراں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اور محسوس کر رہی تھی کہ سرداراں غصّے سے بھری ہوئی ہے۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر آہستگی سے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

سرداراں نے اس کے ہاتھ کو جھٹک کر غصّے سے کہا۔ "گھر چلو، بتاؤں گی۔"

وہ سہم کر بولی۔ "میں نے کوئی غلطی تو نہیں کی۔ وہی بار بار میرے پاس آ رہا تھا۔"

اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے سیکرٹری نے کہا۔ "سرداراں! تم جانتی ہو، ہم سب اپنی اپنی ڈیوٹی پر ہیں۔ رعونہ اپنی ڈیوٹی کے مطابق عالی جناب کو لفٹ دے رہی تھی۔ تم بُرا کیوں مان رہی ہو؟"

سرداراں کے منہ سے یوں آواز نکلی جیسے سانپ پھنکار رہا ہو۔ پھر وہ بولی۔ "اوئے تو چپ کر۔ اپنی ڈیوٹی سے باہر قدم نکالے گا تو اپاہج کر کے چھوڑوں گی۔"

وہ ایک دم سے پلٹ کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم بہت اوور ہوتی جا رہی ہو۔ میں ابھی جا کر مائکل شوف سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس مشن میں رعونہ کے ساتھ یا تو تم رہو گی یا میں۔"

وہ حقارت سے بولی۔ "ارے جا جا، تو مائکل شوف کو اپنا باپ بنالے گا تب بھی وہ جانتا ہے، یہ میرے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

سیکرٹری نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھا کر ہتھیلیاں پھیلائیں۔ اس کے پنجے اتنے بڑے اور مضبوط نظر آ رہے تھے کہ اس کی گرفت میں آنے والا خود کو شاید چھڑا نہ پاتا۔ وہ بولا۔ "دیکھ سرداراں! تو عورت ہے مگر مرد بننے کی کوشش کرتی ہے۔ مرد کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اسے وقت بے وقت غصہ نہیں آتا۔ وہ بڑی سنجیدگی اور متانت سے معاملے کو نمٹانا چاہتا ہے۔ بڑی مجبوری کی حالت میں نیچے لڑانا ہے۔ اگر تو سمجھدار ہے تو میرا اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔"

سرداراں اسے غرا کر دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ کار سے اُتر کر وہ غصّے میں بھری ہوئی تیزی سے چلتی ہوئی اندر چلی گئی۔ جب رعونہ اندر ڈرائنگ روم میں پہنچی تو وہ وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے تحکمانہ انداز میں کہا

"اِدھر آؤ۔"

یہ حکم دیتے ہی وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ رعونہ سہمے ہوئے انداز میں اُس کمرے کی طرف جانے لگی۔ سیکرٹری اسے ہمدردی اور تشویش سے دیکھ رہا تھا۔ وہ جیسے ہی دوسرے کمرے کے دروازے پر پہنچی، سرداراں نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اندر کھینچ لیا پھر دروازے کو بند کر دیا۔ وہ لرزتی ہوئی بولی۔ "میری اچھی سرداراں! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

وہ بالوں کو زور سے جھٹکا دے کر بولی۔ "فضور کی بچی، وہ اتنی دیر تک بکواس کرتا رہا اور تو سنتی رہی، وہاں سے ہٹ نہیں سکتی تھی؟"

"میں اس مشن کا سب سے اہم رول ادا کر رہی ہوں۔ اسے پھانسنے کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔"

تڑاخ سے اُس کے منہ پر طمانچہ پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گئی۔

وہ رونے لگی۔ مار کھانے اور اُس کا ظلم سہنے کے باوجود اُسے محبت سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "میں جانتی ہوں تو اپنی رعونہ پر اعتماد کرتی ہے۔ تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتی کہ میں کسی کے فریب میں آؤں گی۔ بس عادت سے مجبور ہے تو مارتی ہے اور میں مار کھا لیتی ہوں۔"

وہ آگے بڑھی۔ یہ محبت سے سہم کر پیچھے ہٹنے لگی۔ اُس نے غراتے ہوئے کہا۔ "ہاں، میں تجھ پر اعتماد کرتی ہوں۔ تجھے پہلے بھی سمجھا چکی ہوں۔ پھر سمجھاتی ہوں، اپنے شکار کو صرف محبت کا فریب دینا۔ خود فریب میں آئے گی اور مجھے پتا چلے گا تو پھر جانتی ہے کہ سرداراں کس طرح انسانی ہڈیوں سے گوشت چھڑا دیتی ہے۔"

اس نے اپنے سر کو جھکا لیا۔ سرداراں نے ایک صوفے پر بیٹھ کر اپنا پاؤں اس کی طرف بڑھایا۔ وہ زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کے کینوس شوز کے فیتے کھولنے لگی۔ دونوں جُوتے اتارنے کے بعد اس کے پاؤں کو ہولے ہولے دبانے لگی۔ سرداراں نے کہا۔ "میرے کالے جُوتے لے آؤ۔"

رعونہ نے چونک کر اُسے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "تم کہیں جاؤ گی؟"

"نہیں، جوتے لاؤ۔"

"پھر یہاں کیوں پہننا چاہتی ہو۔ یہاں تمہارا دشمن کون ہے؟"

"جو کہتی ہوں وہ کرو۔"

وہ سیاہ چرمی جوتے لانے کے لیے وہاں سے اُٹھ گئی اس کمرے کے باہر ڈرائنگ روم میں سیکرٹری اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ کبھی کبھی اُس بند دروازے کی طرف دیکھتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ رعونہ جیسی حسین عورت سرداراں جیسی بدصورت عورت سے خوف زدہ ہے۔ اس نے سوچا۔ "آخر لیڈی باڈی گارڈ کی کیا ضرورت ہے؟ میں بھی تو اس کا باڈی گارڈ بن کر رہ سکتا ہوں۔ پھر سرداراں کی بدتمیزی اور اس کا حقارت آمیز سلوک میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔"

وہ اپنے کمرے میں آیا۔ ٹرانسمیٹر نکال کر مائکل شوف سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو، میں بیگم رعونت جہاں کا سیکرٹری بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں عالی جناب ہوں، کیا تمہاری بیگم صاحبہ سو گئی ہیں؟"

"جی نہیں، ذرا ہولڈ آن کریں۔ ابھی آپ سے رابطہ قائم ہو جائے گا۔"

اس نے انٹرکام کے بٹن کو دبایا۔ دوسرے کمرے سے سرداراں کی غراتی ہوئی آواز سُنائی دی۔ "کیا بات ہے؟"

وہ نفرت سے بولا۔ "میں کسی کتیا کا جھوٹا کھانا پسند نہیں کرتا۔ رعونہ کو بتاؤ عالی جناب کا فون ہے۔"

اس نے انٹرکام کے بٹن کو آف کر دیا۔ پھر ریسیور کان سے لگا کر سُننے لگا۔ دوسرے کمرے سے رعونہ جمائی لیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "اللہ! آپ کون ہیں؟"

"میں ہوں، عالی جناب، شاید تم سونے جا رہی تھیں۔"

دوسرے ہی لمحے رعونہ نے چہک کر کہا۔ "آپ، آپ نے مجھے فون کیا ہے۔ اللہ میری نیند ہی اُڑ گئی۔ آپ یقین کریں جب سے آئی ہوں، رہ رہ کر فون کی طرف دیکھ رہی ہوں۔"

عالی جناب نے کہا۔ "میں کبھی خود ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل نہیں کرتا۔ پہلے سیکرٹری بات کرتا ہے، اس کے بعد مجھ سے رابطہ قائم ہوتا ہے۔ پہلی بار میں براہِ راست ریسیور اٹھا کر تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہمارے درمیان تمہارا سیکرٹری بھی نہ رہے۔ میں جب بھی رِنگ کروں، تمہاری ہی آواز سنائی دے۔"

وہ انجان بن کر بولی۔ "آخر میرے سیکرٹری کے ذریعے رابطہ قائم کرنے میں کیا قباحت ہے؟"

"ذرا سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں یہاں کی اہم شخصیتوں میں سے ایک ہوں۔ میری ذرا ذرا سی بات کو اخبار والے لے اُڑتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہمارا اسکینڈل بنے اور میری شخصیت مسخ ہو جائے۔"

"اچھا سمجھ گئی۔ آئندہ یہی ہو سکتا ہے کہ ..... مجھے پہلے بتا دیں کہ کب فون کریں گے۔ جو وقت مقرر ہو گا، میں سیکرٹری

سے کہہ دوں گی، اس وقت آنے والا کوئی بھی فون وہ ریسیو کرے، میں ریسیور اٹھاؤں گی۔"

رعونہ کے سیکرٹری نے آہستگی سے اپنا ریسیور رکھ دیا۔ وہاں سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں آیا پھر سوٹ کیس کھول کر اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ مائکل شوف سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں ہی دونوں کے درمیان کوڈ ورڈز کے ذریعے تعارف حاصل ہوا۔ پھر مائکل شوف نے پوچھا ۔۔۔ "آج کی پارٹی کا کیا رہا؟"

"ہم کامیاب رہے۔ عالی جناب ہماری رعونہ کا اسیر ہوگیا ہے۔"

"صرف اسیری سے کچھ نہیں ہوتا، اُسے دیوانہ بن جانا چاہیے۔"

"میں یہی کہنا چاہ رہا ہوں۔ رعونہ اس سے رُخصت ہو کر یہاں آئی ہے۔ مشکل سے چالیس منٹ گزرے ہیں۔ اس کے بعد عالی جناب نے پھر فون کیا ہے۔ میں نے چپکے سے اُن کی بات سُنی ہے۔ وہ رعونہ سے کہہ رہا ہے جب بھی وہ فون کرے تو ان کے درمیان ان کا کوئی سیکرٹری نہ ہو۔ براہِ راست گفتگو ہوا کرے۔ وہ بوڑھا پہلی ہی نظر میں چاروں شانے چت ہو چکا ہے۔ میں اس کامیابی کی خوشخبری سنانے کے علاوہ کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا ضروری بات ہے؟"

"ہاں، یہ سرداراں میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے مجھے چیلنج کیا ہے کہ مجھے اپاہج بنا دے گی۔ میں رعونہ کے سلسلے میں کچھ بولتا ہوں تو وہ کتیا کی طرح غرّانے لگتی ہے۔"

"سرداراں کو ہر حال میں برداشت کرو۔"

"اس میں ایسی کون سی خوبی ہے۔ وہ جاہل ہے۔ بدتمیز ہے، تہذیب سے اُس کا واسطہ نہیں ہے۔ اگر وہ لڑنے میں کچھ زیادہ ہی تیزی دکھاتی ہے تو میں اس سے زیادہ تیزی دکھا سکتا ہوں۔"

"ہم جانتے ہیں، تم کسی سے کم نہیں ہو۔ ہمارے ٹریننگ سینٹر میں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں، لیکن ہم دو باتوں کو پیشِ نظر رکھ کر سرداراں کو رعونہ کے ساتھ رکھتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ عورت کا حُسن ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ رعونہ کی جو خاصیت ہمیں کو اس کی طرف کھینچتی ہے، وہ یہ کہ شادی کی رات ہی وہ بیوہ ہوگئی تھی۔ یہ بات ایسی ہے کہ دل پھینک حضرات اسے دیکھ کر آہیں بھرتے ہیں۔"

سیکرٹری نے کہا۔ "میں ان نفسیاتی حربوں کو سمجھتا ہوں۔ میں صرف سرداراں کی بات کر رہا ہوں۔"

"جہاں تک سرداراں کا تعلق ہے تو تمہیں شہر لاہور کے مزاج کو نظر میں رکھنا ہوگا۔ یہاں بڑکیں اور گنڈاسے بھی ہیں۔ ایسے ماحول کے لیے سرداراں جیسی مرد مار عورت نہایت موزوں ہے۔ ہم تمہیں سمجھاتے ہیں، اس سے مخالفت مول نہ لو۔ اسے اپنے طور پر کام کرنے دو۔ تم اپنے طور پر ڈیوٹی انجام دیتے رہو۔"

"اگر مجھے اپنی ڈیوٹی انجام دینے کے دوران اس کی طرف سے دشواریاں پیش آئیں گی، کوئی مداخلت ہوگی تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم آپس میں لڑتے مرتے وقت صرف اتنا خیال رکھو کہ ہمارے مشن کو نقصان نہ پہنچے۔ ورنہ ہم نے ٹریننگ سینٹر میں یہ بات اچھی طرح سمجھا دی ہے کہ تم مرو گے تو تمہاری جگہ دوسرے آجایا کریں گے۔ دٹس آل۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ دوسری طرف سرداراں نے کالے چرمی جوتے پہننے کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "میں باہر جا رہی ہوں۔ تم اس کمرے کا پچھلا دروازہ کھلا رکھنا میں ابھی آجاؤں گی۔"

وہ باہر آگئی۔ ڈرائنگ روم میں اس وقت تک سیکرٹری بھی آگیا تھا۔ اُسے غرّا کر دیکھ رہا تھا۔ سرداراں نے اُسے نظر انداز کیا اور باہر چلی گئی۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ اس کے خیال کے مطابق وہ باہر گئی ہوگی۔ شاید گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دے گی اور جب آواز دور ہوتی جائے گی پھر وہ رعونہ کے پاس جائے گا۔

دیر ہوگئی، گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی نہیں دی۔ اس نے ڈرائنگ روم سے باہر آکر برآمدے میں کھڑے ہو کر دور تک نظریں دوڑائیں۔ گاڑی وہاں موجود تھی۔ سرداراں نظر نہیں آرہی تھی۔ اس نے سوچا، شاید وہ پیدل ہی کہیں گئی ہے۔ اتنی سی مہلت ہی کافی تھی۔ وہ پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے کے دروازے پر پہنچا۔ پھر دستک دی۔ دروازہ کھل گیا۔ رعونہ نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا اس نے کہا۔ "میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ ایک طرف ہٹ گئی۔ سیکرٹری نے اندر آتے ہوئے کہا۔ "مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں تمہیں بہت چاہتا ہوں۔ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ سرداراں تم سے بدتمیزی کرے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، وہ تم پر زیادتی کرتی ہے اور تم اُسے برداشت کر لیتی ہو۔ آخر کیوں؟"

"تم جانتے ہو میں ٹریننگ سینٹر کے جس شعبے میں تھی،

وہاں یہی سکھایا جاتا ہے کہ مصلحت کے طور پر بڑے سے بڑا ظلم برداشت کر لو۔ مجھے کسی بھی مشن کے دوران ہنگامی حالت میں اپنے طور پر لائحہ عمل ترتیب دینے اور پھر اس پر عمل کرنے کی ٹریننگ دی گئی ہے۔ لہٰذا میں سرداراں کو برداشت کر لیتی ہوں۔ تمہیں مشورہ دیتی ہوں، اپنے کام سے کام رکھو۔ خواہ مخواہ ہمارے لیے پریشان ہو کر اپنا وقت ضائع نہ کرو۔"

"انسان آخر انسان ہوتا ہے۔ وہ ہر طرح کے فرائض انجام دیتا ہے۔ اس دوران اس کے اپنے جذبات ہوتے ہیں۔ میرے جذبات یہ ہیں کہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔ یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ تم بھی مجھے پسند کرو لیکن تمہارے ساتھ کوئی زیادتی ہو یہ میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔"

اچانک سرداراں کی آواز سنائی دی۔ "تمہارے لیے ناقابلِ برداشت ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

اس نے یکبارگی پلٹ کر دیکھا۔ جس دروازے سے وہ داخل ہوا تھا، اسی کے پردے کے پیچھے وہ کھڑی ہوئی تھی اور وہاں سے نکل کر سامنے آرہی تھی۔ سیکرٹری نے کہا۔ "اچھا تم یہاں چھپی ہوئی تھیں۔ مجھے دھوکا دینے کا مقصد کیا ہے؟"

"مقصد یہ بتانا ہے کہ تم مجھے دھوکا دے کر رعونہ کے پاس آنا چاہتے تھے لیکن میرے سامنے تمہاری کوئی چال نہیں چلے گی۔"

وہ غصے میں آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "تم اپنے آپ کو کیا سمجھتی ہو۔ ایک ہاتھ جماؤں گا تو چاروں شانے چت نظر آؤ گی۔"

اس نے ایک ہاتھ جمانا چاہا، سرداراں نے اُس کے حملے کو رد کر لیا اور جوابی حملہ کیا۔ سیکرٹری کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ آہنی پنجہ پہنے ہوئے تھی۔ ایک ہی حملے میں سیکرٹری کا چہرہ لہولہان ہوگیا تھا۔ اُس کے باوجود اُس نے مردانہ وار اس کے دوسرے حملے کو روکا پھر اُس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ آہنی پنجے سے بچنے کے لیے اُسے دور ہی رہنا چاہیے۔ قریب آنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ جیسے ہی وہ پھر قریب آنا چاہتی تھی، اس نے فلائنگ کِک ماری۔ وہ پھر لڑکھڑا کر پیچھے گئی اور دیوار سے لگ گئی لیکن بڑی پھرتیلی تھی۔ فوراً دائیں سے اُچھل کر فلائنگ کِک مارنے کے لیے اس کی طرف آئی، وہ بیٹھ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دوسری طرف فرش پر جا کر گر پڑی۔ اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے اُٹھتی، سیکرٹری نے اُسے پیچھے سے جکڑ لیا۔

خاص طور پر اس کے دائیں ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیا تاکہ وہ آہنی پنجہ استعمال نہ کر سکے۔

دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔ سیکرٹری نے دل ہی دل میں تسلیم کیا، وہ دیکھنے میں عورت ہے لیکن مردوں کی طرح مقابلہ کرنا جانتی ہے۔ بڑی زور آور ہے۔ اسے زیادہ دیر تک قابو میں رکھنا مشکل ہو جائے گا۔

وہ دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن دبوچنے لگا۔ اُسی وقت سرداراں نے اپنے سیاہ چرمی جوتے کی نوک کو زور سے زمین پر مارا۔ ایڑی سے لانبی کیلیں نکل آئیں۔ پھر دوسرے ہی لمحے سیکرٹری کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ ایک دم سے تڑپ کر الگ ہوگیا تھا۔ تکلیف کی شدت سے لنگڑا رہا تھا اور سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ کب اسے سنبھلنے کا موقع دے سکتی تھی۔ دوسرے ہی لمحے اس کا آہنی پنجہ ٹھیک اس کے دل کی جگہ سینے کی طرف آیا اور پانچوں انگلیاں وہاں پیوست ہو گئیں۔

سیکرٹری کے دیدے پھیل گئے۔ خنجر ایک ہوتا ہے، ایک ہی نوک پیوست ہوتی ہے۔ وہاں لگ رہا تھا، پانچ خنجر بیک وقت دل میں پیوست ہوگئے ہوں۔ اس کے حلق سے آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ وہ کانپ رہا تھا، اپنے آپ کو چھڑانا چاہتا تھا لیکن تکلیف کی شدت سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔

سرداراں دانت کچکچا رہی تھی۔ ہی، ہی، ہی کے سُر میں ہنس رہی تھی۔ پھر اُس نے ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھ کو اپنی طرف کھینچا۔ سیکرٹری کے سینے کی جگہ شگاف نظر آنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر گر پڑا۔ وہ چھت کی طرف منہ اٹھا کر قہقہے لگا رہی تھی، ثابت کر رہی تھی کہ مرد کا دل عورت کے پنجے میں ہوتا ہے۔ وہ اپنے آہنی پنجے میں اُسے بھینچے ہوئے تھی اور اس میں سے رِستا ہوا لہو اس کے قہقہہ لگاتے ہوئے چہرے پر ٹپک رہا تھا۔

رعونت جہاں عرفِ رعونہ اطمینان سے چلتے ہوئے کمرے کے باہر آئی۔ ڈرائنگ روم سے ٹیلی فون اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گئی۔ پھر اُس دروازے کو بند کر دیا۔ بند کرنے کے بعد اُسے چابی سے لاک کیا۔ وہاں سے پلٹ کر اس نے ایک میز پر کرسی رکھی۔ پھر اُس پر چڑھ کر روشندان تک پہنچی۔ اس کے بعد چابی کو روشن دان کے باہر پھینک دیا۔

وہ وہاں سے اُتر کر ٹیلی فون کے پاس آئی۔ ریسیور

اٹھا کر عالی جناب کے نمبر ڈائل کیے۔ ذرا دیر میں ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ اُس کے سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔ وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی "میں بیگم رعونت جہاں بول رہی ہوں۔ اپنے صاحب سے فوراً رابطہ قائم کراؤ۔"

فوراً رابطہ قائم ہو گیا۔ عالی جناب نے کہا "میں سو رہا تھا۔ مگر دیکھو تمھاری آواز سنتے ہی بیدار ہو گیا۔ تمھارے لیے ساری رات جاگ سکتا ہوں۔ ساری رات فون پر تمھاری آواز سن سکتا ہوں۔"

"جناب، یہ ایسی باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ میں بڑی مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔"

"کیا بات ہے مختصر الفاظ میں فوراً بیان کرو۔ میں ابھی تمھاری مدد کے لیے پہنچ جاؤں گا۔"

"جناب! آپ نے میری لیڈی باڈی گارڈ سرداراں کو دیکھا ہے؟"

"ہاں، دیکھا ہے۔"

"فرہاد علی تیمور اس کے دماغ پر چھا گیا ہے۔"

"کیا؟" دوسری طرف سے چونکنے والا لہجہ سنائی دیا۔ ویسے اب میرے لیے خیال خوانی، کے دوران چونکنے کی بات نہیں رہی۔ میں سمجھ چکا تھا، میرے وطن میں جہاں جہاں جن علاقوں میں سازشوں کی ابتدا ہو رہی تھی، وہاں وہاں میرے نام کو، میری شخصیت کو تشویش کا باعث بنایا جا رہا تھا۔

رعونہ کہہ رہی تھی "ہاں فرہاد علی تیمور اس کے دماغ پر چھا گیا ہے۔ میں فون پر تفصیل سے بتا نہیں سکتی۔ آپ پولیس والوں کو لے کر فوراً یہاں پہنچ جائیں۔ آپ کو زحمت اس لیے دے رہی ہوں کہ کسی کمرے میں تنہا بیٹھ کر آپ کو پوری داستان سناؤں گی۔ یہ ایسے راز کی بات ہے کہ میں کسی اور پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔"

چونکہ عالی جناب پر بھروسہ کرنے کی بات تھی، وہ خوش ہو گیا۔ ایک نوجوان عورت ایک بوڑھے کو اپنا رازدار بنانے والی تھی۔ اس کی زندگی کا راز کیا ہے، عالی جناب کو اس کی پروا نہیں تھی۔ یہ کچھ کم نہیں تھا کہ وہ تنہا اُس کے ساتھ کمرے میں بیٹھے گا اور اُس کا رازدار بنا رہے گا۔ اس نے کہا "میں ابھی آ رہا ہوں۔ آدھے گھنٹے کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"

ریسیور رکھ دیا گیا۔ رعونہ نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر سیکرٹری کے سوٹ کیس کو کھولا۔ پھر کپڑوں کی تہہ میں، سے چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کو نکال لیا۔ اُسے ایک اسکرو ڈرائیور کے ذریعے کھولا۔ کھولنے کے بعد اُس میں ایسی تبدیلیاں کیں جس کے بعد وہ بظاہر ریڈیو نظر آنے لگا۔ اس نے اسے میز کے اوپر رکھ دیا۔

اُسی وقت سرداراں کی آواز آئی "رعونہ تم کہاں ہو؟"

وہ آواز دیتے ہوئے اُس بند کمرے کی کھڑکی کے پاس پہنچ گئی۔ وہاں سے جھانکتے ہوئے بولی "یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"سنو سرداراں! عالی جناب سے میری بات ہو چکی ہے۔ ابھی پولیس والے آئیں گے اور تمھیں گرفتار کر کے لے جائیں گے۔"

وہ غرا کر بولی "کیا بکواس کر رہی ہو۔ ہم لاکشن کو ٹھکانے لگا سکتے ہیں۔ کسی کو اس واردات کا علم نہیں ہو گا۔"

"لیکن ہمارے منصوبے کے مطابق اس واردات کا علم ہونا چاہیے۔"

"کیا تم مجھ سے بحث کرو گی؟ باہر آؤ۔"

"سرداراں! میری بات توجہ سے سنو۔ تم مانتی ہو کہ میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔ تمھاری ہر زیادتی برداشت کرتی ہوں اور تم یہ بھی مانتی ہو کہ میں ایک پلان میکر ہوں۔ ہنگامی حالات میں اپنے طور پر لائحہ عمل ترتیب دے کر اس پر عمل کر سکتی ہوں اور تم لوگوں سے عمل کرا سکتی ہوں۔ اگر انکار کرو گی تو یہ مشن ناکام رہے گا۔"

"اتو کی پٹھی، کیا تم چاہتی ہو کہ مشن کو کامیاب بنانے کے لیے میں جیل چلی جاؤں۔ پھانسی کے تختے پر چڑھ جاؤں۔"

"میں تمھیں پھانسی کے پھندے تک پہنچنے نہیں دوں گی۔ تم جیل جاؤ گی پھر وہاں سے رہا کرا لی جاؤ گی۔ عالی جناب میری مٹھی میں ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "لیکن تمھاری پلاننگ کیا ہے؟ میری تو خاک سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

رعونہ نے کہا "وقت کم ہے، میری بات کو توجہ سے سنو اور اسی کے مطابق پولیس کے سامنے بیان دو۔ تمھارا بیان ہو گا کہ وقتاً فوقتاً تمھارے دماغ میں ایک اجنبی سی آواز سنائی دیتی ہے اور وہ آواز کہتی ہے۔ میں باڈی گارڈ کی حیثیت سے کسی مرد کو برداشت نہ کروں۔ کسی کو عونت جہاں کے قریب نہ جانے دوں۔ تم اس اجنبی آواز کو اپنا ہی خیال سمجھتی رہیں لیکن وہ سیکرٹری ہر دم میرے ساتھ ہتا تھا میرے ہر کام میں مداخلت کرتا رہتا تھا۔ تم سیکرٹری کو سمجھانا چاہتی تھیں لیکن دماغ میں یہی بات آ رہی تھی کہ اپنا سوٹ کیس

کھول کر آہنی پنجہ نکالنا چاہیے۔ تم کہہ رہی تھیں کہ تمھارے سوٹ کیس میں آہنی پنجہ نہیں ہے اور وہ آواز بضد تھی، کہہ رہی تھی تمھارے سوٹ کیس میں ایک آہنی پنجہ رکھ دیا گیا ہے۔ لہٰذا فوراً انگلیوں پر چڑھاؤ۔ ورنہ وہ سیکرٹری، ہونے بہت قریب ہوتا جائے گا۔"

سرداراں نے پوچھا "یہ کیا بکواس ہے؟"

"یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ پہلے بکواس نظر آتی ہے، پھر بکواس کرنے والوں کے دماغوں میں گھس کر انھیں بکواس کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ تمھارے دماغ میں بھی ٹیلی پیتھی کی لہریں تھیں۔ وہ تمھیں مجبور کر رہی تھیں اور تم بے بس ہو گئی تھیں بلکہ دماغی طور پر غائب ہو گئی تھیں۔ تم نے کیا کیا، کس طرح وہ آہنی پنجہ پہنا اور کس طرح میرے سیکرٹری پر قاتلانہ حملہ کیا، تمھیں کچھ پتا نہیں ہے۔ جب تم ہوش و حواس میں آئیں تو تمھیں سیکرٹری کی لاش نظر آئی۔ تم نے اپنے آہنی پنجے کو اور اپنے چہرے کو خون آلود دیکھا۔ ابھی تم اسی حالت میں رہو گی۔"

اس نے گھور کر پوچھا "کیا یہ تمھاری بہت پہلے کی پلاننگ ہے؟" کہا تم یہی چاہتی تھیں کہ میں اور سیکرٹری آپس میں ٹکرا جائیں اور یہ ٹیلی پیتھی والا شوشہ چھوڑ جانے پر؟"

"ہرگز نہیں، ایسی کوئی پلاننگ نہیں تھی۔ مجھے یہ ٹریننگ دی گئی ہے کہ جب بھی حالات کوئی نیا رُخ اختیار کریں تو مجھے اُسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔"

سرداراں شش و پنج میں تھی، کچھ سوچ رہی تھی۔ رعونہ نے کہا "دیکھو سرداراں! تم نے اپنے خاوند کو قتل کیا۔ تم نے ایک غیر ملکی اسمگلر کو قتل کیا لیکن تمھارے خلاف جتنے ثبوت تھے وہ ٹی ٹی سینٹر والوں نے غائب کر دیے۔ کسی گواہ کو پیش ہونے کا موقع نہیں دیا۔ اس بار بھی یہی ہو گا۔ اگر تم میرے طریقۂ کار پر عمل نہیں کرو گی تو پچھلے تمام جرائم کا ثبوت ٹی ٹی سینٹر والے کسی وقت بھی پیش کر سکتے ہیں۔ تم انکار کر کے یہاں سے فرار ہو سکتی ہو لیکن کہیں نہ کہیں دھر لی جاؤ گی اور اپنے پچھلے جرائم اور دو قتل کے سلسلے میں تمھیں پھانسی ہو جائے گی۔"

سرداراں نے اُسے گھور کر دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر کہا "تم بڑی محبت سے میری زیادتیاں برداشت کرتی تھیں۔ مجھ سے ہر معاملے میں شکست تسلیم کرتی تھیں اور مجھے برتری کا احساس دلاتی تھیں۔ لیکن تم تو آستین کا سانپ نکلیں۔"

"میں کیا کروں، ٹریننگ سینٹر میں آستین کا سانپ بننا ہی سکھایا گیا ہے۔ ویسے میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ بہت جلد تمھیں رہا کرا لوں گی۔"

گاڑیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر بہت سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس کے بعد ایک آفیسر نے کہا "بیبر رہی وہ عورت۔"

سرداراں اپنی انگلیوں سے آہنی خول اتار رہی تھی اور پولیس والوں کے سامنے پھینکتے ہوئے آہستگی سے کہہ رہی تھی "میں قسم کھا کر کہتی ہوں، میں نہیں جانتی یہ سب کیسے ہوا اور جو کچھ ہوا اس کے نتیجے میں آپ کے سامنے حاضر ہوں لیجیے، ہتھکڑیاں پہنا دیجیے۔"

اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔ عالی جناب کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا "بیگم رعونت جہاں کہاں ہیں؟"

اُس نے کمرے سے آواز دی "میں یہاں ہوں۔"

"دروازہ کھولو۔ ڈرنے کی بات نہیں ہے۔ قانون کے محافظ تمھاری حفاظت کے لیے موجود ہیں۔"

"میں دروازہ نہیں کھول سکتی۔ میں نے اسے لاک کرنے کے بعد چابی کو اُدھر روشن دان کے باہر پھینک دیا۔"

"تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ سرداراں جنون میں مبتلا ہوئی ہے۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں بھی پہنچ جائیں گے تو مجھے اس چابی سے دروازے کو کھولنے پر مجبور کریں گے۔ پھر سرداراں بھی مجھ پر وحشیانہ طور پر حملہ کرنے آئے گی۔ اس لیے میں نے فوراً ہی اُسے روشن دان کے باہر پھینک دیا۔ نہ میرے پاس چابی رہتی نہ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے دروازہ کھولنے پر مجبور کیا جاتا۔"

دو سپاہیوں کو باہر دوڑایا گیا تاکہ وہ روشن دان کے دوسری طرف چابی تلاش کریں۔ تھوڑی دیر بعد چابی مل گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ عالی جناب نے اندر آتے ہی رعونہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا "ڈرنے کی بات نہیں ہے۔ اس قاتلہ کو ہتھکڑی لگ چکی ہے۔ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور مجھ سے باتیں کرو۔"

پھر اُس نے آفیسر سے کہا "تم قتل کے سلسلے میں اپنی کارروائی مکمل کرو، پھر یہاں آ جانا۔ میں بیگم رعونت جہاں کا بیان دلواؤں گا۔"

آفیسر چلا گیا۔ اس نے کہا "کسی اہم شخصیت کو قتل کر دیا جائے میں تب بھی وہاں نہیں جاتا۔ فون کے ذریعے تعزیت کر لیتا ہوں لیکن تمھارا معاملہ اور ہے۔ زندگی میں پہلی بار

تمھاری خاطر چلا آیا۔ مجھے ڈر ہے، کل اخبارات میں یہ اسکینڈل بن جائے گا۔"

وہ سر جھکا کر بولی۔ "آپ میرے لیے اتنی زحمتیں اٹھا رہے ہیں۔ جی چاہتا ہے آپ کے قدموں میں جان دے دوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "ارے یہ کیا کہہ رہی ہو۔ مجھے تمھاری جان نہیں چاہیے۔" پھر اُس نے سرگوشی میں کہا۔ "صرف دل چاہیے۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولی۔ "میں بہت مغرور تھی۔ اپنے سامنے سب کو ہیچ سمجھتی تھی۔ جانے کیوں آپ کے سامنے آ کر خود کو بہت چھوٹی محسوس کرتی ہوں۔"

وہ اسے خوش کر رہی تھی اور وہ خوش ہو رہا تھا۔ غبارے کی طرح پھولتا جا رہا تھا۔ پھر اُس نے پوچھا۔ "یہ سب کیسے ہوا؟ اور کیوں ہوا؟"

"آپ اگر اجازت دیں تو میں دروازے کو بند کر دوں؟ میں نہیں چاہتی کوئی ہماری باتیں سُنے۔"

"تم اطمینان رکھو۔ یہاں میری اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں رکھے گا۔ دروازہ بند ہو جائے گا تو لوگ باتیں بنائیں گے۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی۔ "آپ دُرست فرماتے ہیں۔ مجھ پر تو یہ بات صادق آتی ہے کہ اچھی صورت بھی کیا بُری شے ہے، جس نے ڈالی، بُری نظر ڈالی لیکن آپ محبت کی نظر ڈال رہے ہیں۔ اس کا انجام بھی بُرا لگ رہا ہے۔"

عالی جناب نے کہا۔ "پتا نہیں، تمھیں دیکھتے ہی مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں جہاں آدمی دیوانہ بن کر کہتا ہے۔ بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔ اوہ گاڈ، یہ کیسا دیوانگی ہے۔ ہم کام کی باتیں کرتے کرتے پھر اپنی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ اپنی باتیں کرنے کے لیے ابھی زندگی پڑی ہے۔ تم بتاؤ، یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

"جناب! آپ عملی آدمی ہیں۔ شاید میری بات کا یقین نہ کریں۔ ہمارے پیچھے کوئی بلا پڑ گئی ہے۔ میرے دماغ میں اس کی آواز آتی ہے۔ وہ آواز مردانہ ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے۔" رعونہ! تم ایک رسّہ نہیں ہو جو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پہنچتا ہے۔ تم ایک قیمتی ہیرا ہو جو کسی ایک ہاتھ میں رہتا ہے۔ میں مجبور ہوں۔ تم سے ہزاروں میل دور رہتا ہوں۔ ورنہ تمھیں ہمیشہ کے لیے اپنا لیتا۔ لیکن اپنی مجبوریوں کے باوجود یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی تمھیں کھلونا سمجھ کر قریب آئے۔ اگر کوئی آئے گا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

عالی جناب نے کہا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں جانتی ہوں، آپ کو یقین نہیں آئے گا لیکن ابھی میری باڈی گارڈ سرداراں اس سیکرٹری پر حملہ کرتے ہوئے مردانہ آواز میں کہہ رہی تھی۔ "تم رعونہ کو دل میں بسالتے تھے۔ اس سے محبت کا اظہار کر کے اسے اپنانا نا چاہتے تھے میں تمھیں ایسی اجازت نہیں دوں گا۔ وہ اسی طرح چیخ رہی تھی۔ نہیں میں غلط کہہ رہی ہوں۔ سرداراں کے ذریعے وہ چیخ رہا تھا، جو اکثر میرے دماغ میں بولتا ہے اور اُس نے سرداراں کو جنون میں مبتلا کر دیا تھا۔ میں نے بعد میں اس سے پوچھا۔ یہ تم نے کیا کر دیا ہے تو وہ لاجواب ہو کر میرا منہ تکنے لگی۔ اُسے کچھ خبر نہیں تھی کہ اس نے کیا کیا۔ اُس نے اتنا ہی کہا کہ میں دماغی طور پر غیر حاضر تھی۔ جب ہوش و حواس میں آئی تو اپنے سامنے سیکرٹری کو مُردہ پایا۔"

عالی جناب نے پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمھارے دماغ میں جو بولتا ہے وہ تمھارے قریب کسی کو برداشت نہیں کر سکتا؟"

"ہاں، وہ کہتا ہے کہ تمھارے پاس وہی آئے گا، جو تمھیں اپنی شریکِ حیات بنائے گا۔ ورنہ کوئی بھی تمھارے قریب نہیں آئے گا۔"

عالی جناب نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے پوچھا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مجھ پر قاتلانہ حملہ نہیں کرے گا یا کرائے گا۔"

رعونہ نے اچانک ہی اپنی جگہ سے اُٹھ کر عالی جناب کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے اور بولی۔ "میرا دل کہتا ہے، آپ مجھے باعزت نظر سے دیکھتے ہیں۔ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور کبھی مجھے حاصل کرنا چاہیں گے تو عزت اور شرافت سے اپنائیں گے۔"

اس نے کن انکھیوں سے دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "پلیز، اپنی جگہ بیٹھ جاؤ۔ کسی نے دیکھ لیا تو، میرا مطلب ہے کہ میرے دل میں تمھاری عزت ہے۔ میں چاہتا ہوں، سپاہیوں کی نظروں میں بھی عزت رہے۔ میری محبت اور خلوص کا یہ ثبوت ہے کہ جو تمھارے دماغ میں بولتا ہے وہ میری مخالفت نہیں کر رہا ہے۔ میں تمھیں اپناؤں گا تو پوری طرح شرافت اور عزت سے۔"

وہ اپنی جگہ بیٹھ گئی۔ آفیسر نے دروازے پر پہنچ کر ادب سے کہا۔ "جناب! وہ عورت بکواس کر رہی ہے۔ ایسا بیان دے رہی ہے جس پر کوئی یقین نہیں کر سکتا۔"

عالی جناب نے پوچھا۔ "وہ کیا کہہ رہی ہے؟"

آفیسر نے وہی بات دُہرائی جو ابھی رعونہ کہہ چکی تھی اور سرداراں کو سمجھا چکی تھی۔ عالی جناب نے کہا۔ "اندر آجاؤ اور بیگم رعونت جہاں کا بیان لکھ لو لیکن ان کے بیان میں بھی وہی بات ملے گی۔"

آفیسر نے اندر آ کر پوچھا۔ "جناب! کیا آپ یہ باتیں تسلیم کر سکتے ہیں؟"

"پہلے بیان لکھ لو، اس کے بعد تم سے بات کروں گا۔"

آفیسر بیٹھ گیا۔ رعونہ بولنے لگی، وہ لکھنے لگا لیکن اس کے چہرے سے پتا چل رہا تھا کہ اس بیان کو بکواس سمجھ رہا ہے۔ یہ کارروائی مکمل ہونے کے بعد عالی جناب نے آفیسر سے پوچھا۔ "کیا اب بھی تم اسے بکواس سمجھ رہے ہو؟"

"جناب! میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں آپ کے سامنے کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"تم تھوڑی دیر کے لیے فرض کرو، دونوں عورتوں کے بیانات دُرست ہیں۔ ایسا ہماری دُنیا میں ہو سکتا ہے۔ جب تم فرض کرو گے کہ ایسا ہو سکتا ہے تو تم بے اختیار ٹیلی پیتھی کے متعلق سوچو گے اور یقین کرو گے کہ ہماری دُنیا میں کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔ ایک انسان دوسرے انسان کی سوچ کو پڑھ کر بڑے عجیب و غریب تماشے کرتا ہے۔ اس کی رُوداد ہم سُننے آئے ہیں۔"

"لیکن جناب! ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری دنیا میں صرف دو ہیں، جن کے متعلق ہم جانتے ہیں اور وہ ایسی حرکتیں نہیں کرتے۔"

"جب تم نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا ہو سکتا ہے تو پھر تم دو کے عدد کو اپنے ذہن سے نکال دو۔ کوئی تیسرا بھی ہو سکتا ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولا۔ "جی ہاں، دُنیا کا کوئی بھی علم زیادہ عرصے تک محدود نہیں رہ سکتا۔ پہلے ایک ہی آدمی سیکھتا ہے پھر ہزاروں سیکھنے لگتے ہیں۔ آپ دُرست فرماتے ہیں، ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی تیسرا اور چوتھا بھی ہو سکتا ہے۔"

رعونہ نے کہا۔ "میری باڈی گارڈ میری حفاظت کے لیے ہے۔ اُس نے میری حفاظت کی تھی لیکن جنونی انداز میں کی تھی۔ ایسا جنون اُس پر کبھی طاری نہیں ہوا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، ہم اسے عدالت میں کیسے ثابت کریں گے۔ یہ بے چاری جنونی ہو گئی تھی۔ یہ تو بے قصور ہے۔ قاتل یہ نہیں ہے، قاتل وہ ہے جو اس کے دماغ میں رہ کر اپنا کام کر چکا ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ ایک چیخ مار کر کُرسی سمیت دوسری طرف اُلٹ گئی۔ آفیسر اور عالی جناب نے آگے بڑھ کر اُسے سہارا دیتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہو گیا۔ یہ اچانک کیا ہو گیا؟"

رعونہ ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔ "نہیں، نہیں میں تمھارے خلاف نہیں بولوں گی لیکن تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔ تم نے میری باڈی گارڈ کو قاتلہ بنا دیا۔ وہ قانون کی نظروں میں مُجرم بن چکی ہے۔"

اچانک اس کی آواز بھاری ہو گئی۔ وہ مردانہ آواز میں قہقہے لگانے لگی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ غضب کی اداکارہ تھی۔ ابتدا میں نازک، معصوم اور سیدھی سادی عورت نظر آ رہی تھی۔ اب اپنے اندر سے پَرَ پُرزے نکال رہی تھی۔ وہ مردانہ آواز میں قہقہے لگاتے ہوئے بولی۔ "رعونہ! فکر نہ کرو۔ تمھاری باڈی گارڈ کو اول تو میں عدالت تک پہنچنے نہیں دوں گا اور اگر یہ پہنچ گئی تو ثابت کروں گا کہ یہ قتل کرتے وقت دماغی طور پر غیر حاضر تھی۔"

یہ کہتے ہی وہ گہرے گہرے سانس لینے لگی، جیسے اُس پر بوجھ پڑ رہا ہو، جیسے کوئی اُسے تکلیف پہنچا رہا ہو۔ آفیسر نے اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "مسٹر! اگر آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بول رہے ہیں تو اتنا بتا دیجیے کیا آپ فرہاد صاحب ہیں؟"

رعونہ نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ پھر وہ حلق پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ "پانی، پلیز مجھے تھوڑا سا پانی پلوائیے۔"

فوراً ہی پانی منگوایا گیا۔ اس نے دو گھونٹ پینے کے بعد گلاس واپس کر دیا۔ عالی جناب نے اسے تھام کر فرش پر سے اٹھایا اور کُرسی پر بٹھا دیا۔ وہ بولی۔ "میں تنہائی چاہتی ہوں۔"

آفیسر باہر جانے لگا۔ عالی جناب بھی جانا چاہتا تھا، رعونہ نے ہولے سے اس کو اشارہ کیا۔ وہ خوش ہو کر رُک گیا۔ اس کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "میں جانتا ہوں، تم پریشان ہو جو کچھ تمھارے ساتھ ہو رہا ہے، میرے لیے اگرچہ عجیب ہے، لیکن نئی بات نہیں ہے۔ میں ایسے قصّے بہت سُن چکا ہوں۔ تم اطمینان رکھو، آئندہ جب بھی وہ آواز تمھارے دماغ میں سنائی دے تو اس سے التجا کرو کہ تمھارا پیچھا چھوڑ دے۔ تمھاری باڈی گارڈ کو بے قصور ثابت کر دے۔ میں تمھیں ایک راز کی بات بتا رہا ہوں۔

ابھی اپنے دل میں رکھنا۔ کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا۔ اگر تمہاری زندگی بچانے کے لیے اور اس تکلیف دہ بیماری سے نجات دلانے کے لیے مجھے تم سے [illegible] کرنی پڑی تو میں انکار نہیں کروں گا لیکن مجھے سوچنے [illegible] کا موقع دو۔"

مُرغا پھنس گیا تھا۔ میں اپنی جگہ دماغی طور پر واپس آ گیا۔

میں سیونتھ ڈے اسپتال کے ایک خصوصی کمرے کے بستر پر پڑا ہوا تھا۔ بڑے آرام سے خیال خوانی کر رہا تھا۔ وقت اور ماحول کی بات ہوتی ہے۔ اسی ماحول کے مطابق آدمی کی اگلی پچھلی سوچ میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ یوں تو میں بارہا آرام سے لیٹ کر اور بیٹھ کر خیال خوانی کرتا رہا ہوں لیکن اسپتال کے بستر پر خواہ مخواہ ہی خود کو مریض محسوس کرنے لگا تھا۔

بڑے اسپتالوں کی بڑی بات ہوتی ہے۔ پہلے تو وہاں داخلہ مشکل ہوتا ہے۔ اگر کسی اسپیشل کمرے میں داخل ہو جائیں تو کسی خاص مرض کے خاص ماہر ڈاکٹر کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ مجھے بتا دیا گیا تھا کہ دوسرے دن میرا مینٹل چیک اَپ تھا۔ یہ بات مائل شوف اور گلزاری بیگم وغیرہ کے حق میں تھی۔ انھیں جتنا زیادہ وقت ملتا وہ اتنی ہی آسانی سے ہمارے ملک کے نامور سائنس داں ڈاکٹر عبدالباقی کو اپنے مطلب کے مطابق ٹریپ کر سکتے تھے۔"

ڈاکٹر عبدالباقی نے اچھی خاصی عمر گزار لینے کے بعد بھی شادی نہیں کی تھی۔ یوں کہنا چاہیے کہ ایسے لوگ جس موضوع میں دلچسپی لیتے ہیں اور جس میں کمال حاصل کرتے رہتے ہیں، اسی موضوع سے گویا شادی کر لیتے ہیں یا اسی کو اپنی دُلہن سمجھتے ہیں اور اسی کو فتح کرتے رہتے ہیں۔ لیکن انسانوں کی یہ دُنیا عورت کے بغیر کبھی مکمل نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ خشک مزاج ہوتے ہیں اور خشک موضوعات پر ساری عمر ریسرچ کرتے رہتے ہیں، وہ بھی زندگی کے کسی ایسے موڑ پر ضرور پہنچتے ہیں جہاں انہیں تنہائی کا شدید احساس ہوتا ہے۔ اور یہ احساس بستر علالت پر زیادہ ہوتا ہے۔ اسپتال میں پہنچ کر ایک نرس کی مسکراہٹ انھیں یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ ہماری دنیا میں خشک موضوعات کے علاوہ بھی کچھ ہے۔ وہ "کچھ" عورت کا روپ ہے۔ اس کی ایک مسکراہٹ ہے جو درد کی دوا بن جاتی ہے۔ دوست احباب تو خیریت پوچھتے ہی رہتے ہیں لیکن اُن کی ویران زندگی میں اچانک کوئی عورت آ جائے اور اپنی مترنم آواز میں اتنا ہی پوچھ لے۔ "اللہ آپ کیسے ہیں؟"

بس یہی ایک فقرہ اور اس فقرے کی ادائیگی اور حسن کلام، ایک خشک مزاج دانشور کا مزاج بدل دیتا ہے۔ میں گلزاری بیگم کے ساتھ اس اسپتال کے کمرے میں آیا تو اس نے پڑوس کے کمرے میں جانے کا ایک بہانہ ڈھونڈ لیا۔ ڈاکٹر عبدالباقی کے کمرے میں پہنچ کر بولی۔

"معاف کیجیے گا، مجھے یوں نہیں آنا چاہیے تھا۔ میرے شوہر پاس والے کمرے میں علیل ہیں۔ میں اُنھیں سیب کھلانا چاہتی ہوں لیکن چاقو نہیں ہے۔ آپ کے پاس ہو تو سیب کاٹنے کے بعد واپس کر دوں گی۔"

ڈاکٹر نے سرہانے کی میز پر سے چاقو اٹھا کر اُسے دیا۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ یہاں تنہا ہیں، کوئی آپ کی دیکھ بھال کرنے والا یا والی۔۔۔؟"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ "میں اس دنیا میں تنہا ہوں۔ ویسے میرے دوست احباب ہیں۔ بے شمار شاگرد ہیں۔ وہ وزیٹنگ آورز میں ملاقات کرتے ہیں۔"

گلزاری بیگم نے کہا۔ "وزیٹنگ آورز سے کیا ہوتا ہے۔ اس کے بعد بھی تو ضرورت پڑتی ہے۔ ٹھہریے میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ واپس میرے کمرے میں آئی، چاقو رکھا اور پھر چلی گئی۔ میں اپنی خیال خوانی میں مصروف رہا۔ صبح سے شام تک مجھے اتنا وقت نہیں ملا کہ گلزاری بیگم کے متعلق معلوم کر سکوں۔ جب رات کو رعونت جہاں کے پاس سے واپس آیا اور خیال خوانی ختم کی تب گلزاری بیگم کا خیال آیا۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ وہ صبح عبدالباقی کے پاس گئی تھی پھر وزیٹنگ آورز میں میرے پاس چلی آئی تھی کیونکہ وہاں ڈاکٹر کے شاگرد اور دوست احباب آنے لگے تھے۔ بعد میں پھر گئی تھی۔ اس وقت رات کے تقریباً دو بج رہے تھے اور وہ بیٹھی ہوئی تھی اور ڈاکٹر کا یہ حال تھا کہ نیند اُڑ گئی تھی۔ وہ اُس کی خوبصورت باتوں سے مسحور ہوتا جا رہا تھا۔ عورت بھی خوب ہے جس طرح زندگی کے لیے موت لازمی ہے، اسی طرح مرد کے لیے (خواہ وہ کتنا ہی خشک مزاج ہو) عورت لازمی ہے۔ اگر وہ اس سے کتراتا ہے، فرار حاصل کرتا ہے تو یہ ایسی ہی بات ہے جیسے زندگی موت سے فرار حاصل کر رہی ہو۔ آخر میں پتا چلتا ہے، موت نے اُسے جکڑ لیا ہے۔ آہ بے چارہ ڈاکٹر عبدالباقی۔

عورتیں خشک مزاج ہوں یا نہ ہوں لیکن مغرور اور ضدی مزاج ضرور ہوتی ہیں۔ وہ اپنے حواس پر مردوں کو مسلط ہونے کی کیا اجازت دیں گی، اپنی ناک پر مکھی تک

بیٹھنے نہیں دیتیں۔ گلزاری بھی ایسی ہی تھی۔ حصولِ علم میں کچھ اس طرح مصروف رہی کہ اس نے کبھی کسی مرد ساتھی کے متعلق سوچا ہی نہیں لیکن ٹریننگ سینٹر میں اسے مرد مضرات کو ٹریپ کرنے کے داؤ پیچ سکھائے گئے تھے۔ ایسی ٹریننگ کے دوران اس کے مزاج میں ایک ذرا لچک پیدا ہو گئی تھی۔ اب بھی اس نے شادی کے متعلق نہ تو سوچا تھا اور نہ ہی کسی مرد سے متاثر ہوئی اور نہ ہونا چاہتی تھی۔ میں نے سوچا، یہ سراسر ناانصافی ہے۔ وہ ڈاکٹر عبدالباقی کے اندر عشق کی آگ بھڑکانے گئی ہے اور خود کو اس آگ سے بچائے رکھنا چاہتی ہے۔ ایسا کبھی ہوا ہے کہ کوئی آگ جلانے، اُسے بھڑکانے اور اُس کی آنچ اُسے خود نہ لگے۔ ایسی آنچ لگتی ضرور ہے لیکن آنچ کھانے والا اپنے دامن کو جلنے سے بچائے رہتا ہے۔

اس نے حیرانی سے سوچا۔ "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں؟"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "کیا غلط سوچ رہی ہوں؟ آخر ایک نہ ایک دن کسی کے لیے سوچنا ہی ہے۔ کب تک یونہی رہو گی۔ عورت ایک پھول ہے اور مرد اس کی خوشبو۔ جب تک کوئی خوشبو مہو میں پیدا نہیں ہو گی اس وقت تک میں کاغذ کا پھول رہوں گی۔"

وہ انہی خیالات کے زیر اثر پریشان ہو کر سوالیہ نظروں سے ڈاکٹر کا چہرہ تکنے لگی۔ میں نے پھر اُس کی سوچ میں کہا۔ "کیا کشادہ پیشانی ہے۔ بڑی بڑی آنکھیں ہیں۔ جب یہ مجھے دیکھتا ہے تو میں نظریں چراتی ہوں۔ اگر ایک بار نظر بھر کے دیکھوں تو اس کی آنکھیں میرے دل میں اُتر جائیں گی۔"

اسی وقت میں نے ڈاکٹر کو بے اختیار اُس کی طرف دیکھنے پر مجبور کیا۔ دونوں کی نظریں چار ہوئیں۔ گلزاری نظریں جھکانا چاہتی تھی، اس وقت تک میں ڈاکٹر کے دماغ سے نکل کر اُس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ پھر وہ کیسے نظریں جھکا سکتی تھی۔ اس کا دل دھڑکنے لگا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی، کیا یہ ڈاکٹر کی نظروں کی مقناطیسیت ہے جو اس کی نگاہوں کو اپنی طرف کھینچے جا رہی ہے؟

اُس نے نظریں جھکا لیں۔ "نہیں، میں نہیں دیکھوں گی۔"

میں نے اُسے نظریں جھکانے تو دیا لیکن شرارتاً پر مجبور کر دیا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "یہ مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے۔ کیا میں واقعی ڈاکٹر سے متاثر ہو رہی ہوں؟ کھیل کھیلتے کھیلتے سنجیدہ ہو رہی ہوں۔ مجھے اپنے آپ میں رہنا چاہیے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "کیا ڈاکٹر تمہیں اچھا دیکھ رہا ہے؟"

اس سوال کے ساتھ ہی اس کی نظروں سے اختیار اُٹھ گئیں۔ پھر نظریں چار ہوئیں۔ ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ "بائی گاڈ گلزاری! تم میری زندگی کی پہلی عورت ہو جس نے مجھے متاثر کیا ہے۔ میں آج تک یہی سمجھتا تھا، دل خوف سے دھڑکتا ہے یا خوشی سے لیکن آج پتا چلا یہ محبت سے بھی دھڑکتا ہے ——— میرا دل بے اختیار مچل رہا ہے۔ اگرچہ دل کی زبان نہیں ہوتی لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ دھڑک دھڑک کر تمہیں ہی پکار رہا ہے۔"

گلزاری نے محسوس کیا، اس کا اپنا دل بھی کچھ زیادہ ہی دھڑکنے لگا ہے۔

ڈاکٹر عبدالباقی نے کہا۔ "میں وہ ڈاکٹر نہیں ہوں جو اسٹیتھسکوپ سے مریضوں کے دل کی دھڑکنیں سُنتا ہے۔ کیا تم نے کبھی دھڑکنیں سُنی ہیں؟"

اس نے ہولے سے انکار میں سر ہلایا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "میری دھڑکنوں کو سُن لو۔"

میں نے اس کے دماغ کو پوری طرح اپنے قبضے میں نہیں رکھا تھا۔ وہ آزاد تھی۔ اس کی سمجھ میں یہی آ رہا تھا کہ اس کا دل اور دماغ اپنے قابو میں نہیں ہے۔ وہ پھول ہے اور خوشبو کو اپنانا چاہتی ہے۔ یہ فطری امر ہے اور اس سے انکار کرنے کے باوجود وہ انکار نہیں کر سکتی۔

کوئی اپنے دماغ کے خلاف حرکت نہیں کر سکتا۔ دماغ کی ہر بات کو تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔ مثلاً ہر شخص سگریٹ نہیں پیتا لیکن کبھی اس کے دماغ میں یہ خواہش پیدا ہو اور وہ خواہش روز بروز بڑھتی جائے تو ایک آدھ کش ضرور لگائے گا۔ اس کے بعد وہ رفتہ رفتہ سگریٹ نوشی کرنے لگے گا۔ یہی چیز اس کی عادت بن جاتی ہے۔ گویا کہ دماغ پہلی بار جو تحریک پیدا کرتا ہے وہی تحریک رفتہ رفتہ انسان کی عادت بن جاتی ہے۔ گلزاری کو کبھی عشق کا نشہ نہیں ہوا تھا۔ وہ تو ٹیلی پیتھی نے ایک ہلکی سی تحریک پیدا کی تھی۔ یہ تحریک رفتہ رفتہ اس کی تقدیر بنتی چلی گئی۔

مرد اور عورت دونوں ہی شہ زور ہوتے ہیں۔ پختہ ارادوں کے مالک بھی ہوتے ہیں۔ وہ بڑی مضبوطی سے پاؤں جما کر زمین پر کھڑے ہوتے ہیں لیکن پاؤں تلے سے زمین ہی سرک جائے تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔ اگر وہ دریا کنارے بڑے یقین سے اپنا توازن قائم رکھتے کھڑے ہوں اور اچانک پاؤں

پھسل جائے تو یہ ان کا قصور نہیں۔ یہ تو حالات نے انھیں پھسلنے پر مجبور کیا اور دریا کی گہرائی میں پہنچا دیا۔

یہ زیادتی ہوتی اگر وہ ڈاکٹر عبدالباقی سے عشق کا کھیل کھیلتی، اسے بیوقوف بناتی۔ اس سے اپنی ضرورت کے مطابق معلومات حاصل کرتی، پھر اسے ٹھینگا دکھا کر چلی جاتی۔

میں چاہتا تھا، دونوں کا بھلا ہو۔ اسے معلومات حاصل ہو جائیں اور ڈاکٹر بھی صرف سائنسداں کی حیثیت سے مستند نہ ہو بلکہ محبت کا سبق بھی پوری طرح پڑھ لے۔

صبح پانچ بجے میرے کمرے کا دروازہ کھلا۔ وہ اندر آئی۔ پھر مجھے جاگتا ہوا دیکھ کر ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ وہ اس خیال سے گھبرا گئی کہ میں کہیں رات بھر دوسرے کمرے میں رہنے کی وجہ نہ دریافت کروں جبکہ وہ اپنے مشن پر آئی تھی۔ وہ ایک رات تو کیا ساری زندگی بھی میرے کمرے سے باہر رہتی، تب بھی میں پوچھنے والا کوئی نہیں تھا۔

میں بستر کے سرہانے ٹیک لگائے نیم دراز تھا۔ دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر چھت کی طرف دیکھ کر گنگنا رہا تھا۔

پائل میں گیت ہیں چھم چھم کے
تو لاکھ چلے ری گوری تھم تھم کے

اس کی بدحواسی قابل دید تھی۔ اگرچہ میں اسے دیکھ نہیں رہا تھا مگر سوچ کو پڑھ کر دلی کیفیات کو سمجھ سکتا تھا۔ میرے اس طرح گنگنانے پر وہ سخت پریشان ہو گئی۔ اس کے دل میں چور تھا اور وہ چور کہہ رہا تھا، کیا مجھے ساری باتیں معلوم ہو گئی ہیں۔ کیا میں نے چھپ کر اسے دیکھا ہے۔ وہ بے چاری پوچھ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ گیت کیوں گنگنا رہا ہوں۔ یہ تو ایک پرانا فلمی گیت تھا۔ بہت ہی مقبول گیت۔ اسے کوئی بھی گنگنا سکتا تھا، میں بھی گنگنا رہا تھا۔

وہ کرسی گھما کر میری طرف سے منہ پھیر کر بیٹھ گئی تاکہ اس کا چہرہ کسی طرح کی چغلی نہ کھائے۔ وہ اپنی زلفوں کو سمیٹ کر جوڑا باندھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا "کام بن گیا؟"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ ہاتھوں سے باندھا جانے والا جوڑا کھل گیا۔ میں نے پوچھا "تم کچھ پریشان ہو گھبرائی ہوئی سی ہو۔ کیا تمھیں ناکامی ہوئی ہے؟"

وہ سنبھل کر، ٹھہر ٹھہر کر بولی "ڈاکٹر کوئی اناڑی آدمی نہیں ہے۔ ذہین ہے، دنیا جہاں کے تجربات رکھتا ہے تبھی اتنا مشہور سائنسداں کہلاتا ہے۔ کیا وہ اتنی آسانی سے ہمارے دام میں آجائے گا؟"

"ہمارے نہیں، تمھارے۔ یہ کام تمھارا ہے۔ میں نے تو سنا ہے ایک حسین عورت نے ارسطو جیسے فلسفی کی گردن میں گھوڑے کی لگام ڈال دی تھی اور تم ایک معمولی سائنس داں کو اب تک . . ."

وہ میری بات کاٹ کر بے اختیار بولنے لگی "وہ معمولی نہیں ہیں۔ بہت عظیم سائنسداں ہیں۔ وہ بہت اچھے ہیں۔ اتنے اچھے ہیں کہ دل و دماغ پر چھا جاتے ہیں۔"

"کس کے دل و دماغ پر؟"

وہ چونک گئی۔ یکبارگی سر گھما کر مجھے دیکھا۔ اسے احساس ہوا کہ بے اختیار بولتی جا رہی ہے۔ اچانک ہی وہ غصہ دکھاتے ہوئے بولی "میں ڈاکٹر سے معلومات حاصل کروں یا نہ کروں، تم پوچھنے والے کون ہوتے ہو؟ میں مائیکل شوف کے سامنے جواب دہ ہوں۔"

"چلو یہی سہی۔ میں مائیکل شوف کو اپنی رپورٹ پیش کروں گا کہ میں صبح پانچ بجے تک تنہا اپنے کمرے میں رہا اور کتنے دن یہاں رہنا ہے مجھے۔ میں خواہ مخواہ مریض بن کر نہیں رہ سکتا۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا "یہ یہاں سے جلد جانا چاہتا ہے۔ یہ جائے گا تو مجھے بھی ڈاکٹر سے دور جانا ہوگا۔ کیا میرے نصیب میں اتنی مختصر سی ملاقات لکھی ہے؟"

اس کے بعد میں نے خود اسے سوچنے کے لیے چھوڑ دیا۔ اور وہ تسلسل سے سوچنے لگی "ہائے، ڈاکٹر نے تو مجھے یہ سوچنے ہی نہیں دیا کہ یہ اسپتال نہیں، مسافر خانہ ہے۔ ہم مسافروں کی طرح آئے ہیں۔ پھر اپنی اپنی منزلوں کی طرف چلے جائیں گے۔ ڈاکٹر کہیں ہوگا میں کہیں۔ یہ میں نے کیا کیا مجھے تو پہلے ساری زندگی ساتھ رہنے کا معاہدہ کرنا چاہیے تھا۔ محبت میں زبانی معاہدے ہوتے ہیں۔ میں یہ بھی نہ کر سکی تو یہ ہے، کیسی دیوانی ہو گئی تھی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "اب تو صرف سوچنا یہ ہے کہ میں بابر کو کس طرح یہاں زیادہ سے زیادہ رہنے پر مجبور کر سکتی ہوں۔"

وہ اچانک ہی مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا "ابھی تو غصہ دکھا رہی تھیں۔"

وہ کرسی کھینچ کر میرے پاس آگئی۔ پھر اس پر بیٹھتے ہوئے بولی "بات یہ ہے کہ ڈاکٹر بہت گہرا ہے۔ اسے شیشے میں اتارنے میں کچھ دن لگیں گے۔"

"میں کچھ دنوں تک تو رہ نہیں سکتا۔ کل میرا معائنہ ہوگا، اس کے بعد یہاں سے جاؤں گا۔"

"اگر مائیکل شوف تمھیں جانے کی اجازت نہ دے تو؟"

"کیا تم نے ڈاکٹر سے پوچھا ہے کہ وہ یہاں کتنے دنوں تک رہے گا؟"

"مجھے خیال ہی نہیں رہا۔"

"فرض کرو، اسے کل صبح اسپتال سے چھٹی مل جائے تو؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "نہیں، اتنی جلدی چھٹی نہیں مل سکتی۔ میں انھیں نہیں جانے دوں گی۔ وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ کبھی نہیں جا سکتے۔"

میں تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ وہ پھر گڑبڑا گئی۔ جلدی سے سنبھل کر بولی "میرا مطلب ہے، میں ان کا پیچھا کروں گی وہ یہاں سے اسلام آباد جائیں گے۔ میں بھی جاؤں گی۔"

میں نے پوچھا "تم کیسے جاؤ گی۔ تم یہاں میری بیوی کی حیثیت سے ہو۔ ڈاکٹر سے کیا کہو گی؟"

"یہی کہ یہاں کے ڈاکٹر نے اسلام آباد جا کر علاج کرانے کے لیے کہا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں آمنہ کو چھوڑ کر تمھارے شوہر کی حیثیت سے اسلام آباد جاؤں؟"

"تمھیں اعتراض ہے تو ہم آمنہ کو بھی لے جائیں گے۔ مجھے تمھاری بیوی بننے کا شوق نہیں ہے۔"

"مجھے بھی تمھارا شوہر بن کر بیٹھنے کا شوق نہیں ہے۔ یہ کوئی بات ہے کہ خواہ مخواہ بیوی بن کر میرے کمرے میں صبح پانچ بجے تک رہو۔"

"میں تمھارے نہیں، ڈاکٹر کے کمرے میں تھی۔"

یہ حقیقت اس نے بے اختیار بیان کر دی۔ پھر ایکدم سے چپ ہو کر میرا منہ تکنے لگی۔ میں نے کہا "اچھا، تو تم ڈاکٹر کے کمرے میں تھیں۔ تعجب ہے، وہ شخص تم سے اتنا گھل مل گیا ہے۔ پانچ بجے صبح تک تمھارے ساتھ جاگتا رہا لیکن تمھارے مطلب کی بات اس نے نہیں بتائی۔ یہ کوئی تسلیم کرنے کی بات ہے۔"

"تمھارے تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ڈاکٹر تو نہایت شریف آدمی ہے۔ کیا اس نے یہ نہیں پوچھا کہ تم اپنے شوہر کو چھوڑ کر میرے کمرے میں کیوں بیٹھی ہو؟"

"اس کے پوچھنے سے پہلے ہی میں نے تمھاری دماغی کیفیت بیان کر دی تھی۔ تم آمنہ کے ساتھ نکاح پڑھا کر واپس آرہے تھے۔ تمھارے ساتھ جو حادثہ پیش آیا، وہ میں نے آمنہ کی جگہ رہ کر اسے بتا دیا۔ اس طرح پتا چل گیا کہ تم اپنی یادداشت کس طرح کھو چکے ہو۔ یعنی میں تمھاری بیوی ہوں لیکن تم مجھے بیوی تسلیم نہیں کر رہے ہو۔ اپنے آپ کو بھولے ہوئے ہو۔ لہٰذا ہمارے تمھارے درمیان رشتہ ہے بھی اور نہیں بھی۔"

میں پہلے ہی اسلام آباد جانے کے لیے سوچ رہا تھا۔ ایک بات میرے مزاج کے خلاف تھی کہ میں کسی کا آلۂ کار بن کر ان کے منصوبے کے مطابق عمل کروں۔ وہ جہاں مجھے رہنے کے لیے کہیں، وہاں رہوں۔ جہاں جانے کے لیے کہیں، وہاں چل پڑوں۔ میں مصلحت کی خاطر ایسا کر سکتا تھا اور اب تک کرتا رہا تھا۔ اس کے بعد میں اپنے منصوبے پر عمل کرنے والا تھا۔

گزاری تمام رات جاگتی رہی تھی۔ پھر بھی اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ اس کا دھیان ڈاکٹر باقی کی طرف تھا۔ وہ پھر اس سے ملنا چاہتی تھی۔ مستقبل کے متعلق کچھ باتیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ سوچتے سوچتے سو گئی۔ دن کے دس بجے وہ پھر بیدار ہو گئی۔ غسل کرنے کے بعد لباس تبدیل کر کے فوراً ہی دوسرے کمرے میں گئی۔ ڈاکٹر نے اسے دیکھتے ہی کہا "میں کئی بار تمھارے کمرے کے دروازے کے سامنے جا چکا ہوں لیکن دستک دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ میں تمھارے شوہر سے کیا کہتا کہ کس لیے آیا ہوں۔ کس سے ملنا چاہتا ہوں؟"

وہ اس کے پاس بیٹھ کر آہستگی سے بولی "اسے میرا شوہر نہ کہو۔ میرے لیے یہ توہین ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں تم سے صاف صاف باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ کیا تم مجھے زندگی بھر کے لیے اپنا بناؤ گے؟"

"تم میری زندگی کی پہلی عورت ہو اور آخری بھی۔ میں تمھارے بعد کسی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"یہی میری حالت ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے، تم سے پہلے میری زندگی میں کوئی نہیں آیا۔ نہ شوہر کی حیثیت سے، نہ محبوب کی حیثیت سے۔"

"تو پھر یہ تمھارے ساتھ کون ہے؟"

"یہ ایک لمبی داستان ہے۔ پہلے وعدہ کرو، قسم کھاؤ، کبھی میرا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔ میری حفاظت کرو گے تو میں ساری باتیں سچ سچ بیان کر دوں گی۔"

"میں قسم کھاتا ہوں۔ وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ کے لیے تمھیں اپنا بنا لوں گا۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا کیونکہ جس طرح وہ محبت سے ٹوٹ کر بتا رہی تھی اور وہ محبت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر سن رہا تھا، میرا وہاں رہنا مناسب نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اس کی سوچ کو پڑھا تو وہ بتا چکی تھی کہ اس کا تعلق کتنے خطرناک گروہ سے ہے اور وہ

گروہ ایک سپر پاور کے لیے پاکستان میں کام کر رہا ہے۔"

ڈاکٹر نے پوچھا: "تم اس گروہ میں کیوں شامل ہوگئی تھیں؟"

"کیوں نہ ہوتی، پاکستان میں انصاف نہیں ہے۔ چھوٹے صوبوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا جاتا، ہم انقلاب لائیں گے۔"

ڈاکٹر عبدالباقی نے اسے گہری سنجیدگی سے دیکھا، پھر کہا۔ "میں انقلاب لانے میں تمہارا ساتھ دوں گا مگر ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہم پاکستانی ہیں اور پاکستانی بن کر انقلاب لائیں گے۔ اگر حاکمِ وقت کی پالیسی غلط ہے تو ہم اس کے خلاف آواز اٹھائیں گے لیکن غیر ملکی ایجنٹ بن کر، ان کی دلالی کر کے، ان کے آلۂ کار بن کر پاکستان میں تخریبی کارروائی کرنا حاکمِ وقت کو بلیک میل کرنا، نہ تو سیاست ہے نہ شرافت ہے۔"

"کیا تم کسی سیاسی پارٹی کے حامی ہو؟"

"کسی بھی ملک کے سائنسداں، ڈاکٹر اور انجینیر وغیرہ کسی پارٹی کے آدمی نہیں ہوتے۔ وہ سارے ملک کے لیے ہوتے ہیں۔ میں سیاسی آدمی نہیں ہوں۔ زندگی میں پہلی بار تم سے سیاسی بحث کر رہا ہوں۔ بحث کیا کرنا ہے، ایک سیدھی سادی سی بات ہے۔ بعض اوقات ایک سیدھی سچی حقیقت کو سمجھنے میں برسوں لگ جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے، میری چند منٹ کی گفتگو تمہیں قائل کر دے۔ اس بات کو یوں سمجھو، تم میری زندگی میں آئی ہو اور محبت کی تحریک سے آئی ہو۔ اگر بلیک میلنگ کی تحریک سے آؤ گی اور مجھ پر نامناسب دباؤ ڈالو گی تو ہو سکتا ہے کہ میں تمہاری دھونس میں آ جاؤں لیکن دلی محبت نہیں ہوگی، ہمارا رشتہ مستحکم نہیں ہوگا۔ جب دھونس اور بلیک میلنگ سے میاں بیوی کا رشتہ مضبوط نہیں ہو سکتا ہے تو حکومت کیسے مضبوط ہو سکتی ہے۔"

وہ لاجواب ہو کر سوچنے لگی۔ ڈاکٹر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر محبت سے چھیڑتے ہوئے کہا: "جب تم ایک مرد کی پناہ میں آ ہی گئی ہو تو سارا معاملہ مرد پر چھوڑ دو۔ مرد تو ہوتا ہی عورت کے تحفظ کے لیے ہے۔ تمہیں کس بات کا ڈر ہے؟"

"تم نہیں جانتے، وہ کتنے خطرناک لوگ ہیں۔ میں کسی محفوظ پناہ گاہ میں چھپی رہوں یا عام شاہراہ پر چلتی رہوں، وہ کہیں بھی گولی مار سکتے ہیں۔ کہیں بھی غداری کی سزا دے سکتے ہیں۔"

"وہ کیا چاہتے ہیں؟"

وہ تمہارے شبہے کے راز معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا: "اتنی سی بات کے لیے پریشان ہو رہی تھیں۔ تم ان سے کہو، معلومات حاصل کرتے رہنے کے لیے مستقل طور پر میرے ساتھ رہنا ضروری ہے۔ تم مجھ سے شادی کر کے میری شریکِ حیات بن جاؤ گی اور ہمارے اندرونی راز وہاں تک پہنچایا کرو گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "کیا، کیا تم وہاں کے راز مجھے بتا دیا کرو گے؟"

"تم میری شریکِ حیات ہو گی تو میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا اور وہی باتیں تم وہاں جا کر بتا دیا کرنا لیکن اس سے پاکستان کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہمارا ملک نیک نیتی سے ایٹمی توانائی حاصل کر رہا ہے۔ ہمارا مقصد ایٹم بم بنانا ہرگز نہیں ہے ہمارا بنیادی مقصد امن و آشتی ہے۔ ہم ایٹمی توانائی کو پُرامن مقاصد کے لیے استعمال کریں گے تاکہ ہمارے ہاں تیل اور بجلی کی قلت نہ رہے۔ اب ہم کہاں تک کامیاب ہوتے ہیں، یہ خدا بہتر جانتا ہے۔ بہرحال جو میں بتاؤں گا تم ان گروہ کے افراد تک وہ باتیں پہنچا سکتی ہو۔ میری طرف سے پوری اجازت ہے۔"

"پھر تو میں اپنی ٹیم کے لیڈر کو قائل کروں گی کہ مجھے ڈاکٹر کی شریکِ حیات بن کر رہنا ہوگا۔ تاکہ میں ہمیشہ وہاں کے راز اس کے پاس پہنچاتی رہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مائکل شوف جیسے گھاگ لوگ اتنی آسانی سے فریب میں نہیں آتے ہیں۔ اگر کبھی اس نے میری غداری کو بھانپ لیا تو؟"

وہ سوچ میں پڑ گئی، پھر فوراً ہی خوش ہو کر بولی: "ایک بہترین آئیڈیا ہے۔"

ڈاکٹر نے پوچھا: "کیسا آئیڈیا؟"

"میں سوچ رہی ہوں، اگر کبھی اس گروہ کے سرغنہ کو میری غداری کا علم ہو جائے تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

ڈاکٹر نے پوچھا: "کیا کرنا چاہیے؟"

"میرے گروہ کے بڑے بڑے لوگ جو چال چل رہے ہیں، میں وہی چالیں انھیں لوٹا دوں گی۔"

"معلوم تو ہو وہ کیسی چالیں چل رہے ہیں؟"

"وہ اس ملک میں جو بھی سازشیں کر رہے ہیں اور جتنے جراثیم ان سے سرزد ہو رہے ہیں، ان کے پیچھے ایسے تاثرات چھوڑتے جا رہے ہیں جیسے یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہا ہے۔ جب کبھی میری غداری کا شبہ ہوگا تو میں فوراً ہی ایکٹنگ شروع کر دوں گی۔ یوں ظاہر کروں گی جیسے میرے دماغ میں کوئی آتا ہے اور مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں مائکل شوف وغیرہ کے سامنے غلط بیانی سے کام لوں۔ میں انکار کرتی ہوں تو دماغی طور پر غیر حاضر ہو جاتی ہوں اور پھر پتا نہیں چلتا کہ میں کیا کچھ کہہ جاتی ہوں۔"

میں نے اپنے سر کو ایک ہاتھ سے تھام کر دل ہی دل میں کہا: کمال ہو گیا۔ میں ہاتھ بڑھاتا تو میرا ایک ہاتھ گلزاری کی گردن پر اور دوسرا مائکل شوف کی گردن پر ہوتا۔ یہ کمبخت

میرے قریب رہ کر ہی میرے خلاف سازشیں کر رہے تھے وہ جو کہتے تھے، جو کرتے تھے، اس کی تان ٹیلی پیتھی پر آ کر ٹوٹتی تھی۔

ہر شخص اپنے دشمنوں سے نفرت کرتا ہے۔ مجھے اپنے دشمنوں پر پیار آ رہا تھا۔ اب ان سے پہلے کی طرح ٹکرانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اتنا ہی کافی تھا کہ ان کی چال ان کو ہی چُپ چاپ لوٹا دیا کروں۔ جیسا کہ میں نے گلزاری بیگم کے دل میں محبت کا ایک تیر ترازو کر دیا تھا۔ وہ ڈاکٹر باقی کے خلاف سازش کرنے گئی تھی، اب رفتہ رفتہ اس سے متاثر ہوتی جائے گی اور مثبت انداز کی زندگی گزارنا سیکھ لے گی۔ میں دوسرے پاکستانی تخریب کاروں کے ساتھ کس طرح پیش آ سکتا ہوں، اس کا انحصار آئندہ حالات پر تھا۔

میں بیزار ہو کر بستر پر بیٹھ گیا۔ وہاں سے اٹھ کر لباس تبدیل کیا، جوتے پہنے، پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ ساتھ والے کمرے میں دیکھا، اس کا دروازہ بند تھا۔ گلزاری بیگم اور ڈاکٹر کھڑکی پکار رہے ہوں گے۔ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ایک نرس نے مجھے دیکھا۔ ہمارے درمیان مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا۔ وہ اپنے کام سے چلی گئی، میں اسپتال سے باہر آ گیا۔ شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ ٹریفک کا بے پناہ ہجوم تھا۔ ایسا شور تھا کہ سکون کی تلاش کرنے والے اپنا سر تھام کر رہ جاتے ہیں۔ اسپتال کے پُرسکون ماحول سے گھبرا کر نکلا تھا، کوئی بھی شخص جو ہمدرد اور دماغی طور پر صحت مند ہو، وہ اسپتال کے ماحول میں کبھی رہنا پسند نہیں کرے گا۔ خواہ وہاں کتنا ہی سکون ہو۔ میں بھی گھبرا کر باہر آ گیا تھا۔

میں پیدل چلنے لگا۔ باہر نکلنے کا موقع بہت کم ملتا تھا۔ خیال خوانی سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ اب میں تفریح کے موڈ میں تھا۔ ٹیکسی وغیرہ کی قطعی ضرورت نہیں تھی۔ میں وہاں سے صدر تک عورتوں اور مردوں کو دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ سب مشرقی لباس میں تھے۔ مغربی ممالک میں مجھے شاذ و نادر ہی ایسے لباس میں کوئی نظر آتا تھا۔ یہاں تو جدھر نظر پڑتی اٹھتی تھیں..... اپنائیت کا احساس ہوتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ سب چلنے پھرنے والے اور والیاں، بچے اور بوڑھے میرے اپنے ہیں۔ میرا ان سے صدیوں پُرانا نازمینی رشتہ ہے۔

میں نے سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر چاٹ اور دہی بھلے کھائے۔ اگرچہ لاہور کے دہی بھلے والی بات نہیں تھی مگر مزہ آ رہا تھا۔ کوئی مجھے دیکھ لیتا اور معلوم ہو جاتا کہ فرہاد علی تیمور سڑک کے کنارے کھڑا ہو کر کھا رہا ہے تو دیکھنے والے کو شاید اپنی آنکھوں پر یقین نہ آتا۔ ہم اپنی عادت سے مجبور ہیں۔ جب بڑے آدمی بن جاتے ہیں تو لوگ کھڑے ہو کر کھانے میں جھجک محسوس کرتے ہیں۔ پھر بھی ایسی چٹ پٹی چیزیں کھانے سے باز نہیں آتے۔ اپنی کاروں میں بیٹھ کر آتے ہیں اور بڑے ہی شاہانہ انداز میں آرڈر دے کر کار کے اندر بیٹھے بیٹھے ایسی ہی چیزوں سے لُطف اندوز ہوتے ہیں۔

کھاتے کھاتے میری نظر ایک کار کی طرف گئی۔ وہاں ایک شخص بیٹھا مجھے گھور رہا تھا۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک دلربا نظر آ رہی تھی۔ دونوں ہی چاٹ کھا رہے تھے۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی وہ فوراً کھانے کی طرف توجہ دینے لگا۔ میں نے محسوس کیا، وہ مجھے اچھی طرح جانتا ہے اور مجھے سڑک کے کنارے چاٹ کھاتے دیکھ کر حیران ہو رہا ہے۔

سوچنے کی بات تھی کہ وہ مجھے دیکھ کر حیران کیوں ہو رہا ہے؟ کیا اس لیے کہ قیمتی سوٹ پہن کر سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر نہیں کھانا چاہیے یا وہ میرا کوئی پرانا شناسا ہے اور مجھے بابر کی حیثیت سے پہچانتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو مجھے مخالف کیوں نہیں کر رہا ہے۔ مجھ سے ملنا کیوں نہیں چاہتا؟

اسی وقت کار میں بیٹھی ہوئی حسین عورت کو ٹھسکا لگا۔ اس کے ساتھی نے کار کی کھڑکی سے سر نکال کر چاٹ والے چھوکرے کو آواز دی: "چھوٹے، جلدی پانی لاؤ۔"

چھوٹا اتنی جلدی پانی نہیں لا سکتا تھا، جتنی جلدی میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ فوراً ہی انکشاف ہوا کہ اس کے پاس بیٹھی ہوئی حسینہ نایابر کی قاتلہ ہے۔ اس نے پہلے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ اس کے ساتھی نے مجھ سے نظریں ملنے کے بعد سر جھکا کر کھاتے کھاتے اپنی ساتھی عورت سے کہا تھا: "زرینہ! اس شخص کو دیکھو جو سڑک کے کنارے کھا رہا ہے۔ کیا وہ بابر نہیں ہے؟"

یہ سن کر بھی زرینہ نے اپنے کھانے کی پلیٹ سے نظریں نہیں ہٹائیں۔ بڑے یقین سے کہا: "کبیر داس! تم جانتے ہو موت اکثر اپنے شکار کو آدھ مُوا کر کے چھوڑ دیتی ہے۔ میں کبھی آدھا کام نہیں کرتی۔ جس بابر کی ہڈیاں تک گل چکی ہوں گی، اسے تم یہاں دیکھ رہے ہو اور مجھے دیکھنے کو کہہ رہے ہو۔"

کبیر داس نے کہا: "تم دیکھو تو سہی۔"

"تم یہ بھی جانتے ہو کہ جس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتی ہوں، وہ میرے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ میں خواہ مخواہ عاشقوں کا میلہ لگانا نہیں چاہتی۔"

"میرا دعویٰ ہے تم اسے دیکھو گی تو عاشقوں کا میلہ لگانا بھول جاؤ گی۔"

وہ بیزار ہو کر بولی: "کون ہے آخر۔ کہاں ہے وہ؟"

اس نے نظریں اٹھا کر میری جانب دیکھا تھا۔ دیکھتے ہی اسے زور کا ٹھسکا لگا۔ ایسے ہی وقت کبیر داس نے چاٹ والے چھوکرے سے پانی طلب کیا تھا۔ اس کے بعد وہ دونوں میری

گرفت میں آ گئے تھے۔ میں سڑک کے کنارے بھی کھڑا ہوا تھا اور ان کی کار میں بھی موجود تھا۔

یوں تو اسے تھکا لگا تھا لیکن دراصل گھبراہٹ طاری ہوگئی تھی۔ جب تک اس نے دو گھونٹ پانی نہ پیا، اس وقت تک سنبھل نہ سکی۔ پھر وہ ہانپتے ہوئے کہنے لگی "یہ تو باہر ہی لگتا ہے۔"

"لگتا ہے کیا؟ یقیناً ہے۔"

وہ چڑ کر بولی "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" اس نے ہماری آنکھوں کے سامنے دم توڑا تھا۔ ہمارے آدمیوں نے اسے تہ خانے میں لے جا کر پھینک دیا تھا۔ پھر وہ تہ خانے سے کیسے نکل سکتا تھا؟ وہ بھی مرنے کے بعد۔"

"ہو سکتا ہے اس کا دم پوری طرح نہ نکلا ہو، تہ خانے میں جانے کے بعد پھر سانس آ گئی ہو۔ بعض اوقات ایسا ہو جاتا ہے۔"

"اوہ گاڈ! میری عقل تسلیم نہیں کر رہی ہے کیرا! ایسا کرو، بابر نے تمہیں نہیں دیکھا تھا۔ اگر یہ وہی ہے تو تمہیں نہیں پہچان سکے گا۔ تم اس سے باتیں کرو۔ معلوم کرو، یہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اور اگر بابر ہے تو کیسے زندہ رہ گیا؟"

اس دوران زرینہ نے اپنے سر پر آنچل رکھ لیا تھا اور اسے گھونگھٹ کی طرح اوڑھ لیا تھا۔ تاکہ میں سڑک پر سے دیکھنا چاہوں تو اس کا چہرہ واضح طور پر نہ دیکھ سکوں۔

کبیر داس کار سے باہر آ گیا۔ اس نے پیسے ادا کیے۔ چھوٹے کو ایک روپیہ ٹپ کے طور پر دیا پھر میری طرف گھوم کر بولا "آپ مجھے کچھ جانے پہچانے سے لگ رہے ہیں۔ کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

"جب آپ مجھے جانتے ہیں تو نام بھی جانتے ہوں گے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "یہ ضروری نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات چہرے شناسا لگتے ہیں لیکن نام یاد نہیں آتا۔ ویسے میرا نام کبیر ہے۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا "صرف کبیر؟"

وہ ہچکچایا۔ پھر بولا "کبیر حسن۔"

وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ ذات کا ہندو تھا، نام کبیر داس تھا لیکن پاکستان آ کر کبیر حسن بن گیا تھا۔ میں نے گہری سنجیدگی سے کہا "میرا نام اے مسٹر ہے۔"

کبیر نے ہنستے ہوئے کہا "بھلا یہ کیا نام ہوا؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ لوگ مجھے اے مسٹر کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ مجھ سے میرا نام پوچھتے ہیں تو میں نام نہیں بتا سکتا۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ میری یادداشت گم ہو چکی ہے اور میں اپنا ماضی بھول چکا ہوں۔"

وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولا "تم کہتے ہو تو یقین کر لیتا ہوں لیکن یقین کرنے والی بات نہیں ہے۔ تم تو نہایت ہی نارمل انسان لگ رہے ہو۔"

جن کی یادداشت گم ہو جاتی ہے، وہ نارمل ہی ہوتے ہیں، پاگل نہیں ہوتے۔ خیر جانے دو، میں تمہیں یقین دلا کر کیا کروں گا؟"

"کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟"

"ہے، مگر میں تمہیں نہیں بتاؤں گا آخر کیوں بتاؤں؟"

"اگر واقعی تمہاری یادداشت گم ہو چکی ہے اور تمہارا کوئی نہیں ہے اور اگر ہے اور تم اسے پہچانتے نہیں ہو تو ایسی صورت میں ہم تمہارا سہارا بن سکتے ہیں۔ تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔ تمہارے بچھڑے ہوئے لوگوں تک تمہیں پہنچا سکتے ہیں۔"

میں نے چند لمحے تک سوچنے کی ایکٹنگ کی پھر جیب سے اسپتال کا کارڈ نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "اسپتال قریب ہی ہے۔ کارڈ دیکھ کر اور میرے ساتھ چل کر تصدیق کر سکتے ہو لیکن میں اسپتال واپس نہیں جانا چاہتا۔"

وہ میری باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کارڈ کو پڑھ رہا تھا جس میں لکھا ہوا تھا کہ لوسٹ آف میموری کا کیس ہے۔ ایک بہت ہی بڑے ماہر نفسیات سے وقت لیا گیا ہے۔ وہ میرا معائنہ کرنے والا ہے۔

اس نے پڑھنے کے بعد پوچھا "تم اسپتال کیوں نہیں جانا چاہتے؟"

"مجھے گھبراہٹ سی ہوتی ہے۔ کیا مجھ جیسا صحت مند آدمی اسپتال میں رہنا پسند کرے گا۔ میں کل سے وہاں پڑا ہوا تھا۔"

"تمہیں کس نے وہاں بھیجا تھا۔ کوئی تو جان پہچان والا ہو گا؟"

"یہ ایک لمبی داستان ہے۔ میں یہاں سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر نہیں سنا سکتا۔"

"اچھا ذرا ایک منٹ، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا کار کے پاس گیا۔ پھر کار کی کھڑکی کے پاس جھک کر اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے میرا وہ کارڈ زرینہ کی طرف بڑھا دیا اور بہت ہی مختصر الفاظ میں میرے متعلق جلدی جلدی بتانے لگا۔

زرینہ نے کارڈ کو پڑھنے کے بعد اپنے سر سے آنچل ہٹا لیا پھر کہا "اگر یہ لوسٹ آف میموری کا کیس ہے تو یہ مجھے نہیں پہچان سکے گا۔ جب اپنے آپ کو بھول گیا ہے تو دوسروں کو کیا یاد رکھے گا۔ اسے یہاں لے آؤ۔ فراڈ ثابت ہوا تو ہمیں ایسے لوگوں سے نمٹنا بھی آتا ہے۔"

کبیر داس پھر میرے پاس آیا۔ اس نے کہا "میری کرن

میرے ساتھ ہے۔ اگر تم ہمارے ساتھ چلنا پسند کرو تو ہم ایک نہایت ہی آرام دہ کوٹھی میں بیٹھ کر اطمینان سے تمہاری داستان سنیں گے اور ہر طرح تمہارے کام آئیں گے۔"

میں نے کار کے قریب آ کر ذرا جھکتے ہوئے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ گھبرا گئی۔ مجھ سے نگاہیں چار کرنے سے کترانے لگی حالانکہ وہ بڑی بے باک اور سفاک قسم کی عورت تھی لیکن اپنے ہاتھوں سے جسے مارا ہو اور وہی آنکھوں کے سامنے زندہ نظر آئے تو گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا "سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ مجھ میں دلچسپی کیوں لیتے ہیں۔ جب میں پیرس میں تھا تو وہاں بھی لوگ مجھ پر مہربان ہو گئے تھے۔ انھوں نے کہا کہ میں پاکستانی ہوں۔ وہ مجھے پاکستان پہنچا دیں گے اور وہ مجھے یہاں لے آئے۔ اب میں ان سے جان چھڑا کے یہ اسپتال سے نکل آیا ہوں تو آپ لوگ بھی مہربان نظر آتے ہیں۔ کیا آپ دونوں مجھے پہچانتے ہیں؟"

وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ میری باتوں کو توجہ سے سن رہی تھی۔ یقین کر رہی تھی کہ واقعی میں یادداشت کھو چکا ہوں۔ وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی پھر پچھلی طرف کے دروازے کو کھولتے ہوئے بولی "یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔ اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"

کبیر داس نے پچھلی سیٹ کا دوسرا دروازہ کھول دیا۔ ہم دونوں دو طرف سے آ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ کبیر نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ زرینہ نے کہا "میں ایسے لوگوں میں بہت زیادہ دلچسپی لیتی ہوں جو غیر معمولی ہوتے ہیں۔ یوں کہنا چاہیے کہ ایسے لوگوں پر جان دیتی ہوں۔ اب یہی دیکھو کہ تم یادداشت کھو چکے ہو یعنی ایسے انسان ہو جس کے پیچھے بہت ہی پُراسرار ماضی ہے اور جسے کوئی نہیں جانتا حتیٰ کہ تم خود نہیں جانتے۔ ہے نا یہ دلچسپ بات؟ ایسی دلچسپی میں کون حصہ نہیں لے گا؟"

میں نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا "عجیب بات ہے۔ پیرس میں تمہاری جیسی ایک حسین عورت ملی تھی۔ تم تو محض دلچسپی لے رہی ہو، اس نے تو مجھے اپنا شوہر ہی کہہ دیا تھا۔"

"کون تھی وہ؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں، وہ کون تھی۔ میں اس کے ماضی کے متعلق کچھ نہیں جانتا مگر حال کے متعلق جانتا ہوں۔ اس کا نام آمنہ ہے۔"

زرینہ کے دماغ میں سنسناہٹ سی ہونے لگی جیسا کہ میں بتا چکا ہوں، آمنہ کا تعلق سائمن دی گریٹ کے فی ٹی سینٹر سے تھا اور یہ جو زرینہ اور کبیر داس مجھے ملے تھے، ان کے مخالف گروہ سے تعلق رکھتے تھے یعنی یہ عاشر کی سنڈیکیٹ کی طرف سے پاکستان آئے تھے۔ ایک بار پیرس میں زبردست ٹکر ہوئی تھی جس کے نتیجے میں بابر مارا گیا۔ اب دوسری ٹکر شاید کراچی میں ہونے والی تھی۔

زرینہ نے پوچھا "کیا تم آمنہ کے متعلق اور کچھ بتا سکتے ہو۔ اس کے شوہر کا نام کیا تھا یعنی اس نے جب تمہیں شوہر کہا تو کس نام سے مخاطب کیا؟"

"وہ مجھے بابر جلال کہتی تھی۔"

میرے برابر میں بیٹھی ہوئی بابر کی قاتلہ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جسے وہ مار چکی ہے، وہ اس کے شانے سے شانہ لگائے اس وقت کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہے اور بڑی معصومیت سے سب کچھ اُگل رہا ہے۔ اس کی معصومیت یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ اپنی یادداشت کھو چکا ہے۔ ورنہ اپنی اس قاتلہ کو تو... پہچان لیتا جس سے قتل کرنے میں ضرور کوئی نہ کوئی کمی رہ گئی تھی، جس کے باعث وہ زندہ بچ گیا اور اب اسی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

ہم جلد ہی ایک بہت بڑی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ مجھے ایک ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے لیے کہہ کر زرینہ، کبیر کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ دوسرے کمرے میں ریحانہ اور کرم داد بیٹھے ہوئے تھے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس طرح ریحانہ اور کرم داد سے سامنا ہو سکتا ہے۔ ان کے علاوہ دو اور باڈی بلڈر قسم کے جوان تھے جو لڑنے مرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ زرینہ اس کمرے میں پہنچتے ہی ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر رابطہ قائم کرنے لگی تھی اور کبیر داس اپنے ساتھیوں کو میرے متعلق بتا رہا تھا۔

ریحانہ اور کرم داد نے بابر جلال کو کبھی دیکھا نہیں تھا لیکن وہ دو باڈی بلڈر، بابر سے بہت پہلے دو دو ہاتھ کر چکے تھے۔ انھیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ زندہ ہے۔ اس لیے وہ کمرے کے دوسرے دروازے سے نکل کر اس ڈرائنگ روم کی ایک کھڑکی کے پاس آ گئے تھے اور وہاں سے چُپ چاپ جھانک کر مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں انجان بنا ہوا ڈرائنگ روم کا جائزہ لے رہا تھا۔

اُدھر زرینہ نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر لیا تھا۔ کوڈ ورڈ کے تبادلے کے بعد اس نے کہا "مسٹر کم کریٹری! اگر میں یہ کہوں کہ بابر جلال زندہ ہے تو کیا آپ میری عقل پر شبہ کریں گے؟"

کیا پہیلیاں بجھوا رہی ہو۔ کون بابر جلال؟"

"وہی سائمن دی گریٹ کی ناک چڑھی فائٹر آمنہ کا شوہر

جلال جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا تھا اور تہ خانے میں پھینک دیا تھا لیکن وہ زندہ ہے۔"

"ہاں، اب مجھے تمہاری عقل پر شبہ ہوگا۔"

"میں اسے اپنے ساتھ یہاں لے آئی ہوں۔ کیا آپ آکر اسے دیکھنا اور اس کی باتیں سننا پسند کریں گے؟ ہمیں اس کے ذریعے سائمن دی گریٹ کے گروہ کے متعلق بہت سی معلومات فراہم ہو سکتی ہیں۔"

"زرینہ! کیا تمہیں یقین ہے کہ تم نے اسے وہاں لاکر غلطی نہیں کی ہے؟ تمہارا تعاقب نہیں کیا گیا ہے۔ کیا تم سائمن دی گریٹ اور مائنل شوف کو نادان بچہ سمجھتی ہو؟"

"آپ سب اسے تسلیم کرتے ہیں کہ میری چار آنکھیں ہیں۔ میں آگے دیکھتی ہوں مگر پیچھے کی خبر رکھتی ہوں۔ یقین سے کہتی ہوں کہ ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا ہے۔ یہ بابر جلال جو ہمارے ساتھ آیا ہے، اس کی یادداشت گم ہو چکی ہے۔ یہ ایک دلچسپ کیس ہے آپ فوراً آجائیں تاکہ اس گفتگو کرنے کے بعد آپ مطمئن ہو سکیں گے۔"

"اچھی بات ہے، آرہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

ان کا رابطہ ختم ہو گیا۔ اب مجھے کم کریزی کے دماغ میں پہنچنا چاہیے تھا لیکن میں زرینہ کے ذریعے معلوم کر چکا تھا، وہ یوگا کا ماہر ہے۔ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے ٹکرا کر واپس آجائیں۔ یوں شک و شبہ کی ابتدا ہو جاتی کہ فرہاد ان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اب تک وہ مطمئن تھے۔ مختلف ممالک میں مجھے تلاش کیا جا رہا تھا۔ میری مصروفیات کے بارے میں معلوم کرنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں لیکن انھیں صرف رسونتی، سونیا، اعلیٰ بی بی اور مرجانہ وغیرہ کے متعلق معلوم تھا کیونکہ وہ وادی میں تھے اور میں نے آج تک وادی کا رخ نہیں کیا تھا۔ نہ ہی کسی کو بتایا تھا کہ میں کس جگہ ہوں اور کس طرح جگہ تبدیل کرتا رہتا ہوں۔

ایک ملازم میرے لیے چائے اور ناشتے کی ٹرالی لے آیا۔ وہ چاہتے تھے، میں کھانے پینے میں کچھ وقت گزاروں تاکہ اس وقت تک ان کا رعنہ کم کریزی پہنچ جائے۔ مجھے ان کی یہ خواہش پوری کرنے میں کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ دونوں باڈی بلڈر کوٹھی کی چھت پر چلے گئے تھے اور چاروں طرف نظریں دوڑا رہے تھے۔ یہ یقین کرنا چاہتے تھے کہ زرینہ اور کبیر داس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک کوئی اور تو نہیں آیا ہے اور نہ ہی مجھے ان کی مخالف پارٹی نے چارے کے طور پر پیش کیا ہے۔

زرینہ ایک قدِ آدم آئینے کے سامنے بن سنور رہی تھی میرے لیے قیامت بننا چاہتی تھی۔ اس کے دماغ میں یہ بات تھی کہ مجھ سے اور بہت کچھ اگلوانے کے لیے اپنے حسن اور اپنی اداؤں سے کام لینا چاہیے۔ کرم داڈ اسے ایک ٹک دیکھ رہا تھا اور یوں منہ چلا رہا تھا جیسے بے خیالی میں.....

جگالی کر رہا ہو۔ ریحانہ مطمئن تھی ——— زرینہ کی مرضی کے خلاف کوئی اکے قریب نہیں آسکتا تھا۔ وہ صرف اپنے مقصد کے لیے کسی کے قریب آتی تھی۔ قریب آکر بھی اتنا فاصلہ رکھتی تھی کہ شکار تڑپتا..... رہ جاتا تھا اور اس کے ہراساں سے پر ناچار رہتا تھا۔ جو سوال کیا جاتا، اس کا جواب دیتا تھا۔ جو حکم دیا جاتا، اس کی تعمیل کرتا تھا۔ زرینہ کو اپنے شکار سے کھیلنے کا ایسا تجربہ تھا جسے کوئی چیلنج نہیں کر سکتا تھا۔

گاڑی کی آواز سنتے ہی دونوں باڈی گارڈ باہر گئے انھوں نے کم کریزی کا استقبال کیا، اسے ڈرائنگ روم میں لے آئے۔ میں انھیں دیکھ کر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا اور اجنبی نظروں سے دیکھنے لگا۔ کبیر داس نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا "مسٹر بابر! یہ ہمارے باس مسٹر کم کریزی ہیں۔"

میں نے آگے بڑھ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ حیرانی سے میرا منہ تک رہا تھا۔ یقیناً سوچ رہا ہوگا کہ جو مر چکا ہے، وہ نظروں کے سامنے زندہ کس طرح نظر آرہا ہے۔ میں نے پوچھا "کیا آپ کے ہاں مصافحہ کرنے کا دستور نہیں ہے؟"

اس نے چونک کر ہاتھ بڑھایا۔ گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا "کیا واقعی آپ مسٹر بابر ہیں؟"

میں نے کہا "اپنی داستان کا کچھ حصہ مسٹر کبیر کو سنا چکا ہوں۔ میں فرداً فرداً آپ کو بتاؤں گا کہ میرے ساتھ کیسے حالات پیش آرہے ہیں۔"

کم کریزی نے کہا "آرام سے بیٹھو۔ صرف ایک بار تفصیل سے اپنے بارے میں بتاؤ۔ اس کے بعد تم سے کوئی تمہاری داستان نہیں سنے گا بہتر ہوگا کہ ہم تمہاری باتوں کو ریکارڈ کر لیں تاکہ جو بھی تمہارے بارے میں پوچھے، ہم وہی کیسٹ اسے سنا دیا کریں۔ کیا تمہیں یہ منظور ہے؟"

"جی بہتر ہے، میں رٹے ہوئے سبق کی طرح اپنی روداد سناتے سناتے تھک گیا ہوں۔"

ہم الگ الگ صوفوں پر بیٹھ گئے۔ میرے سامنے ایک ٹیپ ریکارڈر لا کر رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد اسے آن کرتے ہی کم کریزی نے سوال کیا "تمہیں کب پتا چلا کہ یادداشت گم ہو گئی ہے اور تم اس دنیا میں بالکل اجنبی ہو حتیٰ کہ اپنے آپ کو پہچاننا بھی بھول گئے ہو؟"

میں زرینہ کے دماغ سے معلوم کر چکا تھا، اب سے ایک ہفتے پہلے اس نے بابر کو ہلاک کیا تھا اور اسے تہ خانے

میں پھینکوا دیا تھا۔ اسی کے مطابق میں نے کہا "جب میں ہوش میں آیا، میں نے آنکھیں کھول کر خود کو اجنبی محسوس کیا اور مجھے کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی تو میرے ایک اجنبی میزبان سے معلوم ہوا، اتوار کا دن تھا، جولائی کی دس تاریخ تھی۔ میزبان کہہ رہا تھا کہ مجھ پر بڑے مظالم ڈھائے گئے ہیں۔ مجھے ایسی اذیتیں دی گئی ہیں جن کا کوئی نشان جسم پر نہیں ملتا لیکن اندرونی چوٹیں ہیں۔ وہ میرا علاج کر رہا تھا۔ اس کی باتوں سے اور اس کے سلوک سے پتا چلا کہ وہ ڈاکٹر ہے۔"

کم کریزی نے سوال کیا "تم اس ڈاکٹر کے ہاں کیسے پہنچے تھے؟"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ میں نے کہا نا، جب میں نے آنکھ کھولی اور خود کو اجنبی محسوس کیا تو میں اس ڈاکٹر کے مکان میں تھا۔"

اتنے میں زرینہ آگئی۔ سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ میرے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں سمٹ کر ایک طرف ہو گیا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی "کیا ہوا؟"

میں نے دوسرے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "تم وہاں بیٹھو۔"

"یہاں بیٹھوں، تو کیا ہرج ہے؟"

"میں اسی لیے آمنہ کے پاس سے بھاگ کر آیا ہوں۔ وہ بھی مجھ سے فری ہونا چاہتی تھی۔ میں نے اس حد تک محسوس کر لیا کہ شاید اس کا شوہر ہو سکتا ہوں لیکن جب تک یقین نہ ہو، میں اس کے قریب نہیں جا سکتا تھا۔ میرے دماغ میں یہ بات آتی ہے کہ عورتوں سے دُور رہنا چاہیے۔"

وہ میرے قریب جھک کر سرگوشی میں بولی "لیکن میں عورت نہیں، آگ بھی ہوں، پانی بھی ہوں۔ جلانا چاہو گے، جلاؤں گی۔ بجھانا چاہو گے، بجھاؤں گی۔ مرنا چاہو گے تو میں نے کئی مرنے والوں کو بھی مایوس نہیں کیا ہے۔ بڑی محبت سے ابدی نیند سُلا دیتی ہوں۔"

میں ذرا اور سمٹ گیا اس سے ذرا اور دُور ہو گیا۔ کم کریزی نے کہا "زرینہ! سوال کرو۔"

وہ سوال کیا کرتی، اندر ہی اندر جھنجلا رہی تھی۔ اسے ایک ریکھنے والے اپنا دل ہار جاتے تھے۔ کل مرنے والے آج مرنے تیار ہو جاتے تھے لیکن میں اس سے کترا رہا تھا۔ بہرحال سامنے کم کریزی کے کہنے کے مطابق سوال کیا "جب تم اپنے میزبان ڈاکٹر کے پاس پہنچے تو تمہارا حلیہ کیا تھا، لباس کیا تھا؟"

میں یہ سب اس کے ہی دماغ سے معلوم کر چکا تھا میں نے جواب دیا "میں نے نیلی پتلون اور نیلی دھاری دار قمیص پہنی ہوئی تھی اور وہ جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی، لباس میلا ہو گیا تھا۔"

زرینہ نے شدید حیران ہو کر کہا "مسٹر کم! بالکل اسی لباس کا ذکر ہے جو بابر اس وقت پہنے ہوئے تھا۔" پھر وہ مجھے مخاطب کرتے ہوئے بولی "اچھا یہ بتاؤ، تمہارے میزبان ڈاکٹر نے تمہارے متعلق کیا رائے قائم کی؟"

میں نے ذرا دیر سوچنے کی ایکٹنگ کی۔ پھر کہا "وہ کہتا تھا، جو لوگ مجھے اس کے دروازے کے سامنے پھینک کر گئے ہیں، وہ مجھے کسی قبرستان سے اٹھا کر لائے تھے۔"

کم کریزی نے چونک کر پوچھا "اس نے یہ رائے کیسے قائم کی؟"

"وہ کہتا تھا، میری جیب سے ایک ہڈی کا ٹکڑا نکلا ہے، وہ انسانی ہڈی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے، میں کسی ٹوٹی ہوئی قبر میں پڑا ہوا تھا۔ پھر وہاں سے لانے والے مجھے ڈاکٹر کے دروازے پر شاید اس لیے پہنچا گئے کہ وہ انسانی ہمدردی رکھتے تھے لیکن کسی قانونی معاملات میں ملوث نہیں ہونا چاہتے تھے۔"

زرینہ اور کم کریزی ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

اس وقت زرینہ کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "یہی بابر ہے، یہی بابر ہے۔ جس تہ خانے میں اسے پھینکا گیا تھا، وہاں کتنے ہی ہڈیوں کے ڈھانچے پڑے تھے۔ ایسے لوگوں کو بھی تہ خانے میں پھینک دیا جاتا تھا جو پوری طرح مرتے نہیں تھے لیکن وہاں پہنچ کر مر جاتے تھے۔ انھی ہڈیوں کے ڈھانچوں میں سے کسی ہڈی کا ٹکڑا بابر کی جیب میں جانے کیسے چلا گیا ہو۔"

وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ میں کس طرح تہ خانے سے نکل آیا جبکہ وہاں سے کوئی نکل نہیں سکتا تھا اور یہ سوال وہ مجھ سے نہیں پوچھ سکتی تھی کیونکہ میری یادداشت گم ہو چکی تھی اور میں خود نہیں جانتا تھا کہ کبھی یادداشت واپس آجانے کی ایکٹنگ کروں گا اور بابر کے ماضی کو سمجھ لینے کا اظہار کروں گا تو اس سوال کا جواب کیسے دوں گا جبکہ وہاں سے کوئی نکل نہیں سکتا تھا۔

فی الحال میں نے یہی سوچ رکھا تھا کہ بحیثیت بابر میری یادداشت کبھی واپس ہی نہیں آئے گی اور نہ ہی میں اس سوال کا جواب دوں گا۔ کم کریزی نے پوچھا "ہم کیسے یقین کریں کہ تمہاری یادداشت گم ہو چکی ہے؟"

"آپ یقین کیوں کریں گے؟ اور کیوں نہیں کریں گے؟ آپ کیوں میری ذات میں دلچسپی لے رہے ہیں؟"

"تم اسپتال سے اس لیے بھاگ کر آئے ہو کہ طبی معائنے سے شاید تمہارا فراڈ ثابت ہو جائے۔ ڈاکٹر یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمہاری یادداشت گم نہیں ہوئی ہے۔"

"میں ایک نہیں، ہزار بار طبی معائنے کے لیے تیار ہوں

لیکن جس انداز میں وہ چاہتے ہیں، اس انداز میں نہیں۔"

"انھوں نے کیا انداز اختیار کیا تھا؟"

"پہلے تو آمنہ میرے پیچھے پڑی رہی پھر انھوں نے آمنہ کو کسی اور ڈیوٹی پر لگا دیا اور میرے ساتھ گلزاری بیگم کو اسپتال بھیج دیا۔"

گلزاری بیگم کا نام سنتے ہی کم کریزی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا پھر اس نے پوچھا "کیا وہ تمھارے ساتھ اسپتال آئی تھی؟"

"آئی تھی نہیں، اب بھی وہیں ہوگی اور مجھے تلاش کر رہی ہوگی۔"

"کیا تم ہمیں ان سب کے متعلق بتا سکتے ہو؟"

"میں جن لوگوں کے ساتھ پیرس سے آیا ہوں اور جن کے نام وغیرہ معلوم ہیں، میں ان کے متعلق بتا سکتا ہوں۔ مجھے بتانے میں کیا حرج ہے۔ وہ کون سے میرے سگے ہوتے ہیں۔"

میں نے ان تمام افراد کے نام بتائے جو پیرس سے ہمارے ساتھ طیارے میں آئے تھے پھر کچھ پنجاب چلے گئے تھے اور کچھ سرحد کی طرف۔ وہ لوگ بڑی توجہ سے میری باتیں سن رہے تھے، انھیں یقین ہوتا جا رہا تھا کہ میری یادداشت گم ہو گئی ہے۔ اگر میں باہر کی حیثیت سے خود کو پہچانتا تو آمنہ کی خاطر اس گروہ کے راز کو کبھی ان پر فاش نہ کرتا اور ان کے ایک ایک آدمی کی رپورٹ نہ سناتا۔ صرف رپورٹ کی ہی بات نہیں تھی بلکہ ماتحل شوف نے میرے سامنے آمنہ کو، گلزاری بیگم کو مجھ کو اور دوسروں کو جس اہم مشن پر بھیجا تھا، میں نے اس اہم مشن کی تفصیل بھی بیان کر دی تھی۔ ایسے میں وہ مجھ پر کیسے شبہ کر سکتے تھے کہ میں فراڈ کر رہا ہوں۔ کم کریزی نے کہا: "ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے تم پر اعتماد نہیں کیا۔ واقعی تم یادداشت کھو چکے ہو۔ اب ہمیں سچ سچ بتاؤ، اسپتال سے کیوں چلے آئے؟ کیا چاہتے ہو؟"

"میں خود نہیں سمجھ سکتا کہ کیا چاہتا ہوں۔ گھبرا جاتا ہوں تو اٹھ کر کہیں چل دیتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں، کسی طرح میری یادداشت واپس آ جائے، میں اپنے آپ کو پہچاننے لگوں۔"

"اس کا تو سیدھا طریقہ تھا کہ تم اسپتال میں رہتے۔"

"میں نہیں رہ سکتا تھا۔ میں بتا چکا ہوں کہ عورتوں سے گھبراتا ہوں۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے میری ایک بیوی اس دنیا میں کہیں ہے اور میرے بچوں کی پرورش کر رہی ہے۔ وہ سب میرا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر میں کسی عورت کے قریب جاؤں گا اور اس کے دام میں پھنس جاؤں گا تو میری بیوی اور بچوں کا حق مارا جائے گا۔ میں جب تک اپنی پچھلی زندگی کو یاد نہیں کروں گا، اپنے متعلق وثوق سے نہیں سمجھوں گا کہ کیا ہوں اور کیا نہیں ہوں، میرے بیوی بچے ہیں یا نہیں؟ اس وقت تک میں کسی عورت کے قریب نہیں جا سکتا۔ اس لیے یہاں آتے ہی پہلے میں نے آمنہ سے نجات حاصل کی، اس کے بعد گلزاری بیگم کے پاس سے بھی بھاگ آیا۔"

کم کریزی نے زرینہ کو اشارہ کیا۔ وہ میرے پاس سے اٹھ کر دوسرے صوفے کی طرف جاتے ہوئے بولی: "میں تمھارے قریب نہیں آؤں گی۔ تمھاری خوشی ہماری خوشی ہے۔"

کم کریزی نے کہا: "ہم نہیں چاہتے کہ تم عورتوں کی وجہ سے گھبرا کر ہمارے پاس نہ رہو اور یہاں سے بھی بھاگ جاؤ۔ تمھیں یہاں پناہ ملے گی۔ ہم تمھارا علاج کرائیں گے۔ کوشش کریں گے کہ جلد سے جلد تمھاری یادداشت واپس آ جائے۔"

زرینہ کی سوچ کہہ رہی تھی: "میں خوب سمجھتی ہوں، اگر کبھی اس کی یادداشت واپس آنے نہیں دے گا۔ اگر اس خود کو باہر کی حیثیت سے اور آمنہ کے شوہر کی حیثیت سے پہچان لیا تو یہ سائمن ڈی گریٹ کی طرف چلا جائے گا اور پھر ہمارے کام کا نہیں رہے گا۔"

کم کریزی نے کہا: "مسٹر بابر! تم آمنہ کے پاس سے آئے، یہ بہت اچھا کیا۔ وہ اچھی عورت نہیں ہے۔ وہ اچھی فائٹر ہے لیکن ابھی مجھ سے پالا نہیں پڑا ہے۔ جس میرے ہتھے چڑھ جاتے ہے، اس دن اپاہج بن کر رہ جاتا ہے۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے کی طرف جانے لگا۔ اس کے پیچھے زرینہ اور کرم داد بھی چلے گئے۔ ریحانہ دیکھ رہی تھی۔ جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ بولی: "مجھے یہ سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ تم عورتوں سے بھاگتے ہو لیکن ماں، بہن اور بیٹی بھی تو عورت ہوتی ہے اگر میں تمھیں بھائی کہوں تو؟"

جب کوئی عورت مجھے بھائی کہتی ہے تو میں خوف سے لرز جاتا ہوں۔ اب سے پہلے میں نے جسے بھی بہن دشمنوں نے اس کے ذریعے مجھے کمزور بنانے کی کوشش وہ بے چاری بہنیں میری وجہ سے بے موت ماری گئیں راولپنڈی میں ایک بہن ریحانہ تھی جس کا انجام میں دیکھ چکا تھا۔ میرے سامنے یہ دوسری ریحانہ، بہن بننے آئی جیسے دوبارہ میرے لیے جنم لیا ہو اور مجھ سے کہہ رہی مجھے پھر بہن بنا لو۔ میں پھر تمھارے لیے جان دینے آئی میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "میں بہن نہیں بنا سکتا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "کیوں؟ بہن اور کا رشتہ تو بڑا مقدس ہوتا ہے اور تم اس سے کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لیے انکار کر رہا ہوں کہ ایک غیرت مند بھائی اپنی بہن کو ایسے ماحول میں نہیں دیکھ سکتا۔ میں پہلے جن لوگوں کے ساتھ تھا، وہ بھی غلط لوگ تھے اور یہ بھی غلط لوگ رہے ہیں۔"

ایک باڈی بلڈر نے غرا کر کہا: "ائے کیا بکواس کر رہے ہو۔ منہ توڑ دوں گا۔"

میں چاہتا تو عملی طور پر اسے منہ توڑ جواب دے سکتا تھا، لیکن جب انھیں آپس میں لڑانا ہی بہتر تھا تو مجھے خود ہاتھ پاؤں چلانے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے ریحانہ کو دیکھتے ہوئے کہا: "جسے تم بھائی بنانا چاہتی ہو، اس کا منہ توڑا جا رہا ہے۔"

ریحانہ نے گھور کر اس باڈی بلڈر کو دیکھا پھر کہا۔ "تم اپنی گرم مزاجی سے باز نہیں آؤ گے؟"

"میں تم سے نہیں کہہ رہا ہوں۔ یہ ہم سب کی توہین کر رہا ہے۔ میں اسے جواب دے رہا ہوں۔"

"تم ایک کمزور آدمی کو چیلنج کر رہے ہو۔ اگر چیلنج کرنا ہی ہے تو کرم داد کو کرو۔"

"تم کیا سمجھتی ہو لڑکیا میں کرم داد سے دبتا ہوں؟"

اس سے آگے وہ کچھ نہ کہتا لیکن میں نے اس کی زبان سے گالی نکلوا دی۔ ریحانہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی، چیخ کر بولی: "کرم داد! ادھر آؤ۔ دیکھو اس نے تمھیں کتنی گندی گالی دی ہے۔ یہ میری توہین کر رہا ہے۔"

اس کے بولتے بولتے کرم داد دوڑتا ہوا پہنچ گیا، پھر اس نے غرا کر پوچھا: "کیا بات ہے؟ کون گالی دے رہا ہے؟ کس نے تمھاری توہین کی ہے؟"

میں نے کہا: "یہ ریحانہ مجھے بھائی بنانا چاہتی تھی۔ یہ پہلوان کہہ رہا ہے کہ منہ توڑ دے گا۔ پتا نہیں کرم داد کس کا نام ہے۔ اس نے اس بے چارے کو بھی گندی گالی دی ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس نے اپنی جگہ سے اچھل کر فضا میں اڑتا ہوا گیا تھا اور باڈی بلڈر کے سینے پر ایک لات ماری تھی۔ وہ لات کھا کر پیچھے گیا۔ شاید اپنے پاؤں پر کھڑا رہتا لیکن ایک تپائی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ فوراً ہی اٹھ کر اس نے جوابی حملہ کرنا چاہا۔ کرم داد نے اس سے پہلے ہی اس پر تابڑ توڑ کرائے کے حملے کیے۔ باڈی بلڈر مار کھا رہا تھا اور سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوا تو اس نے بھی جوابی حملے کیے۔ وہ بھی زبردست تھا۔ پھر کم کریزی کے ڈانٹنے کی آواز سنائی دی: "یہ کیا ہو رہا ہے، رک جاؤ۔ میں کہتا ہوں، فوراً ہاتھ روک لو۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

وہ دونوں اپنی اپنی جگہ رک گئے۔ کرم داد کی دھونس میں آنے والا نہیں تھا لیکن کم کریزی ان کا سرغنہ تھا اور ان ٹی سینٹر میں یہ اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ سرغنہ خواہ مزاج کے خلاف حکم دے، اس پر عمل کرنا ہوگا۔ لہٰذا وہ حکم کے مطابق رک تو گیا مگر جھنجلا کر بولا: "اس نے مجھے خواہ مخواہ.... گندی گالی دی ہے۔ میری بیوی کو چیلنج کیا ہے۔ ابھی انصاف کیا جائے ورنہ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

کم کریزی نے گھور کر باڈی بلڈر کو دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا تم نے گالی دی تھی؟"

"مجھے غصہ آ گیا تھا۔ منہ سے بے اختیار گالی نکل گئی۔"

"تمھاری سزا یہ ہے کہ چپ چاپ کھڑے رہو۔ کرم داد تمھاری پٹائی کرے گا۔"

وہ سر جھکا کر دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ کرم داد نے جھنجلا کر پاؤں پٹختے ہوئے کہا: "مسٹر کریزی! کیا تم مجھے بزدل سمجھتے ہو۔ میں للکارنے والوں کی زبان کھینچ لیتا ہوں، گردن توڑ دیتا ہوں۔ یہ تو سر جھکائے کھڑا ہے۔"

"اگر یہ اپنی غلطی کا اعتراف کر رہا ہے اور اس نے تمھارے سامنے سر جھکا لیا ہے تو معاف کر دینا چاہیے۔"

کرم داد نے کریزی کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا: "یو مسٹر کریزی! تمھارے ماسٹر کی نے ایک بنیادی بات سمجھائی ہے کہ دشمن خواہ کتنا ہی سر جھکا لے، معصوم بن جائے، اپنی کمزوری کا اعتراف کرے لیکن اسے کبھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ وہی وقتی طور پر کمزور ہونے والا دشمن بعد میں طاقت حاصل کر کے خطرہ بن سکتا ہے۔ میں ٹی ٹی سینٹر سے جو کچھ سیکھ کر نکلا ہوں، تم اس کے برعکس مجھے سکھا رہے ہو۔"

"کبھی کبھی مصلحتاً اصول کے خلاف چلنا پڑتا ہے تاکہ دوستی قائم رہے۔ اگر یہ آئندہ تمھارا دشمن بنے گا یا کبھی تمھارے لیے گالی نکالے گا تو میری طرف سے کھلی چھٹی ہے، تم اسے مار ڈالنا یا خود مر جانا۔ مجھے اس کی پروا نہیں ہوگی۔"

ریحانہ نے کرم داد کے قریب آ کر اس کے بازو کو تھام کر کہا: "ہمیں اپنے لیڈر کی بات مان لینی چاہیے۔ غصہ تھوک دو۔ یہ آئندہ گالی دے گا تو اس کے منہ پر تھوک دینا۔"

معاملہ رفع دفع کر دیا گیا۔ کم کریزی اور زرینہ وغیرہ پھر دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ کرم داد بھی ان کے ساتھ

تھا۔ وہ اس مسئلے پر بحث کر رہے تھے کہ بابر کو کس طرح اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ کم کریزی کہہ رہا تھا۔ "اسے پھر سائمن دی گریٹ کے گروہ میں بھیج دیا جائے۔ وہاں پہنچ کر یہ ہمارے لیے جاسوسی کرتا رہے گا اور ان کے ساتھ مل جل کر رہے گا۔"

کرم داد اور زرینہ نے پوچھا: "اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہاں جانے کے بعد یہ ہمارے لیے کام کرتا رہے گا۔"

اوّل تو یہ کسی طرح ہمارے قابو میں نہیں رہے گا جب اس کی یادداشت واپس آئے گی تو ہمارے ہاتھ بالکل نہیں آئے گا۔"

کبیر داس نے کہا: "ہر انسان کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے لیکن یہ اپنے آپ کو بھول چکا ہے، اپنی کسی کمزوری کو کیا یاد رکھے گا۔ البتہ کوئی ایسی تدبیر سوچی جائے کہ یہ ہمارا محتاج بن جائے۔ ہمارے سہارے کے بغیر ایک قدم نہ چل سکے۔ تب یہ ہمارے احکامات کی تعمیل کرے گا۔"

وہ سب باری باری بول رہے تھے۔ اپنے طور پر مشورے دے رہے تھے۔ کم کریزی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر اس نے کہا: "ایک تدبیر ذہن میں ہے۔ بابر کی باتوں سے پتا چلتا ہے کہ اسے اپنی بیوی اور بچوں سے بہت محبت ہے حالانکہ بیوی آمنہ ہی ہے جیسا کہ ہمیں معلوم ہے۔ ہو سکتا ہے ہماری معلومات غلط ہوں۔ آمنہ سے پہلے بھی اس کی بیوی اور بچے ہوں۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں اس کی نفسیات سے کھیلنا ہوگا۔ ہمیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ واقعی اس کی بیوی اور دو چار بچے ہیں جو اس کی گمشدگی سے پریشان ہیں۔ اگر وہ بیوی بچے اچانک اسے مل جائیں تو یہ ان میں گھل مل جائے گا۔ انھیں دل کی گہرائیوں سے اپنائے گا پھر ہم ان بیوی بچوں کو اس کی کمزوری بنا سکیں گے۔"

زرینہ نے کہا: "یہ تو لمبا کھیل ہے۔"

"کوئی لمبا کھیل نہیں ہے۔ چٹکی بجا کر یہ کام ہو جائے گا۔ ہم اسے باہر لے چلیں گے، سیر کرائیں گے اور وہیں اچانک بیوی بچے مل جائیں گے۔"

"ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہمارے سنڈیکیٹ میں ایسی کون عورت ہے جس کے دو چار بچے ہوں۔"

کریزی نے کہا: "ہماری سی اکلاس میں ایسی بہت سی عورتیں ہیں جو فیملی لائف گزار رہی ہیں۔ جن کے شوہر بھی ہیں اور بچے بھی۔"

دہشت گردوں کی تنظیم میں ہر طرح کے، ہر مزاج کے اور ہر طبقے کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایسی تنظیم کی 'اے' کلاسوں میں کم کریزی جیسے اونچے درجے کے افراد ہوتے ہیں جو دولتمند، باصلاحیت اور وسیع ذرائع کے مالک ہوتے ہیں۔ 'بی' کلاس میں کرم داد، ریحانہ، زرینہ اور کبیر داس جیسے افراد ہوتے ہیں۔ ان کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ یہ آل راؤنڈر یعنی ہر فن مولا ہوتے ہیں۔ یہ 'اے' کلاس بھی مانے جاتے ہیں اور 'سی' کلاس کا کام بھی کر جاتے ہیں۔ کسی کام سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ جہاں ذہانت آزمانے کی بات ہو یہ وہاں ذہانت آزماتے ہیں۔ جہاں لڑنے مرنے کی بات ہو یہ وہاں موت بن کر چھا جاتے ہیں۔

بہر حال بات یہ طے پا رہی تھی کہ میرے لیے فیملی کا انتظام کیا جائے اور فوراً ہی کیا جائے۔ کبیر داس نے کہا: "ہماری 'سی' ٹیم میں ایک ایسی بنگالی فیملی ہے جو یہاں برسوں سے آباد ہے۔ وہ بنگلہ دیش بننے کے بعد وہاں نہیں گئے۔ پاکستان میں ہی اس لیے رہ گئے کہ ہمارے سینٹر سے یہی حکم دیا گیا تھا۔ ان وہ خاندان ہمارے کام آ سکتا ہے۔"

کریزی نے پوچھا: "اس فیملی میں کوئی ایسی عورت ہے جو ہمارے کام آ سکے؟"

"عورت اور مرد دونوں ہی ہمارے کام آتے رہے ہیں۔ عورت کی عمر زیادہ ہے۔ اس کے جوان بچے ہیں۔ ایک جوان لڑکی ہے۔ بنگالی ہے لیکن اس نے اردو میڈیم سے تعلیم حاصل کی ہے اس سے ہمارا کام اس طرح بن سکتا ہے کہ آمنہ اور بابر بھی مشرقی پاکستان سے نیپال گئے تھے، نیپال سے پیرس پہنچے تھے وہ لڑکی آمنہ کا رول ادا کرے گی۔ اپنا نام آمنہ نہیں کچھ اور بتائے گی اور یہ ہسٹری بیان کرے گی کہ اپنے شوہر یعنی بابر کے ساتھ وہ مشرقی پاکستان سے نکل کر نیپال آئی تھی، وہاں سے کراچی آ گئی تھی اور رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ ایک دن بابر اپنے ایک دوست کے ساتھ پیرس چلا گیا۔ وہ اس کی واپسی کا انتظار کرتی رہی۔ اس کی طرف سے کوئی خط بھی نہیں آیا، کوئی خبر بھی نہیں ملی۔ اس وقت تک وہ اس کے ایک بچے کی ماں بن گئی تھی۔"

زرینہ نے کہا: "لیکن بابر کے دماغ میں تو یہ بات ہے کہ اس کے دو چار بچے ہیں۔"

"اس کے دماغ میں ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ اس کی یادداشت خود اس کے لیے قابلِ یقین نہیں ہے۔ جب اس کی بیوی کہے گی کہ وہ اس کے ایک ہی بچے کی ماں ہے تو اسے تسلیم کرنا ہوگا۔"

کم کریزی نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "بنگالی فیملی کے چھوٹے بچے بھی ہوں گے یعنی اتنے چھوٹے جن کی عمر زیادہ سے زیادہ تین برس ہو۔ یہ کہا جائے گا کہ جب وہ بابر کے ساتھ بنگلہ دیش سے آ رہی تھی تب ماں بننے والی تھی۔ بابر سے بچھڑنے کے بعد ماں بن گئی۔ اس لیے بچہ اپنے باپ کو صورت شکل سے نہیں پہچانتا ہے۔"

کرم داد نے کہا: "لیکن وہ بچہ تو اسی بنگالی فیملی کا ہوگا۔ اس لڑکی کا بھائی ہوگا۔"

ریحانہ نے کہا: "یہ تو اور اچھی بات ہے، وہ بچہ اپنی بہن کو بہن ہی کہتا ہو اور اس کی بہن بابر کی بیوی کی حیثیت سے یہ بتائے گی کہ بچہ نانا نانی کے پاس پرورش پاتا رہا اور اپنی ماں کو بہن سمجھتا رہا۔ ماں باپ نے بھی اسے ماں کہنے نہیں دیا۔ ان کا خیال تھا کہ بابر نہیں آئے گا تو کہیں اس کی شادی کر دیں گے اور لوگوں کو یہ نہیں بتائیں گے کہ وہ ایک بچے کی ماں ہے۔ بعض خاندانوں میں اس قسم کے فراڈ ہوتے ہیں۔ بابر ہمارے اس ڈرامے کو حقیقت سمجھ کر قائل ہو جائے گا۔"

اس پلاننگ سے سبھی متفق ہو گئے۔ کم کریزی نے حکم دیا۔ "کبیر! تم فوراً اس بنگالی فیملی کے ہاں جاؤ۔ اس لڑکی کے لیے بابر کے سلسلے میں تمام ضروری معلومات فراہم کرو۔ زرینہ تمھارے ساتھ جائے گی اور اس لڑکی کو مکمل معلومات اور..... اہم مشورے دے گی۔"

کبیر اور زرینہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ میں ڈرائنگ روم میں بیٹھا چائے کی دوسری پیالی پی رہا تھا۔ وقت گزارنے کے لیے وہاں رکھے ہوئے انگریزی کے رسالے کھول کر ورق گردانی کرنے لگتا تھا اور اس طرح خیال خوانی کرتا جاتا تھا۔ زرینہ اور کبیر کے جانے کے بعد ان کا سرغنہ کم کریزی میرے پاس آ گیا تھا اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہوئے مجھے مزید آزماتا جا رہا تھا۔ میری اسٹڈی کرتا جا رہا تھا کہ وہ مجھے کس حد تک اپنے کام کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ آخر اس نے رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا: "نو بج رہے ہیں مسٹر بابر! کیا خیال ہے، ہم کہیں باہر چلیں، کسی اچھے سے ریستوران میں کھانا کھائیں گے۔ چاندنی رات میں سمندر کے ساحل پر بڑا لطف آتا ہے۔"

اس کی بات سنتے ہی میں نے چونکنے کی ایکٹنگ کی۔ پھر خلا میں تکتے ہوئے بڑبڑانے لگا: "چاندنی رات، سمندر کا ساحل اور اور....."

کم کریزی نے میری طرف جھکتے ہوئے پوچھا: "کیا تمھیں کچھ یاد آ رہا ہے؟"

میں نے ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام لیا پھر کہا: "مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے چاندنی رات کا اور سمندر کے ساحل کا میری زندگی سے گہرا تعلق ہو۔"

وہ چٹکی بجا کر بولا: "پھر تو ہم ضرور ساحل پر چلیں گے۔ ہو سکتا ہے تمھیں کچھ اور باتیں یاد آ جائیں۔ ذرا ایک منٹ، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ باتھ روم جانے کے بہانے دوسرے کمرے میں گیا۔ فوراً چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اسے آپریٹ کیا۔ زرینہ سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا: "اس لڑکی کو یہ سمجھا دو کہ بابر نے ابھی کچھ باتیں یاد کی ہیں۔ ان کا تعلق چاندنی رات اور سمندر کے ساحل سے ہے۔ ان دو باتوں کو لے کر وہ لڑکی کوئی ڈراما پلے کر سکتی ہے۔ ڈیٹس آل۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ کرم داد کو ٹرانسمیٹر دیتے ہوئے کہا: "اسے ہماری گاڑی کے ڈیش بورڈ میں رکھ دو اور تم ریحانہ کے ساتھ یہیں رہو۔ میں بابر کو لے کر جا رہا ہوں۔"

میں دس منٹ کے بعد ہی کم کریزی کے ساتھ کار میں بیٹھا سمندر کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے ذرا پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم مجھے اتنی آزادی سے لیے جا رہے ہو۔ اگر آمنہ یا گلزاری بیگم نے یا مائیکل شوف نے دیکھ لیا تو؟"

"میں ان کو ہتھکڑیوں میں کس سکتا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ ویسے وہ تمھیں نہ دیکھ سکیں تو بہتر ہے کیونکہ تم میرے بہت کام آ سکو گے۔"

"میں تمھارے کس طرح کام آ سکتا ہوں؟"

"یہ ابھی نہ پوچھو۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو اپنے ماتحتوں کو حکم دیا ہے، وہ تمھارے بیوی بچوں کو تلاش کریں گے۔ میرا ایک بہت ہی دلیر ساتھی ہے۔ وہ مائیکل شوف کی کوٹھی میں جائے گا اور ان کے خفیہ ریکارڈ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ ہو سکتا ہے، تمھارے ماضی کے متعلق انھیں بہت کچھ معلوم ہو۔ تمھارے بیوی بچوں کا پتا شاید وہ جانتے ہوں۔ اس طرح ہم جلد ہی تمھارے عزیزوں کو تمھارے پاس لے آئیں گے۔"

میں نے احسان مندی سے کہا: "آپ کتنے اچھے ہیں۔ مجھے ایسے ہی لوگ پسند ہیں۔ جانے کیوں مجھے عورتوں سے نفرت ہوتی ہے۔ خواہ مخواہ پہلی ہی ملاقات میں انگلی نہیں پکڑتیں، پہنچا پکڑ لیتی ہیں۔ توبہ توبہ توبہ....."

میں اس سے باتیں کرتا تھا۔ جب وہ جواباً مجھ سے باتیں کرنے لگتا تو میں کچھ سنتا تھا اور کبھی خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا زرینہ اور کبیر کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ وہ جو سکھا رہے تھے، لڑکی سیکھ رہی تھی۔ میں آسانی سے اس لڑکی کے دماغ میں بھی پہنچ رہا تھا اور بہت کچھ معلوم کرتا جا رہا تھا۔

ہم نے کافٹن کے ریستوران میں رات کا کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد میں نے عادت کے مطابق چائے پی پھر کم کریزی نے کہا۔ "آؤ ذرا ٹھنڈی ٹھنڈی ریت پر ننگے پاؤں دور تک چلیں۔"

میں دور تک جانے کا مطلب سمجھ رہا تھا۔ پلاننگ کے مطابق وہ مجھے ملنے والی تھی۔ پورے چاند کی روشنی بڑی ہی صاف شفاف اور اُجلی تھی۔ دور تک کھلا آسمان نظر آ رہا تھا۔ سفید بادل کے ٹکڑے تیر رہے تھے۔ حدِ نظر تک سمندر کو بھی دیکھا جا سکتا تھا۔ ہم ننگے پاؤں ریت پر چلنے لگے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ریت پر چلنے سے ایک تو ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی دوسرے ہلکی ہلکی سی گدگدی ہوتی تھی۔ خصوصاً ایسے وقت جب سمندر کی کوئی لہر آتی اور ہمارے پاؤں کو چھوتی ہوئی دور نکل جاتی۔ جب لوٹ کر آتی تو ہمارے قدموں تلے سے ریت سرکنے لگتی۔ ایسے ہی وقت گدگدی کا احساس ہوتا تھا جیسے کوئی چھیڑ رہا ہو اور چھیڑنے والا نظر نہ آ رہا ہو۔

پھر وہ نظر آ گئی۔ ہم ٹہلتے ہوئے دور نکل آئے تھے۔ منصوبے کے مطابق وہ دور کھڑی ہوئی تھی۔ ہم اسی طرح ٹہلتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے۔ کم کریزی نے کہا۔ "مس! مجھے تمہیں مس نہیں کہنا چاہیے کیونکہ تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم میرے دوست کی بیوی ہو۔ میں تمہیں بتا دوں، یہ بے چارہ اپنی یادداشت کھو چکا ہے۔ اس کے بارے میں سب کچھ بھول چکا ہے۔"

وہ بے یقینی سے دیکھنے کی ایکٹنگ کرنے لگی۔ غضب اداکارہ تھی۔ مجھے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے دل ٹوٹ کر آنکھوں میں آ گیا ہو۔ "آہ! تم اور مجھے بھول گئے۔ مجھے کیسے یقین آئے کہ تمہاری یادداشت گم ہو گئی ہے۔ کیا تم مجھ سے کترانا چاہتے ہو؟ مجھے جھوٹ کر کسی اور کو اپنانا چاہتے ہو؟"

کم کریزی نے کہا۔ "میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ بے چارہ آپ کو نہیں پہچانتا ہے، تمہیں کیسے پہچانے گا۔ اگر واقعی تم اس کی وائف ہو تو کسی طرح اس کی یادداشت واپس لاؤ۔ اسے پرانی باتیں یاد دلاؤ۔"

وہ بڑی محبت سے میرے ہاتھ کو تھام کر بولی۔ "بابر! میری طرف دیکھو، مجھے پہچانو۔ میں حُور بانو ہوں تمہاری خوبرو۔"

میں نے سوچنے کے انداز میں لفظ حُور کو ذرا کھینچ کر ادا کرتے ہوئے پوچھا۔ "حور؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ "ہاں"

میں نے یاد کرنے کے انداز میں پوچھا۔ "بانو؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "ہاں تمہیں یاد آ گیا نا؟ تم نے پہچان لیا ہے، نا؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔"

"یاد نہیں آ رہا ہے تو اتنا سوچو کہ ایک شریف عورت دوست کو پہچانتی ہو؟"

وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "پہچانتے تو وہ ہیں جو بھولتے ہیں۔ میں اپنے جیون ساتھی کا چہرہ مرتے دم تک نہیں بھول سکتی بابر! تم خاموش کیوں ہو۔ بولتے کیوں نہیں۔ کہ پردیس جا کر مجھ جیسی وفادار اور محبت کرنے والی بیوی کو بھلا دو۔"

"مجھے ایسے دیکھ رہے ہو جیسے کبھی دیکھا نہ ہو۔ میں تمہارے ایک ایک قدم کی، ایک ایک سانس کی ساتھی رہی ہوں۔"

میں نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ چہرے پر ایسے تاثرات پیدا کیے، جیسے دماغ پر بوجھ پڑ رہا ہو۔ پھر میں نے کہا۔ "مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے یہ آواز میں نے سنی ہے۔ یہ چہرہ میں نے کہیں دیکھا ہے۔ تم کون ہو؟"

وہ حیرانی سے بولی۔ "کیا؟ کیا تم مجھے پہچاننے سے انکار کر رہے ہو؟"

"بچہ یوں بھی اپنے نانا اور نانی سے ہلا ہوا ہے۔ وہ مجھے ماں نہیں، بہن کہتا ہے۔ اب میں تمھیں کیا بتاؤں۔ تقریباً تین برس گزر رہے ہیں۔ تم نے پلٹ کر خبر نہ لی۔ میرے والدین مجبور کرتے رہے کہ میں دوسری شادی کرلوں اور میں اب تک انکار کرتی رہی ہوں ــ انھوں نے میری شادی کرانے کے لیے میرے بچے کو سکھایا ہے کہ وہ مجھے بہن کہے تاکہ کہیں بھی میری شادی ہو تو کوئی مجھے بچے والی عورت نہ سمجھے۔"

"اگر وہ میرا بچہ ہے تو میں اس سے ضرور ملوں گا۔ اسے ضرور دیکھوں گا۔"

"پھر میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ میرے والدین تم سے مل کر خوش ہوں گے۔ ان کے دماغ سے میری دوسری شادی کی بات نکل جائے گی۔ ویسے دوسری شادی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

ہم وہاں سے حُور بانو کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ خوب ڈراما ہو رہا تھا۔ ہماری اتنی بڑی دنیا میں اور ہوتا کیا ہے؟ سب ایک دوسرے کے ساتھ ڈراما کرتے ہیں۔ ایک شخص سمجھتا ہے کہ وہی دوسرے سے کھیل رہا ہے۔ اسے خبر نہیں ہوتی کہ دوسرا بھی اس سے کسی نہ کسی انداز میں کھیل رہا ہوتا ہے۔ پھر نتیجہ سامنے آنے کے بعد ہی اصل کھیل کا پتا چلتا ہے۔

ہم حُور بانو کے مکان میں پہنچ گئے۔ وہاں اس کے والدین پہلے سے ہی سکھائے پڑھائے گئے تھے۔ انھیں بتایا گیا کہ میں پردیس سے واپس آگیا ہوں اور اچانک سمندر کے کنارے ملاقات ہوئی ہے۔ انھوں نے بھی حیرانی اور خوشی کا اظہار کیا۔ بڑی گرمجوشی سے میرا استقبال کیا۔ میں نے پوچھا۔ "میرا وہ بیٹا کہاں ہے؟"

میری خواہ مخواہ کی ساس بچے کو لینے کے لیے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میرے خواہ مخواہ کے سسر نے کہا: "جب تم یہاں سے گئے تو بیٹا پیدا ہونے ہی والا تھا۔ وہ تو تمھیں پہچانتا ہی نہیں ہے پھر ہم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ حور بانو کی ماں ہے۔"

وہ وہی کہہ رہا تھا جو اسے سکھایا گیا تھا گویا کہ ریکارڈ کی طرح بج رہا تھا پھر ایک تین برس کا خوبصورت سا لڑکا آیا۔ میں نے اسے گود میں لے کر پیار کیا۔ اس کا نام پوچھا۔ حور بانو بچے کو میری گود میں دیکھ رہی تھی۔ حالانکہ وہ اس کا بھائی تھا لیکن اس کے دماغ میں شہنائیاں سی بج رہی تھیں۔ وہ سوچ رہی تھی: "میری بھی شادی ہوگی۔ کوئی ایسا ہی شوہر ہوگا جس سے میں پیار کروں گی۔ اس کی خدمت کروں گی اس کے لیے ایک پیارے سے بیٹے کو جنم دوں گی۔ بھی اسی طرح میرے بچے کو اٹھا کر پیار کرے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا: "کیا ایسا ہوگا۔ بالکل باہر کی طرح؟"

اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ وہ مجھے تولتی ہوئی سے دیکھ رہی تھی۔ میرے چہرے پر ایک آئیڈیل کی خصوصیات کو تلاش کر رہی تھی پھر اعتراف کر رہی تھی ایسا ہی ہوگا، میرا وہ ہونے والا شوہر ایسا ہی ہوگا۔"

میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو وہ بوں گھبرا چوری پکڑی گئی ہو۔ اس وقت بیوی کا رول ادا کر گئی تھی۔ اس لمحے یہی بات دماغ میں بسی ہوئی تھی آئیڈیل دیکھ رہا ہے۔ اس نے فوراً ہی شرما کر نظریں میں نے اس کی سوچ میں کہا: "یہ کیا؟ مجھے اپنے شوہر طرح نہیں شرمانا چاہیے، آنکھیں ملانا چاہیے۔"

اس کے لیے بڑی مشکل ہوگئی۔ عمر بیوی بننے گمر حالات اسے نقل بیوی بننے پر مجبور کر رہے تھے بڑی مشکل سے نظریں اٹھائیں۔ مجھے یوں دیکھنے لگی آنکھوں ہی آنکھوں میں قربان ہو رہی ہو۔ دل پوچھ کیا بیوی کی حیثیت سے قربان ہو رہی ہے یا آئیڈیل وہ پھر پریشان ہو کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ میں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا: "کیا بلو ہمارے جائے گا؟"

حُور بانو نے چونک کر اپنے والدین کو سوالیہ نظ دیکھا پھر سنبھل کر بولی: "بلو میری امی کے بغیر نہیں سو ہمارے ساتھ جائے گا تو پریشان کرے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "لیکن بلو میرے رہے گا تو میری حفاظت کرے گا۔ جب بھی میرا نام آنا چاہے گا، میں بلو کو کسی نہ کسی طرح جگا دوں گی۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا: "یہ تو میں بھول ہی اگر میں اس کے ساتھ جاؤں گی تو پھر کیا ہوگا؟ ادھ تو بری طرح پھنس جاؤں گی۔"

اس نے فوراً ہی کہا: "بلو ہمارے ساتھ جائے میں اسے لے جا رہی ہوں۔ کل لے آؤں گی۔"

بلو نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "میں نہیں جاؤں

حور بانو نے کہا: "تم چلو تو سہی۔ تمھیں بہت دلاؤں گی۔ تم کھلونے بھی خریدنا چاہتے تھے نا؟"

وہ خوشی سے راضی ہوگیا۔ کوئی بھی شخص کباب میں ہڈی نہیں چاہتا لیکن میں چاہتا تھا۔ میں نے حور بانو کے دماغ کو اس کی ہمدردی کو اچھی طرح پڑھ لیا تھا۔ اگرچہ وہ بہت چالاک تھی۔ غضب کی اداکاری کرتی تھی۔ اس کے والدین دہشت گردوں کی تنظیم میں رہ کر طرح طرح کے فراڈ کرتے آئے تھے۔ نہ جانے کتنے جرائم کیے تھے۔ حور بانو ان کی بیٹی تھی۔ اس نے اپنے والدین سے بہت کچھ سیکھا تھا لیکن ابھی تک بے ایمانی نہیں سیکھی تھی۔

ہر لڑکی کی طرح اس کے دل میں بھی ایک آئیڈیل کی آرزو تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ چاہنے والا کون ہوگا، کیسا ہوگا مگر ایک دُھندلا دُھندلا سا خاکہ اس کے ذہن میں موجود تھا۔ وہ کسی ایک سے محبت نباہنے اور کسی ایک کے لیے جینے مرنے والی لڑکی تھی لیکن اس نے ایسے ماحول میں پرورش پائی تھی جہاں اس کے اجلے دامن پر بدنما دھبہ لگ سکتا تھا۔ اگرچہ اس تنظیم میں بعض عورتیں شادی کرکے ازدواجی اور گھریلو زندگی گزارتی تھیں لیکن کسی مشن کے دوران وہ نہ تو کسی کی بیوی ہوتی تھیں، نہ کسی کی ماں، نہ کسی کی بہن، نہ کسی کی بیٹی۔ ماسٹر کی حکم دیتا تھا اور وہ کٹھ پتلیوں کی طرح حرکت میں آجاتی تھیں۔ پھر حور بانو توسین بھی تھی، جوان بھی اور غیر شادی شدہ بھی تھی۔ تنظیم کا سربراہ ماسٹر کی یا کم کریزی جیسے خاص ماتحت اپنے مفاد کی خاطر حور بانو کو کسی کے بھی سامنے چارے کے طور پر پھینک سکتے تھے۔ یہ بات حور بانو جانتی تھی۔ اس موضوع پر سوچتی تھی پریشان ہوتی تھی، الجھتی رہتی تھی۔ پھر اپنے آپ کو تسلی دیتی تھی: "ایسا کوئی وقت آئے گا تو وہ اپنا دامن بچانے رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔"

میں خدا سے ڈرتا ہوں۔ اسی لیے حُور بانو کے دل میں یہ بات پیدا کردی تھی کہ اپنے تحفظ کے لیے بلو کو ساتھ لے جانا چاہیے۔ میں نے عورتوں کے دماغوں میں پہنچنے اور ان کے دلوں کو جبراً اپنے قابو میں رکھنے کے لیے کبھی ٹیلی پیتھی کا غلط استعمال نہیں کیا۔ جب میں نے دیکھا کہ کوئی گمراہ ہے تو اس راہ میں گم ہوگیا۔

ہم بلو کو لے کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ کم کریزی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ پچھلی سیٹ پر میں حور بانو کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ کریزی چاہتا تھا کہ حور بانو مجھ سے زیادہ سے زیادہ قریب رہے اور میں اس کی طرف مائل ہو جاؤں لیکن حُور بانو نے میرے اور اپنے درمیان بلو کو بیٹھا دیا تھا۔

کریزی عقب نما آئینے میں کبھی کبھی دیکھتا تھا اور ہمارے درمیان بلو کو دیکھ کر ناگواری سے منہ بناتا تھا۔ اسے یہ پسند نہیں تھا کہ ڈیوٹی کے..... دوران کوئی بھی لڑکی اپنی پارسائی دکھائے۔ یقیناً اس سلسلے میں آئندہ حور بانو کو تنبیہ یا سزا ملنے والی تھی۔

اس بے چارے نے صرف فاصلہ رکھا تھا۔ ورنہ مجھے ٹریپ کرنے کے سلسلے میں اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کام لے رہی تھی۔ مجھ سے گھل مل کر باتیں کر رہی تھی۔ میرا ماضی مجھے یاد دلا رہی تھی۔ جیسے واقعی میری شریکِ حیات رہ چکی ہو اور اس نے ہی میرے لیے بلو کو جنم دیا ہو۔

میں اس کی باتیں سنتا جا رہا تھا۔ کبھی بلو کو چھیڑتا بھی جاتا تھا لیکن اس دوران کرم داد کے پاس بھی پہنچ جاتا تھا۔ ابھی کار کے ذریعے ہمارا سفر طویل تھا۔ حور بانو کے گھر سے ہماری وہ کوٹھی بہت دور تھی، جہاں کم کریزی نے اپنی ٹیم کے افراد کو پناہ دے رکھی تھی۔

میں نے ان افراد کے درمیان لڑائی کرادی تھی۔ اگرچہ کرم داد نے اس باڈی بلڈر کو وقتی طور پر معاف کر دیا تھا۔ کریزی کے کہنے پر باڈی بلڈر نے بھی اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا تھا لیکن دونوں طرف اپنی اپنی اَنا کے باعث اپنی اپنی برتری کا غرور موجود تھا۔ پھر ــ میں اس غرور سے فائدہ کیوں نہ اُٹھاتا؟

کرم داد نے کہا تھا۔ کم کریزی کے کہنے سے وہ اس باڈی بلڈر کو معاف کر رہا ہے لیکن وہ آئندہ گالی دے گا تو اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اس سے پہلے کہ کریزی ہمیں لے کر اس کوٹھی میں پہنچتا، میں نے پھر باڈی بلڈر کی زبان سے گالی نکلوا دی۔ اگر وہ اچانک ہی کسی جواز کے بغیر گالی دیتا تو شبہ ہوتا کہ اس کا دماغ چل گیا ہے یا پھر یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہا ہے۔ میں نے ایسی غلطی نہیں کی، اس کا جواز پیدا کیا۔ پھر اسے گالی دینے پر مجبور کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دونوں الجھ پڑے۔ اس بار کرم داد نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ صرف باڈی بلڈنگ سے کچھ نہیں ہوتا آدمی صرف طاقت سے نہیں، اپنے داؤ پیچ سے برتری حاصل کرتا ہے۔ دوسرے باڈی بلڈر نے دیکھا کہ اس کا ساتھی زیر ہو رہا ہے۔ کرم داد سے خالی ہاتھ لڑنا حماقت ہوگی۔ اس نے چاقو سے حملہ کیا۔ کرم داد اگرچہ زخمی ہوا لیکن اس کے قدم اکھڑنے والے نہیں تھے۔ اس نے چاقو والے کو ایسے داؤ میں الجھایا کہ ہاتھ سے چاقو چھوٹ کر گر پڑا۔ پھر تو اس کی بھی شامت آگئی ابتدا میں ریحانہ نے بیچ بچاؤ کی کوشش کی تھی لیکن جب

اس نے دیکھا کہ کرم داد پر چاقو سے بھی حملہ کیا جا رہا ہے تو اس نے فرش پر گرے ہوئے چاقو کو کرم داد کی طرف اچھال دیا۔ اس کے بعد مجھے خیال خوانی کے ذریعے وہاں رہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ جب ہم کریزی کے ساتھ اس کوٹھی میں پہنچے تو کریزی نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ پھر غصّے سے دہاڑتے ہوئے پوچھا "یہ کیا ہو گیا؟"

کرم داد کے ہاتھ میں خون آلود چاقو تھا۔ اس کی آنکھیں سُرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ اس نے بھی جواباً غراتے ہوئے کہا "مسٹر کریزی! وہی ہوا جس کی پیشگوئی ماسٹر کی نے کی تھی۔ اس نے تم سب کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ میں اپنے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کر سکتا۔ اس اُلّو کے پٹھے نے پھر مجھے گالی دی تھی اور میں نے اس کے جواب میں اپنا چیلنج پورا کر دیا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے خون آلود چاقو کو کریزی کے سامنے پھینک دیا۔ حور بانو بلو کا منہ اپنے سینے میں چھپا کر دوسرے کمرے میں جانے لگی۔ کریزی اس کے پیچھے پاؤں پٹختا ہوا گیا۔ دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے دانت پیستے ہوئے سرگوشی میں کہا "تم بہت پارسا بننے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس بچّے کو ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی اور لے کر آئی ہو تو اس کے اور اپنے درمیان اسے دیوار کیوں بناتی ہو۔ پھر اس کا منہ چھپا کر اس کمرے سے یہاں کیوں آئیں۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ جو شخص ہماری تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے ذریعے اس کی بیوی بچّے بھی اس تنظیم کے مزاج کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ بچّے اسی مزاج کے مطابق پرورش پاتے ہیں۔ یہ بلو اگر دو لاشوں سے بہتے ہوئے خون کو دیکھ رہا تھا تو اسے اور دیکھنا چاہیے۔ تم نے اس کا منہ کیوں چھپایا؟"

وہ عاجزی سے بولی "مجھے معاف کر دیجیے۔ زندگی میں پہلی بار تنظیم کے ایسے مس [illegible] ہو رہی ہوں۔ میں نے اب تک انسانوں کی طرح زندگی گزا [illegible] ہے۔ اب نہیں گزاروں گی۔ آپ کا حکم ہو گا تو بلو کو لاشو [illegible] سے سرہانے بٹھا دیا کروں گی۔"

اس نے سر سے پاؤں تک اسے گھور کر دیکھا۔ پھر تسلیم کرتے ہوئے کہا "واقعی تم پہلی بار ہمارے مشن میں شریک ہو رہی ہو۔ ویسے تم نے بہت اچھا رول ادا کیا ہے۔ آئندہ کے لیے محتاط رہو۔ اسے اچھی طرح یاد رکھو۔ تمہارے بیڈ روم میں بلو نہیں جائے گا۔"

"مسٹر کریزی! یہ اجنبی ماحول میں میرے بغیر نہیں رہے گا۔ میرے بغیر نہیں سوئے گا۔"

پہلے اسے سُلانے کی کوشش کرو۔"

"جی بہت اچھا۔"

وہ بلو کو لے کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ وہاں بستر پر اسے لٹا کر تھپکنے لگی۔ سمجھانے لگی "میرے اچھے بھائی سو جاؤ۔ یہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔ تم نے دیکھا تھا۔ دو آدمی مارے گئے ہیں۔ جو بچے بات نہیں سنتے، انھیں یہ مار ڈالتے ہیں۔ اس لیے سو جاؤ۔"

بچّوں کو اَن دیکھے بھوتوں سے ڈرایا جائے تو وہ ڈر کر آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور سو جاتے ہیں جبکہ اس بچّے نے تو، دو لاشیں دیکھی تھیں اور یہ سمجھ رہا تھا کہ اگر وہ بات نہیں مانے گا تو اسے بھی مار ڈالا جائے گا۔ اس نے سہم کر آنکھیں بند کر لیں۔ دوسری طرف مکہ کریزی اور کرم داد وغیرہ کی مصروفیات بڑھ گئی تھیں۔ وہ کوٹھی کے پیچھے بڑا سا گڑھا کھود کر دونوں لاشوں کو چھپا رہے تھے۔ کریزی نے مجھ سے کہا "تم اپنی والف کے ساتھ آرام کر سکتے ہو۔ ہم پتا نہیں کتنی رات کو سوئیں گے۔"

میں نے حور بانو سے پوچھا "بلو کہاں ہے؟"

"وہ سو رہا ہے۔"

"واہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ پہلی بار میں اپنے بیٹے سے مل رہا ہوں۔ پہلے اس سے باتیں کروں گا۔ اس سے شرارتیں کروں گا۔ پھر اسے سونے دوں گا۔"

کریزی نے کہا "مسٹر بابر! بچہ سو رہا ہے، اسے سونے دو۔"

میں نے کہا "اگر وہ سو رہا ہے۔ تو میں اسے نہیں جگاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے خیال خوانی کے ذریعے بلو کو جگا دیا۔ وہ اٹھ کر اجنبی ماحول میں چاروں طرف دیکھنے لگا پھر میں نے اسے چیخنے پر مجبور کیا "دیدی، بانو دیدی، تم کہاں ہو؟"

کریزی نے پریشان ہو کر اس کمرے کی طرف دیکھا میں نے کہا "دیکھا، میں نہ کہتا تھا کہ میرا بیٹا ہے۔ ابھی میرے بغیر نہیں سوئے گا۔"

یہ کہہ کر میں اس کمرے میں گیا اور بلو کو اٹھا کر لے آیا۔ اگر حور بانو اسے اٹھا کر لاتی تو یہ کریزی کے مزاج کے خلاف ہوتا۔ وہ مجھ پر اعتراض نہ کر سکا۔ میں نے حور بانو سے کہا "آؤ، ہم اسے سُلائیں گے۔"

ہم ایک بہت ہی خوبصورت سے بیڈ روم میں آئے روانے کو بند کیا پھر بلو سے باتیں کرنے لگی۔ وہ چاہتی تھی کہ پہلے میں سو جاؤں، اس کے بعد وہ بلو کو سلائے گی۔

جب تک وہ بہل رہی ہے اور بچّے کو بہلا رہی ہے،

اس وقت تک میں ذرا جمال احمد جبکانی کی خبر لے لوں۔ اس کے بعد ان تمام واقعات کو یکجا کر کے اس نتیجے پر پہنچوں گا کہ دشمن آخر ہمارے ملک میں چاہتے کیا ہیں؟

گوٹھ سارنگ میں دہشت پھیلی ہوئی تھی۔ رجب علی سارنگ کی بڑی بیٹی کی شادی ہونے والی تھی۔ یہ وہی بیٹی تھی جس کی منگنی اب سے دو برس چار ماہ پہلے ہوئی تھی۔ اس منگنی کی تقریب میں جمال احمد جبکانی کی اندھی بہن بتّی بھی شریک ہوئی تھی۔

اندھوں کو شادی بیاہ کی خوشیوں سے کیا سروکار؟ انھیں تو کچھ نظر نہیں آتا۔ تاہم دوسروں کی خوشیوں سے اندازہ لگا کر وہ خوش ہوتے ہیں۔ اندھی بتّی کو اس تقریب میں اس لیے مدعو کیا گیا تھا کہ وہ بہت اچھا گاتی تھی۔ گوٹھ میں جہاں بھی شادی بیاہ کی تقریبات ہوتی تھیں۔ وہاں بتّی کو بلایا جاتا تھا۔ سبھی اس کی مترنم آواز کی تعریفیں کرتے تھے۔ وہی بے چاری اندھی جب اس تقریب سے واپس گھر کی طرف آئی تو اغوا کر لی گئی۔ اس کے بعد کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہی۔

یہ قصّہ پرانا ہو چکا تھا۔ غریب کی عزت جاتی ہے تو کوئی قیامت نہیں آجاتی لیکن دو برس چار ماہ بعد قیامت آ رہی تھی۔ وڈیرے رجب علی سارنگ کی بڑی بیٹی کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہونے والی تھی۔ بڑے زور و شور سے تیاریاں ہو رہی تھیں اسی دوران وڈیرے رجب علی کو اغوا کر لیا گیا۔ یہ خبر اس کا منشی لے کر آیا۔ وہ سائیں سارنگ کے ساتھ شادی کے سلسلے میں خریداری کے لیے کراچی گیا تھا۔ واپسی میں تنہا آیا۔ اس نے بتایا کہ ڈاکوؤں نے اسے اغوا کر لیا ہے اور دھمکی دی ہے کہ پچاس ہزار روپے کل شام تک جنگل میں نہ پہنچائے گئے تو وڈیرے کی لاش ملے گی۔

گوٹھ سارنگ کے تھانیدار نے اپنے اعلیٰ افسران سے درخواست کی کہ اسے پولیس پارٹی کی ضرورت ہے تاکہ جنگل میں جا کر اغوا ہونے والے وڈیرے سارنگ کو تلاش کیا جا سکے۔

افسران کی جانب سے تھانیدار کو بارہ مسلح سپاہی فراہم کیے گئے۔ ایک جیپ کار بھی دی گئی۔ وہ سب اسے تلاش کرنے کے لیے جنگل کی طرف روانہ ہوئے ——— اغوا کی خبر دور دور کے علاقوں تک پہنچ گئی تھی۔ دوسرے دن کے اخبارات میں بھی یہ خبر شائع ہوئی۔ ڈاکوؤں نے دوسرے دن شام تک کی مہلت دی تھی۔ اس سے [illegible] گھنٹے پہلے گوٹھ سارنگ کا تھانیدار سپاہیوں کو لے کر جیپ میں بیٹھ کر جنگل کی طرف گیا تھا۔ دوسری صبح ہونے سے پہلے آٹھ سپاہی زخمی حالت میں واپس آئے۔ پتا چلا چار سپاہی مارے گئے تھے اور تھانیدار بھی غائب تھا۔

زخمی سپاہیوں نے بتایا کہ ڈاکوؤں کے پاس جدید اسلحہ ہے۔ وہ کلاشنکوف اور آسٹین گن سے مقابلہ کرتے ہیں اور ان کے مقابلے میں ان سپاہیوں کی پرانی بندوقیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ ان سے پوچھا گیا۔ کیا انھوں نے ڈاکوؤں کو پہچان لیا ہے؟

ایک نے کہا "میں پہچانتا ہوں۔ وہ ڈاکو رانگا ہے۔ اس نے دھمکی دی ہے اگر شام تک پچاس ہزار روپے نہ ملے تو وڈیرے کے ساتھ اب تھانیدار کی بھی لاش ہی ملے گی۔"

آخر ان کی شرائط کے مطابق وڈیرے کا منشی پچاس ہزار روپے لے کر جنگل کی طرف گیا۔ آدھی رات کے بعد تھانیدار اور وڈیرہ سارنگ واپس آ گئے۔ اس علاقے میں ڈاکو رانگا ماما کی دہشت پھیلی ہوئی تھی لیکن واپس آنے والے رجب علی سارنگ اور تھانیدار نے جو بیان دیا اسے سن کر جمال احمد جبکانی پر شبہ ہوتا تھا۔

ان کا بیان تھا کہ پچاس ہزار دینے کے بعد بھی جان چھوٹ نہیں سکتی۔ ڈاکو رانگا ماما نے کہا ہے کہ وڈیرے رجب علی سارنگ کی بڑی بیٹی کی شادی میں سب موجود رہیں لیکن وہ اندھی نہیں ہے جو سہاگ کے گیت لہک لہک کر گاتی تھی۔ لہٰذا شادی اسی شرط پر ہو سکے گی کہ اس اندھی کی کمی پوری کی جائے۔

اس کمی کو پورا کرنے کے لیے رجب علی سارنگ اور تھانیدار کو جو مشورے دیے گئے تھے۔ وہ ان کے لیے قابلِ قبول نہیں تھے۔ مشورے یہ تھے کہ رجب علی سارنگ اپنی دوسری بیٹی کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے عارضی طور پر اندھی بنائے۔ وہ اندھی بن کر سہاگ کے گیت گائے گی۔ پھر اس تقریب کے اختتام پر رجب علی سارنگ کی ملازمہ اسے اسی طرح آنکھوں پر پٹی باندھ کر گھر سے باہر لے جائے گی۔ ایسے وقت تھانے کے دو سپاہی اس عارضی اندھی کو اغوا کر کے تھانیدار کے گھر پہنچا دیں گے۔

اس مشورے پر نہ تو رجب علی سارنگ عمل کر سکتا تھا اور نہ ہی تھانیدار قانون اور اخلاق کے خلاف کوئی کام کر سکتا تھا۔ کرنے کو تو لوگ چھپ کر سب کچھ کر لیتے ہیں مگر جس بات کی پبلسٹی ہو رہی تھی۔ اس میں ملوث ہو کر بھلا کون اپنے آپ کو بدنام کرتا ہے۔ ایسا تو کوئی پاگل ہی کر سکتا تھا۔

جب تک وہ ڈاکو رانگا ماما کے مشوروں پر عمل نہ کرتے اس وقت تک اس کی بڑی بیٹی کی شادی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس سلسلے میں جمال احمد جبکانی پر شبہ ہوا۔ وڈیرے رجب علی سارنگ نے پورے یقین کے ساتھ کہا کہ ڈاکو رانگا ماما کے پیچھے جمال احمد جبکانی کا دماغ کام کر رہا ہے۔ اس کے متعلق تحقیقات شروع ہوئیں۔ گڑے

مُردے اکھاڑنے گئے۔ پتا چلا۔ وہ قتل کے الزام میں جیل بھیج دیا گیا تھا لیکن وہاں سے فرار ہوگیا تھا۔

اعلیٰ افسران نے اس کیس کی فائل طلب کی۔ دوسرے دن تک پتا چلا۔ فائل غائب ہے۔ بات اور آگے بڑھی تو پتا چلا عدالتی ریکارڈ بھی غائب ہوچکا ہے۔ جمال احمد جسکانی کے خلاف کوئی دستاویزی ثبوت نہیں ہے۔ صرف وہ چند گواہ ہیں جو آج بھی اپنے وڈیرے رجب علی سارنگ کے حکم کے مطابق اس کے خلاف گواہی دے سکتے ہیں۔

تفتیش کے دوران انکشاف ہوا۔ جمال احمد جسکانی کراچی شہر میں موجود ہے اور پہلے کی طرح ایک مل میں اکاؤنٹنٹ کی ڈیوٹی انجام دے رہا ہے اور مزدوروں کی یونین کا صدر بھی ہے۔ افسرانِ بالا کے حکم سے جب اسے گرفتار کرنے کے لیے ایک پولیس انسپکٹر اپنے سپاہیوں کے ساتھ پہنچا تو وہ ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کر رہا تھا اور بڑی ہی جوشیلی تقریر کر رہا تھا۔ ہر طرف سے تالیاں بج رہی تھیں۔ انسپکٹر نے موقع کی نزاکت کو بھانپ لیا۔ اگر وہ ایسے وقت گرفتار کرتا تو پورا مجمع ان کے خلاف ہو جاتا۔ اس نے بڑی نرمی سے کہا "مسٹر جمال احمد جسکانی! آپ ہمارے ساتھ تھانے چلیں۔"

جمال احمد نے اپنے بیگ میں سے ایک کاغذ نکال کر انسپکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "چونکہ میں مزدوروں کا لیڈر ہوں اور کسی وقت بھی پولیس والے مجھے گرفتار کر سکتے ہیں۔ اس لیے میں نے قبل از گرفتاری ضمانت لے رکھی ہے۔ یہ میرے ساتھ میرے وکیل بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ ضمانت نامہ ہے۔"

دوسری طرف گوٹھ سارنگ میں اندر ہی اندر لوگوں میں دہشت پھیل رہی تھی۔ جو جمال احمد جسکانی کے خلاف گواہی دینے پر آمادہ تھے۔ وہ اپنے وڈیرے کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہہ رہے تھے۔ "سائیں! ہم جمال کے خلاف گواہی نہیں دیں گے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہماری بہو بیٹیوں کی عزت نہیں رہے گی۔ ہمیں بھی اغوا کیا جائے گا۔"

جو بہت عرصہ پہلے جمال احمد جسکانی کے خلاف گواہی دے چکے تھے۔ انھوں نے اپنے پاس سے ایک ایک پرچی نکال کر وڈیرے کو دکھائی اور کہا "یہ ہمیں دھمکی والے خط ملے ہیں۔ یہ بھی دھمکی دی ہے کہ یہ خط پولیس والوں تک پہنچے گا تو ہماری خیریت نہیں رہے گی۔"

وڈیرہ رجب علی سارنگ ان خطوط کو اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا لیکن ان میں یہ دھمکی بھی لکھی ہوئی تھی کہ رجب علی سارنگ ان خطوط کو پولیس والوں کے حوالے کرے گا تو اس بار ایک لاکھ روپے جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔

ان تمام گواہوں نے اپنے وڈیرے کو وہ خطوط دکھائے کے بعد اس کی آنکھوں کے سامنے انھیں جلا دیا۔ اب جمال جسکانی کے خلاف یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ مختلف ذرائع سے دھمکیاں دے رہا ہے۔ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا جو عدالت کارروائی نہیں ہوسکتی تھی۔ پھر شہر سے اطلاع ملی کہ جمال احمد جسکانی کو گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے پاس قبل از گرفتاری کے سلسلے میں ضمانت نامہ موجود ہے۔

وڈیرہ رجب علی سارنگ اب سے پہلے اتنا کمزور کبھی نہیں پڑا تھا۔ اتنی بے عزتی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ بیٹی کی شادی کی گئی تھی اور آئندہ کبھی یہ شادی ہو سکے گی یا نہیں۔ اس کی کوئی ضمانت نہیں تھی۔ یہ بات یقینی تھی کہ جمال نے اپنی بہن کے مجرم تھانیدار کو زندہ نہیں چھوڑا تھا۔ دوسرا مجرم خود وڈیرہ سارنگ تھا۔ اسے بھی اپنے زندہ بچ رہنے کی امید نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کسی نہ کسی دن جمال اسے سخت اذیتیں دے دے کر مارے گا

وہ دیوار سے لٹکی ہوئی رائفل کو دیکھتا تھا اور سوچتا تھا یہ رائفل کس کام آئے گی جبکہ پولیس والے بے بس ہوگئے جمال نے پورے گوٹھ سارنگ والوں کے سامنے تھانیدار کو قتل کیا تھا۔ وہ اب قانون کی نظروں میں مجرم نہیں تھا۔ اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا اور کوئی گواہی دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اب وہ اپنی حفاظت کیسے کرے گا؟

جمال احمد جسکانی بڑی شاندار زندگی گزار رہا تھا۔ اب مل مالکان کا بھی ساتھ دیتا تھا۔ اس لیے مالکان اس سے خوش تھے۔ اسے رہنے کے لیے ایک چھوٹا سا بنگلہ دے دیا تھا اور آنے جانے کے لیے ایک چھوٹی سی کار بھی دی تھی۔ وہ چاہتا تنظیم کی طرف سے بہت کچھ حاصل کر سکتا تھا۔ شاندار محل نما کوٹھی بنا سکتا تھا! ایئر کنڈیشنڈ گاڑیاں رکھ سکتا تھا لیکن فی الحال وہ قانون کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ اپنے مل مالکان کے طفیل یہ شاندار زندگی گزار رہا ہے۔

وہ ایک رات اپنے بنگلے میں پہنچا تو وہاں وڈیرہ رجب علی سارنگ کی دونوں بیٹیوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ گیٹ کے برآمدے میں کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ ان کے علاوہ ساتھ تھے۔ جمال نے بنگلے کے دروازے کو کھولتے ہوئے

"اندر آجاؤ۔"

وہ اندر آگئیں۔ ملازم باہر کھڑے رہے۔ جمال احمد جسکانی نے دونوں کو گھورتے ہوئے پوچھا "کیا وڈیرہ میرے خلاف کوئی نئی چال چل رہا ہے؟"

دونوں بہنوں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ بڑی بہن نے کہا "ہمارے بابا سائیں میں اتنی سکت نہیں رہی کہ وہ تمھارے خلاف سازش کر سکیں۔ تم نے انھیں عبرتناک سزا دی ہے۔"

"میں نے کوئی سزا نہیں دی اور بھلا میں سزا دینے والا کون ہوتا ہوں۔ میں تو گوٹھ کا ایک معمولی آدمی ہوں۔ ہم جیسے معمولی اور غریب آدمیوں کو تمھارا باپ پاؤں تلے کچلتا ہوا گزر جاتا ہے اور اسے پتا بھی نہیں چلتا کہ کوئی کچلا گیا ہے۔ تم دونوں غلط دروازے پر آئی ہو۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوگئیں۔ چھوٹی بہن نے کہا۔ "ہم جانتے ہیں۔ وقت اور حالات نے تمھیں بہت کچھ سکھا دیا ہے۔ ہمارا بابا سائیں پرانے وڈیروں کی طرح چالیں چلتا ہے اور تم گھاگ سیاستدانوں کی طرح سازشیں کرنا سیکھ گئے ہو۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھ کر بولی "مجھے دیکھو! اب سے شاید دس برس پہلے میں نے تمھیں دیکھا تھا۔ شاید تم نے بھی مجھے اس وقت سے نہیں دیکھا۔ میں وہی ہوں جس کی آنکھوں پر پٹی بندھوا کر تم تھانیدار کے گھر پہنچانا چاہتے ہو۔ ہمارا بابا سائیں مرجائے گا مگر ایسا ہونے نہیں دے گا۔"

بڑی بہن نے کہا "میں وہ لڑکی ہوں جس کی شادی تم نے رکوادی ہے۔ ہمارے بابا سائیں کو فکر لگ گئی ہے۔ وہ نہ ٹھیک سے کھاتے ہیں۔ نہ راتوں کو سو سکتے ہیں۔ پولیس والے اور گوٹھ والے کہتے ہیں۔ جب تک تم زندہ ہو، میری شادی نہیں ہوسکے گی اور میرے بابا سکون کی نیند نہیں سو سکیں گے۔ پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھا سکیں گے۔ یہ کیسا انصاف ہے کہ تم مرد اپنے آپس کے جھگڑوں میں عورتوں کو نشانہ بناتے ہو۔ ان کے ذریعے ایک دوسرے سے انتقام لیتے ہو۔ میں نے یا میری بہن نے تمھارا کیا بگاڑا ہے؟ تمھیں انتقام لینا ہے تو بابا سائیں سے لو۔ پولیس والوں سے لو۔ ہم کمزور عورتیں ہیں، ہمیں تو بخش دو۔"

"یہی بات میں تمھارے بابا سائیں کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ وہ عورتوں کو بیچ میں نہ لایا کریں۔ جتنی گیمنگی دکھانا ہو، جتنے ظلم کرنے ہوں۔ مردوں پر کریں، عورتوں کو ذلیل نہ کیا کریں۔"

چھوٹی بہن نے آگے بڑھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ "جمال! اگر تم مجھے قبول کر سکتے ہو تو اپنے قدموں میں رکھ لو۔ بیوی بنا کر رکھو یا کنیز بنا کر لیکن میری بہن کی شادی ہونے دو۔ میرے بابا کو فکروں سے نجات دلا دو، انھیں معاف کر دو۔ انھوں نے جو غلطیاں کی ہیں، جو ظلم ڈھائے ہیں۔ میں وہ تمام ظلم تمھارے قدموں میں رہ کر برداشت کرنے کو تیار ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اگر مجھے عورتوں پر ہاتھ اٹھانا ہوتا تو بہت پہلے تم میں سے کسی ایک کو تو ختم کر چکا ہوتا یا منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑتا لیکن میں ایسا کرنا نہیں چاہتا۔"

اس کی بڑی بہن نے کہا "ہم سے کوئی ایسی شرط منوالو جس سے ہماری عزت پر آنچ نہ آئے۔ دیکھو عزت بچانے کی خاطر ہی میری بہن تمھارے قدموں میں رہنا چاہتی ہے یعنی کسی ایک کی ہو کر رہنا چاہتی ہے۔ ہماری عزت کو، ہماری غیرت کو، ہماری حیا کو سمجھو۔"

"حیا والے حیا کو سمجھتے ہیں۔ اگر تم سمجھتی ہو تو پوچھ میری بہن کی بے عزتی کے متعلق سوچو۔ وہ حیا والی کس طرح مرگئی۔ اس پر غور کرو۔ پھر اپنے باپ کے پاس جاکر پوچھو..... اگر تم چاہتی ہو کہ میں لڑکیوں کی عزت کروں اور ان کی حیا کا بھرم رکھوں، تو میں تمھاری بھی عزت کروں گا۔ شرط یہ ہے کہ بے حیائی کرنے والے باپ کو اپنے ہاتھوں سے گولی مار دو۔"

وہ دونوں گم صم ہو کر اس کا منہ تکنے لگیں۔ جمال نے کہا۔ "اس بات کو اس طرح سوچو کہ تم میں سے کسی ایک کی عزت لٹ جاتی تو تمھارا باپ اس لڑکے کو کیسی سزا دیتا۔ یقیناً موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ میں بھی اپنی بہن کے مجرموں کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اگر تم چاہتی ہو کہ عزت آبرو سے رہو اور یہ دشمنی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے تو دشمن کو ختم کر دو جو صرف میری بہن کا ہی نہیں، ہر اس مظلوم عورت کا دشمن ہے۔ جو اس کے آگے بے بس ہو جاتی ہے۔ تم نے مجھے حیا کا واسطہ دیا ہے میں یہی واسطہ تمھیں دے کر کہتا ہوں، حیا کے دشمن کو زندہ نہ رہنے دو۔"

"کیا تم ہمارے بابا سائیں سے دشمنی ختم نہیں کر سکتے؟"

"میری دوستی کا اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ تم میرے دشمن کی بیٹیاں ہونے کے باوجود میرے گھر سے باعزت واپس جا رہی ہو، اب جاؤ۔"

ایک بہن نے کہا "ہمیں پہلے ہی اندازہ تھا کہ اگر ہمارے بابا سائیں مرجائیں گے تو تم ہمارے ساتھ دشمنی نہیں کرو گے۔ ہم بہنوں کی شادیاں ہو جائیں گی۔"

اس کی بہن نے کہا "ہمارے بابا سائیں بھی یہی کہتے ہیں۔ کئی بار انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ خودکشی کر لیں گے۔ اپنی جان دے دیں گے تاکہ ہماری زندگیاں برباد نہ ہوں۔"

"اپنے ظالم بابا سائیں کو جاکر سمجھا دو۔ وہ اپنی مرضی سے جس موت کا انتخاب کرے گا۔ وہ مجھے منظور نہیں ہوگی۔ اسے میری مرضی کے مطابق، میری پسند کی موت مرنا ہوگا۔ اپنی ایک

پسند میں تم دونوں کو بتا چکا ہوں۔ جاؤ اور اپنے ہاتھوں سے اس شیطان کو ہمیشہ کے لیے فنا کر دو۔ اگر منظور ہو تو ابھی میرے سامنے وعدہ کرو۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ اسے کس طرح ہلاک کیا جائے۔"

بڑی بہن نے حقارت سے کہا۔ "تم ہمیں بتاؤ گے کہ اپنے باپ کو کس طرح ماریں۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ اگر ہمیں مارنا ہی ہو گا تو جس طرح غیرت مند باپ اپنی بیٹی کو زہر دے کر مار ڈالتا ہے۔ اسی طرح ہم بیٹیاں اپنے باپ کو زہر دے سکتی ہیں۔"

جمال نے انکار میں اپنا سر اور ایک ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں! میری بہن نے گھر سے باہر بھٹکتے ہوئے اندھی آنکھوں کے سامنے اندھیروں سے لڑتے ہوئے ڈھلان میں لڑھکتے ہوئے جان دی تھی۔ وہ بھی اسی طرح بھٹکتا رہے گا اور بھٹکتے بھٹکتے تم دونوں کے ہاتھوں بے بسی کی موت مرے گا۔"

"تم چاہتے کیا ہو؟"

"میں چاہتا ہوں۔ وہ اس طرح مرے کہ تم دونوں پر قتل کا الزام نہ آئے' میں صرف اسے مارنا چاہتا ہوں۔ تم دونوں سے نہ انتقام لینا چاہتا ہوں۔ نہ تمہاری زندگیاں برباد کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا جو کہتا ہوں' اسے توجہ سے سنو۔"

دونوں بہنیں اس کا منہ تک رہی تھیں۔ وہ کہنے لگا۔ "اگر میری شرط منظور ہو تو اپنے گھر پہنچنے کے بعد آج رات تاریکی میں گھر سے نکل جانا اور اسی جنگل کی طرف جانا جہاں تمہارے باپ کو لے جایا گیا تھا۔ میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں' تمہاری عزت آبرو پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ جو لوگ تمہیں جنگل میں پکڑ کر لے جائیں گے۔ وہ تم سے کسی طرح کی دشمنی نہیں کریں گے۔ صرف تمہارے باپ کو یہ دھمکی دے کر بلائیں گے کہ وہ جنگل میں نہ آیا اور مطلوبہ رقم ادا نہ کی تو اس کی بیٹیوں کی لاشیں اس کے پاس پہنچائی جائیں گی۔ اس دھمکی کے بعد وہ ضرور آئے گا اور جب آئے گا تو ڈاکو اور انکا ماما تم دونوں کو ایک ایک ریوالور دے گا اور تمہارے باپ کو شکار کرنے کے لیے تمہیں جنگل میں چھوڑ دے گا۔ پھر وڈیرہ رجب علی سارنگ اپنی زندگی کی بھیک مانگتا اور بھاگتا پھرے گا۔ اپنی بیٹیوں کے سامنے گڑگڑائے گا اور بیٹیاں اسے غیرت دلائیں گی۔ اسے گولی مارتے ہوئے کہیں گی کہ جن عورتوں کی عزت سے وہ کھیلتا رہا۔ وہ بھی اس کی بہنیں اور بیٹیاں تھیں۔ وہ بیٹیاں تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں لیکن یہ بیٹیاں اس کی زندگی کا خاتمہ کر رہی ہیں۔"

وہ دونوں چپ چاپ سن رہی تھیں۔ جمال نے پوچھا۔ "بولو منظور ہے۔"

دونوں بہنوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "منظور ہے۔"

"یہ خیال ہرگز دماغ میں نہ لانا کہ میرے مشورے کے خلاف عمل کرو گی یا چپ چاپ اپنی جان دے دو گی تو تمہارا باپ زندہ بچ جائے گا۔ تم اپنی جانیں دے کر بھی اس کی جان نہیں بچا سکو گی۔"

بڑی بہن نے پوچھا۔ "جمال! ہماری جنگل سے واپسی کے بعد کون یقین کرے گا کہ ہم باعزت واپس آئے ہیں؟ ہمارے معاشرے میں عورت موم کی مورت ہوتی ہے۔ ذرا آنچ لگتے ہی صورت بگڑ جاتی ہے۔"

جمال احمد جسکانی نے قائل ہو کر کہا۔ "ہاں' میں پلاننگ کرتے وقت یہ بھول گیا تھا' تم دونوں جنگل سے واپس آ کر بدنام ہو جاؤ گی۔"

بڑی بہن نے کہا۔ "میں تمہاری ہر بات پر عمل کروں گی۔ تم چاہتے ہو کہ ہم اپنے باپ کو گولی مار دیں تو پھر جنگل میں چھپ کر مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم بابا سائیں کو ہمارے ہاتھوں مرتے دیکھنا چاہتے ہو تو ہم تمہاری یہ خواہش پوری کر دیں گے۔ ہمیں ریوالور دے دو۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے دونوں بہنوں کو دیکھا پھر کہا۔ "جب تم گھر پہنچو گی تو تمہیں اپنے تکیے کے نیچے ریوالور مل جائیں گے۔"

وہ وہاں سے چلی آئیں۔ دوپہر کو اپنے گوٹھ پہنچیں۔ ان کے پختہ دو منزلہ مکان کے سامنے گوٹھ والوں کی بھیڑ لگی تھی۔ ان کے درمیان ان کا باپ وڈیرہ سارنگ اونچی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا دونوں بیٹیاں ملازموں کے ساتھ ان کے سامنے سے گزر کر مکان کے اندر جانے لگیں۔ باپ نے آواز دے کر پوچھا۔ "کیا ہوا' کیا جمال سے ملاقات ہوئی؟ میں ابھی ان لوگوں سے یہی کہہ رہا تھا کہ میں صلح صفائی کا راستہ اختیار کر رہا ہوں۔ میں نے اپنی بیٹیوں کو اس کے پاس بھیجا ہے تاکہ ہمیشہ کی دشمنی ختم ہو جائے۔"

بڑی بیٹی نے تمام گوٹھ والوں کی طرف دیکھا پھر اپنے بابا سائیں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "جمال نے کہا ہے جب ہم گھر پہنچیں گے تو ہمیں اپنے تکیے کے نیچے ریوالور ملیں گے۔ ذرا ٹھہریے ہم دیکھ لیں کہ اس کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں۔ کیا واقعی ہمارے یہاں پہنچنے سے پہلے ریوالور پہنچ چکے ہیں۔"

دونوں بہنیں اندر گئیں جب باہر آئیں تو ان کے ہاتھوں میں ایک ایک ریوالور تھا۔ سب نے حیرانی سے دیکھا۔ رجب علی سارنگ نے پوچھا۔ "یہ ریوالور؟ کیا یہ بھرے ہوئے ہیں؟"

"ہاں' انسان زندگی سے بھرا ہوتا ہے ریوالور موت سے بھرے ہوتے ہیں۔ میں تمام گوٹھ والوں سے پہلی اور آخری بار کہتی ہوں۔ سب دور چلے جائیں۔ اگر ذرا بھی دیر کی تو میں گولی چلا دوں گی۔"

چھوٹی بہن نے بھی للکار کر کہا۔ "میں بھی یہی کہتی ہوں ہمارے ریوالوروں میں جتنی گولیاں ہیں' وہ تم سب پر چلیں گی لہٰذا یہاں سے فوراً دور چلے جاؤ۔"

رجب علی سارنگ نے اٹھ کر غصے سے کہا۔ "کیا تم دونوں کا دماغ چل گیا ہے؟"

"نہیں بابا سائیں! دماغ تو تمہارا خراب ہو گیا تھا مگر ہم بیٹیوں کو باپ کی عجمت میں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔"

چھوٹی بیٹی نے کہا۔ "جب اندھی بتی کے ساتھ زیادتی ہوئی تو ہمیں کچھ احساس ہوا تھا۔ پھر ہم نے سوچا۔ غریب اور چھوٹے درجے کی عورت کی عزت بھی چھوٹی ہوتی ہے۔ اگر کٹ گئی تو کیا ہے ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے لیکن جب تمہارے سامنے یہ شرط رکھی گئی کہ مجھے اندھی بتی کی جگہ عارضی طور پر اندھا بنایا جائے۔ میری آنکھوں پر پٹی باندھ کر مجھے تھانیدار کے گھر پہنچایا جائے تو میں شرم سے مر گئی۔ تب سمجھ میں آیا کوئی عورت چھوٹی نہیں ہوتی' کسی کی عزت چھوٹی نہیں ہوتی۔ جو داؤ پہ لگ جائے بس وہی کھوٹی ہوتی ہے۔"

بڑی بیٹی نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "بابا! جتنی تیزی سے بھاگ سکتے ہو۔ بھاگنا شروع کر دو۔ ایک باپ کا نشانہ لیتے ہوئے میرے ہاتھ کانپ رہے ہیں' لیکن میں گولی ضرور چلا دوں گی۔"

چھوٹی بیٹی نے روتے ہوئے کہا۔ "بابا! دیکھ رہے ہو۔ میں رو رہی ہوں مگر میں تمہیں گولی ضرور ماروں گی۔ تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ بتی بھی تمہاری بیٹی کی طرح تھی؟"

وہ دونوں ہاتھ انکار کے انداز میں ہلا کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہنے لگا۔ "نہیں' نہیں۔ تم دونوں پاگل ہو گئی ہو۔ ارے سوچو تو سہی۔ میں نے تم دونوں کو گود میں کھلایا ہے۔ تم دونوں کو کتنے لاڈ پیار سے پروان چڑھایا ہے۔ تم میرا کھاتی رہی ہو۔ میرے سائے میں پرورش پاتی رہی ہو۔ تم میرے نام سے پہچانی گئی ہو۔ تم دونوں کی عزت' مان اور مرتبہ میری ولدیت سے ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں سے گولی چلی لیکن نشانہ نچانہیں تھا۔ وہ بچ گیا۔ بچتے ہی وہاں سے بھاگنے لگا۔ دونوں بیٹیوں نے بھی اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ بھاگنے والا آگے جا کر لڑکھڑایا اور اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ وہ گھبرایا ہوا تھا۔ اس کے گھٹنے کانپ رہے تھے۔ بھاگنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ ایک بیٹی نے کہا۔ "ہمارے گوٹھ کی بے شمار لڑکیوں کی عزت' مان اور مرتبہ بھی ان کی ولدیت سے تھا لیکن ان کی عزت کو ان کی ولدیت کو تم نے کس طرح خاک میں ملایا۔ جب یہاں کوئی بڑا افسر آتا تھا تو تم اسے موسم کے پھلوں کے ساتھ غریبوں کی عزت بھی پیش کیا کرتے تھے۔ رشوتیں دیتے تھے۔ آج ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ ہم کھلے ہوئے ذہن سے تمہارا چہرہ دیکھ رہے ہیں تو ہمیں باپ کا چہرہ نظر نہیں آ رہا ہے۔"

یہ کہتے ہی پھر ٹھائیں سے گولی چلی۔ اس بار نشانہ صحیح بیٹھا رجب علی سارنگ اپنی بیٹی کے ہاتھ سے گولی کھا کر زمین پر تڑپنے لگا۔ دوسری بیٹی نے گولی چلائی تو اس میں تڑپنے کی سکت بھی نہیں رہی۔ وہ چاروں شانے چت ہو گیا۔ اٹک اٹک کر سانسیں لینے لگا۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ منہ کھل گیا تھا۔ وہ آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے دیدے ساکت ہو گئے اور زندگی نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔

اس کے ساتھ ہی دونوں بہنیں دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں۔ ان کی عجیب حالت تھی۔ روتے روتے قہقہے بھی لگاتی جاتی تھیں۔ ایک نے اپنا سینہ پیٹتے ہوئے کہا۔ "مار ڈالا' ہم نے ایک ایسے درندے کو مار ڈالا جو صرف اپنی بیٹی کو بیٹی سمجھتا تھا' صرف اپنی بیٹی کو بیٹی سمجھنے والا انسان نہیں ہوتا اور جو انسان نہیں تھا' اسے ہم نے مار ڈالا۔"

دوسری بہن نے چیختے ہوئے گاؤں والوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "دیکھو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو۔ سب آ جاؤ' قریب آ جاؤ۔ اب ڈرنے کی بات نہیں ہے۔ آج ہم نے وہ کام کیا ہے۔ جس کے بعد یہاں سے دور دور تک کے علاقوں میں کوئی باپ کسی پرائی بیٹی کی عزت لوٹنے سے پہلے بار بار سوچے گا کہ کہیں اس کی اپنی بیٹی اسے گولی نہ مار دے۔"

بڑی بہن نے کہا۔ "جب تک ہم دوسروں کی عزت کو عزت نہیں سمجھیں گے۔ اس وقت تک اپنی عزت برقرار نہیں رکھ سکیں گے۔ اس کا نتیجہ آج ہم بھگت رہے ہیں۔ ہماری عزت نہیں رہی۔ آج ہم دو کوڑی کی نہیں رہیں۔ کیوں بہن کیا خیال ہے؟"

چھوٹی بہن نے کہا۔ "وہی خیال جو ہم نے پہلے ہی قائم کیا تھا۔ تم مجھے اس دنیا سے اٹھا دو' میں تمہیں اٹھا دیتی ہوں پھر یہ خاندان ہمیشہ کے لیے نابود ہو جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی چھوٹی بہن نے اپنی بڑی بہن کی طرف گولی چلا دی۔ اُدھر سے بھی ایک گولی چلی۔ دونوں لڑکھڑاتے

ہوئے پیچھے گئیں۔ دونوں نے پھر ایک ایک فائر کیا۔ پھر وہ لڑکھڑائیں۔ اس بار ان کے ہاتھوں سے ریوالور چھوٹ گئے تھے وہ چکراتی ہوئی زمین پر گر پڑیں۔

تمام لوگ گم صم کھڑے تھے۔ کیا مرد، کیا عورتیں، کیا بوڑھے کیا بچے، یوں لگ رہا تھا جیسے ان کی آنکھوں کے سامنے سے قیامت کا منظر گزر گیا ہے۔ کسی کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ وہ تین لاشوں کو ایک ٹک دیکھ رہے تھے۔ شام ہو چلی تھی، ہوا بھی تیز چل رہی تھی۔ مرنے والیوں کے دوپٹے ہوا میں لہرا رہے تھے۔ کبھی بہت اوپر کی طرف اٹھتے، جیسے اڑنا چاہتے ہوں۔ پھر وہ دوپٹے اُڑنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی کتنے ہی نوجوان دوڑتے ہوئے آئے کچھ لوگوں نے دوپٹوں کو پکڑنا چاہا۔ کچھ لوگوں نے اپنے کاندھے کی چادر اُتاری۔ پھر ان چادروں سے ان شرم والیوں کو ڈھانپ دیا۔

شرم آتی ہے مگر دیر سے آتی ہے۔

میں نے جمال احمد جبکانی کے دماغ میں رہ کر یہ تمام رُوداد معلوم کی۔ جس وقت اس کے دماغ میں پہنچا۔ تو وہ ایک اہم میٹنگ میں شامل ہونے جا رہا تھا۔ جتنی دیر میں نے اس کے دماغ سے یہ رُوداد سنی، اتنی دیر میں اس کی کار نارتھ ناظم آباد کے دور افتادہ علاقے میں پہنچ گئی تھی۔ ان دنوں کراچی شہر کا وہ علاقہ آج کی طرح آباد نہیں تھا۔ دور تک ویرانی ہی ویرانی تھی۔ اکّا دکّا کوٹھیاں نظر آتی تھیں۔ ان میں سے ایک کوٹھی کے سامنے اس نے اپنی کار روک دی۔ کار سے اتر کر وہ ایک بڑے سے کمرے میں داخل ہوا۔ بہت سی عورتیں اور مرد اس کے منتظر تھے۔ شراب کا دور چل رہا تھا۔ سب ہنس بول رہے تھے۔ اسے بھی ایک پیگ پیش کیا گیا۔ اس نے ہاتھ میں جام کو تھامتے ہوئے پوچھا "باس کہاں ہے؟"

"اس کا سوال ختم ہوتے ہی جواب ملا" میں یہاں ہوں"

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک ادھیڑ عمر کا چپاسام کھڑا ہوا تھا۔ اس امریکی شخص کو بھی چپاسام کہتے تھے۔ اس نے جام والے ہاتھ کو بلند کرتے ہوئے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اِٹ از ٹائم ٹو کم اینڈ سیلیبریٹ یور اچیومنٹس" (خواتین و حضرات! آیئے اور اپنے اپنے کارناموں کا حساب کیجیے)

وہ ایک بڑی سی میز کے پیچھے جا کر ایک بڑی سی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس میز کے اطراف سب بیٹھ گئے۔ جنھیں جگہ نہیں ملی، وہ بیٹھنے والوں کے پیچھے کرسیاں کھینچ کر بیٹھ گئے۔ ان میں زرینہ اور کبیر داس بھی تھے۔ چونکہ زرینہ کی خاصی اہمیت تھی۔ اس لیے اسے جمال جبکانی کی طرح چپاسام کے قریب ہی جگہ دی گئی تھی۔ پاکستان کے ہر علاقے سے الیمانی ٹی سینڈ او رماسٹر کی سنڈیکیٹ کے تمام اہم دہشت گرد وہاں جمع ہوئے تھے۔

چپاسام نے تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہمارا جبکانی کی طرف سے شروع ہونے والی مہم اپنا پہلا مرحلہ مکمل کر چکا ہے۔ اب سے کچھ عرصہ پہلے جمال احمد جبکانی کا خیال تھا کہ وہ اپنے دماغ پر اپنے غصّے پر قابو نہیں پا سکتا۔ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے کر ہی رہے گا۔ ہم جانتے تھے، یہ جوان صرف فائر کلر ہی نہیں اس میں فلاور لائنگ بننے کی بھی صلاحیتیں ہیں۔ اب اس نے فلاور لائنگ بن کر نہایت ٹھنڈے دماغ سے اس مرحلے کو طے کیا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے دشمنوں کو قتل نہیں کیا بلکہ ہم نے ایک گائیڈ لائن دی۔ اس پر اس نے عمل کیا جس کے نتیجے میں وڈیرہ اور اس کی بیٹیاں ختم ہو چکی ہیں"

کبیر داس نے پوچھا "سر! اس سے ہماری تنظیم کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ مانا کہ جمال نے فائر لائنگ بن کر نہیں، فلاور لائنگ بن کر آپ کی مرضی کے مطابق اس کام کو انجام دیا ہے۔ لیکن ہمیں کیا فائدہ؟"

چپاسام نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش ہونے کا اشارہ کیا پھر کہا "کوئی بہت بڑا فائدہ حاصل کرنے کے لیے پہلے اپنے لوگوں کو چھوٹے چھوٹے فائدے پہنچانا پڑتے ہیں۔ بڑے صبر سے کام لینا ہوتا ہے۔ ہم نے جمال کے اندر جو انتقام کی آگ تھی اسے کسی حد تک بجھا دیا لیکن اس کے ساتھ ہی وہاں دہشت پیدا کر دی۔ اس صوبے کے بیشتر علاقوں میں جمال احمد جبکانی ڈاکو رانگا ماما کے نام کی دہشت بیٹھ گئی ہے لوگ رانگا ماما کو ڈاکو سمجھ کر اس سے ڈرتے ہیں اور جمال احمد جبکانی کو ایک ایسا ذہین چالاک اور سازشی سمجھتے ہیں جو قانون کو بھی بے بس کر دیتا ہے کوئی اس کی طرف انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ قانون کی ہتھکڑیاں اس کی کلائی تک پہنچتے پہنچتے پگھل جاتی ہیں"

اس نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا "دہشت پھیلانے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ یہ کہ لوگوں کو پہلے چند شخصیات کے بارے میں بتایا جائے۔ اب غور کریں۔ اس ملک میں جب انتخابات کا دور آئے گا یا کوئی انقلاب لانے کی بات ہوگی تو یہ سب دہشت گرد لوگ کس سے مرعوب ہوں گے، کس کی بات سنیں گے؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ پھر خود ہی جواب دیا "اس سے مرعوب ہوں گے، کی بات سنیں گے جو اس علاقے کے نئے وڈیرے یا نئے لیڈر ہیں کے لوگ ہوں گے اور وہ نئے وڈیرے اور نئے لیڈر قسم کے لوگ ہم سے مرعوب ہوں گے۔ جمال سے رانگا ماما سے ڈر مول لینے کی جرأت نہیں کریں گے۔ وہ ہمارے ہی چہیتے ہوں گے۔ یہ جیسی طرح سمجھتے ہوں گے کہ جب بھی انھوں نے ہمارے

کے خلاف انتخابات میں حصہ لیا یا ہماری مرضی کے خلاف کوئی انقلاب برپا کیا تو وہ اس دنیا سے نابود کر دیے جائیں گے۔ مختصر الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ علاقے کے عوام ان وڈیروں اور لیڈر قسم کے لوگوں سے متاثر ہوں گے اور جو متاثر نہیں ہوں گے، مرعوب نہیں ہوں گے انھیں جمال احمد جبکانی اور رانگا ماما سیدھا کر دیں گے۔ گویا ان تمام علاقوں میں موجودہ قانونی حکومت کے بجائے ہماری غیر قانونی حکومت ہے"

اس نے پھر ذرا توقف کے بعد کہا "میرے ذہین اور جاں نثار دوستو! ہمارا طریقۂ کار یہی ہے کہ آہستہ آہستہ ہر علاقے میں دہشت پیدا کر دو یا بڑی محبت سے طلبا تنظیموں میں شامل ہو جاؤ۔ کسانوں اور مزدوروں کا دل جیتنے کے لیے ان کے حق میں پُرجوش تقریریں کرتے رہو۔ انھیں ایک سیلاب کی طرح اپنے پیچھے بہاتے ہوئے لے چلو۔ پھر دیکھو کہ آنے والی ہر نئی حکومت کس طرح ہمارے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگی"

سب لوگ اس کی باتیں توجہ سے سن رہے تھے۔ پھر اس نے کہا "میں ان ابتدائی کلمات کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں اور کبیر داس سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی رپورٹ پیش کرے"

اس نے جو رپورٹ پیش کی۔ وہ میرے متعلق تھی۔ سب لوگ توجہ سے سننے لگے۔ کیونکہ ان کے مخالف گروہ کا ایک آدمی یعنی بابر جلال ان کے ہاتھ لگ گیا تھا اور اب وہ بابر جلال کو اپنے مقاصد کے لیے کس طرح استعمال کرنے والے تھے۔ اس پر بحث ہونے لگی تھی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ بڑی دیر سے آمنہ کی خبر نہیں لی تھی۔ اس کی خیریت معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن احساس ہوا کہ اپنی جگہ سے دیر تک غیر حاضر رہا ہوں۔ اتنی دیر میں بلو سو گیا تھا۔ حور بانو پلنگ کے پائنتی بیٹھی مجھے یوں دیکھ رہی تھی جیسے میں اس کی طرف آؤں گا اور اسے کھا جاؤں گا۔ وہ بڑی دیر تک اسی انتظار میں رہی پھر حیرانی سے میرا منہ تکنے لگی کیونکہ میں ایک طرف خلا میں تک رہا تھا اور خیال خوانی میں مصروف تھا۔ دماغی طور پر واپس آتے ہی احساس ہوا کہ حور بانو میرا منہ تک رہی ہے اور حیران ہو رہی ہے۔ میں اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

وہ جو کہتے ہیں کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری۔

یہ بات حور بانو پر صادق آئی۔ میرے لبوں پر مسکراہٹ آتے ہی اس کی جان جانے لگی۔ میں نے کہا "مجھے افسوس ہے میں خیالوں میں ڈوبا رہا۔ جب سے خود کو اجنبی سمجھنے لگا ہوں، تب سے سوچتا ہوں، میں کون تھا؟ کیا تھا، کہاں سے آیا ہوں۔ میرے اپنے کون ہیں تو پھر میں سوچتا ہی چلا جاتا ہوں۔ اب نہیں سوچوں گا۔ تمھارے پاس رہوں گا"

میں اس کے پاس کھسکنے لگا۔ وہ اپنے آپ میں سمٹتے ہوئے بولی "نہیں کوئی بات نہیں۔ تمھیں سوچنا چاہیے، خوب سوچنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے ساری باتیں یاد آ جائیں۔ میرا کیا ہے، میں ساری رات یونہی جاگتی رہوں گی۔ دعائیں مانگتی رہوں گی کہ تمھیں پچھلی زندگی یاد آ جائے"

وہ اپنی جگہ سے ہٹنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "کیوں نہ ہم دونوں مل کر دعا مانگیں۔ تم آخر مجھ سے دور کہاں جا رہی ہو؟"

"نہیں تو۔ مم، میں تمھارے پاس ہوں۔ بات یہ ہے کہ..."

"کہ میں تمھارا شوہر نہیں ہوں"

"آں ہاں" اس نے ایک دم سے گھبرا کر مجھے دیکھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "سچ سچ بتاؤ، کیا واقعی تم میری بیوی ہو؟ تمھارے چہرے کی تازگی، تمھاری آنکھوں کی شرم بتا رہی ہے کہ تم پر کسی مرد کا سایہ نہیں پڑا؟ دیکھو، میں نے بڑے دھوکے کھائے ہیں۔ جو عورت ملتی ہے۔ وہی مجھے اپنا شوہر کہتی ہے۔ تم ایک عورت ہو۔ مرد سے زیادہ عورت کو اپنی عزت کا پاس ہوتا ہے۔ وہ ہر حال میں اپنی حفاظت کرتی ہے۔ تم مجھے سچ سچ بتا دو۔ کیا تم میری بیوی ہو؟"

وہ کبھی اپنے دونوں ہونٹوں کو بھینچتی تھی۔ کبھی نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے دباتی تھی۔ کبھی پریشان ہو کر مجھے اور بلو کو دیکھتی تھی۔

"اگر میں بلو کو دوسرے کمرے سے نہ لاتا تو؟"

"میں لے آتی۔ یہ میرے بغیر نہیں سوتا ہے"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم اپنے گھر سے بھی اسے نہ لاتیں وہ تو میں نے اسے ساتھ لانے کے لیے کہا تھا"

"تم خواہ مخواہ بلو کی بات لے بیٹھے ہو۔ یہ ہمارے ساتھ آتا یا نہ آتا، میں تو ہر حال میں تمھاری بیوی ہوں"

"ہاں تم میری بیوی ہو اور ابھی یہ بہانہ کرو گی کہ تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیے ہم ندی کے دو کناروں سے بن کر رہیں۔ کیوں تم نے یہی سوچا ہے، نا؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "یہ نہ سمجھو کہ میں دلوں کے بھید معلوم کر لیتا ہوں۔ یہ تو ایک عام سی بات ہے اور میں نے تو گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہوا ہے۔ میں جانتا ہوں۔ تمھاری جیسی عورتیں کیسی باتیں بناتی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم کب تک باتیں بناتی رہو گی۔ کتنے دنوں تک بناتی رہو گی؟"

وہ بے بسی سے مجھے دیکھنے لگی جو باتیں میری زبان سے نکل رہی تھیں۔ وہی اس کے دل میں تھیں۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ نہ جانے یہ ناٹک کب تک کھیلنا پڑے۔ وہ کب تک

باتیں بنا سکے گی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔ اگر بیوی ہو تو شوہر کی خدمت کرو اور اگر نہیں ہو تو یہ کسی بھی شریف زادی کو زیب نہیں دیتا کہ کسی کے دباؤ میں آ کر ایک غیر مرد کو اپنا شوہر کہنے لگے۔"

یکبارگی اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا اور رونے لگی۔ میں چپ چاپ اس کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ اگرچہ وہ رو رہی تھی۔ آنسوؤں کی زبان سے ظاہر کر رہی تھی کہ یہ سب فراڈ ہے لیکن ڈر بھی رہی تھی کہ کہیں کریزی کو معلوم ہو گیا تو وہ اسے اور اس کے والدین کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے بھائی کو بے دردی سے قتل کر دے گا۔ میں نے ذرا دور ہٹ کر کہا۔ "میں نے فاصلہ قائم کر دیا ہے اور یہ فاصلہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ آنسو پونچھ لو۔"

اس نے اپنے چہرے سے دونوں ہاتھوں کو ہٹا کر بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ وہ اب تک اپنی ماں کی زبانی اور تنظیم کے دوسرے افراد کے ذریعے سنتی آئی تھی کہ جب ایک بار کسی مشن کے دوران کسی لڑکی کو چارہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے تو پھر وہ ہمیشہ کے لیے کھلونا بن کر رہ جاتی ہے۔ وہ میرا منہ حیرانی سے تک رہی تھی۔ کیونکہ میں نے اسے کھلونا نہیں بنایا تھا۔ اس کی عزت رکھ رہا تھا۔ اسے سمجھا رہا تھا۔ اسے صحیح راستہ دکھا رہا تھا اور یہ اتنے تعجب کی بات تھی کہ تخریب کاری کے عزائم رکھنے والی تنظیموں کے افراد کسی ایسے شخص کے متعلق سوچ ہی نہیں سکتے تھے۔ جو ایک نوجوان لڑکی کو سیدھا راستہ دکھاتا ہو۔

مجھے ہلکی سی آہٹ کا احساس ہوا۔ میں نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ کرم داد کے پاس پہنچ کر دیکھا وہ ہمارے کمرے کے باہر بند دروازے کے دوسری طرف کھڑا ہوا تھا اور کم کریزی سے پوچھ رہا تھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو۔ کسی کی خواب گاہ میں جھانکنا اچھی بات نہیں ہے۔"

اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ کم کریزی کی ہول کے ذریعے ہمارے کمرے میں جھانکتا رہا تھا۔ کریزی نے سرگوشی میں کرم داد سے کہا۔ "کیا اچھا ہے، کیا برا، میں خوب سمجھتا ہوں۔ تم یہاں سے جاؤ۔ مجھے اپنا کام کرنے دو۔"

"لیکن تم معلوم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

کریزی نے آہستگی سے کہا۔ "وہ پارسا بننے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ الو کی پٹھی ہمارا کام بگاڑ دے گی۔"

کرم داد نے کہا۔ "مسٹر کریزی! ذرا اس کمرے سے چلیں میں کچھ ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری ضروری بات بعد میں بھی ہو سکتی ہے۔ ابھی مجھے ان کی اسٹڈی کرنے دو۔ ورنہ کام بگڑ جائے گا۔"

"میری ضروری باتیں بعد میں نہیں ہو سکتیں جب میرے اندر کھلبلی پیدا ہوتی ہے تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔"

وہ جھنجلا کر اسے دیکھتے ہوئے دوسرے کمرے میں آیا۔ پھر غصے سے بولا۔ "کیا بات ہے؟"

کرم داد نے ہمارے کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "دیکھو مسٹر کریزی! میں بدمعاش ہوں، مجرم ہوں، قاتل ہوں، درندہ ہوں لیکن کبھی کسی عورت کو چھیڑنا پسند نہیں کرتا۔ جب زندگی میں پہلی بار میرے دشمن کی یہ بیٹی ریحانہ میرے سامنے آئی تو میں نے اسے برباد کرنا چاہا لیکن اس کے ساتھ ہی میرا مکسون بھی برباد ہو گیا۔ مجھے میرا ضمیر ملامت کرتا رہا۔ آخر میں نے اسے بربادی سے بچا کر ہمیشہ کے لیے اپنا لیا۔"

کریزی نے جھنجلا کر کہا۔ "تم کہنا کیا چاہتے ہو مشکل تو یہ ہے کہ جو بات کرتے ہو۔ پہلے اس کی تمہید باندھتے ہو۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ ٹو دی پوائنٹ بات کیا کرو۔"

اس نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔ "تم اس کمرے میں جھانکنا چھوڑ دو۔"

"یہ کیا بکواس ہے تمہیں ان لوگوں سے کیا دلچسپی ہے اور میرے جھانکنے سے تمہارا کیا نقصان ہوتا ہے؟"

"مجھے اسی بات پر اعتراض ہے کہ حور بانو کو اس کی خواب گاہ میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ بابر معصوم ہے۔ وہ اپنے متعلق کچھ نہیں جانتا اور وہ بے چاری غیر شادی شدہ لڑکی ہے۔ اس کے اپنے سپنے ہوں گے اس کی اپنی آرزوئیں ہوں گی۔ جب میں اپنے دشمن کی بیٹی کی آرزوؤں کو اس کے سپنوں کو برباد نہ کر سکا تو حور بانو میری کون سی دشمن ہے۔ میں کیسے اسے برباد ہوتا دیکھ سکوں گا؟"

کریزی نے غصے سے پوچھا۔ "تو پھر اب تک خاموش کیوں تھے۔ کیوں انھیں کمرے کے اندر جانے دیا؟"

"یہ بات میں نے ریحانہ سے کہی تھی۔ ریحانہ نے مجھے سمجھایا کہ مشن کے دوران ہمیں اپنے لیڈر کی کسی بات پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ حور بانو بابر کی بیوی کا رول ادا کر رہی ہے اس طرح اگر ان دونوں کے دل مل جاتے ہیں تو پھر ہم ان کی شادی کرا دیں گے۔ میں ریحانہ کی بات پر خاموش ہو گیا لیکن دل نہیں مان رہا تھا۔ بے چینی سے ٹہلتا ہوا اُدھر آیا تو تمہیں ہول سے جھانکتے ہوئے دیکھا۔ یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔"

"کرم داد! میں تمہارا پارٹی لیڈر ہوں۔ میں تنظیم کے مفاد کی خاطر کسی کے کمرے میں بھی جھانک کر دیکھ سکتا ہوں۔ جاسوسی کر سکتا ہوں۔"

"کیا تم ہمارے کمرے میں بھی جھانکتے رہے ہو؟"

"کیوں نہیں مجھے تمام حالات کا علم رکھنا پڑتا ہے کہ تنہائی میں کون کیا کر رہا ہے۔"

کرم داد نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں پھر دانت پیس کر پوچھا۔ "کیا تم سچ کہہ رہے ہو کہ تم میرے کمرے میں بھی جھانکتے رہے ہو؟"

"ہاں ہاں، جھانکتا رہا ہوں۔ تم اتنا غصہ کیوں دکھا رہے ہو؟"

اس کی بات پوری ہوتے ہی کرم داد کا ایک زبردست گھونسا اس کے منہ پر پڑا۔ کم کریزی لڑکھڑاتا ہوا ذرا پیچھے گیا لیکن سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔

کریزی صرف فلائر اور لانگ نہیں بلکہ فائٹر لانگ بھی تھا۔ فائٹر کی حیثیت سے کرم داد وحیزہ کا استاد تسلیم کیا جاتا تھا۔ صرف یہی نہیں، وہ یوگا کا ماہر بھی تھا۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ پھر ہاتھ کے اشارے سے کرم داد کو دعوت دی کہ وہ آگے بڑھے اور اس پر حملے کرے۔ کرم داد سوچ میں پڑ گیا۔ ٹریننگ کے دوران وہ کم کریزی سے مقابلہ کر چکا تھا۔ ماسٹر کی کے خاص ماتحتوں میں کریزی کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ تھے جو اسی طرح یوگا کے ماہر تھے اور نئے رنگروٹوں کو لڑنا سکھاتے تھے اور انھیں چیلنج کرتے تھے کہ وہ انھیں مار کر گرا دیں یا چوٹ پہنچا دیں۔

کم کریزی نے بڑی سفاکی سے کہا۔ "تم نے ایک گھونسا مارا۔ اس کے بعد میں تمہیں گھونسا اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔ چلو مجھ پر حملہ کرو۔"

کرم داد نے ایک گہری سانس لی۔ پھر پنجوں کے بل اچھلتے ہوئے اپنے اندر حرارت پیدا کرنے لگا۔ ایسا کرنے کے دوران اس نے یکبارگی آگے بڑھ کر ایک زبردست گھونسا کریزی کے منہ پر رسید کیا۔ کریزی کا منہ ایک ذرا سا گھوما۔ پھر سیدھا ہو گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے گھونسے کا کوئی اثر نہ ہوا ہو۔ چہرے سے اور آنکھوں سے فولاد کا خفیف ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔

اور ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ یوگا کے فن میں مہارت حاصل کرنے والے جب اپنی سانس روکتے ہیں تو اپنے اوپر سے بھاری بھر کم ٹرک کو گزار دیتے ہیں۔ منوں وزنی پتھر اپنے سینے پر رکھ کر اپنے شاگردوں سے کہتے ہیں کہ وہ ہتھوڑے مار کر توڑیں اور وہ پتھر توڑ دیے جاتے ہیں مگر سینہ نہیں ٹوٹتا۔ جسم سلامت رہتا ہے اور وہ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یوگا کے سلسلے میں بنیادی بات یہ ہے کہ سانس انسانی زندگی کی بنیاد ہے جس کی سانس مضبوط رہے گی، مستحکم رہے گی جو اپنی سانسوں پر مستقل قابو پانا جانتا ہو گا۔ وہ ہمیشہ صحت مند رہے گا۔ جسم کے اندر بھری ہوئی سانسیں جسمانی توازن کو قائم رکھتی ہیں۔ اگر انھیں ایک طرف سے دھکا دیا جائے تو وہ دوسری طرف سے توازن رکھتے ہیں۔ انھیں گھونسا مارا جائے تو گھونسا لگتا ضرور ہے لیکن جہاں لگتا ہے، وہاں سے یوں واپس چلا آتا ہے جیسے ربڑ کی گیند کو مارا ہو۔

کرم داد نے پے در پے حملے کیے۔ کبھی گھونسے اور کبھی کراٹے کے فن کو آزمایا۔ پھر گھوم کر لات ماری۔ اس کا بھی اثر نہ ہوا تو وہ ذرا دور گیا۔ پھر دوڑتے ہوئے آ کر فلائنگ کک ماری۔ اس بار کم کریزی کے قدم ذرا سے اکھڑے۔ پھر وہ جم کر کھڑا ہو گیا۔ کرم داد کمزور نہیں تھا۔ جسامت کے اعتبار سے وہ پہاڑ تھا۔ مضبوطی کے لحاظ سے فولاد تھا کسی چیتے کی طرح حملہ کرتا تھا۔ اپنے شکار کو ہمیشہ کامیابی سے دبوچتا تھا اور اس وقت تک نہیں چھوڑتا تھا جب تک اس کی جان نہ نکل جاتی۔

وہ ہار ماننے والا نہیں تھا۔ اس نے اچانک ہی گھوم کر دیوار کے ساتھ لگے ہوئے ایک لیمپ اسٹینڈ کو اٹھا لیا۔ وہ اسٹینڈ لوہے کے راڈ کا تھا۔ اچانک کم کریزی نے اس پر چھلانگ لگائی۔ پھر دونوں ایک دوسرے سے الجھ پڑے۔ کریزی یہ کبھی نہ چاہتا کہ اس پر لوہے کے راڈ سے حملہ کیا جائے۔ انسان کا جسم ہزار یوگا کے فن سے مضبوط ہو جائے۔ وہ اپنے جسم پر سے ٹرک گزار لے۔ منوں وزنی پتھر سینے پر رکھ کر ترڑوا لے لیکن جسم پھر بھی گوشت و پوست کا ہوتا ہے۔ کسی ہتھیار سے حملہ کیا جائے تو یقیناً وہ زخمی ہوتا ہے۔ لوہے کا راڈ بھی ہتھیار تھا اور کریزی یہ ہتھیار استعمال کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

میں نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے حور بانو سے کہا۔ "کسی کمرے میں چیزوں کے گرنے کی آوازیں آ رہی ہیں معلوم ہوتا ہے وہ آپس میں لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ تم یہاں بیٹھو، میں ابھی آتا ہوں۔"

ادھر دونوں میں زور آزمائی ہو رہی تھی۔ دونوں نے ہی راڈ کو پکڑ لیا تھا اور ایک دوسرے سے چھیننے کی کوشش کر رہے تھے۔ چونکہ دونوں کے ہاتھ راڈ کو تھامے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ اپنے سروں سے ایک دوسرے کو ٹکریں مار رہے تھے، لاتیں چلا رہے تھے۔ کبھی زور آزمائی کرتے ہوئے گرتے تھے تو ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو کر لڑھکتے چلے جاتے تھے۔ میں نے وہاں پہنچ کر پوچھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

اس وقت تک وہ دونوں فرش پر سے اٹھ گئے تھے

اور اب بھی زور آزمائی کرتے ہوئے راڈ کو چھین لینا چاہتے تھے۔ کہ کریزی نے کہا "مسٹر بابر! فوراً اسے قابو میں کرو۔ اس سے راڈ چھین لو۔ یہ تمھاری بیوی کے بارے میں بڑی شرمناک باتیں کر رہا تھا۔"

وہ ایسا کہہ کر مجھے طیش دلانا چاہتا تھا لیکن کرم دلو کو مدہش آگیا۔ اس نے گالیاں دیتے ہوئے کہا "کمینے! بدذات! تو مجھ پر جھوٹا الزام لگا رہا ہے جبکہ میں تجھے ان کے کمرے میں جھانکنے سے منع کر رہا تھا۔ تجھے شرم دلا رہا تھا۔ جب تو مجھ پر جھوٹا الزام لگا ہی رہا ہے تو میں سچ بولوں گا اور سچ یہ ہے کہ حور بانو، بابر کی بیوی نہیں ہے۔ تم مائکل شوف کے گروہ سے فراڈ کرنے کے لیے بابر کو دھوکا دے کر اپنا آلۂ کار بنانا چاہتے ہو۔"

کریزی نے کہا "یہ بکواس کر رہا ہے۔ بابر! کیا دیکھ رہے ہو۔ راڈ کو چھین لو یا پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لو۔ ہم اس اُلو کے پٹھے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

میں نے کرم داد کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "ہم کیوں اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہ مسلمان ہیں مسلمان، یہ پاکستانی میں پاکستانی۔ اس نے اور میں نے پنجاب کی بھینسوں کا دودھ اور لسی پی ہے۔ ہم دونوں دودھ لسی بھائی ہیں۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کے منہ پر ایک زبردست گھونسا رسید کیا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ کمبخت پر نہ تو ٹیپی اثر کر سکتی تھی۔ نہ ہی گھونسا۔ میں نے کہا "کرم داد! تم اسے سنبھالے رکھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں اپنے بیڈ روم میں آیا۔ اسٹور روم میں جا کر وہاں سے ایک مضبوط سی رسّی لی اور کمرے سے نکلنے لگا تو حور بانو نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"صیاد اپنے دام میں خود آ رہا ہے۔ اس نے تمھارے گلے میں پھندا ڈالا تھا۔ تمھاری عزت کو شکار کرنا چاہتا تھا۔ اب وہ خود شکار ہو رہا ہے۔"

میں اس کمرے میں آگیا اور پنکھے سے رسّی کے ایک سرے کو مضبوطی سے باندھ کر دوسرے سرے میں پھندا بنایا۔ اس وقت تک کرم داد اور کم کریزی زور آزمائی میں مصروف تھے۔ کم کریزی نے جب دیکھا کہ میں پھندا ڈال رہا ہوں تو اس نے راڈ کو چھوڑ کر وہاں سے فرار ہونے میں اپنی عافیت سمجھی۔ وہ چیخ کر رہا تھا "اگر میں زندہ رہا تو تم لوگوں کو کتوں کی موت ماروں گا۔"

میں نے کہا "تم پہلے ہی کب انسان سمجھتے ہو۔ ان لوگوں کو کتوں جیسی زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھاتے آ رہے ہو۔ ان سے وہی کام لے رہے ہو جو شکاری اپنے شکاری کتوں سے لیتے ہیں۔"

وہ بھاگنا چاہتا تھا۔ میں سینٹر ٹیبل پر چڑھا ہوا تھا۔ پھندا بنا چکا تھا۔ فوراً ہی وہاں سے چھلانگ لگائی اور اسے دبوچ لیا۔ وہ میرے اکیلے کے بس کا نہیں تھا لیکن کرم داد نے بھی اسے آکر پکڑ لیا تھا۔ پھر ہم اسے کھینچتے ہوئے لائے۔ کرم داد نے اس کی گردن دبوچ رکھی تھی اور میں اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دل ہی دل میں اعتراف کر رہا تھا کہ واقعی یوگا کا فن انسان کو تقریباً ناقابلِ شکست بنا دیتا ہے۔ کم از کم دو چار پر برتری حاصل کرنے کی صلاحیتیں پیدا کر دیتا ہے۔

ہم دونوں اسے کسی طرح کھینچتے ہوئے گھسیٹتے ہوئے سینٹر ٹیبل کے پاس لائے۔ پھر اسے کھڑا کر دیا۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ ہماری گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر کرم داد بھی کچھ کم نہ تھا۔ اس نے پیچھے سے اس طرح اس کی گردن دبوچی ہوئی تھی کہ کریزی کے لیے اس کی گرفت سے آزاد ہونا ممکن نہ رہا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی سانس نہ گھٹتی۔ وہ یوگا کے ذریعے مرنے سے محفوظ رہتا۔

آخر میں نے اس کی گردن میں پھندا ڈال کر حلقہ تنگ کر دیا۔ گرہ مضبوط تھی اور حلقہ تنگ تھا۔ ہم نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ اٹھا کر پھندے کو ڈھیلا کرتا۔ ہم نے فوراً ہی چھلانگ لگائی۔ فرش پر پہنچے اور اس کے نیچے سے سینٹر ٹیبل کو کھینچ لیا۔ اب وہ لٹک رہا تھا، تڑپ رہا تھا۔ ہم دور کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ چند لمحوں کے بعد ہی اس نے تڑپنا چھوڑ دیا۔ چپ چاپ لٹکتا رہا۔ رسّی گھوم رہی تھی۔ وہ بھی گول گھوم رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔

کرم داد نے ہاتھ اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "دیکھو، اس کی آنکھیں بند ہیں۔ حالانکہ پھندا گلے میں پڑتے ہی آنکھیں کھل جاتی ہیں، دیدے نکل آتے ہیں۔ یہ کمبخت زندہ ہے۔"

کبھی ایک ناممکن بات ممکن ہو جاتی ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ گلے میں پھندا پڑے اور اس پھندے سے نکلنے والا زندہ رہ سکے۔ ایسا نہیں ہوتا۔ فوراً ہی سانس رک جاتی ہے اور لٹکنے والا تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ جاتا ہے لیکن وہ خاموشی سے لٹک رہا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول کر ہماری طرف دیکھا۔ کرم داد نے غصے سے پاؤں پٹختے ہوئے کہا "ابے او کب تک سانس روکے رکھے گا۔ چھوڑتا ہے کہ نہیں، سانس چھوڑ دے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "کیوں اپنے دماغ کو گرم کر رہے ہو۔

ہو۔ چپ چاپ تماشا دیکھتے رہو۔ آخر یہ کتنی دیر تک سانس روک سکے گا۔ اب تمھیں اس کے متعلق نہیں، اپنے متعلق سوچنا چاہیے۔ کیا یہ کبھی ہمارے ہو سکتے ہیں۔ جو ہمارے نہیں ہو سکتے وہ ہمارے ملک کے کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ لوگ سازشیں کر رہے ہیں۔ کیا تمھیں احساس نہیں ہے کہ ہم اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے وطن کی زمین ویران کرنے آئے ہیں۔"

کریزی ٹنگ رہا تھا اور گھور کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا "اب تمھارا آخری وقت آچکا ہے۔ اس لیے میں بتا دوں کہ میری یادداشت کم نہیں ہوئی ہے جب زرینہ نے مجھے تہ خانے میں پھنکوایا تھا تو اس وقت میری جان نہیں نکلی تھی۔ مجھ میں اتنی سکت تھی کہ میں موت سے لڑ سکتا۔"

کرم داد نے حیرانی سے پوچھا "تم تہ خانے سے کس طرح نکلے تھے؟"

"زرینہ کے اس غلام نے نکالا تھا جو اس کے عشق میں اس کی غلامی قبول کر چکا تھا۔ اس آس میں کہ شاید کبھی زرینہ اس پر مہربان ہو جائے۔ میری تقدیر اچھی تھی کہ وہ ان دنوں زرینہ سے مایوس ہو چکا تھا۔ اس سے نفرت کرنے لگا تھا۔ محبت اور نفرت کا کھیل عجیب ہوتا ہے، محبت ہوتی ہے تو شدید ہوتی ہے۔ نفرت ہوتی ہے تو وہ بھی شدید ہو جاتی ہے۔ اس نے انتقاماً مجھے اس تہ خانے سے رہائی دلا دی۔"

حور بانو وہاں پہنچ گئی تھی۔ میری باتیں سن رہی تھی۔ وہ سحر زدہ سی میری طرف بڑھی اور میرے سامنے پہنچ کر اس نے گھٹنے ٹیک دیے۔ میرے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا "میں نے سنا تھا کہ انسانوں کے درمیان عظیم تر انسان بھی ہوتے ہیں۔ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ جس طرح آپ نے مجھے گناہوں کی دلدل سے بچایا ہے۔ میں اسے کبھی بھلا نہیں سکوں گی۔"

رحمانہ بھی وہاں پہنچ گئی تھی۔ اس نے کہا "ایسی کوئی عورت نہیں ہوگی جو عورتوں کی عزت کرنے والے کو سلام نہ کرتی ہو۔ میں تمھیں سلام کرتی ہوں۔"

میں نے کہا "تم اور کرم داد اتنے اچھے ہو۔ پھر ایسے گروہ کیوں ہوتے جا رہے ہیں۔ کیوں ایسی تنظیم میں شامل ہو گئے جو ہمارے ملک کے خلاف ہے؟"

کرم داد نے کہا "میں کیا بتاؤں جی، یہ لوگ دعوے سے کہتے ہیں کہ خدانخواستہ ملک قائم نہیں رہے گا جو قائم نہ رہے، اس سے محبت کرنا حماقت ہے۔ ہماری محبت ہماری وفاداری ماسٹر کی کے لیے ہونی چاہیے۔"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی کہ جو قائم نہ رہے اس سے محبت اور وفا نہ کی جائے۔ تمھارے والد قائم رہنے والے نہیں تھے۔ وہ اس دنیا سے اٹھ گئے۔ کیا اب تم ان سے محبت نہیں کرتے ہو؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ اس کے باپ کی تصویر اس کی نگاہوں کے سامنے پھر رہی تھی۔ میں نے یکایک سے پوچھا۔ "دنیا کے ہر انسان کی طرح کرم داد بھی فانی ہے۔ یہ قائم نہیں رہے گا۔ کیا تمھاری محبت اور وفا اس کے لیے نہیں ہے؟"

وہ فوراً آگے بڑھی اور کرم داد کے بازو سے لگ کر بولی۔ "ہم بڑی غلطی پر تھے۔ تم نے اتنے اچھے دلائل پیش کیے ہیں کہ آنکھیں کھل گئی ہیں۔"

کرم داد نے کہا "یہ میرے دشمن کی بیٹی ہے۔ مگر میری محبت ہے میں انتقام میں اندھا ہو گیا تھا۔ اتنی سمجھ نہ آئی کہ جب دشمن کی بیٹی سے محبت کر سکتا ہوں تو اپنے وطن سے کیوں نہیں کر سکتا۔"

اچانک ہی بازی پلٹ گئی۔ فرش پر دھپ کی آواز سنائی دی۔ اس سے پہلے کہ ہم چونک کر دیکھتے۔ کم کریزی نے فرش پر پڑے ہوئے لوہے کے راڈ کو اٹھا لیا تھا۔ اس راڈ کو لاٹھی کی طرح گھماتے ہوئے کہہ رہا تھا "خبردار! کوئی قریب آئے گا تو اپنی جان سے جائے گا۔"

ہم سب پیچھے ہٹ گئے لیکن حور بانو ایک جگہ سہمی کھڑی رہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کریزی نے پیچھے پہنچ کر بائیں ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔ دائیں ہاتھ میں راڈ موجود تھا اور وہ کہہ رہا تھا "میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ یہ تم لوگوں کی خوش نصیبی ہے کہ میری جیب میں ریوالور نہیں ہے اور یہ سمجھ چکا ہوں، تم دونوں مجھ پر بھاری پڑو گے۔ لہٰذا آج اپنی زندگی کی آخری رات گزار لو۔ تم میں سے کوئی صبح نہیں دیکھ سکے گا اور یہ لڑکی جو اپنی پارسائی جتا رہی تھی۔ میں اس کی پارسائی کے ساتھ اس کے پورے خاندان کو تباہ کر دوں گا۔"

وہ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ دروازے کی طرف جا رہا تھا اور ہمیں وارننگ دے رہا تھا۔ پھر وہ دروازے کے باہر چلا گیا۔ کرم داد آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا اس کی طرف جا رہا تھا۔ موقع کی تلاش میں تھا۔ جب بھی کوئی اچھا موقع ہاتھ آتا تو وہ اس پر فوراً جھپٹا مارنے

مطالعہ کی امتحان میں ذہانت بڑھانے کیلئے ایک بہترین اور آسان کتاب
امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے
قیمت (ڈاک خرچ) ۱۶ روپے
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۱۴۴ لاہور

لگاتا۔ وہ کمرے سے باہر جاکر میری نظروں سے اوجھل ہوگئے تھے میں تنہا رہ گیا تھا لیکن خیال خوانی کے ذریعے کرم داد کے ارادوں کو سمجھ رہا تھا اور اس کو خیال میں سمجھا رہا تھا۔ کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہیے جس سے حور بانو کی زندگی خطرے میں پڑ جائے۔

کم کریزی حور بانو کی گردن دبوچ کر اس کمرے میں لے گیا جہاں بلو سویا ہوا تھا۔ کمرے میں پہنچتے ہی اس نے حور بانو کو چھوڑ دیا اور بلو کو ایک ہاتھ سے اٹھا لیا۔ پھر کہنے لگا "اب تم میرے قبضے میں ہو۔ اگر ان کا ساتھ دوگی۔ مجھ سے بھاگنا چاہوگی تو میں تمہارے بھائی کو مار ڈالوں گا۔"

وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر کہہ رہی تھی "نہیں، خدا کے لیے ایسا نہ کرنا۔ تم جو کہو گے وہ کروں گی۔"

"تو پھر کرم داد سے بولو۔ وہ میرے راستے میں نہ آئے۔ اسی کمرے میں رہے۔ اگر میرا پیچھا کرے گا تو بلو۔۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ حور بانو نے چیخ کر کہا "نہیں نہیں کرم داد خدا کے لیے تم اس کا پیچھا نہ کرو۔ میرے بھائی کی زندگی خطرے میں ہے۔ مجھے اس کے ساتھ جانے دو۔ خدا کے لیے ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔"

ریحانہ نے کرم داد کے بازو کو تھام کر کہا "تم ایک قدم بھی اٹھاؤ گے تو بچہ زندہ نہیں رہے گا۔ حالات کا تقاضا یہی ہے چپ چاپ کھڑے رہو۔"

وہ خاموش کھڑے رہنے پر مجبور تھا۔ کم کریزی بلو کو اٹھا کر بیڈ روم سے باہر گیا۔ حور بانو بھی اس کے پیچھے چلنے لگی۔ کرم داد دانت پیس کر کہہ رہا تھا "کمبخت کو گولی بھی نہیں مار سکتا۔ اتنی دیر میں وہ بچے کا گلا گھونٹ دے گا۔"

کم کریزی نے راہداری کے آخری سرے پر پہنچ کر کمرے کی جانب دیکھا۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور کمرے کے اندر کرم داد بے بسی سے کھڑا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا تیزی سے چلتا ہوا اس بنگلے کے باہر آیا۔ پورچ میں اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے حور بانو سے حکمانہ لہجے میں کہا "چلو اگلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ دوسری طرف گھوم کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا۔ پھر بلو کو اپنے اور حور بانو کے درمیان بٹھا کر کار اسٹارٹ کی۔ اسے آگے بڑھایا اور بنگلے کے احاطے سے باہر لاکر تیزی سے بڑی شاہراہ پر ڈرائیو کرنے لگا۔ بلو رو رہا تھا۔ حور بانو نے اسے اپنی گود میں لے کر پوچھا "تم ہمیں کہاں لے جا رہے ہو؟"

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "ان سے پوچھو جو تمہیں میرے ساتھ جانے سے نہ روک سکے۔ الو کے پٹھے مجھے پھانسی

پر چڑھا رہے تھے۔"

اس نے پھر قہقہہ لگایا "ہا ہا ہا۔ پھانسی اور مجھے ہاہاہا۔ دنیا کا کوئی پھندا میری سانس کی آمد و رفت کو نہیں روک سکتا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک اس کے گلے میں ایک پھندا آ پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا۔ اس پھندے کا حلقہ تنگ ہوگیا۔ اس نے جلدی سے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔ پھندے کا دوسرا سرا میرے ہاتھ میں تھا اور میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔

"کم کریزی! واقعی تم کریزی (خبطی) ہو۔ یہ تو سوچ لیتے کہ جس پھندے کو کمرے میں چھوڑ آئے تھے۔ وہ یہاں بھی تمہاری گردن تک پہنچ سکتا ہے۔

لو یہ پہنچ گیا۔ میرے اندازے کے مطابق تم نے پھندے سے نکلتے ہوئے دس منٹ تک سانس روکی تھی۔ ہم باتوں میں مصروف رہے۔ اسی دوران تم نے ایک ہاتھ سے رسّی کو تھام لیا۔ پھر پوری قوت سے بلند ہو کر پھندے کو ڈھیلا کر لیا اور آزاد ہوگئے اب اس پھندے کی رسّی میرے ہاتھ میں ہے۔ جتنی جدوجہد کر سکتے ہو۔ کر لو۔ تم نے بنگلے سے نکل کر کار تک آنے میں جتنی دیر لگائی۔ میں اتنی دیر میں کچن سے چاقو لا کر اس رسّی کو کاٹ کر یہاں پہنچ گیا تھا۔ اب میرے ایک ہاتھ میں چاقو بھی ہے۔ پھندے سے آزاد ہونے کی کوشش کرو گے تو چاقو کے پھل کو تمہارے حلق پر رکھ دوں گا اور سانس تو حلق سے ہی آتی جاتی ہے۔"

وہ ایک دم سے ساکت ہوگیا تھا۔ عقب نما آئینے میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا "گاڑی اسٹارٹ کرو۔"

وہ خاموش رہا۔ میں نے حلقے کو تنگ کرتے ہوئے کہا۔ "اسٹارٹ کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں صرف پھندا استعمال کروں گا۔ چاقو نہیں۔۔۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے آگے بڑھا دیا۔ آہستہ آہستہ ڈرائیو کرنے لگا۔ میں نے اسے معقول رفتار سے ڈرائیو کرنے کا حکم دیا تو اس نے رفتار بڑھا دی۔ حور بانو اپنی بڑی بڑی غزالی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی "میرا ارادہ کیا ہے؟"

میں نے کہا "سنو کریزی! اب زندگی اور موت کا کھیل شروع ہو رہا ہے۔ تم جتنی دیر تک سانس روکے رہو گے زندہ رہو گے۔ اگر زندہ رہ سکو گے تو ہم پر غالب آجاؤ گے۔ اپنے ارادے کے مطابق حور بانو کو اپنے ساتھ لے جا سکو گے۔"

"کم کریزی! اب دیکھنا یہ ہے کہ تم حور بانو کو اغوا کرتے ہو یا میں تمہاری زندگی کو اغوا کر لیتا ہوں۔"

صورتِ حال

کچھ یوں تھی کہ کم کریزی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے گلے میں پڑے ہوئے پھندے کا ایک سرا میرے ہاتھ میں تھا۔ گویا کہ وہ صرف ایسی کار نہیں تھی جو پٹرول سے چلتی تھی۔ وہ لگام سے بھی چلتی تھی۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ لگام ہاتھ میں ہو اور کار دوڑتی جا رہی ہو لیکن ایسا ہو رہا تھا۔

میں نے پھندے کے حلقے کو اس حد تک تنگ کیا ہوا تھا کہ کریزی کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو اس کا دم نکل جاتا مگر وہ دم روکے ہوئے تھا۔ یوگا کے فن کا مظاہرہ کر رہا تھا اور سانس روکے کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ یقیناً وہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتا جا رہا ہوگا۔ افسوس میں اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔

حور بانو نے بلو کو اپنے سینے سے لگا کر گود میں سمیٹا ہوا تھا۔ وہ بار بار سر گھما کر پچھلی سیٹ پر مجھے عقیدت سے دیکھتی تھی پھر نظریں جھکا لیتی تھی۔ میں نے سوچا دشمن کے خیالات تو نہیں پڑھ سکتا "دوست کے ہی پڑھ لو۔"

حسن بنگالی کی [illegible] تھیں۔ سیاہ لانبی گھنی ریشمی زلفوں کے سائے میں وہ سوچ رہی تھی "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ آج تم تک میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری زندگی میں ایسا انقلاب آئے گا۔ اچانک اطلاع ملی کہ اپنی تنظیم کے لیے مجھے کسی کی بیوی اور ایک بچے کی ماں کا رول ادا کرنا ہے۔ مجھے بڑا عجیب سا لگا لیکن میرے والدین نے مجھے اچھی خاصی ٹریننگ دے رکھی تھی۔ میں ہر طرح کا رول ادا کرنے میں خاصی مہارت رکھتی ہوں لیکن سمندر کے کنارے جب میں نے اسے دیکھا تو ٹھٹک گئی۔ مجھے یوں لگا جیسے میں پنچ پنچ ایکٹنگ کر رہی ہوں لیکن اس ٹھٹکنے کی وجہ کچھ اور تھی جو میرے لاشعور میں تھی جسے میں سمجھ نہ سکی۔ اب اس شخص کی محبت، مہربانیاں اور انسانی ہمدردیاں مجھے بہکا رہی ہیں کہ میری زندگی میں میرا کوئی آئیڈیل ہو سکتا ہے تو وہ یہی ہو گا یا ایسا ہی کوئی ہوگا۔"

وہ سوچتے سوچتے چونک گئی۔ جیسے اس کی چوری پکڑی جا رہی ہو۔ اس نے سر گھما کر میری طرف دیکھا۔ میں انجان بنا ہوا تھا۔ وہ سوچنے لگی۔ "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ یہاں جان پر بنی ہے۔ پتا نہیں" یہ اس پھندے سے سر سکے گا یا نہیں۔ ایکبار تو اسے پھانسی دے چکے ہیں۔ کمبخت پھر بھی زندہ رہا۔ پتا نہیں یہ باہر اسے کیوں ڈھیل دے رہا ہے۔ چاقو ہاتھ میں ہے۔ اسے ختم ہی کر دیتا تو یہ بلا ہمیشہ کے لیے ٹل جاتی۔"

میں نے کہا "کریزی! تقریباً پندرہ منٹ گزرنے والے ہیں۔ تمہاری یہ صلاحیت واقعی قابلِ تعریف ہے۔ تم نے ابھی تک سانس روکی ہوئی ہے۔ بھلا اور کتنی دیر تک روک سکتے ہو؟"

وہ خاموشی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں نے حور بانو سے پوچھا "اس کھیل کو کب تک جاری رہنا چاہیے؟"

وہ سہمے ہوئے انداز میں بولی "تم سارے ہی مرد ایک جیسے ہو جان جانے کا خطرہ ہو تب بھی خواہ مخواہ مردانگی دکھاتے ہو۔ یہ نہیں سوچتے کہ دشمن کو موقع ملے گا تو وہ کبھی مردانگی دکھانے کا موقع نہیں دے گا اور ہمیں مار ڈالے گا۔"

"تم درست کہتی ہو لیکن کسی بھی مقابل کو اس کی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرنے کا موقع نہ دینا ناانصافی ہے۔ میں اسے موقع دے رہا ہوں۔ بولو کہ مزید کتنی مہلت چاہیے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی گاڑی کے اندر جیسے زلزلہ آگیا۔ وہ دائیں بائیں ذرا ڈگمگائی۔ اس کے ساتھ ہی حور بانو کی چیخ سنائی دی۔ گاڑی سڑک سے اتر گئی تھی۔ ڈھلان میں دوڑتی جا رہی تھی۔ پھر وہ ایک بہت بڑے درخت سے ٹکرا گئی۔ ایک زبردست دھماکا سا ہوا۔ جسمانی تو نہیں مگر ذہنی دھکا ضرور ہوا میں دونوں سیٹوں کے درمیان دبک گیا تھا اس لیے محفوظ رہا۔ کم کریزی بھی سامنے ڈیش بورڈ سے ٹکرا نہیں سکتا تھا۔ اس کے گلے میں پڑے ہوئے پھندے کا سرا میرے ہاتھوں میں تھا اور میں نے اب تک اسے بڑی مضبوطی سے جکڑ رکھا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنی سیٹ سے لگا رہا۔ ایک بار مجھے احساس ہوا کہ اس نے پھندے سے خود کو نجات دلانے کی جدوجہد کی۔ اس کے بعد وہ ساکت ہوگیا۔

اپنے حواس درست کرنے میں چند سیکنڈ گزر گئے پھر مجھے کسی کے رونے کی آواز سنائی دی۔ میں نے غور کیا تو وہ بلو کی آواز تھی۔ میں نے ہڑبڑا کر دونوں سیٹوں کے درمیان سے اٹھتے ہوئے اگلی سیٹ کی طرف دیکھا۔ وہ خالی تھی نہ حور بانو تھی نہ بلو مگر بلو کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے رسّی کو چھوڑ دیا۔ اس کے ساتھ ہی کم کریزی ایک طرف لڑھکتا ہوا کار کے کھلے ہوئے دروازے سے نیچے کی طرف گر پڑا۔ اس کا آدھا دھڑ کار کے اندر تھا۔ آدھا باہر۔ میں اسی حالت میں اسے چھوڑ کر کار سے نکل کر دوڑتا ہوا سڑک کی طرف گیا۔ وہاں حور بانو ایک طرف پڑی ہوئی تھی اور بلو دوسری طرف پڑا رو رہا تھا۔ قریب پہنچ کر دیکھا تو وہ تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ میں نے بلو کو گود میں اٹھایا۔ اسے تھپک کر تسلیاں دیں۔ پھر حور بانو سے پوچھا "تم خیریت سے تو ہو کیا زیادہ چوٹیں آئی ہیں؟"

اسے موت کا خوف تھا۔ دشمن حواس پر چھایا ہوا تھا۔

اس نے پوچھا "کیا وہ زندہ ہے؟"

تب میں نے گھوم کر کار کی طرف دیکھا۔ وہاں سے بلو کو لے کر دوڑتا ہوا کرم داد کی طرف پہنچا۔ وہ اسی طرح آدھا کار کے اندر اور آدھا باہر اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ ایک بار خیال آیا کہ اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھوں پھر میں نے سوچا یہ دانشمندی نہ ہوگی۔

میں نے قریب پہنچ کر اس کی کلائی کو تھام لیا۔ سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا۔ میں نے سنا بھی تھا، پڑھا بھی تھا اور جرائم کی دستاویزی فلموں میں دیکھا بھی تھا — سانس روکنے والے یوگا کے فن میں مہارت حاصل کرنے والے اس طرح سانس روکتے ہیں اور خود کو موت دے لیتے ہیں کہ ان کی نبض کا اور دل کی دھڑکنوں کا پتا نہیں چلتا۔ اس وقت مجھے بھی پتا نہیں چل رہا تھا۔ جسم نہ تو بالکل ہی سرد تھا نہ گرم۔ یوں بھی مرنے کے فوراً بعد جسم سرد نہیں پڑتا۔ ہلکی سی حرارت ضرور رہتی ہے۔

میں وہاں سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ذرا دُور جا کر توجہ سے اس کو دیکھنے لگا۔ اگر وہ زندہ ہوگا تو ایک ذرا حرکت ضرور کرے گا پھر مجھے خیال آیا، یہ ضروری نہیں ہے۔ جو لوگ سانس روک کر مراقبے میں پہنچ جاتے ہیں، وہ ایک ذرا بھی حرکت نہیں کرتے۔ پتھر کے مجسمے کی طرح ساکت ہو جاتے ہیں۔ باہر کی کوئی چیز انہیں چھو کر نہ تو گرما سکتی ہے نہ سردی سے ٹھٹھرنے پر مجبور کر سکتی ہے اور نہ ہی چیونٹی وغیرہ کے کاٹنے کا احساس ہو سکتا ہے۔

حُور بانو میرے قریب آ گئی تھی۔ میں نے کہا "یہاں سے فوراً بھاگنا چاہیے۔ اچھا ہے کہ رات کا وقت ہے اور یہ ویران راستہ ہے اگر ادھر سے گاڑی والے گزریں گے تو ہم سے طرح طرح کے سوالات کیے جائیں گے۔ میں تھانہ کچہری کے معاملات میں پڑنا نہیں چاہتا۔"

وہ میرے ساتھ چلنے لگی۔ میں تیز چل رہا تھا۔ وہ کبھی دوڑنے لگتی کبھی چلنے لگتی۔ ہم وہاں سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ ایک لمبا راستہ کاٹ کر پھر اسی سڑک پر پہنچنا چاہتے تھے تاکہ کسی گاڑی میں لفٹ مل جائے۔ اس نے چلتے چلتے میرے بازو کو تھام لیا۔ میں نے اسے دیکھا۔ وہ کہنے لگی۔ "تم تھک گئے ہو گے۔ بلو کو مجھے دے دو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "جب سے تم ملی ہو۔ تب سے میں ایک بیوی کا بوجھ اٹھاتا آ رہا ہوں۔ بھلا بلو کا بوجھ کیا ہوگا؟"

وہ بھی ہنسنے لگی۔ میرے ساتھ چلتے ہوئے کہنے لگی۔

"نجومی نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ اب میں تقدیر کی قائل ہو چکی ہوں۔"

"نجومی نے کیا کہا تھا؟ ذرا میں بھی تو سنوں۔"

وہ اپنی بائیں ہتھیلی کو دیکھنے لگی۔ اگرچہ چاند کی روشنی میں ہاتھ کی لکیریں نظر نہیں آ سکتی تھیں۔ تاہم وہ تصور میں نجومی کو دیکھ رہی تھی۔ نجومی اس کے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا "تمہارے نصیب میں بھٹکنا لکھا ہے۔ تنہا نہیں، کسی کے ساتھ بھٹکتی ہو گی۔"

حور بانو نے میری بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے اس کی سوچ پڑھ لی تھی۔ اب اپنے سوال کا جواب معلوم کرنا ضروری نہیں تھا۔ وہ چلتے چلتے دور تاریکی میں دیکھتے ہوئے بولی "میرا ہتھیار کتنی دیر کا ساتھ ہے۔ ہمارا ناٹک ختم ہو چکا ہے۔ میں گھر پہنچوں گی پھر اپنے گھر کی ہو جاؤں گی تم اپنے راستے چلے جاؤ گے۔"

"تم گھر کیسے جا سکو گی؟" اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"دشمن اتنی آسانی سے پیچھا چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ ابھی شہر پہنچتے ہی میں ٹیلیفون کے ذریعے کرم داد اور ریحانہ سے رابطہ قائم کروں گا۔ انہیں اپنے خیال کے مطابق ڈھال لیتا ہوں لیکن زرینہ اور کبیر داس جب واپس آئیں گے تو انہیں حالات کا علم ضرور ہو گا۔ درخت سے ٹکرانے والی کار کے متعلق بھی کسی نہ کسی سے خبر ملے گی اور وہاں کم کر مزی کی لاش بھی ملے گی۔ پتا نہیں کہ بخت مر چکا تھا یا۔ سانس روکے ہوئے تھا۔ اگر اس حادثے میں زندہ بچ گیا تو واپس آ کر اپنی ٹیم کے تمام افراد کو ہمارے پیچھے لگا دے گا۔ وہ لوگ سب سے پہلے تمہارے گھر پر دھاوا بولیں گے۔ لہٰذا تمہارا وہاں جانا مناسب نہیں ہے۔"

"بلو کا کیا ہو گا؟"

"ہم اسے تمہارے والدین کے پاس پہنچا دیں گے۔"

"وہ اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"تم اطمینان رکھو۔ ہم کوئی چال ایسی چلیں گے کہ وہ بلو کو اور تمہارے والدین کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

ہم تاروں بھرے آسمان کے سائے میں چل رہے تھے نیم تاریکی تھی۔ برائے نام روشنی میں راستہ واضح طور پر نظر نہیں آتا تھا۔ کبھی وہ چلتے چلتے لڑکھڑا جاتی تو میرے بازو کو تھام لیتی۔ وہ بڑی محتاط تھی۔ اپنے آپ میں مٹی رہتی تھی۔ اس کے باوجود حالات اسے میرا سہارا لینے پر میرے پاس آنے پر مجبور کر دیتے تھے۔

کئی بار میں نے اسے کن انکھیوں سے دیکھا۔ سمندر کے اوپر چاند کی بھرپور روشنی تھی۔ وہاں میں نے اسے وضاحت

سے دیکھا تھا۔ اب چاند ڈوب گیا تھا، اس کے باوجود چاندنی میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ فرق یہ تھا کہ چاند بادلوں میں چھپتا ہے۔ وہ اپنے آنچل میں چھپتی جا رہی تھی۔

ہم تقریباً ایک میل کا لمبا چکر کاٹ کر پھر اسی شاہراہ پر پہنچ گئے۔ میں شاہراہ کے کنارے کنارے چل سکتا تھا لیکن وہ تھک گئی تھی، بلو بھی پریشان کر رہا تھا۔ ہم وہیں سڑک کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ کسی گاڑی کا انتظار کرنے لگے۔ ذرا دیر بعد ہی ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں۔ وہ ابھی دو تین حور بانو بے چینی سے ہاتھ ہلانے لگی۔ میں نے کہا "ذرا ٹھہر جاؤ۔"

مگر وہ ہاتھ ہلاتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔ میں اس کے پیچھے بلو کو لے کر چل رہا تھا۔ گاڑی آہستہ آہستہ رک رہی تھی پھر ہم سے کچھ فاصلے پر ذرا دیر کے لیے رکی۔ اس کے بعد گاڑی کے اندر سے آواز آئی "چلو یار یہ تو بچے والی ہے۔"

گاڑی نے پھر رفتار پکڑ لی اور فراٹے بھرتی ہوئی ہمارے سامنے سے گزر گئی۔ مجھے بڑا غصہ آیا۔ جی چاہتا تھا ابھی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کروں اور ان کی گاڑی کو واپس لے آؤں لیکن یہ مناسب نہیں تھا۔ میں اس بات کی مشق کر رہا تھا کہ مجھے خواہ مخواہ ہر بات میں خیال خوانی کی جو عادت پڑ گئی ہے اسے کم کرتا جاؤں۔ زیادہ ضروری ہو تو ٹیلی پیتھی کو استعمال کروں ورنہ عام آدمیوں کی طرح زندگی گزاروں۔

حُور بانو نے دور جاتی ہوئی گاڑی کو حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا "بدمعاش لوگ تھے۔ اچھا ہوا گاڑی نہیں روکی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "بے چاروں نے تمہیں تنہا سمجھ کر گاڑی روکی تھی پھر بلو نظر آیا یعنی کباب میں ہڈی دکھائی دی۔ اس کے بعد ہڈا نظر آنے لگا۔ پھر وہ کیسے ٹھہرتے؟"

"اب کیا ہو گا۔ پتا نہیں کوئی گاڑی آئے گی بھی یا نہیں؟ بہت رات ہو چکی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک کار کی ہیڈ لائٹس نظر آنے لگیں۔ میں نے بلو کو گود میں اٹھاتے ہوئے کہا "میں اس درخت کے پیچھے جا رہا ہوں۔ تم ہاتھ اٹھا کر لفٹ لینے کی کوشش کرنا۔ جیسے ہی وہ گاڑی روکے گا تم دروازہ کھولو گی میں بھی بلو کو لے کر پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے یہی کیا۔ تنہا ہاتھ اٹھا کر لفٹ مانگنے کے انداز میں گاڑی کو روکنے کا اشارہ کرنے لگی۔ رات کا وقت تھا، ویرانہ تھا۔ ایک جوان اور حسین عورت لفٹ مانگ رہی تھی اور گاڑی روکنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ ایسے میں تو زندگی ٹھٹک جاتی ہے۔ موت رک جاتی ہے پھر بھلا گاڑی کیسے نہ رکتی۔ جیسے ہی وہ رکی حُور بانو نے کھڑکی کی طرف جھک کر کہا "میں شہر جانا چاہتی ہوں۔ پلیز، آپ مجھے پہنچا دیں گے؟"

"ہاں ہاں، کیوں نہیں۔"

وہ دروازہ کھولنے کے لیے جھک رہا تھا جب مجھ پر نظر پڑ گئی۔ میں بلو کو لے کر آ رہا تھا۔ اس نے پوچھا "یہ کون ہے؟"

"یہ میرے شوہر اور یہ میرا بچہ ہے۔"

اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر کچھ کہے سنے بغیر اسے تیز رفتاری سے آگے بڑھاتا چلا گیا مگر اب میں اسے اس طرح جانے کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔ شرافت سے اور سیدھی انگلی سے کبھی گھی نہیں نکلتا۔ میں نے اسے آگے جا کر رکنے پر مجبور کر دیا۔ وہ دروازہ کھول کر اتر گیا اور سڑک کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ حور بانو نے کہا "یہ کیا؟"

میں نے کہا "میں ابھی بلو کو جھاڑیوں کے پاس لے گیا تھا۔ وہ پیے جا رہا تھا۔ چلو موقع اچھا ہے۔"

ہم تیزی سے دوڑتے ہوئے اس گاڑی کے پاس آئے، وہاں پہنچتے ہی ہم دونوں نے دونوں طرف کا دروازہ کھولا اور اندر بلو کو لے کر بیٹھ گئے۔ پھر میں نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اس کے ساتھ گاڑی والے کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اب وہ کار سے پیچھے دوڑتا ہوا آ رہا تھا، چلا رہا تھا۔ اپنی کار کے لیے دُہائی دے رہا تھا۔ ہم اس کی آواز زیادہ دیر تک نہ سن سکے۔ گاڑی بہت دور نکل آئی تھی۔ حُور بانو ہنس رہی تھی، دل کھول کر ہنس رہی تھی۔ کیا مترنم ہنسی تھی۔ میں پہلی بار اسے ہنستے ہوئے سن رہا تھا۔ اس کی آواز میں رس تھا۔ گفتگو میں شاعرانہ سلیقہ تھا۔ وہ ہر اعتبار سے ایسی مکمل لڑکی تھی جو کسی بھی باذوق شخص کے گھر کو جنت بنا سکتی تھی۔

میں نے ایک ذرا ریحانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا، وہ اور کرم داد میرے متعلق بحث کر رہے تھے۔ ریحانہ کہہ رہی تھی "اچانک بابر کہاں غائب ہو گیا۔ اِدھر کریزی حُور بانو کو لے گیا ہے۔ اُدھر وہ چلا گیا۔"

کرم داد نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں۔ وہ کریزی کا پیچھا کر رہا ہو گا۔ میں نے اسے آج ہی دیکھا ہے مگر اسے بڑی حد تک سمجھ چکا ہوں۔ وہ میری طرح ضدی ہے۔ کسی بات کے پیچھے پڑ جائے تو پیچھا نہیں چھوڑتا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں بتانا، بتاتا، ریحانہ اور کرم داد وہاں سے نکل جائیں۔ آہستہ آہستہ میں ان بھٹکے ہوئے جوانوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا تھا۔ دشمن تنہیں ملک کے خلاف منظم کر کے لائے تھے، میں انہیں دشمنوں کے خلاف

منظم کرنا چاہتا تھا۔

حور بانو کے مکان سے بہت دور میں نے گاڑی ایک جگہ روک دی پھر اس گاڑی کو چھوڑ کر وہاں سے پیدل چلتے ہوئے اس کے گھر پہنچے۔ اس کے والدین نے ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ حور بانو جلدی جلدی تمام واقعات سنانے لگی۔ اس کی ماں نے کہا "بیٹی! یہ تو غضب ہوگیا۔ وہ ظالم تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے اور تمہاری وجہ سے ہم سب کو بھی ختم کر ڈالیں گے یا ہمارے لیے مصیبت بنے رہیں گے۔"

میں نے کہا "ماں جی! آپ پریشان نہ ہوں۔ جیسے ہی وہ آئیں تو قسم کھا کر ان سے کہہ دیں کہ میں زبردستی حور بانو کو لے گیا ہوں اور یہ کہہ کر لے گیا ہوں کہ جو میری بیوی بن کر مجھے دھوکا دینا چاہتی تھی' میں بیچ بیچ اسے بیوی بنا کر رکھوں گا بچے کی مجھے ضرورت نہیں ہے" اس لیے اسے چھوڑے جا رہا ہوں۔ یہ باتیں سننے کے بعد یقیناً وہ آپ لوگوں سے ہمدردی کریں گے اور اعتماد کریں گے کیونکہ آپ اب تک ان کے وفادار رہے ہیں۔"

وہ میری باتوں سے قائل ہوگئے۔ اگر میری بات نہ مانتے تب بھی ان کے لیے اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ تنظیم والوں کے رحم و کرم پر تھے اور حور بانو کو ان کے آگے اب چارہ بنا کر پیش کرنا نہیں چاہتے تھے۔ انہیں معلوم تھا مشن کے دوران کسی سے کوئی غلطی ہو جائے اور اس غلطی سے مشن کو نقصان پہنچتا ہو تو غلطی کرنے والے کو سخت سے سخت سزا دیتے تھے۔

میں نے کہا "آپ لوگ اطمینان رکھیں۔ میں ان دشمنوں کو ٹھکانے لگاؤں گا اور حور بانو کے سر سے یہ الزام مٹاؤں گا کہ اس کی غلطی نہیں تھی۔ ساری چالیں میں چل رہا تھا اور جب تنظیم والوں کو آپ لوگوں کی طرح حور بانو پر بھی اعتماد ہونے لگے گا تو میں اسے آپ کے پاس چھوڑ دوں گا۔"

حور بانو نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر کہا "نہیں' اب میں یہاں واپس نہیں آؤں گی۔ یا تو میری امی اور پاپا کو بھی یہ تنظیم چھوڑنی ہوگی یا میں انہیں چھوڑ دوں گی۔ میں ان کی آلۂ کار بن کر اپنی عزت کو داؤ پر لگانا نہیں چاہتی۔"

"حور بانو! یہ بڑی لمبی بحث ہے اور ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ جو بھی فیصلہ ہوگا' وہ ہم بعد میں تمہارے والدین کو بتاتے رہیں گے۔ اس وقت تو فوراً چلو۔"

اس نے اپنے ضروری کپڑے سمیٹے۔ انھیں ایک اٹیچی میں رکھا۔ اپنا کچھ اور ضروری سامان بھی اس میں رکھ کر میرے ساتھ باہر آ گئی۔ ہم ایک ٹرک پر پہنچے۔ اتفاق سے ٹیکسی مل گئی۔ میں فون کے ذریعے ریحانہ اور کرم داد سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا لیکن کراچی شہر میں کہیں سڑک کے کنارے سے فون بوتھ نظر نہیں آ رہا تھا دکانیں بند ہو چکی تھیں۔ آخر میں نے نائٹ پوسٹ آفس کے سامنے ٹیکسی رکوائی۔ ڈرائیور کو انتظار کرنے کے لیے کہا' پھر حور بانو کے ساتھ پوسٹ آفس میں آیا۔ وہاں سے ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ کرم داد نے میری آواز سنتے ہی پوچھا "اے باہر تم کہاں ہو' کہاں سے بول رہے ہو؟"

"میں ساری باتیں بعد میں بتاؤں گا۔ میں نے حور بانو کو اس کے چنگل سے چھڑا لیا ہے۔ اگر میرا مشورہ مانو اور مجھ پر اعتماد کرو تو وہ جگہ فوراً چھوڑ دو۔ اپنا اور ریحانہ کا سامان سمیٹو' ایک سوٹ کیس میں رکھو اور حیدر آباد جانے والی بس کے اڈے پر پہنچ جاؤ۔"

میں باتیں کر رہا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے کرم داد کو دیکھ رہا تھا۔ ریحانہ اس کے قریب کھڑی ہوئی ریسیور سے کان لگائے میری بات سن رہی تھی۔ اس نے ریسیور ہاتھ میں لے کر کہا "میں تمہاری باتیں سن رہی ہوں اور تمہاری تجویز سے اتفاق کرتی ہوں۔ ہم جلد ہی بس کے اڈے تک پہنچنے والے ہیں۔ ہمارا انتظار کرو۔"

"سنو ریحانہ! کرم داد ذرا گرم مزاج کا آدمی ہے۔ اگر زرینہ اور کبیر داس وہاں پہنچ جائیں تو مسلحت سے کام لینا۔ کبیر کی وغیرہ کے سلسلے میں لاعلمی ظاہر کرنا۔ ان کی موجودگی میں اپنا سامان چھوڑ دینا۔ صرف ٹہلنے کے انداز میں باہر نکل کر یہاں پہنچ آنا۔"

"میں سب سمجھتی ہوں۔ جیسے حالات ہوں گے ویسے ہی کروں گی' تم اطمینان رکھو ہم آ رہے ہیں۔"

میں وہاں سے مطمئن ہو کر حور بانو کے ساتھ آفس میں بیٹھ گیا۔ وہاں سے ہم بس اڈے تک گئے۔ ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر رخصت کر دیا۔ ہم ریحانہ اور کرم داد کا انتظار کرنے لگے۔ میں نے کہا "حور بانو! میں دشمنوں کے سلسلے میں پلاننگ کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ چاروں طرف نظر نہ رکھ سکوں' تم محتاط رہو اور آس پاس دیکھتی رہو۔ اگر کسی پر شبہ ہو کہ وہ اس تنظیم کا آدمی ہے اور ہمیں تاڑ رہا ہے تو مجھے فوراً بتا دینا۔"

وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی "میں کیا بتاؤں یہاں تو کتنے ہی لوگ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا "مجھے نہیں تمہیں دیکھ رہے ہیں۔"

وہ سر پر آنچل رکھ کر اپنے چہرے کو گھونگھٹ میں چھپانے لگی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے زرینہ کے پاس پہنچا۔ وہ کبیر داس اسی محفل میں شریک تھے' جس میں جمال احمد جسکانی وغیرہ تھے میٹنگ ابھی ابھی برخواست ہوئی تھی۔ وہ لوگ بڑے کمرے

اٹھ کر جا رہے تھے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ چچا سام نے ریسیور اٹھا کر سنا پھر زرینہ کو آواز دیتے ہوئے کہا "رک جاؤ۔ کبیر داس! تم بھی اوھر آؤ۔"

وہ دونوں اس کے قریب آئے۔ چچا سام ریسیور کان سے لگائے باتیں سن رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر وہ ان سب کا سرغنہ تھا تو یقیناً یہ لوگ کا ماہر ہو سکتا تھا۔ اس لیے محتاط رہنا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر تک ریسیور سے باتیں سنتے رہنے کے بعد اس نے کہا "اوہ کریزی! یہ کیسے ہوگیا؟"

یہ کہہ کر اس نے دوسری طرف کی آواز سنی۔ کریزی یقیناً کچھ کہہ رہا تھا۔ وہ سننے کے بعد بولا "تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ ماسٹر کی نے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ کرم داد ایک جنگلی بھینسا ہے۔ اسے ہر ممکن طریقے سے اپنے قابو میں رکھا جائے۔ تم نے اسے ناراض کیوں کر دیا؟ وہ کہہ رہا تھا کہ تمہیں کی ہول سے نہیں جھانکنا چاہیے۔ اگر تم اس کی بات تھوڑی دیر کے لیے مان لیتے' اسے وہاں سے ٹال دیتے۔ اس کے بعد۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ شاید دوسری طرف سے کریزی کچھ کہنے لگا تھا۔ چچا سام نے کہا "اچھی بات ہے' ہم اس معاملے میں پھر بحث کریں گے۔ تمہارا خیال درست ہے۔ وہ حور بانو کو لے کر اسی کے مکان کی طرف گیا ہوگا۔ ہم ابھی اپنے آدمی روانہ کرتے ہیں۔ تمہارے لیے بھی ایک گاڑی روانہ کی جا رہی ہے انتظار کرو۔"

اس نے ریسیور رکھ کر زرینہ اور کبیر داس کو دیکھتے ہوئے کہا "گڑبڑ ہوگئی ہے۔ پہلے تو تمہارے ان دونوں باڈی بلڈرز نے کرم داد کو عیش دلایا۔ کریزی نے صلح صفائی کرا دی تھی۔ کرم داد نے کہا تھا' دوسری بار کسی نے اسے گالی دی تو اسے زندہ نہیں چھوڑے گا اور یہی ہوا۔ دوسری بار اس کمبخت نے پھر اسے گالی دی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں باڈی بلڈرز اس سے لڑ پڑے اور اسے زیر نہ کر سکے۔ دونوں ہی مارے گئے۔"

زرینہ نے ناگواری سے منہ بنا کر کہا "تنظیم کے کتنے ہی آدمی حرام موت مرتے ہیں۔ یہ کوئی خاص بات نہ ہوئی۔"

"خاص بات یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ کریزی کا دماغ کچھ چل گیا ہے۔ وہ خواہ مخواہ کرم داد سے الجھ پڑا ہے۔"

"وہ بھلا خواہ مخواہ کیوں الجھے گا؟"

"جب وہ آئے گا تو ہم تفصیل معلوم کریں گے۔ ابھی تو بات بگڑ گئی ہے۔ اس کے اور کرم داد کے درمیان جھگڑا ہونے لگا تو باہر نے فائدہ اٹھایا اور انکشاف کیا کہ اس کی یادداشت گم نہیں ہوئی ہے۔ جانتی ہو وہ اس تہ خانے سے کس طرح نکلا تھا؟"

زرینہ نے حیرانی سے پوچھا "کس طرح؟"

"تمہارے اس غلام نے اسے رہائی دلائی تھی جو ہمیشہ تمہارے قدموں سے لگا رہتا تھا اور تمہارا تچا عاشق ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔"

زرینہ نے کہا "اوہ مائی گاڈ! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی' وہ ایسی حرکت کرے گا۔ میں جب بھی پیرس پہنچوں گی' اسے ضرور اس تہ خانے میں ڈالوں گی اور دیکھوں گی کہ وہ خود وہاں سے کیسے نکلتا ہے۔"

"ابھی اس غلام کی بات کر کے وقت ضائع نہ کرو۔ کبیر! تم فوراً باہر جاؤ۔ جمال احمد جسکانی کو بلا کر لاؤ۔ کم کریزی کے بیان کے مطابق باہر حور بانو کو اس کے گھر لے گیا ہوگا اور میری عقل' میرا تجربہ کہتا ہے' بابر اسے ماسٹر شوف کے پاس لے جائے گا۔ جب اس کی یادداشت گم نہیں ہوئی تھی تو یقیناً وہ ماسٹر شوف کی طرف سے ڈراما پلے کر رہا تھا اور تم لوگوں کے درمیان گھس کر ہمارے متعلق اہم معلومات حاصل کر رہا تھا۔ پتا نہیں کیوں' اس نے خود کو ظاہر کر دیا۔ اگر چاہتا تو یادداشت گم ہونے کا بہانہ کرتا رہتا اور ہمارا اعتماد حاصل کرتا رہتا۔ ویسے وہ کچا کھلاڑی ہے۔"

میں کچا کھلاڑی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ حور بانو نے اچانک میرے بازو کو تھام لیا تھا۔ میں نے دیکھا' ایک حوالدار ہم سے کچھ فاصلے پر ایک ہاتھ میں ڈنڈا نچاتے ہوئے ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک لانبے قد کا بھارتی ڈیل ڈول والا مکرانی بھی حور بانو کو دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا پھر اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "کیوں بے' کہاں سے اڑا کے لایا ہے؟"

میں نے جواب دیا "اڑے اپنی بہن کو نہیں پہچانتا؟ تیرے باپ کے گھر سے اڑا کر لا رہا ہوں۔"

میری بات اسے گولی کی طرح لگی۔ اس نے تڑپ کر جیب میں ہاتھ ڈالا پھر جو ہاتھ باہر آیا تو ایک کھٹکے سے چاقو کا پھل چمکنے لگا۔ حوالدار نے ڈنڈا اس کے آگے کرتے ہوئے' اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا "خبردار! حوالدار میں ہوں۔ میں قانون کا محافظ ہوں۔ میں اس بدمعاش کو حوالات میں بند کروں گا اور اس لڑکی سے اس کے ماں باپ کا پتا معلوم کروں گا۔"

وہ پھر ڈنڈے کو نچاتا ہوا ہمارے قریب آیا۔ ڈنڈے کے ایک سرے کو اپنے سینے پر رکھتے ہوئے کہا "میں حوالدار ہوں' قانون کا محافظ۔ سیدھی طرح میرے ساتھ تھانے چلتے ہو یا۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں نے سو

کے نوٹ جیب سے نکال لیے۔ ایک ایک کر کے گننے لگا۔ وہ پانچ سو تھے۔ حوالدار کی باچھیں کھل گئی تھیں۔ اس کا ڈنڈا ہاتھ سے چھوٹ رہا تھا' میں نے تمام لیا۔ ذرا فاصلے پر کھڑے ہوئے مکرانی کے تیور بدل گئے تھے۔ وہ گھور کر دیکھ رہا تھا لیکن اس نے چاقو کو بند کر لیا تھا اور اسے جیب میں رکھ رہا تھا۔ میں نے کہا" میں قانون کے محافظوں کی بڑی عزت کرتا ہوں۔ اگر میں یہ سو سو کے پانچ نوٹ تمہیں دوں گا تو یہ رشوت ہو جائے گی۔ ایسا کرتا ہوں کہ یہ روپے تمہارے اس چمچے کو دیتا ہوں جس نے ابھی چاقو نکالا تھا"

حوالدار نے تائید میں سر ہلا کر کہا" بے شک' میں کبھی رشوت نہیں لیتا۔ میں قانون کا محافظ ہوں' حرام کھانے والوں کو حوالات میں پہنچاتا ہوں۔ لے چلو' صاحب سے روپے لے لو۔ ہی ہی ہی' بے چارہ عزیب آدمی ہے۔ بال بچوں والا ہے۔ کچھ دنوں تک اس کا چولھا جلتا رہے گا"

وہ رقم لینے کے لیے ہاتھ بڑھانا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "لیکن ایک شرط ہے۔ اسے اعتراف کرنا ہوگا کہ میری بیوی اس کی بہن ہے"

حوالدار نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا" ہاں ہاں، کیوں نہیں' پرائی بہو بیٹیاں تو ہماری بھی بہو بیٹیاں ہوتی ہیں، ہماری بہنیں ہوتی ہیں' لے چل' جلدی سے بہن بول دے"

وہ ہچکچانے لگا۔ حوالدار نے اس کے سر پر ڈنڈا بجاتے ہوئے کہا" کیوں غیرت مند بن کر مال چھوڑ رہا ہے۔ غیرت تو یہی ہے کہ کسی دوسرے کی بیوی کو بہن سمجھا جائے۔ میں مجبور ہوں' قانون کا محافظ ہوں اور اس رقم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ تو اسے لے کر مجھے ادھار دے گا تو دوسری بات ہوگی"

اس نے جھکتے ہوئے کہا" بہن! مجھے معاف کرنا۔ میں نے تم دونوں کو غلط سمجھا تھا۔ میں تمہیں اپنی بہن سمجھتا ہوں"

میں نے پانچ سو روپے اس کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ وہ خوش ہو گیا۔ دوسری طرف حوالدار کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ اپنے چمچے کو ڈنڈے سے ہانکتے ہوئے ہم سے دور لے جانے لگا۔ میں نے کہا" دیکھو حور بانو! ابھی یہ کتنا خطرناک غنڈہ لگ رہا تھا' چاقو نکال چکا تھا۔ جیسے ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا لیکن چند نوٹوں نے اسے نالی کا کیڑا بنا دیا"

یہ کہتے ہی میں اس چمچے کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے گھوم کر حور بانو کو دیکھا لیکن ایسی نظروں سے جیسے کسی مقدس رشتے کو دیکھ رہا ہو۔ حوالدار نے کہا" بیٹے! اس میں سے میں تجھے پچاس دوں گا۔ زیادہ کا لالچ کرے گا تو ڈنڈا ملے گا"

اس نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا" آہ! میری بہن"

حوالدار نے ناگواری سے پوچھا" ابے کہاں کی بہن۔ روپے نکال"

وہ حوالدار کو نظر انداز کرتے ہوئے حور بانو کی طرف گھوم گیا۔ پھر دور ہی سے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے بڑی عقیدت سے چیخ کر بولا" آہ میری بہن! میری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ میں اپنی بہن سے اپنے بہنوئی سے ایک پیسہ بھی لوں۔ نہیں نہیں، یہ رقم مجھے سانپ کی طرح ڈس رہی ہے۔ میری غیرت کو للکار رہی ہے"

وہ حور بانو کی طرف بڑھنے لگا۔ حوالدار اس کے پیچھے پیچھے آتے ہوئے کہنے لگا" ابے ابے، یہ کیا کر رہا ہے۔ میرے تیرے باپ نے بھی ایک رات میں پانچ سو روپے نہیں دیکھے ہوں گے۔ کیوں واپس کرنے جا رہا ہے۔ کیا تیری کھوپڑی گھوم گئی ہے؟"

اس نے پیچھے سے اس کی قمیص کے دامن کو پکڑ لیا۔ وہ اپنا دامن چھڑاتے ہوئے بولا" چھوڑ دو' میرے راستے میں نہ آؤ۔ اب میں دنیا کی ساری دیواریں توڑ کر بہن کے مقدس رشتے کے سامنے گھٹنے ٹیک دوں گا"

پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سو سو کے پانچ نوٹ اس کی طرف بڑھا دیے۔ حور بانو حیران پریشان کبھی اسے دیکھ رہی تھی، کبھی مجھے اور کبھی حوالدار کی بے بسی کو سمجھ رہی تھی۔ میں نے کہا" حور بانو! ایک بھائی اپنی محبت' عقیدت اور تمام تر غیرت کے ساتھ یہ روپے واپس کر رہا ہے، لے لو' دیکھو ہماری دنیا کتنی خوبصورت ہے۔ ہمارا ملک کتنا اچھا ہے۔ اگر ہمارے ملک میں ایسے ہی قانون پسند حوالدار پیدا ہوتے رہیں اور ایسے غیرت مند بھائی ہر عورت کو اپنی بہن سمجھتے رہیں تو ہمارا ملک اخلاقیات کے اعتبار سے دنیا کا عظیم ترین ملک ہوگا"

اتنے میں ہمارے قریب ایک ٹیکسی آ کر رکی۔ ریحانہ اور کرم داد پہنچ گئے تھے۔ ریحانہ نے ٹیکسی سے اتر کر کرایہ ادا کیا۔ کرم داد سیدھا ہماری طرف آیا۔ اس نے حور بانو کو دیکھتے ہوئے کہا" تھینک گاڈ، تم خیریت سے ہو۔ ببلو کہاں ہے؟"

ہم ببلو کے متعلق مختصر طور پر بتانے لگے۔ تمام باتیں سن کر ریحانہ نے کہا" یہ تم نے اچھا کیا کہ ببلو کو والدین کے پاس چھوڑ دیا۔ یہ دشمن اب تمہیں چین سے رہنے نہیں دیں گے"

کرم داد نے کہا" ہمیں کب چین سے رہنے دیتے ہیں"

"ہم تو عادی ہو چکے ہیں۔ حور بانو اگرچہ ذہین ہے اور معاملہ فہم ہے لیکن زندگی میں پہلی بار عملی تجربات سے گزرنے کے لیے گھر کی چار دیواری سے نکلی ہے"

میں نے کہا" مگر اکیلی نہیں ہے۔ ہم سب اس کے ساتھ ہیں۔ ہم اسے کبھی تنہا نہیں چھوڑیں گے"

اس نے جھکی جھکی نظروں سے مجھے دیکھا۔ اس کے دیکھنے کے انداز میں احسان مندی تھی۔ میں نے کہا" اب ہمیں چلنا چاہیے"

ریحانہ نے پوچھا" کچھ معلوم تو ہو' کہاں جائیں گے' کیا کریں گے؟ حالات تو اچانک ہی ایسے بدل گئے کہ راستہ سجھائی نہیں دے رہا ہے"

"ایک ہی راستہ ہے۔ ہم بس کے ذریعے پہلے حیدر آباد پہنچیں۔ اس وقت نہ ٹرین مل سکتی ہے اور نہ ہی کوئی فلائٹ ہے"

"اگر کوئی فلائٹ ہوتی تو ہم کہاں جاتے"

مجھ سے پہلے ہی کرم داد نے کہا" لاہور"

میں نے کہا" ہاں فلائٹ کے ذریعے شاید ہم سیدھے لاہور پہنچ جاتے لیکن ہمیں خشکی کے راستے سفر کرنا ہے۔ پتا نہیں لاہور کب پہنچیں گے۔ ہمارا ملک بین الاقوامی سازشوں کا گڑھ بن رہا ہے۔ بہر حال موقع ملا تو لاہور سے ہوتے ہوئے جائیں گے"

ہم بس میں سوار ہو گئے۔ ریحانہ اور کرم داد اگلی دو سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ ان کی پچھلی دو سیٹوں پر میں حور بانو کے ساتھ آ گیا۔ کرم داد نے پیچھے کی طرف سر گھما کر مجھ سے کہا" ہمارے حالات اتنی تیزی سے بدل گئے ہیں کہ دوست دشمن ہو گئے اور دشمن دوست بنتے جا رہے ہیں۔ میرا اشارہ تمہاری طرف ہے۔ تم سائمن دی گریٹ کے آدمی ہو"

"پہلے تھا، اب نہیں ہوں"

"بہر حال ہمیں اپنے موجودہ حالات پر اور مختلف مسائل پر بہت سی باتیں کرنی ہیں۔ ہمارے درمیان دوستی ہونے کے باوجود ابھی اجنبیت ہے لیکن یہاں لوگوں کی بھیڑ بڑھتی جا رہی ہے میں کب تک سر گھما گھما کر تم سے باتیں کروں گا۔ پھر یہ کہ آس پاس کے لوگ ہماری باتیں سن بھی سکتے ہیں"

میں نے تائید کی" ہاں بڑی مجبوری ہے۔ ہم بہت سے اہم معاملات پر گفتگو نہیں کر سکتے"

"کیوں نہ میں تمہارے پاس پچھلی سیٹ پر آ جاؤں اور یہ خواتین اگلی سیٹ پر بیٹھی رہیں"

اس کی بات ختم ہوتے ہوتے حور بانو نے یوں میرے ہاتھ کو تھام لیا تھا جیسے زبانِ بے زبانی سے کہہ رہی ہو۔ "نہ جانا' میرے پاس سے نہ جانا"

مجھے شبہ ہوا' کرم داد نے حور بانو کے اشارے کو دیکھ لیا ہے یا سمجھ لیا ہے۔ میں یہ معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچا لیکن اس کی سوچ سے پتا چلا کہ اُدھر اگلی سیٹ پر بھی ریحانہ نے کرم داد کے ہاتھ کو پکڑ لیا ہے۔

بظاہر دونوں عورتوں نے کچھ نہیں کہا تھا مگر قید کر لیا تھا۔ ہم فولادی دشمنوں کی فولادی دیواروں کو توڑ کر آئے تھے لیکن پھولوں کی زنجیر کو نہیں توڑ سکتے تھے۔ بے بسی سے ایک گہری سانس لے کر رہ گئے۔ کرم داد' ریحانہ کی طرف متوجہ ہوا۔ میں آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ حور بانو میرے ذرا قریب ہو کر آہستگی سے بولی" تمہاری یادداشت گم نہیں ہوئی ہے۔ تم نے اپنی بیوی آمنہ کو کیسے بھلا دیا ہے۔ کیوں اسے چھوڑ کر جا رہے ہو؟"

"وہ میری بیوی ایسی ہی ہے جیسی تھوڑی دیر پہلے تم تھیں"

"کیا مطلب؟" اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"بھئی، ہم مختلف خطرناک تنظیموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم نے جو ٹریننگ حاصل کی ہے' وہ یہی ہے کہ کبھی بھائی کا، کبھی باپ کا، کبھی بیٹے کا اور کبھی شوہر کا رول ادا کرتے رہو۔ اسی طرح تم بھی اپنی تنظیم والوں کی طرف سے ایک بیوی کا رول ادا کرنے میرے پاس آئی تھیں۔ آمنہ سے میری شادی بھی نہیں ہوئی' بس ہماری شادی کا چرچا کیا گیا لیکن وہ پتا نہیں خود کو میری بیوی سمجھنے لگی ہے اور ہمیشہ بیوی بن کر رہنا چاہتی ہے جبکہ میں اس سے کترا تا ہوں"

"کیوں کتراتے ہو؟"

"دل کسی ایک پہ آتا ہے۔ یہ بات اس وقت تمہاری سمجھ میں آئے گی، جب تمہارا دل کسی پر آئے گا"

وہ فوراً ہی ہٹ گئی۔ اپنی سیٹ پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ آنچل ڈھلک کر شانے پر آ گیا تھا۔ اسے سینے پر رکھ کر اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ سکتا تھا لیکن ع

اور بھی کام ہیں دنیا میں محبت کے سوا

اگلی سیٹ پر کرم داد اور ریحانہ آہستہ آہستہ گفتگو میں مصروف تھے۔ مجھے یقین تھا' وہ میرے ہی متعلق کچھ باتیں کر رہے ہوں گے۔ پھر اس کی تصدیق ہو گئی۔ اسی وقت کرم داد نے اپنی سیٹ پر سے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ پھر وہی سوال کیا جو حور بانو کر چکی تھی یعنی میں آمنہ کو چھوڑ کر کیوں جا رہا ہوں؟

میں نے اسے بھی وہی جواب دیا۔ ریحانہ سن رہی تھی' اس نے یقین کر لیا۔ ان خطرناک تنظیموں میں جتنے بھی آلۂ کار ہوتے تھے' وہ مختلف قسم کے رول ادا کرتے تھے۔ کوئی کسی کا میاں نہیں ہوتا تھا، کوئی کسی کی بیوی نہیں ہوتی تھی۔ اگر ہوتے بھی تو تنظیم کی خاطر ایک دوسرے کو چھوڑ کر کوئی دوسرا رول ادا کرنے کے لیے کسی مشن پر روانہ ہو جاتے تھے۔

ریحانہ نے کہا" کاش ہمیں معلوم ہو کہ [illegible] زندہ ہے یا مر چکا ہے؟"

مجھے تو معلوم ہو چکا تھا لیکن میں بتا نہیں سکتا تھا۔ ویسے کم کہہ بڑی سے پہلے آمنہ کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ آخر وہ بابر کی بیوی تھی اور اس وقت میں بابر تھا۔ میں نے حور بانو کو یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کہ مجھے آمنہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ سچی بات یہ نہیں تھی۔ آمنہ کا رشتہ میرے لیے محترم تھا۔ اس کا شوہر مر چکا تھا' یہ بات میں اسے بتا نہیں سکتا تھا۔ میں اس کے شوہر کے روپ میں تھا۔ دوسرے لفظوں میں آمنہ میرے پاس مرحوم بابر کی امانت تھی اور میں اس امانت میں خیانت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں نے کرم داد سے کہا "میں تھک گیا ہوں۔ ذرا بیٹھے بیٹھے نیند پوری کرنا چاہتا ہوں۔ یوں بھی ہم تین بجے تک حیدر آباد پہنچیں گے۔"

کرم داد کے بجائے رحیمانہ نے کہا "ہم بھی تھکے ہوئے ہیں، اس لیے کچھ آرام کرنا چاہتے ہیں۔"

میں پھر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھ گیا۔ حور بانو کی طرف دیکھا تو اس نے آہستگی سے کہا "آپ کو تھکن اتارنا چاہیے۔ آنکھیں بند کر لیجیے۔ نیند آئے یا نہ آئے ذرا سکون تو ملے گا۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں اور آمنہ کے پاس پہنچ گیا۔ مائنل شوف نے تنظیم کے مختلف فرائض ادا کرنے کے لیے' ہمیں مختلف اہم افراد کو چھاننے کے لیے روانہ کیا تھا۔ گلزاری بیگم میرے ساتھ اسپتال میں آ کر عبدالباقی کو زیر دام لانے کے بجائے فیلی پیتھی کے طفیل خود ڈاکٹر کے عشق میں مبتلا ہو گئی تھی۔ وہ وطن کی محبت دل میں رکھتی تھی لیکن دہشت گرد تنظیم میں اس کے دماغ کو ایسا واش کیا گیا تھا کہ اب وہ انقلاب لانا چاہتی تھی اور اس انقلاب کی آڑ میں ٹیرر ٹریننگ سینٹر والے کس طرح اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے تھے' یہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ واقعات سے بہت کچھ ظاہر ہوتا جا رہا ہے۔ آئندہ بھی ظاہر ہوتا جائے گا۔

بہر حال گلزاری بیگم کی طرح آمنہ بھی سلطان عابدی کو پھانسنے گئی تھی۔ اس کا کیا بنا؟ یہ مجھے معلوم کرنے کی فرصت نہیں ملی تھی۔ اب فرصت ملتے ہی اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ داستان آگے بڑھانے سے پہلے ایک ضروری بات کہہ دوں۔ دہشت گردی کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ کہیں بم کے دھماکے کیے جائیں، کسی کو قتل کیا جائے، کہیں آگ لگا دی جائے اور اس طرح عوام سے لے کر حکومت تک کو پریشان کیا جائے اور انھیں دہشت میں مبتلا رکھا جائے۔

دہشت گردی میں صرف شدت ہی نہیں ہوتی، دھماکا بھی ہوتا ہے۔ تنظیم کے اہم عہدے دار اور باصلاحیت آپریٹر اپنے اپنے سینٹر میں جو ٹریننگ حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت کے اہم شعبوں میں کسی نہ کسی طرح چھا جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس طرح آپ پڑھ چکے ہیں کہ عالی جناب ایک بہت ہی اعلیٰ عہدے دار تھا۔ اس کے ایک اشارے سے عارضی طور پر قانون بدل جاتا تھا۔ ہر برسر اقتدار پارٹی اسے خوش رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔ ایسے اعلیٰ عہدے دار تخریب کار تنظیموں کے ذریعے ضرور پہچانے جاتے ہیں اور رعونت جہاں عرف رعونا جیسی عورتیں ہی یہ کام کرتی ہیں۔

میرے قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ ہمارے ملک کے اہم شعبے کس طرح دشمنوں کی سازشوں میں گھرے رہتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح آمنہ سلطان عابدی سے اہم معلومات حاصل کرنے گئی تھی۔ بہت سے اہم معاملات ایسے ہوتے ہیں جنھیں ملک کے مفاد کی خاطر اخبارات تک پہنچنے نہیں دیا جاتا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک اہم بات جو ہمارے اخبارات میں شائع نہیں ہوتی جسے چھپایا جاتا ہے، وہی بات دوسرے ممالک کے اخبارات میں شائع ہو جاتی ہے۔ ہزار جتن کے باوجود راز فاش ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ دشمن ہمارے ہر شعبے کو اپنی نظر میں رکھتے ہیں اور یہاں کے راز اڑا لے جانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ یہی کوشش آمنہ کرنے آئی تھی۔

سلطان عابدی صاحب اس کے چکر میں آ گئے تھے آخر کیوں نہ آتے۔ انسان انسان ہی ہوتا ہے اگر فرشتہ ہوتا جائے' تب بھی کوئی عورت اسے انسان بلکہ شیطان بنانے کے لیے پہنچ جاتی ہے۔ جس وقت میں اس کے پاس پہنچا، عابدی صاحب کے ساتھ کار میں بیٹھی ہوئی تھی اور ایک کلب سے نکل کر ان کے بنگلے میں جا رہی تھی۔ عابدی صاحب کن انکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا "تم حسین بھی ہو اور سنگین بھی۔"

آمنہ نے ایک ادائے ناز سے مسکرا کر پوچھا "سنگین کیسے؟"

"بھئی کل رات تم بارہ بجے تک میرے ساتھ رہیں مگر اپنے آنچل کی ہوا دے کر چلی گئیں۔ میں رات بھر تمھارے بارے میں سوچتا رہا، کروٹیں بدلتا رہا۔"

وہ بڑی ہی مترنم آواز میں ہنسنے لگی۔

"کسی کو تڑپا کر بہت مزہ آتا ہے۔ مرد جسمانی طور پر مضبوط تو ہوتا ہے لیکن عورتوں کی طرح سنگدل نہیں ہوتا۔ کچھ اپنی سنگدلی پر غور کرو۔"

"ہم کچھ اور باتیں کر رہے تھے۔"

"دیکھو، پھر ٹال رہی ہو۔ کیا آج بھی چھوڑ کر چلی جاؤ گی؟"

"میں مجبور ہوں، آپ کو بتا چکی ہوں۔ دوسرے رشتے داروں کے رحم و کرم پر ہوں۔"

"کیا تمھارے رشتے دار تم سے یہ نہیں پوچھتے کہ آدھی آدھی رات تک باہر تنہا کہاں رہتی ہو۔ کس کے ساتھ وقت گزارتی ہو؟"

"میں نے انھیں اچھی طرح یقین دلایا ہے کہ ایک اخبار کے دفتر میں کام کرتی ہوں اور ایسے شعبے میں ہوں' جہاں رات کو کام ہوتا ہے۔ بھئی آپ گھوم پھر کر میری ہی بات لے بیٹھتے ہیں۔"

"آمنہ! تم سمجھتی نہیں ہو۔ میں اتنے اہم شعبے سے تعلق رکھتا ہوں اور اتنے اہم عہدے پر ہوں کہ مجھ سے ملنے والے اور ملنے والیوں کو اچھی طرح پرکھنا ہوتا ہے۔ میں تمھارے ساتھ اتنا وقت گزار رہا ہوں تو یقیناً انٹیلی جنس والوں کی نظر میں ہم پر ہوں گی۔ اگر خدانخواستہ تم کوئی غلط عورت ثابت ہوئیں تو میرا کیریئر تباہ ہو جائے گا۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ آپ مجھے رعونت جہاں کے متعلق بتائیں۔"

"کیا بتاؤں۔ اس نے تو پریشان کر دیا ہے۔"

آمنہ لی ہارووی ٹی ٹی سینٹر یعنی سائمن وی گریٹ کی تنظیم سے تعلق رکھتی تھی اور رعونت جہاں بہرام علی ٹی ٹی سینٹر سے آئی تھی۔ دونوں کا مفاد ایک تھا اور دونوں کے گٹھ جوڑ سے ان کے آلۂ کار پاکستان میں اپنا اپنا کام دکھا رہے تھے۔ آمنہ بہت اچھی طرح رعونت جہاں کے متعلق جانتی تھی۔ اس کے باوجود اس نے پوچھا "آخر یہ رعونت ہے کون؟"

"ایک حسین بلا ہے۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا "کیا مجھ سے بھی زیادہ؟"

سلطان عابدی صاحب نے ڈرائیو کرتے ہوئے اسے دیکھا پھر ایک سرد آہ بھر کر بولے "وہ یقیناً حسین ہوگی، تب ہی ایک اہم شخصیت اس کے دام میں آ گئی ہے۔ یقین سے کہتا ہوں، وہ تم سے زیادہ حسین نہیں ہوگی۔"

"آپ کو رعونت جہاں کے سلسلے میں پریشانی کیا ہے؟"

"ایک بہت ہی اہم خبر ہے۔ ہم نے اسے اخبارات تک پہنچنے سے روک دیا ہے لیکن جانے کیسے یہ بات لیک آؤٹ ہو گئی۔ رعونت جہاں کی کوٹھی میں اس کے ایک سیکرٹری کا قتل ہو گیا اور قتل کرنے والی رعونت جہاں کی باڈی گارڈ سرداراں ہے۔"

آمنہ نے پوچھا "اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟ ایسے سنگین جرائم ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ بھیانک قتل ہوتے ہیں۔"

"تم نہیں سمجھو گی۔ اصل بات اس کے بعد شروع ہوتی ہے۔ قتل کی واردات کے بعد ایک اہم شخصیت رعونت جہاں کی کوٹھی میں پہنچ گئی تھی۔ اگرچہ اس قتل میں اس شخصیت کا ہاتھ نہیں ہے لیکن....."

آمنہ نے بات کاٹ کر پوچھا "اس شخصیت کا کوئی نام تو ہوگا؟"

عابدی صاحب نے پھر کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ ذرا سوچا۔ وہ نام بتانا نہیں چاہتے تھے' آمنہ نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا تو انھوں نے کہا "ان کا نام عالی جناب ہے۔ عالی جناب کی اس سلسلے میں مداخلت نے ہم سب کو پریشان کر دیا ہے۔ ایک تو وہ قتل کے مقدمے کو خصوصی عدالت میں رازدارانہ طور پر بھگتانا چاہتے ہیں۔ دوسرے رعونت جہاں کو تو خیر بچانا ہی چاہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ قاتل سرداراں کو بھی بے قصور ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ کی طرح ان معاملات کو بھی راز میں رکھا تھا۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کو یہ تمام باتیں کیسے معلوم ہو گئیں۔"

"آخر کیسے معلوم ہوئیں، کچھ معلوم تو ہونا چاہیے۔"

"تم یہ پوچھ کر کیا کرو گی۔ کیا اس بلیک میلر کو پکڑ کر ہمارے سامنے لے آؤ گی؟"

وہ بڑی محبت سے بولی "میرا دل چاہتا ہے چٹکی بجا کر آپ کی پریشانی دور کر دوں۔ اس بلیک میلر کا پتا ٹھکانہ معلوم ہو تو اس کے گھر جا کر اسے گولی مار دوں۔"

عابدی صاحب نے اسے مسکرا کر بڑی محبت سے دیکھا کیونکہ آمنہ کی ان باتوں میں محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ایسے میں ہر مرد یہ سوچتا ہے کہ اسے چاہنے والی اتنا چاہتی ہے کہ اس کی خاطر اس کے دشمن کو گولی بھی مارنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ چاہنے والی حسین ہو تو دل دیوانہ اور دیوانہ ہو جاتا ہے۔ عابدی صاحب نے بڑی محبت سے ہنستے ہوئے پوچھا "ان نازک ہاتھوں سے گولی چلاؤ گی؟"

"یہ صرف آپ کے لیے نازک ہیں۔ آپ کو نقصان پہنچانے والوں کے لیے آہنی شکنجہ ہیں۔ آپ کا جو دشمن آمنہ کا سامنا کرے گا، وہ پھر کبھی زندگی کا سامنا نہیں کر سکے گا۔"

عابدی صاحب نے فوراً ہی گاڑی کو سڑک کے کنارے روکتے ہوئے اسے دیکھا۔ آمنہ نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ حیرانی سے بولے "ابھی تم یہ بات کہہ رہی تھیں

تو تمھاری آواز اور لہجے میں فولاد کی سی سختی تھی۔ میں یہی دیکھنے کے لیے رک گیا ہوں کہ کیا تم وہی نازک سی مترنم ہنسی والی آمنہ ہو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ اس کی مترنم ہنسی کانوں میں رس گھولنے لگی۔ پھر اس نے ڈیش بورڈ کھول کر چھوٹی سی شراب کی بوتل نکالی اور عابدی صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ کا نشہ کم ہو گیا ہے۔"

انھوں نے انکار کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں میں زیادہ نہیں پیتا۔ ورنہ آؤٹ ہو جاتا ہوں۔"

"میں آؤٹ نہیں ہونے دوں گی۔ ذرا سی پی لو گے تو کچھ اور ہمکنے لگو گے۔ سنا ہے کسی حسین منزل تک پہنچنے کے لیے بہکنا ضروری ہے۔"

عابدی صاحب نے بوتل کھولی۔ اسے منہ سے لگایا پھر غٹا غٹ کئی گھونٹ حلق سے اتار لیے۔ اس کے بعد بوتل واپس کرتے ہوئے کار کو دوبارہ اسٹارٹ کیا اور اپنے بنگلے کی طرف چلنے لگے۔ راستے میں آمنہ پچھلے دار باتیں کرتی جا رہی تھی۔ اپنے حسن اور اپنی محبت کے سبز باغ دکھاتی جا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ بوتل بھی بڑھاتی جاتی تھی۔ اس نے کلب میں بھی بہت خاصی پلا دی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنگلے تک پہنچتے پہنچتے سلطان عابدی بری طرح لڑکھڑانے لگے۔ اپنے پیروں پر چل کر جانے کی سکت نہیں تھی۔ انھوں نے آمنہ کا سہارا لیا۔ اسے یقین دلاتے رہے کہ وہ نشے میں نہیں ہیں بس ذرا مستی میں آ گئے ہیں۔ ہر پینے والا یہی کہتا ہے کہ نشہ نہیں ہوا۔ صرف مستی چھا رہی ہے اور چالاک عورت کہتی ہے جو مستی میں آتا ہے میں اس کی مستی مٹا دیتی ہوں۔

عابدی صاحب کے ایک خاص ملازم نے سہارا دینا چاہا۔ آمنہ نے کہا۔ "میں انھیں اندر پہنچا دوں گی۔ تم جلدی سے گرم کافی بنا کر لے آؤ تاکہ ان کا نشہ اتر جائے۔"

ملازم کچن کی طرف گیا۔ آمنہ انھیں بیڈ روم میں لے آئی۔ وہ وہاں پہنچتے ہی بستر پر گر پڑے۔ اس نے ان کے جوتے کھولے، جرابیں اتاریں پھر انھیں بستر پر سیدھا کر دیا۔ اس دوران توجہ سے دیکھتی رہی کہ عابدی صاحب پوری طرح مدہوش ہو چکے ہیں یا نہیں۔ جب یقین ہو گیا تو وہ بیڈ روم سے نکل کر کچن کی طرف گئی۔ ملازم کافی تیار کر رہا تھا۔ وہ ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ اس نے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ فوراً ہی مائیکل شوف سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کوڈ ورڈز میں کہا۔ "ہم نے زندہ دلانِ لاہور میں سے ایک زندہ دل کو ایک حسین پھول پیش کیا تھا لیکن اس پھول کے ساتھ کانٹا بھی تھا۔ اس کانٹے کو ایک مالن نے توڑ ڈالا تھا۔ کیا آپ کے لیے یہ حیرانی کی بات نہیں ہے کہ وہ کانٹا دوسرے باغ سے آیا تھا اور ہمیں اس کی خبر تک نہ ہو سکی، وہ ہمارے پھول سے لگا رہا۔ میں آدھے گھنٹے میں یہاں سے نکلنے والی ہوں۔ فوراً گاڑی بھیج دیں۔ ڈٹیس آل۔"

اس نے رسیور رکھ دیا۔ کوڈ ورڈز کا مطلب یہ تھا کہ لاہور کے زندہ دل کو یعنی ایک اہم شخصیت کو ایک پھول پیش کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے وہ رعونت جہاں تھی۔ پھول کے ساتھ ایک کانٹا تھا جسے مالن نے توڑ دیا۔ مالن سردار اں تھی اور جو کانٹا توڑ دیا گیا وہ سیکرٹری تھا۔ وہ کانٹا دوسرے باغ سے آیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ رعونت جہاں کا سیکرٹری دوسری تنظیم سے تعلق رکھتا تھا اور ایک عرصے سے اس تنظیم میں وفاداری کا ثبوت دیتا رہا تھا۔ اس پر کسی نے شبہ نہیں کیا تھا۔ میں آمنہ کے دماغ سے کوڈ ورڈز کا مطلب معلوم کرتا جا رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "یہ کیسے معلوم ہوا کہ رعونت جہاں کا سیکرٹری کسی مخالف تنظیم سے تعلق رکھتا تھا۔"

آمنہ کی سوچ نے بتایا۔ "جب وہ سلطان عابدی کے جوتے اور جرابیں اتار رہی تھی، اس وقت عابدی صاحب نے سیکرٹری کا نام بڑبڑایا تھا۔ بڑبڑاہٹ کے دوران کہا تھا کہ اس سیکرٹری کا بھائی بلیک میل کر رہا ہے۔"

وہ ٹیلیفون کے پاس سے اٹھ کر بیڈ روم میں آئی۔ عابدی صاحب پھر بڑبڑا رہے تھے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی ان کے قریب پہنچی، کان لگا کر سننے لگی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "وہ ہمیں بلیک میل کرتا ہے۔ کہتا ہے، رعونت جہاں کو عالمی جاسوسی سے دور کر دیا جائے۔"

وہ اتنے دھیمے انداز میں لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں بڑبڑا رہے تھے کہ زبان سے الفاظ بڑی مشکل سے ادا ہو رہے تھے پھر بھی آمنہ نے بہت کچھ سمجھ لیا۔ اسی وقت ملازم کی آواز آئی۔ "مادام کافی۔"

وہ فوراً ہی دروازے کے پاس آئی۔ ملازم سے کافی کی ٹرے لی پھر کہا۔ "تم کوارٹر میں جا کر آرام کرو۔ ضرورت ہوگی تو بلا لیا جائے گا۔"

وہ چلا گیا۔ آمنہ نے ٹرے کو تپائی پر رکھا پھر بے قدرے چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئی۔ ملازم بیرونی دروازے سے باہر جا رہا تھا۔ جب وہ چلا گیا، نظروں سے اوجھل ہو گیا تو اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اب باہر سے کوئی نہیں آ سکتا تھا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے بیڈ روم میں آئی۔ اس

...ی صاحب کو آواز دی۔ "اٹھیے، ذرا کافی پی لیجیے۔ نشہ اتر ...کا۔" مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اس نے انھیں ہولے ...جھنجھوڑا لیکن وہ ہوں، ہاں کہہ کر پھر بے سُدھ لیٹے رہے۔ ...کھیں بند تھیں اور سانس گہری گہری چل رہی تھی۔ وہ مطمئن ...ئی۔ دراز کی چابیاں ٹٹولنے لگی۔ ایک جیب سے چابیاں برآمد ...ئیں۔ وہ انھیں لے کر دوسرے کمرے میں گئی۔ وہ کمرہ ...ی صاحب کا اسٹڈی روم تھا۔ وہ اپنے ضروری کاغذات ...ہاں رکھتے تھے۔ اس نے وہاں کی الماریاں کھولنے کے لیے ...لف چابیاں آزمائیں اور کامیاب ہوتی رہی۔ کسی الماری میں ...یں بھری ہوئی تھیں، کسی میں ان کے ذاتی قسم کے کاغذات ...ے اور بے شمار ڈائریاں تھیں۔ جنھیں نہ جانے کتنے برسوں سے ...تے چلے آ رہے تھے۔

وہ ہر فائل کو کھول کر اس پر سرسری نظر ڈالتی رہی۔ چند ...لوں کے ذریعے چند اہم معلومات حاصل ہوئیں۔ جن کاغذات ...اس نے ضروری سمجھا، انھیں فائل سے نکال کر اپنے پاس ...لیا لیکن ایک الماری میں ان کے ذاتی کاغذات میں ایسے ...طوط رکھے ہوئے تھے جن سے ان کی ہوس پرستی کا مکمل کھلتا ...ار ہوتا تھا۔ وہ خطوط اس بات کے ثبوت تھے۔ ایک خط ...تو ایک بہت ہی معزز خاتون نے ان کے بارے میں بہت کچھ ...لکھا تھا۔ اگر یہ راز فاش ہو جاتا تو دونوں کا کیریئر تباہ ہو جاتا اور ...سے بڑے پیمانے پر اسکینڈل بنا کر ان کو بدنام کیا جاتا۔

اس نے وہ خط بھی اپنے پاس رکھ لیا۔ باقی تمام کاغذات ...فائلوں کو ان کی جگہ رکھا۔ الماریاں پہلے کی طرح بند کیں پھر ...پس آ کر وہ چابیاں عابدی صاحب کی جیب میں رکھ دیں۔ ...ے کے سرہانے ایک بٹن لگا ہوا تھا جسے دبانے سے ...رنٹ کوارٹر میں گھنٹی بجتی تھی۔ اس نے وہ بٹن دبایا پھر باہر ...ئی۔ ملازم نے پوچھا۔ "جی فرمائیے۔"

"تمھارے صاحب گہری نیند میں ہیں۔ انھوں نے کافی ...نہیں پی۔ تم رات کو کوٹھی میں رہو گے۔ شاید کسی وقت بھی ...ان کی آنکھ کھل جائے۔ میں جا رہی ہوں۔ ان سے کہنا کل ...ملاقات کروں گی۔"

اس بنگلے کے باہر ذرا فاصلے پر ہی ایک جانی پہچانی گاڑی ...ڑی ہوئی تھی۔ وہ اس میں جا کر بیٹھ گئی۔ ملازم اس گاڑی کو ...جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی ...وہ تیزی سے پلٹ کر اندر گیا۔ بیڈ روم میں پہنچتے ہی اس ...نے کہا۔ "صاحب! وہ صاحبہ جا چکی ہیں۔"

عابدی صاحب نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا آج بھی اس کے لیے گاڑی آئی تھی؟"

"جی ہاں، اسی جگہ دور کھڑی ہوئی تھی۔"

عابدی صاحب اٹھ کر ٹیلیفون کے پاس گئے۔ نمبر ڈائل کیے۔ پھر جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "ہیلو، کیا مزید معلومات حاصل ہوئیں؟"

جواباً کہا گیا۔ "ہاں، آپ کے اسی ٹیلیفون پر اس نے کسی سے رابطہ قائم کیا تھا اور کوڈ ورڈز میں گفتگو کی تھی۔ تمام باتیں ریکارڈ کر لی گئی ہیں جس سے باتیں کی گئی تھیں، وہ بہت ہی چالاک ہے۔ صرف ہوں، ہاں کرتا رہا اور آمنہ کی باتیں سنتا رہا۔ جس نمبر پر آمنہ نے رابطہ قائم کیا تھا، اس نمبر کے فون کا اور اس فون کے مالک کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ ہم نے مجبور ہو کر اپنے آدمیوں کو حکم دیا ہے کہ آمنہ کا تعاقب کرتے رہیں۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔"

عابدی صاحب نے کہا۔ "میرا اب بھی یہی خیال ہے کہ آمنہ کو ڈھیل دی جائے۔ اسے احساس نہ ہونے دیا جائے کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اگر ذرا بھی شبہ ہو گا تو وہ کہیں گم ہو سکتی ہے پھر اس کا بھی سراغ لگانا مشکل ہو جائے گا۔"

"ہم اسے گم نہیں ہونے دیں گے۔ آپ نے بہت اچھا رول ادا کیا ہے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

"شکریہ بعد میں ادا کر لینا۔ مجھے یقین ہے، آمنہ وہ فرضی عشقیہ خط ضرور لے گئی ہو گی جس کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں کی ایک معزز خاتون سے میرے مراسم رہے ہیں۔ وہ ضرور اس خط کو لے گئی ہو گی۔ اس کے ذریعے بہت بڑا اسکینڈل بن سکتا ہے۔ میں مفت میں بدنام ہو جاؤں گا۔"

"عابدی صاحب! آپ اطمینان رکھیں۔ آپ پر ایک ذرا آنچ نہیں آئے گی۔ وہ جو خط لکھا گیا ہے، اس نام کی کوئی خاتون اول تو ہمارے علم میں نہیں ہے اگر ہو گی بھی تو وہ اتنی معزز اور کوئی اعلیٰ عہدے دار نہیں ہو گی کہ اس کا کیریئر تباہ ہو اور اس کے ذریعے آپ بدنام ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

انھوں نے را... کو ... سے اپنے بیڈ روم میں آئے، وہاں تپائی پر کا... ہوئی تھی۔ انھوں نے ملازم کو اشارے سے کہا کہ ٹرے لے جائے۔

جب وہ چلا گیا تو انھوں نے جیب سے چابی نکالی۔ ایک خوبصورت سے اسٹینڈ پر ایک کیبنٹ رکھا ہوا تھا۔ اسے کھولتے ہی ایک چھوٹا سا بار برآمد ہوا۔ اس میں سے ایک بوتل کا انتخاب کرنے کے بعد انھوں نے اپنے لیے ایک پیگ بنایا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی پینے کے بعد انھیں نشہ کیوں

نہیں ہوا تھا؟

آمنہ جیسی چالباز عورت کو دھوکا دینا آسان نہیں ہوتا لیکن بعض اوقات بڑے سے بڑے چالباز بھی دھوکا کھا جاتے ہیں۔ وہ جس بوتل سے انھیں پلا رہی تھی، اس میں یقیناً شراب تھی لیکن پانی ملا ہوا تھا۔ بوتل کا رنگ نیلا تھا، اس لیے شراب کا اصلی رنگ باہر سے نظر نہیں آتا تھا۔ صرف مہک سے پتا چلتا تھا کہ وہ شراب ہے۔

انھوں نے جام کو فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا: "آمنہ! میں شراب میں پانی ملا کر نہیں پیتا۔ چیئرز۔"

اور وہ پینے لگے۔ میں ان کے دماغ سے واپس آنا چاہتا تھا، اسی وقت فون کی گھنٹی سنائی دی۔ وہ ڈرائنگ روم میں آئے، ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو! سلطان عابدی دِس اینڈ۔"

"میں رشید احمد بول رہا ہوں۔"

وہ انٹیلی جنس کے ڈی جی تھے۔ انھوں نے کہا: "عابدی صاحب! آپ نے ہم لوگوں سے خوب تعاون کیا ہے لیکن میرے اور آپ کے درمیان جو بات طے ہوئی ہے، وہ ابھی پولیس والوں کو بھی نہ معلوم ہو۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق بڑبڑاتے ہوئے آمنہ کو یہی تاثر دیا ہے کہ رعونت جہاں کا سیکرٹری ہمارے لیے عذابِ جان بنا ہوا ہے اور اس کا کوئی آدمی ہمیں بلیک میل کر رہا ہے لیکن آپ کی یہ چال میری سمجھ میں نہیں آئی ہے۔ آپ نے سچ سچ باتیں آمنہ تک کیوں پہنچائیں؟"

"آپ پورے حالات سے واقف نہیں ہیں۔ ہمارے ملک میں کئی خطرناک تنظیمیں ایک دوسرے سے نبرد آزما بھی ہیں اور ہمارے خلاف سازشیں بھی کر رہی ہیں۔ میں چاہتا ہوں یہ تنظیمیں ایک دوسرے سے ٹکراتی رہیں۔ ان کے آپس کے ٹکراؤ سے ہمیں فائدہ پہنچے گا۔ ان کے آلۂ کار ہماری نظروں میں آتے رہیں گے۔ مجھے انٹیلی جنس کے ذہین اور محبِ وطن ڈی جی رشید احمد صاحب کی یہ تدبیر بہت پسند آئی۔ میں خود اسی طریقۂ کار پر عمل کر رہا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر بعد دو تنظیموں کے اہم افراد کو ٹکرانے والا تھا۔ میں نے سوچا، آئندہ موقع ملا تو رشید احمد صاحب کے دماغ میں جھانک کر ان کے دل کی گہرائیوں تک ان کے متعلق معلوم کروں گا اور موقع ملتا رہا تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس طرح ان سے تعاون کروں گا کہ انھیں کبھی ٹیلی پیتھی کا علم نہیں ہوگا۔

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ بس تیز رفتاری سے ہائی وے پر دوڑتی جا رہی تھی۔ میرے پاس بیٹھی ہوئی حور بانو کی آنکھیں بند تھیں۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ مطمئن ہو کر سو گئی تھی۔ یہ بڑی عجیب بات ہے! ہر کے درمیان کبھی نیند نہیں آتی۔ دھڑکا سا لگا رہتا ہے لیکن ہم اجنبی تھا جس پر وہ ہزار شناساؤں کو قربان کر سکتی تھی۔ اس میری محبت اور وفا تھی۔ اب اسے دشمنوں کا ڈر نہیں رہا تھا لیے گہری نیند میں تھی۔

اگلی سیٹ پر ریحانہ بھی سو گئی تھی۔ کرم داد کی آنکھیں تھیں لیکن وہ بہت ہی محتاط رہنے والا آدمی تھا۔ سوتے میں جاگتا رہتا تھا۔ بہرحال اس وقت آنکھیں بند کیے جاگ رہا تھا سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں اپنوں کو چھوڑ کر زرینہ کے دماغ پہنچ گیا۔

وہ زرینہ، جسے بڑا ناز تھا کہ اسے ایک نظر دیکھنے اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اسے دولت سے، طاقت ذہانت سے، مکاریوں سے، ہر ہتھکنڈے سے حاصل کرنا چا اور وہ اپنے چاہنے والوں کو ٹھینگا دکھاتی رہتی ہے۔ اس نمرو کو زندگی میں پہلی بار میں نے ٹھینگا دکھایا تھا۔ وہ مائکل شو اس کے آلہ کاروں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے قریب تر ہونا چاہتی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کہ وہ اپنی توہین کے احساس سے تلملانے لگی تھی لیکن تنظیم کی خاطر مجھے برداشت کرنے پر مجبور تھی۔ اس وقت وہ کا اور کبیر داس کے ساتھ کار میں بیٹھی ہوئی مائکل شوف کی کو طرف جا رہی تھی اور کہہ رہی تھی: "کرمذی! میں پہلے ہی ہ باہر مکار ہے، ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ اگر تم پہلے سے جانتی تھیں تو نہیں بتایا۔"

"میں کیا بتاتی۔ اس نے اپنی پارسائی کا ایسا ناٹک کہ میری بھی توہین کر ڈالی اور... میں تلملاتی رہتی تھی۔ کہو تھا اسے عورتوں سے نفرت ہے۔ وہ آمنہ سے بھی دو ہے۔ گلزاری بیگم سے بھی دور بھاگ کر اسپتال سے چلا آیا مجھ سے بھی اس نے بیزاری ظاہر کی۔"

کرمذی نے کہا: "تم عورتیں یوں تو ہر معاملے میں ہوتی ہو لیکن جہاں تمھاری انا کو ٹھیس پہنچتی ہے، وہاں بن جاتی ہو۔ اگر تم ذرا عقل سے کام لیتیں، اسے ٹریپ کی کوشش کرتیں تو یہ کوئی مشکل کام نہ ہوتا۔ بہرحال وہ چکا ہے۔ اب ہم باہر کو مائکل شوف کے ہاں ضرور گ

"کیا وہ اتنا نادان ہوگا کہ مائکل شوف کے ہا لے گا؟"

"اگر وہ نہیں ہوگا تو مائکل شوف اور اس

ہلکے پھلکے کچھ کم اہم تو نہیں ہیں۔"

اس بار کبیر داس کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ کیونکہ وہ شہر کے تمام راستوں کو جانتا تھا اور مائکل شوف کی کوٹھی کا پتا بھی اسے معلوم تھا۔ اس نے اس کوٹھی سے ذرا فاصلے پر کار روک دی۔ وہ سب باہر آ گئے۔ کبیر داس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "وہ تیسری کوٹھی ان کا اڈہ ہے۔"

کرمذی نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا: "پچھلے حصے کی طرف لے چلو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ دوبارہ اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال کر اسے اسٹارٹ کیا۔ زرینہ کرمذی کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے پوچھا: "کیا میں بھی تمھارے ساتھ کوٹھی میں چلوں گی؟"

کرمذی نے کہا: "کوئی تفریحی پروگرام ہوتا تو ساتھ لے جاتا۔ وہاں زندگی اور موت کا پروگرام ہے۔"

کار اس کوٹھی کے پچھلے حصے کی طرف پہنچ گئی۔ کرمذی نے اترتے ہوئے کہا: "تم دونوں کسی اسٹیک بار میں وقت گزار سکتے ہو۔ پینتالیس منٹ بعد یہاں پہنچ جانا۔"

کبیر داس زرینہ کو لے کر چلا گیا۔ اب میں کرمذی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ کس طرح کوٹھی میں داخل ہونے والا ہے؟ آمنہ کو سلطان عابدی کے مکان سے روانہ ہوئے تقریباً ایک گھنٹا ہو رہا تھا۔ وہ یقیناً وہاں پہنچ گئی ہوگی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ مائکل شوف کی کوٹھی کے ڈائننگ روم میں بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔ میز کے دوسری طرف مائکل شوف بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں سائمن ڈی گریٹ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک شخص وہاب لاکھن بھی تھا۔ باقی مائکل شوف کے بہرام علی سینٹر والے تھے جن میں سے ایک کا نام بارود خان اور دوسرے کا نور محمد گامے تھا۔ وہ سب رات کا کھانا کھا چکے تھے۔ آمنہ کو اب کھانے کا موقع ملا تھا، وہ کھا رہی تھی اور مائکل شوف کو اپنی کارکردگی کے متعلق رپورٹ سنا رہی تھی۔

اچانک وہ خاموش ہو گئی۔ ہاتھ اٹھا کر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ دروازے کی چوکھٹ کے اوپر ایک سرخ بلب جل بجھ رہا تھا۔ مائکل شوف نے آہستگی سے کہا: "کوٹھی کے پچھلے حصے میں کوئی ہے۔"

بارود خان نے آستین چڑھاتے ہوئے کہا: "تم لوگ ادھر بیٹھے رہو۔ ہم باہر جا کے دیکھے گا۔ کوئی خنزیر کا بچہ یا بچی ہوگا۔"

مائکل شوف نے کہا: "نہیں، تم ٹھہرو۔" اس نے نور محمد گامے سے کہا: "تم بلندی سے چھلانگ لگا سکتے ہو۔ لہٰذا پہلے چھت پر جاؤ اور دیکھو، کوٹھی کے پچھلے حصے سے آنے والا ایک ہے یا ایک سے زیادہ ہیں۔"

نور محمد گامے فوراً ہی اٹھ کر چلا گیا۔ مائکل شوف نے وہاب لاکھن کو مخاطب کیا: "لاکھن! تم بھی جاؤ اور پچھلے تینوں دروازوں کے کرنٹ کا سوئچ آن کر دو۔"

"بہتر ہے سر!"

وہاب لاکھن بھی چلا گیا۔ آمنہ کھانا چھوڑ کر اٹھ گئی تھی۔ مائکل شوف نے کہا: "بارود خان! ہمارے ساتھ آؤ۔"

وہ تینوں وہاں سے چلتے ہوئے مائکل شوف کے بیڈ روم میں پہنچے۔ وہ الماری کھول کر ضروری کاغذات، اہم تصاویر کے لفافے اور مائیکرو فلم کے کیپسول وغیرہ نکال کر اٹیچی میں رکھنے لگا۔ ساتھ ہی کہنے لگا: "بارود خان! کوٹھی کے اگلے حصے کی طرف سے کوئی خطرے کا سگنل نہیں ہے۔ تم فوراً جاؤ اور ہماری گاڑی گیراج سے نکال لو۔ زیادہ خطرہ ہوگا تو یہ اہم چیزیں لے کر ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔"

بارود خان نے مائکل شوف سے کہا: "اوئے لال بابا! تم ہم کو بھاگنے والا آدمی سمجھتی ہے۔ اُدھر گامے اور لاکھن کو مقابلہ کرنے بھیجتی ہے، ہم کو بزدل سمجھتی ہے۔ ہم بولتی ہے۔..."

آمنہ نے اسے ٹوک دیا: "بولتا ہے۔"

"ہم غصّے میں بولتی ہے، ہزار بار بولتی ہے۔ جدھر خطرہ نہیں ہے، اُدھر عورت کو جانے دو، جدھر خطرہ ہے، اِدھر یہ مرد کا بچہ جائے گی۔"

آمنہ نے مسکرا کر پوچھا: "بارود خان! تم شطرنج کا کھیل جانتے ہو، نا؟"

"بیشک جانتی ہے۔"

"تم یہ بھی جانتے ہو، شطرنج کی بساط پر سب سے پہلے پیادے ہوتے ہیں پھر دوسرے مہرے رکھے جاتے ہیں یعنی جو مضبوط مہرے ہوتے ہیں۔ وہ پیچھے ہوتے ہیں، بادشاہ کی حفاظت کرنے کے لیے۔ لہٰذا تم مائکل شوف کی حفاظت کے لیے ایک مضبوط قلعے کی طرح ہو۔ جو بھی دشمن آ رہا ہے، اگر گامے اور لاکھن کو شکست دے کر آئے گا تو تم سے ضرور شکست کھائے گا۔"

وہ خوش ہو گیا۔ میں انھیں چھوڑ کر نور محمد گامے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کوٹھی کے پچھلی طرف چھت کے ایک سرے پر لیٹا ہوا نیچے دیکھ رہا تھا۔ پچھلے حصے میں ایک بلب روشن تھا۔ اس روشنی میں ایک سیاہ پوش نظر آ رہا تھا۔ گامے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ چھت کے سرے پر پہنچ کر اس نے ایک اندازہ لگایا پھر اچانک ہی سیاہ پوش کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اس نے یہ چھلانگ تقریباً پچیس فٹ کی بلندی سے لگائی تھی اور صحیح سلامت زمین پر پہنچا تھا۔ کم کرمذی

نے پلٹ کر دیکھا' اسی وقت اس کے منہ پر ٹھوکر پڑی۔ پھر تو گامے نے اسے گھونسوں پر رکھ لیا۔ کریزی تھوڑی دیر تک مار کھاتا رہا' پیچھے ہٹتا رہا۔ پھر اس نے جوابی حملے کیے تو گامے کے ہوش اڑنے لگے۔ اس نے بھی کریزی پر کئی داؤ آزمائے۔ کبھی کامیاب ہوا' کبھی ناکام ہوا۔ اتنا سمجھ میں آگیا کہ مقابل لڑنے کے فن سے صرف واقف ہی نہیں ہے بلکہ استاد بھی معلوم ہوتا ہے۔ لڑنے کے دوران ایک ایسی سچویشن آئی کہ کریزی کی گردن گامے کے ہاتھوں میں آگئی۔ اس نے پوری طاقت سے دبوچ لی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ مخالف کی گردن ہاتھ میں آجائے تو پھر وہ زندہ سلامت نہیں نکل سکتا۔ وہ تقریباً ایک منٹ تک اسے دبائے رہا۔ بے چارہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا مقابل کون ہے۔ اس نے سوچا' ایک منٹ بہت ہوتا ہے پھر بھی احتیاطاً ایک منٹ تک اور گردن دبائے رکھنا چاہیے۔

اس نے احتیاطاً یہ بھی کر لیا بلکہ تین منٹ پورے ہونے لگے تب اس نے دیکھا کہ کریزی کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے ہیں اب اس کی جدوجہد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ گامے نے اپنی زندگی میں اتنی دیر تک کسی کو سانس روکتے نہیں دیکھا تھا۔ پھر کریزی کی صلاحیتوں پر اسے یقین کیسے آتا۔ اس کے باوجود جب اس نے چھوڑا تو اس وقت تین منٹ بھی گزر چکے تھے۔ کریزی کا بے جان جسم گھاس پر گر رہا تھا۔ لاش گرتی ہو تو گرتے گرتے کبھی نہیں اٹھتی۔ اس میں زندگی نہیں ہوتی' وہ اٹھے گی کیسے؟ لیکن گامے نے حیرانی سے دیکھا۔ وہ لاش اس سے پہلے کہ زمین تک پہنچتی' قلابازی کھا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ نور محمد گامے سنبھلتا' اچانک ہی اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ ایک خنجر اس کے سینے میں پیوست ہو گیا تھا۔ اس نے آخری تمام قوتوں کو سمیٹ کر چیختے ہوئے کہا "یہاں صرف ایک دشمن ہے' گھبرانے کی بات نہیں ہے' میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ لڑکھڑاتے ہوئے آگے بڑھا۔ کریزی نے پھر چاقو سے حملہ کیا۔ گامے نے اسے ایک ہاتھ سے روک لیا۔ حالانکہ ہاتھ زخمی ہوا لیکن وہ مقابلہ نہ کر سکا' لڑکھڑا کر گرنے لگا۔ ایسے وقت میں کریزی نے پھر چاقو سے بھرپور حملہ کیا۔ یہ آخری حملہ تھا۔ اس کے بعد گامے زمین سے نہ اٹھ سکا۔

مجھے افسوس ہو رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں تھا لیکن اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ کریزی کو دماغی طور پر ٹریپ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی غیر معمولی صلاحیت اس کے کام آئی تھی۔ وہ اس طرح سانس روک کر دشمنوں کو دھوکا دیتا تھا کہ فتح اس کے نصیب میں لکھی جاتی تھی۔ جب گامے اس کی گردن دبوچ رہا تھا' تب میں نے ہی تین منٹ کے بعد اسے چھوڑنے پر غیر شعوری طور پر مجبور کر دیا تھا تاکہ گامے اسے چھوڑنے کے بعد دوسرے داؤ آزمائے اور اسے زیر کر لے لیکن اس مقابلے سے پتا چلا کہ نور محمد گامے میں سب سے بڑی خوبی صرف یہ تھی کہ وہ ... بلندیوں سے چھلانگیں لگاتا تھا۔ دشمنوں سے لڑنا جانتا تھا مگر لڑنے میں اتنی زیادہ مہارت نہیں تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ زمین پر پڑا ہوا ... دم توڑ رہا تھا۔ اس کے زریعے میں نے دیکھا۔ کم کریزی ایک دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر دائیں بائیں محتاط نظروں سے دور تک دیکھا پھر دروازے کو ہاتھ لگایا۔ اسی وقت حلق سے ایک فلک شگاف چیخ نکلی۔ دروازے میں روشنیوں کا جھماکا ہوا۔ اسے بجلی کا جھٹکا اتنا شدید پہنچا تھا کہ وہ زمین سے کئی فٹ اچھل کر پھر گر پڑا تھا۔ دروازے پر جلتے ہوئے بلب بجھ گئے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کرنٹ کے سوئچ کو آف کر دیا گیا تھا۔

پھر دروازہ کھل گیا۔ وہاب لاکھن نے دروازے پر سے ہی دور گامے کی پڑی ہوئی لاش کو دیکھا پھر باہر آکر کریزی کے ساکت جسم کو ٹھوکر ماری۔ وہ ٹھوکر کھانے کے بعد بھی بے حرکت پڑا رہا۔ اتنا شدید جھٹکا پہنچا تھا کہ اس کے اٹھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لاکھن نے اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر پھر اسے گھسیٹتا ہوا اندر لے آیا۔ آمنہ' مائکل شوف اور بارو دخان دوسرے کمرے سے اُدھر چلے آئے۔ مائکل شوف نے پوچھا "کیا ہوا؟ یہ مر چکا ہے؟"

"بجلی کا شدید جھٹکا لگا ہے۔ اس کا تو باپ بھی نہیں بچ سکتا تھا۔"

آمنہ نے کہا "یہ بُرا ہوا' اسے زندہ رہنا چاہیے تھا۔"

اسی وقت کریزی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آمنہ کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا "میں تمہاری خواہش پوری کر رہا ہوں۔ تمہارا آدمی ہماری حور بانو کو پکڑ کر لے گیا ہے۔ لہٰذا میں تمہیں لے جانے آیا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا ذرا دور گیا پھر اچانک ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ کھڑے ہو کر کیا کرے گا۔ یکبارگی چاقو کا چمکتا ہوا پھل آیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے' چاقو فضا میں پرواز کرتا آیا اور لاکھن کے سینے میں پیوست ہو گیا

صرف اتنا ہی نہیں' اس نے فضا میں فلائنگ کک کے لیے چھلانگ لگائی۔ جب لاکھن کے پاس پہنچا تو اس

وہیں لات ماری جہاں چاقو پیوست تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور گہرائی تک پیوست ہو گیا۔ یہ اور بات ہے کہ فلائنگ کک لگانے کے بعد جیسے ہی وہ زمین پر پہنچا' اس کے منہ پر ایک زبردست گھونسا پڑا اور وہ بارو دخان کا گھونسا تھا۔

وہ دوسرا گھونسا مارنے کے لیے آگے بڑھا۔ کریزی نے پیچھے ہٹتے ہوئے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر کہا "ٹھہرو! ذرا آرام سے مارو۔"

"خنزیر کا اولاد لبوتی ہے آرام سے مارو۔ ماں بھی اولاد کو آرام سے نہیں مارتی ہے۔"

کریزی نے کہا "بھئی آرام کا مطلب یہ ہے کہ دو باتیں میں تمہاری اس بلبل سے کروں گا اور ایک گھونسا تم سے کھاؤں گا مگر نہیں' پہلے تمہارے اس مینڈک کو چیلنج کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں' تو مائکل شوف! تم نے مجھے پہچان لیا ہو گا اور اگر نہیں تو آج کے بعد ہمیشہ یاد رکھو گے۔ تمہاری یہ اٹیچی میں لے جاؤں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی منہ پر ایک گھونسا پڑا۔ بارو دخان نے کہا "اپنا شرط کو مت بھولو' دو بات بولے گی' ایک گھونسا کھائے گی۔"

کم کریزی نے اپنے جبڑے کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے" پھر اس نے آمنہ سے پوچھا "بابر اور حور بانو کو کہاں چھپا رکھا ہے؟"

"میں نہیں جانتی' بابر کہاں ہے اور یہ حور بانو کون ہے؟"

"میں تمہیں اپنے ساتھ لے جا کر بتاؤں گا۔"

اس کے ساتھ ہی بارو دخان نے آگے بڑھ کر پھر گھونسا مارنا چاہا مگر اس بار گھونسا اسی کے منہ پر پڑا۔ پھر تو کریزی نے تابڑ توڑ کئی گھونسے مارے۔ کراٹے کے ہاتھ جائے۔ بارو دخان پیچھے ہٹتا ہوا دیوار سے جا کر لگ گیا۔ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہوئے بولا "اے پہلے تم آرام سے مار کھاتی تھی۔ اب پناوعدہ توڑتی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ اس سے پہلے کہ آمنہ نے ایک فلائنگ کک ماری۔ لات کریزی کے سینے پر پڑی۔ فوراً لڑکھڑایا' ایک قدم پیچھے گیا پھر تن کر کھڑا ہو گیا۔ آمنہ نے پینترا بدل کر کراٹے کے ہاتھ رسید کیے۔ اس نے ایک دو ہاتھوں کو برداشت کیا پھر اچانک ہی آمنہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور ایک جھٹکے سے اسے دوسری طرف گھما دیا۔ اسی وقت بارو دخان نے اس پر حملہ کیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گھونسا آمنہ کے منہ پر پڑا۔ وہ بوکھلا کر اپنے آپ سے بولا "اوئے بارو دخان! یہ تم کیا کرتی ہے' ایک عورت کو مارتی ہے' یہ تو بے غیرتی ہے۔ اوئے بلبل' ہم عورت سے معافی کبھی نہیں مانگتی۔ اس لیے تم ایک گھونسے کے بدلے ہم کو بھی گھونسا مارو۔"

کریزی کا گھونسا اس کے منہ پر پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ مائکل شوف نے آمنہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا "ان کے بیچ میں نہ جاؤ' موقع دیکھتی رہو۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

کریزی نے کہا "میں تمہاری یہ حسرت پوری نہیں ہونے دوں گا۔"

اسی وقت بارو دخان نے اس پر پھر حملہ کیا۔ بڑے زبردست حملے کرتا گیا۔ پھر جواباً کریزی نے بھی حملے کیے۔ وہ اس کے حملوں کی تاب نہ لا کر لڑکھڑاتا ہوا پھر ایک بار دیوار سے جا لگا۔ اس نے سر کو جھٹک کر آنکھیں پھاڑ کر کریزی کو دیکھا پھر ہاتھ اٹھا کر بولا "اوئے ذرا ٹھہرو' ہمارا پیٹرول ختم ہو گئی ہے۔"

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر نسوار کی ڈبیہ نکال لی۔ کریزی محتاط انداز میں پینترے بدلنے لگا۔ وہ سمجھ رہا تھا' ڈبیہ کوئی خطرناک چیز ہے۔ شاید بارو دخان اس سے کوئی دھماکا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ تو اسے کھول کر اس میں سے کچھ نکال رہا تھا اور ایک چٹکی اپنی ایک داڑھ میں دبا رہا تھا۔ پھر اس نے ڈبیہ بند کر کے واپس جیب میں رکھ لی۔ اس کے بعد آگے بڑھا۔ کراس کے مقابل آکر پینترے بدلنے لگا۔ نسوار استعمال کرنے کا دستور یہ ہے کہ اسے ایک طرف داڑھ میں دبایا جاتا ہے پھر چند سیکنڈ کے بعد تھوکا جاتا ہے۔ اس نے یکبارگی کریزی کے منہ پر تھوک دیا۔ وہ ذرا سا بوکھلایا۔ اسی وقت ایک گھونسا ناک پر پڑا' پھر منہ پر' پھر اس کے سنبھلنے سے پہلے بارو دخان نے اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر اتنی زور سے جھٹکا دیا کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا جا کر ایک طرف دیوار سے ٹکرا گیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ بارو دخان نے اس کے ہاتھ کو اسی طرح تھامے رکھا تھا۔ اس نے پھر اسے جھٹکا دیا۔ کریزی کو سنبھلنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ کبھی گھونسا منہ پر پڑتا تھا' کبھی پیٹ پر' کبھی لات منہ پر پڑتی تھی' کبھی وہ اپنے سر سے اس کے سر پر اتنی زور کی ٹکر مارتا تھا کہ آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگتے تھے۔ یقیناً کریزی سوچ رہا ہو گا کہ آخر اس ڈبیہ میں کیا ہے' جسے منہ میں رکھتے ہی وہ سپرمین بن گیا ہے۔

اس میں شبہ نہیں رہا کہ کریزی ادھ موا ہو چکا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر جیسے ہی زمین پر گرا' بارو دخان نے اس کی گردن کو اپنی دونوں رانوں کے درمیان دبوچ لیا۔ مائکل شوف نے کہا۔

"بارود خان! دیر نہ کرو، اس کا کام تمام کر دو۔"

"یہ تو تمام ہو گئی۔ اب ہم آرام سے اس کی گردن دبائیے گی اور تھوڑا تھوڑا نسوار کھلائیے گی۔"

اس نے جیب سے نسوار کی ڈبیہ کو نکال کر کھولا۔ پھر ایک چٹکی نسوار لے کر کریزی کے ناک کے ایک نتھنے میں... ڈال دی۔ پھر دوسری چٹکی لے کر دوسرے نتھنے میں ڈالی۔ اس طرح اس کے دونوں نتھنوں میں نسوار اچھی طرح بھر دی۔ اگر وہ سانس لیتا تو چھینکوں کے مارے اس کی حالت غیر ہو جاتی۔

آمنہ اور مائکل شوف اسے غور سے دیکھ رہے تھے جب اس نے چھینک نہیں ماری تو انھیں یقین ہو گیا کہ اس کی سانس جا چکی ہے' وہ مر چکا ہے۔ میں نے آمنہ کی سوچ میں کہا "ضروری نہیں ہے کہ مر چکا ہو۔ یہ یوگا کا ماہر بھی ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے سانس روک لی ہو۔"

آمنہ نے آگے بڑھ کر اس کی کلائی تھام لی۔ نبض ٹٹول کر دیکھی۔ پھر سینے کی دھڑکن کا بھی معائنہ کیا۔ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ کبھی شبہ ہوتا تھا کہ دھڑکن برائے نام ہے اور کبھی وہ برائے نام سی دھڑکن بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔ آخر آمنہ نے اپنے بالوں سے ایک پن نکالی اور اس کے بازو میں چبھو دی۔

یوگا کا فن مشرق سے چلا ہے۔ ہندوستان کی دھارمک تاریخ کے مطابق جتنے رشی منی' گیان دھیان میں مصروف رہتے تھے' وہ اپنی تپسیا کے دوران سانس روک لیتے تھے۔ ان حالات میں نہ انھیں سردی لگتی تھی نہ گرمی' نہ برسات ان پر اثر انداز ہوتی تھی۔ گیان دھیان میں مصروف رہنے والے ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جو اپنے تمام بدن میں سوئیاں چبھو لیتے تھے اور سانس روکے کئی کئی گھنٹے بیٹھے رہتے تھے۔ جب سانس روکنے میں مہارت حاصل ہو جاتی ہے اور اندر کا جسمانی نظام اپنے کنٹرول میں آ جاتا ہے تو باہر سے ہونے والے حملے' باہر سے چبھوئی جانے والی سوئیاں بے اثر ہو جاتی ہے۔ آمنہ نے جو سوئی چبھوئی تو اس کا کریزی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ اسی طرح لاش کی مانند پڑا رہا۔

مائکل شوف نے کہا "وقت برباد نہ کرو۔ تین لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا مسئلہ ہے بارود خان! فوراً پچھلے حصے کا بلب بجھا دو۔ تاریکی میں اتنا بڑا گڑھا کھود کر تینوں لاشیں اس میں چھپائی جا سکیں۔"

آمنہ نے کہا "یہ تو مر چکا ہے لیکن اس کے پیچھے اس کے ساتھی ضرور آئیں گے۔ تعجب ہے انھیں ہمارا ٹھکانہ کیسے معلوم ہو گیا؟"

مائکل شوف نے کہا "اور کیسے معلوم ہو گا۔ تم ہی اپنے پیچھے لگا کر لائی ہو۔"

"آپ فضول باتیں نہ کریں۔ میں ایسی اناڑی نہیں ہوں جب سلطان عابدی کے مکان سے نکلی تو مجھے شبہ ہوا تھا۔ ملہ نے تعاقب کرنے والوں کی پہلے تصدیق کی۔ اس کے بعد ایا چکر دیا کہ وہ اب تک چکرا رہے ہوں گے۔"

"بہر حال تمھاری یہ بات درست ہے کہ اس شخص کے دوسرے دشمن آتے ہی رہیں گے۔ ہم اپنی چیزیں یہاں چھوڑ نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا انھیں دوسری محفوظ جگہ پہنچا دیا جائے۔"

آمنہ نے پوچھا "بارود خان! کیا تم ان تینوں کو ٹھکانے لگا دو گے یا ہماری مدد کی ضرورت ہے؟"

اس نے نسوار کی ڈبیہ کو جیب میں رکھ کر وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا "تم جاؤ' ہمارا فکر مت کرو۔ ہم اپنا کام کر لیں گے۔"

مائکل شوف نے اپنی اٹیچی اٹھا لی۔ آمنہ اس کے ساتھ باہر آئی۔ اسی وقت آواز سنائی دی "آنک چھی۔"

چھینک کی آواز کے ساتھ بارود خان بڑبڑا رہا تھا "اوئے مُردہ ہو کر بھی چھینکتی ہے۔"

آمنہ نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا' کریزی اٹھ کر گیا تھا۔ اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتا تھا لیکن بارود خان اسے ایک ٹھوکر مار چکا تھا۔ وہ چھینکتا ہوا پھر الٹ گیا تھا۔ بار اس نے پھر اٹھنے کی کوشش کی اور اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا لیکن مقابلہ کرنے کے قابل نہیں تھا۔ اتنی دیر سانس روکنے کے بعد جب اس نے اچانک سانس لی تو نسوار کے باعث چھینکیں آنے لگی تھیں۔ وہ نسوار کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا مگر ضرور سوچ رہا تھا کہ بارود خان کی اس چھوٹی سی ڈبیا میں یقیناً ایسا بارود ہوتا ہے جو یوگا کے ماہر کو بھی سانس لینے اور چھینکتے رہنے پر مجبور دیتا ہے۔

آمنہ' مائکل شوف کے ساتھ تیزی سے چلتے ہوئے کار کے پاس گئی۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ مائکل اس کے برابر بیٹھ گیا۔ جیسے ہی کار اسٹارٹ ہوئی' اس کی آواز سن کر کریزی چونک گیا۔ اس نے غرا کر بارود خان کو دیکھا دیوار بنا ہوا تھا۔ اس وجہ سے آمنہ ہاتھ سے نکلی جا رہی اور مائکل شوف کی وہ اٹیچی بھی بہت اہم تھی۔ اس نے اچا اچھل کر ایک فلائنگ کِک ماری۔ بارود خان لڑکھڑا کر گیا۔ ادھر یہ دوڑتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ بارود خان "اوئے عورت کا بچّے' مقابلہ چھوڑ کر بھاگتی ہے مگر کدھر بھاگے گی۔"

وہ اٹھ کر پیچھے دوڑ لگانے لگا۔ اس وقت تک

کار ڈرائیو کرتے ہوئے کوٹھی کے احاطے سے نکل چکی تھی۔ کریزی تیزی سے دوڑتا ہوا' شارٹ کٹ اختیار کرتا ہوا باؤنڈری وال پر چھلانگ لگاتا ہوا سڑک پر پہنچ گیا۔ ادھر سے آمنہ ڈرائیو کرتی ہوئی آ رہی تھی۔ اس نے بڑی بے دردی سے کار اس پر چڑھا دی۔ کریزی کی چیخ سنائی دی۔ وہ ٹکرا کر ایک طرف گرا پھر لڑھکتا ہوا دور تک چلا گیا۔ کار آگے نکل گئی تھی۔ پھر رک گئی۔ مائکل شوف نے پوچھا "کیوں روک رہی ہو۔ فوراً چلو۔"

آمنہ نے کار کو واپس موڑتے ہوئے کہا "نہیں' پہلے اس کا کام تمام کرنا ہو گا۔ کمبخت آدمی ہے یا بھوت۔ مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے مُردہ قبر سے اٹھ کر چلا آیا ہو اور اس پر موت کے حملوں کا کوئی اثر نہ ہوتا ہو۔"

اس نے گاڑی واپس موڑ کر کریزی کی طرف دوڑائی۔ درمیان سڑک پر پڑا ہوا تھا۔ اٹھنا چاہتا تھا پھر کار کو آتے دیکھ کر چاروں شانے چت ہو گیا۔ آمنہ نے رفتار بڑھائی۔ سٹیئرنگ کو مضبوطی سے تھام کر تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی کریزی کی کچلتی ہوئی آگے نکل گئی۔ اسے یقین تھا کہ اس بار کار کے پہیے کریزی کے سینے پر سے گزر گئے ہیں۔ ایسے میں اس کا بچنا ممکن نہیں ہے۔

کریزی کی لاش سڑک پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ بارود خان اس کے پیچھے دوڑتا آیا تھا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھا تھا کہ کس طرح کریزی ایک بار کار سے ٹکرایا تھا۔ دوسری بار کار کے پہیے اس پر سے گزر گئے تھے۔ اس نے قریب آ کر دیکھا پھر واپس کوٹھی کی طرف بھاگنے لگا کیونکہ وہ کسی لاش کے پاس کھڑے ہو کر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ کوٹھی کے اندر اور پچھلے حصّے میں اسے ہی لاکھن اور گاما کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ انھیں ٹھکانے لگانے کا مسئلہ تھا۔ جب وہ چلا گیا' اس کے قدموں کی آواز دور ہو گئی تو کریزی نے لیٹے لیٹے ایک گہری سانس لی ہو گی۔ پھر اٹھ کر بیٹھ گیا ہو گا۔ سر کو جھٹک کر آس پاس دیکھا ہو گا اور سر کے اور اپنی کے ہاتھ سے نکل جانے کا افسوس کیا ہو گا۔

میں لفظ "ہو گا" اس لیے استعمال کر رہا ہوں کہ اس وقت کریزی کے دماغ کو نہیں پڑھ سکتا تھا۔ بعد میں میری داستان کے ایک موڑ پر وہ اچانک سامنے آیا تو مجھے پتا چلا۔ کمبخت واقعی بہت مشکل ہے۔ اس کا دعویٰ تھا "مجھے خداوند مسیح نے پیدا کیا ہے' وہی مجھے مارے گا۔ یہ کسی آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔"

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ ہم حیدر آباد پہنچنے والے تھے۔ میں نے حور بانو کو دیکھا۔ حسنِ خوابیدہ کا نظارہ قابلِ دید تھا۔ وہ سونے کے دوران میری طرف ڈھلک گئی تھی۔ اس کا سر میرے شانے پر آ گیا تھا۔ حسن بے پناہ کو پناہ مل گئی تھی۔ ریلنگ تھام کر کھڑے ہوئے مسافر یا وہاں سے گزرتے ہوئے لوگ اسے رہ رہ کر دیکھتے تھے اور دیکھے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ شاید میری خوش قسمتی پر رشک کر رہے ہوں گے۔ ریحانہ اور کرم داد نے اگلی سیٹ کی طرف سے گھوم کر دیکھا۔ پھر حور بانو کو اس انداز میں سوتے دیکھ کر مسکرانے لگے۔ اس نے کہا۔ "جب ریحانہ میری پناہ میں سوتی ہے تو سوچتا ہوں' رات لمبی ہو جائے۔ تم کیا سوچ رہے ہو؟"

میں نے مسکراتے ہوئے حور بانو کو دیکھا۔ پھر کہا "میں سوچتا ہوں عمر لمبی ہو جائے۔"

کرم داد نے کہا "فی الحال یہ راستہ لمبا نہیں ہو سکتا۔ ہم منزل کے قریب آ گئے ہیں۔ اسے جگاؤ۔"

ریحانہ نے کہا "ہمارا جگانا مناسب نہیں ہے۔ یہ جھینپ جائے گی کہ نیند میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔"

انھوں نے فیصلہ کیا' اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے آخری اسٹاپ پر دیکھا جائے گا۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ میں نے حور بانو کی بڑی بڑی غزالی آنکھوں کو دیکھا' وہ آنکھیں بند تھیں اور بند آنکھوں کے پیچھے جو سپنا دیکھ رہی تھی' اس سپنے کو میں بھی دیکھنے لگا۔

وہ پھولوں بھری رنگا رنگ وادیوں میں گھوم رہی تھی۔ گنگنا رہی تھی اور طرح طرح کے پھول چُن رہی تھی۔ بہت خوش تھی۔ جیسے ساری دنیا کی خوشی مل گئی ہو۔ اس کی آواز میں رس تھا۔ وہ پھولوں کی انجمن میں خوشبو کی طرح بہتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ میں جھرنے کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے بہت سے چُنے ہوئے پھول میری گود میں ڈال دیے۔ پھر میرے پاس بیٹھ کر میرے شانے پر سر رکھ دیا۔ میں نے سرگوشی میں کہا "لوگ دیکھ رہے ہیں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو' بھلا یہاں کوئی کیسے آ سکتا ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف میں ہوں اور تم ہو۔ تیسرا کوئی نہیں ہے۔"

"بھئی' تیسرے بھی ہیں' چوتھے بھی ہیں ذرا دیکھو تو سہی۔"

میں نے دکھایا۔ اسے کچھ لوگ نظر آئے جو درخت کی ٹہنیاں تھامے کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ کچھ لوگ بس کی ریلنگ تھامے کھڑے ہوئے نظر آئے۔ اس نے جھینپ کر مجھے دیکھا۔ پھر جلدی سے ساری کا آنچل درست کرنے لگی۔

ہم نے حیدر آباد پہنچ کر ایک ہوٹل میں دو کمرے حاصل کیے۔ کرم داد نے کہا "تم سب نے کچھ نہ کچھ نیند پوری

کی ہے۔ میں تو اپنی سیٹ پر جاگتا ہی رہا۔"

ریحانہ نے کہا۔ "جھوٹ نہ بولو۔ ایک بار میری آنکھ کھلی تو تمھیں سوتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"میں آنکھیں بند کیے سکون سے بیٹھا ہوا تھا اور جاگ رہا تھا۔"

میں نے کہا۔ "بھئی میں بھی اسی طرح آنکھیں بند کیے بیٹھا ہوا تھا۔"

حور بانو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "پھر میں کیوں پیچھے رہوں میں بھی کہتی ہوں کہ میری بھی صرف آنکھیں بند تھیں اور میں..."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ اچانک اسے خیال آیا، اگر وہ کسے گی کہ سو نہیں رہی تھی، جاگ رہی تھی تو کیوں میری طرف ڈھلک گئی تھی؟ اور میرے شانے پر سر رکھ دیا تھا؟

اس نے پریشان ہو کر میری طرف دیکھا۔ پھر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ ریحانہ اور کرم داد ہنسنے لگے۔ کرم داد نے کہا۔ "بھئی پہلے گرما گرم چائے منگوائی جائے۔ اس کے بعد ہم اپنے موجودہ حالات پر ضروری گفتگو کریں گے۔ آخر میں سونے کا پروگرام بنایا جائے گا۔"

ہم سب نے اس سے اتفاق کیا۔ چائے کا آرڈر دیا پھر ہم بستروں پر بیٹھ گئے۔ اس چھوٹے سے ہوٹل میں کرسیاں نہیں تھیں۔ ایک کمرے میں دو بستر تھے۔ کرم داد اور ریحانہ اپنا کمرہ چھوڑ کر ہمارے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ چائے آگئی۔ ملازم کے جانے کے بعد میں نے چائے کی ایک چسکی لی پھر کہا۔ "تقدیر نے ہمیں ایسے مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں ہم سبھی ایک ہو گئے ہیں۔ حالات نے ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد کرنا سکھا دیا ہے۔ میں ایک سوال کرتا ہوں۔ اسی کے جواب سے ہماری بحث کا آغاز ہو گا۔ سوال یہ ہے، کیا ہم موجودہ طرز کی زندگی گزارتے رہیں گے یا اپنی روش بدلنا چاہیں گے؟"

ریحانہ نے کہا۔ "پہلے میں جواب دیتی ہوں۔ اب سے تقریباً ڈھائی برس پہلے کرم داد سے میری پہلی ملاقات ہوئی جن حالات میں یہ ملاقات ہوئی، میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتی۔ اتنا کہتی ہوں کہ ان دنوں کرم داد ایک سیدھا سادا، بھولا اور مظلوم انسان تھا۔ اس پر طرح طرح کے ظلم ہو رہے تھے میں اس سے متاثر ہو گئی۔ میں نے سوچا، اسے یہی جگہ پہنچا دوں گی جہاں یہ دنیا کو دیکھے گا، سمجھے گا اور جینے کے ڈھنگ سیکھے گا۔ اگر کوئی اس سے ایک کوڑی چھینے گا — تو یہ اسے دو کوڑی کا کر دے گا اور آج میں نے اسے اس مقام تک پہنچا دیا ہے۔"

اس نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا۔ "لیکن میں موجودہ زندگی سے مطمئن نہیں ہوں۔ میں ایک عورت ہوں اور میں چاہتی ہوں، میرا جیون ساتھی ہر طرح محفوظ رہے۔ ہم ایک خوشحال پُرامن اور پرسکون زندگی گزاریں جبکہ ہماری زندگی میں ہنگامے..."

حور بانو نے مجھے جھکی جھکی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ "ریحانہ صرف تم نہیں، دنیا کی ہر عورت چاہتی ہے کہ وہ پُرسکون گھریلو زندگی گزارے۔ وہاں اس کا چاہنے والا شوہر اور اس کے پیارے پیارے بچے ہوں۔ ہماری دنیا بگڑنا شروع ہوتی ہے کبھی ہم بھی بچے تھے اور ہمارے بڑے بچے تھے۔ لہٰذا جب یہ دنیا بچوں کے لیے سجنے، بچوں شروع ہوتی ہے اور ہم اس دنیا کو بچوں کے حوالے کر چلے جاتے ہیں تو ہمیں سوچنا چاہیے کہ یہ قتل و غارت یہ تخریب کاری بچوں کی معصومیت کو قائم رہنے دے میں نے کہا۔ "میں اس مرد کو مرد نہیں سمجھتا جو اور بچوں کی حفاظت نہ کر سکے اور انھیں ایک پرسکون زندگی کے ذرائع فراہم نہ کر سکے۔"

کرم داد نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے ہمیں باری باری پھر کہا۔ "میں بات کچھ اور کرنا چاہتا تھا۔ تم لوگوں نے کیسی باتیں چھیڑ دی ہیں۔"

"تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو، اس کا تعلق ان باتوں سے ہے جو یہ عورتیں کہہ رہی ہیں۔ اس لیے کہ عورتیں اپنے گھر دنیا کو آباد رکھنا چاہتی ہیں۔ یہ ان کا پیدائشی فرض ہوتا ہے۔ کرم داد! کیا تم ریحانہ کے ساتھ ایک اچھی پُرسکون زندگی نہیں چاہتے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ ہمیشہ دشمنوں کا کھٹکا لگا رہے کسی کام سے باہر جاؤ، ریحانہ تنہا رہ جائے اور تمھارے میں یہ اندیشہ جڑ پکڑتا رہے کہ تمھاری غیر موجودگی میں کو جانی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ مختلف قسموں کے خطرے ہیں۔ کون کب لاعلمی میں حملہ کرے گا، کیا تم معلوم کر سکتے ہو؟"

"میں معلوم نہیں کر سکتا لیکن اب کیا کیا جا سکتا دلدل میں بُری طرح دھنس گئے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اگر ملک کے جانباز سپاہی کی ہی سرحد کی وفادار ہو تو کبھی دلدل میں نہیں دھنسے بات کا خطرہ نہیں ہو گا کہ کوئی پیچھے سے حملہ کرنے والا اگر دوسرے ملک کی سرحدوں سے سازشیں کرنے اپنے ساتھ باہر کے دشمنوں کو بھی لاؤ گے اور اس لوگوں کو بھی دشمن بنا لو گے۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا۔ "تمھاری بات آرہی ہے کہ جس کام کریدنی کی رہنمائی میں ہم یہاں وہ ہمارا دشمن بن گیا ہے۔ اس کے دوسرے ساتھیوں نے بھی مجھے گالیاں دیں۔ واقعی غیر آخر غیر ہوتے ہیں۔ اپنے اپنے ہی ہوتے ہیں۔ جب سے کریدی دشمن بن گیا ہے تب سے میرے دماغ میں یہی بات آرہی ہے کہ اگر لڑنا اور مرنا ہے تو ہم اپنے ملک کی خاطر ان دشمنوں سے لڑیں جو باہر سے آکر سازشیں کر رہے ہیں۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "شاباش، میں یہی سمجھانا چاہتا تھا۔ اگر ہم اپنے گھر کو محفوظ نہیں رکھیں گے، اپنے ملک کی حفاظت نہیں کریں گے تو ہماری سلامتی ہمیشہ خطرے میں رہے گی۔"

حور بانو نے کہا۔ "لیکن ہم چار ہیں اور دشمن شیطان کی امت کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔"

"ہم صرف چار نہیں ہیں۔ ہم پاکستان میں ہیں۔ پورا پاکستان ہمارے ساتھ ہے۔"

"کیا پولیس اور انٹیلی جنس والے ہمارا ساتھ دیں گے؟"

"ہر شعبے میں کچھ بُرے لوگ ہوتے ہیں اور کچھ اچھے ہوتے ہیں۔ ہم اچھے لوگوں کا تعاون حاصل کرنے کی کوششیں کریں گے۔"

"کیا ہمیں اس سلسلے میں اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کرنا چاہیے؟"

"ضرور کرنا چاہیے۔ ہم اپنی نیند پوری کریں گے پھر یہاں کے انٹیلی جنس کے ڈی جی رشید احمد سے رابطہ قائم کریں گے۔ مجھے ان کا فون نمبر معلوم ہے۔"

مجھے رشید احمد صاحب کا فون نمبر معلوم نہیں تھا۔ میں نے یونہی کہہ دیا تھا۔ جب وہ سب مطمئن ہو گئے۔ ریحانہ اور کرم داد اپنے کمرے میں سونے کے لیے جانے لگے تو حور بانو نے پریشان ہو کر کبھی انھیں اور کبھی مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "ریحانہ تم اپنے کمرے میں حور بانو کے ساتھ جاؤ۔ کرم داد میرے پاس رہے گا۔"

ریحانہ اسے اپنے ساتھ لے گئی۔ کرم داد میرے ہی کمرے میں دوسرے بستر پر لیٹ گیا۔ ہم تھوڑی دیر تک باتیں کرتے رہے پھر ہم نے منہ پھیر کر کروٹ بدلی اور سونے لگے۔ مجھے سونے اور جاگنے میں ایک ذرا دیر نہیں لگتی۔ پلک جھپکتے ہی سو جاتا ہوں اور جاگنا چاہوں تو پلک جھپکتے ہی جاگ جاتا ہوں۔ میں نے دماغ کو ہدایات دیں۔ جاگنے کا وقت مقرر کیا اور سو گیا۔

لیکن سونے سے پہلے میں نے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کا فون نمبر معلوم کر لیا تھا۔ جناب رشید احمد صاحب ایک فرض شناس افسر تھے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے یقین ہو گیا کہ ہم ان پر بھروسہ کر سکتے ہیں اور ان کے ذریعے قانون کی مدد حاصل کر سکتے ہیں۔

ہم صبح دس بجے سو کر اٹھے۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ پھر ناشتا کرنے کے لیے اس رہائشی ہوٹل سے نکل کر کسی اعلیٰ معیاری ہوٹل کی طرف چل پڑے۔ کرم داد نے سڑک کے کنارے پیدل چلتے ہوئے کہا۔ "جی چاہتا ہے کسی کی کار چھین لوں۔ مجھے اس طرح چلنے کی عادت نہیں ہے۔"

"اور دشمنوں کا تعاقب کرنے کے لیے یا جان بچانے کے لیے چلنا اور بھاگنا پڑے تو؟"

"تو ایسے وقت لہو گرم ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں کانٹوں کے بستر پر سو سکتا ہوں اور انگاروں پر چل سکتا ہوں۔"

ہم جلد ہی ایک اچھے معیاری ریستوران کے فیملی روم میں پہنچ گئے۔ وہاں آرام سے بیٹھ کر ناشتے کا آرڈر دیا۔ پھر میں نے کہا۔ "رات میں نے کہا تھا کہ انٹیلی جنس کے ڈی جی کا ٹیلیفون نمبر مجھے معلوم ہے لیکن سوچتا ہوں، اگر ہم نے پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے رابطہ قائم کیا تو وہ ضرور ہم سے ملنا چاہیں گے۔"

ریحانہ نے کہا۔ "ہم قانون کی مدد چاہیں گے، قانون ہماری مدد چاہے گا۔ اس کے لیے ملنا ضروری ہے۔"

"لیکن جب قانون کے محافظ کہیں گے کہ ہمیں کراچی شہر سے باہر نہیں جانا چاہیے یا حیدر آباد تک محدود رہنا چاہیے۔ قانونی کارروائیوں سے گزرنا چاہیے تو کیا ہم ان کی پابندیوں میں رہ سکیں گے؟ اور یہ تو ہم نہیں جانتے کہ کب تک قانون کے محافظوں کے رحم و کرم پر رہنا ہو گا۔"

کرم داد نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "میں یہ نہیں مانتا۔ اگر کوئی افسر ڈانٹ کر بات کرے گا یا ہمیں کمتر سمجھے گا تو مجھ سے برداشت نہیں ہو سکے گا۔ اس سے بہتر ہے ہم ان سے دور رہیں۔"

میں نے کہا۔ "ہم ان سے دور رہ کر بھی قانون کی مدد کر سکتے ہیں۔"

حور بانو نے کہا۔ "یہی مناسب ہے۔ اگر ہم پولیس اور انٹیلی جنس والوں کے قریب جائیں گے تو وہ بھی ہمارے متعلق تحقیقات کریں گے۔ ہم کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں؟ مجھے تو میرے والدین کے پاس واپس پہنچا دیا جائے گا۔ والدین کے ہوتے ہوئے، ایک گھر کے ہوتے ہوئے، ایک لڑکی کو قانوناً دوسروں کے ساتھ بھٹکنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ قانون کی اور بھی بہت سی پیچیدگیاں ہیں جس کی وجہ سے تم سب مشکلات میں گھر جاؤ گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فیملی کیبن کے دروازے پر دستک ہوئی پھر پردہ ہٹ گیا۔ ایک پولیس انسپکٹر نظر آرہا تھا۔ اس کے پیچھے کھڑے ہوئے دو جوان سپاہی دکھائی دیے۔ انسپکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے بغیر اجازت آرہا ہوں مگر دستک دے چکا ہوں۔"

ہم نے ایک خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "تشریف رکھیے"

وہ بیٹھتے ہوئے بولا "تم چاروں کل رات ہوٹل رینبو میں ٹھہرے تھے۔ کہاں سے آئے ہو؟"

"کراچی سے"

"میں پوچھتا ہوں، کہاں سے آئے ہو؟"

میں نے حیرانی سے کہا "کہہ تو رہا ہوں، کراچی سے آرہے ہیں"

وہ جھنجلا کر بولا "اوہ گاڈ! یہ سمجھتے کیوں نہیں، کراچی سے تو سبھی آتے ہیں۔ کسی مخلے کسی مکان کا نام تو ہوگا؟"

ریحانہ نے اپنے بیگ میں سے اپنا اور کرم داد کا پاسپورٹ نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "ہم پیرس سے آئے ہیں۔ لاہور جانے والے ہیں۔ مسٹر بابر اور ان کی والدہ لاہور میں ہمارے مہمان رہیں گے۔ ہمارے بہتوں دوستوں میں سے ہیں"

انسپکٹر نے وہ پاسپورٹ لے کر دیکھنا شروع کیا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کر رہا تھا۔ وہ پاسپورٹ کو صرف دکھاوے کے طور پر دیکھ رہا تھا۔ ورنہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا "بروقت ان بکھتوں تک پہنچ گیا۔ ورنہ یہ حیدر آباد سے بھی آگے نکل جاتے اور میری بیس ہزار روپے کی رقم ہاتھ سے نکل جاتی"

سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ بیس ہزار روپے کی رقم اس کے ہاتھ سے کیسے نکل رہی ہے؟

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ سائیں سراج آدم نے یہ پیشکش کی ہے۔ سائیں نے انسپکٹر کو یہ تین تصویریں دی تھیں۔ ایک کرم داد کی تھی، دوسری ریحانہ کی اور تیسری حوربانو کی۔ اس نے کہا تھا، ان کے ساتھ ایک اور شخص ہوگا۔ جس کا نام بابر ہے۔ اس نے بابر کا یعنی میرا حلیہ بتا دیا تھا اور انسپکٹر خوش ہو رہا تھا کہ اسے یہ چاروں بیک وقت ایک ساتھ مل گئے تھے۔

اس کی سوچ کے مطابق سائیں سراج آدم ایک بہت بڑا زمیندار تھا۔ حیدر آباد سے تقریباً پچیس تیس میل کے فاصلے سے اس کی زمین شروع ہوتی تھی۔ خوب کھانے اور کھلانے والا آدمی تھا۔ پولیس کو ہمیشہ خوش رکھتا تھا جو بھی افسر اس کے دروازے پر جاتا، جھولیاں بھر کر آتا تھا۔

جو انسپکٹر ہمارے سامنے بیٹھا ہوا تھا، اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ سائیں آدم ہم چاروں کو کیوں طلب کر رہا ہے۔ بس اتنا ہی کہا گیا تھا کہ اگر یہ چاروں اس کے دروازے پر پہنچا دیے جائیں تو انسپکٹر کو بیس ہزار روپے انعام کے طور پر ملیں گے۔ یہی پیشکش کراچی، سکھر، نواب شاہ وغیرہ کے پولیس والوں کے لیے بھی تھی۔ جو بھی ہم چاروں کو سائیں تک پہنچاتا، اسے بیس ہزار مل جاتے۔

انسپکٹر نے پاسپورٹ واپس کرتے ہوئے مسکرا کر کہا "مجھے افسوس ہے، میں نے آپ لوگوں کو پریشان کیا۔ اب اجازت چاہوں گا"

اسی وقت ملازم ناشتا لے کر آگیا۔ میں نے کہا "جناب ہمارے ساتھ چائے تو پی کر جائیں"

اس نے انکار کیا۔ ریحانہ اور حوربانو نے بھی کہا تو وہ مسکرا کر بیٹھ گیا۔ اس نے ناشتے کے دوران پوچھا "آپ سب لاہور کیسے جائیں گے؟ آج کل ٹرین میں بڑی بھیڑ ہوتی ہے۔ پندرہ دن پہلے ریزرویشن کرانا ہوتا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں سرکاری کام سے لاہور کی طرف جا رہا ہوں، آپ سب میری گاڑی میں سفر کر سکتے ہیں"

ریحانہ نے سوالیہ نظروں سے کرم داد کی طرف دیکھا۔ کرم داد مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں انسپکٹر کے جواب میں بہت کچھ کہہ سکتا تھا لیکن میں نے حوربانو سے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے؟"

اس نے چونک کر مجھے، ریحانہ کو اور کرم داد کو باری باری دیکھا۔ پھر کہا "مجھ ناچیز کی رائے پوچھی جا رہی ہے تو میں تو یہی کہوں گی کہ انسپکٹر صاحب کے آنے سے پہلے ہم قانون کے سلسلے میں باتیں کر رہے تھے۔ یوں تو سپر ہائی وے پر سفر کرنے سے کبھی کبھی کوئی خطرہ پیش آتا ہے لیکن قانون کی پناہ میں سارے خطرات ٹل جاتے ہیں"

"گویا تم یہ کہہ رہی ہو کہ ہمیں انسپکٹر صاحب کے ساتھ تک سفر کرنا چاہیے؟"

کرم داد نے کہا "میں تائید کرتا ہوں"

ریحانہ مسکرا رہی تھی۔ انسپکٹر نے خوش ہو کر کہا "چلیے یہ طے ہو گیا کہ ہم سب لاہور جا رہے ہیں۔ میں ابھی گاڑی کا انتظام کرتا ہوں"

اس نے چائے پی۔ پھر ہمارے پاس سے اٹھ کر جاتے ہوئے کہا "آپ سب ہوٹل رینبو میں میرا انتظار کریں، میں گاڑی لے کر پہنچ جاؤں گا"

وہ چلا گیا۔ میں نے اس کے جانے کے بعد کیبن کے باہر جھانک کر دیکھا، اب کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ ہال کا دروازہ جہاں سے ریستوران سے باہر نکلا جاتا تھا، وہاں بھی کوئی شخص نظر آیا۔ وہ ہمارے کیبن کی طرف دیکھ رہا تھا اور کچھ مشکوک لگ رہا تھا۔ میں نے کرم داد سے کہا "تم ذرا اس شخص کے پاس جاؤ اور سگریٹ جلانے کے لیے ماچس

کرو۔ اس دوران اسے سمجھنے کی بھی کوشش کرو کہ کیا وہ ہماری تاک میں ہے۔ اگر ہے تو صبر سے کام لینا اور چپ چاپ یہاں چلے آنا"

کرم داد نے میری ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ میں یہی چاہتا تھا کہ وہ وہاں جا کر اس سے ماچس طلب کرے اور جواباً کوئی بات کہے۔ جب اس نے ماچس دیتے ہوئے کہا۔ "جناب، ماچس میں دے رہا ہوں۔ آپ ایک سگریٹ عنایت کر دیں"

کرم داد نے اسے سگریٹ دیا پھر دونوں نے اپنے اپنے سگریٹ جلائے۔ اس دوران میں اس کے دماغ کو پڑھ چکا تھا اور معلوم کر چکا تھا کہ انسپکٹر نے اسے ہماری نگرانی کے لیے مقرر کیا ہے۔ جب وہ سگریٹ سلگا کر واپس آیا تو میں نے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے؟"

اس نے جواب دیا "مشکوک لگتا ہے۔ ہماری نگرانی کر رہا ہے"

"اگر یہ مشکوک لگتا ہے اور ہماری نگرانی کر رہا ہے تو اسے کیسے پتا چلا کہ ہم کون ہیں، کیا ہیں اور کہاں جانا چاہتے ہیں؟"

کرم داد نے کہا "یہی تو سمجھ میں نہیں آتا"

"سمجھنے کے لیے عقل پر زور دینا پڑتا ہے۔ ابھی ایک پولیس انسپکٹر ہمارے متعلق بہتیری باتیں معلوم کر کے گیا ہے۔ اس کے جانے کے بعد تمام سپاہی چلے گئے بس سفید لباس میں ایک شخص دروازے پر کھڑا ہوا ہے اور وہاں سے ہمارے کیبن کو پوری طرح دیکھ سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ انسپکٹر کوئی چال چل رہا ہے"

ریحانہ نے فوراً کہا "باہر تم درست کہہ رہے ہو"

حوربانو نے پوچھا "یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک پولیس آفیسر ہمارے خلاف کوئی کارروائی کیوں کرے گا۔ کیوں ہمیں پھانسنے کی کوشش کرے گا؟"

میں نے کہا "تم کیا سمجھتی ہو، یہ جو دہشت گردی کی تنظیم سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں، یہ خاص ورائع کے بغیر یہاں اپنی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ انھوں نے پولیس، ایجنسی جنس اور کسٹم وغیرہ کے شعبوں میں ایسے لوگوں کو تاڑ رکھا ہے جو رشوت خور ہیں، بددیانت ہیں اور ملک کے مفاد کے خلاف ان کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ ایسا ہی ایک پولیس انسپکٹر یہ بھی تھا جو ہمارے پاس سے اٹھ کر گیا ہے۔ یہ ہمیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔ کہاں لے جانا چاہتا ہے، ہم میں سے کوئی نہیں جانتا" (حالانکہ میں جانتا تھا)

"پھر تو ہمیں انسپکٹر کے ساتھ نہیں جانا چاہیے"

میں نے کہا "ضرور جانا چاہیے ہمیں اور کرم داد کسی سے

کم نہیں ہیں۔ یہ راستے میں ہمارے ساتھ کوئی کھیلا کرے گا تو ہم ایسا سبق پڑھائیں گے کہ یہ ساری زندگی یاد رکھے گا بلکہ ہمارے لیے اس کے ساتھ جانا فائدہ مند ہے۔ ہم اس کی گاڑی میں جائیں گے۔ راستے میں یہ دھوکے بازی ثابت ہوا تو اس کی گاڑی ہمیں یہاں سے بہت دور لے جائے گی"

کرم داد نے خوش ہو کر میرے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "یہ ہوئی مردوں جیسی بات۔ میں تمہاری پلاننگ سے متفق ہوں۔ ہم انسپکٹر کے ساتھ ضرور جائیں گے"

ہم نے ناشتے سے فارغ ہو کر..... پل ادا کیا پھر ہوٹل رینبو میں آکر اپنا سامان پیک کیا۔ اتنے میں انسپکٹر آگیا۔ اس نے کہا "جیپ تیار ہو۔ میں گاڑی لے آیا ہوں"

ہم اس کے ساتھ ہوٹل سے نیچے اترے، گاڑی میں سوار ہو گئے۔ وہ ایک چھ سیٹر ویگن تھی۔ اسٹیئرنگ سیٹ کے ساتھ ایک اور شخص بیٹھ سکتا تھا۔ وہاں پولیس انسپکٹر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر حوربانو، ریحانہ اور کرم داد بیٹھ گئے۔ ان کے پیچھے والی سیٹ پر میں دو سپاہیوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔ دونوں سپاہی اور پولیس انسپکٹر مسلح تھے۔ میں نے سر گھما کر دیکھا۔ پچھلا دروازہ ضرورت کے وقت کھولا جا سکتا تھا۔

ہمارا سفر شروع ہو گیا۔ پہلے ہم ہائی وے پر چلتے رہے کئی میل تک جانے کے بعد پولیس کی ایک جیپ آتی دکھائی دی۔ اس نے اشارے سے رکنے کے لیے کہا۔ ہماری گاڑی رک گئی۔ اس جیپ سے ایک انسپکٹر نے اتر کر ہماری گاڑی کے انسپکٹر سے کہا "آگے ایک مرڈر کیس ہو گیا ہے۔ ایک فرلانگ کے فاصلے پر بائیں جانب کچا راستہ گیا ہے۔ اُدھر آگے جا کر گوٹھ ملنگ کے علاقے میں آپ معلومات حاصل کریں۔ آپ کو کیس کی پوری تفصیل معلوم ہو جائے گی۔ میں چاہتا ہوں، آپ وہاں موجود رہیں۔ میں ابھی پولیس پارٹی لے کر پہنچتا ہوں"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ انسپکٹر نے پلٹ کر کہا "ایک ذرا فرائض کی مجبوری ہے۔ اگر تم لوگوں کو اعتراض نہ ہو تو ہم پہلے گوٹھ ملنگ چلیں گے۔ اس کے بعد اپنے راستے پر لگ جائیں گے۔ ویسے ہم جلد ہی لاہور پہنچ جائیں گے"

میں نے کہا "فرائض کو ہمیشہ اوّلیت دینی چاہیے۔ آپ ضرور گوٹھ ملنگ چلیں"

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ میں سمجھ رہا تھا، کیا چال ہے۔ دراصل جو جیپ کار ہماری طرف آئی تھی اور اس میں جو پولیس انسپکٹر بیٹھا ہوا تھا، وہ نقلی انسپکٹر تھا اور پلاننگ کے مطابق اس نے آکر وہی بات کہی تھی جو پہلے سے طے شدہ

تھی تاکہ ہمیں گوٹھ ملنگ کی طرف لے جایا جاسکے۔

میرے آس پاس دو سپاہی آن بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پاس رائفلیں تھیں۔ میں ایک سپاہی سے باتیں کرنے کے بعد اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس نے چپکے سے اپنی رائفل کھڑکی سے باہر نکال پھر اسے پھینک دیا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ پر قابض رہا پھر اسے آزاد چھوڑ دیا۔ اسے احساس تک نہ ہوا کہ اس کے ساتھ کیا ہوچکا ہے کیونکہ پہلے اس کی رائفل ایک طرف رکھی ہوئی تھی۔ وہ آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ اس لیے دھیان رائفل کی طرف نہیں گیا۔

میں نے دوسرے سپاہی کے ساتھ بھی یہی طریقہ کار اختیار کیا۔ جب دونوں نمٹتے ہوگئے تو میں نے انسپکٹر کو خبر دی۔ اس سے پوچھا "انسپکٹر صاحب! آپ ہمیں گوٹھ ملنگ کیوں لے جارہے ہیں؟"

"بھئی، میں نے کہا نا، وہاں ایک ضروری کام آن پڑا ہے۔"

"اگر ہم انکار کرنا چاہیں تو؟"

اسی وقت انسپکٹر نے ہولسٹر سے ریوالور نکالا۔ میں نے کرم داد کے دماغ میں پہنچ کر اسے متعلقہ کر دیا۔ اس نے فوراً ہی اگلی سیٹ کی طرف جھک کر انسپکٹر کے ایک ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ اس کی کلائی کو مضبوطی سے اپنی گرفت میں لیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔ پھر کہا "میرا یار تم سے کوئی سوال کر رہا ہے اور اس کے جواب میں تم ریوالور نکال رہے ہو، بات کیا ہے؟"

اس نے کہا "اگر تم خیریت چاہتے ہو تو مجھے چھوڑ دو ورنہ میرے سپاہی تمھیں گولی مار دیں گے۔"

میں نے کہا "کرم داد، اس کی باتوں میں نہ آ۔ میرے آس پاس بیٹھے ہوئے سپاہی نہ جانے کیوں اپنی اپنی رائفلیں کھڑکی کے باہر پھینک چکے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔"

اس نے انسپکٹر کی گردن کو اور مضبوطی سے جکڑتے ہوئے کہا "میں سمجھ گیا، ہمارے خلاف چالیں چلی جارہی ہیں۔ انسپکٹر تم اپنی خیریت چاہتے ہو اور اپنی سلامتی چاہتے ہو تو سچ اُگل دو۔"

میرے آس پاس بیٹھے ہوئے دونوں جوان اپنے صاحب کی مدد کے لیے اٹھنا چاہتے تھے، میں نے دونوں کنپٹیاں ان کے پیٹ میں ماریں۔ وہ کراہتے ہوئے ذرا جھکے تو میں نے دو گھونسے دونوں کے منہ پر جڑ دیے۔ پھر دونوں کی گردنیں اپنے بازوؤں میں دبوچ لیں۔ اس کے بعد کہا "میں نے پیچھے والوں کو سنبھال لیا ہے۔ آگے والوں کو تم سنبھالو۔"

گاڑی ڈرائیو کرنے والا بھی انسپکٹر کا آدمی تھا۔ اس نے فوراً ہی گاڑی روک دی۔ اپنے صاحب کی مدد کرنے کے لیے کرم داد کے آگے یہ دونوں کچھ نہیں تھے۔ اس نے انسپکٹر کا ریوالور والے ہاتھ کو جھور دیا۔ دوسرے ہاتھ سے ڈرائیور کی گردن دبوچ لی۔ انسپکٹر میں سکت نہیں رہی تھی۔ وہ ریوالور نکال کر کرم داد کا نشانہ نہیں لے سکتا تھا۔ گردن آہنی شکنجے میں دبی ہوئی تھی کہ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔

ادھر ڈرائیور نے ان دونوں کی گردنیں دبوچی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا "کرم داد، بس کر، وہ مر جائیں گے۔ وہی میں کر رہا ہوں۔ میرے دو بازوؤں میں ان کی زندگی ہے۔ لہٰذا قصہ ختم کرو۔"

اس نے اچانک ہی دونوں کی گردنیں چھوڑ دیں اور پلک جھپکتے ہی ہولسٹر سے انسپکٹر کا ریوالور نکال لیا۔ وہ سہم کر دروازے سے لگ گیا۔ اس کا ہاتھ اس طرف جارہا تھا جدھر سے دروازے کو کھولا جاسکتا تھا۔ کرم داد نے گرج کر کہا "خبردار کوئی حرکت نہ کرنا۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

اس نے ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی پھر کہا "تمھی اصل مُہرے ہو، تمھاری جان خطرے میں ہے۔ اگر سپاہی اور ڈرائیور میرے حکم کی تعمیل کریں گے اور میں حکم دیتا ہوں کہ یہ تینوں گاڑی سے باہر جا کر کھڑے ہوجائیں۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ وہ ڈرائیور اور دونوں سپاہی باہر جا کر کھڑے ہوگئے۔ کرم داد نے کہا "ویل انسپکٹر، فی الحال فیر ودھ اس۔ اور وائر یو وِل بی نو مور (چلو انسپکٹر، جو بچ ہے وہ اگل دو۔ ورنہ تم نابود ہوجاؤ گے)۔"

انسپکٹر نے عاجزی سے گڑگڑا کر کہا "دیکھ، ڑا ئیسگ نہ دبانا۔ میں کچھ نہیں جانتا کہ سائیں سراج آدم نے تم لوگوں کو کیوں طلب کیا ہے۔ میرا مفاد اس سے کچھ زیادہ نہیں ہے کہ مجھے بیس ہزار ملنے والے تھے۔"

"یہ سائیں سراج آدم کون ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ یہ ایک پراسرار اور پاور فل شخص ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس کے شعبوں پر چھایا ہوا ہے اور تو اور سب سے تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کے علاقے میں کبھی کوئی ڈاکو حملہ نہیں کرتا۔ گوٹھ ملنگ کے قریب ہی گاؤں سارنگ ہے۔ جہاں جمال احمد جسکانی نے تباہیاں مچا دی تھیں وہاں کے وڈیرے کو مرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کی دونوں بیویوں نے اسے قتل کیا اور خود کو بھی ہلاک کر ڈالا۔ اس کے قریب گوٹھ ملنگ کا یہ زمیندار سائیں سراج آدم عجیب و غریب شخصیت ہے۔ اس کے علاقے میں جمال احمد جسکانی یا ڈاکو رانگا ماما

نہیں آئے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہاں کے خطرناک ڈاکو بھی سائیں سراج آدم کا احترام کرتے ہیں۔ اب اس کے پیچھے کیا بات ہے" میں نہیں جانتا۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم لوگوں کو وہاں پہنچانے کے بعد مجھے بیس ہزار مل جاتے۔"

میں نے پوچھا "یہ گاڑی سرکاری نہیں ہے۔ پھر کہاں سے لائے ہو؟"

حالانکہ میں اس کے دماغ سے معلوم کر چکا تھا لیکن اس کا جواب کرم داد وغیرہ کو سنانا چاہتا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ "یہ بھی سائیں سراج آدم کی گاڑی ہے۔ سائیں نے اسے ہمارے استعمال کے لیے رکھ چھوڑا ہے اور ہم اسے سائیں کے کاموں کے لیے ہی استعمال کرتے ہیں۔"

اب تم گاڑی سے نکل کر اپنے آدمیوں کے ساتھ چپ چاپ کھڑے ہوجاؤ۔ یاد رکھو، ہم نے تمھاری باتیں ریکارڈ کر لی ہیں۔ ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر تم نے ہمارے خلاف کوئی قانونی کارروائی کی تو ہم یہ ریکارڈر عدالت میں پیش کر دیں گے۔ پھر تم سے پوچھا جائے گا کہ تم اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر ہمیں سائیں آدم کے پاس کیوں لے جارہے تھے۔ سمجھ گئے، نا؟"

کرم داد نے دروازے کو کھول کر انسپکٹر کو باہر دھکا دیا پھر خود گاڑی سے اتر کر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ ڈرائیور نے کود کر گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا چل پڑا۔ وہ عقب نما آئینے میں دیکھ رہا تھا اور میں پیچھے گھوم کر دیکھتا جارہا تھا۔ انسپکٹر اپنے آدمیوں کے ساتھ کھڑا ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ ہماری گاڑی دور نکل آئی تھی۔ کرم داد نے کہا "کبھی کبھی میری چھٹی حس خطرے سے آگاہ کر دیتی ہے بابر! جب تم نے انسپکٹر سے سوال کیا تھا تو اچانک میرے دماغ میں یہ بات آئی تھی کہ وہ ریوالور نکال رہا ہے۔ اسے کور کرنا چاہیے۔"

میں مسکرا کر رہ گیا۔ حالانکہ میں نے ہی اس کے دماغ میں یہ بات پیدا کی تھی۔ ریحانہ نے پوچھا "یہ کمبخت سراج آدم کون ہے۔ اسے ہم سے کیا دلچسپی ہوسکتی ہے؟"

میں نے کہا "انسپکٹر کے بیان کے مطابق جو ڈاکو گوٹھ سارنگ اور آس پاس کے علاقوں پر حملہ کرتے ہیں، تباہیاں مچاتے ہیں، وہ گوٹھ ملنگ میں ایسا نہیں کرتے۔ یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ ڈاکوؤں سے گوٹھ ملنگ کے زمیندار سراج آدم کا گٹھ جوڑ ہے۔"

ریحانہ نے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ ڈاکو ہمیں سراج آدم کے ذریعے طلب کر رہے ہیں؟"

"ہاں۔ ابھی تم نے انسپکٹر کی زبان سے جمال احمد جسکانی اور ڈاکو رانگا ماما کا نام سنا ہے۔ یہ دونوں الیاس ٹی ٹی سنیٹر سے تعلق رکھتے ہیں۔ جمال احمد جسکانی اور رحیم کریزی کا گٹھ جوڑ ہے۔ وہ رحیم کریزی کے لیے ہمیں حاصل کرنا چاہتا ہے، اسی لیے سراج آدم کو اس نے ذریعہ بنایا ہے اور سراج آدم اپنے علاقے میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔"

حور بانو نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا، وہ دونوں سپاہی جو آپ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ہی نمٹتے کیسے ہوگئے؟ ان کی رائفلیں کیا ہوئیں؟"

میں نے کہا "میں خود حیران ہوں۔ وہ نمٹتے بھی ہو گئے تھے اور جب میں نے ان پر حملہ کیا اور ان کی گردنیں دبوچ لیں تو انھوں نے زیادہ جدوجہد نہیں کی۔ بالکل چوہے بن گئے تھے۔"

کرم داد نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "یہ سرکاری گاڑی نہیں ہے۔ سراج آدم مشہور و معروف شخص ہے۔ اس کی گاڑی پہچانی جائے گی۔ آگے جو دیہات یا شہر آئیں گے وہاں کے پولیس والے بھی ہماری تاک میں ہوں گے۔ جب وہ ایک پولیس انسپکٹر کو اپنے اشاروں پر چلا سکتا ہے تو دوسرے علاقے کے پولیس والوں کو خریدنا اس کے لیے مشکل نہ ہوگا۔"

ہمارا سفر ہائی وے پر جاری تھا۔ کبھی کبھی ہائی وے کے اطراف کچے راستے نظر آتے تھے۔ یہ راستے مختلف شہروں اور مختلف گوٹھ وغیرہ کی طرف گئے تھے۔ اچانک ہی ہمارے راستے میں رکاوٹیں پیدا ہوگئیں۔ سامنے بہت دور سے ایک جیپ کار آرہی تھی۔ اس کی پچھلی سیٹ پر چار رائفل بردار کھڑے ہوئے تھے اور وہ ہماری طرف فائر کرتے آرہے تھے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دن دہاڑے اس طرح کھلی فائرنگ ہوگی اور ہمارا راستہ روکا جائے گا۔ میں نے کہا "کرم داد! آگے بائیں طرف کچا راستہ ہے۔ اُدھر موڑ لو۔"

کرم داد نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ اس کے پاس انسپکٹر کا ریوالور رکھا ہوا تھا۔ اس میں چھ گولیاں تھیں۔ صرف چھ گولیوں سے ان رائفل بردار دشمنوں کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کرم داد نے کچے راستے پر گاڑی کی رفتار بڑھا دی تھی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا، ہائی وے دور رہ گیا تھا۔ وہ جیپ والے ہمارا تعاقب کر رہے تھے مگر ہم سے بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ کرم داد نے کہا "وہ عقب نما آئینے میں نظر نہیں آرہے ہیں بابر، ان پر نظر رکھو۔"

"میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔"

کچے راستے پر گرد اُڑ رہی تھی۔ پیچھا کرنے والے بہت دور رہ گئے۔ گرد و غبار میں گم ہو گئے۔ نظر نہیں... آ رہے تھے۔ البتہ کبھی کبھی فائرنگ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ فائرنگ سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بہت دور ہیں۔ حور بالو نے پوچھا "وہ ہمارا تعاقب تیزی سے کر سکتے تھے۔ پھر پیچھے کیوں رہ گئے؟"

ریحانہ نے کہا "ہو سکتا ہے وہ ہماری طرف سے جوابی فائرنگ کی توقع کر رہے ہوں۔ یہ خوف بھی ہو گا کہ گرد و غبار کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آئے گا تو ان کا کوئی نکمّا آدمی مارا جائے گا۔"

حور بالو نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں، انھیں یہ اطمینان ہے کہ ہماری طرف سے فائرنگ نہیں ہو گی۔ جب دو فوجیں یا دو دشمن آپس میں ٹکراتے ہیں تو چیلنج کے طور پر ایک دوسرے کی طرف فائرنگ کرتے ہیں۔ تاکہ یہ ثابت ہوتا رہے کہ دونوں کمزور نہیں ہیں، دونوں نہتے نہیں ہیں اور ہم نے اب تک فائرنگ نہ کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم نہتے ہیں۔"

حور بالو جب سے میرے سامنے رو رہی ہے، میں اس کی ذہانت کا قائل ہوتا جا رہا ہوں۔ وہ ہمیشہ چبھتی ہوئی باتیں کرتی ہے یا ایسے تبصرے کرتی ہے جس کی طرف دوسروں کا دھیان نہیں جاتا۔ مثلاً تھوڑی دیر پہلے اس نے سوال کیا تھا کہ دونوں سپاہی اچانک نہتے کیسے ہو گئے تھے۔ اسے میں نے کسی طرح ٹال دیا تھا۔ اب وہ تعاقب کرنے والوں کے متعلق بڑی ذہانت سے سوچ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "ہو سکتا ہے ان کی جیپ میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہو۔"

اس نے جواباً کہا "جس طرح ہمیں گھیرا جا رہا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے ہائی وے پر سفر کرنے کی اطلاع انھیں بہت پہلے سے تھی۔ اسی لیے دشمن ہمارے سامنے سے فائرنگ کرتے ہوئے آ رہے تھے جب دشمن سفر کے رُوٹ کو سمجھ رہے ہیں تو ہمیں گھیرنے کے لیے کبھی ایسی گاڑی استعمال میں نہیں لائیں گے جس میں کوئی خرابی ہو یا آئندہ کوئی خرابی پیدا ہو سکتی ہو۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ وہ ہمیں ہائی وے سے ہٹانا چاہتے تھے، انھوں نے ہٹا دیا، ہمارا راستہ بدل دیا۔ اب خود ہی سن لیں، فائرنگ کی آواز نہیں آ رہی ہے۔ راستہ بدلنے والوں کا کام ختم ہو چکا ہے۔"

میں نے اسے تعریفی انداز میں دیکھتے ہوئے کہا "اگر تمھاری بات درست ہے تو جلد اس کی تصدیق ہو جائے گی۔"

کرم داد اسی تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ آگے جا کر وہ کچا راستہ دو حصّوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ ایک راستہ جنوب مغرب کی طرف جاتا تھا اور دوسرا مغرب کی طرف۔ ہم نے دیکھا جنوب مغرب کی سمت جانے والے راستے سے ایک اور تیز رفتار جیپ چلی آ رہی تھی۔ اس جیپ کے پچھلے حصّے پر بھی چند رائفل بردار کھڑے ہوئے تھے اور ہمیں دیکھتے ہی فائرنگ شروع کر دی تھی۔ اب ہمارے سامنے صرف وہی راستہ تھا جو مغرب کی طرف جا رہا تھا۔ ہم اس جیپ والے راستے کی طرف نہیں جا سکتے تھے۔ کرم داد ہماری گاڑی کو اسی سمت سے جانے لگا جو مغرب کی طرف جا رہا تھا۔ ہم فائرنگ کی زد سے دور نکل گئے تھے مگر وہ جیپ والے ہمارے تعاقب میں لگے ہوئے تھے۔ اب ٹرک پر زیادہ گرد نہیں اُڑ رہی تھی۔ ہمارے آس پاس ہریالی نظر آ رہی تھی۔ ہماری تیز رفتاری ہمیں رفتہ رفتہ گھنے جنگل میں لیے جا رہی تھی۔

ہم نے دیکھا، تعاقب کرنے والے پھر پیچھے رہ گئے تھے۔ حور بالو نے کہا "میں پھر پیشگوئی کرتی ہوں، یہ پیچھے رہ جائیں گے اور گم ہو جائیں گے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس وقت تک فائرنگ کرتے رہیں گے جب تک کہ ہمیں آواز سنائی دیتی رہے۔"

اور یہی ہو رہا تھا۔ کبھی کبھی وقفے سے فائرنگ ہوتی تھی، پھر خاموشی چھا جاتی تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد آواز بالکل ختم ہو گئی۔ میں نے حور بالو سے کہا "شاباش، تم بیدار ذہن رکھتی ہو۔ حالات کا فوری تجزیہ کر کے ایک خاص نتیجے تک پہنچ جاتی ہو۔ واقعی وہ ہمیں اپنے راستے پر لگا رہے ہیں، اُدھر جانے پر مجبور کر رہے ہیں، جہاں وہ پہلے سے ہمارے منتظر ہوں گے۔"

کرم داد نے پوچھا "کیا میں گاڑی واپس گھما لوں؟"

"کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ کچے راستے پر وہ جیپ والے موجود ہوں گے۔ اگر ان سے مقابلہ کر کے واپس جائیں گے تو دوسرے جیپ والے بھی ہمارا راستہ روکیں گے۔ جب وہ ہمیں گھیر رہے ہیں اور اپنے ہی راستے پر آہستہ آہستہ ہانکتے لے جا رہے ہیں تو اس کا انھوں نے پہلے سے مکمل انتظام کر رکھا ہو گا۔ اپنے آپ کو حالات پر چھوڑ دو اور آگے بڑھتے رہو۔ دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے۔"

آگے وہی ہوتا ہے جو ہونا چاہیے لیکن ہم ہونی کو بھی ہوئے بھی اس پر توجہ نہیں دیتے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد گاڑی جھٹکے کھانے لگی، رُکنے لگی۔ پتا چلا پٹرول ختم ہو چکا ہے۔ یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ گاڑی

چلتی رہے گی تو پٹرول خرچ ہوتے ہوتے ختم ہو جائے گا لیکن ہم دشمنوں سے دور نکل جانے کی دُھن میں یہ بھول گئے تھے اور اگر یاد بھی رکھتے تو پٹرول کہاں سے حاصل کر سکتے تھے۔ انھوں نے شاید یہی لیکیجیں سپر ہائی وے سے ہٹا دیا تھا کہ ہم کسی پٹرول پمپ پر نہ پہنچ سکیں۔ جب حیدر آباد سے سفر شروع کیا تھا تو اس وقت یہ گاڑی ہمارے قبضے میں نہیں تھی۔ ورنہ ہم گاڑی کی ٹنکی ضرور چیک کرتے اور اسے فل کرا لیتے۔

ہم گاڑی سے باہر آ گئے۔ کرم داد نے غصّے سے گاڑی کو ایک لات ماری۔ ریحانہ نے پوچھا "غصّہ کیوں دکھا رہے ہو اگر پٹرول ہوتا تو کہاں جاتے؟ زیادہ سے زیادہ اور گھنے جنگل میں پہنچ جاتے۔"

ہم نے چاروں طرف دیکھا۔ ہریالی ہی ہریالی تھی۔ وہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں۔ کتنے ہی درختوں پر پرندے بول رہے تھے جیسے ہمیں خوش آمدید کہہ رہے ہوں۔ ہم سے بہت دور کئی جنگلی بھیڑیں نظر آئیں جنھیں اڑیال بھی کہا جاتا ہے۔ یہ جانور سندھ کے جنگلوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اچانک ہی حور بالو چیخ مار کر میرے پاس آ گئی اور ایک طرف اشارہ کیا۔ ہم نے دیکھا، ایک عظیم الجثہ اژدہا تھا۔ تقریباً دس فٹ لانبا ہو گا۔ ہمیں دیکھتے ہی زمین میں سوراخ کر کے اندر جانے لگا یوں لگا جیسے زمین اسے نگلتی جا رہی ہو، وہ گم ہوتا جا رہا تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے یوں غائب ہو گیا جیسے کبھی ہمارے سامنے نہیں تھا۔ ہم نے زندگی میں پہلی مرتبہ ایسا سانپ یا اژدہا دیکھا تھا جو دیکھتے ہی دیکھتے زمین میں سوراخ کر کے اندر چلا جاتا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ سندھ کے جنگلوں میں اس جانور کو مور خور کہتے ہیں۔

ریحانہ نے پریشان ہو کر کہا "یہ ہم کہاں آ کر پھنس گئے ہیں۔ ہمیں واپس جانا چاہیے۔"

حور بالو نے کہا "جو ہمیں یہاں آنے پر مجبور کر چکے ہیں، انھوں نے واپسی کا راستہ بھی بند کر دیا ہو گا۔"

کرم داد نے کہا "بہر حال ہمیں واپس تو جانا ہی ہو گا۔ اس ریوالور میں چھ گولیاں ہیں۔ میں اس پر بھروسا نہیں کرتا بلکہ اپنے حوصلے اور اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر یہاں سے نکلنا ہو گا۔"

ہم نے گاڑی کے اندر سے اپنا سامان نکال لیا۔ سامان ہی کیا تھا۔ سفری بیگ تھے جنھیں ہم نے کاندھوں سے لٹکا لیا۔ حور بالو کے پاس ایک اٹیچی تھی۔ میں نے کہا "اس گاڑی کی ڈِکی کھول کر دیکھنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے، ہماری ضرورت کا کوئی سامان مل جائے۔"

کرم داد نے اس کی ڈِکی کھولی۔ وہاں رسّیوں کا ایک بنڈل اور دو کلہاڑیاں نظر آئیں۔ پلاسٹک کا ایک بڑا سا ڈبّہ تھا جس میں پٹرول رکھا جاتا ہے۔ ہم نے اسے فوراً ہی کھول کر دیکھا، پٹرول نہیں تھا، پانی بھرا ہوا تھا۔

میں نے کہا "ان کلہاڑیوں اور رسّی کے بنڈل سے پتا چلتا ہے کہ یہ گاڑی اکثر ان ہی جنگلات سے گزرتی ہے۔"

کرم داد نے رسّی کے بڑے سے بنڈل کو اپنے شانے پر لاد لیا۔ ایک کلہاڑی اس نے اٹھائی، دوسری میں نے۔ ریحانہ نے پانی سے بھرے ہوئے پلاسٹک کین کو اٹھا لیا۔ پھر ہم وہاں سے واپسی کے راستے پر چلنے لگے اس گھنے جنگل میں بھٹکنے والے شاذ و نادر ہی وہاں سے نکل پاتے ہوں گے ہمارے لیے صرف وہی ایک کچا راستہ تھا جو ہمیں ہائی وے تک پہنچا سکتا تھا۔

ابھی ہم نے صرف ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کیا تھا۔ اچانک فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔ آوازوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ہم سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں، ہمیں پناہ لینے کے لیے مختلف درختوں اور ٹیلوں کے پیچھے جانا پڑا۔ یعنی اس کچے راستے کو چھوڑنا پڑا۔ میں نے کہا "کرم داد! صرف اس حالت میں فائر کرنا جب کوئی مسلّح دشمن نشانہ بن سکے۔ اس طرح اس کا ہتھیار ہمیں حاصل ہو سکے گا۔"

"میں یہی کروں گا۔ چھ گولیاں میرے ریوالور سے نکلیں گی اور چھ ہتھیار حاصل ہوں گے۔ میں ایک گولی بھی ضائع نہیں کروں گا۔"

ہم پیچھے ہٹتے جا رہے تھے، فائرنگ کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اس کچے راستے سے بہت دور نکل آئے۔ دشمنوں کو معلوم تھا کہ ہمارے پاس صرف ایک ریوالور ہے۔ وہ چاہتے تو ہمیں چاروں طرف سے گھیر کر اس ایک ریوالور کو بھی چھین سکتے تھے یا ہمیں قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے جا سکتے تھے۔

حور بالو کا اندازہ قدم بہ قدم درست ہوتا جا رہا تھا۔ وہ فائرنگ کے ذریعے ہمیں ہانک رہے تھے، کسی مخصوص مقام تک پہنچانا چاہتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہم نے محسوس کیا کہ فائرنگ کی آواز نہیں آ رہی ہے۔ ہم نے تھوڑی دیر تک انتظار کیا۔ دس منٹ، پندرہ منٹ، بیس منٹ پھر آدھے گھنٹے بعد یقین ہو گیا کہ اب فائرنگ نہیں ہو گی۔ دشمنوں کا کام پورا ہو چکا تھا۔ وہ ہمیں کچے راستے سے بہت دور ہانک چکے تھے۔

سہ پہر کے تین بجے تھے۔ سورج بڑی آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ دھوپ تیز تھی اور ہم پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔ پیاس بھی لگ رہی تھی۔ صبح ہلکا سا ناشتہ کیا تھا۔ بھوک

لگ رہی تھی مگر برداشت کی جاسکتی تھی۔

حور بانو نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا "مجھے پیاس لگ رہی ہے۔"

اس پلاسٹک کے کین کو دیکھا گیا۔ اسے کھول کر پہلے سونگھا گیا۔ ریحانہ نے کہا "پٹرول کی بُو نہیں ہے۔ پانی بھی صاف لگتا ہے۔"

"میں نے اس پانی سے اپنی انگلی کو بھگوتے ہوئے کہا "میں ذرا چکھ کر دیکھتا ہوں۔"

چکھنے سے پہلے ہی حور بانو نے میرے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ انکار میں سر ہلا کر بولی "اس میں زہر بھی ہو سکتا ہے یا کوئی ایسی دوائی ہو سکتی ہے جسے پینے کے بعد ہم اعصابی طور پر کمزور ہو جائیں یا بے ہوش ہو جائیں۔"

میں نے کہا "تمھیں پیاس لگ رہی ہے۔ اسے آزمانا تو ہوگا۔ لہٰذا میں ہی آزماتا ہوں۔"

میں نے پھر انگلی کو اپنے منہ کی طرف لے جانا چاہا مگر میرا ہاتھ اس کی گرفت میں تھا۔ اس نے مجھ سے پہلے میری انگلی کو اپنی طرف بڑھایا اور اسے منہ میں رکھ لیا۔

اسے وفا کی ادا کہتے ہیں۔ اس پانی میں زہر یا مضر دوا تھی یا نہ تھی لیکن اس نے مجھے کوئی خطرہ مول لینے کا موقع نہیں دیا۔ اس سے پہلے ہی وہ اسے اپنے ہونٹوں تک لے آئی۔

وہ میری کلمے کی انگلی تھی یا زہر میں بجھی ہوئی موت؟

میں اس کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس سے پتا چل سکتا تھا کہ وہ اپنے اندر کوئی زہریلی چیز محسوس کر رہی ہے یا نہیں؟ میں اس کی سوچ میں پہنچا تو اس کا دل بے اختیار دھڑک رہا تھا۔ پانی میں زہر نہیں تھا۔ انگلی زہرِ عشق بن گئی تھی۔ اسی لیے دل بے اختیار دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا کہ وہ بے خیالی میں ایک انگلی کے بہانے مجھے اپنی ذات کی چار دیواری میں لے آئی ہے۔

اطمینان ہو جانے کے بعد میں نے اسے پانی پلایا۔ پھر ہم نے سمت کا تعین کیا اور اُدھر چل پڑے۔ خیال تھا اگر سیدھے چلتے رہیں گے تو شاید اندھیرا ہونے سے پہلے ہائی وے تک پہنچ جائیں گے۔

ریحانہ اور کرم داد جان بوجھ کر آگے چل رہے تھے تاکہ حور بانو میرے ساتھ پیچھے رہے۔ محبت کو جتنا پیچھے چھوڑو، اتنا ہی آگے بڑھتی ہے۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "مجھے معلوم ہے تم مجھے چاہنے لگی ہو۔"

وہ سر جھکائے خاموشی سے چل رہی تھی۔ "حور!

اس سے پہلے کہ تم میری چاہت میں بہت آگے نکل جاؤ، میں تمھیں اپنے متعلق بتا دینا چاہتا ہوں۔ تمھیں اندھیرے میں نہیں رکھوں گا۔ مجبوری یہ ہے کہ میں کسی ایک ملک میں نہیں ٹھہرتا۔ وقت کی طرح گزرتا جاتا ہوں۔ مجھ میں اور وقت میں اتنا سا فرق ہے کہ وہ پلٹ کر نہیں آتا اور میں پلٹ کر اپنی محبتوں کی طرف جاتا رہتا ہوں۔"

حور بانو کچھ نہیں بول رہی تھی لیکن اس کی رفتار سست ہو گئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے پاؤں من من بھر کے ہو رہے تھے۔ وہ بوجھل ہو گئی تھی۔ اندر سے نڈھال ہو چلی تھی۔ اب تک میرے ساتھ نہ جانے خیالوں میں کہاں کہاں پرواز کر رہی تھی، خیالوں پر کٹ گئے تھے اور وہ زمین بوس ہو رہی تھی مگر چل رہی تھی۔

مجھے افسوس ہو رہا تھا مگر میں اتنی حسین، ذہین اور محبت کرنے والی لڑکی کو دھوکا نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے کہ اس کے دل میں میری محبت جڑیں پکڑ لیتی، میں نے ابتدائی مرحلے پر ہی اسے جھٹک کر رکھ دیا تھا۔ تاکہ وہ اپنے لیے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے اور کسی اچھے، ہم مزاج جیون ساتھی کا انتخاب کرے۔

جنگل کی زمین کہیں پتھریلی تھی اور کہیں سرسبز و شاداب۔ دور تک میری نگاہ جاتی تھی، سورج غروب افق تک پہنچا تھا۔ تھوڑی دیر میں اندھیرا ہونے والا تھا۔

اب کئی طرح کے جانور نظر آ رہے تھے۔ درختوں پر پرندے چہک رہے تھے۔ ہم نے ہرن بھی دیکھے، وہ نظر آتے ہی پھر قلانچیں بھرتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو جاتے تھے میں نے کہا "یہ جانوروں کی فطرت ہے کہ اندھیرا ہونے سے پہلے اپنی پناہ گاہوں میں واپس چلے جاتے ہیں۔ ہم بھی اپنی پناہ گاہوں سے دور بھٹک رہے ہیں۔"

ریحانہ نے کہا "میں یہ سوچ کر پریشان ہو رہی ہوں کہ جنگل میں رات کیسے گزرے گی؟"

کرم داد نے کہا "تم نہیں گزارنا چاہو گی، تب بھی گزرے گی صبح معلوم ہوگا کہ رات گزار دی۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا۔ ریحانہ میٹھی نارنگی سے بولی "میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ یوں لگتا ہے جیسے جنگل میں نہیں کسی خیالی جنت میں پہنچ گئے ہو۔"

"جہاں محبت کرنے والی عورت ہو، وہیں جنت ہو جاتی ہے۔"

اس کی بات پر میں نے حور بانو کی طرف دیکھا۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی فوراً منہ پھیر کر ریحانہ کے

پاس چلی گئی۔ کرم داد نے کہا "ہمیں یہیں رات گزارنا چاہیے۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ کچھ چونک کر ایک طرف دیکھا۔ بہت دور ایک بھیڑیا کھڑا ہوا تھا۔ اس کے نوکیلے دانت دور سے ہی نظر آ رہے تھے۔ اس جنگل میں بھیڑیے جیسے دوسرے خونخوار جانور بھی پائے جاتے تھے۔ اب رات ہونے والی تھی۔ پتا نہیں کتنے خونخوار درندوں نے ہم انسانوں کی بُو سونگھ لی ہوگی۔

ریحانہ نے کہا "ہم یہاں محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔"

کرم داد نے کلہاڑی سنبھالتے ہوئے کہا "ہم کہیں بھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ حفاظتی تدبیر کرنا ہوں گی۔ چلو بابا، ہم لکڑیاں کاٹیں۔ رات بھر لکڑیاں جلتی رہیں گی، آگ روشن رہے گی تو درندے ہم سے دور رہیں گے۔"

میں زندگی میں پہلی بار لکڑہارا بن گیا۔ ہم نے ایک گھنٹے تک مسلسل محنت کی۔ کلہاڑیاں چلاتے رہے۔ جس نتیجے میں اتنی لکڑیاں جمع کر لیں جو رات بھر جلنے کے لیے کافی تھیں۔ اس دوران گیدڑ بڑی بھیانک آوازیں میں بولتے رہے۔ ان کی آوازیں دور تک گونجتی رہیں۔

رات ہو چکی تھی لیکن آسمان پر وہی چاند مسکرا رہا تھا جو سمندر کے ساحل پر حور بانو سے پہلی ملاقات کے وقت مسکرا رہا تھا۔ اس گھنے اور بھیانک جنگل میں قدرت کی طرف سے ایسی روشنی مل چکی تھی جسے دشمن "ہم" سمجھ نہیں سکتے تھے۔

ہم نے لکڑیوں کے ڈھیر میں سے چند لکڑیاں اٹھا کر ایک کھلی جگہ پر رکھیں۔ کرم داد نے انھیں لائٹر سے سلگایا۔ تھوڑی دیر میں آگ نے لکڑیوں کو پکڑ لیا۔ شعلے بلند ہونے لگے۔ جنگلی درندوں سے محفوظ رہنے کی تدبیر ہو چکی تھی... لیکن اب بھوک سے حالت خراب ہو رہی تھی۔ یوں تو ہم اب بھی برداشت کر سکتے تھے لیکن جنگل میں اتنی دور تک چلتے رہے تھے۔ ذہنی تھکن بھی تھی۔ بھوک کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔ جی چاہتا تھا، کچھ کھانے کو مل ہی جائے۔

ہم آگ سے ذرا دور بیٹھ گئے تھے۔ سب چپ چپ سے تھے۔ میں نے پوچھا "بھئی، یہ خاموشی کس لیے؟ کیا بھوک ستا رہی ہے؟"

ریحانہ نے ہنستے ہوئے کہا "ہم نے ٹی ٹی سینٹر میں جہاں ہر طرح کی ٹریننگ حاصل کی ہے، وہاں بھوکے پیاسے رہنا بھی سیکھا ہے۔"

میں نے حور بانو کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولی۔ "میں تو بنگال میں پیدا ہوئی ہوں اور بنگال ہمیشہ سے بھوکا رہا ہے۔"

کرم داد نے کہا "اور بابر ہم تو مرد ہیں۔ مرد اپنی عورتوں کو پہلے کھلاتے ہیں پھر خود کھاتے ہیں۔ کیا خیال ہے شکار کی تلاش میں نکلا جائے؟"

ریحانہ نے آنکھیں دکھاتے ہوئے پوچھا "کیا ہمیں چھوڑ کر جاؤ گے؟"

"بھئی ساتھ ہی چلیں گے۔ ذرا دور ادھر اُدھر بھٹکتے رہیں گے۔ ہو سکتا ہے کوئی حلال جانور ہاتھ لگ جائے۔"

ریحانہ نے اپنے بیگ میں ہاتھ ڈال کر بڑا سا چاقو نکالا پھر کہا "حلال تو چاقو سے ہی کیا جاتا ہے۔"

ویسے ہمیں شکار کی تلاش میں کہیں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم تو جنگل میں ہی تھے اور ہمارے آس پاس، دور دور تک کتنے ہی جانور گزرتے نظر آتے تھے وہ آگ کی وجہ سے قریب نہیں آ رہے تھے۔ دور ہی رہ کر ہمیں حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ہمیں بھی حسرت تھی کہ کوئی حلال جانور نظر آئے۔

سچ ہے ذرا سا ایمان افروز حقیقت ہے کہ محنت سے اور کوشش کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ جنگل میں بھی رزق پہنچاتا ہے۔ ایک ہرن شامت کا مارا کہیں سے آ گیا اور جب آ گیا تو پھر کرم داد کے نشانے سے بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے نشانہ لے کر گولی داغ دی۔ جنگل کے سناٹے میں دور تک فائر کی آواز گونجتی چلی گئی۔ کتنے ہی پرندے چہچہاتے ہوئے درختوں سے اڑے اور دیر تک شور مچاتے ہوئے اڑتے رہے جو جانور دور کھڑے ہوئے تھے، وہ بدک کر بھاگ گئے۔

ہم نے فوراً ہی جلتی ہوئی لکڑیاں ایک ایک ہاتھ میں لیں اور دوڑتے ہوئے ہرن کے پاس پہنچے۔ کرم داد نے اس کی ٹانگ پر گولی ماری تھی تاکہ وہ بھاگ نہ سکے اور گولی کھانے کے بعد بھی زندہ رہے اور ہم اسے ذبح کر سکیں۔

ہمارے ساتھ ریحانہ اور حور بانو بھی چلی آئی تھیں۔ بھلا وہ جنگل میں ہمارے پیچھے تنہا کیسے رہ سکتی تھیں۔ میں نے ہرن کے پاس پہنچ کر فوراً بسم اللہ پڑھتے ہوئے اس کی گردن پر چھری پھیر دی۔ اس کے بعد ہم اسے اٹھا کر آگ کے پاس لے آئے۔ یہاں ہمارا سامان رکھا ہوا تھا۔ ہم نے آگ کو اور زیادہ روشن کیا۔ ایک درخت کی نیچی شاخ پر رسی ڈال کر اس رسی کے ذریعے ہرن کو لٹکایا پھر اس کی کھال اتارنے لگے۔ مہماتی زندگی میں آدمی کو شکاری بھی بننا پڑتا ہے اور قصائی بھی۔ اگر ہمارے ساتھ عورتیں

نہ ہوتیں تو ہم باورچی بھی بن جاتے۔

گوشت بھون کر کھانے کے لیے نہ تیل تھا، مسالہ تھا اور نہ ہی نمک تھا۔ جو بھی میسر آیا، اسی پر ہم نے خدا کا شکر ادا کیا۔ گوشت کو بھون کر پیٹ بھرنے کی حد تک کھایا۔ کھانے کے بعد آرام سے لیٹنا لازمی تھا کیونکہ ہم دن بھر کے تھکے ہوئے تھے، ہری بھری گھاس کا بستر تھا اور ہمارے پاس بچھانے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ ویسے تھکن سے چور ہو کر آرام کرنا اور بات تھی لیکن اس بھیانک جنگل میں کسی کو نیند نہیں آسکتی تھی۔

کرم داد نے کہا "نیند آئے یا نہ آئے، سونے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم نیند پوری نہیں کریں گے تو کل اپنا راستہ تلاش نہیں کر سکیں گے۔ ہو سکتا ہے، دشمنوں کا سامنا ہو، ایسی صورت میں ہم تازہ دم نہیں رہیں گے۔ بے خوابی کے باعث دماغ بوجھل ہو گا تو دشمن ہم پر غالب آجائیں گے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "دشمنوں کی چال یہی ہے، اسی لیے انھوں نے ہمارا تعاقب نہیں کیا ہے۔ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیا ہے تاکہ ہم بھٹکتے رہیں، پریشان ہوتے رہیں۔ بھوکے بھی رہیں، پیاسے بھی رہیں اور رات بھر جاگتے رہیں تاکہ دوسرے دن ہم ان کے سامنے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل بھی نہ رہیں۔"

حور بانو نے مجھ سے کہا۔ "تمھیں اور کرم داد کو لازماً سونا چاہیے۔ میں اور ریحانہ باری باری جاگتی رہیں گی۔ کوئی خطرے کی بات ہو گی تو تمھیں جگا دیں گی۔"

"تم عورتوں کا جاگنا ضروری نہیں ہے۔ میں اور کرم داد باری باری پہرہ دیں گے۔"

کرم داد نے کہا۔ "پہلے تم سو جاؤ، میں جاگتا رہوں گا۔"

"نہیں پہلے تم سو جاؤ۔"

ریحانہ نے کہا۔ "پہلے تم اور پہلے تم میں صبح ہو جائے گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ایسا کرتے ہیں، ہم سب اپنی اپنی جگہ آرام سے لیٹے رہتے ہیں جس کو نیند آئے گی، وہ سو جائے گا اور دوسرا جاگتا رہے گا۔"

کرم داد لیٹ بھی لیٹا ہوا تھا۔ ریحانہ اس کے پاؤں دبانے لگی۔ میں لکڑیوں کے ڈھیر سے ٹیک لگائے پاؤں پھیلائے بیٹھا ہوا تھا۔ حور بانو میرے قدموں کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ میں نے انکار میں اپنی ایک انگلی ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں حور بانو، تم میرے پاؤں کو ہاتھ نہ لگانا۔ ابھی تمھیں آرام کرنا چاہیے۔ چلو ریحانہ کے پاس جا کر سو جاؤ۔"

اس نے آہستگی سے سر جھکا کر کہا۔ "میرا جی چاہتا ہے، تمھاری خدمت کروں۔"

"پھر کبھی کر لینا۔ ابھی تمھیں آرام کرنے کا مشورہ دے رہا ہوں۔"

میرے منع کرنے کے باوجود وہ میرے جوتے اتارنے لگی۔ میں نے کہا۔ "یہ کیا کر رہی ہو۔ اگر اچانک کوئی افتاد آپڑی تو میں ننگے پاؤں رہ جاؤں گا۔"

وہ خدمت سے باز آنے والی نہیں تھی۔ خدمت کرنے لگی۔ میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اگرچہ میں نے اپنے متعلق اسے صاف صاف بتا دیا تھا۔ اسے دکھ بھی پہنچا تھا اور اس نے یہ سوچ رکھا تھا کہ مجھ سے دور رہنے کی کوشش کرے گی لیکن قدم قدم پر متاثر ہوتی جا رہی تھی۔ اس بار اس نے دل کو سمجھایا تھا کہ میں کوئی محبت کرنے تو نہیں جا رہی ہوں۔ خدمت کرنے جا رہی ہوں اور وہ خدمت کے بہانے قریب آگئی تھی۔

میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے۔ جب وہ میرے پاؤں دبانے لگی تو میں آہستہ آہستہ اس کے دماغ کو ڑیپ کرنے لگا۔ ٹیلی پیتھی کی لوری سنانے لگا۔ وہ پاؤں دابتے دابتے اونگھنے لگتی تھی پھر چونک کر مجھے دیکھتی تھی۔ اس کے بعد اور مستعدی سے پاؤں دابنے لگتی تھی لیکن ایسا کب تک ہو سکتا تھا۔ ٹیلی پیتھی غالب آگئی۔ وہ بیٹھے بیٹھے میرے قدموں کے پاس آہستگی سے لیٹ گئی۔ وہ سمجھ رہی تھی، شاید تھکن نے اسے بے حال کر دیا ہے اور محبت کا جذبہ اسے قدموں کے پاس لیٹنے پر مجبور کر رہا ہے۔

اس طرح وہ سو گئی۔ اس کے بعد میں نے کرم داد کو سلایا۔ ریحانہ نے مسکرا کر کہا۔ "کرم داد نے تمھیں پہلے سونے کے لیے کہا تھا مگر دیکھو، کیسے تھکے ہوئے ہیں، خود سو گئے۔"

"تم بھی سو جاؤ۔ میں آدھی رات کے بعد جگا دوں گا۔"

وہ وہیں لیٹ گئی۔ اس بھیانک جنگل میں فوراً نیند نہیں آسکتی تھی۔ آخر دل میں دہشت تھی کہ پتا نہیں کب کیا ہو جائے۔ میں نے اسے بھی ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر سلا دیا۔

اب وہ تینوں سو رہے تھے اور میں جاگ رہا تھا۔ آخر ٹیلی پیتھی کا اتنا فائدہ تو ہونا چاہیے کہ دوستوں کو آرام پہنچے۔ میں نے کرم داد کے پاس سے ریوالور لے کر اپنے پاس رکھ لیا۔ لکڑیاں جل رہی تھیں۔ میں نے آگ میں کچھ اور لکڑیاں ڈال کر شعلے بھڑکا دیے۔ میں وقت گزارنے کے لیے کبھی سونے والوں کے چاروں طرف گھومتا تھا، کبھی دور دور

تک دیکھتا تھا اور کبھی ایک جگہ آکر بیٹھ جاتا تھا مگر محتاط رہتا تھا۔ اگر سامنے دیکھتا تھا تو کان پیچھے ہونے والی آہٹوں پر لگے رہتے تھے۔ کبھی جانوروں کے چلنے سے پتے چٹختے تھے، کبھی پرندے بولتے تھے، کبھی ہوائیں اتنی زور سے چلتیں کہ درخت بھی بولتے ہوئے سے سنائی دیتے تھے۔

پھر وہ چیخ جیسے انسانی آواز میں بولنے لگے۔ سائیں سائیں کرتی ہوئی تیز ہوائیں کسی کی آواز مجھ تک پہنچا رہی تھیں۔ کوئی دور بہت دور سے بول رہا تھا۔ "بابر! بابر!"

اور بابر کہنے کا انداز ایسا تھا کہ پہلے بابو کو بہت کھینچ کر ادا کرتا تھا اور پھر بر کرتا تھا۔ وہ آواز ایسی تھی جیسے کوہِ ندا سے آرہی ہو۔ بابر! بابر! تم جاگ رہے ہو۔ تمھارے ساتھی سو چکے ہیں۔ تمھیں بھی سو جانا چاہیے۔"

میں چاروں طرف گھوم گھوم کر آواز کی سمت کا تعین کرنے لگا مگر آوازیں آرہی تھی جیسے جنگل بول رہا ہو اور جنگل چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ دشمن دہشت زدہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر عورتیں جاگتی رہتیں تو یہی سمجھتیں کہ جنگل کے بھوت بول رہے ہیں اور اگر جنگل کے بھوت بولتے تو وہ مجھے بابر نہیں، میرے اصلی نام مرزا داد سے مخاطب کرتے کیونکہ بھوت جب بابر کا نام جان سکتے ہیں تو بابر کے اندر چھپے ہوئے مرزا داد کو بھی مخاطب کر سکتے ہیں۔

میں بھوتوں کے فریب میں نہیں آسکتا تھا۔ کوہِ ندا سے آواز دینے والے کے فرشتے بھی یہ نہیں جان سکتے تھے کہ جسے ٹریپ کرنا چاہتے ہیں، دہشت زدہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور اس کی کھوپڑی کو بار دو کے دھماکے کی طرح اڑا سکتا ہے۔

میں نے ایک بار اور گھوم گھوم کر دیکھا۔ اس آواز کو اچھی طرح سنا۔ اس کے لہجے کو اپنی گرفت میں لیا پھر اس کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔

کیا شاندار کھوپڑی تھی۔ اس کی پیشانی پر ڈیسنگ نکلے ہوئے تھے سائنسان کے سر پر ڈیسنگ نہیں ہوتے لیکن اس نے بھی دہشت زدہ کرنے کے لیے جو وگ پہنی تھی، اسے خاص طور پر اسی طرح بنایا گیا تھا کہ دو طرف دو ڈیسنگ نکلے گئے تھے۔ چہرے پر کالک مل گئی تھی۔ آنکھوں کے گرد سفید رنگ کے حلقے بنائے گئے تھے تاکہ رات کو وہ بڑی بڑی اور ڈراؤنی آنکھیں نظر آتی رہیں۔ وہ تعداد میں چھ تھے اور سب کے سب گھوڑوں پر سوار تھے اور سب کا حلیہ ایک جیسا تھا جیسے وہ کسی جنگلی قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں اور درندوں سے زیادہ درندے ہوں۔

بیشک وہ سفاک درندے تھے۔ انھوں نے جو جوتے پہن رکھے تھے، ان کے آگے کیلیں نکلی ہوئی تھیں۔ انھیں حکم دیا گیا تھا، جب رات ہو جائے تو ہم چاروں کو ہانک کر اس طرح لایا جائے کہ وہ چھ سوار گھوڑوں پر رہیں اور اپنے جوتوں سے ہمیں ٹھوکریں مارتے رہیں۔ ان کی کیلیں ہمارے جسموں سے چبھتی رہیں اور ہم ان کے آگے آگے بھاگتے رہیں۔

جس کی کھوپڑی میں میں پہنچ چکا تھا، اس نے آنکھوں سے دوربین لگائی، مجھے دیکھا پھر بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگا۔ "یہ کمبخت ابھی تک تنہا جاگ رہا ہے۔ اپنے ساتھیوں کو جگانا نہیں چاہتا۔ کیا یہ ہماری آواز سے دہشت زدہ نہیں ہے؟"

دوسرے نے کہا۔ "یہ سب ٹی ٹی سینٹر کے تربیت یافتہ ہیں۔ ہمارے طلسماتی رعب میں نہیں آئیں گے۔"

مجھے آواز دینے والے نے ایک بار پھر میگافون کو اپنے منہ تک لا کر مجھے مخاطب کیا۔ "اب ہم آرہے ہیں، چاہو تو اپنے ساتھیوں کو جگا دو تاکہ وہ نیند میں نہ مارے جائیں۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے میگافون کے سوئچ کو آف کیا اور اپنے گھوڑے کی زین سے ایک طرف لٹکا دیا پھر زین کے ایک ہینگر سے اپنی رائفل نکالتے ہوئے کہا۔ "اب ہمیں چلنا چاہیے۔ وہ ایسے نہیں جگائے گا۔ ہمارے گھوڑوں کی ٹاپیں سن کر ان سونے والوں کے ہوش اڑ جائیں گے۔"

یہ کہتے ہی انھوں نے اپنے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ پھر رات کے سناٹے میں ٹاپیں گونجنے لگیں۔ ان حالات میں میرے تینوں ساتھیوں کو بیدار ہو جانا چاہیے تھا لیکن وہ گہری نیند میں تھے۔

ایسی نیند جنگل میں کبھی نہیں آسکتی جبکہ خطرہ بھی درپیش ہو اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے زمین بھی دہل رہی ہو لیکن کیا کیا جائے، ٹیلی پیتھی کے ذریعے لائی جانے والی نیند ایسی ہی ہوتی ہے۔ میں نے ان کے دماغوں کو ہدایت دی تھی کہ جب تک میری سوچ کی مخصوص لہریں ان کے دماغ تک نہ پہنچے، اس وقت تک وہ سوتے رہیں، سوتے ہی رہیں۔ چاہے قیامت گزر جائے۔

وہ گھڑ سوار آخر ہمارے قریب آپہنچے۔ آگ روشن تھی، شعلے بھڑک رہے تھے۔ میں نے اس کی روشنی میں دیکھا، وہ سب بڑے ہی بھیانک لگ رہے تھے۔ ان کے سروں پر سینگ ابھرے ہوئے تھے۔ اگر ریحانہ اور حور بانو جاگتی ہوتیں تو ہزار حوصلہ مند ہونے کے باوجود دہشت زدہ

ہو جاتیں۔ وہ گھڑ سوار ہم سے ذرا فاصلہ رکھ کر چاروں طرف گھوم رہے تھے، گھوڑوں پر فاتحانہ شان سے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں رائفلیں تھیں اور وہ گھوم گھوم کر مجھے دیکھتے جا رہے تھے۔ میں بھی چاروں طرف گھوم گھوم کر انھیں دیکھ رہا تھا پھر وہ ہمارے چاروں طرف پھیل کر رک گئے۔

میں نے مسکرا کر کہا "اب سے پہلے میں نے آپ حضرات کو فلموں میں دیکھا تھا۔ آج پہلی بار زندگی میں دیکھ رہا ہوں۔"

ایک نے اپنی رائفل سیدھی کر کے میرا نشانہ لیا۔ میں جانتا تھا، وہ مجھے یا میرے ساتھیوں کو نہیں ماریں گے کیونکہ ہمیں زندہ گرفتار کر کے لانے کا حکم دیا گیا تھا۔ ہاں اتنی اجازت دی گئی تھی کہ وہ ہمیں اپنے جوتوں کی کیلوں سے زخمی کرتے رہیں۔

میں نے رائفل کے سامنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا "میں مرنے سے پہلے آپ سب کا تعارف چاہتا ہوں۔"

"موت اپنا تعارف خود ہوتی ہے۔"

یہ تیسرا شخص تھا جس کی میں نے آواز سنی تھی۔ میں نے چوتھے کی طرف گھوم کر کہا "بھئی، تم ہی اپنا نام بتا دو۔"

اس نے گرج کر کہا "بکواس مت کرو۔ اگر تم انھیں نہیں جگاؤ گے تو ہم گولی مار دیں گے۔"

اس نے گولی مارنے کے لیے رائفل سیدھی کی۔ میں نے اس کی رائفل سے اس گھڑ سوار کا نشانہ لیا جس کی آواز ابھی تک سن نہیں پایا تھا اور اب سننا ضروری بھی نہیں تھا۔ رائفل سیدھی کرنے والے کی انگلی یک بیک ٹریگر پر دبی۔ ٹھائیں کی ۔۔۔۔ آواز کے ساتھ ہی اس کا ایک ساتھی گھوڑے کی پیٹھ پر سے الٹ کر گرنے والا تھا لیکن رکاب میں پاؤں پھنس گیا تھا اور گھوڑا بدک کر بھاگنے لگا تھا۔

یہ ایسا حیرت انگیز اور ناقابل یقین واقعہ تھا کہ اس کے ساتھی حیران رہ گئے۔ وہ کہنا چاہتے تھے کہ اس نے ایسی حماقت کیوں کی۔ اپنے ہی آدمی کو گولی کیوں ماری۔ اس سے پہلے ہی اس نے ایک اور سوار کو گولی مار دی۔

میں نے دوسرے کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا "یہ شخص پاگل ہو گیا ہے۔ ہم اپنے ساتھی کو مار تو نہیں سکتے لیکن زخمی کر کے اس کے ہاتھ سے رائفل گرا دینا چاہیے۔"

اس نے میری سوچ پر عمل کیا اور دوسرے ہی لمحے اس کے بازو پر گولی مار دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گولی کھانے والے کے ہاتھ سے رائفل چھوٹ کر گر پڑی۔ اس نے رکاب میں سے پاؤں نکالتے ہوئے گھوڑے کی پیٹھ پر سے اچھلتے ہوئے زمین پر پہنچنے کی کوشش کی لیکن وہاں سے لڑھکتا ہوا جلتی ہوئی لکڑیوں کے پاس آ گیا۔ میں نے اسے زخمی حالت میں چھوڑ کر دوسروں کی خبر لی۔ اب وہاں یہی ہو رہا تھا کہ جس کے دماغ میں پہنچتا تھا، وہ اپنے دوسرے ساتھی کا نشانہ لیتا تھا اور اسے گولی مار دیتا تھا۔ صرف پندرہ منٹ کے اندر چار گھڑ سوار مارے گئے۔ ایک زخمی ہو کر وہیں جلتی ہوئی لکڑیوں کے پاس پڑا کراہتا رہا اور چھٹا سوار جو میگا فون سے مجھے مخاطب کرتا رہا تھا، وہ بھاگنے کی سوچ رہا تھا لیکن بھاگنے سے پہلے مجھے گولی مارنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "یوں حماقت کرتے ہو تو تمھارے مالکوں نے حکم دیا ہے کہ ہمیں زندہ گرفتار کر کے لایا جائے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "یہ تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"مجھے اسی طرح معلوم ہوا جس طرح تمھارے ساتھیوں کی موت کا علم ہو گیا تھا اور یہ بھی علم ہے کہ چند منٹ کے بعد تم اپنے گھوڑے کی پیٹھ سے گر کر ۔۔۔۔ رکاب کے ذریعے لٹکتے ہوئے یہاں سے جاؤ گے۔"

اس نے تھوک نگل کر کہا "نن نہیں۔ تمھاری یہ پیشگوئی بھی درست ہو سکتی ہے۔ تم یقیناً کوئی جادوگر ہو۔ تم نے کوئی عمل کیا ہے۔ میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"تو پھر دیر کیوں کر رہے ہو۔ رائفل تمھارے ہاتھ میں ہے۔ مجھے گولی مارو۔"

انھی نے میرا نشانہ لیا، ٹریگر پر انگلی دبائی لیکن گولی اس کے زخمی ساتھی کو جا لگی۔ میں نے کہا "افسوس تمھارے مالکان اتنے احمق ہیں، ایسے اناڑی رائفل چلانے والوں کو بھیجا ہے جو اپنے ہی ساتھیوں کو نشانہ بنا دیتے ہیں۔ چلو، ایک بار پھر کوشش کرو۔"

اب وہ بہت ہی دہشت زدہ ہو گیا تھا۔ مجھے کیا مارتا۔ فوراً ہی گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہاں سے بھاگنے لگا۔ میں نے آواز دی "ارے بھائی! کیوں تکلیف کر رہے ہو۔ ابھی واپس آ جاؤ گے۔"

لیکن وہ بھاگتا چلا گیا۔ جب وہ تھوڑی دور پہنچ گیا تو میں نے اس کی کھوپڑی پر قبضہ جمایا۔ اس نے گھوڑے کو لگام کھینچ کر روکا پھر واپس موڑ دیا۔ اب وہ تیزی سے میری طرف چلا آ رہا تھا۔ جب قریب آنے لگا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر اپنے آپ کو دیکھا، گھوڑے کی پیٹھ سے گرتے گرتے بچا۔ پھر اس نے لگام کھینچ کر گھوڑے کو روکا۔ میری طرف دہشت زدہ ہو کر دیکھنے لگا۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟ تم واپس کیوں آ گئے؟ چلو کوئی

بات نہیں، پھر بھاگنے کی کوشش کرو۔"

اب اس میں کوشش کرنے کا حوصلہ نہیں رہا تھا۔ وہ بڑی آہستگی سے گھوڑے کی پیٹھ سے اتر گیا۔ رائفل میرے سامنے پھینک دی، گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے بولا "بھائی تم کون ہو؟"

یہ کہتے ہی وہ دھپ سے زمین پر اوندھے منہ گر پڑا۔ میں نے اس کے سامنے سے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا "بیوقوف کے بچے سجدہ کرنا ہے تو خدا کے آگے کر۔ ڈرنا ہے تو خدا سے ڈر اور اس عبرتناک ہتک کو اچھی طرح یاد کر لے کہ آدمی دولت، طاقت اور دنیا بھر کا اسلحہ رکھنے کے باوجود کمزور ہوتا ہے۔ مقدر میں شکست لکھی ہو تو وہ کبھی فاتح نہیں بن سکتا۔"

وہ میری بات کا جواب نہیں دے رہا تھا۔

اپنی جگہ سے اٹھ رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی، پتا چلا کہ وہ دہشت کے مارے بیہوش ہو گیا ہے۔ میں اس کے پاس گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ پکڑے۔ پھر اسے زمین پر گھسیٹتا ہوا آگ کے قریب لے آیا۔ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے دیے۔ وہ بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ مجھے دیکھتے ہی پھر گڑگڑانے لگا۔ میں نے ڈانٹ کر کہا۔ "خاموش رہو زیادہ بکواس کرو گے تو ابھی گنی کا ناچ نچاؤں گا۔"

وہ ایک دم سے چپ ہو گیا۔ رحم طلب نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں اس کے سامنے ہی زمین پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ پھر سوال کیا "ہاں، تو تمھیں کس نے بھیجا ہے؟"

وہ ہکلاتے ہوئے بولا "م... ما مانے۔"

"ماما کوئی نام نہیں ہوتا۔ پورا نام بتاؤ۔"

"اس جنگل میں سبھی اسے ماما کہتے ہیں۔ رانگا ماما۔ یہ نام سن کر بڑے بڑے ڈاکو بھی اپنا راستہ بدل کر گزر جاتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "رانگا ماما کے۔ اتھ جمال احمد جبکانی ضرور ہو گا؟"

"جبکانی صاحب شہروں اور دیہاتوں سے ہے تاج بادشاہ ہیں اور رانگا ماما جنگلوں کا۔ جب ہمارا ماما شہروں اور دیہاتوں میں جاتا ہے تو وہاں جمال احمد جبکانی صاحب کا مہمان ہوتا ہے اور جب جبکانی صاحب جنگل میں آتے ہیں تو وہ رانگا ماما کے مہمان ہوتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔"

"ہم ادھر جنگل میں بھٹکائے گئے ہیں۔ جمال احمد جبکانی نے فرمایا رانگا ماما سے کہا ہو گا کہ وہ ہمیں گھیر کر اس کے حوالے کر دے۔"

"جی کچھ ایسی ہی بات ہے۔ جبکانی صاحب کل ادھر آنے والے ہیں۔ یہاں ان کے استقبال کی بڑی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ جنگل میں منگل منایا جائے گا۔"

اس نے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے کہا "مجھے معاف کر دو۔ میں ساری زندگی تمھارا غلام بنا رہوں گا۔"

میں نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اگر یہ اس کا فرمانبردار بنا کر رکھنا چاہتا تو یہ کوئی مشکل بات نہ تھی لیکن اس پر اعتماد کرنے کے لیے اس کے دماغ کو اچھی طرح کھنگالنا لازمی تھا کہ یہ کس حد تک میرا ساتھ دے سکتا ہے اور کب اس نے کسی مرحلے پر ساتھ چھوڑ دینا جیسا کہ اب ڈاکو رانگا ماما کا ساتھ چھوڑ رہا تھا۔ تابعدار بننے پر آمادہ ہو گیا تھا تو ایسے لوگوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور جب اعتماد نہیں کروں گا تو بار بار اس کے دماغ میں موجود رہنا ہو گا تاکہ یہ میری ٹیلی پیتھی کا راز فاش نہ کر دے۔

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا "یہاں سے وہ راستہ ہے جہاں سے ہم گزر کر کسی ہائی وے تک یا کسی شہر یا گاؤں تک پہنچ سکیں؟"

اس کی سوچ نے بتایا "صرف وہی راستہ ہے جہاں سے ہم آئے ہیں اور وہاں ان کے آدمیوں کا پہرہ ہے۔ وہ ہمیں واپس نہیں جانے دیں گے۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ جی نہیں چاہتا تھا کہ اسے زندہ چھوڑ دیا جائے تاکہ یہ اپنوں میں جا کر اپنے اور ساتھیوں کی موت کی ناقابل بیان روداد پیش کرے اور رانگا ماما اور جمال احمد جبکانی کا شیشہ ٹیلی پیتھی کی طرف جائے۔

میں نے پوچھا "اگر میں تمھیں زندہ چھوڑ دوں تو واپس اپنے ساتھیوں میں جا کر کیا بیان دو گے؟"

اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا "میں آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کے قدموں میں رہوں گا۔ واپس نہیں جاؤں گا۔"

"تمھیں تمھاری ضرورت نہیں ہے۔ یا تو واپس جاؤ گے یا مر جاؤ گے۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "نن... نہیں، آپ کا حکم ہے تو واپس جاؤں گا۔"

"میں پوچھ رہا ہوں، وہاں جا کر کیا بیان دو گے؟"

"جناب! اور کیا کہہ سکتا ہوں۔ ہم شیطان ہیں اور آپ پر خدا کی رحمت ہے۔ آپ کو غیبی امداد حاصل ہوئی اور ہمارے آدمی ایک دوسرے کو مار کر مر گئے۔"

"اگر ایسا بیان دو گے تو میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں

گا۔ یہ نہ سمجھنا کہ مجھ سے دور جانے کے بعد محفوظ رہ سکو گے۔ جانتے ہو تم خود ہی مرنا پسند کرو گے۔ حالانکہ موت سے ڈرتے رہو گے۔"

وہ مجھے بے یقینی سے دیکھنے لگا۔ میں نے اپنا ریوالور اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "اسے اٹھاؤ خودکشی کر لو۔ تم نہیں چاہو گے لیکن خودکشی پر آمادہ ہوتے رہو گے۔ دیکھو، یہ کیسے ہوتا ہے۔"

اس نے زمین پر اپنے سامنے رکھے ہوئے ریوالور کو دیکھا۔ وہ اسے اٹھانا نہیں چاہتا تھا لیکن میں نے اسے اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ وہ حیرانی سے سہمے ہوئے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا لیکن اس کا ہاتھ ریوالور کی نال کو اس کنپٹی کی طرف لے جا رہا تھا اگرچہ وہ انکار کرتا جا رہا تھا۔ دل میں یہ کہتا جا رہا تھا۔ "نہیں، میں خودکشی نہیں کروں گا۔ میں اپنے آپ کو گولی نہیں ماروں گا۔"

ایسا کہنے کے باوجود ریوالور کی نال اس نے اپنی کنپٹی سے لگا لی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "دیکھ رہے ہو، اس وقت تم خودکشی کی پوزیشن میں ہو۔ میں چاہوں تو ابھی گولی چل جائے گی۔"

اس نے ایک ہاتھ انکار میں جلدی جلدی ہلاتے ہوئے کہا۔ "ن۔۔۔ نہیں۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے زندہ رہنے دو۔ میں مانتا ہوں تم جب چاہو مجھے مار سکتے ہو۔ چاہے میں قریب رہوں یا دور چلا جاؤں۔"

اس کا ریوالور کنپٹی سے ہٹ گیا۔ آہستہ آہستہ وہ ہاتھ نیچے آ گیا۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ مجھے احسانمندی سے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "ریوالور میری طرف پھینک دو۔"

اس نے آگے بڑھ کر جھکنے کے انداز میں ریوالور میرے قدموں کے پاس رکھ دیا۔ وہ میرے حکم کے مطابق ریوالور پھینک سکتا تھا لیکن اتنا فرمانبردار اور اتنا متاثر ہو گیا تھا کہ میری طرف کوئی چیز پھینکنے کو گستاخی سمجھتا تھا۔ میں نے کہا۔ "اب جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے توجہ سے سنو اور اس پر عمل کرتے رہو کیونکہ اسی میں تمھاری سلامتی ہے۔ یہاں سے جانے کے بعد تم رانگا ماما یا کسی سے بھی ایسی کوئی بات نہیں کہو گے جس سے میری کسی غیر معمولی صلاحیت کا اظہار ہوتا ہو۔"

وہ بڑی فرمانبرداری سے ہاں، ہاں کے انداز میں سر ہلاتا جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "تمھارا بیان یہ ہو گا کہ جب تم اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ ہمیں گھیرنے اور ہمیں لے جانے کے لیے آئے تو یہاں دو عورتیں دیکھیں۔ تمھارے چار ساتھیوں کی نیت بدل گئی۔ وہ کہنے لگے کہ پہلے ان عورتوں کو اپنے خفیہ اڈوں میں لے جائیں گے اس کے بعد ہمیں گھیر کر رانگا ماما کے پاس پہنچائیں گے۔ ساتھیوں کی اس بات پر تم نے اعتراض کیا۔ پہلے تم نے انھیں سمجھایا کہ رانگا ماما کے حکم کے مطابق کام کرنا ہو گا۔ اس پر بات بڑھ گئی اور تمھارے ساتھیوں نے تم پر اور تمھارے ایک ساتھی پر فائر کرنا چاہا۔ تم لوگوں نے جوابی فائرنگ کی جس کے نتیجے میں وہ چاروں ہلاک ہو گئے لیکن اس فائرنگ کے نتیجے میں تمھارا ساتھ دینے والا بھی مر گیا۔ اس طرح پانچوں آپس میں لڑتے ہوئے مر چکے ہیں اور تم تنہا رانگا ماما کے پاس یہ رپورٹ دینے پہنچے ہو۔"

اس نے خوش ہو کر کہا۔ "یہ بیان تو سراسر میرے حق میں جاتا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں رانگا ماما کا وفادار ہوں۔ آپ نے جیسا سمجھایا ہے، بالکل ویسا ہی بیان دوں گا۔"

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میرے ساتھ وہ بھی اٹھ گیا۔ میں نے کہا۔ "تم جا سکتے ہو۔ میں تمھیں چھوڑ رہا ہوں۔"

وہ آگے بڑھ کر میرے پاؤں چھونا چاہتا تھا، میں ایک طرف ہٹ گیا۔ "خبردار! میرے سامنے نہ جھکنا۔ نہ میرے قدموں کو ہاتھ لگانا۔ فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔"

اس نے اپنی رائفل اٹھائی پھر اپنے گھوڑے کے پاس گیا۔ اس کی لگام کو تھامتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ اب بھی اسے یقین نہیں تھا کہ میں اسے زندہ سلامت جانے کی اجازت دے رہا ہوں۔ اس نے پوچھا۔ "جناب! میں جا رہا ہوں۔ اگر رانگا ماما نے حکم دیا کہ مجھے دوسری ٹیم لے کر آپ کے پاس آنا ہو گا اور آپ لوگوں کو گرفتار کرنا ہو گا تب میں کیا کروں گا؟"

"رانگا ماما کے حکم پر عمل کرنا اور یہاں چلے آنا۔ جب تک میرے وفادار رہو گے، میں تمھیں جانی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

اس نے رکاب میں پاؤں ڈالے، گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوا پھر ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "شکریہ میرے محسن، بہت بہت شکریہ۔ میں زندگی کی آخری سانس تک آپ کا غلام رہوں گا۔"

اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ گھوڑے نے اچانک رفتار پکڑ لی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہوا سے باتیں کرتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اکثر لوگ نظروں سے دور ہوتے ہی نظریں بدل لیتے ہیں۔ میں اس کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ اب اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ نظریں بدل سکتا۔ وہ اب بھی میرا فرمانبردار تھا۔ دل ہی دل میں عہد کر چکا تھا کہ بظاہر تو رانگا ماما کے حکم کی تعمیل کرتا رہے گا لیکن دل کی گہرائیوں سے میرا تابعدار رہے گا۔

وہ جا چکا تھا۔ رات پھر گہرے سناٹے میں ڈوب چکی

تھی۔ ہمارے قریب پانچ لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ میرے تینوں ہمسفر بھی بے سُدھ پڑے ہوئے تھے۔ لگتا تھا جیسے زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ٹیلی پیتھی نے انھیں تمام احساسات سے اور دنیا کی تمام آوازوں سے محروم کر دیا تھا۔

ذرا فاصلے پر چار عدد گھوڑے اب بھی موجود تھے۔ ان میں سے صرف ایک سوار کا گھوڑا بدک کر بھاگ گیا تھا۔ وہ چاروں شاید بھوکے تھے۔ اس لیے ہری ہری گھاس پر منہ مار رہے تھے۔ میں نے انھیں باری باری قابو میں کیا پھر انھیں پکڑ کر مختلف درختوں سے باندھ دیا۔

رانگا ماما کا اڈہ وہاں سے تقریباً بیس یا بائیس میل کے فاصلے پر تھا۔ جنگل کے راستے دشوار گزار بھی تھے اور درندوں کا خطرہ بھی تھا۔ آتے وقت اس کے پانچ ساتھی تھے۔ اس لیے اُسے درندوں کا خوف نہیں تھا لیکن اب وہ تنہا تھا، میرے حکم کے مطابق عمل کرنے کے لیے اپنے سردار کے پاس جا رہا تھا۔ کم از کم ڈیڑھ یا دو گھنٹے میں وہاں پہنچنے والا تھا۔

میں نے گھڑی دیکھی۔ ابھی رات کے گیارہ بجنے والے تھے۔ جنگل کی رات بڑی گہری اور بڑی طویل لگتی ہے۔ میں نے حور بانو کے پاس آ کر اسے دیکھا۔ خوابیدہ حسن میں بلا کی کشش تھی۔

اس لمحے اس کی بند آنکھوں کے پیچھے کوئی سپنا نہیں تھا۔ ریحانہ اور کرم داد بھی کسی سپنے کے بغیر گہری نیند میں ڈوبے ہوئے تھے۔ دماغ پر خواب غفلت کی دھند چھائی ہوئی تھی۔ ٹیلی پیتھی کی ہدایت کے مطابق وہ کوئی خواب بھی نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ بعض خواب چونکا دیتے ہیں، آنکھ کھل جاتی ہے۔ اس لیے میں نے ہدایات دیتے وقت اس بات کا بھی خیال رکھا تھا کہ وہ خوابوں سے محروم رہیں۔

مجھے یقین تھا کہ اس لمحے حور بانو اگر خواب دیکھتی تو مجھے دیکھتی۔ کم از کم میں اسے دیکھ رہا تھا۔ جنگل، ویرانی، سناٹا اور تنہائی ہو تو ایسے میں شیطان ضرور ہوتا ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیطان کب نہیں ہوتا، کہاں نہیں ہوتا۔ وہ تو انسان کے اندر ضرور ہوتا ہے۔ یہی انسان کی سب سے بڑی عظمت ہے کہ وہ اپنے اندر کے شیطان کو دبائے رکھتا ہے۔ اس سے لڑتا ہے اور اپنی انسانیت کو برقرار رکھتا ہے۔

اسی انسانیت کے ناتے میں نے حور بانو کو اپنے متعلق صاف صاف بتا دیا تھا تاکہ وہ میرے متعلق شدت سے نہ سوچے۔ دلی اور دماغی طور پر میرے زیادہ قریب نہ آئے۔ میں نے اپنے متعلق صاف صاف اس لیے بھی بتا دیا تھا کہ اس جنگل میں جانے کب تک اس کا ہمسفر رہنا ہو گا۔

میں آگ کے پاس سے ہٹ گیا۔ بیشک ہم آگ کی طرف ہاتھ نہ بڑھائیں تو بھی وہاں سے کوئی چنگاری اڑ کر ہم تک پہنچ سکتی ہے، دوری زیادہ بہتر ہے۔ میں نے پانی کا کین اٹھایا پھر کرم داد کے پاس آ کر ایک چُلّو میں پانی لے کر اس کے منہ پر چھینٹے مارے۔ اس کے ساتھ ہی خیال خوانی کے ذریعے اسے بیدار ہونے کا حکم دیا۔ وہ اکدم سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے کہا۔ "تعجب ہے، تم تو گھوڑے بیچ کر سو رہے ہو جبکہ گھوڑے بیچنے والے چار عدد گھوڑے ہمیں دے کر چلے گئے ہیں۔"

وہ ایکدم سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ شدید حیرانی سے کبھی گھوڑوں کو اور کبھی لاشوں کو دیکھنے لگا۔ اس نے میری طرف پلٹ کر پوچھا۔ "یہ کیا؟ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ میری آنکھ کیوں نہ کھلی؟"

"اسی بات پر میں حیران ہوں۔ دیکھ لو، ابھی تک حور بانو اور ریحانہ بھی سو رہی ہیں۔ میں صرف تمھی کو نہیں، انھیں بھی آوازیں دے چکا ہوں۔"

"تم ہمیں جھنجوڑ کر اٹھا تو سکتے تھے۔"

"دشمنوں نے اتنے عجیب تماشے دکھائے ہیں اور مجھے اس طرح گم صم کر رکھا تھا کہ تمھارے پاس آ کر تم لوگوں کو جھنجوڑ بھی نہیں سکتا تھا۔ یہ تماشا ختم ہونے کے بعد میں نے تمھارے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے ہیں۔"

میں نے تھوڑا تھوڑا سا پانی چُلّو میں لیا۔ باری باری حور بانو اور ریحانہ کے منہ پر چھینٹے مارے اور خیال خوانی کے ذریعے انھیں بھی بیدار کرتا گیا۔ وہ بھی آنکھیں کھولنے کے بعد پہلے تو گم صم سی ہمیں دیکھتی رہیں۔ جب گھوڑوں کے ہنہنانے سے ان کی توجہ اُدھر گئی تو وہ بھی شدید حیرانی سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئیں، طرح طرح کے سوالات کرنے لگیں۔ میں نے کہا۔ "یہاں چھ گھڑ سوار آئے تھے۔ انھوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ شاید ہمیں اپنے سردار کے پاس لے جانا چاہتے تھے لیکن ان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔"

کرم داد نے پوچھا۔ "کیسا اختلاف؟"

میں نے حور بانو کی طرف دیکھا پھر ریحانہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ان میں سے چار گھڑ سواروں کی نیت خراب ہو گئی تھی۔ وہ ریحانہ اور حور بانو کو یہاں سے کسی خفیہ ٹھکانے میں لے جانا چاہتے تھے۔ باقی دو گھڑ سوار ان کی مخالفت کر رہے تھے۔ ان میں تکرار ہونے لگی۔ وہ چاروں اس بات پر بضد تھے کہ پہلے حور بانو اور ریحانہ کو یہاں سے لے جایا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سردار کے وفاداروں میں سے ایک نے غصے میں فائرنگ کی۔ جس کے نتیجے میں ایک ہلاک ہوا۔

کرم داد نے اپنے سر کو شدید جھنجلاہٹ سے ہلاتے ہوئے کہا "نہیں نہیں، میں یقین نہیں کر سکتا۔ میرے قریب فائرنگ ہوئی اور میں سوتا رہا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟"

"یہ لاشیں تم خود ہی دیکھ رہے ہو۔ تم سوتے رہے، فائرنگ صرف ایک بار نہیں ہوئی تھی، کئی بار ہوئی، کئی نشانے خطا ہوئے اور کئی نشانوں پر گولی لگی جس کے نتیجے میں پانچ لاشیں نظر آ رہی ہیں۔ جب چھٹا سوار تنہا رہ گیا تو مجھے ریوالور نکالنے کا حوصلہ ہوا لیکن اس سے پہلے ہی وہ یہاں سے بھاگ گیا۔"

حور بانو نے بھی شدید حیرانی سے پوچھا "یعنی تم نے ایک گولی بھی نہیں چلائی اور یہ پانچوں مر گئے اور چھٹا بھاگ گیا؟"

ریحانہ نے کہا "مجھے بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔ یہاں اتنی زبردست فائرنگ ہوئی۔ پانچ لاشیں نظر آ رہی ہیں۔ چار گھوڑے بندھے ہوئے ہیں اور ہمیں خبر تک نہ ہوئی۔"

"ان چاروں کو تو میں نے باندھا ہے۔ یہ آئندہ ہمارے کام آئیں گے۔ البتہ مجھے بھی شدید حیرانی ہے، تم تینوں میں سے کسی ایک کی بھی آنکھ کیوں نہیں کھلی؟"

کرم داد ایک درخت سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اپنی دونوں مٹھیوں میں سر کے بالوں کو جکڑ کر کہ۔ "باتھا" میں نے اتنی زبردست ٹریننگ حاصل کی ہے۔ فی فی سینٹ کا افسر مجھے کہتا تھا کہ میں بہت محتاط اور چوکس رہنے والا آدمی ہوں، سوتا بھی ہوں تو ایک آنکھ سے ایک آنکھ سے جاگتا رہتا ہوں لیکن آج کیا ہو گیا؟ میں کیسے سوتا رہ گیا؟"

میں نے ہرن کے بچے ہوئے گوشت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے، تم لوگوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا تھا اگر میں نے برائے نام چکھا تھا۔ اسی لیے میں جاگتا رہا ہوں اور تم تینوں سوتے رہے ہو۔ پیٹ بھر کر کھانے کی وجہ سے تھکن کے باعث بھی گہری نیند میں تھے۔"

"جتنی بھی گہری نیند ہو، میں پیٹ بھر کر کھانے کے باوجود اور تھکن کے باوجود ہلکی سی آہٹ پر چونک جاتا ہوں آنکھ کھل جاتی ہے۔ پھر آج ایسا کیوں نہیں ہوا؟"

"تم تو بار بار ایسے کہہ رہے ہو جیسے میں نے تمہیں لوری دے کر سلایا ہو اور تمہیں اٹھنے سے منع کر دیا ہو۔"

ریحانہ نے کہا "کرم داد! اپنے دماغ سے جھنجلاہٹ کو دور کرو۔ میں سمجھتی ہوں، تمہیں اس بات کی شرمندگی ہے کہ باہر تنہا دشمنوں کے درمیان جاگتا رہا اور تم گہری نیند سوتے رہے۔"

حور بانو نے کہا "بہر حال جو ہونا تھا ہو چکا ہے۔ ہمیں اب آئندہ پیش آنے والے حالات کے متعلق سوچنا ہو گا۔ ورنہ جو ایک شخص یہاں سے بھاگ کر گیا ہے، وہ دوبارہ ضرور آئے گا اور اب کے اچھی خاصی فوج کے ساتھ آئے گا کیونکہ پانچ آدمیوں کا انجام اس کے سامنے ہے۔"

کرم داد اور ریحانہ ان لاشوں کے پاس گئے اور پھر ان کی کمر سے اور شانوں سے کارتوس کی پیٹیاں اتارنے لگے۔ ان کی رائفلیں بھی سمیٹ کر لے آئے۔ اس دوران کرم داد نے کہا "ہمیں یہاں سے کچھ دور جا کر پڑاؤ ڈالنا چاہیے۔ اب کی بار کسی درخت پر مچان بنانا چاہیے۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ کافی رات گزر چکی ہے۔ ابھی تو گیارہ بج کر پچیس منٹ ہوئے ہیں۔"

میں نے کہا "ہم درختوں پر مچان بنا کر چھپیں گے لیکن یہ نیچے گھوڑے بندھے رہیں گے۔ ہم انہیں یہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔"

کرم داد نے کہا "ہم زیادہ دور نہیں جائیں گے۔ گھوڑے یہیں بندھے رہیں گے۔"

"نہیں کرم داد! یہاں پانچ لاشیں ہیں۔ ہرن کا بچا ہوا گوشت ہے۔ تم دیکھ رہے ہو گیدڑ اور مردار کھانے والے جانور جمع ہوتے جا رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں۔ اگر ہم گھوڑے چھوڑ کر جائیں گے تو خونخوار درندے انہیں بے بس اور بندھا ہوا دیکھ کر ان پر بھی حملہ کریں گے۔"

کرم داد نے قائل ہو کر کہا "ہم گھوڑے ساتھ لے چلیں گے جہاں مچان بنائیں گے اسی درخت کے نیچے باندھ لیں گے۔ دشمن ان کے ذریعے ہم تک پہنچ سکتے ہیں تو پہنچے دو۔ ہمارے پاس اتنے ہتھیار ہیں اور اتنے کارتوس ہیں کہ صبح تک فائرنگ کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔"

یہ طے پانے کے بعد ہم نے تمام سامان سمیٹا۔ ایک ایک رائفل اپنے شانے سے لٹکائی اور کارتوس کی پیٹیاں کمر سے باندھ لیں۔ بیگ پشت پر لاد لیا پھر ایک ایک گھوڑے کی لگام پکڑ کر وہاں سے چل پڑے۔

ہم وہاں سے چند قدم تک گئے تھے کہ اچانک ہی زمین جیسے قدموں کی آوازوں سے دہلنے لگی۔ چاروں طرف سے دوڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہم نے اپنی اپنی رائفلیں سنبھال لیں۔ دیکھا تو جانور ان لاشوں کی طرف دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ ان کا رخ ہماری طرف نہیں تھا۔ ہم فوراً ہی پلٹ کر وہاں سے تیز قدم اٹھاتے ہوئے جانے لگے۔ کرم داد نے پوچھا "ہم گھوڑوں پر کیوں نہ چلیں؟"

حور بانو نے ہچکچاتے ہوئے کہا "میں نے کبھی گھوڑے کی سواری نہیں کی۔ گر پڑوں گی۔"

ہم تیزی سے چلتے ہوئے باتیں کرتے جا رہے تھے۔ ریحانہ نے کہا "ایک گھوڑا خالی رہے گا۔ اس کی لگام تھام لی جائے گی۔ تم باہر کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔"

اس نے ہچکچاتے ہوئے سر گھما کر میری طرف دیکھا۔ نظریں ملتے ہی سر کو جھکا لیا۔ چپ چاپ چلنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ میں کیسے بیٹھوں، اللہ ہیں نہیں بیٹھوں گی۔ مجھے شرم آتی ہے۔

میں نے کہا "ریحانہ! تم حور بانو کو اپنے ساتھ بٹھا لو۔"

یہی ہوا۔ ہم چاروں تین گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ ریحانہ نے حور بانو کو اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ دوسرے خالی گھوڑے کی لگام میں نے تھام لی۔ اس لیے ہم چلنے کی تھکن سے بچ گئے۔ گھوڑوں کی رفتار تیز نہیں تھی کیونکہ جنگل کے راستے دشوار گزار تھے۔ حالانکہ چاندنی رات تھی، راستہ صاف نظر آ رہا تھا پھر بھی ہم نے ایک مناسب رفتار قائم رکھی۔ تقریباً دو گھنٹے میں ایک اندازے کے مطابق چھ میل کا فاصلہ طے کر لیا۔

کرم داد نے ایک جگہ رکنے کا اشارہ کیا۔ پھر گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھے ہی بیٹھے چاروں طرف گھومتے ہوئے بولا۔ "یہ جگہ زیادہ مناسب ہے۔ اگر ہم کسی درخت پر مچان بنا لیں تو دور تک آنے والے دشمنوں کو دیکھ سکتے ہیں۔"

ان چوکنے سواروں کے پاس میگافون کے علاوہ ایک دوربین بھی تھی۔ حسے میں نے اپنے گلے سے لٹکا لیا تھا۔ میں نے اس دوربین کو آنکھ سے لگاتے ہوئے چاروں طرف دیکھا پھر ایک سمت رک گیا۔ بہت دور ہلکی سی روشنی نظر آ رہی تھی۔ جیسے کوئی لالٹین یا دیا جل رہا ہو۔ میں نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "روشنی دکھائی دے رہی ہے۔ ہو سکتا ہے، وہ کسی کا مکان ہو یا ڈاکوؤں نے اپنی ایک چھوٹی سی چوکی بنا رکھی ہو۔"

کرم داد گھوڑے کو دوڑاتا ہوا میرے پاس آیا پھر مجھ سے دوربین لے کر اسی سمت دیکھنے لگا۔ اس کے بعد بولا "ٹھیک ہے، ہم ادھر ہی چلتے ہیں۔ کچھ دور جانے کے بعد گھوڑوں سے اتر جائیں گے اور آہستہ آہستہ اس روشنی کی طرف جائیں گے پھر جیسے حالات ہوں گے، ویسا ہی کیا جائے گا۔"

ہم نے ویسا ہی کیا۔ تقریباً اس روشنی سے آدھے فرلانگ کے فاصلے پر رک گئے۔ وہ ایک چھوٹا سا کچا مکان تھا۔ دوربین کے ذریعے لالٹین کی روشنی میں صاف نظر آ رہا تھا۔ ایک شخص چارپائی پر لیٹا ہوا تھا، شاید سو رہا تھا۔ اس کی رائفل دیوار سے ٹکی ہوئی تھی۔ ہم نے باری باری دوربین لگا کر دیکھا۔ کرم داد نے کہا "میں سونے والے دشمن پر کبھی حملہ نہیں کرتا۔ اب دیکھنا ہے کہ وہ ایک ہے یا اور بھی کچھ لوگ ہیں جو اندر آرام کر رہے ہیں۔"

"جب انہیں جگانا ہے اور مقابلہ کرنا ہے تو پھر دبے قدموں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم سب اپنے اپنے گھوڑوں پر جائیں گے اور اس مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ وہاں جو بھی ہیں، وہ گھوڑوں کی ٹاپیں سن کر جاگ جائیں گے اور ہمیں للکاریں گے۔ کیا حور بانو نے کبھی رائفل چلائی ہے؟"

"میں نے کالج میں باقاعدہ رائفل شوٹنگ کی تربیت حاصل کی ہے۔"

"ہم جس طرح اس مکان کے چاروں طرف محاذ بنانے والے ہیں، تم اس کے مطابق ریحانہ کے ساتھ سوار ہو کر.... ں محاذ پر جاؤ گی جبکہ دو عورتوں کا ایک محاذ پر رہنا مناسب نہیں ہے۔"

"وہ کیوں؟"

میں نے کہا "دو عورتیں ایک جگہ ہوتی ہیں تو تمام جھگڑے بھول کر باتوں میں لگ جاتی ہیں۔"

ریحانہ نے ہنستے ہوئے کہا "حور بانو! یہ بات نہیں ہے، دراصل میرا بھی دشمنوں سے مقابلہ کرنے کا یہ پہلا عملی تجربہ ہے۔ ہم دونوں ایک محاذ پر نہیں رہ سکتیں۔ ایسا کرو، تم باہر کے ساتھ چلی جاؤ۔ میں کرم داد کے ساتھ رہوں گی۔ اس طرح ہم اس مکان کو آگے اور پیچھے دو طرف سے گھیر لیں گے۔"

حور بانو کو اس تجویز پر عمل کرنا ہی تھا، نہ کرتی تو اور کیا کرتی۔ ریحانہ کے گھوڑے سے اتر کر آہستہ آہستہ آئی اور میرے ساتھ بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "ہمارا کام یہ ہو گا کہ فائرنگ میں کروں گا۔ خالی رائفل تمہیں دیتا جاؤں گا۔ تم رائفل لوڈ کر کے دیتی رہو گی۔"

ہم وہاں سے آگے بڑھے۔ کرم داد اور ریحانہ مکان کے اگلے حصے کی طرف جا رہے تھے اور ہم پچھلے حصے کی طرف۔ پھر اس مکان کے قریب پہنچتے ہی کرم داد نے جنگلیوں کی طرح ایک نعرہ لگایا "ای - ہا ہا...."

اس نے ایڑ لگائی۔ اسی طرح چیختا چنگھاڑتا ہوا گھوڑے کو دوڑانے لگا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ اس مکان میں جیسے بھونچال مچ گیا۔ کرم داد نے دو بار فائرنگ کی تھی۔ میں بھی مکان کے پچھلے حصے تک پہنچتے پہنچتے دو بار فائر کر چکا تھا۔ پھر ایک بڑے سے درخت کے پیچھے جا کر رک گیا۔ حور بانو کے ایک ہاتھ کو تھام کر کہا "فوراً نیچے اترو اور درخت کی آڑ میں کھڑی ہو جاؤ۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ اس کے بعد میں بھی اترا۔ ہم نے اپنے دونوں گھوڑے اسی درخت کے ساتھ باندھ دیے۔ پھر میں نے کہا "اب میرے ساتھ دوڑتی ہوئی اس سامنے والے درخت کی طرف چلو۔"

اس دوران اندر سے ایسی چیخنے کی آوازیں سنائی دیں جس کے متعلق ہم توقع بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہاں مرد نہیں، عورتیں چیخ رہی تھیں۔ میں نے کرم داد کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ سامنے برآمد سے میں جو شخص سویا ہوا تھا، وہ بیدار ہو چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں رائفل تھی مگر وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "دیکھو، فائر نہ کرنا۔ یہاں کوئی مقابلہ نہیں کرے گا۔ یہاں عورتیں ہیں۔"

وہ مکان دور سے چھوٹا لگتا تھا مگر قریب جانے پر پتا چلا کافی خاصا بڑا سا مکان ہے۔ اس میں کئی کمرے ہوں گے۔ کرم داد نے کہا "اگر تم تنہا ہو اور اندر عورتیں ہیں تو ہم گولی نہیں چلائیں گے۔ تم رائفل کو نال سے پکڑ کر اوپر ہاتھ اٹھائے ہوئے ہمارے پاس آ جاؤ اور عورتوں کو حکم دو کہ وہ چادر اوڑھ کر مکان سے نکل کر ایک قطار میں کھڑی ہو جائیں۔"

اب اندر کمروں میں بھی روشنی ہو گئی تھی۔ مکان کے پچھلے دروازے کھل رہے تھے۔ میں نے للکار کر کہا "خبردار، یہاں سے کوئی فرار ہونے کی کوشش کرے گا تو گولی مار دوں گا۔"

چند عورتیں دروازے پر نظر آئی تھیں۔ وہ واضح طور سے دکھائی نہیں دے رہی تھیں لیکن لالٹین کی زرد روشنی اور چاندنی میں اتنا سمجھا جا سکتا تھا کہ وہ عورتیں ہی ہیں۔ وہ میری للکار کو سنتے ہی دروازے پر رک گئی تھیں اور ہمیں دیکھ رہی تھیں۔ میں نے ایک بار پھر للکار کر کہا "دروازے بند کر دو۔ جو حکم دیا جا رہا ہے اس پر عمل کرو۔ تم سب سامنے والے دروازے سے باہر نکل سکتی ہو۔"

ایک عورت کچھ دلیر تھی۔ اس نے بلند آواز سے کہا۔ "تم جو کوئی بھی ہو ہمارے لیے تو رحمت کا فرشتہ ہو۔ یہ ڈاکو ہمیں زبردستی پکڑ لائے ہیں۔ اگر تم پولیس والے ہو تو ہماری مدد کرو۔"

میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے اس مکان کے اندرونی منظر کو دیکھا۔ کچھ عورتیں تھیں اور یا لبھی جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ بھی تھے یعنی کہ تیسری صنف والے بھی موجود تھے۔ ایک خسرے نے تالی پیٹ کر اس عورت سے کہا "اے کلموہی، بولے جا رہی ہے۔ ٹھائیں سے گولی لگے گی، تجھے نہیں لگے گی، مجھے لگ جائے گی۔ تیرا کیا جائے گا، میں بھری جوانی میں اٹھ جاؤں گی۔"

میں نے اس عورت کے ذریعے معلوم کر لیا۔ مکان میں صرف چار کمرے تھے۔ کسی کمرے میں بھی کوئی مرد چھپا ہوا نہیں تھا حالانکہ وہ عورتیں ان کو بھی مرد کہہ رہی تھیں۔ انھیں کسی حال میں بھی اپنے جیسی عورتیں تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھیں۔

میں نے حور بانو سے کہا "اب اپنی رائفل سنبھالو اور چلو۔ وہاں صرف عورتیں ہیں۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

ہم نے اپنے گھوڑوں کی لگامیں تھامیں اور کان کے پچھلے حصے میں پہنچے۔ لکڑی کے ستون سے دونوں گھوڑوں کو باندھنے کے بعد رائفل کے کندے کو دروازے پر مارتے ہوئے کہا "دروازہ کھولو ہم آ گئے ہیں۔"

دروازہ کھول دیا گیا۔ میرے ساتھ ایک عورت کو دیکھ کر اُن عورتوں نے اطمینان کا اظہار کیا۔ ہم اندر آئے تو عورتوں اور خسروں کی اچھی خاصی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ وہ سب ایک کمرے میں جمع ہو گئے تھے۔ ان کی تعداد تقریباً پچیس ہو گی۔ ایک خسرا تالی پیٹ کر آگے بڑھا، میرے سامنے آ کر میری بلائیں لیں اور کہا "ہائے، کیا بانکا جوان ہے۔ میرا نام بانکی ہے۔"

اس نے ایک ذرا مکر لچکا کر انگڑائی لی۔

انگڑائی لیتے ہی حور بانو میرے سامنے ڈھال بن کر آ گئی۔ رائفل تان کر غصے سے بولی "ہم ولیوانوں کو گولی مار دیتے ہیں۔ بتاؤ وہ دو دولہا نے کون ہیں؟"

خسرا سہم گیا۔ ہائے اللہ کہہ کر اچھلتے ہوئے ذرا پیچھے گیا پھر خسروں کے پیچھے چھپنے لگا۔ ہم ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے اگلے دروازے کو کھول کر باہر آئے۔ سامنے پہرہ دینے والے نے اپنی رائفل کرم داد کے سامنے پھینک دی تھی اور اس کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا۔ میں نے کہا "ہم دیکھ چکے ہیں، اندر کوئی چھپا ہوا نہیں ہے۔ یہاں کچھ اصلی عورتیں ہیں اور کچھ خود کار۔"

کرم داد نے پوچھا "یہ خود کار کیا ہوتی ہیں؟"

میرے جواب دینے سے پہلے ہی اندر تالیاں پیٹنے کی آواز آئی۔ اس کے ساتھ ہی خسرے ایک ساتھ بلند آواز سے لٹک لٹک کر گانے لگے۔

یہ کیسا کل جگ ہائے
جنگل میں منگل ہائے
یہ جان ہے اس کی امانت
جو ہم کو بچانے آئے
ہائے ہائے ہائے

کرم داد حیرت سے دیدے پھیلا کر اپنا سر کھجانے لگا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا "ہم سب کو دہشت گردی کی تنظیم میں بڑے خطرناک دشمنوں سے نمٹنے کے ہزاروں داؤ پیچ سکھائے گئے ہیں۔ ذرا ان خسروں سے نمٹ کر دکھاؤ۔"

ریحانہ نے پوچھا "لیکن ان عورتوں اور خسروں کی بھیڑ کیوں لگائی گئی ہے؟"

پہرہ دینے والے نے کہا "کل رانگا ماما کے ہاں شہر کے بڑے بڑے معزز مہمان آ رہے ہیں۔ ان کا استقبال کرنے، انھیں خوش کرنے کے لیے عورتوں اور خسروں کو بلایا گیا ہے۔"

ایک عورت نے دروازے کے باہر آ کر چیختے ہوئے کہا "یہ جھوٹ کہتا ہے۔ ہمیں بلایا نہیں گیا، زبردستی لایا گیا ہے۔ ہم پر ظلم کیا گیا ہے۔ ہمیں جانوروں کی طرح پانچ میل دور سے ہانکتے ہوئے لایا گیا ہے۔ ان کے آدمی گھوڑوں پر سوار تھے اور ہمیں پیدل چلایا گیا۔"

کرم داد نے رائفل کے کندے سے چوکیدار کو ایک ضرب لگائی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے زمین پر گر پڑا۔ "ذلیل آدمی! تم عورتوں کی عزت نہیں کرتے تو ان کی بے عزتی تو نہ کرو۔ انھیں تم نے پیدل چلایا ہے۔ ہم تمھیں گھوڑے کی زین سے باندھ کر گھسیٹتے ہوئے لے جائیں گے۔ بتاؤ تمھارے باقی ساتھی کہاں ہیں؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "رات ہو گئی تھی۔ ان عورتوں کو جنگل سے لے کر گزرنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ یہ تھکی ہوئی بھی تھیں اور سہمی ہوئی بھی، اس لیے ہم نے یہاں پڑاؤ کیا۔ صبح ہمارے آدمی آئیں گے اور انھیں لے جائیں گے۔"

ہاری باری عورتیں نکلتی جا رہی تھیں اور اپنا دُکھڑا سناتی جا رہی تھیں۔ ان میں تقریباً سبھی شریف گھرانے کی غریب عورتیں تھیں۔ ان علاقوں کے جاگیرداروں، وڈیروں اور بااثر لوگوں نے ان کے والدین کو مجبور کیا تھا، انھیں دھمکیاں دی تھیں کہ اگر وہ اپنی لڑکیوں کو ووٹوں کے لیے ان کے حوالے نہیں کریں گے تو جبراً اغوا کیا جائے گا۔ پھر اس کے بعد لڑکیوں کی واپسی ممکن نہیں رہے گی۔ اگر وہ اپنی عزت چاہتے ہیں تو چپ چاپ لڑکیوں کو ان کے حوالے کر دیں۔ وہ امانت کے طور پر لے جائیں گے اور ووٹوں کے بعد واپس کر دیں گے۔

کتنے ہی غریب والدین نے سوچا کہ لڑکیاں چپ چاپ جائیں گی اور چپ چاپ آئیں گی تو عزت رہ جائے گی۔ انھوں نے لڑکیوں کو ان کے حوالے کر دیا تھا۔ کچھ نے انکار کیا تھا جس کے نتیجے میں کسی کے والدین مارے گئے تھے اور کسی کے ہاں سے زبردستی لڑکیاں اٹھائی گئی تھیں۔

وہ چوکیدار ابھی تک زمین پر پڑا ہوا تھا۔ حور بانو نے آگے بڑھ کر اس کے حلقوم پر اپنا ایک پاؤں رکھ دیا۔ پھر شدید نفرت سے اسے ٹھوکر مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اپنی رائفل سنبھالتے ہوئے بولی "بابر! تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ رائفل شوٹنگ آتی ہے یا نہیں۔ میں اپنا نشانہ دکھانا چاہتی ہوں۔"

چوکیدار تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔ پھر گڑگڑاتے ہوئے بولا "مجھے معاف کر دو۔ میں تو صرف پہرہ دے رہا تھا۔"

کرم داد نے پوچھا "اگر اس مکان میں تمھاری بیٹی اور بہن کو لایا جاتا تو کیا تم اس وقت بھی اسی طرح پہرہ دیتے اور ڈاکوؤں کو دوسری صبح انھیں یہاں سے لے جانے کی اجازت دیتے؟"

وہ چپ رہ کر تھوک نگلنے لگا۔ حور بانو نے کہا "چلو اٹھو، میں تمھیں یہاں سے بھاگنے کا موقع دیتی ہوں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا تو ہو گیا مگر اس کے گھٹنے کانپ رہے تھے۔ وہ التجا کر رہا تھا "مجھے معاف کر دو۔ میں یہاں سے جاؤں گا۔ پھر کبھی نہیں آؤں گا۔ کبھی ایسا کام نہیں کروں گا۔"

"موت کے آگے سبھی توبہ کرتے ہیں تاکہ دوسری زندگی مل جائے، اگر تمھارے نصیب میں دوسری زندگی ہو گی تو میرا نشانہ خطا ہو گا اور تم بچ جاؤ گے۔ چلو جاؤ، بھاگنے کا موقع مل رہا ہے بھاگو۔"

وہ پلٹ کر بھاگنا چاہتا تھا، حور بانو نے ڈانٹ کر کہا۔ "رک جاؤ۔ میں نے اس طرح نہیں کہا تھا۔ تم ان عورتوں کو پیدل چلا کر لائے ہو۔ پتا نہیں کتنوں کو گھسیٹا بھی ہو گا۔ لہٰذا اپنے ہاتھ پاؤں زمین پر ٹیک دو اور جانوروں کی طرح رینگتے ہوئے جاؤ۔ تم نے عورتوں کو انسان نہیں سمجھا۔ میں تمھیں کیسے انسان سمجھوں۔"

اس نے بے بسی سے حور بانو کی طرف دیکھا۔ میں نے ڈپٹ کر کہا "تم نے حکم نہیں سنا؟ کیا تم چاہتے ہو، فوراً گولی مار دی جائے، تمھیں بھاگنے کا موقع نہ دیا جائے؟"

اس نے فوراً ہی ہاتھ پاؤں زمین پر ٹیک دیے پھر کسی چوپائے کی طرح دوڑنے لگا۔ وہ تیزی سے دوڑتا جا رہا تھا۔ حور بانو نے زمین پر دونوں گھٹنے ٹیک دیے، رائفل کو کاندھے سے لگایا پھر اس کا نشانہ لینے لگی۔ وہ رینگتے ہوئے چیخ رہا تھا، گڑگڑا رہا تھا "نہیں نہیں، مجھے گولی نہ مارو مجھے نہ مارو۔"

وہ کبھی اِدھر بھاگ رہا تھا کبھی اُدھر تاکہ گولی چلے تو اس کا نشانہ نہ بن سکے جیسے سانپ بل کھا کر کبھی دائیں جاتا ہے کبھی بائیں اور اس طرح دور نکلتا جاتا ہے۔ وہ بھی دور نکلتا جا رہا تھا۔ پھر میں نے کہا "فائر۔"

ٹھائیں سے ایک گولی چلی اور وہ رینگنے والا زمین سے اُچھل کر پھر زمین بوس ہو گیا۔ حور بانو نے اٹھتے ہوئے مجھ سے پوچھا "کیسا نشانہ ہے؟"

میں نے قریب آکر آہستگی سے کہا۔ "آج تک کسی عورت کا فشانہ خطا نہیں ہوا۔ کسی بھی مرد سے پوچھ لو۔"

اس نے بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے گھور کر دیکھا۔ گھورنے کے انداز میں بڑا پیار تھا۔ چاندنی اس کی جھیل جیسی شفاف آنکھوں میں اتر رہی تھی اور اس کی چمک میرے دل تک پہنچ رہی تھی۔ ہم مکان کے اندر آئے۔ کرم داد نے کہا۔ "آدھی رات باقی ہے۔ دشمن صبح آئیں گے۔ تم تمام عورتیں یہاں آرام کرو۔ کسی بات کی فکر نہ کرو۔ جب تک ہم زندہ ہیں، تم پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔"

ایک عورت نے کہا۔ "خدا کے لیے ہمیں ان خسروں سے الگ رکھو، ہمیں ایک کمرہ دے دو۔ ہم اسی میں رات گزار لیں گے۔"

ایک خسرے نے آگے بڑھ کر تالی پیٹتے ہوئے کہا۔ "اے ہم کوئی اچھوت ہیں؟ ہم بھی تمہاری جیسی عورتیں ہیں۔ ہماری بھی تو کوئی عزت ہے۔"

کرم داد نے کہا۔ "اپنا منہ کھولو، میں دیکھوں گا۔ تمہاری کتنی عزت ہے۔"

اس نے تالی پیٹ کر کہا۔ "لے کیا منہ کھولنے سے عزت نظر آجائے گی۔"

"ہاں، منہ صاف ہو تو دل صاف ہوتا ہے۔ دل صاف ہو تو عزت میلی نہیں ہوتی۔ منہ کھولو۔"

اس نے جیسے ہی منہ کھولا، کرم داد نے رائفل کی نال منہ میں گھسیڑ دی اور سخت لہجے میں بولا۔ "ذرا بھی حرکت نہ کرنا، گولی چل جائے گی۔"

اب وہ خسرا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ منہ کے اندر رائفل کی نال گھسی ہوئی تھی۔ دوسرے خسرے بھی سہمے ہوئے تھے۔ کرم داد نے کہا۔ "میں تم سب کو مجبوراً برداشت کر رہا ہوں جب تک تمہاری واپسی کا بندوبست نہ ہو، اپنی بے سری آوازیں نہ سنانا۔ جو میری اجازت کے بغیر منہ کھولے گا، اس کے منہ میں رائفل کی نال اسی طرح گھسیڑی جائے گی اور گولی آر پار ہو جائے گی۔"

اتنی سی دھمکی کافی تھی۔ ذرا سی دیر میں تمام خسروں کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا اور دوسرا کمرہ عورتوں کے لیے مخصوص کیا گیا۔ کرم داد نے کہا۔ "میں سامنے والے کمرے میں رہوں گا اور بار بار تم پچھلے کمرے میں رہو تاکہ ہم دونوں طرف نظر رکھ سکیں۔"

میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے تو نیند آرہی ہے۔"

حور بانو نے کہا۔ "تمہیں ضرور سونا چاہیے۔ ہم نے تو کسی حد تک نیند پوری کر لی ہے۔"

وہ میرے ساتھ پچھلے کمرے میں آئی۔ ہر کمرے میں کئی کئی چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں اور ان پر بستر لگے ہوئے تھے۔ اس سے پتا چلتا تھا، ڈاکو جب بھی ادھر سے گزرتے ہیں تو یہاں قیام کرتے ہیں۔ پھر صبح اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ میں تھکے ہوئے انداز میں بستر پر گر پڑا۔ حور بانو نے میرے ہاتھ سے رائفل لیتے ہوئے کہا۔ "آرام سے لیٹ جاؤ۔ آنکھوں کو بند کرو۔ میں تمہیں سلا دوں گی۔"

"کیا لوری سناؤ گی؟"

وہ ہنستے ہوئے میرے سرہانے آگئی۔ وہاں ایک چھوٹی سی چوکی پر بیٹھ کر میرے سر کو سہلاتے ہوئے بولی۔ "اس طرح سلاؤں گی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کیں۔ پھر دوسرے ہی لمحے اس تابعدار کے دماغ میں پہنچ گیا جو اپنے سردار رانگا ماما کے پاس گیا تھا۔ سب سے پہلے میں نے یہ اطمینان کیا کہ اس نے میری غیر معمولی صلاحیت کے متعلق کچھ کہا تو نہیں ہے؟

مجھے اطمینان ہو گیا۔ یوں بھی میں اس کے دماغ کو پڑھ کر پہلے ہی مطمئن ہو گیا تھا۔ اس رپورٹ کو سننے کے بعد سردار رانگا ماما نے غصے سے کہا تھا۔ "میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے آدمی کبھی دو حسین عورتوں کی خاطر بنتے ہوئے کام کو بگاڑ دیں گے۔ مجھے افسوس ہے، وہ مر گئے۔ میری حسرت رہ گئی۔ اب انھیں اپنے ہاتھوں سے نہیں مار سکوں گا۔"

پھر اس نے قریب آکر میرے تابعدار سے پوچھا تھا۔ "کیا واقعی وہ عورتیں بے حد حسین ہیں؟"

"جی ہاں، بے حد حسین ہیں۔ ان میں ایک تو ایسی تھی جیسے چاند کے سامنے میں چاند سورہا ہو۔ اس کے حسن کی تعریف نہیں کر سکتا۔ بس یہی کہتا ہوں کہ آسمان چاند سے روشن تھا اور زمین کا وہ ٹکڑا اس کے حسن سے منور تھا۔"

رانگا ماما کے دانت نکل رہے تھے۔ وہ بڑی ہوسناکی سے مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "بولو، بولو، اور آگے بولو۔ میں اس کے متعلق سننا چاہتا ہوں۔"

"اور کیا بول سکتا ہوں۔ ہمارے آدمیوں نے آپس میں لڑنے مرنے کا جو تماشا پیش کیا تھا، اس کے بعد میں اس عورت کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔ مجھے اپنی جان بچا کر یہاں تک آنا تھا۔ اس لیے چلا آیا۔"

رانگا ماما نے اپنی سیاہ گھنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ پھر مونچھوں کو تاؤ دیا۔ اس کے بعد دوسرا ہاتھ میرے تابعدار کے

شانے پر مارتے ہوئے کہا۔ "تم پھر جاؤ گے۔ اپنے ساتھ زیادہ سے زیادہ جوانوں کو لے جاؤ مگر اس حسینہ کو پیدل چلا کر نہ لانا۔ اس کے پاؤں میلے ہو جائیں گے۔"

میرے تابعدار سے سردار رانگا ماما کی اس گفتگو کے وقت میں موجود نہیں تھا۔ اب تابعدار خاصی تعداد میں جوانوں کو لے کر وہاں سے روانہ ہونے والا تھا۔ رانگا ماما نے حکم دیا تھا کہ میرا تابعدار پہلے ان نوجوانوں کے ساتھ ہمارے پاس پہنچے اور اس حسینہ یعنی حور بانو کو گھوڑے پر بٹھا کر آرام سے اس کے پاس روانہ کر دے۔ پھر باقی نوجوانوں کے ساتھ وہ اس مکان کی طرف جائے جہاں مختلف علاقوں سے نوجوان لڑکیاں اور خسرے لا کر جمع کیے گئے تھے۔ ہم سب کے لیے حکم تھا کہ ہمیں پیدل چلایا جائے اور گھوڑوں کی پیٹھ پر سوار ہو کر جو اتے کی نوک سے مارتے ہوئے لایا جائے۔

میرے تابعدار کا سفر طویل تھا۔ یعنی وہ رانگا ماما کے خفیہ اڈے سے تقریباً بیس جوانوں کے ساتھ چلا تھا۔ اسے پہلے ادھر جانا تھا جدھر ہم نے آگ روشن کر کے رات ساڑھے گیارہ بجے تک قیام کیا تھا۔ پھر وہاں سے اس مکان کی طرف آنا تھا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ یہاں پہنچتے پہنچتے صبح ہو جائے گی۔

میں نے خیال خوانی ختم کر دی۔ ہلکی ہلکی سی گنگناہٹ سنائی دے رہی تھی۔ حور بانو میرے بالوں کو سہلاتے ہوئے بڑے ہی میٹھے سُروں میں گنگنا رہی تھی۔ ایسے میٹھے انداز میں سلایا جائے تو کون نہیں سوئے گا لیکن میرا ذہن کسی بھی لوری کا یا گنگناہٹ کا یا میٹھے سُروں کا محتاج نہیں ہے۔ میری خیال خوانی مجھے پلک جھپکتے میں سُلا دیتی ہے اور پتہ بھی ہلکے سے کھڑکے تو جگا دیتی ہے۔

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم کبھی اتنی دیر سے سو رہے ہو؟"

"مجھے یوں نیند نہیں آئے گی۔ پہلے تم سو جاؤ۔"

"جب تک میں جاگتا رہتا، وہ کبھی نہ سوتی۔ میرے سامنے اسے جھپک محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے سوچا تھا، وہ میرے بعد سوئے گی۔

وہ انکار کرنا چاہتی تھی، میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے جماہی لینے پر مجبور کیا۔ اس کے دماغ سے تمام خدشات اجنبی جگہ کے اندیشے اور سوچ و فکر نکال دیے۔ جس کے دماغ میں سوچ و فکر نہ ہو، اندیشے نہ ہوں پھر بھلا وہ ہلکا پھلکا کیوں نہیں ہو گا۔ اس کی پلکیں بوجھل ہونے لگیں، وہ انکار کرنے کے بجائے بولی۔ "میں سونا تو نہیں چاہتی تھی مگر نہ جانے کیوں اچانک نیند آنے لگی ہے۔"

"اچانک نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پہلے تمہاری نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ میں نے جگا دیا تھا۔ اب آرام سے سو جاؤ۔"

اس نے شرماتے اور جھجکتے ہوئے مجھے دیکھا۔ میں نے دوسری طرف کروٹ بدل کر کہا۔ "میں تمہیں نہیں دیکھوں گا۔ آرام سے، اطمینان سے، مجھ پر اعتماد کر کے سو سکتی ہو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اعتماد تو میں بہت کرتی ہوں۔ اتنا کہ شاید آج تک زندگی میں کسی پر نہ کیا ہو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھی، بستر پر لیٹنا نہیں چاہتی تھی لیکن نیند پریشان کر رہی تھی اور میری ٹیلی پیتھی اس کے ذہن کو اس طرح تھپک رہی تھی کہ احساس نہیں ہو رہا تھا اور وہ نیند کی وادیوں میں جلد سے جلد پہنچ جانا چاہتی تھی۔ اس نے بستر پر لیٹتے ہوئے بھی مجھے دیکھا کہ کہیں میں کروٹ لے کر اس کی طرف دیکھ تو نہیں رہا ہوں۔ اس کے بعد اسے ہوش نہیں رہا۔ میں نے اسے آنکھیں بند کرنے پر مجبور کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب چکی تھی۔

ایک تو میں نے اسے اپنے متعلق سچ سچ بتا دیا تھا کہ نہ تو شادی کرنے والوں میں سے ہوں، نہ گھر گرہستی سے دلچسپی رکھنے والوں میں۔ میں ایک سیلانی آدمی ہوں اور وقت کے ساتھ بہتا چلا جاتا ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وقت کبھی واپس نہیں آتا، میں کبھی کبھی چاہنے والوں کی طرف لوٹ آتا ہوں۔

دوسری بار میں نے اپنے جاگنے کے دوران اسے سونے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ میری ذات سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتی تھی کہ میں اس کی تعریفیں کرتا ہوں۔ اسے چاہتا بھی ہوں مگر ساتھ ہی ساتھ اس کی عزت بھی کرتا ہوں۔

میں نے ایک بار کمرے پر نظر ڈالی۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے دماغ کو ہدایت دی کہ رات کے تین بجے تک گہری نیند سوتا رہوں۔ اگر اس دوران کوئی آہٹ ہو، کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ فوراً کھل جائے۔

یہ ہدایت دے کر میں سو گیا۔ میں اپنی داستان میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ دماغ کو ہدایت دینا، اس کے مطابق سونا، اس کے مطابق جاگنا، یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کا کمال نہیں ہے۔ ایک عام آدمی بھی مشق کر کے ایسا کر سکتا ہے لیکن مشق کرنے کے لیے لازمی ہے کہ اپنے ذہن کو ایک مرکز پر لائے۔ تمام خیالات دل سے نکال کر صرف ایک بات کو ذہن میں رکھے کہ وہ سونے جا رہا ہے اور اپنے دماغ

کو جو ہدایت دے رہا ہے اسی ہدایت کے مطابق وہ جئے گا اور اسی ہدایت کے مطابق جاگے گا۔ نیند کے دوران کوئی غیر معمولی بات ہوگی یا آہٹ سنائی دے گی تو آنکھ فوراً کھل جائے گی۔

دنیا میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جو ٹیلی پیتھی سے ذرا بھی واقفیت نہیں رکھتے لیکن اپنے وقت کے ایسے پابند ہوتے ہیں کہ رات کو سوتے وقت جو ارادہ کر لیتے ہیں اسی کے مطابق صبح ان کی آنکھ کھلتی ہے اور اگر رات میں کوئی غیر معمولی بات ہو جائے تو اس وقت بھی وہ فوراً بیدار ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک آزمودہ بات ہے جسے کوئی بھی آزما کر دیکھ سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے آپ پر پوری طرح اعتماد کرتے ہوئے یہ ذہنی مشق جاری رکھے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، صرف ایک ہفتے کے اندر سونے اور جاگنے کے معاملے میں اس کا دماغ اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگے گا۔

رات کے تین بجے میری آنکھ کھل گئی۔ چاروں طرف گہرا سناٹا تھا۔ لالٹین کی روشنی برائے نام رہ گئی تھی۔ شاید اس میں مٹی کا تیل ختم ہونے والا تھا۔ میں نے کروٹ بدل کر حور بانو کی طرف دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ پھر میں نے کرم داد کی خبر لی۔ وہ مکان کے برآمدے میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رائفل تھی۔ دوسری رائفل شانے سے لٹکی ہوئی تھی اور ریوالور جیب میں رکھا ہوا تھا۔ وہ اپنی ذمے داریوں اور اپنے فرائض سے غفلت برتنے والا شخص نہیں تھا۔ اسے دو باتیں پریشان کر رہی تھیں۔ ایک تو یہ کہ جب چھ گھڑ سوار آئے تھے تو بابر تنہا جاگ رہا تھا اور وہ خود سو رہا تھا۔ اسکی نیند کے دوران پانچ دشمن مارے گئے تھے اور اس کا کریڈٹ بابر کو حاصل ہو گیا۔ وہ مجھ سے جلتا یا حسد نہیں کرتا تھا لیکن جہاں مردانگی، شجاعت اور اپنے جوہر دکھانے کی بات آتی تھی وہاں وہ کسی بھی بابر سے پیچھے نہیں رہنا چاہتا تھا۔

دوسری پریشانی یہ تھی کہ وہ گہری نیند کیسے سو تا رہ گیا جبکہ ہمیشہ ایک آنکھ سے سونے اور ایک آنکھ سے جاگنے کا عادی رہا ہے۔

رات کے تیسرے پہر وہ یہی باتیں سوچ رہا تھا۔ اب یہ میرے بس میں نہیں تھا کہ میں دشمنوں کو کہیں سے بلاتا اور اس کے دل کی بھڑاس نکال دیتا۔ تاکہ وہ تنہا ان سے مقابلہ کر کے کم از کم پانچ دشمنوں کو مار کر میری برابری کر لے۔ اگر دشمن اس وقت آتے تو میں یہیں سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے کام آتا رہتا۔ اسے پتا بھی نہ چلتا اور اس کی ذہنی پریشانی دور ہو جاتی۔

میں نے ریحانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ کرم داد اسے دل و جان سے چاہتا تھا۔ اس وقت جاگ کر پہرہ دینے میں ایک یہ جذبہ بھی موجود تھا کہ وہ اپنی محبت کے لیے جاگ رہا ہے اور اسے آرام سے سلا رہا ہے حالانکہ وہ اس کے دشمنوں کی بیٹی اور بہن تھی لیکن اس نے اس کا جس انداز میں ساتھ دیا تھا، اسے جس طرح زمین سے آسمان تک پہنچایا تھا، کرم داد کبھی اسے بھول نہیں سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ریحانہ کو ٹوٹ کر چاہتا تھا۔

اچانک رات کی خاموشی مجروح ہونے لگی۔ میں نے کان لگا کر سنا۔ دور بہت دور سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے کوئی گاڑی چل رہی ہو۔ یقیناً اس جنگل سے کوئی گنجار استہ بھی گزرتا ہوگا ورنہ گاڑی کی آواز سنائی نہ دیتی۔ وہ کوئی کار، جیپ، یا ٹھاکر گن تھی۔ میں نے کرم داد کے دماغ سے معلوم کیا۔ وہ آواز سن رہا ہے یا نہیں؟ بھلا وہ کیسے نہ سنتا۔ وہ تو ہلکی سی آہٹ پر جاگ جانے والا آدمی تھا۔ وہ فوراً ہی مکان کے پچھواڑے پہنچ گیا جہاں سے آواز آ رہی تھی۔

اس کی یہ بڑی خواہش تھی کہ میری آنکھ نہ کھلے اور وہ تنہا آنے والوں کا مقابلہ کر سکے۔ یہ بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ آنے والے دشمن ہی ہوں گے۔

میں نے اس کے دماغ میں یہ بات پیدا کی۔ اگر آنے والوں نے اس مکان کو گھیر لیا تو وہ تنہا چاروں طرف سے ہونے والی فائرنگ کا کس طرح جواب دے سکے گا جب کہ مکان کی چھت پر بھی نہیں چڑھا جا سکتا تھا۔ وہ پھوس کی چھت تھی۔ اس کے وزن سے بیٹھ سکتی تھی۔

مگر وہ کوئی معمولی آدمی تو نہیں تھا کہ دشمنوں سے دہشت زدہ ہو جاتا۔ اس نے زبردست تربیت حاصل کی تھی۔ دماغ حاضر رہتا تھا۔ اس نے فوراً ہی مکان کی طرف سے اُدھر دوڑ لگائی جدھر سے آواز آ رہی تھی۔ وہ آنے والوں کو مکان کے قریب آنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ ادھر آ سکیں گے اور ہی مکان کو چاروں طرف سے گھیر سکیں گے اور اگر فائرنگ دور ہوگی تو بابر کی آنکھ بھی نہیں کھلے گی اور وہ اکیلا ہی میدان مار لے گا۔

وہ اپنا شوق پورا کرنا چاہتا تھا اور میں آڑے نہیں آنا چاہتا تھا۔ میں نے سوچا۔ صرف احتیاطاً آنے والے دشمنوں کی آوازیں سنوں گا۔ اگر کرم داد نے تنہا میدان مار لیا تو ٹھیک ہے اور اگر اس کے سامنے دشواریاں پیدا ہوئیں تو میں چپ چاپ اس کے کام آؤں گا۔ اس طرح اس کی خوش فہمی برقرار رہے گی۔

جنگل میں اتنی گہری خاموشی ہوتی ہے کہ دور کی آواز بھی

قریب محسوس ہوتی ہے۔ میں نے ایک اندازہ لگایا تھا کہ وہ آواز ہم سے تقریباً دو چار فرلانگ کے فاصلے پر ہوگی لیکن کرم داد تقریباً چھ فرلانگ کا فاصلہ تیزی سے طے کر چکا تھا۔ آواز اس کے قریب آتی جا رہی تھی اور وہ آواز کے قریب پہنچتا جا رہا تھا مگر پھر بھی فاصلہ نہیں گھٹ رہا تھا۔

اب جو آواز سنائی دے رہی تھی، وہ پہلے سے زیادہ بھاری بھرکم تھی یعنی آواز ایک گاڑی کی نہیں دو گاڑیوں کی تھی۔ شاید تین چار گاڑیاں تھیں۔ جنگل کے ویرانے اور سناٹے میں آواز کے ذریعے صحیح تعداد کا پتا نہیں چلتا، جنگل میں رہنے والوں کو پتا چلتا ہوگا۔ میں پہلے لیٹا ہوا تھا، اب پوری طرح محتاط ہو کر بیٹھ گیا۔ پریشانی یہ تھی کہ تین چار گاڑیاں ہوں گی تو دشمن کی تعداد بھی ہماری توقع سے زیادہ ہوگی۔ اب مجھے کرم داد کے دماغ میں بہت ہی حاضر دماغ اور چوکس رہنا تھا۔ میری ذرا سی غفلت اسے لے ڈوبتی۔

پھر ان گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس نظر آنے لگیں۔ صرف تین گاڑیاں تھیں۔ ان تینوں کے اندر تاریکی تھی۔ اندر بیٹھنے والے نظر نہیں آ رہے تھے۔ کرم داد چند لمحوں تک سوچتا رہا واقعی وہ ٹھاکروں کے فن جانتا تھا۔ اس نے دماغ نے سمجھا یا کہ جنگل کی تاریکی میں وہ ایک فائر اچانک کرے گا تو آواز چاروں طرف گونجے گی۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے لوگ آواز کی سمت کا تعین نہیں کر پائیں گے۔ تب تک وہ دوڑتا ہوا دوسری طرف جائے گا اور دوسری طرف سے فائر کرے گا۔ اس طرح یہ تاثر پیدا ہوگا کہ وہ اکیلا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں۔

گاڑیاں جیسے ہی قریب آنے لگیں، اس نے یہی کیا۔ اچانک فائر کیا۔ جس کے نتیجے میں گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس بجھ گئیں۔ وہ دوڑتا ہوا ایک سمت سے دوسری سمت گیا۔ وہاں سے بھی اس نے فائر کیا پھر زمین پر لیٹ گیا۔ وہاں سے رینگتا ہوا گاڑی کے قریب جانے لگا۔ اب اُدھر سے کسی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ "کون ہے؟ فائر نہ کرے، ہم دوست ہیں۔ مال لے کر آ رہے ہیں۔"

وہ بولنے والا اب آسانی سے کرم داد کی گولی کا نشانہ بن سکتا تھا اور وہ یہی کرنے جا رہا تھا لیکن وہ تو میرا شکار تھا اس کے ذریعے میں دوسروں تک پہنچ سکتا تھا۔ جیسے ہی کرم داد نے فائر کیا، میں نے اس کا نشانہ ذرا سا خطا کرا دیا۔ گولی جیپ کی باڈی پر جا کر لگی۔ میں چاہتا تو وہی گولی کھڑکی کا شیشہ توڑ کر کسی کی زندگی کو توڑ سکتی تھی۔

دشمن بھی چالاک تھے۔ وہ جنگلوں میں اور اندھیروں میں رہ کر جنگ کرنے کا طریقہ جانتے تھے۔ انھوں نے فوراً ہی تینوں گاڑیوں کی تین مختلف رُخ پر موڑ کر ہیڈ لائٹس آن کر دیں تاکہ فائرنگ کرنے والے نظر آ سکیں۔ اب کرم داد زیادہ سے زیادہ کسی ٹیلے کے یا کسی درخت کے پیچھے چھپ سکتا تھا اور وہ یہی کر رہا تھا۔

میں جس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا، اس نے بتایا کہ وہ تین ڈرائیور ہیں۔ جن کے پاس ریوالور ہیں۔ باقی تین ساتھیوں کے پاس بندوقیں ہیں۔ ان میں سے دو بندوق بردار گاڑیوں کی چھت پر پہنچ کر لیٹ گئے تھے۔ ایک بندوق والا ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں نے کھڑکی کی طرف سے محاذ بنا لیا تھا۔

میں جس کے دماغ میں تھا، اس کے قریب ہی ایک رائفل بردار چھت پر سے دھیمی آواز میں کہہ رہا تھا "ہمیں دوستی کے جواب میں دوستی کا پیغام نہیں ملا ہے۔ کیوں نہ ایک ساتھ فائرنگ کی جائے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ جوابی فائر کرنے والے کتنے ہیں؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تیسری گاڑی سے کسی نے للکار کر کہا "جو بھی ہمارا راستہ روک رہا ہے، اسے معلوم ہونا چاہیے ہم رانگا ماما کے ساتھی ہیں۔ آج تک ہمارا راستہ روکنے کی کسی نے جرأت نہیں کی۔ دوستی چاہتے ہو تو ہمارے سامنے آ جاؤ ورنہ دشمن بن کر تمھیں کترانے کا موقع نہیں دیں گے۔"

ابھی میں تین آدمیوں کے دماغوں میں پہنچا تھا، تین باقی تھے۔ اسی وقت انھوں نے بیک وقت فائرنگ شروع کی۔ وہ چاہتے تھے، اچانک فائرنگ شروع کریں اور اچانک خاموش ہو جائیں۔ اس کے بعد جوابی فائرنگ ہوگی، اس سمت کا تعین ہو جائے گا لیکن کرم داد ناتجربہ کار نہیں تھا۔ اس نے فائرنگ کے ان ہی ایک گاڑی کی اگلی کھڑکی پر گولی چلائی۔ اتنا تو معلوم ہی تھا کہ اگلی سیٹ پر ضرور کوئی موجود ہوگا۔ موجود کا مطلب ہے وجود میں رہنا۔ اور جہاں وجود ہوتا ہے وہیں زندگی کی جھنجھناہٹ سنائی دیتی ہے۔ اس اگلی کھڑکی کے پاس سے زندگی کی آخری چیخ سنائی دی۔ پھر موت کے سناٹے میں ڈوب گئی۔

کرم داد نے میرا کام آسان کر دیا۔ چوتھے کے دماغ میں پہنچنے کی زحمت نہیں دی۔ دوسری گاڑی سے کسی نے چیخ کر گالی دی۔ پھر جواباً فائر کیا۔ کرم داد گالی برداشت کرنے والوں میں سے نہیں تھا لیکن لڑتے وقت دماغ کو ٹھنڈا رکھنا جانتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ چھت پر لیٹنے والے کو گولی مارے گا تو نشانہ خطا ہو سکتا ہے اور وہ ایک گولی بھی ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے اس کی مشکل آسان کر دی۔ اس گالی دینے والے کو ذرا سا اٹھا دیا۔ اگرچہ تاریکی تھی اور اس وقت چاند ڈوب چکا تھا تاہم تین گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس کے باعث چھت کے اوپر بیٹھے ہوئے آدمی کا سایہ سا نظر آیا۔ اتنا ہی کافی تھا۔ کرم داد کی رائفل سے ایک گولی چلی۔ پھر وہ گاڑی کی بلندی سے چیختا ہوا لڑھک کر نیچے پہنچ گیا۔ دشمن مختلف گاڑیوں سے اس کی طرف فائرنگ کرنے لگے۔ وہ زمین پر رینگنے کے باعث ابھی تک محفوظ تھا لیکن خطرہ تھا کہ کسی وقت بھی کسی کی گولی اسے لگ سکتی تھی۔ میں نے فوراً ہی اپنے ایک معمول کا نشانہ اس کی طرف کر دیا جس کی آواز میں نے نہیں سنی تھی لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ گاڑی میں کہاں بیٹھا ہوا ہے۔ جیسے ہی اسے گولی لگی، اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ دشمن اُدھر ہے اور تم نے اِدھر گولی چلا کر اپنے ہی آدمی کو ختم کر دیا۔"

اس نے جواباً گالی دیتے ہوئے کہا "ہاں میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ میں تمھیں بھی گولی مار سکتا ہوں۔"

اس نے اپنی دھمکی پر عمل کیا۔ ایک گولی چلائی لیکن گولی کا نشانہ بننے والا بچ گیا۔ وہ فوراً ہی جھکائی دے کر دروازہ کھولتا ہوا باہر آیا تاکہ اس پاگل آدمی کو ختم کر دے لیکن باہر آتے ہی وہ کرم داد کی گولی کا نشانہ بن گیا۔

اب دو رہ گئے تھے۔ دونوں کو باری باری ٹرپ کرنے کے بعد کرم داد کے نشانے پر لانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا اور نہ مجھے یقین تھا کہ کرم داد دونوں سے بہ آسانی نمٹ لیتا۔ میں نے محض اس کا کام آسان کر دیا جب چھ مارے گئے اور ساتواں چھا گیا تو میں نے کرم داد کی سوچ میں کہا "اب کوئی نہیں ہے۔"

وہ یقین نہیں کر سکتا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ صرف چھ ہی تھے۔ اس نے ایک پتھر اٹھا کر گاڑی کی طرف پھینکا۔ پھر دوسرا پتھر دوسری گاڑی کی طرف۔ تیسرا پتھر تیسری گاڑی کی طرف۔ وہ ہر طرح اپنا اطمینان کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر رہا تھا۔ اسے پتا ہی نہ چلا اور وہ ایسے طریقے اختیار کرتا ہوا گاڑیوں کے قریب پہنچ گیا۔

جب پہنچ ہی گیا تھا تو پھر اس میں ایسا حوصلہ پیدا ہوا جیسے موت کے سامنے پہنچ کر ہو سکتا ہے۔ یا تو آدمی مرجاتا ہے یا موت کا سامنا کرتے ہوئے زندگی کو بچا لے جاتا ہے۔

وہ ایک گاڑی کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ اس بار اس نے بائیں ہاتھ میں رائفل لی۔ اس کے کندے کو کاندھے سے لگایا۔ پھر بائیں ہاتھ میں بھی رائفل لی۔ ان سے دو دشمنوں میں فائرنگ کی تاکہ پتا چلے کہ دو سمتوں سے فائرنگ ہو رہی ہے لیکن جواب میں سناٹا چھا یا رہا۔ کوئی جوابی فائرنگ کرنے والا نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسے یقین ہو گیا۔ اب وہ گاڑیوں کی تلاشی لے رہا تھا۔ مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ ان میں کس قسم کا مال جا رہا ہے۔ ان تین گاڑیوں میں شراب کی بڑی بڑی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ موسم کے تازہ پھل اور خشک میوے تھے۔ ان کے علاوہ چند نئی رائفلیں، نئے ریوالور، نئے پستول اور دو کلاشنکوف رائفلیں تھیں۔ رانگا ما مانے کل ہونے والے جشن میں اپنے معزز مہمانوں کو تحفے دینے کے لیے یہ نئے ہتھیار منگوائے تھے۔

کرم داد یہ نہیں جانتا تھا۔ اس لیے ایک ایک گاڑی کے اندر جا کر تمام پیٹیاں کھول کر دیکھتا جا رہا تھا۔ پہلی گاڑی میں موسم کے تازہ پھل اور خشک میوے تھے۔ وہ پیٹیاں کھول کھول کر دیکھتا جا رہا تھا، میوے چکھتا جا رہا تھا اور ایک آدھ کیلا توڑ کر کھاتا جا رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے دوسری گاڑی کو چیک کیا۔ اس کی پیٹیاں کھولیں تو ہتھیار برآمد ہونے لگے۔ کسی میں رائفلیں تھیں۔ کسی میں ریوالور وغیرہ تھے اور کسی پیٹی میں ہینڈ گرنیڈ بھرے ہوئے تھے۔ لکڑی کے دو لانبے بکسوں میں کلاشنکوف رائفلیں تھیں۔ کئی پیٹیاں کارتوسوں سے بھری ہوئی تھیں۔ دوسری اور تیسری گاڑی میں سیاہ رنگ کا سامان بھی تھا یعنی رنگین جھنڈیاں، رنگین ربن اور کاغذ کے پھول وغیرہ تھے۔ ان کے علاوہ رنگین قمقمے، بلب اور ٹیوب لائٹس وغیرہ تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا، اس جنگل کے دور افتادہ حصے میں کہیں جنریٹر کا انتظام تھا اور اس کے ذریعے روشنی کر کے صرف دن کو ہی نہیں، رات کو بھی جشن منانے کا انتظام کیا جا رہا تھا۔

اس نے تیسری گاڑی کے آخری حصے کو جب دیکھا تو وہاں بہت سی لکڑی کی پیٹیاں نظر آئیں۔ اس نے ایک پیٹی کو کھولا۔ پھر اس کی باچھیں خوشی سے کھل گئیں۔ شراب کی بوتلیں دیکھتے ہی اس نے ایک بوتل پر ہاتھ مارا۔ اسے اٹھا کر کھولتے ہی منہ سے لگا کر غٹا غٹ پینے لگا۔ یورپ میں رہ کر جہاں اس نے اور بہت کچھ سیکھا تھا، وہاں پینا بھی سیکھ لیا تھا۔ اسے کل شام سے پینے کا موقع نہیں ملا تھا اب پیاس بجھا رہا تھا۔ میں نے چند گھونٹ کے بعد ہی اسے روک دیا۔ ذرا سا تھوکا لگا تو وہ کھانسنے لگا۔ میں نے اس کے دماغ میں سوچ پیدا کی "دشمن اس مکان کی طرف ضرور آئیں گے جہاں انھوں نے لڑکیوں اور خسروں کو رکھا ہے۔ اس کے

بے ہوش میں رہنا ہو گا۔ میں مدہوش ہو جاؤں گا تو بابر تنہا مقابلہ کرے گا۔ یا تو ہم سب مارے جائیں گے یا اس نے میدان جیت لیا تو مجھ سے زیادہ اسے کریڈٹ حاصل ہو جائے گا۔"

وہ مجھے بہت چاہتا تھا لیکن کسی بھی موقعے پر کارہائے نمایاں انجام دینے کے معاملے میں مجھ سے برتر ہی رہنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی اس کمزوری کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے بوتل کو بند کر دیا۔ دوسری گاڑی سے پھلوں اور میوے کی پیٹیاں اٹھا کر پہلی گاڑی میں رکھیں جس میں ہتھیار تھے پھر اس گاڑی کو ڈرائیو کرتا ہوا ہمارے مکان کے پچھواڑے پہنچ گیا۔ گاڑی کی آواز سن کر تقریباً سبھی بیدار ہو گئے تھے۔ یوں بھی وہ سہمے ہوئے تھے۔ سوئے ہی تھے کم بخت نیند میں تھے۔ حور بانو بھی بیدار ہو گئی۔

اب وہ حیران تھی کہ میری موجودگی میں کیسے سو گئی جب کہ میں جاگ رہا تھا۔ وہ بیدار ہو کر مجھے نیند کی حالت میں دیکھ رہی تھی۔ اس نے دور ہی سے آواز دے کر مجھے جگانا چاہا لیکن میں بیدار ہونے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس نے اٹھ کر اپنے بستر کو یوں دیکھا جیسے بستر سے ہی پوچھ رہی ہو کہ اس نے اسے کیسے سلا دیا جب کہ ایک اجنبی شناسا اس کے قریب ہی جاگ رہا تھا اور اس کے سونے کے بعد بھی شاید پتا نہیں کب تک جاگتا رہا ہو۔ وہ مجھے دیکھنے لگی۔ میری شرافت کی قائل ہو کر مجھ سے متاثر ہونے لگی۔ متاثر تو وہ پہلے سے تھی۔ میرا رنگ کچھ اور چڑھنے لگا۔ پھر وہ خیالات سے چونک گئی۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔

اس نے دروازے کو کھول دیا۔ ریحانہ کے ساتھ کرم داد بھی اندر آیا۔ اس نے مجھے آواز دی پھر قریب آ کر آہستگی سے جھنجھوڑا۔ میں نے کروٹ لی اور نیند کی حالت میں دوسری طرف منہ پھیر کر سو گیا۔ کرم داد نے کہا "تعجب ہے جس طرح ہم کھلی فضا میں بے ہوش ہو جانے کی حد تک سوتے رہے تھے اسی طرح اس پر بے ہوشی طاری ہے۔"

اس نے پھر جھنجھوڑا۔ میں اوں آں کہہ کے رہ گیا مگر آنکھ نہیں کھولی۔ میرے سرہانے جگ میں پانی رکھا ہوا تھا۔ کرم داد نے ایک چلّو لے کر میرے منہ پر چھینٹا مارا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ بوکھلا کر اسے دیکھنے لگا۔ ریحانہ اور حور بانو ہنسنے لگیں۔ ریحانہ نے کہا "بالکل ہماری جیسی نیند سو رہے تھے۔ جس طرح تم نے پانی کے چھینٹے مارے تھے، اس کا بدلہ تم سے لے لیا گیا ہے۔ اب ہوش میں آجاؤ۔ کرم داد نے بہت بڑا معرکہ سر کیا ہے۔ تم نے پانچ دشمنوں کو ٹھکانے لگایا تھا، اس نے چھ کو ٹھکانے لگایا ہے۔"

میں ان کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ کرم داد اپنی کارکردگی کے متعلق تفصیل سے بتا رہا تھا۔ میں اس کی باتیں سنتا ہوا گاڑی کے پاس آیا۔ اندر رکھی ہوئی تمام چیزوں کو دیکھا۔ پھر کہا "بھئی تم نے تو کمال کر دیا۔ میری بیداری کے دوران جو پانچ دشمن مارے گئے، انھوں نے تو ایک دوسرے پر حملے کیے تھے۔ خود لڑے تھے خود مر گئے تھے۔ لیکن تم نے تنہا چھ کو ٹھکانے لگا دیا۔"

اس نے میرے شانے پر ہاتھ مار کر کہا "یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ جب جان پر کھیل جانے کی بات آتی ہے تو میں دشمنوں کی تعداد نہیں دیکھتا۔ خواہ وہ ایک ہوں یا... ایک درجن۔"

میں نے مسکراتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا "تم نے چھ مارے ہیں، میں بارہ دشمنوں کو ان کے آخری انجام تک پہنچاؤں گا۔"

"یہ بات ہے۔"

"ہاں، یہی بات ہے۔ اب فیصلہ کرو ہمیں کیا کرنا ہے۔ ہم یہ گاڑی لے کر ہائی وے کا راستہ تلاش کریں یا ان ڈاکوؤں کے اڈے تک جائیں۔"

حور بانو نے کہا "خواہ مخواہ ڈاکوؤں کا مقابلہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے راستے لگنا چاہیے۔"

"حور بانو! یہ جو لڑکیاں اس مکان میں ہیں، یہ تمھاری طرح معصوم ہیں۔ اپنے والدین کی اولاد ہیں۔ غربت انھیں ڈاکوؤں کے اڈے پر لے جا رہی ہے۔ وہاں ان بے چاریوں کے ساتھ جو سلوک ہو گا کیا تمھیں اس کا احساس نہیں ہے؟"

حور بانو نے سر کو جھکا لیا۔ ریحانہ نے کہا "میں بھی اس بات کی قائل ہوں کہ ہمیں اپنے راستے لگنا چاہیے لیکن لڑکیوں کو دیکھ کر سوچتی ہوں، آخر یہ بے انصافی، یہ ظلم کب تک ہو گا۔ یہ دیہات کی غریب لڑکیاں کب تک جاگیرداروں، وڈیروں اور دوسرے افسروں کی خود غرضیوں کا نشانہ بنتی رہیں گی۔ نہیں بابر ہم اپنی جان پر کھیل کر ان ظالموں کو ایسا سبق سکھائیں گے کہ یہ پھر کسی غریب اور شریف زادی کو اس کے گھر سے اٹھا لے جانے کی جرأت نہیں کر سکیں گے۔"

میں نے اور کرم داد نے لکڑی کے لانبے بکس میں سے کلاشنکوف رائفلیں نکالیں۔ کرم داد نے کہا "اس کا مطلب یہ ہوا کہ بابر بارہ مارے گا تو مجھے چھ میں مارنے ہوں گے۔"

میں نے کلاشنکوف رائفل پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "ہتھیار صرف مارنے کے لیے نہیں ہوتے اپنی حفاظت کے لیے بھی ہوتے ہیں اور دشمنوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے بھی۔ لہٰذا ہمیں یہ بات دماغ سے نکال دینا چاہیے کہ کون کتنے دشمنوں کو مارے گا۔ یہ یاد رکھو کہ دشمن وقت آنے پر دوست بھی بن سکتے ہیں۔ ہمیں سوچ سمجھ کر ان ہتھیاروں کو استعمال کرنا ہے۔"

"دشمنوں سے دشمنی کرنے یا انھیں دوست بنانے کا انحصار حالات پر ہے۔ ابھی یہ سوچو ان عورتوں اور خسر میں کو کس طرح کسی قریبی آبادی تک پہنچایا جائے؟"

"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے ـــــ ڈاکوؤں کی گاڑیوں میں ہم ان سب کو یہاں کی کسی قریبی آبادی میں پہنچا دیں گے۔ اگر وہاں تھانہ ہوا تو پولیس کی بھی مدد حاصل کر لیں گے۔"

ریحانہ نے کہا۔ "ہم نے ایک پولیس والے کی مدد حاصل کر کے اس کا انجام دیکھ لیا۔ اس فرض ناشناس کی وجہ سے ہی ہم اس جنگل میں آ پھنسے ہیں۔"

"تمام پولیس والے ایک جیسے نہیں ہوتے۔ ہو سکتا ہے ہمیں کسی قریبی آبادی میں کوئی ایسا افسر مل جائے جو ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کرے۔"

آخر یہی فیصلہ ہوا۔ ہم نے تمام عورتوں اور خسروں کو ان گاڑیوں میں بٹھا دیا۔ گاڑیاں ناکافی تھیں۔ عورتوں کو اندر بٹھایا گیا۔ خسروں کو چھت پر بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ جنھوں نے انکار کیا انھیں بندوق دکھا کر دھمکی دی کہ چھت پر نہیں بیٹھو گے تو پیدل چلنا پڑے گا یا پھر یہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ آخر وہ چھت پر بیٹھنے کے لیے راضی ہو گئے۔

جب ہمارا قافلہ وہاں سے روانہ ہوا تو دن نکلنے ہی والا تھا۔ ہمارے تجربے میں یہ بات تھی کہ پولیس والوں سے دھوکا بھی ہو سکتا ہے۔ اگر انھوں نے تمام ہتھیاروں پر قبضہ جما لیا اور ہمیں ایک بھی ہتھیار رکھنے کی اجازت نہ دی تو وہ قانوناً درست ہوں گے لیکن ہم مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ یہ سوچ کر میں نے اور کرم داد نے راستے میں گاڑی روک کے۔ کلاشنکوف رائفلوں کو ان کے لکڑی کے بکسوں میں رکھا اور رائفلوں میں استعمال ہونے والی گولیوں کی دو پیٹیاں بھی ساتھ لے کر راستے سے کچھ دور ہٹ کر جا تو ڑوں سے گڑھا کھود کے اس میں وہ دونوں رائفلیں اور کارتوس کی پیٹیاں دفن کر دیں اور مٹی برابر کر دی۔ اس کے بعد سیدھے اس درخت کے پاس آئے جس کے ذریعے ہم پہچان سکتے تھے کہ ہم نے کہاں گڑھا کھودا ہے۔ وہاں تک قدموں کا بھی حساب کر لیا تھا۔ پھر ہم نے اپنے اپنے ریوالوروں میں سائلنسر لگائے۔ میں نے اس درخت پر فائرنگ کی۔ اس کے تنے کا کچھ حصہ اُدھڑ گیا۔ یہ نشان ہمارے لیے کافی تھا۔ ہم وہاں سے چلتے ہوئے تقریباً پچھتر درخت کے بعد ساتویں درخت کے پاس رک گئے۔ وہاں بھی ہم نے فائرنگ کے ذریعے نشان بنایا اور پھر ہم گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔ جہاں سے گاڑی گزر رہی تھی وہاں سے ہم کچھ دور کسی درخت پر گولی کا نشان نہیں دیکھ سکتے تھے۔ صبح سات بجے ہم ایک بستی میں پہنچ گئے۔ بستی کے سرے پر ہی ایک چھوٹا سا تھانہ تھا۔ وہاں ایک نوجوان انسپکٹر نظر آیا۔ اس کے ساتھ دو سپاہی تھے۔ گاڑیوں کی آواز سن کر وہ ایک کچے مکان سے نکل آئے تھے۔ وہ کچا مکان ہی دراصل پولیس اسٹیشن تھا۔

جب ہم رائفلیں لے کر گاڑی سے نکلے تو دونوں پولیس کے سپاہی سہم کر پیچھے ہٹ گئے لیکن انسپکٹر دلیر تھا، وہ اپنی جگہ تن کر کھڑا رہا اور وہیں سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔ ہمارے بعد پچھلی دونوں گاڑیوں سے تمام لڑکیاں اُتر رہی تھیں۔ خسرے بھی چھت پر سے اُتر رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "یہ تمام مظلوم لڑکیاں ہیں۔ انھیں مختلف بستیوں سے اٹھایا گیا ہے۔ مختلف علاقوں کے جاگیردار، وڈیرے اور راشی افسران ڈاکو رانگا ماما کو خوش کرنے کے لیے اس قسم کے تحفے بھیجتے رہتے ہیں۔"

لڑکیوں نے ہماری تائید میں بیان دیا۔ میں نے اور کرم داد نے اپنی اپنی رائفلیں اس پولیس انسپکٹر کے سامنے پھینک دیں اور کہا۔ "اس گاڑی میں ایسے بہت سے ہتھیار اور کارتوسوں کی پیٹیاں ہیں۔ ہینڈ گرینیڈ وغیرہ بھی ہیں ہم یہ سب آپ کے حوالے کرتے ہیں۔ آپ انھیں سنبھال لیں۔"

اس نے دونوں رائفلیں لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ آپ قانون کا احترام کر رہے ہیں۔ میں آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کروں گا اور قانون توڑنے والے افراد کا خاتمہ بھی کروں گا۔"

اس نے ہم سے گاڑی کی چابیاں لیں۔ گاڑی کو لاک کیا۔ پھر ہمارے ساتھ تھانے میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہاں صرف ایک میز اور ایک کرسی تھی۔ باقی چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ اس نے بے بسی سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے آپ لوگوں کو بٹھانے کے لیے کرسیاں نہیں ہیں۔ یہاں بستی والوں کے پاس بھی کرسیاں نہیں ہوتیں۔ کچہری کی چوکیاں اور چارپائیاں ہوتی ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "آپ کے پاس صرف دو ہی سپاہی ہیں؟"

"چار ہیں۔ دو رات کو ڈیوٹی دیتے ہیں وہ ابھی سوئے ہیں اور یہ دو میرے ساتھ ہیں۔"

"آپ اس خطرناک علاقے میں صرف چار سپاہیوں کے ساتھ ڈاکوؤں سے کس طرح نمٹ لیتے ہیں؟"

"مجھے یہاں آئے ہوئے صرف دو دن ہوئے ہیں۔ میں سکھر کا رہنے والا ہوں۔ سکھر یہاں سے پچاس میل کے فاصلے پر ہے۔ میں وہاں سب انسپکٹر تھا۔ اب سے دو ہفتے پہلے میں نے ایک بہت ہی خطرناک مجرم کو گرفتار کیا تھا۔ ایک افسر نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں اسے فرار ہونے کا موقع دے دوں۔ میں نے انکار کیا۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ اس کے خلاف ایف آئی آر درج نہ کروں۔ میں نے اسے بھی تسلیم نہیں کیا اور اسے جیل بھجوا دیا۔ اب اس پر مقدمہ چل رہا ہے لیکن ان دو ہفتوں میں پتا نہیں کیا اُلٹ پھیر ہوئی کہ مجرم تو رہا ہو گیا اور مجھے سزا کے طور پر ٹرانسفر کر کے اس چھوٹے سے علاقے میں بھیج دیا گیا۔"

حور بانو نے پوچھا۔ "یہاں سے ڈاکو اکثر گزرتے ہوں گے؟"

"ہاں، ایسا ہوتا رہتا ہے۔ کل یہاں سے دو لڑکیاں بھی اُٹھائی گئی ہیں۔"

ان لڑکیوں نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ہمارا تعلق اسی بستی سے ہے۔ خدا کے لیے ہمیں گھر پہنچا دو۔"

"پہلے میں تمھارا بیان قلم بند کروں گا۔ تمھارے دستخط لوں گا۔ پھر گھر پہنچا دیا جائے گا۔ ویسے میرا ایک سپاہی جا کر تمھارے گھر والوں کو لے آئے گا۔"

ایک خسرے نے تالی پیٹ کر کہا۔ "اے، ہمیں بھی تو ہمارے گھر والوں تک پہنچا دو۔"

دوسرے نے کہا۔ "اس سے تو اچھا تھا کہ ہم ڈاکوؤں میں چلے جاتے۔ وہاں ہماری عزت تو ہوتی۔ یہاں انھوں نے گاڑی کی چھت پر بٹھا دیا ہے۔ کیا ہم سر پر بٹھائے جانے کے قابل نہیں ہیں؟"

انسپکٹر نے انھیں ڈانٹ کر خاموش رہنے کے لیے کہا۔ میں نے پوچھا۔ "آپ کو یہاں آئے دو دن ہوئے ہیں لیکن ڈاکو آ گئے تو آپ ان کا مقابلہ کیسے کر سکیں گے؟"

"میں نے اس بارے میں اپنے اعلیٰ افسران کو لکھا ہے۔ اس تھانے کے پیچھے ایک پرانی سی جیپ کھڑی ہے۔ وہ بھی چلتے چلتے رُک جاتی ہے۔ میں کیا بتاؤں کہ میں کن دشواریوں میں گھرا ہوا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "اگر آپ ہم پر اعتماد کریں تو ہم ڈاکو رانگا ماما کو آپ کے قدموں میں لا ڈالیں گے۔"

کرم داد نے کہا۔ "ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آج ڈاکو رانگا ماما کے خفیہ اڈے میں بڑا جشن منایا جائے گا۔ مختلف علاقوں کے بڑے بڑے لوگ وہاں پہنچنے والے ہیں یا پہنچ چکے ہوں گے۔ کیا آپ پولیس کی جماعت لے کر ہمارے ساتھ وہاں تک چل سکتے ہیں؟"

انسپکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میری جماعت کُل یہی چار سپاہی ہیں اور ایک پرانی سی جیپ۔"

"ہمارے پاس تین گاڑیاں ہیں اور اب یہ آپ کی ہیں۔ ان کے اندر رکھا ہوا تمام سامان آپ کا ہے۔ آپ صرف چار سپاہیوں کا حساب نہ کریں۔ میں، ریحانہ، حور بانو اور بابر درجنوں دشمنوں پر بھاری پڑیں گے۔"

انسپکٹر نے ریحانہ اور حور بانو کو بے یقینی سے دیکھا۔ ریحانہ نے کہا۔ "وقت آنے پر ہمارا نشانہ دیکھ لینا۔ ہم بڑے سے بڑے آزمائشی مرحلے پر بھی گھبرانے والی عورتیں نہیں ہیں۔"

حور بانو نے کہا۔ "اگر آپ قانونی کارروائی کریں گے اور اپنے اعلیٰ افسران سے اجازت لینا چاہیں گے تو جشن کا دن گزر جائے گا۔ بہت سی معزز شخصیتیں جو آج کا دن اور آج کی رات جنگل میں منگل منانے کے لیے آ رہی ہیں، وہ کل صبح تک چلی جائیں گی۔ لہٰذا آپ ہم پر اعتماد کریں، ہمارے ساتھ چلیں۔ ہم چاہتے ہیں، کامیابی کا سہرا آپ کے سر رہے۔ آپ کی ترقی ہو اور آپ کو اس چھوٹے سے علاقے سے پھر ٹرانسفر کر کے بڑے شہر میں پہنچا دیا جائے۔"

ہم نے وہاں پہنچتے ہی جس انداز میں ہتھیار انسپکٹر کے سپرد کر کے وہ گاڑیاں اس کے حوالے کی تھیں، اس بات نے اسے متاثر کیا تھا۔ ورنہ ہم چاہتے تو انسپکٹر اور دونوں سپاہیوں کو وہیں ختم کر سکتے تھے لیکن وہ سمجھ گیا تھا کہ ہم قانون کا احترام کرتے ہیں۔ اس نے کہا۔ "میں قانون پسند لوگوں کا ساتھ دیتا ہوں۔ تم دونوں پر بھی اعتماد کرتا ہوں۔"

اتنے میں بستی کے بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ انسپکٹر نے کہا۔ "یہ تمام لڑکیاں دوسرے علاقوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ میں آپ سب سے درخواست کرتا ہوں کہ انھیں ان کی بستیوں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لیے ان محبِ وطن افراد کے ساتھ جا رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ جب تک واپس نہ آؤں اس وقت تک یہ تمام لڑکیاں تمھارے گھروں میں تمھاری بہو بیٹیوں کی طرح عزت سے رہیں۔ واپس آتے ہی انھیں ان کے رشتے داروں تک پہنچانے کے انتظامات

کروں گا۔"

پھر اس نے دونوں سپاہیوں کو حکم دیا کہ تمام لڑکیوں اور خسروں کا بیان قلم بند کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ بستی والوں کے بھی دستخط لیے جائیں۔ اس قانونی کارروائی میں تقریباً دو گھنٹے گزر گئے۔ جب انسپکٹر کو اطمینان ہو گیا کہ تمام لڑکیوں کو بستی والوں کے گھروں میں پناہ مل گئی ہے تو وہ ہمارے ساتھ روانہ ہوا۔ ایک گاڑی ریحانہ ڈرائیو کرنے لگی۔ دوسری میں نے سنبھال لی۔ میرے ساتھ حوربانو بیٹھ گئی تھی۔ تیسری گاڑی میں کرم داد اور انسپکٹر تھے۔ وہ دونوں ڈاکوؤں کے خفیہ اڈے تک پہنچنے کے لیے منصوبہ بندی کرتے جا رہے تھے۔

انسپکٹر نے کہا۔ "اگر تم ان چھ آدمیوں میں سے کسی ایک کو بھی زندہ رکھتے تو اس کے ذریعے ڈاکوؤں کے خفیہ ٹھکانے تک پہنچ سکتے تھے۔ اب تو یہی ایک صورت ہے کہ ان کا کوئی اور آدمی ہمارے ہاتھ آ جائے اور ہم اسے مجبور کر کے اس کام کے لیے آمادہ کر لیں۔"

"ایسے ایک نہیں، کئی آدمی ہاتھ آ جائیں گے۔ جس مکان سے ہم ان خسروں اور عورتوں کو لے کر آپ کے پاس پہنچے ہیں، اس مکان کو خالی دیکھ کر دشمن کے آدمی ضرور ہمیں تلاش کریں گے، وہ مکان ان ڈاکوؤں کے لیے ایک سرائے کی طرح ہے۔ یقیناً اب وہاں کچھ لوگ موجود ہوں گے۔"

کرم داد کا خیال درست ثابت ہوا۔ جب ہم اس مکان میں پہنچے تو وہاں دس مسلح ڈاکو نظر آئے۔ ان سے زبردست مقابلہ ہوا جس کے نتیجے میں صرف دو بچ سکے۔ ان دونوں میں سے ایک میرا تابعدار تھا۔ اس نے مجھے دیکھا تو ڈاکو رانگا ماما کے خفیہ اڈے تک ہماری رہنمائی کے لیے آمادہ ہو گیا۔

انسپکٹر نے اس سے کہا۔ "میں قانون کا محافظ ہوں، میرا نام علی مختار میمن ہے۔ میں جو وعدہ کرتا ہوں، اسے پورا بھی کرتا ہوں۔ اگر تم نے ہمارے ساتھ دھوکا نہ کیا اور اس خفیہ اڈے تک پہنچا دیا تو میں تمھیں سلطانی گواہ بنا کر سزا سے بچا لوں گا۔"

میں نے اس تابعدار کو اتنا موقع نہیں دیا تھا کہ وہ انسپکٹر علی مختار میمن اور کرم داد سے میری غیر معمولی صلاحیتوں کا ذکر کر سکتا۔ میں نے موقع پا کر تنہائی میں اسے سمجھا دیا تھا، "خبردار! میرے آدمیوں سے بھی یہ نہ کہنا کہ میری کسی صلاحیت کے باعث وہ پانچوں مارے گئے تھے۔"

اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "میری کیا مجال ہے میں آپ کے ساتھیوں سے بھی کچھ کہوں گا۔"

وہ ہمارا رہنما بن گیا اور ہم اس کے ساتھ خفیہ اڈے کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں نے اس کے دماغ کے ذریعے اڈے کے متعلق جو معلومات حاصل کیں وہ کچھ یوں تھیں۔

سندھ کے جنگلات کئی ہزار مربع میل پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان گھنے جنگلات میں صرف ایک رانگا ماما ہی نہیں کئی ڈاکو پناہ گزیں ہیں۔ جس طرح اس کرۂ ارض کو ملکوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور ان ممالک میں مختلف علاقوں کی زمینوں کو مختلف زمینداروں اور جاگیرداروں نے تقسیم کر لیا ہے، اسی طرح سندھ کے وسیع و عریض جنگلات پر مختلف ڈاکوؤں کی حکمرانی ہے۔ ہر ڈاکو کا ایک مخصوص علاقہ ہے، یہ تمام آپس میں گزارے سے پر سہر کرتے ہیں۔ کبھی کبھی کسی متنازعہ مسئلے پر ان کا جھگڑا ہو جاتا ہے۔ ورنہ قانون سے تحفظ حاصل کرنے اور قانون کے محافظوں سے نمٹنے یا انھیں اپنا بنا کر رکھنے کے سلسلے میں سب ایک ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ کے کئی ڈاکو آج تک قانون کی دسترس سے محفوظ ہیں۔ کبھی پولیس مقابلے میں ان کا کوئی آدمی مارا جاتا ہے لیکن سردار ہمیشہ بچ کر نکل جاتا ہے۔

اس لیے بچ کر نکل جاتا ہے کہ وہ شہروں اور دیہاتوں کے معززین کو اور قانون کی بالادستی قائم رکھنے والے افسران میں سے چند راشی افسروں کو خوش کرنا جانتا ہے۔ انھیں سال میں ایک آدھ بار ضرور جنگل میں منگل منانے کی دعوت دیتا ہے۔ لوٹ مار اور اغوا کرنے کے سلسلے میں جو لاکھوں روپے کی آمدنی ہوتی ہے، اس میں سے کچھ حصہ ان راشی افراد تک پہنچاتا رہتا ہے۔ جاگیرداروں اور زمینداروں کو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ دوستی جب تک قائم رہے گی، ان کی جان و مال کو نقصان نہیں پہنچے گا اور نہ ہی ان کے خاندان کی لڑکیاں اٹھائی جائیں گی۔ الیکشن کے زمانے میں دیہات کی اکثریت ڈاکوؤں سے خوفزدہ رہتی ہے۔ وہ بے چارے اسی طرف ووٹ ڈالتے ہیں جدھر ڈاکوؤں، وڈیروں اور جاگیرداروں کا اشارہ ہوتا ہے۔ اس طرح ملی بھگت سے وہ ہر آنے والی نئی حکومت کو خوش کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

رانگا ماما کا خفیہ اڈہ اس جنگل میں ماما مسکن کے نام سے مشہور تھا۔ وہ ماما مسکن اتنے گھنے درختوں کے درمیان تھا کہ پرواز کے دوران نظر نہیں آ سکتا تھا۔ خشکی کے راستے وہاں تک پہنچنے کے لیے ایک تو پولیس پارٹی کے پاس گھوڑے نہیں ہوتے تھے۔ سرکاری طور پر اگر گاڑیاں ملتیں تو وہ ان گاڑیوں سے جنگلوں میں سے نہیں گزر سکتے تھے۔ پھر یہ کہ پولیس کی جماعت بڑی محدود ہوتی تھی اور ڈاکو لامحدود تھے۔ ماما

مسکن تک پہنچنے سے پہلے ہی جنگلات میں پھیلے ہوئے ڈاکوؤں سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ رانگا ماما کا دعویٰ تھا کہ اس مسکن تک صرف دوست افسران اور معززین ہی پہنچ سکتے ہیں۔ دشمن پانچ میل دور ہی سے شکست کھا کر لوٹ جاتے ہیں یا پھر ان کی لاشیں بستیوں میں بھجوائی جاتی ہیں۔

ماما مسکن کو دلھن کی طرح سجایا گیا تھا۔ ہماری ایک گاڑی میں سجاوٹ کا جو سامان آیا تھا وہ کچھ بھی نہ تھا۔ ایسے سامان مختلف علاقوں سے بھیجے گئے تھے۔ پہلے ہی شراب کی کئی پیٹیاں، موسم کے تازہ پھل، خشک میوے وغیرہ پہنچا دیے گئے تھے۔ اونٹ، گائے، بکرے، دنبے اور ہر طرح کے حلال جانور ذبح کیے گئے تھے۔ طرح طرح کے لذیذ کھانوں کا انتظام کیا جا رہا تھا۔ قانون کی پابندیاں توڑنے، سستی میں آ کر بکنے اور انسان سے جانور بننے کا تمام سامان موجود تھا۔ شہریوں سے شہر اور جانوروں سے جنگل بسایا جاتا ہے۔ جانور کبھی شہر میں آ کر انسان بننا گوارا نہیں کرتے البتہ انسانوں کی تاریخ یہ ہے کہ ہزاروں سال پہلے جب وہ مہذب نہیں تھا تو جانوروں جیسی زندگی گزارتا تھا۔ آج بھی ہمارے درمیان ایسے انسان موجود ہیں جو جنگلوں میں جا کر اپنے اسلاف کے کارنامے دہراتے اور فخر محسوس کرتے ہیں۔

ماما مسکن سے تقریباً دس میل پہلے ہمیں اپنی اپنی گاڑیوں سے اترنا پڑا۔ آگے دشوار گزار راستہ تھا، وہاں سے یہ گاڑیاں نہیں گزر سکتی تھیں۔ میں نے اور کرم داد نے وہ دونوں کلاشنکوف رائفلیں نکال لی تھیں جنھیں ہم نے چھپا کر رکھا تھا۔ اس کے علاوہ ہم سب کے پاس ریوالور تھے۔ جن میں سائلنسر لگے ہوئے تھے۔ حوربانو، ریحانہ اور انسپکٹر علی مختار میمن کے پاس بھی ایک رائفل تھی۔ ہم سب نے کارتوسوں کی پیٹیاں اپنی کمر سے باندھی ہوئی تھیں اور شانے سے بھی دو دو پیٹیاں لٹکا رکھی تھیں۔ اس کے علاوہ ہمارے شانوں سے ایک ایک بڑا سا بیگ لٹکا ہوا تھا۔ ہر بیگ میں ہینڈ گرینیڈ اور فالتو کارتوس رکھے ہوئے تھے۔

ہم نے آگے بڑھنے سے پہلے وہاں رک کر پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ ہمارے تابعدار نے بتایا۔ پینے کے لیے پانی کی کمی نہیں ہوگی کیونکہ ہمارا سفر دریا کے کنارے کنارے ہوگا۔ ڈاکو بھی ایسی ہی جگہ مسکن بناتے ہیں جہاں سے آسانی کے ساتھ پانی دستیاب ہو سکے۔ ہم نے اپنی اپنی جیبوں میں تھوڑے تھوڑے خشک میوے رکھ لیے۔ میں نے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ اللہ نے چاہا تو ہم رات کا کھانا بڑے آرام سے اور بڑی آزادی سے ماما مسکن میں بیٹھ کر کھائیں گے۔"

انسپکٹر نے ہمارے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "تم ایسے کہہ رہے ہو جیسے ڈاکو رانگا ماما کوئی ترنوالہ ہے۔"

میرے تابعدار نے کہا۔ "میں یقین سے کہتا ہوں، ہماری آمد کی اطلاع اب تک وہاں پہنچ چکی ہوگی۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ [illegible] والے دو افراد میں سے ایک میرا تابعدار تھا جو اس وقت ہمارے ساتھ تھا۔ دوسرا فرار ہو کر رانگا ماما کے پاس پہنچ چکا تھا۔ میں اسی کے دماغ کے ذریعے وہاں کے حالات معلوم کر رہا تھا۔ [illegible] نے ہمارے متعلق تفصیل سے سب کچھ بتا دیا تھا۔

رانگا ماما نے غصے سے کہا۔ "پہلے ہمارے پانچ آدمی مارے گئے۔ پھر انھوں نے ان چھ آدمیوں کو مار ڈالا جو ہمارے لیے سامان لا رہے تھے۔ اس کے بعد اس مکان میں دس آدمی گئے تھے جس میں سے آٹھ ختم ہو گئے۔ ایک بھاگ کر یہاں آیا دوسرا ان کی گرفت میں ہے۔"

اس وقت تک رانگا ماما کے معزز مہمان پہنچ چکے تھے۔ ان میں ایک بڑا پولیس آفیسر تھا۔ دوسرا سائیں سراج آدم تھا۔ اس کی طرح دوسرے وڈیرے اور جاگیردار بھی تھے جو مختلف علاقوں سے آئے تھے۔ جمال احمد جسکانی کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ رانگا ماما نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تجھے جمال احمد جسکانی نے اطلاع دی تھی کہ بابر نامی ایک نوجوان نے ان کے درمیان پہنچ کر دھوکا دیا۔ ان کے ایک آدمی کرم داد کو باغی بنا دیا۔ اب وہ ریحانہ اور حوربانو نامی عورتوں کے ساتھ یا تو کراچی شہر میں کہیں چھپے ہوئے ہیں یا کہیں دوسری جگہ پناہ لینے گئے ہیں۔ اگر وہ ہائی وے سے سفر کر رہے ہوں تو راستے کے ہر شہر اور پولیس چوکی میں انھیں روک لیا جائے۔ انھیں ٹریپ کر کے میرے پاس پہنچا دیا جائے تاکہ آج جشن کے موقعے پر سب کے سامنے ان غداروں اور دشمنوں کو عبرتناک سزا دی جا سکے۔"

سائیں سراج آدم نے کہا۔ "رانگا! ہم نے تو اپنا کام کر دیا۔ انھیں جنگلوں میں بھٹکا دیا۔ اب یہ تمھارے آدمیوں کا کام تھا کہ انھیں تمھارے پاس لے آتے لیکن وہ اپنی نااہلی کی وجہ سے مارے گئے۔"

رانگا ماما نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "نہیں نہیں، میرے لوگ نااہل نہیں ہیں۔ دشمن زیادہ چالاک ہیں۔ انھوں نے ٹی ٹی سینڈیٹس رہ کر سائنسی حربے اور دماغی ہتھکنڈے سیکھے ہیں۔ وہ کس انداز میں حملے کرتے ہیں، کس طرح چالیں چلتے ہیں یہ جنگلوں میں رہنے والے سمجھ نہیں پاتے۔ اگر میرے اس آدمی کی اطلاع درست ہے کہ وہ انسپکٹر علی مختار میمن کے ساتھ

میرے مسکن کی طرف آرہے ہیں تو پھر وہ اپنے پیروں سے چل کر واپس نہیں جاسکیں گے۔ انھوں نے میرے اُنیس آدمی مارے ہیں۔ میں انھیں اتنے زخم پہنچاؤں گا کہ وہ انیس کی گنتی ہمیشہ کے لیے بھول جائیں گے۔"

تمام مہمان آرام دہ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے یعنی جنگل میں کرسیاں بھی مہیا کی گئی تھیں۔ وہ گھنے درختوں کے سائے میں تھے۔ ان کے آس پاس عورتیں ہی عورتیں تھیں۔ انھیں کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو عورتیں خدمت گزاری کے لیے حاضر ہو جاتی تھیں۔

رانگا ماما نے کہا "اگر وہ ٹی، ٹی سینٹر سے استادوں کے استاد بن کر آئے ہیں تو میرا دوست جمال احمد جسکانی بھی کم نہیں ہے۔ وہ بھی مانا ہوا فائٹر اور حاضر دماغ ہے۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ میرا دوست انھیں کاٹ کر رکھ دے گا۔"

سائیں سراج آدم نے کہا "ہمیں تمھاری بات کا یقین ہے جسکانی صاحب ان چاروں کو عبرتناک سزا دیں گے اور یہاں سے زندہ واپس نہیں جانے دیں گے لیکن اس انسپکٹر علی مختار میمن کا کیا ہوگا؟ اگر وہ زندہ سلامت واپس جائے گا تو ہم سب کے خلاف قانونی کارروائی کرے گا۔"

پولیس آفیسر نے ہنستے ہوئے کہا "بھئی اس کی فکر نہ کرو۔ میں کوئی معمولی افسر نہیں ہوں۔ میری ڈانٹ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے بندوق گر جائے گی۔"

اس بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔ میں آگے خیال خوانی نہ کر سکا۔ ہم جنگل کے جس حصے سے گزر رہے تھے وہاں خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ہمارے چاروں طرف گھنے درخت تھے۔ دور تک راستہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ہری بھری جھاڑیوں سے آگے راستہ ختم ہو گیا ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو پتا چلا کہ راستہ دوسری طرف سے ہے۔ وہاں اتنی گہری خاموشی تھی کہ ہمیں اپنے قدموں کی چاپ کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اچانک ہمیں کچھ لوگوں کے چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ ہم چلتے چلتے رک گئے۔

ہمارے رکتے ہی وہ آوازیں بھی رک گئیں۔ ہم دو قدم آگے بڑھے پھر آوازیں سنائی دیں۔ وہ آوازیں پھر چند لمحوں کے بعد ختم ہو گئیں۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ ہمارے دائیں اور بائیں طرف دشمن موجود ہیں جو ہمارے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ ہم رکتے ہیں تو وہ بھی رک جاتے ہیں۔ میں نے اور کرم داد نے ایک دوسرے کو گہری نظروں سے دیکھا۔ میں نے انسپکٹر کے کان میں کہا "آپ ہماری عورتوں کے ساتھ آگے چلتے رہیں۔ ہم آپ سے بعد میں آکر ملیں گے۔"

انسپکٹر نے پوچھا "کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"ہم اس طرح جائیں گے کہ ہمارے قدموں کی آواز سنائی نہیں دے گی۔"

وہ تینوں پھر چلنے لگے۔ میں اور کرم داد زمین پر اندھے لیٹ گئے تھے۔ ہمیں اپنے لوگوں کے ساتھ دوسروں کے بھی چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ دوسرے کتنی دور ہیں اس کا اندازہ مشکل تھا۔ ہم دونوں دشمنوں میں رینگتے ہوئے بڑھنے لگے۔ انسپکٹر نے ذرا رک کر ہمیں حیرانی سے دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا "ان دونوں نے غضب کی ٹریننگ حاصل کی ہے۔ میں شہروں میں ڈیوٹی دینے والا ایک پولیس افسر ہوں۔ جنگلوں میں ان کی طرح سانپ کی مانند رینگتا ہوا نہیں جا سکتا۔"

وہ حور بانو اور ریحانہ کے ساتھ چلنے لگا۔ ہم تیزی سے رینگتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ میں کبھی کبھی کرم داد کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا تھا پھر آگے بڑھ جاتا تھا۔ ہم جس قدر بڑھتے جا رہے تھے قدموں کی آوازیں ہمارے قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر میں نے دشمنوں کو دیکھ لیا۔

وہ سات تھے۔ ان میں سے دو آگے کی طرف دیکھتے جا رہے تھے دو دائیں اور بائیں دیکھتے ہوئے چل رہے تھے۔ ان کے پیچھے دو مسلح جوان پیچھے کی طرف دیکھتے ہوئے اُلٹے قدموں چل رہے تھے۔ ساتواں سب سے آگے تھا۔ وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا محتاط انداز میں آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ سب جان بوجھ کر زمین پر پاؤں مارتے جا رہے تھے تاکہ ہمیں ان کے قدموں کی دھمک دور تک سنائی دے۔

میں ایک درخت کی آڑ میں تھا۔ وہ مجھے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اسی طرح کرم داد بھی ایک ٹیلے کے پیچھے چھپ گیا تھا اور ایسے ہی سات دشمنوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ساتوں بھی اسی انداز میں پاؤں پٹختے ہوئے چل رہے تھے۔ اس نے اپنی کلاشنکوف رائفل سنبھالی۔ ایک ہاتھ بیگ میں ڈال کر ایک ہینڈ گرینیڈ نکالا اس کا ارادہ تھا۔ پہلے ایک ہینڈ گرینیڈ سے دھماکا کرے گا۔ اس کے بعد بھگدڑ مچے گی تو تڑاتڑ فائرنگ شروع کر دے گا۔

میں بھی وہی کرنا چاہتا تھا۔ جو وہ کرنے والا تھا تاکہ دوہرا کام ایک ساتھ شروع ہو اور ایک جیسا حملہ ہو۔ میں نے بھی کلاشنکوف رائفل سنبھال لی تھی۔ ہاتھ میں ہینڈ گرینیڈ تھا۔ چند لمحوں تک میں اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ جیسے ہی اس نے اپنے منہ سے ہینڈ گرینیڈ کی چابی کھینچی میں نے بھی وہی کیا۔ پھر ہم نے ایک ساتھ اسے دشمنوں کی طرف پھینکا۔ ایک ساتھ دھماکے ہوئے، اور بھگدڑ مچ گئی۔ اُدھر بھی تڑاتڑ فائرنگ ہو رہی تھی۔ اِدھر بھی فائرنگ جاری تھی۔ یہ ایک جیسا عمل دونوں طرف کے دشمنوں کو بوکھلا دینے کے لیے کافی تھا۔ ان میں سے دو چار اپنی جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو سکے تھے باقی زمین بوس ہو گئے تھے اور ہری زمین پر بے جان پڑے تھے جس پر ابھی پاؤں پٹخ پٹخ کر چل رہے تھے۔

جو زندہ بچ گئے تھے مجھے ان کے خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ میں سمجھ نہیں سکتا تھا کہ آئندہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔ میں اور کرم داد پھر انسپکٹر، ریحانہ اور حور بانو کے ساتھ آکر مل گئے۔ ان کے ساتھ چلنے لگے۔ انسپکٹر نے کہا "بھئی بڑے زبردست دھماکے اور فائرنگ ہو رہی تھی۔ آخر دشمن کتنے تھے؟"

"کُل ملا کر چودہ تھے۔ شاید دو یا تین فرار ہونے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔"

انسپکٹر نے کہا "میں اکثر سوچتا تھا کہ بے ایمان اور رشوت خور افسروں کے درمیان رہ کر کبھی قانون کے کام نہیں آسکوں گا۔ اگر نہ آسکا تو مجرموں سے لڑتے ہوئے جان دے دوں گا۔ قانون کی بالادستی قائم رکھنے والے محکمے میں ایسا ریکارڈ بھی ہونا چاہیے کہ کسی نے قانون کی خاطر مجرموں سے لڑتے ہوئے جان دے دی۔ لیکن تم دونوں کی موجودگی میں میری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی۔ میں جان نہیں دے سکوں گا۔ تم دونوں دو جنوں پر بھاری ہو۔ میں دو جنوں پر نہ سہی دو چار پر تو ضرور بھاری ہوں گا۔ اس طرح مجھے یقین ہے کہ فتح ہماری ہو گی۔"

ہم آگے بڑھتے رہے۔ اب ہمیں نہ تو قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں نہ کسی خطرے کا احساس ہو رہا تھا۔ دشمنوں کا دور دور تک پتا نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے رانگا ماما کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اسی وقت ایک شخص یہ منحوس خبر لے کر پہنچا تھا کہ اس کے مزید گیارہ آدمی مارے گئے ہیں۔

رانگا ماما نے اپنی گھنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے غرا کر کہا "میرے پاس کل بادن آدمی تھے۔ میں فخر سے کہا کرتا تھا میرے پاس تاش کے بادن پتے ہیں اور ہر پتہ رَپ کا پتہ ہے۔ آج تیس پتے کم ہو چکے ہیں۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ دو چار بدمعاش میرے لیے اتنی بڑی تباہی کا سبب بنیں گے۔ میں ان میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دیں۔ ایک شخص گھوڑے کو دوڑاتا ہوا قریب آرہا تھا۔ پھر اس نے رانگا ماما کے سامنے تقریباً دس گز کے فاصلے پر رک کر گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا "سردار! جسکانی صاحب تشریف لا رہے ہیں۔"

رانگا ماما نے اپنے سینے پر گھونسے مارتے ہوئے، خوش ہو کر کہا "آگیا میرا یار، میں دیکھتا ہوں یہ بدمعاش کس طرح زندہ سلامت جائیں گے آؤ دوستو! ہمیں جسکانی کے استقبال کے لیے آگے بڑھنا چاہیے۔"

آنے والے قاصد نے کہا "لیکن سردار وہ ادھر نہیں آرہے ہیں۔ جب انھیں پتا چلا کہ بابر اور کرم داد آپ کو بہت نقصان پہنچا رہے ہیں تو انھوں نے اپنا راستہ بدل دیا۔ مجھے حکم دیا کہ اپنے سردار سے جا کر کہوں جمال احمد جسکانی خوش قدم ہے۔ وہ تمھارے سردار کے لیے خوشیاں لے کر آئے گا۔ میں جب دشمنوں کو پیش کروں گا تو ان کے خانوں پر سر نہیں ہوں گے۔ اگر ہوں گے تو وہ میرے یار کے سامنے جھکے ہوں گے۔"

رانگا ماما نے خوشی سے نعرہ لگاتے ہوئے کہا "اسے کہتے ہیں یاروں کا یار۔ ہماری روایت ہے کہ ہم مہمانوں کو قیمتی تحائف پیش کرتے ہیں۔ میرا یار ایسا مہمان ہے کہ اپنے میزبان کو تحفہ دینے کے لیے دشمنوں کے سر لینے گیا ہے۔"

جمال احمد جسکانی پہلے بھی ذہین اور حاضر دماغ تھا۔ دہشت گردی کی تنظیم میں تربیت حاصل کرنے کے بعد وہ کندن بن گیا تھا۔ اب وہ ہمیں کس طرح گھیرنا چاہتا تھا کہ کس طرح ہمیں گرفت میں لینا چاہتا تھا۔ یہ میں سمجھ نہیں سکتا تھا۔ بہت پہلے ایک آدھ بار اس کی آواز سنی تھی لیکن مجھے اتنی خیال خوانی کرنا پڑتی ہے کہ ہر آواز میرے ذہن میں محفوظ نہیں رہتی۔ میں نے اس وقت جسکانی کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ سوچا تھا جب اس سے سامنا ہو گا تو اس کی آواز سن کر دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ اب مجھے انتظار تھا کہ وہ مجھے اپنی آواز سنائے۔

انسپکٹر علی مختار نے چلتے ہوئے کہا "بڑی دیر ہو گئی ہے دشمن ابھی تک ہمیں گھیرنے نہیں آئے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ ہمارے لیے کسی اور طرح کا جال بچھا رہے ہوں؟"

کرم داد نے کہا "وہ ہماری چال نہیں سمجھ سکتے۔ ہم ان کی چالوں کو سمجھ نہیں پائیں گے۔ فرہاد اور سوہنی کی پہلی ملاقات کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ کاش تھوڑی دیر کے لیے مجھے خیال خوانی آجاتی تو میں دشمنوں کو سمجھ کر فوراً جوابی کارروائی

شروع کر دیتا۔"

وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہوا پھر کہنے لگا۔ "لیکن جو مزہ تجسس میں ہے وہ خیال خوانی میں نہیں ہے۔ میں ان سے بے خبر ہوں۔ تجسس میں مبتلا ہوں۔ ہر قدم پر ایک نیا خطرہ محسوس ہوتا ہے تو بڑا مزہ آتا ہے۔ ایسے میں دشمنوں سے لڑنا، اندھی چالیں چلنا اور جبر مردانگی دکھاتے ہوئے کامیابی حاصل کرنا بڑی بات ہے۔ یہ فرہاد اور رسونتی کیا جیتے ہوں گے۔"

میں اسے نہیں بتا سکتا تھا کہ ہم کیا جیتے ہیں۔ ہم بھی اکثر ایسے حالات سے گزرتے ہیں جہاں ہماری خیال خوانی کی صلاحیتیں بے بس ہو جاتی ہیں۔ اُس وقت بھی میں جمال احمد جسکانی کے سامنے بے بس تھا۔ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ وہ کیسی چالیں چلنے والا ہے۔

ہم چلتے چلتے ٹھٹک گئے۔ ہمارے سامنے بہت دور آگ کا ایک شعلہ دکھائی دے رہا تھا۔ پھر دوسرا شعلہ دکھائی دیا۔ پھر تیسرا، چوتھا اور پانچواں یعنی دن کے وقت پانچ مشعلیں روشن تھیں۔ وہ تعداد میں پانچ تھے اور اپنے اپنے ہاتھ میں مشعل لیے گھوڑے کی پشت پر سوار تھے۔ ان میں سے چار کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں اور پانچواں سوار جو ان کے درمیان تھا وہ نہتا دکھائی دے رہا تھا۔ ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔ جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے۔ وہ گھڑ سوار صاف طور پر دکھائی دیتے گئے۔ ایک گھڑ سوار پتلون، بنیان اور جیکٹ میں ملبوس تھا۔ نہایت ہی خوبرو نوجوان تھا۔ اسے دیکھتے ہی کرم داد نے کہا۔ "یہ تو جمال احمد جسکانی ہے۔"

جسکانی نے گھوڑے کو رگام کا ہلکا سا اشارہ دیا۔ وہ گھوڑا ایک طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کہا۔ "ریحانہ اور کرم داد! تم نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔ اگر بھول گئے ہو تو ٹیرر ٹریننگ سینٹر کے کمپیوٹر کا وہ فقرہ یاد کرو جس کا لب لباب یہی ہے کہ جمال احمد جسکانی ہزار ہا موت کے سامنے نہتا جاتا ہے اور کوئی آنچ کھائے بغیر واپس چلا آتا ہے۔ دیکھ رہے ہو کہ میں بالکل نہتا ہوں۔ میرے ہاتھ میں جو مشعل ہے یہ محض ایک مجبوری ہے۔ میری معلومات کے مطابق تم لوگوں کے پاس صرف معمولی بندوقیں نہیں بلکہ کلاشنکوف رائفلیں ہیں اور دشمنوں میں افراتفری مچانے کے لیے ہینڈ گرنیڈ بھی ہیں۔ ایسی صورت میں، میں نے صرف ایک مشعل کا سہارا لیا ہے تم چاہو تو دور سے گولی مار سکتے ہو لیکن مجھے مارنے کے بعد یہاں سے زندہ واپس نہ جا سکو گے۔ نہ آگے بڑھنے کا راستہ ملے گا، نہ پیچھے ہٹنے کا۔"

اس نے گھوڑے کی لگام موڑ دی۔ اپنے چار ساتھیوں کے پاس واپس جانے لگا اور کہنے لگا۔ "میں پہلی اور آخری وارننگ دے رہا ہوں۔ مجھ پر گولی چلانے سے پہلے سوچ لینا کہ جمال احمد جسکانی صرف ایک مشعل کے سہارے تم لوگوں کے مقابلے پر کیوں آیا ہے؟"

اس کی وارننگ قابلِ غور تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں بہت پہلے ہی چھلانگ لگائی تھی اور اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اس کی ذہانت کا قائل ہو رہا تھا۔ وہ بڑی آسانی سے ہمیں بے بس کرنے آیا تھا۔ یعنی اتنی آسانی سے کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ کو نہ جھٹکا پہنچا سکتا تھا، نہ اپنی مرضی کے مطابق اس سے کوئی عمل کرا سکتا تھا۔

جو کچھ میں نے معلوم کیا وہ خود اپنی زبان سے کہنے لگا۔ "کرم داد! برادر مسٹر پولیس مین! تم لوگوں کے پاس اتنی عقل تو ضرور ہوگی کہ جنگل کی آگ کتنی تیزی سے پھیلتی ہے۔ اگر میں اس مشعل کو کسی جھاڑی سے، کسی سوکھی گھاس سے لگا دوں تو یہ اتنی تیزی سے پھیلے گی، جیسے چاروں طرف پٹرول چھڑک دیا گیا ہو۔ جتنی تیزی سے تم واپس بھاگو گے اتنی ہی تیزی سے یہ آگ تمہاری طرف لپکتی چلی جائے گی۔ یہاں سے دو سو گز کے فاصلے پر تمہیں کچھ اور مشعل بردار ملیں گے۔ وہ ادھر سے آگ لگائیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ تم اِدھر آ سکو گے نہ اُدھر آ سکو گے۔"

میں تیزی سے سوچ رہا تھا۔ مجھے کیا کرنا چاہیے کیا ایسی صورت میں، خیال خوانی کے ذریعے جمال احمد جسکانی کو ٹریپ کر سکتا تھا۔ اگر اس کے ہاتھ سے وہ مشعل گر جاتی یا میں اس کے ذریعے اس کے ماتحتوں پر حملہ کراتا تب بھی آگ لگنے کا خطرہ تھا۔

میں جسکانی کے ماتحتوں کی آواز سن کر ان کے ذریعے ان کے باس کو ختم کرا سکتا تھا لیکن میں جمال کو ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میرے منصوبے کے مطابق آئندہ وہ ہماری ٹیم میں شامل ہونے والا تھا حالانکہ وہ پتھر کی طرح سخت ناقابلِ شکست، اپنے ٹی، ٹی سینٹر کا وفادار اور بہت ہی زبردست قوتِ ارادی کا مالک تھا۔ جو فیصلہ کر لیتا تھا اسے بدلتا نہیں تھا۔ میں اسے کس طرح بدل سکوں گا یہ آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔ فی الحال اس آگ سے بچنے کی تدبیر کرنا تھی، یہ تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

اس نے گھوڑے کو پھر لگام کا ہلکا سا اشارہ دیا اور ایک طرف جاتے ہوئے کہا۔ "ذرا غور سے سنو۔ بہت دور جنریٹر کی آواز سنائی دے رہی ہوگی۔ یہ جنریٹر اسی لیے آن کیا گیا ہے کہ ہم آگ کو اپنی طرف پھیلنے نہیں دیں گے۔ اسے صرف تم لوگوں تک محدود رکھیں گے۔ اس کے لیے دُور دُور تک پانی کے بڑے بڑے پائپ ہیں جن کے ذریعے ہماری طرف بڑھنے والی آگ بجھائی جائے گی اور تمہاری طرف بڑھنے والی آگ کو بھڑکنے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا۔"

کرم داد نے پینترا بدلنے کے انداز میں ایک طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "جمال احمد جسکانی! تمہاری ذہانت کی داد دیتا ہوں۔ تم نے واقعی ایک چال سوچی ہے کہ ہم بے بس ہو گئے ہیں لیکن ایک بات تمہارے دماغ میں نہیں آئی، وہ یہ کہ ہم بھی ٹی ٹی سینٹر سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب جان ہتھیلی پر رکھتے ہیں تو جان لینے والوں کی ہتھیلی بھی زندگی سے خالی کر دیتے ہیں۔"

اچانک اس نے ریوالور کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا خواہ تم آگ ہی لگا دو۔ جب جل کر مرنا ہی ٹھہرا تو تمہیں بھی کیوں زندہ رہنے دیا جائے۔"

یہ کہتے ہی کرم داد نے گولی چلا دی۔ اس کا نشانہ مشکل سے ہی خطا ہوتا تھا لیکن میں نے خطا کرا دیا۔ ادھر جسکانی بھی نادان نہیں تھا۔ فائر ہوتے ہی گھوڑے کی پیٹھ سے چپک گیا تھا اور مشعل کو ایک جھاڑی میں پھینک دیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ اس کی دیکھا دیکھی اس کے ساتھیوں نے بھی گھوڑوں کو ایڑ لگائی۔ دور تک دوڑتے ہوئے گئے اور مشعلیں پھینکتے گئے۔ حور بانو، ریحانہ اور انسپکٹر سب کے سب فائرنگ کر رہے تھے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اب فائرنگ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آگ لگانے والے گھوڑوں پر سوار تھے اور ہم سے دُور نکل گئے تھے۔ دونوں طرف سے آگ بڑھتی آ رہی تھی۔ ہم پلٹ کر بھاگنے لگے۔ ہم سے بہت دُور ... گھوڑوں کی ٹاپیں بھی ہمارے ساتھ ساتھ آ رہی تھیں۔

جمال احمد جسکانی نے چیخ کر کہا۔ "اب بھی خیریت چاہتے ہو تو اپنے تمام ہتھیار اور گولہ بارود پھینک دو۔"

کرم داد غصّے میں آواز کی سمت فائر کرنا چاہتا تھا۔ میں نے سمجھایا۔ "کیوں گولی ضائع کر رہے ہو، وہ فائرنگ رینج سے دُور ہے۔"

ہم سمت بدل کر آگے بھاگنے لگے۔ آگ اُدھر بھی پھیلتی جا رہی تھی۔ دشمن پانی کے پائپ کے ذریعے اُدھر آگ کنٹرول کر رہے تھے جدھر وہ خود تھے۔

ہم بھاگتے بھاگتے اچانک رُک گئے۔ جدھر جاتے تھے ادھر دُور ہی سے آگ کے شعلے نظر آنے لگتے تھے۔ جسکانی نے درست کہا تھا۔ دو سو گز کے فاصلے پر ہمیں دوسری طرف سے بھی آگ نظر آئے گی۔ ہم ہر طرف سے گھیرے جا رہے تھے۔ میں نے چیخ کر کہا۔ "کرم داد! میری بات مانو اور تمام ہتھیار پھینک دو۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "میں بزدل نہیں ہوں۔ میں نے کبھی شکست تسلیم نہیں کی۔"

"مصلحت اندیشی یہی ہے کہ اسے وقتی طور پر تسلیم کر لو۔ ہو سکتا ہے اس آگ سے نکلنے کے بعد ہم اپنے بچاؤ کا کوئی اور راستہ اختیار کر سکیں۔ عقل اور ذہانت صرف جمال احمد جسکانی کی جاگیر نہیں ہے، یہ ہمارے پاس بھی ہے۔ ہم آئندہ اسے استعمال کریں گے۔ فی الحال میری بات مان لو۔"

انسپکٹر نے اپنے ہتھیار پھینکتے ہوئے کہا۔ "باہر کا مشورہ مناسب ہے کرم داد! پلیز اپنے ہتھیار پھینک دو۔ اس وقت ہمیں آپس میں اختلاف نہیں کرنا چاہیے۔"

جمال احمد جسکانی گھوڑا دوڑاتے ہوئے کہتا جا رہا تھا۔ "بیوقوفو! اب بھی تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ ہتھیار پھینک دو۔"

دوسرے ہی لمحے کرم داد نے جھنجلا کر ہتھیار پھینک دیے۔ میں نے چیخ کر کہا۔ "جسکانی! ہم نے ہتھیار پھینک دیے ہیں، ہم خالی ہاتھ ہیں۔"

گھوڑے کی ٹاپیں رُک گئیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "جدھر سورج غروب ہو رہا ہے، اس طرف کی آگ بجھنے والی ہے۔ اس طرف سے پہلے اپنی ساتھی عورتوں کو آگے بڑھاؤ۔ ان کے ساتھ یا ان کے پیچھے تم لوگوں نے آنے یا کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو ان عورتوں کو گولی مار دی جائے گی۔"

اس کے ساتھ ہی ادھر کی آگ بجھنے لگی۔ پانی کی تیز دھار آ رہی تھی اور آگ کو کنٹرول کیا جا رہا تھا۔ ہم نے ریحانہ اور حور بانو سے کہا۔ "بے جھجک چلی جاؤ۔ ہم ابھی آئیں گے۔"

وہ دوڑتی ہوئی اس بجھے ہوئے حصّے سے نکل کر آگ کے احاطے سے باہر چلی گئیں۔ ہم اس جگہ کھڑے نہیں رہ سکتے تھے، کیونکہ ہم نے ہتھیار پھینک دیے تھے۔ ہینڈ گرنیڈ بھی نیچے پڑے ہوئے تھے اور آگ بڑھتی جا رہی تھی۔ ہم نے تیزی سے دوڑ لگائی۔ بہت دُور نکلنے کی کوشش کرنے لگے۔ اچھا ہوا کہ عورتیں ہمارے ساتھ نہیں تھیں،

ورنہ وہ ہماری طرح تیزی سے دوڑ نہیں لگا سکتی تھیں۔ بہرحال جب ہم پچاس گز کے فاصلے پر پہنچ گئے تو اچانک دھماکے ہونے لگے۔ ہینڈ گرنیڈ جوانگ کی زد میں آ گئے تھے، وہ یکے بعد دیگرے پھٹتے جا رہے تھے اور کان پھاڑ دینے والا دھماکا کرتے جا رہے تھے۔

مشکل یہ تھی کہ دوسری طرف سے آگ ہمارے قریب پہنچ رہی تھی۔ نہ ہم آگے جا سکتے تھے نہ پیچھے پلٹ سکتے تھے۔ اسی وقت ایک طرف کی آگ بجھنے لگی۔ جبکانی کی آواز سنائی دی "تم لوگ ادھر سے آ سکتے ہو"۔

ہم نے یکبارگی دوڑ لگائی، جہاں آگ بجھ چکی تھی وہاں سے دوڑتے ہوئے، چھلانگیں لگاتے ہوئے آگ کے احاطے سے نکل آئے۔ قیامت کی آگ سے سلامت نکل آنے کے بعد ہمیں ہوش و حواس درست کرنے میں چند سیکنڈ لگے اور ان چند سیکنڈ میں ہمارے چاروں طرف رائفلیں تن گئیں۔ ہم ان کے نشانے پر تھے۔

گھوڑے کی ٹاپیں سنائی دیں۔ جمال احمد جبکانی فاتحانہ انداز میں گھوڑے کی پشت پر سوار اسے ایڑ لگاتا ہوا آیا اور کہنے لگا "اپنے بائیں طرف دیکھو۔ ادھر تمہاری عورتیں رسیوں سے بندھی ہوئی ہیں۔ وہ اسی صورت میں زندہ رہ سکتی ہیں کہ تم سب اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ ان کی موت کا تماشا دیکھو گے ابھی"۔

ہم نے اپنے ہاتھ بلند کر لیے۔ دشمنوں نے ہمارے قریب آ کر ہمارے ہاتھوں کو دوسری طرف لا کر پیچھے سے باندھ دیا۔ دونوں پاؤں بھی رسیوں سے اس طرح باندھ دیے کہ ہم چھوٹے چھوٹے قدم بڑھا کر آگے چل سکتے تھے، پھر ان کے حکم کے مطابق ہم چلنے لگے۔ وہ ہمیں ہانک رہے تھے اور گھوڑوں کی پشت پر سوار کبھی کبھی جوتوں کی نوک سے ٹھوکر بھی لگاتے جاتے تھے۔ کرم داد جھلا کر پلٹتا تھا، غراتا تھا لیکن ریحانہ اور حور بانو کو بے بس اور مجبور دیکھ کر خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا تھا۔

میں دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ جمال احمد جبکانی، میں تمہیں دوست بنا کر رہوں گا۔ اسی لیے جوتوں کی ان ٹھوکروں کو برداشت کر رہا ہوں۔ یہ انسان کی عظمت ہے کہ وہ دشمن کو دوست بنانے کے لیے کچھ دیر تک ٹھوکریں بھی کھا لے۔ اس میں ذلت کا احساس نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اس کا انجام بہت خوش آئند ہے۔

آئندہ کیا حالات پیش آنے والے تھے، میں نہیں جانتا تھا۔ میں جبکانی کو دوست بنا بھی سکوں گا یا نہیں۔ یہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ بس مجھے اپنی صلاحیتوں پر اعتماد تھا۔ یہ صلاحیتیں بارہا مجھے دھوکا بھی دے چکی تھیں۔ اکثر میری ٹیلی پیتھی ناکام ہو گئی تھی۔ اس کے باوجود میں جب ایمان کے راستے پر چلتا ہوں اور انسان سے انسان کی طرح سلوک کرنا چاہتا ہوں اور اسے دوست بنانا چاہتا ہوں تو اپنی زندگی کو بھی داؤ پر لگا دیتا ہوں۔ اس وقت بھی میں اپنی زندگی کو ہی نہیں، اپنے پیاروں کو بھی داؤ پر لگا رہا تھا۔ ایک دن تو موت آئے گی۔ مجھے بھی آئے گی۔ میرے پیاروں کو بھی آئے گی تو پھر ایک نیک مقصد کے لیے کیوں نہ اپنی اس زندگی کو داؤ پر لگا دیا جائے۔

وہ ہمیں ہانکتے ہوئے ماما مسکن تک لے گئے۔ جمال احمد جبکانی آگے آگے فاتحانہ انداز میں گھوڑے کی پشت پر سوار چل رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی رانگا ماما نے خوشی کا نعرہ لگایا اور کہا "یہ ہے یاروں کا یار، جان پر کھیل جانے والا۔ جو موت کے سامنے بھی خالی ہاتھ جاتا ہے اور موت کو اپنی مٹھی میں جکڑ کے لے آتا ہے، دیکھو ساتھ دشمنوں کو جکڑ کر لے آیا ہے"۔

ایک موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ ہم نے جس دشمن کے تیس آدمی مار دیے، وہ ہمیں گرفت میں لینے کے بعد ہم سے کس طرح کا سلوک کرے گا۔ پہلے تو رانگا ماما آگے بڑھ کر جبکانی سے لپٹ گیا۔ پھر اس کے ہاتھ کو محبت اور عقیدت سے تھام کر کہا "دوست! تم نے دوستی نباہ دی۔ میرے بہت بڑے نقصان کی تلافی کر دی۔ مجھے اس بات کا کوئی غم نہیں ہے کہ میرے تیس بندے مارے گئے۔ جب تک اس ملک میں عزت ہے، آدمی انسان سے بلکہ بے ایمان سے چور، چور سے ڈاکو نبٹتا رہے گا اور میرے گروہ کے افراد میں اضافہ ہوتا رہے گا"۔

پھر اس نے ہماری طرف دیکھا۔ جمال احمد جبکانی سے الگ ہو کر آہستہ آہستہ ہماری طرف آیا اور دانت پیستے ہوئے کہنے لگا "میں پہلے تو تم سب کے منہ پر تھوکوں گا۔ اس کے بعد تمہیں ایسے ایسے زخم لگاؤں گا۔ ایسے تڑپا تڑپا کر ماروں گا کہ تم موت مانگو گے اور تمہیں موت نہیں ملے گی"۔

ایسا کہتے ہوئے وہ آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھنے لگا۔ پہلے اس کا رُخ کرم داد کی طرف تھا اور غالباً ناممکن سی بات تھی کہ کرم داد اسے تھوکنے کا موقع دیتا اور اسے کسی مصلحت کے تحت برداشت کر لیتا۔ اس سے پہلے کہ وہ سامنے پہنچ کر اپنے ارادے کو عملی جامہ پہناتا، میں نے

کرم داد کے دماغ میں ایک خیال پیدا کیا۔ اس کے تحت اس نے کہا "تھوکنے سے پہلے جان لو کہ میں سید ہوں"۔

رانگا ماما ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹ گیا، جیسے بجلی کا جھٹکا پہنچا ہو۔ کرم داد واقعی خاندانی سید تھا، وہ یہ بات بھول گیا تھا، مجھے یاد تھی۔ سندھ کے علاقے میں سید کا بہت احترام کیا جاتا ہے۔ یہاں کے لوگ سیدوں سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے سامنے سر جھکائے رہتے ہیں۔ سید کی آؤ بھگت کی جاتی ہے، جیسے ان کے گھر کوئی فرشتہ آ گیا ہو۔ ایسا صرف سندھ کے دیہاتوں میں ہی نہیں ہوتا، جگہوں میں رہنے والے ڈاکو بھی سیدوں کا ایسا ہی احترام کرتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ کرم داد کی زبان سے سید کا لفظ سنتے ہی ماما ایک قدم پیچھے چلا گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے سنبھل کر کہا "جھوٹ بولتے ہو، تم سید نہیں ہو"۔

کرم داد نے بڑے تحمل سے کہا "میں جو کچھ ہوں، بتا چکا ہوں۔ آگے تمہاری مرضی ہے میرے ساتھ جو سلوک کرنا چاہتے ہو کرو"۔

رانگا ماما میں اتنا حوصلہ نہ ہوا کہ وہ آگے بڑھ کر کرم داد کی بے عزتی کرتا۔ اس نے پلٹ کر ریحانہ کی طرف دیکھا۔ کرم داد نے کہا "یہ ایک سید کی شریک حیات ہے"۔

اس نے بے یقینی سے کرم داد کی طرف دیکھا پھر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ تو سید نہیں ہے"۔

میں نے کہا "میں اور حور بانو سید نہیں ہیں لیکن سیدوں کے سائے میں ہیں"۔

رانگا ماما نے حقارت سے ایک ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ "او نہہ، میں اس بات کو نہیں مانتا۔ میں سیدوں کی عزت کرتا ہوں لیکن سیدوں کے سائے میں رہنے والے قاتلوں اور بدمعاشوں کی عزت نہیں کر سکتا۔ میں تمہارے منہ پر تھوک رہا ہوں گا کہ تم قابلِ نفرت ہو"۔

یہ کہتے ہوئے اس نے تھوکنے کے لیے آخ کیا لیکن اس سے پہلے ہی اس کے منہ سے نکلنے والا تھوک باچھوں تک آیا پھر ٹھوڑی کی طرف بہتا ہوا، گردن سے ہوتا ہوا سینے کی طرف پہنچنے لگا۔

دوست اور دشمن سب اسے حیرت زدہ ہو کر دیکھ رہے تھے۔ اس نے دوسری بار تھوکنے کی کوشش کی۔ دوسری بار بھی یہی ہوا، تھوک ہونٹوں کی دہلیز تک آیا پھر وہ باچھوں سے ہوتا ہوا، ٹھوڑی سے گزرتا ہوا سینے پر ٹپک گیا۔

رانگا ماما کئی قدم پیچھے ہٹ کر ہم سب کو حیرانی اور بے یقینی سے دیکھنے لگا۔ اگرچہ اس کا یہ اعتقاد تھا کہ سیدوں کی عزت کرنے سے خدا اور اس کے رسولؐ خوش رہتے ہیں، لیکن وہ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ جن لوگوں نے اس کے تیس آدمیوں کو ہلاک کیا تھا، وہ سید ہیں اور اگر ہیں تو ان کے ساتھ کوئی غیبی مدد بھی شامل ہے۔

ایک پولیس آفیسر جو رانگا ماما کے معزز مہمانوں میں سے تھا، اپنی جگہ سے اُٹھ کر انسپکٹر علی مختار میمن کے پاس آ کر بڑے رعب سے بولا "میں نہیں مانتا کہ تم سیدوں کے سائے میں آئے ہو تو میں تمہارے خلاف دفتری کارروائی نہیں کر سکوں گا، میں خرچہ کر دوں گا لیکن اس سے پہلے تمہیں سنبھلنے کا موقع دیتا ہوں اور تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میرا ساتھ دو گے اور ان سرپھروں کا ساتھ چھوڑ دو گے تو تمہاری ترقی کی سفارش کروں گا۔ تمہارا عہدہ بھی بڑھے گا اور تنخواہ بھی بڑھے گی تمہاری"۔

"میں ایسے عہدے اور ایسی تنخواہ پر تھوکتا ہوں، جو قانون کا مذاق اڑانے سے حاصل ہوتی ہو"۔

جمال احمد جبکانی نے ایک بلند بانگ قہقہہ لگایا۔ پھر لنگڑے لگاتے ہوئے ایک طرف سے دوسری طرف گیا۔ وہاں سے پلٹ کر بولا "میرے یار رانگا! تو جنگل میں رہ کر جنگلی ہی ہو گیا۔ تم سب سیدوں کے فریب میں آ گئے۔ میں کہتا ہوں، ان پر تھوکو۔ انہیں ٹھوکریں مارو۔ انہیں ایسا ذلیل کرو کہ یہ مرنے سے پہلے موت کی دعائیں مانگیں اور انہیں موت نہ ملے۔ اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو ایک طرف ہٹ جاؤ۔ میں وہ کر کے دکھاؤں گا جو کوئی نہیں کر سکتا"۔

میں نے کہا "واہ، جمال احمد جبکانی! کیا شیر نر ہو، شیروں کو پنجرے میں بند کر کے ان کے سامنے مردانگی دکھا رہے ہو، انہیں للکار رہے ہو۔ مرد ہو تو مجھے رسیوں سے آزاد کر دو۔ اپنے رائفل برداروں سے کہو کہ نالیں جھکا لیں پھر مجھ سے پنجہ لڑاؤ تاکہ لوگ دیکھ سکیں ہم میں سے کون شہ زور ہے"۔

جبکانی نے مجھے سر سے پاؤں تک گھور کر دیکھا۔ پھر کہا "صرف پنجہ لڑانے کی بات نہیں ہے۔ فری اسٹائل ہو گا، منظور ہے؟"

میں نے کہا "منظور ہے"۔

اس نے حکم دیا "باہر کی رسیاں کھول دی جائیں"۔

کرم داد نے تڑپ کر کہا "نہیں، میں مقابلہ کروں گا۔ باہر اس سے مجھے لڑنے دو"۔

"نہیں کرم داد! اسے میں نے چیلنج کیا ہے۔ میں ہی اس سے مقابلہ بھی کروں گا"۔

اس نے بے بسی سے کہا "کیوں حماقت کر رہے ہو۔

یہ شخص صرف اچھے پاؤں سے ہی نہیں ذہانت سے بھی لڑتا ہے۔ مجھے موقع دو" میں اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دوں گا۔"

"جو فیصلہ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ تم چپ چاپ تماشا دیکھو" جسکانی نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "میرے یار رانگا! موسیقی تھمنے نہ پائے۔ رقص کا اہتمام کرو۔ رقص میں جام ہوگا ہمارے معزز مہمان مستی میں ہوں گے اور میں دشمن کی ہستی مٹاتا رہوں گا۔"

میری رسیاں کھول دی گئیں۔ میں نے آگے بڑھ کر پینترا بدلتے ہوئے اس کے مقابل آکر کہا "جسکانی! ایک بات یاد رکھو۔ میں تمہیں دوست بنانا چاہتا ہوں۔ اگر تم یہ مقابلہ ہار گئے تو میرے بہترین دوست بن جاؤ گے؟"

وہ حقارت سے بولا "اپنی بزدلی کو دوستی کے پردے میں نہ چھپاؤ۔"

"میں نے تمہیں دوست کہہ دیا ہے۔ اس لیے پہلا حملہ میری طرف سے نہیں ہوگا۔ تم کوشش کر دیکھو۔ جب ناکام ہو جاؤ گے، تب میں بتاؤں گا کہ حملے کس طرح کیے جاتے ہیں۔"

اس نے بیکار گی پینترے بدل کر اکرائے کا پوز بنایا پھر ایک ماہر بلیک بیلٹر کی طرح زبردست چیخ ماری۔ ایسی چیخوں سے دشمن کو دہشت زدہ کیا جاتا ہے۔ اس نے کرائے کا ایک ہاتھ مجھ پر رسید کیا۔ میں نے خود کو بچا لیا۔ پھر دوسرا ہاتھ رسید کیا۔ میں نے اسے بھی روک لیا۔ پھر گھوم کر لات ماری۔ اس کی لات معلوم کر وہ گئی۔ اس نے صرف ایک ساعت کے لیے حیرانی سے مجھے دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے چھلانگ لگائی، فضا میں پرواز کی اور مجھے ایک فلائنگ کِک ماری۔ میں اُدھر سے ہٹ گیا۔ وہ زمین پر اوندھے منہ گر پڑا۔ وہ اتنا پھرتیلا تھا کہ اس کے حملوں سے شاذ و نادر ہی کوئی بچ کر نکل سکتا تھا۔ اس کے فرشتوں کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے ارادوں کو پہلے ہی سمجھ لیتا ہوں اور اپنا بچاؤ کر لیتا ہوں۔

میں اسے دماغی طور پر ذرا سا بہکا کر حملے کر سکتا تھا، اور زخمی کر سکتا تھا لیکن میں اس سے دوستی کرنا چاہتا تھا اور دوست کو زخم نہیں پہنچائے جاتے۔

موسیقی کی آواز آہستہ آہستہ بلند ہو رہی تھی۔ کئی عورتیں رقص کرنے کے لیے معزز مہمانوں کے سامنے آگئی تھیں اور بڑی بے حیائی سے تھرک رہی تھیں۔ یہ مختلف شہروں کے بازارِ حسن سے لائی گئی تھیں ورنہ کوئی شریف زادی اس طرح تھرکنا پسند نہ کرتی۔

اس وقت اندھیرا ہو چلا تھا۔ جنریٹر کے ذریعے ماہ مسکن کو روشن کر دیا گیا تھا۔ ایک رقاصہ سائیں سراج آدم کے سامنے رقص کرتی ہوئی آئی تو اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے ایک طرف ہٹا دیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر کہنے لگا "رانگا! یہ کیا ہے؟ یہ عورتیں تو ہمیں شہروں میں بہت مل جاتی ہیں۔ تم نے تو کہا تھا گاؤں، دیہات کی خوبصورت لڑکیاں رقص کریں گی۔ کہاں ہیں وہ حسین و جمیل لڑکیاں؟"

رانگا ماما نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دو بار تالی بجائی اور "لڑکیوں کو حاضر کیا جائے۔"

چند لمحوں بعد لڑکیوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دیں۔ انھیں چند مسلح جوان ہانکتے ہوئے، دھکیلتے ہوئے لا رہے تھے۔ سب سے آگے جو لڑکی تھی، وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی "میں مر جاؤں گی لیکن کسی غیر کے سامنے نہیں ناچوں گی۔"

ایک نوجوان نے رائفل کے کندے سے اس کی پیٹھ پر ضرب لگائی۔ وہ چیختی ہوئی لڑکھڑاتی ہوئی گرنے سے آگر گری۔ ایک پتھر پر سے لڑھکتی ہوئی نیچے آگئی۔ یکبارگی میرا دماغ زور سے ہوگیا۔ بڑی تیزی سے ایک تدبیر میرے ذہن میں آئی اور فوراً ہی اس لڑکی کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اب وہ زمین پر اٹھ رہی تھی اور سامنے دیکھنا چاہتی تھی۔ پھر دیکھنے کا انداز ہوگیا جیسے کچھ نظر نہ آرہا ہو۔ وہ ایک ہاتھ آگے بڑھا کر بولی کیا؟ اچانک اندھیرا کیوں چھا گیا؟ کیوں اندھیرا کر دیا گیا میں اس تاریکی میں بھی اپنی عزت کی حفاظت کر سکتی ہوں اپنی جان دے دوں گی۔"

وہ دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر چیخیں مارنے لگی کیا ہو گیا ہے؟ مجھے نظر کیوں نہیں آرہا ہے؟"

جسکانی لڑنا بھول گیا۔ اسے گھورے جذبوں دیکھنے لگا۔ پھر اس کے پاس جا کر بولا "تم کیا کہہ رہی یہاں بتیاں جل رہی ہیں۔ یہاں بہت تیز روشنی ہے۔ ٹھیک طرح سے دیکھو۔"

وہ دونوں ہاتھ آگے کر کے اپنی جگہ سے اٹھ گئی راستہ ٹٹولنے کے انداز میں بڑھتے ہوئے بولی "مجھے دکھائی نہیں دیتا۔ میں اندھی ہوں۔ کاش میرا بھائی یہاں ہوتا۔ میرا غیرت مند بھائی جو اندھی بہن کو کسی داؤ پر لگنے کا نہ دیتا۔ وہ صرف ڈاکوؤں سے نہیں، قانون سے ٹکرا جاتا۔"

اندھی کے یہ الفاظ نہیں تھے بارود کا دھماکا تھا۔ نے جمال احمد جسکانی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اس دماغ میں پے در پے دھماکے ہو رہے تھے۔ ہر دھماکے ساتھ نظروں کے سامنے اپنی اندھی بہن لبنیٰ کا چہرہ طلو تھا۔ اس کی بہن راستہ ٹٹول رہی تھی اور پوچھ رہی تھی کہاں لے جا رہے ہو؟ کس کے پاس لے جا رہے ہو

دوسرے دھماکے کے ساتھ منظر بدل گیا۔ اب اس کی بہن ایک شیطان نما انسان کے گھر میں تھی۔ وہ اپنا بچاؤ کرنا چاہتی تھی اور اپنے بھائی کو آوازیں دے رہی تھی "بھیّا! مجھے بچاؤ۔ میں اندھی ہوں، بے بس ہوں۔ مجھے ظالموں نے گھیر لیا ہے۔ میں تمہاری غیرت ہوں۔ تمہیں جب معلوم ہوگا کہ میری عزت خاک میں مل گئی ہے تو مارے غیرت کے تم مر جاؤ گے۔"

دوسرے ہی لمحے جمال احمد جسکانی نے بے اختیار اپنے بالوں کو دونوں مٹھیوں میں جکڑ لیا۔ چیخ کر کہا "نہیں نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ کوئی تم پر میلی نظر نہیں ڈال سکتا، رانگے! ابے او رانگے! یہ لڑکیاں کہاں سے لائی گئی ہیں؟ یہ کس گھر کی عزت ہیں؟ کس باپ کی بیٹیاں اور کس بھائی کی غیرت ہیں؟ یہ کیوں لائی گئی ہیں؟"

سائیں سراج آدم نے بھی اٹھ کر کہا "تم رنگ میں بھنگ ڈال رہے ہو۔ یہ کس کی بیٹیاں ہیں؟ کس کی بہنیں ہیں ہمیں اس سے کیا غرض ہے۔ تم آم کھاؤ، پیڑ نہ گنو۔"

ایک زمیندار نے کہا "ہم ان دو ٹکے کی لڑکیوں کو، ان کے والدین کو کچل کر نہیں رکھیں گے تو یہ ہمارے منہ چڑھ آئیں گے۔"

جمال احمد جسکانی ایک ایک کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے رانگا ماما کی طرف آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے غرا کر پوچھا "انھیں تو کہاں سے لایا ہے؟ کس سے پوچھ کر لایا ہے؟ مجھے اپنا مہمان بنانے سے پہلے تو نے یہ کیوں نہ سوچا کہ جسکانی کبھی ایک نہایت غریب بہن کا غریب بھائی تھا۔ غریب باپ کا غریب بیٹا تھا۔ بہت مجبور تھا، بے بس تھا۔ میری بہن کو ایسے ہی وڈیروں اور زمینداروں نے کھلونا بنا دیا تھا۔ ایسے ہی ایک بد دیانت پولیس آفیسر نے اسے ہوس کا نشانہ بنایا تھا۔ کیا تو نہیں نہاتا کہ تیری اس غلطی کی سزا تیری موت بھی ہو سکتی ہے اور وہ موت جمال احمد جسکانی کے ہاتھوں سے آئے گی۔"

رانگا ماما نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "دیکھ جسکانی! تو میرا یار ہے۔ میں تیری عزت کر رہا ہوں۔ تو میرا مہمان ہے۔ میں تیری اس بدتمیزی پر تجھے صرف سمجھا سکتا ہوں۔ میں اس جنگل کا بادشاہ ہوں۔ میں شہ زور ہوں لیکن میری بادشاہت کو قائم رکھنے میں ان پولیس افسروں، ان وڈیروں اور جاگیرداروں کا بڑا ہاتھ ہے۔ میں انہیں خوش نہیں رکھوں گا تو میری بادشاہت قائم نہیں رہ سکے گی۔"

جسکانی نے اسے جھڑک کر کہا "بادشاہ کیا ہوتا ہے۔ وہ اپنی ذات میں صرف ایک انسان ہوتا ہے، ہمارے تمہارے جیسا ایک معمولی انسان۔ تو اس جنگل میں ایک دہشت ناک فاکو ہے۔ اس میں تیری صلاحیت کا، تیری شہ زوری کا دخل نہیں ہے۔ جو کچھ ہیں، تیرے وہ فرمانبردار ہیں جو تیرے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ جو کچھ ہیں یہ وڈیرے اور جاگیردار ہیں جو تیرے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ جو کچھ ہیں پر شوت خور افسران ہیں جو قانون سے چھپ کر جنگل میں منگل منانے آتے ہیں اور اپنے حصے کی رقم لے جاتے ہیں اور تجھے چھوٹ دیتے رہتے ہیں اگر ایک بار قانون تیری کلائی پکڑ لے پھر تو اپنی کلائی کبھی نہیں چھڑا سکے گا۔"

رانگا ماما نے پھر پیچھے ہٹ کر کہا "دیکھ جسکانی! میں تجھے آخری بار سمجھا رہا ہوں۔ دوستی کو قائم رہنے دے۔"

"میں بھی تجھے آخری بار سمجھا رہا ہوں۔ جتنی شریف بہو بیٹیاں اٹھا کر لائی گئی ہیں، انہیں خود لے جا کر ان کے گھروں میں پہنچا دے ورنہ..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے رانگا ماما نے اس کے گریبان کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا "میرے یار! کیوں بے قوف بن رہا ہے؟ کیوں بحث کر رہا ہے؟ مان جا، ہماری نظروں میں یہ شریف بہو بیٹیاں نہیں ہیں۔ دو کوڑی کی بھی نہیں ہیں۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی جسکانی نے اپنے گریبان کو ایک جھٹکے سے چھڑایا۔ پھر اس کے ہاتھ کو پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا۔ رانگا ماما دوسری طرف گھوم گیا۔ دوسرے ہی لمحے جسکانی نے اس کی گردن کو اپنے ایک بازو میں دبوچ لیا پھر ایک ہاتھ کو اٹھاتے ہوئے کہا "خبردار! کسی نے گولی چلانے کی کوشش کی تو یہ جسکانی کا ہاتھ ہے۔ یہ ہاتھ جس گلے کا زیور بن جاتے ہیں، وہاں سے آخری سانس کھینچ کر لے جاتے ہیں۔"

رانگا ماما کے دیدے پھیل رہے تھے۔ اس کی سانس اٹک اٹک کر آرہی تھی۔ جسکانی نے درست کہا تھا۔ بادشاہ اپنی ذات میں ایک عام انسان ہوتا ہے۔ اس کی قوت کا سرچشمہ تو وہ چھچھے ہوتے ہیں جو اس کے آس پاس ہوتے ہیں۔ جمال احمد جسکانی نے گرج کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہے کوئی مجھے گولی مارنے والا؟ اگر ہے تو پہلے اپنے سردار سے پوچھ لے۔ میں گولی کھانے کے بعد مرجاؤں گا یا تمہارے سردار کو بھی لے مروں گا۔"

میں مسکرانے لگا۔ بازی پلٹ گئی تھی۔ جمال احمد جسکانی نے اپنی زندگی کی ایک نئی کروٹ لی تھی۔ اس راستے پر قدم رکھ رہا تھا جو ہر بہن کی طرف اور میری دوستی کی طرف آتا ہے۔

رانگا ماما کے اب کتنے آدمی رہ گئے تھے؟

صرف بائیس آدمی۔ تیس آدمی پہلے ہی مارے جا چکے تھے۔ اب جو رہ گئے تھے وہ سوچ رہے تھے، اپنے سردار کو جمال احمد جسکانی کے چنگل سے چھڑا لیا جائے یا اور انتظار کر لیا جائے۔ کیونکہ وہ دونوں گہرے دوست تھے، اور دوست آپس میں لڑتے بھی ہیں اور گلے بھی ملتے ہیں۔

میں نے رانگا ماما کے ایک ماتحت کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا "اگر میں جسکانی کو گولی ماروں گا تو بعد میں رانگا میرے گلے پڑ جائے گا۔ پوچھے گا" میں اس کے دوست کو گولی مارنے والا کون ہوتا ہوں۔ پھر مجھے سزائے موت ہو گی۔"

وڈیرے اور زمیندار وغیرہ جو مہمان بن کر آئے تھے وہ مذبذب میں تھے۔ رانگا ماما اور جمال احمد جسکانی دونوں ہی اپنی جگہ ایسے دہشتناک تھے کہ وہ کھلم کھلا کسی ایک کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے اور کسی ایک کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے۔

آخر رانگا ماما کے خاص مہمان پولیس آفیسر نے آگے بڑھ کر اپنے ریوالور کی نال جمال احمد جسکانی کی کنپٹی پر رکھ دی اور کہا "ریوالور کسی کا دوست نہیں ہوتا۔ اسے دشمنی کا موقع نہ دو۔ میں تمہیں سمجھا رہا ہوں، رانگا ماما کو چھوڑ دو۔"

جمال احمد جسکانی نے مسکراتے ہوئے کہا "مجھے گولی مارنے سے پہلے اپنے دوست سے پوچھ لو۔ گولی چلتے ہی اس کی ہڈی کس طرح ٹوٹ سکتی ہے۔"

رانگا ماما نے پھنسی پھنسی آواز کے ساتھ کہا "نن نہیں، اسے گولی نہ مارنا۔"

پولیس آفیسر نے کہا "تم خواہ مخواہ ڈر رہے ہو۔ گولی پلک جھپکتے ہی کھوپڑی میں سوراخ کر دے گی۔ یہ اتنی جلدی ٹھنڈی گردن نہیں توڑ سکتا۔"

انسپکٹر علی ممتاز میمن نے کہا "آفیسر! بڑے شرم کی بات ہے۔ آپ کو اس شخص کا ساتھ دینا چاہیے جو ڈاکو کی گردن دبوچ رہا ہے۔ اس کے برعکس آپ ڈاکو کا ساتھ دے رہے ہیں۔"

آفیسر نے ڈانٹ کر کہا "بکو اس مت کرو۔ تم کیا سمجھتے ہو، یہاں سے زندہ واپس جا سکو گے؟"

"تم بھی یہی سمجھ رہے ہو۔ اب میں تمہیں تم کہوں گا، آپ نہیں کیونکہ میں کسی بے ایمان اور قانون شکن کو اپنا آفیسر تسلیم نہیں کر سکتا۔"

جسکانی نے گرج کر کہا "میں رانگے کے تمام آدمیوں سے کہتا ہوں، وہ اپنے اپنے ہتھیار یہاں میرے سامنے پھینک دیں ورنہ اپنے سردار سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

سامنے پھینک دیں۔ اس دوران میں نے حور بانو، ریحانہ اور انسپکٹر علی ممتاز میمن کو بھی رسیوں سے آزاد کر دیا تھا۔ ہم سب نے رائفلیں اور کارتوس کی پیٹیاں اٹھا لیں۔ اس کے بعد ایک دوسرے کی پشت سے پشت لگا کر اس طرح کھڑے ہو گئے کہ چاروں طرف نظر رکھ سکیں۔ کوئی ہماری مرضی کے خلاف کوئی حرکت نہ کر سکے۔ چاروں طرف ہماری رائفلیں تنی ہوئی تھیں۔

میرا نابعد ابر بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ جن رسیوں سے ہمیں باندھا گیا تھا، وہ تمام رسیاں اٹھا کر لے آیا اور مجھ سے پوچھنے لگا۔ "جنھوں نے آپ لوگوں کو باندھا تھا، کیا اب انہیں باندھا جائے؟"

انسپکٹر علی ممتاز میمن نے کہا "ہاں، سب سے پہلے اس قانون شکن کو باندھو جو خود کو پولیس آفیسر کہتا ہے، اور ہمارے محکمے کو بدنام کرتا ہے۔"

سب سے پہلے اسی کو باندھا گیا۔ جسکانی کھڑا سوچ رہا تھا، اسے اچانک کیا ہو گیا ہے؟ یہ انقلابی تبدیلی اس میں کیسے آ گئی؟ اس نے گھوم کر اس لڑکی کو دیکھا، جسے ایک ڈاکو نے رائفل کے کندے سے مارا تھا اور وہ زمین پر گر پڑی تھی۔ وہ ایک اندھی بہن کی مظلومیت کا مارا تھا۔ ہر اندھی اسے اپنی بہن نظر آتی تھی۔ ایسی بہن جو ڈاکوؤں کے درمیان گھری ہو، جس کی عزت خطرے میں ہو، اس کی حالت دیکھ کر جمال احمد جسکانی کے دل و دماغ میں انقلابی تبدیلی کیسے نہ آتی۔

وہ لڑکی دونوں ہاتھوں سے سر تھامے اسی طرح زمین پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جسکانی نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "میں تمہارا بھائی ہوں۔"

اس نے چونک کر سر اٹھایا اور خوش ہو کر بولی "یہ کیا؟ یہ تو مجھے پھر نظر آنے لگا ہے۔"

وہ خوش ہو کر اٹھ گئی۔ چاروں طرف دیکھنے لگی۔ جب گرنے کے بعد آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا تھا، تب سے اس نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ انہیں کھولتے ہوئے گھبرا رہی تھی کہ پھر تاریکی ہی تاریکی نظر آئے گی۔ وہ خود کو اندھی سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔ جسکانی نے کہا "میری بہن! یہ قدرت کی کاریگری ہے۔ اس نے ہتھاری آنکھیں بند کر کے میری آنکھیں کھول دی تھیں۔ دیکھ لو، میں نے ان سرکش ڈاکوؤں، مغرور وڈیروں اور زمینداروں کو کس طرح بے بس کر دیا ہے۔"

وہ یہ کہتے ہوئے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ چپ ہو گیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "یہ واقعی ہارنے مقابلے کے دوران درست کہا تھا وہ مجھے دوست بنانے آیا ہے اور دوست بنا کر رہے گا۔"

حیرت ہے، میں نے انسپکٹر کا ریوالور اٹھا کر ان کی طرف کیوں پھینک دیا تھا۔ شاید اس طرح غیر شعوری طور پر ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے اور اب میں ان سے کس طرح دشمنی کر سکتا ہوں؟"

میں نے اس کی سوچ کے جواب میں تابعدار کے ذریعے کہلوایا "جناب جسکانی صاحب! یہ بابر صاحب اور ان کے آدمی، عورتوں کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ کل شام کو مختلف علاقوں سے شریف لڑکیوں کو لا کر یہاں سے تیس میل دور ایک مکان میں رکھا گیا تھا۔ وہ بھی یہاں لائی جانے والی تھیں، انھوں نے ان بہنوں اور بیٹیوں کو انسپکٹر میمن صاحب کے حوالے کر دیا۔ اب وہ ایک بستی میں عزت و آبرو سے محفوظ ہیں۔ یہاں سے جانے کے بعد انھیں ان کے گھروں میں پہنچا دیا جائے گا۔"

جسکانی سن رہا تھا اور ہمیں عقیدت سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ میری مرضی کے مطابق سوچنے لگا "اب تو دشمنی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں ایک اندھی لڑکی کو دیکھ کر اپنی مرحوم بہن کے دکھ درد کو سمجھتا ہوں۔ حالانکہ آنکھوں والیاں بھی مظلوم ہوتی ہیں۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوا، یہ قدرت کی طرف سے اشارہ تھا کہ مجھے ہر مظلوم لڑکی کو اپنی بہن سمجھنا چاہیے۔"

وہ یہ سوچتے ہوئے آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر وہ میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی پھر اس نے دوستی کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا لیکن میں نے اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا۔ خود آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔ اس کی پیٹھ کو تھپکتے ہوئے کہا "یہ میری دوسری فتح ہے۔"

جسکانی نے پوچھا "دوسری فتح کا مطلب کیا ہوا؟"

"پہلے میں نے ریحانہ اور کرم داد کے دل جیتے تھے۔ اس کے بعد تمہیں جیت رہا ہوں۔ میں نے عزم کیا ہے، تخریب کاروں کے خلاف ایک ایسی منظم جماعت بناؤں گا، جس میں ہم سب ہوں گے۔ ہم نے مختلف ٹی ٹی سینڈوں سے جو کچھ سیکھا ہے، وہ ہم ان کے خلاف استعمال کریں گے۔"

جمال احمد جسکانی نے مجھ سے الگ ہو کر پریشان نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر کہا "یہ کیسے ممکن ہے۔ میں نے ٹیرر ٹریننگ سینٹر میں اپنے انسٹرکٹر اور وہاں کے سربراہ کے سامنے حلف اٹھایا ہے۔ قسم کھائی ہے کہ ان کا وفادار رہوں گا۔"

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "جب تم پیدا

ہوئے تھے تو تمھاری ماں نے دودھ پلانے سے پہلے تمہیں اذان سنوائی تھی۔ یہ اذان ایک معاہدہ ہے، اپنے مذہب سے، اپنی زمین سے اور اپنی ماں سے کہ اے ننھی سی جان، جب اذان سُننے کے بعد تم دودھ پیو گے تو جوان ہونے کے بعد دودھ میں پانی نہیں ملاؤ گے۔"

وہ مجھے یوں دیکھ رہا تھا جیسے میری باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں نے کہا "بے شک، ایک نوزائیدہ بچہ اپنی مرضی سے اذان نہیں سنتا لیکن ہم اس لیے سُناتے ہیں کہ بنیادی معاہدہ قائم رہے۔ اگر یہ پسند نہ ہو تو جوانی میں اسے توڑ دیا جائے۔ تم نے جوان ہو کر تعلیم اور شعور حاصل کرنے کے بعد اذان کے معاہدے کو کیوں نہیں توڑا؟ کیوں آج تک مسلمان ہو؟ اور اگر مسلمان ہی ہو تو اپنی قوم اور ملک سے الگ ہو کر کسی سے کوئی معاہدہ کیسے کر سکتے ہو؟"

جسکانی نے کہا "میں مسلمان ہوں اور انشاء اللہ مسلمان رہوں گا۔ باہر کا کوئی معاہدہ میرے خیالات تو بدل سکتا ہے مگر مذہب کو نہیں بدل سکتا۔"

"ایسے خیالات کیوں اپناتے ہو جن سے مذہب، ملک اور ملّت کو نقصان پہنچے۔ یہ خیال دل سے نکال دو کہ باہر کے ملکوں سے گٹھ جوڑ کر کے انقلاب لاؤ گے۔ باہر سے آنے والا کپڑا ہو، کاسمیٹکس کا سامان ہو یا انقلاب ہو۔ وہ بدیسی مال ہی ہوتا ہے اور بدیسی مال ہمارے ملک کی آب و ہوا اور مزاج کے موافق کبھی نہیں ہوتا۔"

میں نے ذرا پیچھے ہٹ کر اس کی طرف انگلی اُٹھاتے ہوئے کہا "جسکانی! تم ٹیرر سینڑ والوں کے دستِ راست بن کر یہاں سے پشاور تک چلے جاؤ۔ ہر مقام پر تمھارے سامنے یہ حقیقت عیاں ہوتی جائے گی کہ تم ایسے لوگوں کا ساتھ دے رہے ہو جو تمھارے ملک میں آگ لگانا چاہتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، وہ حکومت کو خوش کرنے کے لیے اور جنگل میں منگل منانے کے لیے تمھاری بہنوں اور بیٹیوں کی عزت کو کھلونا بنا رہے ہیں۔"

وہ ذرا تلملا گیا۔ دونوں مٹھیاں بھینچنے لگا۔ میں نے کہا۔ "کیا تمھارے ٹی ٹی سینڑ سے تربیت حاصل کرنے والی لڑکیاں یہاں آ کر بڑے بڑے افسران کو نہیں پھانستی؟ کیا وہ لڑکیاں ہمارے ملک سے تعلق نہیں رکھتیں؟ کیا وہ ہماری بہنیں نہیں ہیں؟ پھر تم انھیں ایسی حرکتوں کی اجازت کیوں دیتے ہو؟ ذرا غور کرو تو معلوم ہو گا کہ ہم سب نے مختلف ٹی ٹی سینڑوں میں جا کر صرف اپنے ملک کا سودا نہیں کیا بلکہ اپنی عورتوں کی عزتوں کا بھی سودا کیا ہے۔"

حور بانو نے جسکانی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "یہ جس ٹی ٹی سینڑ سے تمھارا تعلق ہے، اس سے میرے والدین کا تعلق برسوں سے ہے۔ میں نے اور بھی ایسے گھرانے دیکھے ہیں جو اس سینڑ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کسی بھی مشن کے دوران ہمارے لیڈر کا حکم ہوتا ہے کہ وہ اپنی جوان لڑکیوں کو کسی کے سامنے بھی چارہ بنا کر پیش کر دیں اور مشن کی تکمیل کریں۔ یہاں وفاداری یہی سمجھی جاتی ہے کہ اپنی عزت داؤ پر لگا کر اپنے مقاصد حاصل کیے جائیں۔"

ریحانہ نے آگے بڑھ کر کہا کہ پرسوں رات حور بانو کو باہر کی خواب گاہ میں بھیج دیا گیا تاکہ باہر کو ٹریپ کر کے مائنڈ کنٹرول کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کی جائیں۔"

حور بانو نے کہا "جمال احمد جسکانی! جانتے ہو، کیا ہوا؟ میں پرسوں رات اس کی خواب گاہ میں گئی لیکن وہاں سے ایسے ہی واپس آئی جیسے ماں کے پیٹ سے آئی تھی۔ کل کی رات بھی ہم نے ایک ہی کمرے میں گزاری۔ میں گہری نیند سوتی رہی اور یہ شخص میری عزت کا محافظ بنا رہا۔ ٹی ٹی سینڑ والوں نے مجھے بے شرمی کے جہنم میں جھونک دیا تھا۔ مجھے باحیا و باکردار رکھنے والا کون ہے۔ تم بتاؤ، تمھارے ٹی ٹی سینڑ والے یا باہر؟"

جمال احمد جسکانی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "حور بانو! مجھے تمھارے متعلق بتایا گیا ہے کہ تم نے کریزی کو دھوکا دیا ہے۔ سینڑ کے مفاد کے خلاف کام کیا ہے اور باہر کے ساتھ فرار ہو گئی ہو لیکن تم لوگوں کی باتیں سن کر اور کھلی حقیقتوں کو دیکھ کر میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ میں تم سب سے وعدہ کرتا ہوں کہ آج سے میں بھی تمھارے ساتھ ہوں۔"

حور بانو اور ریحانہ نے آگے بڑھ کر اسے محبت اور عقیدت سے اس کے ہاتھوں کو تھام لیا۔ میں، کرم داد اور انسپکٹر علی مختار ممین آگے بڑھ کر اسے محبت سے تھپکنے لگے۔

اسی دوران ہم اپنے دشمنوں کی طرف سے بھی محتاط تھے۔ ہمارے پاس ان کے ہتھیار پڑے ہوئے تھے اور کچھ ہمارے ہاتھوں میں تھے۔ جسکانی کے وہ چاروں ماتحت جو اس کے ساتھ مشعلیں لیے گھوڑوں پر آئے تھے، انھوں نے میرے تابعدار کے ساتھ مل کر تمام ڈاکوؤں، وڈیروں، زمینداروں اور پولیس آفیسر کو الگ الگ درختوں سے باندھ دیا تھا۔ جمال احمد جسکانی نے رانگا ماما کی طرف بڑھ کر کہا "مجھے اپنے سٹرٹ سے ہدایت دی گئی تھی کہ یہاں پہنچ کر تجھ سے دوستی کروں اور میں نے دوستی کی لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ تو بے غیرت دلال ہے۔ شریف بہو بیٹیوں کو ان کے گھروں سے اٹھا کر ان لوگوں تک پہنچاتا ہے جو معزز کہلاتے ہیں۔ انہیں خوش کرتا ہے۔ لعنت ہے تجھ پر۔"

انسپکٹر علی مختار ممین نے کہا "اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم انہیں یہاں سے کسی قریبی بستی کی طرف لے جائیں یا پولیس کی بھاری جمعیت کو یہاں طلب کیا جائے؟"

میں نے کہا "انھیں باندھ کر یہاں سے اس طرح لے جایا جائے گا جس طرح یہ ہمیں بلانا چاہتے تھے، یعنی گھوڑوں کی پیٹھ پر۔ ہم سوار ہوں گے اور انھیں ٹھوکریں مارتے ہوئے لے جائیں گے۔ لیکن اس میں کچھ دشواریاں بھی ہیں۔ راستے میں کوئی نئی مصیبت کھڑی ہو سکتی ہے۔ بہتر ہے کہ کسی طرح قریبی بستی والوں سے رابطہ قائم کیا جائے۔ شاید وہاں ٹیلیفون ہو تو ہم پولیس کے اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کر سکیں گے۔"

جسکانی نے اپنی پتلون کی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالتے ہوئے کہا "میرے پاس یہ ہے۔ کیا انسپکٹر اس سے کچھ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں؟"

علی مختار ممین نے ٹرانسمیٹر لے کر خوش ہوتے ہوئے کہا "مشکل آسان ہو گئی ہے۔ میں ابھی اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

وہ ایک طرف جا کر کرسی پر بیٹھ گیا اور رابطہ قائم کرنے لگا۔

میں نے کہا "جسکانی! تم اگر ان کی نگرانی کرتے رہو تو میں اور کرم داد ذرا یہاں کی تلاشی لے لیتے ہیں۔"

"بے فکری سے جاؤ۔ اوّل تو یہ سب بندھے ہوئے ہیں۔ دوسرے کوئی آ کر ان کی مدد کرنا چاہے گا تو اپنی جان سے جائے گا۔"

اس نے تمام لڑکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم لوگ بھی لوکہ اپنے بھائیوں کی پناہ میں ہو۔ آزادی سے ہنستی بولتی رہو۔ یہاں کھانے کے جو انتظامات کیے گئے ہیں، وہ انتظامات اپنے ہاتھوں میں لے لو۔ معزز مہمان درختوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ ہم ان کے سامنے بیٹھ کر کھائیں گے۔"

تمام لڑکیاں خوش ہو کر اپنے اپنے کاموں میں لگ گئیں۔ حور بانو اور ریحانہ... بھی ان کا ہاتھ بٹانے لگیں۔ ایک چھوٹی سی پہاڑی کے دامن میں ماما مسکن بنایا گیا تھا۔ گھنے درختوں کے سائے میں یہ دور سے نظر نہیں آتا تھا اور نہ ہی فضائی پرواز کے دوران اسے دیکھا جا سکتا تھا۔ یہ پہاڑی کے دامن میں ایک قدرتی غار تھا، جسے رانگا ماما نے اپنی رہائش گاہ بنا لیا تھا۔ اسے خاص [illegible] کے لیے پہاڑی کے دامن میں چھوٹی چھوٹی جھگیاں بنا رکھی تھیں۔ میں نے اور کرم داد نے غار کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہاں بھی جنریٹر کے ذریعے بلب روشن تھے۔ غار کے کتنے ہی حصّوں میں بڑے بڑے صندوق رکھے ہوئے تھے۔ ہم نے ان صندوقوں کو کھول کھول کر دیکھا وہ سونے چاندی کے زیورات سے بھرے ہوئے تھے، ان میں نوٹوں کی گڈیاں بھی تھیں۔ جہاں زیورات تھے وہاں کچھ ساگنوں کے جوڑے بھی پڑے ہوئے تھے۔ ہم نے وہ جوڑے اُٹھا لیے۔ پھر غار سے باہر آ کر جمال احمد جسکانی کو دکھاتے ہوئے کہا "یہاں لاکھوں روپے کے زیورات اور نقدی موجود ہے۔ زیورات کے ساتھ یہ جوڑے بھی ملے ہیں۔ اس کا مطلب ہے تمھارے اس کھلنے دوست رانگا ماما نے ہماری باتوں کو بھی توڑا ہے، یہ جوڑے ان دُلھنوں پر چڑھائے جانے والے مظالم کی داستان سُنا رہے ہیں۔"

جمال احمد جسکانی نے یہ سنتے ہی رانگا ماما کے منہ پر ایک اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ علی مختار ممین نے کہا "اسے مارنا فضول ہے۔ میں اپنے افسران سے بات کر چکا ہوں۔ وہ پہلے تو یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھے کہ میں نے صرف چند جانباز سا تھیوں کی مدد سے تمام ڈاکوؤں پر قابو پا لیا ہے اور ان کے سردار رانگا ماما کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر رانگا ماما کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ "یہ ٹرانسمیٹر آن ہے۔ دوسری طرف ہمارے افسران ہماری باتیں سُن رہے ہیں۔ تم انہیں یقین دلاؤ کہ ہم نے تمہیں گرفتار کر لیا ہے۔"

وہ غصّے سے جھنجلا کر بولا "میں کیوں یقین دلاؤں۔ میں کچھ نہیں بولوں گا۔ میرا نام رانگا ہے رانگا۔ کوئی مجھے گرفتار نہیں کر سکتا۔ مجھے یہاں سے لے کر تو چلو۔ راستے میں میرے دوسرے ساتھی ضرور مجھے چھڑا کر لے جائیں گے۔"

انسپکٹر نے پوچھا "اچھا تو ہم ہمارے افسران کو یقین نہیں دلاؤ گے کہ تم رانگا ماما ہو؟"

"میں تمھارے افسروں کے سامنے زبان تک نہیں کھولوں گا چاہے میری جان لے لو۔"

انسپکٹر نے مسکرا کر کہا "شکریہ۔ یہ ٹرانسمیٹر آن تھا۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "انسپکٹر علی مختار ممین! تم نے واقعی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اب اس گھنے جنگل میں پہنچنے کا مسئلہ ہے۔ رات کا وقت ہے۔ جیسا کہ تم کہہ چکے ہو، نئی میل کا فاصلہ گھوڑوں کی پیٹھ پر طے کرنا پڑتا ہے۔ یہاں گھوڑے دستیاب نہیں ہو سکتے۔ میں ابھی اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ ان سے ہیلی کاپٹروں کی فراہمی کے لیے درخواست کروں گا۔ اگر یہ ہیلی کاپٹر مل گئے تو میں پولیس فورس کے ساتھ آدھی رات سے پہلے ہی وہاں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ اس

دوران ہمارے درمیان رابطہ قائم رہے گا۔"

اب یہ ساری ذمے داری انسپکٹر علی مختار میمن کی تھی۔ ہم اپنا فرض ادا کر چکے تھے۔ کرم داد اور جمال احمد جسکانی نے پیٹیاں کھول کر شراب کی بوتلیں نکال لی تھیں اور منہ سے لگا کر پینا شروع کر دیا تھا۔ ہری ہری گھاس پر دور تک دریاں بچھادی گئی تھیں۔ اس پر دسترخوان بچھانے کے بعد طرح طرح کے لذیذ کھانے چُنے جا رہے تھے۔ مرغِ مسلّم سے لے کر بکرے، دُنبے، گائے اور اونٹ وغیرہ کے گوشت وغیرہ کی بھی ڈشیں موجود تھیں۔ میں نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا "کرم داد! اس بات کو یاد رکھنا کہ زیادہ پینے سے اور زیادہ کھانے سے غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ پچھلی رات کا واقعہ یاد ہے نا؟"

وہ پیتے پیتے رُک گیا۔ اس نے بوتل کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا "میں تو بھول ہی گیا تھا۔ آج یہ غلطی نہیں ہوگی۔"

وہ ریحانہ کے پاس کھانے کے لیے بیٹھ گیا۔ جسکانی نے انسپکٹر کے پاس بیٹھ کر کھانا شروع کرتے ہوئے پوچھا "کیا حویلی کا پٹرول جائیں گے؟ پولیس پارٹی یہاں آدھی رات سے پہلے آسکے گی؟"

اس نے بندھے ہوئے لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ بظاہر بڑے معزز اور سنجیدہ باطن میں کمینے ہیں۔ ڈاکو رانگا ماما حکومت کو مطلوب ہے اور ہمارے پولیس آفیسر صاحب اپنے محکمے کے بہت بڑے آفیسر ہیں۔ یہ وڈیرے، یہ جاگیردار اور یہ زمیندار اپنے اپنے علاقوں میں سماجی اور سیاسی حیثیت رکھتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کو لینے کے لیے ہیلی کاپٹر کیوں نہیں بھیجے جائیں گے۔"

آدھی رات سے پہلے ہی دو ہیلی کاپٹر پرواز کرتے ہوئے نظر آئے۔ ماما مسکن میں روشنی کا ایسا انتظام تھا کہ گھنے درختوں کے باوجود وہ صحیح مقام پر پہنچ گئے تھے۔ انسپکٹر علی مختار میمن نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا ہوا تھا، اور انہیں بتا رہا تھا کہ وہ کہاں اُتارے جا سکتے ہیں۔ تقریباً پندرہ منٹ کے اندر ہی ہیلی کاپٹروں کے گردش کرتے ہوئے پنکھوں کی آوازیں تھم گئیں۔ پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سُنائی دیں۔ چاروں طرف سے یوں زمین دہل رہی تھی جیسے ایک بڑی فوج ہر سمت سے حملہ کرنے چلی آ رہی ہو۔ بپھرے ہوئے ریچھار سپاہی دکھائی دیے۔ سب رائفلیں تانے ہوئے تھے۔ وہ چار پولیس افسروں کی رہنمائی میں آئے تھے۔ انسپکٹر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "میں انسپکٹر علی مختار میمن ہوں۔ یہاں کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے۔ جو مجرم تھے وہ سب باندھے جا چکے ہیں۔"

آنے والے افسران نے علی مختار میمن سے مصافحہ کیا، اسے مبارک باد دی۔ پھر وہ ڈاکو رانگا ماما، اس کے ساتھیوں اور اس کے معزز مہمانوں سے باری باری سوالات کرنے لگے۔ اس دوران بے باک پہلے خاص مجرموں کو لوٹ کے مال کے ساتھ ایک ہیلی کاپٹر میں لے جایا جائے۔ دوسرے ہیلی کاپٹر میں ہمیں جانے کے لیے کہا گیا۔ باقی ڈاکوؤں کی نگرانی کے لیے پولیس کی بھاری تعداد مقرر کر دی گئی۔ ہم ہیلی کاپٹر کے ذریعے رات کے ایک بجے نواب شاہ پہنچ گئے۔ وہاں اتنی رات کو بھی اچھی خاصی چہل پہل تھی۔ تمام شہر میں یہ خبر پھیل گئی تھی کہ ڈاکو رانگا ماما اور بہت سے اہم افراد گرفتار کیے گئے ہیں اور وہ یہاں لائے جانے والے ہیں۔ پولیس کے بڑے بڑے افسران پہنچے ہوئے تھے۔ جب ہم پولیس ہیڈ کوارٹر میں آئے تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ جتنے بڑے زمیندار، جاگیرداروں، وڈیروں اور بااثر شخصیت افراد کو گرفتار کیا گیا تھا۔ ان کی ضمانتیں لینے کے لیے مختلف شہروں سے بڑی بڑی... شخصیتیں چلی آئی تھیں۔ ان میں سیاسی اور سماجی لیڈر حضرات بھی تھے۔ حکومت میں دُور دُور تک رسائی رکھنے والے معززین بھی تھے۔

میں محتاط ہو گیا۔ اب سیاسی چالبازیاں شروع ہو رہی تھیں۔ ہم نے جتنے معزز حضرات کو مجرموں کی حیثیت سے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا تھا، انہیں چھڑا لے جانے کے تھکنڈے استعمال کیے جا رہے تھے۔ میں چپ چاپ ایک جگہ بیٹھا ان سب کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا۔ ایک ایک کے لب و لہجے کو سمجھ رہا تھا۔ ان کی خفیہ گفتگو سن رہا تھا۔

میں خیال خوانی میں مصروف تھا کہ کرم داد کی آواز نے چونکا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا "مجھے بڑی بوریت ہو رہی ہے۔ اس قانونی کارروائی میں تو صبح ہو جائے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کہیں قریب ہی فائر کی آواز سنائی دی۔ سٹاٹے میں سے ایک گولی چلی تھی۔ سبھی چونک گئے۔ جس کمرے سے گولی چلنے کی آواز آئی تھی، وہاں پولیس والے دوڑتے ہوئے جا رہے تھے۔ میں بھی ادھر جانا چاہتا تھا لیکن ہمارا راستہ روک دیا گیا۔ سپاہیوں نے کہا "زیادہ پھیر مناسب نہیں ہے۔ ابھی پتا چل جائے گا کہ گولی کس نے چلائی ہے۔"

جس کمرے میں گولی چلی تھی، وہاں جو افسر اور سپاہی گئے تھے، میں ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پتا نہیں کیا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب خبر ملی تو ہم سب حیرت زدہ رہ گئے۔ ہمارے ساتھی انسپکٹر علی مختار میمن نے خودکشی کر لی تھی۔ اپنے ہی ریوالور سے خود کو ہلاک کرنے سے پہلے اس نے ایک خط لکھا تھا۔ خط میں کیا لکھا تھا، یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کیوں کہ پولیس افسر اسے ایک دوسرے کمرے میں دوسرے افسران کے پاس لے گیا تھا۔

میں سپاہیوں کو اِدھر سے اُدھر دھکا دیتا ہوا اس کمرے میں پہنچ گیا۔ ایک افسر نے ڈانٹ کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

میں نے کہا "جناب! یہاں سازشیں ہو رہی ہیں۔ ہمارا ساتھی انسپکٹر ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کر رہا تھا۔ ہم اس کے ساتھ قانون کے ہاتھ مضبوط کر رہے تھے، اور وہ فرض شناسی کا بہت ہر قدم پر دیتا جا رہا تھا۔ وہ بھلا کیسے خودکشی کر سکتا ہے۔ یہ ضرور کوئی چال ہے۔"

ایک بڑے آفیسر نے مجھے ڈانٹ کر کہا "زیادہ بکواس مت کرو۔ باہر بیٹھو۔ جب تمہیں بلایا جائے اور سوال کیا جائے تو جواب میں جو کہنا چاہو کہہ دینا، فی الحال گیٹ آؤٹ۔"

کاش میں خود کو فرہاد کی حیثیت سے ظاہر کر سکتا۔ اس آفیسر نے جتنی حقارت سے مجھے گیٹ آؤٹ کہا تھا، اس کے نتیجے میں وہ پلک جھپکتے میں گتنی کا ناچ ناچنے لگتا۔ میں نے بڑے ضبط و تحمل سے کام لیا۔ کمرے سے باہر آیا۔ دروازے پر جمال احمد جسکانی اور کرم داد مجھے گھور کر دیکھ رہے تھے۔ جسکانی نے کہا "اور قانون کی مدد کرو۔ کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ ہمارے خلاف کیسی سازشیں ہو رہی ہیں اور ہم کس طرح پھانسے جانے والے ہیں۔"

کرم داد نے کہا "اگر ہم یہاں پھانسے گئے تو میں پولیس ہیڈ کوارٹر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ جب تک ہم قانون کا احترام کر رہے ہیں، اس وقت تک قانون کے محافظوں کو چاہیے کہ ہماری عزت کریں۔ بے عزتی ہوگی، ہمیں حقارت سے ٹھکرایا جائے گا، ہمارے خلاف جھوٹے الزامات عائد کیے جائیں گے تو..."

میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکتے ہوئے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ جب کوئی بات ہوگی تو ہم اپنے بچاؤ کا راستہ ڈھونڈ لیں گے لیکن وعدہ کرو کہ قانون کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔"

جسکانی نے غصّے سے کہا "تم اب بھی قانون کا راگ الاپ رہے ہو۔"

"دیکھو جسکانی! آگ کو جب تک آگ سمجھ کر کھیلو گے تو جلتے رہو گے۔ اسے گلزار بنانا چاہتے ہو تو اپنے ایمان کو مستحکم رکھو۔ ہم ایمان اور سچائی کے راستے پر ہیں۔ قانون مجرموں کے لیے آگ ہے، ہمارے لیے گلزار بنے گا۔"

وہ دونوں میرے ساتھ چلتے ہوئے ریحانہ اور حورمانو کے پاس آئے۔ انھیں ساری باتیں بتانے لگے۔ جسکانی نے کہا "بابر! میں صرف ایک بات پوچھتا ہوں۔ اگر ہم اُلٹے پھانس لیے گئے تو کیا ہوگا؟"

"ہمارے پاس ذہانت ہے۔ حاضر دماغی جیسی صلاحیتیں ہیں اور یہ خوبیاں ایسے ہی آزمائشی مرحلوں میں کام آتی ہیں۔"

کرم داد نے کہا "اگر ہمارے ساتھ دھوکا ہوا تو میں تمہاری بات نہیں سنوں گا۔ مجھے جو کرنا ہے کر گزروں گا۔"

جسکانی نے کہا "بابر! تم سے دوستی ایک الگ بات ہے۔ قانون کے محافظوں نے ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تو پھر میں تم پر بھی اعتماد نہیں کروں گا۔"

میں نے دونوں کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "دوستی کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ وہ تقاضے پورے کرنے کے بعد تم جو چاہو، کر لینا۔"

"ہمیں بتاؤ، کیا تقاضے ہیں؟"

"میں چاہتا ہوں، کوئی مصیبت کی گھڑی آئے تو اپنے راستے الگ نہ ہوں۔ ہم تینوں مل کر جو کام کریں گے، اس میں استحکام ہوگا۔ اتحاد اور تنظیم آدمی کو ہمیشہ کامیابی کے راستے پر لے جاتی ہیں۔ اگر کوئی بُرا وقت آئے تو میری ایک شرط پوری کر دینا۔ اس کے بعد تم دونوں آزاد ہو گے۔"

"کونسی شرط؟"

"وہ بُرا وقت آنے دو تو میں بتاؤں گا۔"

آدھے گھنٹے کے بعد ہمیں ایک بڑے سے ہال میں طلب کیا گیا۔ ہم سر جھکا کر وہاں پہنچے۔ سر اس لیے جھکے ہوئے تھے کہ اپنے ساتھی انسپکٹر علی مختار میمن کی بے وقت اور اچانک موت نے ہمیں دل برداشتہ کر دیا تھا۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اتنا اچھا ساتھی اچانک ہی خودکشی کر لے گا اور اس کی خودکشی معمّہ بن جائے گی۔"

اس بڑے سے ہال میں چند افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے آس پاس دُور تک کئی کرسیوں پر مختلف شہروں سے آنے والے کئی معززین سیاسی اور سماجی لیڈر حضرات بھی تھے۔ وہاں اور بھی کئی کرسیاں خالی تھیں۔ ہم ان پر بیٹھنا چاہتے تھے کہ ایک آفیسر نے ڈانٹ کر کہا "کھڑے رہو۔ صرف خواتین بیٹھ سکتی ہیں۔"

ریحانہ نے ناگواری سے کہا "ہمیں بیٹھنے کا شوق نہیں ہے۔"

میں نے کہا "کتنی عجیب بات ہے۔ جو مجرموں کی ضمانتیں لینے آئے ہیں، انھیں عزت سے بٹھایا گیا ہے، اور ہم نے مجرموں کو گرفتار کیا تو اس کے صلے میں یہاں کھڑا

رکھا جا رہا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ فرمائیے، ہمیں کس لیے طلب کیا گیا ہے؟"

ایک افسر نے کہا۔ "انسپکٹر علی مختار میمن ایک باضمیر انسان تھا۔ وہ وقتی طور پر تم جیسے جرائم پیشہ افراد کے فریب میں آ گیا تھا جب اس کے ضمیر نے ملامت کی تو اس نے خودکشی کر لی لیکن خودکشی کرنے سے پہلے بہ اعتراف نامہ ہمارے حوالے کر گیا۔"

اس آفیسر نے علی مختار میمن کا آخری خط پڑھنا شروع کیا۔ اس میں لکھا تھا:

"میں پورے ہوش و حواس میں رہ کر یہ تحریری بیان دے رہا ہوں۔ میں بابر ادرکرم داد ماما کے وحشیانہ مجرموں کے فریب میں آ گیا تھا۔ ان کے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں۔ جن کے نام.. حور بانو اور ریحانہ ہیں۔ انھوں نے میرے پاس آ کر کہا کہ میری شریکِ حیات ان کے ایک ساتھی جمال احمد جسکانی کے قبضے میں ہے۔ اگر میں ان کے احکامات پر عمل نہیں کروں گا تو وہ میری بیوی کو مار ڈالیں گے۔ ثبوت کے طور پر انہوں نے ایک کیسٹ سُنایا۔ جس میں میری بیوی کی آواز تھی۔ وہ رو رو کر، گڑگڑا کر کہہ رہی تھی کہ میں اس کی جان بچانے کے لیے ان مجرموں کی بات مان لوں۔

اور میں نے بات مان لی۔ مجھے بتایا گیا کہ ہمارا ایک پولیس آفیسر عالم زیری پولیس کا دستہ لے کر ڈاکو رانگا ماما کو گرفتار کرنے اس کے اڈّے کی طرف گیا ہے۔ اگر میں بابر، اور کرم داد کے حکم کے مطابق عمل کروں گا تو ڈاکو کی گرفتاری کا سہرا میرے سر ہوگا۔ سارا کریڈٹ مجھے حاصل ہوگا اور پولیس آفیسر عالم زیری کو مجرموں کی فہرست میں شامل کر لیا جائے گا۔

پھر یہی کیا گیا۔ انھوں نے کہا کہ میں سائیں سراج آدم اور دوسرے معزز وڈیروں، زمینداروں اور جاگیرداروں کو ایک پولیس انسپکٹر کی حیثیت سے طلب کروں۔ جب میں نے طلب کیا تو انھوں نے ہتھیاروں کے زور پر انھیں قابو میں کیا۔ رسّیوں سے باندھ کر ڈاکو رانگا ماما کے اڈّے پر لے گئے۔ وہاں ہمارے آفیسر عالم زیری صاحب نے کامیاب چھاپا مارا تھا اور ڈاکو رانگا ماما کو گرفتار کر لیا تھا لیکن ہم نے بازی پلٹ دی۔ ڈاکو تو پہلے ہی سے گرفتار کیے جا چکے تھے۔ ہم نے پولیس آفیسر کو اپنے قابو میں کر لیا۔ انھیں بھی مجرموں کی صف میں شامل کر دیا۔ مجھے افسوس تو ہو رہا تھا لیکن اپنی شریکِ حیات کی زندگی عزیز تھی۔ پھر میں دیکھ رہا تھا کہ میری اچانک ترقی ہونے والی ہے۔ بہت بڑا عہدہ ملے گا اور تنخواہ بھی بڑھے گی۔ میں نے اسی لالچ میں آ کر اپنے پولیس آفیسر زبیری کے ساتھ غداری کی اور قانون شکنی کی۔ اور جو مجرم نہیں تھے، انہیں مجرم بنا کر رانگا ماما کے ساتھ لے آیا۔

آہ، بے ایمانی کبھی نہیں پھلتی۔ اب مجھے حقیقت کا علم ہوا ہے۔ میری بیوی کی آواز جب ریکارڈ کی گئی تو وہ صحیح سلامت تھی۔ اس کے بعد پتا چلا کہ جمال احمد جسکانی پہلے میری بیوی کی عزت کا دشمن بنا۔ پھر جان کا دشمن بن گیا۔ جس شریکِ حیات کے لیے میں نے یہ سب کچھ کیا، اب وہ اس دُنیا میں نہیں رہی تو میں رہ کر کیا کروں گا۔ اس لیے میں ہوش و حواس میں رہ کر خودکشی کر رہا ہوں۔

فقط راقم الحروف، انسپکٹر علی مختار میمن"

یہ خط پڑھ کر آفیسر نے اسے اپنے سامنے میز پر رکھا پھر ہماری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ جمال احمد کا نے غصّے سے کانپتے ہوئے کہا "یہ جھوٹ ہے۔ بکواس ہے انسپکٹر علی مختار میمن کبھی ایسا نہیں لکھ سکتا۔ نہ میں نے اس کی بیوی کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے۔ میں نے تو اس بے چاری باحیا عورت کو کبھی دیکھا بھی نہیں ہے۔"

ایک افسر نے کہا "جمال احمد جسکانی! تم کتنے سچّے اور کتنے شریف انسان ہو، یہ ہم اچھی طرح جان گئے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ تمھارے ماضی کا تمام ریکارڈ اور ماضی میں تمھارے خلاف ہونے والے مقدمے کی تمام فائلیں اور فیصلوں کے کاغذات کہاں غائب ہو گئے تھے؟"

جمال احمد جسکانی نے سوچتی ہوئی نظروں سے اس کو دیکھا۔ جسکانی کا دماغ اندر ہی اندر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "جسکانی! تم بُرے پھنسے ہو، ٹی ٹی سینٹر والوں سے غداری کی ہے۔ وہ فائلیں اور کاغذات پھر برآمد کر لیے گئے ہیں اور

ہیڈ والوں نے تمھیں سزا دینے کے لیے ان کاغذات کو افسران کے پاس پہنچا دیا ہے۔"

جمال احمد جسکانی جو سوچ رہا تھا وہ درست تھا۔ اس افسر نے بھی ایک فائل اٹھا کر دکھاتے ہوئے کہا "یہ وہی فائل ہے جس کے ذریعے تم قاتل اور جرائم پیشہ ثابت ہو سکتے ہو۔ تم نے آج سے دو برس آٹھ ماہ پہلے گوٹھ سارنگ کے ایک پولیس افسر کو قتل کیا تھا۔ تمھاری وجہ سے وہاں کا وڈیرہ مارا گیا۔ اس افسر کی دونوں بیٹیاں ماری گئیں۔ تم پر طرح طرح کے الزامات ہیں۔ ان الزامات سے تم فائلوں کی موجودگی میں انکار نہیں کر سکو گے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ جمال احمد جسکانی کو ہتھکڑیاں پہنا دی جائیں۔"

ہمارے چاروں طرف مسلّح سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ جمال احمد جسکانی وہاں سے نکل سکتا تھا۔ میں اس کی صلاحیتوں کا معترف ہوں لیکن میں نے کہا "جناب افسران! ہتھکڑیاں تو آپ سب کو پہنائیں گے لیکن پہلے ہم پر بھی الزامات عائد کر دیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم ایک ساتھ ہتھکڑیاں پہنیں۔"

"بکواس مت کرو۔ ہم نے جو حکم دیا ہے اسی پر عمل ہوگا۔"

میں نے کہا "یہ جن لوگوں نے آپ کے پاس ہماری فائلیں پہنچائی ہیں، انھوں نے یہ ضرور بتایا ہوگا کہ ہم کتنے خطرناک ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم پُرامن طریقے سے خود گرفتاری کیلیے ہاتھ پیش کر دیں تو ذرا صبر سے کام لیں۔"

ان افسران نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ یقیناً ہمارا فائل پیش کرنے والوں نے انھیں بتایا تھا کہ ہم سب ضدّی، اور خطرناک ہیں۔ پھر ایک افسر نے ایک فائل اٹھاتے ہوئے کہا "اچھی بات ہے۔ ابھی تم لوگوں کو بھی ہتھکڑیاں لگائی جائیں گی۔ یہ فائل ریحانہ اور کرم داد کا ہے۔ ان دونوں نے پیرس میں رہ کر جو جرائم کیے ہیں اور کرم داد نے جو قتل کیے ہیں ان کی تصاویر کے ساتھ پوری تفصیل اس میں موجود ہے۔"

ایک افسر نے ایک اور فائل اٹھاتے ہوئے کہا "بابر! یہ تمھاری اور آمنہ کی فائل ہے۔ اس میں تمھارے جرائم کی جو داستانیں درج ہیں، وہ سب عدالت میں معلوم ہو جائیں گی تم میں سے صرف حور بانو کو رہا کیا جائے گا اور اسے اس کے والدین کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ اب میں حکم دیتا ہوں کہ چاروں کو ہتھکڑیاں لگا کر حوالات میں بھیج دیا جائے۔"

میں نے دانت پیستے ہوئے سوچا "یہ ہے وفاداری اور حُبّ الوطنی کا صلہ۔ کیا ہمارے ملک میں وفادار اور محبِّ وطن نہیں رہے؟"

بے شک ہیں، بے شمار محبِّ وطن اور ملک و قوم پر جان دینے والے لوگ ہیں۔ میں اپنے ایمان، اور حُبّ الوطنی سے مایوس نہیں ہوں لیکن ہمارے ہاں۔ ایسے لوگوں کا دور دورہ ہے، ایسے لوگ انتظامیہ کی گاڑی کو چلاتے ہیں جو نہایت بے ایمان، منافع خور، اسمگلر اور بدترین قسم کے سازشی ہیں۔

جو افسران ہمارے سامنے بیٹھے ہوئے ہمارے خلاف الزامات عائد کر رہے تھے اور ہمیں گرفتار کرنا چاہ رہے تھے، ان میں بھی بے ایمان نہیں تھے۔ وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے دشمن بن گئے تھے اور اب پولیس والوں نے ہمارے چاروں طرف ہتھکڑیاں نکال لی تھیں۔ چار ہتھکڑیاں، ایک ریحانہ کے لیے، ایک کرم داد کے لیے، ایک جمال احمد جسکانی کے لیے اور ایک میرے لیے۔

اب سے دو برس آٹھ ماہ پہلے جمال احمد جسکانی ایک مجبور اور بے بس انسان تھا۔ اس کے ساتھ ناانصافی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنائی گئیں۔ اس وقت اسے اپنے بچاؤ کے طریقے نہیں آتے تھے۔ کرم داد، ریحانہ اور میں ایسے تھے کہ اب تک ہمارے ہاتھوں میں کسی نے ہتھکڑی پہنانے کی جرأت نہیں کی تھی اور نہ ہی ہم نے ایسا موقع آنے دیا تھا۔ اس نے میری دوستی پر اعتماد کیا ہے۔ میں اس کے اعتماد کا بھرم رکھوں گا۔

سپاہیوں نے ہتھکڑیاں نکال لی تھیں اور انھیں کھولتے ہوئے ہماری طرف بڑھ رہے تھے۔ میرے ذہن میں ایک ایسا منصوبہ پرورش پا رہا تھا جس پر عمل کر کے میں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیے بغیر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گرفتار ہونے سے بچ سکتا تھا اور پھر میں نے اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دیا۔

وہ ہتھکڑیاں ہماری طرف لا رہے تھے۔

اچانک میں نے حور بانو کو کہتے پر مجبور کیا۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی "پلیز، ایک منٹ کے لیے رک جائیے۔"

اس کے ساتھ ہی میں نے ایک بڑے افسر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے دل میں ایک ذرا سی ہمدردی پیدا کی۔ اس نے کہا "رُک جاؤ۔ پہلے سن لو، یہ محترمہ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

حور بانو نے کہا "میرے ان ساتھیوں پر جو الزامات عائد کیے گئے ہیں، انھیں اس سلسلے میں صفائی پیش کرنے کا موقع عدالت میں تو دیا ہی جائے گا لیکن میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ تھوڑا سا موقع اگر یہاں دے دیا جائے تو کیا یہ نامناسب نہ ہوگا شاید آپ شرمندگی سے بچ جائیں کہ آپ نے بے گناہوں کو ہتھکڑیاں پہنائی تھیں۔"

اس افسر نے حور بانو کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ دراصل میں ہی اس کے دماغ میں سوچ پیدا کر رہا تھا کہ یہ لڑکی ٹھیک کہتی ہے۔ شاید یہ اپنی صفائی میں کوئی ایسی بات کہہ سکیں کہ انھیں ہتھکڑیاں پہنانے کی ضرورت نہ پڑے۔

ایک افسر نے کہا "یہ کیا کر رہی ہے۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ عدالت قائم کریں اور مجرموں کا بیان سنتے رہیں۔ اس کے لیے عدالتیں موجود ہیں۔"

دوسرے آفیسر نے بھی اعتراض کرنا چاہا لیکن میں جس آفیسر کے دماغ میں تھا، اس نے کہا "نہیں۔ تھوڑی دیر ہم اور بیٹھ جائیں تو ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اس لڑکی کی یہ بات دل کو لگ رہی ہے کہ شاید ہم شرمندگی سے بچ جائیں، شاید یہ مجرم نہ ہوں۔"

پھر اس افسر نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا "تم چاروں کو دس دس منٹ کا وقت دیتا ہوں۔ اپنے بارے میں جو کہنا چاہتے ہو، جلدی سے کہہ ڈالو۔"

میں نے چپکے سے جمال احمد جسکانی کے قریب ہو کر کہا "اپنے حق میں جو بھی الٹی سیدھی باتیں کر سکتے ہو، کر ڈالو۔ دس منٹ کی مہلت کو ضائع نہ کرو۔"

جسکانی نے کہنا شروع کیا۔ ادھر میں نے ریحانہ اور کرم داد کو بھی یہی سمجھا دیا۔ اس کے بعد خیال خوانی کی پرواز شروع کی اور اپنے بہترین رفیق اور اپنے عزیز سعید احمد کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ اپنے بیڈ روم میں سو رہے تھے۔ ان کے ساتھ سلمیٰ بھی تھی۔ سلمیٰ جو میری بہن شاہینہ کی نند تھی۔ میں نے سعید احمد کو بیدار کر کے ان کے دماغ میں کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ سلمیٰ کو اس بات کی خبر نہ ہو بلکہ کسی کو بھی یہ نہ معلوم ہو کہ تم نے آپ سے دماغی رابطہ قائم کیا ہے۔ فوراً اپنے بیڈ روم سے باہر نکلیں۔ میرے پاس صرف پینتیس منٹ کا وقت ہے اور پینتیس منٹ کے بعد میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ جائیں گی۔"

وہ فوراً ہی بستر سے اٹھے اور بیڈ روم سے باہر نکلتے ہوئے بولے "آخر بات کیا ہے؟ تم کہاں پھنسے ہوئے ہو؟"

"میں پاکستان میں ہوں لوٹا سی لیے آپ کی مدد مانگ رہا ہوں۔"

اوہ خدایا! تم اتنے پُراسرار بن کر رہتے ہو کہ ہمیں پریشان کر دیتے ہو۔ آخر یہاں آئے تھے تو ہمیں اطلاع تو دینا چاہیے تھی۔ بولو، کیا ہو رہا ہے؟"

"فوراً میرے بتائے ہوئے نمبر پر فون کریں۔ اس فون کے آس پاس پولیس کے محکمے کے بڑے بڑے افسران بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نواب شاہ کے پولیس ہیڈ کوارٹر میں ہوں۔"

انھوں نے ریسیور اٹھا کر کہا "یہ بتاؤ کہ مجھے کہنا کیا ہے؟"

"آپ نمبر ڈائل کریں۔ خود کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ کے دماغ میں موجود ہوں، آپ روانی سے بولتے چلے جائیں گے۔"

انھوں نے نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا "بھئی کمال کے آدمی ہو۔ میں اسلام آباد میں ہوں، تم نواب شاہ میں اور وہاں سے میرے دماغ میں رہ کر بولو گے۔ چلو، منہ بند کیے لیتا ہوں۔"

انھوں نے نمبر ڈائل کیے۔ ان دنوں ڈائریکٹ ڈائلنگ نہیں تھی۔ اس کے باوجود ایک اہم افسر..... ٹریک کال کے لیے نمبر دے رہا ہو تو رابطہ قائم ہونے میں دیر ہی کتنی لگ سکتی تھی، چنانچہ فوراً رابطہ قائم ہو گیا۔ ٹیلیفون ایکسچینج والوں نے بڑے ہی مؤدبانہ انداز میں اطلاع دی کہ انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی میرے سامنے بیٹھے ہوئے افسر نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے افسران کو یہ خبر سنائی۔ وہاں جیسے ایک ہلچل سی مچ گئی۔ اسی وقت ایکسچینج والوں نے سعید احمد کے فون سے ان افسران کے فون کا رابطہ قائم کر دیا۔ میں نے سعید صاحب کی زبان سے کہا "میں انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر... بول رہا ہوں، آپ کے سامنے پانچ افراد کے نام پیش کر رہا ہوں۔ انھیں نوٹ کریں اور میری ہدایت پر فوراً عمل کریں۔"

آفیسر نے قلم اٹھا کر کہا "ہم نوٹ کر رہے ہیں۔ آپ

حکم دیجیے۔"

میں نے سعید احمد صاحب کی زبان سے کہا "پہلا نام حور بانو، دوسرا ریحانہ، تیسرا کرم داد، چوتھا جمال احمد جسکانی اور پانچواں باہر۔ ان پانچوں کے ساتھ وی آئی پی ٹریٹمنٹ کی جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ آپ لوگوں کی شکایات مجھ تک پہنچائیں۔"

"سر! آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔"

"میرا دوسرا حکم یہ ہے کہ جتنے ڈاکو اور معزز قسم کے بدمعاش گرفتار کر کے لائے گئے ہیں، ان کی ضمانت قبول نہ کی جائے۔ یہ تمام لوگ عدالت تک پہنچائے جائیں گے۔ اس سلسلے میں مزید احکامات جاری ہوتے رہیں گے۔ آپ لوگ الرٹ رہیں۔"

انھوں نے ریسیور رکھتے ہوئے مجھ سے پوچھا "فرہاد! اب تو بتا دو، معاملہ کیا ہے؟"

"ذرا صبر کیجیے۔ آپ کے حکم مطابق ادھر ہمیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ ملے گا، عزت و احترام سے رہنے کے لیے جگہ دی جائے گی تو اطمینان سے آپ کو بتاؤں گا۔ فی الحال خدا حافظ۔ آرام سے جا کر سو جائیے۔"

انھوں نے خلا میں گھونسا دکھاتے ہوئے کہا "بکواس مت کرو۔ منہ توڑ دوں گا۔ ایک تو مجھے تجسس میں مبتلا کر دیا ہے اور سونے کے لیے بھی کہہ رہے ہو۔ بھلا ایسے میں نیند آئے گی؟"

"اچھا بھئی، بتا دیتا ہوں۔ مجھے اتنا موقع تو دیجیے کہ تنہائی میں بیٹھنے کا اور آپ سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرنے کا موقع ملے۔ میں اتنے سارے لوگوں کے درمیان رہ کر چپ چاپ خیال خوانی تو نہیں کر سکتا۔"

"چلو، میں تمھارا انتظار کروں گا۔ جب بھی فرصت ہو مجھے مخاطب ضرور کرنا۔ خواہ میں سو رہا ہوں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ دس دس منٹ کا جو وقت ملا تھا، اس کے مطابق جمال احمد جسکانی، کرم داد اپنے طور پر صفائی پیش کر چکے تھے اور ریحانہ بھی صفائی پیش کر رہی تھی۔ ادھر تمام افسران ٹیلیفون کے ذریعے دوسرے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کر رہے تھے۔ ایک ذمے دار افسر نے جو احکامات صادر کیے تھے، ان کے متعلق تصدیق کی جا رہی تھی۔

جب ریحانہ کے دس منٹ ختم ہو گئے تو میں نے کھنکھار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا "جناب! اب دس منٹ تک میں بولوں گا۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ آپ لوگوں کو ہماری باتوں کا یقین آئے گا۔ پھر بھی..."

میں اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ جو افسر ٹیلیفون کے ذریعے سعید احمد سے گفتگو کر چکا تھا، اس نے کہا "بیان دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں یقین ہے آپ لوگ بے گناہ ہیں۔ ہم سے بہت بڑی غلطی سرزد ہو رہی تھی۔"

اس عرصے میں تصدیق ہو چکی تھی کہ ایک بہت ذمے دار افسر نے ہی ہماری حمایت کی ہے۔ کوئی فراڈ نہیں ہے۔ وہ افسران فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر ہماری طرف آئے۔ پھر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے ہم سے مصافحہ کرنے لگے۔ حور بانو، ریحانہ، کرم داد اور جمال احمد جسکانی شدید حیرانی سے ان کے بدلتے ہوئے رویے کو دیکھ رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان افسران کو ہماری بے گناہی کا کیسے یقین آ گیا ہے جب کہ جمال احمد جسکانی، ریحانہ اور کرم داد الٹے سیدھے بیان دے رہے تھے، ان پر کوئی یقین نہیں کر سکتا تھا، اس کے باوجود انھوں نے یقین کر لیا تھا۔ ہمیں گلے لگا رہے تھے۔ ہم سے معافی مانگ رہے تھے۔

ملک کے وہ بااثر لوگ جو مجرموں کی ضمانتیں لینے آئے تھے، ان میں سے ایک نے اٹھ کر کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ انھوں نے اپنی صفائی میں جو بے تکا بیان دیا تھا، اس میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جس سے ان کی بے گناہی ثابت ہوتی ہو، پھر آپ لوگ ان کو یہ عزت کس بناء پر دے رہے ہیں؟"

ایک افسر نے جواباً کہا "ہمیں افسوس ہے، ہم آپ کو ان کی بے گناہی کے سلسلے میں کچھ نہیں بتا سکتے۔ ہاں، آپ کے لیے ایک افسوسناک اطلاع ہے کہ آپ میں سے کسی کی ضمانت قبول نہیں کی جا سکتی۔ جو مجرم گرفتار کر کے لائے گئے ہیں، ان سب کو عدالت تک ضرور پہنچایا جائے گا۔"

ایک اور بڑے صاحب نے آگے بڑھ کر کہا "انسپکٹر علی مختار میمن نے خودکشی کرنے سے پہلے جو تحریر آپ کے لیے لکھی تھی، کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہمارے آدمی بے گناہ ہیں اور یہ سب مجرم ہیں؟"

"اس خط کو عدالت میں پیش کرنے سے پہلے ہم اپنے طور پر تفتیش کریں گے۔ تحریر شناسی کے ماہرین سے رائے طلب کریں گے۔ پلیز، آپ اس سلسلے میں زیادہ بحث نہ کریں۔"

پھر اس افسر نے ہماری طرف پلٹ کر پوچھا "جناب! آپ کہاں رات گزارنا پسند کریں گے؟ اگر مناسب سمجھیں تو

پولیس ہیڈ کوارٹر کے کچھ کمرے خالی کر دیے جائیں یا کسی اچھے ہوٹل میں رہائش کا انتظام کرایا جائے؟"

جمال احمد جکانی نے شدید حیرانی سے کہا "کمال ہے! آپ تو ہمیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ دے رہے ہیں۔ بھئی ہمیں تو صرف رات گزارنی ہے، کہیں بھی گزار لیں گے۔ رات تو اس کمرے میں بھی گزر سکتی ہے اور باہر برآمدے میں بھی۔"

ایک افسر نے شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "جناب! آپ ہمیں اور شرمندہ نہ کریں۔ بھلا آپ اور باہر برآمدے میں رات گزاریں گے۔ آپ پانچ ہیں۔ ہم آپ لوگوں کے لیے اتنے کیوں کے پانچ کمرے خالی کرا دیتے ہیں۔"

میں نے کہا "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف دو کمرے کافی ہیں۔"

• منٹ کے اندر ہمیں دو کمرے مل گئے جن میں ضرورت کا سامان موجود تھا۔ ہمیں کھانے کے لیے بھی پوچھا گیا۔ پیٹ تو پہلے ہی بھرے ہوئے تھے البتہ ہم نے چائے پینے کی خواہش ضرور کر دی۔ انھوں نے ایک سپاہی کو چائے کا انتظام کرنے بھیج دیا۔ ایک افسر نے ہمارے قریب کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا "جناب! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ لوگ کون ہیں؟"

میں نے کہا "فی الحال آپ کوئی سوال نہ کریں۔ ہم کچھ باہم مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو پندرہ بیس منٹ کے لیے ہمیں تنہا چھوڑ دیں۔ چائے پینے کے دوران ہم آپ کے سوالوں کے جواب ضرور دیں گے۔"

وہ تمام افسران ہمیں کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی جمال احمد جکانی نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر پلٹ کر تیزی سے ہماری طرف آتے ہوئے بولا "آخر یہ چکر کیا ہے؟ ہم پر سنگین الزامات عائد کیے گئے۔ انسپکٹر مختار ممن کا آخری خط ہمیں پھانسی کے پھندے تک پہنچانے کے لیے کافی تھا۔ اس کے باوجود ہمیں رہا کر دیا گیا اور ہمیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جا رہا ہے۔"

کرم داد نے کہا "مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے ہم آسمان سے گر کے کھجور میں آ ٹپکے ہیں اور اب کھجور سے گر کر کسی گہری کھائی میں پہنچنے والے ہیں۔"

حور بانو نے کہا "میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ شاید یہ لوگ ہمیں یہاں سے جانے نہ دیں۔"

میں نے کہا "ابھی یہ ہمارے پاس واپس آئیں گے تو ہم ان سے ٹرین میں سیٹ ریزرو کرانے کے لیے کہیں گے۔ ہم دیکھتے ہیں ان کا جواب کیا ہوتا ہے۔ اگر یہ بہانے بنا کے ٹالنے کی کوشش کریں گے تبھی ہمیں انکی نیتوں کا صحیح علم ہو سکے گا کہ یہ پھانسنے کے لیے ہمارے خلاف مزید ثبوت فراہم کرنا چاہتے ہیں یا واقعی قسمت ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ فی الحال تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہمیں تائیدِ غیبی حاصل ہو رہی ہے اور ہم اتنے بڑے الزامات سے بری ہو کر ایک بار پھر اپنے مقصد کی پرواز ہو جائیں گے۔" یہ کہہ کر میں نے ان سے معذرت کی اور باتھ روم کی طرف تیز قدموں سے چل دیا۔ حور بانو اور ریحانہ منہ دھو کر ہی رہی تھیں میں باتھ روم میں پہنچتے ہی دروازے کو اندر سے بند کر کے سعید احمد صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ انھوں نے پوچھا "پہلے یہ بتاؤ، تم پاکستان کب پہنچے اور نواب شاہ میں کیا کر رہے ہو؟"

"آپ یہ بتائیں، میرے راز کو مضبوط کر سکتے ہیں یا اُگل دیں گے؟"

"کیا پہلے میں نے کبھی تمھارا کوئی راز فاش کیا ہے؟"

"پہلے آپ سنگل تھے، اب ڈبل ہو گئے ہیں۔ کیا آپ سلمیٰ سے ساری باتیں چھپا لیتے ہیں۔ اسے کوئی اہم راز تو نہیں بتاتے؟"

"فرہاد! میں ایک ایسے عہدے پر فائز ہوں، جہاں میری ذرا سی بھول سے ملک کی سلامتی خطرے میں پڑ سکتی ہے، میں اپنے معاملات سلمیٰ سے نہیں چھپاتا لیکن اپنے ملکی اور دفتری معاملات کا ذکر میں سلمیٰ سے بھی نہیں کرتا۔ خود سلمیٰ بھی کافی سمجھدار ہے۔ وہ جانتی ہے، میرے سینے میں کتنے راز دفن ہیں لیکن اس نے کبھی اس سلسلے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔"

"سلمیٰ آپ کی شریکِ حیات اور میری بہن ہے۔ اسے جب معلوم ہوگا کہ آپ کو میری یہاں موجودگی کی خبر تھی اور آپ نے یہ بات چھپائے رکھی تو میاں بیوی کے درمیان جھگڑا تو نہیں ہو گا؟"

"میں تمھاری خاطر اپنی سلمیٰ کی کچھ باتیں سن لوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ اپنی سناؤ۔"

"میں پیرس سے دہشت گردوں کی تنظیم میں شامل ہو کر یہاں آیا ہوں اور ان کے متعلق معلومات حاصل کر رہا ہوں۔ اس وقت بھی ایک دہشت گرد کے رُوپ میں ہوں۔ فی الحال میرا نام ہارون ہے۔"

"تمھارے باقی چار ساتھی بھی ٹی ٹی سینٹر سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"ہم سب کسی نہ کسی ٹی ٹی سینٹر سے تعلق رکھتے تھے مگر اب

اپنی ایک ذاتی ٹیم بنا رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں جتنے تخریب کار بڑے بڑے شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں، ہم ان کا محاسبہ کرنے، ان کا مقابلہ کرنے اور ان کا منہ توڑ جواب دینے یا انھیں راہِ راست پر لانے کے لیے نکلے ہیں۔ ابتدا ہی میں ہمارا ڈاکو رانگا ماما سے ٹکراؤ ہو گیا۔ نتیجے میں ہم نے ڈاکو رانگا ماما کو ہی نہیں بلکہ پولیس کے ایک ذمے دار افسر کو بھی گرفتار کیا ہے۔ افسر، ڈاکو رانگا ماما سے اچھی خاصی رقمیں وصول کرتا رہا ہے۔ اس کے علاوہ وہ مختلف علاقوں کے بااثر زمیندار، جاگیردار اور وڈیرے بھی گرفت میں آئے ہیں۔"

"انھیں جب ہم ایک پولیس پارٹی کی مدد سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے نواب شاہ لے کر آئے تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ ان مجرموں کو چھڑانے کے لیے، ان کی ضمانتیں لینے کے لیے بڑی بڑی اہم شخصیتیں یہاں پہنچ گئیں اور انھوں نے کچھ ایسے حالات پیدا کر دیے کہ چوہدری شریف اور شریف چور ٹھہرا دیے گئے۔ انسپکٹر علی مختار ممن جو بہت ہی دیانت دار اور فرض شناس افسر تھا، اس نے اپنے ہی ریوالور سے خودکشی کر لی۔" میں نے تمام حالات بلاکم و کاست ان کے گوش گزار کر دیے۔

سعید احمد صاحب نے پوچھا "جو پولیس انسپکٹر اتنا فرض شناس تھا، اس نے تمھارے خلاف بیان کیوں دیا جب کہ تم لوگوں نے اس کا ساتھ دیا تھا؟"

"یہی تو حیرانی کی بات ہے۔ اس نے کن حالات میں خودکشی کی؟ کس طرح مجبور ہو کر وہ خط لکھا؟ یہ ہم نہیں جانتے۔ وہ ایک الگ کمرے میں تھا۔ ہم اس کے پاس نہیں جا سکتے تھے۔ خودکشی کے بعد ہم اسے نہیں دیکھ سکے۔ صرف اس کا آخری خط ہمیں پڑھ کر سنایا گیا۔"

"فرہاد! تم نے محبانِ وطن کی ایک ٹیم بنائی ہے۔ تمھاری اس ٹیم کے ساتھیوں کے خلاف کیا الزامات ہیں؟"

"اصل بات یہ ہے کہ یہ سارے ہی مختلف ٹی ٹی سینٹرز میں تربیت حاصل کر چکے ہیں۔ تربیت حاصل کرنے کے دوران انھیں کسی نہ کسی مشن پر بھیجا گیا تھا۔ وہاں انھوں نے جو تخریب کاری کی اور قتل کیے، ان سب کی تصاویر اور ریکارڈ موجود ہے۔ اب میرے ان ساتھیوں نے بغاوت کر دی ہے اور پاکستان کے مفاد کے لیے ان کے خلاف کارروائی کر رہے ہیں تو سینٹر والوں نے انتقاماً وہ تصاویر اور سارا ریکارڈ یہاں کے افسران کے حوالے کر کے انھیں مجرم ٹھہرانے کی کوشش کی ہے۔"

"یعنی تم سب کی فائلیں، تصویروں کے ساتھ اور پورے ثبوت کے ساتھ افسران کے پاس موجود ہیں۔"

"جی ہاں، میں اسی کے لیے پریشان ہوں۔ ابھی میں نے اسی لیے آپ کو مخاطب کیا ہے۔ آپ کسی طرح وہ فائلیں اور انسپکٹر علی مختار ممن کا خط حاصل کر لیں۔ آپ کو ہمارے متعلق جو بھی معلومات درکار ہوں گی، میں وقتاً فوقتاً آپ کو مہیا کرتا رہوں گا۔ آپ میرا یہ کام فوراً کر دیں۔"

"میں ابھی ان سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

میں خاموش رہ کر دیکھنے لگا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ انھوں نے پھر اپنے مخصوص ٹیلیفون ایکسچینج والوں کو کراچی کے ایک سیکرٹ ایجنٹ اولڈ مین سے رابطہ قائم کرنے کی ہدایت کی۔

وہ افسران جو کمرے سے گئے تھے، انھیں پندرہ منٹ بعد واپس آنا تھا مگر سعید احمد صاحب سے فون پر گفتگو میں مصروف ہو جانے کی وجہ سے وہ واپس نہ آ سکے۔ سعید صاحب نے ایک سینئر افسر سے کہا "بابر، ریحانہ، کرم داد اور جمال احمد جکانی کے خلاف جو فائلیں پیش کی گئی ہیں انھیں سیل کر دیا جائے اور انسپکٹر علی مختار ممن نے جو آخری خط لکھا ہے، اسے بھی محفوظ رکھا جائے۔ کل صبح تک ہمارا آدمی آپ کے پاس پہنچے گا۔ آپ لوگوں کے درمیان کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہو گا۔ میں تھوڑی دیر بعد وہ کوڈ ورڈز آپ کو بتا دوں گا۔ آپ وہ آخری خط اور تمام فائلیں اس آدمی کے حوالے کر دیں۔ اس کے بعد یہ کیس سیکرٹ سروس والے ڈیل کریں گے۔ پولیس کا اس سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ کیا آپ اس سلسلے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں؟"

"نہیں سر! آپ اس کیس کی سنگینی کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں لہٰذا میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ آپ کا جو بھی شخص کوڈ ورڈز کا تبادلہ کرے گا، میں یہ تمام چیزیں اس کے حوالے کر دوں گا۔"

سعید احمد صاحب نے ریسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی کراچی کے سیکرٹ ایجنٹ سے رابطہ قائم ہو گیا۔ انھوں نے کوڈ ورڈز کے ذریعے اپنی شناخت کرائی۔ دوسری طرف سیکرٹ ایجنٹ دی اولڈ مین نے کہا "یس باس! کمانڈی ٹو ڈاور ڈائی۔"

سعید صاحب نے کہا "ابھی ڈاور ڈائی کا معاملہ نہیں ہے۔ سیدھی سی بات ہے۔ صبح تک نواب شاہ پہنچو۔ میں جن افسران کے نام لے رہا ہوں، ان سے ملاقات کرو۔ کوڈ ورڈز مجھے بتاؤ۔ میں وہ کوڈ ورڈز انھیں بتا دوں گا۔ وہاں ایک خط اور کچھ فائلیں تمھارے حوالے کی جائیں گی۔ اُن کی حفاظت کرنا اور انھیں اسلام آباد پہنچانا تمھارا فرض ہے۔"

میں نے ان سے دعائی رابطہ ختم کر دیا۔ وہ اپنے معاملات

خود نثار ہے تھے۔ میں جیسے ہی باہر نکلا، کرم داد نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیا باتھ روم بہت خوبصورت ہے؟" وہاں سے نکلنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ بھئی چائے تو ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

میں ان کے ساتھ چائے پینے بیٹھ گیا۔ ریحانہ نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "تو بہ ہے۔ صبح کے چار بج رہے ہیں اور ہم سونے کے بجائے چائے پی رہے ہیں۔"

کرم داد نے کہا "مجھے چائے پی کر بھی نیند آجاتی ہے۔"

"تمھیں تو شراب پی کر بھی نیند آتی ہے۔"

سب ہنسنے لگے۔ جمال احمد جسکانی نے کہا "ابھی کرم داد نے بتایا ہے کہ ہم ان کے مہمان بن کر لاہور جا رہے ہیں۔"

"ہاں، ہماری منزل اسلام آباد ہے لیکن ہم لاہور رکتے ہوئے جائیں گے۔"

"ہم سب کو ایک بات یاد رکھنا چاہیے۔ ہمارے دو مقاصد ہیں۔ ایک تو یہ کہ ملک کے ذہین، تعلیم یافتہ اور باصلاحیت نوجوان جو مختلف ممالک کے ٹی ٹی سینٹرز میں رہ چکے ہیں اور تربیت حاصل کرنے کے بعد یہاں تخریب کاری میں ملوث ہیں، انھیں ہم راہِ راست پر لانے کی کوشش کریں گے۔ جو ہماری بات مان لے گا، وہ ہمارا دوست ہوگا اور اس طرح ہم اپنی ٹیم کے افراد میں اضافہ کرتے جائیں گے۔ دوسری بات یہ کہ ہمارا سفر اسلام آباد کے بعد بھی جاری رہے گا۔ ٹرین سے بھی سفر کریں گے اور ہائی وے اور دوسرے راستوں سے بھی گزریں گے۔ اگر سہولتیں میسر ہوئیں تو فضائی سفر بھی کریں گے یعنی اپنے ملک کے تمام اہم شہروں میں جائیں گے۔ اگر یہ دہشت گرد دیہاتوں میں ہیں تو ہم دیہاتوں میں بھی پہنچیں گے۔ ہم ہر محاذ پر ان کا مقابلہ کریں گے۔ یہاں تک کہ یا تو ہم ختم ہو جائیں گے یا وہ ہمارا ملک چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔"

جسکانی نے کہا "باہر! تمھارے صرف عزائم ہی بلند نہیں ہیں بلکہ تم مضبوط قوتِ ارادی کے مالک بھی ہو۔ جس وقت یہ افسران ہمیں گرفتار کر رہے تھے اور ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنانے والے تھے، میں تمھارا اعتماد دیکھ رہا تھا۔ تم ہمیں صبر و ضبط سے رہنے کی تلقین کر رہے تھے اور ایسے باعتماد لگتے تھے جیسے آئندہ چند لمحوں کے بعد بازی پلٹ جانے کا پورا یقین ہو اور ہم دیکھ رہے ہیں، واقعی بازی پلٹ گئی ہے۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جب تک ہم ایمان اور سچائی کے راستے پر گامزن ہیں، ہمیں شکست نہیں ہوگی۔ البتہ آزمائش مرحلے آتے رہیں گے۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں اٹھنا چاہتا تھا مگر مجھ سے پہلے ہی حوربانو نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا اور ایک طرف ہٹ گئی۔ دو افسر اندر آئے۔ آتے ہی انھوں نے انیکشن ہو کر سیلیوٹ کیا۔ حوربانو، ریحانہ، کرم داد اور جمال احمد جسکانی کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ سوچ سوچ کر حیران اور پریشان ہو رہے تھے، آخر ایسی کیا بات ہے کہ اب افسران نے آکر سیلیوٹ کرنا بھی شروع کر دیا ہے۔

میں سمجھ گیا تھا۔ جب سے سعید احمد صاحب نے یہ کہا تھا کہ یہ کیس سیکرٹ سروس کے حوالے کیا جائے تب سے افسران نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ہمارا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے اور ہمیں ان کے سامنے ظاہر نہیں کیا جا رہا ہے۔ میں نے ایک آفیسر سے مسکراتے ہوئے کہا "آپ ہم سے ہمارے بارے میں کچھ پوچھ رہے تھے؟"

افسر نے کہا "نو سر! ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ کوئی حکم ہو تو ہم تعمیل کے لیے حاضر ہیں۔"

ہم نہ تو حکم دینا چاہتے ہیں اور نہ ہی حکم سننے کے عادی ہیں۔ ہاں، ایک درخواست ہے۔ ہو سکے تو کل کسی ٹرین میں لاہور کے لیے سیٹیں بک کرا دیں۔ اگر کسی ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں ریزرویشن ہو جائے تو بہتر ہوگا۔"

"ریزرویشن ہو جائے گی اور حکم؟"

"شکریہ، اب ہم سونا چاہتے ہیں۔"

دونوں پھر سیلیوٹ کرنے کے بعد وہاں سے چلے گئے۔ حوربانو نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا اور وہیں گم صم کھڑی سوچتی رہی۔ سب اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا۔ "تم سب کو کیا ہو گیا ہے؟"

وہ سب میری آواز سن کر چونک گئے۔ پھر سب نے باری باری کہنا شروع کیا۔ کسی نے کہا "کیا ہم خواب دیکھ رہے ہیں؟"

دوسرے نے کہا "ہاں، ایسا تو خواب میں ہوتا ہے کہ ہم کسی مصیبت میں پھنس گئے ہیں، کسی جرم میں ملوث ہو گئے ہیں، پھانسی کے تختے تک پہنچ رہے ہیں تو اچانک ہی پھانسی دینے والا جلاد رحمدل ہو جاتا ہے۔ گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالنے کے بجائے پھولوں کا ہار پہناتا ہے اور پوچھتا ہے حضور! آپ کس ٹرین سے تشریف لے جائیں گے اور ہم کہتے ہیں ایبٹ آباد کوچ سے۔"

جمال احمد جسکانی مچل رہا تھا۔ اس نے گہری سنجیدگی سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا "میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کے پیچھے کوئی خفیہ ہاتھ ہماری مدد کر رہا ہے لیکن کس کا ہاتھ ہے؟ وہ کون ہے؟ وہ ہمیں کیسے جانتا ہے؟ اور کتنے بڑے ذرائع کا مالک ہے کہ پک چکے میں اس نے ہمارے خلاف ہونے والے فیصلے کو ہماری حمایت میں بدل دیا۔"

کرم داد نے کہا "یہی سوالات ہمارے دماغ میں بھی ہیں لیکن جواب ہم میں سے کسی کے پاس نہیں ہے۔"

جمال احمد جسکانی آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے بالکل سامنے آیا۔ پھر اس نے ایک انگلی میرے سینے پر رکھ کر کہا "ان سوالوں کے جواب تمھارے پاس ضرور ہونے چاہئیں۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میرا دماغ، میری ذہانت کہتی ہے کہ حکومت کا کوئی بہت ہی مضبوط خفیہ ہاتھ تمھاری پشت پر ہے۔ اسی کے سہارے تم اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے ہم جیسے محبانِ وطن کی ایک ٹیم بنا رہے ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"درست کہہ رہے ہو۔ صرف یہ غلط ہے کہ میری پشت پر حکومت کا مضبوط خفیہ ہاتھ ہے۔ تم سب اچھی طرح جانتے ہو کہ ہمیں یہاں آئے ہوئے چند دن ہوئے ہیں۔ میں پیرس سے آیا ہوں۔ مکرمی زیدی اور کرم داد وغیرہ نے میرا پاسپورٹ بھی دیکھا ہے۔ اب تم ہی سوچو کہ یہاں آتے ہی حکومت کے کسی ایسے اہم شخص سے کیسے رابطہ قائم کر سکتا ہوں اور وہ شخص اتنی جلدی مجھ پر کیسے اعتماد کرنے لگا کہ اتنے سنگین معاملے میں ساتھ دے کر ہمیں ہر طرح کے اقدام سے بری کرا دے۔"

حوربانو نے کہا "مسٹر جسکانی! اگر بابر کا تعلق یہاں کی کسی اعلیٰ شخصیت سے ہوتا اور وہ خفیہ طور پر ہماری مدد کر رہا ہوتا تو بابر کو یہ بات ہم سے چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیوں بابر؟"

"تم درست کہہ رہی ہو۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو میں فخر سے تمھیں بتاتا تاکہ تم لوگوں میں اور حوصلہ پیدا ہوتا۔"

کرم داد نے کہا "کیوں نہ ہم ان افسرانِ بالا سے ہی معلوم کریں کہ یہ غیبی امداد ہمیں کہاں سے حاصل ہو رہی ہے؟"

میں نے کہا "ان افسران کے سامنے ہمارا بھرم قائم ہے۔ جمال سے بھی امداد حاصل ہو رہی ہے، وہ سمجھ رہے ہیں کہ ان کا ان سے ہمارا گہرا تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیں سیلیوٹ کر رہے ہیں اور وی آئی پی ٹریٹمنٹ دے رہے ہیں۔ اگر انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ ہم اپنے ان محسنوں کو نہیں جانتے تو شاید ہمیں اتنی لفٹ نہ دی جائے۔"

ریکا نے کہا "تجسس کے مارے نیند نہیں آئے گی۔ ہم کیسے معلوم کریں کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور کون فرشتہ ہماری مدد کر رہا ہے؟"

میں نے کہا "اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ کوئی بات ہمیشہ چھپی نہیں رہتی۔ ذرا ضبط اور تحمل سے کام لو۔ ہو سکتا ہے کہ ہم سو کر اٹھیں تو ساری حقیقتیں سامنے آجائیں۔ اب ہمیں سو جانا چاہیے تاکہ ہم صبح تازہ دم ہو کر حالات کو سمجھ سکیں۔"

جمال احمد جسکانی نے پوچھا "کیا تمھیں نیند آجائے گی؟"

"صرف مجھ سے نہ پوچھو، کرم داد سے بھی پوچھو۔ کل ہم بھیانک جنگل میں گھوڑے بیچ کر سوئے تھے۔ یہ تو شہر ہے یہاں ہماری حفاظت ہو رہی ہے پھر نیند کیوں نہیں آئے گی؟ رہ گیا یہ سوال کہ وہ تجسس جو تم لوگوں کے دلوں میں، دماغوں میں موجود ہے اس کی شدت مجھ میں کیوں نہیں ہے۔ اس کا جواب میں پہلے ہی دے چکا ہوں۔ مجھ میں کچھ زیادہ ہی ضبط اور تحمل کا مادّہ ہے۔"

میں نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "بہت ہو چکا۔ تھوڑی دیر میں دن نکلنے والا ہے۔ ہم دو چار گھنٹے نیند پوری کر لیں۔ میں کم از کم چار گھنٹے سونے کے بعد ہی ملاقات کروں گا۔"

میں دروازہ کھول کر وہاں سے نکل گیا۔ ساتھ والے کمرے میں آیا پھر آرام سے ایک بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ میرے ساتھی درست کہتے تھے۔ تجسس کے مارے کبھی نیند نہیں آتی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے یا دوسرے لفظوں میں اپنی عادت کے مطابق اپنے دماغ کو کنٹرول میں رکھ کر سو سکتا تھا لیکن میرے اندر بھی کئی سوالات بڑی شدت سے سر ابھار رہے تھے۔ انسپکٹر علی ممتاز میمن نے خودکشی کیوں کی؟ اور اگر کی تو ہمارے ساتھ مثبت انداز اختیار کرنے کے بعد اس نے ہمارے خلاف خط کیوں لکھا؟ وہ خط اسی کا تھا یا جعلی تھا؟ کیا واقعی خودکشی کی تھی یا خودکشی کا ڈراما کیا گیا؟

میں نے افسران کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ جس کے پاس وہ خط تھا، وہ دوسرے آفیسر سے کہہ رہا تھا "صبح ہونے میں صرف ایک گھنٹہ رہ گیا ہے۔ پتا نہیں، وہ سیکرٹ سروس کا آدمی کب یہاں پہنچ جائے۔ اس سے پہلے خط کے سلسلے میں تصدیق ہو جانا چاہیے۔ ہمیں بھی تو کچھ پتا چلے کہ آخر یہ ڈراما کیا ہے؟"

دوسرے افسر نے کہا "وہ آتا ہی ہوگا۔ ہم نے ایک ماہر تحریر شناس کے پاس اسے بھیجا ہے۔ انسپکٹر علی ممتاز میمن کی دوسری تحریریں بھی بھیجی ہیں۔ ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ خط اس کا لکھا ہوا ہے یا نہیں؟ اگر اس نے نہیں لکھا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے خودکشی بھی نہیں کی۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ کوئی میرے کمرے کے دروازے تک آیا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ فوراً ہی حوربانو کے دماغ میں جھانکا تو پتا چلا، وہی آئی ہے اور آہستگی سے دروازہ کھول رہی ہے۔ پھر وہ اندر آگئی۔ اس نے مجھے سوتے ہوئے دیکھ کر اسی آہستگی سے پکارا تھا "کیا سو رہے ہو؟"

میں ٹس سے مس نہ ہوا۔ چپ چاپ آنکھیں بند کیے پڑا رہا۔ وہ میرے قدموں کے پاس آئی۔ اس نے میرے جوتے اتارے، جرابیں اتاریں۔ پھر آہستگی سے میرے پاؤں کے تلوے ... سہلانے لگی۔

"اس کا انداز منفی نہیں تھا۔ وہ بہت اچھی اور محبت کرنے والی لڑکی تھی۔ مجھ سے بے حد متاثر تھی۔ ہر وقت میری خدمت کرنے کا جذبہ رکھتی تھی۔ میں اس کے انداز کو، اس کے مزاج کو، اس کی محبت کو، اس کے جذبوں کو سمجھ رہا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ تھوڑی دیر اپنی نیند پوری کر لے۔ لہٰذا میں نے اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ تھپکنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ جمائی لے کر وہاں سے اٹھی اور دوسرے پلنگ پر جا کر بیٹھ گئی۔ سونا نہیں چاہتی تھی۔ میری طرف دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ کل سے مجھے کیا ہو رہا ہے۔ ان کے پاس آئی ہوں تو میری رگ رگ میں نیند دوڑنے لگتی ہے۔ جیسے نشہ سا دوڑ رہا ہو۔ آپ ہی آپ غنودگی طاری ہو رہی ہو۔"

وہ ایک انگڑائی لے کر بستر پر دراز ہو گئی اور میری طرف کروٹ لے کر مجھے دیکھنے لگی۔ دیکھتے دیکھتے پلکیں بوجھل ہونے لگیں۔ پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ میں نے اسے نیند کی وادیوں میں پہنچا دیا۔

اس سے فرصت ملتے ہی میں پھر افسران کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت تک وہ ماہر تحریر شناس آکر اپنی رپورٹ دے چکا تھا۔ میں نے ایک افسر کے ذریعے معلوم کیا۔ اس نے بتایا تھا "یہ تحریر تو انسپکٹر علی ممتاز میمن کی ہی ہے لیکن یوں لگتا ہے جیسے اس نے یہ خود نہیں لکھا ہے بلکہ زبردستی اسے لکھنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ بات جو کچھ بھی رہی ہو، بہرحال یہ خط اسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔"

یہ بات تو اب صاف ہو گئی تھی کہ وہ خط جبراً لکھوایا گیا تھا۔ ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی گئی ہو گی یا اسے کسی اور طرح مجبور کر دیا گیا ہو گا۔ بلیک میل کیا گیا ہو گا یا کوئی اور صورت پیدا کی گئی ہو گی جس کے باعث وہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

ایک افسر نے کہا "ابھی ہمیں اطلاع ملی ہے کہ ایس پی علی رضا میمن کو بھی کسی نامعلوم شخص نے قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ خط کے مصنف جمال احمد جسکانی نے اس کی بیوی کو قتل کیا ہے یا پھر جسکانی پر الزام عائد کیا جا رہا ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔ یہ کیس ہمارے سر سے ٹل کر سیکرٹ سروس والوں کے پاس جا رہا ہے۔"

ایک اور افسر نے کہا "ان تمام اہم شخصیات نے جو پیش کش کی ہے اس کے متعلق آپ لوگوں نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

ایک افسر نے جواب دیا "پیش کش تو بہت ہی زبردست ہے۔ ہم ساری زندگی دن رات محنت کر کے بھی اتنی رقم نہیں حاصل کر سکتے لیکن معاملہ سیکرٹ سروس والوں تک پہنچ گیا ہے۔ ہم اس فائل میں نہ کوئی تبدیلی کر سکتے ہیں نہ اس خط کی نقل کسی کو دے سکتے ہیں۔"

"دینے میں کیا ہرج ہے۔ سیکرٹ سروس والوں کو اصلی اور ڈپلیکیٹ فائلوں کا علم نہیں ہے۔ ہم فوٹو اسٹیٹ کاپی کے ذریعے ان کی نقل تیار کریں گے اور وہی نقل ان کے پاس اس رپورٹ کے ساتھ بھجوائیں گے کہ ہمیں اوریجنل نہیں بلکہ نقل ملی تھی۔"

"اور وہ خط؟"

"ہمیں پیش کش کرنے والے کہتے ہیں، خط کی نقل مل جانے سے کام چل جائے گا۔"

میں اپنی جگہ سوچ رہا تھا۔ دنیا میں کیسے کیسے فراڈ ہوتے ہیں۔ ایک محکمہ دوسرے محکمے سے بھی فراڈ کرتا ہے۔ حالانکہ ایک ہی ملک کے لیے سارے محکمے کام کرتے ہیں لیکن ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کے لیے، ایک دوسرے میں خامیاں نکالنے کے لیے، چور دروازوں سے بڑی بڑی رقمیں حاصل کرنے کے لیے کیسے کیسے ہتھکنڈے اختیار کیے جاتے ہیں۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حوربانو کو دیکھا، وہ گہری نیند میں تھی اور میری مرضی کے خلاف بیدار نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے جسکانی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ مگر جاگ رہا تھا۔ اسی پریشانی میں تھا کہ وہ غیبی مدد کہاں سے حاصل ہو رہی ہے اور کون ان کا ساتھ دے رہا ہے؟

ریحانہ اور کرم داد سو رہے تھے۔ میں نے جمال احمد جسکانی کے دماغ کو تھپکنا شروع کیا۔ صرف پانچ منٹ کے اندر ہی وہ گہری نیند میں تھا۔ میں نے حوربانو اور جمال احمد جسکانی کی طرح ریحانہ اور کرم داد کے دماغ کو بھی ہدایت دی کہ وہ گہری نیند سوتے رہیں۔ کمرے میں کوئی بھی آئے، کیسی بھی آہٹ ہو، ان کی آنکھ نہ کھلے۔ جب تک ان کے دماغ میں کوئی سوچ کی لہر

اگر بیدار نہ کرے۔

حوربانو نے میری جرابیں اور جوتے اتار دیے تھے۔ وہ میں نے دوبارہ پہنے اور کمرے سے نکل گیا۔ دور دور تک پولیس والوں کے لیے کوارٹر بنے ہوئے تھے۔ پولیس افسران کے لیے بھی الگ مکانات تھے۔ میں ایک مکان کے سامنے پہنچا۔ وہاں کھڑے ہوئے دو مسلح پہرے داروں نے مجھے دیکھتے ہی الرٹ ہو کر سیلیوٹ کیا۔ میں دروازے تک جانا چاہتا تھا، ایک نے معذرت کرتے ہوئے کہا "جناب! آپ ذرا انتظار کریں۔ ہم صاحب کو خبر کرتے ہیں۔"

ان کے صاحب نے اپنے پہرے داروں کو یہی حکم دیا تھا کہ کوئی بھی آئے تو پہلے انہیں اطلاع دی جائے۔ اندر صاحب کے ساتھ چند راشی قسم کے افسران بیٹھے ہوئے تھے اور چور دروازے سے آنے والی رقم کو حاصل کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔

میں نے گھور کر اس پہرے دار کو دیکھا اور کہا "کیا میں اطلاع دے کر تمہارے صاحب کے پاس پہنچوں گا۔ ایک طرف ہٹ جاؤ۔"

وہ بے چارہ سہم کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میں نے برآمدے میں پہنچ کر دروازے کو دیکھا۔ وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ صاحب لوگوں کو اطمینان تھا کہ پہرے داروں کی موجودگی میں کوئی ایسا شخص اندر نہیں آسکتا جو اُن کے لیے پریشانی کا سبب بن سکے۔ میں نے دروازے پر ایک زور کی لات ماری۔ اندر جیسے دھماکا ہو گیا۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تمام افسران ہڑبڑا کر کھڑے ہو گئے۔ باہر پہرے دار بھی ایک دم سے مستعد ہو کر میری طرف یوں دیکھ رہے تھے جیسے صاحب لوگوں کا حکم پاتے ہی گولی چلا دیں گے۔

میں ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔ ایک آفیسر نے ہکلاتے ہوئے کہا "یہ... یہ جناب! یہ کیا انداز ہے؟ آپ نے دروازے کو اس طرح کیوں کھولا؟ کیا پریشانی ہے؟ ہم سے کوئی شکایت ہے؟"

میں نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے صوفوں کے درمیان رکھی ہوئی میز کو دیکھا۔ اس میز پر تمام فائلیں تھیں اور وہ لفافہ رکھا تھا جس میں انسپکٹر ممتاز علی میمن کا آخری خط تھا۔ میں اطمینان سے چلتا ہوا اس میز کے پاس گیا۔ پھر ایک زوردار آواز کے ساتھ اپنا پاؤں میز پر رکھا۔ وہ سب مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ کچھ گھبرائے ہوئے بھی تھے۔ چور کو تو ہلکی سی کسی بات کا دھڑکا لگا ہی رہتا ہے۔

میں نے ان پر ایک سطحی نظر ڈالتے ہوئے کہا "تم کیا سمجھتے ہو، سیکرٹ سروس والے بالکل بے خبر رہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں یہاں آئے ہوئے مجرموں کے حمایتی تم تینوں کو بیس لاکھ روپے دے رہے ہیں۔"

ایک نے ہچکچاتے ہوئے کہا "یہ... یہ جھوٹ ہے۔ کسی نے آپ کو غلط رپورٹ دی ہے۔"

"میں کسی کی رپورٹ پر کبھی کوئی قدم نہیں اٹھاتا۔ تم مجھے غافل نہ سمجھو۔ ہم ملک دشمنوں، ان کے ایجنٹوں، چوروں، بے ایمانوں اور راشیوں کو بے نقاب کرنے کے لیے جیسے طریقے اختیار کرتے ہیں، ان کے متعلق تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"مسٹر بابر! ہم نے کچھ نہیں کیا ہے۔ دیکھیے، آپ کے سامنے یہ تمام اوریجنل فائلیں رکھی ہوئی ہیں۔ انسپکٹر کا وہ خط بھی موجود ہے۔ ہم نے کوئی ہیرا پھیری کی ہو گی تو..."

"کیسے ہیرا پھیری کرو گے؟ اس سے پہلے ہی میں سر پر سوار ہو گیا ہوں۔ چلو فون کا ریسیور اٹھاؤ اور اپنے اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کرو۔ اس سے کہو، بہت اہم معاملہ ہے، اسے فوراً یہاں آنا چاہیے۔ اگر وہ نہ آنا چاہے تو اسے چیف سیکریٹری کا حوالہ دے سکتے ہو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہو گیا۔ وہ جو کہہ رہا تھا، میں اس کے دماغ میں رہ کر سن رہا تھا۔ انہوں نے وہی کہا، جس کی میں نے ہدایت کی تھی۔ دوسری طرف سے کہا گیا کہ ان کا اعلیٰ افسر وہاں پہنچنے والا ہے۔

ریسیور رکھ دیا گیا۔ ہم اس کا انتظار کرنے لگے۔ ایک نے کہا "جناب! آپ ہمارے خلاف کوئی الزام ثابت نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی ہم نے کوئی غلط کام کیا ہے۔"

میں نے انہیں گہری سنجیدگی سے دیکھا "جب غلط کام نہیں کیا ہے تو خاموش رہو۔ ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

بیس منٹ کے اندر ہی وہ اعلیٰ افسر پہنچ گیا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا "کیا بات ہے؟"

"آپ کے یہ تین ماتحت افسران بیس لاکھ روپے لے کر یہ اوریجنل فائلیں، خط سمیت ہمارے دشمنوں کے حوالے کرنا چاہتے تھے اور اس کی نقل سیکرٹ سروس والوں کو دینا چاہتے تھے۔"

ان میں سے ایک نے کہا "یہ جھوٹ ہے، غلط الزام ہے۔"

اعلیٰ افسر نے مجھ سے پوچھا "آپ کے پاس کوئی ثبوت موجود ہے؟"

میں نے تمام فائلیں اٹھالیں' اس خط کو بھی رکھ لیا۔ پھر کہا "آپ میرے ساتھ ان صاحب کے بیڈروم میں چلیں۔"

وہ افسر ذرا گھبرا گیا۔ اس نے پوچھا "بیڈروم میں کیوں جانا چاہتے ہیں؟"

میں نے اعلیٰ افسر سے کہا "یہاں تمھاری فیملی نہیں ہے پھر بیڈروم میں جانے پر اعتراض کیا ہے تمھیں؟"

افسر نے اس ماتحت کو گھور کر کہا "میرا خیال ہے ہمیں آپ کے بیڈروم میں چلنا ہی چاہیے۔"

وہ طوعاً و کرہاً ہمارے ساتھ بیڈروم میں آیا۔ میں نے کہا "مسٹر! اپنے پلنگ کے نیچے سے وہ بریف کیس نکالو جس میں بیس لاکھ روپے رکھے ہیں۔"

یہ بات بجلی بن کر گری۔ اس نے ایک دم سے گھبرا کر پیچھے ہٹتے ہوئے دیوار سے لگ کر کہا "نن... نہیں یہ روپے میرے نہیں ہیں۔ یہ تو مسٹر سلیمان میرے پاس لے کر آئے تھے۔ میں انکار کر رہا تھا کہ میں کوئی غیر قانونی کام نہیں کروں گا۔"

اعلیٰ افسر نے پوچھا "اچھا تو آپ انکار کر رہے تھے اور یہ بریف کیس آپ کے... پلنگ کے نیچے اتنی حفاظت سے رکھ دیا گیا، شاید خود پہنچ گیا اور مسٹر سلیمان، تم..."

اس اعلیٰ افسر کی بات پوری نہ ہو سکی۔ اس افسر نے، جس کا نام بھی سلیمان تھا، ریوالور نکال کر مجھے اور اعلیٰ افسر کو نشانے پر لے کر کہا "ایک تو یہ بیس لاکھ روپے کی خطیر رقم ہمارے ہاتھ سے نکل رہی ہے' دوسرے یہ بات آپ کے علم میں آجانے کے بعد ہم بھی خطرے میں پڑ گئے ہیں۔ اب ہم سب کی بہتری اسی میں ہے کہ آپ دونوں بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔ جو لوگ ہمیں یہ رقم دے گئے ہیں، آپ کا تعاون حاصل ہونے کے بعد ہم ان سے اتنی رقم مزید حاصل کر لیں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، سیکرٹ سروس والوں کو ہمارے ڈاؤ کا علم نہیں ہو سکے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ایک سیکرٹ سروس والا تمھارے سامنے کھڑا ہوا ہے اور تم کہہ رہے ہو، ہمیں علم نہیں ہوگا۔ یہ بتاؤ اگر ہم نے تمھارا ساتھ نہ دیا تو کیا کرو گے؟ اگر تم ہمیں گولی مار دو گے تو تم یہاں سے کیسے بچ کر نکلو گے؟ میرے متعلق کہہ سکتے ہو کہ مجھے سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے نہیں جانتے تھے، ایک عادی مجرم سمجھ کر گولی مار دی لیکن اپنے اعلیٰ افسر کے بارے میں کیا جواز پیش کرو گے؟"

ریوالور والے افسر نے کہا "جب جان پر بن آتی ہے تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ دماغ دھندلا جاتا ہے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ نجات کا یہی راستہ نظر آتا ہے کہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی لے ڈوبیں، میں تم دونوں کو لے ڈوبوں گا۔ اسی میں ہے کہ ہم سمجھوتا کر لیں۔"

میں نے کہا "سمجھوتا تو ہم کر لیں گے لیکن وہ ریوالور..."

میں نے ہاتھ اوپر اٹھا کر چھت کی طرف اشارہ کیا۔ ریوالور والے افسر نے اوپر دیکھا۔ بس اتنی سی مہلت کافی تھی۔ میں نے کھلے ہوئے دہن کو بہکایا' کچھ اپنا داؤ استعمال کیا۔ ریوالور والے کا ہاتھ پر ایک ٹھوکر پڑی اور وہ فضا میں اچھلتا ہوا پلنگ کے پار فرش پر پہنچ گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔ اس کے بعد پوچھا "اور کس کے پاس ریوالور ہے؟"

سب کو چپ لگ گئی۔ اعلیٰ افسر نے کہا "بڑے فخر کی بات ہے۔ میں آپ لوگوں پر بہت اعتماد کرتا تھا۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ اس طرح میرے محکمے کو بدنام کریں گے۔ یہ اخبارات والے چلاتے ہیں۔ محکمے کی اکثریت ہم پر انگلی اٹھاتی ہے۔ ہم جیسے ایمان دار افسران اور پولیس کے وہ سپاہی جو دیانتداری سے اپنے فرائض ادا کرتے ہیں، وہ بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہم سمجھ جاتے ہیں۔"

میں نے کہا "جناب! آپ اپنے ماتحتوں کو نصیحتیں کریں یا ان کے خلاف اقدامات کریں، یہ آپ کی مرضی ہے۔ میں رات بھر کا جاگا ہوا ہوں اور کچھ دیر سونا چاہتا ہوں۔ ایک اہم بات سن لیں۔ میرے ساتھیوں کو میری اصلیت معلوم نہیں ہے' وہ نہیں جانتے میں سیکرٹ ایجنٹ ہوں، لہٰذا ان کے سامنے ایسا کوئی تاثر نہ دیں یا میرے ساتھ ایسا رویہ نہ رکھیں، جس سے میری اصلیت ظاہر ہو جائے، بس اس کا خیال رکھیں۔ آپ یہاں کے اعلیٰ افسر ہیں ان کے خلاف جو کرنا چاہیں کریں لیکن یہ اور بیگل فائلیں اور مختار مسیح کا آخری خط آپ کی تحویل میں دے رہا ہوں۔ سویرے ہمارا سیکرٹ ایجنٹ آئے گا اور یہ چیزیں آپ سے لے جائے گا۔"

میں نے واپس جاتے ہوئے بیڈروم کے دروازے پر رُک کر اعلیٰ افسر سے کہا "جناب عالی! مجھے یقین ہے کہ میری امانت آپ کے پاس محفوظ رہے گی۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیے۔ ہم سیکرٹ سروس والے بظاہر دور رہتے ہیں مگر مخالفین کے دماغوں میں گھسے رہتے ہیں۔"

میں خدا حافظ کہہ کر وہاں سے چلا آیا۔ دن نکل آیا تھا۔ میں اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچا تو ایک جونیئر آفیسر نے آکر کہا "ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں آپ لوگوں کے لیے ریزرویشن ہو گئی ہے لیکن وہ ٹرین رات کو آئے گی۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہمارا آدھا دن تو سوتے ہوئے گزر جائے گا۔"

میں اپنے کمرے میں آگیا۔ میرے تمام ساتھی گہری نیند میں تھے۔ میں نے ایک ایک کے دماغ میں پہنچ کر ہدایت دی کہ اب گہری نیند نہیں سوئیں گے۔ کمرے کے باہر کوئی غیر معمولی بات ہو یا کوئی اندر آنا چاہے تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی، وہ عام حالات میں سوتے رہیں گے اور اپنی مرضی کے مطابق بیدار ہو جائیں گے۔

دن کی روشنی کمرے کے اندر آرہی تھی۔ میں نے دروازے کھڑکیوں کے پردے برابر کیے۔ روشندان کی ایک رسّی کھینچ کر اسے بھی بند کر دیا۔ اب کمرے میں تیز روشنی نہیں رہی تھی، مانند ھیرا سا تھا۔ میں نے جُوتے اور جرابیں اُتاریں پھر آرام سے بستر پر لیٹ کر دماغ کو ہدایات دیں۔ اس کے بعد اپنے ساتھیوں کی طرح نیند میں گم ہو گیا۔

میں نے دماغ کو جو ہدایات دیں۔ ان کے مطابق دن کے وقت بیدار ہونا تھا لیکن اچانک ہی آنکھ کھل گئی میں نے کیا رگی سانس روک لی۔ کوئی غیر معمولی بات ہوئی تھی۔ اس لیے میرے دماغ نے مجھے بیدار کر دیا تھا۔ سانس روکنے میں میرے ارادے کا دخل نہیں تھا، ایسا میں نے بے اختیار کیا تھا۔ شاید کسی کی سوچ کی لہریں میرے دماغ تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ میں نے آہستہ آہستہ سانس لی، پھر مخاطب کیا "رسونتی گیا تم ہو؟"

مجھے جواب نہیں ملا پھر اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ اگر رسونتی کی سوچ کی لہریں میرے دماغ میں ہوتیں تو میں محسوس کر لیتا۔ میرے اندر صرف میری ہی سوچ کی لہریں تھیں۔

میں نے چپکے سے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ جاگ رہی ہے یا سو رہی ہے، وہاں رات کے ڈیڑھ بجا دو بجے ہوں گے۔ اس کی سوچ نے بتایا' رسونتی سو رہی ہے۔ وہ رسونتی کو تنہا نہیں چھوڑتی تھی۔ دونوں رات کو ایک ہی کمرے میں سویا کرتی تھیں۔

میں نے ثباتہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بھی وادیٔ قاف میں اپنے باپ کے پاس پہنچ گئی تھی اور آرام سے سو رہی تھی۔ فی الحال میں اپنی داستان کا وہ حصہ بیان کرتا جا رہا ہوں جو عمرو عیار سے متعلق ہے۔ میں نے سونیا، رسونتی، اعلیٰ بی بی، ثباتہ، راجا زار اور ٹارٹر بابا وغیرہ کو ابھی نظر انداز کر دیا ہے حالانکہ ان کے ساتھ بھی پے در پے نت نئے واقعات پیش آتے جا رہے ہیں اور وہ سب وادیٔ قاف کو ایک نئی اور مثالی مملکت بنانے میں مصروف رہتے تھے۔

میں کبھی رسونتی، کبھی سونیا اور کبھی ثباتہ وغیرہ سے رابطہ قائم کر لیتا ہوں لیکن اپنی داستان کے موجودہ حصے میں اس کا ذکر نہیں کرتا۔ جب وقت آئے گا تو میری داستان کا وہ حصہ اس حصے میں آپ ہی آپ شامل ہو جائے گا۔

فی الحال میں اس بات پر غور کر رہا تھا کہ اچانک آنکھ کیسے کھل گئی۔ وہ کونسی غیر معمولی بات تھی جس نے مجھے نیند سے چونکا دیا۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی کے پردے کو ذرا سا ہٹایا' باہر جھانک کر دیکھا۔ اچھا خاصا دن نکلا ہوا تھا اور سورج چمک رہا تھا۔ میرے کمرے کے سامنے کوئی نہیں تھا حالانکہ دوسرے پولیس والے دُور چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔ یہ بھی ممکن نہیں جا سکتا تھا کہ ان کی موجودگی میں کوئی میرے دروازے کے پاس آکر اسے جبراً کھولنے کی کوشش کر رہا ہوگا اور میری آنکھ کھل گئی ہوگی۔

میں نے کھڑکی کے پردے کو برابر کیا پھر بستر پر آکر بیٹھ گیا۔ سر اُٹھا کر چھت کو دیکھا پھر روشندان کو۔ وہاں ایسی کوئی بات نہیں تھی جو تشویش کا باعث ہوتی۔

میں نے حُور بانو کو دیکھا تو ساری تشویش دُھل گئی۔ ایسا دُھلا دُھلایا شفاف چہرہ تھا جیسے چاند نی ہوتی ہے۔ باہر تیز دُھوپ تھی لیکن اندر نیم تاریکی تھی۔ وہ خواب خواب سی نظر آرہی تھی جیسے حقیقت نہ ہو' میرا خیال ہو' میں ہاتھ بڑھاؤں گا تو وہ گم ہو جائے گی۔

میں اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ اس کے خوابیدہ خیالات کو پڑھنے لگا۔ اب تو میں اس کے دل پر اور دماغ پر چھایا ہوا تھا' اس کے خوابوں اور خیالوں پر میری حکومت تھی حالانکہ میں جان بُوجھ کر حکومت نہیں کر رہا تھا۔ وہ خود ہی مجھ سے متاثر ہوتی جا رہی تھی۔ یہ تاثر سوتے جاگتے قائم رہتا تھا لہٰذا سوتے وقت بھی قائم تھا۔

وہ دیکھ رہی تھی' میں اس سے بہت دُور کھڑا ہوا اسے بُلا رہا ہوں اور وہ شرما رہی ہے۔ میں پوچھ رہا ہوں "جب تم دل کی گہرائیوں سے مجھے چاہتی ہو تو پھر میرے پاس آنے میں کیسی شرم؟"

"میں کیا بتاؤں تمھاری طرف آنا چاہتی ہوں تو یہ پاؤں روکتے ہیں۔ حیا صرف میری آنکھوں کا سُرمہ نہیں ہے' میرے پاؤں کی زنجیر بھی ہے۔"

"میں تمھارے دل کی حالت جانتا ہوں۔ تم یہ زنجیر توڑ ڈالنا چاہتی ہو۔"

"مگر توڑ نہیں سکتی۔ سوچتی ہوں کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ میری شرم و جھجک باقی رہے۔ پاؤں کی زنجیر بھی ٹوٹ جائے اور میں تمھارے سانے میں پہنچ کر محبت سے چمکتا چور

جھوجاؤں ۔

" ایک صورت ہے۔ تم میری بن سکتی ہو لیکن تمہیں اس کی خبر نہیں ہوگی۔ تم خوابیدہ دماغ سے میرے قریب رہو گی اور بیدار ذہن سے دور رہا کرو گی ۔"

" وہ کیسے؟"

" ہپناٹزم کے ذریعے۔ تم آرام سے لیٹ جاؤ، میں تم پر تنویمی عمل کروں گا ۔"

خوابوں کی دنیا بھی عجیب ہوتی ہے۔ اب عذاب کا منظر بدل گیا تھا۔ وہ سبز گھاس کے فرش پر لیٹی ہوئی تھی اور میں اس کے خواب میں تنویمی عمل کر رہا تھا۔ اس سے پوچھ رہا تھا " تم آنکھیں بند کر چکی ہو۔ کیا میری آواز سن رہی ہو؟ "

" ہاں، تمہاری آواز سن رہی ہوں ۔"

" میرے سوا دنیا کی کوئی آواز تمہیں سنائی نہیں دے رہی ہے ۔"

" ہاں، تمہارے سوا دنیا کی کوئی آواز مجھے سنائی نہیں دے رہی ہے ۔"

" دوبارہ جب آنکھیں کھولو گی تو تمہیں دنیا کی کوئی چیز دکھائی نہیں دے گی، صرف میں نظر آؤں گا۔ دنیا کی کوئی آواز سنائی نہیں دے گی، صرف میرے احکامات سنائی دیں گے۔ دنیا کی ہر ضرورت مر جائے گی، صرف میری ضرورت باقی رہے گی ۔"

" وہ میری باتوں کو اپنے طور پر دہرا رہی تھی۔ پھر میں نے حکم دیا۔ آنکھیں کھول دو ۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس بھری دنیا میں اب صرف میں نظر آ رہا تھا اور اس کے آس پاس دور دور تک کوئی نہ تھا۔ اگر تھا تو صرف میں تھا۔ کوئی بھی محبت کرنے والی ہستی کیا چاہتی ہے؟ یہی کہ محبت کرنے والوں کے درمیان کوئی تیسرا نہ ہو۔ اگر دیکھا جائے تو تنویمی عمل اور محبت کا عمل ایک جیسا ہوتا ہے، یعنی کوئی معمول یا معمولہ دنیا کی آوازیں نہ سنے، محبوب کے نغمے سنائی دیں۔ دور دور تک کوئی نہ ہو، صرف محبوب کا دیدار ہو۔ خاموشی ہو، سناٹا ہو، ویرانی ہو اور محبوب کی پل پل مہربانی ہو۔

پھر جب تنویمی عمل کی میعاد ختم ہوتی ہے، محبت کا طلسم ٹوٹتا ہے تو حیران حیران آنکھیں سوچتی ہیں، دل دھڑک دھڑک کر پوچھتا ہے۔ زندگی کے یہ اتنے سارے لمحے کس نے چرا لیے؟ لمحے ہمارے اختیار میں ہوتے ہیں کہ ہم انہیں گزاریں لیکن بعض حالات میں ایسے لمحے آنکھ مچولی کھیل کر چلے جاتے ہیں اور کچھ پتا نہیں چلتا۔ میں نے ایک عامل کی حیثیت سے اسے حکم دیا تھا کہ تم تنویمی نیند سو رہی ہو۔ ایک گھنٹے کے بعد تنویمی

عمل کا اثر زائل ہو جائے گا اور تمہاری آنکھ کھل جائے گی۔

پھر اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ چند لمحوں تک یونہی ساکت پڑی سوچتی رہی، جیسے آنکھ مچولی کھیل کر گئے تھے، وہ خوابوں سے تھے اور وہ خواب کہہ رہے تھے، کچھ تو ہے جس کی بازگشت بیداری تک محسوس ہو رہی ہے ۔

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اسے اپنے آپ میں ایک انقلابی تبدیلی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے میری طرف دیکھا، میں اسی طرح سو رہا تھا جیسے وہ سونے سے پہلے دیکھ چکی تھی۔ جس طرح اس نے میری جرابیں اور جوتے اتار کر رکھے تھے، وہ تمام چیزیں ویسی ہی رکھی تھیں۔ اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ میں تب سے سو رہا ہوں اور اب تک گہری نیند میں ہوں اور اس دوران میری آنکھ نہیں کھلی ہوگی۔ تھوڑی دیر بعد باتھ روم کے شاور سے پانی گرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا، کمرہ اس کے حسین وجود سے خالی تھا۔ اتنے میں دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جسکانی، کرم داد وغیرہ کے دماغوں میں جھانک کر پتا چلا، ان میں سے کوئی نہیں ہے۔ میں نے دوسری دستک کا انتظار کیا لیکن وہ دوسری دستک ساتھ والے دروازے پر سنائی دی۔ وہاں میرے تینوں ساتھی سو رہے تھے۔ آواز سن کر اٹھ گئے۔ ایک نے پوچھا " کون ہے؟ "

باہر سے آواز آئی " دی اولڈ مین ۔"

یہ تو سیکرٹ سروس کا خاص سیکرٹ ایجنٹ تھا۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر خیالات پڑھے۔ اس نے وہاں کے ایک اعلیٰ افسر سے وہ تمام فائلیں اور انسپکٹر علی ممتاز کا آخری خط وصول کر لیا تھا اور اب مجھ سے ملنے آیا تھا۔

سعید احمد صاحب نے اسے بتایا تھا کہ کسی بھی وقت فراڈ اگر تم سے دماغی رابطہ قائم کرے تو اسے کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ کسی دوسرے سیکرٹ ایجنٹ سے بھی اس کا ذکر نہ کرنا۔

میں نے فوراً ہی سعید احمد کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا " تم نے سیکرٹ ایجنٹ اولڈ مین کو میرے متعلق کیوں بتایا؟ "

انھوں نے جواباً کہا " میں اور کیا کر سکتا تھا۔ اتنی دیر تک انتظار کر رہا ہوں۔ تمہیں رابطہ قائم کرکے یہ معلوم کرنا چاہیے تھا کہ اولڈ مین نے وہ تمام فائلیں اور خط حاصل کیے ہیں یا نہیں؟ "

" میں نے معلوم کیا ہے، وہ سب اولڈ مین کی تحویل میں ہیں۔ "

" اس کے علاوہ بھی کچھ اہم باتیں ہیں۔ پہلی بات تو یہ بیرونی ممالک سے آنے والے تخریب کار مختلف شہروں اور دیہات میں پھیل رہے ہیں۔ یہ ہمارے لیے چیلنج ہے۔ میں تو اسے

کی طرف سے غیبی مدد سمجھتا ہوں کہ تم پاکستان پہنچ گئے ہو۔ کچھ دیر پہلے دی اولڈ مین نے مجھے بتایا ہے کہ جو کچھ اس کی تحویل میں ہے اگر وہ اسے تنہا لائے گا تو کہیں نہ کہیں چوٹ ہو سکتی ہے۔ اس نے محسوس کیا ہے کہ اس کی سمت نگرانی ہو رہی ہے ۔"

" اولڈ مین ہمارے دروازے پر پہنچ گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ میرے ساتھیوں کو میری اصلیت کا علم ہو، میں اولڈ مین کو اس کے اڈے سے روکنے جا رہا ہوں۔ پھر آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔ خدا حافظ ۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسی وقت جسکانی نے دروازہ کھول کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا " ہیلو اولڈ مین! تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ "

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا " مسٹر! میں فراڈ ہوں۔ چونکنے اور حیرانی ظاہر کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ تمہارے چین نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم سے دماغی رابطہ قائم کروں۔ صرف اتنا کہ رہا ہوں کہ یہاں باہر کوا حیثیت نہ دینا جو کچھ کہنا ہو، کرم داد یا جسکانی سے کہنا۔ ان میں سے کسی ایک کو اہمیت دیتے رہنا ۔"

جتنی دیر میں اس کے دماغ میں یہ تار رہا، اتنی دیر وہ ایک ہاتھ سے سر کھجا کر سوچنے کی ایکٹنگ کرتا رہا۔ بڑا غضب کا اداکار تھا۔ وہ جسکانی کو دیکھ کر سوچنے کے انداز میں مہلت حاصل کر رہا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر کہا " ہیلو مسٹر جسکانی! میں اولڈ مین ہوں ۔"

جسکانی نے حیرانی سے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا۔ پھر مصافحہ کرتے ہوئے کہا " تم مجھے جانتے ہو مگر میں تمہیں نہیں جانتا۔ شاید تم نے یہاں میرا نام سن لیا ہے ۔"

" کیا مجھے اندر آنے کے لیے نہیں کہو گے؟ میں بہت اہم گفتگو کرنے آیا ہوں ۔"

" ہاں ضرور تشریف لائیے لیکن یاد رکھیے، اگر دشمنوں کی طرف سے آئے ہیں تو یہاں سے اپنے قدموں پر چل کر واپس نہیں جا سکیں گے ۔"

وہ ہنستا ہوا، واکنگ اسٹک کو فرش پر پٹختا کمرے کے اندر آگیا۔ ریحانہ اور کرم داد کو دیکھ کر بولا " تم صرف تین تو نہیں پانچ تھے، باقی دو کہاں ہیں؟ میں تم سب کی موجودگی میں ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں ۔"

کرم داد نے آگے بڑھ کر پہلے اولڈ مین کی تلاشی لی۔ اس کے پاس صرف ایک واکنگ اسٹک اور ایک بریف کیس تھا۔ میں اپنے کمرے سے نکل کر ان کے کمرے میں آگیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے بولا " مجھے اپنے دروازے پر بھی دستک سنائی دی تھی۔ اس کے بعد تم لوگوں کی آوازیں سن کر آیا ہوں۔ بات کیا ہے؟ "

کرم داد نے کہا " یہ بڑے میاں ہم سے ملنے آئے ہیں۔ کیا مقصد ہے، ابھی پتا چل جائے گا ۔"

کرم داد اور جمال احمد جسکانی اس کی چھڑی کو اور بریف کیس کو کھول کر دیکھ رہے تھے۔ دی اولڈ مین نے ہنستے ہوئے کہا " یہ ایک عام کی چھڑی ہے۔ بریف کیس کو اچھی طرح دیکھ لو۔ اس میں تم سب کی فائلیں ہیں اور انسپکٹر کا آخری خط بھی ہے۔ مجھے اوپر سے احکامات موصول ہوئے ہیں۔ ان احکامات کے مطابق یہ تمام اہم چیزیں جمال احمد جسکانی کے حوالے کرنے آیا ہوں ۔"

جمال احمد جسکانی نے شدید حیرانی سے پوچھا " میرے حوالے کیوں؟ اور یہ اوپر سے احکامات آنے کا کیا مطلب ہوا؟ "

دی اولڈ مین نے کہا " میں کچھ نہیں جانتا، جو کہہ رہا ہوں، اسے غور سے سن لیجیے اور اس پر عمل کیجیے۔ یہ تمام فائلیں آپ کے دشمنوں کے لیے آپ لوگوں سے زیادہ اہم ہیں۔ وہ تمام وڈیرے، زمیندار، جاگیردار، اور معزز لوگ جو آپ لوگوں کی وجہ سے خطرے میں گھر گئے ہیں، اپنے بچاؤ کے لیے ان فائلوں اور اس خط کو حاصل کرنے کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے لہٰذا اسے یہاں سے اسلام آباد تک لے جانا گویا کہ جوئے شیر لانا ہے ۔"

جسکانی نے پوچھا " لیکن تمہارے بڑوں کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ جمال احمد جسکانی یہ جوئے شیر لا سکتا ہے؟ "

" ہمارے بڑے سب کچھ جانتے ہیں۔ ایک بات گرہ میں باندھ لو۔ میں جو چیزیں تمہاری تحویل میں دے رہا ہوں، ان کے ذریعے تم پھانسی بھی پا سکتے ہو اور ایک نئی زندگی کا آغاز بھی کر سکتے ہو۔ تمہاری نجات اسی میں ہے کہ ان فائلوں اور اس خط کی حفاظت کرتے ہوئے جو لوگ انھیں تم سے حاصل کرنے کی کوشش کریں، تم انھیں قانون کے حوالے کر دو۔ اگر تم نے تعمیری انداز میں محب الوطنی کا ثبوت دیا تو تم سب کے پچھلے جرائم نظر انداز کر دیے جائیں گے اور تم لوگوں کو ایک بہترین محب وطن شہری کی سند حاصل ہو جائے گی ۔"

کرم داد نے کہا " ہم واقعی ماضی کو اپنی زندگی سے دھو دینا چاہتے ہیں، جو جرائم کیے ہیں ان کے داغ مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ہم سب کچھ کر گزرنے کے لیے تیار ہیں لیکن ہماری حکومت نے ہمیں کیسے پہچان لیا کہ ہم ہی ان کے کام آ سکتے ہیں۔ اعلیٰ حکام ہم پر اتنا اعتماد کیسے کرنے لگے ہیں؟ "

" یہ میں نہیں جانتا کہ کس بنا پر تم سب پر اعتماد کیا جا رہا ہے۔ میرے سامنے تو صرف جمال احمد جسکانی کا نام پیش کیا گیا ہے

میں یہ چیزیں ان کی تحویل میں دے رہا ہوں۔ یقیناً حکومت ان پر بہت زیادہ یقین اور اعتماد رکھتی ہے۔ شاید اسی لیے ان چیزوں کے ساتھ یہ لیٹر بھی دیا ہے۔"

دی اولڈ مین نے جیب سے ایک لیٹر نکال کر جسکانی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم سب کے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک طرف وطن کی حفاظت، دوسری طرف تخریب کاری۔ اگر تخریب کاری منظور ہو تو اس لیٹر کو پاس رکھو۔ میرے جانے کے بعد تمام فائلوں کو جلا دینا۔ پھر تمہارے پیچھے تمام جرائم مٹ جائیں گے، کوئی ثبوت نہیں رہے گا۔"

جسکانی نے لیٹر لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ "حکومت ہم پر اندھا اعتماد کرتی ہے تو ہم اس اعتماد کو اپنی جانیں دے کر بھی برقرار رکھیں گے لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ جب ہمارے تمام جرائم مٹا دینے کا ارادہ ہے اور ہمیں اچھے چلن کی سند بھی دی جا رہی ہے تو پھر ہم یہ خطرہ کیوں مول لیں کہ اپنے خلاف ان فائلوں کی صورت میں ثبوت لے کر اسلام آباد جائیں۔"

"مقصد صرف ایک ہے۔ یہ فائلیں جب تک تمہارے پاس رہیں گی، دشمن مختلف انداز میں تمہارے سامنے آتے رہیں گے اور تم سے مقابلے کے دوران وہ ہماری نظروں میں بھی آجائیں گے۔ تم اور تمہارے ساتھی تمام تخریب کاروں اور دہشت گردوں کا مقابلہ کر کے انہیں فنا کرنا چاہتے ہیں، اسی لیے تمہاری حفاظت حکومت نے اپنے ذمے لے لی ہے۔"

"آپ تخریب کاروں اور دہشت گردوں کو ہمارے ہاتھوں سے سزا دلانا چاہتے ہیں۔ آپ سفارتی سطح پر ان کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کرتے؟"

"سیدھی سی بات ہے، ہم سفارتی سطح پر کارروائی کریں گے تو کوئی ملک یہ تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوگا کہ ان لوگوں کا تعلق اس سے ہے چنانچہ بات بن نہیں سکے گی چونکہ یہ معاملہ سفارتی سطح پر نہیں نمٹایا جا سکتا، اس لیے تم لوگوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔"

جسکانی نے بریف کیس کو بند کر کے اٹھاتے ہوئے کہا۔ "یہ بریف کیس ہمارے ملک کی امانت ہے۔ حالانکہ اس کے ذریعے ہم پھانسی کے پھندے تک پہنچ سکتے ہیں لیکن ہم امانت میں خیانت نہیں کریں گے۔ اسے بحفاظت اسلام آباد تک پہنچائیں گے لیکن یہ ہمیں کس کے پاس پہنچانا ہوگا؟"

"یہ آپ کو بعد میں بتا دیا جائے گا۔ اچھا، اب مجھے اجازت دیجیے، خدا حافظ۔"

ہم چپ چاپ اسے دیکھتے رہے۔ وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میں نے جمال احمد جسکانی کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ کیوں مسٹر! تم تو مجھ سے کہہ رہے تھے کہ اس غیبی امداد میں میرا ہاتھ ہے۔ حالانکہ اب ہم میں سے ہر شخص جان چکا ہے کہ ہمارے خلاف ہونے والے فیصلے کی اچانک تبدیلی کے پیچھے تمہارے علاوہ کسی کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔"

جسکانی نے کہا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ یقین کرو میں کچھ نہیں جانتا کہ یہ کیا معاملہ ہے اور حکومت نے مجھ پر کیوں اعتماد کیا ہے؟"

کرم داد نے کہا۔ "دیکھو، زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم بہت گہرے ہو۔ جتنا زمین پر نظر آ رہے ہو اتنا زمین کے نیچے بھی ہو۔ یعنی آدھا ہم تمہیں دیکھ رہے ہیں اور آدھے تم نظر نہیں آ رہے ہو۔ پلیز، سچ سچ بتا دو، یہ معاملہ کیا ہے؟ اگر تم فی الحال سے تعلق رکھتے ہوئے اپنے ملک کی خفیہ پولیس سے گہرے روابط رکھتے ہو تو اسے ہم سے کیوں چھپاتے ہو۔ ہم تو ایک دوسرے پر جان نثار کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔"

جمال احمد جسکانی نے ہم سب کی طرف ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "خدا کے لیے مجھ پر شبہ نہ کرو۔ میں نہیں جانتا، یہ معاملہ کیا ہے۔ حکومت نے ہم پر یوں اچانک اس اندھے اعتماد کا اظہار کیوں کیا ہے، یہ خود میرے لیے حیران کن ہے۔"

میں نے کرم داد سے کہا۔ "میں نہ کہتا تھا، ذرا صبر و تحمل سے کام لو۔ ابھی یہ مسئلہ الجھا ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کل تک بہت سی باتیں سمجھ میں آ جائیں۔ بہرحال اس حد تک تو بات صاف ہو گئی ہے کہ ہمیں حکومت کا بھرپور تعاون حاصل ہے۔ بے شک جسکانی اس بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ ہم اس پر اعتماد کر لیتے ہیں کیونکہ یہ ہمارا بہترین دوست ہے اور اس نے اپنے وطن کی سلامتی کی خاطر تخریب کاری کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔"

جسکانی نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تم سب آرام سے بیٹھ جاؤ۔ آج ہمیں بہت سے اہم معاملات درپیش ہیں، ہمیں حکومت کے موجودہ دوستانہ رویے پر غور کر کے کسی نتیجے پر پہنچنا ہے، اس بریف کیس کو اسلام آباد تک پہنچانے کی تدبیر کرنی ہے۔ اس کے لیے ہم مل جل کر کوئی منصوبہ بنا لیں تو بہتر ہے۔ اس طرح یہ کام کچھ آسان ہو جائے گا۔"

ہم سب بیٹھ گئے تو ریحانہ نے پوچھا۔ "حوریا نو کہاں ہے؟"

میں نے ریحانہ سے کہا۔ "جب میں یہاں آیا تھا تو وہ غسل خانے میں تھی۔ ذرا جا کر دیکھ لو۔"

وہ اٹھ کر حوریا نو کی طرف چلی گئی۔ میں ویسے تو دماغی طور پر جمال احمد جسکانی اور کرم داد کے سامنے موجود تھا لیکن رہ رہ کر خیال خوانی کے ذریعے حوریا نو کے پاس بھی پہنچ جاتا تھا۔ وہ گیلا لباس پہنے ایک کرسی پر سمٹی بیٹھی تھی۔ ریحانہ نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم نے کپڑوں سمیت غسل کیا ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ ریحانہ نے پوچھا۔ "پھر؟"

"پہلے میں نے کپڑے دھوئے پھر غسل کر کے انہیں پہن لیا۔"

"تم نے کپڑے کیوں دھوئے جب کہ معلوم ہے یہاں دوسرے کپڑے نہیں ہیں؟"

وہ بولی۔ "مم... میں غسل کرنے کے بعد ایک بار کے اتارے ہوئے کپڑے دوبارہ اس وقت تک نہیں پہنتی جب تک وہ دھل نہ جائیں۔"

"بھئی یہ گھریلو زندگی میں ہوتا ہے۔ ہم سفر میں ہیں اور ایک مہماتی زندگی گزار رہے ہیں، یہاں تو سوچ سمجھ کے کام کرنا ہوگا۔ تم عملی تجربات کے لیے پہلی بار گھر سے نکلی ہو لیکن ہمیں اچھی طرح معلوم ہے، کبھی ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ بھوک سے مجبور ہو کر درختوں کے پتے چبانے پڑتے ہیں۔ تم وہی اپنے اتارے ہوئے کپڑے پہن لیتیں تو کیا فرق پڑتا؟"

حوریا نو نے اپنی موتی جیسی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں اٹھا کر ریحانہ کو دیکھا۔ ریحانہ آخر عورت تھی، بہت کچھ سمجھ لیتی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "کوئی خاص بات ہے؟"

حوریا نو کی پلکیں جھک گئیں۔ ریحانہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بابر سے دوستی ہو گئی ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میرے ساتھ کیا ہو گیا ہے؟"

اس نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا ہو گیا ہے۔"

"پتا نہیں، میں نے شاید خواب دیکھا تھا اور وہ خواب ہی ہو سکتا ہے۔ اگر حقیقتاً ایسا ہوتا تو مجھے آنکھوں کے سامنے سب کچھ نظر آتا۔"

"بھئی پہیلیاں نہ بجھواؤ، مجھے کچھ بتاؤ۔"

"مجھے یاد ہے کہ میں نے خود سونے سے پہلے انہیں گہری نیند میں دیکھا تھا، میں نے ان کے جوتے اور جرابیں اتاریں۔ جس طرح وہ جوتے اور جرابیں رکھی تھیں، وہ اسی طرح تھیں اور جس طرح وہ سو رہے تھے اسی طرح میری آنکھ کھلنے پر نظر آئے۔ میں باتھ روم میں چلی گئی تھی۔ جب وہاں سے واپس آئی تو وہ جا چکے تھے۔ دوسرے کمرے میں تم لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔"

"اتنی تفصیل نہ بتاؤ۔ صرف یہ بتاؤ کہ میں کیسے یقین کر لوں؟"

حوریا نو نے عاجزی سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "یقین کرو یا نہ کرو، کسی کے سامنے نہ کہنا۔ تمہیں میری قسم ہے، اپنے کرم داد سے بھی نہ کہنا۔ میں شرم سے مر جاؤں گی۔"

ریحانہ نے اس کے ہاتھ کو محبت سے تھام کر کہا۔ "میرا مشورہ مانو، اپنے اندر حوصلہ پیدا کرو، اتنا حوصلہ کہ بابر کے قریب جا سکو۔ اس سے کچھ فری ہو جاؤ، اسے اپنا لو۔ جب تم کہتی ہو کہ انجانے میں سہاگن بن جانے سے تمہیں دکھ نہیں ہوا، تم بابر کو بے انتہا چاہتی ہو تو پھر اس چاہت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تم اس کے قریب رہو۔ اگر ابھی بھول بھلیوں میں رہو گی تو ایک دن بابر تم سے دور ہو جائے گا۔ تم نہیں جانتیں، مرد کی ذات بڑی بے مروت ہوتی ہے۔ طوطا چشمی میں جواب نہیں رکھتی۔ جہاں دوسری عورت دیکھی، وہیں نظر گھما لی۔ جب تم خود کو اس سے منسوب کر رہی ہو تو اسے بھرپور طریقے سے اپنانے کی کوشش کرو ورنہ پچھتاؤ گی۔"

وہ بے بسی سے بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیسے ہو گیا ہے، یہ ایک معمہ ہے۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں نے شعور کی حدوں سے بہت دور یا تو عالم جنون میں یا عالم خواب میں یا عالم مدہوشی میں کسی کو دیکھا ہے تو اپنے بابر کو دیکھا ہے، کوئی دوسرا نظر آتا تو میں اسے کبھی قبول نہ کرتی۔"

ریحانہ نے اس کے پاس سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ قبولیت تمہارے دل کی گہرائیوں سے ہے۔ میں یہی مشورہ پھر دوں گی کہ اسے ہر ممکن طریقے سے اپنا لو۔ میں تمہارے کپڑوں کے لیے کچھ کرتی ہوں۔"

ادھر میں کرم داد اور جمال احمد جسکانی کے پاس بیٹھا ہوا ان کی بحث میں حصہ لے رہا تھا۔ کبھی میں ادھر رہتا تھا، کبھی ادھر چلا جاتا تھا۔ ریحانہ آ رہی تھی۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا تھا۔ یوں بھی مجھے کرم داد اور جمال احمد جسکانی کی پلاننگ سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ جب کہ میں جانتا تھا میں ہر حال میں وہ بریف کیس اسلام آباد تک پہنچانا ہوگا۔ راستے میں جو خطرات پیش آئیں گے، ان کا اندازہ کیا جا سکتا تھا اور اندازہ اس حد تک بھی کیا جا سکتا تھا کہ وہ فائلیں اور اس آخری خط کو حاصل کرنے کے لیے دشمن ہم پانچوں میں سے ایک ایک کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

ریحانہ نے کمرے میں آتے ہوئے مجھے دیکھا۔ میں انجان بنا رہا۔ پھر وہ میرے قریب آ کر ٹٹولتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ "حوریا نو نے غسل کیا ہے؟"

میں نے ایک دم سے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر بے اختیار

پوچھا۔ "کیا غسل کرنا کوئی غیر معمولی بات ہے؟"

"وہ پگلی گیلے کپڑے پہن کر بیٹھی ہوئی ہے۔ اسے زکام ہو جائے گا، سردی لگ جائے گی، بیمار پڑ جائے گی۔ اس کے لیے فوراً دوسرے لباس کا انتظام کرنا ہوگا۔"

ریحانہ یہ بات کہہ کر چپ ہو گئی لیکن کرم داد اور جمال احمد جسکانی مجھے گھور کر دیکھ رہے تھے اور مسکراتے بھی جا رہے تھے۔ میں نے بظاہر حیران ہو کر پوچھا۔ "مجھے اس طرح کیوں گھور رہے ہو؟"

جسکانی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہمیں یوں بھی شاپنگ کرنی تھی۔ کچھ ضرورت کی چیزیں خریدنی تھیں۔ اب ہماری بانو بھابی نے مہمور کر دیا ہے تو فوراً چلنا چاہیے اور ذرا تگڑی قسم کی شاپنگ کرنی چاہیے۔"

اس نے جیب سے کچھ نوٹ نکالتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس پانچ ہزار ہیں۔"

ریحانہ نے کہا۔ "پیسوں کی فکر نہ کرو۔ کیسے ہی ہنگامی حالات ہوں، خواہ جان پر بنی ہو، عورت پیسوں کو بھولتی نہیں ہے۔ وہ جہاں بھی جاتی ہے، پیسے چھپا کر لے جاتی ہے۔ میرے پاس بھی بیس ہزار روپے ہیں۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا۔ کسی کے پاس کچھ نہ ہو تا تب بھی فکر کی بات نہیں تھی۔ میں چشم زدن میں ہزاروں کیا، لاکھوں کروڑوں روپے نواب شاہ میں پیدا کر سکتا تھا مگر ذرا پاپڑ بیلنے پڑتے۔ اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا اندیشہ ہوتا۔ بہرحال جسکانی اور ریحانہ نے مجھے اس مصیبت سے بچا لیا تھا۔

ہم نے ایک افسر سے دو گاڑیوں کی فرمائش کی۔ وہ فرمائش فوراً ہی پوری کر دی گئی۔ کرم داد اور جمال احمد جسکانی نے ان گاڑیوں کے انجن اور ان کے دوسرے حصّوں کو اچھی طرح چیک کیا۔ ان کے نیچے جا کر بھی دیکھا۔ میں نے کہا۔ "کیوں زحمتیں اٹھا رہے ہو۔ دشمن ہمیں اس طرح نہیں ماریں گے۔ کیوں کہ ہمارے ساتھ بلیف کیس جا رہا ہے۔ ہم دھماکے سے اڑائے جائیں گے تو بریف کیس اور فائلوں کے بھی چیتھڑے اڑ جائیں گے جس کا انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ حالانکہ وہ ان چیزوں کو بالکل صحیح حالت میں حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہمیں عدالت تک گھسیٹ سکیں، سزا دلا سکیں اور اپنے آدمیوں کو صاف بچا کر نکال لے جائیں۔"

جسکانی نے کہا۔ "یہ بریف کیس جتنا ہمارے لیے اہم ہے اتنا ہی دشمنوں کے لیے ہے۔ اس سے زیادہ ہماری حکومت کے لیے ہے۔ اس کے ذریعے ہماری خفیہ پولیس ملک کے اندر پھیلے ہوئے بہت سے دہشت گردوں کو پکڑ سکے گی۔"

ہم دو گاڑیوں میں تقسیم ہو کر بیٹھ گئے۔ میں اور جسکانی پہلی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ حوریا نور میرے قریب ہی رہتی تھی لیکن اس بار وہ ریحانہ کے بازو کو تھامے ہوئے شرما رہی تھی۔ مجھے جھکی جھکی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ روانگی کے وقت وہ ریحانہ کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔ اس گاڑی کو کرم داد ڈرائیو کر رہا تھا۔ ہماری گاڑیوں میں مسلح سپاہی بھی تھے۔ ہم شام کے پانچ بجے واپس آئے۔ ہمارے پاس اچھی کیس وغیرہ تھے۔ ہم نے اپنی ضرورت کے مطابق تمام سامان خرید لیا تھا۔ جو بہترین ریڈی میڈ لباس نواب شاہ میں دستیاب ہو سکتا تھا، وہ ہم نے خرید لیا تھا۔ کرم داد، جمال احمد جسکانی اور میں نے یہی کوشش کی تھی کہ ہمیں پتلون، شرٹ، نیان یا جیکٹ وغیرہ مل جائے اور ہمیں ایسا لباس مل گیا تھا۔ اگرچہ شلوار قمیص میں بھی انسان ایکشن میں رہ سکتا ہے اور دشمنوں کا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن ہم فوجی ٹریننگ سینٹروں کے تربیت یافتہ تھے۔ وہاں ہم نے ایسے ہی ملبوسات میں ٹریننگ حاصل کی تھی۔ دوسرے کمرے میں حوریا نور اور ریحانہ نے سندھی کڑھائی کیا ہوا کرتا اور شلوار پہن لیے تھے۔ دوپٹے بھی بڑے رنگا رنگ تھے۔ حوریا نور نے آئینے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے زندگی میں پہلی بار سندھی خواتین کا لباس پہنا ہے۔"

ہم ٹرین کی آمد کے وقت اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلح سپاہی ہماری نگرانی اور حفاظت کے لیے ہمارے ساتھ آئے تھے۔ ٹرین کی آمد تک فرسٹ کلاس ویٹنگ روم خالی کرا دیا گیا جو فرسٹ کلاس کے مسافر تھے، انھوں نے احتجاج بھی کیا لیکن کسی کی سُنی نہیں گئی۔ ہم بھی مجبور تھے۔ انھیں اپنے ساتھ بٹھا نہیں سکتے تھے بعض حالات میں دوستوں اور دشمنوں کو پہچاننا مشکل ہوتا ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے سمجھ سکتا تھا لیکن اپنے ساتھیوں کو کس طرح سمجھاتا کہ کس طرح دوستوں اور دشمنوں کی تمیز کر رہا ہوں۔

ٹرین آ گئی۔ ہم نے ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں پہنچ کر دیکھا کہ کوچ میں تین کیبن ہمارے لیے مخصوص کرائے گئے تھے۔ ایک کیبن میں چار عدد برتھ ہوتی ہیں لیکن افسران نے شاید یہ سوچا تھا کہ دو کے ساتھ دو عورتیں ہیں، اور جمال احمد جسکانی کنوارا ہے لہٰذا اس کے لیے تیسرا کیبن مخصوص کیا گیا تھا۔

ہم نے دریانہ کیبن جمال احمد جسکانی کو دیا کیونکہ بریف کیس اس کے پاس تھا۔ دشمنوں کو اس کے پاس پہنچنے کے لیے باقی کمرا کے کیبن کے پاس سے گذرنا پڑتا یا میرے کیبن کے پاس سے ہو کر جانا پڑتا۔

دیسے پولیس والے کچھ زیادہ ہی ذمّے داری دکھا رہے تھے ہم سمجھ رہے تھے کہ وہ صرف اسٹیشن تک ہماری حفاظت کریں گے لیکن دو مسلح سپاہی ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں ڈیوٹی دینے کے لیے موجود تھے۔ کوئی ہمارے کیبن کے پاس سے گزر کر دروازے کی طرف جاتا تو اسے توجّہ سے دیکھتے تھے۔ جب تک وہ واپس اپنے کیبن میں نہیں جاتا، وہ بالکل مستعد اور محتاط رہتے تھے۔

ٹرین میں سوار ہوتے ہی حوریا نور ریحانہ کے کیبن میں جا کر بیٹھ گئی تھی۔ وہ میرے پاس آتے ہوئے جھجک رہی تھی۔ ریحانہ نے دیسی سرگوشی میں کہا۔ "جو مشورہ میں نے دیا ہے اس پر عمل کرو یا پھر اس کی محبّت کو دل سے نکال دو۔ یہ دوراہے پر کھڑے رہنا اور ہمیشہ الجھنوں میں گرفتار رہ کر خود کو عذاب میں مبتلا کرتے رہنا، بہت بڑی حماقت ہے۔ محبّت کو محبّت سے اپنایا جائے تو وہ عذاب نہیں رہتی۔ اس کا انحصار ہم پر ہے کہ کس طرح اپنے مرد کو ہینڈل کرتی ہیں۔"

اس کے بہت سمجھانے بجھانے پر وہ میرے کیبن کے دروازے تک آئی۔ اس نے جھجکتے ہوئے اسے کھولا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ قدم لرز رہے تھے لیکن کیبن خالی تھا۔ اسے ایک گونا اطمینان ہوا۔ وہ برتھ پر آ کر بیٹھ گئی۔ دروازے کو بند کر دیا لیکن باہر سے کسی کے گزرنے کی آواز آتی تو یوں چونک جاتی جیسے میں آ رہا ہوں۔

میں ایئر کنڈیشنڈ کوچ کے دوسرے سرے پر تھا، وہاں سے اپنے کیبن تک تمام مسافروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ انھیں دیکھنا اور پرکھنا چاہتا تھا۔ اکثر مسافر کیبن میں جانے کے بعد باہر نہیں آئے تھے۔ اندر ہی آرام کر رہے تھے۔ میں نہ تو انھیں دیکھ سکتا تھا نہ پرکھ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ تیسرا کیبن خالی تھا۔ اگلے شہر کے مسافروں نے اسے ریزرو کرا رکھا تھا۔

میں اپنے کیبن کی طرف جانے لگا۔ کرم داد اپنے کیبن سے باہر آ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کہاں گھوم رہے تھے؟"

"میں دشمنوں کو تاڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"صرف ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں دیکھنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ دشمن اناڑی نہیں ہیں۔ وہ فرسٹ کلاس، سیکنڈ کلاس یا عوامی کلاس میں بھی ہو سکتے ہیں۔ موقع پا کر ادھر کا رخ کریں گے۔"

میں نے جسکانی کے دروازے پر دستک دے کر کہا۔ "میں باہر بول رہا ہوں۔ کرم داد بھی ہے۔ دروازہ کھولو۔"

اس نے دروازہ کھول کر کہا۔ "ہماری حکومت نے بریف کیس میرے حوالے کر کے بالکل ہی بابند کر دیا ہے۔ نہ میں ادھر جا سکتا ہوں نہ اُدھر۔ لاہو لنک ایک ہی کیبن میں قید رہوں گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بھئی پریشان کیوں ہوتے ہو۔ تمھاری ہماری ذمّے داری ایک ہے۔ کہیں جانا ہو تو بریف کیس ہم میں سے کسی کے حوالے کر دینا۔ ہم اسے صرف حکومت کی امانت نہیں تمھاری بھی امانت سمجھ کر دل و جان سے اس کی حفاظت کریں گے۔"

کرم داد نے کہا۔ "باقی دوئے ہم پوچھنے آئے ہیں کہ تم دشمنوں کے متعلق کیا سوچ رہے ہو؟ وہ تمھارے خلاف کیسی پلاننگ کر سکتے ہیں؟ بھئی تم تو دشمنوں کو گھیرنے، ان کا راستہ روکنے اور انھیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دینے میں ماہر ہو جیسا کہ جنگل میں تم نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔"

"کرم داد ٹھیک کہتا ہے۔ تم خود ہی اپنے دشمن بن کر سوچو کہ بریف کیس چھین کر لے جانا ہوتا تو تم جمال احمد جسکانی کے خلاف کیا اقدامات کرتے؟"

اس نے دروازے سے ٹیک لگا کر دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر کہا۔ "دشمن اناڑی نہیں ہیں۔ اگر ڈاکو رانگا مارکا ہوتا یا پاکیٹ وڈیرے یا زمیندار، جاگیردار ہوتے تو دیسی قسم کی چالیں چلتے، ہمارا مقابلہ دہشت گرد تنظیموں سے ہے۔ وہ ایسی چالیں چلیں گے، جن کے متعلق ایک آدمی عام سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"ہم عام آدمیوں میں سے نہیں ہیں۔ ہم نے بھی ٹی ٹی سنٹر میں اچھی خاصی تربیت حاصل کی ہے۔"

جسکانی نے پوچھا۔ "کیا تم یہ سوچ سکتے ہو کہ دشمن ہمارے لیبن کو گیس چیمبر بنا سکتے ہیں؟"

ہم دونوں ہی چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ اس نے مسکرا کہا۔ "گاڑی روکنے کے لیے بریک موجود ہے۔ وہ چین پائپ کے ذریعے ہر کیبن میں پہنچائی گئی ہے۔ کیا ان پائپوں کے ذریعے ہمارے کیبنوں میں گیس نہیں پہنچائی جا سکتی؟"

"اوہ گاڈ! ہم نے تو ادھر توجہ دی ہی نہیں تھی۔"

میں اور کرم داد تیزی سے کیبن میں داخل ہو کر اس چین کی طرف دیکھنے لگے جو دو مختلف سمتوں سے آنے والے پائپ کے ذریعے نکلی ہوئی تھی۔ اسے پکڑ کر کھینچتے ہی تیز رفتاری سے دوڑنے والی ٹرین رُک جاتی۔ میں نے پہلے اس چین کی طرف دیکھا پھر کھڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "جسکانی! میں تمھاری ذہانت کی داد دیتا ہوں۔ تم بڑی دور تک سوچتے ہو لیکن یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ جب بھی اس پائپ لائن کے ذریعے گیس خارج ہو تم دروازہ کھول کر باہر نکل سکتے ہو۔ اگر دروازے کو باہر سے بند کر دیا گیا اور پہرے داروں کو ختم کر دیا گیا تو کھڑکی کے شیشے توڑ سکتے ہو۔ باہر سے تازہ ہوا اندر آنے لگی تو گیس کا اثر ختم ہو جائے گا۔"

جسکانی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بھئی دشمن یہی تو چاہیں گے کہ گیس

خارج ہوتے ہی دروازہ باہر سے بند ہو تو میں کھڑکی کے شیشے توڑ دوں۔ باہر کی تازہ ہوا اپنے پھیپھڑوں تک پہنچانے کے لیے میں کھڑکی کے پاس جاؤں اور چھت سے لٹکنے والے دشمن مجھے گولی ماردیں۔ پھر کھڑکی کے ذریعے اندر داخل ہو کر یہ بریف کیس لے جائیں۔"

ہم گم صم سے ہو کر کبھی اس چین کو دیکھنے لگے اور کبھی اس کھڑکی کو۔ جبکانی دوڑ کی کوڑی لایا تھا۔ دشمن بھی اس کی طرح سوچ سکتے تھے۔ جن کے متعلق ہم بھی سوچ تو سکتے تھے مگر اس پر توجہ نہیں دے سکتے تھے۔ یہی سوچ کر رہ جاتے کہ کون اتنی گہری اور خطرناک باتیں سوچے گا مگر ہمارے دشمنوں کے تو ہوش اڑے ہوئے تھے۔ سازشیں بے نقاب ہوئی جارہی تھیں۔ چند شخصیتیں بھی بدنامی کے دہانے پر کھڑی تھیں۔ ان حالات میں تو ان سے کچھ بھی بعید نہیں تھا۔ وہ سب کچھ کر سکتے تھے۔

کرم داد نے کہا "جبکانی! تمہیں اس کیبن میں تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ بریف کیس لے کر ہمارے کیبن میں آجاؤ۔"

اس نے کہا "جس کیبن میں بریف کیس جائے گا گیس بھی وہاں جاسکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اپنے ساتھ تمہیں اور ریحانہ کو بھی مصیبت میں ڈالوں۔ بھئی اس کی ضرورت کیا ہے۔ جب یہاں سے گیس خارج ہوگی تو میں کھڑکی کا شیشہ نہیں توڑ دوں گا۔"

"کیا دم گھٹ کر مر جانے کا ارادہ ہے؟"

"میں ایسا احمق بھی نہیں ہوں۔ بھئی دروازہ تو ضرور پیٹوں گا۔ تم لوگوں تک آوازیں پہنچیں گی۔ میں مانتا ہوں جس طرح پہرے داروں کو ختم کر کے میرے کیبن کو باہر سے بند کیا جائے گا اسی طرح تمہارے کیبن بھی بند کیے جائیں گے لیکن ایک چال ہم چل سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ دشمنوں کی توقع کے مطابق میں کھڑکی کا شیشہ نہیں توڑوں گا۔ تم دونوں اپنی اپنی کھڑکی کے شیشے توڑ دگے اور وہاں سے چھت کی طرف فائرنگ کر دگے۔ مجھے فائرنگ کی آواز سنائی دے گی تو میں اپنی کھڑکی کا شیشہ توڑ کر باہر کی تازہ ہوا اپنے پھیپھڑوں تک پہنچاؤں گا۔"

میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "فی الحال تو والے اگر تمہاری ذہانت سے ڈرتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ تم ایسا کوئی خانہ خالی نہیں چھوڑتے جہاں سے دشمن گزر کر آسکیں۔"

کرم داد نے کہا "ہمیں ہر پہلو پر نظر رکھنی چاہیے۔ یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ اگر کسی پرانی چال کے ذریعے کامیابی حاصل ہوتی ہے تو وہ ایسی چالیں چلنے سے باز نہیں آئیں گے۔ یعنی ٹرین کے کسی جنگل سے گزرتے ہوئے ہماری بوگی ٹرین سے کاٹی جاسکتی ہے تاکہ ٹرین کے آگے نکل جانے کے بعد وہ بہ آسانی ہمیں چاروں طرف سے گھیر سکیں۔ ہم زیادہ سے زیادہ اپنی آخری سانس تک مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد وہ بریف کیس ان کے ہاتھ لگ سکتا جائے گا۔"

"جہاں تک دشمنوں سے مقابلہ کرنے کا تعلق ہے تو ہم اتنی دیر تک انھیں فائرنگ کے ذریعے روک سکتے ہیں جب تک کہ آگے جانے والی ٹرین اگلے اسٹیشن نہ پہنچ جائے اور وہاں سے کارروائی نہ کی جائے۔"

"جبکانی! تم بیرونی ممالک میں رہ کر اپنے ملک کی انتظامی خرابیوں کو بھول گئے ہو۔ ہمارے ہاں ریلوے اسٹیشنوں پر پولیس کا عملہ زیادہ نہیں ہوتا پھر یہ کہ اگلے چند اسٹیشن بہت ہی چھوٹے ہیں۔ وہاں سے مسلح پولیس کی جماعت بلا کر یہاں نہیں لائی جاسکتی۔ یہاں جو کرنا ہوگا اپنے بل پر کرنا ہوگا، اپنی صلاحیتوں کو کام میں لانا ہوگا۔"

"سوال یہ ہے کہ ہم اس بریف کیس کی خاطر اپنی جانیں آخر کیوں گنوائیں۔ بریف کیس تو ہماری جانیں جانے پر بھی محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ ہمیں مار کر دشمن اسے حاصل کرے گا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اسے کس طرح حفاظت سے اسلام آباد تک پہنچایا جائے؟"

جبکانی کیبن کے اندر ٹہل رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے رک کر کہا "ایک ہی راستہ ہے کہ میں اگلے اسٹیشن پر اتر جاؤں تم سب اپنا سفر جاری رکھو۔ میں اسلام آباد پہنچنے کے لیے دوسرے ذرائع اختیار کروں گا۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "ہم بڑی دیر سے یہاں بیٹھے ہیں۔ حور بانو اور ریحانہ اپنے اپنے کیبن میں تنہا ہیں۔ ہمیں ان کی خبر لینا چاہیے اور ایمرجنسی ٹرپ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھر ایک نظر ڈالنی چاہیے۔ یہاں چند کیبن ایسے ہیں جن کے مسافروں کو ہم نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ انہیں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔"

"میں ابھی جاتا ہوں۔ تین ہی کیبن ایسے ہیں، جن کے مسافر ابھی تک ہماری نظروں میں نہیں آئے ہیں۔ میں ان سے مل بیٹھنے کی کوشش کرتا ہوں۔" کرم داد نے کہا۔

وہ کیبن سے باہر چلا گیا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ پہلے ایک کیبن کے دروازے پر دستک دے گا، جو بھی مرد نکلے گا اس سے سگریٹ جلانے کے لیے ماچس طلب کرے گا۔ حالانکہ ایک جیب ڈاسا طریقہ تھا مگر کیبن کے اندر بند رہنے والے مسافر کو باہر کسی طریقے سے نکالنا ہی تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ماچس مانگ طلب کرنے کے ساتھ یہ بھی مسکراتے ہوئے کہے گا کہ سگریٹ سلگانے کا تو بس بہانہ ہے۔ دراصل وہ اپنے ہمسفر لوگوں کو دیکھنا پرکھنا چاہتا ہے۔

کرم داد اپنا فرض ادا کرنے گیا تھا۔ میں نے اپنا فرض ادا کرنا شروع کیا۔ اس کے جاتے ہی جبکانی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے باتھ روم میں جانے کی ضرورت محسوس کرائی۔ اس نے اٹھتے ہوئے کہا "تم بیٹھو، میں ابھی ٹوائلٹ سے آتا ہوں۔"

وہ ٹوائلٹ میں گیا۔ دروازہ بند ہوا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے بریف کیس کو اوپری برتھ سے نکال کر نیچلی برتھ پر رکھا۔ مجھے جبکانی اور کرم داد کو لاک نمبر معلوم تھے۔ میں نے انھی نمبروں کے ذریعے بریف کیس کو کھول لیا۔ اس میں میری، ریحانہ، جبکانی اور کرم داد کی فائلیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک بند لفافہ بھی تھا۔ وہ لفافہ اور وہ تمام فائلیں بڑی حفاظت سے بند کرنے کے بعد ان پر مہریں لگا دی گئی تھیں۔ میں نے انھیں نکال کر دوبارہ اسے نمبروں کے ذریعے مقفل کر کے اوپری برتھ پر رکھ دیا۔ پھر وہ تمام چیزیں سمیٹ کر میں نے کیبن کے دروازے کو آہستگی سے کھول کر باہر دیکھا۔ کرم داد نیچے کیبن کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک شخص تھا جس سے وہ باتیں کر رہا تھا۔ کرم داد کی پشت میری طرف تھی۔ میں وہاں سے نکل کر اپنے کیبن میں آیا۔ کیبن خالی تھا۔ کرم داد باتھ روم میں تھی۔ میں نے فوراً تمام فائلیں اور وہ خط اپنی اٹیچی میں ٹھونس دیے اور واپس جبکانی کے کیبن میں آگیا۔

وہ ٹوائلٹ سے باہر آیا تو میں برتھ پر اسی طرح بیٹھا ہوا تھا جس طرح وہ مجھے چھوڑ کر گیا تھا۔ اسی نے اپنی اٹیچی کھولتے ہوئے کہا "ہم آدھے گھنٹے میں خیرپور پہنچ جائیں گے۔ میں اپنی فائلیں تم لوگوں کے پاس چھوڑ دوں گا۔ صرف نقد روپے اپنے پاس رکھتا ہوں۔ انشاء اللہ کل دوپہر تک لاہور پہنچ جاؤں گا۔ ریحانہ اور کرم داد کا پتا میرے پاس ہے۔"

میں نے کہا "ہم تمہارے لیے فکرمند رہیں گے۔ کوشش کرنے دوپہر یا شام تک پہنچ جانا۔ اس بریف کیس کی ذمے داری اگرچہ تم پوری نہیں، ہم سب پر بھی ہے۔"

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتا تھا، اسی وقت ٹرین کی رفتار دھیمی ہونے لگی۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر کھڑکی کے باہر جھانکنے لگا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس آگیا۔ باہر چاند کی روشنی میں دور دور تک کھیت نظر آرہے تھے۔ جبکانی نے کہا "کوئی چھوٹا اسٹیشن بھی نہیں ہے۔ گاڑی آؤٹر سگنل کے لیے رک رہی ہے شاید۔ یہ اچھا موقع ہے، خیرپور میں اترنے سے بہتر ہے کہ چپ چاپ اس ویرانے میں اتر جاؤں۔ کوئی مجھے روک نہیں سکے گا۔"

میں نے تائید کی۔ اس نے اوپری برتھ سے بریف کیس اٹھایا اور میرے ساتھ کیبن سے نکل کر کوچ کے دروازے پر آگیا۔ اس وقت تک ٹرین رک گئی تھی۔ ہم نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ دور آؤٹر سگنل نظر آرہا تھا۔ گاڑی کو سگنل نہیں مل رہا تھا، اس لیے وہ رک گئی تھی۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ خدا حافظ کہا پھر ٹرین سے اتر کر جانے لگا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کھیتوں میں پہنچ کر ایک بار مڑ کے میری طرف دیکھا اور پھر وہ کھیتوں میں گم ہوتا چلا گیا مگر میری خیال خوانی کی حدود سے باہر نہیں جاسکتا تھا۔

ٹرین چل پڑی۔ میں دروازے کو بند کر کے اپنے کیبن کی طرف چل دیا۔ دوسری طرف سے کرم داد آرہا تھا۔ میں نے قریب ہو کر چپکے سے کہا "وہ بریف کیس لے کر جاچکا ہے۔ ٹرین آؤٹر سگنل کے پاس رک گئی تھی۔ تم لوگوں سے ملنے کا موقع نہیں تھا۔ اگر وہ خیرپور اسٹیشن پر اترتا تو دشمن اسے تار دیتے۔"

"کوئی بات نہیں، دعا کرو وہ بخیریت اس ویرانے سے نکل جائے۔"

"اس نے وعدہ کیا ہے، کل دوپہر تک تمہارے پتے پر لاہور پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ اب ہمیں اسی کی فکر رہے گی۔"

اس نے اپنے کیبن کا دروازہ کھول کر دیکھا۔ ریحانہ لیٹی ہوئی تھی۔ ہمیں دیکھتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "اب آرام کرو۔ اگر ان تینوں کیبن کے مسافروں کے متعلق کوئی خاص بات ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ میں جس کیبن کے مسافر سے باتیں کر رہا تھا، وہ اپنے تین فیملی ممبرز کے ساتھ سفر کر رہا ہے۔ دوسرے کیبن کے مسافروں کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے

اب ریحانہ کو بھیجوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میری ضرورت ہو تو بلا لینا۔ میں اپنے کیبن میں ہوں اور ہاں جبکانی اپنی اپنچی چھوڑ گیا ہے۔"

"وہ ہم اپنے پاس رکھ لیں گے۔"

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس دروازے کے پاس آ گیا، جہاں سے تھوڑی دیر پہلے جبکانی کو رخصت کیا تھا۔ میں بھی اپنے کیبن میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہاں حور بانو آرام سے ایک برتھ پر لیٹی ہوئی تھی۔ اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ میرے متعلق سوچ رہی تھی اور اپنے متعلق الجھن میں پڑ گئی تھی۔ اگر میں وہاں جاتا تو شاید یہ مسئلہ اس کی زبان پر آتا۔ وہ شرمیلی تھی، زبان پر نہ لاتی تب بھی کچھ گھما پھرا کر اس سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتی۔

سیدھی سی بات ہے، اگر وہ اپنے سہاگن بننے پر پچھتاتی، اسے دکھ ہوتا تو میں اپنے آپ کو ملامت کرتا۔ میرا ضمیر مجھے مطمئن نہیں رہنے دیتا لیکن وہ خود میری تمنا کر رہی تھی دل سے بھی، دماغ سے بھی اور روح کی گہرائیوں سے بھی۔ پھر میں اس کی تمناؤں سے اسے باز کیوں رکھتا؟

میں آئندہ بھی اسے یہی سمجھانا چاہتا تھا کہ آج اس کے ساتھ ہوں، کل وقت جانے کہاں بہا کر لے جائے۔ وہ میرا انتظار کرتی رہے گی اور مجھے اپنی ذمے داریوں کا احساس دلاتی رہے گی میں ایسی غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا

میں جمال احمد جبکانی کے پاس پہنچ گیا۔ ہمارے خیال کے مطابق اس دوران ٹرین سے کوئی دوسرا شخص نہیں اترا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ دشمنوں کو ہماری اس پلاننگ کی خبر نہیں تھی۔

جب جمال احمد جبکانی کھیتوں میں جا کر گم ہو گیا اور ٹرین چل پڑی تو اس ٹرین کے گزرنے کے بعد اس نے دور ریلوے لائن کی طرف دیکھا تھا۔ وہاں اسے چار عدد انسانی سائے نظر آئے تھے۔

ہماری خوش فہمی ختم ہو گئی۔ دشمنوں کو ہماری ایک ایک حرکت کا علم تھا۔ یہ کتنی حیرانی کی بات تھی۔ ہم نے بند کمرے میں یہ منصوبہ بنایا تھا۔ دشمن ہم سے جانے کتنی دور رہنے کے باوجود جمال احمد جبکانی کو وہ بریف کیس گاڑی سے باہر لے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے، گویا ان کے پاس کوئی جادوئی آئینہ تھا جس میں وہ ہماری ہر حرکت کو دیکھتے رہتے تھے یا کوئی سائنسی کمال تھا کہ ادھر ہم نے پلاننگ کی، ادھر ان کو خبر ہو گئی۔

ہماری ٹرین دور نکل گئی تو ریلوے لائن کے پاس کھڑے ہوئے چاروں دشمنوں میں سے ایک نے بلند آواز سے للکارتے ہوئے کہا "جبکانی! بریف کیس ہمارے حوالے کر دو۔ ہم جانتے ہیں، تم کھیتوں میں کہاں چھپے ہوئے ہو۔"

میں اس وقت جبکانی کے دماغ میں نہیں تھا، ورنہ میں کرم داد سے باتیں کر رہا تھا۔ اگر موجود ہوتا تو اس للکارنے والے کے دماغ میں پہنچ کر ضرور معلوم کرنے کی کوشش کرتا کہ آخر انہیں ہمارے متعلق کیسے اطلاعات مل رہی ہیں حتیٰ کہ وہ جبکانی کی نشاندہی کھیتوں میں کر رہے تھے۔

جس وقت میں جبکانی کے پاس پہنچا، اس وقت وہ کئی فصلوں کے درمیان تیزی سے بھاگتا جا رہا تھا۔ ہوا تیز تھی، فصلیں لہلہا رہی تھیں۔ ایک دوسرے سے ٹکرا کر شور مچا رہی تھیں۔ دشمن یہ نہ جان سکے کہ جبکانی کھیت کے کس حصے میں ہے اور کدھر سے گزر رہا ہے۔

اس کے ایک ہاتھ میں بریف کیس اور دوسرے میں ریوالور تھا۔ وہ کھیتوں میں زیادہ دور نہیں جانا چاہتا تھا۔ ریلوے لائن کے قریب ہی رہ کر کسی آبادی تک پہنچنا چاہتا تھا۔

اچانک اسٹین گن سے فائرنگ ہونے لگی۔ فائرنگ کی ایک برسٹ کے بعد کسی نے چیخ کر کہا "دیکھ لو جبکانی! ہم تمہیں زندہ پکڑنا چاہتے ہیں لیکن ہمیں معلوم ہو جاتا ہے، کہاں چھپے ہوئے ہو۔ اگر تم زندگی چاہتے ہو تو دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ تمہارے ایک ہاتھ میں بریف کیس نظر آنا چاہیے اور دوسرا ہاتھ خالی پھر سیدھے ہماری طرف چلے آؤ۔ ہم تمہیں دو منٹ کی مہلت دیتے ہیں۔"

میں مہلت دینے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اور میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر پکڑے ہوئے تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس کا رابطہ کم کریزی سے قائم ہے، وہ کہیں سے اطلاع دے رہا ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں تھا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا لیکن یہ بڑی حیرانی کی بات تھی کہ وہ جہاں بھی ہے، وہاں اسے کیسے اطلاع مل رہی ہے؟ جبکانی کھیتوں میں پہنچ گیا ہے، صرف اتنا ہی نہیں، کم کریزی کو یہ بھی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کھیتوں میں کس حصے سے گزر رہا ہے۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے بتا رہا تھا کہ ریلوے لائن کی سیدھ میں دو کوس کی دوری پر جہاں سے کھیت دائیں طرف شروع ہوتے ہیں، وہاں سے صرف پچیس گز کے فاصلے پر جبکانی کھیتوں کے درمیان موجود ہے اور رکا ہوا ان فصلوں کے درمیان سے گزر رہا ہے۔

یہ حیرانی میں مبتلا کرنے والے لمحات تھے۔ آخر کم کریزی کو اتنی تفصیل کیسے معلوم ہو رہی تھی؟ ایسے میں خیال ٹیلی پیتھی کی طرف جاتا ہے لیکن کم کریزی یوگا کا ماہر تھا، ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ اگر جانتا تو میں اس کے روبرو آ چکا ہوتا۔ وہ میرے دماغ تک پہنچنے کی ضرور کوشش کرتا مگر ۔ ۔ ام رہتا لیکن میں اس

کے خیال خوانی کے انداز کو سمجھ لیتا۔

پھر خیال آیا، دہشت گردوں کی تنظیم میں کوئی ایسی ہستی ہے جو شاید خیال خوانی جانتی ہو اور وہ کم کریزی کو پوری تفصیل بتا رہی ہو۔ اس کے مطابق ہم کریزی اپنے آدمیوں کو ہدایات دیتا رہا ہو۔

یہ بات قابلِ قبول نہیں تھی۔ اگر کوئی ہستی خیال خوانی کر رہی تھی اور وہ جمال احمد جبکانی کے دماغ میں رہ کر اس کی ایک ایک حرکت کو سمجھ رہی تھی تو وہ جبکانی کو دماغی طور پر ٹریپ کر کے مجبور کر سکتی تھی کہ وہ دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر بریف کیس کو اپنے دشمنوں کے حوالے کر دے۔

جتنی دیر میں سوچتا رہا، اتنی دیر میں جبکانی نے جوابی فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ایک دشمن ختم ہو گیا، تین رہ گئے۔ باقی تین کے پاس ریوالور تھے۔ ان میں سے ایک نے مردہ ساتھی کی مشین گن اٹھا لی تھی۔ میں پرانے ہتھکنڈے استعمال کر سکتا تھا یعنی ایک دوسرے پر فائرنگ کرانے کے بعد انہیں ختم کر دیتا لیکن کم کریزی ٹرانسمیٹر کے ذریعے ان سے باتیں کر رہا تھا۔ اس لیے وہ تینوں ماتحت مرتے مرتے بھی کسی طرح یہ بتا سکتے تھے کہ ایک دوسرے پر فائرنگ کرتے رہو۔ ختم ہو رہے ہیں۔

اگرچہ میں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا تھا، تاہم میری عقل مجھے سمجھاتی تھی، کوئی ایسی ہستی ہے تو ضرور کہ مجھے اقدامات کرنا چاہئیں ورنہ معلوم ہو جائے گا کہ دشمنوں کے دماغ میں پہنچ کر انہیں ایک دوسرے پر فائرنگ کے لیے مجبور کر رہا ہے۔

اب میں محتاط ہو کر کبھی اس ٹرانسمیٹر والے کے دماغ میں جاتا تھا، کبھی جبکانی کے دماغ میں رہ کر چپ چاپ معلوم کرنے کی کوشش کرتا تھا کہ کوئی اس کے دماغ میں آتا بھی ہے یا میرے ذہن میں خواہ مخواہ ایسے خیالات آ رہے ہیں۔

مینول مور سے ایک شخص اسٹین گن اٹھا کر فائرنگ کرتا ہوا آگے بڑھا تھا۔ اسی وقت ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ زمین سے کئی فٹ اوپر اچھلا، پھر نیچے گر کر تڑپنے لگا۔ اسٹین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ جبکانی کسی کا محتاج نہیں تھا۔ اسے میری مدد کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سوچ سمجھ کر نپے تلے انداز میں فائر کرتا تھا کہ ایک گولی بھی ضائع نہ ہو۔

اب میرے نے اسٹین گن اٹھائی۔ اس وقت ٹرانسمیٹر سے کسی کی جھنجلائی ہوئی آواز سنائی دے رہی تھی "مدھے ہوئے! کچھ اپنی عقل سے بھی کام لو۔ وہ تم سے زیادہ دور نہیں ہے۔ سمجھا؟ ریلوے لائن کے قریب آ رہا ہے مگر کھیتوں میں

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ھَوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوش مادر تھا۔ آگ اس کے بدن کو نمو دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصّوں میں مکمل

قیمت فی حصہ ۴۰ روپے * ڈاک خرچ فی حصہ ۱۶ روپے

کتابیات پبلی کیشنز، پوسٹ بکس ۳۲، سید مٹھن بلیوارڈ، کراچی

چھپا ہوا ہے۔ تم سے تقریباً بیس فٹ کے فاصلے پر ہے۔ اپنے بائیں طرف فائر کرو۔"

اس سے پہلے کہ وہ فائرنگ کرتے، ٹھائیں ٹھائیں کی دو آوازیں خاموش فضا میں دُور تک گونجتی چلی گئیں۔ بائیں رہنے والے دو دشمن بھی باقی نہ رہ سکے۔ آخر باقی نہ رہنے اور فنا ہوتے رہنے کا کوئی بہانہ تو ہوتا ہے اور یہ حضرتِ انسان اپنے فنا کے خود ہی بہانے ڈھونڈ لیتا ہے۔

اب جمال احمد جسکانی کھیتوں سے نکل آیا تھا۔ ایک ہاتھ میں بریف کیس، دوسرے میں ریوالور لیے دوڑتا ہوا ان کی طرف آرہا تھا۔ ذرا دُور دُور چار لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ پہلے اس نے اسٹین گن اٹھا کر دیکھی۔ وہ اسے لے کر شہر کی طرف نہیں جا سکتا تھا۔ پولیس والے پیچھے پڑ جاتے۔ اس نے مرنے والوں کے ریوالور اُٹھا لیے۔ صرف دو ریوالور کافی تھے۔ اس نے کارتوس جمع کیے۔ پھر انھیں بریف کیس کھول کر رکھنا چاہتا تھا، میں نے اسکی اپنی سوچ میں کہا۔ "بریف کیس کھولنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک ریوالور جیب میں ٹھونس لیا جائے۔ دوسرے کو قمیص کے اندر چھپا لیا جائے۔"

مگر وہ پختہ ارادے کا مالک تھا۔ ایسے لوگوں کو صرف ان کی سوچ کے ذریعے تبدیل نہیں کیا جاتا، انھیں بدلنے کے لیے کچھ ان کے دماغ پر قابض ہونا پڑتا ہے، کچھ انھیں آزادی دے کر ان کے ہاتھ پاؤں اپنی مرضی کے مطابق کام کرانا پڑتا ہے۔ بہرحال اس نے بریف کیس کو کھول لیا۔

حیرت زدہ رہ جانے کی بات تھی۔ نواب شاہ سے چلتے وقت جب ہم لوگوں نے بریف کیس کو بند کیا تھا تو اس میں ایک خط اور سترہ مہر فائلیں تھیں۔ یہ چیزیں کہاں غائب ہو گئیں؟ جسکانی چند لمحوں تک حیران رہا، پھر مسکرانے لگا۔ وہ سمجھ گیا، بابر یا کرم داد نے اس کی عدم موجودگی میں یہ تمام چیزیں نکال لی ہیں تاکہ دشمن دھوکا کھا جائیں۔

وہ سوچنے لگا، ہم میں سے کس نے ایسا کیا ہے؟ وہ مجھ پر ہی شک کر سکتا تھا کیونکہ اس کے سامنے کرم داد کیبن سے نکل کر دوسرے کیبن والوں سے ملنے چلا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ روم میں جانے کے دوران صرف اس کے کیبن میں رہ گیا تھا۔ میں ہی ایسا کر سکتا تھا۔

اس نے خالی بریف کیس کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ "بابر نے مجھ سے فراڈ کیا لیکن یہ فراڈ اچھا ہی تھا۔ اس نے مجھے نہیں، میرے ذریعے دشمنوں کو دھوکا دیا ہے۔ اس طرح سیکرٹ سروس والوں کی امانت کم از کم لاہور تک تو پہنچ ہی جائے گی۔"

اس نے تینوں ریوالور بریف کیس میں رکھے۔ تمام کارتوس بھی اس میں رکھ دیے۔ اپنا ریوالور دوبارہ پوری طرح لوڈ کرنے کے بعد جیب میں رکھ لیا۔ بریف کیس کو بند کیا پھر وہ اُٹھ کر جانے لگا۔ چند قدم چلتے ہی یکبارگی حیرت سے اُچھل کودا۔ کوئی اس کے قریب بول رہا تھا۔

اس نے اِدھر اُدھر نظر ڈالی پھر زمین پر پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کو دیکھا۔ آواز آرہی تھی۔ "ہیلو، ہیلو، جسکانی ہم تم سے زیادہ دُور نہیں ہو۔ واپس آؤ، میری بات سنو۔"

اس نے واپس آکر زمین پر ایک گھٹنے کو ٹیکتے ہوئے ٹرانسمیٹر کو اُٹھایا۔ "یو کریزی! میں تمھاری آواز اور لہجا کو میں پہچان سکتا ہوں۔ کیا بات ہے؟ کہو جلدی سے۔"

"میں پوچھنا چاہتا ہوں، کیا خالی بریف کیس دیکھ کر تمھیں عقل نہیں آئی؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "تمھیں کیسے پتا چلا کہ یہ بریف کیس خالی ہے؟"

دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم احمق نکلے۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ہمیں تمھاری صلاحیتوں پر، تمھاری ذہانت اور حاضر دماغی پر بڑا ناز تھا۔ کیا تم فی الحال دوسروں کو اتنا کمزور سمجھتے ہو؟ ان کے ذرائع لامحدود ہیں۔ تمھیں راز کی بات بتاتا ہوں۔ فرہاد علی تیمور ہمارے فی الحال کا خفیہ سربراہ ہے۔ وہ تمھاری ایک ایک حرکت کے متعلق ہمیں بتاتا رہتا ہے، تم خود ہی سوچو، ہمیں فوراً ہی یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ تم نے بریف کیس کھولا تو وہ خالی تھا۔"

جسکانی نے چند لمحے سوچنے کے بعد پوچھا۔ "اگر فرہاد تمھارے ساتھ ہے اور وہ تمھیں خالی بریف کیس کے بارے میں بتا سکتا ہے تو یہ بات فرہاد نے اس وقت کیوں نہیں بتائی جب میں اسے لے کر ٹرین سے اُترا تھا؟"

اس نے جواب دیا۔ "فرہاد کا حکم تھا کہ تمھیں تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ ٹرین سے اُترنے کا موقع دیا جائے تاکہ تمھیں سزا ملے اور تم اتنی رات کو پیدل چلتے ہوئے فوج تک جاؤ۔ صبح سے پہلے کوئی سواری نہیں ملے گی۔ دوستوں کا ساتھ چھوڑ کر دشمنوں کا ساتھ دینے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ کبھی وقت ہے، ہم تمھیں معاف کر سکتے ہیں اور تمھاری ذہانت کی وجہ سے تمھیں پھر اپنا سکتے ہیں۔"

وہ ٹرانسمیٹر سے ہونے والی کریزی کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے اس کی اپنی سوچ میں ایک سوال کیا۔ اس نے سوال دُہرایا۔ "کریزی! اگر فرہاد علی تیمور تمھارے ساتھ ہے اور وہ تمھیں خالی بریف کیس کے بارے میں بتا سکتا ہے تو یہ بات فرہاد نے اس وقت کیوں نہیں بتائی جب میں اسے لے کر ٹرین سے اُترا تھا؟"

اس نے جواب دیا۔ "فرہاد کا حکم تھا کہ تمھیں تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ ٹرین سے اُترنے کا موقع دیا جائے تاکہ تمھیں سزا ملے اور تم اتنی رات کو پیدل چلتے ہوئے فوج تک جاؤ۔ صبح سے پہلے کوئی سواری نہیں ملے گی۔ دوستوں کا ساتھ چھوڑ کر دشمنوں کا ساتھ دینے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ کبھی وقت ہے، ہم تمھیں معاف کر سکتے ہیں اور تمھاری ذہانت کی وجہ سے تمھیں پھر اپنا سکتے ہیں۔"

وہ ٹرانسمیٹر سے ہونے والی کریزی کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے اس کی اپنی سوچ میں ایک سوال کیا۔ اس نے سوال دُہرایا۔ "کریزی! اگر فرہاد علی تیمور تمھارے ساتھ

ہے تو یہ غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کروں گا۔ ایک بار اپنے فرہاد سے کہو کہ وہ مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرے۔ مجھے موجودہ روش چھوڑ کر تم لوگوں کے پاس لوٹ آنے کی ہدایت کرے۔ میں ابھی لوٹ آؤں گا۔ صرف اپنی جان، بابر اور کرم داد کو بھی تمھارے قدموں میں جھکا دوں گا۔"

"میں یہی چاہتا ہوں کہ تم ان باغیوں کو عبرتناک سزا دو۔ خواہ زندہ ہم تک نہ پہنچا سکو لیکن انھیں ایسی موت مارو کہ دوسرے غدّاری سے توبہ کر لیں۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ کیا یہی بات فرہاد علی تیمور مجھ سے کہہ سکتا ہے؟"

ایک لمحے تک خاموشی رہی۔ پھر کریزی نے کہا۔ "ذرا انتظار کرو، میں ابھی جواب دیتا ہوں۔"

وہ ٹرانسمیٹر اٹھا کر وہاں سے جانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد کریزی کی آواز سنائی دی۔ "جسکانی! میری باتوں پر اعتماد کرنے کو تو کہو۔ ابھی فرہاد صاحب سے رابطہ قائم ہوا تھا۔ ان کا حکم ہے کہ تمھیں تمھارے حال پر چھوڑ دیا جائے، جب وہ ضروری سمجھیں گے تو تم سے دماغی رابطہ قائم کر کے تمھیں ہماری طرف لے آئیں گے۔ فی الحال بھٹکتے رہو اور ٹھوکریں کھاتے رہو۔"

وہ ریلوے لائن کے ساتھ چلتے ہوئے خیرپور کی طرف بڑھا تھا۔ اب میں کیبن میں جا کر آرام سے ذرا لیٹنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے میں نے حورِ بانو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا، وہ سو رہی ہے یا جاگ رہی ہے؟

اس کے سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن اس ذہانت کی حرکت نے مجھے چونکا دیا۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ اب وہ بستر سے اٹھ کر میری برتھ پر رکھے ہوئے اٹیچی کے پاس جائے گی اور اسے کھول کر دیکھے گی۔

مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ وہ ایسی عورت نہیں تھی۔ کسی کے سامان میں دلچسپی نہیں لیتی تھی۔ کسی کی چیزوں پر نظر نہیں رکھتی تھی۔ پھر اب اس میں یہ تجسس ہوتا تھا کہ کسی کے اٹیچی یا بیگ میں کیا سامان رکھا ہوا ہے۔

میں تیزی سے چلتا ہوا اپنے کیبن کے دروازے تک پہنچا۔ اس سے پہلے کہ وہ میری اٹیچی کے پاس پہنچتی، میں نے دروازے کو کھولا۔ وہ ایک دم سے چونک گئی۔ مجھے دیکھتے ہی گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ وہ اپنی کہی سنا بھول گئی۔ اب اس کے دماغ میں کوئی بات نہیں تھی۔ اتنی دیر سے جس کا انتظار تھا،

وہ آگیا تھا۔ وہ اپنے اوپر میرے اَن دیکھے اور بیمار بھرے رشتے کی بھول بھلیوں میں گم ہو رہی تھی۔

میں نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھ رہا تھا، تم ریحانہ کے ساتھ اس کے کیبن میں ہو گی۔"

اس نے اپنی برتھ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تو چاہتی تھی، ریحانہ کے ساتھ رہوں مگر وہ بڑی وہ ہے۔"

میں نے اپنی برتھ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ 'وہ' کیا ہوتا ہے؟"

وہ شرماتے ہوئے بولی۔ "پتا نہیں، اس کے دماغ میں کیسی باتیں گھسی رہتی ہیں۔ وہ میرے اور تمھارے متعلق کچھ سوچتی رہتی ہے۔ زبردستی مجھے یہاں بھیج دیا۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا۔ "ریحانہ ہمارے بارے میں کیا سوچتی ہے؟"

وہ سر جھکا کر اپنے آنچل سے کھیلنے لگی۔ میں نے کہا۔ "میں تمھیں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں، میرا خیال دل سے نکال دو۔ میں ایک اجنبی ہمسفر ہوں، جب تک ہمسفر ہوں، اپنا اپنا سا لگ رہا ہوں۔ کبھی بچھڑ گیا تو پھر جانے کب حالات ہمیں ملائیں۔ تب کیا ہو گا؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "میں کیا بتاؤں۔ جو میں سمجھتی ہوں، اس پر کسی کو یقین نہیں آئے گا۔ یہ بات میں نے ریحانہ سے کہی مگر وہ بھی یقین نہیں کر رہی ہے۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، اپنی الجھن کو کس طرح بیان کرے۔ کچھ سوچنے کے بعد اس نے کہا۔ "میں نے بچپن میں ایک کہانی پڑھی تھی کہ وہ کچھ پریوں ہے، ایک شہزادی کو خواب میں چلنے کی عادت تھی۔ وہ اپنے محل سے نکل کر اپنے شہزادے کے پاس پہنچ جاتی تھی۔ پھر صبح ہونے سے پہلے اپنے محل میں واپس آجاتی تھی۔ جب صبح آنکھ کھلتی تو پورے یقین کے ساتھ آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر خود سے کہتی کہ وہ شہزادے کے پاس گئی تھی۔ شہزادے کی ہو گئی تھی اور ساری زندگی اسی کی رہے گی۔"

اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بابر! کیا سمجھ سکتے ہو کہ یہ بات وہ آئینے سے کیوں کہتی تھی؟"

"وہ دنیا والوں سے کہتی تو کوئی یقین نہ کرتا۔"

"جب یقین کرنے کی بات ہی نہ ہو تو کوئی کیسے یقین کرے۔ وہ... شہزادی نیند کی حالت میں اُٹھ کر محل سے باہر شہزادے کے پاس جاتی تھی تو شہزادے سے باتیں کرنے اور صبح تک وہاں رہنے کے دوران کوئی نہ کوئی بات ایسی ہوتی جس

سے شہزادی کی نیند ٹوٹ جاتی اور وہ خود کو دیکھتی کہ اپنی خواب گاہ سے باہر، اپنے محل سے باہر ایک شہزادے کے پاس موجود ہے۔"

"اس کہانی میں یہ بھی لکھا تھا کہ شہزادی نیند میں ہوتی تھی تو صبح تک اپنے آپ سے غافل رہتی تھی۔ ایسی غفلت کا شکار رہتی جیسے کسی نے اس پر سحر طاری کر دیا ہو۔ ایسے وقت اس کی آنکھ کھلی رہتی تھی۔ وہ باتیں بھی کرتی تھی لیکن یہ سب کچھ خواب جیسا ہوتا تھا۔"

"ابھی ہم کچھ اور باتیں کر رہے تھے۔ تم کسی شہزادی اور شہزادے کی کہانی لے بیٹھی ہو۔"

"اگر میں کہوں کہ میری بھی حالت اس شہزادی کی سی ہے۔ میں بھی نیند میں چل کر تمھارے پاس آجاتی ہوں تو کیا یقین کرو گے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیسی باتیں کر رہی ہو۔ اگر نیند میں چل کر میرے پاس آؤ گی تو کم از کم مجھے تو معلوم ہوگا۔"

"شہزادی دن کے وقت عالمِ بیداری میں شہزادے سے یہی بات کہتی تھی اور وہ بھی تمھاری ہی طرح جواب دیتا تھا۔"

"بھئی تم کہانی کو زندہ حقیقت سے کیوں ملا رہی ہو۔ وہ شہزادہ کوئی ساحر یا کوئی عامل ہوگا۔"

"ہاں، کہانی کے اختتام پر شہزادی کو پتا چلا کہ وہ بہت بڑا جادوگر تھا۔"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں بھی کوئی جادوگر ہوں؟ اب سمجھ میں آیا، جب میں کیبن میں داخل ہو رہا تھا تو تم میری اٹیچی کی طرف جھک ہی تھیں شاید کوئی چیز تلاش کرنے جا رہی تھیں۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں، یونہی بیٹھے بیٹھے دل میں یہ بات آئی تھی کہ ذرا اٹھ کر تمھاری اٹیچی کھولوں اور دیکھوں۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ کیا دیکھنا چاہتی تھی۔ دراصل میں بُری طرح الجھی ہوئی ہوں۔ اپنے مسئلے کا حل تلاش کرنا چاہتی ہوں۔ شاید اسی لیے تمھاری اٹیچی کھول کر دیکھنا چاہتی تھی۔"

"اگر اسے کھولنے اور دیکھنے سے تمھارا مسئلہ حل ہو سکتا ہے تو یہ تمھارے سامنے ہے۔ آؤ، دیکھ لو۔"

"میں کیا دیکھوں۔ جب تم سر سے پاؤں تک میرے سامنے ہو، میں تمھارے دل میں جھانک نہیں سکتی اور اپنے دل کی بات بتا نہیں سکتی۔ میری بے بسی کو شاید تم سمجھ سکو اور اگر نہ سمجھ سکو تو یہ میری بدنصیبی ہے۔"

بدنصیبی، خوش نصیبی میں صرف اس طرح بدل سکتی ہے نا تم میرا خیال دماغ سے نکال دو ورنہ اسی طرح الجھنوں میں رہو گی۔ مسئلے پیدا ہو جائیں گے۔"

"دوسری لڑکیاں بھی اپنے آئیڈیل کے متعلق نہ جانے کیا سوچتی ہیں لیکن ان کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا جو میرے ساتھ ہو رہا ہے۔"

"تمھارے ساتھ جو ہو رہا ہے، اسے تسلیم کر لو اور آپ کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دو یا پھر پختہ ارادہ کر کے جلد ہی کسی خوبرو ساتھی کا انتخاب کر لو گی اور اس کے ساتھ کسی دور جا کر گھریلو زندگی گزارو گی۔"

وہ اپنی بڑی بڑی سیاہ گہری آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں اس کی آنکھوں میں ڈوبنے سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "میں کسی اور کو خوبرو کبھی نہ بنا سکوں گی۔"

"تمھاری مرضی ہے۔ میں اپنے متعلق صاف صاف بتا چکا ہوں اسی لیے تم سے فاصلہ رکھا ہے اور جب تک جاؤں گا، یہ فاصلہ قائم رکھوں گا۔"

اس نے چونک کر پوچھا۔ "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے درمیان یہ فاصلہ تمھارے جانے تک ہے؟"

"تمھارے کہنے کے مطابق یہ کہہ رہا ہوں۔ تمھیں خطرے میں چلنے کی بیماری ہے۔ ہو سکتا ہے مجھے بھی ایسی کوئی بیماری ہو جس کا علم مجھے نہیں ہے۔ تم مجھے دیکھنا، پرکھنا چاہتی ہو تو آج رات جاگتی رہو۔ میں تو سو رہا ہوں۔ نیند میں چل کر تمھاری طرف آؤں گا تو مجھے دھکا مار کر گرا دینا تاکہ میری آنکھ کھل جائے۔"

میں جوتوں سمیت برتھ پر دراز ہو گیا۔ اٹیچی اپنے تکیہ بنا کر رکھ لی۔ پھر آنکھیں بند کرنے سے پہلے کہا۔ "میں جا رہا ہوں۔ نیند کے دوران دروازے پر دستک ہو، جگائے بغیر کبھی نہ کھولنا ——— خواہ کرم داد ریحانہ ہی کیوں نہ ہوں۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ ایسے وقت جبکہ جہاز کافی جھٹک رہا تھا اور کم گہرائی جیسا دشمن یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ فرہاد علی تیمور ان کا خفیہ سربراہ ہے تو میں کیسے ہو سکتا ہوں۔ دماغ میں یہ سوال گونج رہا تھا کہ اسے ایسی باتیں کیسے معلوم ہو جاتی تھیں جو صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم ہو سکتی ہیں۔ ہماری دنیا میں ایسا کوئی سائنسی آلہ ایجاد ہو گیا ہے جسے دماغ کے ساتھ منسلک کر دیا جائے تو فرانسیم کے آس پاس یا اس سے بالا دور بیٹھے ہوئے کم گہرائی جیسے لوگوں کو نظر آتا رہے گا اس کی حرکتیں بھی دکھائی دیتی رہیں؟ کم گہرائی جانے کتنی دور ہے اس نے خالی بریف کیس کو دیکھ لیا تھا۔

یہ محض قیاس آرائی ہے۔ ایسا کوئی آلہ ایجاد نہیں ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام دہشت گرد تنظیمیں اپنی تخریب کاریوں کے الزامات مجھ پر ڈالنا چاہتی ہیں۔ ہر جرم کی تان فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی پر توڑتی ہیں۔ ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہا ہے۔ اس میں اب کچھ حقیقت نظر آنے لگی تھی۔ اس حقیقت میں اگرچہ میری اور رسونتی کی ٹیلی پیتھی کا ہاتھ نہیں تھا لیکن کچھ تو تھا جس کا علم نہ تو مجھے تھا نہ رسونتی کو۔

اب مجھے اسی انداز میں سوچنا تھا اور فرض کر لینا تھا کہ ہمارے علاوہ بھی ایک تیسری ہستی ہے جو میرے دماغ کو چھیڑنا نہیں چاہتی۔ وہ میرے ساتھیوں کو آلۂ کار بنا رہی تھی۔ میرے کیبن میں آنے سے پہلے حورِ بانو میری اٹیچی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ وہ میری اٹیچی کھول کر دیکھے۔ وہ خود اس بات کی وضاحت نہیں کر سکی تھی کہ اٹیچی کیوں کھولنا چاہتی تھی لیکن میں اس کے دماغ سے معلوم کر چکا تھا۔ وہ یونہی الجھنوں میں گرفتار ہو کر ایسا کرنا چاہتی تھی۔

میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں شام کے سات بجے تھے۔ پارس اپنے ننھے قدموں سے چلتا ہوا اس کے پاس آ رہا تھا۔ اور وہ ممتا بھری بانہیں پھیلا کر اسے اتنی محبت سے دیکھ رہی تھی جیسے اس کی طرف کھنچی جا رہی ہو۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو اس نے فوراً ہی پارس کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ پھر اس کے کان میں کہا۔ "دیکھو تمھارے پاپا آئے ہیں۔"

پھر اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "جانتے ہو یہ مجھے ماما کہتا ہے۔ ابھی اچھی طرح بول نہیں سکتا لیکن معصوم ہونٹوں کے ملنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے، وہی بھلی لگتی ہے۔ میں اس سے خود کو ماما ہی کہلواؤں گی۔ تمھیں پسند ہے؟"

"مجھے وہ سب کچھ پسند ہے جو تمھیں اور ہمارے بیٹے کو پسند ہو۔"

میں بتا چکا ہوں کہ وقتاً فوقتاً رسونتی، سونیا، اعلیٰ بی بی اور شبانہ سے رابطہ قائم کرتا رہتا تھا۔ صرف رسونتی اور سونیا کو معلوم تھا کہ میں پاکستان میں ہوں۔ کوئی میرے متعلق ان سے پوچھتا تو وہ لاعلمی ظاہر کرتی تھیں۔ رسونتی کہہ دیتی تھی "جب بھی میں ان کے دماغ سے کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں وہ سانس روک لیتے ہیں۔ صرف کام کی باتیں ہو سکتی ہیں۔ اس کے بعد مجھے موقع نہیں دیتے کہ ان کے ماحول کو یا ان کے آس پاس رہنے والوں کو سمجھ سکوں۔"

میں نے رسونتی سے کہا۔ "تم جانتی ہو، یہاں میں کن حالات سے دوچار ہوں، کن لوگوں کے ساتھ کہاں جا رہا ہوں۔ اس دوران پیش آنے والے حالات نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ ہمارے علاوہ کوئی اور شخص بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"یہ تو بڑی تشویش کی بات ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو وہ ہمارے کسی ساتھی سونیا، شبانہ، پوپی اور واٹسن رودکی میں سے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر ہمارے متعلق تمام معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ آخر وہ کون ہے؟"

"یہی تو معلوم نہیں ہو رہا ہے۔ یوں بھی میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ صرف شبہ ہے کہ کوئی ہستی خیال خوانی کر رہی ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔ مجھے تمھارے آس پاس رہنے والوں کے دماغوں میں پہنچ کر اس کا سراغ لگانا ہے۔ تصدیق کرنی ہے، آیا ایسی کوئی تیسری ہستی ہے بھی یا نہیں؟"

"میں یہی چاہتا ہوں۔ ویسے میں نے اپنے ساتھیوں کے دماغوں کو اچھی طرح ٹٹول کر دیکھا ہے۔ وہاں کسی کا سراغ نہیں مل سکا۔ ہو سکتا ہے وہ بہت محتاط ہو۔"

"وہ محتاط کیوں ہے؟ کیا اسے شبہ ہے کہ تم فرہاد ہو؟"

"شبہ تو نہیں ہے لیکن اس کا خیال ہوگا کہ کسی وقت کسی کے دماغ میں بھی اس کا ہم سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے لہٰذا وہ شروع ہی سے محتاط ہے۔"

"کیا میں اس سلسلے میں سونیا سے مشورہ لوں؟"

"تم اسے یہاں کے حالات بتاؤ، میں تھوڑی دیر میں دوبارہ رابطہ قائم کروں گا۔"

میں رسونتی کے پاس سے آ گیا۔ اس وقت حورِ بانو پوچھ رہی تھی "کیا ایک کمرے میں یا ایک کیبن میں دو افراد ہوں، ان میں سے ایک آنکھیں بند کر کے سو جائے تو واقعی اسے نیند آ جاتی ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ اس طرح مجھ سے کترا تے رہنے سے میں مایوس ہو کر تمھارا خیال دل سے نکال دوں گی؟"

میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا دل سے محبت نکال دینے سے نکل جاتی ہے؟ کیا یہ اتنی ہی آسان سی چیز ہے کہ جب چاہو دل میں آ جائے اور جب چاہو دل سے نکل جائے؟"

"حورِ بانو! ابھی تم نے عمل کے میدان میں قدم رکھا ہے۔ یہاں ایسے تجربات سے گزرنا پڑتا ہے جب دل نہیں مانتا اور دل کو سنوانا پڑتا ہے۔ تم کوشش کر کے دیکھ لو، ہو سکتا ہے کہ کامیابی ہو۔ ہم جسمانی طور پر بہت دور نہیں ہیں مگر ذہنی طور پر اس طرح دور رہ سکتے ہیں کہ ایک دوسرے کو پسند کرتے رہیں گے عزت کرتے

ہیں گے لیکن محبت میں ازدواجی رشتوں کا معاملہ آئے گا تو ہمیں ایک دوسرے سے کترا کر نکل جانا چاہیے۔ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو سکو تو اچھی بات ہے۔ اگر ناکامی ہو تو تم میرے ساتھ اپنی مرضی سے جیسی بھی زندگی گزار لو لیکن حالات نے ہمیں جدا کر دیا اور میں لوٹ کر نہ آسکا تو مجھے الزام نہ دینا۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ میں نے کہا: "ابھی سوچنے سمجھنے کے لیے کافی وقت ہے۔ ہم اسلام آباد تک ضرور ساتھ رہیں گے۔ اس کے بعد بھی ساتھ رہ سکتے ہیں جب کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ جب تم اچھی گھریلو زندگی کی ابتدا کر دو گی تو میں تم سے دور چلا جاؤں گا۔"

وہ منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آرہے تھے۔ میری زندگی میں سونیا، رومانہ، شباتہ، اعلیٰ بی بی اور مرجانہ جیسی فولادی عورتیں رہی ہیں جو مر جاتی ہیں مگر رونا نہیں جانتیں۔ مجھے رونے والی عورتیں بالکل پسند نہیں ہیں۔ جو دو ٹوک فیصلہ نہ کر سکتی ہوں، جو حالات کا مقابلہ نہ کر سکتی ہوں اور اتنی قوتِ ارادی نہ رکھتی ہوں کہ اپنی مرضی کے مطابق دوسرا راستہ اختیار نہ کر سکیں تو میں ایسی عورتوں کو گلے کا ہار بنا کر نہیں رکھتا ہوں۔ میں ہار دیکھنے اور سونگھنے والوں میں سے ہوں پہننے والوں میں نہیں ہوں۔

میں نے کہا: "اب واقعی سونے جا رہا ہوں۔ پلیز، مجھے آواز نہ دینا۔"

میں نے اس کی طرف سے منہ پھیر کر دوسری طرف کروٹ لی۔ میں چاہتا تھا، میرے اس رویے سے وہ دل برداشتہ ہو جائے جیسے میری عزت کرتی ہے، مجھے چاہتی ہے" اسی طرح چاہتی رہے۔ میں بھی اس کی عزت کرتا رہوں۔ وہ سنبھل جائے تو یہ اس کے لیے بہتر ہوگا۔ اگر سنبھلنا نہ چاہے تو اپنے بھلے بُرے کی خود ذمے دار ہوگی۔

اور وہ خود ذمے دار تھی۔ میں نے تنویمی عمل کے دوران اس سے اچھی طرح معلوم کر لیا تھا۔ معمول یا معمولہ بننے والے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ جو بات دل اور دماغ کی گہرائیوں میں ہوتی ہے وہ سچ سچ اگل دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہی مناسب تھا کہ اسے اس کے حصے کی محبت ملتی رہتی اور میں اپنے حصے کی دوری قائم رکھتا چلا جاتا۔

میں آنکھیں بند کر کے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ رسونتی سے باتیں کر رہی تھی۔ اور میرا انتظار بھی کر رہی تھی۔ جب میں نے مخاطب کیا تو اس نے کہا: "میں نے سب کچھ سن لیا ہے۔ تم اتنے اطمینان سے اس ٹرین میں سفر کیوں کر رہے ہو جبکہ اس خطبوت بلا کو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا؟"

"سونیا تمھاری یہی عادت اچھی نہیں لگتی۔ رابطہ قائم ہوتے ہی لڑائی شروع کر دیتی ہو۔"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ وہ بلا کتنی خوبصورت ہے اور تم اس کے لیے کتنے نیک جذبات رکھتے ہو۔ جب یہ شبہ یقین کی حد تک ہے کہ تیسری ہستی خیال خوانی کر رہی ہوگی تو تمھیں اس کیبن میں نہیں رہنا چاہیے۔"

"میں تمھاری بات سمجھ رہا ہوں مگر اور ذرا وضاحت سے کہو۔"

"میں بھی تمھاری طرح کسی تیسری خیال خوانی کرنے والی ہستی کو فرض کر رہی ہوں۔ اس طرح یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس ہستی نے جبکانی کے ذریعے خالی بریف کیس کو دیکھا۔ اس نے ریحانہ اور کرم داد کے دماغ میں جھانک کر یہ معلوم کر لیا ہوگا کہ وہ خط اور فائلیں اُن کی اٹیچی میں موجود ہیں یا نہیں۔ ان کے دماغ نے لاعلمی ظاہر کی ہوگی۔ پھر وہ حور بانو کے پاس پہنچی ہوگی۔ جب ان تینوں کے پاس نہیں ہے تو جو تھے تم ہو۔ یقیناً تمھارے پاس وہ چیزیں ہونی چاہئیں۔ میں پیشینگوئی کرتی ہوں اگلے کسی اسٹیشن پر گاڑی رُکے گی تو کہیں سے تم پر زبردست حملہ ہوگا۔"

"اور اگر ہم فرض نہ کریں کہ کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی ہے تو؟"

"تو بھی میری پیشینگوئی قائم رہے گی۔ یہ کم کمزوری بہت گہرا آدمی ہے۔ ٹیلی پیتھی نہ سہی کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ تم لوگوں کے متعلق ایک ایک لمحے کی خبر انہیں ملتی رہتی ہے۔"

رسونتی نے کہا: "اگر کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی ہوتی تو کمزوری اس کا سہارا ضرور لیتا اور اس ہستی کو جبکانی کے دماغ میں پہنچنے کے لیے ضرور کہتا۔ چونکہ ایسا نہیں ہے اس لیے اس نے تمھارے نام کا سہارا لیا ہے۔"

سونیا نے کہا: "رسونتی کا یہ پوائنٹ بہت مضبوط ہے۔ ہمیں یہ سوچنا ہے کہ کم کمزوری نے جبکانی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے یعنی وہ اب اس کے پیچھے لگے گا جس کے پاس وہ خط اور فائلیں موجود ہیں۔ خواہ تمھارے پاس ہوں کرم داد کے پاس ہوں یا ریحانہ اور حور بانو کے پاس۔ تم چاروں اس ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں موجود ہو۔ تم سب پر حملے ہو سکتے ہیں لیکن زیادہ شبہ تم پر ہوگا۔"

"اگر تم میری جگہ ہوتیں تو کیا کرتیں؟"

"میں دشمنوں کو اپنے پیچھے دوڑنے پر مجبور کر دیتی۔ انھیں اور زیادہ گنتی کا ناچ نچاتی۔ فائلیں کھول کر ان کے ضروری کاغذات اپنے پاس رکھ لیتی۔ اور ایسے کاغذات چھوڑ دیتی جو میرے پاس رکھے ہوئے کاغذات کے بغیر نامکمل ہوتے اسی طرح میں وہ لفافہ کھول کر خط نکال لیتی اور لفافے اور فائلوں کو دوبارہ اسی طرح سیلڈ کر کے اٹیچی میں چھوڑ کر ٹرین سے اتر جاتی۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ لفافے اور فائلوں میں ضروری کاغذات نہیں ہیں تو؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا مطلب؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ شروع سے یہ فراڈ ہوتا چلا آرہا ہے؟"

"ہاں، میں نے اپنے ساتھیوں سے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس بات کو صرف سعید احمد جانتے ہیں۔ اصل کاغذات اولڈ مین لے جا چکا ہے۔"

"تو پھر وہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ تم لوگوں کا مقصد یہی ہے نا کہ ان ظالموں کے بہانے دہشت گرد تنظیموں کے افراد سے ٹکراتے رہیں تو چلو انھیں ٹکرانے کی دعوت دو۔ وہاں سے نکل بھاگو۔"

رسونتی نے کہا: "سعید احمد صاحب کو جب یہ معلوم ہے کہ تم سب اس ٹرین میں سفر کر رہے ہو تو انھوں نے کچھ حفاظتی انتظامات بھی کیے ہوں گے۔"

"جب سے میں ٹرین میں سوار ہوا ہوں، مجھے سعید احمد صاحب سے رابطہ قائم کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ ورنہ یہ معلوم کر لیتا۔"

سونیا نے جل کر کہا: "ہاں، وہ بے چاری فرصت نہیں دے رہی ہوگی اور تم بے چارے کو فرصت نہیں مل رہی ہوگی۔ بہتر ہے تم تمام دہشت گرد تنظیموں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہہ دو تمھیں ایک ہفتے کی چھٹی چاہیے۔ تم چاند پر شہد لگانے جا رہے ہو۔ کوئی دشمن چاند کے اس ٹکڑے کو گولی نہ مارے۔"

میں ہنستے ہوئے کہا: "تمھارے اس جلنے کڑھنے میں بڑی انیمیٹ ہے۔ میں ابھی سعید احمد صاحب کے پاس جا کر معلومات حاصل کرتا ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ فوراً کیبن سے نکلو۔ اس سے پہلے کہ وہ ٹرین کسی اسٹیشن تک پہنچے، تم زنجیر کھینچ کر اتر جاؤ۔"

"چلو یہی کر رہا ہوں۔ تم خوش ہو جاؤ۔"

رسونتی نے خوش ہو کر کہا: "فرہاد! تمھیں سونیا ہی سیدھا رکھ سکتی ہے۔"

میں نے کیبن سے نکلتے ہوئے کہا: "تم عورتیں بڑی خوش فہمی میں مبتلا رہتی ہو۔ میں تو اس لیے سونیا کی بات مان رہا ہوں کہ اچانک ہی گاڑی کسی جگہ رک گئی ہے۔ زنجیر کھینچنے کی ضرورت نہیں ہے اس وقت۔"

میں نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ گاڑی کسی چھوٹے سے اسٹیشن پر رکی تھی۔ میں نے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر پہنچ کر سونیا سے کہا: "میں تمھارے کہنے کے مطابق کیبن سے نکل آیا ہوں لیکن حد بانو سے زیادہ دور نہیں جاؤں گا۔ میرا وعدہ ہے، جب تک اس کا کوئی ٹھکانا نہ ہو جائے اس کی حفاظت کرتا رہوں گا۔"

"اللہ نے چاہا تو وہ تمھارے پاس ہی ٹھکانا بنائے گی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ میں ڈائننگ کار میں چائے پینے جا رہا ہوں۔ رسونتی، حور بانو کے دماغ میں موجود رہے گی۔ میں بھی خیال خوانی کرتا رہوں گا۔ جو حالات پیش آئیں گے ہم ان کے متعلق تمھیں بتاتے رہیں گے۔"

میں ٹرین کے آگے اور پیچھے دور تک دیکھتا ہوا ڈائننگ کار میں چلا گیا۔ وہاں بیٹھ کر چائے کا آرڈر دیا۔ اس کے بعد خیال خوانی کے ذریعے سعید احمد صاحب کو مخاطب کیا۔ انھوں نے پھر میری بے پروائی کی شکایت کی۔ میں نے کہا: "میں بہت مجبور تھا۔ بہرحال تازہ رپورٹ سن لیجیے۔ جمال احمد جبکانی خیر پور سے بہت پہلے ہی خالی بریف کیس کے ساتھ ٹرین سے اُتر گیا تھا۔ دشمن بہت مستعد اور بڑے باخبر ہیں۔ وہ جبکانی کے پیچھے لگ گئے تھے۔ اس نے تعاقب کرنے والے دشمنوں کو ٹھکانے لگا دیا لیکن یہ بات حیرت انگیز ہے کہ انھیں ہماری ہر حرکت کا علم ہو جاتا ہے جیسے ان میں بھی کوئی خیال خوانی کر رہا ہو۔ بہرحال میں ایئر کنڈیشنڈ کوچ سے نکل آیا ہوں۔ کچھ وقت ڈائننگ کار میں گزاروں گا۔ اس دوران رسونتی، حور بانو، ریحانہ اور کرم داد کی نگرانی کرتی رہے گی۔ آپ بتائیں ہمارے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں؟"

"تمھارے سلسلے میں کرنا ہی کیا ہے۔ تم سب نادان اور ڈرپوک بچے تو نہیں ہو کہ دشمنوں سے بچانے کے لیے فوراً ہیلی کاپٹر بھیج دوں اور اسلام آباد بلا لوں۔ تم لوگوں کو استعمال کرنے کا مقصد یہی ہے کہ دشمن ہماری نظروں میں آتے رہیں اور وہ آرہے ہیں۔"

"کیا انھیں گرفتار کیا جا رہا ہے؟"

"انھیں صرف دیکھا اور سمجھا جارہا ہے۔ ان کے راستے روکے جارہے ہیں۔ تم نے ابھی کہا تھا کہ خیرپور سے پہلے جسکانی ٹرین سے اتر گیا تھا۔ جب اس کے بریف کیس کے خالی ہونے کا علم دشمنوں کو ہوا تو یقیناً خیرپور سے ہی تم پر حملے شروع ہوجاتے لیکن خیرپور اسٹیشن کے فرسٹ کلاس ویٹنگ روم میں جو غیر ملکی نظر آئے تھے' ان سے ہمارے خفیہ آدمیوں نے پوچھ گچھ کی تھی۔ ان کے پاسپورٹ دیکھے تھے اور انھیں وارننگ دی تھی کہ ان کے دیزے میں جن شہروں کا اندراج ہے' وہ ان کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں نہ جائیں۔ خیرپور میں ان کی موجودگی غیر قانونی تھی۔ اس لیے انھیں حکم دیا گیا کہ اسلام آباد پہنچتے ہی وہ اپنے سفارت خانے میں رپورٹ کریں۔ اس سے پہلے ہم ان کے خلاف رپورٹ پہنچا رہے ہیں۔ اس طرح انھیں بھی احساس ہوگیا ہے کہ وہ انٹیلی جنس کی نظروں میں آچکے ہیں لہٰذا اب انھیں کسی غیر قانونی کارروائی میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "شاید اسی لیے خیرپور میں ہم پر کسی نے حملہ نہیں کیا۔"

"اب تمھاری ٹرین روہڑی پہنچنے والی ہے۔ روہڑی اور رحیم یار خاں کے ویٹنگ رومز میں بھی ایسے ہی غیر ملکی پائے گئے تھے۔ ان سب کا ایک جیسا بیان ہے۔ وہ اپنی ذاتی گاڑیوں میں کراچی سے لاہور اور لاہور سے اسلام آباد کی طرف سفر کررہے تھے لیکن ان کی گاڑی خراب ہوگئی یا ان میں سے کسی کی طبیعت خراب ہوگئی۔ لہٰذا اب وہ ٹرین کے ذریعے سفر کرنا چاہتے ہیں۔ روہڑی اور رحیم یار خاں سے انھوں نے اپنے لیے فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں سیٹیں ریزرو کرائی تھیں۔ ہمارے آدمیوں نے ان کا ریزرویشن کینسل کرادیا۔ تمھاری ٹرین کے گزرنے کے بعد ان کے لیے ریزرویشن کی سہولتیں فراہم کردی جائیں گی۔ انھیں بھی وارننگ دی گئی ہے کہ وہ صرف ان شہروں تک محدود رہیں جہاں کا اجازت نامہ ان کے پاس ہے۔ وہ ہمیشہ پاکستانی انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں رہا کریں گے۔ میرا خیال ہے ان کے لیے اتنی ہی دھمکی کافی ہے۔ وہ پاکستان کی سیر کر کے چپ چاپ واپس چلے جائیں گے۔ تم لوگوں سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کریں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری ٹرین جیسے جیسے آگے بڑھتی جائے گی' آپ کے آدمی ہمارے لیے راستہ صاف کرتے جائیں گے اور مشکوک افراد کی فہرست تیار کرتے رہیں گے۔"

"غیر ملکی تو آسانی سے نظروں میں آجاتے ہیں لیکن ان تتلیوں میں ہمارے ملک کے لوگ بھی ہیں۔ ان میں پتا نہیں کتنے خطرناک قسم کے مجرم اس ٹرین میں سفر کررہے ہیں' ان سے تم لوگوں کو ہوشیار رہنا ہے۔ یہ اسی وقت ہماری نظروں میں آئیں گے جب تم سے ٹکرانے کی حماقت کریں گے۔"

اسی وقت رسونتی نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے حور بانو کے دماغ میں پھر یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ تمھاری اٹیچی کھول کر دیکھے۔ وہ اس خیال سے باز آنے کی کوشش کرتی تھی مگر وہ خیال بار بار سر ابھارتا تھا۔ یقیناً اس کے دماغ میں اسی طرح کے مثبت اور منفی خیالات پیدا ہوتے ہیں جیسے ہم اپنے معمول کے دماغ میں پیدا کرتے رہتے ہیں۔"

"تمھیں ایسی حالت میں حور بانو کو چھوڑ کر میرے پاس نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"میں نے سونیا سے مشورہ کیا تھا۔ اس نے کہا کہ حور بانو کو اٹیچی تک پہنچنے اور اسے کھول کر فائلوں کو دیکھ لینے دو تاکہ یہ بات دشمنوں تک پہنچے۔ اس طرح ہم اس بات کی تصدیق کرلیں گے کہ تیسری ہستی خیال خوانی کررہی ہے یا نہیں۔"

"کیا حور بانو نے ان فائلوں اور لفافے کو دیکھ لیا ہے؟"

"وہ دیکھ چکی ہے اور اس سلسلے میں پریشان ہے کہ لفافے اور فائلیں تو بریف کیس میں رکھی ہوئی تھیں پھر باہر کی اٹیچی میں کیسے پہنچ گئی ہیں۔ تم نے اسے یہ بھی نہیں بتایا ہے کہ جسکانی ٹرین سے جا چکا ہے۔ اسے اس بات پر حیرانی ہے کہ اتنی اہم فائلیں تم نے یونہی اٹیچی میں کیوں چھوڑ دی ہیں اور ان کی نگرانی کے لیے اس بے چاری کو کیبن میں تنہا کیوں چھوڑ دیا ہے۔ بہرحال اس وقت وہ ریحانہ اور کرم داد کے کیبن میں ہے اور انھیں لفافے اور فائلوں کے متعلق بتا رہی ہے۔"

"تم ان کے پاس موجود رہو۔ میں ابھی سعید صاحب سے بات کرکے آتا ہوں۔"

"یہ سونیا تم سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا۔ "تمھارا اس کیبن سے نکل آنے کا کوئی مقصد تو ہونا چاہیے۔ جب دشمن اس لفافے اور فائلوں کو کھول کر دیکھیں گے اور ان کی متوقع چیزیں انھیں نہیں ملیں گی تو یہی رائے قائم کریں گے کہ اصل کاغذات تم جیب میں ٹھونس کر چلے گئے لیکن کہاں گئے ہو؟ کیا اسی ٹرین کی ڈائننگ کار میں یا کسی دوسرے کمپارٹمنٹ میں؟ نہیں فرہاد، یہ چال نہایت نامناسب ہوگی۔ تمھیں اس ٹرین کو چھوڑ دینا چاہیے۔ دشمنوں کو مجبور کرنا چاہیے کہ وہ تمھارا

نقاب کریں۔"

"میں تمھاری بات سمجھ رہا ہوں۔ اگر دشمنوں کو اٹیچی کیس سے برآمد ہونے والے لفافے اور فائلوں میں کچھ نہیں ملے گا تو وہ مجھے گھیرنا چاہیں گے۔ میں انھیں بہ آسانی ٹرین میں مل جاؤں گا اور میری جیبیں خالی نظر آئیں گی تو معاملہ وہیں ختم ہوجائے گا۔ جبکہ ہمیں ان تخریب کاروں کو اپنے ساتھ دوڑاتے ہوئے اسلام آباد لے جانا ہے۔"

"باتوں میں وقت ضائع نہ کرو، جہاں تک حور بانو کا تعلق ہے' اسے رسونتی پر چھوڑ دو۔ وہ اس کی حفاظت کرلے گی۔ میں اسے مشورہ دیتی رہوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ٹرین کو چھوڑ رہا ہوں۔"

میں نے سعید احمد صاحب سے کہا۔ "روہڑی اسٹیشن آرہا ہے' میں ٹرین کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں جھارہ ڈال کر جارہا ہوں اس کے نتیجے میں ٹی ٹی سینٹر کا کوئی آفیسر ضرور میری اٹیچی تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔"

ٹرین پٹریاں بدل رہی تھی۔ اسٹیشن آرہا تھا۔ میں نے چائے کا آخری گھونٹ لیا۔ اور پیسے دے کر دروازے پر پہنچ گیا۔ میں نے سعید احمد سے پوچھا۔ "میں یہاں سے سکھر تک جانے کی کوشش کروں گا۔ کیا وہاں میرے لیے کوئی گاڑی فراہم کی جاسکتی ہے؟"

"تم سکھر پہنچو، سب انتظامات ہوجائیں گے۔ بائی دی وے' یہ میرے معاملات نہیں ہیں لیکن میں تمھاری خاطر دلچسپی لے رہا ہوں۔ سیکرٹ سروس کا چیف کہہ رہا تھا کہ مجھے تمھارا رابطہ اس سے کراکے خود آرام کرنا چاہیے۔"

"آپ آرام فرمائیں میں سیکرٹ سروس کے چیف سے رابطہ قائم رکھوں گا۔"

"سیکرٹ سروس کے چیف کی ایک اور خواہش ہے۔ کیا تم پوری کروگے؟"

"اگر میرے بس میں ہوا تو ضرور پوری کروں گا۔ یہ کون سی بڑی بات ہے۔"

"بھئی کچھ عرصے پہلے سونیا بھابی ہماری سیکرٹ سروس کی اعزازی عہدے دار رہ چکی ہیں۔ پھر انھوں نے اپنی مرضی سے استعفیٰ دیا اور چلی گئیں۔ آج بھی ان کے لیے یہ اعزازی عہدہ مخصوص ہے۔ ایسے وقت جبکہ تخریب کار ہمارے ملک میں اڈے بنا رہے ہیں' کیا سونیا بھابی کا فرض نہیں ہے کہ وہ تمھاری طرح یہاں آکر تخریب کاروں کے قدم اکھاڑنے میں ہمارا ساتھ دیں۔ تم یہاں موجود ہو لیکن دوسرے روپ میں ہو۔ یہاں فرہاد کے نام کی دہشت نہیں ہے۔ جب سونیا کے نام کی دہشت ہوگی تو کتنے ہی دہشت گردوں کے خون خشک ہوجائیں گے۔"

"سعید صاحب! دشمن یہی چاہتے ہیں کہ مجھے بے نقاب کردیں۔ اور سونیا رسونتی اور مرجانہ کو دائرۂ قاف سے نکلنے پر کسی نہ کسی طرح مجبور کریں۔ اب یہی بات آپ فرما رہے ہیں۔ سونیا کو وہاں سے یہاں بلا کر، گویا دشمنوں کی دلی مراد پوری کرنا چاہتے ہیں۔ خیر میں سیکرٹ سروس کے چیف کی خواہش پر سونیا کو یہاں آنے کو کہہ دوں گا، اگر وہ آنا چاہے گی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

روہڑی اسٹیشن آگیا۔ خاصی رات ہوچکی تھی۔ پھر بھی مسافروں کی آمد و رفت جاری تھی۔ اس بھیڑ میں کسی تعاقب کرنے والے کو پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔ میں جیسے ہی گیٹ پر پہنچا' ٹکٹ کلکٹر نے ٹکٹ طلب کیا۔ تب مجھے خیال آیا' میں تو سارا سامان ہی چھوڑ آیا ہوں۔ ٹکٹ بھی سامان میں ہے۔ اسی وقت میرے پیچھے سے آواز سنائی دی۔ "ان کے پاس ٹکٹ نہیں ہے۔ مسٹر بابر! ہمارے ساتھ آئیے۔"

میں نے گھوم کر دیکھا۔ وہ قد آور جوان تھے۔ کسی اجنبی کو چہرے سے پہچانا جاتا ہے۔ میں دماغ سے پہچاننے کے لیے ان کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ پتا چلا' وہ انٹیلی جنس کے آدمی ہیں۔ انھیں ابھی ابھی اطلاع ملی تھی کہ بابر روہڑی اسٹیشن پر اتر رہا ہے۔ اسے فوراً پولیس اسٹیشن کے ایک کمرے میں پہنچا دیا جائے' تاکہ سیکرٹ سروس کے چیف سے گفتگو ہوسکے۔

تھوڑی دیر بعد میں اس کمرے میں موجود تھا۔ وہاں انٹیلی جنس کے جو لوگ تھے' وہ باہر چلے گئے۔ صرف سادہ لباس میں ایک نوجوان رہ گیا۔ اس نے دروازے کو بند کرنے کے بعد ایک ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی سیکرٹ سروس کے چیف سے کوڈ ورڈ کا تبادلہ ہوا۔ اس کے بعد مجھے مخاطب کیا گیا۔ میں نے ٹرانسمیٹر کے سامنے آکر کہا۔ "ہیلو چیف! مجھے توقع نہیں تھی، آپ اتنی جلدی مجھ تک پہنچ جائیں گے۔"

"اس نے کہا۔ "میں اسلام آباد میں بیٹھے بیٹھے بجلی کے

شہر چور بنک ویلیوٹ جو بے قیمت چیزیں کرا نقد دام دے پر چراتا ہے

نک ویلوٹ کی چوریاں

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں جو آپ کو نکتہ نکتہ ہنسائیں گی

قیمت ۴۰ روپے ڈاک خرچ ۶ روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

کرنٹ کی طرح ملک کے ہر گوشے میں پہنچ سکتا ہوں۔ مجھے سعید صاحب نے تمہارے متعلق بتایا اور میں روہڑی میں تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔ ویسے اب ہماری گفتگو دوسرے چینل سے ہوگی۔"

دوسرے چینل کا مطلب ٹیلی پیتھی تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "یس چیف! آئندہ اسی چینل سے گفتگو ہوگی۔"

"باہر تمہارے لیے ایک ایئر کنڈیشنڈ کوچ موجود ہے۔ اگلی سیٹ پر ڈرائیور اور ایک مسلح جوان ہوگا۔ تمہاری ضرورت کا اسلحہ بھی موجود ہوگا۔ کوچ کے پچھلے حصے میں کچھ ایسا میکنزم ہے، جس کے ذریعے تم اپنے اور ڈرائیور وغیرہ کے درمیان ایک عارضی دیوار کھڑی کر سکتے ہو۔ جس سیٹ پر بیٹھو گے، اسے اپنے لیے بیڈ بنا سکتے ہو۔ جو عارضی دیوار کھڑی کرو گے اس پر ایک چھوٹا سا ٹی وی اسکرین ہے۔ اسکرین پر مختلف بٹنوں کے ذریعے گاڑی کے اگلے اور پچھلے حصے کے مناظر دیکھ سکتے ہو۔ تمہیں اپنے آگے جانے والوں یا تعاقب کرنے والوں کا علم ہوتا رہے گا۔ اسکرین کے ساتھ کچھ ایسے بٹن بھی ہیں جن کے ذریعے ٹارگٹ لینس نظر آسکتا ہے۔ اس لنس کے ذریعے ایک بٹن دباتے ہی آٹومیٹک فائرنگ ہونے لگے گی۔ جو بھی گاڑی تعاقب میں ہوگی وہ فائرنگ کی زد میں آجائے گی۔"

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہمارے ملک میں ایسی جدید طرز کی گاڑی ہوگی۔ ایسی گاڑیاں پولیس کے محکموں کو دی جائیں تو بڑی آسانی سے ۔۔۔ بڑے مجرموں کو گرفتار کیا جا سکتا ہے۔

چیف نے کہا۔ "یہ گاڑی بہت قیمتی ہوتی ہیں اور ہمارا غریب ملک ان کے ۔۔۔ داشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے سیکرٹ سروس کے ۔۔۔ ایک گاڑی ہے جو میرے لیے مخصوص ہے۔ میرا اسسٹنٹ اسے سکھر لے گیا تھا۔ اب تم اسے اسلام آباد لے آؤ گے۔"

میں اس کمرے سے نکل کر ریلوے پولیس اسٹیشن کے پیچھے آیا۔ وہاں ایک خوبصورت سی کوچ کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس کے پچھلے حصے میں بیٹھ گیا۔ کوچ سکھر کی طرف روانہ ہوگئی۔ روہڑی کی حدود سے باہر نکلنے کے بعد چیف کے اسسٹنٹ نے پیچھے گھوم کر کہا۔ "اگر آپ گاڑی کے کسی میکنزم کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہیں تو میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

"میں تھوڑی دیر بعد ان میکنزم کو آزماؤں گا۔ فی الحال خاموشی چاہتا ہوں۔"

میں نے رسونتی کی خبر لی۔ وہ حور بانو کے پاس موجود تھی۔ وہاں سے مطمئن ہو کر جمال احمد جسکانی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بے چارا میلوں پیدل چلتا ہوا خیر پور کی حدود میں پہنچا تھا۔ میں نے سیکرٹ سروس کے چیف سے رابطہ قائم کیا اور کہا۔ "میرا ساتھی جمال احمد جسکانی خیر پور کی ایک دور افتادہ بستی میں پہنچ گیا ہے۔"

"مجھے گائڈ کرتے رہو۔ وہ کس بستی میں ہے اور کن راستوں سے گزر رہا ہے۔ ہو سکے تو اسے کسی ایک جگہ روکے رکھو۔ ہمارا کوئی گاڑی لے کر وہاں پہنچ جائے گا۔"

میں نے جسکانی کے دماغ میں یہ خیال پیدا کیا کہ اسے کسی چھوٹے سے ہوٹل میں ذرا دیر کے لیے سستانا چاہیے۔ یہ مشورہ اس کے حسبِ حال تھا۔ وہ تھکا ہوا تھا۔ فوراً ایک ہوٹل میں جا پہنچا۔ وہ اندر اور باہر چار چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ قریب ہی ایک لاری اڈہ تھا۔ وہاں سے گزرنے والے ڈرائیور، کنڈیکٹر اور کلینر وغیرہ رات گزارنے ہوٹل میں آتے تھے۔ ایک چارپائی کے دو روپے لیا کرتے تھے۔ میں نے چیف کو بتا دیا کہ جسکانی لاری اڈے کے سامنے والے ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے۔

رسونتی نے مجھے مخاطب کیا۔ "حور بانو کے پاس پہنچ کر اس پر جنونی دورہ پڑ رہا ہے۔ وہ ایک ہی بات کی رٹ لگائے ہوئے ہے کہ وہ تمہاری تلاش میں جائے گی۔"

میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ رسونتی نے کہا۔ "اس کے دماغ پر تھوڑی دیر متوجہ رہو۔ ایسا لگتا ہے، کوئی حور بانو کی سوچ میں اس حد کو قائم رکھے ہوئے ہے کہ اسے تمہاری اپیچی لے کر یہاں سے نکلنا چاہیے۔"

اس وقت کرم داد اسے سمجھانے کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ "جب تک بابر نہیں آئے گا، تم ہمارے پاس اس کی امانت ہو۔ یوں بھی ہم سب نے تمہاری حفاظت کی ذمے داری لی ہے۔ ہم تمہیں تنہا کہیں نہیں جانے دیں گے۔"

ریحانہ نے کہا۔ "آخر یہ بابر ہم سے کچھ کہے سنے بغیر کیوں چلا گیا؟ کہاں چلا گیا؟"

"وہ نادان نہیں ہے۔ کچھ سوچ سمجھ کر ہی ہمیں چھوڑ گیا ہے۔ وہ چاہتا ہوگا، جسکانی کے بعد دشمن اس کے پاس پہنچ جائیں۔ اس طرح ہم اس لفافے اور فائلوں کو بحفاظت یہاں سے لاہور تک لے جا سکیں گے۔"

کرم داد کو مجھ پر پورا اعتماد تھا۔ اس نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "جس طرح جسکانی نے ہم سے لاہور میں ملنے کا وعدہ کیا ہے، اسی طرح بابر بھی ہم سے ملے گا۔ حور بانو! ذرا صبر اور تحمل سے کام لو۔ مہمات کے دوران بڑے نشیب و فراز آتے ہیں۔ بعض وقت میں اپنے ساتھی بھی دشمن لگتے ہیں۔ ایسے ہی وقت اعتماد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اعتماد نہ ہو تو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ لاہور پہنچتے ہی بابر سے تمہاری ملاقات

کرا دوں گا۔"

ریحانہ نے کہا۔ "ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ جب بابر کو جانا ہی تھا تو وہ لفافہ اور فائلیں ہمارے حوالے کر کے جاتا۔ وہ انھیں یوں چھوڑ گیا ہے جیسے ان کی کچھ اہمیت ہی نہ ہو اور حور بانو کو بھی ان کے متعلق کچھ نہیں بتایا، چپ چاپ چلا گیا۔ آخر کوئی تو بات ہوگی؟"

ریحانہ خود ایسی بات نہیں کہنا چاہتی تھی۔ آپ ہی آپ اس کے دماغ میں ایسی باتیں پیدا ہو رہی تھیں اور وہ بے اختیار بولتی جا رہی تھی۔ کرم داد نے پوچھا۔ "اس لفافے اور فائلوں کو یوں چھوڑ کر چلے جانے میں کیا بات ہو سکتی ہے۔ تم کیا سوچ رہی ہو؟"

یہی کہ یہ اصل لفافہ اور فائلیں نہیں ہیں، اصل وہ ہیں جنھیں بابر ساتھ لے گیا ہے۔"

"اس کے پاس دوسری فائلیں کہاں سے آگئیں کہ وہ انھیں تبدیل کر سکے؟"

"وہ اس نے پہلے ہی چھپا رکھی ہوں گی۔ اب موقع پا کر نقل چھوڑ گیا اور اصل لے گیا۔"

"بھئی اس نے تبدیل بھی کیا ہے تو ہمارے تمہارے فائدے کے لیے ہی کیا ہے۔ ہمیں ان فائلوں سے کیا لینا ہے۔ ان کی فکر تو دشمنوں کو ہوگی لیکن میں دیکھ رہا ہوں، حور بانو کے ساتھ تم بھی ان فائلوں کے پیچھے پڑ گئی ہو، جیسے تم دونوں کو ہی ان کی جستجو ہو۔"

میں نے رسونتی سے کہا۔ "تصدیق ہو رہی ہے۔ کوئی تیسری ہستی خیال خوانی اس حد تک جانتی ہے کہ کسی کو اپنی مرضی کے مطابق سوچنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے پر مجبور کر دے۔ چونکہ کرم داد، حور بانو اور ریحانہ کے سامنے آرہا ہے اس لیے وہ خیال خوانی کرنے والی ہستی دونوں عورتوں سے اپنی مرضی کے مطابق کام نہیں لے پا رہی ہے کیوں نہ ہم کرم داد کو راستے سے ہٹا دیں۔"

پھر کرم داد نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "ہم بہت دیر سے کیبن میں بحث کر رہے ہیں۔ ہمیں بابر کی بھی خبر لینی چاہیے۔ میں ابھی ایک چکر لگا کر آتا ہوں۔"

وہ کیبن سے باہر چلا گیا۔ رسونتی، ریحانہ کے دماغ میں تھی اور میں حور بانو کے پاس موجود تھا۔ پھر رسونتی نے آہ کر کہا۔ "فوراً! ریحانہ کے پاس آؤ۔ اس کے دماغ میں بڑی سنسنی پیدا ہو رہی ہے۔ وہ اس فائل کو اور لفافے کو کھولنے کے لیے مچل رہی ہے۔"

ٹمکنے اس کے دماغ میں پہنچ کے دیکھا۔ وہ سوچ رہی تھی، اپیچی کو کھول کر دیکھنا چاہیے۔ ایک خیال آتا تھا، کرم داد ناراض ہوگا۔ دوسرا خیال پیدا ہوتا تھا، ناراض ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ میں اسے منانا جانتی ہوں لیکن میری تسلی تو ہو جائے گی۔"

وہ میری اپیچی کی طرف بڑھی۔ حور بانو نے پوچھا۔ "کیا اسے کھول کر دیکھنا چاہتی ہو؟"

"کیا تمہیں اعتراض ہے؟"

"میں چاہتی ہوں، کسی طرح بابر کے یہاں سے جانے کا کوئی راز معلوم ہو جائے۔ مجھے تمہارے کرم داد کی باتوں سے تسلی نہیں ہو رہی ہے۔"

"ابھی تسلی ہو جائے گی۔ آؤ اسے کھول کر دیکھتے ہیں۔"

دوسرے ہی لمحے ریحانہ نے اپیچی کھول کر لفافے کی سیل توڑ کر اسے کھولا۔ اس کے اندر سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ برآمد ہوا مگر وہ خط نہیں تھا۔ بس سادہ کاغذ تھا۔

وہ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔ حور بانو نے کہا۔ "ذرا ایک فائل کو بھی کھول کر دیکھو۔"

اس نے ایک فائل کی سیل توڑ دی۔ اسے کھولا۔ اندر سارے کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ رسونتی نے کہا۔ "فرہاد! بہتر ہوتا، انھیں اپیچی کھولنے کا موقع نہ دیتے۔"

"نہیں، یہ بہتر ہوا کہ انھوں نے دیکھ لیا۔ اب دشمن ان تینوں کو نہیں چھیڑیں گے۔ تمام دشمنوں کی نظروں کا مرکز صرف میں جاؤں گا۔ یہ لوگ ہائی وے پر میرا تعاقب کرنا شروع کریں۔ آگے جتنے شہر اور بستیاں آئیں گی، وہاں بھی دشمن میرے منتظر رہیں گے۔"

"ایک بات کہوں، بُرا تو نہیں مانو گے؟"

"تم جو بھی کہو گی، محبت سے کہو گی۔ میں بُرا نہیں مانوں گا۔"

"جب تم کسی عورت کو چاہتے ہو تو اس کی حفاظت کرنے کے لیے اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیتے ہو۔ اب تم حور بانو کو بچانے کے لیے خطرات کو دعوت دے رہے ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ حور بانو اس وقت تک میری ہمسفر ہے جب تک اس کا ٹھکانا نہ ہو جائے۔ میں نے سونیا سے بھی وعدہ کیا ہے، تم سے بھی وعدہ کرتا ہوں، تمہیں اس سلسلے میں شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ رات زیادہ ہو رہی ہے۔ تم میری فکر نہ کرو۔ پارس کا خیال رکھو۔ کھانے پینے کے بعد آرام سے سو جاؤ۔ تمہاری ضرورت ہوگی تو آواز دے لوں گا۔"

"اپنی طرح اپنی عورتوں کو بھی بے مروت اور سنگدل سمجھتے ہو۔ تم خطرات میں گھرے ہوئے ہو تو میں آرام سے کیسے سو جاؤں گی۔"

"بھئی تمہیں سونے میں ایک پل نہیں لگے گا۔ اپنے دماغ

کو ہدایات دو اور سو جاؤ۔ میں نے کہا ناضرورت ہوگی تو بلالوں گا۔ خواہ مخواہ میرے ساتھ لگی رہوگی تو پھر پولو ناراض ہو کر دکھاؤں؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی: "میں جارہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے کرم داد کے پاس پہنچ کر دیکھا وہ کیبن میں آگیا تھا اور غصے سے ریحانہ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے بڑے ضبط سے کہا: "حور بانو! تم اپنے کیبن میں جاؤ۔ میں ابھی تمہیں بلالوں گا۔"

حور بانو وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی کرم داد نے دروازے کو اندر سے بند کرکے غراتے ہوئے پوچھا: "تم نے کس کی اجازت سے لفافے اور فائل کو کھول کر دیکھا ہے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی: "دیکھو دیکھو کرم داد! میں تیری ہوں۔ مجھے بھلا اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تڑاخ سے اس کے منہ پر طمانچہ پڑا پھر اس کی پٹائی شروع ہوگئی۔ وہ مار کھا رہی تھی، تکلیف سے کراہ رہی تھی اور محبت کا واسطہ دیتی جارہی تھی۔ کرم داد نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا: "عورت آخر عورت ہوتی ہے۔ کہیں نہ کہیں حماقت کرتی ہے اور اپنی اہمیت ظاہر کر دیتی ہے بے وقوف عورت! بابر کچھ سوچ کر ہی یہ سارے کاغذ اور یہ مہر شدہ فائلیں ہمارے پاس چھوڑ گیا تھا۔ انھیں کھولنے کی ضرورت کیا تھی۔ اگر دشمن ہم پر حملہ کریں گے تو ہم انھیں دوبارہ کیسے سیل کریں گے۔ کس طرح چھپا کر رکھیں گے۔"

وہ کہہ رہا تھا، میں اس کی لاشعوری کیفیت کو سمجھ رہا تھا مار کھانے کے بعد ریحانہ کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ آنسوؤں سے بھیگ کر گل تر ہو رہا تھا۔ اس کے گلابی لب ذرا سے کھل گئے تھے جیسے محبت کا دروازہ کھل گیا ہو اور دروازے کے پیچھے سے اس کی ریحانہ کہہ رہی ہو "ہائے، کب تک پتھر مارو گے۔ پھول بھی تو مارو۔"

میں حور بانو کے پاس آگیا۔ وہ دوسرے کیبن میں ایک برتھ پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔ سوچ رہی تھی: "یہ کیا زندگی ہے! میں کہاں تھی اور کہاں پہنچ گئی یہاں سے اور نہ جانے کہاں پہنچوں گی۔ کس کا ساتھ ہوگا کس کا ساتھ چھوٹے گا۔ سمجھ میں نہیں آتا وہ کیوں چلا گیا۔ کیا میری کوئی بات بُری لگی تھی یا میں بُری لگتی ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے اس انداز میں نہیں سوچنا چاہیے۔ بابر مجھے چاہتا ہے۔ میں اس کی چاہت کو اس کی نگاہوں سے پڑھ سکتی ہوں۔ وہ اُن لوگوں میں سے ہے جو جان ہار جاتے ہیں مگر زبان نہیں ہارتے۔ وہ مجھے کبھی منجدھار میں چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ اس کے جانے میں بھی مصلحت ہے کرم داد ٹھیک ہی کہتا ہے۔ ایسی مہمات کے دوران ساتھیوں کو ایک دوسرے پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ اعتماد نہ ہو تو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔"

اس کے دل کو ڈھارس بندھ رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "ہاں، کرم داد یہ بھی تو کہہ رہا تھا کہ جیسے جسکانی نے اغوا کرنے والوں سے ملنے کا وعدہ کیا ہے اسی طرح بابر بھی ہم سے آکر ملے گا۔"

میں اسے اس کی ہی سوچ میں سمجھا بجھا کہ واپس آگیا۔ ہم سکھر پہنچ گئے۔ آگے بیٹھے ہوئے چیف کے اسسٹنٹ نے پوچھا "اگر آپ ریفرشمنٹ چاہتے ہیں تو ہم تھوڑی دیر کے لیے رُک جائیں گے۔"

"نہیں۔ ہمارا سفر جاری رہے گا۔ ہمیں جلد از جلد لاہور پہنچنا ہے۔" میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے پوچھا: "ہم ملتان کب تک پہنچ جائیں گے؟"

ڈرائیور نے کہا: "میں صبح پانچ بجے تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔"

اس نے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ میں نے چیف کے اسسٹنٹ سے اس گاڑی کے مختلف میکنزم کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ پھر کہا: "اب میں آرام سے لیٹنا چاہتا ہوں۔ اگر کوئی ضروری بات نہ ہو تو مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

میں نے مختلف بٹنوں کو دبایا جس سے میرے اور اگلی سیٹ کے درمیان ایک دیوار کھڑی ہوگئی۔ جس سیٹ پر میں بیٹھا ہوا تھا وہ آرام دہ بستر کی طرح چوڑی ہوگئی۔ درمیانی دیوار پر مائک اور اسپیکر تھا جس کے ذریعے اگلی سیٹ پر بیٹھنے والوں سے بات کر سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا اسکرین تھا میں نے اسے آن کرکے دیکھا۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس میں سامنے آتے ہوئے مناظر دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے اسے آف کیا پھر دوسرے بٹن کو دبایا۔ اب گاڑی کے پچھلے حصے کے گزرتے ہوئے مناظر دکھائی دے رہے تھے۔ وہ چاندنی رات میں واضح نہیں تھے پھر بھی کوئی گاڑی پیچھے سے آتی تو وہ اسکرین پر نظر آسکتی تھی۔ میں نے دوسرے میکنزم کو بھی سمجھا جن کے ذریعے آٹو میٹک فائرنگ ہو سکتی تھی۔ پھر آرام سے لیٹ گیا میں گاڑی کے جس حصے میں تھا وہاں کی لائٹ آف کر دی۔ اول تو مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔ اگر آتی بھی تو سو نہیں سکتا تھا۔ ہمارے تعاقب میں رہنے والوں نے جمال احمد جسکانی کا خالی بریف کیس دیکھ لیا تھا۔ اٹیچی سے برآمد ہونے والے لفافے اور فائلوں کے سادہ کاغذات دیکھ لینے کے بعد میں ان سب کی توجہ کا مرکز

بن چکا تھا۔ اب وہ قدم قدم پر اور مضبوط جال بچھائیں گے آئندہ کیا ہونے والا تھا یہ میں نہیں جانتا تھا لیکن اتنا یقین تھا کہ بہت کچھ ہونے والا ہے۔

ہم کریزی کے بیان کے مطابق فرہاد علی تیموران کا ساتھ دے رہا ہے۔ اگرچہ اس نے فرہاد کا نام غلط استعمال کیا تھا تاہم کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ضرور ان کے ساتھ تھا، اس بات کی تصدیق ہو چکی تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دشمنوں کو کس طرح میرے تعاقب میں لگاتا ہے۔ جبکہ وہ میرے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اسے پتا نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں اور کس گاڑی میں سفر کر رہا ہوں۔

دوسرے ہی لمحے میں نے خود اپنے خیال کی نفی کی۔ یقیناً دشمنوں کو علم ہو سکتا ہے کہ میں کس راستے سے گزر رہا ہوں۔ وہ تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا حور بانو، ریحانہ یا کرم داد کے ذریعے یہ معلوم کر چکا ہے کہ میں روہڑی اسٹیشن پر اُتر گیا ہوں، اب وہاں سے مجھے کسی دوسری ٹرین سے سفر کرنا ہے یا ہائی وے سے لاہور پہنچنا ہے لہٰذا وہ دونوں طرف کی ناکہ بندی کے انتظامات کر رہے ہوں گے۔ ہائی وے کے قرب و جوار میں کسی بھی بستی یا شہر میں مجھے روکا جا سکتا تھا۔

ایک گھنٹا خیریت سے گزر گیا۔ ہم صادق آباد سے آگے نکل گئے۔ اسسٹنٹ نے اسپیکر کے ذریعے مجھے مخاطب کیا: "مسٹر بابر! بہت دور ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دو گاڑیاں نظر آرہی ہیں اور کچھ سپاہی کھڑے ہوئے ہیں۔ شاید پولیس چوکی ہے انھوں نے راستے میں عارضی رکاوٹ کھڑی کر دی ہے۔"

میں نے ٹی وی اسکرین کو آن کرکے دیکھا۔ اس کی بات درست تھی۔ میں نے مائک کے بٹن کو آن کرکے کہا: "وہاں دو گاڑیاں کھڑی ہیں۔ ہماری گاڑی کا نمبر تیسرا ہوگا۔ وہاں پہنچتے ہی کسی کو مخاطب کرنا۔ میں اسکرین پر اسے دیکھتا رہوں گا۔"

انھوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ہماری گاڑی کو دیکھتے ہی ایک سپاہی نے ہاتھ اٹھا کر رکنے کا اشارہ کیا۔ ہم نے گاڑی اسی قطار میں تیسرے نمبر پر کھڑی کر دی۔ ڈرائیور نے پوچھا: "بات کیا ہے۔ یہ چیکنگ کیوں ہو رہی ہے؟"

سپاہی نے کہا: "یہاں ایک قزاق بستی میں زبردست ڈاکا پڑا ہے۔ اس لیے ہم ناکہ بندی کرکے ہر گاڑی کو چیک کر رہے ہیں۔"

میں پولیس والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر مائک کو آن کرکے کہا: "کھڑکیوں کے شیشے چڑھا کر ان سے طاقت کے ذریعے نکلنے کی کوشش کرو۔ یہ سب فراڈ ہے۔"

فوراً ہی میرے حکم کی تعمیل کی گئی۔ دوسرے ہی لمحے انھوں نے گاڑی کو پیچھے کیا۔ پھر آگے بڑھا کر تیز رفتاری سے رکاوٹیں توڑتے ہوئے گزر گئے۔ اس کے ساتھ ہی ہماری طرف فائرنگ کی گئی۔ میں اسکرین پر پیچھے کے مناظر دیکھ رہا تھا اور جوابی فائرنگ کر سکتا تھا لیکن وہاں دو اور گاڑیاں کھڑی تھیں۔ جن میں سیدھے سادے لوگ سفر کر رہے تھے ــــ میں انھیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ ہم وہاں سے نکل تو آئے مگر دشمنوں کو ہماری گاڑی کا نمبر وغیرہ معلوم ہوگیا۔ لہٰذا وہ ہمارے تعاقب کے بجائے وہیں رکے رہے گویا ان کی ڈیوٹی ختم ہوگئی تھی۔ کسی خیال خوانی کرنے والے نے ان کے دماغ سے ہماری گاڑی کا نمبر، رنگ اور ماڈل معلوم کر لیا تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہماری گاڑی کے ڈرائیور نے جس سپاہی سے گفتگو کی تھی، اس کے ذریعے خیال خوانی کرنے والا ہمارے ڈرائیور کے دماغ تک پہنچ گیا ہو، اس کے ذریعے یہ جان چکا ہو کہ میں گاڑی کے پچھلے حصے میں موجود ہوں۔"

اسپیکر سے چیف کے اسسٹنٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا: "مسٹر بابر! حیرانی کی بات ہے، آپ نے کیسے معلوم کر لیا، وہ لوگ فراڈ ہیں۔ ہمارے آگے بڑھتے ہی انھوں نے فائرنگ شروع کر دی تھی۔"

میں نے جواب دیا: "میں نے اپنے دشمن کو اسکرین پر دیکھ کر پہچان لیا تھا۔ آگے پولیس چوکی ہو تب بھی گاڑی نہ روکنا۔ یہ پیچھے رہ جانے والے دشمن ٹرانسمیٹر کے ذریعے آگے والے دشمنوں کو ہمارے متعلق اطلاع دے رہے ہوں گے۔"

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہی انھوں نے میری پیشینگوئی کو درست ہوتے دیکھا۔ سامنے چار گاڑیاں جا رہی تھیں۔ انھوں نے ہمیں اپنے پاس سے گزرنے کا موقع دیا لیکن ہماری گاڑی کی رفتار سے ان کی رفتار کچھ کم نہیں تھی۔ وہ گاڑیاں آہستہ آہستہ ہمارے دائیں بائیں ہوگئیں۔ ایک پیچھے اور ایک آگے چلنے لگی۔ میں آگے پیچھے کا منظر دیکھ سکتا تھا اور دائیں بائیں چلنے والی گاڑیوں کے متعلق ڈرائیور وغیرہ کے دماغ سے معلوم کر سکتا تھا۔ ہر گاڑی کی کھڑکی سے اسٹین گنیں جھانک رہی تھیں۔ ایک شخص چیخ کر کہہ رہا تھا: "سلامتی چاہتے ہو تو گاڑی روک دو اور بابر کو ہمارے حوالے کر دو۔"

دوسری طرف سے کسی دوسرے نے چیخ کر کہا: "ہم صرف ایک منٹ کی مہلت دیتے ہیں۔ اس کے بعد گاڑی نہ روکی گئی

تو چاروں طرف سے فائرنگ شروع ہو جائے گی۔"

اگلی سیٹ سے چیف کے اسسٹنٹ نے کہا۔ "مسٹر بابر! آپ اطمینان رکھیں۔ ہم اپنی جان پر کھیل کر بھی آپ کو یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "انھوں نے ایک منٹ کی مہلت دی ہے۔ یہ بہت ہے لیکن مقابلہ کرنے کے لیے نہیں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"درست کہہ رہا ہوں۔ مقابلہ کروگے تو چاروں طرف سے فائرنگ ہوگی۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں ہیں۔ وہ چاروں پہیوں کو ناکارہ کر دیں گے۔ پھر کیا ہوگا؟"

"کیا ہم ان کے سامنے شکست تسلیم کر لیں؟"

"ابھی ایک منٹ نہیں گزرا ہے، اسے گزرنے دو اور خاموشی سے تماشہ دیکھتے رہو۔"

پھر میں نے تماشہ دکھایا۔ پہلے اس دشمن کے دماغ میں پہنچا جس نے ہماری سلامتی کا حوالہ دیتے ہوئے گاڑی روکنے کے لیے کہا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچتے ہی میں نے غصے سے کہا۔ تم سب گدھے کے بچے ہو جانتے ہو میں کون ہوں؟"

وہ بوکھلا کر خلا میں تکنے لگا۔ میں نے کہا۔ "میں وہی ہوں جس سے تمہارے باس کا رابطہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوتا ہے۔ میں نے ہی اس گاڑی کے متعلق اطلاع دی تھی جس میں بابر سفر کر رہا ہے۔ بے وقوفو، وہ گاڑی پیچھے ہے۔ تم لوگوں نے گاڑی کا نمبر سننے میں غلطی کی ہے۔ اسے چھوڑو اور پیچھے آنے والی گاڑی کا انتظار کرو۔ ایسا نہ ہو کہ پیچھے آنے والی گاڑی میں بیٹھے ہوئے لوگ یہ گھپلا دیکھ کر محتاط ہو کر اپنا راستہ بدل لیں۔ جلدی کرو اسے چھوڑ کر دوسری طرف توجہ دو۔"

اس نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر آن کیا اور اپنے ساتھ والی گاڑیوں سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "ہم غلطی پر ہیں اس گاڑی کو چھوڑو۔ وہ اصل گاڑی پیچھے آ رہی ہے۔"

بعض اوقات ایک منٹ چشم زدن میں گزر جاتا ہے اور کبھی اس ایک منٹ میں کئی مرحلے گزر جاتے ہیں۔ اس ایک منٹ میں ہی وہ گاڑیاں آہستہ آہستہ پیچھے رہ گئیں۔ ہماری گاڑی آگے نکل گئی۔ میں نے مانک کے ذریعے کہا۔ "پوری رفتار سے گاڑی دوڑاؤ۔ پتا نہیں وہ کیا سوچ کر پیچھے ہو گئے ہیں لیکن ہمارا تعاقب ضرور کریں گے۔ رفتار بڑھاتے چلے جاؤ۔"

ڈرائیور نے رفتار کو بڑھانا شروع کیا۔ پھر جیسے ہماری گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ اس خیال خوانی کرنے والے کو یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ کسی دوسرے نے بھی خیال خوانی کے ذریعے ان کے ایک آدمی کو گمراہ کیا ہے اور بابر کو نکل جانے کا موقع دیا ہے۔ میں کسی کو یہ سمجھنے کا موقع دینا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر گمراہ کیا تھا، پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ چاروں گاڑیاں سڑک کے اطراف رک گئی تھیں۔ ان میں بیٹھے ہوئے مسلح افراد باہر آ گئے تھے اور پیچھے آنے والی کسی گاڑی کا انتظار کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔ "تمھیں کیسے پتا چلا کہ ہم نے جس گاڑی کو گھیرا تھا وہ غلط تھی اور جس گاڑی کو گھیرنا چاہیے وہ اب آنے والی ہے؟"

وہ کہنا چاہتا تھا کہ کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہ بات بتائی ہے لیکن میں نے کہنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ایک نے حیرانی سے کہا۔ "اسے یہ تو بھاگ رہا ہے مگر کیوں؟"

دوسرے نے کہا۔ "بھاگنے کی وجہ یہی ہے کہ اس نے ہمیں مس گائڈ کیا ہے۔ یقیناً آگے جانے والی گاڑی میں بابر تھا۔ معلوم ہوتا ہے یہ بابر اور اس کے ساتھیوں سے ملا ہوا ہے؟"

بھاگنے والا بھاگتا رہا پھر اس کے قدموں کی طرف فائرنگ ہونے لگی۔ اس کے پیچھے اس کے ساتھی دوڑتے آ رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ "خیریت چاہتے ہو تو رک جاؤ۔ ہمیں حقیقت بتاؤ، تم نے ہمیں مس گائڈ کیوں کیا؟"

مگر وہ دوڑتا جا رہا تھا اور میری مرضی کے مطابق کہتا جا رہا تھا۔ "میں نے بابر سے وعدہ کیا تھا کہ اس کا ساتھ دوں گا میں نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔ اب چاہے میری جان بھی چلی جائے۔"

اس کے ساتھ ہی تڑتڑاتڑ کی آواز کے ساتھ کئی اسٹین گنیں شعلے اگلنے لگیں۔ بھاگنے والا زمین سے کئی فٹ اچھل کر نیچے گرا اور تڑپنے لگا۔ جب اس کے ساتھی اس کے قریب پہنچے تو وہ ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

اب وہ خیال خوانی کرنے والا کبھی یہ نہیں سمجھ سکے گا کہ کسی اور نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے آدمی کو مرنے پر مجبور کیا تھا اور نہ ہی اس کے ساتھی یہ سمجھ پائیں گے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ وہ گاڑی زیادہ دور نہیں گئی ہوگی، چلو اس کا تعاقب کریں۔"

وہ دوڑتے ہوئے اپنی گاڑیوں کی طرف جانے لگے۔ میں نے ڈرائیور کے ذریعے اپنی گاڑی کی رفتار معلوم کی اور مطمئن ہو گیا۔ ہم بہت تیز رفتاری سے جا رہے تھے۔ چیف کے اسسٹنٹ ڈرائیور کے ذریعے اپنے آدمیوں کو اطلاع دے رہا تھا کہ ان کی گاڑی کا تعاقب ہو رہا ہے، لہٰذا تعاقب کرنے والوں کو روکا جائے۔

دوسری طرف سے جواب سنائی دیا۔ "آپ فکر نہ کریں، آگے بڑھتے جائیں۔ ہم پیچھے آنے والوں کو روک لیں گے۔"

میں پھر آرام سے لیٹ گیا۔ واقعی انھوں نے ہمارا تعاقب کرنے والوں کا راستہ روک لیا ہوگا۔ مجھے خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اتنا ہی سمجھ لینا کافی تھا کہ دشمن ہمارے پیچھے نہیں آ رہے تھے۔

ڈرائیور نے وعدہ کیا تھا کہ صبح پانچ بجے تک مقام پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ اس بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ راستے میں کتنی رکاوٹیں آ جائیں گی۔ ویسے یہ کوئی سمجھ میں نہ آنے والی بات نہیں ہے۔ انسان اپنی زندگی سے سیکھنا چاہے تو یہ سیکھ سکتا ہے کہ جب مصیبت آ کے گزر جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آئندہ کوئی مصیبت نہیں آئے گی، وہ تو ضرور آتی ہے۔

وہ مصیبت کبھی سخت جان لیوا ہوتی ہے اور کبھی جان افزا بھی ہوتی ہے۔ کبھی بھیانک ہوتی ہے اور کبھی خوبصورت ہوتی ہے۔ اگر مصیبت خوبصورت ہو تو لوگ مصیبت نہیں بلا کہتے ہیں اور وہ بلا آ گئی۔

چیف کے اسسٹنٹ نے مجھے مخاطب کیا۔ "مسٹر بابر! دور سڑک پر کوئی عورت نظر آ رہی ہے۔"

میں نے اسکرین کو آن کیا۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور بہت دور ایک عورت دونوں ہاتھ اٹھا کر دوڑتی چلی آ رہی تھی۔ اسپیکر سے آواز سنائی دی۔ "مسٹر بابر! یہ کوئی ڈراما ہو سکتا ہے۔ اس عورت کے ذریعے دشمن ہماری گاڑی کو رکوانا چاہتے ہیں۔"

میں اس سے کہنا چاہتا تھا۔ گاڑی ہرگز نہ روکی جائے مگر اس نے آواز سن کر چونک گیا۔ وہ دوڑتی آ رہی تھی اور چیختی جا رہی تھی۔ "روکو، گاڑی روکو۔ اس گاڑی میں میرا شوہر ہے۔ کیا اس کی شریک حیات ہوں۔ بابر بابر میری آواز سنو۔ میں تمھاری آمنہ ہوں۔"

میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اسکرین پر آمنہ نظر آ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "گاڑی روک دو۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم مصیبت میں پھنس جائیں گے۔"

"میں کہہ رہا ہوں، گاڑی روک دو۔"

گاڑی ٹھیک اس کے سامنے ایک جھٹکے سے رکی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ گاڑی رکنے والی ہے۔ اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ اسے کچلنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس نے کیا برا رخ چھلانگ لگائی۔ فضا میں قلابازی کھائی پھر گاڑی کی چھت پر پہنچ گئی۔ چیف کے اسسٹنٹ نے کہا۔ "میں پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ کوئی سیدھی سادی عورت نہیں ہے۔ دیکھیے، کیسے کرتب دکھا رہی ہے۔"

وہ چھت پر پہنچ کر اوندھی لیٹ گئی۔ پھر کھڑکی کی طرف جھکتے ہوئے، چیف کے اسسٹنٹ کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "میرا نام آمنہ ہے۔ آمنہ کا سامنا کرنے سے بہتر ہے، میرا آدمی میرے حوالے کر دو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہوتے میں نے دروازہ کھول کر چھت کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اسے پکڑ کے نیچے کھینچ لیا۔ وہ دھڑام سے زمین پر آئی۔ میں نے اسے گاڑی کے اندر کھینچتے ہوئے کہا۔ "بہت آمنا سامنا کرتی ہو۔ چپ چاپ یہاں بیٹھ جاؤ۔"

میں نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "گاڑی اسٹارٹ کرو اور پوری تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے چلو۔ جو بھی راستے میں آئے اسے کچل ڈالو۔"

آمنہ نے کہا۔ "ارے یہ کیا کہہ رہے ہو۔ آگے ہمارے تمام ساتھی موجود ہیں۔ مائیکل شوف بھی انتظار کر رہا ہے۔"

"کیا مصیبت ہے۔ تم اس چنڈال چوکڑی کے ساتھ یہاں کیسے پہنچ گئیں۔ تمھیں کیسے پتا چلا کہ میں اس گاڑی میں سفر کر رہا ہوں؟"

وہ ایک دم سے میرے قریب ہو کے بولی۔ "ہمیں ایک غیبی مدد حاصل ہو گئی ہے۔ اب کوئی ہم سے چھپ کر نہیں رہ سکے گا۔ ہمیں سارے رازوں کا علم ہو جایا کرے گا۔"

میں نے کہا۔ "میں کتنی بار سمجھا چکا ہوں کہ میں تمھارا شوہر نہیں ہوں۔ تم میرے اتنے قریب نہ آیا کرو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم اپنے آپ کو نہیں پہچانتے ہو۔ ہمیں ملنے والی تازہ ترین اطلاع کے مطابق تمھیں اپنی پچھلی زندگی یاد نہیں ہے۔ ترنم نے خود کو بابر کی حیثیت سے پہچان لیا ہے۔ خدا کے لیے مجھے بھی پہچان لو۔ میں کب تک نام کی سہاگن بنی رہوں گی۔"

"دشمنوں نے بے پر کی اڑائی ہے۔ یہ کام کی بات کرو۔ مجھے بتاؤ، تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں اس گاڑی میں سفر کر رہا ہوں؟"

اس نے گاڑی کی اس عارضی دیوار کو دیکھا جس کے

دوسری طرف اگلی سیٹ پر ڈرائیور اور چیف کا اسسٹنٹ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے آہستگی سے پوچھا: "کیا ہماری آواز اُدھر جا رہی ہے؟"

میں نے مائیک کے بٹن کو آف کرتے ہوئے کہا: "اب آواز نہیں جائے گی۔"

اس نے میری طرف جھک کر سرگوشی میں کہا: "تم تو اپنے ہی ہو۔ ہم تو اب دشمنوں کے بھی دل کی باتیں معلوم کر لیا کریں گے۔ تم نے فرہاد اور رسونتی کا نام سنا ہے نا؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "ہاں سنا ہے۔ آگے بولو۔"

"یہ بھی سنا ہو گا کہ فرہاد اور رسونتی میں ایک عرصے سے اختلافات چلے آ رہے ہیں۔ دونوں الگ الگ زندگی گزارتے ہیں۔ دونوں کے درمیان دشمنی بہت بڑھ گئی ہے۔ انھوں نے ایک دوسرے کے خلاف محاذ بنا لیا ہے۔ فرہاد اب ماسٹر کی اور کم کریزی وغیرہ کا ساتھ دے رہا ہے۔ انھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔ اِدھر رسونتی ہمارے ساتھ ہو گئی ہے کچھ دیر پہلے اسی نے اطلاع دی تھی تم اس گاڑی میں آ رہے ہو۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا: "کیا ڈرامے بازی ہو رہی تھی۔ وہ خیال خوانی کرنے والی تیسری ہستی مرد تھی یا عورت؟ وہ واقعی ایک تھی یا دو؟ وہ میری اور رسونتی کی طرح دو مختلف ہستیاں تھیں یا ایک ہی ہستی تھی؟ ادھر بھی ٹی ٹی سینٹر والوں کے کام آ رہی تھی، اُدھر بھی مخالف ٹی ٹی سینٹر والوں کا ساتھ دے رہی تھی۔ آخر وہ کون تھی؟ کیا چاہتی تھی؟"

اسپیکر سے آواز سنائی دی: "مسٹر بابر! سامنے پھر راستہ روکا جا رہا ہے۔ بہت سے لوگ اور بہت سی گاڑیاں نظر آ رہی ہیں۔"

میں نے اسکرین کو آن کر کے دیکھا۔ پھر کہا: "ان کے قریب لے جا کر گاڑی روک دو۔"

پھر آمنہ سے کہا: "تم گاڑی سے اُتر کر جاؤ اور مائیکل شوف کو یہاں لے آؤ۔"

گاڑی رکنے کے بعد وہ اتر گئی۔ میں اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ وہ مائیکل شوف سے کچھ کہہ رہی تھی۔ پھر وہ آمنہ کے ساتھ میرے پاس آ گیا۔ میں نے سے احمد آنے کے لیے کہا۔ وہ آ کر بیٹھتے ہوئے بولا: "مجھے یقین تھا تم ہم سے غداری نہیں کرو گے۔ ورنہ تمہارے خلاف ہمیں بھگانے کی بہت کوشش کی گئی۔ ہم سے کہا گیا کہ تم دشمنوں سے جا ملے ہو۔ میں کہتا تھا بابر ایسا کبھی نہیں کرے گا۔ وہ ضرور کوئی چال چل رہا ہو گا۔ آخر ہمیں ایک غیبی مدد حاصل ہو گئی۔ اس کے ذریعے پتا چلا، تمھارے پاس ایسے کاغذات ہیں جن سے ہم کم کریزی اور اس کے اہم ساتھیوں کے قدم اس ملک سے اکھاڑ سکتے ہیں۔ ان کے خلاف ایسے مقدمات قائم ہو سکتے ہیں کہ وہ یہاں ٹھہر نہیں سکیں گے۔ ہم اس طرح ماسٹر کی کو منہ توڑ جواب دیں گے۔"

وہ بولتے بولتے اچانک خاموش ہو گیا۔ اور عارضی دلہار کو دیکھ کر آہستگی سے بولا: "کیا ہماری باتیں دوسری طرف سنی جا رہی ہیں؟"

میں نے کہا: "اطمینان رکھو، کوئی ہماری باتیں نہیں سنے گا۔"

"لیکن بابر! ہمیں اطلاع دینے والی نے بتایا ہے تم سرکاری آدمیوں کے ساتھ سرکاری گاڑی میں جا رہے ہو۔ ہمارا یہ لگے بیٹھے ہوئے لوگ سرکاری نہیں ہیں؟"

"بالکل ہیں اور چونکہ سرکاری ہیں اس لیے ابھی تک زندہ سلامت ہیں۔"

اس نے چونک کر پوچھا: "کیا مطلب؟"

میں نے مائیک کے بٹن کو آن کر کے چیف کے اسسٹنٹ سے کہا: "لاک دی ڈور۔"

دوسرے ہی لمحے دروازہ آگے کی طرف سرک ہوا بند ہو گیا۔ اب وہ مقفل تھا۔ کوئی اسے کھول نہیں سکتا تھا۔ وہ دہلا کی طرف جانا چاہتا تھا" میں نے پیچھے سے کالر پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا پھر عارضی دیوار پر ٹنگے ہوئے بٹنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ان بٹنوں کے ساتھ کیا کچھ لکھا ہوا ہے پہلے اسے پڑھ لو۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پڑھنے لگا۔ میں نے کہا: "یہ چند بٹن ایسے ہیں جنھیں دبا تے ہی کار کے چاروں طرف سے فائرنگ شروع ہو جائے گی۔ تمھارے جو آدمی باہر کھڑے ہوئے ہیں، اس فائرنگ کی زد میں آ جائیں گے۔ جواباً وہ بھی فائرنگ کریں گے لیکن میں اکیلا نہیں مروں گا۔ تمھیں بھی میرے ساتھ مزا ہو گا۔"

آمنہ نے حیرانی سے پوچھا: "بابر! یہ تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم سامنے دی گریٹ سے غداری کرو گے؟"

"دہشت گرد تنظیموں کے سربراہ ایک بات جبول جاتے ہیں۔ وہ یہ کہ جب ہم اپنے وطن سے غداری کر سکتے ہیں تو کسی دن ان سے بھی غداری کر سکتے ہیں۔ میں ایسا کرنا

ہوں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ میرے ضمیر نے مجھے جھنجوڑا ہے۔ کل یہ تمھیں بھی جھنجوڑے گا۔"

مائیکل شوف نے کہا: "آمنہ! یہ بکواس کر رہا ہے۔ تم جانتی ہو ہمارے بہرام ٹی ٹی سینٹر سے تمھارے سامنے دی گریٹ کا کتنا گہرا دوستانہ ہے اور ہمارا کتنا پرانا معاہدہ ہے۔ تم ہماری وفادار ہو۔ آج تمھاری آزمائش ہے۔"

میں نے کہا: "ہاں آمنہ! تمھارے لیے یہ آزمائش کا وقت ہے۔ تم مجھے شوہر تسلیم کرتی ہو۔ ان حالات میں تم شوہر کا ساتھ دو گی یا وطن دشمنوں کا؟"

مائیکل شوف نے کہا: "آمنہ! یہ تمھیں بیوی ہی تسلیم نہیں کرتا ہے۔ یہ فراڈ ہے' دھوکے باز ہے اگر یہ تمھیں بیوی تسلیم کرتا ہے تو اس سے پوچھو' کیا یہ ہمیں خطرات میں مبتلا کرے گا۔ کیا یہاں سے فائرنگ کی ابتدا کرے گا اور ہمارے آدمیوں کو جواباً فائرنگ پر مجبور کرے گا۔ کیا میرے ساتھ تمھاری بھی جان لے گا۔"

آمنہ کبھی اس کی باتیں سن رہی تھی' کبھی میری باتیں سن رہی تھی۔ کبھی مجھے دیکھ رہی تھی' کبھی اسے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا: "فائرنگ کی ابتدا اس وقت ہو گی جب تم مجبور کرو گے اور جب مجبور کرو گے تو اکیلے تم نہیں مرو گے اور میں صرف آمنہ کو مرنے کے لیے نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے ساتھ میں بھی جان دوں گا۔ پھر میں فریبی کیسے ہوا؟"

آمنہ نے کہا: "بابر! تم مجھے بیوی تسلیم نہیں کرتے ہو، حالانکہ ہماری شادی ہو چکی ہے۔ تم میرے مجازی خدا ہو۔ میں تمھیں اور مائیکل شوف کو سمجھاتی ہوں' مجھے آزمائش میں مبتلا نہ کرو۔ ذہانت سے کام لو اور ٹھنڈے دماغ سے فیصلہ کرو، ہمیں کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے؟ میں یہ کبھی برداشت نہیں کروں گی کہ میرے مجازی خدا کو ذرا بھی نقصان پہنچے۔ میں یہ بھی نہیں چاہوں گی کہ مائیکل شوف کو سرکاری مہمان بنایا جائے۔"

میں نے کہا: "اس کی ایک ہی صورت ہے۔ ہم آگے بڑھتے رہیں اور تمھارے تمام ساتھی اپنی گاڑیوں میں آگے پیچھے چلتے رہیں۔ اس دوران کسی مناسب سمجھوتے کی کوشش کریں گے۔"

مائیکل شوف نے کہا: "اگر ہمارے ساتھی ہمارے آگے پیچھے رہیں گے تو میں تمھارے ساتھ کہیں بھی چلنے کو تیار ہوں۔"

میں نے مائیک والے بٹن کی طرف انگلی بڑھاتے ہوئے کہا: "اب میں اسے آن کر رہا ہوں۔ تم اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے حکم دو کہ وہ ہماری گاڑی کے آگے پیچھے چلتے رہیں۔"

اس نے میرے مشورے کے مطابق عمل کیا۔ اس دوران میں نے سیکرٹ سروس کے چیف تک پہنچ کر موجودہ سچویشن بتائی اور کہا: "یہ گاڑیاں ہمارے آگے پیچھے چلتی رہیں گی۔ آپ کا اسسٹنٹ گاڑی کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھا ہے مگر اس کا ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی کو مخاطب کرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ مخصوص ٹیم کو حکم دیں کہ وہ آگے کہیں ہم سب کو گھیر لے۔"

مائیکل شوف اپنے آدمیوں کو حکم دے چکا تھا میں نے بھی اپنے ڈرائیور سے کہا کہ وہ گاڑی آگے بڑھائے۔ اس طرح ہمارا قافلہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ میں نے کہا: "ہاں تو مسٹر مائیکل شوف! وہ ہستی کون ہے جس نے میرے یہاں سے گزرنے کی اطلاع تم لوگوں کو دی؟"

وہ ان تمام بٹنوں کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا: "کیا اس گاڑی میں ریکارڈنگ سسٹم بھی ہے؟"

"گھبراؤ نہیں، تمھاری کوئی بات ریکارڈ نہیں کی جا رہی ہے۔ یہاں ایسا کوئی سسٹم نہیں ہے۔"

میں نے اسے جھوٹی تسلی دی تھی حالانکہ سامنے بیٹھا ہوا چیف کا اسسٹنٹ ہماری باتیں ریکارڈ کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت میں نے مائیکل شوف کو ذرا چونکتے ہوئے دیکھا وہ اپنے شانے سے لٹکے ہوئے چھوٹے سے بیگ کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ اس بیگ سے اسے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ اس کے پاس ایک کمپیوٹرکم ٹرانسمیٹر تھا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس پُراسرار ہستی سے رابطہ قائم ہوتا تھا۔ مائیکل شوف اس کمپیوٹرکم ٹرانسمیٹر کو بیگ سے نکالتے ہوئے ہچکچا رہا تھا لیکن دماغ یہ بھی کہہ رہا تھا کہ ضرور کوئی خاص اطلاع ہے۔

آخر اس نے بیگ کھول کر اسے نکالا۔ وہ ایک چھوٹے کیسٹ ریکارڈر کے برابر ٹرانسمیٹر تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا اسکرین تھا۔ اسے اس طرح کمپیوٹرائزڈ کیا گیا تھا کہ اِدھر سے جو بات کہی جاتی تھی جواباً اسکرین پر الفاظ کی صورت میں جوابات موصول ہوتے تھے۔ چونکہ اُدھر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا لہٰذا اِدھر سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔

مائیکل شوف نے ایک بٹن کو دبایا جس سے اسکرین آن ہو گیا۔ پھر اس نے جواب موصول ہونے والے بٹن کو دبایا۔ اسکرین پر کچھ لکھا ہوا نظر آنے لگا۔ میں نے اسے پڑھا۔

وہاں لکھا ہوا تھا: "خبردار، تمھارا ایک ایک لفظ ریکارڈ کیا جا رہا ہے۔"

اس کے نیچے رسونتی کا نام لکھا ہوا تھا۔ مائنکل شوف نے اسکرین کو آف کرتے ہوئے فاتحانہ انداز میں مجھے دیکھا اور کہا "ہماری باتیں ریکارڈ ہو رہی ہیں۔ بھئی، میں کوئی مجرم تو نہیں ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تم آخر کیا ریکارڈ کرنا چاہتے ہو۔ میں رومانیہ سے آیا ہوں۔ میرے پاس تمام قانونی کاغذات موجود ہیں۔ ہمارا سفارت خانہ میرے بہترین کردار کی گواہی دے سکتا ہے۔"

"اگر تم بہترین کردار کے مالک ہو تو ہمارے ملک میں یہ ٹرانسمیٹر لے کر کیوں آئے ہو؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کون سا ٹرانسمیٹر؟ یہ تو ایک چھوٹا سا ریڈیو ہے اور اس کے ساتھ یہ چھوٹا سا ٹیلیویژن ہے۔ جب تمہارے یہاں ٹی وی پروگرام ہو گا تو میں اسے آن کر کے بتاؤں گا یا ابھی ریڈیو پر کوئی گیت سننا چاہتے ہو تو ابھی سناتا ہوں۔"

وہ ایک بٹن آن کر کے مجھے ریڈیو کا کوئی پروگرام سنانا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

میں نے مائک کے بٹن کو آن کرتے ہوئے چیف کے اسسٹنٹ سے کہا "یہاں جو باتیں ہو رہی ہیں، انھیں ریکارڈ نہ کیا جائے۔ سوئچ آف کر دیا جائے۔"

مائنکل شوف اپنے طور پر درست کہہ رہا تھا۔ وہ چھوٹا سا ٹی وی اور ریڈیو سیٹ تھا۔ وہ اپنی ضرورت کے وقت اسے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے طور پر استعمال کر لیتا تھا۔ یہ بات میں ظاہر کر سکتا تھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہو جاتا کہ یہ سب کچھ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کر رہا ہوں ورنہ اندر کی بات اور کون جان سکتا ہے؟

ہاں، وہ تیسری ہستی جان لیتی تھی۔ اس نے چیف کے اسسٹنٹ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھ لیا تھا کہ اُدھر ریکارڈنگ ہو رہی ہے اور یہ بات اس نے کمپیوٹر کے ذریعے مائنکل شوف کو بتا دی تھی، اس کم بخت نے نیچے رسونتی کا نام لکھ دیا تھا جب کہ اس وقت رسونتی اپنی جگہ گہری نیند میں تھی۔

میں نے کہا "ہماری خاموشی سے کام نہیں چلے گا۔ اگر کوئی سمجھوتا کرنا چاہتے ہو تو زبان کھولو۔ میں نے ریکارڈنگ سے منع کر دیا ہے۔ یقین نہ ہو تو اپنا اطمینان کر سکتے ہو۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے پوچھا "کیا میں بات کر سکتا ہوں؟"

یہ کہہ کر اس نے اسکرین کو آن کیا۔ پھر جواب والے بٹن کو دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اسکرین پر انگریزی میں لکھا ہوا نظر آیا "باتیں کر سکتے ہو۔ خطرہ پیش آتے ہی سگنل موصول ہو گا۔"

وہ تیسری ہستی جو خیال خوانی کر رہی تھی، اس کا طریقہ کار سمجھ میں آ گیا تھا۔ جمال احمد جسکانی برلیف کیس لے کر گیا تھا کہ بیتوں میں کم کریزی ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ماتحت سے گفتگو کر رہا تھا۔ بعد میں اس نے جسکانی سے اسی ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کی تھی۔ اس وقت بھی کم کریزی کے پاس یقیناً ایسا ہی کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر ہو گا۔ وہ پُراسرار ہستی اُدھر بھی کمپیوٹر کے ذریعے اپنا جواب پہنچاتی ہو گی یعنی کسی کے دماغ میں پہنچنے کے بعد براہ راست گفتگو نہیں کرتی ہو گی۔ اس کی ضرورت بھی نہ تھی جب کہ یہ کام کمپیوٹر سے ہو رہا تھا۔ اس طرح وہ میری اور رسونتی کی ٹیلی پیتھی سے بالکل محفوظ تھی۔ ابھی ہمارے سامنے ایسا کوئی راستہ نہیں تھا جسے اختیار کر کے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس تیسری خیال خوانی کرنے والی ہستی کے دماغ تک پہنچا جا سکتا۔

مائنکل شوف نے مسکرا کر پوچھا "وہ کاغذات کہاں ہیں؟"

میں نے پوچھا "کون سے کاغذات؟"

"دیکھو انجان بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم نے انسپکٹر علی مختار یمن کا وہ خط لفافے سے نکال لیا۔ اس طرح ان فائلوں سے ضروری کاغذات بھی نکال لیے اور وہاں سادے کاغذات رکھ دیے۔ تم نے حور بانو، ریحانہ اور کرم داد کو بھی دھوکا دیا۔ ان سے کچھ کہے سنے بغیر چپ چاپ روہڑی اسٹیشن پر اُتر گئے۔ اس کے بعد اب اس گاڑی میں سفر کر رہے ہو۔"

میں نے کہا "تم یہ اس طرح بتا رہے ہو جیسے میرے ساتھ ساتھ موجود رہے ہو۔"

"تم نے اس اسکرین پر رسونتی کا نام پڑھ لیا ہے۔ وہ تمہارے آس پاس رہنے والوں کے دماغوں میں پہنچ کر معلومات حاصل کر لیتی ہے۔ اس نے تمہارے متعلق ہمیں ایسی بات بتائی ہے جس کے متعلق ہم پہلے نہیں جانتے تھے اور وہ یہ کہ تم لوگا کے ماہر ہو۔ جب بھی ملادھم رسونتی تمہارے دماغ میں پہنچنا چاہتی ہیں، تم سانس روک لیتے ہو۔"

مجھے یاد آیا۔ جب ہم نواب شاہ کے پولیس ہیڈ کوارٹر کے کمرے میں سو رہے تھے اور میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ نیند پوری کرنے کے بعد ہی میری آنکھ کھلے گی یا پھر کسی

غیر معمولی موقع پر بیدار ہو جاؤں گا، اس وقت وہی غیر معمولی واقعہ پیش آیا تھا۔ میری آنکھ اچانک ہی وقت سے پہلے کھل گئی تھی۔ میں نے کوئی غیر معمولی سی بات محسوس کی تھی۔ کبھی کھڑکیوں اور دروازوں کو دیکھا تھا، کبھی روشندان اور چھت کو تکتا رہا تھا مگر میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ آخر رفتہ رفتہ اس خیال خوانی کرنے والی تیسری ہستی کے متعلق علم ہو گیا تھا وہ خود ہی منکشف ہوتی چلی گئی۔

آمنہ نے کہا "بابر! مائنکل شوف کے سوال کا جواب دے دو۔ وہ کاغذات کہاں ہیں؟"

"ہم سب سرکاری مہمان ہیں۔ وہ کاغذات بھی سرکار کی تحویل میں ہیں۔"

مائنکل شوف نے کہا "فی الحال تمہاری سرکار اس گاڑی تک محدود ہے۔ وہ کاغذات بھی اسی گاڑی میں ہیں۔"

"بے شک ہیں لیکن تم انھیں تلاش نہیں کر سکو گے اور نہ ہی تمہاری وہ رسونتی میرے دماغ میں پہنچ کر ان چھپے ہوئے کاغذات کا سراغ لگا سکے گی۔"

میں نے تمہاری رسونتی اس لیے کہا کہ وہ خیال خوانی کرنے والی ہستی سن لے اور یہی سمجھے کہ میں اسے رسونتی ہی سمجھ رہا ہوں۔ میں نے کہا، ویسے ابھی آمنہ بتا رہی تھی کہ تم دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں نے فرہاد اور رسونتی کو آپس میں بانٹ لیا ہے۔ فرہاد تمہارے مخالف گروہ میں چلا گیا ہے اور رسونتی تم لوگوں کا ساتھ دے رہی ہے۔"

مائنکل شوف نے کہا "تم ہمارے سوال کو ٹال رہے ہو۔"

"پہلے اس بات کی وضاحت کر دو، کیا واقعی تمہارے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی کا چکر چل رہا ہے؟ جہاں تک رسونتی کا تعلق ہے، میں مان سکتا ہوں، وہ فرہاد کی دشمن ہے۔ اس لیے فرہاد کے ملک کے خلاف تم لوگوں کا ساتھ دے سکتی ہے لیکن فرہاد مخالف گروہ کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے؟"

مائنکل شوف نے ناگواری سے کہا "فرہاد نہایت ہی خود غرض اور لالچی ہے۔ نہ اس کا کوئی ملک ہے نہ اس کی کوئی قومیت ہے، نہ اس کا دین ایمان ہے، اسے جدھر اپنا مفاد نظر آتا ہے اُدھر چل پڑتا ہے۔"

میں مسکرا کر مائنکل شوف کو دیکھنے لگا۔ ہمیں آگے بات بڑھانے کا موقع نہیں ملا۔ اسی وقت گاڑی رک گئی تھی۔ مجھے اسپیکر سے آواز سنائی دی "مسٹر بابر! ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔"

میں نے اسکرین کو آن کر کے دیکھا۔ مائنکل شوف کی جو گاڑیاں ہمارے چاروں طرف تھیں، وہ بھی رک گئی تھیں، انھیں بھی گھیر لیا گیا تھا۔ بہت دور کہیں میگا فون سے آواز آ رہی تھی "تم سب کو ہدایات دی جاتی ہیں، گاڑیوں کے انجن بند کر دو۔ اور تمام مسلح افراد باری باری گاڑی سے نکل کر دور تک جائیں اور وہاں اپنے اپنے ہتھیار ڈال کر واپس گاڑی میں بیٹھ آئیں کسی نے مقابلہ کرنے کی حماقت کی تو تم میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔"

میں فوراً ہی اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مجھے معلوم تھا وہ تیسری خیال خوانی کرنے والی ہستی بھی اس کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے گی کہ میگا فون سے بولنے والا سرکاری آدمی ہے یا مخالف گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ مقامی پولیس پارٹی کا سربراہ تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا یہ بات کھلے۔ میں اس کے دماغ کی گہرائیوں میں پہنچ گیا تاکہ اس کے لاشعور سے یہ بات نہ نکلے کہ وہ سرکاری آدمی ہے۔ مائنکل شوف کے ایک آدمی نے گاڑی سے نکل کر بلند آواز سے سوال کیا "تم کون ہو۔ تمھیں ہم سے کیا دشمنی ہے؟"

میں نے میگا فون والے کو بولنے پر مجبور کیا "میں تم لوگوں کا بدترین دشمن ہوں۔ کیا اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ کم کریزی سے ٹکرانے والے کبھی صحیح سلامت اپنی منزل تک نہیں پہنچتے۔ ہاں، ایک شرط ہے۔ اگر ہتھیار ڈال دو گے تو میں سلامتی سے جانے کی اجازت دے دوں گا۔ تمھارے لیڈر کو سوچنے اور فیصلہ کرنے کے لیے صرف پانچ منٹ کی مہلت دے رہا ہوں۔"

مائنکل شوف تیزی سے سوچ رہا تھا اور بار بار کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو دیکھتا تھا۔ پھر اشارہ موصول ہونے لگا۔ اس نے فوراً ہی اسکرین کو آن کیا۔ پھر جواب موصول ہونے والے بٹن کو دبا دیا۔ اسکرین پر تحریر نظر آ رہی تھی، وہاں لکھا تھا "میگا فون سے بولنے والا اور اس کے ساتھ محاصرہ کرنے والے کم کریزی سے تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔"

میری احتیاطی تدبیر کے باوجود اس پُراسرار ہستی نے حقیقت معلوم کر لی تھی۔ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیسے معلوم کر لی تھی؟

ایک بات سمجھ میں آئی۔ میں نے تو میگا فون سے بولنے والے کے لاشعور سے لے کر دماغ کی تہہ تک اسے لاک کر دیا تھا۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس طرح ثابت ہوا کہ جو رسونتی بن کر اِدھر مائنکل

شوف وغیرہ کا ساتھ دے رہا تھا" وہی اُدھر فرہاد بن کر کم کریزی کے گرو کی مدد کر رہا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ میگافون والے کے دماغ سے حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی ہے تو وہ کم کریزی کی طرف گیا ہوگا۔ پھر اس نے حقیقت معلوم کرتے ہی کمپیوٹر کے ذریعے مائنڈ شوف کو آگاہ کر دیا تھا۔

اِدھر مائنڈ شوف نے سوالیہ بٹن کو آن کرنے کے بعد پوچھا: "ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ یہ تو یقیناً پولیس والے ہو سکتے ہیں۔"

جواب موصول ہوا: "پولیس والے ہی ہیں۔ اپنے آدمیوں سے کہہ دو، وہ ہتھیاروں پر انگلیوں کے نشانات نہ چھوڑیں میگافون والے کے حکم کی تعمیل کریں اور ہتھیار ڈال دیں۔ تمھیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ تمھارے پاسپورٹ، ویزے اور دوسرے ضروری کاغذات اس بات کا ثبوت ہیں کہ تم لوگ تخریب کار نہیں ہو۔ اس بات کی گواہی تم لوگوں کے سفارت خانوں سے دی جا سکتی ہے۔ تمھارے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے کہ تم نے بابر کو یا کسی سرکاری گاڑی کو روکا ہے اور انھیں اپنی مرضی کے مطابق کہیں لے جا رہے ہو۔"

مائنڈ شوف نے اس کے مشورے کو تسلیم کیا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ ہتھیاروں پر سے اپنی انگلیوں کے نشانات مٹا کر خود کو قانون کے حوالے کر دیں پھر اس نے خود کو بھی قانون کے حوالے کر دیا۔

صرف دس منٹ کے اندر پولیس پارٹی نے چاروں طرف سے گھیر کر، ان کے پھینکے ہوئے ہتھیاروں پر قبضہ کر کے نہیں حراست میں لے لیا۔ چیف کے اسسٹنٹ نے میرے مشورے کے مطابق پولیس پارٹی کے سربراہ سے کہا ــــ "مائنڈ شوف کے پاس جو چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر ہے، وہ ہمارے حوالے کر دیا جائے۔"

مائنڈ شوف نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: "یہ کوئی غیر قانونی چیز نہیں ہے۔ میں اپنی تفریح کے لیے یہ چھوٹا سا ٹی وی اپنے پاس رکھتا ہوں۔ اس کے ساتھ ریڈیو بھی ہے۔"

"یہ ٹی وی اور ریڈیو اسلام آباد پہنچ کر تمھارے حوالے کر دیا جائے گا۔ بشرطیکہ یہ کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر ثابت نہ ہوا۔"

پولیس والوں نے انھیں ان کی ہی گاڑیوں میں بٹھایا۔ اپنے آدمی بھی ان کی نگرانی کے لیے بٹھا دیے۔ ان میں.... مائنڈ شوف بھی تھا۔ میں نے کہا: "آمنہ میرے ساتھ سفر کرے گی کیونکہ یہ میری شریکِ حیات ہے۔"

اسے میرے پاس چھوڑ دیا گیا۔ ہمارا سفر پھر شروع ہو گیا۔ اس نے مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "تم نے سب کے سامنے مجھے اپنی شریکِ حیات کیسے تسلیم کر لیا؟"

"نہ کرتا تو دوسرے یہ سوال کرتے کہ ایک انتہائی حسین عورت کے ساتھ بند کوچ میں کیوں سفر کر رہا ہوں۔"

"کیا اب بھی تسلیم کرتے ہو؟"

میں نے آرام سے سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگا کر کہا: "دیکھو آمنہ! میں نہیں جانتا کہ بابر کون ہے، وہ جو کوئی بھی ہے تم اس کی امانت ہو۔ اگر شوہر کے دھوکے میں میرے قریب آؤ گی اور کل کبھی انکشاف ہوگا کہ تمھارا اپنا بابر تو کوئی اور ہے تب کیا تم اپنے آپ کو معاف کر سکو گی؟"

"اوّل تو ایسا نہیں ہوگا۔ تم ہی میرے بابر ہو اگر میرا اپنا بابر کوئی اور ہے اور وہ میرے سامنے آگیا تو میں اسے معاف نہیں کروں گی۔ میں تقدیر کو معاف نہیں کروں گی جو مجھے اپنے بابر کے دھوکے میں کسی اور مقام تک لے جائے۔ میں حالات کو معاف نہیں کروں گی جو ہمیشہ تمھیں میرے شوہر کی حیثیت سے میرے سامنے لاتے ہیں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "میں بابر کا ہم شکل ہوں۔ تم اس حقیقت کو تھوڑی دیر کے لیے تسلیم کر لو اور میرے ایک سوال کا جواب دو۔ اگر میں بابر کا ہم شکل ہوں تو کیا تم اپنے بابر کو چھوڑ کر میری بن سکتی ہو؟"

"جب میں جانتی ہوں کہ تم ہی...."

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا: "یہ بات تم کئی بار کہہ چکی ہو۔ میرے سوال کا جواب دو۔ میں بابر کا ہم شکل ہوں۔ کیا تم اپنے بابر کو چھوڑ کر میری بن سکتی ہو؟"

"نہیں، اس کے ہزار ہم شکل پیدا ہو جائیں لیکن میرے بابر کی طرح کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"پھر تم ایک مسلمان کی حیثیت سے میری قسم پر اعتبار کرو۔ میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہتا ہوں، اپنے ایمان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمھارا بابر نہیں ہوں۔ میری یادداشت بھی صحیح سلامت ہے۔ میں صرف اس کا ہم شکل ہوں۔"

"تم ہم شکل کیسے بن گئے۔ تم نے یادداشت گم ہونے کا ناٹک کیوں کھیلا؟"

"جو ناٹک میں نے کھیلا وہ میری اپنی مجبوری ہے۔ اور ہم شکل کیوں ہو گیا تو یہ قدرت کے کرشمے ہیں، یہ سوال تو قدرت سے کرو۔"

اس نے مایوسی اور ناگواری سے مجھے دیکھا۔ پہلے تو

ماہی سے کہا: "تم اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر کہہ رہے ہو، میں ایک مسلمان کی حیثیت سے تسلیم کر رہی ہوں۔ اور یہ تسلیم کر رہی ہوں تو دل ڈوب رہا ہے۔ میں سوچ رہی ہوں، یہاں کیوں آئی، میں تو اس دھوکے میں آئی کہ اپنے شوہر کے ساتھ پیرس سے آ رہی ہوں۔ اگر تم میری زندگی میں نہ آتے تو میں کبھی ادھر نہ آتی۔ میں اپنے بابر کو تلاش کرتی رہتی۔ تم نے بہت بڑا دھوکا دیا ہے۔ بتاؤ میں کہاں جاؤں، اسے کہاں تلاش کروں؟ میں چالاک اور خطرناک دشمنوں سے لڑتے ہوں اور منہ توڑ جواب دیتی ہوں مگر تقدیر سے کیسے لڑوں۔ اب تو دل یہ سوچ کر بھی ڈوبتا رہے گا کہ اتنے طویل عرصے تک تو اپنا بابر کو پا نہیں رہا تھا۔ وہ کوئی نادان بچہ نہیں ہے۔ اگر اس دنیا کے کسی حصے میں ہوتا تو ضرور کسی نہ کسی ذریعے سے رابطہ قائم کرتا۔ کیا وہ دنیا کے کسی حصے میں نہیں ہے؟"

اس نے سیٹ کی پُشت سے سر ٹیک کر آنکھیں بند کر لیں، پھر مجھ سے پوچھا: "تمھارا نام کیا ہے؟"

"بابر۔"

وہ ایک دم سے بپھر کر بولی: "بکو اس مت کرو۔ دنیا میں ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک شخص کسی کا ہم شکل بھی ہو اور ہم نام بھی۔"

"تم بھول رہی ہو۔ میں نے مجبوری کی حالت میں یادداشت گم ہونے کا ڈراما کیا تھا۔ وہ مجبوری آج بھی ہے۔ اس لیے میرا نام بابر ہی ہے۔ میرا اصل نام کیا ہے، میری اصلیت کیا ہے، یہ نہ پوچھو۔"

اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحوں تک خاموش رہا پھر کہا: "گاڑی روکو اور، میں دوسری گاڑی میں جاؤں گی۔"

"کیوں جانا چاہتی ہو؟"

"میں تمھاری طرف سے آنکھیں بند کرتی ہوں تو وہی صورت نظر آتی ہے جو میرے بابر کی صورت ہے وہی تمھاری صورت بھی ہے۔"

"تم تو بڑی حوصلہ مند ہو، سمجھ دار بھی ہو پھر ہر چمکتی ہوئی چیز کو سونا کیوں سمجھتی ہو۔ کیا میرے ایک اچھے مشورے پر عمل کرو گی؟"

"مجھے نصیحتوں اور مشوروں سے چڑ ہے۔"

"پھر بھی میں کہوں گا، ہر انسان کچھ نہ کچھ پانے کی تمنا کرتا ہے بیشک اسے کچھ پانے کی توقع رکھنی چاہیے لیکن پانے کا یقین نہیں کرنا چاہیے۔ اگر تم یقین کر لو گی کہ اسے پانے کی توقع ہو سکتا ہے کبھی تمھارا یقین مجروح ہو اور تمھارے دل کو ایسی ٹھیس پہنچے کہ سنبھلنا مشکل ہو جائے، لہٰذا صرف توقع کرو کہ وہ کبھی مل سکتا ہے۔ ہر کامیاب انسان تھوڑی سی ناکامی کی توقع ضرور رکھتا ہے۔"

"تم نے بہت اچھی بات کہی ہے۔ حالانکہ یہ بات میں پہلے بھی کئی بار سن چکی ہوں لیکن آج اثر ہو رہا ہے۔ کیونکہ میں آج تک اپنے بابر کو پا لینے کا یقین کرتی آئی تھی اور ناکام ہوتی رہی تو مجھے ناکامی کا ہی یقین کرنا پڑے گا۔ کامیابی کی تو صرف ٹوٹی پھوٹی سی امید رہ گئی ہے۔"

ہم ملتان پہنچ گئے۔ مائنڈ شوف اور اس کے گروہ کے تمام آدمیوں کو پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا گیا تاکہ وہاں مکمل انتظام کے ساتھ انھیں اسلام آباد پہنچایا جا سکے۔ میں آمنہ اور اپنے دونوں ہم سفروں کے ساتھ ایک ہوٹل میں آ گیا۔ وہاں ہم نے چند گھنٹے گزارے۔ کچھ شاپنگ کی، غسل وغیرہ کر کے لباس تبدیل کیے، ناشتا کر کے تازہ دم ہوئے۔ سونا بھی چاہتے تھے لیکن سفر جاری رکھنا ضروری تھا۔ اس لیے پھر کوچ میں آ گئے۔ آمنہ نے کہا: "بہتر ہے، مجھے مائنڈ شوف کے ساتھ جانے دو۔"

"میں تمھیں دشمنوں کے ساتھ نہیں رہنے دوں گا، تم پاکستانی ہو، تمھیں صرف پاکستان سے محبت کرنا اور اس کا وفادار رہنا چاہیے۔"

وہ ناگواری سے بولی: "تم کیا جانو کہ ہم نے پاکستان کے لیے کتنی قربانیاں دی ہیں۔ بہار سے مشرقی پاکستان گئے۔ مشرقی پاکستان سے یہاں آنا چاہتے تھے لیکن ہمیں قانون کے نام پر بھٹکنے کے لیے مجبور کیا گیا۔ اگر یہ مجبوری نہ ہوتی تو شاید ہم دہشت پسند اور دہشت گرد نہ کہلاتے۔"

"آمنہ! تمھارا اپنا ایک گھر ہو، جسے تم نے بڑی محنتوں سے بنایا ہو، اس میں تمھاری آرزوئیں اور تمھارے خواب شامل ہوں، اگر اس کا دروازہ کوئی بند کر دے، تمھیں اندر نہ آنے دے تو کیا تم دوسرا راستہ تلاش نہیں کرو گی؟ کیا تم اس گھر کو بم کے دھماکے سے اُڑا دو گی؟"

"میں اپنے گھر کو کبھی تباہ نہیں کر سکتی۔"

"پھر پاکستان کی تباہی کے لیے دشمنوں کے ساتھ کیوں آئی ہو؟ بے شک تمھارے لیے یہاں کا دروازہ بند کیا گیا تھا۔ تمھیں داخلے کے لیے کوئی اور راستہ تلاش کرنا چاہیے تھا۔ جب تم دہشت گردی میں اپنی طاقت اور ذہانت استعمال کر سکتی ہو تو اسی ذہانت سے کام لے کر کسی دوسرے راستے سے پاکستان نہیں آ سکتی تھیں اور اب جب کہ آ ہی گئی ہو تو اس کی حفاظت کرو۔ اس کی تباہی کے کیوں درپے ہو؟"

اس نے خشک لہجے میں پوچھا: "میں تمھاری بات

کیوں مانوں؟"

"کیونکہ ماننے والی بات مانی جاتی ہے۔ نہ ماننے والی بات سے انکار کیا جاتا ہے۔"

"اگر تم کہتے ہو کہ پاکستان ہمارا گھر ہے تو میں اس شرط پر ماننے کو تیار ہوں کہ ہمارا گھر جنت بن جائے۔"

"تم بناؤ گی تو جنت بنے گا۔"

"کوئی عورت شوہر کے بغیر اپنے گھر کو جنت نہیں بنا سکتی۔ کہاں ہے میرا مجازی خدا؟ کہاں ہے میرا باپر؟"

"دنیا میں رشتے بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں۔ لوگ ملتے ہیں، بچھڑتے ہیں۔ پیدا ہوتے ہیں، مر جاتے ہیں۔ اگر باپر مر جائے تو کیا تم گھر کو جہنم بنا دو گی؟"

میری بات ختم ہونے سے پہلے ہی اس نے ایک کراٹے کا وار مجھ پر رسید کیا۔ میں نے پیچھے ہٹ کر وار خالی دیا۔ جہاں اس کا ہاتھ پڑا، وہاں کی سیٹ پھٹ گئی ـــــ پھر اس نے دوسرا حملہ نہیں کیا کیونکہ اس سے حرکت سرزد ہوئی تھی، وہ اضطراری تھی۔ وہ کسی کی زبان سے سننا نہیں چاہتی تھی کہ باپر مر چکا ہے۔ اس نے ایک ہاتھ سے اپنا سر تھام لیا پھر پڑے دکھ سے بولی "مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا۔ تم بہت اچھے ہو۔ میں دل سے تمہاری قدر کرتی ہوں۔ تمہاری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو میرا شوہر بن کر مجھے دھوکا دے سکتا تھا تم میری فطرت کو سمجھتے ہو۔ میں ٹوٹنا جانتی ہوں، جھکنا نہیں جانتی مگر آج تمہاری اخلاقی اقدار کے سامنے سر جھکاتی ہوں۔"

"اگر تم اخلاقی قدروں کو سمجھتی ہو تو پھر یہ سمجھو، ہمارے ہی اخلاقی کردار سے یہ ملک خوبصورت بن سکتا ہے۔ ہمیں اسے بگاڑنا نہیں چاہیے۔"

وہ سر اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی۔ دیکھنے کے انداز میں محبت بھی تھی اور عقیدت بھی۔ پھر اس نے کہا "میں اپنے گھر کو بگڑنے نہیں دوں گی۔ جب گھر والا پاس نہیں رہتا، پردیس چلا جاتا ہے تو عورت اس کی تصویروں سے گھر کو سجاتی ہے۔ ان تصویروں کو دیکھتی ہے اور آنے والے کا انتظار کرتی ہے۔ کیا تم باپر کے آنے تک میرے لیے اس کی تصویر بن کر رہنا پسند کرو گے؟"

"تم مثبت انداز میں فیصلہ کر رہی ہو تو میں تمہاری بات دل کی گہرائیوں سے مانوں گا۔ جب تک باپر نہیں آئے گا، ہم اچھے دوست بن کر رہیں گے۔ میرے پاس ہمیشہ وہ ایمان رہے گا جو عورت کی عزت کرنا سکھاتا ہے۔ تمہارے پاس وہ حیا رہے گی جو عورت کو اس کی حد میں رہنا سکھاتی ہے۔"

اس نے میری طرف ہاتھ بڑھا کر پوچھا "پرامس؟"

میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "پرامس۔"

گاڑی تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ سٹیئرنگ بائیں طرف رکھے ہوئے کمپیوٹرکم ٹرانسمیٹر کو اٹھاتے ہوئے پوچھا "اگلا حکم اسے آپریٹ کریں تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی کی کارروائی باتوں کا جواب دے گی؟"

آمنہ نے اسے لے کر آپریٹ کیا ـــــ پھر میرا سوال دہراتے ہوئے اسکرین کو آن کیا۔ اس کے بعد جواب حاصل کرنے کے لیے ایک بٹن کو دبایا۔ اس کے ساتھ ہی اسکرین پر جواب موصول ہونے لگا۔ وہاں لکھا تھا "میری مرضی کے بغیر کوئی اسے آپریٹ کرے گا تو اسکرین ہمیشہ سادہ رہے گا۔ فی الحال میرا جواب دے رہی ہوں۔ دوسرا سوال کرو۔"

میں نے کہا "کسی حد تک تمہیں سمجھ رہا ہوں۔ تم ڈبل رول پلے کر رہی ہو۔ سہرام علی ٹی ٹی سینڑو والوں اور سائنسدان گریٹ کے آدمیوں کے پاس آ کر رسونتی بن جاتی ہو۔ سائنسدان البامر ٹی ٹی سینڑو والوں کے پاس پہنچ کر فرہاد کا رول ادا کرنے لگتی ہو۔ تم میل ہو کہ فیمیل؟"

جواب موصول ہوا "یہاں میرا نام رسونتی لکھا ہوا ہے اور رسونتی فیمیل ہے۔ ظاہر ہے جس گروہ میں رسونتی ہو گی، اس کے مخالف گروہ میں فرہاد ضرور انتقاماً ہو گا۔ تمہاری خوش فہمی ہے کہ تم بہت زیادہ ذہین ہو اور مجھے چشم تصور میں ڈبل رول پلے کرتے دیکھ رہے ہو۔ اور کوئی سوال ہے؟"

"ہاں۔ ابھی ہماری گفتگو کے دوران یقیناً تم آمنہ کے پاس تھیں۔ میں اسے حب الوطنی پر آمادہ کر رہا تھا۔ دہشت پسند تنظیم سے نکال کر اپنی طرف لا رہا تھا۔ ایسے وقت تم اسے بہکا سکتی تھیں۔ اس کے دماغ میں رہ کر منفی سوچ کے ذریعے اپنی طرف مائل کر سکتی تھیں۔ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"

اسکرین پر جواب لکھا ہوا نظر آیا "تمہارے اس سوال کا جواب مشکل ہے۔ میں جلد ہی جواب دینے کی کوشش کروں گی۔ فی الحال معذرت چاہتی ہوں۔ کوئی اور سوال؟"

"میں اس کمپیوٹرکم ٹرانسمیٹر کے ذریعے ماٹخل شوف کو تاؤن کے شکنجے میں لے آؤں گا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"نہیں لا سکو گے۔ میں نے ماٹخل شوف کو سمجھا دیا ہے وہ اس کی ملکیت سے انکار کر دے گا۔ جب وہ انکار کرے گا کہ یہ چیز اس کی نہیں ہے تو تم اس پر کیا الزام عائد کرو گے؟"

میں نے کہا "اگر الزام عائد نہ ہو سکے تو حکومت ایسے افراد کو ناپسندیدہ عناصر کی فہرست میں شامل کر کے ملک سے باہر جانے کا حکم دیتی ہے لہٰذا ماٹخل شوف کو ہمارا ملک تو چھوڑنا ہی پڑے گا۔"

اسکرین پر جواب ملا "کوئی دوسرا ماٹخل شوف آ جائے گا۔"

"ہو سکتا ہے، آ جائے مگر تیسرا نہیں آ سکے گا۔ اس وقت تک میں تمہاری ٹیلی پیتھی جاننے والی کھوپڑی میں زلزلہ پیدا کر دوں گا۔"

جواب میں اسکرین پر لکھا ہوا نظر آیا "قہقہہ۔ میں اس وقت قہقہہ لگا رہی ہوں۔ افسوس تمہیں سنائی نہیں دے گا۔ کیونکہ کمپیوٹر نے ابھی قہقہہ لگانا نہیں سیکھا ہے۔"

میں نے اسکرین کو آف کر دیا۔ ٹرانسمیٹر کو بند کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے جماہی لی۔ آمنہ نے پوچھا "کیا نیند آ رہی ہے؟"

"رات بھر جاگنے کے بعد بھی نیند نہیں آئے گی۔ میں سمجھتا ہوں، تمہیں بھی سو جانا چاہیے۔"

اس نے کوچ کی محدود جگہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا "یہاں کیسے سو سکتے ہیں؟"

میں نے بٹن کو دبا دیا۔ ہماری سیٹ کی پشت ذرا پیچھے جھکنے لگی۔ اس کے پیچھے ایک اور سیٹ نظر آئی۔ میں نے کہا "تم میری دوسری سیٹ پر جا کر سو جاؤ۔ میں اس کی پشت کو دبا رہا دوں گا۔ ہم ایک دوسرے کو نظر نہیں آئیں گے۔ لاہور تک آرام سے سوتے رہیں گے۔"

وہ پچھلی سیٹ پر چلی گئی۔ میں نے عارضی دیوار کھڑی کر دی۔ اب اس گاڑی میں میرے دونوں طرف عارضی دیواریں تھیں۔ ان دیواروں میں تنہا تھا۔ گاڑی کی اگلی سیٹ پر وہ ڈرائیور جو رات بھر گاڑی چلاتا رہا تھا، اب سو رہا تھا۔ اس کی جگہ سیکرٹ سروس کا ایک خاص آدمی ڈرائیو کر رہا تھا۔ رات بھر چیف کا اسسٹنٹ میرے ساتھ رہا تھا۔ اس کی ڈیوٹی ملتان میں ختم ہو گئی تھی۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں آمنہ بھی سونے والی تھی۔ سب ہی کو نیند پوری کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ صرف میرے نصیب میں جاگنا تھا۔

جاگنا ضروری تھا۔ کوئی دشمن پراسرار بن کر آئے تو نیند اڑ جاتی ہے۔ میری زندگی میں کتنے ہی دشمن پراسرار انداز میں میرے قریب پہنچے تھے۔ کیا کوئی بھی یہ چیلنج کر سکتا ہے کہ میں ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ میرا جواب ہمیشہ ایک رہا کہ دنیا کا کوئی بھی انسان قدرت خداوندکریم کے اسرار تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے برعکس ہر پہنچا ہوا دوسرے بندے سے کبھی چھپ نہیں سکتا۔ خواہ وہ کتنا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک کیوں نہ بن جائے۔

اب خیال خوانی کرنے والی تیسری ہستی ہمارے لیے پراسرار بن رہی تھی۔ مجھے اس کے لیے جاگنا تھا اور اس کے تعاقب میں رہنا تھا۔ تعاقب کرنے کا مقصد ہے کسی کے پیچھے پڑ جانا اور میں اس تیسری ہستی کے پیچھے پڑ گیا۔

وہ کون ہے؟ ہمارے موجودہ معاملات میں وہ کہاں سے چلی آئی؟ اب تک کہاں تھی؟ اگر ٹیلی پیتھی جانتی رہی تھی تو اس نے خود کو گمنام کیوں رکھا تھا؟ یوں تو اب بھی گمنام ہی تھی مگر پراسرار بن کر ظاہر ہو رہی تھی اور ظاہر بھی نہیں ہو پا رہی تھی۔

میں نے پہلے ہی سوچ رکھا تھا، جب بھی فرصت ملے گی، میں اطمینان سے سراغ لگاؤں گا۔ کوئی ایسا راستہ اختیار کروں گا جو مجھے اس پراسرار ہستی کی طرف لے جاتا ہو۔ کسی اسرار تک پہنچنے کے لیے کسی بھید کو کھولنے کے لیے کافی عرصہ لگتا ہے، میرے پچھلے تجربات شاہد ہیں۔ اس ہستی نے دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں سے براہ راست رابطہ قائم کیا ہو گا۔ ان سے نہ جانے کیسے معاملات طے کیے ہوں گے یا اسی لیے ان سربراہوں کے خاص ماتحتوں مثلاً کم گریزی اور ماٹخل شوف وغیرہ کا ساتھ دے رہی ہے۔

اس کے دماغ تک پہنچنے کے لیے ضروری تھا کہ میں تمام دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں کے دماغوں میں پہنچ کر انھیں ٹٹول کر دیکھوں۔ ان میں سہرام علی ٹی ٹی سینڑو کا سربراہ کون تھا؟ یہ اب تک مجھے معلوم نہیں ہو سکا تھا لیکن اس تنظیم کے انٹرکمز کا نام واسکولائی تھا۔ جو روسی زبان بولتا تھا مگر انگ انگ کراٹنگریزی زبان بھی بول لیتا تھا۔ میں پہلے اسی کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔

اس سے پتا چلا کہ وہ کسی خیال خوانی کرنے والی ہستی کے متعلق نہیں جانتا ہے۔ وہ ایک انسٹرکٹر یا اتالیق تھا۔ اس سے تربیت حاصل کرنے والے دہشت گرد کہاں بھیجے جاتے ہیں، ان کے تعلق کیسی پلاننگ کی جاتی ہے، یہ اس کے بڑے جانتے تھے اور وہ اپنے بڑوں کو نہیں جانتا تھا۔

میں لی ہاروی تیرٹرینگ سینٹر کے سربراہ سائمن وی گریٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس سے کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔ آج سے دو دن پہلے ڈاک کے ذریعے اس کے پاس ایک پارسل پہنچا تھا۔ وہ کبھی ایسی چیزوں کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ کیونکہ ہزار دشمن تھے۔ کوئی پارسل کی صورت میں ٹائم بم ارسال کر سکتا تھا۔ اس کے ایک ماتحت نے اسے بہت دور لے جا کر کھولا تو ایک کمپیوٹرکم ٹرانسمیٹر موصول ہوا۔ اس کے ساتھ تحریری

ہدایات بھی تھیں، جس میں بتایا گیا تھا کہ اسے کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔

سائمن دی گریٹ نے ہدایات کے مطابق اسے آپریٹ کیا۔ ایک چھوٹے سے اسکرین پر لکھا ہوا نظر آیا "ہیلو، سائمن دی گریٹ! اس وقت میں تمہارے دماغ میں موجود ہوں۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں فرہاد یا رسونتی ہوں۔ مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والی تیسری ہستی کی حیثیت سے شہرت حاصل کرنا پسند نہیں ہے، اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ اتنی بڑی دنیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والی تیسری ہستی میں ہوں۔ میری حتی الامکان یہی کوشش ہوگی کہ میری شخصیت راز میں رہے۔"

تم تمام دہشت گرد تنظیم کے سربراہ جس انداز میں رسونتی اور فرہاد کو اپنے جرائم کا مرتکب ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو، اس میں کسی حد تک سچائی کا بن ہے۔ اگر میں اس میں سچ کا ٹیلی پیتھی کا رنگ بھر دوں تو رسونتی اور فرہاد کے خلاف جرائم کے ثبوت ملتے چلے جائیں گے۔

دوسری بات یہ کہ تمہاری مخالف دہشت گرد تنظیمیں جو کچھ کر رہی ہیں، ان کے تمام منصوبے، ان کے تمام راز تمہیں معلوم نہیں ہو سکتے۔ ایسا صرف میرے ذریعے ہو سکتا ہے۔"

سائمن دی گریٹ نے سوال کیا "میں کیسے یقین کر لوں کہ تم رسونتی یا فرہاد نہیں ہو اور ہم سے کوئی لمبا فائدہ اٹھا نہیں کر رہے ہو؟"

جواب ملا "سائنس کو کیا آنچ۔ مجھے آزما کر دیکھ لو۔"

"ہاں، یہ آزمائش کا بہترین موقع ہے۔ اس وقت فرہاد کے ملک میں ہماری سرگرمیاں جاری ہیں۔ اگر تم ہمارے آدمیوں کی مدد کرو اور اس ملک کے اہم راز چرا کر ہم تک پہنچاؤ تو یقین آ جائے گا کہ تم کوئی تیسری خیال خوانی کرنے والی ہستی ہو۔"

کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے اسکرین پر تحریری جواب ملا "صرف پاکستان میں ہی نہیں، دنیا کے ہر ملک میں تمہارے آدمیوں کو میری مدد حاصل ہوگی لیکن کسی ملک کا راز چرانا میرے پروگرام میں شامل نہیں ہے، خواہ وہ پاکستان ہو یا کوئی اور ملک۔ ہاں، راز چرانے کے سلسلے میں تمہارے آدمیوں کی مدد کی جا سکتی ہے۔ ایسی چوریوں میں میری ذات براہ راست ملوث نہیں ہوگی۔"

سائمن دی گریٹ نے کہا "تمہارا جواب تحریر کی صورت میں موصول ہو رہا ہے اور تحریر سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا ہے کہ تم مرد ہو یا عورت؟"

"اس مخمصے میں نہ پڑو۔ اپنے کام سے کام رکھو۔"

سائمن دی گریٹ نے پھر سوال کیا "تمہاری گفتگو تحریر کے ذریعے کیوں ہوتی ہے جب کہ رسونتی اور فرہاد براہ راست دماغ میں پہنچ کر بولتے ہیں؟"

"یہ میرا اپنا طریقہ کار ہے۔ میں نے ٹیلی پیتھی کی اس دنیا میں آنے سے پہلے اپنے چاروں طرف مضبوط حصار بنا لیا ہے۔ اس طرح کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"تم اس کے عوض ہم سے کیا فائدے حاصل کرنا چاہتی ہو؟"

"جیسی خدمات حاصل کی جائیں گی، اسی کی مناسبت سے معاوضہ طلب کروں گی۔"

سائمن دی گریٹ نے کہا "اگر مجھ سے فراڈ نہیں کیا جا رہا ہے تو آج کا دن میرے لیے بہت بڑی خوشی کا دن ہے۔ مجھے ٹیلی پیتھی کا سہارا لے گا تو میں ساری دنیا کو جیت لوں گا۔ فی الحال میں تمہیں آزماؤں گا۔ پاکستان میں میرے آدمیوں کی مدد کرو۔ اس سلسلے میں تمہارے مطالبات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں، میں ضرور پورے کروں گا۔"

میں نے سائمن دی گریٹ کے دماغ سے جو معلومات حاصل کیں، وہ بس اتنی ہی تھیں کہ وہ خیال خوانی کرنے والی تیسری ہستی کو نہیں جانتا تھا۔ اس کا رابطہ بھی ٹرانسمیٹر اور کمپیوٹر کے ذریعے ہوتا تھا۔

دوسری معلومات یہ حاصل ہوئیں کہ وہ ابھی آزمائشی طور پر سائمن دی گریٹ کے آدمیوں کے لیے کام کر رہی تھی۔ یعنی ابھی ان کے درمیان اعتماد قائم نہیں ہوا تھا۔

الیمار ٹی ٹی سینٹر کا پرنسپل بریگیڈیئر جناتھن تھا۔ یہ وہی دہشت گرد تنظیم تھی جہاں سے جسکانی نے تربیت حاصل کی تھی۔ بریگیڈیئر جناتھن کے دماغ سے بھی مجھے وہی معلومات ملیں جو سائمن دی گریٹ کے دماغ سے معلوم ہو چکا تھا۔ اس خیال خوانی کرنے والی ہستی نے اس سے بھی اسی انداز میں رابطہ قائم کیا تھا۔ ایک اور دہشت گرد تنظیم کا سربراہ ماسٹر کی تھا، جہاں کرم داد نے تربیت حاصل کی تھی۔ ماسٹر کی لوگا کا ماہر تھا۔ رم کریزی کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کتنی دیر تک ٹانی روک سکتا ہے۔ ماسٹر کی اس کا استاد ہے۔ استاد کتنی دیر تک روکتا ہوگا، اس کا اندازہ ہو گیا تھا۔ جب کم کریزی کے چنداں لگا کر اور اپنے سینے پر سے کارگزار کر لوگا کے ذریعے زندہ سلامت رہ سکتا ہے تو اس کا استاد ماسٹر کی کس قیامت کی صلاحیتیں رکھتا ہوگا، یہ وقت آنے پر ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

میں ماسٹر کی کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ البتہ اس کے دست راست جیکی وائنہ کے دماغ تک میری پہنچ تھی۔ اسی کے ذریعے میں نے تیسری ہستی کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ وہاں بھی وہی کچھ معلوم ہوا جو دوسری تنظیم کے سربراہوں کے ذریعے معلوم ہو چکا تھا۔

اتنی چھان بین کے بعد یہ ایک بات تو صاف ہو گئی تھی کہ خیال خوانی کرنے والی صرف ایک ہی ہستی ہے جو ہر دہشت گرد تنظیم میں مختلف روپ ادا کر رہی ہے اور ہر ایک سے مفادات حاصل کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کر رہی ہے۔ اس تیسری ہستی کا مقصد کیا تھا، وہ کیوں ایسا کر رہی تھی، یہ ابھی معلوم نہیں ہو سکا تھا لیکن جو کھیل میرے خلاف کھیلا جا رہا تھا، وہ معلوم ہو گیا تھا۔

پہلے تو انھوں نے خواہ مخواہ ٹیلی پیتھی کا شوشہ چھوڑ کر مجھے بدنام کرنا چاہا تھا۔ بعد میں جب اس تیسری ہستی نے رابطہ قائم کیا تو اس جھوٹ کو سچ بنانے کی کوشش کی جا رہی تھی لیکن تمام دہشت گرد تنظیموں کا ایک مشترکہ مفاد اور مقصد یہ تھا کہ فرہاد جہاں کہیں بھی ہے اسے بے نقاب کیا جائے اور اس کام کے لیے تیسری خیال خوانی کرنے والی ان کے ہاتھ آ گئی تھی۔ اس نے تمام دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں سے وعدہ کیا تھا کہ وہ فرہاد علی کو بہت جلد ڈھونڈ نکالے گی۔ پھر اسے چھپ کر رہنے کا موقع نہیں دے گی۔ میرا بھی یہی دعویٰ تھا کہ اسے جلد ہی بے نقاب کر دوں گا۔

ہم لاہور پہنچنے والے تھے۔ اس سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ رعونت جہاں اور عالی جناب کن حالات سے دوچار ہیں۔ عالی جناب کے گلے میں رعونت جہاں عرف رعونہ کا شاہکار حسن ہڈی کی طرح اٹک گیا تھا۔ وہ اس ہڈی کو اپنے گلے سے نکالنا نہیں چاہتے تھے۔ اس کی تکلیف برداشت کرنے کا حوصلہ تھا ان میں کیونکہ اس بڑھاپے میں اتنی حسین عورت انھیں پھر کبھی نہیں مل سکتی تھی۔ وہ اس ہڈی کو نگلنے کی کوشش کر رہے تھے اور اس کی تکلیف ان کے ماتحت افسروں کو ہو رہی تھی۔

پولیس، انٹیلی جنس اور دوسرے تمام چھوٹے بڑے افسران اس پریشانی میں تھے کہ کسی طرح عالی جناب کی عزت، شہرت اور ان کی سیاسی و سماجی شخصیت کا بھرم قائم رہ جائے۔ ہائی کمانڈ اور عوام تک نہ پہنچ جائے لیکن کوئی بلیک میل کر رہا تھا۔ بلیک میل کرنے والے کا مطالبہ تھا کہ رعونت جہاں کو عالی جناب کی زندگی سے دور کر دیا جائے۔

اس کا مطالبہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ لوگ رعونت جہاں کے مخالف گروہ یعنی ماسٹر کی سینٹر اور الیمار ٹی ٹی سینٹر سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے کہ رعونت جہاں عالی جناب جیسی بڑی شخصیت کو اپنے کہے اور ان کی شریک حیات بن کر وہ تمام راز حاصل کرتی رہے جنھیں دوسرے ٹی ٹی سینٹر والے کبھی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ یہ رعونت جہاں کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ اس کامیابی نے عالی جناب کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ ایک طرف اس کا حسن انھیں تسخیر کر رہا تھا تو دوسری طرف مخالف گروہ رعونت جہاں کو ان کی زندگی سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینکنا چاہتا تھا۔ تیسری طرف یہاں کے ذمے دار افسران بھی یہی چاہتے تھے مگر کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی۔ وہ عالی جناب کو ان کے ارادوں سے باز نہیں رکھ سکتے تھے۔ پھر بھی وہ دبی دبی زبان میں سے کہتے تھے "جناب عالی! یہ سب ٹیلی پیتھی کا فراڈ ہے۔ جو گمنام لوگ ہمیں بلیک میل کر رہے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ... رعونت جہاں اور سرداراں نے کسی خاص مقصد کے تحت اپنے سیکرٹری کو قتل کیا تھا اور اس جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے اس کا الزام فرہاد علی تیمور پر عائد کر رہے ہیں۔ اس قتل کی بھیانک واردات کو ٹیلی پیتھی کے حوالے سے پیش کر رہے ہیں۔

عالی جناب فرماتے تھے "دنیا جھوٹ بول سکتی ہے لیکن رعونہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتی۔"

پھر وہ دل میں کہتے تھے۔ جس کے منہ میں محبت کی زبان ہو اور جو مجھے والہانہ انداز میں چاہتی ہو، وہ بھلا کیسے جھوٹ بول سکتی ہے، کیسے دھوکا دے سکتی ہے؟"

ان کے ماتحت افسران ان کے دل کی بات سمجھ تو نہیں سکتے تھے لیکن انھوں نے بھانپ لیا تھا کہ جب یہ کیس ختم ہوگا تو رعونت جہاں بیگم عالی جناب بن جائے گی۔ عالی جناب نے واردات کی دوسری ہی صبح بڑے بڑے افسران کا اجلاس طلب کیا تھا۔ انھیں اپنی کوٹھی میں بلایا تھا۔ پھر بند کمرے میں انھیں رازدارانہ طور پر مشورہ دیا "کچھ بھی کرو، یہ کیس چوبیس گھنٹے کے اندر ختم ہو جانا چاہیے۔"

جب کوئی بہت بڑی شخصیت قانون کا چہرہ بگاڑ کر اپنا کام نکالنا چاہتی ہے تو اس کے ماتحت افسران بھی اپنے ہاتھ پاؤں نکالتے ہیں۔ ان میں سے ایک بڑے افسر نے کہا۔ "جناب عالی! میں اپنا تبادلہ پنڈی کرانا چاہتا ہوں۔ آپ کی عنایت ہوگی تو میرا تبادلہ آسانی سے ہو جائے گا۔"

عالی جناب نے کہا "درخواست لے آؤ۔ میں دستخط کر دوں

گا مگر میرا کام ہونا چاہیے۔"

ان کے یہاں اجلاس میں آنے والا ہر افسر موقع پاکر تنہائی میں ان سے پانچ منٹ کے لیے ملاقات کرتا تھا اور اپنی ضرورت پیش کرتا تھا۔ کوئی آفیسر اپنے سالے کو کسی اعلیٰ عہدے پر ترقی دلانا چاہتا تھا۔ کوئی اپنے بھائی یا بیٹے کو اپنے محکمے میں ملازمت دلانا چاہتا تھا۔ ہر ایک کی اپنی اپنی ضرورت تھی اور وہ سب اچھی طرح جانتے تھے، اگر انھوں نے رعونت جہاں اور سرداراں کو اس کیس سے بری کر دیا تو عالی جناب کی آنکھ کے اشارے سے سب کے کام ہو جائیں گے۔

سیکریٹری کے قتل کو تا حال راز میں رکھنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ یہ بات اخبار میں آنے سے روکی گئی تھی لیکن کوئی بلیک میل کرنے والا کہہ رہا تھا کہ اس کے پاس قتل کا ثبوت ہے اور یہ بھی ثبوت ہے کہ واردات کی رات جہاں لاش پڑی ہوئی تھی، وہاں عالی جناب بھی تشریف لائے تھے اور ایک کمرے میں رعونت جہاں سے بڑی رازدارانہ گفتگو کی تھی۔ اسے الزامات سے بری کرانے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ یہ ساری باتیں بھی کسی نے ریکارڈ کر لی تھیں۔

عالی جناب کو پریشان دیکھ کر رعونت جہاں نے کہا "میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی لیکن یقین سے کہتی ہوں کسی نے ہماری باتیں ریکارڈ نہیں کی ہیں۔ یہ محض دھمکی ہے۔ اگر کوئی بلیک میل کرنے کے لیے آپ سے رابطہ قائم کرے تو اس سے آپ کیسٹ کا مطالبہ کریں۔ وہ اصل کیسٹ نہیں دے گا تو اس کی ڈپلی کیٹ تو آپ کے پاس پہنچا سکتا ہے۔"

پھر رعونت جہاں نے بڑی محبت سے عالی جناب کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "محبت قربانی چاہتی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ آپ اپنی عزت، شہرت، مان اور مرتبہ میرے لیے قربان کر دیں۔ میں آپ کے چہرے پر ایک مسکراہٹ لانے کے لیے اپنی جان دے سکتی ہوں۔"

عالی جناب اس کی اتنی محبت بھری باتوں سے تڑپ جاتے تھے اور جواباً محبت سے کہتے تھے "بھئی رعونت! تم اپنی جان دینے کی بات نہ کرو۔ تمھارے دم سے اب میرا دم ہے۔ جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو، مجھے لگتا ہے میری عمر پچیس برس کم ہو گئی ہے۔"

اتنے بڑے آدمی کے لیے قتل کی ایک واردات کو چھپا لینا کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن ایک بلیک میلر درمیان میں آگیا تھا، اس لیے قانونی طور پر رسمی کارروائی کی گئی۔ ایک بند کمرے میں عدالت قائم کی گئی۔ بلیک میل کرنے والے نے کہا "خواہ عدالت کہیں قائم کرو لیکن رعونت جہاں کو عالی جناب کی زندگی سے نکال دو۔"

جواباً عالی جناب نے اس سے کیسٹ کی نقل طلب کی تو بلیک میلر نے کہا تھا "جس دن رعونت جہاں عالی جناب کی دلہن بننے جائے گی، اسی دن وہ کیسٹ پیش کیا جائے گا۔"

رعونت نے کہا "گمنام رہ کر بلیک میل کرنے والا محض فریبی ہے۔ اس کے پاس ہمارا کوئی کیسٹ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ فرہاد علی تیمور ہمارے ساتھ ہے۔ میں آپ سے کہہ چکی ہوں، فرہاد نے کہا ہے اگر کوئی عزت و آبرو سے مجھے اپنی دلہن بنالے گا تو وہ کبھی اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ہاں، اگر کوئی مجھ پر میلی نظر ڈالے گا تو اس کا انجام میرے سیکریٹری کی طرح ہوگا۔"

عالی جناب نے کہا "میرے اشاروں پر ناچنے والے افسران اس کیس کو توڑ مروڑ کر رکھ دیں گے۔ یہ کیس پھیپھا ہو جائے گا۔ دوسرے فرہاد علی تیمور ہمارے ساتھ ہے تو پھر کیسا کا اندیشہ نہیں ہے۔ تقدیر نے تمھیں میرے نام لکھ دیا ہے اور میں تمھیں اپنا کر رہوں گا۔"

میں رعونت جہاں اور عالی جناب کے ان حالات کی روشنی میں پھر دہشت گرد مخالف تنظیموں کا ذکر کروں گا۔ جب ماسٹر کی اور الیاسہ ٹی ٹی سینٹر والوں کو پتا چلا کہ مخالف دہشت گرد تنظیم کے افراد فرہاد کا نام لے رہے ہیں اور دعوے کر رہے ہیں کہ فرہاد ان کے ساتھ ہے تو انھوں نے اس تیسری پُراسرار ہستی سے رابطہ قائم کیا اور پوچھا "کیا یہ درست ہے؟"

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے جواب دیا "پہلے درست نہیں تھا۔ بہرام علی ٹی ٹی سینٹر اور سائنس دی گریٹ کے جلتے آدمی پاکستان میں تخریب کاری کے لیے پہنچے ہیں، وہ سب اپنے جرائم کو کسی نہ کسی طرح فرہاد سے منسوب کرتے رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں، اس طرح فرہاد طیش میں آکر ان کے خلاف اقدامات کرے۔ اس طرح وہ زیادہ عرصے چھپا نہیں رہ سکے گا پھر یہ کہ پاکستان میں فرہاد کی ساکھ بگڑ جائے گی۔ جب ہر طرف سے جرائم میں اس کا نام لیا جائے گا اور کچھ ایسے غیر معمولی واقعات ہوں گے، جن کا عملی طور پر ثبوت نہیں ملے گا تو یہی رائے قائم کی جائے گی کہ ایسی واردات ٹی ٹی سینٹر کے ذریعے ہو رہی ہیں تو ٹی ٹی سینٹر والوں کو دہرا فائدہ ہوگا۔ ایک تو ان کے آدمی قانون کی نظروں میں نہیں آئیں گے۔ دوسرے فرہاد سے چھیڑ چھاڑ سے چین سے نہ بیٹھنے دینے کا عمل جاری رہے گا۔"

کمپیوٹر کے ذریعے اس تیسری ہستی نے کہا "تم سب کو سن کر حیرانی ہوگی کہ فرہاد نے ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے بجائے ان سے دوستی کر لی ہے۔ وہ سچ مچ ان کا ساتھ دے رہا ہے۔"

ماسٹر کی نے کہا "میں کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ فرہاد اپنے ہی ملک میں تخریب کاروں کا ساتھ دے گا۔"

کمپیوٹر نے کہا "تمھارے یقین کرنے یا نہ کرنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ فرہاد کو معلوم ہو گیا ہے کہ اس دنیا میں اب خیل خواہی کرنے والی ایک اور ہستی بھی ہے جو پُراسرار طریقے پر کسی کے ساتھ رابطہ قائم کرتی ہے۔ اس نے یقیناً میرے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی ہوگی۔ ناکامی کی صورت میں اب وہ اسی طریقہ کار اختیار کر رہا ہے جو میں کرتی آرہی ہوں یعنی وہ بھی کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے بہرام ٹی ٹی سینٹر اور الی ہاروی سینٹر یعنی سائمن دی گریٹ وغیرہ سے رابطہ قائم کرتا ہے، اسی طرح جواب دیتا ہے جس طرح ابھی اسکرین پر لفظوں کی صورت میں میرا جواب نظر آرہا ہے۔"

کمپیوٹر سے پوچھا گیا "وہ تمھارا طریقۂ کار کیوں اختیار کر رہا ہے؟"

"وہ تم لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ میں تمھارے مخالف گروہ سے ملی ہوئی ہوں۔ ادھر سے بھی مفادات حاصل کر رہی ہوں اور اُدھر سے بھی۔ اسے کہتے ہیں کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ وہ میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا، اس لیے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے دوست یا دشمن مجھ پر کوئی اعتماد نہ کرے اور سب مجھے فراڈ سمجھتے ہیں۔ بہر حال میرا نقصان نہیں ہوگا۔ تم لوگ مجھ پر اعتماد کرو گے تو تمھارے کام آؤں گی۔ نہیں کرو گے تو دور رہ جاؤں گی لیکن زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر شاید دشمن بن کر بھی مل سکتی ہوں۔"

ماسٹر کی نے کہا "ہم تمھاری دشمنی نہیں چاہتے۔ دوستی بھی اس انداز میں چاہتے ہیں کہ تم سے ہمیں فائدہ حاصل ہو اور ہم سے تمھیں فائدہ حاصل ہوتا رہے۔ اگر اس دوران ہم سے کوئی فراڈ ہوا تو ہم سوچیں گے تمھارے خلاف کیا کر سکتے ہیں۔"

کمپیوٹر نے کہا "فرہاد مجھے لوگوں کی نظروں میں بے اعتماد بنانا چاہتا ہے۔ میں بھی اس کے خلاف کچھ ایسے ہی اقدامات کرنے جا رہی ہوں یعنی اپنے کمپیوٹر کے ذریعے میں خود کو کبھی روسی ظاہر کروں گی اور موقع ملا تو فرہاد بن کر بھی اس کے نام سے فائدہ اٹھاؤں گی۔ اسے مختلف جرائم میں ملوث کرتی جاؤں گی۔ یوں سمجھ لو کہ میرے اور فرہاد کے درمیان ایک سرد جنگ ہے جو جاری رہے گی۔"

اب میں کمپیوٹر ٹیلی پیتھی کا ذکر کرنے کے بعد پھر رعونت جہاں اور عالی جناب کی طرف آرہا ہوں۔ گزشتہ روز ایک بند کمرے میں عدالت قائم کی گئی تھی اور قتل کی اس واردات کی مکمل رپورٹ جج صاحب کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ جج صاحب نے تمام رپورٹ سننے کے بعد کہا "دُنیا کی کوئی عدالت ٹیلی پیتھی کے عوامل کو تسلیم نہیں کرے گی۔ حالانکہ یہ علم ایک حقیقت ہے۔ ہم یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ جادو کے ذریعے بھیانک واردات کی جا سکتی ہے اور جو شخص سحر زدہ ہو کر کوئی جرم کرتا ہے، وہ قابلِ معافی نہیں ہوتا۔ البتہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ کسی نے اس پر سحر طاری کیا تھا تو پھر اس سحر طاری کرنے والے کو سزا دی جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ موجودہ قتل کے کیس میں فرہاد علی تیمور کا ہاتھ ہے اور سرداراں بے قصور ہے، اس پر محض سحر طاری کر کے اُسے اپنا آلۂ کار بنایا گیا تھا تو پھر فرہاد علی تیمور کو اس عدالت میں پیش کرنا ہوگا۔"

سرداراں کی طرف سے وکیل صفائی نے کہا "فرہاد علی تیمور ایک سیلانی شخص ہے۔ وہ کب کہاں رہتا ہے، کوئی نہیں جانتا لیکن وہ اس عدالت میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی حاضری پیش کر سکتا ہے۔"

"اگر یہ حاضری ٹیلی پیتھی کے مستحکم ثبوت کے ساتھ پیش کی گئی تو اسے تسلیم..... کیا جائے گا۔"

اس کے لیے رعونت جہاں کو پیش کیا گیا۔ رعونت جہاں نے کہا "جناب عالی! اس وقت میں دماغی طور پر حاضر ہوں اور اپنی زبان سے بول رہی ہوں لیکن میرے دماغ میں فرہاد علی تیمور موجود ہیں۔"

سرکاری وکیل نے جج کی اجازت سے کہا "بیگم رعونت جہاں کا بیان لیا جا چکا ہے۔ اس بیان میں شروع سے آخر تک صرف... ٹیلی پیتھی کا روزنامچہ کیا گیا ہے۔ اب بھی یہ محترمہ یہی فرما رہی ہیں لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ فرہاد علی تیمور ان کے پاس اور ان کے

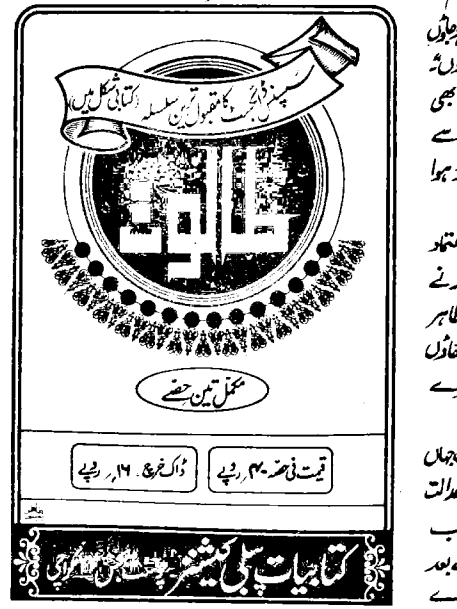

دماغ میں موجود نہیں ہیں۔ یہ سب یوں سحر زدہ ہو کر بولنے آئے ہیں یا عمل کرنے آئے ہیں جیسے فرہاد علی نے سچ مچ انھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ۔۔۔"

بولتے بولتے وکیل کی زبان لڑکھڑا گئی۔ وہ اپنا سر تھام کر خاموش ہو گیا۔ چند لمحے توقف کر کے اس نے کہا "معافی چاہتا ہوں۔ میری زبان اچانک ہی لڑکھڑا گئی تھی۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ فرہاد علی تیمور فراڈ۔۔۔"

فراڈ کہتے ہوئے ایک بار پھر اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ وہ سنبھل کر بولا "نہیں، نہیں وہ فراڈ نہیں ہے۔ وہ کسی وقت بھی کسی کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے اور اس وقت میرے دماغ میں پہنچ کر بول رہا ہے۔"

پھر وہ بھاری بھرکم لہجے میں کہنے لگا "محترم منصفِ اعلیٰ! میں فرہاد علی تیمور آپ سے مخاطب ہوں۔ میں عدالت کے وقار کو مجروح نہیں کرنا چاہتا۔ عدالت خواہ کھلی جگہ ہو یا بند کمرے میں، وہ انصاف کے تقاضے پورے کرتی ہے۔ آپ قانون کی زبان سے فیصلے کرتے ہیں لیکن بعض اوقات غلط ثبوت پیش کرنے اور قانون کو توڑنے مروڑنے کے بعد کیس کو پیش کیا جاتا ہے۔ آپ انصاف کی کرسی پر بیٹھ کر اپنی دانست میں صحیح فیصلہ کرتے ہیں لیکن وہ غلط ثبوت کی روشنی میں غلط فیصلہ ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کے ذمے دار آپ نہیں ہوتے۔"

"انصاف کی کرسی پر بیٹھے ہوئے جج صاحب اس سرکاری وکیل کو دیکھ رہے تھے جو آپ ملزمہ سرداراں کی حمایت میں بیان دے رہا تھا اور دوغلے کر رہا تھا کہ اب وہ سرکاری وکیل نہیں بلکہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

سرکاری وکیل کہہ رہا تھا، لیکن ٹیلی پیتھی ایک ایسا علم ہے، جس کے سامنے کوئی غلط ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ میں اس علم کے ذریعے اس راز تک پہنچ جاتا ہوں جسے قانون کی نظر نہیں دیکھ سکتی اور قانون کے محافظ نہیں دکھا سکتے۔ جناب عالی! جو سیکریٹری قتل کیا گیا وہ ہمارے ملک کا دشمن تھا۔ ایک دہشت گرد تنظیم سے تعلق رکھتا تھا جس سرکاری وکیل کی زبان سے میں ابھی بول رہا ہوں، یہ وکیل اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ میں چاہتا ہوں کہ عدالت مجھ سے کاغذی ثبوت کی روشنی میں فیصلہ دے۔ میں نے وہ کاغذات ملزمہ کے وکیل کے پاس پہنچا دیے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتول سیکریٹری الیاسہ فی ٹی سینٹر کا تربیت یافتہ [illegible] تخریب کاری کے لیے آیا تھا۔"

سرداراں کے [illegible] لیکن جناب [illegible] میرے پاس تو یہ کاغذات [illegible] ہے۔"

سرکاری وکیل نے کہا "میں نے تمھاری لاعلمی میں وکالت نامہ تمھاری فائل میں رکھوا دیے ہیں۔ اپنی فائل کھول کر دیکھو۔"

وکیل نے فوراً ہی اپنی فائل کو کھول کر تمام کاغذات کا جائزہ لیا۔ ایک کاغذ پر جلی حرفوں میں لکھا تھا۔ الیاسہ فی ٹی سینٹر وہ اس دہشت گرد تنظیم کا سرٹیفکیٹ تھا۔ اس سرٹیفکیٹ سے ظاہر ہوتا تھا کہ مقتول سیکریٹری وہاں کا تربیت یافتہ ہے اور خاص طور پر تخریب کاری کے لیے پاکستان بھیجا جا رہا ہے۔ اس سرٹیفکیٹ کے ساتھ اور بھی کئی کاغذات تھے جو مقتول سیکریٹری کو ایک خطرناک مجرم ثابت کرتے تھے۔ وہ کاغذات جج صاحب کے سامنے پیش کیے گئے۔ ملزمہ سرداراں کے وکیل نے کہا "جناب! ان کاغذات کی روشنی میں آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ سرداراں نے اسے قتل کیا ہے تو یہ ایک محبِ وطن خاتون ہے۔ اس نے پاک زمین سے ناپاک قاتلوں کے نشان ہمیشہ کے لیے مٹا دیے لیکن میں پھر کہوں گا کہ سرداراں نے اسے قتل نہیں کیا۔ مسٹر فرہاد علی تیمور کو اس مقتول سیکریٹری کی حقیقت معلوم ہو گئی تھی۔ اسے کیفر کردار تک پہنچانے کا بس یہی ایک راستہ سمجھ میں آیا کہ سرداراں کو آلۂ کار بنا کر اسے قتل کرا دیا جائے، ورنہ وہ عالی جناب جیسی شخصیت کو جانی نقصان پہنچا دیتا۔"

سرکاری وکیل نے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ یہ درست ہے کہ اگر میں اسے وقت پر سرداراں کے ہاتھوں ہلاک نہ کراتا تو ان کے عزائم بہت ہی خطرناک تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ میں نے اس سلسلے میں قانون کا سہارا کیوں نہیں لیا، میری ہسٹری بتاتی ہے کہ میں قانون اور عدالت کے بکھیڑوں میں پڑنا نہیں چاہتا۔ جب بھی کوئی ایسی بات ہوتی ہے جو انسانیت کے خلاف ہو، ملک و قوم کے خلاف ہو تو میں اپنے طور پر فیصلے کرتا ہوں اور میرا ضمیر مطمئن ہے کہ میں نے جو کچھ کیا وہ درست کیا۔ اب میں سرکاری وکیل کے دماغ سے جا رہا ہوں۔ ضرورت ہوگی تو پھر حاضر ہو جاؤں گا۔ ویسے میں اسی عدالت کے بند کمرے میں کہیں نہ کہیں موجود ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے سرکاری وکیل نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ پھر اپنے سر کو جھٹکتے ہوئے [illegible] جج صاحب کو دیکھا۔ پھر عدالت کے کمرے کو دیکھنے لگا۔ اس کے بعد اس نے کہا "جناب والا! معافی چاہتا ہوں۔ یہ [illegible] ہے۔ میں [illegible] محسوس کر رہا ہوں، جیسے ابھی دماغی طور پر غیر حاضر رہا ہوں۔"

ہیں کیونکہ آپ کے دماغ سے اب تک مسٹر فرہاد علی تیمور بولتے رہے تھے۔"

سرکاری وکیل نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ منصفِ اعلیٰ نے کہا "یہ میری زندگی کا سب سے عجیب کیس ہے۔ میری عدالت میں ایک ایسا قاتل پیش ہوا ہے جو جسمانی طور پر حاضر نہیں تھا مگر دوسرے کے دماغ سے اور زبان سے بول رہا تھا۔ اگرچہ اس نے ثابت کر دیا ہے کہ مقتول ایک خطرناک مجرم، دہشت گرد، اور تخریب کار تھا لیکن فرہاد علی تیمور نے قانون کو ہاتھ میں لے کر ایک جرم کا ارتکاب کیا ہے، اسے چاہیے تھا کہ وہ جسمانی طور پر عدالت میں حاضر ہوتا۔ میں انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے فرہاد علی تیمور کو نیک مشورہ دوں گا کہ وہ میری عدالت میں حاضر ہو جائے۔ چونکہ اس نے ملک و ملت کے مفاد میں ایک جرم کا ارتکاب کیا ہے، اس لیے اسے ہلکی سی سزا دی جائے گی تاکہ انصاف کے تقاضے پورے کیے جا سکیں۔ میں کل تک کے لیے عدالت برخاست کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ فرہاد علی تیمور کو کل یہاں بہ نفسِ نفیس پیش کیا جائے گا۔"

میں یہ معلومات حاصل کرتے ہی سعید احمد صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ انھوں نے پوچھا "کیا تم لاہور پہنچ گئے ہو؟"

"ابھی میں ساہیوال کے قریب ہوں۔ میرا سفر جاری ہے۔ آپ ایک ضروری بات سن لیں۔"

میں نے انھیں رعونت جہاں اور عالی جناب کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ پچھلے دن جو بند کمرے میں عدالت قائم ہوئی تھی، اس کی پوری رپورٹ سنائی۔ انھوں نے کہا "یہ خیال خوانی کرنے والی تیسری ہستی ہم سب کے لیے مصیبت بن جائے گی۔"

"میں نے اسی لیے آپ کو مخاطب کیا ہے۔ آپ محتاط رہیں۔ سیکرٹ سروس کے چیف کو بھی سمجھا دیں۔ وہ اب کسی سے گفتگو نہ کریں۔ کچھ عرصے تک گونگے بنے رہیں۔ آپ گھر میں سلیٹی سے ضرورت گفتگو کر لیا کریں۔ بہتر یہ ہوگا کہ سلیٹی سے بھی تحریر کے ذریعے گفتگو ہو۔"

"لیکن فرہاد! یہ کب تک ہوتا رہے گا؟"

"میں کوشش کروں گا، جلد سے جلد اس تیسری ہستی کے دماغ تک پہنچ جاؤں۔ اس کے بعد آپ لوگوں کے لیے کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ عالی جناب کے چاروں طرف جو دہشت گرد [illegible] تانے ہیں، اسے بے وقوف بنا رہے ہیں تو ان کے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کہیں گا تو وہ خیال خوانی کرنے والی ہستی میرے دماغ میں پہنچ جائے گی۔"

"فی الحال آپ خاموش رہیں۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ اس وقت دس بج رہے ہیں۔ بند کمرے میں عدالت قائم ہو چکی ہوگی۔ میں جا رہا ہوں۔ وہاں اپنے طور پر کارروائی کروں گا۔ آپ کو ان حالات سے اس لیے باخبر رکھا ہے کہ آپ کے آدمی رعونت جہاں اور سرداراں وغیرہ پر کڑی نظر رکھیں۔ میں جلد ہی بتاؤں گا کہ ان دونوں کے علاوہ وہاں دہشت گرد تنظیم کے اور کتنے لوگ موجود ہیں فی الحال خدا حافظ۔"

میں اس بند کمرے کی عدالت میں پہنچ گیا۔ وہاں منصفِ اعلیٰ کے علاوہ سرداراں اور رعونت جہاں موجود تھیں۔ سرداراں کا وکیل اور سرکاری وکیل بھی تھا۔ جہاں رعونت جہاں ہوتی وہاں عالی جناب کیسے نہ ہوتے۔ وہ بھی موجود تھے۔ اس کمرے میں زیادہ افراد کی گنجائش نہ ہونے کے باوجود پولیس، انٹیلی جنس اور انفارمیشن کے کچھ افسران اپنے بیان اور گواہی دینے کے لیے آئے ہوئے تھے۔

جب میں پہنچا تو سرداراں کا وکیل کہہ رہا تھا "جنابِ عالی! فرہاد علی تیمور صاحب یہاں بہ نفسِ نفیس حاضر ہونے سے قاصر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ان کے دشمن موجود ہیں۔ وہ لاہور میں موجود ہوتے تب بھی اس بند کمرے میں نہیں آ سکتے تھے۔ دشمن انھیں ان کی پناہ گاہ سے نکالنے کے لیے سو طرح کے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے جو بلیک میلر رعونت جہاں اور محترم عالی جناب کو بلیک میل کر رہا ہے، اس کی چال یہی ہو کہ کسی طرح فرہاد علی تیمور یہاں حاضر ہو جائے تاکہ وہ اسے گولی مار سکے۔ لہٰذا میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ وہ فرہاد کی حاضری پر اصرار نہ کرے۔ اس میں اس کی جان کا خطرہ ہے۔"

سرکاری وکیل نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "جنابِ عالی! کل میں نے آپ کے سامنے جانے کیا کچھ کہا، اس کے بعد سخت پشیمان رہا، سوچتا رہا کہ میں دماغی طور پر کس طرح غائب رہا تھا۔ یہ تو مجھے احساس تھا کہ میں کچھ کہہ رہا ہوں لیکن جو کچھ کہہ رہا ہوں، اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ یہاں قانونی نکتہ یہ ہے کہ کل بھی میں نے اس عدالت میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا تھا اور اگر آج بھی فرہاد قابض ہو جائے تو یہ سرکاری وکیل اپنے طور پر کچھ نہیں کہہ سکے گا۔ اس طرح قانون اور انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہو سکیں گے۔ اگر مسٹر فرہاد علی تیمور میرے دماغ پر قابض ہونا چاہتے ہیں تو انھیں اس قانونی نکتے کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ میرے یا کسی سرکاری وکیل کے بغیر کسی ملزم یا ملزمہ کی حمایت میں یکطرفہ فیصلہ نہیں ہو سکتا۔"

منصفِ اعلیٰ نے کہا "آپ کا یہ قانونی نکتہ بہت اہم ہے۔ اگر سرکاری وکیل دماغی طور پر حاضر رہ کر اپنے نکتۂ نظر کو پیش نہ کر سکے تو پھر عدالتی کارروائی ادھوری رہ جاتی ہے۔ میں فرہاد علی تیمور سے

کہوں گا کہ وہ عدالت میں اپنی حاضری کا ثبوت پیش کرے اور سرکاری وکیل کے دماغ میں آکر اس کی زبان کے ذریعے اپنا مافی الضمیر بیان نہ کرے۔"

سرداراں کے وکیل نے کہا۔ "اگر اجازت ہو تو فرہاد علی تیمور میری زبان سے اپنی حاضری کا ثبوت پیش کر سکتا ہے۔"

سرکاری وکیل نے کہا۔ "مجھے اعتراض ہے۔ مسٹر فرہاد کو یہاں کسی ایسے شخص کے دماغ میں آنا چاہیے جس کا تعلق موجودہ کیس سے نہ ہو۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا۔ "محترم منصفِ اعلیٰ! میں فرہاد علی تیمور اس سپاہی کی زبان سے بول رہا ہوں۔" حالانکہ میں اس کی زبان سے نہیں بول رہا تھا۔ چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے عدالت میں ہونے والا تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب میں نے سپاہی کے ذریعے یہ سنا تو فوراً اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ تیسری خیال خوانی کرنے والی ہستی کو کوئی مزاحمت کرے گی تو میں اسے فوراً اپنی گرفت میں لے لوں گا۔

اس سپاہی کے دماغ میں جانے کے بعد کیا ہوا، یہ میں بعد میں بیان کروں گا۔ پہلے میں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ کسی کے بھی دماغ میں مختلف سوچ کی لہروں کا عمل کیا ہوتا ہے اور کیسے ہوتا ہے۔

میں اس سے پہلے بھی یہ بیان کر چکا ہوں کہ انسان کا دماغ ایک تاریک خانہ ہے۔ اس تاریک خانے کے اندر اور کئی خانے ہیں جو بہت دور تک گہرائی میں چلے گئے ہیں، جسے ہم دماغ کی تہہ، لاشعور اور سخت الشعور وغیرہ کہتے ہیں۔ فی الحال اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ دماغ کا خانہ تاریک ہوتا ہے۔ سوچ کی لہریں اندھی ہوتی ہیں۔ جو لوگ یوگا کے ماہر ہوتے ہیں ان کی سوچ کی لہریں بہت حساس ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میرے، رسونتی کے، ہکم کریزی اور ماسٹر کی وغیرہ کے دماغ میں کوئی اجنبی سوچ کی لہر پہنچے تو وہ فوراً ہی چوکنے ہو جاتے ہیں اور اپنی سانس روک لیتے ہیں۔

میں جس سپاہی کے دماغ میں پہنچا وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ ورنہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا یا مجھ سے پہلے جو سوچ کی لہریں اس کے دماغ میں آئی تھیں اور اس سپاہی کی اپنی سوچ میں جذب ہو کر اس کی زبان سے بول رہی تھیں، وہ سپاہی انہیں ضرور محسوس کر لیتا لیکن وہ بے حس معمول کی طرح تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر خاموش تھا۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس خیال خوانی کرنے والی تیسری ہستی کی سوچ کی ملکی سی لہر بھی مجھے مل سکتی ہے یا نہیں لیکن وہ چالاک تھی۔ اپنی سوچ کی لہروں کو لے کر کسی کے دماغ میں نہیں پہنچتی تھی۔ جس کے دماغ میں پہنچنا ہوتا پہلے اس کے لب و لہجے کو پوری طرح اپنی گرفت میں لینے کے بعد اس کی سوچ کی لہر بن کر آتی تھی۔ اس طرح میں اس سپاہی کے دماغ میں صرف اسی کی سوچ کو پڑھ رہا تھا اور وہ سوچ تیسری ہستی کی بھی ہو سکتی تھی۔ بہر حال میں خاموش تماشائی بنا انتظار کر رہا تھا کہ اس سے کوئی غلطی ہو جائے۔

وہ سپاہی کہہ رہا تھا۔ "محترم منصفِ اعلیٰ! میں نے کل فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے مقتول سیکریٹری کے خلاف اہم شہادت پیش کی تھی۔ خواہ میں سرکاری وکیل کے دماغ میں رہوں یا اس سپاہی کے دماغ میں۔ عدالت کو ٹھوس ثبوت دیکھنا چاہیے اور اسی کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے۔"

میں نے فوراً ہی رسونتی کو مخاطب کیا اور کہا۔ "فوراً میرے پاس چلی آؤ۔"

وہ پہنچ گئی۔ میں نے کہا۔ "میں ایک سپاہی کے دماغ میں ہوں۔ اس کی آواز سن رہا ہوں۔ تم بھی اس کی آواز سن کر چلی آؤ۔"

اس نے یہی کیا۔ چند لمحوں بعد ہم اس کے دماغ سے نکل آئے۔ میں نے کہا۔ "میں دوسری طرف مصروف رہوں گا تم سپاہی کے دماغ میں رہو۔ وہ خیال خوانی کرنے والی تیسری ہستی اسے اپنا معمول بنائے ہوئے ہے۔ اس کی سوچ کے مطابق اس کی زبان سے بولتی جا رہی ہے۔ ہو سکتا ہے اس سے کوئی غلطی سرزد ہو اور تم اسے گرفت میں لے سکو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے رسونتی کو اس کے دماغ میں چھوڑ دیا۔ پھر کالی وکیل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک میز پر جھکا ہوا کرسی پر بیٹھا سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں ایک دم سے اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ اپنی فائل سے ایک سادا کاغذ نکال کر قلم سے لکھنے لگا۔ "ایڈووکیٹ حسن علی رضوی! میں اس وقت فرہاد علی تیمور تمہارے ہاتھ سے یہ مختصر سا بیان لکھ رہا ہوں۔ ہاتھ تمہارا ہے لیکن تحریر میری ہے۔ میری تصویر، میری آواز، میری تحریر اور میری پوری شخصیت ٹیپ دنیا کی ہر سیکرٹ سروس میں اور دنیا کی ہر خطرناک تنظیم کے دفاتر میں موجود ہے۔ آپ اس تحریر کا موازنہ میری تحریر سے کر سکتے ہیں۔ یہاں بھی آپ کو سیکرٹ سروس کے دفاتر میں میرا ریکارڈ میری تحریر کے ساتھ مل جائے گا۔

جناب حسن علی رضوی صاحب! کل آپ کے ساتھ اس عدالت میں جو کچھ ہوا، اس میں میرا ہاتھ نہیں ہے۔ میں آپ کے دماغ میں موجود نہیں تھا۔ جب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ میرے ملک کی ایک عدالت کے وقار کو ٹھیس پہنچائی جا رہی ہے، اسے تماشا بنایا جا رہا ہے تو میں اپنا قومی فرض سمجھ کر آپ کے پاس بیان دینے حاضر ہو گیا ہوں۔

جناب رضوی صاحب! اس وقت آپ تنہا نہیں ہیں۔ آپ کے ساتھ صرف فرہاد نہیں ہے، رسونتی بھی ہے۔ آپ اپنے اعتماد سے اٹھ کر اعلان کریں کہ ہم دو ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے ساتھ ہیں۔ کل جس ہستی نے آپ کو دماغی طور پر ٹریپ کیا تھا، آج وہ آپ پر کوئی ہتھکنڈا استعمال کر کے دکھائے۔

میرا اتنا ہی تحریری بیان کافی ہے۔ باقی حالات کے مطابق میں اور رسونتی اس عدالت میں موجود رہ کر آپ کا ساتھ دیتے رہیں گے۔ فقط۔ راقم الحروف، فرہاد علی تیمور۔"

میں نے سرکاری وکیل حسن علی رضوی کو دماغی طور پر آزاد کر دیا۔ وہ ذرا سا چونکے۔ پھر اس خط کو دیکھنے لگے جو انھوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا لیکن وہ ان کے ہاتھ کی تحریر نہیں تھی۔ وہ پڑھتے جا رہے تھے۔ یقین نہیں آ رہا تھا مگر خوش ہو رہے تھے۔ پھر انھوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرا تحریری بیان اٹھاتے ہوئے کہا۔ "جنابِ والا! کل سے اب تک ٹیلی پیتھی کے نام پر جو کچھ ہوتا رہا، وہ سب فراڈ ہے۔ میں اسے ثابت کرنے کے لیے آپ کے سامنے فرہاد علی تیمور کا یہ تحریری بیان پیش کر رہا ہوں۔"

اس نے وہ کاغذ جج صاحب کے سامنے لے جا کر رکھ دیا۔ وہ اسے پڑھنے لگے۔ پھر انھوں نے کہا۔ "اس خط نے کیس کا رُخ ہی بدل کر رکھ دیا ہے بشرطیکہ یہ مسٹر فرہاد علی تیمور کی تحریر ہو۔ میں انٹیلی جنس کے افسرِ اعلیٰ سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے دفتر سے رابطہ قائم کریں اور فرہاد علی تیمور کا ریکارڈ نکال کر اس تحریر کا موازنہ کریں۔"

انٹیلی جنس کے افسرِ اعلیٰ نے آگے بڑھ کر جج صاحب سے میرا تحریری بیان لے لیا اور اس بیان کی وصولی کی ایک رسید لکھ دی۔ ایڈووکیٹ حسن علی رضوی نے کہا۔ "جنابِ عالی! اس تحریر کا موازنہ تو ہوتا ہی رہے گا لیکن یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کل میرے ساتھ ظلم ہوا۔ میرے دماغ پر کوئی تیسری ہستی قابض رہی۔ اب جب کہ فرہاد علی تیمور اور مادام رسونتی میرے ساتھ ہیں تو میں اس تیسری ہستی کو چیلنج کرتا ہوں کہ آج وہ مجھے بیان دینے سے روک دے۔"

اس نے آگے بڑھ کر سرداراں کے وکیل کو فاتحانہ نظروں سے دیکھا پھر گھوم کر کہا۔ "میں یقین سے کہتا ہوں، فرہاد علی تیمور نے ملزمہ سرداراں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا آلۂ کار نہیں بنایا۔ اور نہ ہی اس قتل کے کیس میں فرہاد علی تیمور کا ہاتھ ہے۔ سرداراں نے پورے ہوش و حواس میں رہ کر سیکریٹری کو قتل کیا تھا۔ اگر کسی غلط فہمی کا شکار ہوں تو کل میرے دماغ پر قابض رہنے والی وہ پُراسرار ہستی آج مجھے میرے بیان سے پھیر دینے کی جسارت کرے۔"

وہ چپ چاپ ہو کر عدالت میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔

پھر اس نے آگے بڑھ کر سرداراں کے وکیل سے کہا۔ "بلاؤ، اپنے اس جعلی فرہاد کو جو کل سے ہمارا اور عدالت کا قیمتی وقت ضائع کر رہا تھا۔"

اس کے چیلنج کے جواب میں وہ تیسری پُراسرار ہستی اپنی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کر رہی تھی۔ وہ کسی دوسرے کی سوچ میں جس طرح پہلے آتی تھی، اب بھی آ سکتی تھی۔ ہم اسے گرفت میں نہیں لے سکتے تھے۔ لیکن پتا نہیں، اس میں کیا کمزوری تھی کہ وہ ہماری موجودگی کا علم ہوتے ہی خاموش ہو گئی تھی، جیسے وہاں سے جا چکی ہو۔ حالانکہ ہم سمجھ رہے تھے، وہ موجود ہو گی لیکن یہ کبھی ظاہر نہیں ہونے دے گی کہ وہ کس کے دماغ میں ہے۔ چونکہ وہ خود کو ظاہر نہیں کر رہی تھی، اس لیے رعونت جہاں اور سرداراں کے حق میں کسی کے ذریعے کچھ بول بھی نہیں سکتی تھی۔ ایڈووکیٹ حسن علی رضوی نے کہا۔ "جنابِ والا! روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں مکھیاں حاضر ہوئیں۔ انھوں نے فریاد کرتے ہوئے کہا کہ جب بھی ہم کہیں جا کر بیٹھتی ہیں تو ہوا آ کر ہمیں اڑا دیتی ہے۔ ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے اور ہوا کے ظلم کا محاسبہ کیا جائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا، ہوا کو حاضر کیا جائے۔

ان کے حکم کے مطابق جب ہوا دربار میں حاضر ہوئی تو مکھیاں اڑ گئیں۔ جنابِ عالی! وہ ایک مکھی تھی جو کل سے میرے دماغ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ آج فرہاد علی تیمور اور مادام رسونتی کے آتے ہی وہ اڑ چکی ہے۔ اب کبھی واپس نہیں آئے گی۔ آپ کی یہ عدالت انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے ہر طرح کے سحر سے آزاد ہے۔"

سرداراں کے وکیل نے کہا۔ "یہ ہمارے یہ وکیل موصوف کچھ زیادہ ہی بول رہے ہیں اور یہ بھول چکے ہیں کہ کل جو کچھ انھوں نے کہا اور اس کے نتیجے میں مقتول سیکریٹری کے خلاف جو دستاویزی ثبوت پیش کیے وہ عدالت میں موجود ہیں۔ اس ثبوت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔"

ایڈووکیٹ رضوی صاحب نے کہا۔ "بے شک انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مقتول سیکریٹری ایک دہشت گرد تنظیم سے تعلق رکھتا تھا لیکن اسے کن حالات میں قتل کیا گیا؟ سرداراں نے اسے کیوں قتل کیا؟ کیا سرداراں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ قانون کو ہاتھ میں لے؟ جب کہ محترم عالی جناب جیسی شخصیت سے اس کی اچھی خاصی شناسائی تھی۔ وہ محترم عالی جناب سے قانونی امداد حاصل کر سکتی تھی، پھر اس نے کیوں اسے قتل کیا؟"

وکیلِ صفائی نے کہا۔ "میری مؤکلہ ایک محبِ وطن خاتون ہے۔ اسے وطن کا ایک دشمن نظر آیا۔ اس نے جوش اور جذبے میں اسے قتل کر دیا۔ بے شک قانون کو ہاتھ میں لیا لیکن وطن دوستی کے جذبے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس کے لیے ویسی ہی ہلکی سزا تجویز کی جائے، جو کل فرہاد علی تیمور کے لیے جنابِ والا نے تجویز کی تھی۔"

میں نے حسن علی رضوی سے چپکے سے کہا۔ "اب آپ!"

سے جو الفاظ ادا ہوں گے، وہ میری مرضی کے مطابق ہوں گے۔ آپ ذہنی طور پر حاضر رہ کر اسے سنتے رہیں گے۔"

دوسرے ہی لمحے میں نے ایڈووکیٹ رضوی صاحب کی زبان سے کہا۔ "جناب والا! بات یہیں ختم نہیں ہوتی کہ سرداراں اور رعونت جہاں بھی ایک دہشت گرد تنظیم سے تعلق رکھتی ہیں، میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ مجھے تھوڑی سی مہلت دی جائے۔ میں ان کے خلاف ایسے ہی دستاویزی ثبوت پیش کر دوں گا جو مقتول سیکریٹری کے سلسلے میں پیش کیے جا چکے ہیں۔"

رعونت جہاں پریشان ہو کر کبھی وکیل صفائی اور کبھی عالیجناب کو دیکھنے لگی۔ وہ سخت آزمائشی حالات میں بھی اپنے دماغ کو حاضر رکھنا اور حاضر دماغی سے فیصلہ کرنا جانتی تھی لیکن یہ بات اس کے لیے پریشان کن تھی کہ فرید علی تیمور اور رستوتی سپریم کورٹ عدالت میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاضر ہو گئے ہیں اور اس کے خلاف بڑی مضبوط .... محاذ آرائی ہو رہی ہے۔

ایڈووکیٹ حسن علی رضوی صاحب نے کہا۔ "اگر آپ مجھے تھوڑی سی مہلت دیں گے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ ان... دہشت گرد خوبصورت بلاؤں کے خلاف ٹھوس ثبوت پیش کروں گا اور جب مجھے مہلت دی جائے گی تو قانون کے مطابق رعونت جہاں کو بھی کڑی نگرانی میں رکھنا لازمی ہوگا۔ میں اس سلسلے میں عالی جناب سے درخواست کروں گا کہ جب تک رعونت جہاں کے خلاف ثبوت فراہم نہ کروں، اس وقت تک انھیں ایسی مشتبہ عورت سے ملاقات کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔"

وہ آگے بھی کچھ کہہ رہا تھا لیکن میں سن نہ سکا۔ اچانک ہی میرے قریب ایک زوردار دھماکا ہوا۔ خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ ہماری تیز رفتاری سے بھاگتی ہوئی گاڑی اچانک رکتے رکتے دوسری طرف گھوم گئی تھی۔ آمنہ پچھلی سیٹ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "بابر کیا ہو گیا؟ فوراً اسکرین پر دیکھو، باہر نہ نکلنا۔"

میں نے بٹن آن کیا۔ اسکرین پر گاڑی کے سامنے کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ گاڑی جس رخ پر جا رہی تھی، اس رخ سے سڑک پر دائیں طرف مڑ گئی تھی یعنی اب سڑک کا اگلا اور پچھلا حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ سامنے کھیت ہی کھیت تھے اور گھنے درخت نظر آ رہے تھے۔

میں نے اسے آف کر کے دوسرا بٹن دبایا۔ اب پچھلا حصہ نظر آ رہا تھا۔ پیچھے بھی دور تک ویسے ہی کھیت اور گھنے درخت نظر آنے لگے۔ میں نے سر اٹھا کر کھڑکی کے شیشوں کے پار دائیں بائیں دیکھا۔ آس پاس ایک انسان تو کیا، ایک جانور بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ دھماکے سے بتا چل گیا تھا کہ ہماری گاڑی کے ایک پہیے پر گولی ماری گئی ہے۔ گولی مارنے والا ایک ہو گا یا کئی ہوں گے اور وہ سب چھپے ہوئے ہوں گے۔

آمنہ نے پوچھا۔ "کچھ نظر آیا؟"

"نہیں، چاروں طرف ویرانی ہے۔ گولی مارنے والے دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔"

میں نے ایک اور بٹن کو دبایا۔ سیٹ کی پشت پیچھے جھکتی چلی گئی۔ آمنہ نظر آئی۔ وہ آگے بڑھ کر میری سیٹ پر آ گئی۔ میں نے سامنے والی عارضی دیوار بھی نیچے کر دی۔ ڈرائیور نے پوچھا۔ "اب کیا کیا جائے؟ ہمیشہ بدلنا بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔"

میں نے کہا۔ "ذرا چپ رہو اور مجھے سوچنے دو۔"

میں چپ رہ کر رستوتی کے پاس پہنچا اور اسے بتایا۔ "میں جس جگہ ہوں، وہاں کچھ گڑبڑ ہو رہی ہے۔ تم ایڈووکیٹ رضوی صاحب کے پاس موجود رہو۔ کوئی خاص بات ہو تو مجھے اطلاع دینا۔"

میں پھر دماغی طور پر اپنی گاڑی میں حاضر ہو گیا۔ ہماری گاڑی سڑک پر ترچھی کھڑی ہوئی تھی۔ ہائی وے پر اکا دکا گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ ابھی دو گاڑیاں ہمارے پاس سے گزر گئی تھیں۔ انھوں نے ہماری طرف دیکھا مگر سمجھ اپنی سوچ میں تھے۔ انھیں مخاطب نہ کر سکے، نہ ہی انھوں نے ہماری طرف زیادہ توجہ دی۔ میں نے ڈرائیور سے کہا۔ "کوئی گاڑی گزرے تو اسے رکنے کے لیے کہنا۔ اسی طرح دو چار گاڑیاں ہمارے آس پاس رک جائیں گی۔ فائرنگ کا خطرہ کم ہو گا اور تم باہر جا کر پہیہ تبدیل کر سکو گے۔"

اسی وقت پاس والی سیٹ پر رکھے ہوئے کمپیوٹر ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہوا۔ میں نے اسے اٹھا کر آپریٹ کیا۔ اسکرین کو آن کر کے جواب موصول ہونے والے بٹن کو دبایا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ "باہر! آس پاس سے گزرنے والی گاڑیوں کو روکنے کی حماقت نہ کرنا ورنہ ہینڈ گرنیڈ پھینکے جا سکتے ہیں۔ اس طرح صاف بسوں کو اور دوسری گاڑیوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے اگر تمھیں نقصان پہنچانا چاہتے ہو تو ایسا کر دیکھو۔"

اسکرین پر سے وہ فقرے مٹ گئے۔ پھر دوسرے فقرے بنتے چلے گئے۔ اب وہاں لکھا تھا۔ "میں اس بات کی ضمانت دیتی ہوں، تم گاڑی سے نکل کر ایک فرلانگ تک کھیتوں میں جاؤ گے تو تمھاری طرف کوئی فائر نہیں کرے گا۔ انسپکٹر علی مختار حسین کا آخری خط اور فائلوں کے تمام ضروری کاغذات اپنے پاس رکھو اور گاڑی سے نکل پڑو۔ میں صرف آدھے منٹ کی مہلت دیتی ہوں۔"

میں نے سوال کا بٹن دبایا۔ پھر کہا۔ "مہلت کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ کاغذات ہمیشہ میرے پاس رہتے ہیں لیکن میرا گاڑی سے نکل کر کھیتوں میں ایک فرلانگ تک جانا کیوں ضروری ہے؟"

میں نے جواب موصول ہونے والے بٹن کو دبایا۔ پھر لفظوں کی صورت میں جواب ملنے لگا۔ "میں زیادہ بحث نہیں کروں گی۔ ابھی دو طرفہ مصروفیات میں گھری ہوئی ہوں۔ ایک بند کمرے کی عدالت سے نکل کر آئی ہوں۔ پھر وہاں پہنچنا ہے۔ میں سستی ہوں، فوراً نکلو ورنہ اس گاڑی کے ساتھ تم سب تباہ ہو جاؤ گے۔"

آمنہ نے میرے بازو کو تھام کر کہا۔ "باہر تو نکلو، جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

پھر اسکرین پر الفاظ بدل گئے۔ اب وہاں لکھا ہوا تھا۔ "مجھے ضرور ساتھ لے چلنا۔ یہاں نہ چھوڑنا۔ کھیل تو اب شروع ہو رہا ہے۔"

میں نے ناگواری سے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو دیکھا۔ اسے آف کیا پھر اسے آمنہ کے حوالے کرتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اب بھی دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ڈرائیور سے کہا۔ "جب ہم دور نکل جائیں تو گاڑی سے نکل کر پہیہ تبدیل کرنا اور گاڑی لے جانا۔ ہم کسی طرح لاہور پہنچ جائیں گے۔"

ڈرائیور کے پاس بیٹھے ہوئے سیکرٹ ایجنٹ نے گاڑی سے نکل کر کہا۔ "مجھے حکم دیا گیا ہے، میں کسی حال میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔ جب کہ اہم کاغذات آپ کے ساتھ ہیں۔"

میں اس سے کہنا چاہتا تھا۔ ٹرانسمیٹر نکالو اور اپنے ہمنسے رابطہ قائم کرو۔ میں ان سے کہہ دوں گا کہ اپنی مرضی سے تمھارا جا رہا ہوں۔ مجھے کسی سیکرٹ ایجنٹ کی ضرورت نہیں ہے۔" لیکن ایسا کہتے کہتے رک گیا۔ خیال آیا، کمپیوٹر والی یقیناً آمنہ، یا کسی سیکرٹ ایجنٹ کے دماغ میں ہو گی۔ ادھر میں نے سعید احمد اور سیکرٹ سروس کے چیف کو منع کیا ہے کہ وہ کسی کے سامنے زبان نہ کھولیں۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے مجھ سے گفتگو ہوتی تو ان کی آواز کمپیوٹر والی تک پہنچ جاتی۔

میں نے بے بسی سے سیکرٹ ایجنٹ کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "اگر اپنے بڑوں کے حکم سے مجبور ہو تو میرے ساتھ چل سکتے ہو۔"

میں، آمنہ اور وہ ایجنٹ تینوں وہاں سے چل پڑے۔ کھیتوں میں آئے اور تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے ایک طرف جانے لگے۔ میرے دونوں ساتھیوں کے پاس ریوالور تھے۔ میں نہتا تھا۔ اگرچہ ایسے وقت ضرور کوئی ہتھیار رکھنا چاہیے تھا۔ میں نے سوچا، جب دو کے پاس ریوالور ہیں تو انھی سے کام چلاؤں گا۔ ان کے دماغوں میں پہنچ کر اپنی مرضی سے فائرنگ کراؤں گا اور دشمنوں کو باتیں کرتے رہنے پر مجبور کرتا رہوں گا۔

اس کمپیوٹر والی نے درست کہا تھا، ایک فرلانگ تک مجھ پر کوئی فائر نہیں کرے گا۔ اس کے باوجود ہم کھڑی فصل کے درمیان سے گزرتے جا رہے تھے تاکہ فائرنگ کرنے والوں کو نظر نہ آ سکیں۔ میں نے چلتے چلتے گھوم کر دیکھا۔ ہائی وے بہت دور رہ گیا تھا۔ ہماری گاڑی نظر آ رہی تھی۔ وہاں کئی لوگ پہنچ چکے تھے۔ میں نے ڈرائیور کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ پتا چلا، ہمارے دشمن ہمیں ادھر کارروائی کرنے کے بعد گاڑی کے پاس پہنچ گئے ہیں اور تلاشی لے رہے ہیں۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ میں نے وہ اہم کاغذات اسی گاڑی میں چھوڑ دیے ہیں یا اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔

میں نے ڈرائیور کے ذریعے ان میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ ڈرائیور یا گاڑی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔ صرف اپنے مطلب کی چیز تلاش کر رہے تھے۔ نہ ملنے پر وہاں سے ہمیں گھیر نے چلے آتے۔

ہم تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔ اچانک ہی ایک طرف سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ ہم ایک پگڈنڈی پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر تک وہ فائرنگ کی آواز گونجتی رہی۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔ ہم اپنی جگہ سے اٹھ کر جھک جھک کر چلنے لگے۔ حتیٰ کہ کھیتوں سے نکل گئے۔ اب دور دور تک گھنے درخت تھے اور ہموار سا میدان تھا۔ پھر اسی قسم کی فائرنگ ہوئی۔ اس بار فائرنگ کی سمت کا اندازہ کرتے ہوئے آمنہ اور سیکرٹ ایجنٹ نے متواتر فائرنگ کی۔ پھر ہم دوڑتے ہوئے ایک بڑے سے درخت کے پیچھے پہنچ گئے۔ کچھ دیر انتظار کیا پھر دوبارہ فائرنگ نہیں ہوئی تو ہم وہاں سے دوڑتے ہوئے دوسرے درخت کی طرف جانے لگے۔ اسی وقت گولیاں چلنے لگیں۔ ہم بھی جواباً گولیاں برسا رہے تھے اور رک رک کر درختوں کی آڑ لے کر بڑھتے جا رہے تھے۔ ارادہ تھا، قریب ہی کوئی بستی نظر آئے گی تو کسی کے گھر میں پناہ لے لیں گے مگر دور دور تک آبادی کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ وقفے وقفے سے فائرنگ ہوتی جا رہی تھی۔ سیکرٹ ایجنٹ نے پریشان ہو کر کہا۔ "کارتوس ختم ہو گئے ہیں۔"

اُدھر آمنہ کے پاس بھی ریوالور خالی ہو گیا تھا پھر ہمیں قہقہہ سنائی دیا۔ وہ قہقہہ بھاری بھرکم تھا اور دور تک گونج رہا تھا۔ کسی کی آواز جنگل میں اتنی گونج نہیں سکتی۔ وہ میگافون کے ذریعے قہقہہ

لگا رہا تھا۔ پھر اس کی آواز سنائی دی۔ "اگر قہقہے سے مجھے نہیں پہچان سکتے تو میری آواز اور میرے لہجے سے پہچان لو۔"

وہ کم کریزی تھا۔

آمنہ نے مجھے دیکھا۔ پھر آہستگی سے کہا۔ "اب بھگت گئی، وہ کمبخت خواہ مخواہ فائرنگ کر رہا تھا تاکہ ہم بھی جوابی فائرنگ کرتے رہیں اور انجام کار خالی ریوالور ہاتھ میں رہ جائیں۔ اگر ایک بھی کارتوس ہوتا تو میں پہلی فرصت میں اسے گولی مار دیتی۔ ایسے تو وہ نہیں مرے گا۔"

"ہاں، اس کمبخت کو میں نے اور کرم داد نے پھانسی پر چڑھا دیا تھا لیکن وہ سانس روکے رہا۔ پھندا اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔"

"تم بارود خان کو جانتے ہو، کیسا شعلہ زور ہے۔ اس نے تقریباً کریزی کو مار ہی ڈالا تھا لیکن میں ماتھل شوف کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر باہر نکلی تو وہ زندہ تھا۔ ہمارا ارادہ روکنے کے لیے گاڑی کے سامنے آگیا تھا۔ میں نے گاڑی سے زوردار ٹکر ماری، وہ گر پڑا۔ پھر میں نے گاڑی کو گھما کر اس پر چڑھا دیا۔ ایسے میں اس کا بچنا ممکن نہ تھا لیکن یہ تو اس ویرانے میں جیسے کفن پھاڑ کر بول رہا ہے۔"

وہ بول رہا تھا۔ "بابر! ہماری دشمنی ختم ہو سکتی ہے۔ ہم دوست بن سکتے ہیں۔ صرف وہ کاغذات میرے حوالے کر دو۔"

میں نے بلند آواز سے کہا۔ "کریزی! وہ اہم کاغذات میرے پاس موجود ہیں۔ جس طرح میں تمہارے گلے میں پھندا ڈالنے کے بعد تمہارے جسم سے روح کو نہ نکال سکا، اسی طرح تم ہزار پھندے ڈال کر میری جیب سے وہ کاغذات نہیں نکال سکو گے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی گولی چلی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی میرے قریب درخت کے تنے کا چھلکا ذرا سا اکھڑ گیا۔ گولی دیں سے گزری تھی۔ ہم دم سادھے کھڑے دوسرے فائر کا انتظار کرتے رہے۔ پھر آمنہ نے میرے بازو کو تھام کر کہا۔ "مجھے بائیں طرف سے آہٹ سنائی دے رہی ہے۔ دوسری طرف چلو۔"

ہم فوراً ہی درخت کے تنے کے دوسری طرف چلے گئے۔

اسی وقت فائر ہوا۔ آمنہ کی سماعت بڑی تیز تھی۔ اس نے بروقت آہٹ سن لی تھی ورنہ کوئی ضرور اس کی گولی کا نشانہ بنتا۔ ہم تھوڑی دیر تک وہیں کھڑے رہے پھر ایسی آواز سنائی دی جیسے سوکھے پتوں پر کوئی چل رہا ہو۔

وہ کریزی تھا۔ ہم سے کچھ فاصلے پر سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں پستول تھا اور دوسرے میں ریوالور۔ اس نے ریوالور ہمیں دکھاتے ہوئے کہا۔ "خالی ہو گیا۔"

اس نے ایک طرف اسے پھینک دیا۔ پھر میگافون کو منہ سے لگاتے ہوئے بولا۔ "آخری بار کہہ رہا ہوں، کاغذات میرے حوالے کر دو۔ یہاں سے نکل نہیں سکو گے۔ کیا ہوا کہ میں خالی ہو گیا ہوں تو تم تینوں بھی ہو۔ میرے آدمی یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔ تم لوگوں کو اتنی چھوٹ نہیں دیں گے۔ چاروں طرف سے فائرنگ ہو گی۔ پھر میں تمہاری لاش پر سوار ہو کر وہ کاغذات تمہاری جیب سے نکال لوں گا۔"

میں نے کہا۔ "کریزی! میں مقابلے کے وقت میدان چھوڑنے کو بزدلی سمجھتا ہوں اور میں نے تمہارے مسلح آدمیوں کو اپنی گاڑی کے پاس دیکھ لیا ہے۔ وہ یقیناً ادھر آئیں گے۔ اس لیے کاغذات کی سلامتی کے لیے میرا بھاگنا ضروری ہے۔ اگر میرا پیچھا کر سکتے ہو تو آؤ، کرو۔"

یہ کہتے ہی میں نے آمنہ کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے بھاگنا شروع کیا۔ کریزی نے بھی دوڑ لگائی۔ ہم دونوں آگے بھاگ رہے تھے۔ میرے اور آمنہ کے پیچھے بیک وقت ایک ہی آہٹ تھا۔ وہ بظاہر بھاگتا رہا لیکن اچانک ہی اس نے پلٹ کر کریزی پر چھلانگ لگائی۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ میں نے بھاگنے کے دوران سیکرٹ ایجنٹ سے کہا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔ اسے چھوڑ دو۔ ہمارے ساتھ آؤ۔"

اس نے چیخ کر کہا۔ "تم دونوں نکل جاؤ۔ کسی آبادی تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ میں اس کمبخت کو روکتا ہوں۔"

سیکرٹ ایجنٹ بھی اچھا فائٹر تھا۔ کم کریزی اس سے کم نہیں تھا لیکن سیکرٹ ایجنٹ کے داؤ میں آگیا تھا۔ میں نے بھاگتے بھاگتے رک کر ادھر دیکھا۔ سیکرٹ ایجنٹ نے کم کریزی کی گردن میں بازو ڈال کر اسے جکڑ لیا تھا یعنی اس کی گردن دبوچ لی تھی۔ میں نے کہا۔ "اسے تو پھانسی کا پھندا بھی نہیں مار سکتا۔ یہاں رو کے رہے گا اور تمہارا وقت ضائع ہوتا رہے گا۔"

اسی وقت کریزی نے اپنی کہنی اس کے پیٹ میں ماری۔ وہ تکلیف سے دہرا ہو گیا۔ پھر اس نے متواتر آگے گھونسوں پر گھونسا میں مجبور رہا تھا، سیکرٹ ایجنٹ کی شامت آگئی ہے لیکن اس نے فوراً ہی بازی پلٹ دی۔ اب وہ کریزی پر حاوی ہو رہا تھا۔ آمنہ نے کہا۔ "تم تماشا دیکھنے کہاں رک گئے ہو۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

میں اپنے کسی ساتھی کو تنہا مقابلے کے لیے نہیں چھوڑتا لیکن مصلحت یہی تھی کہ دشمنوں کو زیادہ سے زیادہ اپنے پیچھے لگایا جائے اور دوسرے مسلح دشمن ہماری طرف پہنچنے ہی والے تھے۔ میں مجبور ہو کر آمنہ کے ساتھ جانے لگا۔ ہم تیز قدم اٹھا رہے تھے۔ دوڑتے ہوئے بھی جا سکتے تھے مگر میں نے صرف اتنی رفتار رکھی کہ سیکرٹ ایجنٹ کریزی پر قابو پانے کے بعد ہم سے آملے۔

آمنہ نے کہا۔ "میری ایک بات مانو گے؟"

"ماننے والی بات ہو گی تو ضرور مانوں گا۔"

"وہ کاغذات مجھے دے دو۔ میں چھپا کر رکھ لوں گی۔"

"تم بھول رہی ہو۔ کمبخت ڈوالی تمہارے دماغ تک بھی پہنچتی ہے۔ وہ پھر تمہارے ہی ہاتھوں سے کاغذات نکلوا لے گی۔"

وہ چپ چاپ چلنے لگی۔ میں نے سیکرٹ ایجنٹ کے دماغ تک پہنچ کر دیکھا۔ اس کی بری حالت ہو چکی تھی۔ کریزی صرف پاگل ہی نہیں تھا بلکہ غضب کا فائٹر بھی تھا۔ وہ کرم داد وغیرہ کا استاد رہا تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے سیکرٹ ایجنٹ کی مدد کرنے کے لیے مسلسل مدد نہیں کر سکتا تھا۔ کبھی کبھی آمنہ مجھے مخاطب کرتی تھی۔ میری رفتار سست ہوتی تو مجھے تیز چلنے اور دوڑ لگانے پر مجبور کرتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ہی میرے قدم رک گئے۔ میں آگے نہ بڑھا۔ میری خیال خوانی کی لہریں سیکرٹ ایجنٹ کے دماغ تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ آمنہ نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر کہا۔ "کچھ نہیں، میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ آرہا تھا، ہم اسے تنہا مقابلے کے لیے چھوڑ دیا اور کریزی کو تم جانتی ہو، ناممکن کا ہے۔"

بعض اوقات اپنے ساتھیوں کی صلاحیتوں اور دلیری پر اعتماد کر کے انھیں ان کے حال پر چھوڑنا پڑتا ہے۔ ہم مجبور ہیں۔ یہاں سے نکلنا ہی ہو گا۔ چلو۔"

میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگی۔ میں آگے نہ بڑھا تو اور کیا کرتا۔ میرا پارہ اس دنیا میں نہیں رہ رہا تھا۔ پیچھے پلٹ کر جانا حماقت تھی۔ ہم تیزی سے بھاگنے لگے۔ تھوڑی دور جانے کے بعد مکانات نظر آنے لگے۔ ہم نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ اس کمبخت کے دماغ میں پہنچ سکتا تو خود ہی جان لیتا کہ آخر وہ کہاں ہے اور کس طرح ہمیں گھیرنا چاہتا ہے۔

ہم مٹی کے بنے ہوئے کچے مکانات تک پہنچ گئے۔ تعداد میں چھ گھر نظر آرہے تھے۔ جن میں سے دو گھروں کے دروازے ٹوٹے پڑے تھے۔ باقی گھروں میں ایک دو عورتیں نظر آئیں۔ بعد میں پتا چلا وہاں کے لوگ اپنی عورتوں بچوں کے ساتھ ہجرت کر گئے ہیں۔ مردوں میں صرف دو بوڑھے نظر آئے۔

ہم ایک مکان کے سائے میں پہنچ کر رکنے لگے۔ ایک بوڑھے نے کہا۔ "مجھتا آدھر کیا کریے ہو۔ یہاں آؤ، روٹی کھاؤ، ٹھنڈی لسی پیو۔ پھر بتاؤ کہاں سے آئے ہو۔ کہاں جا رہے ہو؟"

آمنہ بڑے میاں کی طرف جاتے ہوئے ان سے باتیں کرنے لگی۔ میں نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ ڈرائیور کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اس گاڑی کے پاس جتنے دشمن چیکنگ کے لیے آئے تھے ان میں سے کچھ مارے گئے تھے اور کچھ پکڑے گئے تھے۔ سیکرٹ سروس کے چیف نے جگہ جگہ ناکہ بندی کی تھی تو وہاں سے پولیس پارٹی نے آکر انھیں گھیر لیا تھا۔ میں نے اطمینان کی سانس لی۔ اب مسلح دشمنوں سے خطرہ نہیں تھا۔ صرف ایک کم کریزی رہ گیا تھا۔ ویسے وہ ایک بھی دس کے برابر تھا۔ چالبازیوں میں بے مثال تھا۔ اس نے کتنی چالاکی سے ہمارے ریوالور خالی کرا دیے تھے۔ اب پتا نہیں کیسی چالیں چلتا آرہا تھا۔

شیطان کو یاد کرو، تب ہی وہ آدھمکتا ہے اور اسے تو آنا ہی تھا۔ دور کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا۔ ایک بھینس دوڑتی چلی آرہی تھی۔ آمنہ میرے چونکنے پر بے اختیار ہنسنے لگی۔

ابھی اس کی ہنسی ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایک قہقہہ اس کی ہنسی میں گڈمڈ ہو کر بلند ہوا۔ وہ قہقہہ میگافون کے ذریعے دور تک گونج رہا تھا۔ وہاں جو عورتیں تھیں وہ گھروں میں چلی گئیں۔

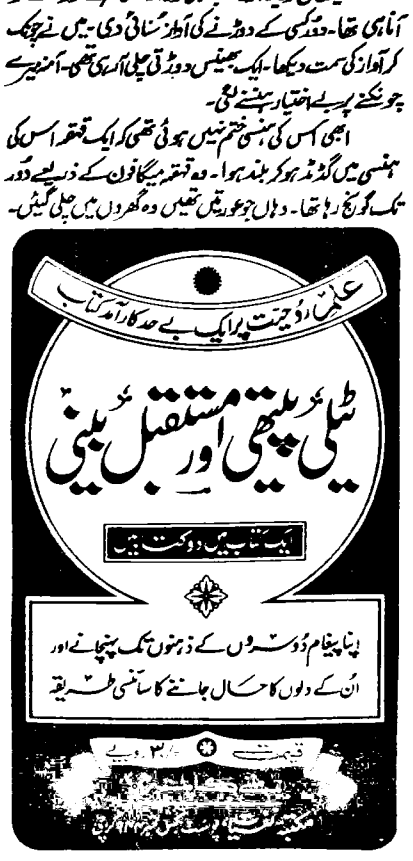

بوڑھے نے پوچھا "یہ کس کی ہنسی سنائی دے رہی ہے؟"

آمنہ نے بابا کا بازو تھام کر اٹھاتے ہوئے کہا "آپ گھر کے اندر چلے جائیں۔ ایک بدمعاش ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اگر ہماری وجہ سے آپ لوگوں کو نقصان پہنچا تو ہمیں افسوس ہوگا۔"

وہ بابا کو ایک مکان کے اندر لے گئی۔ اسی وقت کوئی چیز میرے پاس آ کر زوردار آواز کے ساتھ پچھلی دیوار سے ٹکرائی۔ میں ایک دم سے بیٹھ گیا۔ اس نے دُور سے میگافون کھینچ کر مارا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر گھوم کر دیکھا۔ وہ دُور ایک درخت سے لگا کھڑا تھا اور ہاتھ کے اشارے سے مجھے اپنی طرف بُلا رہا تھا اور پوچھ رہا تھا "تم آؤ گے یا میں آ جاؤں؟"

اس سے پہلے ہی آمنہ تیر کی طرح دوڑتی ہوئی گئی۔ میں نے آواز دی "رُک جاؤ۔ یہ کیا کر رہی ہو۔ میرے ہوتے ہوئے تم مقابلہ نہیں کرو گی۔"

وہ کریزی کے سامنے پہنچ کر رُک گئی تھی اور پینترا بدل رہی تھی۔ کریزی نے بھی جما بازو پینترا بدلتے ہوئے کہا "دیکھو۔ تمہارا آدمی مقابلہ کرنے سے روک رہا ہے۔ مجھے بھی یہ اچھا نہیں لگتا کہ کسی عورت پر ہاتھ اُٹھاؤں۔"

آمنہ نے اچانک ہی بڑھ کر حملہ کیا۔ کریزی نے اسے روک لیا مگر دوسرے حملے کو نہ روک سکا۔ کراہتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ وہ بولی۔ "میں پہلی اور آخری بار پوچھ رہی ہوں۔ راستے سے ہٹ جاؤ گے یا آمنہ کا سامنا کرو گے؟"

میں نے اسے پکڑ کر ایک طرف کھینچتے ہوئے کہا "تم زیادہ شیرنی بننے کی کوشش نہ کرو۔ ہم دونوں کو فیصلہ کرنے دو۔"

وہ اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے غصّے سے بولی "میرا راستہ نہ روکو۔ میں ان کمبختوں سے بار بار قرض چکانا چاہتی ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے میرے بار بار کے ساتھ زیادتی کی۔ اُسے مجھ سے جُدا کر دیا۔ یہی بتائیں گے کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟"

کریزی نے مسکراتے ہوئے کہا "بے وقوف عورت! ابھی تک اسے یاد کر رہی ہے جس کی ہڈیاں زرینہ کے قید خانے میں گل چکی ہوں گی۔ یہ سب پیسا اپنی یادداشت گم ہونے کا بہانہ کر کے تم سب کو بے وقوف بناتا آ رہا ہے۔"

آمنہ کے دماغ میں یہ سُن کر سنسنی پیدا ہو رہی تھی کہ اس کے بابر کی ہڈیاں گل چکی ہوں گی۔ گویا وہ زندہ نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ غصّے میں آگے بڑھ کر حملہ کرتی میں نے کریزی پر حملہ کر دیا۔ بعد میں پتا چلا کہ میرے ساتھ ساتھ آمنہ بھی حملہ کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا پہنچا تھا اور کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا تھا۔ اس نے جھنجھلا کر اسکرین کو آن کیا۔ جواب دینے والے بٹن کو دبایا۔ وہاں لکھا ہوا تھا "آمنہ! تم شاتان بن کر دُور رہو۔ ان کے درمیان جاؤ گی تو میں تمہیں دماغی طور پر کمزور بنا دوں گی۔ تم مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہو گی۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ کریزی کو فوراً اس سے کاغذات حاصل کر لینے دو۔"

کریزی وہ کاغذات حاصل کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانے آیا تھا۔ اس نے بڑے زبردست حملے کیے مجھے اس کی صلاحیتوں کا اعتراف کرنا پڑا۔ پھر میں نے بھی اعتراف کروایا۔ وہ دل ہی دل میں مان رہا ہوگا کہ میں دہشت گرد تنظیم کا کوئی نو آموز نہیں ہوں۔ برسوں گھاٹ گھاٹ کا پانی پیتا رہا ہوں اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتارتا رہا ہوں۔ پہلے دو چار زبردست حملوں میں ایک ہاتھ اس نے ایسا مارا کہ میری باچھوں سے خون رِسنے لگا۔ میں نے بھی دو چار داؤ آزمائے۔ پھر اس کے چہرے پر کرارے کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اُس کے نیچے جلد پھٹ گئی، خون رِسنے لگا۔

اتنا موقع نہیں تھا کہ آمنہ کے دماغ میں پہنچ کر اس کی دماغی کیفیت کو سمجھتا۔ بعد میں اس نے بتایا تھا۔ جب بھی وہ کریزی پر حملہ کرنے کے لیے بڑھنا چاہتی تو قدم آپ ہی آپ رُک جاتے تھے۔ وہ بیٹھ جاتی تھی۔ جبراً آگے بڑھنا چاہتی تو زمین پر گر پڑتی تھی۔ یہ کہہ رہی تھی کہ ٹیلی پیتھی کا عمل جاری ہے۔ وہ اس سے آگے دم نہیں مار سکے گی لہٰذا مجبور تماشائی کی طرح ہمیں دیکھ رہی تھی اور اعتراف کر رہی تھی کہ ہم دونوں میں سے کوئی کسی سے کم نہیں ہے۔

میں دل ہی دل میں اعتراف کر رہا تھا کہ میں کچھ کم ہوں۔ میں نے ایک طویل عرصے تک بڑے آرام سے خیال خوانی کرتے ہوئے دشمنوں کو شکست دیتے ہوئے زندگی گزاری تھی۔ جب تک بابا ساتھ تھے، میں اس کے ساتھ عملی زندگی گزارتا تھا۔ اس طرح جسمانی ورزش اور مشقت ہوتی رہتی تھی۔ میرے مقابلے پر کم کریزی ایک دہشت گرد تنظیم کا اُستاد تھا۔ وہ صبح و شام روتا رہتا تھا اور اپنے شاگردوں کو داؤ پیچ سکھاتا رہتا تھا۔ صبح آفتاب طلوع ہونے سے پہلے یوگا کی مشقیں کرتا تھا۔ یعنی وہ عملی زندگی گزارتا تھا اور میں اپنے بے عمل رہنے کا شدّت سے احساس ہو رہا تھا۔ میں بقائمی ہوش اس پر کامیاب حملے کرتا تھا لیکن جب وہ مجھ پر حملے کرتا تو اندھیرے کے سامنے تارے ناچنے لگتے تھے۔

پانچ منٹ کی لڑائی کچھ کم نہیں ہوتی۔ میں اتنی دیر میں اس کے جسم پر اور چہرے پر لگنے والے زخموں کو گن سکتا تھا لیکن خود اپنے زخموں کا حساب نہیں کر سکتا تھا۔ میں تو سر سے پاؤں تک خون میں نہایا ہوا تھا۔ میری باچھوں سے، میری ناک سے اور میری پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ جسم پر کئی جگہ زخم آئے تھے۔ اب میں پینترا بدلتے وقت کبھی کبھی لڑکھڑا جاتا تھا۔ ایسے ہی وقت اس نے میرے ایک حملے کو روک لیا اور حملہ کرنے والے ہاتھ کو مضبوطی سے کھینچتا ہوا ایک درخت سے لے جا کر ٹکرا دیا۔ میرے حلق سے چیخ نکلی۔ میں ابھی سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ اس نے پھر مجھے کھینچا اور کھینچتا ہوا، گول چکر کاٹتا ہوا دوسرے درخت سے ٹکرا دیا۔

میں بیان نہیں کر سکتا کہ کتنی شدید چوٹیں آ رہی تھیں اور میں کتنی شدید تکلیف میں مبتلا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے بھاری بھرکم درخت خود آ کر مجھ سے ٹکرا رہے ہوں۔ مجھے دو درخت اپنے درمیان پیس رہے ہوں۔ مجھ میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ حلق سے چیخ نکال سکتا۔ کریزی نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ میں اپنے پیروں پر کھڑے رہنے کی کوشش میں ڈگمگا رہا تھا۔ پھر اسی طرح ڈگمگاتے ہوئے ایک درخت سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ ایک ایک زخم ٹیسیں دے رہا تھا۔ سر چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے تقریباً اندھیرا چھانے لگا تھا۔ میں نے دھندلائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ میری طرف آ رہا تھا اور فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا، اس لیے ٹیڑھی انگلی سے کاغذات نکالنے آ رہا ہوں۔ دم خم ہے تو مجھے روک لو۔"

ابھی وہ مجھ سے تقریباً بیالیس گز کی دُوری پر تھا۔ میں نے اپنی دماغی قوتوں کو مجتمع کر کے خیال خوانی سے کام لینا چاہا۔ وہ زخموں سے چُور چُور تھا اور اس حالت میں میری سوچ کی لہروں کو نہیں روک سکتا تھا لیکن میں ٹیلی پیتھی کے زعم میں یہ بھول گیا تھا کہ میں اس سے زیادہ زخمی ہوں۔ میرا دماغ اس سے زیادہ کمزور ہو چلا ہے۔ میرا سر چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے بدستور دُھند چھائی ہوئی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کرنے کی کوشش کی تو نہ کر سکا۔ دماغ تھک گیا، جیسے زخمی پرندے نے پرواز کی کوشش کی ہو اور پَر مار کر رہ گیا ہو۔

دنیا کے تمام علوم خواہ معمولی ہوں یا غیر معمولی، وہ دماغ کی توانائی سے قائم رہتے ہیں۔ میرے جسم سے جانے کتنا لہو بہہ چکا تھا۔ دماغ کو کمزور ہونا ہی تھا اور وہ ہو رہا تھا یعنی میں اپنی مدافعت کے لیے ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لے سکتا تھا۔ سچ ہے انسان کی ساری خوبیاں، ساری خرابیاں اور ساری صلاحیتیں جن پر اسے ناز ہوتا ہے، وہ سب کی سب آخر وقت ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔

وہ دونوں ہاتھ بڑھا کر میری طرف آ رہا تھا۔ اب ہمارے درمیان صرف تین گز کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ میں اپنی خالی جیبوں تک اسے پہنچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ دشمنوں کو اپنی خوش فہمی میں مبتلا رہنا چاہیے کہ وہ کاغذات میرے پاس موجود ہیں۔ مجھے اسی تدبیر پر عمل کرنا تھا لیکن کیسے؟ وہ تو اب مجھ سے ایک گز کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ کسی لمحے بھی مجھے پھر زخم پہنچا کر میری جیبوں تک پہنچ سکتا تھا۔

میں نے ڈوبتی ہوئی اُمیدوں سے دُور آمنہ کی طرف دیکھا۔ وہ زمین پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ رینگتے ہوئے میری طرف آنے کی کوشش کر رہی تھی۔ یقیناً اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا جا رہا تھا۔ مجھ تک کیا جا رہا تھا کہ وہ مجھ تک نہ پہنچ سکے۔ اِدھر کریزی میرے بالکل قریب پہنچ گیا تھا۔

اس نے میرے گریبان کو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا "بولو! اب مجھے روک سکتے ہو؟"

عزور کبھی نہیں پھلتا۔ وہ کسی لمحے بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس غرور میں کریزی بھی یہ بھول گیا تھا کہ مخالف خواہ کتنا ہی کمزور ہو، اس کے بالکل قریب نہیں آنا چاہیے۔ اسی لمحے میں نے اس کے پیٹ میں زور سے گھٹنا مارا۔ وہ تکلیف کی شدّت سے پیٹ پکڑ کر کراہتے ہوئے جھکنے لگا۔ میں نے دائیں ہاتھ کی مٹھی باندھی۔ پھر دو انگلیاں انگریزی کے حرف "وی" کی طرح نکالیں۔ ان انگلیوں کو اپنی آخری تمام قوتیں صرف کرتے ہوئے آہنی سلاخوں کی طرح سخت کیا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے جھک رہا تھا۔ میں نے دونوں انگلیاں اس کی ناک کے نتھنوں میں گھسا دیں۔

دُنیا کے حیرت انگیز فنِ تحریر شناسی کی مدد سے
دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں،

تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر و بے مثال کتاب

تحریر اور شخصیت

قیمت ۲۵ روپے — ڈاک خرچ ۱۶ روپے

○ آپ کو بتائے گی کہ آپ کیا کچھ کر سکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دُور کی جا سکتی ہیں؟

ملنے کا پتہ: مکتبہ نفیسیاں ○ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

وہ پیٹ کی تکلیف بھول کر اچھلا گیا، پڑ پڑا کر سیدھا ہو گیا۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ میں جانتا تھا، اس نے سانس روک لی ہے۔ وہ کمبخت اتنی آسانی سے مرنے والا نہیں تھا۔ اس نے میرے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا اور اپنی ناک سے میری انگلیاں نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر کے بیلٹ کو پکڑا۔ پھر دوسرے ہی لمحے زمین سے اس کے قدم اُکھاڑ دیے۔ اسے اُوپر اُٹھانے لگا۔ اُوپر اٹھانے کا مطلب یہ ہوا کہ میری دونوں انگلیاں اس کی ناک کے نتھنوں کی گہرائی میں اور گھستی جا رہی تھیں۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ منہ سے سانس لینے لگا۔

میں نے اسے واپس زمین پر کھڑا کرتے ہوئے کہا "بس سانس لیتے رہو ورنہ..."

میں نے بات ادھوری چھوڑ کر پھر اسے زمین سے اُکھاڑا اور ذرا بلند کیا۔ وہ پھر تڑپنے اور کراہنے لگا۔ ایسی حالت میں وہ سانس نہیں روک سکتا تھا۔ ایسی بات بھی نہیں تھی کہ مجھ سے کمزور ہو چلا ہو۔ دراصل ہم دونوں ہی کمزور ہو چکے تھے۔ وہ بھی زخموں سے چُور تھا لیکن مجھ سے بہتر حالت میں تھا۔ میں نے اس کے سانس لینے کے راستے کو مسدود کر دیا تھا۔ میری انگلیاں اسے یوں محسوس ہو رہی تھیں جیسے دماغ تک پہنچتی جا رہی ہوں۔ بے تُکے وہ اپنے بچاؤ کے لیے جدوجہد کر رہا تھا۔ جب بھی وہ میرے ہاتھ کو پکڑ کر انگلیوں کو ناک سے نکالنے کی کوشش کرتا، میں پھر اسے زمین سے اُکھاڑ دیتا تھا جس کے نتیجے میں وہ... تلملانے لگتا تھا، جیسے دمِ آخر پھڑپھڑا رہا ہو۔

یکبارگی اس نے اپنی آخری تمام قوتوں کو مجتمع کیا، اچانک ہی پوری قوت سے پھڑپھڑاتے ہوئے زور سے اچھلا اور اوپر جاتے ہی میری دونوں انگلیوں سے نجات حاصل کر لی۔ جب وہ زمین پر آیا تو اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا۔ کمزوری سے لڑکھڑا گیا۔ وہ پیچھے کی طرف جاتے ہوئے زمین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اسی وقت ایک بڑا سا بھاری بھرکم پتھر اس کے چہرے پر آ کر لگا۔ میں نے دُھندلائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ آمنہ نے وہ پتھر اُٹھا کر اس کے منہ پر دے مارا تھا۔ اس کے حلق سے ایک نقاہت بھری چیخ نکلی۔ پھر وہ تڑپنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی آمنہ کے حلق سے بھی چیخ نکلی تھی۔ وہ بے اختیار پیچھے ہٹتی چلی گئی تھی۔ یقیناً خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا گیا تھا۔ میں ڈگمگاتے ہوئے آگے بڑھا اور اس پتھر کو اُٹھا لیا۔ اگرچہ دشمن مرنے ہی والا تھا مگر تجربات سمجھا رہے تھے کہ اتنی آسانی سے نہیں مرے گا۔ دوسری بار پتھر سے اس کا سر کچلنا لازمی تھا۔ وہ سانپ سے کم نہیں تھا۔

لیکن میں نے محسوس کیا کہ پتھر اُٹھا لیا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کر سکا۔ کوئی قوت مجھے روک رہی تھی۔ میرا مرکزِ دماغ کسی کی مٹھی میں تھا۔ ایسے وقت آمنہ کی حاضر دماغی کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہو گی۔ اتنی دیر میں وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ اسے خیال خوانی سے ٹریپ کیا جا رہا ہے اور بابر کی مدد کرنے سے روکا جا رہا ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ میں پتھر اُٹھا کر دشمن پر حملہ نہ کر سکوں گا تو اس نے میرے ہاتھ سے پتھر چھین لیا۔ جب تک وہ خیال خوانی کرنے والی میرے دماغ سے اس کے دماغ میں پہنچتی، اس نے پتھر دے مارا۔

وہ جنونی انداز میں بولتی بھی جا رہی تھی "تم نے بابر کو مار ڈالا، ہاں اسے مار ڈالا۔ دوسرے کو نہیں مار سکتے۔ میں تمہارا سر کچل ڈالوں گی۔"

اور وہ سر کچل رہی تھی۔ میں وہاں سے پلٹ گیا۔ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے درخت کے سائے کی طرف جانے لگا۔ مجھ میں اپنے پاؤں سے چلنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ اس کے باوجود ایک انجانی سی قوت مجھے اُدھر لیے جا رہی تھی پھر میں ایسی جگہ گر پڑا جہاں وہ کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر زمین پر پڑا ہوا تھا۔ میں اس کی طرف دیکھنا نہیں چاہتا تھا لیکن میرا ہاتھ بے اختیار اُدھر بڑھنے لگا۔ میں نے اپنی مرضی کے خلاف اس کے اسکرین کو آن کیا۔ اس کے بعد جواب موصول ہونے والے بٹن کو دبایا۔ پھر اسکرین پر لکھا ہوا نظر آیا "کم کریزی آج تک سانس روکتا رہا اور موت کو ٹالتا رہا، آج وہ اپنی موت کو نہ ٹال سکا۔"

"میں بار بار تمہارے دماغ میں آنے کی کوشش کرتی رہی اور تم اپنے دروازے بند کرتے رہے۔ میں نے کئی راستے اختیار کیے۔ آخر اس راستے نے مجھے میری منزل تک پہنچا دیا۔ کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ تم... ذرا بھی سکت نہ ہونے کے باوجود یہاں تک کیسے چلے آئے۔ کس طرح تمہارے ہاتھ آگے بڑھے، کس طرح تم نے اسے آن کیا اور اب اپنی مرضی کے خلاف کمپیوٹر کے ذریعے میری باتیں سُن رہے ہو؟"

اسکرین صاف ہو گیا۔ پھر دوسری تحریر نظر آنے لگی۔ اب وہاں لکھا تھا "بے شک میں تمہارے دماغ میں موجود ہوں۔ کیا سانس روک سکتے ہو؟ مجھے باہر نکال کر دماغ کے دروازے بند کر سکتے ہو؟ نہیں، کبھی نہیں، جب تک تمہاری دماغی توانائی بحال نہ ہو، اس وقت تک تمہاری اس کھوپڑی پر میرا قبضہ ہے۔ آخر میں نے تمہارے بِل سے تمہیں نکال ہی لیا فرہاد علی تیمور!"

کمپیوٹر کی زبانِ بے زبانی سے میں نے اس بس اتنا ہی سُنا کہ میرا راز فاش ہو گیا ہے۔

اب میں بابر کے خول میں چھپ کر نہیں رہ سکوں گا، اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔ میں چاروں شانے چت ہو گیا۔ میرے سر پر کھلا آسمان تھا۔ پھر میری آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔

میں اس قدر زخموں سے چُور تھا کہ بہت پہلے ہی زمین پر گر پڑتا لیکن اس خیال خوانی کرنے والی ہستی نے مجھے سنبھال رکھا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ میں کسی طرح بھی ڈگمگاتے ہوئے کمپیوٹر کے پاس پہنچ جاؤں۔ میں اس کے بس میں تھا۔ میری دماغی توانائی نہ ہونے کے برابر تھی۔ وہ مجھے اپنی ٹیلی پیتھی کے سہارے کمپیوٹر تک لے گئی تھی اور اپنی فتح.... کا مژدہ سناتی رہی تھی۔

بہرحال، میں ایک عالمِ نیست میں تھا۔ شاید یہ دنیا میرے لیے نہ تھی۔ اس دنیا کی کوئی آواز میری سماعت تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ نہ ہی میں کسی کو دیکھ سکتا تھا۔ عجب بیہوشی کا عالم تھا۔

پھر رفتہ رفتہ محسوس ہوا کہ میں اس دنیا میں موجود ہوں۔ میں جہاں بھی تھا، اس جگہ کو چھُو کر محسوس کر سکتا تھا اور وہ ایک آرام دہ بستر تھا۔ میری ناک تک ڈی ڈی ٹی، ڈیٹول اور مختلف دواؤں کی بُو گڈمڈ ہو کر پہنچ رہی تھی۔ میرے کان کچھ آوازیں سن رہے تھے۔ وہ آوازیں ایسی ہی تھیں جیسے کوئی چیز کہیں سے اٹھا کر کسی دوسری جگہ رکھی گئی ہو، کوئی قدم قدم جا رہا ہو یا کوئی نفس نفس آ رہا ہو پھر آنے والے نے میری کلائی تھام لی۔ میں دیکھے بغیر کہہ سکتا تھا کہ کلائی تھامنے والے ہاتھ پھول سے ہیں۔ اگر وہ مَردے کو تھام لیتے تو شاید جی اٹھتا پھر میں کیسے آنکھیں نہ کھولتا۔

پٹ سے میری آنکھ کھل گئی۔ جیسے اس نے سوئچ دبایا ہو اور دنیا روشن ہو گئی ہو۔ وہ مجھکی ہوئی تھی۔ کیا من موہنی صورت تھی۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا رہی تھی۔ گویا جسم چھڑک چھڑک کر مجھ نیم جاں کو اور جاں سے گزار رہی تھی۔

مجھے اپنے دماغ میں رسونتی کی آواز سنائی دی "خدا کا خوف کرو۔ زندگی وفا نہ کرتی تو جان سے گزر چکے ہوتے مگر جان میں جان آتے ہی حُسن پرستی شروع کر دی۔ ہم یہاں بارہ گھنٹے سے تمہارے لیے پریشان ہیں۔ سونیا، اعلیٰ بی بی، مرجانہ، ثباتہ سبھی تمہارے لیے فکرمند ہیں۔ ابھی انھیں تسلیاں دے کر آ رہی ہوں کہ تمہیں ہوش آ گیا ہے اور تم بخیریت ہو۔"

"اب تو وہ فکرمند نہیں ہوں گی؟"

"بھلا کیوں نہیں ہوں گی۔ میں نے انھیں مادام کمپیوٹر کے متعلق بتا دیا ہے۔ اس لمحے جب تم بیہوش ہونے والے تھے تو میں تمہارے پاس پہنچ گئی تھی۔ میں نے اس کمپیوٹر کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ وہ تمہارے دماغ میں پہنچ گئی ہے۔"

"اس سلسلے میں وہ کیا کہتی ہیں؟"

"ایک اہم سوال ہم سب کے دماغوں میں گردش کر رہا ہے۔ کیا اس نے تمام دشمنوں کو تمہارے متعلق بتا دیا ہو گا کہ تم کہاں ہو، کس روپ میں ہو اور کن معاملات میں مصروف ہو؟"

"یقیناً بتایا ہو گا۔ بیہوش ہوتے ہوتے میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ بہت خوش تھی اور کیوں نہ ہوتی، اس نے میرے راز کو پا لیا تھا اور اب دشمنوں کے سامنے میری اصلیت پیش کر کے جانے کیسے کیسے مفادات حاصل کرنے والی تھی اور شاید کر رہی ہو گی۔"

"ثباتہ، مرجانہ اور ٹارٹر بلباضد کر رہے ہیں۔ وہ تمہارے پاس آنا چاہتے ہیں۔ تمہارے محافظ بن کر رہنا چاہتے ہیں تاکہ دشمنوں کا سایہ بھی تم پر نہ پڑے۔"

"سونیا اور اعلیٰ بی بی کیا کہتی ہیں؟"

"ظاہر ہے، وہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنے کی عادی ہیں۔ سونیا کہتی ہے، دشمنوں کا منصوبہ یہی ہو گا کہ فرہاد کے بے نقاب ہوتے ہی اس کے تمام ساتھی تیر کی طرح اس کی حفاظت کے لیے پہنچیں اور سازشوں کے جال میں اُلجھتے چلے جائیں۔ اس کا فیصلہ ہے، وہ وادیٔ قاف چھوڑ کر نہیں جائے گی۔"

"اور اعلیٰ بی بی؟"

"وہ ثباتہ کو سمجھا رہی ہے کہ اسے تمہارے پاس نہیں جانا چاہیے۔ مادام کمپیوٹر بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ سکتی ہے اور اس کے ذریعے آئندہ تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہے لیکن ثباتہ بضد ہے۔ وہ جواز پیش کر رہی ہے کہ اس کے نہ جانے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تمہارے آس پاس جو لوگ رہتے ہیں، مادام کمپیوٹر ان کے ذریعے تمہارے قریب رہے گی اور تمہاری کسی بھی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتی رہے گی۔"

"رسونتی! ماسٹر کی نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ میرے پرانے دشمن ہماری راہ میں نہیں آئیں گے۔ اس نے یہ بھی چیلنج کیا تھا کہ میں اس کے یا اُس کے ماتحتوں کے دماغوں میں کبھی پہنچ کر بتاؤں۔ اب وہ ہماری ٹیلی پیتھی کو قصۂ پارینہ بنا کر رکھ دیں گے۔"

"دشمنوں کے چیلنج کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ انھوں نے ماضی میں بھی بڑے بڑے چیلنج کیے۔ اگر مادام کمپیوٹر تمہارے دماغ

میں پہنچ گئی ہے تو یہ ایک عارضی سی بات ہے۔ جیسے جیسے تمھارے زخم بھرتے رہیں گے، توانائی حاصل ہوتی رہے گی، تم پھر مادام کمپیوٹر کو اپنے دماغ میں آنے سے روک سکو گے۔"

"بات ہماری تمھاری نہیں ہے، ہمارے ان ساتھیوں کی ہے جو میرے پاس آنا چاہتے ہیں، میری حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ تم کیا کہتی ہو؟"

"میرا جی چاہتا ہے، ابھی پرواز کروں اور تمھارے پاس پہنچ جاؤں۔ اعلیٰ بی بی کہتی ہے، اگر میں جاؤں گی تو میرے ساتھ پارس یقیناً جائے گا کیوں دشمنوں کے لیے بڑی آسانیاں فراہم ہوتی جائیں گی۔ لہٰذا مجھے وادیٔ قاف سے نہیں نکلنا چاہیے۔"

"تمھارے پاس بہت ہی بیدار ذہن موجود ہے اور وہ اعلیٰ بی بی ہے۔ وہ جو بھی پلاننگ کرے گی، مادام کمپیوٹر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گی۔ دشمن ہماری پلاننگ سے اور ہمارے عملی اقدامات سے بے خبر رہیں گے۔ لہٰذا اعلیٰ بی بی ہم سب کے لیے اہم رول ادا کر سکتی ہے۔"

رسونتی چند لمحے خاموش رہی پھر اس نے کہا۔ "اعلیٰ بی بی کہہ رہی ہے، ابھی تمھارا دماغ کمزور ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس نہیں پہنچ سکتے اور اپنے دماغ میں آنے والی تیسری سوچ کی لہر کو روک نہیں سکتے۔ ہو سکتا ہے، اس لمحے مادام کمپیوٹر تمھارے دماغ میں موجود ہو اور ہماری گفتگو کے بعد بھی تمھارے دماغ کو گرید کر معلوم کرتی رہے کہ کیا پلاننگ ہو رہی ہے۔ بہر حال تم کسی طرح کی فکر نہ کرو۔ کھاؤ پیو، آرام سے اپنے زخم بھرنے کا انتظار کرو۔ اس اعتماد کے ساتھ کہ اعلیٰ بی بی شطرنج کی نئی بساط بچھا رہی ہے۔"

"مجھے اس پر اعتماد ہے لیکن میں آرام سے کسی چار دیواری میں نہیں بیٹھا رہوں گا۔ میں نے برسوں بیٹھے بیٹھے خیال خوانی کر لی۔ کم کر یڑی سے مقابلہ کرتے وقت اپنی غلطی کا احساس ہوا اگر میں مصروفِ عمل نہ رہا، چار دیواری سے باہر دشمنوں سے نبرد آزمانہ ہوتا رہا تو میری جنگجویانہ صلاحیتیں زنگ آلود ہو جائیں گی۔ اگرچہ مجھے زخم بڑے آئے ہیں پھر بھی دو دن سے زیادہ بستر پر نہیں لیٹوں گا اور اپنی قوتِ ارادی سے کام لے کر میدانِ عمل میں آؤں گا۔"

رسونتی تھوڑی دیر تک خاموش رہی۔ وہ میری باتیں اعلیٰ بی بی وغیرہ تک پہنچا رہی تھی۔ وہاں ایک بڑے سے کمرے میں رسونتی، سونیا، اعلیٰ بی بی، مرجانہ، ثباتہ، ٹارٹر غلبا اور ٹارٹر ہلبا وغیرہ موجود تھے۔ سب میرے متعلق معلومات حاصل کرتے جا رہے تھے اور معلومات کا ذریعہ صرف رسونتی تھی۔ اس وقت وہ سن موہنی سی نرس مجھے دوا پینے کے لیے دے رہی تھی۔ میں اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے کہا۔ "نہیں! اسی طرح لیٹے رہو۔ تم بہت زخمی ہو۔ اٹھ نہیں سکو گے۔"

میں نے بڑی نقاہت سے مسکرا کر اسے دیکھا پھر ایک ہاتھ کی کہنی ٹیک کر ذرا سا اٹھ گیا اور اس کے ہاتھ سے دوا لیتے ہوئے کہا۔ "لو! خود نہیں اٹھتا، اسے مقناطیس اٹھاتا ہے۔"

وہ مسیحانہ انداز میں مسکرانے لگی۔ نرس کی ڈیوٹی یہی ہے۔ مریض گورا ہو، کالا ہو، خوبصورت ہو، بدصورت ہو، وہ ہر حال میں مسکراتی ہے۔ ڈاکٹر مختلف مریضوں کے مختلف نسخے لکھتے ہیں۔ ان نسخوں میں تبدیلی کرتے جاتے ہیں، دوائیں بدلتے جاتے ہیں لیکن نرس کی ایک ہی دوا ہوتی ہے اور اس ایک ہی دوا سے وہ سیکڑوں ہزاروں مریضوں میں جان ڈال دیتی ہے۔

میرے دماغ میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ میں رسونتی سے رابطہ قائم کروں اور معلوم کروں کہ وہ اعلیٰ بی بی وغیرہ کے ساتھ کیا باتیں کر رہی ہے۔ کیا مشورے ہو رہے ہیں؟

یہ بات جو میرے دماغ میں آ رہی تھی، میرے مزاج کے اور میرے حالات کے خلاف تھی۔ حالات یہ تھے کہ میں خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا پھر بھلا رسونتی سے کس طرح رابطہ قائم کر کے اسے مخاطب کرتا اور اس سے پوچھتا کہ تم اتنی دیر سے کہاں گم ہو۔ اگر مشورے کر رہی ہو تو مجھے بھی بتاتی جاؤ۔

لیکن میں اس سے پوچھ نہیں سکتا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب نہیں کر سکتا تھا۔ پھر میرے دماغ میں ایسی باتیں کیوں آ رہی تھیں؟ صاف ظاہر تھا کہ مادام کمپیوٹر چپکے چپکے میری ہی سوچ میں میرے ہی لب و لہجے کو اپنا کر یہ خیالات پیدا کر رہی تھی۔

میں دوا پینے کے بعد لیٹ گیا۔ نرس مسکراتے ہوئے چلی گئی۔ میں نے اپنے کمزور دماغ کے خلا میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ "مادام کمپیوٹر! تم مجھے گمراہ کر رہی ہو تاکہ میں رسونتی کو مخاطب کروں۔ اس سے معلوم کروں کہ وہاں کیا مشورے ہو رہے ہیں اور تم میرے دماغ میں چپ چاپ رہ کر یہ ساری باتیں سنتی رہو۔ اگر تم مرد ہو تو مردوں کی طرح سامنے آؤ۔ عورت ہو تو مجھ سے خود کو نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے آج تک کسی عورت کو نقصان نہیں پہنچایا۔ ہاں اگر کسی نے اپنی مرضی سے میری زندگی میں داخل ہو کر اپنی نادانی سے کوئی نقصان اٹھا لیا ہو تو اس کی ذمے داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی۔"

میں جواب کا انتظار کرنے لگا لیکن میرے دماغ میں بدستور سناٹا چھایا رہا۔ رسونتی ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ میں نے پھر مخاطب کیا۔ "میں فی الحال تمھیں مادام کمپیوٹر ہی کہوں گا۔ کیا درست کہوں گا؟"

مجھے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ 'تھا' یا 'تھی'، جو کچھ بھی تھی، مادام کمپیوٹر کی مناسبت سے یہی کہوں گا کہ وہ اپنی آواز سنا کر کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی۔

رسونتی نے آ کر کہا۔ "سوری، مجھے دیر ہو گئی۔ یہاں سونیا اور اعلیٰ بی بی کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مجھے تمھارے دماغ میں زیادہ دیر گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ ورنہ میری کسی بات سے مادام کمپیوٹر کو اشارہ مل جائے گا کہ ہم کیا کرنے والے ہیں۔ ہمیں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"یہ تم نے بتا ہی دیا کہ تم سب کسی خاص منصوبے پر عمل کرنے کے متعلق سوچ رہی ہو حالانکہ کھلے الفاظ میں نہیں کہا لیکن بات ظاہر ہو گئی۔ اعلیٰ بی بی اور سونیا درست کہتی ہیں۔ تمھیں محتاط رہنا چاہیے۔"

"جب تم دماغی توانائی حاصل کر لو گے اور ہمیں یقین ہو جائے گا کہ مادام کمپیوٹر تمھاری مرضی کے بغیر تمھارے دماغ میں نہیں آ سکے گی تو ہم اس منصوبے کے متعلق تمھیں مکمل تفصیل بتائیں گے۔"

اس کی باتوں کے دوران آمنہ دروازے پر نظر آئی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ چہرے کا حسن پھیکا پڑ گیا تھا، پلکیں بھری ہوئی تھیں۔ میں نے مسکرا کر دیکھا تو وہ بھی کھل کر مسکرانے لگی۔ تیزی سے چلتی ہوئی آئی پھر پلنگ کے سرے پر بیٹھ کر میرا ہاتھ تھام کر بولی۔ "خدا کا شکر ہے، تم ہوش میں آ گئے۔ مجھے کمپیوٹر کی ٹرانسمیٹر کے ذریعے پتا چلا ہے یہ کمپیوٹر کہہ رہا ہے، اسے تمھارے پاس پہنچانا چاہیے تاکہ تم سے کچھ ضروری گفتگو ہو سکے۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "فرہاد! میں تمھارے پاس موجود رہوں؟"

"ہاں، مادام کمپیوٹر مجھ سے کیا گفتگو کرنا چاہتی ہے، تم بھی سنتی رہو۔"

پھر میں نے آمنہ سے پوچھا۔ "یہ تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے؟"

"میں کیا کروں۔ تم بری طرح زخمی ہو گئے تھے۔ ہوش میں نہیں آ رہے تھے۔ میں کئی گھنٹے تک تمھارے ہوش میں آنے کا انتظار کرتی رہی، کمرے کے باہر ٹہلتی رہی۔ ڈاکٹروں نے کہیں جا کر آرام کرنے کا مشورہ دیا لیکن میں کہاں جاتی؟ سونا چاہتی تو نیند نہ آتی۔"

"اس کا مطلب ہے، تم پچھلی رات سے جاگ رہی ہو۔ آج کا سارا دن بھی گزر چکا ہے۔ پلیز آمنہ! میری فکر نہ کرو۔ میں خطرے سے باہر ہوں۔ تم آرام سے اپنی نیند پوری کر لو۔ ہاں، یاد آیا۔ خفیہ پولیس کے کچھ آدمی ضرور میرے کمرے کے آس پاس ہوں گے۔ کیا تم ان میں سے کسی کو پہچان سکتی ہو؟"

"تم پہچاننے کی بات کرتے ہو، میں ان سے گفتگو کر چکی ہوں۔"

"ان کے افسر کو بلاؤ۔ میں تمھاری رہائش کا انتظام کرتا ہوں۔"

"سارے انتظامات ہو چکے ہیں۔ میں تو صرف تمھارے لیے فکر مند تھی اور تم سے دور جا کر آرام نہیں کرنا چاہتی تھی۔"

"اب تو چلی جاؤ۔ نیند پوری کرو۔ رات کے نو بجنے والے ہیں۔ صبح تازہ دم ہو کر آنا۔ میرے زخموں کی ٹیسیں کچھ اور کم ہو جائیں گی، حالت سنبھل جائے گی پھر ہم آئندہ کے متعلق پلاننگ کریں گے۔"

"ذرا یہ تو دیکھ لوں کہ کمپیوٹر تم سے کیا کہتا ہے۔"

میں نے اس کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ اس کے چھوٹے سے اسکرین پر حروف نمایاں ہونے لگے۔ وہ حروف لفظوں میں بدل رہے تھے اور الفاظ جملوں میں بدلتے جا رہے تھے۔ مادام کمپیوٹر کہہ رہی تھی۔ "مسٹر! ابھی تم نے آمنہ کو مناسب مشورہ دیا ہے۔ اس سے کہو، آرام کرے۔ میں تم سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے آمنہ کو دیکھا اور اس کمپیوٹر کی تحریر اس کی طرف کر دی۔ اس نے پڑھا پھر سر جھکا کر کہا۔ "اچھی بات ہے، میں جا رہی ہوں لیکن مجھ سے کچھ نہ چھپانا۔ میں آؤں گی تو مجھے ساری باتیں بتا دینا۔"

"ضرور بتاؤں گا۔ جاؤ اور آرام کرو۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے ٹرانسمیٹر کے بٹن کو آن کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم تنہائی میں مجھ سے کیا باتیں کرنا چاہتی ہو؟"

پہلی تحریر اسکرین سے مٹ گئی، دوسری نظر آنے لگی۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "کیسی طبیعت ہے؟ زخم کیسے ہیں؟ یوں تو تمھارے دماغ میں رہ کر زخموں کو اور تمھاری حالت کو اچھی طرح سمجھ گئی ہوں پھر بھی رسماً پوچھ لینا چاہیے۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کے مائک کو آن کرتے ہوئے کہا۔ "میں خیریت سے ہوں۔ تمھارے رسمی تکلفات کا شکریہ۔ آگے بولو، کیا کہنا چاہتی ہو؟"

اسکرین پر پھر تحریر نظر آنے لگی۔ "مسٹر فرہاد! تمھارے متعلق جو زیادہ اندھیرے میں ہے، وہ آمنہ ہے۔ بے چاری پہلے تمھیں باہر سمجھتی تھی، اب معلوم ہو گیا، تم باہر نہیں ہو مگر گون ہو، یہ اس نے تم سے پوچھا ہی نہیں۔"

"تم اسے بتا سکتی تھیں پھر کیوں نہیں بتایا؟"

"میں نے تمھارے ساتھیوں کو بھی نہیں بتایا اور دشمن بھی تمھاری اصلیت سے بے خبر ہیں۔ وہ ابھی تک تمھیں باہر سمجھ رہے ہیں۔ اب ذرا بوجھو تو جانوں کہ میں نے اب تک

تمہارا راز فاش کیوں نہیں کیا ہے؟"

"تم جانتی ہو' میرا دماغ ابھی کمزور ہے۔ میں زیادہ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہوں۔ لہٰذا تم ہی سمجھا دو' تم یہ مہربانی کیوں کر رہی ہو۔ اب تک میرا راز فاش کیوں نہیں کیا؟"

"تم سوچ سمجھ نہیں سکتے لیکن تمہارے دماغ میں مادام روتی موجود ہے اور مادام کے پیچھے تمہاری بے حد چاہنے والیاں یہاں آنے کے لیے پر تول رہی ہیں۔ طرح طرح کی منصوبہ بندیاں ہو رہی ہیں۔ ذرا ان سے پوچھ لو' میں تم پر مہربانی کیوں کر رہی ہوں۔ تھوڑی دیر کے لیے کمپیوٹر آف کر دو۔ جب اشارہ موصول ہوگا تو آن کر دینا۔"

میں نے اسے آف کر دیا۔ رسونتی نے کہا "میں ابھی اعلیٰ بی بی سے بات کر کے آتی ہوں۔"

مجھے تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ رسونتی اُدھر اعلیٰ بی بی اور سونیا وغیرہ کو ہماری گفتگو کے متعلق بتا رہی تھی پھر اس نے میرے پاس آ کر کہا "ہماری اب تک کی معلومات کے مطابق مادام کمپیوٹر خود غرض اور مفاد پرست ہے۔ صرف اپنا مفاد حاصل کرتی ہے۔ اس لیے مختلف دہشت گرد تنظیموں سے رابطہ قائم کرتی ہے' ہر ایک کے کام آتی ہے' جس کی کمزوری ہاتھ آ جائے' اس سے خوب فائدے اٹھاتی ہے۔ مثلاً تمہاری ایک کمزوری اس کے ہاتھ آ گئی ہے۔ ابھی صرف وہی جانتی ہے کہ تم فرہاد ہو۔ وہ اس بات کو راز رکھنے کی تم سے قیمت وصول کرے گی۔"

کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے اسے آن کیا۔ اسکرین پر تحریر نظر آئی۔ وہ کہہ رہی تھی "بیشک تمہاری ساتھی ذہین ہیں۔ فوراً حالات کا اور مجھ جیسے کردار کا تجزیہ کر لیتی ہیں۔ میں تمہارے راز کو راز رکھوں تو بولو کیا قیمت دو گے؟"

سونیا اور اعلیٰ بی بی نے رسونتی کو جو مشورہ دیا تھا' اس کے مطابق میں نے جواب دیا "مادام کمپیوٹر! تمہیں سو فیصد یقین ہے کہ میں تمہارے چنگل میں ہوں اور خود کو راز رکھنے کی بھاری قیمت ادا کر سکوں گا۔ میرے پاس دولت کی کمی نہیں ہے۔ دنیا کے ہر ملک' ہر شہر کا بینک میرے لیے کھلا ہے۔ میں دنیا کے قیمتی ہیرے جواہرات تمہیں پیش کر سکتا ہوں۔ مگر افسوس تمہیں میری ذات سے تل بھر فائدہ نہیں پہنچے گا۔ چھوٹی کوڑی نہیں ملے گی۔"

اسکرین پر تحریر نمودار ہوئی "واقعی تمہارا دماغ کمزور ہو گیا ہے۔ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہو۔ ورنہ اپنا بھلا بُرا کچھ تو سوچ لیتے پھر ایسا جواب دیتے۔"

"یہ فیصلہ میرا نہیں' میرے پیچھے کام کرنے والے ذہنوں کا ہے اور ان کی ذہانت کو تم تسلیم کر چکی ہو۔ وہ حالات کا اور تمہارے جیسے کردار کا صحیح تجزیہ کرتے ہیں۔"

"میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔ تمہارے ساتھی نہایت ہی ناقص العقل ہیں اور تم ان سے بھی گئے گزرے ہو۔ ان کی عقل پر چل رہے ہو۔"

"اُن کے ناقص العقل ہونے اور میرے گئے گزرے ہونے پر تمہیں کیا اعتراض ہے؟"

"اعتراض مجھے نہیں' تمہیں ہوگا اور بہت جلد ہوگا۔ جب دشمن تمہیں چاروں طرف سے گھیر لیں گے تو تمہیں فرار کا راستہ نہیں ملے گا اور ملے گا تو اس قابل نہیں ہو گے کہ بستر سے اُٹھ بھی سکو۔ تمہاری خیال خوانی کرنے والی وہ رسونتی' تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکے گی اور وہ جو تمہاری چاہنے والیاں اِدھر آنے کے لیے پر تول رہی ہیں تو ان کے یہاں پہنچنے تک بہت دیر ہو چکی ہوگی۔"

"تم دادی اماں کی طرح مجھے کیوں سمجھا رہی ہو۔ کچھ باتیں اپنے سمجھنے کے لیے بھی چھوڑ دو۔"

دوسری طرف خاموشی رہی' کمپیوٹر کا اسکرین بھی سادہ رہا' شاید اس کا دماغ بھی سادہ رہ گیا ہوگا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہماری طرف سے ایسا جواب ملے گا۔ میری بہت بڑی کمزوری اس کے ہاتھ آنے کے باوجود میں اس کے ہاتھوں بلیک میل ہونے سے انکار کر دوں گا اور اسے اپنی ذات سے فائدہ پہنچنے کا موقع نہیں دوں گا۔

میں نے کمپیوٹر کو آن رکھا تھا تاکہ وہ کسی وقت بھی جواب دے سکے پھر ایسا ہی ہوا۔ ایک منٹ کے بعد اشارہ موصول ہوا۔ میں نے دیکھا' اسکرین پر اس کا جواب موصول ہو رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "میں صرف پانچ منٹ کی مہلت دیتی ہوں' اس کے بعد اس اسپتال میں زلزلہ سا آئے گا۔ رسونتی اور اپنی دوسری ہمدردوں سے کہہ دو' وہ تمہارے لیے پانچ منٹ تک دعائیں مانگتی رہیں۔"

رسونتی میرے ذریعے اس کمپیوٹر کا جواب معلوم کرتی جا رہی تھی۔ اس نے چپکے سے کہا "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ پتا نہیں وہ کیا کرنے والی ہے۔ میں ابھی سونیا اور اعلیٰ بی بی کو یہ بتا کر آتی ہوں۔ وہ دونوں پانچ منٹ سے پہلے ہی تمہاری حفاظت کے لیے تدبیر سوچ کر بتائیں گی اور میں ان پر عمل کروں گی۔"

اِدھر وہ گئی اُدھر کمپیوٹر سے اشارہ موصول ہوا۔ میں نے اسکرین کو دیکھا۔ وہ تحریر کی زبان سے کہہ رہی تھی "فرہاد! یہ میری ایک معمولی سی چال ہے۔ میں نے پانچ منٹ کا وقت دے کر رسونتی کو تمہارے دماغ سے جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ تم اسے آواز دے سکتے ہو تو دو۔ صرف ایک منٹ کے اندر تم پر قیامت ٹوٹنے والی ہے۔"

ایک منٹ تو بہت تھوڑا ہے' آدھے منٹ سے بھی کم وقفے میں اچانک میرے کمرے کا دروازہ ایک دھڑاکے سے کھلا۔ وہ من موہنی صورت والی نرس یکبارگی جنونی انداز میں داخل ہوئی۔ مجھے دیکھ کر دانت کچکچاتے ہوئے ایسے خوفناک انداز میں میری طرف آئی جیسے کوئی بلا آتی ہے۔ وہ بڑی تیزی سے آئی تھی اور اتنی ہی تیزی سے اس نے چیخ مارتے ہوئے میرے پھیلے ہوئے ایک بازو پر حملہ کیا۔ یعنی وہ مادام کمپیوٹر جو اس کے دماغ پر چھائی ہوئی تھی' وہ جانتی تھی کہ میرے جسم کے کون کون سے حصے میں زخم آئے ہیں۔ وہ اسی جگہ مجھے ضربیں لگانے لگی۔ اس کا پہلا حملہ کامیاب رہا پھر میرے بازو میں درد کی ٹیس اٹھی۔ میں تلملا گیا۔

آدمی خواہ کتنا ہی کمزور ہو' وہ تکلیف کی شدت سے تڑپتا ہے۔ تڑپنے کا مطلب ہے' اس میں اتنی توانائی تو ہے کہ وہ تڑپ سکے' اِدھر سے اُدھر ہو سکے۔ جب مجھ میں اتنی توانائی تھی تو میں نے دوسرا حملہ ہونے سے پہلے ہی اپنے جسم کو اِدھر سے ذرا اُدھر کر لیا۔ اسے ناکامی ہوئی' اس کا جنون اور بڑھ گیا۔

یہ وہی مسیحا نہ انداز میں مسکرانے والی نرس تھی جو دوا سے نہیں' دُعا سے نہیں' صرف اپنی مسکراہٹ سے مریضوں میں جان ڈال دیتی تھی۔ اب وہ میری جان لینے آئی تھی مگر وہ بے چاری مجبور تھی۔ اپنے آپ میں نہیں تھی۔

اگر حملے سے بچنے والا کمزور ہو تو وہ اضطراری انداز میں کسی نہ کسی چیز کو مضبوطی سے تھامنے کی کوشش کرتا ہے۔ میرے آس پاس تھامنے کے لیے' سہارا لینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ صرف بستر کی چادر تھی۔ میں نے دونوں طرف ہاتھ پھیلا کر اس چادر کو مٹھیوں میں بھینچ لیا تھا۔ اِدھر اس نے ناکام ہو کر اچانک ہی چھلانگ لگائی اور بستر کے سرے پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ دوسری چھلانگ میں شاید میرے سینے پر کھڑی ہو جاتی لیکن نہیں' اس نے میرے منہ پر ٹھوکر مارنے کے لیے ایک پاؤں کو حرکت دی۔ گویا اس وقت وہ ایک پاؤں پر تھی۔ اس وقت میری حاضر دماغی کام آئی۔ میں نے اپنی مٹھی میں جکڑی ہوئی چادر کو فوراً ہی کھینچ لیا۔ وہ یکبارگی پلنگ کے سرے پر ڈگمگائی اور پیچھے کی طرف الٹ کر فرش پر گر پڑی۔

میں نے بے بسی سے آواز دی "رسونتی! جلدی آؤ' کہاں رہ گئی ہو؟"

وہ وہاں کہاں تھی' وہاں مشورے لینے گئی تھی اور اب تک نہیں آئی تھی۔ اِدھر مادام کمپیوٹر چاہتی تو پہلی ہی فرصت میں نرس کے ذریعے مجھے گولی مار سکتی تھی لیکن وہ مجھے یکلخت ختم نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میرے زخموں میں اضافہ کرنا چاہتی تھی تاکہ میں تڑپتا رہوں۔ موت کی بھیک مانگتا رہوں اور مجھے بھیک نہ ملے۔

ہاں' وہ مجھے مار نہیں سکتی تھی۔ وہ منافع خور اور مفاد پرست تھی۔ مجھے دہشت زدہ کر کے مرنے کی حد تک جسمانی نقصان پہنچا کر ثابت کر رہی تھی کہ مجھے کسی وقت بھی ہلاک کر سکتی ہے۔ رسونتی چوبیس گھنٹے میری نگرانی نہیں کر سکتی تھی اور مجھے دماغی توانائی حاصل کرنے کے لیے جسمانی طور پر صحت مند ہونے کی ضرورت تھی۔

وہ بے چاری خوبصورت' نازک اندام نرس جو فرش پر گر پڑی تھی' یقیناً اسے چوٹیں آئی ہوں گی لیکن آلۂ کار بننے والوں کو احساس نہیں ہوتا۔ اس بار اس نے اٹھتے ہی عزّا کر میری طرف دیکھا پھر کن انکھیوں سے پاس والی میز کو دیکھا جس پر پھل کاٹنے والی چھُری رکھی ہوئی تھی۔

میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے اپنی تمام قوتوں کو جمع کیا۔ یکبارگی پوری قوت سے کروٹ بدلی اور اپنا ہاتھ بڑھا کر میز تک چھُری پر لے گیا۔ ہم دونوں کے ہاتھ ایک ساتھ چھُری پر پہنچے مگر ایک ساعت کا فرق پڑ گیا۔ اس کا ہاتھ مجھ سے پہلے پہنچا۔ اس نے چھُری کے دستے کو پکڑ لیا تھا۔ میرا ہاتھ اس کے ہاتھ پر گیا پھر میں نے فوراً ہی اس کی کلائی پکڑ لی۔

اب یہ وقت آ گیا تھا کہ میں ایک عورت سے زور آزمائی کر رہا تھا۔ یہ گزرتا ہوا وقت بڑے عبرتناک سبق سکھاتا ہے۔ ہمیں سمجھاتا ہے کہ جو کبھی شہ زور ہوتا ہے' وہ بے انتہا کمزور بھی بن سکتا ہے۔ اتنا کمزور کہ بستر پر کروٹ لیتے وقت جان سی نکلتی ہے۔ ایسے میں بھلا ایک عورت کا مقابلہ کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی کمزور ہو۔

ہم دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔ وہ اپنی کلائی چھڑانا چاہتی تھی۔ میں اس کے ہاتھ سے چھُری گرانا چاہتا تھا مگر اس کے دماغ میں جو مادام کمپیوٹر چھائی ہوئی تھی' اس نے چالاکی دکھائی۔ اس ہاتھ کی چھُری کو دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ میں نے کلائی کو اور مضبوطی سے جکڑ لیا تاکہ وہ حملہ کرنے کے لیے میری طرف لپکے تو میں اسے دوسری طرف ہٹا سکوں لیکن وہ بھی گرفت سے نکل کر حملہ کرنا جانتی تھی۔ اس نے میرے ہاتھ پر چھُری سے حملہ کیا۔ مجھے اپنے بچاؤ کے لیے کلائی چھوڑنا پڑی۔

اب وہ چھُری میرے جسم کے کسی بھی حصے پر پڑ سکتی تھی۔ میں اسے روکنے کے لیے ہاتھ بڑھاتا پھر بھی زخمی ہوتا۔ لات چلاتا تو اس کے بعد لات چلانے کے قابل نہ رہتا' وہ مجھے بُری

طرح زخمی کرنے والی تھی۔

اس نے ایک بار پھر چھلانگ لگائی۔ چیختی چنگھاڑتی ہوئی اچھل کر بستر پر آئی۔ اب کے اس نے مجھے چادر کھینچنے کا موقع نہیں دیا۔ اپنا ایک پاؤں میرے ایک طرف رکھا۔ دوسرا پاؤں دوسری طرف۔ گویا کہ میں اس کے دو قدموں کے درمیان تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ مجھ پر چڑھ بیٹھی۔ ایک ہاتھ سے گریبان کو پکڑ لیا۔ دوسرے ہاتھ میں چھری کا پھل چمک رہا تھا۔ اس کی چمک یکبارگی میرے سینے کی طرف آئی جیسے بجلی آسمان سے کڑکتی ہوئی آتی ہے۔

لیکن کڑکتی ہوئی بجلی زمین تک پہنچتے پہنچتے اپنا راستہ بھی بدل لیتی ہے۔ خلافِ توقع اس نرس کے حلق سے ایک چیخ نکلی پیچھے سے اس کے بالوں کو کسی نے جکڑ لیا تھا پھر اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔ وہ ایک سیکورٹی گارڈ تھا۔ میرے کمرے میں ہونے والے ہنگامے کی آواز سن کر بھاگتا ہوا آیا تھا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کی کلائی پکڑ کر موڑ دی۔ چھری ایک طرف فرش پر گر پڑی۔ اس نے نرس کو دوسری طرف دھکا دیتے ہوئے کہا۔ "لیو بلڈی سسٹر! تم دشمنوں کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ تمہاری جیسی معصوم صورت والی ہماری خاص آدمی کی دشمن بن جائے گی۔"

وہ نرس فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر حیران حیران نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے؟ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ادھر اچانک ہی سیکورٹی گارڈ نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

اس سے پہلے کہ میں قہقہے کا مطلب سمجھتا۔ وہ یکبارگی پلٹ کر مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میں اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس کا گھونسا میرے منہ پر پڑ گیا۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ جسمانی طور پر کمزور ہونے کے بعد وہ گھونسا کتنی زور سے ہتھوڑے کی طرح لگا تھا۔ میں تلملا کر رہ گیا۔ شدید تکلیف کی حالت میں تلملانے کا مطلب ہوتا ہے، جواباً غصے میں آجانا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے اپنی دونوں انگلیاں اس کی آنکھوں میں پیوست کر دینے کی کوشش کی۔ اس میں ناکامی تو ہوئی لیکن دونوں انگلیاں اس حد تک اس کی آنکھوں میں جا کر لگیں کہ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر انھیں سہلانے لگا پھر وہ جھنجلا کر بولا۔ "تم کمزور ہوتے ہوئے بھی زور دکھا رہے ہو لیکن کب تک؟ میں تمھیں ایسے زخم پہنچاؤں گی کہ . . ."

وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر اس چھری کی طرف گیا جو فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ وہ مردانہ آواز سے بول رہا تھا مگر اس کے دماغ سے مادام کمپیوٹر بول رہی تھی اور جھنجلاہٹ میں مبتلا ہو رہی تھی۔ اس کی مرضی کے مطابق سیکورٹی گارڈ نے چھری کو اٹھا لیا پھر دوڑتا ہوا میرے پلنگ تک آیا۔ اس کا چھری والا ہاتھ فضا میں بلند ہوا لیکن پھر آسمان سے کڑکتی ہوئی بجلی زمین تک پہنچتے پہنچتے اپنا راستہ بدل چکی تھی۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ اس بار کوئی تیسرا مجھے بچانے نہیں آیا تھا۔ کسی نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر مجھ سے دور نہیں کیا تھا۔ بلکہ یہ ٹیلی پیتھی کا عمل تھا۔ رسونتی پہنچ گئی تھی۔

چھری ایک بار پھر گر پڑی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ اتنی دیر میں کچھ اور سیکورٹی گارڈز اور ان کا ایک افسر آ گیا تھا۔ سر پکڑ کر کراہنے والے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "سر! یہاں کچھ گڑبڑ ہے۔ آپ میں سے کوئی اپنی آواز نہ سنائے۔ ایک لفظ منہ سے ادا نہ کرے۔ کسی نے مجھے اور اس نرس کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا تھا۔"

آفیسر بے یقینی سے دیکھتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس نے فوراً ہی ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "نو سر! ایک لفظ زبان سے نہ نکالیں۔ کوئی سوال نہ کریں۔ میں جواب دیتا ہوں۔ آپ یقین کریں، پہلے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے مسٹر بابر پر حملہ کرایا جا رہا تھا۔ جب میں نے اسے قابو میں کرنا چاہا تو خود بے قابو ہو گیا۔ میں بیان نہیں کر سکتا، میری کیا حالت ہو رہی تھی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ مسٹر بابر پر حملہ کر رہا ہوں۔ سمجھ رہا تھا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے لیکن حملہ کرتا جا رہا تھا۔"

میں یوں ہانپ رہا تھا جیسے بہت دیر سے دوڑتا اور لڑتا رہا ہوں حالانکہ بستر پر ہی پڑا ہوا تھا۔ میرے جسم کا ایک ایک زخم چیخ رہا تھا، درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا، سر چکرا رہا تھا۔ اس کے باوجود میں نے کہا۔ "آفیسر! آپ کا یہ سیکورٹی گارڈ درست کہہ رہا ہے۔ آپ میں سے کوئی اپنی آواز نہ سنائے۔ ایک لفظ زبان سے ادا نہ کرے ورنہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی بلا کی گرفت میں آجائے گا۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں، میرے کمرے کے باہر جتنے سیکورٹی گارڈز آپس میں باتیں کرتے رہے ہیں، انھیں چھٹی دے دی جائے۔ ایسے لوگوں کو یہاں لایا جائے جو ہمیشہ گونگے بن کر رہ سکیں۔ نہ کمرے میں آکر، نہ کمرے سے باہر کسی سے گفتگو کریں۔ کوئی ضرورت ہو تو اشاروں کی زبان استعمال کریں۔"

پھر میں نے کراہتے ہوئے کہا۔ "میں ناقابلِ برداشت تکلیف میں مبتلا ہوں۔ پلیز، ڈاکٹر کو بلائیے۔"

نرس آگے بڑھنا چاہتی تھی پھر رک گئی۔ دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر روتے ہوئے بولی۔ "نہیں نہیں، میں اس قابل نہیں ہوں کہ مریض کے قریب بھی جا سکوں۔"

جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا" وہ رسونتی کی مرضی کے مطابق کہنے لگا۔ "سسٹر! تمہارا قصور نہیں ہے۔ پھر بھی تم یہاں ڈیوٹی پر نہیں رہو گی۔ تم جا سکتی ہو۔ یہاں دوسری نرس کی ڈیوٹی لگائی جائے گی، وہ ہمیشہ گونگی بن کر رہے گی۔ ڈاکٹر گونگے نہیں رہ سکتے۔ انھیں اسپتال کے دوسرے مریضوں سے کچھ لوبنا ہی پڑتا ہے۔"

نرس نے سوال کیا۔ "اگر اسے بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا تو؟"

"جب کوئی ڈاکٹر مسٹر بابر کے قریب آئے گا تمہارے سیکورٹی گارڈز اس کے آس پاس رہیں گے اور محتاط رہیں گے۔"

وہ وہاں سے چلے گئے۔ اب نئے افراد ڈیوٹی پر آنے والے تھے۔ کمپیوٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے اسے آن کر کے غصے سے دیکھا۔ اسکرین پر وہ اپنی تحریر پیش کر رہی تھی۔ "خواہ مخواہ احتیاط برتی جا رہی ہے۔ میں تو تمہارے سامنے ایک نمونہ پیش کر رہی تھی تاکہ رسونتی اور تمہاری دوسری چاہنے والیاں دیکھ لیں اور سمجھ لیں کہ میں ان کی ذرا سی غفلت سے تمھیں نقصان پہنچا سکتی ہوں۔"

میں نے ناگواری سے کہا۔ "تم میری دماغی توانائی حاصل کرنے تک یہ ہتھکنڈے استعمال کر سکتی ہو۔ مجھے یقین ہے، کل تک دماغی کمزوری دور ہو جائے گی۔"

"کل بہت دور ہے۔ میں صرف آدھے گھنٹے کی مہلت دیتی ہوں۔ اس کے بعد بھی تم خوش فہمی میں مبتلا رہے تو آئندہ باہر سے کسی کے ذریعے حملہ نہیں کراؤں گی۔ تمہارے دماغ میں چوکنا رہوں گی۔ جب بھی رسونتی غیر حاضر ہے گی، تمہیں شدید جھٹکے پہنچاتی رہوں گی۔ تمہارا سارا وجود لرزتا رہے گا، تم چیختے رہو گے، رسونتی کو پکارتے رہو گے لیکن تمہارے دماغ میں میرے سوا کوئی نہ ہو گا۔ انتظار کرو، میں بھی انتظار کر رہی ہوں، دیکھتی ہوں، رسونتی کب تک جاگتی رہے گی۔ کب تک تمہاری حفاظت کرتی رہے گی۔"

اب مجھ میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ جواب دے سکتا۔ میری کراہیں ٹرانسمیٹر کے ذریعے مادام کمپیوٹر تک پہنچ رہی تھیں۔ اس نے تحریر کے ذریعے کہا۔ "میں جا رہی ہوں، آدھے گھنٹے بعد آؤں گی۔ میرے آنے کے بعد تم کراہنے کے قابل بھی نہیں رہو گے۔"

اسکرین سادہ ہو گیا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے آف کر دیا۔ اسی وقت ڈاکٹر ایک نئی نرس کے ساتھ آیا اور میرے زخموں کا معائنہ کرنے لگا۔ مجھے ایک دوا پینے کے لیے دی، ایک انجکشن لگایا تاکہ تکلیف میں کمی ہو سکے اور میں آرام سے سو جاؤں لیکن میرے جسم کی عمارت ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئی تھی۔ جگہ جگہ زخموں سے خون رسنے لگا تھا، ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ میں ایک انجکشن کے ذریعے نہیں سو سکتا تھا۔ رسونتی نے مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلانا شروع کیا۔ صرف پانچ منٹ کے بعد ہی میں خیال خوانی کے ذریعے سو گیا۔

آنکھ لگنے کے بعد میں اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔ اس دوران مادام کمپیوٹر میرے پاس آ سکتی تھی، مجھے نقصان پہنچا سکتی تھی لیکن میں سوتا رہا پھر میں نے خواب میں دیکھا۔ ایک ایسے آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا ہوں جس پر سفید چادر بچھی ہوئی ہے۔ میرے سامنے رسونتی کھڑی تھی۔ اس کے دیدے پھیلے ہوئے تھے۔ وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہی تھی۔ "تم رسونتی کے سامنے موجود ہو۔ تم پر تنویمی عمل کیا جا رہا ہے۔ تم میرے معمول بن کر رہو گے۔"

میں نے جواب میں کہا۔ "میں تمہارا معمول بن کر رہوں گا۔"

پھر وہ مجھ پر عمل کرنے لگی۔ جن تنویمی عمل کے مراحل سے میں اپنے معمول یا معمولہ کو گزارتا رہتا تھا، آج خود ان مراحل سے گزر رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی، میں سن رہا تھا اور ایک تابعدار کی حیثیت سے جواب دے رہا تھا۔ رفتہ رفتہ میں بالکل اس کی گرفت میں آ گیا، بے بس ہو گیا۔ وہ جو کہتی تھی، اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا اور اسی کی مرضی کے مطابق مجھے کہنا پڑتا تھا اور عمل کرنا پڑتا تھا۔ آخر اس نے حکم دیا۔ "میں تمہارے دماغ کو لاک کر دیتی ہوں۔ تمہارا دماغ اگلے پندرہ گھنٹوں تک مقفل رہے گا۔ تم باہر سے ہونے والے کسی ناپسندیدہ عمل کو قبول نہیں کرو گے۔"

"میں باہر سے ہونے والے کسی ناپسندیدہ عمل کو قبول نہیں کروں گا۔"

"تمھیں چوٹیں پہنچائی جائیں گی مگر تمہارا دماغ بے حس رہے گا، تم تکلیف محسوس نہیں کرو گے۔"

"مجھے چوٹیں پہنچائی جائیں گی، میرا دماغ بے حس رہے گا اور میں تکلیف محسوس نہیں کروں گا۔"

"تمہارے دماغ میں ایک سوچ کی لہر بھی پیدا نہیں ہو گی خواہ وہ تمہاری اپنی سوچ کیوں نہ ہو۔"

میں نے اس کی بات دہرائی۔ اس نے کہا۔ "نہ سوچنے کا مطلب ہے، دماغ کا ٹھہر جانا۔ تم اگلے چوبیس گھنٹے تک ساکت رہو گے۔ صرف سانس لیتے رہو گے۔ تمہاری آنکھیں

کھلی رہیں گی۔ چونکہ تم باہر کے کسی عمل کو محسوس نہیں کر سکو گے لہٰذا دیکھتے ہوئے بھی کسی کو نہیں دیکھ سکو گے۔ سنتے ہوئے بھی کسی کو نہیں سن سکو گے۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہاری زندگی کو چوبیس گھنٹے کے لیے ایک مقام پر روک رہی ہوں۔ تم صرف سانس لیتے رہو گے اور تمہارا دل دھڑکتا رہے گا۔"

میرا دل اور میرا دماغ اس کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ اس کے تنویمی عمل سے متاثر ہو چکا تھا۔ اس نے مجھے آنکھیں کھولنے کے لیے کہا۔ "میں نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر اس نے آخری الفاظ کہے۔ "تم چوبیس گھنٹے کے لیے میرے معمول ہو۔ اس کے بعد تنویمی عمل سے آزاد ہو جاؤ گے۔"

آنکھ کھولنے کے بعد وہ خواب کا سا منظر نہیں رہا تھا، رسونتی نگاہوں کے سامنے نہیں تھی۔ وہی اسپتال کا کمرہ تھا لیکن تنویمی عمل کے زیر اثر میں اس کمرے کو نہیں پہچان سکتا تھا۔ دیواروں، پردوں اور گلدانوں میں سجے ہوئے پھولوں کے رنگ جھلک رہے تھے مگر ان رنگوں کی پہچان نہیں تھی۔

آدھا گھنٹہ گزر چکا ہوگا، اس دوران کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے اشارہ موصول ہوا ہوگا لیکن مجھے کچھ خبر نہیں تھی۔ آدھے گھنٹے کے بعد مادام کمپیوٹر نے اپنے چیلنج کے مطابق میرے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی ہوگی لیکن دماغ کو مقفل پایا ہوگا۔ دماغ کے مقفل ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے دروازے اور کھڑکیاں ہیں، انھیں بند کر دیا جاتا ہے اور تالا لگا دیا جاتا ہے۔ اصل میں بیرونی اثرات کو قبول کرنے اور نہ کرنے کی بات ہے اگر دماغ کسی تنویمی عمل کے ذریعے بیرونی اثرات کو قبول کرنے سے انکار کر دے تو اس کا مطلب ہوتا ہے، وہ بے حس ہو چکا ہے۔ باہر کا کوئی اثر قبول نہیں کرے گا لہٰذا مقفل ہے۔

یہ پابندی صرف مادام کمپیوٹر کے لیے نہیں تھی۔ اب تو رسونتی خود بھی اپنے تنویمی عمل کے بعد میرے دماغ میں نہیں جا سکتی تھی۔ اسے چیلنج کیا گیا تھا کہ وہ کب تک میرے دماغ میں رہے گی، کب تک میری نگرانی کرے گی۔ آخر تھوڑی دیر کے لیے تو سونے، کھانے پینے یا دوسری ضروریات کے لیے میرے پاس سے غافل رہے گی۔ اب وہ بالکل ہی مجھ سے غافل ہو گئی تھی۔ نہ خود آنے والی تھی نہ کسی کو آنے کا موقع دے سکتی تھی۔ یقیناً سونیا اور اعلیٰ بی بی نے اسے یہ طریقۂ کار سمجھایا ہوگا اور میں اس کے نتیجے میں کسی حد تک محفوظ تھا۔

ہاں، اب باہر سے حملہ آور آ سکتے تھے لیکن پندرہ گھنٹے کے بعد جب میں تنویمی عمل سے آزاد ہوا تھا تب مجھے پتا چلا کہ میرے کمرے کو بند کر دیا گیا تھا۔ صرف ضرورت کے وقت ڈاکٹر میرا معائنہ کرنے کے لیے آتے تھے۔ انھوں نے یہ رائے قائم کی تھی کہ میں کوما میں ہوں۔ نہ بول سکتا ہوں، نہ سن سکتا ہوں، دیکھ سکتا ہوں، نہ سمجھ سکتا ہوں، صرف سانس لے رہا ہوں اور میرے دل کی دھڑکنیں جاری ہیں۔

مجھ پر تنویمی عمل کرنے کے بعد رسونتی نے سیکرٹ سروس کے چیف کو میرے حالات تفصیل سے بتا دیے تھے۔ اس کے مطابق چیف نے اپنے کچھ خاص آدمیوں کا پہرہ بٹھا دیا تھا۔ ڈاکٹروں کو سمجھا دیا گیا تھا کہ نہ باہر کو دیکھنے کی ضرورت ہے، نہ دوائیں دینے کی ضرورت ہے۔ جب کسی ڈاکٹر کو باہر کے معائنے کے لیے بلایا جائے گا تو وہ کمرے میں جا سکیں گے۔ سیکرٹ سروس کا ایک خاص ایجنٹ میرے کمرے میں اکثر آتا تھا اور چلا جاتا تھا۔

دوسری صبح آمنہ میرے پاس آنا چاہتی تھی۔ اسے بھی تمام حالات سے مطلع کرنے کے بعد میرے پاس آنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ وہ سمجھ دار تھی، جذباتی انداز میں آ کر میری دیکھ بھال کرنے کی ضد نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مادام کمپیوٹر کو موقع نہیں دینا چاہتی تھی کہ وہ اسے آلۂ کار بنا سکے۔

پتا نہیں، مادام کمپیوٹر کتنی بار میرے دماغ میں آنے کی کوشش کر چکی ہوگی اور بار بار ناکام رہی ہوگی۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ تنویمی عمل کتنے عرصے کے لیے کیا گیا ہے۔ پھر بھی اس کے جوابی اقدامات کے متعلق بعد میں معلوم ہونے والا تھا۔

اس عرصے میں اسپتال کے چاروں طرف سخت پہرہ لگا دیا گیا تھا۔ جو لوگ اپنے اپنے مریضوں کو دیکھنے آتے تھے انھیں تلاشی دینا پڑتی تھی۔ ان میں سے بھی صرف خاص رشتے دار ہی اپنے مریض کو دیکھنے کے لیے چند منٹ کے لیے جاتے تھے پھر انھیں اسپتال سے باہر بھیج دیا جاتا تھا۔ میرے کمرے کے اطراف دور دور تک کسی کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ آس پاس کے کمرے بھی خالی کرا لیے گئے تھے۔

اگر مادام کمپیوٹر نے میری حقیقت ظاہر نہیں کی ہوگی تو دشمنوں کے درمیان کھچڑی پک رہی ہوگی۔ یہ بات ان کے لیے بڑی حیران کن ہو سکتی ہے کہ بابر جیسا مجرم جو ایک ٹی ٹی سیٹر سے واپس آ رہا ہے، اس کی اتنی حفاظت کیوں کی جا رہی ہے؟ کیا اس لیے کہ اس کے ذریعے دہشت گرد تنظیموں کے افراد بے نقاب ہوتے جا رہے ہیں اور وہ ان کے خلاف حکومت کا اعتماد حاصل کرتا جا رہا ہے۔ دہشت گرد تنظیموں کے سربراہ مادام کمپیوٹر سے نالاں ہوں گے کہ اس نے اب تک مجھے اپنے قابو میں نہیں کیا ہے۔ انھیں معلوم تھا، کم زوری سے مقابلہ کرنے اور اسے ہلاک کرنے کے بعد میں بھی جسمانی اور دماغی طور پر کم زور ہو گیا ہوں۔ مادام کمپیوٹر بہ آسانی

میرے دماغ میں پہنچ سکتی تھی پھر کیوں نہیں پہنچ رہی ہے۔ وہ چاہے تو میرا قصہ تمام کر سکتی ہے۔ میں کراچی سے یہاں تک ان کے لیے دردِ سر بنا ہوا تھا۔ وہ اس دردِ سر کو ہمیشہ کے لیے ختم کر سکتی تھی۔

اور اگر مادام کمپیوٹر نے تمام دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں کے سامنے میری اصلیت ظاہر کر دی ہوگی تو دشمن سخت پہروں سے گزر کر مجھ تک پہنچنے کی سرتوڑ کوشش کریں گے۔ خصوصاً ماسٹر کی اپنے چیلنج کے مطابق مجھے کم زور سے کم زور تر بنانے کے لیے یہاں ضرور پہنچے گا۔ شاید سونیا اور اعلیٰ بی بی یہی چاہتی تھیں کہ ماسٹر کی فرہاد کو چارہ بنا کر اسرار کے پردے سے نکل آئے۔

ابھی تنویمی عمل کے پندرہ گھنٹے پورے نہیں ہوئے تھے، میں بستر پر ساکت پڑا ہوا تھا۔ مقررہ وقت کے بعد جو کچھ پیش آنا ہے، وہ تو ضرور آئے گا۔ اس سے پہلے رہ سکنا حور بانو اور کرم داد لاہور پہنچ گئے تھے۔ کرم داد کو خفیہ پولیس والوں نے ایک ٹرانسمیٹر دے دیا تھا تاکہ وہ کسی وقت بھی رابطہ قائم کر سکے۔

وہ بہت عرصے بعد لاہور آئے تھے۔ ریحانہ کو یاد تھا کہ اس کے بھائی کی کوٹھی کہاں ہے۔ ایک بھائی شاہنواز پیرس میں خودکشی کر چکا تھا۔ جیسا کہ اس کے علم میں آیا تھا، دوسرا بھائی رب نواز لاہور میں تھا۔ وہ کرم داد اور حور بانو کو لے کر اس کوٹھی میں پہنچی۔ پہلی نظر میں کوٹھی ویران ویران سی لگی۔ ان کی تیکھی پوچ میں آ کر رک گئی۔ وہ کرایہ ادا کرنے کے بعد کوٹھی کے دروازے پر آئے۔ ایک ملازم نے ان کے لیے دروازہ کھولا۔ ریحانہ کو پہچان کر سلام کیا۔ اس نے سوال کیا۔ "بھائی جان کہاں ہیں؟"

"آپ اندر تشریف لائیں۔ وہ موجود نہیں ہیں۔"

وہ ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ ریحانہ نے کہا۔ "تم یہاں بیٹھو، میں اندر جا کر دیکھتی ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے میں آئی۔ ملازم نے کہا۔ "بی بی جی! صاحب نے آپ کے لیے ایک پیغام چھوڑا ہے۔ وہ پیغام اس کمرے میں ہے۔"

ملازم نے ایک کمرے کی جانب اشارہ کیا۔ وہ وہاں پہنچی، کمرہ خالی خالی سا تھا۔ دیواروں پر بڑی بڑی تصویریں لگی تھیں اور وہ تصویریں چونکا دینے والی تھیں۔ کرم داد ان تصویروں میں شاہنواز کی پٹائی کر رہا تھا۔ ایک دیوار پر سفید اسکرین لگا دیا گیا تھا۔ اسکرین سے کچھ فاصلے پر ایک پروجیکٹر رکھا ہوا تھا۔ ملازم نے کہا۔ "صاحب نے کہا ہے کہ آپ اس پروجیکٹر کو آن کر کے اس میں لگی ہوئی فلم دیکھ لیں۔"

اس نے آگے بڑھ کر اسے آن کیا۔ اسکرین روشن ہوا پھر اسے اپنے بھائی جان رب نواز کی تصویر نظر آئی۔ وہ اسے مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔ "ریحانہ! تم یہاں آ رہی ہو، یہ بات مجھے معلوم ہو گئی تھی۔ میں جانتا تھا، ہمارا پرانا دشمن بھی تمھارے ساتھ آ رہا ہے اور تمھارا جیون ساتھی بن کر آ رہا ہے۔ تم نے اس کے ساتھ مل کر ہم سے اور اپنے باپ سے جو دشمنی کی، اس کی مثال نہیں ملتی۔ کوئی لڑکی اپنے باپ اور بھائی کی ایسی دشمن نہیں ہوتی جیسی تم ہو۔"

اس کا بھائی رب نواز جہاں کھڑا ہو کر اسے مخاطب کر رہا تھا۔ اس کے پیچھے دیوار پر ان کے مقتول والد کی تصویر نظر آ رہی تھی۔ بہت عرصے بعد باپ کی صورت دیکھ کر ریحانہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

رب نواز کہہ رہا تھا۔ "میں شاید تم سے کبھی بات نہ کرتا، تمھیں یہاں آنے کا موقع ہی نہ دیتا۔ اس سے پہلے کرم داد کو گولی مار دیتا۔ جب سے تم اسے لے کر پیرس گئی ہو، ماسٹر کی سے ہمارے تعلقات پہلے جیسے نہیں رہے لیکن کل سے ماسٹر کی مجھ پر مہربان ہو گیا ہے۔ اس نے کرم داد کے خلاف ایسے ثبوت فراہم کیے ہیں جنھیں تم دیکھو گی تو آنکھیں کھل جائیں گی۔ دوست اور دشمن کی پہچان ہو جائے گی۔

ریحانہ! مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تم دشمن کے ہاتھوں میں کھلونا بن گئیں اور ہمیں بھی نقصان پہنچایا۔ میں یہ ثابت کرنے والا ہوں کہ وہ بدبخت ہمارا، ہمارے خاندان کا بدترین دشمن ہے۔ وہ ہم سب کو آہستہ آہستہ مٹا ڈالنے کے بعد آخر میں تمھیں بھی ختم کر ڈالے گا اور اب باقی کیا رہ گیا ہے۔ میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ وہ مجھے مارنے کے بعد تمھیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ تم جواب دو، اگر وہ مجرم ثابت ہو جائے اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ وہ تمھارا بھی بدترین دشمن ہے اور تمھیں بھی نقصان پہنچا سکتا ہے تو کیا تم اپنے ہاتھوں سے اُسے ختم کر سکو گی۔ اگر نہیں تو پھر میرا انتظار کرنا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم ہمارے راستے میں نہ آنا۔

میں جانتا ہوں۔ جس وقت میں تم سے مخاطب ہوں گا اس وقت دشمن میرے ہی گھر میں بیٹھا ہو گا۔ اگر تم یہ موقع ہاتھ سے جانے دو گی تو ہم سب ہمیشہ کے لیے نابود ہو جائیں گے، ہم مٹ جائیں گے، ہمارا خاندان مٹ جائے گا۔ اب اس اسکرین پر جو کچھ تم دیکھو گی ——— اس کے بعد میری اور تمھاری سلامتی کا سوال ہے، یا تو ہم سلامت رہ جائیں یا ہمارا دشمن۔ اب ریل نمبر دو اس پروجیکٹر میں لگاؤ اور اسے دیکھو۔"

اس نے پروجیکٹر کو آف کیا، پہلی ریل نکالی، ریل نمبر دو کو اس میں لگایا پھر اس کو آن کر دیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی اسکرین

پر پیرس کا منظر دکھائی دیا۔ بڈ اینڈ اسپنسر کی بلڈنگ نظر آئی۔ اس کی سب سے اونچی منزل کا ایک کمرہ دکھائی دیا پھر کمرے کا اندرونی منظر نظر آتے ہی ریحانہ چونک گئی۔ کرم داد اس کمرے کے اندر شاہنواز کی پٹائی کر رہا تھا اور جو کچھ بوتا جا رہا تھا، اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے اب سے پہلے صرف شاہنواز کو ہی نہیں بلکہ ان کے باپ کو بھی قتل کرنے کے لیے اسی کھیت میں بلایا تھا جہاں بہت عرصے پہلے اس کے باپ نے کرم داد کے باپ کو قتل کیا تھا۔

وہ شاہنواز کی پٹائی کرنے کے دوران ایسی باتیں کہہ رہا تھا جن سے صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ ریحانہ کے خاندان کا کیسا بدترین دشمن ہے اور جس سے محبت کا دم بھرتا ہے، اس سے یہ ساری باتیں چھپاتا آیا ہے حتیٰ کہ شاہنواز کے قتل کو خودکشی کا کیس ثابت کیا گیا تھا۔ اس میں کرم داد کا بھی ہاتھ تھا۔ اب اسکرین پر حقیقت کھل رہی تھی۔ کرم داد اس کے بھائی کو مارتا ہوا اسے کھڑکی کے پاس لے گیا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا کہ یا تو وہ خود کھڑکی سے چھلانگ لگا کر خودکشی کر لے یا پھر اس کے ہاتھ سے مارا جاتا رہے۔ آخر کار وہ اسے مارتا ہوا ایسی پوزیشن میں لے آیا تھا کہ شاہنواز کی ٹانگیں پکڑ کر دوسری طرف الٹا دیا تھا جس کے نتیجے میں اس کی آخری چیخ سنائی دی تھی۔ اس کے بعد ظاہر ہے وہ اس بلند ترین عمارت سے گر کر ہلاک ہو گیا تھا۔

وہ منظر ختم ہو چکا تھا۔ اب وہ بڑا سا ہال نظر آ رہا تھا جہاں ریحانہ، کرم داد کے ساتھ پہلی بار گئی تھی اور ماسٹر کی نے کرم داد کو ٹی سینٹر میں داخل کرنے پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ اس بڑے ہال کے وسط میں ایک دائرہ نما چبوترا تھا۔ اس چبوترے پر ایک ریوالونگ چیئر رکھی ہوئی تھی۔ اس چیئر نے گھوم کر کہا۔

"ہیلو ریحانہ! کیا یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ ماسٹر کی تم سے مخاطب ہے۔ میرا خیال ہے تمہارے دو غلے محبوب کی حرکتوں کا اتنا سا نمونہ کافی ہے۔ اگر تمہیں عقل آ گئی ہے تو اس پروجیکٹر کے نیچے ایک پستول رکھا ہوا ہے۔ اسے اٹھاؤ اور کرم داد کو گولی مار دو۔"

ریحانہ نے پروجیکٹر کے نیچے میز کی سطح پر ایک پستول کو دیکھا پھر اسے اٹھا لیا۔ ریوالونگ چیئر، ماسٹر کی کے انداز میں بول رہی تھی۔ "ایک بات یاد رکھو۔ اگر تم اسے گولی نہیں مارو گی تو وہ تمہارے بھائی کو ضرور مارے گا۔ پھر کیوں نہ تم تمہارے بھائی کو مار ڈالیں؟"

ریحانہ نے چونک کر توجہ سے اس کی بات سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اب سے پہلے تم نے جو ریل نمبر ایک میں اپنے بھائی کو دیکھا، اس فلم کو ہمارے آدمیوں نے کل رات اسی کوٹھی میں تیار کیا۔ اسے تیار کرنے کے بعد اسے اغوا کر لیا گیا، جانتی ہو کیوں؟ اس لیے کہ تم کرم داد کی دشمنی کے یہ سارے تماشے دیکھنے کے باوجود اس دشمن کو گلے لگا کر رکھنا چاہو گی اور محبت میں قسمیں وعدے لو گی کہ وہ تمہارے بھائی کو کوئی نقصان نہ پہنچائے تو ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ نقصان تو ہم پہنچائیں گے۔ اب تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ یا تو کرم داد کو گولی مار دو یا اپنے بھائی کی لاش کا انتظار کرو۔ دو میں سے کوئی ایک مرے گا۔ جس وقت تم اس کوٹھی میں پہنچو گی، اس کے ایک گھنٹے کے اندر تمہیں کوئی فیصلہ کرنا ہو گا۔ ورنہ ہم اپنے فیصلے پر عمل کریں گے۔"

ریحانہ نے پروجیکٹر کو آف کیا، اس میں سے ریل نکال کر اسے ریوائنڈ کیا پھر دوبارہ اسے پروجیکٹر میں لگا دیا۔ اس دوران وہ پسینہ پسینہ ہو گئی تھی حالانکہ کمرے کا موسم نہیں تھا لیکن اس کے اندر لُو چل رہی تھی۔ دل اور دماغ میں جہنم دہک رہا تھا۔

وہ اس کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم کی طرف جانے لگی۔ اس کی آنکھیں خشک تھیں، ہونٹ ہولے ہولے کانپ رہے تھے۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی ویران صحرا میں ہو، نہ کوئی اس کا اپنا ہو، نہ پرایا ہو۔ وہ دنیا میں بالکل تنہا رہ گئی ہو۔ جسے ہمیشہ کے لیے اپنایا تھا، جسے اپنی عزت آبرو کا رکھوالا سمجھتی تھی، وہی آستین کا سانپ نکلا تھا۔

وہ ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی۔ کرم داد نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔ "تمہارے بھائی جان کہاں ہیں؟ یہاں اجنبیت سی محسوس ہو رہی ہے۔"

وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "میرے ساتھ آؤ، میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتی ہوں۔"

وہ جواب کا انتظار کیے بغیر پلٹ گئی۔ بدحواسی سے آئی تھی، ادھر جانے لگی۔ کرم داد نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "سنو تو! کہاں لے جانا چاہتی ہو؟ کیا دکھانا چاہتی ہو؟"

وہ کچھ نہیں بول رہی تھی، چپ چاپ چلی جا رہی تھی۔ پھر ڈرائنگ روم کے دروازے سے نکل کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

حور بانو نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "یہ کچھ عجیب سی لگ رہی ہے۔ کچھ دیر پہلے ایسی تو نہیں تھی۔ اسے کیا ہو گیا ہے، یہیں دیکھنا چاہیے۔"

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے ڈرائنگ روم سے نکلے۔ ریحانہ ان سے کچھ آگے ایک کمرے میں داخل ہو رہی تھی،

وہ بھی اس کے پیچھے کمرے میں آئے۔ پھر کرم داد اس خالی کمرے کی دیواریں دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ بڑی بڑی تصویروں میں نظر آ رہا تھا۔ حور بانو نے بھی حیرانی سے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کرم داد! یہ تم کس سے لڑ رہے ہو؟ یہ تصویریں یہاں کیوں لگائی گئی ہیں؟"

اس نے ہچکچاتے ہوئے ریحانہ کی طرف دیکھا۔ ریحانہ نے کہا۔ "حور بانو کی باتوں کا جواب دو۔"

وہ تھوک نگلتے ہوئے بولا۔ "پتا نہیں، یہ تصویریں کیسی بنائی گئی ہیں۔ میں نے تمہارے بھائی سے کبھی لڑائی نہیں کی۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "ہاں، تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے ہمیشہ کے لیے اپنانے کے بعد میرے دونوں بھائیوں کو معاف کر دو گے، ان سے کبھی انتقام نہیں لو گے۔ ذرا اس پروجیکٹر کو آن کرو۔ تمہاری سچائی کا پول کھل جائے گا۔"

کرم داد نے اس پروجیکٹر کو دیکھا پھر کہا۔ "معلوم ہوتا ہے، دشمنوں نے ہمارے درمیان فاصلے پیدا کرنے کے لیے، ہماری محبت کو نفرت میں بدلنے کے لیے کوئی چال چلی ہے اور تم اس فریب میں آ گئی ہو۔"

"تم پروجیکٹر آن کرو۔ اگر کوئی غلط بات ہو اور میں کوئی غلطی کرنے لگوں تو مجھے روک دینا۔"

کرم داد نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔ پھر آگے بڑھ کر پروجیکٹر کو آن کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اسکرین روشن ہوا پھر وہی مناظر دکھائی دینے لگے۔ حور بانو بھی حیرانی سے دیکھ رہی تھی ابھی جن تصویروں کو اس نے دیوار پر دیکھا تھا، اب وہ اسکرین پر متحرک تھیں۔ کرم داد، ریحانہ کے بھائی شاہنواز کی پٹائی کر رہا تھا۔ آخر اس نے بلندعمارت سے اسے نیچے پھینک دیا یعنی اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

اس کے بعد اسکرین پر ایک ریوالونگ چیئر دکھائی دی۔ وہ کسی شخص کی آواز میں بول رہی تھی۔ اس کے بولنے پر حور بانو کو پتا چلا، وہ ماسٹر کی بول رہا ہے۔ ریحانہ سے کہہ رہا ہے، اگر وہ اپنے بدترین دشمن کو جو زندگی کا ساتھی بنا ہوا ہے، ہلاک کرنا چاہتی ہے تو پروجیکٹر کے نیچے ایک پستول رکھا ہوا ہے۔

کرم داد نے چونک کر اس جگہ دیکھا۔ وہاں پستول نہیں تھا پھر اس نے سر گھما کر ریحانہ کی طرف دیکھا۔ وہ ہاتھ میں پستول تانے کھڑی ہوئی تھی اور پستول کا نشانہ ٹھیک اس کے دل کا تھا۔

اس نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم مجھے گولی مارو گی؟ کیا میں نے تم سے کبھی دشمنی کی ہے؟"

وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔ "دشمنی اور کسے کہتے ہیں؟"

اس نے حور بانو سے کہا۔ "تم نہیں جانتیں، یہ وہ شخص ہے جس کے لیے میں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ یہ میرا وہ شوہر ہے جو پہلی بار میری عزت کا دشمن بن کر آیا۔ جب میں نے دیکھا کہ اس کی ہو چکی ہوں اور اس کے بعد کسی دوسرے کا منہ نہیں دیکھ سکتی تو میں نے اس کی خاطر اپنے گھر والوں کو چھوڑ دیا۔"

کرم داد آگے بڑھنا چاہتا تھا، وہ ڈپٹ کر بولی۔ "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ نہیں تو گولی چل جائے گی۔"

وہ اپنی جگہ رک گیا۔ ریحانہ نے کہا۔ "حور بانو! میں وہ بدنصیب عورت ہوں جس کی آنکھوں کے سامنے اس شخص نے میری ماں کو قتل کر دیا پھر مجھے دھوکے میں رکھ کر میرے باپ کو یہاں سے بہت دور، جانے کن کھیتوں میں بلایا اور وہاں انھیں بھی ہلاک کر ڈالا۔ اس کے بعد پیرس پہنچ کر میرے بھائی شاہنواز کو مار ڈالا جس کا تماشا تم اسکرین پر دیکھ چکی ہو۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "یہ ایک طرف میری ماں، میرے باپ اور میرے بھائی کو چن چن کر قتل کرتا رہا اور دوسری طرف میری محبت کا دم بھرتا رہا۔"

یہ کہتے کہتے وہ زار و قطار رونے لگی۔ کرم داد ایک قدم آگے بڑھا، اس کے ساتھ ہی گولی چلی۔ وہ گولی اس کے پاؤں کے پاس قالین کو ادھیڑتے ہوئے گزر گئی۔ حور بانو فوراً ہی ان کے درمیان آ گئی۔ کرم داد کے سامنے ڈھال بن کر بولی۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟"

"میں نے ابھی نشانہ نہیں لیا ہے، صرف دھمکی دی ہے۔ حور بانو تم عورت ہو، تم بتاؤ ایسے وقت مجھے کیا کرنا چاہیے؟ تم نے ابھی ماسٹر کی کو بولتے ہوئے سنا ہے۔ اس نے میرے بھائی جان کو اغوا کیا ہے اور یہ شرط لگا دی ہے کہ میں کرم داد کو نہیں ماروں گی تو وہ میرے بھائی کو مار ڈالے گا۔ اب میرے سیکنے میں صرف ایک بھائی رہ گیا ہے۔ تم جس کے لیے ڈھال بن گئی ہو، اس سے پوچھو۔ وہ اپنے دل سے، اپنے ایمان سے جواب دے۔ کیا یہ میرے اس آخری بھائی کو مارنے کے لیے نہیں آیا ہے؟"

کرم داد نے کہا۔ "شاید تم میری بات کا یقین نہ کرو۔ میں یہ سوچ کر آیا ہوں کہ اگر تمہارے بھائی نے دشمنی نہیں کی اور دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو میں تمہاری محبت کی خاطر انتقامی جذبے کو بھول جاؤں گا۔"

"تم ہمیشہ جھوٹ بولتے آئے ہو۔ آج سچ کیسے بول سکتے ہو۔ پہلے بھی تم نے کہا تھا، میری محبت کو پا لینے کے بعد میرے والدین سے انتقام نہیں لو گے لیکن تم نے فریب دیا۔ یہاں بھی میری محبت کی قسمیں کھا رہے ہو تو میں کیسے یقین

کروں اور اگر یقین کر بھی لوں تو اس کا وقت گزر چکا ہے۔ تم میرے بھائی جان کو نہیں مارو گے، دشمن مار ڈالیں گے۔ ان کی تو ایک ہی شرط ہے۔ یا تو میں تمہیں گولی مار دوں یا پھر اپنے بھائی کی لاش کا انتظار کروں۔"

کرم داد نے حور بانو کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا "مجھے مار ڈالو۔ میری یہی سزا ہے۔ میں نے اپنی جان سے زیادہ عزیز ریحانہ کو دھوکا دیا۔ تم مجھ پر اعتماد کرتی رہیں اور میں تمہارے خاندان والوں کو قتل کرتا رہا۔ میری یہی سزا ہے۔ میرے مرنے کے بعد تمہیں یقین آ جائے گا کہ وہ کرم داد جو کسی کے آگے نہیں جھکتا، کسی سے شکست تسلیم نہیں کرتا، وہ تمہارے آگے سر جھکا کر مر گیا۔ لو! میں حاضر ہوں۔"

حور بانو پریشان ہو کر کبھی ریحانہ کے ہاتھ میں پستول کو دیکھ رہی تھی، کبھی کرم داد کو اور سوچ رہی تھی۔ کیا سچ مچ ریحانہ اسے مار ڈالے گی جسے وہ جان سے زیادہ چاہتی ہے؟

ریحانہ نے پوچھا "حور بانو! تم ایک عورت ہو، تم فیصلہ کرو، مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ میں تو یہی کہوں گی" پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔ اگر ماسٹر کی نے ایک گھنٹے کا وقت دیا ہے تو ہم کسی طرح تمہارے بھائی رب نواز کو ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کریں گے۔ اسے دشمنوں کے ہاتھوں مرنے نہیں دیں گے۔"

"میں یہی جواب کرم داد کی زبان سے سننا چاہتی ہوں۔"

کرم داد نے کہا "میں تمہاری محبت کی قسم کھا کر کہتا ہوں، ایک گھنٹے کے اندر تمہارے بھائی جان کو ڈھونڈ نکالوں گا، انھیں زندہ سلامت تمہارے پاس لے آؤں گا اور اگر نہ لا سکوں تو مجھے گولی مار دینا۔"

اس نے بے یقینی سے کہا "یہ محض بہلاوا ہے۔ تم ایک گھنٹے کے اندر دشمنوں تک کس طرح پہنچو گے۔ تمہیں کیسے معلوم ہو گا کہ بھائی جان کو ان لوگوں نے کہاں چھپایا ہے؟"

"اس بات کی فکر نہ کرو۔ یہ دشمنوں کی چال ہے کہ میں کسی طرح تمہیں خوش کرنے کے لیے تمہارے بھائی جان کی جان بچانے کے لیے انھیں تلاش کروں۔ وہ میرے لیے خود بخود اپنی طرف آنے کا راستہ ہموار کر رہے ہیں۔ میں ان کی چالوں کو خوب سمجھتا ہوں۔"

ریحانہ نے پستول سے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "تو پھر جاؤ۔ ایک گھنٹہ گزر جائے اور تمہیں یہ معلوم ہو کہ میرے بھائی جان کی لاش یہاں پہنچ چکی ہے تو اس کوٹھی کے اندر نہ آنا۔ آؤ گے تو بھائی جان کے ساتھ میری بھی لاش ملے گی۔"

"یہ احمقانہ فیصلہ ہے۔ تم اپنے آپ کو کیوں ہلاک کرو گی؟"

"صرف اس لیے کہ میری نادانی سے میرے الو مارے گئے، میرے بھائی کو قتل ہونا پڑا اور اب میرے بھائی جان مارے جائیں گے۔ مجھے اپنی اندھی محبت کی کچھ تو سزا ملنی چاہیے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ آگے بڑھ کر دوسرے ہاتھ سے ریسیور اٹھاتے ہوئے بولی۔ "ہیلو! میں ریحانہ بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "ہم بہت دور سے اس کوٹھی کی نگرانی کر رہے ہیں۔ ہمیں خفیہ پولیس کے کچھ آدمی نظر آئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے تم سب سخت پہرے میں ہو۔ ہم تمہاری طرف آئیں گے یا تم کرم داد کے ساتھ اپنے بھائی کو تلاش کرنے کے لیے آؤ گی، دونوں ہی صورتوں میں خطرہ ہے۔ لہٰذا جو ایک گھنٹے کا وقت دیا گیا تھا، اسے بدلا جا رہا ہے۔ تم ابھی فون کے ذریعے اپنا فیصلہ سناؤ۔ کرم داد کو گولی مار رہی ہو یا ہم تمہارے بھائی کو گولی مار دیں؟"

ریحانہ نے ایک ہاتھ سے پستول کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا "تم جو کوئی بھی ہو، ایک انسان ہو، تمہاری زندگی میں بھی کوئی عورت آئی ہو گی۔ خواہ ماں کے روپ میں، بہن کے روپ میں یا بیوی کے روپ میں۔ اگر آئی ہو تو اس سے گھر جا کر پوچھ لینا، وہ اپنے شوہر کو گولی مار کے گی یا اپنے بھائی کو؟ لیکن ایسا پوچھتے وقت اس عورت کے ہاتھ میں پستول نہ دینا۔ ورنہ جانتے ہو وہ کیا کرے گی؟"

یہ سوال کرتے ہی ریحانہ نے پستول اپنی کنپٹی پر رکھا اور ٹریگر کو دبا دیا۔ اس سے پہلے کہ کرم داد اور حور بانو اس کی طرف لپکتے، فائر کی زبردست آواز ہوئی۔ اس کے ایک ہاتھ سے ریسیور چھوٹا، دوسرے ہاتھ سے پستول اور وہ زندگی سے ہمیشہ کے لیے چھوٹ گئی۔

چند لمحوں کے لیے موت کا سا گہرا سناٹا چھا گیا۔ کرم داد دم بخود رہ گیا تھا۔ وہ اپنی پیاری شریکِ حیات کو بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ جہاں تھا وہیں کٹی ہوئی شاخ کی طرح فرش پر گر پڑا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ وہ مرد تھا، رو نہیں سکتا تھا لیکن حور بانو دوڑتی ہوئی گئی تھی اور ریحانہ سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔

اچانک ہی بہت سے قدموں کے دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ آوازیں کوٹھی کے مختلف حصوں سے آ رہی تھیں۔

آخر وہ سب کمرے میں آ کر رک گئے۔ وہ خفیہ پولیس کے افراد تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا "مسٹر کرم داد! ہم نے یہاں دو بار فائرنگ کی آواز سنی۔ پہلی بار تو ہم نے طرح دی کہ شاید کوئی بات ہوئی تو تم اشارہ کرو گے لیکن دوسری فائرنگ پر آنا ہی پڑا۔"

پھر اس خفیہ پولیس کے آدمی نے ریحانہ کی لاش کو دیکھتے ہوئے کہا "افسوس کہ ہمیں آتے میں دیر ہو گئی۔"

کرم داد نے سر جھکا کر کہا "آفیسر! مجھ پر ایک مہربانی کرو، چند منٹ پہلے یہاں کسی نے میری بیوی کو فون کیا تھا۔ وہی لوگ اس کی موت کے ذمے دار ہیں۔ پلیز، یہ معلوم کر کے بتاؤ کہ فون کس نمبر سے اور کس مقام سے کیا گیا ہے؟"

"یہ بہت مشکل ہے۔ فون کرنے کے دوران اگر ڈیٹیکٹ کیا جاتا تو شاید پتا چل جاتا۔ اب دیر ہو چکی ہے۔ ہم معلوم نہیں کر سکتے۔"

کرم داد اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہاں سے جانے لگا۔ حور بانو نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئی، اس کا راستہ روکتے ہوئے بولی "کہاں جا رہے ہو؟"

"میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ میں ان قاتلوں کو ڈھونڈ نکالوں گا۔ میں ریحانہ کے بھائی کو مرنے نہیں دوں گا۔"

اس نے حور بانو کے ہاتھ کو پکڑ کر ایک طرف دھکا دیا پھر آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس نے آفیسر سے کہا "پلیز، اسے روکو۔ وہ انتقام میں اندھا ہو رہا ہے۔"

آفیسر نے کہا "ہمیں افسوس ہے، ہمیں تو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ تم میں سے کوئی بھی دشمن کی طرف بڑھتا ہے تو اسے روکا نہیں جانا چاہیے۔ اس طرح دشمن ہماری نگاہوں میں آئیں گے۔ تم اطمینان رکھو۔ وہ جہاں بھی جائے گا، اس کے آس پاس ہمارے آدمی ضرور موجود رہیں گے۔"

حور بانو نے پریشان ہو کر پوچھا "لیکن میں کہاں جاؤں؟ میں تو بالکل تنہا رہ گئی ہوں۔"

"جب تک تمہارے ساتھی واپس نہیں آئیں گے، تم ہماری پناہ میں رہو گی۔"

جب تک میں غافل رہا، رسونتی اپنی ذمے داریوں کو سمجھتے ہوئے میری جگہ سنبھالتی رہی۔ وہ ہر اس جگہ پہنچتی رہی اور میرے کام آنے والوں کے کام آتی رہی، جن کے متعلق وہ جانتی تھی کہ ہوش میں آنے کے بعد میں اس سے ان تمام لوگوں کے متعلق سوالات کروں گا۔ میں نے کہہ دیا تھا کہ حور بانو کا جب تک کوئی ٹھکانا نہ ہو، اس کی ذمے داری مجھ پر ہے۔ میں اس کی حفاظت کروں گا۔ لہٰذا وہ میری غفلت کے دوران حور بانو کی طرف زیادہ توجہ دیتی رہی۔

جب حور بانو کرم داد وغیرہ کے ساتھ لاہور پہنچ گئی تھی تو رسونتی کو اطمینان ہوا تھا۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے اسے چھوڑ کر دوسری طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ جب واپس آئی تو بہت کچھ ہو چکا تھا۔ ریحانہ نے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا تھا۔ اگر وہ موقع پر موجود ہوتی تو ریحانہ کو کبھی اس کا موقع نہ دیتی۔ اس نے حور بانو کو خفیہ پولیس کے آدمیوں کے ساتھ جانے دیا لیکن دو گھنٹے بعد جسکانی لاہور پہنچا تو اس نے ہیرا پھیری کے ذریعے اسے حور بانو کے پاس پہنچا دیا۔

اِدھر بند کمرے کی عدالت میں سرداراں پر جو مقدمہ چل رہا تھا، پچھلے دن اس مقدمے کا رخ بدل گیا تھا اور میں نے عدالت سے درخواست کی تھی کہ جلد ہی رعونت جہاں اور سرداراں کے خلاف دستاویزی ثبوت پیش کروں گا لیکن اپنے وعدے کے مطابق مجھے ان کے خلاف ثبوت فراہم کرنے کا موقع نہیں ملا۔ آج جبکہ بند کمرے میں پھر عدالت قائم ہوئی تھی تو میں تحویلی عمل کے زیرِ اثر تھا۔ رسونتی میری کمی پوری کرنے کے لیے وہاں پہنچ گئی تھی۔ پتا چلا، ایڈووکیٹ حسن علی رضوی کو کسی نے دو فائلیں لا کر دی تھیں۔ ان میں سے ایک فائل رعونت جہاں اور دوسری سرداراں سے متعلق تھی۔ ان کے ذریعے مکمل ثبوت ملتا تھا کہ وہ دونوں خاص طور پر لاہور اسی لیے آئی ہیں کہ عالی جناب کو اپنے جال میں پھانس کر ان کے ذریعے حکومت کے مختلف شعبوں کے راز حاصل کریں۔ رعونت جہاں اپنے حسن کی جادوگری سے عالی جناب کو اس طرح قابو میں کرے گی کہ وہ صرف رعونت جہاں کی آنکھوں سے دیکھے گا، رعونت جہاں کے دماغ سے سوچے گا اور رعونت جہاں کے حکم کے مطابق متعلقہ شعبوں میں اہم تبدیلیاں لاتا رہے گا۔

جب ایڈووکیٹ حسن علی رضوی نے وہ فائلیں عدالت میں پیش کیں تو مقدمے کا فیصلہ خود بخود ہو گیا۔ صرف سرداراں کو ہی نہیں، رعونت جہاں کو بھی جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے لے جانے کا حکم دیا گیا۔

لیکن عالی جناب کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ رعونت جہاں کو اب بھی معصوم سمجھ رہے تھے۔ اس کے دیوانے بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا "یہ فیصلہ غلط ہے۔ میں اس کے خلاف اپیل کروں گا۔"

اُدھر سرداراں نے ایڈووکیٹ حسن علی کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا "ارے تم کیا چیز ہو اور تمہاری حیلیں کیا اہمیت رکھتی ہیں۔

میں اپنی رعونہ کو ان آہنی سلاخوں سے نکال کر لے جاؤں گی۔"

عالی جناب فیصلے کے خلاف اپنی بات منوا نہیں سکتے تھے لیکن انھوں نے ایسے انتظامات کر دیے کہ رعونت جہاں اے کلاس جیل میں رہے اور اسے ہر طرح کا آرام ملتا رہے، ضرورت کی ہر چیز اس کے پاس پہنچتی رہے۔

انھوں نے عدالت برخاست ہونے کے بعد اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی پہنانے کا موقع نہیں دیا۔ سپاہیوں کو حکم دیا "اسے ایئر کنڈیشنڈ کار میں لے کر جائیں۔ پھر چپکے سے رعونت جہاں کے پاس آ کر کہا "تم فکر نہ کرو۔ میں تمھارے پاس اے کلاس جیل میں آؤں گا اور کل سے تمھیں اپنے پاس خفیہ طور پر بلا لوں گا۔ کاغذات کے مطابق تمھیں جیل ہو رہی ہے لیکن تم میری ایک خفیہ رہائش گاہ میں رہا کرو گی۔"

رسونتی نے فی الحال عالی جناب کو اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا اور کرم داد کے پاس پہنچ گئی تھی۔ وہ ریحانہ کی ہلاکت کے بعد جنون میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اسے ماسٹر کی کے ٹی ٹی سینٹروں رہ کر وہاں کے کوڈ ورڈز وغیرہ سے اچھی طرح واقفیت ہو گئی تھی، یہ بھی جان چکا تھا کہ ٹرانسمیٹر سے کس طرح رابطہ قائم کرنا چاہیے۔ ٹرانسمیٹر اس کے پاس موجود تھا۔ اس نے ایک فریکوئنسی پر رابطہ قائم کیا۔ فوراً ہی ماسٹر کی کے ایک آدمی کی آواز سنائی دی۔ کرم داد نے کوڈ ورڈز کا تبادلہ کرنے کے بعد بتایا "میں کرم داد ہوں اور تم لوگوں سے ملنا چاہتا ہوں۔ رب نواز کو کوئی نقصان نہ پہنچانا۔ مرد کے بچے ہو تو میرا انتظار کرو اور مجھے اپنا پتا بتاؤ۔"

دوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا گیا "تم ہمیں احمق سمجھ رہے ہو کہ ہم تمھیں اپنا پتا بتائیں اور تمھارے پیچھے خفیہ پولیس والوں کو آنے کا موقع دیں۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ ادھر کرم داد جھنجلا کر دوبارہ رابطہ قائم کر رہا تھا۔ اتنی دیر میں رسونتی نے دوسری طرف بات کرنے والوں کے دماغ میں پہنچ کر ان کا پتا معلوم کر لیا تھا۔ پھر اس نے وہی ٹیلی پیتھی کے تھنکنڈے استعمال کیے جو میں کرتا آیا ہوں۔ مختصر یہ کہ اس نے ہیرا پھیری کے ذریعے کرم داد کو دشمنوں تک پہنچا دیا لیکن وہ رب نواز کو ختم کر چکے تھے۔ اس اڈے پر جتنے دشمن تھے، ان میں سے کچھ تو کرم داد کے ہاتھوں مارے گئے، کچھ رسونتی کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس طرح ہلاک ہوئے کہ مرنے والوں کو اور خود کرم داد کو ٹیلی پیتھی کا شبہ بھی نہ ہو سکا۔

اس نے کرم داد کو بعد میں ریحانہ کی جدائی کا دکھ سہنے کے لیے چھوڑ دیا۔ فی الحال اس سے کوئی کام لیا نہیں جا سکتا تھا۔

اسے ریحانہ کی آخری رسومات میں شریک ہونا تھا۔ اس دوران سیکرٹ سروس کے چیف کی طرف سے یہ ہدایت موصول ہوئی تھی کہ کرم داد کو لاہور میں ہی رہنا ہے کیونکہ مائخل شوف کے علاوہ مختلف دہشت گرد تنظیموں کے جو افراد گرفتار ہوتے جا رہے تھے، ان میں سے کچھ نے حقیقت اگل دی تھی۔ کچھ کے خلاف دستاویزی ثبوت حاصل ہوتے جا رہے تھے جن کے ذریعے یہ علم ہوا کہ ابھی کچھ اور خطرناک قسم کے تخریب کار ہمارے ملک میں پہنچنے والے ہیں۔ لہٰذا آئندہ کرم داد کی ڈیوٹی لاہور ایئر پورٹ پر مقرر کی گئی۔ وہ مختلف ٹی ٹی سینٹر سے تعلق رکھنے والوں کو شناخت کر سکتا تھا۔ اسی طرح جسکانی کو حکم دیا گیا کہ وہ فوراً اسلام آباد جائے اور وہاں پہنچنے والے مختلف ٹی ٹی سینٹر کے لوگوں کی شناخت کرتا رہے۔

کرم داد اور جسکانی کو خفیہ طور پر ایسی ڈیوٹی نہیں دی گئی تھی بلکہ چیف کا یہ حکم پولیس والوں کے ذریعے پہنچایا گیا تاکہ یہ بات عام ہو جائے۔ ٹی ٹی سینٹر والے جسکانی کو اسلام آباد پہنچنے نہ دیں اور کرم داد کو بھی ختم کرنے کی کوشش کریں۔ یعنی چال وہی تھی کہ تخریب کار اس بہانے ان سے ٹکرانے کے لیے سامنے آئیں اور بے نقاب ہوتے چلے جائیں۔

میری غفلت کے دوران رسونتی بڑی توجہ سے اپنے فرائض انجام دے رہی تھی، کچھ اپنی طرف سے بھی کارگزاری دکھانا ہی تھی یعنی اب اس نے میرے قریب آنے والیوں کو مجھ سے دور رکھنے کے لیے دوسرا طریقہ اختیار کیا تھا۔ حور بانو کو جسکانی کے قریب پہنچا دیا تھا اور اس کے دماغ میں کچھ ایسے خیالات اور جذبات پیدا کر رہی تھی جو اسے جسکانی کی طرف مائل کرتے۔ دوسری طرف جسکانی کو بھی خیال خوانی کے ذریعے اس کی طرف مائل کر رہی تھی۔

پچھلی رات نو بجے رسونتی نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے مطابق مجھے آج دن کے بارہ بجے تک اس عمل کے زیر اثر رہنا تھا۔ ٹھیک صبح نو بجے میرے کمرے کا دروازہ کھلا وہاں دو عورتیں نظر آئیں۔ اس وقت میں انھیں پہچان نہیں سکتا تھا لیکن وہ خاص اہمیت رکھتی تھیں۔ اسی لیے انھیں میرے کمرے میں آنے کی اجازت دی گئی تھی۔

وہ دونوں میرے بستر کے اطراف آئیں۔ دونوں نے میرا ایک ایک ہاتھ تھام لیا۔ ایک نے میری نبض دیکھی، دوسری نے بڑی محبت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی "ہائے فرہاد! تم کتنے شہ زور سمجھے جاتے ہو اور اس وقت کتنے کمزور ہو۔ اپنی مرضی سے حرکت بھی نہیں کر سکتے، باہر کے اثرات قبول نہیں کر سکتے۔ ہماری آواز تمھارے کانوں تک پہنچ رہی ہے مگر تم سن

نہیں سکتے، آنکھیں رکھتے ہو مگر دیکھ نہیں سکتے۔ اس وقت تم ایک چیونٹی سے بھی گئے گزرے ہو۔ کوئی بھی آ کر تمھیں ایک پٹخنی میں مسل سکتا ہے۔"

دوسری نے ہنستے ہوئے کہا "جب تم جانتی ہو کہ یہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے، سنتے ہوئے نہیں سن سکتے تو اپنی باتیں کس سے سنا رہی ہو۔"

"دل کی بھڑاس نکال رہی ہوں۔ یہ حضرت جب ہوش و حواس میں ہوتے ہیں تو اپنے سامنے کسی کو بولنے نہیں دیتے بڑے تیس مار خاں بنتے ہیں۔"

"چلو اب رہنے بھی دو۔ یہ بتاؤ پہلے کس کی ڈیوٹی ہو گی، میری یا تمھاری؟"

دوسری نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "رات بارہ بجے تک تمھاری ڈیوٹی ہو گی۔ اس کے بعد میں آ جاؤں گی۔"

اتنے میں چار شخص اور نظر آئے۔ وہ ایک بڑا سا ٹیلی وژن اٹھائے ہوئے تھے۔ انھوں نے اسے میرے پاؤں کی طرف دیوار سے لگا کر رکھ دیا تاکہ میں لیٹے لیٹے بھی اسے دیکھ سکوں۔

وہ میری تفریح کے لیے نہیں لایا گیا تھا بلکہ میرے کمرے کے باہر اسپتال کے مختلف حصوں کو دیکھنے کے لیے اسے لا کر رکھا گیا تھا۔ وہ چاروں جو ٹیلی وژن لے کر آئے تھے، سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتے تھے۔ ان پر ہر طرح سے اعتماد کیا جا سکتا تھا۔ اس کے باوجود ان عورتوں میں سے ایک نے ٹیلی وژن کے پاس پہنچ کر اسے چاروں طرف سے اچھی طرح چیک کیا۔ ٹیلی وژن کے پچھلے حصے کو بھی دیکھا۔ ایک شخص نے ریموٹ کنٹرولر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "مادام! اسے آن کر کے دیکھ لیں، اپنا اطمینان کر لیں۔"

وہ ریموٹ کنٹرولر لے کر میرے سرہانے کھڑی ہو گئی پھر وہاں سے آن کیا۔ اسکرین پر اسپتال کا ایک کوریڈور نظر آ رہا تھا۔ اس نے دوسرا بٹن دبایا۔ منظر بدل گیا۔ اب اسپتال کا دوسرا حصہ نظر آ رہا تھا۔ غرض یہ کہ میرے کمرے کی طرف دو کوریڈور آ کر ملتے تھے۔ وہ دونوں باری باری اسکرین پر دیکھے جا سکتے تھے۔ کمرے کے پچھلے حصے کی طرف باغیچہ تھا۔ وہاں کا منظر بھی اسکرین پر دکھائی دیا۔ اس باغیچے میں ایک چھوٹی سی پولیس چوکی قائم کر دی گئی تھی۔ وہ برائے نام پولیس چوکی تھی۔ درحقیقت سیکرٹ سروس کے مسلح جوان موجود رہتے تھے تاکہ پیچھے سے کوئی کھڑکی توڑ کر آنے کی جرأت نہ کر سکے۔

جسے مادام کہا گیا تھا، اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "سب ٹھیک ہے، اب آپ جا سکتے ہیں۔"

وہ چاروں کمرے سے چلے گئے۔ دوسری عورت نے میرے سر کو سہلاتے ہوئے کہا "میں ابھی جا رہی ہوں۔ آدھی رات کو آؤں گی۔"

آدھی رات کو کوئی بلا ہی آتی ہے۔ پتا نہیں کیوں وہ آدھی رات کو آنے والی تھی۔ بہرحال وہ چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی مادام نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ وہاں سے پلٹ کر مجھے محبت بھری نظروں سے دیکھا پھر میری طرف یوں آئی جیسے کھنچی چلی آ رہی ہو۔ اس نے میرے ایک ہاتھ کو تھام لیا۔ پہلے تو اس ہاتھ کو اپنی دونوں آنکھوں سے لگایا پھر کہا "آج کتنے عرصے کے بعد تم سے ملاقات ہو رہی ہے اور عجیب ملاقات ہو رہی ہے۔ میں تم سے مل رہی ہوں، تم مجھ سے نہیں مل رہے ہو۔ جب تنویمی عمل کے اثر سے نکلو گے تو مجھے دیکھ کر حیران رہ جاؤ گے۔"

بیشک، وہ بڑے ہی والہانہ انداز میں پیار بھری گفتگو کر رہی تھی جبکہ میں سننے کے قابل نہیں تھا۔ گویا کہ وہ بھینس کے سامنے بین بجا رہی تھی۔ وہ جو کوئی بھی تھی، اپنی ذمے داریوں کا بھی پورا خیال رکھے ہوئے تھی۔ ادھر مجھ سے محبت کا اظہار کر رہی تھی اور ادھر وقفے وقفے سے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے ٹی وی اسکرین کو دیکھتی جاتی تھی۔ اسپتال کے ہر حصے کا جائزہ لیتی تھی پھر مطمئن ہونے کے بعد میری طرف متوجہ ہو جاتی تھی۔

تنویمی عمل کے زیر اثر رہنے کے دوران جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا تھا، یہ تمام باتیں مجھے بعد میں بتائی گئی تھیں۔ رسونتی نے بھی مکمل رپورٹ سنائی تھی کہ وہ پندرہ گھنٹے کے دوران کس طرح میری ساری ذمے داریاں پوری کرتی رہی ہے۔ اس نے میرے فرائض انجام دینے کے دوران ایک بات پر خاص توجہ دی تھی۔ وہ میں بتا چکا ہوں، یعنی حور بانو اور جسکانی پر زیادہ توجہ دیتی رہی تھی۔ بار بار موقع ملتے ہی کبھی حور بانو کے پاس پہنچتی اور کبھی جسکانی کے پاس اور دونوں کے دلوں اور دماغوں میں کچھ ایسی ہلکی پھلکی سی ہلچل مچاتی، کچھ ایسے میٹھے میٹھے سے تاثرات پیدا کرتی جس کے نتیجے میں پہلے تو وہ پریشان ہو کر سوچتے ہے کہ یہ ان میں کیسی تبدیلی آ رہی ہے۔ ان میں ایک دوسرے کو چاہنے کا شدید جذبہ کیوں پیدا ہوتا جا رہا ہے؟

چیف کے حکم کے مطابق جب جسکانی، حور بانو کے ساتھ اسلام آباد کی طرف روانہ ہوا تو دونوں کے لیے فرسٹ کلاس کا کمپارٹمنٹ ریزرو کرا دیا گیا تھا۔ سفر کے دوران جسکانی نے تنہائی میں موقع پاتے ہی پوچھا "کیا تم نے بابر کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟"

حور بانو نے گن آنکھوں سے اسے دیکھا پھر سر جھکا کر کہا۔ "مجھ میں ایک عجیب سی تبدیلی آ رہی ہے۔ میرے ارادے بھی نہیں

بدلتے۔ جب ایک بات کا ارادہ کر لیتی ہوں تو اس پر قائم رہتی ہوں لیکن یہ دل کے معاملات کچھ سمجھ میں نہیں آتے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ نہیں سکا۔ ذرا وضاحت سے بیان کرو۔"

"تم نے مجھ سے پوچھا، میں بابر کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں یا نہیں؟ اس کا جواب ہے، میں چاہتی تھی لیکن بابر نے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ ایک سیلانی بنجارہ ہے کبھی ایک جگہ نہیں رہتا۔ وقت کی طرح بہتا چلا جاتا ہے۔ اگر میں اس کی تمنا کروں گی تو ہمیشہ پچھتاتی رہوں گی۔"

"بابر واقعی صاف گو، سچا اور کھرا آدمی ہے۔ جو بات دل میں ہوتی ہے، وہ زبان پر لے آتا ہے کسی کو دھوکا نہیں دیتا۔"

"بعض سچی باتیں دل کو زہر لگتی ہیں۔ بعض حالات میں دل چاہتا ہے، کوئی دھوکا دے۔ جب اس نے اپنے متعلق سچی بات کہہ دی تو میرے دل کو ٹھیس پہنچی۔ میں نے اپنے آپ کو سمجھایا، رفتہ رفتہ وہ میری طرف مائل ہو جائے گا لیکن میں کئی بار اس کے ساتھ تنہا رہی۔ ہم بند کمرے میں رہے۔ میں اس کی موجودگی میں بے خطر سو گئی اور مجھے اس کی ذات سے کوئی نقصان نہ پہنچا۔ میری سمجھ میں آ گیا کہ وہ مجھے حاصل کرنا چاہتا تو میں اس سے دُور نہیں تھی اور اس کے بس میں تھی مگر میں حق ہوں، وہ اب تک دامن بچاتا آ رہا ہے اور میں اپنے آپ کو اس کی سمجھتی رہی ہوں۔"

"تم نے خود کو سُہاگن کیسے سمجھ لیا؟"

"بس یونہی۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ میں نے خواب دیکھا تھا یا بے خودی کا عالم تھا یا میں کسی اور سحر میں گرفتار تھی میں نے دیکھا کہ میں بابر کی دلھن بن گئی ہوں۔"

جمال احمد جسکانی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم اسے اب بھی چاہتی ہو۔"

"میں اسے ساری زندگی چاہتی رہوں گی مگر چاہنے کے انداز میں فرق پیدا ہو گیا ہے۔ پہلے اس سے محبت تھی، اب عقیدت ہے۔"

"یعنی تمہارے دل میں محبت سے کسی کو چاہنے کی گنجائش ہے۔"

وہ چپ رہی۔ کوئی جواب نہ دے سکی۔ جسکانی نے کہا، "تم اس دنیا میں تنہا ہو۔ اپنے والدین کے پاس نہیں جا سکتیں۔ ان کی زندگی بھی خطرے میں ہے اور تم بھی خطرے میں ہو۔ تمہیں ایک ایسے جیون ساتھی کی ضرورت ہے جو قدم قدم پر تمہاری حفاظت کرے اور تمہیں بڑی محبت سے اپنی دلھن بنا کر رکھے۔"

وہ چپ چاپ سن رہی تھی۔ اس نے پوچھا، "کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی، "ابھی میں نے اپنے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ فیصلہ تو بابر کی موجودگی میں کیا تھا۔ اس فیصلے پر وہاں عمل نہ ہو سکا، یہاں ہو سکتا ہے۔"

پھر وہ ہچکچاتے ہوئے بولا، "اگر تم بُرا نہ مانو تو میں کہنا چاہتا ہوں، پتا نہیں کیوں میرا دل تمہاری طرف کھنچا جا رہا ہے، میں تمہارے متعلق سوچنا نہیں چاہتا مگر یہ دل بے ایمان ہے میری بات نہیں مانتا۔ تمہاری ضد کر رہا ہے۔"

یہ سن رہی تھی۔ وہ دل کی باتیں کہتا جا رہا تھا۔ یہی باتیں حور بانو کے دل میں بھی تھیں۔ جب کبھی اس کے دل میں بابر کا خیال آتا تو رسونتی اس کے خیالات بدل دیتی تھی۔ اس کا دھیان بٹا دیتی تھی پھر اسے جسکانی کی طرف مائل کر دیتی تھی۔

اسی طرح جمال احمد جسکانی اپنی موجودہ مصروفیت کے متعلق زیادہ سے زیادہ سوچنا چاہتا اور محبت کی باتیں کم کرنا چاہتا تھا۔ رسونتی اس کے دل اور دماغ کو محبت کے جذبوں سے بھر رہی تھی۔ ایک بند کوٹھری میں دھواں بھر جائے تو وہ کہیں نہ کہیں سے نکلنے کا راستہ بنا لیتا ہے۔ اسی طرح جسکانی کے دماغ میں محبت کا دھواں بھرتا جاتا تھا اور وہ حور بانو کے سامنے ظاہر کرتا جاتا تھا۔ بے چارے وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ ان کے پیچھے کس طرح ٹیلی پیتھی اپنا کام دکھاتی جا رہی ہے۔

میں رفتہ رفتہ سحر سے آزاد ہونے لگا۔ تنویمی عمل کا اثر زائل ہو رہا تھا۔ ایک بار پھر ڈی ڈی ٹی اور فنائل اور دواؤں کی ملی جُلی بُو میرے نتھنوں تک پہنچنے لگی۔ میں اس دنیا کی آوازیں سننے لگا۔

مجھے بڑی کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ وہ تمام زخم جن کی ٹیسیں محسوس نہیں کر رہا تھا اور تنویمی عمل کے دوران بے حس ہو کر رہ گیا تھا، اب وہ زخم پھر تکلیف پہنچا رہے تھے۔ میرے منہ سے بے اختیار کراہیں نکلنے لگیں۔ وہ میرے سرہانے کھڑی کے پاس کھڑی اسپتال کے پچھلے حصے کو دیکھ رہی تھی۔ میری آواز سن کر فوراً پلٹ گئی۔ جب وہ سامنے آئی تو میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

وہ اعلیٰ بی بی تھی۔

میرے مسکراتے ہی سمجھ گئی کہ میں تنویمی عمل کے اثر سے نکل آیا ہوں پھر تو اسے پَر لگ گئے۔ وہ میرے پاس ایسے آئی جیسے پھول پر بہار آتی ہے۔ اس کے بس میں نہیں تھا وہ اپنے وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے میرے سامنے بکھیر دیتی۔

میں نے بڑی نقاہت سے کہا، "میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ چونک گئی۔ اسے اپنی جذباتی حماقتوں کا احساس ہوا۔ سب سے پہلے اس کا فرض تھا کہ ڈاکٹروں کو بلاتی۔ حالانکہ وہ بہت ہی ذہین، حاضر دماغ اور معاملہ فہم تھی۔ اس کے باوجود جذبات میں بہہ جانے کی حماقت ہو ہی جاتی ہے۔ اس نے فوراً ہی ریموٹ کنٹرولر کو ہینڈل کیا۔ سامنے اسکرین پر ایک ڈاکٹر کا چیمبر نظر آ رہا تھا۔ وہاں دو ڈاکٹر، ایک نرس اور دو وردی میں ملبوس افراد نظر آ رہے تھے۔ یقیناً وہ سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتے ہوں گے۔

اعلیٰ بی بی نے آواز کے بٹن کو آن کرتے ہوئے کہا، "ہیلو، میں اعلیٰ بی بی مخاطب ہوں، مسٹر فرہاد ہوش میں آ گئے ہیں۔ آپ تشریف لے آئیں۔"

اس نے ٹی وی کو آف کر دیا۔ میں نے پوچھا، "کیا وقت ہوا ہے؟"

"شام کے پانچ بجے ہیں۔"

"شام کے یا صبح کے؟"

وہ مسکراتے ہوئے میرا ہاتھ تھام کر بولی، "تم پندرہ گھنٹے تک سوتے رہے ہو۔"

میں نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے سر ہلا کر بولی، "ذرا یاد کرو۔ کیا رسونتی تمہارے خواب میں خیال میں آئی تھی۔ کیا اس نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا؟"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ پر زور ڈال کر سوچنے لگا پھر یاد آیا کہ میں نے ایسا خواب دیکھا تھا۔ رسونتی آئی تھی اور میری رضامندی حاصل کرنے کے بعد تنویمی عمل کرتی رہی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا تھا، مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ معمول بن کر سوتے رہنے کے دوران جو کچھ بھی ہوا، وہ میری یادداشت میں محفوظ نہیں تھا۔

دروازے پر دستک سنائی دی۔ اعلیٰ بی بی نے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے ٹی وی کے اسکرین پر دیکھا۔ دروازے کے سامنے وہی دو ڈاکٹر اور دو مسلح افراد نظر آ رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک نرس بھی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔ وہ دونوں ڈاکٹر میرے بستر کے اطراف آ گئے۔ ان کے ساتھ ایک مسلح گارڈ کھڑا ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی اس نرس کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ یہ احتیاط اس لیے تھی کہ مادام کمپیوٹر کسی کے دماغ میں گھس کر کوئی ایسی چال نہ چل سکے جس کی ہم توقع بھی نہ کرتے ہوں۔

ویسے وہ آنے والے تمام افراد گونگے بنے ہوئے تھے۔ میرا علاج کرنے والے ڈاکٹروں کو اور کمرے میں آنے والے ضروری افراد کو کم از کم ایک ہفتے کی ڈیوٹی پر لگا دیا گیا تھا۔ وہ ایک ہفتے تک گھر نہیں جا سکتے تھے۔ اسپتال میں ہی رہنا تھا اور باری باری ڈیوٹی انجام دینا تھی۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر کی ابھی ڈیوٹی نہیں تھی لیکن وہ مجھے دیکھنا چاہتا تھا اور میرے کیس کو سمجھنا چاہتا تھا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی کوئی کسی مریض کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔

ان تمام افراد کو سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ اپنے کمرے میں بند ہونے کے بعد بھی تنہائی میں ایک لفظ زبان سے ادا نہ کریں۔ ہر حال میں گونگے بنے رہیں۔ پہلے جو ڈاکٹر میرے زخموں کی مرہم پٹی کر گیا تھا، اس نے رپورٹ دی تھی، ایک ہفتے کے اندر میرے زخم بھر جائیں گے اور میں چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں گا۔ لہٰذا میرے کمرے میں آنے والے ڈاکٹروں اور دوسرے افراد کو ایک ہفتے تک کسی سے بولنے کی اجازت نہیں تھی۔ کوئی ضروری بات ہو تو وہ تحریر کے ذریعے تبادلۂ خیالات کرتے تھے۔

وہ دونوں ڈاکٹر میرا معائنہ کر رہے تھے۔ ایک نبض ٹٹول رہا تھا۔ دوسرا زخموں کو دیکھ رہا تھا پھر وہ نرس کی مدد سے زخموں کی مرہم پٹی کرنے لگا۔ وہ ایسی دوا لگا رہا تھا جس سے آرام پہنچ رہا تھا۔ نبض ٹٹولنے والے ڈاکٹر نے ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر دوسرے ڈاکٹر کی طرف بڑھایا۔ اعلیٰ بی بی نے بھی اسے پڑھا۔ اس نے لکھا تھا۔ "مسٹر فرہاد! زخموں کی تکلیف سے پریشان ہیں۔ انھیں تکلیف سے نجات دلانے کے لیے میں یہ انجکشن مستعب کر رہا ہوں آپ کی کیا رائے ہے؟"

اس ڈاکٹر نے تجویز پیش کرنے والے ڈاکٹر سے اس انجکشن کی شیشی لے کر دیکھی، اسے پڑھا۔ پھر واپس کرنے کے بعد اس کاغذ کے نیچے لکھ دیا، "ہاں یہ انجکشن دیا جا سکتا ہے۔"

انجکشن کی شیشی نرس کی طرف بڑھا دی گئی تاکہ وہ ایک سرنج تیار کرے۔ نرس اس میز کی طرف گئی جو ایک دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اس میز پر میری ڈریسنگ کے لیے دوائیں رکھی ہوئی تھیں۔ باہر سے جو بھی دوا آتی تھی، اسے اچھی طرح چیک کیا جاتا تھا۔ دونوں ڈاکٹروں سے تصدیق کرائی جاتی تھی کہ وہ دوائیں نقصان دہ نہیں ہیں۔ اس کے بعد وہ میرے کمرے میں لا کر اس میز پر رکھی جاتی تھیں۔ وہیں انجکشن دینے کے دوسرے سامان بھی رکھے ہوئے تھے۔ نرس وہاں پہنچ کر سرنج تیار کرنے لگی۔

اس نرس کو اپنے پیچھے اعلیٰ بی بی کی سرگوشی سنائی دی۔

"یہ تمہارے ہاتھ کیوں کانپ رہے ہیں؟"

وہ گھبرا کر پلٹ گئی۔ ہکلاتے ہوئے بولی، "نن... نہیں تو۔ میرے ہاتھ نہیں کانپ رہے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے عزاتے ہوئے پوچھا "تم نے اپنے منہ سے الفاظ کیوں ادا کیے جبکہ تمھیں سختی سے ممانعت کی گئی تھی؟"

"آ، آپ نے مجبور کر دیا۔"

"کوئی مجبور کرے تو کیا اپنے فرض کو بھول جاؤ گی جبکہ تمھارا فرض تھا گونگی رہنا۔"

"میں اپنی غلطی پر نادم ہوں۔"

"تم نادم ہو مگر یہ تمھیں کیا ہو رہا ہے؟"

"مم، مجھے کیا ہو رہا ہے۔ میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔"

"خاک ٹھیک ہو، تمھارے چہرے کا رنگ اڑا جا رہا ہے۔ پہلے ہاتھ کانپ رہے تھے، اب زبان لڑکھڑا رہی ہے۔"

"مادام! آپ خواہ مخواہ مجھ پر نفسیاتی طریقے سے اثر انداز ہونا چاہتی ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے سرنج والے ہاتھ کی کلائی پکڑ لی۔ "یہ مجھے دو۔"

وہ اپنی کلائی چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "نہیں۔ میں ڈاکٹر کو دوں گی۔"

اس نے اپنی مٹھی کو سختی سے بند کر لیا تاکہ سرنج نکلنے نہ پائے۔ اعلیٰ بی بی نے اس کی مٹھی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "مادام کمپیوٹر! تم ابھی بچی ہو۔ تم نے میری ذہانت کو آزمایا ہے، اب میری زور آزمائی بھی دیکھو۔"

نرس نے اور سختی سے سرنج کو مٹھی میں بھینچ لیا تھا لیکن اعلیٰ بی بی نے تو نفسیاتی اثر ڈالا تھا۔ اس کی خصوصیت یہی ہے کہ وہ زور آزمائی نہیں کرتی، مغالطے میں رکھتی ہے۔ اس سے پہلے کہ نرس کے دماغ میں چھپی رہنے والی مادام کمپیوٹر، اعلیٰ بی بی کی چال کو سمجھتی، اعلیٰ بی بی چشم زدن میں اپنا ہاتھ اپنے سر کی طرف لائی پھر وہاں سے ہیئر پن نکال کر نرس کے ہاتھ میں چبھو دی۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی پھر وہ مٹھی ڈھیلی پڑ گئی۔ دوسرے ہی لمحے وہ سرنج اعلیٰ بی بی کے ہاتھ میں تھی۔ اسی وقت دونوں مسلح افراد نے آگے بڑھ کر نرس کو حراست میں لے لیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "اب یہی انجکشن میں تمھیں دوں تو کیسا رہے گا؟"

وہ ایک دم سے رونے اور گڑگڑانے لگی۔ "مادام! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں خود نہیں سمجھ سکتی کہ میں بے اختیار ایسا کیوں کرنے جا رہی تھی۔"

[illegible] تمھیں بتایا تو تھا [illegible] تیمور کے ساتھ رہ کر ٹیلی پیتھی کی ایک ایک ٹیکنیک کو اچھی طرح سمجھتی ہیں۔ کیا تمھارے دماغ پر مادام کمپیوٹر پوری طرح چھائی ہوئی نہیں تھی؟"

وہ اپنی ایک انگلی نرس کی پیشانی پر رکھتے ہوئے بولی۔ "اور مادام کمپیوٹر! تم بھی اچھی طرح سن لو۔ ہم کس طرح بال کی کھال نکالنا جانتے ہیں۔ اگر تم نرس کے دماغ پر پوری طرح قابض ہوتیں تب بھی ہم اسے پکڑ لیتے کیونکہ تم تھوڑے سے عرصے میں نرس کی چال ڈھال، اس کے انداز اور اس کی پوری طرح اسٹڈی نہیں کر سکتی تھیں اور تم یہ جانتی تھیں کہ یہاں رکھے ہوئے ٹی وی اسکرین کے ذریعے میں ایک ایک فرد کی اسٹڈی کر رہی ہوں..... تم نے اسے کسی نہ کسی طرح بلیک میل کیا ہے، اسے مجبور کیا ہے کہ یہ تمھارے حکم کی تعمیل کرتی رہے ورنہ اسے زبردست نقصان پہنچے گا۔"

نرس نے یک بیک دھاڑیں مار کر روتے ہوئے کہا۔ "مادام! آپ درست کہہ رہی ہیں، میں برباد ہو جاؤں گی۔ میری گود اُجڑ جائے گی۔ میرے بچے کو اغوا کیا گیا ہے۔ مجھے دھمکی دی گئی ہے اگر میں نے حکم کی تعمیل نہ کی تو اس معصوم کو مار ڈالا جائے گا۔ اب تو میں کہیں کی نہ رہی۔ نہ مادام کمپیوٹر کے حکم کی تعمیل کر سکتی ہوں، نہ اپنے بچے کو کسی طرح بچا سکتی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے کہا "مادام کمپیوٹر! میری بات ادھوری رہ گئی تھی۔ اب آگے سنو، چونکہ تم اس کے دماغ پر پوری طرح قابض رہ کر اس کی چال ڈھال اور مخصوص انداز کے ساتھ یہاں رہ نہیں سکتی تھیں، پکڑے جانے کا اندیشہ تھا اس لیے تم نے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ صرف ہپناٹک سیلنگ کا سہارا لے رہی تھیں، یہ بھول گئی تھیں کہ یہ نرس ایک عورت ہے۔ یہ فرض اور ممتا کے درمیان الجھی رہے گی تو کہیں نہ کہیں لغزش ضرور ہو گی۔

میرے سرہانے رکھے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے اسے اُٹھا کر آپریٹ کیا۔ اسکرین پر لکھا ہوا نظر آیا "میں تمھاری اعلیٰ بی بی سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا "اِدھر آ جاؤ" جسے تم نرس کے دماغ میں مخاطب کر رہی ہو، وہ اس کمپیوٹر کے ذریعے کچھ کہنا چاہتی ہے۔"

"میں ابھی آتی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے وہ سرنج ایک ڈاکٹر کو دیتے ہوئے کہا۔ "آپ نے فرداد کے لیے جو انجکشن منتخب کیا تھا، وہ یقیناً درست ہو گا لیکن سرنج میں پہلے سے کچھ موجود تھا۔ آپ لیبارٹری میں لے جا کر اس کا تجزیہ کریں۔"

پھر اس نے مسلح افراد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "نرس کو یہاں سے لے جاؤ لیکن اسے سزا نہیں دی جائے گی۔ یہ بے قصور ہے۔ فی الحال اسے اسپتال کے احاطے سے نکال دو۔"

نرس گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگی "میرا بچہ، پلیز میرے بچے کو کسی طرح بھی بچا لو۔ نہیں تو میں مر جاؤں گی۔"

وہ اسے کھینچ کر کمرے سے لے جا رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "ٹھہر جاؤ۔"

اس نے میرے ہاتھ سے کمپیوٹر لے کر اسے آپریٹ

کیا پھر کہا "تم واقعی کوئی عورت ہو تو میں تمھیں ایک عورت ہونے کا واسطہ دیتی ہوں۔ سب سے دشمنی کر لو معصوم بچوں سے بغض نہ رکھو۔ یہ بے چاری ممتا کی ماری ہے۔ تمھارے حکم کی تعمیل کر رہی تھی۔ یہ اس کی اور تمھاری بدنصیبی ہے کہ میں نے چال کامیاب نہیں ہونے دی۔ اس میں اس بے چاری کا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں، کیا تم اس سے اتنی ہمدردی کرو گی؟"

کمپیوٹر سے جواب موصول ہوا "میں وعدہ کرتی ہوں، اس کے بچے کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ اسے واپس کر دیا جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے نرس سے کہا "تم گھر جاؤ، تمھارا بچہ واپس مل جائے گا۔"

وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ اعلیٰ بی بی نے دروازے کو بند کیا پھر کمپیوٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے پوچھا "ہاں تو مادام کمپیوٹر! تم مجھ سے کچھ باتیں..... کرنا چاہتی ہو؟"

اسکرین پر جواب موصول ہونے لگا "میں تمھارا ریکارڈ پڑھ چکی ہوں۔ وہ ریکارڈ تمھاری بے مثال ذہانت اور حاضر دماغی کی مثالوں سے بھرا پڑا ہے مگر میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اس نرس کو اس طرح پکڑ لو گی۔ یہی میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"اور میں بتانا چاہتی ہوں۔ بیشک تمھیں معلوم ہونا چاہیے لیکن ہلاؤں سے بالا پڑا ہے۔ کیا تم نے میرے ریکارڈ میں اس ٹریجیڈی کی فوٹو کاپی نہیں دیکھی جو سند ہے کہ میں علم نفسیات کی ماہر ہوں۔ تمھاری ٹریپ کی ہوئی نرس بیشک پُرسکون تھی۔ وہ اپنے بچے کی خاطر خاموشی سے تمھارے حکم کی تعمیل کر کے یہاں سے چلی جانا چاہتی تھی لیکن اس کا چہرہ سپاٹ ہونے کے باوجود ایک ذرا بجھا بجھا سا تھا۔ ہر انسان کی آنکھیں اس کے اندرونی جذبات کی چغلی کھاتی ہیں۔ اس نے اپنے چہرے سے بہت کچھ چھپا لیا تھا لیکن آنکھوں سے کرب ظاہر ہو رہا تھا یعنی وہ اندر سے اپنے بچے کے لیے رو رہی تھی۔ صرف آنکھ میں آنسو نہیں آ رہے تھے۔ جب وہ انجکشن کی شیشی لے کر سرنج کی طرف جانے لگی تو اس کی چال میں فرق آ گیا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "اتنی باتوں سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ کسی سازش میں مبتلا ہے۔ اس کی اپنی کوئی پرسنالٹی ہو سکتی تھی لیکن ایک بات مجھے کھٹکنے لگی جو نرس اتنی اہم ڈیوٹی پر ہو اگر وہ ذہنی طور پر پریشان ہے تو ہمارے لیے کسی نہ کسی پہلو سے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ وہ پریشانی کی حالت میں سرنج کے لیے مناسب سوئی کا انتخاب نہیں کر سکتی یا کوئی اور غلطی کر سکتی ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اصل بات کیا ہے۔"

وہ پھر ایک لمحے کے لیے چپ ہوئی پھر کہنے لگی۔

"میں نے یہ معلوم کرنے کے لیے چپکے سے اس کے پیچھے پہنچ کر سرگوشی میں ایسی بات کہی کہ وہ چونک گئی جس کے دل میں چور ہوتا ہے، اچانک کوئی بات ہو تو وہ گھبرا جاتا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ اس کے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ حالانکہ نہیں کانپ رہے تھے لیکن وہ اس قدر گھبرا گئی تھی کہ زبان لڑکھڑانے لگی تھی۔"

اس نے ایک انگلی کو کمپیوٹر پر رکھتے ہوئے کہا "مادام! کمپیوٹر ٹیلی پیتھی آ جانے سے عقل نہیں آ جاتی۔ رسوخ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اگرچہ وہ ذہین ہے لیکن غیر معمولی طور پر ذہین نہیں ہے۔ بعض حالات میں وہ بے بس ہو جاتی ہے۔ اپنی ذہانت کو موقع کی مناسبت سے استعمال نہیں کر سکتی۔ ٹھیک اسی طرح تم نے بھی اپنی ذہانت سے کام نہیں لیا۔ جب میں نے نرس کی کلائی کو پکڑ لیا تھا اور اس سے سرنج لینا چاہتی تھی تو تمھارا کام تھا کہ وہ سرنج آسانی سے میرے حوالے کر دیتیں، اس کی مٹھی کھول دیتیں لیکن تم نے بھی دیکھا کہ کام بگڑ رہا ہے تو ضد پر آ گئی تھیں، تمھارا خیال تھا کہ راز فاش ہو جائے گا حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تمھاری کیا چال ہے لیکن سرنج دینے سے انکار کرنا ایک ایسا عمل تھا کہ میرا شبہ یقین میں بدل گیا۔"

"ہوں، میں سمجھ گئی۔"

"کیا سمجھیں؟"

"یہی کہ پہلے تمھیں اس کمرے سے ہٹانا ہو گا۔"

"نہیں نہیں، مادام کمپیوٹر ایسی حماقت نہ کرنا۔ میں تو ہٹ ہی جاؤں گی لیکن میرے بعد جو بُلا یہاں آنے والی ہے، وہ تمھارے بارہ بجا دے گی۔"

"میں جانتی ہوں، وہ مکار عورت کون ہے۔ کیا تم میری ایک الجھن دور کرو گی؟"

"اگر دور کر سکی تو ضرور کروں گی۔"

"میں نے سونیا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی لیکن نہ پہنچ سکی۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ میری معلومات کے مطابق اس نے [illegible] کی مشق [illegible] نہیں [illegible] کی ہے۔"

"فرہاد کل سے تمہاری مٹھی میں ہے۔ اس کا دماغ کمزور ہے لیکن اب سے پندرہ گھنٹے پہلے تم نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی ہوگی اور اب سے آدھے گھنٹے پہلے تک ناکام رہی ہو۔ کیا تمہاری سمجھ میں کچھ نہیں آیا؟"

کمپیوٹر سے جواب موصول ہوا "دو ہی باتیں سمجھ میں آئیں، یا تو فرہاد کو ایسی دوائیں دی گئی تھیں کہ اس کا دماغ سُن ہوگیا تھا، میری سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کر رہا تھا یا پھر اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے فرہاد کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لیا، اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ تم میری بات کا جواب دو۔ کیا سونیا کے ساتھ بھی یہی عمل کیا گیا ہے؟"

"ہاں، یہی کیا گیا ہے لیکن کیسے کیا گیا ہے" اس کے لیے تم کسی ہپناٹزم کے ماہر سے رجوع کرو۔ میں زیادہ وضاحت نہیں کروں گی۔ ایک بات پوچھتی ہوں۔ جب فرہاد کے دماغ میں آسانی سے پہنچ سکتی ہو تو پھر نرس کو ٹریپ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ابھی لیبارٹری سے رپورٹ آجائے گی۔ بہتر ہے تمہی رپورٹ پیش کر دو۔"

جواب موصول ہونے لگا "میں فرہاد کو ہمیشہ کے لیے اپنے بس میں رکھنا چاہتی ہوں۔ آخر میں اس کے دماغ کو کب تک جھٹکے پہنچاتی رہوں گی۔ رسونتی بار بار ڈھال بن جایا کرے گی۔ میں نے سوچا ایسی دوا انجیکٹ کی جائے کہ رفتہ رفتہ اس کا دماغ کمزور ہوتا چلا جائے۔"

"تم ہمارے مقابل کب تک ثابت قدم رہ سکو گی"

"ابھی تو ابتدا ہے، آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا"

"یہ مصرعہ یاد رکھنا۔ تمہارے بہت کام آئے گا"

"مجھ سے طنزیہ انداز میں گفتگو نہ کرو۔ غصہ آئے گا تو ابھی فرہاد کی کھوپڑی میں زلزلہ پیدا کر دوں گی"

"وہاں رسونتی موجود ہے"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ وہ موجود ہوتی تو نرس کے دماغ میں پہنچ کر میری سازشوں کو پہلے ہی سمجھ لیتی۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں، وہ کہاں ہے؟"

"ٹھیک تمہارے پیچھے ہے"

کمپیوٹر کا اسکرین سمجھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے روشن ہوا۔ وہاں لکھا ہوا تھا "کیا تم مجھ سے مذاق کر رہی ہو"

اعلیٰ بی بی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "اسے نفسیاتی حربہ کہتے ہیں۔ تم نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا ہوگا، اسی لیے اسکرین سمجھ گیا تھا۔ نادان بچی، اتنی خوفزدہ کیوں ہو؟"

"میں تمہاری باتوں کا جواب فرہاد کی کھوپڑی میں دھماکا کر کے دیتی مگر ذرا انتظار کرو۔ مجھے دوسری طرف سے کچھ اشارے مل رہے ہیں"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اوہو، مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں نادان بچی کہہ دیا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تمہیں اشارے بھی ملتے رہتے ہیں"

"یو شٹ اَپ، میں ابھی آکر بتاتی ہوں"

اسکرین بجھ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے ریموٹ کنٹرول کو ہاتھ میں لے کر ہینڈل کیا۔ اسکرین آن ہوگیا۔ ڈاکٹر کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے ایک بٹن آن کرتے ہوئے پوچھا "کیا لیبارٹری سے رپورٹ آگئی؟"

ڈاکٹر نے چونک کر چھت کی طرف دیکھا۔ اعلیٰ بی بی کی آواز وہیں سے سنائی دے رہی تھی۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر نے کاغذ نکال کر دکھایا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "اسے سیدھی طرح پکڑے رہو، میں دیکھ رہی ہوں"

ڈاکٹر نے کاغذ کو اوپر اور نیچے کی طرف پھیلا کر پکڑ لیا۔ اس نے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے اس کاغذ کو اسکرین کے کلوز اپ میں لا کر پڑھنا شروع کیا۔ رپورٹ وہی تھی۔ ایسی دوا سرنج کے اندر پہلے سے موجود تھی جس کے اثر سے انسانی دماغ رفتہ رفتہ کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "میں پڑھ چکی ہوں۔ دیٹس آل"

اس نے ٹی وی اسکرین کو آف کر دیا پھر پریشان ہو کر کہا "پتا نہیں رسونتی کہاں رہ گئی ہے"

اسی وقت رسونتی نے مجھ سے کہا "میں آگئی ہوں۔ اعلیٰ بی بی سے کہو، مجھے اپنے دماغ میں آنے دے"

میں نے پیغام پہنچا دیا۔ وہ چُپ ہو کر ایک طرف تکنے لگی۔ گویا کہ اب اسے اپنے دماغ میں سن رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "تم اپنی رپورٹ بعد میں سنانا۔ میں نے تمہیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا، فرہاد کے دماغ سے زیادہ دیر غیر حاضر نہ رہنا۔ تم اب تک کہاں الجھی ہوئی تھیں"

یہ سوال کر کے وہ چپ ہوگئی۔ رسونتی کی باتیں سننے لگی۔ میں نے کہا "یہ کیا بات ہے۔ میں یہاں چپ چاپ تماشا دیکھ رہا ہوں اور تم باتیں کر رہی ہو۔ رسونتی سے کہو، وہ تمہاری زبان سے بولتی رہے۔ میں سنتا رہوں گا"

اس نے اعلیٰ بی بی کی زبان سے کہا "میں اب تک جہاں الجھی ہوئی تھی، اس کی روداد ابھی بیان کروں گی۔ اعلیٰ بی بی سے معلوم ہوا کہ یہاں مادام کمپیوٹر نے اپنا حربہ استعمال کرنے کی کوشش کی تھی اور ناکام رہی تھی۔"

میں نے کہا "ہاں، وہ ناکام ہوگئی، جو ہوگیا سو ہوگیا۔ تم اپنی روداد بیان کرو"

وہ بیان کرنے لگی "اعلیٰ بی بی اور سونیا نے مشورہ دیا تھا کہ مجھے تمام دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں اور ان کے خاص ماتحتوں کے دماغوں میں پہنچتے رہنا چاہیے۔ اس طرح ہم کسی نہ کسی طرح مادام کمپیوٹر کی کوئی کمزوری معلوم کر لیں گے"

اعلیٰ بی بی نے اپنے طور پر کہا "صرف یہی نہیں، ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ تمام سربراہ اور ان کے خاص ماتحت مادام کمپیوٹر سے کیا کام لے رہے ہیں"

میں نے پوچھا "رسونتی! تم نے اب تک کیا معلومات حاصل کیں؟"

"میں اب تک ماسٹر کی کے ٹیرر ٹریننگ سینٹر میں تھی۔ تم وہاں خیال خوانی کے ذریعے کئی بار پہنچ چکے ہو۔ تمہیں وہ ہال یاد ہوگا جس کے وسط میں ایک دائرہ نما اسٹیج ہے اور اس اسٹیج پر ایک ریوالونگ چیئر رکھی ہے اور وہ چیئر خود کو ماسٹر کی کہتی ہے"

"تم اس ہال کا نقشہ کیوں پیش کر رہی ہو؟"

"یہ بتانا چاہتی ہوں کہ ماسٹر کی جسمانی طور پر کہیں بھی موجود نہیں رہتا ہے۔ تمام دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں نے ایک اہم اجلاس طلب کیا تھا۔ ماسٹر کی نے جواب دیا تھا جو بھی اہم اجلاس ہوگا، وہ اسی کے ٹیرر ٹریننگ سینٹر کے اس بڑے ہال میں ہوگا جہاں وہ ریوالونگ چیئر رکھی ہوئی ہے یعنی وہ دوسری تنظیموں کے لیے بھی پُراسرار بنا ہوا ہے۔

بہرحال وہ اجلاس اس ریوالونگ چیئر کے سامنے منعقد ہوا۔ وہاں مادام کمپیوٹر بھی موجود تھی۔ کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس کی موجودگی کا پتا چل رہا تھا۔ اجلاس شروع ہوتے ہی الہامہ بُرر ٹریننگ سینٹر کے پریسیڈیر جوناتھن نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "ہم بہت اہم مسائل پر گفتگو کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ لی ہاروی ٹی ٹی سینٹر کے سائمن وی گریٹ نے یہاں آنا ضروری نہیں سمجھا"

اس کے جواب میں لی ہاروی ٹی ٹی سینٹر کے ایک خاص فرد نے اٹھ کر کہا "میں سائمن وی گریٹ کا دست راست ہوں، میرے باس نے کہا ہے، وہ ماسٹر کی سے کسی طرح کمتر نہیں ہے اگر ماسٹر کی ہمارے ٹی ٹی سینٹر میں نہیں آسکتا تو سائمن وی گریٹ بھی اسے میزبانی کی زحمت نہیں دے گا۔ لہٰذا میں اپنے باس کی طرح حاضر ہوں۔ یہاں میں جو کہوں گا، اپنے باس کی زبان سے کہوں گا۔ جو سنوں گا وہاں جا کر سنا دوں گا"

بہرام علی ٹی ٹی سینٹر کے ایک فرد نے اٹھ کر کہا "میں بھی اپنے باس کی طرف سے حاضر ہوا ہوں۔ میرے باس نے کہا، یہ نہایت ہی نامناسب بات ہے۔ اگر ماسٹر کی اپنے گھر سے باہر گھر نہیں آسکتا تو پھر ہم اس کے گھر کیسے جا سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ اجلاس ایسی جگہ منعقد کرنا چاہیے تھا جہاں آنے میں کسی کو اعتراض نہ ہوتا لیکن آپ لوگوں نے صرف ماسٹر کی کے اعتراض کو مدِنظر رکھا ہے"

ریوالونگ چیئر نے قہقہہ لگایا پھر ماسٹر کی کی آواز اُبھرنے لگی "تمہارے سربراہوں کی عدم موجودگی یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ سب میرے سامنے احساسِ کمتری میں مبتلا ہیں۔ وہ نہیں آئے، ان کے نمائندے آئے، خیر ہمارے لیے یہی کافی ہے۔ اب ایجنڈے کے مطابق کارروائی شروع کی جائے"

اس کے مطابق الہامہ ٹی ٹی سینٹر کے بریسیڈیر جوناتھن نے اٹھ کر کہا "اس وقت کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر آن ہے اور ہم مادام کمپیوٹر سے ان کی کوتاہیوں کی شکایات کر رہے ہیں"

وہ کمپیوٹر چھوٹا سا تھا لیکن اسے ایسے آلات کے ساتھ ایک بڑی اسکرین سے منسلک کیا گیا تھا کہ مادام کمپیوٹر کے جوالفاظ چھوٹے سے کمپیوٹر کے اسکرین پر اُبھرتے تھے، وہ بڑی اسکرین پر نظر آنے لگتے تھے۔

اسکرین پر اس کا جواب موصول ہو رہا تھا۔ وہاں لکھا ہوا تھا "میں اپنے خلاف شکایات سن رہی ہوں لیکن پہلے وارننگ دیتی ہوں کہ یہاں رسونتی کسی نہ کسی کے دماغ میں موجود ہے"

سب محتاط ہوگئے۔ سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

ریوالونگ چیئر نے پھر قہقہہ لگایا "ہاں، تم سب ایک دوسرے کو دیکھو مگر اس چیئر کو نہ دیکھو۔ کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ میں جو تم سب سے برتر ہوں اور میرے سامنے جو دوسرے ٹی ٹی سینٹر کے سربراہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہوتے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ سب سے پہلے میں نے ہی فرہاد علی تیمور کو چیلنج کیا تھا۔ فرہاد اور رسونتی مجھ تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ ایک دن میں ان کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا لیکن میں انہیں جان سے نہیں ماروں گا یوں بے بس کر دوں گا کہ وہ میرے سامنے ساری عمر گھٹنے ٹیکتے رہیں گے"

اسکرین پر الفاظ اُبھرنے لگے۔ مادام کمپیوٹر کہہ رہی تھی، "ماسٹر کی! تمہارا یہ چیلنج میرے لیے بھی ہے۔ زیادہ شیخی مت بگھارو۔ تم سے پہلے کتنے ہی یوگا کے ماہر آئے۔ وہ ٹیکنیکل مائنڈ والا بلیک شیڈو بھی چیلنج کرتا رہا لیکن نتیجہ کیا ہوا۔ یاد رکھو جس وقت تم قہقہے لگا رہے ہوتے ہو، اس وقت ٹیلی پیتھی جاننے والے سنگ

بناتے ہوئے تمھاری طرف بڑھتے جاتے ہیں۔ ہم ایک نہ ایک دن تمھاری شہ رگ تک پہنچ جائیں گے میری ایک نصیحت یاد رکھو، کم بولا کرو۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی پھر بریگیڈیئر جوناتھن نے کہا۔ "مادام کمپیوٹر! تم بھی جو بولتی ہو، وہ نہیں کرتی ہو۔ کیا تم مصلحتاً بہت سی باتیں ہم سے نہیں چھپاتی ہو؟"

"میں مصلحتاً صرف وہی باتیں چھپاتی ہوں جن سے تمھارا نقصان نہیں ہو سکتا۔"

ریوالونگ چیئر نے کہا۔ "ہماری تازہ ترین اطلاع کے مطابق بابر بہت زیادہ پُراسرار بن گیا ہے اور تم اس کے متعلق ہم سے بہت کچھ چھپا رہی ہو۔ کیا اس سے ہمیں نقصان نہیں پہنچے گا؟"

اسکرین کے ذریعے جواب دیا گیا۔ "جن لوگوں نے یہ اطلاع تمھارے پاس پہنچائی ہے، انھوں نے یہ تو ضرور بتایا ہوگا کہ بابر اتنا پُراسرار کیوں بن گیا ہے۔"

"ہمیں بتایا گیا ہے، وہ کمزوری سے مقابلہ کرنے کے بعد ذہنی اور جسمانی طور پر کمزور ہو چکا ہے ــــ تم آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ سکتی ہو لیکن تم نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اب تک کوئی خاص بات نہیں بتائی جبکہ بابر کو حکومت کی بھرپور حمایت حاصل ہو رہی ہے خصوصی پولیس ونگ اور سیکرٹ سروس کے ایجنٹ اس کی نگرانی کر رہے ہیں جس اسپتال میں وہ زیرِ علاج ہے وہاں سخت پہرہ لگا یا گیا ہے۔ ہمارے آدمی وہاں داخل ہونے میں ناکام رہے ہیں۔ آخر بابر میں ایسی کیا بات ہے کہ اس کی اتنی حفاظت کی جا رہی ہے؟"

مادام کمپیوٹر نے جواب دیا۔ "میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ بابر، کرم داد، جسکانی اور ریحانہ وغیرہ کو وہ خط اور فائلیں اسلام آباد تک لے جانے نہیں دوں گی۔"

"تو پھر کہاں ہے وہ خط، کہاں ہیں وہ فائلیں؟"

"بابر آخری وقت تک ہمیں دھوکا دیتا رہا۔ میں پہلے مجبور تھی۔ اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔ وہ نواب شاہ سے جو چالیں چلتا رہا، ان سے یہی ظاہر ہوا کہ اصل کاغذات اس نے اپنے پاس چھپا رکھے ہیں۔ میں نے کم کمزوری کو اس سے ٹکرا دیا جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔"

ریوالونگ چیئر کے ذریعے ماسٹر کی نے کہا۔ "تم نے میرے ایک بہت اہم مُہرے کو ختم کرا دیا۔ کمزوری میرا بہت ہی قابلِ فخر فائٹر تھا۔ تم نے بابر کی پٹائی کرانا چاہی مگر وہ پٹنے والا میرا ساتھ چھوڑ گیا۔ تم نے مجھے زبردست نقصان پہنچایا ہے۔"

اسکرین پر جواب نظر آیا۔ "نقصان برداشت کرنے اور کبھی کبھی ہارنے کا حوصلہ نہ ہو تو میدان چھوڑ دو۔ جب باہر سے مقابلہ نہیں ہوا تھا تب تم ہی کہا کرتے تھے، 'کم کمزوری ناقابلِ شکست ہے۔' اسی لیے سمجھاتی ہوں، زیادہ شیخی مت بگھارو۔ کم بولو اور کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات تم نہیں کر رہی ہو۔ جب بابر کا دماغ کمزور ہو چکا ہے تو یہ کیوں نہیں بتاتیں کہ تم نے اس کے دماغ سے کیا معلومات حاصل کی ہیں؟"

"میں نے جس حد تک تم لوگوں سے معاہدہ کیا ہے اس حد تک بتا چکی ہوں، وہ خط اور کاغذات اس کے پاس نہیں ہیں۔"

"ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں، بابر کون ہے؟"

"اس سلسلے میں ابھی ہمارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے۔ اس کا معاوضہ الگ سے لوں گی۔"

"جہنم میں گیا تمھارا معاوضہ۔ ہم نے معلوم کر لیا ہے بابر کے پیچھے فرہاد علی تیمور کی شخصیت ہے۔ تم ہمارے لیے کام کرتی ہو اور ہم سے اس کی اصلیت چھپاتی ہو۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہو رہا ہے کہ تم کوئی خوبصورت عورت ہو اور فرہاد لیڈی کلر ہے اگر تم خواب دیکھنے کی عادی ہو تو یقیناً اسے چاہنے والیوں کی فوج میں اپنا نام بھی لکھوانے والی ہو یا لکھوا چکی ہو۔"

"بکواس کرنے سے بہتر ہے، کام کی بات کرو۔ میں پوچھ سکتی ہوں کہ بابر کے پیچھے فرہاد علی تیمور کا شبہ کیوں ہو رہا ہے؟"

"تم شبہ کہہ رہی ہو اور ہم یقین سے کہہ رہے ہیں اگر صرف حکومتِ پاکستان ہی بابر کی حمایت کرتی اور اس کے لیے سخت پہرہ لگاتی، اس کے لیے علاج معالجے کی تمام سہولتیں فراہم کرتی تو ہم شبے میں مبتلا رہتے لیکن وہاں اعلیٰ بی بی اور سونیا کس لیے پہنچ گئی ہیں، بابر سے ان کا کیا رشتہ ہے؟"

اسکرین پر جلی حرفوں میں نظر آیا۔ "وہی جو فرہاد سے ہے۔"

"یعنی تم تسلیم کرتی ہو کہ تم نے فرہاد علی تیمور کی اصلیت کو ہم سے چھپا رکھا تھا۔"

"تسلیم کرتی ہوں۔ میں تم لوگوں کی زرخرید نہیں ہوں، اپنے معاملات ساری دنیا سے چھپا سکتی ہوں۔"

"لیکن یہ معاملہ ہم سے تعلق رکھتا ہے۔"

"تم سے تعلق رکھتا ہے تو تم فرہاد سے سمجھو۔ میں ایک سودا گر ہوں، اپنی ٹیلی پیتھی کا کمال سب کے سامنے فروخت کرتی ہوں۔ تم سب میرے چیدہ چیدہ گاہک ہو۔ ان میں فرہاد علی تیمور کا اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ میری خدمات حاصل کرے گا تو میں اس سے بھی معاوضہ طلب کروں گی لیکن میرا طریقۂ کار یہ رہے گا کہ تم میں سے جو بھی میرا مؤکل رہے گا میں اسے فراڈیوں کی

کی طرف سے نقصان پہنچنے نہیں دوں گی۔ کوئی خطرہ درپیش ہوگا تو میں اطلاع دے دوں گی لیکن بچاؤ نہیں کروں گی۔ اپنا بچاؤ خود کرنا ہوگا۔ اسی طرح فرہاد کو جانی نقصان پہنچنے کا احتمال ہوگا تو میں اسے بھی بتا دوں گی لیکن اسے بچانے کے سلسلے میں پیش پیش نہیں رہوں گی۔"

سائن دی گریٹ کے نمائندے نے کہا۔ "یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، تم دونوں طرف سے مال کھا رہی ہو۔ ہم سب کو کٹھ پتلیاں سمجھ رہی ہو۔ اپنے طور پر نچانا چاہتی ہو۔ میرے باس سائن دی گریٹ کو یہ منظور نہیں ہے۔"

بہرام علی ٹی ٹی سینٹر سے آنے والے نمائندے نے بھی کہا۔ "مادام کمپیوٹر! ہمارے ٹی ٹی سینٹر کی طرف سے تمھیں بھاری معاوضہ دینے کی پیشکش کی گئی تھی۔ تمھیں اس بات کی ضمانت دی گئی کہ ساری زندگی تمھارے پاس منہ مانگی رقم پہنچتی رہے گی۔ تمھیں صرف ہمارا ساتھ دینا چاہیے لیکن تم نے انکار کر دیا اور تمام دہشت گرد تنظیموں سے رابطہ قائم کر رکھا ہے۔ ہر ایک سے اپنے اپنے طور پر مال وصول کرتی جا رہی ہو۔ چلو یہ بھی ہم برداشت کرتے رہے ہیں لیکن فرہاد ہم تمام دہشت گرد تنظیموں کا مشترکہ دشمن ہے۔ تمھیں کم از کم اس سے کوئی سودا نہیں کرنا چاہیے۔"

کمپیوٹر نے جواب دیا۔ "میں کسی کی دوست نہیں ہوں، میں کسی کی دشمن نہیں ہوں۔ اگر مجھ سے سودا منظور ہے تو میں مختلف مراحل پر مختلف معاوضوں کے ساتھ تم لوگوں کے کام آتی رہوں گی۔ منظور نہیں ہے تو اچھی طرح سوچ لو۔ فرہاد اس وقت میری ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں ہے۔ میں اس سے چشمِ زدن میں دوستی کر سکتی ہوں اور اس کے ساتھ مل سکتی ہوں۔ پھر ایک نہیں، دو نہیں، تین ٹیلی پیتھی کی قوتیں یکجا ہو جائیں گی اور تم لوگوں کی کھوپڑیوں میں دھماکے کرتی رہیں گی۔"

پیش آنے والے اس خطرے کو سبھی سمجھ رہے تھے پہلے فرہاد اور سونیا ہی کچھ کم نہ تھے، تیسری بھی دھمکیاں دے رہی تھی۔ تیسری نے کمپیوٹر اسکرین کے ذریعے کہا۔ "سوچنے میں خواہ مخواہ وقت ضائع نہ کرو۔ اپنے سامنے شطرنج کی بساط بچھاؤ اور دیکھو کہ تین ٹیلی پیتھی کے مہرے یکجا ہو گئے تو تم سب کی مات یقینی ہے۔ اگر جینا چاہتے ہو تو ایک مہرے کو ادھر سے اٹھا کر اپنی طرف رکھو۔ ظاہر ہے وہ مہرہ میں ہوں۔ میں نے کہہ دیا ہے، تمھاری دشمن نہیں ہوں، فرہاد کی بھی دشمن نہیں رہوں گی لیکن اس کی طرف سے کوئی خطرہ پیش آئے گا تو تمھیں فوراً اطلاع دے دیا کروں گی۔"

بریگیڈیئر جوناتھن نے بیزاری سے کہا۔ "پتا نہیں تم تیسری کہاں سے آ ٹپکی ہو۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم کسی کا ساتھ نہ دو۔"

"پھر میری کمائی کہاں سے ہوگی؟"

"اگر تم خاموش تماشائی بن کر رہنے کا وعدہ کرو تو ہم منہ مانگی رقم ادا کرتے رہیں گے، ساری زندگی ادا کرتے رہیں گے۔"

مادام کمپیوٹر نے کہا۔ "خاموش تماشائی بن کر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد کی طرف سے کوئی خطرہ درپیش آئے تو میں تم لوگوں کو اطلاع نہ دوں۔"

ایک نے کہا۔ "نہیں نہیں، یہ اطلاع تو ضرور دینا چاہیے۔"

"پھر میں خاموش تماشائی کیسے رہوں گی؟"

ماسٹر کی نے کہا۔ "تم بہت چالاک بننے کی کوشش کر رہی ہو۔ ہم ایسے بھی پھنسے ہوئے ہیں اور ویسے بھی۔"

"تو پھر یہ اجلاس طلب کرنے کی زحمت کیوں گوارا کی ہے؟ کیوں وقت ضائع کر رہے ہو؟ میں تمھارے ساتھ ہوں۔"

"اگر ساتھ ہو تو ہمیں بتاؤ، فرہاد جہاں زیرِ علاج ہے، وہاں اس کی حفاظت کے لیے اسپتال کے اندر کیسے انتظامات کیے گئے ہیں؟ باہر کی خبر ہمیں ہے۔"

کمپیوٹر اسکرین پر لکھا ہوا نظر آیا۔ "اندر کی خبر کیا پوچھتے ہو، کیا اتنی اطلاع کافی نہیں ہے کہ فرہاد کے کمرے میں اعلیٰ بی بی اور سونیا باری باری ڈیوٹی دینے پہنچ گئی ہیں۔ کمرے میں ایک بڑا سا ٹی وی اسکرین ہے، اس میں اسپتال کا اندرونی حصہ نظر آتا ہے۔ اعلیٰ بی بی اس کمرے میں رہ کر پورے اسپتال کا معائنہ کر سکتی ہے۔ ایک ایک ڈاکٹر، ایک ایک نرس کی حرکت کو اپنی نظر میں رکھتی ہے۔ وہاں جو لوگ ڈیوٹی پر لگائے گئے ہیں، انھیں گونگا بنا دیا گیا ہے۔ ایک ہفتے تک وہ اپنے منہ سے ایک لفظ بھی ادا نہیں کریں گے۔ اپنی آواز اپنے گھر والوں کو بھی نہیں سنائیں گے۔"

ماسٹر کی نے کہا۔ "اس سے کیا ہوتا ہے۔ سونیا کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہنچا جا سکتا ہے۔"

"میں نے کوشش کی تھی۔ اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے۔ یہ سوچنا ہی نادانی ہے کہ سونیا مجھے اپنے دماغ میں آنے کی دعوت دینے کے لیے فرہاد کے کمرے میں پہنچ جائے گی۔"

بریگیڈیئر جوناتھن نے کہا۔ "ہمیں اعلیٰ بی بی اور سونیا کی آئندہ چالوں کے متعلق معلوم ہونا چاہیے اور مادام کمپیوٹر ان دونوں کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتی۔ گویا ہمیں اس سلسلے میں اس کمپیوٹر سے کوئی مدد حاصل نہیں ہوگی۔"

ماسٹر کی نے کہا۔ "مدد حاصل ہو سکتی ہے لیکن مادام کمپیوٹر نے خواہ مخواہ یہ بیچ لگا دی ہے کہ سونیا کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی۔ کیا اس طرح یہ فرہاد کا بچاؤ نہیں کر رہی ہے؟"

اسکرین کے ذریعے جواب دیا گیا۔ "تم اپنے طور پر کچھ بھی سوچ سکتے ہو۔ میں ابھی فرہاد کی حفاظت نہیں کر رہی ہوں۔

میں نے جو کہا ہے، سچ کہا ہے۔ یقین کرو یا نہ کرو۔"

سائمن دی گریٹ کے نمائندے نے کہا۔ "اس طرح تو ہمارے درمیان اختلافات بڑھتے جائیں گے۔ مادام کمپیوٹر پر سے اعتماد اٹھتا جائے گا۔"

مادام نے کہا۔ "اعتماد اٹھتا جائے گا لیکن تم سب اعتماد کرنے پر مجبور رہو گے۔ آج کے اجلاس میں یہ فیصلہ کر لو، مجھ سے دوستی کرنی ہے یا دشمنی۔ میں پندرہ منٹ کی مہلت دیتی ہوں۔ پندرہ منٹ تک اپنی طرف سے ایک لفظ نہیں کہوں گی، کوئی سوال کرے گا تو کسی کی بات کا جواب نہیں دوں گی لیکن یہاں موجود رہوں گی اور تم سب کی باتیں سنتی رہوں گی۔"

رسونتی اس اجلاس کی رپورٹ ہمیں سنا رہی تھی اور ہم سن رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی نے چونک کر پوچھا۔ "مادام کمپیوٹر نے یہ کب کہا تھا کہ وہ پندرہ منٹ تک کسی کی بات کا جواب نہیں دے گی لیکن اس اجلاس میں موجود رہے گی؟"

رسونتی نے جواب دیا۔ "یہی کوئی آدھا گھنٹہ پہلے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہیں دھوکا دے کر یہاں لائی تھی۔ وہ جانتی تھی، تم وہاں موجود رہو۔ اس کی یہ بات سننے کے بعد بھی اجلاس سے آنا نہیں چاہو گی اور پندرہ منٹ انتظار کرتی رہو گی کہ مادام کمپیوٹر ان کی باتوں کا کیا جواب دینے والی ہے۔ تمہیں وہاں ابھارکہ وہ یہاں چلی آئی تاکہ فرہاد کے خلاف کسی نرس کو آلۂ کار بنا سکے۔"

رسونتی نے کہا۔ "پھر تو اس نے بڑی مکاری دکھائی۔ میں پھر دھوکا کھا گئی۔"

"اس میں افسوس کرنے کی کیا بات ہے۔ موجودہ صورتحال کے مطابق دو باتیں اچھی طرح یاد رکھو۔ ایک تو یہ کہ تمہیں فرہاد کے دماغ سے زیادہ ریزرو حاصل نہیں رہنا ہے اور اگر کہیں بھی مصروف رہو تو تھوڑی دیر میں یہاں پہنچتی رہو۔ اگر ایک ہی جگہ مصروف رہو گی تو دشمن دوسری طرف سے حملہ کریں گے خصوصاً مادام کمپیوٹر کے پاس یہی ایک طریقہ رہ گیا ہے۔ وہ تمہیں کسی دوسری جگہ الجھا کر فرہاد کے پاس آیا کرے گی۔ ہمیں اس طریقۂ کار کو ناکام بنانا ہوگا۔"

کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا میں نے اسے آن کیا۔ اعلیٰ بی بی میرے قریب آ کر اسکرین پر لکھے ہوئے الفاظ کو پڑھنے لگی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ ابھی رسونتی بھی موجود ہے۔ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ اس لیے کمپیوٹر کے ذریعے بول رہی ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے میں چیلنج کر کے گئی تھی کہ اعلیٰ بی بی مجھ پر طنز نہ کرے۔ غصہ آئے گا تو تمہاری کھوپڑی میں زلزلہ پیدا کر دوں گی۔ کیسی رہی سے پوچھ لو، مجھے غصہ بہت کم آتا ہے۔ میں نے اس اجلاس میں تمہاری حمایت کی ہے، میں نے تمہاری اہمیت کو نہیں کی۔ خود بخود انھیں معلوم ہو گیا ہے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ میں تمہاری دشمن نہیں ہوں، دوست بننا چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "تمہاری دوستی خوب ہے۔ تم نے دوستی کے لیے ہی اس نرس کو ٹریپ کیا تھا اور دوستی کے لیے ہی وہ انجکشن میرے جسم میں لگانا چاہتی تھیں۔"

جواب ملا۔ "دوستی محبت سے بھی کی جاتی ہے اور جبر سے بھی۔ میں محبت سے کروں گی تو سودے بازی نہیں ہوگی، تم سے منافع حاصل نہیں ہوگا۔ جبراً دوستی کروں گی، تمہارے دماغ کو کمزور بنا کر تمہیں اپنے قابو میں رکھوں گی تو مجھے بھی فائدہ حاصل ہوگا اور تمہیں بھی میری ذات سے نقصان نہیں پہنچا کرے گا۔"

میں نے کہا۔ "وہ تمام ٹی ٹی سینٹر والے تمہارے مزاج ہیں۔ اگر تم سے دوستی نہیں کریں گے تو تمہاری دشمنی سے ڈرتے رہیں گے اور دوستی کریں گے تو یہ بات ان کے دماغوں میں بیٹھی رہے گی کہ تم مجھ سے بھی دوستی کر رہی ہو۔ بہرحال میں ان کی محتاج نہ تو محتاج ہوں نہ مجبور ہوں۔ تمہیں میری ذات سے فائدہ نہیں پہنچے گا۔ تم نقصان پہنچا سکتی ہو تو پہنچا کر دیکھ لو۔"

مادام کمپیوٹر نے کہا۔ "فرہاد! جو بات میں اس اجلاس میں تمام ٹی ٹی سینٹر کے سربراہوں اور ان کے خاص ماتحتوں کو سمجھا کر آئی ہوں، وہی میں تمہیں سمجھاتی ہوں۔ تم سب کے درمیان شطرنج کی بساط بچھی ہوئی ہے۔ تمہاری طرف دو ٹیلی پیتھی کے مہرے ہیں۔ اگر مجھ تیسری کا اضافہ ہو تو تمہاری قوت بڑھ جائے گی۔ مجھے اپنے خانوں سے نکال کر مخالف گروہ میں جانے پر مجبور کر دو گے تو نقصان ضرور پہنچے گا۔ تمہارے دعوے کے مطابق میں زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکوں گی لیکن دانشمندی کا تقاضا ہے کہ معمولی سا نقصان بھی کیوں پہنچے؟ اس سے بچنے کی تدبیر کیوں نہ کی جائے اور بہترین تدبیر یہی ہے کہ میری دوستی قبول کر لو۔ میں تمہارے کام آیا کروں گی اور تم میرے کام آیا کرو گے۔"

"تم خواہ مخواہ گلے پڑ رہی ہو۔ بی بی معاف کرو۔ کوئی دوسرا گھر دیکھو۔"

"تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ میں یہ اچھی طرح سمجھ گئی ہوں جب تک تمہاری زندگی میں اور تمہارے معاملات میں اہمیت اختیار نہیں کروں گی، تم مجھے اپنی ضرورت نہیں سمجھو گے۔ میں جلد ہی اپنا کر کے دکھاؤں گی۔ اس کے بعد تم چیخ چیخ کر مجھے آوازیں دو گے، بار بار اپنے پاس بلاؤ گے۔ تب ٹیلی پیتھی کے ایک پلڑے پر ہوتی ہوگی دوسرے پر میں، اور تم تسلیم کرو گے کہ میرا پلڑا بہت بھاری ہے۔"

میں نے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے بٹن پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری خیال خوانی کو روک تو نہیں سکتا مگر تمہارا منہ بند کر سکتا ہوں۔"

میں نے بٹن کو دبا دیا۔ کمپیوٹر کو آف کر دیا۔ اسکرین بجھ گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے پھر سگنل موصول ہونے لگا۔ میں نے اسے آن نہیں کیا۔ تب اچانک ہی میرے دماغ کو ایک جھٹکا لگا۔ میں ایک دم سے تڑپ گیا۔ رسونتی نے فوراً خیال خوانی کے ذریعے مجھے سنبھالا، مجھے جو تکلیف محسوس ہو رہی تھی، وہ میرے دماغ میں رہ کر کوشش کرنے لگی کہ میں تکلیف کو محسوس نہ کر سکوں۔

چند لمحوں کے بعد مجھے دوسرا جھٹکا محسوس ہوا مگر وہ بہت ہی خفیف سا تھا۔ مجھے زیادہ تکلیف محسوس نہیں ہوئی تھی رسونتی میرے دماغ کو بے حس بنانے میں کامیاب ہو گئی تھی کرتی جا رہی تھی۔ "کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ جب کمپیوٹر کو آف دیا گیا، تمہاری باتیں نہیں سنی گئیں تو تم نے فرہاد کو تکلیف پہنچانا شروع کر دی۔ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اپنے ہتھکنڈے آزما کر دیکھ لو۔"

اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ شاید وہ سوچ رہی ہوگی کہ کس ذریعے سے اپنا جواب ہم تک پہنچائے۔ کمپیوٹر کو ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا گیا تھا۔ میرے دماغ پر رسونتی کا قبضہ تھا۔ اعلیٰ بی بی کے دماغ میں وہ پہنچ نہیں سکتی تھی۔ ہاں میرے دماغ میں اگر میری ہی سوچ کی لہروں کو اپنا کر اپنی بات کہہ سکتی تھی اور ڈرتی تھی، بہت محتاط تھی۔ سوچتی ہوگی اگر ذرا بھی لغزش ہو گئی، میری سوچ کی لہروں کو اپنانے کے دوران اس کی سوچ کی ایک لہر بھی رسونتی کی گرفت میں آ جائے تو پھر اسے فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "کیا وہ جا چکی ہے؟"

میں نے کہا۔ "کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دماغ کے تاریک خانوں میں چھپا رہے، اپنی طرف سے کچھ نہ بولے تو اس کی موجودگی کا پتا نہیں چلتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ موجود ہو۔"

رسونتی نے کہا۔ "اس پر خاک ڈالو۔ اگر دماغ میں موجود ہے تو بے کار ہے۔ نہ بول سکتی ہے نہ کھانس کھنکار سکتی ہے۔ اس کے پاس اگر ٹیلی پیتھی کی لاش بن کر رہ سکتی ہے۔ تم نے اتنی عورتوں کو پال رکھا ہے، ایک لاش کو بھی پالتے رہو۔"

اعلیٰ بی بی ہنسنے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کیوں ہنس رہی ہو؟ اس ہنسی پر مادام کمپیوٹر اور زیادہ کڑھ رہی ہوگی۔"

رسونتی نے کہا۔ "فرہاد! میں نے اعلیٰ بی بی اور سونیا کی ایک تجویز پر عمل کیا ہے۔ تم سے اجازت لینے کا موقع نہیں تھا کیونکہ تم پندرہ گھنٹے کے لیے بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے میری زبان کو استعمال کر رہی تھی تاکہ اعلیٰ بی بی سنتی رہے۔ میں نے پوچھا۔ "کس تجویز پر عمل کیا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "میں بتاتی ہوں۔ میں نے سونیا نے، رسونتی اور شبانہ نے یہ متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہاری زندگی میں جو بھی عورت آئے گی، ہم اسے زیادہ دیر ٹھہرنے نہیں دیں گے۔ اس آنے والی سے دشمنی بھی نہیں کریں گے بلکہ اس کی زندگی سنوارنے کے لیے کسی دوسری راہ پر لگا دیں گے۔ ہماری تجویز کے مطابق رسونتی نے پہلا تجربہ حور بانو اور جبکانی پر کیا ہے۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "حور بانو کی زندگی سنور جائے اور اسے جبکانی جیسا شوہر اور محافظ مل جائے تو میرے لیے بڑی خوشی کی بات ہوگی۔"

اعلیٰ بی بی نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا۔ "رسونتی! اب تم سناؤ۔ کیا وہ ایک دوسرے کی طرف مائل ہو چکے ہیں؟"

"میں نے تو یہی کوشش کی تھی اور تقریباً کامیاب ہو چلی تھی۔ حور بانو آہستہ آہستہ اس کی طرف مائل بھی ہوتی جا رہی تھی اور پریشان ہو کر سوچتی بھی جا رہی تھی کہ اس کا دماغ اور دل کیسے بدل رہا ہے۔ وہ بار بار کو بھول کر جبکانی کی طرف کیوں مائل ہو رہی ہے۔ وہ ایسا سوچتی بھی جا رہی تھی اور اعتراف کرتی جا رہی تھی کہ جبکانی اس کے دل و دماغ پر چھا رہا ہے۔ اسے بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "اور جبکانی کی کیا حالت ہے؟"

"وہ بھی اس کی طرف مائل ہو رہا ہے اور سوچتا جا رہا ہے کہ پہلے کبھی کسی عورت کی طرف اس نے دھیان بھی نہیں دیا۔ اب حور بانو کو رہ رہ کر کیوں دیکھتا ہے، وہ کیوں اچھی لگ رہی ہے۔ لاہور سے اسلام آباد تک ٹرین میں سفر کرنے کے دوران جبکانی نے کئی بار حور بانو کے خیال کو دماغ سے نکالنے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ اب تسلیم کر رہا ہے کہ عشق اسی کو کہتے ہیں۔ محبت یکبارگی دل اور دماغ پر دھاوا بول دیتی ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "رسونتی! تم بہت اچھا دول ادا کر رہی ہو۔ اب یہ بتاؤ، وہ محبت کے کس مرحلے تک پہنچے ہیں؟"

"جب میں انھیں ٹرین کے فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں

چھوڑ کر آئی تو وہ کچھ پریشان بھی تھے اور ایک دوسرے سے محبت کا اظہار بھی کر رہے تھے۔ میں نے سوچا، ابھی یہیں تک کافی ہے۔ دوسری بار ان کے پاس آؤں گی تو ان کے دل اور دماغ میں محبت کی کھچڑی اور پکاؤں گی۔"

"کیا تم پھر ان کے پاس گئی تھیں؟"

"ہاں، گئی تھی لیکن وہاں بازی پلٹ چکی تھی۔"

اعلیٰ بی بی نے حیرانی سے پوچھا: "وہ کیسے؟"

"مادام کمپیوٹر میری کاٹ میں لگی ہوئی ہے۔ میں انھیں محبت کا میٹھا زہر پلا رہی تھی۔ وہ نفرت کا زہر پلانے لگی۔ حور بانو کے دماغ میں پہنچ کر یہ خیالات پیدا کیے کہ وہ صرف بابر کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ بابر ایک پُراسرار شخص ہے۔ اتنا پُراسرار کہ جنگل کے ویرانے اور ہیبت ناک ماحول میں اس کے تمام ساتھی سو جاتے ہیں اور وہ جاگتا رہتا ہے۔ چھ دشمن آکر حملہ کرتے ہیں۔ پانچ اس طرح مر جاتے ہیں کہ بابر ایک گولی بھی نہیں چلاتا۔ چھٹا وہاں سے فرار ہو جاتا ہے۔

ہاں، وہ بہت پُراسرار ہے۔ اب میں اس کے پاس نہیں ہوں۔ پچھلی رات میں نے کروٹیں بدل بدل کر گزاری۔ مجھے نیند کیوں نہیں آئی جبکہ اس کی موجودگی میں فوراً آجاتی تھی۔ کیا وہ کوئی ساحر ہے۔ مجھ پر سحر چھوڑ تا تھا۔

ہاں، اب میں یقین سے کہتی ہوں کہ جب تک اس کے ساتھ رہی، سحر زدہ رہی۔ اپنے آپ میں نہ رہی، نہ سوتے نہ جاگتے۔ سوتے میں بھی مجھے یوں لگا جیسے میں محبت کے سائے میں آرزو بھرے لمحات گزار رہی ہوں۔ اگرچہ وہ لمحات خواب خواب سے تھے مگر میں اسی ساحر پر جان دیتی رہوں گی۔ کسی اور کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ یہ جبکانی کیوں مجھے اپنی طرف مائل کر رہا ہے۔ میں کیوں اس کی طرف کھنچی جا رہی ہوں۔"

یقیناً مادام کمپیوٹر نے اس کے دماغ میں زہر بھر دیا تھا۔ اب وہ سوچ رہی تھی، کہیں ایسا تو نہیں کہ بابر کوئی ساحر نہ ہو، کوئی غیر معمولی علم جاننے والا شخص ہو۔ شاید ٹیلی پیتھی جانتا ہو اور میرے دماغ میں رہ کر مجھے سحر زدہ کرتا رہا ہو اور وہ اب بھی یہی چاہتا ہے کہ میں اسے بھول کر جبکانی کی طرف مائل ہو جاؤں۔ یہ بات پہلے بھی وہ سمجھا چکا ہے کہ ہمیشہ میرا ساتھ نہیں دے گا۔ کہیں نہ کہیں چھوٹ جائے گا اور وہ چھوٹ گیا۔ اب وہ کہیں دور رہ کر میرے دماغ میں آتا ہے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے جبکانی کی طرف مائل کرتا رہتا ہے۔ نہیں نہیں، میں کسی کی طرف مائل نہیں ہو سکتی۔ بابر تم کہاں ہو! اگر ٹیلی پیتھی جانتے ہو، میرے دماغ میں موجود ہو تو میرا آخری فیصلہ سن لو۔ میں جان دے دوں گی مگر اپنا ہاتھ کسی اور کے ہاتھ میں نہیں دوں گی۔ خدا کے لیے مجھ پر کوئی سحر نہ کرو۔ اگر مجھے اپنا نہیں سکتے تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔

بابر! اگر یہ واقعی ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈے ہیں تو میری ایک بات یاد رکھنے کو کہتی ہوں کہ تم اپنے علم سے دو دماغوں کو ملا سکتے ہو، دو دلوں کو نہیں ملا سکتے اور جب دل ملتے ہیں تو ہمیشہ کے لیے مل جاتے ہیں۔ دماغ ملتے ہیں تو کبھی نہ کبھی دوری ہوتی ہے۔ تم کب تک سحر پھونکتے رہو گے۔ جب بھی میرا دماغ تمھارے سحر سے آزاد ہوگا، میں خودکشی کر لوں گی۔"

رسونتی یہ رپورٹ سنا کر چپ ہو گئی۔ ہم بھی چند لمحوں تک چپ رہے۔ پھر اعلیٰ بی بی نے کہا: "مادام کمپیوٹر اچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے۔ حالانکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ بے چاری حور بانو کی زندگی برباد ہو جائے گی۔"

میں نے کہا: "مادام کمپیوٹر کو فائدہ کیوں نہیں پہنچے گا، ضرور پہنچے گا۔ وہ جانتی ہے، ہم جسے چاہتے ہیں، اس کا زندگی بھر ساتھ دیتے ہیں اور اس کی زندگی کو سنوارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر نہ سنوار سکے اور راستے میں رکاوٹیں پیدا ہوں تو ہماری پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔ ہمارا ضمیر ملامت کرے گا، ہم ذہنی انتشار میں مبتلا ہوں گے اور یہی مادام کمپیوٹر کی کامیابی ہوگی۔"

ہم خاموش ہو کر ٹی وی کی طرف دیکھنے لگے۔ اس کا ایک سرخ بٹن جل بجھ رہا تھا اور ہلکی ہلکی سی آواز آ رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے ریموٹ کنٹرولر کو آن کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی بڑے سے اسکرین پر سونیا نظر آئی۔ اس نے کہا: "ہیلو! اعلیٰ بی بی!"

پھر مجھے مخاطب کرتے ہوئے بولی: "ہیلو چاکلیٹ! اتنے میٹھے کیوں بن جاتے ہو کہ چیونٹیاں پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ میں بہت پہلے ہی پیشگوئی کر چکی ہوں، تمھاری موت کسی عورت کی وجہ سے ہوگی۔ دیکھ لو، مادام کمپیوٹر نے تمھیں اسپتال پہنچا دیا۔"

میں نے کہا: "تم بہت اچھی بکواس کر لیتی ہو۔ سامنے تو آؤ۔"

"تمھارے سامنے ہی ہوں۔ اس سے زیادہ سامنے نہیں آؤں گی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "سونیا، تمھاری ڈیوٹی شروع ہونے والی ہے۔ وہاں کیا کر رہی ہو؟"

اس نے میز پر سے ایک کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو اٹھاتے ہوئے اور اسکرین پر ہمیں دکھاتے ہوئے کہا: "میں مادام کمپیوٹر سے دوستی کر رہی ہوں بلکہ ہماری دوستی ہو چکی ہے۔"

سونیا بھی اپنی جگہ سے اسکرین پر ہمیں دیکھ رہی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے اسے آنکھ ماری۔ پھر فوراً ہی غصّے سے کہا: "کیا بکواس کر رہی ہو۔ اس مہم کے دوران میں تمھاری لیڈر ہوں۔ میں نے جو ڈیوٹی مقرر کی ہے، تمھیں اسے انجام دینا چاہیے۔"

سونیا نے کہا: "سوری اعلیٰ بی بی! میں تمھاری عزت کرتی ہوں مگر تمھیں اپنے اوپر مسلط نہیں کر سکتی۔ میری ڈیوٹی کسی اور کو دے دو۔"

اعلیٰ بی بی نے میری طرف پلٹ کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "رسونتی، ذرا میرے پاس آؤ۔"

وہ میرے دماغ سے اس کے دماغ میں پہنچ گئی، وہاں کیا باتیں ہوئیں، اس وقت مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ بعد میں جو کچھ معلوم ہوا، وہ میں بتائے دیتا ہوں۔ جب رسونتی، اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچی تو اس نے کہا: "سونیا کوئی چال چل رہی ہے۔ مجھے اشارہ مل گیا ہے۔ ہمیں سونیا سے جھگڑا کرنا چاہیے اور مادام کمپیوٹر سے دوستی کرنے پر اعتراض کرنا چاہیے۔ اب تم فرہاد کے دماغ میں جاؤ مگر فرہاد سے یہ باتیں نہ کہنا۔ ورنہ مادام کمپیوٹر اس کی سوچ پڑھ لے گی۔"

جب رسونتی میرے پاس آئی تو میں نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

اس نے کہا: "اعلیٰ بی بی کو سونیا کے اس طرزِ عمل پر اعتراض ہے۔ اسے مادام کمپیوٹر سے دوستی نہیں کرنا چاہیے۔ وہ تمھاری بات مانتی ہے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ہے، تم سمجھاؤ گے تو وہ اس کی دوستی سے باز آ جائے گی۔"

میں اصل حقیقت سے واقف نہیں تھا۔ اس لیے میں نے کہا: "بھئی سونیا کو ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں۔ جب بھی وہ کوئی پینترا بدلتی ہے، کوئی دوسرا راستہ اختیار کرتی ہے تو اس راستے کے اختتام پر دشمنوں کے چھکے چھڑا دیتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس پر اعتراض نہ کیا جائے۔"

رسونتی نے کہا: "سونیا لاکھ ذہین اور مکاری میں بے مثال سہی لیکن اعلیٰ بی بی اس سے کم نہیں ہے۔ ہمیں اعلیٰ بی بی کے منصوبے پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ ہم اسی کی لیڈر شپ میں ہیں۔"

میں نے اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "سونیا! یہ مناسب نہیں ہے کسی کو لیڈر تسلیم کر لینے کے بعد اسی کی رہنمائی میں اور اسی کی منصوبہ بندی کے مطابق کام کرنا چاہیے اگر اعلیٰ بی بی کو تمھارے اس طرزِ عمل پر اعتراض ہے تو تم باز آ جاؤ۔ ہم نے مادام کمپیوٹر کو گھاس نہیں ڈالی ہے۔ ایک ذرا لفٹ نہیں دینا چاہتے۔ تم لفٹ دو گی تو ہمارے لیے مشکلات پیدا ہوں گی۔"

"ہم سب اپنی مشکلات سے نمٹنا جانتے ہیں اور میں بھی جانتی ہوں کہ اچھا کیا ہے، برا کیا ہے۔"

"اگر جانتی ہو تو ہمیں بھی اچھا برا سمجھاؤ۔"

"تم اور رسونتی اپنی اپنی ٹیلی پیتھی پر نازاں ہو یا پھر مادام کمپیوٹر کی صلاحیتوں سے جلتے ہو۔ وہ بھی تمھارے برابر خیال خوانی کرنے والی ہستی ہے۔ میں پوچھتی ہوں، اگر ایک اور خیال خوانی کرنے والی کا اضافہ ہماری ٹیم میں ہو جائے گا تو کیا نقصان ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "تم یہ بھول رہی ہو کہ وہ کسی ایک کی دوست نہیں ہے اور کسی ایک کی دشمن نہیں ہے۔ اگر وہ صرف ہماری دوست بن کر رہے تو اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے لیکن وہ تو صرف دوغلی چالیں چلتی ہے جس سے ضائع حاصل ہوتا ہے، اسی کے کام آنا شروع کر دیتی ہے۔ سونیا، ہوش کی باتیں کرو۔ آخر اس مادام کمپیوٹر نے تم پر کیا جادو کر دیا ہے کہ اس کی حمایت کر رہی ہو۔"

"محبت اور دوستی جب حد سے بڑھنے لگتی ہے تو وہ

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوریاں

وہ تمام کہانیاں جو ابھی تک لکھی گئی ہیں

قیمت ۴۰/- روپے

ڈاک خرچ ۱۶/- روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

جادو کی طرح اثر کرتی ہے۔ مادام کمپیوٹر کی محبت بھی مجھ پر اثر کر رہی ہے۔ میرے اور اس کے درمیان ایک معاہدہ ہونے والا ہے اور وہ ایسا معاہدہ ہے جس کے متعلق میں تم میں سے کسی کو نہیں بتاؤں گی۔ میں رسونتی کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ اس نے میرا دماغ لاک کر دیا ہے۔ اب وہ بھی میرے پاس پہنچ کر ہمارے منصوبے اور معاہدے کے متعلق معلومات حاصل نہیں کر سکے گی۔"

میں نے کہا۔ "تم ہماری مخالفت کر رہی ہو لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ تمہاری ذات سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں یا ہمارے دوسرے تمام ساتھیوں کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"تم یہاں آ کر ڈیوٹی نہیں سنبھالو گی تو کیا مجھے نقصان نہیں پہنچے گا؟"

"میری جگہ کوئی بھی وہاں ڈیوٹی دے سکتا ہے یا دے سکتی ہے۔"

"تمہاری جگہ کوئی نہیں سنبھال سکتا۔"

"مجھے تعریف کر کے پھسلانے کی کوشش نہ کرو۔ میں نے کہہ دیا ہے، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور زیادہ وضاحت سے سننا چاہتے ہو تو سن لو۔ آج سے پورے ایک ہفتے تک تمہارے کمرے میں مادام کمپیوٹر نہیں آئے گی، کوئی دشمن تمہاری طرف آنا چاہے گا تو اسے مجھ سے اور مادام کمپیوٹر سے ٹکرانا ہوگا۔ اعلیٰ بی بی اور رسونتی احتیاطاً تمہارے پاس رہ سکتی ہیں۔ تم اطمینان سے اپنا علاج کراؤ اور جلد اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوشش کرو۔ دیٹس آل مائی چالکلیٹ۔"

سونیا اپنے اس کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو اٹھا کر وہاں سے چلی گئی۔ یعنی اسکرین اس کے وجود سے خالی ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی نے اسے آف کرتے ہوئے حیرانی سے کہا۔ "دوست اور دشمن میری حاضر دماغی، ذہانت، معاملہ فہمی اور منصوبہ بندی کی تعریفیں کرتے ہیں لیکن میں سونیا کو سمجھ نہیں پائی۔ کمبخت شیطانی دماغ رکھتی ہے۔ پتا نہیں اس نے کیا چکر چلایا ہے، کس طرح اس نے مادام کمپیوٹر کو اپنی مٹھی میں لیا ہے کہ ایک ہفتے تک وہ اس کمرے میں بھی نہیں آئے گی۔"

میں نے کہا۔ "اور آئے گی تو ہم اس کی موجودگی کو سمجھ نہیں پائیں گے۔"

رسونتی نے کہا۔ "اسی لیے وہ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ مجھ کو اور اعلیٰ بی بی کو تمہارے پاس موجود رہنا چاہیے۔"

ویسے سونیا نے درست کہا تھا۔ اس رات کے بعد سے مجھے کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ کسی رکاوٹ اور پریشانی کے بغیر میرا علاج ہونے لگا۔ آمنہ کئی بار مجھ سے ملنے آئی لیکن اتنا سخت پہرہ تھا کہ ملنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ جب مجھے پتا چلا تو میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "اسے تھوڑی دیر کے لیے بھیج دو۔ میں چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

اسے اجازت مل گئی۔ جب وہ کمرے میں آئی تو اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ شیرنی کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑتی تھی لیکن اس وقت مرجھائی ہوئی تھی۔ میں نے محبت اور ہمدردی سے کہا۔ "آمنہ، میرے پاس آؤ۔ کیا بات ہے، اتنی اداس کیوں ہو؟"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے بستر کے پاس آئی۔ مجھے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اپنے باپر کو ڈھونڈ رہی ہو۔

میں نے کہا۔ "میں تمہیں ساری حقیقت بتا چکا تھا۔ تم نے کہا تھا، میں باپر نہ سہی، اس کی زندہ تصویر تو ہوں۔ جب اپنے اس دنیا سے اٹھ جاتے ہیں تو دل کی تسلی کے لیے ان کی تصویروں کو دیواروں پر آویزاں کیا جاتا ہے۔ ان کی یاد تازہ ہوتی رہتی ہے۔ میں آج بھی باپر کی تصویر کی طرح تمہارے سامنے ہوں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "اگر تم کوئی اور ہوتے، فرہاد علی تیمور نہ ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا۔"

"میرے فرہاد ہونے پر کیا اعتراض ہے؟"

"تم بہت مہنگے ہو، بہت ریزرو رہتے ہو، میں اچھی طرح جانتی ہوں، اگر کوئی تم سے ملنا چاہتا ہے تو اسے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑنا پڑتا ہے اور میں تو اپنے باپر کو چاہتی ہوں۔ اگر تم کوئی اور ہوتے تو میں تمہیں ہر قیمت پر حاصل کر لیتی اور اپنے ساتھ رکھتی۔ خدا گواہ ہے کہ ساتھ ضرور رکھتی مگر تمہیں باپر کا مقام کبھی نہ دیتی۔"

"میں تمہارے جذبوں کو اور باپر سے تمہاری وفا کو اچھی طرح سمجھتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو باپر کی جگہ لے سکے۔ حتیٰ کہ یہ فرہاد علی تیمور بھی یہ جگہ پُر نہیں کر سکتا۔"

وہ آگے بڑھی، میرے چہرے پر جھک گئی۔ اسے خوب غور سے دیکھنے لگی۔ میرے چہرے کا ایک ایک نقش باپر کے نقوش کا حامل تھا۔ میں نے کہا۔ "آمنہ! میں تمہاری صلاحیتوں کو ضائع ہونے نہیں دوں گا۔ تم کہیں بھٹکنے کے لیے نہیں جاؤ گی۔ ہمارے ساتھ رہو گی۔ اعلیٰ بی بی تمہیں بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے میں پہنچائے گی۔ وہاں سے امتحانات پاس کرنے کے بعد تم ہماری

ٹیم میں شامل ہو جاؤ گی۔ بولو، ہمارا ساتھ تو نہیں چھوڑو گی نا؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ؎

"اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات
ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے

اور میں رونا نہیں جانتی۔ ہنستے ہنستے پہاڑ جیسی زندگی گزار دوں گی۔ اس سے زیادہ مناسب اور کیا ہو سکتا ہے کہ مجھے بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے میں جگہ مل جائے اور پھر میں تم لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔"

اعلیٰ بی بی نے پیچھے سے آ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ آمنہ نے پلٹ کر اسے دیکھا تو اعلیٰ بی بی نے اسے گلے لگا لیا۔ میرے دماغ کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ ایک طرف حور بانو اور جسکانی کا معاملہ جو مادام کمپیوٹر کی مداخلت سے بگڑتا جا رہا تھا، اب وہ پھر بننے والا تھا کیونکہ سونیا اسے ہینڈل کر رہی تھی۔ مادام کمپیوٹر کو ہمارے معاملات میں مداخلت کرنے کا موقع وہ کبھی نہ دیتی۔ دوسری طرف میں نے بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے میں آمنہ کا ٹھکانا بنا دیا تھا۔

ذہنی سکون حاصل ہوا اور کسی طرح کی فکر لاحق نہ ہو تو ایک بیمار تیزی سے صحت یاب ہوتا چلا جاتا ہے جبکہ میرا علاج خاص توجہ سے ہو رہا تھا ــــ بڑے ماہر ڈاکٹر میرے لیے دن رات حاضر رہتے تھے۔ مجھے مہنگی اور زود اثر دوائیں استعمال کرائی جا رہی تھیں۔ اعلیٰ بی بی نے تیمار داری کی انتہا کر دی تھی۔ وہ چوبیس گھنٹے میں صرف چھ گھنٹے سوتی تھی۔ اس کے بعد میری ہی دیکھ بھال میں لگی رہتی تھی۔

میرے لیے موسم کے تازہ پھل، خالص دودھ، بہترین غذائیں فراہم کی جاتی تھیں۔ میں کم کھانے کا عادی ہوں۔ وہ مجھے زیادہ سے زیادہ کھلاتی تھی۔ میں دوسرے ہی دن اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تیسرے دن اپنے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ ایک عام مریض اور ایک دلیر سپاہی میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک سپاہی کے تمام زخم بھر جائیں۔ ذرا توجہ سے اس کی مرہم پٹی ہو جائے تو وہ بستر سے اٹھ جاتا ہے کچھ اور توجہ دی جائے اور خاطر خواہ دوائیں استعمال کرائی جائیں تو وہ ہاتھ میں بندوق بھی پکڑ لیتا ہے۔ میری عمر ایک سپاہی کی طرح لڑتے ہوئے گزر رہی ہے۔ ہم وہ لوگ ہیں کہ ہمیں اسپتال کے بستر پر نیند نہیں آتی۔ ہم گھر کے بستر پر صرف تھکن اتارتے ہیں ورنہ ہمیشہ میدان عمل میں مصروف رہنا چاہتے ہیں۔ یہی ہماری فطرت ہے۔

پانچویں دن میں نے پچھلی کھڑکی کی طرف منہ کر کے اسپتال کے پائیں باغ کو دیکھا۔ وہاں مسلح محافظوں کا ایک کیمپ لگا ہوا تھا۔ تازہ تازہ ہوا آ رہی تھی۔ میں نے وہاں کہنہ سے ہو رہی ورزش کی۔ گہری گہری سانسیں لیں۔ اسی وقت رسونتی میرے دماغ میں آئی تو میں نے سانس روک لی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس چلی گئیں۔ میں نے خوش ہو کر خیال خوانی کی پرواز لی تو فوراً رسونتی کے دماغ میں پہنچا۔ پہلے اس نے سانس روکی پھر پوچھا۔ "کون؟"

میں نے جواباً پوچھا۔ "کیا مجھے خوش آمدید نہیں کہو گی؟"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ "کون ہو تم؟"

"اور کون ہو سکتا ہے۔ مادام کمپیوٹر تمہارے دماغ میں آنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ میں ہوں تمہارے بیٹے کا باپ۔"

پارس اس کے سامنے کھیل رہا تھا۔ وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ پارس کو اٹھا کر سینے سے لگا کر بھینچتے ہوئے کہا۔ "دیکھو دیکھو، تمہارے پاپا آئے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "پاپا، پاپا۔۔۔"

رسونتی نے کہا۔ "ہاں، بولو بیٹا۔ پاپا آئے۔"

اس نے دوہرایا۔ "پاپا آئے۔" میں یوں تو اس کے معصوم سے دماغ میں کئی بار جھانک رہا تھا۔ اس کے دماغ کی کائنات کے متعلق میں پہلے بہت کچھ بتا چکا ہوں۔ آج پہلی بار باقاعدہ اس کی آواز، اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے پاس پہنچا پھر اس کے دماغ میں کہا۔ "ہاں، بیٹا میں ہوں، تمہارا پاپا۔"

رسونتی نے کہا۔ "اور میں ہوں، تمہاری ماما۔"

پارس اپنی بڑی بڑی آنکھیں پھیلا کر خلا میں تک رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا کہ دماغ میں ماں اور باپ کی آواز کیسے آ رہی ہے۔ اس نے اپنی ماما کی طرف دیکھا۔ رسونتی نے کہا۔ "فرہاد! میں اس کے دماغ میں جانے سے پرہیز کرتی ہوں، تمہارے آنے کی خوشی میں پہلی بار دماغ میں پہنچ کر تمہارے ساتھ بول رہی تھی۔ یہ ابھی مناسب نہیں ہے۔ بچہ ہے، ہماری خیال خوانی کو سمجھ نہیں پائے گا۔ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو جائے گا۔"

"تم درست کہتی ہو۔ آؤ، اب ہم اعلیٰ بی بی کو خوشخبری سنائیں۔"

"مجھے نہ بلاؤ۔ وہ اپنے طور پر خوشی کا اظہار کرے گی۔ میرا موجود رہنا مناسب نہیں ہے۔"

رسونتی نے دانشمندی کا ثبوت دیا تھا۔ ادھر اعلیٰ بی بی کو معلوم ہوا تو وہ مارے خوشی کے والہانہ محبت کا ثبوت دینے لگی۔

وہ پانچواں دن بھی گزرنے لگا۔ ایسی بات نہیں تھی کہ ان پانچ دنوں میں دشمن ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ گئے تھے۔ انھوں نے اپنی سی کوششیں کی تھیں، ذہانت سے کام لینے اور مکارانہ چالیں چلنے والے سخت پیروں سے بھی کسی نہ کسی طرح گزر جاتے ہیں لیکن

اعلیٰ بی بی اور سونیا جیسی ذہین اور مکار عورتیں وہاں موجود تھیں۔ دشمنوں کی ایک چال بھی کامیاب نہیں ہو رہی تھی اور کامیاب کیسے ہوتی جبکہ اس مکار سونیا نے مادام کمپیوٹر کو اپنی مٹھی میں کر رکھا تھا۔

میں اپنی یہی حیرانی دور کرنا چاہتا تھا لیکن سونیا سے اسی وقت رابطہ قائم ہوتا جب وہ ٹی وی اسکرین کے ذریعے ہم سے مخاطب ہوتی۔ ورنہ ہم اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "اگر تم چاہو تو سونیا کو کمرے میں بُلا کر اس پر تنویمی عمل کر سکتے ہو۔ جس دماغ کو لاک کیا گیا ہے، اسے کھولا بھی جا سکتا ہے۔"

"ابھی مناسب نہیں ہے۔ اگر ہم نے اس پر تنویمی عمل کیا اور اس کے دماغ کے دروازوں کو اپنے لیے کھولنا چاہا۔ تو وہ دروازے مادام کمپیوٹر کے لیے بھی کھل جائیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو اٹھا کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اپنی دماغی صحت یابی کی خوشخبری اسے بھی سنا دو۔ بے چاری نے سونیا سے وعدہ کیا ہے کہ ایک ہفتے تک اس کمرے میں نہیں آئے گی۔ ہم ہی اسے بلا لیتے ہیں۔"

میں نے اسے لے کر آپریٹ کیا۔ دوسری طرف مادام کمپیوٹر جہاں بھی تھی، اسے اشارہ موصول ہو رہا ہوگا۔ میں نے اسکرین کو آن کر دیا تھا۔ چند سیکنڈ بعد ہی اس پر تحریر نظر آئی۔

"ویٹ اے منٹ۔"

ہم انتظار کرنے لگے۔ صرف آدھے منٹ میں ہی اسکرین پر مادام کمپیوٹر کے الفاظ ابھرنے لگے۔ وہ حیرانی کا اظہار کر رہی تھی۔ اس نے لکھا تھا "تعجب ہے، جب میں ایک ہفتے تک نہ آنے کا وعدہ کر چکی ہوں تو اس سے پہلے تم مجھے کیوں مخاطب کر رہے ہو؟"

"میں تمہیں اپنے دماغ میں آنے کی دعوت دے رہا ہوں۔"

"میں نے سونیا سے وعدہ کیا ہے، تمہارے دماغ میں نہیں جاؤں گی۔"

"جب میں کہہ رہا ہوں تو پھر وعدے کی پابندی لازمی نہیں ہوتی۔"

"تم اجازت دے رہے ہو تو آ رہی ہوں۔"

میں نے خلا میں تکتے ہوئے انتظار کیا۔ میرے دماغ نے چند لمحوں کے بعد ہی اجنبی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ میں نے سانس روک لی۔ وہ لہریں واپس چلی گئیں۔ میں مسکرا کر اعلیٰ بی بی کو دیکھنے لگا۔ اس نے اشارے سے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ آئی تھی۔ میرے دماغ سے ٹکرا کر چلی گئی۔ اب ذرا اسکرین کو دیکھو۔ اسی وقت اسکرین پر مادام کمپیوٹر نے کہا۔

"اچھا سمجھ گئی۔ تم یہ چیلنج کرنے بلا رہے تھے کہ میں تمہارے دماغ میں نہیں آ سکوں گی۔ تمہاری دماغی توانائی بحال ہو چکی ہے۔"

"ہاں، تمہاری خوش فہمی دور کرنا چاہتا تھا اور ایک سوال پوچھنا چاہتا تھا۔"

"پوچھو، مناسب سمجھوں گی تو جواب دوں گی۔"

"ایسی کیا بات ہے کہ تم نے سونیا سے دوستی کر لی اور اس دوستی کے نتیجے میں اپنے وعدے کے مطابق اِدھر کا رخ نہیں کیا۔ کیا اس سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ تمہاری کوئی کمزوری اس کے ہاتھ آ گئی ہے۔"

"تعجب ہے۔ سونیا تمہاری رگِ جاں سے قریب ہے۔ تم نے اس سے نہیں پوچھا۔ مجھ سے پوچھ رہے ہو۔"

"اس سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا ہے، اس لیے تم سے پوچھ رہا ہوں۔"

"یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ وہ تمہیں لفٹ نہیں دے رہی ہے اور تم سے دور کہیں اپنے روز و شب گزار رہی ہے۔ تم اس کا انتظار کر رہے ہو اور ابھی وہ تمہارے پاس آنا ضروری نہیں سمجھتی ہے۔ اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تمہارے بس میں نہیں ہے، تم اس کے بس میں ہو۔"

"تم یہ مسئلہ نہ اٹھاؤ کہ چھری خربوزے پر گرتی ہے یا خربوزہ چھری پر۔ اگر تمہاری کوئی کمزوری اس کے ہاتھ آ گئی ہے تو مجھے بتاؤ، نہیں بتاؤ گی تو بعد میں معلوم ہو جائے گا۔"

"کمزوری خود بخود ظاہر ہو جائے تو یہ مجبوری ہوتی ہے ورنہ کوئی اپنی مجبوری کسی کو نہیں بتاتا۔ تم مجھ سے ایسی توقع نہ رکھو۔"

میں نے کمپیوٹر کو آف کیا۔ میری خیال خوانی کو پر لگ گئے تھے، میں پرواز کر سکتا تھا۔ اب دہشت گرد تنظیموں کے مختلف سربراہوں کے پاس پہنچ کر معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ میرے خلاف کس قسم کے اقدامات کر رہے ہیں۔ اسی وقت میرے کمرے میں رکھے ہوئے ٹی وی سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ اعلیٰ بی بی نے فوراً ہی ریموٹ کنٹرولر اٹھا کر اسے آپریٹ کیا پھر اسکرین روشن ہو گئی۔ سونیا نظر آ رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "مجھے فوراً سونی کی ضرورت ہے۔ وہ میرے دماغ میں نہیں آ سکتی۔ اس سے کہو، آمنہ کے دماغ میں پہنچے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "تمہارے لیے خوشخبری ہے فرہاد نے دماغی توانائی بحال کر لی ہے۔"

اس نے خوش ہو کر سر گھماتے ہوئے یوں دیکھا جیسے مجھے دیکھ کر خوشی کا اظہار کر رہی ہو۔ پھر اس نے کہا "فرہاد! تم بھی آؤ مگر سونی بھی ضروری ہے۔"

پھر اس نے اعلیٰ بی بی سے کہا "تم ابھی فرانس کے سفارت خانے سے رابطہ قائم کرو۔ ان سے دوستی کا حوالہ دے کر کہو، ہمیں فوراً ایک چارٹرڈ طیارے کی ضرورت ہے اگر انتظام نہ ہو سکے تو ایئر فرانس کا جو بھی طیارہ پرواز کرنے والا ہو، اس میں آمنہ کے لیے ایک سیٹ ریزرو کرائی جائے۔ چارٹرڈ طیارے کا انتظام یہاں نہ ہو سکے تو الفقرہ میں اس کا بندوبست کیا جائے۔ آمنہ الفقرہ تک سفر کرے گی۔ وہاں سے چارٹرڈ طیارے کے ذریعے وادیٔ قاف جائے گی۔"

"میں ابھی تمام انتظامات کیے دیتی ہوں۔ مجھے چند لفظوں میں یہ بتا دو کہ بات کیا ہے؟"

"ایک بین الاقوامی نوعیت کا اہم راز میری مُٹھی میں ہے۔ آمنہ اسے لے کر وادیٔ قاف جائے گی۔ یہ راز وہیں محفوظ رہ سکتا ہے۔ دشمن وہاں تک پہنچنے کی جرأت نہیں کریں گے اور اگر کریں گے تو منہ کی کھائیں گے۔"

"میں نے کہا "سونیا! میں کسی بھی راز کے سلسلے میں اپنے وطن کو ترجیح دوں گا۔ یہ راز ہماری سیکرٹ سروس میں محفوظ رہنا چاہیے۔"

"مجھے بچی سمجھ کر سبق نہ پڑھاؤ۔ پاکستان سے مجھے بھی محبت ہے تمہارے رشتے سے میں بھی پاکستانی ہوں۔ میں نے اس راز کی دو کاپیاں بنائی ہیں۔ ایک یہاں محفوظ رہے گی، دوسری آمنہ لے جا رہی ہے۔"

میں آمنہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ رمونتی بھی وہاں پہنچ گئی میں نے کہا "اب، ہمیں بتاؤ، آخر وہ راز کیا ہے؟"

"میں ابھی بتاتی ہوں۔" اس نے ایک پیچ کس لے کر کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ڈھانچے کو کھولنا شروع کیا۔ ذرا سی دیر میں اس کا پچھلا حصہ کھل گیا۔ اندر کل پُرزے نظر آ رہے تھے۔ سونیا نے کہا "یہ کمپیوٹر جو میرے پاس ہے، ایسا ہی تمہارے پاس ہے اور ایسا ہی کمپیوٹر دہشت گرد تنظیموں کے تمام سربراہوں کے پاس ہے پھر کیا وجہ ہے کہ مادام کمپیوٹر جب مجھ سے رابطہ قائم کرتی ہے تو اس کمپیوٹر سے صرف میں ہی گفتگو سنتی ہوں۔ تم میں سے کوئی یہ گفتگو نہیں سن سکتا؟"

میں نے کہا "ہاں، یہ ایک اہم ٹیکنیکل سوال ہے۔"

"یہ سوال جب میرے دماغ میں پیدا ہوا تو میں نے سیکرٹ سروس کے چیف سے تعاون کی درخواست کی۔ میں نے کہا۔ "مجھے ایک ایسے ماہر کی ضرورت ہے جو ریڈیو ٹی وی ٹرانسمیٹر اور کمپیوٹر وغیرہ میں فنی مہارت رکھتا ہو اور بے مثال کاریگر ہو۔ چیف نے صرف دو گھنٹے کے اندر ایک ایسے ماہر کو تمام اوزار کے ساتھ میرے پاس پہنچا دیا۔"

اس نے بڑی سی میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں تم مختلف سامان دیکھ رہے ہو۔ جو اہم سوال میرے ذہن میں پیدا ہوا تھا، میں نے وہی ٹیکنیکل سوال اس ماہر سے کیا۔ اس نے بتایا، ہر فرد سے بات کرنے کے مختلف چینل ہیں۔ مثلاً وہ مادام کمپیوٹر مجھ سے چینل نمبر سات پر بات کرتی ہے۔ تم سے چینل نمبر پانچ پر۔ اسی طرح لی ہارڈی ٹی ٹی سینٹر کے سائمن دی گریٹ سے کسی اور چینل پر بات کرتی ہے۔ ماسٹر کی سے کسی اور چینل پر۔ مادام کمپیوٹر نے جتنے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر تیار کیے ہیں، ان میں ہر فرد کے لیے ایک مخصوص چینل رکھنے کے بعد باقی تمام چینل کا سسٹم ختم کر دیا ہے۔

اس ماہر نے بتایا، مادام کمپیوٹر کے پاس جو کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر ہے۔ وہ ایک بہت بڑا سیٹ ضرور ہوگا اور اس سیٹ میں تمام چینل موجود ہوں گے۔ وہ جس چینل پر چاہتی ہوگی، بات..... کر لیتی ہوگی۔ اگر میرے اس کمپیوٹر پر ایک سے لے کر بارہ تک چینل کا سسٹم کر دیا جائے تو میں یہاں بیٹھے بیٹھے اسی کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے سائمن دی گریٹ اور مادام کمپیوٹر سے ہونے والی گفتگو سن سکتی ہوں۔ پھر چینل بدل کر ماسٹر کی سے ہونے والی گفتگو بھی سن سکوں گی۔"

جب مجھے اس ٹیکنیک کا پتا چلا تو میں نے اس ماہر سے کہا۔ "اپنی فنی مہارت کا ثبوت دو اور اس کمپیوٹر میں ایک سے لے کر بارہ چینل تک کا سسٹم بحال کر دو۔"

اس نے کام شروع کر دیا۔ اس کے لیے تمام ضروری سامان فراہم کیا جانے لگا۔ صرف آٹھ گھنٹے کی مسلسل محنت کے بعد اس نے یہ کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر میرے لیے تیار کیا ہے۔ اس میں ایک سے لے کر بارہ تک چینل موجود ہیں۔ میں یہاں بیٹھے بیٹھے کسی بھی چینل کو تبدیل کر کے مادام کمپیوٹر سے ہونے والی تمام دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں کی گفتگو سن لیتی ہوں اور میں نے سن لیا ہے۔ صرف سنا نہیں ہے بلکہ ان کی تمام باتیں ریکارڈ بھی کر لی ہیں۔"

آمنہ حیرانی سے دیدے پھیلائے سونیا کو تک رہی تھی۔ دوسرے لفظوں میں، میں اور رمونتی اسے شدید حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ پھر میں نے کہا "سونیا! تم کیا چیز ہو، معلوم ہوتا ہے، جب تم پیدا ہوئی تھیں تو شیطان نے اپنا دماغ تمہاری کھوپڑی میں امانت کے طور پر رکھ دیا تھا اور پھر واپس لینا بھول گیا۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا "یہ تم میری تعریفیں کر رہے ہو؟"

"میں دشمنوں کی زبان سے تعریف کر رہا ہوں۔ وہ تمھیں اسی طرح شیطان کی خالہ، چڑیل، بدروح، جادوگرنی، بلائے ناگہانی اور عذابِ جان اور نہ جانے کیا کچھ کہیں گے۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو؟"

آمنہ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھی۔ محبت سے مسکراتی رہی پھر قریب آکر بولی۔ "میں زبان سے نہیں، دل سے کہوں گا۔ ہمارے دل کی دھڑکنیں باتیں کریں گی۔"

آمنہ نے اسے گلے سے لگا لیا۔ رسونتی نے کہا۔ "سونیا! میں نے بھی تمھیں گلے سے لگائے رکھا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "تم دونوں اسی طرح محبت کا اظہار کرتے رہو گے تو وقت ضائع ہوگا۔ ابھی بڑے کام پڑے ہیں۔ میں چاہتی ہوں" تم آمنہ پر تنویمی عمل کرو اور اس کے دماغ کو لاک کر دو تاکہ مادام کمپیوٹر کسی وقت اسے ٹریپ نہ کر سکے۔"

سونیا جس مکان میں رہ کر کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے سلسلے میں تجربات کرتی رہی تھی، میں اس کے دوسرے کمرے میں آمنہ کو لے گیا اور تنویمی عمل کے لیے تیاریاں کرنے لگا۔ دوسری طرف رسونتی نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کر کے پوچھا۔ "آمنہ کی روانگی کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟"

"تمام انتظامات ہو چکے ہیں۔ اب سے تین گھنٹے بعد ایئر فرانس کا طیارہ یہاں سے روانہ ہونے والا ہے۔ آمنہ کے لیے ایک سیٹ ریزرو کرا دی گئی ہے۔ جب وہ الفقرہ پہنچے گی تو اس کے لیے ایک چارٹرڈ طیارہ موجود رہے گا۔"

رسونتی نے سونیا کو یہ باتیں بتائیں۔ سونیا نے کہا۔ "ایک ایسی ایمبولینس نما گاڑی کا انتظام کیا جائے جس میں آمنہ کو لے جایا جا سکے کیونکہ تنویمی عمل کے بعد کم از کم اسے ایک گھنٹہ سلانا لازمی ہوگا۔ وہ ساہیوال سے لاہور تک سوتے ہوئے سفر کرے گی۔"

رسونتی نے یہی بات اعلیٰ بی بی کو بتائی۔ اس نے کہا۔ "میں ایسی گاڑی کا انتظام بھی کیے دیتی ہوں مگر رسونتی" میں تجسس میں مبتلا ہوں۔ مجھے جلدی سے بتاؤ کہ سونیا ایسا کیا کرتی رہی ہے کہ بین الاقوامی اہمیت کا کوئی راز اس کے ہاتھ آگیا ہے۔"

"میں ابھی آکر بتاتی ہوں۔"

اس نے سونیا سے کہا۔ "اعلیٰ بی بی تجسس میں مبتلا ہے۔ میں اسے تمھارے کارناموں کے متعلق بتانے جا رہی ہوں۔"

"ابھی ٹھہر جاؤ۔ پہلے ضروری کام ہونا چاہیے۔ فرہاد یہاں دماغی طور پر آمنہ کے پاس موجود ہیں لیکن جسمانی طور پر اسپتال کے اسی کمرے میں ہیں۔ اعلیٰ بی بی سے کہہ دو کہ فرہاد کو وہاں سے نکالا جائے اور اس کی جگہ کوئی دوسرا مریض وہاں پہنچایا جائے۔ اسپتال کے چاروں طرف اتنا سخت پہرہ ہے کہ باہر والوں کو اس تبدیل کا پتا نہیں چلے گا۔ اعلیٰ بی بی جو ایمبولینس نما گاڑی بھیجنے والی ہے، فرہاد اسی گاڑی میں چھپ کر چلے آئیں گے۔ اب تم جا سکتی ہو۔"

رسونتی اعلیٰ بی بی کے پاس آگئی۔ میں نے ان دونوں سے کہا۔ "میں تنویمی عمل کرنے کے لیے آمنہ کے پاس جا رہا ہوں۔ آٹھ گھنٹے تک مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

میں آمنہ کے پاس پہنچ گیا۔ قصہ مختصر یہ کہ تنویمی عمل کا جو طریقہ کار میں اب تک اختیار کرتا آیا ہوں، میں نے اسی طریقے کے مطابق آمنہ کو اپنا معمولہ بنایا اور اس کے دماغ کو اس حد تک لاک کر دیا کہ کوئی بھی اجنبی سوچ کی لہر اس کے دماغ میں پہنچے تو وہ اسے محسوس کر لے اور سانس روک لیا کرے۔

چونکہ آمنہ اپنی مرضی سے میری معمولہ بنی تھی، اس لیے میرا کام جلد ہی ہو گیا۔ میں نے اسے ایک گھنٹے کے لیے سلا دیا۔ اس کے بعد دماغی طور پر حاضر ہو کر اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "میں اس کمرے سے نکلنے کو تیار ہوں، دوسرے مریض کو بلایا جائے۔"

یہ کام بھی نہایت رازداری سے ہو گیا۔ میرے کمرے میں ایک شخص آیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ میں وہاں سے اٹھ کر اسپتال کے ان حصوں سے گزرتا گیا جہاں سخت پہرہ تھا اور مجھے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ میں اس ایمبولینس میں آکر بیٹھ گیا۔ اس کے پچھلے دروازے کو بند کر دیا گیا۔ وہ گاڑی مجھے سونیا کے پاس لے گئی۔ وہاں سے آمنہ کا سفر شروع ہوا۔ اسے ایک اسٹریچر پر ڈال کر ایمبولینس کے پچھلے حصے میں پہنچایا گیا۔ اس حصے میں چار مسلح محافظ بیٹھ گئے۔ آگے بھی دو مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے پھر وہ لاہور کی طرف روانہ ہو گئے۔

میں نے رسونتی کو مخاطب کیا اور کہا۔ "تم آمنہ کے دماغ میں مسلسل موجود رہو گی۔ لاہور پہنچنے تک وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو جائے گی۔ جب وہ طیارے میں سوار ہو جائے تو اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تمام مسافروں کو اچھی طرح چیک کر لینا۔ طیارہ یہاں سے پرواز کرنے لگے تو اس کے دماغ سے آسکتی ہو۔ میں اس کی نگرانی کروں گا۔"

"تم میری فکر نہ کرو۔ میں لاہور سے کراچی، کراچی سے استنبول اور وادیٔ قاف تک اس کی نگرانی کرتی رہوں گی کبھی ضرورت پیش آئے گی تو تمھیں بلاؤں گی ورنہ اپنی جگہ مصروف رہو۔ پانچ دن کے بعد اسپتال سے نکلے ہو، ذرا سی غفلت نقصان

دہ ہو گی۔ کہیں دشمن تمھیں دیکھ نہ لیں۔"

"میں اپنا پورا خیال رکھوں گا۔ تم آمنہ کے پاس جاؤ۔"

میں نے دروازے کو بند کیا۔ پھر پلٹ کر سونیا کو محبت سے دیکھا۔ وہ بڑی محبت سے میرے پاس آگئی۔ وہ میری جانِ حیات تھی۔ سب سے نرالی، سب سے الگ جب سے میری جدوجہد کی داستان شروع ہوئی ہے تب سے آج تک کوئی لڑکی سونیا کی ذہانت، چالبازی، حاضر دماغی اور دشمنوں پر دہشت بن کر چھا جانے والی مثال پیش نہ کر سکی۔ حالانکہ ثباتہ اپنی جگہ ایک الگ حیثیت رکھتی تھی، رسونتی کی الگ خصوصیات تھیں، اعلیٰ بی بی کا کوئی جواب نہیں تھا لیکن دشمن اگر کسی سے ڈرتے تھے اور کتراتے تھے تو وہ صرف سونیا تھی۔

ایک گھنٹے بعد اس نے ایک اچکی میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "اس میں تمھارے لیے لباس ہے اور میک اپ کا سامان بھی، اپنے چہرے میں تبدیلیاں کر لو۔"

میں نے پہلے غسل کیا پھر آئینے کے سامنے بیٹھ کر میک اپ کرنے لگا۔ چونکہ ہلکی سی تبدیلی کرنا تھی، کوئی مستقل میک اپ نہیں تھا۔ اس لیے عارضی میک اپ میں دیر نہیں لگی۔ میں نے لباس پہننے کے بعد باہر آکر پوچھا۔ "اب بتاؤ، کیا ارادے ہیں؟"

"میں تمھیں وہ تمام آوازیں سناؤں گی جو ریکارڈ کر چکی ہوں۔"

وہ بڑے سے ریکارڈر کے پاس گئی پھر کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو اٹھاتے ہوئے بولی۔ "جب تم اسپتال پہنچے، اس کے دوسرے دن یہ ایک سے بارہ چینل تک تیار ہو چکا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ ایک نمبر چینل پر مادام کمپیوٹر سے رابطہ قائم ہوتا ہے۔ اس لیے میں نے ایک نمبر کو نہیں چھیڑا۔ دو نمبر کو آزمایا۔ جانتے ہو، کس سے رابطہ قائم ہوا؟"

میں نے پوچھا۔ "کس سے؟"

"اسی ماسٹر کی سے۔ جس نے تمھیں چیلنج کیا تھا کہ اب کمپراسٹر اور ماسک مین وغیرہ تمھارے راستے میں نہیں آئیں گے۔ وہ تمھارے سامنے یوگا کی دیوار بن جائے گا اور تمھیں توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا۔"

"اچھا، تو تم نے اس سے مادام کمپیوٹر بن کر گفتگو کی۔"

"ہاں، تم جیکی وائز کے ذریعے ماسٹر کی تک پہنچنے کا راستہ بنا چکے تھے۔ میں نے اس کمپیوٹر کم ٹرانسیٹر کے ذریعے اس کے پاس پہنچنے کا راستہ نکال لیا۔ وہ بدبخت مجھے مادام کمپیوٹر سمجھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق فرہاد ایک ماہ تک دماغی کمزوری میں مبتلا رہے گا۔ ایک ہفتے بعد اسے اسپتال سے منتقل کیا جائے گا لیکن اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے سلسلے میں اتنی رازداری سے کام لیا جا رہا ہے کہ تم تمھارے خاص ماتحت اور تمھارے آلہ کار فرہاد کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ صرف میں اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کرتی رہوں گی۔ صرف میں تمھیں بتا سکتی ہوں کہ فرہاد کو کس طریقے سے اور کن راستوں سے کہاں لے جایا جائے گا۔"

"اگر تم فرہاد کو اغوا کرنے کے سلسلے میں مجھ سے تعاون کرو اور یہ بات کسی دوسری دہشت گرد تنظیم کے سربراہوں کو نہ بتاؤ تو میں تمھیں منہ مانگی قیمت ادا کروں گا۔ تمھاری ہر شرط پوری کروں گا۔"

سونیا نے مجھ سے کہا۔ "یہ باتیں جو میں تمھیں بتا رہی ہوں، انھیں میں ریکارڈ کر چکی ہوں۔ انھیں سنتے جاؤ تو تمھیں ساری رپورٹ مل جائے گی۔"

اس نے ریکارڈر کو آن کر دیا۔ اب اس میں سے وہی باتیں سنائی دے رہی تھیں جو سونیا مجھے اب تک بتا چکی تھی۔ اس کے بعد جو میں نے سنا تو ماسٹر کی کہہ رہا تھا۔ "مادام کمپیوٹر! کیا وہ اتنے احمق ہیں، انھیں یہ نہیں معلوم ہوگا کہ تم فرہاد کے کمزور دماغ میں رہ کر ان کی پلاننگ کو سمجھ لو گی؟"

سونیا نے جواب دیا۔ "انھوں نے اپنے طور پر بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ رسونتی نے تنویمی عمل کے ذریعے فرہاد کے دماغ کو لاک کر دیا ہے اور اس کو اپنا معمول، کر ہدایت کی ہے کہ اس کے دماغ میں صرف رسونتی کی سوچ کی لہریں آئیں گی، کوئی دوسری سوچ کی لہر آئے تو اس کا دماغ قبول نہیں کرے گا۔ ایسا کرتے وقت رسونتی ایک بات بھول گئی کہ میں اس کا لب و لہجہ اختیار کر کے اس کی سوچ کی لہر بن کر فرہاد کے دماغ میں پہنچ سکتی ہوں۔"

"تعجب ہے، یہ تو بہت معمولی سی بات ہے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی جبکہ وہاں اعلیٰ بی بی اور سونیا جیسی ذہین اور مکار عورتیں وہاں موجود ہیں۔"

"بعض حالات میں انسان اس قدر خوش فہمی میں مبتلا ہوتا ہے کہ اپنے سامنے دشمن کو کمزور بھی سمجھتا ہے اور کم عقل بھی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے بڑے سے بڑے چالاک اور ذہین مجرم صرف خوش فہمی میں مبتلا رہ کر کوئی ایسی غلطی کر جاتے ہیں، کوئی ایسی لغزش ہو جاتی ہے کہ وہ قانون کی گرفت میں آجاتے ہیں۔ اسی طرح وہ خوش فہمی میں مبتلا رہے اس طریقہ کار کو بھول گئی ہیں اور مجھے اس سے فائدہ پہنچ رہا ہے۔"

ماسٹرکی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "ہاں' بعض حالات میں بڑے سے بڑے چالاک اور ذہین ترین مجرم اپنے غرور میں اور خوش فہمی میں بھول جاتے ہیں کہ ان سے کوئی چھوٹی سی غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ اگر تم فرہاد کو میرے پاس پہنچا دو اور کسی دوسری تنظیم کو اس کی ہوا نہ لگنے دو تو میں منہ مانگی رقم ادا کروں گا۔ میں جانتا ہوں' تم دوہری چالیں چلتی ہو۔ ہر طرح سے اور ہر طرف سے منافع حاصل کرتی ہو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں' فرہاد کو میرے پاس پہنچانے میں مدد کرو گی تو تمہیں اتنا فائدہ پہنچاؤں گا جتنا تمام تنظیمیں مل کر بھی نہیں پہنچا سکتیں۔ میں ساری عمر تمہارے مطالبات پورے کرتا رہوں گا۔"

"تم ایسا کر سکتے ہو۔ میں مادام کمپیوٹر کی حیثیت سے تم لوگوں کے سامنے ابھی حال ہی میں آئی ہوں۔ اس سے پہلے میں چپ چاپ تماشا دیکھتی اور بڑی خاموشی سے بڑے بڑے ممالک کے اندرونی راز معلوم کرتی رہی ہوں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تمہارے اور البامہ ٹی ٹی سینٹر کے بریگیڈیئر جوناتھن کے درمیان گہرا گٹھ جوڑ ہے۔ تم دونوں سپر ماسٹر کے لیے کام کر رہے ہو۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"تم موضوع سے ہٹ کر گفتگو کر رہی ہو۔"

"میرا جو مطالبہ پیش ہونے والا ہے' اس کا تعلق اسی سے ہے اور اسی شرط پر میں تمہیں فرہاد کے متعلق مکمل معلومات فراہم کروں گی۔"

"کیا تم سپر ماسٹر کا ذکر چھیڑ کر یہ معلوم کرنا چاہتی ہو کہ ہم کون ہیں اور ہمارے پیچھے سپر ماسٹر کا ہاتھ کس طرح کام کر رہا ہے اور یہ باتیں تم کہیں ریکارڈ کر رہی ہو؟"

"ماسٹرکی! نادان بچوں کی طرح باتیں نہ کرو۔ اب تک میں نے تم لوگوں سے جتنے معاہدے کیے ہیں اور اس کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے تمہارے ساتھ جو گفتگو کی ہے اور پاکستان میں تخریبی کارروائیوں کے سلسلے میں جو باتیں مجھ سے کہی گئی ہیں' وہ ساری باتیں یہاں ریکارڈ کر سکتی تھی لیکن نہیں کیں۔ تم لوگوں کی جانب سے پاکستان میں جو تخریبی کارروائیوں کا سلسلہ چل رہا ہے' اگر میں یہ ریکارڈ کر کے بین الاقوامی سطح پر لے آؤں تو کیا مجھے دوہرا فائدہ حاصل نہیں ہو گا؟ لیکن میں جانتی ہوں' اس کے بعد تم لوگوں کا اعتماد مجھ سے اٹھ جائے گا۔ میں ایسی کوئی حماقت نہیں کرنا چاہتی اور پھر مجھے ریکارڈ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں جب چاہوں' تمہارے خاص ماتحتوں کے دماغ میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکتی ہوں۔ اگر مجھ پر اعتماد نہیں ہے تو بات ختم کر دو۔ میں سائمن دی گریٹ سے سودا کر لوں گی۔"

"نہیں نہیں' رک جاؤ۔ تم وہاں نہیں جاؤ گی۔ معاملہ ہمارے درمیان سودا طے ہو گا۔ ہر حال میں طے ہو گا اور ہر شرط پر ہو گا۔ بولو' کیا چاہتی ہو؟"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ سپر ماسٹر پس پردہ کیوں چلا گیا؟"

"وہ فرہاد' رونتی اور سونیا کو اپنے قابو میں نہ کر سکا۔ ایک کے بعد ایک کئی سپر ماسٹر آئے اور سب ناکام رہے۔ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ کام صرف میں کر سکتا ہوں۔ کیونکہ میں لوگا کا ماہر ہوں' استادوں کا استاد ہوں' میرے چیلیں شاگرد ایسے ہیں جو دس منٹ سے لے کر آدھے گھنٹے تک سانس روک سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک کم عمر لڑکی بھی تھا جو فرہاد کے ہاتھوں مارا گیا۔ بہر حال ابھی چوہیس باقی ہیں۔ یہ ایسے شہ زور اور ناقابل شکست ہیں کہ فرہاد ان سے ٹکراتے ٹکراتے چکنا چور ہو جائے گا۔"

"جب تم اسے چکنا چور کر سکتے ہو تو پھر میرا تعاون کیوں چاہتے ہو؟"

"میں اپنے لوگا کے ماہروں سے جو خدمات لینے والا ہوں اس میں ایک لمبا عرصہ درکار ہے۔ تمہارے ذریعے یہی کام چشم زدن میں ہو سکتا ہے۔"

"جس دن فرہاد اسپتال سے منتقل کیا جائے گا' میں اس سے پہلے ہی تمہیں اطلاع دوں گی۔ اسے اغوا کرنے کے تمام راستے ہموار کر دوں گی۔ اس کے بعد میں پاکستان سے نکل کر اس ملک میں تمہارے لیے کام کرنا چاہتی ہوں' جہاں تمہاری سرگرمیاں بڑی تیز ہیں۔"

"یہ تو ہماری خوش نصیبی ہے کہ تم وہاں بھی ہمارے کام آؤ گی۔" مادام نے کہا۔ "مگر مجھے اس کا پس منظر معلوم ہونا چاہیے۔ تمہارے لوگ وہاں کی حکومت کو اندر سے کمزور بنا رہے ہیں جبکہ تم یہ اچھی طرح جانتے ہو' ماسک مین کی حکومت وہاں بہ آسانی اقتدار حاصل کر سکتی ہے۔"

ماسٹرکی نے کہا۔ "ہماری یہی چال ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ماسک مین کے ملک سے فوجیں آئیں اور اس ملک پر چھا جائیں۔ اس کے تمام پڑوسی ممالک خوفزدہ رہیں گے۔ انھیں ہمیشہ یہی اندیشہ رہے گا کہ ماسک مین کے فوجی اس ملک کے راستے ان کی سرحدوں کی طرف بڑھ سکتے ہیں۔ وہ ممالک ایسے وقت ہماری طرف دیکھیں گے' ہماری امداد چاہیں گے' ہمارے محتاج رہیں گے اور ہمارے اشاروں پر چلیں گے۔"

ماسٹرکی چند لمحوں تک خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "مادام کمپیوٹر! تم ہمارے بہت سے رازدارانہ اور خفیہ معاملات میں

ساتھ دے رہی ہو۔ اس لیے ہم تمہیں وضاحت سے بتا رہے ہیں تاکہ دوسرے ملک میں بھی تم ہمارے کام آتی رہو۔ ہو سکتا ہے' اگر تم نے کسی معاملے میں دھوکا دینے کی کوشش کی تو میرا نام ماسٹرکی ہے۔ میں نے کبھی فرہاد علی تیمور اور رونتی کی ٹیلی پیتھی کو اہمیت نہیں دی۔ تم تو ابھی دو دن کی بچی ہو۔"

"تم نہ تو مجھے دھمکی دو' نہ مجھے نصیحت کرو۔ میں نادان نہیں ہوں۔ اپنے پاؤں پر کلہاڑی نہیں ماروں گی۔ تم سب میرے مؤکل ہو۔ تم لوگوں سے مجھے لاکھوں اور کروڑوں کا منافع حاصل ہوتا ہے۔ میں صرف اس ہاتھ سے دینے اور اس ہاتھ سے لینے کا کھرا سودا کرنا جانتی ہوں' اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

سونیا نے بڑے سے ریکارڈر کو آف کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "فرہاد! ابھی ماسٹرکی سے میری اتنی ہی گفتگو ہوئی تھی کہ کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے ماسٹرکی سے کہا' مجھے دوسری طرف سے اشارے مل رہے ہیں۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم کروں گی۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا اور مادام کمپیوٹر کو مخاطب کیا۔ وہ بڑے غصے میں تھی۔ کمپیوٹر کے اسکرین پر تحریر کی زبان سے کہہ رہی تھی۔ "سونیا! تم شیطان کی بچی ہو' نہایت ذلیل اور ناقابل اعتماد ہو۔ میں نے تم پر اعتماد کیا اور تم میرے ہی کاندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہی ہو۔ میرے ہی کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے میرے ہی مؤکلوں کو گمراہ کر رہی ہو۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "اگر میں ایسا کر رہی ہوں تو مداخلت کیوں نہیں کر رہی ہو۔ ماسٹرکی سے یہ کیوں نہیں کہتیں کہ اس وقت کمپیوٹر کے ذریعے تم نہیں سونیا بول رہی ہے۔"

"میں تمہاری مکاری خوب سمجھتی ہوں۔ میں ماسٹرکی سے کہوں گی تو آئندہ وہ میرے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر پر اعتماد نہیں کرے گا۔ میں جب بھی گفتگو کروں گی' وہ یہی سمجھے گا کہ سونیا دھوکا دے رہی ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم بڑی سمجھ دار بچی ہو۔ میں نے خوب سوچ سمجھ کر یہ طریقہ کار اختیار کیا ہے۔ میری ذہانت کی داد دو کہ میں نے تمہارے اس کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو ایک سے بارہ چینل تک تیار کرا لیا ہے۔ اب میں تمہارے تمام مؤکلوں سے رابطہ قائم کروں گی اور تم جھنجلاتی رہو گی۔ چپ چاپ تماشا دیکھتی رہو گی۔"

مادام کمپیوٹر جواباً کچھ نہ بول سکی۔ یقیناً جھنجلا رہی ہو گی۔ تلملا کر کوئی راستہ اختیار کرنے کے متعلق سوچ رہی ہو گی۔ میں نے کہا۔ "مادام کمپیوٹر! تمہارے پاس یہی ایک ذریعہ ہے [illegible] کے ذریعے تم خاموش رہ کر اپنے مؤکلوں سے رابطہ قائم کر سکتی ہو۔ تمہیں کسی طرح کا اندیشہ نہیں ہے' فرہاد اور رسونتی تمہارے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ اب تمہارے اس اہم ذریعے کو میں نے اپنی مٹھی میں لے لیا ہے' تم براہ راست کسی بھی مؤکل کے دماغ میں نہیں پہنچو گی۔ تمہارے پاس ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ کسی آلۂ کار کو اپنے لیے استعمال کرو اور اس کے ذریعے اپنے مؤکلوں سے رابطہ قائم کرو۔ لیکن افسوس وہ آلۂ کار بھی چھپا نہیں رہ سکے گا۔ کم از کم فرہاد اور رسونتی سے تو کہیں بچ کر نہیں جا سکے گا۔ مختصر یہ کہ تمہارے پاس یہی ایک کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کا ذریعہ رہ گیا ہے۔ صبر کرو اور مجھے استعمال کرنے دو یا پھر چلو میرے ساتھ' اعلان کر دو کہ سونیا تمہاری جگہ بول رہی ہے۔"

"تم اچھی طرح جانتی ہو' میں ایسا نہیں کر سکوں گی۔ کیونکہ مجھے اس کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو اپنا ذریعہ بنائے رکھنا ہے۔"

"تو پھر خاموشی سے تماشا دیکھتی رہو۔ میں تمہارے راستے میں نہیں آؤں گی' تم میرے راستے میں نہ آؤ' اس طرح ہماری دوستی قائم رہے گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں' تمہارے تمام مؤکلوں کو تمہارے ہی لیے آمدنی کا ذریعہ بنائے رکھوں گی۔ مجھے ان سے کچھ نہیں لینا ہے۔ چند معلومات حاصل کرنا ہیں۔ اس کے بعد میں کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو استعمال نہیں کروں گی۔ ابھی جب تک استعمال کر رہی ہوں' تب تک تم اپنے موجودہ بدترین حالات پر غور کرتی رہو۔"

میں نے سونیا کو بڑی محبت اور عقیدت سے دیکھا۔ جب گہری محبت اور عقیدت ہو تو انسان آنکھ سے نہیں دل سے دیکھتا ہے۔ سونیا نے بے شک وشبہ جو ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا تھا' اس کے لیے خراج تحسین پیش نہ کرنا زیادتی ہوتی۔ لہٰذا میں اسے خراج تحسین پیش کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "بظاہر سپر ماسٹر اور ماسک مین پس پردہ چلے گئے ہیں۔ انھوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ تمہارے معاملے میں ان کا ہاتھ نہیں ہے۔ نہ وہ تمہارے راستے میں آئیں گے' نہ تمہیں ان کے راستے میں آنا چاہیے۔ اس سمجھوتے کے بعد وہ ماسٹرکی اور البامہ ٹی ٹی سینٹر کے بریگیڈیئر جوناتھن کو استعمال کر رہے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ماسک مین پس پردہ چلا گیا ہے اور وہ لی ہاروی ٹی ٹی سینٹر کے سائمن دی گریٹ اور بہرام علی ٹی ٹی سینٹر کے ایک گمنام سربراہ کو اپنے لیے استعمال کر رہا ہے۔ میں ان لوگوں سے یہی باتیں اگلوا رہی ہوں اور ریکارڈ کر رہی ہوں۔ اس طرح ہمیں بین الاقوامی سازشوں کا ثبوت بھی مل رہا ہے کہ وہ ہمارے پڑوسی ممالک میں کیا کارروائی کر رہے

ہیں اور آئندہ ان کے کیا نتائج سامنے آنے والے ہیں۔"

وہ بڑے سے ریکارڈر کے پاس آئی اور کہا۔ "چونکہ بہرام علی ٹی ٹی سینٹر کے سربراہ کا نام ہمیں معلوم نہیں ہے۔ وہ اب تک راز میں ہے، اس لیے میں سائمن دی گریٹ کے پاس پہنچ گئی اور اس سے بھی اسی انداز میں گفتگو کی، جس انداز میں ماسٹر کی سے کر چکی تھی۔ لو سنو۔"

اس نے ریکارڈر کو آن کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ریکارڈر سے سونیا اور سائمن دی گریٹ کی آواز ابھرنے لگی۔ سونیا اسی طرح مادام کمپیوٹر بن کر اسے کہہ رہی تھی کہ فرہاد ایک ہفتے بعد اسپتال سے ایک ایسی جگہ منتقل کیا جائے گا جس کے متعلق صرف وہی بتا سکتی ہے۔

سائمن دی گریٹ نے پوچھا۔ "کیا تم مجھے بتا سکتی ہو، اگر تم کسی دہشت گرد تنظیم کے سربراہ فرہاد کے متعلق اطلاع نہ دو، صرف مجھے موقع دو کہ میں اسے اغوا کر لوں تو تمہیں منہ مانگی رقم دوں گا۔ تمہاری ہر شرط پوری کروں گا۔"

"میں ابھی نہیں بتا سکتی کیونکہ اسے پانچ دن کے بعد منتقل کیا جائے گا۔ ابھی وہ پلاننگ کر رہے ہیں۔ بہت محتاط رہ کر اسے وہاں سے منتقل کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا وہ یہ نہیں سمجھیں گے کہ تم فرہاد کے کمزور دماغ میں رہ کر ان کی پلاننگ کو سمجھ سکتی ہو؟"

سونیا نے اسے بھی وہی بات سمجھائی جو ماسٹر کی کو سمجھا چکی تھی کہ کس طرح رسونتی نے تنویمی عمل کے ذریعے فرہاد کے دماغ کو لاک کیا ہے لیکن وہ رسونتی کے لب ولہجے کو اختیار کر کے اس کے دماغ میں چپکے سے پہنچ سکتی ہے اور اہم معلومات حاصل کر سکتی ہے۔

سائمن دی گریٹ نے کہا۔ "مجھے یقین ہے، تم ایسا کر سکتی ہو اور صرف میرے لیے کر سکتی ہو لیکن برا نہ ماننا تم بہت لالچی ہو۔ ہر طرح سے اور ہر طرف سے منافع حاصل کرنا چاہتی ہو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، اگر فرہاد کے سلسلے میں صرف میرے کام آؤ گی تو میں تمہاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔"

سونیا نے کہا۔ "سائمن دی گریٹ! میں ابھی حال ہی میں مادام کمپیوٹر کی حیثیت سے سامنے آئی ہوں اس سے پہلے میں خاموش تھی اور چپ چاپ تمام سازشی ملکوں کے اندرونی راز معلوم کرتی رہی تھی۔ تم سب کے متعلق بھی بہت کچھ معلومات حاصل کیں۔ میں جانتی ہوں، پسِ ماسٹر پسِ پردہ چلا گیا ہے اور ماسٹر کی اس کی جگہ کام کر رہا ہے۔ اسی طرح تمہاری لابی میں ماسک مین پسِ پردہ چلا گیا ہے اور تم بہرام علی ٹی ٹی سینٹر سے مل کر وہی کر رہے ہو جو اب تک ماسک مین کرتا رہا تھا۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"تم موضوع سے ہٹ کر باتیں کر رہی ہو۔"

"میں فرہاد کو تمہارے حوالے کرنے کے سلسلے میں جو شرط پیش کرنے والی ہوں، اس کا اس موضوع سے گہرا تعلق ہے۔"

"اگر تعلق ہے تو میں تمہاری ہر بات کا جواب دوں گا لیکن کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم یہ باتیں ریکارڈ کر رہی ہو؟"

سونیا نے اسے بھی وہی بات سمجھائی کہ اگر ریکارڈ کرنا ہوتا تو وہ پاکستان میں ہونے والی تخریب کاری کے سلسلے میں اب تک جو گفتگو ان سے کرتی آئی ہے اسے انھیں ریکارڈ کر لیتی اور انھیں بلیک میل کرتی لیکن وہ ایسا نہیں کر رہی ہے۔

بہرحال سائمن دی گریٹ کو یقین ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "ہاں مجھے یقین ہے، تم ایسا نہیں کرو گی اور اس کی ضرورت بھی کیا ہے تم تو کسی وقت بھی ہمارے دماغوں میں پہنچ سکتی ہو۔ بہرحال میں تسلیم کرتا ہوں، ماسک مین پسِ پردہ جا چکا ہے۔ وہ تنظیم جو ریڈ پاور کے نام سے چل رہی تھی، اس کا نام ختم کر دیا گیا ہے۔ بہرام علی ٹی ٹی سینٹر سے کامیاب ہو کر نکلنے والے دہشت گرد بالکل اسی انداز میں کام کر رہے ہیں جس انداز میں ریڈ پاور تنظیم کے افراد کام کرتے تھے۔ ان کی رہنمائی میں کرتا ہوں اور . . ."

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ سونیا نے پوچھا۔ "رک کیوں گئے۔ کیا یہ نہیں بتانا چاہتے کہ بہرام علی ٹی ٹی سینٹر کا سربراہ کون ہے؟"

"یہ پوچھ کر کیا کرو گی۔ تم اپنے کام سے کام رکھو۔"

"میں آم کھاتی ہوں، پیڑ نہیں گنتی۔ مجھے اپنے منافع سے مطلب ہوتا ہے مگر میں اندھیرے میں رہنا نہیں چاہتی۔ اگر بتا سکتے ہو تو بتا دو ورنہ فرہاد کو تمہارے حوالے کرنے کے سلسلے میں کوئی خاص بات مجھے چھپانے کی ضرورت پیش آئی تو میں تمہیں بھی کچھ نہیں بتاؤں گی۔"

اس نے جلدی سے کہا۔ "ایسا ہرگز نہ کرنا۔ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں، بہرام علی ٹی ٹی سینٹر کا سربراہ بھی ماسک مین ہے۔ وہ اپنے خاص ماتحتوں کو آلۂ کار بنا کر بھیجتا ہے۔ خود سامنے نہیں آتا اور نہ ہی آئندہ کبھی اپنا نام کسی سلسلے میں استعمال کرے گا لیکن میں ابھی تک یہ سمجھ نہیں پایا کہ تم یہ باتیں کیوں چھیڑ رہی ہو اور اس سے تمہاری شرط کا کیا تعلق ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "ماسک مین کے ملک سے ایک ایشیائی ملک کے گہرے تعلقات ہیں۔ اس کے باوجود ماسک مین کے

تخریب کار اور دوسرے سیاسی سازشیں کرنے والے اس ملک میں بھی اندرونی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ اگر کوئی مصلحت ہے تو کیا میں اس سلسلے میں تمہارے کام نہیں آ سکتی؟"

"بے شک تم ہمارے کام آ سکتی ہو اور بہت زیادہ کام آ سکتی ہو لیکن ہمیں ڈر لگتا ہے، ہمارا راز کہیں دوسری جگہ نہ پہنچا دو۔"

"مجھے تم لوگوں نے آزما لیا ہے۔ میں ایک کی بات دوسرے تک کبھی نہیں پہنچاتی۔"

"ہم مانتے ہیں۔"

"اگر مانتے ہو تو بتا دو، آخر ماسک مین کا ملک اپنے بہترین حلیف ملک کے خلاف بھی کیوں اندرونی طور پر سازشیں کرتا ہے؟"

"بات اصل میں یہ ہے کہ پاکستان ایک درمیانی دیوار ہے۔ اپنے پڑوسی ملک کے لیے ایک مضبوط دیوار ہے۔ پاکستان جب تک قائم رہے گا کوئی سپر پاور اس راستے سے دوسرے ملک نہیں پہنچ سکے گی۔ گویا کہ پاکستان پڑوسی ملک کے لیے ایک لفزون ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "اگر یہ لفزون ہے تو وہ پڑوسی ملک پاکستان پر بار بار حملے کی دھمکیاں کیوں دیتا ہے۔ پاکستان کے خلاف زیادہ سے زیادہ ہتھیار کیوں حاصل کیے جا رہے ہیں؟"

"پڑوسی ملک کی پالیسی یہ ہے کہ پاکستان پر حملہ ضرور کرو لیکن اسے مٹنے نہ دو صرف کمزور بنا دو۔ اس پر اپنی برتری ثابت کر دو۔ دوسری طرف ماسک مین کے ملک کے حکمران کی پالیسی یہ ہے کہ پڑوسی ملک کو زیادہ سے زیادہ ہتھیار دو۔ جب کوئی چیز بہت زیادہ ہو جاتی ہے تو اسے ہضم کرنا مشکل ہوتا ہے۔ زیادہ کھانے والا تے کرنے لگتا ہے۔ پڑوسی ملک کے پاس زیادہ ہتھیار ہوں گے تو وہ پھولتا رہے گا اور کہیں نہ کہیں حملہ کرنے کے لیے مچلتا رہے گا۔ ایک دن وہ ایک دم سے بدہضمی کا شکار ہو کر پاکستان پر چڑھ دوڑے گا اور ماسک مین کی حکومت یہی چاہتی ہے۔"

میں نے ریکارڈر کو آف کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا جو ٹیپ ریل آمنہ کے ساتھ گیا ہے، اس میں یہی سب کچھ ہے؟"

"ہاں، اصل ٹیپ میں نے چیف کے حوالے کر دی ہے۔ اس کی ایک نقل آمنہ لے گئی ہے، دوسری نقل یہ ہے جو تم سن رہے ہو۔ اس ریل میں تمام دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں کے ایسے بیانات ہیں جن کے ذریعے ان کی بین الاقوامی سازشوں کا پول کھلتا ہے۔ اس کے بعد سائمن دی گریٹ نے یہ حقیقت بھی اگل دی ہے کہ آئندہ شاہِ ایران کا تختہ کس طرح الٹنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "میں ہمیشہ سیاست سے کتراتا رہا ہوں لیکن اس ٹیپ ریل کے ذریعے ہمارے دشمنوں کی کمزوریاں ہاتھ آ گئی ہیں، میری دلچسپی صرف اس حد تک ہے کہ میرے وطن کو یہ لوگ سیاسی سازشوں میں ملوث کر رہے ہیں۔ اگر وہ شاہِ ایران کا تختہ الٹنے کی سازشیں کر رہے ہیں تو ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن یہ وہاں کے عوام کے مفاد میں ہے۔ وہاں شہنشائیت کا خاتمہ ہونا ہی چاہیے۔"

سونیا نے جس طرح اہم راز اگلوائے تھے اور انھیں ریکارڈ کیا تھا، اس سلسلے میں ایک وضاحت کر دوں۔ وہ یہ کہ مادام کمپیوٹر جب رابطہ قائم کرتی ہے تو ہماری آواز اس کے پاس پہنچتی ہے لیکن اس کی آواز ہمارے پاس نہیں آتی۔ وہ تحریر کی صورت میں جواب دیتی ہے۔ سونیا نے جتنی ریکارڈنگ کی تھی، اس میں ماسٹر کی، سائمن دی گریٹ اور پروفیسر جوزف تھامسن وغیرہ کی آوازیں ریکارڈ ہوئی تھیں لیکن جتنی باتیں سونیا نے اپنی طرف سے کہی تھیں، وہ کمپیوٹر کی اسکرین پر تحریر کی صورت میں ان کے سامنے پہنچی تھیں یعنی اس ٹیپ میں جتنے دہشت گرد تنظیم کے سربراہوں کی آوازیں ریکارڈ ہوئی تھیں۔ وہ صرف بولتے رہے تھے اور جب کمپیوٹر کی اسکرین پر تحریری جواب پڑھتے تھے تو اس وقت تک ٹیپ خاموشی سے چلتا رہتا تھا۔ جب وہ پھر بولنے لگتے تھے تو پتا چلتا تھا کہ مادام کمپیوٹر کی کن باتوں کے جواب میں بولتے جا رہے ہیں۔ اس لحاظ سے جو ٹیپ ریکارڈ کیا گیا تھا، وہ ہر اعتبار سے مکمل تھا۔

سونیا نے کہا۔ "بہت دیر ہو چکی ہے، ذرا آمنہ کی خبر لو۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور آمنہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ طیارے میں سوار ہو گئی تھی۔ میں نے ہولے سے رسونتی کو مخاطب کیا۔ "کیا تم موجود ہو؟"

رسونتی نے کہا۔ "بے فکر رہو۔ میں آمنہ کے ساتھ سائے کی طرح لگی رہوں گی۔"

"کیا تم نے کوئی ایسی بات محسوس کی جیسے آمنہ اپنے مزاج کے خلاف یا اپنے حالات کے خلاف سوچ رہی ہو؟"

"نہیں، میں نے ایسی کوئی بات محسوس نہیں کی ہے۔ اگر مجھے شبہ ہوا کہ مادام کمپیوٹر آمنہ کی سوچ میں اسے بہکا رہی ہے یا کوئی چال چلنا چاہتی ہے تو میں فوراً تمہیں اطلاع دوں گی۔"

"ہاں، محتاط رہنے کی بہت ضرورت ہے۔ میں پھر آؤں گا۔"

میں نے سونیا کے پاس آ کر اسے آمنہ اور رسونتی کے متعلق بتایا۔ اسی وقت کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے شاہ موصول

ہونے لگا۔ چینل نمبر ایک کا اشارہ تھا۔ یعنی مادام کمپیوٹر سونیا سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ سونیا نے فوراً ہی بڑے سے ریکارڈر کو آن کر دیا۔ پھر کہا "فرہاد! ذرا دیکھتے رہو' میں اسے کیسا چکر دیتی ہوں"

اس نے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا۔ پھر کہا "ہیلو' میں سونیا بول رہی ہوں"

جواب میں اسکرین خاموش رہا۔ پھر چند لمحوں کے بعد تحریر ابھرنے لگی۔ مادام کمپیوٹر پوچھ رہی تھی "کیا تم نے تمام دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں کی گفتگو ریکارڈ کی ہے؟"

"میں نے اسی لیے ریکارڈر آن رکھا ہے تاکہ تم بھی سن لو"

"میں نے تو سن لیا' تم بھی سن لو۔ آئندہ میں کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو استعمال نہیں کروں گی۔ نہ ہی کسی موکل سے رابطہ قائم کروں گی۔ میں کچھ دنوں کے لیے خاموشی اختیار کر رہی ہوں۔ جیسا کہ پہلے خاموش رہ کر تماشا دیکھتی رہی تھی اور معلومات حاصل کرتی رہی تھی لیکن آئندہ خاموشی کے دوران تم خاص طور پر میری ٹارگٹ رہو گی۔ آج سے تمہارا ہر قدم موت کی طرف اٹھے گا' تم سوچ بھی نہیں سکو گی کہ کون سا لمحہ تمہاری زندگی کا آخری لمحہ ہو سکتا ہے"

"مجھے تو سوچنے کی بھی فرصت نہیں ملتی ہے میری بہنا' تم خواہ مخواہ ناراض ہو رہی ہو"

"زیادہ چہکنے کی کوشش نہ کرو۔ میں نے تمہارا راستہ کاٹ دیا ہے۔ آئندہ تم کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی بھی سربراہ سے بات کرنا چاہو گی تو وہ گھاس نہیں ڈالے گا۔ میں سب کو اطلاع دینے جا رہی ہوں کہ ان کے ساتھ بہت ہی بڑا فراڈ ہوا ہے"

"فوراً اطلاع دو لیکن اب فوراً جیسا لفظ نامناسب ہے۔ تمہیں دیر ہو چکی ہے۔ مجھے جو کرنا تھا وہ کر چکی ہوں"

"اور اب مجھے جو کرنا ہے' وہ کرنے جا رہی ہوں۔ جب ٹی ٹی سینٹر والوں کو پتا چلے گا کہ تم نے فراڈ کیا ہے تو وہ تمہیں فرار کا راستہ نہیں دیں گے۔ اتنا تو سب جانتے ہیں کہ ابھی تم ساہیوال میں ہو۔ تم یہاں سے باہر نہیں نکل سکو گی"

"صرف میری بات نہ کرو۔ میں تو یہ ٹیپ بھی لے کر اپنے ساتھ نکلوں گی جو دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں کے خلاف ایک بہت اہم ثبوت ہے۔ جاؤ اور اب ٹی ٹی سینٹر والوں کے ساتھ سر کھپاؤ"

اس نے میٹر کو آف کر دیا۔ اسکرین بجھ گیا۔ پھر اس نے کہا "وہ ضرور تمام سربراہوں کے پاس پہنچ کر انھیں میرے خلاف بھڑکائے گی۔ میں ذرا ہلکا سا میک اپ کر کے اپنا حلیہ تبدیل کرنے جا رہی ہوں۔ تم اسے آپریٹ کرو۔ ایاب ایک چینل کو آزماؤ

کسی نہ کسی چینل پر اس سے بات کرنے والے کی آواز سنائی دے گی"

میں نے کہا "یوں تو میں خیال خوانی کے ذریعے ہر ایک کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں۔ صرف ماسٹر کی کے پاس نہیں جا سکتا۔ ایک طرف یہ' دوسری طرف مادام کمپیوٹر دونوں ہی میری خیال خوانی کے ٹارگٹ سے باہر ہیں"

میں نے اس کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے مختلف چینل کو آزمانا شروع کیا۔ ایک چینل پر ماسٹر کی کی آواز سنائی دی۔ وہ مادام کمپیوٹر سے کہہ رہا تھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم میرے پاس اس کمپیوٹر کے ذریعے نہیں آئی تھیں؟ تم نے مجھ سے آدھے گھنٹے تک گفتگو کی تھی اور وعدہ کیا تھا کہ فرہاد جب اسپتال سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا' تم مجھے اطلاع دو گی اور ان کی پلاننگ کے متعلق تفصیلات بتاؤ گی"

وہ تھوڑی دیر کے لیے چپ رہا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ مادام کمپیوٹر کا جواب پڑھ رہا ہے۔ اس کے بعد اس نے حیرانی سے کہا "میں یقین نہیں کر سکتا۔ تم یہ کیا کہہ رہی ہو کیا تمہارا جگہ سونیا باتیں کر رہی تھی۔ اوہ گاڈ' یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

وہ خاموش ہو کر اس کا جواب سننے لگا۔ پتا نہیں وہ کیا کہہ رہی ہو گی۔ جو کچھ بھی کہہ رہی ہو گی' وہ اسکرین پر الفاظ کی صورت میں ابھر رہا ہو گا۔ میں نے اپنے کمپیوٹر کو دیکھا۔ اس کا اسکرین تاریک تھا۔

بہر حال یہ معلوم نہ ہو سکا کہ مادام کمپیوٹر نے جواباً اسے کیا کہا ہے۔ اس کے بعد وہاں خاموشی چھا گئی تھی۔ میرے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کا اسپیکر خاموش تھا۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور سائمن دی گریٹ کے پاس پہنچ گیا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ ماسٹر کی کے بعد وہ سائمن دی گریٹ کے پاس پہنچی تھی۔ کیونکہ ماسٹر کی کے اسپیکر خاموش تھا۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور سائمن دی گریٹ کے پاس پہنچ گیا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ ماسٹر کی کے بعد وہ سائمن دی گریٹ کے پاس پہنچی تھی۔ کیونکہ اس وقت گرد تنظیموں میں ان دو سربراہوں کی زیادہ اہمیت تھی۔ سائمن دی گریٹ بھی تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "میں کیسے یقین کروں کہ اب تک سونیا نے مجھ سے بات کی ہے' مجھ سے فراڈ کیا ہے۔ تم اس وقت تک کیا کر رہی تھیں۔ کیا تم ہمیں اس فراڈ کی اطلاع فوراً نہیں دے سکتی تھیں؟"

"اگر میں موجود ہوتی اور مجھے معلوم ہوتا تو کیا میں اب تک خاموش رہتی۔ میں دوسری جگہ مصروف تھی۔ جیسے ہی مجھے اس فراڈ کا علم ہوا' میں اطلاع دینے آئی ہوں۔ آئندہ اس کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو استعمال نہ کرنا۔ تم نے سونیا سے بین الاقوامی سازشوں کے متعلق باتیں کی ہیں اور ان سازشوں میں خود کو فریہ انداز میں ملوث کیا ہے۔ اس چڑیل نے وہ تمام باتیں ریکارڈ کر لی ہیں اور وہ ریکارڈ کیا ہوا ٹیپ ابھی اس کے پاس موجود ہے۔ ابھی وہ ایک چھوٹے سے ٹاؤن ساہیوال میں ہے۔ اسے گھیرنا چاہتے ہو' اپنے خلاف ثبوت مٹانا چاہتے ہو تو وہ ٹیپ حاصل کر لو۔ ورنہ سائمن دی گریٹ کی گرفتاری ہمیشہ کے لیے خاک میں مل جائے گی"

مادام کمپیوٹر تحریر کی زبان سے جو کچھ کہہ رہی تھی' اسے میں سائمن دی گریٹ کے دماغ میں رہ کر معلوم کر رہا تھا۔ اس نے کہا "مادام کمپیوٹر! جو ہوا بہت برا ہوا۔ مجھے فوراً بتاؤ' سونیا تنہا ہے یا اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہے' فرہاد کی پوزیشن بھی واضح کرو"

میں نے اس کے دماغ سے پھر مادام کمپیوٹر کا جواب سنا۔ وہ کہہ رہی تھی "سونیا کے متعلق میں کہہ نہیں سکتی کہ وہ تنہا ہے یا کچھ لوگوں کے ساتھ ہے۔ کیونکہ اس کا دماغ لاک ہے۔ میرا رابطہ صرف کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہوتا ہے"

"فرہاد کے متعلق بتاؤ۔ اس کا دماغ کمزور ہے۔ تم معلوم کر سکتی ہو"

"سونیا نے میری جگہ آ کر تم لوگوں کو مس گائیڈ کیا ہے۔ اس نے غلط کہا کہ وہ اسپتال میں بیمار ہے اور ایک ہفتے بعد وہاں سے منتقل کیا جائے گا۔ حقیقتاً وہ دماغی توانائی حاصل کر چکا ہے اور اب میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی"

"اوہ گاڈ' ہر طرف سے مایوسی ہو رہی ہے۔ پلیز مادام کمپیوٹر' دس منٹ کے بعد پھر مجھ سے رابطہ قائم کرو۔ میں سونیا کو گھیرنے کے انتظامات کر رہا ہوں"

اس نے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا پھر دوسرے ٹرانسمیٹر وغیرہ کو آپریٹ کرنے لگا۔ چونکہ وہ ایک بہت بڑے ملک کے لیے کام کر رہا تھا' مافیا میں اس کی پشت پر تھا' اس لیے مواصلاتی سیارے کے ذریعے مطلوبہ تخریب کاروں سے رابطہ قائم کرنے میں دیر نہیں لگی۔ اس نے اپنے لوگوں کو بتایا کہ وہ لاہور' ملتان اور فیصل آباد میں جہاں کہیں بھی ہیں' ساہیوال سے قریب تر ہوں گے لہٰذا وہ سونیا کو وہاں سے نکلنے کا موقع نہ دیں۔ وہ یقیناً میک اپ میں ہو گی۔ لہٰذا اس کے قد' اس کی جسامت' اس کی چال اور انداز پر توجہ دی جائے۔ ایسی کوئی بھی عورت نظر آئے تو اسے اغوا کر لو۔ پوری طرح اطمینان کر لو کہ وہ میک اپ میں ہے یا نہیں؟ اس کی تلاشی ضرور لو۔ وہ سونیا ہو گی تو اس کے پاس سے ایک ٹیپ برآمد ہو گا۔ اسے اپنے قبضے میں لے لینا۔ بلکہ اسے فوراً ہی ضائع کر دینا۔ اپنے ہاتھوں سے اس ٹیپ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ اسے جلا ڈالنا۔

میں الہامی ٹی ٹی سینٹر کے بریگیڈیئر جوناتھن کے پاس پہنچ گیا۔ اس دوران مادام کمپیوٹر وہاں پہنچی ہوئی تھی اور اسے بھی سمجھا رہی تھی کہ وہ سب کس طرح بین الاقوامی سازشوں میں ملوث ہونے کے مجرم قرار پائیں گے کیونکہ سونیا نے ان کی تمام گفتگو ریکارڈ کر لی ہے۔

ادھر سے بریگیڈیئر جوناتھن نے بھی اپنے وسیع ذرائع اختیار کرنے شروع کر دیے۔ وہ بھی سونیا کو گھیرنے کے لیے اپنے تخریب کاروں' قاتلوں اور بدمعاشوں کو ساہیوال کی طرف بڑھنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ انھیں ہدایات دے رہا تھا کہ کس طرح سونیا کو پہچاننا چاہیے اور کس طرح اس سے ٹیپ حاصل کرنا چاہیے۔

میں نے دوسرے کمرے میں آ کر سونیا کو دیکھا۔ وہ میک اپ کر چکی تھی۔ اس نے شوخ رنگ کی شلوار کرتا پہن رکھا تھا۔ بالکل پنجاب کی دیہاتی دوشیزہ لگ رہی تھی۔ آنکھوں میں موٹا سا کاجل لگایا ہوا تھا۔ لبوں پر گہری سرخی تھی۔ چہرے پر ایسا میک اپ کیا تھا جیسے میک اپ کرنے کا شوق تو ہو مگر سلیقہ نہ ہو۔ میں نے کہا "تم تو سچ مچ پنڈ دی کڑی لگ رہی ہو۔ یہ میک اپ اور یہ انداز کیسے سیکھ لیا۔ تم پنجاب کے متعلق زیادہ معلومات نہیں رکھتی ہو"

"میں نہیں رکھتی ہوں لیکن میرے ساتھ جو گبرو جوان بن کر رہنے والا ہے' وہ تو جانتا ہے۔ اسی نے یہ میک اپ کیا ہے"

"کیا مطلب' کیا میرے علاوہ بھی کوئی ہے"

"تمہارے علاوہ دنیا میں بہت ہیں۔ میں جسے چاہوں' اپنا ہمسفر بنا سکتی ہوں' تم خوش فہمی میں رہنا چھوڑ دو"

"یہ تیور کیوں بدل رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ ہمسفر بدل رہا ہے"

اسی وقت کمرے میں ایک چھ فٹ کا جوان داخل ہوا۔ اس کے سر پر دیہاتی انداز میں پگڑی بندھی ہوئی تھی۔ لانبا سا ریشمی رنگین کرتا پہنے ہوئے تھا۔ اس کے ساتھ دھوتی پہن رکھی تھی۔ ہاتھ میں بڑی سی لاٹھی پکڑے ہوئے تھا۔ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی لاٹھی کو فرش پر زوردار آواز میں ٹیکتے ہوئے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے مجھ سے کہا "پائی جی' السلام علیکم' ساڈا میک اپ اور گیٹ اپ دیکھو اور چھیتی پاس کرو"

میں نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ دوسرے ہی لمحے میری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اس نے مسکرا کر کہا "سر! معذرت چاہتا ہوں۔ اتنا بتا دوں کہ پاکستان میں بھی لوگ کے ماہر ہیں۔ خاص طور پر سیکرٹ سروس میں۔ مادام سونیا نے اسی لیے میرا انتخاب کیا ہے کہ مادام کمپیوٹر میرے دماغ تک نہ پہنچ سکے"

میں نے سونیا سے کہا "مجھے تمہارا یہ طریقہ کار پسند نہیں آیا۔ فرض کرو، دشمن تمہیں کہیں راستے میں روک لیتے ہیں۔ تم دونوں کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں۔ یقیناً وہ دھوکا کھائیں گے لیکن ان میں سے کسی کے دماغ میں مادام کمپیوٹر موجود رہے گی تو وہ ان کے ذریعے تم میں سے کسی ایک کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرے گی اور اس کی سوچ کی لہریں اسی طرح واپس ہو جائیں گے۔ تب کیا اسے شبہ نہیں ہوگا کہ تم سونیا ہو اور جس مرد کے دماغ سے اس کی سوچ کی لہریں واپس آئی ہیں، وہ فرہاد ہو سکتا ہے اور جب فرہاد ہو سکتا ہے تو پھر میں تمہارے ساتھ کیوں نہیں چل سکتا۔ آخر تم نے کیا سوچ رکھا ہے؟"

وہ میرے پاس آ کر بولی "تمہارے کچھ زخم بھر چکے ہیں اور کچھ علاج اور توجہ چاہتے ہیں۔ تم بظاہر صحت مند ہو لیکن ان حالات میں دشمنوں سے ٹکرانا مناسب نہیں ہے میں تمہاری ہی حفاظت کے لیے تم سے الگ ہو رہی ہوں۔"

"یہ ہو نہیں سکتا کہ تم خطرات میں گھر جاؤ اور میں تم سے دور ہو جاؤں۔"

وہ میرے پاس سے پلٹ کر آئینے کے پاس گئی۔ پھر اپنے میک اپ اور گیٹ اپ کا جائزہ لیتے ہوئے بولی "جب میں وادیٔ قاف سے روانہ ہوئی تو یہاں آتے آتے جو پلاننگ کی، اس پر عمل کر رہی ہوں۔ میرا بنیادی مقصد یہ تھا کہ دشمنوں کی ساری توجہ تمہاری طرف ہے۔ وہ تمہیں ٹارگٹ بنائے ہوئے ہیں۔ میں ایسی چال چلوں گی کہ ان کی توجہ تمہاری طرف سے ہٹ جائے گی اور سب مجھے ٹارگٹ بنا لیں گے۔ اب دیکھو کہ میں نے کس طرح انہیں اپنی طرف لگا لیا ہے۔"

سونیا اب تک جو چالیں چلتی رہی ہے۔ انہیں میں دیکھتا اور سمجھتا آ رہا ہوں لیکن مقصد اب سمجھ میں آ رہا تھا۔ واقعی ماسٹر کی میرا جانی دشمن تھا۔ وہ مجھے توڑ پھوڑ کر رکھ دینا چاہتا تھا اور اپنی قید میں مجھے بے بسی کی زندگی گزارنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا لیکن اب وہی ماسٹر کی میری طرف سے دھیان ہٹا کر سونیا کی طرف متوجہ ہو چکا ہوگا۔

دہشت گرد تنظیموں کے دوسرے سربراہ سائمن دی گریٹ، بریگیڈیئر جوناتھن اور بہرام علی ٹی ٹی سینٹر کا وہ سربراہ جو اب تک گمنام اور پُراسرار تھا، اب ہمیں اس کی حقیقت معلوم ہو گئی تھی۔ وہ ماسک مین ہی تھا۔ یہ سب کے سب میری طرف سے تو جبراً ہٹا کر سونیا کے پیچھے پڑ چکے تھے۔

اور تو اور مادام کمپیوٹر جو مجھے بے نقاب کر چکی تھی اور مجھ سے مفادات حاصل کرنا چاہتی تھی، وہ بھی سونیا کو پھانس کر رہی تھی۔ میں حیران حیران نظروں سے سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ اسے ہزار بار دیکھ چکا تھا۔ ہزار دن، ہزار راتیں اس کے قرب میں گزار چکا تھا۔ لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں اور وہ ہر بار ایک نئی حیثیت سے سامنے آتی ہے اور ناقابلِ فہم بن جاتی ہے۔

میں نے کہا "فی الحال تم مجھ سے بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہو۔ واقعی تمام دشمن تمہارے ہی پیچھے دوڑیں گے لیکن مجھے یہ پسند نہیں ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "پسند ہو یا نہ ہو، میں اپنے طور پر کام کر رہی ہوں۔ میرا فرض ہے تمہاری حفاظت کرنا اور میں کر رہی ہوں، جو ہو چکا ہے تم اسے بدل نہیں سکتے۔"

"یہ بات تم فرہاد سے کہہ رہی ہو۔ میں بازی پلٹنا بھی جانتا ہوں۔ تم یہاں سے اپنے نئے سفر کے ساتھ جاؤ مگر میں بہت جلد تمام لوگوں کو اپنے پیچھے دوڑانا شروع کر دوں گا۔"

سونیا نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر کہا "فرہاد! میری محبت اور میرے فرض کو سمجھو۔ میں تمہیں دشمنوں سے دور رکھنا چاہتی ہوں۔ ہمیں اندازہ کرنا چاہیے کہ دشمن یہ ٹیپ مجھ سے چھیننے کے لیے کیسے کیسے ہتھکنڈے آزمائیں گے۔ وہ ناقابلِ شکست فائٹروں کو ہمارے پیچھے لگائیں گے۔ وہ چالباز اور بہروپیے لوگوں کو بھی آلۂ کار بنا کر بھیجیں گے۔ تم ہر ایک سے نمٹ سکتے ہو لیکن مقابلے کا وقت آئے تو ابھی تم اس قابل نہیں ہو۔"

"میں ہوں یا نہیں، یہ میں جانتا ہوں۔"

"ضد نہ کرو۔ اگر تم نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی، دشمنوں کو اپنی طرف متوجہ کیا تو پھر....."

وہ بات ادھوری چھوڑ کر میرے قریب آئی۔ اپنی دونوں ہتھیلیوں سے میرے چہرے کو تھام لیا۔ پھر بڑی محبت سے بولی "پلیز، میری بات مان لو، ضد نہ کرو۔ صرف ایک ہفتے تک آرام کرو۔ اعلیٰ بی بی تمہاری نگرانی کرے گی، تمہارے ساتھ رہے گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں، ایک ہفتے بعد تم سے آ کر ملوں گی۔"

"مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ تم کہاں ہو۔ کن حالات سے گزر رہی ہو، تمہارا دماغ لاک کر دیا گیا ہے۔ تم سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرو گی۔"

"میرے ساتھ میرے یہ ہمسفر مسٹر رضا علی ہیں۔ یہ تمہیں اپنے دماغ میں آنے کا موقع دیتے رہیں گے۔ تم ان کے ذریعے ہمارے حالات معلوم کرتے رہو گے۔"

"خدا نخواستہ رضا علی کو کچھ ہو جائے یا تم دونوں کا ساتھ

چھوٹ جائے اور رضا علی ایک طرف بھٹک جائے تم دوسری طرف نکل جاؤ تب میں تم سے کس طرح رابطہ قائم رکھوں گا۔"

سونیا نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک لاکٹ کو نکالا۔ وہ ایک چین سے منسلک تھا۔ وہ گلے میں پہنے ہوئے تھی۔ پھر اس نے کہا "ایسا ہی ایک لاکٹ اعلیٰ بی بی کے گلے میں ہے۔ وہ سیاہ موتیوں کی مالا پہنے رہتی ہے۔ اسی مالا میں ایک لاکٹ ہے۔ یہ ٹرانسمیٹر ہے۔ اس کے ذریعے اعلیٰ بی بی مجھ سے رابطہ قائم کر سکتی ہے۔ تم اس کے ذریعے میرے حالات معلوم کر سکتے ہو۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "اچھی بات ہے، تم جاؤ، میں کسی نہ کسی طرح تم سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔"

وہ بڑے سے ریکارڈر کے پاس آئی۔ اس میں سے ٹیپ کو نکالا پھر اپنے کپڑوں کی ایک گٹھڑی میں اسے چھپا دیا۔ اس گٹھڑی کو رضا علی کے حوالے کرتے ہوئے کہا "تم باہر چلو، میں آ رہی ہوں۔"

وہ باہر گیا۔ یہ محبت سے رخصت ہونے لگی۔ میں نے کہا۔ "میں نے تمہیں کھو کر پایا ہے، پھر کھو رہا ہوں، پھر پا لوں گا۔ اب جاؤ۔"

وہ مجھے دیکھتے ہوئے الٹے قدموں چلتے ہوئے دروازے سے باہر گئی۔ پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میرا ضمیر یہ کبھی گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ جو عورت مجھے اتنی شدت سے، اتنی دیوانگی سے چاہتی ہے اور میری حفاظت کے لیے طوفانوں کا رخ میری طرف سے اپنی طرف موڑ لیتی ہے، میں اسے تنہا دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ دوں۔ میں نے بظاہر اس کی بات مان لی تھی مگر سوچ رکھا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے؟

سب سے پہلے میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا، اس سے کہا "میں اسپتال سے جس مکان میں بھیجا گیا ہوں، تم وہاں پہنچ جاؤ، جن لوگوں نے مجھے یہاں پہنچایا ہے، وہ تمہیں بھی پہنچا دیں گے۔"

"لیکن دشمنوں کو اس فریب میں مبتلا کرنا ہے کہ تم اسپتال میں ہو اور میں تمہاری نگرانی کر رہی ہوں۔ اگر میں یہاں سے نکلوں گی تو تم دشمن سمجھ لیں گے کہ اسپتال میں تم نہیں ہو۔"

"دشمنوں کو سمجھنے دو، میرے پاس چلی آؤ۔"

"میں آ رہی ہوں۔ اس دوران مجھے بتاتے رہو، کیا ہو رہا ہے اور ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"میں بتا رہا ہوں مگر جو لوگ تمہیں یہاں لائیں گے ان سے کہو، ایک برقعے کا انتظام کریں۔"

"وہ کیوں؟"

"میں تمہیں بتاؤں گا۔ پہلے سونیا کے متعلق سنو۔ اس نے کیسی چالیں چلی ہیں اور وہ کمبخت سارے دشمنوں کو اپنے پیچھے لگائے ہوئے ہے۔ اس نے ہماری طرف سے ان کا دھیان ہٹا دیا ہے۔"

میں نے تفصیل سے بتایا کہ سونیا ان پانچ دنوں میں کیا کرتی رہی ہے اور کتنی کامیاب چالیں چلتی رہی ہے اس کا مقصد یہی تھا کہ دشمن فی الحال مجھے بھول جائیں اور اپنی بقا کے لیے اور اپنی نیک نامی کو قائم رکھنے کے لیے وہ ٹیپ حاصل کرنے کی خاطر اس کے پیچھے دوڑتے رہیں۔ اس کا مقصد ہے میں آرام کرتا رہوں، علاج کراتا رہوں، صحت مند ہوتا رہوں اور وہ خطرات میں گھری رہے، مجھے زندگی ملتی رہے اور وہ موت کا سامنا کرتی رہے لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"ہم دونوں دشمنوں کو اپنے پیچھے لگائیں گے۔ اگر تم نے بھی مجھے آرام کرنے، علاج کرتے رہنے اور کہیں چھپ کر رہنے کا مشورہ دیا تو میں تمہارا ساتھ بھی چھوڑ دوں گا۔"

"میں ایسا کوئی مشورہ نہیں دوں گی کہ تم میرا ساتھ چھوڑ سکو۔ میں آ رہی ہوں۔"

اس وقت تک وہ ایک گاڑی میں بیٹھ گئی تھی اور میری طرف آ رہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی اور سائمن دی گریٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ صرف وہی نہیں بلکہ دہشت گرد تنظیموں کے تمام سربراہ پریشان تھے۔ یہ بھید کھلنے والا تھا کہ سائمن دی گریٹ، ماسٹر کی، بریگیڈیئر جوناتھن اور بہرام علی ٹی ٹی سینٹر والے سپر ماسٹر اور ماسک مین کے لیے کام کر رہے ہیں اور بین الاقوامی سطح پر مختلف ممالک کے خلاف مختلف طریقوں سے سازشیں کرتے جا رہے ہیں۔

اس وقت سائمن دی گریٹ کے سامنے پاکستان کا نقشہ بچھا ہوا تھا اور وہ پنجاب کے علاقے میں سائیوال پر ایک گول دائرہ لگا رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ساہیوال ایک چھوٹا سا ٹاؤن ہے۔ یہاں میک اپ کی سہولتیں شاید میسّر نہ ہوں۔ مجھے یہ بھی سوچنا چاہیے کہ سونیا میک اپ نہ کر سکے تو کس طرح چھپ سکتی ہے۔"

وہ میری سوچ کے مطابق سوچنے لگا پھر اسے خیال آیا "ہاں، مسلمانوں میں پردے کا رواج ہے۔ ان کی عورتیں برقعہ پہنتی ہیں۔ یقیناً وہ برقعہ میں چھپ کر جائے گی۔"

میں یہی چاہتا تھا کہ سائمن دی گریٹ برقعے کے متعلق

سوچے۔ میں نے اس کی توجہ پھر نقشے کی طرف دلائی۔ پھر اسے سوچنے پر مجبور کیا۔ "ساہیوال سے کتنے راستے مختلف سمت جاتے ہیں۔ ایک لاہور کی طرف، دوسرا ملتان کی طرف۔ اس نقشے میں تمام راستوں کی تفصیل نہیں ہے۔ پاکستان میں ہمارے جو لوگ موجود ہیں، ان کے ذریعے معلوم ہو سکتا ہے لیکن سونیا کی مکاری کے پیش نظر یہ سوچا جا سکتا ہے کہ وہ لاہور کی طرف نہیں جائے گی۔ یا تو اسلام آباد پہنچنے کے لیے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گی یا واپس ملتان کا رخ کرے گی۔ وہ پٹرول ہمیشہ الٹے راستے اختیار کرتی ہے۔ ہمیں ہر طرف جال بچھانا چاہیے۔"

میں اسے جو کچھ سوچنے کی طرف مائل کر رہا تھا اور جو کچھ وہ سوچ رہا تھا، میں وہی کرنے والا تھا یعنی اعلیٰ بی بی کو برقع پہنا کر کسی دوسرے راستے سے اسلام آباد پہنچانا چاہتا تھا۔

میں نے اسی قسم کے خیالات بریگیڈیئر جوزف تھن کے دماغ میں پیدا کیے۔ بہرام علی ٹی ٹی سینٹر کے سربراہ ماسک مین تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اسی طرح ماسٹر کی تک میری رسائی نہیں تھی لیکن اس کے دست راست جیکی وائٹر تک پہنچ سکتا تھا۔ میں نے جیکی وائٹر کے دماغ میں بالکل اسی طرح کے خیالات پیدا کیے تاکہ وہ اپنے باس ماسٹر کی سے اس سلسلے میں تبادلۂ خیال کر سکے۔

ہم سمجھ رہے تھے کہ بین الاقوامی سازشوں کا پول کھولنے اور ان سازشوں کے پیچھے رہنے والوں کو بے نقاب کرنے کے بعد وہ تمام دشمن ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے لیکن بات اس سے بھی آگے بڑھ گئی جب اعلیٰ بی بی میرے پاس پہنچی تو اس کے ساتھ آنے والے سیکرٹ سروس کے ایک شخص نے کہا "جناب ٹرانسمیٹر پر آپ کو مخاطب کیا جا رہا ہے۔"

میں نے اس سے ٹرانسمیٹر لے کر کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے چیف نے کہا "فرہاد! ہم زبردست سیاسی پیچیدگیوں میں الجھنے والے ہیں۔ خصوصاً سپر ماسٹر اور ماسک مین کے محاذ نے کھلی دھمکی دی ہے اور کہا ہے اگر اس ٹیپ کو فوراً ان کے حوالے نہ کیا گیا تو ہمیشہ کے لیے ان سے تعلقات بگڑ جائیں گے۔ ان کی دشمنی ہمیں بڑی مہنگی پڑے گی۔ دوسری طرف یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر ہم نے وہ ٹیپ انھیں اسی طرح واپس کر دیا اور اس کی تشہیر نہ کی تو ہمیں بڑی سے بڑی امداد فراہم کی جائے گی۔ ماسک مین کے ملک نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمارے ہاں فولاد کا کارخانہ قائم کرے گا۔ سپر ماسٹر کے ملک نے وعدہ کیا ہے کہ ورلڈ بینک سے ہمیں بھاری قرضہ دلائے گا۔"

میں نے پوچھا "آپ کیا کہتے ہیں؟"

"ہم ایک ترقی پذیر ملک کے باشندے ہیں اور بڑی پابندیوں میں رہ کر اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ سونیا نے یہاں آتے ہی جو کارنامہ انجام دیا ہے، اس کے پیش نظر میں سمجھ گیا تھا کہ سپر پاورز کی طرف سے ہم پر دباؤ ڈالا جائے گا۔ اسی لیے میں نے سونیا کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ٹیپ کی ایک کاپی وادیٔ قاف بھیج دے۔ اگر ہم پر دباؤ ڈالا گیا اور ہم جھکنے پر مجبور ہوئے تو وقتی طور پر سمجھوتہ کر لیں گے۔ وہ ٹیپ واپس کر دیں گے۔ انھوں نے اپنے وعدے پورے کیے، ہمارے ساتھ دوستانہ رویہ رکھا تو اچھی بات ہے اگر کسی بھی سیاسی مرحلے پر ہم سے دھوکا کیا تو ان کے خلاف ایک ثبوت وادیٔ قاف میں موجود رہے گا۔ ہم اب میں ان سے نمٹ لیں گے۔"

میں نے پوچھا "ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

"تم لوگوں پر زبردست آفت آنے والی ہے۔ یہ بڑی طاقتیں تمھیں پاکستان میں چین سے بیٹھنے نہیں دیں گی۔ ان کا جال کھل رہا ہے۔ میرا مشورہ ہے، تم سونیا اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ کچھ دنوں کے لیے پاکستان سے باہر چلے جاؤ۔ ایسا مشورہ دیتے ہوئے میرا دل دکھ رہا ہے لیکن مجھے یہ سوچ کر اطمینان ہوتا ہے کہ تم جسمانی طور پر یہاں سے جاؤ گے مگر دماغی طور پر ہمارے ساتھ ہی رہو گے۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کی طرف دیکھا۔ وہ سر ہلا کر اشارے میں کہنے لگی "ہاں، ہم یہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

میں نے ٹرانسمیٹر پر کہا "ٹھیک ہے اگر آپ یہی مناسب سمجھ رہے ہیں تو ہمیں جانا ہی ہوگا۔"

"میں تمھاری روانگی کے انتظامات ابھی کرتا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہولے سے کہا "دوسرے چینل پر گفتگو کرو۔"

میں نے ٹرانسمیٹر پر یہی بات کہی اور اسے آف کر دیا۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی سے پوچھا "تم نے چینل بدلنے کے لیے کیوں کہا؟"

اس نے جواب دیا "ہم فوراً ہی یہ ملک نہیں چھوڑیں گے لیکن یہی خبر عام ہوگی کہ پاکستانی حکومت نے ہمیں آج ہی یہاں سے نکال دیا ہے۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور چیف کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں سعید احمد صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا "چیف! آپ کا فیصلہ سر آنکھوں پر لیکن میں خوش نہیں ہوں۔"

"فرہاد! تم ہمیں کس قدر عزیز ہو، اس کا اندازہ تم ہمارے دل اور دماغ میں پہنچ کر کر سکتے ہو۔ فی الحال اس بات کو یوں لو کہ اپنے ہی گھر سے بعض حالات میں نکلنا پڑتا ہے لیکن ہمیشہ کے لیے نہیں۔ دنیا گول ہے، جانے والا لوٹ کر ضرور آتا ہے۔"

میں نے سعید احمد صاحب سے کہا "آپ کو تو یاد ہوگا، یہ پہلی بار ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ میں دوسری بار اپنے ملک سے نکالا جا رہا ہوں۔"

میری گفتگو کے دوران ادھر اعلیٰ بی بی نے اپنے لاکٹ ٹرانسمیٹر کے ذریعے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ سونیا نے کہا "میں بہت مصروف ہوں۔ ایسا محسوس کر رہی ہوں جیسے چاروں طرف سے گھیری جا رہی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "فوراً بتاؤ تم کہاں ہو؟"

"ہم ہائی وے پر ساہیوال سے پچاس میل کے فاصلے پر ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آ رہی ہوں۔"

میں سعید احمد صاحب اور چیف سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "خیال خوانی کرتے رہنا۔ فوراً یہاں سے چلو، سونیا خطرے میں ہے۔"

ہم سیکرٹ سروس کے دو افراد کے ساتھ باہر آئے۔ وہاں گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "فوراً ہائی وے پر نکلو۔ پچاس میل تک جتنی تیز رفتاری سے چل سکتے ہو، اسے ڈرائیو کرتے رہو۔"

ہم پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ وہ دونوں اگلی سیٹ پر آ گئے۔ گاڑی اسٹارٹ ہوئی پھر ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ میں نے سونیا کے ہمسفر رضا علی کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں فرہاد علی تیمور۔"

"میں کیسے یقین کروں۔ تم مادام کمپیوٹر بھی ہو سکتی ہو۔"

"محتاط رہنا اچھی بات ہے لیکن مادام کمپیوٹر نے تمھاری آواز ابھی تک کہیں نہیں سنی ہے۔ لہٰذا وہ تمھارے پاس نہیں آ سکتی۔"

"اچھی بات ہے فرہاد صاحب، فرمائیے۔"

"مجھے اپنے دماغ میں رہنے دو۔ میں تمھارے ذریعے وہاں کے حالات معلوم کرتا رہوں گا۔"

وہ اور سونیا بس میں سفر کر رہے تھے۔ دیہاتیوں کے حلیے میں تھے۔ کار وغیرہ میں سفر کرتے تو دشمن فوراً ہی تاڑ لیتے۔ بسوں بھی بس میں مسافروں کے ساتھ سفر کرتے رہنے میں زیادہ تحفظ حاصل ہوتا رہتا اور وہ مشکل سے پہچانے جاتے۔

لیکن دشمن بھی مشکلات سے گزرنا جانتے ہیں۔ میں نے پوچھا "آخر دشمنوں کو شبہ کس طرح ہوا؟"

رضا علی نے کہا "وہ ہماری توقع سے بہت زیادہ تیز نکلے۔ ساہیوال کے ہر اس مقام تک پہنچے ہوئے تھے جہاں سے ہم نکل کر جا سکتے تھے۔ ہمیں لاری اڈے میں بہت سی کاریں اور وگنیں نظر آئیں۔ عام دنوں میں ایسی فاضل گاڑیاں نظر نہیں آتی ہیں۔ ان میں جو لوگ تھے، وہ یہاں کے ماحول سے اور یہاں کے لوگوں سے مختلف تھے۔ وہ سب لاریوں کے پاس جا کر مسافروں کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ مجھے اور مادام سونیا کو بھی دیکھ کر ایک شخص ہمارے پاس آیا۔ پھر اس نے سو کا ایک نوٹ نکال کر پوچھا "بھائی، آپ کے پاس کھلا ہوگا۔"

میں نے خالص پنجابی زبان میں جواب دیا "میرے پاس سو کا کھلا نہیں ہے۔"

اس نے مادام سونیا پر ایک نظر ڈالی۔ پھر چلا گیا۔ ذرا سی دیر میں ہی ایک عورت آئی۔ اس نے مادام سونیا سے پنجابی زبان میں پوچھا "یہ لاری کس وقت یہاں سے جائے گی؟"

میں نے جواب دیا "ابھی پندرہ منٹ کے بعد روانہ ہوگی۔"

اس نے مجھے گھور کر دیکھا پھر کہا "جب ایک عورت دوسری عورت سے بات کرتی ہو تو مردوں کو بیچ میں نہیں بولنا چاہیے۔ کیوں بہن، میں ٹھیک کہتی ہوں، نا؟"

سونیا نے گونگی بن کر اشارے میں کہا کہ وہ بول نہیں سکتی۔ رضا علی کی باتیں سن کر میں نے کہا "ہاں، یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ اس نے پنجابی عورتوں کا سا لباس پہنا ہے، لیا ہی حلیہ بنا لیا ہے لیکن یہ پنجابی زبان نہیں جانتی ہے۔ مجھے اس وقت یاد ہوتا تو اسے ٹوک دیتا۔"

"مادام سونیا کو اور مجھ کو یہ باتیں معلوم تھیں اور ہم نے سوچ رکھا تھا کہ راستے میں یہ گونگی بنی رہیں گی۔"

"یہی تو ہوتا ہے۔ ہم سب خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔ اپنے اپنے طور پر بہت سی چالیں چلتے ہیں لیکن کسی ایک پہلو کو یہ سوچ کر نظر انداز کر دیتے ہیں کہ کوئی اس پر توجہ نہیں دے گا۔"

رضا علی نے کہا "وہ عورت چلی گئی۔ اس کے دو منٹ کے بعد ہی دو عورتیں ایک شخص کے ساتھ آئیں۔ انھوں نے کہا "بہن! ہمارے ساتھ گاڑی میں چلو۔ ہم فوراً ہی لاہور پہنچا دیں گے۔"

"میں نے انکار کیا۔ سونیا نے بھی اشارے سے کہا۔

وہ میرے ساتھ جائے گی اور لاری میں جائے گی۔"

ان باتوں کے دوران ان کی نظریں اس گٹھری پر تھیں جسے سونیا نے بغل میں داب رکھا تھا۔ وہ لاری اڈے کے ہجوم میں ہم سے چھیڑ چھاڑ نہیں کر سکتے تھے اسی لیے چلے گئے۔ ہم اس لاری میں بیٹھ کر سفر کرتے رہے کئی میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد بس ایک جگہ رکی۔ وہاں کچھ مسافر اتر گئے اور کچھ سوار ہوئے ایک مسافر ہمارے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ پھر اپنے ایک ساتھی مسافر سے کہنے لگا "یار! اگر تمھیں یہ معلوم ہو جائے کہ تمھارے بس سے اترنے پر تمام بس کے مسافروں کی جان بچ سکتی ہے تو تم کیا کرو گے؟"

اس کے ساتھی نے جواب دیا "میں تمام مسافروں کی جان بچانے کے لیے بس سے اتر جاؤں گا۔ خواہ مجھے کتنے ہی خطرات کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔"

پھر پہلے مسافر نے پوچھا "اگر اس بات کی ضمانت دی جائے کہ تمھیں کسی قسم کا خطرہ درپیش نہیں ہو گا تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ صرف معاملات طے ہوں گے تو ایسی صورت میں کیا کرو گے؟"

"یہ تو اور اچھی بات ہے۔ مسافروں کی جان بھی بچ جائے گی اور میں بس سے اترنے کے بعد تنہا ہونے کے باوجود محفوظ رہوں گا۔"

"تو پھر اچھی طرح سن لو میرے دوست۔ ہم سامیوال سے بیس میل تک چلے آئے ہیں۔ آگے تیس میل تک میں تمھیں موقع دے رہا ہوں۔ دانشمندی کا ثبوت دو اور اتر جاؤ تمھیں لاہور تک پہنچانے کے لیے گاڑیوں کی کمی نہیں ہو گی۔"

اس کے بعد وہ مسافر خاموش ہو گئے تھے۔ آگے ایک اسٹاپ پر وہ دونوں اتر گئے۔ بس پھر آگے بڑھ گئی۔ میں نے مادام سونیا سے پوچھا "کیا ارادہ ہے؟"

مادام نے جواب دیا "جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ اب تو دشمنوں سے سامنا کرنا ہی پڑے گا۔"

میں نے کہا "مادام ایک تدبیر ہے۔ آپ نے اپنی گٹھری میں ایک برقعہ بھی رکھا ہوا ہے۔ یہ کام آ سکتا ہے۔ آپ چادر اتار کر برقع پہن لیں۔ آگے اسٹاپ پر جب مسافر اترنے لگیں تو عورتوں کے ساتھ آپ بھی اتر جائیں۔"

رضا علی! تم یہ بھول رہے ہو کہ وہ دو مسافر جو ابھی باتیں کر رہے تھے اور بالواسطہ ہمیں دھمکی دے کر چلے گئے ہیں تو ان کے بعد بھی یہاں کچھ لوگ ہوں گے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم پر شبہ ہو اور وہ تنہا ہمیں اس بس میں سفر کرنے کے لیے چھوڑ دیں۔ میں برقع پہنوں گی تو ان کی نظروں میں آجاؤں گی۔"

میں رضا علی کے دماغ میں رہ کر یہ ساری باتیں سن رہا تھا۔ ہماری گاڑی آندھی طوفان کی رفتار سے بھاگی جا رہی تھی۔ ان کی بس ایک جگہ رکی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ ہائی وے تو نہیں ہے۔"

جی ہاں! انھوں نے ہمیں پورے پچاس میل تک جانے کا بھی موقع نہیں دیا۔ اس سے پہلے ہی اچانک بس کے دونوں دروازوں پر دو شخص اسٹین گنیں لے کر کھڑے ہو گئے تیسرا ونڈ اسکرین کے پاس ڈیش بورڈ پر بیٹھ گیا۔ اسٹین گن کا رخ ڈرائیور کی طرف کرتے ہوئے بولا۔ اگر اپنی اور مسافروں کی خیریت چاہتے ہو تو آگے جا کر راستہ بدل دینا۔ آگے دائیں طرف ایک کچا راستہ آنے والا ہے۔"

میں نے رضا علی سے کہا "اس راستے کی نشاندہی کرو۔"

آپ ہائی وے پر آئیں گے تو سامیوال سے تقریباً پینتالیس میل دور دائیں طرف سرخ اینٹوں کا بھٹا نظر آئے گا۔ اینٹوں کے بھٹے کے پاس سے ایک کچا راستہ گزرتا ہے۔ آپ دائیں طرف خیال رکھیں۔"

میں نے یہی بات اپنی گاڑی ڈرائیو کرنے والے شخص کو بتا دی پھر رضا علی سے رابطہ قائم کیا۔ ان کی بس کچے راستے پر تقریباً چار پانچ میل اندر جانے کے بعد رک گئی تھی۔ جب پہلی بار انھوں نے اسٹین گن کے ذریعے بس کو اغوا کرنا چاہا تو کئی عورتوں کی چیخیں نکل گئی تھیں، بچے رونے لگے تھے، انھوں نے ڈانٹ کر کہا تھا "اگر کوئی شور نہیں مچائے گا تو اسے نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ ہمیں صرف دو مسافروں کی ضرورت ہے ہم ہائی وے پر انھیں گرفتار نہیں کر سکتے لہٰذا کچے راستے پر لے جا رہے ہیں۔"

بس ڈرائیور نے کہا "وہ دو مسافر کون ہیں، ہمیں دکھاؤ۔ ہم انھیں بس سے اتار دیں گے۔"

"صرف اتار دینے سے کام نہیں بنے گا۔ وہ اتنی آسانی سے قابو میں نہیں آئیں گے۔ ان مسافروں میں جو ایک عورت ہے، وہ ہیلتھ گیلے صابن کی طرح ہاتھ سے پھسل جاتی ہے۔ ہم ہائی وے پر اسے پھسلنے کا موقع نہیں دینا چاہتے۔"

بہر حال وہ بس ایک جگہ رک گئی تھی۔ اب ایک اسٹین گن کا رخ سونیا کی طرف تھا اور اسٹین گن والا کہہ رہا تھا "چپ چاپ وہ ٹیپ ہمارے حوالے کر دو اور اس کے بعد ہمارے ساتھ چلو۔"

رضا علی سونیا کے ساتھ اٹھنے لگا۔ اسٹین گن والے نے سونیا کو اشارے پر رکھتے ہوئے کہا "نہیں! ابھی اپنی جگہ بیٹھی رہو۔ پہلے ہمارا مطالبہ پورا کرو۔ وہ ٹیپ ہمارے حوالے کرو۔"

اس کے بعد ہم تمھیں بڑی عزت سے لے جائیں گے۔"

میں نے رضا علی کے ذریعے بس کے باہر دیکھا۔ اب کچے راستے پر دوسری سمت سے بھی دو گاڑیاں آ رہی تھیں۔ وہ گاڑیاں کچھ فاصلے پر رک گئی تھیں اور ان میں سے نکلتے ہوئے لوگ تیزی سے دوڑتے ہوئے درختوں اور جھاڑیوں کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی اسٹین گنیں تھیں۔ پھر ایک جھاڑی کے پیچھے سے آواز آئی "سونیا کا راستہ روکنے والو! تمھارا شکریہ۔ ہم بھی طلبگاروں میں سے ہیں۔ ہمارا پہلا مطالبہ ٹیپ، دوسرا مطالبہ سونیا۔ یہ مطالبات پورے کیے بغیر تم نہ تو ٹیپ لے جا سکتے ہو نہ سونیا کو۔۔۔"

میں نے بولنے والے کے دماغ میں چھلانگ لگائی، پتا چلا۔ ان کا تعلق لی ہارڈی ٹی ٹی سینٹر سے ہے یعنی وہ سائمن دی گریٹ کے آدمی ہیں جن افراد نے اسٹین گن کے ذریعے بس کو اغوا کیا تھا، ان کا تعلق ماسٹر کی سے تھا۔ میں نے اپنی گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے سیکرٹ سروس کے ایجنٹ سے کہا۔ "فوراً ٹرانسمیٹر کے ذریعے متعلقہ افسران سے رابطہ قائم کرو۔ ہمیں ابھی ایک ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہے۔ ہم سونیا کو ان کے نرغے سے نکالنے کے لیے اسے استعمال کریں گے۔ اس کے لیے مضبوط رسّے کی بھی ضرورت ہے۔"

پھر میں نے ڈرائیور سے پوچھا "اب ہم اس مقام سے کتنی دور ہیں؟"

"ہم تقریباً اٹھائیس میل کے فاصلے پر ہیں۔"

"اور دس میل جانے کے بعد گاڑی روک دینا۔"

دوسرا سیکرٹ ایجنٹ ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہیلی کاپٹر کا مطالبہ کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "ان سے کہہ دو، پندرہ بیس منٹ کے بعد اس جگہ کی نشاندہی کی جائے گی جہاں ہیلی کاپٹر کو اتارنا چاہیے۔"

میں پھر بس میں پہنچ گیا۔ اب وہاں پہنچنے کے لیے ضروری نہیں تھا کہ رضا علی کے دماغ میں پہنچتا۔ اب تو اسٹین گن والا بھی سیٹی پیتھی کی مٹھی میں تھا اور وہ جھاڑیوں میں چھپنے والے سائمن دی گریٹ کے لوگ بھی میری دسترس سے دور نہیں تھے لیکن سوچ سمجھ کر سیٹی پیتھی کو استعمال کرنا تھا۔ اگر میں ایک طرف دشمنوں کو ڑیپ کرتا تو دوسری طرف سے سونیا پر فائرنگ ہو سکتی تھی یا کسی اور طرح اسے نقصان پہنچ سکتا تھا۔

میں نے رسونتی کو مخاطب کیا "فوراً چلی آؤ اور میرے دماغ میں رہ کر دشمنوں کے دماغوں تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

وہ آمنہ کی نگرانی پر مامور تھی۔ میرے کہنے پر چلی آئی۔ اس وقت تک بس میں رہنے والا ماسٹر کی سنڈیکیٹ کا ایک فرد کہہ رہا تھا "تم لوگ یہ نہ سوچو کہ ہمیں چاروں طرف سے گھیر کر مجبور کر دو گے۔ اگر خیریت چاہتے ہو تو واپس چلے جاؤ یا ہمارے سامنے ہتھیار ڈال دو۔ ہم جان پر کھیل کر ٹیپ اور سونیا کو لے جائیں گے۔"

سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میری ہمسفر بہنو اور بھائیو! میرے پاس ایک ایسا راز ہے جو ان دشمنوں کے ہاتھ لگ گیا تو ہمارے ملک کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور اگر یہ ہمارے ملک میں رہا تو دشمنوں کی سازشوں کا پول کھلتا رہے گا یہ مجھ سے زبردستی وہی راز چھین کر لے جانا چاہتے ہیں۔ آپ لوگوں نے سنا ہے کہ یہ مجھ سے ٹیپ کا مطالبہ کر رہا ہے۔ میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ آپ ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے تو نہ سہی مگر حوصلے سے کام لیں۔"

اس کے سامنے کھڑے ہوئے شخص نے اسٹین گن کو اٹھاتے ہوئے ڈپٹ کر کہا "خاموش رہو۔"

وہ اسٹین گن کے دستے کو سونیا کے منہ پر مارنا چاہتا تھا مگر اس کے ہاتھ اٹھے رہ گئے۔ میں نے اسے موقع ہی نہیں دیا۔ وہ فوراً ہی سونیا کے پاس سے پلٹ کر دروازے کی طرف اپنے ساتھی کے سامنے پہنچا۔ پھر اسٹین گن کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا "یہ ہتھیار نیچے پھینک دو۔"

اس کے ساتھی نے پوچھا "کیا تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

واقعی دماغ خراب ہو چکا تھا۔ اس نے تڑاتڑ گولیاں چلائیں۔ مسافر عورتوں کی چیخیں نکلنے لگیں، بچے رونے لگے۔ دوسرا اسٹین گن والا ساتھی ان کی طرف دوڑتا آ رہا تھا۔ رسونتی نے اسے قابو میں کر لیا۔ وہ بس کی سیٹوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ جب سونیا کے پاس پہنچا تو اس نے کہا "مادام سونیا! یہ لیجیے۔ اسٹین گن آپ ہی کے ہاتھوں میں اچھی لگتی ہے۔"

ایک تو ہلاک ہو چکا تھا جس نے ہلاک کیا تھا، وہ بھی سونیا کے پاس آیا۔ اس نے رضا علی کی طرف اسٹین گن بڑھاتے ہوئے کہا "میں اسے لے کر کیا کروں گا۔ یہ آپ ہی لوگوں کو مبارک ہو۔"

جس وقت اسٹین گن سے فائرنگ ہوئی تھی، اس کے جواب میں درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے سے بھی بس کی طرف فائرنگ ہونے لگی تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ ماسٹر کی کے آدمی دھمکی دینے کے لیے فائرنگ کر رہے ہیں۔ انھوں نے بھی جواباً دھمکی آمیز فائرنگ کی۔ اسی لیے بس کو نقصان نہیں پہنچا۔

بس کے اندر وہ دونوں دشمن نمٹتے ہو گئے تھے۔ ایک میرے قبضے میں تھا دوسرا سونتی کے۔ ہم ان دونوں کو باہر لے آئے۔ پھر کھلی فضا میں پہنچا کر ایک کے ذریعے کہا: "ہم کسی دھوکے میں آنے والے نہیں ہیں۔ ہماری جوانمردی دیکھو، ہم اسٹین گن چھوڑ آئے ہیں۔ مرد ہو تو اپنے ہتھیار پھینک دو اور ہم سے مقابلہ کرو۔"

ایک درخت کے پیچھے سے کہا گیا: "ہمیں اتنا نادان نہ سمجھو۔ تم دونوں کے علاوہ بس میں اور بھی مسلح ساتھی ہیں۔"

ادھر سونیا نے ایک اسٹین گن اٹھا کر مسافروں سے کہا "ایسا کون میرا بھائی ہے جو اسٹین گن چلانا اور جان کی بازی لگانا جانتا ہو۔"

بس کے اندر کئی گبرو جوان کھڑے ہو گئے۔ صرف جوان ہی نہیں، بوڑھے بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئے تھے۔ چار عورتوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا: "جو مرد لڑ نہیں سکتے، وہ ہمارے بچوں کو سنبھالیں۔ ہم مقابلہ کر کے دکھائیں گی۔"

سونیا نے کہا: "بس میرا حوصلہ بڑھ گیا۔ اب میں دشمنوں کو بھاگنے پر مجبور کر دوں گی۔"

"ادھر بس سے نکلنے کے بعد جو دشمن کھلی فضا میں پہنچ گئے تھے" انھوں نے پھر للکارا۔ ایک جھاڑیوں کی طرف دوڑتا گیا۔ دوسرے گھنے درختوں کی طرف۔ ان کے مخالفین نے سوچا، یہ کوئی چال چلی جا رہی ہے۔ لہٰذا انھوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ جس کے نتیجے میں وہ دونوں زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ فائرنگ کی آواز چند لمحوں تک گونجتی رہی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ ہاں خاموشی میں بہت سی گاڑیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ بس سے کچھ فاصلے پر رک گئی تھیں۔ ان میں سے کئی مسلح افراد نکلتے ہوئے دور دور درختوں اور جھاڑیوں کے پاس جانے لگے۔ سائن دی گریٹ کے ایک آدمی نے چیخ کر کوڈ ورڈز کا تبادلہ کرنا چاہا لیکن جواب نہیں ملا جس کا مطلب یہ تھا کہ آنے والے مخالفین میں سے تھے اور ان کا تعلق ماسٹر کی اور بریگیڈیئر جوزاتھن کے سینٹر سے تھا۔

آنے والوں میں سے ایک نے کہا: "ہم دیکھ چکے ہیں، ہمارے دو آدمی مارے جا چکے ہیں۔ اب اس کے بدلے اپنے دس آدمیوں کی لاشیں اٹھا کر لے جانے کے لیے تیار رہو۔"

سونیا نے بس کے اندر سے چیختے ہوئے کہا: "میں مانتی ہوں کہ ابھی دو طرفہ دشمنوں میں گھری ہوئی ہوں لیکن تم سب اپنی عقل پر زور دو اور سوچو، کس کا محاذ مضبوط ہے؟ میں سب سے مضبوط ہوں حالانکہ تمھارے درمیان گھری ہوئی ہوں۔ تم میں سے کوئی مجھے یا اس بس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر پہنچانا چاہے تو یہ سوچ لے کہ میرے ساتھ وہ ٹیپ ضائع ہو جائے گی پھر اس بات کا ثبوت نہیں ملے گا کہ جو ٹیپ ضائع ہو چکی ہے وہ اصل تھی یا نقلی یا سرے سے ٹیپ تھی ہی نہیں۔"

وہ بس کی ایک کھڑکی کے قریب ذرا سا سر اٹھا کر کہہ رہی تھی۔ "لہٰذا میری طرف گولی چلانے یا بس کو تباہ کرنے سے پہلے تصدیق کر لینا دانشمندی ہو گی۔"

دوسری طرف سے ایک شخص نے چیخ کر کہا: "ہمارا ایک آدمی منتا آئے گا۔ اس کے پاس صرف ٹیپ ریکارڈر ہو گا۔ تم اسے ٹیپ دو گی۔ وہ تمھارے سامنے اسے آن کر کے سنے گا۔ جب تصدیق ہو جائے گی تو وہ اسے لے آئے گا۔ اگر تم نے حکم کی تعمیل نہ کی تو ہم تمھیں یہاں سے نکلنے کا موقع نہ دیں گے۔ ضد کرو گی تو پھنسا دو گی، جان سے بھی جاؤ گی۔"

اس کا جواب سونیا کو نہیں دینا پڑا۔ ان کے مخالفین میں سے ایک نے بلند آواز سے کہا: "کیوں احمقوں کی طرح دھمکی دے رہے ہو۔ سونیا کوئی نادان بچی نہیں ہے کہ جان کے خوف سے تمھارے پاس چلی آئے گی۔ ویسے وہ ہمارے پاس آئے گی ہم وارننگ دیتے ہیں، تمھارا کوئی آدمی ٹیپ ریکارڈر لے کر بس کی طرف نہیں جائے گا۔ اُدھر بڑھے گا تو پیروں پر چلنے کے قابل نہیں رہے گا۔"

ماسٹر کی کے ایک آدمی نے کہا: "اگر ہم آپس میں اسی طرح الجھتے رہے تو نہ سونیا ہاتھ آئے گی نہ وہ ٹیپ۔ لہٰذا ہمیں عقل سے کام لینا چاہیے۔ پہلے وہ چیز اپنے قبضے میں لی جائے جو ہمارے لیے سب سے اہم ہے۔"

کہنے والے نے جھاڑی کے پیچھے سے اٹھ کر دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا: "میں عارضی طور پر دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ پہلے ہم وہ چیز حاصل کریں گے پھر آپس میں نمٹ لیں گے لیکن سونیا سے نمٹنے کے لیے ہمارے درمیان اتحاد ضروری ہے۔ میں دوستی کی پیشکش کرتا ہوں۔"

بھلا میں کب گوارا کرتا کہ ان میں دوستی ہو۔ میں نے سائن دی گریٹ کے ایک آدمی کے ذریعے نشانہ لیا جو شخص جھاڑی کے پیچھے سے اٹھ کر دوستی کی پیشکش کر رہا تھا، وہ ایک ہی گولی میں ٹھاہ ہو گیا۔

اس ردِعمل سے ثابت ہو گیا کہ ان کے درمیان دوستی نہیں ہو سکتی۔ انھوں نے جواباً فائرنگ کی۔ پھر تو آپس میں فائرنگ کا تبادلہ ہونے لگا۔ اب پوزیشن یہ تھی کہ درمیان میں بس تھی۔ بس کے اندر مسافر سیٹوں کے درمیان دبکے ہوئے تھے۔ اس

کے ایک طرف بہت دور سائن دی گریٹ کے آدمیوں نے مورچہ بنایا ہوا تھا۔ بس کے پچھلے حصے کی طرف کافی فاصلے پر کئی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے پیچھے اور جھاڑیوں اور درختوں کے پیچھے ماسٹر کی کے آدمیوں نے مورچہ بنا رکھا تھا۔ دونوں طرف سے گولیاں چل رہی تھیں لیکن اس طرح کہ کوئی گولی سونیا کی طرف نہ جائے۔ اسے زندہ رکھنا لازمی تھا۔

دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں نے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ پہلے ٹیپ لے کر تصدیق کی جائے کہ اس میں ان کے سربراہوں کی گفتگو اور سازشوں کا تذکرہ ہے یا نہیں۔ اگر نہ ہو تو سونیا کو ضرور اغوا کیا جائے تاکہ وہ اس کے ذریعے فریاد اور اس کی ٹیم کے لوگوں کو بلیک میل کر سکیں اور اس کے ذریعے وہ ٹیپ حاصل کر سکیں۔

میں گاڑی میں گم صم بیٹھا خیال خوانی میں مصروف تھا۔ ادھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے یقین دلایا گیا تھا کہ سیلی کاپٹر جلد ہی پہنچنے والا ہے۔ جس مقام پر سونیا کو نرغے میں لیا گیا تھا، وہاں سے تقریباً اٹھارہ میل دور ہم گاڑی روک کے سیلی کاپٹر کا انتظار کر رہے تھے۔ اس کے پائلٹ کو بتا دیا گیا تھا کہ اسے کس مقام پر سیلی کاپٹر کو اتارنا ہے۔

میں پھر بس کے اندر پہنچ گیا۔ دونوں طرف سے فائرنگ جاری تھی۔ اب ماسٹر کی سنڈیکیٹ کے آدمیوں نے اپنا محاذ ان گاڑیوں کے پیچھے بنا لیا تھا جن میں وہ بیٹھ کر آئے تھے اور اب وہ اسے آہستہ آہستہ دھکا دیتے ہوئے بس کے قریب جا رہے تھے جو ابھی فائرنگ بھی کرتے جا رہے تھے تاکہ سائن دی گریٹ کے لوگ اپنی جگہ رُکے رہیں، پیش قدمی نہ کر سکیں۔

ویسے اب دشمنوں کی تعداد کم رہ گئی تھی۔ سائن دی گریٹ کے کافی آدمی مارے گئے تھے۔ ان میں سے صرف چھ رہ گئے تھے۔ دوسری طرف ماسٹر کی سنڈیکیٹ کے پانچ آدمی تھے ان میں سے ایک ٹرانسمیٹر آن کرنے کے بعد کسی سے پوچھ رہا تھا: "آخر دیر کیوں ہو رہی ہے۔ جان لوفر کو فوراً بھیجو۔ وہی سچویشن کو قابو میں لا سکتا ہے اور سونیا کو یہاں سے لے جا سکتا ہے۔"

جان لوفر کون تھا؟

میں جس کے دماغ میں تھا، اس کی سوچ بتانے لگی، جان لوفر دراصل کرم کریمزی کا قائم مقام تھا۔ ماسٹر کی کے بہترین شاگردوں میں سے تھا۔ کریمزی ختم ہو چکا تھا۔ اب دوسرا آ رہا تھا۔ وہ یوگا کا ماہر کتنی دیر تک سانس روک سکتا تھا؟ یہ صرف ماسٹر کی جانتا تھا۔ ویسے وہ کم کریمزی سے کہیں زیادہ تیز طرار اور ذہین تھا۔ بڑے بڑے خطرناک فائٹروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس وقت وہ لباس کے اندر بلٹ پروف پہن کر آ رہا تھا۔ وہ بلٹ پروف سر پر ٹوپی کی صورت میں گردن سے ہوتا ہوا اس کے گلے تک آتا تھا۔ وہاں سے پھر پورے جسم کو ڈھانپتا ہوا پاؤں میں جرابوں کی طرح جوتوں میں چھپ جاتا تھا یعنی صرف چہرے کا اگلا حصہ کھلا رہتا تھا اور کلائی سے لے کر دونوں ہتھیلیاں بلٹ پروف کے بغیر رہتی تھیں تاکہ وہ اپنے ہاتھوں کو اور انگلیوں کو حرکت دے سکے چونکہ سپر ماسٹر سونیا کی ایک چال کے باعث بے نقاب ہونے والا تھا۔ اس لیے ماسٹر کی نے اپنے یوگا کے ماہروں میں سے سب سے بہترین فائٹر اور یوگا کے ماہر کو ٹیپ کے حصول کے لیے بھیجا تھا۔ ویسے ماسک مین نے بھی سائن دی گریٹ کے ذریعے بڑے ہی چیدہ چیدہ فائٹروں، مکاروں اور ذہین قسم کے لوگوں کو سونیا کے پیچھے لگا دیا تھا۔ میں نے رضا علی کے پاس پہنچ کر اسے جان لوفر کے بارے میں بتایا تاکہ وہ سونیا کو اس کے متعلق باخبر رکھے۔

میں نے گھڑی دیکھی۔ ان کے درمیان تقریباً آدھے گھنٹے تک فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا تھا۔ اب دونوں طرف سے لوگ محتاط تھے کیونکہ کارتوس ختم ہو رہے تھے۔ اسی وقت کچے راستے پر ایک بڑی سی ویگن آتی ہوئی نظر آئی۔ ماسٹر کی سنڈیکیٹ کے ایک شخص نے کہا: "آ گیا، جان لوفر آ گیا۔"

وہ ویگن ان کے قریب آ کر رک گئی تھی۔ ایک شخص دوڑتا ہوا گیا پھر ویگن کے پچھلے حصے کا دروازہ کھولنے لگا۔ دروازہ کھولتے ہی ایک قد آور شخص نظر آیا۔ ڈیل ڈول کے لحاظ سے پہاڑ لگتا تھا۔ جب وہ گاڑی سے نیچے اترا اور سیدھا تن کر کھڑا ہوا تو ایک اونچی چٹان نظر آیا۔ اس کا قد ساڑھے چھ فٹ تھا۔ جس شخص نے اس کے لیے دروازہ کھولا تھا اس پر اچانک ہی فائرنگ ہوئی۔ وہ چیختا ہوا وہیں زمین پر گر گیا اور تڑپنے لگا۔ فائرنگ کرنے والے بھلا جان لوفر کو کیوں چھوڑتے۔ انھوں نے اسے بھی نشانہ بنایا۔ اسٹین گن سے تڑ تڑ تڑ کی آواز میں گونج رہی تھیں اور گولیاں چل رہی تھیں ــــ جان لوفر گہری سنجیدگی اور ناگواری سے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ گولیاں اس کے سینے اور اس کے جسم پر لگ رہی تھیں مگر بے اثر ہو رہی تھیں پھر وہ بس کے پاس آ کر ایک کھڑکی کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس نے کھڑکی کے اندر ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ "بے بی سونیا! آ جاؤ، اچھی بچیاں ضد نہیں کرتیں۔"

سونیا نے کہا: "اچھے بچے بلٹ پروف پہن کر بزرگوں

کی طرح باتیں نہیں کرتے۔"

اس نے گٹھڑی میں ہاتھ ڈال کر ایک سیاہ رنگ کی ٹوپی نکالی پھر اسے سر پر پہننے لگی۔ وہ ٹوپی اس کی گردن تک آتی تھی اور آدھے چہرے کو ڈھانپ لیتی تھی۔

جان لوفر نے کہا۔ "اچھا تو تم بھی بلٹ پروف میں ہو۔"

"ہم ہتھیار سے کھیلنے کے عادی نہیں ہیں مگر ہتھیار سے بچنے کا سامان تو کرنا ہی پڑتا ہے۔"

اتنی دیر میں ہیلی کاپٹر آگیا تھا۔ ہماری گاڑی کے چاروں طرف گردش کر رہا تھا۔ پھر وہ ایک جگہ اترنے لگا۔ میں اپنی گاڑی سے نکل کر سیکرٹ سروس کے ایجنٹ کے ساتھ دوڑتا ہوا اُدھر چلنے لگا۔ اعلیٰ بی بی ہمارے پیچھے آرہی تھی دوڑتے رہنے کے دوران میں نے رضا علی سے کہا۔ "سونیا سے کہو وہ جان لوفر کو جھانسا دیتے ہوئے کسی کھلی جگہ چلی جائے۔"

اس نے سونیا کے کان میں چپکے سے کہہ دیا۔ اس کے بعد فوراً ہی اسٹین گن سنبھالتے ہوئے اس نے کھڑکی کی طرف فائرنگ کی۔ جان لوفر کے چہرے کا سامنے والا حصہ کھلا ہوا تھا۔ بلٹ پروف کے بغیر تھا۔ وہ سوچ رہا تھا، چہرے پر آسانی سے گولی ماری جاسکتی ہے لیکن اسٹین گن سنبھالتے ہی جان لوفر نے چہرے کو بازوؤں میں چھپا لیا تھا۔ فائرنگ ہوئی مگر بے اثر ہوئی پھر جیسے ہی فائرنگ بند ہوئی، جان لوفر نے بجلی کی تیزی سے اس اسٹین گن کو پکڑا اور اسے اپنی طرف کھینچا۔ رضا علی اس کی طرف کھنچتا ہوا گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ جان لوفر نے کرائے کا ایک ہاتھ اس کے سر پر رسید کیا تھا۔ یوں تو رضا علی بہترین فائٹر تھا لیکن جان لوفر کی قوت کا اندازہ کرنا بہت مشکل تھا بس اتنا ہی اندازہ ہو سکا کہ رضا علی جیسا سخت جان پلک جھپکتے ہی دو سیٹوں کے درمیان گر پڑا تھا۔

سونیا باہر جانے لگی۔ ایک جوان نے اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔ "بہن جی! آپ نہ جائیں۔ میں جاؤں گا۔"

سونیا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تم دیکھ چکے ہو، اس پر گولیاں اثر نہیں کرتیں، اس کی طاقت کا اندازہ ہو چکا ہے۔ اب بس کا ایک مسافر بھی باہر نہیں جائے گا۔ میں وعدہ کرتی ہوں، تم میں سے کسی پر آنچ نہیں آئے گی۔"

یہ کہتے ہوئے وہ باہر چلی آئی۔ جان لوفر بس کے دوسری طرف سے گھوم کر اس کے پاس آنے لگا۔ وہ دوڑتے ہوئے اس طرف جانے لگی جہاں کھلا میدان تھا۔ جان لوفر نے اس طرف دوڑتے ہوئے کہا۔ "آخر کہاں تک بھاگو گی۔ تم نے میری تیز رفتاری نہیں دیکھی۔ میں پلک جھپکتے ہی تمہیں دبوچ لوں گا۔"

سونیا نے دوڑتے رہنے کے دوران گٹھڑی میں ہاتھ ڈال کر ٹیپ کو نکال لیا تھا۔ اسے ایک ہاتھ میں بلند کرتے ہوئے دوڑتی جارہی تھی، جیسے چارہ ڈالتی جارہی ہو۔ ٹیپ کو دیکھتے ہی جان لوفر نے تیزی سے دوڑ لگائی۔ واقعی وہ ہرفن مولا تھا۔ اتنی تیزی سے دوڑ رہا تھا جس کی توقع ہم نہیں کر سکتے تھے۔ جیسے ہی وہ قریب پہنچا، سونیا نے اس ریل کو پوری قوت سے کھلے میدان کی طرف پھینک دیا۔ پھر کہا۔ "مجھے پکڑنا چاہتے ہو یا اس ریل کو؟"

اس نے عزّاکر سونیا کو دیکھا۔ وہ بالکل قریب تھی، اسے کسی وقت بھی دبوچ سکتا تھا لیکن سب سے زیادہ اہمیت ٹیپ کی تھی۔ وہ اُدھر دوڑتا چلا گیا۔

اِدھر ہم ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے تھے۔ وہاں پچھلی سیٹوں پر مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ اعلیٰ بی بی ان کے درمیان بیٹھ گئی، میں پائلٹ کے پاس بیٹھ گیا۔ میرے سامنے رسّوں کا ایک بڑا سا بنڈل رکھا ہوا تھا۔ اس کے ایک سرے پر پہلے سے پھندا بنا کر رکھا گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "سونیا کا کیا حال ہے۔ اُدھر بھی دھیان رکھو۔"

"فکر نہ کرو۔ تم تو جانتی ہو، جان لوفر کتنا ہی شہ زور ہو، ناقابلِ شکست ہو، سونیا ایسے وقت لڑنے سے کتراتی ہے۔ صرف مکارانہ ذہانت سے کام لیتی ہے۔"

ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا۔ سونیا واقعی مکاری دکھا رہی تھی۔ جان لوفر اس ٹیپ کی طرف دوڑتا گیا تھا جو دور جا کر کھلے میدان میں گر گئی تھی۔ اِدھر وہ دوڑتی ہوئی دوسری طرف جارہی تھی۔ وہ ٹیپ کے پاس پہنچ کر اسے زمین پر سے اٹھانا چاہتا تھا جیسے ہی اس نے جھک کر ہاتھ بڑھایا، کئی گولیاں تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ اس کے ہاتھ کے پاس آئیں۔ وہ ایک دم سے پیچھے ہٹ گیا۔ سامنے دی گریٹ کے آدمیوں نے چیخ کر کہا۔ "ہم سمجھ گئے ہیں، تم بلٹ پروف میں ہو لیکن تمہارے وہ ہاتھ جو ٹیپ کو اٹھانے جائیں گے، گولیوں سے چھلنی ہو جائیں گے۔"

جان لوفر نے انہیں عزّاکر دیکھا پھر ان کی طرف غصّے سے دوڑنے لگا۔ انھوں نے فائرنگ کی، وہ اپنا چہرہ بازوؤں میں چھپاتا ہوا، اپنے ہاتھوں کو بچاتا ہوا دوڑتا جارہا تھا۔ جواباً ماسٹر کی سنڈیکیٹ کے آدمیوں نے بھی فائرنگ کرنے والوں پر فائرنگ کی۔ جس کے نتیجے میں سامنے دی گریٹ کے چار آدمی مارے گئے۔ دو بچ گئے۔ وہ دونوں فائرنگ کرنا چاہتے تھے لیکن اسٹین گن خالی ہو چکی تھی۔ انھوں نے اسے نال کی طرف سے پکڑا اور پھر جان لوفر کی طرف حملہ کرنے کے لیے لپکے۔ دونوں نے بیک وقت اسٹین گن کے کُندے سے ضرب لگانے کی کوشش کی لیکن وہ دونوں حملے اس نے اپنے ہاتھوں سے روک لیے انھیں پکڑ کر اپنی طرف کھینچا پھر دونوں کی ٹھوڑیوں کے نیچے ہاتھ لے جا کر ان کے جبڑوں کو جکڑ لیا۔

ایک ہاتھ میں ایک شخص کا جبڑا تھا، دوسرے ہاتھ میں دوسرے شخص کا۔ وہ دونوں تلملا کر اسے مار رہے تھے کبھی کبھی گھونسے کبھی کراٹے۔ اس نے دونوں کو جبڑوں کی طرف سے جکڑ کر زمین سے بلند کر لیا۔ اس کی شہ زوری کا یہ ایک نمونہ تھا دو ہٹے کٹے دشمنوں کو اس نے دونوں ہاتھوں سے بلند کر لیا تھا۔ وہ دونوں لاتیں چلا رہے تھے۔ اسے کسی طرح نقصان پہنچا کر اس کی گرفت سے نکلنا چاہتے تھے لیکن ذرا سی دیر میں ہی ان کے جبڑے جیسے چٹخنے لگے۔ ان کے منہ سے لہو رسنے لگا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان کے پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ وہ اب جدّوجہد نہیں کر سکتے تھے۔ تھوڑی بہت جان ضرور ہوگی پھر وہ بھی نہ رہی۔ جان لوفر ان دونوں کو جکڑے ہوئے گول گھوم رہا تھا۔ انھیں اِدھر سے اُدھر چرخی کی طرح گھما رہا تھا پھر اس نے پوری قوت سے دور پھینک دیا۔ ان میں سے ایک درخت کے تنے سے جا کر ٹکرایا۔ اس کی آخری کراہ منہ سے نکلی، اس کے بعد وہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ دوسرا کہیں جھاڑیوں میں جا کر گم ہو گیا تھا۔ پھر جان لوفر نے پلٹ کر سونیا کو فاتحانہ انداز میں دیکھا۔ وہ شانِ بے نیازی سے چلتا ہوا اس ٹیپ کے پاس آیا جو زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا پھر ہونٹ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔ ہم اسی کھلے میدان کے اوپر ہیلی کاپٹر میں چکر لگا رہے تھے جب ان دشمنوں نے ہمیں دیکھا کہ ہم رسّی کا پھندا پھینک رہے ہیں تو انھوں نے اپنی اپنی اسٹین گن اٹھا کر ہماری طرف فائرنگ شروع کی۔ وہ فائرنگ صرف چند سیکنڈ کی تھی، اس کے بعد ہتھیار خال ہو گئے۔ میں رسّی کا پھندا سونیا پر ڈال کر اسے وہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔ اگر سونیا سے کہتا تو وہ کبھی راضی نہ ہوتی پھر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا اس کے جو چار دشمن تھے وہ سب نہتے تھے۔ تین سے سونیا بہ آسانی نمٹ سکتی تھی۔ چوتھا جان لوفر تھا جو کم عمری کی طرح سخت جان تھا۔ نہ پھانسی کے پھندے سے مر سکتا تھا، نہ اسے فری اسٹائل کے مقابلے میں مارا جا سکتا تھا۔ وہ غیر معمولی انسان تھا۔ اسے غیر معمولی طریقے سے ہی مارا جا سکتا تھا۔

رسّی کا پھندا نیچے لٹک رہا تھا۔ وہ پھندا جو سونیا کی طرف جانے والا تھا، اسے میں نے جان لوفر کی طرف پھینکا۔ وہ اس پھندے سے نکلنا چاہتا تھا لیکن وہ اس کے سر پر سے ہوتا ہوا جسم کے نصف حصّے تک آیا تھا۔ وہ اسے ہاتھوں سے پکڑ کر ایک طرف پھینکنا چاہتا تھا مگر میں نے رسّی کو کھینچا۔ پھندے کا حلقہ تنگ ہو گیا لیکن تنگ ہوتے ہوتے وہ اس کے قدموں کی طرف چلا آیا تھا۔ متحیر یہ ہوا کہ جب میں نے کھینچا تو وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ اسے اتنا موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے پیروں کی طرف ہاتھ بڑھا کر اس پھندے کو نکالتا۔ اس وقت تک وہ اٹھ چکا تھا۔ فضا میں اُلٹا لٹکتا ہوا بلند ہوتا چلا جارہا تھا۔

اس کے تینوں ساتھی دوڑتے ہوئے اسے پھندے سے نکالنے کے لیے تیزی سے بڑھے تھے لیکن وہ ان کی پہنچ سے بلند ہو گیا تھا لہٰذا انھوں نے ٹیپ کی طرف دوڑ لگائی۔ ان میں جو سب سے پہلے ٹیپ کے پاس پہنچا اور جس نے جھک کر اسے اٹھانا چاہا۔ اس کے منہ پر ایک زبردست ٹھوکر پڑی۔ وہ چیختے ہوئے دوسری طرف الٹ گیا۔ سونیا دونوں ہاتھ کمر پر رکھے اس ٹیپ کے پاس کھڑی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "یہ زمین پر پڑا ہوا ہے۔ تم میں سے کوئی جوانمرد ہے تو اسے اٹھا لے۔"

میں جان لوفر کو پھندے میں الجھانے کے بعد اسے اوپر اٹھانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ میں نہیں جان سکتا تھا کہ سونیا کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں، یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا تھا۔

جب میں نے اسے پھندے میں الجھانے کے بعد اوپر اٹھانا شروع کیا تب پتا چلا، کمبخت کتنا وزنی ہے۔ کم از کم تین ساڑھے تین من کا تو ضرور ہو گا۔ میں نے پائلٹ سے کہا۔ "ہیلی کاپٹر کو اس طرح لے چلو کہ نیچے لٹکنے والا درختوں سے ٹکرانا نہ جائے۔"

پائلٹ نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ اسے اسی طرح لٹکائے ہوئے ہم اِدھر سے اُدھر پرواز کرنے لگے۔ وہ واقعی سخت جان تھا۔ دو چار درختوں سے ٹکرانے، ان سے الجھنے اور گزرتے رہنے کے دوران یقیناً چوٹیں آئی ہوں گی لیکن وہ برداشت کرنا جانتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اوپر کی طرف اٹھ کر اپنی ٹانگوں کو پکڑ لیا تھا اور اب رسّی کو پکڑ کر آہستہ آہستہ یوں اوپر اٹھ رہا تھا جیسے پہاڑی چوٹی پر پھندا ڈالنے کے بعد اس کی بلندی تک پہنچے جا رہا ہو۔

میں نے پیچھے بیٹھے ہوئے فوجی جوان سے کہا۔ "ہتھکڑی نکالو۔ میں اس کے ہاتھ میں ڈالوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم کیا کرنے جارہے ہو۔ اسے ہتھکڑی پہنانے کے لیے تمہیں باہر نیچے لٹکنا ہوگا۔"

"اگر ہم نے اسے اندر آنے کا موقع دیا اور اس کے ہاتھ

کھلے رہے تو یہ سب کے لیے تباہی کا باعث بنے گا۔"

"رسّی کاٹ ڈالو۔ اسے بلندی سے گر کر مرنے دو۔"

ایک ف[illegible] نے کہا۔ "مادام! یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ مجرم ضرور ہے لیکن ہم اسے مارنے کا حق نہیں رکھتے۔ اسے عدالت پہنچایا جائے گا۔"

افسر نے میری طرف ہتھکڑی بڑھاتے ہوئے کہا۔ "رسّی کا آخری سرا ہیلی کاپٹر سے بندھا ہوا ہے۔ آپ اسے چھوڑ دیں۔ اسے کسی طرح ہتھکڑی پہنانے کی کوشش کریں۔ میں آپ کی ٹانگیں پکڑے رہوں گا۔"

میں نے اس سے ہتھکڑی لی۔ اس وقت تک جان لوفر رسّیوں کو تھام کر ایک ایک ہاتھ بڑھاتے ہوئے اوپر چلا آ رہا تھا۔ جب میں ہیلی کاپٹر سے باہر جھانکتے ہوئے نیچے کی طرف جھکنے لگا تو ہمارے درمیان صرف چھ فٹ کا فاصلہ رہ گیا۔ میں نے ایک ہاتھ سے ہیلی کاپٹر کے دروازے والے ہینڈل کو تھام رکھا تھا۔ دوسرے ہاتھ میں ہتھکڑی تھی۔ جان لوفر نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ پھر غرّاتے ہوئے کچھ کہنے لگا۔ گردش کرتا ہوا پنکھا اس قدر شور مچا رہا تھا کہ اس کی بڑبڑاہٹ سنائی نہیں دی۔ اس نے اور اوپر اٹھنے کے لیے ہاتھ بڑھا کر رسّی کو تھامنا چاہا۔ میں نے اس کی کلائی میں ہتھکڑی پہنانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ اس نے فوراً ہی ہاتھ پیچھے کر لیا۔ میں نے کہا۔ "تمھیں اوپر آنے کے لیے ہتھکڑی پہننا پڑے گی۔ ورنہ اسی طرح لٹکتے رہو گے۔"

وہ کمبخت شاید سرکس میں بازی گر بھی رہ چکا تھا۔ کیونکہ رسّی کو ہاتھوں سے تھامنے کے بعد ٹانگوں کو پھندے سے آزاد کر چکا تھا۔ اب اس کے لیے بھی دشواری یہ تھی کہ مجھے دونوں ہاتھوں سے نہیں پکڑ سکتا تھا۔ ایک ہاتھ سے رسّی کو پکڑنا ضروری تھا اور دوسرے ہاتھ سے ہتھکڑی کو اپنے سے دور رکھنے کا مسئلہ بھی تھا۔

یہی وجہ تھی کہ جب وہ ہاتھ بڑھا کر رسّی کو اور ذرا اوپر تھامنا چاہتا تو میرا ہاتھ اس کی طرف بڑھتا اور وہ پھر ہاتھ کھینچ لیتا۔

ہیلی کاپٹر پرواز کرتا جا رہا تھا اور ہمارے درمیان یہ کھیل جاری تھا کبھی میں ہاتھ بڑھاتا تھا کبھی وہ ہاتھ پیچھے ہٹا لیتا تھا۔ جب میں پیچھے ہاتھ ہٹا لیتا تو وہ رسّی کو تھام کر اوپر آنا چاہتا۔ میں نے ایک بار اسے اوپر آنے کا موقع دیا۔ وہ دھوکا کھا گیا۔ اس نے سوچا، ایک ہاتھ سے رسّی تھامتے ہی فوراً اچک کر دوسرے ہاتھ سے رسّی کو تھام لے گا لیکن میں نے اس دوسرے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈال دی۔

وہ ہتھکڑی خود کار تھی یعنی کلائی میں پہناتے ہی مقفل ہو جاتی تھی۔ بعد میں اسے مخصوص چابی سے کھولا جاتا تھا۔ وہ ایک کلائی میں تو مقفل ہو گئی اب دوسری کلائی باقی تھی لیکن وہ بھی بلا کا چالاک تھا۔ ہتھکڑی والے ہاتھ سے اس نے رسّی کو تھام کر دوسرے ہاتھ سے میرے ہاتھ کو تھام لیا تاکہ میں دوسری کلائی میں نہ پہنا سکوں۔

اب وہ دو طرح کی کوششیں کر رہا تھا۔ ایک تو یہ کہ میں اس کی دوسری کلائی تک نہ پہنچ سکوں۔ دوسرے وہ مجھے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ جیسے دھمکی دے رہا تھا کہ کھینچتے ہی نیچے کی طرف پھینک دے گا اور وہ ایسا کر سکتا تھا جو اباً میں اسے اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا لیکن اس کے وزن کے متعلق پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ ایک فوجی جوان نے پیچھے سے میری ٹانگ پکڑ... رکھی تھی۔ دوسرے ہاتھ سے میں نے دروازے کے ہینڈل کو پکڑ رکھا تھا۔ اس لیے اب تک بچا ہوا تھا ورنہ کب کا بلندی سے پستی کی طرف جا چکا ہوتا۔

اس نے میری کلائی کو بڑی مضبوطی سے جکڑ رکھا تھا۔ میری کلائی جیسے فولادی شکنجے میں آ گئی تھی۔ میں اِدھر سے اُدھر ہاتھ ہلا نہیں سکتا تھا پھر بھی کوشش جاری تھی۔ آخر میں نے پیچھے سر گھما کر فوجی جوان سے کہا۔ "میری ٹانگ چھوڑ دو۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو، تم گر پڑو گے۔"

میں نے کہا۔ "جو میں کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔ میری ٹانگ چھوڑ دو۔"

افسر نے پائلٹ سے کہا۔ "پرواز نیچی رکھو اور فوراً جب کی ٹانگ چھوڑ دو۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ میں نے ہینڈل کو اسی طرح دوسرے ہاتھ سے تھام کر رکھا پھر ہیلی کاپٹر کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ گویا کہ صرف ایک ہاتھ کے زور پر میں ہینڈل کو تھامے لٹک رہا تھا۔ دوسرا ہاتھ دشمن کی گرفت میں تھا اور اب بار بار لات اس کے منہ پر مار رہا تھا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ میری کلائی پر اس کی گرفت ذرا کمزور پڑ گئی۔ میں یہی چاہتا تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ کو پوری قوت سے ایک طرف موڑ کر اس کی کلائی میں ہتھکڑی پہنا دی۔

اِدھر میں نے دوسرے ہاتھ میں ہتھکڑی پہنائی اُدھر اس نے میری کلائی چھوڑ دی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اتنا بڑا خطرہ مول لے گا۔ دوسرے ہی لمحے وہ ایک ہاتھ سے رسّی تھامے پھسلتا ہوا نیچے جانے لگا۔ پہلے تو یہی سمجھ میں آیا کہ وہ پستی کی طرف گرتا جا رہا ہے لیکن ہیلی کاپٹر زیادہ بلندی پر نہیں تھا اس کی پرواز تقریباً پچاس فٹ کی بلندی پر تھی۔ درختوں سے

ٹکرانے کا اندیشہ نہیں تھا۔ پہلے میں نے ایک ہاتھ سے ہینڈل کو تھامے ہوا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے جان لوفر سے زور آزمائی کرتا رہا تھا۔ اس کے نیچے جاتے ہی میں نے رسّی کو تھام لیا تھا۔ ہر ایک فوجی نے مجھے آگے بڑھ کر سہارا دیا۔ میں ہیلی کاپٹر کے اندر آ گیا۔ اس کے بعد میں نے سر نکال کر دیکھا تو رسّی خالی لٹک رہی تھی۔ وہ نہیں تھا۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "اسے وہ کہاں چلا گیا؟"

پائلٹ نے کہا۔ "میں اسے دیکھ رہا تھا۔ ایک گھنے درخت کے اوپر پرواز کرنے کے دوران اس نے رسّی چھوڑ دی تھی۔ اس کے بعد نظر نہیں آ رہا ہے۔ ہم اس درخت کے چاروں طرف پرواز کر رہے ہیں۔"

ہم نیچے کی طرف دیکھنے لگے۔ کئی گھنے درخت تھے۔ ہیلی کاپٹر ان کے اوپر پرواز کرتا ہوا ایک گول چکر کاٹ رہا تھا۔ اب ان میں سے کون سا درخت ہے، یہ ہم نے نہیں دیکھا تھا۔ پائلٹ سے پوچھنے پر اس نے بتایا۔ تمام درخت ایک جیسے گھنے ہیں۔ انھی میں سے کسی درخت میں کودا ہوگا۔"

جب ہیلی کاپٹر نے دو چکر پورے کر لیے تو میں نے فوجی جوانوں سے کہا۔ "آپ میں سے دو فوجوان رسّی کے ذریعے نیچے اتر جائیں اور اسے تلاش کریں۔ ہمیں سونیا کی طرف واپس جانا چاہیے۔"

افسر نے کہا۔ "آپ سادام سونیا کی فکر نہ کریں۔ بیشک وہاں تین دشمن رہ گئے تھے لیکن بس کے مسافر بھی ان کے ساتھ ہیں۔ سب نے مل کر ان تینوں کو قابو میں کر لیا ہوگا۔"

میں نے رضا علی کے دماغ پر دستک دی۔ پھر اس کے ذہنی معلومات حاصل کیں۔ افسر کا اندازہ درست نکلا۔ واقعی تو سونیا کے ان تینوں کی چھٹی طرح پٹائی کی تھی۔ اس کے بعد بس کے مسافروں نے ان پر دھاوا بول دیا تھا۔

آفیسر آنکھوں سے دوربین لگائے نیچے درختوں کی طرف دیکھتا رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر نے ان درختوں کے اطراف کئی چکر لگائے تھے، لیکن جان لوفر نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "ہمیں ذرا آگے جا کر دیکھنا چاہیے۔ وہ یقیناً دریا کی طرف گیا ہوگا۔" ہیلی کاپٹر کو دریا کی طرف لے جایا گیا۔ وہاں بھی وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ یقیناً گھنے درختوں کے سائے تلے چھپ چھپ کر کسی دوسری طرف نکلنے کی کوشش میں ہوگا۔ افسر نے کہا۔ "ہیلی کاپٹر کو دریا کے کنارے اتار دو۔ ہم پرواز کرنے کے دوران گھنے درختوں کے سائے میں اسے دیکھ نہیں سکیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ہیلی کاپٹر دریا کے کنارے اتر چکا تھا۔ پنکھے کی گردش ختم ہو گئی تھی۔ آفیسر نے کہا۔ "اس کے دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑی ہے۔ وہ آبادی کی طرف جائے گا تو لوگ اسے مجرم سمجھ کر دوڑائیں گے۔ گھیرنے کی کوشش کریں گے۔"

ہم گھنے درختوں کی طرف جانے لگے۔ میں نے کہا۔ "اس کا آبادی کی طرف جانا خطرناک ہے۔ بستی والے بیچارے اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ وہ درندہ ہے۔ گینڈے کی طرح طاقتور ہے کسی نہ کسی کی زندگی کو خطرے میں ڈال کر انھیں مجبور کرے گا کہ اس کی ہتھکڑی کو کسی طرح کاٹا جائے۔"

میں نے افسر سے دوربین لے کر اپنی آنکھوں سے لگائی۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ حدِ نظر تک درخت پھیلے ہوئے تھے۔ دور کا منظر ان کی وجہ سے چھپ جاتا تھا۔ میں نے دریا کی طرف گھوم کر دیکھا پھر چونک گیا۔ بہت دور دریا پر ریلوے کا پل نظر آ رہا تھا۔ جان لوفر اسی طرف بھاگتا جا رہا تھا۔ میں نے دوربین کے لینس کو اس کے کلوز میں کیا تاکہ اسے صاف طور پر دیکھ سکوں پھر میں نے افسر سے کہا۔ "وہ ریلوے لائن کی طرف جا رہا ہے۔"

افسر نے مجھ سے دوربین لے کر اس طرف دیکھا۔ پھر اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔ "فوراً ادھر چلو۔ اسے فرار ہونے کا موقع نہ دو۔"

وہ ریلوے لائن پر پہنچ گیا تھا اور اب پل پر دوڑتا جا رہا تھا۔ ہم سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہوگا۔ دوربین نہ ہوتی تو شاید وہ ہمیں نظر بھی نہ آتا۔ آفیسر نے حیرانی سے کہا۔ "آخر یہ پل کے اوپر کیوں دوڑتا جا رہا ہے جبکہ دریا کے اس پار سگنل ڈاؤن ہے۔ ٹرین آنے ہی والی ہے۔"

اگرچہ ہم دوڑتے ہوئے اس کی طرف جا رہے تھے لیکن اس سے بہت دور تھے۔ اس وقت تک وہ پل کے درمیانی حصّے میں پہنچ گیا تھا یعنی دریا کے بیچ پل پر کھڑا ہوا تھا۔ پھر وہ ریلوے لائن پر لیٹ گیا۔ میں نے آفیسر سے دوربین لے کر اس کے لینس کو کلوز کرتے ہوئے دیکھا تو حیران رہ گیا۔ وہ ریلوے لائن پر ایسی جگہ لیٹا ہوا تھا جہاں دو پٹریاں ملتی تھیں اور ان دو پٹریوں کو نٹ بولٹ کے ذریعے مضبوطی سے جوڑ کر رکھا جاتا تھا۔ وہ وہاں لیٹنے کے بعد اپنے دانتوں سے نٹ بولٹ کو کھول رہا تھا۔ میری آنکھیں دوربین سے لگی ہوئی تھیں اور حیرانی سے پھیل گئی تھیں۔ یہ ایک ناقابلِ یقین بات تھی کہ ایک انسان اپنے دانت کی مضبوطی کو آزما رہا تھا اور ریلوے لائن کے بولٹ کھول رہا تھا۔

میں نے دوربین کو آفیسر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "ذرا اسے کلوز میں دیکھیے۔ وہ نٹ بولٹ کھول رہا ہے جو ممکن نہیں ہے۔"

آفیسر نے دیکھا۔ پھر کہا۔ "یہ ایسا کیوں کر رہا ہے، فرض کرو، وہ انھیں کھولنے میں کامیاب ہو جائے تو پٹری کا جوڑ کھل جائے گا۔ آنے والی ٹرین کو حادثہ پیش آ سکتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "وہ ٹرین کو حادثے سے دوچار کر کے کیا فائدہ

حاصل کرے گا؟ اس کا مقصد کچھ اور ہے۔"

میں پھر دوربین لے کر دیکھنے لگا۔ میں اور آفیسر ایک جگہ ٹھہر گئے تھے۔ باقی مسلح جوان ریل کی پٹڑی کی طرف دوڑتے جا رہے تھے۔ آفیسر نے چیخ کر کہا "پل پر نہ جانا۔ ٹرین آنے ہی والی ہے"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ اگر مسلح جوان پل پر جاتے تو اس وقت تک ٹرین آجاتی۔ پھر انہیں واپسی کا موقع نہ ملتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ ٹرین کی زد میں آجاتے اور جان لوفر تو زد میں آنے ہی والا تھا۔

میں نے دوربین سے دیکھا۔ اس نے ایک پٹڑی کے دونوں نٹ بولٹ کھول لیے تھے۔ اب وہ دونوں ٹانگیں ایک پٹڑی میں پھنسا کر ریلوے لائن کے نیچے جھول گیا تھا۔ یعنی دریا کی طرف لٹک رہا تھا اور جس پٹڑی کے نٹ بولٹ کھولے تھے اس پٹڑی کو اوپر کی طرف اٹھا رہا تھا۔ اس کے لیے غیر معمولی قوت کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ اس کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ جب وہ پٹڑی ذرا اوپر اٹھ کر علیحدہ ہو گئی تو اس نے دوسری پٹڑی پر اپنی ہتھکڑی کا درمیانی حصہ رکھ دیا۔ جو پٹڑی ذرا اوپر کی طرف اٹھی ہوئی تھی وہ پھر نیچے آگئی۔

اب ٹرین کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ میں حیرانی سے دوربین لگائے دیکھ رہا تھا۔ وہ دوبارہ اس پٹڑی کے نٹ بولٹ کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر لگا رہا تھا تاکہ ٹرین کو کوئی حادثہ پیش نہ آئے۔

وہ عجیب سحر انگیز منظر تھا۔ ہم دور کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ مسلح جوان جو ریلوے لائن کے قریب پہنچ گئے تھے، وہ پل پر نہیں جا سکتے تھے۔ اتنی دیر میں جان لوفر نے نٹ بولٹ دوبارہ لگا دیے تھے اور اپنی ٹانگیں جس پٹڑی سے پھنسائے ہوئے تھا، اس پٹڑی کو چھوڑ دیا تھا۔ گویا اب ہتھکڑیوں کے بل دریا کی طرف لٹکے ہاتھ آفیسر نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا "او گاڈ! اٹ از این ڈیزنگ اسٹرگل۔ آئی ہیو ایور سین (او خدایا! میں نے ایسی جان پر کھیل جانے والی جدوجہد کا انداز پہلے کبھی نہیں دیکھا)"

ٹرین آگئی تھی۔ تیز رفتاری سے پل پر پہنچ گئی تھی اور اب پل پر سے گزرتے ہوئے جان لوفر کے سر کے اوپر سے گزرتی جا رہی تھی۔ ابھی صرف ٹرین کے انجن کے بعد ایک بوگی ہی گزری ہو گی کہ ہتھکڑی کا درمیانی حصہ کٹ گیا اور جان لوفر وہاں سے بستی کی طرف جاتا ہوا دریا کی گہرائی میں پہنچ گیا۔ میں نے دوربین سے اتنا ہی دیکھا کہ پانی کے چھینٹے دور تک پھیلے۔ اس کے بعد پھر لہریں اپنے معمول کے مطابق بہنے لگیں۔ وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ گہرائی میں جانے کے بعد دوبارہ ابھر نہیں سکا۔ کیا وہ ڈوب گیا تھا؟

آفیسر اور دوسرے جوان ایسا سوچ سکتے تھے لیکن میں جانتا تھا، وہ یوگا کا ماہر پانی میں سانس روکے ہوئے کسی طرف جا رہا ہو گا۔ ہم جہاں کھڑے ہوئے تھے، دریا کا رُخ اسی طرف تھا یعنی ہم جنوباً کھڑے ہوئے تھے اور دریا شمال کی طرف سے آتا ہوا آرہا تھا، وہ بھی اسی طرف بہتا ہوا آرہا ہو گا لیکن یہ کوئی ضروری نہیں تھا۔ وہ کوئی بے حس و حرکت تو نہیں تھا کہ دریا کے بہاؤ کے مطابق چلا آتا۔ وہ اس کے مخالف سمت بھی تیرتا ہوا اندر ہی اندر کہیں سے کہیں نکل سکتا تھا۔ ٹرین گزر چکی تھی۔ آفیسر چیخ کر اپنے ماتحتوں سے کہہ رہا تھا "پل کراس کر کے دوسرے کنارے جاؤ۔ تم میں سے ایک شمال کی سمت جائے گا، دوسرا جنوب کی طرف۔"

میں نے کہا "وہ یوگا کا ماہر ہے۔ میری معلومات کے مطابق ماسٹر کی کے شاگرد تقریباً آدھے گھنٹے تک سانس روک سکتے ہیں۔"

"اوہ نو! اتنی دیر تک سانس بھلا کیسے روکی جا سکتی ہے۔ آدمی تو مر ہی جائے گا۔"

"ایسا ہماری دنیا میں ہوتا ہے۔ پتا نہیں، وہ آدھے گھنٹے میں کتنی دور نکل جائے گا۔ ہم کنارے کنارے کہاں تک جا سکیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ہمیں ہیلی کاپٹر میں پرواز کرتے ہوئے اسے دیکھنا چاہیے۔"

ہم سب دوڑتے ہوئے پھر ہیلی کاپٹر میں پہنچ گئے۔ دس منٹ کے بعد ہم پرواز کر رہے تھے۔ آفیسر بے یقینی سے کہہ رہا تھا "دس منٹ گزر چکے ہیں۔ میں یقین نہیں کر سکتا کہ وہ اب تک پانی کے اندر ہو گا۔"

ہم پرواز کرتے ہوئے نیچے دریا کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دونوں کناروں پر ہماری نظر تھی۔ آفیسر کبھی خود دوربین سے دیکھتا تھا، کبھی وہ دوربین میری طرف بڑھا دیتا تھا۔ ہم کئی میل تک نکل آئے گئے اور جنوباً بھی۔ دریا پر برابر نظر رکھتے رہے لیکن وہ کم بخت نظر ہی نہیں آرہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "دریا کے مختلف حصوں میں اب تک دو لانچیں اور تین کشتیاں نظر آئی ہیں۔ وہ جدھر بھی جا رہی ہوں، پرواز کو ذرا نیچے کر کے ان سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔"

ایسا ہی کیا گیا۔ میگا فون کے ذریعے لانچ والوں کو مخاطب کر کے کہا گیا "ایک خطرناک قیدی فرار ہو گیا ہے۔ وہ فرار کے لیے دریائی راستہ اختیار کر رہا ہے۔ یقیناً وہ کسی کشتی یا لانچ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ اگر وہ پہنچ چکا ہے تو ہمیں سگنل کے ذریعے اطلاع دی جائے۔"

لانچ کے عرشے پر کھڑے ہوئے ایک نیوی مین نے سگنل دینا شروع کیا۔ اس کا جواب تھا "ہماری لانچ میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے۔"

اس سے تقریباً چار میل کی دوری پر ایک اور لانچ چلا جا رہا تھا۔ وہاں سے بھی یہی جواب موصول ہوا۔ باقی کشتیوں کو ہم نے دوربین کے ذریعے دیکھا۔ کشتیوں میں چھپنے کی جگہ نہیں ہوتی پرواز کے دوران اس میں بیٹھے ہوئے مسافر نظر آجاتے ہیں۔ وہ نظر نہیں آیا۔

ایک گھنٹے تک پرواز کرنے کے بعد پائلٹ نے کہا "اب ہمیں واپس جانا چاہیے ورنہ ایندھن ختم ہو جائے گا۔"

ہم لاہور پہنچ گئے۔ ہمیں فوجی چھاؤنی کے قریب ہی ایک گیسٹ ہاؤس میں رکھا گیا۔ اس گیسٹ ہاؤس کے چاروں طرف سخت پہرہ لگا دیا گیا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد سونیا بھی آگئی۔ اعلیٰ بی بی نے اسے بتایا "حالات تیزی سے بدلتے جا رہے ہیں۔ بڑے ممالک کی طرف سے بالواسطہ دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ ٹیپ متعلقہ لوگوں کو واپس کر دیا جائے اور ہمیں اس ملک سے نکال دیا جائے۔ وہ ہمیں نکالنے کی بات واضح طور پر نہیں کہہ رہے ہیں لیکن ان کا مقصد یہی ہے۔"

ان باتوں کے دوران دو آفیسر گیسٹ ہاؤس میں آئے۔ انہوں نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ ہماری خیریت پوچھی، پھر یہ بھی معلوم کیا کہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ ایک آفیسر نے کہا "مادام سونیا! آپ سے درخواست ہے کہ وہ ٹیپ جو آپ کے پاس ہے ہمارے حوالے کر دیں۔"

سونیا نے پوچھا "کیا یہ ضروری ہے جبکہ میں ایک ٹیپ آپ کے اوپر کے دفتر میں پہنچا چکی ہوں؟"

"ابھی ہمیں اطلاع ملی ہے کہ وہ ٹیپ اوریجنل نہیں ہے۔ اصل کی نقل ہے۔"

سونیا اور اعلیٰ بی بی ان افسران سے باتیں کر رہی تھیں۔ ہم نے معذرت چاہتے ہوئے دوسرے کمرے میں پہنچ کر سعید احمد صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ پھر پوچھا "کیا واقعی جو ٹیپ آپ کے پاس پہنچا ہے وہ اصل نہیں ہے؟"

"مجھے افسوس ہے۔ سونیا بھابی نے ہم سے بھی دھوکا کیا ہے۔"

میں نے پوچھا "آخر آپ اصل کیوں چاہتے ہیں۔ کس نے یہ کہا ہے کہ وہ اصل نہیں ہے؟"

"فراد ٹیپ پر ہونے والی ری ریکارڈنگ کو پہچاننے والے ماہرین موجود ہیں۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے جو ماہرین یہاں ہیں، انھوں نے اس ٹیپ پر اعتراض کیا ہے۔ وہ اصل کا مطالبہ کر رہے ہیں۔"

"پھر تو اصل کبھی ان کے ہاتھ نہیں لگے گا۔"

"ہم بڑی مشکل میں پڑ جائیں گے۔ دوستی اور برسوں کے رشتے داری پس پشت ڈال کر مجھے سخت اقدامات پر مجبور ہونا پڑے گا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو، میں فرض کے سامنے سب کچھ قربان کر دیتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔ آپ کو فرض کی ادائیگی سے نہیں روکوں گا لیکن آپ ذرا وضاحت فرمادیں کہ ہمارے خلاف سخت اقدامات کیا ہو سکتے ہیں، ہم نے کون سا جرم کیا ہے؟"

"میں تم سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا۔ یہ مصلحت اندیشی کا تقاضا ہے۔ ہمیں سپر ماسٹر اور ماسک مین کے مطالبات تسلیم کر لینے چاہئیں۔ انھیں تسلیم کر لینے سے ہماری پوزیشن کمزور نہیں پڑے گی۔ وہ چاہے کیسے بھی سیاسی ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہوں، ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے ملک کو نقصان نہ پہنچے۔ فرہاد! میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہم ان کا یہ مطالبہ پورا کر کے ان دونوں ممالک سے بڑے فائدے حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ بات ایک موٹی سی عقل میں بھی آسکتی ہے کہ ہم ایسی چیز دے کر جس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا، اس کے بدلے دس فائدے حاصل کرتے ہیں تو ہمیں ایسا کرنا چاہیے۔"

"آپ کی باتیں میری سمجھ میں آرہی ہیں لیکن آپ یقین کریں، بعض حالات میں سونیا میرے بس سے بھی باہر ہوتی ہے۔ میں بھی اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ اس نے آپ کے پاس اصل ٹیپ پہنچایا ہے یقیناً وہ اصل آمنہ کے ذریعے وادیٔ قاف پہنچا دیا گیا ہے۔ اب میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"تم وادیٔ قاف سے واپس منگوا سکتے ہو۔"

میں چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ پھر کہا "میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے آپ مشکلات میں پڑ جائیں۔ بس سمجھ لیجیے وہ اصل واپس آگیا ہے۔ اس وقت سونیا کے پاس موجود ہے۔"

"کیا واقعی اصل ٹیپ سونیا بھابی کے پاس موجود ہے؟"

"ہاں! دو آفیسر وہ ٹیپ لینے آئے ہیں۔ میں ابھی سونیا سے کہتا ہوں، وہ اُن کے حوالے کر دے گی۔"

"تم میری بہت بڑی مشکل آسان کر دو گے۔ پلیز، ہم سے تعاون کرو، وہ ٹیپ ان کے حوالے کر دو مگر پھر فراڈ نہ ہو۔ اگر وہ بھی نقلی ثابت ہوا تو؟"

"آپ اطمینان رکھیں، وہ نقلی نہیں ہے۔"

میں اس کمرے سے نکل کر سونیا اور اعلیٰ بی بی کے پاس آیا۔ وہ دونوں افسران سے بحث کر رہی تھیں۔ میں نے کہا "سونیا! میری بات مان لو۔ ٹیپ ان کے حوالے کر دو۔ ہمیں ہر حال میں ان سے تعاون کرنا چاہیے ورنہ میری وجہ سے سعید احمد صاحب مشکلات میں پڑ جائیں گے۔"

سونیا مجھ سے بھی بحث کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "پلیز! میری بات مان لو۔"

ایسا کہنے کے دوران میں نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ وہ سمجھ گئی۔ اس نے بے چون و چرا گٹھری میں ہاتھ ڈال کر ٹیپ کو نکالا۔ پھر آفیسر کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "ہم نے آپ کی بات مان لی لیکن آپ نہیں جانتے جیسے ہی یہ اصل ٹیپ دشمنوں کو ملے گا، وہ ہمارے پیچھے کتوں کی طرح لگ جائیں گے۔ کہیں بھی دیکھیں گے تو بے دریغ گولی مار دیں گے۔ ہم اپنی جان سے جائیں گے۔ آپ اس خوش فہمی میں رہیں گے کہ ہماری حفاظت کی جا رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "آفیسر! جینا اور مرنا نصیب کی بات ہے، آپ ہمارے چاروں طرف سے پہرہ اٹھا دیں اور ہمیں جانے کی اجازت دیں۔"

ایک افسر نے کہا۔ "پہلے یہ ٹیپ آزمایا جائے گا کہ اصلی ہے یا نقلی۔ اس کے بعد آپ لوگوں کی یہاں سے روانگی کا انتظام کیا جائے گا۔ آپ جس ملک میں جانا چاہیں گے، وہاں آپ کو پہنچا دیا جائے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ کو یقین ہے کہ جس طیارے میں ہم پہنچائے جائیں گے وہ اسی ملک میں پہنچے گا؟"

اس آفیسر نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہاں سے روانہ ہوتے ہی ہم پر کیا گزرے گی۔ بہرحال آپ اپنی من مانی کر لیں۔"

وہ دونوں آفیسر جانے لگے۔ سونیا نے انہیں مخاطب کیا تو وہ پلٹ کر دیکھنے لگے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ایک بات یاد رکھیے۔ ہم اس ملک سے محبت کرتے ہیں۔ یہاں کے قانون کا احترام کرتے ہیں ورنہ یہ جو پہرے بٹھائے گئے ہیں، ہمارے سامنے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ آپ سے گزارش ہے کہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں۔ ہم یہ ملک فوراً چھوڑ دیں گے لیکن اپنے طور پر چھوڑیں گے۔ ہم اپنے طور پر سوچیں گے کہ کس طرح جانا چاہیے اور کن راستوں سے نکلنا چاہیے۔ اگر آپ نے ہمارے ساتھ اتنا تعاون نہیں کیا ...."

میں نے سونیا کو آگے کہنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ چپ ہو گئی۔ ان افسروں نے مجھے، اعلیٰ بی بی اور سونیا کو گہری تولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر واپس چلے گئے۔

میں نے سونیا اور اعلیٰ بی بی سے سرگوشی میں کہا۔ "وہ اصل ٹیپ چاہتے ہیں اور میں ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی جو ٹیپ لے گئے ہیں، وہی اصل ہے۔ لہٰذا مجھے تھوڑی دیر تک مخاطب نہ کرنا۔"

میں ان افسران کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ان میں سے ایک آفیسر سپر ماسٹر کے سفارت خانے میں ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ کر رہا تھا۔ "ہم نے مادام سونیا سے وہ ٹیپ حاصل کر لیا ہے۔ اسے لے کر آ رہے ہیں۔ آپ ماسک مین کے کسی نمائندے کو بھی بلا لیجیے تاکہ ایک ساتھ اسے سن کر تصدیق کر سکیں۔"

میں نے دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ماسک مین کے سفارت خانے میں فون کر کے ان کے ایک ماہر کو بلا رہا تھا۔ میں اس ماہر کے دماغ میں بھی پہنچ گیا۔ پھر میں نے ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈے استعمال کیے۔ ماسک مین کی طرف سے آنے والے ماہر کے ساتھ ایسی گڑبڑ کی کہ وہ وقت پر نہ پہنچ سکا۔ ادھر ہمارے افسران وہ ٹیپ لے کر سپر ماسٹر کے ایک ماہر کے پاس پہنچ گئے تھے۔ اس نے دوسرے ماہر کا انتظار نہیں کیا تھا۔ اُن کے اندر کھلبلی مچی ہوئی تھی کہ کسی طرح اصل ٹیپ تک پہنچ جائیں۔ لہٰذا اس نے ریکارڈر پر اسے لگایا اور آن کر کے سننے لگا۔

میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ جو کچھ وہ سن رہا تھا، اسے سننے کا موقع دے رہا تھا مگر بہت کم سمجھنے کا موقع دے رہا تھا۔ وہ ہزار مہارت رکھتا ہو لیکن ٹیلی پیتھی کی مہارت کے سامنے اس کی ایک نہ چلی۔ اسے یقین ہو گیا کہ وہ ہی ٹیپ اصل ہے۔ اس میں جو نقل بنانے کی خامیاں تھیں یا کچھ ٹیکنیکل باتیں رہ گئی تھیں علاوہ اس کی سمجھ میں نہ آ سکیں۔ دوسرے لفظوں میں، میں نے اسے سمجھنے کا موقع نہیں دیا۔

اس نے مطمئن ہونے کے بعد ٹیلی فون کے ذریعے اسلام آباد میں بیٹھے ہوئے سپر ماسٹر کے خاص ماہر سے رابطہ قائم کیا اور تصدیق کی۔ "میں نے وہ اصل ٹیپ سن لیا ہے۔ کسی قسم کا شبہ نہیں ہے۔ یہ ہر طرح سے اوریجنل ہے۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "ماسک مین کا ماہر کیا کہتا ہے؟"

وہ کہنا چاہتا تھا کہ ابھی ان کا ماہر یہاں پہنچا نہیں ہے۔ اسی وقت اس کی نظر دروازے پر گئی۔ پھر اس نے کہا۔ "وہ ابھی ابھی پہنچا ہے اور اب وہ سن کر تصدیق کرنے والا ہے۔"

"اچھی بات ہے، میں اس کی رپورٹ بھی سننا چاہوں گا۔"

"یس سر! ابھی آپ سے دوبارہ رابطہ قائم کروں گا۔"

ماسک مین کا وہ ماہر ریکارڈر کے پاس آیا اور ٹیپ کو ریوائنڈ کرنے لگا۔ میں نے سپر ماسٹر کے ماہر کے دماغ میں یہ بات پیدا کی۔ "میں تو سن چکا ہوں۔ مجھے یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہاں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے مخالف ماہر کی رائے کو اہمیت دینے والا ہوں اور اس کے نکتۂ نظر سے اس ٹیپ کے اصل یا نقل ہونے کا فیصلہ کرنے والا ہوں۔"

یہ بات اس کی خودداری کو ٹھیس پہنچاتی تھی۔ لہٰذا وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ ادھر میں نے ماسک مین کے ماہر کے ساتھ بھی وہی طریقۂ کار اختیار کیا۔ اس نے پورا ٹیپ سننے کے بعد تصدیق کر دی۔ "ہاں یہی اصل ٹیپ ہے۔ میں اسے اسلام آباد لے جاؤں گا۔ وہاں ہمارے اور سپر ماسٹر کے ماہرین مزید تصدیق کریں گے۔"

سپر ماسٹر کے ماہر نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ "ہم یہ ٹیپ اسلام آباد لے جائیں گے۔ یہ ہماری ذمے داری ہے۔"

ماسک مین کے نمائندے نے کہا۔ "ذمے داری ہماری بھی ہے اس میں ہمارے معاملات بھی شامل ہیں۔"

"بات نہ بڑھائی جائے تو بہتر ہے۔"

بات کیسے نہ بڑھتی جبکہ میں ان کے درمیان معاملے کو طول دینا چاہتا تھا۔ رات کا وقت تھا۔ شام ہوتے ہی سردی بڑھ جاتی تھی۔ لوگ کھڑکی اور دروازے بند رکھتے تھے لیکن ماسک مین کے ماہر نے فوراً ہی پلٹ کر کھڑکی کو کھولا اور اس ٹیپ کو یہ کہتے ہوئے باہر پھینک دیا۔ "اسے سنبھالو، کسی کے ہاتھ نہ لگنے دینا۔"

وہ دو افسران جو ہم سے ٹیپ لے گئے تھے، انھوں نے گرج کر کہا۔ "یہ غلط بات ہے۔"

ماسک مین کے ماہر نے کہا۔ "یہ بھی غلط ہے، جس ٹیپ میں ہمارے معاملات شامل ہیں، اسے سپر ماسٹر کے آدمی نہیں لے جا سکتے۔"

اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی وہ دونوں افسران دوڑتے ہوئے کمرے سے باہر گئے تھے تاکہ باہر والے سے اسے چھین سکیں۔ انہوں بھی باہر سپر ماسٹر کے آدمی موجود تھے۔ انہوں نے اس ٹیپ لے جانے والے کو گھیر لیا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ وہاں سے نکل نہیں سکے گا تو اس نے اسی ماہر کو آواز دی اور کہا۔ "اسے سنبھالو، میں ابھی لے لوں گا۔"

اس نے پھر کھڑکی کے راستے اسے اندر پھینکا لیکن اس بار وہ ٹیپ سپر ماسٹر کے ماہر کے ہاتھ لگ گیا۔ میں خاموشی سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ ٹیلی پیتھی کا کم سے کم استعمال کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ وہ خود ہی اس ٹیپ کی ایسی تیسی کرنے والے تھے۔ اگر نہ کرتے تو پھر میں اپنی غیر معمولی صلاحیت کو استعمال کرتا۔

جب وہ ٹیپ سپر ماسٹر کے ماہر کے ہاتھ لگا تو وہ اسے نہ لے جا سکا۔ دوسرے ماہر نے اس کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری تھی۔ وہ ٹیپ اس کے ہاتھ سے نکل کر زمین پر پہنچا۔ پھر پہیے کی طرح لڑھکتا ہوا ایک طرف جانے لگا۔ دونوں نے بیک وقت اس کی طرف چھلانگ لگائی۔ دونوں ہی پہنچے مگر سپر ماسٹر کا آدمی ذرا پہلے پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ وہ ٹیپ آیا لیکن ماسک مین کا آدمی اس کے اوپر آ گرا تھا۔ اس نے اس کے ہاتھ کو تھام لیا تھا پھر دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔ باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ادھر سپر ماسٹر کا آدمی اپنا ہاتھ چھڑانے کے لیے جھٹکے دے رہا تھا۔ ایک بار اتنی زور کا جھٹکا پڑا کہ ریل ہاتھ سے نکل گیا۔ فضا میں اُڑتا ہوا آتش دان کے پاس پہنچا۔ وہ آتشدان نمائشی طور پر تھا۔ اس میں آگ نہیں جلتی تھی لیکن اس کے اوپر ہیٹر آن تھا۔ وہ ٹیپ ریل ہیٹر سے ٹکرایا، اس کے اوپر سے ہوتا ہوا گزرا۔ بس اتنا ہی وقت کافی تھا۔ ٹیپ نے آگ پکڑ لی۔

باہر سے دوڑتے ہوئے آنے والوں نے ان دونوں کو دیکھا جو فرش پر گتھم گتھا تھے۔ ایک آفیسر نے پوچھا۔ "وہ ٹیپ کہاں ہے؟"

دونوں ایک دوسرے کو چھوڑ کر فوراً ہی اٹھ گئے۔ اس وقت تک ٹیپ نے آگ پکڑ لی تھی۔ بہرحال اُسے بجھایا جا سکتا تھا۔ ایک نے اسے بجھانے کے لیے اس کی طرف دوڑ لگائی۔ یہی وہ وقت تھا کہ میں خاموش تماشائی نہیں رہ سکتا تھا۔ میں نے دوسرے کے ذریعے اس کی ٹانگ میں ٹانگ اڑا دی۔ وہ اوندھے منہ گرا اور ایسی جگہ گرا جہاں باہر سے آنے والے اس ٹیپ کو آگ کی لپیٹ میں دیکھ کر آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ گرنے والے سے ٹکرائے اور اوندھے منہ زمین بوس ہو گئے۔ آگے والے گرے تو پیچھے والے سنبھل نہ سکے۔ کچھ لڑکھڑائے کچھ سنبھلنے کی کوشش کرتے رہے۔ اتنی دیر کافی تھی۔ ایک تو ٹیپ نے آگ پکڑ لی تھی، دوسرے ٹیپ پلاسٹک کا تھا۔ وہ بھی پگھلتا چلا جا رہا تھا۔

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ سونیا اور اعلیٰ بی بی مجھے تک رہی تھیں۔ میں نے ان دونوں کو مختصر طور پر بتا دیا کہ اس ٹیپ کو میں نے ان کے ہی ہاتھوں سے کس طرح ضائع کرا دیا ہے وہ خوش ہو گئیں۔

میں نے سعید احمد صاحب کو مخاطب کیا۔ پھر کہا۔ "آپ کے پاس ایک ٹیپ ہے۔ دوسرا ٹیپ وہ افسران سونیا سے لے گئے تھے۔ ان کا جو حشر ہوا وہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔"

میں نے تفصیل سے بتایا کہ کس طرح سپر ماسٹر اور ماسک مین کے ماہرین نے آپس میں جھگڑا کیا اور وہ ٹیپ تباہ ہو گئی۔ انہوں نے کہا۔ "فرہاد! اس میں تمہارا ہاتھ ہے؟"

"آپ یہ سوال نہ کریں۔ دیکھیں کہ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ ٹیپ ان کے حوالے کر دیا۔ آپ کے دونوں افسران نے بھی اپنے فرائض ادا کیے۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے ماہرین نے اسے اُن کے سامنے سنا اور تصدیق کی کہ وہ اصل ٹیپ ہے۔ اب تو آپ کی تمام ذمے داریاں ختم ہو چکی ہیں۔"

"اگر انہوں نے تصدیق کی ہے اور اس کے بعد ٹیپ ضائع ہوا ہے تو ہماری ذمے داریاں ختم ہو جاتی ہیں۔"

"آپ وعدہ کریں کہ اس ٹیپ کا ذکر کسی سے نہیں کریں گے جیسے آمنہ لے گئی ہے۔"

"تم نے بڑی مشکلات سے مجھے نکالا ہے۔ میں اس کا ذکر نہیں کروں گا۔"

"شکریہ کیا آپ اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر ہمیں ہمارے حال پر نہیں چھوڑ سکتے؟"

"کیا مطلب؟"

"ہم اپنے طور پر یہاں سے جانا چاہتے ہیں۔ وعدہ کرتے ہیں کہ جلد سے جلد یہ ملک چھوڑ دیں گے۔"

"ہم تمہیں کہیں بھی پہنچانے کے لیے تیار ہیں اور بحفاظت پہنچائیں گے۔ پھر تمہیں کیا اعتراض ہے؟"

"آپ ہم سے زیادہ ہمارے دشمنوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ ہم موقع دیکھ کر یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں۔"

"فرہاد تم میری مجبوریاں نہیں سمجھ سکتے۔ یہاں تم سے ایسی ایسی شخصیتیں ناراض ہیں کہ میں بیان نہیں کر سکتا مثال کے طور پر عالی جناب کا نام پیش کر سکتا ہوں۔ اس نے ایک تحریری بیان دیا ہے جس میں لکھا ہے۔

"فرہاد علی تیمور جب تک ہمارے ملک میں موجود رہے گا، تخریب کاری جاری رہے گی اور ایسے ہنگامے ہوں گے جن کا متحمل ہمارا ملک نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اسے پہلی فرصت میں یہاں سے نکالا جائے۔ اگر میں کبھی کسی وجہ سے یہ تحریری بیان بدلنا چاہوں تو یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ فرہاد میرے دماغ میں پہنچ گیا ہے اور مجھے اپنا بیان بدلنے پر مجبور کر رہا ہے۔"

وہ چند لمحوں کے لیے چپ ہوئے، پھر کہا۔ "اس سے اندازہ کر سکتے ہو کہ ایسی وہ تمام بڑی شخصیتیں جو کسی نہ کسی وجہ سے اسمگلنگ، چور بازاری اور تخریب کاری میں ملوث ہیں۔ جنھیں تمہارے دشمن ممالک کی پشت پناہی حاصل ہے، وہ سب تمہارے خلاف بیان دے رہے ہیں اور دباؤ ڈال رہے ہیں کہ پہلی فرصت میں تمہیں، سونیا کو اور اعلیٰ بی بی کو یہاں سے نکال دیا جائے۔"

"میں جانتا ہوں آپ مجھ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں، آپ کی طرح میرے ملک کے جتنے فرض شناس افسران ہیں، وہ بھی مجھے چاہتے ہیں۔ میرے ہم وطن کبھی پسند نہیں کریں گے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں لیکن میں جاؤں گا۔ صرف اس لیے کہ جو بڑے بڑے ناقابل شکست دشمن ہیں، وہ میری دشمنی میں میرے ملک کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ مجھے ان سے نمٹنا ہوگا تو میں سرحد سے باہر جا کر نمٹ لوں گا۔"

"تم لوگوں کے تعلقات فرانسیسی حکومت سے بہت اچھے ہیں۔ ہم نے انکے سفارت خانے سے رجوع کیا تھا۔ انھوں نے تم لوگوں کے لیے ایک طیارہ چارٹرڈ کیا ہے۔ وہ طیارہ یہاں سے تمہیں وادیٔ قاف لے جائے گا۔ آج آدھی رات کے بعد تم تینوں کو بہت ہی رازداری سے ائیرپورٹ پہنچایا جائے گا۔"

"جب دشمن کہہ چکے ہیں کہ ہمیں پہلی فرصت میں یہاں سے نکال دینا چاہیے تو وہ توقع کر رہے ہوں گے کہ ہم آج رات کو یا کل صبح تک یہاں سے جانے والے ہیں۔ کیا وہ ہمارا تعاقب نہیں کریں گے؟"

"ہم تمہارے دشمنوں پر اپنی مجبوریاں ظاہر کر رہے ہیں۔ تمہاری حب الوطنی کا حوالہ دیتے ہوئے انہیں سمجھا رہے ہیں کہ یک بیک ہم انھیں ملک سے جانے کے لیے نہیں کہہ سکتے۔ ہم چند روز اُن کی میزبانی کریں گے۔ پھر ایک ہفتے بعد انہیں یہاں سے وادیٔ قاف پہنچا دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں، یہ بہترین موقع ہے تم تینوں کو آج رات ہی نکل جانا چاہیے۔"

میں نے سعید صاحب کے دماغ کو چپکے سے ٹٹولا وہ مطمئن تھے۔ انھوں نے ایسے انتظامات کیے تھے کہ جب ہمارا طیارہ یہاں سے پرواز کرتا تو اس ائیرپورٹ سے کسی طیارے کو فوری طور پر پرواز کی اجازت نہ ملتی۔ اس طرح یہ یقین ہو جاتا کہ اندرون ملک سے کوئی دشمن ہمارے تعاقب میں نہیں جا سکے گا۔

اب رہا یہ خدشہ کہ بیرونی سرحدوں کے پار دشمن ہماری تاک میں ہوں گے تو انہیں صحیح وقت کا اندازہ نہیں تھا۔ اگر وہ ہمارے طیارے کو پرواز کرتے دیکھ بھی لیتے تو اسے ایئرفرانس کا طیارہ سمجھ کر نظر انداز کر دیتے۔

میں نے سونیا اور اعلیٰ بی بی کو سعید احمد سے ہونے والی گفتگو کا خلاصہ بتایا۔ پھر کہا۔ "ہمیں ہر حال میں خطرہ مول لینا ہے خواہ ہم فضائی سفر اختیار کریں یا خشکی کے راستے یہاں سے نکلنا چاہیں۔ لہٰذا کیوں نہ آج کی رات ہی یہاں سے نکل جائیں۔"

اعلیٰ بی بی نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر فرانسیسی سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا، پھر کہا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور آپ سے دماغی رابطہ قائم کر رہے ہیں۔ ریسیور رکھ دیجیے۔"

اعلیٰ بی بی نے بھی ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ "تم معلوم کرو، اس طیارے کا پائلٹ کون ہے اور اس کے ذریعے پورے طیارے

کو اچھی طرح چیک کرو۔"

میں نے یہی کیا۔ سفارت خانے کے اس اہم شخص کے ذریعے پائلٹ کے پاس پہنچا۔ اس سے دوستی کی۔ پھر اُسے سمجھایا کہ میں اس کے ذریعے پورے طیارے کو چیک کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا۔ "جناب میرے ساتھ ایک کو پائلٹ بھی ہوگا۔ آپ اس کے دماغ میں بھی پہنچ کر مطمئن ہو جائیں۔"

میں نے ان دونوں کے دماغوں کو اچھی طرح ٹٹول لیا۔ اس دوران وہ ائیرپورٹ پہنچ گئے تھے اور اب طیارے کو اچھی طرح چیک کر رہے تھے۔ اِدھر گیسٹ ہاؤس میں رات کے دس بجے ہمارے لیے پُرتکلف ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔ ہمارے ساتھ دو افسر بھی تھے۔ اُنھوں نے کہا۔ "بے انتہا مصروفیات کے باعث کھانے میں دیر ہو گئی۔ ہم معذرت چاہتے ہیں۔"

ہم نے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ کھانا تو مل رہا ہے اور اچھا مل رہا ہے۔"

ہم ہنستے بولتے کھانے میں مصروف رہے۔ اس دوران میں بار بار پائلٹ اور کو پائلٹ کے دماغوں میں جا کر معلوم کرتا رہا تھا۔ انھوں نے پورے طیارے کو چیک کر لیا تھا۔ اب مجھ سے سننا چاہتے تھے کہ میں مطمئن ہوں یا نہیں۔

کھانے کے بعد کافی کا دور چلا۔ ایک افسر میرے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کافی کی چسکی لیتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ "ہم رات کے ٹھیک ایک بجے یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ آپ تیار رہیں۔"

یہی بات میں نے پائلٹ وغیرہ سے کہہ دی۔ انھوں نے کہا۔ "جناب ہم بالکل تیار ہو کر آئے ہیں۔ آپ جس وقت چاہیں یہاں سے اُٹھ سکتے ہیں۔ ہم یہیں موجود رہیں گے۔"

ہم کافی پینے کے بعد اپنے کمرے میں آئے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "ہم تینوں کا ایک ساتھ سفر کرنا مناسب نہ ہوگا۔ کیوں نہ ہم الگ الگ طیارے سے سفر کریں۔ پہلے فرہاد یہاں سے نکل جائیں۔ اس کے بعد سونیا، اس کے بعد میں۔"

سونیا نے کہا۔ "مجھے تمہاری اس تجویز سے اتفاق ہے لیکن زیادہ پوری طرح صحت یاب نہیں ہوئے ہیں۔ میں انہیں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔"

"پھر تم دونوں آج رات نکل جاؤ۔ میں بعد میں آؤں گی۔"

"لیکن ہم تینوں کو یہاں سے نکلنے کے لیے کہا جا رہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے ریسیور اٹھایا، فرانسیسی سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا، پھر کہا۔ "میں آپ کے ملک کی شہری ہوں۔ آج کسی اور سے نہیں جانا چاہتی۔ کیا مجھے رد کا جا سکتا ہے؟"

"ہم اپنے ذرائع استعمال کریں گے۔ آپ جب تک چاہیں گی یہاں رہ سکیں گی۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ اسی وقت باہر کہیں سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ ہم چونک کر ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ گیسٹ ہاؤس کے باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے دونوں افسران کے دماغ میں باری باری جھانک کر دیکھا۔ پتا چلا، ایک مسلح سپاہی مُردہ پایا گیا ہے۔ اس نے کسی کو دیکھا ہوگا۔ دیکھتے ہی پہلے وارننگ دی ہوگی۔ پھر فائر کیا ہوگا۔ فائرنگ کا اثر نہ ہوا کیونکہ کسی نے اُس کا گلا گھونٹ دیا تھا۔ وہ کون ہو سکتا تھا۔ سپاہی مسلح تھا۔ اُس کے باوجود ایک سپاہی قابو میں آ گیا تھا۔ اُسے دوسری بار فائر کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

ہم تینوں کے ذہن میں ایک ہی نام اُبھرا۔ "جان لوفر؟"

رات کی خاموشی میں افسران چیخ چیخ کر حکم دے رہے تھے۔ "اُسے تلاش کرو۔ کون ہے وہ۔ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا۔"

جو افسر ہیلی کاپٹر میں ہمارے ساتھ تھا اور جس نے جان لوفر کا تعاقب کیا تھا، میں نے اس سے دماغی رابطہ قائم کیا اور کہا۔ "یہ جان لوفر ہو سکتا ہے۔ ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ ایک سپاہی کو ہلاک کر کے بھاگ جائے گا۔ وہ گیسٹ ہاؤس کے اندر گھسنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔"

افسر نے جواب دیا۔ "ہم اسے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں، چاروں طرف مسلح جوان موجود ہیں۔ جیسے ہی وہ نظر آئے گا، بے ریغ فائرنگ شروع کر دیں گے۔"

"آپ بھول رہے ہیں۔ وہ سر سے پاؤں تک بلٹ پروف میں ہے۔ فائرنگ کا اثر نہیں ہوگا۔"

سونیا گیسٹ ہاؤس کے بیرونی دروازے پر آ کر ایک افسر سے کہہ رہی تھی۔ "ہمیں باہر جانے کی اجازت دیجیے۔"

"مادام! باہر خطرہ ہے۔ پہلے ہم اُسے گرفت میں لینا چاہتے ہیں۔"

میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ "آپ ہمیں کنویں کا مینڈک بنا کر نہ رکھیں۔ ہم کھلے میدان میں اس سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔"

"مسٹر فرہاد! آپ بُرا نہ مانیں۔ جیسا کہ میں اس کے متعلق سُن چکا ہوں۔ آپ جیسے چار فرہاد بھی مل کر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

سونیا نے مجھے مسکرا کر دیکھا۔ میں نے کہا۔ "آفیسر دُرست کہتے ہیں۔ ہمیں گھر کے اندر بیٹھنا چاہیے۔"

ہم اندر آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور

جان لوفر کے دماغ پر دستک دی پہلے تو اس نے سانس روکی۔ پھر سانس لیتے ہوئے بولا "تم جو کوئی بھی ہو، اس خوش فہمی میں مبتلا نہ رہنا کہ میرے دماغ کو جھٹکے پہنچا سکو گے۔"

"میں فرہاد ہوں۔ زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہتا، اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں، آخر تم چاہتے کیا ہو؟ جبکہ وہ اصل ٹیپ ہم نے تمہارے بڑوں کے حوالے کر دیا ہے۔"

"مجھے صرف ٹیپ لینے کے لیے نہیں، تمہارے اور سونیا کے لیے بھی بھیجا گیا ہے۔"

"اگر ہمیں یہاں سے اغوا کرنا چاہتے ہو تو یہ موقع مناسب نہیں ہے۔ ذرا عقل سے کام لو۔ گیسٹ ہاؤس تک پہنچتے پہنچتے اتنے مسلح افراد تم پر حاوی ہو جائیں گے کہ جان بچا کر نہیں نکل سکو گے۔ میں نہیں چاہتا، تم گرفت میں آؤ۔ یا تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔"

"بہت بہت شکریہ۔ آخر اس مہربانی کی وجہ؟"

"وجہ محبت نہیں ہے۔ ہم نے سانپ کو دودھ پلانا نہیں سیکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں، تمہارے دل میں مجھے اغوا کرنے کی حسرت نہ رہے۔ لہٰذا کہیں تنہائی میں ملاقات کرو۔ یہاں تو بے موت مارے جاؤ گے اور میں تمہیں اپنے لیے بچا رکھنے کی خاطر رحم نہیں کر سکوں گا۔"

"کیوں نہیں کر سکتے۔ گیسٹ ہاؤس سے نکل آؤ۔"

"میں اپنے وطن کے محافظوں کا احترام کرتا ہوں۔ اُن کے حکم کی تعمیل کرنا میرا اوّلین فرض ہے۔ میں اُن کی محبت کو بھی سمجھتا ہوں کہ حفاظت کی خاطر انہوں نے گیسٹ ہاؤس تک ہمیں محدود کر رکھا ہے، لہٰذا میں باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ وعدہ کرتا ہوں۔ ضرورتمہارا سامنا کروں گا لیکن صبر کرو۔"

گفتگو کے دوران میں اس کے ذہن میں یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ گیسٹ ہاؤس کے پچھلے حصّے میں تھا اور ایک درخت کی آڑ میں پچھلے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ میری بات ختم ہوتے ہی وہ دیوانہ وار تیزی سے دوڑتا ہوا گیسٹ ہاؤس کی طرف آنے لگا۔ اسی وقت کئی طرف سے فائرنگ ہوئی۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ گولیاں چل رہی تھیں۔ یقیناً اسے لگ رہی ہوں گی لیکن وہ دوڑتا ہوا سیدھا پچھلے دروازے تک آیا۔ ایک زور کی ٹکر ماری اور دروازے کو توڑ کر اندر چلا آیا۔

میں نے سونیا اور اعلیٰ بی بی سے کہا "تم دونوں اسی کمرے میں رہو۔ وہ اِدھر آیا تو سونیا اُس سے نمٹ لے گی۔"

میں دوڑتا ہوا اور مہمانی کمرے میں پہنچا جہاں کا دروازہ توڑ کر وہ آیا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ میرے پیچھے لپکا۔ میں اسے اپنے پیچھے دوڑاتا ہوا دوسرے کمرے میں لے گیا۔ اتنی دیر میں باہر سے مسلح افراد دوڑتے چلے آ رہے تھے لیکن ہم کمرے میں پہنچ چکے تھے۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر میری طرف پلٹ کر گرجا "تم غلط سمجھ رہے تھے کہ میں تمہیں اغوا کرنا چاہتا ہوں۔ ماسٹر کی نے حکم دیا ہے، تمہیں اپاہج بنا کر چھوڑ دوں۔ اس کے بعد تمہیں کوئی بھی اغوا کر کے لے جا سکتا ہے۔ اور میرے ماسٹر تک پہنچا سکتا ہے۔"

باہر سے دروازہ پیٹنے کی آواز آ رہی تھی۔ ایک افسر کہہ رہا تھا۔ "فرہاد! دروازہ کھولو، اس سے مقابلہ کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

جان لوفر نے میری طرف بڑھتے ہوئے اور ہنستے ہوئے کہا۔ "اگر دروازہ کھول سکتے ہو تو جا کر کھول دو۔"

وہ قد میں مجھ سے چار انچ اُونچا تھا۔ جسامت میں ڈیڑھ گنا تھا۔ اپنے لانبے سے ہاتھ کو میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "آؤ ہاتھ آجاؤ۔"

میں نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا، جیسے پنجہ لڑانا چاہتا ہوں۔ اس نے جھپٹ کر مجھ سے پنجہ ملانا چاہا۔ میں نے فوراً ہاتھ ہٹا دیا۔ وہ ذرا جھونک میں آگے بڑھا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف زور سے کھینچا۔ وہ سامنے والی دیوار کی طرف گیا۔ میں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ وہ دیوار تک پہنچنے سے پہلے ہی اوندھے منہ دھڑام سے گر پڑا۔ اس کے گرنے سے جیسی آواز پیدا ہوئی۔ اس سے اس کے وزن کا پتا چلتا تھا۔

مجھے یہی سہولت حاصل تھی۔ وہ بے تحاشا وزن رکھتے ہوئے فوراً نہیں اٹھ سکتا تھا۔ نہ ہی تیزی سے مڑ سکتا تھا لیکن جب بڑھ جاتا تو برق رفتاری سے حملہ آور ہوتا تھا۔ ویسے میں دھوکا کھا گیا۔ میں تو اس کے اٹھنے کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن اس نے آہستہ آہستہ اٹھنے کے دوران ہی پیچھے سے ایک لات ماری۔ میں ذرا پیچھے گیا۔ جب تک آگے آتا، وہ اٹھ کر مقابلے پر ڈٹ گیا تھا۔

میں پیچھے ہٹنے لگا۔ اس بار وہ دونوں ہاتھ بڑھاتے ہوئے میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اب اس کے تیور بدل گئے تھے۔ پہلے وہ کھیل سمجھ رہا تھا مگر اب سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اس بار میں پنجہ لڑانے کا فریب نہ دے سکا۔ اس سے پہلے ہی اس نے یکبارگی دوسری طرف گھوم کر دونوں ہاتھ فرش پر ٹیکے اور دولتی مجھے ماری۔ دونوں لاتیں میرے سینے پر پڑیں۔ میں پیچھے لڑھکتا ہوا گیا اور دیوار سے ٹکرا گیا۔ جس طرح گیند دیوار سے ٹکرا کر واپس آتی ہے۔ میں اسی رفتار سے واپس آیا۔ فضا میں قلابازی کھائی اور اس کی کمر پر کھڑا ہو گیا۔ پھر وہاں سے قلابازی کھائی اور فرش پر آ گیا۔ ابھی میرے پاؤں پوری طرح جمنے نہ پائے تھے کہ اس نے میری ٹانگ پر ٹانگ

ماری۔ میں لڑکھڑا کر گرا۔ پھر تو میری شامت آ گئی۔ اس نے میرے اٹھنے سے پہلے ہی مجھے دبوچ لیا۔ میں اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے فولادی شکنجے میں بے بس ہوتا چلا جا رہا ہوں۔

پھر وہ مجھے اسی طرح دبوچے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ اس کے بعد یکبارگی مجھے دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا اور چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگا کہ مجھے کہاں دے مارے گا۔ اس کی نظر آتش دان پر رکھے ہوئے ہیٹر کی طرف گئی۔ ہیٹر آن نہیں تھا۔ اس نے مجھے ایک دیوار کی طرف دے مارا۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ میری کیا حالت ہوئی۔ بس ایسے ہی لگ رہا تھا کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ہے اور اب مجھے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ جوڑ جوڑ میں درد کی ٹیسیں تھیں۔ اس کے بعد میرے فرش پر گرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں کراہتے ہوئے اپنی تمام قوتوں کو مجتمع کرتے ہوئے اُٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی آواز سنائی دے رہی تھی "میں نے ہیٹر کو آن کر دیا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ ٹیپ ہیٹر میں جل کر ضائع ہو گئی ہے۔ اب میں تجربہ کروں گا کہ تمہیں کس حد تک ضائع کیا جا سکتا ہے۔"

وہ اسے آن کرنے کے بعد میری طرف آنے لگا۔ اتنی دیر میں مجھے اُٹھنے کا موقع مل گیا تھا جیسے ہی وہ میرے قریب آیا میں نے ایک کرسی اٹھا کر اس پر حملہ کیا۔ اس نے حملے کو روک لیا پھر ہم دونوں کے درمیان کرسی رہ گئی۔ ہم اس کے ساتھ زور آزمائی کرنے لگے۔ وہ مجھے دھکیلنا چاہتا تھا میں اُسے لیکن میں یہ اعتراف کرتے ہوئے کبھی محسوس نہیں کرتا کہ وہ بھاری پڑ رہا تھا۔ ایسے وقت طاقت سے کم اور ذہانت سے زیادہ لڑا جاتا ہے۔ میں اچانک زور لگانے لگا۔ بیٹھ گیا۔ کرسی یکبارگی میرے پیچھے فرش پر گری اور وہ کرسی پر سے ہوتا ہوا دوسری طرف اُلٹ گیا۔

اس دوران کتنی ہی بار دروازے پر دستک ہو چکی تھی، اسے ہٹایا جا رہا تھا اور بار بار کہا جا رہا تھا "دروازہ کھولو ورنہ توڑ دیا جائے گا۔"

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے بھی دیر نہیں لگائی۔ فوراً اٹھ کر میرے پیچھے لپکا۔ میں اسے دوڑاتا ہوا اسی آتشدان کے پاس گیا۔ فوراً ہی ہیٹر کے ہینڈل کو پکڑ کر تیزی سے پلٹ دیا۔ وہ میرے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ میں نے یکبارگی ہیٹر کو اس کے منہ پر دے مارا۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسی اُفتاد آ پڑے گی۔ وہ بلبلا کر ناقابلِ برداشت تکلیف کی شدت سے دہاڑنے لگا۔ اگرچہ ہیٹر کو کھینچ کر اس کے منہ پر مارنے کے سبب پلگ نکل گیا تھا لیکن جس حد تک وہ گرم ہو چکا تھا اس نے چہرے کو اچھی طرح جھلس دیا تھا۔ باہر دروازہ پیٹنے والے یا اُسے توڑنے والے ذرا خاموش ہو گئے تھے۔ اس کے دہاڑنے کی آواز سُن رہے تھے۔

آتش دان کے ایک طرف پیڈسٹل فین رکھا ہوا تھا۔ لاہور کا موسم بھی عجیب سا ہو جاتا ہے۔ دن کو گرمی پڑتی ہے، رات کو سردی، شاید اسی لیے وہ پیڈسٹل فین وہاں چھوڑ دیا گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس پنکھے کی اگلی جالی کے تینوں ہک ہٹائے۔ اس جالی کو ایک طرف پھینکا۔ پھر اس کے پلگ کو سوئچ بورڈ میں لگا دیا۔ پنکھا تیزی سے گردش کرنے لگا میں نے اسے نیچے سے پکڑ کر اٹھایا۔ اتنی دیر میں جان لوفر غصّے سے دہاڑتا ہوا میری طرف آ رہا تھا۔ میں نے وہ پنکھا اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس کے ہاتھ آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اس کے حلق سے پھر دہاڑنے کی آوازیں نکلیں۔ وہ اپنے ہاتھ دونوں طرف جھٹک رہا تھا۔ میں نے تیزی سے گردش کرتے ہوئے پنکھے کو اس کے چہرے کے سامنے لے جا کر لگا دیا۔ حملہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے بعد اس کی جو حالت ہوئی وہ ناقابلِ بیان ہے۔ وہ اپنی تیزی طراری بھول گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیے۔ اتنی دیر میں گردش کرتے ہوئے پنکھے نے اس کے چہرے کو لہولہان کر دیا تھا۔

ڈوبنے والے کو تیرنا یاد نہ رہے، تب بھی وہ ہاتھ پاؤں ضرور مارتا ہے۔ اس نے بے بسی سے ہاتھ پاؤں مارے۔ اس کے نتیجے میں پنکھا ایک طرف چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی پلگ بھی سوئچ بورڈ سے نکل گیا۔ اس کا چہرہ مرقعِ عبرت بن گیا تھا۔ گردش کرتے ہوئے پنکھے نے اس کی ناک اُڑا دی تھی۔ میں نے زندگی میں پہلی بار کسی کی کٹی ہوئی ناک دیکھی۔ چہرہ پہلے تو ہیٹر کے ذریعے جھلس گیا تھا۔ اس کی جھلسی ہوئی جلد کو پنکھے نے جگہ جگہ سے تراش کر رکھ دیا تھا۔ آنکھیں لہو میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ وہ بار بار آنکھیں میچ کر کھولنا چاہتا تھا۔ پھر بند کر لیتا تھا۔

میں نے پنکھے کو ایک طرف رکھ دیا۔ وہ دونوں ہاتھ ٹیک کر فرش پر سے اُٹھ رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "ہیلو جان لوفر! کیا حال ہے؟ مجھے اپنے دماغ سے نہیں نکالو گے؟"

ناک ہی نہیں تھی تو وہ سانس کہاں سے روکتا اور اگر روک بھی سکتا تو اذیت ناک تکالیف نے اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ کریو گا کے فن کا مظاہرہ کرتا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا، ڈگمگا رہا تھا۔ دونوں ہاتھ بڑھا کر راستہ ٹٹولتے ہوئے میری طرف آنا چاہتا

تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ ایک دم سے دہاڑتا ہوا، غراتا ہوا، پیچھے کی طرف اُلٹ گیا۔ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا۔ "میری کچھ باتیں اچھی طرح یاد رکھ لو اور یہ باتیں ماسٹر کی۔ سے ضرور کہنا۔ اوّل تو یہ کہ میں نے تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے زیر نہیں کیا۔

دوسری بات یہ کہ لڑتے جانور بھی ہیں اور انسان بھی جانور لڑتے وقت عقل استعمال نہیں کرتے، انسان کرتا ہے۔ میں نے اپنی ذہانت سے کام لیا اور تمہیں اس حال کو پہنچا دیا۔

تیسری بات یہ کہ ماسٹر کی اب تیسرے شاگرد کو بھیجے گا۔ ہوسکتا ہے وہ کم کریزی اور تم سے زیادہ خطرناک ہو۔ لیکن ذہانت کسی کی جاگیر نہیں ہوتی۔ ہوسکتا ہے وہ ہم سے زیادہ ذہین بھی ہو۔ لیکن ماسٹر کی سے کہنا۔ جیسے اللہ رکھتا ہے اسے کوئی نہیں چکھتا۔"

میں وہاں سے پلٹ کر دروازے کے پاس آیا کیوں کہ بڑی دیر سے جان لوفر کے دہاڑنے، غرانے، کراہنے کی آوازیں آ رہی تھیں سب ہی تجسس میں مبتلا تھے۔ دروازے کو پیٹنا بھول گئے تھے۔ کان لگا کر سن رہے تھے۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ وہ سب دھڑ دھڑاتے ہوئے اندر چلے آئے۔ کمرے کا سامان اُلٹ پلٹ ہوگیا تھا لیکن جان لوفر کا چہرہ جس بے ترتیبی سے اُلٹ پلٹ ہوا تھا اسے دیکھتے ہی سب دم بخود رہ گئے تھے۔

اعلیٰ بی بی نے ایک طرف سے اور دوسری طرف سے سونیا نے میرے بازوؤں کو تھام لیا تھا۔ وہ دونوں خوش ہو کر دشمن کو دیکھ رہی تھیں۔ میں نے آفیسر سے کہا۔ "یہ لوگ صرف ایک فرہاد کو نہیں سنبھال سکتے۔ آپ چار فرہاد کی باتیں کر رہے تھے۔"

میں سونیا اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ وہاں سے نکل کر دوسرے کمرے میں آگیا۔ اُنھوں نے جان لوفر کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی تھیں اُسے دھکے دیتے ہوئے گیسٹ ہاؤس سے لے جا رہے تھے۔ وہ افسر ہمارے پاس آیا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا۔ پھر کہا۔ "برلیو رشاباش، دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یونہی تمہارے نام کا ڈنکا نہیں بجتا۔ میں تسلیم کرتا ہوں، تمام غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے محترموں کے لیے صرف ایک فرہاد کافی ہے۔"

اس نے آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ محبت سے میری ہتھیلی کی پُشت کو تھپکی دی پھر مسکراتا ہوا چلا گیا۔ رات کے ایک بج کر تیس منٹ پر ایک گاڑی ہمارے گیسٹ ہاؤس کے سامنے آکر رُکی۔ ہمیں اس میں بیٹھ کر ائیرپورٹ جانا تھا۔ اعلیٰ بی بی کے وہاں رُکنے کا انتظام ہوگیا تھا۔ میں اور سونیا اس گاڑی کے پچھلے حصّے میں بٹھائے گئے۔ اسے بند کر دیا گیا۔ پھر وہ گاڑی بڑی رازداری سے روانہ ہوئی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے وعدہ کیا تھا، جب تک طیارہ پرواز نہیں کرے گا، میں رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔ کوئی شک و شبے کی بات ہوگی تو اسے فوراً اطلاع دوں گا۔

ویسے بھی فوجی افسران نے وہاں سے ائیرپورٹ تک خفیہ سراغ رسانوں کا جال بچھا رکھا تھا۔ تمام ذمّے دار افسران اپنی اپنی جگہ فون پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ٹرانسمیٹر سے بھی رابطہ قائم تھا جب تک ہم وہاں سے روانہ نہ ہوتے اس وقت تک وہ سکون سے نہیں بیٹھ سکتے تھے۔

وہ گاڑی ہمیں لے کر سیدھی ائیرپورٹ کے رَن وے تک پہنچی۔ میں نے گاڑی سے اُتر کر پائلٹ اور کو پائلٹ سے گفتگو کی۔ ان کے دماغوں میں جھانکنے سے پتا چلا کہ جب میں نے ان سے گفتگو کی تھی اور اُن کے دماغ میں رہ کر طیارے کو چیک کیا تھا۔ اس کے بعد وہ ائیرپورٹ کے ہی ریٹائرنگ روم میں جا کر سو گئے تھے۔ میں نے ایک سے پوچھا۔ "تم لوگوں نے نیند پوری کرلی؟"

"ہم گیارہ بجے سوئے تھے۔ اور ایک بج کر پندرہ منٹ پر بیدار ہو گئے۔ اتنی ہی نیند کافی ہے۔"

نیند کے دوران وہ طیارہ فوجی جوانوں کی نگرانی میں تھا۔ ہم مطمئن ہو کر اس میں سوار ہو گئے۔ مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ لاہور پہنچ کر بھی اپنی لاڈلی بہن شاہینہ سے ملاقات نہ کر سکا۔ سعید احمد صاحب نے ان کی کوٹھی کے آس پاس سخت پہرہ لگا رکھا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ دُشمن اس کوٹھی پر حملہ کر سکتے ہیں اور میری بہن کو یا کسی اور کو یرغمال بنا کر مجھے کمزور بنا سکتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، ہم محبت بھرے رشتوں کے قریب پہنچ کر بھی ان کے چہرے نہیں دیکھ سکتے۔

اس طیارے نے پرواز کی۔ میں نے سعید صاحب کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "الوداع! میرے ملک کی زمین تنگ نہیں ہے۔ میرے وطن کا سینہ بہت کشادہ ہے۔ میں پھر آؤں گا۔"

طیارہ اپنی مخصوص بلندی پر پہنچ کر محوِ پرواز تھا۔ سونیا پائلٹ کے پاس تھی۔ شاید وہ اپنی تسلّی کر رہی تھی۔ کو پائلٹ نے میرے پاس آکر مسکراتے ہوئے کہا۔ "جناب! اس طیارے میں ائیر ہوسٹس نہیں ہے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ آپ کافی پینا پسند کریں گے؟"

میں نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "ہم میں سے کوئی میزبان نہیں ہے، کوئی مہمان نہیں ہے۔ ہم سب ہمسفر ہیں۔ آؤ دونوں مل کر کافی تیار کریں۔"

ہم اسٹیورڈ روم میں آگئے۔ وہاں ہم نے کافی تیار کی۔

اتنے میں سونیا اُٹھ گئی۔ ہم مزے مزے سے کافی کی چسکیاں لیتے رہے اور ہنستے بولتے رہے۔ اس دوران میں نے رسونتی کو مخاطب کیا۔ اس نے بتایا۔ "آمنہ بخیریت اس کے پاس پہنچ گئی۔ میں نے کہا۔ "اب تم ہمارے پاس موجود رہو گی۔ میں اس کو پائلٹ سے گفتگو کر رہا ہوں۔ اس کے لب و لہجے کو یاد رکھو۔ اس کے ذریعے تم پائلٹ کے دماغ میں بھی پہنچ جاؤ گی۔"

ہم کافی پینے کے بعد اپنی سیٹوں پر آگ بیٹھ گئے۔ رسونتی بہت خوش تھی کیونکہ یہ طیارہ ہمیں اُسی کے پاس پہنچانے والا تھا۔ میں نے سونیا کو بتا دیا کہ رسونتی ہمارے درمیان موجود ہے۔ رسونتی نے کہا۔ "فرہاد! تم بہت تھکے ہوئے ہو۔ تمہیں سو جانا چاہیے۔ میں وعدہ کرتی ہوں، جب تک سوتے رہو گے، میں جاگتی رہوں گی۔ ایک ذرا بھی خدشہ محسوس ہوا تو تمہیں جگا دوں گی۔"

میں واقعی تھکن محسوس کر رہا تھا۔ آج تمام دن بڑی مصروفیت رہی تھی۔ اسپتال سے نکلنے کے بعد جتنی جدّوجہد میں مصروف رہا تھا، وہ مجھے تھکا دینے کے لیے کافی تھی۔ اچھا ہوا کہ میں نے خیال خوانی کم کر دی تھی اور جسمانی طور پر سرگرم عمل رہنے لگا تھا۔ رفتہ رفتہ میں تھکن کو بھی برداشت کر لیا کروں گا۔ فی الحال تو سونیا میرے پاس موجود تھی۔ رسونتی خیال خوانی کے ذریعے پہرہ دے رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر سو گیا۔ احتیاطاً اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ غیر معمولی بات ہو تو میری آنکھ کھل جائے۔

ایک گھنٹے بعد ہی رسونتی نے آکر جگایا۔ "فرہاد جلدی اٹھو گڑبڑ ہے۔"

میں نے فوراً ہی آنکھیں کھول کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

میں دونوں پائلٹ کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی۔ بار بار کوشش کی مگر واپس آگئی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"تم خود دیکھ لو۔"

میں نے کوشش کی۔ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے پہلے پائلٹ کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ پتا چلا، اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد میں نے کو پائلٹ کے دماغ کو کاوش کیا۔ وہاں بھی یہی بات تھی۔ وہاں سے فوراً اٹھ کر دوڑتا ہوا اس دروازے کے پاس گیا جس کے دوسری طرف پائلٹ کیبن تھا۔ وہ دروازہ دوسری طرف سے بند کر دیا گیا تھا۔ میں نے دروازے کو پیٹنا شروع کیا۔ سونیا نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

میں نے اسے بتایا۔ "دونوں کے دماغ لاک کر دیے گئے ہیں۔ کیسے ہوا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

رسونتی نے کہا۔ "یقیناً ان پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں نے ایئرپورٹ پہنچنے کے بعد ان کے دماغوں کو اچھی طرح ٹٹول کر دیکھا تھا۔ پرواز کے دوران بھی یہ نارمل رہے۔ ہمارے ساتھ ہنستے بولتے رہے۔ اگر یہ ڈیوٹی کے دوران سو جاتے تو یہ سمجھا جاتا کہ کوئی اُن پر تنویمی عمل کر رہا ہے لیکن یہ تو اپنی ڈیوٹی پر ہیں اور مسلسل جاگتے رہے ہیں۔"

"کچھ بھی ہو، اچانک دماغ کے لاک ہوجانے کا مطلب یہی ہے کہ اُن پر تنویمی عمل پرواز کے دوران کیا گیا ہے یا پھر پرواز سے بہت پہلے۔"

رسونتی کی یہ بات سنتے ہی میں چونک گیا۔ مجھے یاد آیا، دونوں پائلٹ رات کے گیارہ بجے سو گئے تھے اور ایک بج کر پندرہ منٹ پر بیدار ہوئے تھے۔

ایک چبھتا ہوا سوال ذہن میں اُبھرا۔ کیا مادام کمپیوٹر نے انہیں تنویمی نیند سلا دیا تھا؟

سونیا دروازے کو پیٹتے ہوئے چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی "دروازہ کھول دو ورنہ ہم اسے توڑ ڈالیں گے۔"

دروازہ کمزور نہیں تھا۔ دھکے مارتے رہنے سے ٹوٹ نہیں سکتا تھا۔ وہاں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے ضربیں لگا لگا کر اُسے کمزور بنایا جاسکتا۔ رسونتی نے کہا۔ "وہ دونوں پائلٹ ہمارے دشمن نہیں تھے۔ اب بھی نہیں ہیں۔ ذرا سوچو، ان پر کس طرح تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ انھوں نے طیارے کو اُڑایا ہے۔ پرواز کے دوران بہت دیر تک ہنستے بولتے رہے ہیں۔ ایک پائلٹ نے تمہارے ساتھ کافی پی ہے۔ وہ اس وقت بھی مادام کمپیوٹر کا معمول نہیں تھا پھر اچانک کیسے بن گیا؟"

میں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "تنویمی عمل کے کئی طریقے ہیں۔ مثلاً مُہر مانہ ذہن رکھنے والے کسی کو معمول بنا کر اُسے ہدایت دیتے ہیں کہ وہ ایک گھنٹے تک سوتا رہے گا جب بیدار ہوگا، تو تنویمی عمل بھول جائے گا۔ اس کے ٹھیک دو گھنٹے کے بعد اسے یاد آئے گا کہ تنویمی عمل کے دوران اسے کیا ہدایات دی گئی ہیں اور اُسے کس طرح ان پر عمل کرنا چاہیے۔ اگر انہیں دو گھنٹے بعد کسی کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہو تو وہ ٹھیک اسی وقت ان کے معمول بن کر ان کے حکم کی تعمیل کرنے لگتے ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ مادام کمپیوٹر نے گیارہ بجے انہیں تنویمی نیند سلایا پھر انہیں ہدایت کی کہ پرواز کرنے کے ایک گھنٹے بعد تنویمی عمل کی ہدایات یاد آئیں گی اور اس کے مطابق اُن کا دماغ لاک ہوجائے گا۔"

"اگر دماغ لاک ہوگیا ہے تو وہ طیارے کو کہاں لے جائیں گے۔ کیا انہیں یاد ہوگا کہ وادیٔ قاف کی طرف جانا ہے؟"

"نہیں، وادیٔ قاف کی طرف لے جانا ہوتا تو دماغ کو لاک نہ کیا جاتا۔ مادام کمپیوٹر نے تنویمی عمل کے دوران انہیں دوسرا روٹ سمجھایا ہوگا۔ وہ معمول بن کر اُسی روٹ پر جارہے ہیں۔"

یہ بات میں ذرا اُونچی آواز میں رسونتی سے کہہ رہا تھا تاکہ سونیا بھی سنتی رہے۔ وہ میری باتیں سُننے کے دوران دروازے کو گھورتی ہوئی نظروں دیکھ رہی تھی اور بڑی تیزی سے سوچ بھی جارہی تھی۔ میری بات ختم کر وہ پلٹ گئی۔ اس نے کہا۔

"اوہ گاڈ! اگر ان کے دماغ میں کوئی دوسرا روٹ نقش کر دیا گیا ہے تو وہ طیارے کو وہیں پہنچائیں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ، کہاں پہنچائیں گے؟"

میں اور سونیا ایک دوسرے کو تکتے ہوئے سوچنے لگے۔ پھر سونیا یکبارگی دوڑتے ہوئے اسٹیور ڈ روم میں گئی۔ وہاں سے ایک چاقو اٹھا کر لے آئی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا کرنا چاہتی ہو؟"

وہ دروازے کے پاس پہنچ کر بولی۔ "اس ہینڈل کے چاروں طرف وار کرتی رہوں گی۔ اتنا حصہ کمزور ہوجائے تو شاید ہم دروازہ کو جبراً کھولنے میں کامیاب ہوسکیں۔"

اس نے چاقو کو مضبوطی سے پکڑ کر دروازے پر مارنا شروع کیا مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ کامیاب ہوسکے گی۔ میرا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ مادام کمپیوٹر نے کس سے سودا کیا ہے؟ وہ ہمیں کہاں پہنچانا چاہتی ہے؟ کیا ہم اعلیٰ بی بی ٹی سینٹر لے جائے گی یا ہمیں ماسٹر کی کے قدموں میں لے جاکر گرائے گی؟

میں نے دونوں مٹھیاں بھینچ لیں پھر مادام کمپیوٹر کو مخاطب کیا۔ "اگر تم اس طیارے میں موجود ہو تو ہم سے بات کرو۔"

اسے مخاطب کرنا سراسر حماقت تھی۔ وہ بھلا طیارے میں کیسے موجود ہوسکتی تھی۔ میرے دماغ میں آتی تو مجھے معلوم ہوجاتا مگر وہ کبھی نہ آتی۔ میں اسے آنے کا موقع دیتا تب بھی پہلو بچاتی۔ وہ بڑی محتاط تھی۔ شاید سوچتی تھی، کہیں کوئی غلطی ہوگئی تو پکڑی جائے گی۔

اسی لیے وہ میرے دماغ میں نہیں آسکتی تھی۔ سونیا کے دماغ کو ہم نے لاک کر دیا تھا۔ دوسری طرف پائلٹ کیبن میں دونوں پائلٹ کے دماغ ناقابل تسخیر تھے۔ نہ ہم پہنچ سکتے تھے نہ وہ پہنچ سکتی تھی۔ گویا کہ یہ طیارہ مادام کمپیوٹر کے بغیر بھی مادام کمپیوٹر کی مرضی کے مطابق اس کے روٹ پر جارہا تھا۔

مگر کہاں جارہا تھا؟

سونیا کے ہاتھ میں چاقو کا پھل چمکتا جارہا تھا اور اس کی نوک بار بار ہینڈل کے آس پاس پیوست ہوتی جارہی تھی۔

شاید دشمنوں کی عید ہونے والی تھی۔ فرہاد اور سونیا دو اہم مُہرے ایک ساتھ ان کے جال میں پھنسنے چلے آرہے تھے۔

طیارہ

اپنی مخصوص رفتار سے پرواز کر رہا تھا۔ باہر کی فضا اس کی پرواز کے لیے خوشگوار تھی لیکن اندر طوفان آیا ہوا تھا۔ سونیا چاقو کے دستے کو مضبوطی سے تھامے دروازے کے ہینڈل کے اطراف پے در پے ضربیں لگا رہی تھی۔ میں طوفانی رفتار سے سوچ رہا تھا، آخر کس طرح اپنا بچاؤ کیا جاسکتا ہے؟

بچاؤ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ نہ ہم زمین پر تھے نہ آسمان پر۔ ہم فضائی قیدی تھے۔ جہاں پہنچا دیے گئے تھے وہاں سے نکل نہیں سکتے تھے۔

ہمارے یقینی اندازے کے مطابق طیارے کا پائلٹ تنویمی عمل کے زیر اثر تھا۔ اب مادام کمپیوٹر نے اسے طیارے کو کہیں پہنچانے کی بات سمجھائی تھی یا نہیں؟ یہ بھی ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے تھے۔ ہوسکتا تھا تنویمی عمل کے دوران اس نے پائلٹ کو ایک مخصوص روٹ سمجھا دیا ہو یا کچھ بھی نہ سمجھایا ہو۔ ایسی صورت میں طیارہ اس وقت تک پرواز کرتا رہتا جب تک کہ ایندھن ساتھ دیتا۔ اس کے بعد وہ بے جان پرندے کی طرح گر پڑتا، کسی پہاڑ سے ٹکرا جاتا۔ یا کسی سمندر میں غرق ہوجاتا۔

رسونتی نے پریشان ہوکر کہا۔ "فرہاد! میں کیا کروں؟ کس طرح تمہیں اور سونیا کو بچاؤں؟ میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ میں نے اعلیٰ بی بی اور سعید احمد صاحب کو اطلاع دے دی ہے، وہ دونوں اپنے پوری طور پر ممکنہ ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔ تمہارے طیارے کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اعلیٰ بی بی نے فرانسیسی ایمبیسی میں موجود ہے۔ میں نے خود فرانسیسی حکام سے رابطہ قائم کیا ہے، چند منٹوں میں وہاں سے سراغ رساں طیارے پرواز کرنے والے ہیں۔ دنیا کے تمام ایئرپورٹ اور ایئر لائنز تک یہ خبر پہنچائی جارہی ہے کہ ایئر فرانس کا ایک چارٹرڈ طیارہ گمراہ ہوگیا ہے۔ میرا خیال ہے، اب تک تمام ایئرپورٹ کے کمپیوٹر آن ہوں گے اور اس طیارے کو ڈی ٹریک کیا جارہا ہوگا۔"

سونیا کے ہاتھ رک گئے۔ وہ دروازے کے پاس سے پلٹ کر یک بیک قہقہہ لگانے لگی۔ میں نے تعجب سے دیکھا وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "فرہاد! ذرا اس چاقو کو دیکھو، اس کی نوک کس طرح مڑ گئی ہے۔ جیسے ناراض ہو اور کہہ رہی ہو، جاؤ تم کام نہیں آتے۔"

وہ پھر ہنسنے لگی۔ رسونتی کو تشویش ہوئی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا سونیا موجودہ حالات سے متاثر ہوگئی ہے۔ کیا اس کا دماغ چل گیا ہے؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "یہ سونیا ہے، دوسروں کے دماغ کو چلتا کردے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے میرے قریب آئی۔ چاقو کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "جتنی کوشش کرنا چاہیے وہ کرچکی ہوں۔ اب میری برسوں کی آرزو پوری ہونے والی ہے۔"

"کیسی آرزو؟"

"میں یہی دعا مانگتی رہی کہ تمہارے ساتھ مسلسل زندگی گزارنے کا موقع ملے یا نہ ملے لیکن موت آئے تو تمہارے ساتھ آئے۔ شاید دعا قبول ہورہی ہے۔"

اس نے اپنے دونوں ہاتھ میرے شانوں پر رکھ دیے۔

رسونتی نے کہا۔ "میں اعلیٰ بی بی کے پاس جارہی ہوں۔"

وہ سمجھ دار تھی، چلی گئی۔ ہم بھی سمجھ دار تھے، سمجھ گئے کہ بدترین حالات میں پریشان ہونے سے پریشانیاں اور بڑھ جاتی ہیں۔ فکر کو جتنا موقع دو، وہ اتنا ہی کھاتی چلی جاتی ہے۔ انسان اعصابی تناؤ میں اور ذہنی کھنچاؤ میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ ایسے میں کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا۔ جب ہم اچھے وقت پر سوچتے ہیں کہ انسان کو ہر حال میں خوش رہنا چاہیے تو پھر بُرے وقت میں خوش کیوں نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا وہ لمحات ہم نے محبت میں گزارے اور اپنے نصیب کا فیصلہ نصیب لکھنے والے پر چھوڑ دیا۔

اس دوران میں نے سائمن دی گریٹ، برگیڈیئر جونا تھن کے دماغوں میں جھانک کر دیکھ لیا تھا۔ ماسٹر کی کے دماغ میں براہِ راست نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے دست راست جیکی وائٹر کے ذریعے معلوم کیا، ان میں سے کسی کو بھی ہمارے طیارے کے اغوا ہونے کا علم نہیں تھا۔

اس طرح یہ معلوم ہوگیا کہ مادام کمپیوٹر نے ابھی ہمارے دشمنوں سے ہمارا سودا نہیں کیا ہے، ویسے اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ ضرور کسی سے سودا کرے گی۔

جب ہمارے طیارے کے گمراہ ہونے یا اغوا کیے جانے کی اطلاع دنیا کے ایئرپورٹ، فلائنگ کلب اور فلائنگ ایجنسیز تک پہنچیں تو ہمارے دشمنوں تک بھی پہنچ گئیں، جیکی وائٹر کے ذریعے پتا چلا، ماسٹر کی بار بار مادام کمپیوٹر سے رابطہ قائم کر رہا ہے، تمام دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ جس کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر سے سونیا بھی رابطہ قائم کرکے دھوکا دینے لگی ہے، اسے اب استعمال نہ کیا جائے۔ مادام کمپیوٹر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گی تو اس سے رابطہ رکھا جائے گا لیکن اس مادام نے ہمارے طیارے کو اغوا کرکے ایسا ڈرامائی انداز اختیار کیا تھا جس کے بعد دہشت گرد تنظیم کا کوئی سربراہ پگھلا نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ سب کے اندر جیسے پارا بھر گیا تھا۔ ہر سربراہ مادام کمپیوٹر کو

مخاطب کر رہا تھا، کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو استعمال کر رہا تھا۔ اور اس کے اسکرین سے یہی جواب مل رہا تھا "صبر کرو، دو گھنٹے بعد رابطہ قائم کروں گی۔ دیٹس آل"۔

یہ مختصر سا جواب ایٹم بم سے کچھ کم نہیں تھا، سب جھنجلا رہے تھے۔ فرہاد اور سونیا یک وقت مادام کمپیوٹر کے چنگل میں پھنس گئے تھے۔ ایسا سنہرا موقع بار بار نہیں آتا۔ وہ چاہتے تھے کہ مادام سے کسی بھی طرح سودا ہو جائے یا کوئی سمجھوتا ہو جائے۔ فرہاد اور سونیا نکلنے نہ پائیں۔ مادام کمپیوٹر ابھی اس میدان میں بچی ہے۔ فرہاد اور سونیا اُسے جُل دے کر نکل جائیں گے۔

میں نہیں سمجھتا تھا کہ وہ بچی ہے، وہ بہترین اور بروقت ذہانت کا ثبوت دے رہی تھی۔ رسونتی نے میرے اور سونیا کے دماغ کو لاک کر دیا تھا، اس کے راستے روک دیے تھے۔ اس نے ہم سے جو سبق حاصل کیا تھا، وہی سبق دوسرا تے ہوئے ثابت کر رہی تھی کہ وہ وقت اور حالات کے مطابق ذہانت سے کام لینا جانتی ہے۔

ہم نے ڈھائی بجے رات کو لاہور سے پرواز شروع کی تھی، اب ڈھائی گھنٹے گزر چکے تھے۔ پرواز جاری تھی اور نہ جانے کتنی دیر تک جاری رہتی۔ میں پھر ماسٹر کی کے دست راست جیکی واٹنز اور سائن دی گریٹ کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرنے لگا کہ وہ جو ایک لمحہ بھی چین سے نہیں بیٹھ سکتے تھے، اب کیا کر رہے ہیں؟

وہ اپنے وسیع ذرائع استعمال کر رہے تھے۔ سپر ماسٹر کے زیر اثر جتنے ممالک تھے، ان تمام ممالک کے ائیر پورٹ وغیرہ پر اہم افسران مستعد ہو گئے تھے۔ انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ جب بھی ان کے کمپیوٹر اسکرین کے ذریعے ہمارا طیارہ گزرتا ہوا دکھائی دے گا، وہ اس کے روٹ کو صحیح طور پر معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔

اسی طرح مالک مین کے زیر اثر رہنے والے ممالک میں بھی تمام متعلقہ افسران مستعد ہو چکے تھے۔ وہ آسمان پر نظریں جما کر ہمیں ڈھونڈ نہیں سکتے تھے۔ اپنے اپنے کمپیوٹر اسکرین پر اس طرح نظریں جمائے ہوئے تھے جیسے عید کا چاند دیکھنے والے ہوں۔

ان تمام وحشت گرد تنظیموں کے سربراہوں کے پاس بار بار پہنچنے کے بعد ان کے متفقہ چور خیال کا پتا چلا۔ وہ چور خیال یہ تھا کہ مادام کمپیوٹر نے بہت بڑی حماقت کی ہے۔ طیارے کو اغوا کر کے جہاں پہنچا رہی ہے، وہ یقیناً اس کا خاص اڈہ ہو گا۔ اس طرح وہ نہ چاہتے ہوئے بھی دوستوں اور دشمنوں کے لیے اپنے خاص اڈے کی نشاندہی کرنے والی ہے۔

صبح ہونے لگی۔ میں نے اور سونیا نے کھڑکی سے دیکھا، صرف بادل ہی بادل نظر آ رہے تھے۔ نیچے بھی کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جہاز بہت ہی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ رفتہ رفتہ دن کی روشنی تیز ہونے لگی۔ اس طرح ہم نے اندازہ لگایا کہ ہم پاکستان سے مشرق کی طرف پرواز کر رہے ہیں۔ اگر مغرب کی طرف پرواز کرتے تو دنیا کے مغربی حصوں میں ابھی رات تھی۔ ہم جتنا آگے بڑھتے، اتنا ہی رات کے حصے سے گزرتے جاتے — ہم مشرق کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جہاں اچھی طرح دن نکل آیا تھا۔ بالفرید واسطی صاحب کا ادارہ فرانس میں تھا۔ فرانسیسی حکومت کو بھی اس ادارے سے شکایت نہیں ہوئی بلکہ ہمیشہ اس حکومت کا تعاون حاصل رہا۔ داؤدی قلف میں نئی مملکت قائم ہونے کی بات چلی تو اعلیٰ بی بی نے فرانسیسی حکومت پر ہی اعتماد کیا۔ یہی وجہ تھی کہ کوئی بھی اہم مسئلہ ہوتا تو ہماری حکومت سے تعاون حاصل کرتے تھے۔ اسکی اہم اور بنیادی وجہ یہ تھی کہ فرانسیسی حکمران کسی بھی سپر پاور کے دباؤ میں نہیں آتے تھے۔

ہم کھڑکی کے پار دیکھتے جا رہے تھے۔ ہمیں نیچے سمندر نظر آ رہا تھا۔ میں نے فرانس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا۔ "میں آپ کو طیارے کا روٹ بتا رہا ہوں۔ آپ اسے راز میں رکھیں، کسی کو خبر نہ ہونے پائے"۔

"مترہا وصاحب! آپ اطمینان رکھیں۔ ہم نے اب تک آپ کا اعتماد بحال رکھا ہے، آئندہ بھی رکھیں گے"۔

میں نے کہا۔ "ہمارا طیارہ مشرق کی طرف پرواز کر رہا ہے۔ نیچے صرف سمندر نظر آ رہا تھا۔ ویسے پرواز کو تین گھنٹے بیس منٹ ہو چکے ہیں۔ میں طیارے کی رفتار معلوم نہیں کر سکتا — ایک اندازے کے مطابق یہ برما سے آگے نکل چکا ہے"۔

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "جناب! وہ طیارہ کسی بھی ملک کی فضا سے نہیں گزر رہا ہے، اس نے سمندر کا راستہ پکڑا ہے اور سمندر پر ہی پرواز کرتا ہوا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کسی بھی کمپیوٹر اسکرین پر نظر نہیں آیا ہے۔ میں آپ کے اس خیال سے اتفاق کرتا ہوں کہ طیارہ خلیج بنگال سے آگے نکل چکا ہے۔ برما کے جنوبی سمندر کو عبور کر رہا ہو گا۔ اب میں اسے ڈھونڈ نکالنے کے انتظامات کر رہا ہوں"۔

اس افسر نے متعلقہ افسران سے رابطہ قائم کیا۔ انھیں صورتحال سے آگاہ کیا۔ فرانسیسی حکومت کے چار ٹرانسمیٹر طیارے سنگاپور، بنکاک اور ہانگ کانگ وغیرہ میں موجود تھے۔ وہاں ان سے رابطہ قائم کر کے [illegible] کہ کس طرح سمندر پر پرواز کرتے ہوئے ایک ایئر فرانس کے طیارے کو ڈھونڈ نکالنا ہے۔

سونیا دوسری طرف کی کھڑکی سے جھانک رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "فرہاد! ادھر آؤ۔ ایک جزیرہ نظر آ رہا ہے"۔

میں تیزی سے ادھر گیا۔ واقعی دور پستی میں ایک جزیرہ دکھائی دے رہا تھا۔ طیارے کی پرواز نیچی ہو رہی تھی۔ جیسے جیسے وہ جزیرے کے قریب پہنچتا جا رہا تھا، پرواز اور نیچی ہوتی جا رہی تھی۔ پھر وہ جزیرے کے اطراف چکر کاٹنے لگا۔

ہماری نگاہوں کے سامنے بہت دور پستی میں بڑے خوبصورت مناظر تھے۔ جزیرہ ہرا بھرا تھا۔ ہر طرف شادابی نظر آ رہی تھی۔ اونچی نیچی پہاڑیاں تھیں، جھرنے بھی تھے۔ ایک جگہ دریا بہتا ہوا نظر آیا۔ کہیں بہت خوبصورت پکنک مکانات تھے۔ اور کہیں جھونپڑیاں نظر آ رہی تھیں۔

وہ طیارہ جیسے جیسے چکر کاٹ رہا تھا، ویسے ہی مناظر بدلتے جا رہے تھے۔ پھر ایک جگمگاتی سی عمارت نظر آئی۔ اس کے اطراف بہت دور دور تک مکانات بنے ہوئے تھے۔ اونچے نیچے پختہ راستے دکھائی دے رہے تھے۔ پھر وہ منظر بھی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اب ہمارا طیارہ ایک کھلے میدان پر پرواز کر رہا تھا۔ اس میدان میں ایک پختہ راستہ دور تک چلا گیا تھا۔ ہم نے اندازہ لگایا، یہی رن وے ہو سکتا ہے۔ ہم دونوں دائیں بائیں کھڑکیوں کی طرف جا کر سیٹ پر بیٹھ گئے اور سیفٹی بیلٹ کو باندھ لیا۔ ہمارا اندازہ درست ثابت ہوا۔ وہ طیارہ اسی رن وے پر اتر رہا تھا۔

ہم طیارے کے دائیں بائیں کھڑکی کی طرف اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے تھے تاکہ دونوں طرف کے مناظر دیکھ سکیں اور اندازہ لگا سکیں، وہ کون سی جگہ ہے۔ کون ہماری طرف آتا ہے اور طیارہ جہاں اتارا جاتا ہے، وہ جگہ باقاعدہ ائیر پورٹ ہے بھی یا نہیں؟

اس طیارے نے اجنبی زمین کو چھو لیا تھا۔ اب رن وے پر دوڑتا جا رہا تھا۔ جیسے جیسے وہ آگے دوڑتا ہوا اپنی رفتار کم کر رہا تھا اور رکتا جا رہا تھا، ویسے ہی کچھ لوگ نظر آ رہے تھے۔ دوسری طرف سونیا نے شدید حیرانی سے چیخ کر کہا۔ "فرہاد! جلدی آؤ، یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہاں تو لوگ جھنڈیاں لیے کھڑے ہوئے ہیں۔ پھولوں کے ہار بھی نظر آ رہے تھے"۔

میں نے سیفٹی بیلٹ کو کھولا پھر سونیا کے پاس آ کر کھڑکی سے دیکھا۔ واقعی لوگ ہاتھوں میں جھنڈیاں لیے یوں ہلا رہے تھے جیسے ہمیں خوش آمدید کہہ رہے ہوں۔ گویا انھیں ہماری آمد کی اطلاع پہلے سے تھی۔

یا حیرت! یہ کیا ماجرا تھا۔ ہم کسی ملک کے سربراہ یا وزیر تو نہیں تھے۔ نہ ہی کسی غیر سرکاری دورے پر آئے تھے۔ یہ اتنا ہجوم ہمارے استقبال کے لیے آیا تھا، اس کا کیا مطلب ہو سکتا تھا؟

جہاں وہ طیارہ رک گیا تھا، وہاں اب دروازے کی طرف سیڑھیاں لا کر لگائی جا رہی تھیں لیکن دروازہ کھولا نہیں گیا۔ کتنی ہی عورتیں پھولوں سے بھری ہوئی ٹوکریاں لے کر آئی تھیں۔ اب وہ سیڑھی کے پاس تھے پھولوں کو بچھاتی جا رہی تھیں گویا پھولوں سے بھرا راستہ بناتی جا رہی تھیں۔

میں نے کہا۔ "سونیا! پھولوں میں کانٹے چھپے ہوتے ہیں جو نظر نہیں آتے مگر چبھتے ضرور ہیں"۔

"یہی میں سوچ رہی ہوں، مادام کمپیوٹر ہم پر اتنی مہربان تو نہیں ہو سکتی جتنی اس نے یقیناً بہت زیادہ منافع حاصل کرنے کے بعد ہمیں یہاں بھیجا ہے"۔

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "معلوم ہوتا ہے، مادام نے ہمارے ان اعضائے میز بانوں کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ ہم بندوق کی گولی سے نہیں پھولوں کی مار سے مرتے ہیں"۔

"کچھ بھی ہو سکتی ہی بات ہو سکتی تھی۔ اب تک ہمیں ایک بھی مسلح شخص نظر نہیں آیا۔ ہمارا ذہن تسلیم نہیں کر سکتا۔ دنیا میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جہاں لوگ صرف پھولوں کی زبان بولتے ہوں اور گولیوں کی زبان سے موت کی کالیاں نہ بولتے ہوں"۔

میں نے جھوٹ نہیں کہا۔ چند منٹ کے بعد ہی تصدیق ہو گئی۔ اچانک ہی تڑتڑاتڑ کی آواز کے ساتھ دور تک گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر چیخ و پکار شروع ہو گئی۔ جو بے چاریاں ہمارے لیے پھول بچھا رہی تھیں، وہ کچھ تو زمین پر گر پڑیں، کچھ جھکتے ہوئے، رینگتے ہوئے دور نکل جانے کی کوشش کرنے لگیں۔ پھر ہم نے دیکھا، دور جہاں خوبصورت پھولوں کے اونچے اونچے پودے تھے، ان کے پیچھے سے اسٹین گنیں اور مشین گنیں ابھرنے لگیں اور جواباً آگ برسانے لگیں۔ ہم نے اندازہ کر لیا، ہمارے طیارے کے ایک طرف سے مخالفانہ فائرنگ ہو رہی تھی۔ اور جہاں ہم دیکھ رہے تھے، وہاں سے جواب میں گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔

دو شخص اپنی جان پر کھیلتے ہوئے، دوڑتے ہوئے ہمارے طیارے کی سیڑھیوں کے پاس آئے۔ جب وہ سیڑھیاں چڑھنے لگے تو ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ فائرنگ جاری تھی، اچانک ہی ایک زوردار دھماکا ہوا۔ طیارے کے قریب ہی کوئی بم یا ہینڈ گرینیڈ پھٹ پڑا تھا۔ اسی وقت دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والوں میں سے ایک نے اجنبی زبان میں ہم سے کچھ کہا۔ زبان تو سمجھ میں نہیں آئی مگر مطلب سمجھ میں آ گیا۔ وہ ہمیں طیارے

سے نکل کر فوراً ہی دور بھاگنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ بھی بھاگنے لگے۔ ہم بھلا کیسے پیچھے رہ سکتے تھے، ہم نے بھی ان کے پیچھے ایک ایک دو دو سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے دور نکل جانے کی کوشش کی۔

اس دوران میں نے ایک ذرا پیٹ کر طیارے کے اگلے حصے کی طرف دیکھا، وہاں بھی سیڑھیاں لگا دی گئی تھیں۔ اگلا دروازہ کھول کر دونوں پائلٹ کو نکل بھاگنے کا موقع دیا جا رہا تھا۔ وہ ہمارے معصوم اور ننھے میزبان جو بھی تھے، اپنے سینے میں انسانی ہمدردی اور محبت سے دھڑکتا ہوا دل رکھتے تھے۔ اپنی جان پر کھیل کر ہم سب کو طیارے سے نکال کر لے جا رہے تھے۔

انجانے دشمن، طیارے سے بہت دور درختوں کے پیچھے چھپے ہوئے فائرنگ کر رہے تھے۔ اس کے جواب میں ہمارے میزبانوں کے حمایتی بھی فائرنگ کرتے جا رہے تھے۔ اور ہم ان کے درمیان تھے۔ فائرنگ ذرا رُکتی تو ہم دوڑ لگاتے پھر شروع ہوتی تو ہم زمین پر لیٹ جاتے۔ کبھی رینگنے لگتے، کبھی جھک کر بھاگنے لگتے۔ ایسے وقت میں نے اور سونیا نے دیکھا، ہمارے چاروں طرف مرد اور عورتوں نے حصار باندھ لیا تھا اور ہمیں آگے کی طرف دھکیلتے ہوئے جا رہے تھے۔ اشارے سے کہہ رہے تھے "پروانہ کرو، ہم ڈھال بنے ہوئے ہیں، بھاگتے رہو۔"

میں ایسے انجانے دوستوں کی دوستی اور محبت کو کبھی نہیں بھلا سکوں گا، جب ہم ذرا دور نکل گئے تو اچانک تڑتڑاتڑ کی آواز کے ساتھ گولیاں جلیں اور مجھے ڈھال بنانے والی ایک لڑکی اور ایک مرد اُن کا نشانہ بن گئے۔ وہ بے جانے مجھ پر آ گرے۔ میں نے دونوں کو سنبھالا اور زمین پر لیٹ گیا۔

میں چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ میرے ایک بازو پر اس اجنبی دوست کا سر تھا۔ وہ ہمیشہ کے لیے سرد پڑ چکا تھا۔ دوسرے بازو پر لڑکی سر رکھے ہوئے تھی۔ میں آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں پوچھ رہا تھا "اے زمین و آسمان کے مالک! ان سے میرا کیا رشتہ ہے؟"

اچانک لڑکی کے جسم میں حرکت ہوئی، وہ آہستہ آہستہ سر اٹھانے لگی پھر اس نے مجھے دیکھا، سر سے پاؤں تک نظر ڈالی۔ مجھے صحیح سلامت دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر آخری سے مسکراہٹ آئی پھر اس نے کانپتا ہوا ہاتھ مجھ پر رکھ کر کہا۔ "تاسلم"

پھر اس نے اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر کہا "اسلم" اس کے ساتھ ہی اس کا سر میرے سینے پر ڈھلک گیا۔

میں چند سیکنڈ تک سانس لینا بھول گیا تھا۔ میں جیسے اپنی معصوم محبت کے ساتھ مر چکا تھا۔ یہ دنیا میرے لیے مر چکی تھی۔ اچھا ہی ہوتا اگر یہ خونخوار درندوں سے بھری ہوئی دنیا مر جاتی پھر میں چونک گیا۔ میرے ایک بازو سے اس شخص کی لاش کو کچھ لوگ اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ پھر کچھ عورتوں نے اس لڑکی کو اٹھانا چاہا، میں نے روک دیا، اسے آہستگی سے سنبھال کر اٹھ گیا۔ پھر میں نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ میں مانتا ہوں، حالات نے ہمیں بہت سنگدل بنا دیا ہے، میری آنکھ میں آنسو نہیں تھے لیکن دل جذبوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے اس معصوم کی لاش کو اٹھا کر ادھر کا رُخ کیا جدھر سے مخالفین فائرنگ کر رہے تھے۔ پھر میں نے دانت کچکچانے کے بعد غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا "سفاک درندو! ابھی ایسی کوئی گولی نہیں بنی جو میرے جسم میں پیوست ہو سکے۔ ابھی تو میں نے اس زمین پر قدم رکھا ہے، وقت بتائے گا کہ میں تمھاری گولیوں سے مرنے والا نہیں ہوں۔"

پھر میں اس معصوم کو اٹھائے اُدھر گھوم گیا جدھر سے ہمارے میزبان دوست، دشمنوں پر جوابی فائرنگ کر رہے تھے۔ میں نے ان کی طرف بھی چیختے ہوئے کہا "یہ کیسا استقبالیہ ہے، یہ مجھے خوش آمدید کہنے کا کیسا مجاہدانہ انداز ہے۔ ابھی میں نے دشمنوں کو چیلنج کیا ہے کہ ان کی گولیاں مجھے نہیں مار سکیں گی۔ مگر خدا کی قسم تم نے ایسی محبت کی تو میں مر جاؤں گا۔"

مجھ پر جیسے جنون طاری ہو گیا تھا۔ میں نے دوسری طرف گھوم کر خلا میں گھورتے ہوئے چیخ کر کہا "مادام کیمیو ڑا تم نے مجھے کیسی جگہ پہنچا دیا ہے۔ تم دشمنی کر رہی ہو یا دوستی؟ مگر نہیں، تم سے دوستی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ شاید تم شہد میں ملا کر زہر اور دوستی میں ملا کر دشمنی پیش کر رہی ہو۔ بہتر ہے کھل کر سامنے آ جاؤ ورنہ جس دن میں نے تمھیں گرفت میں لیا، اس دن تم مجھ سے زیادہ تلملاؤ گی، مجھ سے زیادہ جنون میں مبتلا ہو کر دماغی توازن کھو بیٹھو گی۔"

میں یک بیک چپ ہو گیا۔ میرے شانے پر ایک ہاتھ آیا تھا۔ میں اس ہاتھ کو ہزاروں میں پہچان سکتا تھا۔ وہ میرے لیے سکون کا باعث تھا اور وہ سونیا کا ہاتھ تھا۔ اس نے آہستگی سے کہا "بس کرو فرہاد، ڈونٹ بی سو ایکسائٹیڈ۔"

کچھ عورتوں نے آ کر اس لڑکی کی لاش کو مجھ سے لے لیا۔ میں نے خالی خالی نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔ جوش، جذبہ اور جنون انسان کو اپنی ہی ذات سے غافل کر دیتا ہے۔ اتنی دیر سے جیسے میں غافل رہا تھا، اب ہوش آیا تو دیکھا فائرنگ بند ہو چکی تھی۔ دشمن یا تو مارے گئے تھے یا پسپا ہو گئے تھے۔

میں سونیا کے ساتھ چلتا ہوا ایک چھوٹے سے پختہ مکان کی طرف جانے لگا۔ اس کی چھت پیلے پھولوں اور پتوں سے ڈھکی ہوئی نظر آئی تھی۔ بعد میں پتا چلا، وہاں مشین گن لگی ہوئی ہے جسے پھولوں اور پتوں میں چھپایا گیا تھا۔ اسی مشین گن نے دشمنوں کو کافی تعداد میں ہلاک کیا تھا اور انھیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

اس مکان کی کھڑکیاں اور دروازے نہیں تھے۔ دیواریں کئی جگہ سے تڑخ گئی تھیں۔ ایک جگہ شگاف پڑ گیا تھا۔ یقیناً گولہ بارود کے دھماکوں سے ایسا ہوا ہوگا۔ ہم سے پہلے بھی اس مکان کے آس پاس کی جگہ میدان جنگ بن چکی ہوگی۔

اس مکان کے پیچھے کئی پرانی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک واکس ویگن کی طرف اشارہ کیا گیا۔ ہمیں بیٹھنے کے لیے کہا جا رہا تھا۔ ہم اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ہمارے سامنے والی سیٹ پر وہ دونوں پائلٹ آ کر بیٹھ گئے تھے۔ میں نے ڈرائیور سے انگریزی میں پوچھا "کیا تم یہ زبان سمجھتے ہو؟"

وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ میں نے جاپانی زبان میں پوچھا، سونیا نے ترکی اور فرانسیسی زبانوں کو آزمایا مگر وہ سوالیہ نشان بنا رہا۔ جو لوگ دشمنوں پر فائرنگ کرتے رہے تھے، اب وہ ہمیں نظر آ رہے تھے۔ میں سمجھ رہا تھا، وہ باقاعدہ وردی میں ہوں گے لیکن اکثر لوگوں نے لنگی اور بنیان پہنی ہوئی تھی۔ کچھ تہبلون، شرٹ اور جیکٹ میں نظر آ رہے تھے۔ اس مکان کی چھت سے مشین گن اتار لی گئی تھی۔ سب اپنے اپنے ہتھیار لے کر مختلف گاڑیوں میں سوار ہو گئے تھے۔ پھر وہ قافلہ وہاں سے چل پڑا۔

میں نے روانہ ہوتے وقت طیارے کی طرف دیکھا، طیارے کی سیڑھی سے لے کر کچھ دور تک بہت سے پھول بکھرے ہوئے تھے۔ ہمارے استقبال کے لیے جانے کتنی ٹوکریاں بھر کر پھول لائے گئے تھے لیکن ان پھولوں پر اب مجاہدین کے لہو کے چھینٹے بھی پڑ گئے تھے۔

یہ کون لوگ تھے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے۔ ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف تھے۔ یہ کیسی زمین ہے، اس جزیرے کا تعلق کس ملک سے ہے؟ یہ سمجھنا ذرا مشکل تھا۔

یہاں کے مردوں اور عورتوں کے چہرے دیکھ کر اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ یہ برمی ہو سکتے ہیں۔ ملایائی اور سنگاپوری بھی ہو سکتے ہیں یا ان کا تعلق وتنام یا فلپائن سے ہے۔ ان کا رنگ سانولا تھا، چہرے پر زندگی کی سختی اور اپنے مزاج کی شگفتگی تھی، آنکھیں گہری اور چھوٹی تھیں، ناک اونچی بھی نہیں تھی، چپٹی بھی نہیں تھی۔ ہاں مگر پھیلی ہوئی تھی۔

مردوں کی بہ نسبت عورتوں کا رنگ ذرا صاف تھا۔ انھوں نے ٹخنوں تک پیٹی کوٹ پہنا ہوا تھا، اوپر صدری نما قمیصیں تھیں۔ لڑکیوں کا لباس ذرا شوخ تھا۔ انھوں نے کڑھائی کیے ہوئے بلاؤز اور پیٹی کوٹ پہن رکھے تھے۔ دوپٹہ نما کپڑا ان کے سر پر سے ہوتا ہوا، دونوں کانوں پر سے گزرتا ہوا پیچھے جا کر ایک گرہ میں بندھا ہوا تھا۔ بعد میں پتا چلا، یہ مسلمان عورتیں ہیں اور اپنا جسم اسی طرح ڈھانپ کر رکھتی ہیں۔ سر پر کپڑا ابھی ضرور رکھتی ہیں ورنہ اس جزیرے میں کچھ دوسری عورتیں بھی نظر آئیں۔ جن میں کچھ مردوں کی طرح لنگی پہنے ہوئے تھیں، کسی نے اپنے جسم کے اوپری حصے کو کسی نہ کسی طرح ڈھانپ رکھا تھا۔ وہاں کی عزت، تنگ دستی ان کے لباس سے ظاہر تھی۔ مسلمان عورتیں بھی غریب تھیں لیکن وہ کھانے سے پہلے تن کو ڈھانپنا ضروری سمجھتی تھیں۔

ہمارا قافلہ ایک پختہ سڑک پر سے گزر رہا تھا۔ دونوں طرف ہرے بھرے درخت تھے۔ دور تک خوبصورت مناظر دکھائی دے رہے تھے۔ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں جو پہلے دور نظر آ رہی تھیں، اب ہم ان کے درمیان سے گزر رہے تھے۔ میں نے سامنے والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے پائلٹ سے پوچھا "تم ہمیں کس جگہ لے آئے ہو؟"

وہ خود حیران حیران نظروں سے آس پاس دیکھتا جا رہا تھا۔ اس نے کہا "میں نہیں جانتا، یہ کون سی جگہ ہے لیکن مجھے ایسا لگتا ہے جیسے طیارے کو یہیں لانے اور یہیں اتارنے کے لیے کہا گیا تھا۔"

"کس نے کہا تھا؟"

وہ اپنے سر کو کھجانے لگا، سوچنے لگا۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "کوئی بات نہیں، اپنے دماغ پر زور نہ ڈالو۔"

اب ہماری گاڑیوں کو دھچکے سے لگ رہے تھے۔ پختہ سڑک چھوڑ دی تھی۔ کچے راستے پر جا رہے تھے۔ پہاڑی کے دامن میں وہ کچا راستہ سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا کبھی نظروں سے اوجھل ہو جاتا تھا اور کبھی نظر آنے لگتا تھا۔ جب ہماری گاڑیاں نشیبی راستے سے گزرتے ہوئے اس کچے راستے کی بلندی پر پہنچیں تو پہاڑیوں کے درمیان ایک خوبصورت سی وادی نظر آئی۔ کٹیروں سے بنے ہوئے مکانات دور دور تک دکھائی دے رہے تھے۔ پہاڑوں کی چٹانوں کے سائے میں بھی کچھ لوگ آباد

تھے۔ بچے وادی میں دوڑ رہے تھے، ہنس بول رہے تھے۔ ہمارے قافلے کو دیکھتے ہی بہت سی عورتیں اور مرد ہماری طرف دوڑتے ہوئے آنے لگے۔ گاڑیاں رک گئی تھیں۔ ہم باہر آئے تو وہ ہمیں دیکھ کر خوشی سے اچھلنے لگے۔ عورتیں ہاتھ اٹھا اٹھا کر اپنی اپنی زبان میں کچھ یوں کہہ رہی تھیں جیسے خوشی سے نعرے لگا رہی ہوں۔

معلوم ہوتا تھا ہم ان کے لیے باعثِ رحمت ہیں۔ ان کی جانے کتنی مشکلیں آسان ہونے والی ہیں حالانکہ ہم ان کے مسائل کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے۔ ہم مسلح جوانوں کے درمیان چلتے ہوئے ایک غار کے سامنے پہنچ گئے۔ غار کے دہانے کو تراش کر بہت بڑے گیٹ کی طرح بنایا گیا تھا۔ اس میں لکڑی کا مضبوط دروازہ بھی لگا گیا تھا۔ وقتِ ضرورت وہ دروازہ بند کیا جاتا تھا۔ اس وقت وہ کھلا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک ادھیڑ عمر کا قد آور شخص دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی فوراً آگے بڑھ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پھر گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "خوش آمدید برادر! خوش آمدید سسٹر! مجھے احساس ہے، یہاں پہنچتے ہی آپ بڑی الجھنوں میں گرفتار ہو گئے۔ میں انگریزی زبان بول رہا ہوں۔ آپ کے دماغ میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔"

میں اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے انکار میں ایک انگلی ہلاتے ہوئے کہا "مگر نہیں برادر، ابھی خیال خوانی نہ کریں۔ پہلے میرے غریب خانے میں تشریف لائیں۔ وہاں آرام سے بیٹھیں۔ کچھ کھائیں پئیں پھر اطمینان سے ہمارے متعلق معلومات حاصل کریں۔"

ہم اس کے ساتھ غار میں داخل ہوئے۔ میں نے اتنی دیر میں معلوم کر لیا کہ فلپائن کے ایک بہت ہی دور افتادہ جزیرے میں ہیں۔ فلپائن کے جنوب مغرب میں جو سمندر ہے، وہ سولو سمندر کہلاتا ہے۔ اس کے جنوب میں جو سب سے آخری جزیرہ ہے، اس کا نام کاوی کاوی ہے۔ ہم اسی جزیرے کاوی کاوی میں تھے۔

اندر داخل ہوتے ہی ہمیں ایک بڑا سا ہال نظر آیا۔ اسے پہاڑ کے اندرونی حصے کو تراش کر بنایا گیا تھا۔ اس کے بعد اندر ہی اندر کئی کمرے تراشے گئے تھے۔ کچھ کمروں میں اناج کا ذخیرہ تھا اور کچھ میں مختلف قسم کے اسلحے جمع کیے جاتے تھے۔ جس ہال میں ہم پہنچے، وہاں کچھ بستر اور کرسیاں تھیں۔ اس کے علاوہ ہتھیار ہی ہتھیار نظر آ رہے تھے۔ میں نے سونیا کو بتایا ہم کس ملک کے جزیرے میں ہیں۔ جس میزبان کے سامنے ہم بیٹھے ہوئے تھے، اس کا نام سلیمان مورو تھا۔ سونیا نے اسے باتوں میں لگا لیا اور میں اپنے طور پر معلومات حاصل کرنے لگا۔

میری داستان جس موڑ پر پہنچی ہے، اسے آئندہ سمجھنے کے لیے فلپائن کی تھوڑی سی تاریخ کو سمجھنا ضروری ہے۔ میں صرف چند لفظوں میں بیان کروں گا۔ ۱۵۲۱ء میں ایک پرتگالی ملاح نے فلپائن کو دریافت کیا تھا۔

۱۵۶۸ء میں شاہ سلیمان نے فلپائن کو فتح کیا اور وہاں بڑے طمطراق سے حکومت کرتا رہا۔ آج بھی فلپائن کے بڑے شہر مینیلا نو اور بحرِ سولو کے جزیرے کاوی کاوی اور ہولو میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

دوسری جنگِ عظیم تک اس ملک میں کئی سیاسی انقلابات آئے، حکومتیں بدلتی رہتی رہیں پھر یہاں امریکی برسرِ اقتدار آ گئے۔

میں اور سونیا ۱۹۷۳ء کے ساتویں مہینے میں یہاں پہنچے تھے۔ ان دنوں ویتنام سے امریکی فوج کے قدم اکھڑ چکے تھے۔ فلپائن میں بھی امریکی اقتدار کمزور پڑ چکا تھا۔ ایک طرف کمیونسٹ بغاوت کر رہے تھے، دوسری طرف مسلمان اپنے برسوں کے تاریخی حوالے سے اپنے حقوق طلب کر رہے تھے۔ بعد میں ۱۹۷۶ء کو ایک صلح نامے پر دستخط ہوئے جس کی رو سے مسلمانوں کو فلپائن کی حکومت میں شریک کیا گیا۔ لیکن یہ برائے نام شرکت تھی۔ ۱۹۷۷ء میں پھر جنگ شروع ہو گئی۔ اب ۱۹۸۰ء میں مسلمانوں نے ایک علیحدہ حکومت قائم کرنے کا مطالبہ کیا ہوا ہے۔

اگرچہ یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا گیا ہے تاہم مسلمانوں کی دہشت طاری ہے۔ آج بھی بیرونی ممالک سے آنے والے سیاحوں کو جزیرہ ہولو اور کاوی کاوی میں جانے سے رد کا جاتا ہے۔ شہر مینیلا نو کے بہت سے علاقوں میں بھی سیاحوں پر پابندی ہے کیونکہ وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور وہاں انھیں باغی قرار دیا جاتا ہے۔

میں نے اپنے میزبان سلیمان مورو کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا "فلپائن کے سب سے پہلے بادشاہ کا نام بھی سلیمان تھا۔"

وہ سر ہلا کر مسکراتے ہوئے بولا "ہاں، میرے ماں باپ نے اسی پہلے بادشاہ کے نام پر میرا نام رکھا ہے۔ وہ کہتے تھے، میں فلپائن میں اپنی حکومت دوبارہ قائم کروں گا اور میں اسی جدوجہد میں مصروف ہوں۔"

"کیا یہاں کے مسلمان اسی طرح پہاڑوں، غاروں اور جنگلوں میں رہتے ہیں؟"

"ہرگز نہیں، فلپائن کے خاص شہروں منیلا، میڈانو سے

لے کر یہاں کے جزیروں تک مسلمان شہروں میں آباد ہیں اور پُرامن شہری زندگی گزار رہے ہیں۔ یہی مسلمان ہیں، ہم بھی مسلمان ہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ بھی ہماری طرح لڑتے ہیں مگر اپنی ذہانت اور علم سے۔ اور ہم ہتھیاروں سے لڑ رہے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "یہاں صرف آپ انگریزی جانتے ہیں؟"

"اس وادی میں میری طرح دو اور انگریزی جاننے والے ہیں۔ باقی تمام لوگ ناخواندہ ہیں۔ محنت مزدوری کرنے والے ہیں۔ ویسے یہاں کے جزیروں سے لے کر فلپائن کے ہر علاقے میں آپ کو زیادہ سے زیادہ انگریزی جاننے والے ملیں گے۔ شاید آپ نہیں جانتے، فلپائن دنیا کا وہ تیسرا ملک ہے جہاں سب سے زیادہ انگریزی بولی جاتی ہے۔"

میں نے اچانک سوال کیا "کیا مادام کمپیوٹر سے آپ کا کوئی معاہدہ ہوا ہے؟"

"کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے۔ جو تحریری نہ ہو، وہ معاہدہ نہیں کہلاتا بلکہ وعدہ کہلاتا ہے۔ ہم نے وعدہ کیا ہے کہ اس کے کام آئیں گے۔ اس نے وعدہ کیا تھا، ہمارے کام آئے گی۔"

"گویا وہ کام آ رہی ہے۔"

"آپ کی آمد اس بات کا ثبوت ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا تھا، اس کی کیا ضمانت ہے کہ فرہاد صاحب ہمارے دوست بن جائیں گے اور دوست بن گئے تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ اپنی بے انتہا مصروفیات چھوڑ کر اتنی دور ہمارے پاس آئیں گے۔ ہم اس کے اور آپ کے احسان مند ہیں اور شکر گزار ہیں۔ وہ زبان کی دھنی نکلی اور آپ تمام مصروفیات چھوڑ کر ہمارے پاس چلے آئے۔"

"چلیے، وہ تو آپ کے کام آ رہی ہے آپ کس طرح اس کے کام آ رہے ہیں؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "آپ مجھ سے پوچھنے کا تکلف کر رہے ہیں جب کہ دماغ میں پہنچ کر تمام باتیں معلوم کر سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "میں اس لیے سوالات کر رہا ہوں تاکہ آپ جواب دیں۔ اور سونیا بھی سنتی رہے۔"

"پھر تو ہمیں اطمینان سے باتیں کرنا چاہئیں۔ آپ تھکے ہوئے آئے ہیں۔ کم از کم غسل کر لیجیے۔ کچھ کھانے پینے کا سلسلہ بھی چلتا رہے اور باتیں بھی ہوتی رہیں۔"

ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ ہمیں احساس نہیں ہو رہا تھا کہ کسی پہاڑ کے غار میں داخل ہوئے تھے۔ ہم کشادہ کمروں میں تھے۔ ایک کمرے سے گزر کر دوسرے کمرے میں پہنچ رہے تھے۔ غار کو ایسی فنکاری کے ساتھ تراشا گیا تھا کہ کسی قدیم پتھریلے محل کا گمان ہوتا تھا۔ ہمارے لیے ایک کمرہ مخصوص کر دیا گیا تھا۔ باتھ روم میں غسل کرنے کا سامان موجود تھا۔ میرے اور سونیا کے لیے مقامی لباس کے علاوہ جینز، شرٹس، پتلون، جیکٹس، بیلٹی کوٹ بلاؤز وغیرہ بھی مہیا کیے گئے تھے۔ مادام کمپیوٹر نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ کسی نہ کسی دن وہ مجھے وہاں پہنچا دے گی۔ ہو سکتا ہے، میرے ساتھ کچھ ساتھی بھی ہوں۔ اس لیے انھوں نے پہلے سے یہ انتظامات کر رکھے تھے۔

میں نے غسل کرنے کے دوران اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ رسوتی وقتاً فوقتاً ہمارے دماغ میں آتی جاتی رہی تھی۔ اسے ہمارے موجودہ حالات کا علم تھا اور وہ مطمئن تھی۔ میں نے اس کے ذریعے فرانس کے دوست افسران کو پیغام پہنچا دیا تھا کہ وہ جزیرہ کاوی کاوی کا معاملہ راز میں رکھیں۔ حالاں کہ یہ راز زیادہ دیر راز میں رہنے والا نہیں تھا۔ جن مخالفین نے ہم پر فائرنگ کی تھی، ان کے ذریعے ہماری آمد کی تشہیر ہونے والی تھی۔ اس طرح یہ بات دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں تک بھی پہنچنے والی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "جب طیارہ اغوا کیا جا رہا تھا تب ہم طرح طرح کی باتیں سوچ رہے تھے لیکن یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مادام کمپیوٹر تم دونوں کو ایسی جگہ پہنچائے گی جہاں بالکل ہی نئے مسائل جنم لیں گے۔"

"کیا تم اندازہ کر سکتی ہو کہ یہاں ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور ہم کن حالات سے گزرنے والے ہیں؟"

"ابتدائی طور پر صرف اتنا ہی سمجھ میں آ رہا ہے کہ فلپائن کے مسلمان دو طرح سے اپنی جنگیں لڑ رہے ہیں۔ ایک تو علم اور ذہانت سے، دوسرے ہتھیاروں سے۔ وہ لوگ تمھاری ذہانت سے بھی کام لینا چاہیں گے اور جنگی صلاحیتوں سے بھی لیکن فرہاد امیرا مشورہ ہے تم ایسے کسی معاملے میں نہ پڑو جس کا تعلق سیاست سے ہو۔ کسی بھی ملکی معاملات میں پڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم بہت عرصے تک مصیبتوں میں گھرے رہتے ہیں۔ سکون کا سانس لینا نصیب نہیں ہوتا۔"

"درست کہتی ہو۔ میں یہی کروں گا۔ ان کی سیاست میں حصہ نہیں لوں گا لیکن ان کا تحفظ کروں گا۔ انھیں کوئی خطرہ درپیش ہو گا تو پہلے سے اطلاع دے دوں گا۔ بلکہ پیش آنے والے خطرات سے انھیں حتی الامکان بچائے رکھنے کی کوشش کروں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "یہ تو ایک مسئلہ ہوا لیکن دوسرا اہم مسئلہ مادام کمپیوٹر کا ہے۔ پتا نہیں وہ تمھارے میزبان سلیمان مورو اور وہاں کے رہنما مسلمانوں سے کس طرح اپنا کام نکالنا چاہتی ہے اور وہ کام کیا ہو سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے، دراصل بھیجے گئیاں

یہیں سے شروع ہوں گی۔"

"میں ابھی معلوم کر کے تمھیں بتاؤں گا۔"

ہمارے میزبان سلیمان مورووز کا دماغ کھلی ہوئی کتاب کی طرح تھا۔ میں نے اسے پڑھ لیا۔ باتھ روم سے نکل کر آیا تو سونیا بھی غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر مقامی لباس پہن چکی تھی۔ اور آئینے کے سامنے کھڑی الجھی ہوئی زلفیں سلجھا رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔

"جب ہم طیارے میں جزیرے کے چاروں طرف پرواز کر رہے تھے تو ہم نے ایک مکمل نما بڑی سی عمارت دیکھی تھی۔ تمھیں یاد ہے؟"

"ہاں، وہ کوئی قدیم زمانے کا محل ہوگا۔"

"مادام کمپیوٹر نے یہاں کے مسلمانوں سے اپنی خدمات کے صلے میں اسی محل کا مطالبہ کیا ہے۔"

وہ بال سلجھاتے سلجھاتے رک گئی۔ آئینے کے اندر مجھے دیکھا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہے نا تجسس کی بات؟"

"میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ یہ کم بخت کوئی زبردست ہیرا پھیری کر رہی ہے۔ اس پرانے محل کا مطالبہ یونہی تو نہیں کر رہی ہوگی۔ ضرور کوئی خاص بات ہے۔"

"جب کسی قدیم تاریخی محل کا ذکر کسی خاص معاملے میں آتا ہے تو دماغ فوراً کسی خفیہ خزانے کے متعلق سوچتا ہے۔ تم کیا سوچ رہی ہو؟"

"میرا دماغ بھی یہی سوچ رہا ہے۔"

میں نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اعلیٰ بی بی کو مختصر طور پر مادام کمپیوٹر کے مطالبے کے متعلق بتایا۔ پھر اس سے بھی وہی سوال کیا۔ اس نے جواب دیا۔ "یقیناً اس محل میں کوئی ایسا تہ خانہ ہے جس کا علم مادام کمپیوٹر کو ہے اور اس تہ خانے میں جو کچھ ہے، وہ بھی صرف مادام جانتی ہے، تاریخی حوالے سے کوئی جانتا بھی ہوگا تو وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے گا۔"

میں نے کہا۔ "اس محل کا مطالبہ کرنے میں کوئی اور راز بھی ہو سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے لیکن ہم مادام کمپیوٹر کو ایک لالچی ہستی کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ وہ کوئی لمبا ہاتھ مارنے کے لیے اسے اپنے قبضے میں رکھنا چاہتی ہے۔"

"اس کا دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ وہ چھ ماہ کے بعد فلپائن کی حکومت سے جزیرہ کاڈی کاڈی کو خرید لے گی۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ اس طرح اس جزیرے کے مسلمانوں کو فائدہ کیا پہنچے گا۔ ادھر وہ اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں اور وہ پورا جزیرہ ہی خریدنا چاہتی ہے۔"

"مسلمانوں کی جدوجہد فلپائن میں حکومت قائم کرنے کے لیے ہے، ان جزیروں میں نہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "پھر تو وہ بہت زبردست چال چل رہی ہے یعنی ایک طرف اس نے وعدہ پورا کیا، تمھیں ان کے پاس پہنچا دیا۔ دوسری طرف وہ تاڑ رہی ہے کہ مسلمان اپنی جدوجہد میں کامیاب نہ ہوئے تو وہ فلپائن کی حکومت سے سودا کرے گی اور اس جزیرے کو خرید لے گی۔ ایسی صورت میں وہاں کے مسلمان مادام کمپیوٹر کے ماتحت ہوں گے۔ اور اس کی اطاعت پر مجبور ہوں گے یا پھر وہ جزیرہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

"میں سلیمان مورووز کے دماغ کو پڑھ چکا ہوں، اس کے دماغ میں صرف ایک پہلو ہے اور وہ یہ کہ فلپائن میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگی تو کاوی کاوی جزیرے کی کیا اہمیت ہوگی، وہ تو ایک چٹکی کے برابر ہے۔ اسے مادام کمپیوٹر کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اور اس کی اچھی قیمت بھی مل جائے گی۔"

"تم اپنے میزبان سلیمان کو مجبور کرو کہ وہ دوسرے منفی پہلو پر بھی سوچے۔"

"آزادی کی جدوجہد کرنے والے اپنے حقوق کی خاطر لڑنے والے ناکامی کے متعلق نہیں سوچتے۔ وہ یہی خواب دیکھتے ہیں کہ انھیں کامیابی ہوگی اور سلیمان جیسے فلپائن کے مسلمان رہنما سبھی پُرامید ہیں کہ ان کی حکومت قائم ہوگی یا پھر حکومت میں برابر کی شرکت کے مواقع حاصل ہوں گے۔"

"وہاں کے مسلمانوں کو کامیابی ہو یا ناہو، مادام کمپیوٹر اپنا فائدہ ضرور حاصل کرے گی۔"

یہ کہتے ہی اعلیٰ بی بی ہنسنے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کس بات پر ہنسی آ رہی ہے؟"

اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "مادام کمپیوٹر تمھارے کمزور دماغ میں پہنچنے کے بعد تم سے فائدے حاصل کرنا چاہتی تھی اور تم سے باقاعدہ سودے بازی کر رہی تھی، تم نے انکار کر دیا تھا۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ تمھاری ذات سے فائدے حاصل کرتی رہے گی، دیکھ لو، اس نے کس طرح اپنا چیلنج پورا کیا ہے۔ تمھیں وہاں لے جا کر پھنسا دیا۔ تم ان کی مدد کرنے سے انکار نہیں کر سکتے۔ ایک تو وہ مسلمان ہیں، دوسرے تاریخی حوالے سے اپنے بنیادی حقوق حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تمھارا ضمیر تمھیں وہاں مصروف رکھے گا اور مادام کمپیوٹر تمھاری آڑ میں فائدے حاصل کرتی رہے گی۔"

اس دلچسپ داستان کے باقی واقعات چودھویں حصے میں ملاحظہ کیجیے

طنز و مزاح سے بھرپور ہلکے پھلکے رومانی ناول

آپ کے جانے پہچانے مشہور ادیب اشرف نعمانی کے قلم سے

قہقہوں کی قسطیں

گھر کی مُرغی
قیمت:- روپے

حکیمی ٹیکسی
قیمت:- روپے

آپ کے سر پر
قیمت:- روپے

بے وقوف
قیمت:- روپے

شرارت
قیمت:- روپے

بی وی کی تلاش
قیمت:- روپے

اُلّو کی دُم
قیمت:- روپے

مسٹر مداری
قیمت:- روپے

اور سسی...
قیمت:- روپے

یہ کتابیں اس وقت کے لیے ہیں
جب آپ بور ہو رہے ہوں

بور ہونا چھوڑیں، مُسکرانا سیکھیں

تمام کتابیں آج ہی منگوائیں

ڈاک خرچ فی کتاب:- روپے کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف۔ پورے سیٹ کی قیمت صرف:- روپے مع ڈاک خرچ

کتابیات پبلی کیشنز [illegible]

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

ڈیوٹا

چودھواں حصہ

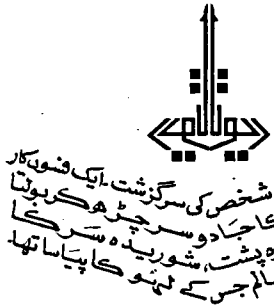

میں نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ وہ کم بخت ہماری توقع سے کہیں زیادہ ذہین اور مکار ثابت ہو رہی ہے۔"

ایک مقامی باشندے نے آگر کہا: "جناب! سلیمان مورو کھانے پر انتظار کر رہے ہیں۔"

"ہم ابھی آ رہے ہیں۔"

وہ چلا گیا۔ میں اتنی دیر سے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں تھا۔ سوچ کی لہروں سے گفتگو کر رہا تھا لیکن زبان سے بھی بولتا جا رہا تھا تاکہ سونیا سنتی رہے۔ پھر سونیا نے کہا: "فرہاد، ہمارے سامنے جو شطرنج کی بساط بچھی ہوئی ہے، یہ بازی اب مادام کمپیوٹر سے ہوگی۔ یعنی پرانے دشمن تو پیچھے لگے ہی رہیں گے۔ وہ آج شام تک ضرور اس جزیرے کے چکر لگائیں گے اور اپنے طیارے اور ہیلی کاپٹر یہاں اتارنے کی کوشش کریں گے لیکن مادام کمپیوٹر ہمارا ساتھ بھی دے گی اور ادھر انھیں بھی ناراض نہیں کرے گی۔

یہی مادام کمپیوٹر یہاں کے مسلمانوں کا بھی ساتھ دے رہی ہے اور عنقریب اس جزیرے پر قابض ہونے کے لیے فلپائن کی موجودہ حکومت سے سودے بازی بھی کرے گی۔"

"میں سمجھ گیا۔ ہمیں فوری طور پر ایسی کوئی چال چلنا ہوگی جس سے مادام کمپیوٹر ہمارے متعلق تاریخی میں رہے۔ یہاں کے مقامی باشندوں کے ذریعے ہماری مصروفیات کو نہ سمجھ سکے۔ اس طرح ہم یہ معلوم کر سکیں گے کہ اس قدیم محل کے مطالعے میں کیا راز پوشیدہ ہے۔ ہمیں اس محل کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔"

ہم اپنے کمرے سے نکل کر سلیمان مورو کے کمرے میں پہنچے، وہاں ایک بڑی سی چوکی پر دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ اس پر پرتکلف کھانے چنے ہوئے تھے۔ وہاں کے مخصوص پھل کیلے، ناریل اور اناناس سوئٹ ڈش کے طور پر رکھے ہوئے تھے۔ مجھے اور سونیا کو وہاں کے مخصوص لباس میں دیکھ کر ان سب کے چہرے کھل اٹھے۔ سلیمان مورو نے کہا: "اس لباس میں تم دونوں خوب جچ رہے ہو۔ یوں لگتا ہے جیسے ہماری مٹی، ہماری تہذیب اور ہماری ذات سے تمھارا گہرا رشتہ ہے۔"

ہم دسترخوان کے اطراف بیٹھ گئے۔ میں نے کہا: "کوئی رشتہ نہیں ہوتا، تب بھی انسان انسان کے کام آتا ہے۔ بس ہمیں باضمیر ہونا چاہیے۔"

سونیا نے پوچھا: "ہمارے طیارے کے پائلٹ کہاں ہیں؟"

"وہ سو رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا: "مادام کمپیوٹر سے آپ کا رابطہ پہلے کس طرح قائم ہوا تھا؟"

"میں نے اسے خواب میں دیکھا تھا۔"

سونیا نے پوچھا: "آپ کی گھر والی ناراض نہیں ہوئی؟"

پہلے تو سلیمان نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر بڑی زور سے قہقہہ لگایا۔ اس کے بعد بولا: "میری گھر والی مر چکی ہے۔ میرا ایک جوان بیٹا ہے۔ وہ اس جزیرے کے شمالی حصے میں مجاہدانہ زندگی گزار رہا ہے۔"

میں نے پوچھا: "وہ خواب میں کیسی لگی؟"

آں؟ اس نے جھینپ کر مجھے دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو کہیں یہ بھی کوئی مذاق تو نہیں ہے۔ میں نے کہا: "وہ خوبصورت تھی یا بدصورت، مہربان تھی یا نامہربان؟"

میں نے خواب میں جو کچھ دیکھا، بیدار ہونے کے بعد اچھی طرح یاد نہیں رہا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا جیسے دیکھا تھا، وہ کیسی تھی۔ پہلی بار سوچ کر اسے ذہن سے نکال دیا کہ خواب پھر خواب ہوتا ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی لیکن جیسے جیسے یہ حقیقت بنتی گئی، میں نے سوچا کہ آخر یہ مادام کمپیوٹر کون ہے؟ کیسی ہے؟ تب مجھے اپنا وہ خواب یاد آیا۔ میں نے دماغ پر بہت زور ڈالا۔ یاد کرنے کی کوشش کی۔ وہ صورت شکل سے کیسی تھی لیکن کچھ یاد نہیں آیا۔

"اس کی باتیں یاد رہی ہوں گی؟"

"یہ کوئی پندرہ دن پہلے کی بات ہوگی۔ میں چار دشمنوں کے نرغے میں تھا۔ ایک جنگل میں چھپتا پھر رہا تھا۔ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ چاروں کس طرف سے حملہ آور ہوں گے۔ میرے پاس ایک ہی ریوالور تھا۔ اس میں صرف تین گولیاں تھیں۔ رات کے دو بجے میں تھک ہار کر ایک سائے میں بیٹھ گیا۔ حالانکہ میں تھکنا نہیں جانتا، میں بہت ضدی ہوں۔ جو بات دماغ میں سما جاتی ہے، اسی پر قائم رہتا ہوں۔ میں ایسی حالت میں کبھی سو نہیں سکتا تھا لیکن اس درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھا تو نیند آنے لگی۔ میں نے نیند کو بھگانے کی کوشش کی، اپنے سر کو جھٹک دیا۔ اس کے باوجود مجھے جماہی سی آئی۔ پھر رفتہ رفتہ جانے کیسے سو گیا؟"

میں نے کہا: "اسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلایا تھا۔"

"ہاں مانتا ہوں۔ پہلے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میں نے اسی جنگل میں بے تکے پن سے سوتے ہوئے اسے خواب میں دیکھا۔ وہ کہہ رہی تھی: میں تمھاری ہمدرد ہوں۔ تم پر مہربان ہوں۔ تمھاری ہر آرزو پوری کروں گی۔ دشمنوں کی فکر نہ کرو۔ جب سو کر اٹھو گے تو چاروں سے نمٹ چکے ہوں گے۔ چوتھا تمھاری گولی سے مرے گا۔ اپنے ریوالور میں دو گولیاں بچا کر لے جا سکو گے۔"

سونیا نے کہا: "اور یہی ہوا ہوگا؟"

"جی ہاں۔ بالکل یہی ہوا۔ جب میں سو کر اٹھا تو مجھے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ میں ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ درخت کی آڑ میں آہٹ کو سننے لگا۔ مجھے آواز کی صحیح سمت کا اندازہ ہو گیا۔ اس کے چند سیکنڈ بعد ہی وہ مجھے نظر آیا۔ میں نے فوراً ہی اس کا نشانہ لیا۔ اور گولی چلا دی۔ خواب پورا ہوا تھا لیکن میں چونک کر بیدار ہوا تھا۔ ایسی حالت میں دشمن حواس پر چھا جاتے ہیں۔ عقل کام نہیں کرتی، سمجھ میں نہیں آتا، کون کدھر سے حملہ آور ہونے والا ہے۔ اس وقت وہ خواب یاد نہیں آیا۔ بس میں نے گولی چلائی اور ایک کا کام تمام کر دیا۔ باقی تینوں کا انتظار کرنے لگا لیکن کہیں سے آہٹ سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میں دبے قدموں اپنی بستی کی طرف جانے لگا۔ جب کچھ فاصلہ طے کر لیا تو ایک دشمن کی لاش پڑی ہوئی نظر آئی۔ میں ٹھٹک گیا۔ اس لمحے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ واقعہ پہلے بھی میری زندگی میں ہو چکا ہے، ایسے ہی میں نے کسی کو گولی ماری ہے اور ایسے ہی کسی دشمن کی لاش اپنے راستے میں پڑی ہوئی دیکھی ہے۔ جب میں آگے بڑھا تو تھوڑا پیچھا پچاس گز کے فاصلے پر دو لاشیں نظر آئیں۔ یعنی خواب بالکل سچا ہوا تھا۔"

"آپ مادام کمپیوٹر کو کب تک خواب سمجھتے رہے؟"

"پہلی بار خواب سمجھا، دوسری بار وہم۔ دراصل میں کبھی کبھی موڈ میں آ کر بہت زیادہ پی لیتا ہوں۔ دوسرے دن میں نے بہت زیادہ پی لی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں نشے کی حالت میں عورت کی طرح بول رہا ہوں۔ میں نے آئینے کے سامنے جا کر دیکھا تو وہ میں ہی تھا۔ میرے آس پاس دور دور تک کوئی عورت نہیں تھی لیکن مجھے بڑی حیرانی ہوئی۔ آئینے میں جو عکس نظر آیا تھا، وہ عکس بول رہا تھا۔ مجھے لگا جیسے میں بھی بول رہا ہوں لیکن عورت کے انداز میں۔ وہ عکس کہہ رہا تھا: "مسٹر سلیمان مورو، تیں تمھیں مخاطب کر رہی ہوں۔"

میں نے آئینے کے عکس کو گھونسا دکھاتے ہوئے کہا: "خبردار! مرد ہو، مرد بن کر رہو۔ عورتوں کی طرح بولو گے تو منہ توڑ دوں گا۔"

اس عکس نے کہا: "میں عورت ہوں اور عورت کی طرح ہی بول رہی ہوں۔"

میں نے مضبوطی سے مٹھی باندھی پھر کہا: "سلیمان تجھے شرم نہیں آتی، اللہ تعالیٰ نے تجھے مرد بنایا ہے اور تو عورت بننا چاہتا ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"یہ کہتے ہی میں نے ایک زور کا گھونسا آئینے کو رسید کیا، وہ چکنا چور ہو گیا۔ میرا عکس چور چور ہونے کے باوجود قہقہہ لگا رہا تھا بلکہ قہقہہ لگا رہی تھی۔ میں نے گھور کر ٹوٹے ہوئے آئینے کو دیکھا پھر مجھے محسوس ہوا، وہ میرے اندر قہقہہ لگا رہی ہے۔ میں نے اپنے سینے پر ہاتھ پھیرا، اپنے چہرے کو ٹٹولا پھر اپنے سر کو پکڑ لیا، وہ میرے سر کے اندر قہقہے لگا رہی تھی۔"

سونیا مسکرا رہی تھی۔ میں نے کہا: "اس نے قہقہہ لگانے کے بعد جو کچھ کہا ہوگا، وہ آپ کی سمجھ میں نہیں آیا ہوگا کیوں کہ آپ نشے میں تھے۔"

"ہاں، ایسی ہی کوئی بات تھی۔ میں سمجھ رہا تھا، نشے کی زیادتی کی وجہ سے میری کھوپڑی ہل رہی ہے اور میں سمجھ رہا ہوں قہقہے کی وجہ سے ہل رہی ہے۔ بھلا میرے اندر کوئی قہقہہ کیسے لگا سکتا ہے یا لگا سکتی ہے؟"

دوسری صبح ہوش آیا تو میں نے اپنے حالات پر غور کیا۔ میں بہت پیتا ہوں لیکن کبھی بہکتا نہیں ہوں۔ پھر پچھلی رات کیسے بہک گیا تھا، کیوں آئینے کو توڑ دیا تھا اور جانے کیا کچھ محسوس کرتا رہا تھا۔ اسی لمحے میں نے محسوس کیا جیسے کوئی مجھ سے کچھ کہہ رہا ہے۔ میں نے توجہ سے سنا، میرے دماغ کے اندر وہی بول رہی تھی، جس کی آواز میں نے خواب میں سنی تھی۔ جس کی آواز اور ہنسی میں نے پچھلی رات نشے کی حالت میں بھی سنی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی: "میں تم پر مرمٹی ہوں۔ تم ایسے قد آور، صحت مند، شاندار جوان ہو جس کے سامنے کوئی بھی عورت دل ہار جانا پسند کرے گی۔ میں تمھیں پسند کرتی ہوں۔"

میں نے دونوں ہاتھوں میں اپنی کھوپڑی کو تھام کر سوچا۔ "یہ کیسی آواز ہے۔ میرے سر کے اندر یہ اجنبی آواز کیوں گونج رہی ہے؟"

"میں نے کہا، نا میں بول رہی ہوں اور تم سن رہے ہو۔ پہلے میں تمھارے خواب میں آئی۔۔۔۔ میرے دل نے مجبور کیا تو پچھلی رات بھی آئی مگر تم بہت زیادہ نشے میں تھے۔ تب سے میں تمھارے پاس ہوں۔ اب ہوش میں آئے ہو تو پھر بول رہی ہوں۔"

میں نے سوچا، شاید اس پہاڑی غار کے اندر رہنے سے حبس ہو رہا ہے، طبیعت کچھ بگڑ رہی ہے۔ مجھے کھلی فضا میں جانا چاہیے۔ یہ سوچتے ہی میں اٹھ کر جانا چاہتا تھا مگر میرے پاؤں۔۔۔ لڑکھڑا گئے۔ میں اوندھے منہ گر پڑا۔ اس کی آواز پھر سنائی دی: "میں تم سے باتیں کر رہی ہوں اور تم کترا رہے ہو۔ کیا میں تمھیں اچھی نہیں لگتی؟"

میں نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا: "تم کون ہو، میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ میں نے تمھیں دیکھا نہیں ہے۔ تمھارے اچھے لگنے یا نہ لگنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔"

میرے دماغ میں اس نے ایک سرد آہ بھری پھر کہا۔ "میرا جی چاہتا ہے، میں تمھارے سامنے آ جاؤں۔ اپنا روپ دکھاؤں مگر افسوس ایسا نہیں کر سکتی۔"

کیوں نہیں کر سکتیں؟ تم کون ہو؟ اس طرح کیسے بول رہی ہو۔ کیا تم کوئی روح ہو؟"

"اتنی دیر بعد تم نے پہچانا ہے۔"

"مگر تم میرا پیچھا کیوں کر رہی ہو؟"

"میں نہیں، میری محبت پیچھا کر رہی ہے۔ میرا دل نہیں مانتا کہ میں تمھیں خطرات میں چھوڑ دوں۔ دشمن تمھیں مارنا چاہیں اور میں تماشا دیکھتی رہوں۔ اسی لیے میں نے تمھارے تین دشمنوں کو جنگل میں ہلاک کر ڈالا تھا۔ چوتھے کے متعلق میں نے خواب میں بتا دیا تھا کہ تم اسے گولی سے مارو گے [illegible] دی کیا؟"

وہ کہہ رہی تھی ار [illegible] تھی۔

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں [illegible] ہو چکا ہے۔"

اس نے کہا: "آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ جب بھی کوئی دشمن تمھاری طرف بڑھے گا، میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ بشرطیکہ تمھارے پاس ایسے وقت موجود رہوں۔ میں بہت مجبور ہوں۔ ایک جگہ قید کر دی گئی ہوں۔ مجھے وہاں سے نجات مل جائے تو میں ساری زندگی تمھارے ساتھ رہوں گی۔ پھر تم پر کبھی کوئی آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

میں نے پوچھا: "تم کہیں قید بھی ہو اور میرے پاس بھی ہو، یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

تم شاید یقین نہ کرو، ایک خبیث کالا عمل کرنے والے نے مجھے اس حال کو پہنچا دیا ہے، میرے جسم کو قید کر دیا ہے۔ اور روح کو آزاد۔ اب میں اپنے جسم میں جانے کے لیے بے قرار ہوں۔ اگر تم میرا ساتھ دو گے تو میں تمھاری ہر مشکل آسان کر دوں گی۔ تمھیں دشمنوں پر غالب آنے کا مواقع فراہم کرتی رہوں گی۔ کوئی دشمن تمھیں زیر نہیں کر سکے گا۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"پہلے تم یقین کر لو کہ میں تم سے سچ کہہ رہی ہوں۔ تمھاری محبت میں گرفتار ہوں۔ جس دن میری روح اپنے جسم کو پا لے گی، اس دن میں تمھارے پاس چلی آؤں گی۔ اس سے پہلے تم یہاں سے نکلو۔ اس جزیرے کے کسی بھی حصے میں چلے جاؤ بے شک تم اپنے ساتھ ہتھیار رکھو لیکن میں تمھیں ہتھیار استعمال کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔ دشمن حملہ کریں گے تو میں انھیں نیست و نابود کر دوں گی۔"

سلیمان مورو اپنی آپ بیتی سنا رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا، مادام کمپیوٹر نے اتنا لمبا چکر کیوں چلایا ہے؟ جب میں ہاتھ

روم میں تھا تو غسل کرنے کے دوران سلیمان مورو ز کے دماغ سے سطحی طور پر معلومات حاصل کی تھیں۔ اتنی تفصیل میں نہیں گیا تھا۔ اب خود اُس کی زبان سے یہ تفصیلات سن رہا تھا۔ میں نے پوچھا "یہ مادام کمپیوٹر تمھارے ساتھ محبت کا چکر کیوں چلا رہی ہے؟"

اس نے مجھے مسکرا کر دیکھا۔ پھر کہا "اب بھی نہیں سمجھے؟"

"میں اگر سمجھ لیتا تو تم سے نہ پوچھتا۔"

"بھئی اسے سچ مچ محبت ہو گئی ہے۔"

"محبت ہو گئی ہے تو تم اسے مادام کمپیوٹر کیوں کہتے ہو؟"

"یہ تو میں پچھلی رات سے کہہ رہا ہوں۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ آپ سب اسے مادام کمپیوٹر کہتے ہیں۔ اور کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ وہ کسی کے دماغ میں نہیں جانا چاہتی۔ کہتی ہے، جس سے محبت ہے صرف اسی کے دماغ میں آؤں گی۔ باقی تمھاری خاطر دنیا والوں سے کمپیوٹر سے گفتگو کروں گی۔"

میں نے پوچھا "کیا وہ تمھارے دماغ میں ابھی موجود ہے؟"

اس نے آنکھیں بند کیں۔ پھر پوچھا "اے جانِ سلیمان! کیا تم میرے دماغ میں موجود ہو؟"

چند سیکنڈ کے بعد اس نے آنکھیں کھول کر کہا "ہاں، وہ موجود ہے۔"

میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ پہلے چپ رہ کر اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ دماغ کے تاریک خانوں میں وہ کہیں چھپ گئی ہوگی۔ میں نے سلیمان مورو ز سے سوچ کے ذریعے پوچھا "وہ کہاں ہے۔ تمھارے دماغ میں تو نہیں ہے؟"

میرے میزبان نے اسے فلپائنو زبان میں مخاطب کیا۔ وہ زبان میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "اے جانِ سلیمان! تم خاموش کیوں ہو۔ فرہاد تھیں ڈھونڈ رہے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی مجھے ایک اجنبی لہجہ سنائی دیا۔ کیسا میٹھا، مترنم لہجہ تھا لیکن وہ فلپائنو زبان بول رہی تھی جو میرے پتے نہیں پڑ رہی تھی۔ نہ ہی میں اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لے سکا تھا۔ جہاں تک آواز کا تعلق ہے تو اس آواز میں کچھ بناوٹ بھی ہو سکتی تھی۔ اس کی مخصوص آواز نہیں ہو سکتی تھی یوں بھی محض آواز کے ذریعے کسی کے دماغ میں پہنچا نہیں جا سکتا۔

میں نے سلیمان مورو ز کے دماغ کے ذریعے اس کا ترجمہ سنا۔ وہ کہہ رہی تھی "میرے محبوب! میں تم سے کہہ چکی ہوں صرف تمھارے دماغ میں آؤں گی۔ صرف تم سے گفتگو کروں گی۔ پلیز اپنے مہمان سے کہو، تمھارے دماغ سے چلا جائے۔ اس سے گفتگو کرنے کے لیے میں پہلے ہی تمھارے پاس کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر بھیج چکی ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "آج میں نے پہلی بار مادام کمپیوٹر کی آواز سنی ہے لیکن وہ فلپائنو زبان بول رہی تھی۔"

پھر میں نے اپنے میزبان سے پوچھا "جب میں آپ کے دماغ میں آتا ہوں اور باتیں کرتا ہوں تو آپ مجھے ایک نادیدہ روح کیوں نہیں سمجھتے؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "جناب! آپ تو میرے سامنے موجود ہیں۔ آپ کو روح کیسے سمجھ سکتا ہوں۔ پھر آپ کی شہرت تو دنیا میں ہر طرف ہے۔ ہم سبھی جانتے ہیں کہ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغ میں آتے ہیں۔ اب ہر کوئی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغ میں نہیں آ سکتا۔"

"آپ کے پاس اس بات کا کیا جواز ہے کہ مادام کمپیوٹر ایک نادیدہ روح ہے اور وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی؟"

"اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتی تو ہر ایک کے دماغ میں جا کر باتیں کرتی۔ وہ صرف اور صرف مجھ سے باتیں کرتی ہے۔"

"آپ اس حد تک تعلیم یافتہ ہیں کہ کمپیوٹر کے متعلق کچھ نہ کچھ معلومات تو رکھتے ہوں گے۔ کیا روح کمپیوٹر کو آپریٹ کر سکتی ہے؟ جیسا کہ مادام کمپیوٹر کہیں دوسری جگہ بیٹھی ہوئی کمپیوٹر اسکرین پر اپنے جوابات ارسال کرتی رہتی ہے۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "یہ کون نہیں جانتا۔ روح کے ہاتھ پاؤں نہیں ہوتے۔ وہ کمپیوٹر تو کیا ایک تنکا بھی نہیں اٹھا سکتی لیکن وہ کسی دوسرے کے ذریعے آپریٹ کرا سکتی ہے اور وہ ایسا ہی کر رہی ہے۔"

"یعنی آپ کی محبت سچی ہے۔ پائے محبت میں لغزش نہیں آ سکتی؟"

اس نے جھینپ کر سونیا کو دیکھا پھر کہا "اب میں وہ واقعات سناتا ہوں جن کے ذریعے مجھے یقین آ گیا کہ وہ صرف میری ہے اور دشمنوں سے میری حفاظت کر رہی ہے۔"

"آپ وہ واقعات نہ سنائیں، ہم ٹیلی پیتھی کے تمام ہتھکنڈے اچھی طرح سمجھتے ہیں۔"

"پلیز مسٹر فرہاد! آپ اسے ٹیلی پیتھی نہ کہیں۔"

"آپ کو دکھ پہنچتا ہے تو نہیں کہوں گا۔ لیکن اس موضوع کو لفظ انداز کرنے سے پہلے آخری بات ضرور کہوں گا کہ وہ اس دنیا میں آپ کو کبھی نہیں ملے گی۔ ہاں، آپ کی روح اس کی روح سے

شادی مل جائے۔"

کھانا ختم ہو چکا تھا۔ میرے میزبان نے کہا "اس نے مجھے بتایا ہے، آپ کھانے کے بعد چائے یا کافی سے شغل کرتے ہیں۔"

"میں اور سونیا اپنے کمرے میں جا کر کافی پئیں گے۔ اور کچھ ضروری باتیں کریں گے۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے تنہائی چاہتے ہیں۔"

"لیکن جانِ سلیمان نے کہا تھا کہ کھانے کے بعد کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر آپ کے حوالے کر دوں تاکہ آپ اس سے گفتگو کر سکیں۔"

"اپنی جان کو ابھی اپنے پاس رکھیں۔ ہم کافی پینے کے بعد ملاقات کریں گے اور اپنی جان سے گفتگو بھی کریں گے۔"

ہم وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئے۔ ہمارے پیچھے کافی کی ٹرے پہنچ گئی۔ کافی لانے والی باہر چلی گئی۔ ہم نے دروازے کو بند کر دیا تاکہ میں اپنی بات سرگوشی میں کہہ سکوں۔ اس کمرے کی دیوار کے باہر کوئی ہماری آواز نہ سن سکے۔ میں نے اپنے میزبان کے دماغ سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ ہمارے کمرے میں ایسا کوئی آلہ نہیں ہے جس کے ذریعے ہماری گفتگو دوسری طرف سنی جا سکے۔

سب سے پہلے میں نے رسونتی اور اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ رسونتی خیال خوانی کے ذریعے ہمارے پاس پہنچ گئی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب ہمارا طریقۂ کار یہ تھا کہ رسونتی میرے دماغ میں رہ کر میری باتیں سن رہی تھی، میں خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی کو صورتِ حال سے آگاہ کر رہا تھا اور ہولے ہولے زبان سے کہتا جا رہا تھا تاکہ سونیا سنتی رہے۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "میں نے جو معلومات فراہم کی تھیں، ان کے کچھ پہلو باقی رہ گئے تھے جو اب سنا رہا ہوں۔"

میں نے اسے بتایا کہ مادام کمپیوٹر ہمارے میزبان سلیمان مورو ز کو کس طرح چکر دے رہی ہے اور اسے پوری طرح اپنا دیوانہ بنا رکھا ہے۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "مادام کمپیوٹر نے کچھ سوچ سمجھ کر روح کا چکر چلایا ہوگا۔ سلیمان مورو ز یقیناً ضعیف الاعتقاد ہوگا۔ خود نمائی کا عادی ہوگا۔ کوئی اس کی تعریف کرتا ہوگا تو وہ پھول جاتا ہوگا۔ مادام کمپیوٹر نے اس کے دماغ میں رہ کر اس کی بہت سی نفسیاتی کمزوریوں کو پڑھ لیا ہے اور اسی کے مطابق اس کی جوانمردی، قد آوری اور صحت مندی کی تعریفیں کر رہی ہے۔ اس پر بجھ گئی ہے اس سے محبت کی قسمیں بھی کھاتی رہتی ہے۔ اور عملی طور پر یہ ثابت بھی کرتی جا رہی ہے کہ وہ اپنے محبوب کو دشمنوں سے بچا رہی ہے کیونکہ اسے اپنے لیے بچا کر رکھنا چاہتی ہے۔"

رسونتی نے کہا "ایسے میں وہ صرف مادام کمپیوٹر کی سنے گا۔ ہماری باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔"

"وہ ہماری بات سمجھے یا نہ سمجھے، اس کی پروا نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے، مادام کمپیوٹر آخر یہ چکر کیا چلا رہی ہے۔ ایک تو اس نے قدیم تاریخی محل کا مطالبہ کیا ہے۔ وہ اسے حاصل کرنا چاہتی ہے۔ دوسرے اس جزیرے کو بڑی سے بڑی قیمت ادا کر کے خریدنا چاہتی ہے۔ تیسری بات جو سامنے آئی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے، وہ قدیم تاریخی محل کی مناسبت سے روح کا چکر چلا رہی ہے اور وہاں کوئی عجیب و غریب ڈراما پلے کرنے والی ہے۔"

سونیا نے کہا "مادام کمپیوٹر اچھی طرح سمجھتی ہے کہ ہم ایسے ڈراموں سے متاثر نہیں ہوں گے۔ یقیناً وہ صرف سلیمان مورو ز جیسے ضعیف الاعتقاد لیڈروں، سرداروں کو چکر دے رہی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ فلپائن کے مسلمانوں میں جو ذہین اور تعلیم یافتہ طبقہ ہے۔ ان سے وہ کس طرح سودے بازی کر رہی ہے۔"

ہم نے کافی پینے تک گفتگو کی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ قدیم تاریخی محل کوئی خاص اہمیت رکھتا ہے اور مادام کمپیوٹر ضعیف الاعتقاد لوگوں کو اپنا آلۂ کار بنا کر وہاں سے کوئی بہت بڑا فائدہ حاصل کرنا چاہتی ہے۔

ہمارے لیے جو مشکلات حد پیش تھیں، ان میں سے اوّل تو یہ کہ ہم فلپائنو زبان نہیں جانتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ یہاں کے مسلمان سیاسی جنگ لڑ رہے تھے اور ہمیں سیاست سے بچ کر ان کے کام آنا تھا۔ تیسری بات یہ کہ مادام کمپیوٹر نے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو بڑی اچھی طرح متاثر کر رکھا تھا۔ ہم ان کے اعتقاد کو ٹھیس پہنچانے والی باتیں کرتے یا مادام کمپیوٹر کے خلاف ذرا بھی ناگواری کا اظہار کرتے تو جو ہمارے دوست بنے ہوئے تھے، وہ پل بھر میں دشمن بن سکتے تھے۔

سونیا نے اپنی روایات کے مطابق اچانک ہی بھرپور ذہانت کا مظاہرہ کیا۔ میرے پاس منہ لا کر آہستگی سے کہا "مادام کمپیوٹر خود اپنے جال میں پھنسنے والی ہے۔ رسونتی! اس وقت میں تم سے مخاطب ہوں۔ تم فوراً اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرو۔ جو کہہ رہی ہوں، اس سلسلے میں مشورے لو۔ اور ان پر فوری عمل کرو۔ میری تجویز ہے کسی فلپائنو زبان جاننے والے کی خدمات حاصل کی جائیں۔ بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے میں دو ہپناٹزم کے ماہر ہیں۔ ان میں سے ایک کو فوراً دادی ناف میں طلب کرو اور ہپناٹزم کے ذریعے فلپائنو زبان اپنے دماغ میں نقش کر لو۔ اس طرح تم سلیمان مورو ز کے دماغ میں کسی وقت بھی پہنچ کر اس زبان میں جانِ سلیمان کی آواز اور اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لو گی اور اس کی کھوپڑی میں جگہ بنا لو گی۔"

رسونتی نے کہا "سونیا! تمھاری ذہانت کا جواب نہیں

ہے۔ میں ابھی اعلیٰ بی بی کے پاس جا رہی ہوں۔"

بعض اوقات جب تک ایک مسئلے کا حل نہیں مل جاتا وہ مسئلہ ایک پہاڑ لگتا ہے جب حل نکل آتا ہے تو پتا چلتا ہے بات معمولی سی تھی۔ اگر فلاں طریقے پر عمل کیا جاتا تو یہ مسئلہ بہت پہلے ہی حل ہو جاتا۔ سونیا نے جو تجویز پیش کی تھی، وہ ہم سب کے دماغ میں آسکتی تھی لیکن پہلے اسی کے دماغ میں بات آئی ہے جو تیز ترذہانت کا حامل ہو اور سونیا نے ذہانت کے معاملے میں ہمیشہ برق رفتار ہونے کا ثبوت دیا تھا۔

ہم اپنے کمرے سے نکل کر سلیمان مورونز کے پاس پہنچے۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی مسکرا کر کہا۔ "بھئی بڑی دیر لگا دی۔ کافی گرم تھی یا گفتگو گرما گرم تھی؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "ہم آپ کو موقع دے رہے ہیں تاکہ آپ اپنی اُن، کے ساتھ زیادہ سے زیادہ گفتگو کر سکیں۔ کیا ابھی آپ گفتگو نہیں کر رہے تھے؟"

ت ـــ ما ـ ل، یہ سچ ہے۔ میری وہ کہہ رہی ہے

میں ـــ نے ہوئے کہا۔ "آپ کی وہ کا نام بھی ہوگا۔"

"میں نے پوچھا تھا۔ اس نے جواب دیا، محبت کا کوئی نام نہیں ہوتا۔"

میں نے کہا۔ "ماہ اکتنا خوبصورت فلمی جواب ہے۔"

"کیا آپ میری محبت کا مذاق اڑا رہے ہیں؟"

"میں بھلا یہ جرأت کیسے کر سکتا ہوں۔ اگر آپ کی محبوبہ نے میرے دماغ میں پہنچ کر ہلچل مچائی یا آپ کے دشمنوں کی طرح مجھے بھی ٹھکانے لگا دیا تو کیا کر سکوں گا۔"

"مسٹر فرہاد! وہ آپ کی دشمن نہیں ہے۔ پتا نہیں کیوں، آپ اس کے متعلق ایسی گفتگو کر رہے ہیں جب کہ وہ میری زندگی ہے۔ اس نے ہماری دوستی کرائی ہے۔ آپ کو یہاں تک لے آئی ہے۔ اگر آپ کی دشمن ہوتی تو اس طیارے کو تباہ کر دیتی۔"

"وہ کبھی ایسا نہ کرتی۔ وہ جانتی ہے۔ میں ہی وہ آدمی ہوں جو اس روح کو اس کے خاص جسم تک پہنچا سکتا ہے۔ اور ایک دن ایسا پہنچاؤں گا کہ ساری دنیا دیکھے گی۔"

سلیمان مورونز نے خوش ہو کر میرے ہاتھوں کو تھام لیا۔ پھر پوچھا۔ "سچ کہیا تم میرا یہ کام کر سکو گے۔ میری محبت کو اس کا جسم واپس دلا سکو گے؟"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ چند لمحوں تک خاموش رہا پھر اس نے کہا۔ "جان سلیمان تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہے۔ پلیز، یہ کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرو۔"

میں نے اسے آپریٹ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ اسکرین چھوٹا ہے، میرے سامنے رہے گا۔ آپ کس طرح مادام کمپیوٹر کا جواب پڑھ سکیں گے۔"

سلیمان مورونز نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "کوئی ضروری نہیں ہے۔ آپ گفتگو کریں۔" پھر اس نے شرمانے کے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔ "ہم تو دماغ میں چپکے چپکے باتیں کر لیتے ہیں۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کے مالک کو آن کرتے ہوئے مادام کمپیوٹر کو مخاطب کیا۔ اس کے بعد اسکرین کے بٹن کو آن کر دیا۔ اسکرین روشن ہوتے ہی اس کا تحریری جواب نظر آنے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "مسٹر فرہاد، جزیرہ کاوی کاوی میں میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔"

پھر اس کے نیچے سونیا کو مخاطب کیا گیا تھا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "سونیا! میں نے تمہیں ایسی جگہ لا پھینکا ہے جہاں تم کوئی کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر میرے خلاف استعمال نہیں کر سکو گی۔ اور نہ ہی میرے موکلوں کو دھوکا دے سکو گی۔ اگر تم نے یہاں کوئی شرارت کی تو یاد رکھو یہاں صرف میرے چاہنے والے نہیں بلکہ میرے معتقد بھی ہیں جو مجھ پر اندھا اعتقاد رکھتے ہیں اور سب کچھ کر گزرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔"

سونیا نے کہا۔ "کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے معتقدوں میں ایک نہ نہ ہم دیکھ رہے ہیں۔"

اسکرین پر دوسرے الفاظ ابھرنے لگے۔ وہ ناگواری سے کہہ رہی تھی۔ "میں تم سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتی۔ اب تمہاری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تم اس جزیرے میں ایک چیونٹی کی طرح ہو۔"

سونیا اس کے خلاف کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتی تھی جس سے ہمارا میزبان سلیمان مورونز ناراض ہو جائے۔ اس نے فرانسیسی زبان میں کہا۔ "میں چیونٹی ہوں، چیونٹی جھونپڑی میں بھی رہتی ہے اور محل میں بھی۔ آئندہ اس قدیم تاریخی محل میں جب بھی کوئی ڈراما پلے کرنے جاؤ اور جب بھی تمہیں کوئی چیونٹی کاٹے تو سمجھ لینا سونیا موجود ہے۔"

اسکرین پر جواب ابھرنے لگا۔ "میں سمجھ رہی ہوں، تم یہ باتیں فرانسیسی زبان میں اس لیے کہہ رہی ہو کہ اپنے میزبان کو ناراض نہیں کرنا چاہتیں۔ دنیا کی خطرناک تنظیمیں تمہاری چالاکی اور مکاری سے خوف کھاتی ہیں۔ میں بھی تمہیں مانتی ہوں۔ ابھی اس لیے طیش دلایا تھا کہ تم بے اختیار کوئی ایسی بات کہہ جاؤ جس سے تم لوگوں کی سوچ کا اندازہ ہو سکے اور اندازہ ہو گیا۔"

میں نے پوچھا۔ "اچھا بتاؤ، ہم تمہارے متعلق کیا سوچ

رہے ہیں؟"

"یہی کہ میں اس قدیم تاریخی محل کی مناسبت سے روح کا جوڑا ملا پلے کر رہی ہوں اور سلیمان مورونز کو احمق بنا رہی ہوں تو اس کے پیچھے میرا کوئی بہت بڑا فائدہ ہے۔"

"تم سلیمان مورونز کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کر رہی ہو۔ اگر وہ اسکرین پر پڑھ لے تو؟"

"تعجب ہے، تم کسی کے دماغ میں پہنچنے ہو تو اسے اچھی طرح ٹٹول کر نہیں پڑھ لیتے۔"

"نہیں، میں کلی طور پر معلومات حاصل کرتا ہوں پھر چلا آتا ہوں۔ فرصت کے وقت تفصیلی معلومات حاصل کرتا ہوں۔"

"تفصیلی معلومات یہ ہیں کہ سلیمان مورونز انگریزی بولتا اور سمجھتا ہے مگر لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔ میں اسکرین پر اسے ہزار گالیاں دے دوں، وہ بھینس کی طرح سنجیدگی سے کمپیوٹر کو دیکھتا رہے گا۔"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اب اصل موضوع کی طرف آؤ۔ تم نے ہمارے طیارے کو اغوا کر کے اچھا نہیں کیا۔ میں مانتا ہوں، تمہاری چال بڑی کامیاب رہی۔ تمہاری سوچ اور منصوبے کے مطابق میں ان کے کام آؤں گا لیکن تم نے اس پہلو کو نظر انداز کر دیا تھا کہ ہم تمہارے راستے کی رکاوٹیں بنتے رہیں گے۔"

"میں نے نظر انداز نہیں کیا۔ جب رکاوٹ بنو گے اور یہاں دوست بننے والے تمہارے دشمن بنتے جائیں گے تو تم دونوں کو اپنی حماقتوں کا احساس ہو گا۔ وقت آنے دو، تمہیں رفتہ رفتہ بہت کچھ معلوم ہو گا۔"

میں نے پوچھا۔ "اس قدیم تاریخی محل میں کیا ہے؟"

"میں کہوں گی تو یقین نہیں آئے گا۔"

"جب سے انسانوں نے بولنا سیکھا ہے تب سے وہ دو ہی باتیں بولتے آرہے ہیں۔ سچ یا جھوٹ، تیسری کوئی بات نہیں ہوتی لہٰذا بولتی جاؤ۔"

"تم پچھلی رات سے جاگ رہے ہو۔ بہتر ہے سو جاؤ۔ جس بات کا یقین نہ آئے اسے سن کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

"ایسا بھی ہوتا ہے کہ اکثر باتوں پر یقین نہیں آتا لیکن وہ باتیں رہا ہوں، سنا دو۔"

"اچھا تو سنو۔ تمہارا میزبان ایک عاشق جو کو اس کرنے، ہے، دوست ہے ایک حسین دوشیزہ کا جسم دو سو سال سے قید ہے۔ میں اسے رہائی دلانا چاہتی ہوں۔"

اتنا کہنے کے بعد اسکرین صاف ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "بات ادھوری رہ گئی ہے۔"

اسکرین سے جواب ابھرا۔ "تم سوالات کرو، بات مکمل ہوتی جائے گی۔"

میں نے کہا۔ "وہ جسم کہاں قید ہے؟"

"اسی قدیم تاریخی محل میں۔"

"کیا دو سو سال سے آج تک کسی نے اس جسم کو نہیں دیکھا؟"

"وہ ایسی جگہ ہے جہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ پہنچنے کا راستہ صرف مجھے معلوم ہے۔"

"پھر تو تمہیں پہنچ جانا چاہیے تھا۔"

"اس کے لیے ضروری ہے کہ محل پر میرا قبضہ ہو۔ باہر کا کوئی آدمی اندر نہ آسکے۔"

"ایسی بات کہتے ہوئے کیا تمہارے دماغ کے کسی گوشے میں یہ بات نہیں ہے کہ ہم اندر آسکتے ہیں۔"

"یہی تو میں چاہتی ہوں۔"

"کھل کر بات کرو۔"

"میں نے خوب سوچ سمجھ کر تمہیں یہاں لانے کی پلاننگ کی ہے، خود سمجھ سکتے ہو۔ دہشت گرد تنظیموں کے تمام سربراہ، ان کے پیچھے چھپے ہوئے ٹرانسمیٹر اور ماسک میں مجھے کاوی کاوی جیسے دس جزیروں کی مالکہ بنا سکتے تھے۔ مجھے دولت کے انبار میں بٹھا سکتے تھے لیکن میں نے اپنے منصوبے پر عمل کیا ہے۔ میں جانتی تھی تمہیں یہاں لاؤں گی تو تم یہاں سے واپس جانے کے ضد نہیں کرو گے، نہ ہی فرار کا راستہ تلاش کرو گے۔

دیکھ لو، میرا خیال درست نکلا۔ تم اور سونیا دونوں ہی مطمئن ہو، یہاں ان لوگوں کے کام آنے والے ہو، یہیں سے میرے منصوبے کا دوسرا مرحلہ شروع ہو گا۔ تم خواہ مجھ سے کتنا ہی کتراؤ مگر میرے معاملے میں دلچسپی ضرور لو گے۔ سونیا کو میں نے طیش دلایا ہے، اسے چیونٹی کہا ہے۔ وہ ضرور محل تک پہنچ کر مجھے کاٹنے کی کوشش کرے گی۔ تمہیں بھی ایسے حالات سے دوچار کروں گی کہ اس محل میں جانے پر مجبور ہو جاؤ گے یا پھر میرا دوستانہ مشورہ مان لو اور میرے کام آؤ۔ اپنی پچھلی ضد کو بھول جاؤ۔ دیکھو میں کھرا سودا کرنا چاہتی ہوں۔ اس ہاتھ سے لیتی ہوں، اس ہاتھ سے دیتی بھی ہوں۔ مجھ میں اور تمہاری تمام ساتھی عورتوں میں صرف ایک فرق ہے۔ تمہاری عورتیں بغیر کسی لالچ کے بغیر کسی غرض کے کام آتی ہیں اور تم ان کے کام آتے ہو۔ دیکھا جائے تو ایک دوسرے کے کام آنے کا جذبہ یہاں بھی ہے۔"

میں نے کہا: "اس جذبے میں محبت ہوتی ہے اور تمھارے پاس کاروباری جذبہ ہے، لین دین کی سودے بازی ہے۔"

"چلو، میں سودے بازی پر لعنت بھیجتی ہوں۔ آئندہ ایسی گفتگو نہیں کروں گی۔ کسی بھی مرحلے پر مجھے آزما کر دیکھ لو، میں کسی لالچ کے بغیر تمھارے کام آؤں گی۔"

میں نے سونیا کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے مائک کے بٹن کو آف کرتے ہوئے جاپانی زبان میں کہا: "ہمیں ایک بار اسے آزمانا چاہیے۔ اگر کسی چال میں پھنسنے کا شبہ ہوگا تو ہم وہیں سے اپنا راستہ بدل دیں گے۔"

میں نے مائک کے بٹن کو آن کرنے کے بعد پوچھا: "ہیلو مادام کمپیوٹر! ہو جود ہو؟"

"میں اپنے عاشق کی کھوپڑی میں رہ کر سونیا کو جاپانی زبان بولتے سن رہی تھی۔ افسوس! میں یہ زبان نہیں سمجھ سکی لیکن اندازہ ہو گیا ہے، تم اس سے مشورے لے رہے تھے۔ پھر کیا خیال ہے؟"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"اس محل پر میرا قبضہ ہو جائے یا عارضی طور پر ایسے انتظامات ہو جائیں کہ وہاں ہمارے سوا کوئی نہ جا سکے۔ ایسا ہو گیا تو میں تم سے اس محل میں داخل ہونے کی درخواست کروں گی۔"

"فرض کرو، میں نے درخواست منظور کر لی اور محل میں داخل ہو گیا پھر؟"

"پھر میں راستہ بتاتی جاؤں گی اور تم تہہ خانے اور چور راستوں سے گزرتے ہوئے اس حسین دوشیزہ کی لاش تک پہنچو گے۔"

"آخر وہ کون ہے؟"

اس حسینہ کا نام گوڈی سجاتہ ہے۔ آج سے دو سو برس پہلے اسی جزیرے میں اس کے حسن کا شہرہ تھا۔ آس پاس کے سمندروں سے گزرنے والے سیاح، راجے، مہاراجے اور بحری قزاق سب ہی اس کے دیوانے تھے۔ وہ اپنے زور بازو سے، اپنی دولت سے، اپنی محبت سے اور خوشامدوں سے اسے حاصل کرنا چاہتے تھے مگر وہ کسی کے ہاتھ نہیں آئی تھی۔ آخر ایک خبیث کالے عامل نے گوڈی سجاتہ کو چپ کا مجسمہ بنا دیا۔ وہ ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گئی۔ اس کالے عامل نے اسے محل کے چور گوشے میں لے جا کر ایک تابوت میں بند کر دیا۔ اس عمل کے مطابق اگر وہ تابوت ہٹایا جائے یا اسے توڑ دیا جائے تو گوڈی سجاتہ زندہ ہو جائے گی۔"

سونیا نے مائک کے بٹن کو پھر بند کیا اور مجھ سے کہا: "کیا یہ ہمیں بچوں کی کہانی سنا رہی ہے؟"

میں نے بھی جاپانی زبان میں جواب دیا: "اس کی باتیں سن لینے میں کیا ہرج ہے۔ اگر یہ بچوں کی کہانی ہے تو بچوں کی کہانیاں شائع کر کے بڑی عمر کے پبلشر بھی منافع حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ ہمیں کہانی سنا کر کوئی زبردست منافع حاصل کرنے والی ہے۔"

کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے اسے آن کیا۔ اسکرین پر الفاظ ابھرنے لگے: "تم دونوں بعد میں شور کر سکتے ہو، پہلے میری باتیں سن لو۔ مجھ پر یقین کرنے کی کوشش کرو۔ میں قسم کھاتی ہوں، تمھیں دھوکا نہیں دوں گی۔ ایک بار میرے کام آ جاؤ، میں زندگی بھر کسی لالچ کے بغیر تم سب کے کام آتی رہوں گی۔"

"آخر تمھیں گوڈی سجاتہ سے اتنی محبت کیوں ہے؟"

"کیا یہ حیرت انگیز اور ناقابل یقین بات نہیں ہے کہ وہ دو سو سال سے مُردہ حالت میں ہے اور دوبارہ زندہ ہو سکتی ہے اور ہماری کوششوں سے ہو سکتی ہے۔"

"یہ عقل تسلیم نہیں کرتی۔ بھلا دو سو سال سے مُردہ رہنے والی زندہ کیسے ہو سکتی ہے؟"

"یہ کالے عمل کا نتیجہ ہے۔ وہ عمل اپنی جگہ آج بھی قائم ہے۔ جب بھی وہ تابوت وہاں سے ہٹے گا یا اسے توڑ دیا جائے گا اسی لمحے گوڈی سجاتہ اٹھ کر بیٹھ جائے گی۔"

"یہ باتیں تمھیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"جیسے مورخوں کو معلوم ہوتی ہیں، جیسے ماہرینِ آثارِ قدیمہ معلوم کر لیتے ہیں۔ مجھے دو سو سال پرانا ایک مسودہ مل گیا ہے۔ ایک ایسے شخص سے ملا جو قدیم زبانوں کو سمجھنے میں مہارت رکھتا تھا اور اس مسودے کو اس شخص کے سوا کوئی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کا ترجمہ سمجھ لیا۔ اور جو کچھ سمجھا اسے اپنے طور پر نوٹ کر لیا۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"مر چکا ہے۔"

"مر چکا ہے یا تم نے مار ڈالا ہے؟"

"ذرا ذرا سی بات پر شبہ کرو گے تو ہم دوستی کے راستے پر ایک قدم بھی نہیں چل پائیں گے۔ پلیز، مجھ پر اعتماد کرو۔"

"وہ مسودے کہاں ہیں؟"

"میرے پاس محفوظ ہیں۔"

"انھیں دیکھنا چاہوں گا۔"

"تمھارا اعتماد حاصل کرنے کے لیے وہ مسودے اور ان کا ترجمہ تمھارے پاس بھیج دوں گی لیکن وعدہ کرو، انھیں پڑھنے کے بعد واپس کر دو گے۔ کم از کم وہ اصلی مسودہ، جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتا اور نہ تمھاری سمجھ میں آئے گا، اسے ضرور واپس کر دینا۔ یوں سمجھ لو کہ میں تم پر بھروسا کر کے بہت ہی قیمتی سرمایہ تمھارے حوالے کرنے والی ہوں۔"

"میں تمھارے بھروسے کو قائم رکھوں گا۔ اور اس مسودے کا انتظار کروں گا فی الحال یہ بتاؤ، ہم اس مسودے پر کیسے یقین کریں۔ ہو سکتا ہے وہ پرانے وقتوں کی کہانی ہو یا پرانے عقائد رکھنے والوں کا کوئی ایسا عقیدہ ہو جو اب قابلِ قبول نہیں ہے۔"

"میں بھی تمھاری طرح فرض کر لیتی ہوں کہ یہ فضول من گھڑت سی بات ہے لیکن جو تاریخی مسودہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا، وہ یہ ہے۔ ہاتھ لگا ہے اور ہم اس پر عمل کر کے وہاں تک پہنچ جائیں تو ہمارا نقصان کیا ہوگا۔ ہم اپنے کسی دشمن کو اس کی ہوا بھی لگنے نہیں دیں گے۔ رہ گئی یہ بات کہ محل کے تہ خانوں اور چور دروازوں سے گزرنے کے دوران کیا مشکلات پیش آ سکتی ہیں، کون سے خطرات کا خدشہ ہے تو ہم ان باتوں پر غور کر لیں گے اور ان کے مطابق حفاظتی انتظامات کر لیں گے۔"

"ہم سے تمھاری مراد میں اور تم یعنی تم بھی اس تہ خانے میں میرے ساتھ جاؤ گی؟"

"میں جا سکتی تو یہ کام تنہا کر لیتی۔"

"تم کیوں نہیں جا سکتیں؟"

"میں کبھی کسی کے سامنے نہیں آ سکتی۔ میں کون ہوں اور کیا ہوں، یہ راز کبھی ظاہر نہیں ہونے دوں گی۔"

"یہ ہم انسانوں کی خام خیالی ہے کہ ہم پُراسرار رہ سکتے ہیں۔ نہ ہمیں کوئی دیکھ سکتا ہے، نہ ہم تک کوئی پہنچ سکتا ہے۔ ازل سے آج تک کوئی ایسا انسان نہیں گزرا جو تمام عمر راز نہ کر رہ سکا ہو اور کوئی دوسرا اس راز تک نہ پہنچ سکا ہو۔"

"میں تمھاری بات مانتی ہوں۔ جب بھی مجھے اس بات کا خدشہ ہوگا، میں اپنا راستہ بدل لوں گی۔ میں نے موجودہ زندگی سے لگ، بالکل نئی زندگی گزارنے کا انتظام کر لیا ہے۔ جب بھی ایسی بات ہوگی، میں بستی بدل لوں گی۔ اس کے بعد کسی کو معلوم نہیں ہو سکے گا کہ میں وہی ہوں جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پرواز کرتی رہی تھی۔"

"اس بحث کو رہنے دو۔ وہ مسودے بھیج دو۔"

"اس کا مطلب ہے تم میرا ساتھ دے رہے ہو؟"

"ابھی میں نے فیصلہ نہیں کیا ہے۔ پہلے میں مسودوں کو پڑھنا چاہتا ہوں۔"

"اتنا تم سمجھ سکتے ہو کہ عاشق بڑے شکی مزاج ہوتے ہیں۔ میں ایسے مسودے تمھارے پاس پہنچاؤں گی تو وہ شبہ کرے گا کہ میری محبت پر شک رہے گا لہٰذا یہ چیزیں دوسرے ذرائع سے تمھارے پاس پہنچاؤں گی اس کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو ہمیشہ اپنے پاس رکھو۔ میرا خیال ہے، اب تمھیں آرام کرنا چاہیے۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے اسے آف کرتے ہوئے جماہی لی پھر اپنے میزبان سے کہا: "اب ہم سونے جا رہے ہیں۔"

"بھئی مجھے بھی تو بتاؤ، کیا باتیں ہوتی رہیں؟"

"میں کیا بتاؤں۔ اتنی دیر سے کام کی باتیں بہت کم ہوئیں اور وہ تمھاری ہی محبت کے گن گاتی رہی۔"

"سچ؟"

وہ خوشی سے کھل گیا تھا۔ کھسک کر میرے قریب آ گیا تھا۔ اور پوچھ رہا تھا: "کیا کہہ رہی تھی؟"

میں نے پھر جماہی لی، اس نے مایوسی سے مجھے دیکھا پھر کہا: "اچھی بات ہے، سو کر اٹھ جاؤ پھر مجھے بتانا۔"

میں نے دوسرے کمرے میں آ کر دروازے کو بند کیا۔ پھر سونیا سے کہا: "یہ سلیمان مورو زیسا قد آور، صحت مند اور جنگجو قسم کا شخص ہے لیکن عورت بڑے سے بڑے پہلوانوں کو پچھاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ یہ کم بخت ایک نادیدہ روح کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ اور اس سے محبت کیے جا رہا ہے۔ احمق کہیں کا۔"

سونیا نے گھور کر کہا: "تم ایسے بڑبڑا رہے ہو جیسے وہ تمھارا رقیب بن گیا ہو۔"

"میں اس لیے بڑبڑا رہا ہوں کہ عورت سے دور رہوں لہٰذا تم بھی مجھ سے دور رہو۔"

یہ کہتے ہی میں بستر پر گر پڑا اور تھوڑی دیر بعد ہی نیند کی وادیوں میں پہنچ چکا تھا۔ یوں تو میں نے حسبِ معمول اپنے دماغ کو ہدایات دے دی تھیں، اس کے باوجود سونتی نے کہا تھا جب تک میں اور سونیا سوتے رہیں گے، وہ جاگتی رہے گی۔ حالاں کہ بے چاری پچھلی رات سے جاگتی رہی تھی۔ یہی سوچ کر میں صرف چار گھنٹے کے لیے سویا تھا، اس کے بعد بیدار ہو گیا۔ سب سے پہلے روسونتی سے رابطہ قائم کیا اور کہا: "تم آرام سے سو جاؤ۔ کوئی پریشانی ہوگی تو فوراً مخاطب کروں گا۔"

"میں ابھی سو جاؤں گی مگر پہلے وہ باتیں تو سن لو جو تمھارے سونے کے دوران ہوتی رہیں۔ اس سلسلے میں پہلی رپورٹ یہ ہے کہ دہشت گرد تنظیم کا کوئی سربراہ اپنے اپنے سینٹر میں نہیں ہے سب فلپائن کی طرف پرواز کر رہے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اپنے خاص ماتحتوں اور آلۂ کاروں سے کام لینے کے بجائے وہ خود میدانِ عمل میں آ رہے ہیں۔"

"کچھ ایسی ہی بات لگتی ہے ویسے ان کے خاص ماتحت اور آلۂ کار تمھارے جزیرے کی طرف پرواز کر چکے ہیں۔ ان کے

طیاروں کو وہاں اترنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ جزیرہ کاوی کاوی کے شمال میں ایک ہولناک جزیرہ ہے۔ وہاں بھی مسلمانوں کی اکثریت ہے، وہاں بھی وہ طیارے اتار نہیں سکے۔"

"ان دو جزیروں میں مسلمانوں کی اکثریت ضرور ہے لیکن موجودہ حکمرانوں کے قدم بھی مضبوط ہیں۔ وہ اب فلپائنی حکومت کے ذریعے یہاں آئیں گے۔"

رسونتی نے کہا۔ "دہشت گرد تنظیموں کے تمام سربراہوں نے فلپائن کے دو بڑے شہروں منیلا اور میڈانو میں اپنا اپنا آپریشن سینٹر بنایا ہے۔ وہیں سے وہ کارروائی کریں گے اور وہیں سے ان کے سیلی کاپٹر پرواز کرتے ہوئے جزیرے کی طرف جائیں گے۔ فلپائن کی موجودہ حکومت سپر ماسٹر کے زیر اثر ہے۔ لہٰذا انھیں جزیرے تک پہنچانے کے لیے بحری راستوں سے کافی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ یوں بھی فلپائنی حکومت چاہتی ہے کہ مسلمان باغیوں (فلپائن کی موجودہ حکومت مسلمان مجاہدین کو باغی کے نام سے یاد کرتی ہے) کو کچلنے کے لیے سپر ماسٹر کے لامحدود ذرائع کو بخوشی قبول کرے گی۔"

"رسونتی! تم نے میری نیند کے دوران بڑی معلومات حاصل کیں۔ اب آرام کرو، باقی معلومات میں حاصل کروں گا۔"

پھر میں نے اپنے طور پر جو کچھ معلوم کیا، اس میں اضافہ ہو گیا۔ میرے ذہن میں دنیا دی نقشے کا وہ حصہ تھا جہاں میں اس وقت موجود تھا۔ جزیرہ کاوی کاوی کے چاروں طرف کچھ جزیرے ہیں۔ شمال کی طرف ..... فلپائن ہے اور جنوب مغرب کی طرف مشرقی ملائشیا ہے جس کا شمالی علاقہ صبا اور برونئی، ہمارے جزیرے سے قریب تر ہیں۔ دہشت گرد تنظیم کے سربراہ ان علاقوں میں بھی آپریشن سینٹر بنا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جزیرہ کاوی کاوی کے جنوب مشرق میں میڈانو کا انتہائی مغربی جزیرہ مورو تائی ہے۔ وہ مورو تائی میں بھی اڈہ قائم کر رہے ہیں۔

یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد میں اپنے میزبان سلیمان مرزو کے..... مہمان خانے سے گزرتا ہوا باہر آیا۔ جب تک مہمان خانے سے گزرتا رہا، یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ کسی پہاڑی کے اندر وقت گزارتا رہا ہوں۔ باہر آتے ہی یاد آیا کہ یہ پہاڑی ہے اور ہم اب تک غار کے اندر تھے۔ میرے سامنے دور دور تک چھوٹی بڑی پہاڑیاں تھیں۔ ان کے دامن میں مسلمانوں کی اچھی خاصی بستی آباد تھی۔ یہ سب مجاہدین تھے۔ شہری زندگی چھوڑ کر یہاں آباد ہو گئے تھے اور اپنے موجودہ حالات سے مطمئن تھے کیونکہ ان کی آنکھوں میں آزادی کا خواب تھا۔ وہ اپنے حقوق حاصل کرنے کے سلسلے میں بہت ہی پرامید تھے۔

میں سنجیدگی سے سوچنے لگا کہاں آکر پھنس گیا ہوں۔ ایک طرف مادام کمپیوٹر مجھے گوری سجاتہ کے معاملے میں سنجیدگی سے غور کرنا چاہتی تھی، دوسری طرف یہاں کے مسلمانوں کا نہایت سنجیدہ مسئلہ تھا۔ ان کی حفاظت کرنا اور انھیں دشمنوں کے داؤ پیچ سے باخبر رکھنا میرا فرض تھا۔

اس وقت میرے دشمن میرے چاروں طرف سازشوں کا جال بُن رہے تھے۔ یہ ان کے لیے سنہرا موقع تھا۔ میں ایسے جزیرے میں تھا جسے وہ چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔ مجھے نکل جانے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ اس بار انھوں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ تختہ ہو یا تختہ۔ فرہاد کو اسی جزیرے میں دفن کیا جائے گا۔

رات کی تاریکی بڑھتی جا رہی تھی۔ دور دور تک لکڑیوں کے بنے ہوئے مکانات میں لالٹین کی روشنی نظر آ رہی تھی، کہیں کہیں شمعیں روشن تھیں۔ میں نے سوچا، یہیں کھڑے کھڑے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر اسے نیند سے جگا دوں۔ پھر خیال آیا، اس کا دماغ لاک کر دیا گیا ہے۔ میں اس کے پاس جانے کے لیے پلٹ گیا۔ وہ غار کے دہانے پر کھڑی ہوئی تھی۔ مشعل کی روشنی میں اس کا تر و تازہ چہرہ تبسم سے کھل رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہو؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تمھیں یاد کر رہا تھا۔ تم جانتی ہو، جب ہم ایک دوسرے کو یاد کرتے ہیں یا ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں تو نجت کے لیے جاپانی زبان بہتر ہوتی ہے۔"

سونیا نے جاپانی زبان میں پوچھا۔ "کوئی خاص بات ہے؟"

"میں یہاں بستی کا جائزہ لے رہا ہوں لیکن تمھارے پیچھے غار کے دہانے کے اوپر ایک چٹان کے پیچھے کسی کی آہٹ سنی ہے۔"

"کیا میرے سر پر کوئی خطرہ منڈلا رہا ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اوپر سے کوئی چٹان یا بڑا سا پتھر لڑھکا یا نہیں جا سکتا۔ یہ لوگ ایسی حماقت نہیں کریں گے۔ پھر یہ ہمارے دشمن نہیں ہیں لیکن وہ خیال خوانی کرنے والی ہماری ٹوہ میں رہنے کے لیے کسی نہ کسی کے دماغ میں آ سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں، ہے وہ اسی کے دماغ میں ہے۔"

"یا ارادہ ہے؟"

وہ ہائیں کرتے ہوئے میری طرف آ گئی۔ میں نے کہا۔ "ہمیں شہری آبادی کی طرف جانا چاہیے۔ ذرا اس جزیرے کے متعلق مزید معلوم ہو جائے تو اچھا ہے۔"

"رات کو جانا مناسب ہو گا۔"

"ہم خوب سوتے رہے ہیں۔ رات کو سو نہیں سکیں گے پھر کہیں نہ جاگتے رہیں۔ جب نیند آئے گی تو یقیناً شہری آبادی میں کوئی ہوٹل ضرور ہو گا یا ہمارا نیہ یان وہاں بھی رہائش کا انتظام کر سکتا ہے۔"

اس کا ذکر کرتے ہی وہ پہنچ گیا۔ پوچھنے لگا۔ "نیند پوری ہو گئی؟ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتاؤ؟"

"ہم شہری آبادی میں جانا چاہتے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "اچھا تو اس نے تم کو بھی یہی مشورہ دیا ہے۔"

ہم نے تعجب سے پوچھا۔ "کس نے مشورہ دیا ہے؟"

"وہ ہستی اور کون ہو سکتی ہے۔ بھئی، میں جان سلیمان کی بات کر رہا ہوں۔"

"کمپیوٹر ہم نے کرے میں چھوڑ دیا ہے۔ بھلا وہ ہمیں کیا مشورہ دے گی۔ یہ ہمارے دل کی بات ہے۔ ویسے کیا ارادے ہیں؟"

"ابھی گاڑی تیار ہو جائے گی۔ رات کا کھانا ہم مانگا سو میں جا کر کھائیں گے۔"

"یہ مانگا سو کیا چیز ہے؟"

"یہ جزیرے کے شہر کا نام ہے۔ ویسے تو شمال سے جنوب اور شرق سے مغرب تک بہت سی بستیاں آباد ہیں مگر شہر یہ ایک ہی ہے۔"

"ہم رات وہیں رہیں گے۔"

میں نے ایسا کہتے ہوئے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ ابھی کچھ پتا نہیں چل رہا تھا، مادام کمپیوٹر وہاں موجود ہے یا نہیں۔ ہوگی بھی تو خاموش ہو گی۔ صرف ہماری گفتگو سن رہی ہو گی۔ اس نے جواب دیا۔ "مانگا سو جا کر واپس آنے میں آدھی رات ہو جائے گی، وہیں رہنا مناسب ہے۔"

"اس جزیرے میں آپ کے علاوہ اور کتنے مسلمان لیڈر ہیں؟"

اس نے سینہ تان کر کہا۔ "میں ایک ہی کافی ہوں۔"

اس کی دوسری سوچ نے کہا۔ "سچ بولو، ورنہ وہ کسی اور کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کر لے گا۔"

اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "میرے علاوہ یہاں اور بھی کئی لیڈر ہیں لیکن موجودہ حکومت کی فوجی طاقت سے ٹکرانے والے صرف دو ہیں۔ ایک میں ہوں، دوسرا احمد عزف ہے۔ پہلے عیسائی تھا، اب مسلمان ہو گیا ہے۔ سچی بات ہے، میں کسی عیسائی پر بھروسا نہیں کرتا۔ خواہ..... وہ مسلمان کیوں نہ ہو جائے۔ باقی جو لیڈر ہیں، وہ کوٹ پتلون پہننے والے اور فر فر انگریزی بولنے والے ہیں۔ ان میں اور ہم میں بڑا فرق ہے۔ وہ تقریر کے ذریعے حقوق حاصل کرنا چاہتے ہیں، ہم طاقت کے ذریعے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "حکومت کے انٹیلی جنس اور پولیس والے آپ کو پہچانتے ہوں گے؟"

اس نے سینہ تان کر کہا۔ "سلیمان مرزو کو کون نہیں جانتا۔ حکومت نے میرے سر کی قیمت لگائی ہے۔ یقین نہ ہو تو دشمن بن کر میرا سر کاٹ کر لے جا سکتے ہو۔"

سونیا نے جواب دیا۔ "ابھی ہمارا قصائی بننے کا ارادہ نہیں ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "دشمن ان گاڑیوں کو اچھی طرح پہچانتے ہوں گے جن میں ہم شہر جائیں گے۔"

راستے میں گاڑیاں بدل جائیں گی۔ میں مانگا سو شہر کی ایک قریبی بستی کولی میں رات گزاروں گا۔ تم دونوں شہر چلے جانا۔ ہمارے دو آدمی جو انگریزی جانتے ہیں، وہ تمھارے ساتھ رہیں گے۔"

"وہ کون ہیں؟"

"ہمارے جاسوس ہیں۔ راتوں کو بھیس بدل کر یہاں آتے ہیں، کوئی خاص پیغام پہنچاتے ہیں، پھر دوسرا دن یہاں گزار کر رات ہی کو واپس جاتے ہیں۔ ابھی وہ ہمارے ساتھ جائیں گے۔"

"ہمارا ان کے ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"ہم بھی اپنے دشمنوں کو پہچاننا چاہتے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق ہمارے تمام دشمن بہت دور تک جال پھیلا رہے ہیں۔ یقیناً اس جزیرے میں موجودہ حکومت کے تعاون سے ہمیں ڈھونڈ نکالنا چاہیں گے۔"

"آپ دونوں کو میک اپ کر کے یہاں سے جانا چاہیے۔"

"ہم میک اپ نہیں کرنا چاہتے۔ جیسے ہیں ویسے ہی جائیں گے تاکہ اپنے دشمنوں کا اندازہ ہو سکے۔"

"عجیب بات ہے۔ خواہ مخواہ دشمنوں کو اپنی طرف آنے کی دعوت دو گے؟"

"تمھاری محبوبہ نے وعدہ کیا ہے، ہم اس کے کام آئیں گے تو وہ تمھاری طرح ہماری بھی حفاظت کرے گی۔"

ہم شام کے سات بجے وہاں سے روانہ ہوئے۔ پانچ میل تک چلنے کے بعد گاڑیاں رک گئیں۔ دوسری تین گاڑیاں ہماری منتظر تھیں۔ میں نے کہا۔ "مسٹر سلیمان! آپ میرے ساتھ کاڑی میں بیٹھ جائیں۔ سونیا آپ کے دو تین آدمیوں کے ساتھ خود ڈرائیو کرتے ہوئے شہر کی طرف جائے گی۔"

سلیمان مرزو نے سونیا کی طرف دیکھا پھر کہا۔ "رات کا وقت ہے، راستے اونچے نیچے ہیں۔ کئی خطرناک موڑ بھی آتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "آپ فکر نہ کریں، سونیا یہاں آنے سے پہلے تے کے کنویں میں آنکھوں پر پٹی باندھ کر ٹرک چلایا کرتی تھی۔"

ایک جیپ میں وہ دونوں جاسوس، چند مجاہدین کے ساتھ بیٹھ

کر روانہ ہوگئے تاکہ ہماری وجہ سے پہچانے نہ جائیں۔ پھر ہم دو گاڑیوں میں روانہ ہوئے۔ سونیا کو الگ گاڑی اس لیے ڈرائیو کرنے دی تھی کہ مجھے کوئی خطرہ درپیش ہو تو وہ متاثر ہو جائے۔ اسی طرح اس پر کوئی آنچ آتی تو میں دوسری گاڑی میں رہ کر اس کے لیے کچھ کر سکتا تھا۔

سلیمان مورو نے کہا: "میری سمجھ میں نہیں آیا سونیا گاڑی کیوں ڈرائیو کر رہی ہے۔"

"بھئی سلیمان، کچھ سمجھا کرو۔ اسے دوسری گاڑی میں اس لیے بٹھایا ہے کہ اول تو اسے ڈرائیو کرنے کا شوق ہے، دوسرے ہم کھل کر حسین عورتوں کے متعلق گفتگو نہیں کر سکیں گے۔"

اس نے میری ران پر ہاتھ مارتے ہوئے قہقہہ لگایا۔ پھر کہا: "اچھا تو یہ بات ہے مگر صرف گفتگو سے کیا ہوگا، سونیا شہر میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ اور تمہارے دل میں حسرتیں رہ جائیں گی۔"

میں نے اسے دکھانے کے لیے ایک سرد آہ بھری۔ اس نے کہا: "اسی لیے میں نے بیوی کے مرنے کے بعد دوسری شادی نہیں کی۔ عورت کو اپنے ساتھ رکھنے سے بڑی مصیبت ہوتی ہے۔"

ہم نے چلنے سے پہلے لباس بدل لیا تھا۔ سونیا پتلون اور شوخ رنگ کی ایک خوبصورت ڈیزائن کی شرٹ میں ملبوس تھی۔ میں نے پتلون، شرٹ اور ویسٹ کوٹ پہن رکھا تھا۔ ٹائی بھی باندھ لی تھی جیسے کسی کلب یا تفریح گاہ میں جانے کا ارادہ ہو۔ ہم دونوں کے پاس ایک ایک بیگ تھا جس میں ہماری ضرورت کا سامان تھا۔ اس بیگ میں کمپیوٹر ٹرانسمیٹر بھی تھا۔ مجھے اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے اسے نکالا۔ پھر آن کر کے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

اسکرین سے جواب موصول ہوا: "کیوں میرے سلیمان کو احمق بنا رہے ہو۔ موجودہ حالات میں تم کسی حسین عورت میں دلچسپی نہیں لو گے۔ تم نے سونیا کو دوسری گاڑی میں کیوں بھیجا ہے اسے میں کچھ سمجھ رہی ہوں۔ باقی آگے چل کر سمجھ میں آئے گا۔"

"تم نے مجھے کیوں مخاطب کیا ہے؟"

"میں یہ بتانا چاہتی ہوں، مانگاسو میں رات جوان ہوتی ہے۔ شہر کے امیر ترین علاقوں میں کلب آدھی رات تک کھلے رہتے ہیں۔ یہاں دو بڑے قمار خانے ہیں جہاں ساری رات جوا کھیلا جاتا ہے۔ بہرحال تم ان میں سے کسی ایک جگہ ضرور جانا۔ تمہیں کہیں نہ کہیں ایک ایسا شخص ضرور ملے گا جس نے زرد رنگ کی جیکٹ پہنی ہوگی۔ اس قمیص کی جیب پر مادام کیپوٹر کا مختصر پرس لکھا ہوگا۔ اگر میں نے اس کے ذریعے تمہیں دیکھ لیا تو اسے تمہارے پاس لے آؤں گی یا تم اس کے پاس جا کر مخاطب کرنا۔ میں وہ اہم مسودے اس کے ہاتھوں سے تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

سلیمان مورو نے کہا: "بھئی، میری اُن سے کیا باتیں ہو رہی ہیں، کچھ مجھے بھی تو بتاؤ۔"

میں نے ناگواری سے کہا: "تمہاری وہ مجھے اس بات پر ڈانٹ رہی ہے کہ میں تم سے حسین عورتوں کے متعلق کیوں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا خیال ہے میں تمہیں بہکا رہا ہوں، اس کی طرف سے تمہارا دل پھیر رہا ہوں۔"

وہ جلدی سے کمپیوٹر کی طرف دیکھ کر کہنے لگا: "نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو اپنے مہمان کو خوش رکھنے کی خاطر عورتوں کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ میں تمہارے سوا کسی کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔ میں جھوٹ بول رہا ہوں یا سچ؟ یہ میرے اندر آ کر معلوم کر سکتی ہو۔"

کمپیوٹر خاموش ہو گیا تھا۔ میں نے اسے آف کر کے بیگ میں رکھ دیا۔ اس کے دماغ کے اندر غلیظ ذہن کی کوئی بات ہو رہی تھی۔ وہی مترنم آواز تھی لیکن میں آواز کے ذریعے اس ترنم تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

شہر دور ہی سے اپنی جگمگاتی ہوئی روشنیوں کے ذریعے نظر آنے لگا۔ اس کی قریبی بستی کو لی میں پہنچ کر گاڑی رک گئی۔ سلیمان مورو نے مجھ سے رخصت ہوتے ہوئے کہا: "میرے آدمی کل رات تمہیں جنگل والی بستی میں لے آئیں گے۔ اس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔"

"کیا اس بستی میں صرف مسلمان رہتے ہیں؟"

"عیسائی اور بدھ مت کے لوگ بھی ہیں لیکن مسلمانوں کی اکثریت ہے۔"

"کوئی تمہارے خلاف مخبری نہیں کر سکتا؟"

"مخبری کرنے کے لیے بستی سے نکلے گا تو پہچانا جائے گا یہاں کے مسلمان جانتے ہیں، میں رات کو چھپ کر آتا ہوں۔ اس لیے بستی کے باہر سخت پہرہ لگا رہتا ہے۔ کوئی بھی آنے جانے والا پہچانا جاتا ہے۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی مجھے بہت قریب کھٹکے کی آواز سنائی دی۔ جیسے کوئی چیز کار کی باڈی سے ٹکرائی ہو۔ سلیمان مورو مجھ سے ذرا فاصلے پر کھڑا تھا۔ میں نے یکبارگی اچھل کر اس کے سینے پر لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا اور زمین پر گر پڑا۔ دوسری طرف میں از خود گر پڑا تھا۔ ادھر وہ غصے سے اٹھ کر کہنا چاہتا تھا: "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" اس کے اٹھنے سے پہلے میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے پھر گرا دیا۔ وہ جھنجلا کر بولا: "میں تمہیں معزز مہمان سمجھتا ہوں۔ تمہاری میزبانی کرتا آ رہا ہوں اور تم نے مجھے لات ماری ہے؟"

وہ پھر اٹھنا چاہتا تھا، میں نے پھر اسے خیال خوانی کے ذریعے گراتے ہوئے کہا: "ذرا ہوش کرو۔ گولیاں چل رہی ہیں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی گاڑی کا شیشہ ایک چھناکے سے چور ہو گیا۔ میں نے چیخ کر کہا: "سونیا! ہوشیار سائلنٹ۔ فائرنگ ہو رہی ہے۔"

یقیناً انھوں نے ریوالور وغیرہ میں سائلنسر لگا لیا تھا، اس لیے آواز نہیں آ رہی تھی۔ ادھر سونیا نے گاڑی کی باڈی میں گولی لگنے کی ہلکی سی آواز سنی تھی۔ پھر اس نے سمت کا اندازہ کرتے ہوئے گاڑی کو یکبارگی پیچھے لے جا کر موڑ دیا۔ اور ہیڈلائٹس کی روشنی ادھر پھینکی جدھر کچھ سائے بھاگتے ہوئے نظر آئے، اس کے بعد اندھیرے میں گم ہو گئے۔ سونیا نے گاڑی کو گھما کر پھر اُدھر روشنی کی۔ اتنی دیر میں سلیمان مورو کے آدمی سچویشن کو سمجھ گئے تھے، انھوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ بھاگنے والوں میں سے دو گر پڑے لیکن جوابی فائرنگ کے نتیجے میں ایک گولی سونیا کے سامنے ونڈ اسکرین کی طرف آئی۔ شیشہ ایک چھناکے سے ٹوٹ گیا۔ گولی یقیناً دوسری طرف نکل گئی ہوگی۔ سونیا اتنی ناداں تو نہیں تھی کہ آرام سے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھی رہتی۔ وہ گاڑی کا رُخ موڑنے کے بعد نیچے جھک گئی تھی۔

سلیمان مورو نے درست کہا تھا۔ بستی کے چاروں طرف اس کے آدمی موجود رہتے تھے۔ بہت سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ بستی میں ہلچل مچ گئی تھی۔ نہ جانے سونیا کب گاڑی سے نکل آئی۔ وہ زمین پر رینگتی ہوئی میرے قریب پہنچ گئی۔ ہم دونوں سلیمان کے پاس اسی طرح رینگتے ہوئے آئے۔ پھر میں نے کہا: "یہاں سے نکل چلو۔"

اس نے اٹھتے ہوئے کہا: "ہم کہاں جائیں گے۔ یہ ساری بستی ہے۔ میں یہاں محفوظ رہوں گا۔"

"ہم دشمن کی چال کو سمجھتے ہیں۔ انھوں نے فائرنگ کر کے تمہارے صرف دوستوں کو نہیں، دشمنوں کو بھی یہ بتایا ہے کہ تم یہاں آ گئے ہو۔"

اس نے بے یقینی سے کہا: "ارے نہیں، ہم ٹوٹی وی کے جاسوسوں کی طرح باتیں کر رہے ہو۔ یہاں ایسے چالاک دشمن نہیں ہیں۔ پھر میرے آدمی بستی والوں کو ادھر آنے کا موقع ہی نہیں دیں گے۔"

وہ اپنے طور پر درست کہہ رہا تھا لیکن ہماری بات نہیں سمجھ رہا تھا۔ اس کے آدمی آ گئے تھے۔ ایک نے مقامی زبان میں کہا: "ہم نے بستی والوں کو ادھر آنے کا موقع نہیں دیا ہے۔ یہ کہہ کر سب کو خوفزدہ کیا ہے کہ آئندہ بھی گولیاں چل سکتی ہیں۔ لہٰذا آپ اطمینان سے ہمارے ساتھ آ سکتے ہیں۔"

اس نے اٹھ کر میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ تاکہ میں سہارا لے کر اٹھ سکوں مگر میں اور سونیا سہارے کے بغیر ہی کھڑے ہو گئے۔ اس نے کہا: "میرے ساتھ بستی میں چلو۔ ایک ایک کپ چائے پئیں گے، اس کے بعد شہر کی طرف چلے جانا۔"

"ہم شہر میں جا کر ہی کچھ کھائیں گے۔"

"کچھ دیر رک جانے میں ہرج نہیں ہے۔ میرے آدمی تمہارے ساتھ شہر جائیں گے۔ تمہیں وہاں کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوگی۔"

میں نے اس کے دماغ کو پڑھا۔ دراصل وہ چاہتا تھا ہم کچھ دیر وہاں رہ کر اس کی طاقت کا اندازہ کریں اور ویسا ہی اچھی طرح سمجھ لیں کہ صرف جنگل میں نہیں، بستیوں میں بھی لوگ اس کے وفادار ہیں اور اس کے ایک حکم پر جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔

ہم بستی میں آ گئے۔ ایک بڑا سا لکڑی کا مکان نظر آ رہا تھا۔ وہاں جتنے بھی مکانات بنائے جاتے تھے، وہ زمین سے چار فٹ یا چھ فٹ کی اونچائی پر ہوتے تھے یعنی مکان کے نیچے اور زمین کے درمیان جگہ خالی رہتی تھی۔ وہ اس طرح کہ درخت کے تنے کاٹ کر پہلے چار فٹ یا چھ فٹ لکڑی کا پلیٹ فارم بنایا جاتا تھا پھر اس کے اوپر مکان تعمیر کیا جاتا تھا۔ تاکہ کبھی سمندر میں طوفان آئے اور پانی جزیرے میں چلا آئے تو وہ کسی حد تک محفوظ رہ سکیں۔

ہم سلیمان مورو کے بستی والے مکان میں پہنچے۔ اس کے چند بے تکلف دوست وہاں پہلے سے موجود تھے۔ شراب کا دور چل رہا تھا۔ سب نے سلیمان کو آگے بڑھ کر گلے سے لگایا۔ اس نے دوستوں سے ہمارا تعارف کرایا۔ ہم شراب کی بوتلیں اور ران کے پیکٹ کا اندازہ دیکھ رہے تھے۔ اتنا کچھ دیکھنے کے بعد میں انھیں مسلمان تو کہہ سکتا تھا مگر مجاہدین نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ جہاد کرنے والے مسلمان اپنے پاکیزہ کردار کا بھی مظاہرہ کرتے ہیں۔

ایک نے شراب کا گلاس ہماری طرف بڑھایا۔ میں نے کہا: "ہم صرف چائے پیتے آئے ہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ سب قہقہے لگانے لگے۔ ایک نے کہا: "بھئی خوب فرمائش کی۔ شراب کی محفل میں چائے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے حسینا ؤں کی محفل میں کوئی اپنی بیوی کو یاد کرے۔"

اس بات پر بھی قہقہے بلند ہوئے۔ اس بڑے سے کمرے کے وسط میں ایک بڑی سی میز بچھی ہوئی تھی۔ وہاں کھانے کی مختلف ڈشیں بھی جا رہی تھیں۔ سلیمان مورو نے کہا: "بھئی، ایسی باتیں نہ کرو۔ یہ ہمارے معزز مہمان ہیں۔ یہ شراب نہیں پیتے۔ پھر اس نے میری طرف دیکھ کر معذرت چاہتے ہوئے کہا: "ان کی باتوں کا خیال نہ کرنا۔ یہ دل کے اچھے ہیں۔ یہاں سے شہر

کر بھی تمہیں کھانا ہی ہے۔ پلیز یہاں کھانے میں ہمارا ساتھ دے دو۔"

ہم نے ان کا ساتھ دیا۔ میرے اور سلیمان مورو زکے درمیان سونیا ایک کرسی، مٹھ گئی۔ لوگ ہمیشہ اپنے پاس ہتھیار رکھتے تھے ان میں سے نے وقت اپنے ہتھیار کرسی سے لگا کر زمین پر رکھ دیے تھے کچھ نے اپنی اسٹین گنیں قدموں کے پاس رکھ لی تھیں کچھ ایسے تھے جنہوں نے ریوالور پہر کھے ہوئے تھے۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے اپنے ریوالور کو میری اور اپنی پلیٹ کے درمیان میز پر رکھ دیا تھا۔ پھر کھانا شروع کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "ہتھیار مرد کا زیور ہوتا ہے۔ کیا تم یہ زیور نہیں پہنتے؟"

میں نے لقمہ چباتے ہوئے کہا "کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔"

"سنا ہے تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغ میں پہنچ جاتے ہو۔ کیا میرے دماغ میں پہنچ سکتے ہو؟"

"کھاتے وقت میری ٹیلی پیتھی الٹ جاتی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"جب میں کھا رہا ہوں اور کوئی مجھے اپنے دماغ میں آنے کے لیے کہے تو اسے سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کرنا پڑتی ہیں اور ایسا تم نہیں کرو گے۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے فوراً اٹھ کر کہا "میں کیوں نہیں کر سکتا؟ یہ کوئی بڑی بات ہے؟ میں ابھی کر کے دکھاتا ہوں۔"

وہ وہاں سے کمرے کے خالی حصے میں گیا۔ پھر سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کر لیں۔ اس کے ساتھی کہنے لگے "ارے یہ کیا کر رہے ہو؟ تمہارا دماغ چل گیا ہے؟"

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ جب اسے ہوش آیا تو سمجھ میں نہیں آ سکا کہ اب تک اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا تھا۔ اسی سمجھنے اور نہ سمجھنے کے دوران وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑا پھر فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ایک ساتھی نے کہا "کتنی بار سمجھایا ہے زیادہ نہ پیا کرو۔"

وہ پاؤں پٹخ کر آگے بڑھا پھر میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا "میں نشے میں نہیں ہوں۔"

اس نے گھونسا زور سے مارا تھا۔ بہت سی پلیٹیں میز پر سے اچھل کر پھر اپنی جگہ آئیں، ایک دوسرے سے ٹکرائیں پھر ذرا بچ کر خاموش ہو گئیں۔ اس نے بوتل اٹھا کر منہ سے لگائی۔ غٹا غٹ پینے کے بعد لمبی لمبی سانسیں لینے لگا میں اور سونیا اطمینان سے کھا رہے تھے۔ وہ اپنی کرسی پر بیٹھ کر میری طرف گھورتے ہوئے بولا۔ "مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

میں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا "میں ٹیلی پیتھی کے متعلق تمہیں بتا رہا تھا اور تم سچ مچ جا کر سر کے بل کھڑے ہو گئے تھے۔ میں نے سوچا جب تم الٹ ہی گئے ہو تو میں اپنی الٹی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے دماغ میں پہنچ کر گفتگو کروں مگر تم گر چکے تھے اور اب اٹھنے کے بعد غصہ دکھا رہے ہو۔"

وہ الجھن میں پڑ گیا تھا۔ مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے بوتل اٹھا کر دو گھونٹ پیے، اس کے بعد بولا "کیا ٹیلی پیتھی ایسی ہو سکتی ہے کہ آدمی اپنے بس میں نہ رہے اور الٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگے؟"

"اس کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ میں نے پہلی قسم بتائی تھی اور تم الٹ گئے، دوسری بتاؤں گا تو جانے کیا اوٹ پٹانگ حرکتیں کرو گے لہٰذا چپ چاپ کھاتے رہو۔"

وہ چپ چاپ کھانا نہیں چاہتا تھا غصے میں صرف پینا چاہتا تھا۔ باقی سب لوگ کھاتے رہے۔ وہ سب زندہ دل تھے، اپنے ساتھی کا غصہ کم کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی بات کہہ کر اسے ہنسانے کی کوشش کرتے تھے اور خود بھی ہنستے گنگتے تھے۔

ہمارا میزبان سلیمان مورو بھی بوتل کھول چکا تھا۔ وہ کھانے کے دوران ایک ایک گھونٹ یوں پیتا تھا جیسے پانی پی رہا ہو۔ سونیا نے ناگواری سے منہ بنا کر کہا "مجھے یہ عادت بالکل پسند نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ ایک دم سے چونکی اور پھر ایک الٹا ہاتھ سلیمان مورو زکے منہ پر جما دیا۔ وہ کرسی سمیت الٹ کر فرش پر پہنچ گیا۔ سونیا بھی چیختی ہوئی فرش پر پہنچ گئی "فرہاد ہوشیار سامنے دیکھو۔"

اس کے کہنے سے پہلے ہی میں دیکھ چکا تھا۔ اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کا ریوالور اٹھا چکا تھا۔ پھر اسی لمحے میں نے گولی چلا دی۔ اس مکان کی دیواریں لکڑی کے تختوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھیں۔ ان تختوں کے جوڑ میں ایک شگاف تھا اور اسی شگاف سے ریوالور کی نال جھانک رہی تھی۔

جیسے ہی میں نے گولی چلائی، ریوالور کی نال غائب ہو گئی لیکن کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ ادھر سلیمان مورو زمین پر گرنے کے بعد ہلکا کر اٹھ رہا تھا اور غصے سے کہہ رہا تھا "میں تم دونوں کو معزز مہمان سمجھتا تھا اور تم نے میرے منہ پر طمانچہ مارا۔ اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

دوسری طرف اس کا ساتھی مجھ سے کہہ رہا تھا "تم نے میرے سر کی طرف گولی کیوں چلائی؟ اگر مجھے لگ جاتی تو؟"

میں نے کہا "پچھلی دیوار کی طرف دیکھو۔ وہاں سے ایک ریوالور کی نال نظر آئی تھی۔ اس کا رُخ سلیمان کی طرف تھا۔"

سب نے ادھر دیکھا مگر کچھ نظر نہیں آیا۔ میں نے کہا "باہر چلو، کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دے رہی ہے۔"

دو آدمی باہر جانے لگے، ان میں سے ایک نے کہا "اگر یہ غلط ہوا تو ہم سے برا کوئی نہ ہو گا۔"

وہ باہر چلے گئے۔ سلیمان مورو فرش پر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ کبھی اس دیوار کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں میں نے گولی چلائی تھی اور کبھی سونیا کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے گھونسا دکھاتے ہوئے کہا "میں... میں..."

وہ اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ وہ شخص جو باہر گئے تھے، وہ تیسرے کو لے کر آئے۔ اس کے بازو میں گولی لگی تھی اور لہو رس رہا تھا۔ ان دونوں نے غصے سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ ہمارا محافظ ہے۔ تم نے اس پر گولی کیوں چلائی؟"

"اگر یہ محافظ ہے تو پھر یہ غدار بھی ہے۔ دشمنوں سے ملا ہوا ہے۔"

اس زخمی نے مقامی زبان میں کچھ کہا۔ ایک شخص نے اس کا ترجمہ پیش کیا "یہ کہہ رہا ہے تم جھوٹے ہو۔ یہ ہمارا وفادار ہے۔"

میں نے کہا "یہ انگریزی زبان جانتا ہے تب ہی میری بات کے جواب میں اپنی صفائی پیش کر رہا ہے۔ اس سے کہو یہ مجھ سے انگریزی میں گفتگو کرے۔"

اس نے انکار میں سر ہلا کر پھر مقامی زبان میں کچھ کہا۔ جس کا مطلب تھا "اگر وہ انگریزی بولے گا تو میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔"

اسی وقت سلیمان مورو زنے آگے بڑھ کر اس زخمی پہرے دار کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا "میرے مہمان جھوٹے نہیں ہیں۔ ابھی اس روح نے میرے اندر پہنچ کر کہا ہے، تم مجھ پر گولی چلا رہے تھے۔ اگر خیریت چاہتے ہو تو سچ اگل دو۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں، میں نے گولی نہیں چلائی۔ میں غدار نہیں ہوں۔"

اس بار وہ انگریزی میں بول رہا تھا۔ میں نے سوچا اس کے سچ اگلنے میں بڑی دیر لگے گی، لہٰذا اسے مجبور کرنا شروع کیا اور وہ اپنے جرم کا اعتراف کرنے لگا۔ اس کے بعد اس کی پٹائی شروع ہو گئی۔ سلیمان کہہ رہا تھا "اسے ابھی نہ مارو۔ باندھ کر رکھو اور اتنی دیر میں وہ ہمارے دشمنوں کا پتا بتائے۔ یہ کہاں سے آیا ہے اور اسے کس نے بھیجا ہے؟"

جس نے بھی اسے بھیجا تھا، وہ اس کا وفادار تھا کیوں کہ سلیمان کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی اس نے کوئی چیز جیب سے نکالی تھی اور اسے منہ میں رکھ کر نگل گیا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جسم اینٹھنے لگا۔ وہ ان کی گرفت سے نکل رہا تھا مگر فرش پر گر رہا تھا۔ سب نے اسے چھوڑ دیا۔ ایک نے کہا "یہ ڈھونگ کر رہا ہے یہاں سے بھاگنے کا موقع ڈھونڈ رہا ہے۔"

میں سمجھ گیا تھا، اب وہ نہیں بچے گا۔ میں نے بیگ میں سے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر نکال کر رابطہ قائم کیا۔ پھر مائک کو آن کرتے ہوئے کہا "تمہارا شکریہ، اگر تم سلیمان مورو زکو یقین نہ دلاتیں تو ہم بُری طرح پھنس جاتے۔"

جواب موصول ہوا "اس واقعے سے سبق حاصل کرو اور میری اہمیت کو سمجھو۔ اگر میں مخالفت پر اتر آئی تو ان خرد ماغوں سے پیچھا نہیں چھڑا سکو گے، اس جزیرے سے نکل بھاگنے کا راستہ بھی نہیں ملے گا۔ ویسے تم دونوں کی چھیڑ چھاڑ بڑی حیرت انگیز ہے۔ میں بھی مورو زکے دماغ میں تھی مگر اس خطرے کو سمجھ نہیں پائی۔" پھر اس نے کہا "فرہاد! یہاں وقت ضائع نہ کرو۔ شہر مانگا سو پہنچو۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

میں نے سونیا کو وہ کمپیوٹر اسکرین دکھایا۔ اس نے جواب پڑھ کر تائید میں سر ہلایا۔ میں نے کہا "ہم ابھی آ رہے ہیں۔"

میں نے اسے آف کر کے بیگ میں رکھ لیا۔ سلیمان مورو زاور اس کے ساتھی مرنے والے کی طرف متوجہ تھے۔ کوئی اس کی نبض ٹٹول رہا تھا، کوئی دل کی دھڑکن محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر انھیں یقین ہو گیا کہ وہ مر چکا ہے۔ سونیا نے تو لیے سے ہاتھ پونچھتے ہوئے سلیمان کے قریب آ کر کہا "اب ہم شہر جانا چاہتے ہیں۔"

ہمارے میزبان نے ذرا پیچھے ہٹ کر اسے دیکھا پھر مجھے دیکھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "میں اپنے مہمانوں کو کیا کہوں؟ سمجھ میں نہیں آتا۔ دونوں نے میری جان بچائی لیکن ایک نے لات ماری، دوسری نے تھپڑ مار دیا۔"

اس نے پھر ایک بار ہمیں باری باری دیکھا۔ اس کے بعد تھوک نگل کر بولا "بہتر ہے تم دونوں چلے ہی جاؤ۔"

ہم جزیرے کے شہر مانگا سو پہنچ گئے۔ ہمارے اطراف شہر کے مناظر گزرتے جا رہے تھے۔ ہم دائیں بائیں کھڑکیوں سے دیکھتے آ رہے تھے۔ وہاں لکڑیوں کے مکانات کے علاوہ پختہ عمارتیں بھی تھیں۔ تقریباً ہر مکان کے باہر رنگ برنگے پھولوں کے باغیچے تھے۔ بہت ہی صاف ستھرا شہر تھا۔ بعد میں پتا چلا وہ شہر اتنا مہنگا ہے کہ وہاں صرف دولت مند آ کر آباد ہوتے ہیں۔ آس پاس کی بستیوں کے غریب لوگ پھل، سبزیاں اور کھانے پینے کی دوسری چیزیں لا کر ان کو فروخت کرتے ہیں۔ اور شام ہونے سے پہلے واپس چلے جاتے ہیں۔

ہماری گاڑی اس قدیم تاریخی محل کے قریب پہنچ رہی تھی۔

کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے اسے بیگ سے نکال کر اپریٹ کیا۔ اس نے کہا "اب میں تمہارے ڈرائیور کے دماغ میں رہوں گی۔ یہ تمہاری باتیں اچھی طرح نہیں سمجھ سکے گا لہٰذا میری مرضی کے مطابق اس گاڑی کو محل کے چاروں طرف گھمائے گا۔ تاکہ تم اسے اچھی طرح دیکھ لو۔ دن کے وقت بھی اگر دیکھ لینا۔ کمپیوٹر کے اسکرین کو آن کر کے رکھو۔ میں کچھ نہ کچھ معلومات فراہم کرتی رہوں گی۔"

ہماری گاڑی محل کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ اس کے چاروں طرف اونچی دیواریں حد بندی کے طور پر کھڑی ہوئی تھی۔ یہ دیواریں پرانی ہو چکی تھیں۔ اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی تھی "اس قدیم تاریخی محل کا نام مکتی محل ہے۔ ابھی تم مکتی محل کے سامنے سے گزر رہے ہو۔ سامنے جو آبادی نظر آ رہی ہے یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور سبھی دولت مند ہیں۔"

میں اس محل کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ شہر میں کافی روشنی تھی۔ کچھ اس کی روشنی میں اور کچھ محل کی سفیدی نے اسے رات کے وقت بھی اجاگر کیا ہوا تھا۔ وہ سفیدی یا تو ڈسٹمپر کی ہو سکتی تھی یا پھر سفید پتھر استعمال کیے گئے ہوں گے۔ بہر حال وہ محل بہت صاف ستھرا منظر کا حامل تھا۔

کمپیوٹر کے ذریعے معلوم ہوا کہ حکومت کی طرف سے محل کی حفاظت کی جاتی ہیں۔ میں نے پوچھا "جب یہ مکتی محل حکومت کے قبضے میں ہے تو پھر تمہارے قبضے میں کیسے آ سکتا ہے؟"

"اس جزیرے میں حکومت کے قدم ڈگمگا رہے ہیں۔ اس کے پیچھے ایک چھوٹی سی فوجی چھاؤنی ہے۔ یہ فوجی قانون کا واسطہ دے کر شہر میں امن و امان قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر اس فوجی اڈے کو تباہ کر دیا جائے تو مسلمان باغیوں کی دہشت اور بڑھ جائے گی یہاں کے شہریوں کو اس محل سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ سلیمان مورو اور اس کے علاوہ دوسرے مسلمان لیڈر خوشی سے محل میرے حوالے کر دیں گے۔ پھر یہاں میرے آدمیوں کا پہرہ رہے گا۔ اور کوئی اس کے احاطے کے اندر نہیں آ سکے گا۔"

ہماری کار مکتی محل کے چاروں طرف ایک تہائی سے گزر رہی تھی۔ محل کے دائیں بائیں تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر کوئی مکان نہیں تھا۔ صرف حد بندی کی دیوار تھی۔ اس سے بعد جو آبادی تھی اس میں فلپائنی، غیر ملکی، خصوصاً امریکی اور کچھ مسلمان تھے۔

مادام کمپیوٹر نے کہا "جیسا کہ میں بتا چکی ہوں، اس کا نام مکتی محل ہے۔ مکتی محل کے معنی ہیں نجات۔ اس محل کا گوری سیاحہ کی .... نجات سے گہرا تعلق ہے — وہ دو سو برس سے سحر زدہ رہنے والی حسینہ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ تم ہی اسے مکتی محل کے تہ خانے سے نجات دلا سکو گے۔"

ہماری گاڑی چاروں طرف ایک چکر لگانے کے بعد اس شاہراہ پر جا رہی تھی جس کے دونوں طرف متعدد ہوٹل اور کلب وغیرہ تھے۔ مادام کمپیوٹر نے پوچھا "میں گوری سیاحہ کی بات کر رہی ہوں۔ تم نے کوئی جواب نہیں دیا ہے؟"

میں نے جواب دیا "مجھے اس کہانی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں اور سونیا سوچ رہے ہیں، اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے۔"

"مجھے جلدی اپنا فیصلہ سناؤ۔"

"کل دوپہر تک فیصلہ سنا سکتا ہوں۔ یوں بھی کیا جلدی ہے۔ ابھی اس محل پر تمہارا قبضہ نہیں ہوا ہے۔"

"ہو جائے گا۔ ابھی دس بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ تمہاری گاڑی پامیرا کلب کے احاطے کے سامنے پہنچ گئی ہے۔ اس کلب میں تم ایک بجے تک رہو گے۔ اس کے بعد اپنی رہائش گاہ میں چلے جانا کیونکہ دو بجے کے بعد محل کے پھیلے حصے میں دھماکے شروع ہوں گے۔ کل صبح تک میرے آدمی اس فوجی چھاؤنی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں گے۔"

"میں اس کلب میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکوں گا کیوں کہ نہ تو ہم شراب پیتے ہیں اور نہ ہی تاش کھیلنے کے موڈ میں ہیں۔"

"یہاں پانچ نمبر کا کیبن مسٹر شنکو کے نام پر ریزرو ہے۔ اس کیبن میں چلے جاؤ۔ یہ ہمارا آدمی ہے۔ کوئی انتظامیہ نہیں روکے گا۔ پینے کے لیے ٹھنڈے مشروب اور کافی مل سکتی ہے۔ تم اس کیبن میں بیٹھ کر ان مسودوں کا مطالعہ کر سکتے ہو۔"

ہم گاڑی سے اتر کر کلب میں پہنچ گئے۔ ہمیں پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑی کہ کلب میں پراپوٹیٹ کیبن کہاں ہیں۔ وہاں داخل ہوتے ہی ایک شخص زرد رنگ کی شرٹ میں نظر آیا۔ اس کی جیب پر ایم سی لکھا ہوا تھا۔ وہ سیدھا ہماری طرف چلا آیا۔ ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا "ویل کم مسٹر فرہاد۔"

پھر اس نے سونیا سے بھی مصافحہ کیا اور ہمیں کیبن تک پہنچا کے چلا گیا۔ وہاں پہنچتے ہی ایک باڈی بلڈر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی جسامت دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا۔ اچھا خاصا مٹر ہو سکتا ہے۔ جسمانی سختی اور صفائی بتا رہی تھی کہ ضرورت پڑنے پر وہ کسی کو قتل بھی کر سکتا ہے۔

میں نے اسے دیکھ کر زرد قمیص والے سے کہا "سونیا ہم نہانا چاہتے ہیں۔"

باڈی بلڈر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "میں جا رہا ہوں۔ تمہیں صرف یہ لفافہ دینا چاہتا تھا۔"

اس نے میز کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں پلاسٹک کا سیاہ لفافہ رکھا ہوا تھا۔ اس کے جاتے ہی میں اور سونیا کیبن میں آئے۔ سافٹ ڈرنک کا آرڈر دیا۔ پھر اس لفافے کو کھول کر کاغذات نکال کر دیکھنے لگے۔ وہ سب اصل کاغذات کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں تھیں۔ ان میں سے کچھ ایسی کاپیاں تھیں جو اجنبی زبان میں تھیں۔ انھیں دیکھ کر پتا چلتا تھا، صدیوں پہلے یہ زبان رائج رہی ہوگی۔ اب کوئی اسے پڑھ نہیں سکتا تھا۔ دوسرے چند کاغذات انگریزی زبان میں تھے۔ یعنی ان پرانی تحریروں کا ترجمہ پیش کیا گیا تھا۔

میں انھیں پڑھنے لگا۔ ایک ایک صفحہ پڑھ کر سونیا کی طرف بڑھا دیتا تھا۔ وہ انھیں پڑھنے لگتی تھی۔ ہم ٹھنڈا شربت بھی پیتے جا رہے تھے اور پڑھتے بھی جا رہے تھے۔ باتیں وہی تھیں جو مادام کمپیوٹر مجھے بتا چکی تھی۔ مجھے ایسی حسینہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی جو دو سو سال سے مردوں کی طرح سو رہی ہو اور میرے جاتے ہی اٹھ کر بیٹھ جائے۔

ہاں، مگر اس ڈرامے سے دلچسپی تھی جو مادام کمپیوٹر اس حسینہ کے حوالے سے کھیلنے والی تھی۔ ان کاغذات میں ایک نقشہ بھی تھا۔ اسے دیکھ کر پتا چلتا تھا وہ کتنی محل کا تہ خانہ ہے۔ تہ خانے میں پہنچنے کے بعد کن راستوں سے گزرنا ہوگا؟ ان راستوں کی نشاندہی کی گئی تھی۔ اس تہ خانے میں ایک جگہ سرخ نشان بنایا گیا تھا۔ اس کے نیچے لکھا ہوا تھا "ہیئر لائس گوری سیاحہ۔ ویٹنگ ریٹنگ اینڈ ویٹنگ فار یو (یہاں گوری سیاحہ پڑی ہے۔ انتظار کر رہی ہے، انتظار کر رہی ہے۔ ہاں تمہارا ہی انتظار کر رہی ہے۔)"

سونیا اس نقشے کو دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا "اس تہ خانے میں اترنے کا کوئی راستہ نہیں دکھایا گیا ہے۔"

میں نے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو نکال کر آپریٹ کیا۔ پھر یہی سوال دوہرایا۔ اس نے جواب دیا "یہ تمہارے پاس اصل نقشے کی نقل ہے۔ میں نے اسے نقل کرتے ہوئے اس مقام کی نشاندہی نہیں کی جہاں سے تہ خانے میں اترا جا سکتا ہے۔ جب تم مجھ پر اعتماد کرو گے اور میرے [illegible] کرو گے تو میں تمہیں راستہ دکھا دوں گی۔"

"تم میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ کیا ضروری ہے کہ میں ہی اس تہ خانے میں جا سکتا ہوں۔ یہ کام کسی اور سے بھی لے سکتی ہو۔"

"اس تہ خانے میں جانے کے لیے دلیری، ذہانت اور علم ریاضی میں مہارت چاہیے۔"

"میں علم ریاضی نہیں جانتا۔"

"بابا فرید واسطی کے ادارے میں علم ریاضی کے بڑے بڑے عالم ہیں۔ شیخ الفارس ان کے استاد ہیں۔ وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔"

میں نے ان مسودوں میں سے ایک صفحہ نکال کر پڑھنا شروع کیا۔ اس میں تہ خانے کے ایک کمرے کا ذکر تھا۔ اور ایک ریاضی کا حساب پیش کیا گیا تھا۔ کچھ یوں لکھا تھا۔

"جو سیڑھیوں سے اترتا ہوا فرش پر پہنچے گا، اسی رخ پر سامنے ایک دیوار ہوگی۔ وہ دیوار دو سو دس پتھروں سے چنی گئی ہے۔ فرش اور دیوار کے بائیں کونے سے ستر ڈگری کی سیدھ پر بارہ پتھر چھت تک گئے ہیں۔ انھیں نیچے سے گنتے ہوئے پتھر نمبر آٹھ تک جاؤ۔ پھر اوپر سے گنتے ہوئے پتھر نمبر پانچ تک آؤ۔ ان نمبروں کے درمیان دو ایسے نمبروں کو جمع کرو جن کا حاصل جمع تین سے برابر تقسیم ہو جائے۔ تقسیم کے حاصل میں جس نمبر کا پتھر آئے گا، اس پر کسی سخت چیز سے ضرب لگاؤ۔ پھر دیوار کا خفیہ دروازہ خود بخود کھلتا جائے گا۔"

ریاضی کا یہ حساب پیش کرنے کے بعد نیچے وارننگ لکھی ہوئی تھی "خبردار! اگر حساب میں غلطی ہوئی یا اندازے سے کسی اور پتھر پر ضرب لگائی گئی تو اس چار دیواری کی چھت تم پر آ گرے گی۔ پھر تم بھی گوری سیاحہ کی طرح برسوں کسی کے انتظار میں وہاں پڑے رہو گے۔"

ان کاغذات کا مطالعہ کرنے سے پتا چلا، تہ خانے کے مختلف کمروں اور راہداریوں میں اسی طرح علم ریاضی کا جال بچھا ہے۔ جیسے جیسے راستہ آگے بڑھتا جاتا ہے، چیلنجوں کی شعبدہ بازی مشکل تر ہوتی جاتی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں ہر شعبے کے ماہرین اور علم کے ہر موضوع پر کامل دسترس رکھنے والے اساتذہ موجود تھے۔

میں نے کمپیوٹر کو آن کرنے کے بعد کہا "کل میں تمہارا ساتھ دینے کا فیصلہ کروں گا۔ اس کے بعد جناب شیخ الفارس سے ریاضی کے تمام مسائل حل کرا لوں گا۔ ابھی موجودہ حالات پر گفتگو کرو۔ تمہاری توجہ صرف مکتی محل کی طرف ہے۔ تم آج رات دو بجے ہنگامے کرانا چاہتی ہو لیکن یہ کیوں بھول رہی ہو کہ وہ شت گرد تنظیم کے تمام لوگ ادھر کا رُخ کر رہے ہیں۔ آج رات جزیرے کے ساحلی علاقے بڑے مصروف رہیں گے۔ یقیناً سبھی بحری راستے سے اس جزیرے میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔"

اسکرین سے جواب موصول ہوا "تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے، وہ صرف کوششیں نہیں کر رہے ہیں بلکہ دہشت گرد تنظیم سے تعلق رکھنے والے کئی خطرناک مجرم جزیرے میں داخل ہو چکے ہیں۔ ان میں سے کچھ میری ٹیلی پیتھی کی منفعی میں ہیں۔ کچھ گرفتار ہو گئے ہیں۔ جب وہ اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کریں گے تو مجھے پتہ چل سکے گا۔ رہ گئی یہ بات کہ آج رات جزیرے کے تمام ساحلی علاقوں سے مجرموں کی کھیپ داخل ہونے والی ہے تو ہم نے پہلے سے انتظامات کر رکھے ہیں۔ یہاں سلیمان مورو کے علاوہ ایک اور مسلمان لیڈر ہے جس کا نام احمد جوزف ہے، ان رہنماؤں نے اپنے جنگجو جوانوں کو ساحلی علاقوں پر پھیلا دیا ہے۔ کوئی اجنبی اس جزیرے پر قدم رکھے گا تو اسے گولی مار دی

جائے گی۔"

"مادام کمپیوٹر! کیوں ہمیں بچوں کی طرح بہلا رہی ہو۔ جن دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں سے تمھاری معاوضہ حاصل کرتی رہتی ہو، ان کے آدمیوں کو بھلا تم گولی مارو گی۔"

"میں نہیں ماروں گی۔ مجھ پر الزام نہیں آئے گا۔ فلپائن کی موجودہ حکومت نے مسلمانوں کو باغی کہہ کر بدنام کیا ہوا ہے۔ دہشت گرد تنظیم کے لوگ یہی سمجھیں گے کہ مسلمان ان پر حملہ کر رہے ہیں۔"

"ان پر حملہ کوئی بھی کرے، تمھارا فرض ان کی حفاظت کرنا ہے کیوں کہ تم ان سے اچھی خاصی رقمیں وصول کرتی رہتی ہو۔"

"میں ان سے معاوضہ حاصل کرتی ہوں۔ اس سلسلے میں دیانت داری سے ان کی مدد کرتی ہوں۔ انھیں کبھی نقصان نہیں پہنچاتی لیکن میری مرضی کے خلاف وہ اقدامات کریں گے اور جبراً اس جزیرے میں داخل ہونا چاہیں گے تو میں نہ ان کا ساتھ دوں گی اور نہ ہی گھتم گھتا مخالفت کروں گی۔ میں نہیں چاہتی کہ گوڑی سمجھ تک پہنچنے کے سلسلے میں کسی طرف سے رکاوٹ ہو۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب ہم جا رہے ہیں۔ اپنی رہائش گاہ میں آرام کریں گے۔"

"تمھارے ساتھ جو ڈرائیور ہے، وہ انگریزی نہیں جانتا تمھارے لیے مشکلات پیش آئیں گی۔ بہتر سمجھو تو اس باڈی بلڈر کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

"ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟" ضرورت پیش آئے گی تو خیال خوانی کی ڈور سے باندھ کر اپنی طرف کھینچ لوں گا۔"

میں نے کمپیوٹر آف کر کے بیگ میں رکھا۔ سونیا اپنا بیگ سنبھالتے ہوئے اٹھی۔ پھر کیبن سے باہر آئی۔ سامنے باڈی بلڈر جیسے راستہ روک کر کھڑا ہوا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی مسکرا کر بولا۔ "میرے لائق کوئی خدمت؟"

سونیا نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ پھر کہا۔ "تمھاری جیب میں جتنی بھی فلپائنی کرنسی ہے وہ ہمیں دے دو۔"

فلپائنی سکے کو پیسو کہا جاتا ہے۔ اٹھارہ پیسو ایک امریکی ڈالر کے برابر ہوتا ہے۔ اس نے سو سو پیسو کے بیس نوٹ دیے۔ میں نے پچاس پیسو کے سو نوٹ نکال کر ہماری طرف بڑھا دیے۔ پھر اس نے پوچھا۔ "اور کوئی خدمت؟"

"ہاں، اب سامنے سے ہٹ جاؤ۔"

اسے سونیا کا یہ انداز ناگوار گزرا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ مترنم آواز اسے کچھ کہہ رہی تھی۔ وہ چپ چاپ ایک طرف ہٹ گیا۔ ہم دونوں شانہ بشانہ چلتے ہوئے کلب سے باہر آئے۔ پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ڈرائیور کو معلوم تھا اور یہ مادام کمپیوٹر نے بھی اس کے دماغ میں رہ کر معلوم

کر لیا ہوگا۔ ویسے ہمیں اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہ ہم سے بہت بڑا کام لینا چاہتی تھی۔ ہمیں نقصان پہنچانے کے سلسلے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ بلکہ ہر قدم پر ہماری حفاظت کرنے والی تھی۔

ابھی ہم تھوڑی دور گئے تھے کہ اچانک پیچھے سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ ہم نے پلٹ کر دیکھا۔ پیچھے آنے والی ایک گاڑی راستے پر گھوم کر رک گئی تھی۔ میں نے باڈی بلڈر کے دماغ میں جھانکنا شروع کر دیا۔ پتا چلا۔ وہ ہماری نگرانی کے لیے چلا آ رہا تھا۔ کسی نے اس کی گاڑی کے پہیے پر گولی چلائی تھی اور اسے بیکار کر دیا تھا۔ سونیا نے جاپانی زبان میں کہا۔ "ہمیں گاڑی میں نہیں بیٹھنا چاہیے۔ میں جا رہی ہوں۔ آگے اسی راستے پر ملوں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے دروازہ کھولا اور چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دی۔ آگے ایک چھوٹا سا چوراہا تھا۔ ہماری گاڑی وہاں تک نہ پہنچ سکی۔ دوسرے راستے سے ایک ٹرک آ کر ہمارا راستہ روک لیا۔

یہ ہونا ہی تھا۔ ہماری نگرانی کرنے والی گاڑی کا پہیہ بیکار کرنے اور اسے روکنے کا مطلب یہی تھا کہ آگے کا راستہ بھی روک دیا جائے گا اس لیے سونیا نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ دوستی اور وفاداری میں ایسے مرحلے بھی آتے ہیں کہ ساتھ دینے کے لیے ساتھ چھوڑنا پڑتا ہے۔

ہماری گاڑی ٹرک سے ذرا دور رک گئی۔ میں نے کھڑکی کے باہر دیکھا۔ اسٹریٹ لیمپ دور دور تک نصب کیے گئے تھے۔ میرے آس پاس کہیں اندھیرا تھا کہیں اجالا۔ کچھ حرکت کرتے ہوئے سائے نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ واضح طور پر دکھائی دیے۔ وہ سب ٹرک کی طرف آ گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں اور ریوالور تھے۔ انھوں نے ہماری گاڑی کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ پھر ایک نے دروازے کے پاس آ کر ایک چھوٹی سی پرچی میری طرف بڑھائی۔ میں نے اسے کھول کر گاڑی کی اندرونی لائٹ میں پڑھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔ "جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ہمارے حوالے کر دو۔"

میں نے اپنا بیگ اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اس کی تلاشی لینے لگے۔ اس میں سے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر اور سیاہ رنگ کا لفافہ نکلا جس میں وہ تمام مسودے تھے۔ اس کے علاوہ ہماری ضرورت کا دوسرا سامان تھا۔ ایک شخص دوسری طرف کا دروازہ کھول کر میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ایک پرچی پر کچھ لکھ کر میری طرف بڑھا دیا۔ اس نے لکھا تھا۔ "تمھارا ساتھی کہاں ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "چونکہ وہ یہاں نہیں ہے اس لیے کسی بھی لمحے اوپر سے نازل ہو گی۔"

اس نے مجھے دروازے کی طرف دھکا دیتے ہوئے باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ میں دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ ایک نے ٹرک کی طرف اشارہ کیا۔ اور مجھے ادھر دھکا دینا چاہا۔ وہ مجھے وہاں جا کر بیٹھنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ اسی لمحے ایک زوردار دھماکا ہوا۔ پتا چلا ٹرک کا ایک پہیہ بیکار کیا جا چکا ہے۔ رات کے سناٹے میں اتنا زوردار دھماکا ہوا تھا کہ سب چونک گئے تھے۔ اتنا ہی میرے لیے کافی تھا۔ میں نے اچھل کر الٹی قلابازی کھائی۔ گاڑی کی چھت پر گیا۔ پھر وہاں سے لڑھکتا ہوا دوسرے دروازے پر پہنچا۔ دوسری طرف سے وہی شخص نکل رہا تھا جو میرے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا۔ میں اسے لیے سڑک کے کنارے آ کر گرا۔ پھر اسے لپٹائے ہوئے دور لڑھکتا چلا گیا۔ آخر میں نے اس وقت اسے چھوڑا جب اس کی اسٹین گن میرے ہاتھ آ گئی۔ وہ اسی جگہ پر پڑا رہ گیا۔ میں نے فوراً ہی ایک درخت کے پیچھے مورچہ سنبھال لیا تھا۔ اس وقت تک میری طرف فائرنگ ہو رہی تھی۔ میں نے جوابی فائرنگ کی۔ جدھر سے ہم گزر کر آئے تھے اس طرف سے کچھ لوگ دوڑتے آ رہے تھے۔ اور مسلسل فائرنگ کرتے جا رہے تھے۔ میں نے معلوم کر لیا۔ وہ باڈی بلڈر تھا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہمارے دشمنوں پر فائرنگ کرتا ہوا آ رہا تھا۔

وہ جو میرے قریب ہی زمین پر پڑا ہوا تھا۔ وہ لوٹ کھلا کر چیخنے لگا۔ "میری طرف فائرنگ نہ کرو۔ مجھے گولی لگ جائے گی۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا۔ "میں تمھیں گولی ماروں یا ٹلی بتیسی کا جوتا؟"

وہ بھلا کیا جواب دیتا۔ میں نے ادھر فائرنگ کی جدھر میرا بیگ لے جانے والے جا رہے تھے۔ ان کا رخ ٹرک کی طرف تھا کیونکہ باڈی بلڈر کے آدمی انھیں گھیرنے پہنچ گئے تھے۔ لیکن ہیں کھیرنے والے ٹرک تک بھی نہ پہنچ سکے۔ وہاں سے اچانک ہی اسٹین گن سے ایک برسٹ چلا۔ کسی کی چیخ سنائی دی۔ ٹرک کی طرف جانے والے وہاں سے بھی پلٹ کر دوسری طرف بھاگنے لگے۔

میں نے باڈی بلڈر کے دماغ میں کہا۔ "وہ کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر لے جا رہے ہیں۔ ان کا پیچھا نہ چھوڑنا۔ فرہاد کا تمام سامان واپس ملنا چاہیے۔"

وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ بھاگنے والوں کا تعاقب کرتے ہوئے دور چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے لیے سناٹا چھا گیا۔ میں نے اپنے پاس پڑے ہوئے شخص کو دیکھا۔ پھر معلومات حاصل کرنے لگا۔ وہ ماسٹر کی سنڈیکیٹ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس وقت بے بسی سے زمین پر پڑا ہوا سوچ رہا تھا۔ "آہ مجھے پہلے ہی اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا۔ فرہاد اور سونیا کے قریب نہ جانا۔ لیکن میں کیا کروں۔ پہلے میں تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ اگر یہ ٹرک میں جا کر بیٹھ جاتا اور وہاں میں مطمئن ہو جاتا کہ یہی فرہاد ہے تو اسی لمحے گولی مار دیتا۔ مجھے یہ بھی سمجھایا گیا تھا کہ فرہاد سمجھ کر جانے کتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا چکا ہے۔ لہٰذا پہلے تصدیق ہونا چاہیے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ابے الو! ماسٹر کی اچھی طرح جانتا ہے کہ فرہاد بابر کے روپ میں ہے۔ سونیا کے ساتھ اسے ایئر فرانس کے طیارے میں اغوا کیا گیا اور اسے یہاں پہنچایا گیا۔ اگر یہ فرہاد نہیں ہو گا تو اور کون ہو گا؟"

اس کی اپنی سوچ نے کہا۔ "ستجادعلی تیمور کو اسی طرح پیرس سے اغوا کر کے اسرائیل پہنچایا گیا تھا۔ وہ سب اس خوش فہمی میں تھے کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے۔ ایک طویل عرصے کے بعد حقیقت معلوم ہوئی۔ اور تمام دشمن اپنی خوش فہمی کے آئینے میں اپنا منہ دیکھتے رہ گئے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اگر مجھے یہاں سے فرار ہونے کا موقع مل گیا تو میں یہاں سے۔۔۔"

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی تاکہ وہ بے اختیار سوچتا چلا جائے اور وہ سوچتا چلا گیا۔ وہ فرار ہونے کا موقع حاصل کرتے ہی وہاں سے اپنی عارضی رہائش گاہ میں جائے گا اور اپنے پارٹی لیڈر سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرے گا، اسے یہاں کے حالات بتائے گا۔

اسی وقت کہیں سے گولی چلی۔ میں ایک طرف بھاگنے لگا۔ میرا مقصد یہی تھا کہ اسے بھاگنے کا موقع مل جائے۔ اس نے یہی کیا۔ اس کی دانست میں تقدیر نے ساتھ دیا تھا۔ کہیں سے گولی چلی تھی اور میں اپنے بچاؤ کے لیے دو سو مورچہ سنبھالنے گیا تھا۔ اتنی دیر میں وہ دور تک بھاگتا چلا گیا۔ ایسے وقت وہ سوچ رہا تھا۔ "کہیں فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ کر واپس تو نہیں بلائے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "شاید فرہاد میرے دماغ میں نہیں پہنچا ہے۔"

"کیسے نہیں پہنچے گا جب کہ میں نے زبان کھولی تھی، اور چیخ کر اپنے آدمیوں کو ادھر فائرنگ کرنے سے منع کیا تھا۔"

اس نے بھاگتے بھاگتے جھنجلا کر سوچا۔ "پھر وہ میرے دماغ میں کیوں نہیں آ رہا ہے۔ وہ مجھے بھاگنے سے کیوں نہیں روک رہا ہے؟"

اس کی دوسری سوچ نے کہا۔ "شاید وہ فرہاد ہی نہیں ہے۔ اس بات کی تصدیق ہو رہی ہے کہ ہم نے دھوکا کھایا اور ایک غلط آدمی کو روک لیا ہے۔ ہاں اب سمجھ میں آ رہا ہے۔ اگر فرہاد ہوتا تو اس کے ساتھ سونیا بھی ہوتی۔ وہ تو گاڑی میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ اوہ گاڈ! اب حقیقت سمجھ میں آ رہی ہے۔ ہم بہت بڑا دھوکا کھاتے کھاتے بچ گئے۔ خواہ مخواہ اتنا وقت ضائع کیا۔"

وہ بھاگتے بھاگتے رک گیا۔ میں اسے سوچنے پر مجبور

لگا۔ "آخر پھر یہ کون تھا جسے ہم نے مجھ لیا تھا۔ فرہاد نہیں ہے تو اس کا کوئی ساتھی ضرور ہوگا۔ یا اس کا تعلق مادام کمپیوٹرسے ہوگا کیونکہ اس کے پاس سے کمپیوٹرکم ٹرانسمیٹر بھی برآمد ہوا تھا۔"

وہ سوچتے ہوئے پلٹنے لگا۔ اسے ہماری گرفت میں آنے کا اندیشہ نہیں تھا۔ رات کا وقت تھا۔ وہ درختوں کے پیچھے چھپ سکتا تھا۔ کہیں تاریکی بھی اسے چھپا سکتی تھی۔

وہ ٹرک اپنی جگہ سے ہٹ رہا تھا۔ اگرچہ اس کا ایک پہیہ بیکار ہو چکا تھا لیکن اسے ذرا دور رہٹا یا جا سکتا تھا۔ یہ سب سونیا کر رہی تھی۔ اس کے بعد وہ ہماری گاڑی کی طرف دوڑتے ہوئے آئی۔ وہ ہمارا مخصوص کوڈ ورڈز استعمال کر رہی تھی تاکہ پتا چلے، وہی آ رہی ہے اور میں کہیں چھپا ہوا ہوں تو جواباً کوڈ ورڈز استعمال کروں۔

میں کوڈ ورڈز دہراتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گیا۔ پھر میں نے کہا: "ایک مرغا پھانس رہا ہوں۔ اسے یہ تاثر دینا ہے کہ میں فرہاد نہیں ہوں۔ لہٰذا اسی درخت کی طرف چلو جدھر سے میں آیا ہوں۔"

دوسری طرف سے وہ چھپتا چھپاتا چلا آ رہا تھا۔ جب میں نے معلوم کیا کہ وہ ہمارے قریب ہی ایک درخت کے پیچھے آ گیا ہے، تو میں نے سونیا سے کہا: "تم کتنی دلیر اور بے باک ہو۔ اپنی جان کی پروا نہیں کرتیں۔ میں زبان سے تمہاری تعریف نہیں کر سکتا۔ دل سے کرنا چاہتا ہوں۔ ذرا میرے قریب آ جاؤ۔"

میں نے سونیا کے بازو کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اس نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑاتے ہوئے کہا: "سجاد! ہوش میں تو ہو۔ فرہاد بن کر رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اپنی اوقات کو بھول جاؤ۔"

"سوسوری، میں تمہاری دلیری سے متاثر ہو کر جذباتی ہو گیا تھا۔"

"اگر فرہاد تمہارے دماغ میں موجود ہوں گے تو جذباتی ہونے کا مزہ چکھا دیں گے۔"

میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: "سونیا، میں سجاد کے دماغ میں موجود ہوں اور تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس کی نیت بری نہیں ہے۔ یہ خوشی سے بے قابو ہو گیا تھا۔ چلو اتنی سی بات کا برا نہیں مناتے۔ میں نے اسی لیے سجاد کو تمہارے ساتھ رکھا ہے، تم اسے دشمنوں کے نرغے سے نکلنے اور مقابلہ کرنے کے گر سکھاتی رہو گی۔ تمہیں تعریف کرنا چاہیے، سجاد نے بھی بڑی دلیری کا ثبوت دیا تھا۔ کار کے اوپر سے چھلانگ لگاتے ہوئے ایک دشمن کو اپنے قابو میں کر چکا تھا۔ پتا نہیں وہ کم بخت کہاں . . . کا ہے۔ بہرحال تم دونوں گاڑی میں بیٹھو اور یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ دشمن واپس آ سکتے ہیں۔"

ہم گاڑی کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئے۔ وہ درخت کے پیچھے چھپا ہوا ہمیں جاتے دیکھ رہا تھا۔ اور میں اسے دیکھتا جا رہا تھا۔ اس کا نام راجر ہائیڈ تھا۔ وہ خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے ہمارے بہت بڑے راز کو پا لیا تھا۔ دہشت گرد تنظیموں کے تمام سربراہ اور تمام اہم افراد اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ وہ سب سونیا کو فرہاد کے ساتھ اس جزیرے میں دیکھ رہے ہیں اور یہ ان کا فریب نظر، ان کی خوش فہمی تھی۔ اب وہ اپنے پارٹی لیڈر کے پاس جا کر یہ اہم انکشاف کرنے والا تھا۔

ہم اپنی رہائش گاہ کے سامنے پہنچ گئے۔ گاڑی سے اترنے لگے۔ اسی وقت باڈی بلڈر سامنے آ گیا۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگا: "میں نے آپ کا بیگ ان سے حاصل کر لیا ہے۔ لیکن افسوس کہ وہ سیاہ لفافہ اپنے ساتھ لے گئے۔"

میں نے پوچھا: "کیسے لے گئے۔ جب کہ وہ لفافہ اسی بیگ میں تھا۔"

اس بیگ میں بہت سی چیزیں نہیں تھیں۔ مثلاً کسی نے سیاہ لفافہ اپنے پاس رکھا تھا۔ کوئی کمپیوٹرکم ٹرانسمیٹر اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔ انھوں نے آپ کے بیگ کی تمام چیزیں بانٹ لی تھیں تاکہ پکڑے بھی جائیں تو ہر ہر تمام چیزیں ان سے وصول نہ کر سکیں، بس یہی کمپیوٹرکم ٹرانسمیٹر اور یہ بیگ حاصل ہو سکا ہے۔"

کمپیوٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے اسے آن کیا۔ اسکرین پر تحریر نظر آئی: "فرہاد! یہ بہت برا ہوا۔ وہ کاغذات دشمنوں کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔ پتا نہیں ان کا تعلق کس تنظیم سے تھا۔ میں ان میں سے کسی کی آواز نہ سن سکی ورنہ معلوم کر لیتی۔ بہرحال یہ بات چھپی نہیں رہے گی۔ وہ کاغذات جس کے ہاتھ لگیں گے وہ گوری سمانتھا کے راز کو پا لے گا۔ اور تو اور ان کاغذات میں تہہ خانے کا نقشہ بھی موجود ہے۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔ تہہ خانے میں داخل ہونے کا جو راستہ ہے۔ تم نے اس نقشے میں نہیں بتایا تھا۔"

"یہ میں نے اچھا کیا تھا۔ احتیاط کام آ جاتی ہے۔ تمہیں مناسب بعد میں بتاؤں گی مگر اب وہ کاغذات کیسے حاصل کیے جائیں؟"

"اپنے ساتھ کام کے آدمی رکھو۔ تعاقب ادھورا رہا جو کاغذات لے گیا ہے اسے کیوں جانے دیا گیا؟"

باڈی بلڈر میری بات سن رہا تھا۔ اس نے کہا: "ہم مجبور تھے وہ آگے بھاگ رہے تھے۔ ہم پیچھے تھے۔ فائرنگ کا تبادلہ بھی ہو رہا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ آگے جا کر ان کی ایک اور گاڑی ہوگی۔ وہ اس میں بیٹھ کر فرار ہو گئے۔"

میں نے پوچھا: "اب یہ کیسے معلوم ہو گا کہ وہ کون لوگ تھے؟"

مادام کمپیوٹر نے تحریر کے ذریعے کہا: "میں کوشش کرتی ہوں۔ کسی نہ کسی طرح ان کا سراغ لگانا ہوگا۔"

میں نے کمپیوٹر کو آف کر کے بیگ میں رکھ لیا۔ جو مقامی باشندہ ہماری گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا آیا تھا۔ اس نے رہائشی مکان کا دروازہ کھول دیا۔ میں اندر جانے لگا۔ سونیا ہمیشہ محتاط رہنے کی عادی تھی۔ اس نے مکان کے باہر کا چکر لگانا شروع کیا تاکہ اس پاس کا اچھی طرح جائزہ لے سکے۔ باڈی بلڈر اس کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔ میں نے اندر آ کر دیکھا۔ وہ دو کمروں کا مکان تھا۔ ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان وہاں موجود تھا۔ میں نے دونوں کمروں کا جائزہ کسی سراغرساں کی طرح لیا۔ اس بات کے امکانات تھے کہ ہماری آواز کہیں سنی جا سکتی ہو، یا کوئی ایسی چیز رکھی جا سکتی تھی جو بعد میں ہمارے لیے تباہ کن ثابت ہو۔

میں اچھی طرح مطمئن ہونے کے بعد باہر آ گیا۔ سونیا ابھی تک نہیں آئی تھی۔ میں نے دیکھا، وہ ایک جگہ کھڑی ہوئی تھی۔ اور سامنے والے اونچے درخت پر باڈی بلڈر چڑھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا: "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

سونیا نے میرے پاس آ کر کہا: "یہ میرے پیچھے پڑ گیا تھا میں نے کہا بھی کہ مادام کمپیوٹر کو ہم کھو چکے ہیں، تمہاری ضرورت نہیں لیکن وہ مجھ پر عاشق ہو گیا ہے۔ مجھ سے کہنے لگا۔ تم سونیا نہیں لگتی ہو۔"

"پھر کیا لگتی ہوں؟"

"بس ایک عام سی عورت لگتی ہو۔ اگر سونیا ہو تو تم سے خوفزدہ یا ہوشیار رہنے والی کوئی بات تم میں نہیں ہے۔"

میں نے پوچھا: "لیکن وہ درخت پر کیوں چڑھ رہا ہے؟"

"اس نے مجھ سے مقابلہ کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ کہنے لگا، میں دشمنی سے نہیں، دوستانہ انداز میں تم سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہونا چاہیے کہ تم سونیا ہو۔"

اس سے باتیں کرنے کے دوران میری نظر اچانک اس درخت پر پڑی۔ ذرا تم بھی دیکھو۔ چاند نکل آیا ہے۔ درخت صاف طور پر نظر آ رہا تھا۔ کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے کہ اس درخت پر ایک ہی پھول کھلا ہوا ہے اور وہ بھی بلندی پر ہے۔"

میں نے دیکھا۔ واقعی ایک پھول درخت کی بلندی پر نظر آ رہا تھا۔ میں نے سونیا کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا: "میں اس سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئی۔ میں نے کہا۔ میری خوبی یہ ہے کہ جب میں کسی سے لڑتی ہوں تو میرے سر کا آنچل نہیں ڈھلکتا۔ چونکہ میں نے دوپٹہ نہیں اوڑھا ہوا ہے۔ اس لیے تم سے مقابلہ کروں گی تو میرا چیلنج ہے تم میرے مقابلے پر گر پڑو گے۔ مگر وہ پھول میرے بالوں سے نہیں گرے گا۔"

اس نے بے یقینی سے اس پھول کو دیکھا۔ پھر کہا: "اس کی کیا ضرورت ہے، صرف مقابلہ کرو۔"

میں نے کہا۔ نہیں، میں اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کروں گی۔ اگر مقابلہ کرنے کی حسرت ہے تو وہ پھول توڑ کر لے آؤ، اور بے چارہ اُسے توڑنے اوپر چلا گیا۔"

اسی وقت باڈی بلڈر کی آواز سنائی دی: "میں یہاں پہنچ گیا ہوں۔ لیکن اونچائی پر شاخیں بہت پتلی ہیں۔"

سونیا نے آہستہ سے کہا: "اس کم بخت کو مقابلہ کرنے کی دُھن میں یہ خیال نہیں آیا کہ پھول ہمیشہ نازک شاخوں پر کھلتا ہے۔"

اب وہ نیچے اترنے والا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر سنا۔ وہ مترنم آواز سنائی دی۔ مگر وہ غصے میں تھی۔ باڈی بلڈر کے دماغ نے مجھے اس کا ترجمہ سنایا۔ وہ اسے لعنت ملامت کر رہی تھی۔ اور بتا رہی تھی کہ سونیا کتنی مکار ہے۔ اس نے اُسے بیوقوف بنانے کے لیے درخت پر چڑھا دیا ہے۔

وہ لعن طعن سننے کے بعد نیچے اترنا چاہتا تھا۔ میں نے پھر اوپر چڑھا دیا۔ وہ پوچھ رہی تھی: "کیا تم میرا حکم نہیں مانو گے؟"

اس نے میری مرضی کے مطابق جواب دیا: "مجھے افسوس ہے۔ میں ایک عورت کے سامنے زبان نہیں ہار سکتا۔ پھول توڑے بغیر اس کے پاس جاؤں گا تو وہ مجھ پر ہنسے گی۔"

وہ مقامی زبان میں بولی: "تو پھر جاؤ، مرو۔ میں خود ہی تمہیں وہاں پہنچا دیتی ہوں۔"

مجھے کچھ کہنے یا کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ خود بخود اس شاخ کی طرف بڑھنے لگا۔ اور وہ شاخ بہت ہی نازک تھی۔ بھلا باڈی بلڈر کا وزن کیسے سنبھال سکتی تھی۔ اچانک ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ درخت کی مختلف شاخوں سے ٹکراتا ہوا دھپ کی آواز کے ساتھ زمین پر آ گرا۔ سونیا دوڑتی ہوئی اس کے پاس پہنچی۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔

"ارے کیا ہوا، گر پڑے، پھول نہیں لائے؟"

وہ تکلیف سے منہ بناتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر کہا: "آؤ میں سہارا دیتی ہوں۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر سہارے کے لیے اسے تھام لیا۔ آہستہ آہستہ کراہتے ہوئے اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ سونیا نے اچانک ہی ایک جھٹکا دیا۔ وہ اس کی طرف کھنچتا ہوا آیا، مگر جوڈو کے داؤ سے الٹتا ہوا دوسری طرف زمین پر دھپ سے گر پڑا۔ درخت سے گرنے کے بعد ریڑھ کی ہڈی پر چوٹ آئی تھی۔ اس بار اس چوٹ میں اور اضافہ ہو گیا۔ سونیا نے دونوں ہاتھ جھاڑتے

ہوئے کہا: "پہلے میں دشمن کو کمزور بناتی ہوں، پھر لڑتی ہوں۔ یہ میرا پہلا اصول ہے۔ آئندہ اسے یاد رکھنا۔"

وہ میرے پاس چلی آئی۔ میں اس کے ساتھ مکان کے اندر چلا گیا۔ دروازے کو بند کر دیا۔ ہم نے آدھا گھنٹہ بڑے اطمینان سے گزارا۔ پھر کمپیوٹر پر اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے اسے آپریٹ کیا۔ اسکرین پر لکھا ہوا تھا: "سونیا نے میرے آدمی کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔"

"تمھیں یہ تو معلوم ہوگا کہ وہ پھول توڑنے درخت پر چڑھا تھا۔"

"مجھے اس کی حماقت کا علم ہے۔"

"پھر یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ پھول توڑنے کے لیے عاشق جاتے ہیں۔ پہلوان نہیں اور عاشق محبت میں اندھے ہوتے ہیں۔ سونیا نے اس اندھے کی آنکھیں کھول دیں تو کیا برا کیا؟"

"اس نے جس انداز میں اسے سزا دی وہ مجھے پسند نہیں ہے۔"

"تمھاری پسند اور ناپسند کی اسے کیا پروا ہو سکتی ہے؟"

"میں اسے منٹوں میں اپنی فرمانبردار بنا سکتی ہوں مگر تمھاری دوستی کا خیال کرتی ہوں۔"

"تم میرا بالکل خیال نہ کرو۔ مجھے تمھارے کام آنا ہوگا تو کل دوپہر کو اپنا فیصلہ سنا ہی دوں گا۔"

"یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کل دوپہر کی کیا تک ہے۔ ایسی کونسی رکاوٹ ہے کہ تم ابھی فیصلہ نہیں سنا سکتے؟"

"میں کل تک غور کرنا چاہتا ہوں۔"

"جھوٹ، صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم اپنے خاص ساتھیوں کو یہاں بلا رہے ہو۔ اور وہ کل تک یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

"تمھیں بہت جلد اس حقیقت کا یقین ہو جائے گا۔ جہاں سونیا ہوتی ہے وہاں فرہاد کو کسی لشکر کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جب وہ یہاں سے جائے گی تو تم سب دعائیں مانگو گی کہ ایسی بلا نہ کسی بزرجمہر پر آئے نہ کسی ملک کی زمین پر۔"

وہ چپ رہی۔ اسکرین خاموش رہا۔ پھر اس کی تحریر ابھرنے لگی۔ وہ کہہ رہی تھی: "میں اسے چیلنج نہیں کروں گی کیوں کہ تم میرے بہت کام آ رہے ہو۔ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد کتی محل کے پیچھے میرا آپریشن شروع ہوگا۔ وہاں دھماکے ہوں گے۔ خونریز جنگ شروع ہو جائے گی۔ تم اطمینان سے اسی مکان میں رہ سکتے ہو۔ میرے آدمی تمھاری نگرانی کر رہے ہیں۔ کسی دشمن کو قریب نہیں پھٹکنے دیں گے۔ ڈیٹس آل۔"

میں نے کمپیوٹر کو آف کر کے رکھ دیا۔ سونیا نے کہا: "مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ وہ ہماری نگرانی کیوں کر رہی ہے۔ ایک تو احسان جتا رہی ہے کہ کسی دشمن کو ہمارے قریب نہیں آنے دے گی۔ دوسرے خود ہماری ایک ایک حرکت پر کڑی نظر رکھنا چاہتی ہے۔"

"اگر تم چاہتی ہو کہ ان کی نگرانی میں نہ رہیں تو پھر نہیں رہیں گے۔"

"تم غور سے سنو۔ ابھی اس شہر میں لرزہ خیز دھماکے ہوں گے۔ ایک افراتفری مچی رہے گی۔ اور ہم یہاں چار دیواری کے اندر بیٹھے رہیں گے۔ کیا ہمیں اچھا لگے گا؟"

"بالکل نہیں۔ ہم ابھی یہاں سے نکلنے کا انتظام کر لیتے ہیں۔"

ہم نے اپنے اپنے بیگ میں ضرورت کی تمام چیزیں رکھ لیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایک زبردست دھماکے کی آواز سنائی دی۔ اس کے بعد وقفے وقفے سے دھماکے ہونے لگے۔ اب ہر دم کمپیوٹر اُدھر مصروف ہو گئی ہوگی۔ اِدھر تھوڑی دیر تک توجہ نہیں دے سکے گی اور اتنا تو اندازہ ہو چکا تھا کہ نگرانی کرنے والے صبح تک یہاں ڈیوٹی دینے آئے تھے۔ ان کی واپسی کے لیے صبح گاڑی آنے والی تھی۔ گویا وہ گاڑی کے بغیر تھے۔ ہم نے دروازے کے پاس آ کر دیکھا۔ سامنے ہماری گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ پچھلی سیٹ پر ہمارا ڈرائیور سو رہا تھا۔ میں جھک کر چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا اس گاڑی کے پچھلے دروازے کے پاس گیا۔ اسے آہستگی سے کھولا۔ ڈرائیور کی جیبیں ٹٹول کر دیکھیں۔ ایک جیب سے چابی نکل آئی۔ وہ خراٹے لیتا ہوا اپنے خبر سو رہا تھا۔ میں نے پچھلے دروازے کو بند کیا۔ پھر اگلے دروازے کو کھول کر اس طرح رینگتا ہوا سیٹ پر پہنچ گیا جیسے ہی گاڑی کا انجن بیدار ہوا سونیا دوڑتے ہوئے آ کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نے اسے اسٹارٹ کیا۔ پھر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا مکان سے دور جانے لگا۔ ہم نے دیکھا۔ اس پاس بہت سے دوڑتے ہوئے لوگ نظر آئے۔ وہ ہاتھ ہلا کر ہمیں رکنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ ہماری گاڑی پختہ سڑک پر پہنچ گئی تھی۔ ہم تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے پھر انھی راستوں پر جا رہے تھے جہاں سے گزر کر آئے تھے۔ کیوں کہ ہمیں وہی راستے یاد تھے۔ باقی شہر ہمارے لیے اجنبی تھا۔

ویسے وہ شہر بیدار ہو گیا تھا۔ شاید ہی کسی گھر میں کوئی بے خبر سو رہا ہو۔ ہاں، ایک بے خبر تھا جو پچھلی سیٹ پر سو رہا تھا۔ سونیا نے پیچھے گھوم کر دیکھا۔ پھر ہمدردی سے کہا: "بے چارہ شاید بہت تھک گیا ہے۔"

میں نے پوچھا: "ہم بے چارے کہاں جائیں گے؟"

"ذرا شہر کا چکر لگائیں گے۔ اس دوران مادام کمپیوٹر کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم مکان میں نہیں ہیں تو وہ پہرہ ہٹا لے گی۔ پھر ہم وہاں جا کر اطمینان سے صبح کریں گے۔"

تمام لوگ اپنے گھروں سے نکل آئے تھے۔ وہ یقیناً ان دھماکوں کے سلسلے میں باتیں کر رہے ہوں گے۔ میں نے کتنے ہی لوگوں کو ہتھیاروں کے ساتھ دیکھا۔ ہم جس علاقے سے گزر رہے تھے وہاں ہمیں روکنے ٹوکنے والا کوئی قانونی محافظ نہیں تھا۔ سب اُدھر گئے تھے جس طرف سے دھماکوں کی آواز آئی تھی۔ میں نے ایک پٹرول پمپ پر گاڑی روک دی تاکہ ٹنکی فل کرا لی جائے۔ ہم کافی طویل قادر قامت کے لحاظ سے غیر ملکی نظر آ رہے تھے۔ جب میں پٹرول کی قیمت دینے کے لیے مالک کے پاس پہنچا تو وہ ایک دوسرے غیر ملکی سے کہہ رہا تھا: "بہت عرصے بعد ایسے دھماکے سننے میں آ رہے ہیں۔ ورنہ یہ طے پا گیا تھا کہ مسلمان شہر پر حملہ نہیں کریں گے۔ پتا نہیں انھیں کیا ہو گیا ہے۔ نہ خود سکون سے رہتے ہیں نہ ہمیں رہنے دیتے ہیں۔"

میں پٹرول کا بل ادا کر کے گاڑی میں واپس آیا۔ سونیا اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گئی تھی اور کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی: "ہیلو مادام!"

اسکرین پر تحریر ابھری: "کیا بات ہے، سونیا، یہ تم ہو۔ تم مجھے کیوں مخاطب کر رہی ہو۔ میں بہت مصروف ہوں۔"

"کیا تمھیں تمھاری مصروفیات کے دوران یہ اطلاع نہیں ملی کہ تمھارے آدمی ہماری نگرانی کرتے ہی رہ گئے اور ہم نے وہ مکان چھوڑ دیا۔"

"کیا؟" وہ یقیناً حیران رہ گئی ہوگی۔ اس لیے اسکرین نے کیا؟ کہنے کے بعد خاموش ہو گیا تھا۔ وہ اپنے نگرانی کرنے والے آدمیوں کی کھوپڑیوں میں جا کر برس رہی ہوگی۔ میں سونیا کے پاس والی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کمپیوٹر میری طرف بڑھایا پھر ڈرائیو کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اسکرین پر تحریر ابھری: "سونیا! میں جانتی ہوں، یہ تمھاری چال ہے۔ تم فرہاد کو وہاں سے لے گئی ہو۔"

سونیا نے ایک ہاتھ سے کمپیوٹر کو لیا پھر کہا: "تمھیں میرا کوئی انداز پسند نہیں آتا۔ مجھے بھی یہ پسند نہیں ہے کہ میری مرضی کے خلاف ہماری نگرانی کرائی جائے۔ میں نے پہلے تمھارے باڈی بلڈر کو پھر دوسرے آدمیوں کو ناکارہ بنا دیا۔ یہ ابتدا ہے۔ میں تمھیں سمجھا رہی ہوں، جب بھی میری مرضی کے خلاف کوئی کام کرو گی، نقصان اٹھاؤ گی۔"

"میں تمھارے منہ نہیں لگنا چاہتی۔ کمپیوٹر فرہاد کو دو۔"

میں نے اسے لیتے ہوئے کہا: "میں بول رہا ہوں۔ سونیا درست کہہ رہی ہے۔ ہمارے مزاج کے خلاف ہماری نگرانی نہ کرائی جائے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں نے اپنے آدمیوں کو اس مکان سے جانے کے لیے کہہ دیا ہے۔ تم وہاں جا کر آرام کر سکتے ہو۔"

"شکریہ، ہم کسی دوسری جگہ رات گزار رہے ہیں۔ ہمارا نہ پیچھا کیا جائے نہ نگرانی کی جائے۔ صبح تم سے رابطہ قائم کریں گے، ڈیٹس آل۔"

میں نے کمپیوٹر کو آف کر دیا۔ جب سے دھماکے شروع ہوئے تھے تب سے مسلسل فائرنگ کی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ کبھی کبھی ذرا سا وقفہ ہوتا تھا پھر فائرنگ شروع ہو جاتی تھی۔ اچھی خاصی بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ ان حالات میں سڑکوں پر گھومنا مناسب نہیں تھا۔ ہمارا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ نگرانی کرنے والے جا چکے تھے۔ ہم اس مکان میں واپس آ گئے۔ گاڑی روک کر باہر آئے ہم ایک زوردار آواز کے ساتھ دونوں دروازوں کو بند کیا۔ پیچھے سونے والا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ سونیا نے اشارے کی زبان سے سمجھایا۔ کوئی بات نہیں، تم آرام سے سوتے رہو اور یہ لو اپنی چابی۔

اس نے چابی اس کی طرف اچھال دی۔ ہم مکان کے اندر آ گئے، دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اب ہم آرام سے سو سکتے تھے لیکن پورا شہر جاگ رہا تھا۔ ہنگامے عروج پر تھے۔ بھلا ایسے میں نیند کہاں آتی۔ سونیا نے کہا: "اس کے دماغ میں جاڈ جس کی موجودگی میں تم نے ستجاد کا رول پلے کیا تھا۔"

میں راجر ہائیڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے پارٹی لیڈر کو میرے متعلق بتا چکا تھا۔ اگرچہ ایسی بات پر مشکل سے ہی یقین آ سکتا تھا لیکن وہ یقین کرنے پر مجبور تھے۔ اب سے پہلے بھی ایسے واقعات ہو چکے تھے۔

ایک طرف راجر نے مجھے ستجاد کی حیثیت سے پیش کیا تھا، دوسری طرف وہ مسودے لے جانے والے بھی پہنچ گئے تھے۔ وہ سب ماسٹر کی سنڈیکیٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان مسودوں کو پڑھنے کے بعد پارٹی لیڈر نے آپریشن سینٹر سے رابطہ قائم کیا۔ یہ آپریشن سینٹر فلپائن کے شہر منیلا میں قائم کیا گیا تھا۔ وہاں ماسٹر کی سنڈیکیٹ کا ایک بہت بڑا تجربہ کار پلان میکر تھا۔ یہ تمام رپورٹ اسے پہنچائی گئی تھی۔ وہ منصوبے بناتا تھا اور ان پر عمل کراتا تھا۔ جب یہ انکشاف ہوا کہ جزیرہ کاوی کاوی میں فرہاد نہیں ستجاد ہے اور وہ فراد کا رول پلے کر رہا ہے تو پلان میکر بھی کشمکش و پیچ میں پڑ گیا۔ اس نے ماسٹر کی سے رابطہ قائم کیا اور صورت حال سے آگاہ کرنے کے بعد کہا: "ہماری عقل بھی یہی تسلیم کرتی ہے کہ فرہاد پاکستان میں ہی رہ گیا تھا۔ اور اس کی جگہ ستجاد کو وہاں سے روانہ کیا گیا ہے تاکہ کسی وقت بھی اس سے فراد کا رول پلے کرایا جا سکے۔"

ماسٹر کی نے کہا: "ہاں پچھلے تجربات شاہد ہیں، فرہاد اسی قسم کی چالیں چلتا ہے اور اپنے مخالفین کو دھوکا دیتا ہے۔ میرا خیال ہے ستجاد کو اسی جزیرے میں گولی مار دی جائے تاکہ وہ کبھی

فرہاد کا رول چلے نہ کر سکے۔"

بلان میکر نے کہا۔" تو پھر اس میں دانشمندی نہیں ہوگی۔ سجاد کو اس جزیرے میں زندہ رہنا چاہیے تاکہ ہم رام علی ٹی وی سینٹر اور سائنس دی گریٹ کے آدمی دھوکا کھاتے رہیں اور وہاں مصروفِ عمل رہیں۔ ہم یہاں اپنی مصروفیات کم کر دیں گے۔"

ماسٹر کی نے کہا۔" ہم نے اپنے بہت سے قابل آدمی جزیرہ کاذی کی وادی میں لگا رکھے ہیں۔ انھیں واپس بلانا چاہیے۔"

میں سمجھتا ہوں، جلد بازی سے کام نہ لیا جائے۔ ہمیں دوسرے پہلو پر بھی نظر رکھنا چاہیے۔ مادام کیپوٹر کوئی بہت گہری چال چل رہی ہے۔ قدیم تاریخی مسودوں کی تفصیل جو ٹیلی پرنٹر کے ذریعے میرے پاس پہنچی ہے، اس سے پتا چلتا ہے، مکتی محل کے تہ خانے میں کوئی بہت بڑا راز دفن ہے۔ ہمیں انتظار کرنا چاہیے، سجاد اور سونیا اس تہ خانے میں جاتے ہیں یا نہیں؟ مادام کیپوٹر کوئی معمولی مفاد حاصل نہیں کرے گی۔ کوئی بہت بڑی بات ہوگی اور وہ بڑی بات ہمیں بھی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں فی الحال فرہاد کو نظر انداز کر دوں اور سجاد کے پیچھے لگ جاؤں۔"

"میں یہ نہیں کہتا۔ آپ نے منیلا سے جزیرہ کاذی کی وادی تک جتنے آدمی لگا رکھے ہیں، ان کو یہیں رہنے دیں۔ اور نئے لوگوں کے ذریعے فرہاد کو تلاش کریں۔"

ماسٹر کی نے جھنجلا کر کہا۔" بڑی مشکلوں سے مادام کیپوٹر نے اسے بے نقاب کیا تھا۔ وہ کم بخت پھر چھپ گیا ہے۔ اسے بار بار بے نقاب کرنا آسان نہیں ہوگا۔ تاہم کوشش تو کرنا ہی ہوگی۔"

بلان میکر نے کہا۔" کبھی یہ شبہ ہوتا ہے، کہیں یہ بھی کوئی چال ہی نہ ہو لیکن ہمارے آدمی نے ایسی حالت میں سونیا اور سجاد کی بات سنی ہے جب وہ مطمئن تھے کہ ان کے آس پاس کوئی نہیں ہے۔ فائر نگ کی وجہ سے تمام لوگ بھاگنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ مادام کیپوٹر کا جو باڈی بلڈر اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا تھا، وہ ان کے تعاقب میں چلا گیا تھا۔ اس لیے سونیا اور سجاد اس ویرانے میں خود کو تنہا سمجھ رہے تھے۔ وہاں انھوں نے جو گفتگو کی، بے اختیار کی۔ سجاد نے بے اختیار ہو کر سونیا کا بازو پکڑا اور سونیا نے جھنجلا کر اسے سجاد کے نام سے مخاطب کر لیا۔ ورنہ وہ تنہائی میں بھی محتاط رہنے والے لوگ ہیں۔"

ماسٹر کی نے غصّے سے کہا۔" تم کسی ایک بات پر قائم ہو۔ کبھی کہتے ہو شبہ ہوتا ہے اور کبھی کہتے ہو یقین ہے۔ آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں ایک ذرا سے شبے کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد کریں۔ اگر آپ کا کوئی آدمی بابا فرید واسطی کے سینٹر میں داخل ہو سکے تو معلوم ہو جائے گا، وہاں سجاد موجود ہے یا نہیں۔"

ماسٹر کی نے کہا۔" جب سے وادیٔ قاف کو نئی مملکت بنانے کا سلسلہ شروع ہوا ہے تب سے بابا فرید واسطی کے ادارے میں فرہاد کے ساتھی نہیں رہے۔ ایک ایک کر کے سب وادی میں جا چکے ہیں۔ پھر سجاد وہاں کیسے پایا جا سکتا ہے۔"

بلان میکر نے کہا۔" پھر تو ہمیں فرہاد کی پوری سپرٹری پر توجہ نظر رکھ کر یہ کہنا پڑے گا کہ آج تک اسے جس نے بھی گھیرنے کی کوشش کی اور خوش فہمی میں مبتلا ہوا، وہ خوش فہمی کچھ عرصے بعد ختم ہو گئی۔ ہمیشہ فرہاد کے دھوکے میں دوسرے مارے گئے۔ یہ واقعہ ابھی پرانا نہیں ہوا ہے۔ اسرائیلیوں نے کتنے طمطراق اور شان و شوکت سے فرہاد کی موت کے پروانے پر بڑے بڑے سربراہوں سے دستخط کرائے تھے۔ بعد میں وہ سب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ نہیں باس، ہمیں دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ جو لوگ دھوکا کھا رہے ہیں، انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ ہم صرف مادام کیپوٹر کا تماشہ دیکھیں۔ وہ مکتی محل کے تہ خانے میں کیا کرنا چاہتی ہے اس دوران ہم فرہاد اور سجاد کی حقیقت معلوم کرتے رہیں گے۔"

میں جو معلومات حاصل کر رہا تھا، وہ سونیا کو بتاتا جا رہا تھا۔ اس نے کہا۔" یہ لوگ فرہاد اور سجاد کے مسئلے میں الجھے رہیں گے لیکن ہمارے تمھارے پچھلے واقعات کے حوالے سے یقین کرنے پر مجبور ہوں گے کہ تم سجاد ہو۔"

ہم نے کھڑکی کے پاس آ کر دیکھا، دور اتنی آگ روشن تھی کہ پورا شہر روشن ہو رہا تھا۔ مکتی محل کے پیچھے جو لکڑی کے مکانات بنے ہوئے تھے، وہ سب گولہ بارود کے دھماکوں سے آگ پکڑ چکے تھے اور وہ آگ دور تک پھیلتی جا رہی تھی۔

ہم بستر پر آ کر لیٹ گئے مگر نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے پھر بلان میکر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ اب مادام کیپوٹر کے متعلق سوچ رہا تھا۔ مادام نے اس سے رابطہ قائم کیا تھا اور پوچھا تھا۔ "کیا ان کے آدمی فرہاد سے کوئی اہم دستاویزی کاغذات لے گئے ہیں؟"

بلان میکر نے انکار کیا تھا اور کہا تھا۔" ان کے کسی آدمی نے اب تک فرہاد کا سامنا نہیں کیا ہے۔ ابھی تو وہ اسے تلاش کر رہے ہیں۔"

میں نے سائمن دی گریٹ وغیرہ کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا۔ وہاں بھی مادام کیپوٹر نے معلومات حاصل کی تھیں۔ سب کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ مادام کیپوٹر کا کوئی اہم مسودہ فرہاد کے ہاتھ میں تھا۔ اور وہ فرہاد سے کسی دوسرے کے ہاتھ میں چلا گیا ہے۔ کس خطرناک تنظیم نے اس مسودے کو غائب کیا ہے، وہ کون سی

تنظیم ہے؟ اس کا الزام کوئی اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔

ویسے سپر ماسٹر عرف ماسٹر کی کا پلڑا بھاری تھا۔ ایک تو مادام کیپوٹر کا وہ خفیہ مسودہ ان کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ دوسرے انھوں نے اپنی دانست میں سجاد کی حقیقت کو پہچان لیا تھا۔ اور خوش تھے کہ ان کی مخالف دہشت گرد تنظیم کے سربراہ ابھی دھوکا کھا رہے ہیں۔ اور اس جزیرے میں جب تک سجاد رہے گا، وہ دھوکا کھاتے رہیں گے۔

رات کے تین بج گئے تھے۔ میں نے ایک گھنٹے کے لیے سونیا کو سُلایا۔ اگرچہ میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ خود ہی سو گئی تھی۔ پھر میں نے وعدے کے مطابق اسے ساڑھے چار بجے جگا دیا۔ اس کے بعد میں ڈیڑھ گھنٹے کے لیے سو گیا۔ اس طرح ہم نے تھوڑی سی نیند پوری کر لی۔ صبح چھ بجے ہمیں پتا چلا کہ مکتی محل کے پیچھے جو فوجی چھاؤنی تھی، وہ بالکل تباہ ہو گئی ہے اور محل پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔

اسے کہتے ہیں، دوسرے کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلانا۔ مادام کیپوٹر فلپینی مسلمانوں کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہی تھی اور فلپینی مسلمان بہت خوش تھے۔ خصوصاً سلیمان مورو زاور دوسرا رہنما احمد جوزف خوشی سے ناچ رہے تھے۔ وہ مکتی محل پہنچ گئے تھے۔ اور مقامی مسلمانوں کے ہجوم کے درمیان کھڑے ہو کر جوشیلی تقریریں کر رہے تھے۔

میں فلپائن کی موجودہ حکومت کی مجبوریاں سمجھتا تھا۔ یہ جزیرہ کاذی کی وادی انتہائی جنوب کی طرف تھا۔ وہ جزیرے پر فضائی حملہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ بہت سے عیسائی اور بدھ مذہب سے تعلق رکھنے والے بھی وہاں رہتے تھے۔ وہ تمام شہریوں پر بم نہیں برسا سکتے تھے۔ ایک اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ وہ بحری راستے سے حملہ آئیں گے اور جزیرے کو چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کریں گے۔

مادام کیپوٹر جو چالیں چلتی آ رہی تھی، وہ پہلے تو یونہی سی لگیں۔ مثلاً ہم نے سوچا وہ انتقاماً طیارہ اغوا کر رہی ہے اور ہمیں کسی بدترین دشمن تک پہنچا دے گی لیکن اس نے جزیرہ کاذی کی وادی میں پہنچا دیا۔ یہاں پہنچ کر بھی اس کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا۔ میں حیران تھا کہ یہاں مجھے ایک بھی دشمن نہیں ملا، سارے مسلمان دوست ملے۔ مادام کیپوٹر نے ایسا کیوں کیا؟

پھر انکشاف ہوا کہ وہ مجھے یہاں لا کر میرے ذریعے گوریلا تک..... پہنچنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے مکتی محل پر قبضہ کرنا چاہتی تھی اور وہ ایسا کر چکی تھی۔ مسلمانوں اور موجودہ فلپائنی حکومت کے تصادم سے اس نے خوب فائدہ اٹھایا تھا۔ اس کی چال صرف یہیں تک نہیں تھی۔ وہ تو بڑی زبردست چالباز ثابت ہو رہی تھی۔ مجھے جزیرے میں پہنچا کر فلپائنی حکومت کو اور میری مخالف تنظیموں کو یہ بتا دیا تھا کہ فرہاد کاذی کی وادی میں ہے لہٰذا فلپائن کی حکومت اگر جزیرہ کاذی کی وادی کے مسلمانوں کے خلاف بہت سخت اقدامات کرے گی تو وہاں فرہاد سے بھی ٹکرانا پڑے گا۔

ان حالات کی روشنی میں فلپائن کی حکومت یہاں فوج کشی نہیں کر سکتی تھی۔ وہاں کے بڑے شہروں میں ماسک مین اور سپر ماسٹر کو آپریشن سینٹر بنانے کی اجازت دی گئی تھی۔ چونکہ ان دونوں نے ٹی وی سینٹر کے سربراہوں کا نقاب پہنا ہوا تھا، اس لیے یہی تاثر دیا جا رہا تھا کہ فلپائن کی موجودہ حکومت مسلمانوں کو کچلنے کے لیے کسی بڑے ملک کی مدد حاصل نہیں کر رہی ہے بلکہ فرہاد سے نمٹنے کے لیے ٹی وی سینٹر والوں نے اپنے طور پر جال بچھایا ہوا ہے۔

قصّہ مختصر یہ کہ مادام کیپوٹر نے ایک تو مسلمانوں کی کامیاب جدوجہد سے فائدہ اٹھایا تھا۔ دوسرے مجھے یہاں پہنچا کر میرے نام کی دہشت بٹھا دی تھی اور مکتی محل پر قبضہ جما لیا تھا۔ صبح سات بجے کیپوٹر سے اشارہ موصول ہوا تھا۔ رابطہ قائم کرنے پر اس نے خوش ہو کر کہا۔" مبارک ہو، مکتی محل پر میرا قبضہ ہو چکا ہے۔"

"گیدڑ اپنی تمھاری مٹھی میں آ جائے تو میں مبارک باد نہیں دے سکتا۔ ادھر مبارک باد دوں گا، ادھر وہ پھسل جائے گا۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"ماسٹر کی سنڈیکیٹ اور سالیمار ٹی وی سینٹر والے اس محل کو پوری طرح اپنی نظروں میں رکھے ہوئے ہیں۔ وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اس مسودے کے مطابق تم وہاں کیا کرنا چاہتی ہو۔"

"میں آج شام سے وہاں اتنا سخت پہرہ لگاؤں گی کہ پرندہ بھی پر نہیں مار سکے گا۔ ویسے میں دشمنوں کو کمزور یا احمق نہیں سمجھتی۔ ذرا انتظار کرو، میں ان کے دماغوں کو پڑھ کر واپس آتی ہوں۔"

میں نے کیپوٹر آف کر دیا۔ اس کے بعد نہایت اطمینان سے غسل کیا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد ہم دونوں نے اپنے اپنے بیگ کو سنبھالا۔ پھر اس مکان سے نکل گئے۔ ڈرائیور ہمارا منتظر تھا۔ ہم نے اشارے سے کہا۔" ہمیں گاڑی کی ضرورت نہیں ہے۔ تم یہیں رہو، ہم بعد میں آ جائیں گے۔"

ہم وہاں سے پیدل روانہ ہوئے۔ ایک پختہ راستے پر پہنچتے ہی ایک تانگہ نما گھوڑا گاڑی مل گئی۔ تانگے میں سواریاں آگے اور پیچھے بیٹھ سکتی ہیں۔ اس گھوڑا گاڑی کا پچھلا حصّہ بند ہوتا ہے۔ سواریاں صرف آگے ہی بیٹھتی ہیں اور دو سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اسے فلپائنی زبان میں کالیسکے کہتے ہیں۔ ہم کالیسکا میں سوار ہو کر شہر کے مرکزی حصّے میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک بڑے سے ریستوران

میں ناشتا کرنے بیٹھ گئے۔ اسی وقت کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہوا۔

میں جانتا تھا کسی وقت بھی رابطہ قائم ہو سکتا ہے۔ اسی لیے ریسٹوران میں پہنچ کر ایک کیبن کا انتخاب کیا تھا۔ کمپیوٹر کو آن کرتے ہی اسکرین روشن ہوا۔ پھر اس پر سوالیہ فقرہ نظر آیا۔ وہ پوچھ رہی تھی "تم کون ہو؟"

میں نے کہا "تعجب ہے، یہ سوال کیوں کر رہی ہو۔ جس کے ہاتھ میں تم نے یہ لیپ ٹاپ ٹرانسمیٹر دیا ہے، میں وہی ہوں۔ میری آواز سے بھی تم مجھے پہچان رہی ہو۔"

"کم از کم چھ ماہ تک اسرائیلی حکام تمہیں نہ پہچان سکے۔ اسرائیلی انٹیلی جنس والے دن رات تمہارے آگے پیچھے رہے مگر تمہیں شناخت نہ کر سکے۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور دوسری تمام خطرناک تنظیموں کے سربراہوں نے تمہیں اچھی طرح دیکھا۔ جانچا پرکھا پھر تمہاری موت کے پروانے پر دستخط کیے۔ بعد میں انکشاف ہوا کہ تم سجاد علی تیمور ہو۔"

"یہ باتیں ابھی اسکرین پر رہنے دو۔ انھیں نہ مٹانا میں سونیا کو پڑھوا رہا ہوں۔"

میں نے کمپیوٹر اس کی طرف کر دیا۔ وہ پڑھنے لگی۔ اس کے بعد میں نے کہا "تمہیں میرے متعلق زبردست مغالطہ ہوا ہے۔"

"ایسی بات ہے تو میری غلط فہمی دور کر دو۔ جو کہتی ہو، وہ کر کے دکھاؤ۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"جو میں کہہ رہی ہوں، یہ باتیں سونیا سے بھی پڑھوا لینا۔ کیا سونیا اس وقت تم سے اظہارِ محبت کر سکتی ہے؟"

میں نے کمپیوٹر اسکرین کو سونیا کی طرف گھما دیا۔ وہ اسے پڑھ رہی تھی، زیرِ لب مسکرا رہی تھی۔ پھر ناگواری سے ایکٹنگ کرتے ہوئے بولی "یہ کیا بکواس ہے۔ ہم اپنی ذاتی زندگی میں جو بھی کریں، یہ مادام کمپیوٹر ہمارے معاملات میں بولنے والی کون سے ہوتی ہے؟"

اس کا جواب موصول ہوا "سونیا! تم لاکھ چالاک اور مکار سہی، لیکن تمہاری جھنجلاہٹ نے ثابت کر دیا ہے کہ تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا شخص فرہاد نہیں، سجاد ہے۔ بیشک سجاد بھی تم سب کو بہت عزیز ہے۔ تم اس کے لیے بھی جان کی بازیاں لگا سکتی ہو لیکن اظہارِ محبت عورت کا عرد ہوتا ہے نہ صرف فرہاد کے لیے ہے۔ میری یہ باتیں سجاد کو پڑھنے دو اور کسی حیل حجت کے بغیر حقیقت کا اعتراف کر لو۔"

میں نے اسے پڑھنے کے بعد پوچھا "میرے فرہاد یا سجاد ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"بہت فرق پڑتا ہے۔ تم اعتراف کر لو۔"

"میں اعتراف کرتا ہوں، میرے فرہاد یا سجاد ہونے سے تمہارے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم نے جو چالیں چلیں، اس میں کامیاب رہیں۔ مجھے یہاں لا کر فالپائن کی حکومت کو یہ تاثر دیا کہ مسلمانوں کی پشت پر فرہاد علی تیمور اور رسونتی کی ٹیلی پیتھی ہے۔ میں سجاد ہوں مگر فرہاد کی طرح تمہارے کام آ رہا ہوں۔ تم نے اتنی کامیابیاں حاصل کیں، اس کے بعد گوڑی سجاتہ تک پہنچنا چاہتی ہو۔ دوسرے لفظوں میں مجھے پہچاننا چاہتی ہو۔ میں جو کوئی بھی ہوں، ضرور وہاں جاؤں گا، اگر فیصلہ تمہارے حق میں ہوا۔ اور یہ فیصلہ دوپہر تک کروں گا۔"

"جنم میں گئی تمہاری دوپہر۔ تم مجھے پرسوں رات سے دھوکا دیتے آ رہے ہو۔ اور میں سمجھ رہی تھی کہ طیارے میں فرہاد کو لے چلی آ رہی ہوں۔ آخر تم نے کب اس کی جگہ سنبھالی تھی؟"

"مادام کمپیوٹر! تم واقعی ذہین ہو، چالاک بھی ہو۔ بڑی عمدہ چالیں چلتی ہو لیکن کبھی کبھی بہت زیادہ ذہانت رکھنے والے معمولی باتوں سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ اتنی سی بات تم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئی۔ میرے فرہاد بھائی زخموں سے چور تھے اسپتال میں پڑے ہوئے تھے۔ کیا ایک ہفتے میں زخم پوری طرح بھر جاتے اور انھیں جسمانی توانائی حاصل ہو جاتی۔ یہ ٹھیک انھوں نے دماغی توانائی حاصل کر لی تھی۔ اور تمہارے لیے ان کے دماغ کے دروازے بند ہو گئے تھے لیکن اسپتال سے بھائی جان نہیں آئے تھے، میں آیا تھا۔ میں نے ہی جان لوفر جیسے شہ زور سے ہیلی کاپٹر میں زور آزمائی کی۔ میں نے ہی لاہور کے گیسٹ ہاؤس میں اس لوفر کو شرمناک شکست دی۔ تم نے بھائی جان کے دماغ میں پہنچ کر ان کے زخموں کا حساب کیا تھا۔ اب ذرا حساب کر کے بتاؤ، کیا وہ جان لوفر سے مقابلہ کر سکتے تھے؟"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر اس نے اعتراف کیا۔ "ہاں، یہ مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ صرف میں ہی نہیں، فرہاد کے سارے مخالفین کے دماغ میں یہ بات نہیں آئی کہ وہ اسپتال سے نکل کر جان لوفر جیسے فولادی اور ناقابلِ شکست فائٹر کو کیسے شکست دے سکتا تھا۔"

"ہمیں دوسرے مخالفین کی پروا نہیں ہے۔ تم نے بھائی جان کو کم کر یزی سے ٹکرا کر چیلنج کیا تھا کہ انھیں بے نقاب کر دیا ہے اور ان کے دماغ میں پہنچ گئی ہو، تمہارا وہ چیلنج ختم ہو چکا ہے۔ تم کبھی ان کے دماغ تک یا ان کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکو گی۔ وہ گم ہیں، گم رہیں گے۔"

اسکرین خاموش رہا۔ وہ کچھ سوچ رہی ہو گی۔ میں نے کہا۔ "اگر تم نے مجھے فرہاد بھائی سمجھ کر تہ خانے میں پھانسنے کا منصوبہ

بنایا تھا تو وہ ناکام ہو چکا ہے۔ اگر واقعی گوڑی سجاتہ کی داستان درست ہے تو پھر میرے فیصلے کا انتظار کرو۔ میں دوپہر کو یعنی اب سے تین گھنٹے بعد اپنا فیصلہ سنا دوں گا۔"

اس نے جواب دیا "تم لوگوں کی چال بہت دیر سے سمجھ میں آتی ہے۔"

"یہی میرا بھی خیال ہے۔ اس جزیرے میں پہنچنے کے چوبیس گھنٹے بعد تمہاری چالیں سمجھ میں آئیں۔"

"آخر یہ دوپہر کو فیصلہ سنانے کی کیا تک ہے۔ کس بات کا انتظار ہے۔ تم سجاد ہو۔ فرہاد اور رسونتی کسی اور جگہ بیٹھے ہوں گے۔ ان کے ساتھ اعلیٰ ٹی وی ہو گی۔ اور یہ سب ایسی کھچڑی پکا رہے ہوں گے جو میرے لیے زہر ہو سکتی ہے۔"

"تم کس بات سے خوفزدہ ہو؟"

"تاریکی سے جو تیر آتا ہے، اس سے سبھی خوفزدہ ہوتے ہیں۔"

"اگر تم دوست بن کر مجھے تہ خانے میں بھیجنا چاہتی ہو، اگر گوڑی سجاتہ کی داستان درست ہے تو پھر تمہیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ تم کسی مقام پر ہم سے دھوکا کرو گی تو اس کے جواب میں زیادہ دھوکے کھاؤ گی۔ میں تین گھنٹے بعد فیصلہ سنانے والا ہوں۔ تم بھی اس دوران اچھی طرح غور کر لو۔ مجھے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتی ہو یا نہیں؟"

"میں سمجھ رہی ہوں۔ تم میرے کام آؤ گے تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ رسونتی اور فرہاد میرے کام آ رہے ہیں۔ مجھے ہر حال میں دوست بن کر رہنا چاہیے۔ میری دشمنی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فرہاد اور رسونتی کسی محفوظ مقام پر ہیں۔ سجاد، میں تمہیں دھوکا دے کر نقصان پہنچا کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکوں گی۔ لہٰذا غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے منصوبے کے مطابق اب بھی اس بات پر قائم ہوں کہ تمہیں اور سونیا کو تہ خانے میں جانا چاہیے۔"

"اب تم سونیا کا اضافہ کر رہی ہو۔ تم نے اب تک صرف مجھے گوڑی سجاتہ تک پہنچنے کے لیے کہا تھا۔"

"ہاں، کہا تھا مگر میں تمہاری ذہانت اور صلاحیتوں پر پوری طرح اعتماد نہیں کر سکتی۔ پاکستان سے اس جزیرے تک تمہارے لڑنے کا انداز دیکھ چکی ہوں۔ تم بے شک بہترین فائٹر ہو۔ جان پر کھیل جانے کا حوصلہ رکھتے ہو لیکن کسی مشکل مقام پر اپنی ذہانت کا کس طرح استعمال کرتے ہو، یہ نہیں جانتی۔ لہٰذا سونیا کی موجودگی لازمی ہے۔"

"اس کی موجودگی لازمی نہیں ہے۔ میں جب بھی ذہانت کے معاملے میں کمزور پڑوں گا تو فرہاد بھائی اور بھابی رسونتی میری مدد کریں گی۔ جہاں تک علمِ ریاضی کی دشواریوں کا سوال ہے تو مجھے شیخ الفارس سے مدد مل سکتی ہے۔"

"میں تمہاری بات مانتی ہوں لیکن سونیا کو ساتھ لے جانے میں کیا اعتراض ہے؟"

"تمہیں یاد ہے، میں یہ ناقابلِ بیان حقیقت بیان کر چکا ہوں، جہاں سونیا ہوتی ہے وہاں فرہاد بھائی کو بھی کسی لشکر کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لہٰذا سونیا اپنی ذات میں میرے لیے لشکر ہے۔ میں تہ خانے میں اتروں گا، وہ کشتی محل کے باہر میری حفاظت کے لیے موجود رہے گی۔ اس سلسلے میں مزید بحث نہ کی جائے تو بہتر ہے۔ تین گھنٹے بعد میں آخری فیصلہ سناؤں گا۔"

"ابھی کمپیوٹر آف نہ کرنا اور باتیں رہ گئی ہیں۔"

"میں تمہارے جوابات پڑھ رہا ہوں۔ اور کوئی خاص بات؟"

"ہاں، اب تم فرہاد کی حیثیت سے یہاں نہیں رہ سکو گے کیونکہ تمام مخالفین کو معلوم ہو چکا ہے۔"

میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا "تعجب ہے، میرا راز کیسے فاش ہو گیا؟"

"سونیا خواہ کتنی ہی چالاک ہو، کہیں نہ کہیں تو حماقت کر ہی جاتی ہے۔ پچھلی رات جب ایک ٹرک نے تمہارا راستہ روکا تھا اور وہاں فائرنگ ہوئی تھی تو دشمنوں کے بھاگنے کے باوجود وہاں ایک دشمن چھپا ہوا تھا۔ اس نے تم دونوں کی گفتگو سن لی تھی۔ تم خوشی سے بے قابو ہو رہے تھے اور اس نے سب کچھ اگل دیا تھا کہ تمہیں سجاد کی حیثیت سے رہنا چاہیے اور اپنی اوقات نہیں بھولنا چاہیے۔"

میں نے پھر حیرانی کا اظہار کیا "اوہ گاڈ، ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ رات کو اس ویران علاقے میں کوئی چھپ کر ہماری بات سن رہا ہو گا۔"

"جس نے تمہاری بات سنی تھی، میں نے اس کے دماغ میں پہنچنے میں دیر کر دی۔ وہ ماسٹر کی سنڈیکیٹ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا نام راجر ہائیڈ ہے۔ کیوں، ٹھیک ہے، نا؟"

"مجھے کیا معلوم وہ کون تھا۔"

"جب میں سائمن وی گریٹ کے ایک خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچی تو راجر وہاں ان کا قیدی بنا ہوا تھا۔ اس نے تمام باتیں اگل دی تھیں۔ انھیں بھی معلوم ہو گیا ہے کہ ایسا کوئی مسودہ ہے جو تہ خانے سے متعلق ہے اور وہاں گوڑی سجاتہ کی ایک پُراسرار داستان ہے۔ اس سلسلے میں میں اور فرہاد بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"اب ہم ناشتا ختم کر چکے ہیں اور یہاں سے جانے والے ہیں۔ تین گھنٹے تک ہم سے رابطہ قائم نہ کرنا۔ ہم کسی ہوٹل میں آرام کریں گے۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ پچھلی رات بھی تم نے کہا تھا کہ کوئی اور

جگہ رات گزار دو گے لیکن گھوم پھر کر اسی مکان میں گئے تھے۔ میں تمہارے ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر چکی ہوں۔"

۔"پھر معلوم کر لینا۔ اب ہم وہاں نہیں جائیں گے۔"

"سجاد! تم نے ہمارے لیے مشکلات پیدا کر دی ہیں ویسے تو میں کمتی محل کے احاطے میں کسی کو داخل نہیں ہونے دوں گی لیکن دہشت گرد تنظیموں کے ایجنٹ کوئی معمولی مجرم نہیں ہوتے۔ وہ ہمیں بہت پریشان کریں گے۔"

"میں نے کہا نا، تین گھنٹے بعد اس سلسلے میں گفتگو ہوگی۔ دیٹس آل۔"

میں نے کمپیوٹر کو آف کیا، اسے بیگ میں رکھا پھر ناشتے کا بل ادا کرنے کے بعد ہم بازار میں پہنچ کر کچھ شاپنگ کرنے لگے۔ سونیا نے اپنے لیے مقامی عورتوں کے ملبوسات خریدے۔ آدھے گھنٹے کے بعد ہم ایک بہت مہنگے ہوٹل کے کمرے میں تھے۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "وقت کم ہے۔ آرام سے لیٹ جاؤ، اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو، اپنے ذہن کو اس بات پر مائل کرو کہ تنویمی عمل شروع ہوتے ہی تم خود کو میری مطیع اور فرماں بردار بنا لو گی۔ اس کے ساتھ تم رسونتی کی بھی اطاعت قبول کرتی رہو گی اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرو گی۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ اور بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ میں اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ پھر تنویمی عمل شروع کر دیا۔ میرا عمل محدود تھا۔ رسونتی نے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ میں وہ قفل کھول رہا تھا۔ اسے قائل کر رہا تھا کہ اب رسونتی اس کے دماغ میں پہنچ کر جو کچھ کہے گی، وہ اس کے مطابق عمل کرتی رہے گی۔

تنویمی عمل کے اس مرحلے پر رسونتی نے سونیا کو مخاطب کیا پھر اسے معمولہ بنانے لگی۔ میں وہاں سے ہٹ گیا۔ آرام سے ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اب ہمیں اچھی خاصی رقم کی ضرورت تھی۔ میں نے تھوڑی دیر بعد اس مہنگے ہوٹل کے مالک سے دماغی رابطہ قائم کیا، جب ہم اس کمرے میں آ رہے تھے اور اپنے لیے یہ کمرہ بک کرایا تھا، اس وقت کاؤنٹر کے پاس ہوٹل کا مالک بھی موجود تھا۔ وہ منیجر سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس گفتگو سے ظاہر ہو گیا کہ وہ کون ہے۔ میں نے اس کے لب و لہجے کو یاد رکھا تھا اور اب وہ کام آ رہا تھا۔

یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں نے اسے کس طرح ٹریپ کیا۔ اور وہ کس طرح فلپائنی کرنسی پچیس ہزار پیسو لے آیا۔ اس کے بعد چپ چاپ چلا گیا۔ تقریباً ایک گھنٹا پینتالیس منٹ کے بعد رسونتی نے میرے پاس آ کر کہا۔ "میں اپنا کام کر چکی ہوں۔ سونیا کی نیند سو رہی ہے۔ آدھے گھنٹے بعد بیدار ہو جائے گی۔ میں اعلیٰ بی بی کے پاس جا رہی ہوں۔ تمہارے پاس بھی آتی جاتی رہوں گی۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے کے پچھلے دروازے کو کھولا۔ اُدھر ایک بڑی سی بالکونی تھی۔ آس پاس کے کمروں کی بالکونیاں بھی اتنی قریب تھیں کہ ایک چھلانگ میں دوسری بالکونی تک پہنچا جا سکتا تھا۔ ویسے ہمارے آس پاس والے دونوں کمرے خالی تھے۔ اس جزیرے میں بہت کم سیاح آتے تھے۔ ہوٹل کے کمرے عموماً خالی ہی ملتے تھے۔ آدھے گھنٹے بعد سونیا بیدار ہو گئی۔ میں بالکونی میں کھڑا رہا۔ اس نے کمرے کے دروازے کو بند کر لیا۔ لباس تبدیل کرنے لگی۔ ایسے ہی وقت کمپیوٹر سے اشارہ موصول ہوا۔ میں نے اسے آپریٹ کیا۔ مادام کمپیوٹر نے کہا۔ "تین گھنٹے پورے ہو چکے ہیں۔ اپنا فیصلہ سناؤ۔"

"میں تمہارے کام آنے کے لیے تیار ہوں۔"

"میں جانتی تھی، ایسا ہی ہو گا لیکن اتنا ضرور پوچھوں گی کہ فرہاد اور رسونتی نے مجھ پر اعتماد کیسے کر لیا ہے؟"

"تم سے محبت ہوتی جا رہی ہے اور محبت میں اعتماد کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کرو۔"

"پھر خود ہی سمجھ لو۔ اعتماد کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں تہ خانے میں جا رہا ہوں۔ تم مجھے وہاں پہنچ کر انتظامات پہنچا کر کیا فائدہ حاصل کر لو گی؟ جب کہ سونیا بھی میرے ساتھ نہیں رہے گی۔ لہٰذا بھائی جان میرے لیے خطرہ مول لینے کو تیار ہو گئے ہیں۔"

"تہ خانے میں تمہارے ساتھ میرے آدمی بھی جائیں گے۔"

"یہ اور اچھی بات ہے۔"

"میں وہاں بھیجنے کے تمام انتظامات کر رہی ہوں۔ اس سلسلے میں تم کوئی مشورہ دینا چاہو تو میں سن رہی ہوں۔"

"ہم کس وقت تہ خانے میں اتریں گے؟"

"رات کا وقت زیادہ مناسب ہے۔ میں شام ہی سے سخت پہرہ لگا دوں گی۔"

"تہ خانے کے اندر گہری تاریکی ہو گی؟"

"ہم نے سارے انتظامات کر لیے ہیں۔ کمتی محل سے بجلی کا کنکشن لے کر زیادہ سے زیادہ بلبے تار کے ساتھ تم لوگ سر پر لالٹین لے کر اندر جاؤ گے۔ جہاں تک وہ تار جائے گا، روشنی ساتھ رہے گی۔ اس کے بعد ٹارچ لائٹ استعمال کر سکو گے۔ یہ بتاؤ، تمہیں کون سے ہتھیاروں کی ضرورت ہے؟"

"مجھے چھینی، ہتھوڑے، کدال، رسیوں کے بنڈل، ایک مضبوط چاقو اور کاغذ قلم وغیرہ چاہئیں۔ تاکہ علم ریاضی کے سوالات حل کیے جا سکیں۔"

"تمام چیزیں مہیا کی جائیں گی لیکن یہ ہتھیار تو نہ ہوئے۔"

"میرے پاس دو نادیدہ رائفلیں ہیں۔ ان میں سے ایک رائفل کا نام فرہاد اور دوسری کا رسونتی ہے۔"

"وہ تمہارے اور سونیا کے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے تاکہ میں تمہارے پاس نہ پہنچ سکوں۔ پھر فرہاد اور رسونتی کیسے پہنچ جاتے ہیں؟"

"جب میرے مسمار ہونے کا بھید کھل ہی گیا ہے تو میں بتا دوں، مجھ پر اور سونیا پر مخصوص تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ ہمارے ذہن کو ہدایت کی گئی ہے کہ مخصوص سوچ کی لہروں کو قبول کریں، باقی کو رد کر دیں اور یہ ہمارا دماغ خود بخود کرتا ہے۔"

"ابھی تم کہاں ہو؟"

"مادام کمپیوٹر! اتنی انجان نہ بنو۔ کیا تم واقعی نہیں جانتی ہو کہ ہم کہاں ہیں؟ تمہارے آدمی ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔"

"تم یقین کرو، میرے پاس جتنے کام کے آدمی ہیں، انھیں کمتی محل میں لگا رکھا ہے۔ جو باقی ہیں وہ ہمارے مخالفین کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ میرے پاس اتنے آدمی نہیں ہیں کہ تمہاری نگرانی کے لیے مقرر کیے جا سکیں۔ تمہیں کسی پر نگرانی کا شبہ ہو رہا ہے تو وہ یقیناً ماسٹر کی اور سائن دی گریٹ کے آدمی ہوں گے۔ تمہیں ہوشیار رہنا چاہیے۔"

"میں تمہاری نصیحت پر عمل کروں گا۔ اور کوئی بات؟"

"میں پھر رابطہ قائم کروں گی۔"

اسکرین خاموش ہو گیا۔ میں نے اسے آف کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد سونیا نے کمرے کا دروازہ کھولا تو میں اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا۔ وہ پہچانی نہیں جا رہی تھی۔ کوئی مقامی عورت لگ رہی تھی۔ اس نے لباس بھی فلپائنی عورتوں کا سا پہن رکھا تھا۔ میں نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے بالکونی سے کوئی نظر نہیں آیا مگر سامنے والی عمارتوں سے کوئی چھپ کر دیکھ رہا ہو گا۔"

اس نے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا اور اس درست کرتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ میں بالکونی کے راستے سے نہیں جا سکوں گی۔"

"میں نے سوچا تھا، تم ایک بالکونی سے کود کر دوسری بالکونی میں پہنچ کر میں خیال خوانی کے ذریعے منیجر سے دوسرے کمرے کی چابی منگوا لوں گا۔ تم اس دوسرے کمرے سے نکل کر جاؤں گی تو، کوئی تمہیں پہچان سکے گا اور نہ ہی شبہ کر سکے گا۔"

"کوئی بات نہیں، سامنے والا دروازہ کھول کر دیکھو۔ اگر کوریڈور میں سناٹا ہوا تو میں نکل جاؤں گی۔"

"تم نے اپنی ضرورت کا سامان رکھ لیا ہے؟"

"اس بید والی باسکٹ میں رکھ لیا ہے۔ یہاں کی عورتیں ایسی باسکٹ استعمال کرتی ہیں۔"

"کیا رقم بھی اسی میں ہے؟"

"پچیس ہزار پیسو بہت ہوتے ہیں۔ میں نے صرف پندرہ ہزار رکھے ہیں۔"

میں نے اسے دیکھتے ہوئے۔ "کہاں رکھے ہیں؟"

اس نے گھور کر کہا۔ "تمہیں بتانا ضروری تو نہیں ہے۔"

میں نے تھوڑی دیر بعد دروازہ کھول کر کوریڈور میں دائیں بائیں دور تک دیکھا۔ ایک ویٹر ٹرے میں کچھ چیزیں لے کر آ رہا تھا۔ وہ سامنے سے گزرنے کے بعد چوتھے کمرے میں چلا گیا۔ اس کے بعد کوریڈور سنسان ہو گیا۔ میں نے سونیا کو اشارہ کیا۔ وہ اپنی بید والی باسکٹ اٹھا کر کمرے سے نکل گئی۔ وہ کوریڈور سے گزر تی جا رہی تھی، میں بڑی محبت سے دیکھ رہا تھا۔ کیسی عجیب عورت تھی۔ جب بھی آتی تھی، پیار کی مکمل کائنات لے کر آتی تھی اور جب جاتی تھی تو یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کن شامت کے ماروں پر کب بجلی بن کر گرے گی۔

میں نے کمرے میں آ کر دروازے کو بند کر لیا۔ مجھے اپنے مخالفین کی طرف سے یہ خطرہ نہیں تھا کہ مجھے جانی نقصان پہنچائیں گے ان سب میں یہ تجسس تھا کہ آخر کمتی محل کے تہ خانے میں کیا ہونے والا ہے؟ اس تہ خانے میں فرہاد جائے یا سجاد، ان کے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ میں سجاد کی حیثیت سے جانا تب بھی وہ جانتے تھے کہ میری پشت پر فرہاد اور رسونتی ہوں گے۔

رسونتی میرے پاس آ گئی، مجھے اپنی اور اعلیٰ بی بی کی مصروفیات کے متعلق بتانے لگی۔ اس نے کہا۔ "جب بھی تم اس تہ خانے میں جاؤ گے تو شیخ الفارس سے برابر رابطہ قائم رکھنا۔ وہ تمہیں ریاضی کے تمام مسائل کا حل بتاتے رہیں گے۔ میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

میں شام تک اسی کمرے میں رہا۔ ماسٹر کی سنڈیکیٹ اور سائن دی گریٹ کے جن آدمیوں تک پہنچ سکتا تھا، ان کی مصروفیات کو سمجھتا رہا۔ شام کو چھ بجے جب اندھیرا بڑھنے لگا تو مادام کمپیوٹر نے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "تمہاری نگرانی کرنے والوں کے ذریعے معلوم کر چکی ہوں کہ تم اس ہوٹل میں ہو۔ بہرحال ہوٹل کے باہر ایک گاڑی ہے۔ میرا آدمی تمہارے دروازے پر آ کر دستک دے گا۔ اس کے ساتھ مکتی محل میں چلے آؤ۔"

تھوڑی دیر بعد ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے اپنے بیگ کو سنبھالا پھر دروازہ کھول کر اس کے ساتھ ہو گیا۔ مادام کمپیوٹر اس شخص کے دماغ میں موجود ہو گی اور اس الجھن

میں ہوگی کہ میں تنہا ہوں۔ سونیا کو کمرے کے اندر کیوں چھوڑ دیا ہے۔ وہ شخص تھوڑی دور تک میرے ساتھ گیا۔ پھر رک کر اشارے سے مجھے وہیں ٹھہرنے کے لیے کہا۔ اس کے بعد تیزی سے چلتا ہوا میرے کمرے کے پاس پہنچا۔ اس کا دروازہ کھول کر اندر گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی مجھے کمپیوٹر سے اشارہ موصول ہوا میں نے بیگ سے نکال کر اسے آپریٹ کیا۔ اسکرین پر مادام کمپیوٹر پوچھ رہی تھی۔ "سونیا کہاں ہے؟"

"جہاں اسے ہونا چاہیے وہ اپنے فرائض خوب سمجھتی ہے" میں نے جواب دیا۔ "تم اپنے معاملات میں مصروف رہی ورنہ وہ نکل نہ پاتی۔ تمہاری یادداشت بہت کمزور ہے وہ پچھلی رات دو بار تمہاری نگرانی سے نکل چکی ہے۔"

"میری معلومات کے مطابق دہشت گرد تنظیموں کے بہت سے آلہ کار اس ہوٹل کی نگرانی کر رہے ہیں۔ وہ کیسے گئی؟"

"ہوا کو گزرنے کے لیے ایک ننھے سے سوراخ کی ضرورت ہوتی ہے، ادھر آنکھ جھپکتی ہے ادھر وہ ہوا ہو جاتی ہے۔"

"میں اسے دوست بنانا چاہتی ہوں وہ دشمن بن رہی ہے۔"

"تم فضول باتیں کر رہی ہو۔ کام کی بات کرو میں تمہارے محل میں جا رہا ہوں۔ تم اپنے انتظامات کے متعلق بتاؤ۔"

"اتنے سخت انتظامات ہیں کہ محل کے احاطے میں ایک پرندہ بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔"

"ہم نہیں جانتے کہ تہ خانے میں کتنا وقت لگے گا۔ ہو سکتا ہے، صبح ہو جائے کیا تم نے اس پہلو پر غور کیا ہے کہ بحری راستے سے حکومت کے آدمی آ سکتے ہیں۔ جن مسلمانوں کے ذریعے تم نے مکتی محل پر قبضہ کیا ہے وہ ان مسلمانوں کو پسپا کر کے پھر محل پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہمارا کیا ہوگا، ہم تو اندر پھنسے رہ جائیں گے۔"

"جزیرے کے تمام ساحلی علاقوں میں مسلح مسلمان موجود ہیں، وہ کسی کو جزیرے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے جو برا آنے والوں کو گولی مار دیں گے۔ بحری فوج نظر آئی تو مجھے فوراً اطلاع دیں گے۔"

"ایسے وقت تم کیا کر سکو گی؟"

"یوں تو مسلمان مجاہدین نے پورے طور پر جنگی تیاریاں کر لی ہیں۔ وہ انہیں روکیں گے۔ اگر وہ بازنہ آئے تو ان کی بحریہ فضائیہ کے اہم افسران میری ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں ہیں۔ میں ان کے جہازوں کا رخ موڑ دوں گی۔"

میں ایک کار میں بیٹھ کر مکتی محل کے سامنے پہنچ گیا۔ اس محل کے چاروں طرف میں ایسی سرچ لائٹیں لگائی گئی تھیں کہ چھپ کر آنے والے کو دیکھا جا سکتا تھا۔ محل کے ہر حصے میں مسلح گارڈز نظر آ رہے تھے۔ چاروں طرف ان کے کیمپ بھی لگے ہوئے تھے۔ ہماری کار احاطے کے پھاٹک کے پاس رک گئی تھی۔ وہاں سے مجھے تنہا پیدل جانا پڑا۔ حالانکہ مجھے گاڑی میں لانے والے بھی مادام کمپیوٹر کے آدمی تھے یا پھر سلیمان موروز وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن انہیں بھی احاطے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

محل کے وسیع صحن میں کچھ لوگ نظر آئے ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر مجھے خوش آمدید کہا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ ایک صحت مند انگریز تھا۔ اس کے پیچھے اس سے بھی زیادہ صحت مند اور قد آور شخص دکھائی دیا۔ اسے دیکھتے ہی جانے کیوں جان لو فریاد آ گیا۔ وہ بھی ایسا ہی قد آور اور پہاڑ جیسی جسامت رکھتا تھا۔ وہاں کئی لوگ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے، مجھے دیکھ کر اٹھ گئے تھے۔ اس انگریز نے ہر ایک سے تعارف کرانا شروع کیا۔

اس نے کہا۔ "چلیے مجھ سے ملو۔ میرا نام وکٹر کولن ہے میں آبادیہ کا ماہر سمجھا جاتا ہوں۔ قدیم تاریخی عمارتوں اور مخلوق نوادرات کے متعلق معلومات رکھتا ہوں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو گی تو میں اسے انجام دوں گا۔"

وہ مجھے ایک اور شخص کے سامنے لے گیا۔ وہ نا ٹے قد کا تھا مگر کسرتی بدن کا مالک تھا۔ اس کا جسم اور چہرہ توے کی طرح کالا تھا۔ دیدے سفید تھے۔ اندھیرے میں چمکتے تھے۔ سر کے بال اتنے بڑے تھے کہ کاندھے تک آتے تھے سامنے کے بالوں کو اس نے چوٹی کی طرح گوندھ رکھا تھا۔ وکٹر کولن نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"یہ دھیرو چمار ہے۔ کالے جادو کے ذریعے حیرت انگیز کارنامے انجام دیتا ہے۔ ارزہیں دو سو سال پرانے تہ خانے میں ناقابل یقین مافوق الفطرت حالات سے گزرنا پڑا تو اس کا کالا علم ہمارے کام آئے گا۔"

دھیرو چمار نے مجھ سے ملنے کی خوشی میں بڑے بڑے دانتوں کی نمائش کی۔ اس کے دانت ٹیڑھے میڑھے اور پیلے پیلے سے تھے۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم ہندوستان کے رہنے والے ہو؟"

اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "کالی مائی کا داس ہوں۔ بھارت، برما، ملایا، انڈونیشیا تمام ملکوں میں گھوم چکا ہوں۔ یہاں آنا نہیں چاہتا تھا، بہت مجبور ہو کے آیا ہوں۔"

"مجبوری کیا ہے؟"

"کوئی بلا میرے سر کے اندر گھس گئی ہے۔ وہ مجھے چین سے بیٹھنے نہیں دیتی تھی، ادھر آنے پر مجبور کرتی رہتی تھی۔ میں نے اپنے جادو کے ذریعے کتنے ہی توڑ کیے مگر میرا کچھ بھلا نہ ہوا۔

آخر مجبور ہو کر آ گیا۔ اس بلا نے وعدہ کیا ہے، اگر میں اس کے کام آؤں گا تو آئندہ وہ بھی میرے کام آیا کرے گی۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا۔ "گئے کام سے، پہلے کھوپڑی میں ایک بلا تھی، اب تین بلائیں رہا کریں گی۔"

وکٹر کولن نے آگے بڑھ کر ایک بوڑھے ہندوستانی سے ملاقات کرائی۔ "ان سے ملو۔ یہ پروفیسر نائیڈو ہیں۔ علم ریاضی کے استاد مانے جاتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم شیخ انفارس سے ریاضی کے سلسلے میں مدد حاصل کرو گے۔ ایک سے دو استادوں کا رہنا بہتر ہے۔"

میں نے پروفیسر نائیڈو سے مصافحہ کیا، اس سے کچھ باتیں کیں، اس کے لب و لہجے کو سمجھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا پھر دوسری طرف پلٹ گیا۔ ادھر وہی قد آور پہاڑ جیسا شخص کھڑا ہوا تھا۔ تعارف کرانے والے نے کہا۔ "اس کا نام پیٹر پال ہے۔ یہ مادام کمپیوٹر کا خاص آدمی ہے اور اس خاص مہم میں شریک ہونے کے لیے آیا ہے اس کی شہ زوری کا حیرت انگیز تماشا دیکھ کر بھی آنکھیں یقین نہیں کرتیں۔ یہ نہتا شیر سے لڑتا ہے۔ اور کسی بھی پختہ دیوار کو دھکے مار مار کر گرا دیتا ہے۔"

"میں نے پوچھا۔ "گوری سجاتہ تک پہنچنے کے لیے کسی شہ زور کی بھی ضرورت ہے؟"

وکٹر کولن نے کہا۔ "یہ ہماری مادام کمپیوٹر کا وفادار ہے اور ہمیں بھی وفادار بنائے رکھنے کے لیے ساتھ جا رہا ہے۔"

پھر تو تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے پیٹر پال کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے بھی مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے اجنبی زبان میں کچھ کہا۔ اس کی ہتھیلی اتنی چوڑی تھی کہ میرا ہاتھ کسی قدر چھوٹا پڑ گیا تھا۔ ہاتھوں کی سختی بتا رہی تھی، کسی کی گردن ہاتھ میں آنے کے بعد چھوٹ نہیں سکتی، ٹوٹ سکتی ہے۔

میں نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ وکٹر کولن نے کہا۔ "یہ صرف فلپائنی زبان جانتا ہے اور کوئی زبان نہیں سمجھتا۔"

میں سمجھ گیا، ایسا شخص صرف میرے لیے رکھا گیا تھا تاکہ وہ جسمانی اعتبار سے شہ زور ہو، اس کی زبان سمجھ میں نہ آئے، دماغ کے دروازے میرے لیے بند ہیں، میں نے پوچھا۔ "اچھا تو آپ چاروں صاحبان میرے ساتھ تہ خانے میں جائیں گے؟"

وکٹر کولن نے کہا۔ "ایک اور ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے محل کے بڑے سے ستون کی جانب دیکھا۔ سائے میں کوئی کھڑا تھا جب اس نے حرکت کی تو پتا چلا وہ کھڑی تھی اور اب روشنی کی طرف آ رہی تھی۔ اس نے مرہٹی عورتوں کی طرح دھوتی نما ساری باندھی ہوئی تھی۔ اوپر چھوٹا سا بلاؤز پہنا ہوا تھا چھپاتا ہوا رنگ تھا۔ آنکھیں بھوری تھیں مگر پلکیں اور ابرو سیاہ تھے۔ ان آنکھوں میں اتنی گہرائی، اتنی کشش تھی جیسے زہر بھرا ہو۔ ان آنکھوں کو دیکھتے ہی منبالی یاد آ گئی۔

وکٹر کولن نے کہا۔ "یہ باؤلی سپیرن ہے۔ ہم دو برس پرانے تہ خانے میں جا رہے ہیں۔ وہاں سانپ، بچھو کے علاوہ زہریلے کیڑے مکوڑے بھی ہو سکتے ہیں۔"

وہ ایک ہاتھ نچا کر فخریہ انداز میں بولی۔ "ہونے دے انگریز بابو، ہونے دے۔ یہ باؤلی سپیرن ناگ سانپوں کے رمکن میں ننگے پاؤں جاتی ہے۔"

اس کے ایک شانے سے کپڑے کی جھولی لٹک رہی تھی۔ اس نے جھولی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "اس میں زہریلی بلاؤں کے لیے منتر بھی ہے، جنتر بھی ہے اور یہ منتر جنتر کیا چیز ہے۔ یہ میری دو آنکھیں جس پر ٹھہر جاتی ہیں، وہ بھی ٹھہر جاتا ہے۔ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔"

ایسا کہتے ہوئے باؤلی سپیرن نے مجھے دیکھا۔ اس کی نظریں مجھ پر ٹھہر گئیں، میری نظریں مسکرا رہی تھیں۔ وہ گھور کر دیکھنے لگی۔ واقعی زہریلی کشش تھی لیکن وہ بھی کچھ محسوس کر رہی تھی کیونکہ میری آنکھوں نے شمع کی جلتی ہوئی لو کو جذب کر رکھا تھا۔ یہ آنکھیں تنویمی عمل کے مرحلوں سے گزر چکی تھیں۔ یہ وہ آنکھیں تھیں جنھوں نے منبالی سے آنکھیں چار کی تھیں۔ وہ اس دنیا سے اٹھ گئی تھی لیکن اپنی زہریلی آنکھیں میری آنکھوں میں چھوڑ گئی تھی۔

باؤلی مجھے گھورتے ہوئے قریب آ رہی تھی۔ اس کا خیال تھا، میں گھبرا کر نظریں جھکا لوں گا لیکن اس کی گھورتی ہوئی آنکھیں ذرا نرم پڑ گئیں۔ وہ حیرانی سے مجھے دیکھ رہی تھی، پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کیوں رے بابو! تو سپیرا ہے کیا؟"

"سپیرا تو سانپوں کو پکڑتا ہے۔ میں سپیرن کو بس میں کرتا ہوں۔"

وہ ناگن کی طرح پھنکارتے ہوئے ایک قدم پیچھے گئی پھر ہاتھ نچا کر کہا۔ "ارے جا، یہ عمر یا سانپوں سے کھیلتے گزر رہی ہے، جو میرے پاس آتا ہے، وہ نیلا پڑ جاتا ہے۔ میں تجھ کو خبردار کرتی ہوں۔"

وکٹر کولن نے ہمارے درمیان آ کر کہا۔ "ارے یہ کیا، ہم سب دوست ہیں۔ آپس میں جھگڑے والی بات نہیں کرنا چاہیے۔"

"میں نے پوچھا۔ "ہماری ٹیم میں کل کتنے افراد ہیں؟"

"ہم آپ مل کر چھ ہیں لیکن مزدور بھی ہیں۔ وہ ہمارا ضروری سامان اٹھا کر لے جائیں گے۔ ضروری سامان میں گیس ماسک

اور آکسیجن سے بھری ہوئی ٹنکیاں ہیں تاکہ تہ خانے میں گھٹن کا احساس ہو تو ہم ان کے ذریعے بہ آسانی سانس لے سکیں۔"

وہ مزدور اور تمام سامان وہیں موجود تھا جس نے ہر چیز کو دیکھا، سمجھا اور اطمینان حاصل کیا۔ تہ خانے میں جانے کے سلسلے میں کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔

ڈکٹر کولن ہمارا ٹیم لیڈر تھا۔ ہم اس کی رہنمائی میں محل کے اندر داخل ہوئے۔ مجھے یقین تھا، اس محل کے کسی کمرے میں تہ خانے کا راستہ ہوگا جیسا کہ قدیم تاریخی محلوں میں تہ خانے بنائے جاتے ہیں۔ ان کا راستہ کسی کمرے کے فرش سے ہو کر گزرتا ہے یا کسی خفیہ دیوار کے پیچھے سے وہ راستہ تہ خانے کی طرف جاتا ہے۔

لیکن میری حیرانی کی انتہا نہ رہی جب ہمارا پارٹی لیڈر ڈکٹر کولن ہمیں سیڑھیوں پر چڑھتا ہوا محل کی چھت پر لے جانے لگا۔ میں نے پوچھا "کیا ابھی تہ خانے میں نہیں جائیں گے؟"

"ہم وہیں جا رہے ہیں۔"

میں نے مزید سوال کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ چپ چاپ ان کے ساتھ چھت پر آگیا۔ وہاں ڈکٹر نے کہا "تم سب اپنے اپنے حصے کا ضروری سامان اپنے پاس رکھ لو۔"

ہم نے سامان اٹھانا شروع کیا۔ ہر ایک کے حصے میں آکسیجن کی دو ٹنکیاں تھیں۔ انہیں ہم نے پٹ سے باندھ لیا۔ ایک آہنی ٹوپی تھی جس کے سامنے پیشانی پر ایک ٹارچ نما لائٹ منسلک کی گئی تھی۔ اسے ہم اپنی مرضی سے آن آف کر سکتے تھے۔ آہنی ٹوپی سے ایک گیس ماسک منسلک تھا جسے ہم وقتِ ضرورت چہرے پر چڑھا سکتے تھے۔

میں نے ایک لیدر کٹ کو دوسروں کی طرح اپنے سینے پر باندھ لیا۔ اسی کٹ کے اندر ایک عدد ٹارچ، ایک بڑا سا چاقو اور ڈی ڈی ٹی کی تیز اور زود اثر اسپرے کرنے والی دوائیں تھیں۔ ان کے علاوہ دو عدد لائٹر، ایک مقناطیس اور ایک قطب نما تھا۔ ہم نے اپنی اپنی کلائی پر ریڈیم ڈائل کی گھڑی باندھ لی۔ وہ سب اپنی اپنی کمر سے کارتوس کی پیٹی باندھ رہے تھے۔ انہوں نے ریوالور کے علاوہ اسٹین گن بھی رکھ لی تھی۔ میں سمجھتا تھا، وہاں شاید ہی ان چیزوں کی ضرورت پڑے۔ ہاں اگر آمنے سامنے لڑائی ہوتی تو یہ چیزیں کام آسکتی تھیں اور مجھے ایسی چیزوں کی ضرورت نہیں پڑتی، دوسروں کے ہتھیار میرے کام آجاتے ہیں۔ میں نے وہ بوجھ اٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔ پانی کا بڑا سا تھرماس اپنے شانے سے لٹکا لیا۔

میری طرح باڈلی سپیرن نے بھی ہتھیار پھینک دیے بلکہ ڈی ڈی ٹی کی تمام دوائیں بھی پھینک دیں۔ یہ چیزیں اس کے لیے ضروری نہیں تھیں۔ البتہ میں نے ایک مضبوط آہنی سلاخ تھام لی۔ جس کا ایک سرا نوکیلا تھا اور بھالے کی طرح کام... آسکتا تھا۔

باقی کچھ کھانے کا اور کچھ فرسٹ ایڈ کا سامان تھا رسّی کے بنڈل اور دوسری تمام ضروری چیزیں مزدوروں نے اٹھالی تھیں پھر ڈکٹر کولن چھت کے اس حصے میں آیا جہاں محل کے بڑے بڑے ستونوں میں سے ایک ستون اوپر چھت کی طرف نکلا ہوا تھا۔ اس کے اوپری سرے پر گنبد سا بنا ہوا تھا اور اس گنبد کے اوپری حصے میں پیتل کا کلس تھا۔

اس نے کلس کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر ایک طرف گھمانا شروع کیا۔ بڑی طاقت صرف ہو رہی تھی۔ اس نے سیٹر پال کو دیکھا۔ مادام کمپیوٹر کے اس غلام نے آگے بڑھ کر ڈکٹر کو ایک طرف ہٹایا پھر پیتل کے کلس کو پکڑ کر ایک خاص انداز سے گھمانا شروع کیا تو وہ گھومتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ستون کی دائرہ نما دیوار ایک طرف گھومنے لگی۔ ہم نے دیکھا، جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے، وہاں سامنے ہی ستون میں خلا پیدا ہو رہا تھا۔ بات سمجھ میں آگئی۔ میں پہلی بار تہ خانے کا ایسا راستہ دیکھ رہا تھا۔ جو چھت پر ستون کے اندر زینے کی صورت میں نیچے تہ خانے تک گیا تھا۔

وہاں جانے کے لیے محل سے بجلی کا کنکشن حاصل کیا گیا تھا اور کئی سو گز طویل تار رکھا گیا تھا۔ اس تار کو کئی کنکشن میں تبدیل کر کے مختلف بلب روشن کر لیے گئے تھے۔ انہیں مزدوروں نے اپنے ایک ہاتھ میں تھام لیا تھا۔ ڈکٹر کولن کے حکم پر پہلے وہی مزدور ستون کے خلا سے گزر کر سیڑھیوں سے اترنے لگے۔ ہم ان کے پیچھے باری باری جانے لگے۔ میں کئی بار ڈکٹر کولن کے دماغ میں پہنچ کر دیکھ چکا تھا اس کے دماغ میں فلپائنو زبان میں وہی مترنم آواز سنائی دیتی تھی ..... یعنی ..... ڈکٹر کولن ہمیں گائیڈ کر رہا تھا اور مادام کمپیوٹر ہمیں باطمینان سے بیٹھی ہوئی اسے گائیڈ کر رہی تھی۔ اس کے سامنے اس تہ خانے کا نقشہ بچھا ہوگا، ساری معلومات اس کے سامنے ہوں گی۔ اسی کے مطابق وہ کہتی جا رہی تھی اور ڈکٹر ہمیں ہدایات دیتا جا رہا تھا۔ بجلی کی روشنی دکھانے والے ہم سے آگے تھے، ہمیں خاطر خواہ روشنی نہیں مل رہی تھی۔ اس لیے ہم نے اپنی کیپ سے منسلک رہنے والی ٹارچ کو روشن کر لیا تھا۔ کئی سیڑھیاں اترنے کے بعد ہم ایک بہت ہی کشادہ سے کمرے میں پہنچ گئے۔

یہ وہی کمرہ تھا جس کے متعلق میں مادام کمپیوٹر کے ارسال کردہ مسودے میں پڑھ چکا تھا۔ اس میں لکھا تھا، جو شخص سیڑھیوں سے اترتا ہوا جس رخ پر تہ خانے کے فرش پر پہنچے گا، اس رخ پر سامنے دیوار ہے۔ وہ دیوار دو سو دس پتھروں سے چنی گئی ہے۔ فرش اور دیوار کے ہائیں کونے پر ستر ڈگری کی سیدھ پر بارہ پتھر چھت تک گئے ہیں۔ انہیں نیچے سے گنتے ہوئے پتھر نمبر آٹھ تک جانا ہوگا پھر اوپر سے گنتے ہوئے پتھر نمبر پانچ تک آنا ہوگا۔ ان نمبروں کے درمیان دو ایسے نمبروں کو جمع کرنا ہوگا جن کا حاصل جمع تین سے برابر تقسیم ہو جائے، تقسیم کے حاصل میں جس نمبر کا پتھر آئے گا اس پر کسی سخت چیز سے ضرب لگانا ہوگی پھر اس دیوار کا خفیہ دروازہ خود بخود کھلتا جائے گا۔

ریاضی کا یہ حساب پیش کرنے کے بعد نیچے وارننگ لکھی ہوئی تھی۔ خبردار، اگر حساب میں غلطی ہوئی یا اندازے سے کسی اور پتھر پر ضرب لگائی گئی تو وہاں کی چاروں دیواری کی چھت اس پر آگرے گی پھر وہ بھی گوری سجاتہ کی طرح برسوں وہاں پڑا رہ جائے گا۔

ڈکٹر کولن، پروفیسر نائیڈو کو ریاضی کا یہ حساب بتا رہا تھا۔ اس کمرے میں ہماری ٹیم کے جتنے افراد مزدوروں سمیت کھڑے ہوئے تھے، وہ سب پریشان ہو کر کبھی چھت کو دیکھتے تھے اور کبھی دیوار کو۔ سبھی کے دلوں میں یہ اندیشہ تھا کہ حساب میں ذرا بھی گڑبڑ ہوگی تو وہ پوری چھت ان پر آگرے گی۔

ڈکٹر کولن نے تمام حساب پروفیسر نائیڈو کو سمجھانے کے بعد کہا "اب میں اپنی ٹیم کے تمام افراد کو واپس زینے پر لے جاتا ہوں۔ حساب میں غلطی ہوئی تو یہ چھت صرف تم پر آکر گرے گی، ہم محفوظ رہیں گے۔ لہٰذا خوب اچھی طرح سوچ سمجھ کر حساب کرو اور صحیح پتھر کی نشاندہی کر کے ہمیں بتاؤ کہ کس پر ضرب لگانا چاہیے۔"

یہ کہہ کر وہ تمام افراد کے ساتھ زینے پر چڑھنے لگا۔ مزدوروں کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ سامان وہیں چھوڑ کر زینے پر آجائیں۔

یکے بعد دیگرے سبھی زینے پر چڑھنے لگے۔ ڈکٹر نے میری طرف دیکھ کر پوچھا "کیا تم نہیں آؤ گے؟"

میں نے پروفیسر نائیڈو کو دیکھا۔ وہ پریشان سا تھا۔ میں نے کہا "میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ ایک شخص کو خطرے میں چھوڑ کر اپنی جان بچاؤں۔ تم سب اوپر جاؤ، حساب مجھے بھی کرنا ہے۔ میرے استاد مجھے اس کا حل بتانے والے ہیں۔ میں پروفیسر نائیڈو کو اطمینان دلاتا ہوں، وہ تمام پریشانی بھول کر اس مسئلے کو حل کریں۔"

پروفیسر نائیڈو نے مجھے احسان مندی سے دیکھا۔ میرے وہاں رہ جانے سے اس کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ وہ کاغذ قلم لے کر حساب کرنے لگا۔ شیخ الفارس نے مجھے بتایا "یہ سننے اور پڑھنے میں بہت پیچیدہ حساب لگتا ہے لیکن نہایت آسان ہے۔ سترڈگری کا حساب رکھتے ہوئے نیچے سے گنتے ہوئے پانچویں پتھر پر جاؤ اور ٹھیک اس پانچ نمبر کے پتھر پر ضرب لگانا۔ انشاء اللہ چور دروازہ کھلے گا۔ چھت نہیں گرے گی۔"

پروفیسر نائیڈو نے بھی حساب کر لیا۔ میرے قریب آکر آہستگی سے بولا "فرہاد صاحب! میں نے حساب تو کر لیا ہے مگر ڈکٹر کولن کے رویے نے میرے اعصاب کو کمزور بنا دیا ہے۔ میں پریشان ہو گیا ہوں۔ پتا نہیں یہ حساب درست ہے یا نہیں، ذرا اپنے استاد سے بھی پوچھ لیں۔"

اس کی باتوں کے دوران میں نے اس کاغذ کی طرف دیکھا جس میں حساب کیا ہوا تھا۔ اس نے بھی پانچ نمبر کا پتھر لکھا تھا۔ میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "پروفیسر! آپ بہت ذہین ریاضی داں ہیں، آپ نے بالکل صحیح حساب کیا ہے۔"

سسپنس، جاسوسی، ایڈونچر اور خوفناک کہانیوں کا بہترین انتخاب

انعام یافتہ کہانیاں

قیمت: ۱/ ۲۰ روپے | ڈاک خرچ: ۱/ ۱۰ روپے

شکیل انجم کی ان تمام کہانیوں کا بے مثال انتخاب جنہیں مختلف ڈائجسٹوں نے اوّل انعام کا مستحق قرار دیا ——— آج ہی طلب فرمائیں۔

کتابیات پبلی کیشنز، پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

ہم دونوں نے ستر ڈگری کے حساب سے پتھروں کو گننا شروع کیا۔ نیچے سے گنتے ہوئے پانچویں نمبر کے پتھر پر رک گئے۔ میں نے اس پر نشان لگا دیا۔ زینے پر سے ڈکٹر کولن نے پوچھا: "کیا صحیح پتھر کا حساب مل گیا؟"

"ہاں مل چکا ہے۔"

مزدوروں نے جہاں اپنا سامان رکھا تھا، وہاں سے میں نے ایک بڑے ہتھوڑے کو اٹھا لیا۔ جب اس پتھر پر ضرب لگانے کے لیے پہنچا تو اس کے سامنے پروفیسر نائیڈو سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "نہیں فرہاد! نہیں۔ یہ میرا شعبہ ہے۔ اس کمرے سے گزرنے کے لیے علم ریاضی کے حسابات مکمل کرنے کے لیے میری خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ یہ ہتھوڑا مجھے دو اور تم زینے پر چلے جاؤ۔ میں اس پر چوٹ لگاؤں گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا: "ہم دونوں یہاں رہ کر اس پتھر پر چوٹ لگائیں تو کیا ہرج ہے؟"

"نہیں بیٹے! تمہاری ٹیلی پیتھی کی دنیا کو ضرورت ہے۔"

"نہیں پروفیسر! دنیا کو ٹیلی پیتھی کی نہیں، تمہارے علم کی ضرورت ہے۔"

پروفیسر نائیڈو نے غصہ دکھاتے ہوئے کہا: "میں تمہارے باپ کی جگہ ہوں۔ تمہیں حکم دیتا ہوں، یہاں سے جاؤ۔"

میں نے سر جھکاتے ہوئے کہا: "آپ میرے باپ کی جگہ، میرے محترم بزرگ ہیں۔ میں آپ کی شفقت کو سمجھ رہا ہوں لیکن ایک بیٹے کو بھی اپنا فرض ادا کرنے دیجیے۔"

یہ کہتے ہی میں پروفیسر نائیڈو کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ وہاں سے ہٹ گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا زینے کی طرف یوں جانے لگا جیسے خواب میں چل رہا ہو۔ جب وہ زینے کی بلندی پر اپنی ٹیم کے افراد تک پہنچ گیا تو میں نے مسکرا کر ادھر دیکھا۔ وہ لوگ اتنی بلندی پر تھے کہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ صرف باؤلی پیرن کے پاؤں دکھائی دے رہے تھے، وہ ذرا نیچے اتر آئی تھی، تجسس میں تھی۔ کبھی کبھی جھک کر مجھے حیرانی اور تشویش بھری نظروں سے دیکھتی تھی۔

میں نے بسم اللہ پڑھ کر ہتھوڑے کو سنبھالا، میرے ہاتھ ہتھوڑے کے ساتھ فضا میں بلند ہوئے پھر دوسرے ہی لمحے پانچ نمبر کے پتھر پر ایک زوردار ضرب لگی۔ لوہے سے پتھر ٹکرانے کی آواز کچھ اور ہوتی ہے اور لوہے سے لوہا ٹکرانے کی کچھ اور آواز نکلتی ہے۔ مجھے یوں ہی لگا کہ جیسے ہتھوڑے کا لوہا کسی پتھر سے نہیں بلکہ کسی لوہے سے ٹکرایا ہو۔ بھن کی آواز کمرے میں گونجنے لگی۔

جہاں ضرب لگی تھی، وہاں پتھر ٹوٹ گیا۔ ٹوٹے ہوئے حصے سے لوہا جھلک رہا تھا۔ سب دم سادھے زینے پر جھکے ہوئے میری طرف اور اس پتھر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کچھ بھی تو نہ ہوا۔

میں نے سوچا، شاید زور دار ہاتھ نہیں پڑا ہے، دوسری بار ہتھوڑے سے ضرب لگانا چاہیے۔ میں نے پھر اسے سنبھالا، دونوں ہاتھوں کو بلند کیا، اسی وقت جیسے میرے پاؤں تلے زلزلہ آ گیا، یوں لگا جیسے زمین دھنسنے والی ہے لیکن سر اٹھا کر دیکھا تو چھت سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ زینے سے کتنے ہی لوگوں نے آوازیں دیں: "بھاگ کر چلے آؤ، چھت گرنے والی ہے۔ حساب غلط ہو گیا۔"

رمونتی نے میرے دماغ میں پہنچ کر کہا: "فرہاد! خدا کے لیے بھاگو۔ جلدی بھاگو۔"

میں بے ڈگ بھرتا ہوا کمرے کے وسط میں آ گیا۔ میرا سر اٹھا ہوا تھا، آنکھیں چھت پر لگی ہوئی تھیں۔ میں نے اب تک بادل گرجتے سنا تھا، چھت کو گرجتے ہوئے پہلی بار سن رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا، اب تب میں مجھ پر آ گرے گی لیکن میں کمرے کے ایسے حصے میں پہنچ گیا تھا جہاں سے ایک ہی جست میں زینے پر جا سکتا تھا۔

اکثر یہ مقولہ درست ثابت ہوتا ہے کہ جو بادل گرجتے ہیں، وہ برستے نہیں۔ گرجنے والی چھت رفتہ رفتہ خاموش ہوتی چلی گئی پھر اچانک ہی وہ دیوار گرجنے لگی جس پر میں نے ضرب لگائی تھی۔ ایسا لگا جیسے وہاں سے مجھ پر پتھر آ گریں گے لیکن پانچ نمبر کے پاس جتنے پتھر تھے، وہ اس طرح تڑخ رہے تھے کہ دروازے کی شکل بنتی جا رہی تھی۔ پھر اسی دروازہ نما مستطیل کے اندر جتنے پتھر تھے، وہ یک بیک ٹوٹ کر اپنی جگہ سے نرتے ہوئے، شور مچاتے ہوئے گرنے لگے۔ دوسری طرف جانے کا راستہ بنتا جا رہا تھا لیکن پتھروں کے گرنے سے اتنی گرد اڑ رہی تھی کہ دوسری طرف کا منظر صاف طور پر نظر نہیں آ رہا تھا۔

پتا نہیں، وہ کس طرح کا میکینزم تھا کہ ایک پتھر پر ضرب لگانے سے چند مخصوص پتھر گرنے لگتے تھے اور دروازے کا خلا پیدا ہو جاتا تھا۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خلا کے دوسری طرف دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ زینے پر جا کر پناہ لینے والے آہستہ آہستہ اترتے ہوئے کمرے میں آ رہے تھے، اس چور دروازے کو دیکھ رہے تھے۔

دروازے کے قریب پتھروں کا ڈھیر لگ گیا۔ گرد کم ہو گئی تھی۔ دوسری طرف کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ ہم سب ذرا آگے بڑھ کر دیکھنے لگے۔ دوسری طرف بہت دور تک پتھروں کی دیواریں نظر آ رہی تھیں۔ چور دروازے سے ان پتھریلی دیواروں کا فاصلہ تقریباً دس گز رہا ہو گا لیکن وہاں تک جانے کے لیے کوئی زمین نظر نہیں آ رہی تھی، نہ ہی کوئی عارضی طور پر فرش بنا ہوا تھا۔ جہاں فرش ہونا چاہیے تھا، وہاں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ سفید اور ہلکے نیلے رنگ کے ملے جلے دھوئیں کی تہہ میں کیا ہو سکتا تھا، سب یہی سوچ رہے تھے۔ کیا اس دھوئیں کے نیچے پختہ فرش ہے یا گہری کھائی؟

ہم سب ذرا اور قریب آئے۔ چور دروازے کی چوکھٹ پر پہنچ کر سر آگے بڑھا کر دیکھنے لگے۔ ہمیں اس دھوئیں کے پیچھے سے ایسی آوازیں سنائی دینے لگیں جیسے پانی ابل رہا ہو، بلبلے بن رہے ہوں اور پھوٹ رہے ہوں۔ ڈکٹر کولن نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں فوراً اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا: "مادام! آپ نے درست کہا تھا۔ بالکل وہی منظر ہے۔"

وہ فلپائنو زبان میں کہہ رہا تھا۔ مادام کمپیوٹر نے بھی اسی زبان میں جواب دیا۔ جس کا ترجمہ ڈکٹر کے ذریعے سمجھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی: "معلوم کرو۔ دھوئیں کی تہ میں کیا ہے۔ صرف ابلتا ہوا پانی یا دلدل ہے۔ اگر پانی ابل رہا ہے تو اس کی حرارت معلوم کرو۔"

اس نے کہا: "چور دروازہ بننے سے پہلے اس کی حرارت محدود تھی۔ اب رفتہ رفتہ ہم تپش محسوس کر رہے ہیں اور یہ تپش شاید بڑھتی جائے گی۔ میں یقین سے کہتا ہوں۔ دلدل نہیں ہے۔"

"اس کی گہرائی کا پتا چلاؤ۔"

ڈکٹر کولن نے ایک رسّہ لیا۔ اس کے ایک سرے کو پتھر سے باندھ لیا۔ پھر اس نے اس پتھر کو اٹھا کر پوری قوت سے پھینکا۔ پتھر بھاری تھا۔ چارگز کی دوری پر جا کر گرا۔ ادھر سے ڈکٹر نے رسّے کو پکڑ لیا۔ دوسرے ہی لمحے عجیب تماشا نظر آیا۔ وہ پتھر جو دھوئیں کی تہ میں ڈوب گیا تھا۔ وہ اچھل کر اوپر آیا۔ نیچے یقیناً زمین ہو گی۔ کشش ثقل کے باعث وہ پھر نیچے گیا۔ اس کے بعد اچھل کر اوپر آیا۔ اب یہی سلسلہ تھا۔ وہ کبھی دھوئیں کی تہ میں ڈوب جاتا تھا اور اچھل کر اوپر آتا تھا۔ ہم نے دیکھا۔ جیسے جیسے وہ اوپر آتا تھا۔ ویسے ویسے پتھر کا جوش کم ہوتا جا رہا تھا۔ یعنی وہ پتھر نیچے ڈوبنے کے بعد گھٹتا جا رہا تھا۔ رسّے کا جتنا حصہ دھوئیں تک گیا تھا، وہ پہلے ہی گل چکا تھا۔ یوں تو کمرے میں رسّے کا بہت بڑا بنڈل تھا لیکن ڈکٹر کے ہاتھ میں اس کے آگے صرف ایک گز کا رسّہ رہ گیا تھا۔

اس پتھر کی اچھل کود جاری تھی۔ اس کا جوش کم ہوتا جا رہا تھا۔ پہلے وہ بڑا پتھر تھا۔ پھر وہ چھوٹے سے چھوٹا ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ہم نے اسے کنکر کی صورت میں دیکھا۔ اس کے بعد وہ نظر نہیں آیا۔ ہو سکتا ہے وہ ذرّہ بن کر بھی اچھلتا رہا ہو اور آخر میں نابود ہو گیا ہو۔

ڈکٹر کولن سوچ کے ذریعے مادام کمپیوٹر کو اس پتھر کے متعلق بتاتا جا رہا تھا۔ میں نے اس چور دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر دائیں بائیں دیکھا۔ دائیں طرف اتنا راستہ تھا کہ اس دھوئیں کی سطح کے کنارے کنارے چلا جا سکتا تھا اور چلنے والا دھوئیں سے اور اس کی حرارت سے کسی قدر محفوظ رہ سکتا تھا۔ دیوار کے ساتھ ساتھ لٹکتے کی چڑھائی ڈیڑھ فٹ رہی ہو گی۔ سنبھل کر چلنے کی ضرورت تھی۔ میں نے ڈکٹر کی توجہ اُدھر دلائی۔ وہ دیکھتے ہوئے کہنے لگا: "ہاں! یہ راستہ دور تک گیا ہے۔ آگے جا کر اس دھوئیں کی چوڑائی کم ہو گئی ہے۔ یعنی وہاں سے ہم ایک عارضی پل بنا کر دوسری طرف پہنچ سکتے ہیں۔"

دھیرو بھارنے یک بیک کالی ماتا کی جے جے کار کرتے ہوئے کہا: "ہٹ جاؤ، سب ایک طرف ہٹ جاؤ۔ یہ جادو کی گورکھ دھندے ہیں۔ تم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ میں ابھی جادو منتر سے راستہ بناتا ہوں۔ تم سب اس راستے سے ایسے گزر جاؤ گے جیسے مکھن سے بال گزر جاتا ہے۔ ہٹ جاؤ، ایک طرف ہٹ جاؤ۔"

میں نے ایک طرف ہٹنا چاہا تو باؤلی پیرن سے ٹکرا گیا۔ اس دوران میں نے محسوس کیا وہ بار بار مجھے دیکھتی جاتی تھی۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گئی۔ پھر کہنے لگی: "تو نے اس بڈھے پروفیسر کے لیے جان جوکھم میں کیوں ڈالی؟"

میں نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ پھر کہا: "جب کوئی البیلی نٹ کھٹ سی نار سامنے ہوتی ہے تو میں اسی طرح ہیرو بن جاتا ہوں۔ تیرے دل کا کیا حال ہے؟"

وہ دیدے نچا کر بولی: "مجھے ایسی ویسی نہ سمجھنا۔ مگر ہاں میرا دل کہتا ہے۔ جیسا تو کہہ رہا ہے، ویسا نہیں ہے۔ بہت اچھا ہے۔ چل تو بھی کیا یاد کرے گا۔ اگر تجھ پر غصہ آیا تو میں ایک بار معاف کر دوں گی۔ تجھے نیلا پڑنے نہیں دوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے اس جادوگر دھیرو بھار کی طرف دیکھا۔ اس نے منتر پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ اس کا منہ اسی سفید اور نیلے دھوئیں کی طرف تھا۔ وہ ہاتھ اٹھا کر زور زور سے منتر پڑھ رہا تھا۔ کبھی کبھی اپنی جھولی سے کوئی سفوف نکال کر اس دھوئیں کی طرف پھینکتا بھی جاتا تھا۔ پھر اس نے پٹ کر ڈکٹر کولن سے کہا: "کالی ماتا بلی چاہتی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"کالی ماتا خون چاہتی ہے۔ کسی کی قربانی چاہتی ہے۔"

میں نے ناگواری سے پوچھا: "یہاں سب انسان ہیں۔ تم کس کی قربانی دینا چاہتے ہو؟"

اس نے ہاتھ اٹھا کر گرجتے ہوئے کہا: "کسی کی بھی قربانی ضروری ہے، ایک انسان کے جان دینے سے ہم سب پار لگ جائیں گے۔"

میں نے ایک قدم آگے بڑھا کر کہا: "میرا خیال ہے۔ میں تمہیں اٹھا کر اس دھوئیں میں پھینک دوں۔ تمہاری قربانی زیادہ مناسب ہو گی۔ ہمارے لیے راستہ بن جائے گا۔"

اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ ڈپٹ کر کہا: "خبردار! رک جا اپنی جگہ۔ اگر مجھے غصہ آیا تو بھسم کر دوں گا۔ تو نے میرے جنتر منتر کے دوران میری بلی دینے کو کہا ہے تو مجھے یہی کرنا ہو گا۔"

اس نے اپنے کٹ بیگ میں سے چاقو نکال لیا۔ اسے کھولتے ہوئے اس طرف گھوم گیا جدھر دھوئیں دار فرش تھا۔ اس فرش کی گہرائی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس نے خنجر والا ہاتھ اٹھایا پھر کہا: "اے کالی ماتا! تیرا سیوک اپنا خون دے کر راستہ

بنانا چاہتا ہے۔ جے کالی ماتا! تو آکاش سے دھرتی تک اور دھرتی سے پاتال تک راستہ بنا لیتی ہے۔ لئے میں اپنا خون دے رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے چاقو کی نوک اپنے دوسرے ہاتھ پر ماری۔ ایک دم سے لہو نکلنا شروع ہوا۔ اس نے چاقو کو ایک طرف پھینک کر ایک ہتھیلی کا چلو بنایا۔ پھر دوسرے ہاتھ کے گرتے ہوئے لہو کو اس چلو میں لے کر دھوئیں کی طرف اچھال دیا اور کالی ماتا کی جے جے کار کرنے لگا۔

کالا جادو ایک حقیقت ہے۔ اس کے اثرات دیکھنے میں آتے ہیں لیکن یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اس کے اثرات عارضی ہوتے ہیں۔ ہم سب نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ وہ دھوئیں کا فرش درمیان سے پھٹتا جا رہا تھا۔ دائیں بائیں دو حصوں میں تقسیم ہو رہا تھا اور بیچ سے راستہ بنتا چلا جا رہا تھا۔

میں یقین نہیں کر سکتا تھا۔ میرا ایمان اتنا کمزور نہیں ہے۔ میں نے دل ہی دل میں۔ . . . . . حضرت موسیٰ کے معجزے کے بارے میں سوچا۔

حضرت موسیٰ نے سمندر میں عصا مارا تھا اور سمندر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ درمیان میں ان کی اُمت کے گزرنے کے لیے راستہ بن گیا تھا جب وہ اپنی اُمت کے ساتھ اس راستے سے گزرتے ہوئے دوسری طرف چلے گئے تو فرعون نے ان کا تعاقب کیا اور اسی راستے سے گزرنا چاہا لیکن وہ سب سمندر میں ڈوب گئے۔

اس معجزے کے پیچھے ایک بہت بڑا سبق ہے۔ وہ یہ کہ جو نیک عمل کرتے ہیں، خدا پر ایمان رکھتے ہیں، وہ ہر مشکل سے گزر جاتے ہیں اور جن راستوں سے وہ گزرتے ہیں ان راستوں سے کوئی بدکار نہیں گزر سکتا لیکن یہ سارا جادو، اور سفلی کھیل تماشا تھا۔

ہم سب اس راستے کو دیکھ رہے تھے جو اس دھوئیں دار فرش پر بن گیا تھا۔ سب جانتے تھے کہ اس تہ میں اُبلتا ہوا پانی ہے۔ کوئی اس راستے پر قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ جو کچھ بھی تھا ایک جادوئی تماشا تھا۔ دھیرو چمار نے چوکھٹ سے گزرتے ہوئے اس راستے کے سرے پر پہنچ کر کہا: "پہلے میں جاتا ہوں۔ میرا چہنکار دیکھو۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحانہ انداز میں بے ڈھنگا کار کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس راستے پر اس نے پہلا قدم رکھا۔ ہم نے دیکھا۔ وہ راستہ مضبوط تھا۔ اس کے قدم نہیں ڈگمگائے تھے۔ وہ پھر دوسرا تیسرا قدم رکھتا ہوا اس دھوئیں کے سمندر سے گزرنے لگا۔ میں نے کان لگا کر سنا۔ دھوئیں کی تہ سے جو پانی کے اُبلنے، بُلبلے بننے اور ان کے پھوٹنے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ آواز کچھ بڑھ گئی تھی اور بتدریج بڑھتی جا رہی تھی۔ جیسے ہی دھیرو چمار دھوئیں دار سمندر کے درمیان پہنچا ویسے ہی اس کے قدم ڈگمگا گئے۔ اس کے دیدے پھیل گئے۔ وہ دہشت زدہ ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود حلق پھاڑ کر منتر پڑھنے لگا۔

لیکن راستہ سکڑتا جا رہا تھا۔ وہ دھوئیں کا سمندر جو دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا وہ اب ایک دوسرے سے ملنے لگا تھا۔ پھر اس کی چیخ سنائی دی۔ وہ غڑاپ سے اندر چلا گیا۔ یہ پلک جھپکنے میں ہوا۔ دوسری بار پلک جھپکتے ہی وہ ایک دم سے اوپر آیا۔ جس طرح وہ پتھر آیا تھا۔ ہم نے دیکھا اور ہم سے دیکھا نہ گیا۔

اُس کی کھال اتر رہی تھی۔ وہ پھر اندر چلا گیا۔

دوسری بار وہ پھر اچھل کر اوپر آیا تو کھال نہیں رہی تھی۔ لہو آلود گوشت نظر آ رہا تھا جو گلتا جا رہا تھا۔

ہماری ٹیم کے کتنے ہی افراد نے منہ پھیر لیا۔ ان سے دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ وہ اندر جانے کے بعد پھر اُچھل کر اوپر آیا تھا۔ اس بار گوشت تقریباً گل چکا تھا۔ ہڈیاں نظر آ رہی تھیں۔

وہ پھر ڈوبا۔ پھر اُبھرا۔ اس بار ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔

میں دیکھ رہا تھا۔ مسلسل دیکھ رہا تھا۔ وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بننے کے بعد بھی ڈوبتا جا رہا تھا۔ اُبھرتا جا رہا تھا۔ گھلتا جا رہا تھا۔ ہڈیاں مختصر ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر برائے نام رہ گئیں۔ جیسے ہڈیاں نہ ہوں مچھلی کا کانٹا ہوں۔ پھر وہ کانٹا بھی ذرّے میں تبدیل ہوتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ہم سب کو چپ لگ گئی تھی۔ کوئی اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا، کوئی پتھروں پر بیٹھا ہوا تھا مگر سب کی نظریں اسی طرف تھیں۔ آنکھوں سے دیکھ کر بھی شاید یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ دھیرو چمار جو سر سے پاؤں تک مجسم تھا وہ دیکھتے ہی دیکھتے ذرّہ بن کر ہمیشہ کے لیے گم ہو گیا تھا۔

بہت دیر بعد [illegible] ٹوٹا۔ ڈکٹر کولن نے کہا: "ہمیں دائیں طرف سے لگ کر اسی ڈیڑھ فٹ چوڑے راستے پر سے گزرنا ہوگا۔ آگے جا کر پار ہونے کے لیے راستہ مل سکتا ہے۔"

مزدور اس کے حکم پر اپنا اپنا سامان اٹھانے لگے۔ ہم نے اپنے سینے پر سے لیدر کٹ کو ہٹا دیا کیونکہ ہمیں دیوار سے لگ کر جانا تھا۔ کٹ کو ہم نے شانے سے لٹکا لیا۔ اس راستے پر سب سے پہلے دو مزدوروں نے قدم رکھا۔ اس کے بعد پیٹر اور اس کے بعد ڈکٹر کولن اس راستے پر قدم رکھتے ہوئے بڑھتے جا رہے تھے۔ پروفیسر نائیڈو گھبرایا ہوا تھا۔ میں نے کہا: "آپ فکر نہ کریں۔ میرے آگے چلیں۔ میں آپ کو سنبھالوں گا۔"

میرے حوصلہ دلانے پر وہ ڈکٹر کے پیچھے جانے لگا۔ میں اس کے پیچھے ہو گیا۔ میرے بعد باؤلی پیرن آئی پھر اس کے بعد دوسرے مزدور آنے لگے۔

ہم سب دیوار سے لگے ہوئے تھے۔ قدموں تلے راستہ مضبوط تھا اور ہم سے پہلے جو مزدور جا رہا تھا۔ اس کے گزرنے سے یہ یقین ہوتا جا رہا تھا کہ آگے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن سب دہشت زدہ تھے۔ ان سب نے پہلے پتھر کا رقص دیکھا تھا پھر دھیرو چمار کا انجام دیکھنے کے بعد

یہ بات دل میں بیٹھ گئی تھی کہ کہیں بھی کسی وقت بھی کسی کو بھی موت آ سکتی ہے۔

پروفیسر نائیڈو چلتے چلتے کانپنے لگتا جیسے دیوار سے لگ کر نہیں چل سکے گا۔ فوراً ہی الگ ہو کر پیچھے دھوئیں کے سمندر میں گر پڑے گا ایسے وقت میں اس کا ہاتھ تھام کر اسے سہارا دیتا تھا۔ حوصلہ دلاتا تھا اور وہ پھر آگے بڑھنے لگتا تھا۔

ہم جیسے جیسے آگے بڑھتے جا رہے تھے دھوئیں کے سمندر کی چوڑائی کم ہوتی جا رہی تھی۔ میں کبھی پروفیسر نائیڈو کی طرف توجہ دیتا تھا اور کبھی باؤلی پیرن کو دیکھنے لگتا تھا۔ ہم جہاں سے گزر رہے تھے وہاں اس کی زہریلی صلاحیتیں کام نہیں آ سکتی تھیں۔ وہ بڑی جی دار عورت تھی مگر عورت تھی۔ کہیں بھی اس کے قدم ڈگمگا سکتے تھے، کہیں بھی اس سے غلطی ہو سکتی تھی۔

وہ دیوار سے لگ کر آگے بڑھتے ہوئے بولی: "بڈھے کو دیکھ، مجھے تیرے سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔"

میں نے کہا: "میں یہ سوچ کر دیکھ رہا ہوں کہ میرے قدم لڑکھڑا جائیں، کہیں میں گرنے لگوں تو مجھے کون سہارا دے گا۔"

یکبارگی اس کا ہاتھ میرے ہاتھ کی طرف ایسے آیا جیسے وہ مجھے تھامنا چاہتی ہو۔ میں مسکرانے لگا۔ وہ گھورتے ہوئے بولی۔ "اچھی باتیں منہ سے نکالا کر۔ جانے کیوں میرا دل کہتا ہے۔ ہم تیرے ساتھ چلتے رہیں گے تو پار لگ جائیں گے۔"

ہم چور دروازے کے دائیں طرف سے چلنے لگے تھے اور چلتے چلتے دوسری طرف گھوم گئے تھے کیونکہ وہ دیوار گھوم گئی تھی۔ پھر وہ دیوار کسی اور طرف گھوم گئی۔ ہم اس کے ساتھ چلتے رہے۔ آخر ایک جگہ رک کر حیرانی سے دیکھنے لگے۔ وہ دھوئیں کا سمندر ایک جگہ ختم ہو گیا تھا۔ گویا وادی نالاب کی صورت میں تھا۔ اس کی ایک حد بندی تھی اور ہم اس حد بندی سے آگے آ گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر ڈکٹر کولن نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "دھیرو چمار نے بڑی جلدی کی۔ کاش وہ جادو کو اپنی جھولی میں رکھتا اور ہماری عقل سے کام لیتا۔"

ہم وہاں سے چلتے ہوئے ٹھیک اس چور دروازے کے سامنے دس گز کے فاصلے پر آ گئے۔ یعنی ہمارے درمیان وہی دھوئیں کا سمندر تھا۔ ہم نے اس سمندر کو پار نہیں کیا تھا اور اسے عبور کیے بغیر دوسری طرف پہنچ گئے تھے۔

ڈکٹر کولن نے خوش ہو کر کہا: "ہم تہ خانے کے دو خانوں سے گزر چکے ہیں۔ اس خوشی میں تھوڑا سا سرور، ذرا سی مستی ضروری ہے۔"

اس نے شراب کی بوتل نکال لی۔ سب اپنا اپنا سامان رکھ کر اس پر بیٹھ گئے۔ ڈکٹر اور پیٹر پال ایک ہی بوتل کو منہ لگا کر باری باری پی رہے تھے۔ دوسرے مزدوروں نے بھی تھوڑی سی پینا شروع کر دی۔ باؤلی پیرن نے پہلے پروفیسر نائیڈو کو دیکھا۔ پھر مجھے دیکھ کر بولی: "یہ تو بڈھا ہے، تو جوان ہے، تو کیوں نہیں پیتا؟"

میں نے کہا: "شراب وہ پیتے ہیں۔ جو زندگی کا زہر نہیں پی سکتے۔"

"میرا دل کہتا ہے۔ تو بھی میری طرح زہر پلا ہے۔ میں جس سے آنکھ ملاتی ہوں، وہ سہم جاتا ہے، نظریں جھکا لیتا ہے۔ تو نہیں جھکاتا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ قریب آ گئی۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھانکنے لگی۔ میں نے کہا: "خبردار! میری گھر والی موجود ہے۔"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر غصے سے بولی۔ "مجھے الو بناتا ہے۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ وہ میرے دماغ میں بول رہی ہے۔ تو بھی شراب کی بوتل سے کم نہیں ہے۔ لہٰذا مجھے دور رہنا چاہیے۔"

"اچھا سمجھ گئی۔ وہ جو میرے دماغ میں بھی بولتی ہے۔ فرد مجھے اور تجھے یہاں تک لائی ہے۔"

"تیرے دماغ میں مادام کمپیوٹر بولتی ہے۔ میرے دماغ میں میری بیوی۔"

"ارے جا، مجھے بناتا ہے۔ وہ بے چاری جانے کہاں چار دیواری میں بیٹھی ہوگی۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "بیوی چاہے ہزاروں میل دور بیٹھی ہو۔ وہ شوہر کے دماغ میں مسلسل بولتی رہتی ہے۔"

رمونتی نے مسکرا کر کہا: "کیوں مجھے بدنام کر رہے ہو؟"

ڈکٹر کولن اور پیٹر پال ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ گئے۔ میں نے ڈکٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ مادام کمپیوٹر انھیں ڈانٹ رہی تھی۔ زیادہ پینے سے منع کر رہی تھی۔ وہ فوراً مستعد ہو گئے۔ اپنا اپنا سامان اٹھانے لگے۔ ذرا سی دیر میں ہمارا قافلہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

ہم نے مکتی محل سے بجلی کا جو کنکشن حاصل کیا تھا۔ اس کی روشنی چور دروازے تک آئی تھی۔ اس سے آگے ہم بجلی کے تاروں کو لے جا نہیں سکتے تھے ہم ڈیڑھ فٹ چوڑے راستے سے دیوار کے ساتھ لگ کر آئے تھے۔ بجلی کے تار دھوئیں کے سمندر میں جاتے تو وہ بھی گل جاتے۔ ان تمام روشن بلبوں کو وہیں چور دروازے کے پاس چھوڑ دیا گیا تھا۔

جب ہمارا قافلہ آگے بڑھا تو روشنی نہیں تھی۔ ہم نے اپنی اپنی فولادی ٹوپی کی لائٹ کو آن کر لیا تھا۔ اس کی روشنی میں آگے بڑھ رہے تھے۔ ڈکٹر کولن ایک مزدور کے ساتھ سب سے آگے تھا اور ٹارچ کی روشنی میں کبھی نقشے کو دیکھتا تھا اور کبھی آگے راستہ دیکھتے ہوئے بڑھنے لگتا تھا۔

میرا خیال تھا۔ عام کھنڈرات کی طرح وہاں چمگادڑیں ہوں گی، مکڑی کے جالے تنے ہوں گے لیکن وہ صاف ستھری جگہ تھی شاید اس تہ خانے میں ایسا کوئی راستہ نہیں تھا جہاں سے چمگادڑیں گزر

آتیں مگر راستے پیچیدہ تھے۔ ایک راہداری کئی راہداریوں میں تقسیم ہو کر مختلف سمتوں میں جاتی تھی۔ اگر نقشہ نہ ہوتا تو ہم بھٹکتے رہ جاتے۔

یوں بھی ہم بھٹک رہے تھے۔ بڑی دیر تک چلتے رہے تھے۔ آخر ایک ایسی جگہ رک گئے جہاں ایک بہت بڑا پتھر تھا لیکن چٹان کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ وکٹر کولن نے کہا: "اس کے پیچھے راستہ ہے۔ اسے ہٹانا ہوگا۔"

ہم نے اس پتھر کو ادھر سے اُدھر تک جا کر دیکھا۔ پھر اسے چھو کر بھی دیکھا۔ اس کے بعد اسے ہلایا مگر وہ تو ذرہ ہلا، ہم سب مل کر رہ گئے۔

پیٹر پال ایک طرف جا کر پنجوں کے بل اُچھل رہا تھا۔ ہلکی پھلکی ورزش کر رہا تھا۔ اپنے جسم میں حرارت پیدا کر رہا تھا۔ پھر وہ پتھر کے ایک طرف آیا۔ اگر وہاں سے پتھر کو ذرا سا ہٹا لیا جاتا تو ہم یکے بعد دیگرے اس حصّے سے گزر کر دوسری طرف جا سکتے تھے۔ اس نے زور لگانا شروع کیا۔ ہم دیکھ رہے تھے۔ وکٹر کولن کے بیان کے مطابق وہ پختہ دیواروں کو ٹکریں مار مار کر توڑ دیتا ہوگا لیکن وہ پتھر دیواروں سے کئی گنا مضبوط اور اٹل تھا۔ اپنی جگہ سے ٹلنے والا نہیں تھا۔

ذرا سی دیر میں ہم نے دیکھا وہ پتھر اپنی جگہ سے ہٹ تو نہ سکا تھا لیکن ذرا ہلنے لگا تھا۔ یہ بھی پیٹر پال کی شہ زوری کا کمال تھا۔ ہم سب نے بھی مل کر اس کا ساتھ دینا شروع کیا۔ جب وہ اپنی جگہ سے ہل سکتا تھا تو ہٹ بھی سکتا تھا۔

وکٹر نے کہا: "اس پتھر کے اطراف رسّی باندھ دو اور سب مل کر کھینچو۔" پیٹر پال جہاں کھڑا ہوا ہے وہیں سے زور لگائے گا تو یہ ایک طرف ہٹ جائے گا۔"

اس کی ہدایت پر عمل کیا گیا۔ پتھر کی بلندی پر ذرا سا خلا تھا۔ وہاں سے رسّی گزار کر اسے باندھا گیا۔ پھر سب نے اسے دور جا کر تھام لیا اور زور لگانا شروع کیا۔ دوسری طرف سے پیٹر پال زور لگا رہا تھا۔

آخر وہ پتھر تھا۔ انسانوں کے عزم و ہمت کے آگے بلند و بالا پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی کیا اہمیت تھی۔ ایک بار یوں لگا جیسے وہ ذرا سا ہٹ گیا ہے کیونکہ دوسری طرف سے ذرا سی روشنی نظر آئی تھی۔ ہم نے زور لگانے کے سلسلے میں ذرا ڈھیل دی تو وہ پتھر دوبارہ اپنی جگہ پہنچ گیا۔ راستہ پھر بند ہو گیا۔ وہ کوئی خود کار دروازہ نہیں تھا یا اس پتھر کے ایک طرف کہیں اسپرنگ نہیں لگی ہوئی تھی کہ خود بخود بند ہو جاتا۔ دراصل وہ بڑا سا پتھر جہاں رکھا ہوا تھا وہ جگہ ہموار نہیں تھی۔ ڈھلان میں تھی۔ وہ اُدھر سے سرکتا ہوا پتھریلی دیواروں سے جا کر مل جاتا تھا۔

ہم سب نے مل دوبارہ زور لگانا شروع کیا۔ پیٹر پال اپنی پوری قوت صرف کر رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنی جگہ سے سرکنے لگا۔ آہستہ آہستہ راستہ کھلنے لگا۔ دوسری طرف سے روشنی نظر آ رہی تھی۔ پال نے پتھر سے اپنی پشت لگا رکھی تھی اور اسے دوسری طرف دھکیل رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے اپنے دونوں پاؤں پتھریلی دیوار سے لگا دیئے گویا دروازہ نما پتھر اور دیوار کے درمیان ایک رکاوٹ بن گیا۔ پھر اس نے اشارہ کیا۔ وکٹر کولن نے کہا: "رسّہ چھوڑ دو۔ فوراً اپنا اپنا سامان اٹھا کر اندر چلو۔"

سب نے سامان اٹھایا یا تیزی سے دوڑتے ہوئے اس خلا کی طرف آئے۔ اس کے اوپر پیٹر پال رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ ہم پال کے نیچے سے جھک کر گزرتے ہوئے اندر جانے لگے۔ وکٹر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: "جلدی کرو۔ سامان لے چلو۔ پال زیادہ دیر اس دروازے کو روک نہیں سکے گا۔"

ہم سب اندر آ گئے تھے۔ اب پیٹر پال کی باری تھی۔ ہم یہ دیکھنا بھول گئے تھے کہ دوسری طرف کہاں چلے آئے ہیں۔ ابھی تو پال کی فکر تھی۔ وہ دروازہ نما پتھر اور دیوار کے درمیان پھنسا ہوا تھا۔ اپنے زور پر وہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ یکبارگی چھلانگ لگا کر ہماری طرف نہیں آ سکتا تھا کیونکہ پتھر کا دباؤ بڑا جان لیوا تھا۔ اسے نکلنے نہیں دے رہا تھا۔ اگر وہ ہتھیلی سے نکالنا چاہتا تو پتھر ایک جھٹکے سے بند ہو کر اسے اپنے اور دیوار کے درمیان پیس دیتا۔

میرے ہاتھ میں ایک موٹی آہنی سلاخ تھی۔ جس کے سرے پر بھالے نما نوک بنی ہوئی تھی۔ میں نے اسے دروازے نما پتھر اور دیوار کے درمیان پھنسا دیا۔ پھر کہا: "پیٹر، فوراً نکلو۔ پر دوانہ کرو۔ جتنی دیر تک یہ سلاخ پتھر کو روکے رہے گی۔ تم نکل آؤ گے۔"

اس نے ذرا نظر بدلی۔ نیچے کہ سلاخ کی طرف دیکھا۔ کچھ مطمئن ہوا۔ پھر یکبارگی وہاں سے تڑپ کر نکلا تو ہوا ہماری طرف زمین پر آ گرا۔ پتھر رکا ہوا تھا۔ سلاخ اسے روک رہی تھی مگر وہی آہنی سلاخ، آہستہ آہستہ مڑتی جا رہی تھی۔ پتھر اسے دبا تا جا رہا تھا۔ پھر ہم نے دیکھا۔ وہ ایسے سرکا کہ دُہری ہو گئی تھی۔ جیسے سلاخ نہ ہو کوئی تار ہو۔ وہ پتھر دیوار سے آ کر اپنی جگہ لگ گیا تھا۔ ہم وہاں بند ہو گئے تھے۔

تب ہم نے تہ خانے کے اس حصّے کو دیکھا۔ وہ روشن تھا۔ زمین کی تہ میں روشنی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس سے پہلے ہم تاریک حصّوں سے گزرتے آئے تھے۔ پھر وہ کیسے روشن تھا؟

ہم چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگے۔ وہاں اوپر سے نیچے تک ابرق کی دیواریں تھیں۔ ان پر ہلکی سی روشنی بھی پڑ رہی تھی تو وہ دیواریں جگمگا رہی تھیں۔ چاروں طرف سے روشنی منعکس ہونے لگی تھی۔ جب ہتھیار ہاتھ میں تھے اور پتھر سے گزر کر آنا چاہتے تھے تو ہم میں سے کسی کی ہیڈ لائٹ وہاں پہنچی تھی جس کے باعث ہمیں اندر سے روشنی آتی ہوئی دکھائی دی تھی۔ اب ہم نے ہیڈ لائٹس بجھا دی تھیں۔ صرف ایک روشن تھی اور ایک ہی لائٹ کی بدولت تہ خانے کا وہ پورا حصّہ روشن ہو گیا تھا۔

وکٹر کولن نے اپنا چاقو نکال کر کھولا۔ پھر ایک دیوار کے پاس جا کر ابرق کی اوپری پرت کھولنے لگا۔ جنھوں نے کبھی ابرق نہیں دیکھا یا اس کے متعلق نہیں سنا، ان کے لیے یہ ایک عجیب اور نئی چیز ہوگی۔ پیاز کا چھلکا اتارو تو اس کے نیچے دوسرا چھلکا ہوتا ہے۔ دوسرے کو اتارو تو تیسرا چھلکا ہوتا ہے۔ اسی طرح ابرق بھی ایک پرت کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری پرت کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یہ بالکل آئینے کی مانند ہوتا ہے۔ اس میں کئی طرح کے ہلکے رنگ جھلکتے ہیں۔ یہ آگ سے نہیں جلتا البتہ برقی آگ سے جل جاتا ہے۔

ابرق یوں تو سجاوٹ کے کام بھی آتا ہے۔ اس کے کنول اور درخت وغیرہ بنائے جاتے ہیں لیکن یہ طبّی معالجات میں مفید ہے۔ "جذام، ہیریان، سرسام، کھانسی اور دمہ کے لیے جو دوائیں بنائی جاتی ہیں، ان میں ابرق کی آمیزش ہوتی ہے۔ وکٹر کولن نے چاقو کے پھل سے ابرق کی ایک پرت کو کاٹ کر نکالا۔ پھر دوسری پرت کو کاٹنے لگا۔ اس کے بعد اسے کاٹتا چلا گیا۔ ایک کے بعد ایک پرت نکلتی چلی گئی۔ آخری پرت کے پیچھے سے پتھریلی دیوار جھلک رہی تھی جب اسے ہٹایا گیا تو ایک بیک دیوار کے خلا سے سونے کی ٹکیاں گرنے لگیں۔

سب حیرانی سے اُدھر دیکھنے لگے۔ وہ ٹکیاں چوکور تھیں اور اس خلا سے مسلسل گرتی چلی جا رہی تھیں۔ وکٹر ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ زمین پر اس کے قدموں کے پاس سونے کا ڈھیر لگتا جا رہا تھا۔ وہ ٹکیاں تھوڑی دیر تک گرتی رہیں پھر آہستہ آہستہ ان کی رفتار کم ہوئی۔ پھر ایک ایک دو دو کر کے گرنے لگیں۔ یعنی پتھریلی دیوار کے اس خلا میں جتنا سونا ذخیرہ کیا گیا تھا وہ سب باہر آ گیا تھا۔

ہمارے ساتھ تہ خانے میں چھ مزدور آئے تھے۔ وہ سب وکٹر کولن کے آس پاس کھڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے یکے بعد دیگرے اپنے اپنے چاقو نکال لیے۔ پھر دیواروں کے مختلف حصّوں کو اسی طرح چاقو کے ذریعے اُدھیڑنے لگے۔ ابرق کی ایک پرت کے بعد دوسری پرت نکالنے لگے۔ ان میں سے دو مزدوروں کو ناکامی ہوئی۔ اس ابرق کے پیچھے پتھر کی ٹھوس دیوار تھی۔ باقی چار مزدوروں نے جب اپنی اپنی جگہ سے ابرق کھرچ کر نکال دیا تو ان کے پیچھے سے بھی سونے کی ٹکیاں گرنے لگیں۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ زیادہ تر دیواروں پر جہاں تک ابرق نظر آ رہا ہے۔ اس کے پیچھے ٹھوس دیواروں میں بے شمار خانے بنائے گئے ہیں اور ان خانوں میں اسی طرح سونے کی ٹکیاں ذخیرہ کی گئی ہیں۔

مادام کیپوٹر نے یہی تاریخی خزانہ حاصل کرنے کے لیے اتنا لمبا چکر چلایا تھا۔ ابرق کے ذریعے چھپائی ہوئی دیواریں بہت دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کے چور خانوں سے کتنے من یا ٹن سونا برآمد ہوگا اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

وکٹر کولن نے کہا: "بس کرو۔ اب کوئی ان دیواروں کو نہ چھیڑے جب یہاں سے سونا لے جانا ہوگا تب دیکھا جائے گا۔ فی الحال ہم آگے بڑھ رہے ہیں۔"

ہم آگے بڑھ گئے۔ جتنا سونا چور خانوں سے نکل کر زمین پر آ گرا تھا اسے وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ بھلا وہاں کون آ سکتا تھا کہ چوری کا اندیشہ ہوتا۔

ہمارا قافلہ پھر چلنے لگا۔ بہت لمبا سفر تھا۔ شاید پیچ در پیچ راستے تھے۔ اس لیے سفر لمبا لگ رہا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ ہم کسی محل کے احاطے کے اندر ہی زمین کی تہ میں اِدھر سے اُدھر بھٹکتے ہوئے اپنی آخری منزل کی طرف جا رہے ہیں۔ وہ آخری منزل جہاں گوڈی سجاتہ سے ملاقات ہونے والی تھی۔

ہم تہ خانے کے اس حصّے سے نکل آئے تھے لیکن جس راہداری سے بھی گزر رہے تھے وہاں کی دیواریں بھی ابرق سے چمکی ہوئی تھیں۔ وکٹر کولن پھر چاقو نکال کر ایک جگہ دیوار سے ابرق کی پرتیں اُتارنے لگا۔ وہاں ٹھوس دیوار تھی۔ اس نے ذرا ہٹ کر پھر ابرق کی پرتیں اتاریں۔ آخری پرت اتارتے ہی سونے کی ٹکیاں گرنے لگیں۔ مادام کیپوٹر اس کے دماغ میں جو کچھ کہہ رہی تھی، میں اس کا ترجمہ سمجھ رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ ابرق کی پرتیں جہاں تک دکھائی دے رہی ہیں وہاں تک چور خانے ہیں اور ان میں بے حساب سونا ذخیرہ کیا گیا ہے۔ یہ تمام دولت بعد میں لے جائی جائے گی۔

میرے پاس جو کمپیوٹر کم ٹرانسیور تھا۔ اس میں اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے اسے نکال کر آپریٹ کیا۔ وہ کہنے لگی: "میں جانتی ہوں تم میرے آدمیوں کے دماغ میں پہنچ کر ان کے ذریعے میری باتوں کا مفہوم سمجھ لیتے ہو۔ اسی لیے میں تم سے رابطہ قائم نہیں کر رہی ہوں۔"

میں نے پوچھا: "اب کیا ضرورت پیش آ گئی؟"

"ابھی ایک گھنٹا پہلے جزیرہ کاوی کاوی کی فضا میں کتنے ہی ہیلی کاپٹر اور طیارے پرواز کرتے رہے تھے۔ شاید وہ ہیلی کاپٹر کہیں اترے ہوں۔ مجھے کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ جہاں میرے خاص اڈے ہیں، خاص لوگ ہیں وہاں انھوں نے کسی ہیلی کاپٹر طیارے کو اترتے نہیں دیکھا ہے۔"

میں نے کہا: "فلپائن کے فوجی ہیلی کاپٹر اور طیارے ہو سکتے ہیں۔"

"وہ فلپائن سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ میں نے تمام دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ بھی انکار کر رہے ہیں۔ ابھی تک ان کا کوئی طیارہ یا ہیلی کاپٹر جزیرہ کاوی کاوی تک

نہیں گیا ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"یہ تم لوگوں کی شرارت ہے۔ سونیا پہلے روپوش ہوگئی پھر کسی سہیلی کا پیٹر کے ذریعے جزیرے سے نکل گئی ہے۔ اب میرے ہاتھ میں کوئی بہت بڑا مہرہ نہیں ہے۔"

"میں جو موجود ہوں۔"

"مجھے اچھی طرح یقین ہوگیا ہے، تم سجاد ہو۔"

"ابھی تو تم کہہ رہی تھیں کہ میں تمہارے آدمیوں کے دماغ پڑھ لیتا ہوں اور اگر تہ خانے میں اترنے سے پہلے ہی تمہیں یقین ہوگیا تھا تو پھر مجھے یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"تمہارے ذریعے شیخ الفارس کی صلاحیتوں سے کام لینا مقصود تھا۔ اس لیے تم یہاں نظر آ رہے ہو۔"

"ورنہ تم پہلی فرصت میں کسی کے ذریعے گولی گھلوا دیتیں۔"

"تم میرے لیے کوئی وقعت نہیں رکھتے۔"

"تم میں اور فرہاد بھائی کی ٹیم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ان کی نظروں میں میری اتنی وقعت ہے کہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔ وہ اپنے ایک معمولی ساتھی کو بھی گرداب میں چھوڑ کر نہیں جاتے۔ تمہارا خیال غلط ہے۔ سونیا مجھے چھوڑ کر نہیں جائے گی۔ ذرا صبر کرو۔ اس سے جب ملاقات ہوگی تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

"فرہاد اور رسونتی سے اتنا کہہ دو، اس نے میری مرضی کے خلاف حرکت کی تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے کہا: "میں سجاد کے دماغ سے فریاد بول رہا ہوں۔ ایسا دعویٰ تم سے پہلے بے شمار خطرناک دشمنوں نے کیا لیکن وہ زندہ ہے کیونکہ وہ اللہ رکھی ہے۔ دیٹس آل۔ سجاد کمپیوٹر کو آف کر دو۔"

میں نے خود ہی فریاد بن کر اپنے آپ کو سجاد کہا۔ اس کے بعد کمپیوٹر کو آف کر دیا۔ اس دوران ہمارا قافلہ رواں دواں تھا۔ سب سے آگے وکٹر کولن چل رہا تھا۔ وہ ایک ابرقی دیوار کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ اس نے ہم سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "دیوار کے اس حصے کو دیکھو۔ یہاں ابرق کو اس طرح لگایا گیا ہے کہ دروازے کی شکل بن گئی ہے۔ نقشے کے مطابق ہمیں ابرق کی ان تہوں کو یہاں سے ہٹانا ہوگا جو دروازے کی شکل میں ہیں۔"

یہ سنتے ہی سب نے اپنے اپنے چاقو نکال لیے۔ میں ایک طرف کھڑا رہا۔ میرے ساتھ باؤلی پیرن اور پروفیسر نائیڈو بھی تھے۔ باقی مزدور اپنے اپنے چاقو لے کر ابرق کی تہوں کو اتارتے جا رہے تھے۔

میں نے باؤلی پیرن کے قریب جھک کر سرگوشی میں پوچھا۔ "اگر اس ابرقی دروازے کے پیچھے سانپوں کا مسکن ہوا تو کیا کرو گی؟"

اس کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ آنکھیں چمکنے لگیں۔ جیسے محبوب ترین مشغلہ ہاتھ آنے والا ہو۔ پھر اس نے کہا: "ارے بابو! ذرا دیکھتے جانا۔ سانپوں کا مسکن ہوا تو میں کس طرح کھیلوں گی۔"

"اگر کسی نے تجھے ڈس لیا تو؟"

"سانپ کبھی سانپ کو نہیں ڈستا۔"

"دیکھ باؤلی! کالے جادو کا عمل جب بھی ایمان کے برابر ہونا چاہتا ہے۔ وہاں جادو کرنے والا خود تباہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تو نے دھیرو چمار کا انجام دیکھا ہے۔"

"میں دھرم والی ہوں۔ ایمان دھرم کے برابر کام کرنے کا دعویٰ نہیں کر رہی ہوں۔"

"تو زہر کی مقدار کو ایک حد تک برداشت کر سکتی ہے۔ کیکڑے بچھو اور دیگر سانپوں نے ڈسنا شروع کیا تو تجھے موت نہیں آئے گی مگر تو نشے میں گم ہو جائے گی، تجھے اپنا ہوش نہیں رہے گا۔ یہاں کوئی ایسا نہیں ہے۔ جو کسی مدہوش کو کاندھے پر اٹھا کر لے جائے۔ سب کے لیے اپنا بوجھ بھاری ہے۔"

میں یہ باتیں اپنے تجربے کی بنیاد پر سمجھا رہا تھا۔ میں نے منباؤ کو دیکھا تھا۔ جب وہ ہر اس کی حد سے باہر ہوتا تھا تو وہ نشے میں اپنے آپ کو بھول جاتی تھی۔ اتنی دیر تک مدہوش رہتی تھی کہ اس کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

وہ ابرق کا دروازہ پرت در پرت کٹتا ہوا الگ ہوگیا۔ ہمارے گزرنے کے لیے دروازہ بن گیا لیکن کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ دروازے کے اس پار جا سکتا۔ تہ خانے کا وہ حصہ سانپوں کا مسکن تھا۔ وہاں دروازہ بنتے ہی کچھ سانپ باہر ہماری طرف آنے لگے تھے۔ تمام لوگ پیچھے ہٹ گئے تھے اور اپنی اپنی مشعلیں جلا رہے تھے۔ باؤلی زیر لب سانپوں کا منتر پڑھتے ہوئے ایک ایک سانپ کو پکڑ رہی تھی اور اسی مسکن میں پھینکتی جا رہی تھی۔ اس کے بعد سانپ دروازے سے باہر نہیں آئے کیونکہ مشعلیں روشن ہو چکی تھیں۔

ایک مزدور نے دو مشعلیں روشن کی تھیں۔ دوسری باؤلی کے لیے تھی لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے مزدور سے مشعل لے کر کہا: "اگر تم اسے اپنے ساتھ نہیں رکھو گی تو صرف منتر جنتر پر بھروسا کرو گی تو جانتی ہو، میں کیا کروں گا؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے گھور کر مجھے دیکھا۔ "میں بھی اپنی مشعل پھینک دوں گا اور تمہارے ساتھ جان دینے کے لیے مسکن میں چلا جاؤں گا۔"

اچانک اس کی گھورتی ہوئی آنکھیں نرم پڑ گئیں۔ پہلے تو وہ حیرت زدہ ہوئی۔ پھر اس کی آنکھیں محبت سے لبریز ہوگئیں۔ اس نے حیرانی سے پوچھا: "تو میرے لیے جان پر کھیل جائے گا؟"

پھر اس نے یقین کے ساتھ میرے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر قریب تر ہوتے ہوئے کہا: "ہاں، تو ایک بوڑھے کے لیے ایسا کر سکتا ہے تو میرے لیے بھی کر سکتا ہے، سب کے لیے کر سکتا ہے۔ تو رام کا اوتار ہے۔ آدمی کے بھیس میں دیوتا ہے۔ جس محبت سے تو نے میرے لیے جان کی بازی لگانے کو کہا تھا، میں اسی محبت کی قسم کھا کر کہتی ہوں، اپنی من مانی نہیں کروں گی۔ جو کہے گا وہی کروں گی۔"

اس نے میرے ہاتھ سے ایک مشعل لے لی — دوسرے ہاتھ سے میرا ہاتھ تھام لیا۔ ہم اس دروازے پر پہنچے۔ باقی لوگ ہمارے پیچھے تھے۔ ہم نے مشعل کو نیچے کیا۔ سانپ دور ہونے لگے۔ ہم دونوں دروازے سے گزر کر اندر آ گئے۔ دوسرے لوگ دروازے پر پہنچ کر دیکھنے لگے۔ سانپ صرف زمین پر نہیں رینگ رہے تھے۔ اڑے ترچھے نوکیلے پتھروں پر بھی تھے۔ چھت سے بھی لٹک رہے تھے۔ وہاں سے گزرنا جان بوجھ کر موت کو دعوت دینا تھا۔

موت کس کو نہیں آتی۔ شاید اسی لیے انسان نہیں ڈرتا کہ ایک دن تو مرنا ہی ہے اور جب موت کے ساتھ کوئی کشش ہو تو سب اُدھر کھنچے جاتے ہیں۔ اس مسکن میں سب سے زیادہ جو چیز کشش کا باعث تھی وہ جگمگاتے ہوئے لعل تھے۔ سانپوں کے تعلق مشہور ہے کہ جذر سیدہ سانپ ہوتے ہیں وہ اکثر اپنے منہ سے لعل اگلتے ہیں۔ میں نے کسی سانپ کو لعل اگلتے نہیں دیکھا لیکن وہاں سبز، زرد، بنفشی، سرخ اور پیازی رنگ کے لعل کئی جگہ چمکتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ مرغی کے انڈے کے برابر تھے اور اس قدر روشن تھے کہ ان کے آس پاس کا حصہ دور تک روشن ہوگیا تھا۔ ایک تو ان کی قیمت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا، دوسرے اہم بات یہ تھی کہ یہ نایاب تھے۔

ہم سب جہاں کھڑے ہوئے تھے، اس سے تقریباً پچیس گز کے فاصلے پر سامنے ہی ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ وہ بھی پتھر سے بند کیا گیا تھا۔ یعنی ہمیں سیدھا اُدھر جانا چاہیے تھا تاکہ ہم زہریلے سانپوں کے مسکن سے نکل جاتے اور یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ جب تک مشعلیں روشن تھیں۔ سانپ ہمارے قریب نہیں آ سکتے تھے لیکن لاپروائی بری بلا ہے۔ وہ جگمگاتے ہوئے لعل مسکن کے مختلف حصوں میں پڑے ہوئے تھے۔ مادام کیپوٹر نے وکٹر کو حکم دیا تھا کہ کسی طرح وہ تمام لعل وہاں سے سمیٹ کر لے چلو۔

مادام کیپوٹر نے سوناو ہیں چھوڑ دینے کو کہا تھا۔ اس ذخیرے کو کسی وقت بھی وہاں سے اٹھایا جا سکتا تھا لیکن لعل نایاب تھے۔ مادام کیپوٹر کسی طرح بھی انھیں وہاں چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے باؤلی سے کہا: "تم وعدہ کر چکی ہو، میری بات مانو گی۔ لہٰذا میرے ساتھ یہاں سے سیدھی اس سامنے والے دروازے کی طرف چلو۔"

وکٹر نے پیچھے سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "ویٹ اے منٹ، ہم باؤلی پیرن کو اس کے حسن و شباب کی نمائش کے لیے نہیں لائے ہیں۔ یہاں اس کا کام ہے۔ یہ ہمارے ساتھ رہے گی اور جہاں جہاں یہ لعل پڑے ہوئے ہیں۔ وہاں سے یہ اٹھا کر لائے گی۔"

میں نے کہا: "وکٹر! میں مانتا ہوں، یہ بہیرن ہے۔ اس پر زہر کا بہت کم اثر ہوتا ہے۔ یہ سانپوں سے کھیلتی ہے لیکن یہاں دو چار سانپ نہیں ہیں، بے شمار ہیں۔ یہ ان کے درمیان جائے گی تو کب تک ان کے ڈسنے کو برداشت کرتی رہے گی۔ کب تک منتر پڑھتی رہے گی۔ کب تک زہر کا توڑ کرتی رہے گی۔ ایک انسان کی زندگی کی اہمیت سمجھو۔ ان نایاب اور قیمتی لعلوں کو حاصل کرنے کے لیے اس عورت کی جان کو خطرے میں نہ ڈالو۔"

"ہم مادام کے حکم کے سامنے بحث نہیں کر سکتے۔ اس لیے تم ہمارے درمیان نہ بولو۔"

وکٹر نے پیٹر پال کو فلپائنوز زبان میں کہا: "بہیرن کو اپنے قابو میں رکھو۔"

اس کا حکم سن کر میں نے سمجھا کہ وہ بہیرن کی طرف بڑھے گا لیکن اس بدبخت نے اچانک مجھ پر حملہ کیا۔ ایک زوردار لات ماری۔ میں لڑکھڑایا اور جھکتا ہوا ایک دم سانپوں کے درمیان جانے لگا۔ "خیریت یہ ہوئی کہ میرے جھکنے سے مشعل بھی جھکتی ہوئی میرے آگے گئی اور سانپ ہٹتے چلے گئے۔

اُدھر باؤلی اس کے ہاتھ نہ آ سکی۔ اس نے اپنے ہاتھ کی مشعل اس طرح گھمائی کہ پیٹر پال ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ اتنا ہی کافی تھا۔ وہ میری طرف دوڑتے ہوئے آ گئی۔ سانپ میرے قدموں سے ذرا دور چلے گئے تھے۔ میں نے پھر مشعل کو زمین کی طرف رکھتے ہوئے ایک دائرے میں گھوم کر انھیں اور دور جانے پر مجبور کیا۔ اس کے بعد سیدھی طرح کھڑے ہو کر للکارتے ہوئے کہا: "پال! تم نے دھوکے سے لات ماری ہے اس کے جواب میں کتنی لاتیں کھاؤ گے۔ اسکی گنتی کوئی ریاضی داں نہیں کر سکے گا۔ آؤ، اگر شہ زور ہو تو باؤلی سے کام لے کر دکھاؤ۔"

وہ اپنے ہاتھ کی مشعل کو زمین پر رکھتا ہوا، سانپوں کو دور بھگاتا ہوا میری طرف آنے لگا۔ میں باؤلی کو لے کر دوسرے دروازے کی طرف جانے لگا۔ پھر اس مسکن کے عین وسط میں پہنچ کر کہا: "یہ نہ سمجھنا، میں بھاگ رہا ہوں۔ ہمارا مقابلہ سانپوں کے سمندر میں ہوگا۔"

ابھی وہ مجھ سے دور تھا۔ جھکتا ہوا، مشعل کے ذریعے سانپوں کو ہٹاتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ اگر وہ قریب آ جاتا تو ہمارے درمیان دو مشعلیں ٹکراتیں یا ہم براہ راست ٹکراتے۔ میں نے اس کا موقع ہی نہیں دیا۔ جب وہ مجھ سے اتنی دور رہ گیا کہ میں جھلانگ مار سکوں تو میں نے اسی وقت اپنی جگہ سے ایک جست لگائی۔ وہاں پہنچتے پہنچتے اس کے منہ پر ایک فلائنگ کک ماری۔ وہ ایک دم سے چوٹ کھا کر نیچے صاف کھڑا ہوا۔ میں نے واپس زمین پر آ کر قدم جماتے ہی اپنی مشعل سے اس کی مشعل پر زوردار ضرب لگائی،

وہ ابھی منہ پر لات کھا کر سنبھلا ہی تھا کہ مشعل چھوٹ گئی۔ اس نے بوکھلا کر دور جا کر گرنے والی مشعل کو دیکھا جہاں سانپ دور ہٹ گئے تھے اور اسی طرف چلے آرہے تھے۔

لڑنے کا یہ پہلا اصول ہے کہ دشمن کو غصہ دلاؤ۔ دوسرا اصول ہے کہ اسے بدحواسی میں مبتلا کر دو۔ اُدھر مشعل جا کر گری۔ اِدھر سانپ آنے لگے۔ اس نے بدحواسی میں مشعل کی طرف چھلانگ لگانے کی کوشش کی۔ اس سے پہلے ہی میں نے پھر ایک فلائنگ کک ماری۔ اس بار لات اس کی کمر پر پڑی تھی۔ وہ چھلانگ لگانے کے لیے پر تول رہا تھا۔ ذرا دور جا کر گر پڑا۔ اس بار سانپوں کے غول میں گرا تھا۔

اس نے موت کے خوف سے زور کی چیخ ماری لیکن سانپ وہاں سے ہٹ گئے۔ وکٹر کولن نے اس کی مدد کی تھی۔ اپنی مشعل اس کی طرف پھینک دی تھی۔ جیسے ہی وہ جلتی ہوئی مشعل پاس آئی۔ سانپ رینگتے ہوئے دور چلے گئے۔ میں نے کہا: اسے کہتے ہیں آنکھ کے بدلے آنکھ اور لات کے بدلے لات۔"

وہ غصے سے جھنجلاتا ہوا چیختا ہوا میری طرف آیا۔ میں یہی چاہتا تھا کہ اسے غصہ آئے اور بہت غصہ آئے۔ میری طرف آنے کے لیے ضروری تھا کہ وہ اسی طرح جھکتا ہوا، مشعل کے ذریعے سانپوں کو ہٹاتا ہوا آئے۔ میں نے فوراً اچھل کر تاڑ دیا کہ اس کے منہ پر ٹھوکر مارنے والا ہوں۔ چونکہ پہلے ایسا ہو چکا تھا۔ اس لیے وہ سیدھا ہو کر ایک ہاتھ اپنے منہ کے سامنے لے آیا تاکہ بچاؤ کرتے ہوئے مجھ پر حملہ کرے لیکن اسے مایوسی ہوئی۔ میں اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ وہ پھر جھنجلا گیا۔ اپنے چہرے کے پاس سے ہاتھ ہٹا کر مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اپنی مشعل اس کے چہرے کی طرف پھینک دی اور فوراً ہی پلٹ کر باؤلی سے مشعل لی اور اس کی مشعل سے اپنی مشعل یوں ٹکرا دی جیسے تلوار تلوار ٹکراتی ہے۔ اس کے منہ پر میری ایک مشعل جا کر لگی تھی۔ وہ بوکھلا کر ذرا پیچھے ہوا۔ گرفت پھر ڈھیلی ہوئی اور اس کے ہاتھ کی مشعل چھوٹ کر دوسری طرف چلی گئی۔ ایسے وقت میں ایک ایک لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔ میں نے اسی وقت چھلانگ لگائی اور اس کے سینے پر ایک فلائنگ کک ماری۔ وہ دور جا کر گرا۔ میری مشعل جو اس کے چہرے سے ٹکرائی تھی اسی جگہ رہ گئی جہاں میں فلائنگ کک مارنے کے بعد پہنچا تھا۔

اتنی سی دیر میں کئی سانپ باؤلی کے پاؤں سے لپٹ گئے تھے اور وہ قہقہے لگا رہی تھی۔ میں نے ایک مشعل اس کے قدموں کی طرف پھینک دی۔ دوسری مشعل سے راستہ بناتا ہوا اُدھر گیا جہاں پیٹر پال کی پہلی مشعل لگ گئی تھی۔ یہ صرف مشعلوں کا کھیل تھا اور دماغ سے کھیلا جا رہا تھا۔ مادام کمپیوٹر کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ اس نے مجھے قابو میں رکھنے کے لیے بے انتہا شہ زور بھیجا تھا لیکن لڑنے کے فن میں شہ زوری نہیں داؤ پیچ اور عقل کام آتی ہے۔

پیٹر پال سانپوں کے پاس جا کر گرا تھا۔ وہاں مشعل کے بغیر تو سانپ اس کے قریب تھے لیکن اس میں سے کئی سانپ بے ضرر تھے، زہریلے نہیں تھے۔ پھر دروازے پر اس کی مدد کرنے والے بہت تھے۔ ان میں سے ایک نے مشعل اس کی طرف پھینکی دوسرا مزدور ایک مشعل لے کر اپنے لیے راستہ بناتا ہوا اس کی طرف آنے لگا میں پہلے ہی سب کے متعلق جان چکا تھا۔ وہ چھ مزدور محض مزدور ہی نہیں تھے، بہترین فائٹر بھی تھے جو مزدور آرہا تھا وہ فلپائن میں کراٹے ماسٹر کی حیثیت سے مشہور تھا۔ باؤلی نے غصے سے کہا: "ارے بزدلو! ایک تو میرے جوان کے سامنے پہاڑ جیسا آدمی مقابلے کے لیے بھیجا اس پر دوسرا بھی آرہا ہے۔ بہت تیری ایسی کی تیسی۔"

اس نے ایک سانپ کو پکڑا اور فلپائن کے کراٹے ماسٹر کی طرف اُچھال دیا ــــ پیٹر پال مشعل کو سنبھال کر میری طرف آنا چاہتا تھا مگر باؤلی کا نشانہ غلط ہوا۔ وہ سانپ پال کے اوپر آیا۔ اس نے بوکھلا کر چیخ ماری۔ اس وقت تک میں راستہ بناتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اتنا میں سمجھتا تھا کہ بار بار مشعل سے مشعل کو ٹکراؤں گا تو میرا حملہ کامیاب نہیں ہوگا۔ اس بار اس نے یقیناً مضبوطی سے اسے تھام رکھا ہوگا۔ لہٰذا اب کی بار میں نے اپنی جلتی ہوئی مشعل کو اس کے ہاتھ سے لگا دیا۔ اِدھر وہ سانپ کو اپنے اوپر سے ہٹا رہا تھا اُدھر اس کا ہاتھ جل گیا۔ وہ جس مصیبت میں مبتلا ہوا یہ الگ سی بات ہے لیکن میں دوسری طرف سے غافل ہو گیا تھا۔ اُدھر سے فلپائن کے کراٹے ماسٹر نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی۔ فضا میں اُڑتا ہوا آیا۔ پھر ایک کک میرے سینے پر ماری۔ میں لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ وہ کوئی زور دار کک نہیں تھی۔ میں اس کا جواب دینا چاہتا تھا۔ اسی وقت وکٹر کولن نے للکارتے ہوئے کہا: "فریاد! رک جاؤ۔ مادام کمپیوٹر کا حکم ہے۔ ہمیں آپس میں نہیں لڑنا چاہیے۔ پیٹر پال سے جو غلطی ہوئی تم نے اس کی کافی سزا دی ہے۔ پلیز، ہاتھ روک لو۔"

پھر وہ پیٹر پال اور کراٹے ماسٹر کو فلپائنو زبان میں کہنے لگا۔ "واپس آجاؤ۔ مادام کمپیوٹر کا حکم ہے۔ اگر تم نے مقابلہ کرنا چاہا تو وہ تمہیں سزا دیں گی۔"

میں راستہ بناتا ہوا باؤلی پیرن کے پاس آگیا۔ پھر میں نے کہا: "وکٹر! میں تمہارے دماغ کے ذریعے تمہاری فلپائنو زبان کا ترجمہ سمجھتا ہوں۔ اپنی مادام سے کہو۔ میں اپنے دشمنوں کو معاف نہیں کرتا۔ ابھی پیٹر پال کو مکمل سزا نہیں ملی ہے۔ اگر وہ مجھ سے سمجھوتہ چاہتی ہے تو میری دو میں سے ایک بات مان لے۔ یا تو پال کو یہاں سے واپس بھیج دے۔ میں اس کے ساتھ آگے نہیں بڑھوں گا۔ یا میں اسے موت کی سزا دوں گا۔ مادام کمپیوٹر نے جان نوفر کا انجام دیکھا ہے۔ اپنے اس غلام کا انجام بھی دیکھے گی اور ابھی دیکھے گی۔"

وکٹر نے ہاتھ اٹھا کر مجھے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ وہ اپنے دماغ میں مادام کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے کہا: پال! مادام کا حکم ہے۔ تم اس تہ خانے سے واپس چلے جاؤ۔"

پال نے مجھے غرا کر دیکھا مگر وہ اپنی مالکہ کے حکم سے مجبور تھا۔ سر جھکا کر جانے لگا۔ جب وہ وکٹر کے پاس پہنچ گیا تو میں نے کہا۔ "ایک بات یاد رکھنا مجھ سے دھوکا نہیں چلے گا۔ اگر یہ پلٹ کر آئے گا تو اپنی موت کو ساتھ لائے گا۔"

وہ بے شک مادام کمپیوٹر کا غلام تھا لیکن اس نے آج تک کسی سے شکست تسلیم نہیں کی تھی۔ کیا یہ کہ مجھ سے مار کھاتا ہی رہا تھا۔ اس کی حسرت رہ گئی کہ اس کا ایک حملہ مجھ پر کامیاب ہوتا۔ بے چارہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان سانپوں کے ہجوم میں کبھی کسی سے مقابلہ کرنا ہوگا اور وہاں طاقت کی نہیں عقل کی ضرورت پڑے گی۔"

کیا کوئی شہ زور آسانی سے اپنی شکست تسلیم کر سکتا ہے؟ نہیں، وہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اچانک ہی اس نے ایک مزدور کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ دوسرے لمحے پلٹ کر میرا نشانہ لینا چاہا۔ میں نے اس کا نشانہ بھکا دیا۔ کراٹے ماسٹر نشانہ بن گیا۔ ٹھائیں سے گولی چلی اور وہ اچھل کر سانپوں کے درمیان گر پڑا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "ہالٹ! یو پیٹر پال! اس وقت تمہارے دماغ میں تمہاری مادام ہے۔ میں تمہاری زندگی کی آخری سانسوں میں مادام کی یہ خوش فہمی دور کر دوں کہ ہم تمہارے دماغ میں نہیں تھے۔ بہت پہلے بھابی اور بھائی جان نے تمہارے انگریزی لب و لہجے کو سن لیا تھا جبکہ مجھے یہ کہہ کر دھوکے میں رکھنے کی کوشش کی جا رہی تھی کہ تم صرف فلپائنو زبان جانتے ہو۔ دیکھ لو مادام! تمہارا یہ غلام باتیں ریوالور لیے ہے لیکن مجھ پر گولی نہیں چلا سکتا تم چاہو تو اسے بچا سکتی ہو۔ ہم اسے موت کی طرف لے جا رہے ہیں۔"

میرے کمپیوٹر ٹرکم ڈرائیسمیٹر میں اشارہ موصول ہونے لگا میں نے کہا: "تمہارے اشارے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت ایک غلام کے دماغ میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ تم بھی ہو۔ بھائی جان بھی ہیں اور بھابی جان بھی۔ سب جان ہی جان ہیں۔ دیکھو کس کی جان جاتی ہے۔"

یہ کہنے کے بعد ہی پیٹر پال نے ایک چیخ ماری اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا اور وہ اچھل کر سانپوں کے درمیان گیا۔ پھر وہاں سے زمین پر لڑھکتا ہوا۔ سانپوں کے درمیان سے گزرنے لگا۔ میں ایک ایک لمحے کو قیمتی سمجھتا تھا۔ میں نے فوراً ہی اسے چھوڑا اور وکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا تاکہ وہ میرے خلاف کوئی حرکت نہ کرے لیکن اس میں جرأت نہیں تھی۔ یوں بھی مادام کمپیوٹر اس کے پاس نہیں تھی۔ غلام کو بچانے کی کوشش میں مصروف تھی مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔ کئی سانپوں نے اسے ڈس لیا تھا۔ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کے ڈیڈے پھیل گئے تھے۔ اس کا رنگ بدلتا جا رہا تھا۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں۔

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات

صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ہَوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو نمو دیتی تھی۔

****

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصّوں میں مکمل

قیمت فی حصہ ۱۲۵ روپے ✱ ڈاک خرچ فی حصہ ۱ روپے

مکمل سیٹ منگانے پر قیمت صرف ۱۲۵ روپے، ڈاک خرچ معاف۔ کل ۱۲۵ روپے کا منی آرڈر روانہ فرمائیں۔ یہ رعایت صرف منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی مل سکے گی۔

کتابیات پبلی کیشنز، بولٹن مارکیٹ، ۳۲، میسرز مینشن، بیرون بولٹن مارکیٹ، کراچی ۱

زندگی کا آخری رنگ ایک ہی ہوتا ہے اور وہ موت کا رنگ ہوتا ہے۔ وہ سیاہ پڑ چکا تھا۔

میں نے باؤلی کے ساتھ راستہ بناتے ہوئے دوسرے دروازے کی طرف جاتے ہوئے کہا "مادام کمپیوٹر! میں سجاد بول رہا ہوں۔ اس وقت فریاد بھائی جان اور رسونتی بھابی تمہارے چمچوں کے دماغ میں ہیں۔ میرے خلاف کوئی حرکت ہوئی تو تمہارے وہ باقی آدمی بھی جان سے جائیں گے۔"

میں اور باؤلی دوسرے دروازے پر پہنچ گئے۔ ان کے پاس ریوالور تھے۔ اسٹین گنیں تھیں لیکن ان پر دہشت طاری ہو گئی تھی۔ مادام کمپیوٹر یقیناً سوچ رہی ہوگی کہ پتا نہیں کتنے مزدوروں کو انگریزی بولتے ہوئے رسونتی اور فریاد نے سنا ہوگا۔ ہمارے سامنے جتنے بھی تھے۔ سب انگریزی جانتے تھے لیکن میری موجودگی میں وکٹر کے سوا سب بولتے رہے تھے۔

اس نے بدستور اپنی زبان میں کہا "فریاد! جو ہونا تھا۔ وہ ہو گیا۔ تم نے انتقام لے لیا۔ اب ہمارے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہونی چاہیے۔"

"وکٹر کولن! اگر دوستی چاہتے ہو تو اپنے ساتھیوں کو حکم دو اپنے تمام ہتھیار وہیں پھینک کر چلے آئیں۔ تمہارے پاس بھی کوئی ہتھیار نہیں ہونا چاہیے۔"

وکٹر تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ اپنے دماغ میں مادام کمپیوٹر کا حکم سنتا رہا۔ پھر اس نے تمام ساتھیوں کو حکم دیا "اپنے ہتھیار پھینک دو اور ضروری سامان اٹھا کر مشعلوں کے ساتھ آگے چلو۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ہتھیار پھینک کر سانپوں سے بچتے ہوئے مشعلیں لیے ہمارے پاس چلے آئے۔ ہم نے دوسری طرف کا پتھر ہٹایا جو زیادہ بھاری نہیں تھا۔ پھر ہم زہریلے مسکن سے نکل آئے۔ پروفیسر نائیڈو نے میرے بازو کو تھام کر کہا "بیٹے! میں نے تمہارے بارے میں بہت سنا تھا مگر یقین نہیں آ رہا تھا۔ آج آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔"

میں مسکرانے لگا۔ انھوں نے کہا "بیٹے! ایک بات بتاؤ تم فرہاد ہو یا سجاد؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "جب آپ نے بیٹا کہہ دیا ہے تو کوئی سا بھی نام ہو۔ آپ کا بیٹا ہی رہوں گا۔"

پروفیسر نے خوش ہو کر پوچھا "پھر بھی؟"

میں سمجھ گیا، پروفیسر کے دماغ میں مادام کمپیوٹر یہ سوالات پیدا کر رہی ہے اور یقین کرنا چاہتی ہے کہ میں کون ہوں۔ میں نے کہا۔ "دیکھیے! میں تو سجاد ہوں لیکن آپ نے مجھے بیٹا کہہ کر بھائی جان کو بھی بیٹا بنا لیا ہے۔ وہ آپ کے دماغ میں آ رہے ہیں۔"

دوسرے ہی لمحے رسونتی نے فریاد بن کر کہا "ہیلو پروفیسر نائیڈو! میں فرہاد ہوں۔ سجاد کے ساتھ میں بھی آپ کا بیٹا بننے میں خوشی محسوس کر رہا ہوں۔"

رسونتی نے اس لیے میرا رول ادا کیا کہ میں باؤلی پیرن کی طرف متوجہ ہو کر اس سے باتیں کرنے لگا تھا تاکہ مادام کمپیوٹر کو پورا یقین ہو جائے کہ جب ایک سے باتیں کر رہا ہوں تو دوسرے کے دماغ میں پہنچ کر نہیں بول سکوں گا اور اگر وہ شبہ کرے کہ رسونتی میرے لہجے میں بول رہی ہے۔ تو پھر وہ شبہ ہی ہوگا یقین نہیں ہو سکتا لیکن یہ مسئلہ اور الجھ گیا تھا۔ اسے یقین کرنا پڑ رہا تھا کہ میں سجاد ہوں۔

وکٹر کولن نے میرے پاس آ کر نقشہ دکھاتے ہوئے کہا "اب ہم تمام مراحل سے گزر چکے ہیں۔ صرف ایک دروازہ رہ گیا ہے۔ اسے کھولنے کے لیے ریاضی میں مہارت کی ضرورت ہے۔ یعنی پروفیسر نائیڈو اور آپ کے استاد شیخ الفارس کا کام ہے۔ وہ دروازہ کھلتے ہی ہم ایک بہت ہی خوبصورت سے ہال میں ہوں گے جہاں ایک تابوت میں گوڈی سجا تہ دو سو برس سے سکتے کے عالم میں پڑی ہماری انتظار کر رہی ہے۔"

جب تک ہم وہاں باتیں کرتے رہے۔ اس وقت تک چار مزدور سانپوں کے مسکن میں مشعلیں لیے مصروف رہے اور راستہ بناتے ہوئے وہ تمام قیمتی نایاب لعل اٹھا اٹھا کر اپنے بیگ میں ڈالتے رہے۔ میں نے اعتراض نہیں کیا۔ یہ تمام دولت بالآخر یا تو مادام کمپیوٹر کے پاس جاتی یا ہمارے پاس رہ جاتی۔

ہمارا قافلہ پھر وہاں سے آگے بڑھنے والا تھا۔ وکٹر کولن نے کہا "مسٹر سجاد! ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ آپ فرہاد نہیں ہیں جلال آپ آگے بڑھیں۔"

میں نے پوچھا "میں آگے کیوں بڑھوں؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "میں تو برائے نام اس پارٹی کا لیڈر ہوں۔ ہیرو تو آپ ہیں۔"

"تمہاری مادام کمپیوٹر ہمارے سامنے بہت مجبور ہے۔ وہ غلیظ زبان میں تمہیں کسی بات سے روکتی ہے۔ بھائی جان انگریزی میں اس کا ترجمہ سن لیتے ہیں اور مجھے بتا دیتے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم میں نہیں سمجھا۔ بات کیا ہے؟"

"بات صرف اتنی سی ہے کہ جس بات کے لیے مادام تمہیں روک رہی ہیں۔ اس کے لیے بھائی جان مجھے بھی روک رہے ہیں۔ تم اب تک قافلے کے آگے آگے ایک مزدور کے ساتھ چلتے رہے ہو۔ اس وقت بھی تمہیں ہی آگے چلنا چاہیے۔"

وہ آگے بڑھنے سے ہچکچانے لگا۔ مادام کمپیوٹر نے اس سے کہا "کوئی بات نہیں۔ جو طریقہ میں نے بتایا ہے۔ اسی پر عمل کرو چلو آگے بڑھتے جاؤ۔"

قافلہ آگے بڑھا۔ ہم سب کے آگے وکٹر ایک مزدور کے ساتھ چلنے لگا۔ باؤلی تہ خانے میں داخل ہونے کے بعد مجھ سے اس قدر متاثر ہوئی چلی آ رہی تھی کہ سچ مچ باؤلی بن گئی تھی۔ میرے بازو کو تھام کر مجھ سے لگ کر چل رہی تھی۔ میں نے کہا "کیوں میرا لیور بحر خراب کر رہی ہو؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا مطلب؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ میری گھر والی میرے دماغ میں رہتی ہے۔ یہ بیویاں خوب جانتی ہیں کہ اپنے اپنے میاں کو کہاں سنسر لگانا چاہیے۔"

وہ بولی "ایک بات بتاؤ تم ایسی بیوی کے ساتھ کیسے زندگی گزارتے ہو جو ہمیشہ تمہارے دماغ میں گھسی رہتی ہے۔"

میں نے رازدارانہ انداز میں کہا "بس تمہیں یہ راز بتا رہا ہوں۔ وہ بارہ گھنٹے جاگتی ہے۔ بارہ گھنٹے سوتی ہے۔ وہ پچھلے چھ گھنٹے سے جاگ رہی ہے۔ آئندہ چھ گھنٹے کے بعد سو جائے گی۔ اس کے بعد تم میرے ساتھ رہنا۔"

وہ فوراً الگ ہو گئی۔

قافلہ چلتے چلتے رک گیا کیونکہ سالار قافلہ رک گیا تھا۔ آگے یک تنگ سی راہداری تھی۔ میں نے پوچھا "کیوں وکٹر! کیا بات ہے؟"

"آگے خطرہ ہے۔ پہلے اس خطرے کو ٹالنا چاہتا ہوں۔"

اس نے ایک مزدور سے کہا "لاؤ وہ گولے نکال کر مجھے دو۔" مزدور نے اپنے سامان میں سے لوہے کے دو چھوٹے چھوٹے گولے نکالے۔ وکٹر نے انھیں اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔ پھر زمین پر ایک گھٹنا ٹیک کر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک گولے کو زمین پر لڑھکایا۔ وہ لڑھکتا ہوا جانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے حیرانی سے دیکھا۔ جیسے جیسے وہ فرش پر سے لڑھکتا جا رہا تھا۔ راہداری کی دو طرفہ دیواروں سے تیر کی طرح لوہے کے بھالے نکل رہے تھے۔ دونوں طرف سے نکلنے والے بھالوں کی نوکیں ایک دوسرے سے ملتی جا رہی تھیں۔

یعنی اگر میں قافلے کے آگے ہوتا اور راہداری کے اس فرش پر چلتا ہوا جاتا تو اسی طرح دونوں طرف سے بھالے نکلتے اور میں ان میں پرو دیا جاتا۔

دو طرفہ دیواروں سے نکلنے والے صرف دو بھالے نہیں تھے۔ یکے بعد دیگرے اسی طرح مخالف سمت سے بھالے نکلتے جا رہے تھے۔ ایک دوسرے سے نوکیں ملتی جا رہی تھیں۔ وہ صرف اوپری حصے میں نہیں تھے بلکہ نچلے حصے میں بھی اسی طرح نکل نکل کر ایک دوسرے کی نوک سے مل رہے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی چالاک شخص جھک کر اس راہداری سے گزرنا چاہے تو نیچے سے نکلنے والے بھالوں کی زد میں آ جائے۔

باؤلی پیرن تیزی سے وکٹر کے پاس گئی۔ پھر اس کے سامنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے بولی "کیوں رے! تو میرے جوان کو اسی لیے آگے جانے کو بول رہا تھا؟"

وکٹر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ مجھ سے نظریں چرا رہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "تم اپنی مادام کے غلام ہو۔ اس کا حکم نہیں مانو گے تو مر جاؤ گے۔ گھبراؤ نہیں، میں تمہیں نہیں ماروں گا۔"

اس نے مجھے احسان مندی سے دیکھا۔ پھر مزدوروں سے کہا "اوپر اور نیچے والے بھالوں کے درمیان سے سامان لے کر گزر جاؤ۔ ہم بھی آ رہے ہیں۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

ایک مزدور نے سامان کو اٹھایا۔ پھر ڈرتے ہوئے، ذرا جھکتے ہوئے ایک بھالے کے اوپر سے پاؤں لے جا کر دوسری طرف قدم رکھا۔ اس کے ساتھ ہی دائیں بائیں دیدے نچا کر دیواروں کو دیکھنے لگا کہیں اور بھالے تو نہیں نکل رہے ہیں لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ اسی طرح ایک بھالے کے اوپر سے پاؤں لے جا کر زمین پر رکھتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس کے پیچھے ہم بھی جانے لگے۔ یکے بعد دیگرے سب ان سے گزر کر راہداری کے دوسری طرف پہنچ گئے۔

اب ہمارے سامنے ایک کھلا تہ خانہ تھا۔ دور دور تک دیواریں نظر آ رہی تھیں۔ ورنہ درمیان میں کئی ستون تھے۔ یہاں ہم نے اپنے آہنی کیمپ کی ٹارچ روشن کر لی تھیں۔ ابھی تک میں کٹ

سے دستی ٹارچ نکال کر استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی اور نہ ہی ہم نے گیس ماسک استعمال کیا تھا۔ شاید یہ اس احتیاط کی بنا پر رکھ لیا گیا تھا کہ کہیں ہمیں آکسیجن کی کمی محسوس نہ ہو۔

آگے جا کر ہمیں ایسی دیوار نظر آئی جس کے پتھروں کو سلیقے سے تراشا گیا تھا۔ اس دیوار کے بعد کوئی راستہ نہیں تھا۔ ایک بڑا سا پیتل کا دروازہ تھا۔ اسے دیکھنے سے ہی اس کی مضبوطی کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ وہ بند تھا مگر تالا نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ دروازے کے ایک پٹ پر چھ چابیاں ترتیب سے لگی ہوئی تھیں۔ دوسرے پٹ پر بھی چھ چابیاں لگی ہوئی تھیں۔ یعنی بارہ چابیوں کا ایک ایسا ابھرا ہوا حساب تھا جسے سلجھانے کے بعد ہی وہ دروازہ ان چابیوں سے کھل سکتا تھا۔

وکٹر کولن نے کہا۔ "پروفیسر نائیڈو اور مسٹر سجاد! اب یہ تمہارے استاد شیخ الفارس کا کام ہے۔ یہ بارہ چابیاں ویسے تو اپنے اپنے سوراخوں میں لگی ہوئی نظر آ رہی ہیں لیکن یہ غلط سوراخوں میں ہیں۔ انھیں ان کے صحیح کی ہول میں رکھ کر گھمانے سے یہ دروازہ کھلے گا۔"

اس نے ایک کاغذ پروفیسر نائیڈو کی طرف بڑھا دیا اور کہا۔ "یہ ریاضی کا حساب ہے۔ اسے حل کرنے کے بعد ہی پتا چلے گا کہ کون سی چابی کس سوراخ کے لیے ہے۔"

پروفیسر نائیڈو اس حساب کو دیکھنے لگا۔ اسی وقت فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ وہ سب چونک کر آواز کی سمت دیکھنے لگے لیکن سمت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تہ خانے میں آواز گونج رہی تھی۔ وکٹر کولن نے میری طرف دیکھا۔ میں نے پوچھا۔ "کیوں وکٹر! انھیں تشویش نہیں ہے کہ فائرنگ کرنے والے کون لوگ ہیں اور کیسے تہ خانے میں آ گئے؟"

اس نے جواب دیا۔ "میں کیا جانوں۔ ہو سکتا ہے۔ ہمارے مخالف تہ خانے میں پہنچ گئے ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہمارے تمہارے مخالف اس محل میں نہیں پہنچ سکتے۔ مکتی محل پر تمہاری مادام کیپیوٹر کا قبضہ ہے۔ ماس کے احاطے کے باہر کوئی پرندہ پر نہیں مار سکتا۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہ پانچ مزدور تمہارے حمایتی ہیں لیکن باڈلی اور پروفیسر نائیڈو میرے طرف دار ہیں۔ ذرا انھیں بتا دو کہ کیا چالیں چلی جا رہی ہیں۔"

"تم فضول باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ دروازہ کھولنے کے لیے یہ حساب اپنے استاد شیخ الفارس تک پہنچاؤ۔"

"یہ حساب میرے استاد تک پہنچ چکا ہے۔ ابھی حل ہو جائے گا لیکن میرے سوال کا جواب ضروری ہے۔"

"تمہارے سوال کا کوئی جواب ہو تا تو ضرور دیتا۔"

"جواب ہے مگر دینا نہیں چاہتے چلو مجھ سے سن لو تمہاری مادام ہمیں نادان بچہ سمجھتی ہے۔ بے شک یہ میری نادانی ہو سکتی ہے کہ تم لوگوں پر اعتماد کر کے اس تہ خانے میں چلا آیا جہاں سے واپسی کا راستہ مشکل ہے بلکہ ناممکن ہو سکتا ہے واپسی کے تمام راستوں پر تمہارے مسلح آدمی پہرہ دینے بیٹھ گئے ہیں اور کچھ ادھر آنا چاہتے ہیں تاکہ میں گوڈی سجاتہ کو اغوا کر کے نہ لے جاؤں۔"

وکٹر نے کہا۔ "چلو یہی سہی۔ اگر ہمارے آدمیوں نے واپسی کا راستہ روک رکھا ہے تو تمھیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ تم ہمارے ساتھ آئے ہو۔ ہمارے ساتھ جاؤ گے۔"

میں نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "جناب شیخ الفارس نے ان چابیوں کا معاملہ حل کر دیا ہے۔ میں ابھی اسے کھول سکتا ہوں مگر نہ کھولوں تو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تم ضرور کھولو گے۔ مادام کیپیوٹر بھی نادان بچی نہیں ہے۔ تم یہاں تک آئے ہو تو کسی فریب میں مبتلا ہو کر نہیں آئے ہو۔ تم نے اپنی حفاظت کے مکمل انتظامات کیے ہیں۔ اس تہ خانے کے باہر تمہارے آدمی ہوں گے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی دو دوشیزائیں تمہاری نگرانی کر رہی ہیں۔ قدم قدم پر تمہیں گائیڈ کر رہی ہیں۔ پھر وہ سونیا جانے کہاں گم ہو گئی ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے۔ بہرحال تم مطمئن ہو۔ یہ دروازہ کھول کر اندر ضرور جاؤ گے اور اپنے ساتھ ہمیں بھی جانے کا موقع دو گے۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ مادام کیپیوٹر کی باتیں سنتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "مادام کہتی ہیں۔ تمہارے آدمی صرف تہ خانے کے باہر نہیں اندر بھی کسی طرح پہنچ گئے ہیں۔ تبھی فائرنگ ہو رہی ہے۔ ابھی مادام نے دیکھا ہے۔ ہمارے کئی آدمی ہلاک ہو چکے ہیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہاری مادام سمجھ رہی ہے کہ تہ خانے میں ہمارا ایک بھی آدمی نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ٹیلی پیتھی کی نادیدہ مشین گنوں سے گولیاں برس رہی ہیں۔"

پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ میں ذرا سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کی مگر پتا نہ چل سکا۔ "یہ کون لوگ آ رہے ہیں؟"

پھر وہ سامنے آ گئے۔ وہ جزیرہ کاوی کاوی کے مجاہد فوروں سے تعلق رکھتے تھے۔ سب مسلمان تھے۔ ہم ان کے ایک سردار سلیمان مور روز سے پہلے مل چکے تھے۔ یہ دوسرا سردار احمد جوزف تھا۔ وہ اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا تھا۔ پھر وکٹر کے پاس رک کر ہانپتے ہوئے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس نے ناگواری سے کہا۔ "میرے کئی آدمی مارے گئے ہیں۔ تمھیں شرم آنی چاہیے۔ تم نے مسلمان ہو کر اپنے بھائیوں کو ہلاک کیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "جوزف! میں تمھیں جوزف ہی کہوں گا کیونکہ تم ان بھولے بھالے مسلمانوں کو فریب دینے کے لیے مسلمان ہوئے ہو۔ ورنہ اندر سے وہی ہو اور مادام کیپیوٹر کے بدترین غلام ہو۔"

ایک مسلح جوان میری طرف دیکھ کر غصے سے اپنی زبان میں کہنے لگا۔ "اسے ابھی مار ڈالو۔ یہ مسلمان نہیں ہے۔ ہمارا دشمن ہے اور ہمارے سردار کو الزام دے رہا ہے۔"

جوزف نے ہاتھ اٹھا کر اسے کہنے سے روکا۔ پھر کہا۔ "مسٹر فرہاد یا سجاد! تم جو کوئی بھی ہو۔ یہ یاد رکھو۔ یہ دروازہ کھولنے کے بعد اندر جاؤ گے مگر کوئی چالاکی نہیں دکھا سکو گے۔ میں جانتا ہوں تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے نقصان پہنچا سکتے ہو مگر میرے کتنے آدمیوں کو نقصان پہنچاؤ گے۔ یہاں سے تہ خانے کے داخلی راستے تک ہمارے جوان موجود ہیں۔ اس کے علاوہ مکتی محل کے اندر اور باہر بھی ہم چھائے ہوئے ہیں۔ اس بار تمہاری اور رمونتی کی ٹیلی پیتھی دُم توڑ دے گی۔"

میں نے اپنے چاروں طرف دیکھا۔ اپنے حقوق کے لیے لڑنے والے بہادر اسٹین گنیں لیے کھڑے تھے۔ ان کی اسٹین گنوں کا رُخ ہماری طرف تھا۔ ہماری ٹیلی پیتھی ایک سے دوسرے کو اور دوسرے سے تیسرے پر چوتھے کو ہلاک کر سکتی تھی۔ ان کے ہتھیاروں کے ہی خلاف استعمال کرائے جا سکتے تھے لیکن وہ دو چار یا دس نہیں تھے تقریباً تیس چالیس ہوں گے۔ جوزف غلط نہیں کہہ رہا تھا مان کے علاوہ یہاں سے تہ خانے کے داخلی دروازے تک مسلح جوان پہنچ گئے تھے۔ جو یہاں نہیں پہنچے تھے وہ سانپوں کے مسکن میں مصروف تھے اور تمام سانپوں کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ راستہ صاف ہو جائے۔

یہ وہی مجاہدین تھے جنھوں نے مجھے اس جزیرے میں خوش آمدید کہا تھا۔ میرے لیے مخالفین کے سامنے ڈھال بن کر جان کی بازی لگائی تھی۔ میں انھیں نصیحت نہیں کر سکتا تھا۔ انھیں جوزف کا اصلی چہرہ دکھانا چاہتا تو یہ کبھی یقین نہ کرتے۔ انھیں سمجھایا گیا تھا کہ اوّل تو ہتھیاروں سے لیس ہو کر اپنے حقوق حاصل کریں گے۔ اگر بات بڑھ گئی تو دولت کے ذریعے اس جزیرے کو آزاد کرایا جائے گا اور بے شمار دولت اسی تہ خانے سے نکلے گی اور تمام مسلمانوں کے کام آئے گی۔

جب ایسے سبز باغ دکھائے گئے تھے تو میں بھلا کیسے سمجھا سکتا تھا۔ میں نے وکٹر اور جوزف کی طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں دروازہ کھول رہا ہوں۔"

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ وکٹر اور جوزف میرے دائیں جانب پہنچ گئے۔ اگرچہ انھیں یقین تھا میں کوئی چالاکی نہیں دکھا سکوں گا۔ میرے چاروں طرف اسٹین گنیں تھیں اور انھیں یہ بھی یقین تھا کہ ایسی جگہ ٹیلی پیتھی کام نہیں آ سکے گی۔ پھر بھی وہ میرے پاس آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

میرے پیچھے پروفیسر نائیڈو کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے اور تائید کرتے جا رہے تھے۔ "ہاں بیٹے! تم صحیح چابی نکال کر اس کی صحیح جگہ پہنچا رہے ہو۔"

میں نے ذرا سی دیر میں بارہ چابیوں کو ان کے صحیح کی ہول تک پہنچا دیا۔ پھر میں نے دائیں بائیں وکٹر اور جوزف کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "دروازہ اب کھل جائے گا۔"

انھوں نے میرا انتظار نہیں کیا۔ جوزف نے دروازے کو ایک دھکا مارا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ اس نے گھور کر مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہوا۔ یہ کیوں نہیں کھلتا؟"

میں نے مسکراتے ہوئے ایک چابی کو گھمایا۔ وکٹر نے پھر دروازے کو دھکا دیا۔ وہ نہیں کھلا۔ ان کے اندر بڑی بے چینی تھی۔ دوسرے لفظوں میں مادام کیپیوٹر بے قرار تھی۔ جلد سے جلد گوڈی سجاتہ تک پہنچنا چاہتی تھی۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے صبر کرنے کے لیے کہا۔ پھر میں نے دوسرے پٹ کی دوسری چابی گھمائی، وہ دونوں پھر دروازے کو ہاتھ لگا کر کھولنا چاہتے تھے۔ میں نے اشارے سے روک دیا۔

میں نے تیسری اور چوتھی چابی گھمائی۔ وہ چپ چاپ کھڑے نہیں رہ سکتے تھے۔ بے چینی سے کبھی مجھے اور کبھی چابیوں کو دیکھ رہے تھے۔ پھر جوزف نے کہا۔ "اب ترتیب وار ہر چابی کو گھمایا جائے تو دروازہ کھل جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "کھول کر دیکھ لو۔ اگر نہ کھلے تو اس کی ذمہ داری جناب شیخ الفارس پر نہیں ہو گی۔"

مادام کیپیوٹر نے انھیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ پھر وکٹر نے مادام کے حکم کے مطابق کہا۔ "ہم کچھ نہیں کہیں گے۔ تم اپنی مرضی سے چابیاں گھماتے جاؤ۔"

میں نے پانچ نمبر اور چھ نمبر کی چابی گھمائی۔ اس کے بعد ٹھہر کر انھیں دیکھنے لگا۔ وہ غصے سے اور بے بسی سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "اگر میری طرح تم اسے ترتیب وار گھماتے رہتے تو دروازہ کبھی نہیں کھلتا۔ اب دیکھو ترتیب اٹوٹ گئی۔"

میں نے بارھویں نمبر کی چابی گھمائی، پھر گیارھویں نمبر کی پھر دس نمبر، پھر نو نمبر، پھر آٹھ نمبر اور پھر سات نمبر۔ یکبارگی گڑگڑاہٹ کی آواز ہوئی اور سب پیچھے ہٹ گئے۔

خوفزدہ ہونے کی بات نہیں تھی۔ وہ پیتل کا دروازہ آہستہ آہستہ کھل رہا تھا۔ اتنا بڑا تھا کہ کھلتے وقت شور مچا رہا تھا۔ وہ جیسے جیسے کھل رہا تھا۔ اندر کا منظر لگاہوں کے سامنے آ رہا تھا۔ سب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ ایک بہت بڑی، نہایت ہی خوبصورتی سے سجائی ہوئی خواب گاہ دکھائی دے رہی تھی۔ خواب گاہ کے وسط افتادہ

حصے میں ایک بہت بڑا صندوق رکھا ہوا تھا۔ وہ صندوق ساگوان کی لکڑی کا تھا۔ اس پر خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ اس صندوق پر ایک تابوت رکھا ہوا تھا۔ تابوت شیشے کا تھا۔ اس میں ایک ہستی لیٹی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اس کے رنگین لباس سے کھلے ہوئے ہاتھ اور پاؤں سے پتا چل رہا تھا۔ وہ کوئی حسینہ ہے اور وہ گوری سجاتہ ہی ہو سکتی تھی۔

اِدھر میرے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اُدھر ڈکٹر نے چیخ کر کہا "دھوکا! یہ دھوکا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی، مادام کمپیوٹر فلپائنو زبان میں کہہ رہی تھی اور وہی بات وہ زبان سے کہنا چاہتا تھا۔ میں نے کمپیوٹر لنکال کر اسے آن کیا۔ اسکرین پر بھی یہی الفاظ نمایاں ہوئے "دھوکا ہے۔ یہ سراسر دھوکا ہے۔ گوری سجاتہ ایسی نہیں ہو سکتی۔"

ڈکٹر، جوزف ایک دم سے ہڑبڑا کر اندر داخل ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ہمارے پیچھے تمام مسلح افراد چلے آ رہے تھے۔ میں نے للکار کر کہا "خبردار! تابوت کو ہاتھ نہ لگانا۔ ورنہ ایسا دھماکا ہوگا کہ چھت گر پڑے گی۔ ہم سب اس میں دب کر رہ جائیں گے۔"

میری اس دھمکی نے کام کیا۔ سب پیچھے ہٹ گئے کیونکہ چھت گرنے والی دہشت تہ خانے کے پہلے کمرے سے طاری تھی۔ وہ چھت گری تو نہیں تھی مگر ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ یہاں کی کوئی چھت کسی بھی میکنزم کے ذریعے گر سکتی ہے۔

ڈکٹر کولن نے مادام کمپیوٹر کے مطابق غصے سے کہا "یہ فریب ہے سراسر فریب ہے۔ نقشے میں اور قدیم تاریخی دستاویزات میں یہ نہیں لکھا ہوا ہے کہ گوری سجاتہ ایسی ہے۔"

میں نے پوچھا "پھر کیسی ہے؟"

"اس کا تمام جسم ہیرے جواہرات سے جڑا ہوا ہے۔ وہ اتنے قیمتی ہیرے جواہرات ہیں کہ ساری دنیا میں ان کی مثال نہیں مل سکتی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "مجھے معلوم ہے۔ ان قدیم تاریخی دستاویزات کے مطابق ایسی گوری سجاتہ ضرور ہے اور ان کے مطابق یہ جو صندوق رکھا ہوا ہے۔ اس میں بھی ایسے ہیرے ہیں جن کی مالیت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا لیکن تم لوگوں کو اس صندوق تک پہنچنے کے لیے تابوت تک پہنچنا ہوگا اور اس تابوت تک پہنچنے کے لیے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ گوری سجاتہ ایسی کیوں ہو گئی؟"

ڈکٹر اور جوزف کچھ سن رہے تھے۔ مادام باری باری ان دونوں کے دماغوں میں پہنچ کر کہہ رہی تھی "اس تابوت کے اوپری ... بتاؤ میں تم لوگوں کے ذریعے گوری سجاتہ کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا "ہاں، ہاں۔ ضرور دیکھنا چاہیے۔ ہم اتنی مصیبتیں اٹھا کر اسی لیے آئے ہیں اور یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ایک لاش کس طرح اٹھ کر بیٹھتی ہے۔"

جوزف نے تمام مسلح افراد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اس شخص پر کڑی نظر رکھو۔"

سب کی اشین گنیں میری طرف اٹھ گئیں۔ پھر وہ اور ڈکٹر تابوت کے دونوں طرف گئے۔ ایک لاش کے سر والے دوسرا لاش کے پائنتی۔ پھر انھوں نے وہاں سے تابوت کے اوپری حصے کو اٹھانا شروع کیا۔ گوری سجاتہ کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی۔ مادام کمپیوٹر نے ڈکٹر اور جوزف کو ڈانٹ کر کہا "کیوں دیر کر رہے ہو۔ اوپری حصہ اٹھا کر ایک طرف پھینک دو۔"

انھوں نے جیسے ہی اس حصے کو اٹھا کر ایک طرف پھینکا۔ شیشے کا زیردست چھپکا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی لاش میں حرکت ہوئی۔ سب پیچھے ہٹ گئے۔ سب نے بے یقینی سے دیکھا۔ وہ لاش اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ بیٹھتے ہی اس کے چہرے سے نقاب ڈھلک کر گر پڑی تھی۔ نقاب کے پیچھے سے جو صورت نظر آئی، اسے دیکھتے ہی مادام کمپیوٹر نے ڈکٹر کے ذریعے چیخ کر پوچھا "کہاں ہے گوری سجاتہ؟"

لاش نے ایک انگڑائی لیتے ہوئے کہا "ہائے اللہ! ذرا سانس تو لینے دو۔ دو سو سال سے لیٹے لیٹے کمر دکھنے لگی ہے۔ رہ گئی گوری سجاتہ۔ تو وہ ہے۔ ضرور ہے اور اس وقت اس صندوق کے تمام ہیرے جواہرات کے ساتھ ایک طیارے میں سفر کر رہی ہے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ گوری سجاتہ تمام ہیرے جواہرات کے ساتھ ایک طیارے میں سفر کر رہی تھی اور اس کی نگرانی اعلیٰ بی بی کر رہی تھی۔ ہم نے جو تہ خانے میں اتنا وشوار گزار سفر کیا تھا تو وہ رائیگاں نہیں گیا تھا۔ ہم نے جو چالیں چلی تھیں۔ وہ مادام کمپیوٹر کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا اور اب جو کچھ سامنے آ رہا تھا۔ وہ اسے کسی طرح برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ شدید غصے اور جھنجلاہٹ میں مبتلا ہو کر کہہ رہی تھی "ڈیبل! کمینو! میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ ناکامیوں کے عذاب میں مبتلا ہو کر اسے گالیاں دے رہی تھی۔ جو تابوت میں بیٹھی انگڑائیاں لے رہی تھی اور مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ اور جو مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی وہ سونیا تھی۔

مطالعہ کرنے امتحان شروع ہونے سے پہلے دلچسپ بنانے کے لیے ایک بہت ہی خاص کتاب

تم امتحان میں کامیابی حاصل کیسے کرو

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبہ جمالیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی نمبر ۱

گوری سجاتہ

کی داستان فرضی نہیں تھی۔ قدیم تاریخی دستاویزات کے مطابق وہ اپنی جگہ درست تھی۔ وہاں کوئی ایسا میکینزم تھا کہ تابوت کا اوپری حصہ اٹھاتے ہی گوری سجاتہ کی لاش اٹھ کر بیٹھ جاتی۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی جگہ سونیا اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ ہم نے وہاں کا اصل خزانہ خالی کر دیا تھا جو بڑا سا ساگوان کا صندوق رکھا ہوا تھا، اس کے اندر قیمتی ہیرے جواہرات تھے جن کی مالیت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ وہ گوری سجاتہ جو ہیرے جواہرات، لعل اور زمرد سے تراشی گئی تھی اور جو دنیا کا سب سے قیمتی اور حسین ترین مجسمہ تھی۔ یہ تمام دولت اعلیٰ بی بی سمیٹ کر لے گئی تھی۔ وہ کیسے لے گئی؟ وہ اور سونیا یہاں کیسے پہنچ گئیں۔ انھوں نے کیا طریقہ کار اختیار کیا تھا؟ یہ ساری باتیں میں آگے چل کر بتاؤں گا۔ فی الحال ہم اپنے بدترین دشمنوں کے نرغے میں تھے۔ پہلے میں تنہا تھا، اب سونیا بھی تھی۔ یوں تو میرے حمایتی باؤلی سیبرین اور پروفیسر نائیڈو بھی تھے۔ ان کی حیثیت میرا اڈلین فرض تھا۔ چاروں طرف کھڑے ہوئے مسلح جوانوں کی اشین گنوں کا رُخ ہماری طرف تھا۔ ڈکٹر کولن اور جوزف ہمیں کسی صورت میں ڈھیل دینے والے نہیں تھے۔ ان کی پشت پر مادام کمپیوٹر غصے سے تلملا رہی تھی۔ اپنی ناکامیوں پر جھنجلا رہی تھی۔ وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ سونیا اسے بار بار دھوکا دے اور بالآخر تمام قیمتی نوادرات سمیٹ کر لے جائے۔ وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ پہلی فرصت میں ہمیں گولی مارنے کا حکم دینے والی تھی تاکہ آئندہ ایسے ہی کسی مرحلے پر اسے ہماری طرف سے ناقابلِ تلافی نقصان نہ پہنچے۔

پھر مادام کمپیوٹر نے ڈکٹر کولن کے ذریعے کہا "سجاد! میں تمہارے ذریعے فرہاد اور رسونتی سے مخاطب ہوں۔ بارہا تم میں سے کوئی نہ کوئی دشمنوں کے نرغے میں آیا۔ جان کے لالے پڑ گئے۔ اس کے باوجود وہ زندہ بچ کے نکل جاتا ہے۔ دراصل تم اپنے پیچھے ایسے معمّے چھوڑ جاتے ہو جنہیں حل کرنے کے لیے تمہارا زندہ رہنا لازمی ہوتا ہے۔"

اس نے ایک ذرا توقف سے کہا "میں اس معمّے کو کسی حد تک حل کر چکی ہوں کہ سونیا یہاں کس طرح پہنچی۔ اور اس کے ساتھ آنے والے کس طرح تمام دولت اپنے ساتھ سمیٹ کر لے گئے لیکن دوسرے چور راستے کا علم سونیا کو کیسے ہوا؟"

میں نے کہا "مادام کمپیوٹر! تم نے ہمیں گیس ماسک اور آکسیجن سلنڈر یہاں تک لانے کی زحمت دی۔ اس کے پیچھے تمہارا یہی مقصد تھا کہ گوری سجاتہ کا مجسمہ اور تمام نادر ہیرے جواہرات اسی چور راستے سے لے جائے جائیں گے، اور گیس ماسک کے بغیر اس راستے سے گزرنا ممکن نہیں تھا، یعنی جو دولت چور راستے سے جاتی، وہ صرف تمہاری ملکیت ہوتی۔ باقی ابرقی دیواروں کے پیچھے جتنا سونا ہے اس میں یہاں کے لوگوں کا حصہ ہوتا۔ تمہارا ابھی اس حد تک حصہ ہوتا کہ تم ان سے جزیرے کو خرید لیتیں۔ شاید تم جزیرہ کادی کادی کو اپنا مستقل اڈہ بنانا چاہتی ہو۔"

"تمہاری یہ قیاس آرائیاں سو فیصد درست ہیں۔ میں کیا سمجھوں؟ جس طرح تم نے یہ چور راستہ دریافت کیا ہے اسی طرح میرے خفیہ منصوبوں کو سمجھنے کا بھی کوئی راستہ ڈھونڈ نکالا ہے؟"

"میں سجاد بول رہا ہوں۔ بھائی جان اور رسونتی بھابی تمہارے خفیہ منصوبوں کو سمجھ رہے ہیں یا نہیں؟ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔ میں صرف قیاس آرائی کر رہا ہوں۔"

"تمہارے دماغ میں فرہاد اور رسونتی موجود ہیں۔ وہ میری اس اُلجھن کو دور کر سکتے ہیں۔ مجھے بتایا جائے چور راستے کا علم کیسے ہوا؟"

"بھائی جان کہتے ہیں، اگر تم نے یہ معمّہ حل کر لیا تو ہمارا نقصان ہوگا۔"

مادام کمپیوٹر نے ڈکٹر اور جوزف کو مخاطب کیا۔ انھوں نے اٹینشن ہو کے کہا "یس مادام۔"

"میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ آج تک میرے خفیہ منصوبوں تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ یہ قدیم دستاویزات صرف میرے پاس ہیں۔ ان میں جس چور دروازے کا ذکر کیا گیا ہے، اسے صرف میں جانتی ہوں۔ میں جس چار دیواری میں رہتی ہوں، اُن دیواروں کو بھی میں نے اس دروازے کے متعلق نہیں بتایا۔ پھر فرہاد اور رسونتی کیسے جان گئے؟ تم سب مستعد رہو۔ میں تہ خانے کے باہر اپنے تمام وفاداروں کو ہوشیار رہنے کی تاکید کر رہی ہوں۔ یاد رکھو اگر ہر آدھے گھنٹے بعد میں فلپائنو زبان میں تمہیں مخاطب نہ کروں تو سمجھ لینا تمہاری مادام کی زندگی خطرے میں ہے۔ ہر آدھے گھنٹے کے بعد فرہاد اور رسونتی کو مخاطب کر کے میرا مطالبہ کرنا۔ اگر خاطر خواہ جواب نہ ملے تو سونیا اور سجاد کو گولی مار دینا۔"

میں نے کہا "ہم صرف دو نہیں، چار ہیں۔ ہمارے ساتھ

باؤلی سپیرن اور پروفیسر نائیڈو بھی ہیں۔ اپنے آدمیوں کو اچھی طرح سمجھا دو، ہمارے ساتھ کوئی بدتمیزی نہ ہو۔ ہمارے مزاج کے خلاف کوئی بات ہوگی تو کسی لمحے بھی بات بگڑ جائے گی۔ پھر اس بگڑی کو تم نہیں بنا سکو گی۔"

مادام کمپیوٹر نے اپنے آدمیوں سے کہا "کسی طرح کی چھیڑ چھاڑ نہ ہو۔ میں جا رہی ہوں۔ ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد تم لوگوں سے رابطہ قائم کروں گی۔ ان پر کڑی نظر رکھو۔"

وکٹر بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ اس کا مطلب تھا، مادام کمپیوٹر جا چکی ہے۔ سونیا تابوت سے نکل آئی تھی۔ اب بیگ میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالنا چاہتی تھی۔ جوزف نے للکارتے ہوئے کہا "خبردار! تمہارے چاروں طرف موت ہے۔"

اس نے حیرانی سے کہا "تعجب ہے، موت چاروں طرف ہے، پھر بھی زندگی سے ڈرتی ہے۔"

اس نے بیگ میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا آئینہ اور لپ اسٹک نکالی۔ پھر آئینے میں خود کو دیکھ کر اپنے لبوں پر سُرخی جمانے لگی۔ باؤلی سپیرن نے کہا "اے ری میتا! اگاڑی پچھاڑی بندوقیں تنی ہیں اور یہ فیشن کر رہی ہے۔ اری کسے دکھا رہی ہے؟"

سونیا نے اسے مسکرا کر دیکھا، پھر کہا "اپنے مرد کو۔"

"کہاں ہے وہ؟"

"میرے دماغ میں ہے، مجھے دیکھ رہا ہے۔"

باؤلی نے تعجب سے پہلے مجھے پھر سونیا کو دیکھا۔ اس کے بعد کہا "یہ کہتا ہے اس کی گھر والی دماغ میں رہتی ہے، تو کہتی ہے تیرا گھر والا دماغ میں رہتا ہے۔ یہ چکر کیا ہے؟"

ہم دونوں ہنسنے لگے۔ سونیا نے میرے سامنے آ کر کہا "سجاد! تم بالکل خاموش رہو گے۔ میں فرہاد سے مخاطب ہو رہی ہوں۔"

پھر اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑی محبت سے پوچھا "جانِ سونیا! میں کیسی لگ رہی ہوں؟"

میں خاموش رہا۔

سونیا نے پھر پوچھا "تم جواب کیوں نہیں دیتے؟"

میں نے زبان سے کہا "تم نے سجاد کو چپ رہنے کے لیے کہا۔ میں اس کی زبان سے بولوں گا تو تم سمجھو گی سجاد بول رہا ہے۔"

وہ جان بوجھ کر ہی میرے سامنے آئی تھی اور مجھے سجاد کہہ کر تمام مخالفین کو مزید یقین دلا رہی تھی کہ میں سجاد ہوں۔ اور اس کے پیچھے چھپے ہوئے فرہاد سے سونیا مخاطب ہے۔

لیکن بات صرف اتنی نہیں تھی۔ اس کا مطلب اور کچھ تھا جو نہ ہم نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہوا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے آئندہ پروگرام کے متعلق کچھ بتا نہیں سکتے تھے اس لیے اس نے اشاراتی زبان استعمال کی تھی۔ یعنی سُرخ رنگ خطرے کی علامت ہوتا ہے۔ اس نے ہونٹوں پر لپ اسٹک لگا کر پوچھا تھا "کیا میں خطرہ بن جاؤں؟"

"میں آدھے گھنٹے کے بعد جواب دوں گا، تم لپ اسٹک لگا کر حسین نظر آ رہی ہو یا سنگین۔"

وہ سمجھ گئی۔ مادام کمپیوٹر نے آدھے گھنٹے بعد آنے کے لیے کہا تھا۔ اس کے بعد ہی فیصلہ ہونے والا تھا کہ ہم بدستور ان کی قید میں رہیں گے یا کچھ کر کے دکھائیں گے۔

میری داستان کے اس مرحلے میں بہت سی باتیں وضاحت طلب ہیں۔ مثلاً۔

گوڑی سجاتہ کون ہے؟

اس کی تاریخی حقیقت کیا ہے؟

مادام کمپیوٹر کو یہ راز کیسے معلوم ہوا کہ گوڑی سجاتہ ہیرے جواہرات اور لعل و گوہر سے تراشی گئی ہے؟

کیا یہ دو سو سال سے تہ خانے کے اس حصے میں پڑی ہوئی ہے؟

قدیم تاریخی مسودے اور تہ خانے کا نقشہ مادام کمپیوٹر کے ہاتھ کیسے لگا؟

رسونتی، اعلیٰ بی بی، سونیا اور مجھ کو تہ خانے کے پُرخطر راستے کا علم کیسے ہوا؟ اور ہو گیا تو میں مادام کمپیوٹر کی ٹیم کے ساتھ دشوار گزار راستے سے کیوں آیا؟

اور جب آ ہی گیا تو سونیا بھی میرے ساتھ دشمنوں کے نرغے میں پھنسنے کے لیے تابوت میں کیوں ہماری منتظر رہی؟

میرا خیال ہے، میں ان تمام سوالات کے جواب نہ دوں۔ جواب وہ دے جس نے گوڑی سجاتہ کا قصہ چھیڑا تھا۔ وہ چھیڑنے والی مادام کمپیوٹر ہے۔ اگر یہ گوڑی سجاتہ سے پہلے اپنا ہی قصہ چھیڑ دے تو آپ یقیناً زیادہ دلچسپی سے پڑھیں گے۔

تو آیئے، پڑھیے مادام کمپیوٹر کی کہانی خود اسی کی زبانی۔

جب تک کسی کو میرا علم نہ ہو، میں نامعلوم ہوں۔

جب تک کوئی میرے نام سے واقف نہ ہو، میں گمنام ہوں۔

انسان اپنے رابطے سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ چونکہ میں کمپیوٹر کے ذریعے پہچانی جاتی ہوں، اس لیے سب مجھے مادام کمپیوٹر کہتے ہیں۔ یہ لفظ مادام انگریزی کے میڈم سے ماخوذ نہیں ہے۔ یہ ایک عربی لفظ مدام ہے جس کے معنی ہیں ہمیشہ اور تسلسل میں رہنے والی شے۔ میرے والدین بھی چاہتے ہیں میں ہمیشہ قائم رہوں۔ دنیا کے تمام والدین اپنے بچوں کو دائم و قائم رہنے کی دعائیں دیتے ہیں۔

میرے والدین کی دعاؤں کے طفیل میرا نام شبیلہ ادام ہے۔

میرے ڈیڈی پہلے مسلمان تھے پھر ایک انگریز عورت سے شادی کر کے عیسائیت قبول کر لی اور اپنا نام جیکب نارٹن رکھ لیا اور نیویارک میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ ان کا خیال تھا، ایک امریکی عورت سے شادی کرنے کے بعد ان کے دن پھر جائیں گے۔ انہیں یا تو کوئی بڑا بزنس ہاتھ آئے گا یا وہ کسی سرکاری شعبے میں اعلیٰ عہدہ حاصل کر لیں گے لیکن نیویارک میں عیسائیوں سے زیادہ یہودیوں کی آبادی تھی اور ان کا ہی بول بالا تھا۔

ان کی امریکن بیوی دو برس کے بعد ہی مر گئی۔ میرے ڈیڈی یہودیوں کی سوسائٹی میں زیادہ رہتے تھے۔ ان کے ہی رنگ میں رنگتے جا رہے تھے۔ یہ رنگ اور زیادہ پختہ ہوا جب انہیں ایک یہودی لڑکی سے عشق ہو گیا۔ وہ دوشیزہ شادی کے بعد میری ماں بن گئیں۔ ان کا نام موریہ مامون تھا۔ میری امی اور میرے ماموں نے یہ شرط عائد کر دی تھی کہ میرے ڈیڈی اپنا مذہب تبدیل کریں گے اور یہودیت قبول کریں گے تو شادی ہو سکے گی۔ انہوں نے اسے قبول کر لیا اور میری امی ان کی شریکِ حیات بن گئیں۔

میرے ماموں ہرزل مامون اسرائیلی ہائی کمان کے ایک اعلیٰ افسر تھے اور میرے نانا نوبل مامون بہت بڑے بزنس مین تھے بلکہ اب بھی ہیں۔ مکاری اور منافع خوری میں کوئی ان کا ثانی نہیں ہے۔ کاروباری معاملات میں بڑے بڑے بزنس مین ان کا نام سُن کر کان پکڑتے ہیں۔ نہیں ان کے اصل نام نوبل مامون کے بجائے مارچنٹ مامون کہتے ہیں۔

شادی کے بعد میرے ماموں ہرزل مامون نے میرے ڈیڈی کو اسرائیلی انٹیلی جنس میں ملازمت دلائی۔ اس شعبے میں کچھ میرے ڈیڈی کی ذہانت رہی، کچھ میرے ماموں کی سفارشوں نے کام کیا۔ وہ رفتہ رفتہ انٹیلی جنس کے آپریٹر جنرل بن گئے۔

جب میں چھ برس کی ہوئی تو مجھے اسرائیلی حکومت کے ایک خاص ٹریننگ سینٹر میں داخل مل گیا۔ اس ٹریننگ سینٹر میں بچوں کے رجحان کو دیکھ کر ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ اس ٹریننگ سینٹر میں کئی شعبے ہیں۔ مثلاً ایک شعبہ سراغرسانی کا ہے۔ اگر کوئی حاضر دماغ موذن ثابت ہو اور اس کا رجحان سراغرسانی کی طرف ہو تو اسے ایسی ٹریننگ بچپن سے دی جاتی ہے۔ انہیں ہاسٹل میں رکھا جاتا ہے۔ ہفتے میں ایک دن والدین سے ملنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ دوسرا شعبہ سیکرٹ سروس کا ہے۔ اس میں اور زیادہ حاضر دماغ اور ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ خاص طور پر یہ دیکھا جاتا تھا کہ لڑکے کس حد تک خوبرو اور لڑکیاں کتنی حسین ہیں..... آگے چل کر ان کی شخصیت میں کس طرح زیادہ سے زیادہ نکھار پیدا کیا جا سکتا ہے تاکہ وہ بیرونی ممالک جا کر اپنے ملک کے لیے اہم فرائض انجام دے سکیں۔

جب میں پندرہ برس کی ہوئی تو اپنے ملک میں ٹیلی پیتھی کا چرچا سننے لگی۔ یوں تو یہ علم زمانۂ قدیم سے ہے لیکن اس میں نمایاں طور پر کسی نے مہارت حاصل نہیں کی تھی۔ اگر کسی ہوگی تو اس کے متعلق کوئی نہیں جانتا۔ ان دنوں ہمارے ملک میں ٹیلی پیتھی کے علم کے ساتھ فرہاد علی تیمور اور رسونتی کے نام کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ محترم ربی اسفندیار نے حکومت کو مشورہ دیا کہ یہ دو نام ٹیلی پیتھی کا سیلاب لے کر ہماری سرحدوں میں داخل ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا پہلے ہی دفاعی تدابیر کر لینا چاہئیں۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ ہم اپنے ٹریننگ سینٹر میں اس کا ایک شعبہ قائم کریں۔ اس علم کی تحقیقات کے لیے، اس کے حصول کے لیے ماہرین کی خدمات حاصل کی جائیں۔

ٹیلی پیتھی کے علم سے سبھی خوف زدہ رہتے ہیں۔ یہ اُن دیکھا ہتھیار مضبوط سے مضبوط دفاعی لائنوں کو توڑ کر سرحدوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سرحدیں بنانے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتا ہے۔ اسرائیلی مملکت اگرچہ نوزائیدہ ہے مگر کسی کی محتاج نہیں ہے۔ دولت کی فراوانی ہے اور دنیا کی سُپر طاقتوں سے سیاسی کھیل کھیلنا جانتی ہے۔ ہمارے حکام نے بڑی سے بڑی قیمت دے کر دو ماہرین کی خدمات حاصل کیں۔ وہ دونوں اس علم کے متعلق گہری معلومات رکھتے تھے لیکن خود خیال خوان نہیں کر سکتے تھے۔ ان میں ایسی کون سی کمزوری تھی، اس بات کا وہ خود سراغ نہیں لگا سکے۔ وہ محض طریقۂ کار بتا سکتے تھے۔ ان پر عمل کرا

سکتے تھے اور عمل کے دوران مکمل نگرانی کر سکتے تھے۔ اس علم کے حصول کے لیے طلباء اور طالبات میں جو خوبیاں ہونا چاہئیں، ان خوبیوں کا سراغ لگا سکتے تھے۔

اس طرح انھوں نے میرا سراغ لگایا۔ میرے علاوہ اور کئی طلباء اور طالبات تھے۔ مجھ میں ایک خوبی بدرجۂ اتم تھی۔ وہ یہ کہ میں جس چیز کو دیکھتی تھی، اسے دیکھتی ہی رہ جاتی تھی۔ پھر کتنے ہی عرصے بعد کوئی مجھ سے اس کے متعلق پوچھتا تو میں اس کی پوری تفصیل بتا سکتی تھی۔

یعنی جو چیز نگاہوں کے سامنے ہوتی، اسے میں اپنے دماغ میں نقش کرنا، جذب کرنا جانتی تھی۔ جب میری تربیت شروع ہوئی تو میں نے شمع کی لو کو اپنے دماغ میں جذب کرنا شروع کیا۔ میں اس سلسلے میں اپنی ایک کمزوری کا ذکر کروں گی اور وہ یہ کہ میں اکثر بیمار رہتی تھی۔

میں فطری طور پر ضدی ہوں۔ جس بات کا ارادہ کر لیتی ہوں، اسے کر کے ہی رہتی ہوں۔ یہ میری پختہ قوتِ ارادی کی دلیل ہے۔ میرے اعصاب مضبوط ہیں۔ میں کسی بات سے بھی پریشان نہیں ہوتی۔ کوئی فکر مجھ پر غالب نہیں آتی۔ بس کبھی کبھی جسمانی طور پر بیمار پڑ جاتی ہوں۔ تربیت حاصل کرنے کے دوران جانے مجھے کیا ہو جاتا تھا۔ سر درد کرنے لگتا تھا اور میری تربیت ادھوری رہ جاتی تھی۔

انہی دنوں یہ خوش خبری سننے میں آئی کہ مادام رسونتی سے ہماری دوستی ہو گئی ہے اور مادام رسونتی نے وعدہ کیا ہے کہ جلد ہی فرہاد کو بھی ہماری دوستی کی طرف مائل کر لے گی۔

لیکن فرہاد جانے کیوں ہماری قوم سے، ہمارے ملک سے مخالفت رکھتا ہے۔ وہ ہم سے دوستی پر آمادہ نہ ہوا۔ پھر پتا چلا، رسونتی ذہنی طور پر کمزور ہو گئی ہے اور اس کی خیال خوانی کی صلاحیتیں مفلوج ہو گئی ہیں، جب تک اس کا باقاعدہ علاج نہیں ہو گا، وہ اپنی صلاحیتیں دوبارہ حاصل نہیں کر سکے گی۔ باقاعدہ علاج کرانے کے لیے اسے تل ابیب لایا گیا۔ یہیں میں نے پہلی بار مادام رسونتی کو دیکھا۔ ایک بار سونیا بھی قیدی بنا کر لائی گئی تھی۔ اس کے ذریعے فرہاد کو دوستی پر آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن ناکامی ہوئی۔ تب بلیک میلنگ کی گئی۔ یہ شرط لگائی گئی کہ سونیا کو اس وقت رہا کیا جائے گا جب فرہاد ہم میں سے کچھ طلباء و طالبات کو اپنا علم سکھائے گا۔ ان دنوں ہمیں سونیا سے دور رکھا جاتا تھا تاکہ اس کے ذریعے فرہاد ہم تک نہ پہنچ سکے۔ ہمارے افسروں کا خیال تھا کہ وہ انتقاماً ہمارے دماغوں کو نقصان پہنچا سکتا ہے تاکہ ہم کبھی یہ علم نہ سیکھ سکیں۔

بہرحال سونیا یہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئی اور فرہاد سے ہماری دوستی نہ ہو سکی۔ اس دوران میں تربیت حاصل کرتی رہی۔ کبھی بیمار پڑتی رہی، کبھی صحت مند ہو کر پوری توجہ سے درجہ بدرجہ تمام مشقوں سے گزرتی رہی۔ وہ میرے بہت ہی مصروف ترین دن تھے۔ صرف مشقیں حاصل کرنے تک مصروفیات نہیں تھیں۔ مجھے کئی زبانیں سکھائی جا رہی تھیں۔ یوں تو میں پہلے ہی انگریزی اور عبرانی زبان جانتی ہوں۔ سب سے پہلے مجھے جو زبان سکھائی گئی وہ اردو تھی، کیوں کہ یہ فرہاد کی زبان تھی۔ اس لیے اسے سب سے پہلے سکھایا گیا۔

ہمارے ہاں اس بات کا ریکارڈ ہے کہ فرہاد روسی اور سونیا کتنی زبانیں جانتے ہیں۔ اس کے مطابق مجھے اردو کے بعد جاپانی زبان سیکھنے کے لیے کہا گیا لیکن میں پھر بیمار پڑ گئی۔ میرے اساتذہ نے کوئی زیادہ توجہ نہیں دی، کیونکہ میں عام طالبات کی طرح تھی۔ ابھی خیال خوانی کا فن مجھ سے بہت دور تھا اور نہ جانے میں وہاں تک پہنچ بھی سکتی تھی یا نہیں؟

میں اپنی تربیت گاہ میں سب سے نازک اندام لڑکی تھی۔ مجھ میں آج بھی اتنی نزاکت اور نفاست ہے کہ میں کسی کے قریب بیٹھنا گوارا نہیں کرتی۔ بحالتِ مجبوری کچھ دیر کے لیے کسی کو برداشت کر لیتی ہوں۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف میری ایک ماں ہے جسے میں ماما کہتی ہوں۔ میں آج بھی اُن کے سینے پر سر رکھ کر سو جاتی ہوں۔ کسی اور کے اتنا قریب نہیں جاتی۔ اگر کوئی میرے آس پاس ذرا سا چھینک لے یا کھانسنا کھنکارنا شروع کرے تو میں اسے کبھی برداشت نہیں کرتی۔ چونکہ اس پر کس نہیں چلتا، اس لیے وہاں سے خود اُٹھ جاتی ہوں، دور چلی جاتی ہوں۔ ہاسٹل میں میرے لیے علیحدہ کمرہ ہے اور میں اپنے کمرے میں کسی کو آنے نہیں دیتی۔

میری ان عادتوں کے باعث طلباء و طالبات مجھے نک چڑھی کہتے ہیں اور میرے اساتذہ مجھے مغرور سمجھ کر زیادہ توجہ نہیں دیتے۔ میں ان حالات میں شمع بینی کے مراحل سے گزرتی جا رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ہمارے محترم ربی اسفندیار تربیت گاہ کا معائنہ کرنے تشریف لائے۔ وہ سال میں ایک بار ضرور آتے تھے۔ اس سال کے اختتام پر ان کی نظر مجھ پر پڑی۔ میں نے انہیں دیکھا، پھر دیکھتی ہی رہ گئی۔ چند سیکنڈ کے بعد انھوں نے خود ہی نظریں ہٹا لیں۔ مجھ سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

میں نے بدستور ان کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا "شیبا مادام"

"اچھا تو کیا تم وہی ہو جو اکثر بیمار رہتی ہے؟"

میں نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں جواب دیا "جی ہاں، بیماری میرے بس میں نہیں ہے ہو بس میں ہے، اس کے لیے کوشش کر رہی ہوں۔ محترم ربی کی روحانی کرامات سے وسب تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آپ مجھ پر عنایت فرمائیں اور میرے جن کی تشخیص کریں تو یقین کامل ہے، میں بیماریوں سے نجات حاصل کر لوں گی۔"

انھوں نے سر ہلایا۔ پھر تربیت گاہ کے پرنسپل سے کہا "میں شیبا کی پروگریس رپورٹ پڑھنا چاہتا ہوں۔"

پھر انھوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "بیٹی! میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اتنی نرمی اور میٹھے انداز میں بولتے ہیں کہ دل اُن کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ وہ میرے پاس سے گھوم کر جانے لگے۔ مجھے محسوس ہوا جیسے میں آپ ہی آپ ان کی طرف کھنچی جا رہی ہوں۔ ان کی چال میں بڑا استقلال تھا جیسے ایک تجربہ کار اور فاتح بھاری بھرکم شخصیت کے ساتھ باوقار انداز میں چل رہا ہو، اس کا ہر قدم دھڑکتے ہوئے دل پر پڑتا جا رہا ہو۔

آج تک محترم ربی کے سامنے کسی نے سر اٹھا کر گفتگو نہیں کی تھی۔ کجا یہ کہ میں نے چند سیکنڈ تک آنکھیں ملائی تھیں۔ نادیدہ گستاخی ہوئی تھی۔ اس کے باوجود انھوں نے نہایت ہی نرم اور شیریں لہجے میں گفتگو کی تھی۔ میں ان کے پیچھے چلتے ہوئے ایک کمرے میں آئی۔ انھوں نے مجھے کرسی پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر ایک کرسی میرے سامنے کھینچ کر بیٹھ گئے۔ ایک منٹ کے بعد ہی میری پروگریس رپورٹ وہاں پہنچ گئی۔ انھوں نے پرنسپل کو حکم دیا "آپ لوگ باہر جائیں۔"

وہ سب چلے گئے۔ انھوں نے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر میرے سامنے آ کر بیٹھ گئے میری پروگریس رپورٹ کو شروع سے آخر تک دیکھنے لگے۔ یوں تو میں سرکاری طور پر چار برس کی عمر سے ہی تربیت حاصل کر رہی تھی لیکن میلی پیتھی کا جو نیا شعبہ قائم کیا گیا تھا، وہاں داخلے کے بعد یہ تیسرا سال تھا۔ وہ پہلے سال سے لے کر تیسرے سال تک کی رپورٹ بڑی توجہ سے پڑھتے جا رہے تھے۔ پھر انھوں نے وہ تمام رپورٹیں ایک طرف رکھ دیں مجھے مخاطب کیا۔ میں سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا "شیبا!

میری آنکھوں میں دیکھو۔"

میں نے جھجکتے ہوئے کہا "محترم ربی! مجھ سے گستاخی ہوئی تھی۔ میں آپ سے نظریں ملانا نہیں چاہتی تھی لیکن کیا کروں، پچھلے ڈھائی برس سے شمع بینی کی مشق کرتے کرتے میری نظر ایک جگہ ٹھہر جانے کی عادی ہو گئی ہے۔"

انھوں نے نرم لہجے میں کہا "میلی پیتھی کے علم پر دسترس رکھنے والے ایک استاد نے تمہاری عادات کے متعلق جو رپورٹ لکھی ہے، اسے میں پڑھ چکا ہوں۔ تم بچپن ہی سے ہر چیز کو ایک ٹک دیکھتے رہنے کی عادی ہو۔ تمہاری یادداشت حیرت انگیز ہے، جس چیز کو ایک بار نظر بھر کر دیکھ لیتی ہو، اسے پوری تفصیل سے یاد رکھتی ہو۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "جی ہاں، آپ کی دعائیں ہیں۔"

"جب تم نے مجھ سے نظریں ملائیں تو جانتی ہو میں نے کیا دیکھا؟"

میں نے بے اختیار سر اٹھا کر انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ انھوں نے کہا "تم جانتی ہو، میں تنویمی عمل کے ذریعے دلوں کے بھید معلوم کر لیتا ہوں۔"

"جی ہاں، بزرگِ محترم! میں جانتی ہوں۔"

"جب تم نے مجھ سے نظریں ملائیں تو میں نے دیکھا، تمہاری آنکھوں کی دونوں پتلیوں کی جگہ شمع کی لوئیں سے روشن تھیں۔"

میں ایک دم سے کانپ گئی۔ بے یقینی سے انھیں دیکھنے لگی۔ انھوں نے کہا "اس رپورٹ کے مطابق تمہاری عمر اٹھارہ برس ہے۔ اٹھارہ برس کی لڑکیوں کی آواز میں ایسا ٹھہراؤ، ایسی پختگی نہیں ہوتی جو تمہاری آواز اور لہجے میں آ گئی ہے۔ میری آنکھوں سے کوئی عام آدمی آنکھیں نہیں ملا سکتا۔ تم ملا رہی تھیں۔"

"میں ایک بار پھر معافی کی خواست گار ہوں۔"

"میں ناراض نہیں ہوں، بہت خوش ہوں اور تمہیں نیک مشورے دینا چاہتا ہوں۔"

"بزرگِ محترم! آپ مشورے نہیں، حکم دیجیے۔ یہ کنیز اس پر عمل کرے گی اور فخر کرے گی۔"

"شاباش بیٹی! میری ہدایت ہے، آئندہ تم کسی سے آنکھ ملا کر باتیں نہ کرو۔ تم جس سے آنکھیں ملاؤ گی، تمہاری نظریں اس کے دماغ میں چبھیں گی۔ احتیاط کا تقاضا ہے کہ تم نظریں جھکا کر گفتگو کیا کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری کامیابی

کا علم سب کو ہو۔"

میں نے خوش کر پوچھا "محترم ربی! کیا میں اس علم میں کامیابی حاصل کرنے والی ہوں؟"

"ہاں، میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ آج سے تم اس تربیت گاہ میں نہیں رہو گی۔"

میں نے انھیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ انھوں نے کمال شفقت سے میرے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "اب تم میری بیٹی ہو اور میرے پاس رہو گی۔ بڑی رازداری سے خیال خوانی کے مرحلے تک پہنچنے کی کوشش کرو گی۔"

انھوں نے اپنی کرسی کو میرے اور قریب کر لیا۔ پھر سرگوشی میں سمجھانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد انھوں نے تربیت گاہ کے پرنسپل کو بلایا اور اس سے کہا "میں نے اس لڑکی کی تمام رپورٹ پڑھ لی ہے۔ اس کی میڈیکل رپورٹ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ٹیلی پیتھی کے شعبے میں کامیابی حاصل نہیں کر سکے گی۔ تعجب ہے اتنے دنوں سے خواہ مخواہ کیوں اسے آزمایا جا رہا ہے۔ میرا مشورہ ہے، اس کا نام یہاں سے خارج کر دیا جائے۔"

پرنسپل نے ادب سے کہا "آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔"

"مجھے اس بچی سے ہمدردی ہے۔ میں اس کا روحانی علاج کروں گا۔" انھوں نے اٹھتے ہوئے کہا "بیٹی! تم جب چاہو، علاج کے لیے اپنے والدین کے ساتھ میرے یہاں آسکتی ہو۔"

محترم ربی جانے لگے۔ سب ایک طرف ادب سے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ میں نے بھی سر جھکا لیا تھا۔ محترم ربی کی ہدایت پر میرے والدین کو اطلاع دے دی گئی تھی۔ وہ میرے لیے گاڑی لے کر آئے۔ میں نے اس تربیت گاہ سے ٹرانسفر سرٹیفکیٹ حاصل کیا اور والدین کے ساتھ اپنے گھر چلی آئی۔

مجھے ابھی اس بات کا یقین نہیں تھا کہ میں خیال خوانی کے مرحلے تک پہنچ سکوں گی۔ تربیت گاہ سے نکلنے کے دوسرے دن ہی میری رہائش کا انتظام محترم ربی کی محل نما کوٹھی میں کیا گیا۔ وہاں ربی کے حکم کے بغیر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ اعلیٰ حکام بھی ان کی اجازت سے داخل ہوتے تھے۔ اس رہائش گاہ کے اطراف بہت دور دور تک اونچی چار دیواری تھی اور اس چار دیواری کے باہر مسلح گارڈز دن رات موجود رہتے تھے۔ یہاں کے پُرسکون اور آرام دہ ماحول میں میں نے شمع بینی کے تمام مراحل طے کر لیے۔

میں سمجھتی ہوں، اگر مجھے محترم ربی سے باپ کی شفقت اور توجہ نہ ملتی تو شاید میں یہ علم حاصل نہ کر سکتی۔ انھوں نے مجھے ہر طرح کا آرام پہنچایا۔ کبھی کبھی وہ مجھ پر تنویمی عمل کرتے تھے۔ اس کے ذریعے میری بیماری دور کرتے تھے۔ میرے دماغ میں یہ پختگی پیدا کرتے تھے کہ میں پوری توجہ اور ارتکازِ توجہ کے ساتھ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر رہی ہوں اور جلد ہی ٹیلی پیتھی کی انتہا تک پہنچنے والی ہوں۔

مجھے یہاں رازداری سے اس لیے رکھا گیا تھا کہ تربیت گاہ کے طلباء و طالبات مجھے پہچانتے تھے۔ انہیں یہی تاثر دیا گیا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی کے معاملے میں ناکارہ ہوں اور یہ علم کبھی حاصل نہیں کر سکوں گی۔ لہٰذا مجھے وہاں سے نکال دیا گیا ہے۔

بہرحال محترم ربی کے تنویمی عمل نے مجھے بہت سہارا دیا۔ میں نے شمع بینی کے بعد التسخیر کی مشق شروع کر دی۔ اس مشق کے لیے کھلی اور پُرسکون جگہ کی ضرورت تھی۔ میں رہائش گاہ کے باہر خوب صورت باغیچے میں یہ مشق کرنے لگی۔ یہاں کوئی مداخلت کرنے والا نہیں تھا۔ میں نے ایک درخت کے تنے پر ایک ننھا سا سیاہ دائرہ بنا لیا تھا۔ روز اس کے سامنے ذرا فاصلے پر پلتھی مار کر بیٹھ جاتی تھی اور اس ننھے سیاہ دائرے پر نگاہیں جمائے رکھتی تھی۔

ہفتے اور مہینے گزرنے لگے۔ ایسی مشقوں کے دوران کئی بار مجھ سے غلطیاں ہوئیں — اکثر انجانا سا خوف طاری ہوتا تھا۔ ایسے وقت ربی مجھے سنبھال لیا کرتے تھے کبھی کبھی میرا ذہنی توازن بھی ڈگمگایا۔ کبھی تیز بخار بھی آیا اور کبھی مجھ پر دیوانگی کا عالم بھی طاری ہوا۔ اگر محترم ربی میرے پاس نہ ہوتے تو شاید میں اس دنیا سے اٹھ چکی ہوتی۔

وہ مجھے بڑی محبت سے، بڑی توجہ سے سنبھالتے تھے اور تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ میں زیادہ سے زیادہ حوصلہ اور قوتِ ارادی پیدا کرتے رہتے تھے۔ میں التسخیر کی مشقوں سے بھی گزرتی جا رہی تھی پہلے جو ننھا سا سیاہ دائرہ بنایا تھا، اس دائرے کو بتدریج بڑا کرتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ وہ چپنے کے برابر دائرہ بڑھتے بڑھتے چاند کے برابر ہو گیا۔ ربی اسفندیار بہت خوش تھے۔ میں انہیں اپنے تاثرات اور احساسات بتاتی جاتی تھی۔ دائرہ جتنا بڑھتا جاتا تھا، وہ میری نگاہوں کے سامنے اگاد جمل ہوتا جاتا تھا اور یہی کامیابی کی نشانیاں تھیں۔ حتیٰ کہ جب چاند کے برابر سیاہ دائرہ بھی میری نگاہوں

کے سامنے آکر اوجھل ہونے لگا تو میں نے اپنی آنکھوں میں ایک عجیب سی پُراسرار قوت محسوس کی۔ میں جہاں نظریں اٹھا کر دیکھتی، وہاں بے شمار چاند کے برابر روشن دائرے جگمگانے لگتے۔ وہ سیاہ دائرے اب روشن ہو گئے تھے۔ یعنی مجھے تاریکی میں روشنی کا سراغ مل رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں مجھے انسانی دماغ کے تاریک تہ خانوں میں اترنے کا راستہ نظر آتا جا رہا تھا۔

ربی اسفندیار خوشی سے میری پیشانی چومتے تھے، میرے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیتے تھے اور میرا حوصلہ بڑھاتے تھے۔ پھر میں نے اس سلسلے کی آخری مشقوں کا آغاز کیا اور وہ کشفِ سمعی کی مشقیں تھیں۔ کشفِ سمعی کے ذریعے... فضا میں بکھری ہوئی گم گشتہ آوازوں کو سننے کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ میں رات کے پچھلے پہر تین بجے بیدار ہوتی تھی اور اسی باغیچے میں پہنچ جاتی تھی۔ اپنے دونوں کانوں میں روئی ٹھونس لیتی تھی تاکہ بنیادی آواز پر، مجھ تک نہ پہنچ سکیں۔ یوں بھی رات کو یہ عمل ہوتا تھا۔ اس رہائش گاہ کے اطراف دور دور تک کسی گاڑی کو یا کسی غیر متعلقہ شخص کو گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔

اب قوتِ سماعت سے اوروں کے دماغی خیالات کو سننے کی مشق شروع ہو گئی، لیکن سننے کا عمل کانوں سے نہیں تھا، دماغ سے تھا۔ ایک تو میں دُھن کی پکی ہوں — دوسرے ربی اسفندیار جیسی شخصیت نے مجھے سہارا دے رکھا تھا۔ وہ مجھے ہر مشکل وقت میں سنبھال لیتے تھے۔ اس طرح میں ان مشقوں سے بھی گزرنے لگی۔ اس عمل کے دوران میں آوازوں کی ایک نادیدہ اور پُراسرار دنیا میں سفر کرنے لگی۔ کبھی انجانی اور کبھی جانی پہچانی آوازیں میری سماعت تک پہنچتی تھیں، لیکن اس سماعت کا تعلق میرے کانوں سے نہیں، میرے دماغ سے تھا۔ میں اکثر محسوس کرتی کہ عجیب و غریب سحر انگیز آوازیں میرے دماغ کو چھو رہی ہیں اور چھو کر گزر رہی ہیں۔

میں آہستہ آہستہ رازہائے سماعت کے پردے اٹھتے جا رہی تھی۔ کچھ عرصے بعد آوازوں کی بھیڑ چھٹنے لگی۔ وہ انتشار ختم ہونے لگا جو ابتدا میں تھا۔ اب میں ایک ہی وقت میں ایک ہی آواز سننے کی کوشش کرتی تھی اور کامیاب ہو جاتی تھی۔

انسان دانستہ یا نادانستہ اپنی محبوب چیزوں کی طرف جاتا ہے۔ میں بیان کر چکی ہوں، مجھے اتنی بڑی دنیا میں صرف اپنی ماں سے بہت انسیت ہے۔ میں انہیں ماما کہتی ہوں اور اکثر تنہائی میں انہی کو یاد کرتی ہوں۔ ایسی مشقوں کے دوران جب کہ میں ایک وقت میں ایک ہی آواز سننے کی علوی ہوتی جا رہی تھی تو میں نے ماما کی آواز سنی تھی۔ اب مجھے معلوم ہو چکا تھا، اپنے دماغ کے اندر کسی کی آواز کیسے سنی جاتی ہے۔ یہ محض ٹیلی پیتھی پر منحصر نہیں ہے۔ ہر انسان ذرا توجہ سے اپنے کسی عزیز یا محبوب کی کسی پچھلی گفتگو کو یاد کرے تو وہ گفتگو اپنے محبوب کی مخصوص آواز اور لب و لہجے کے ساتھ دماغ میں تازہ ہو جاتی ہے۔

پہلے مجھے یہی گمان گزرا کہ میں اپنی ماما کے لب و لہجے کو یاد کر رہی ہوں مگر ان کی گفتگو پچھلی نہیں تھی۔ وہ اسی لمحے اپنے کمرے میں ڈیڈی سے باتیں کر رہی تھیں۔ مجھے یوں لگا جیسے میں اپنی ماما کا دماغ بن گئی ہوں اور ان کی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ ان کا بیڈ روم نظر آ رہا ہے اور سامنے ڈیڈی غصے سے ٹہل رہے ہیں۔

یہ میرا تصور بھی ہو سکتا تھا۔ ہم میلوں دور رہنے والے کے متعلق سوچتے ہیں تو تصور کی آنکھ سے ہمیں وہی کمرہ اور ان کا وہی انداز نظر آتا ہے جو ہم دیکھ چکے ہوتے ہیں۔ بھلا اس کی تصدیق کیسے ہو سکتی تھی کہ میں امی کے دماغ میں ہوں۔ میں ان کے ذریعے یا دوسرے لفظوں میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے بیڈ روم کا منظر دیکھ رہی ہوں؟

ڈیڈی غصے میں ٹہلتے ہوئے کہہ رہے تھے "میں پوچھتا ہوں، آخر ہماری بیٹی وہاں کیوں رہتی ہے۔ وہ ہماری ہے، اسے ہمارے گھر میں رہنا چاہیے۔ ہمارے ہاں کس چیز کی کمی ہے۔ اس کا نانا صرف تل ابیب کا نہیں بلکہ پورے اسرائیل کا سب سے بڑا امپورٹر ہے۔ میں یہاں انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل ہوں۔ ہمیں کس بات کی کمی ہے۔ کیا ہم اپنی بیٹی کی پرورش نہیں کر سکتے؟"

میری ماما نے نرمی سے جواب دیا "وہ سدا بیمار رہتی تھی۔ جب سے محترم ربی نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا ہے، اسے بیٹی بنایا ہے، وہ صحت مند ہوتی جا رہی ہے۔ میں ماں ہوں، میرا دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ اسے کلیجے سے لگا کر رکھوں لیکن ممتا کا تقاضا یہ بھی ہے کہ بیٹی کی صحت اور خوشگوار زندگی کے لیے قربانیاں دے اور میں اپنی محبت کو قربان کر رہی ہوں۔ اس کے لیے اندر ہی اندر تڑپتی ہوں مگر اس کی خوشی میں خوش ہوں۔"

میرے ڈیڈی نے کہا "کوئی کسی کو یونہی اپنے گھر میں

نہیں رکھتا۔ ہماری بچی جوان ہے۔ اس کا مثالی حسن کسی کی بھی نیت کو ڈانواں ڈول کرسکتا ہے۔"

ماما نے غصّے سے کہا۔ "زبان سنبھال کر بات کریں۔ کیا آپ محترم ربی پر گھٹیا انداز میں شبہ کرنے کی جرأت کررہے ہیں؟"

"اس میں جرأت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ آخر محترم ربی ایک انسان ہیں۔"

"اس سے آگے ایک لفظ نہ کہنا۔ میں جانتی ہوں، تمہارا کوئی ایمان، کوئی مذہب نہیں ہے۔ پہلے تم مسلمان تھے۔ پھر عیسائی بن گئے اور اب یہودی بن کر اتنے عرصے سے زندگی گزار رہے ہو مگر تمہارا دل دماغ نہ کسی خدا کو مانتا ہے نہ کسی پیغمبر کو۔ پھر تم کسی مذہب کو کیا مانو گے اور جب نہیں مانو گے تو کسی بھی مذہب کے بزرگ کی عزت کیسے کرسکو گے؟"

"میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔ ایک بات کہہ دیتا ہوں، مجھے اپنی بیٹی چاہیے۔ یہ اتنا بڑا گھر اس کے بغیر ویران ہے۔"

"ہمارا اور بھی ایک بیٹا ہے، ایک بیٹی ہے۔"

"ہونے سے کیا ہوتا ہے، جو چیز گم ہوجاتی ہے اسی کی جستجو ہوتی ہے۔ اسی کے لیے دل تڑپتا ہے۔"

میں کشف سمعی کی قوتوں سے یہ باتیں سن رہی تھی مگر پھر بھی یقین نہیں تھا کہ اس لمحے میری ماما ڈیڈی کے ساتھ اپنے کمرے میں ہیں اور وہ دونوں مجھے موضوع بنا کر بحث کررہے ہیں۔

میں تصدیق کرنا چاہتی تھی۔ وہ اسی شہر میں تھے مگر مجھ سے بہت دور تھے۔ میں وہاں جاکر دیکھ نہیں سکتی تھی۔ البتہ اپنے قریب رہنے والوں کو کشف سمعی کے ذریعے آزما سکتی تھی۔ پھر میں نے آزمانا شروع کیا۔

میں نے شمع کی جلتی ہوئی لَو کا تصور کیا۔ وہ لَو میری نگاہوں کے سامنے سُلگنے لگی۔ پھر میں نے ربی اسفندیار کا تصور کیا۔ ان کا چہرہ اس جلتی ہوئی لَو کے درمیان نظر آنے لگا۔ میں نے چہرے سے قطع نظر ان کی آنکھوں کو توجہ سے دیکھا۔ اب شمع کی جلتی ہوئی لَو پر صرف ان کی دو آنکھیں نظر آئیں۔ مجھے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا حوصلہ تھا۔ میری نظریں ان کی خیالی نظروں سے ٹکرانے لگیں۔ اس کے بعد میں نے ان کی آواز اور ان کے لب و لہجے کو اندرونی سماعت سے سُننے کی کوشش کی اور پلک جھپکتے ہی کامیاب ہوگئی۔

میں نے دیکھا، ربی اسفندیار کچھ بے چین ہوگئے تھے۔ خلا میں گھورتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ "میں نے اپنے دماغ کا دروازہ کھول دیا ہے۔ مجھے بتاؤ کون ہو؟ فرہاد تم ہو؟ رسونتی تم ہو؟"

محترم ربی کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی لہریں نہیں پہنچ سکتیں۔ وہ سانس روک لیتے ہیں۔ اس وقت انھوں نے دماغ کو کھلا چھوڑ دیا تھا۔ اسی لیے میں ان کی باتیں سُن رہی تھی، لیکن یہ بھی تو میرا تصور ہوسکتا تھا۔

میں خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہتی تھی۔ میں نے آزمانے کے لیے کہا۔ "میں شیبا بول رہی ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر اپنی جگہ سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔ "شیبا؟"

"ہاں، میں شیبا ہوں۔ ابھی جانے کیوں خوش فہمی میں مبتلا ہورہی ہوں۔ آزمانا چاہتی ہوں۔ یہ خوش فہمی ہے یا حقیقت؟ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ محترم ربی کی آواز اور لب و لہجے کو پوری توجہ سے اپنی گرفت میں لے کر ان کے پاس پہنچ سکتی ہوں یا نہیں اور اگر پہنچ رہی ہوں تو میں محترم بزرگ سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اپنا دماغ میرے لیے کھلا رکھیں اور وہاں سے اُٹھ کر میرے پاس چلے آئیں۔"

میں نے دیکھا۔ محترم ربی تذبذب میں تھے۔ سوچ رہے تھے۔ "کیا مجھے فریب دیا جارہا ہے؟ کیا فرہاد اور رسونتی کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ — یا میری شیبا ہے؟"

وہ یک بیک اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ "ہاں شیبا ہوسکتی ہے۔ کیوں نہیں ہوسکتی؟ وہ تیزی سے کامیابیاں حاصل کرتی جارہی ہے۔ ایسا ہوسکتا ہے، مجھے اس کے پاس جانا چاہیے۔"

ربی اپنے روحانی عمل سے ساری دنیا کو سحر زدہ کرسکتے ہیں لیکن خود کسی سے سحر زدہ نہیں ہوسکتے۔ مگر میں نے دیکھا، اس لمحے ان پر ایسی ہی کیفیت طاری تھی جیسے میں نے سحر پھونک دیا ہو۔ وہ بے اختیار وہاں سے چلتے ہوئے اپنے کمرے سے نکل کر مختلف کمروں اور راہداریوں سے گزرتے ہوئے محل نما کوٹھی کے باہر آگئے تھے۔

میری آنکھیں بند تھیں۔ میں شمال کی طرف رُخ کیے بیٹھی ہوئی تھی۔ مقناطیسی لہریں میرے دماغ کو چھو رہی تھیں۔ اور سوچ کی لہریں محترم ربی کے دماغ تک پہنچ رہی تھیں۔ حالانکہ ابھی تصدیق نہیں ہوئی تھی۔ ویسے میں انہیں اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنے خوب صورت ماحیچے کی روشوں سے گزرتے ہوئے میرے پیچھے آکر کھڑے ہوگئے تھے۔

انھوں نے چند لمحوں تک مجھے دیکھا، انتظار کیا، پھر وہاں سے ہٹ کر سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ میں آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ دماغ نے کہا، آنکھیں کھول دو۔ بند آنکھوں کا سپنا کھلی آنکھیں پورا کردیں گی اور جو سپنا پورا ہوجائے اپنے معمول کو اپنی طرف کھینچ لائے، وہ سپنا نہیں ہوتا، ٹیلی پیتھی کی لہریں ہوتی ہیں۔

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر ایک دم سے گڑبڑا گئی۔ ربی اسفندیار میرے سامنے کھڑے ہوئے مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ میرے سامنے دوزانو ہوگئے۔ میں نے پوچھا۔ "محترم ربی! کیا یہ سب کچھ خواب ہے؟"

"بیٹی! کیسا خواب؟"

"آپ مجھے اتنا بتادیں، اپنی مرضی سے آئے ہیں یا میں نے آپ کو بلایا ہے؟"

وہ مجھے بڑی پُرامید نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔ "میں نے اپنے دماغ میں اجنبی سوچ کی لہریں محسوس کیں۔ میں چاہتا تو سانس روک کر ان لہروں کو واپس کردیتا مگر میں نے پوچھا تھا، میرے دماغ میں کون ہے۔ فرہاد ہے یا رسونتی؟ مگر مجھے جو جواب ملا، اس کی توقع نہیں کرسکتا تھا۔ مجھے تمہاری آواز، تمہارا لب و لہجہ سنائی دیا۔ اسی لب و لہجے میں جواب ملا کہ شیبا بول رہی ہے۔"

میں نے ہاں، ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "میں نے ابھی یہی کچھ سُنا تھا۔ اپنی اندرونی سماعت سے سنا تھا۔ آپ پوچھ رہے تھے کون ہے۔ فرہاد ہے یا رسونتی ہے اور میں نے جواب میں اپنا نام بتایا تھا۔"

"بیٹی! پھر تم نے اس کے بعد کیا کہا تھا؟"

"میں خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہتی۔ میں خود کو آزما رہی ہوں۔ میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ میری سوچ کی لہریں آپ تک پہنچ رہی ہیں تو آپ وہاں سے چل کر میرے پاس آجائیں تاکہ تصدیق ہوسکے۔"

"ہاں، ہاں بیٹے! بالکل یہی بات میں نے اپنے دماغ میں سُنی اور میں یہاں چلا آیا۔ اوہ میرے ربِ عظیم! یہ تو کمال ہوگیا۔ میری بچی! پھر اپنی صلاحیتوں کو آزماؤ۔ میرے دماغ تک پہنچو۔ ہم زبان سے نہیں، سوچ کے ذریعے گفتگو کریں گے۔"

میں نے آنکھیں بند کرلیں، اسی طرح محترم ربی کا تصور کیا۔ اُن کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لیا، پھر پوچھا۔ "کیا آپ اپنے دماغ میں میری آواز سُن رہے ہیں؟"

انھوں نے پوچھا۔ "بیٹی! کیا تم نے ابھی مجھ سے پوچھا ہے کہ میں اپنے دماغ میں تمہاری آواز سن رہا ہوں؟"

"جی ہاں میں نے ابھی یہی پوچھا تھا۔"

وہ خوش ہوکر بولے۔ "اوہ خدایا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ بیٹی تم کچھ اور پوچھو۔"

میں سوچ کے ذریعے پوچھتی گئی۔ وہ زبان کے ذریعے تصدیق کرتے گئے۔ پھر تو انھوں نے فرطِ مسرّت سے میرے دونوں بازوؤں کو بڑی نرمی سے تھام کر گھاس پر سے اٹھایا۔ میں ان کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ انھوں نے میرے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا، پھر فرطِ مسرّت سے میری پیشانی کو چوم لیا۔ مجھے دُعائیں دینے لگے۔ اب سے پہلے شاید ہی انہیں کسی نے مسکراتے دیکھا ہو۔ ان کے چہرے پر ایک ایسا رعب اور دبدبہ ہوتا تھا کہ نظریں جھک جاتی تھیں۔ اگرچہ وہ نرمی سے گفتگو کرتے تھے لیکن کبھی مسکراتے نہیں تھے۔ اس وقت میں نے انہیں خوشی سے بے حال دیکھا، جیسے ان کے اندر مسرّتوں کی آندھی چل رہی ہو۔ اور وہ تنکے کی طرح اڑنے سے خود کو بچا رہے ہوں۔ انھوں نے بڑے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "میری بچی! اندر چلو۔"

توجہ کیجیے

اُن کے لیے جو دستِ شناسی کے فن کی تہہ میں اُترنا چاہتے ہیں

دستِ شناسی کے نئے رُخ

- فرسودہ اور پُرانی کتابوں سے بالکل مختلف
- ماضی حال اور مستقبل کی اسرار کشا
- دنیا کے عظیم پامسٹوں کی تازہ ریسرچ کا نچوڑ

اور ساتھ میں

دستِ شناسی کی لُغت

جس کے ذریعے کوئی بھی اپنے ہاتھ کو فوراً پڑھ سکتا ہے

قیمت:- ۱۲ روپے ڈاک خرچ ۱۰/-

مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

میں ان کے حکم کے مطابق جانے سے پہلے سر جھکا کر ایک طرف ہٹ گئی تاکہ آگے وہ جائیں، پیچھے میں چلوں۔ ہمارے ربی کے آگے کوئی نہیں چلتا، سب ان کے پیچھے سائے کی طرح چلتے ہیں۔ اس بار انھوں نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "آگے چلو۔"

میں اُن کے حکم سے انکار نہ کر سکی اور آگے آگے چلنے لگی۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا، ان کا ہاتھ صرف میرے شانے پر نہیں بلکہ پورے وجود پر چھایا ہوا ہے۔ وہ مجھے سایہ دے رہے ہیں۔ جیسے میں بیمار ہوں، مجھے ہوا لگے۔ میں حسن کمال ہوں، کسی کی نظر نہ لگے۔ میں طویل مسافتوں کی ایک تنہا مسافر ہوں، مجھے دھوپ نہ لگے۔

وہ مجھے بڑی شفقت سے اندر لے آئے۔ ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر میرے سامنے بیٹھ کر میرے ایک ہاتھ کو تھام کر کہنے لگے۔ "آج سے تمہاری آزمائشوں کا دور شروع ہو رہا ہے۔ تم کس قدر محبِ وطن ہو، اپنی قوم کے لیے، اپنے وطن کے لیے کتنی قربانیاں دے سکتی ہو؟"

میں نے سر جھکا کر کہا: "اے بزرگ، عظیم تر پیشوائے یہود! اے محترم ربی! آپ کی روحانی عظمتوں سے ہمارے ملک اور قوم کا وقار قائم ہے۔ میں آپ کے لیے جان دوں گی تو گویا اپنے ملک اور قوم کے لیے قربانیاں دوں گی۔ آپ اسی لمحے یا کسی بھی لمحے حکم دے سکتے ہیں۔ آپ کی شان ہے حکم دینا۔ میرا فرض ہے جان دینا۔"

"شاباش بیٹی! میں پہلے ہی تخویبی عمل کے ذریعے معلوم کر چکا ہوں، تم بہت ہی فرماں بردار ہو۔ اپنے ملک اور قوم کے لیے کسی بھی وقت جان کی بازی لگا سکتی ہو۔ میری بے انتہا عزت کرتی ہو۔ میری خاطر سب کچھ قربان کر سکتی ہو لیکن بیٹے، ہماری دنیا میں انسان کی سوچ کو، اس کے مزاج کو، اس کی محبت اور وفاؤں کو بدل دینے کے لیے کئی ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً کسی طرح سے بزنس واش کیا جاتا ہے۔ آج تمہارے دل اور دماغ میں ہمارے لیے جو محبت اور وفائیں ہیں، انھیں یہ آسانی دھویا جا سکتا ہے۔ تمہیں سب سے زیادہ خطرہ فرہاد اور رسوتی کی طرف سے ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں۔ ایک میدانِ جنگ میں دو مخالف سپاہی نہیں رہ سکتے۔ میدان مارنے کے لیے وہ ایک دوسرے کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ نتیجے میں ایک ختم ہوتا ہے، دوسرا باقی رہ جاتا ہے۔ فرہاد اور رسوتی مجھے ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"میرا پہلا مشورہ ہے، تم فی الحال کسی ایسے میدان میں نہ آنا جہاں ان دونوں سے ٹکرانے کا ذرا بھی امکان ہو۔"

"میں نہیں آؤں گی، وہ ضرور آئیں گے۔"

"میرا دوسرا مشورہ ہے، تیل پتھی کے علم کو ہمیشہ راز میں رکھو۔ اگر تم چاہو تو میرے اور تمہارے سوا کسی تیسری ہستی کو اس کا علم نہیں ہو سکے گا۔"

"کیا یہ ممکن ہے؟"

"اگر تم قوتِ ارادی سے کام لو تو ممکن ہے۔ تخویبی عمل کے دوران مجھے معلوم ہوا کہ تم اپنی ماما کو بہت چاہتی ہو۔ شاید دنیا میں ماں سے زیادہ عزیز ہستی تمہارے لیے کوئی نہیں ہے۔ تم ان سے بھی یہ علم چھپا سکتی ہو۔"

میں نے شدید حیرانی سے پوچھا: "کیا اپنی ماما سے بھی؟"

"ہاں بیٹی! میری بات کو یوں سمجھو کہ محبت اور وفا اپنوں کے لیے ہوتی ہے اور جو اپنے عزیز ترین ہوتے ہیں، ان کے لیے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ہم ان سے کوئی بات نہیں چھپاتے، لیکن ایسی کوئی بات جو سب کی فلاح و بہبود کے لیے ہو اور اپنی عزیز ترین ہستی کے لیے بھی لازمی ہو تو ایسی حالت میں ہمیں وہ بات چھپانا چاہیے۔"

"میں اگر ماما کو کہہ دوں تو وہ کسی کو نہیں بتائیں گی۔"

"مجھے معلوم ہے تمہاری ماما اپنے باپ کو بہت چاہتی ہیں۔ تمہارے نانا سے بہت محبت کرتی ہیں۔ تم کہو تو تمہارے سامنے ماما پر تخویبی عمل کروں اور ان کے دل کی بات ان کی زبان پر لے آؤں۔ وہ بھی یہی کہیں گی۔ اگر وہ اپنی کوئی بات اپنے باپ کو نہ بتائیں گی تو وہ کسی دوسرے کو نہیں بتائیں گے؟ اسی طرح محبت اور اعتماد کا سلسلہ آگے بڑھتا جاتا ہے۔ ہر شخص اپنے چاہنے والے کے متعلق یہی سوچتا ہے کہ وہ کسی اور کو وہ بات نہیں بتائے گا۔ یعنی تمہاری بات کا یہ سلسلہ چلے گا، وہ تمہاری ماں، تمہارے نانا سے ہوتا ہوا جانے کہاں سے کہاں تک پہنچے گا۔"

"کیا ہم اپنے اعلیٰ حکام کو بھی نہیں بتائیں گے؟"

"میں نے کہا، کسی کو نہیں بتائیں گے۔ حکام بدلتے رہتے ہیں۔ یہ ملک ایک ہی رہے گا لیکن جانے کیسے کیسے حکمراں آئیں گے۔ ان کی پالیسیاں بدلتی رہیں گی۔"

"میرا علم اپنے ملک اور قوم کے کام کس طرح آئے گا؟"

"میں طریقہ کار بتاتا رہوں گا، تم اس پر عمل کرتی رہو گی پھر دیکھو گی، کس طرح گمنام رہ کر ملک و قوم کی خدمت کرتی ہو۔"

مجھے اپنے ربی پر اتنا اعتماد تھا جتنا کسی پر نہیں ہو سکتا۔ انھوں نے پہلا مشورہ دیا: "مجھے کبھی فرہاد اور رسوتی سے ٹکرانا نہیں چاہیے۔ ان سے بچ کر رہنا چاہیے اور اپنا کام کرتے رہنا چاہیے۔"

انھوں نے دوسرا مشورہ دیا: "اپنے اس علم کو ہمیشہ راز میں رکھوں۔" میں دیکھنا چاہتی تھی کہ ان کے تعاون سے یہ کب تک راز میں رہ سکتا ہے۔

انھوں نے تیسرا مشورہ دیا: "میں براہِ راست کبھی کسی کے دماغ میں پہنچ کر اپنی آواز اور لب و لہجہ نہ سناؤں۔ ہو سکتا ہے کبھی ایسے شخص کے دماغ میں پہنچ جاؤں جہاں پہلے سے فرہاد اور رسوتی موجود ہوں تو میں ان کی گرفت میں آ جاؤں گی لہٰذا ابتدا ہی سے احتیاطی تدابیر کر لینا چاہئیں۔

انھوں نے بہت غور و خوض کے بعد یہی فیصلہ کیا کہ مجھے کمپیوٹر کے ذریعے دوسروں سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔ اب کمپیوٹر کا مسئلہ ہمارے سامنے آیا کہ ہم یہ کس طرح حاصل کریں؟ کس سے حاصل کریں اور جس سے بھی حاصل کریں گے، وہ ہمارا راز دار ضرور رہے گا۔ ہمارے ملک میں خاص سرکاری شعبوں میں کمپیوٹر استعمال کیا جاتا ہے۔ نیویارک کی ایک بہت بڑی کمپنی خاص قسم کے کمپیوٹر ہمارے ہاں بھیجتی ہے۔ اس کے علاوہ کئی ایسی کمپنیاں ہیں جو کمپیوٹر کے سامان امپورٹ کرتی ہیں اور انھیں یہاں اسمبل کیا جاتا ہے۔

یہ ساری کمپنیاں یہودیوں کی ہیں۔ یہ سب ربی اسفندیار سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں۔ ربی نے ان کے متعلق میرے ذریعے معلومات حاصل کیں۔ ان کی آوازیں سنائیں۔ میں اُن کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر ایک ایک کمپنی کے مالک کے دماغ میں پہنچتی تھی اور اس کے متعلق معلومات حاصل کرتی تھی۔ پھر ربی کو پوری رپورٹ سناتی تھی۔ ان میں سے ایک کمپنی کے مالک کا نام ہیرالڈ تھا۔ وہ مالک ہونے کے ساتھ تجربہ کار مکینک بھی تھا۔ ریڈیو، ٹی وی، ٹرانسمیٹر اور کمپیوٹر کی ٹیکنک اور ان کی باریکیوں کو خوب سمجھتا تھا بلکہ ہمارے ملک کی افواج کے لیے ایسے کمپیوٹر تیار کر رہا تھا جو کمپیوٹر کے ساتھ ٹرانسمیٹر بھی تھے۔ چونکہ وہ ہمارے ملک کے لیے ایک اہم فرض انجام دے رہا تھا، اس لیے بزنس مین ہونے کے علاوہ وہ ہمارے ملک کا راز دار بھی تھا۔ اس ناتے سے وہ ربی اسفندیار کے زیرِ اثر تھا۔ اس کمپنی کے دو بھائی حصے دار تھے۔ ایک کا نام ہیرالڈ اور دوسرے کا جیرالڈ تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا، جیرالڈ سازش کے ذریعے پوری کمپنی کا مالک بننا چاہتا تھا۔ اس کے لیے ہیرالڈ کو راستے سے ہٹانا ضروری تھا۔ راستے سے ہٹانے کا مطلب یہی تھا کہ اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔

ربی اسفندیار نے ہیرالڈ کو بلا کر پوچھا: "تم اپنے بھائی پر کس حد تک بھروسا کرتے ہو؟"

"جتنا میں اپنے آپ پر کرتا ہوں۔"

"کیا تم کبھی اس پر شبہ کر سکتے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔"

"اگر وہ تمہاری جان لینا چاہے اور اس کا ثبوت فراہم کر دیا جائے تو؟"

ہیرالڈ نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ انھوں نے پوچھا: "کیا تمہیں اپنے ربی کی زبان پر بھی یقین نہیں ہے؟"

اس نے سر جھکا کر ادب سے کہا: "آپ کے لیے جان بھی حاضر ہے۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ آپ کسی معاملے میں کوئی غلط بات کہہ سکتے ہیں۔ اگر آپ میرے بھائی پر شبہ کرتے ہیں تو میں بھی شبہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ صرف اس لیے کہ آپ محترم ہیں، قابلِ اعتماد ہیں۔"

"صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ اپنی آنکھوں سے تماشا دیکھ لو، اس کے بعد مجھے اور زیادہ محترم اور قابلِ اعتماد سمجھو گے۔"

"بھائی پر اعتماد خواہ کتنا ہی مستحکم کیوں نہ ہو، ثبوت ملنے پر وہ متزلزل ہو جاتا ہے۔"

"ہاں ثبوت ملے گا اور کل صبح ملے گا۔ کیا تم علی الصبح اٹھنے کے عادی نہیں ہو؟"

"جی ہاں، میں گھر میں سب سے پہلے اٹھتا ہوں اور دو میل تک پیدل چلتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے، میں دل کا مریض ہوں۔ ڈاکٹر نے مجھے صبح جلد اٹھنے اور دو میل تک چلنے کے لیے کہا ہے۔"

"جب تم دو میل پیدل چل کر واپس آتے ہو تو تمہارے لیے ایک گلاس دودھ تیار رہتا ہے، تم اسے پیتے ہو۔"

"جی ہاں، یہ میری عادت ہے۔"

"کل صبح یہی عادت تمہاری جان لے لے گی۔"

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر ربی کو دیکھا۔

انھوں نے کہا: "تمہارے ہاں جس ڈیری فارم سے دودھ آتا ہے، اس فارم میں تمہارا بھائی جیرالڈ حصے دار ہے۔"

"جی ہاں، وہ اپنا کاروبار پھیلانے کے چکر میں رہتا ہے۔"

"اور اس چکر میں بھی ہے کہ تمہارا یہ کمپیوٹر والا تمام

کاروبار اس کی مٹھی میں آجائے اور تم راستے سے ہٹ جاؤ۔ کل جو دودھ کی بوتل تمہارے دروازے پر رکھی جائے گی، اس میں زہر ملا ہوگا۔ تمہاری بیوی کو بھی اس کا علم نہیں ہوگا۔ وہ بے چاری اسے گرم کرے گی اور تمہارے لیے گلاس میں ڈال کر تمہارے کمرے میں لے جا کر رکھ دے گی۔"

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس دودھ میں میرا بھائی حیر الڈ زہر ملائے گا؟"

"میں یہی کہہ رہا ہوں۔"

"محترم ربی! میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں۔ میں یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ آپ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ حالاں کہ ابھی دودھ میں زہر نہیں ملایا گیا ہے۔ آپ بڑے عالم ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے، کئی بار آپ کی پیشن گوئیاں درست ثابت ہوئی ہیں، لیکن مجھے یقین ہونا چاہیے کہ دودھ میں زہر ملانے والا میرا بھائی ہے۔"

"یہ بھی یقین ہو جائے گا۔ جب تم دو میل کا چکر لگانے جاؤ تو واپسی میں اپنے بھائی کو ساتھ لیتے ہوئے آنا۔ اپنے کمرے میں لا کر بٹھانا اور اُسے وہی دودھ پینے کے لیے کہنا۔"

"میں سمجھ گیا، اگر اس نے زہر ملایا ہوگا تو وہ دودھ پینے سے انکار کرے گا۔ ورنہ اسے دودھ پینے پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔"

"میرے بچے! تم ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ اب جاؤ اور جو کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔"

وہ چلا گیا۔ ربی نے مجھ سے کہا: "تم اس کی نگرانی کرو گی۔ دونوں بھائیوں کے درمیان وہی چکر چلاؤ گی جو میں تمہیں سمجھا چکا ہوں۔"

میں حیر الڈ کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے بھائی کے خلاف بھڑکانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے دماغ میں خود ہی سازشیں پکتی رہتی تھیں لیکن وہ ڈرتا تھا کہیں پکڑا نہ جائے۔ میں نے اس کے دماغ میں رہ کر اسے حوصلہ دیا۔ اس کی سوچ میں کہتی رہی کہ اُسے کون سا طریقۂ کار اختیار کرنا چاہیے جس گاڑی میں دودھ سپلائی کیا جاتا تھا، اس گاڑی کا ڈرائیور حیر الڈ کا خاص آدمی تھا۔ اس نے ڈرائیور کو نوٹوں کی ایک بھاری گڈی دی اور اُسے ہمراز بنا لیا۔ تمام گھروں میں سپلائی کیے جانے والے دودھ کی بوتلیں ایک ہی سائز اور ایک ہی ڈیزائن کی تھیں۔ ایک بوتل کے دودھ میں زہر ملانے کے بعد حیر الڈ نے اسے ڈرائیور کے حوالے کر دیا اور کہا: "اسے اپنے پاس ہی رکھو گے اور کل صبح ہیر الڈ کے دروازے پر رکھ کر چلے جاؤ گے۔"

ہیر الڈ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ وہ اپنی بیوی اور خادمہ کے ساتھ ایک مکان میں رہتا تھا۔ بیوی کو چائے پینے کی عادت نہیں تھی اور نہ مجرد ملازمہ صبح نو بجے آکر گھر کا کام سنبھالتی تھی۔ لہٰذا یہ سوچا نہیں جا سکتا تھا کہ اس بوتل کے دودھ کو گھر کا کوئی دوسرا فرد استعمال کر سکتا ہے۔

مختصر یہ کہ ہیر الڈ مارننگ واک کے لیے نکلا تو سیدھا حیر الڈ کے پاس پہنچا۔ اُدھر حیر الڈ بھی بے چین تھا۔ اپنی سازش کا نتیجہ دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے صبح اٹھ کر باغیچے میں ٹہل رہا تھا۔ بھائی کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ ہیر الڈ نے کہا: "حیر الڈ! ذرا میرے ساتھ گھر چلو۔ آج میں کاروبار کے سلسلے میں ایک اہم فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے پریشان ہو کر کہا: "اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ آپ گھر چلیں۔ میں آجاؤں گا۔"

"نہیں، میں چاہتا ہوں تم ابھی میرے ساتھ چلو۔"

ہیر الڈ نے اصرار کیا۔ وہ اس کے ساتھ گھر آنے پر مجبور ہو گیا۔ باہر دروازے کے پاس دودھ کی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ حیر الڈ نے حیرانی سے پوچھا: "کیا بات ہے، یہ بوتل ابھی تک رکھی ہوئی ہے۔ یہاں سے کسی نے اٹھایا نہیں ہے؟"

ہیر الڈ نے بوتل کو اٹھاتے ہوئے کہا: "آج گھر میں کوئی نہیں ہے۔ میں نے اپنی بیوی کو میکے بھیج دیا ہے۔"

اس نے دروازے کو کھولا۔ پھر دونوں بھائی ایک کمرے میں پہنچے۔ ہیر الڈ نے دودھ کی بوتل سینٹر ٹیبل پر رکھ دی۔ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا: "آؤ بیٹھو اور یہ دیکھو کہ میں تمہارے سامنے ہی یہ بوتل اٹھا کر یہاں لایا ہوں۔ اسے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔"

حیر الڈ نے پریشان ہو کر پوچھا: "آپ بوتل کا ذکر کیوں کر رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ یہ تمہارے ہی ڈیری فارم سے آئی ہے اسے تم پی لو۔"

"میں صبح دودھ نہیں پیتا۔"

"میرے کہنے سے دو چار گھونٹ ہی پی لو۔"

"آپ مجھے یہ پلانا کیوں چاہتے ہیں؟"

"بھئی تم میرے گھر آئے ہو۔ میں تمہیں میں جا کر تمہارے لیے چائے نہیں بنا سکتا۔ ہم دونوں بھائی اسے آدھا آدھا بانٹ کر پی لیں گے۔ میں گلاس لے کر آتا ہوں۔"

وہ اٹھنے لگا۔ اس سے پہلے ہی حیر الڈ نے اٹھ کر کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کہہ دیا ہے، میں دودھ نہیں پیوں گا۔"

"حیر الڈ تم تو یوں انکار کر رہے ہو جیسے میں تمہیں دودھ نہیں، زہر پلا رہا ہوں۔"

"آپ مجھے کاروبار کے متعلق گفتگو کرنے کیلئے بلا کر لائے ہیں یا دودھ پلانے؟"

"پہلے ہم دودھ پئیں گے۔ پھر باتیں کریں گے۔"

"میں صرف باتیں کروں گا۔"

"گویا تم دودھ پینے سے انکار کر رہے ہو۔"

"ہاں، انکار کر رہا ہوں۔"

"کیا اس میں زہر ملا ہوا ہے؟"

"میں کیا جانوں، اس میں کیا ہے۔ میں آپ کے ساتھ اپنے گھر سے آیا ہوں۔ مجھے کیا معلوم کہ اس میں کس نے کیا ملایا ہے؟"

"اس میں تم نے زہر ملایا ہے۔ تمہارا ڈرائیور اسے یہاں رکھ کر گیا ہے۔ وہ تمہارا رازدار ہے۔"

"آپ بکواس کر رہے ہیں۔"

"اگر یہ بکواس ہے تو اسے پی کر دکھاؤ۔"

حیر الڈ نے اپنے بھائی کو گھور کر دیکھا۔ پھر بوتل کو اٹھا لیا جیسے دودھ پینے جا رہا ہو۔ لیکن اچانک ہی اس نے بوتل کو دیوار سے دے مارا۔ وہ ایک چھناکے سے ٹوٹ گئی۔ دودھ کچھ تو دیوار پر پھیل گیا۔ باقی فرش پر پھیل کر ایک طرف بہنے لگا۔ ہیر الڈ نے تلخ لہجے میں کہا: "شکر ہے یہ میرے بھائی! تم نے اپنے دشمن ہونے کا مکمل ثبوت فراہم کر دیا۔ اب یہاں سے جاؤ، میں تمہارا انتظام کروں گا۔"

"آپ میرا کیا انتظام کریں گے۔ آپ کے دل میں پہلے سے کھوٹ ہے۔ آپ تمام کاروبار کے اکیلے مالک بننا چاہتے ہیں اور مجھ پر الزام رکھ رہے ہیں کہ آپ کو زہریلا دودھ پلانے والا تھا۔ کیا ثبوت ہے آپ کے پاس؟"

"زیادہ بکواس نہ کرو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ آئندہ جو ہونے والا ہے، وہ تمہارے سامنے آئے گا۔"

وہ غصہ دکھاتے ہوئے چلا گیا۔ میں ہیر الڈ کے دماغ کو پڑھ رہی تھی۔ اب وہ ربی اسفندیار کا اور زیادہ مرید ہو گیا تھا۔ اس کی عقیدت اور بڑھ گئی تھی۔ وہ دل و جان سے ربی کے قدموں میں آکر جھک گیا۔ ایسی صورت میں وہ ہمارا انکار کیسے کرتا؟

ربی اسفندیار نے گمبھیر لہجے میں کہا: "ہیر الڈ! اگر تم وہ دودھ پی لیتے تو ابھی میرے روبرو نہ ہوتے۔"

اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا: "میں تسلیم کرتا ہوں، آپ نے مجھے نئی زندگی دی ہے۔"

"کیا تم یہ نئی زندگی میرے لیے وقف کر سکتے ہو؟"

"میرا رُواں رُواں آپ کا احسان مند ہے۔ آپ حکم دیجیے، میں ابھی جان دے سکتا ہوں۔ آپ کے لیے جان دینا باعثِ نجات ہوگا جب کہ وہ زہر میرے لیے حرامِ موت کا باعث بنتا۔"

"اگر میں اپنے ایک ایسے منصوبے میں تمہیں شریک کروں جس کا علم ہماری حکومت کو بھی نہیں ہے تو کیا تم شریک ہونا پسند کرو گے؟"

"محترم ربی! میں یقین نہیں کر سکتا کہ آپ کا کوئی منصوبہ اپنی حکومت کے خلاف ہو سکتا ہے۔"

"شاباش! تم مجھے درست سمجھ رہے ہو لیکن بعض ایسے منصوبے ہوتے ہیں جو ہم کسی حکمراں کو نہیں بتا سکتے۔ اگر آئندہ آنے والے حکمراں کی پالیسیاں تبدیل ہو جائیں تو وہی باتیں ہمارے لیے نقصان کا باعث بن سکتی ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں سمجھاتا ہوں۔ ہم ایسا ایک منصوبہ ترتیب دے چکے ہیں جس میں تمہاری ضرورت ہے۔ اس منصوبے کے مطابق ہم بڑی رازداری سے اپنے ملک اور قوم کا تحفظ کرتے رہیں گے۔ یہ ایسا منصوبہ ہے جس کے ذریعے ہم بڑی طاقتوں کو اپنے سامنے جھکا سکتے ہیں لیکن اس کا علم ہمارے سیاست دانوں اور حکمرانوں کو نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی کسی سپر پاور کی طرف جا کر ہمارا راز فاش کر سکتا ہے۔"

"محترم ربی! آپ بہتر جانتے ہیں۔ آپ حکم دیجیے، میں عمل کروں گا اور وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کا راز میرے سینے میں ہمیشہ دفن رہے گا۔ میری جان جائے گی مگر زبان قائم رہے گی۔"

ربی نے ہاتھ اٹھا کر اسے دعائیں دیں۔ پھر بڑی تفصیل سے میرے ٹیلی پیتھی کے علم کے متعلق بتایا۔ ہیر الڈ حیرانی سے میرا منہ تکتا رہا اور ربی کی باتیں سنتا رہا۔ جب اس سے پوچھا گیا کیا وہ اس سلسلے میں کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر ہمارے لیے مہیا کر سکتا ہے تو اس نے کہا: "میں ایسا کروں گا۔ اگرچہ آپ رازداری سے کام لے رہے ہیں لیکن یہ ہمارے ملک اور قوم کے مفاد میں ہے۔"

ربی اسفندیار نے کہا: "لیکن جو کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر تم ہماری

افواج کے لیے تیار کرتے ہو، ہمارے لیے اس سے مختلف کمپیوٹر تیار کرو گے تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو کہ ہیرالڈ کی کمپنی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے لیے اسے تیار کر رہی ہے۔"

"محترم ربی! میں نے ایک چھوٹے سے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کا ڈیزائن تیار کیا ہے۔ سوچ رہا تھا کہ اسی دن حکومت کے سامنے پیش کروں گا۔ اب آپ نے یہ منصوبہ بنایا ہے تو اس کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کا ڈیزائن آپ کے لیے وقف کرتا ہوں۔ میں جلد سے جلد اسے تیار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "مسٹر ہیرالڈ! کیا تم میرا لب و لہجہ اپنے دماغ میں محسوس کر رہے ہو؟"

اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ میں بھی گہری سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر میں نے زبان سے کہا۔ "ہاں، اس وقت میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بول رہی ہوں۔ اب میں چپ رہتی ہوں لیکن تم میری آواز اور لب و لہجے کو اپنے دماغ میں سنتے رہو گے۔"

دوسرے ہی لمحے اس نے پھر میری آواز اپنے دماغ میں سُنی۔ میں نے کہا۔ "تم ہمارے وفادار رہو گے، اس کا ہمیں یقین ہے لیکن احتیاطاً وارننگ دیتی ہوں کہ میں ہمیشہ تمہارے دماغ میں موجود رہوں گی۔ تم کبھی اپنی بیوی سے، اپنے گھر کی دیواروں سے حتیٰ کہ اپنے سائے تک سے ہمارے راز کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکو گے۔ اگر کبھی ہماری مخالفت میں کسی کے سامنے زبان کھولنا چاہو گے تو اس سے پہلے ہی ہمیشہ کی نیند سُلا دیے جاؤ گے۔"

"میں سمجھتا ہوں ٹیلی پیتھی کیا چیز ہے۔"

"بے شک تم سمجھتے ہو۔ تم نے رسوتی اور فرہاد کے بہتیرے کارنامے سُنے ہوں گے لیکن ایک کارنامہ اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ آج شام تک تمہارا بھائی مجیر الڈ سمندر میں ٹوننگ کے لیے جائے گا۔ پھر وہاں سے واپس نہیں آئے گا۔ تمہارے راستے کا کانٹا صاف ہو جائے گا۔ پھر تم اس کمپنی کے واحد مالک ہو جاؤ گے۔ اس طرح ہمارے مخصوص کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر پروڈکشن کا علم کسی اور کو نہیں ہو سکے گا۔"

ایک تو وہ ربی اسفندیار کا بہت ہی عقیدت مند تھا، احسان مند بھی تھا۔ دوسرے وہ میری ٹیلی پیتھی سے خوف زدہ تھا۔ ہم اس کی طرف سے مطمئن ہو گئے۔ وہ ہمارے لیے ایک مخصوص کمپیوٹر بنانے میں مصروف ہو گیا۔

ہمیں فوری طور پر کمپیوٹر کی ضرورت نہیں تھی۔ ابھی ربی اسفندیار کے منصوبے کے مطابق مجھے صرف معلومات حاصل کرتے رہنا تھا۔ دوستوں کے متعلق بھی اور دشمنوں کے متعلق بھی۔ سب سے پہلے تو ہم فرہاد کی ٹیم کو ہی پیشِ نظر رکھتے رہے۔ ربی نے سختی سے منع کیا تھا کہ میں فرہاد اور رسوتی کی طرف رخ بھی نہ کروں۔ اعلیٰ بی بی، مرجانہ، ٹارٹر بلیا وغیرہ ایسے لوگ تھے جو سانس روک لیتے تھے۔ میں ان کے پاس بھی نہیں جا سکتی تھی۔ اگرچہ سونیا کے دماغ میں پہنچ سکتی تھی لیکن ربی نے کہا تھا، وہ فرہاد اور رسوتی سے زیادہ خطرناک ہے۔ اگرچہ تم اس کے دماغ میں جاؤ گی تو اسے علم نہیں ہو گا لیکن میں اُسے تنویمی عمل کے زیرِ اثر لا کر یہ معلوم کر چکا ہوں کہ اس کی چھٹی حس بہت تیز ہے۔ مکاری میں اسے کمال حاصل ہے۔ وہ بولتی کچھ ہے، سوچتی بھی کچھ ہے لیکن کچھ اور ہی کر گزرتی ہے۔ تم اسی فریب میں رہو گی کہ سونیا اپنی سوچ کے مطابق عمل کرے گی، لیکن وہ اگلے ہی لمحے بالکل غیر متوقع طور پر کوئی اور چال چل جاتی ہے۔ لہٰذا اس کے پاس جانا ابھی ضروری نہیں ہے۔ جب ضروری ہو گا تو میرے پاس اس کی ریکارڈنگ ہے۔ تم آواز سُننا اور چپکے سے اس کے پاس پہنچ جانا۔

ربی اسفندیار کی ہدایت کے مطابق فرہاد کی ٹیم میں صرف ایک ثابتہ ایسی تھی جس کے دماغ میں میں پہنچ سکتی تھی۔ اس کے ذریعے ان کی مصروفیات کے متعلق معلومات بھی حاصل کر سکتی تھی۔ میں کئی بار ثابتہ کے دماغ میں گئی، لیکن پتا چلا کہ وہ خود ہی وادیٔ قاف سے دور فرہاد کے لیے بھٹک رہی تھی اور اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ جب تک اسے نہیں پائے گی، وادیٔ قاف میں قدم نہیں رکھے گی۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب اچانک ہی انکشاف ہوا کہ فرہاد لبنان کے ایک ساحلی علاقے ڈامور میں ہے اور رسی سرپنٹ کے قلعے پر قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ اس علاقے میں اس کی موجودگی نے اسرائیلیوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ پچھلے دنوں اسرائیلی جاسوس قلعے تک نہیں پہنچ سکے تھے اور سگنل کے گڑبڑ ہونے کے باعث واپس ہو گئے تھے تو اس گڑبڑ میں یقیناً فرہاد کا ہی ہاتھ ہو گا۔

یقیناً یہی بات تھی۔ ہمارے اسرائیلیوں سے لبنان کے ماردنی عیسائیوں کا خفیہ معاہدہ تھا۔ ہم سمندر کے راستے جدید ہتھیار رسی سرپنٹ کے قلعے میں پہنچاتے تھے، اور مسلمانوں کے خلاف ماردنی عیسائیوں کو منظم کرنے کے لیے یہاں سے تربیت یافتہ تجربہ کار فوجی روانہ کرتے تھے۔ اس رات بھی کشتی میں ہمارے فوجی جا رہے تھے جو فرہاد کی ٹیلی پیتھی کے باعث بھٹک کر واپس آ گئے۔

شاید ہمیں کبھی پتا نہ چلتا کہ فرہاد رسی سرپنٹ کے قلعے میں ہے لیکن اس قلعے میں بھی ہمارے سیکرٹ سروس کے دو آدمی معمولی سپاہیوں کی حیثیت سے ملازم تھے۔ ان کے ذریعے پتا چلا کہ حدیقہ نامی کوئی جادو پوش عورت قلعے میں آئی تھی اور رسی سرپنٹ اس کے چہرے سے چادر ہٹانا چاہتا تھا، اس کی صورت دیکھنا چاہتا تھا۔ صرف اسے بچانے کی خاطر فرہاد نے اپنی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا تھا۔

ہماری سیکرٹ سروس کے ان دو آدمیوں نے خفیہ طور پر ہمارے ایک آفیسر کو فرہاد کی موجودگی کی اطلاع دی۔ اب میں اسی سلسلے کی دوسری کڑی بیان کرتی ہوں — انھی دنوں ہماری ایک ذہین سیکرٹ ایجنٹ سارہ آئزک لبنان گئی ہوئی تھی۔ ہمیں پتا چلا کہ سٹوفرمیکی فلسطینی مجاہدین کو خفیہ طور سے مہنگے داموں ہتھیار فروخت کرتا ہے اور وہ کہ سٹوفرمیکی ایک نہیں ہے بلکہ گیارہ عدد کہ سٹوفرمیکی ہیں۔ ان میں اصلی کون ہے، یہ معلوم کرنے کے لیے ہماری حکومت نے سارہ آئزک کو ایک گائیڈ آفیسر کے ساتھ بیروت روانہ کیا۔

اسرائیلی حکومت بہت عرصے تک سارہ آئزک کے سلسلے میں فریب کھاتی رہی۔ وہ سارہ آئزک دراصل لیلیٰ ثانی تھی۔ اس کا انکشاف بھی یوں ہوا کہ قلعے میں رہنے والے ہمارے سیکرٹ ایجنٹ نے لیلیٰ کے ساتھ آنے والے گائیڈ آفیسر سے رابطہ قائم کر کے فرہاد کے متعلق بتایا۔ ادھر ربی اسفندیار نے اس گائیڈ آفیسر اور سارہ آئزک کی آوازیں مجھے ریکارڈ کے ذریعے سنائیں اور ہدایت دی کہ مجھے ان کے ساتھ رہنا چاہیے۔ اگرچہ میں فرہاد کے مقابلے میں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تھی لیکن اپنے آپ کو ظاہر کیے بغیر سارہ آئزک اور گائیڈ آفیسر کے بہت کام آ سکتی تھی۔ خیر جب میں گائیڈ آفیسر کے دماغ میں پہنچی تو اس وقت وہ سارہ آئزک کے پاس بیٹھا ہوا غصہ دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "تمہیں کہ سٹوفرمیکی کو بے نقاب کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے لیکن تم گولڈن ریکٹ کے ڈاکٹر ولیم بروک کے پیچھے پڑ گئی ہو۔ مانا کہ تم نے ایک کارنامہ انجام دیا ہے اور ان خفیہ اڈوں تک پہنچ گئی ہو جہاں نشہ آور دواؤں کا اسٹاک رہتا ہے لیکن تمہیں اتنا بڑا قدم میرے بغیر نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔ میں تمہارا گائیڈ آفیسر ہوں۔"

سارہ آئزک نے کہا۔ "آپ پچھلی رات نشے میں مدہوش تھے۔ میں آپ کو انفارم نہیں کر سکتی تھی۔ لہٰذا اپنے مطابق اقدامات کیے ہیں۔"

گائیڈ آفیسر نے کہا۔ "تم ایک چھوٹا سا کارنامہ انجام دے کر مغرور ہو گئی ہو، لیکن میں نے تم سے بھی بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ میں نے فرہاد کو ڈھونڈ نکالا ہے۔"

اس بات پر سارہ آئزک چونک گئی تھی۔ پھر اس گائیڈ آفیسر کی ہدایت کے خلاف ڈیمور جانے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔ میں سارہ کے دماغ میں رہ کر اس کی سوچ پڑھ رہی تھی اور حیران تھی کہ وہ فرہاد سے بے حد متاثر ہے اور بار بار اپنے دماغ میں فرہاد کو پکار رہی ہے۔

میں نے یہ بات ربی اسفندیار کو بتائی۔ انھوں نے مجھے ہدایت دی۔ "بیٹی! تم سارہ آئزک کے دماغ کو اچھی طرح ٹٹول کر دیکھو، بات کیا ہے؟"

میں سارہ آئزک کے دماغ کے تہ خانے میں اترنے لگی۔ پھر جیسے جیسے انکشاف ہونے لگا، میں حیران ہو کر ربی اسفندیار کو بتانے لگی۔ وہ بھی حیران تھے اور کہہ رہے تھے، اوہ خدایا! ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سارہ آئزک ہی دراصل لیلیٰ ثانی ہو گی اور ہماری سیکرٹ سروس میں رہ کر ہمارے تمام رازوں سے واقف ہو گی اور ہمیں ہی درپردہ نقصان پہنچاتی رہی ہو گی۔

ہماری ٹیلی پیتھی ہمارے لیے سکون کا باعث تھی۔ اُس روز دو انکشافات ہوئے تھے۔ ایک تو یہ کہ رد پوش رہنے والا فرہاد رسی سرپنٹ کے قلعے میں پایا گیا تھا۔ دوسرے سارہ آئزک بے نقاب ہو کر لیلیٰ ثانی کی حیثیت سے ہمارے سامنے آ گئی تھی۔ ربی اسفندیار نے کہا۔ "ابھی لیلیٰ ثانی کو نظر انداز کرو۔ وہ بچ کر کہاں جا سکے گی۔ آخر ہماری ہی طرف آئے گی۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ فرہاد کو کس طرح گھیرا جا سکتا ہے اور فرہاد محاصرے سے نکلنے کے لیے کیسی چالیں چلنا چاہے گا۔"

میں نے پوچھا۔ "ہمیں فرہاد کی چالوں کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اب یہ بات صاف ہو چکی ہے کہ انٹرپول کا فلائنگ آفیسر عزت علی بیروت کے جتنے خفیہ اڈوں پر چھاپے مار رہا ہے، اس کا علم اسے فرہاد کے ذریعے ہو رہا ہے۔ میں اپنے بڑوں کے ذریعے لبنان کے بڑے افسران سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ ان سے گفتگو کروں گا۔ تم میرے دماغ میں رہنا پھر ان میں سے کسی افسر کے ذریعے عزت علی تک آسانی سے پہنچ سکو گی۔"

میں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد اس روز سب سے زیادہ مصروف رہی۔ ربی بھی مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کرتے جارہے تھے۔ ہمیں معلوم ہورہا تھا کہ کس طرح فرہاد کو قلعے کے اندر بے بس اور مجبور بنانے کے لیے چاروں طرف سے گھیرا جارہا ہے۔ قلعے کے پچھلی طرف جہاں سمندر تھا، وہاں سپر ماسٹر کا بحری بیڑا آگیا تھا۔ پھر ہمارا ایک ہیلی کاپٹر اس قلعے کے اندر اترنے والا تھا اور اسی ہیلی کاپٹر میں فرہاد کو قیدی کی حیثیت سے لانے کے انتظامات ہورہے تھے۔

ربی اسفندیار نے پریشان ہوکر کہا "مجھے یقین نہیں ہے کہ فرہاد پھر ہماری گرفت میں آسکے گا۔ میری بچی! میں چاہتا ہوں، تم ان حالات پر گہری نظر رکھو اور دیکھو کہ فرہاد رسونتی، سونیا، اعلیٰ بی بی وغیرہ کیسی چالیں چلتے ہیں۔ میں اسی لیے تمہیں فرہاد سے دور رکھتا ہوں۔ تم دور ہی دور سے عزت علی تک پہنچو۔"

سچی بات تو یہ ہے کہ خود مجھے فرہاد اور اُس کی ساتھیوں سے ڈر لگتا ہے۔ میں نے اس کے کارنامے بھی پڑھے ہیں اور اب خود بھی دیکھ رہی ہوں۔ ٹیلی پیتھی کا ناقابلِ شکست علم حاصل کرنے کے بعد بھی اتنا حوصلہ نہیں ہوتا کہ میں ان کی ٹیم کے کسی فرد کے دماغ میں جاؤں۔ میں کبھی ربی اور کبھی اپنے ہی حکمرانوں کے دماغوں میں چکر لگاتی رہی۔ پھر لبنان کے ایک ایسے افسر کے پاس پہنچ گئی جس کے ذریعے میں عزت علی کے دماغ کو پڑھ سکتی تھی۔

لیکن بہت دیر ہوچکی تھی۔ اس دوران پتا چلا کہ جو بحری بیڑا سپر ماسٹر کی طرف سے آیا تھا، وہ سمندر میں بُری طرح تباہ ہوگیا ہے۔ ایسے زبردست دھماکے ہوئے ہیں کہ جنگ کے علاوہ آج تک کسی بحری بیڑے پر ایسی ناگہانی تباہی آتے کسی نے نہیں دیکھی۔ صرف اتنا ہی نہیں، ہمارا وہ ہیلی کاپٹر جو فرہاد کو قیدی بنا کر لانے گیا تھا، وہ واپسی میں پرواز کررہا تھا اور ہمارے حکمراں اس خوش فہمی میں تھے کہ فرہاد کو لایا جارہا ہے لیکن پروانہ کے دوران اچانک ہی وہ ایک دھماکے سے پاش پاش ہوگیا۔

ربی اسفندیار نے ایک گہری سانس لے کر کہا "دیکھو بیٹی، میں نہ کہتا تھا، وہ انسان نہیں ہے۔ اگر ہے بھی تو اس کے اندر شیطان سرایت کرگیا ہے۔ کمبخت کبھی گرفت میں نہیں آتا ہے اور ہمیشہ نقصان پہنچاتا ہے۔"

میں نے پوچھا "ہم کب تک اس کے ہاتھوں نقصان اٹھاتے رہیں گے؟"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ یہ دیکھو کہ تمہاری ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں کتنے فائدے حاصل ہوسکتے ہیں۔ مثلاً ہم نے سارہ آنزک کے اندر چھپی ہوئی لیلیٰ ثانی کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ اسی طرح ہم ایسے رازوں تک پہنچیں گے جن کے متعلق اب تک اندھیرے میں تھے۔"

"محترم ربی! میں عزت علی کے دماغ میں پہنچ گئی ہوں۔"

"اسی کے پاس رہو اور دیکھو کیا ہورہا ہے؟"

تھوڑی دیر بعد میں نے بتایا کہ فرہاد، ماسک مین کے دماغ تک پہنچنا چاہتا ہے کیوں کہ جو لوگ قلعے کو خشکی کے راستے چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں، اس کے خیال میں وہ ماسک مین کے آدمی ہوسکتے ہیں۔

انھوں نے پوچھا "عزت علی کا دماغ کیا کہتا ہے؟"

"اس کے دماغ میں فرہاد کہہ رہا تھا کہ بہت عرصے سے لبنان میں ماسک مین کی سرگرمیاں ختم ہوگئی ہیں۔ اس کی جگہ ایک فولاد کے کارخانے کا مالک العطش کام کرتا ہے۔ اب عزت علی اس سرمایہ دار العطش سے ملاقات کرنے جارہا ہے۔"

"تم بھی العطش تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

میں نے کوشش کی۔ تھوڑی دیر میں ایک اہم انکشاف ہوا۔ العطش نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ماسک مین سے رابطہ قائم کیا تھا اس کی آواز میں نے سُن لی۔ جب میں نے ربی کو بتایا تو وہ خوشی سے کھل اٹھے۔ انھوں نے کہا "دیکھا بیٹی! میں نہ کہتا تھا کہ ہم فرہاد اور رسونتی کو چھیڑے بغیر بھی بہت سے فائدے حاصل کرسکتے ہیں۔ اب یہ ماسک مین ہماری مٹھی میں رہے گا۔"

"لیکن العطش کے دماغ میں فرہاد بھی چپ چاپ موجود رہا ہوگا۔ اس نے بھی ماسک مین کی آواز اور اس کے لب و لہجے کو نوٹ کیا ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں، فرہاد اس کے دماغ میں پہنچتا ہے، پہنچنے دو۔ یہ دیکھو ہمیں کیسی کیسی کامیابیاں حاصل ہورہی ہیں۔ آئندہ میرے طریقۂ کار کے مطابق تم ماسک مین کو کبھی مخاطب نہیں کروگی۔ کسی کے بھی دماغ میں نہیں جاؤگی۔ اسی لیے تو ہم کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر تیار کررہے ہیں۔ اس کے ذریعے ایسے ہی لوگوں کو ٹریپ کیا جائے گا۔ تم چپ چاپ اہم افراد کے دماغوں میں رہ کر ان کے منصوبوں کے متعلق معلومات حاصل کرتی رہوگی۔"

ربی اسفندیار درست فرمارہے تھے۔ چپ چاپ معلومات حاصل کرتے رہنے کا فائدہ یہ تھا کہ بڑے بڑے رازوں سے پردہ اٹھتا جارہا تھا۔ پہلے تو ہمیں لیلیٰ ثانی کی حقیقت معلوم ہوئی۔ پھر ہم ماسک مین تک پہنچ گئے۔ اس کے بعد ایک نسبتاً پُراسرار آدمی تک پہنچنے والے تھے۔ ابھی اس پُراسرار شخص تک پہنچنے میں ذرا دیر تھی۔ بہرحال میں نے ربی اسفندیار کو بتایا۔ فرہاد، عزت علی کے ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر قلعے سے نکلنے والا ہے۔

"اسے نکل جانے دو۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیموں نے، سُپر طاقتوں نے اور ہماری حکومت نے بار بار اسے مستحکم منصوبوں کے ساتھ گھیرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے۔ نقصان پر نقصان اٹھاتے رہے، لہٰذا اسے جانے دو۔ عزت علی کا دماغ تمہاری مٹھی میں ہے۔ اس کے ذریعے معلوم کرتی رہو کہ فرہاد کو کہاں پہنچایا جارہا ہے۔"

میں معلومات حاصل کررہی تھی۔ فرہاد کو پیرس پہنچایا گیا تھا۔ ایسے ہی وقت تمام خطرناک تنظیموں اور ان کے سربراہوں نے یہ مشترکہ فیصلہ کیا کہ سب فرہاد کے راستے سے ہٹ جائیں گے۔ انھوں نے ایک اہم اجلاس طلب کیا اور اس میں فرہاد اور رسونتی کو حاضر ہونے کی دعوت دی۔ فرہاد نے جواب دیا۔ ایسے اجلاس بارہا ہوچکے ہیں اور بارہا ہمارے راستے میں کانٹے بچھائے گئے ہیں۔ لہٰذا یہ اجلاس نتیجہ خیز ہوگا تو آخری بار وہ شرکت کرے گا لیکن اس طرح کہ اس کی جگہ بابا صاحب کے ادارے کے دو اہم افراد اعلیٰ بی بی اور شیخ الفارس شرکت کریں گے۔

بہرحال اجلاس منعقد ہوا۔ بڑی گرما گرم بحث ہوئی اور یہ فیصلہ ہوا کہ اب سپر ماسٹر، ماسک مین اور دوسرے لوگ اور تنظیمیں فرہاد کے راستے میں کبھی نہیں آئیں گے۔ وہ ان سے چھیڑ نہیں کریں گے اور فرہاد اور رسونتی ان کے معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے لیکن اس اجلاس میں ماسٹر کی نے فرہاد کو واضح طور پر چیلنج کیا کہ فرہاد اس کے اور اس کے شاگردوں کے دماغوں میں کبھی نہیں پہنچ سکے گا کیوں کہ وہ بُرا کام ہے اور ایک دن وہ فرہاد کو بے بس بنا کر بہت ہی عبرت ناک انجام تک پہنچائے گا۔

یہ سب کچھ تو ہوا لیکن فرہاد پیرس پہنچنے کے بعد کہیں گم ہوگیا۔ میں عزت علی کے ذریعے اس کی مصروفیات کے متعلق معلوم نہیں کرسکتی تھی کیونکہ عزت علی اس سے رخصت ہوکر اپنی ڈلوٹی پر چلا گیا تھا۔

ربی نے کہا "فکر نہ کرو۔ چونکہ ابھی تمام خطرناک تنظیمیں فرہاد کے راستے سے ہٹ گئی ہیں۔ لہٰذا وہ بھی کچھ عرصے تک آرام کرنا چاہے گا اور اس کے بے دادی قاف کا رُخ کرے گا۔ تم وقتاً فوقتاً شباتہ کے دماغ میں پہنچتی رہو۔"

ربی اسفندیار غروب سوچ سمجھ کر مشورے دیتے ہیں۔ میں ان کے مشورے کے مطابق بار بار شباتہ کے دماغ میں جاتی تھی۔ پھر میں نے ایک بار اس کے ذریعے فرہاد کو پالیا۔

ہوا یہ کہ شباتہ، بلیک شیڈو کی قید میں تھی۔ یہ بلیک شیڈو وہی تیسرا پُراسرار شخص تھا جس کے دماغ میں اب میں پہنچنے والی تھی اور پہنچنے کا راستہ میں نے شباتہ کے ذریعے ہی بنایا۔ شباتہ سے فرہاد نے رابطہ قائم کیا۔ ان دونوں نے مل کر بلیک شیڈو کو بے نقاب کیا۔ ایسے وقت میں وہاں چپ چاپ موجود تھی۔

محترم ربی نے بہت اچھی بات سمجھائی تھی [illegible] ہوش رہ کر معلومات حاصل کرتے رہنے سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے۔ فرہاد نے عزت علی اور العطش کے ذریعے ماسک مین تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کی تو مجھے بھی وہی کامیابی ملی۔ اب وہ بلیک شیڈو کے دماغ میں پہنچ گیا تو مجھے بھی یہ موقع نصیب ہوا۔

فرہاد، اعلیٰ بی بی اور بابا صاحب کے ادارے کو فرانسیسی حکومت کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔ اس وقت فرہاد، بلیک شیڈو کو فرانسیسی حکومت کے حوالے کررہا تھا۔ میں نے سنا کہ "بلیک شیڈو دراصل وہی کرسٹوفر میکی ہے جو ایک کے بجائے گیارہ عدد بنا ہوا ہے۔ باقی دس عدد دیگر سٹوفر میکی کی ڈمی ہیں۔ اور اصل یہی بلیک شیڈو ایک ماہر سائنس داں ہے۔ موجودہ اور گم شدہ آوازوں کے سلسلے میں جو تحقیقات ہورہی ہیں، اس میں اُسے کافی مہارت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی مخصوص ٹیکنک کے ذریعے اپنی آواز کو اس قدر بدل لیا تھا کہ فرہاد اور رسونتی اس کے اسرار تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

ربی نے کہا "بیٹی! ابھی بلیک شیڈو کو فرانسیسی حکومت کی تحویل میں جانے دو۔ جب بھی ہم ضروری سمجھیں گے، اسے وہاں سے نکال لائیں گے۔ ہمیں فرہاد کی موجودہ مصروفیات سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اس کی ایک بُری عادت ہے کہ جب وہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے بچھڑتا ہے تو موجودہ مصروفیات کے باعث پلٹ کر اس کی خیریت دریافت نہیں کرسکتا یا جس مقام کو چھوڑ کر جاتا ہے، اسے بھی وقتی طور پر بھول جاتا ہے۔ مثلاً وہ قلعے کو چھوڑ کر گیا ہے اور قلعے کے مالک سی سرینٹ نے فرہاد سے وعدہ کیا ہے کہ اب وہ مجرمانہ زندگی سے باز آجائے گا۔ دوسرے ملکوں میں اس کا بینک

بیلنس ہے۔ وہ بیوی بچوں کے ساتھ وہاں شریفانہ زندگی گزارے گا۔ لہٰذا ہماری پہلی کوشش یہی ہوگی کہ اب وہ ساحل قلعہ ہمارے قبضے میں آجائے۔"

جب فرہاد وہاں موجود نہیں تھا اور جہاں بھی تھا، وہاں سے پلٹ کر کسی سرپنٹ کی خبر لینے والوں میں سے نہیں تھا تو ہمارے لیے اس قلعے پر قبضہ جمالینا کچھ مشکل نہ تھا۔

رلی نے اپنے وزیر سے کہا۔ "میں اپنے روحانی علم سے معلوم کرچکا ہوں۔ سی سرپنٹ وہ قلعہ چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے جانے والا ہے۔ یا تو اس قلعے کا سودا کرلیا جائے یا اس پر جبراً قابض ہونے کے انتظامات کیے جائیں۔"

ہم بیوویوں کو لبنان کے ماروئی عیسائیوں کی حمایت حاصل ہے۔ کچھ تو ہم نے ان کی حمایت اور امداد سے فائدہ اٹھایا کچھ اپنی فوجی طاقت کا مظاہرہ کیا اور اس قلعے پر قبضہ جمالیا۔

جس دن سے میری ٹیلی پیتھی کا عمل شروع ہوا، میری مصروفیات دن بدن بڑھتی چلی گئیں۔ مجھے کئی کئی دن اپنی ماما سے ملنے کی فرصت بھی نہیں ملتی تھی۔ ان کی ماتا مجھے ایک نظر دیکھنے کے لیے بے چین رہتی تھی۔ میرا کیا تھا، میں تو خیال خوانی کے ذریعے چپ چاپ ان کے دماغ میں پہنچ جاتی تھی، ان کے اندر ہی موجود رہتی تھی لیکن ایسی مجبوری تھی کہ انہیں اپنے علم کے متعلق نہ تو بتا سکتی تھی، نہ خیال خوانی کے ذریعے انہیں مخاطب کرسکتی تھی۔

میرے نانا بہت بڑے بزنس مین ہیں۔ مارچنٹ ملون کے نام سے مشہور ہیں۔ دنیا کے بڑے ممالک کے بڑے بڑے بزنس مین جب تل ابیب آتے ہیں تو میرے نانا کے ہاں قیام کرتے ہیں۔ انہوں نے ایسے تاجروں کے لیے خاص طور پر مہمان خانے بنوائے ہیں۔ انہی دنوں فلپائن کا ایک تاجر آیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کا ہندو فلپائنی تھا۔ میں اپنی ماما کی خیریت معلوم کرنے کے بعد اپنے نانا کے دماغ میں پہنچی تو اس وقت وہ اس فلپائنی تاجر سے باتیں کررہے تھے اور وہ تاجر ہندو فلپائنی کا تعارف کرا رہا تھا۔ "ان سے ملو۔ یہ پنڈت سمانو ہیں۔ ذات کے ہندو ہیں مگر فلپائنی طرز کا نام ہے۔"

میرے نانا نے پوچھا۔ "کیا آپ بھی تاجر ہیں؟"

پنڈت سمانو نے کہا۔ "نہیں، میں آثار قدیمہ سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ صدیوں پرانے مسودات اور تحریریں پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں اور اکثر کامیاب رہتا ہوں۔ میرا یہ تاجر دوست یہاں آرہا تھا۔ میں نے سوچا، اسرائیل کی زمین پر صدیوں کے تاریخی آثار ہیں۔ ہوسکتا ہے یہاں بھی مجھے کچھ ایسی تحریریں مل جائیں جو میری دلچسپی کا باعث بن سکیں۔"

پنڈت سمانو کی باتیں سن کر مجھے یاد آیا کہ ربی اسفندیار کی مطالعہ گاہ میں بہت سے پرانے مسودے پڑے ہوئے تھے۔ ایک بار میں نے پوچھا بھی تھا۔ انھوں نے جواب دیا۔ "یہ اتنے پرانے مسودے ہیں کہ ان کی تحریر شاید ہی کوئی پڑھ سکے۔ میں نے احتیاطاً انہیں سنبھال کر رکھا ہے۔ شاید آثار قدیمہ کا کوئی ماہر انھیں پڑھ سکے۔"

میں نے پوچھا۔ "دنیا میں بہت سے ماہرین آثار قدیمہ ہیں۔ آپ نے کسی کو دکھایا؟"

"میں اس سلسلے میں محتاط ہوں۔ پتا نہیں یہ کس قسم کے مسودے ہیں۔ میں کسی ایسے شخص کو دکھانا چاہتا ہوں جس پر اعتماد کرسکوں اور وہ مجھے ان کی تحریر پڑھ کر سنانے میں غلط بیانی سے کام نہ لے۔ بیٹی! تم نے خوب یاد دلایا۔ اب تو کسی غلط بیانی یا فریب دہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں کسی سے بھی پڑھوا سکتا ہوں۔ مسودہ کچھ ہو، پڑھنے والا دھوکا دینے کے لیے کچھ اور بتائے تو تم اس کا جھوٹ پکڑ سکتی ہو۔"

"محترم ربی! ایسا ایک آدمی میرے نانا کے مہمان خانے میں موجود ہے۔ وہ فلپائن سے آیا ہے۔ اسی تلاش میں آیا ہے کہ اسرائیل کی سرزمین پر صدیوں پرانے آثار قدیمہ کے متعلق کسی تحریر سے معلومات حاصل کرے۔ اسے مشکل سے مشکل اور ناقابل فہم تحریریں پڑھنے کا جنون کی حد تک شوق ہے۔"

"ایسی بات ہے تو ہم اس سے رابطہ قائم کریں گے۔ اس سے پہلے تم اس کے دماغ کو اچھی طرح ٹٹول کر دیکھو۔ چلیے سے اس کی ہسٹری شیٹ معلوم کرو۔"

میں نے معلوم کرنا شروع کیا۔ پنڈت سمانو کے آباؤ اجداد فلپائن میں عرصے سے آباد تھے۔ اس کے پردادا کے پردادا، مہاراجہ مکتی سنہا کے دربار میں راج جوتشی تھے۔ مکتی سنہا نے ہی جزیرہ کادی کادی میں ایک محل بنایا تھا اور اس کا نام مکتی محل رکھا تھا۔ وہ پورے فلپائن کا حکمراں تھا۔ چاہتا تو ایسا مکتی محل فلپائن کے کسی بڑے شہر میں بنا سکتا تھا لیکن گوری سجاتہ کی وجہ سے اس نے جنوبی جزیرے کادی کادی کا انتخاب کیا تھا۔

قصہ یوں ہے کہ گوری سجاتہ کے حسن و جمال کا چرچا دور دور تک تھا۔ دھوبی گھاٹ سے گزرنے والے مسافر یا شکاری یا پھر مہاراجہ کی فوج کے سپاہی اس کا ذکر دور دور تک لے جاتے تھے۔ شاعر اس کے حسن پر شاعری کرتے تھے۔ کہنے والے تو یہاں تک کہہ دیتے تھے کہ گوری سجاتہ محلوں میں پہنچ جائے تو مہارانیوں کا حسن پھیکا پڑ جائے۔

مہاراج مکتی سنہا نے یہ سنا تو اسے دیکھنے کو مچل گیا۔ وزیر نے کہا۔ "مہاراج! وہ دو ٹکے کی چھوکری ہے۔ آپ اسے دیکھنے جائیں گے تو اس کا مان بڑھ جائے گا مگر آپ اپنی سطح سے نیچے چلے جائیں گے۔ اسے یہاں طلب کیا جاسکتا ہے۔"

مہاراج مکتی سنہا نے کہا۔ "نہیں، ہم مہاراج بن کر نہیں بلکہ ایک معمولی شکاری کے روپ میں جائیں گے اور دیکھیں گے، وہ کیسی ہے۔ لوگ تو یوں ہی بے پر کی اڑاتے ہیں جیسے انگور نہیں ملتے، وہ انھیں کھٹا کہتا ہے۔ گوری سجاتہ جس کے ہاتھ نہیں آتی، وہ اسے برا بھلا کہتے ہیں اور اس کے عشق کے چرچے طرح طرح سے سناتے ہیں۔"

غرض یہ کہ مہاراجہ مکتی سنہا اپنے دو سپاہیوں کے ساتھ شکار کے بہانے نکلا۔ دھوبی گھاٹ سے گزرتے وقت ایک جگہ رک گیا۔ سستانے کے بہانے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر دور تک کپڑے دھونے والے دھوبیوں اور دھوبنوں کو دیکھنے لگا۔ ایسے ہی وقت اس کی نظر ایک ایسی دھوبن پر پڑی جسے دیکھنے کے بعد وہ اور سب کچھ دیکھنا بھول گیا۔ حتیٰ کہ یہ بھی بھول گیا کہ وہ پورے ملک کا مہاراجہ ہے۔ اس کے ایک اشارے پر ایسی ہزاروں دھوبنیں پاؤں کی دھول بن سکتی ہیں، وہ اس کی طرف کھنچتا چلا گیا۔

گوری نے اسے ایک معمولی شکاری سمجھ کر ایک ادائے بے نیازی سے دیکھا۔ پھر منہ پھیر کر جانے لگی۔ اس کے منہ پھیرنے اور جانے کا انداز ایسا دلربا یا نہ تھا کہ وہ ساتھ ساتھ دل لے گئی۔ اس کی چال میں بانکپن بھی تھا اور مہارانیوں کا وقار بھی۔ اس کی اداؤں میں شوخیاں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ مکتی سنہا سے رہا نہ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر راستہ روک لیا۔ پھر کہا۔ "میں تھکا ہوا مسافر ہوں۔ ایک رات یہاں رہنا چاہتا ہوں، کیا تیرے ہاں پناہ ملے گی؟"

گوری کے باپ نے قریب آکر کہا۔ "سب مسافر میری بیٹی کو دیکھ کر تھک جاتے ہیں۔ یہاں رہنا چاہتے ہیں لیکن ...."

گوری نے اپنے باپ کی بات کاٹ کر ایک طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "لیکن سب ہار کر جاتے ہیں کیونکہ میرا سپنا کوئی پورا نہیں کرسکتا۔"

دلچسپ ترین سسپنس کتابی شکل میں

ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سحر انگیز ناول

شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی

شمزاد (مکمل)

قیمت ۲۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

جال (مکمل)

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

- ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلئے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
- اُس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۳۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال
- ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔
- ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔
- جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا۔
- دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
- اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔

دونوں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

مہاراجہ نے پوچھا "تمہارا سپنا کیا ہے؟"

وہ دور خلا میں تکتے ہوئے بولی "دولت اور بہت سی دولت۔ اتنی دولت کہ محل کی مہارانیوں کے پاس بھی نہ ہو۔"

مکتی سنہا نے اپنے گلے سے سچے موتیوں کی مالا اتار کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ اتنی دولت ہے کہ تم خواب میں بھی نہیں سوچ سکتیں۔ یہ سچے موتی ہیں۔"

گوڑی سجاتہ نے اسے ہاتھ میں لے کر بے یقینی سے دیکھا۔ اس کے باپ نے بھی للچائی ہوئی نظروں سے موتیوں کی مالا کو دیکھتے ہوئے کہا "ہاں، موتی سچے لگتے ہیں۔"

گوڑی کی ماں نے پاس آکر مالا کو چھیڑتے ہوئے کہا "جب یہ سچے ہیں تو یہ مسافر بھی اچھے ہیں۔ انہیں ہمارے ہاں ٹھہرنے کی جگہ ضرور ملنا چاہیے۔"

مکتی سنہا اس رات ان کے جھونپڑے میں قیام کرنے کے لیے رک گیا۔ کہاں محل اور کہاں جھونپڑا، لیکن اسے ایک ذرا تکلیف کا احساس نہ ہوا۔ وہ رات کو کھانا لے کر جھونپڑی میں آئی تو مکتی سنہا نے ایک چھوٹی سی تھیلی اس کے آگے رکھ دی۔ اس نے پوچھا "یہ کیا ہے؟"

"کھول کر دیکھو۔"

گوڑی نے اسے کھول کر دیکھا۔ اس میں سونے کے سکے تھے۔ وہ حیرانی سے تمام سکے نکال کر دیکھنے لگی۔ مکتی سنہا نے پوچھا "تم نے اتنی دولت کبھی دیکھی ہے؟"

"نہیں، پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔ تم کسی مہاراجہ سے کم نہیں ہو۔"

وہ مکتی سنہا کے قدموں میں بچھ گئی۔ وہ شاندار محلوں کا رہنے والا مہاراجہ تھا لیکن ایسی جھونپڑی والی رات اس کی زندگی میں کبھی نہیں آئی تھی۔ وہ محلوں کو بھول گیا تھا۔ مہارانیوں کو فراموش کر چکا تھا۔ حتیٰ کہ اسے اپنا ہوش بھی نہیں رہا تھا۔ صبح ہوتے ہوتے اسے یہ خیال ستانے لگا کہ گوڑی سجاتہ اگرچہ بے حد حسین ہے، اس کا کوئی جواب نہیں ہے، لیکن لالچی ہے۔ وفادار نہیں رہ سکے گی۔ مجھ سے زیادہ دولت مند آئے گا تو یہ مجھے کمتر سمجھے گی، ہو سکتا ہے مجھے چھوڑ کر ادھر چلی جائے۔

اس نے ایک رات قیام کرنا چاہا تھا لیکن وہاں سے جا نہ سکا۔ جب سونے سے بھری ہوئی تھیلیاں ختم ہو گئیں تو گوڑی بھی ادھر کا راستہ بھول گئی۔ اس نے گوڑی کے ماں باپ کو بلا کر پوچھا "وہ کہاں ہے؟"

"وہ اپنے تھیال چلی گئی ہے۔ تم یہاں سے جاؤ۔ بہت رہ چکے۔"

وہ وہاں سے محل کی طرف چلا لیکن دل اور دماغ پر دہی چھائی ہوئی تھی۔ کھلونا کتنا ہی خوب صورت اور دلچسپ ہو، اس سے کھیلتے کھیلتے جی بھر جاتا ہے۔ کھانا کتنا ہی لذیذ ہو، آدمی ضرورت سے زیادہ نہیں کھا سکتا۔ ایک بار اس سے اُکتا ہی جاتا ہے۔ لیکن گوڑی سجاتہ ایک نشہ تھی۔ نشے کی خاصیت یہ ہے کہ جب ہاتھ آئے تو دھیرے دھیرے اثر کرتا ہے اور جب ہاتھ نہ آئے تو اپنی تاثیر یاد دلاتا ہے اور طلب میں شدت پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔

وہ محل میں پہنچتے پہنچتے اور دیوانہ ہو گیا۔ اس نے حکم دیا "گوڑی سجاتہ کو زبردستی محل میں پہنچایا جائے۔"

وزیر اعظم بولا "مہاراج! ایک پنچ ذات کی عورت محل میں آئے گی تو مہارانیوں کے وقار کو ٹھیس پہنچے گی۔ پھر یہ بات آپ کی شان کے خلاف ہے۔ آپ گوڑی سجاتہ کو چاہتے ہیں تو اس کے لیے کسی اور محل کا انتخاب کریں۔ اُسے یہاں لانا مناسب نہیں ہے۔"

بڑی مہارانی نے بھی اس پر اعتراض کیا۔ آخر یہ طے پایا کہ گوڑی سجاتہ کو جزیرہ کاوی کاوی میں پہنچایا جائے۔

ان دنوں اس جزیرے میں یہ مکتی محل نہیں تھا۔ مہاراجہ مکتی سنہا نے حکم دیا "ایک عالی شان محل تعمیر کیا جائے اور اس کے نیچے اتنا بڑا تہ خانہ بنایا جائے جس میں سونا، چاندی ہیرے جواہرات اور دنیا بھر کی دولت کو ذخیرہ کیا جا سکے، اور وہ تہ خانہ ایسا ہو کہ وہاں تک پہنچنا ہر ایک کے لیے آسان نہ ہو۔"

ایک طرف محل تعمیر ہو رہا تھا، دوسری طرف ایک چھوٹے سے مکان میں گوڑی سجاتہ کو لے جا کر قید کر دیا گیا تھا۔ ایک دن مکتی سنہا اس کے قید خانے میں پہنچا تو گوڑی اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ مکتی سنہا نے کہا "میں بہت دولتمند ہوں۔ میرے ہی آدمیوں نے تمہیں یہاں قید کر رکھا ہے۔ میں آج بھی تمہارے لیے بہت ساری دولت لایا ہوں۔"

وہ اس قید سے پریشان تھی۔ وہاں سے رہائی چاہتی تھی۔ اس نے مکتی سنہا کا اس دولت کے ساتھ قبول کر لیا۔ دوسری طرف مکتی محل تعمیر ہو رہا تھا۔ مہاراجہ کبھی کبھی جزیرے میں آتا۔ زیادہ تر اپنی راج دھانی میں رہتا تھا۔ جب بھی وہ اس

کے پاس آتا تو وہ بڑی حسرت سے مکتی محل کی طرف دیکھتے ہوئے کہتی "دیکھو کتنا بڑا محل تعمیر ہو رہا ہے۔ پتا نہیں وہ کون خوش نصیب مہارانی ہو گی جو یہاں رہے گی۔"

مکتی سنہا نے پوچھا "اگر یہاں کا مہاراجہ تمہیں اس محل میں بلائے، اپنی مہارانی بنائے اور وہ محل تمہیں دے دے تو مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی؟"

اس نے بڑی مکاری سے کہا "میں لالچی نہیں ہوں تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔ تمہارے لیے جان بھی دے سکتی ہوں۔ تمہارے سامنے مہاراجہ مکتی سنہا کیا چیز ہیں۔"

ایک دن وہ محل تیار ہو گیا۔ مہاراجہ کے سپاہیوں نے اس کے پاس آکر کہا "ہمارے مہاراج نے تمہاری ایک جھلک دیکھی ہے، تمہیں پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے تمہیں بلایا ہے۔"

وہ فوراً ہی اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کبھی وہ اتنے عالی شان محل میں قدم رکھ سکے گی۔ جب اس نے وہاں قدم رکھا اور مکتی سنہا کو دیکھا تو ایک دم سے پریشان ہو گئی۔ اس نے پوچھا "کیوں گوڑی! کیا بات ہے۔ تم تو کسی دولت مند شکاری سے محبت کرتی تھیں، اس کی وفادار تھیں۔ اس کے لیے جان دینا چاہتی تھیں؟"

اس نے قدموں میں گرتے ہوئے کہا "میں بے وفا نہیں ہوں۔ میں آج بھی آپ کے لیے جان دے سکتی ہوں۔ ان سپاہیوں نے حکم دیا کہ مہاراج کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا — میں اتنے بڑے ملک کے مہاراجہ کے حکم سے کیسے انکار کر سکتی تھی۔ مجبوراً یہاں چلی آئی۔"

مہاراجہ مکتی سنہا ایک بار پھر اس کی باتوں میں آ گیا۔ ایک دن اسے تہ خانے میں لے گیا۔ وہاں جب اس نے دولت کا انبار دیکھا تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ مہاراجہ حسن و جمال کی چمک دمک میں ایک بے وفا عورت کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔

گوڑی سجاتہ کے حسن کا جادو ایسا سر چڑھ کر بولنے لگا کہ وہ محل کی طرف واپس جانا بھول گیا۔ اپنی حکومت کو بھول گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سال بھر کے اندر ملک میں بدامنی پھیل گئی۔ چھوٹے چھوٹے راجہ اور جاگیردار بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر پڑوس کے راجہ نے حملہ کر دیا۔ تب مہاراجہ مکتی سنہا کو اپنی راج دھانی واپس جانا پڑا۔ اس نے گوڑی سجاتہ سے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی واپس آئے گا۔

مگر وہ واپس نہ آ سکا۔ اس کے متعلق طرح طرح کی خبریں ملنے لگیں۔ کوئی کہتا تھا، اب اس ملک میں کوئی دوسرا حکمراں آ گیا ہے اور مہاراجہ مکتی سنہا کو قیدی بنا لیا گیا ہے پھر خبر ملی کہ مکتی سنہا کو قتل کر دیا گیا ہے۔ مہارانی نے اپنے پتی کے مرنے کی خبر سنتے ہی ایک چتا تیار کی تھی۔ پھر اس میں جل کر ختم ہو گئی تھی۔

ایک دن نئے مہاراجہ کا لشکر جزیرہ کاوی کاوی پہنچا۔ اس جزیرے کی رانی گوڑی سجاتہ کہلاتی تھی۔ نیا حکمراں بھی اس کے حسن و جمال کی تعریف سن کر اتنی دور جزیرے میں آیا تھا۔ جب اس نے گوڑی کو دیکھا تو کیسے دل نہ ہارتا۔ جگہ جگہ کا پہلا قدم پڑتے ہی لوگ پھسل جاتے تھے۔ ایک ملک سے دوسرے ملک کو فتح کرنے والے اس نئے حکمراں نے بھی اس کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔

ایک رات گوڑی نے اس سے کہا "مہاراج! میرے پاس جو بھی ہے، وہ پہلے مہاراجہ کا دیا ہوا ہے۔ آپ نے مجھے کیا دیا ہے؟"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"راج دھانی میں مہارانی کے جتنے زر و جواہر ہیں، جو دولت وہ چھوڑ کر چتا میں جل مری ہے، وہ سب مجھے چاہیے۔"

جلد ہی وہ سب کچھ گوڑی سجاتہ کے پاس پہنچا دیا گیا۔ گوڑی نے اسے بھی تہ خانے میں چھپا دیا۔ جب وہ مکتی محل کے راج سنگھاسن پر بیٹھتی تھی یا آرام دہ بستر پر لیٹتی تھی یا فرش پر چلتی تھی تو اس کا سر غرور سے تن جاتا تھا اور وہ کہتی تھی "میں دولت کے انبار پر چلتی ہوں اور میرے قدموں تلے دنیا کے نایاب ہیرے اور جواہرات بچھے رہتے ہیں۔"

یہ نیا حکمراں صرف چھ ماہ گوڑی سجاتہ کے ساتھ زندگی گزار سکا۔ اس کے بعد چل بسا۔ گوڑی بہت خوش تھی۔ اب کوئی تیسرا حکمراں آنے والا تھا۔ اس کے تہ خانے میں دولت کا اضافہ ہونے والا تھا۔ خبریں پھیلتی رہتی تھیں کہ پھر ملک میں بدامنی پھیل گئی ہے۔ خانہ جنگی زور و شور پر ہے اور کوئی نیا فاتح اس ملک میں آنے ہی والا ہے۔"

ایک دن اچانک مہاراجہ مکتی سنہا محل میں پہنچ گیا۔ اسے دیکھتے ہی گوڑی سجاتہ کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ جیسے مُردے کو زندہ ہوتے دیکھ رہی ہو یا مہاراجہ کا بھوت شمشان گھاٹ سے چلا آیا ہو۔

مہاراجہ مکتی سنہا نے طنزیہ انداز میں کہا "تم سوچ رہی تھیں،

میں مر چکا ہوں۔ میرے بعد دوسرا آیا ہے۔" دوسرے کے بعد تیسرا بھی آئے گا۔ لو میں ہی تیسرے کے روپ میں آگیا ہوں۔ تم تو بڑی وفادار عورت ہو۔"

وہ آگے بڑھ کر اس کے پاؤں چھونا چاہتی تھی۔ گویا پھر اپنی محبت کا فریب دینا چاہتی تھی۔ اس کے لیے اپنے حسن و شباب کے ہتھکنڈے استعمال کرنا ضروری تھا لیکن مہاراجہ نے اسے پرے دھکیل دیا۔ پھر حکم دیا۔ "سونے کی زنجیریں تیار کروا دو اسے پہنا دو۔"

دو دن بعد وہ تہ خانے میں آیا۔ گوڑی سجاتہ سونے کی بنی ہوئی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔ مکتی سنہا نے پوچھا۔ "کیا اتنا سونا کافی ہے؟"

وہ گڑگڑا کر بولی۔ "میں قسم کھا کر کہتی ہوں، آپ کے بعد میں نے کسی دوسرے مرد کا منہ نہیں دیکھا۔ وہ نیا مہاراجہ یہاں آیا تھا لیکن میں نے صاف صاف کہہ دیا۔ اگر تم مجھ کو ہاتھ بھی لگاؤ گے تو جان دے دوں گی۔"

مکتی سنہا نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "بہت خوب اور ابھی تک تم نے جان نہیں دی۔ شاید فرصت نہیں ملی ہوگی۔ ایک وفادار عورت میری مہارانی تھی جس نے میری موت کی خبر سنتے ہی خود کو چتا میں جلا کر بھسم کر ڈالا۔ وہ میری محبت کی خاطر آگ میں جلتی رہی اور تم یہاں تہ خانے کی دولت پر عیش کرتی رہیں۔"

پھر مہاراجہ نے حکم دیا۔ "اس حسین بلا کے ناخن کیسے گلابی گلابی سے ہیں۔ گلابی رنگ کے قیمتی ہیرے ناخن کی صورت میں تراشے جائیں۔ پھر اس کے ناخن نکال کر ان کی جگہ وہ ہیرے بڑھا دیے جائیں۔"

وہ چیختی چلاتی رہی۔ مہاراجہ حکم دے کر چلا گیا۔ پھر وہ جس اذیت ناک کرب سے گزرتی رہی، یہ وہی جانتی ہوگی۔ اس کے ناخنوں کے سائز کے گلابی ہیرے تراشے گئے۔ پھر ایک ایک ناخن نکالا گیا۔ وہاں وہ ہیرے بڑھا دیے گئے۔ وہ چیختی تھی اور کبھی بے ہوش ہو جاتی تھی لیکن حکم کی تعمیل کی جا رہی تھی۔ ایک دن مہاراجہ نے آکر دیکھا۔ اس کے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کے ناخن نہیں تھے۔ ان کی جگہ ہیرے جگمگا رہے تھے۔

اس نے کہا۔ "گوڑی تم چاہتی تھیں دولت تمہارے پاس رہے کوئی اسے چھیننے نہ پائے۔ کوئی چھیننے آئے گا تو تم اس کا دل چھین لو گی، اسے میری طرح آنو بنا دو گی۔ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ دولت تمہارے پاس ہی رہے گی۔ تمہارے بدن سے لگی رہے گی جیسے یہ ہیرے لگے ہوئے ہیں۔"

پھر اس نے حکم دیا۔ "اب اس حسین بلا کے تمام دانت نکال لو اور اس کی جگہ سفید نگینے جڑ دو۔"

وہ تڑپ کر وہاں سے جانا چاہتی تھی لیکن سونے کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔ فریادی انداز میں چیخ رہی تھی۔ نہیں نہیں، بھگوان کے لیے مجھے مار ڈالو۔ مجھے جان سے مار ڈالو۔ لیکن میں یہ تکلیف برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ ظلم ہے۔ درندگی ہے۔"

مہاراجہ نے پھر ایک دن آکر دیکھا۔ اب اس کے دانت نہیں تھے، ان کی جگہ سفید نگینے جگمگا رہے تھے۔ اس نے کہا۔ "میں درندگی نہیں دکھا رہا ہوں۔ انصاف کر رہا ہوں۔ تمہیں دولت چاہیے، دولت دے رہا ہوں۔ اس سے بڑا انصاف کیا ہو سکتا ہے۔ دولت کو تمہارے وجود سے چپکا رہا ہوں۔ اسے کوئی تم سے چھین نہیں سکے گا۔ چھیننا چاہے گا تو دولت کے ساتھ تمہیں بھی لے جانا پڑے گا۔"

اس بار اس نے حکم دیا۔ "اس حسین بلا کا سر مونڈ ڈالو۔ اس کی زلفیں ریشمی اور سنہری سنہری ہیں۔ ٹھیک اسی طرح سونے کی زلفیں تیار کرو اور اس کے سر کو ان زلفوں سے سنوار دو۔"

وہ حکم دے کر چلا گیا۔ اس بار اس نے احتجاج نہیں کیا، چپ چاپ حکم سنتی رہی۔ اس کا خیال تھا، سر مونڈ ڈالنے سے تکلیف نہیں ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ جن ریشمی سنہری زلفوں پر ناز کرتی تھی، وہ نہیں رہیں گی۔ لیکن سچ مچ سونے کی زلفیں تیار کی گئیں اور پھر اس کے سر سے چپکانے کے لیے سونے کو آگ سے پگھلا پگھلا کر سر سے چپکایا گیا تو وہ تکلیف کی انتہا کو برداشت نہ کر سکی بے ہوش ہو گئی۔

طویل بے ہوشی کے بعد ہوش آیا تو وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔ اس کے سر پر قیامت ٹوٹتی رہی تھی۔ ایسے میں بھلا دماغ کیسے متاثر نہ ہوتا۔ وہ وقتی طور پر دماغی توازن سے محروم ہو گئی۔

پھر جانے کتنے مہینے گزر گئے۔ رفتہ رفتہ وہ ہوش مندی کی باتیں کرنے لگی۔ حواس بحال ہو گئے لیکن سر پر بوجھ سا رہتا تھا کیونکہ سونے کی زلفیں، سر سے بندھی ہوئی تھیں، اسے آئینہ دکھایا گیا۔ زلفیں بہت ہی خوب صورت تھیں۔ پیچھے بڑا سا جوڑا بندھا ہوا تھا اور اس جوڑے میں ایک سونے کی پنکھی کا پھول مسکرا رہا تھا۔ وہ پھول بھی ہیرے جواہرات کو تراش کر بنایا گیا تھا۔

اس نے آئینے میں دیکھا تو آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ وہ التجا آمیز نظروں سے مہاراجہ کو دیکھنے لگی۔ پھر رحم کی بھیک مانگنے لگی۔ مہاراجہ مکتی سنہا نے کہا۔ "میرے رحم کھانے سے میری مہارانی زندہ نہیں ہو جائے گی۔ وہ محبت کرتی تھی، محبت کا تقاضا تھا کہ میرے لیے مر جائے۔ وہ مر گئی۔ تمہاری محبت کا تقاضا تھا دولت۔ اور دولت تمہیں مل رہی ہے۔"

مہاراجہ نے چار جوہریوں کی خدمات حاصل کی تھیں۔ وہ تہ خانے میں آتے تھے اور مہاراجہ کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ اس بار اس نے حکم دیا۔ "اتنی خوب صورت باتوں کو ضائع نہ کیا جائے۔ جتنی یہ خوب صورت ہیں، اتنی ہی خوبصورتی سے ان پر ہیرے جواہرات کا پلاستر چڑھا دیا جائے۔"

اس بار گوڑی سجاتہ نے رحم کی التجا نہیں کی۔ اسے نفرت سے دیکھا پھر کہا۔ "میں سمجھ گئی ہوں۔ تو مجھ سے انتقام لے رہا ہے مگر یاد رکھ، میں تیرے پاس نہیں گئی تھی، تو میرے پاس آیا تھا۔ غرض مند تو تھا۔ تو راجہ ہے۔ کیا تیرے لیے کوئی سزا نہیں ہے؟"

وہ منہ پھیر کر جانے لگا۔ وہ چیختے ہوئے بولی۔ "میں انتظار کر رہی ہوں۔ پھر کوئی نیا مہمان آئے گا۔ تجھے شکست دے گا، تجھے مار ڈالے گا۔ پھر مجھے اس تہ خانے سے نجات مل جائے گی۔"

اس نے پلٹ کر کہا۔ "میں تجھے اسی لیے دولت مند بنا رہا ہوں کہ تیری جان نکلے۔ ابھی تیرے جسم کے ان حصوں کو میرے جواہرات سے مزین کیا جا رہا ہے جہاں اذیت تو پہنچتی ہے مگر جان نہیں نکلتی۔ تو ابھی زندہ رہے گی۔"

وہ چلا گیا۔ جب اسے اطلاع ملتی تھی کہ حکم کی تعمیل کر دی گئی ہے تو وہ آیا کرتا تھا اور پھر کوئی نیا حکم دے کر چلا جاتا تھا۔

اس کے بازوؤں کے بعد اس کی ٹانگیں بھی ہیرے جواہرات سے جڑ دی گئیں۔ ایک دن اس نے اس کے لبوں کو چھو کر کہا۔ "کتنے خوب صورت ہونٹ ہیں۔ ان ہونٹوں سے تو نے کتنے جھوٹ بولے ہیں، کتنے فریب دیے ہیں۔"

پھر اس نے پلٹ کر حکم دیا۔ "ایک بیش قیمت لعل کو تراشا جائے اور اسکے ہونٹوں کو یہاں سے تراش کر لب لعلیں کی مثال پیش کی جائے۔"

یہ سنتے ہی گوڑی سجاتہ نے اس پر تھوک دیا لیکن چار دن کے بعد تھوکنے کے قابل نہ رہی۔ اس کے ہونٹ ساکت ہو گئے تھے۔ تراشیدہ لعل کے ہونٹ نہایت ہی خوب صورت اور جاذب نظر تھے۔ مگر ساکت و بے جان، صرف دیکھنے کے لیے تھے۔

اب وہ سونے کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی نہیں تھی۔ کہیں چلنے پھرنے کے قابل بھی نہیں تھی۔ ایک جگہ لیٹی ہوئی تھی اور بے جان مجسمے کی طرح نظر آتی تھی۔ صرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خلا میں تکتی رہتی تھی۔ اس بار مہاراجہ مکتی سنہا نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "کیسی جھیل کی طرح گہری آنکھیں ہیں۔ آنکھوں کی پتلیاں سبز ہیں۔"

اس نے جوہریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھو، غور سے اس کی آنکھوں کو دیکھو۔ سبز پتلیوں کی جگہ زمرد جڑے جائیں اور آنکھیں جیسی خوب صورت ہیں، ویسی ہی تراشی جائیں۔ کوئی کمی نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ چلا گیا۔ اس بار گوڑی سجاتہ آنکھیں نکالتے وقت تکلیف برداشت نہ کر سکی۔ ہمیشہ کے لیے اپنی جان ہار گئی، لیکن مہاراجہ مکتی سنہا نے جو سوچا تھا، وہی ہوا۔ اس کے مرنے کے بعد بھی دولت اس کے جسم سے چپکی رہی۔ ایسی دولت جو نایاب تھی اور اب تاریخی اہمیت کی حامل تھی۔ اس کا تمام جسم ہیرے جواہرات سے جڑا ہوا تھا۔ جسمانی کھال یا

خواب سب دیکھتے ہیں۔
لیکن یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم خواب کیوں دیکھتے ہیں؟ سچے خواب کیا ہوتے ہیں؟ خوابوں کی تشریحات کیسے کی جا سکتی ہیں؟ ان کی تعبیریں کیا ہیں؟ خواب آدمی کی زندگی میں کیا اہمیت رکھتے ہیں؟ ان کی راہنمائی سے مستقبل کی تعمیر میں کیا مدد لی جا سکتی ہے؟ کیا وہ ہماری الجھنوں کے مکاس ہوتے ہیں؟ یا وہ ہماری الجھنوں کا حل بھی پیش کرتے ہیں؟
خوابوں کے بارے میں اہرجنے کے کیا رائے ہے؟
خوابوں کے بارے میں مذہب عالم کیا کہتے ہیں؟ یہ اور ایسے لاتعداد سوالوں کے مکمل جواب کے لئے ——— پڑھیے!

قیمت ۱۵ روپے — ڈاک خرچ ۲ روپے

خوابوں کے اسرار

از: ایس صدیقی کے قلم سے

ڈومیسیل بار ——— ایک ہر دلعزیز اور منفرد کتاب

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

گوشت کہیں نظر نہیں آتا تھا اور دو سو برس کے بعد تو نظر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئی ہوگی، لیکن وہ ڈھانچہ بھی ہیرے جواہرات سے مزین کیے ہوئے جسم کے اندر چھپا ہوگا۔

میں پنڈت سمانو کا دماغ پڑھتی جاتی تھی اور ربی اسفندیار کو اس کے متعلق بتاتی جاتی تھی۔ ربی نے تمام تاریخی واقعے کو سننے کے بعد کہا "وہ نایاب تاریخی مجسمہ ہمارے ملک میں ہونا چاہیے۔ ایک تو اس سے ہماری دولت میں اضافہ ہوگا، دوسرے ہم اسے خصوصی عجائب گھر میں رکھیں گے۔ اسے دیکھنے کے لیے ہر ملک سے سیاح آیا کریں گے اور ہمیں لاکھوں، کروڑوں ڈالر کا زرِ مبادلہ حاصل ہوگا۔"

"آپ میری رہنمائی فرمائیں۔ ہم کس طرح پنڈت سمانو کو اپنا آلۂ کار بنا سکتے ہیں اور میں کس طرح اسے ٹریپ کر سکتی ہوں۔"

"اسے ٹریپ کرنا اور اپنا آلۂ کار بنانا ضروری نہیں ہے۔ تم چپ چاپ معلومات حاصل کرتی رہو کہ وہ قدیم تاریخی مسودہ کہاں ہے اور اس کا ترجمہ ہم اپنی زبان میں کس طرح کر سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ وہ تمام دولت اور گوڑی سجاتہ کا مجسمہ اب بھی اس تہ خانے میں موجود ہے یا نہیں۔ اگر یہ سب کچھ وہاں موجود ہے تو ہم تہ خانے تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔"

میں نے معلوم کیا۔ وہ قدیم تاریخی مسودہ اس کی اپنی رہائش گاہ میں تھا۔ وہ فلپائن کے اسی جزیرہ کاوی کاوی میں رہتا تھا۔ وہاں اس کے آباؤ اجداد کے زمانے کا ایک مکان تھا جو کئی بار گر چکا تھا اور کئی بار تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کے ایک کمرے میں بڑا سا لکڑی کا صندوق تھا۔ صندوق کے اندر ایک اور چھوٹا صندوق تھا جس میں صرف یہی ایک قدیم تاریخی مسودہ نہیں بلکہ اور بھی صدیوں پرانے مسودات رکھے ہوئے تھے۔ اس کے خاندان میں پرانی تحریریں پڑھنے کا سلسلہ آباؤ اجداد کے زمانے سے چلا آرہا تھا، اسی لیے وہ ناقابلِ فہم تحریروں کے رموز و اشارے سمجھ لیتے تھے۔ نقطے، لکیریں، زاویے اور دائروں کی مخصوص شکل سے کیا مفہوم نکالا جا سکتا ہے، وہ اچھی طرح جانتے تھے۔

اس کے باپ دادا اسی شوق میں نگری نگری گھومتے تھے۔ انھوں نے سری لنکا، ہندوستان اور مصر وغیرہ پہنچ کر وہاں سے نادر اور ناقابلِ فہم نسخے حاصل کیے تھے جنھیں سمجھ لینے کے بعد خفیہ خزانوں کا علم ہوتا تھا اور یہی کوشش پنڈت سمانو کو اسرائیل کی زمین تک لے آئی تھی۔

ربی اسفندیار نے کہا "یہ معلوم کرو، جب اتنے خ خزانوں کا علم اس پنڈت کو ہے تو کیا اس نے یا اس کے باپ دادا نے وہ تمام خزانے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی اور اگر نہیں کی تو اس کی وجہ کیا ہے؟"

پنڈت سمانو کے دماغ نے بتایا، جو تش و دیا یعنی علم نجوم انہیں خاندان در خاندان میں ملتا چلا آرہا ہے۔ اس کے پردادا کے پردادا نے بھی اس علم کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ ان میں سے کوئی وہ خزانہ حاصل نہیں کر سکے گا۔ تقدیر کے کھیل اتنے عجیب ہوتے ہیں کہ پہلے پہل یہ انسان کی سمجھ میں نہیں آتے۔ بعد میں اس کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔

مثلاً اس تہ خانے میں اترنے کے لیے علمِ نجوم کے ذریعے جو بات معلوم ہوئی، وہ یہ تھی کہ اس تہ خانے میں ایسے لوگ جائیں گے جن کے ساتھ کچھ نادیدہ ہستیاں موجود رہیں گی جو کسی کو نظر نہیں آئیں گی لیکن وہ تہ خانے میں جانے والوں کے ساتھ ساتھ موجود رہیں گی اور ان کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔

علمِ نجوم کے ذریعے معلوم ہونے والی یہ باتیں شاید پنڈت سمانو کے باپ دادا کے لیے بھی ناقابلِ فہم یا مضحکہ خیز رہی ہوں گی۔ بھلا نادیدہ ہستیاں کیا ہو سکتی ہیں۔ اب جبکہ میرے فرماں بردار مسکین افراد، سجاد علی تیمور کے ساتھ اس تہ خانے میں پہنچ گئے ہیں تو یہ بات مضحکہ خیز نہیں رہی۔ اگرچہ میں نادیدہ نہیں ہوں لیکن تہ خانے میں جانے والوں کے لیے نادیدہ ہوں۔ انہیں نظر نہیں آئی مگر ان کی رہنمائی کر رہی۔ اسی طرح رستوتی اور فرہاد، سجاد علی تیمور کی رہنمائی کرتے رہے۔

ہمیں اس قیمتی لاش کو حاصل کرنے کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑے۔ ربی اسفندیار نے منصوبہ بنایا کہ جزیرہ کاوی کاوی میں پہلے اپنے قدم جمانا چاہئیں۔ اپنے وفاداروں کو وہاں بھیج کر میدان ہموار کرنا چاہیے۔ اس کے لیے انھوں نے اپنی حکومت سے اس سلسلے میں گفت و شنید کا سلسلہ شروع کیا۔ انہیں بتایا کہ انھوں نے روحانی علم کے ذریعے جزیرہ کاوی کاوی میں چھپے ہوئے ایک نایاب مجسمے کا پتا چلایا ہے۔ اگر اسے کسی طرح حاصل کر کے اپنے ملک میں لایا جائے تو بے تحاشا زرِ مبادلہ کمایا جا سکتا ہے۔

حکومت بھلا ربی اسفندیار کا ساتھ کیسے نہ دیتی جب بچے سے لے کر بوڑھے تک ہر فرد مرے سے ان کا معتقد چلا آرہا ہے۔ ہماری حکومت کی طرف سے بہترین افراد کا انتخاب ہوا اور انہیں جزیرہ کاوی کاوی کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

پھر ایسے لوگ بھی تھے جو فلپائن کے شہر منیلا بھی گئے تاکہ وہاں کے سیاسی حالات کا صحیح اندازہ کر کے اپنے لوگوں کی رہنمائی کر سکیں۔ پھر رہنمائی کرنے کے سلسلے میں بھی منصوبہ کامیاب ہوا کہ مسلمانوں کا ساتھ دیا جائے۔ اس کے لیے ایک یہودی شخص عیسائی جوزف کے نام سے جزیرے میں پہنچا۔ اس نے بڑے ہی ڈرامائی انداز میں سلیمان موروز اور اس کے ساتھی مسلمانوں کے سامنے اسلام قبول کیا، سب اس سے متاثر ہو گئے۔ انھوں نے اس نو مسلم احمد جوزف کو جزیرے کے شمالی حصے کا سردار بنا دیا۔

ادھر میں فلپینو سیکھتی رہی تاکہ وہاں کے سرکردہ لوگوں کو خیال خوانی کے ذریعے اپنا مطیع اور فرماں بردار بناتی رہوں۔ دوسری طرف ہماری حکومت نے فلپائنی حکمرانوں سے سودا کیا۔ اگر وہاں کے حکمراں اس دور افتادہ جزیرے کاوی کاوی کو یہودیوں کے حوالے کر دیں تو وہ فلپائن سے مسلمانوں کے سیاسی قدم اکھاڑ دیں گے لیکن فلپائنی حکمراں سپر ماسٹر کے زیرِ اثر ہوتے آئے تھے۔ اس لیے انھوں نے اسرائیلیوں کی پیش کش کو قبول نہیں کیا۔

اب ہم فلپائنیوں کو ایک اچھا سبق سکھانا چاہتے تھے۔ ہمارے جو آدمی جزیرہ کاوی کاوی پہنچے تھے، ان میں سے ایک نے پنڈت سمانو کے مکان میں نقب لگائی۔ اس صندوق تک پہنچا اور بہت ہوشیاری سے اس صندوق کو چرا کے لے آیا۔ بڑے رازدارانہ انداز میں اسرائیل پہنچا دیا گیا۔ میرے سامنے سے کھولا گیا۔ ربی نے اس میں سے کئی قدیم تاریخی مسودے نکالے ان میں کئی پیچیدہ نقشے بھی تھے۔ ہم نے پنڈت سمانو کو شاہی مہمان بنا کر رکھا تھا۔ جب تک ہم جزیرے کاوی کاوی میں مصروف رہے اور اس کے ہاں سے مسودات چوری کر کے اپنے یہاں منگوائے اس وقت تک اسے ہم نے قتل اہیب سے جانے کا موقع نہیں دیا۔ اس کی بڑی خاطر مدارات کی۔ اسے سبز باغ دکھاتے رہے کہ اسرائیلی تاریخ سے تعلق رکھنے والے مسودات اس کے سامنے پیش کیے جائیں گے لیکن ابھی کچھ قباحت ہے۔ اسے انتظار کرنا ہوگا۔

سب سے پہلے ربی اسفندیار نے ان مسودات کو اس کے سامنے پیش کیا جنہیں وہ اپنی لائبریری میں ایک عرصے سے چھپا کر رکھے ہوئے تھے۔ میں پنڈت سمانو کے دماغ میں موجود تھی۔ وہ ان مسودوں کو پڑھ رہا تھا، حیران ہو رہا تھا لیکن حیرانی ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ ادھر جو کچھ وہ پڑھتا جا رہا تھا، میں لکھتی جا رہی تھی۔ آخر پنڈت نے کہا "یہ مسودہ بہت الجھا ہوا ہے۔ تحریر ناقابلِ فہم ہے، اسے پڑھنے میں ایک عرصہ لگے گا۔"

ربی اسفندیار نے اس سے تمام مسودے اور نقشے لے کر کہا "کوئی بات نہیں، ہم اس کی نقل تمہیں دیں گے۔ تم یہاں رہ کر اطمینان سے پڑھتے رہنا لیکن اصل مسودہ میری حفاظت میں رہے گا۔"

انھوں نے اپنے مسودے کو حفاظت سے رکھ لیا اس کے بعد اسے شاہی مہمان بنائے رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ جتنے مسودات ہم اس کے مکان سے چرا کر منگوا چکے تھے، ان میں سے ایک مسودے کی نقل ہم نے اس کے سامنے پیش کی۔ وہ اسے دیکھتے ہی چونک گیا۔ اس نے پوچھا "یہ آپ کو کہاں سے ملا؟"

ربی نے کہا "اس سوال کا جواب ضروری نہیں ہے۔ مسودے میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا انگریزی میں ترجمہ کر دو۔"

"میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے اس مسودے کی نقل آپ لوگوں تک کیسے پہنچی جبکہ میں نے اسے بہت ہی جتن سے چھپا کر رکھا تھا۔"

"بڑے بڑے خزانے پاتال میں چھپا کر رکھے جاتے ہیں۔ صدیوں ان کا کھوج نہیں ملتا لیکن وقت آنے پر وہ بھی پاتال سے نکل آتے ہیں۔ تم اس سائنسی دور میں دیکھ رہے ہو، انسان صرف بلندی پر خلا میں جا کر چاند کو نہیں چھوتا۔ بلکہ زمین اور سمندر کی تہ میں پہنچ جاتا ہے۔ تم یہ بتاؤ، اس مسودے کا ترجمہ پیش کرو گے یا نہیں؟"

اس نے انکار کیا۔ اسے ایک کال کوٹھری میں پہنچا دیا گیا، طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ اس مسودے کو کال کوٹھری میں رکھ کر ہلکی سی روشنی کا انتظام کر دیا گیا اور کہا گیا "تم ترجمہ پیش کرو یا نہ کرو، اسے پڑھتے رہو اور سوچتے رہو کہ ہمارے لیے اس کا ترجمہ پیش کرو گے یا نہیں؟"

وہ اذیتیں برداشت کرتا تھا۔ جب بے ہوش ہو جاتا تو اسے پھر کال کوٹھری میں پہنچا دیا جاتا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد وہ سوچتا تھا۔ پھر ہلکی سی روشنی میں مسودات کو دیکھتا تھا۔ اب اس کا دماغ اس قدر کمزور ہو چلا تھا کہ قوتِ ارادی رائے نام رہ گئی تھی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے پڑھنے پر مجبور کرتی تھی اور جب وہ پڑھنا شروع کرتا تو میں لکھنے بیٹھ جاتی۔

مختصر یہ کہ اس نے اور اس کے آباؤ اجداد نے جتنی ناقابلِ فہم تحریریں چھپا کر رکھی تھیں، ہم نے ان سب کا ترجمہ کر لیا اور ان تمام نقشوں کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا۔

تہ خانے میں پہنچنے کے لیے جو نقشہ ہمارے سامنے تھا' اس میں دور راستے دکھائے گئے تھے۔ ایک راستہ وہی تھا جس سے ہمارے آدمی اندر گئے تھے' دوسرا راستہ بہت ہی خطرناک تھا۔ اس خفیہ سُرنگ نما راستے میں صدیوں سے زہریلی گیس موجود تھی۔ پھر وہ راستہ اتنا تنگ تھا کہ پوری ایک ٹیم بدقت وہاں سے گزر سکتی تھی۔

مکتی محل سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر ایک ویرانے میں چھوٹا سا مندر بنا ہوا ہے۔ وہ مندر برسوں سے ویران پڑا ہوا تھا۔ ہم نے کوشش کی کہ اب وہاں کوئی نہ جائے کیوں کہ اس مندر میں جہاں ایک پرانی سی مورتی رکھی ہوئی تھی' اسی مورتی کے نیچے سے ایک زینہ سُرنگ کی طرف جاتا تھا۔ وہ سرنگ دس میل تک چلتی ہوئی مکتی محل کے تہ خانے میں پہنچتی تھی۔ اس کا آخری سرا اسی خوب صورت سے کمرے میں تھا جہاں گوڑی سجاتہ دو سو سال سے پڑی ہوئی تھی جس تابوت میں اسے رکھا گیا تھا' اس کے نیچے لکڑی کا ایک بہت بڑا صندوق تھا۔ وہ سُرنگ نما راستہ اسی صندوق تک پہنچتا تھا۔ اسے کھولنے کے لیے اوپر کی طرف سے تابوت کو ہٹانا ضروری نہیں تھا کیوں کہ وہ صندوق دُوانے کے پٹ کی طرح سامنے سے کھلتا تھا۔

ربی اسفندیار نے کہا تھا' سُرنگ نما راستے سے گزرنا مناسب نہیں ہوگا۔ ہم اس راستے سے صرف گوڑی سجاتہ کے مجسمے کو لے جاسکتے ہیں لیکن جتنی بھی دولت تہ خانے میں ہے' اُسے حاصل نہیں کرسکیں گے کیوں کہ سُرنگ کا راستہ گوڑی سجاتہ کے اس صندوق تک پہنچتا ہے جو تابوت کے نیچے رکھا ہوا ہے۔ جب ہمارے آدمی اس صندوق سے نکل کر گوڑی سجاتہ کے کمرے میں پہنچیں گے تو اس کمرے تک محدود رہیں گے۔ کیوں کہ کمرے کا بڑا سا پیتل کا دروازہ باہر سے کھلتا ہے۔ باہر بارہ چابیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ایک مخصوص ترتیب سے وہ چابیاں صحیح کی ہول میں داخل کی جائیں' تب دروازہ کھلے گا لیکن اندر رہنے والے ہمارے آدمی یہ ترتیب نہ تو سمجھ سکیں گے اور نہ ہی ان چابیوں تک پہنچ سکیں گے۔ لہٰذا گوڑی سجاتہ کے مجسمے تک پہنچنے کے لیے یہ سیدھا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ اگرچہ یہ راستہ بھی پُرخطر ہے لیکن ہمارے آدمی اسے عبور کرلیں گے۔"

میری اس آپ بیتی سے یہ بات واضح ہو چکی ہوگی کہ ہم نے فرہاد علی تیمور کو گوڑی سجاتہ تک لے جانا کیوں ضروری سمجھا۔ ہم علمِ نجوم کے مطابق اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ اس تہ خانے میں جو بھی لوگ جائیں گے' ان کے سا نادیدہ ہستیاں ہوں گی۔ اگر ایک نادیدہ ہستی کی بات ہ تو میں ہی کافی ہوتی۔ اسی لیے ہم نے فیصلہ کیا کہ رسونتی فرہاد کو اس معاملے میں ملوث کیا جائے اور کام نکلا کے بعد انہیں دودھ کی مکھی کی طرح الگ کردیا جائے۔

آپ نے مادام کمپیوٹر کی آپ بیتی خود اس کی زبا سے سُن لی۔ جب یہ آپ بیتی دنیا والوں تک پہنچے گی' ا کے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کا مجرم ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ دہشت گرد تنظیمیں پھر بھی اس سے خوف زدہ رہیں گ اسے مادام کمپیوٹر نہ سہی' مادام شیبا کہا کریں گی لیکن میں صر شیبا کے نام سے اس کا ذکر کروں گا۔

میں شیبا سے کہہ چکا تھا۔ وہ پُراسرار دین کے رہنے کی حماقت نہ کرے۔ اس سے پہلے کتنے ہی خطرناک مجرم ا چہرے پر نقاب ڈال کر مجھے مجسّس میں مبتلا کرنے اور بر نیند ڈالنے کی ناکام کوششیں کرتے رہے۔ جب مجھے پہ بار معلوم ہوا کہ شیبا سلیمان موروز کے دماغ میں آتی ہے ا فلپائنو زبان میں اس سے مخاطب ہوتی ہے تو وہی اس پُراسراریت کا آخری مرحلہ تھا۔

سونیا نے یہ معلوم ہوتے ہی مشورہ دیا' "فوراً بابا صاحب کے اوادے سے پہنا ٹرم جاننے والوں کی خدمات حاصل کی جائیں۔ رسونتی کو تنویمی عمل کے ذریعے فلپائنو زبان سکھائی جائے۔ بلکہ اس کے ذہن میں یہ زبان نقش کردی جائے اس کے بعد مادام کمپیوٹر ہماری مٹھی میں ہوگی۔"

پھر یہی ہوا۔ تنویمی عمل کے ذریعے رسونتی کے دما میں فلپائنو زبان نقش کردی گئی۔ ادھر شیبا مجھے تہ خانے میں لے جانے کے لیے اصرار کر رہی تھی اور میں اُسے ٹال رہا تھا اور وہ جھنجلا کر پوچھتی تھی' "آخر یہ کیا تک ہے۔ دو دن دوپہر کو تہ خانے میں جانے کا فیصلہ کیوں سنانا چاہتے ہو؟ اور میں کہتا تھا' میری اپنی مجبوریاں ہیں۔ میں خوب سوچ سمجھ کر تہ خانے میں جانے کا فیصلہ کروں گا۔

یقیناً میرے ٹالنے کے باعث شیبا اور ربی اسفند اُلجھن میں پڑ گئے تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ میں دوسرے دن دوپہر تک کوئی ایسی چال چلنا چاہتا ہوں جس کے ذریعے ان کی چالیں اُلٹ دوں گا۔ پھر ہر طرح سے اپنا تحفظ کرنے کے بعد تہ خانے میں داخل ہونا چاہوں گا۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم فلپائنو زبان کے ذریعے

نہیں تسخیر کرنے والے ہیں جس روز ہم جزیرہ کادی کادی پہنچے' اس کے تقریباً چار گھنٹے بعد ہی انکشاف ہوا تھا کہ شیبا فلپائنو زبان جانتی ہے۔ بدھ تک رسونتی کو تنویمی عمل کے ذریعے یہ زبان سکھا دی گئی۔ اس کے بعد بھی کئی مراحل تھے۔ رسونتی چپ چاپ شیبا کے دماغ میں بیٹھ کر ان مسودات کو پڑھ رہی تھی اور اعلیٰ بی بی کو خیال خوانی کے ذریعے بتاتی جاتی تھی۔ جب شیبا کے ذریعے یہ معلوم ہوا کہ ایک دوسرا سُرنگ نما راستہ بھی ہے اور اس کے لیے گیس ماسک لازمی ہیں تو اعلیٰ بی بی نے اپنے طور پر ایک منصوبہ بنایا۔ فرانسیسی حکومت سے درخواست کی کہ جلد سے جلد اس کی مطلوبہ چیزیں جزیرہ کادی کادی پہنچائی جائیں۔

جزیرے کے باغی مسلمان اتنے محتاط تھے بلکہ شیبا نے نہیں اتنا محتاط کر رکھا تھا کہ وہ کسی طیارے یا ہیلی کاپٹر کو اترنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ساحلی راستے سے بھی کوئی نہیں آسکتا تھا' ہر طرف سخت پہرا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ہیلی کاپٹر اور طیارے قریبی جزیروں میں پہنچائے جائیں جیسے ہی میں انہیں طلب کروں اور انہیں اترنے کا مقام بتاؤں' اسی وقت وہ ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ جانے چاہئیں تاکہ گوڑی سجاتہ کے مجسمے کو لے جایا جاسکے۔"

ادھر شیبا نے بھی تہ خانے میں جانے کے لیے گیس ماسک اور دوسری اہم چیزوں کے انتظامات کر رکھے تھے حالانکہ تہ خانے کے سیدھے راستے سے گزرنے کے لیے گیس ماسک کی ضرورت نہیں تھی لیکن ربی اسفندیار نے کہا تھا کہ جب ان کی ٹیم گوڑی سجاتہ کے کمرے تک پہنچ جائے گی تو ان کے چند آدمی گیس ماسک پہنیں گے اور گوڑی سجاتہ کے مجسمے کو اسی سُرنگ سے گزار کر لے جائیں گے۔ پھر اس کے آخری سرے پر اس مندر میں پہنچیں گے۔ وہاں سے چپ چاپ ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے مجسمے کو اسرائیل پہنچا دیا جائے گا۔

اعلیٰ بی بی اپنے منصوبے کے مطابق ایک ہیلی کاپٹر جزیرہ کادی کادی کے قریبی جزیرے ہولو پہنچ گئی تھی۔ رسونتی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتی تھی کہ شیبا نے گیس ماسک وغیرہ کا ذخیرہ کہاں رکھا ہے۔ جہاں وہ ذخیرہ تھا' وہاں اس نے خیال خوانی کے ذریعے چند فلپائنی باشندوں کو ٹریپ کیا تھا اور انہیں مجبور کردیا تھا کہ چھ عدد گیس ماسک اور آکسیجن سے بھری ہوئی ٹنکیاں فلاں جگہ پہنچا دی جائیں۔ جہاں وہ پہنچائی گئیں' وہاں سونیا مجھے رخصت ہو کر سب سے پہلے ہی پہنچ گئی تھی۔

جزیرے میں میں اور سونیا تنہا تھے۔ ہمارا کوئی مددگار نہیں تھا۔ سلیمان موروز بھی شیبا کا ولیانہ بنا ہوا تھا اور ہمیں چند مددگاروں کی ضرورت تھی تاکہ وہ گوڑی سجاتہ کا مجسمہ اٹھا کر سُرنگ سے گزرتے ہوئے باہر ہیلی کاپٹر تک پہنچاتے باہر مندر کے آس پاس شیبا نے فلپائنی باشندوں کا سخت پہرہ لگا رکھا تھا۔ رسونتی نے جن فلپائنی باشندوں کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کیا تھا' ان میں سے دو ایسے تھے جو مندر میں پہرہ دے رہے تھے۔ انہیں سمجھا دیا گیا تھا کہ فلاں کوڈ ورڈ کے ذریعے تبادلہ ہوگا۔ تب ہی کسی ہیلی کاپٹر کو مندر کے پاس اترنے کی اجازت دی جائے۔

رسونتی نے ان کوڈ ورڈز کے ذریعے پہرہ دینے والوں کو یقین دلایا کہ وہ وہی مادام بول رہی ہے جو ان کے دماغوں میں پہنچ کر انھیں احکامات دیتی رہتی ہے۔ وہ اس کے قائل ہوگئے۔ پھر اس نے کہا' میں وہ عورت ہوں جو آج تک کسی کو نظر نہیں آئی لیکن اب میں چار آدمیوں کے ساتھ مندر میں آرہی ہوں۔ وہاں سے دو آدمی اور میرے ساتھ شریک ہو جائیں گے اور سب گیس ماسک پہن کر سُرنگ میں داخل ہوں گے اور وہیں سے گوڑی سجاتہ کے مجسّمے کو نکالا جائے گا۔

وہ سب اسی غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ مادام کمپیوٹر نے ان سے رابطہ قائم کیا ہے۔ رسونتی خیال خوانی کے ذریعے بہت مصروف رہی۔ وہ ہر طرف بھاگ دوڑ کرتی تھی۔ کبھی مندر میں پہرہ دینے والوں کا خیال رکھتی تھی' کبھی شیبا کے دماغ میں چپ چاپ پہنچ کر یہ معلوم کرتی تھی کہ کہیں وہ مندر کے پہرے داروں کی طرف نہ آئے۔ اگر چہ شیبا مطمئن تھی' وہ جانتی تھی مندر کے پاس وہی لوگ آسکتے ہیں جو کوڈ ورڈز جانتے ہوں۔ اس خوش فہمی نے اور یقین دلایا تھا کہ فلپائنو زبان ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔ کوئی ایسے کوڈ ورڈز استعمال نہیں کرسکے گا۔

بہرحال سونیا نے ان فلپائنی باشندوں کو سرنگ کے ذریعے گوڑی سجاتہ کے کمرے تک پہنچایا۔ وہ سب گیس ماسک پہنے ہوئے تھے۔ انھوں نے اسی طرح گوڑی سجاتہ کو نکال کر مندر میں پہنچایا۔ وہاں پہنچنے تک رسونتی نے اعلیٰ بی بی کو اطلاع دے دی تھی کہ اب اسے جزیرہ ہولو سے پرواز کر کے مندر تک پہنچنا چاہیے اور وہی کوڈ ورڈز استعمال کرنا چاہیے۔

پھر ایسا ہی کیا گیا۔ وہ گوڑی سجاتہ کا مجسمہ بڑی آسانی سے ہیلی کاپٹر میں منتقل کیا گیا اور وہ ہیلی کاپٹر وہاں سے پرواز کرتا ہوا صبا کے علاقے میں پہنچا جہاں ہمارا ایک طیارہ پہلے ہی گوڑی سجاتہ کو لے کر پرواز کرنے کو تیار کھڑا تھا۔ اعلیٰ بی بی اس مجسّمے کے ساتھ وہاں سے وادیٔ قاف پہنچ گئی۔

جب وہ ہیلی کاپٹر مندر کے پاس پہنچا تھا تو شیبا کو اطلاع ملی تھی کہ جزیرہ کاوی کی فضا میں کوئی ہیلی کاپٹر پرواز کر رہا ہے۔ اس نے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی چونکہ اسوقت تک وہ ہیلی کاپٹر مندر تک نہیں آیا تھا' نہ ہی کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہوا تھا اس لیے وہ یہ نہ سمجھ سکی کہ ہیلی کاپٹر کس کا ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ آئندہ بھی اسے سمجھنے کا موقع نہیں ملا۔ رسونتی چپ چاپ اس کے دماغ میں رہ کر اس کے دل کو کمزور بنا رہی تھی۔ وہ پہلے سے ایک مریضہ تھی۔ کبھی کبھی وہ سخت بیمار ہو جاتی تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' رسونتی نے اس کی بیماری سے فائدہ اٹھایا تھا۔ ربی اسفندیار اس کی دلجوئی کرتے تھے اور سمجھاتے تھے۔ بیٹی' زیادہ خیال خوانی نہ کرو۔ بس کبھی کبھی ترخانے میں اپنے لوگوں تک پہنچتی رہو تاکہ کوئی گڑبڑ نہ ہو۔

لیکن گڑبڑ تو ہو چکی تھی۔ اس کا انکشاف اس وقت ہوا جب ہم سب گوڑی سجاتہ کے کمرے میں پہنچ گئے تھے۔ شیبا اپنے خاص آدمیوں کے دماغوں میں تھی۔ اس کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے ان کے ذریعے شیشے کے تابوت کو دیکھ لیا تھا۔ اندر کوئی عورت لیٹی ہوئی تھی۔ چہرے پر نقاب تھا' حالانکہ وہاں کسی گوشت پوست کی عورت کو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وہ تو گوڑی سجاتہ کے ہیرے جواہرات سے برآمد ہوئے مجسمے کی توقع کر رہی تھی۔ اسی وقت اس نے اپنے آدمی کے ذریعے کہا" یہ فراڈ ہے۔ بہت بڑا فراڈ ہو رہا ہے فوراً تابوت کو کھولا جائے"۔

اور جب تابوت کا اوپری ڈھکن ہٹایا گیا تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ گوڑی سجاتہ کے بجائے سونیا اس تابوت میں لیٹی تھی۔ تابوت کھلتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اُدھر شیبا اور ربی اسفندیار کو چپ سی لگ گئی تھی۔ وہ ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے تھے۔ پھر وہ غصے کی شدت سے اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پاؤں پٹخ کر دونوں مٹھیاں بھینچ کر دانت کچکچاتے ہوئے کہنے لگی" میں اس کمینی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ ابھی اسے سزا دوں گی"۔

ربی اسفندیار نے اٹھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر اسے تھپکتے ہوئے کہا" بیٹی! غصہ مجھے بھی آ رہا ہے لیکن میں برداشت کرنا جانتا ہوں۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ بازی اچانک پلٹ جائے گی۔ تم سونیا کو سزا دینا چاہتی ہو' خیال خوانی کے ذریعے مارنا چاہتی ہو۔ وہ اتنی نادان تو نہیں ہے۔ وہ پہلے ہی سمجھ گئی ہو گی کہ جب بازی پلٹ جائے گی اور تم گوڑی سجاتہ کی جگہ اسے دیکھو گی تو یقیناً اُسے ہلاک کرنا چاہو گی۔ کیا ایسے میں اس نے اپنی حفاظت کے انتظامات نہیں کیے ہوں گے؟"

وہ غصے سے بولی" میں یہی دیکھنا چاہتی ہوں۔ وہ کیسے مجھ سے بچ سکتی ہے"۔

"تم بھول رہی ہو۔ وہاں رسونتی اور فرہاد دونوں ہی اس کے دماغ میں مستعد ہوں گے۔ تمہاری خیال خوانی کی کوشش کامیاب نہیں ہو گی"۔

وہ گم صم سی ہو کر ربی اسفندیار کا منہ تکنے لگی۔ انہوں نے کہا" ذرا تحمل سے کام لو۔ یہ ان کی نفسیاتی چال ہے۔ وہ چاہتے ہیں تم غصے کی شدت سے تلملا کر سونیا کے دماغ میں پہنچو۔ اسے جھٹکے پہنچاؤ' اُسے گالیاں دو اور وہ تمہارے دماغ میں پہنچ جائیں"۔

وہ شکست خوردہ انداز میں کرسی پر بیٹھ گئی۔ تائید میں سر ہلا کر بولی" یس سٹف' ان کی یہی چال ہے۔ اوہ گاڈ' یہ لوگ کتنے چالاک ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس کمرے میں سونیا کیسے پہنچ گئی؟"

"یقیناً وہ مندر کے راستے سُرنگ سے ہو کر گئی ہے۔ تم مندر کے پہرے داروں کے پاس پہنچو اور معلوم کرو کہ وہ اتنے سخت پہرے سے کس طرح گزر کر گئی۔ ایسے کام کے لیے اُسے کچھ آدمیوں کی ضرورت پیش آئی ہو گی۔ رسونتی اور فرہاد فلپائنو زبان نہیں جانتے ہیں پھر انہوں نے وہاں کے باشندوں کو کس طرح اپنا آلۂ کار بنایا ہے"۔

شیبا نے مندر کے ان پہرے داروں کے دماغوں تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن کسی کا دماغ نہ مل سکا۔ وہ سب موت کی تاریکی میں گم ہو گئے تھے۔ ہم نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ شیبا ان کے پاس ضرور آئے گی۔ اس طرح اُسے معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے فلپائنی باشندوں کو ٹریپ کیا ہے اور اگر ٹریپ کیا ہے تو یقیناً وہ زہر ان جانتے ہیں۔ ہم نے اس کا موقع ہی نہیں دیا۔ جتنے لوگوں کو ہم نے اپنے کام کے لیے استعمال کیا تھا' انہیں ختم کر دیا تھا تاکہ ہمارا طریقۂ کار سمجھ میں نہ آ سکے۔

اس نے ربی سے کہا" وہاں ایک بھی شخص نہیں ہے۔ مندر میں جتنے بھی پہرے دار تھے' سب کے سب مارے گئے ہیں"۔

ربی اسفندیار نے سوچتے ہوئے کہا" وہ فلپائنو زبان نہیں جانتے۔ ان کے سامنے یہی ایک راستہ تھا کہ تم پہریداروں کو ختم کر دیں اور اس سُرنگ سے داخل ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا سونیا نے کس طرح اتنی جلدی گیس ماسک وغیرہ کا انتظام کیا اور اپنے لیے کچھ مددگار بھی حاصل کر لیے"۔

"یہ سب رسونتی اور اعلیٰ بی بی نے کیا ہے۔ ایک خیال خوان کے ذریعے سونیا کی مدد کرتی رہی' دوسری ہیلی کاپٹر میں اپنے آدمیوں کے ساتھ آئی۔ انہی آدمیوں نے گوڑی سجاتہ کو وہاں سے نکال لانے میں مدد کی"۔

ربی اسفندیار نے انکار میں سر ہلا کر کہا" یہ عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ہیلی کاپٹر میں ان کے آدمی آئے' مچھ مندر کے راستے سُرنگ میں داخل ہوئے اور دس میل تک اس سُرنگ سے گزرنے کے بعد گوڑی سجاتہ تک پہنچے۔ وہاں سے مچھ اُسے لے کر دس میل کا فاصلہ طے کیا اور اتنی دیر تک ہیلی کاپٹر موجود رہا۔ نہیں بیٹی' یہ بات نہیں ہے۔ سونیا نے پہلے ہی چند آدمیوں کو کسی طرح ٹریپ کیا تھا اور ان کی مدد سے گوڑی سجاتہ کو نکال کر مندر تک لے آئی تھی۔ تب ہیلی کاپٹر وہاں پہنچا تھا"۔

یہ کہتے ہوئے ربی اسفندیار نے ایک گہری سانس لی۔ شیبا نے حیرانی سے پوچھا" آپ بڑے مطمئن نظر آ رہے ہیں"۔

انہوں نے سر ہلا کر کہا" ہاں' گوڑی سجاتہ ہاتھ سے نکل گئی مجھے اس بات کا اطمینان ہے کہ وہ تمہارے دماغ تک نہیں پہنچ سکے۔ مجھے شبہ ہو رہا تھا کہیں ان میں سے کسی نے فلپائنو زبان نہ سیکھ لی ہو اگر وہ سیکھ چکے ہوتے تو اب تک تمہارے دماغ میں پہنچ جاتے۔ تمہیں ہم سے چھین کر لے جانا ان کے لیے نہایت آسان ہوتا۔ تمہارے ذریعے وہ یہاں تباہی مچا سکتے ہیں لیکن انھوں نے ابھی تک ایسا نہیں کیا ہے حالانکہ سونیا اور سجاد ہماری قید میں ہیں۔ وہ ہمیں طرح طرح سے بلیک میل کر سکتے ہیں۔ ہماری بہتیری کمزوریوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ابھی تم محفوظ ہو۔ اب تمہیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ آئندہ تم کسی بھی زبان میں کسی کے دماغ میں جانے کی غلطی نہ کرنا"۔

انسان خطا کا پتلا ہے۔ وہ بھی انسان ہی تھی' لہٰذا غلطی کر بیٹھی۔ یہ الگ بات ہے کہ غلطی کرنے والوں کو اس کا احساس نہیں ہوتا یا وہ خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔ اعلیٰ بی بی نے مشورہ دیا تھا کہ شیبا کو بالکل نہ چھیڑا جائے۔ بڑی خاموشی سے ربی اسفندیار کی چالوں کو سمجھا جائے کہ وہ کہاں کہاں اپنا جال پھیلا رہے ہیں۔

اعلیٰ بی بی کا مشورہ دور رس نتائج کا حامل تھا۔ اگر ہم یہ انکشاف کر دیتے کہ شیبا کے دماغ میں موجود ہیں تو زیادہ سے زیادہ اُسے دماغی طور پر نقصان پہنچا سکتے تھے' لیکن ربی اسفندیار محتاط ہو جاتا۔ سب سے پہلے تو وہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیتا۔ اگرچہ تنویمی عمل عارضی ہوتا ہے لیکن وہ اور بھی حفاظتی انتظامات کر سکتا تھا تاکہ ہم اسے چھین کر نہ لے جا سکیں اور اگر اس بات کا شبہ ہوتا کہ شیبا ہاتھ سے نکل جائے گی تو وہ شیبا کو ہی ہمیشہ کے لیے ختم کر سکتا تھا۔ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کی دو قوتیں تھیں۔ وہ تیسری کا اضافہ کرنے کا موقع کبھی نہ دیتا۔

دوسرے لفظوں میں ہم شیبا کا تحفظ کر رہے تھے۔ اگرچہ وہ ہم سے دشمنی کر رہی تھی لیکن نادان تھی۔ ربی اسفندیار جس راہ پر اُسے چلا رہا تھا' وہ چل رہی تھی اور جب ہم اُسے اپنی راہ پر چلاتے تو ہمیں یقین تھا کہ وہ ہماری راہ پر چل پڑتی۔

✠

میں' سونیا' باؤلی سپیرن اور پروفیسر نائیڈو قیدی بنے ہوئے تھے۔ ہمارے چاروں طرف مسلح مقامی باشندے تھے۔ ڈاکٹر کولن اور احمد جوزف ان کے لیڈر بنے ہوئے تھے۔ وہ دونوں بڑی دیر سے اپنی مادام کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا' وہ ان کے دماغ میں آ کر نئے احکامات صادر کرے گی۔

وہ ایک بار بڑے فخر سے اپنے ماتحتوں کو کہہ گئی تھی کہ ہر آدھے گھنٹے کے بعد وہ رابطہ قائم نہ کرے تو سمجھ لینا ان کی مادام خطرے میں ہے۔ ایسی حالت میں وہ سجاد اور سونیا وغیرہ کو گولی مار دیں۔ بعد میں اس نے ماتحتوں سے کہہ دیا کہ اس کا انتظار نہ کیا جائے اور نہ ہی سونیا وغیرہ کو نقصان پہنچایا جائے۔

میں وقتاً فوقتاً ڈاکٹر کولن اور احمد جوزف کے دماغ میں پہنچتا تھا۔ ایسے ہی وقت ان کے دماغ میں یہ بات آئی کہ اپنے تھیلے میں سے کمپیوٹر کا نمبر نکال کر رابطہ قائم کرنا چاہیے۔

میں نے شیبا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ ڈاکٹر کولن کی سوچ میں یہی مشورہ دے رہی تھی تاکہ اسے اپنے لب و لہجے کے ساتھ کچھ نہ کہنا پڑے۔

دوسری طرف سلیمان مروزتہ خانے میں داخل ہو گیا تھا' اپنے مسلح آدمیوں کے ساتھ آ رہا تھا۔ رسونتی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ غلط رہی تھی۔ ہمارا مقصد تھا' انہیں آپس میں لڑا دیں اور ان کے تصادم سے فائدہ اٹھا کر یہاں سے نکل جائیں۔

ہم گوڑی سجاتہ کے کمرے سے نکل آئے تھے اور مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے اس حصے میں پہنچے تھے جہاں سانپوں کا مسکن تھا۔ وہاں تمام سانپوں کو مار ڈالا گیا تھا۔ بہت سے مقامی باشندے اس کام میں لگے ہوئے تھے۔ اس مسکن میں جتنے قیمتی اور نایاب لعل و گوہر پڑے ہوئے تھے' وہ سب پہلے

ہی اٹھا لیے گئے تھے۔ پھر ہم اُس مسکن میں پہنچے جہاں ابرق کی دیواریں تھیں اور ابرق چادروں کے پیچھے سونے کا ذخیرہ چھپا ہوا تھا۔ وہاں داخل ہونے کے لیے جو بھاری پتھر تھا اور جسے پیٹر ہال نے ہٹانے کی کوشش کی تھی، اب وہ بالکل ہٹا دیا گیا تھا۔ احمد جوزف اور سلیمان مورونز کے مسلح جوانوں نے یہ کام بڑی محنت سے کیا تھا۔

جب مجھے پتا چلا کہ سلیمان مورونز اس ابرقی مسکن کی طرف پہنچنے ہی والا ہے تو میں نے احمد جوزف سے کہا "تم دوغلے انسان ہو۔ تمہارا کوئی دین ایمان نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے مجھے حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا "میں جو کچھ بھی ہوں مگر اپنے مقصد میں کامیاب ہوں۔ میں نے یہاں کے مسلمانوں کو بے وقوف بنایا ہے۔ سلیمان مورونز تو نام کا سردار ہے، یہاں میری حکومت ہے، یہاں میرے احکامات پر عمل کیا جاتا ہے۔"

میں نے پوچھا "اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگوں نے سلیمان مورونز جیسے ذہین، قابل اور دلیر سردار کو صرف کاٹھ کا اُلو بنا کر رکھا ہے۔"

احمد جوزف نے ہنستے ہوئے کہا "وہ تو اُلو سے بھی بدتر ہے۔"

سلیمان مورونز چھپ کر یہ باتیں سُن رہا تھا۔ وہ غصّے میں اچھل کر سامنے آ گیا۔ اپنی اسٹین گن کو سنبھالتے ہوئے بولا "ذلیل کمینے تو مجھے اُلو کہہ رہا ہے۔"

میں نے کہا "اُلو سے بھی بدتر سمجھ رہا ہے۔"

جوزف نے ہاتھ اٹھا کر کہا "سلیمان مجھ پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے یہ سمجھ لینا، میرے آدمی کم نہیں ہیں۔ تمہیں گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

سلیمان مورونز نے کہا "میری طاقت بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ میں تمہیں چیونٹی کی طرح مسل کر رکھ دوں گا۔"

وکٹر کولن نے دونوں کے درمیان آ کر کہا "ٹھہرو، آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کرو۔ دیکھو، میں کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے مادام سے گفتگو کر رہا ہوں۔ انھوں نے حکم دیا ہے کہ جوزف اور سلیمان کو نہتا کر دیا جائے۔ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ رہے تاکہ یہ ایک دوسرے کو ہلاک نہ کر سکیں۔"

سلیمان مورونز نے غصّے سے ہاتھ جھٹک کر کہا "میں کسی مادام کمپیوٹر کو نہیں مانتا۔ وہ میرے دماغ میں آ کر بولتی ہے۔ اور میں اسی لیے یہاں آیا ہوں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں وہ جسم کہاں ہے جس کی روح بھٹکتی ہوئی میرے پاس آتی ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "اب وہ بھٹکنے والی روح کبھی تمہارے پاس نہیں آئے گی۔ میں نے بہت پہلے ہی تمہیں سمجھانا چاہا تھا کہ وہ تم سے فراڈ کر رہی تھی۔ یہاں مکتی محل پر قبضہ جما کر تہ خانے میں آنے کے بعد یہاں کی دولت سمیٹ کر لے جانا چاہتی تھی۔ اسے تمہاری جدوجہد سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ صرف اپنا مفاد حاصل کرنا چاہتی تھی۔"

وکٹر کولن نے کہا "یہ جھوٹ ہے۔ دیکھو، اس اسکرین پر خود پڑھو اور حقیقت معلوم کر لو۔"

سلیمان مورونز نے وکٹر کولن کو پرے ہٹاتے ہوئے کہا "وہ جانتی ہے کہ میں انگریزی سمجھتا ہوں اور بولتا ہوں لیکن پڑھ نہیں سکتا۔ اسکرین پر کیا لکھا ہوا ہے، میں کیا جانوں؟"

رسونتی نے سلیمان مورونز کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں وہی روح بول رہی ہوں مگر انگریزی میں بول رہی ہوں۔ جب تک میں فلپائنو زبان میں بولتی رہی میری نیت ٹھیک نہ رہی۔ میں سچ مچ دھوکا دینا چاہتی تھی مگر اب ایسا نہیں کروں گی۔ یہ جو تمہارے سامنے فرہاد کھڑا ہے، یہ اصل فرہاد نہیں، اس کا ہمشکل تجادعلی تیور ہے اگرچہ اپنی اصلی شکل و صورت میں نہیں ہے۔ تاہم اسے نقصان نہ پہنچانا کیوں کہ فرہاد خیال خوانی کے ذریعے تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور میں نہیں چاہتی کہ میری محبت کو ایک ذرا سی بھی آنچ آئے۔"

"لیکن یہ فرہاد یعنی کہ سجاد کہہ رہا تھا کہ تم میرے دماغ میں آ کر نہیں بولو گی۔"

"یہ غلط سمجھ رہا تھا۔ ہاں، اتنا ضرور ہے کہ میں فلپائنو زبان نہیں بولوں گی کیوں کہ میں اپنا جسم واپس حاصل کر چکی ہوں اور فلپائنو زبان بھول گئی ہوں میں پہلے جو زبان بولتی تھی، وہی زبان تمہارے دماغ میں بول رہی ہوں۔ اگر کوئی فلپائنو زبان تمہارے دماغ میں آ کر بولے تو سمجھ لینا کہ رسونتی تمہیں دھوکا دے رہی ہے۔ میں تم سے صرف انگریزی میں گفتگو کروں گی۔ تم سجاد، سونیا، ہاؤلی سپیرن اور پروفیسر نائیڈو کو حفاظت سے باہر لے آؤ۔ میں آج رات بارہ بجے تم سے بالنفس نفیس ملاقات کروں گی۔"

سلیمان مورونز کی باچھیں خوشی سے کھل گئیں۔ اُدھر رسونتی اسے ٹریپ کر رہی تھی، اِدھر میں رہ رہ کر شیبا کے پاس پہنچتا تھا اور معلوم کرتا تھا کہ وہ کس قدر پریشان ہے۔ وہ ربی کو بتا رہی تھی کہ رسونتی کیا چال چل رہی ہے۔ چونکہ رسونتی فلپائنو زبان نہیں جانتی ہے اس لیے سلیمان مورونز کو دوسرے انداز میں ٹریپ کیا ہے۔ اب اگر میں اس کے دماغ میں فلپائنو بولوں گی تو وہ کبھی میری بات کا یقین نہیں کرے گا۔"

ربی نے کہا "تمہیں ذرا سا خطرہ مول لینا چاہیے۔ اس کے دماغ میں جاؤ اور فلپائنو زبان بولو۔ اتنا تو تمہیں یقین ہو گیا ہے کہ رسونتی یہ زبان نہیں جانتی ہے۔ اگر جانتی تو سلیمان مورونز کو اس انداز میں ٹریپ نہ کرتی۔"

"محترم ربی، میرا وہاں جانا فضول ہے۔ رسونتی نے اُسے یقین دلا دیا ہے کہ وہی بھٹکنے والی روح ہے۔ اپنے جسم کو پا چکی ہے اور اب اپنے جسم کے ساتھ آج رات بارہ بجے اس سے ملاقات کرے گی۔ ایسی صورت میں سلیمان مورونز کبھی مجھ پر یقین نہیں کرے گا۔"

میں کبھی شیبا اور ربی اسفندیار کی باتیں سُن رہا تھا، کبھی دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آ جاتا تھا۔ اُدھر اعلیٰ بی بی، رسونتی کو گائیڈ کر رہی تھی۔ اس نے سمجھایا، "وہ کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کسی طرح ضائع کرا دو تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اس کے بعد شیبا کے سامنے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا کہ وہ براہِ راست اپنے آدمیوں کے دماغوں میں آئے یا چپ چاپ بیٹھی رہ جائے۔"

رسونتی نے سلیمان مورونز سے کہا "میں دوسروں کو ناکارہ بنانے کے لیے کمپیوٹر کم ٹرانسیٹر استعمال کرتی تھی۔ صرف تمہارے دماغ میں آتی رہی ہوں۔ اس لیے کہ تم میرے محبوب ہو۔ اب میں اپنا جسم حاصل کر چکی ہوں۔ کمپیوٹر کم ٹرانسیٹر کی کوئی ضرورت نہیں رہی ہے۔ اسے لے کر ضائع کر دو۔"

دوسرے ہی لمحے سلیمان مورونز نے وکٹر کولن کے ہاتھ سے کمپیوٹر کم ٹرانسیٹر کو جھپٹ لیا پھر اُسے زمین پر دے مارا۔

وکٹر کولن نے کہا "ارے ارے، یہ کیا کر رہے ہو؟"

وہ کمپیوٹر کم ٹرانسیٹر کی طرف بڑھنا چاہتا تھا، سلیمان مورونز نے اس کمپیوٹر پر گولی چلا دی۔ وکٹر کولن ایک دم سے پیچھے ہٹ گیا۔ میں احتیاطاً جوزف کے دماغ میں تھا تاکہ وہ جوابی فائرنگ نہ کرے اور وہ کرنے ہی والا تھا۔ میں نے اس کا نشانہ بہکا دیا۔ اس کے ریوالور سے نکلنے والی گولی بھی کمپیوٹر میں آ کر لگی۔

چاروں طرف کھڑے ہوئے مسلح مقامی باشندے چپ چاپ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اس انتظار میں تھے کہ ان کے لیڈر انہیں کوئی حکم دیں گے لیکن کسے کیا حکم دیا جا سکتا تھا۔ ان میں آدھے سے زیادہ مسلمان تھے اور سب کے سب سلیمان مورونز کے زیرِ اثر تھے۔

جوزف حالات کی نزاکت کو بھانپ رہا تھا۔ اُس نے سلیمان مورونز کو دھمکی دی تھی کہ اس کے آدمی سلیمان کو گولیوں سے چھلنی کر دیں گے لیکن وہ اپنی کمزور پوزیشن کو سمجھ رہا تھا۔ مادام کمپیوٹر بھی اس سے رابطہ قائم نہیں کر رہی تھی۔ ایک کمپیوٹر کم ٹرانسیٹر کا آسرا تھا، وہ بھی ناکارہ ہو گیا تھا۔ اُدھر ربی اسفندیار نے پریشان ہو کر کہا "جب حالات اتنے بگڑ گئے ہیں تو ذرا سا رسک لینا ہی پڑے گا۔ تم سلیمان مورونز کے دماغ میں جاؤ اور فلپائنو زبان میں اُسے ٹریپ کرو۔"

"آپ کا حکم ہے تو میں جا رہی ہوں۔"

"ایک بات اچھی طرح یاد رکھنا۔ فلپائنو زبان کے علاوہ اور کوئی زبان استعمال نہ کرنا۔ اگر سلیمان مورونز کے لہجے میں انگریزی بولنا چاہو گی اور ذرا بھی لغزش ہو گی تو رسونتی تمہارے لب و لہجے کو پکڑ لے گی۔"

وہ دوسرے ہی لمحے سلیمان مورونز کے دماغ میں پہنچ گئی۔

میں نے سونیا کو جاپانی زبان میں کہا "تم جوزف کو ڈھال بناؤ۔ میں وکٹر کو بناتا ہوں، دیکھو جوزف کہاں ہے۔"

میں دوسرے ہی لمحے جوزف کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ پلٹ کر سونیا کے پاس آیا۔ پھر اس نے اسٹین گن اور ریوالور سونیا کے حوالے کر دیا۔

میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا اور کولن کو ٹریپ کیا۔ اُس نے میرے پاس آ کر اپنے ہتھیار میرے حوالے کیے۔ اب میں وکٹر کولن کے پیچھے اور سونیا جوزف کے پیچھے تھی۔ سونیا نے کہا۔ "جوزف! اب یہ وکٹر کولن اپنے آدمیوں کو جو حکم دے گا، تم اُس کی تائید کرو گے ورنہ ایک ہی گولی سے تمہاری کھوپڑی اُڑ جائے گی۔"

وکٹر کولن نے میری مرضی کے مطابق اپنے آدمیوں سے کہا "ہتھیار پھینک دو، ہمیں مان لینا چاہیے کہ مادام کمپیوٹر نے ہمیں سلیمان مورونز کو بے وقوف بنانے کے لیے کہا تھا تاکہ ہم اسے احمق بنا کر مکتی محل پر قبضہ کریں اور یہاں کی دولت سمیٹ کر لے جائیں۔"

اِدھر شیبا سلیمان مورونز کے دماغ میں پہنچ کر فلپائنو زبان میں اسے سمجھا رہی تھی مگر وہ کہہ رہا تھا "میں کبھی تم پر یقین نہیں کروں گا۔ میری محبوبہ اپنا جسم پا چکی ہے اور اپنی پہلی زبان بھول گئی ہے، اب وہ میرے دماغ میں آ کر انگریزی بول رہی ہے۔"

شیبا نے کہا "وہ جھوٹ بول رہی ہے۔ تمہیں دھوکا دے رہی ہے۔"

"ہرگز نہیں، وہ آج رات بالنفس نفیس مجھ سے ملاقات کرے گی۔"

شیبا نے کہا: "میں تم سے وعدہ کرتی ہوں، میں ملاقات کروں گی۔ میں اپنے جسم کے ساتھ تمہارے پاس آؤں گی۔"

"اچھا، تم مجھے میری دلربا کی طرف سے بہکانا چاہتی ہو، میں سچا عاشق ہوں۔ ملاقات کروں گا تو اسی سے۔ اگر تم میری وہ ہوتیں تو پہلے تم ملاقات کا وقت طے کرتیں۔ جاؤ چلی جاؤ یہاں سے۔"

وہ واپس اپنی جگہ پہنچ گئی۔ ربی اسفندیار نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے نظریں جھکا لیں۔ بڑی آہستگی سے شکست خوردہ لہجے میں بولی: "ہم ہار گئے۔ بازی بالکل پلٹ گئی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، یہ فرہاد کیسا آدمی ہے؟"

"کیا بات ہوگئی؟"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ ہمارے آس پاس کہیں چھپا ہوا ہے۔ اچانک ہی آکر ہمیں دبوچ لے گا۔"

انھوں نے شفقت سے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر کہا: "تم مسلسل اٹھارہ گھنٹے سے جاگ رہی ہو۔ اس سے پہلے صرف ایک گھنٹے کی نیند پوری کی تھی۔ اس طرح تمہاری صحت پر بُرا اثر پڑے گا۔ آؤ، میں تمہیں آرام سے سُلا دوں۔ تھکن دور ہو جائے گی۔ دماغ تازہ دم ہو جائے گا۔ پھر کسی کا خوف بھی نہیں رہے گا۔"

وہ ربی کے ساتھ چلتے ہوئے ایک بہت ہی خوبصورت سے بیڈ روم میں آئی۔ وہاں اس کے لیے ایک آرام دہ بستر تھا، وہ اُس پر لیٹ گئی۔ ربی نے کہا: "میری آنکھوں میں دیکھو، میں ابھی تمہیں سُلا دوں گا۔"

وہ اس پر ہپناٹزم کرنے لگے۔ عمل کے دوران شیبا نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا: "میں تھک گئی ہوں۔ کھلی فضا میں جانا چاہتی ہوں، میں کب تک قید رہوں گی؟"

"فکر نہ کرو، میں بہت جلد تمہیں اس ملک سے باہر لے جاؤں گا۔ اور دنیا کی سیر کراؤں گا۔ ذرا خطرات ٹل جانے دو۔"

وہ بڑی نقاہت سے بولی: "ہم نے خود خطرات کو دعوت دی۔ ہمیں ان سے نہیں ٹکرانا چاہیے تھا۔ وہ میرے حواس پر چھایا ہوا ہے۔ ایسا لگتا ہے، نیند آئے گی تو مجھے آکر پکڑ لے گا۔"

"بیٹی، بالکل نہ گھبراؤ، میں تمہارے پاس ہوں۔ اب آہستہ آہستہ آنکھیں بند کرو۔ میں تمہیں سُلا رہا ہوں۔"

ربی اسفندیار اسے سلانے کی کوشش کرنے لگے۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ تہ خانے میں بازی پوری طرح ہمارے ہاتھ میں نہیں تھی۔ سلیمان موروز خرد ماغ تھا۔ پتا نہیں کب اس کا دماغ الٹ جاتا اور وہ ہمارے خلاف ہو جاتا۔ فی الحال ہمارے اپنے قابو میں کیے ہوئے تھے۔ میں نے وکٹر کولن سے کہا: "تم لوگوں نے یہاں کی دولت سمیٹ کر لے جانے کے لیے کیسے کیسے منصوبے بنائے تھے اور یہاں کے غریب مسلمانوں کو غریب تر بنا کر یہاں سے جانے والے تھے۔ اب یہ تمام دولت سلیمان موروز اور اس کے آدمیوں کو ملے گی۔"

سلیمان خوش ہو گیا۔ رسونتی اس کے دماغ میں کہہ رہی تھی: "یہ میری محبت کا ثبوت ہے۔ جب تک مجھے میرا جسم نہیں ملا تھا، میں نے اس تہ خانے کی دولت کا ذکر تم سے نہیں کیا تھا اور نہ ہی کوئی وعدہ کیا تھا۔ اب تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہو۔ تمہاری وجہ سے میں نے اپنا جسم حاصل کر لیا ہے۔ یہ دولت کیا چیز ہے، میں خود تمہارے پاس آنے والی ہوں۔"

وہ خوشی سے کھلا جا رہا تھا۔ رسونتی نے کہا: "ستیا دار سونیا آج بھی تمہارے معزز مہمان ہیں۔ دو مہمانوں کا اضافہ ہو چکا ہے۔ باؤل پیئرن اور پروفیسر نائیڈو کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ ان کے آرام کا خیال رکھو۔ میں انہیں جزیرے سے جلد ہی واپس بھیج دوں گی۔ انہیں رخصت کرنے کے بعد طوفان سے آدھی رات کے بعد ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔"

اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ سلیمان موروز کو ایسی دو آنکھیں ملنے والی تھیں جن سے وہ آدھی رات کے وقت اس کو دیکھنے والا تھا۔ اس نے خوش ہو کر بوتل کھولی، اسے منہ سے لگایا۔ پھر چند گھونٹ پینے کے بعد حکم دیا: "ہمارے معزز مہمانوں کو عزت کے ساتھ باہر لے چلو۔"

ہمارا قافلہ وہاں سے روانہ ہوا۔ ہم تنبنی دشواریوں کا سامنا کرتے گوڈی سجانہ کے کمرے تک پہنچے تھے، اب وہ دشواریاں ختم کر دی گئی تھیں۔ ہم بڑے آرام سے تہ خانے کا زینہ چڑھتے ہوئے مکتی محل کی چھت پر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچتے ہی پتا چلا کہ جزیرے کے حالات بدل رہے ہیں۔ ساحلی علاقوں میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ ہم نے سر اٹھا کر دیکھا، ایک ہیلی کاپٹر پرواز کر رہا تھا اور اسپیکر کے ذریعے فلپائنو زبان میں کہا جا رہا تھا۔

"اگر جزیرے کے لوگوں کی سلامتی چاہتے ہو تو مکتی محل سے دور چلے جاؤ۔ ہم وعدہ کرتے ہیں بارہ گھنٹے کے بعد یہ مکتی محل بھی تمہارے حوالے کر دیں گے۔ ساحلی علاقوں میں بھی امن و امان قائم ہو جائے گا۔"

اسی وقت دو طیارے تیزی سے پرواز کرتے ہوئے گزر گئے۔ اسپیکر کے ذریعے کہا گیا: "یہ ہمارے جنگی طیارے ہیں۔ اگر ہمارے حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو شہری آبادی میں اور چھوٹی چھوٹی بستیوں میں بھیجے جائیں گے۔ ہم مادام کمپیوٹر کو وارننگ دیتے ہیں کہ اگر اس نے باغیوں کو اپنے قابو میں نہ کیا

تو یہاں ایک بھی زندہ شخص نظر نہیں آئے گا۔"

میں نے رسونتی کو سمجھایا، اسی کے مطابق وہ سیمون موروز کو سمجھانے لگی: "دیکھو، ہمارے معزز مہمان خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ جو لوگ بھی یہاں قبضہ کرنا چاہتے ہیں، وہ ہمارے مہمانوں کے دشمن ہیں۔ تم فوراً انہیں کسی گاڑی میں بٹھا کر روانہ کر دو اور ان کی وارننگ کے جواب میں کہہ دو کہ آدھے گھنٹے کے بعد مکتی محل خالی کر دیا جائے گا اور سب لوگ یہاں سے دور چلے جائیں گے۔"

اسے سمجھانے کے بعد وہ فوراً ہی اس شخص کے دماغ میں چلی گئی جو ہیلی کاپٹر میں بیٹھا مائک کے ذریعے اعلان کر رہا تھا۔ اعلان کرنے والے کی گردن سے ریوالور کی نال لگی ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے بیٹھے ہوئے چند انگریز خاموشی سے اس کی فلپائنو زبان سُن رہے تھے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ تمام انگریز اس بات سے خوف زدہ ہیں کہ مادام کمپیوٹر اس اعلان کرنے والے کے دماغ میں آئے گی تو اس کے ذریعے انہیں اور ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دے گی۔ لہٰذا اس سے پہلے ہی وہ اعلان کرنے والے مقامی باشندے کو ہلاک کر کے ہیلی کاپٹر سے نیچے گرا دیتے لیکن ابھی ایسا کوئی خطرہ پیش نہیں آ رہا تھا۔ رسونتی نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ اس کے مطابق اعلان کرنے والے مقامی باشندے نے کہا: "میرے دماغ میں مادام بول رہی ہیں۔ وہ کہتی ہیں، ہم آدھے گھنٹے کے اندر مکتی محل خالی کر دیں گے۔"

پیچھے بیٹھے ہوئے ایک انگریز نے فوراً ہی ایک کاغذ پر کچھ لکھا۔ پھر اس فلپائنی باشندے کی طرف بڑھا دیا۔ اس کے مطابق وہ مقامی باشندہ مائک کے ذریعے کہنے لگا: "میں مائک کے ذریعے اعلان کروں یا نہ کروں، مادام میرے دماغ میں رہ کر اس کاغذ کی تحریر کو سمجھ سکتی ہیں۔ اس کے باوجود مجھے حکم دیا جا رہا ہے کہ میں جزیرے کے لیڈروں اور ان کے عوام کو بھی مطلع کر دوں کہ تہ خانے میں جو لوگ گئے ہیں، وہ باہر نہ آئیں اور وہاں جو بھی راز برسوں سے دفن ہے، اسے مکتی محل سے باہر نہ لایا جائے۔ تاوقتیکہ ہم وہاں پہنچ نہ جائیں۔ لہٰذا ہماری اس وارننگ کو آخری وارننگ سمجھا جائے اور کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش نہ کی جائے۔ ایک بار پھر ہم کہتے ہیں، مادام کی یا یہاں کے لیڈروں کی ذرا سی غلطی سے پورا جزیرہ جہنم بن جائے گا۔"

رسونتی نے میرے پاس آکر کہا: "فرہاد، تم میرے دماغ میں رہو۔ وہ فلپائنی باشندہ ابھی جاپانی زبان میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔"

میں رسونتی کے دماغ میں آگیا۔ وہ مقامی باشندے کی سوچ میں بولی: "تم ابھی کس زبان میں بڑبڑا رہے تھے۔"

اس نے کہا: "کچھ نہیں۔"

رسونتی نے ڈانٹ کر کہا: "یاد رکھو، میں تمہیں اس ہیلی کاپٹر سے نیچے گرا سکتی ہوں۔ میں اگرچہ وہ زبان نہیں جانتی لیکن ایک بار مجھے سناؤ۔"

رسونتی نے اس کے دماغ پر اچھی طرح قابض ہو کر اسے مجبور کیا تو وہ جاپانی زبان میں مادام کمپیوٹر کو گالیاں دینے لگا کہ اس نے خواہ مخواہ اسے پھنسایا ہوا ہے اور پھر دوسری طرف دوسرے دشمن بھی اسے ریوالور کی زد میں لے کر اپنی مرضی کے مطابق اعلان کروا رہے ہیں۔

پیچھے بیٹھے ہوئے شخص نے پھر کاغذ پر لکھ کر اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے لکھا تھا: "یہ تم جاپانی زبان بول رہے ہو اور مادام کو گالیاں دے رہے ہو۔"

اُس نے پھر جاپانی زبان میں جھنجلا کر کہا: "ہاں، میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں، اس کا مجھے حق پہنچتا ہے۔ مجھے یہ اطمینان ہے کہ مادام کمپیوٹر یہ زبان نہیں سمجھتی ہے۔"

یہ سنتے ہی رسونتی نے مادام کمپیوٹر کی حیثیت سے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ پھر مقامی زبان میں کہا: "تم یقیناً جاپانی زبان میں مجھے گالیاں دے رہے تھے۔"

پھر اس نے مقامی باشندے کی زبان سے بلند آواز میں کہا: "میں مادام کمپیوٹر تم سب سے مخاطب ہوں۔ اگر کوئی جاپانی زبان جانتا ہے تو مجھے سمجھائے کہ یہ میرے خلاف کیا کہہ رہا ہے۔ کہیں مجھے گالیاں تو نہیں دے رہا ہے۔"

رسونتی کی یہ چال کامیاب رہی۔ پیچھے بیٹھے ہوئے شخص نے جاپانی زبان میں مادام کمپیوٹر کو گالی دیتے ہوئے کہا: "تم قیامت تک نہیں سمجھ سکو گی کہ یہ بے چارا تمہیں گالیاں دے رہا ہے اور اب میں بھی تمہیں گالیاں بک رہا ہوں۔ تم دوغلی ہو۔ دوہری چالیں چلتی ہو۔ ہم تم سے اچھی طرح نمٹ لیں گے۔"

ابھی تو میں اور رسونتی نمٹ رہے تھے۔ ہماری چال کامیاب ہوئی تھی اور میں جاپانی زبان کے ذریعے اُس پیچھے بیٹھے ہوئے انگریز کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ فطری طور پر اپنی زبان میں سوچ رہا تھا اور میں اس کے لب و لہجے کو سمجھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا: میں نے جاپانی میں یہ باتیں کہہ کر غلطی تو نہیں کی ہے؟

پھر اس نے انکار میں سر ہلا کر سوچا: نہیں، اس وقت صرف یہ مقامی باشندہ ہمارے پاس ہے اور اس کے دماغ میں مادام کمپیوٹر ہے۔ وہ اس کے ذریعے نہ تو جاپانی زبان سمجھ سکے گی

نہ ہی میرے دماغ میں آسکتی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اعلان تو ہو چکا ہے۔ ہم نے انہیں آدھے گھنٹے کی مہلت دے دی ہے۔ مکتی محل کے اطراف جگہ خالی ہو جائے گی۔ کوئی ہمارا مخالف نہیں ہوگا۔ ہم وہاں آسانی سے ہیلی کاپٹر اتار کر کم از کم سونیا اور سجاد کو تو اپنی حراست میں لے لیں گے۔ اس کے بعد ہم اس تہ خانے کے راز کو معلوم کریں گے۔"

وہ اس خیال کی تائید کر رہا تھا۔ پھر خود ہی سر ہلا کر سوچنے لگا: "واقعی اب اس مقامی باشندے کی کیا ضرورت ہے۔ جب تک یہ ہمارے پاس بیٹھا رہے گا، ہمیں مادام کمپیوٹر سے اندیشہ رہے گا۔ جانے کب ہمارے آدمیوں کی کسی غلطی کے باعث کسی کے دماغ میں پہنچ جائے۔ لہٰذا اب اس سے نجات حاصل کر لینا چاہیے۔"

اس کے ایسا سوچنے کی دیر تھی کہ میں نے اسے بے اختیار گولی چلانے پر مجبور کر دیا۔ ریوالور میں سائلینسر لگا ہوا تھا۔ ایک ہلکی آواز کے ساتھ آگے بیٹھا ہوا مقامی باشندہ سامنے کی طرف جھک گیا۔ وہ بے جان ہو چکا تھا۔ ایک ساتھی نے تعجب سے ریوالور والے ساتھی کو دیکھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "یہ مر چکا ہے۔ اب ہم اپنی زبان میں آزادی سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ اس کے دماغ کے مُردہ ہوتے ہی مادام کمپیوٹر بھی یہاں سے جا چکی ہے۔"

انھوں نے مقامی باشندے کے مُردہ جسم کو ہیلی کاپٹر سے نیچے لڑھکا دیا۔ اس کے بعد وہ آزادی سے گفتگو کرنے لگے۔ ایک نے کہا: "ہم نے آدھے گھنٹے کی مہلت دی ہے۔ ہیلی کاپٹر کو کہیں اتار لیا جائے تاکہ ایندھن زیادہ سے زیادہ بچایا جا سکے۔"

پائلٹ نے کہا: "ایندھن بہت زیادہ ہے۔ ہم یہاں سے منیلا تک جا سکتے ہیں اور وہاں سے واپس آ سکتے ہیں۔"

میں نے ایک شخص کے دماغ پر قابض ہو کر کہا: "ہم انسان یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ موت ایک کو نہیں آتی، ایک کے بعد دوسرے تیسرے کو بھی آتی چلی جاتی ہے۔"

ایک نے پوچھا: "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ مقامی باشندے کو موت نے دیکھ لیا، اسے چکھ لیا۔ اب ہم سب اس کے لیے باقی رہ گئے ہیں۔ وہی موت ہمیں باری باری چکھنا شروع کرے گی۔"

"تمہاری بکواس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔"

"زیادہ وضاحت چاہتے ہو تو سمجھ لو کہ ہم میں سے باری باری ایک ایک کو مرنا ہے۔ ہم میں سے صرف ایک زندہ رہے گا تاکہ وہ اپنے ماسٹر کی خدمت میں حاضر ہو اور اسے بتائے کہ زندگی اور موت کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کل کلاں کو ماسٹر کی موت کی آغوش میں چلا جائے۔ خواہ حادثاتی طور پر یا طبعی موت مرے۔ بہتر ہے کہ وہ براہِ راست مجھ سے آ کر ٹکرائے ورنہ اس کی حسرت دل ہی میں رہ جائے گی۔"

ہمارا ہیلی کاپٹر پہاڑی چٹانوں پر پرواز کر رہا تھا۔ میں نے ان میں سے ایک کو مجبور کیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا دروازے پر آیا۔ اس کے سلائیڈنگ ڈور کو ایک طرف ہٹایا۔ پھر وہاں سے چھلانگ لگا دی۔ دوسرے نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے شخص کو گولی مار دی۔ اب پائلٹ کے پیچھے صرف دو دشمن رہ گئے تھے۔ دوسرے نے ریوالور والے پر حملہ کیا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھیننے کی کوشش کرنے لگا۔ دونوں گتھم گتھا ہو رہے تھے۔ پائلٹ نے چیخ کر کہا: "یہ کیا ہو رہا ہے۔ مسٹر فرہاد! پلیز آپ انتقامی کارروائی نہ کریں۔ آپ کی دشمنی ہمارے ماسٹر سے ہے، ہم سے نہیں ہے۔"

"تمہارے ماسٹر نے ہی تمہیں ہمارے لیے بھیجا ہے، ظاہر ہے دوستی کے لیے نہیں، دشمنی کے لیے۔ پھر دشمنی جاری رہنا چاہیے۔"

وہ دونوں لڑتے لڑتے سلائیڈنگ دروازے کے پاس آئے، میں نے ان دونوں کو وہاں سے گرانے میں دیر نہیں کی۔ پھر کہا۔ "مسٹر پائلٹ! تم میری مٹھی میں ہو۔ اپنی مرضی سے ہیلی کاپٹر کو تباہ نہیں کر سکو گے۔ اپنی مرضی سے مرنا چاہو گے تو نہیں مر سکو گے۔ لہٰذا اس ہیلی کاپٹر کو مکتی محل کی چھت پر اتارو۔"

پھر میں نے کہا: "رسونتی! تم اپنے دیوانے سلیمان موروز کے پاس جاؤ تاوام کمپیوٹر کی حیثیت سے وہ تمہارا دیوانہ ہے۔ جلد اس کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ کہ تم نے ہیلی کاپٹر والوں کو ٹریپ کر لیا ہے۔ اب وہ یہاں چھت پر اترنے والا ہے۔ جتنے قیمتی اور نایاب جواہرات جمع کیے گئے ہیں، وہ انہیں لے کر سجاد اور سونیا وغیرہ کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو جائے۔"

پائلٹ کا دماغ ہماری مٹھی میں تھا۔ پھر وہ ہمارے حکم کی تعمیل کیسے نہ کرتا۔ ہیلی کاپٹر چھت پر اتر گیا۔ اُدھر سلیمان موروز کی دیوانگی کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنی محبوبہ کے ہر حکم کی تعمیل کرتا تھا۔ اسے رات بارہ بجے کا شدت سے انتظار تھا۔ جب رسونتی نے اُسے ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے کے لیے کہا تو وہ فوراً تیار ہو گیا۔ اس نے وہ بیگ اپنے ہاتھ میں لے لیا جس میں تمام جواہرات رکھے گئے تھے۔ پھر وہ ہمارے ساتھ ہیلی کاپٹر

میں سوار ہو گیا۔ اس دوران ہم نے ان فرانسیسی افسران سے رابطہ قائم کر لیا تھا جو صبا کے علاقے میں ہمارے منتظر تھے۔ ہمارے لیے وہاں ایک طیارہ مخصوص تھا۔

پائلٹ کے دماغ میں تھا اور رسونتی سلیمان موروز سے پہلے کر رہی تھی۔ اس نے کہا: "سلیمان موروز! تم یقیناً محبِ وطن ہو، لیکن سپاہی سے زیادہ عاشق ہو۔ تمہارے جیسے دیوانے عاشقوں کو قوم کا لیڈر نہیں ہونا چاہیے۔"

اس نے کہا: "اے جانِ سلیمان! تم کہتی ہو تو میں لیڈری سے توبہ کرتا ہوں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ میں صرف تمہاری تمنا کر رہا ہوں۔ میں بارہ بجے رات کا انتظار کر رہا ہوں۔"

رسونتی نے پوچھا: "میرے محبوب! کیا تم میری خاطر اپنی قوم کو چھوڑ دو گے؟"

"ہاں چھوڑ دوں گا۔"

"کیا اپنے وطن، اپنی زمین کو بھی چھوڑ دو گے؟"

"میں تمہاری خاطر ساری دنیا کو چھوڑ سکتا ہوں۔"

"پھر تو تمہاری قوم ایک لیڈر کے بغیر بھٹکے گی۔ پتا نہیں، انہیں ایک نیا اور معقول لیڈر کب تک ملے گا۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔"

"تمہارے ملک میں تمہارے ساتھی پھر پستی میں چلے جائیں گے اور دوسرے حکمرانی کرتے رہیں گے۔"

"انہیں حکمرانی کرنے دو۔ میں اپنے دل و دماغ میں صرف تمہاری حکمرانی چاہتا ہوں۔"

"تم اچھی طرح سوچ کر جواب دو۔ کیا میرے لیے دنیا کو چھوڑ سکتے ہو؟"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں، ایک بار تم سے ملنے کے لیے سارے جہاں کو چھوڑ سکتا ہوں۔"

"نیچے دیکھو، اب ہمارا ہیلی کاپٹر ساحل پر پہنچ گیا ہے۔ اس کے بعد سمندر پر سے گزرے گا۔ آؤ دروازے پر آ جاؤ۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا: "میں دروازے پر جا کر کیا کروں گا؟"

"تم سمندر میں چھلانگ لگاؤ گے، اس کی تہ میں پہنچو گے وہیں مجھ سے ملاقات ہوگی۔"

وہ گھبرا کر بولا: "یہ، یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔ تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"بے وقوف! کسی روح سے ملنے کے لیے اپنے جسم کو چھوڑنا پڑتا ہے اور تم تو دنیا چھوڑنا ہی چاہتے ہو، آ جاؤ۔"

رسونتی نے اُسے اٹھنے پر مجبور کیا۔ وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا: "نہیں، نہیں! میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ میں چھلانگ نہیں لگاؤں گا۔"

"تم نے اپنی پوری قوم کو جدّ و جہد کے سمندر میں ڈوبنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ تمہیں اپنی قوم کی پروا نہیں ہے۔ تمہیں اپنے ملک کی پروا نہیں ہے۔ تم صرف عاشق ہو لہٰذا عاشق کا فرض ادا کرو گے۔"

وہ دروازے پر پہنچ گیا تھا۔ انکار کر رہا تھا مگر اپنے بس میں نہیں تھا۔ رسونتی نے اُسے ایک خیال خوانی کی ٹھوکر ماری اور وہ دروازے سے گزرتا ہوا چیخ مارتا ہوا نیچے جانے لگا۔ نیچے سمندر ہی سمندر تھا۔ میں مانتا ہوں، وہ ہمارا میزبان تھا۔ اس نے بڑی خوش دلی سے ہمیں خوش آمدید کہا تھا۔ ہماری خاطر مدارات کی تھیں لیکن ہم نے بھی کئی جگہ اسے موت کے منہ سے نکالا تھا۔ ایک بار کولی نامی بستی میں اس پر فائرنگ ہو رہی تھی۔ میں نے اُسے ایک لات مار کر پیچھے ہٹا دیا تھا اور وہ گولیوں کی زد میں آنے سے بچ گیا تھا۔ دوسری بار اُسے فائرنگ سے بچانے کے لیے سونیا نے تھپڑ مارا تھا۔ اگرچہ یہ اُس سے زیادتی کی گئی تھی مگر اس کی جان بچا لی گئی تھی۔ تیسری بار رسونتی نے جان میں بچائی، اُسے ٹھوکر مار کر ہمیشہ کے لیے سمندر کی تہ میں پہنچا دیا۔ وہ آخری ٹھوکر اس لیے ماری کہ وہ اپنی پوری قوم کو ٹھکرا چکا تھا۔

ابھی منزل دور تھی، پرواز جاری تھی۔ رسونتی نے کہا: "تمہاری ایک بُری عادت ہے۔"

"پتا نہیں، مجھ میں کتنی بُری عادتیں ہیں۔ فی الحال جس بُری عادت کی طرف اشارہ کرنا چاہتی ہو، اُسے وضاحت سے بیان کرو۔"

"تم جس مقام سے جاتے ہو، وہاں پلٹ کر نہیں آتے یا اس ساتھی کو چھوڑتے ہو، اس کی خبر نہیں لیتے۔"

"تم کس ساتھی کی بات کر رہی ہو؟"

"لیلیٰ ثانی کی خبر لو۔ وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے ہے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ لبنان چھوڑنے کے بعد میں نے لیلیٰ اور حدیقہ کی خبر نہیں لی تھی۔ حدیقہ کے متعلق یوں بھی جاننا مشکل تھا۔ نہ میں اس کی آواز کبھی سُن سکا تھا نہ اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ جن دنوں میں بیروت میں کرسٹوفر میکی کے روپ میں تھا، لیلیٰ بھی وہاں تھی۔ وہ مجھ سے سارہ آزک کی حیثیت سے ملتی تھی اور میں کرسٹوفر میکی کی حیثیت سے۔ میں اس

کی اصلیت کو شروع سے جانتا تھا... اور وہ مجھ پر شبہ کرتی رہی کہ میں میکی نہیں فرہاد ہوں۔"

میں نے آج تک لیلیٰ کے دماغ میں پہنچ کر براہِ راست گفتگو نہیں کی۔ اگر کبھی اُسے گائیڈ کرنا ہوا تو اسی کی سوچ میں کوئی بات کہہ دیتا تھا اور وہ یقین سے کہتی تھی "فرہاد! تم میرے دماغ میں ہو مگر مجھے مخاطب نہیں کرنا چاہتے۔ اگر تمھارے لیے پُراسرار بن کر رہنے میں کوئی مصلحت ہے تو یہی سہی، مگر مجھے اتنا یقین دلا دو کہ تم میرے اندر موجود رہتے ہو۔ بس میرے لیے یہی بہت ہے۔"

میں نے کبھی یقین نہیں دلایا لیکن حالات ایسے تھے کہ وہ یقین کرتی جاتی تھی۔ مثلاً آخری بار جب وہ سی سرینٹ کے قلعے کی طرف اپنے ایک گائیڈ آفیسر کے ساتھ آ رہی تھی تو اس وقت بار بار سوچ کے ذریعے مجھے مخاطب کرتی تھی۔

یہ وہی وقت تھا جب شیبا اس گائیڈ آفیسر کے دماغ میں تھی۔ یہ انکشاف ہو چکا تھا کہ میں ہی سرینٹ کے قلعے میں موجود ہوں۔ مجھے چاروں طرف سے گھیرا جا رہا تھا۔ ایسے میں لیلیٰ چاہتی تھی، اس کا گائیڈ آفیسر قلعے کی طرف نہ جا سکے۔ جب شیبا گائیڈ آفیسر کے دماغ میں پہنچ سکتی تھی تو لیلیٰ کے دماغ میں کیسے نہ پہنچتی۔ بہرحال یہ راز نہ رہ سکا کہ وہ صرف سارہ آنزک ہے۔ شیبا نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی ساری اصلیت معلوم کر لی۔ جب ربی اسفندیار کو معلوم ہوا تو وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ انھوں نے کہا "اب پتا چل رہا ہے کہ یہ اسرائیل سے لبنان تک اتنے حیرت انگیز کارنامے کیسے انجام دیتی رہی ہے۔ اس کے پیچھے فرہاد تھا اور اب بھی ہے اور یہ شروع سے ہمارے خلاف اس کا ساتھ دیتی رہی ہے۔"

انھوں نے سیکرٹ سروس کے چیف کو بلا کر کہا "میرے روحانی علم کے ذریعے جو کچھ معلوم ہوا ہے، اس کے مطابق تمھیں عمل کرنا ہے۔ سارہ آنزک کو فوراً اپنے ملک میں واپس بلا لو۔ پھر جیسے ہی وہ یہاں پہنچے، اسے حراست میں لے لو۔"

چیف نے حیرانی سے پوچھا "محترم ربی! آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ وہ تو ہمارے یہاں کی ذہین ترین سیکرٹ ایجنٹ ہے۔"

"ہاں، اس سیکرٹ ایجنٹ کے پیچھے جو ہے، وہ میں بعد میں بتاؤں گا۔ جیسا کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کرو اور یہ یاد رکھو، یہ بات ابھی کسی کو معلوم نہ ہو۔ اگر سارہ کے کانوں میں اس کی بھنک بھی پڑ گئی تو وہ ادھر کا رُخ نہیں کرے گی اور ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گی۔"

ربی اسفندیار کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ لیلیٰ ثانی کو واپس بلایا گیا۔ جیسے ہی وہ تل ابیب پہنچی، اسے حراست میں لے لیا گیا۔ اُسے ایسے قید خانے میں رکھا گیا جہاں غیر ملکی سراغرساں کو رکھا جاتا تھا۔ ان پر مظالم ڈھائے جاتے تھے اور اُن سے راز اُگلوائے جاتے تھے کہ وہ اسرائیلی حدود میں کیوں آئے، کیسے آئے، کس کی طرف سے بھیجے گئے۔ اسی طرح لیلیٰ ثانی سے سوالات کیے جا رہے تھے۔

وہ انکار کر رہی تھی اور بار بار یہی کہتی تھی۔ میرا نام سارہ آنزک ہے۔ میں لیلیٰ ثانی نہیں ہوں۔ میں محترم ربی کو جھوٹا کہنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے لیکن وہ علم ہو یا سائنسی علم، ان کے ذریعے جو معلومات فراہم کی جاتی ہیں، وہ کبھی غلط بھی ہو سکتی ہیں۔

اسے کچھ عرصے تک دھمکیاں دی گئیں۔ ہلکی پھلکی سزائیں دی گئیں۔ اس سے کہا گیا "سارہ! تم اچھی طرح جانتی ہو، یہاں بڑے سے بڑے خطرناک مجرم اور غیر معمولی قوت برداشت رکھنے والے غیر ملکی سراغرساں بھی اپنی زبان کھولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔"

لیکن وہ مجبور نہ ہوئی۔ اس پر طرح طرح سے ظلم کیے۔ حتیٰ کہ بجلی کے جھٹکے بھی پہنچائے گئے۔ ایک دن ربی اسفندیار نے کہا "بیٹی شیبا! کہیں خیال خوانی کرنے کے سلسلے میں ہم غلطی تو نہیں ہوئی ہے۔ سارہ آنزک بہت ہی غیر معمولی قوت برداشت کی حامل ہے یا پھر یہ سچی ہے، سارہ آنزک ہے لیلیٰ ثانی نہیں ہے۔"

"میں آپ کے سامنے غلط بیانی سے کام نہیں لے سکتی۔ مجھے بھلا سارہ آنزک سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟"

ربی اسفندیار نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا "ہاں، ممکن ہے میں غلطی نہیں ہو سکتی لیکن اس طرح تو وہ ظلم سہتے سہتے مر جائے گی۔ کبھی اپنے جرم کا اعتراف نہیں کرے گی۔"

"ایک ہی صورت ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی زبان کھلوا دوں۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ اگر اس نے اعتراف جرم نہیں کیا اور خود کو سارہ آنزک ہی ثابت کرتی رہی تو سیکرٹ سروس کے تمام افسران میرے اس سچ پر شبہ کریں گے یہاں کے افسران اور حکام کے سامنے پہلی بار میری بات میں وزن نہیں رہے گا۔"

آخر یہی کیا گیا۔ شیبا نے لیلیٰ کے دماغ پر قابض ہو کر یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ وہ لیلیٰ ثانی ہے، سارہ آنزک بھی ہے مگر اپنی یہودی ماں کے ناتے سے وہ سارہ ہے اور مسلمان

باپ کے ناتے سے لیلیٰ ثانی۔

اس سے پوچھا گیا "تم فرہاد کو کب سے جانتی ہو؟"

"میں نے آج تک فرہاد کو نہیں دیکھا۔ ہاں، اس کے ساتھ کچھ وقت گزار چکی ہوں، لیکن مجھے کبھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہی فرہاد علی تیمور ہے۔"

ربی اسفندیار نے انہیں سمجھایا "اسے سزائے موت دینے میں تاخیر نہ کی جائے۔ فرہاد اور رسونتی وغیرہ اس سے قابل ہیں۔ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اس کا قصہ تمام کر دیا جائے۔ اس نے ہمارے ملک کو نقصان پہنچایا ہے، ہمارے اعتماد کو بھی ٹھیس پہنچائی ہے۔ ایسی عبرت ناک سزا ہی جائے کہ سیکرٹ سروس کا کوئی ایجنٹ کبھی بھولے سے بھی غداری کے متعلق سوچے تو لیلیٰ ثانی کا انجام دیکھ کر کان پکڑے، توبہ کر لے۔"

اسے سزائے موت سنا دی گئی۔ لیکن اس پر عمل نہ ہو سکا۔ فلسطینی مجاہدین کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ لیلیٰ ثانی گرفتار ہو چکی ہے اور اس پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور اب سزائے موت بھی سنائی جا چکی ہے۔

مجاہدین کے سامنے اس کے سوا چارہ نہیں تھا کہ وہ انتقامی کارروائی کرتے۔ انھوں نے ایک اسرائیلی حاکم اعلیٰ کی رہائش گاہ پر دھاوا بول دیا۔ وہاں اس اعلیٰ افسر کو یرغمال بنا کر فون کے ذریعے کہا "اگر لیلیٰ ثانی کو موت کی سزا دی گئی اور اسے رہا نہ کیا گیا تو تمہارا یہ سرکاری مہرہ بھی چند منٹ کے بعد موت کی نیند سو جائے گا۔"

فون پر یہ باتیں سنتے ہی کھلبلی سی مچ گئی۔ اس اعلیٰ افسر کی رہائش گاہ کے چاروں طرف فوراً ہی مسلح فوجی پہنچ گئے۔ انھوں نے دھمکی دی "مجاہدین نے اگر خود کو گرفتاری کے لیے پیش نہ کیا تو ان میں سے ایک بھی اس رہائش گاہ سے باہر زندہ نہیں جا سکے گا۔"

اندر سے جواب ملا "ہم کفن باندھ کر آئے ہیں۔ لیلیٰ ثانی کی رہائی چاہتے ہیں۔ ہماری شرط منظور نہیں ہے تو اپنے حاکم کی لاش کو یہاں سے لے جانے کے لیے تیار رہو۔"

اس دوران شیبا ان مجاہدین کے دماغوں میں پہنچ چکی تھی لیکن خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تھی۔ ربی اسفندیار کے حکم کے مطابق اس نے اپنی اس غیر معمولی صلاحیت کو راز میں رکھا تھا لیکن خیال خوانی کا ایک فائدہ ہوا۔ شیبا کو معلوم ہو گیا کہ آج تک کسی بھی مجاہد نے لیلیٰ ثانی کو نہیں دیکھا ہے۔ گویا اُسے صورت و شکل سے نہیں پہچانتے ہیں۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ جس سارہ آنزک کو گرفتار کیا گیا ہے، اسی پر لیلیٰ ثانی کا شبہ کیا جا رہا ہے۔

ربی اسفندیار نے کہا "مجاہدین کی شرط تسلیم کر لی جائے۔ لیلیٰ ثانی کو رہا کیا جا رہا ہے۔"

سیکرٹ سروس کے چیف نے حیرانی سے پوچھا "پہلے آپ نے سارہ آنزک کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ واقعی وہ لیلیٰ ثانی نکلی۔ اب اس کی رہائی کا حکم دے رہے ہیں۔"

ربی نے مسکراتے ہوئے کہا "ان سے کہو، ہم لیلیٰ کو رہا کر رہے ہیں۔ چونکہ اس پر بڑے مظالم ڈھائے گئے ہیں لہٰذا وہ اپنا دماغی توازن کھو چکی ہے۔ بہکی بہکی باتیں کرتی ہے۔"

"لیکن محترم ربی! لیلیٰ ثانی کی دماغی حالت درست ہے۔"

"پاگل خانے سے ایک اسی قدر قامت کی لڑکی کو لے آؤ اور لیلیٰ ثانی کی جگہ پہنچا دو۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ چھاپا مار جو اسے لینے آئیں گے، وہ اسے لیلیٰ تسلیم نہیں کریں گے۔"

"کیوں تسلیم نہیں کریں گے، جس طرح آج تک ہم نے لیلیٰ ثانی کی اصلی صورت نہیں دیکھی تھی، اسی طرح کسی فلسطینی نے بھی نہیں دیکھی۔ میں دعوے سے کہتا ہوں، ان میں سے کوئی اصلی لیلیٰ کو نہیں پہچانتا ہے۔ آزما کر دیکھ لو۔"

یہ آزمایا گیا۔ مجاہدین کی شرائط تسلیم کرتے ہوئے کہا گیا کہ وہ جیل خانے پہنچ کر خود لیلیٰ کو وہاں سے لے جائیں۔

جو مجاہدین وہاں پہنچے، انھوں نے لیلیٰ کو بہت ہی بُری حالت میں دیکھا۔ اس کا لباس تار تار ہو چکا تھا۔ بال کاٹ کر چھوٹے کر دیے گئے تھے۔ چہرے کی رنگت ندد پڑ گئی تھی۔ آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں اور وہ وحشت زدہ نظروں سے سب کو تک رہی تھی۔ ایک نے کہا "ہم تمہاری رہائی کے لیے آئے ہیں۔ تم لیلیٰ ثانی ہو۔"

وہ قہقہے لگانے لگی۔ اس سے پھر پوچھا گیا۔ اس نے کہا "میں کون ہوں، تم کون ہو۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ مجھے کہاں سے کہاں پہنچایا جا رہا ہے۔"

ایک مجاہد نے سوال کیا "بہن اتنا ہی بتا دو کیا تمہارا یہی نام لیلیٰ ہے؟"

"لیلیٰ؟" وہ پھر قہقہے لگانے لگی "ہاں، میں لیلیٰ ہوں۔ میرا نجنوں کہاں ہے؟"

وہ سمجھ گئے کہ دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے۔ اتنا ہی کافی تھا کہ اس نے خود کو لیلیٰ کہا تھا۔ وہ اسے [illegible] نکال کر لے آئے۔ اب دوسری شرط یہ تھی کہ جب

اسرائیلی سرحد کے پار لے جائیں گے تب اس اعلیٰ افسر کو رہا کیا جائے گا۔ اسوقت تک مجاہدین اس کی رہائش گاہ میں موجود رہیں گے۔

ان کی دوسری شرط پر بھی عمل کیا گیا۔ اس پاگل عورت کو مجاہدین کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی گئی۔ سرکاری طور پر آسمانیاں فراہم کی گئیں کہ وہ جلد سے جلد سرحد کے پار چلے جائیں۔ جب وہ چلے گئے اور وہاں سے انہوں نے کوڈ ورڈز کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی کہ وہ سرحد پار کر چکے ہیں، اب ان کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے تو مجاہدین نے اس اعلیٰ افسر کو رہا کر دیا۔ خود رہائش گاہ سے باہر آئے لیکن چاروں طرف سے گھیر لیے گئے۔ ان سے کچھ پوچھنا یا چند لمحوں کے لیے بھی زندہ رہنے کی مہلت دینا ضروری نہیں تھا۔ چاروں طرف سے گولیاں چلیں اور وہ بے مقصد مارے گئے۔ یہ مقصد اس لیے کہ اصل لیلیٰ ثانی کو اب بھی رہائی نہ دلا سکے تھے۔

لیلیٰ کو دوسری جیل میں منتقل کر دیا گیا تھا اور حکم دیا گیا تھا کہ دوسری صبح سورج نکلنے سے پہلے ہی اسے گولی مار دی جائے۔ ایسے ہی وقت رسونتی فلپا نو زبان کے ذریعے شیبا کے دماغ میں جگہ بنا چکی تھی اور رفتہ رفتہ بہت سی معلومات حاصل کر چکی تھی۔ لیلیٰ ثانی بھی ان معلومات کا ایک حصہ تھی۔

چونکہ ہم مکتی محل کے برخانے میں الجھے ہوئے تھے، لیلیٰ کو اپنی جدوجہد کا مرکز نہیں بنا سکتے تھے، اس لیے رسونتی نے ربی اسفندیار کے دماغ پر دستک دی۔ اس وقت وہ شیبا کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے سانس روک لی تھی۔ سوالیہ نظروں سے شیبا کو دیکھ رہے تھے کیونکہ وہ دونوں تنہا تھے اور شیبا کو خیال خوانی کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ براہِ راست زبان سے گفتگو کر سکتی تھی۔

انھوں نے شیبا کو وہاں سے اُٹھ کر جانے کے لیے کہا۔ جب وہ چلی گئی تو انھوں نے ایک گہری سانس لی، پھر پوچھا۔ "کون ہے؟"

ان کے دماغ میں آواز اُبھری۔ "میں رسونتی بول رہی ہوں۔"

"خوش آمدید میری بچی! بہت دنوں بعد مجھے یاد کیا، خیریت تو ہے؟"

"ہماری بساط کا ایک اہم مہرہ آپکے ہاں پھنسا ہوا ہے۔ اسے فوراً ہی جیل سے رہائی دلا کر اسپتال پہنچائیں اور پوری توجہ سے علاج کرائیں۔"

"کیا حکم دے رہی ہو؟"

"ابھی مشورہ دے رہی ہوں۔"

"لیلیٰ ہماری مجرم ہے اسے اتنی آسانی سے رہا نہیں کیا جا سکتا۔"

"رہائی کی بات بعد میں ہوگی، ابھی میں اس کی سزائے موت منسوخ کرنے اور اُس کا علاج کرنے کی بات کر رہی ہوں۔ فی الوقت میں بہت مصروف ہوں، آپ سے زیادہ بحث نہیں کر سکتی۔"

"رسونتی، رات ہونے کو ہے اور دوسری صبح اُسے گولی دی جائے گی لہٰذا اپنی مصروفیات کو ترک کرو اور مجھ سے تفصیلی بات کرو، اگر واقعی تم اسے بچانا چاہتی ہو۔"

"محترم ربی! ابھی ہم فلپائن کے ایک جزیرے میں بہت مصروف ہیں۔ لیلیٰ کے سلسلے میں دوسرے دن گفتگو ہوگی۔ میں صرف اتنا کہہ دیتی ہوں کہ اُس پر کوئی آنچ نہ آئے، کوئی ظلم نہ کیا جائے۔ اسے فوراً اسپتال پہنچا کر پوری توجہ سے علاج کیا جائے ورنہ مجاہدین نے صرف ایک اعلیٰ حاکم کو یرغمال بنایا تھا، ہم ایک لیلیٰ کے بدلے آپکے کئی حاکموں اور بہت سے افسروں کو خاک میں ملا دیں گے۔ یہ آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ میں کہہ رہی ہوں کہ میں بہت مصروف ہوں، فرصت نہیں ہے۔ ہاں ناں میں جواب دیں۔ آپ لیلیٰ کو اسپتال پہنچا رہے ہیں یا نہیں؟"

"اچھی بات ہے۔ تم جاؤ، لیلیٰ کو جیل سے اسپتال میں منتقل کر دیا جائے گا۔ کل میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

رسونتی نے یہ تمام معاملات میری اعلیٰ میں طے کیے۔ اب مکتی محل سے نکل کر ہیلی کاپٹر میں پرواز کرنے کے دوران ذرا فرصت ملی تھی تو اس نے مجھے یہ حالات سنائے تھے اور اب میں لیلیٰ کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہ کال کوٹھری میں سر جھکائے بیٹھی سوچ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں اپنے نام کا ارتعاش کیا تو وہ میرے متعلق سوچنے لگی۔ "فرہاد کوئی حقیقت نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو کوئی انسان اتنا بے مروّت نہیں ہوتا کہ پلٹ کر خبر بھی نہ لے۔ آخر وہ اپنی دوسری ساتھیوں کی خبر تو لیتا۔ اگر وہ میرے پاس چھپ کر آتا تھا، میرے سامنے بہروپ بھرتا تھا تو کیا اس کے دل میں میرے لیے اتنی سی بھی جگہ نہیں تھی کہ کبھی بھولے سے مجھے یاد کر لیتا۔ میری خیریت معلوم کر لیتا۔"

وہ سوچ رہی تھی اور میں نادم ہو رہا تھا۔ اس کی حالت کو اس کے دماغ میں رہ کر سمجھ رہا تھا۔ بے چاری پر ایسے مظالم ڈھائے گئے تھے کہ کوئی اور ہوتی تو اب تک دنیا سے اٹھ چکی ہوتی۔ میں نے ہولے سے مخاطب کیا۔ "لیلیٰ!"

وہ ایک دم چونک گئی۔ اُس کے دماغ میں ایک مرد

لہجہ گونج کر گم ہو گیا تھا۔ وہ پھیلی پھیلی آنکھوں سے کال کوٹھری کے اندھیرے کو یوں تکنے لگی جیسے میں آ گیا ہوں۔

"ہاں، میں آ گیا ہوں۔ مجھے بے حد شرمندگی ہے میں نے تمہاری خبر نہیں لی اور تم اس حال کو پہنچ گئیں۔"

وہ اب بھی بے یقینی سے اس کوٹھری کی تاریکی کو دیکھ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی۔ "کیا یہ بھی فریب ہے۔ کیا میں پھر دھوکا کھانے والی ہوں؟"

"نہیں لیلیٰ! اب تک میں نے براہِ راست کبھی تمہیں دماغ میں پہنچ کر مخاطب نہیں کیا۔ پہلی بار تمہیں مخاطب کر رہا ہوں۔ میں فرہاد ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا۔ "میں سچ کہہ رہا ہوں۔ تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں۔ میں فرہاد ہوں۔"

وہ اور زور زور سے ہنسنے لگی۔ اس کا اعتماد مجھ پر سے اٹھ چکا تھا۔ جب اسے لاتوں سے اور گھونسوں سے مارا گیا، جب اس کی ریشمی زلفوں کو چھت سے باندھ کر لٹکایا گیا، اس پر کوڑے برسائے گئے تو وہ ہر لمحہ انتظار کرتی رہی۔ "وہ اب آئے گا، اب ضرور آئے گا۔ شاید کہیں مصروف ہے۔ کسی مصیبت میں گھرا ہوا ہے مگر نہیں، اب تو ظلم کی انتہا ہو رہی ہے۔ شاید میں اسے یاد آ جاؤں، شاید وہ کسی لمحے پہنچ جائے۔"

لیکن میں کسی بھی لمحے نہ پہنچ سکا۔ اسے بار بار بجلی کے جھٹکے پہنچائے گئے، اس کے جسم میں زلزلے پیدا کیے گئے، دماغ کو جھنجھوڑ ڈالا گیا۔ وہ غیر معمولی قوتِ برداشت رکھنے والی ضدی لڑکی تھی، اس لیے جی رہی تھی لیکن میری آواز اور لب و لہجہ اپنے دماغ میں سنتے ہی اس کا دماغ چل گیا۔ بھلا یہ کیسی بات تھی کہ جب لمحہ لمحہ موت آ رہی تھی اور اُسے زندگی کے پاس سے اغوا کر کے لے جا رہی تھی تب میں نہیں آیا، اب موت کا فیصلہ ہو گیا، کسی لمحے وہ ہمیشہ کے لیے سکون سے قبر میں پہنچنے والی تھی تو میری آواز اور لب و لہجہ اسے زندگی کا پیغام دینے آیا تھا۔

وہ زور زور سے قہقہے لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "مجھے نہیں چاہیے زندگی۔ میں مرنا چاہتی ہوں۔ میں نے ہر لمحہ موت کی دعا مانگی مگر ان بہودیوں نے مجھے موت کی بھیک نہیں دی۔ اب یہ بھیک مجھے مل رہی ہے تو میں زندگی کی خیرات نہیں لوں گی۔ کسی کی ہمدردی، کسی کی محبت کو قبول نہیں کروں گی۔ نہیں کبھی نہیں۔"

وہ کہہ رہی تھی اور قہقہے لگا رہی تھی۔ پھر اسی طرح قہقہے لگاتے لگاتے چکرا کر گر پڑی۔ میں اس کے دماغ میں تھا مگر سمجھ رہا تھا، وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ میں نے کہا۔ "رسونتی! میں کیا کروں؟ ستیاروں کی طرح گردش میں رہتا ہوں۔ خیال خوانی سے فرصت نہیں ملتی، میرے اپنے مسائل الگ ہیں۔ دشمن کبھی چین سے سونے نہیں دیتے۔ کبھی آرام سے رہنے نہیں دیتے۔ میں کتنوں کا خیال رکھوں؟ میرے کیسے کیسے چاہنے والے ہیں؟"

رسونتی نے کہا۔ "وہ بہت زیادہ دل برداشتہ ہو گئی ہے۔ بے چاری نے ایسی اذیتیں برداشت کی ہیں جنھیں اس عمر کی کوئی لڑکی برداشت نہیں کر سکتی۔ رفتہ رفتہ ہماری مجبوریاں سمجھ لے گی۔ فی الحال اطمینان ہے۔ اسے گولی نہیں ماری جائے گی۔ ربی اسفندیار میں اب اتنی جرأت نہیں ہے۔ یہ لو، صبا کے علاقے میں پہنچ گئے ہو۔ دماغی طور پر حاضر رہو۔"

ہم دن کے گیارہ بجے صبا کے علاقے میں پہنچ گئے۔ ہمارے پروگرام کے مطابق ایک طیارے کو بالکل تیار رہنا چاہیے تھا لیکن وہاں پہنچتے ہی اطلاع ملی کہ اس طیارے میں کوئی خرابی ہو گئی ہے۔ فی الحال پرواز ممکن نہیں ہے۔

سونیا نے کہا۔ "ہم تمام رات کے جاگے ہوئے ہیں، بڑی محنت کی ہے۔ اگر کسی محفوظ جگہ پہنچ کر تھوڑی نیند پوری کر لیں تو بہتر ہوگا۔"

"نیند ضروری ہے مگر یہ سوچو کہ طیارے میں اچانک خرابی کیسے پیدا ہو گئی؟"

"آرام سے سوچیں گے۔"

وہاں اعلیٰ بی بی کے وہ ماتحت موجود تھے جو چالیس چوروں کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "ہم یہاں بیس کی تعداد میں ہیں، ہمیں جیسے ہی اطلاع ملی کہ طیارے میں کچھ خرابی ہو گئی ہے تو ہم نے یہاں کے ایک بڑے ہوٹل میں آپ کے لیے کمرہ ریزرو کرا دیا ہے۔ مناسب سمجھیں تو وہاں چل کر آرام کریں۔ شام تک دوسرا طیارہ آ جائے گا۔"

ہم اس ہوٹل میں پہنچے۔ یوں تو میرے اور سونیا کے لیے ایک کمرہ مخصوص تھا لیکن اس کمرے کے آس پاس دس کمرے اور ریزرو کرائے گئے تھے۔ ان دسوں میں اعلیٰ بی بی کے ماتحت تھے ان میں سے دو کمرے پروفیسر ناڈیدا اور باؤلی سپیرن کو دے دیے گئے۔ سونیا نے کمرے میں پہنچ کر بستر پر گرتے ہوئے کہا۔ "میں تو سو رہی ہوں، تمہیں بھی سونے کا مشورہ دیتی ہوں۔ رسونتی سے کہو، وہ تمام دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں تک پہنچے اور معلوم کرے ہمارے طیارے کی خرابی [illegible] ن میں سے کسی کا ہاتھ نہ ہو۔ تمہیں خیال خوانی نہیں کرنا چاہیے [illegible] سے سوچو۔"

رسونتی نے کہا۔ "سونیا ٹھیک کہہ رہی ہے۔ میں معلومات حاصل کر لوں گی۔"

وہ سو گئی' میں دوسرے کمرے میں آ گیا کیونکہ میری حیثیت سجاد علی تیمور کی تھی۔ میں سونیا کے کمرے میں رہتا تو دشمنوں کو یقین ہو جاتا کہ فراد ہوں۔ اگرچہ ہمارے اطراف دور دور تک دس کمروں میں اعلیٰ بی بی کے آدمی محتاط پہرے داروں کی طرح موجود تھے تاہم دشمن بھی ہم سے کم نہ تھے۔ ہماری حرکات و سکنات پر نظر رکھنے کے لیے نہ جانے کیسے کیسے ذرائع اختیار کر رہے ہوں گے۔ میں نے دودھ اور اوولٹین کا ایک گلاس منگایا پھر اُسے پینے کے بعد آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔

اب میں اطمینان سے اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سونا چاہتا تھا مگر مرد کے لیے سونا بستر پر ہو یا عورت کے لیے سونا زلیورات کی شکل میں ہو' مقدر کی بات ہوتی ہے اور میرے مقدر میں سونا نہیں تھا۔ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

کون ہو سکتا ہے؟ دشمنوں کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ میں نے اعلیٰ بی بی کے خاص ماتحت کے ذہن میں پہنچ کر پوچھا "کیا بات ہے؟ دروازے پر کون ہے؟"

"جناب! میں کوریڈور میں موجود ہوں۔ باؤلی پیرن آپ کے دروازے پر دستک دے رہی ہے۔"

میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکراتی پھر اندر آتے ہوئے بولی "میرے من میں بات آئی، تیرے کمرے میں آؤں اور دیکھوں' تیرا بھی وہی حال ہے جو میرا ہے۔"

میں نے پوچھا "تیرا کیا حال ہے؟"

وہ بولی "دیکھ لے۔ میں بھی جاگ رہی ہوں' تو بھی جاگ رہا ہے۔ ہم دونوں رات بھر نہیں سوئے مگر آنکھوں میں نیند نہیں ہے۔ جانے کیوں آنکھ بند کرتے ہی تو نظر آتا ہے۔"

"میرا مشورہ ہے تجھے آنکھ نہیں بند کرنا چاہیے۔ پھر نظر نہیں آؤں گا۔"

"یہی تو مصیبت ہے۔ آنکھ کھلی رکھتی ہوں تو دل اِدھر کھنچا چلا آتا ہے۔ اور میں آ گئی۔"

"تیرا دعویٰ ہے کہ تو جس کے قریب جاتی ہے' وہ نیلا پڑ جاتا ہے' زندگی اس سے روٹھ جاتی ہے۔ کیا تو میری جان لینے آئی ہے؟"

اس نے گہری سنجیدگی سے دیکھا، نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلایا۔ "میں تیری جان نہیں لے سکتی۔ تیرے لیے جان دے سکتی ہوں' پھر وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی "سجاد بابو! میں بڑی حرامن ہوں۔"

"اب کیا ہوا؟"

"میں نے آج تک کسی سے محبت نہیں کی۔ بڑے گبرو جوان میرے جیون میں آئے۔ میں نے پہلے تو منع کیا مگر انھیں اپنی جوانی پر بڑا غرور تھا۔ وہ میرے پاس آئے' مجھے زبردستی حاصل کرنا چاہا مگر پہلے ہی مرت کی گود میں چلے گئے۔ میں سوچتی تھی' مجھے کوئی مرد اچھا نہیں لگ سکتا۔ میں زہریلی ہوں' ناگن ہوں' مجھے کسی انسان سے کیا لگاؤ ہو سکتا ہے۔ مگر کل سے تجھے دیکھ رہی ہوں' جانے کیوں یہ دل آپ ہی آپ تیرا ہوتا جا رہا ہے۔"

میں نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہا "باؤلی! تو ناگن نہیں ہے' انسان ہے اور تجھے کسی بھی انسان سے محبت کرنا چاہیے تو مجھ سے محبت کر رہی ہے' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر پاس آنے سے تیرا زہر مجھے مار سکتا ہے تو میں تیری خوشی کے لیے مر جاؤں گا۔"

وہ فوراً ہی پیچھے ہٹ گئی۔ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں نہیں بابو! میں تیری جان نہیں لوں گی۔ میں اپنے آپ کو اندر ہی اندر مارتی رہوں گی۔ تیری آرزو کروں گی مگر تجھ سے دور رہوں گی۔"

"تو پھر یہاں کیوں آئی ہے؟"

"میں کیا بتاؤں کیسے آ گئی۔ میں اپنے بس میں نہیں ہوں۔"

میں نے آگے بڑھ کر اچانک ہی اس کے بازو کو سختی سے پکڑ لیا۔ پھر کہا "مادام کمپیوٹر! تم اس کے دماغ میں بیٹھ کر مجھے ٹریپ نہیں کر سکو گی۔ اس بے چاری کو آلۂ کار بنا کر تمھیں کیا ملے گا۔ یہ محبت کی ماری ہے' انسان کے روپ میں پیدا ہوئی مگر اس کی پرورش کرنے والوں نے اسے زہریلی بنا دیا۔ کاش میں اس کی محبت کا جواب محبت سے دے سکتا۔"

باؤلی پیرن نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔ "تیرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میرے دماغ میں وہ مادام بول رہی ہے جو مجھے تہ خانے تک لے گئی تھی؟"

"ہاں وہی چالیں چل رہی ہے۔ وہ چاہتی ہے تو محبت سے کھنچی ہوئی میرے پاس آئے اور اپنی آرزوؤں کے جذبوں سے مجبور ہو کر مجھے ڈس لے۔"

باؤلی پیرن نے ایک جھٹکے سے اپنے بازو کو میرے ہاتھ سے چھڑایا۔ دوڑتے ہوئے دروازے کے پاس گئی۔ پھر بولی "نہیں نہیں، کوئی بھی میرے دماغ میں آئے، اب میں تیرے کمرے میں نہیں آؤں گی تجھ سے دور رہوں گی۔ میں تجھے دل و جان سے چاہتی ہوں۔ اب اس مادام نے مجھے تیرے پاس آنے پر مجبور کیا تو میں آنے سے پہلے ہی اپنی جان دے دوں گی۔"

اس نے یہ کہتے ہی ایک جھٹکے سے دروازے کو کھولا پھر دوڑتے ہوئے باہر چلی گئی۔ میں نے دروازے کو بند کر دیا پھر مسکرانے لگا۔ باؤلی سے گفتگو کرنے کے دوران میں نے چپکے سے شیبا کے دماغ میں جھانک کر دیکھ لیا تھا۔ وہ اس کے دماغ میں موجود تھی۔ جو کچھ میں نے کہا تھا' وہ غلط نہیں تھا۔ اب وہ کمرے کی تنہائی میں میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اگرچہ میں سجاد کا روپ ادا کر رہا تھا لیکن اسے میرے دماغ میں آ جانا چاہیے تھا لیکن وہ "درتی تھی' کہیں سجاد کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر دماغ میں آنا چاہے تو فراد کے دماغ میں نہ پہنچ جائے کیونکہ میرا اور سجاد کا لب و لہجہ بالکل ایک جیسا تھا۔

بہرحال پھر اُسے شبہ ہونے لگا تھا کہ میں سجاد نہیں فراد ہوں۔ وہ اس بات کی تصدیق باؤلی پیرن سے کر سکتی تھی۔ اگر میں فراد ہوں تو باؤلی کا زہر مجھ پر اثر نہیں کرے گا کیونکہ میں منجانبا کی زندگی سے گزر چکا ہوں۔ اور اگر سجاد رہوں تو باؤلی سے کترانے کی کوشش کروں گا جیسا کہ میں ابھی کر چکا تھا۔

شیبا اپنے ربی سے کہہ رہی تھی "ہم کل رات سے تصدیق کرتے آ رہے ہیں، وہ سجاد ہی ہے پھر آپ کو بار بار شبہ کیوں ہوتا ہے؟"

"میں آخری بار تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ باؤلی پیرن کے ذریعے۔ اب واقعی اعتراف کرنا پڑے گا کہ سونیا کے ساتھ اس ہوٹل میں سجاد ہے' فراد نہیں ہے۔"

ان کی باتیں سن کر میں بستر پر آ گیا۔ آرام سے لیٹ گیا لیکن دماغ کو ہدایات نہ دے سکا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کیا مصیبت ہے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ریسیور کو اُٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو۔"

اعلیٰ بی بی کے خاص ماتحت کی آواز سنائی دی "سر! مجھے یقین تھا' آپ جاگ رہے ہوں گے اسی لیے ڈسٹرب کیا ہے۔ سوری' ایک صاحب آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے شام تک کے لیے ٹالنا چاہا مگر وہ بضد ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ صاحب اسی لائن پر ہماری گفتگو سن رہے ہیں۔"

اُن صاحب کی آواز سنائی دی "ہاں، سن رہا ہوں اور اب بول رہا ہوں یقیناً تم نے مجھے آواز سے پہچان لیا ہوگا۔"

میں نے مسکرا کر کہا "اے پردہ نشین ماسٹر کی! میں نے پہچان لیا ہے۔ اس کے بعد تم کہو گے کہ میں پہچان کر' تمھاری آواز سن کر بھی تمھارے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔ تمھیں طرف اسی بات کا دعویٰ ہے۔"

"کیا میرا دعویٰ غلط ہے؟"

"تمھارا ایک دعویٰ غلط ہو گیا۔ تم نے کہا تھا کہ مجھے بے بس کر دو گے۔ میں تمھارے پاس نہیں پہنچ سکوں گا اور تم مجھے گھیر کر اپنا قیدی بناؤ گے۔ شاید مجھے اپاہج بنا کر دنیا والوں کے سامنے عبرت ناک تماشا بننے کے لیے چھوڑ دو گے۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ میرا یہ دعویٰ غلط ہو گیا ہے؟"

"تم مجھے اب تک قیدی بنا کر اپنے پاس نہیں بلا سکے۔ تمھاری پیشن گوئی غلط ہوئی۔ اب میں پیشن گوئی کرتا ہوں' تم اپنے دعوے میں ناکام ہو کر مجھے قیدی بنانے کے لیے خود میرے پاس چل کر آؤ گے۔ آج نہیں تو کل اور دوسری پیشن گوئی یہ ہے کہ جب بھی میرے پاس پہنچو گے' تمھیں بڑی مایوسی ہو گی۔"

ماسٹر کی نے کہا "تمھاری پہلی پیشن گوئی اسی لمحہ پوری ہو چکی ہے۔ میں تمھارے پاس چل کر آیا ہوں۔ تم سے زیادہ دور نہیں ہوں۔ یہ مان گیا کہ تم نے مجھے مجبور کر دیا ہے۔ لیکن تمھاری دوسری پیشن گوئی درست ثابت نہیں ہو گی۔"

"میں نے کہا نا' بڑے مایوس ہو کر تم میرے کوچے سے نکلو گے۔ میرے دانش مند ماسٹر کی! اس وقت تم سجاد علی تیمور سے باتیں کر رہے ہو۔ میرے بھائی تک پہنچنے کے لیے تمھیں پتا نہیں کتنی بار مر کر پیدا ہونا پڑے گا۔"

دوسری طرف چند لمحوں کے لیے چپ سی لگ گئی۔ میں نے کہا "اب میں سونے جا رہا ہوں۔ پلیز مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

اس نے جلدی سے کہا "ذرا ٹھہرو۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"میں اتنا خوش مزاج نہیں ہوں کہ دشمنوں سے مل کر خوشی محسوس کروں۔ مجھے افسوس ہے۔"

"دیکھو ریسیور نہ رکھنا۔ میں نے تمھیں یہاں روکنے کے لیے طیارے میں خرابی پیدا کرا دی ہے' دوسرے طیارے کا انتظام اس وقت تک فضول ہے جب تک مجھ سے ملاقات نہیں کرو گے وہ طیارہ یہاں پہنچنے سے پہلے ہی تباہ ہو جائے گا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ تمھارے لیے فرانس سے پرواز کر چکا ہے۔ تم اسے تباہی سے بچا سکتے ہو۔"

"اس کا مطلب ہے' تمھارے آدمیوں نے اس طیارے میں کوئی ٹائم بم وغیرہ چھپا رکھا ہے۔"

"ایسی ہی کوئی بات ہو سکتی ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو ملنے سے انکار کر دو اور شام تک اس کی تباہی کی خبر سن لو۔"

"میں اپنے بھائی اور رسونتی بھابی کے ذریعے ابھی اس طیارے کو پرواز سے روک سکتا ہوں۔ کسی قریبی ایئر پورٹ پر اسے اتار کر چیک کرنے کے لیے کہہ سکتا ہوں۔"

"بے شک چیک کرنے پر وہ ٹائم بم برآمد ہو جائے گا لیکن میں تمہیں یہاں سے نکلنے نہیں دوں گا۔ کوئی جیبی کاپٹر یا طیارہ تمہیں نہیں لے جا سکے گا۔"

میں نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد کہا۔ "میں ابھی سونے جا رہا ہوں، بہت تھکا ہوا ہوں۔ شام کو فیصلہ کروں گا، تم سے ملنا چاہیے یا نہیں۔ اس طیارے کو تباہی سے روکو۔ میں بھائی جان وغیرہ کے ذریعے اسے پرواز سے منع کرنے جا رہا ہوں۔ سو فار۔"

میں نے ریسیور رکھا پھر خیال خوانی کے ذریعے علی بی بی کے خاص ماتحت کو بتایا۔ "جو طیارہ ہمارے لیے آ رہا ہے وہ کہیں بھی ایک ٹائم بم کے ذریعے تباہ ہو سکتا ہے۔ فوراً متعلقہ افسران سے رابطہ قائم کرو اور اسے واپس بلا لو۔ اگر وہ دور نکل گیا ہے تو کسی قریبی ملک میں اتارنے کے لیے کہو پھر اسے پوری طرح چیک کرانے کی ہدایات دو۔ دیٹس آل۔"

میں نے ریسیور رکھا، بستر پر پہنچ کر جوتے اتارے، آرام سے لیٹ کر دماغ کو ہدایت دی پھر سو گیا۔ ایسے ہی وقت تقدیر کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ انسان کتنا ہے ہم اپنے آپ پر کتنی اختیار رکھتے ہیں جب چاہیں سو سکتے ہیں لیکن میں نے بارہا آزمایا ہے۔ جب چاہا ہے سو نہیں سکا اور جب تقدیر نے اجازت دی تو سونے کا موقع ملتا رہا۔

رسونتی کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ماسٹر کی نے ہمارے طیارے میں کوئی خرابی پیدا کی تھی اور آئندہ بھی مجھے وہاں روکنا چاہتا ہے۔ اسے علی بی بی کے ذریعے پتا چلا کہ جو طیارہ ہمارے لیے دوسری بار آ رہا تھا اسے بھی کہیں روک دیا گیا تھا اور چیک کرنے پر اس میں سے ایک ٹائم بم برآمد ہوا تھا۔

ادھر سے علی بی بی کے خاص ماتحت نے یہ بتایا تھا کہ ماسٹر کی فرہاد صاحب کو یہاں روکنا چاہتا ہے۔ نہ روکنے پر ہے کوئی بھی ہیلی کاپٹر یا طیارہ یہاں پہنچنے نہیں دے گا۔ فرہاد صاحب یہاں سے نکل نہیں پائیں گے۔

اس ماتحت نے علی بی بی کو یہ بھی بتایا کہ فرہاد صاحب نے ڈرامائی انداز میں اسلام قبول کر لیا۔ کیا یہ کہنا ضروری ہے کہ میں نے احمد جوزف کے ذریعے معلوم کر لیا ہے کہ مادام کمپیوٹر سے اس کا گہرا رابطہ ہے۔ اور وہ اس کا خاص ماتحت ہے۔

"اگر ایک تہائی رس جوزف ہمارے ملک سے کسی دوسرے ملک جاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہاں سے تمام جانے والے یہودیوں کا تعلق ہماری منصوبہ بندی سے ہے۔ اگر جوزف کسی مادام کمپیوٹر سے رابطہ قائم رکھتا ہے تو ہم کیا جانیں کہ وہ مادام کمپیوٹر کون ہے۔"

"میں اندازے کی غلطی کر سکتی ہوں لیکن علی بی بی کی ذہانت کو سب تسلیم کرتے ہیں۔ سونیا کا، علی بی بی کی مکاری کا ذکر آپ تو سب ہی کان پکڑتے ہیں۔ فرہاد نے بارہا ایسی پیشن گوئیاں کی ہیں کہ وہ بعد میں درست ثابت ہوئیں۔"

"ذرا میں بھی وہ پیشن گوئیاں سنوں۔"

"فرہاد کا، سونیا کا، علی بی بی کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ مادام کمپیوٹر جو کہیں چھپی ہوئی ہے اس کا تعلق آپ کے ملک سے ہے۔"

ربی اسفندیار نے انجان بن کر پوچھا۔ "یہ مادام کمپیوٹر کیا بلا ہے، میں نے سنا ہے، دہشت پسند تنظیموں میں اس کا اکثر ذکر ہوتا ہے۔ اگر یہ ہمارے ملک میں ہے تو ہمیں بڑی خوشی ہوگی۔ میں تم دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دوستی کرنے کی ہر ممکن کوشش کر چکا ہوں۔ چلو تم لوگوں سے نہ سہی، اگر مادام کمپیوٹر سے دوستی ہو جائے تو یہ بھی ہمارے مفاد میں ہوگا۔"

"آپ مادام کمپیوٹر سے دوستی کر کے کیا فائدہ اٹھائیں گے؟"

"وہی جو تم اور فرہاد علی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اٹھا رہے ہو۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مادام کمپیوٹر کو ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی کے طور پر جانتے ہیں۔"

ربی اسفندیار ذرا گڑبڑا گیا۔ رسونتی نے کہا۔ "ابھی آپ انجان بن کر پوچھ رہے تھے کہ یہ مادام کمپیوٹر کیا بلا ہے۔ پھر آپ نے کہا کہ اس کا ذکر دہشت گرد تنظیموں کے ذریعے سننے میں آیا ہے۔ اب آپ نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور آپ اس سے فائدے اٹھا سکتے ہیں۔"

انھوں نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم کچھ زیادہ ہی ذہانت کا مظاہرہ کر رہی ہو۔ مجھے شبہ ہے کہ یہ تم نہیں ہو، فرہاد ہے اور رسونتی کے لہجے میں بول رہا ہے۔"

"فرہاد اس وقت آرام کر رہے ہیں۔ میں ان کی حفاظت کر رہی ہوں اور آپ سے گفتگو بھی جاری ہے۔ ہمیں گفتگو کے اصل موضوع سے ہٹنا نہیں چاہیے۔ میں کہہ رہی تھی کہ ہمیں اس مادام کمپیوٹر کی وہاں موجودگی کا شبہ ہے۔ ابھی آپ کے تغافلِ عارفانہ سے یہ شبہ یقین میں بدل گیا ہے۔"

"تم شبہ کرو یا یقین — ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ ابھی ہم یہاں مادام کمپیوٹر کی موجودگی کو نہیں سمجھ پائے ہیں۔ تم کہہ رہی ہو تو اس کی جستجو ہوگی۔"

"ہم یہی چاہتے ہیں، آپ کی طرح دوسرے ممالک کے اہم افراد بھی مادام کمپیوٹر کو اپنے اپنے ملک میں تلاش کریں۔ اس سلسلے میں ہم اور فرہاد آپ کا ساتھ دیں گے۔ ہماری پوری توجہ آپ کی طرف ہوگی۔"

"میری طرف کیوں؟"

"آپ اس حکومت کی سب سے اہم چابی ہیں۔ اس چابی سے پوری حکومت کی مشینری چلتی ہے۔ یقیناً مادام کمپیوٹر کا سراغ ملے گا تو آپ ہی سے ملے گا۔"

"آئندہ تمہیں میرے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ میں سانس روک رہا ہوں۔"

"ایک ربی اسفندیار کے سانس روک لینے سے کیا ہوگا، ایسے تمام افراد حواب تک آپ سے ملتے رہے ہیں، آپ کی خاص توجہ کے مستحق رہے ہیں، میں اور فرہاد ان کے دماغوں تک پہنچنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔"

ربی اسفندیار نے فوراً سانس روک لی۔ رسونتی شیبا کے پاس پہنچ گئی۔ وہ اسے طلب کر رہی تھی۔ جب وہ حاضر ہوئی تو اس کے ذریعے رسونتی نے معلوم کیا، ربی اسفندیار بہت پریشان تھے۔ کہہ رہے تھے۔ "رسونتی اور فرہاد وغیرہ کو شبہ ہے کہ تمہارا تعلق اسی ملک سے ہے۔ وہ ایسے تمام افراد کے دماغوں کو ٹٹولنا شروع کریں گے جو میری خاص توجہ کے مستحق رہے ہیں۔ یہ بات ان سے زیادہ عرصے تک نہیں چھپے گی کہ میں نے تمہیں بیٹی بنا رکھا ہے۔ اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ تمہیں تمہارے ماں باپ سے چھڑا لیا ہے۔"

شیبا پریشان ہو کر ان کی باتیں سن رہی تھی اور وہ کہہ رہے تھے۔ "پھر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی بلائیں تمہارے رشتہ داروں تک پہنچیں گی۔ ان کے دماغوں سے پتا چلے گا، تم میرے پاس رہتی ہو۔ وہ کسی نہ کسی طرح تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ اب تک میں نے یہی دیکھا ہے جب وہ کسی کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تو پھر اس سے آگے نکل جاتے ہیں اور نکلنے کا راستہ نہ ملے تو اسے روندتے ہوئے، کچلتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "مجھے بڑا ڈر لگ رہا ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں، مجھے ایسا لگتا ہے جیسے فرہاد میرے

پاس موجود ہے اور وہ اچانک ہی مجھے دبوچ لے گا۔"

"میں جانتا ہوں تنویری نیند سونے کے دوران تم بے اختیار یہی باتیں کہہ رہی تھیں۔ تم خواہ مخواہ رسوخی اور فرہاد سے دہشت زدہ ہو رہی ہو۔ وہ کبھی تمھارے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"محترم ربی! میں التجا کرتی ہوں مجھے کچھ دنوں کے لیے کسی ایسی جگہ بھیج دیں جہاں کھلی فضا ہو۔ میں اس چار دیواری میں رہتے رہتے گھبرا گئی ہوں۔"

ربی اسفندیار نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "ہوں۔ حالات کا تقاضا یہی ہے تمھیں فی الحال اس ملک سے باہر ایسی جگہ رہنا چاہیے جہاں کبھی رسوخی اور فرہاد کا خیال تک نہ جا سکے۔ وہ میری طرف توجہ دے رہے ہیں۔ میرے آس پاس رہنے والوں کو ٹٹولتے رہیں گے۔ تم نہیں رہو گی تو مجھے اطمینان رہے گا۔ مجھے موجودہ حالات پر اچھی طرح غور کر لینے دو پھر میں جواب دوں گا۔"

وہ ربی اسفندیار کے سامنے دوزانو ہو گئی۔ اُن کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "محترم بزرگ! میں آپ کی احسان مند رہوں گی۔ مجھے اس چار دیواری سے نکلنے کا موقع دیجیے۔ شاید میرے دل اور دماغ سے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دہشت نکل جائے۔"

"میں نے انہاں، موجودہ حالات پر غور کر رہا ہوں تمھیں ضرور کسی ایسی جگہ بھیجوں گا جہاں وہ نہ پہنچ سکیں۔ یہ سب کچھ راز داری سے ہو گا لیکن اس کے لیے تمھیں کچھ قربانیاں دینا ہوں گی۔"

"میں سب کچھ کر سکتی ہوں۔"

"اسی دن کے لیے تمھیں سمجھاتا تھا اپنے رشتے داروں سے حتیٰ کہ اپنی ماما سے بھی دُور رہو۔ تاکہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کو ذریعہ بنا کر تمھارے پاس نہ آ سکے۔ اب تمھیں کہیں بھی جانے کے لیے یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ ہمیشہ کے لیے اپنے خون کے رشتوں سے بچھڑ جاؤ گی۔ کبھی اُن سے کسی طرح کا رابطہ نہیں رکھو گی۔"

شیبا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "اور اپنی ماں سے؟"

"اپنی ماں سے بھی نہیں۔ اگر تم کسی وقت اپنی ماں کے دماغ میں پہنچ گئی اور ایسے وقت وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی وہاں موجود ہوئے تو تم سمجھ لو کہ تمھارا انجام کیا ہو گا۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ ربی اسفندیار نے کہا۔ "تمھارے سامنے دو راستے ہیں۔ یا تو فرہاد اور رسوخی سے ڈرنا چھوڑ دو یا وہ جس طرح تمھیں ٹریپ کرنا چاہتے ہیں، کر لینے دو۔ اِن کے ہاتھوں تباہ ہو جاؤ۔"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "نہیں نہیں۔ میں کبھی اُن کے قریب سے ہو کر نہیں گزروں گی۔ معلوم ہوتا ہے وہ جادوگر ہیں۔ اگر انھوں نے مجھے میرے ملک، میری قوم، میرے مذہب کے خلاف بھڑکایا اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے تیز کر لیا تو میں بین سے بھی جاؤں گی، دنیا سے بھی جاؤں گی۔ آپ کی نظروں سے بھی گر جاؤں گی۔"

انھوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "دُور کا راستہ یہی ہے اپنی ماں کو ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ۔ اس سے خاموش رابطہ بھی نہ رکھو۔ چپ چاپ ماں کے دماغ میں پہنچ جاؤ گی، اس کے دُکھ درد کو سمجھو گی تو اس کی ممتا کی تڑپ تمھیں بے چین رکھے گی اور یہ تمھارے لیے بہت بُرا ہو گا۔ کبھی کبھی ماں کی ممتا بھی اولاد کے لیے مصیبت کا باعث بن جاتی ہے۔"

وہ دونوں ابھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچ رہے تھے۔ ربی اسفندیار نے صاف طور پر نہیں کہا تھا کہ شیبا کو اس ملک سے باہر بھیجا جا سکتا ہے اور شیبا بھی اپنی ماں کے سلسلے میں الجھی ہوئی تھی۔ اس سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ جانے کی رخصت ہونا تھا اور جب تک ہماری ٹیلی پیتھی کا خوف اس کے حواس پر مسلط رہتا، اس وقت تک گویا ماں کیلیے بیٹی مر جاتی اور بیٹی کے لیے ماں مر جاتی۔ یہ شیبا کے بہت بڑی قربانی دینا تھی۔

میری نیند پوری کرنے کے دوران رسوخی نے یہ ساری معلومات حاصل کی تھیں۔ سونیا بیدار ہو گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی کے ماتحت کے ذریعے اسے معلوم ہوا، ماسٹر کی نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا اور مجھ سے ملنا چاہتا تھا۔ دشمن سے ملاقات کرنے کا مطلب صاف ظاہر ہے۔ ہم جب بھی ملتے، ہار یا جیت، زندگی یا موت کا فیصلہ ہو جاتا تھا۔

میں نے ماسٹر کی کو شام تک کے لیے ٹال دیا تھا۔ شام کو پھر اُس نے فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ سونیا نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "فرہاد ابھی آرام کر رہے ہیں، تم مجھ سے باتیں کرو۔ ماسٹر کی!"

دوسری طرف سے ماسٹر کی نے کہا۔ "جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، میں سونیا کی آواز سن رہا ہوں۔"

"موت بے آواز بھی ہوتی ہے اور آوازوں سے بھرپور بھی۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ تم موت کو اس کی آواز کے ساتھ یاد رکھتے ہو۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "عورتوں کی عادت ہوتی ہے، وہ چیلنج کرتی ہیں اور چیلنج کرنے کے سوا کچھ نہیں کر پاتیں۔"

"ماسٹر کی! چیلنج کی ابتدا تم سے ہوئی۔ یاد کرو جب سپر ماسٹر، ماسک مین اور دُوسری تمام خطرناک تنظیموں نے ہمارے راستے سے ہٹ جانے کا وعدہ کیا تو تم خدائی فوجدار بن کر یہ دعویٰ کرنے آ گئے تھے کہ فرہاد کو بے موت مارو گے یا اسے پاگل بنا کر دو سروں کے لیے عبرت کا سامان کرو گے۔"

"یہ ہم سب کا فیصلہ ہے کہ تم دونوں کی موت قدرتی نہیں ہو گی۔ کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی کے ہاتھوں تمھیں مرنا ہے۔ خواہ ایک ساتھ مرو یا ایک بعد دیگرے۔ اور تم دونوں پر ایسا ہی وقت آن پڑا ہے۔ یہاں سے فرار کا راستہ ممکن نہیں ہے۔"

"جب تمھیں یقین ہے کہ ہم بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے تو پھر ملاقات کی دعوت کیوں دے رہے ہو؟"

"پہلے میں نرمی سے بُلا رہا ہوں۔ آ جاؤ تو اچھی بات ہے۔"

"تم ہماری اچھائی نہ سوچو۔ اگر ہمارا راستہ روک سکتے ہو تو روکنے رہو۔ ہم سے ٹکرانا پڑتے ہو تو تمھیں خود چل کر آنا ہو گا۔"

"کیا تمھیں یقین ہے کہ تم دونوں یہاں سے کسی بھی طیارے میں پرواز کر سکو گے؟"

"نہیں، ہم فضائی راستے سے نہیں جائیں گے۔"

"بحری راستوں کی ناکہ بندی بھی کی جا چکی ہے۔"

"تم سب کچھ کر لو لیکن مادام کمپیوٹر سے صرف ایک سوال کا جواب پوچھ لو کہ ہم تہ خانے میں تھے، اس کے بس میں تھے۔ وہ ہمیں نابود کر سکتی تھی پھر کیوں نہ کر سکی۔ جب اس کا جواب مل جائے تو یہ سمجھنے کی کوشش کرنا کہ ہم صبا کے علاقے میں ہیں کسی تہ خانے میں نہیں ہیں۔ اور جسے تم ملاقات کی دعوت دے رہے ہو، وہ سجاد ہے فرہاد نہیں ہے۔ تم زیادہ سے زیادہ مجھے ٹریپ کر دو گے، مجھے جانی نقصان پہنچاؤ گے لیکن فرہاد پھر بھی تمھارے حواس پر مسلط رہے گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ مجھے بیدار ہونے کے بعد یہ تمام باتیں معلوم ہوئیں۔ یہ بھی پتا چلا کہ سونیا، ماسٹر کی سے گفتگو کرنے کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس ہوٹل سے چلی گئی تھی۔ کہاں گئی تھی، یہ کسی کو نہیں بتایا تھا۔ میں نے فوراً ہی رابطہ قائم کیا۔ اُس سے پوچھا۔ "یہ کیا حماقت ہے؟ ہمیں ماسٹر کی سے آخری فیصلہ کر لینا چاہیے تھا۔ تم نے اس کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ ایسے یہ تاثر دیا کہ سجاد اس سے نہیں ملے گا اور تم یہاں سے چلی گئی ہو۔"

"تمھیں اس طرح چلے آنے پر کیا اعتراض ہے۔ کیا تم سمجھ نہیں سکتے کہ میں ایسا کیوں کر رہی ہوں؟"

"شاید تم دور رہ کر میری نگرانی کرنا چاہتی ہو۔ جس طرح جزیرہ کاری کی وادی میں مجھے سے اچانک دُور ہو کر ڈرامائی انداز میں گوڈی سجاتا کی جگہ پہنچ گئی تھیں، اسی طرح ڈرامائی انداز میں ماسٹر کی کو چونکا دینا چاہتی ہو۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم دشمنوں کو یہ سمجھاتے آئے ہیں کہ تم فرہاد نہیں، سجاد ہو۔ اور یہی بات میں نے ماسٹر کی سے کہی تھی۔ وہ صبا کے علاقے میں زیادہ سے زیادہ مجھے ٹریپ کر سکتا ہے، مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے، سجاد کو نقصان پہنچا کر اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم چاہتی ہو، وہ لوگ تمھیں تلاش کر لیں۔ میں سجاد ثابت ہو رہا ہوں لہٰذا اس علاقے میں تمھی ایک اہم مہرا ہو۔ تم ماسٹر کی کے ہاتھ آؤ گی تو وہ مجھے بھی اپنے پاس آنے پر مجبور کر دے گا۔"

"بے شک، میں اسی لیے چلی آئی ہوں اور اب کم ہو چکی ہوں۔ تمھی خیال خرانی کے ذریعے میرا سراغ لگا سکتے ہو۔ ورنہ وہ تو قیامت تک ڈھونڈتے ہی رہ جائیں گے۔"

"مگر ایسا کب تک ہو گا۔ وہ ہماری ناکہ بندی کر چکے ہیں۔"

"تمھاری نہیں، صرف میری۔ تم سجاد کی حیثیت سے اتنے زیادہ اہم نہیں ہو۔ کوشش کرو، اعلیٰ بی بی وغیرہ کے ذریعے یہاں سے نکل سکو۔ تمھارے چلے جانے کے بعد....."

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "بکواس مت کرو۔ کیا میں تمھیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ یہ تم کیا سوچ کر کہہ رہی ہو؟"

"جب میں تمھارے ساتھ نہیں رہتی ہوں، اس وقت بھی خطرات میں گھری رہتی ہوں۔ کیا تم میری مدد کرنے کے لیے آتے ہو۔ زیادہ محبت جتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو۔"

"تم نے اپنے طور پر ایک راستہ اختیار کر لیا۔ اب میں اپنے راستے پر چلوں گا۔ تم مجھے سمجھانے کی کوشش نہ کرو۔ میں ماسٹر کی سے ضرور ملاقات کروں گا۔"

وہ زیر لب مسکراتے لگی۔

میں نے کہا۔ "تم بلا کی مکار ہو۔ اب میں سجاد کی حیثیت سے اس کے پاس جاؤں گا تو میری اہمیت نہیں ہو گی۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا۔ "اپنی چالاکیوں پر بڑی خوش ہوتی ہو۔ ٹھیک ہے، میں تمھیں بھی دیکھ لوں گا۔ پہلے ماسٹر کی سے نمٹ لوں۔"

اعلیٰ بی بی کے ماتحت نے اطلاع دی۔ "جناب! ماسٹر کی

پھر آپ سے مخاطب ہونا چاہتا ہے۔"

میں نے اپنے کمرے کا ریسیور اٹھا کر کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔ "تم اچانک ہی تمہاری زبان سے اصلیت ظاہر ہو گئی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ کیا کیا جائے۔ انسان خطا کا پتلا ہے غلطی تو کرتا ہی ہے۔"

"تم نے کیا سوچ کر خود کو ظاہر کر دیا؟"

"کچھ بھی نہیں سوچا بھئی غلطی ہو گئی۔ اچانک زبان سے اپنا ہی نام نکل آیا۔"

"سونیا کہاں ہے؟"

"وہ کہیں گم ہو گئی ہے۔ ہوٹل چھوڑ کر چلی گئی ہے۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا، پھر کہنے لگا۔ "آئی سی۔ اب تم لوگوں کی چال میری سمجھ میں آ رہی ہے۔ تم سجاد ہی رہو گے۔ زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو۔ سونیا سے کہہ دو، اس کی چالاکی بھی کام نہیں آئے گی۔ اس نے خود کو ہماری نظروں سے گم کیا ہے کیونکہ وہ ہی ایک مہرہ ہے ہم اسے ہاتھ سے نہیں جانے دے سکتے۔"

اس پر رسونتی نے کہا تھا۔ رہائی کے سلسلے میں پھر بات ہو سکتی ہے۔ فی الحال لیلیٰ کو اسپتال پہنچایا جائے اور توجہ سے اس کا علاج کرایا جائے لیکن اب وہ اسپتال میں نہیں تھی، کم طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ چپ چاپ ایک بستر پر لیٹی ہوا تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "لیلیٰ؟"

وہ ذرا سی چونکی مگر پتھر کی طرح سخت ہو گئی، اس کی سوچ بتا رہی تھی، وہ مجھ سے نہیں بولے گی۔ اگر میں زبردستی اس کے دماغ میں آؤں گا تو مجھے اہمیت نہیں دے گی۔ میں نے پوچھا "کیا تم ناراض ہو؟"

وہ خاموش رہی، خلا میں تکتی رہی۔ میں نے پھر کہا۔ "اچھی بات ہے۔ مجھ سے بات نہ کرو۔ اتنا ہی بتا دو، کہاں جا رہی ہو۔ کیا تمہیں علاج کے سلسلے میں دوسری جگہ بھیجا جا رہا ہے؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ رسونتی نے کہا۔ "میں بھی کئی بار مخاطب کر چکی ہوں لیکن یہ چپ رہتی ہے۔ شاید کچھ بولنا نہیں چاہتی۔"

"تم ربی اسفندیار کے پاس جاؤ اور اس سے معلوم کرو۔"

"میں ان کے پاس گئی تھی۔ وہ لاعلمی ظاہر کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں، انھوں نے لیلیٰ کے باقاعدہ علاج کے لیے اسے اسپتال پہنچا دیا تھا۔ کچھ لوگوں نے اسے اغوا کیا ہے۔"

"کیا ربی اسفندیار ہمیں نادان سمجھتے ہیں؟"

"میں نے یہی بات ان سے پوچھی تھی۔" لیلیٰ کو سخت پہرے میں اسپتال پہنچایا گیا تھا پھر اسے اغوا کیسے کیا جا سکتا ہے؟"

ربی نے جواب دیا۔ "یہ مجاہدین کا کام ہے۔ جب انھیں اسرائیلی سرحد پار کرنے کے بعد پتا چلا کہ وہ کسی پاگل لڑکی کو لیلیٰ کے دھوکے میں لے آئے ہیں تو انھوں نے جوابی کارروائی کی۔ لیلیٰ کا سراغ لگایا۔ پھر اسپتال پہنچ کر اسے وہاں سے اٹھا لے گئے۔"

میں نے ربی سے کہا۔ "مجاہدین کے ذرائع اتنے وسیع نہیں ہیں کہ وہ کوئی طیارہ چارٹر ڈ کریں اور لیلیٰ کو اس میں دوسری جگہ لے جائیں۔"

ربی نے جواب دیا۔ "اگر مجاہدین کا یہ کام نہیں ہے تو پھر کسی اور خطرناک تنظیم کا ہو سکتا ہے۔ لیلیٰ ان کے لیے بھی اتنی ہی اہم ہے۔ اب فرہاد کو سوچنا سمجھنا چاہیے کہ کون اسے یرغمال بنا کر اپنی کوئی بات منوا سکتا ہے۔"

یہ بات سنتے ہی میرا دھیان ماسٹر کی کی طرف گیا۔ یہاں صبا کے علاقے میں سونیا اس لیے بہت اہم تھی۔ وہ سونیا کو مجبور کر سکتا تھا۔ لیلیٰ کو چارہ بنا کر اسے کہیں بھی ملاقات کے لیے بلا سکتا تھا۔

میرے جی میں آیا، ابھی ماسٹر کی سے رابطہ قائم ہو جائے اور حقیقت معلوم ہو جائے لیکن میں نہ تو خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ سکتا تھا اور نہ ہی اس نے رابطہ قائم کرنے کے لیے اپنا کوئی ٹیلیفون نمبر بتایا تھا۔

میں نے ربی اسفندیار کے دماغ میں دستک دی۔ اس نے کہا۔ "ہاں کہو رسونتی، اب کیا ہے؟"

"میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں، ماسٹر کی سے کس طرح رابطہ قائم ہو سکتا ہے۔" میں نے رسونتی کے لہجے میں سوال کیا۔

"یہ سوال تم مجھ سے کیوں کر رہی ہو۔ میرا ماسٹر کی سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔"

"آپ محترم سمجھے جاتے ہیں۔ جھوٹ آپ کی زبان پر نہیں سجتا۔ جب میں نے چیچنیا کیا تو آپ سمجھ گئے کہ یہودی بڑوں کو جانی نقصان پہنچے گا لہٰذا اس بلا کو اسرائیل سے دور ایسی جگہ پہنچا دیا جائے۔ جہاں خیال خوانی کا پرندہ پر نہ مار سکے۔ آپ نے اسے ماسٹر کی کے حوالے کر دیا ہے۔"

"یہ مجھ پر الزام ہے۔ میں نے تمہارے کہنے کے مطابق اسے اسپتال پہنچایا تھا۔ اس کا باقاعدہ علاج ہو رہا تھا۔ اب کس نے اسے اغوا کیا ہے، یہ میں نہیں جانتا۔ اگرچہ وہ ہمارے ملک سے کہیں لے جائی گئی ہے۔ ہم پر کچھ ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں لیکن ذمے دار ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم مجرم ہیں یا ہمارے ایما پر یہ سب کچھ ہوا ہے۔ تم یقین کر دیا نہ کرو، لیلیٰ ہمارے لیے بھی اہم تھی۔ ہم اسے سزا دینا چاہتے تھے یا پھر اسے تمہارے پاس پہنچانے کی بہت بڑی قیمت وصول کرنا چاہتے تھے۔ بھلا ماسٹر کی کے حوالے کر کے ہمیں کیا ملے گا؟"

"ہم بچے نہیں ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ لیلیٰ آپ لوگوں کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹکی ہوئی تھی۔ آپ نہ تو اسے نگل سکتے تھے نہ اگل سکتے تھے۔ نہ اسے موت کی سزا دے سکتے تھے۔ نہ ہی زندہ چھوڑ سکتے تھے۔ لہٰذا آپ نے یہی تیسرا راستہ اختیار کیا۔"

"میں کس طرح یقین دلا سکتا ہوں کہ لیلیٰ ثانی کے اغوا میں ہمارا ہاتھ نہیں ہے۔"

"مجھے اس وقت یقین ہو گا جب وہ ماسٹر کی کے پاس نہیں پہنچے گی اور ماسٹر کی ہمیں اس کے ذریعے کسی طرح بلیک میل نہیں کرے گا۔"

میرا یہ جواب سن کر ربی ایک دم پریشان ہوا پھر فوراً ہی خیال آیا کہ میں دماغ میں ہوں۔ اپنی پریشانی چھپانے کے لیے اس نے فوراً سانس روک لی۔ میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے دوسری بار سانس لیتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ اگر ماسٹر کی نے ہی اسے اغوا کیا ہو تو وہ شبہ جو تم نے مجھ پر کیا ہے، خواہ مخواہ ہی یقین میں بدل جائے گا۔"

خیال خوانی کے دوران اعلیٰ بی بی کے خاص ماتحت نے آ کر کہا۔ "جناب! ماسٹر کی نے فون پر مخاطب کیا ہے۔"

میں نے ربی سے کہا۔ "میں کچھ دیر بعد آؤں گی کیونکہ مجھے سجاد کے پاس پہنچنا ہے۔ کوئی اہم اطلاع ملنے والی ہے۔"

میں ربی کے دماغ سے چلا آیا۔ ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ماسٹر کی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم خواہ مجھے کتنا ہی فریب دو، میں شطرنج کی بساط پر اپنے دماغ سے مہروں کو آگے بڑھاتا اور پیچھے ہٹاتا ہوں۔ مسٹر سجاد! مجھے ہر حال میں سونیا چاہیے۔ دو باتیں یاد رکھو، مجھے وہ نہ ملی اور براہ راست فرہاد سے رابطہ قائم نہ ہوا تو لیلیٰ کو کسی صحرا میں پہنچا دیا جائے گا، یہ اس کے مجنوں کو معلوم نہ ہو سکے گا۔ وہ بے چاری موت کے صحرا میں بھوکی پیاسی سسک سسک کر آخری سانسیں لیتی رہے گی۔"

میں نے چند لمحوں کے توقف کے بعد کہا۔ "مجھے تھوڑا وقت دو۔ میں ابھی جواب دیتا ہوں۔"

"نہیں، تم ریسیور نہیں رکھو گے۔ اگر تم فرہاد ہو تو مجھے فوراً بتاؤ، لیلیٰ اس وقت کہاں ہے؟"

میں جان بوجھ کر ذرا گڑبڑایا پھر سنبھالتے ہوئے بولا۔ "میں تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا۔ ابھی خیال خوانی کرنے والا ہوں۔"

"نہیں مسٹر سجاد! تم خیال خوانی نہیں کر سکو گے۔ تم کسی طرح فرہاد سے رابطہ قائم کرو گے۔ وہ تمہیں بتائے گا اس وقت لیلیٰ کہاں ہے۔ اس سے کچھ پوچھنے سے پہلے فوراً جواب دو، تم لیلیٰ کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

میں چپ رہا۔ اس نے کہا۔ "سخت چوری پکڑی گئی نا۔ تم فرہاد ہو ہی نہیں سکتے۔ وہ کسی بل میں چھپا ہوا ہے اور تمہیں چارہ بنا کر پیش کرتا رہتا ہے۔ اس سے پہلے بھی اس نے یہی کیا۔ اب بھی یہی کر رہا ہے۔ وہ خود غرض اور مکار ہے، تمہیں احمق بنا رہا ہے۔"

میں نے اچانک ہی جذباتی انداز میں کہا۔ "خبردار، میں اپنے بھائی کے خلاف ایک لفظ بھی سننا نہیں چاہتا۔"

دوسری طرف سے اس نے قہقہہ لگایا۔ "ابھی بچے ہو۔ میری ذہانت سے خواہ مخواہ ٹکرانے کی کوشش نہ کرو۔ فرہاد سے رابطہ قائم کرو۔ اسے بتا دو کہ لیلیٰ میرے شکنجے میں ہے۔ میری دونوں شرائط پوری کی جائیں۔ یعنی سونیا کو میرے پاس پہنچنا چاہیے اور فرہاد براہ راست مجھ سے رابطہ قائم کرے۔"

"میں ابھی سونیا کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بھائی جان سے

پوچھ کر بتاؤں گا۔ رہ گئی ان کی بات تو یہ سب جانتے ہیں، پاکستان میں وہ بُری طرح زخمی ہوئے تھے۔ ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ وہ ایک ماہ سے پہلے چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہو سکیں گے۔ لہٰذا انھیں بڑے ہی رازدارانہ طور پر ایسی جگہ پہنچایا گیا ہے.... جہاں وہ مکمل آرام کر سکیں اور باقاعدہ علاج ہوتا رہے۔ تمھیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ سخت چوٹیں آنے کے باعث وہ دماغی توازن نہیں رہی حس سے خیال خوانی کی پرواز کی جائے۔ ابھی صرف رسونتی بھابی خیال خوانی کے ذریعے ہم سب کی مدد کرتی رہتی ہیں۔"

• پھر اپنی بھابی سے کہو، لیلیٰ کی خبر لے۔ سونیا سے دماغی رابطہ قائم کرے اور اس سے کہہ دے کہ وہ صبا سے بروٹنی کی طرف آئے۔ پھر بندر سری بیگوان پہنچ جائے اس کے بعد ہم اسے خود ہی اپنے پاس آنے پر مجبور کر دیں گے۔"

"تھوڑی دیر بعد رسونتی بھابی تمھارا پیغام سونیا تک پہنچا دیں گی۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ فوراً ہی سونیا سے رابطہ قائم کیا اور اسے موجودہ حالات بتائے۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر اس نے کہا: "آخر ماسٹر کی نے ہمیں مجبور کر ہی دیا کہ اس سے ملاقات کی جائے۔"

"ہمیں نہیں، صرف تمھیں مجبور کیا ہے۔ اُسے تمھاری ضرورت ہے۔ تمھی اس کے لیے اہمیت رکھتی ہو۔"

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کسی طرح یہاں سے نکل جاؤ۔ میں اس کی نظروں میں اہم بن کر اسے چکر دیتی رہوں گی۔"

"تم اس کے چکر میں آگئی ہو۔ کیا خیال ہے، لیلیٰ ثانی کی خاطر وہاں جاؤ گی؟"

"جا رہی ہوں۔ اگر اس کا فون آئے تو کہہ دینا، آج آدھی رات تک بندر سری بیگوان پہنچ جاؤں گی۔"

ذرا سی دیر میں یہ خبر ہمارے تمام دوستوں اور دشمنوں تک پہنچ گئی کہ سونیا ماسٹر کی سے ملاقات کرنے جا رہی ہے۔ کہاں جا رہی ہے، یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ ابھی اس کی منزل صرف بروٹنی کے شہر بندر سری بیگوان تک تھی۔ اس کے بعد کیا ہونے والا تھا، کوئی نہیں جانتا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اپنے تمام ماتحتوں کو حکم دے دیا کہ وہ صبا کا علاقہ چھوڑ دیں اور سونیا سے پہلے بندر سری بیگوان پہنچ جائیں۔

ہم جس ہوٹل میں تھے، وہاں اعلیٰ بی بی کے صرف دو ماتحت رہ گئے۔ ان میں سے ایک کا لباس میں نے پہنا۔ عارضی سا میک اپ کیا پھر ہوٹل سے نکل گیا۔ میری جگہ یعنی میرے کمرے میں اعلیٰ بی بی کا ایک ماتحت چلا آیا۔ وہ اچھا خاصا ایکٹر تھا۔ میری آواز اور لب و لہجے کی نقل کر سکتا تھا۔ ماسٹر کی فون کے ذریعے سنجاد سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تو وہ ماتحت میرا رول ادا کر سکتا تھا۔

ہم سب اپنے اپنے طور پر سونیا کی حفاظت کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور یہ بھی سمجھ رہے تھے کہ ماسٹر کی نادان نہیں ہے۔ وہ جانتا تھا کہ اعلیٰ بی بی کی ٹیم کے منتخب افراد وہاں موجود ہیں۔ پھر ہمارے ذرائع محدود نہیں ہیں۔ وہ جہاں بھی سونیا سے ملاقات کرے گا، وہاں ہم اس کے چاروں طرف ہوں گے۔ اب دیکھنا یہی تھا کہ وہ ملاقات کہاں کرتا ہے اور کس طرح سونیا کو بے بس کر سکتا ہے۔ جبکہ وہ کسی کے بس کی نہیں تھی۔

میں رات کے دس بجے بندر سری بیگوان پہنچ گیا۔ اس دوران اپنے تمام ساتھیوں سے دماغی رابطہ قائم کرتا رہا۔ سونیا کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ کچھ تو پتا چلتا کہ اسے کہاں بلایا گیا ہے اور ملاقات کے لیے کون سی جگہ مقرر کی گئی ہے۔

رات کے گیارہ بجے میں نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا: "سونیا! کیا ماسٹر کی سے رابطہ قائم ہوا؟"

اس نے جواب دیا: "ابھی تک ایسا کوئی شخص نظر نہیں آ رہا ہے جو میرا تعاقب کر رہا ہو یا میک اپ کے باوجود مجھ پر شبہ کر رہا ہو۔"

"جب تمھیں ماسٹر کی سے ملنا ہی ٹھہرا تو میک اپ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ تمھیں پہچان نہیں رہا ہے۔ اس لیے تم سے رابطہ قائم نہیں کر رہا ہے۔"

• وہ ہمیں اُبھار رہا ہے، میں اسے اُبھار رہی ہوں۔ کیا تم نے لیلیٰ کی خبر لی؟"

"اس کے پاس جا کر کیا کروں گا۔ وہ بات کرنا گوارا نہیں کرتی۔ میں خواہ کتنا ہی مخاطب کروں، وہ خاموش رہتی ہے۔"

• یہ تو معلوم کرو، وہ کہاں ہے۔ شاید ماسٹر کی اس کے ذریعے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہو۔"

یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ لیلیٰ کے ذریعے ماسٹر کی تک پہنچا جا سکتا ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ ایک ننگے فرش پر پڑی ہوئی کراہ رہی تھی۔ اس کے ذریعے پتا چلا، ایک شخص قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ چپ چاپ اس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ پتا چلا، اسے طیارے کے ذریعے کسی جگہ پہنچایا گیا تھا۔ ایک شخص نے اسے سہارا دے کر طیارے سے اتارا۔ ایک گاڑی میں پہنچایا۔ اس گاڑی کے ذریعے اسے ایک بہت بڑے محل میں پہنچایا گیا۔ وہ اسی محل کے ایک فرش پر پڑی ہوئی تھی۔

میں نے لیلیٰ کے ذریعے اس شخص سے پوچھا: "تم کون ہو، مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا: "اچھا! اتنی دیر بعد تمھارے دماغ میں یہ سوال پیدا ہوا۔ حالانکہ تم اب تک خاموش تھیں۔ کیا میں یہ سمجھوں کہ تمھارے ذریعے رسونتی یا فرہاد یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

میں نے لیلیٰ کی زبان سے کہا: "ہاں، یہی بات ہے۔ میں رسونتی بول رہی ہوں۔ معلوم کرنا چاہتی ہوں، سونیا کو کہاں بلایا گیا ہے۔ ماسٹر کی سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟"

اس نے کہا: "کہاں تو ماسٹر سے ملنے سے انکار کیا جا رہا تھا اور اب ملنے کی اتنی بے چینی ہے دیکھو، لیلیٰ کتنی بیمار ہے۔ بے چاری کو ایک آرام دہ بستر کی ضرورت ہے مگر یہاں نہ کوئی دوا ہے نہ آرام دہ بستر۔ ہاں، اگر اسے آرام پہنچانا چاہتے ہو تو سونیا کو اس محل میں پہنچا دو۔"

• یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ ایک قدیم تاریخی محل ہے۔ دنیا میں اتنے بڑے محل کی مثال نہیں مل سکتی۔ اس میں ایک ہزار سات سو اٹھاسی کمرے ہیں۔ یہاں عام آدمی کا داخلہ ممنوع ہے لیکن ہمارا ماسٹر کی دنیا کا اہم ترین آدمی ہے۔ بھلا اسے کہیں جانے سے کون روک سکتا ہے؟ وہ یہاں موجود ہے۔ سونیا کے لیے بھی راستہ کھلا ہوا ہے مگر یہ چور راستہ ہے۔ سیدھے محل میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے۔ باہر سخت پہرا رہتا ہے۔ محل سے ذرا دور دو سو گز کے فاصلے پر ایک پولیس چوکی ہے۔ اس پولیس چوکی پر ہمارا قبضہ ہے۔ وہاں ہمارے آدمی پولیس والوں کے بھیس میں ہیں۔ اس پولیس چوکی کے ایک کمرے میں تہ خانہ ہے۔ اس تہ خانے میں اترنے کے بعد ایک تنگ راہداری سے گزرتے ہوئے اس محل میں پہنچا جا سکتا ہے۔"

میں نے کہا: "اچھا۔ یہ احتیاط اس لیے کی گئی ہے کہ صرف سونیا اس راہداری سے گزر کر یہاں تک آ سکے اور اس کی مدد کو آنے والے محل کے باہر ہی بھٹکتے رہیں۔"

• ہاں، پولیس چوکی میں ہمارے جو آدمی ہیں، ان کی جگہ کسی طرح بھی تمھارے آدمی نہیں لے سکیں گے کیونکہ ہم نے انھیں کچھ کوڈ ورڈ اور کچھ مخصوص اشارے سکھا دیے ہیں۔ اگر تمھارے آدمی ان کی جگہ لینا چاہیں گے تو ہم انھیں بہ آسانی پہچان لیں گے۔"

اتنی معلومات حاصل کرنے کے بعد رسونتی، اعلیٰ بی بی کے پاس گئی۔ میں سونیا کے پاس آ کر اسے وہاں کے حالات بتانے لگا۔ رسونتی نے کہا: "اعلیٰ بی بی کہہ رہی ہے، سونیا بارہ بجے سے پہلے اس محل میں نہ جائے۔ ہم وہاں تک پہنچنے کے لیے سرکاری ذرائع اختیار کرنے والے ہیں۔"

اس محل کا دروازہ دن کے وقت صرف سیاحوں کے لیے کھولا جاتا تھا۔ وہ بھی ایسے سیاحوں کے لیے جو ٹورسٹ منسٹری سے

پھر میٹھی نیند سکھانے والی بہترین کتابیں

HOW TO WRITE A LETTER
خطوط نویسی کے لیے قیمت ۶/- روپے

HOW TO WRITE AN ESSAY
مضمون نگاری کے لیے قیمت ۶/- روپے

HOW TO WRITE AN EXPLANATION
وضاحت و تشریح کے لیے قیمت ۶/- روپے

HOW TO LEARN CORRECT SPELLING
صحیح ہجے لکھنے کے لیے قیمت ۶/- روپے

HOW TO DO COMPREHENSION
ادراک و فہم کا اظہار کرنے کے لیے قیمت ۶/- روپے

CORRECT POSITIONS OF PREPOSITIONS
پری پوزیشن کے صحیح استعمال کے لیے قیمت ۶/- روپے

HOW TO PUNCTUATE
رموز اوقاف جاننے کے لیے قیمت ۶/- روپے

10 DAYS TO TRANSLATION
اُردو سے انگلش میں ترجمہ کرنے کے لیے قیمت ۱۲/- روپے

○ اندرون ملک ڈاک خرچ ایک یا ایک سے زائد کتابوں کا ۵/- روپے ہوگا۔ پورا سیٹ منگانے پر ڈاک خرچ معاف (صرف اندرون ملک کے لیے) ○ کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا نام و پتا اور کتابوں کا نام ضرور لکھیں ○ کسی قسم کی نقد رقم خط میں ڈال کر ہرگز نہ بھیجیں۔ منی آرڈر ارسال کرنے کا پتا: مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴، سید مینشن، بیرسا اسٹریٹ، کراچی ۱
○ بیرون ملک پورے سیٹ کی قیمت مع ڈاک خرچ، مشرق وسطیٰ ۱۰۰ پاکستانی روپے، یورپ اور شرق بعید ۱۲۰ پاکستانی روپے، آسٹریلیا، امریکا افریقہ ۲۰۰ پاکستانی روپے ○ بیرون ملک کتابیں منگانے کے لیے رقم بذریعہ ڈرافٹ روانہ کریں۔ ڈرافٹ پر نام اس طرح لکھوائیں:

MAKTABA NAFSIAT A/C 688 H. B. L
MANSFIELD STR. BR. KARACHI

ذاتی طور پر رجوع کرنے کے لیے:
Sales Office:
MAKTABA NAFSIAT 404 HUSSAIN
CENTRE, SHAHRAHE IRAQ SADDAR
KARACHI - PHONE: 526689

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

اجازت حاصل کر لیتے تھے۔ اعلیٰ بی بی کے لیے ایسے ذرائع استعمال کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ ایک گھنٹے کے اندر ہی مجھے ایک ماتحت کے ساتھ اس محل میں جانے کی اجازت مل گئی۔ ہم سیدھے راستے سے محل کے دروازے میں داخل ہوئے اس کے احاطے سے گزرتے ہوئے دوسرے بڑے دروازے تک پہنچے۔ ایک پولیس افسر نے ہمارا استقبال کیا۔ ہم سے مصافحہ کرنے کے بعد اس نے دروازے کو کھولا۔ پھر ہمیں اندر لے گیا۔ ہم بہت بڑے ہال میں پہنچے۔ اس ہال سے کئی دروازے دوسری راہداریوں میں کھلتے تھے اور وہ راہداریاں اس محل میں آنے والوں کو ایک ہزار سات سو اٹھاسی کمروں تک لے جاتی تھیں۔ وہ کمرے کیا تھے، بھول بھلیاں تھے۔ کسی گائیڈ کے بغیر ان کمروں سے گزرنے والے واپسی کا راستہ بھول جاتے تھے۔ انھیں کوئی گائیڈ ہی محل سے باہر لاتا تھا۔ یہ بات ہمیں معلوم نہیں تھی اور نہ ہی ہم نے اس پولیس افسر سے پوچھا کیونکہ وہ خود گائیڈ بنا ہوا تھا۔ ایک کمرے میں پہنچ کر اس نے کہا: "آپ ذرا انتظار کریں۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا مگر واپس نہیں آیا۔ فیں لیلی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے قریب وہی شخص کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے رسونتی بن کر پوچھا: "جب تم لوگ غیر قانونی طریقے سے اس محل کے اندر آئے ہو تو یہاں رات کے وقت کوئی آفیسر آسکتا ہے۔ کیا تم لوگوں کو پکڑے جانے کا اندیشہ نہیں ہے؟"

اس نے مسکرا کر کہا: "جو آفیسر رات کو ڈیوٹی دیتا ہے، اسے ہم نے خرید لیا ہے۔ وہ نہ تو۔۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کے قریب ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو آفیسر، کیا بات ہے؟"

یہ کہہ کر وہ سننے لگا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا کیونکہ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ تھوڑی دیر دوسری طرف کی آواز سننے کے بعد اس نے جواباً کچھ کہا۔ پھر ریسیور رکھنے کے بعد لیلیٰ کو دیکھتے ہوئے بولا: "رسونتی! تمھارے دو آدمی سرکاری اجازت نامے کے مطابق اس محل میں پہنچ گئے ہیں۔ میں جس آفیسر سے بات کر رہا تھا، وہ انھیں محل میں لے آیا تھا لیکن ایک کمرے میں چھوڑ کر گویا بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ اب وہ آفیسر تمھارے ان دو آدمیوں کے پاس نہیں آئے گا۔ ان سے خیال خوانی کے ذریعے کہہ دو، وہ یہاں تک پہنچ سکتے ہیں تو پہنچ جائیں۔ ویسے کسی نہ کسی کمرے میں ماسٹر کی سے سامنا ہوا تو اس محل سے ان کی لاشیں ہی نکلیں گی۔"

میں نے رسونتی کو بتا دیا کہ لیلیٰ کے ذریعے میں اس شخص سے کیا باتیں کر چکا ہوں اور کیا معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ وہ یہ بات سونیا کو بتانے لگی۔ اس وقت سونیا اس پولیس چوکی تک پہنچ گئی تھی۔

اس نے اپنا میک اپ اتار دیا تھا۔ اپنے اصل روپ میں تھی۔ لہٰذا پولیس چوکی کے اس کمرے میں جانے کی اجازت مل گئی تھی جہاں بہ خانہ تھا۔ اب وہ بہ خانے میں اتر کر اس محل میں آنے ہی والی تھی۔ میں نے اپنے ساتھ آنے والے اعلیٰ بی بی کے ماتحت سے کہا: "وہ گائیڈ آفیسر نہیں آئے گا۔ لہٰذا ہم یہاں سے الگ ہوتے ہیں۔ ہمیں مختلف کمروں سے گزرتے ہوئے لیلیٰ ثانی اور ماسٹر کی تک پہنچنا ہے۔ ہو سکتا ہے ان کمروں میں بھٹکنے کے دوران سونیا سے بھی ملاقات ہو جائے۔"

ہم کمرے کے دو مختلف دروازوں سے نکل گئے۔ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ تمام کمرے ایک جیسے تھے۔ ان کی دیواروں پر جو نقش و نگار بنے ہوئے تھے، وہ بھی تقریباً یکساں تھے۔ کہیں کہیں مختلف نقش و نگار دکھائی دیتے تھے۔ ان سے پتا چلتا تھا، میں کسی دوسرے کمرے میں آگیا ہوں۔ کبھی کسی کمرے کا دروازہ مجھے کسی راہداری میں پہنچا دیتا تھا۔ وہاں سے گزرتے ہوئے کسی نہ کسی کمرے میں داخل ہونا ضروری ہو جاتا تھا کیونکہ آگے راہداری بند ہو جاتی تھی۔

سونیا بہ خانے کی تنگ راہداری سے گزرتے ہوئے ایک زینے پر چڑھتے ہوئے محل میں پہنچ گئی تھی۔ میرا خیال تھا، وہ مجھ سے کہیں نہ کہیں ضرور ملے گی لیکن جہاں وہ پہنچی تھی، وہیں قریب ہی ایک کمرے میں ماسٹر کی سامنا کرنے کے لیے موجود تھا۔

سونیا کو اپنے سامنے جو کمرہ نظر آیا، وہ اس کے دروازے پر پہنچی۔ اندر ایک قد آور صحت مند شخص ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی کرسی دروازے کی طرف گھوم گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا: "وہ ڈیکم سونیا! دنیا کی خطرناک تنظیموں کے سربراہ اور خطرناک مجرم یہ جانتے ہیں کہ ماسٹر کی صرف ریوالونگ چیئر کے ذریعے گفتگو کرتا ہے۔ آج اس چیئر پر ماسٹر کی تمھارے سامنے بیٹھا ہے۔ تم پہلی خوش نصیب ہو جو مجھے پہلی اور آخری بار دیکھ رہی ہو۔"

پھر اس نے ہنستے ہوئے طنزیہ انداز میں پوچھا: "آخری بار کا مطلب سمجھ گئی ہو گی؟"

"ہاں! تمھارے خیال کے مطابق میں اپنی زندگی میں آخری بار اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ پھر یہ آنکھیں دیکھنے کے قابل نہیں رہیں گی۔"

"بہت خوب سمجھ رہی ہو۔"

"میرے خیال کے مطابق آخری بار اس لیے دیکھ رہی ہوں کہ آج کے بعد تمھیں کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔"

"اتنا ہی تمھیں اپنی صلاحیتوں پر ناز ہے تو اندر آجاؤ۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی: "کوریڈور میں دروازے نہیں ہوتے

اور کسی بھی کمرے کا دروازہ بند ہو سکتا ہے۔ میں سمندر رہوں۔ کنویں میں لڑنے کی عادی نہیں ہوں۔ باہر آجاؤ۔"

وہ کرسی سے اٹھ گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ اب وہ سنجیدہ تھا۔ گہری نظروں سے سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا: "ابھی میرے آدمیوں نے اطلاع دی تھی، تمھاری اچھی طرح تلاشی لی گئی ہے۔ تمھارے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔"

"یہ کون سی نئی بات کہہ رہے ہو۔ فرار کے کسی ساتھی کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہوتا۔ ہاں دشمن اوچھے ہتھکنڈے پر اتر آئے اور ہمیں مجبور کر دے تو ہم ہتھیار ضرور استعمال کرتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "یہی صرف ایک بلیڈ کے ذریعے تم مجھے زیر کر لو گی۔ مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ تلاشی کے دوران ایک جیب سے بلیڈ برآمد ہوا تھا۔"

سونیا نے اپنی جیب کو تھپکتے ہوئے کہا: "وہ بلیڈ میری جیب میں ہے۔"

"میرا احسان مانو۔ میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ تمھیں بلیڈ لانے سے نہ روکیں مگر تم کرنا کیا چاہتی ہو؟"

سونیا نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اسے نکالا پھر پوچھا: "یہ بتاؤ تم میرے پیچھے بھاگنا چاہتے ہو یا میں تمھارے پیچھے بھاگوں؟"

"میں تمھاری ایسی پٹائی کروں گا کہ تم اپنی جان بچانے کے لیے بھاگتی ہوئی نظر آؤ گی۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا: "میں نے چہرے کا میک اپ اتار دیا تھا لیکن ہاتھوں کا نہیں اتارا تھا۔ تمھارے آدمی دھوکا کھا گئے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا مطلب؟"

سونیا جس زینے پر چڑھتے ہوئے محل میں پہنچی تھی، اس زینے کے دروازے کو بند کر دیا پھر کہا: "یہ دروازہ تمھیں فرار ہونے کے لیے پولیس چوکی تک پہنچا سکتا تھا۔ اب یہ بند ہو چکا ہے۔"

اس نے اپنے ہائیں ہاتھ میں بلیڈ کو تھام کر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھا پھر وہاں بلیڈ سے ایک لکیر کھینچ دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ خون کی لکیر بن گئی۔ پھر اس نے کہا: "ماسٹر کی! میں کتنی نادان ہوں۔ اپنے ہی ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو زخمی کر لیا۔ مگر ذرا دیکھو تو۔۔۔"

اس نے جہاں خون کی لکیر کھینچی تھی وہاں ایک چٹکی سے کوئی چیز نکال پھر اسے ماسٹر کی کے سامنے کرتے ہوئے کہا: "یہ زہریلی سوئی ہے۔ اب تک خول میں تھی۔ میں اس خول کو الگ کر رہی ہوں۔"

اس نے سوئی کے خول کو الگ کر دیا۔ پھر پوچھا: "اب بتاؤ۔ تم بھاگو گے یا میں؟"

ماسٹر کی پیچھے ہٹنے لگا۔ سونیا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا: "گھبراؤ نہیں، یہ زہریلی سوئی ضرور ہے مگر تم نہیں مرو گے۔ صرف تمھارا دماغ اس حد تک کمزور ہو گا کہ یوگا کا مظاہرہ نہیں کر سکو گے۔ رسونتی تمھیں شکار کرے گی۔ میں چپ چاپ تماشا دیکھوں گی۔"

اس نے ایک طرف بھاگتے ہوئے کہا: "آج تم اپنے اصول کے خلاف لڑنے آئی ہو۔ پہلے دعوتی کر چکی۔ کمزور کے کسی ساتھی کے پاس ہتھیار نہیں ہوتا۔"

اور تم سونیا کے ریکارڈ کو بھول گئے ہو۔ میں کبھی ہاتھ پائی کرنے میں اپنا وقت برباد کرتی ہوں اور نہ ہی جسمانی تکلیف اٹھاتی ہوں۔ جب تم جیسے خطرناک دشمنوں کا فیصلہ آسانی سے کر سکتی ہوں تو دشواریوں سے گزرنا سراسر نادانی ہے۔ چلو، آجاؤ۔ اپنا دماغ رسونتی کے حوالے کر دو۔"

وہ بھاگتے ہوئے ایک کمرے میں گیا۔ سونیا اس کے تعاقب میں دوڑتی ہوئی جانے لگی۔ ادھر میں نے دوڑ لگائی۔ اگرچہ ان دونوں تک پہنچنے کا صحیح راستہ نہیں جانتا تھا۔ محل کے اندر اچھی خاصی روشنی تھی۔ ہر کمرے اور کوریڈور سے گزرا جا سکتا تھا لیکن وہ دونوں کہاں تھے، یہ میں نہیں جانتا تھا۔

محل کے اندر ہم تینوں دوڑ لگا رہے تھے۔ ادھر میں اور ادھر سونیا ماسٹر کی کے پیچھے دوڑی تھی۔ وہ بے چارا اپنی سلامتی کے لیے بھاگ رہا تھا۔ کیا یہ سوچا جا سکتا تھا کہ جو ماسٹر کی ہوا بنا رہا ہے۔ تمام دہشت گرد تنظیموں پر چھایا رہتا ہے، وہ اس طرح بزدل بن کر اپنی سلامتی کے لیے بھاگتا رہے گا۔ مجھے یقین نہیں آرہا تھا لیکن میں دوڑ رہا تھا۔

پتا نہیں ہم تینوں کتنے کمروں سے گزرتے جا رہے تھے۔ ایک جگہ پہنچ کر میں رک گیا۔ کان لگا کر سننے لگا۔ مجھے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ایک راہداری میں ماسٹر کی کے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ پہلے ماسٹر کی نے اس سے کمرے کے اندر آنے کے لیے کہا تھا تاکہ

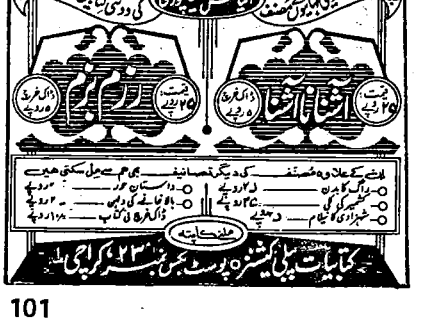

دروازہ بند ہو جائے تو وہ ایک کمرے کی چار دیواری میں آسانی سے اسے زیر کر سکے۔ اب وہ خود کمروں میں جانے سے کترا رہا تھا۔ کہیں سونیا دروازہ نہ بند کر دے۔ وہ راہداریوں سے گزر رہا تھا۔ کبھی کسی کمرے سے گزرنا ہوتا تو پہلے محتاط نظروں سے دوسرے دروازے کو دیکھ لیتا پھر وہاں سے گزر کر دوسری راہداری میں پہنچ جاتا۔ اس طرح وہ اچانک ہی میرے سامنے پہنچ گیا۔

وہ بہت ہی پھرتیلا تھا۔ سمجھتا تھا کہ پیچھے سونیا آ رہی ہے۔ واپس نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے یکبارگی مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں بیٹھ گیا۔ وہ مجھ پر سے گزرتا ہوا دوسری طرف فرش پر پہنچ کر قلابازی کھاتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر وہاں سے بھاگنے لگا۔ میں نے بھی۔۔۔ دوڑتے ہوئے اس پر چھلانگ لگائی۔ وہ آگے جا رہا تھا۔ میری ٹانگیں اس کی کمر پر پڑیں۔ وہ بھاگتے بھاگتے اوندھے منہ گر پڑا۔

میں اس کے سر پر پہنچ گیا۔ اٹھنے سے پہلے ہی ایک ٹھوکر ماری۔ وہ دوسری طرف الٹ کر گر گیا لیکن بڑی تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ہم دونوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی۔ وہ اپنے داؤ آزما رہا تھا اور میں اپنے۔ سونیا ایک دیوار سے ٹیک لگائے بڑے اطمینان سے ہمیں لڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ میری لاتوں اور گھونسوں کو بڑے آرام سے سہہ جاتا تھا لیکن وہ پلٹ کر حملہ کرتا تھا تو مجھے تارے نظر آنے لگتے تھے مگر ایسا کم ہوتا تھا۔ ہم لڑتے لڑتے اس کمرے کے سامنے پہنچ گئے جہاں لیلیٰ ننگے فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کی نگرانی کے لیے جو شخص کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، وہ ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ کمرے کے باہر آگ ہمیں دیکھنے لگا۔ ماسٹر کی کو مجھ سے مقابلہ کرتے ہوئے دیکھ کر وہ میری طرف جھپٹنا چاہتا تھا مگر اچانک ہی لڑکھڑا کر گر پڑا۔ سونیا نے اپنی ٹانگ اڑا دی تھی۔ جیسے ہی وہ گرا پھر اٹھنے کے قابل نہ رہا۔ اس نے گرنے والے کے جسم میں سوئی چبھو دی تھی۔ اب وہ وہیں پڑا ہوا کراہ رہا تھا۔ یہ سب کچھ ذرا سی دیر میں ہوا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اچانک اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے پیچھے سے ماسٹر کی کو ایک ٹھوکر ماری۔ ماسٹر جھنجلا کر پلٹ گیا۔ غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا: "کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

ٹھوکر مارنے والے نے کہا: "میں مجبور ہوں۔ اس وقت میرے حواس پر رسونتی چھائی ہوئی ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ ماسٹر کی سے لپٹ گیا۔ اب مجھے لڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ دو یوگا کے ماہر آپس میں زور آزمائی کر رہے تھے کبھی یہ اسے زیر کرتا تھا، کبھی وہ اس پر زبردست ہوتا تھا۔ دونوں ہی اپنے داؤ پیچ استعمال کر رہے تھے۔ ماسٹر کی لڑنے کے دوران سمجھاتا بھی جاتا تھا: "رسونتی! اس کے دماغ سے نکل جاؤ۔ یہ بچے چالاک ہیں۔ ان کے دماغ میں کچھ ایسا ہے جو ہمارے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ ان کے دماغ سے نکل جاؤ۔"

رسونتی نے جواب دیا: "ماسٹر کی! کتنی توہین کی بات ہے کہ تم اتنے خطرناک مجرم کہلاتے ہو اور اپنے ہی ایک معمولی لڑکے کے ہاتھوں پٹ رہے ہو۔"

لڑنے کے دوران ماسٹر کی سونیا کے پاس آ کر گرا۔ سونیا نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ دوسری طرف سے میں نے اس کی پٹائی کی۔ اب تو وہ تین طرف سے پٹ رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ادھ موا ہونے لگا حالانکہ بڑا جی دار تھا مگر تین طرف سے مار پڑے تو پتھر بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ رسونتی جس کے دماغ پر قابض تھی وہ بار بار آ کر ماسٹر کی کے سر سے ٹکریں مارتا تھا۔ جب ہم ماسٹر کی سے نمٹنے لگتے تو وہ پلٹ کر دیوار کی طرف جاتا تھا اور وہاں سر ٹکرانے لگتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ماسٹر سے پہلے وہی فرش پر گر کر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔

ادھر ماسٹر کی بری طرح زخمی ہو چکا تھا۔ اس کا دماغ کمزور پڑ گیا تھا۔ وہ یوگا کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔ اسی وقت کمرے کے اندر ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں اسے سونیا کے رحم و کرم پر چھوڑ کر کمرے میں گیا۔ لیلیٰ ایک طرف فرش پر پڑی ہوئی کراہ رہی تھی۔ میں نے اسے ہمدردی سے دیکھ پھر ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "ہیلو تم سونیا ہو یا ستیاوتی؟"

"میری آواز سے پہچان لو اور بتاؤ تم کون ہو؟"

"اچھا، تو تم ستیاوتی ہو۔ اپنے متعلق بتانے سے پہلے میں تمہیں کو مبارک باد دینا چاہتا ہوں۔ ہزاروں مکار مرے ہوں گے تب وہ پیدا ہوئی ہو گی۔ گنجت نے ہاتھ پاؤں چلائے بغیر ماسٹر کی کو زیر کر لیا۔ اب بے چارہ مرنے کے قریب ہے۔ اس کی جان چھوڑ دو۔"

میں نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

"میں ایک بھیانک راز ہوں اور جو بھیانک راز فاش نہ ہو سکے، وہ دہشت بن کر دلوں پر طاری رہتا ہے۔"

دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔ پھر اس نے پوچھا: "نہیں سمجھے؟ مجھے ہرتالے کی چابی کہتے ہیں۔ اس محل میں ایک ہزار سات سو اٹھاسی ماسٹروں سے گزرنا ہو گا تب کہیں جا کر وہ ایک ماسٹر کی تک پہنچ سکے گی۔"

یہ سنتے ہی میں چونک گیا۔ وہ کہہ رہا تھا: "اس محل کے تمام دروازے تم دونوں کے لیے بند ہو چکے ہیں۔ یہاں سے نکلنا ممکن نہیں ہے۔ باہر جانا چاہو گے تو تمہیں چابی کی ضرورت ہو گی اور میں ہوں ہرتالے کی چابی۔ ماسٹر کی!"

ماسٹر کی

بول رہا تھا اور میں ریسیور کان سے لگائے سن رہا تھا۔ میرے سامنے لیلیٰ فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ میں کمرے کے باہر سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی دانست میں ماسٹر کی پر غالب آ چکی تھی اور اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر چکی تھی۔

پہلے میں بھی اسی خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ یہ بھول گیا تھا کہ اتنا خطرناک دشمن جو تمام تنظیموں کے سربراہوں کو خاطر میں نہیں لاتا، ان کے سامنے اگر کبھی روبرو گفتگو نہیں کرتا، ہمیشہ ریوالونگ چیئر کے ذریعے ان سے رابطہ قائم کرتا ہے، وہ بھلا اتنی آسانی سے ایک چیونٹی کی طرح کس طرح مسلا جا سکتا ہے؟

سونیا کمرے میں آ کر لیلیٰ کو سنبھال رہی تھی۔ اسے اٹھا کر اپنے بازو کا سہارا دیتے ہوئے بولی: "ذرا حوصلے سے کام لو۔ ابھی ہم تمہیں طبی امداد پہنچائیں گے۔ تمہیں یہاں سے لے جا کر کسی آرام دہ بستر پر سلائیں گے۔"

میں نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا: "سونیا! یہ خام خیالی ہے۔ ہمدردی کے دھوکے میں بلی کو شکار کیا ہے۔"

وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا: "ماسٹر کی زندہ ہے۔ ابھی فون پر اسی سے گفتگو ہو رہی تھی۔"

سونیا نے لیلیٰ ثانی کو دیوار سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا۔ پھر وہاں سے اٹھتے ہوئے بولی: "وہ کہاں ہے؟ کیا اسی محل میں؟"

"وہ کہتا ہے، یہاں ایک ہزار سات سو اٹھاسی کمرے ہیں۔ سونیا کو پہلے ایک ہزار سات سو اٹھاسی ماسٹروں سے لڑتے ہوئے آنا ہو گا۔ پھر کہیں اصلی ماسٹر کی سے سامنا ہو گا۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یہاں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ سب اس کے چیچے ہیں۔ یہ ہمیں گھیرنے اور مارنے کی کوشش کریں گے اور وہ چوہا اپنے بل میں محفوظ رہے گا۔ میں تمہیں پہلے ہی سمجھاتی تھی، یہاں آنا مناسب نہیں ہے۔ وہ چارہ ڈال رہا ہے۔ ہمیں گھبرانا چاہئے۔"

"تم بھول رہی ہو۔ ہمیں نہیں، صرف تمہیں گھبرانا چاہئے۔ میری کا اہمیت کیا ہو سکتی ہے۔ حالانکہ میں نے فرہاد بن کر یقین دلانے کی کوشش کی لیکن ماسٹر کی صرف تمہیں یہاں بلانا چاہتا تھا۔ تم اس کے لیے زیادہ اہم ہو۔ ہمیں وقت ضائع کیے بغیر یہ سوچنا چاہیے کہ یہاں سے کس طرح نکلا جا سکتا ہے۔"

رسونتی نے آگ کہا: "محل کے باہر ہمارے آدمی چاروں طرف موجود ہیں۔ پولیس بھی چاروں طرف مورچے بنا رہی ہے۔ پولیس چوکی ملی، ماسٹر کی کے جو آدمی موجود تھے، انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ محل کے اندر جتنے لوگ ماسٹر کی کا رول ادا کرنے کے لیے موجود ہیں، وہ یہاں سے نکل نہیں پائیں گے۔"

رسونتی کی بات ختم ہوتے ہی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے آواز گونجنے لگی۔ رات کا وقت تھا۔ وہ آواز واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔ بندر سبری بیگوان کا ایک پولیس افسر کہہ رہا تھا۔ "اس محل کے اندر جو لوگ موجود ہیں، وہ اپنے ہتھیار پھینک کر، دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر چلے آئیں۔ ہم پندرہ منٹ کی مہلت دے رہے ہیں۔ اس کے بعد ہمارے آدمی محل میں داخل ہوں گے۔ پھر جو بھی مقابلے پر آئے گا، اسے بے دریغ گولی مار دی جائے گی۔"

یہ اعلان دو مرتبہ کیا گیا پھر تیسری بار اعلان کرنے کے بعد محل کے اندر سے آواز ابھرنے لگی۔ کوئی میگا فون کے ذریعے کہہ رہا تھا: "ہم نے اعلان سن لیا ہے۔ بار بار گلا پھاڑنے کی زحمت نہ کرو۔ اب ہمارا اعلان سنو۔ اگر کسی نے یہاں آنے کی جرأت کی تو اس سے پہلے ہی اس محل میں بم کے دھماکے ہوں گے۔ یہ خوب صورت تاریخی محل جو حکومت کا قیمتی اثاثہ ہے، دیکھتے ہی دیکھتے کھنڈر میں تبدیل ہو جائے گا۔ ہم تو جان سے جائیں گے ہی لیکن اس محل کو بھی تباہ کر جائیں گے۔"

مقامی پولیس کے لیے اتنی دھمکی کافی تھی۔ وہ اتنے خوبصورت تاریخی محل کو کھنڈر بنتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ پھر یہ کہ میں، سونیا اور لیلیٰ محل کے اندر تھے۔ ہمیں بھی بم کے دھماکوں سے جانی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ اس لیے باہر مکمل خاموشی چھا گئی۔ اعلان کرنے والوں کو چپ سی لگ گئی۔ میں نے رسونتی سے کہا: "تم اعلیٰ بی بی کے آدمیوں کے ذریعے باہر موجود افسران کو سمجھاؤ۔ کوئی محل میں داخل ہونے کی حماقت نہ کرے۔"

میں نے لیلیٰ کو اٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد لیا۔ پھر میں اور سونیا وہاں سے دوڑتے ہوئے اس دروازے کی طرف جانے لگے جو ہمیں چور راستے کی طرف لے جاتا۔۔۔ یہ اندیشہ نہیں تھا کہ ہم بتہ خانے کی تنگ راہداری سے گزرتے ہوئے دوسری طرف پولیس چوکی میں پہنچ جائیں گے تو ماسٹر کی کے آدمی ہوں گے۔ اب تو وہاں مقامی پولیس کا پہرہ تھا۔

چور راستے کا علم سونیا کو ہونا چاہیے تھا۔ وہی اس راستے سے محل میں پہنچی تھی لیکن ہم بھول بھلیوں میں تھے۔ ایک ہزار سات سو اٹھاسی کمروں سے گزرتے رہنا۔ پھر راستوں کو یاد رکھنا ممکن نہیں تھا جو گائیڈ افسران یہاں کے راستوں سے واقف تھے، انھوں نے کمروں اور راہداریوں میں ایسی نشانیاں رکھی ہوں گی جن کے ذریعے وہ صحیح راستوں تک پہنچ سکتے تھے مگر ہم ان

راستوں سے واقف نہیں تھے۔ سونیا نقلی ماسٹر کی کا تعاقب کرتے ہوئے نہ جانے کتنے کمروں اور راہداریوں سے گزرتے ہوئے آئی تھی۔ ادھر میں نے بھی کمروں اور راہداریوں کا حساب نہیں رکھا تھا۔ بہر حال بڑی دیر تک لیلیٰ ثانی کو اٹھائے ادھر سے اُدھر بھٹکتے رہے۔ پھر اچانک ہی ایک قد آور شخص سے سامنا ہوگیا۔ وہ ہمیں دیکھتے ہی ہنسنے لگا۔ "اچھا تو فرار کا راستہ تلاش کیا جارہا ہے؟"

اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "یہ راستہ صرف میں جانتا ہوں۔ رسونتی اور فرہاد سے کہو میرے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر سکتے ہیں تو کرلیں۔"

میں نے لیلیٰ کو ایک دیوار سے ٹیک لگا کر فرش پر بٹھا دیا۔ سونیا نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

اس نے فخریہ انداز میں قہقہہ لگایا۔ پھر کہا۔ "میں وہ ہوں جسے دیکھنے کی تمنا کتنے ہی خطرناک تنظیموں کے سربراہ کرتے ہیں لیکن میں اُن سے ریوالونگ چیئر کے ذریعے گفتگو کرتا ہوں۔"

سونیا نے کہا۔ "یعنی اس وقت میرے سامنے ہرتالے کی جان ہے۔ اور یہی بڑی خرابی ہے۔ بے چارہ ایک ماسٹر کی اس سے پہلے بھی یہی دعویٰ کر رہا تھا۔ آخر اس ڈرامے کی ضرورت کیا ہے۔ اپنے اصلی ماسٹر کی سے کہو، سونیا اس محل میں سجاد کے ساتھ تنہا ہے۔ وہ ہم سے ملاقات کرنا چاہتا تھا، ہم آگئے ہیں۔ اب بھی پردہ نشین بن کر رہنے میں کیا راز ہے؟"

"میں خود ماسٹر کی ہوں۔ یقین نہ ہو تو دو دو ہاتھ کر کے دیکھ لو۔ آج تک کوئی ان ہاتھوں سے بچ کر زندہ نہیں جاسکا۔ یا تو مر گیا یا ہمیشہ کے لیے اپاہج ہوگیا اور یہ تو میرا دعویٰ تھا کہ فرہاد کو ایک دن اپاہج بنا کر چھوڑوں گا وہ نہ سہی، تم سہی۔"

میں نے بیزاری سے کہا۔ "کیا مصیبت ہے۔ پتا نہیں کب تک ایسے بناسپتی ماسٹر کی سے مقابلہ کرتے رہنا ہوگا۔"

سونیا نے کہا۔ "ان لوگوں کا علاج میرے پاس ہے۔"

اس نے اپنے بائیں ہاتھ کے اسی زخم کی طرف دوسرا ہاتھ بڑھایا۔ جہاں لمبوکی پتلی سی لکیر بن گئی تھی۔ اب وہ خون کی لکیر خشک ہوگئی تھی لیکن اس نے پھر ایک چنگی سے سوئی نکال لی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا، وہ مکاری دکھا رہی تھی۔ اس نے سوئی کو اس زخم سے نہیں نکالا تھا بلکہ فریب نظر سے کام لیا تھا۔ وہ سوئی پہلے ہی اس کے دائیں ہاتھ میں تھی۔ پھر اسے نقلی ماسٹر کو دکھاتے ہوئے کہا۔ "اصلی ہو تو نہ بھاگنا۔ ہاں، بناسپتی ہو تو بھاگ سکتے ہو۔ یہ زہریلی سوئی ابھی تمہاری دماغی توانائی کو کمزور کردے گی اور رسونتی تمہارے حواس پر چھا جائے گی۔"

اس نے گہری سنجیدگی سے سوئی کی طرف دیکھا۔ پھر فوراً ہی ایک قدم پیچھے ہٹ کر ریوالور نکال لیا۔ کہنے لگا۔ "میں نہیں چاہتا، ایک ہی گولی میں قصہ تمام کردوں۔ میں تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ تمہارے ذریعے رسونتی اور فرہاد کو کمزور بنانا چاہتا ہوں لہٰذا یہ سوئی میرے جسم میں پیوست نہیں ہوگی۔ اسے لیلیٰ کی طرف لے جاؤ۔ بے چاری بیمار ہے۔ اسے دوا اور انجکشن کی ضرورت ہے۔ دوا نہ سہی، اپنے ہاتھوں سے یہ انجکشن لگا دو۔"

سونیا بے بسی سے کبھی لیلیٰ کو اور کبھی مجھ کو دیکھنے لگی۔ وہ ایکٹنگ کر رہی تھی۔ جو سوئی اس کی چٹکی میں دبی ہوئی تھی، اس میں وہ زہر نہیں رہا تھا جو آدمی کو کمزور بنا دیتا ہے اور اس طرح اس کی دماغی توانائی کمزور پڑ جاتی ہے۔"

بناسپتی ماسٹر کی نے ڈانٹ کر کہا۔ "میں انتظار نہیں کروں گا۔ فوراً آگے بڑھو اور لیلیٰ کو سوئی لگاؤ، ورنہ میں سجاد کو گولی مار دوں گا۔"

وہ چٹکی میں سوئی دبائے آہستہ آہستہ یوں بڑھنے لگی جیسے بہت مجبور ہوگئی ہو۔ بناسپتی ماسٹر کی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ذرا ٹھہرو، اگر رسونتی موجود ہے تو اسے کہو، فرہاد کو لیلیٰ ثانی کی آخری سانسوں کے متعلق اطلاع دے۔"

دوسرے ہی لمحے میں نے رسونتی کے لب و لہجے میں کہا۔ "میں سجاد کے ذریعے بول رہی ہوں۔ جیسا کہ تم لوگوں کو علم ہے، فرہاد ابھی ہپناٹزم خوانی کے قابل نہیں ہے۔ میں انھیں لیلیٰ کی موجودہ حالت بتا رہی ہوں۔ پلیز، یہ ظلم نہ کیا جائے، یہ بے چاری بہت کمزور ہے۔"

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "سونیا کے بیان کے مطابق اس سوئی میں اتنا زہر نہیں ہے کہ آدمی مر جائے۔ ہاں، اتنا ضرور ہے کہ دماغ کمزور پڑ جائے۔ لیلیٰ پہلے ہی آدھی مر چکی ہے۔ دماغ کمزور پڑنے کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اس کی آدھی موت اس سوئی کے ذریعے ہوگی۔ چلو، میرے حکم کی تعمیل کرو۔ میں وقت برباد نہیں کرنا چاہتا۔"

سونیا، لیلیٰ کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ "ہمیں افسوس ہے۔ سجاد کو بچانا ضروری ہے کیوں کہ یہ فرہاد کا رول ادا کرتا رہتا ہے۔ یوں بھی تمہیں اگر اور تھوڑی دیر طبی امداد نہیں پہنچائی جائے گی تو مر جاؤ گی۔ میں بہت مجبور ہو کر اپنے ہاتھوں سے تمہیں دوا نہیں، زہر دے رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے لیلیٰ کے بازو میں وہ سوئی چبھو دی۔ اس نے میری مرضی سے ایک ہلکی سی، کمزور سی چیخ منہ سے نکالی، اس کے بعد ایک ہچکی لی۔ پھر اُس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا تھا۔

بناسپتی ماسٹر کی اسے بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "اب وہ سوئی وہیں چھوڑ دو اور اٹھ کر کھڑی ہو جاؤ۔ پندرہ منٹ کے بعد اس محل کی چھت پر ایک ہیلی کاپٹر آئے گا۔ تم دونوں میرے آگے آگے چلتے ہوئے چھت پر پہنچو۔ میں تمہارے ساتھ سجاد کو بھی لے جاؤں گا۔"

ہم چپ چاپ دوسری طرف گھوم گئے۔ اس کے آگے آگے چلنے لگے۔ ابھی ہم چند قدم تک گئے تھے کہ اچانک ایک کمرے سے کوئی فرش پر پھسلتا ہوا باہر آیا۔ پھر اس نے بناسپتی ماسٹر کی ٹانگ پر ٹانگ ماردی۔ وہ ریوالور سمیت اوندھے منہ گر پڑا۔ اتنا ہی کافی تھا، اس کے بعد ہم نے اسے دبوچ لیا۔ سونیا نے ریوالور لے لیا، میں نے اس کی پٹائی شروع کردی۔ وہ میرا مقابلہ کر رہا تھا۔ بڑا جی دار تھا لیکن یہ مقابلہ زیادہ دیر جاری نہیں رہ سکا۔ سونیا نے کہا۔ "میں یہ دھینگا مشتی پسند نہیں کرتی۔ چپ چاپ ایک طرف کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ اٹھنے لگا۔ تب میں نے اس شخص کو دیکھا جو ایک کمرے سے پھسلتا ہوا آیا تھا اور بناسپتی ماسٹر کو اپنی ٹانگوں سے الجھا کر گرا دیا تھا۔ وہ شخص اعلیٰ بی بی کا وہی ماتحت تھا جو میرے ساتھ محل میں داخل ہوا تھا۔ میں دوڑتا ہوا لیلیٰ کے پاس آیا، وہ ہولے ہولے سانس لے رہی تھی۔ میں اس کے اندر توانائی پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

دوسری طرف سونیا نے بلند آواز سے کہا۔ "رسونتی! تم اس بناسپتی کی کے دماغ میں پہنچو۔ میں راستہ بنا رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلائی۔ نقلی ماسٹر کی کے حلق سے چیخ نکلی۔ گولی اس کے بازو میں پیوست ہوگئی تھی اور رسونتی اس کے دماغ میں پہنچ چکی تھی۔ ذرا دیر بعد ہی اس نے کہا۔ "اس کا دماغ کہہ رہا ہے، اس محل میں ابھی سات مرد ماسٹر کی کا رول کرنے والے موجود ہیں۔ ہر ایک کی جیب میں ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر موجود ہے جس کے ذریعے اس کے ساتھیوں کو پتا چل جاتا ہے کہ اس پر کیا بیت رہی ہے۔ اس کے تمام ساتھیوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ ہماری گرفت میں ہے لہٰذا یقیناً وہ اس کی مدد کو آنے ہی والے ہوں گے۔"

رسونتی یہ باتیں اعلیٰ بی بی کے ماتحت کے ذریعے کہہ رہی تھی۔ اس ماتحت نے فوراً ہی آگے بڑھ کر بناسپتی ماسٹر کی کی جیب سے وہ ننھا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اسے آف کر دیا پھر اس نے میرے پاس آکر کہا۔ "میں لیلیٰ ثانی کو سنبھالتا ہوں۔ آپ اس بناسپتی کی کی خبر لیں۔"

میں نے لیلیٰ کو اس کے پاس چھوڑ دیا۔ وہ اسے اٹھا کر ایک کمرے میں لے آیا۔ میں نے کہا۔ "ہم سب کو اسی کمرے میں جانا چاہیے۔ اس کے ساتھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

سونیا میرے ساتھ اس کمرے میں آگئی۔ اب میں اس زخمی ماسٹر کی کے دماغ میں موجود تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ دو طرف سے کچھ لوگ آرہے تھے۔ میں نے اس زخمی کے ذریعے دیکھا، کوریڈور کے ایک طرف سے اس کے دو ساتھی پہنچ رہے تھے، دوسری طرف سے ایک اور ساتھی آرہا تھا۔ ادھر یہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ ایک نے اس کے قریب پہنچ کر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "وہ کہاں ہیں؟"

باقی دو ساتھی دور دور تک محتاط انداز میں دیکھ رہے تھے۔ زخمی نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "وہ لیلیٰ کو اٹھا کر چور دروازے کی طرف جا رہے ہیں۔ انھوں نے میرے دماغ سے معلوم کرلیا ہے کہ ہم کس طرح یہاں کے راستوں کو پہچان لیتے ہیں۔"

جب وہ یہ باتیں کہہ رہا تھا تو میں اس کے دماغ پر قابض تھا اور اس کے ذریعے یہ باتیں کہلوا رہا تھا۔ رسونتی بھی موجود تھی اور یہ معلوم کر رہی تھی کہ کس طرح وہاں کے راستوں کو پہچانا جاتا ہے۔ اب یہ بات وہ سونیا کو بتا رہی تھی۔ سونیا نے کہا۔ "میں لیلیٰ کو اس تہ خانے کے راستے سے لے کر پولیس چوکی پہنچ رہی ہوں۔ فوراً ایمبولنس بلاؤ۔ اس کی حالت بہت خراب ہے۔ اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

اس زخمی ماسٹر کی کی باتیں سُن کر دو ماسٹر کی دوڑتے ہوئے چور راستے کی طرف جا رہے تھے جو اس کے پاس رہ گیا تھا اسے سونیا نے گولی ماردی۔ اس حساب سے دو ماسٹر کی پہلے مر چکے تھے۔ یہ تیسرا ختم ہوا تھا۔ چوتھا زخمی تھا۔ دو چور راستوں کی طرف ہمیں تلاش کرنے کے لیے گئے تھے۔ کل چھ ہماری نظروں میں آگئے تھے۔ باقی چار رہ گئے تھے۔

سونیا نے جس ماسٹر کو گولی ماری تھی، یقیناً اس کی جیب میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کے ذریعے گولی چلنے کی آواز اس کے

ساتھیوں نے سنی ہوگی۔ میں اس زخمی کے دماغ پر قابض ہو کر مرنے والے کی جیب کے قریب جھک گیا۔ ٹرانسمیٹر سے آواز آرہی تھی "ہیلو، ہیلو بیکی، تم خیریت سے ہو؟"

اس زخمی نے کہا "آہ! ہم دھوکا کھا رہے ہیں۔ سونیا اور سجاد چور راستے کی طرف نہیں گئے ہیں۔ وہ دوسری طرف چھپے ہوئے تھے۔ انھوں نے ہمارے ساتھی کو گولی ماردی ہے۔ پلیز، میرے پاس آؤ کسی طرح مجھے طبی امداد پہنچاؤ۔"

اعلیٰ بی بی کے ماتحت نے لیلیٰ کو اپنے شانے پر لاد لیا، سونیا کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے سے باہر آیا۔ اب وہ دوسرے راستے سے اس چور دروازے کی طرف جانے لگے۔ سونیا نے بتادیا تھا کہ ہر کمرے کے دروازے کے پیچھے بیس کمروں کا نقشہ بنا ہوا ہے۔ یعنی جس دروازے کے پیچھے اس نقشے کو پڑھا جائے، اس کمرے کے پیچھے پانچ کمروں، پھر اس کمرے کے آگے پانچ کمروں اسی طرح دائیں بائیں پانچ پانچ کمروں کا حساب موجود تھا۔ تیر کے نشان بنے ہوئے تھے اور یہ بھی بتایا گیا تھا کہ کس کمرے سے گزرتے ہوئے چور راستے تک جانا چاہیے اور کس راہداری سے گزرتے ہوئے محل کے بیرونی دروازے تک پہنچا جاسکتا ہے۔ اسی طرح چھت تک پہنچنے کا راستہ بھی بتایا گیا تھا۔

میں نے مرنے والے کی جیب سے ریوالور نکال لیا تھا اگرچہ میں ایسی چیزیں استعمال نہیں کرتا لیکن یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہیں تھا۔ یہ لوگ میری ٹیلی پیتھی کے خلاف یوگا کا ہتھیار استعمال کررہے تھے۔ اس کے لیے لازمی تھا، ان کے دماغ کو کمزور بنایا جائے۔ جیسے ہی اس کا ایک ساتھی چور دروازے کی طرف سے واپس آیا، میں نے اس کی ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا گرا اور میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ تکلیف کی شدت سے کراہتے رہنے کے دوران سانس روکنے کا مظاہرہ کرتا۔ میں نے کہا "تم اسی طرح پڑے رہو۔ میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گی۔ لیکن یہ سبق سکھاؤں گی کہ ماسٹر کی ہمارے سامنے یوگا کا ہتھیار استعمال نہیں کرسکے گا۔ جب بھی ہمارے مقابل آئے گا بے موت مارا جائے گا۔"

میں نے آگے بڑھ کر اس کی جیب سے بھی ریوالور نکال لیا۔ اس وقت اس کی جیب سے آواز سنائی دے رہی تھی۔ "ہیلو ہیلو، مینڈورا! ہیلو مینڈورا! تم خیریت سے تو ہو؟"

اس نے کراہتے ہوئے کہا "کسی نے میری ٹانگ میں گولی ماردی ہے۔ یہاں ہم دو زخمی پڑے ہیں۔ پلیز، ہمیں فوری طبی امداد پہنچاؤ۔"

دوسری طرف سے جواب ملا "اب ہم فریب میں نہیں آئیں گے۔ پہلے ساتھی کو طبی امداد پہنچانے کے لیے تم گئے تھے، تمھارا یہ حال ہوگیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کتنے چالاک ہیں۔ اگر کوئی ہماری بات سن رہا ہے تو یہ سن لے اور اچھی طرح سمجھ لے کہ بھاگنے کے..... تمام راستوں کی ناکہ بندی کردی گئی ہے۔"

"میں سجاد علی تیمور سن رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں۔ دس بناسپتی ماسٹر کی میں سے تین مرچکے ہیں۔ دو زخمی ہیں۔ باقی پانچ میں سے تین ایسے ہیں جو اس محل سے نکلنے کے تین راستوں کی ناکہ بندی کریں گے۔ ایک چور دروازہ، ایک چھت پر جانے والا راستہ اور دوسرا اسی محل کا بیرونی دروازہ، باقی دو رہ گئے۔ ان دو کو چاہیے کہ وہ ہمیں تلاش کریں، اگر نہیں کریں گے تو ہم ان راستوں میں سے کسی ایک راستے سے ناکہ بندی کرنے والے کو ہمیشہ کے لیے ہٹادیں گے۔"

ایسا لگتے وقت ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی، آواز بہت زوردار تھی۔ یقیناً وہ چھت پر اتر رہا تھا۔ میں نے کہا "سنو! اس آواز کو سنو۔ تمہارے فرار کا وہی ایک راستہ ہے۔ محل میں ہم گے تو جان سے جاؤ گے۔"

دوسری طرف سے ایک نے جھنجلا کر کہا "ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ نہ ہی سونیا کو یہاں سے نکلنے دیں گے۔ ہم اس محل کو بم کے دھماکوں سے اڑادیں گے۔"

"بے وقوف کے بچے، تم اس محل کو تباہ کردو گے تو میرے باپ کا کیا جائے گا۔ اپنی خیریت بتاؤ اور کسی طرح اپنے ماسٹر کی تک پہنچ کر بتاؤ کہ اس نے کتنا نقصان اٹھایا ہے۔ اس کے دو اہم یوگا کے ماہر پاکستان میں میرے ہاتھوں مارے گئے۔ پانچ یہاں ختم ہورہے ہیں۔ باقی پانچ نے اگر فرار کا راستہ اختیار نہیں کیا تو یہ ماسٹر کی کے لیے بڑی زبردست ٹریجڈی ہوگی۔ ایک ہی رات میں یہ محل دس یوگا کے ماہروں کا مقبرہ بن جائے گا۔"

یہ کہہ کر میں نے اس ٹرانسمیٹر کو آف کردیا۔ سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ چور دروازے تک پہنچ گئی تھی۔ اس دروازے پر ایک بناسپتی ماسٹر کی موجود تھا۔ وہ سونیا کو دیکھتے ہی دیوار کی آڑ میں چلا گیا تھا اور وہاں سے فائرنگ شروع کردی تھی۔ جواباً سونیا بھی فائرنگ کررہی تھی۔ میں نے ان دونوں زخمیوں کو بھی ختم کردیا۔ ان کے ریوالور لے کر سونیا کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ اب بھٹکنے کا سوال پیدا نہیں

ہوتا۔ میں جہاں بھی راستہ بھولتا تھا، کسی کمرے کے دروازے کے پیچھے پہنچ کر نقشہ دیکھ لیتا تھا۔ پھر اُدھر جانے لگتا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو سونیا کا ریوالور خالی ہوچکا تھا۔ دیوار کی آڑ میں کھڑا ہوا دشمن کہہ رہا تھا "تمھاری بہتری اسی میں ہے کہ کمرے سے نکل آؤ۔ ہیلی کاپٹر تیار ہے۔ ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔ دیر کروگی تو ہمارے ساتھ تمہاری جان بھی جائے گی۔ فائدہ کچھ نہیں ہوگا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ دیوار کی آڑ سے نکل آیا۔ پھر کہنے لگا۔ "میں جانتا ہوں تمھارا ریوالور خالی ہوچکا ہے۔ ورنہ تم چوکنے والی عورت نہیں ہو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے ٹھائیں سے گولی چلائی۔ وہ اپنا بازو تھام کر رہ گیا۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ میں نے کہا "فوراً لیلیٰ ثانی کو یہاں سے لے جاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی کے ماتحت نے لیلیٰ کو پھر شانے پر لاد لیا۔ اس کے بعد دوڑتا ہوا چور دروازے تک آیا۔ زخمی ماسٹر کی ان کا راستہ روکنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا پیچھے جاکر دیوار سے لگ گیا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے زمین پر پڑے ہوئے ریوالور کو دیکھنے لگا۔

میں نے کہا "ہاں، ہاں آگے بڑھو اور اس ریوالور کو اٹھانے کی کوشش کرو۔ تم سے پہلے بہت سوں نے ایسی کوششیں کی ہیں، ایک تم بھی سہی۔"

اعلیٰ بی بی کا ماتحت لیلیٰ کو کاندھے پر لادے چور راستے سے گزر چکا تھا۔ سونیا بھی اس کے پیچھے چلی گئی تھی۔ اب وہ لوگ نظروں سے اوجھل ہوگئے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر ریوالور کو اٹھالیا۔ پھر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "لو اور گولی چلاؤ۔"

اس نے حیرانی سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "تم لوگوں کو ماسٹر کی بننے کا بہت شوق ہے۔ پتا نہیں وہ اصل ماسٹر کی کیسا ہوگا۔ تم لوگوں کو دیکھ کر مجھے مایوسی ہورہی ہے۔"

وہ زخمی دیوار سے ٹیک لگائے بے یقینی سے ریوالور کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ میں سچ مچ اسے ریوالور دے رہا ہوں۔ پھر اس نے اپنا دوسرا ہاتھ اس جیب میں ڈالا۔ جس میں ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ اسے نکال کر آف کرنے کے بعد کہنے لگا "مسٹر سجاد! اگر آپ یقین کرنا چاہیں تو میں اپنی خدمات پیش کرتا ہوں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، آپ لوگوں سے بہت متاثر ہوں۔ ایک بار فرہاد صاحب سے رابطہ قائم کرادیجیے۔ وہ میرے دماغ میں جھانک کر میری سچائی کو تسلیم کرلیں گے۔ میں نے ان لوگوں کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ مجھے بڑا شوق تھا، کبھی سونیا سے ٹکراؤں۔ بڑے چرچے سنے تھے۔ آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔ وہ سمندر کی مچھلی ہے۔ کبھی ہاتھ نہیں آتی ہاتھوں سے پھسل جاتی ہے۔"

میں نے رسونتی کے لب ولہجے میں کہا "میں اس وقت سجاد کی زبان سے رسونتی بول رہی ہوں۔ تم ہمارے لیے کیا خدمات انجام دے سکتے ہو؟"

"میری زندگی بخش دو۔ مجھے نہ مارو۔ واپس جانے دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں، بہت جلد آپ کو یا فرہاد صاحب کو ماسٹر کی تک پہنچادوں گا۔"

میں اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور اس کے دماغ کو پڑھتا جارہا تھا۔ وہ دُرست کہہ رہا تھا۔ اس کے من میں کھوٹ نہیں تھا۔ میں نے رسونتی کے لہجے میں کہا "اچھی بات ہے۔ ہم تمہیں جان سے نہیں ماریں گے۔ تمہیں آزمائیں گے۔"

میں نے اس سے ٹرانسمیٹر لے لیا۔ پھر کہا "اگر اس کے ذریعے تم یہ کہو گے کہ میں تمہیں زندہ چھوڑ کر چلا گیا ہوں تو وہ یقین نہیں کریں گے کیوں کہ تمہارے ساتھیوں کے ٹرانسمیٹر کے ذریعے میں انہیں کافی فریب دے چکا ہوں۔ تم ٹرانسمیٹر کے بغیر یہاں رہو، کوئی نہ کوئی ساتھی تمہاری مدد کے لیے ضرور پہنچے گا۔"

یہ کہہ کر میں وہاں سے دوسری جگہ گیا۔ ایک دروازے کے پیچھے اس راستے کو سمجھنے کی کوشش کی جو چھت کی طرف لے جاتا تھا۔ پھر میں اُدھر جانے لگا۔ ماسٹر کی کے دو ماتحت اسی چور دروازے کی طرف آرہے تھے۔ انھوں نے سمجھ لیا تھا کہ سونیا فرار ہونے میں کامیاب ہورہی ہے۔ ان آنے والوں سے میرا سامنا ہوسکتا تھا لیکن میں ایک کمرے میں چھپ گیا۔ میں چاہتا تھا وہ اس زخمی کے پاس پہنچیں اور اسے اپنے ساتھ اٹھا کر لے جائیں۔

اس زخمی کا نام بہروز آفندی تھا۔ اس کمرے میں چھپ کر مجھے اطمینان سے اس کے خیالات پڑھنے اور اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا موقع ملا۔ وہ تقریباً چھ برس سے ماسٹر کی کا ماتحت رہتا آیا تھا۔ وہیں اس نے یوگا کا فن سیکھا تھا۔ تیر اور تلوار چلانے، ریوالور سے کرشمن گن تک چلانے کی مہارت رکھتا تھا۔ ماسٹر کی کے پاس آنے سے پہلے کسی اور ماسٹر کے ماتحت رہ کر کام کرتا رہا تھا۔ اس کی ایک عادت

یہ تھی کہ جو سیر پر سوا سیر نظر آتا، وہ اسی کا غلام بن جاتا تھا اور ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا تھا۔ اب اے ماسٹر کی سے زیادہ ہم سوا سیر نظر آرہے تھے، اس لیے وہ ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہوگیا تھا۔ آئندہ وہ کون سا رُخ بدلنے والا تھا، یہ ہم نہیں جانتے تھے۔ اگر کوئی ہم سے بھی سوا سیر نظر آتا اور وہ اُدھر جاتا تو پھر دیکھا جاتا۔

جب بہروز آفندی کے ساتھی اس کے پاس پہنچ گئے اور اس سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے تو میں چپ چاپ اس کمرے سے نکلا اور چھت پر جانے والے راستے کی طرف چلنے لگا۔ اس بار کسی سے سامنا نہیں ہوا۔ میں سیدھا اس زینے تک پہنچ گیا جو چھت تک لے جاتا تھا۔

اوپر چھت کی جانب خاموشی تھی۔ گردش کرنے والا ہیلی کاپٹر کا پنکھا خاموش تھا۔ میں سوچ رہا تھا، مجھے اوپر جانا چاہیے یا نہیں۔ پتا نہیں ہیلی کاپٹر میں بھی کچھ لوگ آئے تھے یا صرف یہاں سے جانے والے تھے۔ اسی وقت مجھے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ میں زینے کے نیچے دبک گیا۔ ذرا دیر بعد ہی مجھے کسی کی کراہیں سنائی دیں۔ میں نے فوراً ہی بہروز آفندی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اس کے ساتھی اسے سہارا دے کر زینے کے قریب لے آئے تھے اور اب زینے پر چڑھتے ہوئے چھت کی طرف جا رہے تھے۔ چھت پر سے کسی نے کہا "ہمارے دو ساتھی بہروز کو لا رہے ہیں، چلو اسٹارٹ کرو۔"

اس کی بات ختم ہونے کے چند سیکنڈ بعد ہی پنکھے کے گردش کرنے کی آواز سنائی دی۔ پہلے وہ آواز بڑی آہستہ تھی پھر تیز ہونے لگی۔ پیچھے کی یہ گردش میرے لیے مفید ثابت ہوئی۔ میں زینے کے نیچے سے نکل کر دبے قدموں ان کے پیچھے جانے لگا۔ وہ اتنے شور میں میرے قدموں کی آہٹ نہیں سن سکتے تھے۔

وہ اوپر پہنچ گئے۔ میں اُن سے ذرا پیچھے تھا۔ اگر ان کے پیچھے ساتھ ساتھ لگ کر چلتا تب بھی نہ پہچانا جاتا۔ اب زور کی ہوا چل رہی تھی۔ اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر کی طرف جا رہے تھے۔ پہلے انھوں نے اسے اُوپر چڑھایا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک گولی چلا دی۔ ایک شکار ہوا۔ دوسرے نے پلٹ کر میری طرف فائر کیا۔ میں فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا۔ مجھے محسوس ہوا جیسے میری ناک کے پاس سے ہی گولی گزری ہو۔ مقدر ساتھ دے تو آدمی اسی طرح بال بال بچتا ہے۔

میں تھوڑی دیر تک دم سادھے بیٹھا رہا۔ پھر میں نے ذرا سر آگے بڑھا کر دیکھا۔ مجھ پر فائر کرنے والا ہیلی کاپٹر میں سوار ہو رہا تھا۔ میں نے ایک گولی داغ دی۔ پتا نہیں اسے لگی یا نہیں۔ وہ جہاں تھا وہیں رہ گیا تھا۔ اتنے شور میں پتا نہیں چل رہا تھا۔ میں نے احتیاطاً دوسری بار گولی چلائی، پھر تیسری بار۔ اس کے ساتھ ہی اس کا بے جان جسم ہیلی کاپٹر سے گر کر چھت کے فرش پر آگرا۔ اب وہ بلند ہو رہا تھا۔ پرواز کے لیے چھت سے اٹھ کر آگے بڑھ جا رہا تھا جو زندہ سلامت جا رہے تھے، انھوں نے ہاتھ نکالا نکال کر میری طرف فائرنگ شروع کر دی تھی تاکہ میں جوابی فائرنگ نہ کروں اور وہ دور نکل جائیں۔ اس طرح وہ سچ مچ دور نکل گئے۔

میں نے چھت پر آکر دیکھا، ہیلی کاپٹر دور نکل گیا تھا۔ میں نے ایک بہرے پر آکر محل کے نیچے دیکھا۔ دور تک احاطے کے اندر پولیس والے نظر آرہے تھے۔ ان میں اعلیٰ بی بی کے آدمی بھی تھے۔ میں نے بلند آواز سے کہا "میں سجاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ دشمن یہاں سے جا چکے ہیں مگر بہت کم تعداد میں فرار ہو سکے۔ باقی کی لاشیں محل کے اندر ملیں گی۔ یہاں کے ذمے دار افسر محل میں داخل ہو سکتے ہیں۔ کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے۔"

میرے کہتے ہی بہت سے پولیس والے دوڑتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف جانے لگے۔ میں نے تمام محل کے اندر گھوم کر یہ نہیں دیکھا تھا کہ دشمن موجود ہیں یا نہیں لیکن جس انداز میں وہ فرار ہوئے تھے اور چھت پر سے ایک آدمی نے کہا تھا کہ ہمارے دو ساتھی بہروز کو لا رہے ہیں، اب چلنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس سے پہلے باقی لوگ ہیلی کاپٹر میں پہنچ چکے تھے۔ بہرحال یہاں کے پولیس والے جب محل کے اندر داخل ہوئے اور ہر کمرے میں جھانک کر دیکھ لیا تو اطمینان ہوگیا۔ کوئی دشمن زندہ سلامت نہیں تھا۔ جو تھے وہ مُردہ تھے۔

پولیس والے میرا بیان لینے کے لیے پولیس اسٹیشن لے جانا چاہتے تھے لیکن اعلیٰ بی بی کے آدمیوں نے انہیں سمجھایا، مسٹر سجاد کا آپ لوگوں کے ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔ دشمن اب بھی یہاں موجود ہیں۔ اگرچہ محل میں نہیں ہیں لیکن آپ کے شہر میں ہیں۔ آپ بیان لینا چاہتے ہیں تو اسی شہر کے ایک ہوٹل کے اندر لے سکتے ہیں۔

بہرحال میں نے اپنا بیان دیا۔ اس دوران رسونتی نے آکر بتایا۔ لیلیٰ کو بحفاظت اسپتال پہنچا دیا گیا ہے اور اسے فوری طبی امداد پہنچائی جا رہی ہے۔ بہت تو جسے علاج ہو رہا ہے۔

میں نے کہا "تم جانتی ہو، اسرائیلی حکومت لیلیٰ کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی۔ تم نے ربی اسفندیار کو چیلنج کیا تھا لہٰذا اس نے لیلیٰ کو ماسٹر کی کے حوالے کر دیا تھا۔ اب وہ ہماری پناہ میں ہے۔ دشمن چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ہر حال میں لیلیٰ کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔ پتا نہیں اسرائیلی حکام کی طرف سے اسے ختم کرنے کے لیے ماسٹر کی کو کتنا معاوضہ دیا گیا ہے۔ بہرحال تمہیں اسپتال میں رہنا چاہیے۔ وہاں کے ایک ایک ڈاکٹر، ایک ایک نرس اور وارڈ بوائے پر نظر رکھنا چاہیے۔"

"میں جا رہی ہوں۔ ویسے میں نے سونیا کو سمجھا دیا تھا اور سونیا نے ڈاکٹروں سے کہہ دیا ہے کہ لیلیٰ کے کمرے میں صرف وہی ڈاکٹر، نرسیں یا وارڈ بوائے آسکتے ہیں جو انگریزی بولتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی کے آدمیوں نے بندر سری بیگوان کے ایک مہنگے ہوٹل میں میری رہائش کا انتظام کیا تھا اور انتظام کا طریقہ کار وہی تھا۔ جہاں میرا کمرہ تھا، اس کے آس پاس انھوں نے دوسرے کمرے بھی ریزرو کرا لیے تھے۔ میں محل سے نکل کر ہوٹل میں پہنچا۔ پھر میں نے رسونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں ذرا آرام کر رہا ہوں۔ تم مجھے دو گھنٹے بعد اٹھا دینا۔ پھر میں لیلیٰ کی نگرانی کروں گا۔ تم آرام سے سو جانا۔"

"میری فکر نہ کرو۔ تم آرام سے نیند پوری کر لو۔"

"میں نے کہا نا، مجھے زیادہ نہیں سونا ہے۔ صرف دو گھنٹے آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"میری طرف سے دو گھنٹے اور لے لو۔ میں ٹھیک چار گھنٹے کے بعد تمہیں بیدار کروں گی۔"

میں نے سونیا سے پوچھا "کیا تم صبح تک اسپتال میں رہو گی؟"

"ہاں، لیلیٰ کے کمرے میں رات گزاروں گی۔ میری فکر نہ کرو۔ تھوڑی سی نیند پوری کرنے کا موقع مل جائے گا۔"

میں نے بستر پر آرام سے لیٹ کر اپنے دماغ کو ہدایت دی اور نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ ہمارا جینے کا انداز بھی خوب ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میں اور سونیا زندگی اور موت کے درمیان تھے۔ ہمارے مقابل یوگا کے ماہر تھے۔ ٹیلی پیتھی ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی اور وہ جب لڑنے مرنے پر آمادہ ہو کر آئے تھے تو ہمارا وہاں سے بچ نکلنا مشکل تھا لیکن کاتبِ تقدیر نے ہماری موت کب اور کہاں لکھی ہے یہ ہم خود نہیں جانتے تو دشمن کیسے جان سکتے ہیں۔

ان دشمنوں میں سے کچھ جان سے گئے اور کچھ فرار ہوگئے۔

اتنی بھاگ دوڑ، اتنی جدوجہد کے بعد میں اپنے بستر پر آکر ایسے سو گیا تھا جیسے کوئی بات نہ ہوئی ہو۔ نئے اور پرانے دشمنوں سے ٹکرانا، ان سے دو دو ہاتھ کرنا جیسے ہمارے لیے اوڑھنا بچھونا ہو گیا تھا۔

میں گہری نیند سو رہا تھا۔ شاید تین گھنٹے تک سوتا رہا۔ رسونتی نے کہا تھا، چار گھنٹے بعد اگر بیدار کرے گی لیکن اچانک ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میں ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ کوئی غیر معمولی بات ہوئی تھی۔ میں نے کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا "کیا تم میرے پاس آئی تھیں؟"

"نہیں — میرے دماغ کو پڑھ کر معلوم کر سکتے ہو۔ پارس پریشان کر رہا ہے۔ میں اسے سمجھا نہ رہی ہوں۔ اُدھر کی بھی فکر ہے۔ ذرا لیلیٰ کے پاس پہنچ کر دیکھو۔ ویسے یہ تم وقت سے پہلے کیسے بیدار ہو گئے؟"

"یہی تو میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ تم لیلیٰ کی خبر لو۔ میں معلوم کرتا ہوں، میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

میں رسونتی کے پاس سے واپس آگیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر میں نے شیبا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں تھی۔ وہاں آدھی رات ہو چکی تھی۔ اسے آرام سے سو جانا چاہیے تھا لیکن وہ خواب گاہ کے وسط میں کھڑی ہوئی آتش دان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آتش دان کے اُوپر میری بڑی سی تصویر رکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے خیالات کو پڑھا۔ پتا چلا، تھوڑی دیر پہلے وہ میری تصویر کے بالکل قریب تھی۔

قریب آکر مجھے دیکھنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ مجھ سے عشق فرمانے لگی تھی۔ بات کچھ اور ہی تھی۔ دراصل اس کے دل اور دماغ میں یہ دہشت طاری رہتی تھی کہ میں اور رسونتی اس کے دماغ تک نہ پہنچ جائیں۔ وہ کئی بار ربی اسفندیار سے کہہ چکی تھی "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے فرہاد کہیں آس پاس چھپا ہوا ہے اور اچانک ہی اگر مجھے دبوچ لے گا۔"

آج رات سونے سے پہلے ربی اسفندیار سے پھر اسی موضوع پر گفتگو ہوئی تھی۔ ربی نے سمجھایا تھا "دیکھو بیٹی! جس چیز سے جتنا خوف کھاؤ اتنا ہی خوف بڑھتا جاتا ہے۔ اگر دشمن سے دور بھاگو تو وہ قریب آتا ہوا لگتا ہے حالاں کہ وہ دور ہی رہتا ہے لیکن محسوس ہوتا ہے جیسے ہر آہٹ پر وہی موجود ہے۔ ایسی صورت میں یا تو دشمن کو اہمیت نہیں دینا چاہیے یا پھر اس کا سامنا کرنا چاہیے۔ رہ گئی فرہاد کی بات

تو اس کا سامنا تم نہیں کر سکتیں اور نہ ہی میں یہ مشورہ دوں گا، لیکن دشمن سے محتاط اور محفوظ رہنے کے لیے اس کی اسٹڈی ضرور کرنا چاہیے۔ اگر اس سے ڈر لگتا ہے تو اس کی ہسٹری شیٹ پڑھو تاکہ اس کی کمزوریاں تلاش کر سکو۔"

ربی اسفندیار کے ہاں ہم سب کی ہسٹری شیٹ موجود تھی اور ساتھ ہی ہماری تصاویر بھی تھیں۔ شیبا نے اپنے بیڈروم کا دروازہ اندر سے بند کرنے کے بعد پہلے میری ہسٹری کا کچھ حصہ پڑھا تھا۔ پھر میری تصویر دیکھی تھی۔ یوں تو پہلے بھی کئی بار تصویریں دیکھ چکی تھی مگر بیڈروم میں تنہائی ملتے ہی اس نے میری تصویر کو آتش دان کے اوپر رکھ دیا اور سامنے کھڑی ہو کر دیکھنے لگی۔ اسی طرح دیکھنے کے دوران میری آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ یہ عمل بے اختیاری تھا۔ تصویر کی آنکھوں میں جھانکتے جھانکتے یکبارگی میرے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ ایسے ہی وقت میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا۔

اب وہ اتنی دیر سے خواب گاہ کے وسط میں کھڑی خوف سے ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔ اس نے خود کو میرے دماغ میں محسوس کیا تھا۔ یہ چند سیکنڈ کی بات تھی۔ وہ فوراً ہی واپس آگئی تھی لیکن سمجھ رہی تھی کہ میرے دماغ میں پہنچی تھی اور میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ کیا میں نے اس کے دماغ کو ہلا دیا ہے؟

یہ سوال اس کے اندر گونج رہا تھا "کیا فرہاد میرے دماغ میں پہنچ جائے گا؟"

اب یہ سوال اسے پریشان کر رہا تھا بلکہ خوف زدہ کر رہا تھا۔ اگر کوئی بزدل ہو اور خوف زدہ بھی ہو پھر ایسے میں کوئی بلی کہیں سے آکر کود پڑے تو خوف زدہ ہونے والے کی آدھی جان نکل جاتی ہے۔ اس وقت اس کے آس پاس کہیں سے بلی آکر تو نہیں کود رہی تھی مگر اچانک کھڑکی کے پردے لہرائے۔ ذرا زور کی ہوا چلی۔ آتش دان پر رکھی ہوئی تصویر ذرا سی پھڑپھڑائی۔ شیبا کی سانس اوپر کی اوپر رہ گئی۔ اسے یوں لگا جیسے میں حرکت کر رہا ہوں۔ پھر وہ تصویر ہوا کی زد میں آکر وہاں سے اُڑ گئی۔ کمرے کی اس محدود فضا میں ذرا سا لہرائی۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی، حالاں کہ اسی وقت تصویر فرش پر گر پڑی تھی لیکن اسے یہی لگا جیسے میں آتش دان سے پرواز کرتا ہوا اس کی گردن تک پہنچ گیا ہوں اور اس کا گلا دبانے ہی والا ہوں۔

وہ بھاگتے ہوئے دروازے کے پاس آئی، وہاں سے پلٹ کر دیکھا۔ آتش دان پر تصویر نظر نہیں آئی۔ چیخ مارنے کے دوران اس نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ وہ کہاں گئی ہے۔

وہ سہم کر دائیں بائیں اور اوپر نیچے دیکھنے لگی۔ میں کہاں ہوں، کہاں جا کر چھپ گیا ہوں؟ اسی وقت دستک سنائی دی۔ یکبارگی چیخ مار کر دروازے کے پاس سے ہٹ گئی۔ دوسری طرف سے ربی اسفندیار کی آواز آئی "بیٹی! کیا بات ہے؟ دروازہ کھولو۔ میں ہوں تمہارا ربی۔"

اس نے فوراً ہی آگے بڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔ ربی کو دیکھتے ہی اس سے لپٹ گئی۔ وہ پدرانہ شفقت کبھی اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے، کبھی اسے تھپکی سی دیتے کی طرح تھپک رہے تھے اور کہہ رہے تھے "تم بہت خوف زدہ ہو، کیا بات ہے؟"

اس نے آتش دان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا "وہ فرہاد تھا، پتا نہیں کہاں چلا گیا۔"

ذرا دیر کے لیے ربی اسفندیار بھی چکرا گئے، انہوں نے چونک کر آتش دان کی طرف دیکھا، پھر پوچھا "تم کیا کہہ رہی فرہاد آتش دان کے پاس کہاں سے آگیا؟"

"وہ ... وہ میں نے اس کی تصویر رکھی تھی۔"

"تصویر۔" پھر ربی نے فرش کی طرف دیکھتے ہوئے "تصویر تو وہاں پڑی ہے، تم اپنے حواس میں رہو۔ دل سے خوف کو نکال دو۔ مجھے صحیح صحیح طور پر بتاؤ، تم تصویر کی بات ہو یا تم نے واقعی اپنے خیال میں یا اپنے دماغ میں فرہاد کو دیکھا ہے؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں، نہیں، میرے دماغ میں کوئی نہیں تھا۔ وہ تصویر وہاں سے اڑ کر خود میرے پاس آرہی تھی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تصویر فرش پر پھڑپھڑائی ہوئی ذرا اوپر اڑی۔ ربی نے کہا "دیکھو، یہ تو اب بھی اُڑ رہی ہے۔ بھیگی کھڑکی سے تیز ہوا آرہی ہے۔ کوئی بھی اڑ سکتا ہے۔ تمہیں ڈر لگ رہا تھا تو کھڑکی کو بند کر دینا چاہیے تھا۔"

وہ ربی سے الگ ہوگئی۔ وہ وہاں سے چلتے ہوئے قریب کے پاس آئے۔ پھر جھک کر فرش پر سے تصویر اٹھالی۔ اس کی نظر شیبا کے بستر پر گئی۔ وہاں ایک فائل رکھا ہوا تھا۔ قریب آکر فائل کو اٹھاتے ہوئے بولے "تم فرہاد کی ہسٹری پڑھ رہی تھیں۔"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر قریب آتے ہوئے بولی "میں نے سوچا، مجھے فرہاد کی کمزوریاں تلاش کرنی چاہئیں۔"

"اور تلاش کرتے کرتے خود کمزور پڑ گئیں۔ اسی طرح بزدلی سے کام لوگی تو کیسے زندگی گزارو گی۔ جب تک سانس چل رہی ہے، تب تک زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر رسوتی اور فرہاد سے ٹکراؤ ضرور ہوگا۔ اس کے لیے تمہیں پہلے سے تیار رہنا چاہیے۔ اپنے آپ کو مضبوط اور مستحکم بنانا چاہیے۔ میں تمہیں کئی بار سمجھا چکا ہوں، خوف بُری بلا ہے۔ یہ بلا نظر نہیں آتی، اپنے اندر سے پیدا ہوتی ہے اور اندر ہی اندر کمزور بناتی چلی جاتی ہے۔ اسے دل اور دماغ سے نکالنے کی کوشش کرو۔ میں تمہاری مدد کروں گا۔ آج سے تم پر تنویمی عمل کیا کروں گا اور اس کے ذریعے تمہارے دماغ میں استحکام پیدا کروں گا۔"

وہ ربی کے سامنے فرش پر دوزانو ہوگئی۔ ان کے قدموں کو چھو کر کہا "مجھے کچھ نہیں چاہیے، بس یہاں سے باہر بھیج دیجیے۔ جب سے میں نے سُنا ہے، رسوتی اور فرہاد ایسے افراد کے دماغوں میں پہنچیں گے جو آپ کے قریب رہتے ہیں یا جن پر آپ زیادہ مہربان ہیں، تب سے میں پریشان ہوں۔ یہ بات دماغ سے نکالنا چاہتی ہوں، لیکن یہی بات خوف میں دہشت میں تبدیل ہوتی جاتی ہے۔ اگر میں یہاں سے چلی جاؤں گی تو یہ خوف ہٹ جائے گا۔"

انہوں نے تھپک کر کہا "اچھی بات ہے۔ میں کل صبح تمہاری روانگی کا فیصلہ کروں گا۔ شاید تمہیں کسی ایسی جگہ بھیج دوں جہاں میرے سوا کوئی تم تک نہ پہنچ سکے۔ چلو، اب آرام سے سو جاؤ۔"

وہ بستر پر آکر بیٹھ گئی۔ پھر ربی کی ہدایت کے مطابق چادر شانے تک لیٹ گئی۔ اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ربی نے اس کی آنکھوں میں انگلیں ڈال کر تنویمی عمل شروع کیا، لیکن یہ عمل جاری نہیں رہ سکا۔ بستر کے سرہانے والی میز پر رکھے ہوئے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ انہوں نے کہا "کمپیوٹر کا چینل بتا رہا ہے کہ ماسٹر کی ہمیں مخاطب کر رہا ہے۔ میں ذرا دیر بعد تنویمی عمل کروں گا۔ تم سے ہپناٹائز کرو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ایک بٹن کو دبایا۔ اس کے ساتھ ہی ماسٹر کی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مادام کمپیوٹر! تم نے اسرائیلی حکومت سے جو سودا طے کرایا تھا، اس میں ہمیں ناکامی ہوئی ہے۔"

ربی اسفندیار نے اس کے ایک بٹن کو دبایا۔ آواز بند ہوگئی۔ دوسری طرف سے بھی کوئی ان کی آواز نہیں سن سکتا تھا۔ ربی نے مشورہ دیا "بیٹی! اس سے پوچھو، کیا لیلیٰ ابھی تک زندہ ہے۔ کیا وہ اس کی موجودگی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکا؟"

شیبا نے ربی کے مشورے کے مطابق ایک بٹن کو ان کیا، وہی سوال تحریر کی صورت میں پیش کیا۔ دوسری طرف جو کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر ماسٹر کی کے پاس تھا، وہاں اسے تحریری جواب موصول ہو رہا ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ماسٹر کی کا جواب دیا "ہاں لیلیٰ ابھی تک زندہ ہے۔ میں اس کے ذریعے سونیا کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔"

شیبا نے ایک بٹن دبا کر تحریری سوال کیا "صرف سونیا کو کیوں؟ فرہاد کو کیوں بھول رہے ہو؟"

دوسری طرف سے جواب ملا "اس بات کی تصدیق ہوگئی ہے کہ وہ سجاد ہے۔ فرہاد کسی محفوظ پناہ گاہ میں چھپا ہوا ہے۔ اور اس کا بڑی توجہ سے علاج کیا جا رہا ہے۔ وہ ابھی تک سجاد اور دماغی طور پر کمزور ہے۔ خیال خوانی نہیں کر سکتا ہے۔ صیہاک علاقے میں صرف سونیا ہی ایک اہم مہرہ تھی۔ اسے میں نے بندر بستری بیگیان آنے پر مجبور کیا تھا۔ وہاں کے ایک قدیم تاریخی محل میں جہاں ایک ہزار سات سو اٹھاسی کمرے ہیں، میرے دس ماتحت موجود تھے۔ وہ دسوں یوگا کے ماہر تھے۔ رسوتی ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔ سونیا ان کے مقابلے میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی تھی لیکن ....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ربی اسفندیار نے ایک بٹن کو دبا کر اس کی آواز بند کر دی۔ پھر دوسرے بٹن کو دبا کر شیبا کی طرف سے تحریری جواب پیش کیا۔ وہ جواب یہ تھا "لیکن کے بعد کچھ نہ کہو۔ ہم سمجھ گئے ہیں۔ آج تک کون ان کے مقابلے میں ٹھہر سکا ہے جو تمہارے دس یوگا کے ماہر ٹھہر سکتے۔ تم نے فرہاد کو چیلنج کیا تھا مگر ایک سونیا کو ٹریپ نہ کر سکے۔"

ماسٹر کی نے کہا "مجھے طعنے نہ دو۔ میں ان کے مقابلے میں کمزور نہیں ہوں۔ ابھی ان کی چالوں کو سمجھ رہا ہوں کہ وہ کس انداز سے مقابلہ کرتے ہیں۔ سونیا کی مکاریاں مشہور ہیں۔ میں دیکھنا چاہتا تھا" وہ ایسے زبردست دشمنوں کے مقابلے میں نہتی آکر کس طرح مقابلہ کرتی ہے۔ میرے آدمیوں نے اس کی تلاشی لی تھی۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ صرف ایک چھوٹا سا بلیڈ تھا۔ اسے بلیڈ کے ساتھ محل میں جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ننھا سا بلیڈ میرے دس آدمیوں کے لیے مصیبت کا باعث بن جائے گا۔"

ربی اسفندیار نے پھر اس بٹن کو دبا کر آواز بند کر دی۔

شیبا کی طرف سے تحریری جواب پیش کیا۔ "ماسٹر کی! میں تمہاری صفائی نہیں سننا چاہتی۔ تمہاری ناکامی کی وجہ سے مجھے اسرائیلی حکام کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ میں نے ان سے سودا کیا تھا۔ اور یہ سودا تم تک پہنچا دیا تھا۔ میں کچھ نہیں جانتی وہ چاہتے ہیں لیلیٰ کسی طرح زندہ نہ رہے۔ اگر تم سونیا یا فراد کو ٹریپ کرنا چاہتے ہو تو کوئی دوسرا راستہ اختیار کرو لیکن لیلیٰ کو پہلی فرصت میں ختم کر دو۔"

ماسٹر کی نے کہا۔ "تازہ ترین اطلاعات کے مطابق لیلیٰ کو بندر سری بیگوان کے ایک اسپتال میں پہنچایا گیا ہے۔ سونیا اس کے کمرے میں ہے۔ رسوتی یقیناً خیال خوانی کے ذریعے اس کی نگرانی کر رہی ہوگی۔ ہم موقع کی تاک میں ہیں۔ میں دو چار گھنٹے کے اندر لیلیٰ کی موت کی خوش خبری سناؤں گا۔ دیٹس آل۔"

ربی اسفندیار نے کمپیوٹرکم ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ پھر بے چینی سے شیبا کے بیڈ روم میں ٹہلنے لگے، بڑبڑانے لگے۔ "میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ ماسٹر کی کو لیلیٰ کے ذریعے سونیا اور فرہاد وغیرہ تک نہیں پہنچنا چاہیے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو سونیا، لیلیٰ تک پہنچ جائے گی اور اسے لے اُڑے گی۔ آخر یہی ہوا۔"

وہ بڑبڑا رہے تھے اور ٹہل رہے تھے۔ شیبا انہیں دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "ابھی ماسٹر کی کہہ رہا تھا، سونیا نے ایک نقطے سے بلیڈ کے ذریعے اس کے دس آدمیوں کو شکست دی۔ بھلا اس نے ایسا کیا کیا ہوگا؟"

ربی اسفندیار نے جھنجلا کر کہا۔ "جہنم میں گئی سونیا، کوئی مجھ سے پوچھے کہ شیطان نظر کیوں نہیں آتا۔ وہ کہاں چھپ کر اپنے کارنامے انجام دیتا رہتا ہے۔ تم اس کی مکاریوں کے قصے پڑھتی رہو گی تو پڑھتی ہی چلی جاؤ گی، حتیٰ کہ زندگی گزر جائے گی۔"

وہ ٹہلتے ٹہلتے اور بڑبڑاتے بڑبڑاتے رک گئے۔ پھر ایک ہاتھ سے سر تھام کر بولے۔ "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں خواہ مخواہ جھنجلاہٹ میں مبتلا ہو رہا ہوں۔ جو ہوتا ہے ہونے دو۔ ماسٹر کی نے وعدہ کیا ہے، دو چار گھنٹے میں لیلیٰ کی موت کی خبر سنائے گا۔ چلو آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں تنویمی عمل کروں گا۔"

وہ جیسا ان کی ہدایت کے مطابق آرام سے بستر پر چت لیٹ گئی۔ اُدھر ربی اسفندیار نے تنویمی عمل شروع کیا، اِدھر میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میں نے رسوتی اور سونیا کو، ربی اسفندیار

سمجھتی ہوں کہ اگر واقعی دو چار گھنٹے کے اندر لیلیٰ کی موت واقع ہوئی توضیح ہونے تک تل ابیب کھنڈر بن جائے گا۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"جو کہنا تھا، کہہ چکی ہوں۔ اب اس کا عملی ثبوت صبح مل جائے گا۔ اگر ہماری دشمنی منظور نہیں ہے تو ماسٹر کی سے اپنا سودا واپس لے لو۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ اب واپس جا رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں رسوتی کے پاس پہنچ گیا۔ اُسے تمام باتیں بتائیں، وہ سونیا کو بتانے لگی۔ صبح ہو چکی تھی۔ میں نے اعلیٰ بی بی کے خاص ماتحت کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "جناب! حاضر ہو رہا ہوں۔"

میں نے دروازہ کھول دیا۔ اس نے کہا۔ "سجاد صاحب یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

میں نے حیرانی سے کہا۔ "کون سجاد؟"

اسی وقت ایک اجنبی دروازے پر آ گیا۔ اس کا قد میرے برابر تھا۔ جسامت میں میری طرح تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بھائی جان!" پھر آگے بڑھ کر میرے گلے لگ گیا۔ وہ سجاد علی تیمور تھا۔

میں نے پوچھا۔ "تم اچانک کیسے چلے آئے؟"

"یہ اعلیٰ بی بی کا منصوبہ ہے کہ یہاں آؤں، آپ کی جگہ لوں اور آپ کو یہاں سے روانہ کر دیا جائے۔ میرے ساتھ پلاسٹک سرجری کا ایک ماہر بھی ہے جو آپ کے چہرے میں تبدیلی کرے گا اور میرا چہرہ آپ کی طرح بنائے گا یعنی میں بالجمال کے روپ میں رہوں گا۔ دشمن یہی سمجھیں گے کہ سجاد علی تیمور کو وہ تہ خانے سے یہاں تک سمجھتے آئے ہیں، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے، وہ حقیقتاً سجاد ہے اور میں حقیقتاً سجاد ہی ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ اُس نے کہا۔ "جب ماسٹر کی نے یہ انکشاف کیا کہ ایک طیارے میں ٹائم بم رکھا گیا ہے اور تمہارے وہاں سے نکلنے کے راستے مسدود کیے جا رہے ہیں۔ تب ہی سے میں نے یہ منصوبہ بنا لیا تھا اور سجاد کو یہاں سے روانہ کر دیا تھا۔ لہٰذا تم وہی کرو جو سجاد کہہ رہا ہے۔"

"سونیا اور لیلیٰ کا کیا ہوگا؟"

"انہیں ہم کسی طرح نکال کر لے آئیں گے۔"

"جب تک وہ دونوں بحفاظت یہاں سے نہیں جائیں گی، میں بھی یہیں رہوں گا۔"

"مگنا جاتی تھی تم یہی ضد کرو گے۔ کیا تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے کہ سونیا اور لیلیٰ کی حفاظت کر سکوں گی؟"

"مجھے تم پر اعتماد ہے لیکن انہیں ایسی حالت میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا جب کہ آج ہی دشمنوں سے زبردست ٹکراؤ ہو چکا ہے۔ وہ لیلیٰ کی جان لینے کے درپے ہیں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو، ماسٹر کی، ربی اسفندیار اور شیبا کے درمیان ہونے والی گفتگو کے متعلق بتایا۔ پھر کہا۔ "اگر ہماری دشمنی منظور نہیں ہے تو ماسٹر کی سے اپنا سودا واپس لے لو۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ اب واپس جا رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں رسوتی کے پاس پہنچ گیا۔ اُسے تمام باتیں بتائیں، وہ سونیا کو بتانے لگی۔ صبح ہو چکی تھی۔ میں نے اعلیٰ بی بی کے خاص ماتحت کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "جناب! حاضر ہو رہا ہوں۔"

میں نے دروازہ کھول دیا۔ اس نے کہا۔ "سجاد صاحب یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

میں نے حیرانی سے کہا۔ "کون سجاد؟"

اسی وقت ایک اجنبی دروازے پر آ گیا۔ اس کا قد میرے برابر تھا۔ جسامت میں میری طرح تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بھائی جان!" پھر آگے بڑھ کر میرے گلے لگ گیا۔ وہ سجاد علی تیمور تھا۔

میں نے پوچھا۔ "تم اچانک کیسے چلے آئے؟"

"یہ اعلیٰ بی بی کا منصوبہ ہے کہ یہاں آؤں، آپ کی جگہ لوں اور آپ کو یہاں سے روانہ کر دیا جائے۔ میرے ساتھ پلاسٹک سرجری کا ایک ماہر بھی ہے جو آپ کے چہرے میں تبدیلی کرے گا اور میرا چہرہ آپ کی طرح بنائے گا یعنی میں بالجمال کے روپ میں رہوں گا۔ دشمن یہی سمجھیں گے کہ سجاد علی تیمور کو وہ تہ خانے سے یہاں تک سمجھتے آئے ہیں، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے، وہ حقیقتاً سجاد ہے اور میں حقیقتاً سجاد ہی ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ اُس نے کہا۔ "جب ماسٹر کی نے یہ انکشاف کیا کہ ایک طیارے میں ٹائم بم رکھا گیا ہے اور تمہارے وہاں سے نکلنے کے راستے مسدود کیے جا رہے ہیں۔ تب ہی سے میں نے یہ منصوبہ بنا لیا تھا اور سجاد کو یہاں سے روانہ کر دیا تھا۔ لہٰذا تم وہی کرو جو سجاد کہہ رہا ہے۔"

"سونیا اور لیلیٰ کا کیا ہوگا؟"

"انہیں ہم کسی طرح نکال کر لے آئیں گے۔"

"جب تک وہ دونوں بحفاظت یہاں سے نہیں جائیں گی، میں بھی یہیں رہوں گا۔"

"مگنا جاتی تھی تم یہی ضد کرو گے۔ کیا تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے کہ سونیا اور لیلیٰ کی حفاظت کر سکوں گی؟"

"مجھے تم پر اعتماد ہے لیکن انہیں ایسی حالت میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا جب کہ آج ہی دشمنوں سے زبردست ٹکراؤ ہو چکا ہے۔ وہ لیلیٰ کی جان لینے کے درپے ہیں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو ماسٹر کی، ربی اسفندیار اور شیبا کے درمیان ہونے والی گفتگو کے متعلق بتایا۔ پھر یہ بھی بتایا کہ میں نے رسوتی بن کر ربی اسفندیار کو کس طرح دھمکی دی ہے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "یقیناً اس دھمکی کا اثر ہوگا۔ تم معلوم کرو، ماسٹر کی کے آدمی لیلیٰ کی تاک میں ہیں یا نہیں؟"

"میں ابھی معلوم نہیں کر سکتا کیوں کہ شیبا سو رہی ہے۔ ہم صرف اسی کے ذریعے معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ ورنہ ربی اسفندیار اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیتا۔ دیتا بھی ہے تو اس کے ذریعے مطلوبہ معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ ماسٹر کی تک پہنچنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ اس کا ایک نقشہ ہمارے ہاتھ آیا ہے۔ بہروز آفندی ہمارے لیے خدمات انجام دے گا۔ ذرا ٹھہرو، میں معلوم کروں، وہ کہاں ہے؟"

میں نے معلوم کیا۔ وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس کے زخمی بازو کی مرہم پٹی کر دی گئی تھی اور وہ گہری نیند میں تھا۔ اس کے خوابیدہ دماغ سے معلوم ہوا، ابھی وہ سفر کر رہا ہے۔ جب ماسٹر کی تک پہنچے گا تو اس سے کچھ کام لیا جا سکے گا۔ میں نے یہ بات اعلیٰ بی بی کو بتا دی۔

"یہ کیسے پتا چلے گا کہ لیلیٰ پر قاتلانہ حملہ نہیں کیا جائے گا۔"

"ماسٹر کی نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے مادام کمپیوٹر سے وعدہ کیا تھا کہ دو چار گھنٹے [illegible] ت کی خوشخبری سنائے گا۔ اگر یہ چار گھنٹے گزر گئے [illegible] سب یہی ہوگا کہ ربی اسفندیار نے مادام کمپیوٹر کے [illegible] سے لیلیٰ تک پہنچنے سے روک دیا ہے۔"

"فی الحال تم میرے منصوبے پر عمل کرو۔ سجاد جس روپ میں آیا ہے، وہی روپ اختیار کر لو۔"

"کیا یہ کسی زندہ شخص کا روپ ہے؟"

"ہاں، ہمارے ادارے میں رومیو کا سترو نام کا ایک نوجوان ہے۔ سجاد اسی کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لے کر تمہارے پاس پہنچا ہے۔ تم رومیو کا سترو کے پاسپورٹ کے ذریعے بیرس پہنچ سکتے ہو۔ اگر سونیا اور لیلیٰ کی وجہ سے نہیں آنا چاہتے تو نہ سہی۔ فی الحال روپ بدل لو۔ آزادی سے گھومتے رہو۔ دشمن تم پر شبہ نہیں کریں گے۔ تمہاری جگہ سجاد میرے آدمیوں کے درمیان رہے گا۔"

ڈاکٹر شیفرڈ نے میرے چہرے پر کچھ اس طرح پلاسٹک سرجری کی تھی کہ دوسرا ماہر بہ آسانی اس میں تبدیلیاں پیدا کر سکتا تھا۔ سجاد کے ساتھ سرجری کا جو ماہر بابا صاحب کے ادارے سے آیا تھا' اس نے میرے چہرے میں تبدیلیاں کیں۔ مجھے رومیو کا سترو بنا دیا۔ صبح نو بجے میں نے آئینے کے سامنے اپنے آپ کو اس روپ میں دیکھا۔ وہ اچھا خوبرو نوجوان تھا۔ اس کے متعلق سجاد معلومات فراہم کرنے لگا۔ اس سے ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد میں اسپتال پہنچ گیا۔ لیلیٰ کی حالت سنبھل گئی تھی۔ سونیا اسی بستر پر ایک طرف سکڑی ہوئی سو رہی تھی۔ میں نے اسے بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ لیلیٰ نے مجھے اجنبی سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر رسونتی کے لب و لہجے میں کہا۔ "ہمارے ہی آدمی ہیں' تمہاری خیریت معلوم کرنے آئے ہیں۔"

"میں نے مسکرا کر اسے دیکھا' پھر پوچھا۔ "تم کیسی ہو؟"

"شکریہ' ٹھیک ہوں۔"

"تم کیا محسوس کرتی ہو' کب تک اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاؤ گی؟"

"مجھے صرف چھ گھنٹوں کا آرام و سکون مل جائے۔ میں پھر کسی کی محتاج نہیں رہوں گی۔"

"مجھے معلوم ہوا ہے' تم بہت ہی پختہ عزم اور مضبوط قوتِ ارادی رکھنے والی لڑکی ہو۔"

"مجھے سونیا اور رسونتی سے اتنی محبت اور اتنی توجہ مل رہی ہے کہ زندگی میں آج تک کسی سے بھی نہیں ملی۔ میں ان کی شکر گزار ہوں۔"

"کیا تم سونیا کے ساتھ رہنا پسند کرو گی؟"

"اس سے بڑی خوش نصیبی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ میں ان کے ساتھ رہ کر قدم قدم پر بہت کچھ سیکھتی رہوں گی۔"

اسی لمحے سونیا نیند میں کسمسانے لگی۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں اس کمرے میں موجود ہوں مگر اجنبی کے روپ میں ہوں۔"

اس نے سوچ کے ذریعے جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے۔ ابھی رسونتی نے بیدار کیا ہے۔ وہ کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہے' تم رسونتی کے پاس پہنچو۔"

میں نے رسونتی سے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

اچانک ہی پروگرام میں تبدیلی ہوئی ہے۔ اعلیٰ بی بی کہہ رہی ہے۔ ہمارا ایک چارٹرڈ طیارہ بندر سری بیگوان کے ایئرپورٹ پر موجود ہے۔ اس طیارے میں کوئی سازش نہیں کی جا سکتی۔ اسے اچھی طرح چیک کرنے کے بعد بھیجا گیا ہے۔ اس کا پائلٹ اور کو پائلٹ ہمارے اپنے آدمی ہیں۔ میں نے ان کے دماغوں کو اچھی طرح پڑھ لیا ہے۔ تم بھی اپنا اطمینان کر سکتے ہو۔"

"پروگرام بتاؤ۔"

"اسی وقت سونیا' لیلیٰ اور سجاد کو یہاں سے نکل جانا ہے۔ تم رومیو کا سترو کے روپ میں ہو۔ تم پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ جہاں چاہو گے' یہاں سے جا سکو گے۔"

"اچھی بات ہے۔ تم سونیا سے پروگرام طے کرو۔ میں جا رہا ہوں۔"

"کیا اسپتال میں آتے ہوئے تمہیں کسی دشمن نے نہیں دیکھا ہو گا؟"

"میں پچھلے دروازے سے چھپ کر آیا ہوں۔ کسی نرس وارڈ بوائے نے بھی نہیں دیکھا ہے۔ اسی طرح میں پچھلے دروازے سے نکل کر جا رہا ہوں میرے آنے اور جانے کے متعلق صرف اعلیٰ بی بی کے ماتحت جانتے ہیں۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ اس شہر کی سیر کرتے ہوئے ایک خوب صورت سے باغیچے میں پہنچا۔ پھر وہاں بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے دیکھنے لگا۔ لیلیٰ کو وہاں سے ائرپورٹ پہنچایا جا رہا تھا۔ سونیا اور سجاد اس کے ساتھ تھے۔ جب وہ لوگ طیارے کے اندر پہنچے تو میں نے پائلٹ اور کو پائلٹ کے دماغ میں جھانک کر اطمینان کر لیا۔ پریشانی کی بات نہیں تھی۔ طیارے کے اندر لیلیٰ کے آرام سے سونے' بیٹھنے کا انتظام تھا۔ ضروری دواؤں کا ذخیرہ بھی کر دیا گیا تھا تاکہ کسی وجہ سے کہیں رکنا پڑے تو لیلیٰ کے علاج میں کمی نہ ہو۔

میں مطمئن ہو کر بہروز آفندی کے دماغ میں پہنچا۔ وہ اپنی رہائش گاہ میں آرام کر رہا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ وہ چونک کر خلا میں تکنے لگا۔ "میں رسونتی بول رہی ہوں۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ ہمارے لیے خدمات انجام دو گے۔"

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ میں زبان کا دھنی ہوں۔ آپ لوگوں کے لیے جان کی بازی بھی لگا سکتا ہوں۔"

"فی الحال تمہاری جان کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم ماسٹر کی مصروفیات کے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ خصوصاً لیلیٰ تائی کے متعلق اس کے منصوبے کیا ہیں؟"

"مجھے ایک ہفتہ آرام کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ میں اپنے بستر پر پڑا ہوا ہوں۔ ایک ہفتے سے پہلے میں ماسٹر کی کے کسی آدمی سے بھی نہیں مل سکتا' نہ کوئی میرے پاس آئے گا۔ نہ میں کسی کے پاس جاؤں گا۔"

"پھر تو تم ابھی میرے لیے بے کار ہو۔ میں آئندہ پھر کبھی رابطہ قائم کروں گی۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ مجھے معلوم کرنا تھا کہ دشمنوں کے منصوبے کیا ہیں۔ ادھر سونیا' لیلیٰ اور سجاد طیارے کے ذریعے روانہ ہو چکے تھے۔ میں نے شیبا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہاں صبح ہوئی تھی۔ شیبا کی عادت تھی' روز صبح اٹھ کر چہل قدمی کرتی تھی۔ ہلکی سی ورزش بھی کرتی تھی۔ اس کے چہل قدمی کھلی فضا میں ملائم گھاس پر ہلتی مارکر بیٹھتی تھی۔ پھر زیرلب ہیرانی زبان میں دعائیں پڑھنے لگتی تھی تاکہ دل کو سکون ملے اور نادیدہ خوف اس کے دماغ سے جاتا رہے۔ میں نے اس کے دماغ میں یہ بات پیدا کی۔ "لیلیٰ زندہ ہو گی یا مر چکی ہو گی؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "ہاں' ماسٹر کی نے وعدہ کیا تھا دو چار گھنٹے میں اس کی موت کی خوش خبری سنائے گا لیکن ابھی تک اس نے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔"

سوچتے سوچتے اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اس کے منہ سے ربی اسفندیار گھاس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کے دماغ پر دستک دی۔ انہوں نے پوچھا۔ "کون' رسونتی؟"

"ہاں' میں بول رہی ہوں اور یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں' آپ نے لیلیٰ کے سلسلے میں کیا کیا ہے؟"

"میں نے سرکاری ذرائع سے ماسٹر کی کو یہ پیغام پہنچا دیا ہے کہ اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

"اور اگر نقصان پہنچ گیا تو؟"

"میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں۔ اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہوں۔ ہاں' اگر ماسٹر کی نے ہماری بات نہ مانی تو ہم اس کے خلاف کارروائی کریں گے۔ ابھی میں مصروف ہوں۔ پلیز' میرے دماغ سے چلی جاؤ۔ بعد میں رابطہ قائم کر لینا۔"

یہ کہتے ہی انھوں نے سانس روک لی۔ میں شیبا کے پاس پہنچ گیا۔ شیبا نے پوچھا۔ "آپ کس سوچ میں گم ہیں؟"

"رسونتی نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ میں نے فوراً ہی اسے ٹال دیا ہے۔ اگر ایسا نہ کرتا تو وہ میرے دماغ میں رہ کر تمہاری موجودگی کو کسی طرح سمجھ سکتی تھی یا اچانک ہی تم اتنی باصلاحیت اختیار تمہارے منہ سے کوئی آواز نکلتی تو وہ پک جھپکتے ہی مادام کلیوٹرلک پہنچ جاتی۔ بدبخت فرہاد کی ٹیم میں جو لوگ ہیں' کبھی ان پر تقدیر مہربان ہوتی ہے اور کبھی یہ اپنی صلاحیتوں سے کامیابی تک پہنچ جاتے ہیں۔ میں انہیں ایسا کوئی موقع نہیں دوں گا۔"

"محترم ربی! اسی لیے کہتی ہوں' مجھے کچھ عرصے کے لیے دور کر دیں۔ آپ کبھی میرے قریب نہیں رہیں گے تو خطرہ ٹل جائے گا۔"

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ آج رات تم یہاں سے لندن کے لیے روانہ ہو جاؤ گی۔ وہاں تمہاری رہائش کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔"

"کیا میں لندن میں رہوں گی؟"

"نہیں' وہاں سے تم ہیلی کاپٹر کے ذریعے آئلس آف مین کے جزیرے میں جاؤ گی۔ اس جزیرے میں برائڈ نامی ایک چھوٹا سا ٹاؤن ہے۔ میں نے اپنی زندگی کے آخری ایام وہاں گزارنے کے لیے ایک چھوٹا سا محل نما بنگلا خریدا تھا۔ اس کے چاروں طرف مویشیوں کا فارم ہے۔ وہاں تم رہو گی تو تمہارا دل لگے گا۔ تمہاری خدمات کے لیے میرے نوکر چاکر ہوں گے۔ وہ سب اعتماد کے لوگ ہیں۔ باہر والوں کو نہ تو اندر آنے دیں گے اور نہ ہی اندر کا آدمی باہر تمہارے متعلق کوئی اطلاع پہنچا سکے گا۔"

"اگر مجھ پر کوئی افتاد آ پڑے تو؟"

"میرے ملازمین سیدھے سادے نہیں ہیں۔ بہت اچھے فائٹر ہیں۔ اب سے چالیس پچاس برس قبل والے کاؤ بوائز کی طرح زندگی گزارتے ہیں۔ ان کی زندگی کا زیادہ حصہ گھوڑوں کی پیٹھ پر گزرتا ہے۔ ریوالور اور رائفلوں سے تو کھلونوں کی طرح کھیلتے ہیں۔"

"کیا آپ کو پورا یقین ہے کہ وہاں کوئی ہماری مرضی کے خلاف نہیں آ سکے گا؟"

"ہاں' مجھے یقین ہے۔"

"پھر تو میں اپنی ماما کو ساتھ لے جا سکتی ہوں۔"

ربی نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر کہا۔ "تم نے ہر طرح کی قربانی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ قربانی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اپنی جان دے دی' زندگی ختم کر دی اور دنیا میں نام پالیا۔ نہیں' زندہ رہ کر بڑی سے بڑی قربانی دینے کا نام اصل میں قربانی ہے۔ ماں کی ممتا کو بھول جاؤ۔ اپنی محبت کو کچل دو۔ ماما کے قریب جانے' اس کے سائے میں رہنے' اس کی آغوش میں منہ چھپانے کا خیال دل سے نکال دو۔ یہ جذباتی باتیں ہیں۔ تمہیں عملی زندگی گزارنا ہے اور تم گزار رہی ہو۔"

اسی وقت ایک ملازم دوڑتا ہوا بنگلے کے اندر سے آیا۔ پھر کہنے لگا۔ "محترم ربی! آپ کے نام ٹیلی فون آیا ہے۔ کوئی صاحب اہم اطلاع دینا چاہتے ہیں۔"

ربی نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ جانے لگے۔ شیبا اپنی ماں کے متعلق سوچ رہی تھی۔ اس سے جدائی کا خیال دل میں کچوکے لگا رہا تھا۔ ان کے جاتے ہی وہ چپ چاپ ماں کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہاں پہنچتے ہی اسے چوکنا پڑا۔ ابھی جو ٹیلی فون ربی اسفندیار کے نام آیا تھا وہ دراصل شیبا کے گھر میں ہونے والی قتل کی واردات سے تعلق رکھتا تھا۔

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کسی نے اس کے باپ کو گولی مار دی تھی۔ اس کی ماما قسمیہ بیان دے رہی تھی کہ کوئی دشمن اسے گولی مارنا چاہتا تھا۔ اُس لمحے وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے آئینے میں کھڑکی کے پاس کسی نقاب پوش کو دیکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھتے ہی وہ چیخ پڑی تھی۔ چیخ سن کر شیبا کا باپ فوراً اس کے سامنے آیا تھا اور اس سے پوچھ رہا تھا "کیا بات ہے؟ اسی وقت گولی چل گئی تھی۔ اگر وہ نہ آتا تو قاتل کا شکار یقیناً اس کی ماما ہوتی۔

شیبا کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ وہ فوراً ہی ماما کے آس پاس رہنے والوں کے دماغوں میں جھانکتی جا رہی تھی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی، آخر کسے اس کی ماما سے دشمنی ہو سکتی ہے۔ اگر ماما کا بیان غلط ہے تو باپ سے کون دشمنی کر سکتا ہے۔ بات تو ایک ہی تھی۔ خواہ باپ کو گولی ماری جاتی یا ماں کو۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے جن لوگوں کے دماغوں میں پہنچ رہی تھی، میں بھی پہنچتا جا رہا تھا۔ میں خود تجسس میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اچانک قتل کی واردات شیبا کے ہاں کیوں ہوئی؟ کون اس کے والدین کو قتل کرنا چاہتا تھا؟ یہ بہت ہی اہم سوالات تھے۔

شیبا آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس عمارت کے اندر جا رہی تھی۔ اسی وقت ربی تیزی سے چلتے ہوئے باہر آیا۔ اس نے اس کے دونوں شانوں کو پکڑ کر بڑی محبت سے کہا "بیٹی! میں ایک بُری خبر سُنانے والا ہوں۔ حوصلہ رکھو۔"

"میں معلوم کر چکی ہوں۔"

"پھر تو تمہیں وہاں موجود رہنے والوں کے دماغوں میں پہنچنا چاہیے۔"

"میں نے سب کو ٹٹول لیا ہے۔ سب اپنے ہیں۔ کوئی دشمن نہیں ہے۔"

"پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آج تک تمہارے خاندان والوں کی کسی کی دشمنی نہیں ہوئی۔ اب کیسے ہو سکتی ہے؟"

ایسا کہتے ہوئے ربی اسفندیار نے یکبارگی چونک کر کہا "اوہ گاڈ! کیا رسونتی اپنا چیلنج پورا کر رہی ہے؟"

شیبا نے چونک کر ربی کو دیکھا۔ انہوں نے سر ہلا کر کہا "ہاں بیٹی، تمہیں یاد ہے، رسونتی نے چیلنج کیا تھا اگر لیلیٰ سے دشمنی کی جائے گی، اس کی جان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے گی تو وہ میرے آس پاس رہنے والے افراد کو زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

وہ شیبا سے کہہ رہا تھا اور میں غصّے سے سوچ رہا تھا کاش میں چپ چاپ ربی اسفندیار کے دماغ میں پہنچ کر حملہ آور کو معلوم کر سکتا، لیکن معلوم کرنے کے لیے کیا رہ گیا تھا۔ کھل سازش کا علم ہو رہا تھا۔ ربی چاہتا تھا کہ شیبا کے ماں باپ اس دنیا میں نہ رہیں۔ جب نہیں رہیں گے تو محبت پہلے تو جوش مارے گی۔ پھر آہستہ آہستہ صبر آ جائے گا۔ جیسے ہر مرنے والے کے عزیز و اقارب کو صبر آ جاتا ہے۔ اب مجھے اس کی ماما کا بیان درست نظر آ رہا تھا۔ کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا نقاب پوش یقیناً ماما کو قتل کرنا چاہتا تھا لیکن باپ درمیان میں آ گیا تھا۔

وہ اس کی ماما کو قتل کیوں کرنا چاہتا تھا؟ جواب بھی سمجھ میں آ گیا۔ شیبا سب سے زیادہ ماما سے متاثر تھی۔ دن رات اس کے متعلق سوچتی تھی۔ اسے اپنے ساتھ لے جانا بھی چاہتی تھی۔ بھلا ربی اس بات کو کیسے برداشت کرتا کہ ان کے راز میں کوئی شریک رہے۔ خواہ شیبا کی ماں ہی کیوں نہ ہو اسی لیے اس نے سب سے پہلے ماں کو ٹھکانے لگانے کا منصوبہ بنایا۔ اس کے منصوبے کے مطابق شیبا پہلے تو اس کی موت پر روئے گی۔ پھر صبر کرے گی۔ اس کے بعد وہ دوسرے رشتے داروں سے ملنے کی تمنا نہیں کرے گی۔

ربی نے بڑی زبردست پلاننگ کی تھی۔ وہ پہلے ہی شیبا کو بتا چکا تھا کہ رسونتی نے چیلنج کیا ہے اور اب یہ ثابت کر رہا تھا کہ وہ چیلنج رسونتی نے پورا کر دیا ہے۔ آج باپ کو ٹھکانے لگایا گیا ہے، کل اس کی ماں کو ٹھکانے لگانا چاہے گی۔

شیبا نے تڑپ کر کہا "میرے بزرگ! میری ماما کو بچا لیجیے۔"

"فکر نہ کرو۔ تمہاری ماما کے اطراف اتنا سخت پہرہ بٹھاؤں گا کہ پرندہ بھی پر نہیں مار سکے گا۔"

"یہاں پرندے کے پر مارنے کا سوال نہیں ہے۔ تو ٹیلی پیتھی کی پرواز ہے۔ وہ ہزار پہرے توڑ کر میری ماما تک پہنچ سکتے ہیں۔"

یہ سمجھتے کہتے وہ چونک گئی۔ دوسرے لفظوں میں میں نے اسے چونکا دیا۔ اس کے دماغ میں خیال پیدا کیا۔ جب رسونتی خیال خوانی کے ذریعے ماما کو ٹریپ کر سکتی ہے تو کسی کے ذریعے اُسے گولی مارنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس نے یہی سوال کیا۔ "رسونتی اگر چاہتی تو میری ماما کو زہر کھانے پر مجبور کر سکتی تھی۔ انہیں کسی اونچی عمارت کی بلندی پہ لے جاتی یا کسی ریل گاڑی سے ٹکرانے پر مجبور کر دیتی۔ کسی کو آلۂ کار بنا کر ماما کو گولی مارنے کا منصوبہ اس نے کیوں بنایا؟"

پہلے تو ربی اسفندیار گڑبڑائے۔ پھر فوراً ہی سنبھل کر بولے "بیٹی! تم ان کی چالاکیوں کو نہیں سمجھتی ہو۔ اس نے ایک آلۂ کار کے ذریعے ایسا کیا ہے تاکہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر الزام نہ آئے۔"

"لیکن وہ ہمیشہ کسی کو آلۂ کار نہیں بنائیں گے۔ جب دیکھیں گے کہ آپ نے سخت پہرہ لگا رکھا ہے تو پھر ٹیلی پیتھی کا استعمال کریں گے۔ براہِ راست ماما کے دماغ میں پہنچیں گے اور انہیں اپنے طور پر ٹریپ کریں گے۔"

"تمہاری ماما کو بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے ماسٹر کی سے رابطہ قائم کرو اور سختی سے منع کرو کہ لیلیٰ کو نقصان نہ پہنچائے۔ اس طرح تمہاری ماما محفوظ رہیں گی۔"

ربی اسفندیار کی ہر بات کی کاٹ کرنا ضروری تھا۔ میں نے شیبا کے دماغ میں سوچ پیدا کی۔ اس نے اس کے مطابق کہا "میں ماسٹر کی سے ایسا کہہ دوں گی۔ وہ لیلیٰ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، لیکن رسونتی کی نظروں میں میری ماما کی اہمیت بڑھ جائے گی۔ وہ جب بھی ہمیں بلیک میل کرنا چاہے گی تو ماما کی زندگی خطرے میں ڈال دیا کرے گی۔"

"تم آئندہ کی بات کر رہی ہو۔ تمہاری ماما کی اہمیت اب بھی رسونتی کی نظروں میں ہے۔ تبھی تو وہ انہیں ہلاک کرنا چاہتی ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔"

شیبا نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا، آخر وہ میری ماما تک کیسے پہنچ گئی۔ کس لیے نہیں اہم سمجھ رہی ہے۔ محترم! پلیز مجھے اجازت دیجیے۔ میں اپنی ماما کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ رسونتی تمہاری ماما کے دماغ میں پہنچ چکی ہے۔ تم اُن کے ساتھ رہو گی تو وہ تمہارے دماغ میں پہنچ جائے گی۔ کیا تم اس کے لیے اپنے دماغ تک پہنچنے کا راستہ اتنا آسان بنا دینا چاہتی ہو؟"

وہ پہلے ہی خوف زدہ تھی، میں کہیں اس کے دماغ تک نہ پہنچ جاؤں۔ پھر بھلا وہ آسان راستہ کیسے بنا سکتی تھی۔ اس لمحے اس کے دماغ سے ماما کو ساتھ لے جانے کا خیال نکل گیا۔ ربی اسفندیار کی چال نہایت کامیاب رہی تھی۔ آئندہ وہ اس کی ماما کو کسی وقت بھی کسی کے ذریعے ٹھکانے لگا سکتا تھا۔ ہمیشہ کے لیے یہ قصّہ ختم ہو جاتا۔ شیبا دنیا میں تنہا رہ جاتی تو صرف ان کے اشاروں پر چلتی رہتی۔

میرا فرض تھا کہ میں اس کی ماما کی حفاظت کروں اور کسی طرح اسے ربی اسفندیار کی چال سمجھا دوں مگر جلد بازی سے کام لینا مناسب نہیں تھا۔ اس کے لیے اچھی خاصی پلاننگ کی ضرورت تھی۔ میں فی الحال خاموش رہا۔ چپ چاپ اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچتا رہا۔ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ پھر مجھے سونیا، لیلیٰ اور سہاگ کا خیال آیا۔ میں نے بہت دیر سے ان کی خبر نہیں لی تھی۔ اب خبر لینے پہنچا تو تھوڑی دیر کے لیے سکتے میں رہ گیا۔

ان تینوں کے دماغ بے حد کمزور تھے اور مجھے یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ وہ کس حال میں ہیں اور کہاں ہیں۔ وہ طیارہ پرواز کر رہا ہے یا نہیں؟

میں نے پائلٹ اور کو پائلٹ کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ پھر یہی کہوں گا، کوشش کرنے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ایسے وقت ناکامی ہوتی ہے۔ ان دونوں کے دماغ نہیں مل رہے تھے۔ گہری تاریکی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ خاموشی

جاسوسی ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ
ایک ایسے نوجوان کی داستانِ عبرت
جو حالات کے جال میں پھنس کر جرائم
کی دلدل میں پھنستا چلا گیا۔
انعام یافتہ مشہور مصنف جناب رقوقیر کا منفرد انداز تحریر

قیمت فی حصّہ ۳۰ روپے ڈاک خرچ فی حصّہ ۱۰ روپے
کتابی شکل میں تیار ہے
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست خط لکھ کر طلب کریں
کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۲۰۲ کراچی

اور موت کی سی خاموشی، کیا وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے تھے۔

اب ایسی صورت میں یہ سوچنا نادانی تھی کہ طیارہ پرواز کر رہا ہوگا۔ سونیا، سجاد اور لیلیٰ جہاں بھی تھے، وہاں کی شناسائی فی الحال کسی طرح نہیں ہو سکتی تھی۔ اس حد تک اطمینان تھا کہ وہ تینوں محفوظ ہیں۔ طیارہ پرواز کر رہا ہو یا نہ کر رہا ہو وہ ایسی جگہ ہیں جہاں انہیں جانی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔

میں نے فوراً ہی رسونتی اور اعلیٰ بی بی کو ان کے حالات بتائے۔ رسونتی سونیا کے دماغ میں جا کر دیکھنے لگی۔ میں اعلیٰ بی بی سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے واپس آ کر کہا "تینوں بے ہوش ہیں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔"

"جب وہ ہوش میں آئیں گے۔ تب ساری باتیں معلوم ہو جائیں گی۔"

رسونتی نے پوچھا "کیا تم نے شیبا کے دماغ کو ٹٹولا تھا، کہیں ان کی شرارت نہ ہو؟"

"شیبا اور ربی اسفندیار اپنے معاملات میں الجھے ہوئے ہیں۔ شیبا کے باپ کو قتل کر دیا گیا ہے۔"

میں رسونتی کو وہاں کے حالات بتانے لگا۔ کس طرح ربی اسفندیار ہمارے خلاف شیبا کو اور بھڑکا رہا ہے۔ آئندہ جب وہ اس کی ماما کو ہلاک کرانے میں کامیاب ہو جائے گا تو اس کا الزام بھی ہمارے سر آئے گا اور شیبا ہمیشہ کی طرح ہمیں دشمن تو سمجھتی رہی ہے پھر اور زیادہ ہم سے نفرت کرنے لگے گی۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "تمہیں اس کی نفرت کی بڑی فکر ہے۔"

"کچھ اور سمجھو۔ وہ میری پتنی جانتی ہے۔ میں اپنی ٹیم میں اس کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ نفرت کی خلیج وسیع ہو جائے گی تو ہمارے لیے دشواریاں پیش آئیں گی۔ آخر ہم کب تک شیبا کے پاس جا کر اس کی نگرانی کرتے رہیں گے اور اس کے منصوبوں کو سمجھتے رہیں گے۔ جو دشمن ہے اور دوست بن کر ہمارے کام آ سکتا ہے تو اسے دوست بنانے کی راہ پر چلنا چاہیے۔"

اعلیٰ بی بی ہم سے باتیں کرنے کے دوران ٹرانسمیٹر پر فرانسیسی حکومت سے رابطہ قائم کر رہی تھی اور ان سے درخواست کر رہی تھی کہ سونیا اپنے ساتھیوں کے ساتھ جس طیارے میں آ رہی تھی، فوراً اس کا سراغ لگایا جائے۔

میں نے رسونتی سے پوچھا "پارس کہاں ہے؟"

"جانہ اسے جھیل کی طرف لے گئی ہے۔"

اس وقت اعلیٰ بی بی شیخ الفارس سے کہہ رہی تھی "آپ ہمارے ادارے کے تمام اسکاؤٹس کو تیار رکھیں۔ سونیا کا سراغ ملتے ہی انہیں وہاں بھیجا جائے گا۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ پھر سر اٹھا کر آواز سننے لگی۔ بہت سے پرواز کرتے ہوئے طیاروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے رسونتی کے سامنے ادب سے جھک کر کہا "مادام! ہمارے علاقے میں بہت سے طیارے پرواز کرتے ہوئے آ رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے کسی ملک کی فضائی فوج آ رہی ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے فوراً ہی دوربین اٹھائی، کھڑکی کے پاس آ کر اسے آنکھوں سے لگاتے ہوئے دیکھنے لگی۔ جتنے طیارے اسے نظر آ رہے تھے، شاید اس سے بھی زیادہ اس کے آگے پیچھے ہوں گے۔ وہ کاچ کے اندر تھی اس لیے تمام طیاروں کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس نے کہا "یہ کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں، ابھی کہنا مشکل ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے سب کے سب چارٹرڈ ہیں لیکن کسی نہ کسی ملک سے ان کا تعلق ضرور ہوگا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی مسلسل دھماکوں کی آواز سنائی دینے لگی۔ ان آوازوں کے ساتھ ہی بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ لگ رہا تھا کہ بھگدڑ مچ گئی ہے۔ رسونتی چیخیں مارتی ہوئی کاچ سے باہر جانے لگی "پارس! میرا لال، میرا بچہ....."

اعلیٰ بی بی نے فوراً ہی اسے پکڑ لیا "کیوں حماقت کر رہی ہو۔ باہر بمباری ہو رہی ہے۔ دوسرے دروازے سے میرے ساتھ چلو۔ ہم قریب ہی کسی چٹان کے سائے میں پہنچ کر پناہ لیں گے۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ میں اپنے بچے کے پاس جاؤں گی۔ میرا بیٹا پارس....."

میں نے رسونتی سے کہا "نادان نہ بنو۔ وہ مرجانہ کے پاس ہے، محفوظ رہے گا۔ تم اعلیٰ بی بی کے ساتھ جاؤ۔ میں باہر کی خیریت معلوم کرتا ہوں۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دوڑتی ہوئی بستی کی طرف آ رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو پڑھنے کی کوشش کی تو وہ رک گئی۔ سانس روک لیا۔ پھر اس نے پوچھا "کون؟"

"میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ پھر دوڑتے ہوئے بستی کی طرف جانے لگی۔ اور کہنے لگی "یہ کیا ہو رہا ہے۔ تمہیں کچھ علم ہے؟"

"میں ابھی رسونتی اور اعلیٰ بی بی کے پاس تھا۔ پتا چلا، بہت سے طیارے بیک وقت چاروں طرف سے آئے ہیں۔ دشمنوں نے بمباری شروع کر دی ہے۔"

"یہ میں نے بھی دیکھا ہے۔ اسی لیے جھیل کی طرف دوڑتی آ رہی ہوں۔"

"پارس کہاں ہے؟"

"میں نے اسے ایک عورت کے پاس چھوڑ دیا ہے۔ ابھی واپس جا کے لے لوں گی۔ اس کی فکر نہ کرو۔"

"مرجانہ، اندھا دھند دوڑتی نہ جاؤ۔ حالات کو سمجھو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی بمباری کا شکار ہو جائیں۔"

وہ ایسی جگہ سے گزر رہی تھی جہاں سے دھواں ہی دھواں اٹھ رہا تھا۔ پھر میں نے دیکھا، وہ لڑکھڑا کر گر پڑی تھی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"جو بم برسائے گئے ہیں، ان میں سے گیس خارج ہو رہی ہے۔ پتا نہیں کیسی گیس ہے، میرے اعصاب کمزور ہو رہے ہیں۔ میں سانس روک رہی ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے اس نے سانس روکی۔ میں دماغ سے نکل آیا۔ میں نے اعلیٰ بی بی اور رسونتی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔

آہ، پھر وہی کوشش۔ اس بار ان کے دماغ اس قابل نہیں تھے کہ ان سے دو باتیں کر سکتا یا اپنی سوچ کی لہروں کو وہاں زیادہ دیر ٹھہرا سکتا۔ کمزور دماغوں میں دوسری سوچ کی لہریں بوجھ بن جاتی ہیں۔ میں واپس آ گیا۔ میں نے ٹارٹربلیا اور ٹارٹر غلیا دونوں کے دماغوں میں پہنچنے کی کوشش کی۔ ان کا بھی یہی حال تھا۔ ٹارٹر بلیا نے تو مرجانہ کی طرح سانس روک لی تھی لیکن غلیا کا دماغ بے حد کمزور ہو چکا تھا۔

اب پریشان یہ تھی کہ مجھے کسی کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی تھی۔ کوئی ایک دماغ ایسا ہوتا جس کے اندر رہ کر وہاں کے حالات معلوم کر سکتا تو کسی نہ کسی طرح ان کی مدد کا کوئی راستہ نکالنے کی کوشش کرتا۔ میں اتنی دیر سے بندر سبری بگوان کے ایک گارڈن میں بیٹھا ہوا تھا۔ اب بیٹھا نہ رہ سکا۔ اٹھ کر ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا۔ میرے اندر ایسی ہلچل مچی ہوئی تھی کہ بیان نہیں کر سکتا۔ میرے تمام عزیز ساتھی ایک ایک کر کے اتنی دور ہو رہے تھے کہ میری خیال خوانی بھی ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ پہلے سونیا، سجاد اور لیلیٰ۔ پھر اعلیٰ بی بی، رسونتی، مرجانہ اور مارٹر بلیا۔ جیسے تقدیر مجھ پر غصہ دکھا رہی تھی یا جیسے کوئی بہت بڑا گناہ مجھ سے سرزد ہو گیا تھا اور قدرت کی طرف سے مجھے سزا مل رہی تھی۔

میں نے پھر سونیا، لیلیٰ اور سجاد وغیرہ تک پہنچنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ میں بار بار ایک ایک ساتھی کے دماغ میں اس امید پر جاتا تھا کہ کسی کا دماغ مجھے تھوڑی سی جگہ دے دے۔ پھر مجھے مرجانہ کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ زیادہ دیر تک سانس نہیں روک سکتی تھی۔ اب سانس لینے پر مجبور ہو گئی تھی۔ زمین پر رینگتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ دور اسے ٹارٹر بلیا نظر آ رہا تھا۔ وہ بھی ایک دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مرجانہ کے ذریعے وہاں صرف خاموشی اور سناٹا نظر آ رہا تھا۔ ایک بچے کے بھی رونے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ جو بچے، عورتیں اور بوڑھے نظر آ رہے تھے، وہ سب کے سب زمین پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔

میں گارڈن میں ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا جیسے صرف میں زندہ رہ گیا ہوں، باقی ساری دنیا مر گئی ہے۔ جب اپنا سب کچھ لٹنے لگتا ہے تو ساری دنیا مردہ سی لگتی ہے۔ اب کچھ بھی نہیں رہا ہے۔

میرا دماغ بار بار یہی کہہ رہا تھا، مجھے فوراً وادیٔ قاف جانا چاہیے۔ سونیا، لیلیٰ اور سجاد کہاں ہیں، یہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ لیکن رسونتی، اعلیٰ بی بی اور مرجانہ وغیرہ کے متعلق معلوم ہی تھا۔ میں وادیٔ قاف جا سکتا تھا۔ اس حقیقت کو بھی سمجھتا تھا، میرے جانے سے میرے اپنے ساتھیوں کا بھلا نہیں ہوگا۔ میں ان کا علاج نہیں کر سکوں گا۔ ہاں اتنا ضرور ہوگا کہ دشمنوں کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس جاؤں گا۔ وہ میرے تمام ساتھیوں کو بے بس کر رہے تھے۔ شاید وادیٔ قاف میں میری موجودگی کی توقع بھی کر رہے تھے۔ میرے زخمی ہونے کے بعد یہ خبر عام ہوئی تھی کہ میں کسی محفوظ پناہ گاہ میں آرام کر رہا ہوں۔ اور علاج کروا رہا ہوں۔ اُن سب کے ذہن میں یہی بات ہو سکتی تھی کہ وہ محفوظ پناہ گاہ وادیٔ قاف ہے۔

اب دیکھنا یہ تھا کہ دشمنوں کے اس طرح اچانک حملہ کرنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے، کیا وہ گیس صرف جسمانی اور دماغی طور پر کمزور کرتی ہے۔ اعصاب کو کمزور بناتی ہے یا ہلاکت کا باعث بنتی ہے۔

اگر صرف جسم اور دماغ کو کمزور بناتی ہے تو یہ سمجھنا تھا کہ دشمن میرے تمام ساتھیوں کی کمزوری سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اگر وہ میرے ساتھیوں کے پاس آتے ہیں اور

وادیٔ قاف سے انھیں کہیں لے جاتے ہیں تو وہاں پہنچ کر انھیں میری تلاش بھی ہوگی۔ جب وہ مجھے نہیں پائیں گے تو پھر ان کے دماغوں کو دھچکا سا لگے گا۔ اتنی کوشش کرنے اور بیک وقت میرے تمام ساتھیوں پر حملہ کرنے کے باوجود میں ان کے ہاتھ آنے والا نہیں تھا۔

ایک ضد تھی کہ وادیٔ قاف جانا چاہیے۔ دوسری طرف عقل سمجھا رہی تھی، صبر کرنا چاہیے۔ دیکھنا چاہیے کہ دشمن آگے کیا کرتے ہیں؟ کیا چاہتے ہیں؟

اچانک مجھے ماسٹر کی کا چیلنج یاد آیا۔ اس نے کہا تھا، ایک دن مجھے بُری طرح بے بس بنا دے گا۔ مجھے اپاہج بنا کر چھوڑ دے گا۔ دنیا والے میری حالت سے عبرت حاصل کریں گے کیا وہ اس انداز میں مجھے بے بس بنانا چاہتا ہے؟

میں خود کو واقعی بے بس سمجھ رہا تھا۔ اپنے کسی ساتھی کے پاس پہنچ نہیں سکتا تھا۔ جہاں تھا، وہاں سے فوراً ہی پرواز کر کے جانے کی کوئی صورت نہیں تھی اور صورت بھی ہوتی تو دماغ رہ رہ کر سمجھا رہا تھا، وادیٔ قاف جانے کی حماقت نہیں کرنا چاہیے۔ بے بسی کا یہ عالم تھا کہ دماغ میں کوئی تدبیر نہیں آ رہی تھی۔ ماسٹر کی تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ بہروز آفندی سے معلوم ہو چکا تھا، وہ ایک ہفتے سے پہلے اپنے ماسٹر کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکے گا اور نہ ہی اس کے کسی ماتحت سے رابطہ قائم کر سکے گا۔ میں ہر طرف سے کٹ گیا تھا۔

میں نے شیخ الفارس کو مخاطب کیا۔ انھیں اعلیٰ بی بی اور رسونتی وغیرہ کے حالات بتائے۔ وادیٔ قاف میں جو ہو چکا تھا، اس کی تفصیل سنائی۔ وہ پریشان ہو کر بولے "یہ اچانک کیا ہو رہا ہے؟"

"ہم خوش فہمی میں مبتلا رہے۔ دشمن ہمیں دوسرے محاذوں پر الجھاتے رہے لیکن اندر ہی اندر ایک منظم حملے کی پلاننگ کرتے رہے۔ وہ موقع کی تاک میں تھے کہ بیک وقت میرے تمام ساتھیوں کو کس طرح مفلوج بنایا جا سکتا ہے۔"

انھوں نے سمجھایا "بیٹے! حوصلے کی ضرورت ہے۔ تم اطمینان سے ایک جگہ بیٹھو اور وقفے وقفے سے ہر ایک کے دماغ میں پہنچتے رہو۔ دیکھیں، اس گیس کا اثر کتنی دیر رہتا ہے۔ میں یہاں ایسی ٹیموں کو منظم کر رہا ہوں جو وادیٔ قاف پہنچ کر صحیح حالات معلوم کر سکیں اور اعلیٰ بی بی وغیرہ کی مدد کر سکیں۔"

مجھے یقین تھا، وہ فرانسیسی حکومت کے تعاون سے گھنٹے دو گھنٹے کے اندر وادیٔ قاف پہنچ سکتے ہیں یا اپنے آدمیوں کو بھیج سکتے ہیں میں اُدھر سے کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔ میں نے سونیا کے دماغ پر دستک دی۔ مجھے دماغ میں جگہ ملی مگر ہوا نہیں ملا۔ وہ گم صم تھی۔ پہلی بار جب میں گیا تھا تو اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اب وہ کھلی ہوئی تھیں۔ اس کے ذریعے میں کچھ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ بس یوں لگ رہا تھا جیسے وہ روشنیوں کے درمیان ہے۔ آنکھوں کے سامنے اتنی زیادہ روشنی ہے کہ وہ کچھ دیکھ نہیں پاتی ہے۔

ایسی بات نہیں تھی کہ سامنے کسی نے تیز روشنی کر رکھی تھی۔ ایک نوزائیدہ بچے کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا جلیے تو وہ نہ بولتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ اس کی کھلی آنکھوں سے دنیا صرف روشن نظر آئے گی لیکن اس روشنی میں اسے کیا نظر آ رہا ہے، گھر کیا ہوتا ہے، انسان کیسے ہوتے ہیں، یہ بات پہلے پہل سمجھ میں نہیں آتی۔ رفتہ رفتہ بچہ سمجھنے لگتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سونیا کے سامنے اُجالا ہی اُجالا تھا لیکن اس کا دماغ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ سامنے کوئی مکان ہے؟ شخص ہے؟ کوئی چیز ہے؟ غرض یہ کہ اس کی آنکھوں کے سامنے کوئی چیز اپنی کوئی شکل اختیار نہیں کر رہی تھی۔

اتنا سمجھ میں آیا کہ پہلے بے ہوشی کی وجہ سے دماغ میں نیم تاریکی تھی۔ جو شخص مردہ ہو جاتا ہے اس کے دماغ میں مکمل تاریکی ہوتی ہے لیکن سونیا کے دماغ میں مکمل تاریکی نہیں تھی۔ روشنی تھی یعنی وہ زندہ تھی مگر سوچنے کے قابل نہیں تھی۔ اس کا دماغ بے حس ہو چکا تھا۔

میں نے لیلیٰ اور سجاد کے دماغ میں باری باری پہنچ کر دیکھا ان کی بھی وہی حالت تھی۔ ان کی آنکھیں بھی یقیناً کھلی ہوں گی، جو میری سوچ کی لہریں ان کے دماغوں میں روشنی محسوس کر رہی تھیں زندگی کی روشنی۔

میں نے شیخ الفارس کے پاس پہنچ کر انھیں سونیا وغیرہ کی کیفیت بتائی۔ وہ تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ ان کی سوچ پڑھ کر میں بھی پریشان ہو گیا۔ انھوں نے کہا، سونیا، لیلیٰ اور سجاد کوما میں ہیں۔

کوما کا مطلب پڑھنے والے جانتے ہیں، انسانی جسم کا ساکت ہونا جسم ساکت ہو جاتا ہے۔ آنکھیں ساکت ہو جاتی ہیں۔ دماغ ساکت ہو جاتا ہے۔ نہ سوچنے کے قابل رہتا ہے، نہ جسم حرکت کر سکتا ہے اور کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ سامنے کیا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے جب طبی تحقیقات کا دائرہ کار محدود تھا، ان دنوں شاذ و نادر ہی کسی انسان پر ایسی قدرتی آفت نازل ہوتی تھی۔ اکثر لوگ موت سے پہلے ایسی کیفیت سے دوچار ہوتے تھے اور ایسے وقت کہا جاتا تھا کہ بے چارہ مرنے والا سکرات کے عالم میں ہے۔

اب سائنسی ریسرچ نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ طبی ریسرچ ہو یا ایٹمی ریسرچ، انسان نے جہاں مثبت انداز کی تحقیقات کیں اور انسانیت کی بھلائی کے لیے کام کیا، وہاں منفی انداز میں انسانی تباہی کے لیے بھی بہت کچھ کیا جا رہا ہے۔ ایسی دوائیں اور انجکشن ایجاد ہو گئے ہیں جن کے ذریعے انسانی جسم کو بالکل ساکت کر دیا جاتا ہے۔ آدمی دل کی اور نبض کی ہلکی رفتار سے زندہ رہتا ہے مگر بظاہر مردہ رہتا ہے۔ کسی کام کا نہیں رہتا۔ نہ حرکت کر سکتا ہے، نہ سوچ سکتا ہے، نہ سمجھ سکتا ہے، نہ دیکھ سکتا ہے۔ انسان کی ایسی حالت کو کوما کہتے ہیں۔

میں نے شیخ الفارس سے کہا "آخر سونیا وغیرہ کب تک کوما میں رہیں گے؟"

"ذرا انتظار کرو، میں نے اپنے ادارے کے میڈیکل آفیسر سے اس سلسلے میں معلومات طلب کی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا۔"

میں وہاں سے واپس آ گیا۔ اب بھی اسی گارڈن میں تھا اور کہاں جا سکتا تھا۔ ہوٹل میں میرے لیے کمرہ تھا لیکن وہاں جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ صبح ہلکا سا ناشتا کیا تھا اور اب شام ہو گئی تھی۔ بھوک بھی لگ رہی تھی۔ میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر دریا کے کنارے آیا۔ پھر ایک کشتی کرائے پر حاصل کر کے اس میں بیٹھ گیا۔ دماغ کو سکون پہنچانے اور تازہ ہوا کھانے کے لیے کشتی کی سیر مناسب تھی تاکہ مجھے تنہائی میں سوچنے سمجھنے کا موقع ملتا رہے۔

دریا کے ساحل پر بڑی بہار پالی تھی۔ شام کو ڈوبتے ہوئے سورج کی لالی میں دریا کی لہریں سنہری لگ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کشتی تلے سونا پگھلتا جا رہا ہو۔ میں شاعر نہیں ہوں لیکن اس وقت اس انداز میں یونہی سوچتا جا رہا تھا۔ تاکہ دل بہلتا رہے۔ دماغ تھوڑی دیر کے لیے اس الجھن کو بھول جائے۔ کوئی ساتھی مجھے یاد نہ آئے اور ہم کسی خود غرض انسان کی طرح اپنے آپ کو بالکل تنہا سمجھوں کسی سے کوئی لگن، کوئی محبت، کوئی دلچسپی نہ رکھوں۔

بے شک ایسا کرنے سے انسان بالکل تنہا ہو جاتا ہے۔ کسی سے کوئی لگاؤ نہیں رہتا لیکن دل کب ماننے والا ہے۔ کیا میں کبھی اپنی سونیا کو بھول سکتا ہوں۔ کیا میں اپنے پارس کی ماں رسونتی کو بھول سکتا ہوں۔ اعلیٰ بی بی اور مرجانہ اب تک میرے لیے جو خدمات انجام دیتی رہیں اور قربان ہو جانے والی محبتوں کا ثبوت دیتی رہیں، کیا ایسی ہستیوں کو دل و دماغ سے نکالا جا سکتا ہے؟

میں بہت دیر تک کوشش کرتا رہا۔ کشتی دریا کی لہروں پر رواں دواں رہی۔ آدھے گھنٹے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا۔ میں انہونی محبت میں الجھا رہوں گا اور کام کی بات سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہوں گا۔ یہ محبت بڑی ظالم شے ہے۔ کینسر کی طرح لگ جاتی ہے۔ جانے کا نام نہیں لیتی ہے۔

میں نے شیخ الفارس کو مخاطب کیا۔ انھوں نے کہا۔ "کوما کے متعلق سنو۔ یہ ہم جانتے ہیں، انسان پیدا ہوتے ہی حرکت کرنے لگتا ہے اور مرتے دم تک بے حس و حرکت نہیں ہوتا۔ لیکن انسانی زندگی کے دوران ایسے مرحلے بھی آتے ہیں جب وہ شدید تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ اس تکلیف سے نجات دلانے کے لیے دوائیں دی جاتی ہیں۔ جب دوائیں کام نہیں آتیں تو اس کے جسم کے اس حصے کو سُن کر دیا جاتا ہے جہاں شدید تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح اب ایسی دوائیں اور انجکشن ایجاد ہو گئے ہیں جن کے ذریعے انسان کا پورا جسم سُن کر دیا جاتا ہے، وہ حرکت کے قابل نہیں رہتا۔"

وہ کہہ رہے تھے اور میں سن رہا تھا۔ انھوں نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا "طب کے اصولوں کے مطابق جسم

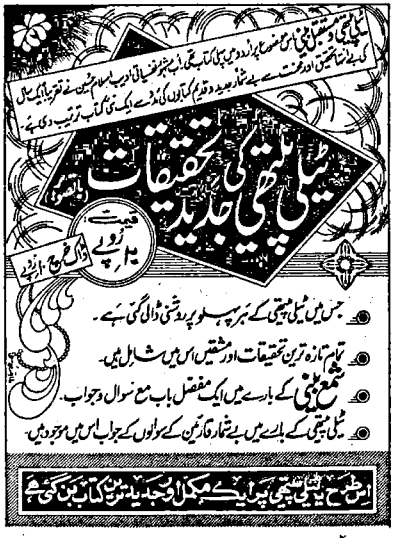

کو اس وقت سُن کیا جاتا ہے جب کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی اور علاج کے لیے کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ اس وقت تک مریض کو آرام پہنچانے کے لیے سر سے پاؤں تک بالکل بے حس کر دیا جاتا ہے۔ انجکشن کے ذریعے اسے کوما میں ڈال دیا جاتا ہے۔"

آدمی کو کوما میں لانے کا ایک مرحلہ یہ بھی ہوتا ہے جب وہ لب بہ دم ہوتا ہے اس کے بچنے کی امید نہیں ہوتی۔ اگر مرنے والا یہ وصیت کر جائے کہ اس کا دل، اس کی آنکھیں، اس کے گردے کسی کو عطیے کے طور پر دے دیے جائیں تو اس کی آخری سانسوں کے دوران ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں جن کے اثر سے دل، گردے آنکھوں اور دماغ وغیرہ میں مرنے کے بعد بھی زندگی کی ہلکی سی حرارت باقی رہتی ہے اور وہ اتنی دیر تک رہتی ہے، جتنی دیر میں اسے ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کیا جا سکتا ہے یا طبی طریقوں سے محفوظ کیا جا سکتا ہے۔

اگر مرنے والے نے ایسی کوئی وصیت نہ کی ہو اور وہ لاوارث ہو اور اس کے مرنے کے بعد اس کی لاش کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ ہو تو ایسے شخص کو بھی کوما کے انجکشن پر لایا جاتا ہے حالانکہ یہ غیر قانونی ہوتا ہے لیکن بعض مفاد پرست نام نہاد مسیحا انسانی دل، دماغ، آنکھیں اور گردے بھاری معاوضے کے لالچ میں فروخت کرنے کے لیے ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔"

میں نے شیخ الفارس سے پوچھا: "محترم شیخ! ایسی محیرانہ ذہنیت رکھنے والوں کا ریکارڈ آپ کے ہاں ضرور ہوگا؟"

"بے شک ہے۔ میں نے اپنے ادارے کے کرنل براہیج سے کہا ہے، ایسے مجرموں کی فائل میرے سامنے پیش کی جائیں۔ تھوڑی دیر میں ان کے متعلق بھی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔"

"رسونتی اور اعلیٰ بی بی تک پہنچنے کے لیے کیا کیا جا رہا ہے؟"

"سارے انتظامات ہو چکے ہیں۔ ہمارے آدمی یہاں سے پرواز کر چکے ہیں۔ انشاء اللہ دو گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ جائیں گے۔ اور انھیں فوری طبی امداد پہنچائیں گے۔"

ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ شیخ الفارس نے کہا: "شاید کوئی اہم اطلاع ہے۔"

وہ اسے آن کر کے باتیں کرنے لگے۔ دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا: "ہم نے طیارے کو ٹریس کر لیا ہے۔ وہ برما کے ایک جنگل میں پایا گیا ہے لیکن خالی ہے۔ سونیا، لیلیٰ اور سجاد نہیں ہیں۔ البتہ پائلٹ اور کو پائلٹ کی لاشیں پائی گئی ہیں۔ ہمارے سراغ رساں یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ان تینوں کو کہاں لے جایا گیا ہے اور لے جانے کے لیے کون سے ذرائع استعمال کیے گئے ہیں۔"

میں پھر سونیا، لیلیٰ اور سجاد کے دماغوں میں باری باری پہنچنے لگا۔ ان کے دماغ میری ٹیلی پیتھی کی لہروں کو مل رہے تھے لیکن وہ میرے لیے بے کار تھے۔ نہ میری آواز سن سکتے تھے اور نہ ہی میں ان کے بے حس دماغوں سے کچھ معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

پھر میں نے رسونتی، اعلیٰ بی بی، مرجانہ اور ٹارٹر بلیا وغیرہ کے دماغوں میں جھانکنے کی کوشش کی — وہ بھی اس دنیا میں حاضر تھے لیکن میرے لیے بے کار تھے۔ اب ان کی حالت بھی ایسی تھی جیسے وہ کوما میں پڑے ہوں۔

میں ان کے لیے پریشان ہو سکتا تھا۔ تڑپ سکتا تھا مگر ان کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ پھر مجھے اپنے بیٹے کی یاد ستانے لگی۔ میں نے پارس کے دماغ میں پہنچنے کے لیے اس کے لب و لہجے کو یاد کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر نہ پہنچ سکا۔ دراصل مجھے پارس کا صحیح لب و لہجہ یاد نہیں آ رہا تھا۔ جب ایک بار میں اس کے دماغ میں گیا تھا تو وہ ہلنا سیکھ رہا تھا۔ توتلی زبان میں ایک آدھ لفظ ادا کرتا تھا۔ میں نے سوچا تھا جب وہ اچھی طرح بولنے لگے گا تو اس کی آواز اور لب و لہجے کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر لوں گا لیکن وہ وقت ہی نہیں آیا۔ حالات نے مجھے اس قدر مصروف رکھا کہ میں بیٹے کی طرف دھیان نہ دے سکا۔ رسونتی اس کے پاس تھی۔ میں مطمئن رہتا تھا۔ یہ کبھی سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وادیٔ قاف میں اچانک اس طرح فضائی حملہ ہوگا اور سب کے سب مجھ سے بچھڑ جائیں گے اور اس طرح بچھڑیں گے کہ نہ زندوں میں شمار کیے جائیں گے نہ مُردوں میں۔

مزید پریشانی یہ تھی کہ پارس کہاں ہے؟ کس کے پاس ہے؟ میں نے پھر اس کے اکھڑے اکھڑے لب و لہجے کو اور اس کی آواز کو یاد کرنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ مجھے کچھ یاد نہیں آیا۔

میں کچھ سوچتے ہوئے دریا کی لہروں کو دیکھنے لگا۔ سورج ڈوب چکا تھا لیکن ساحل کی روشنی ہم تک پہنچ رہی تھی۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ یاد کرنے لگا۔ پارس کو میں نے کن حالات میں رسونتی کے پاس دیکھا ہے اور اس کی کیسی کیسی آوازیں سنی ہیں۔ وہ کون کون سے لفظ اٹک اٹک کر ادا کرتا تھا۔ میں سوچنے لگا۔ پھر یاد آیا، ایک بار رسونتی نے کہا تھا: "فرہاد، ذرا دیکھو تو، یہ ابو ابو کہہ رہا ہے؟"

اس وقت میں پارس کے دماغ میں گیا تھا۔ پھر رسونتی کے پاس آ کر کہا تھا۔ بچے کو کوئی سا بھی لفظ ادا کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دونوں ہونٹ ملتے ہیں۔ ماما، پاپا، بابا، بُوبُو جیسے الفاظ ادا ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میرا بیٹا مجھے یاد کرنے لگا ہے۔ اس روز میں نے رسونتی کو ٹال دیا تھا کیوں کہ میں دوسری طرف مصروف تھا۔ ان مصروفیات نے مجھے کہیں کا نہ چھوڑا۔ حتیٰ کہ میں اپنے بیٹے سے بھی گیا۔

اتنی دیر سے یاد کر رہا تھا مگر مجھے اس کا لب و لہجہ یاد نہیں آ رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں میرے اپنے تمام عزیزوں کے ساتھ ساتھ میرا بیٹا بھی بچھڑ گیا تھا۔ وہ زندہ سلامت تھا۔ خدا اسے سلامت رکھے مگر وہ کہاں تھا؟ کسی عورت نے اسے سنبھالا ہوا تھا اور اب وہ اسے لیے کہاں بھٹک رہی تھی؟ یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔

میں نے شیخ الفارس سے پارس کے متعلق سوال کیا۔ انھوں نے جواب دیا: "ذرا صبر کرو۔ ہمارے آدمی پہنچنے ہی والے ہیں، پارس کا سراغ مل جائے گا۔"

مگر یہ طفلانہ تسلیاں تھیں..... دو گھنٹے بعد میں..... اپنے ہوٹل کے کمرے میں تھا اور شیخ الفارس تیار بیٹھے تھے۔ ہمارے تمام آدمی پہنچ گئے۔ ہر طرف اپنے لوگوں کو تلاش کیا گیا لیکن وہاں لاشیں نہیں۔ جو اہم افراد تھے وہ سب لاپتا تھے۔ رسونتی، اعلیٰ بی بی مرجانہ، ٹارٹر بلیا، ٹارٹر فلیا وغیرہ کوئی نظر نہیں آیا۔

میں نے کہا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے حملہ کیا، اور انھیں بے حس و حرکت بنا دیا، وہ بعد میں وادیٔ قاف پہنچے پھر رسونتی، اعلیٰ بی بی، مرجانہ، ٹارٹر بلیا وغیرہ کو وہاں سے لے گئے۔"

"یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔"

"لیکن میرا پارس کہاں ہے؟"

"شاید دشمن اسے بھی لے گئے ہیں۔"

میں نے انھیں بتایا کہ میں پارس کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا۔ اگر وہ پارس کو اور دوسرے لوگوں کو قیدی بنا کر لے گئے ہیں تو آخر وہ کون ہیں، کہاں لے جا سکتے ہیں، پلیز! آپ اپنے آدمیوں کو ہر طرف پھیلا دیں۔ جتنے دشمن ہیں سب کی کڑی نگرانی کی جائے۔

"میں سب کچھ کر رہا ہوں۔ انھیں ڈھونڈ نکالنے کے سلسلے میں کوئی کمی نہیں چھوڑوں گا۔ تم اطمینان رکھو۔ صبر کرو اور حوصلے سے کام لو۔"

میں دھیرے دھیرے ہنسنے لگا۔ پھر چُپ ہو گیا۔ مجھے محسوس ہوا جیسے میں بے اختیار ہنسنے لگا تھا۔ جیسے کوئی پاگل ہنستا ہے اور ہنسنے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ میرے ہنسنے کی بھی کیا وجہ تھی جب کہ مجھ پر صدمات کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔

پھر میرا دل چاہنے لگا کہ ہنسنے لگوں اور زور زور سے ہنسنے لگوں۔ لیکن کیوں؟ کیا میرا دماغ چل گیا ہے یا چلنے والا ہے؟

میرے پاگل ہو جانے میں کیا کسر رہ گئی تھی۔ میری ایک ایک محبت، میری ایک ایک عزیز ہستی مجھ سے بچھڑ گئی تھی، میرے خدایا! کچھ تو معلوم ہو کہ میرے لوگوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ان پر کیا گزر رہی ہے؟ میرا بیٹا کہاں ہے؟ دشمنوں کے ہتھے چڑھ گیا ہے یا دوستوں کی پناہ میں ہے؟

تھوڑی دیر بعد میں نے شیخ الفارس سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے بتایا: "ہمارے ادارے کی کرنیل براہیج نے کچھ ایسی ایجنسیوں کے نام پیش کیے ہیں جو قانونی طور پر انسانی اعضاء ضرورت مند ڈاکٹروں اور اسپتالوں تک پہنچاتی ہیں۔ جس طرح پرائیویٹ بلڈ بینک قائم کیے جانے کی اجازت ہے، اسی طرح دی گریٹ ڈیلر نامی ایک ادارہ ہے۔ اس ادارے میں ایسے لوگ آتے ہیں جو مرنے سے پہلے وصیت لکھواتے ہیں کہ ان کی موت کے بعد ان کے اعضاء کسی بھی ضرورت مند کو دیے جا سکتے ہیں۔ اس ادارے میں ایسے کروڑپتی.... سرمایہ دار بھی آتے ہیں جنھیں دل یا گردوں کی بیماری ہوتی ہے اور وہ تبدیلیٔ قلب یا گردے کے لیے دی گریٹ ڈیلر کے ادارے سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ انھیں بھاری معاوضہ دیتے ہیں۔ دولت پاس ہو تو اس دنیا میں کیا نہیں مل جاتا۔ اب صرف گاڑی کے پارٹس بازاروں میں نہیں ملتے، اب انسانی جسموں کے پارٹس بھی مل جاتے ہیں۔ وہ اپنی دولت سے سب کچھ خرید لیتے ہیں۔

اور قانوناً ایسا ہوتا ہے کیونکہ اپنے جسم کا کوئی حصہ عطیے کے طور پر دینے والا..... مرنے سے پہلے وصیت کر جاتا ہے، اس لیے یہ غیر قانونی عمل نہیں ہوتا۔

میں نے پوچھا: "کیا یہی ایک ڈیلر ہے؟"

"نہیں، ابھی میرے سامنے تین نام ہیں۔ دی گریٹ ڈیلر، دوسرا ڈومینڈ پارٹس سپلائر اور تیسرے ادارے کا نام ہے ہیومن پارٹس بنک۔ ان اداروں کے مرکزی دفاتر لندن، پیرس اور...

نیویارک میں ہیں۔ جو دفاتر پیرس میں ہیں وہاں ہمارے سراغرساں اپنے لیے جگہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ باقی لندن اور نیویارک میں بھی ہمارے آدمی پہنچ ہی جائیں گے۔"

"لندن میں دفاتر کے پتے مجھے بتائیں۔ میں وہاں جا رہا ہوں۔"

انھوں نے تمام پتے نوٹ کرائے۔ میں نے اعلیٰ بی بی کے خاص ماتحت کو بلا کر کہا "میرے لیے لندن کا ٹکٹ لو۔ جو پہلا طیارہ یہاں سے جاتا ہے اس میں سیٹ ریزرو کراؤ۔"

وہ جانے لگا، میں نے کہا "سنو، لندن اور آئرلینڈ کے درمیان ایک جزیرہ ہے؟"

اس نے سر ہلا کر کہا "یس سر، اس جزیرے کو مَنس آف مین کہتے ہیں۔"

"میرا قیام لندن میں نہیں ہوگا۔ وہاں سے اسی جزیرے میں جاؤں گا۔ جو پتے تمھیں بتا رہا ہوں، وہاں پہنچ کر لوگوں سے گفتگو کروں گا۔ اس کے بعد میں ان کے دماغوں میں پہنچ جاؤں گا۔ باقی معلومات خود حاصل کرتا رہوں گا۔"

وہ میرے حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ رات گزرنے لگی۔ اعلیٰ بی بی کے ایک ماتحت نے آ کر کھانے کے لیے پوچھا۔ میں نے انکار کر دیا۔ مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ کھانا پینا انسانی زندگی کے لیے ضروری ہے مگر اب یہ ضروری چیز بھی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ میں بستر پر تھکے ہوئے انداز میں لیٹ گیا تھا۔ آنکھیں بند کر لی تھیں۔ سونے کا ارادہ نہیں تھا۔ اگر ارادہ ہوتا تو اپنے دماغ کو ہدایات دیتا۔ میں سونا بھی نہیں چاہتا تھا۔

لیکن اپنے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ تھکے ہوئے انداز میں آنکھیں بند کیے پڑا ہوا تھا۔ پتا نہیں کیسے آنکھ لگ گئی۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا مگر اب ہو رہا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا، ایک بہت ہی صاف شفاف، سفید اُجلا سا کمرہ ہے۔ وہاں بستر پر سفید اجلی سی چادر بچھی ہے۔ اس پر سونیا بے حس و حرکت لیٹی ہوئی ہے۔ وہ چادروں شانے تک ہے، آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ نہ وہ بول سکتی ہے نہ سن سکتی ہے، نہ حرکت کر سکتی ہے۔ پھر دوسرے ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں لیلیٰ کو اسی حالت میں دیکھا۔ تیسرا ایئر کنڈیشنڈ کمرہ سجاد کے لیے تھا، جو تھا رسوتی کے لیے، پانچواں اعلیٰ بی بی کے لیے، چھٹا مہرجانہ کے لیے اور ساتواں ٹارزن بابا کے لیے۔ یکے بعد دیگرے میں ایئر کنڈیشنڈ کمروں کو دیکھتا جا رہا تھا۔ ہر کمرے میں میرے چاہنے والے بے بسی کے عالم میں پڑے ہوئے تھے۔ اور یہ کوئی مجبوری سی مجبوری تھی کہ وہ اپنی اس حالت پر فریاد تک نہیں کر سکتے تھے لب تک نہیں ہلا سکتے تھے۔

پھر میں نے ایک کمرے میں دیکھا۔ میرا انتہا پارس اسی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ وہ بھی کومایں تھا۔ پھر میں نے دیکھا ڈاکٹر بڑے بڑے آپریشن کے اوزار لے کر میرے چاہنے والوں کی طرف آ رہے تھے اور ان کے جسم کے ایک ایک حصے کو کاٹ کر کروڑپتی اور ارب پتی سرمایہ داروں کے ہاتھوں فروخت کر رہے تھے۔

میں تڑپ کر وہاں پہنچ گیا۔ میں نے ایک ڈاکٹر کا ہاتھ پکڑ لیا لیکن ایسا لگا جیسے کوئی اثر نہ ہوا ہو۔ وہ ہاتھ پکڑنے کے باوجود آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ میں چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "رُک جاؤ، یہ میری محبتیں ہیں۔ میرے عزیز ترین رشتے دار ہیں۔ میرے لہو کے رشتے بھی ہیں، زبان کے رشتے بھی ہیں، انسانیت کے رشتے بھی ہیں۔ انھوں نے قدم قدم پر میرے لیے قربانیاں دی ہیں۔ ہمیشہ اپنی زندگی کو خطرات میں ڈالا ہے۔ ہمیشہ جان کی بازی لگائی ہے۔ آج ان کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ ان کے جسموں کو نہ کاٹو۔ ان کے دل نہ نکالو۔ ان کی آنکھیں نہ نکالو۔ خدا کے لیے رُک جاؤ۔"

لیکن کوئی میری نہیں سن رہا تھا۔ میری جدوجہد سرد پڑ گئی تھی۔ وہ میری آنکھوں کے سامنے سفید پارس کی طرف بڑھنے لگے۔ ان کے ہاتھوں میں بڑے بڑے چاقو تھے۔ میں ایک دم چیخنے لگا۔

مگر چیخنے سے کیا ہوتا ہے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کتنے ہی مجبور اور لاچار انسان ظلم کے سائے میں چیختے چلاتے اور فریادیں کرتے رہتے ہیں۔ کون ان کی فریادیں سنتا ہے۔ کیا ظلم ختم ہو جاتا ہے۔ نہیں، کبھی ختم نہیں ہوتا۔ یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ جب تک انسان سانس لیتا رہے گا ظلم ساتھ ساتھ چلتا رہے گا۔

وہاں میری ایک نہیں چل رہی تھی۔ میں فریاد علی تیمور اپنے چاہنے والوں اور اپنے پر جان دینے والوں کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا اور جب انسان کچھ نہیں کر سکتا، رو بھی نہیں سکتا۔

بے اختیار ہنسنے لگتا ہے۔ میں ہنسنے لگا۔ ہنستا ہی چلا گیا۔

میری آنکھ کھلی تو میں ہنس رہا تھا، زور زور سے قہقہے لگا رہا تھا۔ میرے قہقہے سن کر دروازے پر دستک ہونے لگی۔ میں نے ایک دم سے چپ ہو کر دروازے کو گھور کر دیکھا پھر گرج کر کہا "کون ہے؟ چلے جاؤ۔"

"سر! آپ قہقہہ لگا رہے ہیں، کیا بات ہے؟"

"کوئی بات نہیں ہے۔ چلے جاؤ۔ میں اپنی مرضی کا مالک ہوں، جب چاہوں قہقہہ لگا سکتا ہوں۔ جب چاہوں آنسو بہا سکتا ہوں، میں فریاد علی تیمور ہوں۔ رو نہیں سکتا۔ دنیا مجھ پر ہنسے گی۔ اور دنیا یہ نہیں دیکھ رہی ہے کہ آج میں کتنا بے بس، لاچار اور ماسٹر کی کی پیشینگوئی کے مطابق مفلوج ہو کر رہ گیا ہوں۔"

"سر دروازہ کھولیے۔ ہم آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں۔ ہم یقین دلانا چاہتے ہیں، دشمن ہم پر وقتی طور پر غالب آیا ہے۔ انشاء اللہ صبح تک آپ کے تمام ساتھی دشمنوں کے چنگل سے نکل آئیں گے۔"

میں یقین نہیں کر سکتا تھا۔ اس بار جو آندھی آ پڑی تھی، اس سے بچ نکلنا اتنا آسان نہیں تھا۔ میں نے بستر سے اٹھ کر دروازے کو کھول دیا۔ وہ سب مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "میں خواہ مخواہ ہنسنے لگا تھا۔ تم لوگ پریشان ہو گئے۔ جاؤ، آرام کرو۔ میں نارمل ہوں۔"

میں نے دروازے کو بند کر دیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا نارمل نہیں ہوں۔ کسی وقت پھر اندر سے قہقہہ اُبھرے گا اور میں اپنے آپ میں نہیں رہوں گا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ انسان مسلسل کامیاب ہوتا رہے تو ناکامیوں کو بھول جاتا ہے۔ یہ ٹریجڈی یاد ہی نہیں رہتی کہ ناکامیوں سے دل کس طرح ٹوٹ جاتے ہیں۔ آدمی بے دست و پا ہو جاتا ہے۔ دماغ سوچنے کے قابل نہیں رہتا۔

ایک طویل عرصے کے بعد مجھے ایسی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا جس کی میں کبھی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے یقین دلایا گیا تھا کہ صبح تک میرے تمام لوگ دشمنوں کے چنگل سے نکل آئیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ان کا تو سراغ ہی نہیں ملا، صبح سے دوپہر ہو گئی۔ دوپہر کے تین بجے میں برٹش ایئرویز کے طیارے میں آ کر بیٹھ گیا۔ اب میرا سفر لندن کی طرف شروع ہو رہا تھا لیکن دل اور دماغ کی ایسی حالت تھی جیسے طیارہ پرواز کرے گا تو مجھے اس کی پرواز اور رفتار پر اعتماد نہیں ہوگا کہ وہ مجھے جلد سے جلد میرے اپنوں تک پہنچائے گا۔ ہو سکتا ہے، یہ طیارے سے چھلانگ لگا دوں۔ اگرچہ یہ احمقانہ خیال تھا لیکن میرے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ میرا دماغ میرے قابو سے باہر ہو رہا تھا۔ صبح سے میں نے خیال خوانی بھی نہیں کی تھی۔ تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ایک شیخ الفارس رہ گئے تھے۔ میں نے ان سے بھی رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ کیوں کہ وہ بھی کچھ مجبور سے لگ رہے تھے۔

"میں نے سوچ رکھا تھا شیخ الفارس کو کوئی اطلاع دینا ہوگی تو وہ اپنے ادارے کے آدمیوں کے ذریعے اہم خبر پہنچائیں گے۔ ان کے آدمی یعنی اعلیٰ بی بی کے چار ماتحت اس وقت بھی میرے ساتھ طیارے میں سفر کر رہے تھے مگر مجھ سے دور دور تھے۔ پچھلی رات تھوڑی دیر کے لیے میری آنکھ لگی تھی لیکن ایسا خواب دیکھا تھا کہ فوراً ہی پاگلوں کی طرح ہنستے ہوئے بیدار ہو گیا تھا۔ اب طیارے میں ذرا آرام دہ سیٹ پر بیٹھنے کا موقع ملا تو نیند آنے لگی۔ آخر انسان کتنا جاگ سکتا ہے۔ خواہ اس پر کتنے ہی غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں، اسے ذرا سونا، ذرا کھانا پینا پڑتا ہی ہے۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی اور وہیں بیٹھے بیٹھے تھوڑی دیر کے لیے سو گیا۔

لیکن میں زیادہ دیر نہ سو سکا، فوراً ہی آنکھ کھل گئی۔ میرے پاس بیٹھا ہوا شخص میرا ہاتھ پکڑ کر جھنجوڑ رہا تھا۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ اس نے کہا "آنکھیں کیوں دکھاتے ہو۔ یہ جہاز ہے، تمام مسافروں کے لیے ہے۔ تنہا تمھارے لیے نہیں کہ خراٹے لیتے رہو۔"

میں نے غرا کر پوچھا "میرے سونے سے تمھارا کیا بگڑتا ہے؟"

"مجھے تمھارے سونے پر نہیں، تمھارے خراٹوں پر اعتراض ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے ایک اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ ایک دم سے چکرا گیا۔ تھوڑی دیر تو گم صم بیٹھا رہا پھر اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ غصے سے گالیاں بکنے لگا۔ میں نے پھر اس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دوسری سیٹ پر بیٹھی ہوئی عورت کی گود میں گر گیا۔ جہاز میں تھوڑی دیر کے لیے ہلچل سی مچ گئی۔ فوراً ہی اعلیٰ بی بی کے ماتحتوں نے آ کر مجھے پکڑ لیا۔ سمجھانے لگے "مسٹر! آخر بات کیا ہے، ہم سارا معاملہ نمٹا لیں گے۔ آپ سکون سے اطمینان سے بیٹھیں۔"

دو ماتحت مجھے پکڑ کر میری سیٹ پر لے آئے۔ باقی اس شخص کو سنبھال رہے تھے جو مجھ سے مار کھا چکا تھا۔ طیارے کے مسافر بڑبڑا رہے تھے۔ مجھے غصے سے دیکھ رہے تھے۔ اسٹیورڈ نے آ کر مجھ سے کہا "مسٹر! آپ کو ایسی حرکت نہیں کرنا چاہیے تھی۔"

میں نے کہا "کیا اس مسافر کو یہ زیب دیتا ہے کہ میرے سونے کے دوران میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جھنجوڑ ڈالے اور اول فول بکنے لگے۔"

وہ غصے سے بولا "میں نے تم سے کوئی غلط بات نہیں

کی تھی۔"

"کیا میں پاگل ہوں۔ خواہ مخواہ میرا دماغ خراب ہوگیا ہے کہ میں نے تم پر ہاتھ اٹھا دیا؟"

بات بہت بڑھ گئی تو... ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈ نے دوسرے مسافروں کے تعاون سے معاملے کو رفع دفع کر دیا۔ وہ مسافر میرے پاس بیٹھنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اعلیٰ بی بی کے ایک ماتحت نے اپنی سیٹ کی پیش کش کی۔ وہ اُدھر چلا گیا اور یہ ادھر آکر بیٹھ گیا۔ پہلے تو اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔ "سر! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

"ہاں، مجھے کیا ہوا ہے؟"

"جی، کچھ نہیں۔ اگر آپ میرے خوردے کو اہم سمجھیں تو یہ سفر ملتوی کر دیں۔"

"میں لندن جاؤں گا۔"

"لیکن سر....."

میں نے ڈانٹ کر کہا۔ "بکواس مت کرو۔ کیا میں تمہیں پاگل نظر آرہا ہوں؟"

تمام مسافر پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ اعلیٰ بی بی کے ماتحت نے جھینپ کر اِدھر اُدھر دیکھا پھر مسکراتے ہوئے کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں۔ سب ٹھیک ہے، بالکل ٹھیک ہے۔"

میں نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ تھوڑی دیر آنکھیں بند کر کے پڑا رہا پھر سوچنے لگا، مجھے کیا ہو گیا تھا۔ کیا ضروری تھا کہ میں اپنے پاس بیٹھے ہوئے مسافر پر ہاتھ اٹھا دیتا۔ اگر اس نے مجھے نیند سے اٹھایا تھا تو میں ہمیشہ کی طرح زندہ دلی کا ثبوت دے سکتا تھا۔ اس کی اس حرکت کو مذاق میں اڑا سکتا تھا لیکن میری وہ زندہ دلی کہاں مر گئی؟ میں ایسا کیوں ہو گیا؟

میں نے سر اٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ کچھ مسافر عورتیں اور مرد اب بھی مجھے دیکھ رہے تھے اور کچھ سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔ یقیناً میرے ہی متعلق باتیں کر رہے ہوں گے۔ جی چاہا، خیال خوانی کروں۔ پھر دماغ میں بات آئی کہ جس شخص سے لڑنے کے بعد میں پاگل، بے ادب اور غیر مہذب مسافر سمجھا جا رہا ہوں تو کیوں نہ میں اسی کو پاگل ثابت کر دوں؟

یہ سوچتے ہی میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے وہاں سے اٹھا دیا۔ چیخ کر کہنے پر مجبور کیا۔ "ابے او مسافر کے بچے! تُو مجھے کیا سمجھتا ہے۔ میں ابھی تیرا سر توڑ سکتا ہوں۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بڑی نرمی سے کہا۔ "آپ میرے بڑے بھائی ہیں۔ آپ میرا سر توڑ سکتے ہیں۔ میری جان لے سکتے ہیں۔ میں پہلے بھی آپ کو سمجھا رہا تھا، آپ نہیں مان رہے تھے۔ آپ کے مجبور کرنے پر میرا ہاتھ اٹھ گیا اور تمام مسافر مجھے پاگل اور غیر مہذب سمجھ رہے ہیں۔ پلیز، آپ تو مہذب ہونے کا ثبوت دیں۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ پر پھر قابض ہوا۔ اس نے مجھے گالی دی۔ میں نے تمام مسافروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بھئی، کوئی انھیں قابو میں کرے۔ میں تو خاموش ہوں۔ میں لڑنے والا آدمی نہیں ہوں۔"

اچانک ہی تمام مسافروں کی ہمدردیاں مجھے حاصل ہو گئیں۔ سب اسے بُرا بھلا کہنے لگے۔ میں اپنی جگہ بیٹھ کر مسکرانے لگا۔ مجھے اتنی دیر کے بعد خوشی ہو رہی تھی۔ یہ انسانی فطرت ہے، جب کوئی کسی شہ زور سے مار کھا کر آتا ہے تو کسی کمزور پر غصہ اتار کر اس کی کمی پوری کرتا ہے اور خوشی محسوس کرتا ہے۔ یہی حال میرا تھا۔ میں بھی شہ زوروں سے مات کھایا ہوا تھا اس لیے ایک کمزور کو شکست دے کر اسے غیر مہذب ثابت کر کے خوش ہو رہا تھا۔

بہر حال وہ سفر تمام ہوا۔ رات کو ہم لندن پہنچے۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے سے آنے والے لوگوں کے لیے چند رہائش گاہیں تھیں۔ میں نے ایک رہائش گاہ میں قیام کیا۔ وہ رات بھی گزر گئی۔ میں نے شیخ الفارس سے پوچھا۔ "کیا ہوا۔ چالیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ کچھ تو سراغ ملا ہوگا؟"

انھوں نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے فرہاد، ہمیں اب تک سراغ نہیں مل سکا۔ تمھیں صبر کرنا چاہیے۔ میں پھر کہوں گا، حوصلے سے کام لو۔"

"آپ پچھلے چالیس گھنٹے سے یہ کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ کسی ایسے شخص کو صبر کرتے ہوئے اور حوصلہ رکھتے ہوئے دیکھ چکے ہیں جس کا پورا خاندان ایک ساتھ کسی گھر میں جل مرا ہو یا ایک ساتھ کسی دریا میں ڈوب گیا ہو یا ظالموں نے ایک ہی رات میں پورے خاندان کے افراد کو قتل کر دیا ہو اور ایک صبر کرنے والا زندہ رہ جائے تو کیا اسے صبر آجاتا ہے؟"

"جو بات میں تمھیں سمجھانا چاہتا ہوں، وہ تم کہہ رہے ہو۔ یقیناً ہماری دنیا میں ایسے المیہ واقعات ہوتے ہیں کہ ایک ہی رات میں ایک ہی خاندان کے بے شمار افراد قتل کر دیے جاتے ہیں یا ایک ہی خاندان کے تمام افراد دریا میں ڈوب مرتے ہیں یا ایک ہی گھر میں جل کر سب مر جاتے ہیں۔ اور بھی

کئی طرح کے واقعات ہوتے ہیں۔ ان میں سے جو زندہ بچ جاتا ہے اسے صبر کرنا پڑتا ہے۔ وہ نہ کرے تب بھی اسے زندہ رہنا پڑتا ہے اور اپنے لوگوں کے مر جانے کے بعد خود زندہ رہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ زندہ رہنے والا صبر کر رہا ہے، مشیت ایزدی کے سامنے سر جھکا رہا ہے۔ سر نہیں جھکائے گا تو اس دنیا میں نہیں رہے گا۔ بہت سے لوگ جذباتی ہو کر ان حالات میں خودکشی کر لیتے ہیں یا پاگل ہو جاتے ہیں۔ اس میں دنیا والوں کا کیا بگڑتا ہے جنھوں نے مظالم ڈھائے ہیں، وہ تو خوش ہوں گے۔ دشمنوں نے وادیٔ قاف پہنچ کر رسونتی، اعلیٰ بی بی وغیرہ کو اغوا کیا ہے وہاں..... انھوں نے تمھیں بھی تلاش کیا ہوگا اور تم انھیں نہیں ملے۔ اب وہ چاہتے ہیں کہ تم ان حالات میں پاگل ہو جاؤ۔ دماغی توازن کھو بیٹھو اور اس طرح بے اختیار خود کو ظاہر کر دو۔ کیا تم دشمن کی چال میں آنا چاہتے ہو؟"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ وہ دشمن میری نظروں میں آجائے، آخر کس نے ایسا کیا ہے؟"

"یہ تو تمھی ہر دشمن کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر سکتے ہو۔"

"میں معلوم کرتا رہا ہوں۔ شیبا کا باپ قتل ہو چکا ہے، اب اس کی ماں کی باری ہے۔ ابھی اس کے گھر میں ماتم ہے۔ وہ کسی طرف دھیان نہیں دے رہی ہے اور نہ ہی اسے ماسٹر کی وغیرہ کی جانب سے ایسی کوئی اطلاع ملی ہے کہ رسونتی وغیرہ جتنے بھی اہم مہرے ہیں، سب کے سب کسی کے قبضے میں آگئے ہیں، سارے دشمن خاموش ہیں اور جن دشمنوں کے دماغوں میں میں پہنچ چکا ہوں، ان کا ہاتھ اس معاملے میں نہیں ہے۔"

شیخ الفارس نے کہا۔ "یہی تو حیرانی کی بات ہے۔ سونیا اور سونتی جیسی قوتوں کو کسی نے اپنی مٹھی میں کر لیا ہے اور اتنی اہم بات کسی کی گفتگو کا موضوع نہیں بن رہی ہے۔"

"میں نے یہ کب کہا ہے کہ یہ موضوع زیر بحث نہیں ہے۔ سبھی جانتے ہیں۔ ربی اسفندیار کو یہ معلوم ہو چکا ہے۔ ماسکو میں تمک اطلاع پہنچ چکی ہے۔ جتنی دہشت گرد تنظیموں کے سربراہ ہیں، وہ سب جانتے ہیں۔ ان سب کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ سونیا رسونتی، اعلیٰ بی بی، مرجانہ، ٹارٹر بلا، لیلیٰ، سیماب سبھی کو کسی نامعلوم بلا نے نگل لیا ہے۔ وہ بلا کون ہے، یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ ہماری طرح ہمارے دشمن بھی حیران ہیں۔"

شیخ الفارس نے کہا۔ "اپنے ساتھیوں میں سب کا نام لے رہے ہو تم..... اس کا ذکر نہیں کیا۔"

میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر میں نے کہا۔ "میں کس زبان سے کہوں کہ مجھے شبانہ کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ میری سوچ کی لہریں وہاں جاتی ہیں مگر تاریکی اور موت کا سناٹا ہی ملتا ہے۔"

"اوہ خدایا! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"جو کچھ بھی ہو رہا ہے، کسی انجانے دشمن کی طرف سے ہو رہا ہے۔ کوئی ایسا نامعلوم دشمن ہے جو شہ زور بھی ہے اور بہت ذہین اور چالاک بھی۔ وہ نہ جانے کتنے عرصے سے ہمارے خلاف ایک منظم منصوبہ بناتا آرہا ہے اور اب اس پر عمل کر کے کامیاب ہو چکا ہے۔"

"بے شک، اس نے صرف ہمیں ہی نہیں، ہمارے سابقہ تمام دشمنوں کو بھی حیران اور پریشان کر دیا ہے۔ ویسے وہ جو کوئی بھی ہے، زیادہ عرصے تک چھپ نہیں سکے گا کیوں کہ صرف ہم اسے تلاش نہیں کر رہے ہیں، ہمارے دشمنوں کو بھی یہ جستجو ہے، وہ کون ہے؟ اسے بے نقاب کرنا چاہیے۔ لہٰذا وہ بھی اسے تلاش کریں گے۔ یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ سونیا اور رسونتی وغیرہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا ہے یا وہ نامعلوم شخص ان تمام اہم مُہروں کے ذریعے فرہاد علی تیمور کو اپنی مٹھی میں رکھنا چاہتا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "آپ کس منصوبے پر عمل کر رہے ہیں؟"

"ہم مجرموں کے اس حلقے کی طرف زیادہ توجہ دے رہے ہیں جن کا تعلق میڈیکل سے ہے اور جو قانونی یا غیر قانونی طریقوں سے لوگوں کو کوما میں رکھتے ہیں پھر ان کے جسمانی اعضا کو فروخت کر کے بھاری رقومات حاصل کرتے ہیں۔"

"آپ لندن میں میرے لیے ایک لاکھ پونڈ فراہم کر دیں، میں اپنے طور پر کچھ کرنے جا رہا ہوں۔"

میں نے ان سے رابطہ ختم کر دیا۔ ڈاکٹر شیفرڈ کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ وہ خوش ہو کر بولا۔ "اچھا تو اتنے دنوں بعد میری یاد آرہی ہے۔"

"میں لندن میں ہوں۔ مجھے اپنے بارے میں ایک میڈیکل رپورٹ کی ضرورت ہے۔ جس میں یہ لکھا ہو کہ میرے گردے ناکارہ ہو گئے ہیں۔ میرا موجودہ نام رومیو کا ستر و ہے۔ آپ میرا پتا نوٹ کر لیں۔"

میں نے انھیں اپنا پتا لکھوا دیا۔ انھوں نے کہا۔ "آج شام تک رومیو کا ستر و کے متعلق میڈیکل رپورٹ تمھیں مل جائے گی۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کے ایک ماتحت سے کہا۔ "یہاں کے تمام اخبارات میں یہ اشتہار شائع کراؤ کہ جو رومیو کاسترو کو اپنے گرگے دے گا اُسے پچاس ہزار پونڈ دیے جائیں گے۔"

یہ درست ہے، انسان پر خواہ کتنے ہی غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں، اُسے اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے صبر کرنا ہی پڑتا ہے۔ تمام مصائب کو جھیلنا پڑتا ہے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ میں صبر کر رہا تھا مگر اندر ہی اندر لاوا اُبلتا جا رہا تھا۔ میرا جی چاہتا تھا، کوئی مجھ سے بات نہ کرے۔ کسی کی آواز سنتا تو اسے مار نے کو دل چاہتا تھا۔ میں سمجھ رہا تھا میرا دماغ بے قابو ہونا چاہتا ہے اور میں اسے قابو میں رکھ رہا تھا۔ اپنے آپ کو بہلانے کے لیے میں نے ٹی وی کو آن کیا۔ ٹی وی اسکرین پر ایک ڈراما ئی منظر تھا۔ ایک لڑکی دہشت سے چیخ رہی تھی، مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ ایسے وقت پتا نہیں کیوں مجھے بڑا سکون محسوس ہوا۔ اسے چیختے ہوئے دیکھ کر اس پر ظلم ہوتے دیکھ کر مجھے عجیب سی طمانیت کا احساس ہو رہا تھا جیسے میں اس لڑکی پر حملہ کر رہا ہوں اور صرف اس لڑکی پر نہیں بلکہ دنیا کے تمام لوگوں کو اسی طرح دہشت زدہ کر رہا ہوں۔ انھیں اذیتیں دے رہا ہوں اور اپنے عزیز لوگوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا انتقام لے رہا ہوں۔

میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر وحشیانہ انداز میں ٹی وی اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔ اس لمحے ایک ہیرو اس لڑکی کی مدد کے لیے پہنچ گیا تھا۔ مجھے بہت غصہ آیا۔ میں نے فوراً ہی ایک گلدان اٹھا کر اسکرین پر دے مارا۔ میں نہیں چاہتا تھا، کوئی اسے بچائے۔ ظلم ہوتا ہے، ہونے دیا جائے۔ اب مجھے کسی سے ہمدردی نہیں تھی۔ میں نے بہت ہمدردیاں کیں، بہت نرمی اور محبت سے کام لیتا رہا۔ اب میں وہ نہیں ہوں۔ میں محسوس کر رہا تھا، میں تبدیل ہو رہا ہوں۔ اندر ہی اندر مجھ میں انقلابی تبدیلی آ رہی ہے اور یہ تبدیلی کسی وقت بھی آتش فشاں کی طرح میرے اندر سے پھٹ پڑے گی۔

ڈاکٹر شیفر ڈ نے اپنے وعدے کے مطابق میڈیکل رپورٹ بھجوا دی۔ مجھے وہ رات کسی طرح گزارنا تھی۔ صبح کے اخبارات میں اشتہارات شائع ہونے والے تھے۔ میں دل بہلانے کے لیے اپنی رہائش گاہ سے باہر لندن کی وسیع و عریض..... تفریح گاہوں میں جا سکتا تھا۔ کلبوں میں دل بہلا سکتا تھا لیکن میں اپنے آپ کو روک رہا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ باہر جاؤں گا تو کوئی جنونی حرکت کر بیٹھوں گا۔

کسی طرح وہ رات بھی بے چینی سے گزر گئی۔ میرے اپنوں میں سے کسی کی خیریت کی خبر نہیں ملی۔ شیخ الفارس کی تدابیر اور منصوبے ناکام ہو رہے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے کے تقریباً تمام افراد کیا مرد، کیا عورتیں، کیا جوان، کیا بوڑھے سبھی رشوتی، سونیا وغیرہ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ اپنی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہے تھے اور ناکام ہو رہے تھے۔

صبح دس بجے پہلا ٹیلیفون موصول ہوا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو، میں رومیو کاسترو بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "میں دی گریٹ ڈیلر کا لیگل ایڈوائزر بھی ہوں اور جنرل منیجر بھی۔ آپ کو مطلوبہ گرگے مل جائیں گے۔ آپ نے اخبارات میں ہماری توقع سے کہیں زیادہ معاوضہ دینے کا اعلان کیا ہے ہم آپ سے پہلی فرصت میں ملنا چاہتے ہیں، پلیز، ہم سے ملاقات کا وقت مقرر کریں۔"

"میں آج شام پانچ بجے آپ کے دفتر میں خود آؤں گا۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ پانچ منٹ کے بعد ہی پھر ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر اپنا نام بتایا۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "میں ہیومن پارٹس سپلائر کے دفتر سے بول رہا ہوں۔ آپ نے پچاس ہزار پونڈ دینے کا اعلان کیا ہے۔ جناب، اتنی رقم میں تو آپ کو بہت سے گرگے مل جائیں گے۔ اگر اجازت ہو تو میں ابھی آپ سے ملاقات کر دوں اور آپ کی مشکل آسان کر دوں۔ ہمارے ہاں آپ کی ضرورت کے مطابق گرگے دستیاب ہیں۔"

میں نے جواب دیا۔ "میں آج شام چھ بجے آپ سے ملاقات کرنے خود آپ کے دفتر آؤں گا۔ دیٹس آل۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ ٹیلیفون کے ذریعے دو اداروں کے دو افراد کی آوازیں سن چکا تھا۔ ان کا لب و لہجہ ذہن نشین کر چکا تھا۔ اب ان کے دماغوں میں پہنچنا چاہتا تھا پھر ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر دہی کاروبار کرنے والے تیسرے ادارے کے ایک فرد کی آواز سنی۔ وہ بھی حیرانی سے کہہ رہا تھا۔ "جناب رومیو کاسترو صاحب، یہ تو بہت بڑی رقم ہے۔ دیکھیے، آپ کو زیادہ سے زیادہ دو گرگوں کی ضرورت ہو گی۔ میں اپنا ایک گرگہ دے سکتا ہوں۔ میرے چھ بیٹے ہیں، بلوں سمیت، میں اپنے خاندان کے تمام گرگے آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔ فرمائیے، کب ملاقات کریں۔"

"میں شام کو سات بجے خود آپ کے دفتر میں ملاقات کرنے آؤں گا۔ دیٹس آل۔"

میں نے پھر ریسیور رکھ دیا۔ اس کے بعد ٹیلیفون کا سلسلہ

رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ انگلینڈ بہت امیر ملک ہے دنیا کا خواہ کوئی بھی امیر ملک ہو، وہاں غریبوں، محتاجوں اور مجبوروں کی اکثریت ہوتی ہے۔ میں نے ٹیلیفون پر کتنے ہی لوگوں کو روتے اور گڑگڑاتے سنا اور وہ فریاد کر رہے تھے، مجھ سے التجا کر رہے تھے کہ میں ان کے گرگے خرید لوں اور رقم انھیں دے دوں۔ یہ ہماری دنیا کیسی دنیا ہے۔ ہم نے اپنے ہی جیسے مجبور انسانوں کو قصائیوں کی منڈی میں لا کر کھڑا کر دیا ہے اور انسان اپنی ضرورت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے دل، اپنے دماغ، اپنی آنکھیں اور اپنے گردے فروخت کر رہا ہے۔

میں نے ٹیلیفون پر مجبوروں کی فریاد سننے کے لیے اعلیٰ بی بی کے ایک ماتحت کو وہاں بٹھا دیا۔ دوسرے کمرے میں پہنچ کر خیال خوانی کا ارادہ تھا۔ اگرچہ مجھے مجبوروں اور مظلوموں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ بلکہ میں کسی سے بھی کوئی لگاؤ رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ تاہم اعلیٰ بی بی کے ماتحت کو سمجھا دیا تھا، اگر کوئی ایسا شخص رابطہ قائم کرے جو مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے نام نہاد ڈاکٹروں کو جانتا ہو تو مجھے فوراً اطلاع دے۔

ابھی میں اپنے کمرے میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ اس ماتحت نے آ کر کہا۔ "ایک شخص فون پر دیوانے کی طرح باتیں کر رہا ہے۔ پچاس ہزار پونڈ کی پیش کش پر ہمیں گالیاں دے رہا ہے۔"

میں فوراً ہی دوسرے کمرے میں آیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو میں رومیو کاسترو بول رہا ہوں۔"

اس نے رومیو کاسترو کو ایک زبردست گالی دی پھر کہا۔ "میں تم سب لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ ارے تم انسان ہو یا انسانوں کے دلال؟ اب تک یہی سننے میں آیا تھا کہ مجبور عورتیں اپنا جسم فروخت کرتی ہیں۔ مگر تم لوگ عورتوں، مردوں، بوڑھوں اور بچوں کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قصائی کی طرح بازار لگاتے ہو۔ تم لوگ قصائیوں سے برتر ہو، ذلیل ہو، کمینے ہو۔"

میں نے قہقہہ لگایا۔ وہ اور چیخ چیخ کر گالیاں دینے لگا۔ میرے قہقہے اتنی ہی بلند آواز سے گونجنے لگے۔ اعلیٰ بی بی کے ماتحت آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگے۔ ایک نے قریب آ کر میرے ہاتھ سے ریسیور لے کر اُسے کریڈل پر رکھ دیا۔ دوسرے نے بڑی تشویش سے کہا۔ "سر! ہوش میں آئیے۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟"

ہاں مجھے کچھ ہو گیا تھا۔ یا کچھ ہوتا جا رہا تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اُن اداروں تک پہنچنا چاہتا تھا لیکن وحشیانہ انداز میں گالیاں دینے والے شخص نے متوجہ کر لیا تھا۔ مجھے اُس سے کوئی ہمدردی نہیں تھی، وہ جتنا چیخ رہا تھا اور گالیاں بک رہا تھا، مجھے اس کی حالت پر اتنی ہی ہنسی آ رہی تھی۔ میں چاہتا تھا، وہ اور تڑپے اور چلاتا رہے۔"

میں اُسی چلانے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا میں اسکی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اسکا نام رابرٹ اسٹینلے تھا۔ وہ کوئلے کی کان میں مزدور تھا۔ ترقی کرتے کرتے سپر وائزر بن گیا تھا۔ اسے ہفتے میں جو تنخواہ ملتی تھی، وہ اخراجات کے لیے پوری نہیں پڑتی تھی، میری بلا سے وہ کتنا ہی مجبور اور بے بس ہو۔ اُس کے بدترین حالات پر مجھے خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ میرے اندر عجیب سی تبدیلی پیدا ہو رہی تھی۔ میں دہشت پسندی اور اذیت رسانی کو پسند کرنے لگا تھا۔

میرے اندر یہ خواہش اُبھرتی تھی کہ جو ٹرجڈی میرے ساتھ ہوئی ہے، اُس سے زیادہ ٹریجڈی دوسروں کے ساتھ ہو۔ لوگ مجبور ہوتے رہیں اور ظلم سہتے رہیں۔ آخر میں بھی تو ظلم سہتا جا رہا ہوں۔ میرے تمام چاہنے والوں کو نہ موت آ رہی ہے، نہ زندگی مل رہی ہے۔ اور نہ ہی اُن کا سراغ مل رہا ہے کہ وہ زمین پر ہیں یا آسمان پر؟

جو مجھ پر بیت رہی ہے، اُسے لوگ دیکھ سکتے ہیں، سمجھ سکتے ہیں، میرے حالات پڑھ سکتے ہیں۔ مگر میرے اندر جھانک کر میرے کرب کو اور میرے اذیت ناک صدمات کو کبھی سمجھ نہیں سکتے۔

رابرٹ اسٹینلے کو پانچ ہزار پونڈ کی ضرورت پڑ گئی تھی۔ وہ اتنا قرض دار تھا کہ رقم نہ لٹنے پر قرض دینے والے اُسے زندہ نہ چھوڑتے۔ وہ جُوا کھیلنے کا عادی تھا۔ اس کی ایک بہن اور بوڑھے والدین تھے۔ وہ سب سے الگ رہتا تھا۔ بہن کہیں ملازمت کرتی تھی۔ بوڑھے ماں باپ اپنا گزارا کسی طرح کر لیتے تھے۔ یوں بھی مغربی سماج میں بیٹا جوان ہو کر بیوی کے ساتھ رہتا ہے۔ ماں باپ کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہنے کا رواج نہیں ہے۔

بہر حال اُسے اتنی بڑی رقم کہیں سے نہ مل سکی۔ اُس کے دوست جیکی نے کہا۔ "اگر تم اپنے جسم کا کوئی حصہ فروخت کرنا چاہو تو خاصی رقم مل جائے گی۔"

اس نے پوچھا۔ "مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

"ہماری دنیا میں ایسے بے شمار مریض ہیں، جو صحت مند جسمانی اعضاء سے محروم رہتے ہیں۔ کسی کی بینائی چلی جاتی ہے، وہ دوسروں کی آنکھیں خریدنا چاہتا ہے۔ کسی کا دل صحیح طور پر کام نہیں کرتا، وہ تبدیلیٔ قلب کا خواہاں ہوتا ہے۔ کسی کے گردے خراب ہوتے ہیں، وہ کسی دوسرے کے گردے ہر قیمت پر لینا چاہتا ہے۔ اگر تم اپنا ایک گردہ فروخت کرنا چاہو تو شاید تمہیں پانچ ہزار پونڈ مل جائیں۔"

رابرٹ سوچنے لگا۔ جیکی نے کہا "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ انسان کے دو گردے ہوتے ہیں، اگر ایک نکل جائے پھر بھی وہ طبعی عمر تک زندہ رہتا ہے۔"

جیکی اسے ڈاکٹر ہیرالڈ کے پاس لے گیا۔ ڈاکٹر نے کہا "اگر تم ضرورت مند ہو تو میں تمہاری ہر ضرورت پوری کر سکتا ہوں۔ فی الحال ہمیں گردوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم قانونی طور پر معاہدہ کرو کہ میری ضرورت کے وقت اپنا ایک گردہ راضی خوشی میرے مریض کو دو گے تو میں ابھی تمہیں پانچ سو پونڈ پیشگی دے سکتا ہوں۔"

"ڈاکٹر! پانچ سو سے میرا کام نہیں چلے گا۔"

"میں اس سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ ہاں اگر تم اپنی رضامندی سے یہ وصیت لکھ دو کہ مرنے کے بعد اپنا دل، اپنی آنکھیں ضرورت مند افراد کو عطیے کے طور پر دینا چاہتے ہو اور اس وصیت پر عمل کرنے کا حق تم مجھے دو گے تو میں تمہیں مزید پانچ سو پونڈ دوں گا۔"

"ایک ہزار پونڈ سے بھی میری ضرورت پوری نہیں ہوگی۔"

"تمہیں کچھ روز انتظار کرنا پڑے گا۔ ہمارے ہاں ضرورت مند آتے رہتے ہیں۔"

اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ڈاکٹر نے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف کی گفتگو سنی۔ پھر کہا "ہاں، ضرور انتظام ہو سکتا ہے۔ ہم آپ حضرات کی خدمت کرنے کے لیے ہی یہاں بیٹھے ہیں۔ پلیز ہولڈ آن کریں۔ میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر رابرٹ سے کہا "فٹ بال کا ایک کھلاڑی دو ہفتے پہلے آگ میں جل گیا تھا۔ اس کا بایاں پاؤں بُری طرح متاثر ہوا تھا۔ اب اس کا پاؤں ٹھیک ہو گیا ہے۔ مگر جلنے کا داغ بہت بدنما ہے۔ ڈاکٹر نے اُسے پلاسٹک سرجری کا مشورہ دیا تھا۔ سرجری کے لیے کسی مُردے کی جلد کاٹ کر کھلاڑی کے پاؤں کی جلد سے میچ کرائی جاتی۔ طبی رپورٹ کے مطابق جس مُردے کی جلد اس سے میچ کرتی، وہ اُسے لگا دی جاتی۔ مُردہ کھلاڑی اپنی ٹانگ سے کسی مُردے کی جلد میچ کرانا نہیں چاہتا۔ لہٰذا اُسے کسی زندہ شخص کے جسم کی تھوڑی سی جلد چاہیے کیا تم اپنی جلد دے سکتے ہو۔ تمہیں دو سو پونڈ ملیں گے۔"

رابرٹ نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا "سب ملا کر میرے پاس بارہ سو پونڈ ہو جائیں گے۔ لیکن مجھے پانچ ہزار کی ضرورت ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا "ابھی تمہارے مطلب کا خریدار نہیں ہے۔ اتنی بڑی رقم نہیں مل سکے گی۔ ذرا ٹھہرو، میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور کے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا کر کہا۔ "میرے پاس ایسے لوگ ہیں جو بھاری معاوضہ لے کر اپنے جسم کی تھوڑی سی جلد دے سکتے ہیں۔ میں اپنے ایک آدمی کی میڈیکل رپورٹ حاصل کرنے والا ہوں۔ آپ اپنے کھلاڑی کی میڈیکل رپورٹ بھیج دیں۔ یہ اس سے میچ کرے گا تو اس کھلاڑی کا کام بن جائے گا۔"

ڈاکٹر نے ریسیور رکھ کر کہا "میں ایک پرچی لکھ کر دے رہا ہوں۔ اسے لے کر لیبارٹری جاؤ۔ وہاں تمہاری جلد کا ٹیسٹ ہو گا۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں، تمہاری جسم کی کھال اس کھلاڑی کی کھال سے میچ کرتی ہے یا نہیں؟"

"ڈاکٹر! میری مطلوبہ رقم کا کیا ہو گا؟"

"تم گردے کے سلسلے میں معاہدہ کرو گے، دل اور آنکھیں بعد از مرگ عطیہ دینے کی وصیت لکھو گے تو میں ایک ہزار پونڈ دوں گا۔ اگر تمہاری جلد اس کھلاڑی کے مطابق ہو گی تو دو سو پونڈ اور مل جائیں گے۔ اس کے بعد تمہیں انتظار کرنا ہو گا۔ ہو سکتا ہے آج کل میں کوئی تمہاری ضرورت پوری کرنے خود ضرورت مند بن کر آ جائے۔ پھر تمہاری مطلوبہ رقم مل جائے گی۔"

وہ معاہدے کے لیے تیار ہو گیا۔ ڈاکٹر ہیرالڈ نے کہا "میں وارننگ دیتا ہوں، اگر تم معاہدے کی خلاف ورزی کرو گے اور ضرورت کے وقت اپنا ایک گردہ دینے سے انکار کرو گے تو ہم تمہارے خلاف قانونی کارروائی کریں گے۔ چپ چاپ تمہیں ٹھکانے لگا دیں گے۔ ہم جتنے اچھے نظر آتے ہیں اتنے ہی بُرے بھی ہیں۔"

اس نے معاہدہ کر لیا۔ ایک ہزار پونڈ لے لیے۔ دوسرے دن اطلاع ملی، اس کی کھال فٹ بال کے کھلاڑی سے میچ کر رہی ہے۔ یوں اسے دو سو پونڈ اور مل گئے۔ بڑے آدمیوں کی بڑی باتیں ہوتی ہیں۔ وہ نامور کھلاڑی تھا۔ نیکر پہن کر میدان میں آتا تھا اور یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کو پسند کرنے والے پاؤں

کے عیب کو دیکھیں۔ اس عیب کو چھپانے کے لیے پتا نہیں اُس نے کتنی رقم ڈاکٹر ہیرالڈ کو دی ہو گی۔ رابرٹ کو صرف دو سو پونڈ ملے تھے اور وہ اسی میں خوش تھا۔

جواری ہمیشہ خوش نہیں رہ سکتا۔ ہر نئی بازی جیتنے کی خوش فہمی میں ہارتا رہتا ہے۔ وہ دو ہی دن میں بارہ سو پونڈ ہار گیا۔ جن سے پہلے قرض لیا تھا، ان کی پوری رقم ادا نہیں کی تھی۔ وہ پھر اس کے پیچھے پڑ گئے۔ اس نے ایک ہفتے بعد اپنے دوست سے پوچھا۔ "یہ اور کوئی ایسا ڈاکٹر نہیں ہے، جو مجھ سے دل گردے اور آنکھوں وغیرہ کا سودا کرے؟"

"رابرٹ! قمار بازی نے تمہیں اندھا کر دیا ہے۔ تم صرف رقم حاصل کرنے کے ناجائز ذرائع ڈھونڈتے ہو۔ اور جو رقم حاصل ہوتی ہے اُسے جوئے میں ہار جاتے ہو۔"

"میں تم سے نصیحت نہیں، رقم حاصل کرنے کا ذریعہ پوچھ رہا ہوں۔"

"اے عقل کے اندھے! تو ایک ڈاکٹر سے سودا کر چکا ہے۔ تیرے پاس ایک دل ہے۔ یہ عشق کا معاملہ نہیں کہ ہر لڑکی کو دیتا پھرے۔ ڈاکٹر ہیرالڈ کو معلوم ہو گا کہ تو نے ایک ہی دل کا سودا کسی دوسرے سے بھی کیا ہے تو اس کے آدمی تجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تیری بوٹی بوٹی بیچ کر اپنی دی ہوئی رقم سے کئی ہزار گنا منافع حاصل کر لیں گے۔"

"چلو دل نہ سہی، ہر انسان کے دو گردے ہوتے ہیں۔ میں نے ڈاکٹر ہیرالڈ سے ایک کا سودا کیا ہے۔ دوسرے گردے کا سودا کسی اور سے کر لوں گا۔"

"دونوں گردے بیچنے کے بعد زندہ رہ سکے گا؟"

"دونوں ایک ساتھ نہیں جائیں گے۔ ابھی تو صرف معاہدہ ہو گا اور ایڈوانس کی رقم ملے گی۔ جب کوئی خریدار آئے گا تو دیکھا جائے گا۔"

"رابرٹ! تو نے کبھی اپنے دوست فیٹی کی خبر لی؟"

"وہ طوطا چشم ہے، اُس نے مجھے رقم ادھار نہیں دی تھی۔"

"تجھے معلوم ہے، وہ رقم کہاں سے لایا تھا؟"

"جہنم میں جائے فیٹی۔ تم میرے مطلب کی بات کرو۔"

"پہلے فیٹی کے پاس چلو۔ پھر آگے بات ہو گی۔"

"رابرٹ جانا نہیں چاہتا تھا۔ مگر سوچ کر گیا کہ شاید کچھ کام بن جائے۔ جب وہ فیٹی کے ہاں پہنچے تو وہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے موٹاپے کے باعث تمام دوست اسے فیٹی کہتے تھے۔ اب وہ اتنا دُبلا ہو گیا تھا جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔ دوست نے کہا "فیٹی! میں اپنا رابرٹ بھی ڈاکٹر ہیرالڈ سے سودا کر چکا ہے۔ مزید رقم کے لیے کسی دوسرے سے بھی معاہدہ کرنا چاہتا ہے۔"

فیٹی نے کمزور لرزتے ہوئے ہاتھ سے رابرٹ کا ہاتھ تھام کر کہا "نہیں! ایسی غلطی نہ کرنا۔ ڈاکٹر ہیرالڈ سے جو رقم لے چکے ہو، کسی طرح اُسے واپس کر دو۔ وہ ڈاکٹر نہیں قصائی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟"

"سچ کہہ رہا ہوں۔ میں نے چھ ماہ پہلے اُس سے معاہدہ کیا تھا۔ اس کے چار ماہ بعد ڈاکٹر کے ایک مریض کو گردے کی ضرورت پڑ گئی۔ اس مقصد کے لیے آپریشن تھیٹر جانا پڑا۔ وہاں مجھے بے ہوش کر دیا گیا۔ میرے ساتھ کیا ہوا، میں نہیں جانتا۔ ہوش میں آنے کے بعد دو ماہ سے بستر پر پڑا ہوں۔"

"تمہیں کیا بیماری ہے؟"

"کوئی بیماری نہیں ہے۔ میں نے ایک ڈاکٹر سے علاج کرایا۔ اُس نے میری مکمل طبی رپورٹ حاصل کرنے کے بعد کہا "میرا ایک گردہ ہے اور وہ بھی ناقص ہے۔ میں نے ڈاکٹر کو یہ نہیں بتایا کہ دوسرا گردہ ڈاکٹر ہیرالڈ کے ذریعے کسی کو دے چکا ہوں لیکن میں یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ میرا دوسرا گردہ ناکارہ ہے۔"

"میڈیکل رپورٹ کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔"

فیٹی نے کہا "جب میں ڈاکٹر ہیرالڈ کے پاس پہلی بار گیا تو میڈیکل رپورٹ کے مطابق میرے دونوں گردے صحیح تھے۔ جب ہیرالڈ نے آپریشن کے بعد ایک گردہ نکال لیا تو دوسرے کو صحیح رہنا چاہیے تھا۔ پھر وہ ناکارہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

رابرٹ نے کہا "یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"سمجھنے کے لیے اور کیا رہ گیا ہے۔ اس قصائی نے میری بے ہوشی کے دوران دونوں گردے نکال لیے۔ اور اُن کی جگہ کسی مریض کے ناقص گردے کی پیوند کاری کر دی۔"

"اوہ گاڈ! تم نے ڈاکٹر ہیرالڈ کا گریبان نہیں پکڑا؟"

"ہمارا تمہارا کیا ہے، اس کے گریبان تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہ بظاہر ایک ڈاکٹر ہے۔ مگر چھٹا ہوا مجرم ہے۔ سنا ہے اُس کے آدمی ہم جیسوں کو پلک جھپکتے ہی غائب کر دیتے ہیں۔ پھر کسی دوا یا انجکشن کے ذریعے کو ما میں رکھتے ہیں اور بوقت ضرورت جسم سے مطلوبہ عضو نکال کر منگے داموں فروخت کر دیتے ہیں۔"

رابرٹ نے تھوک نگل کر پوچھا "کیا وہ میرے بھی دونوں گردے نکال لے گا؟"

"کیوں نہیں، ضرور نکالے گا۔ تم اس کے رشتے دار تو نہیں ہو۔ اور ہو بھی تو یہ سمجھ لو کہ منافع خور کسی کا رشتے دار نہیں ہوتا۔"

فیٹی سے باتیں کرنے اور اس کی حالت دیکھنے کے بعد رابرٹ کا خون خشک ہونے لگا تھا۔ اب تو ہر روز اُسے یوں لگتا جیسے آج ہی ڈاکٹر ہیرالڈ کا بلاوا آئے گا اور وہ کہے گا، "چلے آؤ رابرٹ! ایک مریض کو گردے کی ضرورت ہے۔ آپریشن تھیٹر میں پہنچو۔"

اور جب آپریشن تھیٹر میں اسے بے ہوش کیا جائے گا تو بے ہوشی کے دوران ایک کے بجائے دونوں گردے نکال لیے جائیں گے۔ وہ سوچتا تھا اور فکر میں مبتلا ہوتا تھا۔ کبھی دل میں خیال آتا، یہ ملک یہ شہر چھوڑ کر دور چلا جائے۔ مگر ملک سے باہر بھاگنے کے لیے بھی رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ خواہ کتنی ہی تھوڑی رقم کی ضرورت ہو۔ اگر یہ ہوتی تو وہ تاش کی ایک بازی نہ کھیل لیتا؟

آج سے دو دن پہلے اس کا بلاوا آگیا۔ ڈاکٹر ہیرالڈ کے ایک آدمی نے پیغام پہنچایا، "رابرٹ! کل صبح نہار منہ اسپتال پہنچو۔ ایک مریض کو گردے کی ضرورت ہے۔ تمھیں آپریشن تھیٹر لے جایا جائے گا۔ آج شام ڈاکٹر ہیرالڈ سے ملاقات کرو۔ تمھاری بقیہ رقم ساڑھے چار ہزار پونڈ ادا کر دیے جائیں گے۔"

رابرٹ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "جس مریض کو میرا گردہ دیا جائے گا وہ کہاں ہے؟"

"وہ بھی اسی اسپتال کے اسپیشل کمرہ نمبر دو میں ہے۔"

"مجھے اس کا نام معلوم ہونا چاہیے، جسے میں اپنے جسم کا ایک حصہ دے رہا ہوں۔"

رابرٹ نے اس مریض کا نام معلوم کیا۔ شام کو ڈاکٹر ہیرالڈ سے مل کر بقیہ رقم وصول کی۔ دوسری صبح اسپتال آنے کا وعدہ کیا پھر ایک قمار خانے میں پہنچ گیا۔ وہاں آدھی رات تک کھیلتا رہا۔ کبھی ہارتا رہا کبھی جیتتا رہا۔ پھر ایک بجے اسپتال پہنچ گیا۔ اُس نے کوشش کی کوئی اُسے پہچان نہ سکے۔ اس نے قتل کا جو منصوبہ بنایا تھا، اس میں دشواری تو ہوئی مگر وہ کامیاب رہا۔ اُس کا گردہ حاصل کرنے والا مریض ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔

رابرٹ کے سامنے یہی ایک راستہ تھا، وہ ڈاکٹر ہیرالڈ کے ہتھے نہیں چڑھنا چاہتا تھا۔ دوسری صبح معصوم بن کر اسپتال

پہنچا۔ ڈاکٹر نے گھور کر اُسے دیکھا۔ پھر کہا، "بڑے خوش نصیب ہو۔ جب سے تم نے معاہدہ کیا ہے، کوئی تمھارے گردے کا خریدار نہیں آیا۔ جو آیا وہ پچھلی رات قتل کر دیا گیا۔ تم تو ہمارے بھی باپ نکلے۔"

"جی، میں نہیں سمجھا۔"

"میں تمھیں اچھی طرح سمجھا دوں گا۔ پہلے قاتل کے خلاف ثبوت مٹنے دو۔ فی الحال ساڑھے چار ہزار پونڈ واپس کر دو۔"

"آپ نے یہ رقم واپس کرنے کے لیے نہیں دی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ مریض دنیا سے اٹھ جائے گا۔ میں پچھلی رات دو ہزار پونڈ ہار چکا ہوں۔ صرف ڈھائی ہزار رہ گئے ہیں۔"

ڈاکٹر نے اپنے غنڈوں کو اشارہ کیا۔ انھوں نے دونوں طرف سے آکر رابرٹ کو پکڑا پھر ایک جھٹکے سے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ اس کی تلاشی لی۔ تین ہزار پونڈ برآمد ہوئے۔ ڈاکٹر نے نوٹوں کو گننے کے بعد اپنے آدمیوں سے کہا، "اسے خوب پلاؤ اور حقیقت اگلواؤ۔"

"نہیں، میں نہیں پیوں گا۔ مجھے چھوڑ دو۔"

اُسے چھوڑ دیا گیا لیکن رہائی ملتے ہی اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا۔ وہ ذرا پیچھے گیا۔ پیچھے سے ایک لات پڑی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے کی طرف جھکتا ہوا ایک دروازے سے ٹکرایا۔ دروازہ کھل گیا۔ دوسری لات کھاتے ہی وہ کمرے کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں شراب و شباب کا اہتمام کیا گیا تھا۔

ڈاکٹر نے آگے کہا، "بے وقوف! اپنے شکار کی فطرت اور اس کے مزاج کو سمجھا کرو۔ رابرٹ عورتوں کا نہیں تاش کے پتوں کا دیوانہ ہے۔"

اُس نے تاش کی گڈی میز پر پھینکتے ہوئے کہا، "اسے کھلاتے جاؤ اور پلاتے جاؤ۔"

وہ کمرے سے چلا گیا۔ ایک غنڈے نے رابرٹ کو ایک سو پونڈ دیتے ہوئے کہا، "یہ تمھارے ہیں، واپس نہیں لیے جائیں گے۔ آؤ اور سو کے سو ہزار بنا دو۔"

رابرٹ کبھی پینے کے لیے نہ بیٹھتا مگر تاش کے پتے دل کھینچ رہے تھے۔ مُفت کے سو پونڈ مل گئے تھے۔ ایسے میں قسمت نہ آزمانا سراسر حماقت تھی۔ اُس نے سوچا، زیادہ کھیلے گا، تھوڑا پیسے گا۔ مگر کھیل شروع ہوا تو مقدر نے خوش کر دیا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اس نے سو کے ہزار پونڈ بنا لیے۔ وہ موڈ میں آکر پینے لگا۔ اتنی سی بات سمجھ میں نہ آئی کہ مخالف کھلاڑی جان بوجھ کر ہار رہے ہیں۔

ایک گھنٹے بعد وہ ہارنے لگا۔ انسان بھی عجیب ہے جب بازی مارتا ہے تو جشن منانے کے لیے پیتا ہے اور بازی ہارتا ہے تو غم غلط کرنے کے لیے شراب میں ڈوب جانا چاہتا ہے وہ بھی ڈوب گیا۔ مدہوشی کے عالم میں جانے کیا کچھ بکتا رہا۔ اس کے مخالف سوالات کرتے رہے، وہ سینہ ٹھونک ٹھونک کر شیخی سے جواب دیتا رہا۔ آخر کار نشے کی زیادتی نے اُسے بچا دیا۔

دوسری صبح آنکھ کھلی تو وہ ایک بستر پر پڑا ہوا تھا۔ وہ جگہ اس کے لیے نئی تھی۔ وہ سوچنے لگا۔ تب اُسے یاد آیا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہاں سے دروازے پر آیا۔ اُسے کھول کر جیسے ہی باہر قدم رکھنا چاہا ---- منہ پر گھونسا پڑا۔ وہ واپس کمرے میں آکر فرش پر گر پڑا۔ پھر چیخ کر کہنے لگا، "تم لوگوں نے مجھے جس بے جا میں رکھا ہے۔ تم لوگ ڈاکٹر نہیں، ڈاکو ہو۔ میں تمھارے خلاف قانونی کارروائی کروں گا۔ میں رپورٹ کروں گا۔ تمھارے خلاف قانونی کارروائی کروں گا۔ میں....."

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ دوسرے کمرے سے خود اپنی آواز سنائی دے رہی تھی۔ سمجھ میں آگیا کہ اُدھر ٹیپ ریکارڈر چل رہا ہے۔ کیسٹ سے اُس کی آواز ابھر رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہاں، میں سینہ ٹھونک کر کہتا ہوں میں نے اُسے قتل کر دیا اُس بے گردے ناکارہ تھے، اُسے مرنا چاہیے تھا۔ میرے گردے کام کر رہے ہیں۔ مجھے جینے کا حق ہے۔ مگر یہ کیسی دنیا ہے۔ دولت والے ہمارا حق چھین کر دل گردے خرید لیتے ہیں۔ گویا ہم جانور ہیں۔ نہیں جانور بھی نہیں ہیں۔ جانور کو تو ایک ہی نسل میں کاٹ کر فروخت کر دیا جاتا ہے۔ ہمیں قسطوں میں کاٹا جاتا ہے۔ کسی دن گردے کا خریدار آتا ہے، کسی دن کمال خریدنے والا آتا ہے۔ پھر ہماری موت کا انتظار کیا جاتا ہے۔ تاکہ اِدھر دم نکلے اُدھر ہمارا دل اور ہماری آنکھیں نکال لی جائیں۔"

کیسٹ آن تھا۔ وہ نشے میں بولتا جا رہا تھا۔ اُس نے یہ بھی کہہ دیا کہ کس طرح اسپتال میں داخل ہوا اور اس مریض کو کتنی چالاکی سے قتل کر کے چلا آیا۔ اب کیسٹ کے ذریعے اپنی زبان سے اپنا بیان سُن کر حلق خشک ہو رہا تھا۔ وہ فرش سے اٹھ کر گلے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا، "پانی۔"

ایک حسینہ دروازے پر آئی۔ اس کے ہاتھ میں جام چھلک رہا تھا۔ اس نے پیش کرتے ہوئے کہا، "پیو۔"

رابرٹ نے جام لیا اسے ہونٹوں سے لگایا۔ حسینہ نے کہا، "یہ زہر ہے۔"

اُس کے ہاتھ سے جام چھوٹ کر فرش پر چکنا چور ہو گیا۔ حسینہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ وہ آگے بڑھا پھر رک گیا۔ دروازے پر ڈاکٹر ہیرالڈ آگیا تھا۔ اس نے رابرٹ کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا، "جتنے ٹکڑے جام کے ہوئے، اتنے ہی تمھارے ہوں گے۔"

"تم.... مجھے معاف کر دو۔"

"مجھے سمجھاؤ، تمھیں معاف کیوں کیا جائے؟ کیا اس لیے کہ جس مریض سے مجھے تیس ہزار پونڈ کی آمدنی ہونے والی تھی اُسے تم نے قتل کر دیا۔ میں تمھیں پانچ ہزار دے رہا تھا۔ باقی پچیس ہزار کا منافع میرا تھا۔ تم نے مجھے ڈبو دیا۔ میں تمھیں معاف کیوں کروں؟ زندہ کیوں چھوڑ دوں؟"

"میں تمھارا نقصان پورا دوں گا۔ ایک کے بدلے دو گردے دے دوں گا۔ دل دے دوں گا، جان دے دوں گا۔"

"میرے ہاتھوں مرنے سے گھبرا رہے ہو۔ پھر جان کیسے دو گے؟"

"میں بے مقصد نہیں مرنا چاہتا۔ جب تک زندہ رہوں گا، میرے جسم کا ایک ایک حصہ تمھاری امانت رہے گا۔ تم جب بلاؤ گے، میں چلا آؤں گا۔ میں زیادہ رقم نہیں مانگوں گا۔ بس اتنا دے دینا کہ میں تھوڑی پی سکوں، تھوڑا کھیل سکوں۔"

"تم نہ بھی کہو، تب بھی تمھارے جسم کے ایک ایک حصے کا مالک میں ہوں۔ تم یہ شہر چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکو گے۔ یقین نہ ہو تو جاؤ آزما لو۔ میرے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"

ڈاکٹر ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ جانے لگا۔ ڈاکٹر نے پیچھے سے کالر پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے کہا، "یہ آواز جو کیسٹ میں ریکارڈ کی گئی ہے، یہ قانونی چارہ جوئی کے لیے ہے۔ مگر میں قانونی بکھیڑوں میں پڑنے والا آدمی نہیں ہوں۔ وقت ضائع کیے بغیر سزا سنا دیتا ہوں۔ آئندہ مجھے دھوکا دینا چاہو گے تو میرے آدمی کہیں بھی تمھیں گولی مار دیں گے۔"

اس نے کالر کو چھوڑ دیا۔ رابرٹ وہاں سے جان چھڑا کے چلا آیا۔ مگر جان نہیں چھوٹی تھی، ڈاکٹر کے بس میں تھی۔ وہ جب چاہتا اُسے ایک قصائی کی طرح پکڑوا کر آپریشن تھیٹر میں بلا لیتا۔ اس نے شہر چھوڑ دینے کے متعلق سوچا۔ یہ آزمانا مقصود تھا کہ ڈاکٹر کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں؟

واقعی ڈاکٹر ہیرالڈ پورے شہر میں شیطان کی آنت کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ رابرٹ جب بھی ایئر پورٹ، ریلوے اسٹیشن یا کنٹری سائیڈ جانے والی بسوں کے اسٹاپ پر پہنچتا تو ڈاکٹر کا کوئی نہ کوئی آدمی قریب سے گزرتا ہوا کہتا تھا، "تم منافع بخش جسم ہو، ہم تمھارے سائے میں ہیں، جہاں جاؤ گے ہمیں پاؤ گے۔"

وہ شہر سے باہر نہ جا سکا۔ اور شہر میں سکون غارت ہو

گیا تھا۔ برسوں تک جینے کی آس نہیں رہی تھی۔ وہ ہر رات اس خوف سے کروٹیں بدلتا رہتا کہ دوسری صبح بلاوا آئے گا۔ ڈاکٹر نے ٹھیک کہا تھا کہ وہ تقدیر کا دھنی ہے۔ موت ایک دن سے ضرور آتی ہے۔ مگر گاہک نہیں آرہا تھا۔ روز روز کے انتظار سے دہشت بڑھتی جارہی تھی۔ وہ کچھ خبطی ہوچلا تھا۔ ہر آہٹ پر چونکتا تھا۔ ہر بات پر غصہ دکھاتا تھا۔ شاید اسے ہر شخص قصائی نظر آنے لگا تھا۔

ایسے ہی وقت جب اُس نے اخبار میں میرا اشتہار پڑھا کہ مجھے ایک گردے کی ضرورت ہے اور میں پچاس ہزار پونڈ دینے کو تیار ہوں تو وہ غصے سے بھڑک گیا۔ پچاس ہزار میں تو ڈاکٹر ہیرالڈ اُس کے بدن کی بوٹی بوٹی بیچ دے گا۔ اسی غصے میں رابرٹ نے مجھے فون کیا تھا۔ اور جی بھر کے گالیاں بکتا رہا تھا۔

اُس نے ایک بوتھ سے فون کیا تھا۔ پھر رابطہ ختم ہوتے ہی وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ جب سے میرا اشتہار شائع ہوا تھا، وہ ایک جگہ ٹھہرتا نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ڈاکٹر ہیرالڈ اخبار پڑھتے ہی رومیو کا ستر و سے سودا کرے گا۔ پھر اسے آپریشن تھیٹر میں بلائے گا۔ اگر وہ انکار کرے گا تو غنڈے اسے اغوا کریں گے۔ اغوا کرنے میں ناکام رہے تو اُسے گولی مار دیں گے۔

ڈاکٹر ہیرالڈ کا تعلق "وی گریٹ ڈیلر" کے ادارے سے تھا۔ میں نے اس سے پانچ بجے شام کو ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس سے پہلے میں دماغی ملاقات کے لیے اس کے پاس پہنچ گیا۔ یہ لوگ بظاہر قانونی طور پر یہ کاروبار کرتے تھے۔ اگر کوئی راضی خوشی اپنے جسم کی تھوڑی سی کھال یا ایک گردے کا عطیہ دے تو قانون آڑے نہیں آتا تھا۔ لیکن اس ادارے کی آڑ میں قانون سے کھیلا جاتا تھا۔ یہ ایسے لوگوں کو اپنے خفیہ اڈے میں تبدیلیٔ اعضا کے لیے لے جاتے تھے، جو زندگی سے بیزار ہوتے، خودکشی کرنا چاہتے اور ہیرالڈ کے آدمیوں کے ہتھے چڑھ جاتے۔ یا کوئی ایسا شخص ہوتا جس کا کوئی پُرسانِ حال نہ ہو۔ یا کوئی بھٹکا ہوا پردیسی ہو تو ایسے افراد کو اغوا کر کے اپنا قیدی بنا لیتے تھے۔

قیدی خواہ کیسا ہی ہو، اسے پابہ زنجیر رکھنا پڑتا ہے یا آہنی سلاخوں کے پیچھے تنگ کوٹھریوں میں محدود کر دیا جاتا ہے۔ پھر مسلح گارڈز کا پہرہ لگانا بھی ضروری ہوتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر ہیرالڈ کے قیدی آزاد ہوتے تھے نہ انھیں زنجیروں میں نہ آہنی سلاخوں کے پیچھے رکھا جاتا تھا، نہ مسلح پہرہ بٹھایا جاتا تھا۔ ان قیدیوں کو صرف ایک انجکشن لگایا جاتا تھا۔ اس کے اثر سے ان کے جسم ساکت اور دماغ بے حس ہو جاتا تھا۔ وہ نہ حرکت کر سکتے تھے، نہ کچھ سوچ سکتے تھے۔ صرف دل کمزوری سے دھڑکتا رہتا تھا، نبض چلتی رہتی تھی، آنکھیں کھلی رہتی تھیں۔ ان میں بصیرت ہوتی تھی، بصارت نہیں ہوتی تھی۔ انھیں زندہ رکھنے کے لیے انجکشن کے ذریعے مخصوص غذا پہنچائی جاتی تھی۔ اس طرح وہ خفیہ سرد خانے میں پڑے رہتے تھے۔

میں نے اس کی سوچ میں رسوخی کا نام لیا۔ اس نے حیران سے سوچا: "کیا؟ یہ میرے دماغ میں ابھی کون سی بات آئی تھی؟ پوری بات نہیں صرف ایک لفظ تھا۔ وہ کیا تھا؟"

میں نے پھر اس کی سوچ میں ٹھہر ٹھہر کر کہا: "رسس... ون... تی۔"

"یہ لفظ میں نے کہیں پہلے بھی سنا ہے۔"

میں نے آہستگی سے کہا: "سو... فی... یا..."

وہ ایک دم سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ یہ نام اسے الیکٹرک شاک کی طرح لگا تھا۔ اس نام کے ساتھ ہی اُسے فرہاد علی تیمور یاد آیا۔ پھر وہ کسی پُراسرار ٹیلیفون کال کے مطابق سوچنے لگا۔ میں نے بڑے صبر سے اُس کے دماغ کو کریدنا شروع کیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ آج سے دس دن پہلے کسی نے فون پر رابطہ قائم کیا تھا اور کہا تھا: "ڈاکٹر ہیرالڈ! ہم نفیس اور تمھارے کاروبار کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس کاروبار کے حوالے سے ہمارے ایک شکار کو رکھنا چاہتا ہو تو منہ مانگا معاوضہ دیا جائے گا۔"

ہیرالڈ نے جواب دیا تھا: "پتا نہیں تم کس کاروبار کی بات کر رہے ہو۔ بائی دی وے ذرا بھی عقل رکھتے ہو تو روبرو آکر باتیں کرو۔"

"ہم جانتے ہیں، تم فون پر ایسے معاملات میں گفتگو نہیں کرو گے۔ ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم کسی کے سامنے نہیں آسکتے ہاں، ہمارا ایک کارندا تمھارے روبرو آکر سارے معاملات طے کر لے گا۔"

اسی شام دو ایشیائی باشندے اس سے ملنے آئے۔ اُس نے پوچھا: "تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟"

ایک نے ایک لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس میں ایک ٹائپ شدہ خط تھا۔ جس میں لکھا تھا: "ڈاکٹر ہیرالڈ! صبح فون پر گفتگو ہو چکی ہے۔ اس معاملے کو آگے بڑھانے کے لیے یہ نمائندے حاضر ہیں۔"

ہیرالڈ نے ان سے پوچھا: "تم کس ملک سے تعلق رکھتے ہو؟"

ایک نے جواب دیا: "ایشیا کا کوئی بھی ملک سمجھ لو۔ تم

ہم سے ہمارے باس کا اندازہ نہیں لگا سکو گے۔ اُس کے لیے دنیا کے ہر ملک کے مجرم پناہ لیتے ہیں اور اس کے لیے کام کرتے رہتے ہیں۔"

"تمھارا باس کیا چاہتا ہے؟"

"تمھارے سرد خانے میں اپنے ایک شکار کو کوما میں رکھنا چاہتا ہے۔"

"پہلے شکار کے تمام کوائف بیان کرو۔"

"کیا یہ ضروری ہے؟"

"بے شک۔ اگر تم کسی ایسے شخص کو سرد خانے میں پہنچاؤ جو میرے لیے دردِ سر بن جائے تو..."

"جب وہ کوما میں رہے گا تو دردِ سر کیسے بنے گا؟"

"ایک پتا اڑتا ہوا اندر آتا ہے، ہم اُسے باہر پھینک دیتے ہیں، یہ بھول جاتے ہیں کہ ہوا اس کے ساتھ آئی تھی۔ جن تک کسی نے مصیبت کو آتے نہیں دیکھا۔ جب وہ آجاتی ہے تب انکشاف ہوتا ہے۔"

آنے والے نے پوچھا: "فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہے؟"

ہیرالڈ نے جواب دیا: "میرا باپ سنتے سنتے مر گیا۔ اب میں سن رہا ہوں۔ گمان غالب ہے کہ ہماری اولادیں بھی سنتی رہیں گی۔"

"ہم اسی فرہاد کو یہاں پہنچائیں گے۔"

ہیرالڈ نے پہلے تو چونک کر انھیں دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا تم لوگ مجھے ٹیلی پیتھی کے سرد خانے میں پہنچانا چاہتے ہو؟"

"ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اسپتال میں زخموں سے چور ہے۔ خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ ہم کسی وقت بھی اسے پاکستان سے یہاں پہنچا سکتے ہیں۔"

"تم کسی دوسرے سرد خانے میں پہنچا دو۔ میرے ہاں ہاؤس فل ہے۔"

"ہم تمھیں منہ مانگا معاوضہ دیں گے۔"

"مسٹر! تمھارا باس شہ زور ہو گا، اسی لیے فرہاد کو شکار کرنا چاہتا ہے۔ میں دو چٹانوں کے درمیان سینڈوچ نہیں بنوں گا۔ بھاری معاوضے کے لالچ میں آنے سے بہتر ہے میں چھوٹے چھوٹے شکار کروں اور تھوڑا تھوڑا منافع حاصل کرتا رہوں۔ پلیز مجھے معاف کرو۔"

وہ دونوں جانے کے لیے اٹھ گئے۔ ایک نے کہا: "تم نے باس کے ذہین ہونے کی قدر نہیں کی۔ ابھی تو ہم جا رہے ہیں مگر جس لمحے تمھاری خدمات حاصل کرنا چاہیں گے، جبراً حاصل کر لیں گے۔ فی الحال تم اپنے کاروبار سے چلتے رہو۔"

وہ چلے گئے۔ اس کے بعد نہ وہ واپس آئے، نہ اُن کے باس نے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے ڈاکٹر ہیرالڈ کو غلط انداز کیوں کیا؟ یہ بات میری سمجھ میں آگئی۔ جن دنوں میں ساہوال کے اسپتال میں زخمی پڑا ہوا تھا اور خیال خوانی کی طاقت نہیں رہی تھی، دشمنوں کو یہ یقین تھا کہ وہ ملادام کمپیوٹر کی مدد سے مجھے اغوا کر لیں گے۔ پھر ایک سرد خانے میں پہنچا کر کوما میں رکھیں گے۔ اس طرح ٹیلی پیتھی سے نجات ملے گی۔ اور میرے ساتھی بھی مجھے تلاش کرتے کرتے دوران ایک ایک کر کے اُن کے ہاتھوں سرد خانوں میں پہنچ جائیں گے۔

وہ مجھے اغوا کرنے میں ناکام رہے تھے لیکن موقعے کی تاک میں تھے۔ میں اُن کے ہاتھ نہیں آیا، میرے تمام ساتھی آگئے۔ مگر وہ سب کون سے سرد خانے میں تھے؟ ڈاکٹر ہیرالڈ کا دماغ بتا رہا تھا کہ میرا کوئی ساتھی اس کے سرد خانوں میں نہیں ہے۔ فون پر باتیں کرنے والے پُراسرار باس نے پھر کبھی اس سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔

میں یہی کاروبار کرنے والے دوسرے ادارے کے منیجر کے پاس پہنچ گیا۔ اس منیجر نے اشتہار پڑھنے کے بعد مجھے فون کیا تھا۔ میں اس کے دماغ سے ہوتا ہوا اُس ادارے کے سب سے بڑے ڈاکٹر آر تھا کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے جو معلومات حاصل ہوئیں، وہ ڈاکٹر ہیرالڈ کی داستان سے مختلف نہیں تھیں۔ یعنی اُس سے بھی کسی پُراسرار باس نے سونیا کو سرد خانے میں لاکر رکھنے کی بات کی تھی۔ اس کے بعد یہ بات آگے نہیں بڑھی۔ سرجن فلیش کے اندر پہنچ کر میں نے معلوم کر لیا تھا کہ سونیا اور رسونتی وغیرہ اس کے سرد خانوں میں نہیں ہیں۔

میں نے تیسرے ادارے میں بھی معلومات حاصل کیں پھر اس نتیجے پر پہنچا کہ لندن کے کسی ادارے میں کسی سرد خانے میں میرا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ یا ہو سکتا ہے کہ کسی پُراسرار شخص نے دکھاوے کے لیے ان اداروں سے سودا کیا ہو۔ انھیں سونیا اور فرہاد وغیرہ کے ناموں سے چوکنا کر کے سونیا، رسونتی، اعلیٰ بی بی، مرجانہ، لیلیٰ، سنجا دار اور ٹارٹر بیا وغیرہ کو انھی اداروں کے سرد خانوں میں اس طرح پہنچایا ہو کہ ان اداروں کے مالکان کو اس کا علم نہ ہوا ہو۔ سونیا وغیرہ کو یہ جس بنا کر ان کے چہروں کو میک اپ کے ذریعے بدلا جا سکتا ہے۔ ان سب کو دوسرے ناموں سے سرد خانوں میں پہنچایا جا سکتا ہے۔

اس پہلو پر غور کرنے کے بعد تینوں اداروں کے ڈاکٹروں سے معلوم ہوا کہ مختلف عورتیں اور مرد پچھلے پچاس گھنٹوں کے اندر مختلف سرد خانوں میں پہنچائے گئے ہیں۔ بس اتنی ہی معلومات

کافی تھیں۔ میں نے اعلیٰ بی بی کے ماتحتوں سے کہا: "میک اَپ کا سامان فراہم کرو۔ میں تینوں اداروں میں باری باری جاؤں گا۔"

آدھے گھنٹے میں سامان فراہم کیا گیا۔ میں میک اَپ کرنے لگا۔ میری ہدایات کے مطابق ایک چھوٹے سے بریف کیس میں دس ہزار پونڈ کے چھوٹے بڑے نوٹ رکھے گئے۔ میں میک اَپ کرتے وقت رابرٹ کی خبر لے رہا تھا۔ وہ سہما ہوا تھا، ہیرالڈ کے آدمیوں سے چھپتا پھر رہا تھا۔ یہی ایک بات دماغ میں سمائی ہوئی تھی کہ ہیرالڈ پچاس ہزار پونڈ نہیں چھوڑے گا۔ رومیو کا ستر و سے سودا کرے گا۔ پھر اس کے آدمی اُسے پکڑ کر آپریشن تھیٹر میں لے جائیں گے۔

میں میک اَپ کر کے رہائش گاہ سے باہر آیا۔ ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ایک ماتحت ڈرائیور کا فرض انجام دے رہا تھا۔ وہ میری ہدایت کے مطابق کار ڈرائیو کرتا ہوا مجھے بیکر اسٹریٹ تک لے آیا۔ اس دوران میں نے رابرٹ کو ٹریپ کرتے ہوئے وہاں پہنچا دیا تھا۔ وہ ایک پب کے سامنے کھڑا بیئر پی رہا تھا اور متلاشی نظروں سے ہیرالڈ کے آدمیوں کو تاڑ رہا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق اسٹریٹ لیمپ کے پاس کھڑا ہوا شخص ہیرالڈ کا آلۂ کار ہو سکتا تھا۔ میں نے رابرٹ کو اپنی کار کے پاس آنے پر مجبور کیا۔ اس وقت میں بریف کیس کھول کر چھوٹے بڑے نوٹوں کی گڈیاں اِدھر سے اُدھر رکھ رہا تھا۔ وہ کار کے قریب پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نوٹوں کو دیکھنے لگا۔ وہ تیزی سے دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہا تھا: "کاش یہ دولت میرے ہاتھ آ جاتی۔ آج رات کیسینو میں یہ رقم لے کر کھیلنے بیٹھ جاؤں تو اس سے چار گنی رقم جیت کر اٹھوں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "انجانے دشمن پیچھے لگے ہیں۔ مجھے اس کار والے سے لفٹ مانگ کر یہاں سے بھاگنا چاہیے۔ راستے میں ہاتھ کی صفائی دکھانے کا موقع مل سکتا ہے۔"

اُس نے کار کی کھڑکی کے پاس جھک کر لفٹ کے لیے پوچھا۔ میں نے خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہا۔ وہ میرے پاس پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا: "میرا نام رابرٹ ہے۔ میں کول مائن میں سپروائزر ہوں۔"

میں نے ناگواری سے کہا: "پھر تو میں نے غلط آدمی کو لفٹ دی ہے۔ تم تو حلال کی روزی کھانے والے لگتے ہو۔"

"جی میں نہیں سمجھا۔ آپ نے مجھے کیا سمجھ کر لفٹ دی ہے؟"

"بھئی ناراض نہ ہونا، میں نے تمھیں دلال سمجھا تھا۔"

اس نے تعجب سے پوچھا: "کیا لندن شہر میں لڑکیوں کی کمی ہے کہ تمھیں دلال کی ضرورت پڑ رہی ہے؟"

میں نے کہا: "یوں تو قدم قدم پر لڑکیاں ملتی ہیں، خوبصورت خوب تر بھی ہیں۔ مجھے خوب ترین چاہیے۔"

اُس نے بریف کیس کو دیکھا پھر کہا: "میں حلال کی روٹی کھاتا ہوں۔ مگر تمھارے لیے یہ کام کر سکتا ہوں۔"

"ویری گڈ تو پھر ڈرائیو رکو گائیڈ کرو۔"

اُس نے بتا دیا۔ کار اُدھر چل پڑی۔ اُس نے پوچھا: "مجھے کیا ملے گا؟"

"لڑکی دولت جیسی حسین ہو گی تو..." میں نے بریف کیس کو تھپکتے ہوئے کہا: "جتنا چاہو گے لے جاؤ گے۔"

وہ ہوسناکی سے خلا میں تکتے ہوئے کسی قمار خانے میں پہنچ گیا۔ میں نے معلوم کر لیا، وہ پورے بریف کیس پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے مجھے اپنی بہن کے پاس لے جا رہا تھا۔ آدمی انتہائی شریف بھی ہوتا ہے، اور انتہائی ذلیل بھی۔ غیرت مند ہو تو بہن کے لیے جان دے دیتا ہے۔ بے غیرت ہو تو بہن کی عزت کو ایک بریف کیس میں نیلام کر دیتا ہے۔

وہ مجھے ایک اپارٹمنٹ کے سامنے لے آیا۔ پھر بولا: "تم ایک منٹ انتظار کرو، میں ابھی آیا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے ماتحت سے کہا: "جیب میں اندر جاؤ، تو تم کہیں سے ٹیلیفون کے ذریعے ڈاکٹر ہیرالڈ سے سودا کرنا میرا نام موجودہ روپ میں جو پیٹر ہے۔ تم جو پیٹر بن کر اُس کے سرد خانے میں ایک شکار کے لیے جگہ طلب کرو گے، اس کے لیے منہ مانگا معاوضہ دیا جائے گا۔"

اس نے پوچھا: "سر! شکار کون ہے؟"

میں نے سرد لہجے میں کہا: "رابرٹ کی بہن۔"

"اوہ گاڈ! آپ اسے سرد خانے میں پہنچائیں گے؟"

"ہاں۔ سرد خانہ۔"

"وہ کوما میں رہے گی؟"

"ہاں۔ میں اسی کے ذریعے سرد خانے میں پہنچ کر اپنوں کو تلاش کر سکتا ہوں۔"

"سر! اگر آپ نے سرد خانے کا محلِ وقوع معلوم کر لیا ہے تو ہم اپنی مسلح پارٹی کے ساتھ وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ یا پولیس ریڈ کرا سکتے ہیں۔"

"پھر کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ ڈاکٹر ہیرالڈ کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ اُس سرد خانے کا نظام کسی اور کے ہاتھ میں ہے جب پولیس ریڈ یا دشمنوں کی دھماندلی کا اندیشہ ہوتا ہے تو مخصوص میکنزم کے ذریعے اُس سرد خانے کو انڈر گراؤنڈ [illegible]

دیا جاتا ہے۔ جو شخص ایسا کرتا ہے، میں اس کے دماغ [illegible] پہنچنا چاہتا ہوں۔"

رابرٹ نے آگے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا: "آؤ اور حسن کا جلوہ دیکھو، شاید تم نے زندگی میں پہلے کبھی [illegible] دیکھا ہو۔"

میں گاڑی سے اُتر گیا۔ اعلیٰ بی بی کا ماتحت کار کی ٹنکی [illegible] کرانے کے بہانے وہاں سے چلا گیا۔ رابرٹ مجھے اس اپارٹمنٹ کے کمرے میں لایا، ایک صوفے پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر اندر چلا گیا۔ اس کے ذریعے پتا چلا، اس کی بہن کا نام لیزا تھا۔ وہ دوسرے کمرے میں پردے کے پیچھے سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ رابرٹ کو دیکھ کر بولی: "کیا اُس بریف کیس میں وہ بڑی رقم ہے؟"

"ہاں، سمجھو، سب مال ہمارا ہے۔"

"مگر کیسے؟"

"بھئی وہ تمھارا مہمان ہے۔ اُسے ویلکم کہو۔ مسکرا کر ڈرنک پیش کرو۔ وہ ذرا موڈ میں آئے گا تو میں اس سے پتے کھیلوں گا۔"

"نو رابرٹ! یہ قمار خانہ نہیں ہے۔"

"میں کسی قمار خانے میں اسے لے جاؤں گا تو کتنے ہی جواری اسے گھیر لیں گے۔"

"تو میں کیا کروں؟"

"اپنے بھائی کی مدد کرو۔"

"کب تک مدد کرتی رہوں۔ جب تم ہزاروں میں کھیلتے ہو تو بہن یاد نہیں آتی۔ ہارتے ہو تو میرے پاس آتے ہو۔ محبت سے بری کمائی چھین کر لے جاتے ہو۔ تمھیں قرض دینے والے مجھے پریشان کرتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر ہیرالڈ نے مجھے دھمکی دی تھی، اگر تم شہر چھوڑ کر جاؤ گے تو وہ مجھے غائب کر دیں گے۔"

"بریف کیس کی یہ رقم جیت کر میں ڈاکٹر کے منہ پر ماروں گا۔"

"تمھیں یہ رقم جیتنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"میں ڈاکٹر کے غنڈوں سے چھپتا پھر رہا ہوں۔ آج صبح کے اخبار میں رومیو کا ستر و نے پچاس ہزار پونڈ کی آفر دی ہے۔ ڈاکٹر اس رقم کی خاطر میری بوٹی بوٹی کاٹ کر بیچ دے گا۔"

"میں نے کہا نا! تمھیں رقم ادا کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ڈاکٹر کے غنڈے تمھاری طرف رُخ نہیں کریں گے۔"

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ رہی ہو؟"

"وہ لوگ میرے پاس آئے تھے، مجھے ڈاکٹر کے پاس لے گئے تھے۔"

"کیوں لے گئے تھے؟"

"تمھارا وہ کیسٹ سنانے، جس میں تم نے ازنکاب قتل کا اعتراف کیا ہے۔"

"میں انھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"یہی وہ بھی کہہ رہے تھے۔ اس مریض سے ہزاروں پونڈ وصول ہونے والے تھے۔ تم نے اُسے قتل کر کے انھیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ وہ مجھ سے کہہ رہے تھے، اگر میں نے اپنے جسمانی اعضاء کا سودا نہیں کیا تو تمھیں مار ڈالیں گے۔"

رابرٹ نے پاؤں پٹخ کر کہا: "میں ان سے اپنا سودا کر چکا ہوں۔"

"انھیں تم پر بھروسا نہیں ہے۔ میں نے اس شرط پر اُن سے سودا کیا ہے کہ وہ تمھارا سودا منسوخ کر دیں گے۔ تمھیں دی ہوئی رقم واپس نہیں لیں گے۔ اور نہ ہی تمھیں جبراً آپریشن تھیٹر لے جائیں گے۔"

"کیا تم نے واقعی ان سے معاہدہ کیا ہے؟"

"رابرٹ! تم کیا سمجھتے ہو۔ اگر میں ایسا نہ کرتی تو تم اُن سے چھُپ سکتے تھے؟ کبھی نہیں۔ اُن کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ یہ تمھاری خوش فہمی ہے کہ تم اب تک ان سے چھپنے میں کامیاب رہے ہو۔ میرے بھائی! کیا تم بہن کے پیار کو کبھی نہیں سمجھو گے۔ وہ دشمن تمھیں مار ڈالتے تو کیا میں زندہ رہتی؟ نہیں رابرٹ نہیں۔ اب کبھی ایسا سودا نہ کرنا۔ میرے پاس ایک ہی جان ہے، ایک ہی جسم ہے، میں نے تمھاری خاطر اس کا سودا کر لیا۔ شکر ہے جسم کا سودا کیا ہے، عزت کا نہیں۔ آئندہ ایسا کرو گے تو میں کہاں کہاں تمھیں بچاتی پھروں گی۔"

اس نے ہچکچاتے ہوئے بہن کو دیکھا۔ لالچی انسان دیکھتا ایک طرف ہے، سوچتا ایک طرف ہے۔ وہ بریف کیس کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس نے قریب آ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "میں جانتا ہوں، تم مجھے بہت چاہتی ہو۔ تم میرے لیے قربانیاں دیتی آئی ہو۔ آج میں قربانی دوں گا۔ اس اجنبی مہمان سے جیتی ہوئی رقم ڈاکٹر ہیرالڈ کے منہ پر ماروں گا اور تمھارا معاہدہ منسوخ کرا دوں گا۔ چلو دیر نہ کرو، مہمان تنہا ہے۔ تم اس سے باتیں کرو۔ میں ڈرنک بنا کر لاتا ہوں۔"

وہ شراب کے دو پیگ بنانے الماری کے پاس گیا۔ لیزا میری طرف آئی۔ درمیانی دروازے پر رُک کر مسکراتے ہوئے دیکھا میں جواباً مسکراتے ہوئے اٹھ گیا۔ اُس نے آگے بڑھ کے مصافحے کے لیے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا۔ میں اس کے خوبصورت سفید ہاتھ کی تعریف ضرور کرتا۔ مگر میرے ہاتھ سے میری چاہنے

والیوں کے ہاتھ چھوٹ گئے تھے۔ لیزا بے انتہا حسین ہونے کے باوجود کشش کا باعث نہ بن سکی۔

اس نے کہا: "میرا نام لیزا ہے۔ میں رابرٹ کی بہن ہوں۔ بیٹھ جاؤ۔"

میں نے ڈرامائی پلٹے کرنے کی خاطر عاشقانہ انداز میں کہا۔ "بیٹھوں گا تو سر اٹھا کر چاند کو دیکھتا ہوگا کہ ابھی یہ روبرو ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بیٹھ گئی۔ میں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا: "کیا چاند پر کوئی اترا ہے؟"

"ہاں۔ اب تک دو انسان جھنڈے گاڑ چکے ہیں۔"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا: "پھر تو میں غلط جگہ آ گیا۔"

اس نے حیرانی سے اٹھتے ہوئے پوچھا: "کیا مطلب؟"

"مطلب رابرٹ سے پوچھو، اس نے کہا تھا، اس چاند تک ابھی تک کوئی نہیں پہنچا ہے۔"

"یو شٹ اپ۔ کیا تم نے مجھے بکنے والی سمجھا ہے؟"

"جب میں نے پہلے تمہیں دیکھا ہی نہیں تو سمجھوں گا کیا؟ مجھے تو سمجھایا گیا ہے۔"

"میں سمجھانے والا کا منہ توڑ دوں گی۔"

"منہ سے پہلے ناک توڑو۔ دنیا کو معلوم تو ہو کہ بے غیرت کی ناک نہیں ہوتی۔ یہ لو، آ گیا رابرٹ، شروع ہو جاؤ۔"

رابرٹ دو ہاتھوں میں دو جام اٹھائے آ رہا تھا۔ لیزا نے غصے سے پوچھا: "کیا تم نے اس سے کہا ہے کہ میں گندی لڑکی ہوں؟"

وہ گڑبڑا گیا۔ فوراً سنبھل کر بولا: "ارے مسٹر! میرا مطلب ہے مسٹر! تم نے کیا نام بتایا تھا اپنا۔ خیر نام کچھ بھی ہو۔ یاد رکھو، لیزا بہت اچھی لڑکی ہے۔"

یہ کہتے ہوئے رابرٹ نے مجھے آنکھ ماری۔ ایک جام میرے سامنے سینٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا: "سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ٹھیک ہونے کے لیے موڈ بنانا ضروری ہے، موڈ بنانے کے لیے پینا لازمی ہے۔ لیزا! یہ تمہارے لیے ہے۔ غصہ تھوک دو۔"

لیزا نے غصے سے مجھے گھورتے ہوئے گلاس لیا۔ میں چند سیکنڈ کے لیے رابرٹ کے دماغ پر قابض ہوا۔ اس نے میرے لیے رکھے ہوئے جام کو اٹھایا پھر ایک ہی سانس میں حلق سے اتار دیا اور خالی جام میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ میں نے اس کے دماغ کو چھوڑ دیا۔ وہ ذرا بوکھلایا۔ پھر کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا: "ارے واہ لیزا! دیکھو ہمارے مہمان نے جام خالی کر دیا۔ اور تم ابھی تک ہاتھ میں لیے کھڑی ہو۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے ہچکی لی۔ لیزا نے کہا: "رابرٹ! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ باس کا حصہ میری آنکھوں کے سامنے پی گئے۔ پھر کہتے ہو مہمان کو پلایا ہے۔ جاؤ دوسرا پیگ لاؤ۔"

رابرٹ نے دوسری ہچکی لی: "ایں۔ یہ مجھے ہچکیاں کیوں آ رہی ہیں۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں نے پی ہے۔ حالاں کہ نہیں پی ہے۔ کوئی بات نہیں، میں دوسرا لاتا ہوں۔"

وہ میرے ہاتھ سے خالی جام لے کر جانے لگا مگر لڑکھڑا کر گیا۔ دیوار کے سہارے سنبھل گیا۔ کہنے لگا: "تعجب ہے۔ میں نے نہیں پی۔ مگر قدم لڑکھڑا رہے ہیں۔"

وہ چلا گیا۔ لیزا نے پریشان ہو کر کہا: "رابرٹ ایک پیگ میں کبھی نہیں بہکتا۔ اسے کیا ہو گیا ہے۔ مسٹر! کیا نام ہے تمہارا؟"

"جیو پیٹر۔"

"تم یہ پیگ لو۔"

"نہیں یہ تمہارا ہے۔"

"میں پیش کر رہی ہوں۔"

رابرٹ نے کمرے میں آ کر کہا: "تم پیش نہ کرو۔ میں لے آیا ہوں۔

وہ بھرا ہوا جام لے کر ڈگمگاتے ہوئے میرے سامنے آیا، مجھے پیش کیا۔ میں نے لینے کے ارادے سے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے فوراً ہی جام کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اسے ہونٹوں سے لگا لیا۔ لیزا: "ارے ارے" کہتی رہ گئی۔ اس نے اسے غٹا غٹ خالی کر دیا۔ اس خالی جام کو پہلے کی طرح میرے ہاتھ میں تھما کر بولا: "کمال ہے مہمان نے دوسرا جام بھی پی لیا۔ اور تم ابھی تک ہاتھ میں لیے کھڑی ہو۔"

اس نے ایک زور کی ہچکی لی۔ پھر صوفے پر گر پڑا۔ اوندھے منہ۔ آپ میں نہیں تھا۔ وہاں سے لڑھکتا ہوا فرش پر آ کر چاروں شانے چت ہو گیا۔ لیزا نے اپنا جام مجھے دیتے ہوئے کہا: "تم پیو۔ میں اسے سنبھالتی ہوں۔"

وہ اس کے پاس جا کر فرش پر جھک گئی۔ میں نے کہا: "میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ اسے پی جاؤں۔ میرے سامنے پینے والا دو ہی پیگ میں آؤٹ ہو گیا ہے۔ یقیناً اس میں کوئی چیز ملائی گئی ہے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی: "کیا تم سمجھتے ہو، ہم مہمانوں کو کچھ ملا کر پلاتے ہیں؟"

"ہاں یہی کرتے ہو تم لوگ۔ اسی لیے تم نے اپنا حصہ پی دیا ہے۔"

اس نے میرے ہاتھ سے جام لے کر کہا: "ابھی تمہارا شک دور کرتی ہوں۔"

اس نے ہونٹوں سے اسے لگایا۔ پھر چند گھونٹ میں خالی کر دیا۔ اس کا منہ بنا۔ اس نے کچھ محسوس کیا۔ پھر ہچکی لی۔ میں نے کہا:

"رابرٹ نے بھی اسے پیتے ہی ہچکی لی تھی۔ اب بتاؤ یہ شراب ہے یا شر انگیز آب ہے؟"

وہ جھومتے ہوئے نشیلی آواز میں بولی: "مجھے ایک پیگ میں نشہ نہیں ہوتا۔ تم ٹھیک کہتے ہو، یہ شراب ہے، مگر شراب میں کچھ کالا ہے۔"

وہ ڈگمگا کر گرتے گرتے مجھ پر آ گئی۔ جام چھوٹ کر قالین پر جا گرا۔ میں نے پوچھا: "نشے کی عینک سے دیکھ رہی ہو، کیسا لگ رہا ہوں؟"

اس نے ایک انگلی میری ناک پر رکھتے ہوئے کہا: "فنٹاسٹک، اب بکو کہاں تھے؟"

"زمین پر تھا۔ اب چاند پر پہنچنے والا ہوں۔ چھو۔"

میں نے اپنا بریف کیس اٹھایا پھر اسے سنبھالتے ہوئے اپارٹمنٹ سے باہر آ گیا۔ ماتحت نے کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ وہ میرے ساتھ بیٹھتے ہوئے بولی: "میں نہیں جاؤں گی۔ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"ہم کہیں نہیں جا رہے ہیں۔ یہ کار جا رہی ہے۔"

کار چلنے لگی۔ وہ ہنستے ہوئے بولی: "او۔ سچ مچ کار جا رہی ہے۔ میں سمجھی ہم جا رہے ہیں۔"

وہ ہنستے ہنستے بے حال ہو گئی۔ میں نے پوچھا: "کچھ ہوش ہے، کس حال میں ہو؟"

"میں ہوش میں ہوں اور مدہوش بھی ہوں۔ میں جانتی ہوں تم اجنبی ہو۔ مجھے کہیں لے جا رہے ہو۔ مجھے جانا نہیں چاہیے مگر میں جا رہی ہوں۔ مجھے تمہارے اتنے قریب نہیں آنا چاہیے مگر میں دور ہونا بھی نہیں چاہتی۔"

"جس بھائی سے تم اندھا پیار کرتی ہو، یہ اسی کی کارستانی ہے۔ اس نے شراب میں نیند کی گولیاں ملا دی تھیں۔ ایسا نشہ ملک ہوتا ہے۔ پتا نہیں دو پیگ پینے والے کا کیا ہو گا۔ باقی دی دو تھیں کچھ نہیں ہو گا۔"

"ہاں تم ہو تو کچھ نہیں ہو گا۔"

میں نے غصے سے بھڑک کر کہا: "بکواس مت کرو۔ کیا میں مہمان ہوں کہ میرے ہونے سے کچھ نہیں ہو گا۔"

"تم مجھے سپرمین لگتے ہو۔"

میں نے ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ زندگی میں پہلی بار غصے میں ایک عورت کو مارا۔ وہ مجھے سپرمین کہہ کر طعنے دے رہی تھی۔ مجھے کہہ رہی تھی، اپنی سونیا کو نہ بچا سکے۔ رسو نہ ہی، اعلیٰ بی بی مرجانہ بلا اور سجاد کو زندہ موت کے سرد خانے سے نہ لا سکے۔ کمل کا شیرا نج بوڑھا بے بس ہو جائے تو بلا سے وہ شیر نہ رہے، شیر کا ٹائٹل تو رہتا ہے۔ اسی طرح میں بالکل بے بس تھا اور سپرمین کا ٹائٹل میرے لیے گالی بن گیا تھا۔

ماتحت نے کہا: "سر! ہمیں واپس چلنا چاہیے۔ آپ اپنے آپ میں نہیں ہیں۔"

"شٹ اپ۔" میں نے ڈانٹ دیا۔

لیزا نے کہا: "یو شٹ اپ۔ تم نے مارا ہے مجھے۔ چلو معافی مانگو۔"

میں نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر قریب کر لیا۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگی۔ مجھے خوشی ہو رہی تھی۔ وہ نیک لڑکی ہے تو ہوا کرے، کیا میری سونیا نے عمر بھر نیکی نہیں کی؟ وہ رابرٹ سے محبت کرنے اور اس پر جان دینے والی بہن سہی، کیا میری چاہنے والیاں میرے لیے قدم قدم پر جان کی بازی نہیں لگاتی تھیں؟ جب میرے اپنوں پر ظلم ہو رہا ہے تو پھر دوسروں پر بھی ہو گا۔ میں ظلم کروں گا اور نیکیں حاصل کروں گا۔

اگر دنیا چاہتی ہے کہ میں ظلم و ستم کے اندھے راستے پر نہ چلوں تو میری محبتیں لوٹا دی جائیں۔ کوئی مجھے بتائے کہ میری محبت کرنے والیوں کو فنا کر دیا گیا ہے یا انھیں زندگی اور موت کی کشمکش میں رکھا گیا ہے۔ یہ سوچ سوچ کر تڑپ جاتا ہوں کہ وہ کوما میں ہیں۔ یعنی زندہ ہیں مگر زندوں میں نہیں ہیں۔ وہ مُردہ ہیں مگر زندگی کی سانسیں بھیک میں لے رہے ہیں۔

میں لیزا کو لے کر ڈاکٹر ہیرالڈ کے پاس پہنچ گیا۔ اگرچہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ لیزا بھائی کی خاطر پہلے ہی ہیرالڈ سے اپنا سودا کر چکی ہے مگر رابرٹ سے کھیل شروع کرنے سے پہلے یہ معلوم نہ تھا۔ اب تمہاری چھٹی ہو گئی تھی۔ رابرٹ مجھے اور اپنی بہن کو شراب پلا کر ہمیں ہوس کے یا موت کے بستر پر پہنچا کر بریف کیس لے جانا چاہتا تھا۔ اور میں اس کی بہن کے ذریعے سرد خانے تک پہنچنا چاہتا تھا۔

ہیرالڈ نے چونک کر پہلے لیزا کو دیکھا پھر مجھ سے پوچھا: "کون ہو تم؟"

"میرا نام جیو پیٹر ہے۔ فون پر ہماری بات ہو چکی ہے۔"

"مگر یہ لیزا ہے۔ اس سے ہمارا معاہدہ ہو چکا ہے۔ یہ ہماری کلائنٹ ہے۔"

میں نے کہا: "یہ میری موکل بھی ہے۔ اس کے بھائی نے مجھ سے وقتاً فوقتاً چھ ہزار پونڈ لیے۔ جب قرض ادا نہ کر سکا تو بہن کو میرے حوالے کر کے کہہ گیا۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"رابرٹ نے مجھے بتایا تھا کہ اس نے ایک گردے کا سودا کیا ہے۔ مرنے کے بعد دل اور آنکھیں دینے کی وصیت بھی لکھ چکا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا تم ایسے معاہدے پر بھاری رقم دیتے ہو۔ میں

چاہتا ہوں، تم مجھے چھ ہزار پونڈ دے کر لیزا کو رکھ لو۔ تمہارے سرد خانے میں اس کے لیے گنجائش نکل آئے گی۔"

"تم میرے سرد خانے کے متعلق کیسے جانتے ہو؟"

"بھئی تم اتنے بڑے اسپتال کے ڈاکٹر ہو۔ لاوارث لاشوں کو محفوظ رکھنے کے لیے سرد خانے ضرور بنائے ہوں گے۔ پھر آج کل تو زندہ لوگوں کو بھی وہاں کوما میں رکھا جا سکتا ہے۔"

ڈاکٹر نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر اپنے آدمیوں کو بلا کر کہا: "مسٹر جیوپیٹر کو لے جاؤ اور حقیقت اگلواؤ۔"

دو پہلوان نما ماتحتوں نے دونوں طرف سے میرے بازو جکڑ لیے۔ مجھے ایک جھٹکے سے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ ایک کمرے کی طرف لے جانے لگے۔ لیزا نے اٹھ کر لڑکھڑاتے ہوئے کہا۔ "ڈارلنگ جیوپیٹر! میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

میں نے زور آزمائی کرتے ہوئے کہا: "چھوڑ دو، مجھے چھوڑ دو۔"

انھوں نے چھوڑ دیا مگر ایک نے اچانک میرے گھونسا جڑ دیا پھر پیٹ میں گھونسا جڑ دیا۔ میں ذرا جھکا۔ پیچھے سے کسی نے لات ماری۔ میں لڑکھڑاتا ہوا سامنے والے دروازے سے ٹکرایا۔ دروازہ کھلا اور میں اندر پہنچ گیا۔ وہاں دو حسین عورتیں میز پر رکھے ہوئے گلاس میں شراب انڈیل رہی تھیں۔ یہ سب کچھ وہی تھا، جو رابرٹ کے ساتھ پیش آچکا تھا۔ میں نے یہاں تک پہنچنے کے لیے جان بوجھ کر مار کھائی تھی۔ ایک نے مجھ سے پوچھا: "اپنی اصلیت کیسے بتاؤ گے؟ شراب و شباب سے، باتوں سے یا لاتوں سے؟"

"شراب میں پیتا نہیں۔ شباب سے بیزار ہوں۔ باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں گی اور لاتیں برداشت نہیں کر سکوں گا۔"

دوسرے کمرے سے لیزا کو بھی دھکا دیا گیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی آئی۔ میں نے اُسے سنبھال لیا۔ وہ ابھی تک نشے میں تھی۔ پوچھنے لگی: "میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔ مجھ سے کون سی دشمنی نکال رہے ہو؟"

"میں دشمنی نہیں نکال رہا ہوں۔ دشمنوں کو یہاں سے نکالنے والا ہوں۔ دیکھو ایسے..."

یہ کہتے ہی میں نے ایک کے پیٹ میں کہنی ماری۔ دوسرے کو اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ میرے نے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں نے اُسے کیچ کرتے ہوئے پیچھے کی طرف پارسل کیا۔ وہ اس میز پر جا کر گرا، جہاں شراب بھی تھی، شباب بھی تھا۔ گرنے والے کے وزن سے میز ٹوٹی۔ شراب کی بوتلیں چکنا چور ہوئیں، حسینائیں چیختی چلاتی بھاگیں۔ وہاں اب سے پہلے جتنے بھی شکار آئے تھے، وہ مجبور اور بے بس ہوتے تھے۔ ڈاکٹر کے غنڈے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسے سر پھرے سے پالا پڑے گا۔

ڈاکٹر ہیرالڈ نے کمرے میں آکر حیرانی اور پریشانی سے وہ نہیں چاہتا تھا، اس ہنگامے کی روداد باہر جائے اور ادارے کی بدنامی ہو۔ اس نے ریوالور نکال کر کہا: "ہالٹ۔ اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ تم کوئی پاگل ہو اور میں پاگلوں کا علاج جانتا ہوں۔"

ڈاکٹر کے ہاتھ سے ریوالور گرانا بڑی بات نہیں تھی، مگر میں نے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا: "تم ڈاکٹر نہیں جلاد ہو۔ ڈاکٹر کے معزز پیشے کو بدنام کر رہے ہو۔ لوگوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر ان کے جسمانی اعضاء فروخت کرتے ہو۔ میں یہ بات ساری دنیا سے کہوں گا۔"

"تم باہر جا سکو گے تب کہو گے۔"

اس نے ایک غنڈے کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: "ڈرائیور کیا ان کے ساتھ کوئی اور آیا تھا؟"

وہ غنڈے نے کہا: "یہ دونوں کار میں آئے تھے۔ ڈرائیور وہ کار لے گیا ہے۔"

ہیرالڈ نے مجھ سے پوچھا: "وہ کس کی کار تھی؟ کون تھا ڈرائیور؟"

"وہ رینٹڈ کار تھی۔ جہاں سے کرائے پر حاصل کی تھی، وہیں واپس چلی گئی۔ مگر میں یہاں سے واپس جا کے دکھاؤں گا۔ یہاں میرا کام نہیں بنے گا۔ تمہارے سرد خانے میں لیزا کے لیے گنجائش نہیں نکلے گی۔"

اُس نے قہقہہ لگایا پھر کہا: "اب تو تمہارے لیے بھی گنجائش نکل چکی ہے۔ میں زیادہ اچھلنے والوں کو یہاں منجمد کر کے چھوڑ دیتا ہوں۔ انھیں سرد خانے میں لے چلو۔"

میری مراد پوری ہو رہی تھی۔ مگر غصہ دکھاتے ہوئے بولا: "نہیں جاؤں گا میں سرد خانے میں نہیں جاؤں گا۔ میں اس لڑکی کا سودا کرنے آیا تھا۔ تم میری مرضی کے بغیر مجھے کوما میں نہیں رکھ سکتے۔"

غنڈوں نے مجھے پکڑ لیا۔ ایک نے لیزا کو پکڑ کر کھینچا۔ پھر ہمیں جبراً کھینچتے ہوئے، دھکے دیتے ہوئے لے جانے لگے۔ ہیرالڈ میرے ساتھ چل رہا تھا۔ تاکہ میں ریوالور سے مارا نہ جاؤں۔ وہ ہمیں اسپتال کے اُن حصوں سے لے جا رہے تھے، جہاں ہیرالڈ کے خاص آدمی رہتے تھے۔ وہاں سے باہر کے لوگوں کا گزر نہیں ہوتا تھا۔ وہ ہمیں ایک زینے سے اتارتے ہوئے انڈر گراؤنڈ ماہاری میں لے گئے۔ ماہاری کے اطراف سرد خانے تھے جہاں لاوارث لاشیں رکھی گئی تھیں۔

مگر سب لاوارث نہیں تھیں۔ وہاں ایسے سرد خانے بھی تھے جہاں زندہ عورتوں اور مردوں کو کوما میں رکھا گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ بھی مُردہ سے لگتے تھے۔ مُردوں اور مُردوں کا فرق اسی طرح سمجھ میں آتا تھا کہ عورتیں اپنے مُردوں کو ڈراتی ہیں اور مردوں سے ڈرتی ہیں۔ سرد خانے میں مُردوں کو دیکھتے ہی لیزا کی چیخ نکل گئی۔ نشہ ہرن ہو گیا۔ وہ دہشت زدہ ہو کر کانپ بھی اور پوچھ رہی تھی: "میں یہاں کیسے آگئی؟ مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

میں نے کہا: "تمھیں کچھ نہیں ہوا تھا۔ اب ہونے والا ہے۔ تم نے اپنے بھائی کو بچانے کے لیے ڈاکٹر سے معاہدہ کیا تھا۔ اب معاہدے پر عمل کرنے کا وقت آگیا ہے۔ ڈاکٹر کے آدمی تمھارے ساتھ مجھے بھی پکڑ کر لے آئے ہیں۔"

ہیرالڈ نے ایک سرد خانے میں پہنچ کر کہا: "بکواس مت کرو۔ تم لیزا کو سرد خانے میں بک کرانے لائے تھے۔"

"اگر میں جھوٹا ہوں تو ہمیں یہاں بک کرانے کیوں لائے ہو؟"

ہیرالڈ نے حکم دیا: "دونوں کو بیڈ پر باندھ دو۔"

اُس سرد خانے میں دو عورتیں، ایک مرد اور ایک بچہ کوما میں پڑے ہوئے تھے۔ دو بستر خالی تھے۔ ڈاکٹر کے ماتحتوں نے ہمیں جبراً بستروں پر لٹا دیا۔ سرہانے دو طرف انھوں نے اور پائنتی دو طرف پاؤں میں ہتھکڑیاں لگا دیں۔ جب ڈاکٹر کو ہماری بے بسی کا یقین ہو گیا تو اس نے خاص ماتحت سے کہا: "دو انجکشن تیار کر کے لاؤ۔"

میرے سامنے سرد خانے کا انچارج کھڑا ہوا تھا۔ اس انچارج کا ایک ماتحت تھا۔ اُن دونوں کے سوا کوئی تیسرا... نہ خانے میں نہیں آسکتا تھا۔ وہ جتنے لوگ ڈاکٹر ہیرالڈ کے ساتھ آئے تھے، وہ ڈاکٹر کے ساتھ ہی واپس جانے والے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا: "لیزا! تم معاہدہ کر چکی ہو۔ معاہدے پر عمل کل ہونا تھا، وہ آج ہو جائے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اور تم جیوپیٹر! پتا نہیں تم کون ہو؟ کہاں سے ٹپک پڑے ہو؟ مگر ابھی جہاں پڑے ہو، وہاں سے اٹھ کر کوئی نہ جا سکے گا۔ یہ زندگی کا آخری بستر ہے۔"

اس کا خاص ماتحت ایک ٹرے میں دو سرنج رکھ کر لے آیا۔ دونوں سرنج میں کوئی رقیق دوا بھری ہوئی تھی۔ ہیرالڈ نے ٹرے سے ایک سرنج اٹھائی۔ دوا کو اس کی سوئی سے پچکاری خارج نکالا۔ پھر فاتحانہ انداز میں میری طرف بڑھتے ہوئے بولا: "بتاؤ کون ہو تم؟ ہم سے کیا چاہتے ہو؟ نہیں بتاؤ گے تو یہ دوا انجکٹ ہونے کے بعد کبھی بولنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

میں نے اُسے غصے سے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ دوسرے ہی لمحے میرے بازو میں سوئی کی چبھن محسوس ہوئی۔ وہ دوا میرے جسم میں داخل ہو رہی تھی۔ جس کے اثر سے چند سیکنڈ بعد ہی آدمی حرکت کرنے، بولنے یا سوچنے کے قابل نہیں رہتا۔ جیتے جی مر جاتا ہے۔

وہ زہر میری رگوں میں سرایت کر رہا تھا۔ یکبارگی میرے دیدے پھیل گئے۔ میں بالکل ساکت ہو گیا۔ اس کا قہقہہ سنائی دیا۔ حالاں کہ کوما میں جاتے ہی کان سننے کے قابل نہیں رہتے۔ لیزا چیخ رہی تھی: "چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو۔ میں زندگی کی ایسی سانسیں نہیں چاہتی جو موت کی گود میں لینا پڑیں۔"

وہ کہتے کہتے یکبارگی چپ ہو گئی۔ دوسری سرنج کی دوا اس کی جوان رگوں میں دوڑ رہی تھی۔ اس کے دیدے بھی پھیل کر ساکت ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر ہیرالڈ نے میرے پاس آکر اسٹیتھسکوپ کے ذریعے میرے دل کی رفتار معلوم کی۔ پھر مطمئن ہو کر لیزا کے پاس گیا۔ وہاں بھی اطمینان کرنے کے بعد سرد خانے کے انچارج سے بولا: "راکی! اہم جا رہے ہیں۔ پندرہ منٹ کے بعد دل کی رفتار معلوم کر لینا۔ فون کے ذریعے مجھے رپورٹ کر دینا۔ اور ان کا خیال رکھنا۔"

وہ سب ایک ایک کر کے چلے گئے۔ ہیرالڈ کے فرشتوں کو بھی پتا نہیں تھا کہ خود اس نے میرے اور لیزا کے جسم میں گلوکوز کا پانی انجکٹ کیا ہے۔ جب اس کا خاص ماتحت انجکشن تیار کرنے گیا تھا، میں اس کے دماغ میں تھا۔ پھر بھلا وہ ہمیں کوما میں ڈالنے والی دوا سرنج میں کیسے بھر سکتا تھا۔ میں نے خاص ماتحت کو احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے زیر اثر رہا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق جو کیا، وہ بے خودی کے عالم میں کیا۔ بہر حال اُن کے جاتے ہی میں نے لیزا کے دماغ کو آزاد کر دیا۔

وہ چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی بولی: "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ چند لمحے پہلے میں جیسے کوما میں تھی۔ اب اپنے حواس میں ہوں۔ بول بھی رہی ہوں، سوچ بھی رہی ہوں۔"

"میں نے تو سنا ہے عورت بولتی ہے، سوچتی نہیں ہے بلکہ سوچتی ہوئی عورت تو کسی نے دیکھی ہی نہیں۔"

اس نے گھور کر پوچھا: "کیا تم زندہ دلی دکھا رہے ہو؟"

"جب مرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو ہنستے بولتے مرنا چاہیے۔"

"مگر ہم تو زندہ ہیں۔ نہ مُردہ ہیں، نہ کوما میں ہیں۔"

"شاید انھوں نے غلط دوا انجکٹ کر دی ہے۔"

"ہاں۔ یہی ہوا ہے۔ تقدیر ہم پر مہربان ہے۔"

"ایسی مہربان تقدیر نہیں دیکھی جو ہاتھ پاؤں باندھ کر رکھ دے۔ بستر بھی ایک نہ ہو۔ دریا کے دو کنارے بنا دیے گئے ہوں۔"

"ہر معاملہ تقدیر پر نہیں چھوڑنا چاہیے، کچھ عقل اور تدبیر سے بھی کام لینا چاہیے۔ تم کیسے مرد ہو، مرنے کے لیے زندہ دل بن گئے ہو۔ زندہ رہنے کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔"

"کچھ کروں گا تو چلاؤں گی۔ لہٰذا سب سے پہلے خاموش رہنے کا وعدہ کرو۔"

"وعدہ کرتی ہوں۔ مگر تم کیا کرو گے؟"

"پندرہ منٹ گزرنے ہی والے ہیں۔ راکی ہمارے دل کی رفتار معلوم کرنے آئے گا۔ تم ایسی بن جاؤ جیسے کوما میں ہو۔"

"میں کوشش کروں گی۔"

"منہ سے ایک لفظ نہ نکالنا۔"

"کوشش کروں گی۔"

"ساری کوششیں کرنے والیاں مرگئیں۔ اب تمھاری باری ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں، چپ ہو جاؤ۔ دروازے پر آہٹ سنائی دے رہی ہے۔"

"میں چپ ہوں مگر سردی لگ رہی ہے۔"

"یعنی سردی کے بہانے دانتوں سے بولو گی۔"

میری بات ختم ہوتے ہی دروازے کے کی ہول میں چابی گھمانے کی آواز آئی۔ میں پہلے کی طرح دیدے پھیلا کر ساکت ہو گیا۔ خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر دیکھا۔ لیزا ابھی ساکت رہنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر اُسے کوما کی حالت میں لے آیا۔ راکی نے دروازے کو بند کیا۔ پھر لیزا کی طرف یوں گیا جیسے کھنچا جا رہا ہو۔ اس کے قریب پہنچ کر اس نے میری جانب دیکھا کہ میں نہ دیکھ رہا ہوں؟ واردات کی جگہ مردہ بھی پڑا ہو تو مجرم ڈرتا ہے۔ ایک لمحے کو خیال آتا ہے کہیں مردہ دیکھ تو نہیں رہا ہے؟

اس نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر لیزا پر جھک گیا۔ بڑی چاہت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا "تمھارے رخسار ایسے تپ رہے ہیں جیسے سرد خانے میں آگ لگ رہی ہو۔ ایک مُردے اور کوما کے مارے میں یہی فرق ہوتا ہے۔ مردہ سرد پڑ جاتا ہے، مگر بستر مرگ پر تمھارے جسم میں زندگی کی حرارت رہے گی۔"

وہ اسٹیتھسکوپ سے دل کی رفتار معلوم کرنے لگا۔ اگر

میں لیزا کے دماغ پر قابض نہ ہوتا تو وہ اس کے منہ پر تھوک دیتی۔ میں اس کے دماغ کو چھوڑ کر راکی کی کھوپڑی میں جا گھسا۔ وہاں سے ہٹاتا تو لیزا میری گرفت سے نکلتے ہی اسے گالیاں بکنے لگتی۔ میں مجبور تھا۔ صبر کر رہا تھا۔

پھر اُسے باس کا حکم یاد آیا کہ پندرہ منٹ کے بعد دونوں کے دلوں کی رفتار معلوم کرنا ہے۔ اور وہ ایک ہی طرف رہ گئے تھا۔ وہ میری طرف آ گیا۔ اسٹیتھسکوپ کے ذریعے میری دھڑکن کو سمجھنے لگا۔ ایسے ہی وقت میں نے لیزا کو چھوڑ کر اس پر قبضہ جما لیا۔ ہم دونوں کے ہاتھ پاؤں بستر سے ہتھکڑیوں کے ذریعے بندھے ہوئے تھے۔ ایسا نہ ہوتا تو لیزا اکیلی پیٹھی کی گرفت سے نکل ہی راکی کو کچا چبا جاتی۔ وہ شدید غصّے سے تملائی جیسے آہنی ہتھکڑیاں توڑ کر نکل جائے گی۔ یہ خیالِ خام تھا۔ لہٰذا بے تحاشا گالیاں دینے لگی۔

راکی نے میری مرضی کے مطابق اس کی طرف گھوم کر ہونٹوں پر انگلی رکھ کر آہستگی سے کہا "ہش۔ آہستہ گالی دو۔ یا کوما میں پڑی رہو۔ ورنہ پھر آؤں گا تمھارے پاس۔"

اسے ایک دم سے چپ لگ گئی۔ راکی نے کہا "شاباش چپ رہو گی تو میں نہ آؤں گا، نہ ہاتھ لگاؤں گا۔"

راکی نے جیب سے چابیاں نکالیں۔ پھر میرے ہاتھ پاؤں کی ہتھکڑیاں کھول دیں۔ لیزا پہلے تو چپ چاپ دیکھتی رہی پھر بولی "مجھے بھی کھول دو۔"

راکی نے کہا "سوری۔ میں وعدہ کر چکا ہوں، تمھارے پاس نہیں آؤں گا۔"

"یہ بھی کوئی وعدہ ہے۔ کیا میں جکڑی رہوں؟ نیک مارا سے آ سکتے ہو۔"

"آگ بھی یہی کہتی ہے، ارادہ نیک ہے آ جاؤ۔ پھر جا جلا دیتی ہے۔"

وہ جھلا کر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی "آزاد ہو کر آرام سے لیٹے ہوئے ہو۔ کیا اس سے چابیاں نہیں چھین سکتے"

میں نے کہا "غصّہ تھوک دو۔ راکی ہمارا دوست ہے۔ یہ ہیرالڈ کی لاعلمی میں ہماری مدد کرنے آیا ہے۔"

میری باتوں کے دوران راکی دماغی طور پر آزاد تھا۔ پھر وہ ہو کر سوچ رہا تھا کہ ابھی غائب دماغ کیسے ہوتا تھا۔ پھر میری طرف دیکھ کر چونک گیا۔ کیوں کہ میں ہتھکڑیوں سے نجات پا تھا۔ وہ میری طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ میں پھر اس پر قابض اس نے لیزا کے پاس جا کر اس کی ہتھکڑیاں کھول دیں۔ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر بستر سے اُتر کر سرد خانے سے بھاگنا چا راکی نے اُسے پکڑ لیا۔ واپس بستر پر لاتے پھینکتے ہوئے

بھی یہاں سے معمولی لوہا سب پھنسیں گے۔ صبر کرو۔ میں راستہ ف کر کے آؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ باہر گیا۔ دروازہ باہر سے بند ہو گیا۔ لیزا ی ہوئی دروازے تک گئی۔ کان لگا کر سننے لگی۔ میں نے اسی دیر کے لیے راکی کو آزاد کیا۔ وہ پھر چکرایا۔ دروازے کی ف دیکھ کر سوچنے لگا "ابھی میں سرد کرنے میں تھا۔ ابھی باہر ے آ گیا۔ یہ کیا چکر ہے، میرے غائب دماغ ہوتے ہی جیوپیٹر ہتھکڑیاں کھل گئی تھیں؟"

پھر اس نے چونک کر سوچا "اوہ گاڈ! کیا میں فرہاد یا سونتی اشکا ہو رہا ہوں؟"

میں نے کہا "ہاں میں تمھارے دماغ میں فرہاد بول رہا ول شیلی یا نیتھی کی سنکھیا سرد خانے سے زیادہ سرد ہوتی ہے۔ قبر میں ی گرمی نہیں لگتی۔ بولو زندگی چاہتے ہو یا موت؟"

ادھر لیزا دروازے سے پلٹ کر میری طرف آ رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ کیوں کہ میرے دیدے پھیلے ہوئے تھے۔ میں کوما کی حالت میں نظر آ رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ ر میرے بازو کو ہولے سے جھنجھوڑ کر کہا "اے تمھیں کیا ہو گیا ہے؟"

میں نے اُسے پریشان ہونے کے لیے چھوڑ دیا۔ ادھر راکی کہہ رہا تھا "م... میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ فار گاڈ سیک میرے دماغ سے چلے جاؤ۔"

"میں جس کے دماغ میں جاتا ہوں، اُسے اپنا گھر بنا لیتا ہوں۔ جو مجھے دوست بنا کر نہ رکھے، اس گھر کو جلا دیتا ہوں۔"

وہ جلدی سے بولا "میں تمھاری دوستی پر فخر کروں گا۔ ہمیشہ دوست بن کر رہوں گا۔"

"یہ تو جانتے ہو کہ ہم اندر چھپے ہوئے فریب کو بھی پڑھ لیتے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔ کبھی بھول کے بھی دھوکا نہیں دوں گا۔"

ادھر لیزا نے مجھے جھنجھوڑ کر کہا "اے! مر گئے ہو کیا؟ مجھے سردی لگ رہی ہے۔ یہاں سے نکلنے کی تدبیر کرو۔"

سردی مجھے بھی لگ رہی تھی۔ عمر برداشت کر رہا تھا؟ میں نے اُسے ستانے کے لیے اپنے جسم میں حرکت پیدا کی۔ تھر تھر کانپنے لگا۔ اس نے قریب آ کر پوچھا "تم کیا چیز ہو؟ ابھی مُردہ پڑے ہوئے تھے ابھی کانپنے لگے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"سردی لگ رہی ہے۔"

وہ بولی "یہاں کمبل نہیں ہے۔"

مجھے بچپن میں پڑھی ہوئی کہانی یاد آئی۔ ایک شخص سیاہ رنگ کا کمبل بھگو کر لپیٹ گیا تھا۔ جب وہ کچھ بھی اس سے لپٹ گیا تو کمبل اور اس کا فرق سمجھ میں آیا۔ باہر کھڑا ہوا راکی اندر آنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا "واپس جاؤ۔ ڈاکٹر ہیرالڈ سے رابطہ قائم کرو۔ اس سے کہو، شکار نارمل ہے۔ ایک اور انجکشن لگانا ہو گا۔"

وہ میرے حکم کے مطابق ہیرالڈ سے رابطہ قائم کرتے چلا گیا۔ میرے منصوبے کے مطابق اس بار راکی صحیح انجکشن تیار کرنے والا تھا۔ جب تک وہ واپس آتا، تب تک ہمارا سرد خانہ گرم ہو چلا تھا۔ شاید ایئر کنڈیشنر میں کوئی خرابی ہو گئی تھی۔ وہ مجھ سے دور ہو کر بیٹھ گئی۔ نظریں چار ہوئیں تو گھور کر بولی "یہ کچھ کہیں کے..."

پھر وہ منہ پھیر کر مسکرانے لگی۔

راکی فون پر ہیرالڈ سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے جو سمجھایا تھا، وہی کہہ رہا تھا۔ ہیرالڈ نے رپورٹ سننے کے بعد کہا۔

"دوسرا انجکشن دینا ہی ہو گا۔ میں آ رہا ہوں۔"

میں نے لیزا سے کہا "راکی دوست بن کر گیا ہے یاد نہیں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ہمیں چیک کرنے کے لیے ہیرالڈ بھی آ سکتا ہے۔ تم اپنے بستر پر چلی جاؤ۔"

وہ دوسرے بستر پر گئی۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا ہیرالڈ آ رہا ہے۔ میں نے کہا "لیٹ جاؤ اور کوما کی حالت میں رہو۔ کوئی آ رہا ہے۔"

وہ بولی "تعجب ہے۔ تم بند کمرے میں رہ کر کسی آنے والے کے متعلق یقین سے کہہ رہے ہو۔"

"میرے کان تیز ہیں۔ میں دُور کی آہٹیں سُن لیتا ہوں۔"

اسی وقت دروازہ کھلنے لگا۔ ہم دم سادھ کر کوما میں پڑ گئے۔ پہلے ہیرالڈ کمرے میں آیا۔ اس کے پیچھے راکی ہاتھوں میں ٹرے اٹھائے ہوئے تھا۔ ٹرے میں ایک سرنج رکھی ہوئی تھی۔ ہیرالڈ قریب آ کر جیسے ہی میرے ملائنے کے جھکا، میں نے اُسے دبوچ لیا۔ پہلے تو وہ سہم گیا۔ پھر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گیا۔ میں نے پہلے ہی راکی کو سمجھا دیا تھا کہ وقت ضائع نہ کرنا۔ جب میں نے لڑنے کے دوران اسے بستر پر گرایا اور اسے پوری قوت سے دبوچ کر رکھا تو راکی نے سرنج کی سوئی اس کے ایک بازو میں پیوست کر دی۔

وہ تڑپ کر میری گرفت سے نکلنا چاہتا تھا۔ جتنی دیر اس نے جدوجہد کی، اتنی دیر میں سرنج کی تمام دوا اُس کے جسم میں خالی ہو گئی۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ وہ جدوجہد کرنا بھول گیا تھا۔ میں نے کہا "چند سیکنڈ کے بعد تم میری آواز بھی نہیں سن سکو گے۔ اپنی زندگی کا آخری فقرہ سُن لو۔ تم نے جو گڑھا اوروں کے لیے کھودا تھا، اس میں خود گر چکے ہو۔ اب اپنی طبعی عمر تک عدم اور وجود کے درمیان رہو گے۔"

میں چپ ہو گیا۔ اس کا سپاٹ چہرہ اور ساکت دیدے بتا رہے تھے کہ وہ کوما میں پہنچ چکا ہے۔

لیزا گم صم سی ہو کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھے ڈاکٹر ہیرالڈ کو دیکھ رہی تھی۔ پہلے اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے بھائی کا، پھر اس کا سودا کرنے والا خود اپنی سوداگری کے بازار میں پہنچ گیا ہے۔ جب یقین آ گیا تو وہ ہنسنے لگی۔ اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولی "گیا۔ یہ گیا۔ میرے بھائی کا دشمن گیا۔ اب کوئی اس کا سودا کرے۔ بہت سے گاہک ڈھونڈ کر لائے اور اس کے جسم کے ایک ایک عضو کی بولی دے کر پوچھے، خریدار! بتاؤ کیا خریدو گے۔ یہ انسانی بوچڑ خانہ ہے۔ فی گردہ پانچ ہزار پونڈ، چھ انچ کی کھال دو سو پونڈ میں۔ آنکھیں دس ہزار میں لے لو۔ اور یہ دل ہے۔ دل محبوب کو مفت دیا جاتا ہے۔ گاہک کے لیے پچیس ہزار پونڈ قیمت لگائی ہے۔ قیمت زیادہ نہیں ہے۔ یہ انسان کے ضمیر سے بھی زیادہ سستا ہے۔"

وہ کہہ رہی تھی اور ہنس رہی تھی۔ میں نے راکی کے ساتھ باہر آ کر کہا۔ "مجھے ایک ایک سرد خانے میں لے چلو، جتنے افراد کوما میں رکھے گئے ہیں، میں انھیں چیک کرنا چاہتا ہوں۔ شاید دشمنوں نے میرے کسی عزیز کو میک اپ میں چھپا کر یہاں بھیجا ہو۔"

وہ مجھے ایک سرد خانے میں لے آیا۔ ہر کمرے میں چار چھ افراد کو کوما میں رکھنے کی گنجائش تھی۔ وہاں مجھے ایک عورت سونیا کے قد اور جسامت کے مطابق نظر آئی۔ میں اس کے قریب گیا۔ اس کے چہرے کو چھو کر دیکھا۔ میک اپ نہیں تھا۔ گردن پر ہاتھ پھیر کر معلوم کیا۔ ماسک میک اپ بھی نہیں تھا۔ جانے بے چاری کون تھی؟ کس کی بہن اور بیٹی تھی؟ کس کی بیوی تھی؟ ڈاکٹر ہیرالڈ نے اس کی آنکھیں اور سینے سے دل نکالنے کے لیے ایسی حالت میں رکھا تھا۔ میں نے کہا۔ "راکی! تم ہیرالڈ کے بھیانک جرم میں شریک رہے۔ اب اس کی تلافی کرو۔ انھیں وہ انجکشن لگاؤ جس کے اثر سے یہ زندگی کی طرف لوٹ سکتے ہیں۔"

اس نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے، میں ایسی کسی دوا کے متعلق نہیں جانتا۔"

میں نے اُسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "ڈاکٹر ہیرالڈ نے زندگی کی طرف واپس لانے والی دوا کبھی اس کے سامنے استعمال نہیں کی۔ نہ ہی ایسی دوا کے متعلق اسے کبھی بتایا ہے البتہ ایک اور ڈاکٹر جس کا نام میکڈونلڈ عرف میکی ہے، وہ ہیرالڈ کا رازدار ہے۔ وہ سرد خانے کے ہر شکار کو کوما سے واپس لا سکتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "انھیں نئی زندگی ملنا چاہیے۔ تم ڈاکٹر [illegible] سے کسی بہانے ملاقات کرو۔ فرہاد تمھارے ذریعے اس [illegible] دماغ میں پہنچ جائے گا۔"

وہ چلا گیا۔ لیزا نے آ کر کہا۔ "یہاں سے چلو۔ دیکھو راکی [illegible] رہا ہے۔ وہ ہمیں باہر پہنچا دے گا۔"

میں نے کہا۔ "راکی کہتا ہے، اسپتال کے اندر اور باہر ڈاکٹر کے غنڈے موجود ہیں۔ ہمیں موقع دیکھ کر یہاں سے نکلنا چاہیے۔"

میں دوسرے سرد خانے میں جا کر کوما میں رہنے والوں کو چیک کرنے لگا۔ وہاں کوئی میک اپ میں نہیں تھا۔ یعنی میرا کوئی اپنا نہیں تھا۔ میری کوئی اپنی نہیں تھی۔ میں مایوس ہو کر ایک بستر پر بیٹھ گیا۔ وہ مجھ سے بولی۔ "سردی لگ رہی ہے۔" میں اُسے پرے ہٹا کر اٹھ گیا۔ وہ بولی۔ "کیا مجھ سے بیزار ہو گئے ہو؟"

"میں دنیا سے بیزار ہوں۔"

"مگر میں حسین ہوں، جوان ہوں، لوگ میرا ارمان کرتے ہیں۔ مجھے ایک بار دیکھتے ہیں، پھر میرے ہی خواب دیکھنے جاتے ہیں۔ اور تم نے تو مجھے صرف دیکھا ہی نہیں، اپنایا بھی ہے۔ کیا مجھ میں کوئی کمی ہے؟"

"کوئی کمی نہیں ہے۔ تمھارے وجود میں میلہ لگا ہوا ہے، کوئی بھی میلے میں بھٹک سکتا ہے۔ مگر تم میرے متعلق کچھ نہیں جانتی ہو۔ میں دماغی مریض ہوں۔"

"کیا؟" اس نے بے یقینی سے کہا۔

"مجھ پر کبھی کبھی دورہ پڑتا ہے۔ پہلے میں کسی کے گلے کا ہار بنتا ہوں، پھر اس کا گلا دبا دیتا ہوں۔"

وہ ذرا پیچھے ہٹ کر تھوک نگلتے ہوئے بولی۔ "کیوں! خوف دلاتے ہو؟"

"ابھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی تو میں نارمل ہوں۔ ہاں جب دورہ پڑے گا تو دیکھا جائے گا۔ تب تک راکی آ جائے گا۔"

وہ اور پیچھے ہٹ کر بولی۔ "تم عجیب آدمی ہو۔ اچانک میرے سامنے آئے اور میرے حواس پر چھا گئے۔ میں چند گھنٹوں میں تم نے مجھے کیسے جیت لیا اور میں ہار کر کیسے راضی ہو گئی۔ تم اپنا علاج کیوں نہیں کراتے؟ باقی کا دن اب تم سے دور نہیں رہ سکتی۔"

"یو شٹ اپ۔" میں نے غصے سے کہا۔ "میری زندگی

ایک عورت آتی ہے کیسی بن جاتی ہے۔ جانتی ہو، جو مجھے دل و جان سے چاہتی تھیں، وہ سب کہاں پہنچ گئی ہیں؟"

"کہاں؟"

"ایسے ہی کسی سرد خانے میں۔ میری تلاش یہاں سے شروع ہوئی ہے اور جانے کہاں ختم ہو گی۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے یہ ساری دنیا ایک سرد خانہ ہے۔ میں انھیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے ختم ہو جاؤں گا۔"

وہ مجھ سے دور ہونے لگی۔ سوچ رہی تھی، شاید مجھ پر دورہ پڑنے والا ہے۔ میں راکی کے ذریعے ڈاکٹر میکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس انجکشن کا نام اچھی طرح یاد کر لیا، جو کوما میں رہنے والوں کو نارمل حالت میں لاتا تھا۔ اس انجکشن کا اسٹاک ہیرالڈ کی رہائش گاہ کے ایک ایئر کنڈیشنڈ اسٹور روم میں تھا۔ راکی مجھ سے ملنے آ رہا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔

ہیرالڈ کے گھر جاؤ۔ میں تمھیں گائیڈ کروں گا۔"

وہ اُدھر جانے لگا۔ میں نے لیزا کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "راکی جانے کہاں چلا گیا ہے۔ ہم اُس سے دھوکا کھا سکتے ہیں۔ آؤ ہم یہاں سے نکل جائیں۔"

"ابھی تم کہہ رہے تھے اسپتال کے اندر اور باہر غنڈے ہو سکتے ہیں۔"

"ہم یہاں آئے تھے، اُس وقت بھی غنڈے تھے۔ چلو۔" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ وہ میرے ساتھ چلنے لگی۔ مگر سہمی ہوئی سوچ رہی تھی، کہیں مجھ پر دورہ تو نہیں پڑ رہا ہے۔ وہ مجبور تھی۔ میں ہوش مند رہوں یا دیوانہ، وہ میرے ساتھ ہی وہاں سے نکل سکتی تھی۔

ہم اُس زینے پر چڑھنے لگے جو ہمیں اسپتال کے گراؤنڈ فلور تک لے جا سکتا تھا۔ وہاں دو مسلح غنڈے موجود تھے۔ ایک نے چونک کر کہا۔ "ارے یہ دونوں تو کوما میں تھے۔"

دوسرے نے ریوالور تان کر پوچھا۔ "اے! ڈاکٹر ہیرالڈ کہاں ہیں؟"

میں نے جواب دیا۔ "تمھارا ڈاکٹر تھکا ہوا تھا، اُسے ہم نے اپنی جگہ سلا دیا ہے۔"

ایک نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے، راکی ان سے ملا ہوا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے یہاں سے گیا۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ انڈر گراؤنڈ کیا کر رہا ہے۔"

"اس نے نہیں بتایا تو یہ بتائیں گے۔" ریوالور والے نے یہ کہتے ہوئے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ جب ریوالور تھا تو چھلانگ لگانے کی کیا ضرورت تھی، ٹھائیں سے گولی مار سکتا تھا۔ لیکن میں نے چھلانگ لگانے پر مجبور کیا تھا۔ وہ اوپری زینے سے کود کر مجھ پر آیا، اور ریوالور مجھے دیتا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔ دیکھنے والوں کی سمجھ میں یہی آیا کہ میں نے ریوالور چھین لیا ہے۔

دوسرے نے اپنا ریوالور نکالنا چاہا۔ میں نے کہا۔ "خبردار! گولی مار دوں گا۔ ہاتھ اوپر رکھو اور تم دونوں میرے آگے آگے انڈر گراؤنڈ چلو۔"

وہ میرے حکم کی تعمیل پر مجبور تھے۔ میں نے انھیں ایک سرد خانے میں پہنچا کر دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ ہم دوبارہ زینے پر چڑھتے ہوئے اسپتال میں پہنچے۔ اب ہمارا راستہ روکنے والا کوئی نہ تھا۔ باقی غنڈے مطمئن ہو کر چلے گئے تھے۔ اطمینان کی بات ہی تھی آج تک کوما میں جانے کے بعد کوئی نارمل نہیں ہو سکا تھا۔ وہ ہمارے متعلق بھی یہی سوچ رہے تھے۔

میں نے اسپتال سے باہر آ کر کہا۔ "لیزا تم جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ کوئی دماغی مریض حاضر دماغی سے دشمنوں کو زیر نہیں کر سکتا۔ تم نے غنڈوں کو بڑی دلیری سے سرد خانے میں بند کر دیا۔ ہیرالڈ کو عبرتناک انجام تک پہنچا دیا۔۔۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "میں اُس انجام تک نہیں

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں بھینگی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟

تو کتاب

کم نظری اور اس کا علاج

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

آپ کو بتائے گی کہ

عینک سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لینز و دوائوں کے بغیر آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں صحت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جا سکتا ہے

ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

مکتبہ نفیات پوسٹ بکس ۹۴۴۰ کراچی ۱

پہنچا، جہاں میرے ساتھی مجھے مل جائیں گے۔ تم جاؤ۔"

"نہیں جاؤں گی۔ ایک بار تمھاری ہو گئی اب کسی کا منہ نہیں دیکھوں گی۔"

میں بحث میں وقت برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا ایک کیب کے پاس لایا۔ پھر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

وہ اپنی مرضی سے کبھی نہ بیٹھتی، میری خیال خوانی نے اُسے بٹھایا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ نہ چاہتے ہوئے بھی کیوں بیٹھ رہی ہے۔ جانا نہیں چاہتی مگر کیب ڈرائیور کو اپنے اپارٹمنٹ کی طرف جانے کو کہہ رہی ہے۔ دل جو پیٹرے کے پاس واپس جانا چاہتا ہے اور وہ بے اختیار اُس سے دور جا رہی ہے۔ جب وہ بہت دور چلی گئی تو میں نے اُسے چھوڑ دیا۔

راکی نے ہیرالڈ کے گھر پہنچ کر اس کی بیوی سے کہا تھا۔ "ڈاکٹر نے وہ دوائیں منگوائی ہیں، جو ایئر کنڈیشنڈ اسٹور روم میں رکھی ہوئی ہیں۔"

ہیرالڈ کی بیوی راکی کو وفادار ملازم سمجھتی تھی۔ اُس نے دوائیں لے جانے کی اجازت دے دی۔ اعلیٰ بی بی کا ماتحت میرے بلاوے پر گاڑی لے آیا تھا۔ ادھر راکی دواؤں کی دو بڑی پیٹیاں لایا تھا۔ میں نے ایک پیٹی میں سے پچیس انجکشن نکال کر راکی کو دیتے ہوئے کہا۔ "سرد خانوں میں صرف بائیس افراد کو رکھا ہوا ہے۔ میں کچھ زیادہ انجکشن دے رہا ہوں۔ جاؤ اور ان مظلوم افراد کو زندگی لوٹا دو۔ مگر ہیرالڈ بدستور عالمِ بے بسی میں رہے گا۔"

راکی چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی کا ماتحت باقی تمام دوائیں اپنے ساتھ لے گیا۔ یہ دوائیں آئندہ ہمارے کام آسکتی تھیں۔ اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ سردی شباب پر تھی۔ ہمارا ماتحت میرے لیے اوور کوٹ اور فلٹ ہیٹ لے آیا تھا۔ میں اسے پہن کر ایک کیفے میں گیا۔ کیفے کے اندر ذرا حرارت تھی۔ میں نے کافی کا آرڈر دیا۔ پھر شیبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے باپ کا سوگ منانے کے لیے اب تک اسرائیل میں تھی۔ اب اپنی ماما کے لیے فکر مند تھی۔ ربی نے یہ بات اُس کے دماغ میں بٹھا دی تھی کہ اس کے باپ کو ہلاک کرانے کے بعد اس کی ماما کو بھی ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ وہ اپنی ماما سے بے انتہا محبت کرتی تھی۔ اس محبت کی خاطر ربی سے کہہ رہی تھی۔ "آپ رسونتی سے سمجھوتا کیجیے۔ اس کی شرائط مان لیجیے اور میری ماما کو بچا لیجیے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں تمھاری ماں پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔" میں نے شیبا کے دماغ میں سونیا اور رسونتی کے متعلق یہ خیال پیدا کیا کہ وہ سب لاپتا ہیں۔ ہو سکتا ہے رسونتی اپنے اعلان میں اس قدر الجھی ہوئی ہو کہ اس کی ماما کی طرف دھیان ہی نہ دے سکے۔ شیبا نے اسی خیال کے مطابق ربی سے پوچھا۔ "سونیا کے اغوا کے متعلق کچھ معلوم ہوا؟ اور وہ جو کوہ قاف میں بمباری کی گئی تھی، اُس کا نتیجہ کیا نکلا؟ آخر یہ سب کون کر رہا ہے؟"

ربی نے کہا۔ "ہم حیران ہیں کہ ایسا کون کر رہا ہے۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین بھی اس سلسلے میں لاعلمی ظاہر کر رہے ہیں۔ سپر ماسٹر نے خود ماسک مین کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا ہے۔ اس نے فرہاد کی کسی ساتھی کو اغوا نہیں کرایا ہے۔ سپر ماسٹر کے لیے کام کرنے والا ماسٹر بھی ایسے پُراسرار سنڈیکیٹ کا سراغ لگا رہا ہے، جہاں رسونتی، سونیا، مرجانہ، لیلیٰ، ٹارٹر لیا اور سجاد وغیرہ پہنچائے گئے ہیں۔ اس سنڈیکیٹ کا سرغنہ جو بھی ہے، قابلِ تعریف ہے۔ اس نے ایک ہی دن میں چند گھنٹوں کے اندر فرہاد کے تمام جاں نثاروں پر جھاڑو پھیر دی ہے۔"

"فرہاد کہاں ہے؟"

ربی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "وہ اسیب ہے نظر نہیں آتا۔ گرفت میں نہیں آتا۔ تازہ ترین اطلاع کے مطابق وادیٔ قاف ویران ہو چکی ہے۔ بے شمار عورتیں، بچے اور بوڑھے مارے گئے ہیں۔ جو بے ہوش پائے گئے، انھیں فوری طبی امداد پہنچائی گئی۔ لیکن رسونتی اعلیٰ بی بی اور مرجانہ وغیرہ ہاتھ نہیں آئیں۔"

"فرانس کی حکومت ان کا ساتھ دیتی ہے۔ شاید اُن سب کو وادی سے نکال کر فرانس کے کسی شہر یا قصبے میں لا کر چھپا دیا گیا ہے۔"

"میرا خیال ہے فرہاد کی تمام ساتھی عورتیں ماری گئی ہیں۔"

انھوں نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہوتے ہی کہا۔ "مجھے ریکارڈ کے ذریعے فرہاد کے تمام ساتھیوں کی آوازیں یکے بعد دیگرے سنائی جائیں۔"

پھر انھوں نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "شیبا! میرے دماغ کو پڑھو۔ دوسری طرف سے سونیا اور رسونتی وغیرہ کی آواز سنائی جا رہی ہے۔ تم سنتی جاؤ اور باری باری ان کے دماغ میں پہنچتی جاؤ۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولی۔ "آپ نے سختی سے منع کیا ہے کہ ان میں سے کسی کے دماغ کو نہیں چھیڑنا چاہیے۔"

"ہمیں جو اطلاع ملی ہے، اس کے مطابق وادی میں ایسے بم برسائے گئے ہیں، جن سے مہلک گیس خارج ہوتی ہے۔ اس کے اثر سے انسان کا دماغ اور اس کے اعصاب کمزور پڑ جاتے ہیں۔ فرہاد پہلے ہی زخموں سے چُور ہے۔ اس کے دوسرے ساتھی اعصابی کمزوریوں کا شکار ہوں گے۔ تمھیں ان کے دماغ چھیڑنا نہیں ہے۔ چپ چاپ وہاں جانا ہے اور اُن کا موجودہ فیصلہ معلوم کرنا ہے۔"

انھوں نے شیبا کو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دی۔ فون پر دوسری طرف کیسٹ آن کر دیا گیا تھا۔ سب سے پہلے سونیا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اُس کے بعد ربی نے کہا۔ "دوسرا کیسٹ سیٹ کرو۔"

اُدھر جب تک دوسرا کیسٹ، ریکارڈر میں لگایا جاتا، تب تک فیبا نے سونیا کے دماغ کو چھو لیا۔ دس پندرہ سیکنڈ تک خاموش رہی۔ ربی نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ سوچ کے ذریعے بولی۔ "ہمارا پہلا خیال درست تھا۔ سونیا کو ماں ہے۔ اس کا دماغ اس قدر کمزور ہے کہ وہ خود اپنے طور پر سوچنے کے قابل نہیں ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ وہ کہیں لیٹی ہوئی ہے۔ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ مگر سمجھ نہیں سکتی، کیا دیکھ رہی ہے اور کہاں لیٹی ہوئی ہے۔"

فون پر دوسری طرف سے کیسٹ کے ذریعے رسونتی کی آواز سنائی۔ پھر یکے بعد دیگرے میرے تمام ساتھیوں کی آوازیں سنائی جاتی رہیں۔ شیبا ہر ایک کے متعلق یہی کہہ رہی تھی کہ وہ کوما میں ہے۔ ربی نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ سب ایک ہی نامعلوم شخص کے تکنیبے میں ہیں۔"

میں کیفے میں بیٹھ کر کافی کی چسکیاں لے رہا تھا۔ ربی اسفند یار کا یہ اندازہ درست ہو سکتا تھا، میرے تمام ساتھی ایک ہی نامعلوم شخص کی گرفت میں آگئے تھے۔ وہ وادیٔ قاف میں نہیں تھے۔ سونیا، لیلیٰ اور سجاد جس طیارے میں گئے تھے، وہ برما کے جنگل میں پایا گیا تھا۔ مگر وہ تینوں برما کے جنگل یا شہروں میں نہیں تھے۔ بابا صاحب کے ادارے کے بے شمار افراد انھیں ہر متوقع ملک اور متوقع مقامات میں تلاش کر رہے تھے۔

کافی دیر سے آئی تھی اور میں پینے میں بھی دیر کر رہا تھا۔ میں نے پھر شیبا کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ ربی کہہ رہے تھے۔ "ہمیں یقین نہیں آتا کہ فرہاد بھی ان کی طرح کہیں بے بسی سے پڑا ہوگا۔ وہ ابھی تک زخمی ہے یا صحت مند ہو چکا ہے، دشمنوں میں ہے یا دوستوں میں، یہ تم معلوم کر سکتی ہو۔"

"میں؟" وہ گھبرا گئی۔

"ہاں تمھارے سوا کوئی اُس کا سراغ نہیں لگا سکتا۔"

"مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اب تک کی معلومات کے مطابق وہ زخموں سے چُور ہے۔ تم چپکے سے جاؤ گی، وہ تمھاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکے گا۔"

"اور اگر محسوس کر لیا تو؟"

"تو کمزوری کے باعث سانس نہیں روک سکے گا۔ یہی سمجھے گا کہ مادام کیپیو ٹر جیرا اس کے دماغ میں آگئی ہے۔"

"محترم ربی! فرض کیجیے، وہ زخمی نہ ہو، دماغی طور پر کمزور نہ ہو، میری سوچ کی لہر جانے اور وہ مجھے پکڑ لے تو؟"

"ایک ننھی بچی بھی اتنی دہشت زدہ نہیں ہوتی، جتنی تم ہو رہی ہو۔ بیٹی! جب تم آواز نہیں سناؤ گی، خاموشی سے جاؤ گی، خاموشی سے معلومات حاصل کر کے آؤ گی تو وہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ حوصلہ کرو۔ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ تم چپکے سے جاؤ۔"

وہ ربی اسفند یار کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی، سوچ رہی تھی، فرہاد کے دماغ میں پہنچنے کا خطرہ مول لینا چاہیے یا نہیں؟ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اگر میں پھنس گئی تو کبھی نجات حاصل نہیں کر سکوں گی۔ وہ مجھے اپنی ساتھی کی فہرست میں شامل کر لے گا۔ اس کا ریکارڈ بتاتا ہے، جو اُس کے ہاتھ میں ایک بار گئی، پھر اُسی کی ہو کر رہ گئی۔"

شیبا کی سوچ نے کہا۔ "نہیں، میں اس کے دماغ میں نہیں جاؤں گی۔"

ربی نے پوچھا۔ "تم ابھی تک پریشان نظر آ رہی ہو۔ میں یقین دلاتا ہوں، وہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ جاؤ بیٹی جاؤ۔"

میں نے اس کی سوچ میں سمجھایا۔ "اگر میں اُس کی گرفت میں آؤں گی تو ربی کی آنکھیں بدل جائیں گی۔ وہ کبھی برداشت نہیں کریں گے کہ میں فرہاد کے ہاتھوں میں کھلونا بن جاؤں۔ ابھی یہ میرے بزرگ اور مہربان ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے دشمن بن جائیں گے۔ اپنے ملک اور قوم کے خلاف مجھے فرہاد کی طرف مائل ہوتے نہیں دیکھ سکیں گے۔ مجھے موت کی سزا بھی دے سکتے ہیں۔ میں کیا کروں، سمجھ میں نہیں آتا۔"

اس نے ربی اسفند یار کی تسلی کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے پھر اُس کی سوچ میں کہا۔ "ہاں یہی مناسب ہے۔ ظاہر یہ کرنا چاہیے کہ میں خیال خوانی کر رہی ہوں۔ لیکن..."

میں نے بات ادھوری چھوڑی۔ اُس کی سوچ نے بے اختیار کہا۔ "لیکن میں اُس کے دماغ میں نہیں جاؤں گی۔ خواہ مخواہ خطرے کو دعوت دینا حماقت ہے۔ یہ تو وہی بات ہوئی، آ بیل مجھے سینگ مار۔ نہیں میں کبھی اُسے سینگ مارنے کا موقع نہیں دوں گی۔"

اُس نے آنکھیں کھول کر ربی کو دیکھا۔ انھوں نے پوچھا۔
"کیا ہوا؟"
"اُس کے دماغ میں بھی دھند چھائی ہوئی ہے۔ میرے بزرگ! وہ بھی کوما میں پڑا ہوا ہے کہیں۔"
ربی نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "کیا واقعی؟"
"جی ہاں۔ سونیا اور رسونتی وغیرہ کے دماغوں کی جو کیفیت ہے، ویسی ہی فرہاد کی دماغی حالت ہے۔"
"اوہ گاڈ! آخر وہ کون ہے، جس نے ٹیلی پیتھی کی تمام بلاؤں کو کوما میں پہنچا دیا ہے۔"
شیبا نے کہا۔ "مجھے ماسٹر کی پر شبہ ہے۔"
"اگر وہ ایسا کرتا تو سینہ تان کر ڈنکے کی چوٹ پر کہتا کہ اُس نے چیلنج کے مطابق نہ صرف فرہاد کو بلکہ اس کی پوری ٹیم کو کوما میں پہنچا کر بے دست و پا بنا دیا ہے۔"
"ماسٹر کی اعلانیہ ایسا نہیں کہے گا۔"
"کیوں؟"
"ابھی میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی اسس کی پہنچ سے دور ہوں۔"
ربی نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بات سمجھ میں آ رہی ہے ماسٹر کی تمھاری تاک میں ہے۔ جب تک تھیں بھی کوما میں نہیں پہنچائے گا، فرہاد وغیرہ کے سلسلے میں ڈینگیں نہیں مارے گا۔"
شیبا اور ربی کی باتیں میرے دل کو لگ رہی تھیں۔ ایک وہی تھا، جس کے پاس میں اور شیبا براہِ راست نہیں پہنچ سکتے تھے۔ پہلے اس کے متعلق معلوم کرنا لازمی تھا۔ آخر وہ کون ہے؟ کہاں رہتا ہے؟ ایک بار وہ سامنے آ جاتا تو اس کی کوئی کمزوری ڈھونڈ نکالنا کچھ مشکل نہ ہوتا۔
میں نے خیال خوانی کے ذریعے ماتحت سے کہہ دیا تھا کہ وہ کیفے کے سامنے گاڑی لے آئے۔ میں کافی کا بل ادا کر کے آیا۔ میرے لیے کار موجود تھی۔ میں نے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہیومن پارلس بنک چلو۔"
ہیومن پارلس بنک کا ڈاکٹر آرتھر اُس ادارے کا ڈائریکٹر بھی تھا۔ اس کے علاوہ اور چار ڈاکٹر تھے۔ مجھے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ ڈاکٹر آرتھر کے دماغ سے معلومات حاصل کر چکا تھا۔ ڈاکٹر ہیرالڈ کے اسپتال کی طرح ڈاکٹر آرتھر کا بنک بھی گراؤنڈ فلور میں تھا۔ وہاں سرد خانوں میں لاوارث لاشیں رکھی ہوئی تھیں۔ آرتھر نے کوما میں رہنے والے زندہ انسانوں کے سرد خانوں میں مین آہنی گیٹ پر برقی رو جاری کر رکھی تھی، اُسے چھونے والا موت کے سرد خانوں میں خود بخود پہنچ جاتا تھا۔ اس برقی رو کا کنکشن اور مین سوئچ کہاں ہے؟ اُسے کس طرح آف کیا جاتا ہے؟ یہ صرف ڈاکٹر آرتھر جانتا تھا۔ اب میں بھی جان گیا تھا۔ اُس آہنی گیٹ سے گزرنے کے بعد سرد خانوں کے بند دروازوں پر ایسے تالے تھے، جو برقی رو کی مخصوص ترتیب سے کھلتے اور بند ہوتے تھے۔
ہماری کار انسانی اعضا کے بنک کے سامنے رک گئی۔ وہاں دو مسلح گارڈز تھے۔ ہمارا ماتحت ان کے پاس گیا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں اس کے ذریعے کس طرح مسلح گارڈز کو بے بس کرنے کے بعد بنک کے اندر پہنچا۔ برقی رو والے گیٹ سے گزر کر سرد خانوں کے تالے کھولنا بھی آسان تھا۔ میں صرف اپنوں کو تلاش کرنے آیا تھا۔ جس سرد خانے کے دروازے پر پہنچتا، ڈاکٹر آرتھر کا دماغ مجھے اس تالے کا مخصوص نمبر ترتیب سے بتاتا اور میں اُسے کھول کر اندر چلا جاتا۔ جو لوگ کوما میں ہوتے اُن کے متعلق تصدیق کرتا کہیں وہ میک اَپ میں تو نہیں ہیں؟ ہمارا ماتحت ایک بیگ میں چھوٹے چھوٹے فلیگ بنا کر لایا تھا۔ لاشوں کے درمیان جو لوگ کوما میں پڑے ہوئے تھے، ان کے سرہانے وہ فلیگ لگا دیتا تھا۔ اس فلیگ پر لکھا تھا۔ "ابھی میں زندہ ہوں۔"
میرے زندہ ساتھی وہاں نہیں تھے۔ میں وہاں سے بھی مایوس ہو کر بنک کے باہر آیا۔ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ہمارا ماتحت ٹیلیفون کے ذریعے پولیس افسر کو اطلاع دینے گیا کہ ہیومن پارلس بنک میں غیر قانونی طور پر انسانی اعضاء فروخت کیے جاتے ہیں۔ اس اطلاع کی تصدیق کے لیے پولیس پارٹی بنک کے سرد خانوں میں جا کر دیکھ سکتی ہے۔ مردہ خانوں کے جن بستروں پر یہ فلیگ لگے ہوئے "ابھی میں زندہ ہوں" اُن بستروں پر پڑے ہوئے افراد واقعی زندہ ہیں اور کوما میں ہیں۔"
پولیس افسر نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"
"میں اس بنک کا ڈاکٹر اور ڈائریکٹر آرتھر ہوں۔ میں آپ کا سامنا نہیں کروں گا۔ آج میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے۔ میں نے بیکڑوں مجبور افراد کو ان کی زندگی میں مُردہ بنا کر لاشوں کے درمیان رکھا۔ جب بھاری معاوضہ ادا کرنے والے گاہک آتے تو میں کوما میں رہنے والوں کے جسم کے اہم حصے کاٹ کر ضرورت مندوں کے جسم میں پیوند کاری کرتا رہا۔"
افسر نے کہا۔ "ڈاکٹر آرتھر درندہ صفت مجرم بن کر اب تک زندگی گزارتے رہے۔ اور اب جرائم کا اعتراف کر رہے ہو۔ ہم تمھاری سزا کم سے کم کرائیں گے تم آ جاؤ۔"

"سوری آفیسر! میں سامنا نہیں کروں گا۔ اس وقت میرے ہاتھ میں بھرا ہوا ریوالور ہے۔ تم ادھر آؤ گے تو میں خود کو ہلاک کر دوں گا۔ مجھے کچھ دیر زندہ رکھنا چاہتے ہو تو فوراً بنک پہنچ کر کوما میں رہنے والوں کو نئی زندگی دو۔ انھیں زندگی کی طرف لانے کے لیے جو دوائیں استعمال میں لائی جاتی ہیں، اُن کا علم میرے اسسٹنٹ ڈاکٹر بیکر اور ڈاکٹر واٹسن کو ہے۔ تم ڈاکٹر واٹسن کا پتا نوٹ کر لو۔"
میں خیال خوانی کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ ادھر ہمارا ماتحت پتا بتا رہا تھا۔ اور آفیسر نوٹ کر رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "ڈاکٹر آرتھر! تم قانون سے تعاون کر رہے ہو۔ وعدہ کرو، خودکشی نہیں کرو گے۔"
ہمارے ماتحت نے کہا۔ "تم وعدہ کرو، میری طرف نہیں آؤ گے۔ جب تک نہیں آؤ گے، میں زندہ رہوں گا۔"
میں انھیں چھوڑ کر ڈاکٹر آرتھر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سو رہا تھا۔ میں نے اُسے خوابیدہ حالت میں اٹھایا۔ وہ میز کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ قلم اٹھا کر لیٹر پیڈ پر لکھنے لگا۔ "میں نے ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے تمام جرائم کا اعتراف کر لیا ہے۔ میں نے اب تک دو سو دس افراد کو کوما میں رکھا ہے۔ ان میں سے ایک سو ستر افراد کا آپریشن کیا۔ کسی کا دل نکالا، کسی کی آنکھیں اور کسی کے گردے نکالے۔ پھر انھیں ضرورت مند گاہکوں کے جسموں میں لگایا۔ دولت مندوں کو نئی زندگی دینے کے لیے غریبوں اور محتاجوں کو بے موت مار ڈالا۔ آج میں بے موت مر رہا ہوں۔ میں ایک معتبر ڈاکٹر سمجھا جاتا رہا۔ اب ایک مجرم کی حیثیت سے دنیا کو منہ نہیں دکھا سکوں گا۔ لہٰذا خودکشی کر رہا ہوں۔"
اس نے قلم کو اپنی تحریر کے پاس رکھ دیا۔ دراز کھول کر ریوالور نکالا، اس کی نال اپنی کنپٹی پر رکھی۔ میں نے کہا۔ "آہ ٹھہرا! تمھارے جیسے درندوں کا ضمیر پہلے مرتا ہے۔ اور جب ضمیر مر جاتا ہے تو آدمی کبھی شرم سے نہیں مرتا۔ تم بھی نہ مرتے۔ ویسے اب تمھاری موت ضروری ہے تاکہ یہ بات صاف ہو جائے، کہ برقی رو والا گیٹ اور مخصوص نمبروں کے تالے تم نے ہی کھولے پھر پولیس افسر کو اطلاع دی۔ اس کے بعد خودکشی کر لی۔"
ایسا کہتے وقت میں نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ خوابیدہ نہیں تھا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے دماغ میں میری آواز سن رہا تھا۔ اس دوران اس نے ریوالور کو کنپٹی سے ہٹانے کی کوشش کئی بار کی اور ناکام رہا۔ میں نے کہا۔ "تم زندہ رہنا چاہتے ہو، مگر نہیں رہ سکتے۔ اسے کہتے ہیں ٹیلی پیتھی کا کوما۔ تر جانے ماندن، نہ پائے رفتن۔"
اس کا ریوالور والا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ وہ موت اور زندگی کے درمیان تھا۔ میں نے کہا۔ "جو بے چارے تمھارے سرد خانے میں لاشوں کے درمیان پڑے ہیں، وہ بھی انتظار میں ہیں کہ موت ٹل جائے گی۔ نئی زندگی مل جائے گی۔ تم بھی سوچ رہے ہو، ریوالور ہٹ جائے گا مگر کیسے ہٹے؟ کیا آج تک تم نے کسی کو کوما کی حالت سے نکالا؟"
وہ تھر تھر کانپتے ہوئے معافی مانگنے اور گڑگڑانے لگا۔ لیکن وہ تحریری بیان دے چکا تھا۔ اس کے مطابق ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھا۔ ٹھائیں سے گولی چلی۔ اس کے ساتھ ہی میری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ میری کار ایک شاہراہ سے گزر رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کہاں جا رہے ہو؟"
ماتحت نے جواب دیا۔ "سر! بنک کے پاس پولیس پارٹی پہنچنے والی تھی۔ اس لیے کار وہاں سے لے آیا ہوں۔ آپ خیال خوانی میں مصروف تھے۔ آپ کے حکم کے انتظار میں یونہی ڈرائیو کرتا جا رہا ہوں۔ ویسے ہم میرے ادارے کے ڈاکٹر سرجن فلیش کی رہائش گاہ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔"
اس نے ایک طرف گاڑی روک دی۔ میں سرجن فلیش کے پاس پہنچ گیا۔ شام سے اب تک جسمانی اعضا کا کاروبار کرنے والے دو بڑے اداروں پر پولیس نے کامیاب چھاپے مارے تھے۔ دونوں اداروں کے سرد خانوں میں جتنے افراد کوما میں تھے، انھیں زندگی کی طرف واپس لایا جا رہا تھا۔ یہ باتیں سرجن فلیش کو معلوم ہو گئی تھیں۔ جو لوگ کوما کی حالت سے واپس لائے جا رہے تھے ان کی دماغی اور جسمانی حالت تشویش ناک تھی۔ ان سب کو زندہ رکھنے اور پوری توجہ سے علاج کرانے کی خاطر کئی تجربہ کار ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ توقع تھی کہ ان کی حالت سنبھلتے ہی وہ سب کے سب کوما میں لے جائے جانے کے چونکا دینے والے بیانات قلم بند کرائیں گے۔
سرجن فلیش کو اپنی شامت نظر آ رہی تھی۔ وہ یہ شہر، یہ ملک چھوڑ کر کچھ عرصے کے لیے آئرلینڈ جانا چاہتا تھا۔ اس لیے اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا فلائنگ کلب جا رہا تھا۔ وہاں سے ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے ملک چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ میں نے ماتحت سے کہا۔ "سرجن فلیش فرار ہونا چاہتا ہے۔ تم پولیس کی نظروں میں آئے بغیر انھیں سرجن فلیش کے سرد خانوں میں پہنچا دو۔ بعد میں پولیس والوں کے ساتھ رہنے کی کوشش کرو۔ اس طرح معلوم کر سکو گے کہ فلیش کے سرد خانوں میں کسی کو میک اَپ کرا کے پہنچایا گیا ہے یا نہیں؟ اب میں اپنی رہائش گاہ میں جانا چاہتا ہوں۔"

وہ مجھے ہدایت کے مطابق رہائش گاہ تک پہنچا کر چلا گیا۔ وہاں بھی اعلیٰ بی بی کے ماتحت موجود تھے۔ انھوں نے کھانے کے لیے پوچھا۔ میں نے انکار کر دیا۔ بیڈ روم میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گیا۔ سرجن فلیش کے پاس پہنچ گیا۔ وہ فلائنگ کلب کے ایک پائلٹ سے کہہ رہا تھا: "جونی! الٹا بڑ ہو گئی ہے۔ ہیرالڈ اور آرتھر کے سرخانوں تک پولیس پہنچ چکی تھی۔"

جونی نے پوچھا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہیرالڈ کے سرخانے خاص میکنزم کے حفاظتی خانے میں پہنچا دیے جاتے تھے۔ پولیس کبھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور آرتھر..."

سرجن فلیش نے کہا: "یہ بحث بعد میں ہو سکتی ہے کہ ان پر تباہی کیسے آئی اور کس کے ذریعے آئی؟ فی الحال یہاں سے بھاگ چلو، ورنہ پکڑے جائیں گے۔"

"تمھیں گرفتاری کا اندیشہ ہے، مجھے نہیں ہے۔ میں تمھارے کاروبار میں شریک نہیں ہوں۔"

"یہ مت بھولو جونی! کہ تمھارا ایک گردہ ناکارہ ہو گیا تھا، تمھارے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ..."

جونی نے بات کاٹ کر کہا: "یار! مجھے سب یاد ہے۔ میں تمھارے کام آنے سے انکار نہیں کر رہا ہوں۔ بولو میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"فوراً ایک ہیلی کاپٹر آئر لینڈ کے لیے چارٹر کرو۔ اور مجھے وہاں پہنچا دو۔"

"آل رائٹ۔ انتظار کرو۔ میں ابھی سارا بندوبست کر لوں گا۔"

جونی چلا گیا۔ سرجن فلیش انتظار کرنے لگا۔ اُن کا قصہ یوں تھا کہ جونی ناکارہ گردہ نکلوانے اور کارآمد گردہ لگوانے پھر آپریشن اور طویل علاج کرانے کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ سرجن فلیش سے اچھی دوستی تھی۔ فلیش نے پوچھا۔ "تمھارا ایک سوتیلا جوان بیٹا ہے؟"

"ہاں ہے۔"

"تم اس سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو۔"

"ہاں، وہ کباب میں ہڈی ہے۔ میں کماتا ہوں، میری بیوی کمائی کا کچھ حصہ چھپا کر بیٹے کو دیتی رہتی ہے۔ اس بات پر کئی بار جھگڑا ہو چکا ہے۔ وہ قسم کھاتی ہے کہ بیٹے کو کچھ نہیں دیتی۔ میں نادان نہیں ہوں۔"

"تم سوتیلے بیٹے کو کسی طرح میرے سرخانے میں پہنچا دو۔ اس کا ایک گردہ تمھارے کام آئے گا۔ آپریشن کے اخراجات کی پروا نہ کرو۔ اس کا دل اور آنکھیں کسی ضرورت مند کو دے کر میں نقصان پورا کر لوں گا۔"

یہ ایک لمبی کہانی ہے کہ جونی نے سوتیلے بیٹے کو کیسے ٹریپ کیا۔ اور سرجن فلیش کے آدمیوں کی مدد سے کس طرح اسے سرد خانے میں پہنچایا۔ ہماری دنیا میں ایسے ایسے غیر انسانی دھندے ہوتے ہیں، جن کے متعلق سن کر یا پڑھ کر یقین نہیں آتا۔ ایسے واقعات آنکھوں کے سامنے ہوں تو آنکھیں پھوڑ لینے کو جی چاہتا ہے۔ جونی کی بیوی نہیں جانتی تھی کہ جس شوہر سے محبت کرتی ہے، وہی اس کے لختِ جگر کو بے موت مارنے کے لیے کوما کے مرحلے تک پہنچا دے گا۔

جو ہونا تھا، سو ہو گیا۔ اُس کی بیوی کا نام ڈورا تھا۔ ڈورا آج بھی اپنے گم شدہ بیٹے کو تلاش کرتی ہے۔ پولیس والے اُسے تسلیاں دیتے ہیں کہ بیٹا نادان نہیں ہے، جوان ہے۔ غلط لوگوں کی صحبت میں پڑ کر ہپیوں کی طرح نگر نگر گھومتے چلا گیا ہو گا۔ بے پروا ڈورا نہیں جانتی تھی کہ جب اُس کا شوہر جونی محبت کرنے کے لیے پاس آتا ہے تو اپنے وجود میں اس کے بیٹے کا گردہ چھپا کر آتا ہے۔ دنیا میں کیسی کیسی چوریاں ہوتی ہیں۔ چوری کا مال پاس ہوتا ہے، پھر بھی اس کا سراغ نہیں ملتا۔

جونی اپنے محسن سرجن فلیش کے لیے ابھی ہیلی کاپٹر چارٹر کرانے والا تھا۔ میں تھوڑی دیر کے لیے اپنے ماتحت کے پاس پہنچا۔ وہ پولیس پارٹی کے ساتھ ایک فوٹو گرافر کی حیثیت سے تھا۔ سرجن فلیش کے سرد خانوں کی تصاویر اخبارات کے لیے اتار رہا تھا۔ اس کے ذریعے میں ایک پولیس افسر تک پہنچا پھر وہ میری مرضی کے مطابق کوما میں پڑے ہوئے افراد کے چہروں اور گردنوں کو چھو کر دیکھنے لگا۔ وہاں بھی کوئی عارضی یا ماسک میک اَپ میں نہیں تھا۔ لندن کے تین بڑے اداروں میں اپنا ایک ساتھی بھی مجھے نہیں ملا۔ یہ میرے لیے حیرانی، پریشانی اور تھکا ڈالنے والی بات تھی۔

اسی وقت ایک اور افسر نے آ کر پوچھا: "کیا اور کوئی میک اَپ میں ہے؟"

"یہاں کوئی نہیں ہے۔"

دوسرے نے کہا: "دو افراد جو میک اَپ میں تھے، انھیں خصوصی نگرانی کے ساتھ پولیس اسپتال لے جا رہا ہوں۔ ان کی حالت تشویش ناک ہے۔ ویسے ایمبولنس میں ڈاکٹر موجود رہے گا۔"

میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ وہ دو افراد میرے اپنے ہو سکتے تھے۔ میں اس افسر کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ وہ عمارت سے باہر ایمبولنس کی طرف جا رہا تھا۔ میرے ایک بھی ساتھی کے ملے جانے سے دوسروں کا سراغ لگانا کچھ آسان ہو جاتا۔ وہ افسر ایمبولنس کے پاس آیا۔ وہاں میسر اپولیس افسر بھی موجود تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ کیونکہ وہ ایمبولنس کے پچھلے حصے میں ڈاکٹر اور مریضوں کے ساتھ سفر کرنے والا تھا۔

ایمبولنس وہاں سے روانہ ہوئی۔ ڈاکٹر دونوں کو باری باری چیک کر رہا تھا۔ آفیسر نے کہا: "ڈاکٹر! یہ ماسک میک اَپ میں ہیں۔" اگر ان کے چہروں پر سے ماسک ہٹا دیا جائے تو انھیں کچھ آرام آئے گا۔"

ڈاکٹر نے اجازت دے دی۔ آفیسر ماسک ہٹانے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اصلی چہرہ ظاہر ہوا۔ میں آفیسر کے ذریعے اُسے دیکھنے لگا اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اُس نے کہا: "یہ جوان لڑکی ہے۔ چہرے کے نقوش بتاتے ہیں، یہ کسی عرب ملک سے تعلق رکھتی ہے۔"

یقیناً وہ لیلیٰ ہو گی۔ میں وہی دیکھ سکتا تھا اور سمجھ سکتا تھا جو آفیسر کی آنکھیں دکھا رہی تھیں۔ اور دماغ سمجھا رہا تھا۔ وہ لیلیٰ کو پہچان نہیں سکا تھا۔ اسے عرب دوشیزہ کہہ رہا تھا۔ میں نے ڈاکٹر کے سوچ میں کہا: "اس عرب لڑکی سے کچھ پوچھنا چاہیے۔"

"مائی سنس۔" اس نے اپنے آپ سے کہا: "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ یہ بولنے کے قابل نہیں ہے۔ کوما میں رہنے والے جسمانی اور دماغی طور پر اس قدر کمزور ہو جاتے ہیں کہ اُن کی جلد واپسی ممکن نہیں ہوتی۔ بہت کم ایسے ہوتے ہیں، جو قوتِ ارادی سے جدوجہد کرتے ہیں، موت سے لڑتے ہیں اور زندگی کو پا لیتے ہیں۔"

دوسری طرف آفیسر نے دوسرے مریض کا ماسک اتار لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے شدید حیرانی سے کہا: "اوہ گاڈ! یہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

ڈاکٹر نے گھوم کر غور سے دیکھا۔ پھر کہا: "میں نے فرہاد کا نام سُنا ہے۔ کبھی دیکھا نہیں ہے۔ کیا واقعی یہ فرہاد ہے؟"

میں اپنی جگہ سوچ رہا تھا۔ سجاد صبا کے علاقے میں آیا تو رومیو کا سترو کے روپ میں تھا۔ اب یہ روپ میں نے اختیار کر رکھا تھا۔ صبا کے علاقے تک میں بابر جلال بنا ہوا تھا۔ سجاد میری جگہ لینے کے لیے بابر جلال بن گیا تھا۔ چونکہ وہ عارضی میک اَپ تھا۔ لہٰذا انجانے دشمن نے اُسے پہچاننے کے بعد فرہاد کی حیثیت سے شناخت کیا تھا۔ اور سرد خانے تک پہنچانے کے لیے اس کے چہرے پر ماسک میک اَپ کیا تھا۔

پولیس افسر ٹرانسمیٹر آن کر کے اپنے اعلیٰ افسران کو فرہاد کے متعلق اطلاع دے رہا تھا۔ نرس نے کہا: "ڈاکٹر! پلیز اس لڑکی کو دیکھیں۔ اس کی نبض ڈوب رہی ہے۔"

ڈاکٹر نے لیلیٰ کی طرف توجہ دی۔ پھر ایک بار اس کی نبض اور دھڑکنوں کی رفتار محسوس کرنے لگا۔ ساتھ ہی نرس کو ایک انجکشن تیار کرنے کے لیے کہہ رہا تھا لیکن جب تک انجکشن تیار ہوتا، اس کے ہاتھ سے لیلیٰ کی کلائی چھوٹ گئی۔ وہ چند لمحوں تک اُسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر افسر سے بولا: "سوری، شی از نو مور۔ مجھے افسوس ہے۔ یہ ختم ہو چکی ہے۔"

میرا سر جھک گیا۔ جو میں سوچ نہیں سکتا تھا، وہ ہو گیا۔ وہ بہت ہی مضبوط قوتِ ارادی کی مالک تھی۔ اپنی طبعی عمر تک موت سے لڑ سکتی تھی۔ مگر قتل اسے میں اس پر بے انتہا مظالم ڈھائے گئے تھے۔ اسے اس قدر کمزور بنا دیا گیا تھا کہ وہ کوما کے عذاب کو برداشت نہ کر سکی۔ اس کی موت بڑی ہی دردناک تھی۔ میں کئی منٹ تک نہ بول سکا، نہ ہی خیال خوانی کر سکا۔ جی چاہتا تھا تھک کر بستر پر گر جاؤں۔ آنکھیں بند کر لوں اور ساری دنیا سے غافل ہو جاؤں۔

ایک کی موت نے مجھے دوسرے ساتھیوں کے لیے اور زیادہ تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ میں لمحہ بھر کے لیے آنکھیں بند کر کے غافل نہیں رہ سکتا تھا۔ ڈاکٹر اور پولیس افسر کے ذریعے پتا چل رہا تھا کہ سجاد اپنی زندگی کے لیے لڑ رہا ہے۔ ویسے بھی وہ فرہاد سمجھا جا رہا تھا۔ وہ لوگ اُسے بچانے کے سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ تمام اگلے پچھلے دشمنوں تک یہ اطلاع پہنچنے والی تھی کہ فرہاد کو کوما سے واپس لایا گیا ہے اور اُسے زندہ رکھنے کی ہر ممکن کوششیں کی جا رہی ہیں۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ سونیا، رسونتی اور پارس کی صورتیں آنکھوں میں گھوم رہی تھیں۔ جب تک ان کے متعلق بھی کچھ معلوم نہ ہو جاتا، مجھے سکون نہ ملتا۔ میں نے اعلیٰ بی بی کے ایک ماتحت کو بلا کر کہا: "لیلیٰ ثانی کی لاش پولیس اسپتال لے جائی جا رہی ہے۔ تم لوگ سرکاری ذرائع استعمال کر کے اس کی لاش بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دو۔ سجاد بھی پولیس اسپتال میں زیرِ علاج رہے گا۔ فی الحال وہ فرہاد سمجھا جا رہا ہے۔ اسپتال کے اس پاس خفیہ نگرانی کرنے والوں کی ڈیوٹی لگا دو۔"

وہ احکامات کی تعمیل کے لیے چلے گئے۔ میں نے شیخ الفارس کو مخاطب کر کے تمام حالات بتائے۔ پھر کہا: "جناب! انسانی اعضا کی خرید و فروخت کے سلسلے میں جن اداروں کا ذکر آپ نے کیا تھا، میں نے یہاں ان تمام کا محاسبہ کیا ہے۔ یہاں لیلیٰ اور سجاد کوما کی حالت میں پائے گئے۔ بیچاری لیلیٰ جانبر نہ ہو سکی۔ سجاد کو فرہاد سمجھ کر اس کا علاج خصوصی توجہ سے کیا جا رہا ہے۔ اب میں

پیروں کے سرد خانوں میں پہنچنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں آپ نے کہاں تک کامیابی حاصل کی ہے؟"

شیخ الفارس نے کہا: "ہمارے جوان تینوں اداروں کے سرد خانوں تک پہنچنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ اُن اداروں کے ڈاکٹروں تک رسائی ہو چکی ہے۔ مگر سرد خانوں تک پہنچنے میں عرصہ لگے گا۔ فوراً پہنچنا چاہو تو میرے ان جوانوں کے ذریعے اُن اداروں کے ڈاکٹروں تک پہنچو۔ میں ان کی آوازیں سنا رہا ہوں۔"

انھوں نے ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے یکے بعد دیگرے تمام آوازیں سنائیں۔ اس کے بعد مجھے اپنے طریقۂ کار کے مطابق ان سرد خانوں تک پہنچنے میں دیر نہ لگی۔ رات کا وقت تھا۔ وہ تمام ڈاکٹر جو غیر قانونی طور پر زندہ لوگوں کو کوما میں رکھتے تھے، وہ سب آرام سے اپنی خواب گاہوں میں سو رہے تھے۔ میں نے ایک ڈاکٹر کو دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے کہا: "ذلیل کے بچے! تمھاری منافع خوری میرے عزیزوں کو زندگی سے موت کی طرف لے جا رہی ہے اور تم سو رہے ہو۔ اٹھو اور اس وقت تک جاگتے رہو، جب تک میرے لوگوں کا سراغ نہ ملے۔ وہ نہیں ملیں گے تو تم سو نہیں سکو گے۔ پلکیں جھپکاؤ گے تو دماغی جھٹکے پہنچیں گے۔ تم نیند کو ترستے رہو گے اور یہ تمھیں بھیک میں بھی نہیں ملے گی۔ حتیٰ کہ جاگتے جاگتے تمھارا دم نکل جائے گا۔"

وہ سہمے ہوئے انداز میں بولا: "یہ میرے دماغ میں کیسی آوازیں گونج رہی ہیں۔ جیسے کوئی بول رہا ہو؟"

"تمھارا باپ بول رہا ہے۔ چلو اٹھو۔"

وہ بستر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی چیخ سن کر بیوی ایک جوان بیٹا اور ملازم دوڑتے آئے تھے۔ معلوم کرنا چاہتے تھے، چیخ کی آواز کیسی تھی۔ میں نے اس کی زبان سے کہا: "کچھ نہیں، میں خواب میں ڈر گیا تھا۔ تم لوگ جاؤ، سو جاؤ۔ میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔"

بیٹے نے کہا: "ڈیڈ! اتنی رات کو تنہا جا رہے ہو؟ میں بھی چلوں گا۔"

میں نے کہا: "اچھی بات ہے برخوردار! ایک نہ شد دو شد۔"

وہ لباس تبدیل کرنے گیا۔ ڈاکٹر کی بیوی نے پوچھا: "تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو۔ کیا میں تمھارے ساتھ رہوں؟"

"نہیں تم جاؤ۔ میں بیٹے کے ساتھ باہر جاؤں گا۔"

وہ چلی گئی۔ اُس نے دروازہ بند کیا۔ میں نے اس کے دماغ پر گرفت ڈھیلی کر دی۔ وہ سہم کر بولا: "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ کیا یہ ٹیلی پیتھی کا عمل ہے؟"

"بڑی دیر میں سمجھے۔ اب لباس تبدیل کرتے رہو اور بتاتے جاؤ، تمھارے سرد خانوں میں فرہاد کے کتنے ساتھی ہیں؟"

"ایک بھی نہیں ہے۔ کسی نامعلوم نے مجھ سے سودا کرنا چاہا تھا، میں نے انکار کر دیا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، میں پہلے ہی فرہاد اور رونتی کے نام سے ڈر گیا تھا۔ ان سے دشمنی مول لینے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ تم کون ہو؟"

"میں کوئی بھی ہوں۔ کسی کے سامنے ٹیلی پیتھی کا ذکر نہ کرنا، خواہ تمھارا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔"

"جب میں قسم کھا رہا ہوں کہ میرے سرد خانے میں فرہاد کا کوئی ساتھی نہیں ہے تو پھر مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"تم اپنے بیٹے کے ساتھ سرد خانے میں جاؤ گے۔ میں تم دونوں کے ذریعے ہر اُس فرد کو چیک کروں گا، جو کوما میں ہے، جس نامعلوم شخص سے تم نے سودا منظور نہیں کیا، اُس نے میرے عزیزوں کو میک اَپ میں چھپا کر تمھارے ہاں پہنچایا ہوگا۔"

"پھر تو میں سرد خانوں میں ضرور جاؤں گا۔ تم سے ہر طرح تعاون کروں گا۔"

"وہ تو کرو گے۔ اور میری ٹیلی پیتھی کا ذکر بھی کسی سے نہیں کرو گے۔ ورنہ تمھارا پورا خاندان تمھارے ساتھ کوما میں چلا جائے گا۔"

"نہیں نہیں، میں کسی سے تمھارا ذکر نہیں کروں گا۔"

"میں ابھی جا رہا ہوں۔" سرد خانے میں تمھارے پاس آؤں گا۔"

میں چپ ہو گیا۔ وہ لباس تبدیل کر کے اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ جواب نہ ملنے پر اطمینان کا سانس لیتے ہوئے بولا: "چلا گیا۔ تھینکس گاڈ۔ یہ ٹیلی پیتھی کیا بلا ہے۔ میری توبہ، میرے باپ کی توبہ، میں کوئی حرکت ایسی نہیں کروں گا، جو دماغ میں بولنے والے کی مرضی کے خلاف ہو۔ مجھے یقین ہے، وہ بولنے والا فرشتہ ہی ہے۔"

مجھے اطمینان ہو گیا۔ میں اُسے چھوڑ کر سرجن فلیش کے پاس پہنچا۔ ہیلی کاپٹر پرواز کر رہا تھا۔ جونی پائلٹ کا فرض انجام دے رہا تھا۔ فلیش اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے جونی کے خیالات پڑھے۔ پھر اعلیٰ پی پی کے ایک ماتحت سے کہا۔ "اسٹار فلائنگ کلب کے ایک پائلٹ جونی کا پتا نوٹ کرو۔ اُس کے گھر جاؤ، اُس کی بیوی ڈورا سے کہو، اس کے بیٹے کا سراغ مل گیا ہے۔ بیٹا انگلینڈ کے ایک قریبی جزیرے میں ہے۔ اُسے لے کر کسی بھی فلائنگ کلب میں جاؤ، ایک ہیلی کاپٹر چارٹر کراؤ۔ میں گائیڈ کرتا رہوں گا اور تمھیں اُس جزیرے تک پہنچا دوں گا۔"

وہ جونی کا پتا نوٹ کر کے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں سرد خانے میں پہنچا۔ ڈاکٹر میرے حکم کے مطابق کوما میں رہنے

والوں کو باری باری دیکھنے لگا۔ اُس کے بیٹے نے پوچھا: "ڈیڈ! تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ اتنی رات کو ان مُردوں میں کیا تلاش کر رہے ہو؟"

"بیٹے! یہ جتنے لوگ کوما میں ہیں، ان کے چہروں کو چھو کر توجہ سے دیکھو۔ پھر ان کی گردن پر ہاتھ پھیرو۔ شاید ان میں سے کوئی ایک اپ ہو۔ میں نے ایک نامعلوم مجرم سے سودا کرنے سے انکار کیا تھا۔ وہ ہم سے فراڈ کر سکتا ہے۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ ایک چہرہ میک اَپ زدہ تھا۔ میں نے کہا: "فوراً اس کا ماسک اتارو۔"

ڈاکٹر نے حکم کی تعمیل کی۔ ماسک اتارتے ہوئے بولا: "یہ ایک خوبصورت لڑکی ہے۔ اس کے چہرے پر جتنا حُسن ہے، اتنی ہی سنگینی بھی ہے۔ مشرق کے کسی ملک سے اس کا تعلق ہو سکتا ہے۔"

میں نے کہا: "اس کے ہاتھ کو اور انگلیوں کو چھو کر دیکھو۔"

اُس نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو چھونا شروع کیا۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی: "یہ تو فولاد ہیں۔ انگلیاں نہیں، آہنی سلاخیں لگتی ہیں۔"

میں نے بے اختیار کہا: "یہ یقیناً مرجانہ ہے۔ ڈاکٹر! اسے فوراً کوما سے نکالو۔"

ڈاکٹر نے بیٹے کو انجکشن تیار کر کے لانے کے لیے کہا۔ پھر دوسرے افراد کو چیک کرنے لگا۔ بیٹے کے واپس آنے تک ایک اور شخص کا میک اَپ اتارا گیا۔ ڈاکٹر کی سوچ نے اس کا جو حلیہ بتایا، اس سے انکشاف ہوا کہ وہ ٹارٹر بلبا ہے۔ میں نے کہا: "ڈاکٹر! یہ دونوں میرے جاں نثار ہیں۔ اگر تم انھیں کوما سے نکال کر زندہ رکھنے میں ناکام رہے تو بہت ہی عبرتناک انجام کو پہنچو گے۔ بس اتنا سمجھ لو، ان کی زندگی تمھارے اہل خانہ کی زندگی ہے۔ ان کی موت تم سب کی موت ہے۔ لہٰذا انھیں زندہ رکھنے کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں کو کام میں لاؤ۔ میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر میں واپس آؤں گا۔"

اب اُس سرد خانے میں کوئی تیسرا میک اَپ میں نہیں تھا۔ لہٰذا میں ڈورا کے پاس پہنچ گیا۔ میں جانتا تھا کہ ایک ماں اپنے گم شدہ بیٹے کی بازیابی پر کسی بھی اجنبی پر بھروسا کر سکتی ہے اور اس کے ساتھ کہیں بھی جا سکتی ہے۔ وہ ہمارے ماتحت کے ساتھ ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھ گئی تھی۔ میں ماتحت کو اس جزیرے کے متعلق بتانے کے بعد سرجن فلیش کے پاس پہنچ گیا۔ جزیرے کے ایک ویران حصے میں ہیلی کاپٹر اُتر گیا تھا۔ سرجن فلیش حیرانی سے پوچھ رہا تھا: "جونی! یہ کون سی جگہ ہے۔ ہم تو آئر لینڈ جا رہے ہیں؟"

جونی نے ہیلی کاپٹر کے انجن کو بند کرتے ہوئے کہا: "آدمی جانا کہیں ہے، پہنچنا کہیں ہے۔ تم حیات کے آخری جزیرے

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے

ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

ہپناٹزم بالتصویر

جدید تحقیقات

قیمت ۲۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

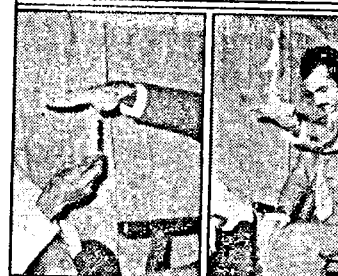

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پُورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے ممنوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ نفسیات لوئر مال سکیم نمبر ۳ کراچی

میں پہنچ گئے ہو۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

جوئی نے ریوالور نکال کر کہا۔ "تم اپنے ہی کھودے ہوئے گڑھے میں گرنے آئے ہو۔ تم نے فلائنگ کلب کے رجسٹر میں غلط نام اور غلط پتے کی انٹری کی ہے۔ اُس انٹری کے مطابق میں نے جارج لوئس کو آئرلینڈ پہنچا دیا ہے۔ تم یہاں مُردہ پائے جاؤ گے تو مجھ پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ کیوں سر جن فلیش عرف جارج لوئس کیسی رہی؟"

وہ سسم کر بولا۔ "کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ لیلی کا پٹر میں تمھارے خون کے دھبے نہیں چاہتا۔ لہٰذا نیچے اُترو۔"

"مگر تم مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟ میں تمھارا محسن ہوں۔ تمھارا ایک گردہ ناکارہ ہو گیا تھا۔ میں نے مفت آپریشن کیا۔"

"ڈاکٹر! ہفت نہیں۔ تم نے منافع میں میرے سوتیلے بیٹے کا دل اور آنکھیں حاصل کیں۔ مجھے صرف ایک گردہ ملا۔"

"پھر بھی تمھیں میرے ہاتھوں نئی زندگی ملی۔"

"اب یہ زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ جسمانی اعضا کا غیر قانونی دھندا کرنے والے اداروں پر پولیس کا عتاب نازل ہو رہا ہے۔ تم آج نہیں تو کل پکڑے جاؤ گے۔ تمھیں بیان دینا پڑے گا کہ کس طرح لوگوں کو پھانس کر کوما میں پہنچا دیتے تھے۔ پھر میرا ذکر بھی آئے گا۔ میں نے تمھارے آدمیوں کے ساتھ مل کر سوتیلے بیٹے کو کوما میں پہنچا دیا۔ میں اس کے قتل میں تمھارے ساتھ برابر کا شریک ہوں۔ اس لیے میں اپنے قاتل ہونے کے ثبوت اور گواہ کو ہمیشہ کے لیے مٹا دینا چاہتا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سر جن فلیش نے ریوالور والے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مارا۔ پھر دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ ان کی زور آزمائی کے دوران ریوالور سے ایک گولی چلی، وہ گولی ہیلی کاپٹر کے ونڈ اسکرین کو توڑتی ہوئی نکل گئی۔ دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے اوپر نیچے ہوتے ہوئے ہیلی کاپٹر سے باہر ریت پر آ کر گر پڑے۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ اب دونوں فری اسٹائل کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ وہ بار بار ریوالور تک پہنچنا چاہتے تھے مگر ایک دوسرے کے لیے رکاوٹ بن جاتے تھے۔

اب دوسرا ہیلی کاپٹر آ گیا تھا اور اُن کے سروں پر پرواز کرنے کے بعد ایک جگہ اُتر رہا تھا۔ سر جن فلیش نے کہا۔ "جوئی! ہوش میں آؤ۔ دوسرے ہیلی کاپٹر میں پولیس والے ہو سکتے ہیں یا پھر وہ دشمن ہیں، جن کے ذریعے پولیس تمام سرد خانوں میں پہنچ رہی ہے۔ پلیز عقل سے کام لو۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے، ہم فرار ہو سکتے ہیں۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی جوئی نے ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی۔ ریت پر آ کر گرا۔ پھر ریوالور کو وہاں سے اٹھاتے ہوئے، ریت پر لڑھکتے ہوئے دور جا کر کھڑا ہو گیا۔ تب میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "سر جن فلیش! تم اتنی دیر سے اپنی زندگی کے لیے لڑ رہے ہو مگر بے چارے کو ماما میں رہنے والے تو لڑ بھی نہیں سکتے۔ ایک قاتل کو سزائے موت دی جاتی ہے تو اُس کی آخری خواہش پوچھی جاتی ہے۔ تم نے انھیں کو ماما میں ڈال کر آخری خواہش بیان کرنے کے قابل بھی نہیں چھوڑا۔"

میں نے جوئی کے ذریعے اس کی ایک ران میں گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر اچھلتے ہوئے ریت پر گرا۔ پھر تڑپ تڑپ کر زندگی کی بھیک مانگنے لگا۔ میں نے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تمھیں زندگی کی بھیک کیسے مل سکتی ہے۔ میری شبانہ کی زندگی چھین لی گئی۔ میرا پارس لاپتا ہو گیا۔ لیلیٰ بے موت ماری گئی۔ پتا نہیں سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کس حال میں ہیں۔ سجاد، مرجانہ اور ٹارزن بلیا زندگی اور موت کے درمیان معلق ہیں۔ انھیں کو ماما سے واپس لایا گیا ہے۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ زندہ رہ جائیں گے۔"

وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا۔ "فرہاد صاحب! آپ کے جو ساتھی کو ماما میں ہیں، مجھے ان کے پاس لے چلیں۔ میں انھیں بچانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"تم سے زیادہ باصلاحیت، تجربہ کار اور معزز ڈاکٹر انھیں بچانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر جو بچ نہ سکے، ان کے نام پر تمھیں گولی مارنا چاہتا ہوں۔ پہلی گولی شبانہ کے نام سے آئی تھی۔ اب لیلیٰ کے نام سے آنے والی کو سنبھالو۔"

یہ کہتے ہی جوئی نے فائر کیا۔ ٹھیک دل کا نشانہ تھا۔ وہ پھر اچھل کر گرا۔ اس کے بعد جلد ہی ٹھنڈا پڑ گیا۔ چند لمحوں تک وہاں سناٹا چھایا رہا۔ دُور سمندر کی لہروں کا شور سُنائی دے رہا تھا۔ تیز ہوا سائیں سائیں کرتی گزر رہی تھی۔ ہوا اور سمندر کے شور میں دُور سے ڈورا کی آواز سُنائی دی۔ "انتونی! میرے بیٹے! تم کہاں ہو؟ اس جزیرے میں آ کر کیوں چھپ گئے؟ جواب دو بیٹے! میں تمھاری ممی ہوں۔ انتونی، ان... تو... نی..."

تیز ہوائیں ماں کی صداؤں کو دُور دُور لے جا رہی تھیں۔ جوئی پریشان ہو کر سوچ رہا تھا، ڈورا یہاں کیسے آ گئی؟ اُس ویرانے میں بیٹے کو کس اُمید پر صدائیں دے رہی ہے۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے ریوالور تان کر کہا۔ "ڈورا!

خبردار! میرے قریب نہ آنا۔ دیکھو، سر جن فلیش کی لاش کو دیکھو، ہم دونوں نے مل کر تمھارے بیٹے کو قتل کیا۔ اپنے قاتل ہونے کا ایک ثبوت مٹا چکا ہوں۔ تم یہاں آ کر چشم دید گواہ بن گئی ہو۔ میں تمھیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ڈورا حیرانی سے اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ "میرے انتونی کو تم نے قتل کیا ہے؟ نہیں وہ زندہ ہے۔ ابھی میں زندہ ہوں، میرا جوان بیٹا کیسے مر سکتا ہے؟"

جوئی نے چیخ کر کہا۔ "وہ مر چکا ہے۔ سر جن فلیش نے اس کا دل اور آنکھیں ضرورت مندوں کو فروخت کر دیں۔ میرا ایک گردہ ناکارہ تھا، اب نہیں ہے۔ تمھارے بیٹے کے گُردے سے جی رہا ہوں۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ اس لیے میں بے باکی سے اقبالِ جُرم کر رہا ہوں۔"

"جوئی! تم؟ تم نے میرے بیٹے کو قتل کیا؟ میں نے تم سے محبت کی۔ اپنا تن من سب کچھ تمھیں دیا اور تم نے میری گود جلا دی۔ ایک گُردے کی خاطر میرے بیٹے کی زندگی چھین لی؟"

"ہاں چھین لی۔ اب تمھاری زندگی بھی..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ہمارے ماتحت نے گولی چلا دی۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر سامنے گر پڑا۔ وہ فوراً ہی اُسے نہ اُٹھا سکا۔ اپنے زخمی ہاتھ کو پکڑ کر کراہنے لگا۔ اتنی دیر میں ڈورا نے ریوالور کو اُٹھا کر پوچھا۔ "کہاں ہے میرا بیٹا؟"

وہ بوکھلا کر بولا۔ "م... میں نہیں جانتا، میری سمجھ میں نہیں آتا، ابھی میں کیا بک رہا تھا۔"

"وہی جو ایک قاتل، ریوالور ہاتھ میں لے کر مزید سے بکتا ہے۔ اب یہ میرے ہاتھ میں ہے۔ چلو میرا بیٹا مجھے واپس کرو۔"

"ڈورا! بائی گاڈ! انتونی میرے پاس نہیں ہے۔"

وہ روتی ہوئی، چیختی ہوئی بولی۔ "تمھارے پاس ہے۔ کہنے! تم نے میرے بیٹے کو چھپا رکھا ہے۔"

"میں سچ کہتا ہوں، میں نے..."

ٹھائیں سے گولی چلی اور بات ادھوری رہ گئی۔ وہ زخمی ٹانگ کو پکڑ کر ریت پر گر پڑا تھا۔ ڈورا نے آنسو بھری آنکھوں سے دیکھا، پھر کہا۔ "میرا بیٹا سلامت نہیں رہا۔ کسی نے دل لیا، کسی نے آنکھیں اور تم نے..."

اس نے دوسری ٹانگ پر گولی ماری۔ جوئی ریت پر تڑپنے لگا۔ وہ روتے روتے بولی۔ "تم ابھی نہیں مرو گے۔ پہلے لوٹنا ہوا مال واپس کرو گے۔"

ڈورا نے ریوالور کو دُور پھینک دیا۔ پھر اپنے پرس میں سے ایک چاقو نکال کر کھولنے لگی۔ ہمارے ماتحت نے آگے بڑھ کر جوئی کے سینے پر پاؤں رکھا۔ پھر کہا۔ "چپ چاپ پڑے رہو۔ ایک ماں تمھارے ساتھ جو سلوک کرے، اس کے خلاف دم نہ مارو، ورنہ گولی مار دوں گا۔"

وہ دبیلے چھاڑے تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ ڈورا نے چاقو کی دھار پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ "کوئی ڈاکو لوٹ کا مال خود واپس نہیں کرتا۔ اُسے قانون کے سہارے یا بازو کے سہارے حاصل کرنا پڑتا ہے۔ جوئی! تم میرا سالم بیٹا واپس نہیں کر سکتے، مگر جو تم نے اس سے چھینا ہے، اُسے تو واپس لے سکتی ہوں۔"

وہ چاقو لے کر اُس پر جھک گئی۔ دوسرے ہی لمحے جزیرے کی ویرانی میں جوئی کی چیخیں گونج رہی تھیں۔ گُردے کی پیوند کاری کے وقت اُسے آپریشن تھیٹر میں بے ہوش کیا گیا تھا لیکن یہ دُنیا بہت بڑا آپریشن تھیٹر ہے، یہاں مکافاتِ عمل کے دوران بے ہوش نہیں کیا جاتا۔ آدمی ہمیشہ چیختا ہے، سزا پاتے وقت ضرور چیختا ہے۔ جوئی بھی چیختے چیختے ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ جزیرے میں پہلے جیسی ویرانی اور سناٹا چھا گیا جیسے وہاں کوئی نہ ہو۔ سمندر بھی شور نہیں مچا رہا تھا۔ ہوا تھم تھم کر گزر رہی تھی۔ اس ماتمی ماحول میں ایک ماں کی سسکیاں دھیرے دھیرے اُبھرتی اور ڈوبتی جا رہی تھیں۔

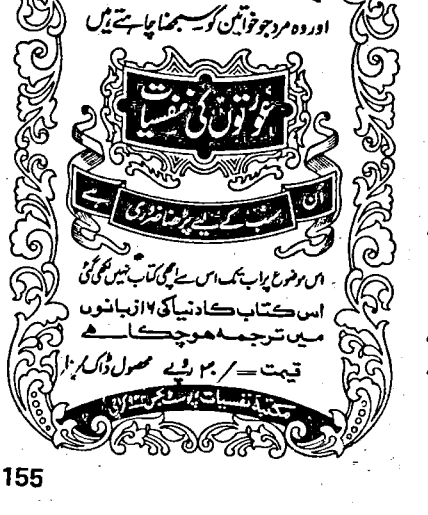

میں نے ڈاکٹر اور اس کے بیٹے کے پاس واپس آ کر دیکھا۔ وہ دونوں اپنے ذاتی اسپتال میں تھے۔ ایک کمرے کے دو بیڈ پر مرجانہ اور بلا پڑے ہوئے تھے۔ وہ کوما سے واپس آ گئے تھے مگر ان کی حالت تشویشناک تھی۔ ڈاکٹر کی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ وہ انھیں بچانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے ایسے ڈاکٹر ساتھیوں کو بھی بلا لیا تھا، جو ڈاکٹر کے معزز پیشے کو بدنام کرنے میں برابر کے شریک تھے۔

میں نے مرجانہ اور بلا کے دماغوں میں پہنچ کر دیکھا۔ وہاں دُھند بھری ہوئی تھی۔ نہ کوئی سوچ تھی، نہ کوئی آواز ان کی سمجھ میں آتی تھی، پھر وہ میری سوچ کی لہروں کو کیسے سمجھ سکتے تھے۔ فی الحال اتنی ہی تسلی تھی کہ وہ زندہ ہیں۔ وہ تمام ڈاکٹر اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے تو انھیں مکمل زندگی مل جائے گی۔

اس وقت رات کے تین بجنے والے تھے۔ میں شیبا کے پاس پہنچ گیا۔ میرے ساتھ بہت کچھ ہو چکا تھا۔ انجانے دشمن ایک ایک کر کے میرے ساتھیوں کو زندگی سے چھین رہے تھے۔ رسونتی کو ٹریپ کر کے ٹیلی پیتھی کا ایک ہتھیار مجھ سے چھین چکے تھے۔ ہو سکتا ہے کسی دن وہ مجھ کو بھی مجھ سے چھین لیں ــــ پھر میرے لیے لڑنے والا اور دشمنوں کو سبق سکھانے والا کون رہے گا؟

کوئی نہیں رہے گا۔ ہاں اگر پیش بندی کر لی جائے تو آلے والا کل محفوظ رہ سکتا ہے۔ میرے سامنے یہی راستہ رہ گیا تھا کہ جس طرح رسونتی مجھ سے چھین لی گئی، اسی طرح میں ربی اسفندیار سے شیبا کو چھین لوں۔

وہ آرام سے سو رہی تھی، ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ ایسا پہلے بھی ہو چکا تھا، وہ مجھے خواب میں دیکھتی تھی اور سم کی چونک کر بیدار ہو جاتی تھی۔ اس بار اس نے خواب نہیں دیکھا تھا۔ میں نے خود کو ظاہر کیے بغیر اُسے اُٹھا دیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "میں دماغ کو ہدایات دے کر سوتی ہوں۔ پھر وقت کے مطابق بیدار ہوتی ہوں۔ ابھی ایسی کون سی غیر معمولی بات ہو گئی کہ وقت سے پہلے ہی آنکھ کھل گئی؟"

وہ اپنی خواب گاہ کو دیکھ رہی تھی۔ کھڑکیاں اور دروازے بند تھے۔ کمرے میں کوئی نہیں آیا تھا پھر دماغ میں کیا آیا تھا؟

وہ اس خیال سے ہی لرز گئی۔ کبھی اُسے رسونتی کا خیال نہیں آتا تھا۔ دماغ میں آنے کی بات ہوتی تو ہمیشہ میری طرف سے دھڑکا لگا رہتا تھا۔ اس نے اُٹھ کر ربی کو آواز دینا چاہی مگر میں نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی انجانی قوت اُسے روک رہی ہو۔ یہ بھی سوچنے اور خطرزدہ ہونے کی بات تھی، بھلا کون اُسے روک سکتا تھا؟

وہ بستر سے اُٹھ کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کھڑکی کے پاس گئی۔ اُسے ڈر لگ رہا تھا۔ وہ چاہتی تھی، ربی کو نہ سہی کسی ملازمہ کو ہی آواز دے۔ اس نے کھڑکی کے پردے کو ذرا سرکایا۔ اسی وقت ربی کی بھاری بھرکم سرگوشی سنائی دی "وہ سو رہی ہے، تم میرے پیچھے آؤ"

مجھ میں تجسس پیدا ہوا، آخر ربی یہ دیکھنے کیوں آئے تھے کہ وہ سو رہی ہے یا نہیں؟ اور وہ کسے اپنے پیچھے آنے کا حکم دے رہے تھے؟ شیبا میں تجسس نہیں تھا مگر میں نے اُسے دروازے کے پاس آنے اور اُسے کھول کر باہر نکلنے پر مجبور کیا۔ وہ عمل کر رہی تھی۔ دل ہی دل میں کہتی بھی جا رہی تھی "میں اپنے بس میں نہیں ہوں۔ میں اپنی مرضی کے بغیر بیڈ روم سے باہر کیوں جا رہی ہوں؟ کون ہے؟ میرے دماغ میں کون ہے؟"

وہ محل نما کوٹھی کے مختلف حصّوں سے گزرتے ہوئے دوسرے لفظوں میں ربی کا تعاقب کرتے ہوئے ایک کمرے کے دروازے پر رُک گئی۔ اس کمرے میں ربی نے ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا تھا "میں نے تمھیں اچھی طرح سمجھایا تھا، یہاں کبھی نہ آنا۔ اگر شیبا نے تمھیں دیکھ لیا تو"

اجنبی نے بات کاٹ کر کہا "یہاں نہ آؤں تو کیا کروں۔ آپ سے کسی طرح رابطہ قائم نہیں ہوتا۔ میں ملنا چاہتا ہوں، پیرا دینے والے سپاہی اندر آنے نہیں دیتے"

ربی نے ڈانٹ کر کہا "اور تم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سخت پہرے کے باوجود میرے گھر میں داخل ہو سکتے ہو"

"میں مجبور تھا۔ میرے جوان بیٹے کو موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ آپ نے کہا تھا، اگر میں شیبا کی ماما کو قتل ــــ"

ربی گرجتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ گئے "شٹ اَپ یُو نان سنس۔ دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں۔ تم ٹھہرو، میں دیکھتا ہوں، باہر کوئی ہے تو نہیں"

شیبا سامنا کرنا چاہتی تھی مگر میں نے اُسے پلٹ کر فوراً پاس والے کمرے میں پہنچا دیا۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے سوچ رہی تھی "میرا دماغ میرے قابو میں نہیں ہے۔ کون ہے؟ میرے دماغ میں کون ہے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ گھبرا رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "فرحانہ ایک آسیب ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ وہ میرے دماغ تک پہنچ نہیں سکتا۔ میں کتنی نادان ہوں۔ اہم معاملے کو نظر انداز کر کے خواہ مخواہ اس کی ٹیلی پیتھی سے خوفزدہ ہو رہی ہوں"

وہ بے اختیار سوچنے لگی "اہم معاملہ۔ ہاں وہ میری ماما

کو قتل کرنے کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا مگر اُس کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔ اس سے کیا ہوتا ہے، کوئی بھی بات زبان سے اُدھوری رہتی ہے مگر وہ دماغ میں مکمل ہوتی ہے"

یہ سوچتے ہی اُس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں بھی اس کے ساتھ اجنبی کے دماغ میں گیا۔ وہ کمرے میں تنہا تھا۔ ربی یہ کہہ کر گئے تھے "تم ٹھہرو، میں دیکھتا ہوں، باہر کوئی ہے تو نہیں"

وہ باہر گئے تھے اور ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔ وہ اس کمرے میں آ سکتے تھے، جہاں میں نے شیبا کو چھپنے پر مجبور کیا تھا۔ اگر وہ آ جاتے تو میرے منصوبے کے خلاف بازی پلٹ جاتی۔ شیبا کو وہاں دیکھ کر ربی طرح طرح کے سوالات کرتے۔ یہ سمجھ لیتے کہ جو بات اس سے چھپائی گئی ہے، اُسے شیبا نے چھپ کر سُن لیا ہے۔

اُدھر اس نے اجنبی کے دماغ سے سب کچھ سُن لیا۔ وہ حیران ہو رہی تھی، اتنا کچھ سُننے کے باوجود ربی کی اس قدر عقیدت مند تھی کہ یقین نہیں آ رہا تھا۔ حالانکہ اجنبی کا دماغ ایک کھلی ہوئی کتاب تھا۔ ربی نے کہا تھا، اگر وہ شیبا کی ماما کو قتل کر دے تو اس کے جوان بیٹے کو سزائے موت سے بچا لیا جائے گا۔ اس کا بیٹا ایک قتل کے الزام میں آہنی سلاخوں کے پیچھے تھا۔ وہ بیٹے کو بچانے کی خاطر شیبا کی ماما کو قتل کرنے گیا تھا، مگر ریوالور سے چلنے والی گولی شیبا کے باپ کو لگ گئی تھی۔ شیبا کبھی اجنبی کے دماغ کو پڑھتی تھی، کبھی اپنے طور پر سوچتی تھی "یہ کیسے ممکن ہے؟ محترم ربی کو میری ماما سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟"

اس سوال کا جواب پانے کے لیے وہ پھر اجنبی کے دماغ میں پہنچی۔ اسی لمحے ایک کھٹکے کی آواز سُنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی اجنبی کے حلق سے کراہ نکلی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا دماغ تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔ وہ موت کی تاریکی تھی۔ اُسے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔

پھر ربی کی آواز سُنائی دی۔ وہ گرج کر کہہ رہے تھے "تم لوگ پہرا نہیں دیتے، رات کو نیند پوری کرتے ہو۔ میرے گھر میں کیسے گھس آیا تھا؟ مجھے اس کا جواب چاہیے۔ ناؤ گیٹ آؤٹ ــــ یہ لاش اُٹھا کر لے جاؤ"

بہت سے قدموں کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ پہرا دینے والے اُس اجنبی کی لاش اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد خاموشی چھا گئی۔ یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ ربی اسفندیار کہاں ہیں؟ ہم دونوں میں سے کوئی اُس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ شیبا اس کمرے میں چھپی ہوئی سوچتی رہی۔ پھر وہاں سے ــــ نکل گئی۔

وہ اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ ربی اسفندیار اس کی خواب گاہ کی طرف سے آ رہے تھے۔ ایک راہداری میں دونوں ایک دوسرے کے سامنے پہنچ کر ٹھٹک گئے۔ تنویمی عمل جاننے والے ربی کی آنکھوں سے کوئی آنکھیں نہیں ملا سکتا تھا۔ شیبا جلتی ہوئی شمع کی لَو سے مسلسل آنکھیں ملا رہی تھی۔ ٹیلی پیتھی کے سخت آزمائشی مراحل سے گزرتی رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں سے بھی کوئی آنکھیں نہیں ملا سکتا تھا۔

ربی نے گھورتی ہوئی سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔ اُس نے جوابی نظروں سے دیکھا۔ وہاں دو زبردست قوتیں تھیں۔ ایک تنویمی عمل، دوسری ٹیلی پیتھی۔ اور وہ دو قوتیں پہلی بار نظروں ہی نظروں میں ٹکرا رہی تھیں۔

ربی اسفندیار محترم شخصیت کے مالک تھے۔ کوئی ان سے آنکھیں ملانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ کجا یہ کہ شیبا اُن سے نظریں ملا رہی تھی۔ وہ روحانی پیشوا اور استاد تھے۔ یہ اُن کی عقیدت مند اور شاگرد تھی۔ ہر فرد کے لیے ایک حد مقرر ہوتی ہے۔ اُستاد یا شاگرد میں جو بھی اپنی حد سے بڑھتا ہے، وہ کشیدگی اور اختلافات کا باعث بنتا ہے۔

وہ روحانی پیشوا اور استاد ہو کر بھی اپنی حد میں نہیں رہ سکے تھے۔ انھوں نے شیبا کو صرف اپنی مٹھی میں رکھنا چاہا۔ اس مقصد کے لیے اُسے سمجھایا کہ وہ اپنی ٹیلی پیتھی کے علم کو راز میں رکھے۔ اسے اسرائیلی حکّام کے علم میں نہیں لایا گیا۔ اسے مستقل راز میں رکھنے کے لیے انھوں نے شیبا کو اُس کے فرزند رشتوں سے حتّٰی کہ جنم دینے والی ماں سے بھی دور رکھا۔

بات یہیں تک ہوتی تو کوئی بات نہ تھی۔ یہی سمجھا جاتا کہ وہ شیبا کی بھلائی چاہتے ہیں لیکن یہ کیسی بھلائی تھی کہ انھوں نے اس کی ماں کو قتل کرانے کی سازش کی؟

دشمن ہماری کمزوریوں کو جاننے کی تاک میں رہتے ہیں۔ میں بھی اس انتظار میں تھا کہ ایسا کوئی موقع آئے، جب میں شیبا کو ربی کا اصلی چہرہ دکھا سکوں۔ آخر وہ موقع مل ہی گیا۔ شیبا کو پتا نہ چلا کہ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے ربی کے پیچھے لگا دیا تھا۔ بہرحال اُس نے چھپ کر سُن لیا تھا۔ اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ اُس کی ماما کو قتل کرانے کے لیے ربی نے کسی قاتل کو بھیجا تھا۔

بزرگوں سے عقیدت رکھنا ایک نیک عمل ہے لیکن عقیدت حد سے بڑھ جائے تو نقصان پہنچاتی ہے۔ شیبا سب کچھ سُن کر بھی اپنے کانوں پر یقین نہیں کر رہی تھی۔ اس نے سوچا بھلا ربی کو میری ماما سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟ روحانی پیشوا پر شبہ کرنا کفر ہے، توبہ توبہ...

بعض حالات میں انسان آنکھیں رکھتے ہوئے بھی وہ نہیں دیکھتا، جو اُسے دیکھنا چاہیے۔ ایسے وقت اس کے پاس بصارت ہوتی ہے، بصیرت نہیں ہوتی۔ وہ ایک بار ٹھوکر کھانے تو سوچتا ہے یہ محض اتفاق تھا۔ میں نے یہ سوچ کر صبر کیا کہ یہ شیبا کی پہلی ٹھوکر ہے۔ میں اُسے آئندہ بھی ربی کے اُن راستوں سے گزاروں گا، جہاں یکے بعد دیگرے ٹھوکریں لگتی جائیں گی۔ آنکھیں کھلتی جائیں گی اور عقیدت کا شیش محل چکنا چور ہوتا جائے گا۔

مَیں چاہتا تھا وہ ابھی اپنی خواب گاہ میں چلی جائے اور جب وہ جانے لگی تو اچانک ربی اسفندیار سے سامنا ہو گیا ایسے ہی لمحات میں دونوں کی نظریں ٹکرائیں۔ شیبا کے ذریعے معلوم ہوا وہ گھورتی ہوئی سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ یقیناً سوچ رہے ہوں گے "کیا شیبا نے چھُپ کر اپنی ماما کے خلاف ہونے والی سازش کے متعلق سُن لیا ہے؟"

اُس بے چاری نے چند لمحوں تک آنکھیں ملائی تھیں۔ پھر نظریں جھکا لی تھیں۔ سامنے استادِ گرامی کی قدآور شخصیت تھی۔ وہ عمر کو بہت چھوٹی، بہت حقیر سمجھ رہی تھی۔ اُس نے جو کچھ سُنا تھا، اس پر بحث کرنے کی جرأت نہیں تھی اور جھوٹ بھی نہیں بول سکتی تھی کہ اُس نے کچھ نہیں سُنا ہے۔ عجب مشکل میں تھی۔ آخر کچھ سمجھ میں نہ آیا تو سر چکرانے لگا۔ وہ آگے پیچھے ڈولنے لگی۔ ربی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "کیا طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟"

وہ جواب نہ دے سکی۔ چکرا کر فرش پر گرنے لگی۔ ربی نے فوراً ہی سنبھال لیا۔ مَیں نے دل ہی دل میں کہا "عجب بیہودہ لڑکی ہے، جب مقابلے میں ڈٹ جانے کا وقت آیا تو چکرا کر گر پڑی۔"

خدا کی قدرت سمجھ میں نہیں آتی۔ مضبوط اعصاب رکھنے والے لوگ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے لیے عمر گزار دیتے ہیں، مگر وہ خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ اور یہ شیبا کمزور دل کی ڈرپوک لڑکی تھی محمد قدرت نے دماغی توانائی دی تھی۔ کیا شاندار دماغ ہے، دل کمزور اور دماغ توانا۔ اور اُس نے خیال خوانی کا علم حاصل کر لیا تھا۔

ربی کی چار کنیزیں شیبا کو اٹھا کر خواب گاہ میں لے گئیں۔ اٹھانے کو تو ملازم بھی تھے، لیکن کوئی غیر مرد اُسے ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔ ربی کو استاد اور باپ کی طرح سمجھتی تھی، اس لیے ان کی قربت کو برداشت کر لیتی تھی۔ اسے خواب گاہ میں لا کر بستر پر لٹا دیا گیا۔ منہ پر پانی کے چھینٹے مارے گئے، خوشبو سُنگھائی گئی۔ تب اُسے ہوش آیا۔

ربی نے اُس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر اچھا، پوچھا "کیا تکلیف ہے؟ ڈاکٹر کو بلاؤں؟"

"نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"تم ٹھیک ہو مگر بالکل نہیں۔"

"میرے بزرگ محترم ربی! میں اپنی غلطی کا اعتراف کرنا چاہتی ہوں۔"

ربی نے نظریں اٹھا کر کنیزوں کو دیکھا۔ وہ اپنے آقا، اپنے روحانی پیشوا کی نظریں پہچانتی تھیں، سر جھکا کر وہاں سے چلی گئیں۔ خواب گاہ کا دروازہ بند ہو گیا۔ پھر ربی نے پوچھا "کس غلطی کا اعتراف کرنا چاہتی ہو؟"

"مم..... میں۔ چھُپ کر آپ کی اور اس کی باتیں سُن رہی تھی۔"

"تم نے ہماری گفتگو سے کیا نتیجہ نکالا؟"

"یہی کہ وہ بدمعاش تھا۔ آج تک کسی نے اجازت حاصل کیے بغیر یہاں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کی، اور وہ گھُسا چلا آیا۔ جب آپ نے اُسے بُرا بھلا کہا تو وہ بجائے اس کرنے لگا۔ یہ بجواس نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ بھلا آپ کو میری ماما سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ اس کے منہ میں خاک، وہ آپ پر الزام لگا رہا تھا۔"

انھوں نے محبت سے تھپک کر کہا "آسمان پر تھوکنے والے کے منہ پر تھوک واپس آتا ہے۔ وہ مجھ پر کیچڑ اُچھالنے آیا تھا۔ میرے گارڈز نے ریوالور کی گولیاں اُس پر تھوک دیں۔ تم اپنے دل پر بوجھ نہ ڈالو۔"

"مَیں نے چھُپ کر گفتگو سُنی، آپ کے اعتماد کو دھوکا دیا؟"

"کوئی بات نہیں۔ بچے غلطی کرتے ہیں، بڑے معاف کر دیتے ہیں۔ تمھیں آرام کرنا چاہیے۔ آنکھیں کھلی رکھو، مجھے دیکھتی رہو۔ مَیں ابھی سُلا دوں گا۔"

شیبا سمجھ گئی تھی، وہ تنویمی عمل کریں گے۔ پھر اسے معمولہ بنا کر سچائی اُگلوا لیں گے۔ وہ ربی کے سامنے جھوٹ نہیں بولنا چاہتی تھی۔ صرف ایک بار میرے دماغ تک نہ جانے کے لیے جھوٹ کہہ دیا تھا کہ میں بھی کوما میں ہوں۔

اس کی طرح میں بھی نہیں چاہتا تھا کہ ربی کو میری حقیقت معلوم ہو۔ یہ اچھا ہوا کہ میں وہاں موجود تھا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی تنویمی عمل کے لیے لیٹ گئی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے گھبراہٹ پر قابو پانا چاہیے۔ میری قوتِ ارادی مضبوط ہو گی تو ربی اپنے عمل سے میرے اندر کی بات نہیں اگلوا سکیں گے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "مگر معمولہ بننے کے بعد خوابیدہ دماغ اپنے قابو میں نہیں رہتا۔ اور جب دماغ قابو میں نہیں رہے گا تو پھر قوتِ ارادی کیسے قائم رہے گی؟"

اس وقت ربی اسفندیار تنویمی عمل کے مخصوص فقرے ادا کر رہے تھے۔ مَیں نے اس کی سوچ میں کہا "میرا دماغ بے قابو نہیں رہے گا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ میں ربی کے تنویمی نقرے

وہراتی رہوں۔ یہی تاثر دیتی رہوں کہ اُن کے زیرِ اثر ہو رہی ہوں۔ ہپناٹزم کے آخری مرحلے پر جب وہ مجھے آنکھیں بند کر کے سونے کا حکم دیں گے تو میں آنکھیں بند کر لوں گی۔ ان کے سوالات کے جواب میں دماغ کو سچ بولنے نہیں دوں گی۔ اپنی مرضی سے جواب دوں گی۔"

میں جو تدابیر سمجھا رہا تھا، شیبا انھیں اپنے دماغ کی پیداوار سمجھ رہی تھی۔ اس پر عمل کر رہی تھی۔ میرے اور ربی کے درمیان بے چاری سینڈوچ بنی ہوئی تھی۔ ویسے وہ میرے دباؤ میں تھی۔

ربی کو جب یقین ہو گیا کہ وہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر ان کی معمولہ بن گئی ہے تو انھوں نے سوال کیا "کیا یہ سچ ہے کہ آج کل تم راتوں کو جاگتی ہو اور دن چڑھے تک سوتی ہو؟"

شیبا نے معمولہ کی حیثیت سے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا "جی ہاں، یہ سچ ہے۔"

"پھر آج صبح پانچ بجے کیسے بیدار ہو گئیں؟"

"میں نے بھیانک خواب دیکھا تھا۔ دہشت کے مارے اُٹھ بیٹھی۔"

"خواب کیا تھا؟"

"میں نے فرہاد علی تیمور کو شیطان کے روپ میں دیکھا۔ اُس کے دو بڑے بڑے دانت باچھوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ وہ مجھ پر جھک گیا تھا، اس نے خون آشام دانتوں کو میرے دماغ میں پیوست کر دیا تھا۔ پھر وہ میری ٹیلی پیتھی کے علم کو چُستا جا رہا تھا۔ میرے دماغ کو خیال خوانی سے محروم کرتا جا رہا تھا۔"

"اُس کے متعلق نہ سوچا کرو۔"

"مَیں نہیں سوچتی، وہ خود بخود میری سوچوں میں آ جاتا ہے۔"

"کیا تم نے کبھی اُس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا؟"

"جی ہاں محسوس کروں گی، دہشت سے مر جاؤں گی۔"

"آج صبح بیدار ہوتے ہی میرے کمرے کی طرف کیوں آئیں؟"

"مجھے ڈر لگ رہا تھا۔ آپ جانتے ہیں ایسے وقت میں آپ کی پناہ میں آتی ہوں۔"

"تو پھر سیدھی میرے کمرے میں کیوں نہیں آئیں۔ چھُپ کر باتیں کیوں سُن رہی تھیں؟"

"آپ کے کمرے میں ایک اجنبی تھا۔ آپ جانتے ہیں، میں کسی اجنبی کے سامنے نہیں آتی۔ پھر میں نے اس کی زبان سے اپنی ماما اور پاپا کا ذکر سنا۔ مَیں تجسّس میں مبتلا ہو گئی۔ دروازے کے پاس رُک کر آپ دونوں کی گفتگو سنتی چلی گئی۔"

"میں تمھیں سچ بولنے کا حکم دیتا ہوں۔ بتاؤ کیا تم مجھے اپنی ماما کا دشمن سمجھتی ہو؟"

"میں سچ کہتی ہوں، پہلے ایسا خیال دل میں آیا تھا، پھر دماغ نے سمجھایا کہ کبھی کبھی آنکھ سے دیکھی ہوئی اور کان سے سُنی ہوئی باتیں جھوٹ ثابت ہوتی ہیں۔ محترم ربی کو نہ پہلے ماما سے دشمنی تھی نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہو سکتی ہے۔ وہ میری، میرے خاندان والوں کی، میرے ملک اور قوم کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اگر وہ میری جان بھی لیں گے تب بھی انھیں دشمن نہیں سمجھ سکتی۔"

"کیوں نہیں سمجھ سکتیں؟"

"اس لیے کہ وہ جو بھی کرتے ہیں، ملک و قوم کے مفاد کے لیے کرتے ہیں۔ میں نے وعدہ کیا تھا، اپنے ملک کے لیے جان دے دوں گی۔ یہ وعدہ نبھانے کے لیے میں اپنے عزیزوں سے، اپنی پیاری ماما سے جیتے جی بچھڑ گئی۔ میں اپنے وعدے کے مطابق اپنی جان دوں یا آپ جان لے لیں تو پھر آپ دشمن کیسے ہوئے؟ دشمن تو اسے کہتے ہیں، جو ہماری مرضی کے خلاف جان لیتا ہے۔"

انھوں نے قائل ہو کر کہا "مَیں جانتا ہوں، تم مجھ پر اندھا اعتماد بھی کرتی ہو اور اندھا اعتقاد بھی رکھتی ہو۔ اس کے باوجود میں تمھیں حکم دیتا ہوں، تم آئندہ چھُپ کر میری گفتگو نہیں سُنو گی۔"

"میں آئندہ چھپ کر آپ کی گفتگو نہیں سنوں گی۔"

"جو سُن چکی ہو اسے ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ گی۔"

"جو سُن چکی ہوں اسے ہمیشہ کے لیے بھلا جاؤں گی۔"

"تمھارے باپ کے بعد تمھاری ماں بھی قتل کر دی جائے تو تم اس سلسلے میں مجھ پر شبہ نہیں کرو گی۔"

شیبا کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ ربی کے اس حکم سے صاف ظاہر تھا کہ باپ کے بعد اُس کی پیاری ماما بھی قتل کر دی جائے گی۔ اگر میں اس کے دماغ میں نہ ہوتا تو اس بات پر وہ بھڑک جاتی۔ مگر میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے قابو میں رکھا۔ اس میں ایسی بے چینی پیدا نہیں ہونے دی، جس سے وہ تلملانے لگے۔ اگر وہ تلملاتی اور جسم میں حرکت ہوتی تو ربی کو شبہ ہو جاتا۔ کیوں کہ تنویمی عمل کے دوران جو بھی معمول ہوتا ہے، وہ بے حس و حرکت اپنے عامل کے رحم و کرم پر پڑا رہتا ہے۔

شیبا نے میرے مجبور کرنے پر کہا "میرے باپ کے بعد میری ماں بھی قتل کر دی جائے تو میں اس سلسلے میں آپ پر شبہ نہیں کروں گی۔"

تمھارے دماغ میں یہ بات نقش رہے گی کہ تمھارے والدین کے قتل کے ذمے دار وہ افراد ہیں جو حنتی اور اعلیٰ بی بی سے خاص تعلق رکھتے ہیں۔"

"میرے دماغ میں یہ بات نقش رہے گی۔"

وہ ربی کے حکم کے مطابق کہہ رہی تھی مگر سوچ رہی تھی۔ "یہ کتنا لمبا فراڈ ہے۔ محترم ربی کی چالوں میں کس قدر ہیر پھیر ہے، یہ اب سمجھ میں آرہا ہے۔"

میں نے شیبا کو زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دیا۔ اسے ربی کے سوالات کی طرف توجہ دلائی۔ وہ کہہ رہے تھے: "شیبا! جب تم آئلس آف مین کے جزیرے میں جاؤ گی، اس سے پہلے پھر ایک بار معمولہ بنو گی۔"

"میں پھر ایک بار معمولہ بنوں گی۔"

"تم اپنی ماما سے بہت پیار کرتی ہو۔ میں جب بھی تم پر تنویمی عمل کرتا ہوں، تمھارے دماغ سے ماما کی محبت کو مٹانے کی کوشش کرتا ہوں، تم اس عمل کے زیر اثر کچھ دنوں تک ماما کا ذکر نہیں کرتی ہو مگر پھر ان کی طرف جھکتی چلی جاتی ہو۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

شیبا نے جواب دیا: "محبت، تنویمی عمل سے برتر اور قوی تر ہے۔ آپ اسے دباتے ہیں، یہ دب جاتی ہے مگر پھر اُبھر آتی ہے۔"

"میرا حکم ہے، اب تم دوسرے انداز میں ماما کو فراموش کرو گی۔"

"میں دوسرے انداز میں ماما کو فراموش کروں گی۔"

"تمھیں اس انداز میں سوچنا ہوگا کہ ماما سے ہمیشہ کے لیے دور ہو جاؤ گی تو ماں اپنی طبعی عمر تک زندہ رہے گی۔ اور اس کے قریب رہنا چاہو گی تو وہ کسی وقت بھی نادیدہ ہاتھوں سے ہلاک ہو سکتی ہے۔"

"میں ماما کی ہلاکت نہیں چاہتی۔ میں اس کی سلامتی کے لیے دور رہا کروں گی۔"

"دور رہنے کے لیے ابھی سے ذہنی طور پر خود کو تیار رکھو، میں آئندہ تنویمی عمل کے دوران تمھارے دماغ سے ماما کی محبت، ماما کا خیال حتیٰ کہ ماما کا تصور بھی مٹا دوں گا۔"

ایسے ظالمانہ منصوبے پر وہ پھر کسمسانا چاہتی تھی، میں نے اسے کنٹرول کیا۔ اس نے ایک معمولہ کی حیثیت سے کہا: "میں ذہنی طور پر خود کو تیار کروں گی۔"

"اب آخری سوال کرتا ہوں، درست جواب دو۔ تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ فرہاد بھی کوما میں ہے؟"

"میں آپ کے حکم سے اُس کے دماغ میں گئی تھی۔"

"شیبا! تم جانتی ہو، میں قیافہ شناس بھی ہوں۔ جب میں نے تمھیں فرہاد کے دماغ میں جانے کے لیے کہا تو تم بُری طرح خوفزدہ تھیں۔ میرے سامنے بیٹھی جبراً خیال خوانی کر رہی تھیں۔ مجھے شبہ ہے تم نے ڈر کے مارے اپنی سوچ کی لہروں کو فرہاد تک نہیں پہنچایا تھا۔ سچ بتاؤ کیا تم نے مجھ سے جھوٹ نہیں کہا تھا؟"

"میں نے جھوٹ نہیں سچ کہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں گئی تھی۔ وہاں پہنچتے ہی میرا ڈر نکل گیا، کیوں کہ وہ کوما میں تھا۔"

"کیا تمھیں یاد ہے، میں تنویمی عمل کے دوران تمھیں فرہاد کے متعلق کیا سمجھاتا ہوں؟"

شیبا سوچ میں پڑ گئی۔ اگر وہ سچ مچ تنویمی عمل کے زیر اثر ہوتی تو اُسے ربی کی سمجھائی ہوئی وہ خاص بات یاد آجاتی۔ میں بھی پریشان ہو گیا کہ ربی نے کیا سمجھایا ہوگا، اب شیبا اسے کیا جواب دے؟

ربی نے پوچھا: "تم خاموش کیوں ہو؟ میں حکم دیتا ہوں، جواب دو۔ تمھیں کیا سمجھایا تھا؟"

اس نے کہا: "میں کیا جواب دوں؟ فرہاد کے خوف نے میری یادداشت کو بھی کمزور بنا دیا ہے۔ نہ جانے میں کب تک اُس سے ڈرتی رہوں گی۔"

ربی نے کہا: "شاباش! میں نے یہی سمجھایا تھا کہ اُس سے تاحیات ڈرتی رہو گی۔ جب تنویمی عمل کے بعد بیدار ہوتی ہو تو میں سمجھاتا ہوں اس سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے برعکس میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ خوفزدہ رہو۔ تمھارے دماغ تمھارے دل میں اس کے لیے کوئی نرم گوشہ نہ ہو۔ ہو گا تو ایک دن اس کی طرف کھنچی چلی جاؤ گی۔ یہی وجہ ہے کہ بیداری کی حالت میں تمھیں اس سے نہ ڈرنے کی تلقین کرتا ہوں، اور تنویمی عمل کے دوران حکم دیتا ہوں، ڈرتی رہو۔ جس طرح ایک ننھی بچی شیطان سے ڈرتی ہے، اسی طرح ساری عمر فرہاد سے ڈرتی رہو۔"

"میں ڈرتی رہوں گی۔ جس طرح ایک ننھی بچی شیطان سے ڈرتی ہے، اسی طرح فرہاد سے ساری عمر ڈرتی رہوں گی۔"

"شاباش! اب میرا عمل ختم ہو رہا ہے۔ آنکھیں بند کرلو۔"

شیبا نے آنکھیں بند کرلیں۔ انھوں نے کہا: "اب تم دو گھنٹے تک مکمل آرام سے سوتی رہو گی۔ پھر خود بخود تمھاری آنکھیں کھل جائیں گی۔"

وہ چپ چاپ آنکھیں بند کیے پڑی رہی جیسے تنویمی اثر سے گہری نیند میں ڈوب چکی ہو۔ میں اُس کے دماغ میں رہ کر ہلکی

سے ہلکی آہٹ سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ بند ہونے کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ ربی نے اس کی خواب گاہ سے باہر جا کر دروازے کو بند کر دیا ہے۔ اس کے باوجود وہ احتیاطاً آنکھیں بند کیے پڑی تھی اور سوچ رہی تھی: "جو مجھ پر گزر رہی ہے، یہ خواب ہے؟ خدا کرے یہ خواب ہو۔ میرے بزرگ ربی اسفندیار ایسے نہ ہوں، جیسے اب نظر آرہے ہیں۔ اوہ خدایا! میرے چاہنے سے سچائی بدل کیوں نہیں جاتی؟ یہ کتنی تلخ حقیقت ہے کہ جس پر اندھا اعتماد کرتی آرہی تھی، وہ خود میرے اعتماد کو صحیح معنوں میں اندھا کر چکا ہے۔ کیا اب میں اپنے بزرگ پر اعتماد کر سکتی ہوں؟"

وہ سوچ رہی تھی اور خود کو تنہا محسوس کر رہی تھی۔ اس نے خون کے رشتوں کو چھوڑ کر ربی اسفندیار پر تکیہ کیا تھا، اور جس پر تکیہ تھا، وہی پتا ہوا دے رہا تھا۔ اب اتنی بڑی دنیا میں کوئی اپنا نہیں تھا۔ ربی کے تنویمی عمل سے یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ اسے اپنی ماما سے دور رہنا ہوگا۔ وہ ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے گی تو ماما اپنی طبعی عمر تک زندہ رہے گی۔ اگر اس کے قریب رہنے کی ضد کرے گی تو کسی وقت بھی نادیدہ ہاتھوں سے ہلاک ہو جائے گی۔

"نہیں نہیں، میں قریب نہیں جاؤں گی۔ میں اپنا من مار لوں گی، جیتے جی ماما کے لیے مر جاؤں گی۔ مگر ماما کو بے موت مرنے نہیں دوں گی۔"

سوچتے سوچتے آنکھیں بھر آئیں، اگرچہ آنکھیں بند تھیں لیکن اندر کے جذبات باہر آنے کا راستہ بنا ہی لیتے ہیں۔ وہ آنسو اس کی آنکھوں کے گوشوں سے بہتے ہوئے کنپٹیوں سے گزرتے ہوئے کانوں میں جا رہے تھے۔ حسین عورت کے رخسار آنسوؤں سے بھیگے ہوں تو گل تر لگتے ہیں۔ یہ ضروری ہے، گل کو ہمیشہ شبنم سے اور گالوں کو کبھی کبھی آنسوؤں سے بھیگنا چاہیے۔

میں اُسے روتا چھوڑ کر چلا آیا۔ اُس کا غم اُس کے لیے اور میرا غم میرے لیے بھاری تھا۔ میرے اپنے زندگی اور موت کے درمیان خاموش عذاب میں مبتلا تھے۔ میں نے سوچا، ابھی شیبا کو اور ٹھوکریں کھانا چاہیے، اتنی ٹھوکریں کہ وہ تہلکا کر جھنجلا کر ربی کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دے اور یہ وقت دور نہیں تھا، جلد ہی آنے والا تھا۔

میں پیرس کے ادارے دی گریٹ ڈیلر کے ڈاکٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے سرد خانوں میں مرجانہ اور ٹارٹر بابا پائے گئے۔ انھیں کوما سے نکال لیا گیا تھا۔ مگر دونوں کی حالت مایوس کن تھی۔ میں نے ڈاکٹر سے کہہ دیا تھا اگر وہ انھیں بچانے اور ان کی صحت مند زندگی واپس لانے میں ناکام رہا تو میں اس کی فیملی کے ایک ایک فرد کو حرام موت مرنے پر مجبور کر دوں گا۔

ڈاکٹر کے ساتھ اس کا جان بیٹا بھی تھا۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اس کا باپ ٹیلی پیتھی کا شکار ہو چکا ہے۔ وہ حیران تھا کہ ڈیڈی آدھی رات کے بعد سرد خانے میں آکر ایک عورت اور ایک مرد کو کوما سے نکال کر انھیں کیوں زندہ رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں، بلکہ دوسرے ڈاکٹروں کو بھی وہاں بلوا لیا ہے۔

مئی مرجانہ کے پاس آیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ اُس کا سر اور رو سے پھٹا جا رہا تھا۔ وہ برداشت کر رہی تھی۔ میں اس کے اندر پہنچ کر دوہری قوت بن گیا۔ اس طرح اس کے برداشت کرنے کی قوت بڑھ گئی۔ میں نے کہا: "مرجانہ! میں فرہاد ہوں۔"

اُس نے گہری سانس لی: "آہ فرہاد! تم آگئے؟"

"ہاں آگیا ہوں۔ تمھارے پاس ہوں، تمھارے دماغ میں ہوں، حوصلہ کرو، مجھے بتاؤ وہ کون لوگ تھے؟ تم کن کن ہاتھوں سے ہوتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہو؟"

"وہ... وہ...." وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ رُک رُک کر سانس لینے لگی۔ میں اس کے ساتھ سانسیں لینے لگا۔ وہ ذرا سہولت محسوس کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: "ہاں بولو مرجانہ! وہ کون لوگ تھے۔؟"

"وہ ماسک پہنے ہوئے تھے۔"

"تم انھیں چہروں سے نہ پہچان سکیں۔ کوئی اور پہچان؟"

"میں... میں وادی میں بیہوش ہو گئی تھی۔ آنکھ کھلی تو خود کو ایک ٹرالی بیڈ پر پایا۔ میرے ہاتھ پاؤں بیڈ کے سرے سے بندھے ہوئے تھے۔"

"تم نے وہاں کیا دیکھا؟"

"میرے سر پر جو چھت تھی، وہ بہت آہستہ آہستہ گھوم رہی تھی۔ میں نے سر گھما کر دیکھا، دیواریں بھی گھوم رہی تھیں۔ میں سمجھی کہ سر چکرا رہا ہے۔ بعد میں پتا چلا کہ چھت اور دیواریں اپنی جگہ ہیں، فرش ریوالونگ ہے۔ وہ فرش غیر محسوس طریقے پر دائرے کی صورت میں گھومتا ہے۔ چونکہ میرا دماغ کمزور تھا، اس لیے میں نے اس کی گردش کو فوراً محسوس کر لیا۔"

"تم نے وہاں اور کیا دیکھا؟"

"ایک خوبرو مرد اور ایک حسین عورت کو دیکھا۔ دونوں نے ہاتھوں پر دستانے چڑھا رکھے تھے۔"

"اُن کا حلیہ بتاؤ۔"

"کیا بتاؤں، اُن کے چہرے کسی بھی عیب سے پاک

تھے۔ دونوں بے حد خوبصورت تھے۔ وہ تقریباً ہم شکل تھے۔ دونوں کے نقوش ایک جیسے تھے۔ فرق اتنا ہی تھا کہ ایک کے چہرے پر مردانگی تھی اور دوسری کے چہرے پر نسوانیت، شاید وہ بھائی بہن تھے۔"

مرجانہ کراہنے لگی۔ میں اُس کے اندر رہ کر سمجھ رہا تھا، وہ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا تھی۔ دل ڈوب رہا تھا۔ سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ میں اس کی دماغی توانائی بن کر حوصلہ نہ دیتا تو شاید وہ دو چار سانسوں میں ختم ہو جاتی۔

میں بڑی دیر تک اُسے سنبھالتا رہا۔ ایک ڈاکٹر نے اس کی نبض محسوس کی۔ پھر ایک انجکشن لگایا۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ فوراً دیر بعد وہ پھر بولنے کے قابل ہو گئی۔ میں نے کہا: "ہاں بولو۔ تمہارا یہ بیان میرے لیے اہم ہے کہ وہ بھائی بہن ہو سکتے ہیں۔ ایک کے چہرے پر نسوانیت اور دوسرے کے چہرے پر مردانگی ہے۔ گمنام کا نقشہ ایک جیسا ہے۔ ان کے بارے میں کچھ اور بتاؤ۔"

وہ ذرا چپ رہی۔ میں اُسے سانسیں فراہم کرتا رہا۔ پھر اس نے کہا: "اس حسینہ کے ہاتھوں میں مرے تھی۔ اُس کے ساتھی نے مرے پر سے سر بیچ اٹھائی، میرے پاؤں اور بازو بندھے ہوئے تھے۔ میں کہنیوں کی طرف سے ہاتھ موڑ سکتی تھی۔ میں نے ذرا سا ہاتھ موڑ کر اوپر اٹھایا۔ پھر حسینہ کے ایک ہاتھ کو پکڑ لیا۔"

مرجانہ سانس لینے کے لیے رُکی۔ پھر بولی: "حسینہ نے بے اختیار ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔ اس کے نتیجے میں مرے پر رکھی ہوئی دوائیں گر پڑیں۔ اُس کے ساتھی نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر جھٹکا دیا۔ میرے یہ ہاتھ کتنے فولادی تھے مگر اعصابی کمزوریوں نے مجھے پہاڑ سے چیونٹی بنا دیا — اس کے جھٹکا دینے سے ہاتھ چھوٹ تو گیا، مگر دستانہ میرے ہاتھ میں رہ گیا۔ تب میں نے دیکھا، اُس حسینہ کے دائیں ہاتھ میں ساڑھے چار انگلیاں تھیں۔"

"ساڑھے چار کا مطلب ہوا ایک انگلی آدھی ہو گی؟"

مرجانہ کراہنے لگی۔ میں نے کہا: "پلیز، بتاؤ، کون سی انگلی آدھی تھی؟"

اس میں بولنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ دماغی توانائی اتنی رہ گئی تھی، جسے توانائی کہا نہیں جا سکتا۔ اُس کے دماغ سے سوچ کی لہریں ابھرنا چاہتی تھیں۔ پھر پانی کے بُلبلے کی طرح بیٹھ جاتی تھیں۔ میں نے فوراً ہی ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "ہری اپ، مرجانہ کو اٹینڈ کرو، ہری اپ!"

وہ دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔ ایک ساتھی ڈاکٹر سے انجکشن لانے کے لیے کہا۔ ڈاکٹر نے جواب دیا: "ابھی ایک انجکشن پہلے میں نے یہ انجکشن لگایا ہے۔"

"کوئی بات نہیں، دوسرا لگانا ہوگا۔ اس کی نبض ڈوب رہی ہے۔"

اُسے فوراً ہی دوسرا انجکشن لگایا گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد دل کی رفتار ذرا درست ہوئی۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "فرہاد! میں جا رہی ہوں۔"

"نہیں مرجانہ! ایسا نہ کہو۔ تم موت سے لڑتی آئی ہو، اب بھی لڑو گی۔"

"لڑنے والے اپنی طاقت، اپنا حوصلہ سمجھ کر ہی میدان میں آتے ہیں۔ میں زندگی کے میدان سے باہر جا رہی ہوں۔ مجھے پتا چل گیا ہے، اس انجکشن کے ذریعے جگنو کی چمک کی طرح جان ملی ہے۔ میں سمجھنے ہی والی ہوں۔"

"ایسا مت سوچو۔ دیکھو ڈاکٹر کوشش کر رہے ہیں۔"

"کرنے دو۔ میری آخری بات سُن لو۔ میں رسونتی کا حق مارنا نہیں چاہتی تھی۔ تم سے دور ہونے کے لیے میں نے بلیا کو قبول کر لیا۔ مگر یہ دل بڑا بے ایمان ہے، تمہارے سوا کسی کو قبول نہیں کرتا۔"

"میں جانتا ہوں تم دل و جان سے مجھے چاہتی ہو۔"

"دل و جان سے بھی اور ایمان سے بھی آج تک کوئی مجھ سے کچھ نہ... کچھ نہ... نہ لے سکا۔ تم... تم نے لے لیا۔ تم... میرے جسم و جان... کے ما... مالک..."

وہ کہتے کہتے تھم گئی۔ ہمیشہ کے لیے تھم گئی۔ موت کا ایک جھٹکا لگا تھا۔ میری سوچ کی لہریں دماغ کی تاریکی میں چمگادڑ کی طرح بھٹک رہی تھیں۔ کبھی اُدھر جا رہی تھیں، کبھی اِدھر آ رہی تھیں۔ "کہاں ہو؟ مرجانہ! تم کہاں ہو؟ آواز دو، اپنے جسم و جان کے مالک کو ایک بار آواز دو، مرجانہ مرجانہ!"

میں اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ غم و غصے سے کانپ رہا تھا۔ "نہیں چھوڑوں گا، کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ مرجانہ! تمہارے لبوں پر جو محبت لبِ دم تھی، اس محبت کی قسم، میں انسانی جسموں کو فروخت کرنے والے ایک مجرم کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ مرجانہ! آہ میری مرجانہ۔"

درد مانے پر دستک ہونے لگی۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ اعلیٰ بی بی کا ایک ماتحت کہہ رہا تھا: "سر! آپ پلیز دروازہ کھول دیں۔ سر! آپ کو تنہا نہیں رہنا چاہیے، پلیز، دروازہ کھول دیں۔"

"تنہا کیوں نہیں رہنا چاہیے۔ کیا مجھے پاگل سمجھتے ہو تم؟"

"نہیں سر! آپ نارمل ہیں مگر..."

"یو شٹ اَپ! چلے جاؤ۔ اپنے شیخ الفارس سے کہہ دو، تم میں سے کوئی میرے عزیزوں کو نہیں بچا سکتا، مرجانہ بھی مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا چکی ہے، جاؤ اور شیخ الفارس سے کہہ دو، میں پیرس آ رہا ہوں۔"

بند دروازے کے پیچھے سے وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے دیکھا، وہ سوچتا جا رہا تھا، پہلے شیخ الفارس کو مرجانہ کے انتقال کی اطلاع دے گا پھر میرے لیے پیرس تک ہیلی کاپٹر چارٹر کرے گا۔ میں سر تھام کر بیٹھ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کیا کروں؟ ایسا کون سا راستہ اختیار کروں کہ سونیا، رسونتی، اعلیٰ بی بی اور ستیا وغیرہ موت کے سرد خانے سے صحیح سلامت نکل آئیں۔ میری تمام محبتیں مجھے مل جائیں۔ میں کون سا راستہ اختیار کروں؟

میں پھر سرد خانے میں پہنچ گیا۔ میں اُس ڈاکٹر کو یوں بھی معاف نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ میری ٹیلی پیتھی کا شکار تھا، کسی وقت بھی... کسی سے میرا ذکر کر سکتا تھا۔ میں شکار کے پاس پہنچا تو وہ خود شکار ہو رہا تھا۔ ہوا یہ کہ اس نے ٹارٹر بلیا کو بچانے کے لیے انجکشن لگانا چاہا تھا۔ بلیا دیکھ چکا تھا، مرجانہ کو پے در پے انجکشن لگانے کے بعد بھی بچا نہیں جا سکا تھا۔ پھر وہ کس امید پر انجکشن لگواتا؟

ڈاکٹر سرنج لے کر جیسے ہی آگے آیا، بلیا نے اُسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ پھر اسے دونوں بازوؤں میں دبوچ لیا۔ وہ سہم کر چیخ مارتے ہوئے اس کی گرفت سے نکلنا چاہتا تھا اور شاید نکل بھی جاتا کیونکہ بلیا بہت کمزور ہو چکا تھا۔ مگر ڈاکٹر کا چہرہ جیسے ہی قریب آیا، بلیا نے اسے اور قریب کھینچ کر اس کے حلقوم میں دانت پیوست کر دیے۔

ڈاکٹر کی چیخ گھٹ گئی تھی۔ دیدے پھیل رہے تھے۔ اُس کا بیٹا، بچانے کے لیے آیا۔ دوسرے ڈاکٹر بھی مدد کے لیے لپکے۔ مگر سود، ڈاکٹر کا نرخرہ کٹ چکا تھا۔ اس کا لہو بلیا کے منہ میں جا رہا تھا۔ ہاتھوں پر پھیل رہا تھا۔ جب دوسروں نے اُسے الگ کیا تو وہ آخری سانسیں لے رہا تھا۔ اس کی سانسیں گلے سے نہیں نکل جا رہی تھیں کٹے ہوئے نرخرے سے اس کی سانسیں خرخر کی آواز سے خارج ہو رہی تھیں۔ جسم کا سانس سے رشتہ ٹوٹ چکا تھا۔ پھر وہ کب تک زندہ رہتا؟ جب تک دوسرے ڈاکٹر طبی امداد پہنچاتے، وہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

اس کے بیٹے نے غصے کے مارے مرے پر رکھے ہوئے چاقو کو اٹھایا، وہ بلیا کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ میں نے روک دیا۔ اُسے بلیا کو دیکھتے اور سمجھنے پر مجبور کیا۔ تب اس کی سمجھ میں آیا، بلیا کے دیدے پھیل کر ساکت ہو گئے تھے۔ اس کی باچھیں اور ہونٹ لہو کے رنگ میں بھیگے ہوئے تھے۔ وہ مرتے مرتے دشمن کا لہو پی گیا تھا۔

جہنم رسید ہونے والے ڈاکٹر کے بیٹے نے سوچا۔ میں چاقو سے اسے ختم کر دوں؟ مگر یہ تو پہلے ہی ختم ہو چکا ہے۔

آہ موت کیا ہوتی ہے؟ موت ہم کو آئے یا ہمارے مارنے والوں کو آئے، تب زندگی کی قیمت معلوم ہوتی ہے۔ ڈیڈی دوسروں کی زندگیوں کی قیمتیں لگاتے رہے۔ آج حرام موت نے ان کی قیمت چکا دی۔ مجھے مثبت انداز میں سوچنا چاہیے۔"

اس کے ہاتھ سے چاقو گر گیا۔ میں چاہتا تو چیلنج کے مطابق اس کے پورے خاندان کو موت کی سزا دیتا لیکن ایک مجرم کا پورا خاندان مجرم نہیں ہوتا۔ پھر وہ نوجوان مثبت انداز میں سوچ رہا تھا۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کو تلاش کرنے دوسرے ادارے کے ڈاکٹر کے پاس پہنچ گیا۔

پیرس میں اب دو ادارے رہ گئے تھے۔ ایک ہیومن پارٹس بنک اور دوسرا ڈونیٹڈ پارٹس سپلائر۔ میں اپنے طریقۂ کار کے مطابق وہاں کے ڈاکٹروں اور ان کے سرد خانوں میں پہنچا۔ کوما میں رہنے والوں کو اچھی طرح دیکھا، سمجھا۔ اُن میں میری کوئی چاہنے والی نہیں تھی۔ نہ سونیا، نہ رسونتی، نہ اعلیٰ بی بی اور پارس کے متعلق کچھ پتا نہیں چل رہا تھا، وہ کہاں ہے؟ کس کے پاس ہے؟ اور کس حال میں ہے؟

میری بے چینی اس حد تک بڑھ گئی تھی، جہاں پہنچ کر آدمی جنون میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ میرے اندر ہلچل مچل رہا تھا۔ میں ایک جگہ بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ اس رہائش گاہ سے نکل آیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ جنون میں کیا کر گزروں گا۔ اگر راہ چلتے کسی سے ٹکر گئی تو میں پاگلوں کی طرح اس سے ٹکرا جاتا۔ کوئی اگر آنکھ دکھاتا تو کچھ پوچھے بغیر اُس کی آنکھیں نکال لیتا۔ یہ دنیا دشمن لگ رہی تھی۔ اس دنیا نے میرے چاہنے والوں اور میرے لختِ جگر کو نگل لیا تھا۔ انھیں برآمد کرنے کے لیے نگلنے والوں کا پیٹ چاک کرنا ضروری تھا۔

میں جیسے ہی رہائش گاہ سے باہر آیا، دو ماتحت میرے سامنے آ گئے۔ وہ بے چارے کچھ کہنا چاہتے تھے۔ میرے جنونی دماغ نے سمجھا، یا، دشمن سامنے آ کر راستہ روک رہے ہیں۔ میں نے ایک کے منہ پر ہاتھ جڑ دیا۔ دوسرا مجھے سمجھانے آ رہا تھا، وہ

بھی ہاتھ کھا کر پیچھے چلا گیا۔ دور ہی سے ہاتھ اٹھا کر بولا: "پلیز سر! ہم... ہم آپ کے خادم ہیں۔"

میں نے سر جھٹک کر انھیں غور سے دیکھا، جیسے کچھ نظر نہ آ رہا ہو۔ دوسرے نے کہا: "سر! پیرس جانے کے انتظامات ہو چکے ہیں۔ ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔"

اس کی بات سن کر مجھے معلوم ہوا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ دراصل میں پیرس جانا چاہتا تھا — ان اداروں کے ڈاکٹروں کو جن سے سر اترتا پا کر مار نا چاہتا تھا۔ اگرچہ ان کے سرد خانوں میں میرا اپنا کوئی نہ تھا۔ ..... اس کے باوجود وہ مجرم تھے، نہ جانے کتنے محبت کرنے والے اور والیوں کو کوما میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ قابلِ معافی نہیں تھے۔

میں کار کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ ایک ماتحت دوڑتا ہوا بنگلے کے اندر گیا۔ میں نے گرج کر دوسرے سے پوچھا: "کس کا انتظار ہے، چلتے کیوں نہیں؟"

"سر! آپ کا سامان لایا جا رہا ہے۔"

میں نے غصے سے کہا: "ٹوتھ برش و دھ دی بیگیج۔ سامان کی ضرورت نہیں ہے۔ چلو۔"

"جناب! آپ روم سیو کا سترو کے روپ میں ہیں۔ یہاں سے پیرس جانے کے لیے آپ کے ضروری کاغذات ضروری ہیں۔ ہم ابھی ایک منٹ میں چلتے ہیں۔"

میں ایک منٹ بھی انتظار کا متحمل نہیں تھا۔ وہ ماتحت اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کے کوٹ کے کالر پکڑ کر کھینچے اور کہا: "میں خیال خوانی کے ذریعے بھی دشمنوں تک پہنچ سکتا ہوں مگر نفسِ نفیس ان کی گردنیں توڑنا چاہتا ہوں ضروری کاغذات کی ایسی کی تیسی۔ فوراً گاڑی اسٹارٹ کرو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا: "ہم ضروری کاغذات کے بغیر انگلینڈ سے باہر نہیں جا سکیں گے۔"

میرے گرم دماغ نے سمجھایا کہ اسے اسٹیئرنگ سیٹ سے دھکا دوں اور خود ڈرائیو کرتا چلا جاؤں۔ ایسے ہی وقت دوسرا ماتحت میرا اور اپنا سامان اٹھا کر لے آیا۔ انھیں ڈکی میں رکھا۔ پھر اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور فلائنگ کلب کی طرف جانے لگی۔ دن کے دس بج رہے تھے۔ میں پچھلی رات سے جاگ رہا تھا پھر بھی نیند کوسوں دور تھی۔ آنکھیں انتقام کے جنون سے کھلی ہوئی تھیں۔ اور انگاروں کی طرح جل رہی تھیں۔

میرے بچھڑے ہوئے تیور دیکھ کر دونوں ماتحتوں کو پریشان کر رکھا تھا۔ جب ہمارا سفر ہیلی کاپٹر میں شروع ہوا تو ایک نے کہا: "جناب! آپ ذرا آرام سے سو جائیں۔ ہم بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ کر..."

میں نے بات کاٹ کر گرجتے ہوئے کہا: "میں اس ادارے میں نہیں جاؤں گا۔ شیخ الفارس نے اور تم سب نے میرا کون سا کام کیا ہے؟ میرے ایک ساتھی کو بھی ڈھونڈ کر نہ نکال سکے۔ مجھے کسی کی مدد نہیں چاہیے۔ مجھے پیرس کے فلائنگ کلب میں پہنچا دو۔ آج سے میرا راستہ بالکل الگ ہے۔ تم سب سے الگ ہے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ سر میں ایسا درد تھا جیسے کھوپڑی تڑخ جائے گی۔ میری تمام محبتیں یکے بعد دیگرے جان سے جا رہی تھیں، ہر محبوبہ میری بھی جان نکلتی جا رہی تھی۔ ایک ماتحت نے کافی پیش کرتے ہوئے کہا: "کافی پی لیجیے۔ آپ نے کچھ کھایا بھی نہیں ہے۔"

میں نے ناگواری سے کہا: "میں نادان نہیں ہوں کہ تمھارے ہاتھوں سے زہر پی لوں۔ میں ایک ایک دشمن کے مرنے تک زندہ رہوں گا۔"

"سر! یہ زہر نہیں کافی ہے۔"

"یو شٹ اَپ!" میں نے ہذیانی انداز میں چیخ کر کہا: "میں تم سب کو ہیلی کاپٹر سے نیچے پھینک دوں گا۔ تم چاہتے ہو کہ میں آرام کروں، تھوڑا سو جاؤں اور اپنی سونیا کو، رسونتی کو اور اعلیٰ بی بی کو تلاش نہ کروں۔"

میں نے کافی کی پیالی کو ہاتھ مارا۔ وہ دور چلی گئی۔ پھر کہا: "یاد رکھو، میں بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جاؤں گا۔ وہاں ہیلی کاپٹر اتارنا چاہو گے تو تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ایک ماتحت، جو میری سیٹ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، اس نے اچانک ہی پھندا ڈال کر مجھے سیٹ کے ساتھ جکڑ دیا۔ میں نے تڑپ کر نکلنا چاہا، پھر ناکام ہو کر چیختے ہوئے بولا: "یہ کیوں بھولتے ہو کہ میں خیال خوانی کے ذریعے پھندے سے نکل بھی سکتا ہوں اور تم سب کو جہنم میں پہنچا بھی سکتا ہوں۔"

"سر! آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ مگر آپ یہ بھول گئے کہ اعلیٰ بی بی کی طرح ہمارے پاس بھی ایسی انگوٹھیاں ہوتی ہیں جن کے نچلے حصے کو دبا دو تو اوپری حصے سے ایک ننھی سوئی برآمد ہوتی ہے۔"

اس نے اپنی انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: "یہ دیکھیے۔ یہ سوئی برآمد ہو گئی، جیسے ہی یہ آپ کے جسم میں پیوست ہو گی، آپ بے ہوش ہو جائیں گے۔"

لیکن ہم ایسی بے ادبی نہیں کرنا چاہتے۔ پلیز خود کو نارمل رکھیے اور ہمارے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں..."

بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے بڑے اطمینان سے اپنی انگوٹھی کی ننھی سی سوئی کو دیکھا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسے اپنے جسم میں پیوست کر لیا۔ وہ مجھے ہوش سے بیگانہ کرنا چاہتا تھا۔ اب خود اپنی سیٹ کی پشت سے لگ گیا تھا۔ آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ پھر اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

جیسے ہی میں اس کے دماغ سے واپس آیا، مجھے اپنے ایک بازو میں چبھن کا احساس ہوا۔ مجھے یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ دوسرے ماتحت کے پاس بھی وہی انگوٹھی ہو سکتی ہے۔ مگر دیر ہو چکی تھی۔ میں جسمانی اور دماغی توانائی کھو چکا تھا۔ آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ مگر بے سود۔ میں چند سیکنڈ میں ہی ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

نہ جانے میں کتنی دیر تک اپنی ذات سے غافل رہا۔ میں سمجھتا ہوں، اعلیٰ بی بی، سونیا اور رسونتی بھی اسی طرح اپنی ذات سے غافل ہوں گی۔ وہ بے شک زندہ ہوں گی مگر موت کی ہتھیلی پر بے حس و حرکت پڑی ہوں گی۔ جب مجھے ہوش آنے لگا تو میرے کانوں نے کسی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا: "ہوش آ رہا ہے۔ ہمیں یہاں نہیں رہنا چاہیے۔"

ذرا دیر بعد ہی دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں سنائی دیں۔ جو بھی میرے آس پاس رہے ہوں گے، وہ جا چکے تھے۔ بے ہوش ہونے والے جب ہوش میں آنے لگتے ہیں تو حواسِ خمسہ میں سے پہلے سننے کی قوت کام کرتی ہے۔ بعد میں آنکھیں کھلتی ہیں۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ایک خوابگاہ نظر آئی۔ میں آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ سرہانے کی میز پر تازہ پھل اور خشک میوے رکھے ہوئے تھے۔ گلاس اور پانی سے بھرا جگ بھی تھا۔

مجھے شدید پیاس کا احساس ہوا۔ میں نے اٹھ کر گلاس میں پانی لیا۔ چند گھونٹ پینے کے بعد خیال آیا، بھوکا ہوں۔ میں نے سیب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اچانک رسونتی اور اعلیٰ بی بی کا خیال آیا۔ کیا وہ کوما کی حالت میں کھا سکتی ہیں، پانی پی سکتی ہیں؟

میرے ہاتھ سے گلاس چھوٹ گیا۔ ان کے جسموں کو مغذا انجکشن کے ذریعے خوراک پہنچائی جاتی ہو گی۔ وہ کس قدر بے بسی کے عالم میں ہوں گی۔ میرا دل کٹنے لگا۔ اسی وقت شیخ الفارس کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہے تھے: "کیا ماتم کرنے سے گم شدہ محبتیں مل جاتی ہیں؟"

میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ کمرے میں کہیں اسپیکر نصب کیا گیا تھا۔ میں نے ناگواری سے پوچھا۔ "میں یہاں کیسے آیا۔ کیا آپ مجھے قیدی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں؟"

انھوں نے پدرانہ شفقت سے کہا: "بیٹے! بعض حالات میں دوستوں کو دشمن بن کر کسی دوست کا تحفظ کرنا پڑتا ہے۔ تم رفتہ رفتہ جنون میں مبتلا ہو کر دماغی توازن کھو بیٹھو گے۔ اگر میرے جوان تمھیں بے ہوش کر کے یہاں نہ لاتے تو تم ایک خطرناک پاگل بن کر ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیتے۔ تم اس طرح لائے گئے، مجھے اس کا افسوس ہے۔"

"کیا اس خواب گاہ کے دروازے باہر سے بند ہیں؟"

"مجھے اس کا بھی افسوس ہے۔"

"پھر تو بات صاف ہو گئی۔ آپ مجھے قیدی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں ممرو شمی سے نہیں، دوستی سے۔"

میں نے دہاڑتے ہوئے کہا: "مجھے نہیں چاہیے ایسی دوستی۔"

"دیکھو کس طرح دہاڑ رہے ہو۔ ذرا سوچو، ذرا سمجھو، کیا ابھی تم نارمل ہو؟ کیا تمھارا دماغ تمھارے قابو میں ہے؟"

"ہے میرے قابو میں ہے۔ اور اگر نہیں ہے تو آپ مجھے پابندی میں رکھنے والے کون ہوتے ہیں؟"

"میں تمھارا بزرگ اور خیر خواہ ہوں۔ اور اگر نہ بھی ہوتا تو کسی پاگل کو زنجیروں میں جکڑ کر رکھنا میرا فرض ہوتا۔"

"میں پاگل نہیں ہوں۔"

"ثابت کرو۔"

"آپ مجھے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔"

"اگر تم نے اپنے بزرگ کے خلاف یہ ہتھیار استعمال کیا تو کیا ہوش مند کہلاؤ گے؟ اگر تم نے ایسا کیا تو یہاں اس کا توڑ ہے۔ مجھے ٹیلی پیتھی کے جھٹکوں سے بچانے کے لیے ایک انجکشن تیار رکھا گیا ہے۔ اس کے ذریعے مجھے بے ہوش کر دیا جائے گا۔"

"آپ کو کتنی بار بے ہوش کیا جائے گا۔ جب بھی آپ ہوش میں آئیں گے۔ میں آپ..."

انھوں نے بات کاٹ کر کہا: "مجھے بیہوش کرنے کے بعد آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا جائے گا تاکہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجبور کر کے مجھے اپنے کمرے کا دروازہ کھولنے کے لیے نہ بلا سکو۔"

میں دانت پیس کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ انھوں نے کہا۔

"آہنی سلاخوں کے پیچھے جانے کے بعد میری جگہ جو آئے گا، وہ تمھیں اپنی آواز نہیں سنائے گا۔ بابا صاحب کے ادارے میں جتنے افراد کی آوازیں سن چکے ہو، انھیں فی الحال ادارے سے باہر بھیج دیا گیا ہے۔ تم انھیں یہاں آنے پر مجبور کرو گے تو ان بے چاروں کو احاطے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

"آپ جانتے ہیں کہ اب سے پہلے ہزاروں بار دشمنوں نے مجھے گرفت میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی اور میں ہزار زنجیریں توڑ کر نکل گیا۔"

"پہلے تم ہوش میں رہا کرتے تھے، اس لیے مخالفین پر غالب آجاتے تھے۔ اگر تم میری پابندیاں توڑ کر نکل سکو تو میں تمھیں ہوش مند تسلیم کر لوں گا۔"

میں چپ ہو گیا۔ مجھے اُن پر غصہ آرہا تھا۔ میں نے سوچا، غصہ دکھاؤں گا تو جنونی یا پاگل سمجھا جاؤں گا۔ مجھے تحمل سے کام لینا چاہیے۔ شیخ الفارس جہاں بھی تھے، وہاں سے مجھے ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ میں بستر کے سرہانے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

انھوں نے پوچھا۔ "فرہاد! تمھاری زندہ دلی کیا ہوئی؟"

"کیا اپنے عزیز مرتے رہیں تو کوئی زندہ رہ سکتا ہے؟ اور آپ زندہ دلی کی باتیں کر رہے ہیں۔"

"ہنستے کھیلتے دنوں میں سب ہی زندہ دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ہزاروں برس میں کوئی ایک ایسا پیدا ہوتا ہے، جو صدمات سے چور چور ہو کر بھی مسکراتا رہے۔"

"کہنا آسان ہے کہ ناشکلی ہے۔"

"مردہ ہی کرتے ہیں جو کر نا مشکل ہو۔"

"آپ چاہتے ہیں میں کوما میں جانے والوں کو بھول کر قہقہے لگاؤں اور ایک نئی زندگی شروع کر دوں۔"

"تم شروع نہیں کرو گے تو وہ نئی زندگی خود بخود شروع ہو جائے گی۔ اگر وہ سب دنیا سے اُٹھ چکے ہیں تو کیا تم بھی اُٹھ جاؤ گے؟"

"نہیں۔ میں مرنے سے پہلے اُن قاتلوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مار دوں گا۔"

"اس کے لیے تمھیں زندہ رہنا ہو گا۔ قاتلوں کو ڈھونڈنے کے لیے تمھیں کھانا پینا، سونا اور آرام کرنا ہو گا۔ دماغ کو سوچنے سمجھنے کے قابل بنانا ہو گا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اُن سے باتیں کرنے کے دوران میرا غصہ قدرے سرد پڑ گیا تھا۔ وہ میرا نفسیاتی علاج کر رہے تھے اور میں کون سا پاگل تھا؟ میرا دماغ اک ذرا آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ اب وہ کیفیت نہیں تھی۔ انھوں نے پوچھا۔ "کیا مجھے دشمن سمجھ رہے ہو؟"

"میں نادم ہوں۔ اب تک سمجھتا رہا، اب نہیں سمجھ سکتا۔ آپ ہم سب کی نظروں میں بزرگ اور محترم ہیں۔"

"میری ایک بات مان لو۔ اس کے بعد چاہے جیسی من مانی کرتے رہنا۔"

"آپ کی ہدایات اور احکامات سر آنکھوں پر۔ میں عمل کروں گا۔"

"میری ہدایت ہے، پہلے اپنی کھوئی ہوئی زندہ دلی واپس لاؤ۔ پھر گم شدہ محبتیں بھی مل جائیں گی۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی۔ حالاں کہ دل جل رہا تھا۔ جو سنکا ہٹ آگ میں کھیلتی ہے، وہ گندی ہوتی ہے۔ شیخ الفارس کی یہ بات دل کو لگی تھی کہ میری سابقہ زندہ دلی لازمی ہے ایک مختصر سا قہقہہ، دماغ پر چھائے ہوئے غبار کو صاف کر دیتا ہے۔ میں نے پھلوں کی ٹرے میں سے ایک سیب کو اٹھایا۔ قہقہہ لگایا، اُسے فضا میں اچھالا۔ جب وہ بلندی سے واپس آیا تو میں نے منہ کھول کر اسے دانتوں کے درمیان کیچ کر لیا۔ پھر میں نے ایک جھٹکے سے یوں چبایا جیسے ہنستے ہنستے دشمنوں کی ہڈیاں چبا رہا ہوں۔

واقعی ہوش و جنوں میں بھول گیا تھا کہ ہنستے ہنستے دماغی طور پر صحت مند رہ کر دشمنوں سے انتقام لیا جا سکتا ہے۔ اس وقت میں نے پیٹ بھر کر کھایا، کھانے کے دوران پیرس کے اُن اداروں کے ریڈیو کیسٹ دکھائے گئے جو انسانی اعضا کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے تھے۔ ان کے سرد خانوں میں میری کوئی ساتھی نہیں تھی۔ مگر شیخ الفارس کے جوانوں نے یہ غیر انسانی دھندا کرنے والوں کو بڑی اذیتیں دے دے کر ہلاک کیا تھا۔

میں اسکرین پر دشمنوں کو جہنم رسید ہوتے دیکھ کر بولا۔ "محترم شیخ صاحب! میری تسلی نہیں ہو سکتی۔ انھیں تو میں کتوں کی موت مارنا چاہتا تھا۔"

"تم ایسے اداروں سے تعلق رکھنے والوں کو ہلاک کرتے رہو گے اور خطرناک تنظیموں کو یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ کون ایسا کر رہا ہے تو ان کا دھیان خود بخود تمھاری طرف جائے گا۔ جیرے جوان یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ اپنی اعلیٰ بی بی کو ڈھونڈنے کے لیے دشمنوں سے نمٹ رہے ہیں۔ تمھارے سابقہ اور موجودہ دشمن تمھیں زخموں سے چُور دل تنہا کارہ سمجھ رہے ہیں، جو انھیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

میں نے کہا۔ "شیبا نے ربی کو یہ غلط رپورٹ دی ہے کہ میں بھی کہیں کوما میں پڑا ہوں۔ وہ مادام کمپیوٹر کی حیثیت سے میرے تمام دشمنوں کو بھی یہی غلط اطلاع دے چکی ہو گی۔"

میں نے شیخ الفارس کو بتایا کہ شیبا نے اپنے ربی سے جھوٹ کیوں کہا ہے۔ شیخ صاحب نے کہا۔ "یہ تو اور اچھی بات ہے۔ وہ اپنا جھوٹ نباہنے کے لیے اپنے بیان پر قائم رہے گی اور تم گمنام رہ کر آزادی سے وہ سب کچھ کر سکو گے جو چھپ چھپا کر نہیں کر سکتے تھے۔"

"میں اور کیا کرتا۔ میرا مقصد تو اب یہی رہ گیا ہے کہ سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی اور پارس کو تلاش کروں۔"

"بے شک تلاش کرو۔ مگر تلاش کرتے رہنے سے کچھ ملتا ہے، کچھ نہیں ملتا۔ میرا مشورہ ہے پتھر بن جاؤ۔ خود کو پہلے سے اس تلخ حقیقت پر آمادہ کر لو کہ تم پر تمام جان دینے والیاں اپنی جان ہار چکی ہیں۔ اس انداز میں سوچنے سے برداشت کا حوصلہ رہتا ہے۔ ہاں اگر نصیب سے کوئی زندہ سلامت مل جائے تو یہ تمھاری خوش نصیبی ہو گی۔"

شیخ الفارس دو دنوں تک مجھے سمجھاتے رہے۔ دوسرے لفظوں میں میرا نفسیاتی علاج کرتے رہے۔ مجھ پر سے پابندیاں اٹھا لی گئی تھیں۔ میں بابا صاحب کے ادارے میں آزادی سے کہیں بھی جا سکتا تھا۔ کسی سے بھی مل سکتا تھا۔ شیخ الفارس اور چند دماغتوں کے سوا کوئی مجھے فرہاد کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔ میں وہاں کے مختلف شعبوں میں گیا۔ بابا فرید واسطی کا مزار اسی احاطے میں ایک دور افتادہ گوشے میں تھا۔ وہاں کٹیا نما ایک چھوٹا سا خوبصورت سا کاٹج تھا۔ اسی کاٹج کے اندر بابا فرید واسطی کو سپردِ خاک کیا گیا تھا۔

میں کاٹج کے اندر آکر ادب سے بیٹھ گیا۔ ادارے کی ایک نوجوان طالبہ رہنمائی کے لیے میرے ساتھ تھی۔ وہ بتا رہی تھی کہ بابا صاحب کہاں سوتے، کہاں پڑھتے، کہاں کھاتے اور کمال بیٹھ کر مراقبے میں پہنچ جاتے تھے۔ ان کے آخری ایام میں سونیا اُن کے ساتھ تھی۔ اس کے سوا کوئی کاٹج کے اندر نہیں جاتا تھا۔

نوجوان طالبہ کی بات سن کر اچانک مجھے بابا فرید واسطی کی ایک پیشگوئی یاد آئی۔ انھوں نے سونیا سے کہا تھا۔ "فرہاد کی زندگی میں کتنے ہی ساتھی آئیں گے اور جائیں گے۔ اس کی آخری سانسوں میں صرف تم ہی اس کے قریب رہو گی۔"

یہ پیشگوئی یاد آتے ہی میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ اکثر ادارے کے ذمے دار افراد گواہ ہیں کہ بابا صاحب کی پیشگوئی اکثر درست ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سونیا کوما میں پہنچنے کے باوجود زندہ رہے گی۔ مجھے پھر ملے گی اور آخری سانسوں میں میرے قریب رہے گی۔

میں نے خوش ہو کر اُس کی طرف پرواز کی۔ وہ شاید ابھی تک کوما میں تھی۔ اس کے دماغ میں دُھند چھائی ہوئی تھی۔ نہ وہ کچھ سمجھتی تھی، نہ میں اس کے ذریعے کچھ سمجھ سکتا تھا۔ رسونتی اور اعلیٰ بی بی کی بھی وہی حالت تھی۔ کاش چند سیکنڈ کے لیے ان کا دماغ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوتا۔ میں فوراً ہی اُس جگہ کے متعلق معلوم کر لیتا۔ ویسے امید تھی، اسی طرح وقتاً فوقتاً ان کے دماغوں میں پہنچتا رہا تو ضرور اس پُراسرار دشمن تک پہنچ جاؤں گا۔"

اس روز پتا چلا شیبا اپنا وطن چھوڑ کر امس آف مین کے ایک علاقے برانڈ میں رہائش اختیار کرنے جا رہی ہے۔ میں نے شیخ الفارس سے کہا۔ "میں شیبا سے پہلے وہاں پہنچنا چاہتا ہوں۔"

یہ بات میں شیخ صاحب کو پہلے بتا چکا تھا کہ وہ آئندہ برانڈ میں رہا کرے گی۔ یہ معلوم ہوتے ہی بابا صاحب کے ادارے کے دو ذمے دار افراد وہاں چلے گئے تھے۔ انھوں نے بھاری قیمت ادا کر کے برانڈ میں ایک چھوٹا سا بنگلا خرید لیا تھا۔ اس بنگلے کا نام لکی کاٹج تھا۔ کاٹج کے مالک کا نام لکی والٹسن تھا۔ لکی والٹسن کی عمر ہی کوئی پچیس اور تیس برس کے درمیان ہو گی، وہ اس علاقے میں نوجوان نجومی کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔ اس کی پیشگوئی اکثر درست ہوتی تھی۔ دولتمند خواتین اسے ہمیشہ گھیرے رہتی تھیں۔ ریس اور پتے کھیلنے والے پہلے اس کے دروازے پر حاضری دیتے تھے، پھر قسمت آزمانے جاتے تھے۔

جب شیخ الفارس کے دو آدمی وہاں پہنچے تو لکی والٹسن نے ڈرائنگ روم میں اُن کا استقبال کیا۔ "پھر بولو چھا! اچھا تو آپ حضرات میرا کاٹج خریدنے آئے ہیں؟"

ایک نے حیرانی سے کہا۔ "ہم نے اپنا مدعا بیان نہیں کیا۔ پھر تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ ہم کاٹج خریدنے کی نیت سے آئے ہیں؟"

لکی نے کہا۔ "میں صرف دو سروں کی نہیں، اپنی تقدیر بھی پڑھتا ہوں۔ میرے مقدر کی کتاب میں لکھا ہے کہ چار دن کے اندر مجھے یہ کاٹج فروخت کر کے چپ چاپ چلا جانا چاہیے۔ اسے خریدنے کے لیے دو شخص آئیں گے اور آپ حضرات آگئے ہیں۔"

شیخ الفارس کے آدمی نے کہا۔ "ہمیں معلوم ہوا تھا کہ تم نجومی ہو مگر تم نجومی سے بھی کچھ زیادہ ہی لگتے ہو۔"

"میرا علم کہتا ہے، مجھے تم دونوں کے ساتھ مشرق کی طرف جانا چاہیے۔ وہاں کسی ملک میں مجھے اس کاٹج کا نہایت معقول معاوضہ ملے گا۔ اگر میں جانے سے انکار کروں تو نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ شیخ الفارس کی پلاننگ کے مطابق مجھے لکی واٹسن بن کر لکی کاٹج میں رہنا تھا۔ اس طرح میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلومات حاصل کر کے دوسروں کے سامنے خیر مقدمی کا کردار بخوبی ادا کر سکتا تھا۔ اگر لکی وہ کاٹج فروخت کرنے سے انکار کرتا تو شیخ صاحب کے دونوں آدمی اسے ہمیشہ کے لیے وہاں سے غائب کر کے میرے لیے راستہ صاف کر دیتے۔ وہ نجومی درست کہہ رہا تھا کہ اُس کاٹج کو چھوڑنے سے انکار کرے گا تو اُسے نقصان اٹھانا پڑے گا۔

بہرحال وہ جا چکا تھا۔ میرے لیے راستہ صاف ہو گیا تھا۔ اُس کی مختلف تصویریں، ویڈیو فلمیں اور پوری ہسٹری شیٹ میرے سامنے لا کر رکھ دی گئی تھیں۔ اس کے اسٹڈی روم سے ہر سال کی ڈائریاں بھی لا کر دی گئی تھیں۔ ان کے ذریعے اس کی تمام مصروفیات کا پتا چلتا تھا۔ پھر یہ کہ اس کا دماغ میرے لیے کھلی کتاب کی طرح تھا۔ حب تک سرجری کے ذریعے مجھے لکی واٹسن بنایا جاتا رہا تب تک میں اس کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرتا رہا۔

پیرس چھوڑنے سے پہلے میں نے کئی بار سجاد کی خبر لی۔ وہ بڑی حد تک نارمل ہو گیا تھا لیکن چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھا۔ شیخ الفارس کے جوان اُسے ادارے میں لے آئے تھے۔ اس کا علاج پوری توجہ سے ہو رہا تھا۔ میں نے رات کے دس بجے ہیلی کاپٹر میں سفر شروع کیا۔ پھر آدھی رات کے بعد برانڈ پہنچ گیا۔ وہ کاٹج لکی واٹسن کے لیے مناسب دیکھتا تھا، مجھے بھی اس کاٹج میں خوش نصیبی ملتی ہے یا نہیں؟'

میرے ساتھ شیخ صاحب کے دو ذہین ساتھی آئے تھے۔ اُس نئے علاقے میں کچھ عرصہ ساتھ رہنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا: "شیبا بارہ گھنٹے کے اندر یہاں پہنچنے والی ہے، وہ کسی وقت بھی تمہارے دماغ میں چپ چاپ آ کر میری اصلیت معلوم کر سکتی ہے۔"

یہ باتیں ان کی سمجھ میں آ گئیں۔ وہ دوسری صبح وہاں سے چلے گئے۔ میرے کاٹج میں ایک ادھیڑ عمر کی ملازمہ روز صبح آتی تھی۔ گھر کی صفائی اور ضروری کام کر کے دوپہر کو چلی جاتی تھی۔ پھر شام کو آ کر رات کا کھانا تیار کرتی تھی۔ لکی واٹسن دوپہر کو صرف دو سلائس کھا کر گزارہ کرتا تھا۔ ملازمہ نے صبح آتے ہی مجھے غور سے دیکھا۔ دیکھنے کے انداز میں حیرانی بھی تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

وہ بولی: "میں حیران ہوں، چوبیس گھنٹے میں تم اتنے محتمند کیسے ہو گئے؟ کیا تم نے اپنا وزن کرایا ہے؟"

میری اور لکی کی صحت میں اُنتیس بیس کا فرق تھا لازمہ کی نظریں تیز تھیں، وہ اتنے سے فرق کو بھی تاڑ گئی تھی۔ میں نے جواب دیا: "پیرس کی آب و ہوا مجھے راس آتی ہے۔ دو برس پہلے بھی ایک بار وہاں گیا تھا۔ اُن دنوں تمہاری جگہ نینسی یہ گھر سنبھالتی تھی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے، جب بھی میں پیرس جاتا ہوں صحت مند ہو کر آتا ہوں۔"

میں نے ملازمہ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ مطمئن ہو کر اپنے کام میں لگ گئی تھی۔ مگر یہ میرے لیے خطرے کی گھنٹی تھی۔ میں نے کہا: "میری! تم نے مجھے اپنے ہاتھوں کے پرنٹ دیے تھے۔"

"یس مائی لکی لارڈ! تم نے میری قسمت کا حال بتایا تھا۔ میں انتظار کر رہی ہوں کہ تمہاری پیشن گوئی کے مطابق مجھے ایک بڑی رقم کب ملے گی، کہاں ملے گی؟ کیا مجھے اور کچھ نہیں بتا سکتے؟"

"ہم نجومی بتانے کو بہت کچھ بتا سکتے ہیں مگر سامنے والے کی بھلائی کی خاطر کچھ باتیں چھپا لیتے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی: "میرے مقدر کی ایسی کیا بات ہے جو مجھ سے چھپا رہے ہو؟"

"مجھے افسوس ہے، میں بتا نہیں سکتا لیکن نیک مشورہ دے سکتا ہوں۔"

"میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گی۔"

"تمہیں اپنی باقی عمر لندن میں گزارنا چاہیے۔ یہاں رہو گی تو کل کے بعد تمہیں کوئی بھی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔"

اس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ وہ گھر کا کام بھول کر میرے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا: "اگر تم آج رات تک یہ علاقہ چھوڑ دو، کسی کو اپنے مقدر کا حال نہ بتاؤ تو بلا ٹل جائے گی۔"

"مم... میں چلی جاؤں گی۔ وہاں کسی ہوسٹل میں رہ لوں گی۔"

"تم جگہ بدلو گی تو تقدیر بھی بدلے گی۔ لندن پہنچتے ہی اتنی دولت تمہارے ہاتھ آئے گی، جس کی تم توقع نہیں کر سکتیں۔"

وہ خوشی سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اپنا گھر، اپنا علاقہ کون چھوڑتا ہے۔ برسوں رہتے رہتے اس جگہ سے محبت ہو جاتی ہے۔ مگر جہاں موت کا دھڑکا ہو، وہاں آدمی جگہ سے اپنی اُنسیت کو بھول جاتا ہے۔ ایک تو اُسے حادثے کا ڈر تھا، دوسرے جگہ چھوڑ دینے کے بعد اچھی خاصی رقم ملنے والی تھی۔

اس سے پہلے ہی اپنا گھر، اپنا شہر چھوڑ کر چلی گئی۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے شیخ الفارس کے اُس ماتحت سے رابطہ قائم کیا جو لندن میں رہتا تھا۔ پھر اُسے سمجھایا کہ میری ہونے والی عورت لندن پہنچنے والی ہے، اُسے دس ہزار پونڈ اس طرح دیے جائیں جیسے راستہ چلتے مل گئے ہوں یا کوئی مسافر رقم سے بھرا ہوا بٹوا لیف کیس اس کے پاس بھول کر چلا گیا ہو۔ غرض یہ کہ وہ دس ہزار پونڈ کی رقم کو مقدر کی پیشکش سمجھ کر قبول کر لے۔

اس کے جانے کے بعد میں اُس علاقے کا دورہ کرنے لگا۔ اس سے پہلے میں نے آئرن آف مین کے جغرافیائی حالات پڑھے تھے۔ ویڈیو فلم میں برانڈ کے چھوٹے سے ٹاؤن کو بھی دیکھا تھا لیکن کسی بھی علاقے کو گھوم پھر کر دیکھنا اور بات ہے۔ میں اپنی چھوٹی سی اسپورٹس کار میں بیٹھ کر نکلا۔ پورا ٹاؤن مجھے پہچانتا تھا۔ جہاں سے گزرتا تھا لوگ سلام کرتے تھے۔ جوان لڑکیاں مجھے عقیدت سے دیکھتی تھیں۔ بدمعاش قسم کے لوگ بھی ایک طرف ہٹ کر گزرنے کا راستہ دیتے تھے۔ عورتیں اور بوڑھے مرد ہاتھ اٹھا کر مجھے دعائیں دینے لگتے تھے۔

میں نے اس فارم کی طرف جانے کا ارادہ کیا، جہاں ایا اسفندیار کی محل نما کوٹھی تھی۔ اب دو چار گھنٹے میں شیبا وہاں پہنچنے والی تھی۔ وہ فارم برانڈ ٹاؤن کے باہر میلوں دور تک پھیلا ہوا تھا۔ میں اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا ٹاؤن سے باہر آیا۔ تقریباً ایک میل کے فاصلے پر شیبا کا وہ محل نظر آ رہا تھا۔ وہ محل ایک چھوٹی سی پہاڑی پر تعمیر کیا گیا تھا۔ قریب جانے پر معلوم ہو سکتا تھا کہ محل والی کی حفاظت کیلئے کیسے کیسے انتظامات کیے گئے ہیں۔

میں اپنی گاڑی اس راستے پر موڑنا چاہتا تھا۔ اسی وقت ایک شاندار مرسیڈیز نے آ کر میرا راستہ روک لیا۔ میری معلومات کے مطابق لکی کا ایسا کوئی بے تکلف دوست نہیں تھا جو اس طرح راستہ روکتا۔ اس کار کی اگلی سیٹ کا دروازہ کھلا۔ ایک ادھیڑ عمر نما آدمی برآمد ہوا۔ اُس نے شیر کی کھال کی نیکر پہنی ہوئی تھی۔ شیر نہ ہوتا تو پتا نہیں کیا پہنتا؟ نیکر کے ایک طرف بڑا سا خنجر لٹک رہا تھا۔ کارٹوس کی پیٹیاں شانوں پر سے ایک دوسرے کو کراس کرتی ہوئی گزر کے گرد بیلٹ کی طرح بندھی ہوئی تھیں۔ اس کے ایک ہاتھ میں جدید طرز کی چمکتی ہوئی نئی رائفل تھی۔ وہ میری طرف آنے لگا۔ اس کے پاؤں میں جرابیں اور کینوس کے جوتے تھے۔ اس نے قریب آ کر رائفل کے دستے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "ویلے مسٹر لکی! اپنی گاڑی ایک طرف کر دو۔ اور باس کے پاس چلو۔"

ملازم نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اُسے سڑک کے کنارے کرتا ہوا آگے بڑھا تھا۔ ایسے وقت سہولت سے اُس ٹارزن کے دماغ کو پڑھنے کا موقع مل گیا۔ اس کے باس کا نام کیمرون ڈی مورا تھا۔ وہ یہاں سے بیس میل دور ایک بہت بڑے فارم کا مالک تھا۔ اُس کا ٹارزن ملازم ٹیرر کے نام سے مشہور تھا۔ ٹیرر کے معنی دہشت ہوتے ہیں۔ اس کی دہشت دور دور تک تھی۔ گمراہی کے فارم میں کام کرنے والے بھی کیمرون ڈی مورا کے خطرناک ملازموں سے کچھ کم نہ تھے۔

میں یہاں آنے سے پہلے ہی کیمرون ڈی مورا جیسے لوگوں کے متعلق کافی معلومات حاصل کر چکا تھا۔ میں نے اپنی کار ایک طرف کھڑی کر دی۔ ٹیرر کے آگے چلتا ہوا مرسیڈیز کے پاس پہنچا۔ ایک اور مسلح گارڈ نے میرے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ کیمرون ڈی مورا نے مسکراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا: "ہیلو ماسٹر لکی! اس طرح راستہ روکنے پر مجھے افسوس ہے۔ بائی دی وے، ہم دوست ہیں، دوست رہیں گے۔"

میں نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر کہا: "لارڈ کیمرون! میں مانتا ہوں تم بہت بڑے جاگیردار ہو۔ اور تم بھی مان لو کہ میں تمہاری جاگیر میں نہیں ہوں۔ دوست ہو تو کار سے باہر آ کر استقبال کرو، تب میں مصافحہ کروں گا۔"

میری بات سنتے ہی ٹیرر نے رائفل سیدھی کر لی۔ دوسرے مسلح گارڈز بھی اپنے لارڈ کی توہین محسوس کرتے ہوئے مجھ پر غرانے لگے۔ کیمرون نے ہنستے ہوئے کہا: "ارے نہیں ٹیرر! رائفل سیدھی نہ کرو۔ ہم سیدھے سادے لوگ ہیں، خواہ مخواہ خون خرابہ نہیں کرتے۔ اس نجومی نے مجھ سے معافحہ نہیں کیا۔ اس کی سزا یہ ہے کہ اب یہ میرے برابر نہیں بیٹھے گا۔ میری گاڑی کے ساتھ بیس میل تک پیدل چلتا ہوا میری جاگیر میں قدم رکھے گا۔ تب اسے پتا چلے گا کہ فی الوقت ہماری جاگیر میں نہ ہونے کے باوجود یہ ہمارا محکوم ہے۔ اور ہماری سزا کا پابند ہے۔"

یہ کہتے ہوئے کیمرون ڈی مورا نے دروازے کو زوردار آواز سے بند کیا۔ میں نے کھڑکی کی طرف جھک کر کہا: "اگر تم نے مجھے پیدل چلنے پر مجبور کیا تو میں اُس ہستی کے متعلق کبھی سچی بات نہیں بتاؤں گا جو زمین آسمان یا دے کے فارم میں آ کر رہنے والی ہے۔"

کیمرون نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر کہا: "میں نے بھی سنا ہے یہ فارم آج آباد ہونے والا ہے۔ اور میں اسی سلسلے میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔ محترم ٹیڑھے ہو، تمہارے ساتھ ٹیڑھا بن کر سودا کرنا چاہیے۔ میں اپنی جاگیر میں پہنچ کر تم سے حقیقت اگلوا لوں گا۔"

اُس کی گاڑی آگے بڑھنے لگی۔ ایک گارڈ نے رائفل کی نال سے میری پیٹھ پر ٹھوکا دیا۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "کیمرون! میرا علم کہتا ہے کہ میں چند قدم چلوں گا۔ اس کے بعد تم بیس میل پیدل چل کر اپنی جاگیر تک پہنچو گے۔"

ایسا میں نے یہ سوچ کر کہا کہ اس کے گارڈز میں سے کسی کے ذریعے گولی چلاؤں گا۔ اور گاڑی کا پہیہ برسٹ کرا دوں گا۔ اگرچہ یہ بات ان کے لیے حیران کن ہوگی۔ جو گارڈ پہیے پر گولی چلائے گا اسے سخت سزا دی جائے گی مگر یہ متاحل نہیں ہوگا کہ اس نے خواہ مخواہ اپنے مالک کی گاڑی کو نقصان کیوں پہنچایا۔

میں چل رہا تھا اور سوچ رہا تھا ایسا کرنا چاہیے یا نہیں؟

کیمرون نے کھڑکی سے سر نکال کر طنزیہ انداز میں کہا: "جومی! تمہاری پیشگوئی غلط ثابت ہوئی۔ تم ابھی تک غلام کی طرح میری گاڑی کے ساتھ ساتھ چل رہے ہو اور میں۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے تڑاتڑ گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ کیمرون کا ایک مسلح گارڈ زخمی ہو کر گرا۔ گولیوں کے تسلسل میں اس پاس کی زمین سے گرد اڑی۔ ایک گولی مرسیڈیز کی باڈی میں لگی۔ ایک گولی کی زد میں آتے ہی پہیہ زوردار آواز سے برسٹ ہوا۔ میں فوراً ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر گھس گیا تاکہ اندھی فائرنگ سے محفوظ رہوں۔

ٹیرر نے دو گارڈز کے ساتھ مرسیڈیز کے ایک طرف محاذ بنا لیا تھا۔ کیمرون ڈی مورا پچھلی سیٹ پر مجھ کا ہوا بالکل دبک گیا تھا۔ میں نے جھک کر کہا: "میری پیشگوئی درست ثابت ہوئی۔ تمہاری ہوا نکل چکی ہے۔ اپنی جاگیر تک پیدل ہی جانا ہوگا۔"

"شٹ اپ!" وہ سر اٹھا کر غصے سے دہاڑنا چاہتا تھا۔ اسی وقت ایک گولی بیک اسکرین کا شیشہ توڑتی ہوئی آئی۔ وہ فوراً ہی سر جھکا کر چپ ہو گیا۔ میں نے کہا: "موت کے سامنے اچھے اچھوں کی بولتی بند ہو جاتی ہے۔"

وہ ناک سے یوں سانس لے رہا تھا جیسے غرا رہا ہو پھر اس نے دہاڑتے ہوئے کہا: "ٹیرر! یو فول۔ اُن سے پوچھو، وہ کیا چاہتے ہیں۔ اُن سے صلح کی بات کرو۔"

اس کے حکم کے مطابق ٹیرر نے چیخ چیخ کر پوچھا: "ہم پر گولیاں کیوں چلائی جا رہی ہیں؟"

جواب ملا: "تم ہمارے ایک معزز شہری کو قیدی بنا کر لے جا رہے ہو۔ پھر پوچھتے ہو گولیاں کیوں چلائی جا رہی ہیں۔ ہم حکم دیتے ہیں، ماسٹر لکی والسن کو فوراً چھوڑ دو۔"

کیمرون نے سر اٹھا کر مجھ سے کہا: "جاؤ۔ فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "ایسے نہیں، پہلے تم باہر نکل کر میرے لیے دروازہ کھولو۔ احتراماً سر جھکا کر۔ پھر میں گاڑی سے باہر نکلوں گا۔"

وہ غرا کر بولا: "جانتے ہو کس سے باتیں کر رہے ہو؟"

"اُس خطرناک اور خونی جاگیردار سے جو اپنی جان بچانے کے لیے نہ صرف میرے لیے دروازہ کھولے گا بلکہ بیس میل پیدل چلے گا۔"

"میں تمہارا محکوم نہیں ہوں۔ تمہارے لیے دروازہ نہیں کھولوں گا۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ پھر گولیاں چلنے لگی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد کسی نے کہا: "ہم آخری بار پوچھ رہے ہیں، ماسٹر لکی کو چھوڑ رہے ہو یا نہیں۔"

کیمرون نے ٹارزن سے پوچھا: "کیا یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے؟"

"نو مائی لارڈ! ہم چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہیں۔"

کیمرون ڈی مورا نے بے بسی سے گھور کر مجھے دیکھا پھر دروازہ کھولتے ہوئے چیخ کر بولا: "اسٹاپ فائرنگ۔ ہم لکی تمہارے پاس آ رہا ہے۔"

وہ گاڑی سے نکل کر باہر گیا۔ دروازے کو کھلا رکھا تاکہ میں باہر آؤں۔ میں نے اُسے بند کرتے ہوئے کہا: "ادب سے کھولو اور سر جھکاؤ۔ پھر باہر آؤں گا۔"

وہ تلملا رہا تھا مگر مجبور تھا۔ اُسے دروازہ کھول کر جھکنا پڑا۔ میں نے باہر آ کر چاروں طرف دیکھا۔ دور دور تک ربی اسفندیار کے فائیٹر ایفغانوں کے ساتھ نظر آ رہے تھے۔ میں دروازے سے چلتا ہوا اپنی کار کے پاس آیا پھر بلند آواز سے کہا: "تم سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مسٹر کیمرون مجھے بیس میل تک پیدل چلانا چاہتے تھے۔ اب اتنے بڈھے لارڈ کو پیدل چلنا چاہیے۔"

کیمرون نے کہا: "میری گاڑی یہاں نہیں رہے گی۔ میرا آدمی اسے دھکا دے کر لے جائیں گے۔"

میں نے کہا: "اور تم دھکے کھانے والی گاڑی میں بیٹھ کر جاؤ گے۔ نہیں مسٹر کیمرون! گاڑی یہیں رہے گی۔"

میں اپنی کار میں بیٹھ کر ربی کے دو ماتحتوں کے پاس کھڑے کیمرون اور اس کے آدمی ناکارہ مرسیڈیز کے پاس کھڑے تھے۔ میں نے ایک ماتحت سے کہا: "انھیں دھکی دو۔"

اس ماتحت نے اپنے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ کیا۔ ذرا سی دیر میں چاروں طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ مگر اسی طرف اور اس کے آدمیوں کو نشانہ نہیں بنا رہے تھے۔ مگر اسی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ اُن کے قدموں کے آس پاس مٹی اڑ رہی تھی پھر کہا گیا: "اگر پیدل نہیں جاؤ گے تو شاندار مرسیڈیز کو ناقابل بنا کر یہاں سے بھیجا جائے گا۔"

وہ اپنی گاڑی کو چھوڑ کر جلدی سے آگے بڑھ گیا۔ اُس کے ماتحت کھلی سڑک پر اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ پھر حکم دیا گیا کہ ٹیرر اور دوسرے ماتحت اپنے ہتھیار پھینک کر جائیں۔ انہیں اس حکم کی تعمیل بھی کرنا پڑی۔ میں اسپورٹنگ کار ڈرائیو کرتا ہوا کیمرون ڈی مورا کے پاس آیا۔ پھر بولا: "اسے کہتے ہیں، قدر کا کھیل۔ تھوڑی دیر پہلے تم شاندار مرسیڈیز میں بیٹھے ہوئے تھے، میں پیدل چل رہا تھا۔ تم نے میری پیشگوئی پر یقین کیا۔ اب یقین آیا؟"

وہ چل رہا تھا، غصے سے ہانپ رہا تھا۔ کہنے لگا: "چند لمحوں کی بات ہے۔ میری پیشگوئی یاد رکھو۔ تمہارے ہاتھ پر تو زندگی کی لکیر ہے۔ میں انھیں کل صبح تک بندوق کی گولی سے مٹا دوں گا۔"

میں نے بھرپور قہقہہ لگایا: "کیمرون ڈی مورا! اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ آج کی رات تم پر بھاری ہے۔ اب میں جا رہا ہوں۔ گڈ بائی۔ نو گڈ لک فار یو۔"

میں نے کار کی رفتار بڑھائی، دور تک گیا۔ پھر اُسے روک کر ہائی وے ٹاؤن کی طرف موڑ لیا۔ اس کے بعد تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا کیمرون اور اس کے آدمیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا چلا گیا۔ جب ربی کے آدمیوں کے درمیان پہنچا تو انھوں نے محتاط انداز میں ہوائی فائرنگ کر دی۔ برانڈ ٹاؤن والوں کی طرح ربی کے فارم میں کام کرنے والے خطرناک فائیٹر بھی آئی والسن کے عقیدت مند تھے۔ اور اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔

ایک نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ویل ماسٹر ان لک! کچھ ہماری نئی مالکہ کے متعلق بتاؤ؟"

میں نے انجان بن کر پوچھا: "نئی مالکہ؟ کس نئی مالکہ کی بات کر رہے ہو۔ کیا یہ فارم کسی خاتون نے خرید لیا ہے؟"

"فارم ہمارے ربی کا ہے۔ یہاں ان کی منہ بولی بیٹی رہنے کے لیے آ رہی ہے۔ آپ تو کسی کا نام سن کر اس کا زائچہ تیار کر لیتے ہیں۔"

انھوں نے نام بتایا: "میں نے کہا: "شیبا! اچھا نام ہے۔ انگریزی حرف الیس سے شروع ہوتا ہے۔ الیس سے لکی سیون بھی ہوتا ہے اور آج سات تاریخ بھی ہے۔ اگر وہ رات بارہ بجے سے پہلے فارم میں داخل ہو جائے گی تو تم سب کے لیے اور خود اپنے لیے بھی خوش نصیبی لائے گی۔ رات بارہ بجے کے بعد آٹھ تاریخ شروع ہو جائے گی۔ اور یہ تاریخ بڑی ہنگامہ خیز ہے۔"

ایکسنے رسٹ وارچ کو دیکھتے ہوئے کہا: "ابھی چھ بج رہے ہیں۔ ماہام شیبا رات نو بجے سے پہلے آ جائیں گی۔ اُن کے لیے ڈنر کا اہتمام کیا گیا ہے۔"

"وہ تو آئیں گی۔ مگر کیا دشمن انھیں آرام سے آنے دیں گے؟"

دوسرے ماتحت نے رائفل کو تھپکتے ہوئے کہا: "دشمن چوٹ کھا کے گئے ہیں۔ انتقامی کارروائی ضرور کریں گے۔ ہم بھی غافل نہیں ہیں۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے۔"

میں نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا: "انسان اپنی سی کوششیں کرتا ہے۔ تقدیر اپنا تماشا دکھا دیتی ہے۔ بس اتنا یاد رکھنا کہ وہ رات بارہ بجے سے پہلے فارم میں داخل ہو جائے۔ گڈ لک فار یو اینڈ فار لوئر گیسٹ لیڈی۔"

میں ڈرائیو کرتا ہوا اپنے کاٹج تک آیا۔ میرے عقیدت مندوں کا بس چلتا تو مجھے صبح سے شام تک گھیرے رکھتے اور اپنی اپنی قسمت کا حال پوچھتے رہتے۔ لکی والسن نے صبح دس بجے سے بارہ بجے تک ملاقات کا وقت مقرر کیا تھا۔ اس لیے مجھے ان سے نجات مل گئی۔ میں کاٹج میں آ کر دروازہ بند کرنا چاہا۔ ایک عورت برآمدے میں نظر آئی۔ اس کے ساتھ ایک نوجوان لڑکی تھی۔ اس نے کہا: "ماسٹر! میں نے سنا ہے میری چلی گئی ہے۔ اب تمہیں دوسری ملازمہ کی ضرورت ہوگی۔ تم میری بیٹی کو جانتے ہو۔ تم نے اس کی بدنصیبی کا حل وقت سے پہلے سنایا تھا۔ اب تک اس کے نصیب نہیں جاگے۔ شاید تمہاری خدمت کرتے کرتے تقدیر بدل جائے۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو۔۔۔"

"میرے گھر کا کام کوئی بھی کرے، اعتراض نہیں ہے۔ رات ہو چکی ہے۔ ربی کو لے جاؤ۔ صبح بھیج دینا۔"

میں نے اتنی دیر میں معلوم کر لیا تھا کہ اُس خاتون کی بیٹی کا نام ربی ہے۔ اس کی بدنصیبی کا حال فرصت میں معلوم کر سکتا تھا۔ جب وہ ماں بیٹی چلی گئیں تو میں نے کاٹج کے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر پلیٹ کر ڈرائنگ روم سے گزرتے ہوئے بیڈ روم میں جانا چاہا مگر میرے قدم رک گئے۔ ڈرائنگ روم کے دوسرے دروازے کے پیچھے سے دھواں یوں نظر آ رہا تھا جیسے کوئی سگریٹ پی رہا ہو۔ میں نے ڈپٹ کر پوچھا: "کون ہے۔۔۔؟"

اُسی لمحے ڈرائنگ روم کا ایک صوفہ اچانک ہی فضا میں اچھلا، پھر میرے قریب آ کر گرا۔ میں دو قدم پیچھے چلا گیا۔ جہاں سے صوفہ اچھلا تھا، وہاں ایک شخص قالین پر پالتھی مارے بیٹھا تھا۔ قہقہہ لگانے کے بعد کہہ رہا تھا: "نجومی! تیرے قبر پر نکل آئے ہیں۔ تو نے لارڈ کیمرون سے چھیڑ کی۔ سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالا۔ اب کتنی سانسیں رہ گئی ہیں تیری؟"

دروازے کے پیچھے سے سگریٹ پینے والا نمودار ہوا۔ اس نے بھی قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: "دنیا کا ہر نجومی دوسروں کا حال بتاتا ہے، اُسے اپنے حال کا پتا نہیں ہوتا — چلو نہ سہی مگر عقل سے اتنا تو سمجھ سکتا تھا کہ لارڈ کیمرون اپنے دشمن کو چند گھنٹے بھی جینے کی مہلت نہیں دیتا۔"

میں نے پاس گرے ہوئے صوفے کو لات مار کر سیدھا کیا۔ پھر اس پر بیٹھتے ہوئے پوچھا: "کیا تمہارے لارڈ نے میری پیشگوئی کے متعلق تمہیں کچھ نہیں بتایا؟"

دونوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر ایک نے پوچھا: "کیسی پیشگوئی؟"

"بھئی تھوڑی دیر پہلے میں نے کیمرون سے کہہ دیا تھا کہ آج رات آٹھ بجے سے پہلے میرے کاٹج سے ایک شخص اندھا اور دوسرا لنگڑا ہو کر نکلے گا۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اپنے آدمی نہ بھیجنا مگر اس نے بھیج ہی دیے۔"

دروازے پر کھڑے ہوئے شخص نے میری پیشن گوئی کو ہنگڑی سی گالی دی۔ اس کے ساتھ ہی مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں صوفے سے پھسل کر قالین پر آیا۔ وہ صوفے پر پہنچا اور پھر اس کے ساتھ دوسری طرف الٹ گیا۔ دوسری طرف قالین پر بیٹھے ہوئے شخص نے یکبارگی اچھل کر بجلی کی طرح فضا میں غوطہ لگایا اور سیدھا مجھ پر آیا۔ مگر میں وہاں نہیں تھا۔ وہ اوندھے منہ گرا۔ جب وہ وہاں سے پلٹا تو منہ پر زبردست ٹھوکر پڑی۔ وہ دہاڑتے ہوئے چاروں شانے چت ہو گیا۔ اس وقت تک دوسرا میرے مقابلے پر آ گیا تھا۔ میں نے پینترا بدلتے ہوئے کہا: "میرے علم نے یہ نہیں بتایا کہ تم میں سے کون اندھا ہو گا اور کون لنگڑا؟"

وہ پھر پیشن گوئی کے خلاف کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کہنے کی حسرت رہ گئی۔ اس کی ٹھوڑی پر ٹھوکر لگا پڑا، منہ گھوم گیا۔ دوسرے گھونسے میں سیدھا ہو گیا۔ وہ دونوں تگڑے اور کسرتی جسم کے مالک تھے۔ لڑنا مرنا جانتے تھے مگر ہزار داؤ پیچ جاننے کے باوجود جھنجلانے اور غصے میں آنے والے فائٹر ہمیشہ مار کھاتے ہیں۔ اُن کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔

وہ دو تھے، میں ایک تھا۔ مجھے بھی مار کھانا چاہیے تھا۔ یہ ان کی بدقسمتی تھی کہ میں حملے سے پہلے ہی ان کے داؤ پیچ کو دماغوں میں گھس کر سمجھ لیتا تھا۔ جب انھوں نے مجھے ناقابلِ تسخیر پایا تو اپنے اپنے چاقو نکال لیے۔ میں نے ایک کے دماغ میں نامعلوم سی بے چینی پیدا کی۔ اس کے ساتھ ہی چاقو والے ہاتھ کو ٹھوکر ماری۔ چاقو ہاتھ سے نکل کر فضا میں اُچھلا، اُسے دوسرے ساتھی نے کیچ کر لیا۔ میں یہی چاہتا تھا۔ اُدھر میرے نئے دشمن کو سمجھنے سے جکڑ لیا۔ وہ میری سوچ کے خلاف بے نام سی جدّوجہد کر رہا تھا۔

دوسرا دشمن دونوں ہاتھوں میں چاقو لیے ہوئے ہماری طرف بڑھتے ہوئے بولا: "میرے ساتھی کو چھوڑ دو، تم اسے ڈھال بنا کر نہیں بچ سکو گے۔"

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ میں اُس کے دماغ پر لمحہ بھر کے لیے قابض ہوا۔ اس کے دونوں چاقو اپنے ہی ساتھی کے چہرے تک آئے۔ دوسرے ہی لمحے سے ایسی چیخیں گونجنے لگیں جیسے کسی کو ذبح کیا جا رہا ہو۔ میں نے جسے جکڑا تھا اسے چھوڑ دیا۔ اس کی دونوں آنکھیں لہو میں ڈوب گئی تھیں۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بڑے کرب سے چیخ رہا تھا اور فالین پر گر کر تڑپ رہا تھا۔

دوسرے کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ نشانے کی غلطی کیسے ہو گئی۔ وہ چاقو سے مجھ پر حملہ کرنے آیا تھا۔ اور اپنے ساتھی پر حملہ کر بیٹھا تھا اور تو اور وہ حملہ پیشگوئی کے مطابق تھا۔ اُن میں سے ایک اندھا ہو چکا تھا۔

وہ کبھی اپنے ہاتھ میں چاقوؤں کو دیکھ رہا تھا کبھی تڑپتے ہوئے ساتھی سے نظریں چرا رہا تھا۔ میں نے کہا: "احمق! ایک زمانہ میرے علمِ نجوم کو مانتا ہے۔ کیا تم پہلی بار برائٹ ٹیپ آئے ہو؟"

اس نے جلدی سے چاقو پھینک کر گھٹنے ٹیک دیے گڑگڑا کر بولا: "میں مانتا ہوں۔ میں نے تمہارے عقیدت مندوں سے بہت کچھ سنا تھا۔ آج آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ تم سچ مچ پیشین گوئیاں کرتے ہو، میں مانتا ہوں۔"

"اب ماننے سے کیا ہوتا ہے۔ مقدر میں جو لکھا تھا وہ ایک کے ساتھ پورا ہوا، دوسرے کے ساتھ بھی ہو گا۔ کبھی ادھورا کام نہیں کرتی۔"

"مم... مجھے معاف کر دو۔"

"معافی خدا سے مانگو۔ شاید تقدیر بدل جائے۔"

وہ خدا سے معافی مانگنے لگا۔ گڑگڑانے لگا۔ پھر اس کے دماغ میں بات آئی کہ یہاں سے نکل بھاگنا چاہیے۔ اس خیال کے ساتھ ہی اُس نے دوڑ لگائی۔ تیزی سے بھاگتا ہوا ڈرائنگ روم سے نکلا۔ میں اُس کے دماغ میں تھا۔ میری مرضی کے مطابق اُس نے برآمدے میں ٹھوکر کھائی۔ وہاں اچھل کر برآمدے کی سیڑھی پر ایک گھٹنے کے بل گرا۔ اُس کے حلق سے چیخ نکلی۔ گھٹنا جیسے تڑخ گیا تھا۔ وہ تکلیف کے باوجود چیختا ہوا زمین پر سے اٹھا۔ "نہیں نہیں۔ میں لنگڑا نہیں ہوں۔"

اُس نے آزمائش کے طور پر وہ پاؤں زمین پر رکھا۔ پھر درد کی شدت سے چیخ مار کر ایک پاؤں سے لنگڑاتا ہوا گول گھوم گیا۔ اس گھومنے کے دوران میں تے اس کے زخمی گھٹنے کو اسپورٹنگ کار سے ٹکرا دیا۔ رہی سہی کسر پوری ہو گئی۔ میرا کاٹج برائٹ شہر کے جس علاقے میں تھا، وہاں دور دور کاٹج بنے ہوئے تھے۔ اس کے باوجود میرے دشمنوں کی چیخ و پکار لوگوں کو کھینچ لائی تھی۔ سب پوچھ رہے تھے: "کیا ہو گیا؟ آخر کیا ماجرا ہے؟"

اور جب لوگوں نے ماجرا سنا تو دونوں کو ملامت کرنے لگے۔ سبھی کی متفقہ رائے تھی کہ مجھ سے دشمنی کرنے والا جہنم میں جاتا ہے یا پھر اس دنیا کو اپنے لیے جہنم بنا لیتا ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ لوگوں نے ان دونوں کو پولیس اسٹیشن پہنچا دیا۔ پولیس والے بھی لکی ولسن کی بے حد عزت کرتے تھے۔ میرا ایک مختصر سا تحریری بیان کافی تھا۔ میں نے لوگوں کا شکریہ ادا کیا پھر کاٹج کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

پہلی بار سوچ کر کاٹج میں آیا تھا کہ خیال خوانی کروں گا مگر دشمنوں نے اتنا وقت برباد کر دیا۔ میں نے سب سے پہلے شیخ الفارس سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے بتایا کہ سونیا وغیرہ کی تلاش جاری ہے۔ مرجانہ نے موت سے پہلے جو بیان دیا تھا، اس کی روشنی میں ایسے بھائی بہن کو بھی تلاش کیا جا رہا تھا جو ہم شکل تھے اور بہن کے دائیں ہاتھ میں سات چھ انگلیاں تھیں۔ اُن کے ذریعے ایسے خفیہ اڈے تک پہنچا جا سکتا تھا، جہاں سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کو کوما میں رکھا گیا تھا۔

شیخ الفارس نے انھیں تلاش کرنے کے سلسلے میں تمام رپورٹ سنانے کے بعد کہا: "میرا مشورہ کبھی نہ بھولنا، عملی طور پر زندہ دلی کا ثبوت دیتے رہو۔ تمام صدمات کو دھواں دھواں کر دو۔ اور زندہ رہو، زندہ رہو گے تو بچھڑنے والوں کو ایک دن پا لو گے۔"

میری آنکھوں کے سامنے سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کی صورتیں گھومتی رہتی تھیں۔ انھیں بھلانا آسان نہیں تھا۔ میں نے خود کو بہلانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی اور کیمرون ڈی مورا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بیس میل پیدل چلنے کے بعد اپنے فارم میں پہنچ گیا تھا۔ اب گرم پانی میں دونوں پاؤں ڈبوئے بیٹھا ہوا تھا۔

پتا چلا اس نے ایک میل پیدل چلنے کے بعد اپنے ٹارزن ٹریر کے کاندھے پر سوار ہونا چاہا تھا۔ اسی وقت پھر کیس سے لائٹرنگ ہوئی۔ کسی نے کہا: "ہم ساتھ ساتھ چل رہے۔ مسٹر کیرن! تمہارے غلاموں کا کاندھا بھی تمہیں نصیب نہیں ہو گا۔"

اُسے مجبوراً پیدل چلنا پڑا۔ وہ تمام راستے دور دور تک نظریں دوڑاتا رہا۔ کبھی اُسے ربی کے آدمی نظر آتے تھے، کبھی نظروں سے اوجھل ہو جاتے تھے۔ بہرحال زندگی میں پہلی بار میلوں پیدل چلنے کے بعد وہ گرم پانی میں پاؤں ڈبوئے بیٹھا ہوا تھا۔ غصے سے بڑبڑا رہا تھا۔ قسمیں کھا رہا تھا کہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس مقصد کے لیے اس کے دو آدمی میرے کاٹج میں آ چکے تھے۔

اُسے یقین تھا کہ میرا کام تمام ہو جائے گا۔ میری طرف سے مطمئن ہو کر وہ اس مہمان کا راستہ روکنا چاہتا تھا جو ربی کے فارم میں پہنچنے والا تھا۔ ایک مخبر نے آ کر رپورٹ دی: "مائی لارڈ! وہ مہمان کوئی مرد نہیں، عورت ہے۔ بلکہ نوخیز حسینہ ہے۔ اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے فلائنگ کلب میں اس کا نام اور دوسری تفصیلات پہنچ گئی ہیں۔ انٹیلی جنس کے ایک آدمی نے بتایا ہے، اس لڑکی کا نام شیبا ہے۔ ربی اسفندیار نے اُسے بیٹی بنایا ہے۔ شاید یہاں کا تمام فارم اُس کے نام کرنے والے ہیں۔"

کیمرون نے تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا: "ربی نے اُسے بیٹی بنایا ہے تو پھر مجھے داماد تسلیم کرے گا۔ اُسے فارم تک پہنچنے مت دو۔ گھیر کر میرے پاس لے آؤ۔"

میں نے کیمرون کے دماغ کو گہرائی تک پڑھا۔ آخر وہ ربی اسفندیار کا فارم حاصل کیوں کرنا چاہتا تھا۔ پتا چلا کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ہوسِ زر کی بات ہے۔ وہ اپنی جاگیر بڑھانا چاہتا ہے۔ وہاں کا سب سے بڑا جاگیردار کہلانا چاہتا ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے، وہ لوگوں کے حواس پر دہشت بن کر چھانے رہنا چاہتے ہیں۔

میں شیبا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک مخصوص طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ اور اب اٹلس آف مین کے ایئرپورٹ تک پہنچنے والی تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی، نوٹ کر پانچ منٹ ہوئے تھے۔ برائٹ ٹاؤن سے ایئرپورٹ تقریباً ستر میل کے فاصلے پر تھا۔ درمیان میں کیمرون ڈی مورا کا فارم تھا۔ ایئرپورٹ کا راستہ اُس کی جاگیر کے قریب سے گزرتا تھا۔ کیمرون کے آدمیوں نے اُس راستے کی ناکہ بندی کر لی تھی۔ دوسری طرف ربی کے مسلح جوان ہر طرح سے چاق و چوبند تھے۔

ایئرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں شیبا کے لیے ایک رولس رائس کار موجود تھی۔ اس نے سرخ رنگ کے لباس پر زرد رنگ کے فر کا کوٹ پہنا ہوا تھا۔ میں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہا تھا، اس کے ماتحتوں کے ذریعے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ غضب کی حسینہ ہے۔ چہرے پر غضب کی سنجیدگی نے اس کے حسن کو اور غضبناک بنا دیا ہے۔ وہ سب فوجی انداز میں الرٹ ہو کر

سلام کر رہے تھے جیسے وہ کسی ملک کی شہزادی ہو۔ ویسے وہ ایسی غضبناک نہیں تھی۔ جیسے نظر آ رہی تھی۔ دراصل اسے اپنی ماما سے دور ہونے کا صدمہ بھی تھا۔ اور غصہ بھی آ رہا تھا کہ وہ خود اتنی مجبور کیوں ہے۔ ان حالات میں اس کی خاموشی اور سنجیدگی نے ماتحتوں پر رعب اور دبدبہ طاری کر رکھا تھا۔

وہ ایک شانِ بے نیازی سے کار کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ ربی اسفندیار کے سامنے جان بوجھ کر اپنی ماما کو بھول جاتی ہے۔ اس نے تخویفی عمل کے دوران ربی سے وعدہ کیا تھا کہ ماما کے رشتے اور اس کی محبت کو برائے نام یاد رکھے گی۔ اور اپنی ماما کو اپنے ساتھ لے جانے کا خیال تک دل میں نہیں لائے گی۔

اب ربی سے دور ہو کر وہ صرف ماما کو یاد کر رہی تھی۔ سوچ رہی تھی: خدا کرے حالات ایسے بدل جائیں کہ ماما خود بخود پاس آ جائے۔"

مجھے علامہ اقبال کا ایک نصیحت آمیز شعر یاد آیا۔ میں اس کے دماغ میں وہ شعر پڑھتا تو اول اردو زبان اس کی سمجھ میں نہ آتی۔ دوم وہ شبہے میں مبتلا ہو جاتی۔ میں نے اس کی سوچ میں ترجمہ پیش کیا: یہ خدا اس قوم کی یا اس فرد کی حالت نہیں بدلتا، جس کے اندر خود کو بدلنے یا اپنے اندر.... انقلاب پیدا کرنے کا جذبہ نہ ہو۔"

جواباً اس کی سوچ نے کہا: "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں خود کو کیسے بدل سکتی ہوں؟"

میں نے کہا: "خدا کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں ہے اور میں نے عقیدت سے ربی اسفندیار کا بت تراش لیا ہے۔ نادانستگی میں ربی کو پوجتی ہوں۔ ان سے ڈرتی ہوں۔ جس دن یہ ڈر میرے دل سے نکلے گا، ربی کا بت پاش پاش ہو گا۔ اور میں تدابیر سوچنے اور ان پر عمل کرنے کے قابل ہو جاؤں گی اور وہ دن میری پیاری ماما سے قریب ہونے کا دن ہو گا۔"

اس نے چونک کر سوچا: "اوہ خدایا! میرے اندر یہ خیالات ایسے پیدا ہو رہے ہیں جیسے کوئی بہکا رہا ہو۔ کیا میں اپنے ربی کے خلاف کوئی تدبیر سوچ سکتی ہوں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ محترم ہیں، بزرگ ہیں، مذہبی پیشوا ہیں۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا: "لعنت ہے، حد سے بڑھی ہوئی عقیدت انسان کو خبطی اور بزدل بنا دیتی ہے۔"

میں بھی ایک ضدی ہوں۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ شیبا کے عقیدت مندانہ بُت کو رفتہ رفتہ غیر محسوس طریقے سے پگھلا چور کر کے رہوں گا۔ میں نے شیخ الفارس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "جناب! میں شیبا کی ماما کو تل ابیب سے نکالنا چاہتا ہوں۔"

انھوں نے ذرا سوچنے کے بعد کہا: "ہمارے تقریباً ڈھائی سو ذہین اور تجربے کار افراد سونیا وغیرہ کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ ویسے تو اداروں میں بے شمار طلبا اور طالبات ہیں مگر ابھی ٹریننگ کے مراحل سے گزر رہے ہیں، انھیں عملی طور پر اسرائیل نہیں بھیجا جا سکتا۔"

"جناب! اگر میں اس کی ماما کو اسرائیل سے نکلنے پر مجبور کر دوں تو آپ اس خاتون کو کہیں چھپا کر رکھ سکیں گے؟"

"کیوں نہیں۔ ایسی صورت میں خاتون کو یوں غائب کیا جائے گا کہ کوئی اس کے سائے تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"اچھی بات ہے، جب بھی اسے تل ابیب سے نکالوں گا، اس سے پہلے آپ کو اطلاع دوں گا۔"

میں شیبا کے پاس آیا۔ وہ کار میں بیٹھی آرام سے سفر کر رہی تھی۔ کار کے آگے دو موٹر سائیکلوں پر مسلح جوان تھے۔ موٹر سائیکلوں کے آگے اور کار کے پیچھے چار چار گھوڑوں پر کاؤ بوائز ٹائپ کے رائفل بردار محافظ تھے۔ میں نے کار چلانے والے لاک کیا کو اپنی اسپورٹنگ کار سنبھالی پھر اس طرف چل پڑا جہاں کیمرون کے مسلح غنڈوں نے راستے کی ناکہ بندی کی ہوئی تھی۔

رولس رائس کار کی اگلی سیٹ پر بھی ڈرائیور اور باڈی گارڈ پوری طرح مسلح تھے۔ باڈی گارڈ نے رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا: "دس بج کر چالیس منٹ ہوئے ہیں۔ ہم بارہ بجے سے پہلے ہی فارم میں پہنچ جائیں گے۔"

شیبا نے پوچھا: "کیوں؟ بارہ بجے کوئی خاص بات ہے؟"

"جی ہاں۔ ماسٹر لکی نے کہا ہے، آج بارہ بجے صاف تاریخ بدل جائے گی۔ آٹھ تاریخ شروع ہونے سے پہلے آپ کو فارم میں پہنچ جانا چاہیے۔"

"ورنہ کیا ہو گا؟"

"آپ کو اور ہم سب کو ہنگامہ خیز صورتِ حال کا سامنا کرنا ہو گا۔"

شیبا نے سوچتے ہوئے کہا: "محترم ربی نے لکی والسن کا ذکر کیا تھا۔ وہ علمِ نجوم اور قیافہ شناسی میں غیر معمولی صلاحیت کا مالک ہے۔ بالکل درست پیشن گوئیاں کرتا ہے۔ میرے بزرگ نے کہا تھا، وہ صاف گو اور قابلِ اعتماد ہے، میں اس پر بھروسا کر سکتی ہوں؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "وہ قابلِ اعتماد ہے یا نہیں، میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر سکتی ہوں۔"

وہ سوچنے لگی: "خیال خوانی شاید کام نہ آئے۔ ربی کہہ رہے تھے دو برس پہلے انھوں نے لکی کو یوگا کی مشقیں کرتے دیکھا تھا۔ اس کے روبرو بیٹھ چلے گا کہ اس کے دماغ کے دروازے دستک کے بغیر کھل سکتے ہیں یا نہیں؟"

وہ روبرو میرا امتحان لینے والی تھی۔ اور بڑے انتظار کے بعد تقدیر ہمیں ایک دوسرے کے سامنے لا رہی تھی۔ اسی وقت دور کہیں سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ میں نے کار کی رفتار سست کر دی۔ وہ جگہ زیادہ دور نہیں تھی جہاں کیمرون کے آدمیوں نے محاذ بنا رکھا تھا۔ میں نے ٹارزن نما ٹیرر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، اس کے علاوہ بیس آدمی اور تھے۔ اُن میں سے دو دو آدمی سڑک کے اطراف ذرا دور ٹیلوں کے پیچھے سے شیبا کی کار کی جانب فائرنگ کر رہے تھے۔ جوابی فائرنگ بھی ہو رہی تھی۔ شیبا کا قافلہ تیزی سے گزرتا جا رہا تھا۔ ٹیرر چاہتا تھا وہ اسی طرف آگے بڑھتے رہیں۔ کیوں کہ آگے اُس کے مسلح جوان خاصی تعداد میں تھے، وہ اس قافلے کو چاروں طرف سے گھیر کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر سکتے تھے۔

میں نے اسپورٹنگ کار کو سڑک کے کنارے ذرا دور ایک درخت کے سائے میں پہنچا دیا، اسے لاک کیا پھر دوڑنے کے انداز میں تیزی سے اُدھر جانے لگا جدھر ٹیرر کے بیس آدمیوں میں سے چار آدمی آخری زبردست محاذ بنائے ہوئے تھے۔ ٹیرر ان چار آدمیوں کے قریب نہیں تھا۔ ورنہ اس کے ذریعے میں کسی کے دماغ میں پہنچ جاتا۔ فی الحال ٹیرر کے دماغ نے لاک کے سامنے دور تک پھیلے ہوئے محاذ کا نقشہ پیش کر دیا تھا۔

ابھی اس آخری محاذ پر خاموشی تھی۔ وہاں سے پتا نہیں کتنی دور شیبا کے قافلے سے فائرنگ کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ جب وہ قافلہ ادھر آتا تب آخری محاذ سے فائرنگ کھولی جاسکتی تھی اچانک میرے قدم رک گئے۔ میں ہری بھری گھاس پر اوندھے منہ گر پڑا۔ کوئی پوچھ رہا تھا: "کون ہے یہاں؟"

میں خاموش پڑا رہا۔ مگر سوال کرنے والے کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ وہ ایک بڑے سے درخت کے تنے سے لگ کر کھڑا ہوا تھا۔ محتاط انداز میں رائفل سنبھالے ادھر دیکھ رہا تھا جدھر میں اونچی اونچی گھاس کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ دوسرے درخت کے پاس کھڑے ہوئے شخص نے کہا: "جیڈ! کوئی نہیں ہے۔ سڑک کی طرف دھیان دو۔ گاڑیوں اور گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دے رہی ہیں۔ وہ قافلہ قریب آ رہا ہے۔"

جیڈ نے گھوم کر سڑک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "آخر ہمارے آدمی اُس قافلے کو اب تک کیوں نہ روک سکے؟ سیدھی سی بات ہے، گاڑی کے پہیے کو ایک گولی سے بیکار کیا جا سکتا ہے

بعض اوقات سیدھی سی بات پر عمل ممکن نہیں ہوتا۔ بھاگتی ہوئی گاڑی کے پہیے پر فائر کرنا اتنا آسان بھی نہیں ہے اور وہ بھی رات کے وقت۔"

میں ان کی باتوں کے دوران گھاس پر رینگنے لگا۔ جیڈ نے پھر چونک کر دیکھا۔ اور کہا: "میرے کان دھوکا نہیں کھا سکتے۔ کوئی ہے یقیناً کوئی ہے۔"

میں اسے نظر نہیں آ رہا تھا مگر اس نے اندازے سے رائفل میری طرف سیدھی کر لی تھی۔ میں نے اس کے ساتھی کے دماغ پر قابض ہو کر کہا: "گدھے کے بچے! تیری ڈیوٹی سڑک کی طرف ہے تو اُدھر کیا اپنی بہن کو دیکھ رہا ہے؟"

جیڈ نے غصے سے کہا: "میں تیری بہن کو دیکھ رہا ہوں۔ ایک دن رینی کو زبردستی اٹھا کر لے جاؤں گا۔"

"اپنی بہن کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی تجھے گولی مار دوں گا۔"

جیڈ نے ہنستے ہوئے کہا: "دونوں کے پاس رائفلیں ہیں۔ کون جانے کس کی گولی کس کا کام تمام کر دے گی۔ کیوں نہ ہم رائفل ایک طرف رکھ کر مردوں کی طرح دو دو ہاتھ کریں۔ اگر میں جیت گیا تو رینی میری ہو جائے گی۔"

رینی کے بھائی نے غیرت میں آ کر جیڈ پر چھلانگ لگائی۔ اس کے ساتھ ہی وہ مردوں کی طرح دو دو ہاتھ کرنے لگے۔ میں اٹھ کر گھاس پر بیٹھ گیا۔ ان کے ذریعے یہ معلوم ہوا کہ رینی وہی لڑکی ہے جو یہاں کے ساتھ میرے کاٹج میں آئی تھی۔ اور ملازمہ کی طرح میرے گھر کا کام کرنا چاہتی تھی۔ کیمرون کے فارم سے تعلق رکھنے والے بھائی کی بہن میرے ہاں ملازمہ کیوں بننے آئی؟ یہ بات اب واضح ہو رہی تھی۔

جیڈ لڑتے ہوئے کہہ رہا تھا: "بڑا غیرت مند بنتا ہے۔ آج دوپہر کو جب لارڈ کیمرون نے مجھے حکم دیا کہ تیری بہن نجومی کے ہاں کام کرے گی۔ اور اس نجومی کو ذریعہ بنا کر ربی کے فارم میں نئے مہمان تک پہنچنے گی تو تیری غیرت کو کیا ہوا تھا۔ کیا رینی اس نجومی کے کاٹج میں عزت آبرو سے رہ سکتی تھی؟"

وہ دونوں لڑتے جا رہے تھے، بولتے جا رہے تھے اور میری معلومات کا ذریعہ بنتے جا رہے تھے۔ دوسری طرف شیبا کی کار کا پہیہ برسٹ ہو گیا تھا۔ قافلہ ایک جگہ رک گیا تھا۔ وہ دو سیٹوں کے درمیان دبک گئی تھی — تاکہ اندھی گولیوں سے محفوظ رہ سکے۔ ویسے اس کے محافظ جی جان سے دشمنوں سے مقابلہ کر رہے تھے۔ انھیں کار کے قریب آنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔

فیبا چپ چاپ دبکی ہوئی اس انتظار میں تھی کہ کسی

دشمن کی آواز سنائی دے اور وہ اس کے دماغ میں پہنچ جائے۔ مجھے بھی اطمینان تھا۔ جب بھی ٹیرر فتحیاب ہو کر اُس کے پاس آئے گا، ٹیلی پیتھی کے چکر میں پڑ جائے گا۔

میں گھاس پر سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں لڑتے لڑتے ٹھٹک گئے۔ میں نے بزرگانہ انداز میں پکارتے ہوئے کہا: "دو کتے لڑتے ہوئے اچھے لگتے ہیں۔ پھر شروع ہو جاؤ۔"

جیڈ غراتا ہوا میری طرف بڑھا۔ میں نے رینی کے بھائی کی ٹانگ آگے بڑھا دی۔ وہ الجھ کر اوندھے منہ گرا۔ پک جھپکتے ہی اچھل کر کھڑا ہوا پھر پلٹ کر رینی کے بھائی کو گالیاں دیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ میں نے ایک کو رائفل اٹھانے اور اسے نال کی طرف سے پکڑ کر حملہ کرنے پر مجبور کیا۔ دوسرے نے بھی اپنا بچاؤ کرتے ہوئے اپنی رائفل کو نال کی طرف سے تھام لیا۔ ان کی لڑائی خطرناک مرحلے میں داخل ہو گئی تھی۔ وہ لہولہان ہو رہے تھے۔ سڑک کے دوسری طرف ان کے دو ساتھیوں نے محاذ بنایا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک نے چیخ کر پوچھا: "وہاں کیا ہو رہا ہے؟ جیڈ کیا بات ہے؟"

رینی کے بھائی کی آخری چیخ سنائی دی۔ رائفل کے کندے سے اس کا سر پھٹ گیا تھا۔ جیڈ نے اس رائفل کو میری جانب سیدھا کیا۔ وہ فائر کرنے کے بعد دوسرے ساتھیوں کو یہاں کی سچویشن بتانا چاہتا تھا لیکن وہ مجھ پر فائر نہ کر سکا۔ اس کی انگلی ٹرائیگر تک پہنچتے پہنچتے رک جاتی تھی۔ میں نے پاس آ کر اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "یار کیوں تکلیف کرتے ہو۔ صرف انگلی سے کام نہیں چلے گی جب تک تم سر نیچے اور ٹانگیں اوپر نہیں کرو گے۔"

وہ ایسا کبھی نہ کرتا۔ میں نے مجبور کیا، دوسرے ہی لمحے وہ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کیے ہوئے تھا۔ اس حالت میں اس کی انگلی ٹرائیگر پر گئی پھر ایک فائر ہوا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی سڑک کے دوسری طرف سے ایک ساتھی نے غصّے سے کہا: "یونا مس! تم ہم پر گولی چلا رہے ہو؟"

جیڈ فوراً ہی سنبھل کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اچانک مجھ پر فائر کرنے کی کوشش کی۔ مگر انگلی ٹریگر پر پہنچنے سے انکار کر رہی تھی۔ میں نے پھر اس کے شانے پر دوستانہ انداز میں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "بڑے واہیات ہو۔ طریقہ بتانے پر بھی عقل نہیں آئی۔ اب سنو میرا علم کیا کہتا ہے؟ کہتا ہے تم یہاں سے دوڑتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی طرف جاؤ گے اور وہ تمہیں دشمن سمجھ کر گولی مار دیں گے۔"

"نہیں۔" وہ پریشان ہو کر بولا۔

"تمہارے انکار کرنے سے تقدیر نہیں بدل سکتی۔ کیا پہلا پیشن گوئی غلط ہوتی ہے؟"

اُس نے سر ہلا کر کہا: "نہیں نہیں۔ غلط نہیں ہوتی۔ کبھی غلط نہیں ہوتی۔ مم... مگر میں مرنا نہیں چاہتا۔"

"موت اگر مرنے والے کی مرضی دیکھے تو کبھی نہ آئے مگر وہ نہیں دیکھتی۔ اندھی ہوتی ہے۔ یہ دیکھو، ہاں دیکھو دیکھو تمہاری زندگی کا آخری لمحہ آ ہی گیا۔"

ایسا کہتے ہی وہ بے اختیار پلٹ کر سڑک کی طرف بھاگنے لگا۔ وہ دوسری طرف اپنے ساتھیوں کی پناہ میں جانا چاہتا تھا مگر پناہ مانگنے والے فائر نہیں کرتے۔ وہ اپنی مرضی کے خلاف اپنی رائفل سے فائر کرتا جا رہا تھا۔ ایک ساتھی نے وارننگ دی: "جیڈ! پاگل پن سے باز آ جاؤ۔"

دوسرے نے کہا: "وہ جیڈ نظر آ رہا ہے۔ مگر کوئی دشمن بھی ہو سکتا ہے۔"

پہلے ساتھی نے تاکید کی: "ہاں جیڈ پاگل نہیں ہے۔ وہ بھلا ہماری طرف فائرنگ کیوں کرے گا۔ مگر ہم باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ وہ ہمارے سروں پر پہنچ جائے گا۔"

یہ فیصلہ ہوتے ہی دونوں ساتھیوں نے جوابی فائرنگ کی۔ جیڈ کے ہاتھ سے پہلے رائفل چھوٹی، پھر قدم اکھڑے، اس کے بعد وہ گھاس پر لڑھکتا ہوا سڑک کے کنارے پہنچ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

میں نے شیبا کے پاس پہنچ کر دیکھا، وہاں گہرا سناٹا تھا۔ وہ کان لگائے کسی کی آہٹ، کسی کی آواز سننا چاہتی تھی۔ گہری خاموشی بتا رہی تھی کہ اس کے تمام محافظ کام آ گئے ہیں۔ کوئی اس کی حفاظت کے لیے زندہ نہیں ہے۔ دشمن بھی چپ تھے مگر وقفے وقفے سے کار کی طرف ایک آدھ فائر کرتے تھے۔ آخر ٹیرر کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا، اگر کوئی زندہ ہے تو ہم اُسے زندہ چھوڑ دیں گے۔ بشرطیکہ وہ اپنی مہمان کو چھوڑ کر چلا جائے۔"

وہ جواب سننے کے لیے چپ ہوا مگر جواب نہیں ملا۔ اس نے ایک ماتحت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "شوکی! تم گاڑی کی طرف جاؤ۔"

شوکی نے سہمے ہوئے انداز میں کہا: "مسٹر ٹیرر! مجھے قرآنی کا جبرا کیوں بنا رہے ہو۔ اُس مہمان لڑکی کو حکم دو۔ وہ کار سے خود باہر آئے گی۔"

یہ مشورہ معقول تھا۔ ٹیرر کو مان لینا چاہیے تھا مگر شیبا اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ اسے خفیہ دلا رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: "شوکی! میں تمہارا لیڈر ہوں۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

شیبا نے اس کے دماغ سے شوکی کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ کہنے لگا: "تم لیڈر نہیں گدھے ہو۔ خود پیچھے رہتے ہو اور ہمیں مرنے کے لیے آگے کرتے ہو۔ شیر نر ہو تو میرے ساتھ گاڑی کی طرف چلو۔"

وہاں ٹیرر اور شوکی کے علاوہ اور تین مسلح جوان تھے۔ وہ شوکی کی حمایت کرنے لگے۔ ٹیرر نے مجبور ہو کر شیبا کو حکم دیا: "اے لڑکی! تم زندہ رہنا چاہتی ہو تو دونوں ہاتھ اٹھا کر ہمارے پاس آ جاؤ۔"

اس دوران میں گھنی گھاس کے درمیان رینگتا ہوا شیبا کی طرف آنا چاہتا تھا۔ وہ مجھ سے کافی دور تھی۔ میں دو ٹانگیں سکتا تھا کیوں کہ آخری محاذ پر سڑک کے دوسری طرف دو دشمن موجود تھے۔ اس سے پہلے کہ میں انھیں ٹھکانے لگاتا، ان میں سے ایک نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اور مسلح جوان طلب کر لیے تھے۔ وہ آخری محاذ خالی ہونے والا نہیں تھا۔

بہت دور رینگتے رہنے کے بعد میں نے اُٹھ کر دوڑ لگائی۔ مجھے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ میں نے ٹیرر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اس نے بے اختیار اپنے ایک ماتحت پر گولی چلا دی تھی۔ یہ شیبا کا کھیل تھا۔ شوکی نے جواباً ٹیرر کے ہاتھ پر گولی ماری۔ رائفل نیچے گری پھر سب کے سب ٹیرر پر پل پڑے۔ وہ پوچھنا چاہتے تھے کہ اس نے اپنے ایک ماتحت کو خواہ مخواہ گولی کیوں ماری؟ مگر یہ پوچھنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ ٹیرر واقعی ٹارزن تھا۔ جسمانی قوت کے لحاظ سے تین ماتحتوں پر بھاری پڑ رہا تھا۔

میں کبھی دوڑ رہا تھا، کبھی تیزی سے چل رہا تھا۔ شیبا دوسری طرف کار کا دروازہ چپکے سے کھول کر باہر آ گئی تھی۔ وہ گھوڑے بھاگ گئے تھے جن پر اس کے محافظ سوار تھے اور اب مر چکے تھے۔ دو موٹر سائیکلیں سڑک کے کنارے پڑی ہوئی تھیں۔ شیبا نے گھڑ سواری اور ڈرائیونگ سیکھی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی ایک موٹر سائیکل کے پاس پہنچ گئی۔ اُسے اٹھا کر اسٹارٹ کرنا شروع کیا۔ جتنی دیر میں وہ اسٹارٹ ہوئی، اتنی دیر میں ٹیرر سامنے پہنچ گیا۔ ہنستے ہوئے بولا: "یہ مشن، یہ نوخیزی، کیا بلا خیزی ہے۔ یہ موٹر سائیکل تمہیں لارڈ کیمرون کی خواب گاہ میں لے جائے گی۔"

وہ دماغی جھٹکا پہنچانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی میں پہنچ گیا۔ نفا میں اچھلتے ہی ٹیرر کے سینے پر ایک لات رسید کی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دور جا کر گرا۔ اس کے ماتحتوں کو عقل آ گئی تھی کہ آپس میں لڑنا نہیں چاہیے۔ ان میں سے ایک نے مجھ پر حملہ کیا۔ دوسرے نے رائفل سیدھی کی۔ شیبا نے اس رائفل سے تیسرے کو نشانہ بنا دیا۔ جو مجھ پر حملہ کرنے آیا تھا، وہ مار کھا کر پیچھے گیا۔ پھر وہ بھی گولی کا نشانہ بن گیا۔ ٹیرر نے غصّے سے کہا: "شوکی! تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ اپنے ہی ساتھیوں کو گولی مار رہے ہو؟"

میں ٹیرر جیسے ٹارزن سے اچھی طرح مقابلہ کیے بغیر اُسے مرنے نہ دیتا۔ مگر میں شیبا کے سامنے مجبور تھا۔ خیل خوانی کے ذریعے شیبا کو من مانی سے روکتا تو میری اصلیت ظاہر ہو جاتی۔ میں خاموش تماشائی بنا تھا۔ ادھر شیبا نے شوکی کے ذریعے ٹیرر کو گولی ماری، وہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے شوکی کو خودکشی کے لیے مجبور کر دیا۔ میدان صاف ہو گیا۔

میں نے حیرانی کا اظہار کیا۔ مرنے والوں کو تعجب سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "یہ، یہ کیا طلسم ہے۔ ایک آدمی نے اپنے تمام آدمیوں کو ہلاک کیا پھر خودکشی کر لی؟"

میرے سوال کے جواب میں وہ مسکراتی ہوئی میرے دماغ میں آئی۔ میں نے سانس روک کر سر کو تھام لیا۔ پریشان ہو کر کہنے لگا۔ "یہ... یہ ابھی مجھے کیا ہوا تھا؟"

اس نے انجان بن کر پوچھا: "کیا ہوا تھا؟"

"میں نے ایک ساعت کے لیے بے چینی محسوس کی تھی۔ پھر بے اختیار سانس روک لی۔"

دُنیا کے حیرت انگیز فن تحریر شناسی کی مدد سے
دوستوں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں،

تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر و بے مثال کتاب

تحریر اور شخصیت

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

○ آپ کو بتاتے گی کہ آپ کیا کچھ کر سکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دُور کی جا سکتی ہیں؟

ملنے کا پتہ: مکتبہ نفیاں ○ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

اس نے پھر سوال کیا: "کیا ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے؟"

"پچھلے دو برس سے یوگا کی مشق کر رہا ہوں۔ کوئی غیر معمولی بات ہوتی ہے تو میری چھٹی حس مجھے چونکا دیتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، ابھی غیر معمولی بات کیا ہوئی تھی — ویسے میرا علم کہتا ہے، تم ایک غیر معمولی لڑکی ہو۔"

"میں تمہاری باتوں سے سمجھ گئی، تم لکی واٹسن ہو۔"

"کمال ہے، کیسے سمجھ گئیں؟"

"میرے بزرگ، محترم ربی اسفندیار نے تمہارا ذکر کیا تھا۔ مجھے یقین ہے تم فارم تک میری راہنمائی کرو گے۔"

"ضرور کروں گا لیکن آگے بھی دشمنوں نے محاذ بنا رکھا ہے۔ میں اُن سے ذرا فاصلے پر گھاس پر رینگتا آیا ہوں۔ وہ دو تھے مگر ٹرانسمیٹر کے ذریعے مزید مسلح ساتھیوں کو طلب کر رہے تھے۔"

"کیا فارم تک جانے کا دوسرا راستہ ہے؟"

"کیا تم مشکل حالات میں پورے اعتماد سے موٹر سائیکل چلا سکتی ہو؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ پہلی بار چار دیواری سے نکلی ہوں۔ مجھے مہاتی زندگی کا تجربہ نہیں ہے۔"

میں نے موٹر سائیکل کو سنبھالتے ہوئے کہا — "پیچھے بیٹھو، میں ڈرائیو کروں گا۔"

وہ موٹر سائیکل سے اُتر کر ذرا دور ہو گئی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی: "مجھے افسوس ہے، میری ماما اور محترم ربی کے سوا کوئی میرے قریب نہ بیٹھ سکتا ہے، نہ مجھے چھو سکتا ہے۔"

"کیا تم آگ ہو؟"

"طنز نہ کرو۔ یہ میرا مزاج ہے۔ میں کسی کی قربت برداشت نہیں کر سکتی۔"

میں نے موٹر سائیکل چھوڑ دی، وہ گر پڑی۔ پھر میں نے کہا: "اسے اٹھاؤ اور خود ڈرائیو کرو۔ میں بھی سوسائٹی میں اونچا مقام رکھتا ہوں۔ تم سے کسی طرح کمتر نہیں ہوں۔ اس لمحے سے تمہیں کم تر سمجھتا ہوں اور تمہیں اپنے ساتھ بیٹھنے کے قابل نہیں سمجھتا۔"

اس نے توہین محسوس کی۔ گلابی ہونٹوں کو بھینچ لیا اس کے جی میں آیا مجھے دماغی جھٹکا پہنچائے۔ مگر مجبوری تھی۔ خواہ مخواہ اپنی غیر معمولی صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ پھر میں یوگا کا مظاہرہ کر چکا تھا اور آخری بات یہ کہ وہ اجنبی جگہ بالکل تنہا تھی۔ ایک راہنما چاہیے تھا۔ اس نے غصے کو برداشت کرتے ہوئے کہا: "مسٹر لکی! تمہارا علم جھوٹ نہیں کہتا۔ میں ایک غیر معمولی لڑکی ہوں مگر کیا ہوں، یہ کبھی جان نہیں سکو گے۔ تمہیں پہلی اور آخری بار سمجھاتی ہوں، آئندہ کبھی مجھے کمتر کہا یا سمجھا تو پھر ساری زندگی کچھ سمجھنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

میں نے دوسری موٹر سائیکل کو اٹھاتے ہوئے کہا: "وہ کیا اندازہ میں، کیا دھمکی ہے، کیا دھما کا ہو۔ مارنا ہی چاہتی ہو تو نظر بھر کے دیکھو پٹ سے مر جاؤں گا اور نہ مرنا چاہوں تو تمہارے فرشتے بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ یقین نہ ہو تو اپنے ربی سے میرے متعلق اور معلومات حاصل کر لینا۔"

"مجھے معلوم ہے، تم نے اپنی کتابِ زندگی پڑھ لی ہے۔ تمہیں یقین ہے، ابھی نہیں مرو گے۔ اور نہ کسی سے نقصان اٹھاؤ گے۔ اسی غرور میں بھول گئے ہو کہ کاتبِ تقدیر تمہاری کتابِ زندگی.... کی تحریر چشمِ زدن میں بدل سکتا ہے۔"

"میں نے کاتبِ تقدیر سے التجا کی ہے کہ کسی خوبصورت بلا کے حوالے سے موت نہ آئے۔ باقی اللہ مالک ہے۔ میں جا رہا ہوں، آنا چاہو تو پیچھے پیچھے چلی آؤ۔ اپنے فارم تک پہنچ جاؤ گی۔"

میں نے ذرا وقت ضائع کر کے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی تاکہ وہ بھی ساتھ آ سکے۔ جب میں آگے بڑھا تو وہ پیچھے اپنی موٹر سائیکل پر آ رہی تھی۔ وہ سچ مچ اپنے مزاج سے مجبور تھی۔ اس کی ماما اور ربی کے سوا کسی نے اسے متاثر نہیں کیا تھا۔ اسی لیے وہ کسی کی قربت برداشت نہیں کرتی تھی۔ کبھی بیمار پڑتی تو کوئی لیڈی ڈاکٹر ہی آ کر اسے ہاتھ لگاتی تھی۔ زندگی کے کسی بھی مرحلے پر اپنے کسی بھی معاملے میں کسی اجنبی کی ضرورت آج تک نہیں ہوئی۔ ہاں اب وہ زندگی کے ایسے موڑ پر آ گئی تھی جہاں میں اس کی ضرورت بن سکتا تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ کب تک مجھ سے کتراتی ہے۔

رات کے سناٹے میں موٹر سائیکلوں کی آواز دور تک جا رہی ہو گی۔ آخری محاذ پر دشمن پوری طرح مستعد ہوں گے۔ میں نے راستہ بدل دیا۔ اگرچہ میں نے آنکس آف مین کا نقشہ اچھی طرح دیکھا اور سمجھا تھا۔ وہاں کا جغرافیہ بھی پڑھا تھا۔ تاہم ایک ایک راستے کی تفصیل یاد نہیں تھی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ راستہ ہمیں کہاں لے جائے گا۔ بس یہ امید تھی کہ ادھر دشمن نہیں ہوں گے۔

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی میرے برابر آ گئی۔ میں نے اُسے دیکھا پھر کہا: "حسین مورت پھولوں بھری سیج پر سجتی ہے۔ موٹر سائیکل پر سارا روماس غارت ہو جاتا ہے۔"

"یو شٹ اپ، میں یہ پوچھنے آئی ہوں، فارم کتنی دور ہے؟"

"اب جتنی بھی دور ہو، بارہ بج کر پانچ منٹ ہو چکے ہیں۔

میرے علم کے مطابق نہ تو تم فارم میں داخل ہو سکو گی اور نہ ہی تمہیں یہ کوشش کرنا چاہیے۔"

"مجھے تمہارے علم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ فاصلہ بتاؤ۔"

"کیسے بتاؤں؟ میں نے وہ راستہ چھوڑ دیا ہے۔ جو فارم کی طرف سیدھا جاتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس نے موٹر سائیکل روک دی۔

میں نے بھی رکتے ہوئے کہا: "میں بتا چکا ہوں، اُس سیدھے راستے پر دشمن خاصی تعداد میں محاذ بنائے بیٹھے ہیں۔ یہ راستہ لمبا ہے، ہم دیر سے پہنچیں گے مگر شاید خیریت سے پہنچ جائیں گے۔"

"کہیں تم مجھے بھٹکا تو نہیں رہے ہو؟"

"کیا میں دشمن لگ رہا ہوں؟"

اُس نے مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ سوچ رہی تھی: کاش میں اس کے دماغ کو چپکے سے پڑھ سکتی۔ ایک اجنبی جگہ اجنبی ملا۔ وہ بھی یوگا کا ماہر، میری دسترس سے باہر...."

میں نے کہا: "مجھے اچھی طرح دیکھ لو۔ اگر قیافہ شناس ہو تو چہرہ پڑھ کر معلوم کر لو، میں دشمن ہوں یا دوست؟"

اس نے کہا: "میرزنامی بدمعاش نے میرا راستہ روکا تھا۔ تم اچانک میری مدد کرنے کیسے پہنچ گئے تھے؟"

میں نے پوچھا: "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس بدمعاش کا نام ٹیرر ہے؟"

وہ بوکھلا گئی۔ کیوں کہ خیال خوانی کے ذریعے اس کا نام معلوم کیا تھا پھر جلدی سے سنبھل کر بولی: "اس کے ایک ساتھی نے اُسے نام لے کر پکارا تھا۔ تم میرے سوال کا جواب دو۔ تمہیں میری آمد کا علم کیسے ہوا؟ اور تم میری خاطر اتنی دور کیوں چلے آئے؟"

"سارا قصہ یہاں بیٹھ کر سنو گی یا آگے راستے میں؟"

ہم نے ایک ساتھ گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر انجانے راستے پر بڑھتے ہوئے میں نے اسے بتایا کہ کس طرح کیرون ڈی مورا مجھے گھیرنا چاہتا تھا۔ اس کے آدمیوں نے میرے کاٹیج میں پہنچ کر مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے جھوٹ کہہ دیا کہ ان حملہ آوروں کے ذریعے کیرون کے اس منصوبے کا علم ہوا جس کے تحت وہ شیبا کو اغوا کرنا چاہتا تھا۔

شیبا نے کہا: "میرے سوال کا جواب ادھورا رہ گیا۔ تم میری خاطر اتنی دور کیوں آئے؟"

"اس کے دو جوابات ہیں۔ پہلا جواب یہ کہ ربی اسفندیار سے میرے اچھے تعلقات ہیں۔ تمہاری حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔ دوسرا جواب ایسا ہے جس پر تم یقین نہیں کرو گی۔"

"کیا وہ یقین کرنے والی بات نہیں ہے؟"

"بعض باتیں وقت سے پہلے ناقابلِ قبول ہوتی ہیں۔"

"ایسی کیا بات ہے۔ میں ضرور سننا چاہوں گی۔"

"سننا چاہتی ہو تو سنو۔ میں نے تمہارا اُلچو بنایا، تمہارے نام کے اعداد کی تفسیر پڑھی، تمہارے مقدر کے پتے پھینٹ کر دیکھے، ہر بار یہی جواب ملا کہ ہمارے ستارے ملتے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کی زندگی میں بڑی اہمیت اختیار کرنے والے ہیں۔"

وہ ناگواری سے بولی: "تم خوش فہمی میں اور خیالی دنیا میں رہنے والے ہو۔"

"میں خیالی نہیں، خالی دنیا میں رہتا تھا۔ اب یہ دنیا تمہاری ذات سے پُر ہو رہی ہے۔"

اس نے پہلی بار پرکھنے والی نظروں سے دیکھا۔ ایسے وقت ڈرائیونگ کی طرف سے دھیان ہٹ گیا۔ موٹر سائیکل ڈگمگانے لگی۔ وہ فوراً ہی سنبھل گئی۔ میں نے کہا: "گاڑی روکتا ہوں، مجھے اچھی طرح دیکھ لو۔"

اس نے تیور بدل کر کہا: "دیکھوں گی۔ تمہیں دیکھ لوں گی۔"

وہ چُپ ہو کر ربی اسفندیار کے پاس پہنچ گئی: "میرے بزرگ! میں بول رہی ہوں۔"

"بیٹی! میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ خیریت سے پہنچ گئی ہو نا؟"

"کیسی خیریت؟ یہاں تو قدم رکھتے ہی مصیبت پر مصیبت آ رہی ہیں۔"

وہ کیرون ڈی مورا اور اس کے بدمعاشوں کے متعلق بتانے لگی۔ پھر میرا ذکر کرتے ہوئے کہا: "اگرچہ میرے تمام محافظ مارے گئے ہیں۔ تاہم میں تنہا دشمنوں کو ٹھکانے لگا رہی تھی، اچانک لکی واٹسن میری مدد کو پہنچ گیا۔ حالانکہ مجھے مدد کی ضرورت نہیں تھی۔"

"بیٹی! ایسا نہ کہو۔ کوئی دوستانہ امداد پہنچائے تو انکار نہیں کرنا چاہیے۔ تمام محافظ مارے گئے ہیں، یوں بھی تمہیں ایک ہمدرد ساتھی کی ضرورت ہے۔"

شیبا نے مجھے کن انکھیوں سے دیکھا۔ پھر ربی سے کہا۔ "آپ جانتے ہیں، میں کسی اجنبی کا ساتھ برداشت نہیں کرتی۔ خواہ وہ کتنا ہی مہربان ہو۔"

"میری بچی! حالات سے سمجھوتا کرو۔ لکی واٹسن کا ساتھ وقتی ہے۔ وہ عزت دار اور نیک نام ہے۔ تمہیں اس سے کبھی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ کہنا چاہتی تھی: "یہ نیک نام اپنے اور میرے ستارے

ملا رہا ہے۔ میری زندگی میں اہمیت اختیار کرنے کی پیشین گوئی کر رہا ہے۔"

میں نے اُسے ایسا کہنے سے باز رکھا۔ اس کی سوچ میں کہا: "ربی سے ایسی باتیں نہیں کہنا چاہئیں۔ کتنی مشکلوں کے بعد چار دیواری سے باہر ایک وسیع دنیا میں زندگی گزارنے آئی ہوں۔ ربی کو معلوم ہوگا کہ لکی واٹسن مجھ پر ڈورے ڈال رہا ہے تو وہ مجھے کسی کے ہاتھ لگنے نہیں دیں گے۔ فوراً واپس بلا لیں گے۔"

شیبا کو عقل آگئی۔ اس نے سوچا: "نہیں، میں ربی کو ذاتی معاملات کی ہوا بھی لگنے نہیں دوں گی۔ پھر یہ لکی مجھ پر کیا ڈورے ڈالے گا۔ مجھے غصہ آیا تو میں اسے مجنوں بنا کر پتھروں سے سر ٹکرا ٹکرا کر مرنے پر مجبور کر دوں گی۔"

اس نے ربی سے کہا: "میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گی۔ یہ لکی مجھے کسی لمبے راستے سے فارم کی طرف لے جا رہا ہے، سیدھے راستے پر دشمنوں کا خطرہ ہے۔"

"تم اس پر اعتماد کرو۔"

اچانک ہی کئی طرف سے فائرنگ ہوئی۔ میری موٹر سائیکل ڈگمگا گئی۔ میں سنبھل گیا، وہ نہ سنبھل سکی۔ ہینڈل بہک گیا تھا۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی گاڑی سے اچھل کر سڑک کے کنارے پہنچی پھر وہاں سے لڑھکتی ہوئی ہری بھری گھاس کی سیج پر ٹھہر گئی۔ تکلیف سے کراہنے لگی۔ میں تنہا ہوتا تو گاڑی کی رفتار بڑھا کر فائرنگ رینج سے نکل جاتا۔ مگر اس کی خاطر گولیوں کی بوچھاڑ میں رکنا پڑا۔

میں نے موٹر سائیکل کو ایک طرف پھینکا۔ جھکتا ہوا دوڑتا ہوا سڑک کو پار کر گیا۔ پھر فائرنگ ہوئی۔ کتنی ہی گولیوں نے پختہ سڑک پر سُرسنسناہٹ سنائے۔ میں فوراً ہی گر کر لڑھکتا ہوا شیبا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اپنی کمر پکڑ کر کراہتے ہوئے بولی: "تم نے کہا تھا، یہ راستہ محفوظ ہے۔"

"زندگی کا کوئی راستہ محفوظ نہیں ہوتا۔ بچ کر چلنا پڑتا ہے۔"

"باتیں نہ بناؤ۔"

"اور تم غصہ نہ دکھاؤ۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تمام راستوں کی ناکہ بندی کی گئی ہوگی۔"

وہ کراہنے لگی۔ میں نے کہا: "کراہتے وقت منہ ٹیڑھا ہوتا ہے، آئینہ دیکھ سکتی ہو۔"

وہ یکلخت کراہنا بھول گئی۔ عورت کو اپنے حُسن کا بڑا خیال ہوتا ہے۔ وہ کبھی ٹیڑھا منہ دکھانا پسند نہیں کرتی۔ شیبا بڑی خاموشی سے کمر کی تکلیف برداشت کرنے لگی۔ میں نے کہا: "تم رائفل پاس نہیں آنا چاہتی تھیں۔ اب ہم پاس پاس موجود ہیں۔"

وہ فوراً کروٹ بدل کر دور ہو گئی۔ کسی نے دور سے چیخ کر کہا: "تم دونوں ہاتھ اٹھا کر سڑک پر آجاؤ۔ ہم گولی نہیں چلائیں گے۔"

ہم دونوں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بولنے والے کے دماغ میں پہنچے۔ وہ اور اس کے چار ساتھی مختلف درختوں کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ پتا چلا سڑک کے دوسری طرف اس کے اور ساتھی ہیں۔ اگر وہاں سے بچ کر نکلے تو آگے اور بھی روکنے والے موجود ہیں۔

میں اس کے ذریعے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اسی وقت شیبا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا جو ہی پرانا طریقہ کار اختیار کرنا چاہتی تھی۔ اس کے ذریعے گولیاں چلا کر اس کے تمام ساتھیوں کو ہلاک کرنا چاہتی تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے اچھی طرح سوچ سمجھ لینا چاہیے۔ میں اس طرح دشمنوں کو ہلاک کروں گی تو لکی واٹسن کو ٹیلی پیتھی کا شبہ ہوگا۔ اس سے پہلے شوکی نے ٹیرا اور دوسرے ساتھیوں کو بے اختیار ہلاک کیا۔ اور خود کو بھی مار ڈالا۔ یہی واقعہ یہاں ہوگا تو میری خیال خوانی کا بھید کھل جائے گا۔"

سوچنے کے دوران پھر گولیاں چلیں۔ پھر دھمکی دی گئی کہ ہم دونوں سڑک پر نہ آئے تو بے موت مارے جائیں گے۔ میں شیبا کی سوچ میں اسے سمجھا رہا تھا مگر بے موت مرنے کے خیال نے میرے شور سے کو بے اثر کر دیا۔ اس نے اپنے طریقہ کار سے مطابق دشمنوں کو آپس میں لڑنے مرنے پر مجبور کر دیا۔ ذرا سی دیر میں موت کا سناٹا چھا گیا۔

وہ بولی: "میں سڑک پر نہیں جاؤں گی۔ کیا ہم اِدھر جنگل کے راستے فارم تک پہنچ سکتے ہیں؟"

"یہ کیمرون کا علاقہ ہے۔ میرا اس جنگل سے کبھی گزر نہیں ہوا ہے۔"

"مگر ہمارے بچاؤ کا یہی ایک راستہ ہے۔"

"تو پھر چلو۔"

وہ چلنے کے لیے ذرا اٹھی۔ پھر کمر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ سڑک کے دوسری طرف سے دھمکیاں ملنے لگیں۔ میں نے ایک ہاتھ بڑھا کر کہا: "سہارے کے بغیر چل سکتی ہو یا ہاتھ لگاؤں؟"

"نہیں۔" وہ پیچھے ہٹ گئی۔ پھر آہستہ آہستہ اٹھنے لگی۔

"عملی زندگی اس طرح گزارتی رہو گی تو معلوم ہوگا انسان کس طرح زخموں سے چُور ہو کر بھی دوڑتا رہتا ہے۔"

وہ ہمت کر کے آگے بڑھنے لگی۔ اسی وقت دور سے فائرنگ ہوئی۔ وہ لڑکھڑا کر گرنا چاہتی تھی، میں نے تھام لیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ زندگی میں پہلی بار کسی نے اچانک اسے پکڑ لیا تھا۔ وہ خود کو چھڑانے لگی۔ پھر گولی چلی تو میں نے اس کے مزاج کی ایسی کی تیسی کر دی۔ اُسے کیا رگڑی اُٹھا کر کاندھے پر لادا۔ پھر دوڑنے لگا۔

وہ آرام سے جا رہی تھی۔ مجھ پر لدی ہوئی تھی۔ مگر پیٹھ پر گھونسے مار رہی تھی: "چھوڑ دو، مجھے چھوڑ دو۔ تم نے مجھے ہاتھ لگانے کی جرأت کیسے کی۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

اچانک میرے دماغ کو جھٹکا لگا۔ تکلیف کی شدت سے چیخ نکل گئی۔ قدم لڑکھڑا گئے۔ میں اُسے لیے لیے اوندھے منہ گر پڑا۔ دماغ کو جھٹکا پہنچتے ہی میں نے سانس روک لی تھی۔ تکلیف برداشت کر رہا تھا۔ شیبا نے پھر جھٹکا پہنچانا چاہا۔ مگر ناکام رہی۔ میں نے اُسے گھور کر دیکھا۔ پھر کہا: "میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا، تم کوئی غیر معمولی لڑکی ہو۔ اب یقین سے کہہ سکتا ہوں تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"تم نے میرے دماغ کو جھٹکا پہنچایا ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"میں شوکی اور اس کے آدمیوں کے مرنے کا تماشہ دیکھ کر سمجھ رہا تھا، شاید وہ پاگل ہو گئے تھے۔ مگر یہاں بھی ہم پر فائر کرنے والے آپس میں ایک دوسرے کو گولی مار کر مر گئے۔ کیا یہ سب محض اتفاق ہے۔"

"میں نے کہہ دیا میں نہیں جانتی۔"

میں نے اچانک اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا، وہ تلملا کر بولی۔ "چھوڑ دو ورنہ تمہارے دماغ...۔"

وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ میں نے کہا: "میں یہی اگلوانا چاہتا تھا۔"

میں نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، اس سے پہلے ہی چیخ مار کر گھاس پر گر پڑی۔ ایک گولی قریب ہی سے سنسناتی ہوئی گزری تھی۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی گر پڑا تھا۔ کسی نے چیخ کر کہا: "ہم چاروں اور تم چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہو۔ تم میں سے کسی نے بھاگنے کی حماقت کی تو جان سے جائے گا۔"

چاند نکل آیا تھا۔ گھنے درختوں کے باوجود وہ سب چاندنی میں نظر آرہے تھے۔ آواز کی سمت ایک شخص درخت کی آڑ میں کھڑا ہوا تھا۔ ہم نے دائیں طرف دیکھا۔ اُدھر سے دوسرا شخص کہہ رہا تھا: "تم دونوں کے پاس جو ہتھیار ہیں، انھیں دور پھینک دو۔"

میں نے کہا: "ہمارے پاس ایک بھی ہتھیار نہیں ہے۔"

تیسری جانب سے تیسرے نے کہا: "جھوٹ مت بولو۔ تم نے ہتھیار کے بغیر ہمارے آدمیوں کو کس طرح ہلاک کیا؟"

میں نے شیبا سے سرگوشی میں کہا: "جواب دو، کیسے ہلاک کیا۔"

اس نے بڑی بڑی بادامی آنکھوں سے گھور کر دیکھا۔ کچھ سوچا پھر بلند آواز سے کہا: "میں بتاتی ہوں، وہ کیسے مر گئے، مگر تم تین آدمیوں نے اپنی آواز سنائی ہے۔ کیا چوتھا گونگا ہے؟"

چوتھی سمت سے آواز آئی: "میں منہ سے نہیں بندوق کی زبان سے بولتا ہوں۔"

شیبا نے مجھ سے سخت لہجے میں کہا: "اے! اسی طرح لیٹے رہو۔ ابھی گولیاں چلیں گی۔"

میں نے اس کی طرف کروٹ بدل کر کہا: "کہو تو ساری زندگی اسی طرح لیٹا رہوں۔ ہمارے درمیان فاصلہ ہی کتنا ہے؟"

اس بات پر وہ ضرور پرے ہٹ جاتی مگر اب دماغی طور پر حاضر نہیں تھی۔ خیال خوانی کی مشین گن چلا رہی تھی۔ یکے بعد دیگرے چاروں طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ جو ہم پر گولیاں چلانے آئے تھے، وہ اپنے لیس میں نہیں تھے۔ ذرا سی دیر میں اچانک فائرنگ تھم گئی۔ للکارنے اور فائرنگ کرنے والے ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے تھے۔

ہمارے درمیان بھی کچھ دیر خاموشی رہی پھر میں نے حیرانی سے پوچھا: "کیا واقعی تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

"میں کالا علم جانتی ہوں۔"

"میں جادو پر یقین نہیں کرتا۔"

"یقین کر لو گے، جب تمہاری شامت آئے گی۔"

"شامت اتنی حسین ہوتی ہے تو ابھی آجائے۔"

وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ غصے سے دیکھنے لگی۔ میں اس کا خیال پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی: "میں نے بہت مجبور ہو کر اس کے سامنے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا ہے۔ کمبخت اسے کالا جادو ماننے سے انکار کر رہا ہے۔ میں کیا کروں؟"

اس نے ربی آسفندیار کو مخاطب کر کے اپنی پریشانی بتائی۔ انھوں نے کہا: "یہ بہت بُرا ہوا۔ ہم لکی کو اپنا راز دار نہیں بنا سکتے۔ کسی کو بھی اس راز میں شریک نہیں کر سکتے۔"

"محترم ربی! جان بچانے کے لیے خیال خوانی کا سہارا لینا پڑا۔ میں بہت مجبور تھی۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ تم پہلی بار ایسے حالات سے گزر رہی ہو، تم نے جو کچھ کیا وہ لازمی تھا۔ لکی واٹسن اگرچہ دوست آدمی

سے مگر تمہیں پُراسرار بن کر رہنے کے لیے دوست پر بھی اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔"

"میں آپ کی بات سمجھ رہی ہوں۔ جب میں نے اپنی ماما کو اپنا راز نہیں بتایا تو یہ لکی کون ہوتا ہے۔"

"اسے تھکانے لگانا ہوگا۔"

"یہ سانس روک لیتا ہے۔ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار کام نہیں آئے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ اس کے ساتھ ہنستی بولتی رہو۔ فارم میں پہنچ کر میرے آدمیوں کو حکم دینا، وہ لکی کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کر دیں گے۔"

وہ خوش ہو کر مسکرانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا مجھے تصور میں دیکھ رہی ہو؟"

وہ چونک گئی۔ مجھے ناگوار سی سے دیکھنا چاہتی تھی۔ مگر جبراً ہنستے ہوئے بولی۔ "تم سامنے ہو، پھر تصور کیا ضروری ہے۔ ویسے تم زندہ دل ہو۔"

اچانک میری زندہ دلی پر اوس پڑ گئی۔ یاد آ گیا کہ میں اپنی محبوب ہستیوں کو بھلانے کے لیے جبراً زندہ دل بن گیا ہوں۔ شیبا نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔"

"منہ ایسے لٹک گیا ہے جیسے اپنے عزیز کے مرنے کی خبر سُن لی ہو۔"

میں فوراً ہی اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک طرف جانے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے واقعی کسی نہ کسی کے مرنے کی خبر سننے والا ہوں۔ شیبا نے پیچھے آتے ہوئے پوچھا۔ "جنگل میں کہاں بھٹکنے جا رہے ہو؟"

میں نے رُکے بغیر کہا۔ "تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ کیا تم نے کسی دشمن کے دماغ سے یہ معلوم نہیں کیا کہ اس سڑک پر آگے اور دشمن مل سکتے ہیں؟"

"کیا جنگل میں نہیں مل سکتے؟"

"ایک دشمن تمہارے ساتھ ہے۔"

وہ چونک گئی۔ میں نے اس کے اندر کی بات کہہ دی تھی۔ اس نے جلدی سے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم میرے ہم سفر ہو، میرے گائیڈ ہو۔ فارم تک میری راہنمائی کرنے والے ہو۔"

"کبھی راہنما بھی راستے میں دھوکا دے جاتا ہے۔ کبھی راستہ چلنے والا راہنما کا گلا کاٹ دیتا ہے۔"

یہ بات بھی اس کے دل کی تھی۔ وہ ٹٹولتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔ "بڑا گہرا آدمی ہے۔ کاش میں اس کے چور خیالات پڑھ سکتی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "چاہے جتنا گہرا ہو، خیالات پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو چند گھنٹوں کا مہمان ہے۔"

شیبا چُپ چاپ میرے ساتھ چلنے لگی۔ کچھ دور جانے کے بعد میں نے پوچھا۔ "تم پُراسرار بن کر کیوں رہنا چاہتی ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"اگر دشمن نہ گھیرتے، اگر مرنے کا خوف نہ ہوتا تو تم کبھی بھی اپنی کامیابی کا مظاہرہ نہ کرتیں۔ اپنی اس صلاحیت کو راز رکھتیں۔ ایسی رازداری میں کیا مصلحت ہے؟"

"میں پبلسٹی کی قائل نہیں ہوں۔"

"گمراہ تو ہو گئی پبلسٹی۔"

اس نے چونک کر پوچھا۔ "کیسے ہو گئی؟"

"بھئی مجھے معلوم ہو گیا۔ تم انکساری سے کام لے کر راز تک گمنام رہیں۔ اب میں دنیا والوں کو بتاؤں گا کہ تم غیر معمولی صلاحیت کی مالکہ ہو۔ تم حیرت انگیز طور پر کسی کے بھی دماغ میں گھس جاتی ہو۔"

"یو شٹ اَپ۔ تم کسی سے میری کوئی بات نہیں کرو گے ورنہ تمہارے ساتھ ایسا سلوک کروں گی کہ ہمیشہ یاد رکھو گے۔"

"کوئی سلوک نہ کرو۔ تب بھی تم ہمیشہ یاد رہنے والی چیز ہو۔"

وہ سوچنے لگی۔ "اس آدمی سے بات نہ کی جائے تو بہتر ہے۔ پتا نہیں یہ جنگل کتنی دور تک پھیلا ہوا ہے۔ کب میں اپنے فارم پر پہنچوں گی۔ کب اس سے نجات ملے گی؟"

ہم چلتے رہے۔ واقعی جنگل دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے اور چھور کا پتا نہیں تھا۔ سرد رات کی چاندنی پھیکی پھیکی تھی۔ پیچیدہ راستے کچھ سُجھائی دیتے تھے، کچھ سمجھ بوجھ کر آگے بڑھنا پڑتا تھا۔ رات کے دو بج گئے۔ وہ تھک ہار کر بولی۔ "اب مجھ سے چلا نہیں جاتا۔"

"چلنا تو ہوگا۔ اگر اب تک کوئی جانور نہیں لاتوا سکا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جنگل میں درندے نہیں ہوتے۔"

"کیا تم مجھے ڈرا رہے ہو؟"

"سمجھا رہا ہوں۔ جنگلی جانور تمہاری ٹیلی پیتھی کو چکما کر نکل جائیں گے۔ اور ڈکار بھی نہیں لیں گے۔"

وہ ہاتھ میں ایک مُردہ دشمن کی رائفل اٹھائے ہوئے تھا۔ اس نے رُک کر کہا۔ "کچھ بھی ہو، اب مجھ سے ایک قدم چلا نہیں جائے گا۔"

ایک سیاہ پتھر درخت کے تنے سے لگا پڑا تھا۔ شاید وہ بیا نہ ہو۔ صاف طور سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ میرے مشورے کے خلاف آرام کرنا چاہتی تھی۔ اپنی بات منوانے کے لیے ایک جھٹکے سے اس پر بیٹھ گئی۔ جتنی تیزی سے بیٹھی تھی، اتنی ہی تیزی سے چیخیں مارتی ہوئی اُچھل پڑی۔ اُس پتھر نے بھی چیخ ماری تھی اور اُچھل کر بھاگتا چلا گیا تھا۔ شیبا کے ہاتھ سے رائفل چھوٹ گئی تھی۔ پہلے تو میں بھی بوکھلا گیا تھا۔ پھر سمجھ میں آیا، وہ کوئی گیدڑ تھا جو ہم سے خوف کھا کر بھاگا تھا۔ اِدھر یہ خوف کھا کر میری پناہ میں آئی تھی۔

دھک دھک دل دھڑک رہا تھا۔ صاف طور پر اُس کی دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں۔ کوئی بلا آتی ہے تو گزر نہیں جاتی ہے۔ مگر اس کی دہشت دیر تک قائم رہتی ہے۔ وہ دیر تک دہشت زدہ رہی۔ دیر تک بھولی رہی کہ کہاں پناہ لے رہی ہے۔

وہ حسن و شباب کی مورت تھی۔ معصوم صورت تھی مگر آنکھیں کھولتی تو معصومیت کی جگہ غرور جھلکتا۔ اُس کی رفتار میں گفتار میں ایسی شانِ بے نیازی تھی کہ آپ ہی آپ رعبِ حسن طاری ہو جاتا تھا۔ فی الحال وقت مہربان تھا۔ حسن کا غرور، رعب اور دبدبہ میری پناہ میں سمٹا ہوا تھا۔ وہ اپنی آن اور شان سب کچھ بھول کر اپنی سلامتی کی دُعا مانگ رہی تھی۔ اچانک اُسے احساس ہوا کہ وہ دُعا مانگ رہی ہے، اور میں دوا دے رہا ہوں۔ اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

طلسم ٹوٹ گیا۔ وہ ایک جھٹکے سے الگ ہو کر ذرا دور ہوئی۔ کبھی مجھے دیکھنے لگتی، کبھی آس پاس اس بلا کو ڈھونڈنے لگتی جس نے اُسے میرے پاس پہنچا دیا تھا۔ میں نے کہا۔ "گیدڑ تھا۔ کمبخت نے بھاگنے میں جلدی کی۔"

وہ مجھے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ مگر سوچ رہی تھی۔ "میں اب ہے کہاں تھی؟ کس عالم میں تھی؟ کیا خوف کے سائے میں بھی بے خودی سی طاری رہتی ہے؟ مجھے زندگی میں پہلی بار ایسی پناہ کی کہ خدا کی پناہ، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

میں نے پوچھا۔ "تم مجھے گھورتی کیوں ہو؟"

"تم نے مجھے ڈرا دیا تھا۔"

"اسے کہتے ہیں اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ تم نے اُس بیچارے گیدڑ کو ڈرا دیا۔ خیریت ہوئی کہ وہ بھاگ گیا۔ اگر تم بھاگ جاتیں تو وہ میری آغوش میں آ جاتا تو میرا انجام کیا ہوتا؟"

اس کے لبوں پر مسکراہٹ آ رہی تھی۔ مگر اس نے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ لیا۔ پھر پوچھا۔ "تم آدمی ہو یا مسخرے؟"

"آدمی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ مسخرا ہو، جانوروں کو اس کی کسی نے لطیفہ سناتے اور ہنساتے نہیں دیکھا۔"

وہ گھاس پر پڑی ہوئی رائفل اٹھانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم رائفل نہیں چلا سکتیں؟"

"میں ہر طرح کے ہتھیار سے صحیح نشانہ لے سکتی ہوں۔"

"ہاں یہ اور بات ہے کہ نشانہ لینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ایک ہی چیخ میں درندوں کو بھگا دیتی ہوں۔"

"مجھے طعنے دو گے تو گولی مار دوں گی۔"

وہ پاؤں پٹخ کر جانے لگی۔ کہاوت کے مطابق سر منڈاتے ہی اولے پڑتے ہیں۔ وہ بے چاری پہلی بار چار دیواری سے کیا نکلی، مصیبتیں ٹوٹنے لگیں۔ اس کے لیے یہ مصیبت کی گھڑیاں تھیں، میرے لیے راحت کی۔ کیوں کہ حسن مجسم ہم سفر تھا۔ وہ غصّہ دکھا رہی تھی۔ نفرت کر رہی تھی۔ پھر بھی دل میں سمائی جا رہی تھی۔ مچھلی پانی سے نکل کر پہلے پھڑپھڑاتی ہے، پھر دسترخوان پر آ جاتی ہے۔

ہم چلتے چلتے رُک گئے۔ کان لگا کر سننے لگے۔ ہمیں پتّوں کی سرسراہٹ سنائی دی تھی جیسے کوئی جھاڑیوں کو ہٹاتا ہوا گزر رہا ہو۔ میں گھاس پر اوندھے منہ لیٹ گیا۔ زمین سے کان لگا کر سننے لگا۔ وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر میرے پاس بیٹھ گئی۔ میں نے کہا۔ "ہمارے آس پاس کچھ لوگ ہیں۔ ہم سے دور ہیں مگر چلتے جا رہے ہیں۔ شاید ہماری طرف آ رہے ہیں۔"

"تم مجھے ڈرا رہے ہو۔"

اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ خود گھاس پر لیٹ گئی۔ کان لگا کر سننے کی کوشش کرنے لگی۔ لوگوں کی سماعی صلاحیتوں میں فرق ہوتا ہے۔ سبھی اس انداز میں کان لگا کر دور کی آہٹیں نہیں سُن سکتے۔ مگر وہ دیر تک کوشش کرتی رہی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا سو گئی ہو؟"

وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "تم جھوٹ کہتے ہو۔ مجھے قدموں کی آہٹیں سنائی نہیں دے رہی ہیں۔"

"سنائی موت سے پہلے آنکھوں میں دھند چھا جاتی ہے اور کانوں سے سنائی نہیں دیتا۔"

"مرو گے تم۔" وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اسی لمحے ایک فائر ہوا۔ ہم نے سر اٹھا کر دیکھا، ایک چنگاری سی آسمان کی طرف گئی پھر وہ روشن شعلہ بن گئی۔ ہمارے آس پاس کا جنگل دور تک روشن ہو گیا۔ وہ بولی۔ "کسی نے ٹریسر گولی چلائی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "اب میری سماعت پر یقین آیا۔ رات کے اندھیرے میں ٹریسر فائرنگ کے ذریعے دشمنوں کو تلاش کیا جاتا ہے اور ہمیں تلاش کیا جا رہا ہے۔"

اس نے پھر زمین پر سے رائفل اٹھالی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "یہ مجھے دو۔ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے۔"

"تم بھی اپنے علم میں مہارت رکھتے ہو۔ کیا تمھارے ستارے یہ نہیں بتا سکتے کہ دشمنوں سے کب نجات ملے گی؟"

"میرے ستارے مجھے بتا چکے ہیں، آٹھ تاریخ کو میں جس سے ہمدردی کروں گا، وہ میری جان کا دشمن بن جائے گا۔"

وہ ذرا پریشان ہوئی پھر بولی: "تم مجھ سے ہمدردی کر رہے ہو۔ کیا میں تمھاری جان کی دشمن ہوں؟ اگر تمھیں اپنے علم پر اتنا ہی بھروسا ہے تو میرا ساتھ کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟"

"تم نادان اور ناتجربے کار لڑکی ہو۔ میں تمھیں مصیبت میں سے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ خواہ میری جان کیوں نہ چلی جائے۔"

اس نے پہلی بار متاثر ہو کر مجھے دیکھا۔ اس کے دل نے پوچھا: "میں کیوں اس کی جان لینا چاہتی ہوں؟"

اس کے دماغ نے جواب دیا: "یہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ دیکھ چکا ہے۔ اس کی زبان ہمیشہ کے لیے بند نہ کی گئی تو رفتہ رفتہ تمام خطرناک تنظیموں کے سربراہوں کو میرا نام اور پتا معلوم ہو جائے گا۔ اگر یہ زبان بند رکھنے کا وعدہ کرے، تب بھی میرا راز رہے گا۔ کسی مرحلے پر بھی مجھے بلیک میل کر سکتا ہے۔ نہیں، اسے چھوٹ نہیں دی جا سکتی۔ اور یہ میرا ہوتا کون ہے، جس کے مر جانے سے مجھے افسوس ہوگا۔ اونہہ!"

وہ سوچتے سوچتے چونک گئی۔ کتنے ہی دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے اس کے ہاتھوں سے رائفل جھپٹ لی۔ اس نے پوچھا: "یہ کیا حرکت ہے، مجھے دو، یہ میری ہے۔ میں بہت دور سے لائی ہوں۔"

وہ رائفل چھیننے کے لیے بڑھی، میں نے ایک ہاتھ سے روک دیا۔ اسی وقت کسی نے آواز دی: "مادام شیبا! تم کہاں ہو؟ ہم تمھارے خادم ہیں۔ تمھیں تلاش کر رہے ہیں۔"

اس نے پہلے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جب اپنے آدمیوں کی تصدیق ہو گئی تو بلند آواز میں بولی: "میں یہاں ہوں۔ میری آواز کی طرف آؤ۔"

دور دور تک دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ یہ آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ شیبا نے کن انکھیوں سے میرے ہاتھوں میں رائفل کو دیکھا۔ اس نے سوچ رکھا تھا، جیسے ہی اس کے خادم نظر آئیں گے، وہ دوڑتے ہوئے اُن کے پاس چلی جائے گی۔ پھر مجھے گولی مار دینے کے لیے انھیں حکم دے گی۔

وہ یکے بعد دیگرے نظر آنے لگے۔ وہ تعداد میں پانچ تھے۔ شیبا اُدھر جانا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اگر یہ میرے خادم نہ ہوئے اور چالباز ثابت ہوئے تو؟"

میں نے بلند آواز سے کہا: "تم سب جہاں ہو، وہیں رُک جاؤ۔ ہم پہلے تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ سب ربی کے فارم میں کام کرنے والے بہترین فارم تھے۔ لکی والٹسن کو اچھی طرح جانتے تھے۔ ایک نے کہا: "مادام! آپ کیا تصدیق کریں گے؟ کیا آپ ہمیں نہیں جانتے؟ میں ہوں..."

"میں جانتا ہوں مگر تمھاری مادام کا طریقۂ کار مختلف ہے۔ ابھی یہ تمھارا امتحان لیں گی۔ ہاں تو مس شیبا! تم اپنا اطمینان کر لو۔"

وہ میری باتوں کے دوران دو خادموں کے درمیان پہنچ گئی تھی۔ اس نے مجھے دشمن کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا: "یہ محترم ربی اسفندیار کے نام پر حکم دیتی ہوں، لکی والٹسن کو گولی مار دو۔"

سب نے حیرانی سے شیبا کو دیکھا۔ وہ بولی: "میں حکم دیتی ہوں، گولی مار دو۔ یہ دشمن ہے۔ ہمارے لیے خطرناک ہے۔"

ایک نے کہا: "مادام! کیا آپ نہیں جانتیں، ماسٹر لکی اور محترم ہیں ـــــ برانڈ کے بچوں سے بوڑھوں تک سب ان کے عقیدت مند ہیں۔"

"میں سب جانتی ہوں۔ مگر میرا حکم اٹل ہے۔"

دوسرے نے کہا: "ہم آپ کے غلام ہیں۔ لیکن آپ ہماری مالکہ ہیں۔ پہلے ہم آپ کے مزاج کو اور آپ کے مقصد کو سمجھنا چاہتے ہیں۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: "شاباش ریڈی! تم امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ مس شیبا! اب بے چاروں کو زیادہ نہ آزماؤ۔"

وہ غصہ کرنا چاہتی تھی۔ سب نے دیکھا، اُس کے تیور بگڑ گئے تھے۔ وہ کچھ بکنا چاہتی تھی۔ مگر اچانک مسکرانے لگی۔ ساتھ حیران ہونے لگی: "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں غضبناک ہو رہی تھی، یکایک مسکرانے کیوں لگی؟"

میں نے ایک خادم سے کہا: "جیری! کیا ربی نے تم لوگوں کو یہ نہیں بتایا تھا کہ نئی مالکہ دماغی مریضہ ہے؟"

وہ جھنجلا کر بولی: "یو شٹ اَپ!"

میں نے اسے آگے سوچنے پر مجبور کیا: "میں اور دماغی مریضہ! ہا ہا ہا ہا۔ مجھے پاگل کہہ رہا ہے۔"

وہ بے اختیار ہنستے ہوئے بولی: "ہا ہا ہا ہا! میں مریضہ اور وہ بھی دماغی۔ ذرا سنو! یہ کیا کہہ رہا ہے۔ مگر سننے سے پہلے قہقہہ سنو۔"

وہ پھر ہنسنے لگی۔ اس دوران وہ اندر ہی اندر سمجھ رہی تھی کہ اس کا دماغ قابو میں نہیں ہے۔ وہ خود کو قابو میں رکھنا چاہتی ہے مگر بے قابو ہو جاتی ہے۔

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے سوچ رہی تھی: "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا وہی ہو رہا ہے، جو میں دوسروں کے ساتھ کرتی ہوں؟ کیا میرے دماغ میں اجنبی سوچ کی لہریں ہیں؟"

وہ پریشان اور خوفزدہ ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے بڑی معصومیت سے کہا: "شیبا! مذاق بند کرو۔ تم نے مذاقاً انھیں گولی مارنے کا حکم دیا۔ میں نے بھی مذاقاً تمھیں دماغی مریضہ کہہ دیا۔ اور تم نے سچ مچ قہقہہ لگانا شروع کر دیا۔ واقعی زندہ دل ہو۔"

یہی بات اسے پریشان کر رہی تھی کہ اس نے بے اختیار قہقہے کیوں لگائے۔ ہپناٹیزم ٹیلی پیتھی کا علم ہے جو آدمی کو بااختیار سے بے اختیار بنا دیتا ہے۔ وہ گھبرا کر بولی: "کون ہے میرے دماغ میں؟ کون ہے؟"

وہ بدحواسی میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ ایک نے کہا: "مادام! کیا پوچھ رہی ہو۔ دل اور دماغ میں تو خدا رہتا ہے۔"

میں نے آگے بڑھ کر پوچھا: "شیبا! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟"

وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ ایک خادم کے پیچھے چھپتے ہوئے بولی: "میرے قریب نہ آنا۔ سچ سچ بتاؤ، تم کون ہو؟"

"تم رات کے نو بجے سے میرے ساتھ ہو۔ مجھے لکی والٹسن کہتی آئی ہو۔ تمھارے یہ محافظ بھی مجھے ماسٹر لکی کہتے ہیں۔ اس کے باوجود پوچھ رہی ہو..."

"تم لکی والٹسن نہیں ہو۔"

تمام محافظ مسکرانے لگے۔ میں نے کہا: "تم اپنی باتوں سے خود کو دماغی مریضہ ثابت کر رہی ہو۔"

"میں نارمل ہوں، نارمل رہوں گی۔ تم پاگل ہو۔"

"شیبا! تمھیں آرام کی اور ذہنی سکون کی ضرورت ہے۔ کیوں ریڈی! فارم یہاں سے کتنی دور ہوگا؟"

"تیادہ دور نہیں ہے۔ ہم ایک گھنٹے کے اندر پہنچ جائیں گے۔"

ہم سب آگے بڑھ گئے۔ وہ ایک ہاتھ سے سر تھامے چل رہی تھی۔ میں نے سرگوشی کے انداز میں سمجھایا: "خود کو سنبھالو، یہ تمھیں کیا ہو گیا تھا۔ کیوں مجھے گولی مارنا چاہتی تھیں۔ میں تمھیں بخیریت فارم تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ اور تم خواہ مخواہ دشمن بن رہی تھیں۔ کیا ایسے میں کوئی تمھیں نارمل کہے گا؟"

وہ دانت پیس کر بولی: "میں نارمل ہوں۔ محض اس لیے پریشان ہوں کہ بے اختیار قہقہے کیوں لگایا۔"

"یہی پریشانی مجھے ہے۔ میں تمھارے لیے فکرمند ہوں۔"

وہ چپ رہی۔ سوچنے لگی: "میں مضبوط قوتِ ارادی کی مالک ہوں۔ میرا دماغ خواہ مخواہ نہیں بہک سکتا۔ میں بے وجہ قہقہہ نہیں لگا سکتی۔ کیا فراد..."

وہ سوچتے سوچتے کانپ گئی: "نن... نہیں۔ فراد میرے دماغ میں نہیں ہے۔ اس کا دھیان کبھی میری طرف نہیں ہوگا۔ پھر وہ میری طرف کیسے رُخ کر سکتا ہے۔ نہیں وہ میرے دماغ میں نہیں ہے۔"

پھر اس نے کن انکھیوں سے مجھے دیکھا اور سوچا: "یہ لکی والٹسن بہت گمراہ ہے۔ میں نے گولی مارنے کا حکم دیا۔ اور اس نے محافظوں کے سامنے مجھے پاگل ثابت کرنا شروع کر دیا۔ اس نے ان پر بھی نفسیاتی اثر ڈالا، اور مجھ پر بھی۔ اسی لیے میں نے بے اختیار قہقہہ لگایا تھا۔"

اس نے چلتے چلتے ربی اسفندیار سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے کہا: "شیبا! میں تمھارے لیے پریشان ہوں۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے پتا چلا، تم ابھی تک فارم نہیں پہنچیں۔ میرے خادم تمھیں تلاش کر رہے ہیں۔"

"وہ مجھے مل گئے ہیں۔ میں ان کے ساتھ جا رہی ہوں۔ مگر آپ کے ان خادموں نے لکی والٹسن کو گولی مارنے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ شخص بہت چالاک ہے۔ خادموں کے سامنے مجھے دماغی مریضہ ثابت کر رہا ہے۔"

ربی نے کہا: "ایسا چالاک شخص تمھاری ٹیلی پیتھی کا رازدار بن کر رہا تو ایک دن ہمارا بدترین دشمن ثابت ہوگا۔ میں ابھی اپنے خادموں کو حکم دیتا ہوں۔"

میں شیبا کے دماغ سے نکل کر سوچنے لگا۔ اب اہم فیصلے کا وقت آ گیا تھا۔ میرے پاس رائفل تھی مگر تنہا اتنے مسلح گارڈز سے نمٹنا آسان نہ تھا۔ کسی کی رائفل کی گولی میرا خاتمہ کر سکتی تھی۔

میں چلتے چلتے اُس پاس دیکھنے لگا۔ ابھی جو دوست ہیں، وہ دشمن بننے والے ہیں۔ ایک مسلح محافظ سب سے آگے تھا۔ چھوٹا سا ٹرانسمیٹر ہاتھ میں لیے کچھ بولتا جا رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ ربی اسفندیار کہہ رہے تھے: "شیبا نارمل ہے۔ لکی والٹسن آگے چل کر ہمارے لیے مصیبت بن سکتا ہے۔ یہ اچھا موقع ہے۔ جنگل میں اسے کس نے ہلاک کیا، یہ معلوم نہ ہو سکے گا۔ اُسے فوراً ختم کر دو۔"

ربی کا حکم ان کے لیے پتھر کی لکیر ہوتا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو آف رکھا۔ پھر ایک ایک مسلح ساتھی کو پاس بلا کر انھیں براہِ راست ربی کا حکم سنایا۔ وہ سن رہے تھے، مجھے دیکھ رہے تھے اور رائفلیں سیدھی کر رہے تھے۔ ان کے لیڈر نے ٹرانسمیٹر آف کرتے ہوئے مجھ سے کہا: "ماسٹر لکی! ہم آج تک تمھاری عزت

کرتے رہے۔ تمہیں گولی مارنے کے بعد بھی ہمیشہ عزت سے تمہارا نام لیتے رہیں گے۔ ہمیں افسوس ہے، ہم اپنے آقا کے حکم پر اپنی جان بھی دیتے ہیں اور دوسروں کی جان بھی لیتے ہیں۔"

میرے سامنے ایک نہیں، پانچ رائفلیں تھیں۔ میں بیک وقت پانچوں کا رُخ نہیں پھیر سکتا تھا۔ اس صورت میں ڈھال کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے پہلے کہ ان کی انگلیاں ٹریگر پر دبتیں، میں شیبا اچانک ڈرامائی انداز میں دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی۔ "نہیں نہیں۔ لکی کو نہ مارو، میرے لکی پر گولی نہ چلاؤ۔"

وہ گلے کا ہار بن گئی۔ یہ الفاظ دیگر ڈھال بن گئی۔ یہ شدید حیرانی کا مقام تھا۔ پہلے اس نے میری موت کا حکم صادر کیا تھا، ربی نے اس کی تصدیق کی تھی۔ اب وہی دشمن جاں ڈھال بن گئی تھی۔

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک گئی۔ خود کو میرے اتنے قریب پاکر چیخ مارتے ہوئے الگ ہونا چاہتی تھی۔ میں نے اُسے جکڑتے ہوئے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "تمہارے خادم جدھر سے گولی چلائیں گے، میں اُدھر تمہیں کردوں گا گریہ کیا؟ ذرا دیکھو تو یہ آپس میں ہی ایک دوسرے کو مار رہے ہیں۔"

شیبا نے سر گھما کر دیکھا۔ اور حیرانی سے دیکھا۔ وہ اب تک جو طریقۂ کار دشمنوں کو مارنے کے لیے استعمال کرتی آئی تھی، اُسی کے مطابق مسلح خادم ایک دوسرے پر گولیاں چلا رہے تھے۔ چیخ رہے تھے، چلا رہے تھے، موت کے قدموں میں گر رہے تھے۔ آخران میں سے ایک بچ گیا۔ اس نے رائفل کا رُخ ہماری طرف کرتے ہوئے کہا۔ شیبا کو چھوڑ دو۔"

میں نے چھوڑ دیا۔ وہ الگ ہوتے ہی بولی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے۔ ریڈی! اسے فوراً ختم کردو۔"

ریڈی نے شیبا کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "تمہیں کیوں نہ ختم کیا جائے۔ تم احسان فراموش ہو۔"

وہ فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنا چاہتی تھی۔ ریڈی نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "اچھا تو تم میرے دماغ کو نقصان پہنچانے آئی ہو۔ کیا اس طرح اپنی موت کو ٹال سکو گی۔"

وہ حیرانی سے پیچھے ہٹ کر بولی۔ "ریڈی! تم... تم ریڈی نہیں ہو۔ تم نے کیسے معلوم کیا کہ میں تمہارے دماغ کو نقصان پہنچانا چاہتی ہوں۔ تم کون ہو؟ خدا کے لیے مجھے بتا دو۔ تم نے ہی مجھے قہقہہ لگانے پر مجبور کیا تھا۔"

"میں جو کوئی بھی ہوں، مرتے وقت پوچھ کر کیا کرو گی۔"

ریڈی میری مرضی کے مطابق کہہ رہا تھا۔ پھر اُس نے رائفل سیدھی شیبا کا نشانہ لیا۔ وہ چیخ مار کر بولی۔ "نہیں۔" اُس وقت میں نے ٹھائیں سے گولی چلا دی۔ وہ چکرا کر گر پڑی۔ اس کی گھٹی ہی آیا کہ اسے گولی مار دی گئی ہے۔ وہ گھاس پر گر کر کراہنے لگی۔ میں نے اس کی سوچ پڑھ لی کہ "گولی کھا کر مرنے والے کراہتے نہیں ہیں۔"

"اُں؟" وہ حیرانی سے اپنے آپ کو ٹٹول کر تصدیق کرنے لگی کہ ابھی زندہ ہے۔ میں نے کہا۔ "یہ ریڈی تمہیں ہلاک کرنا چاہتا تھا، میں نے اسے ختم کر دیا۔"

تب اس نے ریڈی کی لاش دیکھی۔ پھر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "جب سے تم ملی ہو، عجیب تماشے ہو رہے ہیں۔ کبھی تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دشمنوں کو آپس میں لڑ مرنے پر مجبور کر دیتی ہو۔ کبھی مجھ جیسے ساتھی کو گولی مارنے کا حکم دیتی ہو۔ کبھی میرے لیے ڈھال بن جاتی ہو۔ اور یہ ریڈی جو خود کو تمہارا خادم کہتا تھا، یہ بھی اچانک تمہاری جان کا دشمن بن گیا تھا۔ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ریڈی کی لاش کی طرف گئی۔ اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "وہ کہاں ہے؟"

"کون؟" میں نے پوچھا۔

"وہی جو ریڈی کے اندر تھا۔ میری ٹیلی پیتھی کی لہروں کو محسوس کر رہا تھا۔ تم نے ریڈی کے جسم کو مارا ہے، جو اس کے دماغ میں تھا، وہ زندہ ہے اور یہاں ہے۔"

وہ خوفزدہ ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر ذرا پیچھے ہٹ کر دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ گڑگڑاتے ہوئے بولی۔ "تمہارے اندر رہ سوتنی ہے۔ نہیں رہ سوتنی نہیں۔ وہ تو کوما میں ہے۔ تم... تم فرہاد..."

وہ چیخ مار کر بھاگنے لگی۔ "نہیں، نہیں مجھ سے دور رہو۔ تمہارے دماغ میں وہ ہے۔ وہ میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ میں مر جاؤں گی۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ میں دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتی، اس سے ڈرتی ہوں۔ مجھے جانے دو۔ میرے پیچھے نہ آؤ، نہیں تو میں مر جاؤں گی۔"

وہ اندھا دھند بھاگتی جا رہی تھی۔ چیختی جا رہی تھی۔ میں آہستہ آہستہ ایک طرف بڑھنے لگا۔ مگر اس کے دماغ میں رہا۔ وہ دوسری طرف بھاگ رہی تھی۔ راستے بدل کر مڑتی بھی جا رہی تھی۔ پھر ایک دم سے سہم کر رُک گئی۔ وہ میرے سامنے پہنچ گئی تھی۔

میں نے اُسے دیکھا پھر منہ پھیر کر جانے لگا۔ وہ مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے دوسری طرف دوڑنے لگی۔ ہماری راہیں مختلف تھیں مگر جنگل کے راستے سمجھ میں نہیں آتے۔ اور سمجھ میں آ بھی جائیں تو میں خیال خوانی کے ذریعے سمجھنے کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔ اُسے ذرا اور دوڑانے کے بعد پھر اپنے سامنے لے آیا۔

وہ کچھ فاصلہ پر ٹھٹک گئی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگی۔ دوڑتے رہنے کے باعث بُری طرح ہانپ رہی تھی۔ مزید دوڑنے کا حوصلہ نہیں تھا مگر اس دہشت نے اسے پھر بھگایا کہ لکی والٹسن کے اندر فرہاد چھپا ہوا ہے۔ وہ پہلے کی طرح پھر مجھ سے دور بھاگتی جا رہی تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ کیا اتنا نہیں سمجھ سکتی کہ فرہاد، لکی کے دماغ میں آ سکتا ہے تو میرے دماغ میں بھی پہنچ سکتا ہے؟"

وہ دوڑتے دوڑتے رُک گئی۔ ہانپتے ہوئے سوچنے لگی۔ "ہاں میرے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔ اس نے لکی ذخیرہ کے پاس رہ کر میری باتیں سُنی ہوں گی۔ وہ آ سکتا ہے۔ میرے دماغ میں آ سکتا ہے بلکہ آ گیا ہے۔"

اس خیال سے وہ پھر بھاگنا چاہتی تھی، مگر رُک گئی۔ عقل آ گئی کہ بھاگ کر کہاں جائے گی۔ اس نے دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھا۔ میں نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک طرف تیزی سے جانے لگی۔ اب پوری طرح حاضر دماغ تھی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کوئی اس کے دماغ میں آ کر اسے راستے سے بھٹکا رہا ہے یا نہیں؟

وہ ٹیلی پیتھی کے مختلف طریقۂ کار کو سمجھتی تھی۔ یہ بھی جانتی تھی کہ فرہاد اس کی سوچ میں بھٹکائے گا تو اسے پتا نہیں چلے گا۔ اس کے باوجود وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اپنی ہی سوچ کے ذریعے کس طرح بھٹکتی ہے۔

مثلاً اس نے سوچا۔ "اب مجھے دائیں طرف مڑنا چاہیے۔" پھر اس نے سوچا۔ "کہیں میری سوچ میں کوئی مجھے بھٹکا تو نہیں رہا ہے؟"

وہ دائیں سمت چھوڑ کر بائیں سمت چلی گئی۔ یہ بھول گئی کہ میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کے راستوں کو پہچانتا جا رہا ہوں۔ ایک جگہ پہنچ کر اس کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔ میں ننگا ہوں کے سامنے چلا آ رہا تھا۔

"تم... تم۔" وہ میری طرف انگلی اٹھا کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔ "میں جہاں جاتی ہوں، وہیں پہنچ جاتے ہو۔"

میں نے جواب نہیں دیا۔ اُسے گہری چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر اپنے راستے پر چلنے لگا۔ وہ مجھ سے دور تھی۔ مگر کہتی آ رہی تھی۔ "ماسٹر لکی! مجھے سچ سچ بتاؤ، تمہارے دماغ میں کوئی ہے یا نہیں؟"

میں خاموش رہا، چپ چاپ چلتا رہا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ ذرا فاصلہ رکھ کر بولی۔ "یہ سوچ سوچ کر میرا دم گھٹ رہا ہے کہ میرے اندر کوئی ہے۔ یہ تم بتا سکتے ہو۔ تمہیں خدا کا واسطہ، تمہیں انسانیت کا واسطہ...."

میں چلتے چلتے رُک گیا۔ پلٹ کر اُسے ناگواری سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "کس انسانیت کا واسطہ دے رہی ہو؟ میں انسانی ہمدردی کے تحت تمہارے دشمنوں کو اپنا دشمن بناتا رہا۔ خادم تک تمہاری راہنمائی کر رہا تھا مگر اپنے آدمیوں کے درمیان پہنچتے ہی تم نے مجھے مار ڈالنا چاہا۔ کیا یہی انسانیت ہے؟"

"مجھے معاف کر دو۔"

میں نے ایک طمانچہ رسید کیا۔ اس کا منہ گھوم گیا۔ وہ ایک طرف گرنے والی تھی، میں نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگی۔ میں نے کہا۔ "معافی مانگ رہی ہو۔ تمہاری کمینگی کے باعث مرجاتا تو کس سے معافی مانگتیں۔"

"میں شرمندہ ہوں۔ غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے۔"

"تم انسان نہیں ہو۔"

"جانور سمجھ کے معاف کر دو۔"

اس نے بے ساختہ بڑی معصومیت سے ایسی بات کہہ دی جسے سنتے ہی ہنسی آ گئی۔ وہ جلدی سے بولی۔ "اب ہم دوست ہیں نا؟"

میں نے ایک طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کسی کا ساتھ برداشت نہیں کرتیں۔ پھر مجھے دوست کیسے بنا رہی ہو؟"

"حالات مجھے جھکنا سکھا رہے ہیں۔ ابھی مجھے تمہارے جیسے ساتھی کی سخت ضرورت ہے۔ میں تنہا نہیں رہ سکتی۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ وہ ضرور ہمارے آس پاس ہے۔"

"کون؟"

"فرہاد۔"

"کیا تم فرہاد علی تیمور کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں، مجھے اس سے بچا لو۔" وہ میرے قریب آ گئی۔

"مگر وہ کہاں ہے؟" میں ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"وہ تمہارے دماغ میں چھپ کر مجھے دیکھ رہا ہوگا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ تمہاری سوچ کی لہروں کو میں نے قبول نہیں کیا۔ پھر وہ میرے دماغ میں کیسے آ سکتا ہے۔ اوّل تو وہ نہیں ہے۔ اگر ہے تو تمہارے ہی دماغ میں ہے۔"

اس نے دہشت زدہ ہو کر پہلی بار میرے بازو کو تھام لیا۔ "نہیں، ایسا نہ کہو۔ وہ میرے اندر آئے گا تو میں سانس بھی نہیں لے سکوں گی۔ دہشت سے مر جاؤں گی۔"

"کیا اس کی صورت ایسی ہی دہشت ناک ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "دماغ میں آنے والے کی صورت نظر نہیں آتی۔"

"تو پھر وہ ظالم ہوگا۔"

"ہاں ظالم ہے۔ اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ جس عورت کو پسند کرتا ہے، اُسے محبت سے گرفتار کر لیتا ہے۔ محبت کے چابک سے عورت کو جتنا بھی مارو، وہ فریاد نہیں کر سکتی۔ سونیا، رسونتی، مرجانہ، اعلیٰ بی بی اور نہ جانے کتنی عورتیں اس کی اسیر ہیں۔ اس کی محبت کے چنگل سے نکل نہیں سکتیں۔ میں... میں اس کے دام میں نہیں آنا چاہتی۔ مجھے بچا لو۔ خدا کے لیے اس سے کہیں دور لے چلو۔"

"میں تمہیں فارم تک پہنچا سکتا ہوں۔"

وہ دعا مانگنے لگی۔ "خدایا! مجھے ایسی جگہ پہنچا دے جہاں اس کی خیال خوانی کام نہ آ سکے۔ یا میرے مالک! اس کی ٹیلی پیتھی کا علم اُس سے چھین لے۔ اُسے پاگل بنا دے۔ اسے کینسر کا مریض بنا دے۔ یا خدا تُو چاہے تو وہ ابھی مر سکتا ہے۔"

عورتیں ہزار باصلاحیت ہوں، مگر کوسنے سے باز نہیں آتیں۔ میں نے کہا۔ "دعا مانگنے کے بعد انتظار کرنا ہوگا۔ پتا نہیں کب قبول ہوگی۔ کب وہ مرے گا۔ اتنی پریشانی سے بہتر ہے اس سے دماغی رابطہ قائم کرو۔ جس طرح دو سپر طاقتیں آپس میں سمجھوتے اور معاہدے کرتی ہیں، اُسی طرح تم کر لو۔"

"میں اس سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتی۔"

"کیوں؟"

"فرض کرو اُس نے اب تک میری آواز نہ سنی ہو۔ یہ میرا وہم ہو کہ وہ دماغ میں آتا ہے۔ اگر میں اُسے مخاطب کروں گی تو وہ کمبل بن جائے گا۔"

"میرا خیال ہے وہ تمہارے دماغ میں نہیں، تمہارے حواس پر چھایا ہوا ہے۔"

"اُں، ہاں۔ محترم ربی بھی یہی کہتے ہیں۔"

"تو پھر ربی سے مشورہ کرو۔"

"نن... نہیں۔ میں اس سلسلے میں ان سے بات نہیں کر سکتی۔ انھیں ذرا بھی شبہ ہوا کہ فرہاد مجھ تک پہنچ رہا ہے تو وہ مجھے واپس بلا لیں گے۔"

وہ یوں بھی ربی سے میرے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ اُس نے جھوٹ کہا ہوا تھا کہ فرہاد بھی کومامیں ہے۔ اس نے پوچھا۔ "مسٹر لکی! تم بتا سکتے ہو کہ ریڈی اور اس کے ساتھی کیسے مر گئے؟"

"ریڈی کو میں نے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک کیا۔ باقی کو تمہاری ٹیلی پیتھی نے..."

"نہیں میری نہیں، کسی اور کی ٹیلی پیتھی نے۔ وہ ہے، ابھی ہمارے پاس موجود ہے۔"

"ایسے تو تم گھُل گھُل کر مر جاؤ گی۔ جو کچھ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوا، اسے دوسرے پہلو سے بھی سوچو۔ ہو سکتا ہے ریڈی در پردہ اپنے ساتھیوں کا دشمن رہا ہو۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے موقعے سے فائدہ اٹھا کر انھیں ہلاک کر دیا۔"

"یہ بے سر و پا باتیں ہیں۔"

"جب کوئی دشمن بے حد پریشان کرے تو بے سر و پا باتیں سہارا دیتی ہیں۔ میں فرہاد کے متعلق زیادہ نہیں جانتا۔ مگر یہ سُنا ہے کہ وہ بیاہتا عورتوں کی عزت کرتا ہے۔ اس نے کبھی کسی کی شریکِ حیات پر میلی نظر نہیں ڈالی۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی۔ "ہاں اُس کا ریکارڈ بھی یہی بتاتا ہے۔"

"تو پھر اُس سے بچنے کا آسان نسخہ ہے۔ فوراً کسی سے شادی کر لو۔"

"کیا؟" اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"ذرا غور کرو۔ اِدھر تمہاری شادی ہوئی، اُدھر وہ تمہارے خیال سے دور ہوا پھر تمہیں کبھی اپنی محبوبہ نہیں بنائے گا۔ یوں بھی شادی کے بعد تم میں پہلے والی تابندگی نہیں رہے گی۔ یا تو بہت موٹی ہو جاؤ گی، یا بچے پیدا کرتے کرتے سوکھی ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاؤ گی۔ آج تم دہشت زدہ ہو، کل وہ تمہاری صورت دیکھ کے ڈر جائے گا۔ اس سے اچھی بات کیا ہوگی کہ وہ تم سے نفرت کرے گا۔ اس سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔"

وہ چڑ کر بولی۔ "نفرت کرے گا تم سے۔ نفرت کرے گا تمہاری کسی ہونے والی سے۔ سونیا اور رسونتی کیا بیچتی ہیں۔ وہ مجھے ایک نظر دیکھ لے تو دیوا..."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ یکبارگی احساس ہوا کہ اس کی زبان سے اس کا اپنا لاشعور بول رہا ہے۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "عورت کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"اپنے ڈر کا مطلب سمجھو۔ تم اس سے ڈرتی ہو مگر اس پر مرتی ہو۔"

"نان سنس۔ تم ماہر نفسیات بننے کی کوشش نہ کرو۔ میں شادی نہیں کر سکتی۔ کسی سے نہیں کر سکتی۔"

"تمہارے انکار کرنے سے تقدیر نہیں بدلے گی۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں پہلے ہی بتا چکا ہوں، میں نے تمہارا ناٹچ تیار کیا تھا۔ تمہارے نام کے اعداد پڑھے تھے۔ تمہارے ستاروں کی

چال دیکھی تھی۔ میرا علم کہتا ہے کہ تم شادی کی زنجیریں پہنو گی۔ انکار کرو گی تو کوئی تمہیں محبت سے جکڑ لے گا۔"

"کون؟" اس کا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔

"ستارے کسی کا نام نہیں بتاتے۔ اس کا عمل یا پیش آنے والے واقعے کا ہلکا سا خاکہ پیش کر دیتے ہیں۔ میں نے بھی پیش کر دیا۔"

"تم بکواس کرتے ہو۔"

"وقت سے پہلے جس نے بھی میری پیشین گوئی کو بکواس کہا، وہ تقدیر کے ہاتھوں بکواس بن کر رہ گیا۔"

"وہ مجھے محبت سے نہیں جکڑ سکے گا۔" میں اسے موقع نہیں دوں گی۔"

"میں نے فرہاد کے متعلق نہیں کہا ہے مگر تم نے اسے مرکزِ خیال بنا رکھا ہے۔"

وہ جھینپ کر دوسری طرف دیکھتے ہوئے چلنے لگی پھر جھنجلا کر بولی۔ "آخر ہم کب تک چلتے رہیں گے؟"

اسی وقت ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا۔ "اب ہم نہیں چلیں گے۔ شاید ہمیں اٹھا کر لے جانے والے آ رہے ہیں۔"

وہ سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔ ایک تو اوس پڑ رہی تھی۔ دوسرے چاند دھندلایا ہوا تھا۔ دور دور تک کُہر کی سفیدی نظر آ رہی تھی۔ پھر فائر کی آواز سنائی دی۔ کسی نے ٹرلیسر گولی چلائی تھی۔ چشم زدن میں ایک چنگاری شعلہ بنی۔ پھر کُہر کے دھندلکے کو چیرتے ہوئے ہمارے آس پاس کے جنگل کو روشن کرنے لگی۔

ہم نے ایک ہیلی کاپٹر کو دیکھا۔ وہ دور بلندی پر تھا۔ اب ہماری طرف آ رہا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ پھر اسے کھینچتے ہوئے دوڑتے ہوئے ایک درخت کی طرف جانے لگا۔

"چھوڑو میرا ہاتھ، مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"وہ ہیلی کاپٹر تمہاری ٹیلی پیتھی کی زبان نہیں سمجھے گا۔ ویسے مجھے ہاتھ پکڑنے کا شوق نہیں ہے۔"

وہ بے سہارا ہوتے ہی لڑکھڑا کر گر پڑی۔ ذرا فاصلے سے ہی تڑتڑاتڑ فائرنگ کی آواز تیزی سے آئی، ہمارے پاس سے گزری پھر دور ہوتی چلی گئی۔ ہیلی کاپٹر سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ حیرت ہوئی شیبا گھنے درخت کے سائے میں گری تھی۔ مُڑ کے کہا۔ "ہیلی کاپٹر پھر فائرنگ کرتا ہوا آئے گا۔"

وہ زمین پر سے اٹھی، دوڑتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ ہم درخت کے بڑے سے تنے کے پیچھے تھے۔ سامنے سے ہیلی کاپٹر واپس آ رہا تھا۔ پھر وہ اسی درخت کے پاس سے فائرنگ کرتا ہوا گزر گیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ "یہ کون لوگ ہیں؟"

"پوچھ کر بتاؤں گا۔" میں وہاں سے جانے لگا۔ وہ میرے پیچھے آتے ہوئے بولی۔ "مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"ٹرلیسر فائرنگ کی روشنی ختم ہو گئی ہے۔ دوسری فائرنگ سے پہلے ہمیں جگہ بدل دینا چاہیے۔"

وہ میرا بازو تھام کر دوڑنے لگی۔ اندھیرے میں گرنے کا خطرہ تھا۔ یوں تو اس جنگل میں گھنے درختوں کا سلسلہ تھا۔ مگر ہم جنگل کے میدانی حصے میں تھے۔ دوسرے درخت تک پہنچتے ہی پھر ٹرلیسر فائرنگ کی روشنی ہوئی۔ وہ ایک درخت کے تنے سے لگ کر ہانپتے ہوئے بولی۔ "تم بہت حاضر دماغ ہو۔ وہ ہیلی کاپٹر اس درخت کی طرف جا رہا ہے۔ وہ ہمیں تلاش کرتے رہیں گے۔ مگر ہم نظر نہیں آئیں گے۔ یکی! تم بہت اچھے ہو۔"

"تم ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتیں۔ مگر مصیبت کے وقت ہاتھی کو ناک پر سے گزار لو گی۔ تمہاری تعریف کا شکریہ۔ میرا بازو چھوڑو۔"

اس نے چھوڑ دیا۔ ہیلی کاپٹر پہلے ایک تھا۔ اب دو نظر آ رہے تھے۔ اُن کی پرواز اتنی نیچی تھی کہ درخت کے پتے اُگھا اس اور جھاڑیاں تیزی سے ہل رہی تھیں۔ ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں، شور مچا رہی تھیں۔ اُس پر دو ہیلی کاپٹروں کی گھن گرج نے کچھ کہنے سننے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ شور تھمنے لگا۔ وہ ہیلی کاپٹر میدانی حصے میں اُتر رہے تھے۔ گردش کرتے ہوئے پنکھے چُپ ہونے لگے۔ اس کے ساتھ ہی کوئی میگا فون کے ذریعے کہنے لگا۔ "لڑکی! تم جہاں کہیں بھی ہو، ادھر آ جاؤ۔ ہم نے محض دھمکی کے طور پر گولیاں چلائی تھیں۔ ہم تمہاری جان کے دشمن نہیں ہیں۔"

میں نے اور شیبا نے خیال خوانی کی پرواز کی، کہنے والے کے دماغ میں پہنچے۔ وہ ایک ہیلی کاپٹر کے دروازے پر جھکا ہوا باہر دیکھتا جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے مختلف نشستوں پر نو مسلح دشمن تھے۔ ایک مسلح شخص اس کہنے والے کے پیچھے بیٹھا اجنبی زبان میں کہہ رہا تھا اور ہم اس کا ترجمہ میگا فون والے کے ذریعے سن رہے تھے۔

میں نے کہا۔ "تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دشمنوں کو تباہ کر سکتی ہو۔"

"میں صرف کہنے والے کے دماغ میں پہنچ سکتی ہوں۔ ہیلی کاپٹروں میں آنے والے خاموش ہیں۔ ایک شخص اجنبی زبان میں جو کہتا ہے، وہ میگا فون والا اس کا مطلب ہمیں سمجھاتا ہے۔"

یہ بات قابلِ غور تھی کہ دشمن محتاط کیوں ہیں؟ میں نے کہا۔

"کیا یہ دشمن تمہاری خیال خوانی کے متعلق جانتے ہیں؟"

"یہ بھلا کیسے جان سکتے ہیں؟"

"ان کا طریقۂ کار بتا رہا ہے" یہ اپنے ساتھ ایسے شخص کو لانے میں جو انگریزی اور ان کی اجنبی زبان جانتا ہے۔ کیا ہیلی کاپٹروں میں آنے والے اتنے سارے لوگوں میں سے کوئی انگریزی نہیں جانتا ہوگا؟ مگر جاننے والا تمہیں مخاطب نہیں کرے گا۔ وہ سب تمہاری ٹیلی پیتھی کے متعلق ضرور جانتے ہیں۔ یا پھر شبہ کر رہے ہیں اور اب کسی طرح شبہے کی تصدیق چاہیں گے۔"

"میں کیا کروں؟ میرا علم کام نہیں آئے گا۔ تمہارے پاس ایک رائفل ہے۔ دشمن بے شمار ہیں۔ آخر یہ چاہتے کیا ہیں؟"

"تمہیں جو دیکھے گا، چاہے گا۔ یہ آنے والے تمہیں دیکھے بغیر جانتے ہیں۔ پائی دی وٹے کیا ہم یہیں کھڑے کھڑے حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کریں گے؟"

میگافون سے آواز آنے لگی "لڑکی! جواب دو۔ فرار ہونے کی بچکانہ کوشش نہ کرنا۔ اپنے ساتھی کے ساتھ چلی آؤ۔"

اس نے کہا "میں نہیں جاؤں گی۔"

"میں جاؤں گا۔"

"کیا؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

میں نے ایک ہوائی فائر کیا۔ آواز دور تک دیر تک گونجتی رہی پھر میں نے بلند آواز سے کہا "ہم ہتھیار پھینک کر آنا چاہتے ہیں۔ مگر ہمیں معلوم ہونا چاہیے تم کون لوگ ہو؟"

جواب ملا "تعارف ضروری نہیں ہے۔"

"اتنا بتا دو، ہم دونوں کو چاہتے ہو یا صرف لڑکی کو؟"

"ہمیں صرف لڑکی چاہیے۔"

میں نے شیبا سے کہا "ان کے ہاں بیٹی نہیں ہے، وہ تمہیں گود لینا چاہتے ہیں۔"

"بجوا اس مت کرو۔ کیا یہ زندہ دلی کا موقع ہے؟"

"یہی تو موقع ہے۔ میں نے تم سے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا سیکھا ہے۔ تم دوست سے دشمن بن کر مجھے قتل کرانا چاہتی تھیں مگر ناکام رہیں۔ اب میری باری ہے۔ پیزان کے پاس چلی جاؤ۔ وہ مجھے زندہ چھوڑ دیں گے۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ تم بزدل ہو، بے مروت ہو۔"

میں نے بلند آواز سے کہا "یہ آنا نہیں چاہتی۔ میں اسے زبردستی کھسیٹ کر لاؤں گا۔ کوئی گولی نہ چلائے۔"

وہ اچھل کر اُدھر گئی جدھر میں نے رائفل پھینکی تھی۔ پھر فوراً ہی اسے اٹھا کر بولی "تم سانپ ہو، تمہیں زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

"پہلے بھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھیں۔ ناکام ہونے کے بعد تم نے معافی مانگی پھر وہی غلطی کرنے جا رہی ہو۔"

"معافی مانگے گی، میری جوتی۔ لو اب جہنم میں جاؤ۔"

اس کی انگلی ٹریگر پر چل گئی۔ ایک بار نہیں دو بار چلی۔ تیسری بار بھی چلی۔ پھر اس نے بے بسی سے رائفل کو دیکھا۔ میں نے کہا "صرف ٹیلی پیتھی جاننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کبھی عملی استعمال کر لیا کرو۔ کوئی احمق بھی مقابلے کے وقت ہتھیار نہیں پھینکے گا۔ ہمارے دشمنوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ رائفل خالی ہو چکی ہے۔ یوں بھی اسے پھینکنا تھا۔ میں نے دشمنوں کو یہ تاثر دیا ہے کہ اُن کے ڈر سے ہتھیار ڈال رہا ہوں۔"

اس نے حسرت سے رائفل کو دیکھا پھر اسے پھینک دیا۔ میں ایک قدم آگے بڑھا۔ وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولی "مجھے معاف کر دو۔"

"گرگٹ خواہ مخواہ بدنام ہے۔" میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک کارتوس نکالا۔ دشمن میگافون کے ذریعے آخری وارننگ دے رہے تھے۔ میں نے رائفل زمین سے اٹھا کر شیبا کی طرف اچھالی۔ اس نے کیچ کر لی۔ اسی طرح کارتوس بھی اس کی طرف اچھالا۔ وہ اسے بھی لینے کے بعد چند سیکنڈ بے یقینی سے دیکھتی رہی۔ اسی وقت میں نے بلند آواز سے کہا "مجھے مہلت دو۔ میں اس لڑکی کو لا رہا ہوں۔"

باتوں کے دوران اس نے مجھے غافل سمجھ کر کارتوس کو لوڈ کیا پھر وقت ضائع کیے بغیر مجھ پر گولی چلا دی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ میں سینے پر ہاتھ رکھ کر اچھلا۔ پھر چیخ مار کر گر پڑا۔ گھاس پر اوندھے منہ گر کر تڑپنے لگا۔ میں نے گولی کھا کر گرنے اور مرنے کی ایکٹنگ کی۔ اسے پتا ہی نہ چلا کہ میں نے نشانہ بدل دیا تھا۔

اس نے میرے دماغ میں پہنچ کر کہا "لکی واٹسن موت تمہارے دماغ کو بجھانے والی ہے۔ اب یوگا کا مظاہرہ کر کے مجھے دماغ میں آنے سے روک سکتے ہو تو روک لو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے ایک ہچکی لی۔ اور سانس روک لی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس چلی گئیں۔ اس کی سمجھ میں آیا کہ دماغ مردہ ہو چکا ہے۔ میری آخری سانس ختم ہو چکی ہے۔ وہ رائفل پھینک کر وہاں سے بھاگنے لگی۔

آخر وہ کہاں جا سکتی تھی۔ راستے انجانے تھے۔ دشمن بھی جانے پہچانے نہیں تھے ورنہ ٹیلی پیتھی کام آ سکتی تھی۔ میں اسے چھوڑ کر گھاس پر لیٹے ہی لیٹے میگافون والے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جن لوگوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں آیا تھا، ان کے متعلق

نہیں جانتا تھا۔ معاوضے کے لالچ میں ان کے ساتھ آ گیا تھا۔ وہ ایسین کا رہنے والا تھا۔ باقی لوگ کہاں سے آئے تھے؟ جنگل میں انہیں کسی لڑکی کا سراغ کیسے ملا تھا؟ وہ کیوں شیبا کو حاصل کرنا چاہتے تھے؟ اور اسے اپنے ساتھ کہاں لے جانا چاہتے تھے؟ اُسے کچھ معلوم نہیں تھا۔ اسے شیبا جیسی کسی لڑکی سے دلچسپی نہیں تھی۔

اس وقت وہ ہیلی کاپٹر میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ باقی مسلح لوگ جنگل میں مختلف سمتوں میں ہماری تلاش میں گئے تھے۔ دو ہیلی کاپٹروں کے سائے میں دو مسلح جوان نگرانی کے لیے رہ گئے تھے۔ میگافون سے آواز سنانے والا آلۂ کار انا ڈی تھا۔ ہیلی کاپٹر میں پائلٹ کی جگہ نہیں لے سکتا تھا۔ اسی لیے وہ سب مطمئن ہو کر ہی گئے تھے۔

میں اُس آلۂ کار کو اچھی طرح ٹٹولتے ہوئے ایک سمت جا رہا تھا تاکہ تلاش کرنے والوں کی نظروں میں نہ آ سکوں۔ اس کے دماغ نے بتایا کہ وہ مسلح افراد اسپینی زبان بولتے ..... ہیں۔ وہ سب انگریزی جانتے ہیں۔ مگر جب سے اس جنگل کی طرف آئے ہیں، انگریزی کا ایک لفظ بھی زبان سے ادا نہیں کیا ہے۔

ایسی معلومات سے یقین ہو گیا کہ انھیں ٹیلی پیتھی کا خوف ہے۔ اور وہ شیبا کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔ یہ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ شیبا اب تک گہرے اسرار کے پردے میں رہی تھی۔ لیکن چار دیواری سے باہر آتے ہی انجانے دشمنوں کی نظروں میں آ گئی تھی۔ آخر اس کی اصلیت کا علم دوسروں کو کیسے ہوا تھا؟

میں اور شیبا ان کی گرفت میں آنے کے بعد یا تو جان سے جاتے یا دشمنوں کو بے نقاب کر دیتے۔ جان بوجھ کر دشمنوں کی گرفت میں جانا دانشمندی نہیں تھی۔ اگر یہ وہی لوگ ہوتے جنھوں نے میری عزیز ساتھیوں کو موت میں پہنچا دیا تھا تو پھر ہم بھی ان کے ہاتھوں کو موت میں پہنچ کر ہمیشہ کے لیے بے دست و پا بن جاتے۔ ان سے دور ہی سے نمٹنا مناسب تھا۔

میں نے پھر اس آلۂ کار کے پاس پہنچ کر اُس پاس کا جائزہ لیا۔ دونوں مسلح گارڈز اطمینان سے کھڑے ہوئے ہیلی کاپٹروں کی نگرانی کر رہے تھے۔ آلۂ کار کے قریب کھڑا ہوا گارڈ ایک لائٹر جلا رہا تھا پھر وہ سر جھکا کر سگریٹ سلگانے لگا۔ اچانک آلۂ کار نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اسے لیے ہوئے گھاس پر گرا۔ پھر اس سے ہتھیار چھیننے کے لیے زور آزمائی کرنے لگا۔

وہ آلۂ کار انا ڈی تھا۔ لڑنا نہیں جانتا تھا مگر میں تو جانتا تھا۔ چند سیکنڈ میں ہی میں نے اُس گارڈ کو ٹانگوں پر رکھ کر دور اچھال دیا۔ اب ہتھیار میرے معمول کے ہاتھوں میں تھا۔ دوسرے ہیلی کاپٹر سے کے گارڈ نے للکار کر کہا "ہالٹ یو فول اینڈ لیو دِل بی نو مور۔"

وہ گارڈ اسپین کی..... زبان نہیں جانتا تھا۔ اُسے گونگا بنا کر لایا گیا تھا۔ مگر کوئی افتاد آ پڑے تو بے اختیار مادری زبان منہ سے نکل جاتی ہے۔ اُدھر وہ بے اختیار ہوا، اِدھر مجھے اس کے دماغ پر اختیار حاصل ہو گیا۔ وہ اپنی وارننگ کے مطابق فائر نہ کر سکا۔ اس آلۂ کار نے لڑنے والے گارڈ کو گولی مار دی۔ میں نے دوسرے گارڈ کے دماغ میں پہنچ کر اُس آلۂ کار سے کہا "تم فوراً پائلٹ کی سیٹ سنبھالو۔ تم کچھ نہ جانتے ہوئے بھی آج..... ہیلی کاپٹر اڑا دو گے۔"

وہ گھبرا کر بولا "ہم..... میں یہ کام نہیں کر سکتا۔"

میں نے گارڈ کے ذریعے ڈانٹ کر کہا "جو کہا جا رہا ہے، اس پر فوراً عمل کرو۔ ورنہ....."

گارڈ نے رائفل سیدھی کی۔ وہ آلۂ کار خوفزدہ ہو کر ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے لگا۔ میں نے گارڈ سے کہا "اب تمہاری سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ تم سر سے پاؤں تک ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں ہو۔ بتاؤ تم لوگ کون ہو؟ تمہارا سرغنہ کون ہے؟"

وہ سہم کر بولا "میں ایک معمولی ورکر ہوں۔ میں صرف مسٹر ایل مانڈو کو جانتا ہوں۔ یہ ہمارا لیڈر ہے۔ ابھی شیبا مدام کو تلاش کرنے جنگل میں گیا ہے۔"

"میں شیبا مدام ہوں۔ تم لوگ مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ ہمارے لیڈر ایل مانڈو کے پُراسرار باس نے حکم دیا تھا کہ برازیل کے مضافات میں ربی اسفند یار کا فارم ہے۔ وہاں شیبا مدام پہنچ رہی ہے۔ اسے اغوا کر کے لایا جائے۔ ساتھ ہی تاکید کی گئی تھی کہ ہم میں سے کوئی تمہیں اپنی آواز نہ سنائے، جو اسپینی زبان نہیں جانتے، وہ گونگے بنے رہیں۔"

"مجھے کہاں لے جایا جائے گا؟"

"یہ صرف ایل مانڈو جانتا ہے۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی سے رابطہ قائم کرتا ہے اور اچانک اپنا پروگرام بدلتا رہتا ہے۔"

میں چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ اگر شیبا اس گارڈ کے دماغ پر قابض ہوتی اور میں اس آلۂ کار کو سنبھال لیتا تو دونوں ہیلی کاپٹروں کو یہاں سے دور پہنچا دیا جاتا۔ پھر ہمیں تلاش کرنے والے دشمن مسائل کا شکار ہو جاتے۔ مجھے اطمینان ہوتا کہ وہ شیبا کو اب آسانی سے نہیں لے جا سکیں گے۔

یہ سوچ کر میں شیبا کے پاس پہنچا تاکہ اس کی سوچ کے ذریعے اُسے ہیلی کاپٹر کی طرف جانے پر مجبور کر دوں۔ مگر وہ ایک جھاڑی کے پاس چھپی ہوئی خوف سے کانپ رہی تھی۔ قصہ یہ تھا کہ جب میں نے اس آلۂ کار کے دماغ کو قابو کر کے ایک گارڈ کو

ہلاک کیا تھا۔ اور دوسرے گارڈ کے دماغ کو قابو میں کیا تھا تو وہ تمام وقت اس آلۂ کار کے ذریعے میری ٹیلی پیتھی کا تماشا دیکھ رہی تھی۔ چونکہ رسونتی کوما میں تھی، لہٰذا میری وہاں موجودگی کی تصدیق ہوگئی۔

ربّی اسفندیار نے اُسے اس معاملے میں ننھی سی پنچی بنا دیا تھا۔ مجھے ایک آسیب بنا کر اس کے دل میں ایسی دہشت بٹھا دی تھی کہ وہ میرے نام سے ڈرتی تھی۔ میرے خیال سے کانپ جاتی تھی۔ جب میں ساہیوال کے ایک اسپتال میں زخموں سے چور پڑا ہوا تھا، تب اُس نے بڑے غور سے دماغ میں آکر مجھے چیلنج کیا تھا۔ مجھ پر برتری حاصل کرتی رہی تھی۔ اس کے بعد ہی ربّی نے شاید سوچا ہوگا کہ شیبا کو برتری کا احساس نہیں ہونا چاہیے۔ وہ فریاد سے ہمیشہ سہم کر رہے تو کبھی اس کی دوستوں کی فہرست میں شامل ہونا پسند نہیں کرے گی۔ محبت کے فریب میں آنے کے بجائے دور بھاگتی رہے گی۔ اور یہی ہو رہا تھا۔ اب وہ میرے دماغ میں پہنچنے کے خیال سے بھی کانپ جاتی تھی۔

اس وقت جھاڑی میں دبک کر سوچ رہی تھی: "وہ ہے۔ وہ اب بھی میرے دماغ میں ہے اور نہ جانے کتنے عرصے سے میرے اندر سمایا ہوا ہے۔ شاید کسی محل کے تہ خانے سے مجھے پالیا۔ تبھی گوری سمیتا کو لے اُڑا۔ یا شاید اور پہلے سے میرے گھر کا بھیدی بنا ہوا ہے اور میرے دل و دماغ کی ٹن کا ڈھانپ ہے۔"

اس نے سوچتے ہوئے ذرا سر اٹھا کر جھاڑی کے پار دیکھا۔ "میں کہاں جاؤں؟ وہ میرے بالکل پاس ہے۔ مگر بولتا نہیں ہے۔ بڑی خاموشی سے مجھے اندر ہی اندر قتل کرتا جا رہا ہے۔ میں بے خبر تھی۔ اور اس کی دسترس میں تھی۔ اب باخبر ہوں۔ اب بھی اُس کے بس میں ہوں۔ مگر وہ بولتا نہیں ہے۔ کیوں نہیں بولتا ہے۔ بولو۔ اے تم بولو۔ ہاں بولو۔ نہیں تو میرا دم نکل جائے گا۔"

میں نے ..... ایک گہری سانس لی۔ سانس لینے کا مختلف انداز تھا۔ اس لیے وہ میری موجودگی کو محسوس کرنے لگی۔ ابھی اور انتظار رہتا۔ وہ میری آواز سننا چاہتی تھی۔ میں نے پچکارنے کی آواز پیدا کرتے ہوئے بڑی نرمی سے کہا: "اچھے بچے نہیں ڈرا کرتے۔"

اس کی اور پکی سانس اوپر رہ گئی۔ میں نے اُسے سانس لینے پر مجبور کیا۔ ورنہ وہ زندہ رہنا بھول جاتی۔ اس نے سینے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ دل کی طوفانی دھڑکنوں پر قابو پانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "تم ننھی بچی نہیں ہو اور نہ میں زیادہ دیر تمہیں پچکار سکتا ہوں۔ وقت ضائع نہ کرو، فوراً ہیلی کاپٹر کے گارڈ کے پاس پہنچو۔ اسے دھمکی دیتی رہو۔ وہ ہیلی کاپٹر کو وہاں سے لے جائے گا۔ یہ گانا فون پر بات کرنے والا انا ڈی ہے۔ مجھے اس کے دماغ میں رہ کر دوسرے ہیلی کاپٹر کو لے جانا ہوگا۔ اس طرح تمہیں اغوا کرنے والے تمہاری کے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔"

میں اسے سمجھا کر آلۂ کار کے پاس آیا۔ صرف دس منٹ کے اندر دونوں ہیلی کاپٹروں کے پنکھے گردش کرنے لگے تھے۔ جنگل کی پُرسکون فضا میں پھر ہلچل مچ گئی تھی۔ جیسے آندھی آگئی تھی۔ درخت کی شاخیں اور پتے زور زور سے ہل رہے تھے۔ دشمنوں کی سمجھ میں آیا کہ میں اور شیبا ان کے ہیلی کاپٹروں کو لے جا رہے ہیں۔ وہ دوڑتے آرہے تھے اور فائرنگ کرتے جا رہے تھے۔ ویسے ہمارے آلۂ کار زمین سے بلند ہو چکے تھے۔ جب تک فائرنگ کرنے والے میدانی حصے میں پہنچے، وہ دونوں ہیلی کاپٹر بلندی پر جاتے ہوئے ان کی شوٹنگ رینج سے دور نکل گئے تھے۔

رات کے وقت صرف ہیلی کاپٹر لائٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ انھوں نے دیکھنے کے لیے ٹارچیں جلائی۔ تھوڑی دیر میں وہ جنگل روشن ہوگیا۔ وہ ہیلی کاپٹروں کو دیکھ رہے تھے۔ میں آلۂ کار کے ذریعے بلندی سے انھیں دیکھ رہا تھا۔ کچھ لوگ گارڈ کی لاش کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ کچھ باتیں کر رہے تھے۔ ہم ان میں سے کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اندازہ کر سکتے تھے۔ وہ اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ میں اور شیبا ہیلی کاپٹروں کے پاس آئے، ایک گارڈ کو ہلاک کیا، دوسرے کو قابو میں کیا پھر شیبا اُس آلۂ کار کے دماغ پر قبضہ جما کر ان کے ہیلی کاپٹر لے گئی۔

وہ ایسا سمجھ رہے تھے مگر ہم فرار نہیں ہو سکے تھے۔ ابھی تک ان کے پیچھے جنگل میں چھپے ہوئے تھے۔ وہاں سے میدانی حصے کی طرف جاتے تو ان کی گرفت میں آجاتے۔ لہٰذا صرف ہیلی کاپٹر وہاں سے گئے تھے۔ میں نے پروفیسر فائر بگ کی روشنی میں ان کی گنتی کی تھی۔ وہ پندرہ تھے۔ ممکن ہے اور بھی درختوں وغیرہ کے سائے میں ہوں۔ بہرحال ہم ایک چھوٹی سی فوج کے نرغے میں تھے۔

وہ ہیلی کاپٹر سمندر کے قریب پہنچ رہے تھے۔ میں نے آلۂ کار سے پوچھا: "تیرا جاتے ہو؟"

وہ بوکھلا کر بولا: "آں۔ یہ میرے دماغ میں کوئی بولا ہے۔ مجھ پر کوئی سایہ ہے۔ میں ہیلی کاپٹر کے ایک پُرزے کے تعلق نہیں جانتا۔ مگر اسے چلا رہا ہوں۔ کیا میرا آخری وقت آگیا ہے؟"

میں نے ڈانٹ کر کہا: "زیادہ مت بولو۔ جواب دو، کیا تیرا تیرنا آتا ہے؟"

"ہاں میں اچھا تیراک ہوں۔ مگر میرے اندر کون بول رہا ہے؟"

"کوئی سوال نہ کرو۔ میری بات غور سے سنو۔ جب یہ ہیلی کاپٹر سمندر کے ساحلی حصے پر پرواز کرتا ہوا پہنچے تو تم پانی میں چھلانگ لگا دینا۔ تیار ہو جاؤ۔"

"مگر میں کیوں چھلانگ لگاؤں۔ ہیلی کاپٹر کو آرام سے زمین پر کیوں نہ اتاروں؟"

"بحث اس نہ کرو۔ تم نے میرے مشورے پر عمل نہ کیا تو ہیلی کاپٹر سمندر کے گہرے حصے کی طرف چلا جائے گا۔ پھر تم ساحل تک تیر کر نہیں آسکو گے۔ چلو دروازے کی طرف آؤ۔"

"نہیں۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"تم سیدھی طرح میرے حکم کی تعمیل نہیں کرو گے؟"

"نہیں، تم جن بھوت ہو۔ تم ٹیلی پیتھی والے ہو یا دالی ہو!"

میں نے پوچھا: "تم اسپین پہنچ کر لوگوں سے ہماری ٹیلی پیتھی کا ذکر کرو گے؟"

"ہاں کروں گا۔ میری اچھی آمدنی ہوگی۔ جو لوگ بھی ٹیلی پیتھی والوں سے براہِ راست بات کرنا نہیں چاہیں گے، وہ ایل مانڈو کی طرح میری خدمات حاصل کریں گے۔"

"میں بھول گیا تھا کہ تم ہماری پبلسٹی کر سکتے ہو۔ ذرا دیکھو تو کتنے گہرے سمندر پر پرواز کر رہے ہو۔ یہاں سے کوئی کشتی یا جہاز ہی تمہیں ساحل تک پہنچا سکتا ہے۔ اور دور دور تک کوئی نہیں ہے۔ اچھا، ہوش ٹھکانے لگ گئے ہوں تو جرأت اور ہمت سے کام لو۔ ہیلی کاپٹر سے کودو۔"

میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ دوسرے ہیلی کاپٹر میں دوسرے معمول کے پاس پہنچا۔ وہ بھی سمندر کے اوپر پرواز کر رہا تھا۔ میں نے وہاں سے آلۂ کار کے ہیلی کاپٹر کو ڈوبتے دیکھا۔ میں نے گارڈ کے دماغ کو قابو میں کیا۔ اس کے ذریعے اس ہیلی کاپٹر کے آلات میں خرابی پیدا کی پھر جیسے ہی وہ ڈگمگانے لگا، میں وہاں سے واپس آگیا۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ بھی زندہ سلامت واپس جا کر اپنے لوگوں میں ہمارا ذکر ضرور کرتا۔

شیبا اُسی جھاڑی میں چھپی ہوئی تھی۔ پتا نہیں وہ مجھ سے کتنی دور تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا اس جھاڑی میں زندگی گزر جائے گی؟"

وہ اپنے آپ میں سمٹنے لگی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے میں جھاڑی کے اندر اُس کی تنہائی میں آگیا ہوں۔ میں نے کہا: "میں سمجھتا ہوں، تنہائی میں بغیر اجازت نہیں آنا چاہیے۔ مگر جنگل میں تہذیب نہیں ہوتی۔ میں بہت زیادہ مہذب بن جاؤں گا تو دشمن تمہیں ڈھونڈ نکالیں گے۔ بہرحال تمہاری خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ اب جا رہا ہوں، میری ضرورت ہو تو مجھے مخاطب کر لینا۔"

میں اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ دشمنوں کا پتا نہیں چل رہا تھا، وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ ان کے پاس یقیناً ٹرانسمیٹر ہوگا۔ ایل مانڈو اپنے باس کو صورتِ حال بتا کر دوسرے ہیلی کاپٹر طلب کر سکتا تھا۔ اگر ایسا کوئی ذریعہ نہ ہوتا تو وہ سب صبح کا انتظار کرتے اور ہم دن کی روشنی میں ان سے چھپ کر نہیں رہ سکتے تھے۔

بعض حالات میں آدمی سوچتا رہ جاتا ہے، کچھ کر نہیں سکتا۔ ایسے میں قدرت ہی ساتھ دیتی ہے۔ اچانک جنگل کی خاموشی لرز گئی۔ شیبا کی ایک دلدوز چیخ گونج سنائی دی۔ میں نے فوراً خیال خوانی کے ذریعے ایک چیخ سنی تھی۔ وہ جھاڑی سے نکل کر بھاگ رہی تھی۔ پت اچلا، جھاڑی میں ایک سانپ نظر آگیا تھا۔ وہ بے اختیار چیخ پڑی تھی۔

میں نے کہا: "یہ کیا پاگل پن ہے۔ فوراً یہیں چھپ جاؤ ورنہ دشمنوں کی نظروں میں آجاؤ گی۔"

وہ رُک گئی۔ اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے چھپنے کی جگہ تلاش کرنے لگی۔ میں گھاس پر لیٹ گیا۔ زمین پر کان رکھ کر سننے لگا۔ بہت سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ میں نے فوراً ہی اٹھ کر اس رائفل کو اٹھایا جسے فیبا پھینک کر گئی تھی۔ اسے نال کی طرف سے پکڑ کر ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہوگیا۔ پتا نہیں وہ کتنے تھے۔ دوڑتے آرہے تھے۔ پھر وہ میرے قریب سے گزرنے لگے۔ رات مہربان تھی اور درخت مجھے چھپا رہا تھا۔

پانچ مسلح دشمن گزر چکے تھے۔ میں نے ایک ذرا اگر دن گھما کر دیکھا، چھٹا شخص دوڑنے میں پیچھے رہ گیا تھا مگر دوڑتا آرہا تھا۔ میں نے اپنی رائفل کو لاٹھی کے انداز میں تولا۔ جیسے ہی وہ قریب سے گزرنے لگا، میں نے درخت کی آڑ سے نکل کر اس کے دستے سے منہ پر شدید ضرب لگائی۔ اس کے منہ سے مختصر سی کراہ نکلی۔ پھر وہ چیخنے کے قابل نہ رہا تھا۔

میں نے اس کی اسٹین گن اٹھا لی۔ آگے جانے والا شخص رُک گیا تھا۔ پیچھے آنے والے ساتھی کو دیکھنا چاہتا تھا۔ میری اسٹین گن سے گولیاں برسیں۔ تاریکی میں جیسے شعلے بھڑکے۔ پھر اس کی زندگی کا شعلہ بجھ گیا۔

اس سے بھی آگے جانے والوں نے فائرنگ کی آواز پر مورچے بنا لیے۔ ایک نے للکار کر اجنبی زبان میں کچھ کہا۔ اس کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ مگر اس کی پوزیشن معلوم ہوگئی۔ میں اسٹین گن دونوں ہاتھوں میں لیے گھاس پر اوندھے منہ رینگتا ہوا اس کے پیچھے پہنچ گیا۔ مجھے ایک کے بجائے دو درختوں کی آڑ میں دو دشمن نظر آئے۔ میں نے فائرنگ میں دیر نہیں کی۔ ان حالات میں ذرا بھی دیر ہوتی ہے تو اندھیر ہوتا ہے۔ وہ دونوں موت کے اندھیروں میں ڈوب گئے۔ باقی دو سے بھی فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا۔ اُن میں سے ایک زخمی ہو کر گرا، دوسرا بھاگنے لگا۔

میں رینگتا ہوا زخمی شخص کے پاس پہنچا۔ اُس کے بازو

میں گولی لگی تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی رائفل کو زمین سے اٹھانا چاہا مگر کراہنے لگا۔ زخمی بازو اُسے مقابلے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔ اُس نے بایاں ہاتھ اپنے ہولسٹر کی طرف بڑھایا۔ میں نے کہا: "بائیں ہاتھ سے میرا نشانہ نہیں لے سکو گے۔"

اس نے چُھرّی دکھانا چاہی۔ میں نے اس سے زیادہ پھرتی دکھائی۔ ایک بیر سے اچھل کر قریب پہنچا پھر اس کے منہ پر زبردست ٹھوکر رسید کی۔ وہ غصّے سے گالیاں دینے اور بڑبڑانے لگا میں نے اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر کہا: "یہ تمھاری گالیاں نہیں، گولیاں ہیں، جو اب تمھارے ساتھیوں کو ملیں گی۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق وہاں سے اٹھا۔ رائفل کو بائیں ہاتھ سے اٹھایا پھر کراہتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی تلاش میں بھاگنے لگا۔ کئی بار اس نے پلٹ کر ایک ہاتھ سے رائفل چلانے کے متعلق سوچا۔ مگر میں نے اجازت نہیں دی۔

تھوڑی دیر میں وہ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا۔ ہانپتے ہوئے تکلیف سے کراہتے ہوئے اپنے لیڈر کے قدموں میں گر پڑا۔ ایل مانڈو نے اس پر جھکتے ہوئے اجنبی زبان میں پوچھا: "کون گولیاں چلا رہا تھا؟ شیبا یا اس کا ساتھی؟"

میں اپنے عمول کے دماغ سے اجنبی زبان کا ترجمہ سن رہا تھا۔ اس نے جواب دیا: "اس کے ساتھی نے ہمارے پانچ ساتھیوں کو مار ڈالا ہے۔ اب ہم سب کی باری ہے۔"

ایل مانڈو کے حکم سے دو آدمی اُس زخمی کو سہارا دے کر لے جانے لگے۔ اسی وقت میں نے فائرنگ کی۔ اسٹین گن چلتی ہے تو روکنے سے ہی رکتی ہے۔ جب میں نے روکا تو پانچ اور ختم ہو چکے تھے۔ ایل مانڈو اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ بچ کر نکل گیا تھا۔

میں نے حساب کیا۔ ایک گارڈ پہلے مارا گیا تھا۔ دو افراد ہیلی کاپٹروں میں بیٹھ کر جہنم کی طرف گئے تھے۔ پہلے میں نے چار کو مارا تھا، ایک کو زخمی کیا تھا۔ بعد میں پانچ کو ٹھکانے لگایا تھا۔ کُل بارہ دشمن فنا ہو چکے تھے۔ ایل مانڈو کے ساتھ دو رہ گئے تھے۔ وہ تینوں کہیں چھپ گئے تھے۔ یا کہیں دور نکل گئے تھے۔ ان کی طرف سے جوابی کارروائی نہیں ہو رہی تھی۔

میں نے پھر زمین سے کان لگا کر سنا۔ قدموں کی آواز دور ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے آواز کی سمت کا تعین کیا پھر محتاط انداز میں اُدھر جانے لگا۔ سو پچاس گز کا فاصلہ طے کرنے کے بعد رُک جاتا تھا، کان لگا کر سنتا تھا پھر آگے بڑھ جاتا تھا۔ اس دوران شیبا اُن کی نظروں میں آ گئی۔

میں اُس سے کہہ چکا تھا: اب نہیں آؤں گا۔ ضرورت کے وقت وہ خود مجھے مخاطب کرے۔ دشمنوں نے اُسے چیخنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ اُس کے منہ پر سختی سے ہاتھ رکھ کر دھمکی دی تھی کہ شور مچائے گی تو ماری جائے گی۔

دشمن ٹیلی پیتھی سے ڈرتے ہیں۔ مگر بعض اوقات ہمارا طریقۂ کار کو بھول جاتے ہیں۔ ان احمقوں نے یہ نہیں سوچا کہ منہ پر ہاتھ رکھنے یا مار ڈالنے کی دھمکی دینے سے خیال خوانی کی پرواز نہیں رُکے گی۔ شیبا نے مجبوری کی حالت میں مجھے مخاطب کیا: "مجھے بچاؤ، جلدی آؤ۔ یہ مجھے مار ڈالیں گے۔"

میں قدموں کی آوازوں کے ذریعے ان کے قریب پہنچ چکا تھا۔ ایل مانڈو آگے جا رہا تھا، شیبا پیچھے تھی۔ اس کے پیچھے دو مسلّح شخص اسٹین گنیں لیے چل رہے تھے۔ میں نے ریوالور کو سنبھالا۔ پیچھے کا چاند کچھ واضح ہو چکا تھا۔ چاندنی بڑی حد تک دشمنوں کو نمایاں کر رہی تھی۔ میں نے ایک کا نشانہ لیا اور گولی داغ دی۔ وہ اچھل کر گرا۔ دوسرا بھاگ کر درخت کے پیچھے چھپنا چاہتا تھا۔ وہ درخت دور تھا۔ وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی دوسری گولی نے اس کے قدم اُکھاڑ دیے۔ ایل مانڈو پھر بچ نکلا۔ ان دونوں سے نمٹنے کے بعد جب میں نے اُسے ڈھونڈا تو وہ غائب ہو چکا تھا۔ شیبا تنہا کھڑی رہ گئی تھی۔

میں نے کہا: "تمھاری تنہائی میں بغیر اجازت نہیں آ سکتا۔ اگر تم ایل مانڈو کی گولی سے محفوظ رہنا چاہتی ہو تو میری طرف چلی آؤ۔ میں تمھارے پیچھے ہوں۔"

اس نے گھوم کر دیکھا۔ میں نے درخت کی آڑ سے ہاتھ ہلایا۔ وہ دوڑتی ہوئی چلی آئی۔ وقت کیسے کیسے تماشے دکھاتا ہے۔ وہ دور بھاگنے والی، دوڑتی ہوئی پاس آ گئی تھی۔ میں نے بند آواز سے کہا: "ایل مانڈو! تم جہاں بھی ہو، میری آواز تم تک پہنچ رہی ہے۔ اچھی طرح سُن لو۔ تم ہماری ٹیلی پیتھی کی داستان سنانے کے لیے اپنے لوگوں تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

اتنا کہتے ہی میں شیبا کو لے کر گھاس پر گر پڑا۔ وہ مجھے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا: "ایل مانڈو میری آواز کی سمت کا تعین کر کے پیچھے سے حملہ کر سکتا ہے۔ یوں گر پڑنا ایک احتیاطی تدبیر ہے۔"

وہ میرے مشورے کے مطابق میرے ساتھ ساتھ گھاس پر اوندھے منہ رینگنے لگی۔ جب وہ تھک گئی تو میں نے کہا: "اتنا ہی کافی ہے۔ ہم بہت دور نکل آئے ہیں۔ یہاں کچھ دیر سُستا سکو گی۔"

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگا۔ دور تک وضاحت سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے پاس پڑے ہوئے ایک پتھر کو اٹھایا پھر اُسے پوری قوت سے پھینک دیا تھا۔ کافی فاصلے پر اس کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ ایل مانڈو ہوتا تو چونک کر بے اختیار اس پتھر کی جگہ فائرنگ کرتا۔ مگر ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔

لڑی خاموشی چھائی رہی۔

میں نے ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر کہا: "تم سامنے والے درخت سے لگ کر آرام کرو۔ وہاں سے میرے پیچھے دیکھتی رہو۔ میں تمھارے پیچھے نظر رکھوں گا پھر میری سماعی قوت تیز ہے۔ آنے والے کی چاپ سُن لوں گا۔"

وہ میرے سامنے والے درخت کے پاس گئی مگر بیٹھ نہ سکی۔ بھاگ کر میرے پاس آ گئی۔ میں نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

"وہ... وہ درخت پر گرگٹ ہے۔"

"اپنے سگے سے کیا ڈرنا۔ یہ لو ریوالور، مجھے مار دو۔ اور ہنسی خوشی گرگٹ کے ساتھ زندگی گزارو۔"

وہ میرے پاس بیٹھ گئی۔ ریوالور لے لیا۔ گھوم کر دوسرے درخت پر گرگٹ کو دیکھا۔ پھر اس کا صحیح نشانہ لگایا۔ میں نے کہا: "یہ غائب ہو گیا کہ تمھارا نشانہ سچّا ہے۔ فائرنگ کی آواز ایل مانڈو نے ضرور سُنی ہو گی۔"

وہ سر جھکا کر خیال خوانی کے ذریعے بولی: "اس ریوالور میں باقی گولیاں دشمن کے لیے ہیں۔ دوست کے لیے نہیں۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا: "کیا تم نے مجھے دوست کہا؟"

"میں دوست کا صحیح مفہوم نہیں سمجھتی کیوں کہ کسی سے کبھی دوستی نہیں کی۔ جب دوستی سیکھ لوں گی تو تمھارے سوال کا جواب دوں گی۔"

"تم کب تک خیال خوانی کے ذریعے بولو گی؟ زبان سے گفتگو کرو گی؟"

وہ منہ پھیرے بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے روبرو ہو کر زبان سے کچھ بولتے ہوئے شرما رہی تھی۔ سوچ رہی تھی: "کیا فرہاد جیسے پسند کرتا ہے، اُسے ایسے ہی متاثر کرتے ہوئے بیٹھے انداز میں ٹریپ کرتا ہے؟"

وہ ایسا سوچتے وقت بھول گئی کہ میں اس کی سوچ پڑھ سکتا ہوں۔ میں نے کہا: "تم نے اب تک میرے متعلق جو کچھ سُنا ہے اُس میں جھوٹ زیادہ اور سچ کم ہے۔ میں نے جسے پسند کیا، اُسے کبھی اس کی مرضی کے خلاف ٹریپ نہیں کیا۔ یہ حقیقت موٹی عقل سے بھی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے دل میں... زبردستی اپنی محبت پیدا نہیں کر سکتا۔ اُس پر جبر تو کر سکتا ہے، مگر اپنی طرف مائل نہیں کر سکتا۔"

وہ ذرا دیر چُپ رہی۔ پھر بولی: "ایک وعدہ کرو گے؟"

"وعدہ سُن کر وعدہ کروں گا۔"

"میں چاہتی ہوں، میری لاعلمی میں میری سوچیں نہ پڑھا کرو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ جب تک تم سے کوئی نقصان پہنچنے کا خطرہ نہیں ہو گا، میں تمھارے دماغ میں اجازت حاصل کیے بغیر نہیں آؤں گا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں، میری ذات سے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"سوچ سمجھ کر زبان دو۔ یہ تم اپنے ربّی کے اعتماد کے خلاف بول رہی ہو۔"

وہ پریشان ہو گئی۔ ربّی یاد آئے تو یہ بھی یاد آیا کہ میں اسرائیلی حکومت اور یہودی قوم کا دشمن ہوں۔ میں نے کہا: "میں یہودی قوم کا دشمن نہیں ہوں۔ کسی بھی قوم کے تمام افراد نیک اور صالح نہیں ہوتے، ہر قوم میں فرشتے بھی ہوتے ہیں اور شیطان بھی۔ تمھاری قوم میں جو شیطان ہیں، میں اُن کا دشمن ہوں۔"

"میں بھی شیطانوں کی دشمن ہوں۔ خواہ وہ میری قوم میں کیوں نہ ہوں۔ کیا تم ان کی نشاندہی کر سکتے ہو؟"

میں کہنا چاہتا تھا، کیا یہ شیطانیت نہیں ہے کہ کوئی بیٹی بیٹی بنائے اور اس رشتے کے پیچھے تمھارے باپ کو قتل کرا دے اور ماں کو جیتے جی تم سے جُدا کر دے۔ اور ذرا بھی ماں بیٹی کے ملنے کا شبہ ہو، تو ماں کو بھی ایک دن قتل کرانے سے دریغ نہ کرے۔"

وہ ربّی پر اندھا اعتماد کرتی تھی۔ میں ایسا کہتا تو وہ کبھی یقین نہ کرتی۔ میں نے کہا: "میں جلد ہی نشاندہی کر دوں گا۔"

"ابھی کیوں نہیں کرتے؟"

"میں پہلے ثبوت فراہم کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم نے میرے دشمنوں کو ختم کیا ہے۔ میری جان بچائی ہے۔ میں کسی ثبوت کے بغیر تم پر اعتماد کرتی ہوں۔"

"ابھی نہیں۔"

"کیوں نہیں؟"

"تم ایک عرصے تک مجھ سے دہشت زدہ رہیں۔ ربّی اسفندیار نے تمھیں سمجھایا ہے کہ میں خطرناک اور ناقابلِ اعتماد ہوں۔ پہلے یہ فیصلہ کرو کہ ربّی اسفندیار نے میرے متعلق سچ کہا ہے یا نہیں؟ اگر سچ کہا ہے تو اس پر اعتماد کرو۔ اور اگر ربّی کی بات کو غلط سمجھتی ہو تو اس کا مطلب ہو گا، واقعی مجھ پر اعتماد کرتی ہو۔ فیصلہ تم پر ہے۔"

وہ چند لمحوں تک پس و پیش میں رہی۔ پھر بولی: "محترم ربّی کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ کیا تم انھیں درمیان میں لا کر مجھے ان کے خلاف بھڑکانا چاہتے ہو؟"

"میں نے سیدھی سی بات کہی ہے۔ اگر وہ سچّے ہیں تو میں ناقابلِ اعتماد ہوں۔ ایسی صورت میں تم ثبوت کے بغیر مجھ پر اعتماد نہیں کرو گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی: "کیا ہم ساری رات جنگل میں ہی گزار دیں گے؟"

"میں دشمنوں کے خوف کبھی ایک جگہ نہیں ٹھہرتا۔ سونیا

ہوتی تو مجھ سے پہلے تیر کی طرح یہاں سے نکل جاتی۔ یہ تمھاری زندگی میں پہلا موقع ہے پہلی بار عملی طور پر دشمنوں کا سامنا کر رہی ہو یہاں ٹیلی پیتھی ہمیشہ کام نہیں آتی۔ ایسی صورت میں تم میرے ساتھ زیادہ نہیں چل سکو گی۔ کہیں سے کوئی اندھی گولی آئے گی تو ٹھنڈی پڑ جاؤ گی۔"

وہ ناگواری سے بولی "کیا سونیا کو کہیں سے اندھی گولی نہیں لگتی؟"

"سونیا اور اعلیٰ بی بی کی چھٹی حس حیرت انگیز طور پر بیدار رہتی ہے۔ وہ ہلکی سی آہٹ کو خطرے کا سائرن سمجھ کر فوراً جوابی کارروائی کرتی ہیں۔ ایک جگہ بیٹھی نہیں رہ جائیں۔"

وہ فوراً اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر تن کر بولی "میں دیکھتی ہوں، وہ ایل مانڈو میرا کیا بگاڑے گا۔"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا "ریوالور سنبھال کر رکھو۔ ابھی استعمال نہ کرنا۔"

میں نے اس کے چاروں طرف گھوم کر اسٹین گن سے فائرنگ کی۔ اگر وہ کہیں ہوتا تو پہلے فائرنگ سے بچاؤ کرتا۔ پھر جوابی فائر کرتا۔ اس سے پہلے ہی میں شیبا کا ہاتھ پکڑ کر درخت کی آڑ میں آ گیا۔ ایک پتھر کو اٹھا کر دور تک لڑھکا دیا۔ یہ سوچا جا سکتا تھا کہ ہم فائرنگ کے بعد اُدھر بھاگ رہے ہیں۔ اتنی تدابیر کے باوجود جوابی فائرنگ نہیں ہوئی۔

میں نے آگے بڑھتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "دماغ میں آؤں؟"

اس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"ہم خطرہ مول لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس دوران خیال خوانی کے ذریعے باتیں کریں گے۔ ورنہ گفتگو کی آواز پر کہیں سے گولی آ سکتی ہے۔"

وہ چپ چاپ چلنے لگی۔ ہمیں وقت گزرنے کا پتا ہی نہ چلا۔ یوں کہنا چاہیے کہ ہمیں کھڑی دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ ہم نے ابھی ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کیا تھا کہ صبح کی ہلکی سی روشنی جھلکنے لگی۔ میں نے کہا "اب ہم فارم کے راستے کا تعین کر سکیں گے۔"

وہ خوش ہو گئی۔ ویسے بڑی نازک سی تھی۔ تھوڑی دور چلتے ہی تھک جاتی تھی۔ کبھی چلتے چلتے پیچھے ہو جاتی تھی۔ ایسے ہی وقت میں نے ہلکی سی چیخ سنی۔ پلٹ کر دیکھا تو ایل مانڈو نے اس کی گردن کو ایک ہاتھ سے دبوچ رکھا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے چاقو نضا میں بلند کر کے جیسے دھمکی دے رہا تھا کہ میں ایک قدم بھی اٹھاؤں گا تو چاقو اس کے خوبصورت جسم میں پیوست ہو جائے گا۔

شیبا کے دیدے خوف سے پھیل گئے تھے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کہہ رہی تھی "مم... میں مرنا نہیں چاہتی۔ خدا کے لیے مجھے بچا لو۔"

میں نے ایل مانڈو سے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

اس نے مجھے ہتھیار پھینکنے کا اشارہ کیا۔ میں نے اسٹین گن کو دور پھینک کر شیبا سے پوچھا "تمھارا ریوالور کیا ہوا؟"

"وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر قدموں کے پاس گرا پڑا ہے۔ ابھی اس پر ایل مانڈو کی نظر نہیں پڑی ہے۔"

میں نے دشمن کو باتوں میں لگانے کے لیے کہا "معلوم ہوتا ہے تمھارے ہتھیار کے کارتوس ختم ہو گئے اور تم نے انھیں پھینک دیا۔ اسی لیے صرف چاقو لے کر آئے ہو۔"

وہ شیبا کو لیے میری اسٹین گن کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں اس سے آنکھیں ملاتے ہوئے ریوالور کی طرف آنے لگا۔ اسی وقت اس نے ریوالور کو دیکھ لیا۔ مجھے رکنے کا اشارہ کیا۔ میں نے کہا "تم بھی اسٹین گن کی طرف نہیں جاؤ گے۔ یاد رکھو میں نے شیبا کی جان بچانے کے لیے ہتھیار کو پھینکا ہے لیکن میری جان کو خطرہ ہو گا تو تمھارے اسٹین گن تک پہنچنے سے پہلے میں ریوالور تک پہنچ جاؤں گا۔"

وہ الجھن میں پڑ گیا۔ پھر شیبا کو لے کر دوسری طرف جاتے ہوئے مجھے بھی آنے کا اشارہ کیا۔ میں اس کے پیچھے جانے لگا۔ وہ شیبا کے ساتھ الٹے قدموں جا رہا تھا۔ یعنی اس کا رُخ میری طرف تھا۔ ہم ریوالور اور اسٹین گن سے دور ہوتے گئے۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے سوچا یوں کام نہیں چلے گا۔ شاید ایل مانڈو کو کمک پہنچنے والی ہے اور یہ اس طرح وقت ضائع کر رہا ہے۔

میں نے شیبا سے کہا "میں تمھارے دماغ میں رہوں گا تم پہلے سے کہیں زیادہ قوت محسوس کرو گی۔ ایک دو تین کہہ کر اس کے چاقو والے ہاتھ کو جھٹکا دو۔ اُسے اپنے سے ذرا دور کرو۔ میرے لیے اتنا کافی ہو گا۔"

اس نے "ایک دو تین" کہا۔ تین کہنے سے پہلے میں نے فلائنگ کک کے لیے فضا میں چھلانگ لگائی۔ اُدھر چاقو والا ہاتھ ذرا ہٹا، اِدھر میں نے اس کے مدِ مقابل پر فلائنگ کک ماری۔ وہ مار کھا کر پیچھے گیا۔ شیبا آزاد ہو گئی۔

مگر چاقو ابھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ ہاتھوں پر دستانے چڑھے ہوئے تھے۔ وہ حملہ کرنے کے لیے پینترا بدلنے لگا۔ میں نے کہا "دستانے پہن کر کبھی کامیاب حملہ نہیں کر سکو گے۔"

اس نے حملہ کیا، میں بچ گیا۔ کن انکھیوں سے شیبا کو دیکھتے ہوئے بولا "سونیا ہوتی تو چپ چاپ کھڑی تماشا نہ دیکھتی۔"

وہ بے بسی سے بولی "میں فائٹر نہیں ہوں۔"

"سونیا بھی شاذ و نادر ہی کسی سے مقابلہ کرتی ہے۔ اکثر ذہانت سے دشمنوں کا کیا بگاڑا کرتی ہے۔"

اس دوران اس نے چاقو سے دوسرا حملہ کیا۔ میں اچھل کر پیچھے چلا گیا۔ وہ پھر حملہ کرنا چاہتا تھا مگر گڑبڑا کر رہ گیا۔ میں نے سونیا کا حوالہ دے کر شیبا کو تاؤ دلایا تھا۔ اور اس نے تاؤ میں آ کر اپنی ذہانت کا ثبوت دینے کے لیے ایل مانڈو کو پتھر مار دیا تھا۔ بے چاری اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتی تھی۔

بہرحال پتھر اس کے ہاتھ میں لگا۔ چاقو ہاتھ سے نکل کر دور گیا۔ اور میں نے پاس آ کر کراٹے کے جوہر دکھانے شروع کر دیے وہ بھی کم نہیں تھا۔ جوابی حملہ کر رہا تھا۔ بڑا ہی گبرو جوان تھا۔ خوبصورت بھی تھا۔ خطرناک بھی تھا۔ ہمارے درمیان زبردست جنگ ہو رہی تھی۔ ایسے میں ہم پنجہ آزمائی کے مرحلے سے بھی گزرنے لگے۔

اور تب میں نے کچھ محسوس کیا۔ اُس نے دونوں ہاتھوں میں دستانے پہنے ہوئے تھے، اس کا دایاں پنجہ بھرپور نہیں تھا۔ میں نے پوچھا "تم نے دستانے کیوں پہن رکھے ہیں؟"

سوال فضول تھا۔ وہ گونگا بنا ہوا تھا۔ میں اُسے رگیدتے ہوئے ایک درخت تک لے گیا۔ اسی وقت ٹھائیں سے گولی چلی۔ ایل مانڈو کے بائیں بازو سے لہو بہنے لگا۔ شیبا اب ایکشن میں آ گئی تھی۔ ہماری جنگ کے دوران دوڑتے ہوئے اُدھر گئی تھی جہاں ریوالور گرا پڑا تھا۔ وہاں سے ریوالور لاتے ہی پھر اپنے سچے نشانے کا ثبوت دیا تھا۔

میں نے اسی لمحے ایل مانڈو کے دائیں ہاتھ سے دستانے اتار دیے۔ وہ بازو کی تکلیف کے باعث جدّوجہد نہ کر سکا۔ دستانے اترتے ہی میں نے وہ دیکھا، جو پنجہ آزمائی کے دوران محسوس کرتا رہا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ساڑھے چار انگلیاں تھیں۔ اسے دیکھ کر ایک دم سے میرا سر گھومنے لگا۔ مرجانہ کی آخری باتیں دماغ میں گونجنے لگیں۔ اس نے کہا تھا "وہ دونوں جوان مرد اور عورت تقریباً ہم شکل تھے۔ شاید بھائی بہن تھے۔ جب میں نے اس حسین لڑکی کے دائیں ہاتھ سے دستانہ اتارا تو اس کے ہاتھ میں بھی ساڑھے چار انگلیاں تھیں۔"

یہ باتیں یاد آتے ہی میں نے ایل مانڈو کو گھورتے ہوئے دیکھا۔ مرجانہ کے بیان کے مطابق وہ خوبرو تھا۔ اپنی بہن کی طرح خوبصورت مگر مردانہ حسن لیے۔ شکل ایک جیسی۔ کیا دونوں بھائی بہن کے دائیں ہاتھ بھی ایک جیسے ہوں گے؟

مرجانہ کے بیان کے مطابق بہن کے ہاتھ میں ساڑھے چار انگلیاں تھیں۔

میری آنکھیں بتا رہی تھیں کہ بھائی کے ہاتھ میں بھی ساڑھے چار انگلیاں تھیں۔

میں نے گرج کر پوچھا "کون ہو تم؟ تم کون ہو؟ جلدی بتاؤ ورنہ۔"

میں نے بات ادھوری چھوڑ کر شیبا کے ہاتھ سے ریوالور لیا پھر کہا "بولو تمھاری ایک ہم شکل بہن ہے۔ تم بھائی بہن مرجانہ کو ایسے کمرے میں لے گئے تھے، جس کا فرش گول گھومتا ہے۔ بولو یہ سچ ہے؟"

میں نے غصے میں گولی چلائی۔ اس کا بایاں بازو پہلے ہی زخمی تھا۔ بائیں ہاتھ کی کلائی میں بھی سوراخ ہو گیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے بیٹھنا چاہتا تھا، میں نے دوڑ کر چاقو کو زمین پر سے اٹھایا۔ پھر اس کے بال پکڑ کر بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر دوبارہ کھڑا کر دیا۔ اس کے دائیں پنجے کو درخت کے تنے پر رکھ کر ہتھیلی میں چاقو پیوست کر دیا۔

اس کے حلق سے چیخ نکلی مگر وہ ہاتھ نہیں ہلا سکتا تھا۔ بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ میں نے چاقو کے پھل سے اس کے دائیں پنجے کو درخت سے ٹانک دیا تھا۔ دوسرا ہاتھ اس قابل نہیں تھا کہ وہ چاقو سے نجات دلا سکتا۔

میں نے ذرا دور ہو کر انگلی اٹھاتے ہوئے کہا "میری ایک ایک محبت تمھارے سرد خانوں میں میرا انتظار کر رہی ہے۔ بتاؤ، مجھے وہاں پہنچاؤ۔ ورنہ خدا کی قسم تمھاری لاش نہیں گراؤں گا، تمھیں تڑپا تڑپا کر زندہ رکھوں گا۔ اور تمھاری آخری سانس تک اپنی محبتوں کا پتا پوچھتا رہوں گا۔"

شیبا حیرانی سے میری باتیں سُن رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی وغیرہ کا سراغ ملنے والا ہے۔ میں نے ایل مانڈو کے سامنے ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے کہا "میں نہیں جانتا کہ دونوں بھائی بہن کے ہاتھوں میں ساڑھے چار انگلیاں کیونکر ہیں۔ قدرت کے کھیل سمجھ میں نہیں آتے۔ اور اگر سمجھنے والوں کی سمجھ میں آتے ہیں تو میں بعد میں سمجھوں گا۔ اگر تم بھائی بہن جُڑواں پیدا ہوئے تھے تو یقین کرو میں تمھارے بعد تمھاری بہن تک پہنچ جاؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر انکار میں سر ہلانے لگا۔ میں نے کہا "زبان کھول، میری محبت کے دروازے کھول۔ میں تیری زندگی کا دروازہ کھول دوں گا، دیکھ تیری ہتھیلی سے قطرہ قطرہ خون بہہ رہا ہے۔ تیرا دماغ قطرہ قطرہ کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ اور میں کمزور دماغ کو بولنا سکھا دیتا ہوں۔ بول! میں انتظار کر رہا ہوں۔ بول ری ساڑھے چار انگلیا بول!"

اوقات اپنا ہی خنجر اپنی ہی موت

بعض کا سبب بن جاتا ہے۔ وہ درخت سے لگا کھڑا تھا۔ اس کا خنجر اس کی ہتھیلی سے گزرتا ہوا درخت کے تنے میں پیوست ہو گیا تھا۔ گویا کہ وہ کیل سے ٹھونک دیا گیا تھا اور درخت سے چپکا دیا گیا تھا۔ وہاں سے ہل نہیں سکتا تھا۔ صرف فریاد کر سکتا تھا لیکن فریاد اس لیے نہیں کر رہا تھا کہ وہ اپنی زبان اور اپنا لہجہ ہمیں سنانا نہیں چاہتا تھا۔ بندوق کی گولی اندھی اور بہری ہوتی ہے لیکن تیلی پیتی کے ہتھیار سے نکلنے والی گولی کے کان ہوتے ہیں۔ وہ زبان اور لہجے کی طرف جاتی ہے اور دماغ میں پیوست ہو جاتی ہے۔

پہلے اس کا دایاں بازو زخمی ہوا تھا۔ خون پہلے ہی کافی بہہ چکا تھا۔ جہاں ہتھیلی میں خنجر پیوست ہوا تھا وہاں بھی خون کی مقدار بس اتنی ہی رہ گئی تھی کہ بوند بوند ٹپک رہا تھا۔

درخت سے ٹیک لگا کر کھڑے رہنے کے باوجود اب اس کے پاؤں میں سکت نہیں رہی تھی۔ جسم کمزور ہو چکا تھا۔ سر گھوم رہا تھا۔ آنکھیں کمزوری سے بند ہونا چاہتی تھیں۔ مگر وہ پلکیں جھپک کر آنکھیں کھول دیتا تھا۔ دیدے پھاڑ پھاڑ کر میری طرف دیکھتا تھا۔ میں نے قریب آ کر اس کے جبڑوں کو سختی سے تھام کر جھنجوڑتے ہوئے کہا: "ایل مانڈو! اب بھی زبان کھول دو۔ میں تمہاری ہتھیلی سے خنجر نکال رہا ہوں۔"

میں نے خنجر کو ہتھیلی سے کھینچ لیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ میں اب اس کے کمزور دماغ میں پہنچ تو سکتا تھا مگر اس کی سوچ کا کوئی لہجہ، کوئی زبان ضروری تھی اور جو زبان وہ بولتا آیا تھا وہ میرے لیے اجنبی تھی۔

میں اس کی آنکھوں کے ذریعے اس کے دماغ میں اُتر کر اس کی کمزوری اور شکست خوردگی کو سمجھ رہا تھا۔ یہ بھی جلد سمجھ میں آ گیا کہ وہ انگریزی نہیں جانتا ہے۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ گھاس پر گر کر کراہنے لگا۔

میں نے شیخ الفارس سے رابطہ قائم کیا پھر ان سے کہا: "مجھے فوری طور پر ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہے۔"

میں نے مختصراً بتایا کہ کس طرح شیبا میرے پاس پہنچی ہے اور ایک ایسا شخص میرے پاس ہے جس کے ذریعے ہم سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کا سراغ لگا سکتے ہیں۔ اس پُراسرار دشمن تک پہنچ سکتے ہیں۔

میری تمام باتیں سننے کے بعد شیخ الفارس نے کہا۔

"فکر نہ کرو، ہم جلد سے جلد تمہیں ہیلی کاپٹر پہنچائیں گے ہمارے ہاں ایسی زبان جاننے والے بہت سے لوگ ہیں۔ ہم اس سے سب کچھ اگلوا لیں گے۔"

میں نے ایل مانڈو کی طرف دیکھا۔ وہ گھاس پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ رک رک کر سانس لے رہا تھا۔ یوں لگتا تھا اب تب میں دم نکلنے والا ہو۔ میں نے سوچا اگر بابا صاحب کے ادارے سے یا پیرس کے کسی فلائنگ کلب سے ہیلی کاپٹر آئے گا تو کم از کم دو ڈھائی گھنٹے لگیں گے۔ اس وقت تک یہ جانبر نہ ہو سکے گا۔

میں نے چپکے سے شیخ الفارس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا کہ وہ کس طرح کے انتظامات کر رہے ہیں۔ واقعی وہ ہم سے زیادہ ذہین اور معاملہ فہم تھے۔ انھوں نے لندن میں رہنے والے ماتحتوں سے رابطہ قائم کیا تھا۔ انھیں ہدایات دے رہے تھے کہ فوراً ایک ہیلی کاپٹر لے کر فریاد کے پاس پہنچا جائے۔

وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہدایات دے رہے تھے۔ میں نے کہا: "میں آپ کے اس ماتحت کی آواز سن رہا ہوں۔ اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ ہیلی کاپٹر میں جو بھی آئے گا میں دماغی رابطے کے ذریعے اسے ہدایت دیتا جاؤں گا۔ وہ ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔ ایک ڈاکٹر اور ضروری طبی امداد کا سامان ضرور بھیجا جائے۔"

شیبا مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کیا تم خیال خوانی میں مصروف ہو؟"

میں نے پوچھا: "کیا تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ میرے قریب آئی پھر سر جھکا کر بولی: "میرے محترم ربی پریشان ہوں گے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

"ان کی پریشانی کا حل میرے پاس نہیں ہے۔ کوئی اڑن کھٹولا ہوتا تو اس میں بیٹھ کر تم پہنچ جاتیں۔"

"میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ میں وہاں جانا نہیں چاہتی۔ جاؤں گی تو پھر یہ کھلی فضا نصیب نہیں ہو گی۔"

"بہتر ہے، تم ان سے دماغی رابطہ قائم کرو۔ اس طرح معلوم ہو گا کہ وہ تمہیں اس جنگل سے نکالنے کے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں۔"

وہ اپنی دو انگلیوں کے ناخنوں سے کھیلنے لگی۔ پھر اس نے بڑی بڑی کٹورا جیسی آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی: "میں محترم ربی کو نہیں بتا

سکتی کہ تمہارے ساتھ ہوں۔"

"میں نے کب کہا کہ انھیں بتاؤ۔ یہ بات انھیں معلوم نہیں ہونا چاہیے۔"

"وہ پوچھیں گے، میں کس کے ساتھ ہوں؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ تم لکی والٹسن کے ساتھ ہو۔"

یہ کہتے ہی میں شیبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ربی اسفندیار نے پوچھا: "کیا تم ہو؟"

"جی ہاں، میں شیبا ہوں۔"

انھوں نے ایک گہری سانس لی۔ دماغ کے تاریک خانے میں اگر کوئی پہنچے اور وہ یوگا کا ماہر ہو تو فوراً محسوس کر لیتا ہے لیکن ایک سوچ کے لیے راستہ کھولے تو دوسری سوچ کی لہر بھی اس راستے سے گزر کر دماغ کے اندھیرے میں چھپ سکتی ہے اس طرح اسے دوسری سوچ کی خبر کا پتا نہیں چلتا۔

میں پہلے بھی شیبا کے ذریعے ان کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا لیکن احتیاطاً ایسا نہیں کیا۔ اس بات کا اندیشہ تھا، ربی اسفندیار دوسری سوچ کی لہر کو کسی اور طرح سے محسوس کر لیتے کہ شیبا کے دماغ میں فریاد یا رسونتی پہنچ چکے ہیں۔ میں انھیں ذرا بھی شبہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا لیکن آج پہلی بار ربی اسفندیار کے دماغ میں شیبا کے حوالے سے داخل ہو چکا تھا۔

جب میں نے ربی کے دماغ کو اس کی گہرائی میں پہنچ کر ٹٹولنا چاہا تو ان کے اندر کچھ اضطراب پیدا ہوا۔ انھوں نے پریشان ہو کر کہا: "بیٹی! پتا نہیں مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے، تم ذرا میرے دماغ سے باہر جاؤ۔"

یہ کہتے ہی انھوں نے سانس روکی۔ سانس روکتے ہی سوچ کی لہریں آپ ہی آپ دماغ سے باہر نکل جاتی ہیں۔ خواہ وہ ایک لہر ہو یا کئی لہریں ہوں۔ یوں میں شیبا کے ساتھ باہر نکل آیا۔

اس نے پھر ربی کو مخاطب کیا۔ ربی نے کہا: "ہاں اب تم میرے دماغ میں رہ سکتی ہو۔"

اس نے پوچھا: "آپ نے مجھے باہر جانے کے لیے کیوں کہا تھا۔ کوئی خاص بات ہے؟"

"میری چھٹی حس کہہ رہی تھی، کوئی خطرہ ہے مگر کس قسم کا خطرہ ہے، کہاں خطرہ ہے، میں سمجھ نہ سکا۔ میرے اندر جو اضطراب تھا وہ تمہارے دماغ سے جاتے ہی دور ہو گیا اور میں نے سکون محسوس کیا تھا۔"

"کیا وہ پہلے جیسی بے چینی ہے؟"

"نہیں، اب میں پُرسکون ہوں۔ تم فوراً اپنے متعلق بتاؤ۔ کیا اپنے فارم میں پہنچ گئی ہو؟"

"ابھی تک جنگل میں بھٹک رہی ہوں۔ میں اپنے حالات بتاؤں گی تو آپ اور زیادہ پریشان ہو جائیں گے۔"

"میری فکر نہ کرو بتاؤ، تم کن حالات سے گزر رہی ہو؟"

"تھوڑی دیر پہلے انجانے دشمنوں نے مجھے گھیر لیا تھا۔ اگر لکی والٹسن نہ ہوتا تو میں بچ کر نہ آ سکتی تھی۔"

"ریڈی کہاں چلا گیا ہے۔ وہی ٹرانسمیٹر کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کرتا تھا۔"

"ریڈی اور تمام خادم دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے ہیں۔"

"ٹرانسمیٹر کہاں ہے؟"

"اسی کے پاس رہ گیا ہو گا۔ میں اپنی جان بچانے کی فکر میں تھی۔ ٹرانسمیٹر کی طرف دھیان نہیں دیا۔ یوں بھی مجھے اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں تو اس کے بغیر ہی باتیں کر رہی ہوں۔"

"لیکن بیٹی! ہم نے سوچا کیا تھا اور کیا ہو رہا ہے۔ وہ تمام خادم تمہیں وہاں سے فارم تک لے جانے اور... لکی والٹسن کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے گئے تھے۔ جسے مرنا چاہیے تھا وہ زندہ ہے اور جو مارنے والے تھے، وہ سب کے سب مر گئے۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے؟"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟"

"ذرا سوچو، غور کرو۔ کہا لکی والٹسن ایک غیر معمولی شخص نہیں ہے۔"

"ہاں، اپنے علم کے حوالے سے مختلف شخص ہے۔"

"مگر علم نجوم کے ذریعے وہ ہمارے خادموں سے نہیں لڑ سکتا تھا۔ ان انجانے دشمنوں سے بھی نہیں جو تمہیں مارنے آئے تھے۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"مجھے لکی والٹسن سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔"

"لیکن میں تو مطمئن ہوں۔ جب سے یہ میرے ساتھ ہے، قدم قدم پر حفاظت کر رہا ہے۔ جو بھی دشمن بن کر آتا ہے، اسے کبھی ذہانت سے کبھی طاقت سے اور کبھی ہتھیاروں سے ختم کر دیتا ہے۔"

"ایسا شخص ہمارا رازدار بن کر رہا تو ہم کہیں کے نہیں

رہیں گے۔"

"محترم بزرگ! یہ پہلے ہی کہہ چکا ہے بلکہ اپنے متعلق پیشگوئی کر چکا ہے کہ کچھ لوگ دوست بن کر اسے ہلاک کرنے کی تدبیریں کریں گے اور ناکام ہوتے رہیں گے۔ اسے ابھی زندہ رہنا ہے۔ کاتبِ تقدیر جب تک اجازت نہیں دے گا، اس وقت تک موت قریب نہیں آئے گی۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ اس کی پیشگوئی درست ہو۔ جیسے ہی فارم تک پہنچے گا، اس کی تقدیر بدل جائے گی۔ مشکل یہ ہے کہ میرے آدمیوں کے پاس وہی ایک ٹرانسمیٹر تھا۔ میں یہاں سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ انھیں تمھارے پاس بھیج نہیں سکتا۔ ان کمبختوں کو بھی یہ عقل ہونی چاہیے کہ جب ان کے ساتھی جنگل سے واپس نہیں آئے ہیں تو انھیں دوسری ٹیم لے کر جانا چاہیے۔"

میں وساغی طور پر حاضر ہو کر ایل مانڈو کو دیکھنے لگا۔ وہ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ میں نے قریب جا کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ پھر کان لگا کر سنا۔ دل ابھی دھڑک رہا تھا۔ پھر میں نے نبض ٹٹولی۔ اس کی رفتار بہت سست تھی۔ میں نے لندن میں رہنے والے ماتحت سے رابطہ قائم کیا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہا تھا اور ہماری طرف چلا آ رہا تھا۔ میں اسے گائڈ کرنے لگا۔ میں نے اسے بتایا کہ جنگل کے جس حصے میں ہوں وہاں کس قسم کے درخت ہیں اور اُدھر ایک اونچا سا ٹیلہ ہے۔ ٹیلے پر لکڑی کے ایک مکان کا ٹوٹا ہوا ڈھانچہ ہے۔ کبھی وہاں ریسٹ ہاؤس رہا ہوگا۔ شکار کھیلنے والے ادھر آتے ہوں گے۔ اسی ریسٹ ہاؤس کی نشاندہی کر رہی تھی، اب کوئی نہیں آتا ہے۔

بہر حال میں اسے گائڈ کرتا رہا۔ اس ہیلی کاپٹر کو پرواز کرتے ہوئے چالیس منٹ ہو چکے تھے۔ ٹھیک ایک گھنٹے دس منٹ کے بعد وہ ہمارے اطراف ڈرا بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ پھر اسی میدانی حصے میں جا کر اُتر گیا۔ مزید دس منٹ کے بعد دو اشخاص دوڑتے ہوئے ادھر آئے۔ میں نے کہا: "ایل مانڈو کو اٹھا کر لے چلو۔" پھر میں نے شیبا سے کہا: "آؤ، ہم چلتے ہیں۔"

اس نے حیران ہو کر پوچھا: "کیا یہ تمھارے آدمی ہیں؟"

"ہاں۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی: "میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"اس جنگل میں تنہا رہنے کا ارادہ ہے یا دشمن پسند آ گئے ہیں۔ تم کیا سمجھتی ہو، وہ جو ناکام ہو گئے ہیں، دوبارہ تمھیں گھیرنا نہیں چاہیں گے۔ جب کہ انھیں تمھاری اصلیت بھی معلوم ہو چکی ہے۔"

"فرہاد! تم درست کہتے ہو۔ میں تمھارا احسان بھی مانتی ہوں مگر میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"اس جنگل میں تنہا رہنے کا شوق ہے تو بڑے شوق سے رہو۔"

وہ دونوں ایل مانڈو کو اٹھا کر لے جا چکے تھے۔ میں آگے بڑھ گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر میں نے اسے اپنی طرف آنے پر مائل کیا۔ وہ میرے پیچھے پیچھے آتے ہوئے بولی: "میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔ میں محترم ربی کو چھوڑ نہیں سکتی لیکن ان کے پاس تل ابیب میں بھی نہیں رہ سکتی۔ میں آزادی اور کھلی فضا چاہتی ہوں۔"

"کیا میرے ساتھ تمھیں آزادی اور کھلی فضا میسر نہیں ہے؟"

"ہے تو سہی مگر تم... تم...."

"ہاں، ہاں بولو۔ میں حسین لڑکیوں پر ڈورے ڈالتا ہوں۔ انھیں دوست بناتا ہوں۔ پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے، بوٹی بوٹی کر کے ان کا اچار، چٹنی، مربّہ بنا کر ہوس کے شوربے میں سجا دیتا ہوں۔"

"یہ جھوٹ تو نہیں ہے۔ تمھاری ساتھی عورتیں جو...."

میں نے بات کاٹ کر کہا: "تمھیں ان عورتوں سے جا کر پوچھنا چاہیے۔ معلوم کرنا چاہیے کہ انھوں نے میرا ساتھ دینا کیوں پسند کیا؟ عورتیں یہ تو شکایت کرتی ہیں کہ مرد ہوس پرست ہوتا ہے لیکن وہ ایک عورت کے ہوتے ہوئے اس کی سوکن بن کر چلی آتی ہیں۔ ایک سوکن نہیں، دو سوکن نہیں، کئی کئی سوکنیں۔ اس وقت یہ کیوں بھولے جاتی ہیں کہ دنیا میں صرف ایک ہی مرد نہیں ہے۔ لاکھوں ہیں، کروڑوں ہیں، اربوں ہیں۔ اگر کئی عورتیں ایک ہی مرد کی ہم سفر بن کر رہنا چاہتی ہیں تو اس میں اس ایک مرد کا نہیں ان عورتوں کا قصور ہے۔ یہ بات اگر تمھاری سمجھ میں نہیں آتی ہے تو تم اسی جنگل میں رہو۔ میں نے تمھیں اپنے پیچھے آنے کے لیے تو نہیں کہا ہے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔ عورتیں جب مجبور ہوتی ہیں تب ہی ایک مرد کا سہارا لینے کے لیے اس کا ہاتھ پکڑتی ہیں۔ کیوں کہ عورت کی فطرت میں وفاداری اور محبت کوٹ کوٹ

بھری ہے اس لیے وہ ایک مرد کے بعد کسی دوسرے کا تصور نہیں کرتیں۔ اس طرح اسی ایک مرد کے جال میں پھنسی رہ جاتی ہیں۔"

"میں تمھیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں، میرے جال میں ہرگز پھنسنا۔ تم اس وقت مصیبت میں ہو۔ میں تمھیں مصیبت سے نکالنا چاہتا ہوں۔ میں تمھیں فارم میں نہیں جانے دوں گا۔"

"کیوں نہیں جانے دو گے؟"

"تم آزادی اور کھلی فضا چاہتی ہو۔ ربی کو جب سے معلوم ہوا ہے کہ تم جنگلات میں بھٹک رہی ہو اور انجانے دشمن بھی تمھیں اغوا کرنا چاہتے ہیں تو اب اس کا فیصلہ بدل گیا ہوگا۔ وہ تمھیں کبھی آزاد نہیں چھوڑے گا۔ تمھیں تل ابیب کے اسی خوبصورت سے شیش محل میں لے جائے گا جو تمھارے لیے قید خانہ بنا ہوا تھا۔"

"تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"میں جہاں بھی جا رہا ہوں، وہ جگہ تمھیں پسند نہ آئے زیرِ اردعہ ہے، تم ہر حال میں آزاد رہو گی۔ وہاں سے جب جانا چاہو گی، کوئی تمھیں نہیں روکے گا۔"

وہ ذرا مطمئن ہو گئی۔ ہم ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ ہیلی کاپٹر کے پچھلے حصے میں ایل مانڈو کو لٹا دیا گیا تھا۔ اسے فوری طبی امداد پہنچائی جا رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر پرواز کرنے لگا تھا۔ میں نے سوئچ کے ذریعے کہا: "ابھی ربی اسفندیار سے رابطہ قائم نہ کرنا۔ ورنہ تمھیں بتانا ہوگا کہ یہاں سے جا رہی ہو۔"

"یہ بات ابھی نہ سہی، بعد میں انھیں معلوم ہو جائے گی۔"

"تم دو گھنٹے بعد ان سے رابطہ قائم کرنا اور کہنا کسی نے تمھارے سر پر شدید ضرب لگائی تھی۔ اور تم بے ہوش ہو گئی تھیں۔ اب آنکھ کھلنے پر اپنے آپ کو کسی اجنبی جگہ پا رہی ہو۔"

"مگر کس جگہ؟"

"جو تمھارے دل میں آئے کہہ دینا۔ بعد میں ہم اس بات کو نبھا لیں گے۔"

شیخ الفارس نے اپنے ماتحتوں کو جو طریقۂ کار بتایا تھا اس پر عمل کیا جا رہا تھا۔ ہمارا ہیلی کاپٹر لندن کے ایک فلائنگ کلب تک پہنچا، وہاں سے ہم کار میں بیٹھ کر دوسرے فلائنگ کلب میں پہنچے۔ ہمارے لیے دوسرا ہیلی کاپٹر تیار تھا۔ ہم اس کے ذریعے پیرس پہنچ گئے۔ پیرس کے اس فلائنگ کلب سے ہم نے کار کے ذریعے سفر کیا اور دوسرے فلائنگ کلب پہنچ کر بابا صاحب کے ادارے کے خاص ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئے آخر ادارے کے احاطے میں پہنچ گئے۔

اتنی احتیاط اس لیے برتی گئی کہ ربی اسفندیار یا دوسرے انجانے دشمن یہ معلوم کرنا چاہیں کہ شیبا ہیلی کاپٹر سے کہاں گئی ہے تو آئس آف مین کے فلائنگ کلب سے پتا چلے گا کہ ایک ہیلی کاپٹر لندن سے آیا تھا اور فلاں وقت واپس گیا۔ پھر لندن کے اس فلائنگ کلب سے رابطہ قائم کیا جائے گا تو رپورٹ ملے گی کہ یہاں شیبا، مکی والٹسن اور کچھ لوگوں کے ساتھ پہنچی تھی، پھر کار میں بیٹھ کر کہیں چلی گئی۔ یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ وہاں سے ہم دوسرے فلائنگ کلب میں گئے تھے کیونکہ دوسرے فلائنگ کلب وغیرہ سے کتنے ہی ہیلی کاپٹر مختلف ممالک کی طرف پرواز کرتے رہتے ہیں۔ مکی والٹسن شیبا کو لے کر کس ملک میں گیا ہے یا وہیں رہ گیا ہے، یہ جاننا بہت دشوار ہو گا۔

ایل مانڈو کو ہیلی کاپٹر سے اتار کر فوراً ہی ایمرجنسی وارڈ میں پہنچا دیا گیا۔ شیبا نے حیرانی سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ بابا فرید واسطی کا ادارہ ہے۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر کہا: "میں سمجھ رہی تھی، ضرور تم مجھے ایسی جگہ لاؤ گے جہاں سے نکلنا ناممکن ہو جائے گا۔"

"تم غلط سمجھ رہی تھیں۔"

شیخ الفارس ہمارے استقبال کے لیے ہیلی کاپٹر تک آئے تھے۔ وہ شیبا کو دیکھنا چاہتے تھے۔ اس بات کی خوشی تھی کہ دشمن کا ایک بہت ہی اہم مہرہ ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے۔ میں نے ان سے کہا: "جناب! شیبا کو یقین ہونا چاہیے کہ یہ قیدی بنا کر نہیں لائی گئی ہے۔ لہٰذا یہ جانا چاہیے تو یہ ہیلی کاپٹر اس کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔"

شیخ الفارس نے پدرانہ شفقت سے پوچھا: "بیٹی شیبا! تم کہاں جاؤ گی؟"

پھر انھوں نے پائلٹ سے کہا: "تم ہماری بیٹی کے احکامات کی تعمیل کرو گے۔"

میں نے کہا: "کیا سوچ رہی ہو؟ ہم کوئی ڈراما نہیں کر رہے ہیں۔ تم ہمیں ہر طرح آزما سکتی ہو۔"

اس نے ہچکچاتے ہوئے مجھے دیکھا پھر سر جھکا کر ہیلی کاپٹر کی سیڑھی کی طرف چلی گئی۔ اس میں سوار ہونے کے بعد اس نے پھر میری طرف دیکھا۔ سیڑھی ہٹا لی گئی۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب میں اس کے دماغ میں تھا۔ وہ پائلٹ سے کہہ رہی تھی: "ہم فلائی کریں گے۔ میں سوچ رہی ہوں کہ مجھے کہاں

جانا چاہیے؟"

پائلٹ نے حکم کی تعمیل کی۔ ہیلی کاپٹر وہاں سے پرواز کرنے لگا۔ ہم اسے دور جاتے دیکھتے رہے۔ میں نے کہا "شیبا! میں نے تم سے وعدہ کیا تھا' بغیر اجازت تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گا۔ اگر تمہیں مجھ سے رابطہ قائم کرنا ہو تو مجھے مخاطب کرلینا۔ میں تمہارے دماغ سے جارہا ہوں۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ میں پائلٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد پائلٹ سے کہا "اگر میں تل ابیب جانا چاہوں تو؟"

پائلٹ نے کہا "میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا لیکن اس ہیلی کاپٹر کو فرانس کی حدود میں پرواز کرنے کی اجازت ہے۔ باہر جانے کے لیے مخصوص اجازت نامے کی ضرورت ہوگی۔"

اس نے ذرا سوچنے کے بعد کہا "مجھے کسی فلائنگ کلب میں پہنچا دو۔"

"جو حکم۔ مادام! آپ دس منٹ کے اندر ایک فلائنگ کلب کے لینڈنگ گراؤنڈ تک پہنچ جائیں گی۔ چونکہ آپ ہماری مہمان ہیں اس لیے مناسب مشورہ دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ کی شخصیت معمولی نہیں ہے۔ دشمن آپ کی تاک میں ہیں۔ آپ کسی فلائنگ کلب میں جائیں گی یا ہوٹل میں قیام کریں گی تو ان کی نظروں میں آجائیں گی۔"

شیبا اس سے باتیں کرنے کے دوران سوچنے کے انداز میں چُپ ہوتی تھی لیکن پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر اسے ٹٹولتی تھی۔ کہیں وہ دھوکا تو نہیں دے رہا ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی چال ہو۔ صرف وفاداری کی نمائش ہو رہی ہو لیکن ہر بار اس نے پائلٹ کو اپنے فرض کے سلسلے میں دیانت دار پایا۔ وہ سچ مچ شیخ الفارس کے حکم کے مطابق شیبا کے احکامات کی تعمیل کر رہا تھا۔

میں پائلٹ کے دماغ سے واپس آگیا۔ شیخ الفارس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا "وہ آرہی ہے۔"

تھوڑی دیر میں وہ پھر اسی جگہ موجود تھی۔ ہیلی کاپٹر سے باہر آکر مجھے دیکھتے ہی اس نے سر کو جھکا لیا تھا۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا "مجھے بے حد خوشی ہے کہ تم مجھ پر اور بابا صاحب کے ادارے کے معزز افراد پر اعتماد کرنے آئی ہو۔ ہم تمہارے اعتماد کو دھوکا نہیں دیں گے۔ یہ ایک مرد کی زبان ہے کہ میں تمہیں کبھی محبت کا فریب نہیں دوں گا اور نہ ہی تمہیں اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

ہم وہاں سے ادارے کے اسپتال میں آئے۔ ایک بند کمرے میں ایل مانڈو کی مرہم پٹی کی جارہی تھی۔ اسے ہوش میں لانے کی کوششیں جاری تھیں۔ پھر میں نے ایک ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ اس پر نفسیاتی اثر ڈال رہے تھے۔ آہستہ آہستہ اس کے کان کے پاس سرگوشی میں کہہ رہے تھے "ایل مانڈو! ایل مانڈو تم زندہ ہو۔ تم مرد ہو، دلیر ہو اور اب اپنے آدمیوں میں پہنچ گئے ہو۔"

یہ فقرے کئی بار دہرائے گئے۔ اسے ہوش آرہا تھا اور وہ یہی فقرے بار بار سن رہا تھا۔ پھر اس نے کراہتے ہوئے پوچھا "میں کہاں ہوں؟"

"جہاں تمہیں ہونا چاہیے۔ ہم نے تمہارے دشمن کو مار ڈالا ہے اور شیبا کو اپنے ساتھ لے آئے ہیں۔ تم اپنے دماغ پر زور دو۔ خود سمجھو کہ کہاں ہو؟"

اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر نہ کھول سکا۔ اس پر تیز روشنی پڑ رہی تھی۔ باقی چاروں طرف کی بتیاں بجھا دی گئی تھیں تاکہ اس کمرے کا ماحول اسے نظر نہ آئے۔ صرف روشنی ہی روشنی دکھائی دے۔ اس نے کراہتے ہوئے کہا "یہ کتنی تیز روشنی ہے۔ کیا میں میڈرڈ میں ہوں؟"

"شاباش تم ہوش میں آرہے ہو۔ اب ثابت کرو کہ اپنے حواس میں بھی ہو۔ اپنا نام، اپنی ولدیت اور اپنا پتا ٹھکانا آہستہ آہستہ سوچتے جاؤ۔"

میں جس کے دماغ میں تھا، وہ انگریزی اور اسپین کی مقامی زبانیں بھی جانتا تھا۔ میں اس کے ذریعے ایل مانڈو کی باتوں کا ترجمہ سمجھتا جارہا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ اپنا نام اور ولدیت وغیرہ بتاتا جارہا تھا پھر اس نے اپنا پتا بتایا۔ وہ میڈرڈ شہر کے ایک علاقے سلمانکا میں کالے ڈی گویا کی شاہراہ کے قریب رہتا تھا۔ اس سے سوال کیا گیا "تمہارا پڑوسی اسرار باس کون ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ وہ کبھی میرے سامنے نہیں آتا۔"

"کیا تم اس کی آواز سے اسے پہچان سکتے ہو؟"

"وہ مجھے آواز بھی نہیں سناتا۔ پہلے کہتا تھا کہ بیوی فرہاد سنکنے میں نہ آئے اس وقت تک کسی سے نہیں بولے گا۔ بعد میں یہ بھی کہنے لگا۔ اب فرہاد نہیں، ایک اور ہستی ہے اس کا نام شیبا ہے۔ جب تک وہ بھی گرفت میں نہیں آجاتی میرا باس گونگا بنا رہے گا۔"

"تمہارے باس کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ شیبا نامی لڑکی

ہیتھی جانتی ہے؟"

"ہمارا باس ایک ایسا راز ہے جو سمندر سے زیادہ گہرا ہے۔ وہ کبھی اپنی ذات کے متعلق کچھ نہیں بتاتا۔ پھر اپنے حالات کے متعلق ہمیں کیسے بتا سکتا ہے۔ ہاں مگر میں تمہیں اندازہ کیا ہے۔"

"کیسا اندازہ؟ تمہارا اپنا کیا خیال ہے۔ شیبا کے متعلق ہے کیسے معلوم ہوا؟"

"ہم نے... ہم نے..."

وہ کہتے کہتے رکنے لگا۔ اسے سانس لینے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ فوری طور پر اسے آکسیجن پہنچائی گئی۔ پھر اس سے یہی سوال کیا گیا۔ اس نے کہا "ہم نے وادیٔ قاف میں طیاروں کے ذریعے گیس بم کی شیلنگ کی تھی۔ ایسے بھی بم برسائے تھے جو ہلاکت کا باعث بنے تھے۔ بعد میں جب ہم وادیٔ قاف پہنچے تو ہم نے رسونتی، اعلیٰ بی بی، مرجانہ اور ٹارٹربلا کی طرف رجوع کی۔ وہ زندہ تھے لیکن پارس لاپتا تھا۔ ہم نے باس کے حکم کے مطابق مرجانہ اور ٹارٹربلا کو میڈرڈ پہنچا دیا۔ سونیا رسونتی اور اعلیٰ بی بی کو لے کر لاسکا کے ایک شہر تنانا چلے گئے، وہاں کی ایک ایسا ٹری میں ان تینوں کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد ہماری ڈیوٹی ختم ہوگئی۔ میں اپنے آدمیوں کے ساتھ میڈرڈ واپس چلا آیا۔"

اس کے بیان کے مطابق مرجانہ اور ٹارٹربلا کو میڈرڈ پہنچایا گیا تھا۔ شاید وہی وہ جگہ تھی جہاں مرجانہ سے میں نے آخری بار رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ ٹرالی بیڈ پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کمرے کا فرش گھوم رہا تھا۔ وہیں اس نے دو ہمشکل بہنوں کو دیکھا تھا۔ اس نے بہن کے داہنے ہاتھ میں ساڑھے چار انگلیاں دیکھی تھیں۔ اس کے بھائی ایل مانڈو کے ہاتھ کی انگلیاں تھیں۔ اس کی انگلیاں گن نہیں سکتی تھی، اور انھیں میں نے گن لیا تھا اور وہ شکار اب ہمارے آپریشن تھیٹر میں پڑا ہوا تھا۔

میں نے شیخ الفارس سے کہا "میں ابھی لاسکا جاؤں گا اور آپ مجھے وہاں کے شہر تنانا پہنچانے کا فوری طور پر انتظام کریں۔"

انھوں نے میرے شانے کو تھپک کر کہا "صبر کرو۔ ہمیں سراغ مل گیا ہے۔ یقیناً وہ تنانا شہر کے سرد خانے میں پہلی گی۔ ہم تمہاری روانگی کا انتظام کرتے ہیں۔ تم کل سے جاگے ہوئے ہو۔ تم نے نیند پوری نہیں کی ہے۔ ٹھیک سے کھایا پیا نہیں ہے...."

میں نے بات کاٹ کر کہا "مجھے بھوک نہیں ہے۔ مجھے نیند نہیں آرہی ہے۔ سونا ہوگا، کھانا ہوگا تو میں سفر کے دوران اپنی ضروریات پوری کرسکتا ہوں۔"

"جلد بازی سے کام نہ لو۔ تم مجھے اپنا بزرگ سمجھتے ہو' یہ بھی تسلیم کرتے ہو کہ میں کبھی غلط مشورہ نہیں دیتا۔ میں جب تک انتظامات کر رہا ہوں' اس وقت تک نیند پوری کرلو۔ زیادہ بحث نہ کرو۔ اب جاؤ۔"

اگرچہ میں پرواز کرکے تنانا شہر پہنچ جانا چاہتا تھا، سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کو ایک نظر دیکھ لینے کی تڑپ ایسی تھی کہ میں بیان نہیں کرسکتا تاہم مجھے شیخ الفارس کا زرا بزرگانہ انداز میں ڈانٹنا بہت اچھا لگا۔ اتنی بڑی دنیا میں کوئی تو ہے جو مجھے بچہ سمجھ کر ڈانٹ سکتا ہے، سمجھا سکتا ہے۔ میں سر جھکا کر وہاں سے چلا آیا۔ شیبا کے لیے الگ رہائش کا بہترین انتظام کیا گیا تھا۔ وہ مجھ سے رخصت ہوگئی۔ ایک کمرا میرے لیے مخصوص تھا۔ میں سو جانا چاہتا تھا مگر شیخ الفارس کی نصیحت یاد آئی۔ کہ بھوکے پیٹ نہیں سونا چاہیے۔ میں نے تھوڑے سے پھل کھائے، ایک گلاس دودھ پیا۔ اس دوران خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے شیبا کی ماما کے پاس پہنچ گیا۔

وہ ممتا کی ماری ایک البم کھول کر اپنی بیٹی کی تصویر دیکھ رہی تھیں اس البم میں شروع سے آخر تک شیبا کے بچپن سے لے کر جوانی تک کی تصویریں موجود تھیں۔ وہ تصویروں کو دیکھتی جارہی تھیں اور کڑھتی جارہی تھیں۔ سوچ رہی تھیں، "میں محترم ربی کو کیا کہہ سکتی ہوں۔ کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ انھوں نے اعلانیہ میری بیٹی کو اپنی بیٹی بنا لیا ہے۔ جیسے یہ بھی کوئی سرکاری فیصلہ ہو۔ اگر کسی نیک مقصد کے لیے بنایا گیا ہے اور نیک ارادے ہیں تو ماں سے بیٹی کو جدا کرنا کیا ضروری ہے؟"

میں جس انداز میں چاہتا تھا وہ اسی انداز میں سوچ رہی تھیں پھر میں ان کی سوچ کے ذریعے اس بات پر آمادہ کرنے لگا کہ انھیں تل ابیب سے باہر بلکہ اسرائیل سے باہر کسی دوسرے ملک میں آب و ہوا کی تبدیلی کے لیے جانا چاہیے۔ وہ شیبا کی ایک بڑی سی تصویر کو دیکھ رہی تھیں۔ میں نے ان کے دماغ میں ایسا تاثر پیدا کیا جیسے وہ تصویر زندہ ہو رہی ہو۔ ویسے بھی تصویر میں شیبا مسکرا رہی تھی۔ بہت صاف تصویر تھی جیسے بیٹی سامنے بیٹھی ہو۔

یوں بھی جس سے شدید محبت ہوتی ہے اس کی تصویر نہ ہو تب بھی وہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے اور وہ تو جیتی

بیٹی تھی۔ ماں کے دل کی دھڑکن تھی۔ میں نے ایسے محسوس کیا جیسے تصویر بولنے لگی ہو۔ پھر میں نے شیبا کی آواز اور لہجے میں کہا: "ماما! میں ہوں۔ دیکھو میں بول رہی ہوں۔ تصویر میں سے بول رہی ہوں۔"

ماں کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ غور سے تصویر کو دیکھنے لگیں۔ میں نے شیبا کی آواز میں پھر کہا: "ماما! تم چلی آؤ۔ اسرائیل سے باہر نکل آؤ۔ میں ملوں گی۔ کہیں نہ کہیں تم سے ضرور ملوں گی۔"

ماما نے بے چین ہو کر پوچھا: "کیا تم تل ابیب میں نہیں ہو؟ اسرائیل سے باہر ہو؟"

"ہاں، ماما، بس اتنا ہی کہتی ہوں اور کچھ نہیں کہوں گی۔ لو، اب تصویر بن رہی ہوں۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ ماں نے اسے مخاطب کیا، پکارا۔ "بیٹی بیٹی، بولو۔ دیکھو تصویر نہ بنو۔ ہائے اولاد کی محبت کتنی ظالم ہوتی ہے۔ کبھی خوابوں میں ستاتی ہے۔ کبھی جاگتے میں رُلاتی ہے اور تصویر دیکھو تو زندہ ہو کر دل میں ایسے دھڑکنے لگتی ہے جیسے اب تب میں دم نکلنے والا ہو۔ محبت کرنے والے ہی جانتے ہیں کہ ایک ماں کو اولاد کی محبت کس طرح مارتی ہے۔ میں آؤں گی۔ میری بچی، میں ضرور اسرائیل سے باہر کہیں آؤں گی۔ ضرور آؤں گی۔ میرا دل کہتا ہے تم مجھ سے ضرور ملو گی۔"

میں نے پھر ماما کی سوچ میں کہا: "مجھے محترم ربی سے فون پر رابطہ قائم کرنا چاہیے اور بیٹی سے ملنے کی فرمائش کرنا چاہیے۔"

اس خیال کے تحت ماما نے فون کا ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد آواز آئی: "ہیلو، میں محترم بیشوا کا سیکرٹری بول رہا ہوں۔"

"میں شیبا کی ماما ہوں۔ محترم ربی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہولڈ آن کیجیے۔"

تھوڑی دیر بعد ربی کی آواز سنائی دی: "کیا بات ہے بیٹی؟"

"محترم بزرگ! میں کتنے دنوں سے بیٹی کو دیکھنا چاہتی ہوں مگر اسے دیکھ نہ سکی۔ پلیز، فون پر ہی اس کی آواز سنا دیجیے۔"

ذرا دیر کے لیے خاموشی رہی۔ یقیناً ربی اسفندیار سوچ میں پڑ گئے ہوں گے، جب شیبا نہیں ہے تو آواز کیسے سنائی جائے؟ پھر انھوں نے کھنکار کر ذرا گلا صاف کرتے ہوئے کہا: "مجھے افسوس ہے۔ شیبا سات دن کی مسلسل عبادت میں مصروف ہے۔ اس عبادت کے دوران نہ تو وہ کسی سے مل سکے گی اور نہ ہی کسی سے بات کر سکے گی۔ تم سات دن کے بعد اس سے مل سکو گی۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے اس کی سوچ میں سمجھایا: "مجھے دھوکا دیا جا رہا ہے۔ میری بیٹی یہاں نہیں ہے۔ سات دن کی مہلت مانگی گئی ہے۔ پتا نہیں، یہ سات دن پورے ہوں گے یا ستر دن اور ستر سال بن جائیں گے۔ مجھے اپنے غدار بھروسا کرنا چاہیے۔ قدرتی حالات اور کبھی اندر کی روح بن کر حقیقت بیان کرتی ہے۔ اس تصویر نے کہا ہے، مجھے اسرائیل سے باہر جانا چاہیے، وہ مجھے ملے گی، ضرور کہیں ملے گی۔ ہاں، میں باہر جاؤں گی۔"

میرا کام بن گیا۔ میں دماغی طور پر واپس آیا۔ پھر بستر پر چاروں شانے چت لیٹ کر اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ دماغ کو ہدایت دی۔ اس کے بعد گہری نیند میں ڈوب گیا۔

مجھے الاسکا کے شہر تنانا پہنچنے کی جلدی تھی۔ رہ رہ کر سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کا خیال آتا تھا۔ میں نے صرف چار گھنٹے کی نیند پوری کی، اس کے بعد اٹھ کر بیٹھ گیا۔ شیخ الفارس سے دماغی رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا: "میں نے نیند پوری کر لی ہے۔ آپ بتائیں کیا انتظامات ہوئے ہیں؟"

انھوں نے کہا: "الاسکا میں ہمارے ادارے کے صرف چار آدمی ہیں۔ ان میں ایک ڈاکٹر میکا کس ہے۔ ہم نے اسے یہاں واپس آنے کے لیے کہا ہے تاکہ تم اس کے روپ میں وہاں جا سکو۔ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے جاؤ گے تو کسی بھی میڈیکل لیبارٹری اور سرد خانے میں پہنچ سکو گے۔"

"پتا نہیں، ڈاکٹر میکا کس کب یہاں پہنچے گا۔"

"تم جلدی نہ کرو۔ اطمینان سے کام کرو۔ ہمیں ان کا سراغ مل گیا ہے۔ بڑی سہولت سے وہاں اس طرح پہنچا جائے کہ دشمنوں کو ہماری آہٹ بھی نہ ملے۔ اگر وہ پہلے سے محتاط ہو جائیں گے تو تمھارے لیے قدم قدم پر دشواریاں پیدا ہوں گی۔"

"کچھ معلوم تو ہو، ڈاکٹر کب یہاں پہنچ رہا ہے؟"

"وہ روانہ ہو چکا ہے۔ آج رات کو پہنچ جائے گا۔ کل ایک طیارے میں تمھارے لیے سیٹ ریزرو کرائی جا رہی ہے۔ اس کے یہاں آنے تک تمھارے چہرے کی سرجری کی جائے گی اور تمھیں مکمل ڈاکٹر میکا کس بنا دیا جائے گا۔ اس دوران

تم اس کے متعلق اسٹڈی کرتے رہو گے۔"

میں نے غسل کیا۔ اچھا سا لباس پہنا۔ پھر دو طلبا اور طالبات کی رہنمائی میں ایک ایسے کمرے میں پہنچا جہاں چاروں طرف آئینے لگے ہوئے تھے۔ وہاں میرے چہرے کو تبدیل کرنے کے سلسلے میں انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ ایک کیسٹ ریکارڈر سامنے رکھا ہوا تھا۔ شیخ الفارس وہاں موجود تھے۔ انھوں نے کہا: "تم میک اپ کے دوران یہ کیسٹ سنتے رہو گے۔ اس میں میکا کس کی آواز، اس کا لب و لہجہ صاف طور پر سنائی دے گا۔ اس میں اس کے متعلق ضروری معلومات بھی ہیں۔"

میں آئینوں کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کیسٹ ریکارڈر کو آن کیا گیا۔ پھر دوسرا جن میرے چہرے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ میں ڈاکٹر میکا کس کی آواز سن رہا تھا۔ آدھے گھنٹے کے بعد میں نے کہا: "اسے بند کر دیجیے۔ میں تھوڑی دیر خاموش رہنا چاہتا ہوں۔"

ریکارڈر کو آف کر دیا گیا۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور ڈاکٹر میکا کس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا اور ہماری طرف آ رہا تھا۔ بہت سی باتیں کتابوں میں ہوتی ہیں، ڈائری میں ہوتی ہیں، کیسٹ میں ہوتی ہیں یا زبان پر ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ جاننے کی ضرورت رہ جاتی ہے جسے انسان تمام دنیا والوں سے چھپاتا ہے۔ میں یہی معلوم کرنے کے لیے اس کے پاس آیا تھا۔

وہ ایک ذہین ڈاکٹر تھا۔ اس نے بچپن سے بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پائی تھی۔ وہیں سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اور ایک بہت ہی باصلاحیت ڈاکٹر بن کر وہاں سے عملی میدان میں آیا تھا۔ مختلف ممالک میں اپنی خدمات انجام دیتا ہوا الاسکا کے شہر تنانا پہنچ گیا تھا۔ وہاں رہ کر بھی وہ بابا صاحب کے ادارے کا وفادار رہا۔ تنانا کے میڈیکل سینٹر اور وہاں کی سوسائٹی میں کوئی اس کا تعلق بابا فرید واسطی کے ادارے سے نہیں جانتا تھا اور نہ ہی اس نے کسی کو بتایا تھا۔

اس کی سب سے بڑی کمزوری اس کی حسن پرستی تھی۔ اس نے شیخ الفارس پر اپنی یہ کمزوری ظاہر نہیں کی تھی۔ ایسی باتوں کو نہ تو وہ ڈائری میں لکھتا تھا، نہ زبان پر لاتا تھا۔ یہ تو میں اس کے اندر پہنچ کر بہت سی ڈھکی چھپی باتوں کو سمجھتا جا رہا تھا۔

میں نے شیبا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ میں اس سے اجازت لینا چاہتا تھا کہ اس کی تنہائی میں آنا چاہیے یا نہیں، لیکن وہ گہری نیند میں تھی۔ میں واپس چلا آیا۔ بے چاری تھکی ہوئی تھی۔ زندگی میں پہلی بار جنگل کے اونچے نیچے راستوں سے رات بھر گزرتی رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ایسا بھیانک تجربہ پھر کبھی نہیں ہو گا۔ یہ اس کا معصوم سا خیال تھا۔ جیسے کوئی ننھی سی بچی بھیانک خواب دیکھ کر بیدار ہو جائے اور سوچے، آئندہ وہ خواب کبھی نہیں دیکھے گی لیکن جو کچھ بھی اس پر گزری وہ خواب نہیں تھا۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ زندگی کے عملی میدان میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں لے کر آئی ہے۔ ابھی اسے کتنے ہی عذابوں سے گزرنا ہو گا۔

میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ ربی اسفندیار کے متعلق سوچتا رہا۔ جن دنوں شیبا ان کے پاس تھی اور میں شیبا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی باتیں سنتا تھا، انھی دنوں اس کے آس پاس آنے جانے والے خادموں اور خادماؤں کی بھی آوازیں سنی تھیں۔ ان میں سے ایک خادم کی آواز اور اسکاب و لہجہ مجھے یاد تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ربی کے محل نما بنگلے کے ایک حصے سے گزرتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ پتا چلا وہاں کوئی سیکیورٹی آفیسر آیا ہوا ہے اور ربی سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ اس خادم نے آفیسر کو ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے لیے کہا۔ وہ ڈرائنگ روم میں

کڑوی کسیلی، نمکین اور چٹپٹی تحریروں سے مرصع

اردو ادب کی ایک نئی صنف

جگر فرائی

انجم انصار کے قلم سے

ماہنامہ پاکیزہ میں شائع ہونے والے طنز و مزاحیہ افسانچے

زندگی کے چٹختے بجھتے لمحوں پر ایک نادر کتاب

اداسی، وقت، میں، خوشیوں کا نسخہ نایاب

قیمت -/۵۰ روپے

خرید کر پڑھیے، کھو جائے تو شکایت

مفید برائے طبیعت

مضحکہ خیز حد تک

آپ کی لائبریری میں ایک حسین اضافہ

ڈاک خرچ -/۱۰ روپے

کتابیات پبلیکیشنز

پوسٹ بکس ۱۲۲، رضوان چیمبرز، بلوریا اسٹریٹ، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی ۷۴۰۰۰

آیا۔ ذرا دیر بعد ربی اسفندیار بھی وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے پوچھا: "آفیسر کیا بات ہے؟"

آفیسر نے چند کاغذات ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "شیبا کی ماما نے ملک سے باہر جانے کی درخواست دی ہے اور یہ ان کا پاسپورٹ وغیرہ ہے۔"

ربی نے سر جھکا کر خادم کو دیکھا۔ ان کی نظریں سب پہچانتے تھے۔ خادم سر جھکا کر وہاں سے چلا گیا۔ ویسے اب میں اس آفیسر کے دماغ میں تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "جناب! آپ نے حکم دیا تھا کہ شیبا کے خاندان کا کوئی بھی فرد ملک سے باہر جائے یا کوئی نیا مہمان ان کے ہاں آئے تو آپ کو اطلاع دی جائے۔"

ربی اسفندیار نے کاغذات دیکھتے ہوئے کہا: "ہوں، تو یہ محترمہ ملک سے باہر جانا چاہتی ہیں۔ تعجب ہے، اچانک کیوں ایسا پروگرام بنا لیا۔ ٹھیک ہے آفیسر، آپ یہ کاغذات رکھیں اور کچھ دنوں تک انھیں یہ کہہ کر ٹالتے رہیں کہ سرکاری معاملات میں دیر ہوتی ہے۔ انھیں جلد ہی باہر جانے کی اجازت مل جائے گی۔"

آفیسر نے وہ تمام کاغذات اور پاسپورٹ لے لیے پھر وہاں سے چلا گیا۔ ربی اسفندیار ڈرائنگ روم میں تنہا تھے۔ میں ان کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ خادم دوسری طرف چلا گیا تھا۔ آفیسر اس بنگلے سے باہر نکل آیا تھا۔ میں شیبا کے ماما کے پاس آگیا اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ماما نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو۔"

"میں تمھارا ربی بول رہا ہوں۔ تم ملک سے باہر جانا چاہتی ہو؟"

"جی ہاں، میں یہاں پریشان ہو گئی ہوں۔ بیٹی سے ملاقات بھی نہیں ہو رہی ہے۔ باہر جاؤں گی تو دل بہلے جائے گا۔"

"بے شک تمھیں جانا چاہیے۔ اب دہرا تبدیل ہو جائے گی۔ میں نے آفیسر سے کہہ دیا ہے۔ تمھیں جلد ہی باہر جانے کی اجازت مل جائے گی۔"

"محترم ربی! میں کب تک جا سکوں گی؟"

"یہ سرکاری معاملات ہیں۔ شیبا میرے زیرِ سایہ رہتی ہے۔ اس کا گہرا تعلق حکومت سے ہے۔ لہٰذا تمھارے بھی باہر جانے میں بہت سی الجھنیں پیدا ہوں گی۔ بہرحال یہ الجھنیں دور ہو جائیں گی۔ اطمینان رکھو، تمھیں باہر بھیج دیا جائے گا۔ دیٹس آل۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ ماما ہیلو ہیلو کہتی رہی۔ اس نے ناگواری سے ریسیور کو دیکھا۔ پھر اسے کریڈل پر پٹخ دیا۔ جو کچھ ہو رہا تھا، میرے حق میں بہتر ہو رہا تھا۔ میں نے ماما کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ تاکہ وہ بیٹی کے لیے تڑپتی رہے اور ربی کے رویّے پر دل ہی دل میں احتجاج کرتی رہے۔ جب کوئی شخص زبردست کے سامنے زبان نہیں کھولتا تو پہلے اندر ہی اندر تڑپتا ہے۔ اندر ہی اندر احتجاج کا جذبہ سلگتا رہتا ہے۔ جب یہ پیمانہ چھلکنے لگتا ہے تو وہی احتجاج زبان پر آجاتا ہے اور یہیں سے بغاوت شروع ہوتی ہے۔

میں نے چاروں طرف آئینے میں دیکھا۔ ہر زاویے سے دیکھا میں بدل چکا تھا۔ پتا نہیں اب تک کتنے روپ بدلے تھے۔ اب خود کو ڈاکٹر میکاکس کے روپ میں دیکھ رہا تھا۔ بڑی ہنرمندی اور چابک دستی سے میرا چہرہ تبدیل کیا گیا تھا وہاں ایک پروجیکٹر رکھا ہوا تھا۔ سامنے ایک بڑا سا اسکرین تھا۔ کرسی پر بیٹھتے ہی پروجیکٹر آن ہوا۔ پھر اسکرین پر میکاکس چلتا پھرتا نظر آنے لگا۔ وہ کس طرح چلتا تھا، کس طرح اٹھتا بیٹھتا تھا اور گفتگو کے دوران اس کے چہرے کے تاثرات کیا ہوتے تھے۔ منہ بنتا تھا یا بگڑتا تھا، یہ ساری تفصیلات مجھے معلوم ہوتی جا رہی تھیں۔

میں چار گھنٹے تک سوتا رہا تھا۔ اس کے بعد مزید چھ گھنٹے چہرے کو تبدیل کرنے اور ڈاکٹر میکاکس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں گزرے۔ شیبا آٹھ گھنٹے تک سوتی رہی۔ بے چاری کا تھکن سے برا حال تھا۔ جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔

جب وہ بیدار ہونے کے بعد غسل کرنے کے لیے جانا چاہتی تھی تو ایک طالبہ نے کہا: "مادام! آپ تھکی ہوئی ہیں۔ اگر جسم دُکھ رہا ہو اور آپ ہلکی پھلکی ہونا چاہتی ہوں تو میرے ساتھ آئیے۔"

اسے ایک دوسرے کمرے میں لے جایا گیا۔ وہاں ایسی مشینیں تھیں جہاں انسان لیٹ کر، بیٹھ کر، کھڑے ہو کر اپنے تمام جسم کا مساج کرا سکتا تھا۔

جب شیبا ان مشینی آلات سے گزر کر غسل خانے میں گئی تو واقعی ہلکی پھلکی ہو چکی تھی۔ غسل کرنے کے بعد اور تازہ دم ہو گئی۔ آئینے کے سامنے چہرہ نکھر آیا تھا۔ ذہن بھی پُرسکون تھا۔ چونکہ میں بغیر اجازت اس کے دماغ میں جانا نہیں چاہتا تھا اس لیے یہ باتیں مجھے بعد میں معلوم ہوئی تھیں۔

پھر میں نے اس کے دماغ پر دستک دی اور پوچھا: "کیا آسکتا ہوں؟"

اس نے مسکرا کر کہا: "آنے کے بعد اجازت لیتے ہو؟"

"دماغ کا دروازہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ دستک دینے سے آنے والے کا پتا نہیں چلتا۔ سوچ کی لہریں بتاتی ہیں کہ کون آیا ہے؟"

"میں ربی سے رابطہ قائم کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں نے تم سے کہا تھا، دو گھنٹے بعد رابطہ قائم کرنا اور اب نو گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

"میں کیا کروں۔ سونے کے بعد کچھ ہوش نہ رہا۔"

"کوئی بات نہیں۔ اب باتیں بناؤ گی۔"

"میں باتیں بنانا نہیں جانتی۔"

"میں تمھارے پاس موجود ہوں۔ تم وہی کہو گی جو میری سوچ کی لہریں کہتی جائیں گی۔"

"میں ربی سے کبھی جھوٹ نہیں کہتی۔"

"تم جھوٹ کہہ رہی ہو۔ یاد ہے جب ربی نے تمھیں میرے دماغ میں پیغام بھیجنے کے لیے کہا تو تم نے کہہ دیا کہ میں کومایں پڑا ہوا ہوں۔"

وہ سر جھکا کر آہستگی سے بولی: "میں کیا کرتی مجھے تم سے ڈر لگتا تھا۔"

"کیا اب تمھیں یقین ہوتا جا رہا ہے کہ میں تمھیں ٹریپ نہیں کر رہا ہوں؟"

"اب تک اچھے جا رہے ہو۔ کاش اسی طرح رہو۔"

"تمھیں کبھی شکایت نہیں ہوگی۔ آؤ اب ربی کے پاس چلتے ہیں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور ربی کے پاس پہنچ گئی۔ پہلے تو انھوں نے سماعش کو روکا پھر پوچھا: "کون؟"

"میں ہوں، آپ کی بیٹی۔"

"اوہ شیبا، تم کہاں رہ گئی تھیں۔ میں پچھلے بارہ گھنٹے سے تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔ کہاں ہو؟ کیا کر رہی ہو؟ جلدی بتاؤ۔"

"میں خود نہیں جانتی، کہاں ہوں۔ میرے چاروں طرف تاریکی ہے لیکن محسوس کر رہی ہوں کہ کسی آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی ہوں۔"

"تمھارے ساتھ کیا ہوا تھا۔ تم نے اتنی دیر بعد رابطہ کیوں قائم کیا؟"

"میں کیا بتاؤں۔ اچانک ہی کسی نے میرے سر پر شدید ضرب لگائی تھی۔ میں بے ہوش ہو گئی تھی۔ پتا نہیں کس وقت ہوش آیا۔ میں نے سوچا، فوراً ہی آپ سے رابطہ قائم کروں۔ میں محسوس کر رہی تھی کہ صرف میرا جسم ہی نہیں، میرا دماغ بھی کمزور ہو گیا ہے۔ اس بات کی تصدیق یوں ہوئی کہ جیسے ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی، ناکام رہ گئی۔ میری سوچ کی لہریں آپ تک نہ پہنچ سکیں۔"

"اوہ شیبا! میری بچی! میں نے تمھیں پھول سے بھی زیادہ نازک بنا رکھا تھا۔ تم کن کانٹوں سے گزر رہی ہو۔ وہ کانٹے کہاں بچھائے گئے ہیں۔ کچھ تو معلوم ہونا چاہیے۔"

"میں اب تک بے بس رہی، بار بار خیال خوانی کی کوشش کرتی رہی۔ اس بار کامیاب ہو کر آپ کے دماغ میں پہنچ گئی ہوں۔"

"خدا کا شکر ہے، تمھاری خیال خوانی کی صلاحیتیں بحال ہو گئی ہیں۔ تم کسی طرح معلوم کرو، کہاں ہو۔"

"یہ تو اسی وقت ہو سکتا ہے جب میرے پاس کوئی آئے گا۔"

"آئے گا۔ ضرور آئے گا۔ جو لوگ تمھیں اپنی حراست میں رکھے ہوئے ہیں وہ تمھیں کھانے پینے کی چیزیں ضرور دلا کر دیں گے۔ کوئی نہ کوئی ضرور تمھارے پاس آئے گا۔"

"میرے بزرگ، میرے لیے دعا کیجیے۔ میں بہت گھبرا رہی ہوں۔"

"میں دعا بھی کر رہا ہوں اور تمھیں ڈھونڈ نکالنے کی دوا بھی۔ میں صرف یہ سوچ کر پریشان ہو رہا ہوں کہ جن لوگوں نے تمھیں حراست میں لیا ہے، وہ شاید تمھاری حقیقت کو جان گئے ہیں اور تمھاری غیر معمولی صلاحیت سے آئندہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔"

"یہی بات ہے۔ میں بہت دیر تک سوچتی رہی۔ آخر یہ میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہے ہیں، سب گونگے کیوں بن گئے ہیں؟ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو جانتے ہیں۔"

"یہی تو سوال ہے کہ وہ کیسے جانتے ہیں؟"

شیبا نے چونک کر کہا: "ٹھہریے، میرے سرہانے ٹک ٹک کی آواز آرہی ہے۔"

حالاں کہ آواز نہیں آرہی تھی۔ شیبا وہی کہہ رہی تھی جو میں چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا: "میرے بزرگ! یہاں ایک کمپیوٹرکم ٹرانسمیٹر رکھا ہوا ہے۔ جو حرص ہم دوسروں پر آزماتے تھے، وہی مجھ پر آزمایا جا رہا ہے۔ میں نے کمپیوٹرکم ٹرانسمیٹر کے اسکرین کو آن کیا ہے تو اس

میں تحریر نظر آرہی ہے۔ یہاں لکھا ہوا ہے۔ مس شیبا مدام عرف مادام کمپیوٹر، خوش آمدید۔"

"بیٹی، تم انھیں باتوں میں لگا کر معلوم کرنے کی کوشش کرو، آخر یہ کون ہیں اور تمھیں کہاں رکھا گیا ہے؟"

"میں کوشش کر رہی ہوں۔ میرا یہاں حاضر دماغ رہنا ضروری ہے۔ ابھی تھوڑی دیر بعد آپ سے رابطہ قائم کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر واپس آگئی۔ مجھ سے پوچھا: "یہ کیسی چالیں چل رہے ہو۔ ارادہ کیا ہے؟"

"تم جس قدر اپنے آپ کو مظلوم ثابت کرتی رہو گی، وہ تمھارے دوست بزرگ اور ہمدرد بنے رہیں گے۔ تمھاری ماں پر کوئی ظلم نہیں کریں گے۔ اس کے برعکس اگر انھیں شبہ ہو جائے کہ تم میرے ساتھ ہو تو وہ تمھاری ماما کو تمھاری کمزوری بنا لیں گے۔ اور ان کے ذریعے تمھیں بلیک میل کریں گے۔"

"ہاں، یہ بات سمجھ میں آرہی ہے۔"

"اسی لیے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اور کرتا جا رہا ہوں، تم اسی کے مطابق عمل کرتی رہو۔"

تھوڑی دیر بعد اس نے پھر ربی سے رابطہ قائم کیا اور کہا: "محترم بزرگ! بہت گڑبڑ ہو گئی۔ ہم بہت دنوں سے غوش فہمی میں مبتلا تھے۔"

انھوں نے پریشان ہو کر پوچھا: "بات کیا ہے، تم تمہید نہ باندھو۔ فوراً ٹوڈی پوائنٹ گفتگو کرو۔"

"محترم! وہ رسونتی جو آپ کو مایا میں پڑی ہوئی ہے وہ فلپائنو زبان جانتی تھی۔"

انھوں نے چونک کر پوچھا: "کیا؟"

"جی ہاں، وہ میرے دماغ میں رہا کرتی تھی۔ اس طرح اسے معلوم ہوا کہ کتنی محل کا ایک اور چور دروازہ ہے۔ اسی دروازے سے سونیا داخل ہوئی تھی۔ وہ لوگ اسی دروازے سے گوڑی سیجاتہ کے مجسمے کو لے کر گئے تھے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ فرہاد بھی تمھارے دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ پہنچا ہوا ہو بلکہ پہنچا ہوا تھا۔ میں نے کہا نا، وہ بھی کو مایا میں پڑا ہوا ہے۔"

"اگر فرہاد اور رسونتی جیسے بدترین دشمن کو مایا میں ہیں تو پھر کس نے تمھیں حراست میں رکھا ہے؟"

"یہ وہی پُراسرار شخص ہے جس نے فرہاد اور رسونتی کو ہمیشہ کے لیے بے بس بنا دیا ہے۔"

"اب میری سمجھ میں آرہا ہے۔ رسونتی اور فرہاد کے کو مایا میں جانے کے بعد ان کے دماغ کمزور ہو گئے ہوں گے۔ اس پُراسرار شخص نے ان کے ذریعے تمھارے متعلق تمام باتیں معلوم کر لی ہوں گی۔"

"جی ہاں، یہی بات ہے۔ ابھی کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر میں مجھ سے یہی کہا گیا ہے اور سوال کیا جا رہا ہے کہ میں ان کی وفادار رہنا چاہتی ہوں یا رسونتی اور فرہاد کی طرح تمام عمر کو مایا میں رہنا پسند کروں گی؟"

"کیا تم نے کوئی جواب دیا ہے؟"

"میں نے جواب دینے کے لیے مہلت مانگی ہے۔"

"تم جواب دینا کہ ان کی وفادار رہو گی۔ بیٹی یہ ضروری ہے کو مایا میں رہنے سے بہتر ہے کہ ان کی وفادار رہو۔ ہم موقع دیکھتے ہی ان کی شہ رگ تک پہنچ جائیں گے اور تمھیں وہاں سے نکال لائیں گے۔"

"وہ پُراسرار شخص پندرہ منٹ بعد مجھ سے رابطہ قائم کرے گا۔ میں آپ کی ہدایت کے مطابق اسے جواب دوں گی۔"

"اس کے بعد پھر مجھ سے رابطہ قائم کرنا اور مجھے بتانا کہ وہ جواباً کیا کہتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ اجازت دیجیے۔ پندرہ منٹ بعد آؤں گی۔"

"ذرا ٹھہرو۔ ایک اور بات ذہن میں آرہی ہے تم ان سے کہہ سکتی ہو کہ تم اپنی ماں کو اور اپنے نانا وغیرہ کو بہت چاہتی ہو، ان کے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ لہٰذا ان کی وفادار بن کر رہنے کے لیے ضروری ہے کہ انھیں بھی تمھارے ساتھ رکھا جائے۔"

شیبا نے حیرانی سے پوچھا: "محترم بزرگ! کیا آپ میرے ساتھ میری ماما کو اور نانا کو بھی ان کا قیدی بنا دینا چاہتے ہیں؟"

"بیٹی! یہ سیاسی چالیں ہیں۔ تم سمجھ نہیں سکو گی۔ اتنا جان لینا کافی ہے کہ وہ تمھاری ماما کو اور تمھارے نانا وغیرہ کو تمھارے پاس بلانا چاہیں گے۔ تمھارے یہ تمام عزیز، رشتے دار ہمارے کڑی نگرانی میں رہیں گے۔ یہ جہاں بھی جائیں گے ہمارے خفیہ آدمی ان کے پیچھے پیچھے رہیں گے۔ اس طرح ہم چوہیلی چلیں گے وہ ابھی تمھیں بھی نہیں بتا سکتے۔ رفتہ رفتہ سب معلوم ہو جائے گا۔ جیسا کہہ رہا ہوں، ویسا ہی کرو۔"

"جی بہت اچھا، میں یہی کروں گی۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ میں نے کہا۔ "تقدیر تم پر مہربان ہے۔ جو بات تمھیں ربی سے کہنا چاہیے تھی وہ خود انھوں نے تم سے کہہ دی۔ تمھاری ماما جلد ہی تم سے ملیں گی۔"

"فرہاد، تم بہت اچھے ہو۔ تم نے ایسی چال چلی ہے کہ ربی خود اسی طرف آرہے ہیں جس طرف میں اپنی ماما کو بلانا چاہتی تھی۔"

"تم ابھی عملی تجربات سے گزر رہی ہو۔ جو ہوتا جا رہا ہے اسے ذہن میں محفوظ رکھو تاکہ آئندہ ایسے معاملات پیش آئیں تو میرے یا کسی کے مشورے کے بغیر اپنی ذہانت اور تجربات سے مناسب اقدامات کر سکو۔"

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ میں بہت کچھ سیکھتی جا رہی ہوں۔"

آدھے گھنٹے کے بعد شیبا نے پھر ربی سے رابطہ قائم کیا انھوں نے کہا: "میں پندرہ منٹ سے ہی انتظار کر رہا ہوں۔ اتنی دیر کیسے ہو گئی؟"

"انھوں نے پندرہ منٹ کے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کہا تھا۔ پھر میں ان سے مزید پندرہ منٹ گفتگو کرتی رہی۔ اب آپ کے پاس آئی ہوں۔"

"جلدی بتاؤ، وہ کیا کہتے ہیں؟"

"میں نے انھیں یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ مجھے زندہ سلامت رکھا گیا اور میرے ماں مرتبے میں کوئی فرق نہ آیا۔ میری آزادی سلامت رہی تو میں ان کی وفادار بن کر رہوں گی۔"

"کیا وہ راضی ہو گئے؟"

"وہ کہتے ہیں، میری آزادی کی ایک حد مقرر ہو گی۔ میں ابھی جہاں ہوں، وہاں سے چھ ماہ تک کہیں نہیں جا سکوں گی۔ یہاں میری خدمت کرنے والی عورتیں اور مرد سب گونگے ہوں گے۔ میں نے کہا۔ مجھے سب منظور ہے لیکن میں اپنی ماما اور نانا کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ مجھے ان دونوں سے ملایا جائے تو میں چھ ماہ کیا، چھ سال بھی پابندی میں گزار سکتی ہوں۔"

"کیا وہ تمھارے عزیزوں سے ملانے پر راضی ہیں؟"

"وہ کہتے ہیں، اگر میری ماما اور نانا کو بلایا جائے گا تو اسرائیلی حکام محتاط ہو جائیں گے۔ ربی ایسی چالیں چلیں گے کہ ہم تک پہنچنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔ میں نے یقین دلایا ہے ایسا نہیں ہو گا۔ میں ربی وغیرہ سے اپنی ماما اور نانا کا ذکر نہیں کروں گی۔ کیوں کہ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی نانا میڈرڈ پہنچنے والے ہیں۔ انھیں بل فائٹنگ (سانڈوں کی لڑائی) دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ وہ اکثر میڈرڈ آیا کرتے ہیں، میری ماما بھی ان کے ساتھ ہوتی ہیں تاکہ آب و ہوا تبدیل ہو سکے اور ماما کی صحت اچھی رہے۔ مختصر یہ کہ میرے نانا اور میری ماما کل شام تک میڈرڈ پہنچنے والے ہیں۔"

ربی نے خوش ہو کر کہا: "بیٹی، تم نے بڑی ذہانت سے معاملات طے کیے ہیں۔ میں تمھارے نانا اور تمھاری ماما کو کل ہی یہاں سے میڈرڈ روانہ کر دوں گا۔ ایک بات یاد رکھنا۔ دشمن نادان نہیں ہوتے۔ پھر ایسا پُراسرار شخص جس نے رسونتی اور فرہاد کو قابو میں کر رکھا ہو، وہ تمھیں کسی وقت بھی چٹکیوں میں مسل سکتا ہے۔ لہٰذا قدم قدم پر میرے مشوروں کی ضرورت ہے۔ تمھیں کوئی بھی مشکل درپیش ہو، فوراً مجھ سے رابطہ قائم کرو۔ مشورہ لو اور اس پر عمل کرتی رہو۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں۔ وہ نادان نہیں ہیں۔ بہت محتاط ہیں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ اپنی ماما سے ملنے کے لیے میڈرڈ جانا چاہتی ہوں۔ انھوں نے انکار کر دیا۔ مجھ سے وعدہ کیا ہے، کل میری ماما میڈرڈ پہنچیں گی۔ پرسوں تک انھیں میرے پاس پہنچا دیا جائے گا۔"

خواب سب دیکھتے ہیں۔
لیکن یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم خواب کیوں دیکھتے ہیں؟ سچے خواب کیا ہوتے ہیں؟ خوابوں کی تشریح سہولت کیسے کی جا سکتی ہیں؟ ان کی تعبیر میں کیا ہیں؟ خواب آدمی کی زندگی میں کیا اہمیت رکھتے ہیں؟ ان کی راہنمائی سے مستقبل کی تعمیر میں کیا مدد لی جا سکتی ہے؟ کیا وہ ہماری الجھنوں کے عکاس ہوتے ہیں؟ یا وہ ہماری الجھنوں کا حل بھی پیش کرتے ہیں؟
خوابوں کے بارے میں ماہر نفسیات کی کیا رائے ہے؟
خوابوں کے بارے میں مذہب عالم کیا کہتے ہیں؟ یہ اور ایسے لاتعداد سوالوں کے مکمل جواب کے لئے ——— پڑھیے!

خوابوں کے اسرار

قیمت ۱۵ روپے — ڈاک خرچ ۱۰ روپے

لے۔ ایس صدیقی کے قلم سے
اردو میں پہلی بار ——— ایک بہترین اور منفرد کتاب
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

ربی نے کہا "میں دیکھوں گا، وہ کتنے چالاک ہیں۔ میں ایسا جال بچھاؤں گا کہ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکیں گے۔"

تھوڑی دیر تک ربی سے گفتگو ہوتی رہی۔ پھر رابطہ ختم ہوگیا۔ شیبا نے ڈرامایوس ہوکر کہا "فرہاد! میں اپنی ماما سے میڈرڈ میں نہیں مل سکوں گی۔ اور ان کے یہاں آنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ محترم ربی، بہت ذہین ہیں۔ ایسا جال بچھائیں گے کہ ہمارے آدمی ان کی گرفت میں آجائیں گے لیکن وہ ماما کو میرے پاس نہیں لاسکیں گے۔"

"ٹیلی پیتھی اور ذہانت میں فرق ہے۔ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی ہے مگر چالیں چلنے والی ذہانت نہیں ہے۔ تم دیکھتی رہو، تمہاری ماما تمہارے پاس ضرور پہنچیں گی۔ اب تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم کرکے ربی سے کہنا کہ وہ پُراسرار شخص اب تمہیں میڈرڈ بھیجنے پر مجبور ہے۔"

شیبا نے پوچھا "بھلا وہ کیوں مجبور ہوگا؟"

"میری بات پوری طرح سن لو۔ تم ربی سے کہو گی کہ وہ پُراسرار شخص ایک بہت ہی اہم آدمی کو تمہارے ذریعے ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ جس آدمی کو ٹریپ کیا جانے گا وہ ایسپئی زبان جانتا ہے اور تم نہیں جانتیں۔ لہٰذا تم نے اس پُراسرار شخص سے کہا ہے کہ زبان جاننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر وہ شخص میرے روبرو ہو تو میں اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچ سکتی ہوں۔ اس طرح اس کے دماغ کو کمزور بنانے کے بعد اسے پھانس کر یہاں لایا جاسکتا ہے۔"

فیصلے ناں کے انداز میں سر ہلا کر کہا "ربی قائل ہوجائیں گے جس شخص کو ٹریپ کیا جارہا ہے وہ بہت ہی اہم ہے۔ اسے پھانسنے کے لیے مجھے میڈرڈ لے جایا جائے گا۔ کیا میں اُن سے یہ کہہ سکتی ہوں کہ مجھے میک اپ میں لے جایا جائے گا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔"

"بے شک تمہیں یہی کہنا چاہیے۔ تم واقعی ذہانت سے سوچ رہی ہو۔ تم ربی سے کہو تمہیں کسی دوسری لڑکی کے روپ میں لے جایا جائے گا۔ میک اَپ ہونے کے بعد تم انھیں بتادو گی کہ کس انداز میں کس روپ میں میڈرڈ پہنچ رہی ہو؟"

"فرہاد! کیسی باتیں کررہے ہو۔ جب میں ربی کو یہ سب بتادوں گی تو مجھے وہاں اسی میک اَپ میں ٹریپ کرلیا جائے گا اور میں تل ابیب پہنچادی جاؤں گی۔"

"میں جو کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔ کوئی تمہارے سامنے شک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ یہ سب ربی کو الجھانے والی باتیں ہیں تاکہ ہم تمہاری ماما کو صحیح سلامت وہاں سے نکال لائیں اور تمہارے پاس پہنچادیں۔"

اس روز میں شیبا کو طرح طرح کی چالیں سمجھاتا رہا کہ کن حالات میں کس طرح کے اقدامات کرنے چاہئیں۔ ڈاکٹر میکاکس رات کے کسی حصے میں وہاں پہنچنے والا تھا۔ اس وقت تک مجھے فرصت تھی۔ میں کبھی شیبا سے باتیں کرتا تھا، اور کبھی ڈاکٹر میکاکس سے تعلق رکھنے والی اہم باتوں کو ذہن نشین کرتا جاتا تھا۔

میری زندگی میں بہت کم راتیں ایسی آئیں جب مجھے صحیح وقت پر سونے کا موقع ملا ہو اور خیال خوانی کی ضرورت محسوس نہ ہوئی ہو۔ اس رات دس بجے آرام سے سوگیا۔ رسونتی، سونیا اور اعلیٰ بی بی کو ماما میں پڑی جاگ رہی ہوں گی یا سو رہی ہوں گی۔ پتا نہیں کس عالم میں ہوں گی۔ ان کا سونا اور جاگنا برابر ہی ہوگا۔ وہ جی رہی ہوں گی مگر مُردوں کی طرح ہوں گی۔ وہ مُردہ ہوں گی مگر زندہ ہوں گی۔ میں ایسی صورت میں خیال خوانی کیوں کرتا؟ کس کے لیے کرتا؟ اب میرا کون رہ گیا تھا؟

میں نے مایوسی سے ایک گہری سانس لی۔ دماغ کو ہدایت دی اور صبح تک گہری نیند سوتا رہا۔ کسی نے سچ کہا ہے، اگر انسان کا دنیا میں کسی سے کوئی رشتہ نہ ہو، کوئی پریشانی نہ ہو، کچھ سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہ پڑے تو وہ بے فکری سے جانوروں کی طرح گہری نیند سوجاتا ہے۔

کوئی اپنے آپ کو جانور نہیں کہتا لیکن ایسے حساس لوگ بھی ہوتے ہیں جو تمام رشتوں اور محبتوں سے کٹ کے زندگی گزارتے ہیں۔ خود کو تنہا محسوس کرتے ہیں۔ کوئی انھیں نہیں پوچھتا۔ وہ کسی کو نہیں پوچھتے اور ایسے وقت گزارتے ہیں جیسے کوئی جانور جنگل میں کسی سے کچھ لیے دیے بغیر، کچھ سوچے سمجھے بغیر زندگی گزار رہا ہو۔ یہی میرا حال تھا۔ اگرچہ بابا صاحب کے ادارے میں سب میرے اپنے تھے۔ مجھے چاہتے تھے۔ شیخ الفارس مجھے پدرانہ شفقت سے نوازتے رہتے تھے۔ اس کے باوجود یہ ساری محبتیں اور سارے رشتے تمام عمر کے لیے نہیں تھے۔ جب میں یہاں سے چلا جاتا تو ان سے بھی دور ہوجاتا۔ رشتے اور محبتیں وہ ہوتی ہیں جو دور ہونے کے باوجود قائم رہتی ہیں۔ ان کے لیے تڑپ ہوتی ہے۔ ان کی یادیں ہوتی ہیں۔ ان کی اچھی بُری باتیں دل کو بہلاتی رہتی ہیں۔ جب یہ سب کچھ نہ ہو تو یہ دنیا بالکل خالی اور ویران ہوجاتی ہے۔

ایسے ہی مرحلے پر اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دنیا میں جو بھی محبت ہے جو بھی رشتہ ہے، جو بھی رنگ ہے وہ وجودِ زن سے ہے۔ عورت نہ ہو تو کوئی رشتہ قائم نہیں ہوتا۔ موجودہ حالات میں میرے آس پاس یا دور دور تک کسی عورت کا رشتہ نہیں تھا۔ ہاں، ایک شیبا تھی اور میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ نہ میں اس کی زندگی میں جبراً داخل ہونا چاہوں گا اور نہ ہی اسے اپنی طرف مائل کروں گا۔ میں نے صدقِ دل سے وعدہ کیا تھا۔ اس وعدے میں یوں بھی سچائی تھی کہ میں نے رشتوں کے زخم کھائے تھے اور مزید زخم کھانے کی ہمت نہیں تھی۔ بس مجھے سونیا، رسونتی، اعلیٰ بی بی مل جاتیں۔ اس کے بعد مجھے اور کچھ نہیں چاہیے تھا۔

رات کے دو بجے ڈاکٹر میکاکس ادارے میں پہنچ گیا تھا۔ صبح اس سے ملاقات ہوئی۔ جب میں اس کے سامنے پہنچا تو وہ حیرانی سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ شیخ الفارس اس کی حیرانی پر مسکرا رہے تھے۔ وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں بھی اسی انداز سے دیکھنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ "مسٹر تم کون ہو؟"

میں نے بھی اسی انداز، اسی لہجے میں اسی کے سوال کو دُہرایا۔ وہ اور حیران رہ گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے آئینے کے سامنے ہوا اور اپنا عکس دیکھ رہا ہو۔ جیسا خود کہہ رہا ہو، ویسا ہی عکس بھی کہتا جارہا ہو۔ پھر وہ شدید حیرانی سے صوفے پر دھپ سے بیٹھ گیا۔ میں بھی اسی انداز میں اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔ شیخ الفارس نے ہنستے ہوئے میری طرف اشارہ کیا۔ پھر کہا "ڈاکٹر! یہ ہمارے ادارے کا ہونہار طالب علم ہے۔ اب یہ عملی میدان میں قدم رکھ رہا ہے اور سب سے پہلے تمہارے ہی روپ میں الاسکا جائے گا۔ وہاں ہماری ایک زبردست مہم میں حصہ لے گا۔ اسی لیے تمہیں یہاں بلایا گیا ہے۔"

ڈاکٹر نے پوچھا "کیا یہ جوان میری جگہ سنبھال سکے گا؟"

میں نے اسی کے انداز میں اسی کے سوال کو دہرایا پھر کہا "کیا میرا لب ولہجہ، میرا انداز، میرا قد، میری جسامت، میرا چہرہ، میرا ڈیل ڈول سب تمہارے جیسا نہیں ہے۔ پھر تمہاری جگہ سنبھالنا کون سا مشکل کام ہے؟"

"ہمشکل ہونے یا لب ولہجے کی نقالی کرلینے سے کام نہیں چلتا۔ میں ایک ماہر سرجن، تجربہ کار ڈاکٹر ہوں۔ اکثر ایسے اہم کیس آتے ہیں کہ فوری طور پر مجھے آپریشن تھیٹر میں پہنچ کر ڈیوٹی انجام دینا ہوتی ہے۔ بہت ہی پیچیدہ آپریشن کرتا ہوں۔ کیا تم کرسکو گے؟"

میں نے جواب دیا "جب تک میں تمہارا رول ادا کرتا رہوں گا، میرے اندر ایک نفسیاتی کمزوری پیدا ہوجائے گی۔"

"کیسی نفسیاتی کمزوری؟"

"ڈاکٹر میکاکس، تم یہاں آئے ہو۔ یہاں تمہاری ایک دوست ہے۔"

اس نے کہا "یہاں میری کوئی دوست نہیں ہے؟"

"بھئی کوئی بھی فرضی دوست یا محبوبہ ہوسکتی ہے۔ میں اپنی نفسیاتی بیماری کو اسی محبوبہ سے منسوب کررہا ہوں۔ یعنی جب تم یہاں پہنچے تو وہ بستر مرگ پر تھی۔ ایک بہت اہم آپریشن تھا لیکن تم نے اس کو آپریشن تھیٹر میں دیکھا تو تمہارا رول ڈبلنے لگا۔ یوں لگا جیسے محبت دم توڑ رہی ہو۔ تم نے بہتیری کوشش کی، اپنی تمام صلاحیتوں کو بُروئے کار لاکر کامیاب آپریشن کرنا چاہا لیکن ناکام رہے۔ یہ بات تمہارے دماغ میں نقش ہوگئی کہ تمہاری محبت تمہارے ہی ہاتھوں سے ہلاک ہوئی ہے اور یہ بات ایسی ہے کہ اب تم کسی آپریشن کے لیے اوزار ہاتھوں میں لیتے ہو تو ہاتھ کانپنے لگتے ہیں۔ احساسِ جرم شدید ہوجاتا ہے۔ دل اور دماغ چیخ چیخ کر کہتا ہے کہ تمہاری محبت نے تمہارے ہی ہاتھوں میں دم توڑا ہے اور تمہاری ناتجربہ کاری سے ایسا ہوا ہے۔"

ڈاکٹر میکاکس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "یہ تو واقعی زبردست نفسیاتی کیس ہے۔ اس طرح الاسکا کے میڈیکل سینٹر میں بھی سبھی تسلیم کرلیں گے کہ تمہیں فی الحال آپریشن تھیٹر میں نہیں جانا چاہیے، نہ ہی کسی کا آپریشن کرنا چاہیے۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا "لیکن تمہیں میڈیکل بورڈ کی میٹنگ میں حاضر ہونا پڑے گا۔ وہاں میں تقریر کرتا ہوں اور طبی نقطۂ نظر سے بہت سی باتیں کہتا ہوں۔ کیا تم کہہ سکو گے؟"

"میں میٹنگ اٹینڈ نہ کرنے کی معقول وجوہات پیش کرتا رہوں گا۔ عام حالات میں طبی نقطۂ نظر سے گفتگو کرنے کے لیے کچھ معلومات رکھتا ہوں۔ کچھ معلومات حاصل کرلوں گا اور جہاں کسی بات کا جواب نہیں دے سکوں گا وہاں خوبصورتی سے بات بنا کر نکل جاؤں گا۔ تم میری فکر نہ کرو۔"

شیخ الفارس نے ڈاکٹر میکاکس سے سوال کیا "کیا الاسکا میں جو مُردہ خانے ہیں، وہاں ایسے سرد خانے بھی ہیں جہاں انسان کو کوما میں رکھا جاتا ہو؟"

وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے جواب دیا "الاسکا کے ایک شمالی شہر وائزمین میں بہت بڑا مردہ خانہ ہے وہ شمالی حصہ تمام سال برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ ایئر کنڈیشنڈ کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اسی لیے وہاں مردہ خانہ بنایا گیا ہے لیکن میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ ان مُردوں میں ایسے زندہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو کوما میں پڑے ہوں۔ بائی دی وے، آپ کے دماغ میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا کہ کچھ لوگوں کو کوما میں رکھا جا سکتا ہے؟"

شیخ الفارس نے مختصر طور پر بتایا کہ فرہاد علی تیمور، رمونڈ اور اعلیٰ پی کو دشمنوں نے کہیں کوما میں رکھا ہے۔ ان کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق یہ چاروں الاسکا کے شہر تنانا میں ہو سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے ذہن پر زور دے کر کہا "الاسکا کے مُردہ خانوں میں پچھلے دو ہفتے پہلے گیا تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کسی کو کوما میں رکھا جا سکتا ہے تو میں وہاں کی تمام لاشوں کو غور سے دیکھتا۔"

میں نے کہا "اب یہ کام میں کروں گا۔"

شیخ الفارس نے جب ڈاکٹر میکاکس کو یہاں آنے کے لیے کہا تھا تو یہ بھی سمجھا دیا تھا کہ وہ ایسی تمام عورتوں مردوں، بوڑھوں اور بچوں کو تصاویر لے آئے جن سے وہ ملتا رہتا ہے۔ ڈاکٹر وہ تصاویر لے آیا تھا۔ میں انھیں دیکھ رہا تھا۔ ان کے متعلق پوچھتا جا رہا تھا اور یہ بھی معلوم کرتا جاتا تھا کہ ان میں سے کتنے افراد ایسے ہیں جن سے ڈاکٹر میکاکس کا خاص لگاؤ ہے یا ڈاکٹر سے بہت زیادہ بے تکلف ہیں۔ بہرحال میں اس روز دوپہر تک تمام اہم معلومات حاصل کرتا رہا۔ شیبا سے رابطہ قائم کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ یوں بھی اب میڈرڈ والا فیصلہ شیخ الفارس کے ہاتھ میں تھا۔ انھوں نے یقین دلایا تھا کہ شیبا کی ماما کو ہر حال میں یہاں لایا جائے گا خواہ ربی اسفند یار کتنے ہی خوبصورت جال بچھائیں۔ ناکامی ہو سکتی ہے مگر ہم کامیابی کے لیے ہمیشہ خدا پر بھروسا کرتے ہیں۔

مجھے رات کے آٹھ بجے الاسکا کے لیے روانہ ہونا تھا۔ میں شام کے پانچ بجے شیبا سے ملنے اس کے رہائشی بنگلے کی طرف گیا۔ وہاں برآمدے میں پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ شیخ الفارس، شیبا کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان پومی موجود تھی۔ میں نے بہت عرصے بعد پومی کو دیکھا تھا۔ بڑی تبدیل ہو گئی تھی۔ عمر کے لحاظ سے پہلے وہ بچی سی لگتی تھی۔ اب بھرپور ہو گئی تھی۔ پہلے پتھر تھی، بابا صاحب کے ادارے میں ایسی ٹریننگ حاصل کی تھی کہ تراشیدہ ہیرا بن گئی تھی۔

شیبا اور پومی مجھے ڈاکٹر میکاکس کے روپ میں نہیں جانتے تھے۔ شیبا سے اب تک دماغی رابطہ ہوا تھا اور میں نے اسے نہیں بتایا تھا کہ میں نے ڈاکٹر میکاکس کا روپ اختیار کر لیا ہے۔ شیخ الفارس نے بھی سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ میں اصلی ڈاکٹر ہوں یا فرہاد؟

میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "جناب عالی! میں فرہاد ہوں لیکن پومی کو یہ معلوم نہ ہو۔"

"کیا تم شیبا سے ملنے آئے ہو؟"

"جی ہاں، آپ اس سے کہہ دیجیے کہ وہ بنگلے کے اندر کمرے میں ملاقات کرے۔"

انھوں نے شیبا سے کہا "بیٹی! تم ذرا کمرے میں چلی جاؤ۔ یہ ڈاکٹر میکاکس ہیں۔ تم سے کچھ ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ اٹھ کر کمرے میں گئی۔ میں نے دماغی رابطہ قائم کیا پھر کہا "شیبا! تم نے جس ڈاکٹر میکاکس کو دیکھا ہے، وہ میں ہوں اور ابھی تمھارے کمرے میں آ رہا ہوں۔"

"اوہ گاڈ، تم تو بالکل پہچانے نہیں جاتے۔ تمھاری تو چال بھی بدل گئی ہے۔ میں شیخ الفارس کے کہنے پر کمرے میں آ گئی ہوں ورنہ کسی ڈاکٹر سے تنہائی میں گفتگو کرنا پسند نہ کرتی۔ بہرحال چلے آؤ۔"

میں کمرے میں آ گیا۔ اس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر تصدیق کے لیے خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ میں پہنچی۔ پتا چلا، واقعی، میں اس کے سامنے کھڑا ہوا ہوں۔ وہ مسکرا کر بولی "بیٹھ جاؤ۔"

ہم دونوں آمنے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئے پھر وہ ذرا مایوس ہو کر بولی "میں میڈرڈ نہیں جا سکوں گی، ماما سے نہیں مل سکوں گی۔"

"کیا بات ہو گئی؟"

"شیخ الفارس نے اتنی محبت اور پدرانہ شفقت سے مجھے حالات سمجھائے ہیں کہ میں انکار نہ کر سکی۔ وہ کہتے ہیں میری جان کو خطرہ ہے۔ مجھے ادارے سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کل رات تک ماما کو میرے پاس پہنچا دیا جائے گا۔"

"تم جناب شیخ الفارس کی زبان پر بھروسا کر سکتی ہو۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ کل رات کو ماما تمھارے پاس ہوں گی۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

"یہ پومی یہاں کیوں آئی ہے؟"

"تم اسے اچھی طرح جانتے ہو گے کیوں کہ تمھاری ایک سابقہ دوست کی ہم شکل ہے۔"

"میں جانتا ہوں لیکن اس کی موجودگی پر حیران ہوں۔"

"یہ شیبا بن کر میڈرڈ جائے گی۔"

میں نے چونک کر کہا "اوہ، شیخ الفارس نے تو بہت اچھی پلاننگ کی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس مقصد کے لیے پومی کو استعمال کریں گے۔ اب مانتا ہوں۔ وہ میڈرڈ میں تمھارا رول اتنی خوبصورتی سے ادا کرے گی کہ اصلی جاسوس دیکھتے رہ جائیں گے۔"

"تم کہہ رہے ہو تو یقیناً اس میں ایسی خوبیاں موجود ہوں گی۔"

"تم وقت گزارنے کے لیے پومی اور دوسرے اہم افراد کے ریکارڈ پڑھتی رہو۔ تمھارے اندر کچھ اور سیکھنے کا جذبہ بھی پیدا ہو گا۔ پومی کے متعلق بھی معلومات حاصل ہوں گی۔ اب سے پہلے یہ ایک اچھی فائٹر اور تیز طرار لڑکی تھی لیکن صرف تیز طراری اور فائٹنگ کے گر سیکھ لینے سے کوئی شخص جو شخص ہر پہلو سے مکمل نہیں ہوتا۔ اس کے لیے اور بہت کچھ سیکھنے کے لیے رہ جاتا ہے۔ پومی نے اس ادارے میں اگر کیا کچھ سیکھا ہے، یہ تمھیں اس کا ریکارڈ پڑھنے سے معلوم ہو سکے گا۔"

وہ مجھے دیکھ رہی تھی اور میری باتوں کو توجہ سے سن رہی تھی۔ میں نے کہا "میں چاہتا ہوں، تم صرف ٹیلی پیتھی کے حوالے سے نہ پہچانی جاؤ۔ لوگ تمھارا ذکر کریں تو ساتھ یہ بھی کہتے رہیں کہ تم ذہین ہو، حاضر دماغ ہو اور بہت اچھی فائٹر بھی ہو۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں، نہیں، میں سب کچھ بن سکتی ہوں، ایک فائٹر نہیں بن سکتی۔ پتا نہیں کیوں ذرا ذرا سی بات پر دل دھڑکنے لگتا ہے۔ میں بہت جلدی مایوس ہو جاتی ہوں اور گھبرا بھی جاتی ہوں۔ میری جیسی لڑکی کبھی فائٹر نہیں بن سکتی۔"

"چلو فائٹر نہ سہی، حاضر دماغی کی مشقیں تو کر سکتی ہو۔ یہاں طرح طرح کی مشقیں کرائی جاتی ہیں۔ تم دیکھو گی تو حیران رہ جاؤ گی۔ انسان کو بنانے، سنوارنے اور نکھارنے کے لیے یہاں بہت کچھ کیا جاتا ہے۔"

میں تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا۔ اسے سمجھاتا رہا اور اس کے اندر زیادہ سے زیادہ کچھ سیکھنے کا جذبہ پیدا کرتا رہا۔ پھر وہاں سے رخصت ہوا۔ پومی جانتی تھی جب میں اپنے جنگلے کی طرف جا رہا تھا تو راستے میں پومی سے ملاقات ہو گئی۔ میں شاید اس سے کترا کر نکل جاتا لیکن وہ مجھے دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ اس نے قریب آ کر پوچھا "تم ڈاکٹر میکاکس ہو؟"

"ہاں، کیا بات ہے؟"

"ابھی چند سیکنڈ ہوئے، میں نے ڈاکٹر میکاکس کو اس سامنے والے بنگلے میں دیکھا تھا۔ وہاں سے سیدھی یہاں آ رہی ہوں۔ پھر تم ڈاکٹر میکاکس کیسے ہو گئے؟"

میں ذرا سا ہچکچایا۔ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک میرے منہ پر ایک الٹا ہاتھ پڑا۔ میں لڑکھڑا کر ذرا پیچھے گیا۔ اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا، اس نے ایک فلائنگ کک ماری۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس کے اندر کتنا ہیجانی تیلا پن آ گیا تھا۔ بجلی ایک طرف سے لپک کر دوسری طرف جاتی ہے تو اس کے جانے کا کچھ وقفہ ضرور ہوتا ہو گا لیکن وہ وقفہ نہیں دیتی تھی۔ ایسی پھرتی سے اس نے فلائنگ کک ماری تھی کہ میں زمین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔

مجھے غصہ آنا چاہیے تھا مگر خوشی ہو رہی تھی۔ میں نے ایک ہیرے کو یہاں رکھ کر تراشا ہے۔ تیسرا حملہ ناکام ہوا۔ میں نے اپنا بچاؤ کیا۔ جو تھے حملے کی نوبت نہیں آئی۔ چاروں طرف سے طلبا و طالبات آ گئے تھے۔ ڈاکٹر میکاکس بھی سامنے والے بنگلے سے نکل کر چلا آیا تھا۔ اس نے پومی سے کہا "اسٹاپ یوسلی گرل، یہ ہمارا آدمی ہے۔"

پومی نے پہلے تو بے یقینی سے دیکھا۔ پھر ڈاکٹر میکاکس نے کہا "تم جناب شیخ الفارس سے معلوم کر سکتی ہو۔"

میں اٹھ کر کپڑے جھاڑ رہا تھا۔ ہنستے ہوئے بولا "میں خود اسے شیخ الفارس کے پاس لے جاتا ہوں۔ کم آن بے بی۔ تم نے تو میرے بارہ بجا دیے۔"

وہ مسکراتے ہوئے میرے ساتھ چلنے لگی۔ پھر بولی "تم واقعی ہمارے ادارے کے آدمی ہو۔ اگر ہو تو مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا۔"

"تمھارے ہاتھ نہیں ہتھوڑے ہیں۔ یوں کہو، ہتھوڑے برسائے تھے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے چلتے چلتے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ میں نے اس کے ہاتھ کو سہلاتے ہوئے کہا "دیکھنے میں تو بہت ہی خوبصورت اور نازک سے لگتے ہیں۔"

اس نے ناگواری سے اپنے ہاتھ کو میرے ہاتھوں میں دیکھا۔ پھر کہا: "میں نازک ہوں، گلے کا ہار بنتے بنتے تلوار بن جاتی ہوں۔ اگر حوصلہ ہے تو آزما لو۔ نہیں ہے تو ہاتھ چھوڑ دو۔"

میں نے ہاتھ چھوڑ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا: "میں دوستی چاہتا ہوں۔ تمہاری دشمنی مہنگی پڑے گی۔ بھئی تم تو بجلی ہو بجلی۔"

"تم جا سکتے ہو۔ میں شیخ الفارس سے معلوم کر لوں گی۔ ویسے مجھے یقین ہے تم ہمارے ادارے کے ہی کوئی فرد ہو۔ چونکہ ہم دوسروں کے راز معلوم نہیں کرتے اس لیے تمہارے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گی۔ صرف تمہارے متعلق تصدیق کر لوں گی۔"

ہم چلتے چلتے رک گئے۔ میں نے کہا: "میں جاتے جاتے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ تم ایک نوجوان لڑکی ہو۔ آخر یہ مکھن جیسا ہاتھ جو تلوار بن جاتا ہے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ضرور دو گی یا شاید دے چکی ہو۔ کیا میں اس خوش نصیب کا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

میری ان باتوں کو سنتے ہی وہ خیالوں کی دنیا میں پہنچ گئی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی: "یہ دل بڑا بے ایمان ہوتا ہے۔ میں نے اتنے عرصے میں پتھر سے فولاد بننے تک کے مرحلے طے کر لیے۔ ایسے جذبے کچل دیے جو انسان کو اس کی منزل سے بھٹکا دیتے ہیں۔ میں نے فرہاد کو یاد کرنا بھی چھوڑ دیا لیکن جان بوجھ کر نہ کسی کو بھلایا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو یاد کیا جا سکتا ہے۔ اور یاد کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یاد آنے والے خود بخود خیالوں میں چلے آتے ہیں۔ کسی اہتمام کی ضرورت نہیں پڑتی۔ میں جب بھی تنہا رہتی ہوں وہ میری یادوں میں چلا آتا ہے۔ میں اسے اپنے دماغ سے نہیں نکال سکتی۔ کبھی نہیں نکال سکتی۔"

وہ سوچ رہی تھی۔ میں اپنے کمرے میں چلا آیا۔ میری روانگی کی تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ مجھے ائرپورٹ تک پہنچانے کے لیے ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا گیا تھا۔ اداسے کا ذاتی ہیلی کاپٹر کسی کام سے گیا ہوا تھا۔ اس لیے دوسرا ہیلی کاپٹر آیا تھا اور اس دوسرے ہیلی کاپٹر کو اچھی طرح چیک کیا گیا تھا۔ میں نے بھی احتیاطاً اس کے پائلٹ سے گفتگو کی، اس کے دماغ کو پڑھا۔ ہم اس پر بھروسا کر سکتے تھے۔ میں نے شیخ الفارس اور شیبا سے الوداعی ملاقات کی پھر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

ایک گھنٹے کے بعد میں ہیلی کاپٹر سے منتقل ہو کر ایک طیارے

میں سفر کر رہا تھا۔ میری سیٹ کے ساتھ باقی دو سیٹوں پر ایک بوڑھی عورت اپنی نوجوان لڑکی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس عورت نے دونوں ہاتھوں میں دستانے پہنے ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھ میں دستانے دیکھتا تھا تو فوراً ساڑھے چار انگلیاں یاد آ جاتی تھیں۔

یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ لڑکیاں اپنے ہاتھوں کا عیب چھپانے کے لیے دستانے پہنتی ہوں۔ مرد اور عورتیں بوڑھے بھی سردی کے موسم میں اسے استعمال کیا کرتے ہیں۔ لڑکی نہ تو ایل مانڈو کی ہم شکل تھی، نہ ہی اس سے مشابہت رکھتی تھی۔

پھر یہ بات دماغ میں آئی کہ ہو سکتا ہے کہ ایل مانڈو کی ہم شکل بہن نے میک اَپ کر رکھا ہو۔ اپنے آپ کو چھپا رہی ہو۔ میں نے اس لڑکی کو دیکھا۔ ٹھیک اسی وقت وہ بھی مجھے دیکھ رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی اس نے فوراً دوسری طرف پھیر لیا۔ یعنی آنکھوں کا راستہ بند کر دیا ورنہ میں اس کی آنکھوں کے ذریعے اس کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا۔

ٹیلی پیتھی بھی کیا علم ہے۔ شاعرانہ انداز میں کہا جاتا ہے کہ آدمی آنکھوں کے راستے دل میں اترتا ہے مگر ہمارا علم آنکھوں کے راستے دماغ تک پہنچا دیتا ہے۔ بہرحال ابھی تک میں نے اس لڑکی کی آواز نہیں سنی تھی۔ چونکہ اس کی طرف سے شبہ ہو رہا تھا، اس لیے آواز سننا ضروری ہو گیا تھا۔

میں نے بوڑھی خاتون کو مخاطب کیا: "میڈم! مجھے ڈاکٹر میکا کس کہتے ہیں۔ میں الاسکا جا رہا ہوں۔ آپ کی منزل کہاں ہے؟"

"میں اپنی بیٹی کے ساتھ کینیڈا جا رہی ہوں۔"

وہ جواب دے رہی تھیں مگر محتاط نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ پھر انھوں نے پوچھا: "تم مجھ سے یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "مسافروں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے ان کی منزل کا پتا پوچھتے رہتے ہیں۔ اس طرح وقت گزر جاتا ہے۔ دوستی بڑھ جاتی ہے۔ سفر کی طوالت کا احساس نہیں ہوتا۔"

عورتیں بہت زیادہ بولتی ہیں۔ مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ خاتون کو مجبور کروں گا تو وہ بولتی چلی جائیں گی اور میرے کان کھا جائیں گی لیکن وہ بہت محتاط تھیں۔ میری بات کا جواب دینے کے بعد خاموشی اختیار کر چکی تھیں۔ میں نے ان کے دماغ میں پہنچ کر مجبور کیا کہ وہ اپنی بیٹی کو مخاطب کریں۔

خاتون کی سوچ نے حیرانی سے کہا: "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں بھلا بیٹی کو مخاطب کیوں کروں گی۔ جب کہ وہ بول نہیں سکتی ہے۔ گونگی ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں خاتون کو بولنے پر مجبور نہیں کر سکتا تھا نہ ہی لڑکی کی آواز سن سکتا تھا۔ میں نے دماغ کو چپ چاپ ٹٹولنا شروع کیا۔ سب سے پہلے یہ پتا چلایا کہ کیا اس کے دائیں ہاتھ میں کوئی نقص ہے؟

پتا چلا، کوئی نقص نہیں ہے۔ پانچوں انگلیاں برابر ہیں۔ معلوم ہونے کے بعد مجھے مطمئن ہو جانا چاہیے تھا مگر دماغ کو اطمینان حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ یہ بات پریشان کر رہی تھی کہ اسٹک سرجری کے ذریعے ساڑھے چار انگلیوں کو پانچ انگلیاں بنایا جا سکتا ہے۔

پھر میں نے معلوم کیا، وہ لڑکی اس بوڑھی خاتون کی واقعی بیٹی ہے یا کوئی اور ہے؟ یہاں پتا چلا کہ وہ اسکی اپنی بیٹی نہیں ہے۔ قصہ کچھ یوں تھا کہ بوڑھی خاتون نے اپنی نوجوانی میں کسی سے عشق کیا تھا مگر شادی کسی اور سے ہو گئی تھی۔ پھر ایک طویل مدت کے بعد ایک ہفتہ پہلے وہی پرانا عاشق مل گیا تھا۔ بڑھاپے میں عشق و محبت کا جذبہ سر پر چڑھ گیا تھا۔ تاہم پرانی یادیں بہلاتی ہیں۔ جوانی کے گزرے ہوئے دن یاد کرو جیسے آنکھوں کے سامنے فلم چلنے لگتی ہے اور کسی تفریحی فلم کو دیکھنے میں جیسے وقت گزرتا ہے ایسے ہی بڑھاپا گزرنے لگتا ہے۔

وہ اپنے پرانے عاشق سے ملی۔ وہ ایک اسپتال میں دم توڑ رہا تھا۔ اس نے اپنی بیٹی کو اس کے حوالے کرتے ہوئے بتایا: "اس کے پیچھے دشمن لگے ہوئے ہیں۔ کسی طرح اسے الاسکا کے شہر تنانا پہنچا دو۔ کوئی پوچھے تو صحیح منزل نہ بتانا۔ ورنہ اس گونگی لڑکی کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

خاتون کے دماغ سے چونکا دینے والی معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ یعنی بے چاری نہیں جانتی تھی کہ اس کا پرانا عاشق اتنے طویل عرصے تک جاسوسی کے دوران کیا کرتا رہا تھا۔ نامعلوم دشمن والا مجرمانہ زندگی گزارتا رہا ہو اور اس کا تعلق کسی پراسرار شخص سے ہو جس نے میری ساتھیوں کو کوما میں ڈال رکھا تھا۔

میں نے معلوم کیا، خاتون نے اس گونگی لڑکی کو شروع سے اسی شکل میں دیکھا تھا یا اب شکل تبدیل کر دی گئی ہے کہ دشمن اسے پہچان نہ سکیں۔

پتا چلا، اس نے جب لڑکی سے پہلی ملاقات کی، اسے میک بنایا تب بھی گونگی لڑکی کی شکل ویسی ہی تھی جیسی اب ہے۔ یعنی وہ میک اَپ میں نہیں تھی۔

لیکن خاتون کو کیا معلوم۔ وہ ساڑھے چار انگلیوں والی پہلے ہی اس گونگی لڑکی کے روپ میں رہی ہو اور اسی میک اَپ میں خاتون کے ساتھ سفر کر رہی ہو۔ ایک بات کا اطمینان تھا کہ ان کی منزل بھی الاسکا کا شہر تنانا تھی۔ اور میں وہیں جانے والا تھا۔ خاتون بعد میں مجھ سے کہنے والی تھیں کہ وہ اپنا ارادہ بدل رہی ہیں۔ اور اب تنانا تک جائیں گی۔ میں نے سوچا ابھی بہت وقت ہے۔ بہت لمبا سفر ہے۔ منزل تک پہنچتے پہنچتے میں اس گونگی کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا۔

میں نے خاتون کے دماغ میں جھانک کر پھر معلومات حاصل کیں۔ آخر اس گونگی میں ایسی کیا خاص بات تھی کہ دشمن اس کا پیچھا کر رہے تھے۔ خاتون کو بھی اس سلسلے میں یقیناً تجسس تھا۔ اس نے لڑکی کے باپ سے پوچھا تھا، جواب ملا: "اس لڑکی کی ماں نے پچاس لاکھ ڈالر نقد اور پچیس لاکھ ڈالر... کی جائداد اس کے لیے چھوڑی ہے۔ اگر یہ گونگی راستے سے ہٹ جائے تو اس کے رشتے دار دل کو تمام نقد رقم اور جائداد مل سکتی ہے۔ اسی لیے اس کی زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے۔"

یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد وہی باتیں سمجھ میں آ رہی تھیں۔ یہ گونگی یا تو واقعی اپنی والدہ مرحومہ کسی جائداد کی وجہ سے مصیبت میں پڑ گئی تھی یا پھر خاتون کو غلط بات بتائی گئی تھی۔ اور اس کے پیچھے کوئی بہت بڑا راز تھا۔ جسے میں اسی سفر کے دوران معلوم کر لینا چاہتا تھا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ کر باتھ روم کی طرف گیا۔ جب واپس آنے لگا تو ایک شخص میرے راستے میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے اور مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "میری ایک درخواست ہے۔"

میں نے کہا: "جی فرمائیے۔"

"آپ جس سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے، وہاں میرا ایک دوست جا کر بیٹھ گیا ہے۔"

"میری سیٹ پر کیوں؟"

"بات یہ ہے کہ خاتون میرے دوست کی پرانی شناسا ہیں۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو آپ میرے دوست کی سیٹ پر بیٹھ جائیں۔"

میں نے دور اپنی سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے کوئی اعتراض تو نہیں ہے مگر اب میرے سفر میں کوئی لطف نہیں رہے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ لڑکی گونگی ہے مگر خوبصورت ہے۔ میں اس سے دوستی کی کوشش کر رہا تھا۔ اگر وہ مل جاتے تو کیا بات ہے۔"

اس نے میرے بازو پر ہاتھ مار کر ہنستے ہوئے کہا۔ "یار، تم تو رنگین مزاج ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں عورتوں سے دور بھاگتا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار وہ گونگی پسند آئی ہے۔ میں اس کی ماں سے باتیں کر رہا تھا۔ رفتہ رفتہ اپنے دل کی بات کہنے والا تھا۔ ہو سکتا ہے، وہ اپنی بیٹی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دے۔"

اس شخص نے دور اس لڑکی کی طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ "فرض کرو، اس کی ماں تمہیں اس کا ہاتھ دینے پر راضی نہ ہو تو کیا کرو گے؟"

"دل پکڑ کر رہ جاؤں گا۔ سر آہیں بھروں گا۔"

"اگر وہ لڑکی جبراً حاصل ہو جائے تو؟"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "جبراً کیسے حاصل ہو سکتی ہے...؟"

"یہ بات ہم پر چھوڑ دو۔ تمہیں لڑکی پسند آ گئی ہے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے، اس سفر کے اختتام تک ہم اس لڑکی کو تمہارے حوالے کر دیں گے۔"

"آخر کیسے کرو گے۔ بھئی، تم کون ہو؟ میں کسی غلط طریقے سے کسی کی بیٹی کو کیوں حاصل کرنا چاہوں گا جب کہ میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں اور اسے اپنی شریکِ حیات بنانا چاہتا ہوں۔"

وہ میری بات پر ذرا سٹپٹایا۔ پھر بولا۔ "بھئی محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ اگر وہ تمہیں سیدھی طرح حاصل نہ ہو تب ہم ٹیڑھے راستے سے تمہارے پاس پہنچا دیں گے۔ اگر ہمارا تعاون نہیں چاہتے ہو تو ایک ناکام عاشق کی طرح آہیں بھرتے رہو۔"

"دوست! میں ناکامی بھی برداشت نہیں کروں گا۔ سوچ رہا ہوں کیا کروں۔ کیا اسے جبراً حاصل کر لینا مناسب ہو گا؟"

"میں نے کہا نا، محبت میں سب کچھ جائز ہے۔ تم مجھ سے دوستی کرو۔ کبھی گھاٹے میں نہیں رہو گے۔"

میں نے اس سے ہاتھ ملایا۔ پھر ہم دونوں ہنستے ہوئے دوسری سیٹ پر آ گئے۔ یعنی میری سیٹ پر اس کا دوست بیٹھا ہوا تھا اور اس کے دوست کی سیٹ پر میں بیٹھ گیا۔ میں نے سر جھکا کر کہا۔ "مجھے ذرا سوچنے دو۔ فیصلہ کرو دو کہ ان حالات میں کیا کرنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے، فیصلہ کرو۔ میں تمہیں سوچنے کی مہلت دیتا ہوں۔"

میں سوچنے کے بہانے اس کے دماغ میں پہنچ گیا اور معلوم کرنے لگا کہ آخر یہ کون لوگ ہیں؟ میں جس کے دماغ میں تھا اور جس کے پاس بیٹھا ہوا تھا، وہ غیر اہم شخص تھا۔ اہم وہ تھا جو میری سیٹ پر جا کر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا نام ابراہیم ڈیوس تھا۔ اس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ سائنس روکی کے حیرت انگیز کمالات دکھاتا ہے۔ اکسیجن ماسک پہنے بغیر سمندر میں غوطے لگاتا ہے اور تقریباً آدھے گھنٹے بعد باہر نکلتا ہے۔

میرے لیے یہی بات خطرے کی گھنٹی تھی کہ ابراہیم ڈیوس یوگا کا ماہر ہے۔ میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کے دماغ میں رہ کر معلوم کیا، ابراہیم ڈیوس سے اس کی ملاقات کیسے ہوئی اور وہ اس کے متعلق یقین سے کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ صرف آکسیجن کے بغیر غوطہ خوری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کی کچھ اور مصروفیات ہوں۔

اس کے دماغ نے بتایا کہ وہ ابراہیم کے متعلق بس اتنا ہی جانتا ہے۔ تقریباً دس دن پہلے پیرس میں ملاقات ہوئی تھی۔ رفتہ رفتہ وہ گہرے دوست بن گئے تھے۔ ایک دن ابراہیم نے اسے بتایا کہ گرسین کیلی نام کی ایک گونگی لڑکی کے پاس بہت ہی قیمتی اور نایاب ہیرا ہے۔ وہ اسے لڑکی سمیت حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن وہ لاپتا ہے۔ اس کا باپ اسپتال میں ہے۔ اس کے ذریعے ہی لڑکی تک پہنچا جا سکتا ہے۔

پھر دوسرے دن ابراہیم نے اسے بتایا، لڑکی کا سراغ مل گیا ہے۔ وہ ایک بوڑھی خاتون کے ساتھ الاسکا تک سفر کرنے والی ہے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ اسی جہاز سے وہ شخص سفر کرنے والا تھا۔ جو میرے پاس بیٹھا ہوا تھا اور جس کے دماغ سے میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔ ابراہیم نے کہا۔ وہ بھی دوست کے ساتھ سفر کرے گا اور راستے میں اس لڑکی کو ٹریپ کرے گا۔ میں اس سے زیادہ معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ جو کچھ معلوم ہوتا جا رہا تھا۔ اس سے صاف

ظاہر تھا کہ بات صرف اتنی ہی نہیں ہے، اس کے پیچھے بھی بہت کچھ ہے۔ جس طرح وہ بوڑھی خاتون گونگی گرسین کیلی کی اصلیت نہیں جانتی تھی اسی طرح میرے پاس بیٹھا ہوا شخص ابراہیم ڈیوس کی اصلیت کو نہیں جانتا تھا۔ ان دونوں کے پیچھے کوئی بہت بڑا کھیل کھیلا جا رہا تھا۔

اگر گونگی گرسین کیلی اس پُراسرار شخص سے تعلق رکھتی ہو گی جس کی ہمیں تلاش تھی تو ابراہیم ڈیوس اس گروہ سے تعلق رکھتا ہو گا جس میں یوگا کے ماہرین موجود تھے اور اس گروہ کا سرغنہ ماسٹر کی تھا۔ گویا میں ماسٹر کی کے ایک خاص آدمی سے ٹکرانے والا تھا۔ اگر ٹکراتے سے گریز کروں تو آئے جا کر یہ بھید کھل سکتا تھا کہ ماسٹر کی گونگی گرسین کیلی سے کیا چاہتا ہے؟ اس گرسین کیلی کے پاس وہ قیمتی اور نایاب ہیرا کہاں سے آیا؟ کیا ماسٹر کی محض ایک ہیرے کی خاطر اپنا اور اپنے خاص ماتحتوں کا وقت ضائع کرے گا؟

ہر گز نہیں، اس کے پیچھے کوئی اور مقصد تھا۔ شاید، ماسٹر کی نے اس پُراسرار شخص تک پہنچنے کے لیے گرسین کیلی کو اپنا ذریعہ بنایا ہوا تھا۔ میں سونیا، رسونتی اور اعلیٰ پی پی سے تک پہنچنے کے لیے اس قدر الجھا ہوا تھا اور اپنی جدوجہد میں اس طرح مگن تھا کہ اپنے سابقہ دشمنوں سے رابطہ قائم کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ ویسے میں جانتا تھا جس طرح میں سونیا وغیرہ تک پہنچنا چاہتا ہوں، اسی طرح میرے تمام دشمن بھی اس پُراسرار شخص تک پہنچنے کی جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں اور کوئی نہ کوئی راستہ نکالتے رہتے ہیں۔

یہ بات یوں سمجھ میں آتی ہے کہ جب شیبا سے میرا سامنا ہو رہا تھا اور ہم آٹلس آف مین کے جنگلات میں بھٹک رہے تھے تو ایسے ہی وقت اس پُراسرار شخص کے ماتحت ہمیں گھیرنے کے لیے آ گئے تھے۔ کیوں کہ وہ شیبا کی اصلیت کو جان گئے تھے۔

پہلے تو حیرانی ہوئی تھی کہ وہ اپنی غیر معمولی صلاحیت کے باوجود کس طرح ظاہر ہو گئی۔ بعد میں پتا چلا، رسونتی کو مایا نے تھی اور اس کے کمزور دماغ سے شیبا کی اصلیت معلوم کر لی گئی تھی۔

اسی طرح ماسٹر کی نے اس گونگی لڑکی گرسین کیلی کے متعلق کچھ نہ کچھ معلومات حاصل کی ہوں گی۔ اور جو حاصل معلومات ہوں گی انھیں اپنی ذات تک محدود رکھا ہو گا۔ شاید اپنے ماتحت ابراہیم ڈیوس کو بھی نہ بتایا ہو۔ یہ سفر میرے لیے تجسس سے بھرپور تھا۔ جب تک گرسین کیلی کی حقیقت نہ کھلتی مجھے سکون نہ ملتا۔ ابراہیم ڈیوس سے ٹکرانے پر خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلتا۔ حالات کہہ رہے تھے، مجھے صبر کرنا چاہیے بلکہ ابراہیم ڈیوس سے دوستی کر لینا چاہیے۔

میں خاتون کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ابراہیم سے کہہ رہی تھیں۔ "مسٹر! آخر تم چھیڑ چھیڑ کر مجھ سے کیوں باتیں کر رہے ہو؟"

ابراہیم ڈیوس نے مسکرا کر کہا۔ "خاتون، معاف کرنا تمہاری عمر ایسی نہیں ہے کہ چھیڑ چھیڑ کر باتیں کروں۔"

"بکواس بند کرو۔ اپنی سیٹ پر جاؤ۔ تم نے میرے ہم سفر کو اپنی سیٹ پر کیوں بٹھا دیا ہے؟"

"اصل بات یہ ہے کہ مجھے تمہاری یہ بیٹی پسند آ گئی ہے۔ کوئی چیز اچھی لگے تو اس کی تعریف کرنا چاہیے اور محبت سے اس کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ ہماری سوسائٹی میں یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ ہم کسی کی بھی بیٹی کا ہاتھ شریکِ حیات کے طور پر مانگ سکتے ہیں۔"

گرسین کیلی اس بات پر اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "خاتون! کیا تمہاری بیٹی سن سکتی ہے۔ جبکہ میں نے سنا ہے اور دیکھا ہے کہ جو گونگے ہوتے ہیں وہ بہرے بھی ہوتے ہیں۔"

"یہ پیدائشی گونگی نہیں ہے۔ ایک حادثے میں اس کی قوتِ گویائی ختم ہو گئی تھی۔"

ابراہیم ڈیوس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اگر اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں آ جائے تو اسے بولنا سکھا دوں گا۔"

اس بات پر گرسین کیلی کو برا ماننا چاہیے تھا۔ میں نے خاتون کے ذریعے معلوم کیا، وہ خلافِ توقع مسکرانے لگی تھی۔ اور ابراہیم ڈیوس کو ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے پسند کرنے لگی ہو۔ مرد خواہ کتنا ہی ذہین اور معاملہ فہم ہو لیکن عورت کی ایک مسکراہٹ اسے خوش فہمی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ ابراہیم نے کہا۔ "خاتون! دیکھو، تمہاری بیٹی مجھے پسند کرتی ہے۔ اس کی خاموش نگاہیں کہہ رہی ہیں کہ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے مگر تم دیوار بنی ہوئی ہو۔"

گرسین کیلی نے اشارے کی زبان سے خاتون کو سمجھایا کہ وہ سیٹ تبدیل کر لے۔ ابراہیم کی سیٹ پر چلی جائے اور ابراہیم اس کے پاس آ جائے۔

خاتون نے گرسین کیلی کے پاس جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ "بیٹی، تم ہوش میں تو ہو۔ تمہارے باپ نے کہا تھا میں اجنبی لوگوں سے دور رکھا جائے اور تم اسے قریب آنے کا موقع دے رہی ہو۔"

گریس کیلی نے ایک چھوٹی سی نوٹ بک نکالی۔ پھر قلم سے اس پر لکھا "پلیز، اسے میرے پاس آکر بیٹھنے دو۔ یہ شخص ہمارا دشمن نہیں ہو سکتا۔ اس کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے، واقعی مجھے پسند کر رہا ہے آنٹی، تم نے میری ماں کی جگہ لی ہے۔ تمہیں یہ سوچنا چاہیے کہ ہم دونوں عورتیں ہیں اور ہمیں کسی ایک مرد کی سخت ضرورت ہے جو ہماری حفاظت کر سکے۔ میں اس سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور اس کی پناہ میں اپنی منزل تک پہنچنا چاہتی ہوں۔"

خاتون نے اس کی تحریر اپنے ہاتھ میں لی۔ پھر ابراہیم ڈیوس کو دکھاتے ہوئے کہا۔ یہ دیکھو، کیا لکھا ہے۔ تم پر کتنا بھروسا کرتی ہے۔"

ابراہیم ڈیوس نے اس تحریر کو پڑھا۔ پھر کہا۔ "اگر تمہاری بیٹی کو کسی سے خطرہ ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی حفاظت کروں گا اور اسے اس کی منزل تک پہنچاؤں گا۔"

وہ مطمئن ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔ ابراہیم گریس کیلی کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا "میرا نام ابراہیم ڈیوس ہے۔ میں پہلی ہی نظر میں تمہارا اسیر ہو گیا ہوں۔ کیا تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

خاتون نے کہا "میری بیٹی کا نام گریس کیلی ہے۔"

ڈیوس نے خاتون کی طرف پلٹ کر کہا "مادام! جب دو جوانیاں بولتی ہوں تو بڑھاپے کو سو جانا چاہیے۔"

خاتون نے برا سا منہ بنایا۔ پھر دوسری طرف دیکھنے لگیں۔ ان کے بس میں ہوتا تو اٹھ کر دوسری سیٹ پر چلی جاتیں لیکن میں چاہتا تھا کہ خاتون وہیں بیٹھی رہیں کیوں کہ وہی میرا ذریعہ تھیں۔ وہ کان لگا کر سنتی رہتیں تو میں بھی ان کے دماغ سے ستتا رہتا۔

میں چند لمحوں تک انتظار کرتا رہا۔ ابراہیم ڈیوس کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ خاتون نے دوسری طرف منہ پھیر رکھا تھا۔ میں نے اکیلی ابراہیم اور گریس کیلی کی طرف دیکھنے پر مجبور کیا۔ پتا چلا، وہ گریس کیلی کی طرف جھکا ہوا سرگوشی میں کچھ کہہ رہا تھا۔ ظاہر ہے، سرگوشی دوسرے نہیں سن سکتے۔ اس لیے میں بھی نہیں سن سکتا تھا۔

ادھر خاتون بھی بے چین تھیں کہ پتا نہیں وہ ان کی بیٹی کے ساتھ کیا باتیں کر رہا ہے۔ وہ لمحات بڑے ہی تجسس انگیز تھے۔ یقیناً کوئی خاص بات تھی جو سرگوشی میں کی جا رہی تھی۔ میں مجبور تھا۔ خاتون کے ذریعے صرف انھیں دیکھ سکتا تھا۔ پھر میں نے دیکھا، ابراہیم ڈیوس اچانک ہی کسمسانے لگا تھا۔

وہ ایک دم سے سیدھا ہو کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کا جسم کھنچ رہا تھا۔ وہ مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ خاتون نے پریشان ہو کر کہا "مسٹر! کیا بات ہے؟"

وہ بولنا چاہتا تھا مگر بول نہیں سکتا تھا۔ جب میں نے اس کی یہ کیفیت دیکھی تو یکبارگی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پہلی بار مجھے ابراہیم کے دماغ میں جگہ ملی۔ میں نے اس کی سوچ پڑھی۔ پتا چلا گریس کیلی نے اس کی باتوں کے دوران اچانک ہی اپنے سر سے ایک ہیئر پن نکالی تھی پھر اسے اس کے ہاتھ میں چبھو دیا تھا۔ اس کے بعد ہی ابراہیم کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کی رگوں میں انگارے دوڑ رہے ہیں۔ زبان خشک ہو رہی ہے۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر زبان میں ہلنے کی سکت نہیں تھی۔

اتنی دیر میں خاتون اپنی جگہ سے اٹھ کر ایئر ہوسٹس کو آواز دے رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں "ہری اَپ! اِدھر آؤ اور دیکھو۔ اس مسافر کو کیا ہو گیا ہے؟"

میں ان سب سے بے نیاز ہو کر ابراہیم کے دماغ سے اہم معلومات حاصل کرنے میں لگا ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ گریس کیلی کی طرف جھکا ہوا سرگوشی میں اسے دھمکی دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا "اگر تم نے مجھ سے دوستی نہ کی تو میں کسٹم چیکنگ کے دوران ظاہر کر دوں گا کہ تم نے بالوں کی جو وگ لگا رکھی ہے، اس کے اندر ایک قیمتی اور نایاب ہیرا چھپا ہوا ہے۔"

اس بات کو سن کر گریس نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ ابراہیم نے سمجھا تھا شاید وہ گھبرا کر اپنی وگ پر ہاتھ رکھ رہی ہے لیکن اسے اس وقت عقل آئی جب اس کی ہیئر پن ہاتھ میں چبھ گئی تھی۔ دھوکا کھانے کے بعد عقل آئی تو کیا آئی۔ وہ ڈوبنے والا تھا۔ اس کی زندگی کا چراغ بجھنے ہی والا تھا۔ ایئر ہوسٹس مسافروں کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی "کیا آپ لوگوں میں سے کوئی ڈاکٹر ہے۔ پلیز ہیلپ اِس جنٹلمین۔"

خاتون نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "ڈاکٹر میکاکس! پلیز کم ہیئر۔ دیکھو، اس پر اچانک دورہ پڑا ہے۔"

میں اس کے پاس آیا۔ اس وقت تک کچھ لوگوں نے ابراہیم ڈیوس کو پکڑ کر بیچ راہداری میں لٹا دیا تھا۔ میں نے اس کے دماغ سے سمجھ لیا تھا کہ حلق خشک ہو رہا ہے۔ زبان بھی خشک ہو رہی ہے اور اس میں ہلنے کی سکت نہیں ہے۔ دانت پر دانت جم گئے تھے۔ میں نے کہا "یہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ فوراً ایک چمچ یا کوئی ایسی چیز لاؤ جسے اس کے دانتوں کے درمیان رکھ کر منہ کھولا جا سکے اور اس کے حلق کو تر کیا جا سکے۔ اس کے بعد ہی یہ کچھ بولنے کے قابل ہو سکے گا۔"

حقیقتاً میں سمجھ گیا تھا کہ یہ بچنے والا نہیں ہے۔ میں خواہ مخواہ اپنی ڈاکٹری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ایک چمچ لایا گیا۔ میں نے اسے دانتوں کے درمیان بڑی مشکل سے پھنسایا۔ کسی طرح اس کے منہ کو کھولا۔ تھوڑا سا پانی اس کے حلق میں ٹپکایا۔ پھر اس کے کچھ بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس دوران کوپائلٹ وہاں پہنچ گیا تھا۔ کچھ لوگ اپنی سیٹوں سے اٹھ کر اس کے آس پاس جمع ہو گئے تھے۔

میں کوپائلٹ اور ابراہیم ڈیوس کے درمیان تھا۔ ایسے ہی وقت میں نے دیکھا، گریس کیلی وہاں پہنچ گئی تھی۔ اور چپکے سے اپنی ہیئر پن کو کوپائلٹ کی جیب میں ڈال رہی تھی۔

میں ابراہیم کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کا دوست بھی پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور کہہ رہا تھا "میرا ساتھی اچھا بھلا تھا۔ اچانک اس پر کس قسم کا دورہ پڑ گیا ہے؟"

وہ گریس کیلی کی طرف دیکھ کر اس کے خلاف کچھ کہنا چاہتا تھا، میں نے موقع نہیں دیا۔ اس کی سوچ میں کہا "اگر میں اس لڑکی کے خلاف کچھ کہوں گا تو یہ بات کھلتی جائے گی کہ میرا دوست اس گونگی لڑکی کے پیچھے پڑا ہوا تھا اور اس سے دوستی کرنے کے لیے اس کے پاس گیا تھا۔ کچھ ہیرے وغیرہ کا چکر ہے۔ اگر اسمگلنگ کا معاملہ ہو گا تو میں بھی ملوث ہو جاؤں گا۔ ابراہیم ڈیوس کون سا میرا اپنا اور گہرا دوست ہے کہ میں اس معاملے میں پڑ کر پولیس والوں اور عدالتوں کے چکر میں آ جاؤں۔"

اس کی سوچ نے کہا "ابراہیم میرا پرانا دوست نہ سہی لیکن میں اس گونگی کے خلاف ضرور بیان دوں گا۔"

جب میں نے دیکھا کہ یہ سیدھی طرح باز نہیں آ رہا ہے تو میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے وہاں سے اٹھایا اور کوپائلٹ کے پاس پہنچا دیا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے کوپائلٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ میں نے یکبارگی چونک کر کہا "اے مسٹر! تم اس شریف آفیسر کی جیب میں ہاتھ کیوں ڈال رہے ہو؟"

کوپائلٹ نے اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ سب اُدھر متوجہ ہو گئے تھے۔ پھر سب نے دیکھا کہ اس شخص کے ہاتھ میں ہیئر پن تھی۔ کوپائلٹ نے پوچھا "یہ کیا ہے؟"

میں اس کے دماغ کو آزاد کر چکا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا "کچھ نہیں۔ میں تو بس..... میں کیا کہوں کہ میں تو وہاں بیٹھا ہوا تھا، یہاں کیسے آ گیا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔"

اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا۔ کوپائلٹ نے اسے گریبان سے پکڑ کر کہا "یہ تمہارے ہاتھ میں ہیئر پن کیسی ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"بکواس مت کرو۔ تم اس ہیئر پن کو میری جیب میں رکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر میکاکس اس بات کے چشم دید گواہ ہیں۔"

دوسرے دو چار مسافروں نے کہا "ہم نے بھی ڈاکٹر میکاکس کے کہنے پر دیکھا تھا، یہ شخص تمہاری جیب میں ہاتھ ڈال رہا تھا۔ یقیناً اس ہیئر پن میں کوئی بات ہے۔"

میں نے ہیئر پن کو لے کر دیکھا۔ پھر کہا "اس کے اندر ایک باریک سی سوئی ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں یہ سوئی اس شخص کو چبھوئی گئی تھی۔ اس پر کسی قسم کا دورہ نہیں پڑا ہے بلکہ اس سوئی میں کوئی مہلک دوا ہے جو اس پر اثر کر رہی ہے۔"

اس دوران آخری بار ابراہیم کے ... جسم کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ پھر اس میں جھٹکا کھانے کی بھی سکت نہ رہی۔ وہ ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ بات بڑھ گئی تھی۔ اس کی موت نے قانونی پیچیدگیاں پیدا کر دی تھیں۔ مجرم سامنے تھا۔ یعنی اس کا دوست مجرم بن گیا تھا۔ رنگے ہاتھوں اس ہیئر پن کو جیب میں ڈالتے ہوئے پکڑا گیا تھا۔ حالانکہ وہ ہیئر پن کو جیب سے نکال رہا تھا۔ حقیقت کیا تھی، یہ کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا۔ ویسے گریس کیلی حیران نظروں سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جو اب اس کی جگہ گرفت میں آ گیا تھا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہی ہو گی کہ جو چیز اس نے تمام لوگوں کی نظروں سے بچا کر کوپائلٹ کی جیب میں ڈالی تھی، اسے نکالنے کے لیے وہ شخص کیسے پہنچ گیا، کیسے پتا چلا کہ ایک ہیئر پن کسی کی جیب میں پڑی ہوئی ہے؟

اس واردات کے چار گھنٹے بعد وہ طیارہ نیویارک پہنچ گیا۔ اس سے پہلے ہی وہاں خبر پہنچا دی گئی تھی کہ طیارے میں ایک قتل ہو گیا ہے۔ مجرم پکڑا گیا ہے اور دوسروں کے بیانات لیے جا رہے ہیں۔ جو شخص پکڑا گیا تھا، وہ بار بار یہی کہہ رہا تھا کہ ہیئر پن اس کی نہیں ہے۔ اس گونگی لڑکی کی ہے۔ اور خاتون کہہ رہی تھی، میری بیٹی کبھی ہیئر پن استعمال نہیں کرتی۔ گریس کیلی نے بھی تحریر کے ذریعے بیان دیا کہ میں نے کبھی ہیئر پن استعمال نہیں کی۔ میں اس شخص کو نہیں جانتی جو مر چکا ہے۔ وہ خود ہی لفٹ لینے

کے لیے آیا تھا۔ پھر اچانک ہی اس پر دورہ پڑا تھا۔

میں نے بیان دیا کہ میں اپنی سیٹ پر بیٹھنا چاہتا تھا۔ لیکن جو شخص گرفتار ہوا ہے اس نے مجھے اپنے پاس آکر بیٹھنے پر مجبور کیا اور اپنے دوست کو گونگی گریس کیلی کے پاس جانے دیا۔ میں نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا: "ہو سکتا ہے، اس مجرم نے اپنے دوست کے جسم میں پہلے ہی سوئی چبھو دی ہو اور اسے معلوم ہو گا کہ سوئی چبھونے کے کتنی دیر بعد اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور جتنی دیر میں اثر ظاہر ہوا اتنی دیر تک وہ مرنے والا گونگی گریس کیلی کے پاس جا کر بیٹھ گیا تھا تاکہ گونگی پر الزام آئے۔"

ایئر ہوسٹس، کو پائلٹ اور گونگی کی منہ بولی ماں نے بھی میری تائید میں بیانات دیے۔ وہ طیارہ جب تک نیویارک کے ایئر پورٹ پر کھڑا رہا، وہاں کے پولیس والے ہم سے طرح طرح کے سوالات کرتے رہے۔ ہمارے نام اور پتے نوٹ کیے گئے۔ تاکہ اس کیس کے سلسلے میں مزید گواہی کی ضرورت پیش آئے تو ہمیں طلب کیا جا سکے۔

بہر حال وہ طیارہ اپنے وقت پر نیویارک سے روانہ ہوا۔ میں پھر اپنی سیٹ پر آگیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔ "محترم خاتون! تمہارے بیان نے میری نیند اڑا دی ہے۔"

انھوں نے چونک کر پوچھا: "میں نے ایسا کیا بیان دیا ہے؟"

"یہی کہ تمہاری صاحبزادی ہیئر پن استعمال نہیں کرتی جبکہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس کے بالوں میں وہ ہیئر پن دیکھی تھی۔ اور تم تو شروع ہی سے دیکھتی آرہی ہو۔"

میری یہ بات سنتے ہی گریس کیلی نے گھور کر مجھے دیکھا۔ میں نے مسکرا کر کہا: "تمہاری صاحبزادی بہت اچھی ہے۔ بڑی پُرکشش ہے۔ میرا دل چاہتا ہے، میں ایک مہذب آدمی کی طرح تمہاری بیٹی کا رشتہ طلب کروں۔"

مجھے یقین تھا کہ گریس کیلی اس بات پر مسکرائے گی اور وہ مسکرائے گی۔ میں نے کہا: "وہ دیکھو وہ ہنس رہی ہے۔ اب تو محترم خاتون! تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔"

گریس کیلی نے اشارے سے خاتون کو سمجھایا کہ وہ اپنی جگہ چھوڑ دے اور مجھے یہاں آکر بیٹھنے دے۔ خاتون نے پھر آہستگی سے کہا: "بیٹی! یہ کیا کہہ رہی ہو۔ پہلے ایک اجنبی کو تمہارے پاس بٹھایا تو اس کی یہ حالت ہو گئی۔ پتا نہیں کس قسم کے دشمن تمہارے پیچھے پڑے ہیں اور یہ شخص جو میرے پاس بیٹھا ہوا ہے نہ جانے کون ہے یہ بھی شریف آدمی ہے یا نہیں؟ تم آخر کیوں کسی اجنبی پر بھروسا کرتی ہو۔ کیوں اپنے قریب بلاتی ہو؟"

گریس نے پھر اپنی چھوٹی سی نوٹ بک نکالی۔ تم سے کچھ لکھنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا: "مس کیلی! لکھنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ تم بول سکتی ہو۔ اگر تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں ایک قیمتی اور نایاب ہیرا اسمگل کرنے کے جرم میں قانون کے حوالے نہ کروں تو اپنی میٹھی میٹھی سی پیاری پیاری سی آواز سنا دو۔ ہم دونوں بڑے پیار سے ہنستے بولتے الاسکا پہنچ جائیں گے۔"

اس نے پھر مجھے گھور کر دیکھا۔ کچھ بولنے کے بجائے پھر لکھنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا: "خاتون! اپنی منہ بولی بیٹی کو لکھنے سے منع کرو۔ میں تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں کہ تم ایک بہت بڑی مصیبت میں پھنسنے والی ہو۔ جسے تم نے اپنی بیٹی بنایا ہے، یہ ایک بڑی مجرمہ ہے۔ اگر یہ دوست بننا پسند نہیں کرے گی تو میری دشمنی صرف اس کے لیے نہیں تمہارے لیے بھی مہنگی پڑے گی۔ تم ایک شریف خاتون ہو۔ اس کے معاملے میں بری طرح ملوث ہو جاؤ گی۔ اپنی بے گناہی اور شرافت کا ثبوت پیش کرتی رہو گی، قسمیں کھاتی رہو گی لیکن کوئی تم پر یقین نہیں کرے گا۔"

خاتون مجھے حیرانی اور بے یقینی سے دیکھ رہی تھیں۔ پھر انھوں نے سوالیہ نظروں سے گریس کیلی کو دیکھا۔ آہستگی سے پوچھا: "بیٹی! کیا یہ سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو دیکھو، میرے بڑھاپے کی لاج رکھ لو۔ اگر یہ جھوٹ ہے اور تم مجرم نہیں ہو تو پھر میں اس ڈاکٹر سے نمٹ لوں گی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "خاتون! اتنی عمر گزار دی اور یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ کوئی مجرم اپنی زبان سے جرم کا اقرار نہیں کرتا۔ تم یہ بھی نہیں جانتیں کہ گریس کے اصل بال کتنے خوبصورت ہوں گے لیکن ان بالوں پر اس نے وگ پہن رکھی ہے اور اس وگ کے اندر ایک بہت ہی قیمتی اور نایاب ہیرا چھپا ہوا ہے۔"

گریس نے مجھے گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر اپنی نوٹ بک میں کچھ لکھا۔ اسے میری طرف بڑھایا۔ میں نے اسے لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا: "میں کہہ چکا ہوں تمہاری تحریر نہیں پڑھوں گا۔ آواز سنوں گا۔"

اس نے بے بسی سے مجھے دیکھا۔ پھر آہستگی سے کہا: "میں تم سے بائیں کرنا چاہتی ہوں۔"

اس کی آواز سنتے ہی خاتون چونک گئیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتی

تھیں، میں نے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "ذرا صبر اور تحمل سے کام لیں۔ اگر آپ نے اسے بیٹی کہنے اور ماننے سے انکار کیا تو بری طرح پھنس جائیں گی۔ آپ کی سلامتی اور نیک نامی اسی میں ہے کہ اسے بیٹی بنائے رکھیں۔ الاسکا پہنچنے کے بعد آپ اس سے الگ ہو سکتی ہیں۔"

خاتون نے گریس کیلی کو گھور کر ناگواری سے دیکھا پھر کہا: "میری نیک نامی اسی میں ہے کہ بیٹی کہہ دیا ہے تو بیٹی کا رشتہ نباہتے ہوئے چلوں۔ الاسکا پہنچ کر اس سے ہمیشہ کے لیے دور ہو جاؤں گی۔ اس کے باپ نے مجھے دھوکا دیا ہے، بہت بڑا دھوکا دیا ہے۔"

"پلیز خاتون! آپ خاموش رہیں اور میری جگہ آجائیں۔"

جتنی دیر تک خاتون بولتی رہیں، اتنی دیر میں میں نے معلوم کر لیا تھا کہ گریس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے وہ میرے جسم میں زہریلا انجیکٹ کر سکے یا کسی طرح کا نقصان پہنچا سکے۔ خاتون میری جگہ آگئیں، میں ان کی جگہ پہنچ گیا۔ دوسرے لفظوں میں اس حسین اجنبی لڑکی کے پاس بیٹھ گیا جس کے متعلق یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کی اصلیت کیا ہے۔ مگر اب تھوڑی دیر میں اصلیت کھلنے والی تھی۔ کیوں کہ دماغ کے چور دروازے کوئی بات چھپنے نہیں دیتے۔ تمام رازوں پر سے پردے اٹھاتے چلے جاتے ہیں۔

جب میں اس کے پاس آکر آرام سے بیٹھ گیا تو اس نے آہستگی سے پوچھا: "تم کون ہو؟"

میں نے کہا: "مجھے بھی یہی سوال کرنا چاہیے کہ تم کون ہو؟"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں گونگی سمجھی جا رہی ہوں۔ میرے پاسپورٹ اور مزدوری کاغذات میں بھی مجھے گونگی بتایا گیا ہے۔ میں زیادہ باتیں کروں گی تو آس پاس والے سن سکتے ہیں۔"

"تم جتنی دھیمی سرگوشی میں بول رہی ہو، اسے صرف میں سنوں گا۔ ہاں، تو تم کون ہو؟"

وہ مجھے گھور کر دیکھنے لگی۔ میں نے کہا: "تمہاری آنکھیں اتنی خوبصورت ہیں کہ آدھ کھلی آنکھوں سے بھی مر جاؤں گا۔ یوں دیدے پھاڑ کر گھورنے کی کیا ضرورت ہے؟"

اس نے آہستگی سے پوچھا: "کیا تم اس مرنے والے کے ساتھی ہو؟"

"خدا نہ کرے، میں مرنے والے کا ساتھ دوں۔ ابھی زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

وہ دانت پیسنے کے بعد بولی: "اگر میرے معاملے میں پڑو گے تو اس طیارے میں تمہارا آخری سفر ہو گا۔"

"تم نے دھمکی دی اور میں ڈر گیا۔ اب اپنے متعلق بھی بتا دو۔ کیوں وقت ضائع کر رہی ہو۔"

یوں تو میں باتوں کے دوران تھوڑی بہت معلومات حاصل کرتا جا رہا تھا۔ کچھ اس کی اصلیت معلوم ہوتی جا رہی تھی لیکن تفصیل معلوم کرنے کا موقع نہیں تھا۔ اس کے پاس بیٹھتے ہی خیال خوانی شروع کر دیتا تو بات نہ بنتی۔ یا تو وہ میرے متعلق کریدنا شروع کرتی یا خیال خوانی کے دوران میری طویل خاموشی اسے الجھنوں میں مبتلا کر دیتی۔

ویسے تازہ ترین معلومات کے مطابق اس کا نام گریس کیلی نہیں تھا۔ وہ ایل سانڈو کی بہن ایل مونا تھی۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ساڑھے چار انگلیاں تھیں۔ آدھی انگلی کی پلاسٹک سرجری کر کے اسے پورا بنا کر دکھا تھا کیوں کہ اصل پاسپورٹ میں جو ایل مونا کے نام سے تھا، اس میں ساڑھے چار انگلیاں لکھی ہوئی تھیں۔ اب ہر پاسپورٹ میں تو یہ لکھا نہیں جا سکتا تھا۔ اسی لیے اس نے اپنی چھوٹی انگلی کی پلاسٹک سرجری کرائی ہوئی تھی۔

اس نے سرگوشی میں پوچھا: "کیا تم اس قیمتی ہیرے میں اپنا حصہ چاہتے ہو؟"

"دولت کو کون نہیں چاہتا۔ اگر مفت ہاتھ آجائے تو کیا برا ہے۔ میں تو بڑا خوش نصیب ہوں کہ دولت بھی مل رہی ہے اور حسن بھی۔"

اس نے ناگواری سے کہا: "کیا ایک آدمی کی موت نے تمہیں سبق نہیں سکھایا؟"

"دنیا میں لوگ مرتے ہی رہتے ہیں۔ آخر انسان کس کس کی موت سے سبق سیکھے۔"

"تم خواہ مخواہ بولڈ اور اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہے ہو حالانکہ ایسے نہیں ہو۔"

"میں کیسا ہوں، اس کی فکر نہ کرو۔ جلدی سے اپنے دل میں بسا لو۔"

"اچھا تو مجھ سے عشق کرنے لگے ہو؟"

"ہاں، سوچ رہا ہوں، ابھی اتنی حسین لگ رہی ہو۔ اگر اصلی چہرہ سامنے آئے گا تو کتنی حسین لگو گی۔"

اس نے چونک کر پوچھا: "کیا مطلب؟"

"یہ بات ہی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ انسانی جلد کے فرق کو واضح طور پر سمجھ سکتا ہوں۔

تمہارے ہاتھوں کی جلد چہرے کی جلد سے مختلف ہے۔ یقیناً تم نے چہرے پر ماسک چڑھا رکھا ہے۔"

وہ ایک دم سے بوکھلا کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا: "اگر تم میں ذرا بھی سمجھ ہوتی تو ماسک میک اَپ کے بعد اپنے چہرے اور ہاتھوں کی جلد کے فرق کو سمجھنے کی کوشش کرتیں اور اسی انداز میں میک اَپ کرتیں۔ پھر کوئی اس فرق کو سمجھ نہ پاتا۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا: "تم کون ہو؟"

"میرا پاسپورٹ میرے پاس ہے اور میرا وہی نام ہے جو تم جانتی ہو۔ یعنی ڈاکٹر میکاکس۔ میں اپنے اصلی چہرے کے ساتھ تمہارے سامنے ہوں۔ میں نے تمہاری طرح ماسک میک اَپ یا عارضی قسم کا میک اَپ نہیں کیا ہے۔ یقین نہ ہو تو میری گردن پر ہاتھ رکھ کر دیکھ سکتی ہو۔ تمہیں ماسک میک اَپ کا جوڑ نظر نہیں آئے گا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ میں نے کہا: "سوچنے کی کیا بات ہے؟ ہاتھ بڑھاؤ اور میرے چہرے کو اچھی طرح ٹٹول کر دیکھ لو۔"

اس نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر پہلے میری گردن پر ہاتھ رکھ کر اچھی طرح ٹٹول کر دیکھا۔ پھر میرے چہرے کو چھونے لگی۔ میں نے ایک سرد آہ بھری اور کہا: "ذرا محبت سے ہاتھ لگاؤ۔ ابھی نہ سہی لیکن سفر کے اختتام تک تم مجھے دل و جان سے پسند کرنے لگو گی۔"

"مجھے سوچنے کی مہلت دو۔ میں فیصلہ کرنا چاہتی ہوں کہ تمہیں رازدار بنانا چاہیے یا نہیں؟"

"بے شک، میں تمہیں ایک گھنٹے تک سوچنے کی مہلت دیتا ہوں۔ ابھی تو سفر کافی طویل ہے۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی اور میں اس کے دماغ کو پڑھنے لگا۔ قصہ یوں تھا کہ وادیٔ قاف میں جب بمباری کی گئی تھی تو دسونتی، اعلیٰ بی بی، مرجانہ اور ٹارزبلیا وغیرہ گیس بموں کے شیلنگ کے باعث بے ہوش ہو گئے تھے اور ان کے اعصاب اس قدر کمزور پڑ گئے تھے کہ ہوش میں آنے کے بعد بھی ان میں ہلنے جلنے کی سکت نہیں رہی تھی، تو انہیں وہاں سے لے جایا گیا تھا۔ اس کی ذمے داری ان دونوں بھائی بہن یعنی ایل مانڈو اور ایل مونا پر تھی۔ یہ دونوں اس پُراسرار شخص کے خاص ماتحتوں میں سے تھے۔

ان کا خیال تھا کہ فرہاد جو پاکستان میں بری طرح زخمی ہو گیا تھا، اسے کوہ قاف پہنچایا گیا ہے۔ اور وہیں اس کا علاج ہو رہا ہے۔ وہ مجھے وادیٔ قاف کے اس حصے میں تلاش کرتے رہے۔ ایل مونا بھی مجھے تلاش کرتی ہوئی ٹارزر غلیا کے مکان میں داخل ہو گئی تھی۔ وہ مجھے تو نہ پا سکی مگر اور کو پا لیا۔

جب اس نے ٹارزر غلیا کے ایک کمرے میں قدم رکھا تو گوری سجاتہ کے مجسمے کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ وہ تابوت میں پڑا ہوا تھا۔ ایسے قیمتی ہیرے جو اہرات جگمگا رہے تھے ان پر آنکھیں نہیں ٹھہرتی تھیں۔

ایل مونا نے قریب آ کر اسے دیکھا۔ دیکھنے سے جی نہیں بھر رہا تھا۔ اس نے تابوت کے اوپری حصے کو ہٹا کر اس میں ہاتھ بھیرنا شروع کیا۔ ایک ایک ہیرے، ایک ایک موتی پر اس کا دل آ رہا تھا۔ جی چاہتا تھا اسے چرا کر لے جائے لیکن وہ پکی ایک انسانی مجسمہ تھا۔ اسے اٹھا کر کہیں لے جایا نہیں جا سکتا تھا کہیں چھپایا نہیں جا سکتا تھا۔ اس کا فرض تھا کہ وہ اس مجسمے کو اپنے پُراسرار باس تک پہنچائے۔

گوری سجاتہ کے جسم پر ہاتھ پھیرنے کے دوران پتہ چلا کہ اس کے پیٹ پر جو ایک ہیرا جڑا ہوا ہے، وہ ذرا ڈھیلا پڑ گیا ہے۔ اس نے ذرا سا زور لگا کر اسے اکھاڑا، وہ اکھڑ گیا اور جب اتنا قیمتی ہیرا ہاتھ آیا تو پھر اسے واپس کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے ہیرے کو چھپا لیا۔ گوری سجاتہ کے مجسمے کو اس جگہ پہنچا دیا جہاں پُراسرار باس نے حکم دیا تھا۔ دوسرے ہی دن باس کی طرف سے اطلاع ملی کہ مجسمے سے ایک ہیرا غائب ہے۔ یا تو وہ کہیں گر پڑا ہے یا اپنے ہی آدمیوں نے چرا لیا ہے۔ لہٰذا فوراً اس ہیرے کا سراغ لگایا جائے اور اسے واپس لایا جائے ورنہ وادیٔ قاف سے یہاں تک مجسمے کو لانے والے جتنے ذمے دار افراد ہیں ان سب کے محاسبہ کیا جائے گا۔

ہیرا کس نے چرایا؟ اس بات کا سراغ لگانے میں کچھ روز گزر گئے۔ سب نے بیان دیا کہ وہ مجسمہ جب ان کے ہاتھوں میں آیا تو ایک ہیرا پہلے ہی سے غائب تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سب سے پہلے وہ مجسمہ ایل مونا نے دیکھا تھا اور وہی اس ہیرے کو غائب کر سکتی تھی۔

لیکن اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا، ایل مونا پر الزام ثابت نہیں کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی یہ الزام ثابت کیا جا سکا۔ اس نے بڑی کامیابی سے اب تک میرے کو چھپا رکھا تھا۔ اب وہ پریشان تھی۔ یہ سوچ کر گھبرا رہی تھی کہ ہیرے کا سراغ ابراہیم ڈیوس کو کیسے ملا؟ اس نے کسی طرح اسے غم کر دیا تھا لیکن اب میں ڈاکٹر میکاکس کے روپ میں اس کے پیچھے پڑ گیا تھا اور وہ یہ معما حل کرنا چاہتی تھی۔ مجھ سے معلوم

کرنا چاہتی تھی کہ مجھے اس ہیرے کا علم کیسے ہوا؟

اس نے مجھ سے سوال کیا: "ڈاکٹر پلیز! مجھے اتنا بتا دو، تمہیں اس ہیرے کا پتا کیسے چلا؟ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ اسے میں نے ڈگ کے اندر چھپا رکھا ہے؟"

میں نے اس سلسلے میں بہت سی معلومات ابراہیم ڈیوس کے دماغ سے حاصل کی تھیں۔ اسی کے مطابق میں نے کہا: "تم فیصلہ کرنے کے بجائے خواہ مخواہ سوالات کر رہی ہو۔ بہرحال میں تمہاری تسلی کے لیے بتا دوں کہ میں پہلے اس ہیرے کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ میری دوستی ابراہیم ڈیوس سے ہوئی۔ اس نے مجھے بتا دیا کہ تم نے اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے۔"

"یہ ابراہیم ڈیوس کون تھا، کیوں میرے پیچھے پڑ گیا تھا، اسے ہیرے کے متعلق کیسے معلوم ہوا؟"

"کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتی ہو جو اپنے آپ کو ماسٹر کی کہتا ہے؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا، پھر ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا: "ہاں، میں اسے جانتی ہوں۔ اسے کبھی دیکھا تو نہیں ہے لیکن اس کا ذکر بہت سنا ہے۔ کہتے ہیں، اس نے فرہاد کو چیلنج کیا ہے کہ اسے عبرت ناک سزائیں دے کر ہلاک کرے گا۔"

"کیا وہ اپنا چیلنج پورا کر چکا ہے؟"

"پتا نہیں، ہم سب فرہاد کو تلاش کر رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے ماسٹر کی نے اپنا چیلنج پورا کر دیا ہے۔ اسے ختم کر چکا ہے لیکن اس کا ذکر نہیں کرتا ہے۔

کوئی کہتا ہے، فرہاد کسی کے ہاتھ لگ نہیں سکتا۔ ایسا بارہا ہوا ہے کہ اس کی موت کی تصدیق ہوئی لیکن وہ پھر زندہ سلامت دشمنوں کے سامنے چلا آیا لیکن تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ یہ ابراہیم ڈیوس کون تھا اور کس گروہ سے تعلق رکھتا تھا؟"

"ماسٹر کی کے گروہ سے تعلق تھا۔"

ایل مونا نے پریشان ہو کر پوچھا: "کیا ماسٹر کی جانتا ہے کہ ہیرا میرے پاس ہے؟"

"جب ابراہیم کو یہ بات معلوم تھی تو یقیناً یہ معلومات ماسٹر کی سے ملی ہوں گی اور وہی تمہیں ٹریپ کرنا چاہتا ہوگا۔"

"مم... مگر کیوں۔ میں یہ ہیرا دے دوں گی مگر کسی مصیبت میں نہیں پڑوں گی۔"

"اب تو مصیبت میں پڑ گئی ہو۔ ماسٹر کی معمولی شخص تو ہے نہیں۔ جب وہ تمہارے پیچھے پڑ گیا ہے تو اس کا مطلب ہے، اسے ہیرے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ایسی معمولی چیزوں کے لیے اپنا وقت ضائع نہیں کرتا ہے۔"

"یہ تم کیسے جانتے ہو؟"

"مجھے ابراہیم ڈیوس نے بتایا ہے۔"

"مگر ماسٹر کی کو میرے ہیرے کے متعلق کیسے علم ہوا؟"

"جب ماسٹر کی سے ملاقات ہو تو اس سوال کا جواب پوچھ لینا۔"

"تم مجھے ٹال رہے ہو۔"

"تم احمقانہ سوال کر رہی ہو۔ بھلا ایک گروہ کا سرغنہ اپنے کسی ماتحت کو یہ کیوں بتائے گا کہ وہ کن ذرائع سے معلومات حاصل کرتا ہے۔ ایک موٹی سی بات سمجھ میں آتی ہے کہ تمہارا کوئی آدمی ماسٹر کی سے مل گیا ہوگا یا ماسٹر کی کا کوئی آدمی اس شخص تک پہنچ گیا ہوگا جو اسپتال میں تمہارا باپ بنا ہوا تھا اور جس نے تمہیں اس خاتون کے حوالے کیا تھا۔ وہاں اس نے تمہارے متعلق سنا ہوگا اور وہیں سے یہ لوگ تمہارے پیچھے پڑ گئے ہوں گے۔"

وہ پھر سوچ میں پڑ گئی۔ میں اس کے دماغ کو کریدنے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں یہ بات پیدا کی کہ رسونتی اور اعلیٰ بی بی کو کوہ قاف سے لے جایا گیا تھا، سونیا اور سجاد وغیرہ کو برما کے جنگل سے لے جایا گیا تھا لیکن بعد میں سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کو الاسکا کے شہر تنانا پہنچایا گیا۔ ان پہنچانے والوں کے ساتھ ایل مانڈو بھی تھا۔

مونا اس سوچ کے تسلسل سے آگے سوچنے لگی اور میں سننے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "تنانا کے میڈیکل سینٹر میں ڈاکٹر ڈوگلس ہے۔ وہ میرے پُراسرار باس کا زر خرید غلام ہے، اس کے لیے کام کرتا ہے۔ ایل مونا نے اپنے آدمیوں کے ساتھ سونیا، سونتی اور اعلیٰ بی بی کو وہاں پہنچایا تھا اور انھیں ڈاکٹر ڈوگلس کے حوالے کر دیا تھا۔ اس کے بعد مونا نہیں جانتی کہ ان تینوں کو پھر کہاں پہنچایا گیا تھا۔

اتنی اطلاع بھی کافی تھی کہ تنانا کے میڈیکل سینٹر میں کوئی ڈاکٹر ڈوگلس ہے۔ میں وہاں پہنچتے ہی اس کی خبر لینے والا تھا۔ فی الحال ایل مونا سے نمٹ رہا تھا۔ اسے اس بات کی پریشانی نہیں تھی کہ ہیرا ڈگ کے اندر سے برآمد کیا گیا تو اس پر اسمگلنگ کا الزام آئے گا۔ وہ ایسے معاملات سے نمٹنا جانتی تھی۔ اصل خوف اس بات کا تھا کہ ہیرے کے برآمد ہوتے ہی بات اس کے پُراسرار باس تک پہنچ جاتی اور

یہ ثابت ہوجاتا کہ ہیرا ایل مونا نے چرایا ہے۔ اس کے بعد پُراسرار باس کی طرف سے جو سزا اسے دی جاتی، اس کے خیال سے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے اور وہ اندر ہی اندر کانپنے لگتی تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "جب مجھے اپنے باس سے اس قدر ڈر لگتا ہے تو میں یہ ہیرا لے کر تنزانیا کیوں جارہی ہوں جبکہ وہاں باس کا چھوٹا ڈاکٹر ڈوگلس موجود ہے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا: "میں یہ ہیرا لے کر تو نہیں جا رہی ہوں۔ میرا مقصد اس ہیرے کی اسمگلنگ نہیں ہے۔ یہ تو میں اپنے پاس چھپائے رکھتی ہوں۔ پُراسرار باس نے حکم دیا ہے کہ مجھے ڈاکٹر ڈوگلس کے پاس جانا چاہیئے، وہاں کوئی اہم کام میرے سپرد کیا جائے گا۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا: "اگر اس ہیرے کا پتا ڈاکٹر ڈوگلس کو چل گیا تو؟"

وہ پریشان ہوکر سوچنے لگی: "میں یہ ہیرا چُرا کر بچتا رہی ہوں۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے، منہ نگلتے بنے نہ اُگلتے بنے۔ میں اس قیمتی ہیرے کو کسی کے پاس امانت نہیں رکھ سکتی۔ دو طرح کا خوف ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ امانت میں خیانت کرسکتا ہے۔ دوسرے باس تک اس ہیرے کی خبر پہنچا سکتا ہے۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا: "اگر میں یہ ہیرا اپنے بھائی ایل مانڈو کے حوالے کردیتی تو اچھا ہوتا۔"

"کیسے حوالے کردیتی۔ ایل مانڈو نے مجھے منع کیا تھا۔ مجھے سمجھایا تھا، باس سے غداری نہیں کرنا چاہیے۔ گویہ میرے کی چمک نے اندھا کردیا تھا۔ بھائی کی بات بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ اسے امانت کے طور پر رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ یقیناً وہ سمجھتا تھا کہ اتنے بڑے ہیرے کو چھپا کر رکھنا ممکن نہیں ہے۔ کبھی نہ کبھی چوری ضرور چلے گا۔"

میں نے اس کے بھائی کو یاد کرنے پر مجبور کیا۔ وہ سوچنے لگی: "پتا نہیں وہ کہاں ہوگا۔ ہم اپنی اپنی مہم پر روانہ ہوتے ہیں تو برسوں ایک دوسرے سے بچھڑے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک ساتھ رہنے کا موقع ملتا ہے۔ پتا نہیں اب ایل مانڈو کہاں ہوگا۔"

رات کے تین بج گئے تھے۔ میں نے ایل مونا کے دماغ کو آہستہ آہستہ تھپکنا شروع کیا۔ اسے رفتہ رفتہ سُلا دیا۔ دماغ کو ہدایت دی، جب تک میں اسے بیدار نہ کروں، سوتی رہے گی۔

اس کی طرف سے اطمینان ہوگیا کہ اب وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ میری اجازت کے بغیر بیدار نہیں ہوسکتی۔ پھر میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی اور تھوڑی دیر کے لیے سوگیا۔ ہماری منزل قریب تھی۔ صبح ہونے تک ہم الاسکا کے شہر تنانا پہنچنے والے تھے۔ میں چاہتا تھا، وہاں پہنچنے سے پہلے تھوڑی سی نیند پوری کرلوں۔ تنانا پہنچ کر سونا ممکن نہ ہوتا۔ میں وہاں جاتے ہی ڈاکٹر ڈوگلس سے نمٹنے کی صورت پیدا کرنا چاہتا تھا۔ بوڑھی خاتون پہلے ہی نیند کی آغوش میں جاچکی تھی۔ طیارے کے تقریباً تمام مسافر سو رہے تھے یا اونگھ رہے تھے یا کسی مصلحت سے جاگ رہے تھے۔ میں نے ڈھائی گھنٹے تک نیند پوری کی۔ جب بیدار ہوا تو ہم الاسکا کی فضاؤں میں پرواز کررہے تھے۔ طیارے کے اندر اسپیکر کے ذریعے ملنے والی اطلاع کے مطابق آدھے گھنٹے بعد تنانا پہنچنے والے تھے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ایل مونا کو بیدار کیا۔ اس کی آنکھ آہستہ آہستہ کھلی۔ پہلے تو وہ سوچتی رہی کہ کہاں ہے۔ پھر چونک۔ کر اپنے آس پاس دیکھنے لگی۔ اتنی گہری نیند سونے کے بعد اسے پتا چلا کہ بے اختیار سوگئی تھی اور آپ ہی آپ بیدار ہوگئی لیکن ایک اجنبی کے پاس بیٹھے بیٹھے کس طرح سوگئی؟

یہ بات اس کی سمجھ میں کبھی نہ آتی، میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "بڑی گہری نیند سو رہی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے مجھے دشمن نہیں سمجھتی ہو۔"

"یہ تم نے کیسے سمجھ لیا؟"

اگر دشمن سمجھتیں تو اتنے اطمینان سے نیند پوری نہ کرتیں۔ ایسا تو دوستوں کے سائے میں ہی ہوسکتا ہے۔"

اس نے مجھے بھرپور نظروں سے دیکھا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی: "سوچتی ہوں، کسی نہ کسی کو تو دوست بنانا ہی ہوگا۔ ایک عورت تنہا زندگی نہیں گزار سکتی۔ کسی نہ کسی مرحلے پر ایک ساتھی کی ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے۔"

"یعنی ہم دوست بن چکے ہیں۔"

"ایک شرط ہے۔"

میں ہزار شرطیں پوری کرسکتا ہوں۔"

"ایک ہی کافی ہے۔ میرے پاس جو ہیرا ہے تم اسے میری امانت سمجھ کر رکھو۔ کیا میں تم پر بھروسا کرلوں؟"

"یہ سوال نہ کرو۔ تمھیں بھروسا کرنا ہی پڑے گا۔ نہیں کروگی تو کہاں تک اسے چھپاتی پھروگی۔"

اس نے قائل ہوکر سر کو جھکا لیا۔ بے چاری بڑی بھولی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کیا کرے۔ چوری کرکے پھنس گئی تھی۔ اور اب اس چوری کو نباہنا چاہتی تھی۔ سوچنے کے دوران اس کے دماغ میں یہ بات آئی: "اگر میں اپنی وفاداری ثابت کردوں تو میرا پُراسرار باس مجھ سے بہت خوش ہوگا۔ یہ ہیرا کیا چیز ہے، اس سے بھی زیادہ انعامات دے گا۔ بس تو اس کی چمک دمک سے دیوانی ہوگئی تھی۔ لعنت ہے ایسے ہیرے پر۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ہاں مجھے یہ ہیرا اس ڈاکٹر کو دے دینا چاہیے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا: "میرا دماغ خراب ہوا ہے کہ اتنا قیمتی ہیرا اس کے حوالے کردوں اور اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھاؤں۔ بیشک، یہ ہیرا اسے دے دوں گی لیکن اپنے باس تک یہ اطلاع پہنچا دوں گی کہ میں نے وہ ہیرا ڈاکٹر میکاکس کے پاس دیکھا ہے۔ اس طرح باس کے آدمی میکاکس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ مجھ پر کبھی شبہ نہیں کیا جائے گا۔ یہ ڈاکٹر اس ہیرے کی چوری سے انکار کرتا رہے گا مگر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ یہی سمجھا جائے گا کہ ہمارا کوئی آدمی ڈاکٹر میکاکس سے ملا ہوا ہے یا پھر ڈاکٹر نے ہمارے ہی کسی آدمی سے یہ ہیرا خرید لیا ہے اور یہ بتا نہیں سکتا کہ چوری کا مال کہاں سے خریدا؟ کس سے خریدا؟"

وہ سوچ رہی تھی، پلاننگ کررہی تھی۔ وہ شیبا سے کچھ مختلف نہیں تھی۔ جب شیبا پہلی بار جنگل میں ملی تھی تو اس نے بھی کئی بار مجھے الجھانے اور ہلاک کرنے کی تدبیریں کی تھیں۔ پتا نہیں اس قسم کی عورتیں اپنی کھوپڑی میں کیسا الٹا دماغ رکھتی ہیں۔ جو شخص ان کے وقت پر کام آتا ہے، وہ اس کی دوستی اور ہمدردی کو بھول کر صرف اپنے مفاد یا اپنی سلامتی کے لیے اسے دھوکا دیتی ہیں اور اسے ہلاک کرنے سے بھی باز نہیں آتیں۔ میں نے دل ہی دل میں کہا: "جانِ من، ایل مونا، تم بھی کوششیں کرکے دیکھ لو۔ میرے ساتھ تو وہی ہوگا جو منظورِ خدا ہوگا۔"

ہم الاسکا کے شہر تنانا پہنچ گئے۔ ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر آتے ہی بوڑھی خاتون نے ایل مونا سے کہا: "اب میرا تمھارا راستہ الگ ہے۔ آئندہ کہیں تم دکھائی دو گی تو تمھیں بیٹی کہنا تو دور کی بات ہے، تمھیں پہچاننے سے بھی انکار کردوں گی۔"

بوڑھی خاتون ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چلی گئی۔ ایل مونا، میرے ساتھ لیڈیز باتھ روم تک آئی۔ پھر کہا: "ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ اندر گئی۔ پھر واپس آئی تو اس کی مٹھی میں وہ ہیرا تھا۔ اس نے میری جیب میں ہاتھ ڈال کر کہا: "اس امانت کو سنبھال کر رکھنا۔ میں تم سے واپس لے لوں گی۔"

"اطمینان رکھو، میں لالچی نہیں ہوں۔ ہاں تمھارے حسن کا اسیر ضرور ہوں۔"

وہ قاتل نگاہوں سے مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی، پھر کہا: "اب ہمارے راستے الگ ہوتے ہیں۔ میں یہاں ڈاکٹر ڈوگلس کی مہمان رہوں گی۔ ہماری ملاقات شام کو ہوسکتی ہے۔ بائی دی وے تمھارا قیام کہاں ہوگا؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "ڈاکٹر ڈوگلس سے پوچھ لینا۔ وہ میکاکس کو ضرور جانتا ہوگا۔ وہی میری رہائش گاہ کا پتا بتا دے گا۔"

وہ مجھ سے الگ ہوگئی۔ اس کا مقصد تھا کہ یہاں اسے میرے ساتھ کوئی نہ دیکھے اور یہ شبہ نہ کرے کہ اس سے میری دوستی رہی ہے اور اس نے ہیرا میرے حوالے کیا ہے۔ ڈاکٹر ڈوگلس کو اطلاع مل گئی تھی کہ ایل مونا ایک گونگی لڑکی گریس کیلی کے نام سے پہنچ رہی ہے۔ اسے ریسیو کیا جائے۔

لہٰذا ڈاکٹر ڈوگلس کی گاڑی اسے لینے آئی تھی۔ اُدھر پیرس میں ڈاکٹر میکاکس نے میری روانگی کی اطلاع دے دی تھی۔ میڈیکل سینٹر کی طرف سے ایک کار میرے لیے بھی پہنچی ہوئی تھی۔ میں اس کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ذرا ایک خیال خوانی کی۔ ایل مونا جس گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی، اس کے شیشے ایسے تھے کہ باہر سے نظر نہیں آتا تھا کہ اندر کون بیٹھا ہے لیکن اندر والے باہر کے مناظر دیکھ سکتے تھے۔ میں نے خیال کے ذریعے دیکھا، ایل مونا اپنی وگ اور ماسک میک اَپ اتار رہی تھی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ وہ میرے لیے نئی جگہ تھی۔ اس لیے وہاں کے راستوں اور ماحول کو سمجھنا ضروری تھا۔ جو شخص گاڑی ڈرائیو کررہا تھا، وہ ڈاکٹر میکاکس کا یعنی اب میرا خاص ڈرائیور تھا۔ اپنے خاص ملازموں سے باتیں کرنا اور ان کے مزاج کو سمجھنا بھی ضروری تھا۔ اس لیے میں اس کے ساتھ مصروف ہوگیا۔ لیکن ایل مونا کی طرف سے بے خبر نہیں تھا۔ اس نے میک اَپ اتارنے کے بعد ایک چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی کو مخاطب کیا۔ پھر کہا: "سفر کے دوران ڈاکٹر میکاکس کی سیٹ

میرے قریب رہی۔ اس نے مجھ سے لفٹ لینے کی کوشش کی۔ پھر میرے پاس آکر کہا' اگر میں اس کے کام آؤں گی تو وہ مجھے بہت فائدہ پہنچائے گا۔ پھر اس نے بتایا کہ اس کے پاس ایک ہیرا ہے جسے میں .....

اپنے بالوں کی وگ میں چھپا کر لے جا سکتی ہوں۔ میں نے جب اس ہیرے کو دیکھا تو حیران رہ گئی۔ میرا شبہ ہے کہ اسے گوری سجاتہ کے مجسمے سے چرایا گیا ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے' میکاکس کو پکڑ لیا جائے ورنہ وہ گھر پہنچتے ہی ہیرے کو کسی ایسی جگہ چھپا دے گا کہ سراغ لگانا مشکل ہو جائے گا۔"

وہ اپنے آدمیوں کو اطلاع دے رہی تھی اور میں مسکرا رہا تھا۔ اس بے چاری کو معلوم نہیں تھا کہ جب اس نے ہیرا میری جیب میں رکھا تھا تو میں نے اس کے رخصت ہونے سے پہلے ہی اسے پھر اس کے ڈوالے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا تھا۔ وہ اب بھی اسی کے پاس تھا۔

وہ مجھ سے پہلے میڈیکل سینٹر کے رہائشی حصے میں پہنچی۔ وہاں ڈاکٹر ڈوگلس اور ڈاکٹر میکاکس جیسے بڑے بڑے ڈاکٹروں کے بنگلے بنے ہوئے تھے۔ اس نے ڈوگلس کے پاس پہنچتے ہی اس ہیرے کے متعلق بتایا پھر یہ بھی کہا کہ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اہم آدمیوں کو اطلاع دے دی ہے۔ وہ ڈاکٹر میکاکس کو گھیرنے والے ہیں۔

ڈوگلس نے کہا: "تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ ڈاکٹر میکاکس یہاں چھ برس سے کام کر رہا ہے۔ وہ ہیرے نہ تو اسمگل کر سکتا ہے' نہ چوری کا مال خرید سکتا ہے۔ تمہیں یقیناً دھوکا ہوا ہے۔"

"تھوڑی دیر بعد جب ہمارے آدمی اسے گھیر لائیں گے اور اس کے پاس سے ہیرا برآمد کریں گے تو تمہیں یقین آجائے گا۔"

اس وقت تک میری گاڑی جس راستے پر سے گزر رہی تھی اس راستے پر ایک بڑی سی کھلی گاڑی اس طرح آکر کھڑی ہو گئی تھی کہ آگے جانے کا راستہ رک گیا تھا۔ یعنی ایل مونا کے آدمی مجھ سے حساب کرنے پہنچ گئے تھے۔

جب انھوں نے مجھے گاڑی سے باہر آنے کے لیے کہا تو میں نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ تلاشی لینا چاہتے تھے' میں نے انکار نہیں کیا۔ انھوں نے ہر طرح اپنا اطمینان کیا لیکن ہیرا برآمد نہ ہو سکا۔ ایک نے سخت لہجے میں پوچھا: "تمہارے پاس جو ہیرا تھا۔ تم نے اسے کہیں چھپا دیا ہے۔"

"بھئی کس ہیرے کی بات کر رہے ہو' میں ڈاکٹر میکاکس ہوں۔ یہاں کے لوگ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"تم ہمیں بھی اچھی طرح جان لوگے ہیرا سیدھی طرح ہمارے حوالے کر دو۔"

"اگر میرے پاس ہے تو اور اچھی طرح تلاش کر لو' نہیں ہے تو پیچھا چھوڑ دو۔"

اتفاق سے ایک پولیس کی گاڑی وہاں سے گزر رہی تھی انھیں پیچھا چھوڑنا پڑا۔ وہ ٹرک کو وہیں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ ان کی دوسری گاڑی اس راستے پر کھڑی ہوئی تھی جہاں سے میں گزر کر آیا تھا۔ پولیس والے ان کا تعاقب نہ کر سکے کیوں کہ وہ ٹرک کے دوسری طرف رک گئے تھے۔ ان کے لیے بھی آگے بڑھنے کا راستہ نہیں تھا۔ انھوں نے ٹرک کو ڈرائیو کرتے ہوئے ایک طرف ہٹایا۔ اس وقت تک وہ فرار ہو چکے تھے۔ بہر حال میرے لیے راستہ صاف ہو گیا۔ جب میری گاڑی آگے بڑھ گئی تو میں نے ایل مونا کے پاس پہنچ کر دیکھا' وہ ڈاکٹر ڈوگلس کے گیسٹ روم میں تھی۔ فرکا اوور کوٹ اتار رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا کہ کوئی بھی لباس اتار کر رکھنے سے پہلے جیبوں کی تلاشی لینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کوئی قیمتی چیز ملازموں کے ہاتھ لگ جائے۔"

اس نے اوور کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا' اس کے ساتھ ہی دل دھک سے رہ گیا۔ کوئی سخت سی چیز ہاتھ میں آئی مگر اس کی تراش ایسی تھی کہ دیکھے بغیر ہی خیال ہیرے کی طرف گیا۔ اس نے فوراً ہی جیب سے ہاتھ نکالا۔ اپنی مٹھی کھولی تو ہتھیلی پر وہی ہیرا جگمگا رہا تھا۔

پہلے وہ حیرانی سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی رہی پھر اس نے فوراً ہی اسے اوور کوٹ کی جیب میں ڈال لیا دوسرے لفظوں میں چھپا دیا کہ کوئی دیکھ نہ رہا ہو پھر سوچنے لگی: "یہ ڈاکٹر میکاکس تو بڑا مکار نکلا۔ میں نے ہیرا اس کی جیب میں ڈالا' اس نے پتا نہیں کب میرے اوور کوٹ کی جیب میں اسے ڈال دیا۔ میں اس پر الزام لگا رہی تھی' اب مجھ پر الزام عائد ہونے والا ہے۔ میں اس ہیرے کو کہاں چھپاؤں؟ میرے آدمیوں نے اس کی تلاشی لی ہو گی اور اس نے کہا ہو گا کہ ہیرا اس کے پاس نہیں میرے پاس ہے۔ وہ آدمی جو میرے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں' وہ میرا لحاظ نہیں کریں گے۔ پراسرار باس کا حکم ہے کہ چوری کے معاملے میں کسی کا لحاظ نہ کیا جائے۔ وہ یہاں تلاشی لینے

مزور آئیں گے۔ اوہ گاڈ' میں کیا کروں؟"

وہ سوچتی رہی۔ پریشان ہوتی رہی۔ کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ پھر اسے کسی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ وہ دوڑ کر کھڑکی کے پاس آئی' دیکھا تو اس کے آدمی گاڑی میں آئے تھے اور اب دروازہ کھول کر اتر رہے تھے۔

وہ کھڑکی کے پاس سے دوڑتی ہوئی گیسٹ ہاؤس کے پچھلے دروازے کے پاس گئی۔ اس دروازے کو کھول کر باہر آئی۔ پچھلے حصے میں ایک چھوٹا سا باغیچہ بنا ہوا تھا' پھولوں کے گملے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے جلدی سے ایک گملے کی مٹی کو بائیں ہاتھ سے کریدا' ہیرے کو وہاں رکھا۔ پھر اس پر مٹی ڈال دی اور واپس اپنے کمرے میں آگئی۔ باتھ روم میں پہنچ کر ہاتھوں کو دھویا پھر تولیے سے خشک کرتے ہوئے کمرے میں آئی تو دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔

اس نے دروازے کو کھولتے ہوئے پوچھا: "کیا وہ ہیرا برآمد ہوا؟"

"نہیں مادام! ہم نے اس کی اچھی طرح تلاشی لی تھی۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"میں نے وہ ہیرا اپنی آنکھوں سے اس کے پاس دیکھا تھا۔ یقیناً اس نے راستے میں کہیں چھپا دیا ہو گا۔"

"ہمیں افسوس ہے۔ ہم اس کی اچھی طرح تلاشی نہ لے سکے۔ پولیس والے آگئے تھے۔ ہم نے غیر قانونی طور پر ایک ٹرک کو راستے میں کھڑا کیا تھا۔ ہمیں وہاں سے بھاگنا پڑا۔"

"کوئی بات نہیں' شام کو یا رات کو جب بھی موقع ملے ڈاکٹر میکاکس کے بنگلے کا معائنہ کرنا یا کسی طرح اسے تنہائی میں پکڑ کر اس سے اگلوانے کی کوشش کرنا کہ اس نے ہیرے کو کہاں چھپا کر رکھا ہے۔"

وہ سب چلے گئے۔ ایل مونا نے اطمینان کی سانس لی پھر اپنے بیڈ روم میں آکر بستر پر گر پڑی۔ تھکے ہوئے انداز میں کروٹ بدلی کہ سونے کے لیے لیٹ گئی۔ میں نے اس کے دماغ میں سوچ پیدا کی: "میں نے ہیرے کو گملے میں چھپایا ہے مگر اس کی مٹی کو گہرائی تک نہیں کھودا تھا۔ مالی کہے گا تو وہ اس کے ہاتھ لگ سکتا ہے۔ اگر مالی لالچی ہو گا تو اسے چھپا دے گا ورنہ ڈاکٹر ڈوگلس کے حوالے کر دے گا اور میری چوری کھل جائے گی۔"

وہ بستر پر سکون سے نہ لیٹ سکی۔ چوری نے اس کا سکہ ہلا کر لوٹ لیا تھا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر تیزی سے چلتے ہوئے دوسرے کمرے میں آئی۔ پھر اس کا پچھلا دروازہ کھول کر باغیچے میں پہنچی۔ جس گملے میں ہیرے کو چھپایا تھا' وہ گملا اسے اچھی طرح یاد تھا۔ اس نے مٹی کو ذرا سا کرید کر دیکھا' ہیرا وہاں نہیں تھا۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

اس نے آس پاس کے گملوں کو دیکھا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ ہیرا کون سے گملے میں چھپایا ہے۔ پھر بھی وہ اپنی تسلی کے لیے دوسرے گملوں کی مٹی کو کرید کر دیکھتی رہی' ہیرا کہیں نہیں تھا۔ وہ پریشان ہو کر دروازے سے لگ گئی۔ دور ہی دور سے حیران ہو کر ایک ایک گملے کو دیکھنے لگی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' اتنی جلدی اس ہیرے کو کس نے غائب کر دیا۔ کس نے چرا لیا۔ آخر یہ ہیرا اس کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ رہا ہے؟ پیچھا چھوڑ کر بھی اس کے لیے دہشت بنا ہوا ہے۔

میں اپنے بنگلے میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں میری خدمت کے لیے ایک ملازم تھا۔ میں نے اس دوران اپنے خاص ڈرائیور سے گفتگو کی تھی۔ اس سے گھل مل گیا تھا۔ پھر اپنے بنگلے کے ملازم سے بھی اسی انداز میں گفتگو کی۔ ڈاکٹر میکاکس بھی ایسا ہی زندہ دل اور انسان دوست تھا۔ وہ ملازموں سے بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔ ان سے محبت سے پیش آتا تھا۔ میں نے وہاں پہنچ کر گرم پانی سے غسل کیا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد ہلکا سا ناشتا کرنے بیٹھ گیا۔ پھر مونا کی خبر لی۔

وہ ابھی تک پریشان تھی۔ وہ بھی غسل کرنے کے بعد لباس تبدیل کر چکی تھی۔ ناشتا کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ ڈاکٹر ڈوگلس نے اپنے کمرے سے فون کے ذریعے کہا تھا کہ وہ ناشتا کرنے آجائے۔ اگر نہیں آئے گی تو وہ بھی چائے نہیں پیے گا۔

اسے مجبوراً جانا پڑا۔ ڈائننگ روم میں ڈاکٹر ڈوگلس اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا: "گڈ مارننگ بے بی، یہاں میرے پاس آکر بیٹھو۔"

وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ ناشتا کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ دماغ ہیرے کی طرف لگا ہوا تھا کہ آخر وہ کہاں غائب ہو گیا ہے؟ ڈاکٹر نے ایک پلیٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "تم اتنی گم صم کیوں ہو' سلائس اور کھن لو۔"

اس نے ایک سلائس لیا۔ پھر کہا: "ڈاکٹر میکاکس بہت چالاک ہے۔ اس نے ہیرے کو کہیں چھپا

دیا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا: "تم فکر نہ کرو۔ یہ ڈش چکھ کر دیکھو۔ بڑی لذیذ ہے۔"

"نہیں، میرا دل نہیں چاہتا۔ بس ایک سلائس کافی ہے۔ میرے کہنے پر ذرا سا چکھ لو، پلیز۔"

ڈاکٹر نے اس طرح کہا کہ اس نے مجبور ہو کر ڈش کو ہاتھ میں لیا۔ اس پر ڈھکن تھا۔ اس نے ڈش کو سامنے رکھ کر اس کا ڈھکن اٹھایا پھر دل دھک سے رہ گیا۔ ڈش کے اندر وہ ہیرا جگمگا رہا تھا۔ کھانے کی کوئی ڈش نہیں تھی۔ ایل مونا نے ایک دم سے گھبرا کر ڈاکٹر ڈوگلس کو دیکھا۔ وہ بڑی مکاری سے مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا: "بے بی! پچھلی بار جب تم یہاں آئی تھیں تو میں نے شراب کے نشے میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا اور تم نے مجھے تھپڑ مار دیا تھا۔ اس لیے کہ میں بوڑھا ہوں اور تم جوان ہو۔ کیا بوڑھوں کے سینے میں دل نہیں ہوتا؟"

وہ ہکلاتے ہوئے بولی: "ڈاکٹر، یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"وہی جو تم سمجھ رہی ہو اور نادان بن رہی ہو۔ جو تھپڑ تم نے میرے منہ پر مارا تھا، اسے لوٹانے کا موقع ہاتھ آگیا ہے۔"

"کیا تم اس ہیرے کی چوری کا الزام مجھ پر عائد کرنا چاہتے ہو؟"

"صرف الزام نہیں دینا چاہتا، ثبوت بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ ہیرا میرے پاس تھا؟"

"جب تم گھبرائی ہوئی تھیں اور اس ہیرے کو گلے میں چھپا رہی تھیں تو یہ بھول گئیں کہ میرے بیڈ روم کی کھڑکی ادھ کھلی ہے اور میں وہاں سے دیکھ سکتا ہوں۔ جب تم اس گلے کی مٹی کو کرید رہی تھیں تو میں ایک دم سے چونک گیا۔ تم میری مہمان ہو، بھلا میرے گلے کی مٹی کیوں کریدنا چاہو گی۔ ضرور کوئی بات ہو سکتی تھی۔ میں نے فوراً ہی الماری کھول کر مووی کیمرے کو نکالا۔ پھر زوم لینس کے ذریعے تمہاری اس حرکت کو ریکارڈ کر لیا۔ تم اتنا تو سمجھ سکتی ہو کہ زوم لینس کے ذریعے اس گلے کا کلوز شاٹ لے سکتا ہوں۔ تم چاہو تو وہ وڈیو فلم دکھا سکتا ہوں۔ اس کیمرے نے صاف طور پر اس ہیرے کو پکچرائز کیا ہے اور یہ ریکارڈ ہو چکا ہے کہ تم نے اپنے ہاتھوں سے اس ہیرے کو اس گلے کی مٹی کے اندر چھپایا تھا۔"

وہ سن رہی تھی۔ کبھی تھوک نگل رہی تھی۔ کبھی پریشان ہو کر کرسی پر پہلو بدلنے لگتی تھی۔ اب میں ڈاکٹر ڈوگلس کے دماغ میں بیٹھ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ اُڑ رہا تھا۔ ایسی حالت میں بھی وہ اس قدر حسین لگ رہی تھی کہ ڈاکٹر کا دل اندر ہی اندر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ وہ اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اس کی کلائی پکڑنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ابھی نہیں، اب یہ میرے قابو میں ہے جب چاہوں پکڑ سکتا ہوں۔ مزہ تو تب ہے جب یہ راضی خوشی میرے پاس خود چلی آئے۔"

اس نے اپنی سوچ کے ذریعے قائل ہو کر کہا: "ہاں، مجھے صبر کرنا چاہیے۔ اس کے تڑپنے کا تماشا دیکھنا چاہیے۔ آج رات تک میں انتظار کروں گا۔ اگر یہ خود نہ آئی تو اسے پر مجبور کر دوں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی: "ڈاکٹر! میری بات کا یقین کرو، ہیرا میں نے نہیں چرایا ہے۔ ڈاکٹر میکاکس بہت چالاک ہے۔ پتا نہیں اس نے کس طرح اسے میرے اوور کوٹ کی جیب میں رکھ دیا تھا۔"

"بکواس مت کرو۔ میں ڈاکٹر میکاکس کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ وہ ایسی حرکت کر ہی نہیں سکتا۔ تم نے ایک صحیح آدمی پر غلط الزام لگایا ہے۔"

"میں سچ کہتی ہوں۔ قسم کھاتی ہوں۔"

"اگر یہ بات سچ بھی ہو تو کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے اس ہیرے کو چھپاتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیمرا اس بات کا گواہ ہے لہٰذا تم مجرمہ ہو۔"

"میں نہیں ہوں۔"

"تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ جب میں پُراسرار باس تک وہ وڈیو فلم پہنچاؤں گا تو تمہارے بیان پر کون یقین کرے گا؟"

"ڈاکٹر پلیز، تم چاہو تو اس وڈیو کیسٹ سے میری تصویر مٹا سکتے ہو۔"

"بالکل مٹا سکتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ میں ہاتھ پکڑوں تو تم طمانچہ نہ مارو۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ میں تمہیں اپنا بزرگ سمجھتی ہوں، تم میرے باپ کی جگہ....."

"یو شٹ اپ۔" ڈاکٹر ڈوگلس ایک دم سے اچھل کر

کھڑا ہو گیا۔ غصّے سے بولا: "آگے ایک لفظ بھی کہا تو طمانچے کا جواب طمانچے سے دوں گا مگر میں صبر کرنا جانتا ہوں۔ جو پھل آپ ہی آپ جھولی میں آ گرے، اسے توڑنا مناسب نہیں سمجھتا۔ میں آج شام تک انتظار کروں گا۔ تمہارا فیصلہ میرے حق میں نہ ہوا تو یہ وڈیو کیسٹ پُراسرار باس تک پہنچا دیا جائے گا۔"

میں نے ایل مونا کی سوچ میں کہا: "شام بہت دور ہے اس وقت تک میں کوئی تدبیر سوچ لوں گی۔ فی الحال اس کے ساتھ سہولت سے بات کرنا چاہیے۔"

اس نے سر جھکا کر کہا: "ڈاکٹر! تم خواہ مخواہ طیش میں آ گئے ہو۔ آرام سے بیٹھ کر باتیں کی جا سکتی ہیں۔"

وہ آرام سے بیٹھتے ہوئے بولا: "اب یہ موضوع زیرِ بحث نہیں آنا چاہیے۔ ہم شام ہی کو بات کریں گے۔ فی الحال مجھے بتاؤ، تم گریس کیلی کے میک اَپ میں آئی تھیں۔ کیا کسی نے تمہارا تعاقب کیا؟"

"یہ ہیرے کا معاملہ ایسا طول پکڑ گیا کہ میں وہ بات بتانا بھول گئی۔ ایک ابراہیم ڈیوس نامی شخص میرے پیچھے پڑ گیا تھا۔ میں نے خطرہ محسوس کیا تو اسے زہریلی پن کے ذریعے ہلاک کر دیا۔ اس قتل کا الزام ابراہیم ڈیوس کے ایک دوست پر آیا۔ میں صاف بچ کر نکل آئی ہوں۔"

"کیا تم نے یہ معلوم نہیں کیا کہ وہ کون تھا اور کس گروہ سے تعلق رکھتا تھا؟"

وہ اس سلسلے میں کہنا چاہتی تھی کہ میں نے ابراہیم ڈیوس اور ماسٹر کی کے متعلق اسے بتایا ہے لیکن میں نے اسے کہنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کی سوچ میں بات بدل دی۔ وہ کہنے لگی: "میں نے ابراہیم ڈیوس سے محبت کا اظہار کیا تھا۔ اور اس سے بات اگلوائی تھی۔ اس نے بتایا کہ اس کا تعلق ماسٹر کی سے ہے اور وہ خود یوگا کا ماہر ہے۔"

"کام کی باتیں بتاؤ۔ وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

"اس نے مجھے دھمکی دی تھی۔ کہہ رہا تھا، ہم میں سے کسی نے سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کو غائب کیا ہے اور کہیں لے جا کر چھپا دیا ہے۔ اگر میں اس کا ساتھ نہیں دوں گی تو وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ میں نے پیچھا چھڑانے کے لیے اسے موت کے حوالے کر دیا۔"

ڈاکٹر ڈوگلس نے اٹھتے ہوئے کہا: "میں یہ تمام رپورٹ باس تک پہنچا دوں گا۔ تم سفر کی تھکن اتارنے اپنے بیڈ روم میں جا سکتی ہو۔"

وہ چلا گیا۔ یہ اپنے بیڈ روم میں آئی۔ دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر شکست خوردہ انداز میں بستر پر گر پڑی۔ حالات نے اُسے چاروں شانے چت کر دیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی: "کیا کرے، کس طرح اس بوڑھے ڈاکٹر ڈوگلس سے اپنے آپ کو بچائے اور وڈیو کیسٹ بھی کس طرح حاصل کرے۔ پتا نہیں، اس نے کیسٹ کو کہاں چھپا کر رکھا ہے؟"

میں نے اس کا دھیان اپنی طرف لگایا۔ وہ میرے متعلق سوچنے لگی: "کیا میں ڈاکٹر میکاکس کی مدد حاصل کروں۔ میرا یہاں کوئی نہیں ہے۔ مجھے کسی کو دوست بنا کر رکھنا چاہیے۔ میں بے وقوف لڑکی ہوں۔ ایک اچھے دوست کو دشمن بنا رہی تھی۔"

وہ سوچتے سوچتے اٹھ بیٹھی۔ پھر اس کے دماغ نے پوچھا: "لیکن وہ ہیرا جو میں نے اس کی جیب میں رکھا تھا، واپس میری جیب میں کیسے آ گیا تھا، کیا ڈاکٹر میکاکس میری چالاکی کو سمجھ گیا تھا، کیا اس نے پہلے ہی قیاس آرائی کر لی تھی کہ اس ہیرے کی وجہ سے وہ کسی مصیبت میں پڑ سکتا ہے۔ اور اس نے دیکھا ہو گا کہ اس ہیرے کو تلاش کرنے کے لیے کچھ لوگوں نے راستے میں گھیرا تھا اور ناکام ہو کر گئے تھے۔ اس طرح ڈاکٹر میکاکس کو مجھ پر شبہ ہو گا کہ میری وجہ سے وہ مصیبت میں پڑنے والا تھا۔ کیا ایسی صورت میں وہ میری مدد کرے گا؟"

باہر گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس آئی۔ ڈاکٹر ڈوگلس کہیں جا رہا تھا۔ جب وہ گاڑی احاطے سے باہر چلی گئی تو میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے فون کے ذریعے ڈاکٹر میکاکس سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔"

وہ اس خیال سے ہچکچا رہی تھی۔ میں نے اسے اپنے طور پر فیصلہ کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ اور پھر ڈاکٹر ڈوگلس کے دماغ کو کریدنے لگا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا، جب دونوں بھائی بہن ایل مانڈو اور ایل مونا نے سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کو تنانا پہنچایا اور انھیں ڈاکٹر ڈوگلس کے حوالے کیا تو پھر ڈاکٹر نے ان تینوں کو کہاں پہنچایا تھا؟"

میں نے ڈوگلس کے دماغ میں ان تینوں کا خیال پیدا کیا۔ وہ اسی کے تسلسل سے سوچنے لگا: "یہ پُراسرار باس کون ہے؟ کیا ہے؟ شاید کوئی نہیں جانتا اور اس کی پُراسراریت کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ وہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا ہے۔ میں اس کا وفادار ہوں لیکن وہ مجھے بھی اپنے متعلق تاریکی میں رکھتا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا: "کیا ایسی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی کہ اس سے براہِ راست گفتگو ہو سکے؟"

"ہرگز نہیں۔ وہ کبھی کسی کے سامنے نہیں آتا۔ اپنی آواز تک نہیں سناتا ہے۔ اسے اندیشہ ہے کہ فرہاد زندہ ہے۔ چھپا ہوا ہے وہ کسی نہ کسی کے ذریعے اس کی آواز سن لے گا پھر وہ دن اس کی پُراسراریت اور پُرسکون زندگی کا آخری دن ہو گا۔"

وہ ڈرائیو کرتا جا رہا تھا اور سوچتا جا رہا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ اس سے کم از کم یہ معلوم کر لوں کہ سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کو کہاں پہنچایا جائے گا لیکن اس نے صرف اتنا ہی کہا: "مجھے الاسکا کے مغربی ساحلی شہر کوئزبو جانا ہو گا اور ان تینوں کو اس کے ایک ایجنٹ کے حوالے کرنا ہو گا۔"

میں نے اس ایجنٹ کا نام اور پتا معلوم کیا۔ اس کی سوچ نے کہا: "ایجنٹ کا نام شور لے ایوان ہے۔ یہ کوئزبو فلائنگ کلب کے نیم سرکاری ادارے کا ڈائریکٹر ہے۔"

ڈاکٹر ڈوگلس کا دماغ اس سے زیادہ معلومات فراہم نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اسے اچھی طرح ٹٹول لیا تھا۔ اس کی سوچ کی لہروں نے مجھ سے کچھ نہیں چھپایا تھا۔ اچانک فون کی گھنٹی سنائی دی۔ میں بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا، صوفے پر بیٹھ کر ریسیور کو اٹھایا پھر کان سے لگاتے ہوئے کہا: "ہیلو، ڈاکٹر میکاکس دس اینڈ۔"

دوسری طرف سے ایل مونا کی آواز سنائی دی: "ہیلو ڈاکٹر! میں بول رہی ہوں۔ کیا مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

"مکار عورت کو ایک ہی بار پہچان لینا کافی ہوتا ہے۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔"

"کیا سمجھنے کے لیے اور کچھ رہ گیا ہے؟"

"میں مجبور تھی۔ وہ ہیرا ایک ہڈی کی طرح میرے گلے میں اٹک گیا ہے۔ نہ اسے نگل سکتی ہوں، نہ اُگل سکتی ہوں۔ تم غصہ کیوں دکھا رہے ہو۔ میں نے مکاری کی کہ تم نے اس کے جواب میں مجھ سے مکاری دکھائی۔ وہ ہیرا واپس میری جیب میں ڈال دیا حساب برابر ہوا اس کی وجہ سے میں مصیبت میں پڑ گئی ہوں۔ پلیز میری مدد کرو۔ ورنہ میں کہیں کی نہیں رہوں گی۔"

"کیا ڈاکٹر ڈوگلس تمہارا حمایتی، تمہارا دوست نہیں ہے؟"

"اس کا نام بھی نہ لو۔ وہ بوڑھا شیطان مجھے ہوس بھری نظروں سے دیکھتا ہے اور مجھے اس مصیبت سے نکالنے کے لیے ایسی شرط پیش کر رہا ہے جسے میں جیتے جی کبھی قبول نہیں کر سکتی۔"

"پھر سیدھا راستہ ہے۔ اس کی شرط نہ مانو اور اپنی جان پر کھیل جاؤ۔"

"کیسی بے دردی سے کہہ رہے ہو کیا جان سے گزر جانا اتنا آسان ہوتا ہے۔ زندگی ایک بار ملتی ہے۔ میں یہ زندگی ہنستے کھیلتے گزارنا چاہتی ہوں۔ پلیز، ہیلپ می، کسی طرح مجھے اس شیطان سے نجات دلاؤ۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"آخر کیا ہوا ہے۔ کچھ بتاؤ تو سہی نا؟"

وہ ہیرے کے متعلق بتانے لگی۔ میں اسے ایک گلے میں چھپا رہی تھی، ڈاکٹر ڈوگلس نے دیکھ لیا۔ اس کا وڈیو کیسٹ تیار کر چکا ہے۔ وہ کیسٹ ایسی جگہ پہنچایا جائے گا جہاں میری موت یقینی ہو گی۔"

اس کی روداد سننے کے بعد میں نے کہا: "تم چاہتی ہو، میں وہ وڈیو کیسٹ غائب کر دوں۔"

"وہ غائب ہو جائے تو اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے۔"

"تمہارے کام آنے سے مجھے کیا ملے گا؟"

"آں...." وہ ذرا ہچکچائی، پھر بولی: "تم کیا چاہتے ہو؟"

"جو شیطان چاہتے ہیں وہ نہیں چاہتا۔ پہلے یہ بتاؤ الاسکا میں کتنے عرصے رہی ہو؟"

"کم از کم سات برس رہ چکی ہوں۔"

"مغربی ساحلی شہر کوئزبو گئی ہو؟"

"کئی بار جا چکی ہوں۔"

"تمہارے پُراسرار باس کے وہ تمام ایجنٹ جو الاسکا کے مختلف شہروں میں کام کرتے ہیں کیا تم انھیں جانتی ہو؟"

"میں تقریباً سب کو جانتی ہوں۔ جب بھی یورپ سے یہاں آتی ہوں کسی نہ کسی سے رابطہ قائم ہوتا ہی رہتا ہے۔"

"کیا مسٹر شور لے ایوان کو جانتی ہو؟"

"بہت اچھی طرح۔ وہ ایک فلائنگ کلب کے نیم سرکاری ادارے میں ڈائریکٹر ہے اور ہمارے باس کا خفیہ ایجنٹ بھی۔"

"کیا میرے ساتھ کوئزبو جانا چاہو گی؟"

"مجھے اس مصیبت سے نجات دلا دو۔ پھر تمہارے ساتھ جہنم میں بھی جا سکوں گی۔"

"تم موت سے ڈرتی ہو۔ پھر جہنم یا جنت کیسے

جا سکو گی؟"

"میرا مذاق نہ اڑاؤ، میں بہت پریشان ہوں۔"

"ایک گھنٹے بعد تمہاری پریشانی ختم ہو جائے گی۔ وہ وڈیو کیسٹ اور تمہارا چرایا ہوا ہیرا اس کے پاس سے غائب ہو جائے گا۔"

"تم ایسے دعویٰ کر رہے ہو جیسے کوئی سپرمین ہو۔ کہیں مجھے بہلا تو نہیں رہے ہو؟"

"صرف ایک گھنٹا انتظار کرو۔"

"ایک گھنٹے میں میرا دم نکل جائے گا۔ تم نہیں جانتے، وہ پُراسرار باس کتنا ظالم درندہ ہے۔ کسی سے رعایت نہیں کرتا۔ خواہ اس کے لیے کتنی ہی قربانیاں دی جائیں لیکن غداری کی ذرا سی بھی بُو آئے تو وہ قریب پھٹکنے نہیں چھوڑتا۔ ایسی اذیتیں دیتا ہے جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے کتنے ہی غداروں کو سسک سسک کر تڑپ تڑپ کر مرتے دیکھا ہے۔"

"میں نے کہا نا، تمہارا کام ہو جائے گا۔"

"میں ایک گھنٹا انتظار نہیں کروں گی۔ پلیز، جلدی کچھ کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ فون پر انتظار کرو۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر ڈوگلس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا، اس نے کیسٹ اور اس ہیرے کو کہاں چھپا کر رکھا ہے۔ وہ نادان نہیں تھا۔ ان چیزوں کو اپنے گھر چھپا کر نہیں جا سکتا تھا۔ اسے ایل مونا کی طرف سے خدشہ تھا۔ وہ مقفل دروازوں کو کسی طرح کھول کر اندر پہنچ جاتی اور ان چیزوں کو تلاش کر کے ضائع کر دیتی ـــــ اس لیے وہ کیسٹ اور ہیرا ابھی اس کے پاس ہی تھا۔ کار میں موجود تھا۔ وہ کار میڈیکل سینٹر کے پارکنگ شیڈ میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے چاروں دروازوں کو لاک کر دیا تھا۔ ڈیش بورڈ بھی مقفل تھا جس میں کیسٹ اور ہیرا رکھا ہوا تھا۔ وہ اپنے چیمبر میں بیٹھا ہوا ایک ایکسرے کا مطالعہ کر رہا تھا۔ میں نے اسے وہاں سے اٹھا دیا۔

وہ اپنے چیمبر سے نکل کر راہداری سے گزرتا ہوا جانے لگا۔ ایک شخص نے مخاطب کیا: "ہیلو، ڈاکٹر کہاں جا رہے ہو؟"

میں نے اس کی زبان سے جواب دیا: "جسٹ اے منٹ، ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔ ابھی آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنی کار کے پاس آیا۔ اسے کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا ایک شاہراہ پر آ گیا۔ اس کا دماغ پوری طرح میرے قبضے میں تھا۔ وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کس حالت میں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ میں اسے ڈرائیونگ کراتا ہوا مختلف راستوں سے گزارتا ہوا ایک ویران راستے پر لے آیا۔ وہاں میں نے گاڑی رکوا دی۔

مجھے اس کے دماغ سے معلوم ہو چکا تھا کہ کار کی ڈکی میں ایکسٹرا پٹرول رکھا ہوا ہے۔ اس نے کار سے اتر کر ڈکی کو کھولا پھر پٹرول سے بھرے ہوئے کین کو اٹھا کر کار کے اندر آیا۔ اگلی اور پچھلی سیٹوں پر اسے چھڑکنے لگا۔ اس نے ڈیش بورڈ کو کھول کر وہ کیسٹ بھی نکال لیا۔ اس پر بھی پٹرول چھڑک دیا۔ ہیرے کو اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ اس کے بعد آرام سے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر ایک سگریٹ کو منہ میں دبا کر سلگانے کے لیے لائٹر نکالنے لگا۔

جب اس نے لائٹر نکال کر اسے سلگایا تو میں نے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ یکبارگی ہڑبڑا کر اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ میں نے کہا: "ہیلو ڈاکٹر! کیا تم اپنے دماغ میں میری آواز سن رہے ہو؟"

وہ ایک دم سے دہشت زدہ ہو کر بولا: "کون، کون میرے دماغ میں بول رہا ہے۔ نہیں، رسونتی نہیں بول سکتی۔ وہ تو کوما میں ہے۔"

"ہاں، وہ کوما میں ہے لیکن تم نہیں جانتے کہ اسے کہاں لے جا کر رکھا گیا ہے۔ اس لیے تم میرے لیے بے کار ہو۔"

اس نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔ "کک.... کیا تم فرہاد ہو؟"

"تمہاری موت ہوں، اتنا ہی جان لینا کافی ہے۔"

"نہیں نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے کیوں مارنا چاہتے ہو۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"بکواس نہ کرو۔ اپنے ہاتھ میں لائٹر دیکھو اور پٹرول کی بو سونگھتے رہو۔ اس کار کے اندر ہر طرف پٹرول پھیلا ہوا ہے۔ لائٹر تمہارے ہاتھ سے ذرا بھی ادھر اُدھر ہو گا تو آگ لگ گی اور تم اس کار سے نکل نہیں پاؤ گے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس نے کار کے دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسے کھولنا چاہتا تھا مگر اس کا ہاتھ

حرکت نہ کر سکا۔ پھر میں نے کہا "تم اپنی مرضی سے باہر نہیں نکل سکو گے، چاہے ہزار بار کوشش کر لو۔"

اس نے اپنے جسم کی پوری قوت کو آزماتے ہوئے دروازے کی طرف پلٹنا چاہا لیکن وہ پلٹ نہ سکا۔ میں نے کہا۔ "کیوں میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ اتنا سمجھ لو کہ تم نے میری تین ساتھیوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا اور دشمنوں کا ہاتھ بٹایا۔ اس کی سزا تمھیں مل رہی ہے۔"

"نہیں نہیں، مجھے معاف کر دو۔ میں تمھارے کام آؤں گا۔"

"میں تمھارے دماغ کو گہرائی تک پڑھ چکا ہوں۔ تمھارے پاس معلومات کا جو ذخیرہ تھا، وہ میرے پاس ہے۔ اس سے زیادہ نہ تم میرے لیے معلومات فراہم کر سکتے ہو اور نہ ہی اپنے پُراسرار باس تک پہنچ سکتے ہو۔"

وہ نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلا رہا تھا، گھبرا رہا تھا، چیخنا چاہتا تھا۔ لیکن اجازت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ پھر اس نے بے اختیار لائٹر کو جلایا۔ ایک ننھا سا شعلہ بھڑکا۔ پھر وہ سگریٹ سلگانے لگا۔ اب وہ سمجھ رہا تھا کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے، بے اختیار کر رہا ہے۔ اور اسے اپنے آپ پر قابو نہیں ہے۔ میں نے کہا۔ "اب سگریٹ کا گھراکش لو۔"

اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی ایک گھراکش لیا۔ پھر دھواں چھوڑنے لگا۔ میں نے کہا۔ "اپنے لائٹر والے ہاتھ کو دیکھو، یہ کانپ رہا ہے۔"

اس نے گھبرا کر کہا۔ "نہیں نہیں میرا ہاتھ نہیں کانپ رہا ہے۔"

"نہیں کانپ رہا ہے تو اسے کانپنا چاہیے تاکہ تمھارے ہاتھ سے یہ چھوٹے اور پٹرول تک پہنچے۔"

وہ گڑگڑانے لگا۔ میں نے کہا۔ "تم تو اس قابل ہو کہ اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہے ہو، گڑگڑا رہے ہو لیکن میری سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کو گڑگڑانے کے قابل بھی نہیں چھوڑا گیا۔ وہ کوما میں جانے کے بعد ذرا حرکت نہیں کر سکتیں لیکن دیکھو تمھارا ہاتھ ہل رہا ہے، کانپ رہا ہے۔"

پھر اس کا ہاتھ کانپنے لگا۔ وہ دوسرے ہاتھ سے لائٹر والے ہاتھ کو پکڑ کر اسے روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی وقت لائٹر چھوٹ کر وڈیو کیسٹ پر آ گرا اور شعلے بھڑک گئے۔ پک چھپکتے ہی پوری گاڑی کے اندر آگ پھیل گئی۔ اندر برائے نام ہوا تھی۔ دھواں بھر رہا تھا، شعلے بھڑک رہے تھے اور ڈاکٹر شعلوں کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ وہ چیخنا چاہتا تھا، مدد کے لیے پکارنا چاہتا تھا مگر موت سے پہلے ہی زبان بند ہو گئی تھی۔

وہ گاڑی ایک آتش فشاں بن گئی تھی۔ اندر آگ بھر جائے تو کیا ہوتا ہے؟ جب پہاڑ پھٹ سکتے ہیں تو کار کی کیا وقعت ہے۔ اچانک ایک زبردست کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی میری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ ڈاکٹر کا دماغ میری سوچ کی لہروں کو قبول کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا۔ دل ہی دل میں سونیا کو پکارتا رہا۔ رسونتی کو یاد کرتا رہا۔ اعلیٰ بی بی سے کہتا رہا۔ تم سب سرد خانوں میں جانے کہاں پڑی ہوئی ہو۔ میں نے ایک دشمن کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا ہے۔ جب تک تم تینوں مجھے نہیں ملو گی، یہ سردی اور گرمی کا کھیل جاری رہے گا۔ وہ تمھیں سرد خانوں کے عذاب میں مبتلا رکھیں گے، میں انھیں جہنم کی آگ میں جلاتا رہوں گا۔

دس منٹ کے بعد میں نے ریسیور کو اٹھایا، نمبر ڈائل کیے۔ پھر دوسری طرف سے ایل مونا کی آواز سنتے ہی کہا۔ "ڈاکٹر ڈوگلس کی کار میں آگ لگ گئی ہے۔"

"کیسے؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

وہ کار کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس وڈیو کیسٹ رکھا تھا۔ اور اس کے کوٹ کی جیب میں ہیرا پڑا ہوا تھا۔ اچانک کار کے اندر آگ لگ گئی۔ ایسی آگ بھڑکی کہ وہ باہر نہ نکل سکا۔ اندر ہی جل کر مر گیا۔"

"تمھیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

"تم نے ایک کام میرے حوالے کیا تھا، وہ ہو گیا اور کیسے ہوا، یہ سوال کرنے کا حق تمھیں نہیں ہے۔ تمھیں ایک بہت بڑی مصیبت سے نجات مل گئی ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"الاسکا میڈیکل سینٹر میں فون کرو۔ اور تصدیق کر لو کیونکہ وہ میڈیکل سینٹر کا ایک معزز ڈاکٹر سمجھا جاتا تھا۔ لہٰذا میت تعزیت کے لیے وہاں جا رہا ہوں۔ چاہو تو تم وہاں آ سکتی ہو۔"

میں نے ریسیور کو رکھا۔ ٹرانسیور سے کار نکالنے کو کہا۔ پھر لباس تبدیل کرنے کے بعد کار کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ جب اسپتال پہنچا تو وہاں بڑے بڑے فنکاروں، ادیبوں سے تعلق رکھنے والے معزز لوگوں اور پروفیسروں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ پتا چلا، جب کار دھماکے سے اڑی تو ڈاکٹر ڈوگلس کے بھی چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ اس حادثے پر طرح طرح کی

قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں۔ پولیس والے بھی پریشان تھے کہ کار کے اندر آگ کیسے لگ گئی۔ بہرحال میں اس رات کسی کے لیے پابند ہو گیا تھا۔ وہاں سے جانا مناسب نہیں تھا کیوں کہ وہ اچھے ڈاکٹروں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کی آخری رسومات کے وقت موجود رہنا لازمی تھا۔

ایل مونا بھی پہنچ گئی۔ مجھے دیکھتے ہی تیزی سے قریب آئی اور اس نے کہا۔ "پہلے معلومات حاصل کرتی پھرو۔ پھر مجھ سے ملنا کرنا۔"

"میں احاطے میں داخل ہوتے ہی معلوم کر چکی ہوں۔ تعجب ہے، یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟"

میں نے اس کے قریب پہنچ کر کان میں سرگوشی کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں سب لوگوں کے سامنے بتا دوں کہ یہ کیسے ہوا؟"

وہ فوراً پیچھے ہٹ کر بولی۔ "نن نہیں، میرا یہ مطلب نہیں ہے۔"

"اب میرا ایک کام کرو۔"

وہ پریشان ہو کر پھر میرے قریب آ گئی۔ سرگوشی میں بولی۔ "وہ کیسٹ کہاں ہے؟"

"اسی کار کے اندر جلا پڑا ہے۔ پولیس والے موجود ہیں۔ اُدھر ہمارا جانا مناسب نہیں ہے۔ میں جو کہہ رہا ہوں، وہ کرو۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"ابھی کونر بوفلانگ کلب کے ڈائریکٹر شورلے ایوان کو فون کرو اور اس حادثے کی اطلاع دو۔ ڈاکٹر ڈوگلس بھی اس کی طرح پُراسرار شخص کا ایجنٹ تھا۔ اس کی موت پر شورلے ایوان ضرور یہاں آئے گا۔"

ہم وہاں سے چلتے ہوئے ڈاکٹر ڈوگلس کے چیمبر میں آئے۔ وہاں بھی ڈاکٹروں اور لیڈی ڈاکٹروں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ سب طرح طرح کی قیاس آرائیاں کر رہے تھے۔ مجھے ڈاکٹر میکاکس سمجھ کر ان میں سے کتنوں نے ہی اس حادثے کے متعلق میری رائے پوچھی۔ میں نے کہا۔ "میں بعد میں بتاؤں گا۔ یہ مس ایل مونا ہیں۔ ڈاکٹر ڈوگلس کی مہمان تھیں۔ کسی کو فون کرنا چاہتی ہیں۔"

سب نے مونا کو راستہ دیا۔ وہ ٹیلیفون کے پاس آئی۔ ریسیور اٹھا کر کونر بوفلانگ کلب کے نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد ہی شورلے ایوان سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے ڈاکٹر

ڈوگلس کے سلسلے میں اطلاع دی تو وہ حیران اور پریشان ہو کر پوچھنے لگا: "یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ مجھے تو کوئی سازش معلوم ہوتی ہے۔"

"میں فون پر کیا بتا سکتی ہوں۔ اگر تم آسکتے ہو تو فوراً چلے آؤ۔"

"میں آرہا ہوں۔ ڈیڑھ گھنٹے کے اندر ضرور پہنچ جاؤں گا۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ گفتگو ختم ہوگئی لیکن اب میری دماغی گفتگو شروع ہوگئی تھی۔ میں نے مونا سے معذرت چاہتے ہوئے باتھ روم کا رُخ کیا۔ پھر ایک ٹوائلٹ میں جاکر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ بظاہر میں ٹوائلٹ کے اندر تھا مگر شورلے ایوان کے دماغ میں تھا۔

مونا کی رپورٹ سننے کے بعد وہ سوچ رہا تھا: "آخر یہ حادثہ کیسے پیش آیا؟ ڈاکٹر ڈوگلس ایسا ناداں یا اناڑی ڈرائیور تو نہیں تھا کہ اپنی کسی غلطی سے کار میں آگ لگا لے یا آگ لگ جائے۔ پھر اس کے اندر بیٹھا رہے اور جل کر مرجائے۔ یقیناً کار کو باہر سے اس طرح لاک کیا گیا ہوگا کہ وہ نکل نہیں سکا۔ یا پھر اسے نکلنے کا موقع نہیں دیا گیا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اور یہ المناک حادثہ ایسے وقت پیش آیا ہے جب ایل مونا یورپ سے یہاں پہنچی ہے۔"

اس سوچ کے تسلسل سے وہ اپنے طور پر سوچنے لگا: "ہاں، ایل مونا کو گریس کیلی کے روپ میں یہاں پہنچنے کے لیے کہا گیا تھا۔ ہمارا باس معلوم کرنا چاہتا تھا کہ دشمن کتنے باخبر، کتنے تیز طرار ہیں۔ ایل مونا کو گریس کیلی کے روپ میں بھیجا تھا یا نہیں۔ پھر یہ کہ اس کا تعاقب کہاں تک کرسکتے ہیں اور وہ کیا چاہتے ہیں۔"

شورلے اپنے طور پر سوچ رہا تھا اور میں سن رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "یہ ڈاکٹر ڈوگلس کو جو حادثہ پیش آیا ہے، اس میں انہی لوگوں کا ہاتھ ہے جو ایل مونا کا تعاقب کرتے ہوئے آئے ہیں۔"

وہ سوچتا ہوا ایک خفیہ کمرے میں آیا تھا اور وہاں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے پُراسرار باس سے رابطہ قائم کررہا تھا۔ میں یہ بات اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ براہِ راست پُراسرار باس سے رابطہ قائم نہیں ہوگا۔ اس کے باوجود میں پوری طرح متوجہ تھا۔ اس وقت باتھ روم کے دروازے پر ہولے سے دستک ہوئی۔ کوئی آنا چاہتا تھا مگر میں نے پروا نہیں کی۔

ادھر رابطہ قائم ہوگیا تھا۔ آواز آرہی تھی: "دی ریکارڈر از آن۔ پلیز ڈکٹیٹ یور میسج (ریکارڈر آن ہے۔ آپ اپنا پیغام ریکارڈ کرادیں)۔"

میں یہ سُن کر مایوس نہیں ہوا۔ پہلے ہی معلوم تھا کہ یہی کچھ ہوگا۔ شورلے ایوان ڈاکٹر ڈوگلس کی موت کا ذکر کررہا تھا اور دشمنوں پر شبہ ظاہر کررہا تھا۔

اس کی باتوں کے دوران میں اس کے دماغ کی گہرائیوں میں اُتر گیا تھا۔ پتا چلا کہ سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کو اس کے پاس پہنچایا گیا تھا تو یہ ہدایت دی گئی تھی کہ سونیا اور اعلیٰ بی بی کو ایجنٹ تھری نائن کے حوالے کیا جائے اور رسونتی کو رومانک بے بی کے پاس پہنچا دیا جائے۔

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا: "رومانک بے بی؟"

اس کی سوچ نے کہا: "ہاں ہم سب ادھیڑ عمر لیڈی ممبر کو رومانک بے بی کہتے ہیں۔ اس کا نام کچھ اور ہے لیکن اپنی عرفیت سے اس قدر مشہور ہوگئی ہے کہ اصل نام تقریباً سبھی بھولتے جارہے ہیں۔"

جو معلومات فراہم ہورہی تھیں ان کے مطابق رومانک بے بی کی عمر پینتیس برس سے چالیس برس کے درمیان تھی لیکن بے بی کہلاتی تھی، کیوں کہ اب تک اس نے شادی نہیں کی تھی۔ جب وہ جوان ہوئی تو اسے کوئی پسند نہیں آتا تھا۔ اتنے دنوں ایوس پرلیلے کا بڑا چرچا تھا۔ اس دور کی جوان لڑکیاں اس کے راک اینڈ رول انداز پر مرمٹتی تھیں۔ رومانک بے بی نے قسم کھائی تھی کہ شادی کرے گی تو ایوس پرلیلے سے ورنہ زندگی بھر کنواری رہے گی۔

ایوس پرلیلے نے شاید اسے گھاس نہیں ڈالی یا اس سے ملاقات ہی نہیں ہوئی لیکن اس کے عشق کی پٹڑی بدل گئی۔ جب وہ بائیس برس کی ہوئی تو ان دنوں محمد علی کلے کا طوطی بول رہا تھا۔ اس نے پھر قسم کھائی کہ شادی کرے گی تو باکسر محمد علی کلے سے ورنہ ساری عمر کنواری رہے گی۔ وہ اپنی قسم پر ڈٹی رہی۔ بائیس برس کی عمر تک قائم رہی۔ ایک رات وہ ٹی وی اسکرین پر محمد علی کلے کو باکسنگ لڑتے دیکھ رہی تھی۔ کلے نے اپنے مدمقابل کی ناک پر ایسا گھونسا جمایا تھا کہ ناک ٹوٹ گئی تھی اور خون بہہ رہا تھا۔ یہ منظر دیکھتے ہی رومانک بے بی نے اپنے کان کو ہاتھ لگایا اور کہا: "ایسا مرد خطرناک ہوتا ہے کسی دن اس کے چہرے پر بھی ناک باقی نہیں رہے گی۔"

اس نے تیس برس کی عمر میں سیرا نام سنا۔ میری شہرت

پھیلتے ہوئے قسم کھائی کہ شادی کرے گی تو فرہاد علی تیمور سے ورنہ زندگی بھر کنواری رہے گی۔ اب اس کی زندگی میں رہ گیا تھا۔ تیس برس تو اس نے قسمیں کھاتے کھاتے گزار دیے۔ پانچ برس تک میرا انتظار کرتی رہی۔ پینتیس برس کی عمر میں برس ہونے لگی۔

اچانک اس کے عشق کی پٹڑی پھر بدلنے لگی۔ اب ہر ف مائیکل جیکسن کی شہرت ہے۔ جس ملک میں جس شہر میں بھی وہاں مائیکل جیکسن کے چاہنے والے اور والیاں ملتی ہیں۔ تب اس نے قسم کھائی کہ شادی کرے گی تو مائیکل جیکسن سے ورنہ مائیکل جیکسن کو بھی شادی نہیں کرنے دے گی۔

میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے میری طرف سے منہ پھیر لیا تھا لیکن بعد میں پتا چلا کہ جب رسونتی کو اس کے حوالے کیا گیا تھا تو اس کے عشق کی پٹڑی بھی بدل گئی تھی۔ وہ واپس لوٹ کر میری طرف چلی آئی تھی۔ اسے امید ہو چلی تھی کہ میں نہ سہی دن رسونتی کو حاصل کرنے کے لیے وہاں آؤں گا مردوں میں سے کوئی ایک بات ہوگی۔ یا تو میں اس سے شادی رلوں گا یا وہ مجھے کو ہمیں پہنچا دے گی۔

شورلے ایوان کے دماغ سے معلومات حاصل کرنے کے دوران رومانک بے بی کی زندگی کا جو پہلو سامنے آیا تھا اسے ظاہر ہوتا تھا، وہ ایک خبطی لیڈی ڈاکٹر ہے۔ شاید کریک ہے لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ بہت ہی تیز طرار اور کار تھی۔ اپنے پیشے میں مہارت رکھتی تھی۔ پیشے سے ٹ کر ایک خوبصورت بوڑھی چڑیل تھی۔ جو اس کے دام میں ا تھا نکل نہیں پاتا تھا۔ شورلے ایوان کے دماغ نے کہا: "اس پُراسرار باس بہت دور تک سوچتا ہے۔ اس نے رسونتی کو ی لیے رومانک بے بی کے حوالے کیا تھا کہ فرہاد اتفاق سے ادھر پہنچے تو بوڑھی بے بی کے دام سے نکلنے نہ پائے ب ایسے پُراسرار باس کو اتنا اعتماد تھا تو یقیناً اس بوڑھی ے بی میں کوئی بات ضرور ہوگی۔

باتھ روم کے دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ میں دروازہ ھول کر باہر آگیا۔ وہاں ایک نوجوان ڈاکٹر کھڑا ہوا تھا۔ ینیپ کر بولا: "سوری ڈاکٹر، مجھے نہیں معلوم تھا تم ل ہو۔"

میں نے کہا: "کوئی بات نہیں، تم اندر جاسکتے ہو۔"

میں ایل مونا کے پاس آگیا۔ اس نے کہا: "یہاں تو قانونی اروائی میں بڑی دیر لگے گی۔ میں تو بور ہو رہی ہوں۔"

میں نے کہا: "ہم ابھی باہر چلتے ہیں۔"

میں اپنے چیمبر میں آیا۔ وہاں میں نے چھٹی کی درخواست لکھی جس میں یہ لکھا کہ ابھی سفر سے واپس آیا ہوں۔ اپنے عزیز دوست ڈاکٹر ڈوگلس کی اچانک حادثاتی موت نے میرے اعصاب پر اچھا اثر نہیں ڈالا ہے۔ میں ڈیوٹی اٹینڈ کرنے کے قابل نہیں ہوں لہٰذا ایک ہفتے کی چھٹی چاہتا ہوں۔ براہِ مہربانی اسے منظور کرلیا جائے۔ شکریہ۔

میں نے اپنے اسسٹنٹ ڈاکٹر کو بلایا اور درخواست اس کے حوالے کی۔ پھر مونا کے ساتھ باہر آگیا۔ اپنی کار کے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ وہ میرے پاس آکر بیٹھ گئی۔ ہم وہاں سے چل پڑے۔ میں تنا شہر کے راستوں کو نہیں جانتا تھا کہ کون سا راستہ کدھر کو جاتا ہے۔ مجھے معلوم کرنے کی جب بھی ضرورت ہوتی میں چپکے سے ایل مونا کے دماغ کو پڑھ لیتا تھا، اس راستے کو سمجھ لیتا تھا۔ پھر اسی کے مطابق ڈرائیونگ کرتا جاتا تھا۔

اس طرح میں یہ تو ثابت کررہا تھا کہ میں ڈاکٹر میکاکس ہوں، یہاں کے راستوں کو اچھی طرح جانتا ہوں لیکن دماغ پر زور پڑ رہا تھا۔ وقت ضائع ہو رہا تھا۔ میں کام کی باتوں کے لیے خیال خوانی نہیں کرسکتا تھا۔ لہٰذا تھوڑی دیر اِدھر اُدھر چکر لگانے کے بعد اپنے بنگلے پر اسے لے آیا۔

اس نے کار سے اترتے ہوئے پوچھا: "تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

"انجان نہ بنو اور اندر چلو۔ ہم اپنے معاملات طے کریں گے۔"

وہ وہیں کھڑی رہی۔ پھر پوچھا: "کیسے معاملات؟"

"تم کتنی معصوم بنتی ہو۔ تھوڑی دیر پہلے تم نے وعدہ کیا تھا، اگر میں تمہیں ڈاکٹر ڈوگلس سے نجات دلادوں تو میرے کام آؤ گی؟"

"میں نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ میں کسی کی پابند رہ کر کام کرنا پسند نہیں کرتی۔"

میں نے طنزیہ انداز میں اسے مسکرا کر دیکھا، پھر کہا: "تم نادان بچی ہو، یہ مت بھولو کہ ڈاکٹر میکاکس اگر اس جلنے والے کے ساتھ وڈیو کیسٹ کو جلا سکتا ہے تو اس وڈیو کیسٹ کو جلائے بغیر واپس بھی لاسکتا ہے۔ کیا تم کہہ سکتی ہو کہ جو کیسٹ کار کے اندر جلایا گیا ہے وہ تم سے ہی تعلق رکھتا تھا؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا: "میں اندر جا رہا ہوں۔ اگر چاہتی ہو کہ وہ کیسٹ تمہارے پُراسرار باس تک نہ پہنچے تو سیدھی طرح چلی آنا۔"

میں اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سر جھکا کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہاں میں نظر نہیں آیا۔ اس نے آواز دی۔ میں نے جواب دیا۔ وہ مجھے تلاش کرتے ہوئے بیڈ روم میں آگئی۔ دروازے پر رُک کر بولی: "میں کسی کی خوابگاہ میں نہیں جاتی۔"

"میں تمہاری جیسی لڑکیوں کو اپنی خوابگاہ میں نہیں بلاتا لیکن تم نے مجھ سے دوبار دھوکا کیا۔"

میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "پہلی بار تم نے ہیرا ڈال کر پھانسنے کی کوشش کی اور ناکام رہیں۔ دوسری بار میں نے تمہیں مصیبت سے نجات دلائی اور تم احسان فراموشی پر اتر آئیں۔"

میں نے قریب پہنچ کر اچانک اس کے بازو کو گرفت میں لیا۔ پھر کمرے کے اندر کھینچ کر دروازے کو بند کر دیا۔ وہ چیخ کر بولی۔ "آئی ہیٹ یو۔ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔"

میں نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا۔ وہ ایک دم سے سکتے میں رہ گئی اور میرا منہ تکنے لگی۔ میں نے کہا۔ "دیکھو دروازہ اندر سے بند ہے۔ تم چیخنا چاہو گی تو میں تمہارا گلا دبا دوں گا۔ تم میری مٹھی میں ہو لیکن میں ڈاکٹر ڈوگلس نہیں ہوں۔ ایسے لوگوں میں سے نہیں ہوں جو حسن کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔"

وہ مجھے بے یقینی سے دیکھنے لگی۔ میں نے اس سے دور ہو کر بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تم کیا جانو میری زندگی میں جو بھی آئی وہ فسیر فی بن کر آئی۔ میں بھیگی بلیوں کو منہ نہیں لگاتا۔ دروازہ تمہارے سامنے ہے۔ تم کھول کر جا سکتی ہو۔"

وہ چند لمحوں تک ہچکچاتی رہی۔ سوچتی رہی کہ شاید وہ آگے بڑھے گی تو میں لپک کر اسے پکڑ لوں گا لیکن میں بستر پر آرام سے لیٹ گیا۔ وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف گئی۔ پھر اسے کھول کر جانے لگی۔ میں نے کہا۔ "جانے سے پہلے ایک بات سُن لو۔ اب کبھی تم پر بُرا وقت آیا تو میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔ میرا ساتھ چاہتی ہو تو اپنے آنسو پونچھ کر میرے پاس چلی آنا۔ اس اعتماد کے ساتھ کہ میں انسان ہوں اور تمہارے ساتھ انسان بن کر رہوں گا۔ یہ سوچ سمجھ کر آنا کہ تم ایک عورت ہو..... اور عورت کبھی تو مرد کو حد سے گزرنے نہیں دیتی اور جب گزرنے دیتی ہے تو اسے جنت سے بھی نکال دیتی ہے۔"

وہ چلی گئی مگر بنگلے سے باہر نہیں گئی۔ ڈرائنگ روم میں جا کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ اپنے حالات کا تجزیہ کرنے لگی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی، "حالات کا تقاضا ہے، میں ڈاکٹر میکا کس کے ساتھ رہوں۔ یہ بہت ہی ہوشیار اور تیز طرار ہے۔ اس نے اتنی چالاکی اور مہارت سے اس ہیرے کو واپس میری جیب میں ڈالا تھا کہ مجھے خبر نہ ہوئی۔ پھر سب سے حیرانی کی بات یہ کہ اس نے صرف پندرہ بیس منٹ کے اندر ڈاکٹر ڈوگلس کو ٹھکانے لگا دیا۔ کیا واقعی میرا کیسٹ ابھی جلایا نہیں گیا ہے، ڈاکٹر یکا کے پاس محفوظ ہے۔"

میں اپنے بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے کہا۔ "تم ابھی تک یہیں ہو۔ اچھی بات ہے۔ میں یہ بتا دوں کہ تمہارا وہ کیسٹ واقعی جلایا جا چکا ہے۔ اب تمہارے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ خواہ مخواہ کسی دباؤ میں آ کر میری دوستی قبول کرو۔ تم ہر طرح سے آزاد ہو۔"

میں واپس اپنے بیڈ روم میں آگیا۔ میرے یہاں آنے کے بعد اس نے اطمینان کی سانس لی تھی۔ اسے یقین ہو گیا کہ کیسٹ جلا دیا گیا ہے۔ اب اسے کوئی بلیک میل نہیں کر سکتا۔ کوئی اس کے خلاف ثبوت فراہم نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کا پُراسرار باس اب اسے کسی طرح سزا دے سکے گا۔

وہ مطمئن ہو کر چلی گئی۔ میں تھوڑی دیر تک چپ چاپ پڑا رہا، سوچتا رہا کہ کسی حد تک رسونتی کا سراغ مل گیا تھا۔ میں سینٹ لارنس کے جزیرے میں جا سکتا تھا۔ اگر وہ ایجنٹ تھری نائن مل جاتا تو اس کے ذریعے سونیا اور الفی بی کا سراغ بھی مل سکتا تھا۔

مجبوری یہ تھی کہ میں فوراً ہی یہاں سے روانہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ڈاکٹر ڈوگلس کی آخری رسومات ادا ہونے تک میرا ٹھہرنا ضروری تھا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے، منزل کے قریب پہنچ کر عارضی رکاوٹیں سامنے آتی ہیں تو برداشت نہیں ہوتا مگر حالات سے مجبور ہو کر برداشت کرنا ہی پڑتا ہے۔

میں وقت گزارنے کے لیے پومی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ میڈرڈ پہنچ گئی تھی۔ اس کے چہرے کا میک اَپ ایسا کیا گیا تھا جیسے وہ شیبا ہو اور شیبا نے اپنے اَپ کو چھپانے کے لیے کوئی عارضی سا میک اَپ کیا ہوا تھا۔ اس جاسوس اسے دیکھ کر شیبا ہونے کا شبہ کر سکتے تھے۔

میں اسے چھوڑ کر شیبا کی ماما کے پاس پہنچ گیا۔ وہ شیبا کے نانا کے ساتھ ایک بہت ہی مہنگے ہوٹل میں تھی۔ اس کا نانا بہت بڑا کاروباری تھا۔ اس منافع خور تاجر کے متعلق لوگ کہتے تھے، جب یہ اپنے گھر سے دوسرے گھر تک جاتا ہے تو یقیناً کوئی منافع دیکھ کر ہی جاتا ہے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اسے بل فائٹنگ دیکھنے کا بڑا شوق ہے لیکن یہ شوق... پورا کرنے کے دوران بھی وہ تجارتی سامان لایا کرتا تھا اور اچھے داموں فروخت کر کے جو اخراجات ہوتے تھے، ان سے کئی گنا منافع کما کے جاتا تھا۔

ربی اسفندیار نے اس کی ماما کو میڈرڈ بھیج کر اسے حاصل کرنے اور انجانے دشمنوں سے نمٹنے کے لیے کون سا طریقۂ کار اختیار کیا ہے، یہ آنے والا وقت ہی بتا سکتا ہے۔ ادھر شیبا نے ربی سے کہا تھا کہ وہ میڈرڈ پہنچنے کے بعد دماغی رابطہ قائم کرتی رہے گی اور اسے بتاتی رہے گی کہ وہ کس ہوٹل میں قیام کر رہی ہے اور کس میک اَپ میں ہے۔

اس منصوبے کے مطابق شیبا نے بتایا تھا: "محترم ربی، میں میڈرڈ پہنچ گئی ہوں۔ اس وقت پلازہ مونومینٹل کے قریب ویٹاس ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہوں لیکن ابھی یہاں سے میرا نکلنا مناسب نہیں ہے اور نہ ہی آپ کے آدمیوں کو میرے قریب آنا چاہیے۔ میرے اطراف اتنا سخت پہرہ ہے کہ کوئی بھی قریب آئے گا تو اسے بے دریغ گولی مار دی جائے گی یا اسے ہلاک کرنے کے ایسے ہتھکنڈے اختیار کیے جائیں گے جس سے قاتل کا پتا نہ چلے۔"

ربی نے پوچھا: "آخر تمہیں کس مقصد کے لیے میڈرڈ جانے کی اجازت دی گئی ہے؟"

شیبا نے کہا: "یہاں ترسو دیگا نامی ایک بُل فائٹر ہے۔ نہ جانے اس پُراسرار شخص کو اس کی ضرورت کیوں پڑ گئی ہے۔ وہ چاہتا ہے میں ترسو دیگا کی آواز سنوں۔ اس کے لب و لہجے کو یاد رکھوں اور اسے ٹریپ کر کے پُراسرار شخص کے آدمیوں کے حوالے کر دوں۔"

ایسے وقت شیبا دوہری کیفیت سے دوچار تھی۔ ایک طرف تو وہ ربی اسفندیار کی نہایت عقیدت مند تھی۔ انہیں دھوکا نہیں دینا چاہتی تھی۔ ان سے جھوٹ نہیں بولنا چاہتی تھی۔ دوسری طرف اپنی ماما کو حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بول رہی تھی۔ اور جو چالیں شیخ الفارس سمجھا رہے تھے وہی چالیں چلتی جا رہی تھی۔ اور اپنے دل کو تسلی دے رہی تھی کہ ماما کو اپنے پاس بلانے کے بعد پھر کبھی اپنے ربی سے جھوٹ نہیں بولے گی۔ کبھی ان کے خلاف کوئی چال نہیں چلے گی۔

اس دن میڈرڈ میں سانڈ آسڈرڈ کا تہوار منایا جا رہا تھا۔ اس تہوار کے موقع پر اسٹیڈیم کے اطراف ایسا مجمع لگا رہتا تھا کہ تِل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی تھی۔ روزانہ دوپہر کو بُل فائٹنگ کا شو ہوتا تھا۔ اس اسٹیڈیم میں تیئیس ہزار تماشائیوں کی گنجائش تھی۔ اس کے باوجود اسٹیڈیم کے باہر ہزاروں سے بھی زیادہ افراد ٹکٹ حاصل کرنے کی ناکام کوششیں کرتے رہتے تھے اور دوسرے شو کا انتظار کرتے تھے۔

ترسو دیگا بہت ہی نامور بُل فائٹر تھا۔ اس کے شو میں تو لوگ جیسے پاگلوں کی طرح اسٹیڈیم پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ شیبا کی ماما اور نانا کے لیے سیٹیں پہلے سے ریزرو تھیں۔ ربی وغیرہ یہ سوچ سکتے تھے کہ اتنے جمِ غفیر میں اس کی ماما کو اغوا کیا جا سکتا ہے۔ اسی خیال کے تحت ان لوگوں نے سخت نگرانی کے انتظامات کر رکھے ہوں گے۔

شیبا نے ربی سے کہا: "اب میں اسٹیڈیم جانے والی ہوں۔ آپ ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے ان آدمیوں کی آوازیں سنائیں جو ماما کی نگرانی کر رہے ہیں تاکہ میں خیال خوانی کے ذریعے ان کا ساتھ دے سکوں۔"

چند منٹ کے بعد ہی ٹیپ ریکارڈر سے مختلف آوازیں سنائی دیں۔ وہ باری باری بول رہے تھے اور اپنی آواز، اپنا لب و لہجہ سنا رہے تھے۔ میں بھی شیبا کے ذریعے وہ ساری باتیں اور آوازیں سُن رہا تھا۔ پھر وہ بولی: "میں نے تمام آوازیں سُن لی ہیں اور انہیں یاد کر لیا ہے۔ آپ ریکارڈر بند کر دیں۔ میں جا رہی ہوں۔ اب اسٹیڈیم میں ہی اپنے لوگوں سے ملاقات کروں گی۔"

میں نے شیبا سے کہا: "تم اس قدر مصروف تھیں کہ میں تمہارے پاس آ کر اجازت نہ لے سکا۔ ویسے میں نے بھی وہ آوازیں اور لب و لہجے سُن لیے ہیں اور انہیں ذہن نشین کر لیا ہے۔ اس اسٹیڈیم میں تم تنہا خیال خوانی نہیں کرو گی میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

ہم ان تمام لوگوں کے دماغوں میں باری باری پہنچنے لگے جن کی آوازیں ابھی سُن چکے تھے۔ ان میں سے ایک کے دماغ نے بتایا کہ وہ بُل فائٹر ترسو دیگا سے مل چکا ہے اور اسے خطرے سے آگاہ کر چکا ہے۔ یعنی اسے بتایا گیا ہے کہ کچھ انجانے دشمن اسے اغوا کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے انھوں نے ایک حسین لڑکی کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اگر وہ اغوا کرنے میں ناکام رہے گی تو وہ انجانے دشمن ترسو دیگا کو گولی مار دیں گے۔

یہ ایسی خوفزدہ کرنے والی خبر تھی کہ ترسو دیگا جو بُل فائٹنگ

کے لیے رنگ کے اندر جا رہا تھا، اعصابی طور پر کمزور ہو گیا تھا۔ پریشان ہو کر اسٹیڈیم میں چاروں طرف دیکھتا تھا کہ دشمن کہاں ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ بہت سے بُل فائٹر ٹانکس کی شہرت سے جلتے ہیں اور کرائے کے قاتلوں کے ذریعے اسے قتل بھی کرا سکتے ہیں۔

شیخ الفارس نے پومی پر شیبا کا یہ ایک آپ کرتے ہوئے اسے بتا دیا تھا کہ شیبا ضرورت کے وقت خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرے گی۔ شیبا نے میری ہدایت کے مطابق پومی سے کہا: ترسو ویگا بہت گھبرایا ہوا ہے۔ شاید وہ سانڈ کا مقابلہ نہ کر سکے۔ بے چارہ خواہ مخواہ مارا جائے گا۔ تم اس پر نظر رکھو۔ جب بھی ضرورت سمجھو اس کی مدد کے لیے رنگ کے اندر پہنچ جاؤ۔ یوں بھی تمہارا وہاں پہنچنا ضروری ہے تاکہ دشمنوں کو معلوم ہو سکے کہ شیبا ٹرسو ویگا کو اغوا کرنے کے لیے سانڈ کی پروا کیے بغیر رنگ کے اندر پہنچی ہوئی ہے۔"

وہ بزدل نہیں تھا۔ اگر بزدل ہوتا تو بُل فائٹنگ کا پیشہ اختیار نہ کرتا۔ بُل فائیٹ کو اسپینی زبان میں فیسٹا بدیوا کہتے ہیں اور بُل فائٹر کو میٹا ڈور کہا جاتا ہے۔ بُل فائیٹ مردانہ جوہر اور مرد کا دلیرانہ حسنِ عمل دکھانے والا خطرناک کھیل ہے۔ کھیل میں ایک خونخوار غضبناک سانڈ کے مقابل ایک مرد ہوتا ہے گویا موت کے مقابل انسان کی حاضر دماغی ہوتی ہے۔ بُل فائٹر سانڈ کو مختلف انداز میں غصہ دلاتا ہے۔ اسے حملہ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اسے جُل دیتا ہے۔ پھر اس کے حملوں سے بال بال بچنے کے کرتب پیش کرتا ہے۔ سانڈ کو خوب تھکاتا ہے۔ آخر میں تلوار سونت کر اسے مار ڈالتا ہے۔

جب یہ خطرناک کھیل شروع ہوا تو وہ رنگ کے اندر اپنے ہاتھوں میں کیپ نامی چادر کو پکڑے آیا اور لوگوں سے داد وصول کرنے لگا۔ کیپ ایسی چادر کو کہتے ہیں جس کے ایک طرف سرخ رنگ ہوتا ہے اور دوسری طرف زرد۔ پھرایا ہوا سانڈ سرخ رنگ کو دیکھ کر بدکتا ہے اور اس پر حملہ کرنے کے لیے دوڑتا ہوا آتا ہے پھر سب نے دیکھا کہ ایک پھرایا ہوا سانڈ رنگ کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اپنے اگلے پاؤں کو زمین پر مار رہا تھا اور سرخ رنگ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ دوڑتا ہوا آیا۔ ایسا لگا جیسے اب تب وہ اپنے سینگوں پر ترسو ویگا کو اچھال کر پھینک دے گا۔

اور شاید ایسا ہی ہوتا کیوں کہ ترسو ویگا کا دھیان بٹا ہوا تھا۔ وہ تو اس کا سابقہ تجربہ تھا جس کے ذریعے وہ بال بال بچ گیا۔ جب پومی نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اچانک ہی اسٹیڈیم کی سیٹ سے اٹھ کر دوڑتی ہوئی آئی۔ پھر بُل رنگ کی دیوار پر پہنچ کر وہاں سے چھلانگ لگاتی ہوئی رنگ کے اندر پہنچ گئی۔ وہاں پہنچنے تک وہ سُرخ چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔ پھر میدان میں آتے ہی اس نے چادر کو دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ گویا کہ وہ بھی بُل فائٹنگ کے لیے تیار ہو گئی تھی۔

دوسری طرف ترسو ویگا نے جب ایک لڑکی کو دیکھا تو اور زیادہ سہم گیا۔ یہ اطلاع درست ثابت ہو رہی تھی کہ کوئی لڑکی اسے اغوا کرنا چاہتی ہے اور وہ ایسی دلیر ہے کہ اتنے مجمع میں اس کے سامنے رنگ کے اندر آ گئی ہے بلکہ سانڈ کی پروا بھی نہیں کر رہی ہے۔ اس سے مقابلہ کرنے کے لیے لال چادر تان لی ہے۔

بُل فائٹر کو اس سے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ کیوں کہ پھرا ہوا سانڈ اس بار پومی کی طرف آیا تھا۔ پومی نے بھی بُل فائٹنگ نہیں کی تھی۔ اور نہ ہی کبھی چادر کے ذریعے فائٹنگ کی ٹیکنیک سمجھتی تھی۔ جیسے ہی سانڈ اس کے قریب آیا، اس نے چادر پھوڑ دی۔ پھر فضا میں چھلانگ لگائی اور قلابازی کھاتی ہوئی سانڈ کے دوسری طرف پہنچ گئی۔ سانڈ اپنی تیزی میں دوڑتا ہوا آیا پھر رنگ کی دیوار سے جا کر ٹکرا گیا۔

چاروں طرف سے تالیوں کا شور سنائی دینے لگا۔ لوگ پومی کو داد دے رہے تھے۔ اپنی جگہ سے اچھل اچھل کر کوئی رومال پھینک رہا تھا۔ کوئی بکے اچھال رہا تھا۔ ترسو ویگا نے چیخ چیخ کر دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا: "خاموش ہو جاؤ۔ تالیاں بند کرو۔ میں تمہارا بُل فائٹر ہوں۔ تمہارا ہیرو ہوں، میری جان خطرے میں ہے۔ یہ لڑکی میری جان کی دشمن ہے۔"

اس کی آواز اتنے ہجوم کے شور میں دب گئی تھی۔ اس کے بعد وہ کچھ کہہ نہ سکا کیوں کہ چوٹ کھایا ہوا سانڈ اب اس کی طرف پلٹ کر دوڑ رہا تھا۔ اب تب میں اس پر حملہ کرنے ہی والا تھا لیکن اچانک ہی لوگوں نے ایک حیرت انگیز تماشا دیکھا۔ پومی دوڑتی ہوئی آئی تھی۔ پھر اس نے تیزی سے فضا میں قلابازی کھائی تھی۔ اب وہ سانڈ کی پیٹھ پر سوار ہو گئی تھی۔ اس کے دونوں سینگوں کو تھام لیا تھا اور اس کے سر کو ایک طرف گھما دیا تھا۔ وہ جو اپنے سینگوں پر ترسو ویگا کو اچھالنے آ رہا تھا اس کا رُخ دوسری طرف ہو گیا۔

میں ربی کے ایک خاص ماتحت کے دماغ کے ذریعے پومی کے کمالات دیکھ رہا تھا۔ مجھے خوشی ہو رہی تھی کہ میں نے اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا کر کندن بنا

دیا ہے۔ واقعی وہ بجلی بن گئی تھی۔ پلک جھپکنے میں کچھ وقت لگتا ہے لیکن اُسے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے میں جیسے وقت لگتا ہی نہیں تھا۔ ادھر آنکھ جھپکی اُدھر دوسری طرف پہنچ گئی۔ دیکھنے والوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کب اور کس طرح پہنچی۔ لوگ واہ واہ کرتے رہ جاتے تھے۔

لیکن دشمن پھر دشمن ہوتے ہیں۔ وہ کبھی واہ واہ نہیں کرتے۔ چپ چاپ موت کا فیصلہ سنا دیتے ہیں۔ میں جس کے دماغ میں تھا، اس کے آس پاس اسی کے آدمی بیٹھے ہوئے تھے یعنی جب اس نے چپ چاپ ریوالور کو نکالا اور اس میں سائلنسر کو لگایا تو کوئی اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ اگر ریوالور سے کھٹاکے کی آواز سنائی دیتی تو آگے پیچھے آواز سننے والے اس کے ہی آدمی تھے۔ وہاں ربی اسفندیار کے آدمیوں کی دو ٹیمیں تھیں۔ ایک ٹیم کے لیڈر کے دماغ میں، میں تھا۔ اور دوسری ٹیم کے لیڈر کے دماغ میں شیبا موجود تھی۔

میں نے شیبا کے پاس پہنچ کر کہا: "میرے شکار نے ریوالور نکال لیا ہے اور پومی کو نشانہ بنانا چاہتا ہے۔ ابھی میں اس کے ریوالور سے سائلنسر نکلوا لوں گا۔"

شیبا نے کہا: "ادھر یہ شخص بھی یہی حرکت کر رہا ہے۔ کہو تو میں بھی اس کے ریوالور سے سائلنسر نکلوا لوں۔"

"ہاں، انھیں کھل کر ہنگامہ کرنے دو تاکہ پولیس والے ان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔"

پھر ایسا ہی ہوا۔ چند لمحوں کے بعد ہی ٹھائیں ٹھائیں کی آواز اسٹیڈیم کے دو طرف سے گونجنے لگی۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ عورتیں چیخ رہی تھیں، بچے رو رہے تھے۔ اور لوگ ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے۔

میں نے اور شیبا نے ایک ساتھ ماما کے دماغ میں جگہ بنائی۔ ان کے ذریعے ان کے آس پاس والوں کی آوازیں سنتے جاتے تھے اور ان کے ذریعے ربی کے ان آدمیوں سے لپٹ پڑتے تھے جو ماما کی نگرانی کر رہے تھے۔ اس طرح ہم انھیں ماما سے دور کرتے جا رہے تھے۔ دوسری طرف شیخ الفارس کے آدمیوں نے ماما کو سنبھال لیا تھا اور انھیں اس بھیڑ میں اٹھا کر بھاگ رہے تھے۔ میں نے شیبا سے کہا: "تم ماما کے پاس رہو، میں پومی کی خبر لیتا ہوں۔"

"نہیں فرہاد، تم ماما کے پاس رہو کوئی گڑبڑ ہو گی تو حاضر دماغی سے کام لے کر میری ماما کی حفاظت کر سکو گے۔ میں تو گھبراہٹ میں احتیاطی تدابیر پر عمل کرنا بھول جاتی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ تم پومی کے پاس جاؤ۔ وہ کسی خطرے سے دوچار ہو تو فوراً اطلاع دینا۔"

وہ چلی گئی۔ میں اس کی ماما کے پاس رہا۔ شیخ الفارس کے آدمی بڑے ہی تیز طرار اور معاملہ فہم تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اس بھیڑ میں دشمن ان کے تعاقب میں ہوں گے۔ ان حالات میں انھوں نے آتش بازی کا مظاہرہ کیا۔ جیب میں ایسے پٹاخے رکھ کر لائے تھے جنھیں اب استعمال کرتے جا رہے تھے۔ ان کے آس پاس اور دور دور تک پٹاخے چلنے لگے تھے۔

لوگوں نے پہلے فائرنگ کی آواز سنی تھی، اب پٹاخوں کی آواز کو بھی فائرنگ سمجھ کر بھاگے جا رہے تھے۔ اسٹیڈیم میں کوئی ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا لوگوں کے نکلنے کے چند راستے تھے اور وہاں سے بیک وقت بتیس ہزار افراد نہیں نکل سکتے تھے۔

شیخ الفارس کے آدمی ماما کو اٹھا کر بُل رنگ کی دیوار کے پاس لائے تھے پھر وہیں چھپتے ہوئے اس تاریک کوریڈور میں چلے گئے جہاں سے سانڈ کو گزار کر رنگ میں پہنچایا جاتا ہے۔ ان کا ایک آدمی مسلسل ٹرانسمیٹر رابطہ قائم کر رہا تھا اور اطلاع مل رہی تھی کہ ہیلی کاپٹر پہنچ رہا ہے۔ واقعی اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اسٹیڈیم کے چاروں طرف وہ ہیلی کاپٹر چکر لگا رہا تھا پھر وہ بُل رنگ کے درمیان اُترنے لگا۔

بے چاری ماما پریشان تھی کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ ہم انھیں یقین بھی نہیں دلا سکتے تھے کہ ان کے فائدے کے لیے اور انھیں ان کی بیٹی سے ملانے کے لیے ایسا کیا جا رہا ہے بہرحال ہمارے آدمی انھیں اٹھا کر دوڑتے ہوئے بُل رنگ کے اندر آئے۔ اس وقت تک ہیلی کاپٹر لینڈ کر چکا تھا ماما کو اس میں سوار کیا گیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہیلی کاپٹر پرواز کرنے لگا۔ وہاں سے اطمینان ہوتے ہی میں نے پومی کے پاس پہنچ کر دیکھا وہ بھی تاریک کوریڈور سے گزرتی ہوئی وہاں سے ایک ڈریسنگ روم میں پہنچ گئی۔ اس کمرے میں بُل فائٹر لباس تبدیل کیا کرتے تھے۔ پومی چاہتی تھی، کسی کمرے میں چھپ کر اپنا میک اَپ .....

تبدیل کرلے تاکہ دشمن اسے شیبا سمجھ کر پہچانہ کریں اور وہ چپ وہاں سے چلی جائے۔

جیسے ہی وہ ڈریسنگ روم میں داخل ہوئی' دروازہ ایک دھڑاکے سے بند ہوگیا۔ بند کرنے والا ایک قد آور پہلوان قسم کا شخص تھا۔ اس کے ساتھ وہی بُل فائٹر ترسو ویگا کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پومی کو دیکھتے ہی کہا۔ "یہی لڑکی ہے' تم نے ٹھیک کہا تھا۔ یہ بُل رنگ میں چلی آئی تھی۔ میری جگہ خود ساند سے لڑ رہی تھی۔ میں وہاں سے بھاگ کر نہ آتا تو یہ مجھے مار ڈالتی۔"

اس قد آور شخص نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مسٹر ویگا' تمہارا کام ختم ہوگیا۔ ہم مادام شیبا کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ دشمن نہیں ہیں۔"

پھر اس نے پومی کے آگے سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "مادام! ہم آپ کے خادم ہیں۔ محترم ربی کے حکم مطابق میں آپ کو یہاں سے تل ابیب لے جاؤں گا۔"

پومی نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "نہیں، پہلے میں اپنی ماما سے ملوں گی۔"

"ہمارے آدمی ماما کی نگرانی کر رہے ہیں۔ ان کی طرف سے بے فکر رہو۔"

"نہیں، پہلے میں اپنی ماما کو دیکھوں گی اور ان سے ملوں گی۔"

"آپ ضد نہ کریں۔ محترم ربی نے کہا ہے، ہم آپ کو ہر حال میں یہاں سے لے چلیں۔"

"میں ابھی نہیں جاؤں گی۔"

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ شیخ الفارس کے آدمی نے کہا۔ "ہم نے اس ڈریسنگ روم کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ اندر جو کوئی بھی ہے، وہ مادام شیبا کو ہمارے حوالے کردے۔"

اس قد آور شخص نے کہا۔ "میرے جیتے جی مادام کو تم لوگ نہیں لے جاسکو گے۔"

پومی نے کہا۔ "میں حکم دیتی ہوں' دروازہ کھول دو۔"

"مجھے افسوس ہے، مادام۔ آپ یہاں سے زندہ نہیں جاسکیں گی۔ یا تو میں آپ کو لے جاؤں گا یا اسی جگہ آپ کی آخری سانس پوری ہوجائے گی۔"

پومی نے شیبا کے انداز میں کہا۔ "کیا بکتے ہو۔ کیا تم محترم ربی کے سامنے ایسے گستاخانہ الفاظ استعمال کرسکتے ہو؟"

"مادام! یہ محترم ربی کا حکم ہے کہ میں آپ کو زندہ سلامت تل ابیب پہنچاؤں اور اگر دشمنوں نے آپ کو گھیر لیا تو مجبوراً آپ کو ہلاک کردوں گا۔ تاکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی اور ہستی کسی کے ہاتھ نہ لگے۔ آپ جس کے ہاتھ لگیں گی، وہی اسرائیلی حکومت کے لیے اور محترم ربی کے لیے دردِ سر بن جائے گا۔ اس لیے میں اس دردِ سر کو اسی کمرے میں ہمیشہ کے لیے ختم کردوں گا۔"

شیبا نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن وہ اس قد آور شخص کے دماغ سے واپس آگئی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اچھا' تو سوچ کی لہروں کو میرے دماغ تک پہنچایا جارہا ہے' آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے، ربی اسفندیار ایک استاد ہیں۔ استاد اپنے شاگردوں کو تمام گُر بتاتا ہے۔ ایک گُر اپنے لیے رکھ چھوڑتا ہے۔"

اس نے بڑے فخر سے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "میں یوگا کا ماہر ہوں۔ ربی اسفندیار کا پرانا خادم ہوں۔ انھوں نے آپ کو ان تمام جاسوسوں کے متعلق بتایا جو آپ کی ماما کی نگرانی کر رہے تھے۔ اور آپ کو یہاں سے لینے آئے تھے۔ آپ نے ان کی آوازیں سنیں اور ان کے دماغوں میں پہنچ گئیں لیکن ربی نے آپ کے سامنے میرا ذکر نہیں کیا۔ وہ جانتے تھے کہ ایسا وقت بھی آسکتا ہے جب آپ دشمنوں کے ہتھے چڑھ سکتی ہیں۔ لہٰذا ایسے ہی وقت میں ربی کے کام آرہا ہوں اور آپ کو ٹھکانے لگا رہا ہوں۔"

اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ پومی نے کہا۔ "ٹھہرو، مجھے سوچنے دو۔ تمہارے ساتھ یہاں سے چلنا چاہیے یا...؟"

"ہاں، ہاں ضرور، میں تمہیں مہلت دیتا ہوں۔ اگر تم سیدھی طرح میرے ساتھ چلو گی تو میں راستہ گھیرنے والوں سے نمٹنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے اپنی جان کی پروا نہیں ہے۔ اگر انھوں نے مجھے ہلاک کیا تو میں مرتے مرتے مادام آپ کو بھی مار ڈالوں گا۔"

وہ کہہ رہا تھا اور شیبا سوچ میں پڑ گئی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "دیکھ لو شیبا، جس ربی اسفندیار پر تمہیں اندھا اعتماد تھا، وہ تمہیں کس طرح ایک حقیر چیونٹی کی طرح مسل ڈالنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا ہے جس کا تم کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔"

"مجھے حیرانی ہے، یقین نہیں آرہا ہے کہ ربی نے اسے یہ حکم دیا ہوگا۔"

"تم کب تک نادان بچی بنی رہو گی۔ تم نے ربی اسفندیار کی کوٹھی میں اپنے کانوں سے سنا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ تمہاری ماما کو قتل کرنا چاہتا تھا لیکن تمہارے پاپا درمیان میں آگئے۔ وہاں یہ ثابت ہوچکا تھا کہ تمہاری ماما کو قتل کرانے اور ناکامی کی صورت میں تمہارے پاپا کو قتل کرنے کے سلسلے میں ربی اسفندیار بھی ایک ملزم ہے اور یہ سب کچھ انہی کی سازش سے ہورہا ہے لیکن تمہارے اندھے عقیدے نے تمہیں پھر ربی کی طرف مائل کردیا۔ آج یہ شخص اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ ربی کے حکم کے مطابق تمہیں ختم کرنے آیا ہے لیکن تمہیں یقین نہیں آرہا ہے۔ کیا میں تمہاری نادانی کی خاطر پومی کی زندگی خطرے میں ڈال دوں۔"

"ہم پومی کو ہر صورت سے بچانے کی کوشش کریں گے۔ میں ربی سے متعلق الجھن میں گرفتار ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے، کیا کروں۔"

"تم سوچتی رہو۔ میں اس شخص سے نمٹتا ہوں۔"

میں نے شیبا کے لہجے میں پومی سے کہا۔ "میں اس شخص سے نمٹنے جارہی ہوں۔ تم ہوشیار رہو۔ موقع پاتے ہی اس کمرے سے نکلنے کی کوشش کرنا۔"

میں بُل فائٹر ترسو ویگا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس قد آور شخص کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کن انکھیوں سے ریوالور کو دیکھا۔ پھر ایک الٹا ہاتھ اس شخص کے منہ پر رسید کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ریوالور والے ہاتھ کو دوسری طرف گھما دیا۔ ٹریگر پر انگلی دبی تھی۔ ٹھائیں سے گولی چلی مگر دوسری طرف گئی۔ اس وقت تک پومی نے اُچھل کر فلائنگ کک اس کے سینے پر ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دروازے سے ٹکرایا۔ میں نے بُل فائٹ کے ذریعے اس کے پیٹ میں گھونسا مارا۔ پھر اس کے ہاتھ کو کھینچ کر جوڈو کا داؤ مارا۔ وہ وہاں سے الٹ کر گرتا ہوا پومی کے پاس پہنچا۔ جہاں اس کے منہ پر ٹھوکر لگی۔ میں نے اتنی دیر میں بُل فائٹ کے ذریعے دروازے کو کھول دیا۔ شیخ الفارس کے آدمی دھڑ دھڑاتے ہوئے اندر آئے۔ پھر انھوں نے وقت ضائع کیے بغیر اس قد آور شخص کو گولی مار دی۔ پومی نے کہا۔ "تم سب باہر جاؤ۔ ہری اَپ۔"

وہ سب چلے گئے۔ اس نے دروازے کو بند کیا۔ اور اپنے چہرے سے میک اَپ اتارنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ آئی تو پومی کے اصلی روپ میں تھی۔ لباس بھی بدل چکی تھی۔ وہاں بدلنے کے لیے اس کا اپنا لباس نہیں تھا۔ اس نے بُل فائٹر کی پتلون اور شرٹ پہن لی تھی۔ اب ربی اسفندیار کے کارندے اس پر شیبا ہونے کا شبہ نہیں کرسکتے تھے۔

میں شیبا کی ماما کے پاس آیا۔ وہ بخیریت سفر کر رہی تھیں۔ میں نے پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا' وہ مطمئن تھا۔ اس ہیلی کاپٹر کا تعاقب نہیں کیا جارہا تھا اور نہ ہی ہیڈ کوارٹر کے کسی سرکاری ٹرانسپورٹ سے ان کی پرواز پر اعتراض کیا گیا تھا۔

میں نے شیبا کے پاس پہنچ کر دیکھا' اس نے ربی اسفندیار کا بُت جتنی عقیدت سے دل اور دماغ میں بنایا تھا، وہ بت کبھی ٹوٹ رہا تھا اور کبھی جُڑ رہا تھا۔

اس کا دماغ سمجھا رہا تھا۔ "ایک بار نہیں دو بار دھوکا کھا چکی ہو۔ پہلے محترم ربی کی کوٹھی میں اپنی آنکھوں سے اس قاتل کو دیکھا جس نے میرے پاپا کو قتل کیا تھا۔ یہ دیکھنے کے بعد بھی میں نے ربی کو اس سازش میں ملوث نہیں سمجھا۔ دوسری بار اس کا ایک آدمی پومی کو قتل کرنے آیا تھا۔ اگر محترم ربی نے مجھے دھوکا دیا تھا' یہاں آنے والی تمام ٹیموں کے افراد کی آوازیں سنائی تھیں اور ایک شخص کو میرے قتل کے لیے چھوڑ دیا تھا تو میں نے بھی اپنے بزرگ ربی سے اپنے آپ کو چھپایا تھا اور یہ نہیں بتایا تھا کہ میری جگہ پومی وہاں گئی ہوئی ہے۔ ٹھیک ہے کہ میں نے اپنے ربی سے جھوٹ کہا، دھوکا دیا بہت بڑا گناہ کیا لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے' کبھی کبھی جھوٹ بولنے سے آنکھوں کے سامنے ایسی سچائی آجاتی ہے جس کی ہم توقع نہیں کرسکتے۔"

یہ تو دماغ سمجھا رہا تھا مگر عقیدت کہہ رہی تھی۔ "وہ بزرگ ہیں، وہ محترم ہیں۔ اگر انھوں نے اپنے مذہب اور اپنی قوم کی خاطر مجھے ہلاک کرنا چاہا تو کہ میری ٹیلی پیتھی کسی اور کے کام نہ آئے تو یہ ان کا دینی اور ملّی جذبہ ہے۔ مجھے ان کے جذبے کی قدر کرنا چاہیے۔ مجھے اپنی قوم اور اپنے ملک کی خاطر قربان ہونا چاہیے۔ اپنے ربی کے ایک اشارے پر جان دے دینا چاہیے۔"

میں نے اس کے خیالات پڑھے اور دل ہی دل میں کہا۔ "لعنت ہے تم پر۔ ابھی اور ٹھوکریں کھاؤ گی تب عقل آئے گی۔ میرے پاس فرصت نہیں ہے ورنہ ایک اور ٹھوکر کھانے کا موقع فراہم کردیتا۔ بہرحال پھر سہی۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ شام کو گونزالو

شہر سے شورلے ایوان آگیا۔ میں نے اس سے دوستی کر لی۔ اگرچہ وہ میرے لیے بالکل اجنبی تھا اُس کا مزاج بھی کچھ ایسا تھا کہ وہ کسی کا دوست نہیں بنتا لیکن خیال خوانی کے ذریعے دوست بنانا مشکل نہ تھا۔

وہ ڈاکٹر ڈوگلس کی آخری رسومات میں شرکت کرنے آیا تھا۔ میں نے اور مونا نے بھی شرکت کی۔ رات کے نو بجے ہمیں فرصت ملی۔ مونا نے آہستگی سے پوچھا "کیا بات ہے۔ تم شورلے ایوان سے دوستی کر رہے ہو اور عجیب کی بات تو یہ ہے کہ وہ بھی دوست بنتا جا رہا ہے۔"

میں نے بھی سرگوشی میں جواب دیا "بعض دشمنوں کو دوست بنا کر گلے لگانا پڑتا ہے۔ اسی طرح پرانا قرضہ چکایا جاتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ماسٹر کی کے آدمی ہو۔ تم طیارے سے مجھے گھیرتے آئے ہو۔ ہیرے کے سلسلے میں مجھے اُلو بنایا۔ پھر اسی ہیرے کو کسی طرح ڈاکٹر ڈوگلس کی جیب میں رکھ دیا۔ میرے خلاف ثبوت پہنچانے والے کیسٹ کو ڈاکٹر کے ساتھ جلا دیا لیکن میرا اعتماد حاصل کر لیا۔ اب ڈاکٹر ڈوگلس کے بعد تم شورلے ایوان کو ختم کرنا چاہتے ہو۔"

"یہ باتیں تم مجھے کیوں سنا رہی ہو۔ اگر میں ماسٹر کی کا آدمی ہوں اور تم سب کا دشمن ہوں تو شورلے ایوان ہم سے زیادہ دور نہیں ہے۔ جاؤ، اسے میرے متعلق بتا دو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں تمہارے خلاف کسی سے کچھ نہیں کہوں گی۔"

"وہ کیوں؟"

"عورت اس مرد کو کبھی دھوکا نہیں دیتی جو تنہائی میں بھی اس کی عزت کرتا ہے۔"

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ میرے کام آؤ گی۔"

"یہ بات تم پہلے بھی کہہ چکے ہو۔ چلو بتاؤ کیا کام ہے؟"

"شاید میں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔ میں کوئز بوجھانا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ چلو گی؟"

"چلوں گی۔"

"کیا تم شورلے ایوان کو اس بات پر راضی کر سکتی ہو کہ وہ ہمیں اپنے چارٹرڈ طیارے میں لے چلے۔"

"میں اسے آمادہ کر لوں گی۔"

پھر وہ شورلے ایوان کے پیچھے پڑ گئی اس سے مسکرا مسکرا کر باتیں کرنے لگی۔ دل لبھانے والے انداز میں اس کے ساتھ تھوڑا وقت گزارتی رہی۔ رات کے دو بجے جب شورلے ایوان نے تناتا سے پرواز کی تو ہم دونوں اس کے چارٹرڈ طیارے میں سفر کر رہے تھے۔ سفر کے دوران شورلے نے ایک پیگ بناتے ہوئے پوچھا "تم بھی پیو گے؟"

میں نے کہا "مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں سونا چاہتا ہوں۔"

شورلے نے شراب کے دو گھونٹ حلق سے اتارنے کے بعد کہا "عجیب بات ہے۔ ڈاکٹر ڈوگلس کی آخری رسومات کے بعد جب ہم واپس آئے اور میں نے اس وقت تمہیں غم غلط کرنے کے لیے کہا تو تم نے انکار کر دیا۔"

"میں کہہ چکا ہوں، مجھے ڈاکٹر کی موت کا بے حد صدمہ ہے۔ جب بے حد صدمہ ہوتا ہے تو میں شراب نہیں پیتا ہوں۔"

"کیسی الٹی باتیں کرتے ہو۔ آدمی تو صدمات سے، غموں سے چور ہو کر شراب کا سہارا لیتا ہے اور تم شراب سے بھاگتے ہو۔"

میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا "بھئی نیند آ رہی ہے۔ مجھے معاف کرو۔ تم ہی پیتے رہو۔"

میں نے سیٹ پر آرام سے نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ ایل مونا میرے پاس والی سیٹ پر سو گئی تھی۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ ایک گھنٹے تک سوتا رہوں۔ اس کے بعد بیدار ہو جاؤں۔ ہاں، اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے۔ اس کے بعد میں حسب معمول آرام سے سوتا رہا۔ ایک گھنٹے کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو میں نے شورلے ایوان کو دیکھا۔ اس کا جام نیچے قالین پر لڑھکا ہوا تھا۔ ایک ہاتھ سیٹ پر جھول رہا تھا۔ اور گردن ڈھلک گئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ نیند میں نہیں تھا۔ البتہ مدہوشی طاری تھی۔ نہ اس میں اٹھنے کی سکت تھی، نہ کچھ سننے اور سمجھنے کی حس رہ گئی تھی۔ اس نے غم غلط کیا تھا۔ البتہ میں نے اس کے دماغ میں کہا "شورلے ایوان! تم نے بہت غلط کیا ہے۔ اب چند سانسوں کے بعد نہ تمہارا غم رہے گا اور نہ ہی کوئی غلطی کرنے کے قابل رہو گے۔ اُٹھو، چلو، اٹھ جاؤ۔"

میں نے اس کے دماغ کو ہولے سے جھنجوڑ دیا وہ کراہنے لگا۔ دوسری بار اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ وہ ذرا چونکا۔ تھوڑی سی آنکھ کھلی۔ اس نے کراہ کر اِدھر

اُدھر دیکھا پھر آنکھ بند کر لی۔ نشہ بھرغالب آگیا تھا لیکن دماغ کسی حد تک بیدار ہو گیا تھا۔ میں نے کہا "شورلے ایوان! کیا تم اپنے دماغ میں میری آواز سن رہے ہو؟"

"ہاں، کون۔ تم کون بول رہے ہو، بھئی جاؤ یہاں سے، مجھے تھوڑی سی اور پینے دو۔"

"تم پینے کی بات کرتے ہو، پہلے میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اس کے بعد پلاؤں گا۔"

اس میں خود ہی اٹھنے کی سکت نہیں تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر قادر ہو کر اٹھایا۔ اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا۔ اس کی آنکھیں خمار سے بوجھل تھیں۔ اس نے اِدھر اُدھر سر ہلا کر دیکھا۔ نیچے قالین پر جام گرا ہوا نظر آیا۔ اس نے شیشے کے جام کے بہرے کو دانتوں کے درمیان دبا لیا۔ اس کے بعد کڑک کی آواز کے ساتھ وہ حصہ ٹوٹا اور شیشے منہ کے اندر گئے۔ وہ انھیں چبانے لگا۔ اگر ہوش میں ہوتا تو کبھی نہ چباتا مگر پیٹی میتھی کا نشہ شراب کے نشے سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

میں نے کہا "شورلے ایوان! چباؤ۔ آہستہ آہستہ شیشے کے جام کو چبا چبا کر حلق سے اتارتے رہو۔"

دوسری بار چبانے کے بعد ہی اس کا نشہ ہرن ہونے لگا۔ شیشے کے ریزے اس کے حلق سے اُتر رہے تھے۔ حلق کے نیچے جسم کے اندر شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ اسے وہ سمجھ رہا تھا یا میں سمجھ رہا تھا۔ منہ لہو سے بھر گیا تھا۔ وہ بدحواسی میں چیخنا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے موقع نہیں دیا۔ وہ گھبرا کر سوچ رہا تھا "یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں نے شیشے کو کیسے چبا لیا۔ میرے اندر سوئیاں سی چبھ رہی ہیں۔ تمام سینہ جل رہا ہے۔ حلق کے اندر ایسی جلن ہے جیسے آگ لگی ہے۔"

میں نے پوچھا "شورلے ایوان! اب ہوش میں آ کر میری آواز سن رہے ہو؟"

اس نے چونک کر پوچھا "یہ میرے اندر کیسی آواز ہے...؟"

"یہ خطرے کی گھنٹی ہے۔ دوسرے لفظوں میں پیٹی میتھی کا الارم ہے۔ اگر اب بھی نہیں سمجھے تو یہ سمجھ لو کہ موت کا پہلا اور آخری سگنل ہے۔"

وہ ہکلا کر بولا "تک کون؟ فرہاد؟ کیا فرہاد ولی تیمور؟"

"فرہاد کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ رسونتی کو تو تم لوگوں نے کو مامیں پہنچا دیا ہے۔"

وہ سوچ کے ذریعے بول رہا تھا کیوں کہ اب زبان ہلانے کی سکت نہیں تھی۔ اس نے کہا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے کسی کو کو مامیں نہیں پہنچایا ہے۔"

"لیکن کو مامیں پہنچنے والیوں کو ادھر سے اُدھر منتقل ضرور کیا ہے، تم بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہو۔"

"نہیں، نہیں، میں شریک نہیں ہوں۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تم جھوٹ بولتے وقت بھول رہے ہو کہ تمہارے دماغ لے سرد خانے میرے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔"

وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ میں نے کہا "سونیا، رسونتی لاوہ اعلیٰ بی بی کو مامیں جانے کے بعد ساکت ہو گئی ہیں، وہ سُن نہیں سکتیں۔ وہ زبان نہیں ہلا سکتیں۔ وہ آنکھوں سے فریاد بھی نہیں کر سکتیں۔ تمہاری بھی یہ حالت ہے کہ تم کو مامیں نہیں ہو مگر تمہاری زبان لہولہو ہے۔ اس لمحے تمہارے دل کی تصویر تمہارے سامنے ہوتی تو پتا چلتا کہ شیشے کی کرچیاں کس طرح دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہی ہیں۔ تم اب تب میں دم توڑنے ہی والے ہو۔ چلو آواز دو، اپنے پُراسرار باس کو آواز دو، اپنے ہاتھوں کو جو اس طیارے میں موجود ہیں۔ شورلے ایوان! میری ساتھی عورتیں بھی بے یار و مددگار ہیں۔ بتاؤ، ایسی بے یاری اور... بے بسی میں تمہیں کیسا لگ رہا ہے۔ موت انصاف پسند ہوتی ہے۔ اتنی انصاف پسند کہ کبھی کبھی ایک مکھی کے ذریعے آ جاتی ہے۔"

میں نے اس کے ذریعے دیکھا، اس کی خاص ملازمہ جو اس وقت ایئر ہوسٹس کے فرائض انجام دے رہی تھی، پچھلے کیبن سے نکل رہی تھی۔ اُدھر ہی آنا چاہتی تھی۔ شورلے ایوان نے اسے آواز دینا چاہا۔ آواز دینے کے لیے زیادہ توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ آواز منہ سے نکالنے کے لیے دماغ کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ سینے میں بھی اتنی طاقت ہو کر وہاں سے آواز حلق تک پہنچ سکے لیکن سینہ کانچ کے ٹکڑوں سے چھلنی ہو رہا تھا۔ حلق اور منہ لہو سے بھرا ہوا تھا۔ ایسے میں آواز یوں نکلی جیسے کوئی منہ میں پانی بھر کر غرارے کر رہا ہو۔ وہ غرغراہٹ ذرا اُبھری پھر ڈوب گئی۔

اس کی خادمہ جو کیبن سے نکلی تھی، کچھ سوچ کر پھر اندر چلی گئی۔ شاید کیبن کے اندر ہی کوئی کام یاد آ گیا تھا۔ میں نے کہا "شورلے! کیسی بدنصیبی ہے کہ تم اپنی تمام دولت، طاقت اور اپنے تمام غلاموں، کنیزوں کے ہجوم میں رہ کر بھی اپنی جان نہیں بچا سکتے۔"

اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ رہے تھے۔ آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ اذیت ایسی شدید تھی کہ وہ خود ہی مر جانا چاہتا تھا۔ سوچ رہا تھا' ایک دم سے دم نکل جائے اور اس اذیت سے کانچ کے ریزوں سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے۔ میں نے کہا "یہ بھی افسوس کی بات ہے کہ تمہارا دم نہیں نکل رہا ہے۔ چلو تھوڑی سی کانچ اور چبالو۔"

اس کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف اٹھنے لگا۔ وہ سوچ کے ذریعے چیخنے لگا۔ "نہیں نہیں، میں نہیں چباؤں گا۔"

وہ انکار کر رہا تھا۔ اور اس کا ہاتھ بے اختیار منہ تک آتا جا رہا تھا۔ پھر وہ سوچ کے ذریعے چیختے چیختے ایک دم سے تھم گیا۔ دیدے پھیل گئے۔ ہاتھ نیچے کی طرف آیا اور ٹوٹا ہوا جام قالین پر گر کر اور بکھر گیا۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ شکستہ جام میں شراب نہیں رہتی اور شکستہ دماغ میں سوچ کی لہریں نہیں سما سکتیں۔

میں نے سر گھما کر دیکھا۔ پچھلے کیبن کا دروازہ کھل گیا تھا۔ پھوہی ایئر ہوسٹس باہر نکل رہی تھی۔ میں نے سیٹ پر اچھی طرح نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد میرے قریب ہی اس کی چیخ سنائی دی۔ وہ دوڑتی ہوئی پچھلے کیبن کی طرف جا رہی تھی تاکہ اپنے ساتھیوں کو باس کے متعلق اطلاع دے سکے۔ اس کی چیخ سن کر ایل مونا کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اس نے گھبرا کر پہلے تو مجھے دیکھا۔ پھر اپنی سیٹ سے اٹھ کر بھاگتی ہوئی خادمہ کو دیکھنے لگی۔ اس کے بعد درمیانی راہداری کے دوسری طرف والی سیٹ پر نظر گئی جہاں شورلے ایوان اپنی سیٹ پر سے ڈھلکا ہوا تھا۔ اس کے انداز سے پتا چل رہا تھا کہ وہ مر چکا ہے۔

وہ دھپ سے اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میرے بازو کو جھنجھوڑتے ہوئے بولی "اے اٹھو، دیکھو، دیکھو کیا ہو گیا ہے۔"

میں ہڑبڑا کر اٹھا۔ خواب خواب نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا؟"

"ادھر شورلے ایوان کی طرف دیکھو۔"

اس وقت تک دوسرے ملازم آ گئے تھے۔ میں نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا ہو گیا۔ جب میں سونے جا رہا تھا' اس وقت مسٹر ایوان شراب سے شغل کر رہے تھے۔"

اس کے ملازموں نے اپنے مالک کو وہاں سے اٹھا کر نیچے قالین پر لٹا دیا تھا۔ وہ اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سمجھ میں آگیا کہ شورلے ایوان نے اپنے ہی جام کے شیشوں کو چبایا ہے اور خون تھوک کر مر گیا ہے۔ میں ڈاکٹر کی حیثیت سے اس کے پاس آگیا تھا۔ اس کی نبض ٹٹولی تھی۔ پھر تصدیق کی تھی کہ وہ مر چکا ہے۔

ایک ملازم دوڑتا ہوا پائلٹ کے کیبن میں چلا گیا تھا اور وہاں سے ریڈیو کے ذریعے شورلے ایوان کی موت کی اطلاع فلائنگ کلب تک پہنچا رہا تھا۔ وہ سب حیران پریشان تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کوئی شیشہ چبا کر کس طرح اپنی ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے۔ ایل مونا مجھے گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں اس کی طرف سے انجان بنا ہوا تھا۔ شورلے ایوان کے خاص ملازم سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے اس کی موت کا جتنا صدمہ ہے میں بیان نہیں کر سکتا۔ آج ہی شام کو ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ ہم گہرے دوست بن گئے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، شورلے ایوان کو کس بات کا صدمہ تھا۔ یا ایسی کیا پریشانی تھی جسے یہ برداشت نہ کر سکا۔ اور یوں شیشے چبا کر خودکشی کر لی۔"

جب میں اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھا تو ایل مونا نے میرے قریب ہو کر سرگوشی میں کہا "اس نے خودکشی نہیں کی ہے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "پھر؟"

"تم نے اسے مارا ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو۔ جب وہ مرا پڑا تھا اس وقت تو میں سو رہا تھا۔ تم نے ہی مجھے جگایا تھا۔"

"تم صرف سونے کی ایکٹنگ کر رہے تھے اور اس وقت بھی بڑی کامیاب ایکٹنگ دکھا رہے ہو۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو۔"

"یہی کہ تم عام لوگوں سے مختلف ہو۔ جیسے نظر آتے ہو ویسے نہیں ہو اور جیسے نظر نہیں آتے ویسے ہو۔"

"کیا فلسفہ بول رہی ہو؟"

وہ اپنی سیٹ پر ہی ذرا پیچھے ہٹ کر بولی "فار گاڈ سیک، اتنے پُراسرار نہ بنو۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"آخر کیوں ڈر لگ رہا ہے؟"

"تم نے تنانا میں مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ پندرہ بیس منٹ کے اندر میرا کیسٹ ضائع ہو جائے گا۔ میرے خلاف تمام ثبوت مٹ جائیں گے اور بالکل ایسا ہی ہوا۔ ڈاکٹر ڈوگلس اس کیسٹ کے ساتھ جل مرا۔ کیا وہ ایسا بے بس تھا کہ جلتی ہوئی گاڑی سے نکل کر بھاگ نہیں سکا۔

خرکس نے اسے جل مرنے پر مجبور کیا تھا۔"

"میرے کرائے کے آدمیوں نے۔"

"پہلے میں نے بھی یہی سوچا تھا، تمہارے آدمی ایسا کام کرتے ہیں لیکن جس پُراسرار انداز میں ڈاکٹر ڈوگلس مارا گیا اس سے بھی زیادہ پُراسرار طریقہ یہاں استعمال کیا گیا ہے۔ بھلا طیارے میں کون تمہارا آدمی ہے۔ کس نے شیشے چبا کر مرنے پر مجبور کیا؟"

"نہ میں نے مجبور کیا اور نہ ہی میرا کوئی آدمی طیارے میں ہے۔ تم میرے متعلق غلط اندازے لگا رہی ہو۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ شورلے ایوان نے اپنی مرضی سے شیشے چبائے ہیں؟"

میں نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں، اپنی مرضی سے نہیں۔ میں نے اس سے کہا تھا برخوردار، شیشے کی ٹافیاں ہیں، چبالو اور اس نے چبالیں۔"

"ڈاکٹر میکاکس میں مانتی ہوں کہ لوگ اپنی مرضی سے جان دیتے ہیں۔ خودکشی کرتے ہیں لیکن اس طرح شیشے چبا کر نہیں۔"

"بہت سے لوگ اذیت پسند ہوتے ہیں۔ آسانی سے مرنا نہیں چاہتے۔ اپنی ذات کو دشواریوں میں مبتلا کرتے ہیں۔ بڑی تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ سسکتے ہیں، تڑپتے ہیں۔ انھیں مرنا آسان ہے اور اس طرح وہ جان دیتے ہیں۔

"تم مجھ سے اپنی اصلیت چھپاتے رہو لیکن ایک بات کہے دیتی ہوں، کوئی یقین نہیں کرے گا کہ اس نے خودکشی کی ہے۔ تم پر شبہ ہو گا۔"

"مجھ پر کیوں شبہ ہو گا؟"

"تمہاری موجودگی میں ایسے پُراسرار قتل ہو رہے ہیں۔ تنانا پہنچے، ڈاکٹر ڈوگلس مر گیا۔ تم اس طیارے میں آئے، شورلے ایوان کا یہ انجام ہوا۔"

"تم بھی تنانا پہنچیں اور اس طیارے میں سفر کر رہی ہو۔ ڈاکٹر ڈوگلس اور شورلے ایوان کا یہ انجام ہوا۔ صرف خانہ ہی نہیں، پیرس سے الاسکا آتے وقت ابراہیم بھی پُراسرار طریقے سے مارا گیا اور اپنی موت کے وقت وہ تمہارے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ لہٰذا مجھ سے زیادہ تم پر شبہ ہونا چاہیے۔"

اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ سوچنے لگی "آخر کون ہے، ہاتھیں بنا کر نکل جاتا ہے مگر اپنی اصلیت نہیں ظاہر کرتا ہے۔"

وہ سفر کے دوران مجھے کئی بار کریدنے کی کوشش کرتی رہی لیکن میں اسے ٹالتا رہا، بہلاتا رہا۔ کوئز بوشہر پہنچنے کے بعد ہمیں شورلے ایوان کی موت کے سلسلے میں رُکنا پڑا۔ میں نے اور ایل مونا نے اپنا اپنا تحریری بیان دیا۔ اسی وقت پولیس کی گاڑی میں ایک افسر آیا۔ اس نے آتے ہی پوچھا۔

"مس ایل مونا کون ہیں؟"

مونا نے کہا "میں ہوں۔"

آفیسر نے پوچھا "آخر تمہاری ہی موجودگی میں ایسے پُراسرار قتل کیسے ہو رہے ہیں؟"

وہ ذرا گھبرائی۔ میں نے اسے سہارا دینے کے لیے مسکرا کر پوچھا "کیا آپ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں؟"

"مسٹر، تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے ڈاکٹر میکاکس کہتے ہیں۔"

"اوہ آئی سی، میں نے یہ نام سنا ہے۔ آپ تو ایک معزز اور معروف ڈاکٹر ہیں۔ اس کے باوجود آپ پر بھی شبہ کیا جا سکتا ہے۔"

پھر اس نے ایل مونا کو دیکھ کر کہا "تنانا سے کوئز بو تک دو قتل ہوئے۔ آخر تمہاری موجودگی میں کیوں ہوئے؟"

ایل مونا نے ناگواری سے کہا "آفیسر، تنانا سے کوئز بو تک اور ذرا معلومات حاصل کر لیں۔ کچھ اور لوگوں نے خودکشی کی ہو گی یا پُراسرار طریقے پر قتل کیے گئے ہوں گے یا اپنی موت آپ مرے ہوں گے۔ سب کی فہرست بنائیے اور ان کا المنام ہمارے سر ڈال دیجیے۔"

اب میں نے اس آفیسر کے دماغ کو پڑھنا شروع کیا۔ پتا چلا، وہ اسی پُراسرار شخص کا ایک خاص ایجنٹ ہے۔ سچ مچ پولیس آفیسر ہے لیکن اپنے گمنام باس کے لیے کام کرتا ہے۔ اس کی طرف سے حکم ملا تھا کہ ایل مونا اور اس کے ساتھ سفر کرنے والے ڈاکٹر میکاکس کو حراست میں لیا جائے اور انھیں رومانٹک بے بی کے خفیہ اڈے میں پہنچا دیا جائے۔

اس کے متعلق پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ وہ سینٹ لارنس کے جزیرے میں ہے اور رسوتی کو اسی کی نگرانی میں رکھا گیا ہے۔ پولیس آفیسر کے ذریعے پتا چلا کہ مجھے ماسٹر کی سے متعلق سمجھا جا رہا ہے۔ ایل مونا نے اپنے پُراسرار باس کے حکم کے مطابق چہرہ تبدیل کیا تھا اور گریس کیلی کے روپ میں پیرس سے سفر کرتے ہوئے تنانا پہنچی تھی۔ یہاں تک اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ وہ دشمنوں کی نظروں میں آگئی ہے

اور ڈاکٹر میکاکس ماسٹر کی کے لیے اسی طرح کام کر رہا ہے جس طرح ڈاکٹر ڈوگلس اور شورلے ایوان وغیرہ پُراسرار باس کے لیے کام کرتے رہتے تھے۔

وہ پولیس آفیسر مجھے اور ایل مونا کو اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھا کر لے گیا۔ میں سمجھ رہا تھا، جہاں جا رہا ہوں وہاں بڑی سختیاں ہوں گی۔ زبردست پابندی میں رکھا جائے گا۔ میں وہاں سے فرار نہیں ہو سکوں گا۔ لیکن خطرہ مول لیے بغیر میں رسونتی تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر ایجنٹ تھری نائن کے متعلق کچھ معلوم ہو جاتا تو میں فی الحال رسونتی کی طرف سے رُخ بدل کر اس ایجنٹ تھری نائن کے پیچھے پڑ جاتا کیوں کہ سونیا اور اعلیٰ بی بی اسی کے حوالے کی گئی تھیں۔

مجھے اور ایل مونا کو ایک چھوٹے سے کوارٹر میں لے جا کر رکھا گیا۔ ہم وہاں ایک گھنٹے تک بور ہوتے رہے۔ کوئی ہمارے آس پاس نہیں تھا۔ معلوم ہوتا تھا، سب ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ ہم نے دروازے کو کھولنے کی کوشش کی، وہ باہر سے بند تھا۔ ایل مونا نے کہا: "جب سے میں تمہارے ساتھ سفر کر رہی ہوں، نئی نئی مصیبتوں میں مبتلا ہوتی جا رہی ہوں۔"

"ہر انسان اپنے اچھے اور بُرے عمل کے مطابق کبھی مصیبت میں پھنستا ہے اور کبھی مصیبت سے نکلتا ہے۔ تم اپنی غلطیوں کا الزام مجھے دے رہی ہو۔ پتا نہیں کون لوگ تمہارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ مانا کہ تم حسین ہو مگر ایسا بھی کیا کہ تمہارے چاہنے والے میرے بھی پیچھے پڑ جائیں جبکہ میں خوبصورت نہیں ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے سامنے آئی اور بولی۔ "تم خوبصورت بھی ہو اور خطرناک بھی۔ مجھے یقین ہو گیا ہے، جب تک تمہارے ساتھ رہوں گی مجھ پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

میں نے کہا: "ذرا دور ہٹو۔ گرمی لگ رہی ہے۔"

اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر پیچھے ہٹ کر غصے سے بولی: "تم میری توہین کر رہے ہو۔"

"عجیب مشکل ہے۔ حسین عورت کے پیچھے پڑ جاؤ تو وہ نخرے دکھاتی ہے۔ منہ نہیں لگاتی۔ اگر لفٹ نہ دو اور دور ہٹاتے جاؤ تو وہ غصے میں آ جاتی ہے۔ اپنی توہین سمجھنے لگتی ہے۔"

"تم خواہ مخواہ یہ ظاہر کر رہے ہو کہ مجھ سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے حالاں کہ ایسا ہو نہیں سکتا۔ میں نے ایسا کوئی پارسا نہیں دیکھا جس نے مجھے ایک نظر دیکھا ہو اور اپنی پارسائی بھول نہ گیا ہو۔"

"ابھی تمہاری عمر کیا ہے؟"

"بیس برس۔"

"عورت کبھی صحیح عمر نہیں بتاتی۔"

وہ بپھر کر بولی: "کیا تم مجھے بُڈھیا سمجھ رہے ہو؟"

"بُڈھیا نہیں ہو تو گڑیا بھی نہیں ہو۔ صحیح عمر بتا دو۔"

"تمہیں میری عمر سے کیا لینا ہے؟"

"میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کم عمر ہو تو تم نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔ اس دنیا میں واقعی پارسا لوگ موجود ہیں۔ میرے پاس رہ کر تمہاری خوش فہمی دور ہو جائے گی۔"

"تم خطرناک بھی ہو اور چالاک بھی۔ تم مجھے تاؤ دلا رہے ہو تاکہ میں پکے ہوئے پھل کی طرح تمہاری جھولی میں آ گروں۔"

"اسے پکے ہوئے پھل! کیا ہم گفتگو کا موضوع نہیں بدل سکتے؟ جب ہم ایسے موضوع پر بات ہی نہیں کریں گے تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ میں وہی ہوں جو نظر آ رہا ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بے بسی سے قریب آ گئی۔ میں نے پوچھا: "اب کیا ہے؟"

اس نے میرے ہاتھ کو تھام لیا۔ عاجزی سے کہنے لگی۔ "فار گاڈ سیک، مجھے زیادہ الجھن میں نہ ڈالو۔ میں تمہارے متعلق سوچ سوچ کر پریشان ہوں۔ آخر تم کیا ہو؟"

"میرے متعلق سوچنے سے بہتر ہے موجودہ حالات پر غور کرو کہ ہم کہاں آ کر پھنس گئے ہیں۔"

اس نے اس بند کمرے کو چاروں طرف سے دیکھتے ہوئے کہا: "ہم جہاں بھی ہیں تنہا ہیں۔ کوئی تیسرا آ نہیں سکتا۔"

اس نے اپنے فر کے اوور کوٹ کو کھول کر ایک طرف پھینک دیا۔ میں نے کہا: "یہ کیا کر رہی ہو، سردی لگ جائے گی۔"

"تم میرے دل اور دماغ سے ایسے چپک گئے ہو کہ سردی لگ ہی نہیں سکتی۔"

اسی وقت باہر گاڑی کی آواز سنائی دی۔ وہ رک گئی۔ میں نے کہا: "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔"

میں تیزی سے چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا۔ پانچ مسلح جوان گاڑی سے اتر کر دروازے کی طرف آ رہے تھے۔ ان میں سے ایک لیڈر ٹائپ کا آدمی نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

اس کے بعد ہمارے کمرے کا دروازہ کھلا۔ دروازے میں چار افراد اسٹین گن اٹھائے ہوئے نظر آئے۔ پانچویں نے ریوالور ہماری طرف کرتے ہوئے کہا: "چپ چاپ منہ سے آواز نکالے بغیر ہمارے ساتھ چلو۔"

میں نے ایل مونا کا کوٹ اٹھا کر اسے دیتے ہوئے کہا: "حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے۔"

ایل مونا نے پوچھا: "یہ تم کون سی زبان بول رہے ہو؟"

"یہ دل کے پھپھولے پھوڑنے والی بات ہے۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ چلو۔"

ہم ان اسٹین گنوں کے سائے میں آ کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد وہاں سے سفر شروع ہوا۔ میں نے لیڈر سے پوچھا: "ہمیں کہاں لے جا رہے ہو۔ وہ پولیس آفیسر وغیرہ کہاں ہیں؟"

"ہم کسی پولیس آفیسر کو نہیں جانتے اور زیادہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی چالاکی دکھائے بغیر ہمارے حکم کی تعمیل کرتے رہو گے تو تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔"

ایئر پورٹ کے رن وے پر ایک طیارہ ہمارے لیے تیار کھڑا تھا۔ ہم اس میں سوار ہو گئے۔ میں اور مونا دو ہی مہمان مسافر تھے ورنہ وہاں دو اور مسلح افراد کا اضافہ ہو گیا تھا۔ جہاں مجھے اور مونا کو بیٹھنے کے لیے سیٹ دی گئی، سامنے ہی دیوار پر ایک بڑا سا ٹی وی اسکرین تھا۔ جب جہاز پرواز کرتا ہوا کافی بلندی پر پہنچ گیا تو وہ ٹی وی اسکرین آن ہو گیا۔ اسکرین پر ایک ادھیڑ عمر کی عورت نظر آ رہی تھی۔ اس نے غضب کا میک اَپ کیا ہوا تھا۔ ہر ممکن طریقے سے اپنی عمر کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔ پس منظر سے آواز آ رہی تھی۔

"یہ رومانٹک بے بی ہے۔"

میں نے مونا کی طرف جھک کر کہا: "دیکھو بے بی ایسی بھی ہوا کرتی ہے۔"

کسی نے ڈانٹ کر کہا: "یو شٹ اَپ۔ جو کہا جا رہا ہے اسے توجہ سے سنو۔ آپس میں گفتگو کرنے سے.... پرہیز کرو۔"

ہم پھر اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ کہنے لگا: "ڈاکٹر میکاکس یا تم جو کوئی بھی ہو لیکن ایل مونا کا تعاقب کرتے ہوئے آئے ہو۔ ہم یہی چاہتے تھے۔ ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ مونا دشمنوں کی نظروں میں آ گئی ہے۔ اب تم بتاؤ کہ کون ہو اور کس گروہ سے تعلق رکھتے ہو؟"

میں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا: "میں ڈاکٹر میکاکس ہوں۔"

"یہ ہم بھی جانتے ہیں۔ یقیناً تم ڈاکٹر میکاکس ہو لیکن کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

"ظاہر ہے، میں تناتا کے میڈیکل سینٹر میں کام کر رہا ہوں۔ اپنی حکومت کے لیے۔"

"زیادہ معصوم بننے کی کوشش نہ کرو۔ اس خطرناک تنظیم کا نام بتاؤ جس سے تمہارا تعلق ہے۔"

"میں نے اپنی زندگی میں ایک ہی خطرناک تنظیم دیکھی ہے۔ وہ میرے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے۔ جب آنکھیں ہرنی جیسی ہوں، چہرہ گلابی اور دودھ کی طرح سفید ہو، جسم بے پناہ ہو اور شباب کوٹ کوٹ کر بھرا ہو تو ہم ازل سے ان سارے لوازمات کے مجموعے کو خطرناک تنظیم کہتے آئے ہیں۔"

میں نے ایل مونا کا ہاتھ تھام کر کہا: "میرا تعلق اسی تنظیم سے ہے اور اسی کے پیچھے دیوانہ وار چلا آیا ہوں۔"

اسپیکر کے ذریعے کہا گیا: "تمہاری بکواس کے دوران رومانٹک بے بی کہاں سے کہاں چلی آئی ہے۔ ذرا اسے دیکھو۔ یہ جہاں جا رہی ہے اور جس کے پاس جا رہی ہے، اگر تمہیں اس کی ضرورت ہے تو ہم سے دو ٹوک بات کرنا۔"

میں نے دیکھا۔ بوڑھی بے بی بڑے ناز و انداز سے چلتے ہوئے اس بڑے سے مکان کے اس حصے میں پہنچی تھی جہاں بہت سے بچے کھیل رہے تھے۔ لان میں جھولا تھا۔ بچے جھول رہے تھے۔ کچھ بچے چھوٹی سی موٹر چلا رہے تھے۔ کچھ تین پہیے کی سائیکل پر سوار تھے۔ رومانٹک بے بی نے ان تمام بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے آواز دی: "بے بی، تم کہاں ہو؟"

کتنی ہی بے بی اور بابا پلٹ کر دیکھنے لگے۔ رومانٹک بے بی نے کہا: "اوہ میں تم سب کو نہیں، اپنی رسونتی بے بی کو بلا رہی ہوں۔"

فوراً ہی منظر بدل گیا۔ رسونتی ایک پلاسٹک کے گھوڑے پر بیٹھی ہوئی آگے پیچھے جھول رہی تھی۔ میں ایک دم سے چونک کر اپنی سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

مطالعہ کرنے امتحان میں شاندار کامیابی حاصل کیجیے
قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے
مکتبہ نفیس پوسٹ بکس نمبر ۹۴۳ کراچی نمبر ۱

جو کچھ آنکھوں کے سامنے نظر آ رہا تھا، اس پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ کسی بچی کی طرح ایک پلاسٹک کے گھوڑے پر سوار تھی اور آگے پیچھے جھولتے ہوئے یوں خوش ہو رہی تھی اور تالیاں بجا رہی تھی جیسے سچ مچ گھوڑے پر سواری کر رہی ہو۔

رومانٹک بے بی نے پاس آ کر کہا۔ "او بے بی، تم یہاں ہو۔ چلو ہے، تمہارا ایک ٹائم ہو گیا ہے۔"

رسونتی نے چھوٹی سی بچی کی طرح سمٹ کر کہا۔ "میں دودھ پینے نہیں جاؤں گی۔ یہیں لا کر دو۔"

اس نے آواز دی۔ "آیا! بے بی کے لیے دودھ لے آؤ۔"

میں حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ خیال خوانی کرنا بھول گیا تھا۔ ایک آیا فیڈر لے کر آئی تھی۔ شیشی میں دودھ بھرا ہوا تھا۔ پھر رسونتی اس شیشی کی نپل کو منہ میں رکھ کر دودھ پینے لگی تھی۔ اسپیکر سے آواز آ رہی تھی۔ "دیکھو، غور سے دیکھو، تم سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کے لیے آئے ہو۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیموں کے افراد انھیں تلاش کر رہے ہیں۔ ہم مانتے ہیں، تم اور تمھارا سربراہ بہت چالاک ہے۔ تم لوگوں نے کسی طرح ایل مونا کو ڈھونڈ نکالا۔ تم میں سے جس نے اس کے بھائی ایل مانڈو کو اغوا کیا ہے، وہ بھی اسی تاک میں ہے کہ کسی طرح سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی تک پہنچ جائے۔ بہرحال ہم تمھیں رسونتی کے پاس پہنچا رہے ہیں۔ جو کچھ تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، وہ کوئی خواب نہیں ہے۔ کوئی کہانی قصہ نہیں ہے کوئی ڈراما نہیں ہے۔ کوئی دکھاوا نہیں ہے۔ رسونتی حقیقتاً ایک نادان بچی بن چکی ہے۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بے اختیار چیختے ہوئے کہا۔ "نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ رسونتی کے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟ جب تم اس کے پاس پہنچو گے تو یقین آ جائے گا۔"

میں دھپ سے بیٹھ گیا۔ اچانک یاد آیا کہ خیال خوانی کے ذریعے تصدیق کر سکتا ہوں۔ میں نے دوسرے ہی لمحے پرواز کی۔ مجھے رسونتی کی آواز، اس کا لب و لہجہ اچھی طرح یاد تھا۔ بھلا میں اسے کیسے بھلا سکتا تھا لیکن میری موج کی لہریں بھٹکتی رہیں۔ رسونتی تک نہ پہنچ سکیں۔ میں پریشان ہو کر اسکرین پر رسونتی کو دیکھنے اور سوچنے لگا۔

جب میں نے توجہ سے دوسری بار اس کی آواز سنی تو وہ فیڈر والیس کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "میں اور نہیں پیوں گی۔"

رومانٹک بے بی کہہ رہی تھی۔ "اچھے بچے ضد نہیں کرتے۔ چلو اسے ختم کرو۔"

رسونتی نے شیشی کو ہاتھ میں لیا۔ پھر ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "میں نے کہہ دیا نا، نہیں پیوں گی۔ جاؤ یہاں سے۔"

بوڑھی بے بی نے اس کے کان پکڑ کر کہا۔ "بے بی! تم بہت ضدی اور بدتمیز ہو گئی ہو۔ آئندہ ایسا کرو گی تو سزا دی جائے گی۔"

اس دفعہ میں نے رسونتی کی آواز کو سنا تو اس میں کافی تبدیلی آ چکی تھی۔ اس میں بچپنا تھا۔ لب و لہجہ بدل گیا تھا۔ تب میں نے اس بدلے ہوئے لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

مجھے دماغ میں جگہ تو مل گئی لیکن یہ کیسے تصدیق ہو کہ میں رسونتی کے دماغ میں تھا، جسے میں برسوں سے جانتا تھا، جو میری شریکِ حیات تھی، جو میرے بچے کی ماں تھی۔ میں اسے نہیں پہچان رہا تھا لیکن دل کہہ رہا تھا کہ یہ وہی ہے۔ ذرا سا لب و لہجہ بدل گیا تھا۔ آواز میں فرق پیدا ہو گیا تھا۔

جو کچھ بھی میری نظروں کے سامنے تھا، جو کچھ بھی ٹیلی پیتھی کے آئینے میں تھا، مجھے اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔ اگر میں اسے رسونتی ماننے سے انکار کر دوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رسونتی اب اس دنیا میں نہیں رہی کیوں کہ جس کے لب و لہجے کو میں برسوں سے جانتا آیا تھا، اسے گرفت میں لے کر جب بھی میں نے پرواز کی تو میری سوچ کی لہریں بھٹکتی رہ گئیں مگر وہاں تک نہیں پہنچ سکیں۔

اب جہاں پہنچا ہوا تھا وہی رسونتی تھی۔

اور اگر نہیں تھی تو پھر وہ کہاں تھی؟

کیا مجھے کہنا ہو گا کہ رسونتی تھی؟

کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ رسونتی ہے؟

وہ رسونتی جو پلاسٹک کے گھوڑے پر سوار بچوں کی طرح خوش ہو رہی تھی، ہنس رہی تھی، کھلکھلا رہی تھی اور معصوم لہجے میں کبھی بولتی بھی جا رہی تھی۔ وہ میری نگاہوں کے سامنے "تھی اور ہے" کے درمیان رہ گئی تھی۔

اب کیسے یقین ہو کہ وہ اپنے وجود کے ساتھ میری نگاہوں کے سامنے ہے؟

میں

بڑی دیر تک پس و پیش میں رہا۔ میری نگاہیں ٹی وی اسکرین پر جمی رہیں۔ مجھے رسونتی صاف طور پر نظر آ رہی تھی اور میں اس کے وجود سے انکار نہیں کر سکتا تھا مگر اس کے رسونتی ہونے کا یقین بھی نہیں آ رہا تھا۔

وہ پُراسرار شخص نادان نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی طرف سے کوئی گہری چال چلی جا رہی تھی۔ میرے سامنے نہ جانے کس رسونتی کو پیش کر کے مجھے الجھایا جا رہا تھا۔ اس معاملے کی تہ تک پہنچنے کے لیے ہر پہلو سے سوچنا اور سوچنے سے پہلے ذہنی طور پر پُرسکون رہنا لازمی تھا۔

فی الحال سکون سے سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں تھا۔ طیارے کے اسپیکر کے ذریعے مجھے مخاطب کر کے پوچھا جا رہا تھا۔ "ہاں تو ڈاکٹر مے کاس تم کون ہو؟"

اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا، اسپیکر نے کہا۔ "جواب میں یہ نہ کہنا کہ تم ڈاکٹر ہو اور تمھارا نام مے کاس ہے۔"

میں نے جواباً کہا۔ "جب مجھے اپنے نام سے اور پیشے سے انکار کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے تو خود ہی بتا دو، میں کون ہوں؟"

"تم جو کوئی بھی ہو، ماسٹر کی کے خاص آدمیوں میں سے ہو۔ تم نے جس کامیابی سے ایل مونا کا تعاقب کیا، اس لڑکی سے دوستی کرنے اور اس کا اعتماد حاصل کرنے میں جس ذہانت کا ثبوت دیا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ماسٹر کی تمھاری غیر معمولی صلاحیتوں پر ناز کرتا ہو گا۔"

میں نے اسکرین پر رسونتی کو دیکھا پھر جواب دیا۔ "تم لوگ میری کسی بات کا یقین نہیں کر رہے ہو۔ اگر یقین کرنا چاہو تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں، ماسٹر کی سے میرا تعلق نہیں ہے۔"

"تو پھر تمھارا تعلق بابا فرید واسطی کے ادارے سے ہے۔"

میں ذرا سنبھل گیا، وہ کہہ رہا تھا۔ "مسٹر مے کاس! ابھی تمھارے متعلق تازہ ترین رپورٹ حاصل ہوئی ہے۔ ہماری سیکرٹ ایجنسی نے تمھارے ماضی کو کھنگالا ہے اور یہ حقیقت معلوم کی ہے کہ تمھارا بچپن اور جوانی کا بیشتر ایام بابا فرید واسطی کے ادارے میں گزرے ہیں۔ تم نے وہاں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی، مختلف میڈیکل سینٹروں میں خدمات انجام دیتے ہوئے الاسکا پہنچے ہو اور اپنے ماضی کو چھپانے کی کوشش کرتے رہے ہو۔ تاکہ تمھارا تعلق بابا صاحب سے ظاہر نہ ہو۔"

میں نے جھٹلاتے ہوئے کہا۔ "بڑی حیرت انگیز معلومات ہیں، اگر یہ رپورٹ درست ہے تو پھر مجھ سے پوچھنے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟"

"یعنی تم اس رپورٹ کو درست تسلیم نہیں کر رہے ہو۔"

"میرے ماضی سے تعلق رکھنے والے کاغذات تمہارا میڈیکل سینٹر میں ہیں۔"

"وہ کاغذات جعلی ہیں۔"

"اور میں کہتا ہوں کہ تم لوگوں کو ملنے والی تازہ ترین رپورٹ غلط ہے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ جو لوگ مجھ سے باتیں کر رہے تھے، مجھے اُن کے خیالات پڑھنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ مجھ سے متواتر سوالات کیے جا رہے تھے۔ جواب دینے کے لیے دماغی طور پر حاضر رہنا لازمی تھا۔ موجودہ رسونتی کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے فی الحال رومانٹک بے بی بھی میری خیال خوانی سے محفوظ تھی۔ بہرحال بچے کی ماں کب تک خیر مناتی گی۔

اسپیکر سے آواز آئی۔ "مسٹر مے کاس! ہم مان لیتے ہیں کہ تمھارے متعلق ملنے والی اطلاعات غلط ہیں۔ اگر تمھارا تعلق کسی تنظیم سے نہیں ہے، اگر تم ہمارے لیے بے ضرر ہو تو ایل مونا کا تعاقب کیوں کرتے آ رہے ہو؟"

میں نے سرد آہ بھر کر پاس بیٹھی ہوئی ایل مونا کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "عشق نے غالبؔ نکما کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے۔"

"گویا تم مونا کے عاشق ہو۔ چلو یہ بھی مان لیتے ہیں۔ یہ بتاؤ، اگر مونا تمھیں مل جائے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"وہی جو حسنِ سلوک کہلاتا ہے مگر اس سلوک کا ذکر کسی سے کیا نہیں جاتا۔ تمھیں پوچھتے ہوئے شرم آنا چاہیے۔"

"بجھو مت کرو۔ تم جھوٹے ہو۔ تم ایل مونا کے دیوانے نہیں ہو۔ یہ تمھارے پاس آئی تھی مگر تم نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ہاتھ نہ لگانے پر تمھیں افسوس کیوں ہو رہا ہے، جب کہ ایل مونا خوش ہے۔"

ایل مونا نے میرے قریب ہو کر آہستگی سے کہا۔ "باتیں نہ بناؤ۔ اُن کے سوال کا معقول جواب دو۔ جب تم میرے دیوانے ہو، جب میں حاصل ہو رہی تھی تو تم پارسا کیوں بن گئے تھے۔"

میں نے کہا۔ "میرا جواب تمھاری باتوں میں ہے۔ بے شک مجھے اپنی پارسائی پر فخر ہے۔ میں تمھارا عاشق ہوں، گناہگار کہلانا نہیں چاہتا۔"

اسپیکر سے کہا گیا۔ "ہم دیکھنا چاہتے ہیں، تم کب تک اپنی ہیئت چھپاؤ گے۔ چلو ہم تمھاری پارسائی کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اب یہ بتاؤ، تم نے پیرس سے ایل مونا کے ساتھ سفر شروع کیا۔ طیارے میں پہلے تو ابراہم ڈیوس مارا گیا۔ اس کے بعد تنانا بیں ڈاکٹر ڈوگلس ختم کر دیا گیا۔ ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ

ہوائی سفر کے دوران شور لے ایوان اچانک موت کی آغوش میں چلا گیا۔ تینوں اموات یا تینوں قتل انتہائی پُراسرار تھے اور تینوں واردات تمہاری موجودگی میں ہوئیں ایسا کیوں؟"

"یہ سوال قتل ہونے والوں اور قتل کرنے والوں سے پوچھنا چاہیے۔ باقی دی وے میں ایک ڈاکٹر ہوں میرے سامنے کتنے ہی قتل ہونے والے اپنی زندگی میں آئے اور زندگی کے بعد لائے گئے۔ تم صرف تین قتل کی بات کر رہے ہو۔ ہاں اگر مجھے ان واردات میں ملوث کرنا چاہتے ہو تو یہ سراسر نادانی ہوگی۔ بے شک وہ تینوں قتل انتہائی پُراسرار تھے۔ پہلے تمہیں اسرار کو سمجھنا چاہیے پھر الزام دینا چاہیے۔"

"تم بہت چالاک بننے کی کوشش....."

اسپیکر سے کہنے والا اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ اچانک ہمارا طیارہ ڈگمگانے لگا تھا۔ میں نے چند لمحوں تک کسی کے کچھ کہنے کا انتظار کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ چشم زدن میں وہاں پہنچ گیا جہاں سے اسپیکر کے ذریعے مجھے مخاطب کیا جا رہا تھا۔

وہ سب پائلٹ کے کیبن میں بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اُن کی باتوں سے معلوم ہوا کہ طیارہ برفانی طوفان میں گھر گیا ہے۔ یہ مصیبت یک طرفہ نہیں، دو طرفہ تھی۔ ایکسیلریٹر میں خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ طیارے کو واپس کوزبو کی طرف نہیں لے جایا جا سکتا تھا۔ آگے آدھے گھنٹے کی مسافت پر ہونولولو کا ہوائی اڈہ تھا مگر وہاں سے بھی طوفان کا سگنل مل رہا تھا۔

طیارے کے اندر سنسنی پھیل گئی۔ اگلے چند منٹوں میں کیا ہونے والا تھا، یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اُن لوگوں نے اپنی دانست میں بڑی چالاکی سے مجھے گھیر لیا تھا لیکن قدرتی آفات میں خود گھر گئے تھے ویسے طوفان کی تباہ کاری اور طیارے کی خرابی نے مجھے بھی تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔

موت کو ایک دن آنا ہے تشویش یہ تھی کہ خواہ مخواہ کی موت سے کس طرح بچا جا سکتا تھا۔ پائلٹ اور جہاز کا دیگر عملہ اس طیارے کو اپنے کنٹرول میں رکھنے اور کسی قریبی.... ائرپورٹ سے امداد حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ پائلٹ مائیک کو مُنہ کے قریب لگائے ہوئے "مے ڈے، مے ڈے" کی رٹ لگا رہا تھا۔

"مے ڈے" ایک بین الاقوامی کوڈ ورڈ ہے۔ اس کا مطلب ہے طیارہ یا بھری جہاز مشکلات میں گھر گیا ہے لہٰذا فوری مدد پہنچائی جائے۔ مے ڈے کے جواب میں کہیں سے ہدایات دی جا رہی تھیں کہ ہمارے طیارے کے لیے قریب ترین خشکی کا حصہ سینٹ لارنس کا جزیرہ ہے۔ طیارے کو وہاں لے جا کر اُتارنے کی کوشش کی جائے۔

ایل مونا کا حسین چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ اُس نے بے اختیار میرے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔ ڈوبتے وقت میں ہی اس کا سہارا تھا۔ میرا سہارا صرف خدا ہے۔ میری زندہ دلی نے بھیا یا منہ لٹکا کر بیٹھنے اور فکر کرنے سے موت نہیں ٹلتی۔ جو ہونا ہے ہو کر رہے گا پھر موت سے پہلے موت کی سی خاموشی کیوں رہے؟

میں نے بلند آواز سے پوچھا "اے بھائی صاحب! تم نے سوالات کا سلسلہ کیوں بند کر دیا؟"

آواز آئی "شٹ اپ"

میں نے کہا "تم لوگوں کی عقل گھاس چرنے گئی ہے۔ ذرا سوچو، جب موت سامنے کھڑی ہو تو آدمی آپ ہی آپ سچ بولنے لگتا ہے یہ موقع غنیمت ہے، مجھ سے جو پوچھو گے میں زندگی کی آخری سانسوں میں سچ کہتا جاؤں گا۔"

لیکن کسی نے کچھ نہیں پوچھا۔ سب کو اپنی اپنی پڑی تھی۔ طیارے کے پروں میں برف جم رہی تھی۔ اس کی پرواز نیچی کر دی گئی تاکہ برف پگھلتی رہے۔ میں نے کہا "تم سوال کرنا بھول گئے لہٰذا میں سوال کرتا ہوں تم جواب دو۔ تم لوگ کون ہو؟ کس پراسرار شخص کے لیے کام کر رہے ہو؟"

ایک اسٹیوارڈ نے قریب سے گزرتے ہوئے کہا "خاموش رہو ورنہ مُنہ توڑ دوں گا۔"

میں نے مسکرا کر کہا "ابھی ہم سب ہزاروں فٹ کی بلندی سے گر کر ٹوٹنے پھوٹنے والے ہیں۔"

"موت کے خوف نے تمہیں پاگل کر دیا ہے۔"

"پاگل نہیں ہوش مند بنا دیا ہے۔ ہم چند لمحوں میں ایک دوسرے سے سچ بول کر اپنی اپنی اصلیت ظاہر کر کے فنا ہو جائیں گے پھر کس کے خلاف کچھ بولنے کے لیے ایک سانس کی بھی مہلت نہیں ملے گی۔ پھر اے لوگو! اپنی اصلیت کیوں چھپاتے ہو؟"

ایل مونا نے کہا "ایسے وقت موت کا ذکر کر کے اور دہشت زدہ کر رہے ہو۔ پلیز خاموش رہو۔"

"میرے خاموش رہنے سے ہونی انہونی نہیں ہو سکتی۔"

وہ دوسری جانب دیکھتے ہوئے دعا مانگنے کے انداز میں بولی "اوہ گاڈ! اب کیا ہوگا؟ کیا ہم کسی طرح بچ نہیں سکتے؟"

"ہمارے چاروں طرف برفانی طوفان کی دھند چھائی ہوئی ہے۔ نیچے زمین نہیں ہے، سمندر بھی نہیں ہے کیونکہ اس علاقے کی سمندی سطح پر برف کے تودے بہتے رہتے ہیں۔ یہ طیارہ کہیں اُتر نہیں سکتا پھر ہم کس طرح بچ سکتے ہیں؟"

وہ غصے سے بولی "کیا تم اچھی بات منہ سے نہیں نکال سکتے؟"

"اچھی بات محبت کی بات ہوتی ہے آؤ ہم محبت کریں۔"

میں نے اس کا ہاتھ اپنی طرف کھینچا۔ ہم سب حفاظتی بیلٹ کے ذریعے اپنی اپنی سیٹ پر بندھے ہوئے تھے۔ ہاتھ کھینچنے پر وہ میری طرف ذرا جھک گئی۔ دماغ نے کہا "بس یہی چند سانسیں ہیں، نفرت سے جی کو یا محبت سے....."

وہ بے اختیار چیخ کر بولنے لگی "میں محبت کرتی ہوں۔ میں اپنی موت کو سامنے دیکھ کر تسلیم کرتی ہوں کہ دُنیا میں کچھ نہیں رہتا۔ ہمارے پیچھے ہماری نفرتیں اور محبتیں رہ جاتی ہیں۔ ہم نفرت سے موت کو نہیں ٹال سکتے مگر محبت سے محبوب کے ساتھ مر تو سکتے ہیں۔"

کیبن میں پائلٹ کے ساتھ دو آدمی تھے۔ ہمارے آس پاس کی سیٹوں پر ایک عورت اور دو مرد بیٹھے ہوئے تھے، وہ سب گم صم ایل مونا کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی "میں ڈاکٹر مے کاکس سے محبت کرتی ہوں میں پرسرس سے دیکھتی آ رہی ہوں، یہ سچا اور کھرا انسان ہے۔ میں بات بات پر اسے دھوکا دیتی رہی، یہ قدم قدم پر میری حفاظت کرتا رہا۔ میں اس لمحے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتی ہوں، جب تک ان کے ساتھ رہوں گی، موت مجھے زندگی سے چھین کر نہیں لے جا سکے گی۔"

یکایک گی طیارے کو زبردست جھٹکا پہنچا۔ ہماری اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ جانے وہ طیارہ کتنی بلندی سے پستی کی طرف گیا تھا۔ جیسے ہی سانس میں سانس آئی ایل مونا نے زور کا قہقہہ لگایا۔ "ہاہاہا ہا۔ میں ابھی زندہ ہوں، میں نہیں مر سکتی۔ تم نے دیکھا مے کاکس!"

طیارہ بے شک پستی کی طرف جھٹکے سے گیا تھا مگر ہنوز پرواز کر رہا تھا۔ ایل مونا نے کہا "مے کاکس، تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں زندگی کے اس اہم موڑ پر سچ بولنا چاہیے۔ میں سچ بولوں گی کسی سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ میں تے....."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ میں نے اس کے لبوں پر خاموشی کی مہر لگا دی۔ وہ اعتراف کرنا چاہتی تھی کہ اس نے گوڈی سجاتا کے بدن سے قیمتی ہیرا چرایا تھا۔ زندگی کے آخری سانسوں میں دنیا والوں کا ڈر نہیں رہتا۔ وہ بھی اپنے پُراسرار باس سے ڈرنا بھول گئی تھی مگر میں نے اسے کہنے کی اجازت نہیں دی۔ کیونکہ میں خدا کی ذات سے مایوس نہیں تھا۔ میرے دماغ کی گہرائیوں میں یہ یقین چھپا ہوا تھا کہ انسانی ہاتھ ہوں یا قدرتی آفات، مارنے والوں سے وہ بچانے والا ہمارا محافظ کُل ہے۔

میں نے پائلٹ کے خیالات پڑھے۔ نیچی پرواز کے باعث دُور پستی میں برفیلی زمین دکھائی دے رہی تھی مگر وہ زمین نہیں تھی۔ اس کے نیچے سمندر تھا۔ اس کی سطح پر برف کی طویل و عریض چادر بہہ رہی تھی۔ الاسکا کے شمال مغربی سمندر میں بہنے والی چادریں عموماً ٹھوس اور مضبوط ہوتی ہیں۔ ایسی برفیلی زمین کو آئس فلوٹ کہا جاتا ہے۔ ایسے آئس فلوٹ شمالی سمندر میں بہتے جاتے ہیں پھر جیسے جیسے جنوبی گرم حصّوں کی طرف پہنچتے ہیں، پگھلنے لگتے ہیں۔

پائلٹ اور اُس کے ساتھی یقین سے کہہ رہے تھے کہ وہ آئس فلوٹ زمین کی طرح ٹھوس اور مضبوط ہے۔ اس پر طیارے کو اتارا جا سکتا ہے۔ وہ آئس فلوٹ کے چاروں طرف پرواز کرتے ہوئے اس کا جائزہ لے رہے تھے۔ یہ اندازہ ہوا کہ برف کی وہ ٹھوس سطح تقریباً ڈیڑھ میل وسیع اور ایک میل عریض ہے وہاں اتر کر طوفان کے تھمنے اور دوسری امداد کے پہنچنے کا انتظار کیا جا سکتا تھا۔

اسپیکر آن ہو گیا۔ ہمیں بتایا جا رہا تھا کہ طیارہ ایک آئس فلوٹ پر اترنے والا ہے۔ ایل مونا نے پوچھا "مے کاکس! کیا ہم صحیح سلامت اُتر جائیں گے؟"

"اس کا انحصار پائلٹ کی مہارت پر ہے۔ باقی دی وے، جہاں ہم اترنے جا رہے ہیں، وہاں سلامتی مشترک ہے کیونکہ ہم زمین پر نہیں اُتر رہے ہیں۔ جہاں ہمارے قدم پہنچیں گے، اس کے نیچے سمندر ہوگا۔ آئس فلوٹ کی سطح ٹھوس اور مضبوط ہو سکتی ہے مگر جا بجا گڑھے ہوں گے۔ یا برف کی سطح کمزور ہوگی۔ ہم ادھر سے گزریں گے تو دنیا سے گزر جائیں گے، وہ نادیدہ گڑھے ہماری برفانی قبریں بن جائیں گے۔"

"تم ڈرا رہے ہو۔"

"کیا تم ڈرنے والی بچی ہو؟"

اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "تمہارے ساتھ تو ایک بچی کی طرح ڈرپوک بن کر رہنے کو ہی جی چاہتا ہے۔"

اسی وقت طیارے نے آئس فلوٹ کی سطح کو چھو لیا۔ ایک ہلکا سا جھٹکا محسوس ہوا۔ میں نے کھڑکی کے پار دیکھا دن کے وقت بھی دُور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ برف کے ذرات اُڑ رہے تھے۔ طیارہ اس سطح پر دوڑتا ہوا ایک جگہ رُک گیا۔

تھوڑی دیر تک طیارے میں گہری خاموشی رہی۔ موت کے مُنہ سے نکل کر نئی زندگی ملے تو مشکل ہی سے یقین آتا ہے۔ سب کے سب یوں بیٹھے تھے جیسے اپنی قبر میں اُٹھ کر بیٹھ گئے ہوں۔ پھر ایل مونا نے ایک گہری سانس لی اور کہا "ہم زندہ ہیں۔ ہمیں اس طیارے سے نکلنا چاہیے۔"

وہ خاتمی بیلٹ کھولنے لگی۔ اسیکوارٹ نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا۔ "مونا! آرام سے بیٹھی رہو۔ پہلے ہم باہر جا کر آئس فلوٹ کا جائزہ لیں گے۔"

دو شخص باہر جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ وہ ایک دوسرے کی پشت پر ٹول کٹ باندھ رہے تھے۔ کٹ (تھیلے) کے اندر ضروری اوزار رکھے ہوئے تھے۔ سامنے سینے پر جو کٹ باندھی گئی اس میں کچھ کھانے پینے کا سامان اور مختلف ہتھیار تھے۔ چونکہ برف کا طوفان رواں تھا، کسی وقت بھی تاریکی اچانک چھا سکتی تھی اس لیے ٹارچ وغیرہ رکھ لی گئی تھیں۔ پاؤں میں اسکیٹنگ شوز تھے اور ہاتھوں میں آہنی چھڑیاں تھیں جن کے ذریعے وہ برف کی کھوکھلی سطح کا اندازہ کر سکتے تھے۔

وہ چلے گئے۔ میں بھی اُن کے ساتھ دماغی طور پر باہر پہنچ گیا۔ وہ آنکھوں سے دُوربین لگائے دیکھ رہے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا سورج سر پر ہو گا مگر نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہر طرف برفیلی دھند چھائی ہوئی تھی۔ آفتاب کی مردہ کرنیں صاف و شفاف برف پر پڑ رہی تھیں۔ اُن کی روشنی برف سے منعکس ہو رہی تھی جس کی وجہ سے دن کی مدھم سی روشنی ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں طیارے میں واپس آئے اور بتانے لگے کہ برف کی سطح چھوٹی ہے کہیں کہیں برف کے اونچے ٹیلے نظر آ رہے ہیں۔ طیارے سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر آئس فلوٹ کا کنارا ہے۔ وہاں سے سمندر کا پانی دکھائی دیتا ہے۔ ہم سب اس طیارے سمیت برف کی سطح پر سمندر میں بہتے جا رہے تھے۔ آئس فلوٹ کا کنارا ٹوٹنے پر سب سے پہلے طیارہ سمندر میں غرق ہو سکتا تھا لہٰذا طیارے کے انجن کو دوبارہ اسٹارٹ کیا گیا۔ وہ دونوں شخص پھر باہر گئے۔ ان کے سگنل کے مطابق طیارے کو آئس فلوٹ کے ایک درمیانی حصے میں پہنچا دیا گیا۔

باہر غضب کی سردی تھی۔ ہم طیارے کے اندر محفوظ تھے مگر اندیشہ تھا کہ جہاں یہ جہاز کھڑا ہوا ہے وہاں برف کی سطح اچانک ٹوٹنے لگے تو ہم سب طیارے کے اندر بیٹھے بیٹھے سمندر کی تہ میں پہنچ جائیں گے۔ پائلٹ وقفے وقفے سے ریڈیو ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ بار بار یہی جواب موصول ہو رہا تھا کہ برفانی طوفان میں امدادی طیارہ نہیں بھیجا جا سکتا۔ لہٰذا طوفان کے تھمنے تک ہمیں اسی آئس فلوٹ پر انتظار کرنا ہو گا۔

وہ آئس فلوٹ گویا ایک عارضی جزیرہ تھا۔ اس جزیرے میں آٹھ عدد بھٹکے ہوئے مسافر تھے۔ اُن میں سے ایک میں تھا، دوسری ایل مونا تھی مونا کے علاوہ ایک اور عورت تھی، باقی پانچ مرد تھے یعنی میرے چھ دشمن تھے۔ سب کا تعلق اس پُراسرار شخص سے تھا جس کے متعلق اُن کے تمام آلۂ کار بھی کچھ نہیں جانتے تھے۔ ایل مونا بھی ایک آلۂ کار تھی مگر میری دشمن نہیں تھی۔

اس طیارے کا پائلٹ ہی اُن کا پارٹی لیڈر تھا۔ اُس نے حکم دیا۔ "ایل مونا! اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ باہر چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تم سب ہتھیاروں سے لیس رہو گے، صرف ڈاکٹر مے کاکس نہتا رہے گا۔"

سب کے سب مزید گرم کپڑے پہننے لگے۔ سر اور گردن کو ڈھانپنے والی ٹوپیاں بھی پہن لیں۔ یہ چیزیں مجھے نہیں دی گئیں۔ پارٹی لیڈر نے کہا۔ "ڈاکٹر! تم انہی کپڑوں میں باہر چلو گے اور اُس وقت تک سرد عذاب سے گزرتے رہو گے جب تک اپنی اصلیت نہیں بتاؤ گے سرد ہوائیں تمہیں لمحہ لمحہ مارتی رہیں گی۔"

میں نے گرم لباس اور فر والے بوٹ پہنے ہوئے تھے مگر وہاں کی سردی میں یہ لباس کچھ بھی نہ تھا۔ مجھے اُوور کوٹ گرم ٹوپی اور اسنو گوگلس وغیرہ سے محروم دیکھا جا رہا تھا۔ ایل مونا مجھے پریشان ہو کر دیکھ رہی تھی۔ جب مجھے طیارے سے باہر نکلنے کا حکم دیا گیا تو وہ پارٹی لیڈر سے بولی۔ "مسٹر مانلو! یہ ظلم ہے۔ ڈاکٹر نے ہمارا میری جان بچائی ہے۔ پلیز! ان پر رحم کریں۔"

پارٹی لیڈر مانلو نے پوچھا۔ "کیا ڈاکٹر سے دلی لگاؤ ہو گیا ہے؟"

"ہاں! میں پرواز کے دوران محبت کا اقرار کر چکی ہوں۔"

"پھر تمہارے بھی گرم کپڑے اتار دیے جائیں گے۔ تمہارے پاس ایک مہیتیا بھی نہیں رہے گا اور تم اس کے ساتھ سرد جہنم میں ٹھٹھر ٹھٹھر کر برف کا مُردہ مجسمہ بن جاؤ گی۔"

وہ بولی۔ "مجھے جیسی بھی سزا دو مگر مے کاکس پر خواہ مخواہ ظلم نہ کرو، یہ ہمارا دشمن نہیں ہے۔"

"تمہارا دشمن نہیں ہے، ہمارا تو ہے۔ کیا تم اس کے ساتھ مرنا پسند کرو گی؟"

ایل مونا نے مجھے دیکھا پھر کہا۔ "میں مرنا نہیں چاہتی۔ مجھے اپنی زندگی سے بہت محبت ہے مگر میرا دل کہتا ہے کہ میں مے کاکس کا ساتھ دُوں گی تو حرام موت میرے قریب نہیں آئے گی۔"

مانلو نے حکم دیا۔ "اس لڑکی کے ہتھیار چھین لو۔ فر کا کوٹ اور اسکیمو کیمپ اتار لو۔ اس کے بعد دونوں کو طیارے سے نکال دو۔"

وہ حکم دے کر دروازے کے پاس گیا پھر پلٹ کر مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ "باہر کی سردی میں آدھے گھنٹے سے زیادہ جی نہیں سکو گے اور اگر اعصاب کمزور ہوئے تو پانچ منٹ میں دم نکل جائے گا۔ زندگی چاہتے ہو تو اپنی اصلیت بتا دینا ہم تمہاری قدر کریں گے۔"

یہ کہتے ہی وہ طیارے سے باہر گیا لیکن خود کار زینے تک پہنچ کر واپس آ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی چونک کر سوچنے لگا۔ میں واپس ہوں آ گیا؟ کیا میں کچھ بھول گیا ہوں؟"

میں نے کہا۔ "مسٹر مانلو! میری بات مان لو، میری صلیبت ملاور کرنے کی ضد نہ کرو۔ میرے گمنام رہنے میں تم سب کی بھلائی ہے۔"

"اور برائی کیا ہے؟"

"بھلا برائی کیا ہو سکتی ہے۔ تم بھلے آدمی ہو، میری بھلائی چاہتے ہو۔ ابھی میرے خلاف اپنا حکم واپس لو گے۔"

اس نے مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ دوسرے لفظوں میں میں نے اسے یوں دیکھنے اور پھر حکم دینے پر مجبور کیا۔ اس نے حکم دیا۔ "ڈاکٹر کو مکمل لباس اور ٹول کٹ وغیرہ دے دو۔"

یہ کہتے ہی وہ میری مرضی کے مطابق طیارے سے باہر چلا گیا۔ اس کے آگے پیچھے دو مسلح جوان تھے۔ وہ زینے سے اتر کر نیچے برف کی سطح پر آیا۔ سوچنے لگا۔ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ پہلے تو میں نے ڈاکٹر کو سزا دینے کا حکم دیا پھر ہمدردی پر اتر آیا۔ کیا میں مے کاکس کی شخصیت سے متاثر ہو رہا ہوں؟"

کو پائلٹ نے کہا۔ "مسٹر مانلو! دشمن سے ہمدردی نقصان پہنچاتی ہے۔ اگر اسے عام لباس میں طیارے سے باہر لایا جاتا تو سردی سے ٹھٹھر کر سب کچھ اُگل دیتا۔"

مانلو نے پریشان ہو کر طیارے کی جانب دیکھا پھر آہنی سلاخ کو۔ برف میں دے مارا۔ سلاخ برف کی سطح میں دھنس گئی۔ اس نے بڑی تشویش سے کہا۔ "کیا یہ ڈاکٹر کچھ عجیب سا نہیں ہے؟"

کو پائلٹ نے کہا۔ "یہ بڑی مضبوط قوتِ ارادی کا مالک ہے۔ ہمارے پاس سے یہ زندہ واپس نہیں جائے گا مگر کتنے اعتماد سے کہہ رہا تھا کہ تم اپنا حکم واپس لو گے اور تم نے یہی کیا۔"

مانلو کچھ کہنا چاہتا تھا پھر مجھے دیکھ کر رُک گیا۔ میں ایل مونا کے ساتھ طیارے سے باہر آ رہا تھا۔ میں نے اُوور کوٹ اور اسکیمو کیمپ پہن لیے تھے۔ آنکھوں پر اسنو گوگلس تھا۔ سردی سے محفوظ رہنے کے لیے جتن کیے تھے اس کے باوجود قیامت کی سرد ہوائیں تھیں۔ یہ ہوائیں باس اور کھال سے گزر کر ان دیکھی سُوئیوں کی طرح ہڈیوں میں چبھ رہی تھیں۔

اب طیارے میں کوئی نہیں تھا۔ ہم سب باہر آ گئے تھے۔ وہاں طوفان کا زور تو نہیں تھا البتہ برف کے ذرات اُڑ رہے تھے۔ اسنو گوگلس کی وجہ سے آنکھیں محفوظ تھیں۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔ اگرچہ میرے لیے تمام سامان فراہم کر دیا گیا تھا، تاہم ہتھیار سے محروم رکھا گیا تھا۔ ان دُوسروں کی طرح میرے ہاتھ میں بھی آہنی سلاخ تھی۔ طیارے سے نکلنے کے بعد ہم سب برف کی سطح پر سلاخ کی نوک مارتے ہوئے دُور تک جا رہے تھے اور اس برفانی جزیرے کے ٹھوس ہونے کا یقین کر لیا تھا۔

ایل مونا میرے ساتھ ساتھ تھی۔ ہم دوسروں سے ذرا دُور ہوتے جا رہے تھے۔ اس نے میرے بازو کو تھام کر بڑی لگاوٹ سے پوچھا۔ "تم کیا ہو مے کاکس؟"

"آدمی ہوں۔"

"اوں ہوں۔ آدمی سے بھی بڑھ کر کچھ ہو۔ وہ تعداد میں چھ ہیں مگر ان میں سے کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا رہا۔ مانلو بہت سنگدل ہے مگر اس نے تمہاری مرضی کے مطابق حکم بدل دیا۔ اوہ مے کاکس! آئی کو یو۔ میرا جی چاہتا ہے تمہیں سمیٹ کر اپنے سینے کے اندر چھپا لوں یا سمٹ کر تمہارے وجود میں گم ہو جاؤں۔"

میں نے زیرلب کہا۔ "اے بلاؤں کو پیدا کرنے والے! آئی بلا کو ٹال تو۔۔۔۔"

"تم کچھ بڑبڑا رہے ہو؟"

"نہیں، سردی سے دانت بج رہے ہیں۔"

دُور سے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا۔ "ڈاکٹر! یہ نہ سمجھنا ہم تم سے غافل ہیں۔ محض اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ اس برف کے جزیرے سے تمہارے لیے فرار ہونے کا راستہ نہیں ہے۔"

میں نے مانلو کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک مکینک کے ساتھ پھر طیارے میں پہنچ گیا تھا اور ایکسیلریٹر کی خرابی کو دُور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ طیارہ جہاں کھڑا ہے وہاں برف کی سطح مضبوط ہے۔ ادھر برف کے ٹوٹنے یا پگھلنے کا اندیشہ نہیں ہے۔"

ہم کچھ دُور نکل گئے۔ میں نے کہا۔ "ہمیں طیارے کے قریب رہنا چاہیے۔"

اس نے اچانک گھوم کر میری طرف دیکھا اور محبت سے بولی۔ "طیارے کے قریب نہیں، ایک دُوسرے کے قریب رہنا چاہیے۔"

اس کے رخسار سردی کی شدت سے انگارا ہو رہے تھے۔ اس کی سفید رنگت سُرخ پڑ گئی تھی۔ میں نے اتنا ہی دیکھا۔ اس کے بعد اچانک ہی میری کمر پر زور کی لات پڑی میں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ پلٹ کر برف کی سطح پر گر پڑا۔ لڑنے کی جو تربیت حاصل کی تھی اس کے مطابق گرتے ہی دو تین تک لڑھکتا ہوا گیا پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

ایک شخص ایل مونا کی کلائی پکڑے ہوئے مجھ سے کہہ رہا تھا۔ "ڈاکٹر! مونا سے محبت کرنے کے لیے شیر کا دل چاہیے اور مونا! تم بڑی پارسا بنتی تھیں تم نے میری آفر ٹھکرا دی میں نے باس کے ڈر سے خاموشی اختیار کر لی تھی مگر ڈاکٹر کے ساتھ تمہیں چھوٹ نہیں دے سکتا۔"

"تم کیا دے سکتے ہو یہ بتا دو؟"

اس نے میری طرف ریوالور کا رخ کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارے نام ایک گولی دے سکتا ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ مجھ سے دل لگا رہی ہے اور تم دل لگی کر رہے ہو۔ پھر بھی میں نے تمہارے پارٹی لیڈر کو اپنی اصلیت نہیں بتائی ہے پھر تم مجھے گولی کیسے مار سکتے ہو؟"

"تم بہت چالاک ہو، یہ سمجھ گئے ہو کہ ہم تمہاری اصلیت معلوم کرنے کے لیے تمہیں زندہ رکھیں گے مگر کب تک؟ ہم جب بھی تمہاری طرف سے خطرہ محسوس کریں گے، گولی مار دیں گے۔ ابھی میں تمہیں ہلاک کر کے پارٹی لیڈر سے کہہ سکتا ہوں کہ تم مجھ پر قاتلانہ حملہ کر رہے تھے میں نے اپنے بچاؤ کے لیے تمہیں قتل کر دیا۔"

میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میں مرنا نہیں چاہتا تمہیں مونا پسند ہے تو لے جاؤ۔"

وہ چیخ کر بولی۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا میری محبت کا یہی صلہ دے رہے ہو؟"

میں نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے مونا! مجھے جان دینا ہوگی یا تمہیں دینا ہوگا لہٰذا تمہیں دے رہا ہوں۔"

وہ غصے سے بولی۔ "تمہیں شرم نہیں آتی موت کو سامنے دیکھ کر محبت سے انکار کر رہے ہو۔ مجھ سے پیچھا چھڑا رہے ہو۔"

"ایک موت ہی تو ہے جو عورت سے پیچھا چھڑا دیتی ہے۔"

وہ مونا کو کھینچ کر دور لے جانے لگا۔ میں نے کہا۔ "تم دونوں عجیب احمق ہو، ہم برف کے سپاٹ جزیرے میں ہیں۔ نہ جنگل ہے نہ جھاڑی ہے پھر یہ تمہیں کہاں لے جا رہا ہے اور تم کس خوف سے چیخ رہی تھی؟"

اتنے میں دو اور شخص قریب آنے لگے۔ ایک نے پوچھا۔ "یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

ایل مونا کا ہاتھ پکڑنے والے نے کہا۔ "یہ میری ہے۔ لو مونا! تم میری ہو۔"

"میں کسی کی نہیں ہوں، مجھے تم سب مردوں سے نفرت ہے۔ میں تم سے بھی نفرت کرتی ہوں۔"

مونا کے عاشق نے کہا۔ "غصے میں جواب نہ دو، مجھے محبت سے دیکھو۔ اگر تم نفرت کرو گی تو ابھی اپنی جان پر کھیل جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کی نال اپنی کنپٹی سے لگا لی۔ آنے والے ساتھی ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "یار! تم تو عورتوں کو کھلونا سمجھتے ہو پھر ایل مونا کے لیے کیسے جان دو گے؟"

دوسرے نے کہا۔ "اپنا یار بجلا جان دے گا، بھئی ڈراما کرا رہا ہے ڈراما۔"

ایل مونا نے کہا۔ "میں ڈراما بازی کو خوب سمجھتی ہوں۔"

"میں سچ کہتا ہوں، تم سے سچا عشق کرتا ہوں، تم انکار کرو گی تو۔۔۔۔"

"میں انکار کرتی ہوں، ہزار بار انکار۔۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ٹھائیں سے گولی چل گئی۔ خیال خوانی کی انگلی نے گولی چلا دی۔ ایل مونا کی کلائی چھوٹ گئی اور وہ قیدِ حیات سے چھوٹ کر برف کی سخت اور موت کی سرد آغوش میں گر پڑا۔

فائر کی آواز آئس فلوٹ کے ویرانے میں دور تک گونجتی ہوئی گئی پھر چند لمحوں تک گہرا سناٹا چھایا رہا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ عاشق صادق نکلے گا۔ اور ایل مونا کے لیے یوں جی جان سے گزر جائے گا۔

پارٹی لیڈر اور پائلٹ مانلو طیارے سے نکل کر اپنے آدمی کی لاش کے پاس پہنچ گیا تھا۔ سب لوگ اس کی احمقانہ خودکشی پر بحث کر رہے تھے۔ کوئی میری کارفرمائی پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ ایل مونا اور مانلو کے دو آدمی گواہ تھے۔ اس عاشق نے ان کی آنکھوں کے سامنے خودکشی کی تھی۔

میں وہاں سے دور جاتے ہوئے مانلو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ میں کہنے لگا۔ "اپنے ایک ساتھی کی خودکشی پر مجھے ایک سسپنس سے بھرپور، دہشت انگیز جاسوسی کہانی یاد آ رہی ہے۔ کچھ لوگ ایک برفانی علاقے میں پھنس گئے تھے۔ انھوں نے ایک ویران سے مکان میں پناہ لی تھی۔ اس مکان کی دیوار پر لکھا ہوا تھا کہ اس مکان میں پناہ لینے والوں کو باری باری کسی طرح موت آئے گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں یہ کہانی یاد دلائی تو وہ اس سلسلے میں خود سوچنے لگا۔ "ہاں مجھے یاد ہے۔ اس مکان میں پناہ لینے والے یہی ہی حادثاتی موت مرتے رہے جیسا کہ اس مکان کی دیوار پر لکھا ہوا تھا مگر میں یہ کہانی کیوں یاد کر رہا ہوں، ہمارا اس سے کیا تعلق ہے؟"

میں نے کہا۔ "بہت گہرا تعلق ہے۔ ہم بھی برف کے ایک ایسے ہی جزیرے میں پھنسے ہیں جہاں سے فرار کا راستہ ناممکن ہے۔ ابھی ہمارے ایک ساتھی نے سراسر توقع کے خلاف خودکشی کی ہے اس کے بعد دوسرے کی باری ہوگی۔"

مانلو نے ناگواری سے سوچا۔ "کیسی احمقانہ بات سوچ رہا ہوں۔ یہاں کہیں یہ تو نہیں لکھا ہوا ہے کہ ہم سب باری باری کس طرح مارے جائیں گے۔"

"یہاں لکھا ہوا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ تقدیر کا لکھا نظر نہیں آتا۔"

"اونہہ۔" اس نے دور کھڑے ہوئے طیارے کی جانب دیکھا۔ پائلٹ کی خرابی دور کر دی گئی تھی۔ کوئی خطرہ پیش آنے پر وہ کسی وقت بھی

یے کو وہاں سے اڑا سکتا تھا۔ فی الحال موسم موافق نہیں تھا۔ یو کے ذریعے اطلاع مل چکی تھی کہ شمالی شہر کوزبو سے جنوبی شہر پر بے تک کوئی طیارہ پرواز نہیں کر رہا ہے لہٰذا مانلو کو بھی اسی س فلوٹ پر مناسب موسم کا انتظار کرنا چاہیے۔

مانلو نے طیارے کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ "اگرچہ موسم انتہائی را ہے تاہم آئس فلوٹ پر خطرہ پیش آیا تو میں موسم کی پروا کیے بغیر یہاں سے پرواز کر دوں گا۔"

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا۔ اس پاس دیکھتے ہوئے بولا۔ "ڈاکٹر کہاں ہے؟"

اس کے آدمی اس نامراد عاشق کی لاش کو برف میں دبا رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "ڈاکٹر کہیں بھی ہو، ہماری گرفت میں رہے گا۔"

"بے شک فرار کا راستہ نہیں ہے پھر بھی دشمن کو نظروں میں رکھنا چاہیے۔"

میں اُن سے دور نکل آیا تھا۔ میں نے چیخ کر کہا۔ "مانلو!"

وہ سب چونک گئے۔ برف کے جزیرے میں دور تک میری آواز گونج رہی تھی۔ "مانلو۔۔۔ مانلو۔۔۔ مان۔۔۔ لو۔۔۔۔"

پھر میں نے کہا۔ "تم مجھ سے خوف زدہ ہو۔"

آواز پھر گونجنے لگی۔ "خوف زدہ ہو۔۔۔ زدہ ہو۔ ہو۔ ہو۔"

مانلو نے متلاشی نظروں سے دور تک دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم پاگل ہو۔ ہم سے دور جا کر اپنی دانست میں ہمیں خوفزدہ کر رہے ہو۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں، ایک منٹ کے اندر ہمارے سامنے آ جاؤ۔ ورنہ ہم آئیں گے اور تمہیں گولی مار دیں گے۔"

"کیا میری اصلیت معلوم نہیں کرو گے؟"

"وہ تو ہم تمہارے باپ سے بھی معلوم کر لیں گے۔"

"میرے والد جنت مکانی ہیں اور تم سب جہنم میں جانے والے ہو۔ نہ اُن سے ملاقات ہوگی نہ کچھ معلوم کر سکو گے لہٰذا مجھ ہی سے نمٹ لو۔"

مانلو نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ "جاؤ اسے تلاش کرو۔ جیسے ہی نظر آئے گولی مار کر زخمی کر دو۔ اسے جان سے نہ مارنا۔"

میں نے اور ذرا دور جاتے ہوئے کہا۔ "مانلو! اپنے لوگوں کے متعلق پیش گوئی سنو۔ تمہارا وہ آدمی جو سب سے پہلے مجھ تک پہنچے گا وہ پھر مکمل نظر نہیں آئے گا۔ تم اسے دیکھو گے مگر آدھا اور آدھا دیکھ نہیں پاؤ گے۔"

مانلو کی سوچ نے کہا۔ "نان سنس، ڈرامائی انداز اختیار کر کے مجھے خوفزدہ کرنا چاہتا ہے، مجھے نادان بچہ سمجھتا ہے۔"

میں اُسے جھٹک کر اس کے آدمیوں کے دماغوں میں باری باری جھانکنے لگا۔ ان میں سے ایک شخص مجھے تلاش کرتا ہوا دور نکل گیا تھا۔

میں اس کی طرف جاتے ہوئے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اگر موسم اچھا ہوتا تو میں چھپ نہیں سکتا تھا۔ اس سپاٹ آئس فلوٹ پر دور تک دیکھا جا سکتا تھا۔ اس وقت برف کے ذرات اڑ رہے تھے، چاروں طرف دھند چھائی ہوئی تھی۔ دور تک دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ اس لیے آنکھ مچولی کا کھیل جاری تھا۔

میں جس کے دماغ میں تھا وہ اپنی برفانی سلاخ سے برف کی سطح کو کھود رہا تھا۔ اپنے لیے قبر تیار کر رہا تھا۔ جب تین فٹ تک کھدائی ہو چکی تو وہ اس گڑھے میں اتر گیا۔ میں وہاں پہنچ گیا تھا۔ میں نے اس بابس کی برف سے گڑھے کو پُر کر دیا پھر اس کی سلاخ ہاتھ میں لے کر دماغ کو آزاد کر دیا۔ اس نے بوکھلا کر خود کو دیکھا۔ حیرت اور دہشت سے چیخنا چاہتا تھا۔ میں نے اجازت نہیں دی اس سے کہا۔ "اسے کہتے ہیں زندہ دفن کرنا۔ میں نے مانلو سے کہہ دیا تھا کہ میری اصلیت نہ پوچھے۔ جو صلیت جان لیتا ہے وہ اپنے ہی دماغ کی قبر میں تمام عمر دفن رہتا ہے۔"

وہ خوف سے کانپ رہا تھا اور سردی سے دانت بج رہے تھے۔ اس نے پوچھا۔ "کک۔۔۔ کیا یہ شیلی پیتھی ہے۔۔۔ تم۔۔۔ تم فرباد۔۔۔"

میں نے سلاخ کو ایک ہاتھ میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ جو دشمن میرے نام کے ساتھ مجھے پہچان لیتا ہے پھر وہ کبھی بولنے کے قابل نہیں رہتا۔"

میں نے نوکدار سلاخ سے نشانہ لیا، اس کے حلق سے آخری چیخ نکلی پھر سرد موت کے جزیرے میں دور تک تھرتھراتی چلی گئی۔

جہاں گونج زیادہ ہو وہاں آواز کی سمت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے باوجود مانلو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسے تلاش کرتا ہوا نصف قبر تک پہنچ گیا۔ سب اُسے دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔ مانلو کے دماغ میں میری پیش گوئی گونجنے لگی۔ "تمہارا وہ آدمی جو سب سے پہلے مجھ تک پہنچے گا، وہ پھر مکمل نظر نہیں آئے گا۔ تم اسے دیکھو گے مگر آدھا اور آدھا دیکھ نہیں پاؤ گے۔"

اور وہ سب اسے آدھا دیکھ رہے تھے۔ وہ آدھا برف میں دھنسا ہوا تھا۔ ایک آہنی سلاخ اس کے سینے سے آر پار تھی جسم سے رسنے والا لہو سردی کی شدت سے جم گیا تھا۔ دو آنکھیں زندگی کے آخری اور موت کے پہلے کرب سے پھیل گئی تھیں۔

"نہیں۔" ایل مونا نے اُسے دیکھتے ہی ہذیانی انداز میں چیخ ماری۔ "نہیں۔ وہ ڈاکٹر نہیں ہے۔ وہ آدمی نہیں ہے۔ وہ کوئی آسیب ہے۔ بلا ہے جب وہ کسی کو شکار کرتا ہے تو لوگ دیکھتے اور سوچتے ہی نہ جاتے ہیں۔"

وہ الٹے قدموں دور جاتے ہوئے جنونی انداز میں چیخ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "اس نے ڈاکٹر ڈومنلس کو شکار کیا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں

آیا کہ وہ ہوش مند ڈاکٹر کس طرح اپنی کار کے اندر جل کر مر گیا پھر اس نے شوررے ایوان کو شیشے کا جام چبا چبا کر مرنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے کیسے مجبور کیا؟ یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ کوئی ڈاکٹر نے کاکس کو الزام نہ دے سکا۔ یہ ڈاکٹر نہیں ہے، یہ غیر معمولی انسان ہے ہماری تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ ہماری آنکھوں کے سامنے ایک بے اپنے ریوالور سے خودکشی کر لی، دوسرا یہاں زخمی ہو گیا۔ کوئی ایک شخص اتنی آسانی سے کسی کو چونکا دینے والے انداز میں مرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ یو ڈاکٹر ہے کاکس.....۔"

وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہی تھی۔ پاگل ہو رہی تھی۔ اپنے سینے پر ہاتھ مار مار کر کہہ رہی تھی۔ "میں تم سے ڈرتی ہوں، میرے پاس نہ آؤ۔ میں تم پر مرتی ہوں، میرے پاس آ جاؤ، مجھے شیشے کے جام کی طرح چبا چبا کر ختم کر دو۔ میں تمہارے ہاتھوں میں آ کر مرنا چاہتی ہوں، کہاں ہو تم؟ تم کہاں ہو؟"

"کہاں ہو۔ ہو۔ ہو۔ ہو.....؟" اس کی آواز گونجتی جا رہی تھی۔

میں نے مانلو کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ سہما ہوا سا انگوٹھا چبا کر سوچ رہا تھا۔ "واقعی یہ ڈاکٹر معمولی انسان نہیں، غیر معمولی شخص ہے بہت دیر سے میرے دماغ نے گوشے میں یہ خیال سر اٹھا رہا تھا کہ میں اس کے سامنے اپنے اختیار سے باہر ہو جاتا ہوں۔ میں اسے سرد جہنم کی سزا دینا چاہتا تھا مگر نہ دے سکا۔ یہ میرے دماغ پر حکومت کر رہا ہے اور دماغ پر حکمرانی کرنے والا تو وہ۔ وہ۔ فرد.....؟"

وہ پھر تھوک نگلنے لگا۔ میں نے بلند آواز سے کہا۔ "مانلو! میں نے پہلے ہی کہا تھا، میری بات مان لو۔ اب بھی مان لو اور سچ سچ بتا دو، کیا ٹی وی اسکرین پر نظر آنے والی اور بچگانہ حرکتیں کرنے والی رسوئنتی تھی؟"

اس کا جواب میں اس کے دماغ سے پہلے ہی معلوم کر چکا تھا۔ اس لیے وہی جواب دیا۔ "میں نے بھی تمہاری طرح اسکرین پر رسوئنتی کو دیکھا ہے۔ وہ رومانٹک بے بی کی نگرانی میں ہے۔ رسوئنتی کے متعلق وہ بہت کچھ جانتی ہے۔ ہم۔ مگر تم کون ہو؟ تمہارا طریقہ واردات دیکھ کر فرہاد علی تیمور یاد آ رہا ہے۔ کیا تم فرہاد ہو؟"

میں نے فقرہ لگایا۔ پر سب لوگ ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ایل مونا نے کہا۔ "ہاں اب میری سمجھ میں آ گیا ہے تم فرہاد ہو۔ فرہاد ہو۔ او، گاڈ! میں کتنی خوش نصیب ہوں کہ اتنی دیر تمہارے ساتھ رہی اور کتنی بدنصیب ہوں کہ تمہاری قدر نہ کر سکی۔ تم کہاں ہو؟ پلیز ایک بار آ جاؤ۔ میں اپنے تن من کی ساری دنیا تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

میں نے پھر فقرہ لگایا۔ اور کہا۔ "مانلو! تم کتنے اچھے ہو۔ اگر

میں فرہاد ہوتا تو تمہارے دماغ میں پہنچ کر اپنے سوالوں کے جواب معلوم کر لیتا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے رومانٹک بے بی تک پہنچ جاتا۔ میں تو تمہاری طرح دو ہاتھ اور دو پاؤں رکھنے والا انسان ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم انسان ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ تم اپنے باس کے بندے ہو اور میں اپنے باس کا تابعدار ہوں۔"

مانلو نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم مارٹر کی کے لیے کام کر رہے ہو۔ تمہارے طریقۂ واردات نے خواہ مخواہ دہشت میں مبتلا کر دیا ہے۔ کیا اب دہشت زدہ نہیں ہو؟"

"نہیں۔ انسان ہتھیار سے کم مرتا ہے، دہشت سے زیادہ مرتا ہے۔ واقعی تم ٹیلی پیتھی جانتے تو ہمیں کب کا ختم کر چکے ہوتے بہرحال اب ہمیں زندہ چھوڑنا نادانی ہوگی۔"

میں اس کے باہیں کھڑے ہوئے آدمی کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے ریوالور نکال کر کہا۔ "مانلو! میں تمہیں پارٹی لیڈر تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ تمہاری غلط پلاننگ کی وجہ سے ڈاکٹر کاکس ابھی تک زندہ ہے اور ہمارے دو ساتھی مارے جا چکے ہیں۔"

مانلو نے ریوالور کی طرف دیکھ کر غراتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ ریوالور ہٹاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور پر ہاتھ مارا۔ ریوالور ہاتھ سے نکل گیا۔ دونوں ایک دوسرے سے بھڑ گئے۔ ان کے درمیان فری اسٹائل کشتی ہونے لگی۔ سردی سے محفوظ رہنے کے لیے وہ بھاری بھرکم باس پہنے ہوئے تھے۔ لڑنے کے دوران وہ پھرتی نہیں تھی جو ہونا چاہیے۔ ہم وقت گنوانے کے لیے یہ تماشا اچھا تھا۔

میں نے کہا۔ "مانلو! تم مجھے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتے مگر تمہاری زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے؟"

جتنی دیر میں نے مانلو کو مخاطب کیا، اتنی دیر تک اس کے ساتھی کا دماغ ٹیلی پیتھی کی گرفت سے نکل گیا۔ وہ حیران ہو کر سوچنے لگا۔ اتنی دیر میں کہاں تھا، کس عالم میں تھا اور مانلو نے ابھی ابھی میرے منہ پر گھونسا کیوں مارا تھا؟"

وہ اس کے آگے نہ سوچ سکا۔ اس کے سوچنے کے دوران مانلو کو ریوالور نکالنے اور چلانے کا موقع مل گیا۔ اس نے یکے بعد دیگرے دو فائر کیے۔ اس کا تیسرا ساتھی بھی ختم ہو گیا۔ میں داد دینے کے انداز میں تالیاں بجاتا ہوا اس کی طرف جانے لگا۔ وہ سب تالیوں کی آواز اور اس کی گونج سن رہے تھے پھر میں نظر آ گیا۔

دشمن ایسے وقت ایک لمحے کی تاخیر نہیں کرتے جو پہل کرتا ہے وہی میدان مارتا ہے۔ مانلو اور اس کے آخری ساتھی نے بجلی کی سی تیزی دکھائی۔ دونوں نے پلک جھپکتے ہی اپنے ریوالور کا رخ میری طرف کیا پھر ایک نہیں کئی گولیاں چلائیں۔ بندوقیں گھٹاؤں کی آوازیں دور تک اور دیر تک گونجتی رہیں۔ زندگی کی آخری چیخ بھی سنائی دی، اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔

دونوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کبھی مجھے اور کبھی اپنے ریوالوروں کو دیکھنے لگے۔ ان کے چیمبر خالی ہو گئے تھے۔ انھوں نے گولیاں چلائی تھیں۔ مرنے والی کی چیخ بھی سنائی دی تھی اور وہ چیخ ان کی ساتھی عورت کی تھی۔ انھوں نے خون میں فائرنگ کرتے ہوئے اپنی ساتھی کو ہلاک کر دیا تھا۔

ایل مونا خوشی سے دوڑتی ہوئی آئی اور گلے کا ہار بن گئی۔ وہ مارے خوشی کے دیوانی ہو رہی تھی۔ "تم فرہاد ہو۔ تم کوئی اور نہیں، فرہاد ہو۔ میری آرزو ہو، میری تلاش ہو۔ آج میں نے تمہیں پا لیا ہے۔ آج میرے حسن کا جادو تمہارے سر چڑھ کر بولے گا۔"

میں نے اسے جبراً ہٹاتے ہوئے کہا۔ "ہوش میں رہو۔ مجھے دشمنوں سے نمٹنے دو۔"

میں نے اسے ایک طرف دھکا دیا تھا۔ وہ ذرا دور ہوئی تھی پھر اگر کمبل بننا چاہتی تھی، اسی لمحے اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ مانلو کے ساتھی نے مونا کے الگ ہوتے ہی چاقو سے میرا نشانہ لیا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا، وہ دیوانی پھر مجھ سے آگے گی۔ بیرے دل کو دھچکا سا لگا۔ بے چاری نے مجھے نہیں میری موت کو اپنے گلے سے لگا لیا تھا۔

میں نے غرا کر دیکھا۔ مانلو اور اس کا ساتھی دونوں ہی اپنے ریوالوروں کے خالی چیمبر کو بھر رہے تھے۔ ایل مونا نے آخری سانسوں کے دوران کہا۔ "بس اتنا اعتراف کر لو، تم فرہاد ہو اور مجھے چاہتے ہو، میں آرام سے مر جاؤں گی۔"

میں نے کن انکھیوں سے دشمنوں کی جانب دیکھا پھر جلدی سے کہا۔ "میں فرہاد ہوں، تمہیں چاہتا ہوں، تم بہت اچھی ہو، اپنی نادانی سے جان دے رہی ہو مگر قدرت کے کھیل عجیب ہیں۔ ایک کی نادانی دوسرے کے لیے باعثِ تحفظ بن جاتی ہے۔ ایل مونا! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

اتنا کہتے ہی میں نے یکے بعد دیگرے مانلو اور اس کے ساتھی کو دماغی جھٹکے پہنچائے۔ وہ چیخیں مارنے لگے، ان کے ہاتھوں سے ریوالور چھوٹ کر دور جا گرے تھے۔ میرے لیے اتنی مہلت کافی تھی۔ میں ایل مونا کی آخری سانسوں تک پہنچ گیا۔ اسے محبت سے الوداع کہنے لگا۔ بس چند گھڑیوں کی بات تھی، وہ خراجِ محبت وصول کرتے کرتے ہمیشہ کے لیے سرد پڑ گئی۔

میں نے بڑی آہستگی سے برف کی سطح پر اسے لٹا دیا پھر وہاں سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں سر تھامے برف پر لوٹ رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "اب دماغی تکلیف نہیں پہنچے گی چلو کھڑے ہو جاؤ۔"

انھوں نے سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا پھر آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا۔ "تم میں سے ایک پائلٹ ہے اور دوسرا کو پائلٹ مگر طیارے کو یہاں سے لے جانے کے لیے مجھے کسی ایک کی ضرورت ہے۔ یہ فیصلہ خود کرو، تم میں سے کس کو مرنا چاہیے؟"

مانلو نے کہا۔ "فرہاد صاحب! میں آپ کا غلام ہوں، آپ کو آرام سے لے جاؤں گا۔"

اس کے ساتھی کو پائلٹ نے کہا۔ "تم تھالی کے بینگن ہو۔ ابھی تک پراسرار ماس کے غلام تھے، اب پسڑی بدل رہے ہو۔ فرہاد صاحب! مجھے ایک بار آزمایئے۔ میں....."

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ "فیصلہ خود کرو۔ تمہارے سامنے دو ریوالور پڑے ہوئے ہیں۔ تم میں سے جو پہلے ریوالور اٹھائے گا، جو پہلے فائر کرے گا وہی میرے ساتھ زندہ یہاں سے جائے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی انھوں نے ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہاں دو ریوالور تھے مگر دونوں ایک ہی ریوالور کے ہاں پہنچے۔ ایک نے ریوالور کو گرفت میں لیا، دوسرے نے ریوالور والے کی کلائی جکڑ لی۔ میں فوراً ہی برف کی سطح پر بیٹھ گیا۔ ریوالور سے اندھا دھند فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو رہے تھے۔ ریوالور کسی کے کام نہیں آیا، چیمبر خالی ہو گیا۔

میں نے بیٹھے ہی بیٹھے کہا۔ "اب ایک ریوالور..... جلدی فیصلہ کرو۔"

وہ دونوں دوسرے ریوالور کی طرف گئے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر حملے کرنے لگے۔ وہ اپنے پراسرار باس کے جاں نثار مانحت تھے مگر جاں نثاری کے وقت جان فتیق لگتی ہے۔ سبھی کو اپنی زندگی پیاری لگتی ہے اور وہ دونوں بھی اپنی پیاری زندگی کے لیے کتوں کی طرح لڑ رہے تھے۔

آخر لڑتے لڑتے وہ اکلوتا ریوالور کو پائلٹ کے ہاتھ آ گیا۔ اس نے فوراً ہی گولی چلا دی۔ مانلو بال بال بچا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے آہنی سلاخ کو اٹھا کر پوری قوت سے گھما دیا۔ وہ بے تکا حملہ تھا مگر سلاخ کو پائلٹ کے سر پر لگی۔ میں نے اس کے سر میں پہنچ کر دیکھا، اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ آہنی سلاخ کے دوسرے حملے سے بے جان سا کر دیا پھر نوکدار سلاخ اس کے سینے میں پیوست کر دی۔ فیصلہ ہو گیا۔

مانلو نے فاتحانہ انداز میں مجھے دیکھا۔ میں برف سے اٹھ کر آہنی سلاخ سے برف کو کھودنے لگا۔ مانلو نے پوچھا۔ "کیا کر رہے ہو؟"

"قبر کھود رہا ہوں۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا: "کس کی قبر؟"

"یہ مونا کے لیے ہے۔"

اس نے کن انکھیوں سے قریب پڑے ہوئے ریوالور کو دیکھا۔ میرے ہاتھ کام کر رہے تھے مگر دماغ اسی کی طرف لگا ہوا تھا۔ اس نے آہستگی سے جھک کر ریوالور کو اٹھا لیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس نے گھبرا کر میری طرف دیکھا پھر مجھے غافل پا کر دوبارہ اسے اٹھا لیا۔ دوسری بار بھی یہی ہوا۔ ریوالور پھر اس کے ہاتھ سے نکل کر برف کی سطح پر پہنچ گیا۔

اس نے حیران و پریشان ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو دیکھا حیرانی اس بات کی تھی کہ ہاتھوں میں پوری طرح سکت ہونے کے باوجود ریوالور ہاتھ سے چھوٹ جاتا تھا۔ اس نے میری جانب دیکھا۔ میں سلاخ ہاتھوں میں لیے کھودنے میں مصروف تھا۔ دماغ کے اسکرین پر مانلو کی فلم چل رہی تھی۔

اس نے آخری کوشش کی ریوالور کو اٹھا لیا۔ تھوڑی دیر تک اسے مضبوطی سے تھامے رہا۔ وہ ہاتھ سے نہیں گر رہا تھا۔ میں نے چند لمحوں کے لیے اس کے دماغ پر قبضہ کر لیا۔ جسم سے تمام گویائی نکلوا دیں پھر اسے آزاد چھوڑ دیا۔ وہ سمجھ نہ سکا کہ چند لمحوں میں کیا ہو چکا ہے۔ اطمینان کے لیے یہ کافی تھا کہ ریوالور اب تک ہاتھوں میں موجود تھا۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا میری طرف آیا۔ میری پشت اس کی جانب تھی۔ اس نے قریب پہنچ کر میرا شانہ پکڑا پھر ٹریگر کو بار بار دبا چلا گیا۔ کھٹ کھٹ کی آواز آئی۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ ریوالور خالی ہے۔ اس نے جھنجلا کر مجھ پر چھلانگ لگائی میں ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ فضا میں اچھلتا ہوا گیا اور میری کھودی ہوئی قبر میں پہنچ گیا۔

میں نے گھوم کر دیکھا پھر پوچھا: "یہ کیا حرکت ہے۔ چلو نکلو، یہ قبر تمہارے لیے نہیں ہے۔"

وہ بوکھلا کر بولا: "مم... میں تمہارا ہاتھ بٹانے آیا ہوں، مجھے سلاخ دو میں کھودنا چاہتا ہوں۔"

ایل مونا نے میرے لیے جان دی۔ اس کی وفا کا تقاضا ہے کہ میں تنہا اس کی آخری رسومات ادا کروں۔ چلو بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

وہ قبر سے نکل کر دور کھڑا ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ میں بظاہر اپنے کام میں مصروف ہوں مگر اس کے دماغ میں جم کر بیٹھا ہوا ہوں۔ اس کی چالاکی کسی کام نہیں آئے گی وہ دونوں ہاتھوں سے کان پکڑ کر اکڑوں بیٹھ گیا۔

جب میں ایل مونا کی تدفین سے فارغ ہوا تو وہ اسی طرح کان پکڑے بیٹھا ہوا تھا۔ میں طیارے کی طرف جانے لگا وہ میرے پیچھے آتے ہوئے بولا: "فرہاد صاحب! میں سوری سوری کہہ کر پریشان ہوں، اتنا بتا دیجیے، آپ ایک ہی وقت میں کس طرح کام بھی کرتے رہتے ہیں اور خیال خوانی بھی فرماتے رہتے ہیں۔ کیا اس وقت بھی آپ میرے دماغ میں ہیں؟"

"سوال نہ کرو جب چاہو آزما کر دیکھ لو۔"

میں طیارے میں آ گیا — وہ میرے پیچھے تھا۔ میں نے کہا: "ایک رسّی لے کر آؤ۔"

"کک... کیوں؟"

"میں یہاں سیٹ پر بیٹھوں گا تم مجھے رسیوں سے جکڑ دینا۔"

وہ بے یقینی سے بولا: "کیوں مذاق کرتے ہو؟"

میں نے ڈانٹ کر حکم دیا: "جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ فوراً... مجھے رسیوں سے باندھ دو۔"

وہ دوڑتا ہوا اسٹیورڈ کے کیبن میں گیا۔ اسے یقین تو نہیں تھا مگر وہ کوشش کر کے دیکھنا چاہتا تھا، شاید مجھے جکڑنے میں کامیاب ہو جائے لیکن وہ رسّی لے کر کیبن سے نکلا تو اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔ ہوش تب آیا جب اس نے خود کو ایک سیٹ پر رسّیوں سے بندھا ہوا پایا۔ اس نے بوکھلا کر پوچھا۔

"یہ کیا؟"

"تم گدھے ہو۔ مجھے باندھنے کے بجائے خود کو باندھ لیا۔ اب یونہی بیٹھے رہو، میں کچھ دیر آرام کروں گا۔"

میں اس کی طرف سے مطمئن ہو کر ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہاں سے خیال خوانی کی پرشار کی اور رومانٹک بے بی کے پاس چلا گیا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں آرام کر رہی تھی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ سامنے ایک بڑا سا ٹی وی رکھا ہوا تھا۔ اس کے اسکرین پر رسونتی نظر آ رہی تھی۔

رومانٹک بے بی کی سوچ نے بتایا کہ رسونتی کا کمرا اس کے بیڈ روم کے ساتھ ہے۔ وہ رسونتی کو ننگا ہونے سے اور بھی نہیں ہونے دیتی تھی۔ اپنے بیڈ روم میں آرام کرنے کے دوران بھی ٹی وی اسکرین کے ذریعے اس کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔

اس کی سوچ نے تصدیق کر دی کہ وہ سچ مچ میری رسونتی ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں سوال پیدا کیا: "آخر رسونتی کے ذہن کو پیچکانہ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر ہمارا پُراسرار باس اسے ذہین سمجھتا تھا، اس کی میل پیتھی سے خوفزدہ تھا تو اسے ہلاک کر سکتا تھا، اسے بچی بنا کر رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟"

رومانٹک بے بی نے اسکرین پر رسونتی کو دیکھتے ہوئے جواباً سوچا: "باس کی بات باس ہی جانے۔ میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ وہ رسونتی کو زندہ رکھ کر فرہاد کو پھانسنا چاہتا ہے۔ فرہاد کے متعلق قیاس آرائی کی جا رہی ہے کہ وہ زندہ ہے اور بڑے ہی ذہانت سے ہمارے ذہانت میں اپنی ساتھی عورتوں کو تلاش کر رہا ہے۔ رسونتی کا برین واش کر کے اسے ناداں بچی بنا دیا گیا اور اس طرح اس کی ٹیلی پیتھی کے علم کو ہمیشہ کے لیے اس کے دماغ سے دھو دیا گیا ہے، وہ کبھی خیال خوانی میں کر سکے گی۔"

یہ بات میں بھی سمجھ رہا تھا کہ مجھے ٹریپ کرنے کے لیے رسونتی کو زندہ رکھا گیا ہے۔ صرف رسونتی ہی کو نہیں، وہ پُراسرار شخص سونیا اور اعلیٰ بی بی کو بھی میرے لیے چارے کے طور پر استعمال کرے گا۔ اور میں اس کی پلاننگ کے مطابق رسونتی تک پہنچنے ہی والا تھا۔

میں نے رومانٹک لے بی کے ذریعے سونیا اور اعلیٰ بی بی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی مگر وہ ان دونوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ اسے صرف رسونتی کی نگرانی کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا: "رسونتی کی برین واش کرنے اور پیچکانہ ذہن بنانے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا گیا تھا؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا: "اس کا پیچکانہ ذہن برین واشنگ کے ذریعے نہیں بلکہ برین آپریشن کے ذریعے بنایا گیا ہے۔"

یہ حیرت انگیز اطلاع تھی۔ میں نے دماغی آپریشن کے متعلق بہت کچھ سنا اور پڑھا تھا مگر یہ کبھی نہیں سنا تھا کہ آپریشن کے ذریعے کسی جوان اور صحت مند دماغ کو پیچکانہ ذہن کا حامل بنایا گیا ہو اور اس دماغ سے ہوش مندی کی تمام باتیں چھین لی گئی ہوں۔

میں نے اس سلسلے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے لیے رومانٹک بے بی کے ذہن کو چھیڑنا شروع کیا، وہ جلد ہی نیند کی آغوش میں چلی گئی۔ بعد ازاں اس کے خوابیدہ دماغ سے معلومات حاصل کرنا آسان ہو گیا۔ اس نے جو معلومات فراہم کیں وہ دلچسپ بھی ہیں، اور میری داستان کا اہم حصہ بھی لہٰذا میں اسے تفصیل سے بیان کر رہا ہوں۔

اس کا کوئی نام نہیں تھا۔

ہر بچے کا نام اس کے ماں باپ رکھتے ہیں یا اس کا مذہبی پیشوا رکھتا ہے۔ اس بچے کا نام دنیا والوں نے رکھا تھا "دی کلر" یعنی قاتل۔

اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی ماں کی حالت غیر ہو گئی۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق جو بچہ پیٹ میں تھا وہ غیر معمولی وزن لیے جسامت کا حامل تھا۔ ڈاکٹروں نے ماں کی سلامتی کے لیے بہتیری کوششیں کیں دل ہی دل میں گالیاں دیتے رہے کہ وہ پیدا ہونے والا انسان نہیں خبیث ہے۔

مختصر یہ کہ بچہ کا میجر آپریشن کرنا پڑا۔ انجام کار وہ بے چاری جانبر نہ ہو سکی۔ اس نے دم توڑ دیا مگر اس کے وجود سے برآمد ہونے والا بچہ سانس لے رہا تھا۔ وہ قد اور جسامت میں عام بچوں سے دوگنا تھا۔ سر بڑا تھا، آنکھیں بڑی بڑی نتھنیں ناک پھیلی ہوئی تھی، سب سے قابل توجہ اس کے دونوں ہاتھ تھے جو بہت لانبے تھے۔ شانوں سے لے کر گھٹنوں سے نیچے پنڈلیوں تک پہنچتے تھے۔

ڈاکٹروں اور نرسوں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ پیدائشی غیر معمولی ہے۔ اس لیے بھی غیر معمولی ہے کہ پیدا ہونے سے پہلے ہی اس نے اپنی ماں کو قتل کر دیا۔ اس نے براہ راست قتل نہیں کیا تاہم اپنے لیے جگہ بنانے کی خاطر ماں کو دنیا سے ہٹا دیا، لہٰذا وہ قاتل ہے "دی کلر"۔

ماں کے بعد وہ لاوارث ہو گیا۔ باپ ایک مجرم تھا۔ جیل کی چار دیواری میں سزا کاٹ رہا تھا۔ دوسرے رشتے داروں نے کہا۔ "یہ انسان نہیں کچھ اور ہی مخلوق ہے ہم اس کی پرورش کی ذمے داری نہیں لے سکتے۔"

وہ اسپتال میں پیدا ہوا، اسپتال ہی میں رہ گیا۔ ویسے بھی میڈیکل بورڈ کی طرف سے اسے کہیں لے جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ کیونکہ دی کلر کے بارے میں ایک حیرت انگیز انکشاف ہوا تھا اور وہ یہ کہ دی کلر کے بڑے سے سر میں برائے نام دماغ تھا۔ ایک بچے میں جو برائے نام ذہانت ہوتی ہے وہ بالکل نہیں تھی۔

وہ صرف سانس لیتا تھا۔ اس کے غیر معمولی قد اور بھاری جسامت سے دماغ کا بالکل نہیں تھا۔ یہ ناقابل یقین بات تھی لیکن میڈیکل سائنس ایسے ناقابل یقین تجربات سے بھی گزرتی ہے۔

دی کلر کی آنکھیں پیدائش کے وقت سے بند تھیں۔ ڈاکٹر آنکھوں کے پپوٹے کھول کر دیکھتے تھے اور تصدیق کرتے تھے کہ آنکھوں میں سفیدی ہے، یہ بچہ دیکھ سکتا ہے مگر دماغ خاموش ہے۔ وہ دماغ سے آنکھیں کھولنے کی ترغیب نہیں دیتا ہے۔ اور جب تک دماغ ہدایات نہ دے یا ترغیب نہ دے اس وقت تک انسان ذرا سا ہل بھی نہیں سکتا۔

دی کلر کے کانوں کے پاس موسیقی بھی سنائی گئی اور ہر ممکن دھماکا بھی کیا گیا۔ اس کے چہرے سے موسیقی کا ردعمل ظاہر نہیں ہوا اور نہ دھماکے کا اثر ہوا۔ اگر ہوتا تو وہ عام بچوں کی طرح ڈر کر رونے لگتا لیکن ثابت ہوا کہ اس کے کان سنتے نہیں ہیں۔ یا دماغ اسے سننے کی ترغیب نہیں دیتا ہے۔

تمام ڈاکٹر یقین سے کہہ رہے تھے، وہ گونگا نہیں ہے، بہرہ نہیں ہے، اندھا نہیں ہے اور اپاہج اور بے بس

نہیں ہے۔ اسے بچوں کی طرح رونا چاہیے، ہنسنا چاہیے، ہاتھ پاؤں جھٹک کر کھیلنا چاہیے مگر وہ پیدائش کے بعد سے ایک لاش کی طرح ساکت پڑا ہوا تھا۔ صرف سانس لے رہا تھا۔

بڑے بڑے ڈاکٹروں نے اس انوکھے کیس کو سمجھنے کے لیے اپنے تمام تجربات کو آزمایا یا اپنی تمام صلاحیتوں کو استعمال کیا اور ایسا کرنے میں وقت گزرتا گیا۔ کبھی وہ ایک دن کا تھا پھر ایک ہفتے کا ہوا پھر دس برس کا ہوا۔ وہ بچہ نہیں رہا تھا۔ ڈاکٹروں کے تجربات اور خصوصی توجہ سے گزرتے گزرتے تیس برس کا ہو گیا۔

تیس برس کا عرصہ کچھ کم نہیں ہوتا۔ اسے ایک مخصوص سرد خانے میں رکھا جاتا تھا۔ سردی سے ہر چیز اکڑ جاتی ہے، سخت ہو جاتی ہے۔ اس کے جسم کے مختلف اعضاء کو معمول کے مطابق رکھنے کے جتن کیے جاتے تھے۔ ایکسٹرنک آلات کے ذریعے جسمانی اعضاء کی ورزش کرائی جاتی تھی۔ اس طرح اس کی ہڈیوں، رگوں، گوشت اور کھال میں سختی اور بے حسی نہیں رہتی تھی۔ ضروری غذا کے جوہری اجزا، رگوں کے ذریعے اس کے جسم میں پہنچائے جاتے تھے۔ اس کی ناک، کانوں اور آنکھوں کے بند سوراخوں کو کھول کر دوائیں ٹپکائی جاتی تھیں۔

آخر جاپان کے ایک عالمگیر شہرت رکھنے والے ڈاکٹر واکی ٹو نے دعویٰ کیا کہ وہ برین آپریشن کے ذریعے دی کلر کو دماغی طور پر فعال بنا سکتا ہے۔

اسے عام طور سے دی کلر نہیں کہا جاتا تھا، دنیا بھر کے تمام تجربہ کار اور باصلاحیت ڈاکٹروں کو اس کا حوالہ دینے کے لیے اسے دی کلر کے بجائے، کوائیٹ بابا، یعنی خاموش بچہ کہا جاتا تھا۔

اس کوائیٹ بابا کی پوری ہسٹری شیٹ ڈاکٹر واکی ٹو کو بھیجی گئی اور کہا گیا کہ تا حال معلومات کے مطابق یہ دنیا کا واحد انسان ہے، جو اپنا جسمانی وجود رکھتا ہے مگر دماغی وجود نہیں رکھتا۔

الیکٹرک شاک کے ذریعے بھی اس کے دماغ کو متحرک اور فعال بنانے کی کوشش ناکام ہو گئی تھیں۔ دماغی آپریشن کے سلسلے میں ڈاکٹر واکی ٹو کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اُس نے دماغی تحقیق و تفتیش کے لیے ایک بہت بڑا لیبارٹری خانہ بنا رکھا تھا، جہاں کم از کم دو ہزار مختلف نسل کے کتے تھے۔ ہر دوسرے تیسرے دن پانچ چھ کتے اس کے تجربات کی بھینٹ چڑھ جاتے تھے۔ وہ کتوں کے دماغ کو کاٹ چھانٹ کر جو کچھ دیکھتا تھا، اس کی روشنی میں انسانی دماغ کا کامیاب آپریشن کرتا تھا۔ اس نے ثابت کیا تھا کہ انسان اور کتوں کے دماغ میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

کوائیٹ بابا عرف دی کلر کے متعلق یقین کی حد تک امید تھی کہ جاپانی ڈاکٹر آپریشن کے ذریعے اسے ایک نارمل انسان بنا دے گا لیکن ڈاکٹر نے یہ شرط رکھی تھی کہ کوائیٹ بابا کو جاپان منتقل کیا جائے۔ وہ ٹوکیو کے اپنے ذاتی اسپتال میں بڑی رازداری سے آپریشن کرے گا۔

یہ بات امریکی ڈاکٹروں کے لیے قابل قبول نہیں تھی۔ بڑے بڑے ڈاکٹر اس آپریشن میں شریک ہو کر ڈاکٹر واکی ٹو کا کارنامہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے۔ اس کیس کو نمٹانے کے لیے مذاکرات کا طویل سلسلہ جاری رہا۔ آخر اس نتیجے پر پہنچا گیا کہ جاپانی ڈاکٹر اپنی شرائط میں لچک پیدا کرے گا۔ کم از کم دو امریکی، ایک روسی اور ایک فرانسیسی ڈاکٹر کو آپریشن میں شریک کرے گا اور ان تمام ڈاکٹروں کا انتخاب خود جاپانی ڈاکٹر کرے گا۔

بین الاقوامی میڈیکل ایسوسی ایشن کے معتزز ڈاکٹروں نے اس قدر دباؤ ڈالا کہ ڈاکٹر واکی ٹو مجبور ہو گیا۔ اس نے دو امریکی ڈاکٹروں اور ایک فرانسیسی ڈاکٹر کا انتخاب کیا۔ گرد سی ڈاکٹر کو شریک کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ بھی غلیمت تھا کہ تین بیرونی ممالک کے ڈاکٹر جاپان جا کر ایک عجیب و غریب آپریشن میں شریک ہونے والے تھے۔

کوائیٹ بابا عرف دی کلر کو بڑی احتیاط، بڑے اہتمام سے جاپان کے شہر ٹوکیو منتقل کیا گیا۔ وہاں آپریشن کی تاریخ اور وقت مقرر کیا گیا۔ اس روز دنیا بھر کے پریس رپورٹر اور فوٹو گرافر ٹوکیو میں جمع ہو گئے تھے۔ اسپتال کے احاطے میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی البتہ وعدہ کیا گیا تھا کہ آپریشن کے بعد انھیں مطلوبہ تصویریں اتارنے کی اجازت دی جائے گی اور ڈاکٹر واکی ٹو میڈیکل سائنس کے اس اہم تجربے پر ایک تاریخی بیان دے گا۔

تمام متعلقہ ڈاکٹروں کو بڑی حفاظت سے سخت نگرانی میں اسپتال کے آپریشن تھیٹر تک پہنچایا گیا۔ تھیٹر کے اندر دو امریکی ڈاکٹر، ایک فرانسیسی، ایک جاپانی اسسٹنٹ ڈاکٹر، دو نرسیں اور ایک تھیٹر اسسٹنٹ وغیرہ تھے۔ ڈاکٹر واکی ٹو نے تھیٹر کے دروازے کو اندر سے بند کرنے کا حکم دیا۔ اسی وقت فرانسیسی ڈاکٹر بچکارا کر ایک تپائی پر بیٹھ گیا۔ اس کا دل گھبرا رہا تھا اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ اُسے فوراً ہی تھیٹر کے باہر میڈیکل ایڈ کے لیے بھیج دیا گیا۔

اب آپریشن تھیٹر کے اندر جاپانی ڈاکٹر اور اس کے خاص افراد کے علاوہ صرف دو امریکی ڈاکٹر رہ گئے تھے۔ تھیٹر کا دروازہ اندر سے بند ہو چکا تھا۔ باہر انتظار کرنے والے دوسرے ڈاکٹر، اخباری رپورٹر اور فوٹو گرافر بے چین سے تھے۔ وہ شخص جو تیس برس سے طبی تجربات کے سرد خانے میں ساکت پڑا ہوا تھا، اب وہ ذہنی طور پر زندہ ہونے والا تھا۔

ایک سوال سبھی کے دماغ میں تھا۔ کیا وہ ذہنی طور پر بھی تیس برس کا ہو گا؟ یا صرف جسمانی طور پر جوان اور ذہنی طور پر نوزائیدہ بچے کے مانند ہو گا؟

فرانسیسی میڈیکل بورڈ کے نمائندے نے کہا "ہمارے ایک ڈاکٹر کو تھیٹر کے باہر بھیج دیا گیا ہے۔ اس کی جگہ ہمارے دوسرے ڈاکٹر کو اندر جانے کی اجازت دینی چاہیے۔"

لیکن ڈاکٹر واکی ٹو کی اجازت کے بغیر کوئی اندر جا سکتا تھا نہ اجازت لینے کے لیے آپریشن کے دوران مداخلت کر سکتا تھا۔ جو ڈاکٹر اچانک بیمار پڑ گیا تھا، اسے طبی امداد پہنچائی جا رہی تھی۔ وہ بیان دے رہا تھا کہ اب سے پہلے کبھی اس کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ وہ آج کی طرح کبھی یوں اعصابی کمزوری میں مبتلا نہیں ہوا۔ یہ سازش ہے، ہو سکتا ہے امریکی ڈاکٹروں نے اسے اہم آپریشن سے دور رکھنے کے لیے کھانے پینے کی چیزوں میں کچھ ملا دیا ہو جس کے نتیجے میں وہ خلافِ توقع بیمار ہو گیا تھا اور اسے آپریشن تھیٹر سے نکال دیا گیا تھا۔

اگر یہ سازش تھی تو وہ سازش کے خلاف کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا تھا۔ طبی معائنے کے مطابق وہ واقعی اعصابی کمزوری میں مبتلا تھا اور آپریشن تھیٹر میں کھڑے رہنے کے بھی قابل نہیں تھا لہٰذا اس کے بیان کو اہمیت نہیں دی گئی۔

ادھر یہ سوا گھنٹے تک بستر پر پڑا رہا، اُدھر آپریشن مکمل ہو گیا۔ ڈاکٹر واکی ٹو اور دونوں امریکی ڈاکٹروں نے باہر آ کر بیان دیا۔ "ہماری دانست میں آپریشن کامیاب رہا ہے۔ کوائیٹ بابا طویل بے ہوشی کے بعد ہوش میں آئے گا تو آپریشن کے صحیح نتائج سامنے آئیں گے۔"

ایک پریس رپورٹر نے سوال کیا "کوائیٹ بابا ذہنی طور پر بالغ ہو گا؟"

ڈاکٹر واکی ٹو نے جواب دیا "ہوش میں آنے کے دوران اس کا دماغ پہلی بار بیدار ہو گا۔ ذہن پہلی بار بیرونی اور اندرونی اثرات کو قبول کرے گا جس طرح ایک بچہ ان اثرات کو قبول کرتا ہے اور رفتہ رفتہ اس دنیا کو اور اپنی ذات کو سمجھتا رہتا ہے۔"

ایک نے سوال کیا "اس کا دماغ بچہ کا نہ ہے اور جسم بھرپور جوان ہے، مضبوط اور طاقتور ہے پھر دماغ اور جسم میں کس طرح توازن رہے گا؟"

واکی ٹو نے جواب دیا "انسان کا دماغی نظام اتنا پیچیدہ ہوتا ہے کہ میرے سمجھانے سے آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ ایک سطحی سا نکتہ پیش کرتا ہوں۔ بجلی کے نظام کو قائم رکھنے کے لیے نیگیٹو اور پازیٹو دونوں لازمی ہیں۔ اگر ایک کی بھی کمی ہو گی تو بلب اپنے وجود کے ساتھ سلامت تو رہے گا مگر روشن نہیں ہو گا۔ اسی طرح کوائیٹ بابا کے دماغ کی ایک رگ جسمانی نظام سے منقطع ہو گئی تھی۔ باقی رگیں اسے سانس لینے اور تیس برس سے زندہ رکھنے کے عمل میں مصروف تھیں۔ آج ہم نے اس رگ کو جسمانی نظام سے جوڑ دیا ہے، جس کے ذریعے دماغ روشن رہتا ہے اور ہ اس کے تا ، رہ کر اپنا کام کرتا رہتا ہے۔"

امریکی ڈاکٹر نے کہا "اب دیکھنا یہ ہی کہ دماغ کس حد تک توانائی حاصل کرتا ہے اور کس حد تک جسمانی نظام کو اپنے تابع فرمان رکھتا ہے۔"

دوسرے امریکی ڈاکٹر نے کہا "اگر دماغ اور جسم میں توازن نہ رہا تو یہ مریض ہمارے لئے ناقابل بیان پریشانیوں کا باعث بنے گا۔"

"مثلاً کیسی پریشانی؟"

"وہ جوانوں کی طرح اٹھے گا، بیٹھے گا، چلتا پھرتا رہے گا مگر کچھ نہیں سمجھے گا۔ اسے سمجھانے، اسے تعلیم دینے اور بڑے ہی محتاط طریقوں سے اس کی پرورش کے انتظامات کرنے ہوں گے۔"

مگر اسے بات نہیں بنے گی۔ جب تک وہ تعلیم حاصل کر کے تیس برس والی ذہانت تک پہنچے گا۔ اس وقت تک جسمانی طور پر ساٹھ برس کا ہو چکا ہو گا۔"

واکی ٹو نے کہا "آپریشن سے پہلے ہمارے سامنے یہ مسائل تھے لیکن جدید ٹیکنالوجی نے آسانیاں فراہم کر دی ہیں۔ ہم ٹی وی، ریڈیو اور کمپیوٹر کے ذریعے کم سے کم وقت میں اسے ذہین اور تعلیم یافتہ بنا سکتے ہیں۔ اسے سائیکو نیورل ادارے (شعبہ نفسیات) میں رکھا جائے گا۔ اس ادارے کے نیورولوجسٹ کی نفسیاتی پیچیدگیوں کو فوراً سمجھ لیا کریں گے۔"

"کیا یہ جاپان میں رہے گا؟"

"نہیں۔ یہ اس ملک کی امانت ہے۔ جہاں سے لایا گیا ہے، یہ کچھ عرصے تک میرے زیر علاج رہے گا۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ میرا آپریشن بے شک و شبہ کامیاب رہا ہے تو میں اسے واپس بھیج دوں گا۔"

اس کے بعد ڈاکٹر واکی ٹو نے وہ پریس کانفرنس برخاست کر دی، وہاں سے چلا گیا۔ کوائیٹ بابا کو اسپتال کے ایک بہت ہی پرائیویٹ حصے میں پہنچایا گیا تھا۔ وہاں اس کے لئے ایک

ایئر کنڈیشنڈ کمرا مخصوص تھا۔ اس پرائیویٹ پورشن میں ڈاکٹر والی ٹو اور خاص اسسٹنٹ ہی جاسکتے تھے۔ کسی اور کو وہاں جانے کے لیے والی ٹو کی اجازت حاصل کرنا پڑتی تھی۔

کمرے میں ایک نرس کی ڈیوٹی تھی۔ اُسے تاکید کی گئی تھی کہ وہ کوائیٹ بابا کے قریب رہے۔ کسی ضرورت سے باہر جانا ہو تو پہلے کسی دوسری نرس کو بلا کر اپنی ڈیوٹی اسے دے پھر وہ کہیں بھی جاسکتی ہے۔

آپریشن کا وہ دن گزر رہا تھا۔ کوائیٹ بابا اپنے نام کی مناسبت سے خاموش پڑا ہوا تھا۔ اس کا قد تقریباً سات فٹ تھا۔ قد کے مطابق جسم کا پھیلاؤ تھا۔ وہ ایسا پہاڑ تھا کہ اس کے وجود تلے اسپتال کا بستر چھپ گیا تھا۔ شام تک اسے ہوش میں آجانا چاہیے تھا مگر وہ تیس برس تک لاش کی مانند ساکت رہنے کا عادی ہو گیا تھا۔ شاید ہوش میں آنا نہیں چاہتا تھا۔

شام کے سات بجے نرس کی ڈیوٹی بدلنے والی تھی۔ دوسری نرس وہاں آنے والی تھی۔ وہ اپنے پرس میں سے بے بی آئینہ نکال کر میک اَپ درست کرنے لگی۔ اس بے بی آئینے میں کوائیٹ بابا کی جھلک نظر آرہی تھی۔ خاص طور پر اس کے غیر معمولی ہاتھ حواس پر چھائے رہتے تھے۔ ایک ہاتھ آئینے میں نظر آرہا تھا۔ وہ ہاتھ گھٹنے سے نیچے تک لانبا تھا۔ نرس کو یوں لگا جیسے وہ ہاتھ کچھ اور لانبا ہو گیا ہو۔ اس نے یکبارگی پلٹ کر دیکھا، ہاتھ واقعی لانبا لگ رہا تھا۔ دراصل وہ ہاتھ پہلے کہنی کی طرف سے برائے نام مڑا ہوا تھا اب سیدھا ہو گیا تھا اور اپنے پاؤں کی پنڈلی تک پہنچ رہا تھا۔

نرس کا دل تیزی دھڑکنے لگا۔ ایک انجانا سا خوف طاری ہو رہا تھا۔ کیا کوائیٹ بابا ہوش میں آرہا ہے؟ کیا اس نے اپنا وہ ہاتھ سیدھا کیا ہے؟ اوگاڈ! کتنے لانبے ہاتھ ہیں اگر وہ میری طرف بڑھائے گا تو میری گردن...!"

وہ آگے سوچ نہ سکی۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ کوائیٹ بابا کے ہاتھوں کی انگلیاں آہستہ آہستہ مڑ رہی تھیں۔ وہ مٹھیاں بھینچنے والا تھا جیسے حملہ کرنے سے پہلے چیلنج کر رہا ہو۔ وہ چیختی ہوئی کمرے سے باہر آگئی۔

باہر سے مسلح گارڈز ایک ڈاکٹر کے ساتھ آرہے تھے۔ ڈاکٹر نے پوچھا: "کیا بات ہے؟ کیا وہ ہوش میں آگیا ہے؟"

نرس نے کہا: "وہ... وہ..." اس نے کوائیٹ بابا کی طرف انگلی سے اشارہ کیا پھر حیرانی سے دیکھنے لگی۔ وہ تو بدستور آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔ پچھلے تیس برسوں کی طرح بے حس و حرکت۔ نرس نے جھینپ کر کہا: "وہ... وہ میں ڈر گئی تھی۔"

"نان سنس۔ کیا یہ مردہ نما زندہ تمہیں کھا جاتا؟"

"وہ... وہ میں نے اسے حرکت کرتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"کیا واقعی؟" ڈاکٹر نے بے یقینی سے نرس کو پھر کوائیٹ بابا کو دیکھا۔ وہ جوں کا توں پڑا ہوا تھا۔ بستر سے حرکت کرنے یا ذرا سا بھی ہلنے کے آثار نہیں تھے۔

"ڈاکٹر! یہ مٹھی باندھ رہا تھا۔ ذرا غور سے دیکھو اس کے ہاتھ پہلے سے زیادہ لانبے لگ رہے ہیں۔"

"تم اپنے حواس میں نہیں ہو۔ کیا ایسا کبھی ہوا ہے کہ جسم اتنا ہی رہے اور ہاتھ لانبے ہو جائیں۔ نان سنس! تم جا سکتی ہو۔"

دوسری نرس ڈیوٹی پر آگئی تھی۔ امریکی ڈاکٹر نے کوائیٹ بابا کا معائنہ کیا، اس کی نبض ٹٹولی، دل کی دھڑکنوں سے مطمئن ہوا پھر بڑبڑاتا ہوا باہر چلا گیا: "تعجب ہے اسے ہوش کیوں نہیں آرہا ہے؟"

اس کے جانے کے بعد نرس تنہا رہ گئی۔ وہ بیس بائیس برس کی حسین لڑکی تھی۔ دیکھنے میں جاپانی گڑیا لگتی تھی۔ اس نے شادی نہیں کی تھی کیوں کہ من پسند جیون ساتھی نہیں ملا تھا اور شاید اب مل گیا تھا۔ وہ کوائیٹ بابا کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ جیسے چیونٹی پہاڑ کو دیکھ رہی ہو اور اس کی بلندی تک پہنچنے کے خیال سے ہی ہانپ رہی ہو۔

وہ اُسے دیکھتے دیکھتے قریب آگئی۔ وہ نرس تھی اسے چھو سکتی تھی، اس کا معائنہ کر سکتی تھی مگر جھجک رہی تھی جیسے وہ سچ مچ اس کا آئیڈیل ہو اور وہ شرما رہی ہو۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا، وہ کھلا ہوا تھا مگر پردہ پڑا ہوا تھا۔ باہر والے اندر نہیں آسکتے تھے اور باہر صرف مسلح گارڈز تھے۔ وہ اجازت کے بغیر اندر جھانک کر بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اس نے جھجکتے ہوئے کوائیٹ بابا کو چھو لیا۔ اس کے جسم کی سختی پتھر جیسی تھی۔ وہ جذبوں کی شرارت سے کانپنے لگی۔ پھر ہولے ہولے پُرخیال انداز میں اس کے چٹانی سینے پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ بے اختیار کہنے لگی: "تم وہی ہو جس کے میں خواب دیکھتی تھی۔ مرد کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ تم ایسے پہاڑ ہو کر مجھے اپنی ایک مٹھی میں بند کر لو گے۔"

اس نے بڑبڑاتے ہوئے آہستہ آہستہ سر کو جھکا کر اس کے کشادہ سینے پر رکھ دیا۔ وہ جوالا مکھی کی طرح پڑا ہوا تھا، اس کے دل کی دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں۔ دھک دھک، دھک دھک گویا پیار کی موسیقی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ آئیڈیل محبت کا جواب محبت سے دے رہا ہو۔ اسے مسکرا کر دیکھ رہا ہو اور اس کی ریشمی زلفوں پر ہاتھ پھیر رہا ہو۔

یہ خیال تھا یا حقیقت؟

یہ سمجھنے میں دیر لگی۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ ہاتھ جو ریشمی زلفوں کو سہلا رہا تھا، پھسلتا ہوا اس کی گردن تک آگیا تھا۔ وہ اس کے سینے پر سے سر نہ اٹھا سکی۔ جیسے لانبے ہاتھ تھے، ویسے ہی آہنی شکنجے کی طرح پھیلے ہوئے پنجے تھے۔ اس کی ایک ہتھیلی کے سائے میں حسین مکھڑا چھپ گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا، آسمان اس کے منہ پر اگرا ہو۔

محبت سرد پڑ گئی۔ دہشت طاری ہو گئی۔ وہ چیخنا چاہتی تھی، اسی لمحے بھاری بھرکم فولادی ہتھیلی اس کے چہرے پر سے پھسل کر حلق پر آگئی۔ چیخ وہیں گھٹ کر رہ گئی۔ اس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئی تھیں۔ وہ کوائیٹ بابا کو دیکھنا چاہتی تھی۔ محبت سے التجا کرنا چاہتی تھی مگر اس کا سر چٹانی سینے سے جکڑا ہوا تھا۔ صرف ایک ہاتھ نے اسے جکڑ لیا تھا۔ گلا دب رہا تھا، نہ وہ بول سکتی تھی، نہ وہاں سے سر اٹھا سکتی تھی۔

آخر اس نے پورے جسم کی قوت سے جدوجہد کی۔ ہاتھ پاؤں جھٹکنے لگی۔ یہ اس کی آخری خواہش تھی کہ کسی طرح فولادی گرفت سے نکل جائے مگر آخری خواہش پوری نہیں ہو رہی تھی۔ اُس کا سر فولادی سینے کے ساتھ جیسے کیل سے ٹھونک دیا گیا تھا۔

اس جاپانی گڑیا کا حسن پہلے پھیکا پڑا پھر رنگ سفید ہو گیا۔ حسن سے بھرپور شوخ چہرے پر سے زندگی کی تحریر مٹنے لگی۔ اپنی بقا کے لیے جدوجہد کرنے والے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ اس کے بعد اس کا سر پتھر جیسے سخت سینے سے آزاد ہو گیا۔ زندگی سے خالی بدن ڈھلکتا ہوا سینے کی بلندی سے پھسلتا ہوا، بستر کے سرے سے گزرتا ہوا کمرے کے چکنے فرش پر گر پڑا۔ آئیڈیل بستر پر آنکھیں بند کیے.... پڑا ہوا تھا۔ اور جانِ آئیڈیل فرش پر دیدے پھیلائے آرام سے لیٹ گئی تھی۔

اس کمرے میں نرسوں کے علاوہ ڈاکٹر والی ٹو اور دونوں امریکی ڈاکٹر آسکتے تھے۔ انھوں نے کوائیٹ بابا کا معائنہ کرنے کے اوقات مقرر کر لیے تھے۔ ایک ڈاکٹر اپنے مقررہ وقت پر آیا مگر کمرے میں پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ خوبصورت نرس فرش پر پڑی ہوئی نظر آرہی تھی۔ وہ دوڑ کر قریب آیا۔ اس نے جھک کر پھیلی ہوئی ساکت آنکھوں کو دیکھا۔ دل کی دھڑکنوں پر ہاتھ رکھ کر زندگی کا سراغ لگانے کی کوشش کی پھر پریشان ہو کر اٹھ گیا۔ کھڑے ہو کر کوائیٹ بابا کو دیکھا۔ وہ بدستور آنکھیں بند کیے، ہاتھ پاؤں سیدھے کیے بستر پر چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ آپریشن کے بعد جس حالت میں تھا، اسی حالت میں دکھائی دے رہا تھا۔

پھر اس جاپانی نرس کو کس نے ہلاک کیا؟

فوراً ہی فون کے ذریعے ڈاکٹر والی ٹو کو اطلاع دی گئی۔ اس کے ساتھ دوسرا امریکی ڈاکٹر بھی کمرے میں آیا۔ والی ٹو نے فون پر اطلاع ملتے ہی تاکید کر دی تھی کہ نرس کی ہلاکت کی خبر کوائیٹ بابا کے کمرے سے باہر نہ جائے فرانسیسی ڈاکٹر سے بھی یہ بات چھپائی جائے۔

ایسا ہی کیا گیا۔ ڈاکٹر والی ٹو نے تشویش بھری نظروں سے کوائیٹ بابا کو دیکھا۔ امریکی ڈاکٹر نے کہا: "ہم نے آپریشن کے بعد اسے جس پوزیشن میں دیکھا تھا، یہ اسی طرح لیٹا ہوا ہے۔ اسے ہوش نہیں آیا ہے۔ اس نے حرکت نہیں کی ہے۔ پھر یہ نرس کیسے مر گئی؟"

نرس کا معائنہ کیا گیا۔ متفقہ فیصلہ یہ تھا کہ دم گھٹنے سے موت ہوئی ہے اور حلق پر دباؤ پڑا ہے۔ اس کی گردن پر کوائیٹ بابا کی انگلیوں کے نشانات نہیں تھے۔ نرس نے سردی سے محفوظ رہنے کے لیے گردن کے اطراف اسکارف لپیٹ رکھا تھا۔ یہ شبہ بھی ہوا کہ باہر سے کسی نے آکر اسے ہلاک کیا ہے۔

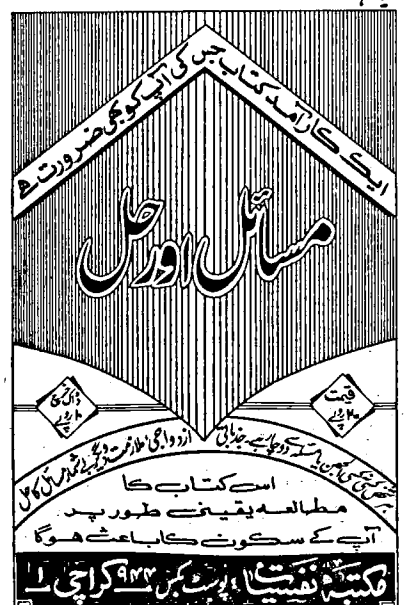

مسلح محافظوں نے قسم کھائی کہ وہ اپنی ڈیوٹی پر تھے اور پوری طرح محتاط اور مستعد تھے۔ کوئی اس کمرے کے قریب سے بھی نہیں گزرا تھا۔ ڈاکٹروں نے کوائیٹ بابا کا معائنہ کیا۔ اس کی سانسوں کی رفتار اور ظاہری حالت بتا رہی تھی کہ وہ بے ہوش نہیں ہے، جانے کیوں وہ آنکھیں نہیں کھول رہا تھا۔ نہ ہی حرکت کر رہا تھا۔

ڈاکٹر واکی ٹونے کہا "اگر یہ بات یہاں سے باہر گئی تو میرے اسپتال کی بدنامی ہوگی۔ اخبار والے کوائیٹ بابا کو خطرناک قرار دیں گے۔ حکومت کی طرف سے ایسی پابندیاں عائد ہوں گی کہ ہم آزادی سے کوائیٹ بابا کی اسٹڈی اور علاج نہیں کر سکیں گے۔"

"پھر کیا کیا جائے؟"

ڈاکٹر واکی ٹونے اپنے محافظوں کو حکم دیا "اس کی لاش یہاں سے چھپا کر لے جاؤ اور کسی ویران جگہ لے جا کر رکھ آؤ۔ پولیس وا۔ ایسی رائے قائم کریں گے کہ ویرانے میں کسی نے اس لڑکی کو ہلاک کر دیا ہے۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ ایک ڈاکٹر نے پوچھا۔ "کیا لاش چھپا دینے سے مسئلہ حل ہو جائے گا؟ سوال یہ ہے کہ ہلاک ہوئی؟"

دوسرے ڈاکٹر نے پوچھا "کیا کوائیٹ بابا کو پھر سے دی کلر کرنا ہوگا؟"

واکی ٹو نے پریشان ہو کر کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے آپریشن کا یہ نتیجہ نکلے گا۔"

پھر اس نے جاپانی اسسٹنٹ ڈاکٹر سے ایک انجکشن تیار کرنے کے لیے کہا۔ دس منٹ کے بعد وہ دی کلر کے بازو میں ایک دوا انجکٹ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا..... "کوائیٹ بابا! تم میری آواز سن رہے ہو اور میری باتیں سمجھ رہے ہو۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں کہ آئندہ کسی کو ہلاک نہ کرنا۔ اگر میری عزت، شہرت اور نیک نامی خطرے میں پڑے گی تو میں تمہارے دماغ کو ناکارہ کر دوں گا۔ دماغ کو ناکارہ کرنے کے بعد تم بچوں کی طرح تمہیں ہمیشہ کے لیے کھانا پینا سکھاؤں گا۔ پہلے کی طرح تمہیں ہمیشہ کے لیے کھانا پینا سکھاؤں گا۔"

اس نے انجکشن دینے کے بعد سرنج واپس ٹرے پر رکھ دی۔ ایک ڈاکٹر نے پوچھا "کیا یہ تمہاری باتیں سن رہا ہے؟"

"ہاں سمجھ بھی رہا ہے۔ یہ ابھی حرکت کرے گا؟"

دونوں ڈاکٹر بے اختیار پیچھے ہٹ گئے۔ واکی ٹو نے اپنے محافظوں سے کہا "الرٹ رہو۔ اگر یہ مریض میرے لیے مصیبت بن جائے تو ایک اشارے پر اسے گولی مار دینا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دی کلر نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ قد، جسامت اور بڑے سر کی مناسبت سے بڑی بڑی آنکھیں تھیں۔ تیس برس کے بعد پہلی بار وہ سرخ انگارے جیسی آنکھیں خود کھلی تھیں۔ ان سے ایسی وحشت برس رہی تھی جیسے وہ جنون میں مبتلا ہو اور ابھی سامنے والے کو چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔

محافظوں نے اپنے ریوالور نکال لیے۔ دونوں ڈاکٹر اور پیچھے چلے گئے۔ واکی ٹو اپنی جگہ کھڑا رہا۔ دی کلر اسے غرا کر دیکھ رہا تھا۔ بھیب بات یہ تھی کہ وہ انسانی غراہٹ نہیں تھی سب اسے توجہ سے اور سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

جلد ہی ثابت ہو گیا کہ وہ انسانی غراہٹ نہیں تھی۔ اب وہ بھونکنے لگا تھا "بھوں بھوں۔ بھوں بھوں بھوں" وہ انسان تھا مگر بالکل کتے کی طرح بھونک رہا تھا۔

واکی ٹو نے پہلے تو اسے حیرانی سے دیکھا پھر سختی سے کہا "یو شٹ اپ۔ خاموش ہو جاؤ۔ تمہارے سر کے ٹانکے کچے ہیں۔ حرکت کرتے یا آواز نکالتے وقت سر کو جھٹکے لگیں گے تو ٹانکے ٹوٹ سکتے ہیں۔ میری محنت اور تمہاری زندگی ختم ہو جائے گی۔"

اس نے بھونکنا بند کر دیا۔ اب تک اس کے جسم کے کسی حصے نے حرکت نہیں کی تھی۔ وہ پہلے کی طرح لیٹا ہوا تھا۔ جب ڈاکٹر نے زندگی ختم ہو جانے کی دھمکی دی تو وہ چپ ہو گیا پھر آنکھیں بند کر لیں۔

واکی ٹو نے کہا "یو کلر! تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ کتے کی طرح بھونک کر یہ جتانا چاہتے ہو کہ میں کتوں پر تجربات کرتا رہتا ہوں۔ میں نے تم پر بھی تجربہ کرنے کے لیے تمہاری کھوپڑی میں کتے کا دماغ رکھ دیا ہے۔ دی کلر! تم ابھی بچے ہو۔"

وہ دی کلر کے اور قریب ہو گیا۔ اس کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔ "بے شک میں دعویٰ کرتا ہوں کہ انسان اور کتے کے دماغ میں فرق نہیں ہوتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان کی کھوپڑی میں کتے کا دماغ رکھا جا سکتا ہے۔ یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے اور تم مضحکہ خیز حرکتیں کر رہے ہو۔"

پھر اس نے کہا "میں آپریشن کے بعد پریس والوں کے سامنے بیان دے چکا ہوں کہ تمہارا دماغ بچکانہ ہو گا تمہیں بچوں کی طرح سکھایا پڑھایا جائے گا مگر تم میرے بیان کو جھٹلا رہے ہو۔ تمہاری یہ حرکتیں لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کریں گی۔ پلیز مجھے پریشان نہ کرو۔ بہتر ہے کہ جب تک میرے ملک میں ہو، اسی طرح سکون سے پڑے رہو، جاپان سے باہر جا کر جو جی میں آئے کرتے رہنا۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل آیا۔ محافظوں کو حکم دیا "تم سب محتاط رہو گے۔ ایک نرس کے ساتھ دو مسلح محافظ کمرے میں رہیں گے۔ اگر وہ مریض خطرناک اور جان لیوا بن جائے تو بے دریغ گولی مار دینا۔"

اس کی نوبت نہیں آئی۔ دی کلر ایک ہفتے تک پُرسکون رہا۔ ایک ہفتے بعد اسے اسپتال سے چھٹی دے دی گئی۔ دونوں امریکی ڈاکٹر اپنے خاص محافظوں کے ساتھ اُسے الاسکا لے آئے لیکن ان دونوں میں سے ایک ڈاکٹر الاسکا پہنچتے ہی ایک حادثے کا شکار ہو کر مر گیا۔ دوسرا ڈاکٹر پُراسرار طور پر کہیں گم ہو گیا۔ اس کے متعلق رائے قائم کی گئی کہ اسے اغوا کیا گیا ہے یا وہ اغیار نے دشمنوں کے خوف سے خود کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ یہ بات سب ہی کو کھٹک رہی تھی کہ دی کلر کے آپریشن میں جتنے ڈاکٹر، نرسیں اور تھیٹر اسسٹنٹ وغیرہ شریک ہوئے تھے، وہ سب مختصر سے عرصے میں ایک ایک کر کے مارے گئے تھے، خواہ وہ امریکی ٹیم سے تعلق رکھتے ہوں یا جاپانی۔

یہ عجیب سی بات تھی۔ تیس برس تک مردہ پڑے رہنے والے کو زندگی مل گئی تھی اور جن لوگوں نے اسے آپریشن کے ذریعے زندگی دی تھی، وہ موت کی آغوش میں پہنچ گئے تھے۔ صرف ڈاکٹر واکی ٹو زندہ رہ گیا تھا۔

رومانٹک بے بی

رومانٹک بے بی میری ٹیلی پیتھی کی نیند سو رہی تھی اور اُس کا دماغ مجھے دی کلر کی داستان سنا رہا تھا۔ حالاں کہ میں رسونتی کے بچکانہ ذہن کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن جو معلومات حاصل ہو رہی تھیں وہ اہم تھیں اور اس کا سلسلہ رسونتی کی موجودہ ذہنی حالت تک پہنچتا تھا۔

دی کلر کو جاپان سے الاسکا لایا گیا تھا۔ اسے سرکاری طور پر سخت نگرانی میں رکھا گیا تھا۔ سرکاری ڈاکٹروں کو بھی اس کے قریب جانے کی اجازت نہیں تھی۔ بہ الفاظ دیگر اسے گہرے راز میں رکھا جا رہا تھا۔ اگرچہ الاسکا کے شہر تنانا میں طبی تجربات کی بہت بڑی لیبارٹری تھی، تاہم اُسے تنانا میں نہیں رکھا گیا۔ وہاں سے ایک شمالی شہر وائزمین پہنچا دیا گیا۔ کوہ فلپ اسمتھ اور کوہ انڈیکوٹ کے درمیان وائزمین کا شہر بسایا گیا تھا۔ یہاں سال بھر برف باری ہوتی رہتی ہے۔ کسی کو کوہ مامیں رکھنے کے لیے یہاں ایئر کنڈیشنڈ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ علاقہ قدرتی طور پر ایئر کنڈیشنڈ تھا۔ چوں کہ دی کلر پیدائش کے بعد ہی سے تیس برس تک سرد خانے میں رہتا آیا تھا لہٰذا وہ شدید سردی میں..... رہنے کا عادی ہو گیا تھا۔ کوئی گرم علاقہ اس کے حسب حال نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی لیے وائزمین میں اس کی رہائش کے انتظامات ہونے لگے۔

دی کلر جس دن وائزمین پہنچا۔ اسی دن دو امریکی ڈاکٹروں میں سے ایک کو حادثہ پیش آیا۔ وہ ڈاکٹر "دی کلر" کے مخصوص کمرے کا معائنہ کر رہا تھا۔ اس نے کھڑکیوں اور دروازوں کی مضبوطی کا اندازہ کیا۔ باتھ روم میں جھانک کر دیکھا، وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کسی نے دی کلر کو نقصان پہنچانے کے لیے کہیں ٹائم بم وغیرہ چھپا کر تو نہیں رکھا ہے؟

ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ دی کلر کی حفاظت کے مکمل انتظامات سے مطمئن ہونے اس کمرے میں گیا تھا مگر خود محفوظ نہیں رہ سکا۔ اچانک ہی اس کی کربناک چیخ سنائی دی۔ جتنی دیر میں مسلح گارڈز اندر پہنچتے، وہ ہمیشہ کے لیے سرد پڑ چکا تھا۔ قریب ہی ایک ایزی چیئر پر دی کلر آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس رہائش گاہ کے انچارج ڈاکٹر نے پوچھا "مسٹر کوائیٹ مین یہ کیسے ہوا؟"

دی کلر اسی طرح آرام سے بیٹھا ہوا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ اس نے صرف ایک ہاتھ اٹھا کر سوئچ بورڈ کی طرف اشارہ کیا۔ بجلی کے دو ننگے تار اس سوئچ بورڈ سے باہر نکلے ہوئے تھے، بات سمجھ میں آگئی۔ اس ڈاکٹر نے ناواقفیت میں ان تاروں کو چھو لیا تھا۔ بجلی کے جھٹکے لگنے سے موت واقع ہوئی تھی۔

میڈیکل رپورٹ سے بھی یہی ثابت ہوا مگر وہ دوسرا امریکی ڈاکٹر بے حد پریشان اور خوفزدہ تھا۔ یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ میں آگئی تھی کہ جتنے افراد دماغی آپریشن میں شریک ہوئے تھے، وہ سب یکے بعد دیگرے حرام موت مر گئے تھے۔ الاسکا کے شہر وائزمین میں صرف وہی باقی رہ گیا تھا۔ کیا اب اس کے مرنے کی باری تھی؟

دی کلر کی رہائش گاہ میں ڈیوٹی کے لیے جن افراد کو مقرر کیا گیا تھا، ان میں رومانٹک بے بی بھی تھی۔ وہ شعبۂ نفسیات میں پی ایچ ڈی تھی۔ اسے دی کلر کی نفسیاتی پیچیدگیوں کو سمجھنے کے لیے رکھا گیا تھا۔ ویسے وہ پُراسرار باس کی بہت ہی قابلِ اعتماد دوست راست تھی۔ پتا نہیں یہ کہاں تک درست تھا مگر وہ دعویٰ کرتی تھی کہ پُراسرار باس جو کوئی بھی ہے وہ اُس کے لاوارث حُسن و شباب پر فریفتہ ہو گیا ہے۔ اسی لیے اس پر اعتماد کرتا ہے۔

جس طرح موسم بدلتے ہیں، اسی طرح رومانٹک بے بی

کے عاشق یا آئیڈیل بدلتے رہتے تھے۔ یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ قسم کھا کر عشق کرتی تھی۔ سب سے پہلے وہ ایوبس پر پہلے پرعاشق ہوئی اور قسم کھائی کہ شادی کرے گی تو اسی ایوبس پر پہلے سے، ورنہ کنواری رہے گی۔ وہ آئیڈیل اسے مل نہ سکا پھر وہ باکسر محمد علی کلے کی تصویروں سے محبت کرنے لگی۔ اس کے بعد فرہاد علی تیمور اس کا آئیڈیل بن گیا۔ اس نے ہر بار قسم کھائی کہ ہم میں سے کسی کو حاصل کرے گی ورنہ کنواری مر جائے گی۔

میں اب اس کے دماغ میں رہ کر یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ چالیس برس کی عمر میں بھی کنواری تھی۔ وہ نفسیات کی ماہر تھی مگر خود دماغی طور پر ذرا کھسکی ہوئی تھی۔ عشق کے معاملے میں بڑی بدلتی رہتی تھی۔ ایک آئیڈیل کی طرف بڑھنے کے دوران جب کوئی دوسرا خوب تر دکھائی دیتا تو وہ ادھر کا رُخ کرتی تھی۔ میرے بعد اس نے اپنے پُراسرار باس کو آئیڈیل بنایا تھا۔ اُسے امید تھی کہ ایک دن وہ باس تک پہنچ جائے گی مگر ایسے ہی وقت وی کلر اس کی نگاہوں میں بلکہ دل میں سما گیا۔

پہلے ہی دن جب وہ ڈیوٹی پر آئی تو وی کلر کو دیکھتی ہی رہ گئی۔ کوئی پہاڑ پر چڑھنے کے لیے کوہ پیمائی کا عملی مظاہرہ کرتا ہے، وہ وی کلر کے پہاڑ جیسے قد اور ڈیل ڈول کو دیکھتی رہی، ناپتی رہی اور نگاہوں سے کوہ پیمائی کرتی رہی۔ دل ہی دل میں قسم کھاتی رہی، شادی کرے گی تو اسی پہاڑ سے، ورنہ کنواری مر جائے گی۔

اس کے بس میں ہوتا تو وہ پہلے ہی دن اُس سے خوب باتیں کرتی۔ نفسیاتی داؤ پیچ کے ذریعے اسے اپنی طرف مائل کرتی لیکن باس نے سختی سے تاکید کی تھی کہ وی کلر سے غیر ضروری گفتگو نہ کی جائے۔ ایک ماہر نفسیات کی حیثیت سے چیپ چاپ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے ڈیلی رپورٹ تیار کی جائے۔

چوبیس گھنٹے میں جو رپورٹ تیار ہوئی، اس کے مطابق وی کلر بے حس تھا۔ کسی بھی جذبے کا غلام نہیں تھا۔ سدا کنوارے رہنے والے حسن سے بھی متاثر نہیں ہوا تھا۔ دوسرے دن وہ امریکی ڈاکٹر ڈیوٹی پر نہیں آیا، جو زندہ رہ جانے والا آخری ڈاکٹر تھا۔ رومانٹک بے بی سے اس کی اچھی خاصی دوستی تھی۔ اس نے فون کے ذریعے پوچھا "ہیلو ڈاکٹر ڈین! تم ڈیوٹی پر کیوں نہیں آئے؟"

دوسری طرف سے ڈاکٹر ڈین نے جواب دیا "بے بی! میں بہت پریشان ہوں، خواب آور گولیاں کھانے کے باوجود رات بھر جاگتا رہا۔"

"آخر ایسی کیا پریشانی ہے؟"

"میں کیا بتاؤں؟ بتاؤں گا تو تم مذاق سمجھو گی۔"

"تمہارے لہجے سے پریشانی عیاں ہے، میں مذاق نہیں سمجھوں گی۔"

"بے بی! تم شاید یقین نہ کرو، میں شاید چند گھنٹوں یا چند لمحوں کا مہمان ہوں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"بائی گاڈ سچ کہہ رہا ہوں۔ کہیں تم جھوٹ سمجھ رہی ہو؟"

"ڈاکٹر ڈین! میں تمہیں برسوں سے جانتی ہوں، تم سنجیدہ مزاج کے حامل ہو۔ تم نہ مذاق کرتے ہو اور نہ جھوٹ بولتے ہو۔ پلیز اپنی باتوں کی وضاحت کرو۔"

"میں فون پر وضاحت نہیں کر سکتا۔ کیا تم میرا ایک کام کر سکتی ہو؟"

"ایک نہیں ہزار کام بتاؤ، ضرور کروں گی۔"

ڈاکٹر ڈین نے سرگوشی کا انداز اختیار کیا۔ رازدارانہ طور پر کہا "میں نے شراب کے کیبنٹ میں اپنی ایک ڈائری چھپا کر رکھی ہے۔ اگر میں مر جاؤں تو اس ڈائری کو ڈاکٹروں کی بین الاقوامی انجمن کے صدر تک پہنچا دینا۔"

"میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گی مگر تم نہیں مرو گے۔ مجھے بتاؤ معاملہ کیا ہے؟"

"معاملہ ایسا نہیں ہے کہ میں فون پر دو لفظوں میں بتا سکوں۔ اگر میں شام تک زندہ رہ گیا تو تم ڈیوٹی سے آف ہو کر میرے پاس چلی آنا۔ میں ایک ساتھی کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہا ہوں۔ میں تمہیں تفصیل سے سب کچھ بتا دوں گا۔"

"میں ڈیوٹی کے بعد ضرور آؤں گی۔ تم حوصلہ رکھو، زندہ رہو گے۔"

"بے بی! وی کلر کے دماغی آپریشن میں جو نرسیں اور ڈاکٹر وغیرہ شریک ہوئے تھے، وہ ایک ایک کر کے مرچکے ہیں بلکہ مارے گئے ہیں۔ اب باری میری ہے۔"

"تمہاری بات دل کو لگ رہی ہے۔ واقعی ایسے اہم اور غیر معمولی آپریشن میں شریک ہونے والے افراد بے موت مارے گئے ہیں۔ تم فکر نہ کرو، میں ابھی تمہاری حفاظت کے لیے خفیہ انتظامات کرتی ہوں۔"

اس نے تسلیاں دینے کے بعد رسیور کو رکھا پھر ہاتھ روم میں آئی۔ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد دریان میں ہاتھ ڈال کر ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ مخصوص فریکوئنسی سیٹ کرنے کے بعد بولی "ہیلو مائی اَن فون باس ہیلو، اے وِرجن بے بی کالنگ یو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "ریکارڈر آن ہے، رپورٹ پیش کرو۔"

رومانٹک بے بی نے کہا "وی کلر ابھی نارمل ہے، خطرے کی کوئی بات نہیں ہے لیکن ڈاکٹر ڈین اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہا ہے۔ کتابھٹے وہ چند گھنٹوں کے اندر مار ڈالا جائے گا۔ اس نے اپنی ڈائری میں کوئی خاص بات لکھی ہے، مجھ سے التجا کی ہے کہ وہ مر جائے تو اس ڈائری کو ڈاکٹروں کی بین الاقوامی انجمن کے صدر تک پہنچا دوں۔ یقیناً وہ ڈائری بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ کیا ہم ڈاکٹر ڈین کی حفاظت کے لیے فوری اقدامات کر سکتے ہیں؟"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ وہیں باتھ روم میں سے آئینے کے سامنے ہو کر میک اَپ درست کرنے لگی۔ پندرہ منٹ کے بعد ٹرانسمیٹر کے ذریعے جواب موصول ہوا "بے بی! ہم نے ڈاکٹر ڈین سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ وہاں فون کی گھنٹی بج رہی ہے مگر کوئی ریسیور نہیں اٹھا رہا ہے۔ یقیناً کوئی گڑبڑ ہے۔ ہم اپنے ایک ماتحت مانو کو ڈاکٹر کی رہائش گاہ کی طرف روانہ کر چکے ہیں۔ ابھی مانو تم سے فون پر رابطہ قائم کرے گا۔ ویٹس آل۔"

وہ ٹرانسمیٹر بند کر کے اُسے پہلے ہی کی طرح چھپا کر باتھ روم سے باہر آ گئی۔ وی کلر نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ رومانٹک بے بی نے اسے بڑے ہی رومانی انداز میں دیکھا، وہ نہیں جانتی تھی کہ چاپان میں ایک نرس کے رومان کا انجام کیا ہوا تھا۔ اس نے وی کلر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "تم میری قربت سے کچھ محسوس کر رہے ہو؟"

وہ پتھر کے بُت کی طرح بیٹھا رہا۔ بڑی بڑی لمبوترنگ آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا۔ جی جان سے فدا ہونے والی عورتیں ایسی آنکھوں سے نہیں ڈرتیں۔ بلکہ ظالمانہ نگاہوں پر مرتی ہیں۔ اسے خاموش دیکھ کر بے بی نے کہا "تم لاکھ پتھر سہی، میں حسن و محبت سے پگھلا دوں گی۔"

وہ اچانک غرّایا۔ پھر بھونکنے لگا۔ وہ ایک دم سے اچھل کر پیچھے چلی گئی۔ شدید حیرانی سے اس آئیڈیل کو دیکھنے لگی جو انسان تھا اور کتے کی طرح بھونک رہا تھا۔ اس نے جو میڈیکل رپورٹ پڑھی تھی، اس کے مطابق وی کلر بہت کم بولتا تھا مگر رپورٹ میں یہ نہیں لکھا تھا کہ کتوں کی زبان بولتا ہے۔

اتنا کچھ دیکھ کر رومانی جذبات کو سرد پڑ جانا چاہیے تھا مگر وہ غرّش ہو کر پھر قریب چلی آئی۔ اس نے پل بھر میں اپنا نفسیاتی تجزیہ کر لیا کہ وہ ان عورتوں میں سے ہے جو چاہتی ہیں کہ شوہر غصّے میں بھونکتا رہے مگر وفاداری سے دُم ہلاتا رہے۔

وہ دوبارہ اس کے قریب ہو کر بولی "میں تمہیں جیت کر رہوں گی۔ میں قسم کھاتی ہوں، جب تک....."

اس کی بات پوری نہ ہو سکی۔ وہ پھر غرّایا اور بولا "بھوں بھوں، تم ایک ہزار ایک قسمیں کھا چکی ہو۔ میں سب جانتا ہوں۔ بھوں، بھوں، بھوں۔"

بے بی نے حیرانی سے پوچھا "تمہارے نئے جسم کو ابھی پورے پندرہ دن نہیں ہوئے۔ اس سے پہلے تم دماغ سے خالی تھے پھر میرے متعلق سب کچھ جاننے کا دعویٰ کیسے کرتے ہو؟"

وہ چپ چاپ اُسے گھورتا رہا۔ بے بی نے کہا "اگر تمہارا دعویٰ درست ہے تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ آج تک کوئی مرد میری زندگی میں نہیں آیا۔ میں جوانی کے پہلے دن سے کنواری ہوں۔ تم نہ ملے تو کنواری مر جاؤں گی۔"

"غرّ غرّ، بھوں بھوں۔ آج جو چیز تازہ ہے، کل باسی ہو جاتی ہے۔ تم تو چالیس برس سے تازہ رہنے کے فریب میں مبتلا چلی آ رہی ہو۔ ذرا اپنے چہرے سے میک اَپ اتار کر دیکھو، تمہیں تو میونسپلٹی کی کچرا گاڑی بھی لے جانے سے انکار کر دے گی۔ بھوں، بھوں، بھوں۔۔۔"

وہ غصّے سے الگ ہو گئی۔ پاؤں پٹخ کر بولی "تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ اوہ نو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تم کیا ہو۔ تیس برس تک تمہارا ماضی وجود نہیں تھا پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں چالیس برس کی ہو چکی ہوں؟"

وہ چپ رہا۔ بے بی نے اس کے بازو کو جھنجھوڑ کر پوچھا "میری بات کا جواب دو۔"

وہ بستر پر لیٹ گیا "میں جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ غصّے سے کچھ کہنا چاہتی تھی، فون کی گھنٹی نے اسے متوجہ کر لیا۔ اس نے دانت پیس کر وی کلر کو دیکھا پھر فون کے پاس جا کر ریسیور اٹھا کر بولی "ہیلو"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں باس کا خادم مانو بول رہا ہوں، تمہاری رپورٹ غلط ہے۔ نہ ڈاکٹر ڈین اپنے

رہائش گاہ میں ہے اور نہ ہی شراب کے کیبنٹ میں کوئی ڈائری ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی: "اگر نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میری رپورٹ غلط ہے، ہو سکتا ہے ڈاکٹر نے وہ جگہ چھوڑ دینے میں عافیت سمجھی ہو اور کہیں روپوش رہنے کے لیے ڈائری اپنے ساتھ لے گیا ہو۔"

"اگر اس نے ایسا کیا ہے تو پھر قاتلوں کے ہتھے چڑھ جائے گا۔ وہ ڈائری ہمارے ہاتھ نہیں لگے گی، ہمیں کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ اس ڈائری میں ایسا کیا راز تھا جسے راز رکھنے کے لیے ڈاکٹر ڈین کو ہلاک کیا گیا۔"

رومانٹک بے بی نے سر گھما کر دی کلر کو دیکھا پھر کہا۔ "مجھے ڈاکٹر ڈین اور اس کی ڈائری سے دلچسپی نہیں ہے۔ دلچسپی اس شخص کے لیے ہے، جس کا کوئی خاص نام نہیں ہے۔ ہم اسے کوائیٹ یا بانہیں کہہ سکتے۔ کیوں کہ اب یہ خاموش نہیں رہتا، کتوں کی طرح بولتا ہے۔ مجھے شدید حیرانی ہے، یہ میری عمر بتا رہا تھا۔"

"کیا اس نے صحیح عمر بتائی ہے؟"

"نہیں، یہ جھوٹ بولتا ہے۔ کہتا ہے، میں چالیس برس کی ہوں۔ ران سنس، میں ابھی پچیس برس کی ہوں۔"

"یہ شاید تمہارا لائی عدد ہے، میں پچیس برس سے تمہیں پچیس برس کا دیکھتا آ رہا ہوں۔"

"یو شٹ اپ۔" بوڑھی بے بی نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔

دی کلر نے آنکھیں کھول کر کہا۔ "بھوں بھوں، تم غصے میں چیخ کر باتیں کرتی ہو اور یہ بھول جاتی ہو کہ میرا نوذائیدہ دماغ شور و غل کا عادی نہیں ہے۔ بھوں۔ آئندہ اونچی آواز میں بولو گی، بھوں، میں تمہاری آواز ہمیشہ کے لیے بند کر دوں گا۔ بھوں بھوں، غرر غرر۔۔۔"

وہ کتے کی طرح غراتے ہوئے خاموش ہو گیا۔ رومانٹک بے بی بے یقینی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی، یہ کیسی مخلوق ہے، جسم تیس برس کا ہے، دماغ پندرہ دن کا ہے۔ یہ ظاہر میں انسان ہے مگر باطن میں کتا ہے۔ خدا جانے یہ حقیقت میں کیا ہے؟

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں رومانٹک بے بی کے خوابیدہ دماغ سے نکل کر طیارے کے اندر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میرے قریب ہی مانلو ایک سیٹ پر بندھا ہوا تھا۔ اس وقت سر اٹھائے طیارے کی چھت کو گھور رہا تھا۔ میں نے بھی چھت کی سمت دیکھا، دراصل ہم طیارے کے باہر تصور میں آسمان کو دیکھ رہے تھے۔ ایک ہیلی کاپٹر کی آواز نے ہمیں متوجہ کیا تھا۔

اب سے تقریباً چھ گھنٹے پہلے جب ہمارا طیارہ برفانی طوفان میں پھنس گیا تھا تو پائلٹ مانلو نے "مے ڈے" کا سگنل دیا تھا۔ اس کے جواب میں کہا گیا تھا کہ طوفان کے تھمتے ہی ہمارے لیے امدادی پارٹی بھیج جائے گی۔ اب شاید وہی امدادی پارٹی ہیلی کاپٹر میں آ رہی تھی۔

آنے والوں نے یقیناً ریڈیو ٹرانسمیٹر کے ذریعے پائلٹ مانلو سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہو گی لیکن ہمارے طیارے کا ریڈیو کسی کام کا نہ رہا تھا۔ اب ہیلی کاپٹر والے اسپیکر کے ذریعے کچھ کہہ رہے تھے لیکن کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ ہم طیارے کے اندر تھے اور باہر نہ جانے کتنے فاصلے پر ہیلی کاپٹر کا گرد شکرتا ہوا پنکھا بری طرح شور مچا رہا تھا۔

میں نے کہا۔ "مانلو! تمہاری مدد کرنے والے آ پہنچے ہیں۔ وہ کچھ کہہ رہے ہیں مگر ہم سننے کے لیے باہر نہیں جائیں گے۔"

مانلو نے کہا۔ "وہ اندر آ جائیں گے۔"

"یہاں تک پہنچنے میں کافی وقت لگے گا۔ ابھی تو وہ پرواز کرنے کے دوران آئس فلوٹ پر پڑی ہوئی لاشوں کو دیکھیں گے، انھیں خطرے کا یقین ہو گا۔ اس طیارے سے جواب موصول نہ ہونے پر وہ لوگ اور زیادہ محتاط ہوں گے، خوب سوچ سمجھ کر ادھر آئیں گے۔ بہر حال جب آئیں گے تب دیکھا جائے گا۔ ابھی تو یہ بتاؤ دی کلر کی اصلیت کیا ہے؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ وہ مجھے ٹالنا چاہتا تھا پھر یاد آیا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے جھوٹ کو پکڑ لوں گا۔ اس کے باوجود اس نے ٹالنے کے انداز میں کہا۔ "وہ ایک عجیب و غریب انسان ہے؟"

میں نے پوچھا۔ "جب اس کی دماغی عمر پندرہ دن کی تھی، تب اس نے رومانٹک بے بی کے متعلق کیسے یقین سے کہہ دیا تھا کہ وہ ہزاروں بار قسمیں کھا چکی ہے اور عشق کی راہ میں پٹری بدلتی رہتی ہے۔ اس نے بوڑھی بے بی کی صحیح عمر کیسے بتا دی تھی؟"

"میں دی کلر کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا ہوں۔ آپ میرے دماغ میں اگر میرے جھوٹ سچ کو سمجھ سکتے ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ کو کریدنا شروع کیا۔ پتا چلا جس دن رومانٹک بے بی کے ذریعے علم ہوا کہ ڈاکٹر ڈین نے ایک اہم ڈائری شراب کے کیبنٹ میں چھپا رکھی ہے، اس دن پہلی بار مانلو کو اس کے باس نے دی کلر کے متعلق بتایا کہ وہ عجیب و غریب خطرناک انسان، پُراسرار باس کا آلۂ کار ہے۔ ڈاکٹر ڈین نے اپنی ڈائری میں دی کلر کے متعلق کسی اہم راز کا انکشاف کیا ہے۔ لہٰذا فوراً وہ ڈائری وہاں سے نکال کر باس تک پہنچائی جائے۔

مختصر یہ کہ مانلو اپنی ٹیم کے ساتھ ڈاکٹر ڈین کی رہائش گاہ پہنچا تھا۔ وہاں پہنچ کر اصولاً ڈاکٹر ڈین کی حفاظت کے انتظامات کرنے چاہیے تھے مگر مانلو نے ڈاکٹر کو قتل کر دیا۔ اس کے آدمیوں نے اس کی لاش غائب کر دی۔ وہ ڈائری شراب کی کیبنٹ سے برآمد ہوئی تھی مگر باس کے حکم کے مطابق رومانٹک بے بی کو غلط اطلاع دی گئی کہ ڈاکٹر ڈین کہیں روپوش ہو گیا ہے اور ڈائری وہاں سے برآمد نہیں ہوئی ہے۔

میں نے مانلو سے پوچھا۔ "پُراسرار باس کی نظروں میں رومانٹک بے بی قابلِ اعتماد ہے پھر اسے غلط اطلاع کیوں دی گئی؟"

مانلو نے جواب دیا۔ "ہم سب پُراسرار باس کی نظروں میں قابلِ اعتماد ہیں لیکن وہ اپنے ہر معاملے میں سب کو شریک نہیں کرتا ہے اور اگر شریک بھی کرتا ہے تو کسی کو اس معاملے کی تہ تک پہنچنے کا موقع نہیں دیتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "تمہارے پُراسرار باس نے ڈاکٹر ڈین کو قتل کیا اور اس ڈائری کو غائب کرا دیا جو ایک اہم راز کا انکشاف کرنے والی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تمہارا پُراسرار باس، دی کلر کے دماغی آپریشن کو راز میں رکھنا چاہتا ہے۔ اس راز کی خاطر تمہارے باس نے آپریشن میں شریک ہونے والے تمام افراد کو ایک ایک کر کے قتل کرا دیا۔"

مانلو نے کہا۔ "میرا بھی یہی خیال ہے۔ جاپانی ڈاکٹر اکی ٹو اور ہمارے پُراسرار باس کی ملی بھگت سے دی کلر کا دماغی آپریشن نہایت رازداری سے ہوا۔ میں نہیں جانتا وہ راز کیا ہے لیکن، دی کلر ہمارے باس کا سب سے خطرناک آلۂ کار ہے۔"

میں نے کان لگا کر سنا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ وہ آنے والے اگر سرکاری طور پر آئے تھے تو خطرے کی بُو پاتے ہی چلے گئے تھے اور اگر پُراسرار باس کی طرف سے مانلو کی امداد کے لیے نئی ٹیم آئی تھی تو وہ ہیلی کاپٹر واپس نہیں جا سکتا تھا۔ اُسے طیارے سے بہت دور اتارا گیا ہو گا۔ اس کے بعد وہ آئس فلوٹ پر مرنے والوں کا جائزہ لیں گے، طیارے کے اندر بھی آنے کے متعلق سوچیں گے۔

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مانلو کی رسیاں کھول دیں۔ وہ حیرانی سے اور سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "منہ کیا دیکھتے ہو، میں تمھیں آزادی۔۔۔۔ دے رہا ہوں، تم باہر جا کر اپنے لوگوں سے مل سکتے ہو۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھتا ہوا الٹے قدموں دروازے کی طرف جا رہا تھا لیکن باہر جانے سے پہلے رک کر بولا۔ "میں سمجھ گیا، میں جسمانی طور پر آزاد ہوں، دماغی طور پر آپ کا قیدی ہوں، جیسے ہی باہر جاؤں گا، آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اندر بلا لیں گے۔"

"تم احمق ہو، اگر میں تمہارے آنے والے ساتھیوں کے سامنے ایسا کروں گا تو وہ مجھے پہچان لیں گے اور میں نہیں چاہتا کوئی مجھے فریاد کی حیثیت سے پہچانے۔"

اسے ذرا اطمینان ہوا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا۔ "مجھے اپنے آدمیوں سے تمہارے متعلق کیا کہنا چاہیے؟"

"جو تمہارا دل چاہے یا جو تمہاری عقل سمجھائے۔"

وہ چلا گیا۔ میں ایک ریوالور لے کر دروازے کی جانب رُخ کر کے بیٹھ گیا۔ ایسے وقت ایک ہتھیار لازمی تھا کیوں کہ میں نے آنے والوں کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔ اُن کے دماغوں میں جگہ بنانے سے پہلے احتیاط ضروری تھی۔

مانلو طیارے سے باہر جا کر برف کی سطح پر کھڑا ہوا تھا۔ چاروں طرف گھوم کر متلاشی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ امدادی پارٹی نظر نہیں آ رہی تھی۔ برف کا طوفان تھم گیا تھا۔ تاہم آئس فلوٹ کی سطح سے اڑتے ہوئے ذرات کے باعث سفید دُھند چھائی ہوئی تھی۔ ہیلی کاپٹر جہاں بھی اُترا تھا، اس دھند کی وجہ سے نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس نے منہ کے اطراف دونوں ہاتھ یوں رکھے جیسے منہ کو لاؤڈ اسپیکر بنا رہا ہو پھر اس نے بلند آواز سے پوچھا۔ "ازاینی باڈی ہیر۔ یہاں کوئی ہے۔ میں نے ابھی ہیلی کاپٹر کی آواز سنی تھی۔"

اس کی آواز دور تک گونجتی جا رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں اپنے جہاز کا پائلٹ مانلو ہوں، اب میرا جہاز برفانی طوفان کے قابل ہو گیا ہے۔ تاہم آپ لوگوں کا ساتھ چاہتا ہوں۔"

وہ دوستانہ انداز میں مخاطب کرتا ہوا طیارے سے دور جا رہا تھا۔ میں اس کے ذریعے معلوم کر رہا تھا۔ اس پاس ذرا دور تک کوئی نہیں تھا۔ امدادی پارٹی کے افراد محتاط تھے۔

بہت سوچ سمجھ کر مانلو کا سامنا کرنے والے تھے میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ چپ چاپ طیارے سے نکل کر دوسری طرف چلا گیا۔ میرے ایک ہاتھ میں ریوالور اب بھی تھا اور میں اپنی سلاخ سے آئس فلوٹ کی مضبوطی کا اندازہ کرتا جا رہا تھا۔

اچانک ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ وہ آواز چند لمحوں تک گونجتی رہی پھر کسی نے کہا "مسٹر مانلو! جہاں ہو، وہیں رُک جاؤ پہلے ہم تصدیق کریں گے کہ تم پائلٹ مانلو ہو یا نہیں؟"

مانلو اپنی جگہ کھڑا رہ گیا پھر کسی نے کہا "ہمارا ایک آدمی آ رہا ہے۔ وہ تمہیں نتاکرے گا۔ اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لو۔"

وہ حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ ایک شخص قریب آ کر اس کی تلاشی لے رہا تھا۔ اس کے ہاتھ سے آہنی سلاخ اور شانے سے اسٹین گن اتار کر اپنے قبضے میں لے رہا تھا۔ اس دوران میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا جو ابھی مانلو کو مخاطب کر چکا تھا۔

وہ تعداد میں پانچ تھے۔ سب کے سب ہیلی کاپٹر سے نکل کر برف کی سطح پر کھڑے ہوئے تھے۔ یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ میں ان سے کتنے فاصلے پر ہوں۔ ہم جس آئس فلوٹ پر تھے وہ گویا برف کا جزیرہ بھی تھا اور برف کا بحری جہاز بھی جو سمندر میں بہتا جا رہا تھا۔ وہاں دن کی روشنی میں بھی ڈوبتی ہوئی شام کا سماں تھا۔ برفانی دھند نے ہم سب کو اندھا کر رکھا تھا۔

میں جس کے دماغ میں پہنچا، اس کا نام جان ڈیوس تھا۔ جو مانلو کی تلاشی لے رہا تھا، اسے پورٹر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ باقی تین عورتیں تھیں۔ جان ڈیوس کی سوچ کے مطابق وہ تینوں الاسکا کی حسین ترین عورتیں تھیں۔ اگر مناسب سے کام لیا جائے تو ان کے حسن کی گرمی سے برف کا طوفان پگھل گیا تھا۔ جس آئس فلوٹ پر وہ کھڑی ہوئی تھیں، وہ بھی پگھل سکتا تھا اور ہم سمندر میں غرق ہو سکتے تھے۔

یہ حماقت سمجھ میں نہیں آئی کہ امدادی ٹیم میں حسین عورتوں کو کیوں شامل کیا گیا۔ میں نے یہ سوال جان ڈیوس کے دماغ میں پیدا کیا۔ اُس کی سوچ نے کہا۔

"وہ پُراسرار باس نادان نہیں ہے۔ اس کی حماقت کے پیچھے بے پناہ ذہانت چھپی ہوتی ہے۔ شاید اس نے سوچا ہو کہ آئس فلوٹ میں ہمارا جو شکار ہے اسے یہ عورتیں ہی اپنے دام میں لا سکتی ہیں۔"

جان ڈیوس کی جوابی سوچ سُن کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ کیا وہ پُراسرار شخص میرے متعلق یہ رائے قائم کر چکا ہے کہ حسین عورتیں مجھے تسخیر کر لیں گی۔ میری ہسٹری شیٹ کے مطابق حسین عورت میری کمزوری ہے۔ مگر اب یہ مجھ پر الزام ہے۔ ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے، کوئی حسین عورت میری محبوباؤں کی فہرست میں شامل نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ پچھلی محبوبائیں بھی نہیں رہیں۔ میں تو تنہا بھٹکتا چلا آ رہا ہوں۔

بہرحال وہ پُراسرار شخص مجھے فریاد سمجھ رہا تھا، مزید تصدیق کے لیے عورتوں کا ریشمی جال بچھا رہا تھا۔ اُدھر مانلو کہہ رہا تھا۔

"مسٹر جان ڈیوس! میں مانلو ہوں، میرے کاغذات اور فلائنگ لائسنس کے ذریعے تصدیق ہو سکتی ہے۔ میں دوست ہوں۔ تم نے مجھے ہتھیاروں سے خالی کیوں کر دیا؟"

"سوری مانلو! ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے۔ باس نے کہا ہے کہ تمہارا دماغ کسی وقت بھی پھر سکتا ہے اور تم دوستی بھول کر دشمنی سے ہمیں ہلاک کر سکتے ہو۔"

"میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

"مانلو! تمہارے تمام ساتھی مارے گئے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ تمہارا دماغ پھر گیا ہو اور تم نے ہی اپنے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہو۔"

"میں ایسا کیوں کروں گا؟"

"ایسا اس کے لیے کرو گے جو ابھی تک ہمارے سامنے نہیں آیا ہے۔ اس نے تمہیں ہمارے پاس بھیج دیا۔ خود کہیں چھپا ہوا ہے۔ بولو کہاں ہے وہ؟"

"وہ۔ وہ طیارے میں ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

"مجھ سے کیوں سوال کر رہے ہو۔ باس کو سب معلوم ہے۔ ہم ان کے حکم سے ایل مونا اور ڈاکٹر مے کاکس کو ہاربر کی طرف لے جا رہے تھے۔ طوفان کے باعث ہمیں اس آئس فلوٹ پر اُترنا پڑا ہے۔"

"ڈاکٹر مے کاکس کی اصلیت کیا ہے؟"

مانلو بوکھلا گیا۔ بلکہ خوفزدہ ہو کر سوچنے لگا۔ اگر میں اصلیت بتاؤں گا تو فریاد میری کھوپڑی گھما دے گا۔

جان ڈیوس نے کہا "تمہاری خاموشی بتا رہی ہے کہ تم نے باس سے غداری کر کے اس سے دوستی کر لی ہے یا پھر اُس سے خوفزدہ ہو۔"

مانلو نے ہچکچاتے ہوئے کہا "میں دوست ہوں اور تم لوگوں کو دوستانہ مشورہ دے رہا ہوں۔ ڈاکٹر مے کاکس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اس سے چھیڑ نہ کرو۔"

"ورنہ وہ تمہارے مُردہ ساتھیوں کی طرح ہمیں بھی مُردہ

ا دے گا۔ مسٹر مانلو! ایک تنہا آدمی اتنے لوگوں کو ہلاک ں کر سکتا اور نہ ہی تمہیں اس قدر خوفزدہ کر سکتا ہے۔ یقیناً ں میں کوئی غیر معمولی بات ہے۔"

"وہ دشمنوں کو دوست بنا لیتا ہے۔ کیا یہ غیر معمولی بات یں ہے؟"

"جاؤ اپنے دوست سے کہو طیارے سے باہر آ جائے۔"

"میں تمہارے حکم کا پابند نہیں ہوں۔ اپنے اس آدمی کو یارے میں بھیجو۔ مگر کیسے بھیجو گے؟ تمہارے پاس ایک ہی آدمی ہے۔ تم تو عورتوں کی فوج لے کر آئے ہو۔"

جان ڈیوس نے کہا "یہ عورتیں وہ کام کر گزرتی ہیں جو دنہیں کر سکتے۔ کیا تم جانتے ہو کہ باس غداروں کو کیسی سزا دیتا ہے یا کن شرائط پر معاف کرتا ہے؟"

"جانتا ہوں۔ وہ غداروں کو مارتا نہیں ہے۔ ایسی اذیتیں یتا ہے جو ناقابل برداشت ہوتی ہیں۔ وہ مرنے کی التجائیں رتے ہیں مگر انھیں موت نہیں ملتی۔ یا پھر انھیں اس شرط معاف کیا جاتا ہے کہ وہ غدار باس کی طرف سے کسی ایسی طرناک مہم پر جائیں، جہاں سے واپسی ممکن نہیں ہوتی۔ اگر وہ زندہ بچ کر واپس آتے ہیں تو انھیں کسی چھوٹے سے قصبے وغیرہ میں جا کر شریفانہ زندگی گزارنے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔"

جان ڈیوس نے کہا "درست ہے۔ اب ہم پانچوں کو دیکھو۔ ہم پُراسرار باس کے قید خانے سے نکل کر آ رہے ہیں۔ ہم پر غداری کا الزام ہے۔ قید خانے میں ہمیں طرح طرح سے اذیتیں دی جا رہی تھیں پھر اچانک ہمارا معافی نامہ منظور ہو گیا۔ تقریباً چار گھنٹے پہلے ہمیں بتایا گیا کہ باس کا ایک طیارہ طوفان میں پھنس کر ایک آئس فلوٹ پر پہنچ گیا ہے۔ پائلٹ مانلو سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا ہے لیکن وہاں زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر مے کاکس ہمارا شکار ہے۔ ہم پانچوں غدار ڈاکٹر مے کاکس کی اصلیت معلوم کریں گے۔"

جان ڈیوس نے عورتوں کی طرف دیکھ کر کہا "میں کچھ غلط کہہ گیا۔ ہم نہیں، صرف یہ تین عورتیں مے کاکس کی کھال اتار کر اس کا اصل روپ ظاہر کر دیں گی۔ ہم دونوں محض ان کی حفاظت کے لیے آئے ہیں۔"

"جان ڈیوس! تم نے یہاں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، ہمارا ایک آدمی نہیں بچا۔ اگر ہم نے مے کاکس کو چھیڑا تو یہ آئس فلوٹ ہمارا بھی قبرستان بن جائے گا۔"

اس دوران ہیلی کاپٹر سے آنے والا پورٹر اور تینوں عورتیں خاموش تھیں۔ پورٹر کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ گونگا ہے۔ وہ لوگ مجھے سمجھ رہے تھے۔ مزید سمجھنا چاہتے تھے۔ ایسے میں اس کا گونگا پن مصنوعی لگ رہا تھا۔

جان ڈیوس نے تینوں عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ریلی! وائنا! اور گریس! تم تینوں طیارے میں جاؤ اور اپنے اپنے طریقۂ کار پر عمل کرو۔"

وہ تینوں وہاں سے چل پڑیں۔ ہیلی کاپٹر کے پاس تین مرد رہ گئے۔ جان ڈیوس نے میری سوچ کے مطابق پوچھا "پورٹر! ہم الگ الگ قید خانوں میں تھے۔ میں نے پہلے تمہیں نہیں دیکھا۔ تم کس نمبر کے سیل میں تھے؟"

مانلو نے پوچھا "کیا یہ گونگا ہے۔ اشارے سے سیل کا نمبر بتا رہا ہے؟"

جان ڈیوس نے کہا "ہاں یہ گونگا ہے اور نہ بھی ہو تو ہمارے لیے کیا فرق پڑتا ہے۔"

ریلی، وائنا اور گریس طیارے کے اندر گئیں پھر باہر آ کر مجھے تلاش کرنے لگیں۔ میں نے جان ڈیوس کے ذریعے پہلی بار ریلی کی آواز سنی۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہہ رہی تھی۔ "وہ طیارے میں نہیں ہے۔ میں اسے تلاش کرنے جا رہی ہوں۔"

جان ڈیوس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے کہا "ہمیں ایک جگہ نہیں رہنا چاہیے۔ وہ اچانک ہم پر فائر کر سکتا ہے، پورٹر تم اُدھر جاؤ۔ میں اِدھر جاتا ہوں۔ مانلو تم میرے ساتھ آؤ۔"

وہ سب منتشر ہو گئے۔ ایک دوسرے سے بچھڑ کر مجھے تلاش کرنے لگے۔ میں نے مانلو کے ذریعے کہا "جان ڈیوس! یہ تو بتاؤ، باس نے تم پانچ غداروں کو کس اعتماد پر بھیج دیا۔ کوئی تو تم لوگوں کی نگرانی کرنے والا ہو گا۔"

"کسی کی نگرانی ضروری نہیں ہے۔ ہم بھاگ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ باس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"

"تمہارا بھاگنا اور پکڑے جانا بعد کی باتیں ہیں۔ فی الحال باس، ڈاکٹر مے کاکس کو بے نقاب کرنا چاہتا ہے۔ اگر تم پانچوں نے مے کاکس سے مل جاؤ گے تو باس ناکام ہو جائے گا اور مے کاکس کو فرار ہونے کا موقع مل جائے گا۔ مے کاکس اگر ماسٹر کی کا آدمی ہے تو تم سب کو ماسٹر کی کی پناہ دے گا۔ کیا وہ پُراسرار باس ان تمام پہلوؤں پر نظر رکھتے ہوئے کسی کو تمہاری نگرانی پر مامور نہیں کر سکتا؟"

جان ڈیوس نے سوچتے ہوئے کہا "ہاں کر سکتا ہے۔ مجھے شبہ ہے، یہ پورٹر جو گونگا بن کر ہمارے ساتھ آیا ہے،

یہی باس کا خاص آدمی ہے اور ہماری نگرانی کر رہا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم چار فنکار ہو اور ایک نگراں ہے۔ مگر ایک شخص تم چاروں کا کیا بگاڑ لے گا؟"

"مانلو! کیا تم مجھے باس کے خلاف بھڑکا رہے ہو؟ مجھے مے کاکس سے دوستی کرنے کی ترغیب دے رہے ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"میں دوستی کروں گا اگر وہ اپنی اصلیت بتائے۔"

"جو اس کی اصلیت معلوم کرتا ہے، اس کی عمر اچانک کم ہو جاتی ہے۔ چند لمحوں کی رہ جاتی ہے۔"

جان ڈیوس نے پوچھا۔ "کیا وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ کیا وہ فرہاد ہے؟"

"یہ خیال تمہارے دماغ میں کیسے آیا؟"

"جب ہمیں قید خانے سے نکال کر ایک خاص کمرے میں پہنچایا گیا تو وہاں پُراسرار باس کا ایک خاص ماتحت موجود تھا۔ اس نے بتایا کہ ہمارے باس نے مخصوص کمپیوٹر تیار کیے ہیں۔ ایسے ہی ایک کمپیوٹر کے اسکرین پر خیال خوانی کی لہریں نمایاں ہوئی ہیں۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"بات صاف ہے۔ فرہاد زندہ ہے اور کہیں روپوش رہ کر خیال خوانی کر رہا ہے۔ پُراسرار باس نے کمپیوٹر اسکرین کے گراف سے اندازہ لگایا ہے کہ خیال خوانی کرنے والا 'ہارلے' کے قریب ہے، اور یہ آئس فلوٹ سمندر میں بہتا ہوا ہارلے کی طرف جا رہا ہے۔ کیا ڈاکٹر مے کاکس پر فرہاد کا شبہ نہیں کیا جا سکتا؟"

وہ پُراسرار باس صحیح سمت پر مجھ تک پہنچنے والا تھا۔ میں نے مانلو کے ذریعے کہا۔ "ہمارا باس بعض اوقات لال بجھکڑ بن جاتا ہے۔ مے کاکس اگر فرہاد ہوتا تو میری کھوپڑی میں ضرور آتا یا اس کی کسی حرکت سے ٹیلی پیتھی کا شبہ ہوتا۔ یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر ہمارے اتنے آدمی کیسے مارے گئے؟"

"عورت کا چکر، گھن چکر ہوتا ہے۔ وہ سب ایل مونا کے لیے آپس میں لڑ مرے۔ ان کی لڑائی میں ایل مونا بھی مدی گئی۔"

"اور تم زندہ رہ گئے۔" جان ڈیوس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

میں دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ کچھ کام کی باتیں معلوم ہو رہی تھیں۔ اس لیے تین عورتوں کی طرف نہ جا سکا۔ میں اپنے جگہ بدلتا جا رہا تھا مگر کسی وقت بھی تلاش کرنے والے مجھ تک پہنچ سکتے تھے۔ میں نے ایک عورت ریلی کی آواز سنی تھی۔ اس کے لب و لہجے کو یاد رکھا تھا۔ اس کے ذریعے معلوم کرنا تھا کہ وہ مجھے ٹریپ کرنے کے لیے کون سا طریقہ کار اختیار کرتی ہے۔

میں نے سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک نشر کیں۔ مگر دوسرے ہی لمحے میں وہ لہریں واپس آگئیں۔ ریلی نے سانس روک لی تھی۔ گویا یوگا کے فن میں مہارت رکھتی تھی۔ میں نے پھر خیال خوانی کی۔ اس بار اس نے دماغ کے دروازے کھول دیے۔

"ہیلو فرہاد! تمہارے لیے صرف دماغ کا نہیں، دل کا بھی دروازہ کھلا ہے، چلے آؤ۔"

میں خاموش رہا۔ اس نے کہا۔ "شاید تم مجھ پر اعتماد نہ کرو۔ مگر میں دل کی بات ضرور کہوں گی۔ تم برسوں کے انتظار کے بعد ملے ہو۔ میں نے تمہاری چاہت میں باس سے غداری کی تھی۔ آج نہیں تو کل میری سچائی تمہارے سامنے آئے گی۔ میں نے رسونتی کو باس کے چنگل سے نکالنے کی کوشش کی تھی۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ اسے دماغی آپریشن کے لیے تھیٹر میں پہنچایا جائے۔ پلیز فرہاد! ایک بار کہہ دو، تم میرے دماغ میں ہو، پھر میں تمہیں رسونتی کے متعلق بہت کچھ بتاؤں گی۔"

ریلی کچھ یوں رسونتی کا حوالہ دے رہی تھی کہ میں اس سے بولنے پر مجبور ہو گیا۔ میں نے نسوانی لہجے میں کہا۔ "تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں مادام کمپیوٹر ہوں، پہلی بار تمہارے دماغ میں اس یقین سے بول رہی ہوں کہ فرہاد میرے لب و لہجے تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

ریلی کچھ مایوس ہو گئی پھر اس نے پوچھا۔ "میں کیسے یقین کروں تم مادام ہو؟ تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

"ڈاکٹر مے کاکس میرا آدمی ہے۔ میں نے اس کے ذریعے تمہارے دماغ تک رسائی حاصل کی ہے۔"

"لیکن مے کاکس سے میرا سامنا نہیں ہوا۔ اس نے میری آواز نہیں سنی پھر تم کیسے...."

میں نے بات کاٹ کر اسے یاد دلایا کہ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے خان ڈیوس سے باتیں کر رہی تھی۔ اس سے پہلے مادام کمپیوٹر نے کاکس کے ذریعے مانلو تک اور مانلو کے ذریعے جان ڈیوس تک پہنچ چکی تھی۔ آخر میں ٹرانسمیٹر سے ہونے والی گفتگو نے اسے ریلی تک پہنچا دیا۔

ریلی نے کہا۔ "چلو مان لیتی ہوں مے کاکس تمہارا آدمی ہے۔ بائی دی وے، تم چاہتی کیا ہو؟"

"تمہارے پُراسرار باس تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ میں پچھلے ایک ہفتے سے دونوں بھائی بہن ایل سانڈو اور ایل مونا کے دماغوں میں رہتی آئی ہوں۔ میں نے ہی ڈاکٹر مے کاکس کو ایل مونا کے پیچھے لگایا۔ بے چاری یہاں پہنچ کر مے کاکس کے عشق میں ماری گئی۔ بہرحال تمہارے باس تک پہنچنے کی کوشش میں معلوم ہو گیا کہ تم جیسی آلہ کاروں کے ذریعے میں رسونتی تک پہنچ سکتی ہوں اور ابھی تم اقرار کر چکی ہو کہ اس کے متعلق بہت کچھ جانتی ہو۔ کیا تم میرے لیے کام کرنا پسند کرو گی؟"

"مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"مجھے رسونتی کے حالات تفصیل سے بتاؤ اور اس کے پاس پہنچا دو۔"

"تمہیں رسونتی سے کیا دلچسپی ہے، جب کہ اب وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہی۔"

"رسونتی زبردست مُہرہ ہے۔ میں اسے اپنے ہاتھ میں رکھ کر فرہاد سے دوستی کر سکتی ہوں۔"

"دوستی یا دشمنی؟"

"بائی گاڈ دوستی۔ صرف دوستی۔ میں عمر کی اس منزل پر ہوں جہاں عورت اپنی جوانی کھو دیتی ہے اور بڑھاپے میں دولت سمیٹنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔"

"یعنی تم بوڑھی ہو؟"

"ہاں یہ راز میں صرف تمہیں بتا رہی ہوں۔ اگر مجھے رسونتی کا پتا ٹھکانہ بتا دو تو میرا وعدہ ہے، فرہاد جب بھی میری گرفت میں آئے گا، میں تمہیں اس کے پاس پہنچا دوں گی۔ اس کے علاوہ تمہیں اتنی دولت دوں گی، جس کی تم توقع نہیں کر سکتیں اور سب سے اہم بات یہ کہ تمہیں تحفظ دوں گی۔ وہ پُراسرار باس کبھی تمہاری پرچھائیں تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

وہ سوچنے لگی۔ میں نے کہا۔ "تم ایک بار فرہاد کے لیے غداری کر چکی ہو۔ اب ایسی مہم پر آئی ہو جہاں سے زندہ واپس جانا محال ہے۔ اس پُراسرار باس کو تمہاری زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم ناکام جاؤ گی تو وہ تمہیں مار ڈالے گا۔ اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔ تم میری پناہ میں زندہ سلامت رہ سکتی ہو۔"

"مجھے سوچنے کی مہلت دو۔ اور اب میرے دماغ سے جاؤ۔ آئندہ ہماری گفتگو ڈاکٹر مے کاکس کے ذریعے ہو گی۔"

"مے کاکس کو درمیان میں لانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں بار بار دماغ میں جگہ دوں گی تو تم موقع پا کر میرے چور خیالات پڑھ لو گی۔ میرے اندر بہت سے راز چھپے ہوئے ہیں۔ میں جب تک پوری طرح تم پر اعتماد نہیں کروں گی، تب تک براہِ راست دماغ میں آنے نہیں دوں گی۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں دماغ سے نکل آئیں۔ ادھر میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ بہت چالاک تھی۔ مکار بھی ہو سکتی تھی۔ فی الحال وہ ایسے مقام پر تھی، جہاں سے اٹھنے والا ایک غلط قدم اسے موت کے منہ میں پہنچا سکتا تھا۔ وہ باس کے قید خانے سے اذیتیں برداشت کر کے آئی تھی۔ اسے یقین نہیں ہونا چاہیے کہ باس اس کی غداری کو معاف کر دے گا۔ ایسی صورت میں وہ پناہ حاصل کرنے میری طرف اسکتی تھی۔

میں مانلو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سوچ کے ذریعے کئی بار مجھے مخاطب کر چکا تھا۔ میں اس کے پاس ہوتا تو جواب دیتا۔ جان ڈیوس ابھی تک اس کے ساتھ میری تلاش میں تھا اور کہہ رہا تھا۔ "یہ مے کاکس آدمی ہے یا آسیب؟ اس میل ڈیڑھ میل کے آئس فلوٹ پر نظر نہیں آ رہا ہے۔ کیا وہ نظر بندی کا عمل جانتا ہے؟"

جب میں مانلو کے پاس پہنچا تو وہ سوچ رہا تھا۔ "میں پندرہ منٹ سے فرہاد کو پکار رہا ہوں۔ وہ میرے دماغ میں نہیں ہے۔ یہی موقع ہے، مجھے جان ڈیوس کو حقیقت بتا دینا چاہیے۔ اپنے آخر اپنے ہوتے ہیں، ہو سکتا ہے جان کوئی ایسی تدبیر کرے، جس سے فرہاد ٹھکانے لگ جائے۔ ایک بہت بڑی بلا سے نجات مل جائے گی۔"

یہ سوچ کر اس نے جان ڈیوس کو مخاطب کیا۔ میں کبھی اسے بتانے کا موقع نہ دیتا مگر اسی لمحے اچانک فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ میں فوراً برف کی سطح پر گر پڑا۔ سطح سے کان لگا کر سننے لگا۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ آواز بالکل قریب تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا، کوئی مجھ پر آ کر گر پڑا۔ وہ جو کوئی بھی تھا، دشمن ہی تھا۔ کسی دوست کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جیسے ہی وہ مجھ پر گرا، میں نے اسے ٹانگوں پر رکھ کر دوسری طرف اچھال دیا۔ پھر میں نے لیٹے ہی لیٹے پلٹ کر سر اٹھاتے ہوئے دیکھا، وہ ایک حسین بلا تھی۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "کون ہو تم؟ کس نے فائر کیا ہے؟"

وہ لپک کر میرے پاس آئی اور لمبل بن گئی۔ سہمے ہوئے انداز میں بولی۔ "پتا نہیں کس نے فائر کیا ہے۔ شاید وہی مے کاکس ہو گا۔ وہ مجھے گولی...."

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ ایک دم سے الگ ہو کر مجھے

دیکھتے ہوئے بولی "تت۔ تم کون ہو؟"

میں نے اتنی دیر میں اس کے خیالات پڑھ لیے۔ وہ زبردست اداکاری کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اس نے خود فائر کیا تھا اور دوڑتی ہوئی مجھ پر آگئی تھی۔ یہ تاثر دے رہی تھی کہ ایک سہمی ہوئی حسینہ میری مدد کی محتاج ہے۔ میں اس پر ہزار جان سے عاشق ہو سکتا ہوں، اس حسینہ کا نام وائنا تھا۔

میں نے کہا "واقعی تم نے غضب کا حسن پایا ہے مگر عقل نہیں پائی۔ اوّل تو تمھیں اپنا پستول اپنے بلاؤز میں نہیں چھپانا چاہیے تھا اور جب چھپایا ہے تو میرے اتنے قریب نہیں آنا چاہیے تھا۔ پستول کی نال سے ایسی بُو آ رہی ہے جیسے ابھی ابھی گولی چلی ہو۔"

وہ ذرا گڑبڑا گئی۔ پیچھے ہٹ گئی۔ بات بناتے ہوئے بولی "وہ... وہ کسی نے مجھ پر فائر کیا تھا۔ میں نے بھی جواباً فائرنگ کی تھی۔"

"تم کتنی بھولی ہو۔ جھوٹ بولنا بھی نہیں آتا۔ یہاں اب تک ایک ہی فائر ہوا ہے۔ کوئی دوسرا جوابی فائر سنائی نہیں دیا۔ تم ڈاکٹر مے کاکس کو نادان سمجھتی ہو؟"

وہ یکبارگی لڑھکتی ہوئی مجھ سے دور گئی۔ پھر اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے گریبان سے پستول نکال لیا۔ مجھے نشانے پر رکھ کر بولی "خبردار! حرکت مت کرنا۔ لے تسک میں نے ہی فائر کیا تھا اور تمھارے قریب آئی تھی تاکہ تمھارے مے کاکس ہونے کی تصدیق کروں۔ میں تمھارے دھوکے میں کسی اور کو ہلاک نہیں کرنا چاہتی تھی۔"

"مجھے گولی مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ حسین عورت کو تو دیکھتے ہی میرا دم نکل جاتا ہے۔"

"شٹ اَپ، یہ بتاؤ موت چاہیے یا زندگی۔ اگر زندگی چاہیے تو اپنی اصلیت بتا دو۔"

"میں اصلیت بتاؤں گا تو ہاتھ سے پستول چھوٹ جائے گا۔"

وہ حقارت سے بولی "تم فرہاد نہیں ہو کہ میرے ہاتھ سے پستول چھوٹ جائے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پستول چھوٹ کر میرے قریب آگرا مگر وہ دھیان نہ دے سکی۔ اچانک ہی ہیلی کاپٹر کے گردش کرتے ہوئے پنکھے کی آواز گونجنے لگی تھی۔ وائنا سب کچھ بھول کر آواز کی سمت دوڑنے لگی۔ وہ بہت پہلے سے یہ شبہ کر رہی تھی کہ باس غداری کی سزا دینے کے لیے ان سب کو برف کے ویران جزیرے میں چھوڑ دے گا کسی ڈاکٹر مے کاکس کو ٹریپ کرنے کا محض بہانہ ہے۔ اب اسے یہی نظر آ رہا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر اسے مے کاکس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر پرواز کرنے والا تھا۔

اس سے پہلے ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی، مانلو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ طیارے میں پائلٹ سیٹ پر بیٹھا وہاں سے فرار ہونا چاہتا تھا۔ طیارے کے انجن کو اسٹارٹ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایسے برفانی علاقے میں سرد پڑ جانے والا انجن مشکل ہی سے جاگتا ہے۔ میں نے پوچھا "اچھا تو تم نے جان ڈیوس کو میری اصلیت بتا دی؟"

وہ دہشت سے اچھل پڑا "نن... نہیں... میں نے نہیں بتائی۔ میں نہیں جانتا یہ بات منہ سے کیسے نکل گئی۔"

"تم زندگی سے کیسے نکل گئے، یہ بھی معلوم نہ ہو سکے گا۔"

"پلیز مجھے معاف کر دو۔ میں قسم کھاتا ہوں، آئندہ کسی کو اصلیت نہیں بتاؤں گا۔"

"ایک شرط پر معاف کر سکتا ہوں۔ باہر نکلو اور جان ڈیوس کو گولی مار دو۔"

"یہ کہتے ہی میں جان ڈیوس کے پاس پہنچ گیا ــــ میری حقیقت معلوم ہوتے ہی اس نے مانلو سے کہا تھا "تم طیارہ لے کر چلو میں ہیلی کاپٹر لے کر آتا ہوں۔ یہ باس کے لیے اتنی اہم اطلاع ہو گی کہ وہ میری غداری کو معاف کر دے گا۔ پھر باس کی مرضی ہو گی کہ فرہاد کو برف کے جزیرے میں مرنے کے لیے چھوڑ دے یا یہاں سے گرفتار کر کے لے جائے۔"

اس نے پورٹر اور تین عورتوں کی پروا نہیں کی اور اب ہیلی کاپٹر اڑانے لیے جا رہا تھا۔ میں نے کہا "بیٹے! واپس آجاؤ۔"

وہ بوکھلا کر سوچنے لگا "یہ میرے دماغ میں کیسی آواز آئی؟"

"موت کی آواز ہے۔ تم ٹیلی پیتھی سے اونچی پرواز نہیں کر سکتے۔ اگر پانچ منٹ میں نیچے نہیں آؤ گے تو یہ ہیلی کاپٹر خود نیچے آجائے گا۔"

یہ کہہ کر میں ریلی کے پاس پہنچ گیا۔ پہلے تو اس نے سانس روکی پھر مجھے دماغ میں آنے کی اجازت دے دی۔ کہنے لگی "جان ڈیوس اپنی دانست میں چالاک بن رہا ہے۔ مگر پُراسرار باس اسے فرار ہونے کا موقع نہیں دے گا۔"

وائنا، گریس اور پورٹر اس کے پاس آگئے تھے۔ سب آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اگرچہ دھند میں کچھ نظر نہیں

آ رہا تھا۔ میں نے مادام کیپیوٹر بن کر کہا "ریلی! میں چاہوں تو تمھارا باس جان ڈیوس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ہاں اگر تم میری دوستی قبول کرو تو میں ابھی ہیلی کاپٹر واپس لے آؤں گی۔"

ریلی نے کہا "مادام! میں تمھارے لیے کام کروں گی۔ ہیلی کاپٹر ہمیں یہاں سے جانے کے لیے چاہیے، ورنہ میں کام کے عوض صرف فرہاد کو چاہتی ہوں۔"

"تمھیں فرہاد ضرور ملے گا۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

میں نے جان ڈیوس کے پاس آکر دیکھا، اسے یقین نہیں آیا تھا کہ میں تھوڑی دیر پہلے اس کے دماغ میں بولتا رہا ہوں۔ وہ پرواز کرتا جا رہا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اب وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ میں جو چاہتا تھا، وہ وہی کرتا جا رہا تھا۔ جب میں نے اُسے آزاد کیا تو اُس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ ہیلی کاپٹر آئس فلوٹ پر پہنچ گیا تھا اور اس کا گردش کرتا ہوا پنکھا تھم گیا تھا۔

میں نے اسے باہر نکلنے پر مجبور کیا۔ جیسے ہی وہ سلائیڈنگ دروازے کو ایک طرف سرکا کر باہر کی طرف جھانکنے لگا، ویسے ہی ایک فاہر ہوا۔ وہ جھانکنے کے لیے جھکا تھا پھر جھکتا ہی چلا گیا۔ دروازے سے گرتا ہوا آئس فلوٹ کی سطح پر پہنچ کر اپنی آخری سانس ہار گیا۔

ریلی نے کہا "اسے زندہ رکھنا چاہیے تھا۔ کس نے گولی چلائی ہے؟"

مانلو دھند سے نکلتا ہوا بولا "میں نے۔"

پورٹر نے اُسے نشانے پر رکھ لیا۔ میں ابھی مانلو کو زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ پورٹر کو قابو میں نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ وہ گونگا بنا ہوا تھا۔ میں نے چشم زدن میں مانلو کے ذریعے گولی چلائی۔ پورٹر چیخ مار کر اچھلا پھر برف پر گر کر تڑپنے لگا۔

میں نے گریس نامی تیسری عورت کی طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ اُدھر مانلو نے پورٹر کو ہلاک کیا، اِدھر گریس نے فوراً ہی پستول نکال کر مانلو کو نشانہ بنا لیا۔ تڑتڑا دو فائر کیے۔ تیرے فائر سے پہلے ہی ریلی نے اس کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ پستول چھوٹ کر دور جا گرا۔ وہ غصّے سے بولی "گریس! تم نے مانلو کو کیوں مار ڈالا؟"

گریس نے پاؤں پٹخ کر کہا "اس نے ہمارے ساتھی پورٹر کو کیوں مار ڈالا؟ یہ ہمارا دشمن تھا، میں اسے نہ مارتی تو پورٹر کے بعد یہیں بھی باری باری ہلاک کر دیتا۔"

وائنا نے پریشان ہو کر کہا "اوہ گاڈ! جو ہم نے سوچا نہیں تھا، وہ ہو رہا ہے۔ اس برف کے تیرتے ہوئے جزیرے میں ہم تین عورتیں رہ گئی ہیں۔ تمام مرد مارے گئے ہیں۔"

"مجھے کیوں بھول رہی ہو؟" میں نے برف کی دُھند سے نکلتے ہوئے پوچھا۔ وہ تینوں چونک کر مجھے دیکھنے لگیں۔ وائنا کا پستول نہیں رہا تھا۔ گریس کا پستول ابھی ابھی ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ ریلی کے شانے سے اسٹین گن لٹکی ہوئی تھی لیکن وہ پُرسکون تھی۔ میں نے پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ مے کاکس مادام کیپیوٹر کا آدمی ہے۔

وہ مجھے سر سے پاؤں تک غور سے دیکھ رہی تھی، افسوس میں اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ میرے متعلق کیا رائے قائم کر رہی ہے۔ اب سے پہلے میں نے صرف وائنا کو روبرو دیکھا تھا۔ گریس اور ریلی کو پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ تینوں غضب کی حسینائیں تھیں۔ انھیں دیکھ کر کوئی بھی ضروری کام بھول سکتا تھا۔ میں بھی بھول گیا۔ اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر گریس نے برف کی سطح سے اپنا پستول اٹھا لیا۔ پیچھے ہٹتے ہوئے، ہم سب کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولی "خبردار! جو جہاں ہے وہیں رہے اور ریلی! انھیں خاص طور پر کہہ رہی ہوں، اسٹین گن استعمال نہ کرنا۔ اس سے پہلے ہی تمھیں گولی مار دوں گی۔ اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لو۔"

ریلی نے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا "تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ اس ویران آئس فلوٹ پر ہم سے دشمنی کر کے کہاں جاؤ گی؟"

اس نے کہا "ہم سب پر غداری کا الزام ہے۔ ہم میں سے جو مے کاکس کو باس تک پہنچائے گی، وہ باس کی نظروں میں سُرخ رُو ہو گی اور میں سُرخ رو ہونا چاہتی ہوں۔ مجھے معافی ملے گی اور انعامات سے نوازا جائے گا۔ وائنا! میں تمھیں حکم دیتی ہوں، تم ریلی کے پاس جاؤ اور اس سے فاصلہ رکھ کر اس کی اسٹین گن اتار لو۔ کم آن، ہری اپ ورنہ گولی چلا دوں گی۔"

وائنا آہستہ آہستہ ریلی کے پاس آئی۔ ذرا فاصلہ رکھ کر اس کے شانے سے اسٹین گن کو اُتارا۔ ہتھیار ہاتھ میں آتے ہی وہ اچانک برف کی سطح پر گر گئی۔ گریس نے گولی چلا دی، نشانہ خطا ہو گیا۔ دوسرے فائر پر وائنا لڑھکتی جا رہی تھی، تیسرا فائر بھی خالی گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ گریس کی چیخ کے ساتھ فائرنگ کی آواز دیر تک اور دور تک گونجتی گئی، پھر سناٹا چھا گیا۔

میں خاموش تماشائی تھا، حالاں کہ انھیں ایسے تماشوں سے باز رکھ سکتا تھا مگر ضرورت ہی کیا تھی، جو میں چاہتا تھا

وہی ہوتا جارہا تھا۔ گریس کی ہلاکت کے بعد پھر ایک نیا تماشا دیکھنے میں آیا۔ وائنا نے برف کی سطح سے اٹھ کر مجھے اور ریلی کو للکارتے ہوئے کہا: "اپنی جگہ خاموش کھڑے رہو ورنہ پھر گولیاں چلیں گی۔"

میں نے پوچھا: "کیا اب تمہاری کھوپڑی گھوم گئی ہے؟"

"یو شٹ اَپ۔ ریلی! میں تمہیں حکم دیتی ہوں، تمہارے ٹول کٹ میں جو ہتھکڑی ہے، اسے مے کے کس کو پہنا دو۔ اسے باس تک پہنچانے کا سہرا میرے سر ہوگا۔ تم میرے حکم کی تعمیل کروگی تو زندہ رہوگی۔ اتنی بڑی کامیابی میں تمہارا بھی حصہ ہوگا۔ مگر کمانڈ میں کروں گی۔"

میں نے کہا: "میرے حساب سے اس ہیلی کاپٹر میں صرف ایک مسافر اور ایک پائلٹ جائے گا۔ لہٰذا پرواز سے پہلے یہاں کسی ایک کو ختم ہونا ہے اور کس کا خاتمہ ہونا چاہیے اس کا فیصلہ میں کروں گا۔"

وائنا نے کہا: "فیصلہ انسان کی زبان نہیں، بندوق کی گولی کرتی ہے اور یہ ہتھیار میرے ہاتھ میں ہے۔"

میں نے آگے بڑھ کر ریلی کا بازو تھام لیا۔ پھر کہا۔ "خودکار ہتھیار بعض اوقات نہ خود چلتے ہیں نہ کسی سے چلائے جانے کے قابل رہتے ہیں۔ آؤ ریلی۔"

ریلی نے گھبرا کر کہا: "وہ گولی چلائے گی۔"

میں نے جھک کر سرگوشی میں کہا: "مادام کیپیوٹر نے کہا ہے کہ وہ تم پر گولی نہیں چلا سکے گی۔ چلو۔"

میں اسے لیتا ہوا ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگا۔ مگر میں دماغی طور پر وائنا کے پاس تھا۔ وہ اسٹین گن سیدھی کرکے ہم پر فائر کرنا چاہتی تھی۔ اس کی بلا سے کوئی بھی مرے، اسے تو اب واپسی کے لیے ہیلی کاپٹر چاہیے تھا۔

اس کی انگلی ٹریگر پر تھی۔ مگر وہ دبا نہیں پا رہی تھی۔ میں نے اس کی کھوپڑی میں کہا: "خودکار ہتھیار بعض اوقات نہ خود چلتے ہیں اور نہ کسی سے چلائے جانے کے قابل رہتے ہیں۔"

میں ریلی کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں آ گیا۔ اس پُراسرار شخص نے اپنی ماتحت عورتوں کو بھی ہر طرح کی ٹریننگ دے رکھی تھی۔ ریلی نے پائلٹ سیٹ سنبھال لی۔ میں اس کے برابر بیٹھ گیا۔ پھر چند منٹوں کے بعد ہی ہیلی کاپٹر اس آئس فلوٹ کو چھوڑ رہا تھا۔

وائنا غصے میں چیخ رہی تھی۔ بار بار ہماری طرف اسٹین گن اٹھا رہی تھی۔ مگر خود کو اسے استعمال کرنے کے قابل نہیں پا رہی تھی۔ جب وہ کئی بار کوششیں کرنے کے باوجود ناکام ہوگئی تو اس نے جھنجلا کر اسٹین گن پھینک دی۔ ہم فضا میں بلند ہو رہے تھے۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھائے چیخ رہی تھی: "میں اس ویرانے میں تنہا نہیں رہوں گی۔ مجھے بھی لے چلو۔ یہاں لاشیں ہی لاشیں ہیں۔ میں اکیلی مر جاؤں گی۔"

ہمیں مارنے والی کو اپنی موت نظر آ گئی تھی۔ وہاں انسان نہیں تھے۔ جو تھے، وہ مُردہ تھے۔ اس اکیلی کے پاؤں تلے زمین نہیں تھی، برف کا جزیرہ تھا جو کشتی کی طرح سمندر میں بہتا جا رہا تھا اور آگے جا کر جنوب کی گرم ہواؤں میں پگھلنے اور ٹوٹنے والا تھا۔

اس نے جنونی انداز میں پھر اسٹین گن اٹھالی۔ غصے سے گالیاں دیتے ہوئے آسمان کی طرف فائر کرنے لگی۔ ہیلی کاپٹر کافی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ گولیوں کی زد سے بہت دور تھا۔ مگر وہ فائر کرتی جا رہی تھی۔ ہم ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ صرف ٹیلی پیتھی کی آنکھ دیکھتی جا رہی تھی۔

ریلی کی آواز نے چونکا دیا۔ وہ پوچھ رہی تھی: "کیا خیال خوانی کر رہے ہو؟"

وہ بڑی چالاک تھی۔ اچانک ایسا سوال کر رہی تھی جس کے جواب میں بے اختیار "ہاں" کہہ سکتا تھا مگر میں نے سنبھل کر کہا: "میں اور خیال خوانی؟"

"سوری۔ دراصل میں پوچھنا چاہتی تھی کیا مادام خیال خوانی کر رہی ہیں؟"

"ہاں ابھی میرے دماغ میں ہیں۔ یہ رسونتی کے متعلق تفصیلی معلومات چاہتی ہیں۔"

"کیا مادام یہ نہیں جاننا چاہتیں کہ میں تمہیں کہاں لے جا رہی ہوں؟"

"میں ایک مُہرہ ہوں۔ تمہارے ساتھ کہیں جا کر پٹ جاؤں گا تو مادام کے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ان کی دلچسپی مجھ سے نہیں رسونتی سے ہے۔"

ریلی ذرا چپ رہی پھر بولی: "میں مادام کیپیوٹر پر بھروسا کرکے پھر ایک بار اپنے باس سے غداری کر رہی ہوں۔ وہ اگرچہ پُراسرار ہے، اس کے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا۔ تاہم میں نے دیکھا ہے، دشمن کتنے ہی پُراسرار ہوں ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد انھیں بے نقاب کر دیتا ہے۔ میں برسوں سے فرہاد کی منتظر ہوں۔ وہ نہیں ملا مگر اب مادام کیپیوٹر تمہارے ذریعے مل گئیں۔ مجھے یقین ہے، مادام ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری حفاظت کریں گی اور اس پُراسرار شخص کو بے نقاب کریں گی۔"

میں نے کہا: "تم دیکھ چکی ہو، آئس فلوٹ پر میں تنہا تھا اور کئی دشمن تھے۔ جہاز اور ہیلی کاپٹر بھی اُن کے تھے مگر مادام نے مجھے تکھن کے بال کی طرح وہاں سے نکال لیا۔ وہ تمہاری حفاظت کرنے کا وعدہ کر چکی ہیں، تم اطمینان سے رسونتی کے متعلق بتاؤ۔"

"رسونتی اس وقت ہار ریبے میں ہے اور ہم وہیں جا رہے ہیں۔"

میں نے کہا: "ہار ریبے کا مطلب ہوا، ایسی خلیج جہاں دہشت طاری ہوتی ہے؟"

"ہاں ناسم سے کچھ ایسا ہی لگتا ہے مگر وہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"رسونتی کو یقیناً سخت نگرانی میں رکھا گیا ہوگا؟"

"شاید تم یقین نہ کرو اور شاید مادام کو بھی یقین نہ آئے، رسونتی آزاد ہے، دشمنوں کا پہرہ نہیں ہے اور بھلا کیوں ہو گا۔ اس کے بچکانہ دماغ سے ٹیلی پیتھی کی کبھی توقع نہیں کی جا سکتی۔ وہ دوستوں کے لیے بے کار اور دشمنوں کے لیے بے ضرر ہے۔ جب اس کی طرف سے خیال خوانی کا خطرہ ہی نہیں ہے تو وہ پُراسرار شخص اسے اپنے پاس رکھ کر کیا کرے گا؟"

"اُسے چارہ بنا کر فرہاد کو پھانس سکتا ہے جیسا کہ ہماری مادام کیپیوٹر فرہاد کو پھانسنا چاہتی ہیں۔"

ریلی نے کہا: "ایسا کرنے کے لیے رسونتی کو ایک جگہ قید کرنا یا اس پر پہرے بٹھا دینا ضروری نہیں ہے۔ اس پُراسرار شخص نے رسونتی کو روما نٹک بے بی کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ بچوں کے ایک نفسیاتی ادارے میں ہے، ہیں تمہارے ساتھ ہار ریبے کے چھوٹے سے ٹاؤن میں رہوں گی۔ جب تم دیکھو کہ کوئی خطرہ نہیں ہے اور جب تمہیں اطمینان ہو جائے تو رسونتی کو اس ادارے سے نکال کر لے جانا۔"

"کیا روما نٹک بے بی اس پُراسرار شخص کی آلۂ کار تو نہیں ہے؟"

"بے شک ہے۔ ضرورت کے وقت اس کے کام آتی ہے۔ ورنہ ہار ریبے میں بچوں کے نفسیاتی ادارے کی انچارج ہے، وہ سرکاری ادارہ ہے۔ پُراسرار شخص کا اس ادارے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"کیا تمہارا ذہن تسلیم کرتا ہے کہ اس پُراسرار شخص نے رسونتی کو چھوٹ دے دی ہوگی؟"

"ہاں۔ وہ شخص چاہتا ہوگا کہ رسونتی اس ادارے میں رہے یا وہاں سے بھاگ جائے یا پھر کوئی بھگا کر لے جائے۔ اس طرح فرہاد تک پہنچا جا سکتا ہے۔"

"آخر رسونتی کا دماغ بچکانہ کیسے ہو گیا؟"

"یہ ایک جاپانی ڈاکٹر واکی ٹو کا کمال ہے۔"

"مادام کیپیوٹر نے روما نٹک بے بی کے دماغ سے واکی ٹو کے متعلق اس حد تک معلومات حاصل کی ہیں کہ اس نے دی کلر نامی شخص کا حیرت انگیز آپریشن کیا تھا۔ آپریشن پُراسرار طریقے سے ہوا تھا۔ جو لوگ اس آپریشن میں شریک ہوئے تھے، وہ ایک ایک کرکے مارے جا چکے ہیں اور وہ دی کلر ایک غیر معمولی اور خطرناک حیثیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔"

"تمہاری مادام نے کافی معلومات حاصل کر لی ہیں۔"

"یہ دی کلر کے متعلق اور بہت کچھ معلوم کرنا چاہتی ہیں۔ فی الحال رسونتی کی اہمیت ہے۔ کیا رسونتی کا دماغی آپریشن ہوا تھا؟"

"ہاں۔ یہ آپریشن بھی ڈاکٹر واکی ٹو نے کیا تھا۔ اس بار وہ جاپان سے الاسکا آیا تھا۔ حالاں کہ وہ بہت مصروف اور مغرور ڈاکٹر ہے۔ شاید وہ پُراسرار شخص سے کسی کمزوری کی بنا پر دبتا ہے۔ اسی لیے ایسے اہم آپریشن کے لیے راضی ہو جاتا ہے۔"

"لیکن دونوں آپریشن مختلف ہیں۔ دی کلر کا آپریشن کے بعد خطرناک بنتا جا رہا ہے جب کہ رسونتی بچی بن گئی ہے۔"

ریلی نے کہا: "دی کلر بھی بچہ بن جاتا، کیوں کہ اُس کا دماغ پیدائش کے وقت سے تیس برس تک ایک جگہ ٹھہرا ہوا تھا۔ اس دماغ میں بچکانہ پن ہونا چاہیے تھا۔ مگر وہ منفی انداز میں بالغ اور فعال کیسے ہو گیا، یہ ایک راز ہے جسے واکی ٹو اور پُراسرار شخص کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

"اس میں جاننے کی بات کیا رہ جاتی ہے۔ صاف ظاہر ہے، آپریشن کے دوران دی کلر کے دماغ میں کوئی ایسا غیر معمولی تجربہ کیا گیا ہے، جس کے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے اور ڈاکٹر اور سائنسداں کر گزرتے ہیں۔"

"سمجھ میں نہیں آتا، کیا دماغ کی ایسی کوئی رگ ہوتی ہے جسے الگ کر دیا جائے تو جوان رسونتی بچی بن جاتی ہے اور اس رگ کو جوڑ دیا جائے تو تیس برس کا بچہ دی کلر جوان بن جاتا ہے۔ میں نے دی کلر کو اپنی آنکھوں سے چلتے پھرتے اور کتوں کی طرح بھونکتے پھر انسانوں کی طرح بولتے دیکھا اور سنا ہے۔ یقیناً وہ کسی غیر معمولی تجربے کا نتیجہ ہے۔"

"کیا تم نے رسونتی سے ملاقات کی ہے؟"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی: "ملاقات دو ہوشمندوں کے

لٹنے کو کہتے ہیں۔ آپریشن سے پہلے جب میں اس سے ملی تو وہ ہوش میں نہیں تھی۔ آپریشن کے بعد بچی بن گئی تھی۔ میری اس سے جو ملاقاتیں ہوئیں، وہ نہ ہونے کے برابر تھیں۔"

ریلی کی باتیں سُن کر میرے اندر سے ایک سرد آہ نکلی۔ میں بھی رسونتی سے ملنے جا رہا تھا۔ مگر یہ ملاقات یک طرفہ ہوگی وہ مجھے نہیں پہچانے گی۔ وہ بچی ہوگی اور میں اس بچی کا شوہر، جسے وہ قبول نہیں کرے گی۔"

ہم ہار رے پہنچ گئے۔ فلائنگ کلب سے ایک ٹیکسی ایک شہر کی طرف جاتے ہوئے میں نے پوچھا: "کیا اُس پُراسرار شخص کی نظریں ہم پر نہیں ہوں گی؟"

ریلی نے کہا: "ضرور ہوں گی۔ ہم اسی کے ہیلی کاپٹر میں یہاں تک آئے ہیں۔ ہم دونوں اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ رسونتی کو چارہ بنائے ہوئے ہے۔ تمہارے متعلق رائے قائم کی گئی ہے کہ تم ماسٹرکی کے آدمی ہو یا بابا فرید واسطی کے ادارے سے تمہارا تعلق ہے۔ اگر اس ادارے سے ہے تو تم فرہاد بھی ہو سکتے ہو۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں، یہاں تم رسونتی کو حاصل کرنا چاہو گے تو کوئی رکاوٹ نہیں بنے گا۔ وہ پُراسرار شخص تمہاری اصلیت معلوم کرنے کے لیے تمہیں ڈھیل دیتا رہے گا۔"

حالات ایسے ہی تھے۔ اُدھر وہ چالاکی دکھا رہا تھا، اِدھر میں رسونتی کو نکال لے جانا چاہتا تھا۔ اس بازی میں جو ذرا بھی چُوک جاتا، اس کو مات ہو جاتی۔

ہم امریکا کے جنوب مغربی ساحلی علاقے میں تھے اگرچہ یہ علاقہ بھی سرد تھا۔ تاہم جس سرد جہنم سے نکل کر ہم آئے تھے، اس کے مقابلے میں یہاں کی سردی گلابی جاڑے کی طرح لگ رہی تھی۔ بڑا اچھا موسم تھا۔ رات ہو چکی تھی، ہم نے ایک منگنے ہوٹل میں قیام کیا۔ میرا دل رسونتی کی طرف کھنچا جا رہا تھا اور ریلی میری طرف کھنچی آ رہی تھی۔ اُس نے کہا: "مکمل منصوبہ بنائے بغیر رسونتی کے پاس جانا اور اسے وہاں سے نکال لانا دانشمندی نہ ہوگی۔ پہلے دن کی روشنی میں اس شہر کو اچھی طرح دیکھنا ہوگا۔ یہاں سے فرار ہونے کے لیے ٹھوس ذرائع اختیار کرنے ہوں گے۔"

وہ میرے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کے لیے ایسا کہہ رہی تھی۔ ویسے معقول بات کہہ رہی تھی، وہاں سے نکلنے کے لیے فضائی، بحری اور خشکی کے راستوں اور ذرائع آمد و رفت کو سمجھنا بہت ضروری تھا۔ وہ اجنبی شہر تھا۔ ریلی گائڈ بن گئی تھی۔ وہ رات کے کھانے کے لیے مجھے ایسے ہوٹل میں لے گئی جہاں..... بال روم ڈانس سے لے کر سیرے تک کے انتظامات تھے۔ شراب پانی کی طرح بہتی تھی۔

ریلی نے بار میں پہنچ کر وہسکی کا آرڈر دینا چاہا، میں نے کہا: "میں نہیں پیوں گا۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر کہا: "فرہاد بھی نہیں پیتا ہے۔"

"صرف فرہاد نہیں، دنیا کے کروڑوں لوگ نہیں پیتے ہیں۔"

"میں دنیا کی نہیں، تمہاری بات کر رہی ہوں۔ میرا دل کہتا ہے تم فرہاد ہو۔"

"جب میں پیوں گا تو تمہاری رائے غلط ہو جائے گی۔"

"ابھی تم نے کہا تھا کہ نہیں پیتے۔"

"میں نے کہا تھا، نہیں پیوں گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں نہیں پیتا۔ ابھی مادام کمپیوٹر نے پابندی عائد کر دی ہے۔ میری عادت ہے میں پی کر بہکنے لگتا ہوں۔ جب تک رسونتی کو مادام تک نہیں پہنچاؤں گا، مجھے پینے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"میں دیکھوں گی تم کہاں تک مجھ سے چھپتے ہو۔" وہ ایک اندازِ دلربائی سے مسکرانے لگی۔ اس نے کہا: "مسٹر مے کاس! ہم عیسائی ہیں۔"

"ہاں ہیں۔"

"پھر تو تم میرے ساتھ خنزیر کا گوشت کھاؤ گے۔"

بے اختیار میرے منہ سے نکلا: "لاحول ولا قوۃ..."

"کیا تم عربی بول رہے ہو؟"

"میں نہیں، مادام کمپیوٹر بول رہی ہیں۔ وہ مسلمان ہیں۔ میں حرام گوشت کو ہاتھ بھی لگاؤں گا تو وہ میری کھوپڑی میں زلزلے پیدا کر دیں گی۔"

"کوئی شوہر بیوی سے اتنا نہیں ڈرتا ہوگا، جتنا تم مادام سے ڈرتے ہو۔"

"خدا کا شکر ہے، بیویاں دماغ کے بھید نہیں جانتیں اور شوہروں کا بھلا ہوتا ہے۔"

"تم بڑی صفائی سے باتیں بنا کر نکل جاتے ہو۔ میں دیکھوں گی تم کہاں تک بچتے ہو؟"

اس نے کھانے کا آرڈر دیا۔ اور وہسکی کا ایک پیگ حلق سے اتارنے لگی۔ میں شراب کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا: "تم پی رہی ہو اور میری پیاس بڑھتی جا رہی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی: "میں تمہارے ذریعے مادام کمپیوٹر سے طالب ہوں اور سفارش کرتی ہوں کہ مے کاس کو ایک آدھ پیگ پینے کی اجازت دی جائے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے ایک بڑا سا پیگ بنا کر مجھے پیش کیا۔ میں نے کہا: "مادام نے تمہاری سفارش کا جواب نہیں دیا ہے۔ شاید وہ دماغ میں نہیں ہیں۔"

"تو پھر پی جاؤ۔"

"وہ کسی بھی لمحے آ سکتی ہیں، پھر میری شامت آ جائے گی۔ تم یہ پیگ اپنے لیے رکھو۔"

"میں زیادہ نہیں پیوں گی۔"

"اگر مادام نے مجھے اجازت دے دی تو میرا ساتھ کیسے دو گی؟"

"پھر ضرور پیوں گی۔"

"تو پیو، وہ آتی ہی ہوں گی۔"

وہ پینے لگی۔ جب دوسرا پیگ ختم ہو گیا تو میں نے کہا۔ "مادام آ گئی ہیں۔ یہ اجازت دے رہی ہیں مگر کہتی ہیں شراب میں ایسی ملاوٹ ہو سکتی ہے، جس سے مجھے نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"کوئی ملاوٹ نہیں ہے۔ میں نے ابھی تمہارے سامنے پی ہے۔"

"مگر مادام کی موجودگی میں نہیں پی۔ تم ان کی تسلی کے لیے ایک بڑا سا پیگ پی کر دکھا دو۔"

اُس نے میرا بڑا سا پیگ حلق سے اتار لیا۔ شرابی مرد ہو یا عورت، اُسے ذرا سی ترغیب دی جائے تو وہ چیلنج سمجھ کر پیتا چلا جاتا ہے۔ میں یہی چاہتا تھا کہ وہ نشے کی زیادتی کے باعث سانس روکنے کے قابل نہ رہے۔

میں نے سوچ کی لہروں کو اس کی طرف منتقل کیا۔ اس کے دماغ میں آسانی سے جگہ مل گئی۔ اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ مگر نشہ غالب تھا۔ پھر میں نے دھیان ہٹا دیا۔ کھانا آ گیا تھا۔ اس نے کہا: "تم بڑے وہ ہو۔ میں نہیں کھاؤں گی۔"

"تم بھی بڑی وہ ہو۔ کھانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پیتی رہو۔"

میں نے ایک اور پیگ بنا کر اس کے آگے رکھ دیا۔ پھر اس کی سوچ میں کہا: "کیا میں مے کاس کو یہاں لا کر پھانس رہی ہوں؟"

اس نے ایک گھونٹ پیا۔ پھر سوچنے لگی: "پورے ہار رے میں پُراسرار باس کا ان دیکھی حکومت ہے۔ یہاں کے سرمایہ دار، غنڈے بدمعاش اور پولیس والے سب ہمارے باس کے فرماں بردار ہیں۔ یہاں ریلوے میں، بندرگاہ میں، ایئرپورٹ پر کام کرنے والے مزدوروں سے لے کر افسران تک، باس کے زرخرید ہیں۔ یہاں کوئی بھی اجنبی اپنی مرضی سے آ سکتا ہے مگر اپنی مرضی سے جا نہیں سکتا۔"

میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا: "کیا مے کاس بھی نہیں جا سکتا؟"

"ضرور جائے گا۔ یہ تو ہماری پلاننگ ہے، کوئی بھی آئے اور رسونتی کو لے جائے، وہ جہاں بھی رہے گی، باس کی نظروں میں رہے گی۔ اور باس کی نظر میں اس وقت تک رہے گی، جب تک فرہاد نظر نہ آ جائے۔"

وہ پی رہی تھی اور روانی میں سوچتی جا رہی تھی بلکہ مدہوشی میں وہی باتیں بڑبڑانے کے انداز میں بول رہی تھی: "اے مسٹر مے کاس! تم آئو ہو، تمہاری سادام میری مرضی کے بغیر دماغ میں نہیں آ سکتی۔ تم دونوں کو کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ میں باس کی غدار نہیں ہوں۔ جو غدار ہیلی کاپٹر میں آئے تھے، میں ان کی نگراں تھی۔ میرے گریبان میں ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر چھپا ہوا ہے۔ جب سے تم میرے ساتھ ہو، تب سے تمہاری ایک ایک بات میرے باس تک پہنچ رہی ہے۔"

میں کھا رہا تھا اور سُن رہا تھا لیکن اب لُقمہ حلق میں پھنس رہا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پُراسرار شخص تک میری ایک ایک بات پہنچ رہی ہے۔ میں نے پانی کا گھونٹ لے کر لقمے کو حلق سے اتارا پھر ہیلی کی طرف جھک

کر کہا۔ "اگر وہ پُراسرار شخص سُن رہا ہے تو میں ریلی کے خفیہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے مادام کمپیوٹر کا ایک پیغام پہنچا رہا ہوں۔"

میں نے ریلی کے ذرا اور قریب ہو کر کہا۔ "مادام براہِ راست اپنی آواز اور لہجہ اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے نشر نہیں کریں گی۔ ہو سکتا ہے دوسری طرف آواز ریکارڈ ہو رہی ہو اور یہ آواز بعد میں کسی طرح فرہاد تک پہنچ جائے۔ سچ پوچھو تو میں فرہاد سے خائف ہوں، جب تک رسوستی کی طرح وہ بھی ٹیلی پیتھی سے محروم نہیں ہو گا، میں اپنی آواز کسی کو نہیں سناؤں گی۔ فی الحال مَے کاکس میری باتیں اپنی زبان سے کہہ رہا ہے۔"

ریلی نے مدہوشی میں پوچھا۔ "اے باتم کیا کہہ رہے ہو؟"

ہم ایک کیبن میں بیٹھے ہوئے تھے، کوئی ہمیں دیکھنے والا نہیں تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ٹرانسمیٹر نکال لیا، پھر کہا۔ "مادام اب تک کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے مطلوبہ افراد سے رابطہ قائم کرتی رہیں، مگر سونیا نے کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو ناقابلِ استعمال بنا دیا۔ اب مادام نے مجھے گفتگو کا ذریعہ بنایا ہے۔ بہرحال ہم پُراسرار شخص سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ اگر دوستی مناسب نہ ہو تو ایک سودا کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا۔ "دراصل پچھلے دنوں ہماری مادام اور سونیا کے درمیان ٹھن گئی تھی۔ سونیا نے انھیں بے حد نقصان پہنچایا ہے۔ ایک تو کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کو بے کار کر دیا۔ دوسرے گوزی سمجھاتا کے مجسمے پر ہاتھ صاف کر دیا تھا۔ ہماری مادام اُسے سزا دینا چاہتی ہیں، بے شک اُسے کہیں کو مامیں رکھا گیا ہے، مگر مادام کی تسلی تب ہو گی، جب وہ خود اپنے ہاتھوں سے سزا دیں گی۔ اس کے لیے مادام وعدہ کرتی ہیں کہ وہ فرہاد کو پُراسرار شخص کے حوالے کر دیں گی۔"

میں نے پانی کے دو چار گھونٹ حلق سے اتارے پھر کہا۔ "فرہاد کو ٹریپ کرنے کا موقع آ گیا ہے، رسوستی جب بھی اس کی نظروں میں آئے گی، وہ اس کے دماغ میں بولے گا۔ مادام رسوستی کے دماغ میں چھپ کر باتیں سنتی رہیں گی اور اس کے منصوبوں کو سمجھتی رہیں گی۔ پھر پُراسرار شخص کو سمجھاتی رہیں گی۔ یعنی مادام کے پاس ٹیلی پیتھی کا علم ہے اور پُراسرار شخص کے ذرائع بے حد وحساب ہیں، اس بار فرہاد بچ کر نہیں جانے کا۔ اگر یہ پلاننگ پسند آئے تو اس شرط پر سودا ہو سکتا ہے کہ فرہاد تمھارا، سونیا ہماری۔ سودا منظور ہو گا تو ہماری بات آگے بڑھے گی۔ وَیٹس آل۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کر کے ریلی کی ہتھیلی پر رکھ دیا، پھر ویٹر کو بلایا۔ وہ ایک ٹرے میں مشروب لے کر آیا پھر اُسے ریلی کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔ "میڈم اتنی مدہوش ہیں کہ اپنے پیروں پر چل کر ہوٹل سے نہیں جا سکیں گی۔ یہ لائم جوس ہے، اسے پینے کے بعد نشہ کچھ اُتر جائے گا۔"

وہ برتن سمیٹنے لگا۔ میں نے لائم جوس کا گلاس ریلی کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ پینے کے لیے اس کی مدد کی۔ ویٹر چلا گیا تھا۔ وہ گھونٹ گھونٹ پی رہی تھی۔ مگر چند گھونٹ کے بعد ہی وہ نڈھال ہو کر میز پر جھک گئی۔ اس نے ضرورت سے زیادہ پی لی تھی۔ اب لائم جوس کا ایک گلاس پینے کے قابل نہیں رہی تھی۔

ویٹر دستک دے کر پھر آیا۔ اور ایک تہہ کیا ہوا کاغذ تھما کر چلا گیا۔ اس نے کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں دیا، جو کچھ پوچھنا چاہتا تھا شاید اس کا جواب تہہ کیے ہوئے کاغذ میں تھا۔ میں نے اسے کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا۔

"مسٹر مے کاکس! اب ریلی کبھی نہیں بولے گی۔ اس شہر میں تم ہمارے مہمان ہو، تمھاری حفاظت ہمارا فرض ہے۔ ہم نہیں چاہتے تم پر قتل کا الزام آئے یا تم قانونی چکر میں پڑو۔ فوراً یہ کیبن چھوڑ دو۔ ہم ریلی کی لاش کو ٹھکانے لگا دیں گے۔ فقط تمھارا میزبان۔"

میں نے کاغذ کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ ریلی کو دیکھا، وہ میز پر اوندھے منہ ساکت پڑی تھی۔ اس لائم جوس نے اس کی زندگی کو چوس لیا تھا۔ میں فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ریلی پر آخری نظر ڈالی پھر کیبن سے نکل کر کاؤنٹر پر آیا۔ بل ادا کرنے کے لیے کچھ ڈالر نکالے۔ کاؤنٹر گرل نے مسکرا کر کہا۔ "مسٹر مے کاکس! مہمان کھانے کا بل ادا نہیں کرتے۔ ہم میزبانوں کو شرمندہ نہ کرو۔"

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ "کیا تم نے ہی میزبان بن کر وہ خط لکھا تھا؟"

"میں نہیں جانتی، کس خط کا ذکر کر رہے ہو۔ بائی دی وے اس شہر کا ہر شخص تمھارا میزبان ہے۔ پلیز یہاں سے فوراً جاؤ پولیس آنے والی ہے۔"

عجیب سچویشن تھی۔ میں مجرم نہیں تھا۔ مگر مجرم کی طرح وہاں سے جانا پڑا۔ وہ بلاشبہ دشمنوں کا شہر تھا اور دشمن اسے میزبانوں کا شہر ثابت کر رہے تھے۔ میں ہوٹل سے باہر آیا۔ ایک کار تیزی سے آ کر میرے سامنے رُک گئی۔ ڈرائیور نے باہر آ کر بڑے ادب سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ میں نے اسے تعجب سے دیکھا۔ اس نے کہا۔ "مسٹر مے کاکس! یہ گاڑی آپ کے لیے ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لی اور پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس پُراسرار شخص نے مجھے حیرت میں ڈالنے کے لیے قدم قدم پر ڈراما شروع کر دیا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی رات کے گیارہ بجے تھے۔ خیال آیا، جب دشمن میزبان بن رہے ہیں تو اسی طرح خوش دلی سے رسوستی تک پہنچا سکتے ہیں، میں نے کہا۔ "ڈرائیور! میں گورنمنٹ چلڈرنز ہاسٹل جانا چاہتا ہوں۔"

ڈرائیور نے کہا۔ "آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ مگر بچوں کا ہاسٹل شام کو سات بجے لاک کر دیا جاتا ہے۔ رات کے نو بجے تک بچوں کو سُلا دیا جاتا ہے۔ وہاں کی لیڈی انچارج بھی اس وقت ملاقات نہیں کرے گی۔ کل صبح جانا مناسب ہو گا۔"

بات معقول تھی۔ میں نے کہا۔ "تم بڑے اچھے انداز میں گفتگو کرتے ہو۔ کیا نام ہے تمھارا؟"

"میزبان۔"

میں نے پھر ایک گہری سانس لی۔ اور خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں ہوٹل ہنی مون میں تھا۔ یہاں ریلی نے ڈبل بیڈ روم مخصوص کرایا تھا مگر ہنی مون کا ماحول اس کے نصیب میں نہیں تھا۔ میں نے کاؤنٹر سے کمرے کی چابی طلب کی جواب ملا۔ "کمرا مقفل نہیں ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ میری عدم موجودگی میں کمرا مقفل رہنا چاہیے۔"

"مسٹر مے کاکس! یہ ہوٹل ہنی مون ہے، یہاں جوڑے آ کر رہتے ہیں۔ آپ تنہا نہیں رہ سکتے۔ ہم مہمان کو خوش رکھنا جانتے ہیں۔ اس لیے کمرا کھول کر آپ کے لیے ایک مسز واں پہنچا دی ہے۔"

میں تیزی سے پلٹ کر لفٹ کی طرف گیا۔ وہاں سے چوتھی منزل پر پہنچا۔ پتا نہیں کم بختوں نے کسے میرے کمرے میں پہنچا دیا تھا۔ وہ کچھ زیادہ ہی مہمان نوازی پر اُتر آئے تھے۔ میرے کمرے میں جسے پہنچایا گیا تھا.....

اس سے مجھے نقصان پہنچ سکتا تھا۔ یا اُس کے ذریعے کوئی چال چلی جا رہی تھی۔ میں نے سوچ لیا کہ دروازہ کھولتے ہی میں اُسے کمرے سے نکال دوں گا، خواہ وہ حسینۂ عالم ہی کیوں نہ ہو۔

میں اپنے کمرے کے سامنے پہنچ گیا۔ دروازہ بند تھا۔ میں نے اس کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا، کان لگا کر سُنا، لیکن اندر سے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ شاید وہ تنہا تھی۔ میں نے پہلے دستک دی۔ انتظار کیا پر جواب نہیں ملا۔ آخر میں ہینڈل پر دباؤ ڈال کر دروازے کو آہستہ آہستہ کھولنے لگا۔ پھر میں نے جو کچھ دیکھا، وہ میری توقع کے خلاف تھا۔ میں حیرت سے اچھل کر اندر چلا گیا۔

سامنے بستر پر رسوستی بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے... ہی سہم کر کھڑی ہو گئی۔ ذرا پیچھے ہٹ کر بولی۔ "اے کون ہو

مشہور چورنک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوریاں

وہ تمام کہانیاں جو اب تک لکھی گئی ہیں

قیمت ۲۵/- روپے

ڈاک خرچ ۱۰/- روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

تم؟ جاؤ میرے کمرے سے۔ نہیں تو ماروں گی ہاں"

میں اسے حیرت سے اور مسرت سے دیکھ رہا تھا۔ اُسے اچانک پا لینے کی مسرتوں کا اظہار نہیں کر سکتا۔ اس عرصے میں وہ بھرپور صحت مند ہو گئی تھی۔ اس میں عجیب تضاد تھا۔ رنگ رنگ میں جوانی بھری ہوئی تھی۔ مگر ذہن بچوں جتنا تھا۔ وہ ایک معصوم بچی کی طرح کہہ رہی تھی "تم نہیں جاؤ گے تو انٹی آئیں گی۔ پھر تمہاری پٹائی کریں گی"

میں نے پوچھا "تمہاری آنٹی کون ہے؟ کہاں ہے؟"

"وہ ہماری بے بی آنٹی ہیں۔ ہم سب بچوں کی بے بی آنٹی ہیں۔ وہ بہت اچھی ہیں۔ آج انھوں نے گڈے گڑیا کی طرح میری بھی شادی کرائی ہے۔ یہ میرے میاں کا کمرا ہے۔ وہ میرے میاں کو لینے گئی ہیں"

میں دشمنوں کی چال کو کسی حد تک سمجھ رہا تھا۔ دروازے سے آواز آئی "بے بی رسونتی! یہی تمہارے شوہر ہیں"

میں نے پلٹ کر دیکھا، ایک صحت مند ادھیڑ عمر کی عورت دروازے سے گذر کر کمرے میں آ گئی تھی۔ اس کی آواز اور لب و لہجے سے معلوم ہو گیا، وہ رومانٹک بے بی تھی۔ میں نے کہا "ایک ہستی میرے دماغ میں بولتی ہے، ابھی بول رہی ہے کہ تم رومانٹک بے بی ہو۔ وہ بدنصیب عورت ہو جس کو آج تک ایک شوہر نہیں ملا۔ مگر تم ہم جنسیوں کو دوسری عورتوں کا شوہر بناتی پھرتی ہو۔ آخر یہ کیا حرکت ہے؟"

وہ مجھے سر سے پاؤں تک ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی "جو تمہارے دماغ میں ہے وہ یقیناً میرے دماغ میں بھی آئے گی۔ یا آ چکی ہو گی مگر میں ٹیلی پیتھی سے خوف نہیں کھا سکتی۔ سیدھی سی بات ہے، تم رسونتی کو اغوا کرنے آئے تھے۔ ہم خود ہی اسے تمہارے حوالے کر رہے ہیں۔ مگر تم اسے جہاں بھی لے جاؤ گے، سفر کے دوران اس کے ساتھ وقت گزارو گے اور کہیں کہیں قیام بھی کرتے جاؤ گے مگر کس رشتے سے؟ یہ حسین ہے، جوان ہے، تنہائی میں بے ایمان کر دے گی یا دیانتدار بنا دے گی۔ بے ایمانی سے بہتر ہے اسے بیوی بنا لو۔ یا دیانتداری کا تقاضہ ہے بہن بنا کر لے جاؤ۔ بولو کون سا رشتہ منظور ہے؟"

وہ پُراسرار شخص میری اصلیت معلوم کرنے کے لیے خوب چالیں چل رہا تھا۔ اس کی سوچ کے مطابق اگر میں فرہاد ہوں تو اس سے میاں بیوی کے سوا کوئی اور رشتہ قائم نہیں کر سکتا، اگر فرہاد نہیں ہوں تو بہن بنا کر لے جا سکتا ہوں۔

میں نے کہا "کوئی رشتہ ضروری نہیں ہے۔ مرد اور عورت کسی رشتے کے بغیر بھی ایک دوسرے کا احترام کر سکتے ہیں۔ جب تک رسونتی میرے ساتھ رہے گی، ایک امانت ہو گی۔ تمہارے پُراسرار باس کو معلوم ہو گا کہ مادام ایکپیوٹ مسلمان ہے اور رسونتی ایک مسلمان کی شریک حیات ہے وہ اس کی عزت پر آنچ نہیں آنے دے گی۔ فرہاد سے دشمنی اپنی جگہ ہے، یہ ضروری نہیں کہ جو جان کا دشمن ہو وہ عزت کا بھی دشمن ہو۔ ہماری مادام ایسی نہیں ہیں۔ وہ رسونتی کی اس وقت تک حفاظت کریں گی جب تک فرہاد ہمارے دام میں نہیں آ گئے گا"

رومانٹک بے بی نے کہا "یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ اس امانت کے قریب رہتے ہوئے بھی تم کتنی دور رہ سکتے ہو"

پھر وہ الوداعی انداز میں ہاتھ ہلا کر بولی "بے بی رسونتی! میں جا رہی ہوں۔ تمہیں دولہا مبارک ہو"

وہ چلی گئی، مجھے آزمائش میں مبتلا کر دیا۔ میں رسونتی کے ساتھ کیسے وقت گزارتا ہوں، یہ معلوم کرنے کے لیے انھوں نے ضرور ایسے انتظامات کیے ہوں گے، جن کے ذریعے وہ اس کمرے میں ہونے والی گفتگو سنتے رہیں اور ہماری مصروفیات کو کہیں بیٹھے دیکھتے رہیں۔

رسونتی سر پر آنچل رکھ کر شرما رہی تھی۔ میں نے قریب آ کر پوچھا "کیا تم مجھے دولہا سمجھ کر شرما رہی ہو؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "تمہاری بے بی آنٹی نے تمہیں اور کیا سکھایا ہے؟"

"آنٹی کہتی تھیں، تم میرے پاس آؤ گے، میرا ہاتھ پکڑو گے مگر میں پکڑنے نہیں دوں گی۔ میں پہلے تو انکار کر دوں گی۔ تمہیں ستاؤں گی پھر مان جاؤں گی"

اس کے بعد میں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ وہ ذہنی طور پر بچی تھی۔ مگر سکھائی ہوئی پکی پکی باتیں کر رہی تھیں۔ اب سے پہلے ہماری ازدواجی زندگی میں اس نے کبھی ایسی بات نہیں کی۔ وہ بے حد شرمیلی تھی۔ یہ دشمنوں کی ستم ظریفی تھی کہ اسے بچی بنانے کے بعد بے شرم بنا رہے تھے۔

میں نے کہا "رسونتی! ایسی باتیں نہ کرو۔ میں تمہارا دولہا نہیں تمہارے دولہا کا دوست ہوں۔ تم جس کی بیوی ہو وہ ہم سے بہت دور ہے۔ ہم دونوں مل کر اسے تلاش کریں گے۔ گھڑی دیکھو آدھی رات ہو چکی ہے۔ تم آرام سے بستر پر سو جاؤ"

"میں اکیلی بستر پر نہیں سوؤں گی۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ آنٹی نے کہا تھا' رات کو میں تم سے الگ رہوں گی تو بڑے بڑے ناخنوں والا بڑے بڑے دانتوں والا شیطان آئے گا اور میرا خون چوس لے گا۔"

"تمھاری آنٹی نے خواہ مخواہ ڈرایا ہے۔ میں فرش پر سوتا رہوں گا۔ کوئی شیطان نہیں آئے گا۔"

وہ کسی طرح میری بات ماننے کو تیار نہیں تھی۔ مجبوراً میں اسے بستر پر لے آیا، وہ ننھی بچی کی طرح پہلے تو اچھل کر بستر پر بیٹھ گئی پھر لیٹ کر بولی: "آؤ میرے پاس اور مجھے جن پری کی کہانی سناؤ۔"

میں اس کے پاس آکر چپکے سے ٹیلی پیتھی کی لوری سنانے لگا۔ کبھی میں کہانی کے دو چار فقرے سناتا تھا۔ کبھی خیال خوانی کے ذریعے تھپکنے لگتا تھا۔ وہ پندرہ منٹ کے اندر ہی سو گئی۔

میں نے بستر سے اٹھ کر کہا: "مجھے آزمائش میں ڈالنے والو! میں ایک انسان ہوں۔ میں بہک سکتا ہوں مگر دیکھ لو، مادام کیمبوٹر نے خیال خوانی کے ذریعے رسونتی کو سُلا دیا ہے، اور اب مجھے سُلا رہی ہیں۔ شب بخیر۔۔۔"

میں دروازے کو اندر سے بند کر کے قالین پر لیٹ گیا۔ اب اپنے دماغ کو ہدایات دے کر نیند میں ڈوب جانا آسان تھا۔ ٹیلی پیتھی ہم میاں بیوی کو صبح تک ایک دوسرے سے بیگانہ نہ رکھتی۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ کو ہدایات دینا چاہی، اچانک ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

مجھے اٹھ کر بیٹھنا پڑا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ "ہیلو! ٹرنے کا کس روم نمبر ٹو او تھری۔"

"مسٹر ے کاکس! ہم نیند میں مداخلت کی معافی چاہتے ہیں، مگر تم سے ملاقات ضروری ہے۔ مناسب سمجھو تو ہوٹل کے ویٹنگ روم میں آجاؤ۔ یا ہمیں کمرے میں بلا لو۔"

میں نے رسونتی کی جانب دیکھا۔ وہ معصوم خوابوں کی دنیا میں گم تھی۔ میں نے کہا: "انتظار کرو۔ میں آرہا ہوں۔"

میں ریسیور رکھ کر اٹھ گیا۔ دبے قدموں کمرے سے نکل کر دروازے کو باہر سے لاک کیا۔ چابی جیب میں رکھی پھر لفٹ کے ذریعے نیچے ویٹنگ روم میں پہنچ گیا۔ وہاں دو، باڈی بلڈر قسم کے آدمی اور دو نہایت سنجیدہ ادھیڑ عمر کے آدمی نظر آئے۔ سب نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا: "آپ لوگ بھی یقیناً میرے مہمان ہوں گے۔"

ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا: "ہاں ہم مہمان بھی ہیں اور مہربان بھی۔ تمھاری مادام نے ریلی کے ٹرانسمیٹر کے ذریعے باس سے کچھ لینے اور کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ہمارے باس کو لین دین کی شرائط منظور ہیں مگر ہماری بھی کچھ شرائط ہیں۔"

میں نے کہا: "مادام پندرہ منٹ کے بعد میرے دماغ میں آئیں گی۔ تم لوگوں کو انتظار کرنا ہوگا۔"

پندرہ منٹ گزارنے کے لیے ہاٹ کافی منگوائی گئی۔ وہ میرے متعلق سوالات کرتے رہے، میں جواب دیتا رہا۔ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد میں نے کہا: "ہمارے درمیان مادام موجود ہیں، تم سب باری باری اپنا تعارف کرا سکتے ہو۔"

وہ مجھے دیکھتے ہوئے اپنا اپنا تعارف کرانے لگے پھر ایک ادھیڑ عمر والے نے کہا: "مادام! باس کو آپ کی شرائط منظور ہیں۔ ہماری شرط یہ ہے کہ مے کاکس، رسونتی کو امریکا سے باہر نہ لے جائے، شمالی امریکا الاسکا سے لے کر جنوبی امریکا ارجنٹینا تک مے کاکس جہاں بھی جائے گا، اس کے راستے میں رکاوٹ پیدا نہیں کی جائے گی۔ بلکہ رکاوٹ پیدا کرنے والوں کو ہمیشہ کے لیے روک دیا جائے گا۔ ہاں اگر مے کاکس نے چالاکی دکھائی اور مقررہ حدود کو پار کرنے کی حماقت کی تو۔۔۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا: "چیلنج نہ کرو۔ شرائط پیش کرو، مادام کو تمھاری شرط منظور ہے۔"

"تو پھر بتاؤ، تم رسونتی کو کہاں لے جانا چاہتے ہو؟"

"جب حد مقرر کر دی گئی ہے تو میں امریکا میں کہیں بھی جا سکتا ہوں اور جہاں بھی جاؤں گا، وہاں ہمارا مستقل قیام نہیں ہوگا۔ جب تک فرہاد نظروں میں نہیں آئے گا، میں رسونتی کے ساتھ شمال سے جنوب تک سفر کرتا رہوں گا۔"

"ہماری دوسری شرط یہ ہے کہ مادام کیمبوٹر جب تک فرہاد کو ہمارے حوالے نہیں کریں گی یا اس کی نشاندہی نہیں کریں گی تب تک وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سونیا اور اعلیٰ بی بی تک پہنچنے کی کوشش نہیں کریں گی۔ فرہاد کو ٹریپ کرتے ہی ہم سونیا کو مادام کے حوالے کر دیں گے۔"

میں نے کہا: "یہ شرط معقول نہیں ہے۔ دانشمندی یہ ہے کہ مادام کو خیال خوانی کے ذریعے سونیا اور اعلیٰ بی بی تک پہنچنے کا موقع دیا جائے۔ اس طرح یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ فرہاد ان کے دماغوں میں چپ چاپ آتا ہے یا نہیں؟"

دوسرے ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا: "اس کی فکر نہ کرو۔ فرہاد کبھی سونیا اور اعلیٰ بی بی تک نہیں پہنچ سکے گا۔ برین واشنگ کے ذریعے دونوں کی آواز اور لب و لہجہ بدل دیا گیا ہے۔"

میں نے جواب میں خاموشی اختیار کی۔ سوچنے لگا کہ اب تک میں نے جب بھی خیال خوانی کی، سونیا اور اعلیٰ بی بی کو کوما میں پایا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ کوما میں ہی رہتی ہوں گی۔ ان کے دماغ اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان میں توانائی بحال نہیں کرا سکتا تھا۔

میرے دل نے کہا۔ مجھے پھر ایک بار ان کے دماغوں میں جھانکنا چاہیے۔ اگر ان کی آواز اور لہجہ بدل گیا ہے تب بھی یہ ایک تجربہ ہوگا کہ ان کے پہلے لب و لہجے کے سہارے برین واش کیے ہوئے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں یا نہیں؟

ابھی موقع نہیں تھا۔ میں اپنے میزبانوں کے روبرو بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ ایک میزبان نے پوچھا: "مے کاکس! تم بڑی دیر سے خاموش ہو۔"

"ہاں، میں سوچ کے ذریعے مادام سے باتیں کر رہا ہوں، یہ کہہ رہی ہیں، مجھے زیادہ دنوں تک اس شہر میں قیام نہیں کرنا چاہیے۔"

بوڑھے میزبان نے کہا: "تم جب چاہو، رسونتی کے ساتھ جا سکتے ہو۔"

میں نے کہا: "میں تھک گیا ہوں، اچھی طرح نیند پوری کرنے اور تھکن اتارنے کے بعد یہاں سے طیارے میں سفر کروں گا۔"

"مے کاکس! اسے وارننگ سمجھو یا مشورہ! اگر کبھی تم نے دھوکا دینے کی کوشش کی تو آئندہ ہمارا ہو بھی آدمی تم سے ٹکرائے گا، وہ یوگا کا ماہر ہوگا تاکہ تم مادام کی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہ لے سکو۔"

ایک اور میزبان نے کہا: "ہمارے باس کا ایک بہت ہی خطرناک آلۂ کار ہے۔ اتنا خطرناک کہ اسے سب 'دی کلر' کہتے ہیں۔ اس کا دماغ بہت حساس ہے۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے، پھر اس سوچ کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کرنے والے تک پہنچ جاتا ہے۔ کبھی فرہاد اور مادام کیمبوٹر نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی حماقت کی تو وہ ہزاروں میل دور ہونے کے باوجود بچ نہیں سکیں گے۔ دی کلر اچانک ہی ان کی شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔"

"یہ بات ناقابلِ فہم ہے۔ صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے سوچ کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر سوچنے والے تک پہنچتے ہیں۔ کیا دی کلر ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"نہیں، وہ کیا جانتا ہے، یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔"

میں نے کہنے والے کو گھور کر دیکھا، وہ باڈی بلڈر تھا۔ میرے گھورنے پر چیلنج سمجھ کر مسکرانے لگا۔ میں ان سب سے رخصت ہو کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی باڈی بلڈر کے خیالات پڑھتا گیا۔ معلوم ہوا کہ صرف میں ہی رسونتی، سونیا اور اعلیٰ بی بی کی تلاش میں نہیں ہوں۔ خطرناک تنظیمیں بھی اپنے جال پھیلا رہی ہیں۔ اس باڈی بلڈر کا تعلق ماسٹری سے تھا۔ چونکہ پُراسرار شخص کے آدمی اُسے پہچانتے تھے، اسی لیے وہ میک اَپ میں تھا۔ کبھی بھیدنہ کھل جائے اس لیے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرالی تھی۔ اور ماسٹری تک یہ خفیہ پیغام پہنچا چکا تھا کہ مادام کیمبوٹر کا ایک آدمی مے کاکس، رسونتی کو یہاں سے لے جانے والا ہے۔

میں نے کمرے میں آکر دیکھا۔ رسونتی محوِ خواب تھی۔ اسے دیکھتے ہی دل ادھر کھنچنے لگا۔ قریب پہنچ کر احساس ہوا کہ واقعی کھنچا چلا آیا ہوں۔ میں فوراً ہی دور ہو گیا۔

میں صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ حالات کا تقاضہ تھا کہ مجھے سونا نہیں چاہیے۔ ابھی بہت سے کام پڑے تھے۔ اب میں خیال خوانی کے ذریعے ہی دل کو بہلا سکتا تھا۔ میں نے سب سے پہلے شیخ الفارس سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے شکایت کی: "فرہاد! اپنی اس بُری عادت سے باز آجاؤ۔ کہیں جاتے ہو تو ہمیں بالکل ہی بھول جاتے ہو۔ کم از کم اپنی خیریت سے تو آگاہ کیا کرو۔"

"محترم! میں نگر نگر بھٹکتا ہوں۔ قدم قدم پر پریشانیاں ہوتی ہیں۔ میں آپ لوگوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ مگر ہاں، ضرورت کے وقت ضرور یاد کرتا ہوں۔ پہلے آپ میرے حالات سُن لیں۔"

میں اپنے موجودہ حالات بتانے لگا۔ انھوں نے سب کچھ سننے کے بعد کہا: "رسونتی مل گئی ہے، اب فکر نہ کرو۔ امریکا کے شمال سے جنوب تک سفر کرو، وہاں ہمارے آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔ ان کے علاوہ میں اپنے طلباء و طالبات کو روانہ کروں گا جو اپنی ذہانت اور صلاحیتوں سے رسونتی کو وہاں سے نکال لائیں گے اور اس پُراسرار شخص کے گروہ میں اپنے لیے جگہ بنا تے جائیں گے۔"

"محترم! رسونتی کو یہاں سے اس وقت تک لے جانا مناسب نہیں ہے جب تک سونیا اور اعلیٰ بی بی کو ہم نہ پالیں۔ دشمنوں کا بیان ہے کہ برین واشنگ کے ذریعے ان کے لہجے

اور آوازوں کو بدل دیا گیا ہے۔ پتا نہیں یہ کہاں تک درست ہے۔ میں ابھی ان سے دماغی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔ آپ یہ نوٹ کرلیں کہ میں یہاں سے کولمبیا اور پھر کولمبیا سے اینڈس تک پرواز کروں گا۔ وہاں ہمارے آدمیوں پر دشمنوں کو شبہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"ایسا ہی ہوگا رائیڈس سے دریائے امازن کا بہاؤ شروع ہوتا ہے۔ وہاں سے سمندر تک ہمارے آدمی موجود رہیں گے اور کوئی ان پر شبہ نہیں کرسکے گا۔"

میں نے اُن سے رخصت ہوکر شیبا کے دماغ پر دستک دی، وہ چونک کر اُٹھ بیٹھی۔ میں نے کہا۔ "شیبا! میں فرہاد ہوں، میں نے وعدہ کیا تھا جب تک خیال خوانی کے ذریعے تم سے مخاطب نہیں کروں گی اور اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دوں گی، میں نہیں آؤں گا مگر آج ضرورت سے مجبور ہو کر آگیا ہوں۔"

"فرہاد! تم میری ضرورت کے وقت کام آتے رہے۔ آج مجھے ایک خوشی اس بات کی ہے کہ میں بھی تمہارے کام آسکتی ہوں۔ دوسری خوشی اس بات کی ہے کہ تم زبان کے سچے اور وعدے کے پکے ہو۔ تم میری اجازت کے بغیر میرے دماغ میں نہیں آئے۔ مگر میرے دل میں اندیشہ رہا۔ میں دن رات سوچتی رہی، شاید تم چپ چاپ میرے خیالات پڑھ رہے ہو۔ اور میری ایسی تنہائیوں میں موجود رہتے ہو، جہاں میں اپنا سایہ بھی برداشت نہیں کرسکتی۔"

"میں تمہارے شک و شبے کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں۔ سنا ہے اس کا علاج حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔"

وہ بولی۔ "جناب شیخ الفارس نے کئی بار کہا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہاری خیریت معلوم کروں۔ میں نے پہلے تو معذرت چاہی پھر جھوٹ کہہ دیا کہ میں نے خیال خوانی کی تھی، تم خیریت سے ہو۔"

"تمہارے پاس آنے کے لیے مجھ پر پابندی ہے۔ میں نے تو تمہیں پابند نہیں کیا ہے۔ تم بھولے سے ایک بار تو البطہ قائم کرسکتی تھیں۔"

اس نے سر کو جھٹکا لیا۔ اپنے ناخنوں سے کھیلتے ہوئے بولی۔ "میں نے کئی بار سوچا، اتفاقاً ہی تمہاری خیریت معلوم کرلوں، مم... مگر... جانے کیوں اب بھی تم سے ڈر لگتا ہے۔"

میں ہنسنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ "ہنستے کیوں ہو؟"

"تم اس سے ڈرتی ہو جو اپنی بیوی کا ہاتھ بھی نہیں پکڑ سکتا۔ اس وقت رسوتی میرے سامنے بستر پر سو رہی ہے۔ مگر یہ فرہاد کی امانت ہے اور میں ابھی فرہاد نہیں ہوں۔ مانا کہ میرا پچھلا ریکارڈ خراب ہے مگر آدمی ہمیشہ برا نہیں رہتا، حالات اُسے راہِ راست پر لے آتے ہیں۔ بہرحال میں اپنی صفائی پیش کرکے تمہاری نظروں میں فرشتہ بننا نہیں چاہتا، تم مجھ سے ڈرتی ہو، اس لیے جا رہا ہوں۔ آئندہ تمہارے خوف کا سبب نہیں بنوں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ اسی وقت پرائی سوچ محسوس ہوئی، میرے سانس روکنے سے پہلے ہی شیبا نے کہا۔ "ناراض ہوگئے؟ تو میں خود ہی آگئی۔ بتاؤ تمہیری کیا ضرورت پڑ گئی ہے؟"

میں نے اُسے مختصر حالات بتائے، اس نے کہا۔ "اچھا سمجھ گئی۔ اب مجھے سچ مچ مادام کیپوٹر کا رول ادا کرنا ہوگا۔"

"ہاں مگر محتاط انداز میں، یوں جیسے تم خیال خوانی کرتے ہوئے ڈرتی ہو کہ فرہاد تمہارے دماغ تک نہ پہنچ جائے۔ بے چارے دشمنوں کو کیا معلوم کہ تم سچ مچ ڈرتی ہو۔"

"مجھے طعنے نہ دو، میں اب نہیں ڈروں گی۔ تم سے رابطہ قائم کرتی رہوں گی۔"

"تمہاری ماما کیسی ہیں؟"

"میرے پاس خیریت سے ہیں۔ فرہاد! تمہاری مہربانیوں سے ہم ماں بیٹی ایک ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔"

"ربی اسفندیار کا کیا حال ہے؟"

"ان سے بھی رابطہ قائم کرتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے، کہیں میں پھر ان کی باتوں میں آکر کوئی حماقت کر بیٹھی تو تمہارے سامنے شرمندگی ہوگی۔ میں اس سلسلے میں کچھ مشورے چاہتی ہوں۔"

"ہم اس مسئلے پر بعد میں گفتگو کریں گے۔ کچھ عرصہ تک ربی اسفندیار سے رابطہ قائم نہ کرنا تمہارے لیے بہتر ہوگا، مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں تمہیں گمراہ ہونے نہیں دوں گا۔"

"جانے کیا بات ہے، میں تم سے جتنا ڈرتی ہوں، اتنا ہی تم پر اعتماد بھی کرتی ہوں۔ تم نے بابا صاحب کے ادارے میں مجھے بھیجا کہ ایک نئی دنیا میں پہنچا دیا ہے۔ یہاں سلیقے اور ہنرمندی سے جینے کے ڈھنگ سکھائے جاتے ہیں اور میں بہت کچھ سیکھ رہی ہوں۔"

"یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اب میں چند خاص افراد کے دماغوں میں جا رہا ہوں۔ تم ساتھ رہو اور ان کے لب و لہجے کو یاد رکھتی جاؤ۔"

میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا رومانٹک بے بی کے پاس پہنچ گیا۔ خیال تھا کہ اس کے ذریعے دی کلر کے متعلق جو ادھوری معلومات حاصل ہوئی ہیں، انھیں مکمل کرلوں مگر خلافِ توقع رومانٹک بے بی کے بیڈ روم میں دی کلر موجود تھا۔

مجھے اس کی توقع کرنا چاہیے تھی۔ میں نے مادام کیپوٹر کا ڈراما شروع کرکے پُراسرار شخص کو چھکا دیا تھا۔ ایسے میں وہ دی کلر کو میرے پیچھے کیسے نہ لگاتا۔ دشمنوں کے بیان کے مطابق دی کلر ہی ایک ایسا تھا کہ خیال خوانی کرنے والوں کا سراغ لگا سکتا تھا۔

میں سوچنے لگا، شیبا نے پوچھا۔ "خیال خوانی کرتے کرتے خود کیا سوچنے لگے؟"

میں نے کہا۔ "یہ دشمن نت نئی چالیں چلتے ہیں۔ دی کلر کے متعلق دھوکا ہے کہ یہ ہم خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچ جائے گا۔"

"کیا واقعی؟"

"یہی تو آزمانا چاہتا ہوں۔ آؤ ذرا باڈی بلڈر کے پاس چلیں۔"

میں شیبا کو اُس باڈی بلڈر کے پاس لے گیا جس کا تعلق ماسٹر کی سے تھا۔ جب شیبا نے اس کے لب و لہجے کو اچھی طرح یاد کرلیا تو میں نے کہا۔ "تم باڈی بلڈر کے لب و لہجے میں دی کلر کو چھیڑو گی۔ اگر وہ سچ مچ خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچ جاتا ہے تو تمہارے پاس پہنچنے کے لیے اسے ہزاروں میل کا سفر کرنا پڑے گا۔ اگر میں اسے چھیڑوں گا تو ایک شہر میں وہ پلک جھپکتے ہی مجھ تک پہنچ جائے گا۔"

"میں سمجھ گئی۔"

میں نے اسے اور سمجھایا کہ کس طرح ڈراما پلے کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ہم رومانٹک بے بی کے پاس آگئے۔ دی کلر سے اس کی اچھی دوستی ہوگئی تھی۔ وہ دونوں ہنس بول رہے تھے۔ دی کلر کا ہنسنا بھی غرّانے کے برابر تھا۔ وہ اپنی عادت کے مطابق پہلے بھونکتا تھا پھر آدمی کی طرح بولتا تھا۔

شیبا میری ہدایت کے مطابق اس کے دماغ میں پہنچ گئی، وہ بولتے بولتے یکبارگی چپ ہوگیا۔ پھر کچھ محسوس کرتے ہوئے غرّانے لگا۔ شیبا نے باڈی بلڈر کے لہجے میں کہا۔ "ہیلو دی کلر! تم تو واقعی کتے کی طرح حساس نکلے۔ میرے آتے ہی غرّانے لگے۔"

"بھوں بھوں، کون ہو تم؟"

"میرے کئی نام ہیں۔ کئی روپ ہیں۔ میرا پیدائشی نام فرہاد ہے۔ آج سے چار ماہ پہلے میں وکٹر کے نام سے پُراسرار باس کا خادم تھا۔ مگر اُس پُراسرار شخص تک پہنچنے میں ناکام رہا۔ پھر ماسٹر کی سے میرا سودا ہوگیا۔ اب ہم دونوں مل کر پُراسرار شخص کے اطراف جال پھیلا رہے ہیں۔ میں نے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی ہے تاکہ وکٹر کی حیثیت سے پہچانا نہ جاؤں۔ اگر تم بھی مجھ سے اور ماسٹر کی سے مل جاؤ تو ہم سب مل کر اس پُراسرار شخص کو بے نقاب کرکے تگنی کا ناچ نچائیں گے۔"

"اچھا تو تم فرہاد ہو۔ پھر وکٹر بنے، اب جارج باڈی بلڈر بن کر ہمارے گروہ میں اعتماد حاصل کرچکے ہو۔ باقی دی وے، تمہیں مادام کمپیوٹر کی کچھ خبر ہے؟"

"نہیں وہ کچھ عرصے سے لاپتا ہے۔"

"میں پتا بتاتا ہوں۔ مادام ہمارے باس سے مل کر رسوتی کو ہار ریسے سے لے جا رہی ہے۔ مقصد تمہیں ڈھونڈ نکالنا تھا مگر تم نے مجھے مخاطب کرکے خود ہی موت کو دعوت دی ہے۔ اب تم جتنی تیزی سے بھاگ سکتے ہو بھاگو، میں آرہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ رومانٹک بے بی نے ہاتھ بڑھا کر راستہ روکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہوگیا؟ کہاں جا رہے ہو؟"

اس نے بوڑھی بے بی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ وہ کھنچتی ہوئی دیوار سے ٹکرائی، وہاں سے واپس آکر فرش پر گری پھر تکلیف کی شدت سے کراہنے لگی۔ وہ باہر آگیا تھا۔ کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ تیس برس تک دماغی طور پر ناقص رہنے والا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

کار اسٹارٹ ہوچکی تھی۔ رومانٹک بے بی نے کمرے کے اندر سے چیخ کر پوچھا۔ "کہاں جا رہے ہو؟"

"بھوں بھوں۔ ہوہل ہنی مون....."

یہ سنتے ہی میں اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ شیبا

نے گھبرا کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"وہ ہوٹل ہنی مون کی طرف آرہا ہے۔"

"تم پریشان کیوں ہو رہے ہو؟"

"تم سمجھتیں کیوں نہیں؟ میں اس وقت ہنی مون میں ہوں۔ وہ خونخوار کتا میری طرف آرہا ہے۔"

"اوہ گاڈ!" وہ بھی پریشان ہو کر اٹھ گئی۔ کہنے لگی۔ "فرہاد! وہاں سے بھاگو۔"

"میں رسوائی کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ انھوں نے مجھے ڈھونڈ نکالنے کے لیے اسے زندہ رکھا تھا۔ اب اسے مار ڈالیں گے۔"

"اوہ تو پھر کچھ کرو۔"

"آؤ ہم دونوں اپنی اپنی ٹیلی پیتھی کے ہتھیار آزمائیں گے۔"

ہم اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ وہ آندھی طوفان کی رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ ہمارے آنے ہی غرّانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ اس نے ایک چیخ ماری۔ اسٹیئرنگ ذرا سا بہک گیا۔ مگر وہ فوراً سنبھل کر ڈرائیو کرنے لگا۔ اس کا دماغ غیر معمولی توانائی کا حامل تھا۔ ورنہ ہم جس کے دماغ کو جھٹکا پہنچاتے ہیں، وہ دیر تک سنبھل نہیں پاتا۔ شدید ذہنی عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔

دوسری بار ہم دونوں نے مل کر دماغی جھٹکے پہنچائے۔ وہ درندے کی طرح غرّاتے ہوئے سنبھلنے کی کوشش کرنے لگا مگر میں نے جھٹکا پہنچاتے ہی اس کے ہاتھ سے اسٹیئرنگ چھڑا دیا۔ کار سنسان سڑک پر اِدھر سے اُدھر لہرانے لگی۔ وہ بڑی شاہراہ تھی، ورنہ کار کسی کنارے والی دکان میں گھس جاتی۔"

اس نے پھر اسٹیئرنگ کو تھام لیا۔ گالیاں دیتے ہوئے کہنے لگا۔ "فرہاد! مجھے نقصان پہنچانے کے تمام ہتھکنڈے آزما لو۔ یہ تمھاری زندگی کی آخری جدّوجہد ہے۔ میں تمھاری شہ رگ تک پہنچ کر رہوں گا۔"

اسے تیسری بار جھٹکے پہنچانے کا موقع نہیں ملا۔ وہ ہنی مون کے احاطے میں داخل ہو گیا تھا۔ وہ اتنے غصّے میں تھا کہ اسی تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا، ہوٹل کے بیرونی دروازے کو توڑتا ہوا کار سمیت اندر آگیا۔ دروازے کے شیشے چور چور ہو کر دور تک اُڑ رہے تھے۔ رات کو ڈیوٹی دینے والے ملازمین بدحواسی میں اِدھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے میز پر پڑے کرسیاں ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہی تھیں۔ کار کو وہاں رکنا ہی تھا۔ رُکتے ہی وہ دروازے کو ایک جھٹکے سے کھول کر باہر آیا۔ بھوں۔ بھوں بھوں... "غرر رر... غرر رر" وہ غرّاتا ہوا، دوڑتا ہوا زینے پر آیا۔ اُسے لفٹ کے ذریعے آنے کا ہوش نہیں تھا۔ وہ اچھلتا ہوا دو دو تین تین زینے طے کر رہا تھا۔ موت اچانک ہی آتی ہے، چپ چاپ آتی ہے، میری طرف آنے والی موت دھوم دھڑاکے سے آرہی تھی۔ اب میں اپنی تعریف کیا کروں۔ میں نے ہی اپنی حماقت سے موت کو چھیڑا تھا۔

یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ کس قدر شدید رد عمل کا مظاہرہ کرے گا۔ اسے دماغی جھٹکے پہنچ رہے تھے۔ مگر وہ چند لمحوں میں سنبھل جاتا تھا۔ ٹیلی پیتھی برائے نام اس کا راستہ روک سکتی تھی۔ جسمانی طور پر وہ پہاڑ تھا۔ ہوٹل کا دروازہ توڑ کر آنے والی کار کو نقصان پہنچا تھا مگر وہ محفوظ تھا۔

میں بالکل تیار تھا۔ آج زندگی اور موت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ اسی لمحے زلزلہ سا محسوس ہوا۔ میں ٹیلی پیتھی کی آنکھ سے دیکھ رہا تھا، وہ چوتھی منزل پر آگیا تھا۔ اب میرے کمرے کی طرف دوڑتا آرہا تھا۔ اور اس کے قدموں کی دھمک سے فرش لرز رہا تھا۔

پھر وہ پہنچ گیا۔ اس کی آمد تھی یا دھماکا، یکبارگی دروازہ زخمی ہوا۔ ایک فولادی گھونسا اُسے توڑتا ہوا اندر آیا۔ دروازے کے شگاف سے پہلے گھونسا آیا پھر پورا ہاتھ آیا۔ وہ انسانی ہاتھ تھا۔ مگر غیر معمولی لانبا سا ہاتھ تھا۔

بے شک وہ ہاتھ انسانی تھا۔

مگر وہ انسان، خونخوار کتا تھا۔ "بھوں۔ بھوں۔ بھوں..."

پھر کمرے کا دروازہ پوری طرح ٹوٹ گیا۔ اس ٹوٹے ہوئے دروازے پر ایک انسان نما پہاڑ کھڑا تھا۔

برصغیر کے جادو نگار تاریخی کہانیوں کے واحد مصنف الیاس سیتاپوری

تمام کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہو گئے ہیں

انسان جو کبھی نہیں بدلے گا اور کبھی پرانا نہیں ہوگا، اسی طرح یہ کہانیاں بھی کبھی پرانی نہیں ہوں گی کیوں کہ یہ کہانیاں انسانوں کی کہانیاں ہیں۔

انسان! جو بادشاہ تھے وزیر تھے، امیر تھے، فاتح تھے، ظالم تھے، رحم دل تھے۔ انسانی جذبات، احساسات، فطرت اور جبلت جو آدم میں تھی، وہی آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ بس ماحول، حالات، معاشرتی مقام اور تہذیبوں کے عروج و زوال کے مطابق ان کا طریقہ اظہار بدلتا رہے گا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ الیاس سیتاپوری نے ماضی کے بادشاہوں کی نہیں انسانوں کی کہانیاں لکھی ہیں۔ انسانی جبلت اور فطرت کے ساتھ زندہ رہنے والی کہانیاں۔ ان کہانیوں میں وہ سب کچھ ہے جو انسان میں ہے۔ حسد، رشک، شماتت، رقابت، دوستی دشمنی، جفاکاری، وفا شعاری، سادگی، ریاکاری، ایثار، غداری، تمرد، انکساری، بہادری اور بزدلی۔

انسانوں کی اثر انگیز کہانیوں کے مجموعے

قیمت کی کتاب ۳۵ روپے ڈاک خرچ فی کتاب ۱۰/ روپے	چار کتابیں یا زائد منگانے پر ڈاک خرچ معاف

دس کتابوں کے سیٹ کی رعایتی قیمت ۲۰۰ روپے ہے ڈاک خرچ مفت

آج ہی اپنا آرڈر بھیج دیجئے کیوں کہ یہ کتابیں محدود تعداد میں شائع ہو رہی ہیں

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۲۳۰ سعید منزل ۱ بلیو ایریا سیکٹر آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

سسپنس ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ

دیوتا

پندرھواں حصّہ

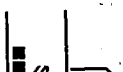

فرہاد علی تیمور

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت،
ایک فسوں کار کا قصہ، جس کا جادو سر چڑھ
کر بولتا تھا۔ اُس شورہ پشت، شوریدہ سر
کا احوال، ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔

یہ جو کچھ ہو رہا تھا میرے سامنے نہیں ہو رہا تھا۔ دی کلر آندھی طوفان کی طرح آیا تھا، پھر اس نے بلڈوزر کی طرح دروازے کو توڑ کر رکھ دیا تھا مگر وہ میرے کمرے کا دروازہ نہیں تھا۔

میں اپنے کمرے میں محفوظ تھا اور میرے کمرے کا دروازہ صحیح سلامت تھا۔ دی کلر میرے سامنے نہیں تھا۔ اسے تو میں ٹیلی پیتھی کی آنکھ سے دیکھتا آ رہا تھا۔ اس کے آنے کا انداز ایسا تھا جیسے میری ہی طرف آ رہا ہو کیوں کہ وہ ہوٹل ہنی مون میں آیا تھا اور میں بھی ہنی مون میں ہی تھا۔ پھر وہ چوتھے فلور پر آیا تھا اور میں بھی چوتھے فلور پر تھا۔ وہ فرہاد کو موت کی نیند سلانے آیا تھا اور میں ہی فرہاد ہوں۔

لیکن وہ دروازہ جس پر اس نے گھونسا مار کر شگاف ڈال دیا تھا، میرے پڑوس والے کمرے کا دروازہ تھا۔ دروازے پر زلزلہ آتے ہی جارج باڈی بلڈر کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ تب میری سمجھ میں آیا کہ ماسٹر کی کا آلۂ کار جارج باڈی بلڈر میرے ساتھ والے کمرے میں ہے۔

جب میں باڈی بلڈر کے لب و لہجے کی شناخت کرانے شیبا کو اس کے دماغ میں لے گیا تھا تب ہم نے یہ معلوم نہیں کیا تھا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ اب پتا چلا کہ وہ ہوٹل ہنی مون میں ہمارا پڑوسی تھا۔ شاید مجھ پر نظر رکھنے کے لیے اس نے پاس والا کمرا لے رکھا تھا۔

بہر حال جو کچھ ہوا تھا، ہمارے حق میں بہتر ہوا تھا۔ ہماری تدبیر کام آئی تھی۔ شیبا نے باڈی بلڈر کے لب و لہجے میں فرہاد بن کر دی کلر کو چھیڑا تھا۔ پُراسرار شخص کا دعویٰ تھا کہ دی کلر سوچ کے لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کا آدھا دعویٰ درست ثابت ہوا تھا۔ وہ لہجے کو گرفت میں لے کر باڈی بلڈر تک پہنچ گیا تھا۔

میں نے ٹیلی پیتھی کی آنکھ سے دیکھا، کمرے کا دروازہ ٹوٹ چکا تھا۔ اور ٹوٹے ہوئے دروازے پر ایک انسان نما پہاڑ کھڑا ہوا تھا۔ جارج نے گھبرا کر پوچھا: "دی کلر! تم میرے پاس کیوں آئے ہو اور یہ کیا انداز ہے۔ تم نے دروازہ کیوں توڑ دیا؟"

وہ شکستہ دروازے سے کودتے ہوئے غرایا۔ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا: "بھوں بھوں، فرہاد اب تم پلاسٹک سرجری کے ذریعے بھی نہیں چھپ سکو گے۔"

"پلاسٹک سرجری؟" جارج نے سہم کر اپنے چہرے پر ہاتھ رکھا۔ وہ سچ مچ پلاسٹک سرجری کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔

مگر فرہاد نہیں، وکٹر تھا۔ اس نے ہکلاتے ہوئے کہا: "تت تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"وہی جو تم خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ میں بول چکے ہو۔"

"خ... خ... خیال خوانی؟ کیا... کیا تم مجھے فرہاد سمجھ رہے ہو؟"

وہ پیچھے ہٹ رہا تھا مگر غیر معمولی ہاتھ اتنے لانبے تھے کہ دور ہی سے مگر دن تک پہنچتے ہوئے لگتے تھے۔ اس نے کہا: "بچ کر کہاں جاؤ گے۔ موت کے ہاتھ لمبے ہوتے ہیں، بھول بھول، بھول۔"

اس نے ایک ہاتھ سے دبوچ لیا۔ باڈی بلڈر بھی چوہا نہیں تھا، اس نے پوری قوت سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا پھر خود کو چھڑا کر دور ہو گیا۔ ایک ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے بولا: "پہلے میری بات سن لو ورنہ تم غلط فہمی میں مجھے مار ڈالو گے۔"

"بھول، بھول، مجھے غلط فہمی؟ کیا تم وکٹر نہیں ہو؟"

"آں؟" پہلے تو وہ گڑبڑایا پھر بولا: "نن... نہیں، میں میرے چہرے کو دیکھ لو، میں میک اَپ میں نہیں ہوں، یہ میرا اصلی چہرہ ہے۔ میں جارج ہوں۔"

وہ غرّایا: "غرّ... غرّ... تم جارج بھی ہو، وکٹر بھی ہو اور فرہاد بھی۔ اب موت کو سامنے دیکھ کر گھبراتے کیوں ہو، اپنی ٹیلی پیتھی کی طاقت آزماؤ۔"

میں نے فوراً ہی اسے جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخ مار کر ذرا لڑکھڑایا۔ میں پہلے دیکھ چکا تھا کہ وہ فوراً سنبھل جاتا ہے۔ اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی میں نے جارج کو فلائنگ کِک مارنے پر مجبور کیا۔ وہ لات کھاتے ہی پیچھے صوفے سے ٹکرایا، اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا، صوفے کے ساتھ دوسری طرف الٹ گیا۔

جارج کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ وہ اچھل کر اس کے سینے پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ دی کلر نے اس کی ٹانگ کو پکڑ کر چھت کی طرف اچھال دیا۔ اس بار میں نے ہوٹل سٹی ٹاور کے منیجر کے انداز میں قہقہہ لگایا پھر اس کے لہجے میں کہا: "دی کلر! تمہارے باس کا آدھا دعویٰ غلط ہے، تم خیال خوانی کرنے والے تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس بار میں ہٹی مون کا منیجر بن کر بول رہا ہوں۔ تم لہجے کو پکڑ کر منیجر کی طرف تو جا سکتے ہو، میری طرف نہیں آ سکتے۔"

وہ باڈی بلڈر سے مار کھانے کے بعد جھنجلا گیا تھا اور اس کی طرف غرّاتے ہوئے بڑھ رہا تھا۔ پھر اچانک ہی رُک گیا۔ یوں منہ بنانے لگا جیسے کچھ سن رہا ہو۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"مجھے جارج پر حملہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس کی بات تو سمجھنا چاہیے۔ ابھی اس نے منیجر کی آواز میں مجھے مخاطب کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مجھے بیوقوف بنا رہا ہے۔"

میں نے کہا: "میں نہیں، تمہارا باس تمہیں بے وقوف بنا رہا ہے۔ جہاں فرہاد کی بُو ملتی ہے وہاں تمہیں دوڑا دیتا ہے۔ اگر یہ دھوئی ہے کہ ٹیلی پیتھی کی لہروں کو گرفت میں لے کر تم فرہاد تک پہنچ جاؤ گے تو آؤ پہنچو۔"

میں نے جارج کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو اس نے کہا۔

"دی کلر! تم نے دیکھ لیا کہ میں بے قصور ہوں۔ فرہاد مجھے ٹریپ کر رہا ہے۔"

اس وقت تک ہوٹل کا عملہ وہاں آ گیا تھا۔ بوڑھا منیجر دی کلر سے درخواست کر رہا تھا کہ اب وہ مزید توڑ پھوڑ نہ کرے۔ اس توڑ پھوڑ کرنے والے کے خلاف رپورٹ درج نہیں کرائی جا سکتی تھی، کیوں کہ پورا شہر پُراسرار باس کا فرمانبردار تھا۔ دوسرے لفظوں میں اس شہر کے لوگ اس باس کی رعایا تھے اور وہ ان کا نادیدہ حاکم تھا۔ اسی لیے کوئی دی کلر کے خلاف قانونی چارہ جوئی کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

ان کی باتوں کے دوران میں نے شیبا سے کہا: "اب تم مادام کمپیوٹر کی حیثیت سے اس پُراسرار شخص تک یہ اطلاع پہنچاؤ کہ جارج واقعی دُہری چال چل رہا ہے اور دراصل یہ وکٹر ہے۔"

شیبا نے اس پُراسرار شخص کے ایک خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچ کر چپکے سے کہا: "میں مادام کمپیوٹر بول رہی ہوں۔ فرہاد چونکہ اُدھر مصروف ہے، اس لیے اِدھر مجھے ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ میں اس بات کی تصدیق کر رہی ہوں کہ جارج دراصل وکٹر ہے اور ماسٹر کی کا خاص آدمی ہے۔ اس نے تقریباً دو گھنٹے پہلے اپنے ماسٹر کی کے پاس خفیہ پیغام نشر کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ڈاکٹر میکاکس رسونتی کو لے کر اربیٹ سے جانے والا ہے۔"

جو شخص پُراسرار بنا ہوا تھا۔ وہ اپنے ماتحتوں پر بہت کم اعتماد کرتا تھا۔ اور جارج پر تو پہلے ہی شبہ تھا۔ میں نے اسے وکٹر کہا تھا، دوسری طرف شیبا اس کی تصدیق کر رہی تھی۔ ایسے میں وہ جارج کو چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ اسے ہلاک تو نہیں کیا گیا مگر گرفتار کر لیا گیا تھا تاکہ اسے ٹارچر چیمبر میں بھیج کر اس پر اذیتوں کی انتہا کر دی جائے اور اس سے اصلیت اگلوائی جائے۔

اس طرح میں نے جارج باڈی بلڈر کو راستے سے ہٹا دیا۔ دوسرے اس پُراسرار شخص تک یہ بات پہنچا دی کہ ماسٹر کی کے

آدمی میکاکس اور رسونتی کا تعاقب ضرور کریں گے۔

پُراسرار باس کے خاص ماتحت نے مجھے مخاطب کیا۔ "مسٹر فرہاد! میں آپ سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ یہاں کسی کے دماغ میں موجود ہیں؟"

"میں تمہارے ہی پاس ہوں۔"

وہ ذرا سا چونک گیا، ذرا سا سہم گیا۔ پھر جبراً مسکراتے ہوئے بولا: "خوش آمدید! اب میں زبان سے نہیں بولوں گا، سوچتا رہوں گا۔ یقیناً آپ میری سوچ پڑھتے رہیں گے۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا ہوٹل کے دوسرے حصے میں جانے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "مسٹر فرہاد! ہم یہی چاہتے تھے کہ آپ رسونتی تک ضرور پہنچنے کی کوشش کریں، ہمارا یہ مقصد پورا ہو رہا ہے۔"

میں نے کہا: "میں بھی نادان نہیں ہوں۔ کل سے ہارے میں اپنے ایک آدمی کے ذریعے موجود ہوں۔ میں کبھی خود کو ظاہر نہ کرتا لیکن دی کلر کو آزمانا پڑا کہ وہ سوچ کی لہروں کو گرفت میں لیتا ہے یا نہیں۔"

اس بوڑھے ماتحت نے کہا: "دی کلر کی وجہ سے ابھی آپ کو اور کیا کچھ کرنا ہو گا یا اور کس طرح بار بار ہمارے سامنے آنا ہو گا، یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔"

میں نے چیلنج کرنے کے لیے مجھے دماغ میں بلایا ہے؟"

"میں تمہاری خوش فہمی ختم کرنا چاہتا ہوں۔ اور تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے کیسے کیسے... جانے ہیں۔ اس بار ہمارے ساتھ ٹیلی پیتھی کی قوت بھی ہے۔ مادام کمپیوٹر سے ہمارا معاہدہ ہو چکا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "اس مادام کمپیوٹر کا ذکر کر رہے ہو جو مجھ سے ڈر کر کسی کے دماغ میں آتی نہیں ہے۔ آتی ہے تو چپ رہتی ہے۔ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ اگر وہ ڈاکٹر میکاکس کے ذریعے تم لوگوں سے رابطہ قائم کرتی ہے تو اب نہیں کر سکے گی کیوں کہ میکاکس رسونتی کے ساتھ ہے اور میں ہمیشہ میکاکس کے دماغ میں آتا جاتا رہوں گا۔"

"مادام کمپیوٹر بھی چالیں چلنا جانتی ہے۔ بہلا کوئی آدمی بالکل گونگا بن کر رہے گا اور وہ صرف مادام کمپیوٹر کا آلۂ کار رہے گا۔ جو کبھی اس کی آواز نہیں سن پاؤ گے اور نہ ہی اس کے دماغ میں پہنچ سکو گے۔ صرف مادام کمپیوٹر وہاں جائے گی۔ اور اس کے ذریعے ہم سے رابطہ قائم کرے گی اور تمہارے متعلق اہم اطلاعات فراہم کرتی رہے گی۔"

"اور کچھ؟"

"ہم جانتے ہیں، تم بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے سے امداد حاصل کرو گے مگر یاد رکھو، ہم غافل نہیں ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے سے آنے والوں کو اس طرح ٹھکانے لگائیں گے کہ تمہارے بھی ہوش اڑ جائیں گے۔ پھر یہ کہ اب تمہارے مقابلے میں ہماری طرف سے جو خطرناک قسم کے قاتل ٹکرائیں گے وہ سب یوگا کے ماہر ہوں گے۔ تمہاری ٹیلی پیتھی ان پر اثر نہیں کرے گی۔"

"واقعی بڑے بھیانک منصوبے پیش کر رہے ہو۔ کیا میں ڈر جاؤں یا تمہارے باس سے دوستی کر لوں؟"

"تم جیسے دشمن سمجھ لیتے ہو، اس سے کبھی دوستی نہیں کرتے۔ اسرار سیٹی حکام نے برسوں ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا مگر تمہیں دوست نہ بنا سکے۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین وغیرہ نے بھی اپنی سی کوششیں کر لیں مگر تمہارے دماغ میں یہ خوش فہمی سما گئی ہے کہ تم دنیا والوں کو دشمن بنا کر تنہا زندہ رہ سکتے ہو اور یہ خوش فہمی تمہیں بہت جلد عبرت ناک انجام تک پہنچانے والی ہے۔"

میں نے اسے جماہی لینے پر مجبور کیا۔ پھر کہا: "تمہیں نیند آ رہی ہے۔ نیند کی حالت میں بڑبڑاتے جا رہے ہو، بہتر ہے سو جاؤ۔"

"میں ضروری باتیں کر رہا ہوں اور تم اسے بڑبڑانا کہتے ہو؟"

"میں کہتا ہوں، سو جاؤں یا پھر مجھے سونے دو ورنہ تمہیں ٹیلی پیتھی کی نیند سلا دوں گا۔"

یہ کہہ کر میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا پھر شیبا سے کہا: "رات زیادہ ہو رہی ہے، اب تم آرام سے سو جاؤ۔ میں بھی پانچ گھنٹے تک سو تا رہوں گا، تم چھ گھنٹے کے بعد کسی وقت بھی مجھ سے رابطہ قائم کر سکتی ہو۔"

"کیا تم مجھ سے رابطہ قائم نہیں کرنا چاہتے؟"

"ضرور چاہتا ہوں۔ میں تو جب چاہوں آ سکتا ہوں مگر سوچتا ہوں، جس وقت میں تمہارے دماغ میں پہنچوں اس وقت تم تنہائی کے کس عالم میں ہو گی، کیا سوچ رہی ہو گی۔ کیا کر رہی ہو گی لہٰذا تمہیں میرے پاس آنا چاہیے۔"

وہ فی امان اللہ کہہ کر جانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا: "یہ رخصت ہونے کا انداز تم نے بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے میں سیکھا ہے ورنہ تم تو ہندو لڑکی ہو۔"

وہ مسکرانے لگی۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولی: "فرہاد! ایک بات سے ڈر لگتا ہے۔"

"تم کون کون سی بات سے ڈرتی ہو؟ مجھے آج بتا دو۔"

"کبھی کبھی یہ سوچ کر گھبرا جاتی ہوں کہ کہیں تم آہستہ آہستہ مجھے اپنے مذہب کی طرف مائل نہ کر لو۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "ہمارے اسلام میں کسی کو جبراً اپنی طرف مائل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ جب تک دل مائل نہ ہو، اس وقت تک انسان نہ تو انسان سے محبت کر سکتا ہے اور نہ خدا سے۔ میں اور جناب شیخ الفارس نے بارہا تمہیں یقین دلایا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر بھی تم آزاد ہو جب چاہے وہاں سے جا سکتی ہو، جب چاہو ہم سے ناتا توڑ سکتی ہو۔"

اس نے آہستگی سے کہا: "کیا تم یہ چاہتے ہو؟"

"میں کبھی نہیں چاہتا۔ ہم تمام عمر بہت اچھے دوست بن کر ایک دوسرے کے کام آ سکتے ہیں۔"

وہ رخصت ہو گئی۔ میں نے مادام کیپیوٹر بن کر پُراسرار شخص کے ایک اور اہم آدمی کو ٹریپ کیا۔ اس کے دماغ پر قابض ہو کر کہا: "میں تمہاری ہی سوچ میں بول رہی ہوں۔ میں مادام کیپیوٹر ہوں۔ چوں کہ فرہاد کسی وقت بھی تمہارے دماغ میں آ کر مجھے ٹریپ کر سکتا ہے اس لیے میں اپنے لب و لہجے میں نہیں بول سکتی جو کہہ رہی ہوں اسے غور سے سنو اور میری بات اپنے باس تک پہنچا دو۔"

وہ توجہ سے سن رہا تھا۔ میں نے کہا: "تھوڑی دیر پہلے تمہارا ایک بوڑھا ساتھی جب فرہاد سے باتیں کر رہا تھا تو میں چُپ چاپ تمہارے آدمی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ مجھے یہ تدبیر پسند آئی ہے کہ تمہارا ایک آدمی گونگا بنا رہے گا۔ فرہاد اس کی آواز کبھی نہیں سن سکے گا۔ صرف میں ایک بار اس کی آواز سنوں گی اور پھر چپ چاپ اس کے پاس آ کر اہم اطلاعات فراہم کرتی رہوں گی۔ لہٰذا ایسے ایک شخص کا فوراً انتظام کیا جائے۔ کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے جو ڈاکٹر میکاس کی طرح ذہین بھی ہو اور اچھا فائٹر بھی۔"

پندرہ منٹ کے اندر وہ شخص مجھے ایک کیسٹ سنا رہا تھا۔ اس کیسٹ میں ایک شخص کی آواز تھی اور میں اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لے رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "مادام کیپیوٹر، مجھے آپ ... کا آلۂ کار بن کر بے حد خوشی ہو گی۔ مجھے چارلی چارلٹن کہتے ہیں۔ آپ صرف چارلی کہہ سکتی ہیں اور مجھ پر اعتماد کر سکتی ہیں۔ ویسے آپ میرے دماغ میں رہ کر مجھ پر اعتماد کرنا سیکھ لیں۔ یہ کیسٹ ابھی ضائع کر دیا جائے گا۔ اس لمحے کے بعد پھر میرے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلے گی۔ میں اپنے سائے سے بھی گفتگو نہیں کروں گا۔ ہمیشہ گونگا بن کر رہوں گا۔ اوکے سو فار۔"

میں نے اس کی آواز سننے کے بعد اس شخص سے کہا: "میں نے چارلی کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ وہ کیسٹ فوراً ضائع کر دیا جائے۔ آئندہ میں چارلی کے ذریعے رابطہ قائم کیا کروں گی۔ اب جا رہی ہوں۔ تھوڑی دیر آرام کروں گی۔"

میں پھر اپنے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ رسونتی بستر پر بے خبر سو رہی تھی۔ میں نے اسے میٹھی میٹھی گیند سلایا تھا۔ وہ صبح سات بجے سے پہلے بیدار نہ ہوتی۔ میں نے بھی ایک صوفے پر لیٹ کر اپنے دماغ کو ہدایت دی: صبح سات بجے تک سونے کا وقت مقرر کیا پھر گہری نیند میں ڈوب گیا۔

حالات بڑے ظالم تھے۔ میں اپنی شریکِ حیات کے ساتھ ہوٹل ہنی مون کے کمرے میں تھا۔ لفظ ہنی مون ہی جذبۂ محبت کو بھڑکانے کے لیے کافی ہوتا ہے اور ادھر میری شریکِ حیات میرے ساتھ تھی۔ میرے سامنے بستر پر محوِ خواب تھی اور میں اس کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔ ایک صوفے پر سو رہا تھا۔

میں وقتِ مقررہ پر بیدار ہو گیا۔ باتھ روم میں جا کر غسل وغیرہ کرنے کے دوران شیخ الفارس سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے بتایا کہ بابا صاحب کے ادارے کے بہت سے ماہرین برسوں پہلے سے جنوبی امریکا میں موجود ہیں اور بہت سے ماہرین روانہ ہو چکے ہیں۔

میں انھیں دی کلر کے متعلق بتانا چاہتا تھا، انھوں نے کہا: "شیبا نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔ ایک تو وہ پُراسرار شخص تمہیں امریکا کی حدود سے باہر نہیں جانے دے گا، دوسرے دی کلر تمہارے پیچھے سائے کی طرح لگا رہے گا۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آئندہ تمہارے مقابلے میں بھی یوگا کے ماہر آئیں گے۔ میری موجودہ معلومات کے مطابق دریائے ایمیزن کے ساحلی شہروں اور بستیوں میں زبردست ناکہ بندی کی جا رہی ہے اور اس بات کا حساب کیا جا رہا ہے کہ آج سے دن انجنی ان شہروں اور بستیوں میں داخل ہوتا ہے، جو بھی نئے لوگ وہاں آئیں گے، وہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے سمجھے جائیں گے۔"

میں نے کہا: "اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ بابا صاحب کے ادارے سے ہمارے ماہرین کی نئی کھیپ نہیں بھیج سکتے۔"

"میں بھیج رہا ہوں۔ اگر وہ لوگ پابندیاں عائد کرنا جانتے ہیں تو ہمیں پابندیوں کو توڑنے کا فن آتا ہے۔ اللہ نے چاہا تو تم رسونتی کو یہاں لا سکو گے لیکن اس دوران سونیا اور اعلیٰ بی بی کا سراغ مل جائے تو بہتر ہو گا کیوں کہ رسونتی کو وہاں سے لاتے کے بعد پُراسرار شخص بہت زیادہ محتاط ہو جائے گا۔ سونیا اور اعلیٰ بی بی پر بڑی سخت پابندیاں عائد ہوں گی۔"

میں ان سے کہنا چاہتا تھا کہ میں آج ہی رسونتی کے ساتھ سفر کا آغاز کروں گا لیکن یہ بات نہ کہہ سکا۔ اچانک ہی مجھے رسونتی کے رونے کی آواز سنائی دی۔ میں ایک دم سے پریشان ہو کر باتھ روم سے باہر آیا۔ دیکھا تو وہ بستر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

وہ مجھے دیکھ کر چُپ ہو گئی، پھر آنسو پونچھتے ہوئے بولی: "مجھے اکیلے میں ڈر لگتا ہے۔"

"تعجب ہے۔ تمہیں دن کے وقت ڈر لگتا ہے۔"

"میں دن کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ میں تو یہ سوچ کر رو رہی ہوں کہ رات بھر اس کمرے میں اکیلی تھی اور تم باتھ روم میں سو رہے تھے۔ اگر کوئی مجھے اٹھا کر لے جاتا تو...!"

"تم اتنی بڑی ہو کر ڈرتی ہو؟"

"میں بڑی کہاں ہوں؟"

"کیا بچی ہو؟"

"میں بچی نہیں ہوں۔"

"پھر کیا ہو؟"

"میں دلھن ہوں اور تم میرے دولھا۔" یہ کہہ کر وہ دونوں بانہیں پھیلا کر میری طرف آنے لگی۔ میں نے ایک دم سے پیچھے ہٹ کر کہا: "ارے ارے، پلنگ سے گر پڑو گی۔"

اور وہ گر ہی پڑتی، اگر میں فوراً سنبھال نہ لیتا۔ اسے سنبھالنا بھی میرے لیے آزمائش کے لمحات تھے۔ کتنی حسین اور کتنی بھرپور جوان تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ پہلی بار اسے چھو رہا ہوں۔ اپنی شریکِ حیات بھی جو برسوں کی جدائی کے بعد ملے تو بالکل نئی لگتی ہے۔

میں نے جلدی سے سنبھال کر پلنگ کے سرے پر بٹھایا پھر کہا: "اگر تم دلھن ہو تو مجھے تمہیں طور طریقے معلوم ہونے چاہئیں۔ دلھن صبح اٹھ کر غسل کرتی ہے اور صاف ستھری رہتی ہے۔ اچھے کپڑے پہنتی ہے۔"

میں اسے ٹالنا چاہتا تھا تاکہ وہ کچھ وقت باتھ روم میں گزارے اور میں خیال خوانی کرتا رہوں لیکن غسل کرنے کا مشورہ بڑا مہنگا پڑا۔ رومانٹک بے بی اس کے کپڑوں اور سامان کی اٹیچی وہاں چھوڑ گئی تھی۔ مگر رسونتی کو اٹیچی کھولنا بھی نہیں آتا تھا۔ مجھے کھولنا پڑا۔ اس کے لباس کا انتخاب بھی مجھے کرنا پڑا۔ پھر اسے باتھ روم کے دروازے تک پہنچا کر کہا: "اب جاؤ دروازے کو اندر سے بند کرو اور اچھی طرح غسل کر کے لباس تبدیل کر لو۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی: "میں باتھ روم میں اکیلی نہیں جاؤں گی کوئی ادھر سے اٹھا کر لے جائے گا تو...!"

"اس باتھ روم میں دوسرا دروازہ نہیں ہے، اگر تمہیں ڈر لگتا ہے تو دروازے کو اندر سے بند نہ کرو۔ اسی طرح لگا رہنے دو۔"

میں اسے چھوڑ کر صوفے کی طرف آ کر بیٹھنا چاہتا تھا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: "کہاں جا رہے ہو، مجھے غسل کون کرائے گا؟"

میں نے چونک کر پوچھا: "کیا مطلب؟"

"وہ جو بے بی آنٹی ہے وہ مجھے غسل کراتی تھی۔ مجھے کپڑے پہناتی تھی۔"

میں پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ دل کہتا تھا، حالات مجبور کر رہے ہیں تو مجھے مجبور ہو جانا چاہیے۔ دماغ سمجھاتا تھا، دشمن ہماری تاک میں ہیں۔ انھیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فرہاد علی تیمور ڈاکٹر میکاس کے دماغ میں آتا ہے۔ لہٰذا فرہاد میکاس کو کبھی رسونتی کے قریب تر ہونے کا موقع نہیں دے گا۔ اگر میکاس کی حیثیت سے رسونتی کے ناز نخرے اٹھاؤں گا تو کسی بھی مرحلے پر بات کھل سکتی ہے۔ میرا اور رسونتی کا

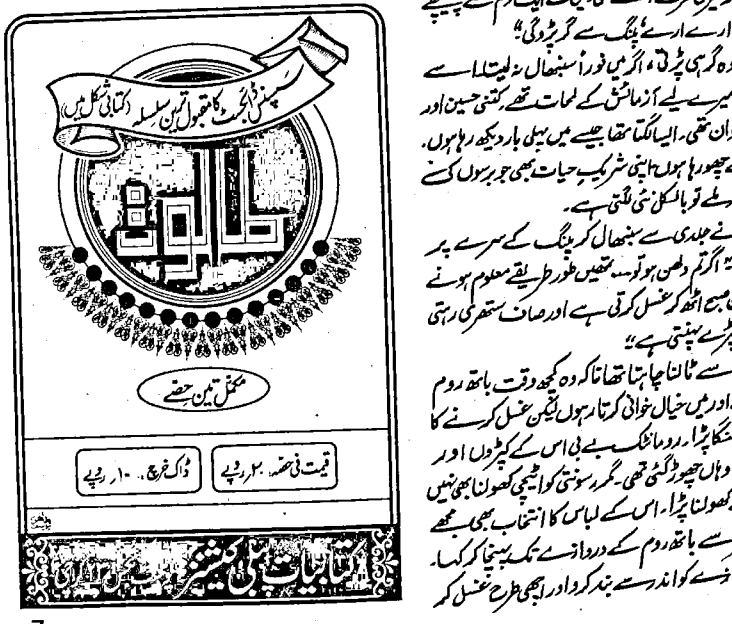

اصل رشتہ ظاہر ہو جائے گا اور میں فرہاد کی حیثیت سے بے نقاب ہو جاؤں گا۔

میں نے خیالات سے چونک کر دیکھا، رسونتی میرے سامنے نہیں تھی۔ پھر میں نے گھوم کر دیکھا وہ شاور کے نیچے بھیگ رہی تھی۔ ننھی بچی کی طرح اچھل اچھل کر تالیاں بجا رہی تھی۔ اس کے اچھلتے رہنے سے محسوس ہو رہا تھا پاؤں میں پائلیں بج رہی ہیں تالیاں بجانے سے سُر تال بکھر رہے تھے۔ اگرچہ وہ پانی شاور سے نکل رہا تھا لیکن مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے ساون میں گوری بھیگ رہی ہو۔ میں نے ہار مان لی۔

آدھے گھنٹے کے بعد کال بیل کی آواز سنائی دی، میں نے دروازے کو کھولا۔ سامنے رومانٹک بے بی ایک شخص کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اندر آنے کے لیے کہا۔ وہ مجھے اور رسونتی کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ رسونتی بھیگی زلفوں سے پانی نچوڑ رہی تھی اور میری ظاہری حالت سے بھی پتا چل رہا تھا کہ میں ابھی غسل سے فارغ ہوا ہوں۔ میں نے پوچھا "آنے کا مقصد بتاؤ۔"

اس نے اجنبی شخص کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ چارلی چارلٹن ہمارا خاص آدمی ہے۔ اب مادام کمپیوٹر کا خاص الخاص کار بن کر رہے گا۔ مادام آئندہ تم سے رابطہ قائم نہیں کرے گی۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "میں پچھلی رات سے مادام کو مخاطب کر رہا ہوں مگر مجھے کوئی جواب نہیں مل رہا ہے، ویسے بات سمجھ میں آگئی ہے۔ کیوں کہ پچھلی رات مسٹر فرہاد نے مجھے مخاطب کیا تھا۔"

رومانٹک بے بی نے چونک کر پوچھا "کیا واقعی؟ فرہاد نے تم سے کیا کہا؟"

میں نے جواب دیا "میں سوچ رہا تھا کہ مادام کمپیوٹر کا آدمی ہوں لہٰذا فرہاد کی طرف سے سزا ملے گی لیکن خلاف توقع مسٹر فرہاد نے میری بڑی تعریفیں کیں کیوں کہ میں رسونتی سے دور رہا۔ ساری رات اس صوفے پر گزاری۔ مسٹر فرہاد نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اگر میں اسی طرح مادام سے دور دور رہ کر ان کی حفاظت کرتا رہوں گا تو وہ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم دونوں سے فائدہ اٹھا رہے ہو۔ مادام کمپیوٹر کے بھی آدمی ہو اور تم پر ہمارے پُراسرار باس کی مہربانیاں بھی ہیں۔ بائی دی وے، ڈاکٹر میکا کس ایک بات یاد رکھو۔ اگر تم نے فرہاد کی طرف پھسلنے کی کوشش کی اور کسی مرحلے پر ہمیں دھوکا دینا چاہا تو وہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔"

میں نے ناگواری سے کہا "اگر تم دھمکی دے چکی ہو تو یہاں سے جا سکتی ہو۔ پھر میں نے چارلی کی طرف پلٹ کر کہا "سوری مسٹر چارلی، میں نے تم سے مصافحہ نہیں کیا۔"

میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ تن کر پیچھے ہٹ گیا۔ رومانٹک بے بی نے کہا "یہ کسی کو منہ نہیں لگاتا۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ اس کے منہ میں زبان ہی نہیں ہے نہ بولتا ہے، نہ کسی سے دوستی کرتا ہے صرف اپنے کام سے کام رکھتا ہے۔ مسٹر چارلی، اب تم جا سکتے ہو۔"

رومانٹک بے بی نے ہاتھ کے اشارے سے جانے کے لیے کہا، وہ چلا گیا۔ پھر وہ رسونتی کے پاس گئی اور اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی "ہیلو بے بی! کیسی ہو، دولھا پسند آیا؟"

پھر اس نے کن انکھیوں سے میری طرف دیکھ کر کہا "دولھا تو کہتا ہے ساری رات صوفے پر گزاری۔ مگر تم بے بی آنٹی سے جھوٹ نہیں بولو گی۔ سچ سچ بتاؤ۔"

میں .... اسے نظر انداز کر کے آئینے کے سامنے گیا اور کنگھی کرنے لگا۔ اُدھر رسونتی نے پوچھا "میں سچ سچ بتا دوں؟"

رومانٹک بے بی کو اصل حالات جاننے کی جلدی تھی۔

اس نے جلدی جلدی سر ہلایا "ہاں ہاں بولو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی رسونتی نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا۔ رومانٹک بے بی ایک دم سے ہکا بکا رہ گئی پھر غصّے سے بولی "یو ایڈیٹ، یو سِلی گرل تم نے مجھے تھپڑ مارا ہے۔"

اچانک رسونتی نے لہجہ بدل کر کہا "یہ میں نے نہیں، فرہاد نے تیمور نے مارا ہے۔ میں نے تمہارے جیسی ذلیل عورت نہیں دیکھی۔ تم میری بیوی رسونتی کو ڈاکٹر میکا کس کی خوابگاہ میں چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ڈاکٹر میکا کس ایک شریف انسان ہے۔ میں اپنی بیوی کے قریب ایسے شریف انسان کو برداشت کر سکتا ہوں مگر تمہیں برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی وقت چلی جاؤ ورنہ....."

رسونتی نے دوسرا ہاتھ تھپڑ مارنے کے لیے اٹھایا۔ رومانٹک بے بی نے اس ہاتھ کو پکڑ لیا لیکن دوسرے ہی لمحے رومانٹک بے بی کے آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ رسونتی نے اپنا ہاتھ اسی کے ہاتھ میں رہنے دیا تھا لیکن دوسرے ہاتھ سے اس ہاتھ کو پکڑ کر ایک دم سے پلٹ گئی تھی۔ اور دھوبی پاٹ کا داؤ استعمال کیا تھا۔ رومانٹک بے بی

اس کے اوپر سے ہوتی ہوئی دھپ سے فرش پر آ کر گری اور کراہنے لگی۔ میں نے رسونتی کے ذریعے کہا "تم نے میری بیوی کو ایک بچی بنا کر الٹی سیدھی باتیں سکھائیں لیکن لڑنے کے داؤ پیچ نہیں سکھائے۔ اب میں سکھا رہا ہوں۔ چلو اٹھو! ابھی میں تمہیں پھر اٹھا کر پٹخنے والا ہوں۔"

رومانٹک بے بی جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہوئی، پھر اپنا لباس سنبھالتی ہوئی، دوڑتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ دروازے کے پاس پہنچ کر بولی "میں تمہیں دیکھ لوں گی۔ تم رسونتی، تم یہاں سے نہیں جا سکو گی۔ میں تمہیں ہار ربے سے باہر نکلنے نہیں دوں گی۔ میں تمہیں اس ہوٹل سے بھی باہر نہیں جانے دوں گی۔"

وہ اپنی توہین پر تلملا رہی تھی۔ پھر وہاں سے پاؤں پٹختی ہوئی باہر چلی گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ رسونتی کے دماغ کو آزاد کر چکا تھا۔ وہ حیرانی سے سوچ رہی تھی۔ اب تک وہ کہاں تھی اور کیا کر رہی تھی وہ میں نے پھر اس کے دماغ میں کہا "رسونتی، میں تمہارا دوست ہوں۔ تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں مگر تمہیں نظر نہیں آؤں گا۔ میری بات یاد رکھو، تمہاری یہ بے بی آنٹی ایک چڑیل ہے۔ تم اس سے دوستی نہ کرو۔ نہ ہی اس سے کوئی بات کیا کرو۔ اگر یہ کچھ پوچھے تو جواب نہ دیا کرو۔ کہہ دو کہ تمہارے دماغ میں تمہارا ایک دوست بولتا ہے۔ پہلے تم اس دوست سے پوچھو گی اس کے بعد کسی سے بات کرو گی۔"

رسونتی پہلے تو مجھے اپنے دماغ میں قبول نہیں کر رہی تھی۔ گھبرا رہی تھی۔ ایک بار اس نے میرے پاس آ کر کہا "تم میرے دولھا ہو مگر میرے دماغ میں کوئی دوست بن کر بول رہا ہے۔"

میں نے سمجھایا "اگر کوئی دوست بن کر بول رہا ہے تو اسی سے دوستی کرو۔ وہ اچھا آدمی ہے۔"

وہ حیران ہو کر بولی "مگر کیسا آدمی ہے۔ بولتا ہے اور نظر نہیں آتا۔"

"ایک دن نظر آئے گا۔ ابھی تم اس کی بات مان لو جیسا وہ کہتا ہے ویسا ہی کرتی جاؤ۔"

اس طرح میں نے ڈاکٹر میکا کس کی حیثیت سے اسے سمجھایا۔ دوسری طرف اس کے دماغ میں بولتا رہا اور اسے اپنے مشوروں پر چلنے کے لیے مائل کرتا رہا۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو ڈاکٹر میکا کس اسپیکنگ۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "ہم میزبان بول رہے ہیں۔" فقرہ کیا ہے کیا واقعی رسونتی کے دماغ میں ابھی فرہاد موجود تھا۔ اور اس نے رومانٹک بے بی کی پٹائی کی ہے؟"

"ہاں یہ درست ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ مسٹر فرہاد پچھلی رات سے ہمارے کمرے میں اور ہمارے دماغ میں گھُس بار آتے جاتے رہے ہیں۔"

"ہاں، ہم نے سنا ہے فرہاد تم سے خوش ہے۔ بہر حال ہم جو چاہتے تھے وہی ہو رہا ہے۔ اب تم سفر کی تیاری شروع کرو۔ آج ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔"

میں نے کہا "مجھے مادام کمپیوٹر کے حکم کا انتظار ہے۔ مسٹر چارلی سے کہو، وہ مادام کو مخاطب کرے اور میرے لیے احکامات حاصل کرے۔"

میں نے ریسیور رکھتے ہی فوراً چارلی کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ مادام کمپیوٹر بن کر کہا "ابھی میں ڈاکٹر میکا کس کے دماغ میں چپ چاپ بیٹھی ہوئی اس کی باتیں سن رہی تھی۔ تمہارے پُراسرار باس کی طرف سے کہا جا رہا ہے کہ وہ رسونتی کے ساتھ یہاں سے سفر شروع کرے لیکن وہ میرے احکامات کا انتظار کر رہا ہے۔ لہٰذا اسے بتا دو، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آج ہی وہ رسونتی کو لے کر یہاں سے روانہ ہو جائے۔"

خوب چکر چل رہا تھا پُراسرار شخص مجھے ٹریپ کرنے کے لیے مادام کمپیوٹر سے دوستی کر چکا تھا اور وہ مادام کمپیوٹر

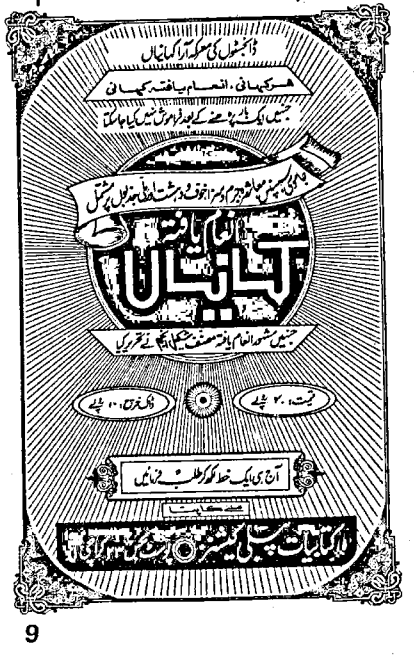

ہی بنا ہوا تھا۔ میں ڈاکٹر میکاکس تھا مگر فرہاد تھا اور فرہاد بن کر رسونتی کے دماغ میں بھی پہنچ رہا تھا۔ مگر رسونتی کے سامنے فرہاد نہیں تھا۔ دشمن یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ جب ڈاکٹر میکاکس رسونتی کو لے کر جنوبی امریکا میں سفر کرے گا تو فرہاد علی تیمور کس طرح اسے اغوا کرے گا اور کیسے صحیح سلامت امریکا سے کہیں اور لے جائے گا۔ وہ کم بخت یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جس فرہاد کا وہ انتظار کر رہے ہیں وہ رسونتی کے ساتھ ساتھ ہے۔

ہم نے صبح کا ناشتہ کیا اور سفر کی تیاری کرنے لگے۔ اس دوران میں مجھے مادام کیمبوٹر بن کر چارلی کے دماغ میں پہنچنا چاہیے تھا۔ میں نے پُراسرار باس کا یہ پیغام پہنچایا کہ ڈاکٹر میکاکس رسونتی کے ساتھ سفر کر رہا ہے لیکن فرہاد قدم قدم پر اسے اپنا آلۂ کار بناتا رہے گا۔ اس کے دماغ پر قابض ہو کر اپنی مرضی کے مطابق اسے عمل کرنے پر مجبور کرتا رہے گا۔ ایسی حالت میں اگر رسونتی ہمارے ہاتھ سے نکلنے لگے تو ہم ڈاکٹر میکاکس کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

میں نے مادام کیمبوٹر کی حیثیت سے کہا: "یہ مناسب نہیں ہے فرہاد اگر میکاکس کو ٹریپ کرے گا تو اس میں میکاکس کا کیا قصور ہے۔ میرا ایک اہم آدمی خواہ مخواہ مارا جائے گا۔"

"مادام یوں بھی میکاکس آپ کے لیے بیکار ہو چکا ہے۔ فرہاد ہمیشہ اس کے دماغ میں رہے گا اور آپ تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہے گا۔ اس کا ختم ہو جانا بہتر ہے۔"

"میں سوچ رہی ہوں، فرہاد میکاکس کے دماغ میں آتا ہے اور... میں چپ چاپ اس کے دماغ میں بیٹھ کر فرہاد کی کمزوری معلوم کرتی رہوں۔ وہ میکاکس کو جس طرح اپنے لیے استعمال کرے گا، اس کا علم مجھے ہو جایا کرے گا۔ اور میں تمہیں اس بات سے باخبر رکھوں گی۔ لہٰذا اپنے پُراسرار باس سے کہہ دو کہ میکاکس کو ہر حال میں زندہ رہنا چاہیے۔"

اسی وقت شیبا میرے پاس آگئی۔ میں نے اسے بتایا کہ چارلی چارلٹن کس طرح کا رول ادا کر رہا ہے۔ یعنی ایک طرف وہ مادام کیمبوٹر کا آلۂ کار بن کر رہے گا۔ دوسری طرف اپنے پُراسرار باس کا بدستور وفادار رہے گا۔ اور اس طرح مادام کیمبوٹر کو فرہاد کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھا جائے گا۔ ڈاکٹر میکاکس اگرچہ مادام کیمبوٹر کے لیے بیکار ہو چکا ہے تاہم اس کی اہمیت اس لیے باقی ہے کہ فرہاد نے میکاکس سے دوستی کر لی ہے۔ اس کی یہ دوستی مادام کیمبوٹر اور اس پُراسرار باس کو فائدہ پہنچا سکتی ہے۔

وہ مسکرا کر بولی: "تم زبردست ہپناٹیزم کے ماہر ہو ایسی الجھی ہوئی چالیں چلتے ہو کہ کھوپڑی گھوم کر رہ جاتی ہے۔ جن دنوں میں ربی اسفندیار کے ساتھ کام کرتی تھی، ان کے مشوروں پر عمل کر کے تھیں اور سونیا وغیرہ کو ٹریپ کرنے کی کوشش کرتی تھی، اس وقت ربی اسفندیار پریشان ہو جاتے تھے۔ جھنجلا کر کہتے تھے۔ فرہاد کا دماغ انسان کا نہیں شیطان کا ہے۔ کم بخت کتنا کچھ .... ہے کہ تا کچھ ہے۔ نظر کچھ آتا ہے اصلیت کچھ اور ہوتی ہے۔ جو یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس نے فرہاد کی چال کو سمجھ لیا ہے وہ ہمیشہ دھوکا کھاتا ہے۔"

ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر سنا۔ دوسری طرف سے اطلاع دی گئی کہ میرے اور رسونتی کے لیے دو بجے کی فلائیٹ پر سیٹیں ریزرو کرا دی گئی ہیں۔ میں نے ریسیور رکھ کر شیبا سے کہا: "دو بجے تک فرصت ہے، کیوں نہ ہم ربی اسفندیار کی خبر لیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ فرہاد اگرچہ محترم ربی اسفندیار نے ہم ماں بیٹی کو ایک دوسرے سے الگ رکھا تھا اور میری ماما سے جھوٹ کہا کرتے تھے کہ میں اس شہر میں موجود نہیں ہوں یا بہانے بنا کر ہمیں ملاقات کرنے سے روکتے تھے۔ تاہم وہ میرے مذہبی پیشوا ہیں، ان کی عزت کرنا میرا فرض ہے۔"

میں نے کہا: "بزرگوں سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کی عزت نہ کریں۔ بہرحال تم ربی اسفندیار کے دماغ میں پہنچو۔ میں تمہارے پاس موجود رہوں گا۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور ربی اسفندیار کے دماغ میں پہنچ گئی۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ ان کے دماغ میں پہنچنے کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ انھوں نے سانس نہیں روکی۔ تب پتا چلا کہ وہ سخت بیمار ہیں۔ اس قدر کمزور ہیں کہ خیال خوانی کی لہروں کو نہیں روک سکتے، نہ سانس روک سکتے ہیں، نہ ہی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس کر سکتے ہیں۔ جب شیبا وہاں پہنچی تو انھوں نے اسے محسوس نہیں کیا۔ میں نے چپکے سے کہا: "شیبا میرے پاس واپس آؤ۔"

اس نے میرے دماغ میں آ کر پوچھا: "کیا بات ہے؟"

"تمہارے بزرگ ربی کو ابھی تمہاری موجودگی کا احساس نہیں ہوا تھا۔ وہ بے حد کمزور ہیں۔ اب میں ان کے دماغ میں پہنچ کر ان کے چور خیالات کو کریدنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ان کے اندر جو باتیں چھپی ہیں، آج تمہیں سب معلوم ہو جائیں گی۔"

اس بار شیبا میرے دماغ میں رہی اور میں خیال خوانی کی پرواز کر کے ربی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تکلیف سے کراہ رہے تھے۔ پتا چلا، ان کی رہائش گاہ کے ایک حصے کی دوبارہ تعمیر ہو رہی تھی۔ وہ اُدھر سے گزر رہے تھے کہ ایک بڑا سا پتھر ان کے سر پر آ گرا۔ ایسی چوٹ آئی کہ وہ گھنٹوں بے ہوش رہے۔ زخم کی مرہم پٹی کر دی گئی لیکن تکلیف کی شدت سے بخار آ گیا۔ دو دن سے بخار چڑھتا اُترتا تھا۔ اور وہ کمزور ہوتے چلے گئے۔ سر میں ایسی شدید چوٹ آئی تھی کہ اس تکلیف سے نجات دلانے کے لیے انھیں اکثر نیند کا انجکشن دیا جاتا تھا۔

مختصر یہ کہ وہ شدید جسمانی اور دماغی کمزوریوں کا شکار تھے۔ ایک تو سر پر لگنے والی چوٹ نے دماغ کو کمزور کر دیا تھا۔ دوسرے خواب آور دوائیں انھیں غنودگی کی حالت میں رکھتی تھیں۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہ نیم خوابیدہ سے تھے۔ میں نے اُن کی سوچ میں پہلا سوال کیا: "آہ، کیا میرا آخری وقت آ گیا ہے؟"

وہ کچھ بے چین سے ہو گئے۔ کوئی بھی انسان مرنا نہیں چاہتا یا مرنے کا وقت آ جائے تو زندگی کے لیے تھوڑی سی مہلت اور چاہتا ہے۔ میں نے ان کی سوچ میں کہا: "موت جو تھوڑی بہت مہلت دیتی ہے اس میں انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اپنی سابقہ غلطیوں کا اعتراف کر لے۔"

ان کی اپنی کمزور سی سوچ نے کہا: "میں نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی، کوئی گناہ نہیں کیا۔ اسی لیے تو اتنا بڑا مذہبی پیشوا بن کر زندگی گزاری ہے۔"

کوئی انسان اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا نہیں چاہتا اور اسی خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ اس سے کبھی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔ میں نے ان کی سوچ میں کہا: "اگر ابھی شیبا میرے پاس آ جائے تو کیا میں اس غلطی کا اعتراف کروں گا کہ میں نے اسے اس کی پیاری ماما سے اور اس کے خاندان والوں سے ہمیشہ کے لیے چھڑانے کے انتظامات کر دیے تھے۔"

انھوں نے کہا: "میں نے اپنے ملک اور اپنی قوم کی بھلائی کے لیے ایسا کیا تھا۔ شیبا جیسی ایک لڑکی اپنی قوم پر قربان ہو سکتی ہے اور اس کے لیے اپنے پیاروں کو اور اپنے رشتے داروں کو چھوڑ سکتی ہے۔"

میں نے کہا: "شیبا جب تک میرے پاس تھی، میں نے اسے اسرائیلی حکومت سے بھی چھپائے رکھا۔ یہ انکشاف نہیں کیا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک اور ہستی میری ہی رہائش گاہ میں موجود ہے۔ بہرحال یہ ملک اور قوم کی کیسی خدمت ہے کہ اپنی ہی حکومت سے شیبا کی اتنی اہم صلاحیتوں کو چھپایا گیا اور صرف اپنے طور پر اس کی ٹیلی پیتھی کو استعمال کرایا گیا۔"

ان کی سوچ نے جواب دیا: "میں بہتر سمجھتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں نے جو کیا غلط نہیں کیا۔"

وہ اب بھی اپنی غلطی ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ میں نے پھر ان کی سوچ میں کہا: "اب تو شیبا میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اگر کبھی میرے ہاتھ آ جائے تو میں کیا کروں گا؟"

ان کی اپنی سوچ نے کہا: "اب وہ ہاتھ نہیں آئے گی۔ اگر اسے آنا ہوتا تو وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کرتی۔ یقیناً وہ فرہاد کے ہتھے چڑھ گئی ہے۔ کاش وہ مجھے ایک بار مل جائے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اسے بڑی محبت سے گلے لگاؤں گا اور بڑی ہوشیاری سے ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گا۔"

میں نے ان کی سوچ میں پوچھا: "میں تو شیبا کو بیٹی کہتا ہوں۔ کیا کوئی اپنی بیٹی کو اس طرح محبت سے گلے لگا کر ہلاک کر سکتا ہے؟"

ان کی سوچ نے کہا: "شکر ہے کہ میں نے شادی نہیں کی، میرے بچے نہیں ہیں۔ اس لیے میں کسی رشتے کے سلسلے میں جذباتی نہیں ہوتا۔ اگر بیٹی کہتا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو سچ مچ بیٹی بنا لیا ہے۔ اور اس کی خاطر اپنا نقصان برداشت کرتا چلا جاؤں۔"

میں نے پھر ان کی سوچ میں کہا: "ہاں، میں نے ایسے ہی نقصانات سے بچنے کے لیے سب سے پہلے شیبا کی ماما کو قتل کرانا چاہا۔ اس کے لیے کرائے کا قاتل مقرر کیا لیکن اس کی ماما کے نصیب اچھے تھے۔ فائر کرتے ہی اس کا باپ سامنے آ گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ کاش اس کی ماما کچھ عرصہ اور تل ابیب میں رہتی تو میں اسے زندہ نہ چھوڑتا۔ کم بخت نصیب کی اچھی ہے۔ یہاں سے ایسی گئی کہ پھر واپس نہیں آئی۔ یقیناً شیبا نے اسے اپنے پاس پناہ دی ہے۔ دونوں ماں بیٹی مل گئی ہیں۔"

اچانک ہی شیبا نے بپھر کر ربی کے دماغ میں کہا: "بس ربی اسفندیار! بس ہم آپ کو معظم اور محترم کہتے ہیں، ہم بڑی عقیدت سے ایک مذہبی پیشوا سمجھ کر عقیدت اور محبت کا ایک رشتہ بناتے ہیں اور خدا کے بعد آپ کو مانتے ہیں لیکن میں

سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ اندر سے اتنے شیطان نکلیں گے۔ میں نادان تھی، مجھے سمجھنا چاہیے تھا کہ خون کے رشتے ہی اہم ہوتے ہیں۔ زبان سے بیٹی کہہ دینے سے میں آپ کی بیٹی نہیں ہو جاؤں گی۔ آپ کسی بھی موقع پر اپنے مفاد کی خاطر مجھے قربان کر سکتے ہیں اور آپ ایسا کرنے ہی والے تھے۔ میں پھر بھی آپ کو معاف کر دیتی لیکن آپ نے میری ماما کو قتل کرنے کی سازش کی۔ اب بھی انھیں قتل کرانا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ میں سوچتی ہوں کیا کروں آپ کا کیا آپ کو سزا دوں؟ لیکن کس دل سے، جب کہ میں نے آپ کو بزرگ مان لیا تھا۔ میں نے سالہا سال آپ کی عزت کی، آپ کو محترم سمجھتی رہی پھر کس طرح سزا دوں؟ میں یہی بہتر سمجھتی ہوں کہ آپ سے ہمیشہ کے لیے ناتا توڑ دوں۔ اتنے عرصے تک دور رہنے کے باوجود میرا دل آپ کی طرف کھنچا جاتا تھا مگر آپ کے اصلی روپ نے میرے دل کو پتھر بنا دیا ہے۔ میں آپ کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتی۔ آپ کی سزا یہی ہے کہ میں آپ سے ہمیشہ کے لیے منہ پھیر لوں۔ جس شیبا کو آپ اپنے مفاد کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے، اس کے لیے آپ کے دل میں حسرت ہی رہ جائے گی۔ اور آخری وقت آپ اسی طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مریں گے، اوہ خدایا تو کتنا مہربان ہے، اگر ربی کے سر پر پتھر نہ گرتا، یہ کمزور نہ ہوتے اور میں ان کے دماغ میں پہنچ کر ان خیالات معلوم نہ کرتی تو انھیں ہمیشہ بزرگ و محترم سمجھ کر ان کے آگے جھکتی رہتی اور فرہاد جیسے دوستوں کی دشمن رہتی۔ میرے مذہبی پیشوا میرے محترم بزرگ، مجھے آپ سے نفرت ہے۔ مجھے آپ سے نفرت ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ رونے لگی۔ اس کا دل ٹوٹ گیا۔ دماغ جیسے بکھر گیا تھا۔ اس نے واقعی ربی اسفندیار کے سلسلے میں عقیدت کا اتنا مضبوط بت تراشا تھا کہ دل ہی دل میں ان کی پوجا کرتی تھی۔ آج وہ بت خود بخود ٹوٹ گیا تھا اور جو عزیز ترین چیز ٹوٹ جائے تو اس کے لیے رونا آتا ہے اور وہ رو رہی تھی۔ ادھر شیخ الفارس حیرانی سے پوچھ رہے تھے: "بیٹی! کیا بات ہے، کیوں رو رہی ہو؟"

میں نے کہا: "جناب شیخ صاحب! شیبا کو ربی اسفندیار کی اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔ ہم دونوں نے ان کے دماغ میں پہنچ کر ان کے چور خیالات پڑھ لیے ہیں۔ آج شیبا پر یہ انکشاف ہوا ہے کہ ربی نے اس کی ماما کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔"

شیخ الفارس کو تمام باتیں معلوم ہوئیں تو وہ اسے تسلیاں دینے لگے۔ اس کی ماما وہاں موجود تھیں۔ وہ بھی بیٹی کو سمجھانے لگیں۔ میں تھوڑی دیر کے لیے اپنی جگہ واپس آ گیا۔ ربی اسفندیار کا جو جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا وہ ایک ہی جھٹکے میں اتر گیا تھا۔ اس بات کا شیبا کو دکھ ہو رہا تھا۔ وہ رو رہی تھی۔ میں نے سوچا۔ اندر کا غبار نکل جائے تو آنسو خود بخود خشک ہو جائیں گے۔ وہ سنبھل جائے گی۔

میں نے رسونتی کی طرف دیکھا۔ اس نے بہت دیر سے مجھے مخاطب نہیں کیا تھا اور نہ ہی مجھے اپنے ساتھ بچوں کی طرح کھیلنے کے لیے کہا تھا۔ مگر وہ کھیل رہی تھی۔ گڈے اور گڑیا کو پلنگ پر بٹھا دیا تھا۔ اس پاس دوسرے کھلونے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے قریب آ کر پوچھا: "کیا کر رہی ہو؟"

وہ سنجیدگی سے بولی: "گڑیا اب جوان ہو گئی ہے نا۔ اس کی شادی کر رہی ہوں۔ گڈا بھی گھر میں موجود ہے، پھر دیر نہیں کرنا چاہیے۔"

میں نے سوچا، اچھا ہے یہ کھلونوں سے بہلتی رہے، میں جب تک ضروری خیال خوانی کر لوں۔ میں وہاں سے اٹھنا چاہتا تھا، اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ کہنے لگی: "کہاں جا رہے ہو۔ کیا اتنے سارے شادی کے انتظامات میں اکیلی کروں گی۔ چپلو، یہاں بیٹھو۔"

میں اسے سمجھا بجھا کر اپنے کام سے لگنا چاہتا تھا مگر وہ ضدی بچے کی طرح مچل گئی۔ مجبوراً میں اس کے ساتھ کھیلنے لگا۔ بڑا عجیب سالگ رہا تھا۔ فرہاد علی تیمور بچوں کی طرح کھلونوں سے کھیل رہا تھا اور اپنی شریکِ حیات کو بہلا رہا تھا۔ بہرحال جلد ہی شادی ہو گئی۔ گڑیا کو دلھن بنایا گیا۔ گڈا دولھا بن گیا۔ میں نے کہا: "اب شادی ہو گئی مجھے جانے دو۔"

اس نے کہا: "ارے واہ، ابھی تو یہ دونوں یہاں سوئیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے گڑیا اور گڈے کو پلنگ پر ایک طرف سلا دیا۔ پھر ایک دم سے چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے دیکھنے کا انداز ایسا تھا کہ میں کبھی گڈے اور گڑیا کو دیکھ رہا تھا اور کبھی اسے۔ حالانکہ اس کا ذہن بچکانہ تھا لیکن جیسا وقت وہ میرے ساتھ گزار چکی تھی، اس کا اثر اس کے دماغ پر تھا۔ وہ زندگی کے عجیب دوراہے پر تھی۔ ایک بچی اچانک بالغ ہو گئی تھی اور جو بالغ تھی وہ بچی بن گئی تھی۔ نہ وہ بچی تھی نہ جوان تھی مگر ہاں دشمنوں کے لیے ذہنی طور پر بچی تھی۔ میرے لیے بھرپور شریکِ حیات۔

گڑیا اور گڈا پلنگ پر لیٹے رہ گئے کیوں کہ وہ بے جان تھے پھر انھیں اٹھا کر بیگ میں رکھ لیا اور ہم رہا ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ اس سے پہلے میں نے جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا: "پچھلی رات میں نے اور شیبا نے دی کلر کے دماغ میں پہنچ کر جو چال چلی تھی، اس کے نتیجے میں یہی سمجھتے رہے کہ دی کلر سیدھا میری طرف آ رہا ہے۔ وہ تو خیریت ہوئی، ساتھ والے کمرے میں جارج باڈی بلڈر تھا اور ہم نے اسی کے لب و لہجے میں دی کلر کو چھیڑا تھا۔ بہرحال میری طرف آنے والا وہ طوفان رُخ بدل کر جارج کی طرف چلا گیا تھا۔ اگر وہ میری طرف آتا اور مجھ سے مقابلہ ہوتا تو کیا ہوتا؟"

شیخ الفارس نے کہا: "ہاں، سوچ سمجھ کر اسے چھیڑنا چاہیے تھا۔ پہلے دی کلر کی اسٹڈی کرنا ضروری ہے۔"

"اسی لیے میں نے آپ کو زحمت دی ہے۔ اس کی اصلیت اور اس کے دماغی آپریشن کا راز جاپانی ڈاکٹر واکی ٹو سے معلوم ہو سکتا ہے۔"

"تم چاہتے ہو ہمارے آدمی جاپان جا کر اس ڈاکٹر کو گھیریں اور کسی طرح اغوا کر کے لے آئیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا صرف ایک آدمی جو جاپان میں رہتا ہے وہ ڈاکٹر واکی ٹو سے کسی بہانے ملاقات کرے۔ میں اس آدمی کے ذریعے ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ اس کے بعد اس سے منٹ لوں گا۔"

شیخ الفارس نے مسکرا کر کہا: "تم سے بات کرتے وقت کبھی کبھی بھول جاتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی کی مدد سے ایک پیچیدہ مسئلہ کتنی آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔ میں ابھی سے جاپان میں اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ تم آدھے گھنٹے بعد مجھ سے وہاں کے متعلق معلومات حاصل کر لینا۔"

میں نے ان سے رابطہ ختم کر دیا۔ ایک بج کر بیس منٹ ہوٹل کے منیجر نے آ کر سلام کیا اور بتایا کہ ہمارے لیے گاڑی تیار ہے۔ پورٹر ہمارے سامان اٹھا لیا۔ ہم اس کمرے سے نکل کر جانے لگے۔ دوسرے کمرے کے سامنے سے گزرتے وقت میں نے دروازے کی طرف دیکھا۔ پچھلی رات دی کلر نے ہال شگاف دیا تھا۔ بعد میں اسے توڑ دیا تھا۔ اب وہاں دوسرا دروازہ [illegible] گیا تھا۔ مجھے پھر دی کلر یاد آ گیا۔ پتا نہیں کیوں وہ مجھے کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا۔ اتنا تو میں جانتا تھا کہ جنوبی امریکا میں رسونتی کے [illegible] کرنے کے دوران وہ میرے راستے کا رکاوٹ نہیں بنتا۔

میں رسونتی کے ساتھ نکل کر ہوٹل سے باہر آیا۔ ہمارے لیے کار کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا گیا۔ ہم وہاں بیٹھ گئے۔ پھر گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی۔ میں نے شیبا کو مخاطب کیا اور بتایا: "ایئرپورٹ جا رہا ہوں۔ میں نے جناب شیخ الفارس سے کہا ہے کہ وہ جاپان میں ڈاکٹر واکی ٹو کا محاسبہ کریں۔ اگر ہمارا کوئی آدمی واکی ٹو سے گفتگو کرے تو تم بھی اس آدمی کے ذریعے جاپانی ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنا۔ بائی دی وے، تم ابھی کیا کر رہی ہو؟"

"جارج باڈی بلڈر کے ذریعے ہم اس کے بس آدمی تک پہنچے تھے، میں اس کے دماغ میں جانا چاہتی ہوں۔ اب وہ باڈی بلڈر تو پُراسرار باس کی قید میں اذیتیں برداشت کر رہا ہوگا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "شیبا! ابھی ہمارے ساتھ رہ کر بہت کچھ سیکھنا ہے۔ اتنی دیر بعد کوئی بات، سوچو گی اور اس پر عمل کرو گی تو دشمن کبھی ہاتھ نہیں آئیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"ذرا موٹی عقل سے سوچنے کی بات ہے۔ جب ہم نے جارج کی پول کھول دی ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا ہے کہ فرہاد نے اس کی اصلیت ظاہر کر دی ہے تو ماسٹر کی اپنے اپنے آدمیوں کو جنوبی امریکا میں کیوں رہنے دے گا جو پہلے جارج سے رابطہ قائم کر چکے ہیں۔"

شیبا نے کہا: "اوہ اچھا، میں سمجھ گئی۔ ماسٹر کی نے سمجھ لیا ہوگا کہ ہم جارج تک پہنچ سکتے ہیں تو اس کے ذریعے وہاں ماسٹر کی کے تمام آدمیوں تک پہنچ چکے ہوں گے۔"

"ہاں، میں نے پچھلی رات ہی ایک بار موقع پا کر ایک شخص کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا جو جارج کا خاص ماتحت تھا۔ پتا چلا اُسے جنوبی امریکا سے واپس بلا کر کسی دوسری جگہ بھیج دیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں ماسٹر کی کے جتنے لوگ بھی تھے وہ سب واپس بلا لیے گئے ہیں۔ ان کی جگہ نئے لوگ آئیں گے۔"

"تو پھر ہم ماسٹر کی کے آدمیوں تک کیسے پہنچیں گے؟"

"پہنچ جائیں گے۔ بابا صاحب کے ادارے سے آنے والے افراد یہاں سالہا سال سے موجود ہیں۔ پھر نئے لوگ بھی آ رہے ہیں تو وہ بہت جلد ماسٹر کی کے آدمیوں کو بے نقاب کر دیں گے۔"

میں نے شیبا سے رابطہ ختم کر دیا۔ ہم ایئرپورٹ پہنچ گئے تھے۔ وہاں سے طیارے میں سوار ہو گئے۔ وہ مسافر بردار طیارہ تھا۔ وہاں سے کولمبیا، پھر کولمبیا سے برازیل اور برازیل سے چلی کی بندرگاہ تک جانے والا تھا۔ میں رسونتی کے ساتھ کولمبیا

تک جارہا تھا۔ میں نے اپنی سیٹ تک پہنچنے سے پہلے آس پاس کے مسافروں کو گہری نظروں سے دیکھا۔ سیٹ پر بیٹھنے تک بھی ہر مسافر کو تاڑنے کی کوشش کی لیکن سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ان میں کتنے مسافر پُراسرار شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور ماسٹر کی نے کتنے آدمیوں کو مسافر بنا کر بھیجا ہوا ہے۔

جب جہاز پرواز کرتا ہوا کافی بلندی پر پہنچ گیا تو میں نے سیفٹی بیلٹ کھول دیا۔ اسی وقت شیبا نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد! ہمارا ایک آدمی جاپان میں ڈاکٹر واکی ٹو سے رابطہ قائم کرنے والا ہے۔ تم شیخ الفارس سے رابطہ قائم کرو۔"

میں نے ان سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے فوراً ہی ایک ریکارڈر آن کر کے ایک شخص کی آواز سنائی۔ میں آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ جاپان کے شہر ٹوکیو میں تھا۔ میرے مخاطب کرنے پر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ادب سے بولا۔ "جناب! میں ابھی ٹیلیفون کے ذریعے ڈاکٹر واکی ٹو سے گفتگو کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ایک قباحت ہے۔"

میں نے پوچھا: "وہ کیا؟"

"واکی ٹو کو جاپانی زبان سے والہانہ لگاؤ ہے۔ وہ اسی زبان میں گفتگو کرتا ہے۔ آپ اس کے دماغ میں کیسے پہنچ سکیں گے۔"

"فکر نہ کرو۔ میں جاپانی جانتا ہوں۔"

اس نے رسیور اٹھایا اور واکی ٹو کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے ایک سُریلی سی آواز سنائی دی۔ وہ جاپانی زبان میں پوچھ رہی تھی: "فرمائیے؟"

ہمارے آدمی نے کہا: "میں ایک اہم معاملے میں ڈاکٹر واکی ٹو سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری، ڈاکٹر ایک اہم آپریشن میں مصروف ہیں۔ آپریشن کے بعد وہ شام تک آرام کرنے کے عادی ہیں۔ آپ شام کے بعد رابطہ قائم کریں۔"

رسیور رکھ دیا گیا۔ ہمارے آدمی نے مایوس ہو کر کہا۔ "جناب فرہاد صاحب! مجھے افسوس ہے، واکی ٹو سے ملاقات نہیں ہو سکے گی۔ شام تک انتظار کرنا ہو گا۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "تم نے اپنا کام کر دیا۔ اب میں اپنا کام کروں گا۔"

میں اس لیڈی سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر کی جاپانی عورت تھی۔ میں چپ چاپ اس کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ اس نے تقریباً دس برس پہلے ڈاکٹر واکی ٹو کے ہاں ملازمت اختیار کی تھی۔ پھر ڈاکٹر کا اعتماد اس طرح حاصل کر لیا تھا کہ اس کی مستقل سیکریٹری بن گئی تھی۔ یوں بھی ڈاکٹر کو عورتوں کے حسن و شباب سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس لیے وہ ایک ادھیڑ عمر کی سیکریٹری کو برداشت کر رہا تھا۔

میں نے اس کے دماغ میں دی کلپر کا خیال پیدا کیا۔ وہ خلا میں نکتے ہوئے سوچنے لگی: "ہاں، وہ ڈاکٹر واکی ٹو کی زندگی کا سب سے حیرت انگیز آپریشن تھا۔ وہ دی کلپر جو تیس برس کا جسم لکھتا تھا۔ اور ذہنی طور پر بچے سے بھی گیا گزرا تھا۔ اسے دنیا کے کسی ڈاکٹر نے ذہنی طور پر بیدار نہیں کیا تھا۔ یہ کارنامہ ہمارے ڈاکٹر نے انجام دیا۔"

میں نے لیڈی سیکریٹری کا دھیان حیرت انگیز آپریشن کی طرف منتقل کیا۔ وہ سوچنے لگی: "یہ آپریشن بڑی رازداری میں کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر نے مجھ سے کہا تھا، میں بھی اس آپریشن کے متعلق اس سے کوئی سوال نہ کروں۔ آپریشن کے سلسلے میں جو اہم کاغذات تھے، ڈاکٹر انھیں پرسنل بریف کیس میں رکھتا تھا۔ آپریشن ہونے کے بعد انھیں ذاتی لاکر میں رکھ دیا تھا۔ پھر مجھے پتا چلا، جب دی کلپر کو یہاں سے الاسکا روانہ کیا گیا تو وہ اہم کاغذات بھی اس کے ساتھ روانہ کر دیے گئے۔"

لیڈی سیکریٹری کی سوچ سے پتا چل رہا تھا کہ میں اس کے ذریعے ان اہم کاغذات تک بھی نہیں پہنچ سکوں گا کیوں کہ وہ ڈاکٹر واکی ٹو کے پاس نہیں رہے تھے۔ اگر ہوتے تو میں اس کی غیر موجودگی میں لیڈی سیکریٹری کو ٹریپ کر کے ان کاغذات تک پہنچا دیتا۔ بہرحال اب مجھے ڈاکٹر کا انتظار کرنا تھا۔ میں نے اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے لیڈی سیکریٹری کے دماغ کو کریدنا شروع کیا۔

وہ سوچنے لگی۔ دوسرے لفظوں میں مجھے بتانے لگی کہ وہ بہت غصہ ور ہے، مغرور ہے، کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اگر کوئی اس سے ملاقات کرنے آئے تو وہ ٹائم سے زیادہ کا وقت نہیں دیتا۔ وہ بظاہر انسان ہے مگر عادتوں کے لحاظ سے گتا ہے۔ کیوں کہ اس کی زندگی خطرناک کتوں میں گزرتی ہے۔ وہ ہر صبح درجنوں کتوں کے ساتھ ایک کھلے میدان میں جاتا ہے۔ اور ان کے ساتھ دوڑ لگاتا ہے۔ اس کے بعد کسی درخت کے سائے میں پلتھی مار کر بیٹھ جاتا ہے۔ شمال کی طرف رُخ کر کے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ پتا نہیں کیا کرتا ہے۔

لیڈی سیکریٹری کی یہ سوچ پڑھ کر میں چونک گیا۔ بات سمجھ میں آگئی کہ ڈاکٹر واکی ٹو یوگا کا ماہر ہے۔ میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گا۔

میں نے شیبا کے دماغ میں پہنچ کر وہاں کے حالات بتائے۔ اس نے سننے کے بعد کہا: "فرہاد! ہو سکتا ہے تمھارا اندازہ غلط ہو اور وہ یوگا کا ماہر نہ ہو۔"

"شیبا! میں نے اور تم نے جس انداز میں ٹیلی پیتھی کی مشقیں کی ہیں ان میں بھی یہ عمل ہوتا ہے۔ شمال کی طرف رُخ کر کے آنکھیں بند کر کے اپنے دھیان کو ایک مرکز پر رکھنا پڑتا ہے۔ یوگا کی مشق کرنے والے اور ٹیلی پیتھی کی مشق کرنے والوں کے درمیان فرق یہ ہوتا ہے کہ ہمارے سامنے ہوم بتی کی لو روشن ہوتی ہے یا پھر ہم کسی نشان پر اپنی نگاہیں مرکوز کر لیتے ہیں۔ یوگا کے ماہر صرف سانس روک کر مشق کرتے ہیں۔"

وہ قائل ہو گئی۔ میں نے کہا۔ "اگر ہم اس بات کی تصدیق کے لیے ڈاکٹر واکی ٹو کے دماغ میں جانا چاہیں گے تو وہ محتاط ہو کر سانس روک لے گا اور یہ سمجھ لے گا کہ فرہاد یا مادام کمپیوٹر اس کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ بات اس پُراسرار شخص تک پہنچے گی تو وہ بھی سمجھ لے گا کہ ہم دی کلپر کے دماغی آپریشن کے راز تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ دانش مندی یہ ہے کہ ابھی ڈاکٹر واکی ٹو کو چھیڑا نہ جائے۔ میں نے ڈاکٹر واکی ٹو کے متعلق جو معلومات فراہم کی ہیں تم انھیں جناب شیخ الفارس تک پہنچا دو۔"

وہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا: "جناب شیخ الفارس تم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے ان سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے کہا: "فرہاد! میں نے جو پلاننگ کی ہے اسے میں ذرا وضاحت سے تمھیں بتانا چاہتا ہوں۔ یہ تمھیں تسلیم کرنا چاہیے کہ اب ڈاکٹر میکاکس کا کردار ذرا غیر اہم سا ہو گیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمھاری جگہ چارلی نہ آتا۔ پُراسرار شخص کسی بھی بہانے تمھیں اپنے آدمیوں کے ذریعے ٹھکانے لگا سکتا ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں تم ڈاکٹر میکاکس کا رول ادا نہ کرو۔"

"اگر میں ایسا نہ کروں اور کوئی دوسرا روپ اختیار کر لوں تو یہاں رسونتی کے ساتھ کون رہے گا۔ کیا پُراسرار شخص کو اور ماسٹر کی کو یہ شبہ نہیں ہو گا کہ اب تک فرہاد رسونتی کے ساتھ تھا اور طرح طرح کی چالیں چل کر انھیں بیوقوف بنا رہا تھا۔ آئندہ وہ اور زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔"

جناب شیخ الفارس نے کہا: "ایسا نہیں ہو گا۔ ہمارے ہاں سے ایک پلاسٹک سرجری کا ماہر وہاں پہنچنے ہی والا ہے۔ ہمارا ایک آدمی ہمیشہ ڈاکٹر میکاکس کے روپ میں رہے گا۔ جب بھی ضرورت سمجھی جائے گی وہ تمھاری جگہ لے گا۔ اس کے بعد تم کون سا رول ادا کرو گے، اس کے متعلق ہم نے سوچ لیا ہے۔ اگر سننا چاہو تو میں تفصیل بتاتا ہوں۔"

میں نے کہا: "ابھی کیا ضرورت ہے۔ جب وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ میں جانتا ہوں آپ جو کریں گے میری بھلائی کے لیے کریں گے۔"

طیارے میں ہمارے لیے لنچ فراہم کیا جا رہا تھا۔ میں رسونتی کے ساتھ کھانے لگا۔ وہ کھانے کے دوران بچکانہ پن کرتی جاتی تھی اور میں اسے سمجھاتا جاتا تھا۔ اس دوران ایک اسٹیورڈ نے آکر پوچھا: "جناب، اور کچھ چاہیے؟"

میں نے انکار کیا۔ اس نے آہستگی سے کہا: "میں ہوں آپ کا خادم۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ مجھے اس کا انداز عجیب سا لگا۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ جلد ہی پتا چل گیا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتا ہے۔ راس اسٹرلائن میں پچھلے دو برس سے ملازمت کر رہا ہے۔ میں نے کہا: "ہیلو، مسٹر خادم! میں نے تمھارے خیالات پڑھ لیے ہیں، کوئی اہم رپورٹ ہے؟"

"جی ہاں۔ کولمبیا پہنچ کر میں ٹیلیفون کے ذریعے ایک شخص سے رابطہ قائم کروں گا۔ آپ میرے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جائیے۔ وہ اہم اطلاعات فراہم کرے گا۔"

میں نے کہا: "اچھی بات ہے۔"

اس کے ساتھ ہی اس سے رابطہ ٹوٹ گیا۔ کیوں کہ رسونتی مجھے مخاطب کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہے؟"

اس نے کہا: "میں کھا چکی ہوں۔"

"اب چائے پیو گی یا کافی؟"

"اب ہم کھیلیں گے۔"

"کیا کھیلیں گے؟"

اس نے اپنے بیگ میں سے گڑیا اور گڈے کو نکالا۔ میں نے جھینپ کر چاروں طرف دیکھا، پھر آہستگی سے کہا۔ "انھیں بیگ میں رکھو۔ یہ کھیل یہاں نہیں کھیلتے۔"

"کیوں نہیں کھیلتے؟"

"میں تمھیں کیسے سمجھاؤں۔ تم دیکھ رہی ہو یہاں اتنے مسافر بیٹھے ہیں۔ کیا ان میں سے کوئی گڑیا اور گڈے کا کھیل کھیل رہا ہے۔ بھئی! یہ سب جیسے جوان اور سمجھ دار ہیں، اسی طرح تم بھی جوان ہو، سمجھ دار ہو۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی ہے

تو میں سمجھاتا ہوں۔ تم تو بہت اچھی ہو، بہت سمجھ دار ہو، ہے نا؟ چلو کھاسے۔"

میں نے اسے بہلایا پھسلایا۔ اس نے گڑیا اور گڈے کو پھر بیگ میں رکھ دیا۔ میں نے کہا "تمھارا کافی پینا مناسب نہیں ہے۔ آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ میں نے آہستہ آہستہ اس کے دماغ کو تھپکنا شروع کیا تاکہ وہ ذرا نیند پوری کر لے۔ میں نے اس کے لیے دو گھنٹے کا وقت مقرر کیا وہ آرام سے سو گئی۔

میں نے گھڑی دیکھی، تین بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ کافی کی پیالی اٹھا کر ایک ہلکی سی چسکی لی۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا وہ کلر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی محسوس ہوا جیسے کسی بچے کے دماغ میں پہنچ گیا ہوں۔ بالکل سوچ سے خالی، اُجلا اُجلا سا ذہن تھا جیسے روشنی کی دُھند دماغ میں پھیلی ہو، وہ بچہ کچھ نہ سمجھتا ہو مگر سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

مجھے اسی لمحے اس کے دماغ میں سنسناہٹ سی محسوس ہوئی۔ پھر جیسے اس کا دماغ بجنے لگا "ٹک ٹک، ٹک ٹک، ٹک ٹک۔"

ابھی میں کچھ سمجھنے بھی نہیں پایا تھا کہ وہ تیس برس کا بچہ رونے لگا۔ جیسے ننھے بچے نیند سے چونک کر اٹھتے ہیں اور رونے لگتے ہیں۔ دی کلر کی آنکھ کھل گئی۔ وہ ہاتھ پاؤں ہلا ہلا کر رو رہا تھا۔ رونے کی آواز بالکل بچوں جیسی تھی "واں واں، واں۔"

میں حیرانی سے اس کے دماغ میں رہ کر اس کی حرکت کو دیکھ رہا تھا۔ اسی وقت ایک نرس کی آواز سنائی دی "ارے یہ رو رہا ہے۔"

میں نے دی کلر کے دماغ سے چھلانگ لگائی اور نرس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہی تھی "یہ تو نیند کے دوران کبھی دودھ نہیں مانگتا ہے اور نہ ہی عام بچوں کی طرح روتا ہے۔ شاید کوئی خواب دیکھ کر چونک گیا ہے۔ توبہ ہے، کیسے بے ڈھنگے پن سے رو رہا ہے، اسے چپ کرانے کے لیے فیڈر دینا ہی ہوگا۔"

اس نے ایک فیڈر میں دودھ تیار کیا اور اس کی چسنی دی کلر کے منہ سے لگا دی۔ میں شدید حیرانی سے نرس کے دماغ میں رہ کر سوچ رہا تھا اور دی کلر کو دیکھ رہا تھا۔ کیا یہ وہی خطرناک فولادی انسان ہے جو ایک گھونسا مار تا ہے اور شیشم کے دروازے میں شگاف ڈال دیتا ہے اور ایک دھکے میں اس دروازے کو توڑ کر رکھ دیتا ہے؟

کیا یہی سات فٹ کا جوان ہے جس کے ہاتھ غیر معمولی طور پر لانبے ہیں۔ جس کے ہاتھوں کو اور جس کی جسامت کو دیکھ کر لوگ سہم جاتے ہیں۔ کیا یہ وہی ہے جو اب ننھے سے بچے کی طرح رو رہا ہے؟"

مگر نہیں، اب وہ چپ ہو گیا تھا۔ چپ چاپ فیڈر سے دودھ پی رہا تھا مگر یہ بھی چند سیکنڈ کی بات تھی میرے دیکھتے ہی دیکھتے دی کلر میں حیرت انگیز تبدیلیاں آ رہی تھیں۔ اچانک اس کے منہ سے فیڈر گر گیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو مقام کر پوچھنے لگا "کون تھا۔ میرے دماغ میں کون تھا؟"

پھر اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "کوئی بھی نہیں تھا۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔ پھر میں نے اپنے آپ کو روکا۔ ایک دم سے یہ خیال پیدا ہوا کہ دی کلر کو بیس پچیس سیکنڈ بعد یہ احساس کیوں ہوا کہ کوئی اس کے دماغ میں آیا تھا؟

دوسرا خیال یہ پیدا ہوا کہ دی کلر یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ وہ بے شک غیر معمولی دماغی قوت رکھتا تھا اور ہماری طرف سے پہنچائے جانے والے جھٹکوں کو فوراً ہی برداشت کر لیتا تھا۔ پھر جب کہ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا تو اسے کیسے محسوس ہو رہا ہے کہ نیند کے دوران کوئی خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں آیا تھا؟

اس سوال کے جواب میں ایک ہی بات سمجھ میں آتی تھی اور وہ یہ کہ نہ تو وہ یوگا کا ماہر ہے اور نہ ہی بالغ ذہن رکھتا ہے۔ کوئی ایسا شخص اس کے پیچھے ہے جو اسے فوراً خبردار کرتا ہے کہ کوئی اس کے دماغ میں آیا ہے اور دوسرے معاملات میں بھی اس کی رہنمائی کرتا ہے۔

پھر ایک سوال پیدا ہوا۔ اگر کوئی شخص اس کی پشت پر ہے اور اس کی رہنمائی کرتا ہے تو کیا دماغ میں پہنچ کر رہنمائی کرتا ہے؟

کیا دماغ میں رہنمائی کرنے والا ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ نہیں، میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور دی کلر کے دماغ میں آ کر اسے گائیڈ کرتا ہے تو بیس پچیس سیکنڈ بعد اسے کیسے علم ہوا کہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے دی کلر کے دماغ میں آیا تھا۔ اسے کیسے اطلاع ملی؟

پچھلی رات جب میں اور شیبا اس کے دماغ میں پہنچے تھے تو اس کے دماغ کو گائیڈ کرنے والا کیا اس وقت دماغ میں موجود تھا اور اب جب کہ دی کلر سو رہا تھا تو کیا وہ دماغ میں آ کر گائیڈ کرنے والا بھی سو رہا تھا اور میرے دماغ میں آنے کی اطلاع اسے بیس پچیس سیکنڈ بعد ملی تھی۔

یہ بڑا پیچیدہ معاملہ تھا۔ میں دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو کر اس مسئلے پر غور کرنے لگا۔ پھر میں نے جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کیا اور انھیں دی کلر کے متعلق بتایا۔ انھوں نے کہا "بیٹے! تم صرف یہ کیوں سوچتے ہو کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی اس کے دماغ میں آ کر گائیڈ کر سکتا ہے۔ کوئی اور بات بھی ہو سکتی ہے۔ موجودہ دور میں ٹیکنالوجی اتنی ایڈوانس ہو چکی ہے کہ جو ہم نہیں سوچتے وہ بات ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

انھوں نے جواباً کہا "ابھی تم کہہ چکے ہو کہ جب تم اس کے پاس پہنچے تو وہ دماغ بالکل بچوں جیسا تھا۔ پھر تم نے دماغ میں سنسناہٹ سی سنی۔ اس کے بعد ٹک ٹک کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ یہ ٹک ٹک گھڑی کی آواز بھی ہوتی ہے اور یہی ٹک ٹک الارم بھی ہوتا ہے ٹک ٹک کی مخصوص آواز سے خطرے کی اطلاع دی جاتی ہے۔ اب ہم جدید ٹیکنالوجی کو پیش نظر رکھ کر اس کے دماغ کے متعلق سوچتے ہیں۔ تم ذرا سوچو تو یہ ناممکن نہیں ہے۔ انسان کے دماغ کو کمپیوٹرائز کیا جا سکتا ہے۔"

میں نے شدید حیرانی سے کہا "اوہ خدایا۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"تم نے جتنی معلومات فراہم کی ہیں، ان کی روشنی میں کہہ رہا ہوں۔ جب پہلی بار تم نے اور قیصانے دی کلر کے دماغ میں جگہ بنائی تو اس نے سانس نہیں روکی کیوں کہ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا لیکن تمھارے ہاں پہنچتے ہی وہ چونک گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حساس کمپیوٹر نے اطلاع دی تھی کہ پرائی سوچ کی لہریں دماغ میں ہیں۔"

میں نے قائل ہو کر سر ہلایا تو انھوں نے کہا "اب دی کلر کے دوسرے عمل کی طرف آؤ۔ جب شیبا نے جارج باڈی بلڈر کی آواز اور اس کے لب و لہجے میں اس سے گفتگو کی تو کمپیوٹر نے اس کی رہنمائی کی، اسے بتایا کہ جارج ہوٹل ہنی مون کے چوتھے فلور پر فلاں کمرے میں ہے اور کمپیوٹر کے گائیڈ کرنے پر وہ اُدھر دوڑتا چلا گیا تھا۔"

وہ بڑے ٹھوس دلائل دے رہے تھے۔ انھوں نے کہا "دی کلر کے دماغ کو کمپیوٹر گائیڈ کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، ہمیں کمپیوٹر کے متعلق سوچنا چاہیے۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک انسان کے دماغ میں کمپیوٹر لگایا گیا ہے؟"

"میں یہ نہیں کہتا کہ دی کلر کی کھوپڑی میں سالم کمپیوٹر لگایا گیا ہوگا۔ میرا خیال ہے اس کے دماغ کے ساتھ صرف کمپیوٹر کا ریسیور لگایا گیا ہے۔ اس سے بہت دور کہیں ایک بڑا سا کمپیوٹر ہے جو اسے خطرے سے آگاہ کرتا ہے۔ اسے ایک ایک حرکت پر اور ایک ایک سوچ پر اور ایک ایک بول پر اس طرح آمادہ کرتا ہے جس طرح دماغ ہماری زبان کو بولنے پر اور ہمارے ہاتھ پاؤں کو حرکت کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔"

"یعنی دی کلر کے دماغ میں صرف ریسیونگ پوائنٹ ہے، وہ کمپیوٹر کے احکامات وصول کرتا ہے اور ان پر عمل کرتا ہے۔ اپنی بات کمپیوٹر تک نہیں پہنچا سکتا۔"

انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا "وہ اپنی کون سی بات کمپیوٹر تک پہنچائے گا جبکہ وہ ننھا سا بچہ ہے۔ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، جب تم اس کے خوابیدہ دماغ میں پہنچے تو وہ بچوں کی طرح چونک کر اٹھ گیا تھا اور رونے لگا تھا۔ فیڈر میں دودھ دینے کے بعد وہ چپ ہو گیا تھا۔ یعنی دی کلر کے پاس صرف ایک ننھے سے بچے کا ذہن ہے۔ اس کی اپنی کوئی سوچ نہیں ہے، وہ کمپیوٹر تک اپنی کوئی بات نہیں پہنچا سکتا البتہ ٹیلی پیتھی کے خطرے کے پیش نظر دی کلر کے سر میں جو ریسیونگ پوائنٹ ہے اسے اتنا حساس بنایا گیا ہے کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی دوسری طرف خطرے کا سگنل پہنچاتا ہے۔"

میں نے کہا "ایک بات غور طلب ہے کمپیوٹر کا وہ ریسیور پوائنٹ یقیناً کسی دھات کا ہوگا۔ کیا انسانی کھوپڑی اپنے اندر کسی دھات کو برداشت کر سکتی ہے؟"

انھوں نے کہا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ کمپیوٹر کسی دھات کا ہو۔ کسی بھی جاندار کی ہڈیوں کو تراش کر ایک ننھا سا ریسیونگ پوائنٹ بنایا جا سکتا ہے اور وہ کسی کھوپڑی کی مناسبت سے تیار کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر وال بو نے کیا ہوگا۔ میری یہ بات اس مثال سے سمجھ لو کہ جسم کا کوئی عیب پلاسٹک سرجری کے ذریعے چھپا دیا جاتا ہے۔ بیشک آپریشن تھیٹر میں سرجری کے دوران پلاسٹک کے ریشے

استعمال ہوتے ہیں لیکن اب یہ بات پرانی ہو چکی ہے۔ اب تو جدید تحقیقات کے مطابق مردہ خانوں سے مُردوں سے حاصل کی ہوئی کھالیں زندہ انسانوں کے جسم کی مناسبت سے سرجری کے ذریعے لگائی جاتی ہیں اور ان کے جسمانی عیب دور کیے جاتے ہیں تم نے کئی بار اپنے چہرے پر ایسی سرجری کرائی ہے، بہرحال یہ ایک لمبی بحث ہے آنے والا وقت بتائے گا کہ ہم کس حد تک صحیح سمت میں سوچ رہے ہیں۔ فی الحال ہمیں اس بات پر قائم رہنا چاہیے کہ دی کلر کو کمپیوٹر کے ذریعے گائڈ کیا جا رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "خدا جانے کیسی کیسی مخلوقات پیدا کرتا ہے یہ سات فٹ کا جوان، پہاڑ جیسا ڈیل ڈول رکھنے والا جسے دیکھ کر ہیبت طاری ہو جاتی ہے" دراصل ایک ننھا سا بچہ ہے دودھ کے لیے روتا ہے اور اتنا بے بس ہوتا ہے کہ خود اٹھ کر فیڈر تک نہیں جا سکتا لیکن جب کمپیوٹر کے ذریعے اٹھتا ہے تو زلزلہ بن جاتا ہے۔ یہ کیسا انسان ہے۔ میں اسے ظالم کہوں یا بے چارہ؟"

جناب شیخ الفارس نے کہا۔ "تم اس کے لانبے ہاتھوں کو یاد رکھو جو شیطان کی آنت کی طرح لانبے ہیں۔ اس کی کھوپڑی میں ایک ننھے سے بچے کا دماغ ہے مگر کھوپڑی کے پیچھے شیطان کا دماغ کام کر رہا ہے۔ یہ جب بھی تمہارے سامنے آئے گا تمہیں توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا۔ اس لیے اسے سب کچھ کہو مگر بے چارہ نہ کہو۔"

ان سے رابطہ قائم ہو گیا۔ میں نے سر گھما کر دیکھا۔ رسونتی آرام سے۔ اپنی سیٹ پر سو رہی تھی میں اس نرس کے پاس پہنچ گیا جس نے دی کلر کو فیڈر میں دودھ دیا تھا۔ وہ ایک کارمن بیٹی ایک شخص کے ساتھ ایک شاہراہ سے گزر رہی تھی۔ اس کی سوچ سے پتا چلا کہ اس کی ڈیوٹی جلدی ختم ہو گئی ہے اب وہ آرام کرنے اپنی رہائش گاہ میں جا رہی ہے۔ ڈرائیو کرنے والے نے ڈیش بورڈ کی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تقریباً ایک گھنٹا گزر چکا ہے۔ کیا تم اپنے دماغ میں کچھ محسوس کر رہی ہو؟"

نرس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "مجھے کچھ محسوس نہیں ہو رہا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں بھی تمہاری طرح یہ فن جانتی۔ پھر مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے اندیشہ نہیں رہتا۔"

ڈرائیو کرنے والے نے کہا۔ "اب یوگا میں مہارت حاصل کرنا بالکل آسان ہو گیا ہے۔ ہمارے پُراسرار باس نے اپنے طبی شعبہ میں ایک ایسی دوا ایجاد کی ہے جسے استعمال کرنے سے چند دنوں میں ہی سانس روکنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ پھر دماغ اتنا حساس ہو جاتا ہے کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے۔"

نرس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں، وہ دو گولیوں کی صورت میں ہے، اس وقت بھی میرے پاس موجود ہیں۔"

"پھر تو میں ضرور ان گولیوں کو استعمال کروں گی۔"

"استعمال تو کرنا ہی ہو گا باس نے اسی لیے یہ دوا ایجاد کی ہے۔ ان کے تحت تحت جو کسی وقت بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ٹکرا سکتے ہیں انھیں یہ استعمال کرنا چاہیے اور یوگا کے فن میں مہارت حاصل کرنا چاہیے اس طرح ٹیلی پیتھی کا ہتھیار بالکل ہی بے کار ہو جائے گا۔"

وہ بالکل ہی ناقابلِ یقین بات کہہ رہا تھا۔ بھلا ایسی گولی کیسے ایجاد ہو سکتی ہے جو انسان کو یوگا کا ماہر بنا دیتی۔ لیکن وہ نرس مجھ سے خوفزدہ تھی اور کوئی سہارا چاہتی تھی اور اسے ان گولیوں کا سہارا ملنے والا تھا اُس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ کولمبیا کے ایک شہر بوگوٹا میں ہے دی کلر کو آج صبح ہی ایک چارٹرڈ طیارے کے ذریعے کولمبیا بھیج دیا گیا تھا۔ اسے پچھلی رات سے آج دن کے بارہ بجے تک سونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اسی لیے وہ بے وقت سو رہا تھا اور اس کے سونے کے دوران ہی میں اس کے دماغ میں پہنچا تھا۔

پُراسرار باس کو شبہ تھا کہ میں دی کلر کے دماغ میں پہنچا تھا۔ تب ہی وہ ہڑبڑا کر اٹھ گیا تھا۔ حالانکہ میں نے کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا تھا نہ ہی اپنی موجودگی ظاہر کی تھی۔ تاہم یقین نہ ہونے کے باوجود وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جو نرس اس کے سامنے تھی، اس نے اپنی آواز سنائی تھی یا نہیں؟ نرس نے انکار کر دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ میں نے دی کلر کے سامنے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ چپ چاپ ایک فیڈر میں دودھ دے دیا تھا۔ حالانکہ اس نے جھوٹ کہا تھا اگر وہ ایک فقرہ ادا کرتی تو میں اس کے دماغ میں کیسے پہنچتا۔ بہرحال وہ اپنے باس سے جھوٹ بول کر مطمئن ہو گئی تھی۔ لیکن اس سے کہا گیا تھا کہ وہ محتاط رہے ہو سکتا ہے کسی اور ذریعے سے فرہاد اس کے دماغ میں آئے اور اسے ٹریپ کرنے کی کوشش کرے۔ ایسی صورت میں اسے ایک مخصوص اشارہ کرنا چاہیے کہ فرہاد اس کے پاس موجود ہے.....

یہی وجہ تھی کہ ڈرائیو کرنے والا شخص پوچھ رہا تھا۔ "ایک گھنٹا گزر گیا ہے کیا وہ اپنے دماغ میں کچھ محسوس کر رہی ہے؟"

وہ مجھے محسوس نہیں کر رہی تھی۔ اس کی رہائش گاہ کے سامنے کار رک گئی۔ ڈرائیو کرنے والے نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی ڈبیہ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس میں چند گولیاں ہیں۔ روز ایک گولی کھا لیا کرو تم ایک ہفتے کے اندر سانس روکنا سیکھ جاؤ گی مگر اس کے ساتھ ہلکی پھلکی ورزش بھی کیا کرو۔ اچھا پھر ملاقات ہو گی۔ سوفار۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اس کی باتوں سے پتا چل گیا تھا کہ وہ یوگا کا فن جانتا ہے میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کی چال کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ وہ نرس اپنے مکان میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد پرس کو ایک طرف صوفے پر پھینکتے ہوئے، گنگناتے ہوئے لباس بدلنے کے لیے بیڈ روم میں آئی۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "کیا پُراسرار باس کو اس بات کا شبہ ہے کہ میں نے اس سے جھوٹ کہا ہے، کیا باس کو کسی طرح پتا چل گیا ہے کہ دی کلر کے ہڑبڑا کر اٹھتے ہی میں بے اختیار بول پڑی تھی؟"

اس کی اپنی سوچ نے کہا۔ "نہیں، کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ جہاں دی کلر آرام کر رہا تھا، وہاں میں تنہا ڈیوٹی پر تھی۔ کمرا بند تھا۔ کسی نے میری آواز نہیں سنی ہو گی۔"

"ہو سکتا ہے دی کلر نے باس کو بتا دیا ہو کہ میں بے اختیار بول پڑی تھی۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر سوچنے لگی۔ میں نے مجھ کہا۔ "آج میری ڈیوٹی وقت سے پہلے ختم کر دی گئی۔ مجھ سے کہا گیا کہ میں اپنی رہائش گاہ میں آرام کروں اور اپنے دماغ میں انجانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کی کوشش کروں۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ باس کو شبہ ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں چپکے سے آ سکتا ہے۔"

وہ لباس تبدیل کر چکی تھی، ہلکا پھلکا سا باس پہننے کے بعد اس نے ایک گلاس میں پانی لیا۔ پھر سنگھار میز کے پاس آ کر وہی ڈبیہ کھولی جس میں گولیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جب اس نے ایک گولی نکال کر ہتھیلی پر رکھی تو میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے سوچ سمجھ کر اسے استعمال کرنا چاہیے۔ میں اس کے ذریعے سانس روکنے کا فن حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ ایسا نہ ہو ہمیشہ کے لیے سانس رک جائے۔"

اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ بھلا ڈیوڈ مجھے ایسی گولیاں استعمال کرنے کیوں دے گا جو میری ہلاکت کا باعث بنیں۔ وہ تو میرا قابلِ اعتماد بوائے فرینڈ ہے۔"

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات

صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ھَوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو نمود دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصّوں میں مکمّل

قیمت فی حصہ ۲۵ روپے * ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰/ روپے

مکمل سیٹ منگانے پر قیمت صرف ۱۰۰/ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے۔ کل ۱۱۰/ روپے کا منی آرڈر روانہ فرمائیں۔ یہ رعایت صرف منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی مل سکے گی۔

کتابیات پبلی کیشنز

باس کی دہشت کے سامنے کوئی کسی کا بوائے فرینڈ، کوئی کسی کا بھتے دار نہیں رہتا۔ باس نہیں چاہتا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی ہیرے دماغ میں نہیں آیا ہے تو بعد میں آئے اور یہ راز معلوم کرلے کہ وہی کلورجب نیند کی حالت میں ہوتا ہے تو ایک ننھے بچے کی طرح بے بس ہوتا ہے۔ اس کے لیے ایک نرس مقرر ہوتی ہے جو اسے فیڈر سے دودھ پلاتی ہے اور جب وہ بیدار ہوتا ہے تو ایک خطرناک انسان بن جاتا ہے۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں، میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ بات کبھی نہیں بتاؤں گی۔ وہ میرے دماغ میں آئیں گے تب بھی نہیں بتاؤں گی۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی ہتھیلی پر رکھی ہوئی اس گولی کو دیکھا۔ وہ ایک دوا رہے پر تھی۔ ایک طرف اُس کا اعتماد کتنا تھا کہ اس نے ایسی دوا دی ہے کہ وہ سانس روکنے کا فن سیکھ لے گی۔ دوسری طرف میں نے اس کے دل میں شبہ پیدا کردیا تھا کہ اس کے سوتے ہی ہمیشہ کے لیے سانس رک جائے گی۔ اب وہ کیا کرے؟

میں نے اُسے سمجھایا "مجھے جلدی نہیں کرنا چاہیے۔ سانس روکنے کا فن سیکھنے کے لیے گولی کھانا ہی ہے تو میں ایک گھنٹے بعد بھی کھا سکتی ہوں۔"

میری یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی — اس نے گولی کو واپس اُسی ڈبیا میں رکھ دیا۔ اُسے بند کردیا۔ اس وقت رسونتی بیدار ہو گئی تھی اور اب ہمارا طیارہ کولمبیا کے اسی شہر بوگوٹا کے ائرپورٹ پر اُترنے والا تھا۔ اس طیارے میں جو لوگ ہماری نگرانی کررہے ہوں گے، انھیں شاید مایوسی ہو کہ فرہاد نفیس ابھی تک رسونتی کے پاس نہیں آیا ہے۔ افسوس میرے پاس بھی ایسا کوئی طریقہ نہیں تھا جس سے میں دشمنوں کو پہچان سکتا کہ ان میں سے کتنے لوگ پُراسرار باس سے تعلق رکھتے ہیں اور کتنے ماسٹر کی سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ ایسے ہی وقت سونیا یاد آتی ہے۔ وہ کبھی خاموش نہ بیٹھتی۔ سفر کے دوران ضرور دشمنوں کو بے نقاب کردیتی۔

سونیا کی یاد نے مجھے ذرا اداس کردیا۔ میں نے خود کو بہلانے کے لیے رسونتی سے چھیڑ چھاڑ شروع کردی۔ طیارے سے اُتر کر ائرپورٹ کی عمارت میں آنے تک اس سے بچوں کی طرح باتیں کرتا رہا۔ اس نرس کی بھی خبر لیتا رہا۔ وہ آرام سے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ شام کا وقت تھا۔ وہ سوچ رہی تھی، تھوڑی دیر کمر سیدھی کرنے کے بعد غسل کرے گی۔ اس کے بعد تازہ دم ہو کر میک اَپ کرکے اچھا سا لباس پہن کر کسی کلب میں جائے گی۔

میرے اور رسونتی کے لیے ایک ہوٹل کا کمرہ ریزرو کرایا گیا تھا۔ ایک کار میں ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے میں نے مادام کمپیوٹر بن کر چارلی کے دماغ میں کہا "میں مادام بول رہی ہوں۔ رسونتی اور ڈاکٹر مے کا کس کو پُراسرار شخص کا مہمان نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی تم میں سے کسی کو ان کی میزبانی کرنا چاہیے۔ وہ دونوں آج ہوٹل میں ٹھہریں گے۔ کل سے اپنے طور پر رہائش اختیار کریں گے اور آزاد رہیں گے۔ تم لوگوں کو دُور ہی سے ان کی نگرانی کرنا چاہیے ورنہ فرہاد کبھی قریب نہیں آئے گا۔"

چارلی سے رابطہ ختم کرنے کے بعد میں نے پھر اس نرس کی خبر لی۔ اس وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ وہ بستر سے اٹھ کر فون کے پاس آئی پھر ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو، میں تھیلما بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے اس کے بوائے فرینڈ ڈیوڈ کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا "کیا تم نے ابھی تک گولی نہیں کھائی؟"

میں نے تھیلما کی زبان کو مجبور کیا کہ وہ میری مرضی کے مطابق سوال کرے اور اُس نے سوال کیا "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں نے گولی نہیں کھائی؟"

دوسری طرف اُس کا بوائے فرینڈ گڑبڑایا۔ پھر بولا "میں یونہی پوچھ رہا تھا، اگر گولی کھا چکی ہو تو ذرا چلتی پھرتی رہو تاکہ وہ جلد ہضم ہو سکے۔"

میں سمجھ رہا تھا، ڈیوڈ بات بنا رہا ہے۔ میں نے پھر تھیلما کو بے اختیار کہنے پر مجبور کیا اور اُس نے کہا "میں گولی بھی کھا چکی ہوں اور تھوڑی دیر تک ٹہلتی بھی رہی ہوں۔"

یہ سنتے ہی دوسری طرف سے دہاڑنے کی آواز سنائی دی۔ ڈیوڈ نے گرجتے ہوئے کہا "چڑیل کی بچی! تم نے باس سے جھوٹ کہا تھا کہ دی کلور کے سامنے اپنی زبان نہیں کھولی تھی، کوئی بات نہیں کہی تھی حالانکہ تم بے اختیار بول پڑی تھیں اور اب بھی جھوٹ کہہ رہی ہو۔ تم نے گولی نہیں کھائی ہے۔"

"اگر میں نے نہیں کھائی تو کیا فرق پڑتا ہے؟"

"ابھی کھاؤ۔ یہ باس کا حکم ہے ورنہ کہیں سے ایک گولی سنسناتی ہوئی آئے گی اور تم ٹھنڈی پڑ جاؤ گی۔"

تھیلما کے دماغ میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ اس کے ہاتھ میں ریسیور کانپنے لگا۔ اب ساری بات سمجھ میں آرہی تھی۔ میں نے اُس کے دماغ میں جو کچھ کہا تھا، وہ حقیقت نظر آرہی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ اس گولی میں ایسی بات ہے کہ اُسے کھانے کے بعد وہ پھر سانس لینے کے قابل نہیں رہے گی۔ مشکل یہ تھی کہ وہ گولی کھانے سے انکار نہیں کرسکتی تھی کیونکہ باس نے اُسے حکم دیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ وہ گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ موت اس کے چاروں طرف تھی، کہیں سے بھی، کسی وقت بھی کوئی گولی آکر اُسے ہمیشہ کے لیے ختم کرسکتی تھی۔ وہ مرنا نہیں چاہتی تھی۔ بھلا بھری جوانی میں کون مرنا پسند کرتا ہے۔ وہ فوراً ہی دوڑتی ہوئی الماری کے پاس گئی۔ وہاں سے ایک جینز اور شرٹ نکالی۔ پھر اُسے جلدی جلدی پہننے لگی۔ اس کے بعد اُس نے جرابیں اور جوتے پہنے، پرس میں کرنسی رکھی۔ پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی مکان سے باہر جانا چاہتی تھی کہ رک گئی۔

اُس کے دماغ نے سمجھایا۔ شاید اگلے دروازے پر باس کے آدمی ہوں۔ وہ وہاں سے پلٹ کر دوڑتی ہوئی کچن میں آئی۔ پھر کچن کے دروازے کو کھول کر مکان کے پچھلے حصے میں پہنچی۔ اُس نے چاروں طرف دیکھا۔ اب اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی پچھلی سڑک پر پہنچ گئی۔ اُسی وقت ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ تھیلما چیخ پڑی۔ مگر گولی نہیں لگی تھی۔ پہلے تو وہ گھبرائی پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی ایک طرف بھاگنے لگی۔

میں نے رابطہ تھوڑی دیر کے لیے ختم کردیا کیوں کہ جس اسٹیورڈ نے مجھے طیارے میں مخاطب کیا تھا، اب اس کے پاس جانا ضروری تھا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ میرا انتظار کررہا تھا۔ میں نے کہا "میں آگیا ہوں۔ تم اپنے ساتھی سے رابطہ قائم کرو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک نوجوان ساتھی سے گفتگو کررہا تھا۔ میں نے کہا "اتنا کافی ہے۔"

اُس نے جس سے رابطہ قائم کیا تھا، وہ ایک نیگرو تھا۔ اُس کا نام رڈولو ممبا ساتھا۔ میں نے کہا "ہیلو مسٹر رڈولو ممبا ساتھ میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے اٹینشن ہو کر بولا "میں آپ کا فرماں بردار خادم ہوں۔"

"میرا کوئی خادم نہیں ہوتا۔ ہم سب دوست ہوتے ہیں۔ بہرحال اس پُراسرار شخص کا کام کرنے والی ایک نرس جس کا نام تھیلما ہے، وہ زندگی اور موت کے درمیان ہے۔ اُس کے باس نے اُس کی موت کا حکم دیا ہے اور انجانے دشمن اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔ کسی طرح اسے بچاؤ۔ میں اس کے دماغ کو پڑھ چکا ہوں۔ وہ میرے لیے مزید کوئی اہم معلومات فراہم نہیں کرسکے گی لیکن اسے بچانا ضروری ہے۔ ہم اس پُراسرار شخص کو یہ تاثر دیں گے کہ ماسٹر کی کے آدمی تھیلما کی حفاظت کررہے ہیں۔"

رڈولو ممبا ساتھ نے پوچھا "کیا آپ مجھے وہاں تک پہنچا سکیں گے؟"

"صرف نشاندہی کریں۔ میں تھیلما تک پہنچ جاؤں گا۔"

میں نے اس کے دماغ سے معلوم کیا ہے وہ پارک اسٹریٹ کی ساتویں گلی میں فلیٹ نمبر سات میں رہتی تھی۔ اب وہاں سے فرار ہوگئی ہے۔ فلیٹ کے پچھلے حصے میں جو راستہ ہے، میں نے آخری بار اُسے وہاں سے بھاگتے ہوئے دیکھا ہے۔ اب وہ جہاں بھی جارہی ہے، اگر زندہ ہے تو میں اس کے دماغ سے معلوم کرتا رہوں گا کہ وہ کہاں سے گزر رہی ہے۔ فی الحال تم پارک اسٹریٹ کے اس سات نمبر فلیٹ والے پچھلے راستے کی طرف چلو۔"

رڈولو تیزی سے چلتا ہوا اپنی کار کی طرف جانے لگا۔ پھر تھیلما کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ابھی زندہ تھی۔ ایک پولیس آفیسر نے اُسے بھاگتے دیکھ کر گاڑی روکی تھی اور اُسے اپنے ساتھ بٹھا لیا تھا۔ اس کی روداد سُن کر اُس نے تسلی دی تھی اور کہا تھا "گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ میری رہائش گاہ پر چلو۔ وہاں دشمن آنے کی جرأت نہیں کریں گے۔"

میں نے تھیلما کے ذریعے اس پولیس آفیسر کے دماغ میں جگہ بنائی۔ اس کے خیالات پڑھے۔ اس کے بعد رڈولو کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا "کیا پورے امریکا پر اس پُراسرار شخص کی حکومت ہے؟"

اُس نے پوچھا "آخر بات کیا ہے؟"

میں نے کہا "میں نے ہار ربے میں ایک ایک شخص کو اس پُراسرار باس کا وفادار دیکھا۔ ابھی تھیلما ایک پولیس آفیسر کی پناہ میں اس کی رہائش گاہ تک جارہی ہے۔ وہ آفیسر بھی پُراسرار شخص کا وفادار ہے۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا ہے کہ تھیلما کو جا کر اپنے گھر میں پناہ دے گا اور اس کی اطلاع پُراسرار شخص تک پہنچا دے گا کہ ڈیوڈ کے ہاتھ سے بچ کر نکلنے والی تھیلما اب اس کے ہاں پناہ لے رہی ہے۔"

رڈولو نے کہا "آپ درست فرما رہے ہیں۔ مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے جیسے وہ پُراسرار شخص پورے امریکا پر چھایا ہوا ہے۔ کوئی سیاسی لیڈر ہو یا سرکاری افسر، سب اس کے غلام نظر آتے ہیں۔ ابھی میں یہی سوچ رہا تھا کہ تھیلما کو وہاں سے بچا کر لے آنا کوئی بڑی بات نہیں ہے لیکن اُسے دیر تک چھپائے رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے۔"

میں نے پوچھا "ہاں، ہاں، بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ابھی آپ نے کہا تھا کہ میں جو کچھ بھی کروں، اس کا تاثر یہ دیا جائے کہ یہ سب کچھ ماسٹر کی کے آدمی کررہے ہیں تو جناب ماسٹر کی کے ایک آدمی سے میرا رابطہ ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میں اس کے لیے کام کرتا رہوں اور میں نے اس کے لیے ہامی بھر لی ہے۔"

تو پھر دیر کس بات کی ہے، تم اُس شخص کو اطلاع دو کہ تھیلما فلاں جگہ ہے۔ باقی اس پر چھوڑ دو۔ ماسٹر کی کے آدمی اُدھر

دوڑ پڑیں گے۔ تم اُن کے قریب بھی نہ جانا۔"

ہم ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے تھے۔ گاڑی سے اُتر کر اپنے کمرے میں پہنچنے تک میں رسونتی سے باتیں کرتا رہا۔ اُس نے کہا "تم کبھی کبھی اتنے چپ ہو جاتے ہو کہ میری طرف دیکھتے بھی نہیں۔"

مَیں نے لفٹ میں پہنچ کر اس کی طرف جھکتے ہوئے آہستگی سے کہا "بھئی، مَیں فرہاد صاحب سے مجبور ہوں۔ کبھی کبھی وہ میرے دماغ میں بولتے ہیں اور تمھاری خیریت معلوم کرتے رہتے ہیں۔"

اُس نے مجھے پرے دھکیلتے ہوئے کہا "مَیں کسی فرہاد ورہاد کو نہیں جانتی۔ میرے پاس رہو اور مجھ سے ہی باتیں کرتے رہو۔"

لفٹ اوپر جا رہی تھی اور لفٹ مَین ہمارے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ مَیں اُسے سنانے کے لیے کہہ رہا تھا "مجھے افسوس ہے تم اس فرہاد کو بھول چکی ہو جو تمھاری زندگی کا ساتھی رہا اور اب بھی ہے۔ ایک دن وہ تمھیں ملے گا تو تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ اُسے برابر تمھارے ساتھ رہنے کا موقع ملے تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمھارے سپکانہ ذہن کو تمھاری عمر کی مناسبت سے نارمل بنا دے۔"

لفٹ رک گئی۔ مَیں رسونتی کے ساتھ باہر آ گیا۔ لفٹ مین نیگرو تھا۔ اُس نے اپنی آواز نہیں سنائی تھی۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ مَیں اُس کی آنکھوں میں جھانک کر دماغ کو پڑھتا۔ ضرورت ہی کیا تھی۔ مجھے احتیاطاً جو کرنا چاہیے تھا وہ کر گزرتا ہوں۔ ہم وہاں سے چلتے ہوئے اپنے مخصوص کیے ہوئے کمرے میں آئے۔ مَیں نے شیبا کو مخاطب کیا اور کہا "ذرا میرے دماغ میں رہ کر تھیلما کے دماغ تک پہنچو۔ وہاں ماسٹر کی کے کچھ لوگ پہنچنے والے ہیں۔ تم ان میں سے چند ایک کے لب ولہجے کو اپنی گرفت میں رکھو گی اور کچھ لوگوں کو مَیں اپنی گرفت میں رکھوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے رسونتی سے کہا "تم بیٹھو۔ مَیں ابھی باتھ روم سے آتا ہوں۔"

میں باتھ روم میں گیا اور دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد تھیلما کے پاس پہنچ گیا۔ شیبا میرے دماغ میں موجود تھی۔ اس وقت تھیلما پولیس آفیسر کے ساتھ اُس کی گاڑی سے اُتر رہی تھی اور اس سے باتیں کرتی جا رہی تھی۔ شیبا نے کہا "مَیں نے اس کی آواز اور لب ولہجے کو سمجھ لیا ہے۔"

مَیں نے کہا "اب تم رولو ممباسا کے دماغ میں چلو۔ پہلے یہ بتاؤ، بابا صاحب کے ادارے میں کیا یہ بات عام ہو چکی ہے کہ تم خیال خوانی کرتی ہو اور تم ہی مادام کمپیوٹر رہ چکی ہو؟"

"ہاں، مَیں سمجھتی ہوں، وہاں کے تقریباً تمام افراد مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس ادارے سے باہر مختلف ممالک میں جو لوگ ہیں، انھیں ابھی اس بات کا علم نہیں ہے۔"

"رولو ممباسا کو بھی اپنی موجودگی کا احساس نہ دلانا۔"

یہ کہہ کر میں رولو کے دماغ میں پہنچا۔ پھر اس سے پوچھا "کیا تم نے ماسٹر کی کے آدمیوں کو تھیلما کے پیچھے لگا دیا ہے؟"

"جی ہاں، وہ لوگ تھیلما اور پولیس آفیسر کے پہنچنے سے پہلے ہی ان کی رہائش گاہ کو گھیر چکے ہوں گے۔"

مَیں نے کہا "میں ابھی اُدھر سے ہی آ رہا ہوں۔ وہاں میں نے ایسی کوئی بات نہیں دیکھی۔"

"مَیں اُسی طرف جا رہا ہوں۔ اب پہنچنے ہی والا ہوں۔"

"مگر تم دور رہو گے۔"

اس کے بعد میں نے شیبا کی طرف توجہ دی۔ وہ میرے دماغ میں رولو ممباسا کے لب ولہجے کو دہرا رہی تھی۔ میں نے کہا "بالکل ٹھیک ہے۔ ہم پھر تھیلما کے پاس چلیں گے۔ ویسے میں ان سب کے پاس اس لیے جا رہا ہوں کہ رسونتی اہم موقع پر مداخلت کرتی ہے اور میری خیال خوانی ادھوری رہ جاتی ہے۔ ایسے وقت میں تم خیال خوانی جاری رکھو گی۔"

جب ہم تھیلما کے پاس پہنچے تو وہ سہمی ہوئی تھی۔ پیچھے ہٹتے ہوئے، آفیسر کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

آفیسر نے ریسیور کو کان سے لگایا ہوا تھا اور ریوالور کا رُخ تھیلما کی طرف تھا۔ پھر اُس نے کہا "ہیلو، ڈیوڈ! میں بول رہا ہوں۔ اگر تم اپنے شکار کو قتل نہ کر سکے اور وہ تمھارے ہاتھ سے نکل جائے تو باس تمھارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟"

دوسری طرف سے ڈیوڈ نے کہا "جب سے تھیلما فرار ہوئی ہے، میرے ہوش اڑ گئے ہیں۔ میرے آدمی اسے تلاش کر رہے ہیں۔ کیا تم اُس کے متعلق کچھ جانتے ہو؟"

"ہاں، اس وقت یہ لڑکی میرے گن پوائنٹ پر ہے۔"

"اوہ آفیسر! مَیں تمھارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"مَیں کسی پر احسان نہیں کرتا۔ صرف اپنے باس کا وفادار ہوں۔ فوراً اپنے آدمیوں کو بھیجو تاکہ وہ اُس کی لاش اٹھا کر لے جا سکیں اور ہاں، ریسیور رکھنے سے پہلے گولی چلنے کی آواز تو سن لو، شاید تم تھیلما کی چیخ سے اُسے پہچان سکو۔"

یکبارگی ٹھائیں سے فائرنگ کی آواز ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی تھیلما کی فلک شگاف چیخ سنائی دی۔ آفیسر کے ایک

ہاتھ سے ریوالور اور دوسرے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ کر گر پڑا۔ گرنا چاہیے تھا تھیلما کو مگر وہ آفیسر زمین بوس ہو چکا تھا۔

گولی بائیں ہاتھ میں لگی تھی۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے زمین بوس ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے پلٹ کر آنے والے کو ایک لات رسید کی۔ بڑی پھرتی سے اُٹھ کر کھڑا ہوا مگر آنے والا ایک نہیں تھا، چار تھے۔ اُس کے اٹھتے ہی کمر پر لات پڑی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دروازے سے ٹکراتا ہوا باہر چلا گیا۔ وہاں سے پلٹ کر آنے کا موقع نہیں ملا۔ ٹھائیں ٹھائیں دو بار گولی چلی۔ اس بار ایک گولی اُس کی پشت پر اور دوسری شانے پر لگی اور وہ لڑکھڑا کر برآمدے میں گر پڑا۔ وہاں سے لڑھکتا ہوا نیچی زمین پر پہنچ گیا۔

آنے والوں میں سے ایک نے کہا "تھیلما! تمھارے متعلق بروقت اطلاع ملی اور ہم تمھیں بچانے آ گئے۔ کیا ہمارے ساتھ چلو گی؟"

تھیلما نے سہمے ہوئے انداز میں پوچھا "تم سب کون ہو؟"

"ہم دوست ہیں۔ اگر دشمن ہوتے تو تمھیں مرنے کے لیے جھوڑ دیتے اور مرنے والے کو دوست بنا لیتے۔"

وہ روتے ہوئے بولی "مَیں زندہ نہیں رہ سکوں گی۔ وہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ ہمارے باس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ تم لوگ مجھے کہیں چھپا نہ سکو گے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ تمھارے باس کے لمبے ہاتھوں سے صرف ماسٹر کی پناہ دے سکتا ہے۔ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

مَیں نے شیبا سے پوچھا "کیا تم اِن بولنے والوں کے لب و لہجے کو گرفت میں لے رہی ہو؟"

"ہاں، مَیں ان کی باتوں کو توجہ سے سُن رہی ہوں اور انھیں کسی وقت بھی ٹریپ کر سکتی ہوں۔"

تھیلما ڈوب رہی تھی۔ اُسے زندہ رہنے کا یقین نہیں تھا۔ ماسٹر کی کے آدمیوں سے سہارا ملتے ہی وہ اُن کے ساتھ چلی گئی۔ شیبا نے کہا "مرشد! جلدی آؤ، وہ پولیس آفیسر ابھی زندہ ہے، دیکھو کیا کر رہا ہے؟"

مَیں فوراً آفیسر کے دماغ میں پہنچا۔ اس وقت وہ اپنی جیب سے ایک چابی نکال رہا تھا۔ اُس کی حالت بڑی غیر تھی۔ اب تب میں مرنے ہی والا تھا۔ دو گولیاں کھانے کے بعد زندہ رہنا ناممکن تھا۔ پھر بھی وہ زندگی کے لیے جدوجہد کر رہا تھا۔ پھر ہم نے دیکھا، وہ ہاتھ میں پکڑی ہوئی چابی سے کچی زمین پر لکھ رہا تھا "ایم اے ایس، ٹی، ای، آر۔۔۔"

وہ اتنے حرف لکھنے تک بڑی طرح تھرتھرا چکا تھا۔ ہاتھ پاؤں سے دَم نکل رہا تھا۔ پھر پوری طرح ماسٹر لکھنے کے بعد اس کے ہاتھ سے چابی چھوٹ گئی۔ وہیں زمین پر پڑی رہ گئی اور وہ ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔

مَیں نے رولو کو مخاطب کیا "تم اس مکان سے کتنی دُور ہو؟"

"زیادہ دور نہیں ہوں، حکم دیجیے۔"

"کیا تمھارے پاس ٹرانسمیٹر ہے؟"

"ٹرانسمیٹر بھی ہے اور ٹیپ ریکارڈ بھی۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"ٹیپ ریکارڈ چھوڑو! ملو تو اُسے لے کر فوراً اس مکان کے اندر پہنچو۔"

اُس نے حکم کی تکمیل کی۔ جب وہ آفیسر کی لاش کے قریب پہنچا تو میں نے کہا "اس منحنے سے ریکارڈ کو برآمدے کی چھت کے نیچے چھپا دو۔ پھر اسے آن کر کے فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔"

اُس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ وہاں سے دوڑتا ہوا اپنی کار میں واپس آیا۔ اگلی سیٹ پر بیٹھ کر اسٹیئرنگ سنبھالا اور اُسے ڈرائیو کرتا ہوا ذرا دُور چلا گیا۔ مَیں نے کہا "اب کار سے اُترو۔ راستہ بدل کر تیزی سے چلتے ہوئے اس مکان کے قریب جاؤ اور دیکھو، وہاں ڈیوڈ کے آدمی پہنچے ہیں یا نہیں؟"

اُس نے یہی کیا۔ تھوڑی دیر بعد راستہ بدل کر تیزی سے چلتے ہوئے وہاں پہنچ گیا۔ چونکہ مکان کے باہر رہ کر اندر دیکھ نہیں سکتا تھا، اس لیے قریب ہی ایک درخت پر چڑھتا ہوا اُس کی بلندی تک چلا گیا۔ اتنی بلندی تک جہاں سے مکان کا اندرونی حصہ نظر آ سکے۔ مَیں نے اس کے ذریعے دیکھا۔ آفیسر کی لاش کے پاس پانچ افراد تھے اور وہ سب کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ اُن میں سے ایک کمرے کے اندر گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔ اس کے بعد انھوں نے آفیسر کی لاش اٹھائی اور وہاں سے جانے لگے۔ درخت سے مکان کے اندر اور باہر کا حصہ نظر آ رہا تھا۔ وہ لوگ لاش کو لے کر باہر پہنچ گئے تھے اور اُسے ایک گاڑی میں رکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ گاڑی اسٹارٹ ہوئی پھر وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ مَیں نے کہا "رولو! فوراً درخت سے اترو اور دوڑتے ہوئے جا کر اپنا وہ ننھا سا ٹیپ ریکارڈر وہاں سے لے آؤ۔"

وہ درخت سے اُتر گیا۔ تیزی سے دوڑتا ہوا اس مکان کے اندر گیا۔ اگرچہ جانے والوں نے دروازے کو باہر سے مقفل کر دیا تھا مگر رولو جیسے آدمی کے لیے احاطے کی دیوار کو پھلانگنا کچھ مشکل نہ تھا۔ بہرحال وہ وہاں سے ننھا سا ٹیپ ریکارڈر لے کر ایک اندرونی دروازے کو کھولتا ہوا باہر نکلا۔ پھر تیزی سے دوڑ لگاتے ہوئے اپنی کار کے اندر بیٹھ گیا۔ اُس نے اُسے ریکارڈر میں رکھتے ہوئے پوچھا "کیا آپ اسے سننا چاہیں گے؟"

"ہاں، اسے ریوائنڈ کرو۔"

شیبا نے کہا۔ "میں ابھی آتی ہوں۔"

ریوائنڈ ہونے کے بعد رولو اُسے آن کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے روک دیا۔ "ذرا ایک منٹ صبر کرو۔"

تھوڑی دیر بعد شیبا آگئی۔ "میں نے پوچھا۔ "کہاں گئی تھیں؟"

"ابھی تک میں نے ماسٹر کی کے جن لوگوں کو گرفت میں لیا تھا، اُنھیں ایک ریکارڈ میں محفوظ کر لیا ہے تاکہ نئے لوگوں کے لب و لہجے کو سمجھ سکوں۔"

میں نے رولو سے کہا۔ "آن کرو۔"

اُس نے آن کیا۔ میں اور شیبا توجہ سے سننے لگے۔ اس ریکارڈ کے ذریعے پانچ افراد کی آوازیں یکے بعد دیگرے سنائی دے رہی تھیں۔ وہ ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا۔ "یہ دیکھو، آفیسر نے مرتے وقت زمین پر ماسٹر لکھا ہے۔ جانتے ہو اس کا کیا مطلب ہے؟"

جواب میں خاموشی چھا گئی۔ شاید سب لوگ اس طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر دوسرے کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "آفیسر نے یہاں ماسٹر لکھا ہے۔ آگے کچھ نہ لکھ سکا لیکن یہاں اُس نے اپنی "کی" یعنی چابی رکھ دی۔ اب اگر چابی کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو یہ بنتا ہے "ماسٹر کی"، اور اس کا مطلب یہی ہوا کہ تھیلما کو ماسٹر کی کے آدمی لے گئے ہیں۔"

وہ پانچوں کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ شیبا نے کہا۔ "میں اُن کے دماغوں میں پہنچ سکتی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "ایسی غلطی کبھی نہ کرنا۔"

اُس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیوں؟"

"کیا یاد نہیں ہے، ہمیں چیلنج کیا گیا ہے کہ فرہاد کے سامنے جو بھی پُراسرار شخص کا آدمی آئے گا وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔"

"ہاں یاد آیا مگر اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اس کامیابی سے فی الحال کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔"

"ہاں فی الحال نہ سہی، آئندہ اس کا فائدہ ہوگا۔ ابھی ہمیں تھیلما کے پاس جانا چاہیے۔ ذرا دیکھنا چاہیے کہ اسے لے جانے والے کیا کر رہے ہیں اور اسے کہاں لے جا رہے ہیں۔"

میں نے رولو سے کہا۔ "اب چھٹی کرو۔ ضرورت ہوگی، تو تمھیں مخاطب کروں گا۔"

اُسی وقت باتھ روم کے دروازے پر دستک ہونے لگی۔ میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ رسونتی کہہ رہی تھی۔ "کیا باتھ روم میں جا کر سو گئے ہو۔ مجھے یہاں اکیلے ڈر لگتا ہے۔"

میں نے اندر سے آواز دی۔ "بس ابھی آ رہا ہوں۔"

شیبا نے کہا۔ "تم رسونتی کے پاس جاؤ، میں تھیلما اور اس کے ساتھیوں کی خبر لیتی ہوں۔"

"میں ابھی چلا جاؤں گا۔"

ہم ان لوگوں کے پاس پہنچے جن کی آوازیں سُن چکے تھے۔

وہ سب اپنے ایک خفیہ اڈے میں پہنچ چکے تھے۔ ایک شخص ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "تھیلما! ہم ماسٹر کی کے آدمی نہیں ہیں۔ دراصل ہم نے اس پولیس آفیسر کو دھوکا دیا ہے۔ جب ہم ایسی باتیں کر رہے تھے تو اس زخمی افسر کے جسم میں ذرا سی حرکت ہو رہی تھی۔ ہم نے سوچا کہ غلط بات کہیں گے تو وہ کسی نہ کسی طرح فون تک پہنچ کر اپنے پُراسرار باس کو دہی کہے گا جو ہم سے سُنے گا۔"

تھیلما نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم سب ماسٹر کی کے آدمی نہیں ہو تو پھر کون ہو؟ کیا میں یہاں محفوظ نہیں رہ سکوں گی؟"

"بھئی گھبراتی کیوں ہو۔ ہم تمھاری حفاظت کریں گے مگر شرط یہ ہے کہ تم اپنے پُراسرار باس کے سلسلے میں اہم معلومات فراہم کرو گی۔"

"اب وہ میرا باس نہیں ہے۔"

کوئی بات نہیں ہے۔ ہم اپنے باس تک تمھارے متعلق اطلاع پہنچائیں گے۔ وہاں سے جو احکامات ملیں گے اُن کے مطابق تمھاری حفاظت کی جائے گی۔"

"آخر تم لوگ کون ہو؟"

دوسرے نے مسکرا کر فخر سے کہا۔ "ہم سب ماسک مین کے خادم ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "کیا تم لوگ مجھے ماسک مین کے ملک تک پہنچا سکتے ہو؟"

"ہم نے کہا نا، ابھی تو ہم تمھارے متعلق اطلاعات بھیجیں گے پھر جو احکامات وصول ہوں گے ہم انھی کے مطابق عمل کریں گے۔"

"میں ماسک مین تک ایک اہم اطلاع پہنچا سکتی ہوں۔"

"جو بھی اہم بات ہو، ہمیں بتاؤ۔"

"پہلے میں بھروسا کرنا چاہتی ہوں۔ آخر تم لوگ کون ہو۔ اس پولیس آفیسر کے یہاں تم نے خود کو ماسٹر کی کا آدمی بتایا۔ یہاں اگر ماسک مین سے تعلق جوڑ رہے ہو۔ میں کیسے بھروسا کروں۔ مجھے تم لوگوں کی اصلیت معلوم ہونا چاہیے۔"

"ہماری اصلیت یہی ہے جو تمھیں بتا چکے ہیں ہم ماسک مین کے آدمی ہیں۔ ویسے ہم کوئی بھی ہوں، تمھیں تو بھروسا کرنا ہی ہوگا، اس لیے کہ ہمارے پاس سے جاتے ہی تمھارے چاروں طرف موت ہوگی۔"

ایک اور شخص نے کہا۔ "تم نے پُراسرار باس کو اپنا دشمن بنا

لیا ہے۔ دانش مندی یہی ہے کہ ہمیں دوست بنائے رکھو۔"

تیسرے شخص نے کہا۔ "تمھیں یہ معلوم کر کے کرنا کیا ہے۔ دو چار تنظیمیں ہی ہیں۔ یا تو ہم ماسٹر کی سے تعلق رکھتے ہیں یا سُپر ماسٹر سے یا پھر ماسک مین سے اور ہم ماسک مین کے ہی آدمی ہیں۔ ویسے یہاں کچھ اسرائیلی جاسوس بھی بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ انھیں پتا نہیں کیوں صرف مادام کمپیوٹر کی تلاش ہے۔ یوں تو تمام تنظیموں کے لوگ مادام کی تلاش میں ہیں۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کی اچانک خاموشی نے سب کو اُکھا کر رکھ دیا ہے۔"

تھیلما نے فخر سے سر اٹھا کر کہا۔ "میں مادام کمپیوٹر کے متعلق بھی اہم اطلاع پہنچا سکتی ہوں۔"

سب نے چونک کر اُسے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "تم بولتی کیوں نہیں ہو۔ صرف اہم اطلاعات پہنچانے کا دعویٰ کر رہی ہو۔"

"مجھے براہِ راست ماسک مین سے رابطہ قائم کرنے کا موقع دیا جائے۔"

"آج تک کسی نے ماسک مین سے گفتگو نہیں کی۔"

"دنیا کے تمام ملکوں میں تمھارا جو سربراہ ہوتا ہے وہ باس کہلاتا ہے۔ میں تمھارے کسی باس سے رابطہ قائم کر سکتی ہوں۔"

انھوں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر اُن میں سے ایک نے انٹرکام کا بٹن دباتے ہوئے کہا۔ "باس! آپ اس کی باتیں سُن رہے ہیں؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اسے میرے پاس بھیج دو۔"

اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی میں اور شیبا اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اس باس کا نام تھا۔ بورنیا، جنوبی امریکا میں جہاں تک ماسک مین کے آلۂ کار پھیلے ہوئے تھے وہ ان سب کا باس تھا، خاص طور پر کولمبیا، پیرو اور برازیل کے علاقوں میں سبھی اُسے اپنا باس تسلیم کرتے تھے۔ کہتے ہیں ماسک مین کے تحت کام کرنے والے مختلف ممالک میں جتنے خطرناک باس ہیں ان میں یہ سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ ذہین بھی تھا۔ جسمانی طور پر ایک گینڈے کی طرح طاقتور بھی تھا۔ لڑنے مرنے کا ہنر جانتا تھا۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہ جنوبی امریکا کے جنگلوں میں جہاں جادو ٹونے کا زور ہے وہ کالا جادو بھی جانتا تھا اور اُس نے اپنے کالے علم سے پیشگوئی کی تھی کہ فرہاد علی تیمور دریائے ایمیزن کے کسی نہ کسی ساحل پر ضرور نظر آئے گا۔

وہ مجھے گرفتار کرنے کے لیے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں کب، کس دن، کس ساحل پر نظر آسکتا ہوں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کالے جادو کا عمل ضروری تھا اور اس کے لیے شیطان کو خوش کرنا بھی ضروری تھا۔ اس نے شیطان سے وعدہ کیا تھا کہ آج آدھی رات کو ایک نوجوان لڑکی کی قربانی دے گا اور اس کے لہو کے چھینٹوں میں نہا کر صبح تک منتروں کا جاپ کرتا رہے گا۔ اسے یقین تھا کہ وہ صبح تک اپنے شیطانی دیوتا کو خوش کر لے گا اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ فرہاد کس مقام پر گرفت میں آسکتا ہے۔

ہم اس سے زیادہ اس کی سوچ نہ پڑھ سکے۔ تھیلما وہاں حاضر ہو گئی۔ شیبا، تھیلما کے دماغ میں چلی گئی۔ میں باس بورنیا کے پاس ہی موجود رہا۔ وہ تھیلما کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا۔ "آج آدھی رات کو شیطان سے میں نے ایک حسین اور جوان عورت کی قربانی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ تو یہاں بیٹھے بٹھائے مل گئی۔ کیا خوب ہے۔ حسین بھی ہے اور صحت مند بھی۔ جب شیطان کے قدموں میں گردن کٹے گی تو خون اچھا خاصا نکلے گا اور میں شیطان کے ساتھ خون کے چھینٹوں میں نہا سکوں گا۔"

تھیلما کچھ فاصلے پر اس کے سامنے کھڑی بے چینی سی محسوس کر رہی تھی۔ باس بورنیا کی نگاہیں اُسے اپنے بدن میں چبھتی ہوئی سی لگ رہی تھیں۔ آخر اُس نے ہی کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں ماسک مین کے کسی باس کے سامنے کھڑی ہوئی ہوں؟"

"ہاں، تم باس بورنیا کے سامنے کھڑی ہوئی ہو جس کا نام سُن کر کولمبیا، پیرو اور برازیل اسٹیٹس کے سرکاری افسران کانپنے لگتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ لوگ مجھے ماسک مین کے باس کی حیثیت سے نہیں جانتے ہیں مگر اس وقت تم مجھے اسی حیثیت سے دیکھ رہی ہو اس لیے کہ ہماری پناہ میں ہو۔ اگر تمھیں اعتماد ہے کہ ہم تمھیں یہاں سے ماسک مین کے ملک تک پہنچا سکتے ہیں تو وہ اہم پیغامات ابھی مجھے سنا دو تاکہ میں تمھارے لیے ماسک مین سے سفارش کر سکوں۔"

اسی وقت رسونتی کی آواز نے چونکا دیا۔ "اے مکاکس کے بچے! تم دروازہ کیوں نہیں کھولتے ہو۔ میں رونا شروع کر دوں گی۔"

میں نے دروازے کے پاس آکر کہا۔ "میں دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہ گنڈی پھنس گئی ہے۔ ذرا سا صبر کرو ابھی کھل جائے گی۔"

یہ کہہ کر میں پھر باس بورنیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تھیلما بتا رہی تھی کہ کس طرح مادام کمپیوٹر اور پُراسرار شخص کے درمیان معاہدہ

ہو گیا ہے۔ مگر معاہدہ کیا ہوا ہے یہ تھیلما نہیں جانتی تھی۔ صرف اتنا ہو سکتی تھی کہ مادام کیپیوٹر نے اس کے پُراسرار باس سے دوستی کر لی ہے اور اب دونوں کی ملی بھگت سے فرہاد کو ٹریپ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

باس بورنیا نے پوچھا "ہم کیسے یقین کر لیں کہ مادام کیپیوٹر کے متعلق تمہاری رپورٹ درست ہے؟"

"نہیں یقین نہیں دلا سکتی۔ مجھے جو معلوم ہے وہ میں نے کہہ دیا۔"

"جو کچھ تم نے کہا وہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں مادام کیپیوٹر کو تلاش کرتی پھر رہی ہیں۔ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کون تھی اور کس ملک سے تعلق رکھتی تھی اور اتنے طویل عرصے سے اُس نے خاموشی کیوں اختیار کر لی ہے؟ یہاں تک کہا جانے لگا ہے کہ شاید وہ مر چکی ہے اور تم اسے زندہ کر رہی ہو، کیا وہ مادام جنوبی امریکا میں ہو سکتی ہے؟"

"نہیں یقین سے نہیں کہہ سکتی مگر ہاں اس کا آلہ کار پہلے ڈاکٹر میکاکس تھا۔ جو آج کل رسونتی کے ساتھ ہے پھر اچانک میکاکس کو فرہاد نے ٹریپ کر لیا۔ مادام کیپیوٹر فرہاد سے بدکتی ہے۔ میرا خیال ہے، مادام نے اب ڈاکٹر میکاکس کے بجائے کسی اور کو اپنا آلہ کار بنا لیا ہے۔ یہ بات پُراسرار باس جانتا ہے ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ دوسرا آلہ کار کون ہے۔"

باس بورنیا اُسے تھوڑی دیر تک سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا "دوسری اہم اطلاع کیا ہے؟"

"میں جانتا تھا" تھیلما اب دی کلر کے متعلق بتائے گی۔ میں فوراً ہی دماغی طور پر باتھ روم میں حاضر ہو گیا۔ رسونتی سے کہا۔ "دیکھو رسونتی، تم ڈرنا نہیں، میں اس چٹخنی کو کھولنے کی پوری کوشش کر رہا ہوں۔ بس تھوڑی دیر میں کھل جائے گی۔ تم جا کے بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے دیکھا، وہ میری بات مان گئی تھی مگر روٹھی ہوئی بچی کی طرح بستر پر جا کر لیٹ گئی تھی۔ وہاں سے باتھ روم کے بند دروازے کو دیکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "تم باہر آؤ۔ میں تم سے کٹی کر لوں گی۔ بات نہیں کروں گی۔"

میں مسکراتا ہوا باس بورنیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت تک تھیلما اسے دی کلر کے متعلق بتا چکی تھی اور باس بورنیا حیرانی سے سن رہا تھا پھر اُس نے پوچھا "کیا یہ یقین کرنے کی بات ہے۔ ایک انسان بیک وقت بچہ اور جوان نہیں ہو سکتا؟"

تھیلما نے کہا "اس بات پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ یقین کرنا چاہتے ہو تو اس پر غور کرو کہ دی کلر کے ماغی آپریشن کو انتہائی راز میں کیوں رکھا گیا تھا۔"

باس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں۔ ضرور ایسی ہی کچھ گڑبڑ ہے۔"

"یہ اتنا اہم راز ہے کہ مجھ جیسی صرف دو نرسیں اس کے متعلق جانتی ہیں۔ دی کلر چوبیس گھنٹے میں پانچ گھنٹے بالکل ننھا سا بچہ ہوتا ہے جب وہ سوتا رہتا ہے۔ اس کے بعد وہ ایک خطرناک انسان بن جاتا ہے۔ پُراسرار باس اس حقیقت کو تمام دشمنوں سے چھپائے رکھنا چاہتا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی یہ راز نہیں بتانا چاہتا۔ جب اُسے شبہ ہوا کہ کوئی میرے دماغ میں پہنچ گیا ہے تو اُس نے اپنے قاتلوں کو میرے پیچھے لگا دیا۔"

باس بورنیا آہستہ آہستہ چلتا ہوا آیا۔ پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سنسکتے ہوئے بولا "فکر نہ کرو، تمہارے پُراسرار باس کے ہاتھ یہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

وہ تھیلما کو تھپکتا جا رہا تھا مگر اسی بہانے ایک قصائی کی طرح اُسے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیا اُس کی قربانی دینے کے بعد اتنا خون نکل سکے گا کہ شیطان کے مجسمے کو نہلایا جا سکے اور خون کے چھینٹے مجھے بھی بھگو سکیں؟"

اُس نے اپنے آدمیوں کو بلا کر حکم دیا۔ "تھیلما ہمارے لیے بہت کام کی عورت ہے۔ اس نے ہمیں اہم اطلاعات فراہم کی ہیں۔ میں ابھی باس سے سفارش کرنے والا ہوں کہ اسے اپنے ملک بلا لیا جائے۔ فی الحال اس کا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ اسے میرے خفیہ اڈے میں پہنچا دو۔ اس پُراسرار شخص کا کوئی آدمی ادھر آنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔"

تھیلما مطمئن ہو کر اُن کے ساتھ چلی گئی مگر ہم سمجھ رہے تھے، اس کا خفیہ اڈہ پہاڑی چٹانوں کے درمیان تھا جہاں شیطان کا ایک بڑا سا مجسمہ تھا اور اس کی پوجا کرنے والے درجنوں کی تعداد میں مرد، عورتیں، بوڑھے اور بڑی عمر کے بچے تھے، جو ایک قبیلے کی صورت میں وہاں رہتے تھے، کالا عمل کرتے تھے۔ شیطان کو خوش کرنے کے لیے گناہوں کی محفل سجاتے تھے۔ جانوروں اور انسانوں کی بلی دیتے تھے۔

باس بورنیا ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ماسک مین کو رپورٹ سنا رہا تھا۔ چونکہ دوسری طرف ماسک مین موجود نہیں تھا اس لیے اس کی رپورٹ ریکارڈ ہو رہی تھی۔ اس نے تھیلما سے حاصل کی ہوئی معلومات سنانے کے بعد کہا۔ "اب میں تھیلما کو اپنے مقصد کے لیے قربان کر رہا ہوں۔ اس لڑکی کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ جو معلومات وہ فراہم کر چکی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی اور نہ ہی ہمارے کسی کام آ سکتی ہے۔"

شیبا نے کہا۔ "یہ باس بورنیا کچھ زیادہ ہی خطرناک ہے۔ ہمارے عام دشمنوں سے بالکل ہٹ کر ہے۔ جادو ٹی عمل جانتا ہے۔ کیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے کالے جادو کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے؟"

میں نے کہا۔ "میری زندگی میں ایسے مرحلے بھی آئے جب میں خطرناک جادوگروں سے ٹکراتا رہا۔ سامی جب میری زندگی میں پہلی بار آئی تو چھیانا می ایک بہت ہی خطرناک جادوگرنی سے سامنا ہوا تھا۔ اُس کے بعد بھی چھوٹے موٹے جادوئی واقعات میری زندگی میں آئے ہیں اور میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کا مقابلہ کیا ہے۔ دراصل یہ کالا جادو دیرپا نہیں ہوتا، وقتی طور پر اثر کرتا ہے۔"

"پلیز، مجھے بتاؤ، ایسے کالے جادو جاننے والوں سے کس طرح اپنے آپ کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے؟"

"بنیادی بات یہ ہے کہ کالا جادو جاننے والے کو منتر پڑھنا پڑھتا ہے۔ تم جارج بورنیا کے دماغ میں پہنچ چکی ہو۔ جب بھی وہ میرے یا تمہارے خلاف منتر پڑھنا چاہے تو اس کے دماغ میں پہنچ کر اُسے گڑبڑا دو۔ نہ منتر صحیح پڑھے گا نہ کالا جادو ہم پر اثر انداز ہو گا۔"

واقعی یہ تو سیدھی سی بات ہے۔ میں نے شعبدے بازی، سفلی عمل اور کالے جادو کے متعلق بہت کچھ سنا ہے مگر میری زندگی میں ایسے واقعات رونما نہیں ہوئے۔ شاید پہلی بار کالے جادو جاننے والے سے ٹکراؤں گی۔"

"میں تمہیں اس کا موقع دوں گا تاکہ تجربات حاصل کرو۔ اب میں رسونتی کے پاس جا رہا ہوں۔ وہ مجھ سے روٹھی ہوئی ہے۔"

میں باتھ روم کا دروازہ کھول کر کمرے میں آیا۔ اُس نے میری طرف دیکھا پھر غصے سے منہ پھیر کر دوسری طرف کروٹ بدل لی۔ میں اُس کے پاس پہنچ کر اُسے منانے لگا۔ منانے کے لیے کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے، میں بیان نہیں کر سکتا۔

رات کے نو بجے ہم ڈائننگ ہال میں آئے۔ وہاں تمام افراد رسونتی کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے کیونکہ اس نے ساری بنی ہوئی تھی۔ اس ملک میں ہندوستانی عورتیں کبھی کبھی ساری پہنتی ہیں۔ یہ لباس وہاں کے لوگوں کے لیے عجوبہ ہی ہے اور اٹریکشن بھی۔ اسی لیے لوگ رسونتی کو تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ رسونتی کا بچکانہ انداز تھا۔ ایک بھرپور جوان عورت جو بے حد حسین ہو، وہ بچوں کی طرح ادائیں دکھائے تو اور زیادہ حسین لگتی ہے۔

اس کا یہ بچپن میرے لیے مصیبت بن گیا تھا۔ وہ خلوت دیکھتی تھی نہ جلوت، بات بات میں گڑیا اور گڈے کے کھیل کا ذکر چھیڑ بیٹھتی تھی اور میں جھینپ کر رہ جاتا تھا۔ جب ویٹر ہمارے آرڈر کے مطابق ہماری میز پر کھانا چُننے لگا تو اُس نے یک بیک ویٹر سے پوچھا "کیا تمہارے پاس بھی گڑیا ہے؟"

ویٹر کچھ نہ سمجھتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا "دراصل میری والف تمہارے بچوں کے متعلق پوچھ رہی ہے کہ وہ گڑیا اور گڈے سے کھیلتے ہیں یا نہیں۔"

میں نے یہ کہتے ہوئے جیب سے بیس ڈالر نکالے۔ پھر اُسے دیتے ہوئے کہا "ان سے بچوں کے لیے گڑیا خرید لینا۔"

وہ بے چارہ چلا گیا۔ میں نے ذرا سخت لہجے میں کہا "رسونتی! میں تم سے نہیں بولوں گا۔ میں نے بارہا سمجھایا ہے جو بات ہم گھر کے اندر ایک دوسرے سے کرتے ہیں، وہ کسی محفل میں نہیں کرنا چاہیے۔"

بہرحال میں دکھاوے کے طور پر اس سے ناراض رہا وہ مجھے مناتی رہی۔ پھر ہم کھانے کے بعد کمرے میں واپس آئے تھوڑی دیر بعد میں نے کہا "تم آرام سے لیٹ جاؤ، میں تمہیں سُلا دوں گا۔"

وہ کہانیاں سننے کی فرمائش کرنے لگی۔ میں نے اُسے کہانیاں سناتے سناتے ٹیلی پیتھی کی لوری سنائی اور وہ سو گئی۔ اس کے بعد میں نے اس کے جسم کو چاروں شانے چت کیا، ہاتھ پاؤں سیدھے کیے۔ پھر اس کے خوابیدہ دماغ کو ہپناٹائز کرنے لگا۔ چند ہی سیکنڈ میں وہ میری معمولہ بن گئی۔ میں نے اُسے ہدایت کی۔ "آئندہ تم کسی کے سامنے گڑیا اور گڈے کا ذکر نہیں کرو گی۔"

اُس نے کہا "میں آئندہ کسی کے سامنے گڑیا اور گڈے کا ذکر نہیں کروں گی۔"

"میں دوسروں کے سامنے ڈاکٹر میکاکس سے دور رہوں گی۔" اُس نے میری بات دُہرائی۔

میں نے کہا "اب میں تمہاری زندگی کے متعلق جو معلومات فراہم کر رہا ہوں، وہ تم یاد رکھو گی۔ تمہارا ذہن جو اپنے حال کو بھول کر ماضی کی طرف چلا گیا ہے، میں اُسے پھر حال کی طرف لے آؤں گا اور تمہیں ایک نارمل رسونتی بناؤں گا۔ لہٰذا میں جو کہہ رہا ہوں اسے ذہن نشین کرتی جاؤ۔"

پھر میں نے کہا "میرے ساتھ بولتی جاؤ۔ میں رسونتی ہوں۔ فرہاد علی تیمور کی شریک حیات ہوں۔ میں ایک بیٹے کی ماں ہوں جس کا نام پارس ہے۔ میرا بیٹا کہیں گم ہو گیا ہے۔ دشمنوں نے برین واشنگ کے ذریعے میرے ذہن کو بچکانہ بنا دیا ہے۔ میں فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی عمر کے لحاظ سے ذہنی طور پر نارمل ہونے کی کوشش کرتی رہوں گی ——— اور جو ہدایات مجھے فرہاد سے ملتی رہیں گی، میں ان پر عمل بھی کرتی رہوں گی اور انھیں ہمیشہ یاد بھی رکھوں گی۔"

میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو چند ضروری باتیں یاد کرائیں۔ پھر کہا: "دوسرا سبق دوسری رات کو دوں گا اور آج جو سبق دیا ہے، اسے میں دیکھوں گا کہ بیداری کے عالم میں اس پر عمل کرتی ہو یا نہیں۔ اب آرام سے سو جاؤ۔ صبح چھ بجے تمہاری آنکھ کھلے گی۔"

میں نے اُسے محوِ خواب رہنے کے لیے چھوڑ دیا۔ گھڑی دیکھی، بارہ بجنے والے تھے۔ میں شیبا کے پاس پہنچا۔ وہ باس بورنیا کے دماغ میں تھی۔ میں نے پوچھا: "تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

اس نے میرے دماغ میں آ کر کہا: "جب سے میں نے کالے جادو کے متعلق سنا ہے، میرے اندر بے چینی سی پیدا ہو گئی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ یہ آدھی رات کو تھیلما کی قربانی دے گا اور شیطان کو خوش کرے گا۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں، یہ جادو ٹی عمل کیسا ہوتا ہے۔"

"ضرور دیکھو اور تجربات حاصل کرو کہ دنیا میں کیا کچھ ہوتا ہے۔ جو باتیں عقل تسلیم نہیں کرتی وہ بھی ظہور پذیر ہوتی ہیں اور انسان کو تسلیم کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ بہرحال میں کچھ تھکا ہوا سا ہوں۔ اگر تم یہاں کی مکمل رپورٹ بعد میں دو تو میں ذرا ٹینڈ پوری کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ تم آرام سے سو جاؤ۔"

میں نے دروازے کو اندر سے اچھی طرح بند کیا، کھڑکی کے پردے برابر کیے تاکہ باہر سے کوئی گزرنے والا ہمیں دیکھ نہ سکے۔ پھر میں بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کیں، جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد دماغ کو ہدایت دے کر نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

میں کالے جادو پر لعنت بھیجتا ہوں مگر اس حقیقت کو مانتا ہوں، میں ایسے تجربات سے گزر چکا ہوں یہ بات میرے لیے تشویشناک تھی کہ ماسک مین کا باس بورنیا کالے جادو کے ذریعے میرا سراغ لگا رہا تھا۔ اُسے اس حد تک یقین تھا کہ میں دبئی یا یمینزان کے کسی ساحل پر نظر آؤں گا۔

آج وہ تھیلما کی قربانی دے کر معلوم کرے گا کہ میں یمینزان کے کس ساحل پر کس دن نظر آؤں گا اور مجھے کس طرح گرفت میں لیا جا سکتا ہے۔ مجھے وہاں حاضر رہ کر دیکھنا چاہیے تھا اتنی بڑی قربانی اور منتروں کا جاپ کرنے کے بعد شیطان باس بورنیا کو کیا جواب دیتا ہے لیکن میں نے سوچا، شیبا وہاں موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ شیبا سے کوئی بات سمجھنے کے لیے رہ بھی جاؤں تو میں بعد میں باس بورنیا کے دماغ میں رہ کر معلوم کر سکتا ہوں۔

میں دماغ کو ہدایت دینے کے باوجود سو نہ سکا۔ صرف دس

منٹ کے بعد ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کوئی میرے دماغ میں تھا۔ چونکہ نیند میں ڈوبا ہوا تھا اس لیے شیبا کا خیال نہیں آیا۔ وہ جلدی سے بولی: "میں ہوں۔"

"کیا بات ہے؟"

"مجھے وہاں ڈر لگ رہا ہے۔ تھیلما پر ترس آ رہا ہے، بے چاری موت کے منہ میں جانے والی ہے۔ کیا ہم اُسے بچا نہیں سکتے؟"

"نہ جانے کتنی ہی بے چاریاں موت کے منہ میں جاتی رہتی ہیں تم کتنوں کو بچاؤ گی؟ تھیلما معصوم ہوتی اور اس کی ذات سے کسی مرد، عورت، بچے یا بوڑھے کو نقصان نہ پہنچا ہوتا تو ہمدردی سے سوچا جا سکتا تھا۔"

شیبا نے التجا کی: "پلیز فرہاد، تھوڑی دیر بعد سو لینا۔ ابھی میرے ساتھ چلو۔"

میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر شیبا کے ساتھ باس بورنیا کے طلسمی اڈے میں پہنچ گیا۔ میں نے کئی جادوگروں کے اڈے دیکھے تھے مگر وہاں پہنچتے ہی حیران رہ گیا۔ وہ صحیح معنوں میں طلسم کدہ تھا۔ وہاں ایک بارہ فٹ کا شیطانی مجسمہ نظر آ رہا تھا۔ وہ مجسمہ اپنے قد کے اعتبار سے چوڑا بھی تھا۔ شیطان بیٹھا ہوا تھا اور منہ پھاڑے ہوئے تھا۔ اس کے پھٹے ہوئے منہ سے آگ کے بڑے بڑے شعلے لپکتے تھے۔ پھر وہ شعلے اندر چلے جاتے تھے۔ عورتوں اور مردوں کے جسم پر برائے نام لباس تھا۔ وہ سب رقص کر رہے تھے، مستی میں جھوم رہے تھے۔ رقص کرتے کرتے جب شیطان کے مجسمے کے سامنے پہنچتے تو اس کے کھلے ہوئے منہ سے نکلنے والے شعلے کو اپنے منہ میں کھینچتے، اوپر سانس کھینچنے سے شعلہ ان کے مُنہ میں آتا پھر وہ دوسری طرف گھوم کر اس شعلے کو مُنہ سے اگل دیتے۔

یہ ایک طرح کا شیطانی درس تھا یعنی وہ شیطان کے اندر سے جو گرمی، حرارت اور انسانیت کو جلا دینے والے شعلے حاصل کر رہے ہیں، ان شعلوں کو اپنے منہ میں لے کر دوسری طرف گھوم کر دنیا کی طرف اُگل رہے ہیں تاکہ تمام دنیا ان شعلوں کے زیرِ اثر آ جائے۔

افسوس میں وہاں دیر سے پہنچا۔ تھیلما اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ اس شیطان کے چیلے بورنیا نے اپنے ہاتھوں سے تھیلما کو جبراً شیطان کے قدموں میں جھکا کر اس کی گردن اڑا دی تھی۔ اب اس کے جسم سے نکلنے والے لہو کو جلدی جلدی دونوں ہتھیلیوں کے چلو میں لیتا تھا اور شیطان کی طرف اچھالتا۔ اُسے نہلا تا جا رہا تھا۔ اور پتا نہیں کس زبان میں کیا منتر پڑھتا جا رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ لہو کے چھینٹے اپنی طرف بھی اُچھالتا تھا۔ شیبا نے کہا: "اوہ گاڈ، یہ کیسا بھیانک ظلم ہے۔ اس ظلم پر تو شیطان بھی غرما جائے گا۔"

بے شک ہم جو کچھ دیکھ رہے تھے، وہ کوئی خواب نہیں تھا، کوئی قصہ نہیں تھا۔ اس دنیا کے ایک ملک میں اور بہت سی ترقی یافتہ ملک کے ایک حصے میں یہ جادو ٹی گھناؤنا کھیل کھیلا جا رہا تھا۔ اگرچہ اُس نے تھیلما کو قتل کر دیا تھا، اس کے لہو سے شیطان کو بھی اشنان کرا رہا تھا اور خود بھی اس لہو میں ڈوبتا جا رہا تھا لیکن ابھی تک کوئی ایسی بات سامنے نہیں آئی تھی جس سے ہم یہ تسلیم کرتے کہ ایسی ظالمانہ قربانی دینے اور شیطان کو خوش کرنے سے کوئی جادوئی کارنامہ نگاہوں کے سامنے آئے گا۔

باس بورنیا اس لہو میں اچھی طرح ڈوب کر دوسرے مردوں اور عورتوں کے ساتھ رقص کرنے لگا۔ بڑا ہی وحشیانہ رقص تھا۔ اور ناچتے رہنے کے دوران وہ مشین کی طرح تھرکتا تھا۔ پورا بدن سر سے پاؤں تک لرزتا تھا۔ ایسے میں وہ طرح طرح کی چیخیں حلق سے نکالتا تھا اور ایسے الفاظ زبان سے ادا کرتا تھا جن سے دہشت طاری ہوتی تھی۔

بڑا طویل رقص تھا۔ شیبا پریشان ہو رہی تھی مگر میں نہیں جانتا تھا کہ کیوں کہ آنے والا ہر لمحہ یہ بتاتا تھا کہ اس کی قربانی کام آ جائے گی، شاید شیطان اسے مخاطب کرے گا اور فرہاد کو بے نقاب کر دے گا۔

یہی میں بھی سوچ رہا تھا۔ اس لیے وہاں موجود تھا۔ شیطان کا مجسمہ پلتھی مارے بیٹھا تھا۔ اس کے منہ سے ابھی تک شعلے نکل رہے تھے۔ باس بورنیا آخر کار رقص کرتے کرتے تھک کر اس کی گود میں جا کر گر پڑا۔ گرتے ہی مطمئن ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ سب کے سب رقص کرنے والے دم بخود ہو کر کبھی شیطان کے مجسمے کو اور کبھی اپنے جادوگر استاد بورنیا کو دیکھنے لگے۔ چند ساعتوں کے گہرے سناٹے کے بعد اچانک ایسی آواز آنے لگی جیسے طوفانی ہوائیں چل رہی ہوں یا دیوار لرز رہی ہو، زمین کانپ رہی ہو۔ پھر واقعی زمین کانپنے لگی۔ زلزلہ آ رہا تھا۔

ایسے میں لوگ دہشت زدہ ہو کر پناہ کے لیے کہیں بھاگتے ہیں مگر شیطانی قبیلے کے تمام افراد خوشی سے اُچھل پڑے اور لرزتی ہوئی زمین پر رقص کرنے لگے۔ ان کی خوشی، اُن کا رقص، اُن کے جشن منانے کا انداز ظاہر کر رہا تھا کہ شیطان آ رہا ہے۔

شیطان کے اندر آگ بجھ گئی تھی کیوں کہ شعلے اس کے منہ سے نہیں نکل رہے تھے لیکن بہت سارا دھواں نکل رہا تھا پہلے تو وہ دھواں یونہی نکل نکل کر فضا میں لہراتا رہا۔ پھر ایسا لگا جیسے وہ دھواں ایک لہراتا ہوا جسم اختیار کر رہا ہے۔ پہلے اس دھوئیں کا سر نظر آیا۔ سر پر دو سینگ تھے۔ پھر دو ہاتھ نظر آئے۔ ان ہاتھوں میں لانبے لانبے ناخن تھے۔ پھر باقی جسم لہراتا ہوا دکھائی دیا۔ اس جسم کے پچھلے حصے میں لانبی سی دُم تھی۔ وہ شیطان تھا یا دھواں تھا مگر شیطان کی طرح فضا میں رقص کر رہا تھا۔ اسی وقت بڑا زبردست اور بھیانک قہقہہ سنائی دیا۔ اس قہقہے کی شدت اور گونج سے غار کی چھت کے اور دیواروں کے چھوٹے چھوٹے پتھر ٹوٹ کر نیچے گرنے لگے۔ گرد چاروں طرف پھیلنے لگی۔ شیطان کی پوجا کرنے والی عورتوں اور مردوں نے مشعلیں بجھا دیں۔ پھر سب کے سب اوندھے منہ زمین پر لیٹ گئے۔ گویا شیطان کو سجدہ کر رہے تھے۔

پھر ایک بار قہقہہ بلند ہوا۔ قہقہے کے ساتھ ایک بھاری بھرکم گرجدار سی آواز سنائی دی۔ وہ آواز کہہ رہی تھی: "بورنیا میرے غلام، میرے کتے، میرے سؤر، میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔"

باس بورنیا سر اٹھا کر یوں خوش ہو رہا تھا جیسے یہ خطابات اس کے لیے باعثِ فخر ہوں۔ اُس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا۔ "یا شیطانِ معظم، میں تیرے لیے بڑی سے بڑی قربانی دے سکتا ہوں۔ تو مجھے آزما تا جا، میں ہر آزمائش پر پورا اترتا جاؤں گا۔"

"آج تو نے اتنی بڑی قربانی دے کر ہمیں یہاں آنے پر مجبور کیا۔ بول کیا چاہتا ہے؟"

"میری خواہش تجھے معلوم ہے۔ فرہاد جب چاہتا ہے بڑی کامیابی سے دشمنوں کی نظروں سے روپوش ہو جاتا ہے۔ پھر طویل عرصے تک اُس کا سراغ نہیں ملتا۔ میں اُسے ڈھونڈ نکالنا چاہتا ہوں۔ تُو نے کہا تھا، وہ دبئی یا یمینزان کے کسی ساحل پر بہت جلد ملے گا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں، وہ کس ساحل پر ملے گا، کب ملے گا، کس دن ملے گا؟"

وہ دھواں انسان کے خاکے کی طرح اِدھر سے اُدھر لہرا رہا تھا۔ بھاری بھرکم آواز پھر آنے لگی: "میں نے جو منتر تجھے بتایا تھا، اُس کو بڑھتا جا کبھی ناغہ نہ کرنا۔ اگر ناغہ نہیں کیا تو وہ ٹھیک چالیس دن کے اندر تیرے سامنے ظاہر ہو جائے گا۔"

"کیا وہ اپنی اصلی صورت میں ہو گا؟"

"وہ اپنی اصلی صورت میں نظر نہیں آئے گا۔"

"پھر میں اسے کیسے پہچانوں گا؟"

شیطان نے قہقہہ لگایا پھر کہا: "اگر تو نے چالیس دن تک منتر پڑھتے پڑھتے مجھے خوش رکھا تو ٹھیک چالیسویں دن کی رات کو میں فرہاد کے انسانی جسم میں ایک دُم کا اضافہ کر دوں گا۔ تم اس دُم کو دیکھتے ہی اُسے گرفت میں لے لینا۔ اس کے انکار پر نہ جانا مگر ہاں، خود اس کا سامنا کرنے کی حماقت بھی نہ کر نا کیوں کہ

وہ تمہارے دماغ میں پہنچ کر رہائی حاصل کرے گا۔"

شیبا میرے دماغ میں ہنسنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔ "فرہاد! تمہارے پیچھے ایک دُم کا تصور کرکے کیسا عجیب سا لگتا ہے۔ کیا یہ ماننے والی بات ہے کہ شیطان اپنی قوت سے تمہارے جسم میں ایک دُم کا اضافہ کردے گا۔ یہ شیطان ہے یا کوئی مسخرہ؟"

میں نے کہا۔ "بعد میں میری دُم پر ہنس لینا۔ ابھی اُن کی طرف توجہ دو۔"

میں پھر باس بورنیا کے دماغ میں پہنچا اور اُسے اپنے طور پر سوال کرنے پر مجبور کیا۔ اُس نے پوچھا۔ "اے شیطانِ معظم! جب تو فرہاد کو جانتا ہے اور اس کے پیچھے دُم لگا سکتا ہے تو اُسے بے نقاب کیوں نہیں کر سکتا؟"

شیطان نے ایک قہقہہ بلند کیا۔ پھر کہا۔ "میں شیطان ہوں۔ خدائی طاقت کے سامنے کبھی کبھی مجبور ہو جاتا ہوں۔ ابھی نیکی کی قوتیں میرے آڑے آ رہی ہیں لیکن میں باز نہیں آتا۔ کہیں نہ کہیں شیطانی چال چلتا ہوں اور دھیرے دھیرے کسی بھی نیک بندے کو شیطانی راستوں پر آنے پر مجبور کرتا ہوں۔ میں نے فرہاد کے لیے بھی جال بچھا دیا ہے۔ وہ ایک جال میں آ چکا ہے۔ بہت جلد اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خوش فہمی خاک میں مل جائے گی۔ چالیس دن، صرف چالیس دن پڑھتا جا، منتر پڑھتا جا، میرے متھو، پڑھتا جا۔"

باس بورنیا نے کہا۔ "میں بہت محتاط رہتا ہوں، کبھی غیر ضروری لوگوں سے نہیں ملتا۔ اس ڈر سے کہ فرہاد کسی کو ذریعہ بنا کر میرے دماغ تک نہ پہنچ جائے مگر وہ کم بخت بلا کا چالاک ہے اگر وہ کسی دن میرے دماغ میں پہنچ جائے گا اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے منتر پڑھنے سے روکے گا تو کیا میرا چالیس دن کا چلہ کامیاب رہے گا۔"

شیطان نے پھر قہقہہ لگا کر کہا۔ "جس طرح مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اُن کا اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے تو قبول کرتا ہے مگر عبادت کرنے والے کی نیت کو زیادہ دیکھتا ہے اگر وہ بیمار پڑ جائے اور کسی دکھ مصیبت میں رہ کر عبادت نہ کر سکے تو وہ عبادت کرنے والی نیت کو قبول کر لیتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح میں شیطان ہوں اور تم میرے بندے ہو، میں تمہاری نیت کو سمجھتا ہوں۔ اگر کبھی فرہاد نے تمہیں منتر پڑھنے سے روکا تو میں تمہاری نیت کو سمجھتے ہوئے چالیسویں دن اسے تمہارے سامنے ایک دُم کے اضافے سے بے نقاب کر دوں گا۔ ہا ہا ہا ہا۔"

وہ پھر بھیانک انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "پڑھتا جا، پڑھتا جا میرے متھو، پڑھتا جا، چالیس دن، صرف چالیس دن اور چالیسویں دن کی آخری رات۔"

اس کے قہقہے دور ہوتے ہوتے گم ہو گئے۔ پھر طلسم کدے میں سناٹا چھا گیا۔ شیطان اب تک ایک بڑی ہی اجنبی اور پیچیدہ زبان میں بول رہا تھا۔ ہم بورنیا کے دماغ سے اس کا ترجمہ سن رہے تھے۔ میں نے انگریزی زبان میں بورنیا کو مجبور کیا تھا کہ وہ میری مرضی کا سوال کرے اور اس نے وہی سوال اس اجنبی اور پیچیدہ زبان میں کیا تھا۔

شیبا نے کہا۔ "وہ ناقابلِ فہم زبان میں بول رہا تھا لیکن انسان کی طرح بول رہا تھا اور ایک انسان کی طرح باس بورنیا اس کی باتیں سمجھ رہا تھا۔ اگر وہ انگریزی میں بولتا تو کیا ہم اس کے دماغ میں پہنچ سکتے تھے؟"

"تم نے بڑا اچھا سوال کیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا شیطان کا دماغ ہوتا ہے؟"

وہ سر ہلا کر بولی۔ "یقیناً ہوتا ہوگا۔"

"میں اس طرح مانتا ہوں کہ انسان اور فرشتے سوچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کو سمجھتے ہیں، اُس کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ دماغ سے سوچتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ اسی طرح شیطان پہلے فرشتہ تھا، بعد میں اپنی نافرمانی کے باعث ملعون قرار پایا۔ ملعون شیطان ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب اس کے پاس دماغ نہیں رہا ہوگا۔ دماغ تو ہوگا اور بڑا ہی زبردست شیطانی دماغ ہوگا۔ اسی لیے تو شیطان کہلاتا ہے۔"

"کیا ہم اس کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں؟"

"یہ غور کرنے کی بات ہے۔ اس لیے کہ آج تک ہم نے شیطان کو نہیں دیکھا۔ باس بورنیا کے ذریعے جو کچھ دیکھ رہے تھے وہ ایک دھواں تھا اور انسانی ہیولے کی صورت میں رقص کر رہا تھا۔ اگر وہ انگریزی زبان یا ایسی اور کوئی زبان بولتا جسے ہم دونوں میں سے کوئی سمجھ پاتا تو ہم کوشش کر سکتے تھے۔"

شیبا نے کہا۔ "اب بھی کوشش کر سکتے ہیں۔ شیطانی زبان کو باس بورنیا سمجھتا بھی ہے، بولتا بھی ہے۔ ہم اس سے وہ شیطانی زبان سیکھ سکتے ہیں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "اگر ہم نے وہ زبان سیکھ لی اور اس کے ذریعے شیطان کے دماغ تک پہنچ گئے تو یہ ایک ناقابلِ یقین اور حیرت انگیز بات ہوگی۔ کوئی بھی یقین نہیں کرے گا۔"

"کوئی یقین کرے یا نہ کرے، تم وہ زبان سیکھو۔"

"میرے پاس اتنا وقت کہاں ہے۔ تم دیکھتی ہو، اچھی طرح سونے اور کھانے کی فرصت نہیں ملتی اور اب رسونتی کی فتے داری

بھی ہے پھر وہ شیطان اگر درست کہہ رہا ہے کہ چالیسویں دن مجھے بے نقاب کر دے گا اور اس نے مجھے کسی جال میں پھانس رکھا ہے تو مجھے محتاط رہنا چاہیے۔ میں نے جب سے ٹیلی پیتھی کی ابتدا کی ہے، صرف اپنے خدا پر بھروسا رکھا ہے۔ آج بھی یہ بھروسا مستحکم ہے۔ شیطان غالب نہیں آئے گا پھر بھی محتاط رہنا چاہیے۔ شیبا، میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ شیطانی زبان سیکھ سکوں۔"

"تم کہو تو میں وقت نکال کر باس بورنیا کے دماغ میں پہنچا کروں گی اور اُس سے روز سبق حاصل کرتی رہوں گی۔"

"تم وقت نکال کر ایسا کر سکو تو میری مشکل آسان ہو جائے گی۔ روزانہ جو کچھ سیکھا کرو گی وہ مجھے سکھا دیا کرو گی۔ مجھے خیال خوانی کے ذریعے اپنا معمول بناؤ گی میں بہ آسانی تمہارا معمول بن کر تمہارے سکھائے ہوئے الفاظ اور ان الفاظ کی ادائیگی کو اپنے ذہن میں نقش کر لوں گا۔ خیال خوانی اور ہپناٹائز کے ذریعے سکھائے ہوئے الفاظ اور اُن کی ادائیگی کبھی دماغ سے فراموش نہیں ہوتی۔"

شیبا نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایسا ہی کرے گی بلکہ ابھی باس بورنیا کے دماغ میں رہ کر چند الفاظ اور ان کی ادائیگی سیکھے گی، اس کے بعد اس کا پیچھا چھوڑے گی۔

وہ چلی گئی۔ میں نے فوراً ہی بستر پر آ کر ہاتھ پاؤں سیدھے کیے۔ دماغ کو ہدایات دیں اور آنکھیں بند کر کے نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

آہ، تھکن سے چُور ہو کر گہری نیند سونے میں کتنا مزہ آتا ہے۔ مجھے بڑا مزہ آ رہا تھا۔

آہ، مگر وہ مزہ ادھورا رہ گیا۔ میں پھر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اپنے سر کو پکڑ کر پوچھا۔ "شیبا! کیا تم نے قسم کھالی ہے، آج مجھے سونے نہیں دو گی؟"

"بس تھوڑی دیر کے لیے آئی ہوں۔ ابھی چلی جاؤں گی۔ میں نے کچھ الفاظ اور ان کی ادائیگی سیکھی ہے۔ دو چار فقرے ہیں۔ میں سوچتی ہوں بھول نہ جاؤں۔ اس لیے تمہارے ذہن میں نقش کرنا چاہتی ہوں۔ اسی طرح آنکھیں بند کر کے پڑے رہو اور میری ہدایات کے مطابق نیند میں ڈوب جاؤ۔"

"میں تمہاری ہدایات کے مطابق عمل کروں گا لیکن مجھے معمول بنانے کے بعد اور کچھ ذہن نشین کرانے کے بعد سونے کا حکم دو گی تو میرے اور رسونتی کے دماغ میں صبح نو بجے بیداری کا وقت مقرر کرنا تاکہ ہم اچھی طرح نیند پوری کر سکیں۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کیں، جسم کو ڈھیلا چھوڑا اور اس کا معمول بننے کے لیے اپنے آپ کو دماغی طور پر اس کے حوالے کر دیا۔ اُس نے حکم دیا۔ "تم میرے معمول ہو، اپنے دماغ اور جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

میں نے کہا۔ "تمہاری یہ عادت بہت خراب ہے۔ جاہتی ہو ہر کام فوراً ہو جایا کرے۔ آخر وہ زبان سیکھنے کی اتنی جلدی کیا تھی کل بھی وہ کام ہو سکتا تھا۔"

اُس نے ڈانٹ کر کہا۔ "چپ رہو۔ اس وقت تم میرے معمول ہو۔"

میں نے مسکرا کر اُسے تصور میں دیکھا پھر اُس کا معمول بن کر اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد واقعی میں گہری نیند سو چکا تھا کیوں کہ ایک تو اس نے خیال خوانی کے ذریعے سلایا، دوسرے میں نے خود اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی۔ پھر وہ میرے خوابیدہ دماغ میں اس اجنبی شیطانی زبان کے الفاظ اور چند فقرے نقش کرنے لگی۔ یہ سب کچھ صرف آدھے گھنٹے میں ہو گیا کیوں کہ ہم دونوں ہی ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ اس کے بعد شیبا نے میرے خوابیدہ دماغ کو حکم دیا کہ میں صبح نو بجے تک سوتا رہوں گا۔ ٹھیک نو بجے میری آنکھ کھل جائے گی۔

اس کے بعد وہ کب گئی، مجھے پتا نہیں۔ میں تو محوِ خواب تھا۔ دماغ کو ہدایت دے کر سونے کا ایک اچھا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بُرے خواب نہیں آتے ورنہ ہم نے جو شیطانی منظر دیکھا تھا تو میرے خواب میں صرف شیطان کو یا اس کے شاگردوں کو آنا چاہیے تھا مگر میں کسی خواب کے بغیر سکون سے سوتا رہا۔ پھر مقررہ وقت پر آنکھ کھل گئی۔

دوسرے دن رسونتی ذرا سنجیدہ رہی۔ اُس میں وہی بچپنا تھا مگر وہ بے تکے انداز میں کسی کے سامنے ایسی بات نہیں کہتی تھی جس پر مجھے جھینپنا پڑے۔

دن کے گیارہ بجے شیبا آ گئی۔ میں نے کہا۔ "ہم نے کل سے رات تک جن لوگوں کے دماغوں میں جگہ بنائی ہے، اب وہاں باری باری پہنچ کر ان کے ذریعے معلومات حاصل کرنا ہے اور یہ معلومات ہمیں خاص آدمیوں تک پہنچانا ہے۔"

"کیا تم ہوٹل کے اُسی کمرے میں رہو گے؟"

"میں رسونتی کے ساتھ باہر نکل رہا ہوں۔ رد لو ممباسا سے کہوں گا کہ وہ میرے لیے کوئی اچھا سا چھوٹا سا کاٹیج کرائے پر حاصل کرے۔ اس وقت تک میں شہر کی سیر کرتا رہوں گا۔ اس دوران ہم خیال خوانی کے ذریعے اپنا کام کرتے رہیں گے۔"

اس روز ہم شام تک یہی کرتے رہے۔ جتنے لوگوں کو ہم نے دماغی طور پر ٹریپ کیا تھا اُن کے ذریعے ان کے ساتھیوں اور اُن کے سربراہوں تک پہنچنے کی کوشش کرتے رہے۔ ماسٹر کی تک پہنچنا ابھی مشکل تھا۔ اسی طرح ماسک مین تک نہیں پہنچا

باسکتا تھا۔ اب سے کچھ عرصہ پہلے میں نے جس ماسک مین کے دماغ میں جگہ بنائی تھی وہ تبدیل ہو گیا تھا۔ میں سپر ماسٹر کے پاس پہنچ سکتا تھا مگر وہاں پتا چلا کہ وہ میرے معاملات سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ اُسے اعلیٰ حکام کی طرف سے ہدایات دی گئی تھیں کہ وہ دوسرے دنیاوی مسائل میں سپر ماسٹر کی حیثیت سے حصّے لے سکتا ہے لیکن فرہاد کے معاملے میں قطعی دلچسپی نہ لے۔

یہ عجیب سی بات تھی کہ میں سپر ماسٹر کے ملک میں تھا لیکن وہ لوگ مجھ سے بالکل بے نیاز تھے جیسے مجھ سے کوئی لگاؤ نہ ہو یا میری عورتوں کے کوما میں جانے اور ان کے غائب ہونے میں ان کا ہاتھ ہو اور نہ انھیں کوئی دلچسپی ہو۔ یہ بات کچھ سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ پھر بھی میں نے دماغ پر زور نہیں دیا۔ اس لیے کہ ابھی بہت سے مسائل سامنے تھے۔ دوپہر تک ہم ایک چھوٹے سے خوب صورت سے کاؤنٹ میں منتقل ہو گئے۔ شیبا نے پوچھا "یہاں کب تک رہنے کا ارادہ ہے؟"

"ابھی دو چار روز یہاں بیٹھ کر دشمنوں کو شکار کروں گا۔ انھیں ایک دوسرے سے لڑاؤں گا۔ انھیں ذرا کمزور بنانے کے بعد آگے بڑھوں گا۔"

میں اور شیبا مل کر یہی کرتے رہے۔ دو دن کے اندر ہم نے بوگوٹا سے بھی آگے دور تک دشمنوں کا سراغ لگا لیا۔ ان میں ماسٹر کی کے بھی آدمی تھے اور پُراسرار شخص سے تعلق رکھنے والے بھی تھے اور ماسک مین کے لوگ بھی شامل تھے۔ ان کے خلاف میرا طریقۂ کار وہی تھا۔ میں اور شیبا اُن کے دماغوں تک پہنچتے تھے اور انھیں ایک دوسرے کے خلاف لڑا دیتے تھے اور دور سے تماشا دیکھتے تھے۔ دشمن لڑتے تھے اور لڑنے والوں میں سے کوئی بھی مرے ہمارا دشمن ہی مرتا تھا۔

ویسے دو دن کے اندر دہشت پھیل گئی۔ تمام خطرناک تنظیموں کے سربراہوں کی سمجھ میں آ گیا کہ اُن کے مرنے میں ٹیلی پیتھی کا رفرما ہے۔ فرہاد کہیں چپ چاپ بیٹھا انھیں آپس میں لڑاتا ہے اور اُن کے لڑنے مرنے کے تماشے دیکھتا رہتا ہے۔

اس پُراسرار شخص نے اپنے آدمیوں کی ایک نئی کھیپ بھیج دی اور پرانے آدمیوں کو واپس بُلا لیا۔ وہ ایسا دوسری بار کر رہا تھا۔ وہ بھی سمجھ نہیں سکتا تھا کہ میں کسے آلۂ کار بنا کر ان تمنے لوگوں تک پہنچ جاتا ہوں۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ مادام کیپیوٹر نے چارلی چارلٹن کو اپنا آلۂ کار بنایا ہوا ہے اُسے کیا معلوم کہ میں ہی مادام کا رول ادا کرتا تھا۔ چارلی کے دماغ میں جاتا تھا اور نئی کھیپ میں آنے والے آلۂ کاروں کے دماغوں تک پہنچ جاتا تھا۔

اسی طرح ماسک مین نے اپنے تمنے آدمی بھیجے تھے اور پرانے آدمیوں کو واپس بُلا لیا تھا۔ اس سے کیا ہوتا ہے جبکہ میں ان کے اہم باس بورنیا کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس کے ذریعے میں تمام لوگوں کو شکار کر لیتا تھا۔ صرف ماسٹر کی ایسا تھا جس کا کوئی خاص چہرہ میرے ہاتھ میں نہیں رہا تھا۔ پہلے جو ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں تھے، وہ سب واپس چلے گئے تھے۔ ان کی جگہ نئے لوگ آئے تھے مگر وہ کون تھے اور کہاں تھے اور کیا کر رہے تھے، یہ ابھی تک مجھے اور شیبا کو معلوم نہیں ہو سکا تھا۔

میں نے بوگوٹا شہر میں پانچویں دن سوچا کہ اب یہاں سے کوچ کرنا چاہیے۔ آگے بڑھنے سے شاید ماسٹر کی کا کوئی آدمی ہتھے چڑھ جائے۔ میں وہاں سے ایکوڈس کی طرف جانا چاہتا تھا۔ جیسا کہ ایمیزن کے ساتھ سفر کرنا چاہتا تھا لیکن اخبارات اور ریڈیو کے ذریعے پتا چلا کہ ایکوڈس میں دیو قامت گلیشئر ٹوٹ رہے ہیں۔ برف کے بڑے بڑے تودے چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی صورت میں بلندی سے لڑھکتے ہوئے نشیب میں آ رہے ہیں اور تباہی مچا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ علاقہ خطرناک قرار دیا گیا ہے۔ یہ خبر سننے اور پڑھنے کے بعد میں نے سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ ہم مزید پانچ دن بوگوٹا میں رکے رہے۔ شیبا نے کہا "فرہاد! دس دن گزر چکے ہیں۔ کیا تم شیطان کی پیشگوئی کے مطابق چالیس دن اسی ملک میں پورے کرنا چاہتے ہو؟"

اس بات سے میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ کیا واقعی میں یہاں رہ کر شیطان کی پیشگوئی پوری کر رہا ہوں۔ دس دن تو گزر گئے۔ اُس نے کہا تھا میں دریائے ایمیزن کے کسی ساحل پر بے نقاب ہو جاؤں گا۔ بے نقاب ہونے کے لیے تیس دن رہ گئے تھے۔ میں نے کہا: ہم نے دس دن یہاں ضائع کیے ہیں لیکن بہت اہم کام بھی کیے ہیں۔ دشمنوں کے چھکے چھڑا دیے ہیں۔ انھیں کئی بار اپنے آدمی بدلنے پڑے۔ پھر یہ کہ ہم رفتہ رفتہ شیطانی زبان سیکھتے جا رہے ہیں۔

"مجھے بڑی بے چینی ہے۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں، شیطان کا دماغ کیسا ہوتا ہے اور ہم وہاں تک پہنچ سکتے ہیں یا نہیں؟"

"یہ زبان آخر شیطانی زبان ہے سیکھنے میں کافی وقت لگے گا۔ تم روزانہ بمشکل دو فقرے ہی یاد کرتی ہو اور مجھے یاد کراتی ہو۔ جس دن ہم مکمل طور پر سیکھ لیں گے، اس دن تمھاری خواہش پوری ہو جائے گی کہ ہم دنیا کی خطرناک ترین کھوپڑی میں پہنچ سکتے ہیں یا نہیں۔ بائی دی وے ہم جن بدترین اور ظالمانہ فطرت رکھنے والے دشمنوں کے دماغوں میں پہنچتے ہیں، وہ بھی تو شیطانی کھوپڑیوں کے حامل ہوتے ہیں۔"

گیارھویں دن میں نے رسونتی کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا۔ ہم ٹیگار سے میں ایکوڈس پہنچے۔ یہاں سے دریائے ایمیزن شروع ہوتا ہے۔ اس لیے اتنا گہرا نہیں ہوتا۔ پانی صرف ٹخنوں تک ہوتا ہے۔ آگے چل کر یہ غضب ناک دریا دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ اس دریا کو اندرونی سمندر کہا جاتا ہے۔ یہ اتنا طویل و عریض ہے کہ آدھے جنوبی امریکا کو ڈبوئے رکھتا ہے چونکہ ابھی یہ خطرناک نہیں تھا، اس لیے میں نے اور رسونتی نے گھوڑوں کی پشت پر سفر شروع کیا۔ میں نے ایک گائڈ اور دو ملازم کرائے پر حاصل کیے تھے۔ انھوں نے دوسرے گھوڑوں پر ہمارا سامان رکھا تھا۔ گائڈ ایک گھوڑے پر تھا اور ہمارے آگے آگے چل رہا تھا اور بتاتا جا رہا تھا کہ یہ دریا برفانی پہاڑوں سے بہتا ہے مگر بارش اور سیلاب کے ذریعے خطرناک ہو جاتا ہے۔ اس کا کبھی کوئی مخصوص ساحل نہیں رہتا۔ یہ اپنے ساحلوں کو توڑ کر جنگلات کے اندر چلا جاتا ہے اور ہر شے کو بہا کر لے جاتا ہے۔

گائڈ انگریزی زبان میں بڑی روانی سے بولتا جا رہا تھا۔ اگر وہ دشمنوں میں سے ہوتا تو اتنی روانی سے میرے سامنے نہ بولتا یا اجنبی زبان استعمال کرتا یا گونگا بنا رہتا۔ بہرحال میں اس کے دماغ کو پڑھ کر مطمئن ہو گیا۔ دوسرے دو ملازم بھی قابلِ اعتماد تھے۔

ہم نے گھوڑے کی پشت پر سہ پہر کے تین بجے سفر شروع کیا تھا۔ شام چھ بجے کے بعد اندھیرا چھانے لگا۔ ہم نے ایک چھوٹی سی بستی ٹوٹنا میں قیام کیا۔ وہاں کے ریسٹ ہاؤس میں ایک کمرا مل گیا۔ میں رسونتی کو یہاں آرام کرنے کے لیے چھوڑ کر گائڈ کے ساتھ بستی کا ایک چکر لگانے کے لیے گیا۔ پتا چلا وہاں کی آبادی بڑی گھنی ہے۔ گائڈ نے کہا: یہ تو بڑی ویران سی بستی ہوتی ہے۔ البتہ سیاح وغیرہ یہاں سے گزرتے ہیں تو ایک رات قیام کرتے ہیں لیکن میں نے اپنی زندگی میں اتنے سیاح اور مقامی مسافر نہیں دیکھے۔ آج تو یہ بستی اجنبی لوگوں سے مکمل طور پر بھری ہوئی ہے۔"

میں سمجھ گیا کہ ان میں خطرناک تنظیم کے افراد موجود تھے جو سیاح اور مقامی مسافروں کے بھیس میں آئے ہوئے تھے۔ میرے اس خیال کی تصدیق یوں بھی ہو گئی کہ تمام بستی میں دلچسپ تبصرے ہو رہے تھے اور بڑی حد تک خوف و ہراس بھی تھا کہ وہاں ایک ایسا انسان آیا ہے جو دیو قامت ہے اور اس کے ہاتھ بہت لانبے ہیں۔ انھیں دیکھتے ہی ایک انجانا سا خوف طاری ہو جاتا ہے۔

پچھلے گیارہ دنوں کے دوران میں میں نے ایک بار دی کلر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا۔ وہ بُری طرح چونک گیا تھا۔ اگر یوگا کا ماہر ہوتا تو سانس روک لیتا مگر اس نے چونک کر پوچھا تھا: کون ہو؟ اس کا یہ انداز ظاہر کرتا تھا کہ واقعی اس کے دماغ میں کمپیوٹر کا ریسیور رکھا گیا ہے۔ کس طرح رکھا گیا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے بلیس اسی بات کو سمجھانا رہ گیا تھا۔

اسی رات شیبا نے کہا: "فرہاد! شیخ الخارس تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

جب میں ان کے پاس گیا تو انھوں نے کہا: "بابا صاحب کے ادارے سے ہر برس بہت ہی نامور ڈاکٹر کسی نہ کسی ملک میں اپنے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ انعامات حاصل کرتے ہیں اور تجربات کے معاملے میں اپنا لوہا منواتے رہتے ہیں۔ میں نے ایسے ہی چند ڈاکٹروں کو بلا کر یہاں ایک بورڈ قائم کیا تھا اور دی کلر کے دماغی آپریشن کے متعلق ان سے بحث شروع کرائی تھی۔ وہ سب اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس تیس برس کے بچے کو کمپیوٹر کے ذریعے گائڈ کیا جاتا ہے لیکن کس طرح گائڈ کیا جاتا ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے اگر دی کلر ہمیں حاصل ہو جائے تو ہم دوبارہ اس کا دماغی آپریشن کر سکتے ہیں۔"

میں نے کہا: "اس پہاڑ کو کاٹنا اور توڑنا تو آسان ہے مگر اسے قابو میں کر کے پیرس تک آپ کے ادارے میں پہنچانا ممکن نہیں ہے۔ ایک تو پُراسرار شخص ہمارے راستے میں رکاوٹ بنے گا پھر دی کلر جسمانی طور پر ایسا ہے کہ ہم اسے کسی میک اپ میں چھپا نہیں سکیں گے۔ اس کے غیر معمولی لانبے ہاتھوں کو چھوٹا نہیں کر سکیں گے۔ اس کا قد بھی چٹلی کھائے گا کہ اسے دوسرے بھیس میں لے جایا جا رہا ہے۔"

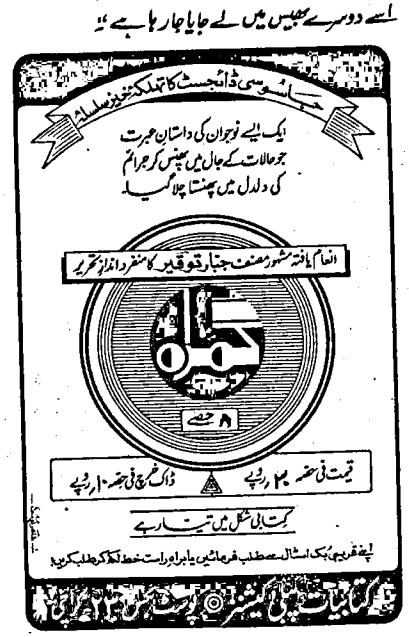

شیخ الفارس نے کہا: "میں نے ان تمام پہلوؤں پر غور کیا ہے۔ میری سمجھ میں دو باتیں آ رہی ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ تم اسے اپنے پیچھے اس طرح لگاؤ کہ وہ تمہارا تعاقب کرتا ہوا خود پیرس تک آئے۔ دوسرا اور آخری راستہ یہی ہے کہ جب تم اس سے ٹکراؤ تو خدا کرے اس پر غالب آؤ اور وہ مارا جائے تو اس کی گردن کاٹ کر سر ساتھ لے آؤ۔ ہم اس کی کھوپڑی کو کھول کر دیکھنا چاہتے ہیں۔ آخر وہ آپریشن کس طرح کیا گیا ہوگا۔ اس غیر معمولی شخص کی کھوپڑی حاصل کرنے کے سلسلے میں میرے تمام آدمی تمہارے آس پاس ہوں گے اور وہ خود ہی اسے لے آئیں گے۔ تم ایک بات یاد رکھنا۔ اس سے ٹکراتے وقت اسے جسمانی طور پر ہر طرح کا نقصان پہنچانا مگر اس کی کھوپڑی پر کبھی حملہ نہ کرنا نہ ہی کوئی ٹھیس پہنچانا۔"

میں نے وعدہ کیا ایسا ہی ہوگا۔ وعدہ تو کر لیا لیکن میں نے اس دیو قامت انسان کو دیکھا تھا۔ وہ پہاڑ تھا۔ اس سے مقابلہ کرنا سراسر حماقت ہوتی۔ مجھے جب بھی خیال خوانی سے فرصت ہوتی تو میں اس سے مقابلہ کرنے کے منصوبے بناتا رہتا تھا کسی نئے انداز سے مقابلہ کرنا اور اسے ڈاج دے کر شکست دینا ہی زیادہ مناسب ہوتا۔

وہ رات ہم نے بستی ٹوٹا میں گزاری کسی بستی میں دشمن ہوں اور بے شمار دشمن ہوں اور سب ایک دوسرے کے دشمن ہوں تو وہاں سکون سے رات کیسے گزر سکتی ہے۔ سب کی نظریں رسونتی پر تھیں۔ کوئی رسونتی کو نقصان نہیں پہنچا رہا تھا کیونکہ اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ تو اس کے ذریعے فرہاد کو ڈھونڈ رہے تھے یا پھر اس بات کا ذکر کر رہے تھے کہ میں اس کے قریب کب آؤں گا اور اسے اغوا کر کے لے جاؤں گا۔ یہ معلوم کرنے اور دیکھنے کے لیے وہ رات کو سو نہیں سکتے تھے۔ اس لیے ہمارے ریسٹ ہاؤس کے قریب ہی موجود تھے۔ اگر ایک دو ہوتے تو پتا نہ چلتا مگر دشمن تو کئی تھے اور کئی تنظیموں سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے جو بھی چھپ کر آتا تھا، وہ ایک دوسرے کی نگاہوں میں آ جاتا تھا۔

وہ ریسٹ ہاؤس لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ وہاں اکثر مکانات اونچائی پر اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ پہلے چار چھ فٹ اونچا لکڑی کا پلیٹ فارم بنایا جاتا ہے۔ اس کے اوپر کمرے تعمیر کیے جاتے ہیں۔ ریسٹ ہاؤس کے کمروں کے چاروں طرف لکڑی کا چوڑا برآمدہ تھا پھر آمدے کے ساتھ لکڑی کی ریلنگ تھی۔ میں بستر پر لیٹا ہوا آوازیں سن رہا تھا۔ آواز ایسی تھی جیسے کوئی بھاری بھرکم شخص برآمدے میں ٹہل رہا ہو اور وہ شخص دی کلر ہی ہو سکتا تھا چونکہ میرے سامنے شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی لہٰذا میں نے مادام کمپیوٹر بن کر چارلی کے ذریعے معلوم کر لیا تھا۔ دی کلر صرف اس لیے وہاں ٹہل رہا تھا کہ کوئی مخالف گروہ کا آدمی رسونتی تک نہ آئے اور اگر فرہاد آئے تو سب سے پہلے دی کلر کے ہتھے چڑھ جائے۔

چارلی اسی ریسٹ ہاؤس کے ایک کمرے میں تھا۔ میں نے پچھلے دنوں مادام کمپیوٹر بن کر اسے ماسٹر کی، ماسک مین وغیرہ کے آدمیوں کے متعلق کئی بار اطلاع دی تھی اور اس کے ذریعے ان کے آدمیوں کو ہلاک بھی کرایا تھا۔ اس کی وجہ سے مادام کمپیوٹر کی دھاک بیٹھ گئی تھی اور پُراسرار شخص تسلیم کر چکا تھا کہ مادام اگرچہ فرہاد کے مقابلے میں نہیں آ سکتی ہے تاہم وہ دوسرے معاملات میں بہت بڑی مددگار ہے۔ وہ اسی طرح ڈاکٹر مے کا کس کے دماغ میں چھپ کر جاتی رہے گی تو بہت جلد اسے فرہاد کے متعلق اہم اطلاعات دے سکے گی۔

اچانک فائرنگ کی آواز آئی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی برآمد ے میں ٹہلنے والا دی کلر دھم سے گر پڑا۔ لکڑی کے تختے پر گرنے سے دھماکا ہوا تھا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ سونتی میری ہدایت کے مطابق گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ پتا چلا، دی کلر ضرور گرا ہے مگر زندہ ہے۔ میں نے وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے چارلی کے پاس جا کر دیکھا۔ وہ ریوالور لے کر زمین پر رینگتا ہوا کھڑکی کے پاس پہنچ گیا تھا اور وہیں سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ دی کلر کو گولی لگی ہے یا نہیں؟

میں نے مادام کمپیوٹر بن کر کہا: "میں ابھی دی کلر کے پاس سے آ رہی ہوں۔ وہ بخیریت ہے۔ تم کمرے سے نہ نکلنا۔ چارلی نے کہا: "میں بزدل نہیں ہوں۔ ایسے وقت لڑنا فن جانتا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے، تم بہت بڑے فنکار ہو۔ جو کہہ رہی ہوں اس پر عمل کرو۔ دی کلر سر سے پاؤں تک بُلٹ پروف لباس میں ہے۔ اس لیے وہ مختلف سمت سے آنے والی گولیوں کو پنچ سکتا ہے۔ تمہارا کیا ہوگا۔ اگر بس چلے تو باہر نکل کر دیکھو۔"

بات معقول تھی۔ وہ باہر نکلنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اسی وقت کسی نے بلند آواز سے للکارنے کے انداز میں کہا: "دی کلر! پہلے تمہیں ہی ختم کرنا ہوگا۔ اس کے بعد ہمارا راستہ صاف ہوگا۔ میں جانتا ہوں، تمہیں گولی نہیں لگی ہے۔ جو گولی تمہارے پاس آئی تھی، وہ تمہارے بدن سے چٹک کر گئی۔ رات کی تاریکی میں میں نے تمہارے بدن سے نکلنے والی چنگاری دیکھی ہے جو بُلٹ کے لگنے سے بُلٹ پروف لباس سے نکلتی ہے۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی پھر للکارنے والے نے کہا: "تم کلر ہو۔ میں کلر آف دی کلر ہوں۔ ذرا اٹھ کر دیکھو کہ میں کیا ہوں۔"

اس کے چیلنج نے مجھے بھی اسے دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے کھڑکی کے پٹ کو ذرا سا اور کھول کر باہر کی طرف دیکھا۔ رات اگرچہ تاریک تھی مگر دور دور تک بلب روشن تھے۔ وہ کاٹج سے تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہا تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں دوسرے دی کلر کو دیکھ رہا ہوں۔ ویسا ہی قد آور، پہاڑ جیسا ڈیل ڈول رکھنے والا شخص تن کر کھڑا ہوا تھا۔ اچانک کسی نے اس پر فائرنگ کی۔ وہ اچھل کر ایک طرف گیا۔ پھر کھڑا ہو گیا۔ دوسری بار فائرنگ ہوئی۔ گولی اسے لگی مگر وہ اچھل کر پھر دوسری طرف جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ مادام کمپیوٹر بن کر چارلی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو اسی نے دو بار فائر کیا تھا۔ میں نے کہا: "اگر تمہیں یقین ہو گیا ہو کہ دی کلر کی طرح اس کا خالف بھی بُلٹ پروف لباس میں ہے تو گولیاں ضائع نہ کرو۔"

دی کلر اچانک ہی اچھل کر برآمدے میں کھڑا ہو گیا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا برآمدے کے زینے سے اترنے لگا۔ دھپ دھپ کی بھاری بھرکم آوازات کے سناٹے میں گونج رہی تھی۔ دور دور تک مدھم روشنی میں اور بھی مسلح افراد نظر آ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: "ہم جانتے ہیں، تم میں سے کئی ہمارے مخالف ہو اور تم نے یہ دیکھ لیا ہے کہ ہمارا شہ زور کلر آف دی کلر کسی طرح بھی دی کلر سے کم نہیں ہے۔ دونوں بلٹ پروف لباس میں ہیں۔ ہماری گولیاں ضائع ہوں گی لہٰذا ہمیں دور ہی دور سے تماشا دیکھنا چاہیے۔ ان دونوں کو آپس میں فیصلہ کرنے دو۔ اگر ہمارے کلر آف دی کلر نے اس پہاڑ جیسے تیس برس کے بچے کو شکست دے دی، اسے ختم کر دیا تو ہم سب کے لیے رسونتی تک پہنچنے کا راستہ آسان ہو جائے گا۔ اس کے بعد ہم فیصلہ کریں گے کہ رسونتی پر کس کا حق ہے۔"

وہ رسونتی کو اس لیے حاصل کرنا چاہتے تھے کہ وہ جس کے پاس بھی رہے گی، فرہاد اسی کے پاس آئے گا۔ دی کلر ریسٹ ہاؤس کے برآمدے سے اتر کر کھلی جگہ اس نئے قد آور شخص کے سامنے پہنچ گیا۔ غرا کر بولا: "تم کون ہو؟"

اس نے کہا: "میں کہہ چکا ہوں، تم کلر ہو۔ میں کلر آف دی کلر ہوں۔"

"یہ تو کوئی نام نہ ہوا۔"

"تمہارا بھی کوئی نام نہیں ہے۔ تم خطرناک قاتل ہو، اس لیے دی کلر کہلاتے ہو۔ یہ تمہاری صفت ہے اور میری صفت یہ ہے کہ جو خطرناک قاتل ہوتے ہیں، میں انھیں قتل کرتا ہوں اس لیے میری صفت ہے کلر آف دی کلر۔"

میں سمجھ رہا تھا، جو سوالات دی کلر کر رہا ہے، وہ دور کسی کمپیوٹر سے ہو رہے تھے اور کمپیوٹر کے پاس بیٹھا ہوا پُراسرار شخص سن رہا تھا اور اسی کی مرضی سے سوالات ہو رہے تھے۔ بہرحال، دی کلر نے اپنے مخالف قد آور شخص کے سامنے پینترا بدلتے ہوئے پوچھا: "تم کس کے آدمی ہو؟"

مخالف آدمی نے جواباً پینترا بدلتے ہوئے کہا: "ابھی تک میں نے شادی نہیں کی۔ ابھی تک کسی عورت نے مجھے اپنا آدمی نہیں کہا۔ پھر بھلا میں کس کا آدمی ہو سکتا ہوں۔"

اب دی کلر اپنی اصلیت پر آ گیا۔ غراتے ہوئے بولا۔ "بھوں بھوں بھوں۔ میں تمہاری زبان کھلوانا جانتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے پینترا بدلتے بدلتے اچانک پلٹ کر ایک لات ماری۔ کلر آف دی کلر نے لات کو ہاتھ سے روکا۔ پھر اس کی ٹانگ کو دوسری طرف گھما دیا۔ دی کلر گھوم کر دوسری طرف گیا اور زمین پر گر پڑا۔ مگر پلک جھپکتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت تک کلر آف دی کلر اس کے سر پر پہنچ چکا تھا اور اس کے سر پر ہی کراٹے کا ایک ہاتھ رسید کرنا چاہتا تھا مگر کراہتا ہوا ایک دم سے جھک گیا کیونکہ دی کلر کا گھونسا اس کے پیٹ پر پڑا تھا۔ پھر دوسرا گھونسا اس کے منہ پر پڑا تھا۔ یقیناً اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے ہوں گے، وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ دی کلر اب فاتح تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر پھر ایک حملہ کیا لیکن اس فاتح کی آنکھوں کے سامنے بھی تارے ناچ گئے ہوں گے۔ کلر آف دی کلر نے اس کے منہ پر بھرپور ہاتھ جمایا تھا۔ اس کے سنبھلنے سے پہلے پے در پے دو چار اور ہاتھ جما دیے۔ وہ مار کھاتا ہوا آہستہ آہستہ بیٹھ گیا پھر اچانک اٹھا تو اس کے دونوں ہاتھوں میں کلر آف دی کلر بلند ہو چکا تھا۔ اس نے دائرے کی صورت میں اسے گھماتے ہوئے دور پھینک دیا۔ وہ کچی زمین پر جا کر گرا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ پھر وہ وہاں سے اٹھ نہ سکا۔

دی کلر دوڑتا ہوا آیا۔ وہ چھلانگ لگا کر اس کے سینے پر سوار ہونا چاہتا تھا مگر اس کے دونوں پاؤں زمین پر پڑے۔ کلر آف دی کلر فوراً ہی کروٹ بدل کر دور چلا گیا تھا۔ وہیں سے پلٹ کر اس نے اس کی ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ وہ زمین پر

گر پڑا مگر پلک جھپکتے ہی دونوں گرنے والے اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ پھر ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ ایسا لگتا تھا، دو پاگل ہاتھی آپس میں ٹکرا رہے ہوں۔ دو پھر تیلے چیتے اپنی تیزی اور طراری دکھا رہے ہوں۔

ان کی لڑائی کے دوران میں نے معلوم کرنا چاہا کہ کلر آف دی کلر کون ہے؟ اس کے لیے میں نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن واپس آگیا۔ وہ لڑتے لڑتے ایک دم رک گیا تھا۔ دی کلر اس پر حملہ کرنا چاہتا تھا، اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "اسٹاپ۔ یہ بے ایمانی ہے۔ مجھ پر دو طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ تمھاری مادام کمپیوٹر میرے دماغ میں آنا چاہتی ہے۔ اگر مرو کے بچے ہو تو اسے منع کردو۔"

مجھے تعجب ہوا کہ کلر آف دی کلر نے مادام کمپیوٹر کا حوالہ کیوں دیا۔ اس نے یہ کیوں نہ کہا کہ فرہاد دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ میں نے پھر اس کے دماغ پر دستک دینا چاہی۔ دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی کہا "فرہاد صاحب، السلام علیکم۔ میں سمجھ رہا تھا، مادام کمپیوٹر کا حوالہ سن کر آپ میرے پاس آنا چاہیں گے۔ اس لیے دماغ کے دروازے کھلے ہیں۔ میرے پاس ابھی زیادہ کچھ کہنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ سامنے دشمن پینترے بدل رہا ہے۔ بس اتنا سمجھ لیجیے کہ میں آپ کا خادم ہوں۔ ایک برس پہلے جناب شیخ الفارس کے ہاتھوں مسلمان ہوا ہوں۔ میرا نام سلیمان جوگو ہے۔"

مجھے تعجب ہوا کہ اتنا زبردست آدمی ہمارے ادارے میں موجود رہا اور یہاں میرے لیے آیا ہے اور مجھے اس کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ہے۔ ویسے جناب شیخ الفارس نے کہا تھا، میری مدد کے لیے یہاں بے شمار افراد آرہے ہیں لیکن بیک وقت ان کا تعارف نہیں کرایا جاسکتا۔ جیسے جیسے وہ میرے سامنے آئیں گے ویسے ویسے... متعارف ہوتے جائیں گے۔

ویسے مجھے سلیمان جوگو سے لگاؤ پیدا ہوگیا۔ کیونکہ وہ اپنا آدمی تھا۔ میں نے کہا "سلیمان جوگو! دی کلر کو جانی نقصان نہ پہنچانا۔"

اس نے جواباً کہا "مجھے معلوم ہے، اسے زندہ گرفتار کر کے لے جانا ہوگا مگر میں اسے وقتاً فوقتاً زخمی کرتے رہنا چاہتا ہوں تاکہ یہ کمزور ہوجائے۔"

اس کے بعد سلیمان جوگو کو باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ دونوں پھر ایک دوسرے سے بھڑ گئے تھے۔ میں نے فوراً خیال خوانی کی پرواز کی۔ جناب شیخ الفارس کے پاس جا کر اس کے متعلق تصدیق کی۔ انھوں نے کہا "بیشک، ایک برس پہلے سلیمان جوگو میرے پاس آیا تھا، میں نے اسے مسلمان کیا تھا۔ لیکن وہ مشکوک ہے۔ ایک بار میں نے اسے اپنے ادارے سے نکال دیا تھا۔ دوسری بار اس نے معافی مانگی۔ میں نے اسے معاف کر دیا تھا لیکن ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ وہ اب بھی میرے لیے کام کرتا ہے مگر میں اعتماد نہیں کرتا کیونکہ وہ دوغلا ہے، لالچی ہے۔ زیادہ لالچ کے سلسلے میں کسی دوسری طرف رخ بدل سکتا ہے۔"

میں نے پوچھا "یعنی ہم بھی اس پر اعتماد نہ کریں اور اس سے زیادہ کام نہ لیں۔"

"اعتماد نہ کرو مگر زیادہ سے زیادہ کام لو۔ میں نے سلیمان جوگو سے کہہ دیا ہے، وہ خواہ کسی کے لیے کام کرے مگر یاد رکھے، اگر دی کلر کو زندہ گرفتار کر کے لائے گا تو میں دوسروں سے زیادہ معاوضہ دوں گا۔ ہوسکتا ہے وہ زیادہ معاوضے کے لالچ میں اسے گرفتار کر کے ہمارے ہی پاس لے آئے بہرحال ہم اس پر کڑی نظر رکھیں گے۔"

ریسٹ ہاؤس کے باہر زبردست جنگ جاری تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے اور بُری طرح لہولہان ہوتے جا رہے تھے۔ وہاں جتنے بھی افراد موجود تھے، وہ اس بات کے چشم دید گواہ تھے کہ سلیمان جوگو دی کلر پر بھاری پڑ رہا تھا اور یہ ایک فطری بات ہے کیونکہ سلیمان اپنی عمر، اپنی جسامت کے اعتبار سے دماغی طور پر بھی اتنا ہی بالغ اور توانا تھا لیکن دی کلر اپنی عمر اور اپنی جسامت کے اعتبار سے نہ تو بالغ تھا، نہ توانا تھا۔ جو بھی توانائی اسے حاصل ہو رہی تھی، کمپیوٹر کے ذریعے ہو رہی تھی۔

وہ دونوں لڑتے ہوئے بڑے بھیانک لگ رہے تھے۔ اپنے اپنے لہو میں ڈوب رہے تھے۔ صرف وہی ٹوٹ پھوٹ نہیں رہے تھے بلکہ ریسٹ ہاؤس کے برآمدے کی ریلنگ وغیرہ بھی ان کے ہاتھوں ٹوٹ گئی تھی۔ جب بھی وار خالی جاتا تھا تو وہ وار ریلنگ وغیرہ پر پڑتا تھا نتیجے کے طور پر ریسٹ ہاؤس کا بیرونی حصہ اچھا خاصا ٹوٹ گیا تھا۔ پھر وہ لڑتے ہوئے جس درخت کی طرف جاتے تھے، وہاں کی شاخیں ٹوٹ جاتی تھیں کیونکہ شاخوں کو توڑ کر ایک دوسرے پر حملہ کرتے تھے۔ ان کی جسمانی قوت کا مظاہرہ قابلِ دید تھا۔ موٹی موٹی شاخیں ان کے ہاتھوں سے ٹوٹ جاتی تھی۔ میں نے مادام کمپیوٹر بن کر دی کلر کو مخاطب کیا "میں تمھارے لیے کیا کرسکتی ہوں۔ جلدی بولو۔"

وہ ہانپ رہا تھا۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا "کسی طرح یہاں ہنگامہ کرادو۔ میں یہ لڑائی ختم کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے صحیح سلامت رہنا ہے۔ ابھی زخمی ہوگیا ہوں۔"

ذرا دیر بعد ہی یہ ثابت ہوگیا کہ دی کلر کے دماغ کو کمپیوٹر کے ذریعے گائڈ کیا جا رہا ہے اور کمپیوٹر کے پیچھے پُراسرار شخص موجود ہے کیوں کہ وہاں موجود درجنوں پُراسرار شخص کے آدمیوں نے ہنگامہ شروع کر دیا تھا۔ یقیناً انھیں ٹرانسمیٹر کے ذریعے یہ حکم دیا گیا ہوگا۔ اب چاروں طرف سے تڑاتڑ گولیاں چل رہی تھیں۔ جو دی کلر کے حمایتی تھے، وہ سلیمان جوگو پر حملے کر رہے تھے اور سلیمان جوگو کے آدمی دی کلر پر حملے کرتے ہوئے اُسے دور لے جانا چاہتے تھے۔ جیسے اغوا کرنا چاہتے ہوں مگر ہر ایک کے راستے میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیدا ہوجاتی تھی۔

مختلف تنظیموں کے افراد وہاں گڈمڈ ہوگئے تھے۔ سب اپنے اپنے مقصد کے لیے لڑ رہے تھے۔ ایسے ہی لڑنے والوں میں سے کسی نے اچانک ہمارے کمرے کے دروازے پر ٹھوکر ماری۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ پھر فائرنگ کی آواز سنائی دی جیسے وہ دروازے کو فائرنگ سے توڑنا چاہتا ہو۔ ان آوازوں کے دوران دوسری طرف سے بھی فائرنگ ہوئی تھی۔ پھر دروازے کے قریب کھڑے ہوئے شخص کی چیخ سنائی دی۔ اس کے گرنے کی آواز بھی آئی۔ یعنی اس آنے والے کو بھی کسی نے ہمیشہ کے لیے روک دیا تھا۔ باہر قیامت کا شور بلند تھا۔ ریسٹ ہاؤس کے آس پاس جیسے زلزلہ آگیا تھا۔ برآمدے کے تختوں والے فرش پر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں دھماکے پیدا کر رہی تھیں۔ اس کے باوجود رسونتی محوِ خواب تھی۔ کیوں کہ میں نے صبح سات بجے بیدار ہونے کی ہدایت کی تھی۔

دروازہ اندر سے بند تھا لیکن جس حصّے میں اندر سے چابی لگائی تھی، وہاں آس پاس فائرنگ کے بعد بے شمار سوراخ ہوگئے تھے۔ کوئی بھی طاقت ور انسان اسے ایک دھکّے میں کھول سکتا تھا یا توڑ سکتا تھا۔ پھر اُسے توڑ ہی دیا گیا۔ ایک دھماکا سا ہوا۔ میں اسی دروازے کے پیچھے دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی شیبا کو آواز دی "شیبا! فوراً چلی آؤ۔"

وہ پلک جھپکتے ہی میرے دماغ میں تھی۔ پوچھنے لگی "کیا بات ہے؟"

میں نے کہا "کچھ بتانے کا موقع نہیں ہے۔ رسونتی کے کمرے میں کوئی آرہا ہے۔"

وہ آچکا تھا۔ وہ قد آور شخص دی کلر یا سلیمان جوگو ہو سکتا تھا۔ دی کلر کو میں پہچانتا تھا۔ وہ سلیمان جوگو تھا۔ اس نے کمرے میں قدم رکھتے ہی آس پاس دیکھا۔ اس کی نظر رسونتی پر پڑی۔ وہ تیزی سے اُدھر بڑھا پھر بستر پر جُھک کر اُسے دونوں بازوؤں میں اٹھانا چاہتا تھا۔ میں نے یکبارگی اُچھل کر فضا میں جیسے تیرتے ہوئے ایک فلائنگ کِک ماری۔ وہ لات کھاتے ہی لڑکھڑاتا ہوا، بستر کے پاس سے ہوتا ہوا دوسری طرف کی دیوار سے ٹکرا گیا۔ اگرچہ وہ طاقتور بھی تھا اور بہت اچھا فائٹر بھی لیکن اس نے پھُرتی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ٹکرا کر دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا تھا پھر مجھے دیکھتے ہوئے بولا "اچھا تو آپ فرہاد صاحب ہیں۔"

میں نے کہا "یہ تمھارے سامنے ڈاکٹر مے کا جسم ہے مگر اُس کا دماغ فرہاد کے قبضے میں ہے۔ ابھی فرہاد تم سے مخاطب ہے۔ اگر تم میرے خادم پر تو چُپ چاپ کمرے سے چلے جاؤ۔"

اُس نے اٹھتے ہوئے کہا "جناب! میں تو مادام رسونتی کی بھلائی کے لیے آیا ہوں۔ یہاں ہنگامے ہو رہے ہیں، گولیاں چل رہی ہیں۔ مادام کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"تم مادام کو باہر لے جاؤ گے تو گولیوں کی بوچھاڑ میں زیادہ نقصان پہنچے گا۔ مجھے بچہ سمجھ کر سمجھانے کی کوشش نہ کرو۔"

"میں ابھی اپنے جسم سے بُلٹ پروف لباس اتار کر مادام کو اس سے ڈھانپ دوں گا۔ انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ قریب ہی میں نے ایک گاڑی کا انتظام کر رکھا ہے ہم یہاں سے فرار ہو جائیں گے، پھر آپ جہاں کہیں گے میں مادام کو پہنچا دوں گا۔"

"سلیمان جوگو! تمھیں جو ڈیوٹی دی گئی ہے صرف اُسے انجام دو اور تمھاری ڈیوٹی ہے دی کلر کو گرفتار کر کے یا ہمارے ادارے میں پہنچا دینا۔ میں اس کے آگے کچھ نہیں کہنا چاہتا یہاں سے چلے جاؤ ورنہ دی کلر کے ہاتھوں ٹوٹنے پھوٹنے سے جو باقی رہ گئے ہو وہ یہاں پورے ہوجاؤ گے۔"

اُس نے پوچھا "یعنی آپ اپنے خادم پر اعتماد کرنا نہیں چاہتے؟"

میں نے شیبا سے کہا "ایک، دو، تین کہتے ہی اس کے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچانا۔"

میرے سامنے کھڑا ہوا سلیمان جوگو زخموں سے چُور تھا۔ وہ عام حالات میں اچانک ہی سانس روک سکتا تھا مگر زخمی ہونے کی صورت میں طاقت ور ہونے کے باوجود سانس روکنے میں ذرا سا وقت لگتا ہے۔ ہمیں اتنی سی مہلت کافی تھی۔ شیبا نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میرے تین کہتے ہی اُس نے دماغ میں چھلانگ لگائی اور اُسے ایک زبردست جھٹکا پہنچایا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے دوسرا جھٹکا پہنچایا تاکہ وہ سانس نہ روک سکے۔ پے در پے دو جھٹکے پہنچے تو وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی میری ایک لات اُس کے منہ پر پڑی۔ پھر دوسری لات پیٹ پر۔ ایسے میں بھلا اُسے سانس روکنے کی فرصت کہاں ملتی۔ شیبا چُوکنے

والی نہیں تھی۔ اس دوران وہ اس کے دماغ میں رہ کر مسلسل زلزلے پیدا کر رہی تھی۔ اب وہ تکلیف کی شدت سے چیخنے لگا۔ میں نے اُس کا ایک ہاتھ پکڑ کر کھینچا پھر اُسے کاندھے پر لاد لیا۔ اُسے گول گھماتے ہوئے ٹوٹے ہوئے دروازے سے باہر پھینک دیا۔ وہ برآمدے میں جا کر گرا۔ وہاں سے لڑھکتا ہوا سیڑھی پر پہنچا۔ پھر سیڑھیوں پر سے پھسلتا ہوا زمین پر پہنچ گیا۔ وہاں بھی شیبا نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کرتی رہی اور وہ چیخیں مار کر کہتا رہا۔ "فرہاد صاحب! مجھے معاف کر دیجیے۔ میں آپ کا خادم ہوں۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں واپس جا رہا ہوں۔"

شیبا نے اُسے چھوڑ دیا لیکن وی کلر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے اس کے مُنہ پر ٹھوکر ماری۔ وہ تڑپ کر دوسری طرف گھومتا ہوا گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے شیبا سے کہا۔ "جو فارمولا ہم نے سلیمان جوگو پر استعمال کیا، اب وہی وی کلر پر استعمال کریں گے۔ دونوں کو برابر کمزور ہونا چاہیے۔"

ہم نے وہی فارمولا استعمال کیا۔ اُسے یکے بعد دیگرے جھٹکے پہنچاتے رہے۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا مگر اپنی عادت کے مطابق سنبھل گیا۔ اُسے اس کی عادت نہیں کہنا چاہیے۔ وہ تو کمپیوٹر کا محتاج تھا لیکن کمپیوٹر کب تک سنبھال سکتا تھا جبکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دو تھے اور دونوں اس کے دماغ میں رہ کر مسلسل زلزلے پیدا کر رہے تھے۔ اتنے میں سلیمان جوگو کو سنبھلنے کا موقع مل گیا تھا۔ اب اُس نے اُٹھ کر اس پر حملے شروع کر دیے تھے۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "سلیمان! اس بات کو یاد رکھنا، اگر میں وی کلر کے دماغ کو جھٹکے نہ پہنچاتا تو وہ اب تک تمھیں ختم کر چکا ہوتا۔ تمھاری خیریت اسی میں ہے کہ اس سے لڑتے ہوئے یہاں سے فرار ہو جاؤ۔ میں بعد میں تم سے نمٹ لوں گا۔"

وہ وہاں سے ناکام جانے والا آدمی نہیں تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ وی کلر اس کے ہاتھوں مار کھا رہا ہے تو اُس نے اسے مارتے مارتے اپنے کاندھے پر لاد لیا۔ پھر اُسے لے کر اپنی گاڑی کی طرف بھاگنے لگا۔ بھاگتے بھاگتے اچانک ہی اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ وی کلر جو اُس کے کاندھے پر جھول رہا تھا، اُس نے پیچھے سے اس کی کمر پر مُکے رسید کیے تھے۔ وہ دوڑتے دوڑتے گر پڑا۔ پھر ان کی جنگ شروع ہو گئی۔ شیبا نے کہا۔ "دونوں ہی ضدی ہیں۔ کسی سے شکست تسلیم کرنا نہیں چاہتے۔"

بے شک وہ دونوں میدان چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھے لیکن سلیمان کو بہرحال وہاں سے فرار ہونا پڑا۔ پیراڈائیٹ کی پولیس حرکت میں آ گئی تھی۔ ایک ہیلی کاپٹر ریسٹ ہاؤس کے اطراف پرواز کر رہا تھا اور اسپیکر کے ذریعے کہا جا رہا تھا۔ "فائرنگ بند کر دی جائے ورنہ اس بستی میں قیام کرنے والے مقامی مسافروں کے سفری اجازت نامے اور سیاحوں کے پاسپورٹ وغیرہ ضبط کر لیے جائیں گے۔ یہاں پولیس فورس اتنادی جا رہی ہے جس کے خلاف الزام ثابت ہو گا اسے پیراڈائیٹ سے باہر نکال دیا جائے گا۔"

ایسے میں سلیمان جوگو اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے بھاگا۔ پڑا۔ صرف اسی کو نہیں، جتنے بھی دشمن آئے تھے، وہ سب چھٹ گئے۔ وی کلر اپنے پیروں پر کھڑا ہوا ڈگمگا رہا تھا، زخموں سے چُور چُور تھا مگر گرنا یا کسی کا سہارا لینا اپنی توہین سمجھتا تھا۔ اسے سہارا دینے کے لیے کئی آدمی آئے مگر اس نے سب کے ہاتھ جھٹک دیے۔ ڈگمگاتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر چلتے ہوئے ریسٹ ہاؤس کی طرف آنے لگا۔ اس کے آس پاس تقریباً چھ قد آور صحت مند جوان تھے۔ میں جانتا تھا، یہ سب، پُراسرار شخص کے آدمی ہیں اور یقیناً یوگا کے فن سے واقف ہیں جیسا کہ مجھے پہلے ہی بتا دیا گیا تھا۔ اسی لیے میں نے ان کے دماغوں میں جانا فی الحال ضروری نہیں سمجھا۔ وہ سب وی کلر کے آس پاس چلتے ہوئے ریسٹ ہاؤس کے برآمدے میں آئے۔ ایک قد آور جوان نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر! تم تو بڑے شہ زور نکلے۔ ہم دیکھ رہے تھے، تم نے اس پہاڑ جیسے کلر آف دی کلر کو کاندھے پر اٹھا کر کمرے سے برآمدے میں پھینک دیا تھا۔"

پھر اس نے اپنا داہنے ہاتھ کا پنجہ میری طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "مجھ سے پنجہ لڑاؤ گے؟"

میں نے اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا، پھر گہری سنجیدگی سے کہا۔ "ابھی میں ڈاکٹر میکاکس ہوں۔ جب فرہاد صاحب میرے دماغ میں آئیں... تو ضرور پنجہ لڑانا۔ میں تمھارا چیلنج یاد رکھوں گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے چارلی کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں مادام بول رہی ہوں۔ اپنے اس نوجوان سے کہو، خواہ مخواہ ڈاکٹر میکاکس کو چیلنج نہ کرے۔ میکاکس ایسا ہی ایک عام آدمی ہے جیسا تمھارا دی کلر نیند کی حالت میں ایک عام سا بچہ ہوتا ہے۔ پتا نہیں دی کلر کو جسمانی اور دماغی توانائی کیسے حاصل ہوتی ہے لیکن میکاکس کو آج کل فرہاد کے ذریعے دماغی توانائی حاصل ہو رہی ہے۔"

چارلی نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں، اس پہاڑ جیسے آدمی کو فرہاد نے ہی اٹھا کر باہر پھینکا تھا۔ میں

اپنے آدمیوں کو سمجھا دوں گا لیکن فوراً نہیں سمجھا سکتا کیوں کہ میں سب کے سامنے گونگا بنا رہتا ہوں۔"

وہ سب میرے سامنے سے چلے گئے تھے۔ دی کلر کو ایک کمرے میں لے گئے تھے۔ وہاں اس کی مرہم پٹی کر رہے تھے۔ ریسٹ ہاؤس کے انچارج نے آ کر کہا۔ "جناب، آپ دوسرے کمرے میں منتقل ہو جائیں۔ اس کمرے کا دروازہ ٹوٹ چکا ہے۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ میں نے تمھیں صبح سات بجے بیدار ہونے کی ہدایت کی تھی۔ اب یہ حکم واپس لے رہا ہوں۔ تم بیدار ہو سکتی ہو۔ جیسے ہی میکاکس آواز دے، آنکھیں کھول دینا۔"

میں نے کمرے میں قدم رکھتے ہوئے آواز دی۔ "رسونتی!"

اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ نیند سے بیدار ہونے کے بعد اس کے چہرے کی شادابی اور نکھار آئی تھی۔ وہ بڑی بڑی آنکھوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ ان آنکھوں میں بچوں جیسی معصومیت تھی، ویسے وہ اس اعتبار سے معصوم ہی تھی کہ ایک تتلی بچی کی طرح سوتی رہی، اس کے آس پاس فائرنگ اور دھماکے ہوتے رہے مگر اسے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ ہم دس منٹ کے اندر ایک محفوظ کمرے میں منتقل ہو گئے۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ شیبا نے کہا۔ "اب میں جا رہی ہوں، میری ضرورت ہو تو بلا لینا۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے بستر پر آ کر رسونتی کو پھر ٹیلی پیتھی کی نیند سلایا۔ اس کے بعد خود آرام سے لیٹ کر دماغ کو ہدایت دی پھر نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ اس علاقے میں معمولی سردی تھی، ایک کمبل میں ہمارا گزارا ہو گیا۔ مگر ہوا میں خاصی نمی تھی۔ میں زندگی میں پہلی بار ایسے علاقے میں رہا جہاں شدید نمی کے باعث صبح تک کمبل اور جسم کا لباس تک بھیگ جاتا تھا۔ چھت کے کنارے سے پانی ایسے ٹپکتا تھا جیسے رات بھر بارش ہوئی ہو۔ کمرے میں رکھے ہوئے کپڑے، کتابیں غرض کہ ہر شے بھیگ جاتی تھی۔ دن کے وقت ایسا حبس ہوتا تھا کہ سانس لینے میں دشواری پیش آتی تھی۔ رسونتی نے گھبرا کر کہا۔ "یہاں سے چلو، ہم کسی دوسری جگہ رہیں گے۔"

صبح نو بجے ناشتا کرنے کے بعد ہم وہاں سے ایک کار میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ اگر ہم چاہتے تو ہمارے لیے ریسٹ ہاؤس کی گاڑی فراہم کی جا سکتی تھی لیکن میں نے کولمبیا میں ہی کہہ دیا تھا کہ پُراسرار شخص کی مہمان نوازی قبول نہیں کروں گا۔ دوسری بات یہ کہ مقامی باشندوں کے ساتھ سفر کرتے ہوئے اچھا سا رہا تھا۔ کچھ نئے تجربات ہو رہے تھے اور سب سے اہم بات یہ کہ جناب شیخ الفارس کے آدمیوں نے مجھے اشارہ دے دیا تھا کہ وہ بس میں ہمارے آس پاس موجود رہیں گے۔

یوں تو امیزن کے ساحلی راستے پر بے شمار گاڑیاں آتی جاتی تھیں لیکن اس بس کے آگے پیچھے کچھ ایسی کاریں اور مختلف قسم کی گاڑیاں تھیں جو برابر ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ صاف ظاہر تھا کہ ان میں ہمارے مہربان سفر کر رہے تھے۔

میں نے شیخ الفارس صاحب کو مخاطب کیا۔ "جناب! رسونتی میرے ساتھ ہے۔ میں دشمنوں کے شہر ہار رہے سے نکل آیا۔ کولمبیا سے بھی گزر گیا۔ پیرو کے علاقے سے نکل رہا ہوں۔ آخر اس سفر کی کوئی انتہا ہے کہ کب تک ہم یہاں سے نکل پائیں گے؟ آپ کیا انتظامات کر رہے ہیں؟"

انھوں نے جواب دیا۔ "پُراسرار شخص کے ذرائع بہت وسیع ہیں..... ایسا لگتا ہے جیسے وہ پورے امریکا پر حکومت کرتا ہے۔ جنوبی امریکا کے تمام ہوائی اڈوں اور فلائنگ کلب کے پرائیویٹ اڈوں پر سخت پابندیاں ہیں۔ کسی کو چارٹرڈ طیارہ اس وقت تک دینے کی اجازت نہیں ہے جب تک حکومت سے خاص طور پر منظوری نہ لی جائے۔ اسی طرح تمام بندرگاہوں پر بھی سخت پہرہ ہے۔ یہاں سے جانے والوں کو سختی سے چیک کیا جاتا ہے اور آنے والوں پر بھی پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ یعنی فرار ہونے کے بحری اور فضائی راستے بالکل بند کر دیے گئے ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "یہی تو دو راستے تھے۔ اب تیسرا راستہ کیا ہو سکتا ہے؟"

"راستے کبھی بند نہیں ہوتے۔" انھوں نے سختت پابندیاں عائد کی ہیں لیکن مسافر بردار طیارے آتے جاتے رہتے ہیں، سیکڑوں، ہزاروں مسافر سفر کرتے رہتے ہیں، ان پر کوئی پابندی عائد نہیں کر سکتا۔ میں موقع کی تلاش میں ہوں۔ کسی رات موقع ملا تھا لیکن رسونتی کو وہاں سے نکالنے کے لیے مجھے اور تمھیں، سلیمان جوگو پر بھروسا کرنا پڑتا اور میں ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بے شک، میں نے بھی اسے پرکھ لیا ہے۔ وہ دروازہ توڑ کر اندر آتے ہی رسونتی کی طرف لپک رہا تھا۔ حالاں کہ آپ نے اس کی ڈیوٹی دی کلر کی حد تک مقرر کی تھی۔"

"میں اسی طرح آزمانا چاہتا تھا کہ وہ دی کلر سے مقابلہ کرے۔ اس سے ٹکرائے۔ اگر اس کی نیت میں فتور ہو گا تو وہ اسی بہانے رسونتی کے قریب پہنچ کر اسے اغوا کرنے کی

کوشش کرے گا۔ یقیناً وہ کسی دوسری پارٹی سے بھی سودا کر چکا ہے اور رسونتی کو وہاں پہنچانا چاہتا ہے۔"

"آپ سلیمان جوگو کو ہماری فہرست سے خارج کر دیں۔"

"اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ شیبا نے مجھے بتایا ہے، کل رات تم نے اسے اچھی سنوادی ہے۔ اب وہ تمہارے مقابلے پر نہیں آئے گا۔ آئے گا تو ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

"میں رسونتی کے لیے پریشان ہوں۔ آخر اس بے چاری کو کہاں کہاں لیے پھروں گا۔ اس کی موجودگی میں مجھے بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ میں بہت کمزور پڑ جاتا ہوں۔ اگر تنہا رہوں گا تو دشمنوں سے نمٹ لوں گا۔"

"صبر کرو اور اپنا سفر جاری رکھو۔ ہم نے ایک نہیں دو ڈمی رسونتیاں بنا رکھی ہیں۔ جب بھی موقع ملے گا تمہارے پاس سے رسونتی کو لے جائیں گے۔ اس کی جگہ اس کی ڈمی چھوڑ جائیں گے۔ مگر اس کے لیے بہت احتیاط لازمی ہے۔ دشمن نادان نہیں ہیں، کمزور نہیں ہیں اور بے بس نہیں ہیں۔ ان کے بڑے ذرائع ہیں اور وہ دن رات آنکھیں کھلی رکھتے ہیں۔ اس لیے ہمیں بہت سوچ سمجھ کر رسونتی کو تمہارے پاس سے لے جانا ہوگا۔"

بس میں ہمارا سفر جاری تھا۔ ان سے رابطہ ختم ہوا تو شیبا نے مخاطب کیا: "جانتے ہو وہ باس بورنیا کہاں ہے؟"

"تم اس بے چارے کے پیچھے پڑ گئی ہو۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی: "جب تک میں شیطان سے کے دماغ میں نہیں پہنچوں گی، بورنیا کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

"اچھا بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

"تمہارے ساتھ اسی بس میں سفر کر رہا ہے۔"

"ذرا معلوم کرو، کل رات اتنے ہنگامے ہوتے رہے، اس نے مداخلت کیوں نہیں کی؟"

"میں نے معلوم کیا ہے اور معلوم نہ کرتی تب بھی سیدھی سی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ جب شیطان نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ چالیسویں دن کی رات کو اس کے سامنے تمہیں بے نقاب کر دے گا تو پھر اسے مداخلت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، وہ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ تم اس بس میں سفر کر رہے ہو۔ ہاں رسونتی کو پہچانتا ہے اس لیے اپنی آرام دہ گاڑی کو چھوڑ کر بس میں سفر کر رہا ہے۔ اچھا میں جاؤں؟"

"کہاں جا رہی ہو؟"

"بورنیا کے پاس۔ اس کی شیطانی زبان کچھ یاد کروں گی اور تمہیں بتاؤں گی۔"

"مجھے معاف کرو۔ ابھی بس میں سفر کر رہا ہوں۔ یہاں آنکھیں بند کر کے نیند میں ڈوب کر تھا مامعمول نہیں بن سکتا۔"

"میں ابھی کی بات نہیں کر رہی ہوں، جو کچھ سیکھوں گی وہ آج رات تمہیں آکر سکھاؤں گی۔"

"یعنی تم نے قسم کھالی ہے کہ شیطان کی کھوپڑی میں پہنچ کر ہی دم لوگی۔"

"قسم تو نہیں کھائی ہے مگر مجھ میں کسی بات کے لیے بے چینی پیدا ہو جاتی ہے تو میں اس کے پیچھے پڑ جاتی ہوں ویسے مجھے تمہارے لیے تشویش ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "تشویش کس بات کی؟"

"اس بات کی کہ بیچ بچ تمہاری دُم نہ نکل آئے۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ جب اس کی ہنسی تھم گئی تو میں نے کہا: "ابھی تمہاری عمر زیادہ نہیں ہے، جتنی بھی ہے اس کا حساب کر کے دیکھو، تم نے کتنی بار کھل کر قہقہہ لگایا ہے۔ کہاں تھیں آزادی نصیب ہوئی ہے؟"

وہ یک بیک سنجیدہ ہو کر بولی: "میں مانتی ہوں بابا صاحب کے ادارے میں آکر میں جیسے جسمانی، روحانی اور دماغی طور پر آزاد ہو گئی ہوں۔ بات بات پر کھل کر قہقہے لگاتی ہوں جب تک بابا اسفندیار کے ساتھے میں تھی، اس وقت جانے کیوں سہمی سہمی رہتی تھی۔ ان کے سامنے آنکھیں اٹھا کر بات نہیں کرتی تھی۔ ہر وقت یہ خیال ستایا رہتا تھا کہیں کوئی غلطی سرزد نہ ہو جائے، میرے بزرگ ناراض نہ ہو جائیں، یہی وجہ تھی کہ میں بہت زیادہ سنجیدہ ہو گئی تھی اور ہنسنا بھول گئی تھی۔"

میں نے پوچھا: "جانتی ہو دنیا میں سب سے بڑا ظلم کیا ہے؟"

اس نے پوچھا: "کیا ہے؟"

"کسی کی ہنسی کو قتل کرنا۔"

اس نے کہا: "تم نے میرے حالات کی مناسبت سے بہت ہی سچی بات کہی ہے؟"

میں نے پوچھا: "اور جانتی ہو سب سے بڑی حماقت کیا ہوتی ہے؟"

"کیا ہوتی ہے؟"

"یہ کہ جان بوجھ کر دوبارہ ایسے ماحول میں قدم رکھنا جہاں ہنسی کو قتل کیا جاتا ہو۔"

میں نے خیال خوانی کی آنکھ سے دیکھا، وہ سر کو جھکا کر چپ

ہو گئی تھی۔ میں نے کہا: "میری دعا ہے اور میں کوشش بھی یہی کروں گا کہ تم سدا ہنستی رہو۔ تمہاری سُریلی ہنسی ایسی ہے جیسے تم سات سُروں کی مالا پہن کر ہنس رہی ہو۔"

اس نے ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا: "فرہاد...!"

وہ کہتے کہتے رک گئی جھجکنے لگی۔ میں نے حوصلہ دیا: "کہو کیا بات ہے؟"

اس نے آہستگی سے کہا: "فرہاد، تم بہت اچھے ہو۔"

یہ کہتے ہی وہ میرے دماغ سے چلی گئی۔ مجھے یاد آیا، جب میں نے پہلی بار اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جا کر چھوڑا تھا تو اسے یقین آگیا تھا کہ وہ ہماری قیدی نہیں ہے۔ ہر طرح سے آزاد ہے اور میں اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور جب اس کی ماما بھی اسے مل گئیں تو اس نے ایسا ہی ایک بار مجھ سے کہا تھا: "فرہاد، تم بہت اچھے ہو۔" لیکن اس وقت کے کہنے اور آج کے کہنے ..... میں بڑا فرق تھا۔ پہلے اس نے محض تعریف کرنے کے لیے کہا تھا، آج اس کے کہنے میں بڑی لگن تھی۔ اس نے لفظ بہت پر زور دیا تھا: "فرہاد، تم بہت اچھے ہو۔"

بہت اچھا ہونا گویا شہد ہونا ہے، مکھیاں شہد پر آکر بیٹھتی ہیں اور اس کی دبیز مٹھاس میں ان کے پاؤں یوں جھل ہو جاتے ہیں، پھر وہ اڑ نہیں پاتیں، شکایت کرتی ہیں کہ شہد نے گرفت میں لے لیا۔ میں کب کہتا ہوں کہ بہت اچھا ہوں، لڑکیاں آپ ہی آپ متاثر ہوتے ہوتے تعریف کرنے لگتی ہیں، پھر تعریف کی مٹھاس میں گرفتار ہو کر رہ جاتی ہیں۔ بدنام میں ہوتا ہوں۔

شام ہونے سے پہلے ہم جھیل لوری کے چوک تک پہنچ گئے۔ وہ بڑی خوبصورت جگہ تھی۔ آبی پرندے دور دور تک بیٹھے یا اڑتے ہوئے نظر آتے تھے۔ ان کے علاوہ بے شمار رنگ برنگے پرندے نظر آئے جو عجیب عجیب سے سُر میں بولتے تھے اور بھلے لگتے تھے۔ شیبا نے جناب شیخ الفارس کا پیغام پہنچایا، جھیل لوری کے چوک میں ایک بہت بڑا فارم ہے جہاں سیکڑوں گھوڑے پرورش پاتے ہیں اور انھیں تربیت دی جاتی ہے، مجھے رسونتی کے ساتھ وہاں جا کر رہنا چاہیے۔ وہاں کے مالک سے ہماری باتیں ہو چکی ہیں۔ اس فارم کے گھوڑوں کا انچارج دراصل ہمارا آدمی تھا۔ بہر حال اس کے ذریعے فارم میں پہنچ گئے۔ جھیل لوری کو چوک کے ساحل پر جو آبادی تھی، یہ فارم اس سے ذرا دور تھا۔ ہمیں تنہائی بہت اچھی لگی۔ پھر ہمارے رہنے کے لیے بڑا اچھا انتظام تھا۔ فارم میں ایسے سیکڑوں گھوڑے تھے جو ابھی تربیت یافتہ نہیں ہیں۔ فطری طور پر ان میں وحشت پائی جاتی ہے۔ پلاننگ یہ تھی کہ دشمنوں نے گڑبڑ کی تو ایسے گھوڑوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ چاروں طرف ایسی افراتفری مچائیں گے کہ دشمنوں کے ہوش اُڑ جائیں گے۔ ایک تو بے تحاشا گرد اڑتی رہے گی، وحشت زدہ گھوڑوں سے بچنے کے لیے لوگ بھاگتے رہیں گے۔ ایک دوسرے کو پہچاننا مشکل ہو گا۔ ایسے میں رسونتی کی جگہ ڈمی رسونتی پہنچا دی جائے گی۔

یہ منصوبہ اچھا تھا۔ میں چاہتا تھا کسی طرح رسونتی کو یہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دوں۔ اس کے لیے میں نے سوچا کہ اگر ایک ہفتہ بھی وہاں قیام کرنا پڑے تو کوئی بات نہیں ہے مگر میرے سوچنے سے کیا ہوتا ہے۔ میں وہاں ایک ہفتے سے زیادہ رہ گیا۔ بڑی عجیب بات تھی کہ دشمنوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ کوئی ہماری طرف رُخ نہیں کر رہا تھا۔ کسی نے کوئی ہنگامہ نہیں کیا تھا۔ یعنی شدید حیرانی کی بات یہ تھی کہ کہیں سے ایک گولی بھی نہیں چلی۔

ایک ہفتے بعد میں نے شیبا سے کہا: "آخر ہمارے آدمی کیا کر رہے ہیں۔ آؤ ہم ان سے باری باری رابطہ قائم کریں۔ انھیں مجبور کریں تاکہ وہ یہاں آکر رسونتی کو اغوا کرنے کی کوشش کریں۔ کم از کم وہ فارم کے احاطے میں تو داخل ہوں۔"

ہم نے ان آدمیوں سے رابطہ قائم کرنا شروع کیا تو پتا چلا کہ ہماری نادانستگی میں بہت سے لوگ بدل گئے ہیں۔ پھر نئے کھیپ آئی ہے، پرانے لوگ چلے گئے ہیں، دو دن بعد ہمارے ایک آدمی نے شراب خانے میں بیٹھ کر ایک شرابی سے دوستی کی۔ اس نے نشے کی حالت میں بتایا: "جب تک رسونتی اس آدمی کے ساتھ فارم میں رہے گی، کوئی ادھر کا رُخ نہیں کرے گا۔"

ہمارے آدمی نے پوچھا: "آخر کیوں ادھر کا رُخ نہیں کرے گا؟"

اس شرابی نے نشے میں ہاتھ نچا کر کہا: "کیا ہم کو اناڑی سمجھتے ہو۔ ارے وہاں سیکڑوں کی تعداد میں وحشی گھوڑے ہیں جنھیں اب تک تربیت نہیں دی گئی ہے۔ اگر ایک بھی گولی چلے گی، دھماکا ہو گا تو قیامت آجائے گی۔ پورے فارم میں زلزلہ پیدا ہو گا۔ ان گھوڑوں کی زد میں آنے والے یا تو ہلاک ہو جائیں گے یا پھر چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

اس شرابی کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ انھیں ہماری پلاننگ کا علم نہیں ہے مگر وہ اتنا ضرور سمجھتے ہیں کہ وحشی گھوڑوں کی موجودگی میں فائرنگ کرنا یا کسی اور طرح کا ہنگامہ کرنا مناسب نہیں ہے، اسی لیے وہ صبر کر رہے تھے اور انتظار کر رہے

تھے کہ ہم وہاں سے کوچ کریں گے اور آگے کسی منزل کی طرف بڑھیں گے۔

آخر ہمیں مجبور ہو کر وہ فارم چھوڑنا پڑا۔ جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو بائیس دن گزر چکے تھے۔ اب یوں ہوتا تھا کہ ہم آگے جس مقام پر پہنچ کر قیام کرنا چاہتے، ہم سے پہلے باس بورنیا پہنچ جاتا تھا۔ آخر ہم بنباس کنسٹنٹ پہنچے۔ یہ برازیل کی سرحدی چوکی تھی۔ یہاں سے ہم نے ایک موٹر بوٹ کرائے پر لی۔ پھر اس میں سوار ہو کر دریائی راستے سے آگے بڑھنے لگے۔ دریائے ایمیزن دنیا کے بڑے بڑے دریاؤں میں سے ایک ہے لیکن اس دریا پر نہ کہیں پُل ہے نہ کوئی ڈیم بنایا گیا ہے۔ ہم نے موٹر بوٹ میں بیٹھ کر دور دور تک دیکھا۔ اس دریا کا کوئی کنارا نظر نہیں آ رہا تھا۔ موٹر بوٹ کے ڈرائیور نے بتایا، اس کا ایک کنارا دوسرے کنارے سے کئی کئی میل دور ہوتا ہے اور یہ تمام کنارے مستقل نہیں ہوتے۔ دریا کے بڑھنے اور گھٹنے کے ساتھ ساتھ کنارے تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

یہاں کشتیوں اور موٹر بوٹس وغیرہ میں رائفلیں ضرور ہوتی ہیں کیوں کہ دریا میں خطرناک آبی جانور ہوتے ہیں۔ وہاں ایک خطرناک قسم کی مچھلی کیٹ فش کہلاتی ہے۔ یہ چھ فٹ سے لے کر نو فٹ تک لانبی ہوتی ہے۔ تیرنے والوں کو کھینچ کر دریا کی تہ میں لے جاتی ہے پھر تیرنے والوں کا سُراغ اُس وقت ملتا ہے جب ان کے جسم ہڈیوں کے ڈھانچے بن جاتے ہیں اور ہلکے پھلکے ہو کر پانی کی سطح پر آ کر تیرنے لگتے ہیں۔

دو گھنٹے تک سفر جاری رہا۔ رات ہو رہی تھی اور ایسے میں سفر جاری رکھنا مناسب نہیں تھا لہٰذا ہم ایک ساحلی بستی میں آ گئے۔ دریا کے کنارے ہی ایک چھوٹی سی جھونپڑی تھی جو ریسٹ ہاؤس کہلاتی تھی۔ ہمیں رات گزارنے کے لیے وہاں جگہ مل گئی۔

برازیل میں برائے نام شہر ہوتے ہیں اور برائے نام انسانی آبادیاں ہوتی ہیں۔ پورا علاقہ جنگلات اور دریاؤں پر مشتمل ہے۔ دن کی روشنی میں ہمیں دریائی سفر اچھا لگا تھا مگر رات کو ساحل پر پہنچ کر احساس ہوا کہ ہم دنیا کے خطرناک ترین جنگلوں میں سے ایک جنگل میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں رات کی تاریکی میں کوئی انسان نظر نہیں آتا تھا۔ بندروں کی بہتات تھی۔ وہ ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف چھلانگ لگاتے ہوئے اس قدر شور مچاتے تھے کہ ان کے ساتھ ساتھ درختوں کے پتے بھی شور مچانے لگتے تھے۔ پھر مینڈکوں، جھینگروں اور کیڑے مکوڑوں کی آواز صبح تک جاری رہتی تھی۔ میں نے جھونپڑی کے برآمدے سے دریا کی طرف دیکھا تو مجھے کتنی ہی سُرخ بتیاں جلتی بجھتی نظر آئیں۔ میں نے حیرانی سے پوچھا "یہ بتیاں کیسی ہیں جو جلتی بجھتی جا رہی ہیں؟"

موٹر بوٹ کے ڈرائیور نے بتایا یہ گھڑیال اور مگرمچھ ہیں جو پانی میں ڈوبتے اور اُبھرتے ہیں۔ ان کی سُرخ آنکھیں رات کے وقت چمکتی ہیں۔ ان کے ڈوبنے ابھرنے سے یوں لگتا ہے جیسے سُرخ بتیاں جلتی اور بجھتی جا رہی ہیں۔

اتنے میں رسونتی برآمدے میں آ گئی۔ میں نے فوراً ہی اس کا بازو تھام کر کہا "اندر چلو۔ باہر صرف تاریکی ہے۔ کچھ نظر نہیں آتا۔"

میں اسے کمرے میں لے آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کر لیا تاکہ وہ مگرمچھ وغیرہ کو دیکھ کر سہم نہ جائے۔ یوں بھی بندر اِدھر سے اُدھر اچھل رہے تھے۔ ہماری جھونپڑی کی چھت پر بھی جانے کتنے بندروں نے ڈیرہ جما رکھا تھا۔ ہمارے گائڈ نے تاکید کی تھی کہ ہم پوری طرح جوتے وغیرہ پہنے رہیں کیوں کہ یہاں زہریلے کیڑے مکوڑے ہوتے ہیں۔ سانپوں اور بچھوؤں کی تو کوئی بات ہی نہیں ہے، یہ تو ان کا پیدائشی مقام ہے۔

اس نے یہ بھی کہا تھا کہ یہاں راتوں کو شاید ہی کوئی اپنے گھر سے نکلتا ہو کیوں کہ یہاں ایک بہت ہی خطرناک قسم کا زہریلا سانپ ہوتا ہے۔ یہ جھاڑیوں میں چھپے رہنے کا عادی ہوتا ہے اس لیے بُش ماسٹر کہلاتا ہے۔ ان جھاڑیوں کے قریب سے گزرنے والا صحیح سلامت نہیں رہتا۔ اس پر یہ حملہ ضرور کرتا ہے۔

ہمارے گائڈ نے اس جنگل کے متعلق جو دہشت ناک باتیں بتائیں وہ حرف بہ حرف درست تھیں۔ اس کا ثبوت اگلی طرح ملا کہ رات بھر کسی دشمن نے ہماری جھونپڑی کی طرف آنے کی جرأت نہیں کی۔ سب کو اپنی اپنی جان کی فکر تھی۔ مجھے بھی ایسی کوئی پریشانی نہیں تھی کہ خیال خوانی میں زیادہ وقت صرف کرتا۔ شیبا نے معمول کے مطابق میرے پاس آ کر مجھے خیال خوانی کی نیند سُلایا تھا۔ پھر میرے خوابیدہ دماغ کو اپنے قابو میں کر کے اسی طرح شیطانی زبان کے کچھ فقرے یاد کرائے تھے اس کے بعد صبح میرے بیداری کا وقت مقرر کر کے چلی گئی تھی۔

شیبا کی دوستی میرے لیے باعثِ رحمت بھی تھی اور باعثِ زحمت بھی۔ اس نے وقتِ مقررہ سے پہلے ہی مجھے اٹھا دیا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"باس بورنیا آ رہا ہے۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "تعجب ہے، تم رات کے تین بجے بھی بورنیا کے دماغ میں تھیں۔"

"میں کیا کروں، وہ اتنے دلچسپ جادوئی تماشے کرتا آ رہا ہے کہ میں سو نہ سکی۔ اب تو مجھے بھی جادو پر یقین آ گیا ہے۔"

میں نے باس بورنیا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اس کے ساتھ تقریباً درجنوں افراد تھے۔ سب کے ہاتھوں میں شعلیں نہیں اور وہ رقص کرتے ہوئے، گیت گاتے ہوئے آ رہے تھے۔ گیت اسی شیطانی زبان میں تھا اور اب میں یہ زبان بڑی حد تک سمجھ لیتا تھا۔

وہ گیت کی زبان سے جنگل کے زہریلے جانوروں کو مخاطب کر رہا تھا اور انھیں سمجھاتا جا رہا تھا۔ گیت کچھ یوں تھا۔

"اے زہریلے سانپو، تم زہر اگلتے ہو جیسے شیطان زہر اگلتا ہے، تم سے اور شیطان سے ازلی دوستی ہے۔ اس دوستی کے ناتے ہمیں نقصان نہ پہنچاؤ اور ہمارے دو مہمانوں کو جو ساحل پر اگر قیام کر رہے ہیں انھیں بھی نقصان نہ پہنچاؤ۔ ہم شیطان کے نام پر تم سے التجا کرتے ہیں۔"

وہ ہاتھ میں مشعلیں لیے اسی طرح رقص کرتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ اب گیت کا دوسرا بول یہ تھا۔

"اے زہریلے کیڑے مکوڑو، اے پانی سے نکل کر خشکی کی طرف آنے والے زہریلے جانورو، تم بھی شیطان کی طرح انسانوں کو مارتے ہو مگر دو انسان ساحل کے کنارے ہمارے مہمان ہیں، وہ شیطان کی امانت ہیں، انھیں نقصان نہ پہنچانا۔ اے آبی اور خشکی کی بے زبان مخلوقات، تم اپنی فطرت سے مجبور ہو کر خواہ مخواہ ہی انسان کو ہلاک کر دیتے ہو، یہی فطرت شیطان کی ہے۔ اس رشتے سے ہم سب ایک ہیں، اس لیے میں التجا کرتا ہوں کہ ہمارے ان دو مہمانوں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔"

وہ گیت گاتے، رقص کرتے ہوئے ہماری جھونپڑی کے پاس آ گئے تھے۔ اس جھونپڑی کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور ہاتھ میں مشعلیں لیے لیے کر رقص کر رہے تھے۔ دوسرے لفظوں میں میری اور رسونتی کی حفاظت کر رہے تھے۔ وہ چالیس دن پورے ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ چالیس دن سے پہلے ہم پر کوئی آنچ نہ آئے۔

میں نے شیبا سے کہا "تم اس کا مقصد اچھی طرح جانتی ہو جب یہ ہماری حفاظت کر رہا ہے تو پھر ہمیں کس بات کا خوف ہے پلیز مجھے سونے دو۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ کو ہدایت دی اور آرام سے سو گیا۔ جھونپڑی کے باہر باس بورنیا اپنے تمام لوگوں کو ضروری احکامات دے کر چلا گیا تھا۔ اب اس کے آدمی ہاتھ میں مشعلیں لیے وہی گیت گاتے ہوئے رقص کرتے رہے۔ صبح ہونے تک وہاں موجود رہے لیکن جب میری آنکھ کھلی تو کافی دن نکل آیا تھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا، صرف بجھی ہوئی مشعلیں جھونپڑی کے چاروں طرف زمین میں گڑی ہوئی تھیں۔ یعنی انھوں نے کالے جادو کے ذریعے زہریلے کیڑے مکوڑوں اور سانپوں کو ہماری طرف آنے سے روک دیا تھا۔ میرے لیے یہ بات مضحکہ خیز تھی، کیوں کہ میرا ایمان ہے میری حفاظت صرف اور صرف میرا خدا کرتا ہے۔

ہم پھر موٹر بوٹ میں سوار ہوئے۔ ایسا دو بار ہوا کہ ہمیں چاروں طرف سے گھیرنے والے دشمن ہمارے قریب نہیں آئے۔ جھیل لوری کوچہ میں وحشی گھوڑوں نے قریب آنے سے باز رکھا تھا۔ پچھلی رات بھی دشمن زہریلے کیڑے مکوڑوں اور سانپوں کے خوف سے اپنی اپنی پناہ گاہ سے نہیں نکل سکے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تو میرے آدمیوں نے بتایا "ہم جس منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں وہاں ہمارے دشمن پہلے ہی پہنچ گئے ہیں۔"

میں نے چارلی کے دماغ میں پہنچ کر دی کلر کے متعلق معلوم کیا۔ چارلی ہمیشہ مجھ سے قریب رہتا تھا۔ کیوں کہ میں نے مادام کیپیوٹر بن کر اسے حکم دیا تھا کہ وہ ڈاکٹر میکاکس کی بھی نگرانی کرتا رہے۔ پچھلی رات وہ بھی ہمارے قریب نہ آ سکا۔ دی کلر تو زخمی ہو گیا تھا۔ اس کی باقاعدہ مرہم پٹی ہو رہی تھی، اسے بھی ہماری اگلی منزل کی طرف پہنچا دیا گیا تھا۔

میں نے سلیمان جوکو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ مجھے امید تھی وہ راستہ روکے گا۔ میرے پہنچتے ہی سانس روک لے گا لیکن ایسا نہ ہوا۔ ایک تو وہ زخموں سے چور تھا، دوسرے نیند کی دوا دی گئی تھی۔ اس لیے وہ بے سُدھ پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا "تم کس پارٹی کے لیے کام کر رہے ہو؟"

خوابیدہ دماغ نے جواب دیا "یوں تو میں سبھی کے لیے کام کرتا ہوں لیکن جب کسی طرف سے زیادہ معاوضہ ملتا ہے، زیادہ تحفظ ملتا ہے تو میں اسی طرف رُخ پھیر لیتا ہوں۔"

"فی الحال تم نے کتنی پارٹیوں کو اپنی خدمات کا یقین دلایا ہے؟"

"ایک تو شیخ الفارس مجھے اپنا آدمی سمجھتے ہیں، وہ چاہتے

ہیں میں دی کلر کو زندہ گرفتار کر کے ان کے پاس پہنچا دوں، یہ بہت ہی مشکل کام ہے۔ دی کلر کو کسی طرح چھپا کر پاکسی اور سیک اپ میں نہیں لے جایا جا سکتا۔ کم بخت کے ہاتھ جو اتنے لانبے ہیں۔ اور سر اتنا بڑا ہے کہ ہزاروں لاکھوں میں پہچان لیا جاتا ہے۔"

میں نے پوچھا: "تم رسونتی کو کہاں پہنچانا چاہتے ہو؟"

"ماسٹر کی کے پاس۔ اس سے میرا معاہدہ ہو چکا ہے۔"

"کیا براہِ راست ماسٹر کی سے رابطہ ہے؟"

"نہیں، براہِ راست تو وہ کسی سے نہیں ملتا۔ میں رسونتی کو اس کے آدمیوں کے حوالے کر دوں گا۔"

"تم ابھی کہاں ہو؟"

"مجھے ماسٹر کی کے آدمیوں نے پناہ دے رکھی ہے وہی میرا علاج کر رہے ہیں۔"

"کیا تمہارے آس پاس جتنے آدمی ہیں وہ سب یوگا کے ماہر ہیں؟"

"ہاں، کوئی ایک منٹ، کوئی دو منٹ اور کوئی چار منٹ تک سانس روک لیتا ہے۔"

"کیا تمہارے پاس کوئی ہتھیار ہے؟"

"میری جیب میں ایک ریوالور تھا۔ مجھے یہاں سلاتے وقت انھوں نے کپڑے اتار دیے تھے اور قریب ہی ہینگر سے لٹکا دیا تھا۔"

"اب تم میرے حکم پر اٹھو گے اور اسی طرح خوابیدہ انداز میں میرے احکامات کی تعمیل کرو گے۔"

اگر وہ بیداری کے عالم میں رہتا اور جسمانی تکالیف کے باعث سانس نہ روک سکتا، مجھے آنے کی اجازت دیتا تب بھی مجھے پوری طرح اپنے دماغ پر قابض ہونے کا موقع نہ دیتا۔ کچھ تو جدّوجہد ضرور کرتا لیکن میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹٹول لیا تھا۔ اسے اپنا معمول بنایا تھا۔ اب وہ چوں بھی نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے پہلا حکم دیا: "آنکھیں کھول دو۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ خواب زدہ لوگ جب نیند کی حالت میں چلتے ہیں تو ان کی آنکھیں یا تو بند ہوتی ہیں یا نیم وا ہوتی ہیں مگر وہ اُدھ کھلی آنکھیں ساکت ہوتی ہیں۔ خواب میں چلنے والے پلک نہیں جھپکتے۔ میں نے اسے ہدایت دی کہ وہ وقتاً فوقتاً پلکیں جھپکتا رہے اور آنکھیں پوری طرح کھلی رکھے۔

وہ وہاں سے چلتا ہوا اپنے لباس کے پاس گیا پھر اسے پہننے لگا۔ اس کی پتلون کی جیب میں ریوالور موجود تھا۔ لباس پہننے کے دوران کمرے کا دروازہ کھلا پھر ایک شخص نے داخل ہو کر اسے دیکھتے ہوئے تعجب سے پوچھا: "ارے جوگو، تم لباس پہن کر کہاں جا رہے ہو؟"

میں نے اس کی زبان سے کہا: "میرا نام سلیمان جوگو ہے۔ میں زخم کھا کر زخمی شیر کی طرح اور خطرناک بن سکتا ہوں مگر چھپے کی طرح اس کمرے کے پنجرے میں نہیں رہ سکتا۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ آنے والے نے سامنے پہنچ کر دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔ "نہیں جوگو! تمہارا اس حالت میں کہیں جانا مناسب نہیں ہے۔"

سلیمان جوگو نے اسے ایک طرف ہٹا دیا حالاں کہ وہ کوئی کمزور نہیں تھا۔ اچھا طاقت ور جوان تھا لیکن سلیمان اپنا ہی آدمی تھا۔ اس سے ٹکرانا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ جیسے ہی وہ کمرے سے نکلا باہر دو تین اور صحت مند و قد آور جوان اس کے آس پاس آ گئے۔ "کیا بات ہے سلیمان جوگو! اس حالت میں کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"آج تک کوئی مجھے ایک ہاتھ مار کر نہیں جا سکا جب کہ دی کلر نے مجھے اس حال کو پہنچا دیا ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو جوگو۔ تم نے بھی تو دی کلر کی وہ بُری حالت بنائی ہے کہ وہ بستر سے اٹھ نہیں سکے گا۔"

دوسرے جوان نے کہا: "ہماری تازہ ترین معلومات کے مطابق وہ بستر پر زخمی پڑا ہے اور ننھے سے بچے کی طرح رو رہا ہے۔ یہ اطلاع درست ہے کہ وہ خواب کی حالت میں رہتا ہے یا بستر پر پڑا رہتا ہے تو بالکل ننھا سا بچہ بن جاتا ہے۔ اس کے لیے خاص طور پر ڈاکٹر اور نرسوں کا انتظام کیا گیا ہے جو اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اب یہ بات یقینی ہوتی جا رہی ہے کہ وہ آدمی نہیں، مشین ہے۔ جس طرح الیکٹرونک اور راڈار سسٹم وغیرہ کے مطابق ریوالور کو چلایا جاتا ہے اسی طرح دی کلر کو حرکت میں لایا جاتا ہے۔"

"وہ آدمی ہو یا مشین، میں اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دوں گا۔"

ایک اور نے کہا: "ہوش کی باتیں کرو۔ ہم نے تمہیں جو رکھا ہے، کسی کو علم نہیں ہے۔ دن کے وقت تم ہماری رہائش گاہ سے نکلو گے تو دشمنوں کے سامنے بھید کھل جائے گا کہ تم ہمارا تعلق ہے۔ پھر وہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ ہم تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں جوگو! ہمارا کام نہ بگاڑو۔ ہم تمہیں دی کلر سے ٹکرانے کا پورا پورا موقع دیں گے مگر اس کا مناسب وقت آنے دو۔"

سلیمان جوگو نے وقت کو ایک موٹی سی گالی دی پھر جیب سے ریوالور نکال کر کہا: "میرے سامنے سے ہٹ جاؤ جو میرا راستہ روکے گا میں اسے گولی مار دوں گا۔"

وہ دور تک منتشر ہو گئے لیکن انھوں نے میدان نہیں چھوڑا۔ اس طرح پینترے بدلنے لگے جیسے جوگو کو اپنے قابو میں کرنے کے متعلق تدبیر سوچ رہے ہیں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا: "تم ہمارے دشمن نہیں ہو۔ ریوالور نکالنے کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے دماغ پر فرہاد نے قبضہ جمایا ہوا ہے۔"

اس نے غصّے سے کہا: "فرہاد کا طعنہ مت دو۔ میں نے اسے دماغ میں آنے کا موقع دیا تھا۔ میں اس سے دوستی کا ناٹک کھیل رہا تھا۔ میں اسے یقین دلانا چاہتا تھا کہ میں ہی اس کا اور شیخ الفارس کا خادم ہوں۔ اس وقت وہ فرہاد کا بچہ میرے دماغ میں اگر ہلکی سی سانس بھی لے گا تو مجھے پتا چل جائے گا۔"

میں ایسا کہہ کر انھیں یقین دلانا چاہتا تھا کہ فرہاد اس کے دماغ میں موجود نہیں ہے، وہ خود ہی اپنے کمرے سے نکل کر آیا ہے اور خود ہی ریوالور نکال کر انھیں دھمکی دے رہا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا: "ہم نادان نہیں ہیں تم سے پہلے بھی ہم نے فرہاد کے تماشے دیکھے ہیں، جو بھی زخمی ہوتا ہے وہ سانس روکنے کے قابل نہیں رہتا۔ اس وقت تم زخموں سے چُور ہو۔ جسمانی طور پر کمزور ہو۔ زیادہ سے زیادہ چار یا پانچ سیکنڈ تک سانس روک سکتے ہو۔ اس سے زیادہ اسے آنے سے نہیں روک سکو گے اور ہم یقین سے کہتے ہیں اس وقت اس نے تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔"

"اگر میں فرہاد ہوں تو میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔ میں تم میں سے دو چار کو تو ہلاک کر سکتا ہوں مگر نتیجہ کیا ہو گا، تم لوگ مجھے فرہاد سمجھ کر ہلاک کر دو گے۔ اس طرح ہم ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ میں کہتا ہوں، میرا راستہ چھوڑ دو بلکہ میرے ساتھ چلو۔ اگر سب نہیں چل سکتے تو کسی ایک کو میرے ساتھ رہنا چاہیے تاکہ وہ میرے لیے گاڑی ڈرائیو کر سکے اور مجھے دی کلر تک پہنچا سکے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی سنائی دی۔ ان میں سے ایک نے ٹیلیفون کے قریب جا کر ریسیور اٹھایا، پھر کان سے لگا کر سننے لگا۔ جو کچھ سنتا تھا اس کے جواب میں ہاں ہاں کہتا جاتا تھا پھر سامنے کھڑے ہوئے سلیمان جوگو کو بھی دیکھتا تھا۔ اس نے یکبارگی چونک کر پوچھا: "کیا کہہ رہے ہو؟ کیا، کیا یہ سچ ہے۔ کیا واقعی وہ ختم ہو چکا ہے؟"

وہ اسی طرح ریسیور کان سے لگائے کچھ سنتا رہا پھر اس نے ریسیور کو رکھتے ہوئے کہا: "سلیمان جوگو، مجھے افسوس ہے۔ تمہاری حسرت دل ہی میں رہ جائے گی، تم کبھی دی کلر کو قتل نہیں کر سکو گے۔"

میں نے جوگو کی زبان سے گرجتے ہوئے پوچھا: "کیا کہہ رہے ہو، میں آج ہی اسے قتل کر کے دکھاؤں گا۔"

"افسوس جوگو! وہ مر چکا ہے۔"

میں ایک دم سے چونک گیا پھر میں نے کہا: "یہ جھوٹ ہے، وہ میرے بغیر نہیں مر سکتا۔ میں ہی اسے ماروں گا۔"

"ہم اس کی تصدیق بھی کرا دیں گے۔ وہاں جا کر پھنسنا خواہ مخواہ نادانی ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں ہمارا آدمی کبھی غلط رپورٹ نہیں دے سکتا۔"

وہ سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ، میں نہیں جانتا تھا۔ جاننے کے لیے ضروری تھا کہ سلیمان جوگو کے دماغ کو چھوڑ کر دی کلر کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زندگی اور موت کی تصدیق کرتا لیکن جوگو کو ایک لمحے کے لیے بھی چھوڑنے کا مطلب یہ ہوتا کہ اس کی حقیقت سامنے آ جاتی۔ وہ خواب کی حالت میں تھا، وہیں کھڑے کھڑے فرش پر گر پڑتا۔

اگر تیسرا وہاں موجود ہوتی تو فوراً تصدیق ہو جاتی، وہ کہیں مصروف ہو گی۔ میرے وہ قد آور پہاڑ جیسے دشمن تھے۔ دونوں ہی مجھے کسی وقت بھی جانی نقصان پہنچا سکتے تھے۔ اگر میں ان سے کسی ایک کو ختم کر دیتا تو کم از کم ایک مصیبت ختم ہو جاتی لیکن سلیمان جوگو نے اسلام قبول کیا تھا اور اس کی اسلامی زندگی کا صرف ایک برس گزرا تھا۔ جب کہ اکثر مسلمان ساری زندگی گزارنے کے باوجود سچے مسلمان نہیں ہوتے۔ وہ بھی جھوٹے، دغا باز اور قاتل ہوتے ہیں تو پھر میں سلیمان جوگو کو کس بات کی سزا دیتا۔ میرا دینی فرض یہ تھا کہ میں اسے زیادہ سے زیادہ اسلامی طور پر زندگی گزارنے کا موقع دوں اور کوشش کروں کہ وہ راہِ راست پر آ جائے۔ اگر میرے سمجھانے کے باوجود وہ بدترین دشمن ثابت ہو گا تو پھر دیکھا جائے گا۔

میں نے سلیمان کے ذریعے دی کلر کی موت پر یقین کرتے ہوئے جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ اس نے اپنا ریوالور فرش پر غصّے سے پٹک دیا۔ پھر غصّے سے کہا: "لعنت ہے میری تقدیر پر، ایک شخص نے مجھے اتنا زخمی کیا اور میرے ہاتھوں مرنے سے پہلے ہی مر گیا۔"

وہ غصّے سے پاؤں پٹکتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ بستر پر بیٹھ کر جوتے اتار کر ایک طرف پھینکنے لگا۔ پھر اس نے جرابیں اتار دیں۔ اس کے بعد لباس اتار کر ایک طرف پھینک دیا۔ اس کے ساتھی جوان دروازے پر کھڑے دیکھ رہے تھے۔ پھر اس نے غرا کر کہا: "کیا دیکھ رہے ہو، جاؤ یہاں سے مجھے سونے دو۔"

ایک نے آگے بڑھ کر کہا: "جوگو! میں تمہارا ڈاکٹر ہوں،

تمھارے زخموں کا علاج کر رہا ہوں۔ میں نے تمھیں نیند کی دوا دی تھی کہ تم جیسے ڈیل ڈول کے آدمی ہو اور جیسی توانائی رکھتے ہو، وہ گولیاں تمھارے لیے ناکافی ثابت ہوئی ہیں۔ لہٰذا یہ دو گولیاں اور کھالو۔"

اس نے دو گولیاں لیں، انھیں منہ میں ڈالا پھر پانی پی کر ایک طرف گلاس کو پھینکتے ہوئے کہا: "اب جاؤ، مجھے ڈسٹرب نہ کرو سونے دو۔"

ڈاکٹر نے ان سب کو جانے کے لیے کہا۔ پھر خود بھی باہر نکل کر دروازے کو بند کر دیا۔ سلیمان بستر پر لیٹ گیا۔ اسے دو گولیوں کا بھی اثر ہو رہا تھا لیکن ٹیلی پیتھی نے اس اثر کو روک رکھا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی: "سلیمان جوگو! جب تم نیند سے بیدار ہو گے تو اس بات کو تسلیم کرو گے کہ تم نیند کے دوران ہفتے میں اٹھے تھے اور لباس پہن کر اور ریوالور لے کر دی کلر کو مارنے کے لیے جا رہے تھے لیکن اس کی موت کی خبر سن کر مجبوراً اپنے بستر پر آکر سو گئے۔"

اس کے دماغ نے وعدہ کیا کہ وہ یہ ساری باتیں یاد رکھے گا اور بیداری کے بعد دی کلر کے متعلق تصدیق کرے گا کہ وہ زندہ ہے یا واقعی مر چکا ہے۔

سلیمان جوگو نے دی کلر کو قتل کرنے کے لیے اپنے کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں پہنچ کر اپنے تمام ساتھیوں کے درمیان رہ کر جو کچھ گفتگو کی تھی اور جو کچھ اس کے دماغ میں پیش آیا تھا میں نے وہ ساری باتیں اس کے ذہن نشین کرا دی تھیں۔ اب وہ بیداری کے بعد انکار نہیں کر سکتا تھا کہ وہ دی کلر کو قتل کرنے کے لیے جانا چاہتا تھا۔

اس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اور دی کلر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پہنچنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ زندہ تھا اور سلیمان کو دھوکا دیا گیا تھا۔ سوال یہ تھا کہ انھوں نے اپنے ہی آدمی سے جھوٹ کیوں کہا؟

اس کے دو جواب تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ سلیمان کو زخمی حالت میں وہاں جانے کی اجازت نہیں دینا چاہتے تھے جب وہ سیدھی طرح باز نہیں آ رہا تھا تو جھوٹ بول کر فی الحال روک دیا تھا۔

دوسری بات یہ کہ وہ مجھے آزمانا چاہتے تھے۔ اگر میں اس کے دماغ میں موجود ہوں تو دی کلر کی موت کا ذکر سن کر چونک جاؤں گا اور خود فوراً تصدیق کے لیے اس کی طرف پرواز کروں گا۔ جس کے نتیجے میں سلیمان جوگو چند لمحوں کے لیے میری گرفت سے نکل جائے گا اور حقیقت کھل جائے گی۔

بے شک ماسٹر کی سے تعلق رکھنے والے جوان ذہین بھی تھے، دلیر بھی تھے اور یوگا کے فن میں مہارت بھی رکھتے تھے، انھوں نے مجھے چکر دینے کی بڑی کامیاب کوشش کی تھی۔ اگر میں ذرا بھی چوک جاتا تو وہ مجھے سلیمان جوگو کے اندر سے ڈھونڈ نکالتے۔ وہ اس سلسلے میں ناکام رہے لیکن کامیابی یوں ہوئی کہ انھوں نے جوگو کو میرا آلۂ کار بننے سے روک دیا اور مجھے بھی مجبور کر دیا کہ میں اس کا پیچھا چھوڑ دوں۔

میں نے دی کلر کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اس کا بھی علاج ہو رہا تھا۔ وہ بھی بُری طرح زخمی تھا بلکہ سلیمان جوگو سے زیادہ زخمی تھا یعنی اس کے مقابلے میں سلیمان کافی زبردست تھا۔ اگر ان کا مقابلہ ذرا دیر اور جاری رہتا تو دی کلر وہیں ختم ہو چکا ہوتا۔

میں دماغی طور پر موٹر بوٹ میں حاضر ہو کر دی کلر کے متعلق سوچنے لگا۔ ہمارے چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ کہیں کنارہ نظر نہیں آتا تھا۔ ہمارے گائڈ نے بتایا کہ ایک گھنٹے تک ہم یہاں کے بڑے ساحلی شہر اکی ٹورو پہنچ جائیں گے، روشنی ایک طرف سٹی ہوئی سورہی تھی۔ پچھلی رات بھی میں نے اسے ٹیلی پیتھی کی نیند سُلایا تھا۔ موٹر بوٹ میں سفر کرنے کے دوران وہ مجھے کبھی خیال خوانی کرنے نہ دیتی۔ بہرحال میں نے دی کلر کے متعلق سنجیدگی سے غور کرنا شروع کیا۔ اگر اس کے دماغ کو کمپیوٹر کے ذریعے کنٹرول کیا جاتا ہے تو دی کلر زبان سے بولنا کیسے ہے۔ دنیا کی کوئی بھی زبان ہو وہ اسے کیسے سمجھتا ہے اور کیسے ادا کرتا ہے جب کہ وہ دماغی طور پر ایک ننھا سا بچہ ہے؟

بہت سوچنے کے بعد یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ اس کے دماغ میں صرف کمپیوٹر کا ریسیور نہیں ہے کوئی ایسا آلہ بھی ہے جو اسے معقول باتیں کرنا سکھاتا ہے جیسے ہمارا دماغ ہمیں بروقت کوئی صحیح اور مناسب بات کرنے کے لیے کہتا ہے اور ہم بک جھکنے سے پہلے ہی وہ بات زبان سے کہہ جاتے ہیں۔

اسی طرح کوئی آلہ اسے انگریزی زبان میں جو معقول اور مناسب بات کہنے کا حکم دیتا ہے، وہ فوراً ہی اسے زبان سے ادا کر دیتا ہے۔

ایک سوال اور پیدا ہوا۔ اگر کوئی آلہ ہے اور انگریزی زبان میں کوئی اسے ہدایت دیتا ہے تو ہدایت دینے والے کا لب و لہجہ بھی وہی ہے جو دی کلر کا لب و لہجہ ہے۔ اگر ہے تو میں خیال خوانی کے ذریعے صرف دی کلر تک کیوں پہنچتا ہوں۔ اس شخص تک کیوں نہیں پہنچتا جو کمپیوٹر کے پیچھے بیٹھا ہوا اسے اپنے لب و لہجے میں گائڈ کر رہا ہے؟

ایسے وقت میرا خیال سیدھا بلیک شیڈو کی طرف گیا۔

میری زندگی میں آنے والا وہ پہلا اور اب تک آخری شخص تھا جو براہِ راست مجھ سے ریڈیو ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کرتا تھا اور میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

میری ناکامی کی وجہ میرے قارئین جانتے ہیں۔ بلیک شیڈو نے ایک مائک سے لے کر اسپیکر تک کچھ ایسا پیچیدہ نظام قائم کیا تھا کہ اپنی اصل آواز میں بولتا تھا لیکن وہ آواز مختلف تاروں سے گزر کر تبدیل ہوتے ہوئے اسپیکر تک پہنچتی تھی۔ اس طرح بلیک شیڈو کا اپنا لب و لہجہ بدل جاتا تھا اور اسپیکر تک پہنچتے پہنچتے وہ کوئی نئی آواز اور نیا لب و لہجہ بن جاتا تھا۔

اگر ہمارے اندازے کے مطابق دی کلر کے دماغ میں کمپیوٹر کا ریسیور رکھا گیا ہے یا ایسی کوئی چیز رکھی گئی ہے جس سے وہ دوسری طرف کی آواز وصول کرتا ہے تو وہ آواز دی کلر کے دماغی ریسیور تک پہنچتے پہنچتے بدل جاتی ہے۔ اس کا لب و لہجہ بھی بدل جاتا ہے اور وہ نئی آواز اور نیا لب و لہجہ دی کلر کا بن چکا ہے۔ اسی لیے میں صرف دی کلر کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا۔ اور اصل میں جو بول رہا ہے وہ دور کہیں کمپیوٹر کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے اور وہ جو کوئی بھی بول رہا ہے، وہ یا تو بلیک شیڈو ہے یا بلیک شیڈو کی ٹیکنیک سے کام لے رہا ہے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ بلیک شیڈو تک پہنچنے کے لیے میں نے کتنے پاپڑ بیلے تھے۔ اسے گرفتار کیا تھا اور فرانسیسی حکومت کے حوالے کر دیا تھا۔ وہ ایسا ہنرمند تھا کہ جس سے دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں فائدہ اٹھا سکتی تھیں۔ میں جانتا تھا، وہ زیادہ عرصے تک جیل میں نہیں رہ سکے گا کوئی نہ کوئی اسے اغوا کر کے لے جائے گا۔ میں نے سوچا تھا جب بھی مجھے فرصت ملے گی، میں پھر اس کے دماغ میں جاؤں گا اور اسے اپنے کنٹرول میں رکھنے کی کوشش کروں گا لیکن میرے حالات مجھے اپنے ہی متعلق زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دیتے۔ میں نے رفتہ رفتہ بلیک شیڈو کو بھلا ہی دیا تھا۔ دی کلر کے کیس نے اس کی یاد تازہ کر دی۔

میں نے آنکھیں بند کیں، اس کی آواز اور اس کے لب و لہجے کو یاد کیا پھر آنکھیں کھول دیں۔ یاد نہیں آ رہا تھا جسے اتنے عرصے تک فراموش کر رکھا تھا، بھلا اس کا لب و لہجہ کیسے یاد آتا۔ میں تھوڑی دیر تک چپ چاپ بیٹھا دریا کی لہروں کو دیکھتا رہا۔ اب ایک طرف ساحل نظر آ رہا تھا۔ ساحل کیا تھا، دور تک جنگل ہی جنگل تھا اور اس جنگل میں بھی دور تک پانی دکھائی دے رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر یقین سے کہنا پڑتا ہے کہ دریائے ایمیزن آدھے جنوبی امریکا کو ڈبوئے رکھتا ہے۔

بہرحال میں نے شیخ الفارس سے دماغی رابطہ قائم کر کے پوچھا: "کیا آپ فوراً ہی فرانسیسی افسران سے رابطہ قائم کر کے بلیک شیڈو کے متعلق تازہ ترین معلومات فراہم کر سکتے ہیں؟"

انھوں نے کہا: "انتظار کرو، میں ابھی جواب دیتا ہوں۔"

میں نے پندرہ منٹ بعد پھر رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے کہا: "بلیک شیڈو ابھی تک فرانس کی ایک ایسی جیل میں ہے جہاں خطرناک قسم کے قیدیوں کو رکھا جاتا ہے اور جہاں سے فرار ہونا ممکن نہیں ہے۔"

"میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں۔ اس کے لب و لہجے کو یاد کرنا چاہتا ہوں۔"

انھوں نے مجھے ایک فرانسیسی افسر کی آواز کا کیسٹ سنایا۔ پھر کہا: "میں افسر سے کہہ چکا ہوں کہ تم اس کے دماغ میں پہنچنے والے ہو اور اس کے ذریعے بلیک شیڈو کے دماغ تک پہنچ جاؤ گے۔"

پھر ایسا ہی ہوا۔ جب میں نے اس فرانسیسی افسر سے اپنا تعارف کرایا تو اس نے کہا: "میں بلیک شیڈو کے پاس جا رہا ہوں۔ آپ موجود رہیں۔"

میں اس کے ساتھ جیل کی تنگ و تاریک ترین راہداریوں سے گزرتا ہوا آہنی سلاخوں والی کوٹھڑی میں پہنچ گیا۔ افسر نے بلیک شیڈو کو مخاطب کیا۔ پھر اس سے سوالات کیے۔ اس نے افسر کو بڑے غصے سے جواب دیا اور کہا: "یہ غیر انسانی سلوک ہے۔ میرا جرم اتنا بڑا نہیں ہے کہ مجھے کال کوٹھڑی میں رکھا جائے۔"

میں نے کہا: "میں اس کی آواز اور لب و لہجہ سن چکا ہوں آپ واپس جائیں۔ میں ابھی آپ سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں بلیک شیڈو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر اس کے دماغ کو چپکے چپکے کریدنے لگا۔ اس کے بعد افسر سے آکر کہا: "مسٹر، مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، اصلی جرم آپ کی حراست میں نہیں ہے۔ جسے آپ بلیک شیڈو سمجھ رہے ہیں وہ نقلی ہے۔"

وہ اپنی کرسی سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا: "جناب! آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ مجھے یقین نہیں آ سکتا۔"

"آپ کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ فریاد سے گفتگو کر رہے ہیں۔ آپ کال کوٹھڑیوں میں جا کر قیدیوں کو دیکھتے ہیں۔ میں ان کے دماغوں میں جا کر انھیں دیکھتا ہوں۔"

اس نے سنبھل کر کہا: "میں معافی چاہتا ہوں۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں آپ کو جھوٹا سمجھ رہا ہوں۔ میں ابھی اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کرتا ہوں، اسے کوٹھڑی سے نکال کر پوری طرح چیک کیا جائے گا۔ اس کے چہرے اور اس کی جسمانی شناخت کو مدِنظر رکھ کر بھی تصدیق کی جائے گی۔"

میں نے کہا۔ وہ یا تو عارضی میک اپ میں ہو سکتا ہے۔ ماسک میک اپ میں ہو سکتا ہے یا پھر پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرہ تبدیل کیا گیا ہوگا۔ میں ایک گھنٹے کے بعد آؤں گا جب تک نہ آؤں، اس وقت تک متعلقہ افسران کو اس کے آس پاس موجود رہنا چاہیے۔"

میں پھر دماغی طور پر موٹر بوٹ میں حاضر ہو گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا، جب میں نے بلیک شیڈو کو فرانسیسی پولیس کے حوالے کیا تھا تو ان سے افسران کو ایک کیسٹ بھی دیا تھا جس میں بلیک شیڈو کی آواز تھی۔ اس نے اپنی آواز میں اقبالِ جرم کیا تھا۔ میں اس کیسٹ کو ان افسران کے ذریعے سن سکتا تھا لیکن میرے پاس وقت نہیں رہا۔ ہم وہاں کے ایک ساحلی شہر ای کوٹز پہنچنے والے تھے۔ میں نے رسٹی کو جگایا۔ وہ انگڑائی لینے کے بعد اٹھ کر بیٹھ گئی، چاروں طرف یوں دیکھنے لگی جیسے اپنے آس پاس کی دنیا عجیب سی لگ رہی ہو۔ ابھی نیند میں کچھ دیکھ رہی تھی۔ اب کچھ نظر آ رہا تھا۔ خواب سے اچانک حقیقت کی طرف آڈ تو عجیب سا لگتا ہے۔

ہم نے ساحلی شہر ای کوٹز کے ایک ہوٹل میں کمرا لیا اور وہاں قیام کیا۔ اس شہر کی آبادی میں دوستوں اور دشمنوں کی تمیز کرنا مشکل تھا۔ ہوٹل میں بھی کتنے ہی مسافر ہمارے دشمن ہوں گے۔ کمرے میں پہنچتے ہی میں باتھ روم کی طرف بھاگنے لگا۔ رسونتی نے دروازے کے پاس پہنچ کر میرا راستہ روکتے ہوئے کہا۔ "پہلے تم باتھ روم میں جاؤ گے، پھر دو گھنٹے بعد یہاں سے نکلو گے۔ کیا تمہیں باتھ روم میں سونے کی عادت ہو گئی ہے؟"

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "میں تمہیں بتا چکا ہوں، تمہارا فرہاد مجھ سے ضروری باتیں کرتا ہے اس لیے مجھے دیر ہو جاتی ہے۔"

"کیا فرہاد کو بھی باتھ روم میں زندگی گزارنے کی عادت ہے؟" جسے ہنسی آ گئی۔ میں نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ "اچھا میں وعدہ کرتا ہوں، پندرہ منٹ میں واپس آ جاؤں گا۔"

اس نے راستہ چھوڑ دیا۔ میں نے اندر پہنچ کر دروازے کو بند کرتے ہی فرانسیسی افسر کے دماغ میں چھلانگ لگا دی۔ وہ لوگ ایک کمرے میں اس شخص کو اپنے درمیان ایک کرسی پر بٹھائے ہوئے تھے جو اپنے آپ کو بلیک شیڈو کہتا تھا۔ میرے مخاطب ہوئے۔ ایک افسر نے کہا۔ "جناب فرہاد صاحب، ہم نے اس کی ہسٹری شیٹ پڑھی ہے اس کے مطابق اس کی شناخت کی ہے وہ واقعی (آڈے) ہے۔ اصل بلیک شیڈو ہمارے حراست سے نکل چکا ہے۔ ہمیں حیرانی ہے کہ وہ کب نکلا۔ یہ شخص جو ہمارے سامنے بیٹھا ہوا ہے، کچھ اگلنے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

میں اس کی آواز اور لب و لہجہ سن چکا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کچھ کہے سنے بغیر ایک زبردست جھٹکا پہنچایا۔ وہ ایک دم سے چیخ مار کر کرسی سے اچھلا اور فرش پر گر کر رونے لگا۔ سب حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے افسر سے کہا۔ "میں اسے سزا دے رہا ہوں۔ یہ ابھی سب کچھ اگلے گا۔"

پھر یہی ہوا۔ دو چار بار دماغی جھٹکے پہنچے تو وہ ایک دم سے گڑگڑا کر معافی مانگنے لگا، اپنے متعلق سب کچھ اگلنے لگا۔ اس نے جو بھی معلومات فراہم کیں، وہ میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔ میں نے ایک افسر سے کہا۔ "جب میں نے بلیک شیڈو کو آپ کی تحویل میں دیا تھا تو اس کے ساتھ ایک کیسٹ بھی تھا۔ وہ مجھے سنایا جائے۔"

تھوڑی ہی دیر میں وہ کیسٹ مجھے سنایا جا رہا تھا۔ میں پھر بلیک شیڈو کی آواز اور اس کے لب و لہجے کو یاد کر رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے افسر سے کہا۔ "شکریہ! اب یہ ریکارڈر بند کر دیجیے۔ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہو کہ کسی کیسٹ میں اصل بلیک شیڈو کی آواز محفوظ کر لی گئی تھی۔ دشمن اس دھوکے میں ہے کہ میں شاید اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکوں۔ انھیں اسی فریب میں مبتلا رہنا چاہیے۔"

یہ سمجھ کر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اصل بلیک شیڈو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک عالیشان خواب گاہ میں تھا۔ ایسی شاہانہ خواب گاہ کبھی جیسے وہ کسی بہت بڑے ملک کا خود مختار حکمراں ہو۔ خوب صورت کنیزیں اس کی خدمت کے لیے آ رہی تھیں جا رہی تھیں۔ حبشی غلام اس کے حکم کی تعمیل میں مصروف تھے، وہاں دنیا کی ہر چیز میسر تھی۔ اس کے پاس چراغ الہ دین نہیں تھا۔ اس کے باوجود جو حکم دیتا تھا، وہ کمرے میں حاضر ہو جاتا تھا لیکن ایک مجبوری تھی اور وہ یہ کہ وہ اس کمرے سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔

وہ ایک قیدی تھا۔ چونکہ بہت بڑا سائنسداں تھا، صدیوں کی گم شدہ آوازوں پر ریسرچ کر رہا تھا اور اس دعوے کو درست ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک دن سائنسداں صدیوں کی گمشدہ آوازوں کو دوبارہ ریکارڈ کر لیں گے اور ہم اپنے دادا، پردادا اور ان کے بھی دادا، پردادا کی آوازیں صاف طور پر ریکارڈنگ مشین کے ذریعے سن سکیں گے۔ بہرحال اس سائنسداں نے آواز کو مائک سے لے کر اسپیکر تک پہنچانے کے دوران تبدیل کرنے کا جو تجربہ کیا تھا وہ بڑا کامیاب رہا۔ اس ٹیکنیک کے ذریعے ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہا جا سکتا تھا۔ اسی لیے اسے قیدی بنانے کے باوجود اتنے شاہانہ انداز میں رکھا گیا تھا۔

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ رسونتی نے پوچھا۔ "اے تمہارے پندرہ منٹ کب پورے ہوں گے۔ میرے پاس گھڑی نہیں ہے، مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ پندرہ منٹ گزر گئے ہیں یا؟"

میں نے دروازہ کھولا۔ اپنی کلائی سے گھڑی اتار کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "اس سے کھیلتی بھی رہو اور وقت بھی دیکھتی رہو۔ میں پندرہ منٹ میں آ جاؤں گا۔"

وہ گھڑی لے کر خوش ہو گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا، پھر بلیک شیڈو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بظاہر بہت خوش خلق بڑے عیش کر رہا تھا لیکن پریشان ہو رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس نے اسے قید کر رکھا ہے اور کیوں عیش کرا رہا ہے؟

ہاں اتنا سمجھ رہا تھا کہ اس سے جو خدمات لی جاتی ہیں اس کے عوض اسے ہر طرح سے خوش رکھا جا رہا ہے۔ جس شاہانہ طرز کے محل میں اسے قید کر کے رکھا گیا تھا، وہاں سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ اسی میں اس کی بھلائی تھی۔ قید کرنے والے نہیں چاہتے تھے کہ وہ کسی دشمن کے ہتھے چڑھ جائے۔

اور بلیک شیڈو سمجھ رہا تھا کہ اس کا دشمن فرہاد ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے ایسی ہی آواز کی تبدیلیوں والا کام لیا جا رہا تھا۔ مائک سے لے کر اسپیکر تک اسی ٹیکنک کا مظاہرہ کرنا پڑا تھا۔ ایک بات اس کے لیے حیرت انگیز تھی۔ جو اسپیکر اپنے اختتام پر آواز تبدیل کر دیتا تھا، اس اسپیکر کو انھوں نے ایک کمپیوٹر میں نصب کیا تھا۔ اب یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ کمپیوٹر میں آواز کو جہاں نشر کیا جا رہا ہے وہاں یہ آواز کمپیوٹر کے ذریعے جا رہی ہے یا ٹرانسمیٹر سسٹم کے ذریعے۔ اس نے اب تک ایسا کوئی کمپیوٹر نہیں دیکھا تھا جو آواز کے ذریعے کنٹرول کرتا ہو، اپنی باتیں سناتا ہو، اپنی باتیں بدلتا ہوا اور اپنی باتیں سنواتا ہو۔ حتیٰ کہ دوسری طرف سے ہونے والی باتیں بھی سنتا رہتا ہو۔ ایسا تو ٹرانسمیٹر وغیرہ میں ہوتا ہے اور اگر کمپیوٹر میں ہو رہا ہے تو پھر اسے ٹرانسمیٹر کم کمپیوٹر کہنا چاہیے۔

اس کی سوچ سے پتا چل رہا تھا کہ وہ ذی کمپیوٹر اور اس کے دماغی آپریشن کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا جس طرح وہ مائک کے سامنے بولتا ہے اور اسپیکر تک پہنچتے ہوئے آواز بدل جاتی ہے تو اس کی موجودگی میں کس نے مائک اور اسپیکر کو کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ساتھ آزمایا تھا؟

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ میرے پاس ایک معمولی سا شخص موجود تھا۔ وہ مائک کے سامنے کھڑا ہوا تھا، ہم سے بہت دور کسی کمرے میں اسپیکر رکھا ہوا تھا۔ اس اسپیکر کے ساتھ کمپیوٹر منسلک تھا۔ پھر اس کمرے سے بھی دور کسی اور کمرے میں ایک چھوٹا سا ریسیور رکھا ہوا تھا۔ مائک کے پاس کھڑے ہوئے شخص نے کچھ کہنا شروع کیا۔ اس کی آواز اسپیکر اور کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر تک پہنچی۔ ٹرانسمیٹر سے وہ آواز اس ریسیور تک پہنچی جو بہت دور ایک کمرے میں رکھا ہوا تھا۔ پھر ریسیور کے پاس کھڑے ہوئے ایک شخص نے ان باتوں کا جواب دیا۔ وہ جواب واپس کمپیوٹر تک آیا۔ اور وہاں بیٹھنے والوں نے اسے ملحوظ طور پر سُنا۔

بلیک شیڈو کے دماغ کو اس حد تک پڑھنے کے بعد پتا چل گیا کہ یہی ٹیکنک وی کلر کے دماغ کے ساتھ وابستہ ہے۔

میں باتھ روم سے نکل کر آ گیا۔ رسونتی مجھے دیکھ کر خوش ہو گئی۔ کہنے لگی۔ "اچھا تو اب پندرہ منٹ پورے ہوئے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ہاں، اسی لیے تمہیں گھڑی دی تھی، دیکھ لو، پورے پندرہ منٹ ہوئے ہیں۔"

مجھے اس کی معصومیت پر ترس بھی آیا اور بڑی محبت بھی۔ وہ بے چارہ گھڑی دیکھ کر گزرتے ہوئے وقت کا حساب بھی نہیں کر سکتی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا، اس کا دل بہلاتا رہا۔ پھر موقع پا کر میں نے بلیک شیڈو کو مخاطب کیا۔ "ہیلو، کیا تم میرے سوچ کے لہجے کو پہچان رہے ہو؟"

میرا اتنا ہی کہنا کافی تھا۔ وہ یکبارگی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ وہ کمرے میں تنہا تھا۔ اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو اس طرح چونکنے اور پریشان ہونے کی وجہ ضرور پوچھتا۔ اس نے سہم کر تقریباً لرزتے ہوئے پوچھا۔ "فرہاد صاحب، یہ آپ ہیں؟"

میں نے کہا۔ "اے تم تو خوف سے لرز رہے ہو۔ تم کبھی خود کو ناقابلِ تسخیر کہتے تھے۔ دعویٰ کرتے تھے کہ میں تمہاری اصلیت تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ پھر جب تمہارے پاس پہنچ کر میں نے تمہیں فرانسیسی حکومت کے حوالے کیا تو تم نے سمجھ لیا کہ مجھ سے نجات مل گئی ہے۔ اب میں تمہارے پاس کبھی نہیں آؤں گا۔"

وہ سن رہا تھا اور تائید میں سر ہلا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "اور شاید یہی بات تم نے ان لوگوں کو سمجھائی ہے جو تمہیں وہاں کی جیل سے اغوا کر کے لائے ہیں۔ تم نے انھیں یقین دلایا ہے کہ فرہاد پھر کبھی تمہارے دماغ میں نہیں آیا اور نہ ہی اب آئے گا۔ شاید وہ اس دنیا میں نہیں ہے یا پھر تمہارے لب و لہجے کو بھول چکا ہے۔"

اس نے پھر تائید میں سر ہلایا۔ میں نے کہا۔ "لیکن جن لوگوں نے تمہیں اغوا کیا ہے اور جو کام تمہارے سپرد کیا ہے، وہ نادان نہیں ہیں۔ انھوں نے تم پر اعتماد نہیں کیا ہے۔ لہٰذا جو اصل شخص ہے وہ ابھی تک تمہارے سامنے نہیں آیا۔"

اس نے تھوک نگل کر کہا۔ "میں سمجھتا ہوں وہ پُراسرار شخص میرے سامنے آتا رہا ہے۔ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہوتے ہیں لیکن وہ سب گونگے بنے رہتے ہیں۔ جو لوگ مجھ سے اس ٹیکنک کو سمجھتے ہیں، وہ صرف مجھ سے باتیں کرتے ہیں اور جو گونگے بنے رہتے ہیں وہ ہماری باتوں کو سمجھتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے اور میرے ساتھ بولنے والوں کو وہاں سے دوسری جگہ بھیج دیا جاتا ہے۔"

اس کی باتوں سے پتا چل رہا تھا وہ پُراسرار شخص اس مائک کے پاس موجود رہتا ہے اور وہاں سے کمپیوٹر کے ذریعے وی کلر کو ضروری ہدایات دیتا ہے۔ اس کے ساتھ دو چار شخص ہوتے ہیں۔ ان میں

یقیناً کوئی زبردست فائٹر ہوگا جو اس مائک کے ذریعے لڑنے کی ہدایات کرتا ہوگا، اپنے داؤ پیچ استعمال کرتا ہوگا اور وہ داؤ پیچ اس کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے ذریعے وی بکلر تک پہنچتے ہیں اور اس طرح وی بکلر اپنے مخالف سے لڑتا ہے۔

میں کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر اور وی بکلر کے سلسلے میں زیادہ تفصیل بیان کرنا نہیں چاہتا۔ شاید میرے پڑھنے والے ذہنی طور پر اُلجھ جائیں۔ ان تمام معلومات کے نتیجے میں جو بات واضح طور پر نظر آئی وہ یہ کہ اس مائک کے سامنے وہ پُراسرار شخص یقیناً بولتا ہے۔ اگر میں کسی طرح اس کے اصل لب و لہجے تک پہنچ جاؤں تو پھر وہ میری مٹھی میں ہوگا۔

میں نے بلیک شیڈو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم میرے ہاتھوں سے ہی مرو گے۔ تمہارا اپنا کیا خیال ہے؟"

اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "میں آپ کے بس میں ہوں مگر مجھے مار کر آپ کو کیا ملے گا۔"

"میں نہیں ماروں گا تو یہ دشمن تمہیں مار ڈالیں گے۔ وہ تم پر زیادہ دنوں تک اعتماد نہیں کریں گے۔"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا "میں اکثر یہ سوچتا ہوں کہ یہ لوگ مطلب نکالنے کے بعد مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں۔ یہاں سے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"تم فریقین میں سے کسی کے ذریعے فرار ہو سکتے ہو۔"

"جی ہاں۔ آپ چاہیں تو میری جان بچ سکتی ہے۔ میں ان کے شکنجے سے نکل سکتا ہوں۔"

"میں تمہاری پچھلی دشمنی کو فراموش کر سکتا ہوں اگر میرے حکم پر عمل کرو گے تو وہاں سے تمہیں زندہ سلامت نکال کر لے جاؤں گا اور اپنی پناہ میں رکھوں گا۔"

اس نے فوراً ہی فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ گڑگڑا کر کہنے لگا۔ "میں ساری زندگی آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔ آپ کے لیے کام کروں گا۔ پلیز، خارگا ڈیک، مجھے کسی طرح ان سے بچائیے۔"

"تو پھر غور سے سنو۔ آئندہ جب بھی تمہیں اس مائک اسپیکر اور کمپیوٹر کم ٹرانسمیٹر کے پاس لے جایا جائے تو تم اسے چیک کرنے کے دوران اس میں خرابی پیدا کر دینا۔"

"میں ایسا کر سکتا ہوں لیکن وہ پُراسرار شخص بہت چالاک ہے۔ خود مائک کے سامنے بولنے سے پہلے دوسرے کے ذریعے آواز کو چیک کرتا ہے کہ وہ مائک سے جانے کے بعد اسپیکر تک پہنچ کر تبدیل ہوتی ہے یا نہیں؟"

"میں سمجھتا ہوں، وہ پُراسرار شخص اتنا نادان نہیں ہوگا لیکن تم بہت ذہین سائنٹفک انجینئر ہو۔ تم چاہو تو کوئی ایسی خامی چھوڑ سکتے ہو کہ ایک بار آزمائش کے وقت آواز مائک سے ہو کر اسپیکر تک پہنچتے پہنچتے تبدیل ہو جائے۔ لیکن اس میں رفتہ رفتہ خرابی پیدا ہو جائے اور جب وہ آواز اسپیکر تک پہنچے تو ادھر مائک کے سامنے بولنے والے پُراسرار شخص کو اس خامی کا پتا نہ چلے۔"

"فریاد صاحب، کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا اور سوچوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"ہاں، تمہاری بھلائی اور تمہاری باقی زندگی کا انحصار سوچنے اور عمل کرنے پر ہے۔ جتنی جلدی میرے حکم کی تعمیل کرو گے، اتنی جلدی تمہیں وہاں سے رہائی دلاؤں گا، یہ میرا وعدہ ہے۔"

"جب انھیں علم ہوگا کہ میں نے اس میں خرابی پیدا کی ہے اور اصل آواز دوسری جگہ سنی گئی ہے تو وہ مجھے پلک جھپکتے ہی گولی مار دیں گے۔"

"پلک جھپکتے ہی گولی ماری جا سکتی ہے لیکن پلک جھپکتے ہی ٹیلی پیتھی گولی کا رُخ بدل دیتی ہے۔ تم فکر نہ کرو، میں تمہیں وہاں سے زندہ سلامت نکال لے جاؤں گا اور فریاد جو وعدہ کرتا ہے اسے ضرور پورا کرتا ہے۔"

میں نے اس سے وقت مقرر کیا کہ روزانہ فلاں وقت رابطہ قائم کروں گا اور مجھے وہ اپنی کامیابی کے متعلق اطلاع دے گا۔ میں اس پُراسرار شخص کو شکار کرنے کے لیے بالکل تیار رہوں گا۔

ہم دو دن کے بعد وہاں سے نیٹک کے ساحل پر پہنچے۔ جب ہم نے اس ساحل پر قدم رکھا تو ہمارے پاؤں یوں دھنسنے لگے جیسے ربڑ یا فوم کے فرش پر چل رہے ہوں۔ ہمارے گانڈنے نے بتایا ہمارے پاؤں تلے جو زمین ہے اس زمین کے نیچے بھی دریا کا کچھ حصہ ہے لیکن یہ فوم نما زمین کی تہ اتنی موٹی اور مضبوط ہے کہ یہاں دلدل کا امکان نہیں ہے۔ چلنے والے کبھی دھنستے نہیں ہیں۔ برازیل کے علاقے میں سفر کرنے کے دوران ہم نے دنیا کے حیرت انگیز رینگنے والے کیڑے مکوڑے اور اُڑنے والے پرندے دیکھے۔ ایسی مکھڑی دیکھی جس کا جسم ایک انچ کا ہوتا تھا۔ اس کے پاؤں سات انچ لانبے ہوتے تھے۔ دھاڑنے والی مکھڑی ہوتی تھی اور اس کے پر پانچ انچ کے ہوتے تھے۔ اس سے بھی حیرت انگیز ہمیں وہ مکھیاں یاد ہیں جن کے جسم چائے کی پیالی کے برابر ہوتے تھے، جب وہ اڑتی ہوئی کھڑکی کے شیشوں سے ٹکراتی تھیں یوں لگتا تھا جیسے باہر سے کوئی پتھر مار رہا ہو۔

ایسے ساحلی مقام پر ہم نے گھوڑوں کی پشت پر سفر کیا۔ اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کرتے کے دوران مجھے ایک شخص نے کہا۔ "آپ فوراً شیخ القادس صاحب سے رابطہ قائم کریں۔"

میں نے انھیں مخاطب کیا۔ انھوں نے کہا "تم ایسی جگہ پہنچے ہو جہاں ہم رسونتی کی جگہ ایک ڈمی رسونتی پہنچا سکتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "کیا آپ اس ڈمی سے پوری طرح مطمئن ہیں؟ وہ ڈمی کا رول ادا کر سکے گی؟"

"میں نے اسے دیکھا نہیں ہے اس لیے کہ تم سے ہزاروں میل دور بیٹھا ہوا ہوں مگر میرے آدمی مطمئن ہیں۔"

"کیا وہ عورت پوری طرح رسونتی کے میک اَپ میں ہے؟"

"صرف عارضی میک اَپ نہیں ہے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے رسونتی بنایا گیا ہے، اوپر سے ایک دوسری عورت کا عارضی میک اَپ ہے۔ میری موجودہ معلومات کے مطابق تم ایک گھنٹے بعد وہاں کے ساحلی شہر ماجورا پہنچ جاؤ گے۔ وہ ڈمی رسونتی اسی شہر میں ایک عارضی چہرے کے ساتھ موجود ہے۔ وہ وہاں کی ایک جاتی پہچانی عورت کا چہرہ ہے جو تقریباً دو سال سے رہتی آئی ہے اس لیے کوئی اس پر شبہ نہیں کر سکتا۔ ہمارے دشمن صرف ان مردوں اور عورتوں پر شبہ کرتے ہیں جو حال ہی میں ساحلی شہروں اور بستیوں سے گزر رہے ہیں۔"

شیبانے میرے دماغ میں کہا "میں نے شیخ القادس صاحب کے منصوبے کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اس سلسلے میں ذرا سی وضاحت کر دوں کہ جو عورت اس وقت ڈمی رسونتی بنی ہوئی ہے اس کا نام جوزا ہے۔ پورا نام جوزا رولف ہے۔ رسونتی جیسے ہی ہمارے آدمیوں کے ہاتھوں میں پہنچے گی، قدرتاً اسے ایک خفیہ پناہ گاہ میں لے جایا جائے گا۔ وہاں پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے جوزا رولف بنا دیا جائے گا۔ اس وقت جو جوزا ہے وہ اپنا عارضی میک اَپ اتارے گی اور مستقل طور پر رسونتی کا رول ادا کرنے کے لیے تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔"

"منصوبہ بہت ہی اچھا ہے لیکن ایک اہم پہلو پر غور کرو۔ جوزا رولف ایک بھرپور جوان عورت ہوگی جیسا کہ رسونتی ہے۔ وہ میرے پاس آکر رسونتی کی طرح رول ادا کرے گی یعنی ننھی بچی کی طرح حرکتیں کرے گی لیکن اصل رسونتی جو جوزا بن کر رہے گی تو اسے بچگانہ بننے سے کون روکے گا جبکہ جوزا دماغی طور پر بچی نہیں ہے۔ ایسے میں بھید کھل سکتا ہے۔"

جناب شیخ القادس صاحب نے ہر پہلو پر غور کیا ہے، جیسے ہی رسونتی ہمارے آدمیوں کے ہاتھوں میں آئے گی اس وقت سے میں اس کے دماغ میں برابر موجود رہوں گی۔ جب تک ہم اسے ملک سے باہر نہیں لے جائیں گے اس وقت تک میں رسونتی سے الگ نہیں رہوں گی، پوری طرح اس کے دماغ میں رہ کر جوزا رولف کا رول ادا کرتی رہوں گی۔ میری پوری کوشش یہی ہوگی کہ رسونتی کسی بھی موقع پر اپنے بچگانہ ذہن کا مظاہرہ نہ کر سکے۔

گھوڑوں کی پشت پر سفر کرتے ہوئے ہم اس شہر میں پہنچ گئے جہاں جوزا رولف پچھلے دو برس سے رہ رہی تھی۔ وہاں اسے کتنے ہی لوگ جانتے تھے، دوست بھی اور دشمن بھی لہٰذا کوئی اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا کہ جوزا رولف کے عارضی میک اَپ کے پیچھے ایک ڈمی رسونتی چھپی ہوئی ہے۔

اب کسی وقت بھی اس شہر میں ایک زبردست ڈراما پلے ہونے والا تھا یا تو ہم چپ چاپ اپنا کام کر کے نکل جاتے یا پھر ایسے ہنگامے ہوتے کہ ناکامی ہمارا مقدر بن جاتی ویسے بھی انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے جب ہم اس شہر میں پہنچے تو اچانک رسونتی کی طبیعت خراب ہو گئی۔

میں نے پوچھا "تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

وہ اپنے سر کو تھام کر بولی "پتا نہیں، کیوں میرا سر چکرا رہا ہے۔"

میں نے اسے بستر پر لیٹنے کے لیے کہا۔ وہ لیٹ گئی۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کی اندرونی کیفیت کو سمجھنے کی کوشش کی لیکن سمجھ میں نہیں آیا۔ ہمارے آس پاس جو آدمی تھے ان میں ایک ڈاکٹر بھی تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے رسونتی کے پاس پہنچنے کے لیے کہا۔ اس نے جواب دیا "جناب! میں قریب آؤں گا تو دشمنوں کی نظر میں آجاؤں گا، اگر مادام کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی ہے تو آپ ذرا انتظار کریں، میرے دماغ میں موجود رہیں۔ میں پارٹی لیڈر سے مشورہ کر رہا ہوں۔"

وہ اپنے پارٹی لیڈر کے پاس پہنچا۔ بابا صاحب کے ادارے سے جتنے افراد آئے تھے وہ ہر شہر میں ایک الگ الگ پارٹی بنانے ہوئے تھے اور ہر پارٹی کا ایک الگ لیڈر تھا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر جب اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا "میں اپنے آدمیوں کے ساتھ لیڈی ڈاکٹر ماریا تھامسن کے کلینک میں جا رہا ہوں، آپ مادام کو لے کر وہاں پہنچیں، ہم آپ لوگوں کی نگرانی کرتے رہیں گے۔"

اس چھوٹے سے شہر میں لیڈی ڈاکٹر ماریا تھامسن بہت مشہور تھی۔ میں رسونتی کو لے کر کلینک میں پہنچ گیا۔ ڈاکٹر بہت مشہور تھی اور علاج بھی اچھا کرتی تھی مگر وہاں ایک بھی مریض نہیں تھا۔ اس نے مجھے ویٹنگ روم میں بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر رسونتی کو دوسرے کمرے میں لے گئی۔ مجھے کوئی خاص تشویش نہیں تھی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ وہ کمزوری محسوس کر رہی تھی لہٰذا میں اس کی تسلی کے لیے لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے آیا تھا تاکہ دوا کھانے کے بعد اس پر نفسیاتی اثر پڑے اور وہ پہلے کی طرح بھلی چنگی ہو جائے۔

تھوڑی دیر بعد ہی لیڈی ڈاکٹر میرے پاس آئی، پھر بولی۔ "کیا یہ تمہاری واقف ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلایا۔ اس نے پوچھا "پھر اس کا

خاوند کہاں ہے؟"

میں نے پوچھا "بات کیا ہے؟"

"خوشخبری ہے، یہ ماں بننے والی ہے۔"

یہ بات میرے اندر دھماکے کی طرح گونجنے لگی۔ میں ایک دم سے چکرا گیا۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی اور پارٹی لیڈر سے کہا "غضب ہو گیا، رسونتی ماں بننے والی ہے، میرا راز کھلنے والا ہے، یہ بات دشمنوں تک پہنچے گی تو میں ہزار پردوں میں چھپا رہنے کے باوجود پلاسٹک سرجری کے میک اپ کے باوجود بے نقاب ہو جاؤں گا۔"

اس نے کہا "جناب! آپ لیڈی ڈاکٹر کو صرف پندرہ منٹ تک باتوں میں الجھا کر رکھیں۔ ہم اپنا کام کر گزریں گے۔"

"پندرہ منٹ کیا، میں زیادہ سے زیادہ خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کر سکتا ہوں لیکن کوئی مریض یہاں آ گیا تو وہ لیڈی ڈاکٹر کو سکتے کے عالم میں دیکھے گا۔ پھر بھید کھلے گا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ ہمارے آدمی یہاں کسی مریض کو آنے ہی نہیں دیں گے۔"

لیڈی ڈاکٹر ماریا تھامسن نے پوچھا "مسٹر! آپ کیا سوچ رہے ہیں؟"

میں نے چونک کر کہا "میں سوچ رہا ہوں، اس عورت کے خاوند کو یہ خوشخبری سنانا ہوگی۔ آپ اس کے لیے پلیز نسخہ لکھ دیجیے۔"

وہ اپنے چھوٹے سے چیمبر میں گئی۔ پھر وہاں بیٹھ کر نسخہ لکھنے کے لیے ایک قلم سنبھالا۔ میز پر جھک کر اپنے پیڈ پر لکھنے لگی۔ ایسے ہی وقت میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔

پارٹی لیڈر نے کہا تھا، پندرہ منٹ میں وہ اپنا کام کر گزرے گا لیکن جوزا جو رسونتی کا رول ادا کرنے والی تھی، اسے خبر کرنے اور اسے وہاں سے لانے میں ذرا دیر لگ گئی پھر بھی کام بن گیا جب میں نے لیڈی ڈاکٹر کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ ایک دم سے چونک گئی۔ پریشان ہو کر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بات ہے۔ ڈاکٹر! آپ تو بالکل سوچ میں گم ہو گئی تھیں؟"

اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ اسے یوں لگا جیسے اس نے ابھی ابھی نسخہ لکھنے کے لیے قلم سنبھالا ہو۔ میں نے کہا۔ "پلیز! ذرا جلدی لکھ دیجیے۔ میں ابھی اس کے شوہر کے پاس اسے لے جانا چاہتا ہوں۔"

وہ لکھنے لگی۔ میں نے وہ نسخہ لیا پھر رسونتی کو کلینک سے لے کر باہر آ گیا۔ میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کئی بار کن انکھیوں سے دیکھا، وہ سر سے پاؤں تک رسونتی تھی۔ لباس بھی وہی تھا جو رسونتی پہن کر کلینک میں داخل ہوئی تھی۔ جب تک میں نے لیڈی ڈاکٹر کو اپنی ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں رکھا تھا، اس وقت تک جوزا نے رسونتی کا لباس پہن لیا تھا اور اپنا لباس اسے پہنا دیا تھا۔ ایسے وقت شیبا، رسونتی کے دماغ میں موجود تھی لہٰذا اس کا بچکانہ دماغ ہمارے آڑے نہیں آیا۔ اب رسونتی جہاں بھی ہوگی، وہ جوزا کے لباس میں ہوگی اور یقیناً اسے ایسی جگہ پہنچا دیا گیا ہوگا جہاں اطمینان سے اس کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی جا سکے۔

میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا کہ اب رسونتی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور کہاں پہنچایا گیا ہے لیکن اطمینان تھا۔ ایک تو شیخ الفارس کے آدمی بہت ہی ذہین، تجربے کار اور بروقت صحیح اقدامات کرنے والے لوگ تھے۔ دوسرے شیبا، رسونتی کے دماغ میں موجود تھی۔ اس لیے میں نے جوزا کی طرف توجہ دی۔ وہ بہت اچھی اداکارہ تھی۔ چلتے چلتے ایک دم سے پاؤں بیٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

اس نے ایک طرف اشارہ کیا، وہاں کھلونوں کی دکان تھی۔ میں نے پوچھا "کیا چاہیے؟"

اس نے کہا "گڑیا اور گڑیا۔"

میں نے سر کھجاتے ہوئے سوچا۔ ان کھلونوں نے تو ہمیں ڈبو کر ہی رکھ دیا ہوتا۔ شکر ہے ہمارے آدمی بروقت اپنا کام کر گزرے گا۔ جوزا نے اپنی پسند کا کھلونا خرید لیا۔ میں نے نسخے کے مطابق اس کے لیے دوائیں خریدیں تاکہ دور سے تاڑنے والے دشمنوں کو کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔

اس بات کی تصدیق ہو جاتی تھی کہ دشمن واقعی چوکنے ہیں اور ہر لمحہ ہماری نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ میری خیال خوانی کے دوران ایک شخص نے بتایا "جناب! ہم مادام کو لے کر کلینک سے نکل رہے تھے تو دو اشخاص نے ہمارا تعاقب کیا تھا مگر ہم نے انھیں تعاقب کے قابل نہیں چھوڑا بلکہ زندہ ہی نہیں چھوڑا اس لیے کہ وہ واپس جا کر جوزا کے متعلق اپنے آدمیوں کو کچھ نہ بتا سکیں کہ وہ کلینک میں داخل ہوئی تھی اور تھوڑی دیر بعد پھر واپس ایک گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی تھی۔ بہرحال ہماری مادام محفوظ ہیں، آپ بے فکر رہیں۔"

جب تک وہ اس ٹک سے بحفاظت نہ نکل جاتی اور بخیریت بابا صاحب کے ادارے میں نہ پہنچ جاتی، اس وقت تک میں فکرمند ہی رہتا۔ ویسے اطمینان تھا، ہمارے منصوبے کا پہلا مرحلہ بہ آسانی طے ہو گیا ہے۔ دوسرے مرحلے پر جوزا بڑی کامیابی سے رسونتی کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔

ادھ بچکانہ ذہنیت کا مظاہرہ کرتی جا رہی تھی۔

ایک گھنٹے بعد جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم ہوا۔

انھوں نے پوچھا "فرہاد! تم نے یہ کیا حماقت کی۔؟"

میں نے چونک کر کہا "جی، میں نہیں سمجھا؟"

"نادان بچے تو نہیں ہو۔ کیا یہ وقت رسونتی کے ماں بننے کا تھا۔؟"

میں نے سر کو جھکا لیا۔ اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا "دنیا میں بال ہٹ اور تریا ہٹ مشہور ہیں یعنی بچے کسی ضدی اور عورت کی ضد کے آگے آدمی ہتھیار ڈال دیتا ہے اور میرے ساتھ تو ایسی شریک حیات تھی جو بچی بھی تھی یعنی عورت کی ضد بھی تھی، بچی کی ضد بھی۔"

"تم اپنی صفائی میں کچھ بھی کہہ لو مگر جانتے ہو تم نے رسونتی کو کن مصیبتوں میں ڈال دیا ہے؟"

میں نے پھر چونک کر پوچھا "کیا وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہے، کیا وہ ہمارے آدمیوں کی پناہ میں نہیں ہے۔"

"بے شک وہ ہماری پناہ میں ہے۔ اس وقت اس کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی جا رہی ہے تاکہ وہ مکمل طور پر جوزا نظر آئے اور وہاں سے جوزا کے پاسپورٹ پر سفر کر سکے۔"

"پھر مصیبت کیسی؟"

"کیا اب بھی تمھاری سمجھ میں نہیں آیا۔ اس کے بچکانہ پن کو پیش نظر رکھ کر سوچو۔ وہ جسمانی طور پر ایک عورت ہے لیکن دماغی طور پر بچی ہے۔ کیا وہ بچی ماں بن سکے گی، کیا وہ ان تمام تکالیف کو برداشت کر سکے گی جو ایک عورت اپنی جوانی کے حوصلے اور دماغی استحکام سے برداشت کر لیتی ہے۔ رسونتی کے پاس جوان جسم ہے لیکن جوانی کا حوصلہ نہیں ہے اس لیے یہ حوصلہ دماغ سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا دماغ کمزور ہے۔ ایک بچے کا ذہن ہے۔ فرہاد، تم ذرا غور کرو تو پتا چلے گا وہ بچی اب کتنے عذاب میں مبتلا ہو گئی ہے۔ جیسے جیسے اس کے ماں بننے کا وقت قریب آئے گا، ویسے ویسے اس کی زندگی مختصر ہوتی چلی جائے گی۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا "اوہ خدایا! یہ کیا ہو گیا۔ کیا میں اپنی رسونتی کا قاتل بن رہا ہوں۔ میں نے یہ کیوں نہ سوچا کہ جب یہ بچی ماں بننے کے مرحلوں سے گزرے گی تو میں ظالم کہلاؤں گا۔ میں قاتل کہلاؤں گا۔"

زندگی میں پہلی بار میں نے خود کو مجرم محسوس کیا۔ میرے رویے میں بے چینی سی پیدا ہو گئی۔ دماغ میں ایسی ہلچل تھی کہ کچھ سوچنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ یہ بڑی تلخ حقیقت ہے کہ انسان جذبات میں اندھا ہو جاتا ہے۔ آگے پیچھے کچھ نہیں دیکھتا، کچھ نہیں سوچتا۔ میں خود کو ہوشمند اور حاضر دماغ سمجھتا ہوں۔ میں نے اپنی غائب دماغی اور دیوانگی سے اپنی شریک حیات کو ایسے عذاب میں مبتلا کر دیا جس کا اختتام موت ہے۔ ایک بچی ماں نہیں بن سکتی۔ کبھی نہیں بن سکتی، کبھی نہیں بن سکتی اور وہ موت کے زچہ خانہ میں پہنچ کر ایک دن ماں بننے والی تھی۔

میں شام تک بہت پریشان رہا۔ بے چینی سے ادھر اُدھر ٹہلتا رہا، سکون سے بیٹھا نہیں جاتا تھا۔ بیٹھنا چاہتا تو اٹھ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ جیسے کوئی ایسا قدم اٹھاؤں گا کہ وہ ماں نہ بن سکے لیکن اسے ماں بننے سے روکنا طبی نقطۂ نظر سے مناسب نہیں تھا۔ اس کا بچکانہ دماغ ایسی دو داؤں کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

شام کو شیبا میرے پاس آئی۔ اس نے کہا "رسونتی سو رہی ہے اس لیے مجھے تمھارے پاس آنے کی فرصت مل گئی۔"

میں نے اپنی پریشانی ظاہر کی۔ اس نے کہا "میں نے سب کچھ دیکھ لیا ہے، سمجھ لیا ہے۔ واقعی رسونتی ایک بہت بڑے عذاب سے گزرنے والی ہے، اس کا کیا بنے گا، یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے مگر تمھارے پریشان ہونے سے اس کی مصیبتیں دور نہیں ہو سکیں گی۔ یہ باتیں جناب شیخ الفارس پر چھوڑ دو۔ وہ رسونتی کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ میں ایک اہم منصوبہ بتانے آئی ہوں۔ آج رات تم بھی یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو سکو گے۔"

وہ مجھے بتانے لگی۔ نئے منصوبے کے مطابق رسونتی جوزا کے روپ میں آ گئی تھی۔ اس کے لیے اب کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہ بحیثیت جوزا رولف اسی چھوٹے سے شہر میں کچھ روز رہ سکتی تھی۔ دو دن بعد وہ وہاں سے موٹر بوٹ کے ذریعے ایک شہر سانتا ریم جانے والی تھی۔ وہاں اس کے لیے پہلے ہی ایک طیارے میں سیٹ ریزرو کرائی گئی تھی، وہ سانتا ریم سے لندن پرواز کرنے والی تھی، پھر لندن سے ہمارے آدمی اسے پیرس لے جاتے اور بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیتے۔ کوئی شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ کیوں کہ میرے اور رسونتی کے اس شہر میں پہنچنے سے پندرہ دن پہلے ہی جوزا نے اس طیارے میں اپنے لیے سیٹ ریزرو کرا رکھی تھی۔ سبھی جانتے تھے کہ وہ فلاں دن شہر سانتا ریم سے لندن جانے والی ہے۔

میں دل ہی دل میں دعا مانگنے لگا کہ وہ جلدی سے جلد بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ جائے۔ اس ادارے میں

پہلے ہی دی کلر کے دماغی آپریشن کا راز معلوم کرنے کے سلسلے میں بہت سے تجربہ کار ڈاکٹروں کا بورڈ قائم کیا گیا تھا یقیناً وہ تمام تجربہ کار ڈاکٹر سوسنتی کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کر سکتے تھے۔

منصوبے کے مطابق میں نے شام کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے ہی لباس تبدیل کیا۔ ایک بڑا سا چاقو اپنے لباس میں چھپا لیا۔ ایک چھوٹی سی ٹارچ رکھی۔ وہ بظاہر چھوٹی سی تھی لیکن اس کے سیل اتنے طاقتور تھے کہ روشنی دور تک جاتی تھی۔ ہمارا ایک آدمی مجھے گائڈ کرنے والا تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے سے اس سے رابطہ قائم کرتا اور وہ مجھے راستہ بتاتا جاتا۔

میں نے جوزاکو اسی رہائش گاہ میں چھوڑ دیا۔ خود باہر نکلا پھر گھومتے پھرتے کے انداز میں چلتا ہوا اس چھوٹے سے شہر سے باہر نکل آیا۔ دشمنوں کو میری کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ، رسوتی پر نظر رکھے ہوئے تھے کہ فرہاد اس کے قریب ضرور آئے گا۔ اور جو لوگ یہ جانتے تھے کہ فرہاد ڈاکٹر میکاکس کو دماغی طور پر اپنا معمول بنائے رکھتا ہے تو وہ لوگ میرا تعاقب کر سکتے تھے۔ مجھے کسی کی پروا نہیں تھی۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے افراد آس پاس دور دور تک موجود تھے۔ ساحلی علاقوں میں شہر سے باہر گھوڑوں کا اصطبل ہوتا ہے، وہاں ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنے کے لیے گھوڑے کرائے پر ملتے ہیں۔ میں نے ایک گھوڑا لیا۔ اس پر سوار ہو کر اپنے گائڈ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے لگا منصوبے کے مطابق مجھے بیس میل تک سفر کرنا تھا۔ اس کے بعد ایک ساحلی علاقے میں میرے لیے موٹر بوٹ کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس موٹر بوٹ میں سوار ہو کر جب میں دریائی راستہ اختیار کرتا تو راستے میں میرا میک اپ تبدیل ہوتا جاتا اور میری میکاکس کی حیثیت بدل جاتی۔

ساحلی سڑک کہیں کہیں تو دریا کے ساتھ ساتھ چلتی تھی اور کبھی بل کھاتے ہوئے، مڑے ہوئے دور جنگل میں نکل جاتی تھی۔ اچھی خاصی مسافت کے بعد پھر وہی سڑک دریا کے کنارے کنارے نظر آتی تھی۔

مختصر یہ کہ جب میں جنگل کے درمیان سے گزرنے لگا تو اس گھنے جنگل نے جیسے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ رات تاریک تھی۔ چاروں سمت گھنے درخت تھے تاریکی اور زیادہ گہری ہو گئی تھی اور میں کہہ نہیں سکتا تھا کہ اس اندھیرے میں میرے کتنے دشمن چھپے ہوئے ہیں، ویسے دشمن مجھے چھیڑنا چاہتے تو یہاں تک کا موقع ہی نہ دیتے لیکن چھیڑنے کا ایک موقع آپ ہی آپ پیدا ہو گیا۔

جنگل کے راستے سے گزرنے کے دوران اچانک ہی گھوڑا بدکنے لگا۔ وہ ہنہنانا تھا اور آگے بڑھنے سے کتراتا تھا میں اُسے قابو میں کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ دائیں بائیں بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت مجھے کوئی غیر معمولی سی بات محسوس ہوئی۔ مجھے یوں لگا جیسے اچانک گرم ہوا چل رہی ہو۔ گھوڑا بدکتا ہوا، ایک طرف دوڑتا ہوا ایک درخت کے قریب پہنچا وہاں میں نے اُسے قابو کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اسی وقت قریب سے آواز آئی "جناب، یہاں خطرہ ہے"۔

زبان سے گفتگو کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا "کیا خطرہ؟"

"سر! اس جنگل کے گھنے حصے میں اناکونڈا نامی اژدھا ہے۔ وہ اِدھر نکل آیا ہے"۔

بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ گرم ہوا کیسے چلنے لگی تھی۔ میرے گائڈ نے دو دن پہلے ہی مجھے بتایا تھا کہ اس جنگل کے گھنے حصے میں اناکونڈا نامی ایک اژدھا ہے۔ جس کی لمبائی چھتیس فٹ ہے اور اسی کی مناسبت سے وہ اپنی جسامت بھی رکھتا ہے۔ اُس گائڈ نے کہا تھا جب وہ سانس کھینچتا ہے تو ایک سالم ہرن اس کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ پتا نہیں، یہ قصے کہانیوں والی بات تھی یا حقیقت لیکن اس وقت میں نے محسوس کیا جیسے اچانک ہی میرا گھوڑا بھاگنے لگا ہو۔ میں اُسے قابو میں کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک ہی اس کی پشت سے گر پڑا۔ وہ میری گرفت سے نکلتے ہی تیزی سے بھاگتا ہوا جانے کہاں چلا گیا۔ مجھے گائڈ کرنے والے نے چیخ کر کہا: "آپ فوراً کسی درخت سے لپٹ جائیں"۔

اُس نے مشورہ دینے میں دیر کر دی۔ میں نے محسوس کیا، جیسے میں کھنچا جا رہا ہوں۔ جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، اسی طرح کوئی چیز مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ میں ایک جگہ قدم جمانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں یہ تو دیکھا ہے کہ جب طوفانی ہوا چلتی ہے تو آدمی تنکے کی طرح ایک طرف بہتا چلا جاتا ہے لیکن یہاں معاملہ عجیب تھا۔ جدھر سے ہوا آ رہی تھی میں اُدھر ہی کھنچا جا رہا تھا اور یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ اگر اژدھے کے سانس کھینچنے سے ایک سالم ہرن اس کے منہ تک پہنچ سکتا ہے تو کیا میں بھی اسی طرح کسی اژدھے کا لقمہ بننے جا رہا تھا۔

یہ سراسر خیالی قصہ معلوم ہوتا تھا لیکن جنوبی امریکا میں برازیل کے جنگل میں ایسے اژدھے موجود ہیں۔ میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا تھا، مجھ سے پہلے وہاں کے مقامی باشندوں کے ساتھ بھی ہو چکا تھا۔ اس طرح بھی تصدیق ہوئی کہ اژدھا مسلسل سانس نہیں کھینچتا تھا۔ سانس کھینچنے کے بعد سانس چھوڑتا بھی تھا۔ اس طرح جو کچھ کھنچا جا رہا تھا پھر ذرا دور واپس جا کر گر پڑا۔ جب مجھے موقع ملا تو میں نے ایک طرف دوڑ لگائی تاکہ کسی درخت سے لپٹ جاؤں لیکن اس دوران پھر اُس نے سانس کھینچنا شروع کی، نتیجہ یہ ہوا کہ میں کھنچتا ہوا گیا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اب میرا بچنا ممکن نہیں ہے۔ ذرا دیر بعد ہی مجھے ایسا لگا جیسے میں کسی اژدھے کے منہ میں پہنچ گیا ہوں مگر جہاں پہنچا تھا وہاں بے شمار درختوں کی ٹہنیاں تھیں۔ ایک دوسرے سے اُلجھی ہوئی تھیں، بلکہ وہ درخت نہیں تھا۔ ایسی جھاڑیاں تھیں جو موٹی پتلی، سخت اور نرم قسم کی شاخوں پر مشتمل تھیں، پہلے تو یوں لگا جیسے دشمنوں نے میرے لیے جال بچھا رکھا تھا اور میں ان میں جا کر اُلجھ گیا ہوں۔

اگر دشمنوں نے ایسا کیا تھا تو مجھے اُن کا احسان مند ہونا چاہیے کیوں کہ جو اژدھا مجھ سے کافی فاصلے پر تھا میں اُس کا لقمہ بننے سے رہ گیا تھا۔ جس جال میں اُلجھا ہوا تھا، میں اُلجھ کر رہ گیا تھا۔

پہلے تو بدحواسی میں بات سمجھ میں نہیں آئی پھر میں سمجھ گیا کہ وہ دشمنوں کا پھیلایا ہوا جال نہیں تھا، وہ قدرتی جھاڑیاں تھیں جن میں اُلجھ کر رہ گیا تھا۔ ایسے وقت چاروں طرف سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی ہوا کے جھونکے آئے۔ اژدھا پھنکار رہا تھا۔ پھر اس کے پھنکارنے کا رُخ بدل گیا۔ فائرنگ کی وجہ سے وہ کسی دوسری سمت جا رہا تھا پھر اس کا کیا بنا؟ پتا نہیں چل سکا۔ مجھے اس سے نجات مل گئی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پروا نہ کی لیکن اپنے گائڈ کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا۔ اس لیے کہ اس کا دماغ موت کی تاریکیوں میں ڈوب چکا تھا۔ نتیجہ چاروں طرف سے ہونے والی فائرنگ کی زد میں آ کر وہ بے چارہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا تھا۔

میں نے جھاڑیوں سے نکلنے کی کوشش کی مگر لگ رہا تھا کہ جتنا نکلنے کی کوشش کرتا ہوں، اتنا ہی اُلجھتا جاتا ہوں۔ اچانک مجھے چاقو کا خیال آیا۔ میں نے اپنے لباس کے اندر سے وہ بڑا سا چاقو نکالا پھر اُسے کھول کر اُلجھی ہوئی شاخوں کو کاٹنے لگا۔ ایک طرف سے راستہ بنانے لگا۔ مجھے تھوڑی سی روشنی کی ضرورت تھی تاکہ پتا چل سکے، کدھر سے نکلنا چاہیے۔ لیکن میں ٹارچ روشن نہیں کر سکتا تھا۔ روشنی ہوتے ہی میری طرف فائرنگ شروع ہو جاتی۔

دوبارہ فائرنگ شروع ہو گئی۔ اس کے ساتھ کتنی ہی چیخیں سنائی دیں۔ دشمن ایک دوسرے کو ہلاک کر رہے تھے۔ ان میں یقیناً ہمارے آدمی بھی مارے جا رہے تھے۔ بہرحال میں نے اِس پیچیدہ جھاڑی سے نجات حاصل کر لی۔ جب میں اس جال سے باہر نکلا تو اطمینان کی سانس لی۔ اپنے ہاتھ پاؤں جھاڑنے لگا پتلی شاخیں کہیں گردن سے، کہیں سر سے اور کہیں ٹانگوں سے لپٹی ہوئی تھیں۔ میں ان سے نجات پا کر ذرا آگے بڑھا تو ٹھوکر کھاتے کھاتے بچا۔ کسی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اندھیرے میں اُسے ٹٹول کر دیکھا۔ مجھے ایک ریوالور مل گیا۔ کارتوس کی پیٹی بھی تھی۔ میں نے اندھیرے میں اس ریوالور کے چیمبر کو چیک کیا۔ پھر ایک طرف کو بڑھنے لگا۔

میں کہاں جا رہا تھا یا مجھے کہاں جانا چاہیے، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ایک تو اجنبی راستہ، اس پر گھنا جنگل۔ میں آگے بڑھ رہا تھا یا پیچھے جا رہا تھا، سمت کا کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک ہلکی سی روشنی نظر آئی۔

میں ٹھٹک گیا۔ دور ایک مشعل روشن ہوئی تھی۔ پھر میں نے یکبارگی پلٹ کر دیکھا۔ میرے پیچھے بھی دوسری مشعل روشن ہو گئی۔ پھر تیسری، چوتھی، پانچویں۔ اس طرح میں نے دیکھا کہ میرے چاروں طرف کافی فاصلے پر مشعلیں روشن ہوتی جا رہی تھیں۔ جو بھی مشعلیں ہاتھ میں لیے ہوئے تھے، میں انھیں صاف طور پر نظر آ رہا تھا۔ پھر کسی نے یکبارگی خوشی سے چیخ ماری "مل گیا۔ فرہاد علی تیمور مل گیا"۔

میں نے دوسری طرف گھوم کر دیکھا۔ بہت دور باس بورنیا کھڑا ہوا تھا مگر وہ اسی شیطانی زبان میں بول رہا تھا "اے شیطانِ ملعون، تیرا شکریہ، تو نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ تو نے فرہاد کے جسم میں ایک دُم کا اضافہ کر دیا"۔

میں نے بوکھلا کر اپنے آس پاس دیکھا مگر پیچھے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس لیے اپنا ہاتھ اُدھر بڑھایا۔ پتا چلا واقعی میرے پیچھے دُم نکل آئی ہے۔

لاحول ولا قوۃ۔ شیطان کی کیا مجال ہے کہ وہ خدا کی بنائی ہوئی مخلوق میں ایک معمولی سا اضافہ بھی کر دے۔ بھلا میری دُم کیسے نکل سکتی تھی۔ وہ تو میں جن جھاڑیوں میں پھنسا ہوا تھا اُن کی ایک پتلی سی شاخ میری پتلون کی بیلٹ میں پھنس گئی تھی اور وہ اس طرح گھوم کر لٹک رہی تھی جیسے دُم نکل آئی ہو۔

باس بورنیا خوشی سے اُچھل اُچھل کر ناچ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "فرہاد علی تیمور، میں نے تمھیں پہچان لیا ہے۔ تم ہزار میک اپ میں رہو، مجھ سے چھپ نہیں سکو گے۔ تمھاری دُم نکل آئی ہے۔ تم فرہاد ہو"۔

میں نے اس دُم کو کھینچ کر اپنے جسم سے الگ کرتے ہوئے

اُس کی طرف اچھال دیا پھر کہا: "شیطان کے بچے، یہ دُم نہیں، جھاڑی کی ایک شاخ ہے، میں فرہاد نہیں ہوں۔ یہ کس نے کہہ دیا کہ انسان کی بھی دُم نکل آتی ہے؟"

"میرے شیطان نے کہا ہے اور اُس نے جو پہچان بتائی تھی اُس کے مطابق میں نے پہچان لیا ہے۔ دُم چاہے سچ مچ کی ہو یا عارضی مگر اس کے ذریعے تمھاری شناخت ہوگئی ہے۔ تم فرہاد علی تیمور ہو۔"

اس کے مشعل بردار چیلے اب رقص کرنے لگے تھے۔ اُسی اجنبی زبان میں گیت گانے لگے تھے۔ میں نے کہا: "میں فرہاد نہیں ہوں۔ البتہ فرہاد میرے دماغ میں آتا رہتا ہے اور وہ تمھارے ایک آدمی کے دماغ میں بھی پہنچا ہوا ہے۔ تم جو کچھ اجنبی زبان میں بولتے ہو وہ فرہاد اس کے دماغ میں رومن انگریزی میں اس کا ترجمہ سمجھ لیتا ہے۔ اس طرح وہ میرے دماغ میں تمھاری باتوں کا جواب دیتا بار بار ہے۔ اِس وقت بھی فرہاد تم سے کہہ رہا ہے۔ ڈاکٹر میکاکس کا پیچھا چھوڑ دو۔ ورنہ تم میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔"

باس بورنیا نے کہا: "اگر تم سیدھی طرح ہمارے قابو میں نہیں آؤ گے تو ہم تمھیں گولی مار دیں گے۔"

میں نے کہا: "تم ڈاکٹر میکاکس کے جسم کو گولی مار سکتے ہو مگر فرہاد پھر بھی زندہ رہے گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے آس پاس ذرا فاصلے پر کھڑے ہوئے مشعل بردار پر تڑاتڑ گولیاں چلائیں۔ پھر اُچھل کر ایک طرف زمین پر گرتا ہوا لڑھکتا ہوا درخت کی آڑ میں پہنچ گیا۔ وہ مشعل بردار گولی کھا کر اس طرح گرا تھا کہ گرتے ہی مشعل بجھ گئی۔ اس لیے مجھے وہاں چھپنے کا موقع مل گیا۔ وہیں سے میں نے رینگنا شروع کیا پھر اچانک اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ کیوں کہ زمین پر قریب ہی سرسراہٹ سی سنائی دی تھی۔ میں نے چھلانگ لگائی تاکہ کوئی سانپ نہ ہو۔ وہاں میرے دشمن انسان بھی تھے اور حیوان بھی۔ میرے اچھلتے ہی کسی نے فائر کیا۔ میں بال بال بچا۔ پھر دوڑتا ہوا دوسرے درخت کے پاس پہنچا۔ اس دوران میں نے فائرنگ کی۔ دو چیخیں سنائی دیں لیکن چیمبر خالی ہوگیا۔ میں نے درخت کی آڑ میں کھڑے ہو کر پھر چیمبر کو پُر کیا۔ اس وقت تک بورنیا کے آدمیوں نے تمام مشعلیں بجھا دی تھیں۔ اب ہم سب تاریکی میں تھے۔ میرے فائر نہ کرنے کے باوجود فائرنگ ہو رہی تھی اور مرنے والوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ یقیناً باس بورنیا اور اس کے آدمیوں کے علاوہ دوسرے دشمن بھی تھے۔ انھوں نے بورنیا کی زبان سے میرے متعلق سنا ہوگا اگرچہ وہ احمقانہ باتیں کر رہا تھا کہ دُم کے اضافے سے فرہاد پہچانا جاسکتا ہے۔ کوئی اس پر یقین نہ کرتا اور میں شک و شبہ سے بالاتر رہتا۔

جنگل میں منگل ہو رہا تھا۔ مسلسل فائرنگ کے سبب شب برات کا سماں تھا۔ فائرنگ تھوڑی دیر کے لیے رُک جاتی تب بھی آواز جنگل میں دُور تک گونجتی رہتی تھی۔ میں اس تاریکی میں یکے بعد دیگرے کئی دشمنوں سے ٹکراتا رہا۔ فائرنگ کا موقع ملا تو فائرنگ کی ورنہ ہاتھا پائی ہوتی رہی۔ کچھ میں زخمی ہوا۔ کچھ دوسروں کو زخموں پر کراہنے کے قابل بھی نہ چھوڑا۔

سمجھ میں نہیں آرہا تھا، یہ سلسلہ کب تک چلے گا۔ ویسے میں ایک ہی سمت بھاگتا جاتا تھا۔ پناہ لیتا جاتا تھا۔ دشمنوں سے ٹکراتا تھا۔ پھر وہی سمت اختیار کرتا تھا تاکہ میں کسی ایک جگہ پہنچ سکوں۔ آخر ایک گھنٹے کی جدوجہد کے بعد میں اس راستے پر آگیا جو مجھے واپس اُسی شہر میں لے جا رہا تھا جہاں میں جوزا کو چھوڑ کر آیا تھا۔

میرا تعاقب کرنے والے سائے کی طرح پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اس دوران کئی بار کئی افراد نے بورنیا کو للکار کر کہا تھا: "مسٹر بورنیا! ڈاکٹر میکاکس کا پیچھا چھوڑ دو۔ ورنہ تمھارے تمام آدمی مارے جائیں گے۔"

بورنیا نے جواباً للکارتے ہوئے کہا تھا: "میں جان دے دوں گا مگر ڈاکٹر میکاکس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ جسے تم ڈاکٹر سمجھ رہے ہو وہ فرہاد ہے۔"

وہ تاریکی میں ایک دوسرے کو للکارتے بھی جاتے تھے۔ فائرنگ بھی کرتے تھے۔ اس طرح ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے ہم اسی شہر میں پہنچ گئے۔ سب سے پہلے میں پہنچا۔ کئی جگہ زخم آئے تھے۔ مجھے کچھ لوگوں نے حیرانی سے دیکھا۔ سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس شہر میں جتنے دشمن تھے اتنے ہی دوست بھی تھے لیکن میرے پیچھے ہی پیچھے بورنیا پہنچتا چلا آتا پہنچ گیا: "یہ فرہاد ہے۔ یہ فرہاد علی تیمور ہے کسی کو میری بات کا یقین نہ ہو تو اسے ڈاکٹر میکاکس سمجھ کر اِس میرے حوالے کر دیا جائے۔ اگر میرا مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو میں اس پورے شہر کو آگ لگا دوں گا۔ یہاں سے کوئی زندہ بچ کر نہیں جا سکے گا۔"

میں شہر کے ایک چوراہے پر کھڑا ہوگیا تھا۔ وہ کھلی جگہ تھی چاروں طرف سے دوستوں اور دشمنوں کا مجمع لگ رہا تھا۔ دشمن جانتے تھے فرہاد میکاکس کے دماغ میں آتا ہے۔ میں فرہاد نہیں ہوں اور بورنیا ان کی سوچ اور سمجھ کے خلاف دعویٰ کر رہا تھا اور میرے مطالبہ کرتا جا رہا تھا۔

ایسے ہی وقت جوزا دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی۔ آنے والے انداز میں بچکانہ پن تھا۔ وہ ننھی سی بچی کی طرح رسونتی کے لب و لہجے میں بولتی آرہی تھی: "میکاکس! یہ کیا ہو رہا ہے۔ اتنے لوگ کیوں جمع ہوگئے ہیں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے۔ پھر وہ میرے قریب آکر ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ چونک کر بولی: "ارے تم تو زخمی ہوگئے ہو۔ کتنا خون بہہ رہا ہے۔ ڈاکٹر کو بلاؤں؟"

وہ بڑی خوب صورتی سے ننھی رسونتی کا رول ادا کر رہی تھی۔ باس بورنیا ایک گھوڑے کی پشت پر سوار تھا۔ وہ چوراہے کے چاروں طرف گھومتے ہوئے، لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا: "میں شیطان کا پجاری ہوں۔ تم سب جانتے ہو، میں کالا علم جانتا ہوں۔ میرا علم کہتا ہے، یہ فرہاد ہے۔ شیطان نے پیشگوئی کی تھی کہ یہ مجھے فلاں جگہ، فلاں وقت اور فلاں دن ملے گا اور اس کے پیچھے دُم لگی ہوگی۔ دُم عارضی سہی لیکن اس کی شناخت ہو چکی ہے۔"

وہ کمبخت سچ کہہ رہا تھا۔ میں فرہاد ہوں لیکن اس کے شناخت کرنے کا انداز بڑا ہی مضحکہ خیز تھا۔ ویسے شیطان نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور کو ایک جال میں پھانس رہا ہے اور فرہاد اُس میں پھنستا چلا آرہا ہے۔ ٹھیک چالیسویں دن وہ ہزار پردوں میں چھپے رہنے کے باوجود ظاہر ہو جائے گا۔

لیکن میرے ظاہر ہونے کا کوئی چانس نہیں رہا تھا ایک رسونتی تھی جس کے ماں بننے کے آثار پیدا ہوئے تھے اگر یہ بات کھل جاتی تو یقیناً ثابت ہو جاتا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں لیکن رسونتی یہاں سے جا چکی تھی۔

باس بورنیا جو دعویٰ کر رہا تھا اُسے کوئی تسلیم نہیں کر سکتا تھا لیکن شیطان پھر شیطان ہوتا ہے۔ میں نے اور شیبا نے باس بورنیا کے روبرو جس شیطان کو دھوئیں کی صورت میں دیکھا تھا اُس کمبخت کی پیشگوئی کسی نہ کسی طرح پوری ہونے لگی۔ اچانک ہی بازی پلٹ گئی جو ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے، وہ ہمارے سامنے پیش آنے لگا۔ اچانک میں نے دیکھا، جوزا کی طبیعت بگڑ گئی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کے لیے دوسری طرف رُخ بدل لیا۔ اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی مگر سنبھال نہ سکی۔ ایک دم سے دوزانو ہوگئی۔ پھر جھک گئی اور اُسے متلی ہونے لگی۔

پہلے تو لوگوں کی سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ سوالیہ نظروں سے جوزا کو دیکھتے رہے۔ پھر ایک بک بورنیا نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "دیکھو! آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو۔ یہ اس کی بیوی رسونتی ہے اور یہ رسونتی اپنے شوہر کی موجودگی کا ثبوت پیش کر رہی ہے۔ یقین نہ ہو تو کسی بھی لیڈی ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

لیڈی ڈاکٹر زیادہ دور نہیں تھی۔ اسی ڈاکٹر ماریا کو بلایا گیا۔ اس نے چوراہے پر پہنچ کر دُور ہی سے جوزا کو یا دوسرے لفظوں میں ڈمی رسونتی کو دیکھتے ہوئے کہا: "یہ تو ماں بننے والی ہے۔ میں پہلے ہی ڈاکٹر میکاکس کو بتا چکی ہوں۔"

میں چکرا کر رہ گیا تھا۔ رسونتی کو تو ہم نے غائب کر دیا تھا تاکہ پول نہ کھلے مگر یہ کمبخت جوزا رسونتی کا رول ادا کرنے سے پہلے جانے کہاں سے گل کھلا کر آئی تھی کہ اب دنیا کے سامنے گل کھل رہا تھا۔ میرا پول کھل رہا تھا۔ میں انکار نہیں کر سکتا تھا کہ فرہاد نہیں ہوں۔ اگر انکار کرتا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ رسونتی سے ڈاکٹر میکاکس کے ناجائز تعلقات تھے لیکن تمام دشمن یہ ماننے کے لیے تیار نہ ہوتے کیونکہ ڈاکٹر میکاکس کے دماغ میں فرہاد آتا رہتا تھا۔ وہ کبھی ناجائز تعلقات کا موقع ہی نہ دیتا لہٰذا جو ڈاکٹر میکاکس نظر آرہا ہے وہی فرہاد علی تیمور ہے۔

میں پھنس گیا۔ بُری طرح پھنس گیا۔ اگرچہ وہاں میرے مددگار تھے مگر مٹھی بھر جاں باز تھے۔ دشمنوں کی تعداد زیادہ تھی اور دشمن ایک گروہ سے تعلق رکھنے والے نہیں تھے۔ وہاں ماسک مین کے آدمی تھے، وہاں ماسٹر کی کے جاں نثار تھے۔ وہاں صرف اس شہر میں نہیں بلکہ پورے ملک میں پُراسرار باس حکمران تھا اور اس سے بچ نکلنا ممکن نہ تھا۔ پھر میں نے دیکھا ایک طرف سے قد آور دی کلپر کتے کی طرح جھونکتا ہوا میرے قریب تھوڑے سے فاصلے پر آکر کھڑا ہوگیا۔ پھر میں نے دوسری طرف گھوم کر دیکھا، قد آور سلیمان جوگو ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا آرہا تھا۔

میں نے ہیلی کاپٹروں کی آواز سُنی۔ سر اٹھا کر دیکھا آسمان پر چار ہیلی کاپٹر پرواز کر رہے تھے اور پُراسرار شخص کا ایک آدمی میرے سامنے پہنچ کر کہہ رہا تھا: "فرہاد علی تیمور، تم چاروں طرف سے نرغے میں ہو۔ تمھارے پاؤں تلے زمین سخت ہے۔ بھاگنا چاہو گے تو گرداور پُرخطر دیوانے ایمیزن ہے۔ تمھیں بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔ اوپر دیکھو، ہمارے ہیلی کاپٹر پرواز کر رہے ہیں، فرار

لاکھوں قارئین کے دلوں کی دھڑکن
محی الدین نواب
کی ۱۰ سلگتی ہوئی کہانیوں کا مجموعہ
ایمان کا سفر
منگوانے کا پتہ
مکتبہ نفیس
پوسٹ بکس نمبر ۹۴۲۰ کراچی
قیمت ۸۰ روپے
شائع ہو چکا ہے!
قریبی بکسٹال سے طلب کریں یا براہِ راست منگوائیں

کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ اگر تمہارے حمایتی یہاں موجود ہیں تو ان سے کہو کہ گولیاں چلائیں۔ اپنی حسرتیں پوری کریں یا پھر ہتھیار ڈال دیں۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ ایک طویل مدت کے بعد میں سچ مچ دشمنوں کے نرغے میں آگیا تھا۔ آج تک دشمنوں نے جب بھی فرہاد کو گرفت میں لیا تو وہ ڈمی فرہاد ثابت ہوا لیکن اب وہ ڈمی ثابت نہیں ہو سکے گا۔

سلیمان جوگو نے کہا۔ "فرہاد علی تیمور، مجھے افسوس ہے، میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔ میں نے جس پارٹی سے سودا کیا ہے وہاں تک تمہیں زندہ لے جانے کی کوشش کروں گا۔ اگر ناکام ہونے کی نوبت آئی تو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

چاروں طرف مجمع لگا ہوا تھا۔ ایک عمارت کی کھڑکی سے ایک شخص نے چیختے ہوئے کہا۔ "میں ماسٹر کی کا وفادار ہوں۔ میں نے وعدہ کیا تھا، فرہاد علی تیمور جب بھی نظر آئے گا اور جب بھی مجھے اس کی موجودگی کا ثبوت ملے گا، میں پہلی فرصت میں اُسے گولی مار دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اُس نے تڑاتڑ گولیاں چلائیں۔ میں اُچھل کر ایک طرف گرا۔ مجھے ایک گولی لگی۔ میں لڑھکتا ہوا دوسری طرف گیا۔ دوسری طرف سے بھی کئی آوازیں آئیں۔ "یہ ہمیشہ زندہ بچ کر نکل جاتا ہے یا بعد میں پتا چلتا ہے کہ ہم اس کی ڈمی سے دھوکا کھاتے رہے۔ آج یہ ڈمی ہو یا حقیقت، اسے یہیں ختم ہو جانا چاہیے۔ پھر تڑاتڑ گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی۔ میں اب کہیں جا نہیں سکتا تھا۔ کسی کی پناہ نہیں لے سکتا تھا کیونکہ کھلے چوراہے پر تھا۔ پھر مجھے گولیاں لگیں۔ بس یوں لگ رہا تھا جیسے ہاتھوں میں، پاؤں میں اور جسم کے نہ جانے کتنے حصوں میں انگارے دہک رہے ہیں۔

اُدھر آپس میں گولیاں چل رہی تھیں۔ کچھ لوگ جو اس بات کے مخالف تھے کہ فرہاد کو مارنا نہیں چاہیے، وہ مجھے زندہ رکھنے کے لیے گولیاں چلانے والوں پر گولیاں چلا رہے تھے مگر میرا وقت پورا ہو چکا تھا۔ میں نے ایک ذرا سر اٹھا کر چاروں طرف دیکھا۔ ہر طرف دھند چھائی ہوئی تھی۔ لوگ مجھے صاف طور پر نظر نہیں آرہے تھے۔ میری آنکھوں کی روشنی ڈوب رہی تھی۔ میں سر سے پاؤں تک لہو میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر میں چکرا گیا۔ چکرا کر اگر گرتے ہوئے لڑھکتے ہوئے جانے کہاں پہنچ کر تھم گیا۔ شاید وہ زندگی کا آخری سرا تھا۔ اس کے بعد میرے لڑھکنے یا ذرا بھی حرکت کرنے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ دماغ جو ٹیلی پیتھی کا سرچشمہ تھا، وہ تاریکیوں میں ڈوب گیا۔

اور تب پتا چلا کہ موت کیسے آتی ہے۔ شاید میں مر چکا تھا۔

ہمارے سامنے کوئی مرتا ہے تو ہم کہتے ہیں، ایک آدمی کے مرنے سے دنیا نہیں مر جاتی لیکن جب ہم مرتے ہیں تو ہمارے لیے دنیا مر جاتی ہے۔ آنکھ بند کرنے سے سامنے کا پہاڑ بھی اوجھل ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیں تو اس دنیا کی کتاب بھی ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتی ہے۔

یہ میرے لیے ایک نیا تجربہ تھا۔ میں دنیا کے لیے مر چکا تھا اور دنیا میرے لیے مر چکی تھی۔ آیئے، میری موت کے بعد دنیا میں کیا ہو رہا ہے، وہ مجھ سے سنیے۔

کہتے ہیں، جب میں گولیوں سے چھلنی ہو رہا تھا، اس وقت اچانک بادل گرجنے لگے تھے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی تھی۔ میں ایسی دھواں دھار بارش میں گولیوں سے چھلنی ہو رہا تھا۔ حالانکہ کسی نے میرے جسم میں لگنے والی گولیوں کا حساب نہیں کیا ہوگا۔ ایک گولی لگی تھی یا کئی لیکن میں سر سے پاؤں تک لہو میں ڈوب رہا تھا۔ اس طرح میرے چھلنی ہونے کا اندازہ کیا گیا تھا۔

میں اپنے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ وہ دیکھنے کے قابل تماشا تھا۔ سب کے سب میری طرف دوڑ پڑے تھے۔ کیا دوست، کیا دشمن۔ سب کے سب میرے پاس سب سے پہلے پہنچنا چاہتے تھے اور مجھے کاندھے پر لاد کر وہاں سے دوڑتے ہوئے اپنے گروہ میں پہنچ جانا چاہتے تھے۔

عجب ہنگامہ آرائی تھی۔ جب مجھ پر اتنی گولیاں برسائی گئی تھیں۔ جب مجھے مار ڈالا گیا تھا تو پھر وہ میری لاش کو حاصل کرنا کیوں چاہتے تھے؟ دشمن تھے، میری لاش کو بے گور و کفن چھوڑ دیتے۔ یہی سزا دیتے کہ وہاں کے جنگلی جانور، کیڑے مکوڑے اور سانپ بچھو قبر میں پہنچنے سے پہلے مجھے اپنی خوراک بنا لیتے۔

لیکن نہیں، میرے تمام دشمن دودھ کے جلے تھے پھاپھ کو پھونک کر دیکھنا چاہتے تھے کہ یہ شخص مرا بھی ہے یا نہیں اور اگر زندہ ہے تو انھوں نے واقعی فرہاد کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے یا فرہاد کے دھوکے میں ہمیشہ کی طرح کسی ڈمی کا خانہ خراب کیا ہے۔

میں پہلے بتا چکا ہوں، اس ملک پر وہ پُراسرار شخص حکمران تھا۔ وہاں اس کے آدمیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان کے پاس اسلحے کی کمی نہیں تھی۔ پھر آہنی شکنجی اور فضائی راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی۔ ان کے ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کر رہے تھے۔ وارننگ دے رہے تھے کہ فرہاد کی لاش کو وہیں چھوڑ کر سب چلے جائیں، حکومت کی طرف سے یہ حکم جاری کیا گیا ہے کہ ایک گھنٹے کے اندر تمام مقامی مسافر اور بیرونی ممالک سے آنے والے سیاح اس بستی کو خالی کر دیں۔ وہاں سے ان کی روانگی کے انتظامات کر دیے گئے ہیں۔ شہر کے ہر موڑ پر اور شہر سے باہر بے شمار گاڑیاں انھیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لیے موجود ہیں۔ اگر کسی نے حکم کی تعمیل نہیں کی اور وہ اس بستی میں پایا گیا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔

بالفاظِ دیگر وہ اس بستی میں مارشل لا نافذ کر رہے تھے۔ پہلے تین یا چار ہیلی کاپٹر پرواز کر رہے تھے اب ان کی تعداد اتنی زیادہ ہو گئی تھی جیسے شہر کی فضا میں مکھیاں اڑ رہی ہوں۔ ان ہیلی کاپٹروں سے فوج اتاری جا رہی تھی۔

شیخ الفارس صاحب کو وہاں کے متعلق پل پل کی خبر مل رہی تھی۔ انہوں نے کہا۔ "پہلے شبہ تھا، اب فوج کے وہاں آنے سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ پُراسرار شخص سپر ماسٹر ہے۔"

یہ بہت زیادہ حیرت انگیز انکشاف نہیں تھا۔ جو چال میں بار بار چلتا رہا تھا، وہی سپر ماسٹر بھی چل رہا تھا۔ یعنی میں نے بار بار فرہاد کی ڈمی پیش کی۔ اسی طرح وہ سپر ماسٹر جس کے دماغ میں میں پہنچ سکتا تھا، وہ بیشک اپنے فرائض انجام دے رہا تھا صرف میرے معاملے سے وہ دستبردار ہو گیا تھا۔ مجھ سے باقاعدہ نمٹنے کے لیے ایک الگ سپر ماسٹر کا عہدہ قائم کیا گیا ہوگا۔ وہ خود کو اس قدر راز میں رکھتا تھا کہ بظاہر کام کرنے والا سپر ماسٹر بھی اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہوگا۔ اگر جانتا تو میں اس کے دماغ سے بہت پہلے ہی اس پُراسرار شخص کو ڈھونڈ نکالتا۔

میں دنیا کی خطرناک ترین تنظیموں سے ٹکراتا رہا تھا۔ یہ تنظیمیں ہر ملک میں اپنے مفاد کی خاطر ہنگامہ کرتی رہتی ہیں لیکن جہاں فوج آجائے وہاں وہ مصلحتاً پسپا ہو جاتی ہیں۔ ان تمام تنظیموں کے افراد وقتی طور پر روپوش ہو جاتے ہیں۔ میرے معاملے میں بھی یہی ہوا۔ جب ہیلی کاپٹر جا بجا مکھیوں کی طرح اڑنے لگے اور وارننگ دی جانے لگی تو ماسک مین، ماسٹر کی اور دوسرے انجانے دشمنوں نے اسی میں بہتری سمجھی کہ وہاں سے چلے جائیں۔

ایک گھنٹے بعد جو بھی نظر آتا، وہ گولیوں سے چھلنی کر دیا جاتا یا پھر ان کے متعلق تحقیقات ہوتی۔ پتا چل جاتا کہ وہ لوگ کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔

بہرحال فوج کے آنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ میدان صاف ہو گیا۔ اس کے بعد میرے ساتھ کیا ہوا، یہ جناب شیخ الفارس کو معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ ان کے بھی تمام افراد اس شہر سے چلے گئے تھے۔

صرف ڈمی رمونتی رہ گئی تھی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر شیبا میرے متعلق معلوم کر سکتی تھی۔ مشکل یہ تھی کہ وہ شہر خالی کرنے کے بعد سب کے سب سفر کر رہے تھے۔ کوئی بس میں تھا، کوئی اپنی گاڑی میں تھا۔ رمونتی بھی ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ شیبا اس کے دماغ میں موجود تھی۔ جناب شیخ الفارس نے کہا۔ "بیٹی، کسی طرح معلوم کرو، فرہاد کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ..... گولیاں لگنے کے بعد وہ کس عالم میں ہے۔"

جب شیبا کو پتا چلا کہ مجھے گولیوں سے چھلنی کیا گیا ہے اور میرے متعلق تقریباً یقین کیا جانے لگا ہے کہ میں مر چکا ہوں تو وہ ایک دم سے تڑپ گئی۔ کہنے لگی۔ "میں رمونتی کو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔"

انھوں نے کہا۔ "پہلے رمونتی کو ٹیلی پیتھی کی نیند سلاؤ تاکہ وہ پچھتاوا ظاہر نہ کرے۔ اس کے بعد فرہاد کی خبر لو۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ رمونتی کو تھپک تھپک کر ٹیلی پیتھی کی نیند سلایا، اس کے بعد خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے میرے دماغ میں پہنچ گئی۔

میرے دماغ میں پہنچنے کا مطلب یہ تھا کہ میں زندہ ہوں لیکن وہ پریشان تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیسے زندہ ہوں۔ میرے اندر زندگی کی جو ہلکی سی رمق پائی جا رہی تھی، وہ میری زندگی کا ثبوت تھی بھی یا نہیں؟

جناب شیخ الفارس صاحب نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ گھبرا کر بولی۔ "مجھے دماغ میں جگہ مل رہی ہے لیکن اس کی زندگی کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ اس کی سوچ ایسی ہے کہ پڑھی نہیں جاتی، بس اتنی گنجائش ہے کہ میری سوچ کو جگہ مل رہی ہے۔ جناب! وہ ڈوب رہا ہے۔ خدا کے لیے کسی طرح بچایئے۔"

"بیٹی، حوصلہ رکھو، کسی طرح اس کے دماغ میں رہ کر آس پاس کی آوازیں سنو۔ کسی کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچو۔ ان کے ذریعے معلوم ہوگا کہ فرہاد ابھی کہاں ہے یا اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟"

وہ پھر میرے دماغ میں آئی۔ آہستہ آہستہ مجھے آوازیں دینے لگی۔ "فرہاد! اٹھو فرہاد! دیکھو، میں شیبا ہوں۔ تمہارے پاس آئی ہوں۔ ایک بار صرف ہوں کہہ دو۔ مجھے یقین ہو جائے گا کہ تم زندہ ہو اور ہمارے لیے زندہ رہو گے۔"

وہ بولتی رہی، میرے دماغ کے خلا میں اس کی سوچ گونجتی رہی۔ جواباً میری سوچ کا سراغ نہ مل سکا۔ اُسے ایسا لگ رہا تھا جیسے چراغ کی لَو بجھ گئی ہے۔ بس آخری چنگاری نما ہلکی

سی آگ رہ گئی ہے۔ اس کے بعد وہ آگ بھی بجھ جائے گی اور زندگی دھواں ہو جائے گی۔

وہ یک بیک دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگی "نہیں نہیں، تم نہیں مر سکتے فرہاد، تم نہیں مر سکتے۔"

اس کے رونے کا انداز ایسا تھا کہ جناب شیخ الفارس بھی گم صم رہ گئے تھے۔ میرے متعلق بابا صاحب کے ادارے میں خبر پھیل گئی تھی کہ میں دشمنوں کے نرغے میں آگیا ہوں اور مجھ پر گولیاں برسائی جا رہی ہیں۔ اس لیے وہاں کے معزز افراد، طلبا و طالبات اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے انجینئر، ڈاکٹر وغیرہ سبھی شیبا کے پاس آکر جمع ہو گئے تھے۔ اس نے اچانک رونا شروع کیا تو سب سکتے میں رہ گئے۔ ان کے سر جھک گئے۔ ان کی سمجھ میں یہی آیا کہ میں دنیا سے اٹھ چکا ہوں۔

شیبا روتے روتے یک بیک تڑپ کر کھڑی ہو گئی۔ "میں جاؤں گی۔ میں فرہاد کے پاس جاؤں گی۔ خدا کے لیے مجھے وہاں پہنچا دو۔ اسے بچانے کی کوشش کرو۔ کسی طرح اسے بچانے کی کوشش کرو۔"

اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہی سب نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر وہاں کے بزرگ افراد اس سے کہنے لگے۔ "بیٹی، اگر تم نے حوصلہ ہار دیا تو پھر ہم فرہاد کے متعلق کچھ نہیں معلوم کر سکیں گے۔ تم ہی ایک ذریعہ رہ گئی ہو۔"

وہ روتے ہوئے بولی "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے، میں کیا کروں؟"

اسے مشورہ دیا گیا "تم بار بار فرہاد کے دماغ میں جاؤ۔ ہمیں ہر لمحہ اس کی خیریت معلوم ہونا چاہیے۔"

دوسرے نے مشورہ دیا "تم اس کے دماغ میں رہو گی تو اس کے ذریعے کسی کی آواز سن سکو گی۔"

شیبا نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میں بیان نہیں کر سکتی کہ اس کا دماغ کس حد تک مکدور ہو چکا ہے۔ بلکہ وہ دماغ نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہ باہر کی آواز نہیں سن سکتا۔ سننا تو دور کی بات ہے۔ وہ نہ زندگی کی حرارت محسوس کر رہا ہے اور نہ ہی موت کی ٹھنڈک کا احساس ہے۔ وہ ہر احساس اور ہر جذبے سے عاری ہو چکا ہے۔ میں کیسے بتاؤں کہ میں اس کے دماغ میں جا کر کیا محسوس کر رہی ہوں۔ وہ میری ٹیلی پیتھی کے سامنے ہے مگر دنیا والوں کے لیے نہیں رہا۔"

جناب شیخ الفارس نے کہا "تمھاری باتوں سے پتا چلتا ہے کہ اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔ بروقت اسے یہ امداد مل جائے تو وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے گا۔"

شیبا نے جلدی سے ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "میں یہی کہنا چاہتی تھی مگر مجھے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ میں الجھ گئی ہوں۔ میں آنکھ بند کرتی ہوں، آنکھ کھولتی ہوں تو میرے سامنے فرہاد ہی فرہاد نظر آرہا ہے۔ مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

جناب شیخ الفارس صاحب نے اپنے سر کو تھام کر کہا۔ "اوہ خدایا، زندگی میں پہلی بار میں صبر کا دامن چھوڑ کر بدحواسی میں مبتلا ہو گیا۔ سچ کہتے ہیں، جوان حالات میں عقل سے کام نہیں لیتا، صرف جذبات میں گھر جاتا ہے، وہ کوئی کام کی بات نہیں سوچ سکتا۔"

سب انھیں سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے کہا "ہم فرہاد سے جذباتی طور پر اس حد تک وابستہ ہو گئے ہیں کہ عقل سے کام لینا بھول گئے۔ ہم نے ڈمی رسونتی کو بھلا دیا ہے۔ پلیز شیبا، فوراً اس ڈمی کے دماغ میں پہنچو۔ وہ یقیناً فرہاد کے پاس ہو گی۔ اس کے ذریعے ہمیں بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔"

وہ پلک جھپکتے ہی جوزار ولف عرف ڈمی رسونتی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ پتا چلا "مجھے ایک اسٹریچر پر ڈال کر ہیلی کاپٹر کے ذریعے کہیں لے جایا جا رہا ہے۔ جوزا میرے سر پر اپنے بیٹھی رو رہی تھی۔ ایک ننھی سی بچی کی طرح بار بار پوچھ رہی تھی "کیا ہو گیا میرے میکاکس کو؟ یہ بولتا کیوں نہیں ہے؟ اگر نہیں بولے گا تو میں روتی رہوں گی۔ میں کچھ نہیں کھاؤں گی، غصہ آئے گا تو جہاز سے چھلانگ لگا دوں گی۔"

وہ پھر رونے لگی تھی۔ شیبا نے جناب شیخ الفارس کو بتایا کہ جوزا کس طرح ابھی تک ننھی سی رسونتی بنی ہوئی ہے۔ کیا اسے اپنی اصلیت ظاہر نہیں کرنا چاہیے؟

انھوں نے کہا "اسے فی الحال بچی بن کر رہنے دو۔ وہ بہت چالاک عورت ہے۔ ہمارے آدمیوں نے سوچ سمجھ کر اسے ڈمی رسونتی بنایا ہے۔ وہ سمجھ رہی ہے کہ جب تک رسونتی بنی رہے گی، اس وقت تک ہمارے آدمی اصلی رسونتی کو بہت دور لے جا چکے ہوں گے۔ دوسرے دن اصل رسونتی، جوزا ولف کے روپ میں طیارے میں سوار ہو گی اور وہاں سے لندن کے لیے پرواز کرے گی۔ اس کے بعد ڈمی رسونتی کو اپنی اصلیت ظاہر کرنا چاہیے۔"

یہ بات شیبا کی سمجھ میں آگئی۔ اگر جوزا نے ابھی اصلیت ظاہر کی تو اصل رسونتی کے لیے خطرہ ہے۔ وہ پھر ڈمی رسونتی کے دماغ میں پہنچی۔ پتا چلا، پچھلی سیٹ پر چارلٹن بیٹھا ہوا ہے۔ شیبا نے فوراً ہی اس کے دماغ میں چھلانگ لگا دی۔ اس کے ذریعے دیکھا، اس وقت ایک ڈاکٹر، فرہاد کا معائنہ کر رہا تھا۔ شیبا نے خود کو چارلی کے دماغ میں ظاہر نہیں کیا۔ چپ چاپ اس کی سوچ پڑھتی رہی۔ پتا چلا، فرہاد کو شہر میناؤس کے ایک بہت بڑے اسپتال میں پہنچایا جا رہا ہے۔

کچھ تفصیل معلومات حاصل کرنے کے بعد شیبا نے جناب شیخ الفارس سے کہا "فرہاد کو شہر میناؤس کے ملٹری اسپتال میں پہنچایا جا رہا ہے۔ اس کے پہنچنے سے پہلے ہی شہر میں جیسے مارشل لا نافذ کر دیا گیا ہے۔ ہر طرف فوج گشت کر رہی ہے۔ جس اسپتال میں اسے پہنچایا جانے والا ہے وہاں چاروں طرف سخت پہرہ ہے۔ اسپتال کے تمام عملے کو چھٹی دے دی گئی ہے۔ وہاں صرف قابلِ اعتماد چند نرسوں اور ڈاکٹروں کی تقرری کی گئی ہے۔"

انھوں نے کہا "شیبا، اسی طرح تجربات حاصل کیے جاتے ہیں۔ جوزا سے حاضر دماغی سیکھو۔ اگر وہ ذرا بھی بدحواس ہو جاتی اور خود کو ظاہر کر دیتی تو اسے فرہاد سے الگ کر دیا جاتا۔ ابھی دونوں کو میاں بیوی سمجھا جا رہا ہے۔ اس لیے ایک دوسرے کے قریب چھوڑ دیا گیا ہے۔ چونکہ فرہاد خیال خوانی کے قابل نہیں رہا اس لیے انھیں اندیشہ نہیں ہے کہ رسونتی کے دماغ میں کوئی آئے گا اور نئی چالیں چلے گا۔ اب دماغ میں آنے والی صرف ایک مادام پیوٹر رہ گئی ہے جو اُن کی دانست میں ان کی دوست ہے۔"

شیبا نے ان سے پوچھا "کیا مجھے مادام پیوٹر کا رول ادا کرنا چاہیے؟"

"یہی تو وقت ہے۔ میں ابھی جو ہدایات دے رہا ہوں، تم اسی کے مطابق چارلی سے رابطہ قائم کرو۔"

وہ تھوڑی دیر تک ان کی ہدایات سنتی رہی۔ پھر چارلی کے دماغ میں پہنچ کر بولی "ہیلو چارلی، میں مادام بول رہی ہوں۔"

وہ سنبھل کر سیدھا بیٹھ گیا۔ شیبا نے کہا "میں بہت دیر سے تمھارے دماغ میں چپ چاپ تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ ہنگاموں کے دوران تم نے کسی سے بات کی ہے یا نہیں۔ بے فکر ہو جاؤ، تم ایک گونگے کا رول بہت کامیابی سے ادا کر رہے ہو۔"

چارلی نے پوچھا "مادام، ہمارے پُراسرار باس کو بہت بڑی کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ ایسے وقت تم اتنی دیر تک خاموش کیوں رہیں؟ کہاں بھٹکتی رہیں؟"

"میں تمھارے آس پاس ہی تھی۔ بہت سوچ سمجھ کر کسی کے دماغ میں جانا چاہتی ہوں۔ اتنی دیر تک کبھی رسونتی کے دماغ میں پہنچ رہی تھی اور کبھی فرہاد کے دماغ میں۔ جس کے متعلق ابھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کون ہے؟"

چارلی نے کہا "اب تمھیں کس بات کا خطرہ ہے۔ فرہاد اس قابل نہیں ہے کہ خیال خوانی کر سکے اور تمھارے دماغ کو اپنی گرفت میں لے سکے۔"

"مسٹر چارلی، میں نے فرہاد کی ہسٹری شیٹ پڑھی ہے۔ تم اپنے باس سے پوچھ کر دیکھو۔ اگر اسے فرہاد سمجھ لیا گیا ہے تو کیا تمھارا باس اس کے سامنے آسکتا ہے۔ اسے اپنی آواز سنا سکتا ہے؟"

"وہ کبھی سامنے نہیں آئے گا۔"

"اسی طرح میں بھی محتاط رہنا چاہتی ہوں۔"

"لیکن فرہاد کے کمزور دماغ میں پہنچ کر تم بہت کچھ معلوم کر سکتی ہو۔"

"میں کوشش کر چکی ہوں۔ اس کا دماغ اس قدر کمزور ہو چکا ہے کہ ہلکی سی سوچ بھی اس کے ذہن سے نہیں ابھر رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے اب تب میں اس کی زندگی کا دیا بجھنے والا ہے۔ تم اپنے آدمیوں سے کہو جلد از جلد اسے اسپتال پہنچائیں۔ اسے اس حد تک زندگی کی طرف واپس لاؤ کہ میں اس کے دماغ کو ٹٹول سکوں، اس کی اصلیت معلوم کر سکوں۔ تمھارا پُراسرار باس صرف میرے ذریعے اس کے فرہاد ہونے یا نہ ہونے کی تصدیق کر سکتا ہے۔"

جو کچھ شیبا کہہ رہی تھی، چارلی اسے ایک کاغذ پر لکھتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے وہ کاغذ اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک فوجی افسر کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے اسے پڑھا۔ پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اسے جواب موصول ہوا "تمھاری آواز سنی جا رہی ہے۔ رپورٹ دو۔"

فوجی افسر نے کاغذ پر لکھی ہوئی تحریر کو پڑھنا شروع کیا۔ جو کچھ شیبا نے چارلی سے کہا تھا، وہی باتیں پُراسرار باس تک پہنچائی جا رہی تھیں۔ دوسری طرف سے جو جواب دے رہا تھا، وہ باس نہیں کوئی ماتحت تھا۔ ایسا ماتحت جس کے ذریعے شیبا باس تک نہیں پہنچ سکتی تھی کیونکہ ہم ایسے بے شمار ماتحتوں کو آزما چکے ہیں۔ اب شیبا کی باری تھی کہ وہ میری جگہ رہ کر کام کرے۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ جناب شیخ الفارس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے مجھے دشمنوں کے نرغے سے نکال لانے میں کامیاب ہو سکے گی یا نہیں؟

مجھے اسپتال پہنچا دیا گیا۔ اس دوران شیبا، چارلی کے ذریعے دوسرے فوجی افسران کے دماغوں میں بھی پہنچ رہی تھی۔ ان کے

ذریعے پتا چلا کہ چاروں طرف سے برسائی جانے والی گولیاں مجھے لگی ضرور ہیں لیکن ایک گولی بھی جسم میں پیوست نہیں ہوئی۔ ان میں سے ایک گولی میرے بازو کے گوشت میں سوراخ کرتی ہوئی گزر گئی تھی۔ اسی طرح دوسری گولی میری پنڈلی کو زخمی کر کے گزری تھی۔ تیسری گولی نے میری دائیں پسلی کی کھال ادھیڑ دی تھی۔ چوتھی گولی میرے دائیں کان کے نیچے لگی تھی اور گردن کو چھید کر گزر گئی تھی۔ اسی چوتھی گولی نے میرے دماغ کو بہت زیادہ متاثر کیا تھا اور میں ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔ دماغی کمزوری کے باعث شیبا کو میری سوچ کی لہریں نہیں مل رہی تھیں۔

مجھے اس اسپتال میں پہنچانے کے آدھے گھنٹے بعد ڈاکٹروں نے رپورٹ دی کہ میں خطرے سے باہر ہوں۔ شاید ایک آدھ گھنٹے بعد ہوش میں آجاؤں گا۔

چارلی اور دوسرے افسران کے ذریعے معلوم ہوا کہ اس میڈیکل رپورٹ کو سننے کے بعد وہاں سنسنی سی پھیل گئی ہے۔ ایک آدھ گھنٹے بعد فرہاد کے ہوش میں آنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ ذہنی طور پر مضبوط بھی ہو سکتا تھا اور ہوش میں آنے کے بعد خیال خوانی بھی کر سکتا تھا۔ لہٰذا پہلے سے احتیاطی تدابیر کی جا رہی تھیں۔

چارلی نے شیبا سے کہا: "میں نے آپ کا پیغام اپنے پُراسرار باس تک پہنچا دیا تھا۔ اس کے جواب میں ہدایت دی گئی ہے۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق فرہاد ایک آدھ گھنٹے بعد ہوش میں آئے گا۔ باس نے آپ سے درخواست کی ہے کہ آپ ہر لمحے فرہاد کے دماغ میں چپ چاپ موجود رہیں۔"

"میں یہ خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔ فرہاد ہوش میں آئے گا تو اس کی دماغی حالت کیا ہوگی، یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔ اگر اس نے مجھے دماغ میں محسوس کر لیا تو میں اس کی گرفت میں آجاؤں گی۔"

"ہم نے متبادل راستہ سوچ لیا ہے۔ اب رسونتی فرہاد کے پاس رہا کرے گی۔ تم اس کے ذریعے فرہاد کے متعلق اطلاعات فراہم کر سکتی ہو۔"

"میں یہی کروں گی اور جب دیکھوں گی کہ فرہاد دماغی طور پر کمزور ہے اور میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکے گا تو چپ چاپ اس کے دماغ میں بھی پہنچا کروں گی۔"

جناب شیخ الفارس نے کہا: "شیبا! اب ہمیں یہ اطمینان ہو چکا ہے کہ فرہاد زندگی کی طرف لوٹ آیا ہے۔ اس کا باقاعدہ علاج ہوگا تو حالت اور سنبھل جائے گی۔ اسے وہاں سے نکال لانے کے لیے ہمیں جال پھیلانا چاہیے۔ لہٰذا پہلا جال بچھانکو پر پھینکو۔"

شیبا نے ان کی ہدایت کے مطابق پہلا جال بلیک شیڈو پر پھینکا۔ جب اس نے فرہاد کے لب و لہجے میں اسے مخاطب کیا تو وہ ایک دم سے چونک گیا۔ شدید حیرانی سے بولا: "فرہاد، فرہاد صاحب، آپ زندہ ہیں؟"

"تم مجھے مردہ کیوں سمجھ رہے ہو؟"

"جناب! میرا خیال ہے، یہ خبر دنیا کے گوشے گوشے تک پھیل چکی ہوگی کہ آپ مر چکے ہیں۔"

"میرے دانا دوست! یہ پہلی بار ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ میں اس سے پہلے بھی دنیا والوں کے سامنے کئی بار مر چکا ہوں اور کئی بار زندہ ہو چکا ہوں۔ اس بار یہ اعزاز تمھیں حاصل ہو رہا ہے کہ اپنی موت کے بعد صرف تمھارے دماغ میں زندہ ہو رہا ہوں۔ خبردار! کسی کو پتا نہ چلے کہ میں تمھارے پاس آتا ہوں۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے کانوں کو پکڑ کر کہا: "میری کیا مجال ہے۔ میری زبان کسی کے سامنے نہیں کھلے گی۔"

"اب اصل مقصد کی طرف آؤ۔ کیا تم نے مجھے مردہ سمجھ کر وہ وعدہ فراموش کر دیا ہے؟"

"نہیں جناب! مجھے یاد ہے۔ میں موقع کی تلاش میں ہوں۔ میں نے سوچ لیا ہے کہ مائیک اور اسپیکر کے درمیان کسی خرابی پیدا کرنا ہے اور میں ایسا ضرور کروں گا لیکن آپ بھی اپنا وعدہ..."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ شیبا نے بات کو مکمل کرتے ہوئے کہا: "پورا کروں گا۔ جو کہتا ہوں، وہ ضرور کرتا ہوں۔ تمھیں یہاں سے صحیح سلامت نکال کر لے جاؤں گا۔"

"مجھے یقین ہے فرہاد صاحب، خدا کی قسم، آپ ناقابلِ تسخیر ہیں۔ اس پُراسرار شخص نے کیسے کیسے جال بچھائے اور لوگوں نے آپ کو ہر طرح سے ٹریپ کرنے کی انتہا کر دی لیکن آج بھی آپ اسی طرح آزاد ہیں۔ مجھے اور زیادہ یقین ہو گیا ہے کہ آپ کے ذریعے مجھے بھی آزادی نصیب ہوگی۔"

"زیادہ باتیں کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ کام کی باتیں سوچا کرو۔ جو تدبیر تم نے سوچ لی ہے، اس پر مزید غور کرو۔ سوچو کہ اور کتنی کامیابی سے اس میں خرابی پیدا کرو گے۔ دشمن کو ایک ذرا بھی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں جا رہا ہوں۔ ہر آدھے گھنٹے بعد تمھارے پاس آتا رہوں گا۔"

شیبا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جناب شیخ الفارس کو بلیک شیڈو سے ہونے والی گفتگو کے متعلق بتایا۔ انھوں نے اسے شاباشی دی، حوصلہ بڑھایا۔ پھر کہا: "رسونتی کی خبر لو۔ اس کی نیند کی طرف سے مطمئن ہو کر دوسرا جال سلیمان جوگو پر پھینکو۔"

رسونتی گہری نیند میں تھی۔ اسے ہمالے آدیباسیوں کے ساتھ شہر سانتا سوہم تک سفر کرنا تھا اور وہ خیال خوانی کے ذریعے مقرر کیے ہوئے وقت پر ہی بیدار ہو سکتی تھی۔ لہٰذا شیبا سلیمان جوگو کے پاس پہنچ گئی۔

وہ ابھی تک زخموں سے چُور تھا اگرچہ بہت اچھی طرح علاج کیا جا رہا تھا لیکن توانائی حاصل ہونے کے باوجود اس قدر دماغ مضبوط نہیں تھا کہ سانس روکنے کی مشق جاری رکھتا۔ البتہ اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیا تھا۔

اس نے شدید حیرانی سے پوچھا: "جناب فرہاد صاحب، یہ آپ ہیں؟"

شیبا نے ہنسنا شروع کیا۔ بڑی سُریلی ہنسی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا: "یہ تو کسی عورت کی ہنسی ہے، یہ کون ہو سکتی ہے؟" اس نے پوچھا: "کون ہو؟ تم کون ہو؟ کیا مادام کیپیوٹر؟"

شیبا نے ہنستے ہنستے کہا: "ہاں، دنیا میں دو ہی باتیں ہوتی ہیں۔ دن ہو یا رات۔ دن تو اب نہیں رہا۔ رات آئی ہے۔"

"تعجب ہے، تم پہلے بھی آ سکتی تھیں۔ آج میں کیسے یاد آگیا؟"

"فرہاد ٹیلی پیتھی کے معاملے میں مجھ سے برتر ہے۔ میں کسی کے دماغ میں جانا چاہوں تو وہ سانس روک لیتا ہے۔ یوگن میں ایسا نہیں کر سکتی۔ وہ کسی وقت بھی میرے دماغ میں پہنچ کر مجھے ٹریپ کر سکتا ہے۔ اس لیے میں کبھی اپنی سوچ کا لہجہ اسے نہیں سناتی۔ ایسے دماغ میں نہیں جاتی جہاں وہ پہلے سے موجود ہو۔"

"یعنی تمھیں یقین ہو گیا ہے کہ وہ میرے دماغ میں بھی نہیں آئے گا؟"

"ہاں، مجھے یقین ہے۔"

"کیا وہ مر چکا ہے؟"

"پہلے میں نے بھی یہی سمجھا تھا۔ چپ چاپ اس کے دماغ میں جا کر دیکھتی رہی تھی۔ وہ اس قابل نہیں رہا تھا کہ سانس روک سکتا یا میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا۔ وہ اپنے وجود کو بھی محسوس کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اب اسے ایک ایسپتال میں پہنچایا گیا ہے۔ اسے ضروری طبی امداد پہنچائی جا رہی ہے۔ وہ رفتہ رفتہ زندگی کی طرف واپس آ رہا ہے۔"

"وہ کسی وقت بھی میرے دماغ میں آ سکتا ہے۔"

"اسے دماغی توانائی حاصل کرنے میں ہفتے لگ جائیں گے۔ مجھے اطمینان ہے، اسی لیے تمھارے پاس آئی ہوں۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"وہی جو دوسری تنظیموں کے سربراہ چاہتے ہیں۔"

"میں اپنی مرضی اور پسند کے مطابق کسی کا کام کرتا ہوں۔"

"اور میں اپنی مرضی اور پسند کے مطابق کسی سے بھی اپنا کام نکال لیتی ہوں۔"

"تم مجھے چیلنج کر رہی ہو؟"

"میں زیادہ باتیں کرنا نہیں چاہتی۔ ہاں یا نہ کا جواب دو۔ میرے کام نہیں آؤ گے تو ابھی کسی کے دماغ میں پہنچوں گی اور وہ شخص راستے چلتے تمھیں گولی مار دے گا۔"

"مجھے مارنا آسان نہیں ہے۔ میں ہمیشہ بلٹ پروف لباس میں رہتا ہوں اور محتاط اتنا ہوں کہ نیند کی حالت میں بھی دماغ جاگتا رہتا ہے۔ پھر میرے اپنے آدمی چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔"

"ہزار پہروں کے باوجود ٹیلی پیتھی کی گولی کہیں سے بھی آ سکتی ہے۔ میں چاہوں تو ابھی تمھیں ہنگی کا ناچ نچا سکتی ہوں۔ تم کتنی دیر تک سانس روک سکو گے۔ زخموں سے چُور ہو۔"

"تو پھر بچاؤ۔ انتظار کس بات کا ہے؟"

"ایک مجبوری ہے۔ میں چاہتی ہوں میرے اور تمھارے دماغی رابطے کا کسی کو پتا نہ چلے۔ اگر میں تمھیں پریشان کروں گی یا بہت زیادہ سزا دینے کے لیے دماغی طور پر ناکارہ بنا دوں گی تو یہ بھید کھل جائے گا کہ مادام کیپیوٹر جس نے اس پُراسرار شخص سے معاہدہ کیا ہے سلیمان جوگو کے پاس بھی آتی ہے۔"

"یعنی تم یہ چاہتی ہو کہ ہمارے دماغی رابطے کا علم ہماری تنظیم کے افراد کو بھی نہیں ہونا چاہیے۔"

"صرف افراد کو نہیں، اس تنظیم کے سربراہ ماسٹر کی کو بھی معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ میں نے تمھیں اپنی ضرورت کے مطابق آلۂ کار بنایا ہوا ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا: "میری توہین نہ کرو۔ میں آلۂ کار نہیں ہوں۔ میں اپنی مرضی سے سودا کرتا ہوں۔ کام کرتا ہوں اور کھرا معاوضہ لیتا ہوں۔"

"سلیمان جوگو! جو شخص مختلف تنظیموں سے رابطہ رکھتا ہو اور ہر تنظیم کو اپنی خدمات کا یقین دلاتا ہو، دوست کا بھی کام کرتا ہو، دشمن کا بھی کام کرتا ہو تو جانتے ہو ایسے شخص کو کیا کہتے ہیں؟"

"کیا کہتے ہیں؟"

"دلال۔ لہٰذا دلال کو آلۂ کار بننے پر برا نہیں ماننا چاہیے۔"

وہ غصے سے پھٹ پڑا، چیخ کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ شیبا نے اسے منہ سے آواز نکالنے کا موقع نہیں دیا۔ اس نے دو چار بار کچھ کہنے کی کوشش کی۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اِدھر سے اُدھر مٹھی بھینچ کر ٹہلنے لگا۔ دیوار پر گھونسے مارنے لگا۔ وہ بولی۔ "ابھی کمرے میں اکیلے ہو۔ کوئی آجائے گا تو یہ حرکتیں دیکھ کر تمھیں پاگل سمجھے گا۔"

"میں تمھارا خون پی جاؤں گا۔"

"جو نظر نہ آئے اس کا خون کیسے پیو گے، چلو اپنی جیب سے ریوالور نکالو۔"

"میں تمھارے حکم پر تھوکتا ہوں۔"

لیکن وہ تھوک نہ سکا۔ بے اختیار اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور کو نکال لیا۔ پھر اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگائی۔ اس کے بعد شیبا نے دماغ کو آزاد چھوڑتے ہوئے کہا۔ "دیکھو، دیکھو، میرے حکم پر تھوکنے والے تھے لیکن تم نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ ریوالور نکالا اور اسے کنپٹی سے لگا لیا۔"

اس نے فوراً ہی ریوالور کو ہٹا دیا۔ شیبا نے کہا۔ "اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں پھر اسے تمھاری کنپٹی سے لگاؤں گی اور تمھاری انگلی ٹریگر پر دبا دوں گی۔"

وہ سوچ اور فکر میں مبتلا ہو گیا۔ بے بسی سے خلا میں تکنے لگا۔ وہ بولی۔ "آرام سے کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ ریوالور رکھ لو۔ میں تمھیں جانی نقصان نہیں پہنچانا چاہتی۔"

اس نے بے بسی سے جھنجلا کر پوچھا۔ "تم مجھے مارتی کیوں نہیں ہو؟ مار ڈالو۔ میں ایسی بے بسی کی زندگی گزارنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

"دوست بن جاؤ تو بے بس نہیں کہلاؤ گے۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں کرسی پر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "تم دوست کیوں بننا چاہتی ہو اور مجھ سے کیا کام لینا چاہتی ہو؟"

"میں کہہ چکی ہوں، دوسری تنظیموں کے سربراہ جو خدمات لیتے ہیں، ایسی ہی ایک خدمت میرے لیے بھی انجام دو۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "اتنی تمہید پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کام کی بات کرو۔"

"میں چاہتی ہوں، تم کرسی سے اٹھ کر آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔"

اس نے غصے سے پوچھا۔ "یہ کوئی کام ہے؟"

"یہ چھوٹا موٹا کام نہیں کرو گے تو بڑی خدمات کس طرح انجام دو گے؟"

"مجھے جھنجلاہٹ میں مبتلا نہ کرو۔"

"تم میرا وقت ضائع نہ کرو۔ جو کہہ رہی ہوں، اس پر عمل کرو۔ ورنہ جس طرح ریوالور نکل کر تمھاری کنپٹی تک پہنچا تھا اسی طرح تم خود بستر پر پہنچ جاؤ گے۔"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھا۔ پاؤں پٹختا ہوا بستر کے پاس گیا۔ وہاں دھڑام سے گر پڑا۔ چاروں شانے چت ہو کر بولا۔ "اب بتاؤ، کیا چاہتی ہو؟"

"اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ اپنے ہاتھ پاؤں کو ڈھیلا، چاروں شانے چت لیٹے رہو اور آنکھیں بند کر لو۔"

وہ غرا کر بولا۔ "کیا تم مجھ پر ہپناٹزم کرنا چاہتی ہو؟"

"سوال نہ کرو۔ جو کہتی ہوں اس پر عمل کرتے جاؤ۔ کیا مجھے بار بار یہ جتانا ہو گا کہ میں تمھیں تمھاری مرضی کے خلاف بھی استعمال کر سکتی ہوں۔"

"آج میں زخموں سے چور ہوں۔ سانس نہیں روک سکتا اس لیے میری بے بسی سے فائدہ اٹھا رہی ہو۔"

"یہ مت بھولو کہ تمھارے زخموں پر جو دوا لگائی جاتی ہے اور جو دوائیں تمھیں کھلائی جاتی ہیں، میں ان میں ایسی تبدیلیاں کر سکتی ہوں کہ تمھارے زخم کبھی نہیں بھریں گے۔ تم بعض دماغی طور پر توانائی حاصل نہیں کر سکو گے اور نہ ہی میرے آنے کا راستہ روک سکو گے۔ یقین نہ ہو تو میں اس کا ثبوت پیش کر کے دکھا دوں۔ چلو، اٹھ جاؤ، معمول بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں دو چار روز میں ثابت کر دوں گی کہ تم پر کوئی دوا اثر نہیں کر رہی ہے۔"

وہ سمجھ رہا تھا کہ ٹیبلٹ یا ٹیکے کے ذریعے دواؤں میں تبدیلیاں کی جا سکتی ہیں۔ اس نے ہار مانتے ہوئے کہا۔ "اچھی بات ہے، میں آنکھیں بند کر رہا ہوں خدا کے لیے اتنا بتا دو، تم کرنا کیا چاہتی ہو؟"

"میں تمھیں نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ جانتے ہو کیوں؟"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم نے اسلام قبول کیا ہے۔ میں بھی مسلمان ہوں۔ میں چاہتی ہوں، تمھاری طبعی عمر جتنی بھی ہے تم اسے مسلمانوں کی طرح گزارو۔"

"تعجب ہے۔ تم اور فرہاد مسلمان ہو اور آپس میں ایک دوسرے کے دشمن۔"

اس نے کہا۔ "مسلمانوں میں یوں تو بہت ساری خوبیاں ہیں لیکن یہ سب سے بڑی خوبی ہے کہ وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں اور کبھی متحد نہیں ہوتے۔ خواہ وہ فرہاد اور مادام کیپٹو ہو یا اسلامی ممالک ہوں۔ بہرحال میری کوشش ہو گی کہ تم زندہ رہو مسلمان رہو اور میرے لیے کام کرتے رہو۔ اب سوال کرنا بھول جاؤ اور آنکھیں بند کر کے دماغ کو میرے حوالے کر دو۔"

یہ کہہ کر وہ تنویمی عمل کرنے لگی۔ وہ بہت ضدی تھا۔ دماغی طور پر کمزور ہونے کے باوجود جو لوگ ضدی ہوتے ہیں، وہ بڑی مشکل سے معمول بنتے ہیں۔ شیبا کو بڑے پاپڑ بیلنے پڑے مگر اس نے ٹرانس میں لے لیا۔ اپنا معمول بنانے کے بعد اسے حکم دیا "اب تم اپنے دل کے راز بتاؤ گے"

"میرے دل میں جو راز ہے، میں بتاؤں گا"

"تم نے کتنی تنظیموں کے سربراہوں سے معاہدے کر رکھے ہیں؟"

"میرا خاص معاہدہ ماسٹر کی سے ہے"

"تم دونوں کے درمیان جو سودے بازی ہوئی ہے، اسے ذرا تفصیل سے بیان کرو"

"ماسٹر کی کسی طرح بھی فرہاد تک پہنچنا چاہتا ہے"

"ماسٹر کی کا دعویٰ ہے کہ فرہاد کبھی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ وہ اپنی آواز بھی سناتا ہے پھر اسے فرہاد تک پہنچنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"وہ نہیں چاہتا کہ فرہاد روپوش رہے اور اس کا کوئی پتا ٹھکانا نہ ملے"

"وہ ایسا کیوں چاہتا ہے؟"

"وہ لاپتا رہتا ہے تو لوگ لگتا ہے جیسے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اندھیرے کے تیر کی طرح کہیں سے آئے گا اور اس کے سینے میں پیوست ہو جائے گا۔ فرہاد براہ راست نہ سہی، کسی کو ذریعہ بنا کر ماسٹر کی تک چپ چاپ پہنچ سکتا ہے اور یہی وہ نہیں چاہتا"

"اس نے فرہاد تک پہنچنے کے لیے کیسے کیسے ذرائع اختیار کیے ہیں؟"

"وہ مجھ جیسے لوگوں کو آلۂ کار بنا رہا ہے۔ میری طرح پتا نہیں کتنے ذہین، تجربہ کار اور خطرناک قسم کے فائٹر فرہاد کی تلاش میں ہیں۔ وہ رسونتی، سونیا اور اعلیٰ بی بی کو حاصل کر کے اس کی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا ہے"

"اب تو وہ پُراسرار شخص کے شکنجے میں چلا گیا ہے۔ کیا ماسٹر کی نے کوئی نیا حکم جاری کیا ہے۔ جس کی رُو سے تم لوگوں کا رخ اس پُراسرار شخص کی طرف ہو جائے؟"

"یہ ماسٹر کی سے تعلق رکھنے والے خاص افراد جانتے ہوں گے۔ میں ایک سوداگر ہوں۔ سب سے الگ سودا کرتا ہوں۔ اپنا کام اپنے طور پر کرتا ہوں کبھی ضرورت پڑتی ہے تو ماسٹر کی کے آدمی میرے کام آتے ہیں۔ ورنہ ان سے دور ہی رہتا ہوں۔ مجھے اس کے کسی نئے حکم کا علم نہیں ہے"

"تمھارا ماسٹر یہ نہیں چاہتا تھا کہ فرہاد لاپتا رہے۔ اب اس کا پتا چل گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ کس کی قید میں ہے۔ اس لحاظ سے سونیا اور اعلیٰ بی بی اتنی اہم نہیں رہیں۔ اب تو تمام دشمن فرہاد کو اس قید سے نکالنے اور اپنے اپنے طور پر اسے حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہو جائیں گے"

اس نے جواب دیا "فرہاد کے قید ہو جانے سے سونیا کی اہمیت کم نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اعلیٰ بی بی کسی سے کم نہیں ہے۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیموں کے سربراہ ان دونوں کو ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتے ہیں"

"ماسٹر کی نے یہ کیسے سراغ لگایا کہ رسونتی ہار رہے میں پائی جا سکتی ہے؟"

اس نے جواب دیا "ماسٹر کی کے آدمی ان تمام افراد کی نگرانی کرتے تھے جو جاپانی ڈاکٹر کے پُراسرار آپریشن میں شریک ہوئے تھے یا ان ڈاکٹروں کے ساتھ وفد کی صورت میں جاپان گئے تھے۔ پھر لاسکا میں دی کلر کی نگرانی کے لیے جو لوگ مقرر کیے گئے تھے ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ اس طرح ہمارے آدمی رومانٹک بے تک پہنچ گئے۔ اس کا پیچھا کرتے ہوئے ہار رہے آئے۔ وہاں رسونتی نظر آ گئی۔ پتا چلا، خواہ مخواہ اتنے عرصے تک تلاش کیا گیا۔ پُراسرار شخص خود ہی چاہتا تھا کہ رسونتی دشمنوں کی نظروں میں آ جائے۔ خصوصاً فرہاد کو دکھانے اور ٹریپ کرنے کے لیے رسونتی کو ہار رہے میں آزاد چھوڑ دیا گیا تھا"

"سونیا اور اعلیٰ بی بی کا سراغ کس طرح لگایا جا رہا ہے؟"

"میں نہیں جانتا لیکن سونیا کا سراغ ملنے ہی والا ہے"

یہ بڑی اہم اور چونکا دینے والی بات تھی۔ شیبا نے سوال کیا "وضاحت کرو کس طرح سراغ ملنے والا ہے؟"

"سونیا کی فطرت کو مدِنظر رکھتے ہوئے ماسٹر کی کے دماغ میں یہ بات آئی کہ یہ وہی عورت ہے جو انسانوں کی بُو سونگھ کر ان کا تعاقب کرتی تھی اور ان کی شہ رگ تک پہنچ جاتی تھی۔ اگرچہ سونیا کے پاس اب وہ سونگھنے کی حس نہیں رہی لیکن شکاری کتوں کے پاس تو موجود ہے"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ سونیا کی تلاش میں شکاری کتے چھوڑے گئے ہیں؟"

"مجھے یہی بتایا گیا ہے"

"کسی بھی شکار تک پہنچنے کے لیے پہلے اس کے جسم کی بُو شکاری کتوں کو سنگھائی جاتی ہے۔ سونیا کی بُو کس طرح کتوں تک پہنچائی گئی ہوگی؟"

"جو طیارہ جنگل میں تباہ ہوا تھا، اس میں سونیا، اعلیٰ بی بی اور سجاد تھے۔ دشمنوں نے ان تینوں کو بڑے ہی پُراسرار طریقے سے دوسری جگہ منتقل کر دیا تھا لیکن شکستہ جہاز میں کچھ ایسی چیزیں رہ گئی تھیں جن پر پُراسرار شخص کے آدمیوں نے توجہ نہیں دی یا پھر انھیں اہمیت نہیں دی۔ ہمارے آدمی وہاں سے وہ سارا ٹوٹا پھوٹا سامان لے آئے۔ ان میں ایک اٹیچی تھی جس میں سونیا کا استعمال شدہ لباس تھا۔ معلوم ہوتا تھا اس نے طیارے میں سفر کے دوران لباس تبدیل کیا تھا اور وہ لباس اتار کر ایک اٹیچی میں رکھ دیا تھا۔ بہرحال اس لباس کو شکاری کتوں کے سامنے ڈال دیا گیا تھا"

"آخر کتنے کتے ہوں گے جو اسے تلاش کریں گے اور کہاں تلاش کریں گے۔ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ سونیا کس ملک میں ہے، کس شہر میں ہے؟"

جب تک سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی کے متعلق یقین نہیں ہوا تھا کہ وہ کس ملک میں لے جائے گئے ہیں، اس وقت تک ماسٹر کی صبر سے بیٹھا رہا۔ جب پتا چلا کہ یہ تینوں عورتیں لاسکا میں ہو سکتی ہیں اور پھر ہار رہے میں رسونتی پائی گئی تو تصدیق ہو گئی کہ باقی دو عورتیں بھی اسی ملک میں ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا اس ملک کے ہر اسٹیٹ میں، ہر اسٹیٹ کے ہر شہر میں دو دو، چار چار شکاری کتے رکھے گئے ہیں۔ وہ کتے جلد ہی سونیا تک پہنچ جائیں گے یا شاید پہنچ چکے ہوں گے۔ ماسٹر کی ان کے تعاقب میں بھی ہوگا، اس کا علم مجھے نہیں ہے"

سلیمان جوگو سے جو معلومات حاصل ہو رہی تھیں، ان سے پتا چلتا تھا کہ ماسٹر کی ذہین اور حاضر دماغ ہے۔ یہ سن کر تو شکاری کتوں کے ذریعے اپنے شکار تک پہنچنے کا ہنر بہت پرانا ہے۔ تمام خطرناک تنظیموں کے سربراہوں نے رسونتی، سونیا اور اعلیٰ بی بی کو ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کی ہوگی۔ ہر طرح کے ہتھکنڈے آزمائے ہوں گے۔ شاید ان کے ذہن میں شکاری کتوں والی بات بھی ہو لیکن صرف ماسٹر کی اس پر عمل کر رہا تھا۔ اتفاق سے سونیا کا استعمال شدہ لباس اسی کے ہاتھ لگا تھا۔

شیبا نے اپنے معمول سے پوچھا "کیا اعلیٰ بی بی کو تلاش کرنے کے لیے بھی ایسا ہی کوئی خاص طریقۂ کار اختیار کیا جا رہا ہے؟"

"اعلیٰ بی بی کا ایسا کوئی استعمال شدہ لباس یا ایسی چیز نہیں ملی جو اس کی تلاش میں معاون ثابت ہوتی۔ بائی دی وے ماسٹر کی ہماری توقع، ہماری سوچ سے بھی زیادہ چالاک ہے وہ اعلیٰ بی بی کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے کوئی ایسا راستہ اختیار کرے گا جو ابھی تک کسی نے نہ کیا ہو"

"سلیمان جوگو! اب میں تمھیں ایک آخری حکم دے رہی ہوں۔ یہ حکم ہمیشہ تمھارے دماغ میں نقش رہے گا"

"یہ آخری حکم ہمیشہ میرے دماغ میں نقش رہے گا"

"آج کے بعد تم خواہ کتنی ہی دماغی توانائی حاصل کر لو، تم خواہ کتنی ہی دیر سانس روکنے کا ہنر حاصل کر لو مگر اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گے"

میں خواہ کتنی ہی دماغی توانائی حاصل کر لوں، خواہ کتنی ہی دیر سانس روکنے کا ہنر حاصل کر لوں مگر اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروں گا"

"تم اسی وقت پرائی سوچ کی لہروں کو سنو گے جب تمھیں مخاطب کیا جائے گا"

"میں اسی وقت پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کروں گا جب مجھے مخاطب کیا جائے گا"

"اب میں تنویمی عمل ختم کرتی ہوں، تمھیں حکم دیتی ہوں۔ آرام سے سو جاؤ۔ دو گھنٹے بعد تمھاری آنکھ کھلے گی۔ تم یہ بھول جاؤ گے کہ مادام کیپسوٹر نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا"

اس نے ضروری ہدایات دینے کے بعد سلیمان جوگو کو گہری نیند سلا دیا۔ واپس جناب شیخ الفارس کے پاس آ کر اس کے متعلق تمام تفصیلات بتائیں۔ جناب شیخ الفارس نے کہا "اگرچہ ماسٹر کی نے سونیا کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے بہت ہی عمدہ طریقۂ کار اختیار کیا ہے اور ہمیں یقین بھی ہے کہ وہ سونیا تک پہنچ جائے گا لیکن اس بات کی خوشی ہے کہ سونیا منظرِ عام پر آ جائے گی۔ انشاء اللہ ہم اسے کسی کے ہتھے چڑھنے نہیں دیں گے"

پھر انھوں نے کہا "شیبا، تم ہر آدھے گھنٹے کے وقفے سے بلیک شیڈو کے پاس دو بار جا چکی ہو۔ مگر سلیمان جوگو کے سلسلے میں کافی دیر ہو چکی ہے۔ تقریباً دو گھنٹے گزر چکے ہیں، تم پھر بلیک شیڈو کے پاس جاؤ"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ بلیک شیڈو کے دماغ میں پہنچ کر فرہاد کی حیثیت سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا "جناب، میں بدنصیب ہوں۔ انھوں نے مجھے اب تک مانک اور اسپیکر کے معائنے کے لیے نہیں بلایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ میں نے بنا کر دیا ہے، اس کی کارکردگی سے وہ مطمئن ہیں اور اس میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہو رہی ہے"

شیبا نے فرہاد کے لہجے میں کہا "فکر نہ کرو، مشینی معاملات میں کچھ نہ کچھ خرابی ہوتی ہی ہے۔ آج نہیں تو کل ہو گی۔ میں ہر آدھے گھنٹے بعد تم سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا"

یہ کہہ کر پھر اس کے دماغ سے چلی آئی۔ جناب شیخ الفارس

نے کہا "اب تیسرا جال باس بورینا پر پھینکو۔"

انھوں نے بورینا کے سلسلے میں شیبا کو ضروری ہدایات دیں۔ اچھی طرح سمجھائی۔ اس کے بعد اسے بورینا کے پاس پہنچنا چاہیے تھا مگر وہ میرے پاس آگئی۔ اس نے جناب شیخ الفارس کو جب سے یہ خبر سنائی تھی کہ میں خطرے سے باہر ہوں تب سے وہ مطمئن تھے مگر شیبا کے اندر ایک نامعلوم سی بے چینی تھی۔ ایسی بے چینی جو آپ سمجھ میں نہیں آتی اور نہ ہی کسی کو سمجھائی جاسکتی ہے بلکہ کسی کو بتائی بھی نہیں جاتی۔ اسی لیے اس نے شیخ الفارس کو یہ نہیں بتایا کہ میرے پاس آرہی ہے اور وہ چپ چاپ آگئی۔

میں ہوش میں آگیا تھا مگر ایسی شدید تکلیف سے دوچار تھا کہ کچھ بولنے کی سکت تھی اور نہ ہی کچھ سوچنے کا حوصلہ۔ کوئی ذرا سی بات سوچتے ہوئے بھی تکلیف محسوس ہوتی تھی بس اتنا محسوس کیا کہ میں کسی اسپتال میں ہوں۔ اس کے بعد دوبارہ غافل ہوگیا۔ اس غفلت پر میرا اپنا اختیار نہیں تھا۔ جسم سے اتنا خون بہہ گیا تھا کہ خون پہنچانے کے باوجود مجھ میں وہ پہلی سی توانائی اتنی جلدی نہیں آسکتی تھی۔

شیبا دماغ میں رہ کر میری حالت کو سمجھ رہی تھی۔ اس نے ایک بار مجھے مخاطب کیا۔ میں نے اس کی سوچ کے لہجے میں اپنا نام سنا مگر جواب نہ دے سکا۔ ہولے سے کراہ کر رہ گیا۔ وہ آہستگی سے بولی "میں سمجھ رہی ہوں۔ تمھیں سوچ کے ذریعے جواب بھی نہیں دینا چاہیے۔ بے فکر رہو۔ دشمنوں کی قید میں سہی، آرام سے رہو۔ وہ تمھیں مزید تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ تمھارے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں۔ ابھی پوری طرح یہ تصدیق نہیں ہوسکتی کہ تم واقعی فرہاد ہو۔ ہم دشمنوں کو پہلے کی طرح الجھانے کی کوشش کریں گے۔ میں جارہی ہوں۔ تمھارے پاس آکر خیریت معلوم کرتی رہوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ موجودہ حالات میں دوستوں اور دشمنوں کی نگاہیں مجھ پر تھیں۔ دشمن چاہتے تھے میں مرجاؤں مگر جس دشمن کے قبضے میں میں تھا، وہ مجھے فوراً نہیں مار سکتا تھا۔ اس کے لیے لازمی تھا کہ تصدیق کرتا۔ مجھ سے پہلے ڈمی فرہاد جب بھی دشمنوں کے قبضے میں گیا تو اس ڈمی کو بھی دشمنوں نے مارنے کی جرأت نہیں کی۔ وہ جانتے تھے اگر انھوں نے ڈمی کی صورت میں بھی فرہاد کو مارنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ بھیانک ہوگا۔ سجاد غل تیور بھی ڈمی فرہاد کا رول ادا کرنے کے باوجود دشمنوں کی قید میں زندہ رہا تھا۔ وہ مجھے بھی زندہ رکھنے پر مجبور تھے۔

میرا روپوش رہنا دشمنوں کے لیے مصیبت تھا۔ وہ مجھے اندھیرے کا تیر کہتے تھے۔ جب میں کسی کے قبضے میں آجاتا تب بھی مصیبت بن جاتا۔ نہ وہ مجھے مار سکتے تھے، نہ زندہ رکھ سکتے تھے۔ زندہ رکھنے میں اندیشہ تھا کہ دوسری تنظیموں کے افراد دھاوا بولیں گے۔ ہنگامے کریں گے اور کسی طرح فرہاد کو اپنی طرف لے جائیں گے۔

دوستوں اور دشمنوں کی نظریں میرے علاوہ سونیا اور اعلیٰ بی بی کو تلاش کر رہی تھیں۔ موجودہ حالات میں، میں سونیا اور اعلیٰ بی بی بہت زیادہ اہم تھے لیکن شیبا کی نظروں میں باس بورینا کی اہمیت زیادہ تھی۔ وہ پہلے ہی دن سے بورینا کے ذریعے شیطان کو دیکھ کر یہ سمجھ کر بیٹھی تھی کہ کسی نہ کسی طرح شیطان کی کھوپڑی میں پہنچے گی۔ اس کے لیے بے چاری نے مجھے شیطانی زبان سکھانے کی کوشش کی تھی۔ بڑی حد تک میں سیکھ گیا تھا۔ کچھ اس نے بھی سیکھ لیا تھا۔ مگر مکمل طور پر اس زبان پر جب تک عبور حاصل نہ کرتی وہ بورینا کا پیچھا چھوڑنے والی نہیں تھی۔

ادھر بورینا کی ناکامی اور جھنجلاہٹ قابلِ دید تھی۔ وہ بے چارا تقریباً کامیاب ہوچکا تھا۔ میرے قریب پہنچ چکا تھا۔ مجھے بے نقاب کرچکا تھا لیکن اس کی ناکامی بقول شاعر ؎

قسمت کی خوبی دیکھیے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا

اس نے بڑی محنت کی تھی۔ یہ محنت جسمانی طور پر تھی۔ یہ محنت دماغی طور پر تھی اور یہ محنت کالے جادو کے ذریعے شیطان کو خوش کرنے کے طور پر بھی تھی۔ بے چارے نے کیسی کیسی حسین لڑکیوں کو شیطان کے آگے قربان کردیا۔ اسے خوش کیا۔ میرا پتا معلوم کیا، میرے پاس آیا۔ دنیا والوں کے سامنے مجھے بے نقاب کیا۔ وہ تقریباً مجھے جیت چکا تھا مگر جیتنے سے پہلے ہار بھی چکا تھا۔

جس رات میں اس کے ہاتھ سے نکل گیا، وہ رات اس نے بڑے اضطراب کے عالم میں گزاری۔ رات بھر جھنجلاتا رہا۔ شیطان کو پکارتا رہا۔ اپنے کالے جادو کے ذریعے دوبارہ مجھ تک پہنچنے یا مجھے اپنے پاس کھینچ لانے کے جتن کرتا رہا مگر ناکامی ہوئی۔ دوسرے دن یہی بات سمجھ میں آئی کہ پھر کسی حسین عورت کی قربانی دے کر شیطان کو خوش کرنا ہوگا۔ اسے بُلانا ہوگا اور پوچھنا ہوگا کہ آخر فرہاد ہاتھ سے کیسے نکل گیا۔ اب بھی وہ اسے حاصل کرسکتا ہے یا نہیں؟

جب شیبا اس کے دماغ میں پہنچی تو اس وقت بارہ بجنے میں پندرہ منٹ تھے۔ بورینا اسی خفیہ شیطانی اڈے میں تھا۔ وہ شیطانی رقص جاری تھا۔ اس کے قبیلے سے تعلق رکھنے والی عورتیں اور مرد شیطان کو خوش کرنے کے لیے ایسی حرکتیں کر رہے تھے جنھیں تہذیب گوارا نہیں کرتی مگر شیطان کو خوش کرنے کے لیے یہ لازمی ہوتا ہے۔ اسے خوش کرنے کے لیے انسان کے خون سے ہاتھ رنگنے پڑتے ہیں اور آج بورینا پھر ایک حسینہ کے خون سے ہاتھ رنگنے والا تھا۔ اس کے لہو سے شیطان کی شان کرانے والا تھا۔ اس کے نتیجے میں شیطان خوش ہوجاتا، اسے اپنا دیدار کراتا اور فرہاد کے متعلق شاید کوئی خوشخبری سناتا۔

شیبا نے بورینا کے ذریعے ایک طرف دیکھا۔ ایک حسین عورت ستون سے بندھی ہوئی تھی۔ اسے باندھنے کا انداز ویسا ہی تھا جیسے کسی قربانی کے جانور کو باندھا جاتا ہے یعنی رسّی کا ایک سرا ستون سے بندھا ہوا تھا اور دوسرا سرا اس حسینہ کے گلے میں پھندے کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے تاکہ وہ پھندے کو نہ کھول سکے۔ وہ بلند آواز سے کہہ رہی تھی "شیطان کے بچو! یہ کیا کر رہے ہو۔ میں کوئی قربانی کا جانور نہیں ہوں۔ چھوڑ دو مجھے۔"

شیبا کو یہ دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی کہ وہ حسینہ ایسے جادوئی، گھناؤنے ماحول میں پُرسکون تھی، جہاں اس کی موت لازمی تھی۔ اس کی آواز اور لہجے سے پتا چل رہا تھا، اسے اپنے آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ جیسے اس طرح کی شیطانی موت پر اسے یقین نہ ہو اور وہ وہاں سے بچ نکلنے کے سلسلے میں پُرامید ہو۔

شیبا نے اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہاں پہنچ کر محسوس ہوا جیسے وہ حسینہ اپنے دماغ کے اندر کچھ بے چینی محسوس کر رہی ہے۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "ایسا لگتا ہے جیسے میں اپنے دماغ پر ایسا بوجھ پہلے بھی کبھی محسوس کرچکی ہوں مگر ایسا کب ہوا؟"

شیبا نے اس کی سوچ میں سوال کیا "ہاں، مجھے سوچنا چاہیے، ایسا کب ہوا؟"

اس حسینہ کو یاد نہیں آرہا تھا۔ شیبا اس کے دماغ کو ٹٹول رہی تھی اور اس کی نادانستگی میں اس سے تعارف حاصل کر رہی تھی۔ یہ تعارف کچھ عجیب سا تھا۔ اسے خود اپنے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں۔ اس کا کوئی خاص نام بھی نہیں تھا۔ اب سے پہلے جہاں وہ نظربند رکھی گئی تھی، وہاں کے لوگ اسے مس بیوٹی کہتے تھے۔

شیبا نے اس کی سوچ میں سوال کیا "وہ کہاں نظربند رہی تھی؟"

وہ اس سلسلے میں کچھ بتا نہ سکی۔ اس جگہ کا نام نہیں جانتی تھی۔ اس نے پھر پوچھا "نظربند رکھے جانے سے پہلے وہ کہاں تھی۔ کہاں سے لائی گئی تھی، کس ملک سے تعلق رکھتی تھی؟"

اس کی سوچ نے عجیب سا جواب دیا "میں کسی ملک سے تعلق نہیں رکھتی۔ میں نہیں جانتی، کہاں پیدا ہوئی اور کہاں سے لائی گئی۔ جب مجھے یقین ہوا کہ میں بڑے ہی مہذب انداز میں قید کی گئی ہوں۔ میرے لیے آرام و آسائش کا ہر سامان موجود ہے لیکن باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے تو میرے اندر بغاوت نے سر اٹھایا اور میں وہاں سے فرار ہوگئی۔"

پھر اس کی سوچ میں سوال کیا گیا "میں ان شیطانوں کے درمیان کیسے پھنس گئی؟"

اس کی سوچ نے جو جواب دیا وہ تھیلما کی زندگی سے ملتا جلتا تھا۔ جس طرح تھیلما، باس بورینا کے ہتھے چڑھی تھی، اسی طرح یہ بھی اپنے دشمنوں کی قید سے نکل کر ماسک مین کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گئی تھی اور وہ اسے باس بورینا کے پاس لے آئے تھے۔

شیبا نے سمجھ لیا، اس کے دماغ میں کوئی گرہ ایسی ہے جو اسے اپنی پچھلی زندگی کے متعلق سوچنے نہیں دیتی۔ وہ اپنے بارے میں بہت کچھ فراموش کرچکی ہے۔

وہ جو مس بیوٹی کہلاتی تھی، اسے اپنی زندگی کی کہانی وہاں سے یاد تھی جہاں وہ نظربند رکھی گئی تھی۔ اسے یوں لگتا تھا جیسے وہ اسی جگہ پیدا ہوئی اور وہیں سے فرار ہوکر آزادی کی خواہش میں نکل تھی کہ پھر ان شیطانوں کے چنگل میں پھنس گئی۔ اس کا دماغ جو کہہ رہا تھا، اس سے شبہ ہوتا تھا جیسے وہ کسی حادثے میں اپنی یادداشت کھوچکی ہے یا پھر اس کا برین واش کیا گیا ہے۔

برین واشنگ کے خیال پر شیبا چونک گئی۔ سونتی کے ساتھ بھی یہی کیا گیا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ سونتی کے ذہن کو بچہ کانہ بنا دیا گیا تھا اور وہ حسینہ تھی، اس کا ذہن بچکانہ نہیں تھا۔ وہ اپنی عمر کے لحاظ سے ذہین تھی، حوصلہ مند تھی اور اپنی قوتِ ارادی سے ایسے بدترین ماحول میں بھی پُرسکون رہنا جانتی تھی۔

اس نے سوچا کہ فوراً جناب شیخ الفارس کو اس کے متعلق جاکر بتائے لیکن خیال خوانی کا رابطہ وہاں سے ختم کرکے شیخ الفارس سے گفتگو کرنے کے دوران اس حسینہ کو موت کے گھاٹ اتارا جاسکتا تھا۔ شیطان کے سامنے اس کی گردن اتارنے کے سارے انتظامات ہوچکے تھے۔ ابھی وہاں سے جانا مناسب نہیں تھا۔ اس نے سوچا کچھ بھی ہو، اس حسینہ کو مرنے نہیں دے گی۔ اگر بچنے کی کوئی صورت نہ نکلی تو عین وقت پر ٹیلی پیتھی

کا ہتھیار آزمائے گی اور بورینا کو قربانی سے باز رکھنے کی کوشش کرے گی۔

شیطان کا بڑا سا مجسمہ پلتھی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور کھلے ہوئے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ شیطانی قبیلے سے تعلق رکھنے والے رقص کرتے ہوئے مجسمے کے سامنے آتے تھے اور ان شعلوں کو سانس کھینچ کر اپنے منہ میں لیتے تھے۔ پھر دوسری طرف منہ کرکے ان شعلوں کو اگل دیتے تھے گویا کہ شیطان کی شیطانیت کو دنیا کے چاروں طرف پھیلا رہے تھے۔

وہ کبھی چیختے تھے، کبھی ہنستے تھے، کبھی گاتے ہوئے رقص کرتے تھے۔ ایسے ہی جشنِ طرب کے ہنگاموں میں اس حسینہ کا قہقہہ سنائی دیا۔ بورینا نے ایک دم سے چونک کر سر گھماتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی پشت نظر آرہی تھی۔ وہ ستون سے لگی ہوئی تھی اور قہقہے لگا رہی تھی۔ بورینا کو حیرانی ہوئی۔ آج تک جتنی بھی عورتوں کو وہاں قربانی کے لیے لایا گیا تھا، وہ دہشت سے پہلے ہی ادھ موئی ہو جاتی تھیں یا پھر روتی گڑگڑاتی رہتی تھیں۔ یہاں تو وہ قہقہے لگا رہی تھی۔ بورینا نے ڈانٹ کر پوچھا "تم کیوں ہنس رہی ہو؟"

ہنسنے والی کی پشت ابھی تک بورینا کی طرف تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "شیطان کے احمق چیلے! تجھے معلوم نہیں کہ جانور کی قربانی دی جائے یا انسان کی، قربانی کے لیے لازمی ہے کہ وہ جانور یا وہ انسان صحت مند ہو۔ اندر سے بیمار نہ ہو یا اس کے جسم پر زخم کا نشان نہ ہو مگر یہ دیکھ۔"

یہ کہتے ہی وہ بورینا کی طرف پلٹ گئی۔ اس کی پیشانی سے لہو بہہ رہا تھا۔ اس نے اپنے سر کو ستون سے ٹکرا کر زخمی کر دیا تھا اور کہہ رہی تھی "میں نے اپنے آپ کو زخمی کیا ہے۔ اس سے پہلے کہ تو میرا لہو شیطان کی طرف اچھالتا، میں نے اپنا لہو بہا دیا۔ جا! اپنے شیطان سے پوچھ، کیا میری قربانی قبول کی جاسکتی ہے؟"

اس بات پر بورینا کا ردِعمل کیا ہوا، یہ شیبا نہ دیکھ سکی۔ وہ اس کی ذہانت پر شدید حیرانی سے فوراً ہی شیخ الفارس کے پاس پہنچ گئی۔ انھیں بتایا کہ ایک ایسی حسینہ ہے جس نے پلک جھپکتے ہی شیطانی چالوں کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ اس نے اس کا مختصر سا حال سنایا تو شیخ الفارس نے کہا "بیٹی! یقیناً اس کا برین واش کیا گیا ہے اور جیسی ذہانت کا وہ مظاہرہ کر رہی ہے، اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ اعلیٰ بی بی ہے۔"

اب یہ بحث بعد میں ہو سکتی تھی کہ برین واش کے ذریعے کسی کی یادداشت بھلا دی جائے پچھلی زندگی یاد نہ رہے لیکن موجودہ زندگی اور آئندہ زندہ رہنے کے لیے احتیاط کا جو تقاضا ہے اسے پورا کرنے والی ذہانت قائم رہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ اس کا مختصر سا جواب یہی ہے کہ تنویمی عمل کے ذریعے ممکن ہے۔ اب اگر وہ اعلیٰ بی بی ہے تو تنویمی عمل کے ذریعے کس طرح اس کا برین واش کیا گیا، یہ شاید آگے چل کر معلوم ہو سکتا تھا۔

شیبا کبھی جناب شیخ الفارس سے گفتگو کرتی تھی اور کبھی پلک جھپکتے ہی بورینا کے پاس پہنچ جاتی تھی۔ اب بورینا غصے سے تلملا رہا تھا۔ اس حسینہ کو قربان گاہ تک نہیں لے جا سکتا تھا۔ اسے فوری طور پر ایک ایسی عورت کی ضرورت تھی جو جسمانی طور پر صحت مند ہو، اس میں کوئی نقص نہ ہو، بیمار نہ ہو، زخم کا نشان نہ ہو۔ وہ دیوانہ وار اپنے قبیلے کی عورتوں کو جا کر دیکھنے لگا۔ مس ہیوٹی کی طرف سے مایوس ہو کر وہ اپنے شیطان کو مایوس کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے سامنے قربانی دینا لازمی تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے ہی قبیلے کی ایک عورت کو پکڑ لیا۔

شیبا ذرا کمزور دل کی عورت تھی۔ وہ کسی کو قربان گاہ تک پہنچ کر قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس لیے واپس شیخ الفارس کے پاس آئی اور ان سے پوچھا "جناب! آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اعلیٰ بی بی ہو سکتی ہے یکسا وہ سونیا نہیں ہو سکتی؟"

جناب شیخ الفارس ذرا مسکرائے۔ پھر کہا "سونیا اور اعلیٰ بی بی دونوں ہی ذہین ہیں۔ وہ دونوں ہی حاضر دماغ ہیں مگر دونوں میں صرف ایک فرق ہے۔ وہ یہ کہ سونیا اعلیٰ بی بی کے مقابلے میں مکار زیادہ ہے۔ اگر وہ وہاں بندھی رہتی تو خود کو قربان ہونے سے بچانے کے لیے صرف اپنے آپ کو زخمی نہ کرتی بلکہ اب تک جو بڑا سا چھرا بورینا کے ہاتھ میں ہے، وہ سونیا کے ہاتھ میں ہوتا اور قربان گاہ میں بورینا کی گردن الگ نظر آتی۔"

شیبا نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیسے ممکن ہے؟"

"یہ تو سونیا ہی جانتی ہے کہ عین وقت پر وہ کیسی مکارانہ چالیں چلتی ہے۔ بھئی میرا دماغ بھی کام نہیں کرتا میں سمجھتا ہوں شیطان کے نصیب اچھے ہیں، وہاں اعلیٰ بی بی ہے، اگر سونیا ہوتی تو شیطان اپنی جگہ چھوڑ کر سونیا کو وہاں بٹھا دیتا۔"

شیبا نے کہا "نہیں جناب، یہ تو مبالغہ ہے۔"

انھوں نے ہنستے ہوئے کہا "دشمن یہیں دھوکا کھا جاتے ہیں۔ سمجھتے ہیں، یہ مبالغہ ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا اور وہ ہمارا مکار بیٹی ایسا کر کے دکھاتی ہے۔ تم بحث میں وقت ضائع کرو، وہاں جا کر دیکھو، اعلیٰ بی بی کو تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔"

شیبا، اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس وقت تک بورینا اس دوسری عورت کو قربان گاہ پر لا کر اس کی گردن اڑا چکا تھا۔ اُس کے لہو سے شیطان کے جسم کو اشنان کرا رہا تھا اور ان لہو کے چھینٹوں کو خود اپنے آپ پر اچھال رہا تھا۔

اس مرحلے میں بورینا پر دیوانگی طاری رہتی تھی۔ وہ جنونی حالت میں رقص کرتا تھا۔ جشن منا تا تھا۔ ایسے وقت اعلیٰ بی بی کے جو ہاتھ لبّت پر بندھے ہوئے تھے، وہ پیچھے سے پھسلتے ہوئے نیچے ٹانگوں تک آئے۔ پھر وہ اپنے ہاتھوں کو سامنے کی طرف لے آئی اور دانتوں سے رسّی کھولنے لگی۔ اُسی وقت گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ چند لمحوں کے بعد وہ آواز بند ہو گئی۔ وحشیانہ انداز میں رقص کرنے والے تھم گئے۔ سر اُٹھا کر اُس پاس چاروں طرف دیکھنے لگے۔ اس خفیہ غار کی دیواریں ہولے ہولے لرز رہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے پتھر گر رہے تھے۔ پھر زمین بھی لرزنے لگی۔ ایسے وقت لوگ پناہ کے لیے اِدھر اُدھر بھاگتے ہیں مگر اس شیطانی قبیلے کے عورتیں اور مرد خوش ہو کر اچھلنے لگے۔ رقص کرنے لگے۔ انھیں یقین ہو گیا کہ شیطان آرہا ہے۔

شیطان کے کھلے ہوئے منہ سے جو شعلے نکل رہے تھے، وہ پہلے ہی ختم ہو چکے تھے۔ اب وہاں سے دھواں نکل رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے غوث کی قربانی دی گئی ہے اُس کے لہو سے شیطان کے منہ کو ٹھنڈا کر دیا گیا ہے۔ آگ بجھ گئی ہے، صرف دھواں نکل رہا ہے۔ ایسے ہی وقت بورینا رقص کرتے کرتے اوندھے منہ زمین پر گرا اور سر کو چھکا لیا۔ گویا وہ شیطان کے سامنے سجدہ کر رہا تھا۔ قبیلے کے تمام لوگ اُسی طرح زمین پر اوندھے لیٹ گئے۔ سب نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ایسے ماحول میں شیبا ہوتی تو اس کا دماغ کام نہ کرتا کہ اُسے کیا کرنا چاہیے۔ ہاں، اُس نے شیطانی زبان تھوڑی بہت سیکھ لی تھی۔ اس بات کی منتظر تھی کہ شیطان آئے اور کچھ بولے تو وہ اس کی بات سمجھے۔ وہ مس ہیوٹی کے دماغ میں رہ کر شیطان کا انتظار کر رہی تھی اور دیکھ رہی تھی کہ وہ مس ہیوٹی رسّیوں سے آزاد ہونے کے بعد ان سجدہ کرنے والوں سے بچتی بچاتی شیطان کے منہ کی طرف جا رہی تھی۔

کیسی بے باک تھی۔ فرار ہونے کا موقع ملا تھا، وہ کسی دوسری طرف بھاگ کر جا سکتی تھی لیکن اس عورت کا دماغ تجسس سے بھرا ہوا تھا۔ جو بات اس کے دماغ میں کیل کی طرح چبھتی تھی، وہ اس کیل کو نکال کر پھینکے بغیر چین سے نہیں رہتی تھی۔ اس لیے وہ شیطان کے منہ کی طرف جا رہی تھی۔ اسے یقین نہیں تھا کہ شیطان بنفسِ نفیس آسکتا ہے اور کسی سے باتیں کر سکتا ہے۔

جب وہ شیطان کے کھلے ہوئے منہ تک پہنچی تو وہاں سے دھواں نکل رہا تھا۔ وہ دھواں لہرا رہا تھا۔ جیسا کہ پہلے شیبا نے اور میں نے بورینا کے ذریعے دیکھا تھا۔ وہ دھواں انسانی جسم کی صورت میں لہرانے لگا تھا۔ پہلے اُس کا سر نظر آیا۔ سر پر دو سینگ نکلے ہوئے تھے پھر اُس کے دو لانبے لانبے ہاتھ نظر آئے۔ ان ہاتھوں میں لمبے لمبے ناخن تھے۔ یہ سب کچھ دھواں سا تھا لیکن شیطان کا وجود ظاہر ہو رہا تھا کیونکہ اس کا قہقہہ صاف طور پر سنائی دے رہا تھا۔

شیبا کی سانس شدید حیرانی سے اوپر کی اوپر ہی رہ گئی۔ مس ہیوٹی شیطان کے مجسمے کے کھلے ہوئے منہ میں داخل ہو گئی تھی، دھواں وہیں لہرا رہا تھا۔ شیطان کا قہقہہ وہیں سنائی دے رہا تھا لیکن وہ نڈر عورت اس دھوئیں سے گزرتے ہوئے اندر چلی گئی تھی۔

شیبا اگر ٹیلی پیتھی کی آنکھ سے نہ دیکھتی تو کبھی یقین نہ کرتی کہ شیطان دھوئیں کی صورت میں رقص کر رہا ہو اور وہ اسی دھوئیں سے گزر کر اندر چلی گئی ہو۔ دراصل یہی انسانی حوصلہ ہوتا ہے جو شیطان کے اندر سے گزر کر اپنے ایمان اور اعتماد کو برقرار رکھتا ہے۔

اُس وقت شیطان بورینا کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "میرے پجاری میرے کتے، سؤر! میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

بورینا نے سر اٹھا کر دھواں دھواں شیطان کی طرف دیکھا۔ اس کی باچھیں کھل گئی تھیں۔ وہ ایسے خوش ہو رہا تھا جیسے شیطان کے دیے ہوئے خطابات پر فخر کر رہا ہو۔ پھر اس نے کہا "اے شیطانِ معظم! میں فرہاد کو پھر ہار گیا۔"

شیطان نے کہا "گدھے کہیں شطرنج نہیں کھیل سکتے۔ میں تمھیں چالیں سمجھاتا ہوں۔ مگر تم چال چلنے سے پہلے چاروں طرف سے خود کو مضبوط نہیں کر سکتے۔ تم وہاں کمزور پڑ گئے تھے۔ اس لیے دوسرا بازی لے گیا۔"

بورینا نے کہا "میں تیرے قدموں میں زیادہ سے زیادہ قربانیاں دوں گا۔ پلیز، ایک بار پھر فرہاد کو میرے ہاتھوں میں پہنچا دے۔"

"بورینا تمھاری ایک بہت بڑی کمزوری ہے۔ وہ یہ کہ جب آنکھوں سے دیکھتے ہو تو عقل سے کام نہیں لے سکتے اور جب عقل سے کام لیتے ہو تو آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ اب جب کہ تم عقل کی باتیں مجھ سے سیکھنے آئے ہو تو اندھے ہو گئے ہو۔ آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے۔ کیا تم نے ابھی نہیں دیکھا کہ میرے منہ میں ایک مکھی گھس گئی ہے؟"

پاس بورینا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر شیطان کے کھلے ہوئے

منہ کی طرف دیکھنے لگا۔ وہاں شیطانی دھواں رقص کر رہا تھا۔ بورنیا نے کہا: "اے شیطانِ معظم! یہاں اتنی آگ اور دھواں ہوتا ہے کہ کمبخت آ ہی نہیں سکتیں۔"

"گدھے، میں اُس بھٹی کی بات کر رہا ہوں جسے قربانی کے لیے تُو نے باندھ رکھا تھا۔ وہ آزاد ہو کر میرے منہ میں چلی آئی ہے۔"

بورنیا نے خوش ہو کر کہا: "اس کا مطلب ہے، تُو نے آج ایک نہیں، دو قربانیاں قبول کی ہیں۔ دوسری کو بھی تُو نے نگل لیا ہے۔"

"احمق کی اولاد، کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں نگلنے کے بعد بدہضمی ہو جاتی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تو نہ سمجھے تو بہتر ہے۔ اپنے مطلب کی بات سُن لے۔ فرہاد موت کے منہ سے نکل آیا ہے۔ چند روز میں بھلا چنگا ہو گا مگر یہ ثابت کرنا مشکل ہو گا کہ وہ فرہاد ہے۔ اس کے لوگ اُسے صاف بچا کر نکال لے جانے کی کوشش کریں گے۔ ایسے ہی وقت میں تجھے فرہاد کی شناخت بتاؤں گا۔ تو اُسے اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کرنا۔"

بورنیا نے گڑگڑا کر کہا: "اے شیطان! اِس بار فرہاد کی دُم اصلی لگا دے۔ پہلی نقلی تھی، اِس لیے کسی نے میری بات کا یقین نہیں کیا اور وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔"

اِس دھوئیں کے مجسمے سے بھاری بھرکم گرجدار آواز سنائی دی: "جب شیطان کسی کو گرفتار کرتا ہے تو اُسے اپنے ہی رنگ و روپ میں پیش کرتا ہے۔ اسی لیے میں نے فرہاد کو گرفتار کرنے کے بعد تمھارے سامنے پیش کیا تو اس کے پیچھے دُم لگا دی کیونکہ میرے پیچھے بھی دُم ہے۔ فرہاد کو علاج اور معالجے کے سلسلے میں جہاں جہاں لے جایا جاتا ہے، تم دُور ہی دُور سے اس کی نگرانی کرو۔ میں پھر ثابت کروں گا کہ وہ فرہاد ہے۔"

شیطان درست کہہ رہا تھا۔ جو گمراہ ہوتے ہیں، غلط راستوں پر چلتے ہیں۔ گناہوں کو اپنا لیتے ہیں اور شیطانیت کا پرچار کرتے ہیں ان کے جسم میں بھی شیطانی نشانیاں موجود ہوتی ہیں۔ یوں تو وہ انسان ہوتے ہیں اور انسان ہی نظر آتے ہیں لیکن کبھی کبھی اُن کی آنکھوں سے شیطانیت ٹپکتی ہے۔ کبھی اُن کے چہرے ایسے بگڑے ہوتے ہیں جیسے اُن کے اندر سے شیطان جھانک رہا ہو یا اِن کے جسم کا کوئی عیب شیطانیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

شیبا کو اس بات کی حیرانی اور بے چینی تھی کہ مس بیوٹی کس بے باکی سے شیطان کی موجودگی میں اس کے ہی منہ میں داخل ہو گئی ہے۔ وہ مس بیوٹی کے دماغ میں جم کر بیٹھ گئی تھی۔ اسی کے ذریعے شیطان کی آواز سنتی جا رہی تھی۔ پھر اُس نے شیطان کی گفتگو کو نظرانداز کر دیا۔ کیوں کہ اعلیٰ بی بی اُس کے منہ میں داخل ہونے کے بعد ایسے ماحول میں پہنچی تھی جو قابلِ دید تھا۔

اُس کے سامنے ایک بہت بڑا تاریک سا ہال نظر آ رہا تھا۔ اندھیرے میں کہیں کہیں سے دیواریں جھلک رہی تھیں۔ وہ دیواریں پتھر کی بنی ہوئی تھیں۔ اس ہال کے درمیان میں ایک بہت بڑا آتشدان تھا جو دائرے کی صورت میں تھا۔ اس میں انگارے دہک رہے تھے۔ انھی انگاروں کی وجہ سے اس ہال کی کچھ چیزیں نگاہوں کے سامنے جھلک رہی تھیں۔ آتشدان کے پیچھے ذرا فاصلے پر ایک دیوار پر ایسی جالیاں لگی ہوئی تھیں جیسی ایئر کولر وغیرہ میں ہوتی ہیں۔ مس بیوٹی اپنی ذہانت سے سوچ رہی تھی کہ اب تک شیطان کے منہ سے جو شعلے نکلتے رہے، وہ شعلے اس آتشدان سے اُٹھ رہے تھے اور اُن کے پیچھے دیوار پر جو آہنی جالیاں لگی ہوئی ہیں، وہاں سے زوردار ہوا چلتی ہو گی۔ اس ہوا کی زد میں آ کر شعلے شیطان کے کھلے ہوئے منہ سے باہر نکلتے ہوں گے۔

اس دائرہ نما آتشدان کے اطراف ذرا نیچے پختہ فرش ہے، کچی زمین ہے، پانی ہے یا دلدل ہے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اِس لیے مس بیوٹی یا اعلیٰ بی بی جہاں کھڑی ہوئی تھی وہاں پتھریلی دیوار سے لگی ہوئی آہستہ آہستہ ایک سمت بڑھتی جا رہی تھی۔ اُس نے ایک طرف چلتے رہنے کے دوران محسوس کیا جیسے اِس کی سمت بدلتی جا رہی ہے۔ دیواریں سیدھی نہیں ہیں۔ وہ دیوار کبھی دائیں سمت جاتی ہے کبھی پھر دائیں سمت گھوم کر اس کی سمتوں کو بدلتی رہتی ہے۔ جیسے جیسے سمتیں بدلتی تھیں ویسے ہی ہال کا منظر بھی کچھ تبدیل ہوتا تھا۔ اس نیم تاریکی میں ایک بڑا سا سادہ اسکرین نظر آیا۔ یوں جیسے دور سامنے بڑا سا سینما کا پردہ تنا ہوا ہو اور اب اس پر فلم چلنے والی ہو۔

وہ دائرہ نما آتشدان ہال کے درمیان میں تھا۔ اس کے ایک طرف ذرا فاصلے پر وہی ایئر کولر کی آہنی جالیاں تھیں۔ دوسری طرف وہ بڑا سا اسکرین تھا۔ اچانک آتشدان کے انگاروں سے دھواں سا اُٹھنے لگا۔ یقیناً کوئی ایسا سفوف پھینکا گیا ہو گا جس سے وہ ماحول دھواں دھواں ہونے لگا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اسکرین روشن ہوا۔ پھر اس پر ایک شیطان کا خاکہ نظر آیا۔ اُس کے پر دو سینگ تھے۔ اس کے دونوں لانبے ہاتھوں کی انگلیاں لانبی تھیں اور انگلیوں سے نوکیلے ناخن نکلے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ یہ سب سائے کی صورت میں تھا۔ اس کا چہرہ نہیں آ رہا تھا۔ اس کے پورے سراپے میں اُس کی دم بھی دکھائی دے رہی تھی۔ پھر وہ شیطان کا سایہ تھرکنے لگا، رقص کرنے لگا۔

مس شیبا نے دیکھا، اسکرین پر جو سایہ رقص کر رہا ہے، اُس کا عکس دھوئیں کی طرف آتا ہے۔ تاثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ دھوئیں نے شیطانی جسم کی شکل اختیار کر لی ہے اور وہ شیطانی انداز میں رقص کر رہا ہے اور رقص کے دوران اس کی دُم بھی ہلتی جا رہی ہے۔

اس منظر سے ثابت ہوتا تھا کہ باس بورنیا کے سامنے شیطان بنفسِ نفیس نہیں آتا تھا ایسے ہی تماشے دکھاتا تھا۔ یعنی کہیں پر پروجیکٹر کے ذریعے کوئی شخص شیطانی روپ میں رقص کرتا تھا۔ پروجیکٹر کی روشنی اُسے اسکرین تک پہنچاتی تھی۔ اسکرین کا عکس دھوئیں پر پڑتا تھا۔ پھر شیطان کے مجسمے کے کھلے ہوئے منہ سے نکلنے والے دھوئیں میں بھی وہی عکس نمایاں رہتا تھا اور بورنیا سمجھتا تھا کہ شیطان خود یہ کارنامہ کرانے کے لیے آیا ہے اور اسے شیطان کے رُوبرو گفتگو کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔

شیبا مس بیوٹی کے دماغ میں رہ کر جو تماشا وہاں دیکھ رہی تھی، وہی تماشا اب شیطان کے کھلے ہوئے منہ سے باہر بورنیا کو نظر آ رہا ہے یا نہیں؟ یہ ابھی معلوم نہیں ہو رہا تھا اور نہ ہی شیبا کے پاس اتنی فرصت تھی کہ وہ بورنیا کے پاس جا کر معلوم کرتی۔ یہاں تو شیطان کا بھید کھل رہا تھا کہ وہ کس طرح دھواں دھواں ہو کر آیا کرتا تھا۔

پھر اِس دھوئیں کے شیطان نے قہقہہ لگانا شروع کر دیا۔ یقیناً اسکرین کے پیچھے کوئی مائک کے پاس بیٹھا ہوا قہقہہ لگا رہا ہو گا۔ وہ بھیانک قہقہے ایسے تھے جیسے آنے والی کا مذاق اُڑایا جا رہا ہو۔ پھر شیطان کی گرجدار آواز نے کہا: "آؤ، آ جاؤ۔ میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں، خوش آمدید اس لیے کہ شیطان کے سائے میں آنے والے ہمیشہ خوش رہتے ہیں، عیش کرتے ہیں۔"

اس بار شیطان انگریزی زبان میں کہہ رہا تھا۔ شیبا نے سوچا، خواہ مخواہ شیطانی زبان سیکھنے میں اتنا وقت ضائع کیا، یہ کم بخت تو اب انگریزی بول رہا ہے۔ کیا اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی جائے؟

پھر شیبا کو میری ہدایات یاد آئیں۔ میں نے اُس سے کہا تھا، جب میرے مقابلے پر انسان یوگا میں مہارت حاصل کر کے آتے ہیں اور میری ٹیلی پیتھی کا راستہ روکتے ہیں تو شیطان پھر شیطان ہوتا ہے۔ وہ کبھی اپنے دماغ میں آنے نہیں دے گا دانشمندی یہ ہے کہ پہلے شیطان کا اچھی طرح مشاہدہ کیا جائے۔ یقین کیا جائے کہ اس کے دماغ میں بہ آسانی پہنچا جا سکتا ہے تب خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچا جائے۔

اُدھر شیطان مس بیوٹی کو خوش آمدید کہہ رہا تھا: "تم میرے پاس آنے والی ایسی مہمان ہو جو میرے لیے اجنبی نہیں ہو مگر خود اجنبی ہو۔ کیا تم جانتی ہو کہ تم کون ہو؟"

یہ سوال بہت اہم تھا اور اس کا جواب شیطان کے پاس ہی تھا۔ اس نے پھر فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگایا۔ پھر کہا: "تم نہیں جانتیں۔ ہاں تمھارا خدا جانتا ہے مگر اس زمین پر میں اور وہ پُراسرار شخص جانتا ہے، تیسرا کوئی نہیں جانتا۔"

مس بیوٹی نے کہا: "اگر تمھارا دعویٰ درست ہے تو پلیز، مجھے بتاؤ میں کون ہوں، مجھے اپنی سابقہ زندگی کیوں یاد نہیں آتی؟"

"تنویمی عمل کے ذریعے تمھارے سر کی دھلائی کیا گیا ہے۔ تمھارے دماغ سے اُن تمام واقعات کو نکال دیا گیا جو تمھاری پچھلی زندگی سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی لیے تم سب کچھ بھول گئی ہو۔"

"تمھاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے میں صحیح جگہ پہنچ گئی ہوں۔ یہاں میں خود کو تلاش کروں گی، مجھے میری اصلیت معلوم ہو جائے گی لہٰذا میں پھر سوال کر رہی ہوں، بتاؤ میں کون ہوں؟"

شیطان کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی: "تمھارا اسم اصل ہے سامی۔"

وہ بڑبڑائی: "سامی؟"

"ہاں اور تمھارا اسم صفت ہے اعلیٰ بی بی۔"

وہ پھر زیرِلب بولی: "اعلیٰ بی بی؟"

"ہاں، اور تمھارا اسم موجود ہے، مس بیوٹی۔"

اعلیٰ بی بی پتھریلی دیوار سے لگ گئی تھی۔ اپنے متعلق سنیدگی سے غور کر رہی تھی۔ پھر اُس نے کہا: "مجھے یہ موجودہ نام پسند نہیں ہے۔ مس بیوٹی ایک چھچھورا اور سستا سا نام ہے۔"

"مگر تمھارے حسن و جمال کے اعتبار سے تمھیں مس بیوٹی ہی کہنا چاہیے۔"

"مجھے مت کہو مس بیوٹی۔ جو ناپسندیدہ نام ہو وہ گالی بن جاتا ہے۔ ہاں، اعلیٰ بی بی جیسا نام ظاہر کرتا ہے کہ مجھ میں کچھ اعلیٰ صفات موجود ہیں، کیا یہ سچ ہے؟"

آواز آئی: "ہاں، تم ذہانت اور حاضر دماغی میں یکتا ہو۔ بابا فریدِ اسطی کے ادارے سے جب بھی تم کسی مہم پر روانہ ہوتی تھیں تو اتنی ٹھوس پلاننگ کرتی تھیں کہ دشمنوں کی تمام شیطانی چالیں ناکام ہو جاتی تھیں مجھے شیطان ہو کر بھی اس بات کا اعتراف ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "یہ بابا فریدِ اسطی کا ادارہ کہاں ہے۔ کیا وہاں میرے رشتے دار رہتے ہیں؟ میرے ماں باپ، میرے بھائی بہن؟"

"فی الحال تمھارا کوئی خون کا رشتہ نہیں ہے۔ صرف ایک فرہاد سے تمھارا دلی اور دماغی رشتہ ہے۔"

"یہ فرہاد کون ہے؟ مجھے اس سے ملاؤ۔"

"اس سے تو خدا ہی ملائے گا۔ میں اپنے بندوں سے ملاتے ملاتے پریشان ہوگیا ہوں۔ وہ ایک پارہ ہے۔ ہتھیلی پر نہیں ٹھہرتا۔ ہوا ہے، بند مٹھی میں نہیں آتا مگر اب آئے گا۔ میں تمہاری جھلک دکھاؤں گا تو ضرور آئے گا۔"

"کیا تم واقعی شیطان ہو؟"

"کیا تم واقعی انسان ہو؟"

"ہاں میں انسان ہوں۔"

"ہاں، میں شیطان ہوں۔"

"کیا تم مجھے فرہاد سے ملا سکتے ہو؟"

"یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔"

"کیا شیطان بے اختیار ہوتا ہے؟"

"مجھے خدا نے بڑے اختیارات دیے ہیں، اتنے کہ میں انسان کے اندر پہنچ جاتا ہوں۔ اسے اندر سے بہکاتا اور ورغلاتا رہتا ہوں۔ مجھے اتنے اختیارات دیے ہیں کہ میں ہزاروں روپ بدل سکتا ہوں۔ میں ازل سے کبھی ایک صورت میں انسانوں کے سامنے نہیں آیا۔ میں کبھی فرعون بنا، کبھی شداد۔ میں اپنی شیطانیت کو پھیلانے کے لیے بڑے سے بڑا ہٹلر بن جاتا ہوں اور چھوٹے سے چھوٹا ہٹلر بھی بنتا ہوں۔ میں ٹیچر ماسٹر ہوں، میں ماسک مین ہوں، میں ہی ماسٹر کی بن جاتا ہوں اور میں ہی جب چاہتا ہوں یہودیت کا علم لہرا دیتا ہوں۔"

"میں سمجھ نہیں سکی، ذرا وضاحت کرو۔ تم بیک وقت اتنے پارٹ کیسے ادا کر لیتے ہو؟"

"جیسے فرہاد کرتا ہے۔ جب وہ کسی کے دماغ پر تقابض ہو جاتا ہے تو اپنے معمول کو اپنی مرضی کے مطابق حرکتیں کرنے پر مجبور کر دیتا ہے، جیسا وہ چاہتا ہے ویسا ہی وہ بے چارہ کرتا ہے۔ ٹھیک اُسی طرح مجھے اختیار حاصل ہے کہ میں کسی کے بھی اندر سما جاؤں۔ ذرا غور کرو تو سمجھ میں آجائے گا۔ فرعون تو محض ایک انسان تھا۔ اس کے اندر میں بولتا تھا۔ اس لیے وہ فرعون کہلایا۔ ٹیچر ماسٹر، ماسک مین یا ماسٹر کی، اگر کوئی غلط حکم دیتا ہے تو میں اس کے دماغ پر تقابض ہو کر اُسے وہی غلطی کرنے پر مجبور کرتا ہوں۔ اگر میں ایسے لوگوں کے دماغوں سے نکل جاؤں تو پھر ان میں شیطانیت کہاں رہے گی؟ وہ تو سچے انسان ہوں گے۔ دنیا میں یہ جھگڑے، فساد، نفرتیں اور تباہ کاریاں کیسے عمل میں آئیں گی؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "ہماری دنیا میں شیطان سب سے زیادہ دلچسپ کردار ہے۔ آج میں اس سے گفتگو کر رہی ہوں۔ اسے دیکھنا بھی چاہتی ہوں، کیا تم میرے سامنے آؤ گے؟"

ایک زبردست قہقہہ سنائی دیا۔ پھر جواب ہوا۔ "اے ملک سیطان کے اصلی روپ کو کسی نے نہیں دیکھا۔ وہ صرف قیامت کے دن دکھائی دے گا۔ ویسے میں موجود ہوں ہر انسان کے اندر اور باہر موجود ہوں اور مختلف شکلوں میں آتا جاتا ہوں۔ دیکھنے والی آنکھیں، سوچنے والے دماغ مجھے پہچان لیتے ہیں اور جو آنکھیں رکھ کر بھی اندھے ہوں وہ مجھے دیکھ نہیں پاتے۔ آؤ، اعلیٰ بی بی! میں تم سے روبرو ملاقات کروں گا۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "تم نے ابھی کہا تھا میرا تعلق کسی فرہاد سے ہے۔ جس سے میرا تعلق ہے پہلے میں اُسے دیکھنا چاہتی ہوں۔ اُس سے ملانا تمہارے اختیار میں نہیں ہے لیکن تم اس کی صورت تو دکھا سکتے ہو۔"

"ہاں، دیکھو، اس اسکرین پر تمہیں فرہاد نظر آئے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دائرہ نما آتشدان سے دھوئیں کا بھبکا سا اٹھا۔ پھر اسکرین روشن ہوگیا۔ ایک جوان اسپتال کے بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اُس کا چہرہ صاف طور پر نظر آرہا تھا۔ شیطان کی کمنٹری سنائی دی۔ "یہ فرہاد کی تیمور ہے لیکن یہ اس کا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ یہ کمبخت آدھا شیطان ہے، میری طرح چہرے بدلتا رہتا ہے۔ اس وقت ڈاکٹر میکاکس کے روپ میں ہے۔"

"کیا یہ سچ مچ کسی اسپتال میں پڑا ہوا ہے؟"

"ہاں، اپنے جسم پر کئی گولیاں کھائی ہیں مگر سخت جان ہے، مرتے مرتے بچ گیا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "آخر کون ایسا سنگدل ہے جس نے اُس کی جان لینا چاہی تھی؟"

"اس دنیا میں دشمن کہاں نہیں ہوتے ہیں، وہ تو میں ہوں جس کے اندر جاتا ہوں اُسے دشمن بنا دیتا ہوں۔"

"مگر تم فرہاد کے دشمن کیوں ہو؟"

"یہ اپنی تین جاں نثار ساتھی عورتوں کو تلاش کر رہا ہے۔ ایک تو اس کی بیوی رسونتی اسے مل گئی ہے۔ دوسری سونیا ہے۔ تیسری تم ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے چونک کر پوچھا۔ "کیا یہ مجھے تلاش کرنے کی سزا پا رہا ہے۔ تم آخر چاہتے کیا ہو؟ کیوں دشمنی کر رہے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں، یہ تم لوگوں کو تلاش کرتا رہے اور کبھی مل نہ سکے۔ اس کے کئی دشمن اسے تلاش کر رہے ہیں۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ یہ دشمنوں کے ہتھے نہ چڑھے۔ پھر یہ اپنے دشمنوں کو ٹھکانے لگانا چاہتا ہے۔ میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ یہ اپنے دشمنوں کو ٹھکانے لگائے۔"

"آخر تم چاہتے کیا ہو؟"

"شیطان صرف ایک بات چاہتا ہے اور وہ یہ کہ دنیا میں

امن و سکون نہ رہے۔ جھگڑے فساد کے بہانے بنتے چلے جائیں اور میں یہی بناتا چلا آرہا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اوہ خدایا! یہ سوچ کر میرا دل کتنی زور سے دھڑک رہا ہے کہ یہ شخص میرے لیے جان کی بازی لگا رہا ہے۔ میرے لیے اس مقام تک پہنچ گیا ہے۔ اے شیطان، اپنی حرکتوں سے باز آجا، میں اپنے محبوب کو تیرے ہاتھوں مرنے نہیں دوں گی۔"

"میں کب کہتا ہوں کہ یہ میرے ہاتھوں مرے گا۔ میں کبھی کسی کو مارتا ہی نہیں چاہتا۔ زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ میں اس دنیا میں صرف شیطانی چکر چلانے کے لیے آیا ہوں اور چکر چلاتا رہوں گا۔ لوگ آپس میں لڑتے مرتے رہیں گے۔ میرے اس چکر میں کسی کو زندہ رہنے کا موقع مل جائے گا اور کسی کے نصیب میں موت آئے گی۔"

"میں تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔"

"آ تو گئی ہو۔ روبرو آنا چاہتی ہو تو جہاں کھڑی ہو وہاں سے سیدھی قدم بڑھاتی چلی آؤ۔ راستے میں تمہیں کہیں کوئی ٹھوکر نہیں لگے گی۔"

اُس نے قدم بڑھایا۔ پھر دوسرا قدم آگے بڑھایا۔ زمین پاؤں تلے ٹھوس تھی۔ پھر وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔ اسکرین کے سامنے آکر رک گئی۔ وہ اسکرین اب سادہ ہو چکا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "میں تمہارے پاس آنے سے پہلے فرہاد کا اصلی چہرہ دیکھنا چاہتی ہوں۔"

اسکرین پھر روشن ہوا۔ اس میں میری صورت نظر آنے لگی۔ اعلیٰ بی بی اسکرین کے پاس پہنچ گئی تھی۔ وہ میرے چہرے کو چھو کر دیکھنے لگی۔ چہرہ سچ مچ نہیں تھا۔ وہ روشنی اور سائے کے امتزاج سے بنا تھا لیکن وہ کبھی میری آنکھوں کو چھوتی تھی، کبھی ناک کو، کبھی گالوں کو، کبھی ہونٹوں کو اور کہتی جاتی تھی۔ "ہاں مجھے ایسا لگتا ہے، جیسے میں نے اس چہرے کو دیکھا ہے، بہت اچھی طرح دیکھا ہے۔ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا ہے اور اپنے دل کے اندر بھی پایا ہے۔ کیا، یہی فرہاد ہے؟"

"ہاں، یہی فرہاد ہے۔ اب تم میرے پاس چلی آؤ۔"

"کیسے آؤں، سامنے تو یہ بڑا سا پردہ ہے۔"

"تم قدم بڑھاتی جاؤ۔ میرے پاس پہنچ جاؤ گی۔"

اُس نے قدم بڑھانا شروع کیے۔ چند قدم چلنے کے بعد محسوس ہوا، سامنے پردہ نہیں ہے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ پردہ مجھے نظر آرہا تھا۔ وہاں میری وہی صورت نظر آرہی تھی گویا کہ وہ دوسرے کمرے کا آربار چلی آئی تھی اور وہ پردہ محسوس بھی نہیں ہوا تھا۔

اچانک ہی اس نیم تاریک ماحول میں روشنی کا جھماکا ہوا۔ یکبارگی روشنی ہونے کے باعث اعلیٰ بی بی نے فوراً آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ پھر آہستہ آہستہ ہاتھوں کو ہٹا کر آنکھیں کھول کر دیکھا تو حیران رہ گئی۔ وہ ایک بہت بڑے خوب صورت سے سجے سجائے ڈرائنگ روم میں تھی۔ وہاں جدید طرز کے فرنیچر اور آرائشی سامان کو سلیقے سے سجا کر رکھا گیا تھا۔ وہ چاروں طرف گھوم کر دیکھتی رہی۔ ایک وہ شیطانی ماحول تھا جہاں عورتیں اور مرد شیطانی حالت میں شیطانی رقص کر رہے تھے اور انھوں نے ایک عورت کی گردن کاٹ کر شیطان کو خوش کیا تھا اور ایک یہ جدید طرز کا ماحول تھا۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ پلٹ کر مار کر منہ کھول کر بیٹھے رہنے والا شیطان ایسے آرام دہ صوفوں پر بیٹھتا ہوگا۔

اعلیٰ بی بی نے آہٹ سُن کر ایک طرف سر اٹھاتے ہوئے دیکھا دور زینے کی بلندی پر ایک بہت ہی بوڑھا شخص نظر آرہا تھا۔ وہ دو حسین دوشیزاؤں کے شانوں پر ہاتھ رکھے ایک ایک زینہ اُتر رہا تھا۔ پھر دو چار زینے اُترنے کے بعد اُس نے بوڑھی مسکراتی ہوئی آنکھوں سے نیچے ڈرائنگ روم میں کھڑی ہوئی اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ پھر ہنستے ہوئے کہا۔ "جب سے مجھے ملعون قرار دیا گیا تب سے اب تک سیکڑوں صدیاں گزر گئیں، ہزار ہا صدیاں گزر گئیں۔ مجھے اب تک بوڑھا ہو جانا چاہیے۔ اس لیے میں بوڑھا ہوں۔"

وہ دو چار زینے اُترتا ہوا ذرا اور نیچے آیا مگر وہاں پہنچتے پہنچتے اُس کی ہیئت بدل گئی۔ اب وہ ادھیڑ عمر کا کوئی دوسرا ہی شخص دکھائی دے رہا تھا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم حیران ہوگی کہ میں انتہائی بوڑھا تھا۔ میری عمر تھوڑی سی کم کیسے ہوگئی۔ اب میں ادھیڑ عمر کا کیسے نظر آرہا ہوں۔"

وہ ہنسنے لگا پھر ہنستے ہنستے کہنے لگا۔ "انسان اپنی عمر کے ساتھ آگے بڑھتا ہے، بچے سے جوان ہوتا ہے۔ جوان سے ادھیڑ عمر کا ہوتا ہے۔ پھر ادھیڑ عمر سے بوڑھا، پھر اور بوڑھا ہوتا چلا جاتا ہے لیکن میں شیطان ہوں۔ میں جوانی سے بڑھاپے تک

بھی جاسکتا ہوں اور بڑھاپے سے واپس جوانی تک بھی آسکتا ہوں جیسے اب آرہا ہوں۔"

وہ پھر نیچے اُتر کر آنے لگا۔ چند زینے طے کرنے کے بعد وہ بالکل جوان ہوگیا تھا۔ پہلے اُس نے دو شیزاؤں کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ان کا سہارا لیا تھا۔ اب وہ ان کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر بڑے فخریہ انداز میں کھڑا ہوا تھا۔ بہت ہی قد آور اور خوبرو جوان دکھائی دے رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے دل ہی دل میں اعتراف کیا کہ اُس نے آج تک اتنا خوبرو اور پُرکشش جوان کبھی نہیں دیکھا۔ اگر وہ بازار میں نکل پڑتا تو حسیناؤں کے دل بھی سینے سے نکل نکل پڑتے۔

اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "گئی، اعلیٰ بی بی گئی۔ گئی۔"

اعلیٰ بی بی نے بے اختیار کہا۔ "لاحول ولا قوۃ۔"

وہ فوراً ہی دونوں دوشیزاؤں کے پیچھے چھپ گیا۔ چیخ کر بولا۔ "خبردار! لاحول نہ پڑھنا ورنہ مجھ سے روبرو ملاقات نہیں ہوسکے گی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "اب تم بھی کوئی ایسی بات نہ کرنا۔ چلو، اب سامنے آؤ۔"

وہ دوشیزاؤں کے پیچھے سے نکلا تو فرہاد علی تیمور نظر آرہا تھا۔ اعلیٰ بی بی اُسے دیکھ کر ایک دم سے چونک گئی۔ بے اختیار ایک قدم آگے بڑھی، پھر رُک گئی۔ اُس نے پوچھا۔ "تم، تم فرہاد ہو؟"

اُس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "میں شیطان ہوں مگر تم فرہاد کو پسند کرتی ہو اس لیے یہ چہرہ لے کر تمھارے سامنے آرہا ہوں۔"

"میرے جاں نثار محبوب کے روپ میں آکر بہکانا چاہو گے تو پھر لاحول پڑھوں گی۔"

اچانک ہی اُس کا چہرہ بدل گیا۔ اب وہ پہلے جیسا خوبرو بانکا جوان نظر آرہا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔ "اچھا اب تو آنے کی اجازت ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ایک زینہ نیچے اُترا۔ پھر رُک گیا۔ کہنے لگا۔ "یہ زینہ یہاں سے اُس بلندی تک دیکھ رہی ہو۔ یہ عمر کا زینہ ہے نیچے سے اُوپر تک جاؤ گی تو بچپن سے بڑھاپے تک سفر کرو گی۔ یعنی زینے کے اُوپر تک پہنچتے پہنچتے بوڑھی ہوجاؤ گی جیسا کہ میں زینے کے اُوپر بوڑھا تھا۔ یہاں نیچے اُترتے اُترتے جوان ہوگیا۔ اب باقی جو سیڑھیاں بچی ہیں، اگر میں ان پر قدم رکھتا ہوا آؤں گا تو جوان سے بچہ بن جاؤں گا۔ لہٰذا میں ان سیڑھیوں پر قدم نہیں رکھوں گا۔"

یہ کہتے ہی اُس نے یکبارگی چھلانگ لگائی، باقی تمام سیڑھیوں کو چھوڑ کر فرش پر آکر دونوں قدموں پر کھڑا ہوگیا۔ ہنستے ہوئے بولا۔ "دیکھا تم نے، میں نے بچپن کے اُوپر سے چھلانگ لگائی اور جوان کا جوان رہا۔ آؤ بیٹھو، ہم اطمینان سے باتیں کریں۔"

اعلیٰ بی بی نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہمارے درمیان کوئی بامقصد گفتگو ہوسکتی ہے؟"

"شیطان کبھی بے مقصد باتیں نہیں کرتا۔"

"کیا تم میری ایک خواہش پوری کرسکتے ہو؟"

"شیطان ہر انسان کی خواہشات پوری کرتا ہے اسی لیے تو انسان میری طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے مُسکرا کر کہا۔ "جیسے میں کھنچی چلی آئی ہوں۔"

شیطان نے انکار میں سر ہلا کر مُسکراتے ہوئے کہا۔ "اعلیٰ بی بی، تم بہت ہوشیار ہو۔ یہ مت بھولو کہ میں تمھارے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھتا ہوں۔ تم مجھے اُلو بنانا چاہتی ہو۔"

"میرا خیال ہے، تمھارا اصلی چہرہ اُلو سے بھی گیا گزرا ہوگا۔ بہرحال میں صاف اور سیدھی بات کرتی ہوں۔ مجھے میرا فرہاد چاہیے۔"

"تم فرہاد کے لیے کیا قربانی دے سکتی ہو؟"

"میں بوریا بستر جیسی پجاری نہیں ہوں کہ کسی انسان کو لا کر تمھارے قدموں میں جھکاؤں اور اُس کی گردن کاٹ کر اُس کے خون سے غسل کراؤں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "بوریا پرانے رسم و رواج کا قائل ہے۔ لہٰذا وہ پرانے رواج کے مطابق قربانیاں دیتا ہے۔ ہم تو جدید ماحول میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میرا سوٹ تمھیں کیسا لگ رہا ہے؟"

"اپنی تعریف کرانے میں وقت ضائع نہ کرو۔ فرہاد کے متعلق بات کرو۔"

"میں نے تم سے سوال کیا ہے، تم کیا قربانی دے سکتی ہو؟"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"اس دنیا میں ایسے بہت سے ایمان والے ہیں کہ میرا بس نہیں چلتا۔ ایمان والے ہی میرے کرنے والے ہیں یا خدا سے ڈرنے والے ہیں جن پر میرا بس نہیں چلتا۔ اگر تم فرہاد کو حاصل کرنا چاہتی ہو تو پلک جھپکتے ہی تمھیں اس کے پاس پہنچا دوں گا۔ میری شرط اتنی ہے کہ کسی ایک ایمان والے کو بہکا دو۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "میں تمھیں کیوں نہ قتل کر دوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "مجھے قیامت تک زندہ رہنا یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ ویسے میں تمھیں ابتدا سے سمجھا آرہا ہوں تمھاری پرورش اور تمھاری تعلیم بابا فرید واسطی کے ادارے

ہوئی ہے۔ تم کسی نیک اور ایمان والے کو بہکانا پسند نہیں کرو گی۔"

"تمھارا مجھے سب کچھ یاد آجانا کہ میں نے کہاں جنم لیا، کہاں پرورش پائی، کہاں تعلیم حاصل کی۔ تم کہتے ہو تو مجھے فخر محسوس ہو رہا ہے کہ میں سب کچھ بھولنے کے باوجود ایمان والی ہوں۔"

"باندی دے، تم کسی بے ایمان کو تو قتل کرسکتی ہو۔"

"تم کسی کو قتل کیوں کروانا چاہتے ہو اور وہ بھی میرے ہی ہاتھوں سے؟"

"اس لیے کہ تم نے خواہش ظاہر کی ہے۔ میں تمھیں فرہاد کے پاس پہنچاؤں گا۔ تم میرے لیے قتل کرو گی اور کسی بے ایمان کو قتل کرنا ثواب کا کام ہے۔"

"وہ بے ایمان کون ہے؟"

"ایک عورت ہے، تمھاری اور فرہاد کی دشمن۔"

"اُس کا نام؟"

"سونیا۔"

اعلیٰ بی بی نے چونک کر کہا۔ "یہ نام ابھی تم نے لیا تھا۔ ہاں ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے کہا تھا کہ فرہاد کی تین جاں نثار ساتھی عورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام سونیا ہے۔"

"میں نے بےشک جاں نثار کہا تھا۔ وہ فرہاد کی دیوانی ہے مگر اُس کی محبت میں کسی کی شرکت نہیں چاہتی۔ اُس نے پہلے رسوتی کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد تمھیں ہٹاتے ہٹاتے خود مصیبت میں مبتلا ہوگئی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے تعجب سے پوچھا۔ "آخر قصہ کیا ہے؟"

"مختصر سا احوال یہ ہے کہ تم سونیا کے ساتھ ایک طیارے میں سفر کر رہی تھیں۔ وہ طیارہ دشمنوں کا تھا۔ سونیا کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی۔ کیوں کہ وہ طیارے کے پائلٹ وغیرہ سے ملی ہوئی تھی۔ منصوبہ یہ تھا کہ فضائی سفر کے دوران جب تمھارے سامنے کھانا پیش کیا جائے گا تو اس میں ایسی دوا ملی ہوگی جو تمھاری ہلاکت کا باعث بنے گی لیکن سونیا اور جہاز کے عملے کے لوگ اس پر عمل نہ کرسکے۔ اچانک ہی وہ طیارہ ایک جنگل میں گر پڑا۔ اس میں طیارے کے عملے کے علاوہ تم تین مسافر تھے۔ ایک سونیا، دوسری تم اور تیسرا ایک وہ شخص جس کا نام سجاد علی تیمور تھا۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ سونیا اور تم طیارے کے حادثے میں بے ہوش ہوگئی تھیں۔ وہاں مختلف تنظیموں کے افراد پہنچے۔ تم دونوں ہی دو مختلف دشمنوں کے ہاتھ لگ گئیں۔ انھوں نے تمھیں قید کر کے رکھا اور تمھیں دماغی نقصان اس حد تک پہنچایا کہ اپنا ماضی بھول گئیں۔ پچھلی زندگی یاد نہیں رہی جیسا کہ تم خود دیکھ رہی ہو۔"

"اگر سونیا میری دشمن ہے تو تم میرے ہمدرد کیوں ہو؟ کیوں اُسے میرے ہاتھوں قتل کرانا چاہتے ہو؟"

"میں شیطان ہوں، میرا کام یہی ہے۔ اُدھر میں نے سونیا سے بھی کہہ دیا ہے کہ اعلیٰ بی بی آج کل مس ہیوٹی کہلاتی ہے۔ وہ اس کی سخت دشمن ہے اگر اُس نے اعلیٰ بی بی کو ہلاک نہ کیا تو فرہاد کو کبھی حاصل نہیں کرسکے گی۔"

"اچھا، تو تم ہمیں ایک دوسرے سے لڑانا چاہتے ہو۔"

"یہی تو میرا کام ہے۔"

"آخر تمھیں کیا حاصل ہوتا ہے؟"

"مجھے نیکی کر کے خوشی ہوتی ہے۔ اس سے بڑی نیکی کیا ہوگی کہ فرہاد ایک انار ہے اور تم دو بیمار ہو۔ اس ایک انار کو کسی ایک کے ہاتھ لگنا چاہیے۔ اگر وہ تمھارے ہاتھ لگ جاتا ہے تو یہ تمھارے حق میں نیکی ہوگی، اگر سونیا کے ہاتھ لگ جاتا ہے اور تم مرجاتی ہو تو سونیا کے حق میں نیکی ہوگی۔ میں ہر حال میں نیک کہلاؤں گا۔"

"تم آدمی کے روپ میں ہو مگر نیک آدمی تو نہیں کہلاؤ گے۔"

"دنیا ظاہر کو دیکھتی ہے۔ میں ظاہر میں آدمی ہوں اور کوئی آج تک آدمی کے اندر بھانک کر چھپے ہوئے شیطان کو نہیں دیکھ سکا۔"

اُسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ٹیلی فون شیطان سے بہت دُور رکھا ہوا تھا۔ اُس نے مُسکرا کر اعلیٰ بی بی کی طرف دیکھا۔ پھر

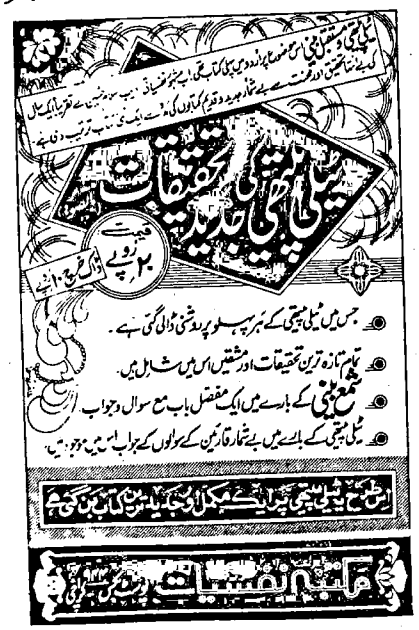

ٹیلی فون کی طرف دیکھتے ہوئے ایک انگلی کا اشارہ کیا۔ یہ شیطان کا جادوئی عمل تھا۔ اشارہ پاتے ہی ٹیلی فون کا ریسیور کریڈل پر سے اُٹھ گیا۔ اُس کا رُخ شیطان کی طرف ہوگیا۔ ریسیور کا ناصلہ اب بھی بہت دور تھا مگر ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ایک شخص کا چہرہ نظر آرہا تھا وہ کہہ رہا تھا۔ "ہیلو، پروفیسر ناگری! ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔"

ریسیور کے اُوپر میں پر یعنی ریسیور کے اس حصّے پر جہاں سے آواز سنی جاتی ہے، وہاں سامنے بیٹھے ہوئے شیطان کا چہرہ نظر آنے لگا۔ وہ پروفیسر ناگری کی حیثیت سے بول رہا تھا۔ "میری ضرورت کیوں آپڑی ہے؟"

اعلیٰ بی بی حیرانی سے اُس ریسیور کو دیکھ رہی تھی۔ اُس نے سُنا تھا کہ ایسا ٹیلی فون بھی ایجاد ہورہا ہے جس کے ساتھ چھوٹا سا اسکرین ہوگا۔ ٹیلی فون پر بات کرنے والے اس اسکرین کے ذریعے ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکیں گے اور ریسیور کان سے لگائے گفتگو بھی کرسکیں گے لیکن یہاں تو کوئی اور ہی تماشا تھا۔ ٹیلی فون کے ساتھ اسکرین نہیں تھا لیکن ریسیور کے بولنے کی جگہ وہ بول رہا تھا جو دوسری طرف کہیں سے پروفیسر ناگری کو مخاطب کررہا تھا اور ریسیور کے سننے والے حصّے پر پروفیسر ناگری کا چہرہ نظر آرہا تھا اور وہی شیطان پروفیسر اعلیٰ بی بی کی نگاہوں کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔

وہ ریسیور فضا میں معلق تھا اور اس کے دونوں حصّوں میں بات کرنے والے اور بات سننے والے نظر آرہے تھے۔ بات کرنے والا کہہ رہا تھا۔ "فرہاد پوری طرح ہوش میں آچکا ہے مگر جسمانی اور دماغی طور پر کمزور ہے۔ باس نے پیغام دیا ہے کہ فرہاد کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھایا جائے اور اُس پر تنویمی عمل کر کے اُس کی اصلیت معلوم کی جائے۔ اِس بات کی پوری طرح تصدیق ہونا چاہیے کہ جسے ہم نے گرفتار کیا ہے وہ فرہاد ہی ہے۔"

شیطان نے کہا۔ "اس وقت رات کے دو بجے ہیں، فرہاد سو رہا ہے۔ میں آسانی سے اُسے ٹریپ کرلوں گا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اُس کے دماغ کی گہرائیوں میں اُتر کر معلوم کروں گا کہ میکاکس کے میک اَپ کے پیچھے کون چھپا ہوا ہے۔ میں تھوڑی دیر میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ دیٹس آل۔"

شیطان نے اُنگلی کا اشارہ کیا۔ ریسیور واپس کریڈل پر پہنچ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "ابھی تم نے بڑے سے اسکرین پر مجھے میکاکس کو دکھایا تھا اور کہا تھا یہی فرہاد ہے۔ جب تمہیں یقین ہے کہ یہ فرہاد ہے ..... تو پھر تنویمی عمل کے ذریعے مزید تصدیق کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"میں انسان کے اندر جھانک کر اُس کی اصلیت معلوم کرتا ہوں۔ مگر دنیا والے میکاکس کے اندر پہنچ نہیں سکتے۔ اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میں دنیا والوں کو دکھانے کے لیے تنویمی عمل کروں اور وہ میرا معمول بن کر اپنی زبان سے اعتراف کرتا جائے۔ میرے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگ سُنیں گے تب یقین ہوگا کہ واقعی وہ فرہاد ہے۔"

"کیا تمہارے تنویمی عمل کے دوران فرہاد کے دشمن اُس پاس موجود ہوں گے؟"

"صرف ایک دشمن ہوگا جو پُراسرار شخص کہلاتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "وہ تمہارے لیے پُراسرار نہیں ہوگا، آخر وہ کون ہے؟"

"میں سب جانتا ہوں۔ کون کیا ہے، لیکن ظاہر نہیں کرسکتا۔ میں دوسروں کی تقدیر کا حال جانتا ہوں کہ آئندہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔"

"کیا ہونے والا ہے؟"

"اُس پُراسرار شخص کی شامت آنے والی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے حیرانی سے پوچھا۔ "اے شیطان، تیری کھوپڑی میں کیا ہے بتاؤ مجھے اور سونیا کو لڑانا چاہتا ہے اور ہم میں سے کسی کی موت کا تجھے افسوس نہیں ہے۔ تجھے خوشی ہے کہ ہم میں سے جو فرہاد کو جیتے گا، اُس کے نتیجے میں تُو نیک آدمی کہلائے گا۔ اِدھر وہ پُراسرار شخص تجھے فرہاد پر تنویمی عمل کرنے بُلا رہا ہے اور تُو اُس کی خدمات انجام دینے جارہا ہے لیکن یہ بھی جانتا ہے کہ پُراسرار شخص کی شامت آنے والی ہے۔ آخر تُو کس کی خدمت کرتا ہے؟"

"میں نے آج تک کسی کی بھی خدمت نہیں کی۔ دوسروں سے کراتا آرہا ہوں۔"

"کیا اُس پُراسرار شخص کو معلوم ہے کہ تُو شیطان ہے؟"

"وہ لوگ مجھے پروفیسر ناگری کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ مجھے شیطان کی حیثیت سے تُو نے آج دیکھا ہے ورنہ میں تمام لوگوں کے ساتھ رہ کر چکا ہوں۔ اُدھر باسک بین کے باسکر بورنیا کو اپنا چیلا بنا رکھا ہے۔ وہ میرے لیے انسانوں کی قربانیاں دیتا ہے۔ مجھے خوش کرتا ہے۔ میں اس کے بدلے اُسے فرہاد کے فریب پہنچا کر چھوڑ دیتا ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ اُلو کا پٹھا بھی فرہاد کے فریب پہنچ کر بھی اُسے گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔ اسی طرح میں جانتا ہوں کہ ابھی فرہاد کے پاس جاکر جو تنویمی عمل کروں گا تو اُس کے دماغ کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکوں گا کیوں کہ مادام کمپیوٹر کے نام سے مشہور ہونے والی شیبا ملام فرہاد کے دماغ ..... میں موجود ہوگی اور میرے تنویمی عمل کو اس کے دماغ کی گہرائیوں تک پہنچنے سے روکے گا بلکہ خود فرہاد بن کر میرے سوالوں کا جواب دے گی۔ اور مجھے دھوکا دے گی کہ مر ہو ..... گیا ہے اور میں جان بوجھ کر دھوکا کھاؤں گا۔"

"اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟"

"کیا یہ کم فائدہ ہے کہ میں اُس پُراسرار شخص کی موجودگی میں تنویمی عمل کروں گا۔ فرہاد معمول بن کر جواب دے گا کہ وہ فرہاد نہیں بلکہ صحیح معنوں میں ڈاکٹر میکاکس ہے اور اُسے فرہاد کے دھوکے میں پکڑ لیا گیا ہے۔ اِس طرح میں اُس پُراسرار شخص کو دھوکا دوں گا۔"

"تم اُسے دھوکا کیوں دو گے۔ کیا تم دنیا میں کسی کے بھی دوست نہیں ہو؟"

"دوستی کا لفظ میری لُغت میں نہیں ہے۔"

"جب سب کچھ جانتے ہو تو یہ بتا دو کہ پُراسرار شخص کی شامت کیسے آئے گی؟"

"وہ میں نے اور فرہاد نے چکر چلا دیا ہے۔ فرہاد بلیک شیڈو کے دماغ میں پہنچ کر اُسے ہدایات دے چکا ہے کہ کس طرح پُراسرار شخص کو مائک اور اسپیکر کے حوالے سے ٹریپ کرنا چاہیے اور میں نے بلیک شیڈو کے دماغ میں پہنچ کر اُسے وہ نسخہ سمجھا دیا ہے کہ کس طرح تیکنیکی خرابی پیدا کی جاسکتی ہے، اور یہ بہت جلد ہونے والا ہے۔"

"تم دنیا جہان کی باتیں پہلے سے جان لیتے ہو۔"

"ساری باتیں جان لیتا ہوں مگر بہت سی باتوں پر میرا اختیار نہیں ہوتا۔ قدرت آڑے آتی ہے اور میں پیچھے ہٹ جاتا ہوں۔"

"کیا جو کچھ تم بیان کررہے ہو، اِس معاملے میں بھی قدرت آڑے آئے تو پیچھے ہٹ جاؤ گے؟"

"بیشک، میرے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ مثلاً میں تمہیں اور سونیا کو لڑانا چاہتا ہوں۔ تم میں سے کسی ایک کو فرہاد تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے قدرت آڑے آئے اور میرا یہ منصوبہ ناکام ہوجائے۔ اسی طرح میں نے اس مائک اور اسپیکر کے درمیان خرابی پیدا کرنے کا جو نسخہ بلیک شیڈو کو سمجھا دیا ہے، ہوسکتا ہے وہ کسی وجہ سے قابلِ عمل نہ ہو۔ تم میرے شیطانی چکر کو سمجھنے کی کوشش نہ کرو تو بہتر ہے ورنہ تمہارا دماغ چکرا جائے گا۔ اچھا، اب جانا چاہتا ہوں۔ مجھے فرہاد کے پاس پہنچنا ہے۔"

"میں بھی ساتھ چلنا چاہتی ہوں۔"

"میرے منصوبے میں یہ بات شامل نہیں ہے۔ تمہیں وہاں لے جاؤں گا تو تم سب کی نظروں میں آجاؤ گی اور تم یہ بھی تو نہیں جانتی ہو کہ تم اُسی پُراسرار شخص کی قید سے فرار ہوکر یہاں تک پہنچی ہو۔ کیا تم دوبارہ اُس کی قید میں جانا چاہو گی؟"

اعلیٰ بی بی نے انکار میں سر ہلایا۔ شیطان نے کہا۔ "تم میری مہمان ہو، چاہو تو یہاں رہ سکتی ہو، اگر یہاں سے جانا چاہو تو کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس سینٹر ٹیبل پر ایک چھوٹا سا سوئچ رکھا ہوا ہے۔ تم اُسے اٹھا کر اُس کا بٹن دباؤ گی تو اس رہائش گاہ سے باہر کسی بھی جگہ پہنچ جاؤ گی۔ اگر یہاں رہنا چاہو گی، مجھ سے رابطہ قائم کرنا چاہو گی تو اس سوئچ کے بٹن کو دوبارہ دباؤ گی اور واپس یہاں آجاؤ گی۔ ہاں، اگر تم نے اس سوئچ کو کہیں پھینک دیا تو پھر کبھی نہیں آسکو گی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "باہر جاکر میں غیر محفوظ رہوں گی۔ میں کچھ وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔ تمہارے ہتھکنڈوں کو سمجھنا چاہتی ہوں۔ اِس لیے یہیں رہوں گی۔"

"تو پھر اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔ یہاں کھانے پینے، پہننے اوڑھنے کا ہر سامان موجود ہے۔ جس چیز کی کمی ہوگی، اُسے میں پورا کردوں گا۔ اچھا اب میں جاؤں؟"

"تم مجھ سے کیوں اجازت لے رہے ہو۔ جانا ہو تو چلے جاؤ۔"

"ویسے تو میں اپنی مرضی سے غائب ہوجاتا ہوں اور پھر موجود ہوجاتا ہوں لیکن جانے سے پہلے اخلاقاً اجازت لینا چاہیے اور میں تم سے اجازت نہیں لے رہا ہوں۔ تمہارے ساتھ جو موجود ہے اُس سے بھی پوچھ رہا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے حیرانی سے پوچھا۔ "میرے ساتھ اور کون ہے؟"

شیطان نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ "بے چاری شیبا میرے دماغ میں پہنچنے کے لیے بے چین ہے مگر فرہاد نے دانشمندی کا درس دیا ہے کہ میرے پاس پہنچنے کی حماقت نہ کرنا۔ اسی لیے وہ تمہارے دماغ میں بیٹھی ہوئی ہے جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں میں ہر انسان کے اندر داخل ہوجاتا ہوں۔ شیبا بھی انسان ہے۔ اُس کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ میں اُس کے اندر پہنچ کر پتا نہیں کیا کچھ معلوم کرچکا ہوں۔"

شیبا نے فوراً ہی اعلیٰ بی بی کی زبان سے کہا۔ "بہتر ہے، تم چلے ہی جاؤ۔"

"کیسے جاسکتا ہوں، یہ ایمان والی جانتی ہے، مجھے کیسے بھگایا جاسکتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے فوراً کہا۔ "لاحول ولا قوۃ۔"

دوسرے ہی لمحے شیطان غائب ہوگیا۔

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر اعلیٰ بی بی نے زیرِ لب کہا۔ "واقعی شیطان ہی تھا۔"

شیبا نے اس کے دماغ میں کہا۔ "اعلیٰ بی بی، میں ٹیلی پیتھی

کے ذریعے تمہارے دماغ میں بول رہی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر خلا میں تکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا واقعی میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہے یا میری اپنی سوچ ہے؟"

"ابھی شیطان گواہی دے چکا ہے کہ شیبا نامی ایک لڑکی تمہارے دماغ میں موجود ہے۔ وہ میں ہی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "کیا شیطان کی گواہی معتبر ہوتی ہے؟"

"وہ بعض اوقات اپنے مفاد کی خاطر سچ بولتا ہے۔"

"بھلا اس میں اُس کا مفاد کیا ہوگا؟"

"ابھی وہ فرہاد کے پاس گیا ہے۔ اُس پر اپنا تنویمی عمل کرے گا۔ اُس نے میرا تعارف تم سے کروا دیا ہے کہ میں تمہارے دماغ میں موجود ہوں۔ دو عورتیں مل کر باتوں میں لگی رہیں اور وہ اُدھر اپنا کام کر جائے۔ لہٰذا میں جا رہی ہوں۔ پھر تم سے تفصیلی گفتگو کروں گی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلتی اور فرہاد کو دیکھتی۔"

"میں واپس آ کر اُس کے حالات تمہیں بتا دوں گی۔"

یہ کہتے ہی شیبا نے وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سیدھی میرے دماغ میں پہنچ گئی۔ مجھ کو اسپتال سے منتقل کروا دیا گیا تھا۔ ایک ایسی رہائش گاہ میں پہنچایا گیا تھا جہاں پُراسرار شخص کے خیال کے مطابق پرندہ بھی پَر نہیں مار سکتا تھا۔ صرف دو پرندے تھے، ایک شیبا، دوسرا شیطان۔ دونوں ہی پَر مار کر کہیں بھی پہنچ سکتے تھے۔

شیبا نے میرے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا، میں اُس وقت گہری نیند میں تھا لیکن میرے ذریعے وہ کسی نرس کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ نرس پروفیسر ناگری سے کہہ رہی تھی۔ "یہ گہری نیند میں ہے۔ ہم نے اسے خواب آور دوا پلائی تھی۔"

شیطان عرف پروفیسر ناگری نے کہا۔ "کوئی بات نہیں، تم جا سکتی ہو۔ کمرے میں اور کسی کو آنے کی اجازت نہ دینا۔"

وہ چلی گئی۔ اتنی دیر میں شیبا نے اُس کے ذریعے اُس کمرے میں چار افراد کو دیکھا تھا۔ ان میں سے ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ باقی تین آس پاس کھڑے ہوئے تھے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ کرسی پر بیٹھنے والا ہی پُراسرار شخص ہے۔ اُن میں سے کسی نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ گونگے بنے ہوئے تھے۔ صرف تنویمی عمل کے ذریعے دیکھنا چاہتے تھے کہ جو میکاکس زخمی حالت میں سامنے پڑا ہوا ہے اس کے اندر سے فرہاد ظاہر ہوتا ہے یا نہیں؟

جناب شیخ الفارس نے شیبا کو سمجھا دیا تھا کہ فرہاد کے آس پاس جو لوگ بھی ہیں، اُن کے دماغوں میں جانے کی کوشش نہ کرے۔ صرف فرہاد کے پاس رہے اور اس پر تنویمی عمل کا اثر نہ ہونے دے۔

وہ میرے ہی دماغ میں موجود رہی۔ میں گہری نیند میں تھا۔ اِن سب سے بے خبر تھا۔ میں جو پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں، میں نے شیبا کو بھی محسوس نہیں کیا۔ ہاں، البتہ شیطان میرے اور شیبا کے اندر داخل ہو گیا۔ پھر اُس نے کہا۔ "شیبا مدائمین نے جو پیشگوئی کی تھی اُس کے مطابق تم فرہاد کو بچانے آ گئی ہو۔ میں اس پر تنویمی عمل نہیں کروں گا، مگر دکھاوا ضروری ہے۔ لہٰذا میں عمل شروع کر رہا ہوں۔ تم اپنی تسلی کے لیے فرہاد کے دماغ میں موجود رہ سکتی ہو۔ میرے شیطانی علم نے مجھے سمجھا دیا ہے کہ تم لوگوں کے معاملے میں مجھے مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔"

یہ کہہ کر اُس نے تنویمی عمل شروع کیا۔ وہ سب دکھاوا تھا۔ تنویمی عمل کے اصولوں کے مطابق وہاں شیطان عرف پروفیسر ناگری سوالات کر رہا تھا اور شیبا فرہاد کو معمول بنا کر اس کی زبان سے جواب دے رہی تھی۔ سوال جواب کے دوران یہ ثابت ہو گیا کہ جو شخص زخمی حالت میں پڑا ہوا ہے وہ دراصل میکاکس ہی ہے۔

شیطان نے سوال کیا۔ "اگر تم میکاکس ہو تو رسونتی کس کے پیٹ کی ماں بننے والی ہے؟"

شیبا نے میرے لب ولہجے میں، میری زبان سے جواب دیا۔ "میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ فرہاد علی تیمور میرے ہی روپ میں رہتا تھا۔ جب ایک رات میں نے انھیں دیکھا تو حیران رہ گیا۔ یوں لگا جیسے میں آئینہ دیکھ رہا ہوں۔ مجھ میں اور فرہاد علی تیمور میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اِس کے بعد میں کہہ نہیں سکتا کہ میرے ساتھ کیا ہوتا رہا۔ جب بھی فرہاد میرے دماغ میں آتا تھا یا میرا دماغ میرے سامنے آتا تھا تو میں دماغی طور پر غافل ہو جاتا۔ جب آنکھ کھلتی تھی تو خود کو صوفے پر پاتا۔ میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ فرہاد نے میری غفلت کے دوران رسونتی کے ساتھ وقت گزارا ہے یا نہیں۔"

اسی طرح کے اہم سوال اور جواب کے بعد تنویمی عمل ختم دیا گیا۔ اس کے بعد شیطان عرف پروفیسر ناگری نے پُراسرار شخص کو یاد دہ جو کوئی سمجھی تھا، اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں سمجھتا ہوں، یہ فرہاد کی چال ہے۔ بے چارے میکاکس کو اسی طرح فرہاد ثابت کرنا چاہتا ہے جس طرح اب سے پہلے سجاد علی تیمور وغیرہ کو فرہاد ثابت کرنے کی کوشش کر چکا ہے اور اس کے دشمن دھوکا کھاتے رہے ہیں۔"

شیطان کی بات پر اُن گونگے افراد نے تائید میں سر ہلایا۔ شیطا

نے اور وضاحت سے کہا۔ "فرہاد بہت چالاک ہے۔ وہ میکاکس کو بہرحال غافل بنا دیتا تھا۔ اُس کی پلاننگ یہی تھی کہ کسی مرحلے میں رسونتی کے پاؤں بھاری ہو جائیں تو لوگ میکاکس کو فرہاد سمجھیں۔ اور یہی ہوا۔ بھلا میکاکس کیوں نہ فرہاد سمجھا جاتا جبکہ بے چارہ بالکل بے بس لے کر دریائے ایمیزن کے ساحلی علاقوں تک رسونتی کے ساتھ رہا۔ اگر آج میں تنویمی عمل کے ذریعے میکاکس کے دماغ کی تہ میں نہ اُترتا اور اس کی اصلیت نہ معلوم کرتا تو تم سب اسے فرہاد سمجھ کر ہلاک کر دیتے۔ اب اسے ہلاک کرنا یا زندہ چھوڑ دینا تم لوگوں کے فیصلے پر ہے میں جا رہا ہوں۔"

وہ کمرے سے چلا گیا۔ شیبا میرے دماغ میں موجود رہی۔ اِس کے جانے کے بعد میں اگرچہ غفلت کی نیند میں تھا لیکن میرے کان کھلے ہوئے تھے۔ شیبا میرے ذریعے اُن کی باتیں سننے لگی۔ شاید وہ پُراسرار شخص نہیں بول رہا تھا لیکن اُس کے آس پاس جو لوگ تھے، وہ بول رہے تھے۔ مجھ پر تبصرہ کر رہے تھے۔ تبصرے کا نتیجہ بھی یہی تھا کہ میں فرہاد نہیں ہوں۔ آئندہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا، اس پر بعد میں غور کیا جا سکتا ہے۔

یہ باتیں کرنے کے بعد وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ شیبا کو اطمینان ہو گیا کہ اب فرہاد تنویمی عمل کے مطابق صبح تک بغیر ہیت سوتا رہے گا۔ وہ اس کے دماغ سے نکل کر شیخ الفارس کے پاس آ گئی اور انھیں تمام رپورٹ سنانے لگی۔ وہ شیطان کی باتیں دلچسپی سے سنتے رہے۔ شیبا نے کہا۔ "میں نے شیطان کو اعلیٰ بی بی کے ذریعے دیکھا ہے مگر یقین نہیں آ رہا ہے۔"

جناب شیخ الفارس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہم آئے دن شیطانوں کو دیکھتے رہتے ہیں۔ ہمیں بھی یقین نہیں آتا، مگر شیطان کو جو کرنا ہوتا ہے وہ مختلف شکلوں میں کر گزرتا ہے۔"

"جناب! یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اعلیٰ بی بی نے شیطان کے گھر میں رہنا کیوں پسند کیا ہے؟"

"تم اعلیٰ بی بی کے پاس آتی جاتی رہو گی تو بہتیرے تجربات حاصل ہوں گے وہ جو بھی فیصلہ کرتی ہے اُس کے پیچھے بہت گہرائی ہوتی ہے۔ بظاہر وہ بولتی کچھ ہے، کرتی کچھ ہے اور نتیجہ کچھ اور سامنے آتا ہے۔ وہ شیطان کو چکر دینے کی پوری کوشش کرے گی۔"

شیبا جماہی لینے لگی۔ انھوں نے کہا۔ "تم وقت پر سونے وقت پر جاگنے اور کھانے پینے کی عادی تھیں۔ فرہاد کے زخمی ہونے کے بعد تم پر خیال خوانی کی بڑی ذمے داریاں عائد ہو گئی ہیں۔ ویسے تمہیں اب آرام سے سونا چاہیے۔"

"یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ وہ شیطان کے گھر میں ہے۔ مجھے اطمینان نہیں ہے۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہاں کیا ہو رہا ہوگا۔"

"تم اعلیٰ بی بی کی فکر نہ کرو۔ صبح اُٹھ کر اُس کے پاس جاؤ گی تو کچھ اور ہی حالات دیکھو گی۔"

"بہرحال مجھے نیند نہیں آ رہی ہے، ایک آدھ بار فرہاد کے پاس جا کر بھی دیکھنا چاہیے، پُراسرار شخص مطمئن ہے کہ وہاں پرندہ بھی پَر نہیں مار سکتا لیکن دشمن بھی نادان اور کمزور نہیں ہیں۔"

"تم درست کہتی ہو۔ جب تک فرہاد اُن کی قید سے نہیں نکلے گا، ہمیں اطمینان نہیں ہوگا۔"

"میں بہت دیر سے بلیک شیڈو کے پاس نہیں گئی۔ اب جا رہی ہوں۔ آپ آرام فرمائیں، کوئی ضروری بات ہوگی تو آپ کو جگا کر مشورہ لوں گی۔"

وہ بلیک شیڈو کے پاس پہنچ گئی۔ فرہاد نے بہت پہلے ہی اس پر جال پھینکا ہوا تھا۔ ساری پلاننگ ہو چکی تھی۔ صرف عمل کرنا رہ گیا تھا۔ اس کا موقع ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ فرہاد کے بعد شیطان نے بھی یہی دعویٰ کیا تھا۔ اُس نے بلیک شیڈو کے دماغ میں گھس کر مائک سے لے کر اسپیکر تک ایک خرابی پیدا کرنے کا طریقہ سمجھا دیا تھا لیکن اس طریقے پر عمل کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ پُراسرار شخص کی طرف سے ابھی مائک اور اسپیکر کے پاس اُسے طلب نہیں کیا گیا تھا۔

ایسا تو ہوتا ہے۔ شکاری اپنے نشانے پر شیر کو ہلاک کرنے کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُسے کب تک انتظار کرنا ہوگا اور انتظار کے بعد جب شیر آئے گا تو وہ شکار کرے گا یا شیر اُسے دبوچ لے گا۔ یہ نہ تو فرہاد جان سکتا ہے اور نہ ہی آئندہ کی باتیں شیطان کے علم میں ہیں۔ یہ صرف قدرت کے کھیل ہیں۔ اگرچہ شیطان دعویٰ کرتا ہے کہ وہ آئندہ کی تمام باتیں جانتا ہے۔ لیکن جاننے کے باوجود یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہی باتیں پیش آئیں گی۔"

وہ بلیک شیڈو کے پاس سے آ گئی۔ ابھی کام نہیں بن رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی، شیطان کے گھر میں مہمان تھی۔ ظاہر ہے شیطان پھر شیطان ہے۔ اس کی مہمان نوازی بھی خطرے سے خالی نہیں ہوتی۔ شیبا، اعلیٰ بی بی کی خیریت معلوم کرنے کے لیے جب وہاں پہنچی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اعلیٰ بی بی آرام سے سو رہی تھی۔

وہ اُس کے دماغ سے واپس آ گئی۔ دماغی طور پر بابا صاحب کے ادارے میں حاضر ہوئی، پھر اُس نے شیخ الفارس کے دماغ میں چپکے سے جھانک کر دیکھا۔ وہ جاگ رہے تھے۔ اُس نے پوچھا۔ "آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں؟"

"مجھے فرہاد کی فکر تھی، اگرچہ وہ خطرے سے باہر ہے پھر

بھی اُس کی خیریت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ بخیریت ہیں۔ میں بلیک شیڈو کے پاس سے آئی ہوں۔ وہ ابھی تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔ لیکن جناب! ایک بات بڑی حیرت انگیز ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اعلیٰ بی بی شیطان کے گھر میں ہے اور بڑی بے خوفی سے بے خبر سو رہی ہے۔"

"اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ خطرہ نہیں ہے۔"

"کیسے سمجھ لیا جبکہ وہ شیطان کے گھر میں ہے۔"

"تم اُس کے دماغ میں گئی تھیں۔ پھر ایک بار جاؤ اور معلوم کرو، وہ اس طرح بے خوفی سے گہری نیند کیسے سو رہی ہے؟"

شیبا پھر اُس کے دماغ میں پہنچی اور دماغ کو ٹٹولا۔ واپس جناب شیخ الفارس کے پاس آکر بولی۔ "اُس نے اسم اعظم پڑھا ہے۔ اس کے بعد سو گئی ہے۔"

"پھر ڈرنے کی کیا بات ہے؟"

"لیکن جناب یہ اسم اعظم ہے کیا چیز؟"

"اللہ تعالیٰ کے اسمائے اعظیم میں سے کسی بھی ایک اسم کو ہم اسم اعظم کہتے ہیں۔ کوئی اسم جس پر ہمارا پورا اعتماد اور اعتقاد ہو۔ مثلاً ہم اسمائے گرامی میں سے ایک اسم 'یا سمیعُ' کا ورد کریں اور پورا یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سننے والا ہے۔ ہماری دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے تو یا سمیعُ پر جو بھرپور اعتماد ہوگا اس سے دُعا یقیناً قبول ہوگی۔"

"میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں جھانک کر معلوم کیا۔ اُس نے یا سمیعُ کا ورد نہیں کیا تھا۔"

"پھر کوئی اور اسم اعظم ہوگا؟"

"جی ہاں، اُس نے یا حفیظُ کا ورد کیا تھا۔"

"ٹھیک تو ہے۔ اُسے اللہ تعالیٰ پر بھرپور اعتماد ہے کہ وہ حفاظت کرنے والا ہے اور شیطان سے محفوظ رکھے گا۔ اس لیے اُس نے یا حفیظ کا ورد کیا اور آرام سے سو گئی ہے۔ میرا مشورہ ہے تم بھی سو جاؤ۔"

وہ اپنے بستر پر چلے گئے۔ شیبا اپنے کمرے میں تھی۔ اُس نے ماں کی طرف دیکھا۔ وہ بزرگ خاتون آرام سے سو رہی تھیں۔ ساری دنیا ہی سو رہی تھی۔ ایک وہی جاگ رہی تھی۔ اب سو جانا چاہیے تھا۔ لیکن یہ معلوم کر کے نیند اُڑ گئی تھی کہ صرف یا حفیظ کا ورد کر کے اعلیٰ بی بی اطمینان سے سو گئی ہے کیا یقین اتنا پختہ ہوتا ہے، کیا اللہ ایسے پختہ اعتماد رکھنے والوں کی ایسی حفاظت کرتا ہے، کیا واقعی شیطان اعلیٰ بی بی کے نزدیک نہیں جائے گا؟

پھر اُسے اپنے قریب شیطان کی آواز سنائی دی۔ "تم میری مدد کرو تو میں اعلیٰ بی بی تک پہنچ سکتا ہوں۔"

اُس نے چونک کر اُسے اپنے اندر محسوس کیا۔ پھر پوچھا۔ "تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"اگر تم دیکھنا چاہتی ہو کہ یا حفیظ کا ورد کرنے اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنے کے باوجود میں اس کے پاس کیسے پہنچتا ہوں تو اس کا توڑ کوئی انسان ہی کر سکتا ہے اور تم یہ کر سکتی ہو۔"

"تم چاہتے کیا ہو؟"

"اعلیٰ بی بی نے اسم اعظم پڑھا اور اطمینان سے سو گئی۔ واقعی میں اُس کے پاس نہیں جا سکتا۔ تم اُس کے پاس جا کر اُسے جگاؤ گی تو ایک طرح سے اُس کی نیند پوری ہو جائے گی۔ اس نے اسم اعظم صرف سونے کے دوران محفوظ رہنے کے لیے پڑھا تھا۔ تمہارے جگانے سے اُس کی وہ پہلی نیند پوری ہو جائے گی۔ دوسری بار وہ سونا چاہے گی تو تم اسم اعظم پڑھنے کا موقع نہ دینا۔ باتوں میں لگا دینا۔ کہنا کہ تم ٹیلی پیتھی کی نیند سلاؤ گی اس طرح جب وہ سو جائے گی تو میں یہ آسانی اُس کی خواب گاہ تک پہنچ جاؤں گا۔"

شیبا نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "واقعی تم شیطان ہو۔ تم نے اس حسین اعلیٰ بی بی کی خواب گاہ تک پہنچنے کے لیے بہت اچھا انتخاب کیا ہے کیوں کہ وہ مسلمان ہے اور نہیں یہودی ہوں اور نہیں چاہوں گی کہ شیطان ایک مسلمان عورت کی عزت کو مٹی میں ملا دے۔"

شیطان نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہی تو میرا کمال ہے۔ میں مناسب کام کے لیے مناسب انسان کا انتخاب کرتا ہوں۔ تم تو راضی ہو؟"

"اے شیطان! میں یہودی ہوں مگر انسان ہوں اور انسان یہودی بھی ہو سکتا ہے اور مسلمان بھی۔ میں مسلمان نہیں ہوں مگر مسلمانوں کے طرزِ عمل سے متاثر ہوں اور آج ہی میں نے اعلیٰ بی بی سے ایک عمل سیکھا ہے۔"

شیطان نے پوچھا۔ "کیسا عمل؟"

شیبا نے کہا۔ "تمہیں بھگانے کا۔ لاحول ولا قوۃ۔"

دوسرے ہی لمحے شیبا نے اپنے آپ کو ہلکا پھلکا سا محسوس کیا۔ واقعی شیطان اُس کے اندر سے بھاگ گیا تھا۔ وہ خوش ہو کر مسکراتے ہوئے بستر پر آ گئی۔ اپنی ماما کے پاس لیٹ گئی تھوڑی دیر بعد وہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر گہری نیند سو رہی تھی۔

یہ سب کچھ میری طویل غفلت کے دوران ہو رہا تھا۔ ان دنوں راوی چین لکھتا تھا۔ میں رات بھر آرام سے سوتا تھا۔ دن کو ڈاکٹر، نرسیں اور خاص ملازم میری خدمت کے لیے موجود رہتے تھے۔ میرا

باقاعدہ علاج ہو رہا تھا۔ زخموں سے پہلے جیسی ٹیسیں نہیں اٹھتی تھیں۔ اس کے باوجود جسمانی اور دماغی طور پر کمزور تھا۔ بہت زیادہ سوچنے سے سر میں درد ہونے لگتا تھا۔ فی الحال خیال خوانی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

شیبا دن رات میرے پاس آتی جاتی رہتی تھی۔ اس نے مجھے شیطان کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ اب تک جو کرتی رہی تھی، وہ ساری رپورٹ سنائی۔ میں نے کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ شیطان نے بحیثیت پروفیسر ناگری مجھ پر تنویمی عمل کیا اور پُراسرار شخص کو جھوٹی رپورٹ دے دی۔ اب انھیں اطمینان ہو گا۔ مجھ پر شبہ نہیں ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ مجھے قیدی بنا کر رکھیں گے لیکن جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

پھر میں نے کہا۔ "تم اعلیٰ بی بی کے متعلق بتاؤ۔ کیا وہ ابھی تک شیطان کی مہمان ہے؟ آخر وہاں کیا کر رہی ہے؟"

"میں ابھی جا رہی ہوں۔ واپس آ کر بتاؤں گی۔"

وہ میرے پاس سے چلی گئی۔ میں انتظار کرتا رہا۔ بعد میں جو کچھ معلوم ہوا میں اُسے بیان کر رہا ہوں۔

میں نے شیبا سے کہا تھا کہ وہ اعلیٰ بی بی کو میرا ایک پیغام پہنچائے اور وہ یہ کہ سونیا کو ڈھونڈ نکالنے کا یہ بہترین موقع ہے۔ شیطان کے مشورے کے مطابق اعلیٰ بی بی کو سونیا سے ٹکرانے کا فیصلہ کرنا چاہیے تاکہ اس طرح آمنا سامنا ہو اور سونیا ہماری نظروں میں آ جائے۔

جب شیبا اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچی تو وہاں شیطان موجود تھا۔ اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اعلیٰ بی بی! تمہارے پاس شیبا آئی ہے۔ فرہاد کا پیغام لائی ہے۔ ایک بہت ہی عمدہ مشورہ دینا چاہتی ہے، بھئی مشورہ تو میں پہلے ہی دے چکا ہوں۔ تمھیں سونیا سے ٹکرانا چاہیے۔ تم دو بیمار ہو۔ تم میں سے کسی ایک کو ختم ہونا چاہیے اور دوسرے کو ایک انار کے لیے زندہ رہنا چاہیے۔"

شیبا نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "یہ کمبخت شیطان ہر جگہ پہنچ جاتا ہے اور ہماری باتیں سن لیتا ہے۔ میں ابھی فرہاد کے پاس سے آ رہی ہوں۔ اُس نے یہی مشورہ دیا ہے لیکن وہ ہم دونوں کو دشمنوں کی طرح ٹکرانا نہیں چاہتا۔ اس ٹکراؤ کے ذریعہ سونیا تک پہنچنا چاہتا ہے۔"

اس دوران شیطان چُپ چاپ مسکرا رہا تھا۔ شیبا کی بات ختم ہوتے ہی اُس نے کہا۔ "یہ ٹھیک کہتی ہے۔ سونیا کو ڈھونڈ نکالنے کا یہی طریقہ ہے۔ لیکن میں براہِ راست تمھیں سونیا تک نہیں پہنچاؤں گا۔"

"تم نے وعدہ کیا تھا۔"

"اب میں دیکھ رہا ہوں کہ میری چال ناکام ہوگی۔ تم سونیا سے کبھی نہیں ٹکراؤ گی۔ مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا کہ تم سب آپس میں جاں نثار ساتھی ہو۔"

"اے شیطان! تُو نے آج تک ہمارے بے شمار دشمنوں کے ذریعے ہمارے راستے میں بے شمار رکاوٹیں پیدا کیں مگر ہم اپنی منزل تک پہنچتے رہے۔ آج تو سونیا سے نہیں ملائے گا تو ہم کسی نہ کسی طرح اُس کے پاس پہنچ ہی جائیں گے۔"

"یہ بھی جانتا ہوں۔ اس لیے سوچتا ہوں کیوں نہ میں تم لوگوں پر احسان کروں۔"

"میں تمہارا احسان لینے سے انکار کرتی ہوں۔"

"اعلیٰ بی بی! انکار نہ کرو۔ تم جب تک اپنی کوششوں سے سونیا کے پاس پہنچو گی، اُس وقت تک دشمن نہ جانے اُس کا کیا حال کر دیں۔ وہ کس حال میں ہوگی، یہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا صرف میں جانتا ہوں۔ اس لیے میری مدد لازمی ہے۔"

"تم چاہتے کیا ہو؟"

"کچھ نہیں، احسان کرنا چاہتا ہوں۔ سونیا جہاں ہے وہاں تمھیں پہنچا دینا چاہتا ہوں۔ پھر تمہارے ذریعے شیبا اور شیبا کے ذریعے بابا فرید واسطی کے ادارے کے بے شمار افراد سونیا تک پہنچ جائیں گے۔ بے چارہ فرہاد پہنچ نہیں سکتا کیوں کہ ابھی بستر پر پڑا ہے اور اب تب میں اس پر ایک اور مصیبت آنے والی ہے۔"

اعلیٰ بی بی اور شیبا دونوں ہی چونک گئیں۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "کیسی مصیبت۔ مجھے بتاؤ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟"

"میں پیش آنے والی باتیں بتاتا ہوں مگر ان باتوں کا ذکر دل جلا جاتا ہے۔ اس لیے پہلے سے کچھ نہیں بتاؤں گا۔ تم سونیا تک پہنچنا چاہتی ہو۔ تیار ہو جاؤ۔ میں پہنچا رہا ہوں۔"

"تمہاری ایک مہربانی کے پیچھے نہ معلوم کتنی نامہربانیاں چھپی ہوں گی۔ بتا نہیں تم کیا کرنا چاہتے ہو اور مجھ سے کیا کرانا چاہتے ہو۔ مجھے ذرا غور کرنے دو۔"

شیطان نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "اعلیٰ بی بی اور کسی مسئلے پر غور کرے گی جبکہ وہ حاضر دماغ کہلاتی ہے۔ ویسے تمھیں غور و فکر کے لیے کافی وقت ملے گا۔ میں تمھیں وہاں پہنچانے سے پہلے بتانا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں ہے، کس حال میں ہے اور تم وہاں کیسے پہنچ سکتی ہو۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمھیں بتاتا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُس کے پیچھے جانے لگی۔ وہ شیطان کے عالی شان محل کو دیکھ چکی تھی۔ وہ محل واقعی اتنا عالی شان تھا کہ دنیا کے بڑے بڑے اَرب پتی اور کھرب پتی کے ایئر کنڈیشنڈ محل بھی ایسے نہیں ہوں گے۔

وہ شیطان کی راہنمائی میں چلتے ہوئے ایک چھوٹے سے آڈیٹوریم میں آئی۔ وہاں ایک طرف بڑا سا اسکرین تھا۔ شیطان نے ہاتھ اٹھا کر اسکرین کی طرف انگلی کا اشارہ کیا۔ اسی وقت وہ اسکرین روشن ہوا۔ وہاں شمالی امریکا کا نقشہ دکھائی دینے لگا۔ وہ دونوں اسکرین سے تقریباً پچیس گز کے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے لیکن شیطان کا جو ہاتھ اسکرین کی طرف اٹھا ہوا تھا وہ ہاتھ لانبا ہوتے ہوتے اسکرین تک پہنچ گیا۔ پھر وہ اسی انگلی سے نقشے کو دکھاتے ہوئے کہنے لگا۔ "یہ کینیڈا ہے۔"

اعلیٰ بی بی شدید حیرانی سے کبھی شیطان کو دیکھ رہی تھی کبھی اسکرین کو۔ یہاں سے وہاں تقریباً پچیس گز کے فاصلے تک شیطان کا ہاتھ لانبا ہو کر اسکرین تک پہنچا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔ "یہ دیکھو، درمیانی حصے میں ایک خلیج ہے اس کے جنوب میں ٹیکساس اور شمال مغرب میں گرین بے (سبز خلیج) ہے۔ سونیا اسی گرین بے کے ساحلی شہر میں ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "میں سونیا کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

شیطان نے کہا۔ "تم اپنی یادداشت کھو چکی ہو۔ تمھیں پچھلی زندگی یاد نہیں رہی۔ پچھلے شناساؤں کے چہرے یاد نہیں رہے۔ پھر سونیا کو کیسے پہچان سکو گی؟"

"پھر بھی دیکھنا چاہتی ہوں، میں بابا صاحب کے ادارے سے خاص افراد کو گرین بے کی طرف بلاؤں گی۔ وہ سونیا کو دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔"

"اچھی بات ہے، دیکھو۔"

شیطان نے چٹکی بجائی۔ اسکرین پر سے کینیڈا کا نقشہ مٹ گیا۔ اب وہاں ایک ساحلی علاقہ نظر آ رہا تھا۔ چھریلی چٹانیں تھیں اور سمندر کی منہ زور لہریں ان چٹانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ دراصل وہ سمندر کا پانی تھا جو خلیج میں چلا آیا تھا۔ اس ساحل پر دو شخص نظر آ رہے تھے۔ فولڈنگ چیئر کھول کر وہاں بیٹھ رہے تھے۔ انھوں نے درمیان میں ایک فولڈنگ میز کھول کر بچھائی تھی۔ پھر اس پر کھانے کی چیزیں رکھنے لگے۔ شاید وہ وہاں پکنک کے خیال سے آئے تھے۔ بھوک لگ رہی تھی۔ اب کھانا ہی چاہتے تھے کہ اچانک ایک شخص کے منہ پر مٹھو کر لگی۔ دوسرا شخص چھڑتی سے اٹھا مگر اس کے اٹھنے سے پہلے مٹھو کر مارنے والے نے گھوم کر ایک کراٹے کا ہاتھ منہ پر رسید کیا۔ وہ کرسی سمیت پیچھے کی طرف الٹ گیا۔

وہ دونوں ہی زمین پر پڑے تھے۔ انھوں نے پلٹ کر دیکھا ان سے ذرا فاصلے پر ایک قد آور، صحت مند عورت کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے جینز اور جیکٹ پہن رکھی تھی۔ پاؤں میں مردانہ طرز کے جوتے تھے۔ اس کے کھڑے ہونے کا انداز اور اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ بھوکی شیرنی ہے مگر دو بھوکے مردوں کو عورت نظر آ رہی تھی۔ وہ گرنے والے فوراً ہی اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ پھر دونوں نے بیک وقت حملہ کیا۔ پتا چلا، جس پر حملہ کیا گیا تھا وہ ان سے بھی زیادہ پھرتیلی تھی۔ اپنی جگہ سے اٹھی قلابازی کھا کر ذرا فاصلے پر گئی تھی، پھر وہاں سے چھلانگ لگا کر بیک وقت دونوں کو فلائنگ کِک ماری تھی۔

شیطان نے اعلیٰ بی بی کے ذرا قریب ہو کر کہا۔ "یہی سونیا ہے۔ شیبا نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "اعلیٰ بی بی، شیطان سے کہو، اگر یہ سونیا ہے تو اس کی آواز سنائے۔"

شیطان نے کہا۔ "شیبا، میں بیک وقت ہزاروں افراد کے اندر رہتا ہوں۔ تمھارے اندر کی باتیں بھی سن رہا ہوں۔ سونیا کی آواز سنائی دے گی۔ ذرا صبر کرو اور تماشا دیکھو۔"

وہ تماشا تھوڑی دیر تک جاری رہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ سونیا نہیں، کوئی مشین ہے۔ مشین کی طرح تیزی سے حرکت کرتی ہے۔ اس نے دیکھتے ہی دیکھتے دو میں سے پہلے ایک کو اپنے داؤ پر لیا۔ پھر اسے گہری خلیج کی طرف پھینک دیا۔ اس کی آخری چیخ سنائی دی۔ پانی اتنا گہرا تھا کہ دوسری چیخ ابھر نہ سکی۔

دوسرے نے سمجھ لیا تھا کہ وہ عورت نہیں، بلا ہے۔ اس لیے بھاگنا چاہتا تھا لیکن اس نے بھاگنے والے کو بھی دبوچ لیا تھا۔ شیطان نے کہا۔ "یہ دوسرے کو بھی اس لیے زندہ نہیں چھوڑے گی کہ دشمنوں سے چھپتی چھپاتی وہاں آئی ہے۔ اگر دوسرا بچ کر شہر کی طرف جائے گا تو اس کے متعلق ضرور ذکر کرے گا۔"

شیطان کی کمنٹری کے دوران ہی سونیا نے دوسرے کو بھی خلیج کی طرف اچھال دیا تھا۔ پھر اس کی بھی ایک طویل آخری چیخ سنائی دی، اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔ سونیا نے فوراً ہی پانی کی بوتل اٹھا کر شانے سے لٹکائی، کھانے کا سامان سمیٹ کر ایک چھوٹے سے بیگ میں رکھا۔ پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی جانے لگی۔

منظر بدلتا جا رہا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی جس جگہ پہنچتی تھی، وہ جگہ اسکرین پر نظر آتی تھی۔ وہ چٹانوں سے نیچے اترتی جا رہی تھی۔ کہیں کہیں چھلانگ لگا کر ایک چٹان سے دوسری چٹان پر پہنچتی تھی۔ اس طرح وہ ساحل کے نشیبی علاقے میں آ گئی تھی۔ پھر وہ ایسی جگہ پہنچی تھی جہاں چٹانوں کے درمیان ایک راستہ اندر جاتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ اس غار نما راستے پر چل پڑی۔ ذرا فاصلے پر جانے کے بعد باہر سے آنے والی روشنی ختم ہو گئی۔ آگے نیم تاریکی تھی۔ وہ ایسے چلنے لگی جیسے جانا پہچانا راستہ ہو۔ پھر اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی ٹارچ نکال کر روشن کی۔ اس کی روشنی میں ایسی جگہ پہنچی جہاں

دو بھاری پتھروں کے درمیان ایک چٹان پڑی ہوئی تھی۔ جیسے سونے کے لیے بستر بچھا دیا گیا ہو۔ وہ وہاں پہنچ کر بیٹھ گئی۔ بیگ میں سے کھانے کا سامان نکال کر جلدی جلدی یوں کھانے لگی جیسے کئی وقت کی بھوکی ہو۔

اس چٹان پر کچھ اور بھی سامان پہلے سے رکھا ہوا تھا۔ پتا چلا، وہاں ایک کمبل ہے اور ایک لمبا سا چاقو بھی ہے۔ کمبل کے نیچے پستول اور کارتوس کی پیٹیاں بھی تھیں۔

شیطان نے کہا۔ "یہ پچھلی رات سے بھوکی تھی۔ اب کھانے کے بعد گہری نیند آئے گی اور سو جائے گی۔ لہٰذا میں اس کی آواز سنانے کا کچھ بندوبست کرتا ہوں۔"

چند لمحوں کے بعد اعلیٰ بی بی نے اسکرین پر دیکھا، شیطان اسی تاریک غار میں نظر آ رہا تھا مگر سونیا کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ جلدی جلدی کھانے میں مصروف تھی۔ کبھی پانی کی بوتل اٹھا کر منہ سے لگاتی تھی، کبھی دو چار گھونٹ پیتی تھی پھر کھانے لگتی تھی۔ شیطان نے ادھر ادھر دیکھا پھر جھک کر ایک بڑا سا پتھر اٹھا لیا۔ اعلیٰ بی بی نے گھبرا کر پوچھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

"فکر نہ کرو۔ میں سونیا کو نہیں ماروں گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے پتھر کو ایک دیوار پر مارا۔ وہاں سے وہ پتھر لڑھکتا ہوا نیچے آیا۔ سونیا ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ فوراً ہی اس کا ہاتھ کمبل کے نیچے رکھے ہوئے پستول کی طرف گیا تھا پھر وہ محتاط نظروں سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس کی گردن ذرا سا غم کھا گئی تھی جیسے کان لگا کر آہٹ سننا چاہتی ہو۔

صرف اسی پتھر کی آواز تھی۔ اس کے بعد کوئی آہٹ سنائی نہ دی۔ ذرا انتظار کرنے کے بعد اس نے للکارنے کے انداز میں پوچھا۔ "کون ہے؟ یہاں کون ہے؟"

اتنا ہی کافی تھا، دوسرے ہی لمحے شیبا نے خیال خوانی کی پرواز کی اور سونیا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ میں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ روحوں اور اعلیٰ بی بی کی طرح سونیا کا لب و لہجہ بھی بدل گیا تھا۔ آواز بھی بدل گئی تھی۔ اسی لیے شیبا کو شیطان کے ذریعے اس کی آواز سننا پڑی۔

وہ تھوڑی دیر تک اس کے دماغ میں رہی۔ پھر وہاں سے شیخ الفارس کے دماغ میں پہنچ کر بولی۔ "میں سونیا کے دماغ میں تھی۔ اس کے متعلق تفصیلات بعد میں بتاؤں گی کیونکہ وہ پچھلی رات سے بھوکی ہے۔ اس وقت کھانے میں مصروف ہے۔ تھوڑی دیر بعد سو جائے گی۔ نہیں سوئے گی تو میں اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا دوں گی۔ اس کے بعد خوابیدہ دماغ سے تمام معلومات حاصل کروں گی۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"مشی گن کے علاقے میں جو خلیج ہے وہاں گرین بے..... نام کا ایک ساحلی شہر ہے، اسی ساحلی علاقے میں ہے۔ کیا آپ اپنے خاص آدمیوں کو وہاں بھیج رہے ہیں؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ ادارے سے تعلق رکھنے والے جتنے افراد امریکا میں ہیں، میں ان میں سے خاص خاص لوگوں کا ابھی انتخاب کرتا ہوں اور انھیں سونیا کی طرف روانہ کرتا ہوں۔"

"جناب شیطان نے ہم پر مہربانی کی ہے۔ ہمیں سونیا تک پہنچا دیا لیکن اعلیٰ بی بی کہتی ہے، بلکہ میں بھی کہتی ہوں کہ اس کی مہربانی کے پیچھے نہ معلوم کتنے شیطانی مقاصد چھپے ہوں گے۔"

"پہلے تم سونیا کے دماغ میں پہنچ کر تصدیق کر لو کہ واقعی وہ ہماری سونیا ہے۔ میں اپنے بہترین، چنیدہ افراد کو وہاں بھیج رہا ہوں۔ کوئی بھی شیطانی چال ہو گی تو ہمارے آدمی سونیا کو کسی طرح نکال لائیں گے۔"

شیبا میرے پاس آ گئی۔ اس نے سونیا کے متعلق بتایا۔ اگرچہ میرے زخم بھر رہے تھے مگر تکلیف باقی تھی، سر میں بھی درد ہو رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "میرا دماغ کچھ کام نہیں کر رہا ہے مگر اتنی بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ اعلیٰ بی بی کو اب شیطان کے ہاں نہیں رہنا چاہیے ورنہ ادھر ہمارے آدمی سونیا کو نکال لے جانے کی کوشش کریں گے، ادھر شیطان اعلیٰ بی بی کو کسی نئی مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔ تم جناب شیخ الفارس سے اس سلسلے میں مشورہ کرو۔"

شیبا میرے پاس سے چلی گئی۔ ان سے مشورہ کرنے لگی۔ انھوں نے کہا۔ "فرہاد ٹھیک کہتا ہے۔ اعلیٰ بی بی وہاں سے ہمارے پاس چلی آئے تو ہمیں دو طرف دھیان نہیں دینا پڑے گا۔ ہماری ساری توجہ صرف سونیا کی طرف ہو گی۔"

شیبا نے سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھا، وہ پیٹ بھر نے کے بعد آرام سے لیٹ گئی تھی۔ ابھی جاگ رہی تھی۔ وہ چاہتی تو اسے ٹیلی پیتھی کی نیند سلا سکتی تھی لیکن اس نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر کہا۔ "تم نے سونیا کو دیکھ لیا۔ پتا نہیں، شیطان کیا چکر چلا رہا ہے۔ جناب شیخ الفارس نے تمھیں ہدایت دی ہے کہ فوراً پیرس چلی جاؤ۔ تمھارے وہاں جانے سے ہم سب کی توجہ صرف سونیا کی طرف ہو گی اور ہم اسے کسی طرح بھی شیطانی چنگل سے نکال کر لے آئیں گے۔"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں نے شیطان سے کہہ دیا ہے کہ میں سونیا کے پاس جاؤں گی۔ اگر میں نے شیطان سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا تو پھر وہ مجھے فرہاد تک پہنچائے گا۔"

"تم بھول گئی ہو کہ بابا صاحب کے ادارے میں کیا چھوٹے،

کیا بڑے سبھی افراد جناب شیخ الفارس کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ تم بھی عمل کیا کرتی تھیں۔ اب بھی تمھیں یہی کرنا چاہیے۔"

"میں کسی شیخ الفارس کو نہیں جانتی۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ فرہاد نے میرے لیے جان کی بازی لگائی ہے اور اس حال کو پہنچا ہے۔ میں ہر حال میں فرہاد کے پاس جاؤں گی۔"

"ہماری بات مان لو۔ شیخ الفارس کبھی غلط مشورہ نہیں دیتے۔ ان کی ہر ہدایت میں ہمارے لیے بھلائی ہوتی ہے۔"

شیطان نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیوں اعلیٰ بی بی کو مجبور کر رہی ہو۔ یہ عشق کے معاملات ہیں۔ یہ فرہاد سے محبت کرتی ہے اور فرہاد اس سے محبت کرتا ہے۔"

شیبا نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "تم یقین کرو، فرہاد بھی تمھیں پیرس جانے کے لیے کہہ رہا ہے۔"

"اگر فرہاد میرے سامنے آ کر کہہ دے تو میں اُس کے حکم پر جان بھی دے دوں گی۔"

شیطان نے کہا۔ "یہ کون سی بڑی بات ہے۔ ابھی اسکرین پر فرہاد کو پیش کرتا ہوں۔ اعلیٰ بی بی تم اس سے مشورہ دے سکتی ہو۔"

یہ کہتے ہی شیطان نے چٹکی بجائی۔ اسکرین روشن ہو گیا۔ وہاں ایک آرام دہ بستر پر فرہاد لیٹا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اُس نے سر گھما کر سامنے دیکھا۔ گویا کہ اعلیٰ بی بی اور شیطان کی طرف دیکھا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "کیا میں اسکرین والے فرہاد سے گفتگو کر سکتی ہوں؟"

فرہاد نے کہا۔ "یا خدا، یہ میرے دماغ میں اعلیٰ بی بی کی آواز کیسے سنائی دے رہی ہے۔"

شیطان نے اعلیٰ بی بی کے قریب جھک کر کہا۔ "دیکھا یہاں جو کچھ تم کہہ رہی ہو، فرہاد اپنے دماغ میں سُن رہا ہے اور وہ تمھاری بات کا جواب دے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "فرہاد، میرے فرہاد، کیا تم اعلیٰ بی بی کو دل و جان سے چاہتے ہو؟"

فرہاد نے کہا۔ "ہاں، میں تمھیں اتنا چاہتا ہوں کہ تمھارے لیے جان دیتے دیتے رہ گیا۔ میری محبت کبھی نہیں مرے گی۔ میں اپنی جان دے کر تمھیں حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ تم سے ضرور ملوں گا۔"

"میں خود تم سے ملنا چاہتی ہوں لیکن اس سے پہلے ایک مشورہ ضروری ہے۔"

"ہاں، بولو۔ میں سُن رہا ہوں۔"

"میرے دماغ میں شیبا آ کر کہتی ہے کہ مجھے تمھارے پاس نہیں بلکہ پیرس جانا چاہیے۔"

اسکرین پر فرہاد نے حیرانی سے پوچھا۔ "تمھیں پیرس کیوں جانا چاہیے؟"

"وہ کہتی ہے، کسی شیخ الفارس نے ہدایت دی ہے اور وہ وہاں کے بزرگ ہیں۔ سب اُن کی بات مانتے ہیں۔"

"بیشک وہ ہمارے لیے محترم ہیں۔ ہم سب اُن کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں لیکن تم شیبا سے کہہ دو، وہ شیخ الفارس سے درخواست کرے کہ تمھیں پیرس نہیں جانا چاہیے بلکہ میرے پاس آنا چاہیے۔ میں تمھاری کمی محسوس کر رہا ہوں۔"

اُسی وقت شیبا نے کہا۔ "شیطان فراڈ کر رہا ہے۔ میں ابھی فرہاد کے دماغ سے ہو کر آ رہی ہوں۔ وہ خاموش بستر پر پڑا ہوا ہے۔ اُس کے دماغ میں تمھاری سوچ کی لہریں نہیں جا رہی ہیں۔ ذرا سوچو، تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو۔ تمھاری باتیں اس کے دماغ تک کیسے پہنچ سکیں گی؟"

شیطان نے مسکرا کر اعلیٰ بی بی کی طرف دیکھا اور اپنے سینے پر ہاتھ مار کر فخر سے کہا۔ "یہ میرا کمال ہے۔ اعلیٰ بی بی! میں تمھاری آواز فرہاد کے دماغ تک پہنچا رہا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے اسکرین پر فرہاد کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "مگر شیبا کہہ رہی ہے کہ تمھارے دماغ تک میری باتیں نہیں پہنچ رہی ہیں۔ تم چُپ چاپ اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ہو۔"

"کمال ہے، میں ابھی تمھارے سامنے باتیں کر رہا ہوں اور تم کہہ رہی ہو، میں چُپ چاپ لیٹا ہوا ہوں۔ شیبا، میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ اعلیٰ بی بی کو بھڑکانے کی کوشش نہ کرو۔ آخر تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم کسی کے فریب میں آ گئی ہو؟"

شیبا نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور میرے دماغ میں پہنچ گئی۔ میں واقعی چپ چاپ لیٹا ہوا تھا۔ اُس نے کہا۔ "فرہاد! شیطان، اعلیٰ بی بی کے ساتھ فراڈ کر رہا ہے۔ وہاں کسی اسکرین پر تمھاری تصویر دکھا رہا ہے اور تمھاری تصویر اعلیٰ بی بی سے باتیں کر رہی ہے۔"

میرے سر میں درد ہو رہا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اُس وقت کیا کرنا چاہیے؟"

"میں تمھیں پریشان نہیں کرنا چاہتی۔ آرام سے لیٹے رہو۔ میں شیطان سے نمٹ لوں گی۔"

جب وہ اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچی تو اس وقت اسکرین والا فرہاد کہہ رہا تھا۔ "اعلیٰ بی بی! زیادہ بحث میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ محبت کا جو تقاضا ہے، وہ پورا کرو، محبت تمھیں بلا رہی ہے۔ تم ذہین ہو۔ خود سوچو کہ ایسے وقت جبکہ میں زخموں سے چُور ہوں، کیا مجھے تمھاری ضرورت نہیں ہے؟"

اُس نے تائید میں سر ہلایا۔ شیبا نے کہا۔ "میں تمھیں سمجھا رہی ہوں، تمھارے ساتھ فراڈ ہو رہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "بکواس مت کرو۔ میرے دماغ سے چلی جاؤ۔"

پھر وہ شیطان کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "اور تم بھی سُن لو۔ میں نے اسکرین پر فرہاد کی باتیں سنی ہیں۔ میں کسی حد تک یقین کرتی ہوں کہ تم نے فرہاد کو اس اسکرین پر بُلا کر مجھ سے ملایا ہے لیکن میں جب تک سچ مچ ملاقات نہیں کروں گی، اُس وقت تک کسی پر اعتماد نہیں کروں گی۔ لہٰذا تم مجھے پہلی فرصت میں فرہاد کے پاس پہنچا دو۔"

"اعلیٰ بی بی! تمھاری ذہانت کو کیا ہو لیا ہے۔ کیا تم نہیں سوچ سکتیں کہ جس طرح شیطان نے اسکرین پر ڈمی فرہاد سے ملایا ہے اسی طرح تمھیں یہاں سے کسی ڈمی فرہاد کے پاس پہنچا دے گا۔ وہ فرہاد بھی اسی طرح کسی بستر پر لیٹا ہو گا اور تم سے پیار و محبت کی باتیں کرے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "پہلے میں کسی بھی موضوع پر خوب بحث کرتی ہوں۔ بحث کے دوران امتحانہ سوالات بھی کرتی ہوں۔ پھر اُس معاملے کی گہرائی میں پہنچنے کے بعد آخری فیصلہ سناتی ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ شیطان کو دیکھ کر مسکرانے لگی۔ شیطان نے راہ پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "بس کرو۔ میں تمھارے اندر بھی ہوں اور تمھاری باتیں سمجھ رہا ہوں۔"

"تم سمجھ رہے ہو۔ میں ذرا شیبا کو بھی سنانا چاہتی ہوں، تم نے بھی کہا ہے کہ مجھے فرہاد کے پاس پہنچا سکتے ہو۔"

"ہاں پہنچا سکتا ہوں۔"

"کیسے پہنچاؤ گے؟"

شیطان نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔ "یوں۔"

"پھر تو تم چٹکی بجا کر فرہاد کو یہاں میرے پاس لا سکتے ہو؟"

شیطان نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں، یہاں بھی لا سکتا ہوں۔"

"پھر تم چٹکی بجا کر فرہاد کو بابا صاحب کے ادارے میں بھی پہنچا سکتے ہو؟"

شیطان گڑبڑا گیا۔ "اے تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ مجھے اور فرہاد کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دو۔ وہاں کوئی بزرگ شیخ الفارس ہیں۔ میں ان سے بھی ملاقات کروں گی۔ سارے لوگ ایک جگہ ہوں گے تو بات مل کر سامنے آ جائے گی، ادھوری باتیں سمجھ میں آ جائیں گی۔"

شیطان نے ایک گہری سانس لی۔ اپنے سر کو کھجاتے ہوئے اعلیٰ بی بی سے پوچھا۔ "وہ تم نے مجھے بھگانے کے لیے کیا پڑھا تھا؟"

اعلیٰ بی بی کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ "لاحول ولا قوۃ۔"

پھر دیر نہیں لگی۔ پلک جھپکتے ہی شیطان غائب ہو گیا۔ شیبا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں مان گئی تم بے حد ذہین ہو مگر تمھاری ذہانت کا پتا دیر سے چلتا ہے۔ اب میں سونیا کے پاس جا رہی ہوں۔ پھر ملاقات کروں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ سونیا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ بے خبر سو رہی تھی۔ اُس نے دماغ کے اندر رہ کر تنویمی عمل شروع کیا۔ اُس کے خوابیدہ دماغ کو اپنے کنٹرول میں لیا۔ اُسے اپنا معمول بنایا پھر سوالات کرنے لگی۔ "تمھارا نام کیا ہے؟"

"مس فروٹی۔"

"یہ بھی کوئی نام ہے۔ اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"مس فروٹی کا مطلب ہے، پھلوں کی طرح رس بھری۔"

"کیا یہ تمھارا پیدائشی نام ہے؟"

"میں اپنی پیدائش کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔"

"اپنے والدین، بھائی، بہن یا دوسرے رشتے داروں کے متعلق کچھ بتاؤ۔"

"مجھے کسی کے متعلق کچھ نہیں معلوم ہے۔"

"کیا تم پچھلی زندگی بھول گئی ہو؟"

"مجھے کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔ میں سوچتی ہوں اب سے دو چھ پہلے کہاں تھی تو مجھے یاد نہیں آتا۔"

"تم نے ہوش سنبھالتے ہی خود کو کہاں پایا تھا؟"

"میری آنکھ کھلی تو میں نے خود کو ایک عالیشان محل میں پایا۔ میں ایک بہت ہی نرم و ملائم، آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی، یہ کون سی دنیا ہے۔ میں کہاں ہوں اور میں کون ہوں؟"

شیبا نے سوال کیا۔ "کیا تم اس محل میں تنہا تھیں؟"

"میں نے آنکھیں کھولیں تو اس محل میں خود کو تنہا پایا۔ بعد میں کچھ خدمت گزار دکھائی دیے۔"

"کیا تمھاری خدمت کرنے والوں نے تمھیں بتایا کہ تم کون ہو؟"

"نہیں، وہ سب گونگے تھے۔"

"پھر تمھیں اپنے متعلق کیسے معلوم ہوا۔ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ تمھارا نام مس فروٹی ہے؟"

"جب میں بستر سے اتر کر پریشان حال اِدھر اُدھر جانے لگی تو ایک بڑے قدِ آدم آئینے پر نظر پڑی۔ میں نے قریب جا کر دیکھا، اس میں میرا عکس نظر آ رہا تھا اور اس آئینے پر لکھا ہوا تھا، میرا نام مس فروٹی ہے۔ میں نے آج ہی اس محل میں جنم لیا ہے۔"

آج سے میری زندگی شروع ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے میں کون تھی، کہاں تھی؟ یہ سب کچھ ماضی کی قبر میں دفن ہو چکا ہے۔"

"آئینے کی سطح پر لکھی ہوئی تحریر سے تم نے کیسے سمجھ لیا کہ تمہارا ہی نام فروٹی ہے؟"

اس طرح سمجھا کہ اس عالی شان محل میں میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ آئینے میں میرا ہی عکس نظر آ رہا تھا۔ اس کی سطح پر لکھی ہوئی تحریر جیسے میری ہی زندگی کی مختصر سی کہانی پیش کر رہی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد ایک کنیز میرے لیے کوئی مشروب لے کر آئی۔ میں نے پوچھا میں کون ہوں؟ اس کنیز نے انکار میں سر ہلایا۔ لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر میں نے پوچھا۔ اس آئینے پر یہ کس نے لکھا ہے؟ تب اس کنیز نے میری طرف انگلی اٹھا کر اشارے کی زبان میں کہا۔ یہ سب کچھ میں نے ہی لکھا ہے۔ میں مس فروٹی ہوں اور یہ میری تحریر ہے۔"

شیبا نے سوال کیا: "کیا تم یقین سے کہہ سکتی ہو کہ وہ تمہاری اپنی تحریر ہے؟"

سونیا نے جواب دیا: "پہلے تو میں گھنٹوں پریشان رہی۔ پھر دماغ کو پُرسکون رکھا۔ اس لمحے یوں محسوس ہوا جیسے میں نے دماغ کو پُرسکون رکھ کر سوچنے کی تربیت بہت پہلے کہیں حاصل کی ہے۔ مجھے فوراً ہی سمجھ میں آ گیا کہ میں اس تحریر کی تصدیق کر سکتی ہوں۔ وہاں ایک میز پر لکھنے پڑھنے کا سامان تھا۔ میں نے ایک قلم اٹھایا اور کاغذ پر اسی تحریر کو لکھنا شروع کیا۔ جب آئینے کے پاس آئی اور اس تحریر سے موازنہ کیا تو حیران رہ گئی۔ کیونکہ دونوں تحریریں ایک جیسی تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں نے ہی آئینے کی سطح پر وہ سب کچھ لکھا تھا مگر کب لکھا تھا، مجھے یاد نہیں آ رہا تھا۔"

"کیا تم نے اس پہلو پر غور کیا کہ تم کن حالات میں آئینے کی سطح پر یہ سب کچھ لکھ سکتی ہو؟"

"میں نے غور کرنا شروع کیا تو پتا چلا کہ میں نے بہت کچھ پڑھا ہے۔ بہت کچھ دیکھا ہے اور بہت کچھ سمجھا ہے لیکن میں نے کب پڑھا ہے، کب دیکھا ہے، کب سمجھا ہے، یہ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا۔ البتہ یہ یاد آ گیا کہ میرا برین واش کیا گیا ہے۔ میرے دماغ سے پچھلی باتیں بھلا دی گئی ہیں اور یہ شاید تنویمی عمل کا اثر ہے کہ مجھے معمول بنا کر آئینے کی طرف لے جایا گیا اور مجھے وہ تحریر لکھنے پر مجبور کیا گیا۔"

"تم اپنے حالات کا صحیح تجزیہ کر رہی ہو۔ یہ بتاؤ، وہاں سے کیسے فرار ہوئیں؟"

"بہت دشواری پیش آئی، وہاں جتنی کنیزیں اور خادم تھے سب کے سب گونگے تھے۔"

میں نے پوچھا: "اب سے پہلے تم نے ہی مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا؟"

اس نے لاعلمی کا اظہار کیا: "یہ کس نے کہہ دیا کہ میں تم پر تنویمی عمل کر چکی ہوں۔ جبکہ میں پہلی بار تمہارے پاس آیا ہوں۔"

"تو پھر کسی اور نے مجھ پر عمل کیا ہو گا اور اس عمل کے دوران مجھ سے آئینے کی سطح پر اپنے مطلب کی تحریر لکھوائی ہو گی۔"

پروفیسر ناگری نے مجھے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ تمہارے ساتھ ایسا کیا گیا ہے؟"

"صرف یہی نہیں بلکہ تنویمی عمل کے ذریعے میرا برین واش بھی کیا گیا ہے۔ میری زندگی کے کچھ حصے مٹا دیے گئے ہیں۔"

پروفیسر نے مسکرا کر کہا: "یہ ہی ہوا ہے اور یہ میں نے ہی کیا ہے۔"

"تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"یہ میڈم کوئیلی کا حکم تھا۔"

"میڈم کوئیلی کون ہے؟"

"اس علاقے کی بدترین عورت ہے۔ اس نے نہ جانے کتنے قتل کیے ہیں۔ یہ جس پر عاشق ہو جاتی ہے اسے اپنا بنا کر رہتی ہے۔ تمہارے محبوب فرہاد علی تیمور کو اپنے قابو میں کرنے کے لیے تمہیں قیدی بنا کر رکھا ہے۔ وہ جانتی ہے، فرہاد تمہیں یہاں سے نکال لے جانے کے لیے ایک دن ضرور آئے گا۔"

"میں میڈم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"وہ نہیں ملیں گی۔ کیونکہ وہ حاکم ہے اور تم ان کی محکوم ہو۔"

"کیا ملنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی؟"

"ہو سکتی ہے۔ یہاں سے فرار ہو جاؤ۔ وہ تمہارا تعاقب کرے گی۔ تمہیں یا تو زندہ گرفتار کر کے واپس یہاں لائے گی یا قتل کر دے گی۔ اس سے سامنا کرنے کی بس یہی ایک صورت ہے۔"

"سنا ہے، دنیا میں ہر چیز بکتی ہے۔ کیا تم بک سکتے ہو؟ منہ مانگا معاوضہ دوں گی جس دن فرہاد سے ملاقات ہو جائے گی، تمہاری ہر خواہش پوری کر دوں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "میرے روئیں روئیں میں شیطان بسا ہے۔ میری کوئی بھی خواہش شیطانی خواہش ہو گی۔"

"میں ایسی خواہشات کا منہ توڑ دوں گی۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں کسی عورت کو برباد کرنے کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ دراصل میں خود میڈم کوئیلی کو ایک اچھا سبق سکھانا چاہتا ہوں۔ وہ مجھے اپنا زر خرید غلام سمجھتی ہے۔"

"تم میرے ذریعے اسے عبرتناک سبق سکھا سکتے ہو۔"

"میں یہی سوچ کر آیا ہوں۔ کل صبح یہاں ایک گاڑی انڈے، دودھ، پھل اور کچن کا دوسرا سامان لے کر آئے گی۔ تم اس گاڑی کے ڈرائیور کو اپنے قابو میں کر کے یہاں سے نکل سکتی ہو۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ محل سے نکلنے کے چاروں دروازے مقفل ہوتے ہیں۔"

"وہ سامان اندر لانے کے لیے دروازہ کھولا جائے گا۔ دروازے کے باہر دو مسلح پہرے دار ہوتے ہیں اور دو گاڑی کے پاس ہوں گے۔ پانچوں ڈرائیور ہو گا اگر ان پانچ آدمیوں کو قابو میں کر سکو گی تو یہاں سے نکل سکو گی۔"

اس نے لباس کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا پستول نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "شاید تمہیں اس کی ضرورت پڑے۔"

میں نے اسے لینے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اس نے اپنا ہاتھ کھینچ کر کہا: "لیکن تم اپنے متعلق ایک بات نہیں جانتی ہو۔"

"وہ کیا؟"

"تم اور فرہاد بہت مجبوری کی حالت میں کوئی ہتھیار استعمال کرتے ہو۔ ورنہ ہمیشہ ذہانت، چالاکی اور بازوؤں کی قوت سے دشمنوں پر غالب آتے ہو۔"

سونیا نے پوچھا: "یعنی تم تسلیم کرتے ہو کہ میں بہت چالاک ہوں؟"

"دنیا تسلیم کرتی ہے۔"

سونیا نے اس کے ہاتھ سے پستول کو جھپٹ لیا۔ پھر بولی: "یہ بھی چالاکی ہے، ایسے ہتھیار وقتِ ضرورت استعمال کرنے کے لیے چھپا کر رکھنے چاہئیں۔ اگر میری فطرت یہ ہے کہ میں ہتھیار استعمال نہیں کرتی ہوں تو کوشش کروں گی کہ نہ کروں ورنہ ضرورت تو پڑ ہی سکتی ہے۔"

شیبا نے پوچھا: "کیا بعد میں تم نے ہتھیار استعمال کیا تھا؟"

"میں پروفیسر ناگری کے جانے کے بعد پلاننگ کرتی رہی۔ میری سمجھ میں یہی آیا کہ مجھے ان مسلح پہرے داروں سے ٹکرانا نہیں چاہیے۔ نہ ان سے لڑنا چاہیے نہ ان پر حملہ کرنا چاہیے۔ بس کسی طرح چالاکی سے چپ چاپ نکل جانا چاہیے۔ وہ پروفیسر ناگری درست کہتا تھا، میری فطرت یہی ہے۔ میں چالاکی سے کام لیتی ہوں۔ خواہ مخواہ ہاتھ پاؤں چلا کر جسمانی تھکن سے خود کو بازار رکھتی ہوں۔"

صبح کے وقت ایک کنیز میرے لیے بیڈ ٹی لے کر آئی۔ میں نے اسے کمرے سے نکلنے نہیں دیا۔ اس کا منہ جکڑ کے قابو میں کیا۔ رسیوں سے جکڑ کر پلنگ کے نیچے ڈال دیا۔

محل کے لیے راشن لانے والی گاڑی ایک کھلے ہوئے دروازے کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں سے کنیزیں اور دوسرے ملازم بھرے ہوئے بڑے بڑے ڈبے اور پھلوں کی ٹوکریاں اٹھا

کرلے جارہے تھے۔ میں نے بھی دو خالی ڈبے دو کاندھوں پر اٹھا لیے۔ سر کو جھکا لیا۔ اس طرح کہ سر کا کپڑا تھوڑا سا گھونگٹ کے طور پر سامنے آگیا۔ اس طرح وہ خالی ڈبے لے کر گاڑی کے پاس گئی۔ باہر دروازے کے پاس دو مسلح پہرے دار تھے۔ گاڑی کے پیچھے بھی دو پہرے دار کھڑے ہوئے تھے۔ وہ دونوں ڈرائیور سے باتیں کررہے تھے۔ ایک دوسرے کی سگریٹ جلاتے ہوئے باتیں کررہے تھے۔ میں نے اسٹیئرنگ کے پاس سے گزرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہاں چابی لگی ہوئی تھی۔ میں نے خالی ڈبوں کو گاڑی کے پچھلے حصے میں ڈالا۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی اسٹیئرنگ سیٹ پر آئی۔ دروازے کو کھول کر جیسے ہی بند کیا، کسی نے چیخ کر کہا۔ "ائے تم کیا کررہی ہو؟"

میں نے گاڑی اسٹارٹ کردی تھی لیکن وہ دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ اسی وقت پروفیسر ناگری کا دیا ہوا پستول کام آیا۔ شاید میں نے اپنی فطرت کے خلاف اس سے استعمال کیا تھا مگر مجبوری تھی، میں نے دو گولیاں چلائیں۔ دو پہرے دار میرے قریب پہنچتے پہنچتے ڈھیر ہوگئے۔ اس وقت تک گاڑی اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئی تھی۔ میں تیزی سے ڈرائیو کررہی تھی۔ عقب نما آئینے میں دیکھا، پیچھے کھڑے ہوئے پہرے دار میری گاڑی کے پہیے کا نشانہ لے رہے تھے۔ میں نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالا۔ دوسرے ہاتھ سے ریوالور کو پیچھے کی طرف گھما کر گولی چلادی۔

ایسا تو کوئی ماہر نشانہ باز ہی کرسکتا ہے کہ عقب نما آئینے میں دیکھے اور پیچھے سے حملہ کرنے والوں کا نشانہ لے سکے۔ جب انہیں گولی لگی تب مجھے یقین ہوا کہ میں نشانہ بازی میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ بہرحال میں ڈرائیو کرتے ہوئے مین گیٹ کی طرف جانے لگی۔ وہاں کے پہرے داروں نے جلدی سے گیٹ کو بند کرنا چاہا۔ گیٹ ابھی پوری طرح بند نہیں ہوا تھا۔ میں نے رفتار بڑھادی۔ ایک دھماکا سا ہوا۔ گیٹ بند کرنے والے اچھل کر ادھر سے اُدھر جاگرے۔ میرے لیے راستہ صاف ہوا اور میں تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی، رفتار بڑھاتی ہوئی شاہراہ خاص پر پہنچ گئی۔

وہ شہر میرے لیے اجنبی تھا۔ میں خود اپنے لیے اجنبی تھی۔ مجھے کہاں جانا تھا، کہاں پناہ لینا تھی۔ میں کچھ نہیں جانتی تھی جس طرح میڈم کوئیلی نے میرے چاروں طرف سخت پہرہ لگا دیا تھا، یقیناً وہ پہرے دار اب تک کسی گاڑی میں میرا تعاقب کررہے ہوں گے۔

میں اسی شاہراہ سے ایسے راستے پر آگئی جو شہر سے باہر جاتا تھا۔ اس راستے پر شاذ و نادر ہی گاڑیاں نظر آرہی تھیں۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا، ایک کار میرے سامنے چلی جارہی تھی لیکن اس طرح کہ میرا راستہ روکتی جارہی تھی۔ میں نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ مجھے اس کار کے عقب نما آئینے میں پروفیسر ناگری نظر آیا۔ وہ ہاتھ ہلا کر مجھے رکنے کا اشارہ کررہا تھا۔

میں نے گاڑی روک دی۔ وہاں سے اتر کر دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی۔ اس نے کار کا دوسرا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "جلدی سے بیٹھ جاؤ۔ وہ تعاقب کررہے ہیں!"

میں برابر والی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر آگے جاکر ایک کچے راستے پر موڑ دی۔ میں نہیں جانتی، وہ کن راستوں پر جارہا تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے خود کو اسی شہر میں پایا۔ اس نے ایک سرخ کار کے پیچھے گاڑی روکتے ہوئے کہا "کار کا پچھلا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ یہ جس کی ملکیت ہے وہ ایک ماہ کے لیے یورپ گیا ہے۔ تم یہاں چھپی رہ سکتی ہو۔"

"میرا دل، میرا دماغ کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ رہنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں میڈم کوئیلی سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتی ہوں جس نے میرے دماغ سے ماضی کے واقعات مٹا دیے ہیں اور مجھے میرے لیے ہی اجنبی بنا دیا ہے، میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی، فکر نہ کرو، میں ایسا چکر چلاؤں گا کہ وہ تمہیں تلاش کرتے ہوئے خود اسی کاٹج میں پہنچے گی۔"

میں نے پروفیسر ناگری پر بھروسا کرلیا اور اس کاٹج میں چلی گئی۔ وہاں میں نے دو دن بڑے اضطراب میں گزارے۔ ہر لمحہ یہ محسوس ہوتا تھا کہ میڈم کوئیلی کسی وقت بھی پہنچے گی اور اچانک ہی مجھ پر حملہ کرے گی۔ ہوسکتا ہے، وہ تنہا نہ ہو۔ اس کے مسلح محافظ اور ماتحت وغیرہ بھی ساتھ ہوں مگر وہاں، کوئی نہیں آیا۔ تیسرے دن میں بے قرار ہوکر خود کاٹج سے نکل گئی۔

اس کاٹج میں کھانے پینے اور عیش و آرام سے رہنے کا ہر سامان تھا۔ حتیٰ کہ میک اپ کا بھی مکمل سامان موجود تھا۔ میں نے آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنے چہرے پر تبدیلیاں لانے کے لیے میک اپ تنزع کیا۔ پتا چلا مجھے اس فن میں بھی مہارت حاصل ہے۔ میں نے اپنے آپ کو بڑی حد تک تبدیل کرلیا تھا۔ جب میں کاٹج سے نکل کر شہر میں گھومنے نکلی تو کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا۔ کوئی مجھے پہچان نہ سکا۔

مجھے شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ پہچان کے بغیر انسان دنیا میں تنہا رہ جاتا ہے۔ یہ کیسی تلخ حقیقت تھی کہ میں خود کو نہیں پہچان سکتی تھی۔ پھر دشمن مجھے کیسے پہچانتے۔ میں یقین سے کیسے کہہ سکتی تھی کہ اتنی بڑی دنیا میں جہاں میرے بے شمار اپنے تھے، دشمن ہیں وہاں میرے بے شمار دوست بھی ہوسکتے ہیں مگر وہ دوست کہاں ہیں؟ میں انہیں کہاں تلاش کروں؟

پانچویں دن میں اس نتیجے پر پہنچی کہ مجھے اصل صورت شکل کے ساتھ باہر نکلنا چاہیے۔ بیشک مجھے دشمن پہچان لیں گے

لیکن دوست بھی تو پہچان سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے، اسی شہر میں کچھ دوست نکل آئیں۔

مجھے رفتہ رفتہ ایسی معلومات حاصل ہو رہی تھیں جو میری ذات سے تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ میں ماہر نشانہ باز ہوں۔ مجھے یک اپ میں بھی مہارت حاصل ہے۔ میں دشمنوں کی نظروں میں چالاک بھی جانی جاتی ہوں۔ اب کاٹج سے نکل کر اصل صورت میں گھومتے رہنے کے دوران پتا چلا کہ میری چھٹی حس بیدار رہتی ہے اور میں ایک اجنبی قوت کے تحت محسوس کررہی ہوں کہ میرا تعاقب ہو رہا ہے۔

اس رات میں کاٹج واپس نہیں گئی۔ ایک ہوٹل میں کمرا کرائے پر لیا۔ پھر میری توقع کے مطابق کمرے کے دروازے پر دستک سنائی دی۔ دروازہ کھولا۔ تین شخص کھڑے ہوئے تھے۔ وہ صورت سے، اوّل درجے کے بدمعاش لگتے تھے، اچھے صحت مند تھے۔ ایک نے دروازے کو زور سے دھکا دیا۔ میں لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے گئی۔ دوسرے نے دروازے کو بند کیا۔ تیسرے نے بڑی سفاکی سے دانت پیستے ہوئے پوچھا۔ "چپ چاپ ہمارے ساتھ چلو گی یا تمہیں اٹھا کر لے جائیں؟"

میں پیچھے ہٹتے ہوئے ہاتھ روم کے دروازے تک آئی، اس کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر گھمایا۔ ایک نے کہا۔ "چالاک بننے کی کوشش نہ کرو، باتھ روم کے اندر جاؤ گی تو ہم دروازہ توڑ دیں گے۔"

دوسرے نے کہا۔ "دروازہ توڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ سیدھی طرح ماننے والی نہیں ہے۔ اسے فوراً اٹھا کر لے چلو۔"

وہ کہتا ہوا میرے قریب آیا۔ میں نے گھونسا مارنے کے انداز میں اپنا ایک ہاتھ فضا میں یوں لہرایا، جیسے مجھے لڑنا نہیں آتا ہو۔ مگر آنے والے کو یوں لگا جیسے میں سچ مچ حملہ کررہی ہوں۔ وہ گربڑا کر ذرا پیچھے گیا۔ پھر غصّے میں مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں ایک طرف ہٹ گئی۔ وہ ہاتھ روم کے کھلے ہوئے دروازے سے ٹکرایا تو ہاتھ اندر گیا۔ میں نے دروازے کو کھینچ کر باہر سے چٹخنی لگادی۔ اس دوران اس کے دو ساتھیوں نے مجھے پیچھے سے آکر جکڑ لیا تھا مگر اب وہ بھی روگئے تھے۔ تیسرا تو بند ہوچکا تھا اور دروازہ پیٹ رہا تھا۔ میں نے دونوں کی گرفت میں ہونے کے باوجود اچھل کر اپنی دونوں ٹانگیں باتھ روم کے بند دروازے پر رکھیں پھر پیچھے کی طرف زور لگایا۔ وہ دونوں میرے ساتھ لڑکھڑاتے ہوئے گئے۔ ہم تینوں گرے۔ میں نے الٹی قلابازی کھائی اور ان کی گرفت سے نکل گئی۔ جب تک وہ فرش پر سے اٹھتے اس وقت تک میں نے کمرے کا دروازہ کھول دیا تھا۔ لیکن فرار ہونا نہیں چاہتی تھی۔

انہوں نے تعجب سے مجھے دیکھا۔ پھر ایک نے مجھ پر..... حملہ کرنا چاہا۔ میں نے اس حملے کا جواب دیا۔ دوسرے نے غصّے میں کر مجھ پر چھلانگ لگائی۔ یہی تو میں چاہتی تھی۔ میں نے جھکائی دے کر چھلانگ لگانے والے کو اپنے سر پر سے گزارنے ہوئے پیچھے کی طرف بھیجا۔ وہ دروازے سے بار گیا۔ میں نے دروازے کو بند کرکے چٹخنی لگادی۔ اب ایک رہ گیا تھا۔

اس نے حیرانی اور غصّے سے میری طرف دیکھا۔ غصّہ تو آہی رہا تھا۔ حیرانی اس بات کی تھی کہ میں نے کتنی چالاکی سے لڑنے والوں کی تعداد کم کردی تھی اور اسے میدانِ جنگ میں تنہا مقابلے پر رکھا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا باتھ روم کے دروازے کی طرف گیا لیکن چٹخنی کھولنے سے پہلے میری لات اس کے پیٹ پر پڑی۔ وہ دوہرا ہوگیا۔ پھر میں نے گھوم کر دوسری کِک ماری۔ وہ پلٹ کر پنگ کی طرف چلا گیا۔ پھر تکلیف سے کراہتے ہوئے فرش پر سے اٹھا۔ میں نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ دو چار ہاتھ ایسے جمائے کہ وہ بستر پر گر پڑا۔ وہاں سے دوبارہ نہ اٹھ سکا۔ میں نے اسے بستر پر سیدھی طرح لٹا دیا۔ اب دو رہ گئے تھے۔ مگر میں اپنی فطرت کے مطابق سوچ رہی تھی، خواہ مخواہ لڑنا اور اپنی توانائی ضائع کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ بس یہاں سے چل پڑنا چاہیے۔ یہ سوچ کر میں نے دروازہ کھولا۔ باہر جو شخص گیا تھا وہ چپ چاپ کھڑا ہوا تھا۔ دروازہ پیٹ نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ ہوٹل میں زیادہ ہنگامہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ چپ چاپ مجھے وہاں سے لے جانا چاہتے تھے۔ جیسے ہی میں نے دروازہ کھولا، وہ لپک کر اندر آیا۔ میں نے ایک ہاتھ جما دیا۔ وہ ذرا لڑکھڑایا۔ پھر اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی میں نے باہر نکل کر دروازے کو بند کردیا۔ اسے چابی سے لاک کیا۔ پھر چابی کے چھلّے کو انگلی میں گھماتی ہوئی نیچے کاؤنٹر کے پاس آئی اور کہا۔ "اسے رکھ لو۔" کاؤنٹر مین نے پتا نہیں کیا سمجھا شاید یہ کہ اپنا کام نکال کر جارہی ہوں۔ وہاں ویسے بھی کوئی کسی کا حساب کرنے والا نہیں تھا۔

میں ہوٹل کے باہر آئی۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر کاٹیج کی طرف چل پڑی۔

میری آنکھیں آگے پیچھے سڑک پر لگی ہوئی تھیں۔ ذہن پوری طرح بیدار تھا اور میں محسوس کر رہی تھی کہ میرا تعاقب ہو رہا ہے۔ جب میں کوئیج میں پہنچی تو تصدیق ہوگئی۔ ٹھیک دس منٹ کے بعد ہی کوئی کھیرل کی چھت کودتا ہوا لکڑ سے میں پہنچ گیا۔ میں نے لائٹ کو آن کیا میرے سامنے میرے ہی جیسی ایک قد آور عورت کھڑی ہوئی تھی میں نے پوچھا "کون ہو تم؟"

"میرا نام سن کر مرنے سے پہلے ہی پسینہ آجائے گا۔"

"اپنا تعارف ڈرامائی انداز میں نہ کراؤ میں سمجھ گئی ہوں، تم میڈم کوئیلی ہو۔ میرے پاس کہ کہ بننے آئی ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "یہ میڈم کوئیلی کیا بلا ہے؟ میں کون ہوں، یہ تمہیں اس طرح جان لینا چاہیے۔"

پھر جیسے میری آنکھوں کے سامنے بجلی کوندگئی۔ وہ پھرتی سے آگے بڑھ کر حملہ کر چکی تھی۔ میں سنبھل نہ پائی۔ اس نے جس ہاتھ سے حملہ کیا تھا اسے دکھاتے ہوئے بولی۔ "یہ سونیا کا ہاتھ ہے۔"

میں نے اس پر حملہ کیا۔ وہ بچ گئی مگر دوسرے حملے سے بچ نہ سکی۔ مار کھا کر پیچھے گئی تو میں نے کہا۔ "تم کوئیلی نہیں اور تمہارا نام سونیا ہے تو بتاؤ، مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"میں کرائے کی قاتل ہوں۔ تمہارے سلسلے میں بھاری معاوضہ دیا گیا ہے۔ میں تمہیں یہاں سے زندہ لے جاؤں گی۔ نہیں جانا چاہو گی تو قتل کر دوں گی۔ دونوں صورتوں میں اچھی خاصی رقم ملے گی۔"

"میں سمجھ گئی، تم مجھے اسی عالیشان محل میں لے جا کر قید کرنا چاہتی ہو اور یہ تمہارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

اس کے بعد ہمیں ایک دوسرے سے کچھ بولنے کی مہلت ہی نہ ملی۔ وہ اتنی پھرتی سے حملہ کرتی تھی کہ مجھے بھی اتنی ہی پھرتی دکھانا پڑتی تھی۔ ذرا سی دیر میں میں نے تسلیم کر لیا کہ وہ بجلی ہے۔ اس میں لڑنے کی بھرپور صلاحیتیں تھیں۔ مگر میں بھی اس سے کم نہیں تھی۔ ہم دونوں ہی ایک دوسرے سے ہار ماننے کے لیے تیار نہیں تھیں۔ ہم لڑتے لڑتے باہر آگئی تھیں۔ اچانک پولیس کار کا سائرن سنائی دیا۔ ہمارے لڑنے کا انداز ہی کچھ ایسا زبردست تھا۔ کاٹیج کے اندر چیزیں ٹوٹتی پھوٹتی رہی تھیں۔ ہنگامہ آرائی کا شور باہر تک پہنچا رہا تھا۔ شاید کسی پڑوسی نے پولیس والوں کو فون کر دیا ہوگا۔

یہ لمحۂ فکریہ تھا۔ پولیس کو معلوم ہو گیا تھا کہ ایک ویران کاٹیج میں جس کا مالک موجود نہیں ہے، ہنگامہ ہو رہا ہے وہاں میں غیر قانونی طور پر رہ رہی آئی تھی۔ اِدھر میری وہ دشمن جو خود کو سونیا کہہ رہی تھی، وہ بھی کرائے کی قاتل کی حیثیت سے آئی تھی۔ وہ بھی پولیس کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔ لہٰذا ہم دونوں کو وہاں سے بھاگنا پڑا۔

شیبا نے اس کے خوابیدہ ذہن سے سوال کیا۔ "اس نے اپنا نام سونیا کیوں بتایا تھا؟"

"میں کیسے کہہ سکتی ہوں۔ اس کا نام سونیا ہوگا۔"

"نہیں تمہارا اصل نام سونیا ہے۔ وہ فراڈ کر رہی ہے، پتا نہیں کیا چکر چلانا چاہتی ہے۔ یہ سب دشمنوں کی چال ہے۔"

"ہاں، دشمن چالیں چل رہے ہیں، مجھے کسی نہ کسی طرح گھیر کر پھر اسی محل میں پہنچا دینا چاہتے ہیں لیکن میں قیدی بن کر نہیں رہ سکتی اب تک دو بار سونیا سے ٹکرا چکی ہوں مجھے یوں لگتا ہے جیسے ہر بار ہی سونیا میرے ہاتھوں سے بچ جاتی ہے یا تقدیر مجھے سونیا کے ہاتھوں سے بچا کر لے جاتی ہے۔ میں اس کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتی ہوں وہ بے حد چالاک ہے۔ بہر حال اس نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں شہر چھوڑ دوں۔ اب میں ساحلی علاقے میں آکر چھپی ہوئی ہوں۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ ؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی ہوں۔ وہ بے حد چالاک ہے کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتی ہے۔ میں پریشان ہو گئی ہوں مجھے لگتا ہے، میں پہلے کبھی اس قدر پریشان نہیں رہی تھی۔ حوصلہ تھا۔ وہ حوصلہ شاید اب اس لیے نہیں ہے کہ بالکل تنہا ہوں۔ مجھے اپنے دوستوں اور شناساؤں کا علم نہیں ہے۔ اگر ایک بھی میرا ساتھی یا ہمدرد ہوتا تو میں تنہا زندگی بھرلڑتی رہتی۔ جب خود کو آئینے میں دیکھتی ہوں تو خود کو بے یار و مددگار پاتی ہوں تو میرے اندر تنہائی کا بے انتہا کرب پیدا ہوتا ہے۔"

"فکر نہ کرو، جب تم سو کر اٹھو گی تو یہاں تمہارے بہت سے شناسا موجود ہوں گے جو تمہارے لیے جان کی بازی لگا دیں گے۔ پھر وہ تمہیں پیرس لے جانا چاہیں اور بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانا چاہیں تو تم انکار نہ کرنا۔ سیدھی چلی آنا۔"

چونکہ وہ شیبا کی معمولہ بنی ہوئی تھی، اس لیے وعدہ کیا کہ دوستوں اور شناساؤں کے ساتھ ضرور بابا صاحب کے ادارے میں جائے گی۔ شیبا نے اسے آرام سے سو جانے کی ہدایات دیں اور یہ سمجھا دیا کہ نیند کے دوران کوئی غیر معمولی بات ہو تو اس کی آنکھ کھل جائے۔ ورنہ وہ صبح تک آرام سے سوتی رہے۔

اس کے بعد وہ دماغ سے چلی آئی۔ جناب شیخ الفارس کو اس کے متعلق رپورٹ سنائی۔ انھوں نے کہا۔ "ابھی تم مس فروٹی کے دماغ سے ہو کر آئی ہو اور وہ مس فروٹی ہماری سونیا ہے لیکن جو اس کی دشمن ہے، وہ بھی خود کو سونیا کہتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے، ان دونوں کی شکل و صورت کیسی ہے۔ تم نے اعلیٰ بی بی کے ذریعے شیطان کے پاس بڑے سے اسکرین پر سونیا کو دیکھا ہے جو خود کو مس فروٹی کہتی ہے۔ اس نے ساحل پر پکنک منانے والے دو افراد کی پٹائی کی۔ ان کا کھانا اٹھا کر غار کے اندر لے آئی۔ اس دوران وہ اسکرین پر نظر آتی رہی۔ اعلیٰ بی بی اپنی پچھلی زندگی بھول گئی ہے۔ پھر وہ سونیا کے چہرے کو کیسے یاد رکھے گی۔ شیطان نے کہا کہ اسکرین پر نظر آنے والی سونیا ہے۔ لہٰذا اعلیٰ بی بی نے اسے سونیا تسلیم کر لیا۔"

شیبا نے کہا۔ "ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کی دماغی آنکھوں سے دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔ اعلیٰ بی بی اسکرین پر جو کچھ دیکھ کر سمجھ رہی تھی، وہی میں سمجھ رہی تھی اور اس کے دماغ سے مس فروٹی کا جو حلیہ معلوم کر رہی تھی، وہ سونیا سے مطابقت رکھتا تھا۔"

"دیکھنا یہ ہے کہ جو عورت خود کو سونیا کہتی ہے، اس کی صورت شکل کیسی ہے۔ یہ ہمیں چند گھنٹوں کے بعد معلوم ہو جائے گا۔ ہمارے اہم افراد وہاں پہنچنے والے ہیں۔ وہ سونیا کو صورت شکل سے پہچانتے ہیں۔"

دوسری صبح میری آنکھ کھلی تو شیبا میرے دماغ میں موجود تھی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "میں تمہارے پاس ہوں۔"

"کب سے ہو؟"

"ابھی آئی ہوں پچھلی رات تم سو رہے تھے۔ میں واپس چلی گئی۔ تمہیں دو عدد سونیا کی داستان سنانا چاہتی ہوں۔"

اس نے مجھے مس فروٹی اور اس کی دشمن عورت سونیا کے متعلق بتایا۔ پھر کہا۔ "میں نے مس فروٹی کو نیند کی حالت میں اپنی معمولہ بنا کر جو معلومات حاصل کیں، اس سے پتا چلتا ہے کہ وہی سونیا ہے۔ اب ہمارے آدمی مس فروٹی کے اس پاس موجود ہوں گے۔ وہ اسے اور دشمن عورت سونیا کو دیکھ کر پہچان لیں گے۔"

"صورت بھی دھوکا دے سکتی ہے۔ کوئی بھی عورت اپنے چہرے پر سونیا کا میک اپ کر سکتی ہے۔"

"جب میں دوسری عورت سونیا کی آواز سنوں گی تو اس کے دماغ میں پہنچ کر بھی معلوم کروں گی کہ اصلیت کیا ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران دو شخص میرے کمرے میں آئے۔ ان کے ساتھ ایک نرس بھی تھی۔ میں نے نرس سے کہا۔ "میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔ بھوک بھی لگ رہی ہے۔"

نرس نے ان اجنبیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے حکم دیا گیا ہے تمہیں ناشتہ نہ دیا جائے۔ ایک گھونٹ پانی بھی پینے کے لیے نہ دیا جائے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "وہ کیوں؟"

ایک اجنبی نے کہا۔ "ہم تمہیں دوسری جگہ لے جا رہے ہیں۔ وہاں تمہاری خوب خاطر مدارات ہوگی۔"

ان کی باتوں کے دوران ایک اور شخص پہیوں والی کرسی لے آیا۔ میں اب اٹھ کر بیٹھ سکتا تھا مگر زیادہ دور چل نہیں سکتا تھا۔ میں نے بستر سے اتر کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "آخر مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟"

ایک نے سخت لہجے میں کہا۔ "ابھی پتا چل جائے گا۔"

شیبا نے کہا۔ "فرہاد! میں معلوم کرتی ہوں۔"

وہ ایک شخص کے دماغ میں پہنچی۔ پھر فوراً ہی اکر گھبراتے ہوئے بولی۔ "یہ سب تمہارے دشمن ہیں۔ تمہیں ٹارچر چیمبر میں لے جا رہے ہیں۔ تمہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "یہ اچانک پانسہ کیسے پلٹ گیا۔ کیا یہ لوگ پھر شب خون مار رہے ہیں کہ میں فرہاد ہوں؟"

"شہ تو نہیں کرنا چاہیے۔ جب شیطان تم پر تنویمی عمل کر رہا تھا تو میں تمہارے دماغ میں موجود تھی اور تمہیں فرہاد کی حیثیت سے ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔"

"ان کے دماغ میں جاؤ، معلوم کرو، بات کیا ہے۔"

"میں معلوم کر چکی ہوں۔ جو لوگ تمہیں ٹارچر چیمبر میں لے جا رہے ہیں، ان میں سے کسی کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ تمہیں وہاں کیوں بلایا گیا ہے۔ فرہاد! میں تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ صرف چند سیکنڈ کے لیے جا رہی ہوں، ابھی آتی ہوں۔"

اس نے شیخ الفارس کے پاس پہنچ کر میری موجودہ صورتِ حال کے متعلق بتایا۔ پھر کہا۔ "فرہاد کے لیے کچھ کیجیے ورنہ وہ اسے مار ڈالیں گے۔ ابھی اس کے زخم نہیں بھرے ہیں۔ اس پر ظلم کیا گیا، اسے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں تو وہ برداشت نہیں کر سکے گا۔ میں جا رہی ہوں۔ آپ خدا کے لیے کچھ کیجیے۔"

وہ میرے پاس پہنچ گئی۔ اس وقت تک مجھے ایک ایسے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا جو ہال نما تھا۔ وہاں کوئی سامان نظر نہیں

آرہا تھا۔ صرف وہی کرسی تھی جس پر میں بیٹھ کر گیا تھا۔ ایک شخص میری کرسی کو دھکیلتا ہوا ہال کے وسط میں لے آیا۔ میرے سر پر اور آس پاس چھت میں لگے بڑے بڑے سولر لیپ روشن کر دیے گئے۔ تب مجھے معلوم ہوا جیسے میرے اوپر سے آگ برسنے لگی ہو۔ ان میں بڑی حرارت تھی۔ یہ حرارت زیادہ دیر تک برداشت نہیں کی جاسکتی تھی۔ پھر ان کی تیز روشنی کے باعث میری آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ میں نے تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے کہا "میرے ساتھ کیوں ایسا سلوک کیا جارہا ہے۔ پلیز لائٹ آف کر دو۔"

"یہ تمام لائٹس آف ہو جائیں گی۔ تم حقیقت اگل دو، اعتراف کرو کہ تم فرہاد علی تیمور ہو۔"

"کیسے کہہ دوں جبکہ فرہاد نہیں ہوں اور جو ہوں اسے تم تسلیم نہیں کر رہے ہو۔"

سوال کیا گیا "اگر کوئی معتبر گواہ ہو اور وہ گواہی دے کہ تم فرہاد ہو تو پھر بھی انکار کرو گے؟"

"جو مجھے فرہاد کہے گا، وہ معتبر گواہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ سراسر جھوٹ بولے گا۔"

"بکواس مت کرو۔ وہ اتنی معتزز ہستی ہے کہ اس کی زبان سے جھوٹ کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ وہ معتزز ہستی یہاں تشریف لا رہی ہے۔"

شیبا نے حیرانی سے پوچھا "آخر وہ معتزز ہستی کون ہو سکتی ہے؟"

میں نے پریشان ہو کر کہا "یہ تیز روشنی برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ میرا سارا بدن جل رہا ہے۔"

میں ذرا سی دیر میں پسینے سے تر بتر ہو گیا تھا۔ کپڑے بھیگ رہے تھے۔ سر چکرا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت آواز سنائی دی "فرہاد! آنکھیں کھولو اور دیکھو تمہارے سامنے کون موجود ہے۔ تم ان کی گواہی کو جھٹلا نہیں سکو گے۔"

میں آنکھیں کھول نہیں سکتا تھا۔ میرا دل اور دماغ ڈوبتا جارہا تھا۔ میں نڈھال سا ہو کر آگے کی طرف جھک رہا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا۔ کمزوری کے باوجود باقی ماندہ قوتوں کو مجتمع کرتے ہوئے ذرا سی آنکھیں کھول کر دیکھا۔ میرے سامنے ایک قد آور سراپا تھا جو ادھر سے اُدھر ڈول رہا تھا۔ میرا سر چکرانے کی وجہ سے ایسا لگ رہا تھا۔ وہ تو ایک جگہ کھڑا ہوا تھا۔ مجھ سے پوری طرح آنکھیں کھول کر دیکھا نہ گیا۔ میں نے بڑی مشکل سے کمزور سی آواز میں چیخ کر کہا "بجھا دو، یہ لائٹس بجھا دو۔ ورنہ میں کچھ دیکھنے کے قابل نہیں رہوں گا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے۔"

ایک لائٹ بجھ گئی پھر دوسری بجھ گئی۔ پھر یہ سلسلہ تمام لائٹس کو نہیں بجھایا گیا۔ میں اب بھی حرارت محسوس کر رہا تھا مگر پہلے جیسی تکلیف نہیں تھی۔ میں نے ایک ہاتھ اٹھا کر اپنے بازو سے چہرے کا پسینہ پونچھا۔ سر کو آہستہ آہستہ اٹھا کر آنکھیں کھولتے ہوئے دیکھا۔ پہلے میرے سامنے کھڑا ہوا سراپا دھندلا سا نظر آیا پھر دھند چھٹنے لگی۔ تب میں دیکھ کر چونک گیا۔ صرف میں ہی نہیں میری سوچ پڑھ کر شیبا بھی چونک گئی۔ کیونکہ میرے سامنے ربی اسفند یار کھڑے ہوئے تھے۔

ان کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ پچھلے دنوں ان پر ایک پتھر گر پڑا تھا۔ جس کی وجہ سے شدید زخم آیا تھا اور دماغی طور پر وہ اس حد تک کمزور ہو گئے تھے کہ میں نے اور شیبا نے ان کے دماغ میں گھس کر ان کے اندر چھپی ہوئی مکاریوں کو سمجھ لیا تھا۔ شیبا نے ان کی عقیدت کا جو بت تراشا تھا، وہ پاش پاش ہو چکا تھا۔ بہر حال وہ ملک الموت کی طرح سامنے کھڑے ہوئے تھے۔

انھوں نے ناگواری سے کہا "فرہاد! تم موجودہ دور کے بدترین چکر باز ہو۔ ایسا چکر چلاتے ہو کہ سچ اور جھوٹ، اصل اور نقل کا پتا نہیں چلتا مگر میں یہ ثابت کر کے رہوں گا کہ تم اصل فرہاد علی تیمور ہو۔ پروفیسر ناگری تم پر تنویمی عمل کرنے کے باوجود تمہاری اصلیت تک نہ پہنچ سکا۔"

میں نے دیکھا، جو لوگ مجھے ٹارچر چیمبر میں لائے تھے اور اذیتیں پہنچانے والے تھے، وہ سب گھٹنے ٹیک کر ربی اسفند یار کے آس پاس سر جھکائے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں یہودیوں کے بیچ میں تھا۔ سب انھیں ماننے والے تھے اور ان کی ایک ایک بات کو سچ سمجھ رہے تھے۔ اسی وقت پروفیسر ناگری ٹارچر چیمبر میں داخل ہو کر بولا۔

"میں اپنے تنویمی عمل میں کبھی ناکام نہیں رہتا۔ میں نے بڑی کامیابی سے مے کاکس کو اپنا معمول بنایا تھا۔ اس کے دماغ کی تہ میں پہنچ کر سب کچھ معلوم کیا تھا۔ یہ صرف ڈاکٹر مے کاکس ہے۔ کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔"

ربی اسفند یار کے جو معتقد موجود تھے، انھیں پروفیسر ناگری کی بات بُری لگی۔ ایک نے کہا "کیا تم ہمارے ربی کو جھوٹا کہہ رہے ہو۔ ہم تمھیں گولی مار دیں گے۔"

پروفیسر ناگری نے کہا "گولی مار دینے سے یہ ثابت نہیں ہو گا کہ تمھارا ربی دنیا کا سب سے بڑا عالم ہے۔ حقیقتاً تنویمی عمل میں جو مہارت مجھے حاصل ہے، وہ تمھارے اس پیشوا کو بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔"

ایک شخص نے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "اپنے الفاظ واپس لو اور ہمارے ربی سے معافی مانگو۔"

"میں تمھارے پیشوا سے معافی مانگنے نہیں بلکہ اس بے گناہ کو تم لوگوں کے ظلم سے بچانے آیا ہوں۔ خواہ مخواہ اس بے چارے پر فرہاد ہونے کا شبہ نہ کرو۔ اگر یہ بے قصور مارا جائے گا تو میں تمھارے ربی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں سے گولی چلی۔ پروفیسر ناگری ایک دم سے سینے کو تھام کر جھک گیا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے زمین پر گرنے لگا۔ گرتے گرتے دوسری گولی لگی۔ وہ اچھل کر زمین پر چلا آیا۔ شیبا نے میرے دماغ میں کہا "ارے یہ شیطان تو مر رہا ہے۔ اس کا چکر کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ کبھی تمھارا دشمن بنتا ہے اور کبھی دوست۔ اور دوست بھی ایسا کہ دیکھتے ہی دیکھتے تمھارے لیے جان دے دی۔"

میرے سامنے پروفیسر ناگری کی لاش فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ سینے اور بازو سے خون اُبل رہا تھا۔ شیبا نے کہا۔ "اعلیٰ بی بی، اس کے گھر مہمان تھی۔ مجھے فوراً اسے اطلاع دینا چاہیے کہ اس کا میزبان مارا جاچکا ہے۔"

وہ اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچی مگر وہاں پہنچتے ہی چونک گئی۔ وہ میزبان پروفیسر ناگری، اعلیٰ بی بی کے قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا "کمبختوں نے مجھے دو گولیاں ماریں۔ ایک یہ میرے سینے میں۔۔۔۔"

اس نے اپنے سینے میں دو انگلیاں ڈالیں اور ایک چٹکی سے بلٹ نکال کر زمین پر پھینک دی۔ پھر دوسرا بلٹ اپنے بازو سے نکال کر دکھائی۔ شیبا نے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں کہا "میں ابھی دیکھ کر آرہی ہوں، اس کی لاش وہاں پڑی ہوئی ہے۔"

شیطان نے کہا "وہاں پروفیسر ناگری کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ وہ سچ مچ ناگری کا مردہ جسم ہے۔ میں تو اس کے اندر سمایا ہوا تھا۔ وہ مر گیا، میں اس کے اندر سے نکل کر یہاں آگیا۔ چونکہ اعلیٰ بی بی نے مجھے اس اور روپ میں نہیں دیکھا تھا اس لیے ڈمی پروفیسر ناگری کی حیثیت سے بیٹھا ہوا ہوں۔ اب اپنا روپ بدل رہا ہوں۔ انسانوں کی دنیا میں رہنے کے لیے یہ جنتر منتر اور تنویمی عمل کا کاروبار تو کرنا ہی ہو گا۔ لہٰذا اب میں پروفیسر ناگری نہیں، پروفیسر سامری ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس کی صورت بدل گئی۔ وہ کوئی ادھیڑ عمر کا شخص نظر آرہا تھا۔ شیبا نے کہا "اعلیٰ بی بی، یہ تمھارا ہی دل گردہ ہے جو شیطان کی مہمان بنی ہوئی ہو۔ ابھی میرے پاس وقت نہیں ہے۔ فرہاد کے پاس موجود رہنا ضروری ہے۔ میں پھر آؤں گی۔"

وہ میرے دماغ میں آگئی۔ اس وقت ربی اسفند یار کہہ رہا تھا "میرے آدمیوں نے جلدی کی اور پروفیسر ناگری کو گولی ماردی ورنہ میں اسے سمجھا تا۔ اس کی طرح میں بھی بہت پہلے سونیا پر تنویمی عمل کر چکا ہوں، اکثر ایسا ہوتا رہا کہ فرہاد اس کے دماغ میں چھپا رہتا تھا۔ تنویمی عمل کے دوران سونیا سوتی رہتی اور وہ اس کی زبان سے معمول بن کر میرے سوالات کا جواب دیتا رہتا اور میں اس خوش فہمی میں مبتلا رہتا کہ میرا تنویمی عمل کامیاب ہو رہا ہے لیکن بعد میں ثابت ہوتا رہا کہ یہ ہماری خوش فہمی ہوتی ہے۔ بے چارا پروفیسر ناگری اسی خوش فہمی میں مبتلا رہ کر مر گیا۔"

میں نے کہا "اگر میں فرہاد ہوں تو میں کس طرح پروفیسر ناگری کے تنویمی عمل کو روک سکتا تھا جبکہ میں زخموں سے چُور ہوں۔ میرا دماغ کمزور ہے کیا دوسری خیال خوانی کرنے والی کوئی ہستی میری مدد کر رہی ہے؟"

ربی نے کہا "ہاں، تمھارے دماغ میں دوسری ہستی موجود ہے۔"

"ربی اسفند یار، تم بھول رہے ہو کہ رسونتی کو دماغی طور پر بچی بنا دیا گیا ہے۔ وہ اپنا ماضی بھول گئی ہے اور خیال خوانی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

ربی اسفند یار نے کہا "میں رسونتی کی نہیں، شیبا کی بات کر رہا ہوں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کون شیبا؟"

"معصوم اور انجان نہ بنو۔ تم نے شیبا مدام عرف مادام کمپیوٹر کو ٹریپ کیا اور اس کا دل جیت کر اپنا ساتھی بنا لیا۔ مجھ سے بدظن کر دیا۔"

"آپ مجھے سراسر غلط سمجھتے آرہے ہیں۔ میں کسی شیبا مدام کو نہیں جانتا۔"

انھوں نے ہنستے ہوئے کہا "دیکھو، تمھارا جھوٹ کس طرح کھل رہا ہے۔ تم نے پُراسرار شخص کے خاص آدمیوں کے سامنے اعتراف کیا ہے کہ شیبا مدام تمھارے دماغ میں آتی رہی ہے اور شیبا نے ملادام کمپیوٹر کی حیثیت سے پُراسرار شخص کو یقین دلایا ہے کہ وہ تمھارے دماغ میں رہتی ہے اور تم اس کے لیے کام کرتے ہو۔ اگر تم نے کام کس ہو۔۔۔م

کمپیوٹر سے تمہارے گہرے تعلقات ہیں اور اگر تم مے کا کس نہیں ہو تو پھر فرہاد ہو۔"

وہ مجھے بڑی چالاکی سے گھیر رہے تھے۔ میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اب بھی میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ اگر کوئی مادام کمپیوٹر ہے اور اس نے یہ کہا ہے کہ وہ میرے دماغ میں آتی ہے اور میں اس کا آلۂ کار ہوں تو میں اس کے جھوٹ پر کیا کہہ سکتا ہوں جبکہ آج تک میں نے کسی مادام کمپیوٹر کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کیا۔"

"کیا فرہاد کو اپنے دماغ میں محسوس کرتے رہے ہو؟"

"بے شک، جب سے رسونتی میرے قریب آئی ہے تب سے فرہاد علی تیمور دماغ میں آتے رہتے ہیں۔"

ربی اسفندیار نے کہا۔ "میں دیکھنا چاہتا ہوں، فرہاد علی تیمور اب بھی تمہارے دماغ میں آتا ہے یا نہیں۔ اگر تمہیں آتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے، وہ دماغی طور پر کمزور ہو گیا ہے اور دماغی طور پر تم بھی کمزور ہو اس لیے تم فرہاد ہو۔"

پھر انھوں نے مجھ پر ظلم توڑنے والوں سے کہا۔ "اسے شاک پہنچاؤ۔"

میری کرسی جہاں تھی اور جہاں میں بیٹھا ہوا تھا اس کے قریب ہی تقریباً دو فٹ کے فاصلے پر بجلی کا کرنٹ دوڑنے لگا۔ ایک شخص نے کہا۔ "ابھی یہ تم سے دو فٹ کے فاصلے پر ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ بجلی کی لہر مجھ سے ایک فٹ کے فاصلے پر نظر آئی۔ پھر مجھے آواز سنائی دی۔ "اپنی زندگی چاہتے ہو تو سچ اگل دو۔"

میں نے کہا۔ "میں اپنی جان بچانے کے لیے فرہاد ہونے کا اعتراف کر لوں گا لیکن میں فرہاد تو نہیں بن سکوں گا۔"

اب وہ بجلی کی لہر مجھ سے آدھے فٹ کی دوری پر تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس لہر نے میری کرسی کو چھو لیا۔ پھر میرے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی۔ میرے سارے جسم کو جھٹکے لگ رہے تھے۔ یہ چند ساعتوں کی بات تھی۔ پھر وہ جھٹکے ختم ہو گئے۔ میں ایک دم سے نڈھال ہو کر کرسی پر بیٹھے بیٹھے سامنے کی طرف جھک گیا۔ میرے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ ربی اسفندیار کی آواز سنائی دی۔ "اب تم سچ بولو گے۔ بجلی کا جھٹکا کھانے کے بعد بڑے بڑوں کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔"

شیبا میرے دماغ کے ذریعے میری حالت کو خوب سمجھ رہی تھی، پریشان ہو رہی تھی۔ پھر اچانک ہی اس نے میرے دماغ سے پرواز کی۔ دو سرے ہی لمحے ربی اسفندیار کی چیخ سنائی دی۔ اس نے مارے غصے کے اپنے ربی کے دماغ کو ٹیلی پیتھی کا جھٹکا پہنچایا۔ اب بتاؤ، کون سا جھٹکا زوردار ہے؟"

انھوں نے سانس روکنے کی کوشش کی۔ شیبا نے کہا۔ "جب سے تمہارے سر پر پتھر گرا ہے، تم سانس روکنے کے قابل نہیں رہے۔ یوگا کا مظاہرہ کرنے کے لیے تمہیں جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند رہنا ہوگا اور اس میں ابھی وقت لگے گا۔"

انھوں نے مرمیں ہونے والی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے کہا۔ "شیبا! بیٹی شیبا! یہ تم بول رہی ہو۔ میں دعوے سے کہتا ہوں، فرہاد میرے سامنے خاموش اور نڈھال پڑا ہے۔ یہ بے بس ہے۔ خیال خوانی نہیں کر سکتا۔"

شیبا نے اس شخص کے ذریعے قہقہہ لگایا۔ پھر کہا۔ "میں نے جو چکر چلایا تھا وہ پھر کامیاب رہا۔ وہ پراسرار شخص سمجھتا ہے، مادام کمپیوٹر اس کی دوست بن گئی ہے لیکن یہ مادام کمپیوٹر ہے کون اور تم کسے شیبا کہہ کر مخاطب کر رہے ہو۔"

انھوں نے جھجکتے ہوئے اپنے .... لوگوں کو دیکھا پھر کہا۔ "دیکھو بیٹی! تم میری کمزوری سمجھتی ہو۔ میں اسرائیلی حکومت کے سامنے یہ اعتراف کر سکتا ہوں کہ میرے پاس ٹیلی پیتھی کی مشق کرنے والی لڑکی تھی اور وہ شیبا ہے تمہیں اسرائیل حکومت اچھی طرح پہچانتی ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ تمہی مادام کمپیوٹر ہو۔"

اس نے کہا۔ "بوڑھے احمق تو بار بار مجھے شیبا کہہ رہا ہے جبکہ میں فرہاد ہوں۔ جب تیرے سر پر پتھر گرا تھا اور تو سانس روکنے کے قابل نہیں رہا تھا، اسی دوران میں تیرے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لیا تھا جسے دنیا مادام کمپیوٹر کہتی ہے، اس کا اصل نام شیبا مدام ہے اور وہ تیرے سائے میں رہتی آئی تھی لیکن کچھ دنوں سے بچھڑ گئی ہے اور لاپتا ہو گئی ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ وہ لاپتا نہیں ہے۔ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اسے اغوا کیا ہے۔"

"وہ ہمارے ہتھے چڑھ جاتی تو ہم اسے زندہ نہ چھوڑتے کیونکہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ اس دنیا میں صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد رہے گا۔ دوسری وہ تھی۔ اسے برداشت کیا گیا۔ وہ شریکِ حیات تھی لیکن اب اس قابل نہیں رہی۔ رہ گئی تمہاری بیٹی شیبا، تو وہ کہاں ہے؟ پوچھا۔ "ربی! اب میرے سوال کا جواب دو۔ تمہارا اس پُراسرار شخص سے کیا تعلق ہے؟"

"اگر میں تمہارے سوال کا جواب نہ دوں تو؟"

"دوسرا جھٹکا پہنچے گا اور تم سر کے بل نظر آؤ گے۔"

اس نے بے بسی سے اس شخص کو دیکھا جس کے ذریعے شیبا فرہاد بن کر بول رہی تھی پھر اس نے کہا۔ "میرا پُراسرار شخص سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اسرائیلی حکومت کی طرف سے یہاں آیا ہوں۔ یہاں کے حکام اس بات سے پریشان ہیں کہ تمہاری وجہ سے جنوبی امریکا میں کافی خونریزی ہوئی۔ لہٰذا یہ ہنگامے ختم کیے جائیں اور کسی طرح تصدیق کی جائے کہ جو شخص یہاں گرفتار کیا گیا ہے، وہ فرہاد علی تیمور ہے۔ میں نے دعویٰ کیا تھا کہ میں اس شخص کو فرہاد ثابت کر دوں گا۔"

"تم کبھی ثابت نہیں کر سکو گے۔ یہ فرہاد نہیں، میرا بہت اہم آلۂ کار ہے۔ اس کے ذریعے میں بہت اہم کام لیتا ہوں۔ میرا یہ خاص آدمی یہاں کسی کے ہاتھوں مر گیا تو سمجھو اس ملک میں قیامت آجائے گی۔ تم اسرائیلی حکومت کی طرف سے آئے ہو۔ میں ایک بار پھر اسرائیل پہنچوں گا اور تمہیں یہ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ جہاں ہمارے قدم پڑتے ہیں، اُس ملک میں کیسی قیامت آتی ہے۔ لہٰذا میں پہلی اور آخری وارننگ دے رہا ہوں۔ میرے اس آلۂ کار ڈاکٹر مے کا کس کو آزاد کر دو۔ اسے فوری طبی امداد پہنچاؤ۔ بابا صاحب کے ادارے سے دو وفادار افراد یہاں آئیں گے اور ڈاکٹر مے کا کس کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

مشہور چور نک ویلیوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوریاں

وہ تمام کہانیاں جو اب تک لکھی گئی ہیں

قیمت ۲۵/- روپے

ڈاک خرچ ۱/- روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

ربی اسفندیار نے کہا "میں اسرائیلی حکومت کا نقصان نہیں چاہتا۔ تم سے دشمنی بھی نہیں چاہتا۔ میں یہاں کے حکام کو بھی سمجھاؤں گا کہ ڈاکٹر مے کا کیس کور ہاکر دیا جائے لیکن جب تک اس سلسلے میں بات چیت جاری رہے گی، مے کا کیس کور ہا نہیں کیا جائے گا۔"

"میں مانتا ہوں لیکن اسے فوری طبی امداد پہنچائی جائے اور اس کی رہائی کا فیصلہ چوبیس گھنٹے کے اندر کیا جائے ورنہ۔۔۔"

شیبا نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ربی اسفندیار نے سر ہلاتے ہوئے کہا "میں جانتا ہوں، تم بڑے سے بڑے ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا سکتے ہو۔"

"میں نے کسی بھی ملک کے معاملات میں دخل دینا چھوڑ دیا تھا۔ تمام ممالک نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اب فرہاد کے معاملات میں کوئی دخل اندازی نہیں کرے گا۔ میں نے بھی کسی کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کیا لیکن سراسر وعدہ خلافی ہو رہی ہے۔ مجھے بھی سخت اقدامات پر مجبور ہونا پڑے گا۔"

ربی اسفندیار نے سوچتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا۔ گویا ڈاکٹر مے کا کیس کو دیکھا۔ پھر اپنے آدمیوں سے کہا۔ "اسے اسپتال کے بستر پر پہنچا دو اور پوری توجہ سے علاج کرو۔ میں اس کی رہائی کے سلسلے میں حکام سے بات کرنے جا رہا ہوں۔"

شیبا نے میرے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "فرہاد! تم ہوش میں ہو؟"

"اتنا ہوش ہے کہ تمھیں فرہاد کا رول ادا کرتے ہوئے سن رہا ہوں لیکن شیبا! میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

"ابھی نہ بولو۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی تمھیں کچھ توانائی حاصل کرنے کے سلسلے میں دوائیں دی جائیں گی۔ پھر ہم بات کریں گے۔"

"ٹھہرو! ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ تم نے مجھ سے متاثر ہو کر کہا تھا۔ فرہاد، تم بہت اچھے ہو۔ آج میں تم سے متاثر ہو کر کہتا ہوں۔ شیبا! تم بہت اچھی، بہت ہی اچھی ہو۔"

اس نے مسکرا کر کہا "شکریہ۔" پھر میرے دماغ سے ربی اسفندیار کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ میرے پاس سے جانے کے بعد جو کچھ کرتی تھی، بعد میں اس کی رپورٹ مل جاتی تھی۔ وہ ربی کے دماغ میں اس لیے گئی کہ کہیں وہ سازشی ذہن سے میرے خلاف کوئی اور تدبیر نہ سوچے لیکن وہ سوچتا جا رہا تھا۔ "فرہاد نے عجیب چکر میں ڈال دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا جو تیلی پیتھی کے ذریعے مجھ سے مخاطب تھا، وہ فرہاد تھا یا شیبا تھی۔ ویسے جو کوئی بھی ہو، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ شیبا ہو گی تب بھی وہ فرہاد سے متاثر ہو چکی ہو گی۔ میں نے اس کی بات نہ مانی تو وہ ٹیل پیتھی کے ذریعے ہمیں اور ہمارے ساتھیوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اب یہ فرہاد ہو یا مے کا کیس، اسے رہا کرانا ہی ہو گا۔"

شیبا نے میرے پاس آ کر خوش ہوتے ہوئے کہا "سنا تم نے، تم رہا کر دیے جاؤ گے۔ ربی اسفندیار مجبور ہو گئے ہیں، یہاں کے حکام بھی مجبور ہو جائیں گے۔"

"یہ تمھارے دماغ میں کیسے خیال آیا کہ تمھیں فرہاد بن کر ایسا ڈراما پلے کرنا چاہیے۔"

"میری عقل اتنا کام نہیں کرتی۔ یہ جناب شیخ الفارس نے پہلے سے سمجھا رکھا تھا کہ تمھاری جان کو خطرہ پیش آئے تو تمھیں اس طرح کا رول ادا کرنا ہو گا۔"

مجھے اسی پہیوں والی کرسی پر بٹھا کر اسپتال کے کمرے میں پہنچایا جا رہا تھا۔ شیبا نے کہا "میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔ گرین بے میں خلیج کے کنارے سونیا کی خبر لینا ہے۔"

وہ جناب شیخ الفارس کے پاس گئی۔ انھیں خوشخبری سنائی۔ "دشمن فرہاد کو مے کا کیس سمجھنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اسے جلد ہی رہا کر دیا جائے گا۔ میں نے چوبیس گھنٹے کا الٹی میٹم دیا ہے۔"

پھر وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ اپنی ماما کے گلے لگ کر خوشخبری سنائی "فرہاد آزاد ہو جائیں گے۔ انھیں رہا کر دیا جائے گا۔ وہ بہت جلد ہمارے پاس آ جائیں گے۔"

ماں اس کی خوشی کو اور اس کی دیوانگی کو دیکھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ پھر شیبا وہاں سے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچی۔ اس نے کہا "میں شیبا بول رہی ہوں تمھیں خوشخبری سنانے آئی ہوں، فرہاد کو رہا کر دیا جائے گا۔ اب تمھیں شیطان کے گھر میں نہیں رہنا چاہیے۔"

سوچ کے ذریعے اس کی یہ بات ختم ہوتے ہی شیطان کا قہقہہ سنائی دیا۔ اعلیٰ بی بی چاروں طرف دیکھنے لگی۔ ایک طرف سے وہ نمودار ہو رہا تھا۔ اب پروفیسر سامری کے روپ میں تھا اس نے کہا "میں تمھارے ذریعے شیبا کو مخاطب کر رہا ہوں بلکہ تم دونوں سے کہہ رہا ہوں۔ اگر فرہاد کو رہا کر دیا جائے گا تو وہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچے گا۔ جہاں شہد ہوتا ہے، وہاں مکھیاں جاتی ہیں۔ تم بھی میرے ہاں سے چل جاؤ گی۔ سونیا کا سراغ بھی مل گیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے بڑے نامی گرامی فائٹر اور ذہین افراد سونیا کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ کل تک اسے بڑی کامیابی سے نکال لے جائیں۔ گویا تمام ہیرو ویلن بابا صاحب کے ادارے میں جمع ہو جائیں گے۔ سب ایک دوسرے سے مل لیں گے۔ قصہ ختم ہو جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اگر ہم نے بہت زیادہ مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ ہماری خاطر فرہاد زخموں سے چور ہو گیا ہے تو بدلا انعام یہی ہونا چاہیے کہ ہم سب ہنسی خوشی ایک جگہ مل جائیں۔ ایک پُرسکون زندگی گزاریں۔"

شیطان نے قہقہہ لگایا اور پوچھا "اعلیٰ بی بی! تمھاری جیسی ذہین عورت ایسا کہتی ہے۔ بھئی، زندگی ختم نہیں ہوتی اور وہ پُرسکون ہو جائے، سکون تو موت سے حاصل ہوتا ہے۔ جب تک انسان زندہ رہتا ہے، زندگی کی کہانی چلتی رہتی ہے اور کہانی اگر سیدھی اور سپاٹ ہو تو خود اس جینے والے کے لیے غیر دلچسپ ہو جاتی ہے۔"

پھر اس نے بے ڈھنگے پن سے قہقہہ لگایا اور کہا۔ "سیدھی سی بات ہے۔ تم لوگوں کی طرح ساری دنیا والوں کو سکون حاصل ہو جائے گا۔ ہر طرف اطمینان ہی اطمینان ہو گا، کسی کو کسی سے خطرہ محسوس نہیں ہو گا۔ کوئی کسی دکھ مصیبت میں مبتلا نہیں ہو گا تو پھر شیطان کا کیا کام؟"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی فطرت کے مطابق کوئی گڑبڑ ضرور کرو گے؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ جب تک انسانوں کی یہ دنیا آباد ہے، نیکی اور بدی کے درمیان جنگ ہوتی رہے گی اور اس جنگ کے دوران عجیب و غریب، رنگین و سنگین، خوبصورت اور بھیانک واقعات پیش آتے رہیں گے۔"

"ایک بات بتاؤ، کیا واقعی تم شیطان ہو؟"

"ہاں، بالکل شیطان ہوں۔"

"مگر آج تک شیطان نے کسی انسان سے ملاقات نہیں کی۔ تم کیسے ملاقات کر رہے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں بنفسِ نفیس ملاقات کرتا ہوں۔ ہر انسان سے ملاقات کرتا ہوں مگر براہِ راست کبھی ملاقات نہیں کرتا۔"

"مطلب یہ کہ میں بنفسِ نفیس تمھارے سامنے موجود ہوں مگر تم براہِ راست موجود نہیں ہو۔ بالواسطہ پروفیسر سامری کے ذریعے ہم سے ہمکلام ہو۔"

"جس طرح اب سے پہلے میں پروفیسر ناگری کے ذریعے تم سے ملاقات کرتا رہا۔ میں ہر انسان سے ملاقات کرتا ہوں۔ وہاں ٹارچ چیمبر میں فرہاد کو اذیتیں پہنچائی جا رہی تھیں تو ربی کے آدمیوں نے اپنی دانست میں مجھے گولی مار دی مگر وہ کبھی نہیں سمجھ سکتے کہ میں ربی کی صورت میں بھی شیطان تھا۔ دراصل انسان آنکھوں والا اندھا ہے۔ وہ رشوت لیتے اور دیتے وقت مجھے دیکھ نہیں پاتا جبکہ میں ان کے پاس موجود رہتا ہوں۔ گناہ کے لیے لازم ہے کہ انسان اکیلا نہ ہو۔ دوسرا بھی موجود ہو۔ گناہ کے وقت میں دونوں کے سامنے ایک دوسرے کے لیے شیطان ہوتا ہوں۔ کوئی جرم کرنے کے لیے کسی دوسرے کا ساتھ ہونا ضروری نہیں ہے۔ جرم تنہا بھی کیا جا سکتا ہے۔ ایسے وقت میں تنہا اس آدمی کے اندر موجود رہتا ہوں مگر نہ تو وہ مجھے دیکھ پاتا ہے نہ ہی سمجھ پاتا ہے۔"

"آخر تمھارے اندر اتنی زیادہ صلاحیتیں اور اتنی مکاریاں کیسے آ گئیں؟"

"اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی صلاحیتیں، جتنی مکاریاں، جتنا ہنر اور جتنی فنکاری دی ہے، اتنی ہی مجھے دی ہے۔ نہ مجھے ان سے کچھ زیادہ دیا ہے نہ انسانوں کو مجھ سے کچھ کم دیا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ کسی انسان کو ٹیلی پیتھی آتی ہے کسی کو جادو آتا ہے۔ کوئی اپنی ذہانت میں یکتا ہوتا ہے۔ کوئی صحت مند کو بیمار بنا دینے کا فن جانتا ہے اور کوئی بیمار کو صحت یاب کر دینے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن یہ ساری کی ساری صلاحیتیں مجھ ایک میں سمائی ہوئی ہیں۔ میں جب چاہتا ہوں، وقت ضرورت ان صلاحیتوں کا مظاہرہ ہر انسان کے سامنے کرتا ہوں مگر اچھی صلاحیتوں کا مظاہرہ اس وقت کرتا ہوں جب مجھے اس کے پیچھے بہت سے بُرے مقاصد حاصل کرنے ہوتے ہیں۔"

"اچھا، اب کیا ارادہ ہے۔ ہمارے راستے میں کیسی رکاوٹیں پیدا کرو گے؟"

وہ مسکرایا۔ پھر انکار میں سر ہلا کر بولا "میں نہیں بتاؤں گا۔ بس اتنا کہوں گا، آگے آگے دیکھیے، ہوتا ہے کیا؟"

شیبا نے کہا "اعلیٰ بی بی! تم یہاں سے چلو۔"

"اب چلوں گی، مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ شیطان کہیں نہیں ہوتا۔ ہماری ذات کے اندر رہتا ہے۔ انسان جو فرشتے کی طرح معصوم پیدا ہوتا ہے، اسے زندگی کی آخری سانس تک رفتہ رفتہ شیطان بناتا چلا جاتا ہے۔"

پروفیسر سامری اپنی جگہ سے اٹھا پھر وہاں سے چلتا ہوا، اعلیٰ بی بی سے دور ہوتا ہوا ایک دروازے کے پاس گیا۔ وہاں سے پلٹ کر ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا "الوداع اعلیٰ بی بی، وِش یو بیڈ لک۔"

وہ دروازے کے پیچھے چلا گیا۔ نظروں سے اوجھل

ہوگیا۔ شیبا نے کہا "میں محترم شیخ الفارس سے جا کر کہتی ہوں، وہ تمہیں یہاں سے لے جانے کا بندوبست کریں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے سینٹر ٹیبل پر رکھے ہوئے ایک سوئچ کو اٹھایا پھر کہا "شیطان نے کہا تھا، میں اس سوئچ کو ہاتھ میں لے کر کسی بھی جگہ جانا چاہوں تو اس کا بٹن دبا دوں۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گی۔"

شیبا نے پوچھا "کیا یہ جادوئی باتیں نہیں ہیں؟"

"شیطان ابھی کہہ چکا ہے اس کے پاس اتنا ہی علم ہے جتنا ہم انسانوں کے پاس ہے۔ نہ ہم سے کم ہے، نہ ہم سے زیادہ۔ کیا شیطان کی طرح انسان جادو نہیں جانتا۔ کیا وہ اپنے جادو کے ذریعے دوسرے انسانوں کو مصیبتوں میں مبتلا نہیں کرتا۔ بہرحال میں اس سوئچ کو آزما کر دیکھتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اعلیٰ بی بی نے سوئچ کے بٹن کو دبا دیا۔ آنکھیں بند کیں جیسے جادو کے ذریعے اس شیطان کی رہائش گاہ سے نکل کر کہیں دوسری جگہ پہنچنے والی ہو لیکن وہ اسی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔ اچانک آواز سن کر آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا تو کوئی شخص دروازے کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے سر جھکا کر کہا۔ "محترمہ! آپ کے لیے گاڑی حاضر ہے۔ آپ جہاں جانا چاہیں جا سکتی ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے حیرانی سے کبھی اس سوئچ کو دیکھا کبھی اس شخص کو۔ شیطان نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ وہ اس سوئچ کے ذریعے جہاں جانا چاہے گی جا سکے گی یعنی اس کے جانے کے لیے گاڑی حاضر کر دی گئی تھی لیکن کہنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ جادو کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جائے گی۔ اب بات سمجھ میں آئی۔ اس کے ہاتھ میں جو سوئچ تھا، وہ دراصل ملازم کو بلانے والی گھنٹی تھی سوئچ کا بٹن ادھر دبایا جاتا تھا، گھنٹی کی آواز کہیں دوسری جگہ سنائی دیتی تھی۔ وہیں سے یہ ملازم آیا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے غصے سے سوئچ کو دیکھا۔ پھر زور سے فرش پر دے مارا۔ شیطان نے اسے الو بنایا تھا۔

شیبا میرے پاس سے مطمئن ہو کر گئی تھی مگر دشمن کب باز آنے والے تھے۔ ویسے بھی شیطان کہہ چکا تھا کہ وہ کچھ نہ کچھ گڑبڑ کرتا ہی رہے گا۔ جب وہ دوسری بار میرے پاس آئی تو میں اسپتال کے کمرے میں اپنے بستر پر پڑا ہوا تھا۔ میرے آس پاس چند اجنبی چہرے تھے۔ ان میں سے کچھ اپنے رکھ رکھاؤ اور شخصیت کے ذریعے اعلیٰ افسر نظر آتے تھے۔ شیبا نے میرے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

"یہ ابھی کمرے میں آئے ہیں۔ تم خود ہی دیکھو، یہ کیا کہنے والے ہیں۔"

وہ لوگ مجھے گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں بھی ان کو باری باری دیکھتا جا رہا تھا۔ پھر میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟ کیا پھر مجھے ٹارچر چیمبر میں لے جانا چاہتے ہو؟"

ایک افسر نما شخص نے کہا "ابھی محترم ربی اسفندیار نے تمہاری سفارش کی ہے۔ ہم یہی بہتر سمجھتے ہیں کہ تم فرہاد کے کوئی خاص آلۂ کار ہو تو تمہیں چھوڑ دینا چاہیے تمہیں مار ڈالنے سے ہمیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا بلکہ فرہاد کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم پر غضب نازل ہوگا۔ ہم یہ نہیں چاہتے۔"

دوسرے افسر نے کہا "لیکن اس بات کی تصدیق نہیں ہو سکی کہ تم فرہاد نہیں ہو بلکہ ثبوت ہے کہ تم فرہاد ہو۔"

میں نے بیزار ہو کر کہا "خدا کے لیے وہ ثبوت جلدی پیش کرو اور مجھے فرہاد ثابت کرنے کے بعد گولی مار دو۔"

ایک نے کہا "ٹارچر چیمبر میں جب ربی اسفندیار کے سامنے ایک شخص فرہاد کی زبان سے بول رہا تھا، اس وقت تم پہیوں والی کرسی پر سر جھکائے چپ چاپ بیٹھے ہوئے تھے گویا تم ادھر چپ چاپ تھے اور خیال خوانی کے ذریعے ہمارے ایک آدمی کو آلۂ کار بنا کر ربی اسفندیار سے گفتگو کر رہے تھے۔"

ایک اور شخص نے کہا "اس وقت بھی فرہاد ہم سے مخاطب ہوگا تو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ وہ بیک وقت دو جگہ نہیں بول سکتا۔ اگر کسی کے ذریعے بولے گا تو تم اپنے بستر پر چپ چاپ بیٹھے رہو گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی شیبا نے ایک شخص کو اپنا آلۂ کار بنا کر کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر مے کاس تم سے کئی باتیں کرتے جاؤ، مسلسل بولتے جاؤ، ادھر میں اس شخص کے ذریعے بولتا جاؤں گا تاکہ شبہ دور ہو سکے۔"

میں نے بولنا شروع کیا۔ بے تکی باتیں کرتا چلا گیا۔ مسلسل ایک منٹ تک بولتا رہا۔ اس دوران شیبا اس شخص کے ذریعے ان افسران کو مخاطب کرتی رہی اور بولتی رہی "میں ادھم فرہاد بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر مے کاس کو بھی دیکھتے رہو۔ ایک شخص بیک وقت دو جگہ تقسیم نہیں ہو سکتا یعنی ایک طرف زبان سے بولتا رہے اور دوسری طرف خیال خوانی کی پرواز کر کے کسی دوسرے کو آلۂ کار بناتا رہے۔ یہ ممکن نہیں ہے۔"

ایک افسر نے ہاتھ اٹھا کر کہا "بس، خاموش ہو جاؤ۔"

میں چپ ہو گیا۔ ادھر شیبا نے اس شخص کے ذریعے پوچھا "کیا یقین آیا؟"

ایک افسر نے تائید میں سر ہلا کر کہا "اس طرح تو یقین آ گیا لیکن اس کے فرہاد ہونے کا ایک بہت ہی ٹھوس ثبوت تمہارے پاس موجود ہے۔"

"کیا اب بھی کچھ باقی رہ گیا ہے؟"

"ہاں، تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

افسر نے ایک طرف اشارہ کیا۔ دروازے کے پاس کھڑے ہوئے شخص نے اس اشارے کے جواب میں باہر کی طرف اشارہ کیا۔ میں اس کھلے ہوئے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے چونک گیا۔ وہاں سے رسونتی کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔

پہلے تو میں ذرا بدحواس ہوا۔ دماغ کمزور تھا۔ چند لمحوں کے لیے بھول گیا تھا کہ جوزا رسونتی کا رول ادا کر رہی ہے۔

ایک افسر نے مجھ سے پوچھا "کیا یہ رسونتی ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں، یہ میری شریکِ حیات ہے۔"

آفیسر نے غصے سے کہا "کیا بکواس کرتے ہو۔ اگر یہ تمہاری بیوی ہے تو تم فرہاد علی تیمور ہو۔"

"میں فرہاد علی تیمور نہیں ہوں لیکن یہ رسونتی میری بیوی ہے کیونکہ یہ رسونتی کی ہم نام ہے۔"

"کیا؟" سب چونک کر کبھی رسونتی کو اور کبھی مجھ کو دیکھنے لگے۔ دوسرے افسر نے ناگواری سے کہا "نان سنس، تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہاری یہ بیوی، رسونتی کی ہم نام بھی ہے اور ہمشکل بھی؟"

"ہمشکل نہیں ہے بلکہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہمشکل بنائی گئی ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ تم اس لیے بات بنا رہے ہو کہ یہ تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے، ہم اس بات پر حیران ہیں کہ ساری دنیا میں عزت اور شہرت رکھنے والا فرہاد علی تیمور یہ بے غیرتی کیسے برداشت کر رہا ہے۔"

شیبا نے ایک شخص کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔ تمہاری باتوں سے ثابت ہو گیا کہ فرہاد علی تیمور بے غیرت نہیں ہے۔ اگر یہ میری رسونتی ہوتی دوسری اور کے بچے کی ماں بننے والی ہوتی تو اس سے میرا ناتہ تب پہلے ٹوٹ چکا ہوتا۔ خدا نہ کرے کہ میری رسونتی بے حیا اور بے غیرت ہو اور اس کی وجہ سے مجھے بھی بے غیرتی کا سامنا کرنا پڑے۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ یہ تمہاری رسونتی نہیں ہے؟"

"تمہارے پُراسرار باس کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ اس سے کہو، وہ معلوم کرے کہ رسونتی پیرس میں بابا صاحب کے ادارے تک پہنچ چکی ہے یا نہیں؟"

وہ افسران کچھ دیر تک سوچتے رہے پھر ان میں سے ایک نے کہا "جب تک تصدیق نہ ہو جائے، اس وقت تک تمہاری طرح یہ رسونتی بھی حراست میں رہے گی۔"

شیبا نے فرہاد کی حیثیت سے کہا "یہ تو اب بھی حراست میں ہے۔ تم لوگ دونوں کی نگرانی کرتے ہو لیکن ایک بات یاد رکھنا، اگر ان میں سے کسی کو بھی جانی یا جسمانی نقصان پہنچا تو اس کا نتیجہ بُرا ہوگا۔ لہٰذا اس رسونتی کو بھی مہمانِ خصوصی کے طور پر رکھا جائے۔"

وہ یہ باتیں سن رہے تھے اور رسونتی عرف جوزا کو دیکھ رہے تھے جو اب بچکانہ حرکتیں نہیں کر رہی تھی۔ بڑے فخریہ انداز میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔ میں نے کہا "آفیسر، تمہارے پُراسرار باس نے رسونتی کی برین واشنگ کی، اس کے دماغ کو بچکانہ بنا دیا۔ یہ جو رسونتی تمہارے سامنے کھڑی ہوئی ہے، اس کا ذہن بچکانہ نہیں ہے۔ کیا اس سے بڑا ثبوت اور کوئی ہو سکتا ہے؟"

ایک افسر نے جوزا کے قریب جا کر اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا تمہارا دماغ بالکل درست ہے؟ کیا تم خود کو ننھی سی بچی محسوس نہیں کرتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "آفیسر، آنکھیں رکھ کر اندھے بن رہے ہو۔ کیا میں تمہیں نظر نہیں آ رہی ہوں۔ کیا میں تمہیں بچی لگ رہی ہوں۔ جوان ہوں، شادی شدہ ہوں اور اپنے مرد کے بچے کی ماں بننے والی ہوں اور وہ رہا میرا مرد۔"

اس نے میری طرف اشارہ کیا۔ دوسرے آفیسر نے پوچھا۔ "مگر یہ سب کیسے ہوا؟ ہار بے میں رسونتی کو تمہارے ہوٹل کے کمرے میں پہنچایا گیا تھا۔ ہمارے آدمی ہوٹل کے اندر اور باہر سخت نگرانی کر رہے تھے۔ صرف وہیں نہیں، اس شہر سے لے کر برازیل کے ساحلی علاقے تک چپ چپ کر نگرانی ہوتی رہی، ہم جانتے تھے کہ کسی ڈمی رسونتی سے تبادلہ ہو سکتا ہے۔ ہماری نظر اس پہلو پر تھی۔ پھر یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟"

میں نے کہا "آفیسر! ہم بھی اناڑی نہیں ہیں۔ یہ سمجھتے تھے کہ تم لوگ کسی ڈمی رسونتی کے متعلق ضرور سوچو گے لیکن یہ کبھی سوچ نہیں سکو گے کہ ادھر رسونتی کو ہوٹل ہنی مون پہنچاؤ گے، اُدھر فوراً ہی تبادلہ ہو جائے گا۔"

"کیسے تبادلہ ہو سکتا تھا جبکہ تمہارے خواب و خیال میں یہ بات

نہیں تھی کہ رومانٹک بے بی اچانک ہی رسونتی کو وہاں پہنچا دے گی۔"

"بے شک، ہم نہیں جانتے تھے لیکن ہمیں معلوم ہوا کہ رسونتی ہار رہے میں ہے اور رومانٹک بے بی کی نگرانی میں ہے۔ تب ہی سے ہم نے ایک ڈمی رسونتی تیار کر لی تھی۔"

"کیسے تیار کر سکتے ہو جبکہ ہار رہے کا ہر آدمی ہمارا وفادار ہے؟"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ ہار رہے کا ہر آدمی تمہارا وفادار ہوتا تو وہ باڈی بلڈر ماسٹرک کا آدمی تم لوگوں کو آلو نہ بناتا۔ جس طرح ماسٹرک اور مامک مین کے آدمی اس شہر میں پھیلے ہوئے تھے، اسی طرح ہمارے آدمی اور ہماری عورتیں بھی وہاں تھیں۔ انھی عورتوں میں سے یہ میری ایک بیوی تھی جس نے رسونتی کا روپ اختیار کیا تھا۔"

"ہوٹل ہنی مون میں ڈمی رسونتی سے تبادلہ کیسے ہوا؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یاد کرو آفیسر! جس رات رسونتی کو ہوٹل ہنی مون کے کمرے میں پہنچایا گیا، اسی رات تمہارے دی کلر نے ہنگامہ کر دیا۔ وہ فرہاد کو اپنے دماغ میں محسوس کر کے آندھی طوفان کی طرح ہوٹل میں آیا تھا اور اس کمرے میں ہنگامہ کیا تھا جہاں وہ باڈی بلڈر میری نگرانی کر رہا تھا۔ ہوٹل کے مرد عورتیں سبھی جمع ہو گئے تھے۔ ایسے وقت میری رسونتی میرے کمرے میں آگئی اور میرے کمرے سے اصل رسونتی اغوا کر لیا گیا۔"

وہ لوگ میری باتوں کو توجہ سے سن رہے تھے۔ پھر ایک نے کہا۔ "تمہاری یہ بیوی کوئی بھی ہو، اس نے ایک ننھی سی رسونتی کا رول بہت خوبی سے ادا کیا۔ ہم دھوکا کھاتے رہے لیکن یہ کیسے مان لیں کہ جو بچکانہ ذہن رکھنے والی رسونتی اغوا کی گئی، اسے کسی دوسرے روپ میں یہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچایا گیا کیونکہ اتنے طویل سفر کے دوران اس نے بچکانہ حرکتیں نہیں کی ہوں گی۔ یقیناً کی ہوں گی اور ایسے میں وہ ہماری نظروں میں آسکتی تھی۔"

شیبا نے فرہاد کی حیثیت سے کہا۔ "کیسے آسکتی تھی؟ میں اپنی رسونتی کے دماغ پر قابض ہو گیا تھا۔ اتنے طویل سفر کے دوران میں نے اسے بچکانہ حرکتیں کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ وہ ایک بالغ عورت کی طرح ذہانت کا مظاہرہ کرتی رہی اور یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوتا رہا۔"

ہم انھیں رسونتی کے تبدیل ہو جانے کی ایسی من گھڑت کہانی سنا رہے تھے کہ ان کی کھوپڑیاں چکرا کر رہ گئی تھیں۔ ایک افسر نے کرسی پر بیٹھ کر اپنے سر کو تھامتے ہوئے کہا۔ "یہ ٹیلی پیتھی کا چکر سمجھ میں نہیں آتا۔"

شیبا نے اپنے معمول کے ذریعے کہا۔ "کیسے سمجھ میں آئے گا۔ تم کوئی نئے نویلے افسر لگتے ہو۔ یہاں دنیا کی خطرناک ترین تنظیمیں سر توڑ کوششیں کرتی رہیں لیکن نہ تو فرہاد کے چکر کو سمجھ سکیں اور نہ ہی فرہاد تک پہنچ سکیں۔ تم لوگ جس خوش فہمی میں مبتلا ہو، یہ بہت جلد دور ہو جائے گی۔ بہتر ہے کہ جو باتیں ہو چکی ہیں جو ثبوت فراہم کیے جا چکے ہیں، وہ تمام ثبوت اپنے پُراسرار باس کے سامنے پیش کر دو۔"

وہ تھوڑی دیر بعد وہاں سے چلے گئے۔ رسونتی یعنی جوزا میرے پاس آئی پھر میرے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "مے کاس تم اچھے تو ہو۔ ان کمبختوں نے مجھے تم سے الگ کر دیا تھا۔"

میں نے کہا۔ "اپنے یہ ہاتھ میری گردن سے ہٹا لو۔ بوجھ لگتے ہیں۔"

جوزا نے سرگوشی میں کہا۔ "ایک وارڈ بوائے کھڑکی سے جھانک رہا ہے۔ اس لیے محتاط رہو۔"

میں اس کی ہوشیاری کا قائل ہو گیا۔ فوراً ہی محبت کا اظہار کرنے لگا۔ اس نے آہستہ آہستہ مجھے بستر پر لٹا دیا۔ پھر میرے سر کو سہلاتے ہوئے بولی۔ "آنکھیں بند کر لو۔ میں تمہیں سلانے کی کوشش کرتی ہوں۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ شیبا نے کہا۔ "تم بڑی مشکل سے دشمنوں کے ہاتھ لگے ہو۔ وہ مطمئن نہیں ہو رہے ہیں۔ بار بار کوئی ثبوت لے کر آتے ہیں اور تمہیں فرہاد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب تک وہ کئی کوششیں کر چکے ہیں۔ پتا نہیں آئندہ کیا ہو گا۔"

"میرا خیال ہے، اب وہ میرے خلاف کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکیں گے۔ مجھے جلد ہی رہا کر دیا جائے گا۔"

"میں شیطان سے ڈرتی ہوں۔ وہ کمبخت ضرور الیسا کچھ چلائے گا جو ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"جب ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ تم صبح میرے ساتھ ہو۔ تم نے سونیا کی خبر لی؟"

"مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ ہمارے اہم ترین لوگ سونیا کے اطراف پہنچ گئے ہیں۔"

"ان کے پہنچنے سے کیا ہوتا ہے۔ تمہیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جو عورت سونیا سے دشمنی کر رہی ہے اور خود کو سونیا کہہ رہی ہے، درحقیقت وہ کون ہے؟"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ فوراً ہی سونیا کے پاس نہیں گئی تھی۔ میرے دماغ سے نکل کر ڈمی رسونتی، جوزا کے دماغ میں پہنچ گئی تھی پھر اس نے کہا تھا۔ "جوزا! زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کرو۔ فرہاد آنکھیں بند کر کے لیٹا ہوا ہے۔ سونے کی ایکٹنگ کر رہا ہے۔ تم اپنی ایکٹنگ رہنے دو۔"

جوزا میرے پاس سے ہٹ کر الگ کرسی پر بیٹھ گئی۔ تب شیبا نے اس کا بچھایا چھوڑا۔ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے سونیا کے پاس پہنچ گئی۔ صبح سے لے کر اب تک جو واقعات سونیا کو پیش آئے، وہ مجھے بعد میں شیبا کے ذریعے معلوم ہوتے رہے۔ میں ان واقعات کو ترتیب وار پیش کر رہا ہوں۔

شیبا نے پچھلی رات سونیا کو تنویمی نیند سُلا دیا تھا۔ وہ تمام رات آرام سے سوتی رہی۔ دشمن کا کوئی کھٹکا نہ رہا تھا۔ صبح آنکھ کھلی تو حیران حیران سی تھی کہ اتنی بے خوفی سے کس طرح سوتی رہی۔

وہ وہاں سے اٹھ کر غار کے ایک تاریک حصے میں گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئی۔ پانی کی بوتل سے تھوڑا سا پانی لے کر منہ صاف کیا۔ منہ پر گیلا ہاتھ پھیرا۔ پھر پچھلے دن کا بچا ہوا کھانا تھوڑا سا کھایا۔ اس کے بعد دبے قدموں اس غار سے نکلنے لگی۔

غار کے دہانے پر پہنچتے ہی ٹھٹک گئی۔ سامنے ہی چٹان پر ایک مسلح شخص نظر آ رہا تھا۔ اس نے دوسری طرف سر گھما کر دیکھا، دوسری چٹان پر ایک اور شخص نظر آیا۔ انھوں نے اسے دیکھتے ہی سیلیوٹ کیا۔ پھر کہا۔ "میڈم سونیا! ہم آپ کے محافظ اور وفادار ہیں۔ ہمارے علاوہ یہاں چار افراد اور ہیں۔"

وہ دوڑتے ہوئے واپس غار کے اندر گئی جہاں اس کا سامان رکھا ہوا تھا، اس نے اپنا پستول لیا۔ پھر دوڑتے ہوئے غار کے دہانے پر آ گئی۔ بلند آواز سے بولی۔ "میں سونیا نہیں ہوں۔ مجھے مس فروٹی کہتے ہیں۔ تم سونیا کے آدمی ہو۔ اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو واپس چلے جاؤ۔"

ایک مسلح شخص نے کہا۔ "مادام! آپ کا اصل نام مس فروٹی نہیں بلکہ سونیا ہے۔ دشمنوں نے آپ کا نام بدل دیا ہے اور جو عورت سونیا کے نام سے آپ کو نقصان پہنچانا چاہتی ہے، وہ دشمنوں کی کوئی ایجنٹ ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "میں کیسے یقین کروں کہ تم سب میرے وفادار ہو اور اگر ہو تو کیا اچانک آسمان سے ٹپک پڑے ہو۔ ابھی تک میرا اپنا کوئی نہیں تھا۔ میں خود اپنے لیے اتنی بڑی دنیا میں اجنبی ہوں۔"

"آپ تنہا اس لیے تھیں کہ ہمیں آپ کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ اچانک معلوم ہوا کہ آپ خلیج کے اس حصے میں پائی جا سکتی ہیں۔ لہٰذا ہم دوڑے چلے آئے۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں یہاں مل سکتی ہوں؟"

"فرہاد علی تیمور نے آپ کے دماغ میں پہنچ کر آپ کی ہسٹری معلوم کر لی ہے۔"

"یہ فرہاد کون ہے اور وہ دماغ میں کیسے پہنچ سکتا ہے؟"

"وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سب کچھ معلوم کر لیتے ہیں۔"

"یہ ایسی بات ہے جس کا میں یقین نہیں کر سکتی۔ تم سب یہاں سے چلے جاؤ۔ میں تنہا دشمنوں سے نمٹنے کے لیے کافی ہوں۔"

"مادام! آپ ہزاروں پر بھاری پڑتی ہیں۔ ہم سب تسلیم کرتے ہیں لیکن دشمنوں نے آپ کا کریش واشنگ کی ہے آپ میں کس حد تک صلاحیت باقی رہ گئی ہے، اس کا اندازہ نہ آپ کو ہے نہ ہمیں۔ لہٰذا ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔"

"میں تم لوگوں پر کس طرح بھروسا کر سکتی ہوں؟"

"ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس مسلح شخص نے اپنے ہتھیار چٹان کی بلندی پر سے اس کی طرف پھینک دیے۔ پھر دوسرے شخص نے بھی یہی کیا۔ اس کے بعد جو چار افراد نظر نہیں آ رہے تھے، وہ بھی سامنے آ گئے۔ انھوں نے اپنے ہتھیار دونوں ہاتھوں میں لیے پھر سونیا کے پاس چلتے ہوئے آئے۔ انھوں نے جھک کر وہ ہتھیار سامنے رکھ دیے۔ اس کے بعد پیچھے ہٹ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔

سونیا انھیں پستول کے نشانے پر رکھتے ہوئے آگے بڑھی جو ہتھیار زمین پر پڑے ہوئے تھے، وہاں پہنچ کر ایک پاؤں ان ہتھیاروں پر رکھا۔ پھر سامنے چھ افراد کو دیکھا جو سر جھکائے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ چاہتی تو پستول سے ان سب کو ہلاک کر سکتی تھی۔ پستول کی گولی کم پڑتی تو قدموں تلے ضرورت سے زیادہ ہتھیار موجود تھے۔

اس نے اعتماد کی نظر ان پر ڈالی۔ پھر کہا۔ "تم لوگوں نے ہتھیار میرے قدموں میں رکھ دیے۔ میں اپنا ہتھیار تمہاری طرف پھینکتی ہوں۔"

اس نے اپنا پستول ان کی طرف پھینک دیا۔ آگے بڑھی، پھر وہ بھی آگے بڑھے۔ سب نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ ایک نے پوچھا۔ "آپ یہاں مفرور قیدی کی طرح زندگی گزار رہی ہیں۔ آخر وہ آپ کی دشمن عورت کہاں پائی جا سکتی ہے؟"

"وہ شہر میں ہو گی۔"

"تو پھر آپ بھی شہر میں رہیں گی۔ ہم آپ کے اطراف موجود رہیں گے۔ آج اس عورت کو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑیں گے یا شہر چھوڑ کر بھاگنا پڑے گا۔"

سونیا نے کہا "شہر میں جا کر رہنا کیا ضروری ہے۔ میں نے سنا ہے، فرہاد میرا محبوب ہے، وہ میرے لیے جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ کیا تم لوگ مجھے فرہاد تک نہیں پہنچا سکتے؟"

"ہم آپ کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جائیں گے ہمیں امید ہے، عزیز صاحب بہت جلد وہاں پہنچا دیے جائیں گے۔"

"پہنچا دیے جانے سے کیا مراد ہے۔ کیا وہ خود نہیں آ سکتے؟"

"وہ آپ کو تلاش کرنے کی کوشش میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے بُری طرح زخمی ہو گئے ہیں۔ ان دنوں ایک اسپتال میں ہیں ہم وہاں سے انھیں لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"وہ کس اسپتال میں ہیں؟ ہم ابھی وہاں جائیں گے۔"

"وہ کئی سو میل دور شنگو کے ایک اسپتال میں ہیں۔"

اسی وقت ایک قریبی چٹان سے اس دشمن عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ بلند آواز سے کہہ رہی تھی "میں نے سن لیا ہے میرا فرہاد شنگو کے ایک اسپتال میں ہے۔ میں اسے ڈھونڈ نکالوں گی۔"

سب نے چونک کر اس چٹان کی طرف دیکھا۔ وہ ہاتھ میں ایک اسٹین گن لیے کھڑی ہوئی تھی۔ کہنے لگی "خبردار! تم میں سے کسی نے ذرا بھی حرکت کی تو گولیوں سے بھون ڈالوں گی۔"

سونیا اور بابا صاحب کے ادارے سے آنے والے افراد سکتے کی حالت میں کھڑے رہ گئے۔ انھوں نے اپنے ہتھیار زمین پر پھینکے تھے۔ وہ ذرا فاصلے پر تھے۔ وہاں تک پہنچتے پہنچتے آنے والی دشمن ان پر فائر کر سکتی تھی۔ سونیا کے محافظوں نے جب دیکھا کہ وہ ہتھیار تک نہیں پہنچ سکتے تو۔۔۔ انھوں نے سونیا کے اطراف گھیرا ڈال دیا۔ گویا اس کے لیے ڈھال بن گئے۔

دشمن سونیا نے مذاق اُڑانے کے انداز میں کہا "واہ کیا وفاداری ہے اور کیا حفاظتی اقدامات ہیں۔ اگر مجھے مس فروزی کو گولی مارنا ہوتا تو میں باتوں میں وقت ضائع نہ کرتی۔ تمھارے ڈھال بننے سے پہلے ہی اسے ٹھائیں سے ختم کر دیتی۔"

ایک محافظ نے پوچھا "تم چاہتی کیا ہو؟"

"پہلے تو میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں، تم سب کون ہو؟"

"ہم فرہاد علی تیمور کے دوست اور وفادار ہیں اور مادام سونیا کی حفاظت کے لیے آئے ہیں۔"

اس نے پوچھا "کیا تمھارے پاس سونیا کی کوئی شناخت ہے؟"

"یہ کھلی شناخت ہے، ہم سونیا کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں اور یہ صورت شکل سے، قد و قامت سے اور اپنی گفت گو سے سراسر سونیا ہے۔"

دشمن سونیا چٹان کے پیچھے سے نکل کر کھلی جگہ آ گئی پھر تن کر بولی "میرے قد و قامت کو دیکھو۔ کیا میں سونیا نہیں ہوں۔ میری گفت گو کا انداز کیا کہتا ہے؟"

"تمھاری صورت سونیا سے بالکل مختلف ہے۔"

اس نے کہا "میں اپنا یہ ہتھیار اس چٹان پر رکھ رہی ہوں۔ کسی نے میری ذرا سی غفلت سے فائدہ اٹھانے کی حماقت کی تو میں بے دریغ فائرنگ شروع کر دوں گی۔"

اس نے اسٹین گن کو ایک چٹان پر رکھا پھر اپنی گرد کے پیچھے ہاتھ لے جا کر کچھ کرنے لگی۔ چند سیکنڈ بعد ہی وہ اپنے چہرے سے ماسک اتار رہی تھی۔ جیسے ہی وہ ماسک الگ کر سب نے شدید حیرانی سے دیکھا۔ ان سے کچھ فاصلے پر چٹان کے قریب ایک دوسری قد آور سونیا کھڑی ہوئی تھی۔

یہ ایسی ڈرامائی پیچیدگی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے آنے والے افراد حیران و پریشان رہ گئے تھے۔ حیرانگی سے کبھی اس سونیا کو دیکھتے تھے کبھی اُس سونیا کو۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

ان کے درمیان کھڑی ہوئی سونیا نے دشمن کی طرف اشارہ اٹھا کر کہا "یہ جھوٹی ہے، فراڈ ہے۔ ابھی تم یہ اعتراف کر چکے ہو نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرا سراغ لگایا تھا اور اسی کی نشاندہی تم یہاں آئے ہو۔ اگر ٹیلی پیتھی کا علم سچا ہے تو کسی طرح فرہاد کھو وہ اس جھوٹی سونیا کے دماغ میں بھی جھانک کر دیکھ لے"

اس نے جواباً کہا "جب فرہاد میرے دماغ میں پہنچے ہم دونوں کا موازنہ کرے گا تب حقیقت کھلے گی لیکن اس سے کیوں نہ ہم آپس میں فیصلہ کر لیں۔"

سونیا نے پوچھا "تم چاہتی کیا ہو؟"

دشمن سونیا نے تمام لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہ کہا "یہ سب فرہاد علی تیمور کے دوست اور وفادار ہیں، تمھیں سمجھ کر تمھاری حفاظت کرنے آئے ہیں۔ انھیں حقیقت معلو چاہیے، تم ان سب کے سامنے میرے مقابلے پر آؤ ابھی دو دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

سونیا نے اس کا چیلنج قبول کرتے ہوئے کہا "مجھے ہے میں ان کے سامنے تم سے مقابلہ کروں گی اور تمھیں اپا کر چھوڑوں گی۔"

وہ آگے بڑھی مگر ادارے کے افراد نے درمیان میں آ کر دونوں کا راستہ روک لیا۔ ایک نے کہا "ہم الجھ کر رہ گئے ہیں۔ جب تک فرہاد صاحب ٹیلی پیتھی کے ذریعے دونوں کی اصلیت معلوم نہ کر لیں، ہم آپس میں مقابلہ کرنے نہیں دیں گے کیوں کہ آپ دونوں میں سے جو بھی ہماری مادام ہوں گی وہ مقابلے میں کچھ تو زخمی ہوں گی۔ ہم کسی بھی طرح انھیں نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتے۔"

دشمن سونیا نے پوچھا "اس کا مطلب ہے، جب تک فرہاد کے ذریعے فیصلہ نہ ہو، یہ نقلی، دھوکے باز سونیا تم لوگوں کے درمیان رہے گی، دوسرے لفظوں میں تم سب آستین میں سانپ پالتے رہو گے۔"

ادارے سے آنے والے ایک نوجوان نے کہا "ہم ایک نہیں، دو سانپ پالیں گے۔ تم بھی ہمارے ساتھ رہو گی۔ سانپ اپنے سپیرے کو نہیں ڈستا۔ ہاں، جو زہریلا ہو گا، جو دشمن ہو گا، وہ ڈسنے کی کوشش کرے گا اور ہم ایسے سانپ کا منہ توڑنا جانتے ہیں۔"

دشمن سونیا نے کہا "مجھے منظور ہے۔ میں اس عورت کے قریب رہوں گی لیکن اس نے کوئی چالاکی دکھائی اور مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو آئندہ یہ کبھی کسی کو نقصان پہنچانے کے قابل نہیں رہے گی۔"

اس کے جواب میں سونیا نے بھی اسے چیلنج کیا۔ سونیا کی حفاظت کرنے والے افراد پریشان ہو کر کبھی اس کو اور کبھی اُس کو دیکھتے تھے۔ جو دشمن سونیا تھی وہ بھی اپنی ہی لگتی تھی، وہی شکل، وہی قد و قامت اور وہی سونیا کا سا انداز تھا۔

فیصلہ یہی ہوا کہ جب تک ٹیلی پیتھی کے ذریعے دونوں کے دماغوں کی تہ میں نہ پہنچا جائے، اس وقت تک وہ حفاظت کرنے والوں کے ساتھ رہیں گی اور فیصلہ یہ بھی ہوا کہ جب تک دونوں کی اصلیت ظاہر نہ ہو، اس وقت تک وہ اپنے پاس کسی قسم کا ہتھیار نہیں رکھیں گی۔

وہ اس بات پر راضی ہو گئیں۔ محافظوں نے تمام ہتھیار اپنے قبضے میں لے لیے۔ پھر ان کے ساتھ شہر کی طرف چل پڑے۔ ایک بات غور طلب تھی کہ دشمن سونیا اگر اصل سونیا کی واقعی دشمن تھی، اس کی جان لینا چاہتی تھی تو اُس نے محافظوں کے سامنے خود کو نہ کیوں کر دیا تھا۔ بلکہ بڑے اعتماد سے ان کے ساتھ شہر کی طرف جا رہی تھی۔ اور اس وقت تک ان کے ساتھ رہنے والی تھی جب تک خیال خوانی کے ذریعے دونوں کی اصلیت ظاہر نہ ہو جاتی۔

ویسے ایک سے نہیں، دونوں نے محافظوں پر اعتماد کیا تھا۔ دونوں کی چال ایک جیسی تھی۔ انداز اور تیور ایک جیسے تھے۔ ایک سونیا کو جس محل میں قید کیا گیا تھا، اس محل کی مالکہ میڈم کوئیلی تھی۔ دونوں سونیا کی اصلیت ظاہر ہونے کے بعد شاید یہ انکشاف ہونے والا تھا کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک سونیا ہے اور دوسری میڈم کوئیلی۔

خلیج کے ساحلی علاقے سے وہ لوگ ایک ویگن کار میں بیٹھ کر شہر کی طرف جا رہے تھے۔ ایک جوان نے دونوں سے پوچھا "تم میں سے جو بھی سونیا ہے، وہ دشمنوں سے چھپتی پھر رہی ہے۔ کیا شہر میں دشمن نہیں ہوں گے؟"

ایک نے کہا "بے شک دشمن ہوں گے اسی لیے تو میں نے ماسک میک اَپ کیا ہوا تھا۔ تم لوگوں کو یقین دلانے کے لیے مجبوراً یہ میک اَپ اتارنا پڑا۔"

دوسری سونیا نے کہا "جب سے میں فرار ہوئی ہوں، مجھے میک اَپ کرنے کا معقول سامان نہیں مل سکا۔ عارضی میک اَپ کر کے شہر میں ایک آدھ بار گھومنے کے لیے نکلی تو اس دشمن سونیا نے مجھے دیکھ لیا اور میرے پیچھے پڑ گئی۔ یہ تنہا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ اور بھی کئی لوگ ہیں۔ ہم جب شہر پہنچیں گے تو یقیناً اس کے آدمی ہم پر حملہ کریں گے۔"

دوسرے جوان نے کہا "ہم یہی چاہتے ہیں کہ سونیا کے دشمن ہماری نظروں میں آئیں، ہم نہ تو نشانے ہیں اور نہ ہی مٹھی بھر ہیں، ہم کثیر تعداد میں ہیں، دشمنوں کے چھکے چھڑا دیں گے۔"

اس ساحلی شہر میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے کچھ افراد پہلے سے موجود تھے۔ انھوں نے دو کاٹیج اور کچھ ہوٹل کے کمرے کرائے پر لے رکھے تھے۔ ایک کاٹیج دونوں سونیا کے لیے وقف کر دیا گیا مگر دونوں کو تنہا چھوڑا نہیں گیا۔ دوسرے محافظوں نے بھی مختلف کمروں میں ڈیرا جما لیا۔۔۔ تاکہ وہ کسی بہانے سے لڑائی شروع کر کے ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

بابا صاحب کے ادارے سے آنے والوں میں کچھ۔۔۔ ادھیڑ عمر کے لوگ بھی تھے۔ ان کی شخصیت سے، ان کے چہروں سے پتا چلتا تھا، وہ بے حد ذہین اور تجربہ کار لوگ ہیں۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا "تمھاری اصلیت جب تک ظاہر نہ ہو اس وقت تک تم دونوں ہماری مہمان ہو۔ ہم نے اصلی روپ میں تمھیں رہنے دیا ہے، تمھیں دیکھ کر جو لوگ تمھاری طرف لپکیں گے وہ ہمارا نشانہ نہیں ہوں گے۔"

ایک اور شخص نے کہا "کچھ دیر آرام کرنا چاہو تو کر سکتی ہو، اس کے بعد ہمیں کاٹیج سے نکلنا ہے اور شہر میں گھومتے پھرتے

رہنا ہے۔ اس کا مقصد تم دونوں کی سمجھ میں آگیا ہوگا۔"

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں سونیا شہر کی سڑکوں پر گھوم رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا، دونوں سگی جڑواں بہنیں ہیں۔ ایک جیسا قد، ایک جیسی شکل وصورت اور ایک جیسی چال تھی۔

دشمنوں کو ظاہر ہونے میں دیر نہیں لگی۔ بابا صاحب کے ادارے سے آنے والوں نے بڑی کامیاب چال چلی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایک سڑک پر، بس بورنیا و دو عدد سونیا کے سامنے پہنچ گیا۔ ایک دم سے اچھل کر بولا "مل گئی، شیطان کی پیشگوئی کے مطابق سونیا مل گئی۔"

اس نے جیب سے ریوالور نکال کر دو ہوائی فائر کیے۔ اس فائرنگ کے ساتھ ہی دونوں سونیا کے اطراف کچھ لوگ جمع ہونے لگے۔ وہ سب بورنیا کے ساتھی تھے۔ دشمن سونیا نے پوچھا "اے، پاگل کے بچے، تیرا نام کیا ہے، کیا تو شیطان کی اولاد ہے؟"

وہ خوش ہو کر بولا "ہاں، مجھے بورنیا کہتے ہیں۔ میں شیطان کی اولاد ہوں مگر پاگل کا بچہ نہیں ہوں۔ ابھی تم دونوں کو شیطان کے پاس لے جاؤں گا۔"

"پہلے تو ہمارے پاس سے بخیریت گزر جائے تب شیطان کے پاس پہنچ سکے گا۔"

بورنیا نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کیا "اے! دیکھتے کیا ہو، دونوں کو پکڑ لو۔"

وہ دونوں کو پکڑنے کے لیے گئے۔ ایک سونیا ہی دشمنوں کے لیے کافی ہوتی ہے جب کہ وہاں دو عدد سونیا تھیں، پھر ان کی حفاظت کرنے والے بھی چھپے ہوئے تھے۔ بورنیا کے آدمیوں کی آتی پٹائی ہوئی کہ کچھ تو مارے گئے اور کچھ جان بچا کر بھاگے۔ بورنیا نے خود کو تنہا پایا تو دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا "میں تم سے التجا کرتا ہوں۔ دونوں سونیا سے التجا کرتا ہوں، تم میں سے جو اصل ہے اور اسے فرہاد سے محبت ہے وہ میرے ساتھ چلے۔ میں دونوں کو شیطان کے پاس لے جاؤں گا۔ وہاں اصل اور نقل ظاہر ہو جائے گا۔"

ایک سونیا نے پوچھا "شیطان کے سامنے اصل اور نقل کی پہچان کیسے ہوگی؟"

"شیطان ہر انسان کے اندر ہوتا ہے۔ تم دونوں کے اندر بھی ہے۔ وہ اصل اور نقل کی پہچان کرا دے گا۔ تم میں سے جو اصلی ہوگی وہ میرے ساتھ رہے گی جو نقلی ہوگی اسے شیطان کے سامنے قربان کر دیا جائے گا۔"

ایک سونیا نے پوچھا "تم اصل سونیا کو اپنے ساتھ رکھ کر کیا کرو گے؟"

"میں اس کے ذریعے فرہاد تک پہنچ جاؤں گا۔"

"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ وہ زخمی ہونے کے بعد شکاگو کے ایک اسپتال میں زیرِ علاج ہے؟"

"مجھے سب معلوم ہے، جسے فرہاد سمجھ کر گرفتار کیا گیا ہے، وہ دراصل ڈاکٹر نے کا کس ہے۔ اصل فرہاد تمہارے ذریعے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک بھیانک قہقہہ سنائی دیا۔ سب نے ایک طرف دیکھا۔ وہاں دی کلر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا "پہلے میں کتے کی طرح بھونکتا تھا مگر اب نہیں بھونکتا۔ اس لیے کہ میں اپنے شکار کی لُو تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں، سونیا شکار تک پہنچ سکتی ہے۔ اگر شکاگو کے اسپتال والا شخص فرہاد ہوتا تو مجھے یہاں آنے کی زحمت نہ اٹھانا پڑتی لہٰذا دونوں سونیا میں سے جو اصل ہے، وہ میرے پاس آجائے ورنہ میں دونوں کو اٹھا کر لے جاؤں گا۔"

اس نے دو عدد سونیا کی طرف دیکھا۔ پھر ایک ہاتھ بڑھایا، اُسکے ہاتھ شیطان کی آنت کی طرح لانبے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے شہ رگ تک پہنچ رہے ہوں۔ پہلے اس نے ایک سونیا کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ پھر ایک انگلی کے اشارے سے کہا "آؤ میرے پاس آجاؤ۔"

پھر دوسری سونیا کی طرف ہاتھ بڑھا کر پوچھا "تم اصلی ہو! تم ہی چلی آؤ۔"

دونوں نے یکبارگی اس کے دونوں پھیلے ہوئے ہاتھوں کو تھاما اور ایک جھٹکا دیا۔ دی کلر جانتا تھا یا اسے بتلایا گیا تھا کہ سونیا کتنی چالاک اور تیز و طرار ہے، وہ پہلے سے محتاط تھا۔ اس لیے ان کے داؤ میں نہ آسکا۔ اس نے جھاؤ دونوں کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھیں۔ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے اچکراتے ہوئے دور جا کر گر پڑیں۔

اس نے مسکراتے ہوئے پھر ان کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کہا "جو اصلی ہے، وہ آجائے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کسی تیسری نے اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ پھر اچانک ہی جوڈو کا ایک داؤ استعمال کیا۔ دی کلر سنبھل نہ سکا۔ آگے بڑھتے ہوئے، قلابازی کھاتے ہوئے، دور جا کر چاروں شانے چت ہو گیا۔ وہاں اچھا خاصا مجمع لگ گیا تھا۔ سب کی زبان سے بے اختیار واہ واہ کے تعریفی کلمات نکلنے لگے۔ لوگ اس تیسری کو دیکھ رہے تھے، وہ ایک نہایت ہی حسین لڑکی تھی۔ اس نے ایسا چست لباس پہنا ہوا تھا جیسے

جمناسٹک کے کرتب دکھانے آئی ہو۔ پھر اس نے سچ مچ کرتب دکھانے شروع کیے۔ "ہاپ، ہپ، ہپ" کی آواز کے ساتھ اس نے فضا میں اچھل کر الٹی قلابازی کھائی۔ اس وقت تک دی کلر زمین پر سے اٹھ چکا تھا۔ غرا کر اس پر حملہ کرنا چاہتا تھا مگر اسے دیکھتا رہ گیا کیوں کہ اس لڑکی نے پھر "ہاپ ہپ ہپ" کہتے ہوئے فضا میں اچھل کر دوبارہ قلابازی کھائی۔ یہ ایسا کمال تھا کہ سب دیکھتے رہ گئے۔ فضا میں دوبارہ قلابازی کھانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ دی کلر نے یہ تماشا دیکھا تو اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ اس لڑکی کی لات اس کے منہ پر پڑی تھی۔ "ہاپ ہپ" وہ پھر دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کے بل پر دائرے کی صورت میں قلابازی کھاتے ہوئے ایک جگہ پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔

وہ پوری تھی جو رومانہ کی ہمشکل تھی۔ مرجانہ کا بدل تھی۔ والشورو کی نے مرجانہ کے بعد جس ہیرے کو تراشا تھا اسے اب دنیا دیکھ رہی تھی۔

دی کلر غصے اور جھنجلاہٹ سے پوری پر حملہ کرنا چاہتا تھا مگر ایک دم سے رک گیا۔ ایک گیند اس کے منہ پر آکر لگی تھی پھر وہ واپس آگئی۔ واپس اس کے ہاتھ میں پہنچی جس نے وہ گیند پھینکی تھی — وہ گیند پھینکنے والا سلیمان جوگو تھا۔ وہ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا "دی کلر، یہ ٹینس کورٹ کی گیند ہے۔ ویسے میں نے غلطی کی۔ تمہارے منہ پر گیند نہیں مارنا چاہیے، تھوکنا چاہیے۔ ایک لڑکی سے مار کھا رہے ہو؟"

پھر ایک بار "ہاپ ہپ ہپ" کی آواز سنائی دی۔ وہ جمناسٹک کے کرتب دکھا رہی تھی۔ سلیمان جوگو اپنی بات بھول کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے آنکھیں ایک جگہ ٹھہرنے نہیں پاتی ہیں۔ وہ بجلی کی طرح اِدھر اُدھر لپک رہی تھی۔ یکبارگی سلیمان جوگو کے ہاتھ پر ٹھوکر پڑی۔ اس کے ہاتھ سے ٹینس گیند نکل کر فضا میں اچھل گئی۔ بلندی کی طرف جانے لگی۔ اب سلیمان جوگو نے اپنی انسلٹ محسوس کی۔ کہاں تو دی کلر کے منہ پر تھوکنے والا تھا اور کہاں یہ کہ اس لڑکی نے لات مار کر ہاتھ سے گیند نکال دی تھی۔ جوگو نے یکبارگی چھلانگ لگائی۔ فضا میں اُچھلا۔ بڑی بلندی تک گیا تاکہ، گیند کو کیچ کر لے لیکن وہ کرتب دکھانے والی اس سے بھی بلندی پر پہنچ چکی تھی۔ گیند کو کیچ کر کے زمین پر واپس آئی تھی۔ اس کے بعد جوگو نے واپس زمین پر پہنچ کر قدم رکھے مگر سنبھل نہ سکا۔ گیند اس کے منہ پر آکر لگی تھی اور منہ پر لگتے ہی واپس پومی کے ہاتھ میں پہنچ گئی تھی۔

یہ محض ایک گیند کا کھیل نہیں تھا۔ اس کھیل کے پیچھے تیزی طراری اور نفسیاتی حملے کرنے کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ ایک لڑکی دو ناقابلِ شکست، پہاڑ جیسے فائٹروں پر نفسیاتی اثر ڈال رہی تھی۔ جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی اور گیند کے ذریعے ان پر حملے کرتی ہوئی یہ ثابت کر رہی تھی کہ مقابلہ تو دور کی بات ہے، وہ گیند کی طرح اس لڑکی کو کبھی کیچ نہیں کر سکیں گے۔

سلیمان جوگو نے کہا "لڑکی! میں تمہیں سمجھ گیا، تم میں لڑنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ تم جمناسٹک کے کمالات جانتی ہو، بجلی کی طرح لپکتی ہو۔ اگر ہاتھ آجاؤ گی تو گردن مروڑ کر رکھ دوں گا تمہاری۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تالیاں بجانے کی آواز سنائی دی۔ سب نے آواز کی جانب دیکھا۔ ایک بوڑھا قد آور جاپانی تالیاں بجاتا ہوا ان کی طرف آرہا تھا۔ پھر اس نے کہا "ناچیز کو والشورو کی کہتے ہیں۔ تم جس لڑکی کی گردن مروڑنا چاہتے ہو، اسے میں نے تراش خراش کے ہیرا بنایا ہے۔ میں جانتا ہوں، تم دونوں پہاڑ ہو۔ تمہیں ٹکرانے والے پاش پاش ہو جاتے ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا نے جو ہمیں طاقتیں اور صلاحیتیں عطا کی ہیں، اس کے بل پر ہم آپس میں لڑنا کیوں چاہتے ہیں؟"

دی کلر نے غرا کر کہا "میں سونیا کو حاصل کرنے آیا تھا، یہ لڑکی خواہ مخواہ بیچ میں آگئی۔"

سلیمان جوگو نے کہا "ہمارا اس سے کوئی جھگڑا نہیں تھا لیکن اس نے ہمارے غضب کو للکارا ہے۔"

والشورو کی نے کہا "تم دونوں سونیا کو حاصل کرنے آئے تھے لیکن ان دو عدد سونیا میں سے کون اصل ہے۔"

"کوئی بھی ہو، ہم دونوں کو لے جائیں گے۔"

بورنیا نے آگے بڑھ کر کہا "ارے واہ، بڑے آئے دونوں کو لے جانے والے۔ میں نے شیطان سے وعدہ کیا ہے، جو سونیا نہیں ہوگی، جو نقلی ہوگی، میں شیطان کے قدموں میں اس کی قربانی دوں گا۔"

والشورو کی نے کہا "یعنی ایک انار ہے، سو بیمار ہیں۔ پھر کیوں نہ یہیں فیصلہ کر لیا جائے کہ اصل کون ہے اور نقل کون ہے؟"

"فیصلہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

والشورو کی نے فخریہ انداز میں سر کو اونچا کیا۔ پھر پومی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "میری بیٹی فیصلہ کرے گی۔"

تمام مجمع پھر ایک بار پومی کو تعریفی نظروں سے دیکھنے لگا۔ والشورو کی نے کہا "مگر فیصلہ کرنے سے پہلے میں اعلانیہ بتا رہا ہوں کہ یہ پومی کس مقصد کے لیے آئی ہے۔"

سب سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ والشورو کی نے کہا۔ "یہ صرف دی کلر کا سر چاہتی ہے اور ہر قیمت پر اس کی گردن کاٹ کر لے جائے گی۔"

سلیمان جوگو نے خوش ہو کر کہا "پھر تو میں اس لڑکی کے ساتھ ہوں۔"

والشورو کی نے انکار میں انگلی ہلائی۔ پھر کہا "میری بیٹی کسی کی محتاج نہیں ہے۔ یہ تنہا تیس برس کے اس ننھے سے بچے کو زیر کرے گی۔"

دی کلر نے حقارت سے ایک طرف تھوکتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی اسی چھوکری کو چیونٹی کی طرح مسل کر رکھ دوں گا۔"

والشورو کی نے ایک ہاتھ بلند کر کے کہا۔ "غصے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب یہ تم پر حملہ کرے گی تو اسے چیونٹی کی طرح مسل دینا۔ پہلے اسے اصلی اور نقلی سونیا کی پہچان کرانے دو۔"

سلیمان جوگو نے پوچھا "پہچان کیسے ہوگی؟"

یہ سب جانتے ہیں کہ سونیا ناقابلِ شکست ہے۔ وہ لڑائی کے دوران ہاتھ کم استعمال کرتی ہے، مکاری زیادہ دکھاتی ہے۔ سونیا کی ہسٹری شیٹ گواہ ہے، آج تک کوئی اس پر غالب نہیں آسکا۔ لہٰذا یہاں جو اصلی سونیا ہے وہ یقیناً پوی پر غالب آئے گی۔"

سلیمان جوگو نے کہا "اور اس غالب آنے والی سونیا کو میں لے جاؤں گا۔"

والشورو کی نے کہا "نہیں، اس کے بعد میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہوگا۔ ہم میں سے جو جیتے گا وہ سونیا کا حق دار ہوگا۔"

سلیمان جوگو نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "ڈن۔"

والشورو کی نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا، پھر مصافحہ کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا "میں صرف لڑائی کے میدان میں مدِ مقابل سے پہلا اور آخری مصافحہ کرتا ہوں، اس وقت کا انتظار کرو۔"

بڑا دلچسپ تماشا ہو رہا تھا۔ وہاں جمع ہونے والے لوگ ذرا اور پیچھے ہٹ گئے۔ تاکہ دو عدد سونیا سے پوی کا مقابلہ دیکھ سکیں۔ دی کلر اور سلیمان جوگو نے بھی وقتی طور پر میدان چھوڑ دیا۔ ایک کنارے کھڑے ہو گئے۔ میدان میں دونوں سونیا آکر پینترا بدلنے کے لیے تیار تھیں۔ پوی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ان سے کچھ فاصلے پر آکر رک گئی۔ دونوں کو نظر بھر کے دیکھا۔ پھر ان دونوں کے سامنے زمین پر گھٹنے ٹیک دیے۔ اپنے سر کو جھکا لیا۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے اور بولی "سونیا! ہم سب کے لیے عظیم ہے۔

میں ایک ناچیز لڑکی کبھی سوچ بھی نہیں سکتی کہ اُس پر ہاتھ اٹھاؤں جس کے بغیر فرہاد بھی مکمل نہیں ہوتا۔ آج میں اہم فیصلے کی خاطر مقابلہ کر رہی ہوں۔ جو اصل سونیا ہوگی، اس پر میرا وار خالی جائے گا اور میں اس کے ہاتھوں شکست کھا کر فخر محسوس کروں گی۔"

اس کا جھکا ہوا سر اٹھ گیا۔ وہ زمین پر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر پنجوں کے بل اسکیٹنگ کرنے لگی۔ اسے ایسا کرتے دیکھ کر دونوں سونیا پینترے بدلتے ہوئے اس کے قریب آنے لگیں۔ اچانک ہی ایک سونیا نے فضا میں چھلانگ لگائی، دو فلائنگ کِک مارنا چاہتی تھی مگر چند لمحے پہلے جہاں پوی تھی وہاں کِک خالی گئی۔ پوی کی صرف آواز سنائی دی "ہاپ ہپ" وہ جمناسٹک کے کرتب دکھا رہی تھی۔ الٹی سیدھی قلابازیاں کھاتی، کبھی دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر دائرے کی صورت میں گھومتی ہوا دور جاتی تھی اور جب قریب آتی تو کامیاب حملہ کرتے ہوئے گزر جاتی تھی۔ جس سونیا نے فلائنگ کِک مارنا چاہی تھی اسے دو بار منہ پر ٹھوکریں پڑ چکی تھیں۔ ایک بار پیٹ میں گھونسا پڑا تھا۔ ایک بار پھر اس کی گردن پر کراٹے کا ہاتھ پڑا لیکن وہ مارنے والی ہاتھ نہیں آرہی تھی۔ جب بھی سونیا اس کی طرف لپکتی تھی، وہ "ہاپ ہپ" کرتے ہوئے جمناسٹک کے کرتب دکھاتے ہوئے دور نکل جاتی تھی۔

صرف دس منٹ میں مار کھانے والی کی حالت خراب ہو گئی۔ وہ لڑکھڑانے لگی تھی۔ غصے میں پوی کو دیکھنے لگی۔ اسے موقع کی تلاش میں تھی کہ ایک بار وہ ہاتھ آجائے یا ایک بار اس کا کوئی حملہ کامیاب ہو جائے لیکن جب بھی وہ حملہ کرتی تھی، جواب کراٹے کا ہاتھ مارتی تھی تو یوں لگتا جیسے ہوا کو مار رہی ہو، ہاتھ خالی گھوم جاتا تھا۔ وہ بجلی کی طرح نگاہوں کے سامنے سے گزر جاتی تھی۔

آخری بار پوی نے حیرت انگیز کمال دکھایا۔ مار کھانے والی سونیا کو یکبارگی دونوں ہاتھوں پر رکھ کر گول گھومتے ہوئے فضا میں اچھال دیا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ سونیا زمین پر آکر گرتی، پوی نے زمین پر لیٹ کر اپنی دونوں ٹانگیں اٹھا دیں۔ لوگوں نے آنکھ جھپکی دیکھا تھا کہ اوپر سے گرنے والے کو کوئی دونوں بازوؤں میں روکتا ہے لیکن پوی نے اس سونیا کو دونوں ٹانگوں پر روک لیا تھا۔ وہ اس کی ٹانگوں پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی، پھر "ہاپ ہپ" کی آواز کے ساتھ پوی اپنی ٹانگیں گھمانے لگی۔ سونیا اس کی ٹانگوں پر گھومتی چلی گئی۔ چند سیکنڈ تک ہی گھماتے رہنے کے بعد پوی نے اسے اچھال دیا۔ وہ دور جا کر زمین پر گر پڑی۔ ایسی گری کہ پھر اٹھنے کی سکت نہ رہی۔

دوسری طرف پوی اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اب دوسری سونیا کی طرف دیکھ رہی تھی۔ لیکن اس نے اچانک ہی اصول کے خلاف پاس کھڑے ہوئے شخص کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر فائرنگ شروع کر دی۔ وہ پوی کا نشانہ لے رہی تھی لیکن ہر فائر پر "ہاپ ہپ" کی آواز کے ساتھ وہ جمناسٹک کے کرتب دکھائی جا رہی تھی۔ کہیں ایک جگہ ٹھہرتی نہیں تھی اس لیے سونیا کا نشانہ خطا ہو رہا تھا۔ آخر وہ کب تک گولی چلاتی۔ چھ فائر کے بعد ریوالور خالی ہو گیا۔ اس نے جھنجلا کر خالی ریوالور کو کھینچ مارا۔ پوی نے اسے کیچ کر لیا۔ پھر کہا "یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی سونیا نہیں ہے۔"

سلیمان جوگو نے غصے سے چیخ کر کہا "وہ پُراسرار شخص خود کو بہت چالاک سمجھتا ہے۔ کم بخت نے دو نقلی سونیا پیش کر کے ہمیں الجھا دیا۔ ہم اصلی اور نقلی کے چکر میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

والشورو کی نے کہا "یہ کوئی لمبا چکر معلوم ہوتا ہے۔ اگر پُراسرار شخص نے یہ چال چلی ہے تو اس نے اپنے خاص آدمی دی کلر کو یہاں کیوں بھیجا؟ یہ بھی تو سونیا کو حاصل کرنے آیا ہے۔"

ایک نے بلند آواز سے پوچھا "مگر وہ دی کلر کہاں ہے؟"

سب کی نگاہیں اُدھر گئیں جدھر وہ کھڑا ہوا تھا مگر اب نظر نہیں آرہا تھا۔ کتنے ہی لوگ ادھر سے ادھر دوڑتے چلے گئے۔ یقیناً اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے گئے ہوں گے۔ سلیمان جوگو نے مٹھی باندھ کر فضا میں گھونسا لہراتے ہوئے کہا "ہمیں دھوکا دیا گیا ہے۔ نقلی سونیا کی طرح دی کلر کو بھی محض الجھانے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ جب دیکھا کہ بھید کھل رہا ہے تو وہ غائب ہو گیا مگر کہاں جائے گا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ جانا چاہتا تھا۔ والشورو کی نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا "سلیمان جوگو! تم مجھ سے مصافحہ کرنا چاہتے تھے مگر دیکھ لو، وہ وقت نہیں آیا۔"

سلیمان جوگو نے گھور کر اسے دیکھا۔ پھر کہا "بڈھے جاپانی، اگر اصل سونیا ہمارے سامنے ہوتی تو میں اسے اٹھا کر تیری لاش پر سے گزر جاتا۔"

والشورو کی نے مسکرا کر کہا "افسوس، مجھے غصہ نہیں آتا، ورنہ میں کوشش کروں گا، تمہاری حسرت پوری ہو جائے۔ اگر حسرت پوری نہ کر سکے تو جب تک زندہ رہو گے والشورو کی کو یاد کرتے رہو گے۔"

گرین بے کے ساحلی شہر میں جب یہ واقعات پیش آرہے تھے، اس وقت میں بستر پر پڑا ہوا شیبا کا انتظار کر رہا تھا وہ سونیا کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد جلد ہی واپس آنے والی تھی۔ یہ کچھ بھی ہو، اتنی ساری معلومات حاصل کرنے میں کچھ وقت لگتا ہے اسی لیے آنے میں دیر ہو رہی تھی۔

یہاں اسپتال میں چند افسران نے آکر حکم سنایا "ڈاکٹر مے کاکس، تمہارے متعلق ہم نے ہر پہلو سے غور کیا ہے، ہر طرح کا ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کی مگر تم فرہاد ثابت نہیں ہوئے۔ ہم فرہاد سے دشمنی مول لینا نہیں چاہتے۔ اس لیے تمہیں رہا کیا جا رہا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "تمہارے آدمی اسٹریچر لے کر آرہے ہیں۔ وہی تمہیں ایئر پورٹ لے جائیں گے۔"

میں نے کہا "ابھی فرہاد صاحب میرے پاس موجود نہیں ہیں۔ جب تک وہ نہیں آئیں گے، میں کسی کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔"

"جب تمہارے اپنے آدمی تمہیں لے جانا چاہتے ہیں تو....."

میں نے بات کاٹ کر کہا "میں یہ کیسے معلوم کروں گا کہ جو مجھے لے جانے والے ہیں، وہ میرے اپنے آدمی ہیں۔"

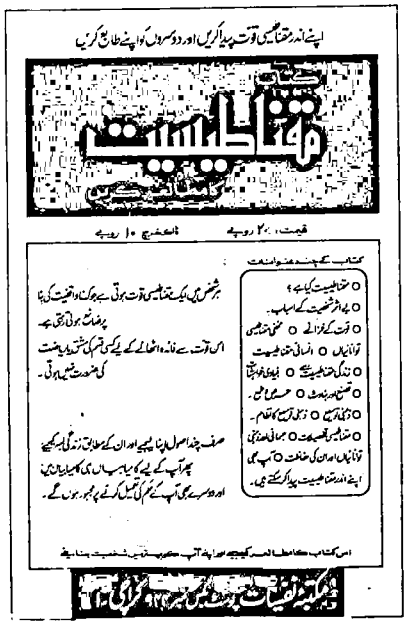

افسر نے کہا "ہم چاہتے تھے کہ تم جتنی جلدی ہو سکے چلے جاؤ۔ اگر اپنی تسلی کرنا چاہتے ہو تو فرہاد صاحب کا انتظار کر لو۔"

وہ جانے لگے، اسی وقت شیبا نے مجھے مخاطب کیا میں نے کہا "ٹھہریئے، فرہاد صاحب پہنچ گئے ہیں۔ ذرا ایک منٹ۔"

شیبا نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

میں نے افسران کو سنانے کے لیے شیبا سے کہا "فرہاد صاحب! یہ افسران میری رہائی کا حکم لے کر آئے ہیں۔ کچھ لوگ مجھے یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں، آپ ان لوگوں کے دماغوں میں پہنچ کر اطمینان کر لیں۔"

"میں ایسا ہی کروں گی۔ ان سے کہو، ہمارے آدمیوں کو بھیج دیا جائے۔"

پھر شیبا نے خود ہی ایک افسر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذریعے کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں، ہم یہاں اپنے آدمیوں کا انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ افسران چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد چار آدمی وہاں پہنچے۔ انھوں نے بتایا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں اور جناب شیخ الفارس کے حکم پر یہاں پہنچے ہیں۔ شیبا ان سب کی باتیں سن رہی تھی اور باری باری ان کے دماغوں میں پہنچ کر حقیقت معلوم کر رہی تھی۔ پھر مطمئن ہو کر بولی "یہ سب ہمارے ہی آدمی ہیں۔"

میں نے کہا "مجھے یہاں سے ایئر پورٹ لے جایا جائے گا۔ ہم ایک طیارے میں سفر کریں گے۔ لہٰذا طیارے کا جو عملہ ہے تم ان کے دماغوں میں بھی پہنچ کر اطمینان حاصل کر لو گی۔"

"تم یہاں سے چلو میں ایسا ہی کروں گی۔ جب تک اطمینان نہیں ہو گا تمھیں طیارے میں سوار نہیں ہونے دوں گی۔"

میں بستر پر بیٹھ گیا۔ آہستہ آہستہ چل کر جا سکتا تھا لیکن میرے لیے پہیوں والی کرسی لائی گئی۔ مجھے اس میں بٹھا کر اسپتال کے باہر پہنچایا گیا۔ وہاں ہم ایک گاڑی میں سوار ہوئے۔ شیبا نے ڈرائیور کے دماغ میں بھی پہنچ کر اطمینان حاصل کیا۔ راستے میں وہ مجھے دو قلبی سونیا اور پومی کے مقابلے کے متعلق بتاتی رہی۔ تمام باتیں سننے کے بعد میں نے کہا "تم پچھلی رات سونیا کے دماغ میں گئی تھیں۔ تم نے اس سے جو معلومات حاصل کیں، اس سے پتا چل رہا تھا وہ سونیا ہی ہے۔"

"میں نے تمھیں اس کی پوری ہسٹری سنائی تھی، کس طرح ایک عالیشان محل میں اس کی آنکھ کھلی تھی۔ اور آئینے کی سطح پر اس نے جو تحریر دیکھی تھی وہ تحریر اسی کی لکھی ہوئی لگتی تھی بلکہ ثابت ہی ہوا تھا کہ تنویمی عمل کے دوران اس سے یہ سب کچھ لکھوایا گیا ہے۔"

"کیا تمھیں دوسری سونیا کے دماغ میں پہنچنے کا موقع نہیں ملا؟"

"جب دونوں ہی فراڈ ثابت ہوئیں تو میں اپنا وقت کیوں ضائع کرتی۔"

"شیبا! ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ دو حد درجہ نقلی سونیا کون ہیں اور ان میں سے ایک کی ہسٹری ایسی کیوں ہے کہ اس کا دماغ وہی بات کہتا ہے جو برین واشنگ کے بعد سونیا کو کہنا چاہیے۔"

"میں اس نتیجے پر پہنچ رہی ہوں کہ ہمارے سامنے جو دو نقلی سونیا آئی ہیں ان سے چار یوں کی بھی برین واشنگ کی گئی ہے اور تنویمی عمل کے ذریعے وہی کہانی ان کے دماغوں میں بٹھائی گئی ہے جو سونیا کی کہانی ہونا چاہیے۔"

"تمھاری بات دل کو لگتی ہے، تنویمی عمل کرنے والے نے ایسی ہی چالیں چلی ہیں۔"

ہم ایئر پورٹ پہنچ گئے، میرے سامنے جہاز کے عملے کو حاضر کیا گیا۔ میں ان کی باتیں سنتا رہا اور شیبا ان کے دماغوں میں پہنچتی رہی۔ ان میں ایک پائلٹ، دوسرا کو پائلٹ، تیسرا اسٹیورڈ اور چوتھی ایک ایئر ہوسٹس تھی۔ ان کے دماغوں کو اچھی طرح ٹٹولنے کے بعد پتا چلا، وہ سب بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں کی حکومت اپنے طیارے اور اپنے آدمیوں کے ذریعے مجھے بھیجنا نہیں چاہتی تھی۔ انھیں اندیشہ تھا راستے میں کوئی گڑبڑ ہو گی تو یہی الزام آئے گا کہ فرہاد کو یا فرہاد کے آلۂ کار کے کاکس کو اسی حکومت کی سازشوں کے باعث ٹریپ کیا گیا ہے۔ وہ کوئی الزام اپنے سر لینا نہیں چاہتے تھے۔

اس چھوٹے سے طیارے میں ہم دو مسافر تھے، ایک میں، دوسری ڈمی رسونتی یعنی جو زارا جو چار آدمی مجھے اسپتال سے چھڑانے آئے تھے وہ واپس چلے گئے تھے۔ کیوں کہ طیارے میں ہمارے اپنے آدمی تھے۔ کوئی اجنبی نہیں تھا۔

طیارے کے پرواز کرنے سے پہلے ایک افسر ہمارے پاس آیا، پھر اس نے کہا "ڈاکٹر مے کاکس! ہم راضی خوشی نہیں رخصت کر رہے ہیں۔ اگر فرہاد صاحب یہاں موجود ہیں تو وہ انا کہہ دیں کہ انھیں ہم سے کوئی شکایت نہیں رہی۔ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ تم اپنے آدمیوں کے ساتھ یہاں سے جا رہے ہو اور آئندہ ہم سے کسی طرح کی شکایت نہیں ہو گی۔"

شیبا نے ایک اسٹیورڈ کے ذریعے کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں اور اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ تم لوگوں نے اپنا فرض ادا کیا ہے، آئندہ تم سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔"

وہ آفیسر شکریہ ادا کر کے طیارے سے باہر چلا گیا۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں نے شیبا سے کہا "ہم جہاز کے اندر اپنے آدمیوں سے مطمئن ہیں، تم اس آفیسر کے دماغ میں رہو اور خیال رکھو، باہر سے کوئی شرارت نہ ہو سکے۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق آفیسر کے دماغ میں چلی گئی۔ دس منٹ کے بعد طیارہ رن وے پر پرواز کرتا ہوا فضا میں بلند ہونے لگا۔ شیبا نے میرے پاس آ کر کہا "ہمیں اطمینان ہونا چاہیے، ہمارے خلاف کسی قسم کی سازش نہیں کی گئی ہے۔"

"تم بہت جلدی مطمئن ہو جاتی ہو۔ ایک بار پھر جہاز کے عملے کو چیک کر لو۔"

"یہ سب اپنے ہی آدمی ہیں۔ تم کہتے ہو تو میں چیک کر لیتی ہوں۔"

وہ میرے دماغ سے گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی گھبرا کر واپس آئی، کہنے لگی "یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن کے دماغوں کو میں نے چیک کیا تھا۔"

میں نے سیٹ بیلٹ کو کھولتے ہوئے پوچھا "کیا کہہ رہی ہو۔ کیا ان کا دماغ یہ بتا رہا ہے کہ وہ ہمارے آدمی نہیں ہیں؟"

"یہاں پائلٹ، کو پائلٹ، اسٹیورڈ سبھی لوگا کے ماہر ہیں۔ ان میں سے ایک نے مجھے ذرا دیر کے لیے اپنے دماغ میں جگہ دی اور مجھ سے کہا "مسٹر فرہاد زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرنا۔ ہم نے تمھاری ذرا سی غفلت سے فائدہ اٹھایا ہے، جس وقت تم آفیسر سے مخاطب تھے، اس وقت ہم نے تمھارے آدمیوں کو بڑی خاموشی اور صفائی سے اسی طیارے میں ہلاک کر دیا اور ان کی جگہ لے لی ہے۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا "اوہ شیبا! یہ کیا ہو گیا؟"

وہ خود پریشان تھی۔ کہنے لگی "شاید یہ اسی وقت ہوا جب طیارے کے باہر آفیسر کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔"

"کچھ بھی ہو، دشمنوں نے ہمیں بڑی چالاکی سے ٹریپ کیا ہے۔"

اسی وقت ایئر ہوسٹس ایک ٹرے میں مشروبات لے کر آئی۔ میں نے کہا "شیبا! اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھو۔"

تھوڑی دیر بعد شیبا نے واپس آ کر کہا "یہ ہمارے ادارے سے تعلق رکھتی ہے۔ ان مشروبات میں کوئی ضرر رساں دوا نہیں ہے۔"

میں نے ایک گلاس اٹھا کر پینا شروع کیا۔ میرے پاس بیٹھی ہوئی جوزارا نے پینے سے انکار کیا اور باتھ روم کی طرف جانے لگی۔ ایئر ہوسٹس بھی اپنے کیبن کی طرف چلی گئی۔ میں

تیزی سے سوچ رہا تھا۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ شیبا نے کہا: "میں جناب شیخ الفارس کے پاس جا رہی ہوں۔ انھیں اس واقعے کی اطلاع ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے لیکن تم فوراً واپس آؤ۔ صرف دو فقروں میں انھیں موجودہ حالات کے متعلق بتانا اور چلی آنا۔"

اس نے یہی کیا۔ واپس آکر بولی: "شیخ الفارس بہت پریشان ہیں۔ یہ نئی مصیبت آ پڑی ہے، پتا نہیں یہ کون لوگ ہیں جو انھیں ٹریپ کر کے لے جا رہے ہیں۔"

جوزا باتھ روم سے واپس آکر میرے پاس بیٹھ گئی تھی۔ پائلٹ کیبن سے اسٹیورڈ نکل کر ہماری طرف آ رہا تھا۔ پھر ہمارے قریب پہنچ کر کہنے لگا: "مسٹر فرہاد یا مسٹر کے کاکس، تم کوئی بھی ہو، ہمارے مہمان ہو۔ وہ پُراسرار شخص تمھاری اصلیت اگلوانہ سکا مگر ہم معلوم کر کے رہیں گے۔"

میں نے پوچھا: "تم لوگ کون ہو؟"

وہ مسکرایا، پھر بولا: "ابھی نہیں بتاؤں گا۔ پہلے کچن سے ہو کر آتا ہوں۔ ہمیں کھانے پینے کی چیزوں میں محتاط رہنا ہے۔" یہ کہہ کر وہ کچن کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد پائلٹ کیبن سے کو پائلٹ نکل کر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے کہا: "مسٹر کے کاکس! اپنے فرہاد سے کہہ دینا اُس کی خیال خوانی اس طیارے میں کام نہیں آئے گی۔ اگر اس نے کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو ہم تمھیں اور تمھاری اس ڈمی رسونتی کو فوراً گولی مار دیں گے۔"

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن میرا سر چکرانے لگا۔ میں نے بڑی مشکل سے کہا: "اگر تم نے مجھے کسی دوسری جگہ پہنچانے کی کوشش کی تو فرہاد تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"فرہاد ان لوگوں کے لیے خطرہ ہے جن کے دماغ کمزور ہوتے ہیں۔ ہم سب لوگا کے ماہر ہیں۔"

کچن کے کیبن کی طرف سے آنے والے اسٹیورڈ نے کہا۔ "یہ یقیناً معلوم کرنا چاہیے کہ ہم کون ہیں اور کس سے تعلق رکھتے ہیں۔"

کو پائلٹ نے بڑے فخریہ انداز میں مسکرا کر کہا: "ماسٹر کی۔"

میں زیادہ دیر کھڑا نہ رہ سکا۔ سیٹ پر دھپ سے بیٹھ گیا۔ ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ کو پائلٹ نے ہنستے ہوئے کہا: "بس اتنا ہی دم خم ہے۔ ماسٹر کی کا نام سن کر بچھ گئے۔"

جوزا نے کہا: "تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو گے کہ کاکس بُری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ ابھی تک یہ کمزور ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ ہم تم لوگوں کا پورا پورا خیال رکھیں گے اور اس بیمار کو اچھی طرح کھانے پینے کے لیے دیں گے۔"

کو پائلٹ کیبن میں چلا گیا۔ ہم تھوڑی دیر تک چپ چاپ بیٹھے رہے۔ شیبا نے کہا: "فرہاد! یہ تمھارے ساتھ کیا ہوتا ہے آسمان سے گرتے ہو، کھجور میں اٹکتے ہو۔"

میں نے کہا: "ابھی تو ہم آسمانوں میں اُڑ رہے ہیں، پتا نہیں تقدیر ہمیں کس زمین پر پہنچائے گی۔"

پندرہ منٹ بعد اسٹیورڈ ڈائیٹ ہوسٹس کے ساتھ کھانے کی ٹرالی لے کر ہمارے قریب سے گزر رہا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا: "تم لوگوں کو بھی مٹے گا مگر صبر کرو، ہم بڑی دیر سے بھوکے ہیں۔"

اس نے پائلٹ کیبن کا دروازہ کھولا۔ پھر ٹرالی ادھر لے گیا۔ جوزا نے مجھ سے پوچھا: "کیا تمھیں بھوک لگ رہی ہے؟"

میں نے ناگواری سے کہا: "کیا ایسی حالت میں بھوک لگ سکتی ہے؟"

"میں اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ بیمار اور کمزور ہو۔"

اسٹیورڈ پھر ہماری طرف آ گیا تھا۔ اس نے کہا: "ہم جانتے ہیں، اس طیارے سے تم چھلانگ نہیں لگا سکو گے۔ تمھیں باندھ کر رکھنا بھی فضول ہے۔ تمھارا فرہاد ہمارے دماغوں میں پہنچ نہیں سکتا۔ اتنے اطمینان کے باوجود ہم تمھاری نگرانی کرتے رہیں گے۔ ہم میں سے کوئی نہ کوئی تمھارے سامنے موجود رہے گا۔ ہم نے سنا ہے کہ فرہاد کا دماغ شیطان کا دماغ ہے، پتا نہیں وہ کس وقت کیا کر گزرے۔"

اس کے ہاتھ میں ایک گلاس تھا۔ وہ ایک ایک گھونٹ شراب پیتا جا رہا تھا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ میں بے بس تھا۔ بیماری کی وجہ سے دماغ کمزور ہو گیا تھا۔ زیادہ سوچنے سے سر دُکھنے لگتا تھا۔

پھر میں نے دیکھا، میرے سر کے بجائے اسٹیورڈ کا سر دُکھنے لگا۔ وہ ایک ہاتھ سے سر تھام کر ہمارے سامنے والی ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جوزا نے مجھ سے کہا: "تمھاری وہ خیال خوانی کرنے والی کیا تمھارے ہی دماغ میں بیٹھی رہے گی، ذرا اس سے کہو، اسٹیورڈ کے دماغ میں پہنچے۔"

میں نے ناگواری سے کہا: "اس نے صرف ایک پیگ لیا ہے، اس کا دماغ کمزور نہیں ہے۔ یہ سانس روک لے گا۔"

"نہیں روک سکے گا۔"

میں نے تعجب سے جوزا کو دیکھا۔ پھر شیبا سے کہا: "ذرا اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھو۔"

دوسرے ہی لمحے وہ میرے پاس سے گئی۔ پھر واپس آ کر بولی: "اس کے دماغ میں جگہ مل رہی ہے۔ یہ اچانک دماغی طور پر بے حد کمزور ہو گیا ہے۔"

میں نے حیرانی سے جوزا کو دیکھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "اب اپنی چیتی سے کہو، پائلٹ اور کو پائلٹ کے دماغ میں بھی پہنچے۔"

شیبا اُدھر بھی گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ کر بولی: "ان کے دماغ بھی کمزور ہیں۔ میں انھیں ٹریپ کر سکتی ہوں۔"

میں نے جوزا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فرطِ مسرت سے کہا۔ "تم نے کمال کر دیا۔ اب سمجھ میں آیا تم باتھ روم کی طرف کیوں گئی تھیں۔ تم نے یقیناً شراب میں کچھ ملا دیا ہے۔"

اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ پھر کہا: "شیبا سے کہو، پائلٹ کے دماغ میں جائے اور وہاں جم کر بیٹھی رہے۔ ایسا نہ ہو، اس کے کمزور دماغ کی وجہ سے یہ طیارہ تباہ ہو جائے۔"

میں نے کہا: "شیبا پائلٹ کی جگہ سنبھال نہیں سکے گی۔ مجھے ہی جانا ہو گا۔"

"تم کمزور ہو، تم بھی اس کی جگہ نہیں سنبھال سکو گے۔ میں وہاں جاؤں گی۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تم پائلٹ کی جگہ لے سکتی ہو؟"

"میں کیا نہیں کر سکتی۔ تمھارے بیمار دماغ نے تمھیں دو کوڑی کا نہیں رکھا۔ فرہاد تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم نے خیال خوانی کرنے والی شیبا سے یہ کہا تھا کہ وہ طیارے میں سفر کرنے والے تمام دماغوں کو اچھی طرح ٹٹول لے؟"

"بے شک، اس نے تمام لوگوں کو اچھی طرح ٹٹول لیا تھا۔ بس ایک ذرا سی غفلت کے باعث یہ دشمن طیارے میں سوار ہو گئے تھے۔"

"میں کہتی ہوں، شیبا نے سب کے دماغوں کو نہیں ٹٹولا تھا۔ کیا اس نے تمھارے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا؟ کیسی باتیں کرتی ہو، وہ میرے دماغ میں آتی جاتی رہتی ہے۔"

"کیا اس نے جوزا عرف ڈمی رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا؟"

"تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ تم تو اپنی ہو۔"

"بس یہیں غلطی کر گئے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اسپتال میں جو ڈمی رسونتی ان افسران کے سامنے آئی تھی، وہ جوزا نہیں تھی۔"

"پھر کون تھی؟ تم کون ہو؟"

جواب میں وہ خاموش رہی۔ اپنی گردن کے پیچھے ہاتھ لے گئی۔ پھر اس نے اپنے چہرے سے ماسک اتار دیا۔ شدید حیرانی سے میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ میرے سامنے جو عورت کھڑی ہوئی تھی، وہ پہلی نہیں تھی، دوسری نہیں تھی۔ ہاں، تیسری سونیا تھی۔

اب یہ تیسری سونیا بھی اصلی تھی یا نہیں؟ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ میں نے پوچھا: "کیا واقعی تم سونیا ہو، اور اگر ہو تو یہاں تک کیسے پہنچ گئیں۔ تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں کون ہوں اور کس طرح میرے ساتھ اس طیارے میں سفر کر سکتی ہو؟"

"تمھارے سوال۔ کے جواب میں ایک طویل داستان سنانا پڑے گی۔

"ویسے ایمان والے کہتے ہیں کہ جو کرتا ہے خدا کرتا ہے، مگر شیطان بھی تماشے خوب کرتا ہے۔ انسان کو بہکا کر گناہ کے راستے پر لے جاتا ہے۔ شیطان نے باس بورنیا سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم پر شیطان حال پھینک رہا ہے۔ تم بکنے والے نہیں تھے، مگر شیطان تمھیں بہکا کر رسونتی کے پاس لے گیا۔ رسونتی کو تمھارے بچے کی ماں نہیں بننا چاہیے تھا مگر شیطانی عمل نے بنا دیا۔ دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو شیطان سے بچتے ہیں؟ تم بھی نہ بچ سکے۔"

میں نے کہا: "ٹھیک کہتی ہو، میں خدا کے آگے گناہ گار ہوں مگر مجھ پر کیچڑ اچھالے گا۔ میں اس سے پوچھوں گا کہ اگر تم شیطان کے فریب میں کبھی نہیں آئے؟ اگر نہیں تو انتظار کرو اور محتاط رہو، شیطان کسی لمحے بھی شب خون مارے گا مگر تم شیطان کا ذکر کیوں کر رہی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی: "اس سے میری دوستی ہو گئی ہے، اس نے وعدہ کیا ہے کہ مجھے اپنی خالہ کہے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے کیبن کا دروازہ کھولا اور دوسری طرف چلی گئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد شیبا میرے دماغ میں آ کر بولی: "پائلٹ کی جگہ جوزا نے سنبھال لی ہے۔"

میں نے پوچھا: "کیا تم نے جوزا کی صورت دیکھی ہے؟"

"میں تو تمھارے ذریعے ہی کسی کو دیکھتی ہوں اور تمھارے ذریعے پہچانتی ہوں۔ ویسے بات کیا ہے؟"

"وہ جوزا نہیں ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "پھر کون ہے؟"

میں نے ایک گہری سانس لی اور آہستگی سے کہا: "شیطان کی خالہ۔"

کی کسی سے رشتے داری نہیں

شیطان ہوتی۔ اگر ہوتی تو وہ رشتے سے انکار کر دیتا۔ کیوں کہ شیطان کے معنی انکار کرنے والا ہے۔ منکر، نافرمان۔ اپنی نافرمانی کے باعث وہ ملعون قرار دیا گیا۔ بہرحال بات رشتے کی ہو رہی تھی۔ وہ اگرچہ کسی رشتے کو نہیں مانتا مگر بعض حالات میں خالہ کا رشتہ تسلیم کر لیتا ہے گویا جو سب سے زور آور ہوتا ہے وہ بھی کسی نہ کسی کے آگے دبتا ہے، شیر اپنے شکار کے ہزار ہتھکنڈوں سے واقف ہونے کے باوجود بلی کو خالہ تسلیم کرتا ہے۔ شیطان اپنی ہزار شیطانیت کے باوجود کسی ایسی عورت کے آگے کان پکڑتا ہے جو اس کے بھی کان کترتی ہے۔ اگرچہ یہ قصہ کہانی کی باتیں ہیں، تاہم خالہ کا اصطلاحی مفہوم وہ ہستی ہے جو شیر اور شیطان پر برتری حاصل کرتی ہے۔

شیبا نے حیرانی سے پوچھا "کیا وہ سونیا ہے؟"

میں نے کہا "ہم اب تک دو سونیا کے متعلق معلومات حاصل کر چکے ہیں، یہ تیسری طیارے کو کنٹرول کر رہی ہے۔"

کیا تم اسے اپنی سونیا تسلیم کرتے ہو؟"

"اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ بہت کم دشمنوں سے ہاتھا پائی کرتی ہے۔ مجبوری کی حالت میں لڑنے پر آمادہ ہوتی ہے۔ اب یہی دیکھ لو کہ یہاں طیارے میں تین دشمن تھے۔ پائلٹ، کو پائلٹ اور اسٹیورڈ۔ اگر کوئی ان کے مقابلے پر ہوتا تو وہ اپنی طاقت سے یا ہتھیاروں سے انھیں زیر کرنے کے متعلق سوچتا مگر سونیا کی مکارانہ ذہانت اسے کچن کی طرف لے گئی پھر اس نے جو گل کھلایا وہ ہمارے سامنے ہے۔"

"فرہاد! تم بھول رہے ہو، جب میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں رہ کر شیطان کے ذریعے اسکرین پر پہلی سونیا کو دیکھ رہی تھی تو وہ خلیج کے ساحلی علاقے میں دو آدمیوں سے لڑ رہی تھی۔ حالاں کہ اس کے پاس پستول تھا مگر اس نے اسے استعمال نہیں کیا تھا۔ اس وقت بھی ہم نے تسلیم کیا تھا کہ یہ سونیا کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ تم اس تیسری کو بھی اس کی ایک خوبی کے پیش منظر سونیا تسلیم کر رہے ہو، کہیں یہ بھی آگے چل کر فراڈ ثابت نہ ہو۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "اب تو کوئی بات ناممکن نہیں رہی۔ تم دونوں کے دماغوں میں پہنچیں اور وہ دونوں سونیا ثابت ہوتی رہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیلی پیتھی کی صلاحیتوں کے باوجود تم دھوکا کیسے کھا گئیں؟"

"ہاں، پہلے ہمیں اس سوال کا جواب تلاش کرنا چاہیے، ورنہ تیسری کے دماغ کو ٹٹولنے جاؤں گی تو یہاں بھی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کے باوجود دھوکا کھاؤں گی۔"

میں نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ شیبا نے کہا۔ "تمھارے سر میں تکلیف ہو رہی ہے۔ ابھی کسی مسئلے پر بات نہیں کرنا چاہیے۔ تم خاموش اور پُرسکون رہو۔"

میں نے کہا "میں چُپ رہوں گا تب بھی کچھ نہ کچھ سوچتا رہوں گا۔ یہ زندگی کی علامت ہے۔ انسان جب تک زندہ رہتا ہے نہ سوچنے کے باوجود بے خیالی میں سوچتا چلا جاتا ہے۔ میں بظاہر تو خاموش ہوں لیکن اسی مسئلے پر سوچ رہا ہوں۔ تم بھی سمجھنے کی کوشش کرو کہ دھوکا کیسے کھا گئیں؟"

میں اس وقت طیارے میں جسمانی طور پر تنہا تھا۔ میرے پاس چودھی رسونتی تھی، وہ سونیا ثابت ہوئی تھی۔ اور پائلٹ کیبن میں چلی گئی تھی۔ آس پاس کوئی نہیں تھا۔ شیبا میرے دماغ میں تھی مگر وہ شاید سوچنے کے لیے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی ہو گی۔

مگر نہیں، میں تنہا نہیں تھا۔ ایئر ہوسٹس کو بھول گیا تھا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتی تھی۔ اچانک مجھے تیز خوشبو کا احساس ہوا۔ میں نے گھوم کر دیکھا، وہ میرے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ جس طرح انسان کی عمر رفتہ رفتہ مختصر ہوتی جاتی ہے اسی طرح اس کا پہنے ڈالا لباس عمر کی طرح مختصر ہو گیا تھا۔ مجھے بڑی حیرانی ہوئی، بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والی کوئی لڑکی ایسی بولڈ نہیں ہوتی۔ اس نے اپنے ملائم ہاتھوں سے میرے سر کو تھام لیا۔ اور ہولے ہولے دبانے لگی۔ مجھے فوراً احساس ہوا، وہ سر داب رہی ہے مگر خوبصورت ہاتھوں کے ذریعے تعارف پیش کر رہی ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کی طرح سر سے پیر تک مکھن کی مانند ملائم ہے۔ میں اسے چھونا چاہوں گا تو انگلی کاٹنا پڑ جائے گی۔

یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ "لاحول ولا قوۃ۔"

لاحول پڑھتے ہی مجھے محسوس ہوا، میں جسمانی اور دماغی طور پر بہکا چھکا ہو گیا ہوں۔ دماغی کمزوری کے باوجود اتنی توانائی ہے کہ میں غلط خیالات سے پرہیز کر سکوں۔ میں نے ناگواری سے پوچھا "تم میرے قریب کیوں آئی ہو اور یہ تم نے کیسا لباس پہن رکھا ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی "یہ ڈسکو لباس ہے۔"

وہ ایک ادا سے ناز سے چلتے ہوئے میری سیٹ کے پیچھے سے ہو کر سامنے آئی پھر میرے برابر بیٹھ گئی۔ میرے

شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "یہ طیارہ فضا میں اُڑ رہا ہے، میں جانے کن آسمانوں میں اُڑ رہی ہوں۔ میرا دل کہتا ہے، میری پرواز تمھارے پاس آ کر تھمے گی۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟"

"یہ بکواس نہیں، زندگی کی حقیقت ہے۔ انسان اپنی فطرت سے گریز کر نکلنا چاہتا ہے مگر نہیں نکل سکتا۔ کیا شیطان تمھیں غیر شعوری طور پر بہکاتے بہکاتے یہ سونتی تک نہیں لے گیا تھا؟"

میں نے سر ہلا کر کہا "میں سمجھ گیا، تمھارے اندر شیطان بول رہا ہے۔ بے شک، جو ہوا میں اسے تسلیم کرتا ہوں اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اس کی پہلی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے گناہ کو کسی طرح بھی جائز قرار دے سکے۔ یا پھر وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ حالات سے مجبور ہو کر وہ گناہ کا مرتکب ہوا۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ گناہ ہوتا ہے۔"

ایئر ہوسٹس نے پوچھا "کیا تم شیطان کو نہیں مانتے؟"

"یہی تو مجبوری ہے، ہمارا ایمان ملتا ہے، شیطان اس دنیا میں انسان کو بہکانے کے لیے موجود ہے مگر لوگ نہیں مانتے۔ کہتے ہیں، ہم اپنے گناہ کا الزام شیطان کے سر تھوپتے ہیں۔ اب دو میں سے کوئی ایک بات تسلیم کرنا ہو گی۔ یا تو ہم جان بوجھ کر گناہ کرتے ہیں اور اس کا الزام شیطان کے سر رکھتے ہیں یا ہم ایمان والے ہیں اور اس بات کو مانتے ہیں کہ بعض حالات میں شیطان بہکا دیتا ہے۔ بے شک انسان کو بہکانا نہیں چاہیے مگر ہزاروں میں کوئی ایک انسان ثابت قدم نکلے گا۔ اور میں اس ایک انسان جیسا فرشتہ نہیں ہوں۔"

"تو پھر میری قدر کرو۔" ایئر ہوسٹس نے اپنا دوسرا ہاتھ میرے شانے پر رکھ دیا۔

میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو پرے ہٹاتے ہوئے کہا "یہ شیطان کی بدقسمتی ہے، وہ انسان کو بہکانے کے باوجود پوری طرح شیطان نہیں بنا سکتا۔ انسان پھر انسان ہے، سنبھلنا جانتا ہے۔"

اس نے قاتل نگاہوں سے دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا میں حسین نہیں ہوں۔ کیا میں جوان....؟"

وہ کہتے کہتے چیخ مار کر تڑپنے لگی۔ شیبا نے بتایا "وہ تھوڑی دیر کے لیے میرے پاس سے چلی گئی تھی۔ اس لیے ایئر ہوسٹس کو یا دوسرے لفظوں میں شیطان کو بہکانے کا موقع مل رہا تھا۔ شیبا نے ایک دماغی جھٹکا پہنچایا تو اس کے ہوش اُڑ گئے یا وہ ہوش میں آ گئی۔ اس نے مجھے چونک کر دیکھا۔ خود کو مختصر سے لباس میں پایا، پھر فوراً وہاں سے اٹھ کر تیزی سے دوڑتی ہوئی کیبن کی طرف چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد شیبا نے کہا "بے چاری پچھتا رہی ہے، یقیناً شیطان کے بہکاوے میں تمھارے پاس آئی تھی۔"

"تم کب سے میرے پاس ہو؟"

"میں تمھارے دماغ میں رہ کر دیکھ رہی تھی، تم بہکتے ہو یا نہیں؟"

میں نے مایوسی سے سر ہلا کر کہا "انسان کب بہکتا ہے، یہ خود اسے پتا نہیں چلتا۔"

"مگر تم ثابت قدم رہے۔ میں پھر ایک بار کہتی ہوں، تم بہت اچھے ہو۔"

"تم طوطے کی طرح ایک ہی فقرہ ادا کرتی ہو، کچھ اور نہیں کہہ سکتیں؟"

"کچھ اور کہنا آئے گا تو ضرور کہوں گی۔"

"تم کہاں گئی تھیں؟"

"وہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، اس لیے جناب شیخ الفارس کے پاس گئی تھی۔ انھوں نے کہا، فرہاد دماغی طور پر گزر رہا ہو گیا ہے۔ کچھ سوچتا ہے تو سر درد کرنے لگتا ہے۔ اور تم ابھی نادان ہو، زندگی کے عملی میدان میں ایک طرف دھیان دیتی ہو تو دوسرے پہلوؤں کو بھول جاتی ہو۔"

میں نے پوچھا "کیا شیخ الفارس صاحب نے بتایا، تم کیا بھول رہی تھیں؟"

"ہاں، جب تم پُراسرار شخص کی قید میں پہنچ گئے تھے اور وہ پروفیسر ناگری کے ذریعے ہپناٹائز کر کے تمھارے اندر کی بات اگلوانا چاہتا تھا، اس وقت میں تمھارے دماغ میں تھی۔ میں شیخ الفارس کی ہدایت کے مطابق تم پر تنویمی عمل کا اثر نہ ہونے دیتی۔ تمھارے دماغ میں رہ کر پروفیسر ناگری کے سوالات کا جواب تمھارے انداز میں دیتی اور دشمنوں کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتی کہ تم فرہاد نہیں ہو کامکس ہو۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "شیطان ہمارے منصوبے کو سمجھ گیا تھا۔ اس نے شاں دیتے ہوئے کہا، ٹھیک اسی طرح تم سونیا کے دماغ میں رہتے تھے جب ربی اسفندیار اس پر تنویمی عمل کرتا تھا۔ تم سونیا کے لب و لہجے میں سوالوں کے جواب دیتے تھے اور یہ تاثر دیتے تھے کہ سونیا معمول بن گئی ہے، ٹرانس میں آ گئی ہے اور ربی اسفندیار سے متاثر ہو کر ان کے سوالات کا صحیح جواب دے رہی ہے۔"

میں نے سر کو تھام کر کہا "اوہ خدایا! اب میری سمجھ میں

بات آ گئی۔ تم پہلی سونیا کے دماغ میں پہنچی تھیں۔ اس کے دماغ کو ٹٹول کر اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتی تھیں مگر معلوم نہ ہو سکی کیوں کہ شیطان اس کے دماغ میں موجود تھا اور تمھاری خیال خوانی کے باوجود تمھیں اس کے دماغ کی گہرائیوں تک پہنچنے نہیں دے رہا تھا۔"

شیبا نے کہا: "تم جو کہہ رہے ہو وہی شیخ صاحب نے کہا ہے بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ میں جس سونیا کے دماغ میں پہنچی تھی اس کی برین واشنگ کی گئی ہے پروفیسر سامری نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ماضی کو بھلا دیا ہے۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کر دیا ہے کہ وہ سونیا ہے۔"

"کسی الجھے ہوئے سوال کا جواب معلوم ہو جائے تو پھر اس کی پوری تفصیل معلوم ہو جاتی ہے۔ اب سمجھ میں آ رہا ہے پروفیسر سامری ہمارے جس دشمن کے لیے کام کر رہا تھا جس کی خاطر اس نے دو عدد سونیا کے دماغوں کی برین واشنگ کی تو ایسی ہی لڑکیوں کا انتخاب کیا جو قد و قامت میں سونیا کے برابر تھیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ذہانت اور مکاری میں تقریباً سونیا جیسی ہیں لیکن وہ مکمل سونیا نہ بن سکیں۔ پومی نے ان دونوں کا بھید کھول دیا۔"

"تیسری کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟"

"تم اس کے دماغ کو ٹٹولنا چاہو گی تو دھوکا ہو سکتا ہے مگر کچھ تو کرنا ہی ہے۔ جاؤ اور اس سے باتیں کرو۔ کم از کم یہ تو معلوم کرو وہ ہمیں کہاں لے جا رہی ہے۔"

وہ میسری سونیا کے پاس پہنچ گئی۔ اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو سونیا! میں شیبا تمھارے دماغ میں موجود ہوں۔"

سونیا نے کہا: "لو لو مادام کمپیوٹر! میں سن رہی ہوں۔"

"فرہاد نے پوچھا ہے، تم اسے کہاں لے جا رہی ہو؟"

"پہلے فرہاد سے پوچھو کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے؟ اگر کرتا ہے تو کتنی کرتا ہے؟"

شیبا نے میرے پاس آ کر کہا: "وہ تو عجیب سوال کر رہی ہے۔ پوچھتی ہے تم اس سے کتنی محبت کرتے ہو۔"

میں نے جواب دیا: "اتنی کرتا ہوں کہ جب وہ ہوتی ہے تو مجھے اس کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔"

شیبا نے اس کے پاس جا کر میرا جواب سنا دیا۔ اس نے جواباً کہا: "پھر تو محبت اندھی ہوتی ہے اور یہ نہیں جانتی کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ پھر میں تمھیں کیسے بتاؤں کہ فرہاد کو کہاں لے جا رہی ہوں۔"

"مگر سونیا! جہاز تمھارے کنٹرول میں ہے، تم سے بہتر کون جان سکتا ہے۔"

"کیا تم نے کسی سے محبت کی ہے؟"

وہ جھینپ گئی۔ ہچکچاتے ہوئے بولی: "نن نہیں، میں نے کسی سے بھی محبت نہیں کی۔"

"اسی لیے الٹے سیدھے سوال کر رہی ہو۔ جب کہ تمھیں بتایا جا چکا ہے کہ محبت اندھی ہوتی ہے۔ میں اور فرہاد دونوں اندھے ہیں۔ ہم کیسے بتا سکتے ہیں کہ کہاں جا رہے ہیں۔"

"تم ٹال رہی ہو۔ تمھیں فرہاد کی پریشانیوں کا احساس ہی نہیں ہے۔"

فرہاد سے اتنا ہی کہہ دو کہ میں اصل سونیا ہوں۔ یقین ہونے کے بعد وہ پریشان نہیں ہو گا۔ وہ آج تک میرے ساتھ اس دنیا کے جہنم سے گزرتا رہا ہے۔ آج بھی گزرے گا۔"

"چلو فرہاد کو اتنا تو بتا دو، اب تک کہاں روپوش تھیں۔ خیال خوانی کے ذریعے تمھارے دماغ تک پہنچنا محال ہو گیا تھا۔ ہماری آخری معلومات کے مطابق تم کو مامی تھیں ہمارے دماغ میں تمھارے متعلق کئی سوالات ہیں۔ پلیز ان کے جواب دے دو۔"

"فرہاد کا دماغ کمزور ہو گیا ہے مگر لگتا ہے تمھاری کھوپڑی میں تو دماغ ہی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں تمھیں ان سوالات کے جواب دیتی رہوں گی تو طیارے کو کنٹرول کون کرے گا۔ یہ کوئی بچوں کا کھلونا تو نہیں ہے کہ چابی دے کر چھوڑ دوں، یہ چلتا رہے اور میں تم سے باتیں کرتی رہوں۔"

"واقعی تمھارا دھیان طیارے کی طرف ہونا چاہیے۔ پلیز، چار لفظوں میں اتنا بتا دو، فرہاد کو کہاں لے جا رہی ہو؟"

اس نے گن کے چار لفظوں میں جواب دیا: "اپنے بھانجے کے پاس۔"

"بھانجا؟ تمھارا بھانجا کون ہے؟"

"وہی جو مجھے خالہ کہتا ہے۔"

وہ میرے پاس آ کر بولی: "فرہاد! اس سے باتیں کرنے کے لیے بادام کھانا ہو گا۔ گھی پینا ہو گا۔"

"گویا وہ سونیا ہونے کا ثبوت دے رہی ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اسپیکر کے ذریعے اس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی: "فرہاد! ریڈیو ٹرانسمیٹر کے ذریعے مجھے مخاطب کیا جا رہا ہے۔ شیبا سے کہو، میرے دماغ میں آئے اور مخاطب کرنے والے کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے۔"

شیبا فوراً ہی اس کے پاس پہنچ گئی۔ ریڈیو ٹرانسمیٹر کے ذریعے آواز سنائی دے رہی تھی: "ہیلو ہیلو، کیپٹن جیری! تمھارا طیارہ ہماری گائیڈ لائن سے نکل گیا ہے۔ تم طیارے کو گدھ سے جا رہے ہو۔ ہیلو، ہیلو، کیپٹن جیری فوراً جواب دو۔"

سونیا نے کہا: "تمھارا کیپٹن جیری آرام سے سو رہا ہے۔"

دوسری طرف سے کسی نے چونک کر کہا: "ارے یہ تو کوئی جانی پہچانی سی آواز ہے۔ تم کون ہو؟"

سونیا نے مختصر سا جواب دیا: "خالہ۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریڈیو ٹرانسمیٹر کو بند کر دیا۔ پھر کہا۔ "شیبا! اس مخاطب کرنے والے کو معلوم تھا کہ کیپٹن جیری لوگا کا ماہر ہے۔ فرہاد اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا۔ بہر حال تم نے سن لیا ہے۔ فوراً اس کے دماغ میں پہنچو۔ وہ دشمن اپنے طیارے ہمارے تعاقب میں بھیجیں گے۔ تمھیں کوشش کرنا چاہیے، کہ ان تعاقب کرنے والے طیاروں کے پائلٹ وغیرہ کے دماغوں تک رسائی حاصل کر سکو۔"

شیبا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس نے وہی معلوم کیا جو ہمیں پہلے سے معلوم تھا۔ یعنی وہ لوگ ماسٹر کی سے تعلق رکھتے تھے۔ ہمارے طیارے کو اغوا کرنے والے تین افراد جو بے ہوش پڑے ہوئے تھے، وہ مجھے ماسٹر کی تک پہنچانا چاہتے تھے۔ اپنے طور پر تصدیق کرنا چاہتے تھے کہ میں واقعی نے کاکس ہوں یا نے کاکس کے پیچھے فرہاد چھپا ہوا ہے۔

جس نے ابھی سونیا کو ریڈیو ٹرانسمیٹر کے ذریعے مخاطب کیا تھا، وہ بہت بڑے گائیڈ ٹریک کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اس گائیڈ ٹریک میں بہت سے ایئر روٹ کی لائنیں نظر آ رہی تھیں۔ ایک لائن پر ملب جلتا بجھتا جا رہا تھا۔ اس شخص کی سوچ نے بتایا کہ ماسٹر کی کے وہ تینوں آدمی ہمارے طیارے کو شکاگو لے جانا چاہتے تھے لیکن اب یہ طیارہ مونٹریال کی طرف جا رہا تھا۔

شیبا اس کے دماغ سے آنا چاہتی تھی، پھر رک گئی۔ اس کی سوچ نے بتایا، اچانک ہی طیارے نے پھر اپنا راستہ بدل لیا ہے۔ اب وہ مونٹریال کی طرف نہیں جا رہا تھا۔ گائیڈ ٹریک کی لائن پر نہیں تھا۔ وہ شخص ٹریک کو دیکھتا جا رہا تھا اور بس چھوٹے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو بتاتا جا رہا تھا کہ وہ طیارہ گائیڈ لائن سے ہٹ گیا ہے۔ اب نظر نہیں آ رہا ہے۔

اس کی بات کے جواب میں دوسری طرف سے جو کچھ کہا گیا، اسے سنتے ہی شیبا اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی مگر اس نے سانس روک لی۔ پھر وہ سانس چھوڑتے ہوئے ٹریک کے پاس کھڑے ہوئے شخص سے کہنے لگا: "مسٹر ایرو فرام گائیڈ لائن کے پاس سے ہٹ جاؤ، اپنی ڈیوٹی چھوڑ دو۔ فرہاد تمھارے دماغ میں پہنچ گیا ہے اور ہمارے دماغ میں پہنچنا چاہتا ہے۔"

گائیڈ ٹریک کے پاس کھڑا ہوا ایرو زسوچ رہا تھا۔ اب اسے یہاں سے ہٹنا ہی چاہیے۔ اگرچہ طیارہ اس لائن پر نظر نہیں آ رہا ہے۔ شاید کہیں بھٹک گیا ہے۔ مگر واپس کسی نہ کسی لائن پر ضرور آئے گا۔ بین الاقوامی پرواز کے قوانین کے مطابق کسی بھی طیارے کو مقررہ حدود سے باہر پرواز کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ کوئی حدود سے باہر جاتا ہے تو جاسوسی طیاروں کے ذریعے اس کا سراغ لگایا جاتا ہے۔ یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ کسی وجہ سے وہ طیارہ بھٹک تو نہیں گیا ہے؟

شیبا یہ رپورٹ سونیا کو دے رہی تھی۔ سونیا نے کہا۔ "اسی لیے میں نے مونٹریال جانے کا راستہ بدل دیا ہے۔ فرہاد سے کہو، سیٹ بیلٹ باندھ لے۔ پندرہ بیس منٹ کے اندر یہ طیارہ لینڈ کرنے والا ہے۔"

شیبا نے پوچھا: "تم اسے کہاں اتار رہی ہو؟"

"ایسی جگہ جہاں فرہاد کے دشمن نہ پہنچ سکیں۔"

"ہم تو دشمن نہیں ہیں، یہیں تو بتا دو۔"

"وہ ایسی جگہ ہے جہاں دوستوں کو بھی نہیں پہنچنا چاہیے۔"

"یعنی تم بتانا نہیں چاہتیں؟"

"میں اپنے بھانجے کے پاس جا رہی ہوں۔ اس نے صرف فرہاد کو مہمان بنانا قبول کیا ہے۔ اگر تم بابا صاحب کے ادارے میں جا کر ہمارا اتا پتا ٹھکانہ بتا دو گی تو دوستوں کی فوج ہمارے اس علاقے کے چاروں طرف پہنچ جائے گی۔"

"اس میں تمھارا نقصان کیا ہے؟"

"بہت نقصان ہے۔ جہاں دوست پہنچتے ہیں، وہاں دشمن بھی پہنچنے کا راستہ بنا لیتے ہیں۔ جب تک فرہاد باقاعدہ علاج کے بعد مکمل طور پر صحت یاب نہیں ہو گا اس وقت تک کسی کو اس جگہ کا نام و نشان نہیں بتاؤں گی۔"

"تم بھول رہی ہو کہ میں تمھارے دماغ میں رہ کر معلوم کر سکتی ہوں۔"

"تعجب ہے، تم نے ابھی تک معلوم کیوں نہیں کیا؟"

شیبا چپ رہی۔ چپ چاپ اس کے دماغ کی تہ میں اترنے کی کوشش کرتی رہی اور کامیاب بھی ہوئی۔ اس نے

سونیا کی اپنی سوچ میں پوچھا "میں اس طیارے کو جہاں اتارنے والی ہوں، کیا وہاں مجھے باقاعدہ سگنل ملتا رہے گا مجھے کون سگنل دے گا؟"

سونیا کی سوچ نے جواب دیا "جنت کا راستہ بہت مشکل ہے جہنم کا راستہ تو بالکل سیدھا ہے وہاں کسی سگنل کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

شیبا نے میرے پاس آکر کہا "سونیا کی سوچ سے پتا چلتا ہے وہ تمہیں جہنم میں لے جا رہی ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا تمہیں یقین ہے؟"

"تمہیں بھی یقین ہونا چاہیے۔ ہمیں پہلے سمجھ لینا چاہیے تھا کہ جب وہ خود کو شیطان کی خالہ کہہ رہی ہے اور یہ کہہ رہی ہے کہ اپنے بھانجے کے گھر لے جا رہی ہے تو شیطان کا گھر جہنم ہی ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "ہم نے اپنی زندگی میں بے شمار شیطانوں کے گھر ایئر کنڈیشنڈ دیکھے ہیں۔ وہاں جہنم کی آگ تو کیا ہلکی سی حرارت بھی نہیں پہنچتی۔"

ہماری باتوں کے دوران طیارہ زمین پر اتر گیا۔ ہم کس ملک کی زمین پر پہنچے تھے، یہ کہنا مشکل تھا۔ ویسے اندازہ لگایا جا سکتا تھا جہاں سے ہم نے پرواز کی تھی وہاں سے اب تک تقریباً تین گھنٹے گزرے تھے، جیسا کہ شیبا نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا۔ پہلے ہمارا طیارہ مونٹریال کی طرف جا رہا تھا پھر وہ آف دی ٹریک ہو گیا۔ پتا نہیں کس سمت مڑ گیا تھا لیکن رُخ بدلنے کے صرف آدھے گھنٹے بعد ہی ہم کسی زمین پر پہنچ گئے تھے۔ اس طرح حساب لگایا جا سکتا تھا کہ ہم امریکا کے قریب ہی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ امریکا کے شمال مشرقی حصے میں پہنچ سکتے ہیں۔

سونیا میرے پاس آگئی۔ میں سر جھکائے سوچنے میں مصروف تھا۔ وہ میرے پاس جھک کر بولی "خواہ مخواہ سوچ سوچ کر دماغ کو تھکانا دانشمندی نہیں ہے۔ تم جس زمین پر بھی ہو، دنیا کے جس حصے میں بھی ہو، اپنی سونیا کے ساتھ ہو، کیا اطمینان کافی نہیں ہے؟"

میں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ میرے بالکل قریب تھی۔ پتا نہیں کتنے عرصے بعد میں اس کا بدلا ہوا بھرا بھرا سا قریب سے دیکھ رہا تھا۔ میں اٹھ کھڑا ہو گیا۔ اس نے میرے بازو کو تھام کر پوچھا "خود چل سکتے ہو یا سہارا دوں؟"

"میں نہیں چاہتا، تم مجھے ہاتھ لگاؤ۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟"

"تم طیارے میں بے نقاب ہوتے ہی خود کو سونیا ظاہر کرتے ہی یہاں سے چلی گئیں۔ اگر میری سونیا ہوتی تو ایک نظر مسکرا کر تو دیکھتی۔"

اس نے ایک گہری سانس لی پھر کہا "جتنی دیر مسکرانے میں لگتی، اتنی دیر میں طیارہ کریش ہو جاتا۔ پھر دشمن ہماری موت پر مسکراتے۔"

وہ میرے اور قریب آگئی پھر بولی "تم دیکھ کر مسکرانے کی بات کرتے ہو، میں تو تصور میں بھی دیکھ کر مسکراتی رہتی ہوں۔ تم کیا سمجھتے ہو، تمہارے پاس آنے اور تمہارے پاس ہمیشہ ہمیشہ رہنے کو جی نہیں چاہتا؟"

اس نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔ تھوڑی دیر کے لیے ہماری زبانیں چپ ہو گئیں۔ زندگی میں ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب زبانیں چُپ ہوتی ہیں اور جذبے بولتے ہیں۔ میں ان لمحات میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ میری سونیا ہے۔

میں نے شیبا کو مخاطب کر کے اپنے یقین کا اظہار کرنا چاہا، پتا چلا، وہ میرے دماغ سے چلی گئی ہے۔ روایت ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے دربار میں مکھیاں حاضر ہوئیں اور شکایت پیش کی۔ یا حضرت! ہم جہاں جا کر بیٹھتی ہیں، گو ہوا ہمیں اڑا دیتی ہے۔ خدارا ہوا کو ایسی دشنی سے باز رکھا جائے۔ حضرت سلیمانؑ نے انصاف کا تقاضا پورا کرنے کے لیے ہوا کو روبرو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی مگر جیسے ہی ہوا دربار میں حاضر ہوئی، مکھیاں وہاں سے اڑ گئیں۔

سونیا ایسی تند ہوا تھی کہ اس کے آگے ڈنک مارنے والی مکھیاں بھی اڑ جاتی تھیں۔ پھر شیبا میرے دماغ سے کیسے جاتی۔ ہم طیارے سے باہر آگئے۔ ہمارے لیے ایک بڑی سی ایئر کنڈیشنڈ کار کھڑی ہوئی تھی۔ ہم اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے آگے بڑھا دیا۔

وہ کوئی باقاعدہ ایئر پورٹ نہیں تھا مگر جہاز کے اترنے کے لیے مناسب جگہ بنائی گئی تھی۔ وہاں سے نامعلوم منزل کی طرف جاتے ہوئے میں اس علاقے کو دیکھنا اور سمجھنا چاہتا تھا۔ سونیا نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "اگر تمہارے بچھڑی ہوئی محبت اچانک سامنے پہنچ جائے تو تم محبوبہ کو گلے لگاؤ گے یا باہر کے مناظر کو؟"

"ایک وقت میں ایک ہی نظارہ آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے اور تم سے بہتر نظارہ کوئی نہیں ہو سکتا۔"

اس نے بڑی خوبصورتی سے یا چالاکی سے مجھے محبت میں الجھا لیا۔ باہر دیکھنے کا موقع ہی نہیں دیا حالاں نئی جگہ پہنچ کر تجسس ہوتا ہے کہ ہم کہاں ہیں اور وہ جگہ کیسی ہے مگر اس نے اپنی محبت سے ثابت کر دیا کہ جگہ کوئی سی ہو اور کیسی ہی کیوں نہ ہو، محبت کا کارواں ہر جگہ رواں رہتا ہے۔

میں کار میں تھا، اس نے محبت کی بانہوں میں منزل تک پہنچا دیا۔ منزل بھی کیا خوبصورت تھی۔ میں نے پہلے ہی شیبا سے کہا تھا کہ شیطان کا گھر ایئر کنڈیشنڈ ہو گا۔ وہ تو اس سے بھی کچھ زیادہ ہی تھا۔ اس عالی شان محل کے اطراف آنا خوبصورت باطبیعہ تھا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ طرح طرح کے دلچسپ مناظر تھے جو بعد میں دیکھے جا سکتے تھے۔ جب میں اندر پہنچا تو مجھے احساس ہوا، یہاں میں پہلے بھی آچکا ہوں۔ سونیا نے مسکرا کر کہا "تم نہیں آئے، البتہ اعلیٰ بی بی آچکی ہے۔"

میں نے چونک کر سونیا کو دیکھا، پھر پوچھا "تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے میرے خیالات پڑھنے لگی ہو؟"

"جب تک شیطان میرے اندر رہتا ہے، میں دوسروں کے خیالات معلوم کر لیتی ہوں۔"

"گویا تم نے شیطان سے واقعی دوستی کر لی ہے۔"

"دوستی برابر والوں سے ہوتی ہے، میں تو اس کی بزرگ ہوں، خالہ کہلاتی ہوں۔"

"مذاق نہ کرو، مجھے بتاؤ یہ چکر کیا ہے؟"

"کوئی خاص چکر نہیں ہے۔ اعلیٰ بی بی پروفیسر ناگری کی مہمان تھی اور ہم پروفیسر سامری کے مہمان ہیں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "اچھا تو اب پروفیسر سامری کا چکر چل رہا ہے۔"

"تم ابھی کسی چکر میں نہ پڑو۔ تمہیں آرام کی سخت ضرورت ہے، میرے ساتھ چلو، کچھ کھاؤ پیو پھر آرام سے بیڈ روم میں سو جاؤ۔ جب تازہ دم ہو کر اٹھو گے تو اپنے متعلق بتاؤں گی۔"

"سونیا تم سے صرف فریاد محبت نہیں کرتا ہمارے نام پڑھنے والے تمہیں دل و جان سے چاہتے ہیں۔ تمہارا یہ چکر جب تک سمجھ میں نہیں آئے گا، مجھے نیند نہیں آئے گی اور نہ ہی میں اپنی داستان آگے بڑھا سکوں گا۔"

"تمہیں نیند کی آغوش میں پہنچانے کا ذمہ میرا ہے اور جب تم سو ہی جاؤ گے تو داستان آگے بڑھانے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔ جاگنے کے بعد دیکھا جائے گا چلو آؤ۔"

وہ مجھے ایک بہت ہی شاندار ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ وہاں میز پر طرح طرح کے کھانے چُنے گئے تھے۔ میں نے غسل سے فارغ ہو کر کھایا، پھر اس کے ساتھ ایک بیڈ روم میں آیا۔ نہانا انتہائی لذیذ تھا اور میں نے اتنا کھایا تھا کہ نشہ چھا رہا تھا۔ میں فی الحال اس بیڈ کی تعریف نہیں کر سکوں گا۔ جب میں بستر پر لیٹا تو صرف اتنا یاد ہے کہ سونیا میرے پاس بیٹھ کر میرا سر سہلا رہی تھی۔ اس کے بعد ہوش نہ رہا۔ میں گہری نیند میں ڈوب گیا۔

ایک تو میں پروفیسر سامری جیسے شیطان کے گھر میں تھا، دوسرے سونیا کی شیطانی حرکتیں کچھ کم نہیں ہوتیں۔ یقیناً اس نے نشہ آور کھانا کھلایا ہو گا۔ تبھی میں اتنی گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو حیران رہ گیا۔ میرے زخموں کی مرہم پٹی کی جا چکی تھی۔ کیا میں اتنا غافل تھا کہ مرہم پٹی کے دوران میری آنکھ نہ کھل سکی۔ میں گہری نیند میں تھا یا بے ہوش تھا، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

وہ ایک ٹرالی میں نہانے دھونے کا سامان لے کر بیڈ روم میں آگئی۔ اس نے بہت ہی خوبصورت سا لباس پہنا ہوا تھا۔ اتنی حسین اور دلکش لگ رہی تھی کہ میں اسے دیکھتا رہا۔ اس نے کہا "مرہم پٹیوں کے باعث تم غسل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا تمہارے بدن کو اسفنج کے ذریعے صاف کرنا ہو گا۔"

پھر وہ صابن اور گیلے اسفنج کے ذریعے میری صفائی کرنے لگی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا "فرش کو گیلے کپڑے سے رگڑ کر صاف کیا جاتا ہے تو اسے پنجابی میں ٹاکی لگانا کہتے ہیں۔ آج میرے بدن پر ٹاکی لگائی جا رہی ہے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ وہاں میرے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے کا ہر سامان فراہم کیا گیا تھا۔ صفائی کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا، پھر آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ بہت سکون محسوس ہو رہا تھا۔ خود کو توانا بھی محسوس کر رہا تھا۔ سونیا نے کہا "تمہیں صرف دوائیں نہیں دی جائیں گی بلکہ جو کھانا دیا جائے گا اس میں بھی ایسی دوائیں شامل رہیں گی کہ چوبیس گھنٹے کے اندر دماغی توانائی حاصل کر لو گے۔ اور خیال خوانی بھی کر سکو گے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ میں صاف ستھرا ہونے اور لباس تبدیل کر کے لیٹنے کے بعد خود کو تازہ دم محسوس کر رہا تھا۔ جی چاہتا تھا، ابھی خیال خوانی کی کوشش کروں، مگر فی الحال خود کو اس کوشش سے باز رکھا۔ سونیا کسی کام سے گئی تھی۔ شیبا میرے پاس آگئی۔ میں نے پوچھا "اتنی دیر تک کہاں تھیں؟"

اس نے جواب دیا "میں تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گی۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "وہ کیوں؟"

"بس یونہی، اب سونیا جو تمھارے پاس ہے۔"

"پہلے تم مجھ سے ڈرتی تھیں کہ کہیں تمھارے دماغ میں جگہ نہ بنالوں، کیا اب سونیا سے ڈر رہی ہو؟"

"میں بھلا کیوں ڈروں گی؟"

"تو پھر کیا بات ہے؟"

"کیا تم اتنے نادان ہو۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے، جب وہ طیارہ یہاں پہنچا تو میں معلوم کرنا چاہتی تھی، تمھیں کہاں پہنچایا جارہا ہے مگر سونیا تمھارے اتنے قریب آگئی کہ مجھے دور جانا پڑا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "اچھا سمجھ گیا۔ بھئی تھوڑی دیر بعد تو آسکتی تھیں۔"

"نہ میں نے کبھی محبت کی ہے نہ جانتی ہوں کہ محبت کا ٹائم ٹیبل کب تک جاری رہتا ہے۔"

"اب کیسے آگئیں؟"

"کیا کروں۔ جناب شیخ الفارس بہت دیر سے ضد کر رہے تھے کہ مجھے تمھاری غیریت معلوم کرنا چاہیے۔ مجبوراً آنا پڑا۔ پتا چلا، تم گہری نیند میں ہو۔ پھر میں واپس چلی گئی۔ انھیں بتادیا کہ تم خیریت سے ہو۔ تمھاری مرہم پٹیاں کی جارہی ہیں اور باقاعدہ علاج ہو رہا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ شیخ الفارس صاحب مطمئن تو ہوگئے۔"

"جب تک تم شیطان کے گھر میں رہو گے، وہ کبھی مطمئن نہیں رہیں گے۔ انھوں نے پھر مجھ سے ضد کی تھی کہ میں تمھارے دماغ میں جاؤں۔ مجبوراً پھر تمھارے پاس آئی تو..."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ میں نے پوچھا: "تو کیا ہوا؟"

"میں کیا بتاؤں۔ کیا تمھیں پتا نہیں ہے، سونیا بیگم ٹاکی لگا رہی تھیں۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ سرگوشی کے انداز میں بولی: "سونیا کو پاکر بہت خوش ہو؟"

"ہاں، بہت خوش ہوں۔"

"اسے بہت چاہتے ہو؟"

"میں کتنا چاہتا ہوں، اس کا حساب نہیں کرسکتا۔"

"کیا اس سے زیادہ کسی اور کو نہیں چاہو گے؟"

"سونیا کے لیے جو محبت ہے وہ سب سے مختلف ہے۔ یہ محبت محض اس لیے نہیں کہ وہ میری محبوبہ ہے، یہ محبت اس لیے بھی ہے کہ جہاں انسانی ذہن تھک جاتا ہے، ہار جاتا ہے، وہاں سے سونیا کا ذہن جیتنا شروع کردیتا ہے۔ اس نے میرے لیے ایسی ایسی قربانیاں دی ہیں، ایسے کارنامے انجام دیے ہیں جس کی مثال کوئی پیش نہیں کرسکتا۔ اب یہی دیکھ لو، میری ساتھی عورتیں کوما میں پڑی ہوئی تھیں اور مرجانہ سجاد وغیرہ اسی کوما میں رہ کر ہم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئے، رہ گئی کو انھوں نے ننھی سی بچی بنادیا۔ اعلیٰ بی بی ذہانت اور حاضر دماغی میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ اس کے باوجود دشمنوں نے اس کی برین واشنگ کردی۔ انسان چاہے زمین کی تہ میں قید کردیا جائے، وہاں سے بھی وہ فرار کا راستہ نکال لیتا ہے لیکن کوما میں مبتلا ہونے کے بعد نجات کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ سونیا نے کس طرح نجات حاصل کی، کیا یہ تمھارا دماغ سوچ سکتا ہے اور اگر نہیں سوچ سکتا تو انتظار کرو۔ ابھی ہم پر انکشاف ہونے والا ہے۔"

اس نے کہا: "فرہاد، کوئی ایسا وقت مقرر کرو کہ میں سونیا کی موجودگی میں بھی بے جھجک آسکوں۔"

"فی الحال موجود رہو۔ باہمی رابطے کے متعلق بعد میں وقت طے کرلیں گے۔"

اسی وقت سونیا پھر ایک ٹرالی لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔ اس بار ٹرالی میں کھانے پینے کا سامان تھا۔ میں نے کہا: "تم تو بالکل گھر والی بن گئی ہو۔ میری خدمت کرنے سے فرصت ہی نہیں مل رہی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی: "مرد بیمار ہو تو سپاہیانہ زندگی گزارنے والی عورت کو بھی میدانِ جنگ سے واپس آجانا چاہیے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "شاید اسی لیے عورتوں کو میدانِ جنگ میں بھیجا نہیں جاتا ورنہ وہ لڑتے لڑتے دشمن سے کہیں گی، ذرا ہاتھ روک لو۔ میرے میاں کی چائے کا وقت ہوگیا ہے اور بچے کو دودھ پلانا ہے۔"

اس نے بھرا ہوا گلاس میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "لو دودھ پیو، سیب کھاؤ۔ باتیں کم کرو۔"

میں بستر سے اٹھ کر آرام سے بیٹھ گیا۔ پھر بولا: "سونیا! صرف میں ہی تمھیں نہیں چاہتا، بے شمار لوگ تم سے محبت کرتے ہیں اور تمھارے متعلق جاننے کے لیے بے تاب ہیں۔ اس وقت شیبا میرے دماغ میں موجود ہے۔ اس کے ذریعے تمھاری ہسٹری بابا صاحب کے ادارے تک پہنچ جائے گی۔"

وہ اپنے لیے ایک پیالی کافی تیار کرتے ہوئے بولی: "ہماری زندگی میں سکون نہیں ہے۔ میں نے سوچ رکھا تھا، چاہے جس قیمت پر بھی سکون میسّر ہو، میں اسے ضرور خرید دوں گی۔"

وہ کافی کی پیالی لے کر ذرا فاصلے پر گئی پھر ایزی چیئر پر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد کمرے میں بولتی جارہی تھی: "تم کھاتے بھی جاؤ اور سنتے بھی جاؤ۔"

اس نے کافی کی پیالی سے چند گھونٹ پیے۔ جس ایزی چیئر پر وہ بیٹھی ہوئی تھی، اس کے آگے پیچھے ڈولتی بیٹھنے والے کو ہولے ہولے جھولے کی طرح جھلاتی تھی۔ سونیا نے جھولتے ہوئے کہا: "زندگی ایک جھولا ہے، جب تک ہم سانس لیتے رہیں گے، یہ زندگی ہمیں آگے پیچھے جھلاتی رہے گی، کبھی مسرتوں کی طرف، کبھی مصیبتوں کی طرف....."

■■

میں کوما میں تھی۔ نہ زندہ تھی نہ مردہ تھی۔ کتنی عجیب بات ہے کہ میرا وجود تھا اور میں نہیں جانتی تھی کہ میں اس دنیا میں ہوں۔

میں طیارے کے حادثے میں بے ہوش ہوگئی تھی۔ جب آنکھ کھلی تو خود کو ایک سرد خانے میں پایا۔ شاید وہ لوما کا پہلا مرحلہ تھا۔ میں اس مرحلے میں دیکھ سکتی تھی، سُن سکتی تھی، اپنے وجود کو محسوس کرتے ہوئے اس دنیا کو سمجھ سکتی تھی۔ اسی لیے میں سمجھ گئی کہ مجھے کسی سرد خانے میں رکھا گیا ہے۔

ہوش میں آنے کے تھوڑی دیر بعد کچھ لوگ وہاں آئے۔ ان میں ایک نرس، ایک ڈاکٹر اور اس کا اسسٹنٹ بھی تھا۔ ڈاکٹر نے مجھے ترکی زبان میں مخاطب کیا: "ہیلو سونیا! کیسی ہو؟"

میں جواباً کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ کہنے کی سکت نہیں تھی، حلق خشک ہو رہا تھا۔ اس نے کہا: "ہماری گفتگو کے لیے زبان مناسب رہے گی، فرہاد تمھارے دماغ میں موجود ہونے کے باوجود میرے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا۔"

اس نے میری کلائی تھام لی۔ نبض ٹٹولنے لگا پھر اس نے میری آنکھوں کا معائنہ کیا۔ میں تھوک نگلنے لگی۔ اس نے مسکرا کر کہا: "میں جانتا ہوں، تمھارا حلق خشک ہو رہا ہے۔"

اس نے نرس کو حکم دیا۔ وہ میرا منہ کھول کر میرے حلق میں کوئی رقیق مادّہ ٹپکانے لگی۔ شاید کوئی دوا تھی جس سے میرا حلق تر ہونے لگا۔ اس دوران ڈاکٹر اپنے ساتھ آنے والوں سے کہہ رہا تھا: "اسے زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کوما میں رکھا جاسکتا ہے۔"

ایک نے ترکی زبان میں جواب دیا: "ایک ہفتہ ہمارے لیے بہت ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا: "تمھارے لیے بہت ہے مگر یہ مت بھولو، ا... نیا ہے، یہ کیسی بلا ہے۔ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ دوسرے ... دماغ اس کی تلاش میں ہوگا بلکہ اس وقت دماغ میں موجود ہوگا۔ ہماری زبان کا ترجمہ اس کے ذہن سے سن رہا ہوگا۔ اگر خطرات سے بچنا چاہتے ہو تو چوبیس گھنٹے کے اندر پروفیسر سامری کو طلب کرو اور اس کا برین واش کرادو۔ کم از کم فرہاد کی ٹیلی پیتھی کا خطرہ نہیں رہے گا۔"

نرس میرا حلق تر کرنے کے بعد ڈاکٹر کے حکم کے مطابق ایک انجکشن تیار کر رہی تھی۔ ڈاکٹر نے میرے ... آکر پوچھا۔ "کیا فرہاد موجود ہے؟" میں پلک جھپکا کر ہاں کے انداز میں جواب دے سکتی ہو۔"

میں نے پلکیں جھپکائیں۔ اس نے کہا: "مجھے یقین نہیں آتا، وہ تمھارے دماغ میں چھپا ہوا ہے، اسے ہماری زبان کا ترجمہ سنادو۔ وہ صرف چند لمحوں تک ہمارے پاس رہ سکے گا۔ اس کے بعد تمھارا دماغ اس کی ٹیلی پیتھی کے قابل نہیں رہے گا۔"

نرس نے انجکشن لگانے کی سرنج ڈاکٹر کے ہاتھ میں تھمادی۔ اس نے سرنج کو لیتے ہوئے کہا: "فرہاد کو میری اس بات کا ترجمہ بھی سنادینا کہ اس بار اس کا کوئی داؤ ہم پر نہیں چلے گا۔ اس کی باقی دو عورتیں رسوتی اور اعلیٰ بی بی دو مختلف مقامات پر رکھی گئی ہیں۔ تمھیں بھی کہاں رکھا گیا ہے، یہ فرہاد کے فرشتے بھی نہیں معلوم کرسکیں گے۔ اب تم ایک سے دس تک گنتی رہو۔ اس کے بعد تمھارا دماغ اس کی ٹیلی پیتھی کے قابل نہیں رہے گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے سرنج کی سوئی میرے بازو میں پیوست کردی۔ اگر میں اس کی ہدایت کے مطابق دس تک گنتی تو شاید گن نہ پاتی۔ پتا نہیں کون سی دوا میرے جسم میں انجیکٹ کی گئی تھی۔ اچانک میرا دل ڈوبنے لگا۔ مجھے ایسا لگا جیسے جان نکل رہی ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے میرا جسم بے حس ہوگیا تھا۔ کان سُن ہوگئے تھے۔ کوئی آواز مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ پھر آنکھوں کے سامنے دھند چھا گئی تھی۔ اب مجھے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ بھلا میں کیسے دیکھتی، کیسے سنتی۔ جب کہ دماغ ہی کام نہیں کر رہا تھا۔ سوچنے کے قابل نہیں رہ گیا تھا اور جب انسان کچھ سوچ نہ سکے تو پھر اس کا شمار زندوں میں نہیں ہوتا۔

اگر میں یہ کہوں کہ میں نے زندہ رہ کر موت کا ذائقہ چکھا

ہے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ مجھے نئی زندگی ملی ہے۔ اب جو میں موجود ہوں تو یہ میرا دوسرا وجود ہے۔ میرے پہلے اور دوسرے وجود کے درمیان موت کا وقفہ رہا تھا۔ جسے ہم کوما کہتے ہیں۔ موت اور کوما میں صرف اتنا سا فرق ہے کہ موت کے بعد انسان سانس لینے کے قابل نہیں رہتا۔ کوما کے دوران میری سانس برائے نام چلتی رہی تھی۔

میں نہیں جانتی، میری اس غفلت بھری زندگی کے کتنے گھنٹے یا کتنے دن گزر گئے۔ رفتہ رفتہ میری آنکھوں کے سامنے سے دھند چھٹنے لگی، مجھے نظر آنے لگا۔ میں نے ہلکی ہلکی سی آوازیں سنیں۔ پھر میرے کان پوری طرح سننے کے قابل ہو گئے۔ میرے بستر کے آس پاس کچھ لوگ تھے۔ میں سر گھما کر نہیں دیکھ سکتی تھی یعنی میرا جسم ابھی تک ساکت تھا۔ البتہ پلکیں جھپک سکتی تھی یعنی آنکھوں میں زندگی تھی۔ میں نے دیوار سے لگا گھڑا کر دیکھا۔ مجھے وہی ڈاکٹر نظر آیا جس نے ترکی زبان میں گفتگو کی تھی۔

مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ ابھی ابھی کی بات ہو۔ ابھی میری آنکھ لگی ہو اور آنکھ کھلی تو میں پھر وہی ماحول دیکھ رہی ہوں۔ وہی ڈاکٹر میرے پاس موجود ہے۔ بعد میں پتا چلا۔ میں دو دن تک کوما میں رہی تھی۔ اب جو ڈاکٹر کو دیکھ رہی تھی تو وہ تیسرا دن تھا۔

وہ ڈاکٹر ایک شخص سے ترکی زبان میں کہہ رہا تھا، پروفیسر سامری میرے سامنے کیا بیٹھا ہے۔ وہ اگر اپنے فن میں مہارت رکھتا ہے تو میں بھی کوئی سرکاری درباری ڈاکٹر نہیں ہوں۔ ایک زمانہ مجھے جانتا ہے۔ اس کم بخت پروفیسر نے میرے تین دن ضائع کر دیے۔ کیا میں کسی کا غلام ہوں؟"

اس کی باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ دو دن تک کوما میں رہنے کے دوران ڈاکٹر مجھے اٹینڈ کرتا رہا تھا تاکہ مجھے اس دوران زندہ رکھنے کا اہتمام کرتا رہے۔ وہ میری سانسوں کی رفتار دیکھتا تھا۔ سر دھاگے میں تھنچنے کے باعث جسم اکڑ جاتا تھا۔ الیکٹرونک آلے کی مدد سے اس کی موجودگی میں میرے بدن پر مساج کیا جاتا تھا۔ انجکشن کے ذریعے مجھے خوراک پہنچائی جاتی تھی۔ اب تیسرے دن خبر ملی تھی کہ پروفیسر سامری مجھ پر تنویمی عمل کرنے اور میرا برین واش کرنے آ رہا ہے۔

میرے اندر بے چینی سی پیدا ہوئی، رفتہ رفتہ ہیجان سا برپا ہونے لگا۔ میں اپنی فطرت سے مجبور ہوں، شکست تسلیم کرنا نہیں جانتی۔ ان لوگوں نے مجھے تیسرے دن تک کوما میں رکھا تھا۔ اسے تو میں نے برداشت کر لیا۔ اب اس کے بعد ان کا شکار بن کر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ میں نے بڑی کوشش کرتے ہوئے اپنے سر کو ذرا سا ہلانے کی کوشش کی۔ پتا چلا، مجھے جو انجکشن دیا گیا تھا وہ رفتہ رفتہ اپنا اثر دکھا رہا ہے۔ میں نارمل ہو جا رہی ہوں۔

میرا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ ایک ہی حل میرے سامنے تھا اور وہ یہ کہ تنویمی عمل کے دوران پروفیسر سامری مجھے اپنی معمولہ نہ بنا سکے۔ اگر وہ کامیاب ہو جائے گا تو میرا برین واش ہو جائے گا۔ میں اپنے متعلق اور اپنے لوگوں کے متعلق سب کچھ بھول جاؤں گی۔ پھر جو باتیں وہ میرے دماغ میں بھر دیں گے میں انہی کے مطابق زندگی گزاروں گی۔ میں کچھ کیے بغیر کسی کی مرضی کے مطابق زندگی نہیں گزار سکتی تھی۔

مگر میں اپنا بچاؤ کس طرح کر سکتی تھی؟ میں جسمانی طور پر کمزور تھی۔ بستر سے اٹھ نہیں سکتی تھی۔ صرف لیٹے ہی لیٹے کوئی کام لے سکتی تھی۔ ان لمحات میں میرے اندر میری فطرت عادتیں جیسے چیخ رہی تھیں۔ میں مجبور نہیں ہوں۔ میں کبھی مجبور ہو سکتی۔ جو شدید مجبوری کے عالم میں بے بس ہو جائے، ہار جائے وہ سونا نہیں ہو سکتی۔

پھر میرے اندر آندھی سی چلنے لگی۔ میں نے آہستہ سے اپنی مٹھی کو بھینچا۔ پھر کھولا۔ یقین ہو گیا کہ میرا جسم حرکت کر سکتا ہے۔ میں نے کن انکھیوں سے ٹرالی کی طرف دیکھا جس میں سرنجیں دوائیں وغیرہ رکھی ہوئی تھیں، میرا ہاتھ بستر پر آہستہ آہستہ ہوا ٹرالی کے دوسرے خانے تک پہنچ گیا۔ وہاں دو عدد سوئیاں رکھی ہوئی تھیں۔ چونکہ مختلف موقع پر مختلف سوئیاں استعمال میں لگائی جاتی ہیں، اس لیے وہاں کئی طرح کی سوئیاں رکھی تھیں۔ میرا ہاتھ وہاں تک پہنچا۔ میں نے فوراً ہی ایک سوئی اٹھائی اور اسے مٹھی میں چھپا کر اپنا ہاتھ واپس بستر پر لے آئی۔

اسی دوران کسی نے آ کر اطلاع دی تھی کہ پروفیسر سامری آ رہا ہے۔ ڈاکٹر بڑبڑاتا ہوا ٹرالی کے پاس سے چلا گیا۔ پروفیسر سامری کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ وہ کمرے سے نکل رہا تھا۔ اسی وقت پروفیسر آ گیا۔ دونوں کا سامنا ہوا۔ سامری نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "ڈاکٹر! عصے میں نظر آ رہے ہو؟"

اس نے ناگواری سے کہا۔ "میں فضول باتیں نہیں کرتا۔ وقت ضائع نہیں کرتا۔ میں نے مریضہ کو نارمل کر دیا ہے۔ اب کام کر سکتے ہو۔"

وہ چلا گیا۔ سامری نے کمرے میں آ کر پہلے مجھ پر نظر ڈالی پھر مسکرانے لگا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا۔ "کمرا خالی کر جائے یہاں کوئی نہ رہے۔"

نرس ٹرالی کو دھکیلتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ ڈاکٹر کا اسسٹنٹ بھی کمرے سے باہر نکل گیا۔ سامری نے دروازہ بند کرنے سے پہلے کہا۔ "کمرے کے آس پاس کوئی آواز نہ ہو۔ میں مداخلت برداشت نہیں کروں گا۔"

اس نے دروازے کو بند کر دیا۔ پھر بڑے ہی باوقار انداز میں چلتا ہوا آیا جیسے کوئی فاتح اپنے مفتوح کے سامنے آتا ہے۔ پھر اس نے مجھ پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "سونیا! تم ایک پارہ ہو۔ کبھی دشمن کی ہتھیلی پر نہیں ٹھہرتیں۔ مگر آج کتنی مجبور ہو۔ اس بستر سے اٹھنے کے قابل نہیں ہو۔ تمہارا جسم کمزور ہے۔ دماغ کمزور ہے۔ میں ابھی چند لمحوں میں بڑی آسانی سے تمہیں اپنی معمولہ بنا لوں گا۔"

وہ میرے اور قریب آیا۔ اس نے پہلے میری پیشانی کو چھو کر دیکھا۔ میں سمجھ گئی، اس کے بعد وہ میری نبض ٹٹولے گا۔ میری مٹھی میں وہ سوئی دبی ہوئی تھی۔ میں نے اسے بستر میں چبھو دیا۔ پھر جیسے ہی وہ میری کلائی کی طرف بڑھا، میں نے ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ میری نبض ٹٹولنے لگا۔ پھر مطمئن ہو کر بولا۔ "بالکل نارمل ہو۔ تم پر تنویمی عمل کیا جا سکتا ہے۔"

اس نے میری طرف گھوم کر کمرے کا جائزہ لیا۔ دروازہ بند تھا۔ کھڑکیاں بھی بند تھیں اور پردے پڑے ہوئے تھے۔ ایئر کنڈیشنڈ آن تھا۔ گھٹن کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ اس کی باتیں سننے والا کوئی نہیں ہے تو وہ میرے قریب آ کر جھک گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "میں صرف پروفیسر سامری نہیں ہوں، سامری کے اندر ایک شیطان ہوں۔ تمہارے چاہنے والوں کی فہرست میں پہلا نام میرا ہونا چاہیے تھا۔ یہ محض اتفاق ہے کہ پہلا نام فرہاد کا ہے مگر مجھے پورا یقین ہے، تم مجھے پسند کرنے لگو گی۔"

میں چپ چاپ اس کی باتیں سن رہی تھی۔ میری مٹھی میں پھر وہ سوئی آ گئی تھی۔ میں ایک سوئی سے کسی انسان کو ہلاک نہیں کر سکتی تھی۔ پھر میرے قریب تو شیطان تھا۔ بھلا میں اس کا کیا بگاڑ سکتی تھی لیکن بعد میں شیطان نے تسلیم کیا، میں جتنی دور تک سوچتی ہوں، وہ بھی اتنی دور تک نہیں سوچتا۔ میں نے وہ سوئی اپنی مٹھی میں اس لیے رکھی تھی کہ جب وہ تنویمی عمل کے ذریعے مجھ پر اثر انداز ہونے لگتا تو میں چپ چاپ اپنی ہتھیلی میں سوئی چبھوتی رہتی اور اس کی تکلیف کے باعث تنویمی عمل کا اثر زائل ہوتا رہتا۔ اس طرح میں ٹرانس میں نہ آتی۔ جب میں اس کی معمولہ نہ بنتی تو پھر وہ میرا برین واش نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے مسکرا کر کہا۔ "میں شیطان ہوں۔ میرے اندر بڑی خوبیاں ہیں۔ ایک بڑی خوبی تو یہ ہے کہ میں ہر انسان کے اندر پہنچ کر اس کا بھید معلوم کر لیتا ہوں۔ میں مانتا ہوں، تمہاری جیسی عورتیں دنیا میں بہت کم ہیں۔ جیسی ندیدہ تم سوچتی ہو اور جس طرح اس پر عمل کرتی ہو، کاسے دیکھ کر میری تعقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اب یہی دیکھ لو کہ تم نے پروفیسر سامری کے تنویمی عمل کو ناکام بنانے اور برین واشنگ سے محفوظ رہنے کا کتنا عمدہ طریقہ سوچ رکھا ہے۔"

میں پریشان ہو گئی۔ کم بخت کو میری حفاظتی تدبیر کا علم ہو گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں ایسے مقام پر مجبور ہو جاتا ہوں جہاں انسان بڑے عزم و استقلال سے جدوجہد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی چھوٹ دی ہے کہ میں صرف ایسے لوگوں کو بہکا سکوں جو دماغی اور جسمانی طور پر کمزور ہوں۔ جن کے پاس قوت ارادی نہ ہو۔ جو بڑی آسانی سے بہک جاتے ہوں۔ اور جو عمل کرنا جانتے ہوں اور مشکلات میں بھی جدوجہد جاری رکھتے ہوں، میں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں تمہارے ہاتھ سے سوئی چھین کر رکھ لوں تب بھی تم وہی ضدی سونیا رہو گی۔ اس کے بعد تمہاری جدوجہد بڑی طویل ہو گی۔ بڑی مشکلات سے گزرو گی لیکن پروفیسر سامری کے قابو میں نہیں آؤ گی۔ یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ لہٰذا کیوں نہ تم سے سمجھوتہ کر لوں۔"

میں نے کئی دن کی طویل خاموشی کے بعد بڑی مشکل سے زبان ہلائی، پوچھا۔ "تم کیا چاہتے ہو؟"

"منہ سے نہ بولو۔ میں تمہارے اندر بھی ہوں، تمہاری باتیں سمجھ رہا ہوں۔ تم اتنا سمجھ لو کہ مجھ سے دوستی کرنے کے فائدے میں رہو گی۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "اگر مجھے نقصان ہوا تو تم مجھ سے بھی زیادہ نقصان اٹھاؤ گے۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "میں جانتا ہوں اور میں تمہیں مانتا ہوں۔ تم وہ ناگن ہو جو ذرا سی چوٹ کھاتے ہی ڈس لیتی ہے۔ تمہاری دوستی بہتر ہے۔ دشمنی مہنگی پڑتی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "تم کیسے جانتے ہو؟"

"میں نے کون کون سے روپ میں تمہارا مقابلہ نہیں کیا۔ ہمیشہ دشمن بنا اور جسے اپنا آلۂ کار بنا کر تم سے دشمنی کی وہ بے چارہ نقصان اٹھاتا رہا۔ میرا نقصان یہ ہوا کہ میں کسی کو بھی آلۂ کار بنا کر اپنے مقاصد پورے نہ کر سکا۔"

"کیا دوست بن کر اپنے مقاصد پورے کرنا چاہتے ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"تم بھی اچھی طرح سمجھ لو جن مقاصد کے پورا ہونے میں میرا یا میرے چاہنے والوں کا نقصان ہوگا میں اس میں کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔"

"یہ غلط ہے سونیا! تم تمام لوگوں کی ٹھیکیدار نہ بنو۔ فرہاد کو سب سے زیادہ چاہتی ہو لہٰذا میں اسے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"تم آج تک فرہاد کو اور ہم سب کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کرتے رہے۔ میں تم سے کہوں گی آئندہ بھی اپنی کوششیں جاری رکھو۔ مجھے اس سلسلے میں تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"پھر ہمارے درمیان سمجھوتہ کیسے ہوگا؟"

"صرف اس بات پر کہ تم مجھے یہاں سے فرار ہونے کا موقع دو۔ اس کے بدلے میں تمہارے کسی کام آؤں گی۔"

شیطان نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "مجھے منظور ہے مگر یہ سمجھوتہ ہمیشہ ہمارے درمیان قائم رہے گا۔ ایک طرح یہ معاہدہ ہے کہ میں ہمیشہ تمہارے کام آتا رہوں۔ اس کے بدلے تم میرا کوئی کام کر دیا کرو۔"

"میں نے کہا نا! جہاں میرا یا میرے ساتھیوں کا نقصان نہیں ہوگا وہاں تمہارے کام آؤں گی۔"

پروفیسر سامری عرف شیطان نے کہا۔ "تمہیں سب سے پہلا فائدہ یہ پہنچ رہا ہے کہ میں تنویمی عمل نہیں کروں گا، اور تمہارا برین واش نہیں ہوگا۔ اس کے بدلے تم میری ایک بات مان لو۔"

"بولو، کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں، یہاں سے فرار ہونے کے بعد نہ تم دشمنوں کے ہاتھ آؤ نہ دوستوں کے۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"شیطانی چکر بہت پیچیدہ اور بہت لمبا ہوتا ہے۔ میں تمہیں کہاں تک سمجھاؤں گا۔ صرف اتنا سمجھ لو کہ تمہارے چاہنے والوں کو اور خصوصاً فرہاد کو تمہارے غائب ہو جانے سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ بس میرا شیطانی کام چلتا رہے گا۔"

"آخر یہ شیطانی کام ہے کیا؟"

"تم یہاں سے فرار ہونے کے بعد روپوش رہو گی۔ مجھے بڑا مزہ آئے گا۔ جتنے دوست اور دشمن تمہیں تلاش کر رہے ہیں، میں انہیں چکر میں ڈالوں گا اور ایک کو دوسرے سے لڑاتا رہوں گا۔"

میں کچھ کہنا چاہتی تھی، اس سے پہلے ہی، اس نے کہا۔ "پہلے پوری بات سن لو۔ میں شیطان ہوں، میرا ہر کام مقصد نہیں ہوتا کہ کسی کو جان سے مار ڈالوں۔ میں تو صرف چکر چلاتا ہوں، ہنگامہ کرتا ہوں۔ لوگوں کو پریشانیوں میں مبتلا کر کے مجھے دلی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

"اس سے زیادہ کچھ ہوگا تو پھر شکایت نہ کرنا کہ سونیا معاہدے سے پھر گئی۔"

"میں کبھی شکایت نہیں کروں گا۔ اب ہمارے درمیان سمجھوتہ ہو گیا، ہم دوست بن گئے۔"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "ابھی ہم دوست نہیں ہوئے، ابھی تو ہم دوستی کی آزمائشوں سے گزریں گے مگر ایک بات یاد رکھو، میں یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جاؤں گی تو تمہارا مجھ پر کوئی احسان نہیں ہوگا؟"

"کیوں نہیں ہوگا؟"

"اس طرح کہ میں نے تمہارے تنویمی عمل سے بچاؤ کا طریقہ سوچ لیا تھا اور اس پر عمل بھی کر رہی تھی۔ یہ خود تمہارا بیان ہے کہ جو انسان مستقل مزاج ہوتا ہے اور اپنی جدوجہد پورے عزائم سے جاری رکھتا ہے تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جب تم نے دیکھا کہ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتنی قوت نہیں دی ہے تو تم سمجھوتے پر اتر آئے۔ دوسری طرف سے سمجھوتے پر میں اس لیے راضی ہو گئی کہ فرار کا راستہ آسان بنانا چاہتی ہوں۔"

"تم بہت ٹیڑھی ہو۔ ایک سیدھی بات کو الجھا رہی ہو۔"

"میں الجھا نہیں رہی ہوں، ہچکچے کر کے سمجھا رہی ہوں۔ ایک بات اور سمجھ لو۔ تمہارا احسان مجھ پر اس لیے بھی نہیں ہوگا کہ جو تم میرے ساتھ کرو گے اس کے بدلے میں تمہارے کام آؤں گی۔ لہٰذا کبھی مجھ پر احسان جتانے کی حماقت نہ کرنا۔"

مختصر یہ کہ ہمارے درمیان سمجھوتہ ہو گیا۔ پروفیسر سامری نے مجھے سمجھایا۔ "اب تم آنکھیں بند کر کے سونے کی ایکٹنگ کرو گی۔ میں کمرے سے باہر جا کر تمہارے دشمنوں کو سمجھاؤں گا کہ تنویمی عمل کامیاب رہا ہے، تم تین گھنٹے تک

سوتی رہو گی۔ اس دوران تمہیں دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا۔ بہرحال جب تین گھنٹے کے بعد تمہاری آنکھ کھلے گی تو تم اپنا ماضی بھول چکی ہو گی۔"

میں نے پوچھا۔ "وہ مجھے کہاں منتقل کریں گے؟"

"وہ جہاں بھی لے جائیں گے تم راستے ہی میں ان کے ہاتھ سے نکل جاؤ گی۔ میں مختلف روپ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

تمام معاملات طے ہو جانے کے بعد وہ جانا چاہتا تھا، میں نے کہا۔ "ایک بات بتاؤ۔ میں دنیا والوں سے چھپ کر رہ سکتی ہوں، یقیناً تم میرے لیے میک اپ کا سامان فراہم کرو گے لیکن خیال خوانی کرنے والوں سے کیسے چھپ سکوں گی؟"

اس نے مسکرا کر کہا۔ "میں انسان کے اندر رہتا ہوں، بہت کچھ کر سکتا ہوں، مثلاً اگر تم میرا احسان لینا چاہتیں تو اپنے ہاتھ میں سوئی چبھونے کی ضرورت نہ پڑتی، میں تمہارے اندر رہتا اور ادھر پروفیسر سامری تم پر تنویمی عمل کرتا رہتا اور میں اسے ناکام بناتا رہتا۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح فرہاد تمہارے دماغ میں چھپا رہتا تھا اور ربی اسفندیار کے تنویمی عمل کو ناکام بناتا جاتا تھا۔"

"میں سمجھ گئی۔ فرہاد جب بھی میرے دماغ میں آئیں گے تم میرے اندر رہ کر یہی تاثر دو گے کہ میں کومایں ہوں یا پھر میرا دماغ ناقابلِ فہم ہو گیا ہے۔"

وہ مسکراتا ہوا کمرے سے چلا گیا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ آدھے گھنٹے تک مکمل خاموشی رہی۔ میرے کمرے میں کوئی نہیں آیا۔ پھر میں نے قدموں کی آہٹیں سنیں۔ اس کے بعد میں نے محسوس کیا، مجھے اٹھا کر اسٹریچر پر ڈالا جا رہا ہے۔ وہ میرے بیدار ہونے سے پہلے مجھے کہیں اور لے جا کر قید کرنا چاہتے تھے۔

جس اسٹریچر پر مجھے ڈالا گیا تھا، اب اسے ایک ٹرالی پر رکھ دیا گیا تھا۔ وہ ٹرالی چل رہی تھی۔ یوں لے جانے والے یقیناً مجھ پر کبھی کبھی نظر ڈالتے ہوں گے مگر وہ میری بناوٹی نیند کو نہ سمجھ سکے۔ ایک جگہ ٹرالی رُک گئی۔ میرے اسٹریچر کو اٹھا کر پھر کہیں لے جایا گیا اور رکھ دیا گیا۔ شیطان نے چپکے سے کہا۔ "میں آ گیا ہوں۔ اس وقت تمہیں ایک گاڑی کے پچھلے حصے میں رکھا گیا ہے۔ گاڑی کا پچھلا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ گاڑی کے اس بند حصے میں تمہارے علاوہ دو مسلح گارڈز بھی ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم چاہتے ہو، میں راستے میں ان دو مسلح گارڈز کو مار پیٹ کر نکل جاؤں؟"

"کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟"

"ذرا مشکل ہے۔ تین دن تک کومایں رہی۔ کوما سے نکلنے کے بعد میں نے ایک گھونٹ پانی بھی نہیں پیا ہے، کھانا تو دور کی بات ہے۔ ایسے میں کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔"

"پھر میری برتری تسلیم کرو۔ میرا احسان لینا گوارا کر لو۔ میں ان سے نجات دلاؤں گا۔"

"لعنت ہے تمہاری برتری پر۔ گاڑی کو آگے بڑھنے دو پھر دیکھو میں کس طرح نکلتی ہوں۔"

"ضد نہ کرو۔ پھنس جاؤ گی۔"

"جب پھنسنے لگوں گی تو الٹی چال چلوں گی۔"

"کیسی چال، ذرا بتاؤ تو سہی۔"

"میں دشمنوں کے درمیان دوبارہ پہنچ کر یہی بیان دوں گی کہ پروفیسر سامری نے ان سے غداری کی تھی۔ مجھ پر تنویمی عمل نہیں کیا تھا۔"

شیطان نے غصے سے کہا۔ "اے مکار عورت! تم میرے ہی ہتھیار سے مجھے مارنا چاہتی ہو۔ اگر انہیں پتا چل گیا کہ میں نے ان سے جھوٹ کہا تھا اور تم پر تنویمی عمل نہیں کیا تھا تو وہ پروفیسر سامری کو مار ڈالیں گے۔ حالاں کہ میں نہیں مروں گا لیکن میں پروفیسر سامری کو جسمانی طور پر زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ ابھی اس سے مجھے بہت سے کام لینے ہیں۔"

"اس کے ذریعے بہت سے کام نکالنا چاہتے ہو تو پھر میرے کام آؤ۔"

"کام آؤں گا۔ وہ تو آنا ہی ہوگا۔ مگر یہ بتاؤ تم نے یہ مکاری سیکھی کہاں سے ہے؟"

میں نے کہا۔ "میں نے حاتم طائی کا قصہ سنا تھا۔ وہ ایک سوال حل کرتے جا رہا تھا کہ راستے میں تمہارے جیسا شیطان مل گیا۔ وہ دونوں پاؤں سے اپاہج تھا۔ اس نے کہا۔ "مجھے کاندھے پر اٹھا کر فلاں جگہ پہنچا دو۔ حاتم طائی نے ترس کھا کر اسے کاندھے پر اٹھا لیا۔ پھر اس شیطان نے اس کے کاندھوں سے اترنا منظور نہیں کیا۔ جب بھی حاتم طائی اسے اتارنا چاہتا وہ اس کے کاندھوں پر سوار رہ کر دونوں پاؤں کی قینچی اس طرح بناتا تھا کہ حاتم کا دم گھٹنے لگتا تھا۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ ایک بار تم نے دوستی کے کاندھے پر بٹھایا ہے اب مجھے اتارنہیں سکو گے۔"

"میں مکار ہوں اور ایسی جیسی مکار عورت کو پسند کرتا ہوں۔ تم کاندھے سے اتارنے کی بات کرتی ہو، میں تمہیں سر پہ بٹھاؤں گا۔"

"سر پہ بٹھانے والے احسان نہیں جتاتے۔"

"میں تمہارے مزاج کو سمجھ گیا ہوں۔ آئندہ ایسی حماقت نہیں کروں گا۔"

میں چپ چاپ آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی ——— میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک مسلح گارڈ کی آواز سنی۔ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا "یار ذرا دیکھو تو یہ وہی سونیا ہے جس کے چرچے ہم سنتے آئے ہیں۔ بڑی آرزو تھی اسے ایک بار قریب سے دیکھیں۔"

دوسرے نے کہا "قریب سے دیکھ تو رہے ہو۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر میں اسے چھو کر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

دوسرے نے کہا "معلوم ہوتا ہے تمہارے اندر شیطان بول رہا ہے۔"

"ہمیں شیطان کا ایک احسان ماننا چاہیے۔ جب وہ ہمارے اندر آکر ہمیں بھڑکاتا ہے تو اچانک حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ چاہے ہم کتنے ہی بزدل ہوں، گناہ کے لیے دوڑ پڑتے ہیں۔"

وہ ضدی بچے کی طرح مچل رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں شیطان اس کو تڑپا رہا تھا۔ اس نے کہا "میں کم از کم اس کا ہاتھ ضرور پکڑوں گا۔"

دوسرے مسلح گارڈ نے کہا "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ یہ تنویمی نیند سو رہی ہے۔ اسے ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔"

ہوس کے مارے نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا "کیا تم نہیں جانتے، جب دیوانگی طاری ہوتی ہے تو دیوانہ انکار نہیں سنتا۔ جنون کے مارے اس عورت کو بھی قتل کر دیتا ہے جو انکار کرتی ہے۔ پھر تم تو پہرے دار ہو۔ صرف ایک دیوار ہو جسے میں پک جھپکتے میں یوں گرا سکتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلا دی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ اس کا ساتھی پہرے دار اپنی جگہ سے اچھلا پھر سیٹ کے نیچے گرا۔ گرتے گرتے اس نے اپنا ریوالور نکال لیا تھا پھر اس نے بھی گولی چلائی نتیجے کے طور پر دوسرا بھی اپنی جگہ سے اچھل کر گرا۔ اس کا جنون سرد پڑ چکا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ اور دیکھتے دیکھتے ٹھنڈے ہو رہے تھے۔

دشمن نادان نہیں تھے۔ وہ جانتے تھے کہ سونیا کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا آسان نہیں ہے۔ راستے میں گڑبڑ ہو سکتی ہے لہٰذا میں جس گاڑی میں تھی، اس کے آگے پیچھے اور بھی مسلح گارڈز سے بھری ہوئی گاڑیاں چل رہی تھیں جب دو بار میری گاڑی سے گولیاں چلنے کی آواز باہر گئی تو سب چوکنے ہو گئے۔ ہم جس راستے سے گزر رہے تھے اس کے ایک طرف پہاڑی سلسلہ تھا، دوسری طرف ڈھلان تھی۔ ہمارے سامنے جانے والی گاڑی صورت حال معلوم کرنے کے لیے ہماری گاڑی کا راستہ روکنا چاہتی تھی مگر روکنے والے کے ہاتھ سے اسٹیئرنگ بہک گیا یا بہکا لیا گیا۔ وہ ڈھلان کی طرف گئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے نیچے کی طرف لڑھکنے لگی۔ کتنے ہی مسلح افراد اس گاڑی سے چھلانگ لگا کر باہر آئے۔ شیطان کہاں موجود نہیں ہوتا۔ ہماری گاڑی کا اسٹیئرنگ جن کے ہاتھوں میں تھا، اس کے اندر بھی تھا۔ اور وہ تیز رفتاری سے گاڑی کو آگے دوڑاتا جا رہا تھا۔ ہمارے پیچھے والی گاڑی نے تعاقب جاری رکھا لیکن جو افراد آگے جانے والی گاڑی سے چھلانگ لگا کر باہر آئے تھے انھوں نے مسلسل فائرنگ کی تاکہ ہماری گاڑی کا پیٹہ برسٹ ہو جائے اور ہم رک جائیں۔

ان کی پلاننگ درست تھی لیکن ہماری گاڑی تیز رفتاری سے جا رہی تھی اور تعاقب کرنے والی گاڑی کی رفتار بھی کچھ کم نہیں تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ فائرنگ کی زد میں آگئی، اچانک ایک پہیہ برسٹ ہوا اور وہ گاڑی بھی ڈھلان کی طرف جاتے جاتے بچ گئی مگر رک گئی۔ وہ مسلح افراد جو تعداد میں کئی تھے، دیکھتے ہی دیکھتے بے مصرف ہو کر رہ گئے تھے۔ وہ ہمارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔ ہماری گاڑی ان کی نگاہوں کے سامنے دور ہوتے ہوتے اوجھل ہو گئی تھی۔

میں اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور روشندان نما کھڑکی سے جھانک کر دیکھ رہی تھی۔ اس راستے میں دو گاڑیاں حادثے کا شکار ہوئی تھیں اس لیے ٹریفک میں ذرا خلل پڑا تھا مگر ہمارے دور نکلنے تک پھر ٹریفک بحال ہو گیا تھا۔ شیطان نے کہا "اب تم محفوظ نہیں ہو۔ کوئی آواز سن رہی ہو؟"

میں نے روشندان سے دور آسمان کی طرف دیکھا ایک ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا آ رہا تھا۔ میں نے کہا "ہاں ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہماری گاڑی کی نگرانی ہو رہی ہے۔"

"آگے ایک سرنگ آنے والی ہے۔ تم اس گاڑی سے اترنے کے لیے تیار رہو۔"

اب وہ ہیلی کاپٹر ہماری گاڑی کے اوپر پرواز کر رہا تھا لیکن اسے آگے جا کر ذرا بلند ہو جانا پڑا کیوں کہ پہاڑی سے سرنگ آگئی تھی۔ جب ہم سرنگ کے ایک سرے سے داخل ہو کر پہاڑی کے دوسری طرف دوسرے سرے پر نکلتے تب ہیلی کاپٹر پھر ہماری نگرانی کر سکتا تھا لیکن اس سرنگ سے گزرنے کے دوران نیم تاریک راستے میں گاڑی رک گئی۔ ڈرائیور نے فوراً ہی پچھلا دروازہ کھولا، میں اتر گئی۔ اس گاڑی کے آگے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر پروفیسر سامری نظر آیا۔ پھر وہ گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور سرنگ سے گزرنے لگی۔ میں جس گاڑی میں اب تک سفر کر رہی تھی، وہ بھی پیچھے آ رہی تھی، تاکہ ہیلی کاپٹر والوں کو شبہ نہ ہو کہ ہم نے گاڑی بدل لی ہے۔

سرنگ سے گزرنے کے بعد وہی ہیلی کاپٹر نظر آیا۔ ہم اپنی پچھلی گاڑی سے بہت دور نکل گئے تھے۔ میں نے پلٹ کر دیکھا، ہیلی کاپٹر اسی گاڑی کے اوپر فاصلہ رکھ کر پرواز کر رہا تھا۔ پروفیسر سامری نے راستہ بدل دیا۔

اس راستے پر بے شمار گاڑیاں آتی جاتی دکھائی دے رہی تھیں ان میں سے کتنی ہی گاڑیاں مختلف راستے بدل کر اپنی اپنی منزل کی طرف جا رہی تھیں۔ ان میں سے میں کس گاڑی میں جا رہی ہوں، یہ ہیلی کاپٹر والوں کو معلوم نہ ہو سکا۔ تھوڑی دیر بعد پروفیسر سامری مجھے ایک بنگلے میں لے آیا۔ وہ پہلے ہی وعدہ کر چکا تھا کہ میں فرار ہو کر جہاں بھی پہنچوں گی، میرے لیے میک اپ وغیرہ کا سامان مہیا کر دیا جائے گا۔ اس بنگلے میں میری ضرورت کا ہر سامان موجود تھا۔ میں سب سے پہلے اپنا حلیہ تبدیل کرنے بیٹھ گئی۔ پروفیسر سامری بھی میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا "تم میرے لیے مصیبت بننے لگی تھیں۔"

میں نے میک اپ کرتے ہوئے کہا "ہاں۔"

"اگر تمہارے فرار ہونے میں شیطان کی مدد شامل نہ ہوتی اور تم پکڑی جاتیں تو دشمنوں سے صاف صاف کہہ دیتیں کہ میں نے تم پر تنویمی عمل نہیں کیا تھا۔ یہ بھید کھلنے کے بعد وہ مجھے گولی مار دیتے۔"

"ہاں مار دیتے۔"

وہ غصے سے بولا "میرے یہ ہاتھ دیکھ رہی ہو، فولاد ہیں فولاد۔ اگر ابھی تمہارا گلا دبا دوں تو؟"

"کیا پوچھ کر دباؤ گے؟"

وہ بیک بیک ہنسنے لگا۔ پھر بدلے ہوئے لہجے میں بولا "میں شیطان بول رہا ہوں۔ یہ پروفیسر سامری محض اس لیے بکواس کر رہا تھا کہ میں تھوڑی دیر کے لیے غیر حاضر ہو گیا تھا۔"

میں نے کہا "شیطان کبھی کسی انسان کے پاس سے غیر حاضر نہیں رہتا۔ ہر لمحے موقع کی تاک میں رہتا ہے مگر جہاں اپنا نقصان دیکھتا ہے وہاں دو لڑنے والوں کے درمیان ثالث بن کر آ جاتا ہے۔ تم یہی چاہتے ہو نا کہ میرے ہاتھوں پروفیسر سامری کی ٹوٹ پھوٹ نہ ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "بھئی تم دونوں میرے اپنے ہو۔ سامری میرا شاگرد ہے اور تم میری دوست۔ میں کسی کا بھی نقصان کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔"

میں نے پوچھا "تم پروفیسر سامری سے آخر کون سا اہم کام لینا چاہتے ہو؟"

اس نے کہا "پہلے اپنا حلیہ تبدیل کر لو پھر بتاؤں گا بلکہ دکھاؤں گا۔"

آدھے گھنٹے کے اندر میں نے اپنا چہرہ بڑی حد تک تبدیل کر لیا۔ دشمن مجھے پہچان نہیں سکتے تھے۔ پھر میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "چلو، مجھے بتاؤ، بلکہ دکھاؤ کیا دکھانا چاہتے ہو۔"

وہ مجھے ایسے کمرے میں لے گیا جہاں ایک دیوار پر بڑا سا ٹی وی اسکرین نصب کیا گیا تھا۔ ہم اسکرین سے تقریباً پندرہ فٹ کے فاصلے پر آرام سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ہمارے سامنے ایک سینٹر ٹیبل تھی۔ وہاں ایک ریموٹ کنٹرولر رکھا ہوا تھا۔ پروفیسر سامری نے کہا "جب میں نہ رہوں اور تم اسکرین پر کچھ دیکھنا چاہو تو ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے دیکھ سکتی ہو۔ ویسے مجھے اس کی ضرورت نہیں پڑتی، صرف چٹکی بجانے سے کام چلتا ہے۔"

اس نے فضا میں ہاتھ بلند کیا اور چٹکی بجائی۔ اسی لمحے ٹی وی اسکرین آن ہو گیا۔ میں نے خود کو وہاں دیکھا۔ مجھے اپنے سامنے ایک اور سونیا نظر آ رہی تھی۔ میں نے کہا "یہ میں ہوں۔"

پروفیسر سامری نے کہا "تم نہیں ہو، کوئی اور ہے۔"

اسکرین پر نظر آنے والی سونیا پورے قد و قامت کے ساتھ نظر آ رہی تھی۔ کبھی چل رہی تھی، کبھی اٹھ رہی تھی، کبھی بیٹھ رہی تھی۔ اور کبھی بول رہی تھی۔ ہر انداز میرا اپنا تھا۔

سامری نے کہا "یہ لڑکی ماسٹر کی سے تعلق رکھتی ہے۔"

"کیا یہ میری ہم شکل ہے؟"

"نہیں، مگر ہم شکل بنایا گیا ہے۔ یہ قد و قامت اور عادات و اطوار میں تم سے مماثلت رکھتی ہے۔ ماسٹر کی نے اسے تمھاری طرح بنانے کی پُرفن کوشش کی ہے اور وہ اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب رہا ہے۔"

میں نے کہا "یعنی اس کے ذریعے فرہاد کو دھوکا دیا جائے گا۔ کیا ماسٹر کی یہ نہیں جانتا کہ اصل سونیا کسی وقت بھی راز فاش کر سکتی ہے؟"

"وہ ہر پہلو پر غور کر چکا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ اصل سونیا کو جلد ہی گرفتار کر لے گا۔ اسے اپنی قید میں رکھے گا اور ڈمی سونیا کو فرہاد تک پہنچائے گا۔ پھر یہ سونیا بابا صاحب کے ادارے میں پہنچے گی اور اس ادارے سے متعلق جاسوسی کرتی رہے گی۔ وہاں کی خبریں ماسٹر کی تک پہنچاتی رہے گی۔"

اسکرین پر وہ سونیا نظر آ رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا "یہ مجھ سے کتنی ہی مشابہت اور مماثلت رکھے پھر بھی کوئی نہ کوئی بات مجھ سے مختلف ہو گی۔"

"میں نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے مکمل سونیا بنایا ہے۔ یہ تمھاری ہم مزاج بن گئی ہے۔ میں تمھیں دکھاتا ہوں۔" ہپناٹزم کے علم سے میں نے کتنا فائدہ اٹھایا ہے۔"

اس نے پھر ایک چٹکی بجائی۔ اسکرین پر منظر بدل گیا۔ سونیا بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور پروفیسر سامری پاس کھڑا ہوا اس پر تنویمی عمل کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا "اب چونکہ تم میری معمولہ بن چکی ہو، میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گی لہٰذا تمھیں سونیا کا کیسٹ سنایا جا رہا ہے۔ تمھارے کان اس کی آواز، اس کے لب و لہجے کو سنتے رہیں گے اور یہ لب و لہجہ اور یہ آواز تمھارے دماغ میں نقش ہوتی رہے گی۔ جب تم بیدار ہو گی تو اسی آواز اور اسی لب و لہجے میں گفتگو کرو گی۔"

میری ہم شکل سونیا بستر پر آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی۔ وہ تنویمی عمل کے زیر اثر تھی۔ اس نے کہا "میں کیسٹ کے ذریعے سونیا کی آواز اور لب و لہجے کو سنوں گی اور اسے اپنے ذہن میں نقش کر لوں گی۔"

ایک کیسٹ ریکارڈ آن کیا گیا۔ اس میں سے میری آواز سنائی دینے لگی۔ تنویمی عمل کے زیر اثر رہنے والی اس کیسٹ سے میری باتیں سنتی تھی اور ان باتوں کو دہراتی جاتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد منظر بدل گیا۔ اب دوسرے منظر میں وہ سونیا جو تنویمی عمل کے ذریعے گہری نیند میں تھی، بیدار ہو گئی تھی۔ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ پھر اس کمرے میں پروفیسر سامری کسی شخص کے ساتھ داخل ہوا۔ انھوں نے میری ہم شکل سے کوئی سوال کیا۔ جب اس نے جواب دیا تو میں حیران رہ گیا کیوں کہ وہ بالکل میری آواز اور میرے لب و لہجے میں بول رہی تھی۔ سامری نے ہاتھ اٹھا کر چٹکی بجائی، منظر تبدیل ہو گیا۔ اسی طرح میری ہم شکل بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس پر تنویمی عمل جا رہا تھا۔ سامری نے کنٹری کرنے کے انداز میں کہا "تمھاری آواز اور لب و لہجے کو پوری طرح نقل کرنے کے لیے ذرا وقت لگتا ہے۔ میں ایک ہی بار تنویمی عمل کے ذریعے ساری باتیں نقش نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے ہر روز اس پر عمل کیا جاتا رہا۔ آخر اس نے تمھارے انداز میں مکمل طور پر بولنا سیکھ لیا۔"

منظر پھر بدل گیا۔ میری ہم شکل پھر بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور تنویمی عمل کے زیر اثر تھی۔ سامری کہہ رہا تھا "اب تم کھولو گی اور بستر سے اٹھو گی لیکن تنویمی عمل کے زیر اثر رہو گی۔ تمھارے سامنے بڑے سے اسکرین پر سونیا کی مشرک فلم چلائی جائے گی۔ سونیا لڑائی کے دوران جس طرح پینترے بدلتی ہے، جس طرح چالاکی دکھاتی ہے، تم وہ سب دیکھتی رہو گی اور اس کی نقل کرتی جاؤ گی۔"

اسکرین پر پروفیسر سامری جو کہہ رہا تھا، اسی کے مطابق تھوڑی دیر بعد منظر تبدیل ہوا۔ میری ہم شکل سونیا نے آنکھیں کھول دی تھیں پھر بستر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر ایک بڑا سا اسکرین تھا۔ وہاں میری فلم چل رہی تھی۔ بڑی تفصیل سے یہ دکھایا جا رہا تھا کہ میں لڑنے سے پہلے کس طرح پینترے بدلتی ہوں۔ میرے پاؤں کس طرح حرکت کرتے ہیں۔ آنکھیں کس طرح مدِ مقابل پر جمی رہتی ہیں اور میں کس طرح اپنے مقابل کو باتوں میں الجھاتی ہوں اور اس پر حملہ کرتی ہوں۔ بعض اوقات توقع کے خلاف حرکتیں کرتی ہوں۔ لڑنے کا موقع آتا ہے تو دشمنوں کو اس فریب میں مبتلا کر دیتی ہوں کہ اب تب میں حملہ کرنے والی ہوں مگر اس کے برعکس چالاکی دکھاتی ہوں۔ اپنا کام نکالتی ہوں، ایک ذرا سا غلط کیے بغیر دشمنوں کے نرغے سے نکل جاتی ہوں۔

میں اپنی ہم شکل کو ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہی تھی۔ وہ اسکرین پر مجھے دیکھ رہی تھی۔ اور میری نقل کرتی جا رہی تھی۔ میں نے سامری سے پوچھا "کیا یہ سونیا بابا صاحب اور بابا صاحب کے ادارے والوں کو بے وقوف بنا سکے گی؟"

سامری نے کہا "ماسٹر کی یقین سے کہتا ہے، وہ ایسا کر سکے گی۔ جب یہ منظرِ عام پر آئے گی تو صرف فرہاد اور اس کے چاہنے والے ہی نہیں، ماسک مین اور سپر ماسٹر اور وہ پُراسرار شخص سبھی دھوکا کھائیں گے، اسے سونیا سمجھ کر اس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

میں نے کہا "خواہ مخواہ اتنا لمبا چکر چلایا جا رہا ہے، اتنی محنت کر کے سونیا تیار کی جا رہی ہے، میں ایسی ڈمی کو پلک جھپکتے ہی خاک میں ملا دوں گی۔"

"تمہیں یہ زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے، اسی طرح ایک ڈمی سونیا کو دوسری ڈمی سونیا کاٹ دے گی۔"

میں نے پوچھا "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

اس نے کہا "اسکرین پر دیکھو۔"

میں نے ادھر دیکھا۔ وہاں میری ہم شکل کی تصویر دکھائی دے رہی تھی۔ میں نے کہا "یہ تو وہی ڈمی سونیا ہے۔"

"نہیں، یہ دوسری ڈمی ہے۔"

میں نے ناگواری سے پوچھا "کیا سونیاؤں کا بازار لگا یا جا رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں نے دوسری ڈمی تیار کرنے جیسا کہ تم سے کہہ چکا ہوں، تم وہاں سے فرار ہونے کے بعد یہاں آؤ گی ہو۔ یہاں سے کہیں اور جاؤ گی اور روپوش رہو گی حتیٰ کہ فرہاد سے بھی نہیں ملو گی۔ تمہاری جگہ میری یہ ڈمی سونیا کام کرے گی۔"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا "مجھے اس کے کئی پہلوؤں سے انکار ہے۔"

"جہاں تمہیں انکار ہو گا وہاں میں سمجھوتہ کر لوں گا۔"

میں نے کہا "اوّل تو یہ کہ تمہاری یا کسی کی بھی ڈمی سونیا بابا صاحب کے اداڑے میں قدم نہیں رکھے گی۔"

"مجھے نظر کرنا پڑے گا۔"

"میری دوسری شرط یہ ہے کہ تم لوگ دو نہیں دو سو ڈمی سونیا تیار کر لو مگر میں فرہاد کو سونیا کی ذات سے دھوکا کھانے نہیں دوں گی۔ لہٰذا جب بھی یہ ڈمیاں منظرِ عام پر آئیں گی تو ان میں سے میرے پاس ہونا چاہیے یا مجھے فرہاد کے پاس پہنچنا چاہیے۔"

"تم دوسری شرط میں ذرا لچک پیدا کرو۔ اگر فرہاد تم سے ملے گا یا تم فرہاد کے پاس پہنچ جاؤ گی تو پھر قصہ ہی ختم ہو جائے گا۔ دشمنوں کی نظروں میں تم دونوں اہم ترین ہو۔ جب ایک جگہ ہو جاؤ گے تو دشمن پیچھے ہٹ جائیں گے۔ میں نے شیطانی چالوں کے لیے شطرنج کی جو بساط بچھائی ہے وہ الٹ پلٹ ہو جائے گی۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "پروفیسر سامری عرف مسٹر شیطان! آج تک تم شطرنج کی بساط بچھا کر اپنی مرضی سے چالیں چلتے رہے۔ چونکہ تم نے مجھے دوست بنا لیا ہے اپنے کاندھے پر سوار کر لیا ہے، اس لیے تمہارے ساتھ ساتھ میں بھی چالیں چلوں گی۔ بے شک تم ہمارے تمام ساتھیوں کو اپنے مہرے سمجھ کر جس خانے میں چلنا چاہو، چلو لیکن فرہاد کو میں اپنی مرضی سے جس خانے میں چاہوں گی پہنچاؤں گی۔"

پروفیسر سامری اپنی جگہ سے اٹھ کر اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ پھر اس نے کہا "میں تمہیں خوش رکھنا چاہتا ہوں لہٰذا میری بساط پر تم اور فرہاد دو مہرے آزاد ہوں گے اور آزادی سے کسی بھی خانے تک پہنچ سکیں گے۔ باقی جو چالیں میں چلوں گا تم ان پر اعتراض نہیں کرو گی۔"

میں نے اسے مسکرا کر دیکھا، پھر کہا "ہرگز اعتراض نہیں کروں گی لیکن جہاں میرے چاہنے والوں کو نقصان پہنچے گا وہاں میں تمہاری چال کے جواب میں اپنی چال چلوں گی۔"

وہ انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا "یہ کیا بات ہوئی؟"

"بات یہ ہوئی کہ دنیا بھر کے مہرے تمہارے ہاتھ میں ہیں، میرے ہاتھ میں صرف دو مہرے ہیں۔ ایک میں ہوں، دوسرا فرہاد۔ پھر تم ڈرتے کیوں ہو؟"

"میں شیطان ہوں، کسی سے نہیں ڈرتا۔ تم کیا ڈراؤ گی؟"

"یہ بات ہے تو شطرنج کی بساط پر میری نئی چال سن لو جب بھی یہ دونوں ڈمی سونیا ایک ساتھ منظرِ عام پر آئیں گی اس وقت فرہاد کو میرے پاس ہونا چاہیے۔ اگر فرہاد تک پہنچنے میں تم نے کوئی رکاوٹ پیدا کی تو میں دونوں ڈمیوں کا کباڑا کر دوں گی۔"

اس نے میری دونوں شرائط کو تسلیم کر لیا۔ میں اس کے آفس سے نکل کر ڈائننگ روم میں آئی۔ سامری کے ملازم نے میز پر کھانا چُن دیا تھا۔ میں نے تھوڑا سا کھایا، پھر تھکن محسوس کرتے ہوئے بیڈ روم میں آ کر لیٹ گئی۔ لیٹنے سے پہلے دروازے اور کھڑکی کو اندر سے بند کر دیا۔ میں دو دن تک کوما میں تھی۔ تیسرے دن بات حاصل ہوئی تھی۔ اس دوران سوتی رہی تھی یا جاگتی رہی تھی۔ میں خود نہیں جانتی، بستر پر لیٹنے کے چند منٹ بعد ہی میری آنکھ لگ گئی۔

ہم آتے دن زندگی کی دھوپ چھاؤں سے گزرتے رہتے ہیں۔ آزادی سے اپنے گھر میں سونے کے باوجود انجانے خطرات میں گھرے رہتے ہیں۔ اس لیے ہمیں سونے کے دوران بھی ذہنی طور پر جاگتے رہنے کی عادت ہو گئی ہے۔ میں گہری نیند میں تھی۔ خواب میں پروفیسر سامری کو دیکھا۔ وہ میری طرف دونوں بازو پھیلا کر کہہ رہا تھا "یہ جوانی کے دن ہیں اور تم یہ دن رات سو کر گزارتی ہو یا فرہاد کے انتظار میں۔ بھلا یہی کوئی زندگی ہے۔ میرے پاس آ جاؤ۔"

میں نے کہا "میری دوستی شیطان سے ہو گئی ہے، شیطان بلائے گا تو آؤں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولا "میں سامری کے اندر شیطان بول رہا ہوں۔ تم نے آج تک جنّت کا تذکرہ سنا ہے۔ میں نے جو جنّت بنائی ہے وہاں پہنچ جاؤ تو ساری دنیا کو بھول جاؤ گی۔ آؤ میرے پاس آؤ۔"

میں اس کی طرف بے اختیار بڑھنا چاہتی تھی، اچانک میرے جاگتے ہوئے ذہن نے مجھے بیدار کر دیا۔ آنکھ کھل گئی۔ میں کمرے میں تنہا تھی۔ مگر پھٹی پھٹی جس کہہ رہی تھی، میں اکیلی نہیں ہوں۔ کمرے میں کوئی ہو یا نہ ہو مگر کوئی مجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر میری نظر کھڑکی کی طرف گئی۔ کھڑکی کا پردہ ایک طرف سے ذرا ہٹا ہوا تھا اور پروفیسر سامری وہاں سے جھانک کر مجھے دیکھ رہا تھا۔

میں نے سونے سے پہلے کھڑکی بند کی تھی۔ پتا نہیں کیسے کھل گئی تھی یا کھول دی گئی تھی۔ میں نے چپکے سے شیطان کو مخاطب کیا "اے شیطان! میرے اندر جذبے مچل رہے ہیں، کیا تو میرے پاس ہے؟"

وہ بولا "ہاں، میں تمہارے پاس ہوں۔"

"کیا تم چاہتے ہو کہ میں پروفیسر سامری کے پاس چلی جاؤں؟"

وہ خوش ہو کر بولا "واہ سونیا! اس طرح تم مجھے خوش کرو گی۔ شیطان اور کیا چاہتا کیا ہے؟"

"تو پھر میری ایک بات مانو۔ جب تک میں سامری کو کمرے کے اندر نہ بلاؤں، کہ تم میرے پاس رہو۔ تمہیں یہ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ایسے وقت عورت شرماتی ہے اور کسی کی موجودگی برداشت نہیں کرتی۔"

اس نے خوش ہو کر کہا "فکر نہ کرو، میں جا رہا ہوں۔ پروفیسر سامری کے پاس رہوں گا۔"

پھر میں نے اپنے آپ کو ہلکا پھلکا سا محسوس کیا۔ جذبے سرد پڑ گئے کیوں کہ شیطان میرے اندر سے چلا گیا تھا۔ میں نے کھڑکی کی طرف دیکھا، کھڑکی کے پاس ہی دروازہ تھا۔ دروازے کے پاس ایک سوئچ بورڈ تھا۔ اگر میں وہاں جا کر لائٹ آف کر دیتی تو اندھیرا چھا جاتا۔ پروفیسر سامری کو کچھ نظر نہ آتا۔ وہ آنکھیں رکھتے ہوئے بھی فی الحال طور پر اندھا ہو جاتا۔

میں نے پھر کھڑکی کی طرف دیکھا اور ایک بھرپور انگڑائی لی۔ پروفیسر سامری کی باچھیں کھل گئیں۔ میں بستر سے اتر کر ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی۔ پھر مسکرا کر بولی۔ "دروازہ کھولوں؟"

وہ خوش ہوتے ہوئے بولا "تم دروازے کو پوچھ رہی ہو، میں نے تو اپنا دل کھول کر رکھ دیا ہے۔"

"تو پھر دیر کس بات کی ہے۔ آؤ۔"

وہ کھڑکی سے ہٹ کر دروازے کی طرف گیا۔ میں نے کمرے کی بتی بجھا دی۔ کھڑکی کا پردہ ذرا سا ہٹا ہوا تھا۔ آئینے کی روشنی ذرا سی اندر آ رہی تھی ورنہ کمرے میں تاریکی چھا گئی تھی۔ میں نے فوراً ہی دروازہ نہیں کھولا۔ وہ بے چین سا ہو کر بولا "دروازہ کھولو۔"

"کھول رہی ہوں۔ تم سمجھتے کیوں نہیں، میں عورت ہوں، پہلے شرماتی ہوں۔"

"ہاں، ہاں۔ ابھی شیطان میرے پاس آ کر کہہ رہا تھا، تم شرما رہی ہو۔"

چند سیکنڈ تک خاموشی رہی۔ پھر اس سے رہا نہ گیا۔ اس نے ہولے سے دستک دیتے ہوئے کہا "بھئی کب تک شرماؤ گی۔ میں تو تمہارا اپنا ہوں۔"

"ہائے میرے اپنے، میرے پیارے سامری، تم اب تک کہاں تھے؟"

"میری پیاری سونیا! محبت کی یہ باتیں دروازہ کھول کر بھی کر سکتی ہو۔"

"اوہ، میں تو بھول ہی گئی تھی۔ یہ لو کھول رہی ہوں۔"

میں نے دروازے کو ایک جھٹکے سے کھول دیا۔ برآمدے کی روشنی ذرا اندر آئی۔ پروفیسر سامری دیوانہ وار آگے بڑھا اور اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے ایک ہاتھ سے سوئچ آن کیا۔ دوسرے ہاتھ سے تار کے ننگے سرے کو اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ یکبارگی اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ اس نے اس خیال سے مٹھی باندھی تھی کہ میری کلائی

ہاتھ آگئی ہے لیکن بدحواسی میں وہ مٹھی کھولنا بھول گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی بار اسے بجلی کے جھٹکے لگے۔ کئی بار وہ تھرایا، چیخیں نکلیں۔ اس کے بعد جھٹکا کھا کر پیچھے چلا گیا۔ میں نے سوئچ کو آف کیا۔ پھر دروازے کو بند کر دیا۔ باہر اس کے کراہنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے کمرے کی لائٹ آن کر دی، کمرا روشن ہوگیا۔ میں کھڑکی کے پاس آئی، پھر پردے کو ہٹا کر دیکھا، وہ برآمدے کے فرش پر پڑا ہوا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ جیسے ہی مجھ پر نظر پڑی، میں نے پوچھا۔

"دروازہ کھولوں؟"

پھر جو اس کی زبان سے مغلظات کا لاوا ابلنا شروع ہوا ہے تو میں نے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ کھڑکی کے پاس سے ہٹ کر بستر پر جاتے ہوئے شیطان کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "حاضر ہوں۔"

"اپنے شاگرد کو سمجھاؤ۔ عورتوں کی طرح گالیاں بکنے سے کیا ملے گا۔ مرد کی طرح میرے پاس آئے، میں دروازہ کھولتی ہوں۔"

"اب تو اس کا باپ بھی نہیں آئے گا۔ میں سمجھ رہا تھا، تم دروازہ کھولتے ہی اس پر حملہ کر دو گی۔ دونوں کے درمیان مقابلہ ہوگا۔ یا تو وہ غالب آئے گا یا تم اس پر غالب آجاؤ گی۔"

"میں خود کو تھکا دینے کی عادی نہیں ہوں۔"

"تم کیا چیز ہو سونیا! میں نے ایک بار پروفیسر ناگری کے ذریعے اعلیٰ بی بی کے کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔ پتا چلا، اس نے اسم اعظم پڑھا ہے۔ میں اس کی تنہائی میں نہیں جاسکوں گا۔ ایک بات کا جواب دو۔ تم نے اسم اعظم کیوں نہیں پڑھا؟"

میں نے جواب دیا۔ "وہ اعلیٰ بی بی ہے، میں سونیا ہوں۔ اس نے اسمائے عظیم کا ورد کیا اور میں رب عظیم کی دی ہوئی عقل استعمال کرتی ہوں۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ مگر ہمارے طریقہ کار مختلف ہوتے ہیں۔ اعلیٰ بی بی نے دعا سے تحفظ حاصل کیا، میں دوا سے حاصل کر چکی ہوں۔"

میں نے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا۔ "چونکہ تم دوست بن گئے ہو اس لیے لاحول نہیں پڑھوں گی۔ خود ہی شرافت سے دفع ہو جاؤ۔ میں سونے جا رہی ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے کروٹ بدل کر آنکھ بند کی۔ چند منٹ کے بعد گہری نیند میں ڈوب گئی مگر ذہن اسی طرح جاگتا رہا۔ میں شیطان کے گھر میں تھی۔ دانشمندی کا تقاضا تھا کہ ایک آنکھ سے سوتی رہوں، دوسری آنکھ سے جاگتی رہوں۔

میں صبح دیر تک آرام سے سوتی رہی۔ بہت عرصے بعد ایسی نیند میسر ہوئی تھی۔ بیدار ہو کر میں نے غسل وغیرہ کیا، لباس تبدیل کرنے کے بعد ناشتا کرنے بیٹھی تو اچانک خطرے کی گھنٹی سنائی دی۔ شیطان نے بتایا کہ میں ماسٹر کی کی گرفت میں آنے والی ہوں۔

میں نے غصے سے کہا۔ "تم بہت دوغلے ہو۔ میرے ساتھ آکر دوستی کا بھرم رکھتے ہو اور ادھر میرے دشمنوں کے لیے کام کرتے ہو۔ بھلا ماسٹر کی کو کیسے معلوم ہوگیا کہ میں کہاں ہوں اور کس حلیے میں ہوں؟"

"سونیا مجھ پر شبہ نہ کرو۔ میں تمہارا بہترین دوست ہوں، تمہیں خطرے سے آگاہ کرتے آیا ہوں۔ جب طیارہ تباہ ہوا تھا اور تم بے ہوش ہوگئی تھیں تو پُراسرار شخص کے آدمی تمہیں وہاں سے لے گئے تھے۔ مگر تمہاری ایک امیجینی وہاں رہ گئی تھی جو ماسٹر کی کے آدمیوں کے ہاتھ لگی۔ اس امیجینی میں تمہارا ایک استعمال شدہ کپڑا تھا۔ وہ کپڑا شکاری کتوں کو سنگھایا گیا ہے۔ دیکھو دیکھو، ذرا غور سے سنو۔ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آرہی ہیں۔"

میں ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ کھڑکی کے پاس کان لگا کر سنا تو واقعی دور بہت دور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور وہ آوازیں رفتہ رفتہ قریب آتی جا رہی تھی۔ میں کھڑکی کے پاس سے پلٹ گئی۔ پروفیسر سامری کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر نفرت سے واپس جانے لگا۔ میں نے کہا۔ "پروفیسر! پلیز ایک منٹ۔ مجھے اپنی گاڑی کی چابی دو۔"

اس نے نفرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم شیطان سے مل کر مجھے اُلو بنا رہی ہو۔ کل رات تم نے جو سلوک میرے ساتھ کیا، میں کبھی بھلا نہیں سکوں گا۔ تم میری گاڑی کی چابی مانگ رہی ہو۔ میں اس گھر کی بھی چابی نہیں دوں گا۔ جتنی جلد ہو سکے، یہاں سے نکل جاؤ۔"

میں نے تنبیہ کے انداز میں اسے انگلی دکھاتے ہوئے کہا۔ "سامری! جو میری مصیبت میں کام نہیں آتا، میں اس کے لیے مصیبت بن جاتی ہوں۔ شکاری کتے میرے تعاقب میں آرہے ہیں۔ مجھے یہاں سے قرار ہونا ہے اور تمہاری گاڑی کی سخت ضرورت ہے۔ میں اپنے کمرے میں ضروری سامان لینے جا رہی ہوں۔ ایک منٹ میں واپس آؤں گی۔ اس وقت مجھے جا

ں جانا چاہیے۔"

میں اپنے کمرے میں گئی۔ ایک بیگ لیا۔ اس میں ضروری سامان رکھا پھر کمرے سے نکلنا ہی چاہتی تھی کہ گاڑی کی آواز سنائی دی۔ میں نے تیزی سے دوڑتے ہوئے برآمدے میں آکر دیکھا تو وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے جا چکا تھا اور تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے بنگلے کے احاطے سے باہر چلا گیا تھا۔ میں فوراً ہی پلٹ کر اس کے کمرے میں گئی۔ شیطان نے پوچھا۔ "تم کیا کر رہی ہو؟"

میں نے کہا۔ "بکواس مت کرو۔ جب تم نے پروفیسر ساری کی گاڑی لے جانے سے نہیں روکا تو یہ بھی مت پوچھو کہ میں کیا کرنے جا رہی ہوں۔ چلے جاؤ میرے پاس سے ورنہ دوستی کا خیال نہیں کروں گی اور لاحول پڑھوں گی۔"

وہ چلا گیا۔ دراصل شیطان ایسا زبردست نہیں ہوتا جیسا کہ اسے بنا دیا گیا ہے۔ شیطان کی کمزوری کی کھلی دلیل یہ ہے کہ وہ ازل سے انسان کے اندر رہ کر اسے بہکاتا ہے مگر آج تک انسانوں کی اکثریت کو شیطان نہیں بنا سکا۔ اگر انسانی تاریخ میں دو چار انسان مکمل شیطان کے روپ میں آئے ہیں تو یہ شیطان کی کامیابی نہیں ہے اور نہ ہی اس کے زبردست ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

کتوں کے بھونکنے کی آواز اور قریب آتی جا رہی تھی۔ میں دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی۔ وقتی طور پر اپنے بچاؤ کے لیے تدبیر ذہن میں آگئی تھی۔ بہت عرصہ پہلے جب فرہاد سے میری دشمنی تھی اور میں ماسٹر لیوشے کے لیے کام کرتی تھی اور مجھ میں سونگھنے کی بے پناہ صلاحیت تھی تو میں فرہاد کی بُو سونگھ کر اس کا تعاقب کیا کرتی تھی۔ ایسے وقت فرہاد نے اپنے بچاؤ کے لیے اپنے جسم پر بار ہا خوشبو اسپرے کی تھی۔ اس کے نتیجے میں وہ خوشبو اس کے جسم پر اس قدر رچ بس جاتی تھی کہ قدرتی بُو چھپ جاتی تھی۔ اور میں تعاقب کرتے کرتے رک جاتی تھی، پھر مجھے اس کا سراغ نہیں ملتا تھا۔

میں نے ڈریسنگ ٹیبل پر سے پرفیوم کی بوتل اٹھائی پھر اسے اپنے بدن پر اسپرے کرنے لگی۔ اس کے بعد بوتل بیگ میں رکھ لیا۔ وہاں سے باتھ روم میں گئی۔ جو کپڑے اُتار دیے تھے انھیں سمیٹ کر واشنگ مشین میں ڈال دیا۔ اسے آن کیا۔ تھوڑی دیر تک وہاں کھڑی رہی، جب اطمینان ہوگیا کہ بدبو اور صابن وغیرہ میں کپڑوں سے خارج ہونے لگی ہے اور اب وہ فضا میں نہیں پھیلے گی تو میں نے مشین کو آف کر دیا۔ وہاں سے نکل کر مختلف کمروں سے گزرتے ہوئے اس بنگلے کے برآمدے میں پہنچی۔ اس وقت تک وہ کتے بنگلے کے قریب آگئے تھے۔

انھوں نے بھونکنا بند کر دیا تھا۔ کبھی آسمان کی طرف منہ اٹھاتے تھے اور کبھی ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ غراتے تھے۔ میری بُو گم ہوگئی تھی۔ وہ فضا میں تھپلے پھیلا کر سونگھ رہے تھے۔ میرا سراغ لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔

اگر میں ذرا بھی چوک جاتی تو وہ بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیتے۔ پھر میں لاکھ پرفیوم استعمال کرتی، خوشبوؤں میں چھپ جانے کی کوشش کرتی، کتوں کے ساتھ آنے والے دشمن سمجھ لیتے کہ میں کتوں سے بچنے کے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہوں۔ فی الحال کوئی مجھ پر شبہ نہیں کر رہا تھا۔

میں نے دیکھا، ایک گاڑی کے پچھلے حصے میں آہنی کٹہرا سا بنا ہوا تھا جس کے اندر چار کتے نظر آرہے تھے۔ دوسری گاڑی کی چھت کے اوپر چھوٹا سا آہنی کٹہرا تھا، اس میں دو کتے دکھائی دیے۔ اور گاڑی کی چھت پر بھی دو کتے بیٹھے تھے۔ ان کی زنجیریں ایک شخص کے ہاتھ میں تھیں۔ ان کتوں کو کٹہرے میں نہیں رکھا گیا تھا، مقصد یہ تھا کہ وہ میری بُو پاتے ہی میری طرف دوڑ پڑیں مگر اس طرح کہ ان کی زنجیریں اس شخص کے ہاتھ میں رہتیں۔ اس کے ساتھ کچھ اور دشمن بھی میری طرف آتے اور مجھے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کرتے۔ اگر میں فرار ہونا چاہتی تو آہنی کٹہروں کے باقی کتوں کو آزاد کر دیا جاتا پھر وہ چاروں طرف سے مجھے گھیر کر، بھنبھوڑ کر فرار ہونے کے قابل نہ چھوڑتے۔

میں برآمدے سے پلٹ کر بنگلے کے اندر آئی پھر پچھلے دروازے سے نکل گئی۔ باہر آتے ہی تیزی سے چلتے ہوئے پچھلی سڑک پر پہنچ گئی۔ مجھے اس بات کا خیال تھا کہ فضا میں زیادہ دیر رہوں گی تو میرے بدن پر اسپرے کی ہوئی خوشبو اڑ جائے گی۔ پھر میری اپنی بُو کتوں تک پہنچنے لگے گی۔ اس خیال سے تیز قدم اٹھاتی جا رہی تھی۔ اس راستے پر اکا دکا گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ میں نے ایک گاڑی والے کو لفٹ حاصل کرنے کا اشارہ کیا مگر وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا گزر گیا۔ پھر ایک موٹر سائیکل والا دکھائی دیا۔ اس سے پہلے کہ میں اشارہ کرتی، وہ خود ہی میرے پاس رک گیا۔ وہ نوجوان تھا۔ بھلا کیسے نہ رکتا۔ مجھے دیکھ کر بولا۔ "ہیلو سوئٹی۔"

میں شانے سے بیگ لٹکا کر گاڑی کے پاس آئی، پھر اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔ اس نے پیچھے کی طرف سر گھما کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "جانِ من! ذرا لگ کر بیٹھو۔"

میں نے دونوں ہاتھ اس کی کمر پر رکھے۔ پھر دونوں

انگوٹھوں کو اس کی ریڑھ کی ہڈی پر رکھ کر اچانک دباؤ ڈالا تو اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میں نے کہا "بعض لڑکیاں لگتے ہی جھٹکا پہنچاتی ہیں۔"

تکلیف کی شدت سے اس کے دونوں ہاتھ موٹر سائیکل کے ہینڈل پر سے اُٹھ گئے تھے۔ وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اس نے ایک ہاتھ کی کہنی مارنا چاہی۔ میں نے اس کی ریڑھ کی ہڈی پر اور دباؤ ڈالا۔ وہ اور زیادہ چیخنے لگا۔ میں نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن پکڑی۔ دوسرے ہاتھ سے اس کی ایک ٹانگ پکڑ کر گاڑی پر سے الٹا دیا۔ وہ سڑک کے کنارے گرا پھر لڑھکتا ہوا ایک درخت سے ٹکرا گیا۔

آج کل کے نوجوان ڈسکو میں کمر بہت ہلاتے ہیں مگر کمر کے مضبوط نہیں ہوتے۔ وہ ایک ہاتھ سے اپنی کمر تھامے تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ اٹھنے کی ہمت نہیں تھی۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر یہ جا اور وہ جا۔

کچھ دور جانے کے بعد میں نے موٹر سائیکل بائیں راستے پر موڑ لی۔ پھر اس راستے پر گاڑی کو موڑ لیا جو ہمارے بنگلے کے سامنے سے گزرتا تھا۔ اور جدھر میں نے شکاری کتوں سے بھری ہوئی گاڑیاں دیکھی تھیں۔ ذرا آگے جا کر میں نے وہ گاڑیاں دیکھیں۔ ان کا رُخ میری ہی طرف تھا لیکن ابھی میرے بدن پر خوشبو باقی تھی۔ میں نے دور ہی سے دیکھ لیا تھا کتے میری طرف منہ کر کے نہیں بھونک رہے تھے۔ میں نے گاڑی کی رفتار بڑھائی اور ان کی طرف جانے لگی۔

شیطان نے اچانک ہی مخاطب کیا "مانا کہ تم دلیر ہو۔ مگر جان بوجھ کر جان کو خطرے میں ڈالنا دلیری نہیں حماقت ہے۔ بھلا کتوں کی طرف جانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"مسٹر شیطان! میں تمہیں پہلی اور آخری بار سمجھائی ہوں، مجھ سے اجازت لیے بغیر نہ آیا کرو اور اچانک مخاطب نہ کیا کرو۔"

"آئندہ اجازت لے کر آؤں گا۔"

"میں اگلے چار گھنٹوں تک تمہیں آنے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

اس دوران وہ کتوں والی گاڑیاں میرے قریب آگئی تھیں۔ میں رفتار بڑھاتے ہوئے ان کے قریب سے گزرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ شیطان نے پوچھا "اس کا مطلب یہ ہے کہ اگلے چار گھنٹوں میں تم کوئی ایسی شرارت کرنے والی ہو جس سے سامری کو نقصان پہنچے گا۔"

"میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ وہ مجھے مصیبت میں مبتلا کر جائے گا تو خود مصیبت میں مبتلا ہو گا۔"

"نہیں سونیا! نہیں۔ تم کوئی لمبا چکر چلا رہی ہو۔ میں اسے نقصان پہنچتے نہیں دیکھنا چاہتا۔"

"اور مجھے نقصان پہنچتے دیکھنا چاہتے ہو؟"

"بالکل نہیں، اگر تم اپنی چالاکی دکھا کر وہاں سے نہ ہوتیں تو میں تمہارے بچاؤ کے لیے کوئی دوسری تدبیر کرتا۔ میں مانتا ہوں، تمہارا دماغ کمپیوٹر سے زیادہ تیز ہے۔ میں تیزی سے مصیبت میں مبتلا نہیں کر سکتا جتنی تیزی سے تم کار استہ ڈھونڈ نکالتی ہو۔"

"تم مجھے باتوں میں الجھا کر معلوم کرنا چاہتے ہو کہ اگلے چار گھنٹوں کے اندر کیا کرنے والی ہوں۔ تم جانو یا نہیں۔"

"ناراض کیوں ہوتی ہو۔ جا رہا ہوں مگر یاد رکھو میرے پاس شیطانی دماغ ہے۔ میں پروفیسر سامری کو تمہارے شر سے بچا لوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں اس سڑک کے آخری سرے پر پہنچ کر رک گئی۔ پلٹ کر دیکھا تو دور جانے والی گاڑیاں بھی رک گئی تھیں۔ اور اب چھت پر بیٹھے ہوئے دو آزاد کتے میری طرف رُخ کر کے بھونک رہے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ میرے بدن سے خوشبو زائل ہو گئی تھی۔

اس سڑک پر خاصا ٹریفک تھا۔ کتے اگرچہ میری طرف رُخ کر کے بھونک رہے تھے لیکن ان کے ساتھ آنے والے دشمن مجھ پر شبہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس راستے پر شبہ کرنے کے لیے بہت سے لوگ تھے۔ میں نے پھر گاڑی اسٹارٹ کی اور تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی دور جانے لگی۔ اتنی دیر میں انھوں نے گاڑیاں موڑ لی تھیں اور اسی طرف آ رہے تھے جس طرف کتے منہ اٹھا کر بھونکتے جا رہے تھے۔

میں آج صبح دیر تک سوتی رہی تھی۔ بیدار ہونے کے بعد غسل وغیرہ کر کے لباس تبدیل کرنے کے بعد ناشتہ کرنے بیٹھی تو گیارہ بج رہے تھے۔ مجھے ایک لقمہ بھی نصیب نہیں ہوا۔ یہ کتے میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ ایک بج رہا تھا۔ مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ میں نے بیگ میں سے رومال نکالا۔ چہرے اور گردن کو پونچھا۔ ایک طرف پھینک دیا۔ بہت دور جا کر ایک کیبن میں بیٹھ کر کافی کا آرڈر دیا۔ اس کے بعد بیگ میں سے بوتل نکال کر خوشبو کو اسپرے کر لیا۔

بہت قریب سے کتوں کے بھونکنے کی آواز آ رہی تھی۔ ریستوران کے دروازے تک پہنچ گئے تھے۔ ایک شخص اندر مل ہو کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ پھر اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا "وہ یقیناً یہاں آئی ہے۔"

کتوں کو کنٹرول کرنے والے شخص نے کہا "ادھر نہیں ہے۔ دیکھو، یہ رُخ بدل کر بھونک رہے ہیں۔ ہمیں اسی سمت جانا ہو گا۔"

پہلے شخص نے جھنجلا کر کہا "کیا مصیبت ہے۔ یہ کتے ٹھیک طور پر تربیت یافتہ نہیں ہیں۔ ہمیں خواہ مخواہ بھٹکا رہے ہیں۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا ریستوران سے باہر گیا۔ اب کتوں کے بھونکنے کی آواز دور ہوتی جا رہی تھی۔ یقیناً وہ ادھر جا رہے تھے جدھر میں نے رومال پھینکا تھا۔ میرا مطلوبہ کھانا میز پر آ گیا تھا۔ میں اطمینان سے کھانے لگی۔

میں نے پیدا ہوتے ہی کتوں کے درمیان زندگی گزارنا شروع کی تھی۔ بارہ برس تک کتوں کے ساتھ رہ کر میں نے محسوس کیا کہ انسان پر کتوں کے اثرات کیا پڑ سکتے ہیں۔ جب یہ ہوا کہ مجھ میں ان کی طرح سونگھنے کی حس پیدا ہو گئی تھی۔ میں آج بھی ان کی عادات اور ان کے مزاج کو خوب سمجھتی ہوں۔ انسان ہوں یا حیوان، دونوں ہی خوشبو اور بدبو کو پوری طرح محسوس کرتے ہیں۔ یعنی جوان میں بھی خوشبو سے متاثر ہونے کی حس ہوتی ہے اسی لیے میں ان کتوں کے سامنے سے دو بار خوشبو لگا کر گزر چکی تھی تاکہ وہ میری اس خوشبو کے عادی ہو جائیں اور کسی وقت میں ان کے قریب جاؤں تو وہ اس خوشبو سے متاثر نہ ہوں۔

میں نے نہایت اطمینان سے کھانا ختم کیا۔ پھر مجھے اسی شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ کاؤنٹر کے پاس جا کر پوچھ رہا تھا "یہاں بیس پچیس منٹ پہلے ایک عورت آئی تھی۔ کیا وہ جا چکی ہے؟"

کاؤنٹر مین نے کہا "پچیس منٹ کے اندر کتنی ہی عورتیں آئی اور چلی گئیں۔ ہم یہ حساب نہیں رکھتے۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ بیگ کو شانے سے لٹکایا۔ پھر کیبن سے نکل کر گرین روم کی طرف جانے لگی۔ اسی وقت اس شخص کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ میں نے اسے نظر انداز کیا اور میں گرین روم کی طرف جانے لگی جو ریستوران میں آنے والی عورتوں کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔ جہاں عورتیں لباس اور میک اَپ درست کرنے کے لیے جاتی ہیں۔ میں اس کمرے میں پہنچ کر آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ آئینے میں وہ منظر آیا۔ دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا "جیسے ہی تم کیبن سے نکلیں، تمہارے لباس سے اٹھنے والی خوشبو نے متوجہ کر لیا۔ بڑی تیز خوشبو استعمال کرتی ہو۔"

میں نے پلٹ کر مسکراتے ہوئے کہا "میں اتنی حسین نہیں ہوں کہ دیکھنے والے مجھے دیکھتے ہی رہ جائیں لہٰذا متوجہ کرنے کے لیے تیز خوشبو استعمال کرتی ہوں۔ میں نے دو ڈالر میں یہ پرفیوم خریدا تھا۔ میری رقم ضائع نہیں ہوئی، تم سے وصول کر لوں گی۔"

اس نے اچانک ہی جیب سے چاقو نکالا پھر اسے ایک جھٹکے سے کھولتے ہوئے کہا "میں تمہارے چہرے کو دیکھنا چاہتا ہوں، یہ اصلی ہے یا نقلی۔"

اس کے پاس ریوالور بھی تھا لیکن وہ ایسا ہتھیار استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے ریستوران میں ہنگامہ برپا ہو جائے۔ وہ میرے سامنے آیا پھر چاقو کی نوک میری ٹھوڑی کے نیچے حلق سے لگا دی۔ دوسرے ہاتھ سے چہرے کو چھو کر دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میرے چونکنے کے انداز نے اسے بھی ادھر دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ بس اتنی سی مہلت کافی تھی۔ میں نے چاقو والے ہاتھ کو پکڑا، کلائی کو گرفت میں لیتے ہی اسے ایک طرف جھٹکا دیا۔ جوڈو کا داؤ استعمال کیا۔ وہ میرے پاس سے ہوتا ہوا قلابازی کھاتا ہوا سنگھار میز کے آئینے سے جا کر ٹکرایا۔ چاقو ہاتھ سے چھوٹ چکا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر بند کیا مگر اس کے دستے سے ایک زبردست ضرب لگائی۔ وہ آئینے سے ٹکرا کر گرنے کے بعد اٹھنا چاہتا تھا۔ پھر کراہتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر فرش پر جھکنے لگا۔ میں نے دوسری ضرب لگائی۔ وہ فرش پر چپ چاپ لیٹ گیا۔ خواہ مخواہ قتل کرنا مناسب نہیں تھا۔ اسے بے ہوش کر دینا ہی کافی تھا۔

میں نے اس کی جیبیں ٹٹولیں۔ اچھی خاصی رقم موجود تھی۔ میں نے صرف پچیس ڈالر نکال لیے اور گرین روم سے نکل کر اس کے دروازے کو باہر سے بند کیا۔ پھر ریستوران کے حصے میں آئی، ویٹر نے میری طرف پیٹھ کر رکھی تھی۔ میں ڈالر کا بل تھا۔ میں نے پچیس ڈالر دے دیے۔ ویٹر نے خوش ہو کر شکریہ ادا کیا۔ میں کچھ نہ کہہ سکی۔ بعض اوقات تشکر کے الفاظ غلط جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ میں شانے سے بیگ لٹکائے ریستوران سے باہر

آگئی۔ اپنی گاڑی پر آکر بیٹھ گئی کتوں سے بھری ہوئی گاڑیاں ذرا فاصلے پر کھڑی ہوئی تھیں۔ اس شخص کا انتظار تھا جو ریستوران میں گیا تھا۔ میں نے اپنی گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر وہاں سے دور نکل گئی۔

دس منٹ بعد میں ایک کار نیوال میں پہنچ گئی۔ وہاں تفریح طبع کے لیے بھی کافی شے ہو رہے تھے۔ لوگوں کی اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ میں نے اس بھیڑ میں اپنے بدن پر اسپرے نہیں کیا۔ وہ خوشبو جو دوسری بار میں نے اسپرے کی تھی، زائل ہو چکی تھی۔ یقیناً کتے بھونکتے ہوئے میرے دشمنوں کو ادھر لا رہے ہوں گے۔ میں کار نیوال کے گیٹ کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے وہ کتوں سے بھری ہوئی گاڑیاں نظر آگئیں لیکن وہ گاڑیوں کو کار نیوال کے احاطے میں نہ لا سکے۔ وہاں کی انتظامیہ نے کتوں کو اندر لانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا۔ مجبوراً انھوں نے گاڑیوں کو باہر روک دیا۔ پھر میری تلاش میں احاطے کے اندر آگئے۔ وہ تعداد میں تین تھے۔ میں نے حساب لگایا ایک آہنی کٹہرے میں چار کتے تھے۔ دوسرے چھت والے کٹہرے میں دو کتے دکھائی دیے تھے اور دو کتے آزاد تھے۔ یعنی ان کی تعداد آٹھ تھی۔ اگر دو کتوں کو ایک آدمی کنٹرول کرتا تھا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ میرے چار دشمن تھے جن میں سے ایک نظر نہیں آ رہا تھا۔ یقیناً اسے بے ہوشی کی حالت میں اسپتال پہنچایا گیا ہوگا۔

جب وہ تینوں دشمن مجھے تلاش کرتے ہوئے کار نیوال کے دوسرے حصے میں چلے گئے تو میں نے بیگ سے بوتل نکال کر تھوڑی سی خوشبو اپنے اوپر اسپرے کی۔ پھر کار نیوال سے باہر آگئی۔ کتوں نے بھونکنا بند کر دیا تھا۔ غرا رہے تھے یا پھر نتھنے پھیلا کر فضا میں سونگھنے کی اور مجھے ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ دو کتے جو آزادانہ گاڑی کی چھت پر نظر آئے تھے، اب انھیں بھی پنجرے کے کٹہرے میں بند کر دیا گیا تھا۔ گیوں کہ ان کو کنٹرول کرنے والا کار نیوال کے اندر جلا گیا تھا۔ وہاں بس گاڑیاں تھیں اور صرف ایک ڈرائیور نظر آ رہا تھا۔

میں نے پارکنگ لائن سے اپنی موٹر سائیکل نکالی پھر اسے اسٹارٹ کر کے گاڑی کے قریب آئی۔ ڈرائیور نے میری طرف دیکھا۔ میں نے اس کی طرف ایک ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا "ہیلو۔ میری تلاش کر رہے ہو۔ وہ تین بے وقوف کار نیوال کے اندر بھٹک گئے ہیں۔ اگر ان کا انتظار کرو گے تو مجھے گرفتار نہیں کر سکو گے۔"

یہ کہتے ہی میں نے گاڑی کو ذرا آگے بڑھایا۔ اس کے لیے سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں تھا۔ یہ بات میں نے اس کے دماغ میں ڈال دی تھی کہ اپنے ساتھیوں کا انتظار کرو گا تو ہاتھ سے نکل جاؤں گی۔ اس نے فوراً گاڑی اسٹارٹ کر اور میرے پیچھے لگ گیا۔

مجھے ان تینوں کی طرف سے اطمینان تھا۔ وہ کار نیوال اتنا بڑا تھا اور وہاں اتنی بھیڑ تھی کہ مجھے تلاش کرنے میں ایک گھنٹا تو ضرور لگ جاتا۔ انھوں نے ریستوران والوں سے حلیہ اور میرے لباس کے متعلق پوچھا ہوگا اور اسی حوالے سے تلاش کر رہے ہوں گے۔

میں تیز رفتاری سے موٹر سائیکل دوڑاتی جا رہی تھی۔ وہ اپنی بڑی سی گاڑی میں بیٹھا تعاقب کر رہا تھا۔ ہم ایک راستے پر جا رہے تھے جس کے اطراف دور دور تک کھیت اور مویشیوں کے فارم نظر آ رہے تھے۔ آگے جا کر ایک اور راستہ کھیتوں کے درمیان سے گزرتا ہوا دکھائی دیا۔ میں نے اسی راستے کو اختیار کیا۔ میرا تعاقب کرنے والا بھی اسی راستے پر مڑ گیا۔ بہت دور جانے کے بعد میں نے موٹر سائیکل روکی پھر یوں اسے چیک کرنے لگی جیسے کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہو۔ وہ گاڑی مجھ سے کچھ فاصلے پر رک گئی۔ میں نے اسے دیکھا۔ ڈرائیو کرنے والا اسٹیئرنگ سیٹ سے اتر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے میری طرف بڑھتے ہوئے کہا "زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرنا۔ میں ذرا بھی چھیڑ نہیں دوں گا۔ چالاکی دکھاؤ گی تو مُردہ بنا کر یہاں سے لے جاؤں گا۔ تمھارا ماسٹر کی میری لاش دیکھ کر تمھاری بھی لاش دے گا۔ اسے سو فیصد ہر حال میں زندہ چاہیے۔"

میں نے اپنے شانے سے بیگ اتارا۔ اس نے ڈپٹ کر کہا "خبردار، ذرا بھی حرکت نہ کرنا۔"

"حرکت میں برکت ہے۔ یہ بیگ میرے لیے بوجھ ہے۔ تم سنبھالو۔"

یہ کہتے ہی میں نے بیگ اس کی طرف اچھالا۔ ایک ساعت کے لیے اس کا دھیان بیگ کی طرف گیا اور میرا ہاتھ اس کے ریوالور پر پڑی۔ اگر اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ نہ بھی وہ مجھ پر گولی نہیں چلا سکتا تھا۔ میں نے ہی یاد دہانی کرا دی تھی کہ ماسٹر کی مجھے زندہ حالت میں چاہتا ہے۔

میری پہلی لات اس کے ریوالور پر پڑی تھی۔ دوسری راؤنڈ ہاؤس کک منہ پر پڑی۔ وہ ذرا سا پیچھے گیا پھر

یہ آگے آتا، اس وقت تک ریوالور میرے ہاتھ میں آ گیا تھا۔

میں نے کہا "اب دوسری طرف گھوم جاؤ اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔"

وہ سہم کر ریوالور کی طرف دیکھنے لگا۔ میں نے کہا "تم سب جانتے ہو، میں ہتھیار استعمال نہیں کرتی۔ مجبور کرو گے تو اصول توڑ دوں گی۔"

وہ چپ چاپ دوسری طرف گھوم گیا۔ اس کے گھومتے ہی میں نے ریوالور کے دستے سے سر پر زوردار ضرب لگائی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھنے لگا۔ وہ اچھا خاصا صحت مند تھا۔ ایک سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ میں نے دوسری زوردار ضرب لگائی۔ اس کے بعد وہ زمین بوس ہوا تو پھر اٹھنے کے قابل نہ رہا۔

میں تیزی سے چلتی ہوئی گاڑی کے پاس آئی پھر اس کی چھت پر چڑھ گئی۔ وہاں سے آہنی کٹہرے کی چھت پر آئی۔ چھت پر سے سر جھکا کر دیکھا، آہنی سلاخوں کے پیچھے کتے مجھے دیکھتے ہی زور زور سے بھونکنے لگے۔

میرے بدن میں ابھی خوشبو باقی تھی۔ اس کے باوجود میں نے بوتل نکالی اور خوشبو اسپرے کر لی۔ بوتل کو بیگ میں رکھا پھر ایک مردانہ لباس نکالا۔ اس میں سے پاجامہ الگ کر کے کٹہرے کی آہنی سلاخوں کے سامنے جھلانے لگی۔ کتے پہلے تو چپ رہے۔ پھر آہستہ آہستہ غرانے لگے۔ میں نے پاجامے کو آہنی سلاخوں کے قریب لانا شروع کیا۔ وہ سب کے سب لپک رہے تھے۔ ایک دوسرے پر چڑھتے ہوئے پاجامے تک پہنچنا چاہتے تھے لیکن آہنی سلاخیں درمیان میں تھیں۔ میں سر جھکائے انھیں دیکھ رہی تھی۔ اور ایک ایک کتے کے نتھنوں کے قریب پاجامے کو پہنچانے کی کوشش کر رہی تھی۔ پھر میں نے ایسے اس طرح جھلایا کہ وہ آہنی سلاخوں کے درمیان جھلنے لگا۔ کتوں نے اسے جھپٹ لیا۔ اتنے زور سے کھینچا، کہ وہ پاجامہ آدھا میرے ہاتھ میں رہ گیا، آدھا کتوں کے پاس چلا گیا۔

شیطان پھر میرے پاس آ گیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کر رہی ہو۔ یہ کس کا کپڑا ہے؟"

"جب تمھارا سامری مجھے بے یار و مددگار چھوڑ گیا تھا تو میں نے تم سے کہا تھا میرے پاس سے چلے جاؤ۔ میں اپنے طور پر اپنا بچاؤ کر لوں گی اور سامری کو مصیبت میں مبتلا کر لوں گی۔"

شیطان نے تائید کی "ہاں تم نے مجھے اپنے پاس نہیں رہنے دیا تھا۔ مجھے وہاں سے جانے پر مجبور کیا تھا۔ اوہ اچھا، اب سمجھا کیا یہ پروفیسر سامری کا لباس ہے جو تم کتوں کے آگے ڈال رہی ہو؟"

"خوب سمجھے، مگر دیر سے سمجھے۔"

"نہیں تم ایسا نہیں کر سکتیں۔"

"میں تو کر چکی ہوں۔ اب کتوں کو آزاد کرنے والی ہوں۔ اپنے پروفیسر کا بچاؤ کر سکتے ہو تو کر لو۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے آہنی کٹہرے کے ایک دروازہ نما حصے کو اوپر کی طرف اٹھانا شروع کیا۔ آہنی سلاخوں کے درمیان ایک حصہ تھا جو اوپر کی طرف اٹھانے سے دروازے کی مانند کھل جاتا تھا۔ وہاں سے ایک وقت میں ایک ہی کتا باہر نکل سکتا تھا۔ جب میں نے اٹھایا تو ایک کتا پھنسا پھنسا سا باہر نکلنے لگا۔ دوسرا اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ میں نے اسے بھی نکلنے کا موقع دیا۔ پھر دروازے کو بند کر دیا۔

وہ دونوں باہر نکلتے ہی ذرا دور تک دوڑتے ہوئے گئے پھر رک گئے۔ سر اٹھا کر وہ مخصوص بُو سونگھنے لگے جو میں پیش کر چکی تھی۔ اس کے بعد وہ دونوں ایک سمت دوڑتے چلے گئے۔

شیطان نے آہ کر کہا "بس کرو سونیا! میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے دو دوست آپس میں جھگڑا کریں اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں۔"

میں نے کہا "اے شیطان! میری مجبوری یہ ہے کہ تو انسان کو تعمیری کاموں سے روک سکتا ہے، تخریبی کارروائیوں سے نہ کبھی تو نے روکا ہے نہ روک سکتا ہے۔ اس وقت میں تخریبی کارروائی میں مصروف ہوں۔ بالکل تیرے مزاج کے مطابق۔ تو بھلا مجھے کیسے روک سکے گا؟"

اس نے کہا "دنیا والے تمھاری جیسی عورتوں کو شیطان کی خالہ کہتے ہیں۔ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔"

"کیا تم مجھے اپنی خالہ تسلیم کرتے ہو؟"

"ہرگز نہیں، میں خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں۔ کتوں سے محفوظ رہنے کے لیے تم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے، میں ابھی جا کر سامری کو وہی طریقہ بتا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ میں پانچ منٹ تک کٹہرے کی چھت پر بیٹھی رہی۔ پھر میں نے بیگ میں سے پروفیسر سامری کی..... شرٹ نکالی۔ سامری باہر جانے سے پہلے جو خوشبو استعمال کیا کرتا تھا، میں نے وہی خوشبو اس شرٹ میں اسپرے کر دی تھی اور

اسے لپیٹ کر بیگ میں ٹھونس دیا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ ذہانت کی مکمل تعریف کیا ہے۔ فی الحال میں اپنے متعلق اتنا ہی کہتی ہوں کہ مشکل حالات میں مجھے ہر پہلو پر نظر رکھنا آتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب میں نے خوشبو کے ذریعے اپنے آپ کو کتوں سے چھپا لیا تھا تو یہ سمجھ لیا تھا کہ یہی طریقہ پروفیسر سامری بھی اختیار کر سکتا ہے۔

میں گٹھڑے کے پیچھے سے ذرا جھک گئی۔ سر جھکا کر آہنی سلاخوں کے پیچھے کتوں کو دیکھا۔ وہ مجھے دیکھ کر بھونکنے لگے۔ میں نے سامری کی وہ شرٹ آہنی سلاخوں کے سامنے جھلانا شروع کی۔ کوئی بات سمجھنے سے رہ جائے تو انسان کیا شیطان بھی دھوکا کھا جاتا ہے۔ شیطان نہ کبھی یہ سوچ سکا تھا نہ سمجھ سکتا تھا کہ میں پہلے ہی سامری کی وہ خوشبو اسی کی شرٹ میں نچوڑ کر یہاں تک لے آؤں گی۔ پہلے اس کے بدن کی قدرتی بُو کے ذریعے کتوں کو پیچھے لگاؤں گی۔ بعد میں اسی کے پسندیدہ پرفیوم کو اس کے خلاف ہتھیار بنا لوں گی۔

وہ خوش ہو کر گیا تھا کہ پروفیسر سامری کو کتوں سے نجات دلانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ابھی جو دوسرا حملہ ہو رہا تھا، وہ اسے چونکا دینے والا تھا۔ مجھے اپنے اندر اس کی ہنسی سنائی دی۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے کامیاب ہو گئے؟"

اس نے کہا "ہاں، پروفیسر سامری نے ایک کتے کو گولی مار دی۔ میں نے اسے سمجھا دیا ہے کہ گولی مارنے سے کام نہیں چلے گا۔ سونیا ابھی اور کتے بھیجنے والی ہے لہٰذا اسے پرفیوم استعمال کرنا چاہیے۔ اب وہ یہی کر رہا ہے۔ دوسرا کتا اس بنگلے کے باہر خاموش کھڑا ہے۔ جس بُو کے پیچھے آیا تھا، وہ گم ہو گئی ہے۔"

میں نے یکبارگی چونک کر کہا "ارے ارے، یہ کیا ہو رہا ہے؟"

شیطان نے حیرانی سے پوچھا "کہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"میں دور بہت دور سامری کے جنگلے کے آس پاس دیکھ رہی ہوں، وہ چار عدد کتے جو میں نے بعد میں چھوڑے تھے، اب وہاں بھونک رہے ہیں۔ سامری کو بنگلے کے باہر بلا رہے ہیں۔"

"تم نے ان کتوں کو بعد میں چھوڑا تھا۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ انہیں بھی سامری کی بُو نہیں ملے گی۔"

"کیسے نہیں ملے گی۔ اس وقت سامری نے جو پرفیوم لگایا ہوا ہے وہ اسی کی بُو پر دوڑتے ہوئے گئے ہیں۔"

"کیا؟" اس نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ پھر انکار کرتے ہوئے کہا "نہیں نہیں، تم ایسا نہیں کر سکتیں۔ میں ابھی جا کر دیکھتا ہوں۔"

وہ گیا اور پھر واپس آ کر کہنے لگا "مان گیا۔ سونیا میں تمہیں مان گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا تم دو ہری چال چلو گی۔ پہلے میں نے انکار کیا تھا۔ اب تسلیم کرتا ہوں، تم میری خالہ ہو۔"

"میں تمہارے پروفیسر سامری کو نقصان پہنچانا ہی ہوں۔ کیا تمہیں مجھ پر غصہ نہیں آ رہا ہے؟"

"ارے غصہ کس بات کا۔ تم شیطانی دماغ رکھتی ہو۔ یہ میرے لیے فخر کی بات ہے۔ اوہ، میں پھر وقت ضائع کر رہا ہوں۔ مجھے سامری کے پاس پہنچنا چاہیے۔"

وہ پھر چلا گیا۔ اس دن کے بعد سے وہ جیسے میرا معتقد بن گیا۔ اس نے وعدہ کیا، میرے خلاف کبھی کوئی شیطانی چال نہیں چلے گا۔ بھلا یہ بھی کوئی یقین کرنے کی بات ہے کہ جانور چار پاؤں رکھتا ہوا اور چار پاؤں سے نہ چلے۔ پنجہ رکھتا ہو، پنجہ نہ مارے۔ یہ تو صرف قیامت کے دن یقین آئے گا۔ جب انسان اور شیطان کا کھیل ختم ہو چکا ہو گا۔

پروفیسر سامری کے متعلق بعد میں پتا چلا کہ کتوں کی یلغار سے بوکھلا گیا تھا۔ پہلے حملے میں دو کتے تھے جن میں سے ایک کو اس نے ہلاک کر دیا تھا، دوسرا قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ اسی وقت شیطان نے مشورہ دیا تھا کہ اسے پرفیوم استعمال کرنا چاہیے اس کم بخت نے وہی پرفیوم استعمال کیا جو میں اس کی شرٹ پر چھڑک کر لے آئی تھی۔

دوسرا حملہ چار کتوں نے کیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ بدن کی بُو کو چھپا دینے کے باوجود یہ حملہ کیسے ہو رہا ہے۔

جب شیطان نے اسے میری چال سمجھائی تو وہ بے تحاشا گالیاں بکنے لگا۔ شیطان نے کہا "میری پوجا کرنے والوں کی دعا اثر نہیں کرتی، گالیاں کیا اثر کریں گی۔ فوراً خوشبو سے معطر لباس کو اتار دو اور واشنگ مشین میں ڈال دو۔ دوسرا لباس پہنو۔ تمہارے بدن کی قدرتی بُو جو خارج ہو گی وہ کتوں پر اثر نہیں کرے گی، کیوں کہ وہ صرف پرفیوم کی مہک پر یہاں تک آئے ہیں۔"

اس نے یہی کیا مگر لباس اتارنے اور اسے واشنگ مشین میں ڈالنے کے دوران دو کتے جانے کس طرح بنگلے کے اندر چلے آئے۔ ان سے نمٹنا پڑا۔ اس نے پھر ایک کو گولی مار دی مگر دوسرے نے حملہ کر دیا۔ اس طرح جھنبھوڑا کہ آج کل وہ چودہ انجکشن کے کورس سے گزر رہا ہے۔

شیطان نے ڈانٹ کر کہا "جب کتے سونیا کا تعاقب کرتے ادھر آ رہے تھے تو تم نے اسے گاڑی کی چابی کیوں نہیں دی تھی؟"

سامری نے جھنجلا کر کہا "وہ چالاکی دکھاتی ہے، میرے سامنے مکاری نہیں چلے گی۔ وہ تو میں نے دھوکے میں بجلی کے ننگے تار کو پکڑ لیا تھا ورنہ..."

"ورنہ تم کچھ نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی آئندہ کر سکو گے۔ غلطی تمہاری تھی۔ تم رات کو اس کے کمرے میں کیوں جانا چاہتے تھے؟"

سامری نے حیرانی سے کہا "ارے واہ رے شیطان، ایک تو خود ہی مجھے گناہ کی ترغیب دیتے ہو۔ جب میں گناہ کے راستے پر چلتا ہوں تو پوچھتے ہو، کیوں ادھر جا رہا تھا۔"

"میں صرف گناہ کا راستہ دکھاتا ہوں، یہ نہیں بتاتا کہ راستے میں کتنے کانٹے ہوں گے۔ کس طرح پاؤں چھلنی ہوں گے۔ کیسی جان لیوا دلدل ہو گی کہ دھنسنے کے بعد قیامت کے دن ہی نکالا جا سکے گا۔"

"تم خود کہہ رہے ہو کہ تمہارے ماننے والے تمہارے راستے پر چلنے والے نقصان اٹھاتے ہیں۔"

"فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔ تم نے پروفیسر سامری کی حیثیت سے جو شہرت اور دولت حاصل کی ہے، وہ اپنی محنت سے کبھی نہیں کر سکتے تھے۔ انھیں ہپناٹزم کا علم سیکھنے کے لیے پتا نہیں کتنے سال لگ جاتے لیکن تم نے کالا علم سیکھا میں نے سکھایا اور اس کے ذریعے تم نے ہپناٹزم پر عبور حاصل کر لیا۔ آج اس کے ذریعے تم مختلف خطرناک تنظیموں کے کام آتے ہو اور ان سے منہ مانگی رقوم وصول کرتے ہو۔ آج شمالی امریکا میں تمہاری طرح کالا علم جاننے والوں میں کوئی اتنا دولت مند نہیں ہے۔ تم ایک چھوٹے سے جزیرے کے مالک بھی ہو، میں اس جزیرے کے متعلق کچھ ضروری باتیں کرنے آیا ہوں۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"وہ جزیرہ سونیا کو کچھ عرصے کے لیے دے دو۔"

اس نے چونک کر پوچھا "کیا کہہ رہے ہو۔ وہ جزیرہ اور سونیا کو دوں۔ جب کہ تم خود جانتے ہو وہ کتنی مکار ہے، جہاں قدم رکھے گی، وہاں سے اس کے قدم اکھاڑے نہیں جا سکیں گے۔ تم چاہتے ہو وہ میرے جزیرے پر قابض ہو جائے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔ وہ کچھ عرصہ تک وہاں رہے گی۔"

"اس کا مطلب ہے دشمن ابھی اور شکاری کتے اس کے تعاقب میں چھوڑیں گے اور تم اسے جزیرے میں پناہ دینا چاہتے ہو۔"

"تم وہاں کے مالک ہو۔ سونیا جب وہاں رہے گی تو تم سے کوئی بات چھپی نہیں رہے گی۔ لہٰذا میں تمہیں ایک خبر بتا رہا ہوں۔ اور اس یقین کے ساتھ بتا رہا ہوں کہ تم کے سامنے اس سلسلے میں زبان نہیں کھولو گے اور میں تمہیں اس کا موقع ہی نہیں دوں گا۔"

"میرے اندر تجسس پیدا ہو رہا ہے کہ وہ کون سا اہم راز ہے؟"

"اس جزیرے میں سونیا اپنے فرہاد کے ساتھ رہے گی۔"

اس نے چونک کر پوچھا "فرہاد! کہاں ہے وہ؟"

"وہ جہاں بھی ہے اس جزیرے میں پہنچ جائے گا۔ تمہارے جتنے ملازم اور مسلح گارڈز ہیں، انھیں بھی نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ سونیا کے..... ساتھ وہاں رہنے والا فرہاد ہے بلکہ یہ خبر جزیرے سے باہر نہ جائے کہ سونیا نے جزیرے میں رہائش اختیار کی ہے۔"

"اے شیطان! میں نے خدا کی نافرمانی کی اور تیرا بندہ بن گیا۔ اب تیری نافرمانی کر کے کہاں جاؤں گا۔ نہ گھر کا رہوں گا نہ گھاٹ کا۔ اس لیے مجھے منظور ہے۔ میں کچھ عرصے کے لیے اپنا جزیرہ اسے دے دوں گا۔"

"تم گھر کے بھی رہو گے اور گھاٹ کے بھی۔ کیا تم سوچ سکتے ہو کہ وہ ڈمی سونیا جو تیار کی گئی ہے، ہم ان کے ذریعے مختلف خطرناک تنظیموں سے کتنی رقمیں وصول کر سکیں گے۔ اگر ہم اپنے منصوبے میں کامیاب رہے تو تم ایک اور جزیرے کے مالک بن جاؤ گے۔"

وہ لالچ میں آ گیا۔ شیطان نے کہا "مگر اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا، تم نے کسی بھی خطرناک تنظیم کے سربراہ کو یا کسی بھی فرد کو سونیا اور فرہاد کے متعلق بتایا تو وہ دن تمہاری زندگی کا آخری دن ہو گا۔ یہ بے انتہا دولت میرے اس بندے کے کام آئے گی جو تم سے زیادہ فرماں بردار ہو گا۔"

پروفیسر سامری نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے، سر کو جھکا لیا۔ وہ جس کی پوجا کرتا تھا، اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا تھا۔

■■

میں بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ شیبا میرے دماغ میں تھی اور ہم دونوں سونیا کی داستان سن رہے تھے۔ وہ میرے سامنے ذرا فاصلے پر ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اسے بڑی محبت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ داستان سنانے کے دوران کرسی پر بیٹھی آگے پیچھے ڈولتی جاتی تھی۔ ڈولتے وقت

یوں لگتا تھا جیسے کبھی وہ بالکل میرے پاس آ رہی ہو اور کبھی دور جا رہی ہو۔

اس کی حقیقی زندگی بھی یہی تھی، کبھی وہ میرے پاس آتی تھی اور کبھی اتنے عرصے کے لیے دور چلی جاتی تھی کہ اس کی قربت کے لیے ترستا رہتا تھا۔ وہ کرسی سے اٹھ کر میرے پاس آئی پھر کھانے کی ٹرالی سے ایک ڈش اٹھا کر میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی "تم صرف باتیں سن رہے ہو۔ کھانا تو بھول ہی گئے۔"

"میں سنتا بھی جا رہا ہوں، کھاتا بھی جا رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ، اس کے بعد کیا ہوا؟"

"اس کے بعد شیبا نے تمہیں بتا ہی دیا ہے کہ کس طرح دو سونیا کا چکر چلایا گیا۔ جب مجھے پتا چلا کہ خلیج کے ساحلی شہر میں دو عدد سونیا نے تمام خطرناک تنظیموں کی توجہ اپنی طرف مبذول کر رکھی ہے تو میں نے شیطان سے کہا "یہی موقع ہے کہ مجھے ڈمی رسٹوستی بن کر فرہاد کے قریب رہنا چاہیے۔ جب طیارہ وہاں سے پرواز کرے گا تو ہم اس طیارے کا رُخ جزیرے کی طرف کر دیں گے۔"

"میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ تم نے جوزا کا روپ کیسے اختیار کیا اور کس طرح اس کی جگہ لی۔ یہ سارے طریقہ کار ہم جانتے ہیں اور ایک عرصے سے ان پر عمل کرتے آ رہے ہیں۔ ایک اہم سوال جو دماغ میں چبھ رہا ہے، وہ میں پوچھتا ہوں۔"

سونیا نے مجھے ایک کیپسول کھانے کے لیے دیا۔ ڈاکٹری نسخے کے مطابق رات کے کھانے کے دوران اس کیپسول کو کھانا ضروری تھا۔ میں نے اسے نگل لیا پھر پانی پینے کے بعد پوچھا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ اس جزیرے میں شیطان ہمیں پھانسنے کی کوشش نہیں کرے گا؟"

"وہ کبھی ایسا نہیں کر سکے گا۔"

"تم کس بل بوتے پر کہہ رہی ہو۔ جب کہ ساری دنیا کی خطرناک تنظیمیں فرہاد اور سونیا کو ایک ساتھ زندہ یا مردہ چاہتی ہیں۔ ان کی یہ خواہش اب پوری ہو گی۔ ہم دونوں ایک چھوٹے سے جزیرے میں ہیں۔ ہمارے چاروں طرف سمندر ہے۔ یہاں سے فرار کا جو بھی راستہ ہو گا اسے شیطان جانتا ہو گا وہ ان سب راستوں کی ناکہ بندی کر دے گا پھر کیا ہو گا؟"

وہ میرے پاس آ کر، پھر جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی کہنے لگی "سوری، میں بھول گئی تھی کہ شیبا موجود ہے۔"

شیبا نے سوچ کے ذریعے پوچھا "میں چلی جاؤں؟"

میں نے سوچ کے ذریعے جواب دیا "نہیں میرے پاس رہو۔ میں نے بہت اہم سوال کیا ہے۔ اس کا جواب تمہیں بھی سننا چاہیے۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "بے شک شیبا کو موجود رہنا چاہیے۔ میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ جب تمہیں رہائی نصیب ہوئی تو بابا صاحب کے ادارے کی طرف جا رہے تھے لیکن تمہارے وہاں تک پہنچنے کی کوئی ضمانت نہیں تھی۔"

"میں دشمنوں کے پرانے ہتھکنڈے جانتا ہوں انہوں نے میرا راستہ روکنے کی سازشیں کی ہوں گی۔ ایک مثال تو ہمیں پرواز کے بعد ہی مل گئی کہ ماسٹر کی کے آدمیوں نے اس طیارے پر قبضہ کر لیا تھا۔"

"اگر میں وہاں موجود نہ ہوتی اور تم کسی دوسرے ذریعے سے ماسٹر کی کے پھندے سے نکل جاتے تب بھی بابا صاحب کا ادارہ بہت دور تھا۔ راستے میں اور بھی رکاوٹیں پیش آتیں۔ یہودیوں کی کابال تنظیم کے افراد، ماسٹر کی اور سپر ماسٹر سب ناک میں تھے۔ اگرچہ سپر ماسٹر بظاہر تمہارے معاملے میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے لیکن در پردہ اس کی بھی یہی کوشش تھی کہ بابا صاحب کے ادارے تک نہ پہنچنے دیا جائے۔ خواہ تم فرہاد ہو یا کوئی اور۔ تمہیں راستے ہی میں ختم کر دینے کا منصوبہ ہر طرح سے مکمل ہو چکا تھا۔ تمہارے ایک یا دو چار دشمن ناکام ہو جاتے اس کے بعد بھی ایسے دشمن تھے جن کی کامیابی کے امکانات تھے۔"

"میں جہاں بھی ہوتا، دشمنوں کے گھیرے میں ہوتا۔ میں تو سمندر کے گھیرے میں ہوں۔ اسے تیر کر عبور نہیں کیا جا سکتا۔ تم اتنی سمجھ دار ہو کر مجھے ایسی جگہ لے آئی ہو جہاں سے ہم شیطان کی مرضی کے بغیر نہیں نکل سکتے۔"

"خدا کی مرضی سے تو نکل سکتے ہیں؟"

اس بات پر مجھے بے حد شرمندگی ہوئی۔ ذرا سی دیر کے لیے میرا ایمان ڈگمگا گیا تھا۔ واقعی خدا کی مرضی کے آگے شیطان کی مرضی کیا معنی رکھتی ہے۔ جسے اللہ رکھتا ہے، اسے کوئی چکھتا ہے۔ میں نے کہا "تم درست کہتی ہو۔ یہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہم جیتے ہیں، اسی کی مرضی سے اٹھا جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو عقل دی ہے اسے بھی استعمال کرنا چاہیے۔"

"میں استعمال کر رہی ہوں۔ تم دیکھو کہ وہ کیا دیوانہ سے جلد صحت یاب ہونے کی کوشش کرے۔"

"میں تو کوشش کر رہا ہوں۔ میں اپنے دماغ کے اندر دماغی طاقت اتنی توانائی حاصل کر لوں گا کہ خیال خوانی کر سکوں گا۔"

"انشاء اللہ ضرور خیال خوانی کر سکو گے۔"

"میں اس عمارت کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"رات ہو چکی ہے۔ دن کے وقت اس عمارت کو اندر سے بھی دیکھنا، باہر سے بھی۔ ہم پورے جزیرے کا ایک چکر لگائیں گے۔"

شیبا نے کہا "بہتر ہے، تم آرام کرو۔ میں جاؤں گی۔"

میں نے کہا "سونیا! یہ شیبا جانا چاہتی ہے۔"

"شیبا ابھی نہ جاؤ۔ تم یہاں سے جا کر اپنے دوسرے ساتھیوں کے متعلق معلومات حاصل کرو گی۔ وہ کام یہاں بھی ہو سکتا ہے۔"

وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ پھر چونک کر بولی "شیبا! تم فوراً بلیک شیڈو کے پاس جاؤ۔ اسے تمہاری ضرورت ہے مگر اسی طرح فرہاد بن کر جانا۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے سونیا سے پوچھا "بات کیا ہے؟"

"وہی جال جو تم نے بچھایا تھا، اب کام آنے والا ہے۔ مائک سے لے کر اسپیکر تک کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی، بلیک فیڈ نے بظاہر اسے درست کر دیا ہے مگر ایک خامی چھوڑ دی ہے۔"

یہ سنتے ہی میں بے چین ہو گیا۔ کاش میں خیال خوانی کر سکتا تو اسی لمحے اس پُراسرار شخص تک پہنچنے کی کوشش کرتا۔ پتا نہیں شیبا کیا کرے گی۔ حالاں کہ وہ اب تک بڑی عمدگی سے اپنے فرائض ادا کرتی آ رہی تھی، لیکن بعض اوقات منزل بالکل نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے مگر وہاں تک پہنچنے کے راستے پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔ ان پیچیدگیوں سے وہ گزر سکے گی یا نہیں؟

میں نے آنکھیں بند کیں۔ سونیا نے پوچھا "کیا کر رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا "آنکھیں بند کر کے تصور میں شیبا کو دیکھ رہا ہوں۔ معلوم کرنا چاہتا ہوں، وہ وہاں پہنچ کر کیا کر رہی ہو گی۔" میں نے شیبا کا تصور کیا۔ اسے اپنی دماغی آنکھوں سے صاف طور سے دیکھا۔ یوں لگا جیسے میں سچ مچ اس کے پاس پہنچ رہا ہوں مگر یہ خیال خوانی کا انداز نہیں تھا۔ بس کسی کو یاد کرنے اور تصور میں دیکھنے والی بات تھی۔ میں نے بلیک شیڈو کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ اس کی آواز میرے دماغ میں گونجنے لگی۔ میں نے محسوس کیا "میں دماغی طور پر کمزور نہیں ہوں۔ میں نے خیال خوانی کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ پھر آنکھیں کھول دیں۔

سونیا کھانے کی ٹرالی لے کر جا چکی تھی۔ میں نے ادھر اُدھر دیکھا۔ پھر اپنا رُخ بدل کر بیٹھ گیا۔ اس کمرے میں پتا نہیں چل رہا تھا کہ شمال جنوب کدھر ہے۔ دوسری بار جب میں نے سمت بدل کر دیکھا تو میرا رُخ شمال کی طرف ہو گیا۔ مجھے اس طرح معلوم ہوا کہ میں نے آنکھیں بند کی تھیں، خیال خوانی کی بھرپور کوشش کی تو ایک دم سے میری سوچ کی لہریں پرواز کرنے لگیں پھر ایک ساعت کی بھی دیر نہیں لگی اور میں بلیک شیڈو کے دماغ میں تھا۔

سونیا نے درست کہا تھا۔ میں نے اس کی پیشگوئی کے مطابق چوبیس گھنٹے کے اندر خیال خوانی کی قوت دوبارہ حاصل کر لی تھی۔ نہ جانے وہ میری خوراک میں کس قسم کی دوائیں ملا کر مجھے کھلا رہی تھی۔ بہرحال میں بلیک شیڈو کے دماغ میں خاموش رہا۔ اسے مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا "ابھی ابھی فرہاد صاحب دماغ میں آئے تھے تو اس نے بتا دیا ہے کہ مائک اور اسپیکر کے درمیان ایک ایسی خرابی پیدا کر دی گئی ہے جس کا علم اس پُراسرار شخص یا اس کے آدمیوں کو نہیں ہو گا۔ یہ سنتے ہی فرہاد صاحب دی کلر کے دماغ میں چلے گئے ہیں۔"

وہ شیبا کو فرہاد سمجھ رہا تھا۔ میں نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور دی کلر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں شیبا موجود ہو گی مگر میں نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ اس وقت ہر لمحہ قیمتی تھا۔ کسی بھی لمحے ہمیں اس پُراسرار شخص کی آواز سنائی دے سکتی تھی۔

دی کلر ایک بستر پر لیٹا ہوا تھا اور ننھے بچے جیسی حرکتیں کر رہا تھا۔ پتا چلا جب اسپیکر اور مائک کے درمیان کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے اور کمپیوٹر کا ربط ختم ہو جاتا ہے تو وہ بالکل ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اپنے تیس برس کے وجود کے ساتھ ننھا سا بچہ بن کر رہ جاتا ہے۔ اس وقت بھی وہ بچہ بنا ہوا تھا۔ نہ اپنے دماغ سے کچھ سوچ سکتا تھا اور نہ ہی اپنے طور پر کچھ سمجھ سکتا تھا۔

مجھے خیال آیا کہیں شیبا کامیاب ہونے کی خوشی میں کام نہ بگاڑ دے۔ یہ سوچ کر میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ ایک دم سے چونک گئی بے یقینی سے بولی "فرہاد! یہ تم ہو؟"

"ہاں، میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، وہ مجھے محتاج اور مجبور بنا کر نہیں رکھتا۔ دیکھ لو، میں مجبوریوں سے نکل آیا ہوں۔ ایک ضروری بات سمجھانا چاہتا ہوں۔"

"اچھا ہوا، تم خیال خوانی کے ذریعے آ گئے۔ میں سوچ رہی

تھی، کہیں مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو جائے۔"

"اب تک دی کلر کی زبان سے جو لب و لہجہ سنتی رہی ہو، وہ آج مختلف ہوگا۔ جب بھی یہ تیس برس کا نتھا بولے گا تو وہ اجنبی آواز اور لب و لہجہ ہوگا۔ کیوں کہ مائک سے لے کر اسپیکر تک تبدیل ہونے والی آواز اب تبدیل نہیں ہوگی۔ جو شخص مائک کے پاس موجود ہوگا اس کی اپنی اصل آواز ہم سن سکیں گے۔"

"میں اسی مقام پر الجھ رہی تھی کہ اس کی آواز اور لب و لہجہ سننے کے بعد اس کے دماغ میں پہنچنا چاہیے یا نہیں؟"

"تم اسے صرف یاد رکھنا۔ میں اس کے دماغ میں جاؤں گا۔"

"وہ یوگا کا ماہر ہو سکتا ہے۔"

"اگر وہ ایسا ہوتا تو مائک کے پیچھے چھپا نہ رہتا اور مائک سے لے کر اسپیکر تک اپنی آواز تبدیل نہ کرتا۔ وہ تو ماسٹر کی کی طرح ہمیں چیلنج کرتا۔ دی کلر کے ذریعے اپنی آواز اور اپنا لب و لہجہ پیش کرتا اور ہم سنتے رہ جاتے مگر اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکتے۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔ اگر وہ یوگا کا ماہر ہوتا تو مائک اور اسپیکر کا سہارا کبھی نہ لیتا۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ سونیا مجھے مخاطب کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "شیبا، تم دی کلر کے پاس رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ سونیا مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کیا کامیاب ہو گئے ہو؟"

میں نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں، ابھی میں خیال خوانی کے ذریعے دی کلر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔"

اس نے خوش ہو کر دونوں بانہیں پھیلا دیں۔ میری طرف دوڑتے ہوئے آنے لگی۔ پھر قریب آتے ہی یک بیک رک گئی۔ میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔ "کیا شیبا ہے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے نہیں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ ہاں کے انداز میں آ گئی۔

یہ بھی عجیب وقت ہوتا ہے، جب محبت پیچھے سے دامن پکڑ کر کھینچتی ہے اور دشمن آگے سے گریبان پکڑ کر کھینچتے ہیں۔ اس پُراسرار دشمن کا خیال مجھے کھینچ رہا تھا۔ آج دی کلر کے ذریعے اس کے دماغ تک پہنچا جا سکتا تھا۔ ادھر سونیا نے اس طرح محبت کا دامن تھام رکھا تھا کہ میں چھڑا نہیں سکتا تھا بلکہ چھڑانا چاہتا ہی نہیں تھا۔

مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے میں تپتے ہوئے صحرا سے گزرتا رہا ہوں۔ اچانک گھنی چھاؤں مل گئی ہے۔ ایسے میں جی چاہتا ہے، بس تھک ہار کر گر جائیں۔ دنیا کو بھول جائیں۔ کسی کی فکر نہ کریں اور جہاں تک فکر کرنے کا تعلق ہے، دشمن دن رات فکر میں مبتلا رکھنے کی کوشش کرتے ہی رہتے ہیں۔ اب تو ہم بڑے ڈھیٹ بن گئے ہیں۔ فکر دنیا کو کھا جاتی ہے اور ہم فکر کو کھا جاتے ہیں۔

میں سوچ رہا تھا، دشمن تو روز روز ملتے ہیں۔ محبت کبھی کبھی ملتی ہے اور نصیب سے ملتی ہے اس لیے بدنصیب نہیں بننا چاہیے۔ پھر شیبا دی کلر کے دماغ میں موجود تھی۔ میری غیر موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ بعد میں اس کے ذریعے سارے حالات معلوم ہو جاتے۔

تقریباً چالیس منٹ گزر گئے۔ سونیا نے میری طرف سیب بڑھایا۔ پھر دودھ کا گلاس پیش کرتے ہوئے بولی۔ "چلو پی جاؤ۔"

"کیا تم مجھے کھلا کھلا کر مار ڈالنا چاہتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "مجھے دشمن سمجھو اور دودھ کو زہر لیکن محبت سے پی جاؤ۔"

میں اس کے محبوبانہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے شیبا کے پاس پہنچ گیا۔ میرا خیال تھا، وہ ابھی تک دی کلر کے دماغ میں ہو گی لیکن وہ بابا صاحب کے ادارے میں اپنے کمرے کے اندر تھی۔ بستر پر سمٹی ہوئی پڑی تھی۔ اور ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو چونک گئی۔ "شیبا، کیا بات ہے؟"

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولی۔ "فرہاد! ابھی چلے جاؤ۔ میرے دماغ میں مت رہو۔"

"معلوم ہوتا ہے، تمہاری حالت اچانک خراب ہو گئی۔ میں ایسی حالت میں تمہیں کیسے چھوڑ کر جا سکتا ہوں؟"

"مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔ بس یونہی...."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ پھر خلا میں تکتے ہوئے بولی۔ "کیا تم موجود ہو؟"

"ہاں۔"

"میں نے کہا نا، چلے جاؤ۔ تم نے وعدہ کیا تھا میری مرضی کے بغیر میرے دماغ میں نہیں آؤ گے۔ اپنا وعدہ پورا کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اپنی زبان کا پابند ہو رہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ سونیا نے پوچھا۔ "کپڑے پہنے ہوئے تھے؟"

میں نے سونیا کو شیبا کے متعلق بتایا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ اچانک اس کی طبیعت کیسے خراب ہو گئی؟"

"میں تھوڑی دیر میں اس سے اجازت لے کر اس کے دماغ میں جاؤں گا۔ پھر معلوم کروں گا کہ فی الحال مجھے دی کلر کے متعلق معلوم کرنا چاہیے۔"

میں بلیک شیڈو کے پاس پہنچ گیا۔ جیسے ہی پہنچا، اس کے منہ پر ایک گھونسا لگا۔ میں ایک دم سے چونک گیا۔ وہ گھونسا کھاتے ہی ایک کرسی پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے چاروں طرف چھ آدمی تھے۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا۔ "تم چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہو.... مگر ہمارا پُراسرار باس اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کرتا۔ پھر تم پر کیسے کر سکتا تھا۔ تم نے جان بوجھ کر اسپیکر اور مائک کے درمیان وہ خرابی پیدا کر دی تھی۔"

بلیک شیڈو نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں، یہ جھوٹ ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں، میں نے کوئی خرابی پیدا نہیں کی۔"

ایک نے پوچھا۔ "پھر مائک پر بولنے والے کی آواز اسپیکر تک پہنچ کر تبدیل کیوں نہیں ہوئی؟"

ایک شخص نے بلیک شیڈو کا گریبان پکڑ کر اسے کرسی سے اٹھایا۔ پھر الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس شخص نے کہا۔ "ہمارے پُراسرار باس نے پہلے ہی ہمیں حکم دیا تھا کہ جب تم مائک کے اسپیکر وغیرہ کا کام کر لیا کرو تو ہمیں اس کمرے سے ہٹا دیا جائے۔ آج تک تمہارے سامنے وہ شخص کبھی نہیں آیا جو مائک کے پاس بیٹھ کر دی کلر کے دماغ میں پہنچ جاتا ہے۔"

بلیک شیڈو نے رونے کے انداز میں کہا۔ "تم لوگ کیسی باتیں کر رہے ہو، میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

ایک اور شخص نے کہا۔ "ہم تمہیں سمجھا رہے ہیں، تم یہ نہیں جانتے تھے کہ مائک کے پاس بیٹھ کر جو شخص بولتا ہے وہ اپنے کان پر ہیڈ فون پہنے رہتا ہے۔ اس کی آواز جب اسپیکر تک جا کر تبدیل ہوتی ہے تو وہ تبدیل شدہ آواز اسے اپنے ہیڈ فون پر سنائی دیتی ہے۔ اس طرح اسے پتا چلتا ہے کہ مائک سے لے کر اسپیکر تک کوئی خرابی نہیں ہے اور اس کا بدلا ہوا، لب و لہجہ دی کلر تک پہنچ رہا ہے لیکن آج جب اس نے اپنا ہیڈ فون لگا کر اپنی ہی آواز سنی تو وہ چونک گیا۔ اسے اس کی اپنی اصلی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی مائک کو آف کر دیا۔"

ایک اور شخص نے کہا۔ "ہم تمہاری یہ خوش فہمی ختم کر دیں کہ مائک کے پاس ہمارا پُراسرار باس بیٹھ کر بولتا ہوگا، نہیں،

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی

مشہور ماہرین نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب

احساس کمتری

اسباب = تدارک = علاج

اسی کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ

- احساس کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔
- کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
- کیا آپ واقعی احساس کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔
- ہو سکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے۔

مرتب: اسلام رانا حسین

قیمت ۱۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبہ نفسیات

پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

وہاں بھی ہم جیسے ہی آلۂ کار کام کرتے ہیں۔ اگر تم نے فرہاد کے اشارے پر یہ حماقت کی ہے تو فرہاد سے بھی کہہ دینا کہ وہ پُراسرار باس تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ تمہاری پیدا کردہ خامی کے باعث جو شخص مانک کے پاس بیٹھ کر بولتا تھا اور جس نے اپنی اصل آواز میں ایک فقرہ ادا کیا ہے اور وہ فقرہ دی کلر کے ذہیلے شاید فرہاد نے سنا ہو تو اسے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہم نے اس مانک کے پاس بولنے والے کو گولی مار دی ہے۔"

میں بلیک شیڈو کے دماغ میں رہ کر ان کی باتیں سُن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ پُراسرار شخص بہت ہی محتاط ہے۔ اپنے خاص آدمیوں میں سے بھی کسی کی بھول چوک برداشت نہیں کرتا ہے۔ یقیناً اسے گولی مار دی گئی ہو گی۔ اس نے کانوں سے ہیڈ فون لگا کر جو ایک فقرہ ادا کیا تھا اور بعد میں اسے غلطی کا احساس ہوا تھا تو وہ فقرہ شیبا نے دی کلر کے دماغ میں رہ کر ضرور سنا ہو گا۔

لیکن ابھی شیبا کے پاس جانے کا وقت نہیں تھا۔ میں نے بلیک شیڈو سے وعدہ کیا تھا کہ وہ میرے کام آئے گا تو میں اس کے کام آؤں گا۔ اور اسے وہاں سے فرار ہونے کا موقع دوں گا۔ اب اس کی جان پر بنی ہوئی تھی، ایسے میں میں اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔

اس وقت بلیک شیڈو اپنے طور پر صفائی پیش کرتے ہوئے کہہ رہا تھا: "دوستو! خواہ مخواہ مجھ پر شبہ نہ کرو۔ مجھے یہاں عیش و آرام سے رکھا گیا ہے، کسی بات کی تکلیف نہیں ہے۔ میں بھلا باس سے غداری کیوں کروں گا؟ اور میں یقین دلاتا ہوں، فرہاد سے میرا کوئی رابطہ نہیں ہے۔"

ایک شخص نے پھر اس کے مُنہ پر الٹا ہاتھ رسید کیا پھر کہا: "ہم تمہیں بھی پہلی فرصت میں گولی مار دیتے لیکن انتظار کر رہے ہیں، تم فرہاد کے کام آتے رہے ہو، وہ بھی تمہارے کام آئے گا۔ ہم تمہیں مہلت دے رہے ہیں، پکار رہے، اسے پکارو۔ مرتے وقت یہ حسرت نہ رہے کہ ہم نے تمہیں فرہاد سے ربط کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔"

مجھے یقین ہو گیا کہ وہ لوگ بلیک شیڈو کو گولی مار دیں گے۔ اگر ایسا ہو جائے گا تو مجھے بے حد افسوس ہو گا۔ وہ میرے کام آیا تھا، اب اس کی زندگی بچانا میرا فرض تھا۔ میں نے اس بولنے والے شخص کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ اس نے فوراً سانس روک لی۔ پھر مسکرا کر بولا: "اوہ فرہاد علی تیمور! میرے دماغ میں آنا چاہتے ہو، نہیں بھئی، ادھر نو ویکینسی ہے لہٰذا اپنے آلۂ کار ہی کے دماغ میں جا کر اس کے ذریعے ہم سے گفتگو کرو۔"

میں نے بلیک شیڈو کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے کہا: "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تم اسے زندہ رہنے کی کتنی مہلت دے سکتے ہو؟"

"صرف پانچ منٹ۔"

"میں کہتا ہوں، اسے آدھے گھنٹے تک زندہ رہنے دو۔ ابھی تمہارا دل پُراسرار باس تمہیں اس کی جان بخشنے کا حکم دے گا۔"

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے ہمارے باس کے دماغ میں پہنچ چکے ہو۔"

"آدھے گھنٹے کے اندر تمہیں اپنی بات کا جواب مل جائے گا۔"

اس نے طنزیہ انداز میں کہا: "ہم تمہارا یہ کارنامہ ضرور دیکھیں گے۔ اس کے لیے آدھے گھنٹے کی مہلت دیں گے مگر یاد رکھنا کوئی چالاکی نہیں چلے گی۔"

"اچھی بات ہے، میں ابھی آتا ہوں۔"

میں فوراً ہی سُپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جب اسے مخاطب کیا تو اس نے چونک کر پوچھا: "کون فرہاد صاحب؟"

"ہاں، میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تم یقیناً یہ جانتے ہو کہ تمہارے علاوہ بھی ایک سُپر ماسٹر ہے جو تم سے بھی سُپر ہے اور تمہارے اسی ملک سے تعلق رکھتا ہے؟"

"نہیں فرہاد صاحب! یہ کیسے ممکن ہے ایک وقت میں ایک ہی سُپر ماسٹر ہوتا ہے۔"

"ہاں، دوسری تنظیموں کو دھوکا دینے کے لیے تم ایک کی طرح سُپر ماسٹر بنے ہوئے ہو ورنہ اصل میں کوئی اور ہے اور اپنے آپ کو پُراسرار شخص کہتا ہے۔"

"کیا آپ اس سلسلے میں ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟"

"ثبوت ضروری نہیں ہوتا۔ ہاں، ٹھوس دلائل دے سکتا ہوں۔ میں تو کیا، دوسری خطرناک تنظیموں کے سربراہ اب یقین سے کہنے لگے ہیں کہ وہ پُراسرار شخص اصل سُپر ہے۔ وہ بڑی کامیابی سے اب تک پُراسرار بنا رہا لیکن انسان ہے، کہیں تو غلطی ضرور کرے گا۔ سو اس نے غلطی کی، سب سے پہلی غلطی یہ کہ اس نے رسونتی، سونیا اور اعلیٰ بابی کو اغوا کرانے کے بعد الاسکا پہنچا دیا۔ اس کے بعد رسونتی کو ہانگ کانگ پہنچایا، یعنی میری تینوں سانتھی عورتوں کو اسی ملک کے شمال سے جنوب تک خواہ مخواہ گردش میں رکھا۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "یہ تو کوئی دلیل نہ ہوئی۔"

"ٹھوس دلائل یہ ہیں کہ جب تک رسونتی ہمارے کانگ

ساتھ ہانگ ریے سے برازیل تک سفر کرتی رہی، وہاں اس کی نگرانی کے لیے صرف سادہ لباس والے ہی سفر نہیں کر رہے تھے بلکہ بعض جگہ فوجیوں کو بھی استعمال کیا گیا۔ اور بحری، فضائی اور خشکی کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کی گئی۔ تمام ایئر پورٹ وغیرہ میں ایسے احکامات صادر کیے گئے جو یہاں کے اعلیٰ حکام کی زبان سے ہی صادر ہو سکتے تھے۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا: "سُپر ماسٹر! میں نے تمہارے آدمیوں سے آدھے گھنٹے کی مہلت حاصل کی ہے تاکہ وہ بلیک شیڈو کو گولی نہ مار دیں۔ میں اس کی جان بخشی کا حکم چاہتا ہوں۔ اگر آدھے گھنٹے سے پہلے حکم نہ دیا گیا تو بلیک شیڈو کی طرح تمہیں بھی اپنی جان سے جانا ہو گا۔"

وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ کہنے لگا: "یہ کیا کہہ رہے ہو، کسی بلیک شیڈو کی وجہ سے تم مجھے کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہو؟"

"میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو اپنی حفاظت کے لیے دنیا بھر کے حفاظتی انتظامات کر لو یا پھر اپنے اس اعلیٰ سُپر ماسٹر تک یہ خبر فوراً پہنچا دو کہ بلیک شیڈو کے بدلے تمہاری جان جانے والی ہے۔ اگر وہ تمہاری زندگی بچانا چاہیں گے تو بے چارہ بلیک شیڈو بھی حرام موت مرنے سے بچ جائے گا۔"

پھر میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا: "میری گھڑی سے اپنا وقت ملا لو۔ صرف اٹھارہ منٹ رہ گئے ہیں۔ اٹھارہ منٹ کے بعد تم اور بلیک شیڈو دونوں ہی مر و گے یا دونوں ہی زندہ رہو گے۔"

وہ فوراً ہی اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں نے کہا: "میں پندرہ منٹ کے بعد آؤں گا۔ اس کے بعد صرف تین منٹ رہ جائیں گے۔"

میں نے بلیک شیڈو کو آگاہ کر تسلی دی: "تم اطمینان سے بیٹھے رہو، ابھی تھوڑی دیر میں تمہاری رہائی کا حکم سنایا جائے گا۔"

اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ کیوں کہ اس کے سامنے ایک کرسی پر جو شخص بیٹھا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور ریوالور کا رُخ اسی کی طرف تھا۔ وہ بلیک شیڈو سے کہہ رہا تھا۔ "ہم دونوں آمنے سامنے ایک ایک کرسی پر بیٹھے ہیں۔ دونوں ہی زندہ ہیں، فرہاد نے اگر آدھے گھنٹے کے اندر تمہارے لیے کچھ نہیں کیا تو اس کرسی پر میں زندہ رہوں گا اور اس کرسی پر تم مردہ نظر آؤ گے۔"

دس منٹ اور گزر گئے۔ میں بلیک شیڈو کے دماغ میں تھا۔ اس خیال سے کہ اگر اسے رہائی مصیبت نہ ہوئی تو وہاں کسی طرح ہنگامہ برپا کروں گا اور بلیک شیڈو کو فرار ہونے کا موقع دوں گا۔

بارہ منٹ کے بعد ہی ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک شخص نے ریسیور اٹھا کر سنا، پھر وہ ٹیلیفون اٹھا کر ریوالور والے شخص کے پاس آیا، ریسیور اسے تھما دیا۔ اس نے ریسیور کو کان سے لگا کر کہا: "ہیلو، میں میکی بول رہا ہوں۔"

وہ چپ ہو کر سننے لگا۔ ساتھ ہی بلیک شیڈو کی طرف دیکھتا جاتا تھا۔ پھر اس نے کہا: "یس سر! میں انتظار کروں گا۔"

اس نے ریسیور رکھتے ہوئے بلیک شیڈو سے کہا: "اگر فرہاد علی تیمور تمہارے پاس موجود ہے تو اس سے کہو وہ سُپر ماسٹر کے پاس جائے۔"

میں نے بلیک شیڈو کی زبان سے کہا: "میں موجود ہوں۔ مگر اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک اس کی رہائی کا حکم سنایا نہیں جائے گا۔"

اس نے کہا: "ہم وعدہ کرتے ہیں، جب تک تم یہاں واپس نہیں آؤ گے، ہم اس شخص کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

میں نے سُپر ماسٹر کے پاس آ کر اسے مخاطب کیا۔ اس نے کہا: "مسٹر فرہاد! ہم ابھی بلیک شیڈو کی رہائی کا حکم دے رہے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی پُراسرار شخص کا تعلق ہمارے ملک سے ہے یا وہ میرے اوپر کوئی دوسرا سُپر ماسٹر ہے۔۔۔"

میں نے پوچھا: "کیا تم بلیک شیڈ کو نہیں جانتے ہو؟"

اس نے انکار کیا۔ میں نے پھر پوچھا: "کیا تم یہ بھی نہیں جانتے کہ بلیک شیڈو کو کہاں قید کر کے رکھا گیا ہے؟"

اس نے پھر انکار کرتے ہوئے کہا: "میں اس شخص کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔"

میں نے کہا: "لیکن اس شخص کو جو لوگ گولی مارنے آئے ہیں انھوں نے ابھی ٹیلیفون پر بات کرنے کے بعد مجھ سے کہا ہے کہ میں سُپر ماسٹر سے رابطہ قائم کروں۔"

میری اس بات پر وہ گڑبڑا گیا۔ میں نے کہا: "جب تم بلیک شیڈو کو نہیں جانتے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ اسے کہاں قید کر کے رکھا گیا ہے تو مجھ سے یہ کیسے کہہ رہے تھے کہ ابھی اس کی رہائی کا حکم دے دیا جائے گا۔"

اس نے کہا: "تم بال کی کھال نکال رہے ہو۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ ہم اپنے ملک میں کسی کو قتل کرنے یا کسی کو قتل ہونے نہیں دینا چاہتے، خواہ وہ بلیک شیڈو ہو یا کوئی او۔

بہرحال اس کی رہائی کا حکم دے دیا گیا ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ تم مجھ سے دشمنی نہیں کرو گے۔"

میں نے کہا: "اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو، میں نے کبھی دشمنی کرنے میں پہل نہیں کی۔ اگر آج بھی تمہارے لوگ میرے آدمی کو قتل کی دھمکی نہ دیتے تو میں تمہیں دھمکی دینے کبھی نہ آتا۔"

میں بلیک شیڈو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ خوش نظر آرہا تھا کیوں کہ رہائی کا حکم سنا دیا گیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اسے اس کی رہائش گاہ کی طرف بھیجا جارہا ہے۔ کل تک اسے ٹکٹ وغیرہ فراہم کر دیے جائیں گے تاکہ وہ اپنے وطن واپس جاسکے۔ میں نے اسے نئی زندگی کی مبارک باد دی۔ اس نے کہا: "جناب! آپ اپنی زبان کے پکے ہیں۔ جو کہا تھا وہ کر دکھایا لیکن میں پیرس کس طرح واپس جاسکتا ہوں۔ وہاں پہنچتے ہی گرفتار کرلیا جاؤں گا کیوں کہ مجھے جیل سے اغوا کر کے لایا گیا تھا۔"

"فکر نہ کرو، یہاں سے جاؤ۔ میں جناب شیخ الفارس کے ذریعے فرانسیسی حکام سے رابطہ قائم کر کے تمہیں معافی دلانے کی کوشش کروں گا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ سونیا نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"کچھ بھی نہ ہو سکا۔ بلیک شیڈو نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا لیکن پُراسرار شخص بھی بہت چالاک ہے۔ وہ حفاظتی انتظامات پہلے ہی کر چکا تھا۔ اس لیے جو خرابی اسپیکر اور مائک کے درمیان پیدا کی گئی تھی، اس سے ہم فائدہ نہ اٹھا سکے۔"

میں نے سونیا کو ساری تفصیلات بتائیں۔ اس نے سننے کے بعد کہا: "وہ پُراسرار شخص یقیناً اصل سپر ماسٹر ہے۔ تم نے جو دلائل پیش کیے ہیں، وہ قابلِ قبول ہیں۔ اب جب کہ بلیک شیڈو کو معافی مل گئی ہے تو اس بات سے یہ بھی ثابت ہوگیا ہے کہ سپر ماسٹر اپنے ماتحت سپر ماسٹر کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے آنی والی موت سے بچانے کے لیے بلیک شیڈو کو رہا کرنے پر مجبور ہوگیا تھا۔"

میں نے کہا: "ہم نے اس پُراسرار شخص کی نشاندہی کر دی ہے لیکن وہ سپر ماسٹر کون ہے، کیا نام ہے، یہ ہم معلوم نہ کر سکے۔ جس دن ہم یہ معلوم کرلیں گے اس دن اس پُراسرار شخص کی ساری خوش فہمی ختم ہوجائے گی۔"

"اس پُراسرار شخص کو بے نقاب کرنا اتنا ضروری نہیں ہے۔ ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔ ہمیں اپنے دوسرے ساتھیوں کی خیریت معلوم کرنا چاہیے اور..."

میں نے کہا: "سب سے پہلے شیبا کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔ آخر اسے اچانک کیا ہوگیا ہے؟"

"تم اس کے پاس جاؤ اور معلوم کرو۔"

"میں اس کے پاس نہیں جاسکتا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "کیوں؟"

"وہ نہیں چاہتی کہ میں اس کے دماغ میں جھانکوں۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"پھر اس سے رابطہ کیسے قائم ہوگا؟"

"وہ خود میرے پاس آئے گی یا تم سے رابطہ قائم کرے گی۔"

وہ چند لمحے تک سر جھکائے سوچتی رہی پھر بولی: "وہ نہیں چاہتی کہ تم اس کے چور خیالات پڑھو۔ اس کے دل میں ایسی کوئی بات ہے جسے وہ چھپائے رکھنا چاہتی ہے۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ خلا میں تکنے لگی۔ میں نے فوراً اس کے دماغ میں آواز لگائی تو مجھے شیبا کی سوچ سنائی دی۔ وہ سونیا سے کہہ رہی تھی: "میں خیریت سے ہوں، تم دونوں خواہ مخواہ میرے لیے پریشان ہو رہے ہو۔"

سونیا نے سورج کے ذریعے کہا: "کیا یہ پریشان ہونے کی بات نہیں ہے کہ تم اچھی بھلی تھیں اور اچانک بیمار ہوگئیں۔ کبھی کبھی آدمی اچانک بیمار ہوجاتا ہے۔ اس کی میں نہیں آتا کہ وہ بیمار کیسے ہوگیا۔"

"ڈاکٹر کی سمجھ میں تو آسکتا ہے۔"

"بھئی مجھے معمولی سا بخار تھا۔ میں نے ایک ٹیبلٹ پانی پیا اور تھوڑی دیر بعد آرام آگیا۔"

"کیا تم نے جناب شیخ الفارس کو ہمارے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے؟"

"ہاں، میں نے انھیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ فرہاد صحت یاب ہوگئے ہیں اور اب خیال خوانی کر سکتے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ پومی اور والٹسورو کی وغیرہ کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔"

سونیا نے کہا: "شیبا! میں، تم اور فرہاد تین ایسے لوگ گھر بیٹھے اپنے ساتھیوں کی خیریت معلوم ہوجاتی ہے، تم دو ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کرتے رہو اور اب میری آگاہی کا ذریعہ شیطان ہے۔"

میں نے پوچھا: "کیا شیطان ہمارے درمیان موجود ہے؟"

سونیا نے کہا: "وہ کب موجود نہیں رہتا۔ اگر شیبا چاہے تو وہ ہمیں پھر بہکانا شروع کر دیتا۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ شیبا نے پوچھا: "کیا میں جا

سونیا نے کہا: "ارے نہیں، میں تو مذاق کر رہی تھی۔"

میں نے سونیا سے جاپانی زبان میں کہا: "میں یہ سوچ کر بے چین ہو رہا ہوں کہ آخر شیبا اچانک بیمار کیسے پڑ گئی تھی۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ تم اسے باتوں میں الجھائے رکھو۔"

شیبا نے پوچھا: "یہ اچانک جاپانی زبان میں گفتگو کیوں ہو رہی ہے؟"

سونیا نے جلدی سے کہا: "فرہاد کہہ رہے ہیں کہ شیطان جاپانی زبان سمجھتا ہے یا نہیں۔ میں یہ جواب شیطان سے طلب کر رہی ہوں۔"

پھر وہ جاپانی زبان میں الٹی سیدھی باتیں کرنے لگی۔ میں نے فوراً ہی شیبا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اسے میری موجودگی کا علم نہ ہو سکا۔ وہ سونیا کی باتوں میں الجھی ہوئی تھی۔

مجھے صرف اتنا معلوم کرنا تھا۔ "وہ اچانک بیمار کیسے پڑ گئی تھی؟" جب کہ وہ کلرک کے دماغ میں تھی اور اس وقت کا انتظار کر رہی تھی جب مانک کے پاس بولنے والے کا اصل لب و لہجہ سنائی دے گا۔ میں اسے اتنی بڑی ذمے داری سونپ کر سونیا کے ساتھ آیا تھا پھر شیبا کو کیا ہوگیا تھا۔ اسے اچانک بخار کیسے آگیا تھا؟

اس بات کا جواب مجھے فوراً ہی مل گیا۔ میں نے زیادہ اس کے دماغ کو کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ پھر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سونیا میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے مخصوص اشارہ کیا۔ اس نے اپنی پلکیں بند کر دیں۔

اصل بات یہ ہے کہ شیبا نے دی کلرک کے دماغ میں رہ کر اس شخص کا اصل لب و لہجہ سنا تھا جو مانک کے پاس بیٹھا ہوا بول رہا تھا۔ اس نے ایک ہی فقرہ ادا کیا تھا، اور خاموش ہوگیا تھا۔ کیوں کہ خود بولنے والے کو اپنے ہیڈ فون کے ذریعے اپنی اصل آواز سنائی دی تھی اور وہ محتاط ہوگیا تھا۔ شیبا نے پوری توجہ سے اس کے ایک فقرے کو نہیں سنا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی: ابھی وہ کچھ اور بولے گا مگر جب اُدھر سے کوئی آواز سنائی نہیں دی تو اس نے اس ایک فقرے کو یاد کیا۔ پھر بھی وہ شخص نہ بولا۔ تب اس نے سوچا کہ فرہاد کو صورتِ حال سے آگاہ کرنا چاہیے۔ اس لیے وہ میرے دماغ میں آگئی۔

وہ ایسے لمحات تھے جب سونیا محبت سے میرا دامن تھامے ہوئی تھی۔ میں کسی سے ہارنہیں ماننا مگر محبت سے زیر ہوجاتا ہوں۔ اس لیے سونیا کی محبت کے آگے ہتھیار ڈال رہا تھا۔ میں فوراً کود کر اپنے دماغ میں محسوس نہ کر سکا۔ اگرچہ میں صحت یاب ہو رہا تھا، دماغی توانائی حاصل ہوگئی تھی۔ لیکن وہ غیر معمولی توانائی حاصل نہیں ہوئی تھی جس کے ذریعے میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا اور سانس روک لیتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شیبا میرے دماغ میں آئی تو جیسے پرکٹ گئے۔ اس کی سوچ پرواز کرتے ہوئے واپس نہ جاسکی۔ وہ جہاں تھی وہیں رہ گئی تھی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے ٹھہر جانا چاہیے یا بھاگ جانا چاہیے۔ کچھ کتابیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں نہیں پڑھنا چاہیے مگر پڑھنے والا شروع کرتا ہے تو پڑھتا چلا جاتا ہے۔ ایسے ہی وقت سوال پیدا ہوتا ہے، کیا انسان بہکتا ہے یا شیطان چپ چاپ اسے بہکاتا چلا جاتا ہے۔ شیبا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ٹیلی پیتھی کی جادو نگری میں کہاں سے کہاں پہنچ جائے گی۔ وہ محوِ حیرت تھی کہ اب دل کیا سے کیا ہوجائے گا۔

پہلے تو اس پر سکتہ سا طاری ہوگیا تھا۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ فوراً میرے دماغ سے بھاگ گئی۔ دماغی طور پر اپنی جگہ پہنچ گئی اور اپنے کمرے کے بستر پر گر پڑی۔ وہ پسینہ پسینہ ہو رہی تھی۔ اور ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔ پھر اسے محسوس ہوا جیسے اس کا بدن تپ رہا ہے اور وہ بخار میں مبتلا ہو۔

میں نے سونیا کو دیکھتے ہوئے پوچھا: "شیبا موجود ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "وہ ابھی میرے پاس سے گئی ہے۔ کہہ رہی تھی، پومی اور والٹسورو کی وغیرہ کی خیریت معلوم کر کے جناب شیخ الفارس کو بتائے گی۔"

میں نے کہا: "تم کہہ رہی تھیں کہ جس طرح ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر لیتے ہیں، اسی طرح تم شیطانی علم سے معلومات حاصل کر لیتی ہو۔ آخر یہ سب کچھ کیسے ہوتا ہے؟ تم ابھی کون سی اہم معلومات حاصل کر رہی ہو۔ کیا مجھے بتا سکتی ہو؟"

وہ میرے پاس آکر بیٹھ گئی۔ پھر کہنے لگی: "آج شیطان سے میری دوستی ہے۔ مگر مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے بابا غرید واسطی مرحوم کے سامنے زانوئے ادب طے کیا ہے۔ ان سے اتنا کچھ سیکھا ہے کہ شیطان کی دوستی بھی مجھے گمراہ نہیں کر سکتی۔"

ان کا کہنا تھا کہ علم جائز ذرائع سے حاصل کرو۔ جائز ذرائع کا مطلب یہ ہے کہ اپنی محنت سے، اپنی کمائی سے اور اپنی تمام تر ذہانت سے۔ ناجائز ذرائع کا مطلب ہے، حرام کی کمائی سے یا بغیر محنت کیے کسی کی سفارش کے ذریعے کامیاب ہونا یا ایسا راستہ اختیار کرنا جس سے علم تو حاصل ہوتا ہو مگر دوسروں کو نقصان پہنچتا ہو اور دوسروں کی ہلاکت کا سبب بنتا ہو۔ جیسے کالا علم حاصل کرنے کے لیے لازمی ہے کہ دوسروں

کو نقصان پہنچایا جائے یا دوسروں کی جان کی قربانی دی جائے۔

ایسا شیطانی علم کمزور ہوتا ہے۔ کمزوروں پر اثر کرتا ہے' اسی لیے شیطان کمزوروں پر غالب آتا ہے۔ جو ایمان کے ٹھوس اور ارادے کے مضبوط ہوتے ہیں' ان پر وہ اثر انداز نہیں ہوتا۔

"فرہاد! تم نے یہ علم حاصل کرتے وقت نہ کسی کو پریشان کیا' نہ کسی کو نقصان پہنچایا۔ اپنی محنت اور اپنی ذہانت استعمال کی اور اسے حاصل کیا۔ اس کے برعکس میں شیطانی علم رکھتی ہوں۔ جب تک شیطان سے دوستی ہے' مجھے غیب کی باتیں معلوم ہوتی رہیں گی۔"

میں نے کہا "لیکن تم نے تو کوئی ناجائز طریقہ اختیار نہیں کیا اور نہ ہی کالا علم حاصل کیا ہے۔"

"کیا یہ جائز ہے کہ میں نے شیطان سے دوستی کی ہے؟"

"جائز بھی نہیں سمجھتی ہو اور دوستی بھی کرتی ہو۔"

"یہ دوستی اس وقت تک قائم رہے گی جب تک مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "دیکھنا ہے کہ تمھاری اور شیطان کی دوستی کیا رنگ لاتی ہے۔ فی الحال یہ بتاؤ' ہمارے ساتھیوں کے متعلق تم کیا جانتی ہو؟"

"اپنے ساتھیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے دوران دشمنوں پر نظر رکھنا پڑتی ہے لہٰذا میں نے ان کے متعلق جو معلومات حاصل کی ہیں' وہ سنو۔"

وہ بتانے لگی "جب دو عدد وڈمی سونیا ایک دوسرے کے لیے چیلنج بنی ہوئی تھیں تب پومی نے دونوں ہی کو ڈمی ثابت کر دیا تھا۔ ان سے لڑنے کے دوران والسٹورو کی نے چیلنج کیا کہ پومی یہاں صرف دی کلر کے لیے آئی ہے اور اس کا سر کاٹ کر لے جائے گی۔

اس چیلنج نے تمام دشمنوں کو چونکا دیا ہے۔ اگر وہ ایک عام سی لڑکی ہوتی تو اس چیلنج کو بچکانہ سمجھا جاتا لیکن والسٹورو کی نے اس وقت چیلنج کیا جب پومی اپنے جوہر دکھا چکی تھی۔ اس نے دی کلر کے مقابلے میں صرف ذرا سی دیر کے لیے اپنے فن کا مظاہرہ کیا تھا۔ سلیمان جوگو کے لیے چیلنج بن گئی تھی۔ بھرے مجمع میں ایک سونیا کی پٹائی کی تھی۔ دوسری سونیا کو میدان چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ اس کے لڑنے کا انداز اتنا انوکھا تھا کہ وہ سب کی نگاہوں کا مرکز بن گئی تھی۔ اور سب کو اپنے طور پر سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر بھلا دشمن اس کے متعلق کیسے نہ سوچتے۔ اس کی اطلاع تمام خطرناک تنظیموں کے سربراہوں تک پہنچی تھی۔ اب سبھی پومی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں کہ یہ کون ہے۔ کہاں سے آئی ہے' اب تک کہاں روپوش تھی اور یک بیک اس کو منظرِ عام پر لانے کا مقصد کیا ہے؟

مختلف تنظیموں کے سربراہوں کا متفقہ خیال ہے کہ ڈاکٹر مے کاس ہی فرہاد تھا۔ اس کی طرف سے توجہ ہٹانے کے لیے پومی کو ایک سرپرائز' ایک دھماکا' ایک چیلنج بنا کر اچانک سامنے لایا گیا ہے۔

ماسٹر کی نے بڑی محنت سے ایک ڈمی سونیا تیار کی تھی۔ دوسری طرف شیطان نے ماسٹر کی کو فریب دینے اور اصل ڈمی سونیا کے مقابل ایک اور ڈمی سونیا لانے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس منصوبے پر عمل بھی کر رہا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ماسٹر کی اور شیطان کی دو عدد ڈمی سونیا بہت ہنگامہ پیدا کرنے والی تھیں۔ ہمارے لیے بھی چیلنج بن جاتیں اور دوسری تنظیموں کے لیے بھی یہ تماشا ایک مدت تک جاری رہتا لیکن ماسٹر کی اور شیطان کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اچانک کوئی نوخیز و دوشیزہ پومی منظرِ عام پر آئے گی اور ان کے منصوبوں کا کباڑا کر دے گی۔

اگرچہ دو عدد ڈمی سونیا کا بھید کھل گیا ہے تاہم ماسٹر کی اور شیطان اپنے ارادے سے باز نہیں آئیں گے۔ وہ دوسرے انداز سے دونوں سونیا کو پیش کریں گے۔ اب بھی مختلف تنظیموں کے سربراہوں کو الجھانے کی کوشش کریں گے۔ اور ہمارے لیے دشواریاں پیدا کرنا چاہیں گے۔ جب تک میں روپوش رہوں گی' وہ اپنے منصوبوں پر عمل کرتے رہیں گے۔ لیکن سب سے زیادہ فکرمند وہ پُراسرار شخص ہے۔ اس نے کروڑوں ڈالر خرچ کر کے دی کلر کے دماغ کا آپریشن کرایا تھا۔ تیس برس کے تجربے کو فولاد کی طرح مضبوط اور آسمان کی طرح نہ جھکنے والا بنا دیا تھا۔ یہ پُراسرار شخص کی خوش فہمی تھی کہ دی کلر ناقابلِ تسخیر ہے۔ ناقابلِ شکست ہے۔

یہ خوش فہمی اس وقت ختم ہوئی جب پہلی بار سلیمان جوگو سے اس کا مقابلہ ہوا۔ اگرچہ وہ مقابلہ فیصلہ کن نہیں تھا لیکن یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ سلیمان جوگو اس پر بھاری پڑ رہا تھا۔ اب آخری وقت میں دی کلر اس پر بھاری پڑ جاتا۔ یہ دوسری بات ہے۔ حقیقتاً دی کلر صرف اپنے مضبوط جسم سے لڑتا تھا' دماغ استعمال نہیں کرتا تھا۔ اس کے دماغ کو تو وہ لوگ استعمال کرتے تھے جو کمپیوٹر کے پیچھے بیٹھے ہوتے تھے اور ایک اسکرین کے ذریعے دی کلر کو دیکھتے رہتے تھے۔ مائک کے ذریعے اسے گائیڈ کرتے تھے اور جس کمپیوٹر کے ذریعے وہ حرکتیں کرتا تھا' کمپیوٹر میں مقابلہ کرنے کے جتنے گُر اور داؤ پیچ ہوتے ہیں' وہ سب سیٹ کر دیے گئے تھے۔ اس کے مطابق وہ مقابلہ کرتا تھا۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کمپیوٹر ہے کیا؟ کمپیوٹر تو ایک مشین ہے جسے انسان سیٹ کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ مشین خود بخود کام کرنے لگتی ہے گویا اس کمپیوٹر میں مقابلہ کرنے کے جتنے گُر اور داؤ پیچ سیٹ کیے ہوئے تھے' وہ دوسرے انسانوں کے ہی سیٹ کیے ہوئے تھے جو اپنے طور پر بہترین فائٹر ہوں گے۔..."

میں نے سونیا کی باتوں میں مداخلت کرتے ہوئے کہا "کمپیوٹر کے ذریعے فائٹ کرنے کا طریقہ بہت ہی انوکھا ہے گویا کہ دی کلر ایک کمپیوٹر فائٹر ہے؟"

سونیا نے کہا "ہاں جس طرح ہم دنیا بھر کے سوالوں کے جوابات کمپیوٹر میں حل کر دیتے ہیں اور دوسروں کے لیے ریاضی کے ہر سوال کا جواب اس میں موجود رکھتے ہیں' اسی طرح پُراسرار شخص نے ایسے پیچیدہ اور تجربے کار فائٹروں کی خدمات حاصل کیں اور ان کے ذریعے کمپیوٹر میں مقابلہ کرنے کے لیے ایسے ایسے گُر اور داؤ پیچ سیٹ کرائے جس سے دی کلر ناقابلِ تسخیر سمجھا جانے لگا۔ پُراسرار شخص یہ بھول گیا کہ جن لوگوں نے کمپیوٹر میں وہ تمام داؤ پیچ سیٹ کیے ہیں' ان فائٹروں سے بھی زیادہ کوئی شہ زور ہو سکتا ہے' ان سے بھی زیادہ داؤ پیچ جاننے والا یا پومی کی طرح انوکھے انداز میں لڑنے والی ہستی سامنے آسکتی ہے۔

اب پومی جس انداز میں سامنے آئی ہے' اس نے پُراسرار شخص کو فکر میں مبتلا کر دیا ہے۔ والسٹورو کی نے چیلنج کیا ہے کہ لڑکی دی کلر کا سر کاٹ کر لے جائے گی۔ چوں کہ بابا صاحب کے ادارے سے اور خصوصاً فرہاد سے تعلق رکھنے والے جو چیلنج کرتے ہیں' وہ اکثر پورا کر کے دکھاتے ہیں تو پھر یہ چیلنج پُراسرار شخص کی نیندیں کیسے نہیں اڑائے گا؟"

میں نے پوچھا "دی کلر کے لیے حفاظتی انتظامات اور سخت کیے جا رہے ہوں گے؟"

"صرف حفاظتی انتظامات ہی نہیں بلکہ مقابلہ کرنے کے لیے اور بھی نئے نئے گُر اور داؤ پیچ اس کمپیوٹر میں سیٹ کیے جا رہے ہیں۔"

دوسری بات یہ کہ وہ دی کلر کو ابھی پومی کے سامنے نہیں جانے دیں گے۔ اس سے پہلے پومی کو مختلف فائٹروں کے ذریعے چیڑا جائے گا۔ اور دیکھا جائے گا کہ وہ کس انداز میں فائٹ کرتی ہے۔ اس کے لیے خفیہ کیمرے نصب کیے جائیں گے اور اس کے لڑنے کے انداز کو ریکارڈ کر کے اسکرین پر دیکھا جائے گا اور پھر اس کے توڑ میں کچھ اور نئے داؤ پیچ کمپیوٹر میں سیٹ کیے جائیں گے۔ پُراسرار شخص کبھی یہ نہیں چاہے گا کہ کسی بھی مقام پر دی کلر کو شکست ہو اور اس کا کٹا ہوا سر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ کر سارا بھید کھول دے۔"

میں سونیا کی باتیں سن رہا تھا اور اس مسئلے پر غور کر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا "دی کلر جس انداز میں ہمارے سامنے آیا تھا' اسے دوسری خطرناک تنظیموں کے سربراہوں نے اور ان کے ماتحتوں نے دیکھا تھا جب ہمارے دماغ میں یہ بات آگئی کہ دی کلر کے دماغ میں کوئی کمپیوٹر سسٹم ہے تو کیا یہ بات دوسروں کے دماغوں میں نہیں آئی ہوگی؟"

سونیا مسکرانے لگی۔ اس نے کہا "ہاں' دوسرے بھی یہی سوچتے آرہے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انھوں نے اظہار نہیں کیا۔ اس بات کو اپنے تک محدود رکھا۔ انھوں نے بھی یہی سوچا تھا کہ دی کلر جب بھی ہاتھ آئے گا تو ضرور اس کا سر توڑا جائے گا۔ اور اس راز تک پہنچا جائے گا لیکن بھرے مجمع میں پومی کی طرف سے سر کاٹنے کا چیلنج ایسا تھا کہ سب چوکنا ہو گئے ہیں۔ اب سب ہی اپنی اپنی جگہ سوچ رہے ہیں کہ پومی کامیاب ہوگی اور وہ دی کلر کا سر لے جائے گی تو پھر ان کے ہاتھ کیا آئے گا۔ بھید انھیں نہیں معلوم ہوگا صرف بابا صاحب کے ادارے تک محدود رہ جائے گا۔"

"یعنی اب تمام لوگوں کی نظروں میں دی کلر کا سر اہم ہو گیا ہے؟"

"ہاں' تمام خطرناک تنظیموں کے درمیان اب اس سر کے لیے رسہ کشی ہوگی۔"

شمیا نے سونیا کے پاس آکر پوچھا "کیا میں آسکتی ہوں؟"

"ضرور آؤ۔ تمھارے لیے کوئی پابندی نہیں ہے۔ کہو' خیریت ہے؟"

"ہاں' سب خیریت سے ہیں۔ پومی اور والسٹورو کی آرام سے اپنی نیند پوری کر رہے ہیں۔ اعلیٰ بی بی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ چکی ہے لیکن ایک بُری خبر بھی ہے۔"

سونیا نے کہا "بُری خبر صرف کمزور دلوں کے لیے ہوتی ہے۔ تم بے دھڑک سناؤ۔"

"یہ خبر فرہاد کے لیے ہے کہ رسونتی اب ماں نہیں بن سکے گی۔"

میں سونیا کے دماغ میں پہنچ کر یہ باتیں سن رہا تھا۔ میں نے جواباً کہا "مجھے باپ بننے کی اور خواہش نہیں تھی ویسے جو کچھ ہوا اس میں رسونتی کی بھلائی ہے۔ اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ وہ اپنے بچکانہ ذہن کے ساتھ ممتا کے مرحلے سے نہیں گزر سکتی تھی۔ بائی دی وے یہ کیسے ہو گیا؟"

شیبا نے کہا "اس کی بچکانہ حرکتوں کی وجہ سے ایسا ہو گیا۔ اسے منع کیا جاتا تھا لیکن وہ تیزی سے دوڑتی تھی اور سیڑھیاں بھی تیزی سے اترتی تھی۔ ایسے ہی وقت وہ پھسل کر گر پڑی۔ اب بابا صاحب کے ادارے میں زیرِ علاج ہے ویسے فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"شیبا ہم نے مجھے اپنے دماغ میں رہنے سے منع کر دیا ہے۔ میں نے تو تمہارا راستہ نہیں روکا ہے، تم میرے پاس کیوں نہیں آتی ہو؟"

وہ میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی "میں بہت تھک گئی ہوں، اب جا کر سونا چاہتی ہوں۔"

سونیا نے کہا "یہی بہتر ہے۔ یہاں بھی رات زیادہ ہو چکی ہے۔ فرہاد کو اب آرام سے سونا چاہیے۔"

وہ شب بخیر کہہ کر چلی گئی۔ سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی اور دروازوں کو چیک کیا پھر بتی بجھا دی۔ اندھیرے میں شیطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "آؤ اور شیطان رات کو نہیں سوتے ہمیں اطمینان سے سونے دو۔ تمہاری کوئی شرارت نہیں چلے گی۔" میں نے اپنے اور سونیا کے دماغ کو ضروری ہدایات دیں، اس کے بعد ہم آرام سے سو گئے۔

ہدایات دینے کے بعد دماغ اتنا حساس ہو جاتا ہے کہ کمرے کے اندر ہلکی سی آہٹ ہو یا کوئی غیر معمولی تبدیلی ہو تو آنکھ فوراً کھل جاتی ہے یا پھر ہمارے اندر کوئی ایسی بات پیدا ہو جائے کوئی جذبہ یا کوئی پرانی سوچ ہمارے اندر داخل ہو۔ تو دماغ فوراً ہی جھنجھوڑ کر بیدار کر دیتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ... ہدایات دینے کے بعد شیطان بھی ہمارے اندر نہ آسکا اور ہم آرام سے سوتے رہے۔

یہ جو میں نے اپنی داستان میں شیطان کا ذکر شروع کیا ہے تو اس کی چند خاص وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ کہ میں ہر انسان کے دماغ میں پہنچتا ہوں۔ جس کے دماغ میں پہنچتا ہوں، اس کی صرف سوچ ہی نہیں پڑھتا بلکہ وہ جب دوسروں سے متاثر ہوتا ہے اور دوسروں کا ردِ عمل اس کے دماغ میں ہوتا ہے تو اس ردِ عمل کو بھی اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ میں نے بہت پہلے ہی اپنی داستان میں انسانی سوچ کی بنیاد بتائی ہے اور وہ یہ کہ سوچ دو طرح کی ہوتی ہے۔ مثبت اور منفی (پازیٹو اور نیگیٹو)۔ انسان جب پیدا ہوتا ہے اور پہلے پہل سوچنے سمجھنے اور اپنے طور پر عمل کرنے کے قابل ہوتا ہے تب سے وہ اپنے اندر لڑتا چلا آتا ہے اور وہ لڑائی منفی اور مثبت سوچ کی ہوتی ہے۔

اس بات کو مزید وضاحت سے یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ انسان شروع سے ہی اپنے اندر نیکی اور بدی کی جنگ میں الجھا رہتا ہے۔ ایک خیال اسے راہِ راست پر لانا چاہتا ہے۔ دوسرا خیال اسے گمراہ کرتا ہے۔ اسی گمراہی کے زمرے میں شیطان کا نام آتا ہے۔

ایک کہاوت ہے کہ انسان اپنے اندر خود بہت بڑا شیطان ہوتا ہے۔ اس کہاوت سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کے اندر یقیناً شیطان موجود ہوتا ہے جو سمجھ میں نہیں آتا بلکہ انسان کو چپ چاپ اپنے راستے پر چلاتا جاتا ہے۔

میں نے انسانی دماغوں کو پڑھتے پڑھتے اس حد تک معلومات حاصل کی ہیں کہ شیطان ہمارے اندر کہاں کہاں چھپا رہتا ہے۔ مثلاً لالچ میں چھپا رہتا ہے۔ یہ لالچ دولت کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ ہوس میں چھپا رہتا ہے۔ یہ ہوس گناہ کی طرف لے جاتی ہے۔ وہ ہوسِ اقتدار میں چھپا رہتا ہے۔ اقتدار حاصل کرنے کا جذبہ اسے ناجائز طور پر بھی ملک گیری اور حکمرانی کی طرف لے جاتا ہے۔ جذبۂ برتری ہوتا ہے جو اپنے سامنے دوسروں کو کم تر دیکھنا چاہتا ہے ایک جذبہ تشدد ہوتا ہے۔ دوسروں پر ظلم کر کے انھیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچا کر دلی اور روحانی سکون حاصل ہوتا ہے ان تمام منفی جذبات کے پیچھے شیطان چھپا ہوتا ہے۔

لیکن اب وہ مجھ سے چھپ نہیں سکتا۔ میں نے انسانی دماغوں کو پڑھتے پڑھتے اسے تلاش کر لیا ہے۔ چونکہ وہ سالم وجود کے ساتھ ہمارے سامنے موجود نہیں ہوتا اس لیے میں اس کے ذکر سے کترا تا رہا لیکن اب سوچتا ہوں کہ اسے وضاحت سے پیش کر دوں۔ جو بات عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی وہ میں مثالیں وغیرہ کے ذریعے کیسے سمجھتا ہوں یہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔

مثال کے طور پر میں اور سونیا اپنے دماغ کو ہدایات دے کر آرام سے سو گئے تھے۔ اب تو کوئی شیطانی چکر چل نہیں سکتا تھا لیکن شیطان باز نہیں آتا۔ وہ اپنا چکر چلانے

کے لیے کمزور افراد کو تلاش کرتا ہے اور انھیں اپنا آلۂ کار بناتا ہے۔ وہ کم بخت جانتا تھا کہ شیبا کو اچانک کیوں بخار چڑھ گیا تھا۔ اور وہ فرہاد کے پاس آنے سے کیوں کترا رہی تھی لہٰذا وہ شیبا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر گہری نیند میں تھی۔ اگر وہ شیطانی خیالات اس کے دماغ میں پہنچاتا تو بیدار ہو جاتی لہٰذا اس نے مثبت انداز اختیار کیا۔ ایک ہلکے سے خواب کا منظر پیش کیا۔ پھر اس منظر میں مجھے دکھایا گیا۔

یہ وہی شیبا تھی جو مجھ سے خوف کھاتی تھی کہ کہیں میں اس کے دماغ میں نہ پہنچ جاؤں۔ آج کل تو میں اس کے دماغ میں بھی پہنچا تھا اور اس کے خوابوں میں بھی آتا تھا۔ اس خواب میں اس نے پہلے تو مجھے اجنبی کی حیثیت سے دیکھا پھر دوست کی حیثیت سے، پھر میں اسے محبوب نظر آنے لگا۔ رفتہ رفتہ وہ میری طرف کھنچی چلی آئی۔ مجھ سے بے تکلف ہونے لگی۔ اس نے میری اور سونیا کی تنہائی میں آکر جو غلطی کی تھی، وہ اب اسے غلطی نہیں سمجھ رہی تھی اور سونیا کی جگہ خود کو دیکھ رہی تھی۔

میں کتا ہوں، یہ شیطان کی کارفرمائی تھی، اس نے شیبا کو میری محبوب اور میری مطلوب بنا دیا تھا۔ اگر اس سے انکار کیا جائے کہ شیطان ایسے تماشے نہیں کرتا تو پھر یہ نفسیاتی ردِ عمل تھا۔ شیبا نے جو کچھ ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے دیکھا تھا، اب اسے بند آنکھوں میں خواب کے ذریعے دیکھ رہی تھی۔ اور وہی باتیں خود پر دہرا رہی تھی۔ یہ نفسیاتی الجھنیں ہیں۔ کسی کی سمجھ میں آتی ہیں کسی کی سمجھ میں نہیں آتیں۔

بہرحال خواب ایسا تھا کہ شیبا کی آنکھ کھل گئی، وہ چند ساعتوں تک چپ چاپ پڑی آنکھیں کھولے کمرے کی تاریکی میں ایک طرف تکتی رہی۔ پھر اس نے بھرپور انگڑائی لی۔ عقابے میں دھواں بھر جائے تو وہ بلندی کی طرف پرواز کرنے لگتا ہے۔ آدمی کے اندر دھواں بھر جائے تو وہ... انگڑائی کی اٹھان پر آجاتا ہے۔ شیبا کے اندر جانی انجانی خواہشوں کا دھواں سا بھر گیا تھا۔ اور میں کہتا ہوں اس کے اندر شیطان انگڑائی لے رہا تھا۔

پھر اس کے اندر ایک خیال پیدا ہوا۔ "مجھے چپ چاپ سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھنا چاہیے، وہ سو رہی ہے یا جاگ رہی ہے۔" (یہ منفی یا شیطانی خیال تھا۔)

شیبا نے انکار میں سر ہلا کر سوچا۔ "نہیں یہ غلط بات ہے۔ کسی کی تنہائی میں نہیں جانا چاہیے۔ (یہ مثبت اور صحیح انسانی سوچ تھی۔)

پھر اس کے دماغ میں بات آئی "میں وہاں کیوں گئی تھی اور جب گئی تھی تو فوراً واپس کیوں نہ آسکی۔ میں وہیں کیوں رہ گئی تھی؟ اب اگر میں وہاں جاؤں؟" (یہ بھی منفی اور شیطانی خیال)

شیبا نے ہچکچاتے ہوئے سوچا "نہیں، مجھے نہیں جانا چاہیے۔ فرہاد مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر لیتے ہیں اور سونیا تو شیطان کی خالہ ہے۔ کہیں اسے پتا چل گیا کہ میں آگئی ہوں تو؟" (اب شیبا جذبوں کے باعث کمزور پڑ رہی تھی یا پھر شیطان غالب آرہا تھا۔)

وہ تھوڑی دیر تک اپنے اندر لڑتی رہی۔ ایسے حالات میں ہر انسان اپنے اندر کے شیطان کو بھول جاتا ہے صرف اپنے جذبوں کو یاد رکھتا ہے اور جذبات کی رو میں بہتا ہے۔ آخر وہ بہتے بہتے خیال خوانی کی پرواز پر مجبور ہو گئی۔ چپ چاپ سونیا کے دماغ میں پہنچ گئی۔

یہ انسان کی اضافی تدابیر اور شیطان کی چالوں کو سمجھنے کا مقام ہے۔ میں نے اور سونیا نے اپنے طور پر احتیاطی تدابیر کیں، دماغوں کو ہدایات دیں اور مطمئن ہو کر سو گئے۔ یقیناً شیطان خود ہمارے پاس نہیں آسکتا تھا، کسی کو ذریعہ بنا سکتا تھا لہٰذا اس نے شیبا کو ذریعہ بنا لیا۔

مگر افسوس، شیبا کو وہاں پہنچتے ہی مایوسی ہوئی، وہ سو رہی تھی، سونیا کے پاس آکر کسی فلسفی ماحول میں پہنچ جائے گی لیکن وہ تو بے خبر سو رہی تھی۔ وہ مایوس ہو کر واپس جانا چاہتی تھی، شیطان نے پھر اس کے دماغ میں سرگوشیاں کیں۔ شیبا نے کہا "فرہاد کو جگا دو۔" (یہ منفی خیال تھا۔)

شیبا نے ہچکچاتے ہوئے سوچا "نہیں، مجھے نہیں جانا چاہیے۔ فرہاد مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر لیتے ہیں اور سونیا تو شیطان کی خالہ ہے۔ کہیں اسے پتا چل گیا کہ میں آگئی ہوں تو؟" (اب شیبا جذبوں کے باعث کمزور پڑ رہی تھی یا پھر شیطان غالب آرہا تھا۔)

وہ تھوڑی دیر تک اپنے اندر لڑتی رہی۔ ایسے حالات میں ہر انسان اپنے اندر کے شیطان کو بھول جاتا ہے صرف اپنے جذبوں کو یاد رکھتا ہے اور جذبات کی رو میں بہتا ہے۔ آخر وہ بہتے بہتے خیال خوانی کی پرواز پر مجبور ہو گئی۔ چپ چاپ سونیا کے دماغ میں پہنچ گئی۔

یہ انسان کی اضافی تدابیر اور شیطان کی چالوں کو سمجھنے کا مقام ہے۔ میں نے اور سونیا نے اپنے طور پر احتیاطی تدابیر کیں، دماغوں کو ہدایات دیں اور مطمئن ہو کر سو گئے۔ یقیناً شیطان خود ہمارے پاس نہیں آسکتا تھا، کسی کو ذریعہ بنا سکتا تھا لہٰذا اس نے شیبا کو ذریعہ بنا لیا۔

مگر افسوس، شیبا کو وہاں پہنچتے ہی مایوسی ہوئی، وہ سو رہی تھی، سونیا کے پاس آکر کسی فلسفی ماحول میں پہنچ جائے گی لیکن وہ تو بے خبر سو رہی تھی۔ وہ مایوس ہو کر واپس جانا چاہتی تھی، شیطان نے پھر اس کے دماغ میں سرگوشیاں کیں۔ شیبا نے کہا "فرہاد کو جگا دو۔" (یہ منفی خیال تھا۔)

شیبا نے ہچکچاتے ہوئے سوچا "نہیں، مجھے نہیں جانا چاہیے۔ فرہاد مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر لیتے ہیں اور سونیا تو شیطان کی خالہ ہے۔ کہیں اسے پتا چل گیا کہ میں آگئی ہوں تو؟" (اب شیبا جذبوں کے باعث کمزور پڑ رہی تھی یا پھر شیطان غالب آرہا تھا۔)

وہ تھوڑی دیر تک اپنے اندر لڑتی رہی۔ ایسے حالات میں ہر انسان اپنے اندر کے شیطان کو بھول جاتا ہے صرف اپنے جذبوں کو یاد رکھتا ہے اور جذبات کی رو میں بہتا ہے۔ آخر وہ بہتے بہتے خیال خوانی کی پرواز پر مجبور ہو گئی۔ چپ چاپ سونیا کے دماغ میں پہنچ گئی۔

کر فرہاد کو دیکھا۔ اسے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ اس پر بڑا پیار آرہا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا لیکن پھر رک گئی۔ یاد آگیا کہ فرہاد دماغ کو ہدایات دے کر سو رہا ہے۔ صبح اس نے بیدار ہونے کا ایک وقت مقرر کیا ہے لہٰذا اس وقت تک اس کی نیند میں خلل انداز نہیں ہونا چاہیے۔

وہ ایسا سوچنے کے دوران چونک سی گئی۔ اسے یہ یاد آیا کہ سونے سے پہلے فرہاد نے اس کے دماغ کو بھی ہدایت کی تھی کہ وہ صبح سات بجے تک آرام سے سوتی رہے۔ اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تب اس کی آنکھ کھلے۔ اس نے سوچا، میں صبح سات بجے سے پہلے کیسے بیدار ہوگئی؟ کیا ابھی کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے؟

وہ پھر محتاط انداز میں کمرے کے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اس بات کا اطمینان ہوا کہ کمرے کے اندر کوئی نہیں ہے۔ ہاں، اپنے اندر کوئی ہو سکتا ہے۔ تب اس نے ناگواری سے شیطان کو مخاطب کیا۔ "اے مردود! میں نے تجھ سے کہہ دیا تھا، تیری کوئی شرارت نہیں چلے گی مگر تو باز نہیں آتا۔ لاحول ولاقوۃ۔"

دوسرے ہی لمحے شیبا نے محسوس کیا کہ خیال خوانی کی پروازیں ختم ہوگئی ہے جیسے پردازے پر کٹ گئے ہوں۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی تھی۔ تب اسے احساس ہوا کہ وہ اتنی دیر سے بہک رہی تھی اور اس کے اندر کوئی بہکانے والا تھا۔ تب اس نے بھی کہا۔ "لاحول ولاقوۃ۔"

اچانک اسے محسوس ہوا جیسے دماغ پر اب پہلے جیسا بوجھ نہیں رہا ہے۔ جسم ہلکا پھلکا ہوگیا۔ تھکن محسوس ہو رہی ہے اور وہ سو جانا چاہتی ہے۔

اس نے آرام سے لیٹ کر آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو... ہدایات دیں، اس کے بعد آرام سے سو گئی۔

ہم دوسری صبح مقررہ وقت پر بیدار ہوگئے۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ سونیا نے جین اور جیکٹ پہنا جب وہ میرے سامنے آئی تو پاؤں میں ربر سول کے جوتے تھے۔ میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔ "ایسا لگتا ہے جیسے کوئی خطرہ محسوس کر رہی ہو اور یہ تیاری اسی کے لیے ہے؟"

"خطرہ کسی لمحے بھی پیش آسکتا ہے، ہمیں مطمئن نہیں رہنا چاہیے۔"

"کیا تم مجھے اس عالی شان عمارت کی سیر نہیں کراؤ گی؟"

"ہم سیر بعد میں کر لیں گے، پہلے میں تمہیں اس عمارت کے تہ خانے میں لے جاؤں گی۔"

ہم دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اس کمرے سے نکلے پھر اس عمارت کے مختلف حصوں سے گزرتے گئے۔ اگر یہ پروفیسر سامری کی جاگیر تھی اور یہ محل اسی نے تعمیر کرایا تھا تو یقیناً وہ حسن پرست تھا۔ عمارت نہایت ہی خوبصورت تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ ایک بہت بڑی حرم سرا ہو جہاں دوشیزہ کنیزوں کے لیے گنجائش نکل سکتی تھی۔

ہم ایک لفٹ کے دروازے کے سامنے رک گئے۔ سونیا نے بٹن دبایا، دروازہ کھل گیا۔ ہم اندر چلے گئے، دروازہ بند ہوگیا۔ پھر میں نے محسوس کیا، ہم اوپر جانے کے بجائے نیچے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ "کیا یہ لفٹ ہمیں تہ خانے میں لے جا رہی ہے؟"

سونیا نے بدلتے ہوئے نمبروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب ہم تہ خانے سے بھی نیچے جا رہے ہیں۔"

ایک جگہ لفٹ رک گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ ہم ایک بڑے سے ہال نما حصے میں آئے۔ اس کی دیواریں پتھر کی تھیں اور جگہ جگہ سے بھیگی ہوئی تھیں۔ جیسے پانی رس رہا ہو۔ اچانک ہمیں قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر ایسی آواز بھی سنائی دی جیسے کوئی پہیہ چل رہا ہو اور اس میں تیل یا گریس نہ ہونے کے باعث چوں چوں کی آواز پیدا کر رہا ہو۔ ذرا سی دیر میں ہمارے سامنے ایک وہیل چیئر نظر آئی۔ اس پر پروفیسر سامری بیٹھا ہوا تھا۔

سونیا اسے دیکھ کر چونک گئی۔ وہ وہیل چیئر کو ایک طرف بڑھاتا جا رہا تھا۔ پھر ہم سے بہت فاصلے پر رک گیا۔ ہمیں دیکھ کر قہقہے لگانے لگا مگر اس کے قہقہے میں نقاہت اور کمزوری تھی۔ اس کے دونوں پاؤں ننگے تھے اور ایک پاؤں میں پٹیاں بندھی ہوئی تھیں، دوسرے پاؤں پر بھی چھوٹی چھوٹی پٹیاں چپکی ہوئی تھیں۔ جسم کے دوسرے حصوں پر بھی زخم ہوں گے لیکن لباس کی وجہ سے نظر نہیں آرہے تھے۔ اس کا یہ حال اسی شکاری کتے نے کیا تھا جسے سونیا نے اس کے نقاب میں چھوڑا تھا۔

سونیا نے اسے ناگواری سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ابھی تو تمہارے چودہ انجکشن کا کورس پورا نہیں ہوا اور قہقہے لگانے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔"

وہ غراتے لگا۔ پھر نفرت سے بولا۔ "میں جانتا تھا، تم فرار ہونے کے لیے یہی راستہ اختیار کرو گی لیکن یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ اپنے چاروں طرف دیکھو۔"

وہ بڑھتے ہوئے قدموں کی آوازیں اب قریب آگئی تھیں اور ایک ایک دو دو مسلح افراد نظر آتے جا رہے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ ان میں سے دو نے فوراً لفٹ کے دروازے پر پہنچ کر ہمارا راستہ روک دیا تھا تاکہ ہم واپس نہ جا سکیں۔

پروفیسر سامری نے کہا۔ "سونیا! تم بہت چالاک بنتی ہو مسلسل کامیابیوں نے تمہیں کبھی یہ سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا کہ تم بھی انسان ہو اور تم سے بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ یہ کتنی بڑی حماقت ہے کہ میری جاگیر میں، میری عمارت میں اگر تم نے یہ سمجھ لیا کہ میرے وفادار ملازم تمہارے وفادار ملازم بن جائیں گے۔"

اس نے وہیل چیئر کو ایک طرف گھماتے ہوئے کہا۔ "یہ مانتا ہوں، میرا ایک ملازم غدار نکلا۔ تمہارا وفادار بن گیا۔ اس نے تمہاری ہدایت کے مطابق پچھلے دن تمہاری اور فرہاد کی ضرورت کا تمام سامان آبدوز میں پہنچا دیا۔ تمہیں یقین تھا کہ فرہاد کو جو دوائیں اور خوراک دی جا رہی ہے وہ چوبیس گھنٹے بعد اسے صحت مند بنا دیں گی۔ تب تم فرار کے لیے یہ راستہ اختیار کرو گی۔ کیا تمہیں اتنی سی عقل بھی نہیں ہے کہ یہ میرا محل ہے۔ میں اس تہ خانے سے واقف ہوں اور میں جانتا ہوں کہ آبدوز کے اندر پہنچنے کے لیے یہاں سے ایک سرنگ بنائی گئی ہے۔ تم اگر یہاں سے فرار ہونا چاہو گی تو میں تمہارا راستہ روک سکتا ہوں، یہ بات ایک احمق کی سمجھ میں بھی آسکتی ہے۔"

سونیا نے شکست خوردہ انداز میں سر کو جھکا کر کہا۔ "واقعی مجھ سے بہت بڑی حماقت ہوئی۔"

سونیا اور مایوس ہو جائے، میں یقین نہیں کر سکتا تھا۔ فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا تو وہ سراسر مکاری دکھا رہی تھی۔ پروفیسر سامری کو خوش فہمی میں رکھنے کے لیے اپنی حماقت اور شکست کا اعتراف کر رہی تھی۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "میں نے شیطان سے شکایت کی تھی کہ وہ تمہاری مدد کر رہا ہے، اگر وہ مدد نہ کرتا تو تم اس رات مجھے بجلی کے تاروں سے شاک نہ پہنچا سکتیں۔ اس کی مدد حاصل کر کے ہی تم نے کتوں کا دماغ پھیر دیا تھا۔ ورنہ جو تمہارے پیچھے جا رہے تھے، وہ میرے پیچھے کیسے آسکتے تھے۔ تب شیطان نے کہا کہ وہ ہمارے معاملے میں بالکل غیر جانبدار ہے، نہ میری مدد کر رہا ہے نہ تمہاری۔ میں اس بات پر یقین تو نہیں کر سکتا تھا لیکن کر نا پڑا۔ شیطان نے کہا، اگر میں عقل سے کام لوں اور سونیا کو گھیرنے کی کوشش کروں تو مجھے کامیابی ہوگی، لیکن کہیں بھی حماقت سرزد ہوئی تو اس کا الزام شیطان پر عائد نہ کیا جائے۔ اب میں دیکھ رہا ہوں، واقعی شیطان غیر جانبدار ہے۔ یہ معاملہ ہمارے درمیان ہے اور میں یہ میدان جیت رہا ہوں۔"

سونیا نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تمہاری تقریر کب ختم ہوگی؟ اپنے آدمیوں کو حکم دو، وہ ہمیں گولی مار دیں۔"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں، تم دونوں کو مار ڈالنے سے مجھے فائدہ کیا ہوگا؟ زیادہ سے زیادہ انتقام کی آگ بجھے گی مگر انتقام احمق لوگ لیا کرتے ہیں۔ دانشمندی تو یہ ہے کہ تم دونوں کو مجبور اور بے بس بنا کر رکھوں۔ شیطان کی پیشینگوئی کے مطابق میں تم دونوں سے اتنا فائدہ اٹھاؤں گا کہ ایک اور جزیرے کا مالک بن جاؤں گا۔"

سونیا نے کہا۔ "ہم تو پھنستے اور نکلتے ہی رہتے ہیں، ہمارے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں، مگر تم اس بار پھنس گئے تو کیا ہوگا؟"

وہ غصے اور نفرت سے بولا۔ "تم بڑے اعتماد سے میرے پھنسنے کی بات کر رہی ہو جب کہ تمہارے چاروں طرف اسٹین گنیں ہیں۔ کیا تم انھیں بچوں کے کھلونے سمجھ رہی ہو یا یہ سمجھ رہی ہو کہ میں کسی طور پر تمہیں معاف کر دوں گا؟"

"جو خود معافی کا طلب گار ہو، اس سے تو کوئی احمق ہی معافی مانگے گا۔"

اس نے اپنی وہیل چیئر کو ایک طرف گھمایا پھر اسے آگے بڑھاتے ہوئے ایک ہاتھ کی انگلی سونیا کو تنبیہہ کے انداز میں دکھاتے ہوئے کہا۔ "تم..... تم کتیا ہو۔ تم نے مجھے کتے سے کٹوایا۔ میں بھی تمہیں خونخوار کتوں کے پنجرے میں ڈال دوں گا۔ تم چیختی چلاتی رہو گی اور میں قہقہے لگاتا رہوں گا، مگر..."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ پھر ایک لمحہ توقف کے بعد فاتحانہ انداز میں کہا۔ "مگر میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ کتوں سے نچوا کر بھی زندہ رکھوں گا۔ تم بھی چودہ انجکشنوں کے کورس سے گزرو گی۔ تمہیں جیسی اذیتیں پہنچاؤں گا، اور تمہارے ساتھ جیسے عبرتناک تماشے کرتا رہا ہوں گا، ان سب کی فلم تیار کرتا رہوں گا اور یہ فلم تمہارے تمام بڑے بڑے دشمنوں تک پہنچائی جائے گی۔"

وہ کتے کتے چپ ہوا۔ پھر کرسی کے دستے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "افسوس کہ یہاں کتے نہیں ہیں، ورنہ میں یہیں تماشا شروع کر دیتا۔"

میں نے کہا۔ "تم انتقام کے جوش میں عقل کے اندھے

ہو گئے ہو۔ کیا اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے دماغ سے کھیل سکتا ہوں؟"

"میں خوب سمجھتا ہوں۔ میں نے اپنے آدمیوں کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ اگر ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ذرا بھی نقصان پہنچے تو تمہیں فوراً گولی مار دی جائے لہٰذا میرے دماغ تک پہنچنے کی حماقت نہ کرنا۔"

اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ لفٹ کے دروازے سے دو مسلح افراد آگے بڑھ کر ہمارے پیچھے آئے اور اسٹین گنیں ہماری پشت سے لگا کر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ ہم آگے بڑھتے ہوئے ہال کے اس حصے میں پہنچے جہاں سے ایک غار نما راہداری نہ جانے کتنی دور تک چلی گئی تھی۔ اس راہداری کے فرش پر ریلوے لائن کی طرح پٹریاں بچھی ہوئی تھیں اور اس پر چھوٹی چھوٹی ٹرالیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ ٹرالیاں ان لوہے کی پٹریوں پر چلتی تھیں۔ ہمیں ایک ٹرالی پر بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ ہم نے ان کے حکم کی تعمیل کی اور ایک ٹرالی پر بیٹھ گئے۔

ہماری آگے والی دو ٹرالیوں پر مسلح افراد تھے۔ ہماری پیچھے والی ٹرالی پر وفیسر سامری کے لیے مخصوص تھی۔ وہ وہیل چیئر پر وہاں تک آیا۔ چونکہ اپنے پاؤں پر چل نہیں سکتا تھا، اس لیے دو شخص اسے اٹھا کر ٹرالی پر لے آئے۔ اس ٹرالی کے پیچھے بھی مسلح افراد کی ٹرالیاں تھیں۔ اس طرح یہ قافلہ وہاں سے روانہ ہوا۔ ٹرالیوں کو لے جانے کا انداز وہی پرانا تھا۔ یعنی ٹرالی مین ان ٹرالیوں کو دھکا دیتے ہوئے، دوڑاتے ہوئے لے جاتے تھے۔ جب ٹرالی تیز رفتاری سے چلنے لگتی تو وہ بھی اچھل کر ٹرالی پر سوار ہو جاتے تھے۔ رفتار دھیمی ہوتی تو وہ اتر کر پھر ٹرالی کو دوڑاتے ہوئے لے جاتے تھے۔ اس طرح ہم ایک نیم تاریک غار سے گزرتے جا رہے تھے۔ کہیں کہیں بلب کی روشنی سے وہ غار ذرا دور تک روشن ہوتا تھا پھر نیم تاریکی چھا جاتی تھی۔

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "سونیا! یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا تم نے سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا تھا؟"

"میرے متعلق تمہارا یہ خیال ہے تو یہی سہی۔"

"نہیں میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ تم نے ضرور پہلے سے ایسی زبردست پلاننگ کی ہوگی جو اس کم بخت سامری کو چونکا دے گی۔"

"تمہیں یہ سن کر افسوس ہوگا کہ میں نے ایسی کوئی چونکا دینے والی پلاننگ نہیں کی ہے۔"

"پھر؟" میں نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"حیران کیوں ہوتے ہو۔ کیا یہ ہمیں جہاں سے ڈالے گا؟"

"نہیں، یہ تو ایک اور نئے جزیرے کا مالک ہے۔ لیے ہمارا سودا بڑی بڑی تنظیموں سے کرنا چاہتا ہے۔"

"جب یہ ہمیں ہلاک نہیں کرے گا تو پھر بات کی۔ یوں بھی ہمیں اس جزیرے سے تو نکلنا ہی شیطان کسی وقت بھی اپنی شیطانیت دکھا سکتا ہے۔"

"کیا تم نے پہلے سے اس آبدوز کو دیکھ رکھا ہے؟"

"ہاں، جب میں یہاں تنہا آئی تھی تو میں نے اس اندر اور باہر سے اچھی طرح دیکھا تھا۔ پھر شیطان نے کہ مجھے فرار ہونے کا ایک خفیہ راستہ چاہیے، تب وہ اس تہ خانے اور غار میں لے آیا تھا۔ اور اس آبدوز میں گیا تھا جہاں ہم اب جا رہے ہیں۔"

"کیا تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ فرار ہونے کے پروفیسر سامری رکاوٹ بن سکتا ہے؟"

"اس خفیہ راستے میں صرف سامری رکاوٹ ہے۔ اگر ہم جزیرے میں رہتے تو چاروں طرف سمندر دشمن بحری اور فضائی راستوں سے گھیر لیتے۔ ہمارا کوئی بھی راہ فرار نہ ہوتی۔ یہاں تو صرف سامری سامنا ہے۔"

میں نے اس کی پلاننگ کو سمجھتے ہوئے کہا "سامری سے سامنا ہوتے ہوئے بھی ہم اسے نہیں چھیڑیں اس کی مرضی کے مطابق چلیں گے؟"

"ہاں، ہمارا مقصد اس جزیرے سے نکلنا تھا۔ آج شیطان نے بتایا کہ یہ بات معلوم کر لی گئی ہے کہ ڈاکٹر کو لے جانے والا طیارہ کس جزیرے میں اتارا گیا۔ لہٰذا اب چاروں طرف سے یلغار ہونے والی تھی۔ ہمارے لیے یہی ایک خفیہ راستہ رہ گیا تھا۔ ہم یہاں سے صحیح نکل رہے ہیں۔ یہ سامری ہمیں آئندہ جس زمین پر پہنچائے گا، وہاں ہم اس سے نمٹ لیں گے۔ ویسے اس آبدوز بھی میرے چند وفادار موجود ہیں۔"

میں نے کہا "نہ بھی ہوں تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے وفادار بنا سکتا ہوں۔"

"تو پھر پریشانی کس بات کی ہے؟ آرام سے"

میں نے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ پھر کہا "یہ کم بخت سامری آرام سے بیٹھا ہوا ہے، یہ مجھے کچھ اچھا نہیں لگا اسے ہلکی پھلکی سزا دینے کو جی چاہ رہا ہے۔"

سونیا نے کہا "یہ کون سی بڑی بات ہے۔ ابھی لو۔"

ٹرالی تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ ٹرالی مین اس کے ساتھ ساتھ دوڑتا جا رہا تھا۔ جب اس نے پھر رفتار پکڑ لی تو وہ اچھل کر ٹرالی پر سوار ہو گیا۔ ہمارے پیچھے سامری کی ٹرالی بھی اسی رفتار سے چلی آ رہی تھی۔ سونیا نے کہا "ہوشیار ہو جاؤ۔ جم کر بیٹھے رہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے بریک پر پاؤں رکھ دیا۔ اچانک ٹرالی رکنے لگی۔ اس کی رفتار دھیمی پڑتے ہی پیچھے سے آنے والی ٹرالی زور سے ہماری ٹرالی سے ٹکرائی۔ ہم پہلے سے محتاط بیٹھے ہوئے تھے لیکن وہ زخمی سامری اس حادثے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ٹکراتے ہی وہ ٹرالی سے اچھلا اور چیخ مار کر نیچے زمین پر جا گرا اور لڑھکتا ہوا غار کی دیوار سے جا کر ٹکرایا۔ آدمی کو ایسے لمحات میں شدید غصے کے عالم میں اپنی تکلیف کا بھی خیال نہیں رہتا۔ وہ اس بات پر جھنجلا گیا تھا کہ آگے والی ٹرالی اچانک کیسے رک گئی، کیوں رک گئی۔ یہ ٹرالی مین نے کیوں خیال نہیں کیا کہ پیچھے اس کی بھی ٹرالی آ رہی ہے۔

وہ زمین پر پڑا ہوا کراہ رہا تھا اور چیخ چیخ کر ٹرالی مین کو گالیاں دے رہا تھا۔ اپنے آدمیوں سے کہہ رہا تھا "مارو ٹرالی مین کو میرے سامنے لا کر اس کی اتنی پٹائی کرو کہ اپنے پاؤں پر کھڑے رہنے کے قابل نہ رہے۔"

اس کی پٹائی شروع ہو گئی۔ سونیا نے کہا "رک جاؤ۔ اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ٹرالی تو میں نے روکی تھی، بریک میرے پاؤں کے پاس تھا۔ یہ بھلا کیسے روک سکتا ہے۔"

بات سب کی سمجھ میں آ گئی۔ اور جب پروفیسر سامری کی سمجھ میں بھی یہ بات آئی تو اس نے سونیا کو گالیاں دینا چاہیں، مگر شدید غصے کے عالم میں آدمی کہنا کچھ چاہتا ہے اور کہتا کچھ ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے منہ سے ایسے الفاظ نکالنے لگا جن کے معنی وہ خود نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس کے مسلح وفادار حیرانی سے اس کا منہ تک رہے تھے۔ پھر انھوں نے سونیا کو سوالیہ نظروں سے دیکھا جیسے معلوم کرنا چاہتے ہوں کہ سونیا اس کی باتوں کو سمجھ رہی ہے یا نہیں۔

سونیا نے ہاں کے انداز میں ہاتھ ہلا کر کہا "پروفیسر سامری! تمہاری یہ اجنبی زبان میں سمجھتی ہوں، تم اسی زبان میں کالا منتر پڑھا کرتے ہو۔"

سونیا کے اس مذاق نے سامری کو جیسے پاگل کر دیا لیکن مجبور تھا، سونیا کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔

اس کے دو مسلح گارڈز اسے ہاتھوں پر اٹھا کر ٹرالی تک لائے پھر اس پر بٹھا دیا۔ وہ اب بولنے کے قابل ہو گیا تھا۔ کیوں کہ میں نے اسے ذرا سی چھوٹ دے دی تھی۔ اس نے سونیا کو غصہ دکھاتے ہوئے کہا "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم نے اپنی ٹرالی کو بریک کیوں لگایا تھا؟"

"مجھے اچانک ایک بات یاد آ گئی تھی جو میں تم سے کہنا چاہتی تھی۔ یہ ٹرالیاں چونکہ دوڑتے وقت بہت شور مچاتی ہیں۔ میری بات تمہیں سنائی نہ دیتی۔ اس لیے میں نے بریک لگا دیا تھا۔"

وہ غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا "کیا تم پاگل کی بچی ہو کیا تم سمجھ نہیں سکتی تھیں کہ اپنی ٹرالی کو بریک لگاؤ گی تو میری ٹرالی آ کر ٹکرا جائے گی۔"

وہ معذرت چاہنے کے انداز میں بولی "بات اتنی ضروری تھی کہ میں اس طرف دھیان نہ دے سکی۔"

"تم بکواس کرتی ہو۔ کوئی ضروری بات نہیں تھی اور اگر کوئی بات ہے تو آبدوز میں پہنچ کر کر سکتی تھیں۔"

"تب تک بہت دیر ہو جاتی۔ تمہارے پاس ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ میں جو کچھ کہوں گی، تم ان باتوں کی تصدیق کر سکو گے۔"

اس نے گھورتے ہوئے پوچھا "آخر وہ کونسی اہم بات ہے؟"

سونیا نے میری طرف دیکھا پھر کہا "ابھی فرہاد کو خیال خوانی کے ذریعے پتا چلا ہے کہ تمہارا جوان بیٹا اور بیٹی دونوں لاپتا ہیں۔"

سامری کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ پہلے تو وہ ایک ساعت کے لیے ساکت ہو گیا پھر اس نے بے یقینی سے کہا "یہ جھوٹ ہے۔"

میں نے کہا "ٹیلی پیتھی کا علم جھوٹ نہیں کہتا۔ یقین نہ ہو تو تصدیق کر لو۔"

اس نے فوراً ہی اپنے مسلح گارڈ سے ٹرانسمیٹر طلب کیا۔ اس دوران میں نے سوچ کے ذریعے سونیا سے پوچھا۔ "یہ تم نے کیا چکر چلایا ہے؟"

"میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ یہ ایک جوان بیٹی اور بیٹے کا باپ ہے۔ اپنے دونوں بچوں سے بے انتہا محبت کرتا ہے۔ یہ جو جائز اور ناجائز دولت جمع کر کے ایک اور جزیرہ حاصل کرنا چاہتا ہے، اس کی بھی یہی وجہ

ہے کہ یہ ایک جزیرہ بیٹی کو اور دوسرا جزیرہ بیٹے کو دے کر ان کو مستقبل کی فکروں سے بے نیاز کر دینا چاہتا ہے۔ اب تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ یہ انھیں کس قدر دینا چاہتا ہے۔"

"اب یہ تصدیق کرے گا اور معلوم ہو گا کہ اس کی بیٹی اور بیٹا دونوں ہی اپنے خاندان میں موجود ہیں۔ تب کیا ہو گا؟"

"ابھی وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے معلوم کر رہا ہے تم خیال خوانی کے ذریعے اس شخص تک پہنچو جو دوسری طرف ٹرانسمیٹر پر بات کر رہا ہے۔ اس طرح تم ان کے فیملی ممبرز تک پہنچ جاؤ گے۔ یعنی سامری کے بیوی بچوں کے دماغ تک پہنچنا کوئی بڑی بات تو نہیں ہے۔ ابھی وہ لاپتا نہیں ہیں مگر تم ایسا کر سکتے ہو۔"

میں سونیا کی مکاریاں سمجھ رہا تھا۔ ایک تو وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ پروفیسر سامری ہم دونوں کو جانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ جہاں بھی لے جائے گا وہاں ہم اس سے نمٹ لیں گے۔ دوسری بات یہ کہ سونیا سامری کی کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔ وہ اسے اولاد کی خاطر اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دینا چاہتی تھی۔

وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کرتے ہوئے گھور کر سونیا کو دیکھتا جا رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "باس! میں ابھی آپ کے گھر فون کر کے بچوں کی خیریت معلوم کرتا ہوں۔"

ٹرانسمیٹر سے رابطہ ختم ہو گیا۔ میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بھی اس ٹرانسمیٹر کو آف کرنے کے بعد ٹیلیفون اٹھا کر نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے ریسیور پر ایک عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ سامری کی بیوی تھی۔ فون کرنے والے نے پوچھا "میڈم! باس نے آپ لوگوں کی خیریت معلوم کی ہے۔"

دوسری طرف سے اس عورت نے جواب دیا "ہم سب یہاں بخیریت ہیں۔ تمھارے باس کب تک آئیں گے؟"

"میں باس سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ آپ یہ بتائیں لی اور جونی بابا کہاں ہیں؟"

اس عورت نے کہا "بچے جوان ہو گئے ہیں۔ ہم ان کا معاملہ نہیں کر سکتے کہ وہ کہاں جاتے ہیں اور کس طرح وقت گزارتے ہیں۔"

"پھر بھی میڈم! ہمارے باس بہت پریشان ہیں۔ پتا چلا ہے کہ دشمن لی اور جونی بابا کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ کسی طرح انھیں تلاش کر کے ان کی خیریت معلوم کریں۔"

اب میں اس عورت کے دماغ میں تھا۔ یہ بات سن کر وہ پریشان ہو گئی تھی۔ اس نے کہا "میں ابھی فون کر کے آپ کو بتاتی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ لی کسی نیگرو نوجوان سے محبت کرتی ہے۔ یہ بات پروفیسر سامری کو معلوم ہوئی تھی تو اس نے لی پر سختی کی تھی۔ گورے لوگ یہ برداشت ہی نہیں کر سکتے کہ ان کے بچے کالے لوگوں سے میل جول بڑھائیں۔ گویا یہ کہ لی اس کالے نوجوان سے محبت کرنے لگی تھی۔ اور اس سے شادی کرنے کی ضد کر رہی تھی۔

سامری نے لی کو دھمکی دی تھی کہ اگر وہ اپنی ضد سے باز نہ آئی تو وہ اس کے کالے محبوب کو گولی مار دے گا۔

اس پر لی نے بھی چیلنج کے انداز میں کہا تھا کہ وہ جوان ہے، بالغ ہو گئی ہے اور اپنی مرضی سے شادی کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ اگر ماں باپ نے رکاوٹ پیدا کی تو وہ اپنے نیگرو محبوب کے ساتھ کہیں چلی جائے گی۔

یہی بات اب لی کی ماں کو پریشان کر رہی تھی، وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی، اسے معلوم نہیں ہے کہ لی اس وقت کہاں ہو گی لہٰذا اسے کئی جگہ نمبر ڈائل کرنے ہوں گے۔

میں نے سوچا جب تک وہ لی کو تلاش کر رہی ہے، مجھے دماغی طور پر حاضر رہنا چاہیے۔ میں نے دیکھا جس سرنگ میں ہماری ٹرالیاں کھڑی ہوئی تھیں، وہاں سب خاموش تھے۔ ٹرانسمیٹر سے گفتگو ہو رہی تھی۔ وہی شخص سامری سے کہہ رہا تھا "باس! میڈم کہہ رہی ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر میں لی اور جانی بابا کے متعلق اطلاع دیں گی۔"

سامری نے غصے سے کہا "میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔ پھر میڈم کو رنگ کرو۔ جلدی معلوم کرو۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ اسی وقت پھر اشارہ موصول ہونے لگا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو آن کرتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو، میں سامری بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے رابطہ قائم کرنے والا وہ شخص تھا جو جزیرے کی اسی عمارت میں رہتا تھا جہاں سے ہم ابھی آئے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "باس! ہمارے جزیرے میں کئی ہیلی کاپٹر اتر رہے ہیں۔ جزیرے کے ٹاور سے اطلاع ملی ہے کہ کئی بحری جہاز بھی جزیرے کی طرف آ رہے ہیں۔"

اس کا مطلب یہ تھا کہ سونیا کو اور مجھ کو تلاش کرنے کے لیے دشمنوں نے اس جزیرے کو چاروں طرف سے گھیرنا شروع کر دیا تھا۔ ان کا پیٹرز کے ذریعے وہاں پہنچ رہے تھے۔ پروفیسر سامری نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا "ٹرالی آگے بڑھاؤ اور فوراً آبدوز پر پہنچو۔"

ٹرالیاں پھر لوہے کی پٹریوں پر تیزی سے دوڑنے لگیں۔ میں سامری کی بیوی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ریسیور کان سے لگائے دوسری طرف کی آواز سن رہی تھی۔ کوئی نوجوان بول رہا تھا "اے میری ہونے والی ساس! میں تمھیں ساس بھی نہیں کہہ سکتا کیوں کہ مجھ کالے آدمی کو تمھارے خاندان میں قبول نہیں کیا جائے گا۔ میرے لیے یہی فخر کی بات ہے کہ تمھاری بیٹی نے مجھے قبول کر لیا ہے۔ اب میں اسے اتنی دور لے آیا ہوں جہاں پروفیسر سامری اپنے کالے علم کے ذریعے بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

لی کی ماں نے کہا "بیٹے جوزف! تم کالے ہو مگر ہماری طرح انسان ہو۔ میں تمھیں اپنا داماد تسلیم کر لوں گی۔ میری بیٹی کو لے آؤ۔"

"مجھے افسوس ہے، اب میں اور لی کبھی واپس نہیں آئیں گے۔"

اسی وقت میں جوزف کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں نے اس کی زبان سے اگلوایا "مجھے ایک ایسے ادارے میں پناہ مل گئی ہے جو پروفیسر سامری کے دشمن ہیں اور وہ ہماری ہر طرح حفاظت کریں گے۔ اور ہمیں ساری عمر پناہ دیں گے اب میں رابطہ ختم کر رہا ہوں۔ دوسری بار رنگ کرو گی تو ہم یہاں نہیں ہوں گے۔"

میں نے جوزف کے ہاتھوں سے ریسیور کریڈل پر رکھوا کر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ ذرا پریشان ہوا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ آخری چند فقرے اس نے کیا کہے تھے۔ وہ ٹیلی فون کو دیکھتا رہ گیا۔ دوسری طرف لی کی ماں بار بار کریڈل پر دستک دے رہی تھی اور جوزف کو پکار رہی تھی۔ اس نے دوسری بار نمبر ڈائل کیے۔ مگر دوسری طرف سے آواز سنائی نہیں دی۔ میں نے جوزف کے پاس پہنچ کر دیکھا تو وہ لی کے ساتھ ایک کار میں بیٹھا اسے اسٹارٹ کر رہا تھا یعنی اب وہ ٹیلیفون کے پاس نہیں تھا۔

ادھر پروفیسر سامری کے خاص ماتحت نے دوبارہ لی کی ماں سے رابطہ قائم کر کے خیریت پوچھی تو گھبرائی ہوئی تھی۔

اس نے کہا "جوزف نے ہماری بیٹی کو اغوا کر لیا ہے۔ اسے کسی ادارے والوں نے پناہ دی ہے اور وہ ادارے والے پروفیسر سامری کے دشمن ہیں۔"

یہ بات سامری کو معلوم ہوئی تو وہ ایک دم سے تڑپ گیا۔ میری طرف دیکھتے ہوئے بولا "بتاؤ، مجھے سچ سچ بتاؤ، کس ادارے والوں نے میری بیٹی کو پناہ دی ہے؟"

میں مسکرانے لگا۔ وہ ایک دم سے بپھر گیا مگر مجبور تھا، اپنی جگہ سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔ چیختے ہوئے بولا "میں تمھیں مسکرانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا؟"

میں نے کہا "سامری! تم ہمارے ساتھ جو برتاؤ کرو گے وہی برتاؤ تمھاری بیٹی اور بیٹے کے ساتھ ہو گا۔ ابھی تو تمھیں بیٹی کے متعلق معلوم ہوا ہے، اب ذرا بیٹے کی خبر لو۔"

اس نے گھونسا دکھاتے ہوئے کہا "تم بتاؤ ٹرانسمیٹر کے ذریعے معلومات حاصل کرنے میں دیر ہو گی۔"

"میں اتنا جانتا ہوں لی ابھی نیویارک میں ہے۔ تمھارے بیٹے کے متعلق مجھے اپنے ادارے والوں سے پوچھنا ہو گا۔"

"میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ فوراً پوچھو اور مجھے بتاؤ۔"

ہم آبدوز میں پہنچ گئے تھے۔ میں نے کہا "جب تک مجھے آرام سے بیٹھ کر خیال خوانی کرنے کا موقع نہیں ملے گا، میں نہیں بتا سکوں گا۔"

مجھے اور سونیا کو ایک آرام دہ کیبن میں پہنچا دیا گیا۔ سامری نے کہا "ہم سب باہر رہیں گے مگر یہ نہ سمجھنا کہ یہاں سے فرار ہو سکو گے۔ آبدوز سے سرنگ کا رابطہ ختم کر دیا گیا ہے اور اب سمندر کی تہہ میں ہمارا سفر شروع ہو رہا ہے۔"

میں نے لی کی ماں کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ٹیلیفون کے ذریعے اپنے بیٹے سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آخر ایک جگہ اسے بیٹے کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا "جانی بابا! تم کہاں ہو؟ پلیز گھر آ جاؤ، میرا دل گھبرا رہا ہے، کوئی تمھیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

جانی بابا کی آواز سنائی دی "اوہ ممی! تم ابھی تک ہمیں بچہ سمجھتی ہو۔ بھلا کون ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے؟"

لی کی ماں جواب میں لی کے متعلق بتانے لگی۔ جانی نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "لی بے وقوف لڑکی ہے، خواہ مخواہ اس نیگرو سے محبت کرنے لگی ہے۔ اس کا نتیجہ تو سامنے آنا ہی تھا۔ آخر وہ اسے لے کر بھاگ گیا۔ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ لی بالغ ہے، اپنی شادی کا فیصلہ خود کر سکتی ہے۔"

"بیٹے! یہ اس کے بالغ ہونے یا شادی کرنے کا

نہیں ہے۔ دراصل تمہارے ڈیڈی کے دشمن اسے پناہ دینے
رہے ہیں اور ہم سے دور کر رہے ہیں۔ تمہارے ساتھ بھی یہی
کچھ ہو سکتا ہے، پلیز آ جاؤ۔"

"ممی! میں اپنی حفاظت کرنا خوب جانتا ہوں۔ مجھے
افسوس ہے، میں ایک ہفتے تک واپس نہیں آ سکوں گا۔ اپنے
دوستوں کے ساتھ فلاڈلفیا جا رہا ہوں۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس کیبن میں
میں اور سونیا تنہا تھے۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے سوچ
کے ذریعے تمام باتیں بتائیں پھر دروازے پر دستک دی۔
سامری نے فوراً ہی دروازے کو کھول کر پوچھا "میرا بیٹا
کہاں ہے؟"

"مجھے افسوس ہے، میں اس کا پتا ٹھکانہ نہیں بتاؤں
گا مگر ابھی وہ خیریت سے ہے۔ اور اس وقت تک خیریت
سے رہے گا، جب تک میں اور سونیا تمہارے پاس بخیریت
رہیں گے۔"

اس نے دانت پیستے ہوئے مجھے دیکھا۔ پھر کہا "اس کا
مطلب یہ ہے کہ تم مجھے بلیک میل کر رہے ہو؟"

میں نے مسکرا کر کہا "پروفیسر سامری! کیبن کے اندر آؤ
اور آرام سے بیٹھ کر بات کرو۔ ہم تم سے ہمدردی کر رہے ہیں۔
دوستی کا ثبوت دے رہے ہیں۔"

وہ اندر آ کر بیٹھتے ہوئے بولا "کیسی دوستی، کیسی ہمدردی
کیا میرے بچوں کو اغوا کرنا، ان کی ماں سے دور لے جانا اور مجھے
پریشانیوں میں مبتلا کرنا دوستی ہے، ہمدردی ہے؟"

"جن حالات کا ہمیں علم ہے، تمہیں نہیں ہے۔ کیا
تھوڑی دیر پہلے تمہیں اطلاع نہیں ملی کہ جزیرے پر دھاوا بول
دیا گیا ہے۔ ہمیں چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کی
گئی ہے۔ ہم ان کی دسترس میں نہیں ہیں۔ بہت دور نکل
آئے ہیں۔"

وہ جھنجلا کر بولا "اس کا میرے بچوں سے کیا
تعلق ہے؟"

"تمام خطرناک تنظیموں کے سربراہ جانتے ہیں کہ وہ
جزیرہ تمہاری ملکیت ہے۔ جہاں ہم نے پناہ لی تھی۔ اب ہم
ان کے ہاتھ نہیں آئیں گے تو وہ تمہاری کمزوریوں سے فائدہ
اٹھائیں گے اور فائدہ اٹھانے کے لیے وہ سب سے
پہلے تمہارے بچوں کو اغوا کریں گے۔ لہٰذا ہم نے انھیں ان سے
بچانے کے لیے اپنے ہاں پناہ دی ہے۔"

وہ ہاتھ نچا کر بولا "میں بے وقوف نہیں ہوں۔ کیا تم
سمجھتے ہو کہ اپنے بچوں کو دوسرے دشمنوں سے محفوظ رکھنے
کے لیے تمہارے جیسے دشمن کی پناہ میں چھوڑ دوں گا۔ ہرگز نہیں۔"

"تم چاہتے ہو، ہم انھیں چھوڑ دیں؟"

"ہاں ابھی اپنے ادارے والوں سے رابطہ قائم کروا دو، بچوں
کو میرے گھر پہنچانے کے لیے کہہ دو۔"

"تم ہمیں کہاں پہنچا رہے ہو؟"

"آں؟" اس نے پریشان ہو کر مجھے اور سونیا کو دیکھا۔
پھر بے بسی سے بولا "تم جہاں کہو گے وہاں پہنچا دوں گا۔"

"فی الحال تم نے ہمیں کہاں لے جانے کا ارادہ کیا ہے"

"ہم نیو ہیون کی طرف جا رہے ہیں۔"

"یہ جگہ کہاں ہے؟"

"نیویارک سے کچھ پہلے ایک ساحلی شہر ہے، اس کا نام
نیو ہیون ہے۔ ہم اس ساحلی شہر کے قریب ایک پرائیویٹ
پورٹ پر پہنچیں گے۔"

میں نے کہا "تم ہمیں نیو ہیون سے نیویارک جانے کی
اجازت دے دینا جیسے ہی ہم نیویارک پہنچیں گے تمہارے بچوں
کو رہا کر دیا جائے گا۔"

وہ تملا کر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ کہنے لگا "یہ نہیں
ہو سکتا۔ ہم ایک دن اور ایک رات کے بعد کل صبح دس
بجے تک نیو ہیون پہنچیں گے۔ کیا اس وقت تک میرے بچے
تمہارے ادارے والوں کی قید میں رہیں گے؟" وہ ایک ذرا
رُکا پھر غصے سے بولا "میں لعنت بھیجتا ہوں تم دونوں پر
میں تمھیں قیدی بنا کر نہیں رکھنا چاہتا۔ تم دونوں آزاد ہو ابھی
سے آزاد ہو۔"

سونیا نے کہا "ہم آزاد ہو کر کیا کریں گے۔ اس وقت
آبدوز میں ہیں اور ہمارے چاروں طرف سمندر ہے۔"

وہ بولا "میں آبدوز کا رُخ موڑ دوں گا۔ تمھیں کسی ساحلی
علاقے میں اتار دوں گا۔"

"نہیں، ہم پہلے نیو ہیون کے پرائیویٹ پورٹ پر
پہنچیں گے۔ وہاں سے نیویارک جائیں گے۔ اس کے بعد تمہارے
بچوں کو آزاد کر دیا جائے گا۔ اس سے زیادہ بحث کرنے کی
ضرورت نہیں ہے۔"

وہ غصے سے تملا اٹھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر غصے کی
زیادتی سے کہہ نہیں پا رہا تھا۔ سونیا نے پوچھا "سامری! کیا
شیطان نے تمھیں سمجھایا نہیں تھا کہ مجھ سے دشمنی کتنی مہنگی
پڑے گی؟"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولا "مجھ سے غلطی ہوئی۔
بہت بڑی غلطی ہوئی۔ آئندہ تم سے دشمنی کرنا تو دور کی بات
ہے تمہارا نام بھی اپنی زبان پر نہیں لاؤں گا۔ خدا کے لیے
میری غلطی معاف کر دو۔ میرے بچوں کو رہا کر دو۔"

سونیا نے کہا "ہم ظالم نہیں ہیں۔ تم سے وعدہ کرتے
ہیں کہ تمہارے بچے خیریت کے ساتھ تمہارے گھر پہنچ جائیں
گے۔ ہم زبان کے پکے ہیں۔ یہ بات ہمارے ریکارڈ میں بھی
ہے اور تم بھی خوب سمجھتے ہیں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "مجھے صبر کرنا ہی پڑے
گا۔ میں مانتا ہوں، تم لوگ دُھن کے پکے ہو۔ جو ارادہ کر لیتے ہو
اسے پورا کر کے رہتے ہو۔"

وہ اپنی دھیل چیئر دروازے کی طرف موڑتے ہوئے
بولا "میں آج کا دن اور آج کی رات بڑی بے چینی میں گزاروں
گا۔ کل نیو ہیون پہنچتے ہی تم لوگوں کے لیے ایک ہیلی کاپٹر کا
انتظام کر دیا جائے گا تاکہ جلد سے جلد تم دونوں نیویارک پہنچ
کر میرے بچوں کو رہا کر دو۔"

وہ دروازے کو ایک جھٹکے سے بند کرتا ہوا چلا گیا۔
سونیا نے میری طرف دیکھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ
کر پوچھا "تم کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "یہ جانی بابا کا کیا قصہ ہے؟ میں نے تو
یوں ہی کہہ دیا تھا کہ ہمارے آدمیوں نے اسے اغوا کیا ہے۔
کیا سچ مچ یہی بات ہو گئی ہے؟"

میں نے کہا "تمہاری آدھی بات سچ ہے، یعنی لِلی کو اس
کے سیاہ فام محبوب نے اغوا کیا ہے۔ یہ بات ہمارے حق میں
جاتی ہے لیکن جانی بابا اپنے دوستوں کے ساتھ ایک ہفتے
کے لیے فلاڈلفیا جا رہا ہے یعنی ایک ہفتے تک ماں باپ سے اس
کا رابطہ قائم نہیں ہو سکے گا۔ ہمیں تو کل تک کا موقع چاہیے۔"

سونیا نے کہا "فرہاد! یہ معلوم کرو، وہ فلاڈلفیا کب جا
رہا ہے۔ اس کے متعلق ہمیں پوری معلومات ہونا چاہئیں۔"

"مجھے جانی بابا کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا موقع نہیں
ملا تھا۔ اب اس کے پاس جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد تمھیں ساری
باتیں بتاؤں گا۔"

اسی وقت شیبا نے سونیا کے دماغ میں کہا "میں نے
اس کے متعلق معلومات حاصل کر لی ہیں۔"

میں جاتے جاتے رُک گیا۔ سونیا نے پوچھا "تم کب سے
ہمارے دماغ میں ہو؟"

"جب سے تم لفٹ کے ذریعے اس عمارت کے تہ خانے
میں پہنچی تھیں اور سامری نے تم لوگوں کو گھیر لیا تھا۔ جب میں
نے دیکھا کہ فرہاد کو جانی بابا کے متعلق معلومات حاصل کرنے
کا وقت نہیں مل رہا ہے تو میں نے یہ معلومات حاصل کر لیں۔
اسے ماں باپ پیار سے جانی کہتے ہیں ورنہ اس کا اصل نام
جانسن رائیڈر ہے۔ سامری کا اصل نام رائیڈر ملٹن ہے، جس کہ
الف لیلوی کہانیوں میں سامری جیسا نام ایک بہت بڑے
جادوگر کی حیثیت سے آتا ہے لہٰذا اس نے جادوگری کا پیشہ
اختیار کرتے ہی خود کو سامری کہنا شروع کر دیا۔ اسی لیے وہ
پروفیسر سامری کے نام سے مشہور ہے۔"

سونیا نے کہا "تم جانسن عرف جانی بابا کے متعلق بتاؤ۔"

شیبا نے کہا "وہ اب نمک فلاڈلفیا کے لیے پرواز کر چکا
ہو گا۔ کیوں کہ آخری بار جب میں اس کے دماغ میں تھی تو وہ...
ایئرپورٹ کی طرف جا رہا تھا۔"

میں نے کہا "شیبا! کیا تم نے میرے دماغ میں نہ آنے
کی قسم کھائی ہے؟"

شیبا نے کہا "میں سونیا کے پاس ہوں۔ اس سے کیا
فرق پڑتا ہے؟ تم سے گفتگو تو ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا "اچھی بات ہے۔ تم جس بات میں خوش ہو
میں بھی اسی میں راضی ہوں۔ اب ہمیں اپنے ساتھیوں کو لِلی
اور جانی بابا کے متعلق معلومات فراہم کرنا چاہیے تاکہ کبھی
ہم مصیبت میں مبتلا ہوں تو انھیں سچ مچ اغوا کیا جا سکے۔"

شیبا چلی گئی، میں نے سونیا سے کہا "میں بھی جا رہا
ہوں۔ ویسے تو جسمانی طور پر تمہارے پاس موجود رہوں گا لیکن
تم تنہا تنہا سی رہو گی۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی "میں کیبن سے باہر
جا رہی ہوں۔ ذرا آبدوز کے اندر ایک چکر لگا لوں گی۔"

"شاید سامری ہمیں اس کیبن سے باہر نہ جانے دے۔"

وہ بولی "اب اس کا باپ بھی ہمیں اس کیبن میں قید کر
کے نہیں رکھ سکتا۔ میں اسے دھمکی دوں گی کہ وہ ہمیں پابند
کرے گا تو ہم بھی اس کے بچوں کو سخت پابندی میں رکھیں گے۔"

"ہاں، یاد آیا۔ تم کہہ رہی تھیں کہ اس آبدوز میں تمہارے
چند وفادار بھی ہیں؟"

"ہاں، ہیں تو سہی مگر جب اصل مہرہ ہمارے ہاتھ میں
ہے اور ہماری انگلیوں پر ناچ رہا ہے تو ان وفاداروں سے کام
نہیں لینا چاہیے۔ سامری کو اسی غوش فہمی میں رہنے دو کہ یہاں
سب اس کے ہی جاں نثار ہیں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور ماسٹر
والٹسورڈکی کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ

لوگ خلیج کے ساحلی شہر سے شکاگو آ گئے ہیں۔ وہ میری خاطر وہاں پہنچے تھے۔ مگر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی سونیا مجھے وہاں سے سامری کے جزیرے میں لے آئی تھی۔ ویسے شیبا کے ذریعے انھیں ہمارے حالات کا علم برابر ہوتا رہتا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے افراد اس جزیرے سے دور مختلف ساحلی علاقوں میں تیار بیٹھے ہوتے تھے۔ جب بھی ہمیں ان کی ضرورت ہوتی، وہ بحری یا فضائی راستے سے وہاں پہنچ جاتے مگر اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ انھیں اطلاع مل چکی تھی کہ ہم بخیریت اِس جزیرے سے نکل چکے ہیں اور اس وقت ایک آبدوز میں سفر کر رہے ہیں۔

جب میں والٹسوروکی کے پاس پہنچا تو لنچ کا وقت ہو رہا تھا۔ اسے بھوک لگ رہی تھی۔ اور وہ پومی کے انتظار میں ٹہل رہا تھا پھر اس نے آگے بڑھ کر ایک کھڑکی سے جھانکتے ہوئے کمرے کے اندر دیکھا۔ پومی ایک جگہ فرش پر بیٹھی مارکر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر تھے اور وہ سانس روکے ہوئے تھی

والٹسوروکی کے ذریعے معلوم ہوا کہ وہ بلاناغہ صبح، دوپہر اور رات کے کھانے سے پہلے یوگا کی مشقیں کرتی ہے۔ ایک تو یوگا میں مہارت حاصل کرنا اس کا مقصد ہے۔ دوسرے کھانے سے پہلے یہ مشقیں کی جائیں تو بھوک اچھی لگتی ہے۔

والٹسوروکی نے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے کہا۔ "بیٹے، جب تک تم اپنی بھوک چمکاتی رہو گی۔ یہ بڈھا بھوک سے مر جائے گا۔ بس کرو۔ چلی آؤ۔"

وہ آہستہ آہستہ سانس لینے لگی۔ اسی لمحے میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا مگر دوسرے ہی لمحے نکل آیا۔ کیوں کہ اس نے سانس روک لی تھی۔ میں نے دوبارہ والٹسوروکی کے ذریعے اسے دیکھا۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "شیبا، کیا تم ہو؟"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "شیبا نہیں۔ میں ہوں۔۔۔"

میری آواز اور لب و لہجہ سنتے ہی وہ جیسے پھول کی طرح کھل گئی۔ اس کی مسکراہٹ دیکھتے ہوئے والٹسوروکی نے پوچھا۔ "کیا بات ہے بیٹی۔ کیا مسکراہٹ سے پیٹ بھرنے کا ارادہ ہے؟"

میں نے کہا۔ "کیوں اپنے بوڑھے استاد کو پریشان کرتی ہو۔ انھیں بھوک لگ رہی ہے، یہاں سے اٹھو۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کمرے سے باہر آ کر۔۔۔ وہ کہتے کہتے بولی۔ "میرے پاس فرہاد آئے ہیں۔"

میں نے بوڑھے استاد کے پاس پہنچ کر انھیں سلام کیا۔ پھر انھیں بتایا کہ ہم بخیریت یہاں سے بحیرۂ عرب میں سفر کر رہے ہیں۔ ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

وہ دونوں ڈائننگ ٹیبل کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ ایک ملازم ان کے لیے کھانا لگا رہا تھا۔ میں نے پومی سے پوچھا۔ "تم دونوں یہاں اکیلے ہو؟"

"ہاں، ہمارے ساتھی اس جزیرے کے اُس پار والے ساحلی علاقوں میں موجود ہیں۔ جہاں سونیا تمھیں لے گئی تھی۔"

"اور تم یہاں ماسٹر والٹسوروکی کے ساتھ دی کلر کا انتظار کر رہی ہو؟"

"ہاں، میں بابا صاحب کے ادارے سے محض دی کلر کا سم لے جانے آئی ہوں۔"

میں والٹسوروکی کے دماغ میں رہ کر اس کی باتیں سن رہا تھا اور ان کی زبان سے جواب دیتا جاتا تھا۔ کبھی والٹسوروکی خود اپنے طور پر اپنی بات کہتے جاتے تھے۔ میں نے کہا۔ "اس چیلنج نے تمام خطرناک تنظیموں کے سربراہوں کو چونکا دیا ہے۔ دراصل وہ بھی اسی پہلو پر غور کر رہے تھے کہ دی کلر کے دماغ میں کمپیوٹر نصب کیا گیا ہے۔ وہ بھی اس کا سرکاٹ کر اپنی اپنی تجربہ گاہ میں لے جانا چاہتے تھے اور حقیقت معلوم کرنا چاہتے تھے۔ گویا دی کلر کے سر کا سودا سبھی کے سر میں سمایا ہوا ہے۔"

والٹسوروکی نے کہا۔ "ہمیں شیبا کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے کہ دی کلر کے لیے بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے جا رہے ہیں اور ابھی اسے پومی کے مقابلے پر نہیں لایا جائے گا۔ میری بیٹی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے دوسرے زبردست فائٹر بھیجے جائیں گے۔ پومی ان کے ہاتھوں ماری جائے گی تو انھیں اطمینان ہو گا اور اگر زندہ رہی تو اس کے لڑنے کا انداز ریکارڈ کر لیا جائے گا۔"

میں نے بڑی عقیدت سے کہا۔ "ماسٹر! آپ واقعی ماسٹر ہیں۔ آپ نے پومی کو رومانا اور مرجانہ بنا دیا ہے۔"

انھوں نے مسکرا کر کہا۔ "میری پومی بیٹی ان سے بھی آگے نکلے گی۔ ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔ آنے والا وقت اس کے جوہر دکھائے گا۔"

پومی نے کہا۔ "اوہ ماسٹر! پلیز، آپ ہی نے تو کہا تھا کہ تعریف انسان کی صلاحیتوں کو کھا جاتی ہے۔"

"بے شک کہا تھا۔ مگر ساتھ میں یہ بھی کہا تھا کہ کوئی اپنے استاد کی نظروں میں کبھی مکمل نہیں ہوتا۔ میں نے تمھیں مارشل آرٹ، کنگ فو، ٹوکیدو وغیرہ میں ایسا پختہ کر دیا ہے کہ دشمن خواہ کتنا ہی شہ زور ہو، تمھارے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ مرجانہ میری پہلی شاگرد تھی جس کے جسم کو میں نے فولاد بنا دیا تھا اس کے ہاتھ ایسے فولادی ہو گئے تھے کہ بڑے سے بڑا شہ زور بھی اس سے پنجہ نہیں لڑا سکتا تھا۔ دوسری شاگرد تم ہو۔ میں نے تمھارے صرف ہاتھ ہی نہیں، تمھارے پورے جسم کو فولاد بنا دیا ہے، جو تم سے ٹکرائے گا پاش پاش ہو جائے گا۔ تم قیامت بن کر ٹوٹو گی اس پر۔"

میں نے پوچھا۔ "جب آپ اتنے اعتماد سے اسے ہر طرح مکمل کہتے ہیں۔ تو پھر یہ کیوں کہتے ہیں کہ کوئی شاگرد اپنے استاد کی نظر میں مکمل نہیں ہوتا؟"

ماسٹر والٹسوروکی نے مسکرا کر کہا۔ "اس لیے کہتا ہوں کہ استاد ہمیشہ ایک داؤ اپنے لیے بچا کر رکھتا ہے، چوں کہ شاگرد میں اس داؤ کی کمی ہوتی ہے اس لیے وہ نامکمل ہوتا ہے۔"

پومی نے روٹھ کر کہا۔ "جائیے ماسٹر، میں آپ سے نہیں بولوں گی۔ آپ نے مجھ سے کچھ چھپا کر رکھا ہے۔"

انھوں نے اس کے ایک ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے، بیٹی! میں نے مرنے سے پہلے اپنا تمام ہنر تم میں منتقل کر دیا ہے۔ وہ ایک داؤ جس کا میں ذکر کر رہا ہوں، ابھی تم سے اس کا تعلق نہیں رکھتا۔ وہ بڑھاپے کے داؤ پیچ ہیں۔ انسان کو آخری عمر میں کس طرح چاق و چوبند رہنا چاہیے اور اپنی سانس کو قابو میں رکھنا چاہیے، یہ تم مجھ میں دیکھ رہی ہو۔ میں جوانوں کے مقابلے میں کم از کم ایک گھنٹے کے لیے اپنی سانسوں کو اعتدال پر رکھ سکتا ہوں۔ نہ ہانپ سکتا ہوں نہ گر سکتا ہوں۔"

پومی نے ناراض ہو کر نیپکن کو میز پر پھینکا پھر کہا۔ "میں جوانی میں بڑھاپے کا یہ داؤ سیکھوں گی ورنہ آپ سے نہیں بولوں گی۔"

ماسٹر والٹسوروکی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں اپنی بیٹی کو سب کچھ سکھا دوں گا۔ بھئی ناراض کیوں ہوتی ہو۔"

میں نے کہا۔ "فی الحال تو سیکھنے کا وقت نہیں ہے۔ میں ضروری کام سے آیا ہوں۔"

وہ دونوں ہی چونک گئے۔ ماسٹر والٹسوروکی نے کہا۔ "اوہ سوری فرہاد! میں سمجھ رہا تھا، تم محض خیریت معلوم کرنے آئے ہو۔ میں نے تو پوچھا بھی نہیں کہ تمھیں ہماری ضرورت ہے بھی یا نہیں۔"

پومی نے مسکرا کر کہا۔ "چلو، میں پوچھ رہی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "پومی! تمھیں فلاڈلفیا جانا ہو گا۔"

"ضرور جاؤں گی۔"

میں نے انھیں لنکی اور جانی بابا کے متعلق تفصیلات بتائیں پھر یہ بھی بتایا کہ سونیا اب کس قسم کی چالیں چلنا چاہتی ہے۔

ماسٹر والٹسوروکی نے کہا۔ "سونیا نے جو چال سوچی تھی اس سلسلے میں تقدیر نے بھی ساتھ دیا۔ یعنی لنکی کو اغوا کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اس کا سیاہ فام عاشق ہی اسے لے گیا۔"

پومی نے کہا۔ "اب رہ گیا جانی بابا، اسے میں ٹریپ کر لوں گی لیکن دی کلر کا کیا ہو گا؟"

"فکر نہ کرو۔ تم جہاں جاؤ گی وہاں تم سے دشمن ٹکرائیں گے۔ میں چاہتا ہوں، یہ ٹکراؤ ہوتا رہے اور تم سونیا، رومانہ اور مرجانہ کی طرح دشمنوں کے دلوں میں دہشت بن جاؤ۔ اس دوران ہم دی کلر کا صحیح پتا ٹھکانہ معلوم کر کے تمھیں وہاں پہنچا دیں گے۔"

ماسٹر والٹسوروکی نے ٹیلیفون لانے کے لیے کہا۔ پھر مجھ سے کہا۔ "میں فون کے ذریعے ابھی کسی طیارے میں سیٹ ریزرو کراتا ہوں۔ اگر جگہ نہ ملی تو ایک ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کراؤں گا۔ انشاء اللہ آج رات تک ہم فلاڈلفیا پہنچ جائیں گے۔"

میں نے پومی سے پوچھا۔ "کیا شیبا آئی تھی؟"

شیبا کی سوچ سنائی دی۔ "میں موجود ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا میں تمھارے پاس آؤں؟"

"نن۔ نہیں۔" پھر وہ سنبھل کر بولی۔ "میرا مطلب ہے، میرے پاس آنے کی ضرورت کیا ہے؟ ہم پومی کے دماغ میں رہ کر بھی ایک دوسرے سے گفتگو کر سکتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تعجب ہے، کبھی تم سونیا کے دماغ میں پہنچ جاتی ہو، کبھی پومی کے دماغ میں۔ کبھی دور ہی دور رہ کر میری باتیں سنتی ہو۔ اپنی باتیں سناتی ہو لیکن مجھ سے ڈرتی ہو۔ کیا تم پر ڈرنے اور خوفزدہ ہونے کا دورہ پڑتا رہتا ہے؟"

چوں کہ یہ باتیں پومی کے دماغ میں ہو رہی تھیں، اس لیے وہ بھی سن رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "شیبا! آخر بات کیا ہے؟"

شیبا نے کہا۔ "کچھ بھی تو نہیں۔ بس یوں ہی۔"

پومی نے مجھ سے پوچھا۔ "فرہاد! مجھے بتاؤ، اگر اس کے ڈرنے کی کوئی معقول وجہ ہے تو میں اس خوف کو دور کروں گی۔"

میں نے کہا۔ "خوف اگر بیماری بن جائے تو کوئی دور

نہیں کرسکتا۔ میرے لیے یہی غنیمت ہے کہ تمھارے دماغ میں رہ کر شیطا سے دو باتیں کرلیا کروں گا۔"

ماسٹر والٹسورو کی ٹیلی فون کا رسیور کان سے لگائے باتیں کر رہا تھا۔ پھر اس نے رسیور رکھتے ہوئے پومی کو دیکھ کر کہا۔ "فرہاد! ہمیں ایک طیارے میں دو سیٹیں مل گئی ہیں۔ طیارہ ٹھیک تین بجے یہاں سے روانہ ہوگا۔ لہٰذا اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

پومی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ ماسٹر والٹسورو کی بھی اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے رسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا۔ "ہیلو!"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "کیا والٹسورو کی ہے؟"

"ہاں میں رو کی بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اگر تمھارے باس فرہاد موجود ہے تو اسے کہنا کہ ہم یوگا کے ماہر ہیں۔ لہٰذا ہمارے پاس آنے کی زحمت نہ کریں۔"

والٹسورو کی نے پوچھا۔ "تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"پومی، ڈی کلر کا سر چاہتی ہے اور ہم تمھارا سر۔"

ماسٹر رو کی نے نہایت تحمل سے جواب دیا۔ "ابھی تین بجے تک میرا سر شکاگو میں ہے۔ تقریباً دو ڈھائی گھنٹے تک یہ سر فلاڈلفیا میں ہوگا۔ جب چاہو میرے کاندھے سے اتار کر لے جاؤ۔"

اس نے رسیور کو رکھا پھر اپنے کمرے میں جا کر سامان پیک کرنے لگا۔ پومی بھی اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔ میں نے اسے کہہ دیا۔ "اب میں تمھارے دماغ سے جا رہا ہوں۔ بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔"

یہ بات میں نے اس لیے کہہ دی کہ وہ سامان پیک کرنے سے پہلے لباس تبدیل کرنا چاہتی تھی۔ میں آبدوز میں پہنچ گیا۔ اسی وقت سونیا دروازہ کھول کر کیبن میں داخل ہو رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر بولی۔ "خیال خوانی سے بڑی جلد بی فرصت مل گئی؟"

میں نے پومی اور ماسٹر والٹسورو کی کے متعلق بتایا۔ اس نے کہا۔ "یہ اچھا ہوا کہ ماسٹر رو کی نے دشمنوں کو اپنا پروگرام بتا دیا کہ وہ کب تک شکاگو میں رہیں گے اور کب فلاڈلفیا پہنچیں گے۔ اس طرح دشمن ان کے سامنے ضرور آئیں گے۔"

"ماسٹر رو کی جہاندیدہ اور تجربے کار ہے، وہ جانتا ہے دشمنوں کو کس طرح پیچھے لگایا جا سکتا ہے۔"

"تمام دشمن پومی کو مرکزِ نگاہ بنا کر رکھیں گے۔ وہ جانتے ہیں، ڈی کلر اس سے ٹکرائے گا یا وہ ڈی کلر تک [illegible] گی اور ایسے میں وہ پومی کو دھوکا دے کر یا ہلاک کر کے ڈی کلر کا سر لے جائیں گے۔ سب اپنے اپنے منصوبے کے مطابق گھات میں لگے ہوں گے۔ ہمیں اس دوران معلوم کرنا چاہیے کہ ڈی کلر کہاں ہے اور پومی کو وہاں تک کیسے پہنچایا جا سکتا ہے؟"

دو دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے کہا۔ "کون ہے؟" دروازہ کھلا اور ایک مسلح شخص نے آ کر پوچھا۔ "لوگوں کے لیے لنچ یہاں لایا جائے یا ڈائننگ روم میں چلیں گے؟"

سونیا نے کہا۔ "یہیں لے آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا نے کہا۔ "میں نے یہاں لنچ اس لیے منگوایا ہے کہ تم کھانے کے دوران بھی خیال خوانی کر سکو۔ اب زیادہ سے زیادہ پومی کے پاس رہنا چاہیے۔"

دوسری بار میں پومی کے پاس پہنچا تو وہ ماسٹر رو کی کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھی ایئرپورٹ کی طرف جا رہی تھی۔ رو کی ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور پومی پچھلی سیٹ پر تھی۔ وہ کسی پر بھروسا نہیں کرتے تھے۔ اس طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ اگر ڈرائیور دشمن ثابت ہو تو پومی پیچھے سے اور ماسٹر رو کی سامنے سے مل کر اسے ہلاک بنا دیتے۔

کچھ دور جانے کے بعد ڈرائیور نے کہا۔ "ہم ایئرپورٹ آدھے گھنٹے میں پہنچیں گے۔"

ماسٹر رو کی نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔"

ڈرائیور نے کہا۔ "اگر میں یہ کہوں کہ یہ ٹیکسی نہیں اور میں ڈرائیور نہیں ہوں تو؟"

ماسٹر رو کی نے جواب دیا۔ "ہم یقین کر لیں گے۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ میں دشمن بھی نہیں ہوں تو؟"

"ہم اس پر بھی یقین کر لیں گے۔"

"اس ٹیکسی کے آگے پیچھے ہماری گاڑیاں دوڑ رہی ہیں بھئی، مجھے تمھاری تمام باتوں کا یقین ہے۔ اب کام کی بات کرو۔"

"ہمارا ماسک مین فرہاد صاحب سے دو باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

میں نے پومی کے ذریعے پوچھا۔ "کیا ماسک مین براہِ راست فرہاد سے گفتگو کرے گا؟"

"نہیں ماسک مین کی طرف سے ہمارا باس بورنیا [illegible]

باتیں کرے گا۔"

پومی نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "لعنت ہے تمھارے باس بورنیا پر، وہ شیطان کا بچہ فرہاد سے کیا بات کر سکتا ہے؟"

"تم نفرت سے کہہ رہی ہو مگر باس بورنیا شیطان کا بچہ کہلانے میں فخر محسوس کرتا ہے۔"

پومی نے کہا۔ "ہم سے باس بورنیا کی باتیں نہ کرو۔ اگر ماسک مین براہِ راست گفتگو کرنا چاہے تو ہم راضی ہیں ورنہ فرہاد کسی پردہ نشین سے نہ تو بات کرتا ہے نہ دوستی۔"

ڈرائیور نے پوچھا۔ "کیا فرہاد صاحب ابھی ہمارے درمیان موجود ہیں؟"

"ہاں موجود ہیں۔"

اس نے ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر اس میں سے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر اسے والٹسورو کی کو دیتے ہوئے کہا۔ "میں فریکوئنسی بتاتا ہوں، آپ اس کے مطابق رابطہ قائم کریں۔"

ماسٹر والٹسورو کی نے اس کے کہنے کے مطابق رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے اشارتی سگنل موصول ہوا۔ ڈرائیور نے ٹرانسمیٹر کو اپنے ایک ہاتھ میں لے کر دوسرے ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے کہا۔ "جناب! میں اوڈبل ون بول رہا ہوں۔ ابھی ٹیکسی کے اندر فرہاد صاحب خیال خوانی کے ذریعے موجود ہیں۔ وہ باس بورنیا کی آواز تک سننا پسند نہیں کرتے۔ ان کا مطالبہ ہے کہ براہِ راست آپ سے گفتگو ہو۔"

اس کے جواب میں پھر اشارتی سگنل موصول ہوا۔ میں نے ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اشارتی سگنل کے ذریعے انتظار کرنے کو کہا گیا ہے۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے آواز سنائی دی۔ "ہیلو فرہاد علی تیمور! آج تک میری آواز کسی نے نہیں سنی۔ میں پہلی بار آپ سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ میں کون ہوں، یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ کہنے سے پہلے ہی آپ میرے دماغ میں پہنچ چکے ہوں گے۔ میں ٹرانسمیٹر آف کر رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا۔ ادھر ڈرائیور بھی ٹرانسمیٹر کو آف کر کے ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھنے لگا میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑے خلا میں تک رہا تھا۔ ایک آرام کرسی پر بیٹھا ہوا مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ کوئی اسے مخاطب کرنے والا ہوں۔

مگر میں خاموش رہا۔ اس کی بے چینی بڑھ گئی۔ اس نے آہستگی سے پوچھا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور! کیا آپ میرے دماغ میں آ چکے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "مسٹر! بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔ میں جانتا ہوں تم مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر چکے ہو۔"

وہ کھسیانے انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "جی، جی ہاں، میں یوگا میں مہارت رکھتا ہوں۔ میں نے آپ کو محسوس کر لیا تھا۔ مگر یقین نہیں تھا اس لیے آپ کو مخاطب کیا۔"

"اچھا، تو تم ماسک مین ہو؟"

"جی، جی ہاں۔"

"سوچ سمجھ کر جواب دو۔ میں چور خیالات بھی پڑھ لیتا ہوں۔"

"جی ہاں، میں قائم مقام ماسک مین ہوں۔ اصل ماسک مین آج کل چھٹیاں گزار رہا ہے۔"

"تم جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہے ہو۔ اصل ماسک مین تمھارے ساتھ والے کمرے میں بیٹھا ہوا ہے۔"

اس نے شکست خوردہ انداز میں گہری سانس لی پھر آرام سے کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ بولا۔ "آپ سے کوئی بات چھپائی نہیں جا سکتی۔ آپ ہمارے باس بورنیا کو پسند نہیں کرتے۔ اس لیے ماسک مین نے مجھے قائم مقام بنایا ہے۔ آپ میرے ذریعے جو کچھ باس سے کہنا چاہیں کہہ سکتے ہیں۔"

"میرے پاس تو کہنے کو کچھ بھی نہیں ہے، میں تمھارے ماسک مین سے کیا کہنا چاہوں گا؟"

"اوہ سوری، دراصل کہنا ہم چاہتے ہیں اور جو بات ہم کہنا چاہتے ہیں وہ وہی دوستی کی پیشکش ہے۔"

"پہلے بھی درجنوں بار تمھارے ماسک مین سے دوستی ہو چکی ہے۔ کبھی مجھے فائدہ پہنچا کبھی نقصان۔ ویسے مسٹر! ماسک مین نے اور دوسری تمام تنظیموں کے سربراہوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اب وہ میرے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ نہ مجھ سے کوئی تعلق رکھیں گے پھر یہ دوستی یا دشمنی کا سوال کیسے پیدا ہو گیا؟"

اس قائم مقام ماسک مین نے کہا۔ "ہم واقعی آپ کے معاملے میں مداخلت کرنا نہیں چاہتے لیکن یہ بات اب کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ سپر ماسٹر آپ کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کر رہا ہے اور پُراسرار شخص بن کر آپ کو اور آپ کی ساتھی عورتوں کو مسلسل نقصان پہنچاتا رہا ہے۔"

"ماسک مین کو میرے نقصانات کا احساس ہے، اچھی بات کا شکریہ۔"

"ہم آپ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

"یہ میں کیسے مان لوں کہ ماسک مین مجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہے؟ میرا تجربہ ہے، جو شخص پردے میں رہتا ہے، دوستوں کے سامنے بھی نہیں آتا تو ایسا شخص دشمن سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔"

قائم مقام ماسک مین کے سامنے ایک ٹیلی پرنٹر تھا۔ میں اس کے دماغ میں جو بات کہتا تھا، اس بات کو وہ زبان سے دُہراتا تھا۔ اس کی بات دوسرے کمرے میں ماسک مین سنتا تھا۔ اور پھر ٹیلی پرنٹر کے ذریعے جواب دیتا تھا۔ قائم مقام ماسک مین نے پوچھا: "اگر ہمارا ماسک مین تمہارے سامنے آجائے، اپنے دماغ کے دروازے تمہارے لیے کھول دے تو دوستی ہو سکے گی؟"

"ہمارے درمیان پہلے بھی دوستی قائم ہوتی اور ٹوٹتی رہی ہے۔ بہرحال ایک تجربہ اور کر لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ اگر اپنے ماسک مین سے کہو، ابھی اپنی آواز نہ سنائے۔ ذرا انتظار کرے۔"

میں نے شیخ الفارس کو مخاطب کیا۔ انہیں ماسک مین کی پیشکش کے متعلق بتایا۔ انھوں نے کہا: "سانپ اور آدمی جب تک نہ ڈسے، ہمارے لیے بے ضرر ہے اور جب ڈسنا چاہے تو پھر دشمن سے بھی بدتر ہے۔ ان سے دوستی ہو سکتی ہے مگر ہم کبھی ان پر اعتماد نہیں کریں گے۔ کوئی ایسی شرط قبول نہیں کریں گے جس سے ہمیں آئندہ ..... نقصان پہنچ سکے۔"

"میں سمجھتا ہوں، وہ دی کلر کا سر حاصل کرنے کے لیے دوستی کر رہے ہیں۔ اگر یہ شرط پیش کی گئی تو؟"

"آج کل دی کلر کا سر تمام لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ میں نے بھی یہی سوچا ہوا ہے کہ اس کا سر حاصل ہو جائے تو ہم اس پُراسرار آپریشن کا راز معلوم کر لیں گے جو جاپانی ڈاکٹر واکی توڑ کے ذریعے عمل میں آیا۔ ویسے یہ بات اب چھپی نہیں رہی کہ دی کلر کی کھوپڑی میں ایک کمپیوٹر نصب ہے۔ یہ بات دوسری خطرناک تنظیموں کے افراد بھی سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کا سر حاصل کر کے اسکی کھوپڑی کو کھول کے تمام بڑے ڈاکٹر یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کمپیوٹر کس طرح اس کی کھوپڑی میں رکھا گیا ہے اور وہ کمپیوٹر کس دھات اور ساخت کا بنا ہوا ہے۔"

میں نے کہا: "پھر تو دی کلر کا سر کسی بھی دشمن کے پاس جائے، ہم خیال خوانی کے ذریعے یہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔"

"فرہاد! صرف اس حد تک معلومات حاصل کرنا ہو تو کوئی بھی دی کلر کی کھوپڑی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ بات تو کچھ اور ہے۔ خصوصاً ماسک مین اس لیے اس کام چاہتا ہے کہ وہ جاپانی ڈاکٹر کے آپریشن کی تکنیک کو سمجھ سکیں، اپنے ڈاکٹروں کو سمجھا سکیں۔ اور پھر اپنے کسی آدمی پر یہ تجربہ کر سکیں۔ یعنی اس کی کھوپڑی میں بھی ایسا ہی کمپیوٹر رکھا جائے گا تاکہ ایک نارمل انسان کو اپنی قوت سے کہیں زیادہ طاقتور بنایا جا سکے۔ اس کمپیوٹر کے پیچھے جتنے ذہین افراد بیٹھے ہوں گے، وہ اپنی تمام تر ذہانت اس کمپیوٹر والے انسان کو منتقل کرتے رہیں گے۔ اس طرح اس کی ذہنی قوت بھی غیر معمولی اور حیرت انگیز ہو گی۔ اس پُراسرار شخص نے دی کلر کے دماغی آپریشن میں کروڑوں روپے خرچ کیے ہوں گے مگر اس کا تجربہ ابھی تک محدود ہے۔ یہ تجربہ بہت آگے بڑھ سکتا ہے۔ اسی لیے بڑی بڑی خطرناک تنظیمیں دی کلر کا سر حاصل کرنا چاہتی ہیں۔"

"جناب! کیا آپ بھی یہ سر حاصل کر کے کوئی ایسا ہی تجربہ کرنا چاہتے ہیں؟"

"لاحول ولا قوۃ۔ یہ ایک غیر انسانی فعل ہے۔ ہم اپنے ادارے میں کبھی ایسا نہیں کریں گے۔"

"پھر تو دی کلر کا سر ہمارے لیے اتنی اہمیت نہیں رکھتا ہے۔"

"ہاں، تم ماسک مین سے اس شرط پر دوستی کر سکتے ہو۔ اس کا سر ان کے حوالے کیا جا سکتا ہے لیکن وائسٹورو کی کا چیلنج قائم رہے گا۔ صرف پومی ہی دی کلر کا سر اس کے شانے سے اتارے گی۔ دشمنوں پر یہ دہشت طاری رہنا چاہیے کہ ہم جو کہتے ہیں وہ کر گزرتے ہیں۔"

میں جناب شیخ الفارس سے رخصت ہو کر ماسک مین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دوسرے کمرے میں قائم مقام ماسک مین بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے منع کیا تھا کہ ماسک مین ابھی مجھے اپنی آواز نہ سنائے۔ ذرا انتظار کرے لہٰذا وہ دونوں اپنے اپنے کمرے میں انتظار کر رہے تھے۔ میں نے اصل ماسک مین کو آہستگی سے مخاطب کیا: "ہیلو ماسک مین!"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ بے یقینی سے اپنے سر کو مقام کر خلا میں تکنے لگا۔ میں نے کہا: "کیا سوچ رہے ہو۔ کہاں تک پہنچے ہو؟ میں تو تمہارے دماغ میں ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا: "کیا..... کیا تم فرہاد علی تیمور ہو؟"

"دماغ میں بھلا اور کون بول سکتا ہے؟"

"لیکن میں نے تو اپنی آواز نہیں سنائی تھی۔"

"مگر میں بہت پہلے ہی تمہاری آواز سن چکا ہوں۔ تم سے پہلے جو ماسک مین تھا، میں اس کے دماغ میں بھی پہنچ سکتا تھا لیکن میں نے اس کے باوجود نہ تو تم لوگوں کو چھیڑا اور نہ ہی تمہیں اور تمہارے ملک کو کوئی نقصان پہنچایا۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "میں مانتا ہوں فرہاد! تم گریٹ ہو۔ تم بہت عظیم ہو۔ تم چاہتے تو ہمیں دن رات بلیک میل کر سکتے تھے۔ تم ان تمام رازوں تک پہنچ سکتے ہو یا پہنچ چکے ہو جن کی گرد کو بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔"

میں نے کہا: "میں بہت کچھ کر سکتا ہوں اور ایسے مقامات تک پہنچ سکتا ہوں جہاں پرندہ بھی پَر نہیں مار سکتا۔ مگر میں نے کبھی ایسی کوشش نہیں کی اس لیے کہ مجھے کسی بھی ملک کی سیاست سے یا ان کے فائدے نقصان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میں پہلے بھی تم لوگوں کو اور سپر ماسٹر وغیرہ کو سمجھاتا آیا ہوں کہ مجھے چھیڑا نہ جائے۔ میرے معاملے میں کسی طرح کی مداخلت نہ کی جائے لیکن تم میں سے کوئی باز نہیں آتا۔"

ماسک مین نے کہا: "فرہاد! ہماری مجبوریاں سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں سوچتا ہوں، کہیں سپر ماسٹر کسی طرح تم سے دوستی کر لے تو میں نقصان میں رہوں گا۔ اسی طرح سپر ماسٹر سوچتا ہے کہ میں اگر تم سے کسی طرح دوستی کر لوں تو وہ نقصان میں رہے گا۔ لہٰذا ہم صرف تم سے دوستی کرنے کے لیے ایک دوسرے کو نقصان بھی پہنچاتے ہیں اور تمہاری دشمنی بھی مول لیتے ہیں۔ اب یہ نہیں ہونا چاہیے۔ تم صرف ایک بار ہم سے دوستی کر کے آزماؤ۔ ہم تمہارے دل میں دشمنی کا خیال تک آنے نہیں دیں گے۔"

میں نے کہا: "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں، کسی ایک بڑی طاقت سے تو دوستی کرنا ہی ہو گی۔ لہٰذا اب میں تم سے دوستی کرتا ہوں اور یہ یاد رکھنا کہ یہ آزمائشی دوستی ہو گی اسے قائم رکھنا اور مستحکم بنانا تم لوگوں کا فرض ہو گا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، ہمارے درمیان کبھی ہلکی سی تلخی بھی پیدا نہیں ہو گی۔"

"اب ذرا اس دوستی کی شرط بھی پیش کر دو۔"

وہ ذرا ہچکچایا پھر بولا: "شرط؟ کیسی شرط؟"

"دیکھو مجھ سے چور خیالات چھپے نہیں رہتے، تم دی کلر کا سر چاہتے ہو نا؟"

وہ ہنسنے لگا: "واقعی تم سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔"

"تھوڑی دیر پہلے میں نے ذرا انتظار کرنے کے لیے کہا تھا۔ دراصل میں اپنے بزرگ سے مشورہ کرنے گیا تھا۔ انھوں نے مشورہ دیا ہے کہ دی کلر کا سر تمہارے حوالے کر دیا جائے۔"

وہ خوشی سے کھل گیا۔ کہنے لگا: "تم دوستی کی ابتدا میں دی کلر کے سر کا تحفہ پیش کر رہے ہو۔ مجھے بتاؤ، میں تمہارے لیے کیا کر دوں؟"

میں سوچنے لگا۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور دوسری خطرناک تنظیموں کے سربراہ سے کا کس کو فرہاد نہیں سمجھ رہے تھے۔ یہ رپورٹ ہر جگہ پہنچ گئی تھی کہ سے کا کس فرہاد ثابت نہیں ہو سکا لیکن سونیا اسے اغوا کر کے کسی جزیرے میں لے گئی ہے۔ ڈاکٹر سے کا کس کو کسی جزیرے میں لے جانے کا مقصد کیا تھا، یہ کوئی سمجھ نہ سکا لیکن پھر شبہ ہونے لگا کہ شاید سے کا کس ہی فرہاد ہے، اسی لیے سونیا اس میں اتنی دلچسپی لے رہی ہے۔

میں نے ماسک مین سے کہا: "کل صبح دس بجے تک سونیا سے کا کس کو لے کر نیویارک کے کسی علاقے میں پہنچے گی۔ میں اس مقام کی صحیح نشاندہی کروں گا۔ تمہارے آدمیوں کو وہاں ایک ہیلی کاپٹر لے کر پہنچنا ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر سونیا کے مصرف میں رہے گا۔"

"جناب فرہاد صاحب! یہ تو بہت ہی معمولی سی بات ہے۔ کوئی اور حکم دیجیے۔"

"جب بھی مجھے ضرورت ہو گی، میں تم سے مدد طلب کروں گا اور جب تمہیں میری ضرورت ہو گی، میں تمہارے کام آؤں گا۔ ابھی تو دوستی کی ابتدا ہوئی ہے۔"

میں نے اس سے بعد میں رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کیا پھر رخصت ہو کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ سونیا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے اپنے خانوں میں رکھے ہوئے تھے اور وہ چالیں چل رہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے جو کچھ معلومات حاصل کی تھیں، وہ سب اسے بتانے لگا۔ اس نے پوچھا: "اب پومی اور وائسٹورو کی کہاں ہیں؟"

میں نے کہا: "وہ جہاز میں سوار ہو چکے ہیں اور فلاڈلفیا کی طرف جا رہے ہیں۔ یعنی ہم سب جب تک اپنی اپنی منزل تک نہ پہنچ جائیں اس وقت تک راوی چین لکھتا ہے۔"

"ہاں! ابھی تو اطمینان ہے۔ پتا نہیں، کس وقت کیا ہو جائے۔ ہماری زندگی میں تو یہی ہوتا رہا ہے کہ جب بھی ہم اطمینان کا سانس لیتے ہیں، اسی لمحے کوئی دھماکا ہو جاتا ہے۔ دشمنوں کا کچھ بھی نقصان ہوتا ہو مگر ہمارا تو سکون برباد ہو جاتا ہے۔"

وہ شطرنج کی بساط اور مہرے اٹھا کر بستر پر آیا۔ پھر وہاں بساط بچھاتے ہوئے بولی "جب تک ہمیں اطمینان ہے، ایک بازی ہو جائے۔ میں دیکھتی ہوں، تم کتنے ذہین ہو۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر بستر پر آیا۔ پھر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا "شطرنج کا کھلاڑی ہونا دانشمندی کی دلیل نہیں ہے۔ جو لوگ شطرنج میں ماہر ہوتے ہیں اُن سے بھی زیادہ ذہین وہ لوگ ہوتے ہیں جو کبھی شطرنج نہیں کھیلتے مگر سیاسی اور سماجی بساط پر انقلاب برپا کر کے بازی جیت لیتے ہیں۔"

وہ مہرے جماتے ہوئے بولی "ہارنے سے پہلے اپنی صفائی پیش نہ کرو۔ چلو، یہ رہی میری پہلی چال۔"

اس نے مہرے کو آگے بڑھایا پھر کھیل شروع ہو گیا۔ ہمارا وقت اچھی طرح گزرنے لگا۔ دو بازیاں ہوئیں، ایک میں نے جیتی، دوسری سونیا نے۔ وہ اور کھیلنا چاہتی تھی، میں نے انکار کر دیا۔ وہ کہنے لگی "تم جانتے ہو، تیسری بازی میں جیت لوں گی تو میرا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔"

"میں کھیلے بغیر ہی ہار مان لیتا ہوں تاکہ تھوڑی دیر تک آرام سے نیند پوری کر سکوں۔ پتا نہیں رات کو آرام سے سونا مقسوم ہوگا یا نہیں۔"

وہ شطرنج کی بساط اور مہروں کو ایک طرف رکھتے ہوئے بولی "میرا خیال ہے، آج کی رات بڑے آرام سے گزرے گی، کیوں کہ ہم سمندر کی تہ میں ہیں، دشمنوں نے جزیرے کو گھیر کر اپنے طور پر ساری کوششیں کر لی ہوں گی، وہاں اپنے اپنے طور پر محاذ بنا کر بیٹھ گئے ہوں گے یا واپس چلے گئے ہوں گے۔"

"تم یہ بھول رہی ہو کہ ہمارے دشمن بڑے بڑے ذرائع کے مالک ہیں۔ وہ آبدوز کے ذریعے ہمارا تعاقب کر سکتے ہیں؟"

"ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ فی الحال ہمیں آرام سے سو جانا چاہیے۔"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر بستر پر آ کر گر پڑی۔ میں نے رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا "آٹھ بج رہے ہیں۔ پومی اور ماسٹر والٹسورو کی فلاڈلفیا پہنچ گئے ہوں گے۔"

"تمھیں تو سونے سے پہلے خیال خوانی کی عادت ہو گئی ہے۔ خواہ مخواہ جاؤ گے اور ان کے معاملات میں الجھ جاؤ گے۔"

"کیا تم چاہتی ہو کہ ہم اپنے ساتھیوں کی خبر نہ لیں؟"

"ہمارے ساتھی ننھے بچے نہیں ہیں۔ وہ حالات سے نمٹنا جانتے ہیں۔"

بے شک وہ ذہین بھی تھے، شہ زور بھی تھے، حالات سے نمٹنا اچھی طرح جانتے تھے پھر بھی میری تسلی نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے سونیا کی تسلی کے لیے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا "لو میں سو رہا ہوں، تم بھی آنکھیں بند کرو۔ میں تمھارے ذہن کو ہدایات دوں گا۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایات دیں۔ اسے میٹھی نیند کی لوری سنائی۔ وہ تھوڑی دیر بعد سو گئی۔ میں نے پومی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ فلاڈلفیا پہنچ گئی تھی اور والٹسورو کی کے ساتھ ایک ہوٹل میں میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا "ذرا دیر اور انتظار کرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

میں جاپانی بابا کے پاس پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر تک اس کے دماغ میں رہ کر معلومات حاصل کرتا رہا پھر میں نے پومی کے پاس آ کر کہا "اس وقت جاپانی بابا کیسینو روزا میں ہے۔ وہ حُسن پرست اور عاشق مزاج ہے، تم بہ آسانی اسے ٹریپ کر سکتی ہو۔"

پومی نے کہا "تم نے اور سونیا نے سامری کو یہی تاثر دیا ہے کہ جاپانی بابا کو ہم نے اغوا کیا ہے۔ کیا اسے ٹریپ کرنے کے بعد اغوا کیا جائے گا؟"

"ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اسے اپنی طرف مائل کر لو۔ وقت آنے پر اسے تم جہاں لے جانا چاہو گے، تمھارے پیچھے پیچھے چلا آئے گا۔"

"کیا میں اپنے ماسٹر کے ساتھ جاؤں؟"

"ماسٹر روکی تمھارے ساتھ جائیں گے مگر انھیں اپنے سے دور ہی رکھنا۔ وہ دور ہی دور سے تمھاری نگرانی کرتے رہیں گے۔"

وہ اور والٹسورو کی دو الگ الگ کمروں میں مقیم تھے۔ میں نے والٹسورو کی کو بھی پروگرام کے متعلق بتا دیا۔ وہ بھی باہر نکلنے کے لیے لباس تبدیل کرنے لگا۔ ادھر پومی نے جینز پتلون اور ہاف سلیوز کی خوبصورت سی بنیان پہنی۔ پاؤں میں جُرابیں اور کینوس کے جوتے پہن لیے۔ ایسے جوتے پہن کر جناسٹک کے کرتب دکھانے میں آسانی ہوتی تھی۔ اس نے اپنے پرس میں میک اَپ کے سامان کے علاوہ پچیس ہزار ڈالر کے بڑے بڑے نوٹ رکھے پھر اسے شانے سے لٹکا کر دروازے کے پاس آئی۔ اس کی چٹخنی گرا کر اسے کھولنا چاہا تو وہ کھل نہ سکا۔ اس ہوٹل کے دروازے باہر کی طرف کھلتے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے باہر سے کسی نے دروازے کو دبا رکھا ہو۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

دوسری طرف سے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ پومی نے زور لگا کر دروازے کو کھولنے کی کوشش کی تو وہ ذرا سا کھل گیا۔ اس کھُلے ہوئے حصّے سے ایک شخص کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ وہ باہر برآمدے کی ریلنگ سے کرسی لگا کر بیٹھا ہوا تھا اور ایک ٹانگ دروازے پر رکھی تھی اور دوسری دیوار پر۔ اس طرح اس نے دروازے کو بند کیا ہوا تھا۔ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا "میری جان! سنا ہے بڑی زوردار ہو۔ ذرا دروازہ کھول کر دکھاؤ۔"

پومی نے دروازے کو چھوڑ دیا۔ ذرا پیچھے ہٹ کر بولی۔ "نہیں، زوردار ہوں، نہ دروازہ کھول سکتی ہوں۔ یوں بھی میرا باہر جانا ضروری نہیں ہے۔ چاہو تو رات بھر بیٹھے رہو۔ میں دروازے کی چٹخنی لگا رہی ہوں۔"

باہر بیٹھا ہوا شخص یہ کیسے گوارا کرتا کہ وہ چٹخنی لگا کر اندر بند ہو جاتی اور وہ اس کے پاس پہنچ نہ پاتا۔ اس نے اپنے پاؤں کو دروازے سے ہٹانا چاہا، ایسے ہی وقت پومی نے اندر سے دروازے پر لات ماری۔ اس کا پاؤں جو ہٹ رہا تھا، دروازے سے ٹکرا کر ایک طرف گیا اور وہ کرسی سمیت دوسری طرف گھوم گیا۔

اس وقت پومی نے سونیا کا انداز اختیار کیا تھا یعنی خواہ مخواہ دروازے پر زور آزمائی کر کے وقت اور قوت ضائع کرنے کے بجائے چالاکی سے کام لیا تو دروازہ آسانی سے کھل گیا۔ دشمن بھی کرسی پر بیٹھے بیٹھے دوسری طرف گھوم گیا تھا۔

گھومنے کے بعد اس کا رُخ جدھر ہوا، اُدھر والٹسورو کی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "نہ بابا نہ، میں نے تو کچھ نہیں دیکھا۔ میں ابھی اپنے کمرے سے نکل کر آ رہا ہوں۔ میں کسی سے نہیں کہوں گا کہ ایک لڑکی نے ایک شہ زور کو اڑیٹل ٹرن کرا دیا تھا۔"

وہ جھنجلا کر کرسی سے اٹھا مگر پومی نے کراٹے کا ایک ہاتھ اس کی گردن اور شانے کے درمیان رسید کیا۔ وہ پھر بیٹھ گیا۔ میں مار کھانے والے کے دماغ میں تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا جیسے کراٹے کا ہاتھ نہیں بلکہ کوئی آہنی سلاخ تھی جو اس کی گردن کے پاس لگی تھی۔ شدید تکلیف کا احساس ہوا تھا مگر وہ کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دوسری بار اس نے تیزی سے اٹھ کر پومی کی طرف پلٹنے کی کوشش کی مگر پھر دوسرا ہاتھ اس کے دوسرے شانے اور گردن کے درمیان پڑا۔ وہ پھر کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ سامنے کھڑے ہوئے والٹسورو کی نے کہا "نہ بابا نہ، میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ بھلا بوڑھی آنکھیں کیا دیکھیں گی۔ البتہ وہ کیمرہ دیکھ رہا تھا۔ وہی تمھارے پٹنے کا تماشا دنیا کو دکھائے گا۔"

اس بالکونی میں ذرا فاصلے پر ایک شخص مووی کیمرہ لیے کھڑا تھا اور فلم تیار کر رہا تھا۔ بات سمجھ میں آ گئی۔ یہ لوگ پُراسرار شخص کے آدمی تھے اور پومی کے لڑنے کے انداز کو ریکارڈ کر رہے تھے۔ مار کھانے والا قد آور شخص باڈی بلڈر تھا۔ اس بار اس نے اٹھنے کی حماقت نہیں کی، کرسی پر بیٹھے بیٹھے پھسل کر فرش پر آیا۔ پھر وہاں سے لڑھکتا ہوا ذرا دور گیا۔ پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ والٹسورو کی نے اس کی پیٹھ کو تھپکتے ہوئے کہا "اب پہلوان پوزیشن میں آ گیا ہے۔ اے لڑکی تیری شامت آ گئی ہے۔"

پھر والٹسورو کی نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا۔ "چڑھ جا بیٹا سولی پر، رام بھلی کرے گا۔"

وہ اس بات کے لیے تیار نہیں تھا کہ پیچھے سے دھکا لگے گا اور جب دھکا لگ ہی گیا تو وہ پومی کو مارنے کے لیے دوڑ پڑا۔ ایسے ہی وقت پومی نے کرسی کو آگے کر دیا۔ وہ اس سے ٹکرا کر اس پر اوندھا گرا۔ پومی نے اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا اور اتنے زور کا جھٹکا دیا کہ وہ چیخ مار کر سیدھا بیٹھ گیا۔

والٹسورو کی نے کیمرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس بات کے گواہ رہنا کہ پومی نے اوّل تو اسے کرسی سے اٹھنے نہیں دیا تھا۔ اسے اس کرسی سے نجات پانے کے لیے پھسل کر کرسی سے نیچے آنا پڑا۔ اس کے بعد بھی اسے نجات نہیں ملی۔ دوسری بار حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا تو پھر اس کے مقسوم میں یہی کرسی تھی اور اب تک یہیں بیٹھا ہوا ہے۔"

بوڑھے ماسٹر نے کیمرہ مین کو ڈائریکشن دیتے ہوئے کہا۔ "اب یہاں آ جاؤ اور ذرا سامنے سے فوٹو گرافی کرو۔ میری بیٹی اب اسے کرسی سے اٹھنے نہیں دے گی۔"

پومی کرسی کے پیچھے پہنچ گئی تھی اور اس نے اس کے دونوں جبڑوں کو اپنے دونوں پنجوں میں جکڑ لیا تھا۔ اس کی انگلیاں جیسے لوہے کی سلاخوں کی طرح اس کے جبڑوں میں پیوست ہو رہی تھیں اور وہ چیخیں مار رہا تھا۔ اچانک پومی نے کمرے سے دو پہلوان نما شخص نمودار ہوتے دیکھے۔ انھوں نے فضا میں چھلانگیں لگائیں۔ پھر پومی کو پیچھے سے فلائنگ کک ماری۔ وہ اس بات کے لیے تیار نہیں تھی۔ کرسی کے پیچھے سے الٹ کر سامنے آ کر گری لیکن دوسرے ہی لمحے

الٹی قلابازی کھا کر پھر کرسی کے پیچھے پہنچ گئی لیکن اس طرح کہ اب اس کی دونوں ٹانگیں آنے والے دونوں پہلوانوں کے منہ پر پڑی تھیں اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلے گئے تھے۔

والٹسوروکی نے پھر کمنٹری شروع کی "ناظرین! آپ کیمرے کی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں کہ پیچھے سے دو بنا سپتی پہلوان آئے تھے۔ وہ بھی منہ کی کھا کر پیچھے گئے ہیں اور اب پھر حملہ کر رہے ہیں۔ مگر وہ حملہ کس پر کریں گے۔ پومی تو فضا میں قلابازیاں کھا کر ان کے سروں پر سے گزرتی ہوئی پیچھے چلی گئی ہے۔ اب وہ دونوں پیچھے پلٹ کر دیکھ رہے ہیں مگر توبہ توبہ! شرم نہیں آتی۔ ایسی گھورنے والی آنکھوں کو پھوٹ جانا چاہیے۔ ارے یہ کیا؟ اب وہ دونوں اپنی اپنی آنکھیں تھام کر چیخ رہے ہیں۔ پومی نے اپنے دونوں ہاتھوں کی ایک ایک انگلی ان کی ایک ایک آنکھ میں پیوست کر دی تھی مگر یہ سب اتنی تیزی سے کیسے ہوا۔ مجھے تو کچھ نظر نہیں آیا۔ شاید کیمرے کی آنکھ نے ریکارڈ کر لیا ہو۔"

ماسٹر والٹسوروکی کی کمنٹری جاری تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "کیسا اندھیر ہے یہ؟ زمانے کی کیسی بے حسی ہے یہ؟ ہوٹل میں ایسا ہنگامہ ہو رہا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یہ سب پُراسرار باس کے ذرائع ہیں کہ ایک بے چاری لڑکی کو گھیرنے اور مارنے والوں کا محاسبہ کرنے کی کسی میں جرأت نہیں ہے۔ ویسے کوئی بات نہیں۔ دو پہلوانوں کی ایک ایک آنکھ تو گئی۔ اب یہ کمانے ہو گئے اور جس فائٹر کے متعلق میں نے پیشینگوئی کی تھی کہ میری بیٹی اسے کرسی سے اٹھنے نہیں دے گی تو یہ اب تک بیٹھا ہوا ہے۔ اب اس میں ہلنے کی بھی سکت نہیں ہے۔"

والٹسوروکی نے کیمرہ مین کے پاس آ کر اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "شاباش تم نے بڑی اچھی فلم بندی کی ہے اب کیمرہ مجھے دے دو جاتی فلم بندی میں کروں گا۔"

والٹسوروکی نے اس کے ہاتھ سے کیمرہ لے لیا پھر پومی سے کہا "بے چارے نے اتنی محنت کی ہے کیا اسے انعام نہیں دو گی؟"

یہ کہہ کر والٹسوروکی نے کیمرے کو آن کیا۔ پومی نے آگے کیمرہ مین کے سر کو سہلایا۔ پھر ایک گھونسا منہ پر جڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چکرا کر گھومتا ہوا رنگ کے پاس گیا اور زمین پر گر پڑا۔ وہ پومی کا ہلکا ہاتھ تھا۔ کیمرہ مین کو زیادہ نقصان نہیں پہنچانا چاہتی تھی مگر وہ بے ہوش ہو گیا تھا بلکہ بے ہوش ہونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا تاکہ دوسرا ہاتھ نہ پڑے۔ والٹسوروکی کے ہاتھ میں مووی کیمرہ آن تھا اور وہ کمنٹری کر رہا تھا "اب پومی نے اپنا پاس فرش پر سے اٹھا لیا ہے اور اسے شانے سے لٹکا کر یہاں سے جا رہی ہے۔ میرے اندازے کے مطابق اس کیمرے سے اتاری جانے والی فلم گھنٹے آدھ گھنٹے کے اندر پُراسرار باس تک پہنچا دی جائے گی اور اس وقت وہ یہ فلم دیکھ رہا ہو گا اور میری کمنٹری سن رہا ہو گا۔ میں اسے یہ بھی سنانا چاہتا ہوں کہ پومی یہاں سے کیسیتو روزا جائے گی اور آج کی رات وہاں گزارے گی۔ لہٰذا جتنے پہلوان اسٹاک میں رہ گئے ہیں وہاں بھیجے جا سکتے ہیں۔"

یہ کہہ کر والٹسوروکی نے کیمرے کو آف کیا پھر اسے بے ہوش کیمرہ مین کے پاس رکھ کر وہاں سے جانے لگا۔

میں یکبارگی ہڑبڑا کر بستر پر بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔ اچانک ہی آبدوز میں جیسے زلزلہ آ گیا تھا۔ سونیا جو میری ہدایات کے مطابق سو رہی تھی، اس ہدایت کے مطابق غیر معمولی واقعے پر اس کی آنکھ کھل گئی تھی اور وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ میں نے کہا "کوئی گڑبڑ ہے۔" میں نے ہلکے سے دھماکے کی آواز سنی ہے۔ اس کیبن کی دیواریں ایسے لرز گئی تھیں جیسے زلزلہ آیا ہو۔"

وہ فوراً ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ دوڑتی ہوئی دروازے کے پاس گئی۔ پھر بولی "میں معلوم کرتی ہوں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کرو۔"

میں نے فوراً ہی پروفیسر سامری کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ پتا چلا کہ اس آبدوز پر کسی نے حملہ کیا ہے۔ پروفیسر سامری کنٹرول روم میں کھڑا ہوا تھا۔ اور اس کے سامنے وہ آلات تھے جن کے ذریعے سمندر کی تہ میں دشمن کی آبدوز کشتیوں کا سراغ لگایا جاتا ہے۔ ایک اسکرین پر گراف بنتا جا رہا تھا اور وہ گراف نشان دہی کر رہا تھا کہ حملہ کرنے والی دشمن کی آبدوز کشتی یہاں سے کتنے فاصلے پر اور کس سمت میں ہے۔

سامری کے پاس کھڑا ہوا مسلح باڈی گارڈ اپنے انچارج کو حکم دے رہا تھا کہ کس سمت میں کتنے فاصلے پر حملہ کرنا ہے۔ اس کے حکم کے مطابق جوابی حملہ کیا جا رہا تھا۔ ذرا دیر بعد ہی پھر ہماری آبدوز میں جیسے زلزلہ آ گیا۔ پھر دشمن کا چھوڑا ہوا گولا ہماری آبدوز کی بیرونی باڈی پر آ کر لگا تھا۔ بعد میں پتا چلا، ہماری یہ بدقسمتی تھی کہ دشمن کا چھوڑا ہوا دوسرا گولا بھی بیرونی باڈی کے اسی حصے پر پڑا تھا جہاں پہلا گولا آ کر لگا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس حصے پر ذرا سا شگاف پڑ گیا۔

یک بیک خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ آبدوز کے ایک دور افتادہ حصے سے ایک شخص اطلاع دے رہا تھا کہ آبدوز کے اندر آہستہ آہستہ پانی آنے لگا ہے۔ یہ سنتے ہی سب کے ہوش اڑ گئے۔

آبدوز کے اندر پانی آنے کا مطلب یہ تھا کہ اب یہ ابھر کر سمندر کی سطح پر نہیں پہنچ سکے گی۔ ہم سب کبھی خشکی تک پہنچنا تو دور کی بات ہے خشکی کا نظارہ بھی نہیں کر سکیں گے۔ اسی پانی کی تہ میں... ڈوبتے چلے جائیں گے۔ یہ آبدوز جو ہمیں پار لگانے والی تھی، اب ہماری قبر بن رہی تھی۔ آہ، ہماری موت ہمارے سامنے تھی۔ مگر اس حال میں بھی چچا غالب کا یہ شعر یاد آ رہا تھا ؎

ہوئے مر کے ہم جو رسوا، ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کوئی جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا

کتنے ہی سوالات دماغ میں چیخ رہے تھے، کیا ہم مر جائیں گے؟ کیا ہم ڈوب جائیں گے؟

کیا ہمارے چاہنے والے کبھی ہماری لاشیں بھی نہیں دیکھ سکیں گے؟

ایسی بات نہیں ہے، کاتبِ تقدیر نے موت کا جو وقت مقرر کیا ہے، اس سے پہلے اگر انسان موت کو سامنے دیکھ کر ڈر جائے، ہتھیار ڈال دے تو اس کی موت یقینی ہو جاتی ہے اور وہ حرام موت ہوتی ہے۔

میں نہیں جانتا کہ مجھے اور سونیا کو کتنے دن اور زندہ رہنا ہے اور رہنا بھی ہے یا آج کا دن ہماری زندگی کا آخری دن ہے۔ ہماری زندگی تمام ہو چکی تھی یا ہونے والی تھی۔ پھر گھبرانے اور پریشان ہونے سے تو بات نہیں بنتی۔ میرا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ ایسے وقت کوئی تدبیر سوچنا نہایت ضروری تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے سونیا کی خبر نہیں لے سکتا تھا۔ پتا نہیں وہ کیا کرتی پھر رہی تھی۔ ویسے آبدوز کے اندر افراتفری کا عالم تھا۔ لوگ اِدھر سے اُدھر بھاگ دوڑ رہے تھے۔ اس شگاف کو بند کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی مگر وہ احمقانہ کوشش تھی۔ یہ کوئی آبدوز کی مرمت کا کارخانہ نہیں تھا۔ ہم سمندر کی تہ میں تھے۔ آبدوز کے جس حصے میں دراڑ گولے آ کر لگے تھے اور جہاں ہلکا سا شگاف پڑا تھا، اب وہ بڑھتا جا رہا تھا۔ کوشش ناکام ہو رہی تھی۔ کیا ایسی صورت میں بھی زندگی کی امید رکھی جا سکتی تھی؟

ہمارے چاروں طرف سمندر تھا۔ پانی ہی پانی تھا۔ کہیں سے فرار کا راستہ نہیں تھا۔ اگر کوئی راستہ نکل بھی آیا تو دشمن کے آبدوز یا نہ جانے کتنی کشتیاں ہمارے چاروں طرف ہوں گی۔ ہم اس آبدوز کشتی سے نکل کر کیسے جا سکتے تھے۔ ہم نے تو اپنی قبر اپنے ہاتھوں سے بنائی تھی۔

مجھے سونیا پر بڑا ناز تھا کہ وہ ذہین ہے، حاضر دماغ ہے۔ اتنی مکار ہے کہ موت سامنے آئے تو اس کا رُخ بھی پھیر دیتی ہے لیکن یہ آبدوز کی قبر اسی نے بنائی تھی وہی مجھے یہاں لائی تھی اور میں کیسا احمق تھا۔ مجھے سوچنا چاہیے تھا کہ عورت ہزار ذہین اور چالاک ہو پھر بھی ناقص العقل ہوتی ہے۔ اس پر بھروسا کرنے والا مرد کہیں نہ کہیں ضرور ٹھوکر کھاتا ہے۔

اچانک ہی کیبن کے دروازے پر ایک ٹھوکر پڑی۔ دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ سونیا کھلے ہوئے دروازے پر کھڑی ہوئی تھی اور اس کے تیور ایسے تھے جیسے وہ موت کو چکمی میں دبا کر لائی ہو اور مجھ پر سے صدقہ اتار کر اس آبدوز سے باہر پھینکنے والی ہو۔

اس لمحے میں اسے ناقص العقل عورت نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں میں زندہ رہنے کا نسخہ لے کر آئی تھی۔

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں بھینگی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟

تو کتاب

کم نظری اور اس کا علاج

قیمت ۱۵ روپے

آپ کو بتائے گی کہ

بینک سے بیلنس کا کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بغیر دوا کے کہ اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں صحت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جا سکتا ہے۔

ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

مکتبہ اسلام پوسٹ بکس ۹۴۴۶ کراچی ۱

ہاں وہ زندہ رہنے کا نسخہ لے کر آئی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا۔ شانے پر کارتوس کی پیٹی لٹک رہی تھی۔ حالانکہ وہ ہتھیار شاذ و نادر ہی استعمال کرتی تھی مگر زندہ رہنے کا سوال تھا اور زندہ رہنے کے لیے موت سے لڑنا پڑتا ہے۔ ریوالور بھی ایک موت ہے۔ اس کے اندر سے نکلی ہوئی گولی کبھی زندگی کا پیغام نہیں سناتی۔

ہمارے سروں پر جو موت منڈلا رہی تھی، اسے بھگانے کے لیے ہتھیار لازمی تھا۔ جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے، اسی طرح وہ ریوالور کے ذریعے آنے والی موت کو موت کا پیغام سنانے والی تھی۔

ہاں اس کے ہاتھوں میں زندہ رہنے کا نسخہ تھا۔ میں نے اس کے دوسرے ہاتھ کو دیکھا۔ اس میں غوطہ خوری کا لباس ایک بنڈل کی صورت میں لپٹا ہوا تھا۔ اس نے اس لباس کو میری طرف اچھال دیا۔ میں نے اسے کیچ کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ خود سر سے پاؤں تک غوطہ خوری کے لباس میں تھی۔ گریا میرے پاس آنے سے پہلے اس نے موقع پا کر وہ لباس پہن لیا تھا تاکہ وقت ضائع نہ ہو۔

میں اسے پہننے لگا اسی وقت پھر ایک دھماکا سا ہوا اور آبدوز میں جیسے زلزلہ آگیا۔ میں لباس پہنتے پہنتے گر پڑا۔ پھر سنبھل کر پہننے لگا۔ باہر سے مترادف فائرنگ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ سونیا فوراً ہی اندر آگئی۔ پھر اس نے ایک ہاتھ بڑھا کر ریوالور سے فائر کیا۔ کسی کی چیخ سنائی دی۔ وہ پھر دروازے کے اندر ہوتے ہوئے بولی۔ "خبردار! کیبن کے اندر کوئی نہ آئے ورنہ آبدوز کے ساتھ غرق ہونے سے پہلے ہی میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔"

میں نے حیرانی سے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "سونیا! بات کیا ہے، یہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کیوں کیا جا رہا ہے؟"

سونیا نے سوچ کے ذریعے جواب دیا۔ "اس آبدوز میں سے غوطہ خوری کے صرف چھ لباس ہیں۔ دو پر میں نے قبضہ کر لیا، باقی چار کے لیے وہ لوگ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ سب کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے۔"

بے شک یہی آزمائش کا وقت ہوتا ہے کہ کون کس کا وفادار ہے لیکن ان حالات میں سامری کی اہمیت نہیں تھی۔ نہ وہ آقا رہا نہ کوئی اس کا غلام۔ سب اپنی اپنی جان بچانے کی فکر میں تھے۔ انھوں نے سامری کے حکم کی پروا نہیں کی تھی اور غوطہ خوری کے لباس کے لیے آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کر رہے تھے۔ ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ چھپ چھپ کر محاذ بناتے ہوئے فائرنگ کر رہے تھے۔ کچھ لوگ ہمارے کیبن کی طرف آئے تھے اور سونیا ان سے نمٹ رہی تھی۔

اس نے ایک ذرا میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ذرا جلدی لباس پہنو۔"

"سمجھو کہ پہن لیا مگر آکسیجن سلنڈر کے بغیر اس آبدوز سے نہیں نکل سکیں گے، ہمیں پانی میں زندہ رہنا ہوگا۔"

"آکسیجن سلنڈر کا اسٹاک ہمارے ہی کیبن کے اسٹور روم میں ہے۔ یہاں مسلح افراد میں سے جو چار شخص غوطہ خوری کا لباس حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے وہ اِدھر آئیں گے۔"

"کیا تم ان پر بھی گولیاں چلاؤ گی؟"

"کیا میرا دماغ خراب ہوا ہے جو کامیاب ہوں گے وہ یقیناً ہمارے دوست بن جائیں گے۔ میں ان کا راستہ روک رہی ہوں جو یہاں آکر آکسیجن سلنڈر تباہ کرنا چاہتے ہیں، جنھیں خود زندہ رہنے کی اُمید نہیں رہے گی وہ ہمیں بھی زندہ رہنے کا موقع نہیں دیں گے۔ ایسے ہی موقع پر کہا جاتا ہے۔ ہم تو ڈوبے ہیں صنم، تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔"

میں نے اسٹور روم میں پہنچ کر دو گیس سلنڈر اٹھائے پھر انھیں لا کر سونیا کی پشت پر باندھنے لگا۔ غوطہ خوری کے لباس کے ساتھ ایسی ٹوپی تھی جو سر پر پہنی جاتی تھی۔ پیشانی پر ایک چھوٹی سی ہیڈ لائٹ منسلک تھی۔ اسے روشن کرنے کے لیے ایک بھاری پاور کی چھوٹی سی بیٹری تھی جو ہمارے لباس میں چھپی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ایک آہنی نوزکور تھا یعنی ناک سے لے کر کانوں تک کو ڈھانپنے والا لوہے کا کَور تھا۔ اس میں ایک ایئر فون لگا ہوا تھا۔ دوسرے ناک کے پاس ایسی نلکیاں تھیں جو آکسیجن سلنڈر سے منسلک تھیں۔ آبدوز سے باہر جاتے وقت ہم وہ نوزکور اپنی ناک پر چڑھانے والے تھے۔

اس دوران میں نے سامری کی خبر لی۔ اس بے چارے کا بُرا حال تھا۔ اس کے وفاداروں نے اسے مار پیٹ کر ادھ موا کر دیا تھا۔ وہ زخمی ہو کر چیخ رہا تھا۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر دُہائی دے رہا تھا۔ "مجھے لے چلو۔ مجھے میرے بچوں کے پاس لے چلو۔ خدا کے لیے مجھے ایک لباس دے دو۔ اس کے لیے میں تمھیں لاکھوں ڈالر دوں گا۔ زیادہ مانگو گے زیادہ دوں گا مگر ایک لباس دے دو۔ میں اپنے بچوں سے ملنا چاہتا ہوں۔"

اس نے آج تک شیطان کی پوجا کی۔ اس کے حکم پر عمل کرتا رہا اور دولت کا تاجر رہا صرف اپنی اولاد کی خوشیوں کے لیے۔ اب وہ مرنے والا تھا۔ وہ دولت اس کی اولاد کے ہی کام آتی۔ اسے اس بات کا اطمینان تھا کہ اس کے بعد بیوی بچے خوشحال زندگی گزاریں گے لیکن دل نہیں مانتا۔ دل کہتا ہے آنکھیں خوشحال زندگی گزارتے ہوئے دیکھا جائے بڑھاپے میں ایک طرف بیٹھ کر بچوں کو ہنستے کھیلتے اور زندگی کا لطف اُٹھاتے دیکھا جائے مگر وہ سارے

ارمان، ساری خوشیاں اور ساری حسرتیں ڈوب رہی تھیں۔

پہلے اس بات کی اُمید تھی کہ ڈوبتی ہوئی آبدوز کو سمندر کی سطح پر لایا جا سکتا ہے۔ ہنگامی حالت میں یہی کیا جاتا ہے لیکن آبدوز کشتیاں ایسی حالت میں پانی کے اندر نہیں رہ پاتیں۔ انھیں اوپر اُبھار کر سمندر کی سطح پر لانا پڑتا ہے مگر بدقسمتی یہ تھی کہ دشمن آبدوز کی طرف سے مسلسل فائرنگ نے ہماری آبدوز کی حالت لگاتار دی تھی جس طرح پہلے تو بند ہوا۔ پھر اسے اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی گئی تو وہاں تک پانی چلا آیا۔ آبدوز کا ایکسٹرا انجن بھی پانی میں ڈوب چکا تھا۔ یعنی آبدوز کے غرق ہو جانے میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا۔ زندگی کی اُمید باقی نہیں رہی تھی۔ اس لیے سب آپس میں لڑ رہے تھے۔ یہ بات سبھی سمجھ رہے تھے کہ صرف چھ آدمی وہاں سے نکل سکیں گے۔ وہاں سے نکلنے کے بعد پانی میں کب تک غوطہ خوری کے لباس میں رہیں گے، کب تک اپنی زندگی کے لیے لڑتے رہیں گے، یہ بعد کی باتیں تھیں لیکن ابھی وہاں سے زندہ نکلنے کے لیے صرف چار غوطہ خوری کے لباس رہ گئے تھے اور وہ سونیا جس کا مکاری اور حاضر جوابی میں جواب نہیں ہے اس نے دوسروں کا دھیان اُدھر جانے سے پہلے ہی دو لباسوں پر قبضہ جما لیا تھا اور اب یہ دو لباس ہمارے جسم پر سے کوئی نہیں اتار سکتا تھا۔

اس نے اپنا ریوالور مجھے دیا۔ میں دروازے کے پاس کھڑا ہو گیا۔ وہ اسٹور روم میں گئی۔ وہاں سے آکسیجن سلنڈر لا کر میری پشت پر باندھنے لگی، آبدوز بُری طرح ڈگمگا رہی تھی اور سمندر کی تہ میں بیٹھتی جا رہی تھی۔ اس میں توازن برقرار نہیں رہا تھا۔ اس لیے ہم بھی بڑی مشکل سے اپنا توازن برقرار رکھ رہے تھے۔ ایسے میں کسی نے فائر کیا۔ ایک گولی میرے قریب آئی اور دروازے پر لگی۔ یہ آبدوز کے ڈگمگانے کا نتیجہ تھا کہ میں بال بال بچ گیا۔ میں نے جوابی فائرنگ کی۔ دوسری طرف اس کی بھی زندگی باقی تھی یعنی ڈگمگاتے اور ڈولتے ہوئے آبدوز میں کوئی کسی کا صحیح نشانہ نہیں لے سکتا تھا۔

پھر میں نے کسی کی چیخ سنی۔ دروازے سے ذرا سر نکال کر دیکھا تو جس نے میری طرف فائرنگ کی تھی وہ سینہ تھامے فرش پر گر پڑا تھا۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر یہ آوازیں رُک گئیں۔ کسی نے سونیا کو مخاطب کیا۔ "مادام! ہم آپ کے دشمن نہیں ہیں۔ میں نے اور میرے ساتھی نے غوطہ خوری کا لباس حاصل کر لیا ہے۔ ہم آپس میں دوستی کریں تو یہاں سے زندہ سلامت نکل سکتے ہیں۔"

دوستی تو کرنا ہی تھی کیونکہ دوستی کی پیشکش کرنے والوں کو آکسیجن سلنڈر کی ضرورت تھی جو ہمارے پاس تھے اور ہمیں یہاں سے جانے کے لیے اس راستے سے گزرنا تھا جہاں وہ کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "آپ ہمیں آکسیجن سلنڈر دیجیے، ہم آپ کو ایر وشوٹر اور چاقو دیں گے۔"

ایر وشوٹر تقریباً ایک ہاتھ لانبی بندوق ہوتی ہے۔ ریوالور کے چیمبر میں چھ گولیاں ڈالی جاتی ہیں۔ ایر وشوٹر کے چیمبر میں چار چار انچ کے چار فولادی تیر ڈالے جاتے ہیں۔ ہر فائر پر ایک تیر بندوق کی نالی سے نکلتا ہے اور سنسناتا ہوا اپنے ٹارگٹ تک پہنچتا ہے۔ سمندر کے پانی کی دبیز تہ میں بلٹ وغیرہ کام نہیں آتے۔

میں نے کہا۔ "یہاں چار غوطہ خوری کے لباس تھے۔ دو ہم لوگوں نے پہنے ہیں، باقی دو کہاں ہیں؟"

"وہ اسی آبدوز میں ہوں گے۔ جنھوں نے وہ دو لباس حاصل کیے ہیں، وہ اِدھر ضرور آئیں گے۔ آکسیجن سلنڈر حاصل کیے بغیر یہاں سے نکل نہیں پائیں گے۔"

"ہمیں تمھاری دوستی منظور ہے۔ کیبن میں آجاؤ۔"

وہ چلے آئے۔ میں نے اور سونیا نے دو دو سلنڈر الگ الگ ان دونوں کی پشت پر باندھے۔ انھوں نے ہمیں ہاتھ بھر لانبے چاقو اور دو عدد ایر وشوٹر دیے۔ ان کے علاوہ ایک بڑا سا باکس تھا جس میں فولادی تیر بھرے ہوئے تھے۔ یہ باکس شانے سے لٹکایا جاتا تھا۔ ان کی پشت پر سلنڈر باندھنے کے دوران باقی دو بھی آگئے۔ انھوں نے بھی دور سے سونیا کو مخاطب کیا۔ "مادام! ہم دوست بن کر آئے ہیں۔ ہمارے پاس دوستی اور دشمنی کو سمجھنے اور کوئی حتمی فیصلہ کرنے کا وقت نہیں ہے۔ بہتر ہے ہم بے سوچے سمجھے ایک دوسرے پر اعتماد کریں۔ آپ ہمیں آکسیجن سلنڈر دیجیے اس کے بدلے ہم آپ کو ہتھیار دیں گے۔"

واقعی کچھ سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔ ہم نے منظوری دے دی۔ وہ کیبن میں چلے آئے۔ اب ہماری تعداد چھ ہو گئی تھی۔ پندرہ منٹ کے بعد ہم پوری طرح سر سے پاؤں تک تیار ہو کر وہاں سے نکلے۔ ایک لفٹ کے ذریعے آبدوز کے اوپری حصے میں بیرونی دروازے تک پہنچا جاتا تھا لیکن انجن بند ہو چکا تھا۔ جنریٹر کام نہیں کر رہا تھا۔ اس لیے لفٹ بے کار ہو چکی تھی۔ ہم زینے پر چڑھتے ہوئے جانے لگے۔ درمیانی زینے پر اچانک ہی کسی نے فائر کیا۔ ہم سے آگے جانے والے کی چیخ سنائی دی اور وہ لڑھکتا ہوا ہمارے پاس آکر گرا۔ ہم محتاط ہو گئے اور جوابی فائرنگ کرنے لگے۔ ہمارا راستہ روکنے والے صرف دو رہ گئے تھے۔ باقی ہلاک ہو چکے تھے۔ وہ دو بھی مقابلے پر نہ ٹھہر سکے۔ رفتہ رفتہ ہم اوپر چڑھتے گئے۔ وہ پسپا ہوتے گئے۔ خارجی دروازے تک پہنچتے

پہنچتے وہ دونوں ہماری گولیوں کا نشانہ بن چکے تھے۔ ویسے ہم میں بھی ایک کم ہو گیا تھا۔ ہماری تعداد پانچ رہ گئی تھی۔

خارجی دروازے کے پاس پہنچ کر ہم نے تیراکی والے جوتے پہنے جن کے نیچے چوڑے اور پھیلے ہوتے ہیں۔ جوتے پہننے کے دوران ہمیں آہٹ سی سنائی دی۔ ہم سب چونک کر زینے کی طرف دیکھنے لگے۔ سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر زینے کے اوپری سرے پر پہنچ کر دیکھا۔ پروفیسر ساموی آ رہا تھا۔

مگر کس حال میں! وہ عبرت کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ اپنے پیروں پر چل کر نہیں آ سکتا تھا۔ زینے پر اوندھا پڑا ہوا تھا اور ہاتھوں کے بل اپنے جسم کو گھسیٹتا ہوا اوپر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سونیا کو دیکھتے ہی گڑگڑا کر کہنے لگا۔ "مجھے معاف کر دو۔ مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ میرے بچے، میری بلی، میرا جوتی بابا میں ان کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔ ان کی صورتیں دیکھ کر میری صبح ہوتی ہے ان کی صورتیں دیکھ کر میری شام ہوتی ہے۔ مجھے لے چلو۔ خدا کا واسطہ مجھے لے چلو۔"

وہ گڑگڑا رہا تھا۔ بڑی مشکل سے دونوں ہاتھوں کے بل خود کو زینے پر گھسیٹتا جا رہا تھا۔ وہ زخموں سے چُور تھا۔ لہو میں ڈوب رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اب تب میں سانس اکھڑ جائے گی مگر وہ ہوسے ہوسے پانی تا ہوا سونیا کے قریب پہنچتا جا رہا تھا۔

پھر اس نے کہا۔ "میں تمہیں مانتا ہوں۔ میں احمق تھا۔ مجھے پہلے ہی سمجھنا چاہیے تھا۔ جب شیطان تمہیں مانتا ہے تو مجھے انکار نہیں کرنا چاہیے تھا مگر میں نے تم سے دشمنی کی۔ تمہیں کتوں کے حوالے کرنے کے لیے اپنی گاڑیاں لے گیا۔ تمہیں فرار ہونے کے لیے موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ مجھے سزا دو۔ میں تمہارے قدموں میں پہنچ گیا ہوں۔ مجھے ٹھوکر مارو۔ خوب مارو مگر مجھے میرے بچوں کے پاس زندہ پہنچا دو۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے سونیا کے دونوں پاؤں پکڑ لیے اور اپنا سر رکھنا ہی چاہتا تھا کہ وہ فوراً پیچھے ہٹ گئی۔ میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "کیا خیال ہے۔ یہ ہمارے ساتھ جا سکے گا؟"

سونیا نے اس پر ایک نظر ڈالی۔ پھر سوچ کے ذریعے جواب دیا۔ "یہ زخموں سے چُور ہے۔ اس میں کھڑے ہونے کی سکت نہیں ہے۔ یہ سمندر کے گہرے پانی میں کیسے تیر سکے گا؟"

ساموی کے دونوں ہاتھ زینے کے اوپری سرے پر تھے اور منہ اوندھا تھا۔ سونیا نے کہا۔ "مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ہم میں سے ایک آدمی مارا گیا ہے۔ اس کا لباس تم استعمال کر سکتے ہو۔ چلو اٹھو اور اس کے جسم سے لباس اتار کر جلدی پہن لو۔"

وہ چپ چاپ بڑا رہا۔ ہم نے اس کے اٹھنے کا انتظار کیا۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ سونیا نے جھک کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر جھنجھوڑا۔ پھر اسے سیدھا کیا۔ تو اس کے دیدے پھیل کر ساکت ہو گئے تھے۔ منہ ایسے کھل گیا تھا جیسے آخری بار اس نے جوتی بابا کہا ہو اور بابا کہتے ہوئے منہ کھلا رہ گیا ہو۔

جیسے ہی اسے سیدھا کیا گیا، اس کا وزنی اور بے جان جسم زینے کی پستی کی طرف پھسل گیا۔ ذرا دور پھسل کر گیا پھر زینہ بہ زینہ لڑھکتا ہوا نیچے پہنچ گیا۔ وہ ہمارا جانی دشمن تھا مگر اب تو اس میں سانس تک نہیں رہی تھی۔ اب وہ دشمن تھا نہ دوست تھا۔ اس سے کوئی رشتہ تھا پھر بھی ہم نے چند لمحوں کے لیے اپنے سروں کو جھکا لیا اور دل ہی دل میں کہا۔ "ہم نے تمہارے بچوں کو اغوا نہیں کیا اور نہ ہی ایسا کرنے کا ارادہ ہے۔ تم نے اپنے کیے کی سزا پائی۔ بچے معصوم ہیں۔ انہیں کوئی سزا نہیں دے گا۔ وہ بخیریت اپنی ماں کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

ہم وہاں سے چلتے ہوئے بیرونی دروازے کے پاس آئے۔ پاؤں میں تیراکی کے جوتے پہننے کے بعد چلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بڑی مشکل سے ایک ایک قدم اٹھا کر آگے رکھنا پڑتا ہے بہرحال ہم بیرونی دروازے کو کھول کر لیفرم میں پہنچ گئے۔

لیفرم آبدوز کے اندرونی اور بیرونی حصے کے درمیان ہوتا ہے۔ لیفرم کے دوسرے آہنی دروازے کو کھولتے ہی سمندر کا پانی اندر چلا آتا ہے لیکن یہ پانی کمرے تک محدود رہتا ہے۔ آبدوز کے اندرونی حصوں تک نہیں پہنچ پاتا۔ بعد میں ایئر کمپریسر کے ذریعے تمام پانی لیفرم سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

ویسے ہمیں یہ زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ آبدوز میں یوں بھی پانی بھر رہا تھا۔ ہم نے دوسرے آہنی دروازے کو کھولا پھر جیسے طوفانی سیلاب آ گیا۔ چشم زدن میں سمندر کا پانی کمرے میں بھر گیا اور ہم تیرتے ہوئے آبدوز سے باہر نکل آئے۔

زندگی نے کیا کیا رنگ دکھائے ہیں۔ ایک ارضی دنیا میں کتنی ہی دنیاؤں کے تماشے دکھائے ہیں۔ ہم نے خشکی میں جنم لیا۔ زمین پر چلتے رہے، دوڑتے رہے اور تیز رفتار گاڑیوں میں سفر کرتے رہے۔ فضائی سفر بھی کیا اور بحری سفر بھی کیا لیکن سمندر کے اندر کی دنیا آج تک نہیں دیکھی تھی اور آج دیکھ رہے تھے۔

ہمیں آبدوز سے نکلتے ہی اپنے اپنے چاقو سنبھالنے پڑے۔ ہم آبی پرندوں اور جھاڑیوں میں الجھتے جا رہے تھے اور انہیں کاٹتے ہوئے اوپر کی طرف جانا چاہتے تھے۔ سپر روشن رہنے والی ہیڈلائٹس کے ذریعے مشکل پانچ گز تک کا فاصلہ نظر آتا تھا۔ ہمیں اندازہ لگایا کہ دو پہاڑوں کے درمیان سے گزر رہے ہیں کیونکہ کبھی بھی اونچی نظر آتی تھیں اور کبھی سخت چٹانیں دکھائی دیتی تھیں جن پر کائی سی جمی ہوئی تھی یا تو وہ دو پہاڑ تھے یا ایسی سنگلاخ بلند چٹانیں تھیں جو کبھی زلزلے کے باعث درمیان سے پھٹ گئی تھیں اور ان میں خلا پیدا ہو گیا تھا اور ہم اسی خلا سے گزر رہے تھے۔

ہم انسان کھلی فضا میں کہیں بھی گزارہ کر سکتے ہیں۔ خواہ وہاں کی فضا گرم ہو یا سرد یا موسلا دھار بارش ہوتی ہو۔ دلدلی زمین ہو پہاڑ ہوں، چٹانیں ہوں، پھول ہوں یا کانٹے ہوں، انسان ہر مقام سے گزر سکتا ہے اور بڑی حد تک گزارہ کر سکتا ہے لیکن سمندر کے اندر زندہ رہنے کی ذرا بھی گنجائش نہیں رہتی۔ ہم محض ان آکسیجن سلنڈروں کے سہارے زندہ تھے جو ہماری پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ ایک غوطہ خور کو ایک منٹ میں دو لیٹر آکسیجن کی ضرورت پڑتی ہے اس حساب سے ہم ایک سلنڈر کے ذریعے ستر منٹ تک سانس لے سکتے تھے۔ یعنی دو سلنڈروں کے ذریعے دو گھنٹے بیس منٹ تک سمندر میں رہ سکتے تھے۔ اس کے بعد خدا ہی حافظ تھا۔

کیبن کے اسٹور روم میں صرف دو سلنڈر اکیسٹرا رکھے گئے تھے، وہ دونوں سلنڈر ہمارے دو سمندری ہمسفروں کے ہاتھوں میں تھے۔ ہم سب کی زندگی دو گھنٹے بیس منٹ کی تھی۔ اس میں سے کئی منٹ گزر چکے تھے لیکن صرف دو آدمی ایسے تھے جو ایک گھنٹا دس منٹ اور زندہ رہ سکتے تھے اور وہ دونوں وہی تھے جو اپنے اپنے ہاتھوں میں ایک ایک گیس سلنڈر اٹھائے ہوئے تھے۔

میں نے اپنی رسٹ واچ دیکھی۔ بیس منٹ گزر چکے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم میں سے ہر ایک کی زندگی اب دو گھنٹے کی رہ گئی تھی۔ سمندر کی دنیا بہت وسیع تھی لیکن ہمارے لیے اتنی وسعت میں بھی کوئی جگہ نہیں تھی۔ وہاں ہماری زندگی سکڑ کر منٹوں کے حساب میں رہ گئی تھی۔ وہاں نہ تو سونے چاندی کی قیمت تھی۔ نہ ہیرے جواہرات کی کوئی اہمیت تھی تو صرف آکسیجن سلنڈر کی۔

ہم اور آپ اپنی دنیا میں ہمیشہ دیکھتے آئے ہیں کہ انسان انسان سے دولت چھینتا ہے، زمین چھینتا ہے عورت چھینتا ہے۔ اس کے منہ کا نوالا چھینتا ہے۔ فی الحال سمندری دنیا کے لیے چھیننے کے لیے صرف آکسیجن رہ گیا تھا۔ اب حساب یوں تھا کہ ہم پانچوں میں سے کوئی ایک مر جائے تو اس کے آکسیجن سلنڈر سے ہمیں سانسیں زیادہ دیر کے لیے نصیب ہوں گی۔ اگر دو مر جائیں تو زندگی اور طویل ہو جائے گی۔ اس طرح وہاں ہر شخص تنہا زندہ رہنا چاہتا تھا تاکہ دوسرے دن تک زندہ رہے۔ سمندر میں نجات کا راستہ تلاش کرتا رہے۔ اس پانی کی گہرائی سے ابھر کر سطح پر آ سکے۔ کوئی کنارا تلاش کر سکے یا کسی گزرتے ہوئے جہاز سے مدد طلب کر سکے۔

میں نے ہیڈلائٹ کی روشنی میں دیکھا۔ صرف سونیا میرے ساتھ تھی۔ باقی سب لوگ ایک دوسرے سے دور دور تھے مگر ایک دوسرے کو نظر آ رہے تھے۔ ہم جب تک آبدوز کے اندر تھے عجلت میں تھے۔ ایک دوسرے پر سوچے سمجھے بغیر بھروسا کرنے پر مجبور تھے۔ آبدوز کے باہر آ کر وہ تینوں ہم سے دور ہو گئے تھے یعنی الگ محاذ بنا رہے تھے۔ کچھ بھی ہو وہ تینوں ایک ہی شہر، ایک ہی ملک، ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ ہم ان کی نظروں میں پہلے بھی دشمن تھے۔ وقتی طور پر دوستی ہوئی تھی، وہ بھی اپنی اپنی غرض کے لیے۔ اب پھر دشمنی کا وقت آ گیا تھا۔

ہم ہاتھ پاؤں چلاتے ہوئے اوپر کی طرف جا رہے تھے۔ اچانک ہی ہم دونوں نے ایک ساتھ غوطہ لگایا۔ پھر نیچے کی طرف گئے۔ کیونکہ ہم نے اپنے ایک دشمن کو پلٹ کر ایروشوٹر سے حملہ کرتے دیکھ لیا تھا جب سے دشمنی کا اندیشہ پیدا ہوا تھا، ہم برابر ان پر نظر رکھ رہے تھے اور ہمارا یہی عمل کام آ گیا۔ ہم نے غوطہ لگاتے ہی ہیڈلائٹ بجھا دی تھیں۔

اب ہم تاریکی میں تھے۔

ہم نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اوپر ذرا فاصلے پر پانی روشن روشن سا دکھائی دے رہا تھا یعنی ان تینوں کی ہیڈلائٹس سے پانی کا وہ حصہ روشن تھا۔ انھوں نے حملہ کرتے وقت یہ نہیں سوچا تھا کہ اگر ہم بچ جائیں گے اور اپنی ہیڈلائٹس بجھا دیں گے تو وہ ہمیں اندھیرے میں کس طرح تلاش کریں گے۔ اگر اپنی ہیڈلائٹس کی روشنی میں تلاش کرنے آئیں گے تو ہمارے نشانے پر ہوں گے۔

ان کے لیے مسئلہ پیدا ہو گیا تھا۔ وہ ہمیں تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا تھوڑی دیر بعد ہی پانی کا وہ اوپری حصہ جو روشن تھا اب تاریک ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اور بلندی کی طرف جا رہے تھے۔ ہم نے بھی اوپر کی طرف جانا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر پانی کا کچھ حصہ روشن نظر آیا۔ ہم ان کے قریب پہنچ رہے تھے۔ ہم نے اپنے اپنے ایروشوٹر کو شانے سے اتار کر ہاتھوں میں تھام لیا۔ تیزی سے پاؤں چلاتے ہوئے ذرا اور اوپر آئے۔ روشنی ہمارے قریب ہو گئی لیکن اس سے پہلے کہ ہم ان کی نظروں میں آئیں، وہ ہماری نظروں میں آ چکے تھے پھر انھوں نے غوطہ کھاتے ہوئے ہیڈلائٹس کی روشنی میں ہمیں دیکھ لیا۔ وہ ان کی آنکھوں کی آخری بصارت تھی۔ ہم دونوں کے شوٹر سے تیر سنسناتے ہوئے نکلے اور دو کے جسم میں پیوست ہو گئے۔ تیسرا تیزی سے پاؤں چلاتا ہوا اوپر کی طرف جانے لگا۔

ہم نے اسے جانے دیا۔ وہ دونوں ہلاک ہونے کے بعد

بے دست و پا ہو گئے تھے۔ اب نیچے کی طرف جا رہے تھے۔ سمندر کسی چیز کو اپنے اندر نہیں رکھتا۔ اچھال کر سطح پر لے آتا ہے لیکن ابھی ان کے جسم وزنی تھے اور وہ وقتی طور پر نیچے جا رہے تھے۔

ہم نے فوراً ہی تیزی سے تیرتے ہوئے انھیں لپک کر تھام لیا۔ ان کے شانوں پر ایک ایک فاضل سلنڈر رٹکا رہتا تھا۔ انھیں ہم نے اپنی تحویل میں لیا۔ ان کی لاشوں کو چھوڑ دیا۔ پھر تیزی سے پاؤں چلاتے ہوئے اوپر کی طرف جانے لگے۔ وہ تیسرا شخص ہم سے بہت دور نکل گیا ہوگا۔ ہم زیادہ دیر تاریکی میں تیر نہیں سکتے تھے۔ کسی چٹان سے ٹکرا سکتے تھے یا کسی جھاڑی میں الجھ سکتے تھے۔ لہٰذا ہم نے پھر ہیڈ لائٹس روشن کیں اور اس کی روشنی میں اوپر جانے لگے۔

وہ آبدوز نہ جانے سمندر کی کتنی گہرائی میں چل رہی تھی۔ ہم نے اس بات کا خیال نہیں رکھا تھا۔ نہ ہی آبدوز کے کپتان سے معلوم کیا تھا۔ اب اپنے ہاتھ پاؤں کی مشقت سے بلندی کی طرف جاتے ہوئے پتا چل رہا تھا کہ ہم بہت گہرائی میں تھے اور نہ جانے ابھی کتنے اوپر جانے کے بعد سمندر کی سطح تک پہنچنا تھا۔

ہم ایک چٹان کو تھام کر کھڑے ہو گئے۔ ذرا ستانے لگے۔ وہاں کسی بھی چیز کا سہارا لے کر ستانے، تھکن اتارنے کے بہت سے مقامات تھے لیکن آکسیجن سلنڈر نے سمندر کی دنیا میں ہماری زندگی کا ایک وقت مقرر کر دیا تھا۔ اگرچہ اب ہمارے پاس ایک ایک ایکسٹرا سلنڈر تھا۔ پھر بھی دانشمندی یہی تھی کہ ہم وقت سے بہت پہلے سمندر کی سطح پر پہنچ جائیں۔ وہاں بھی تیرتے ہوئے ہمیں نہ جانے کوئی بحری جہاز یا ساحل مل سکتا تھا یا نہیں؟

رات کا وقت تھا۔ سمندر کے باہر تمام دنیا میں تاریکی ہوگی، اندر کیسے نہ ہوتی۔ پتا نہیں دن کے وقت سورج کی روشنی سمندر کے اس حصے تک پہنچتی تھی یا نہیں مگر ہم ہیڈ لائٹس کی روشنی میں ذرا فاصلے تک دیکھ سکتے تھے۔ ہم نے وہاں عجیب الخلقت آبی جانور دیکھے جو پھلی نما بھی تھے، سانپ نما بھی۔ ایسے آبی پودے تھے جن کی شاخیں مکڑی کے پیروں کی طرح دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ پانی میں وہ دور تک اس طرح تیرتے تھے جیسے کوئی جاندار ہوں اور ہماری طرف آ رہے ہوں۔ پتا نہیں ان میں جان بھی ہوتی تھی یا نہیں۔ اس سلسلے میں ہماری معلومات محدود ہیں۔

ہم نے ستانے میں پانچ منٹ ضائع کیے۔ اس سے زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں تھا۔ ہمیں رہ رہ کر آکسیجن کا خیال آتا تھا۔ ہم نے وہاں سے پھر بلندی کی طرف تیرنا شروع کیا۔ آہستہ تھی کہ جلد ہی سطح تک پہنچ جائیں گے۔ منزل تک پہنچنے سے پہلے رکاوٹوں کا علم یقینی ہوتا ہے لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا، وہ رکاوٹیں کیسی ہوں گی۔ ابھی ہم پاؤں مارتے ہوئے ذرا بلندی تک گئے تھے کہ دور تک پانی روشن ہو گیا۔ ہماری معلومات کے مطابق اس منزل کا دنیا کے اندر ہمارا صرف ایک دشمن تھا۔ اس ایک دشمن کی ہیڈ لائٹس سے اتنی روشنی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ایک نہیں کئی تھے۔ جلد ہی تصدیق ہو گئی۔ وہ نظر آنے لگے لیکن یا حیرت! وہ تعداد میں چھ سات تھے۔ ہمیں حیرانی تعداد پر نہیں تھی بلکہ انھوں نے ایک بڑے سے جال کو چار کونوں سے پکڑ رکھا تھا اور اسے لیے ہوئے بڑھتے آ رہے تھے۔ یعنی ہم پر جال پھینکنا چاہتے تھے اگر ہم خشکی پر ہوتے تو ہم پر پھندے پھینک جاتے۔ پانی کے اندر مچھلی ہو یا انسان، ان پر جال ہی پھینکے جا سکتے ہیں۔

وہ بلندی سے آ رہے تھے اور ہم پستی سے بلندی کی طرف جا رہے تھے۔ جال کو دیکھتے ہی ہم نے رُخ بدلا پھر تیزی سے پاؤں مارنے لگے۔ انھوں نے بھی ہمیں دیکھتے ہی رُخ بدل لیا۔ ہماری طرف جال لے کر بڑھنے لگے۔ اب سونیا اور فرہاد کی اوقات یہی رہ گئی تھی کہ ہمیں بے یار و مددگار مچھلیوں کی طرح پھانسا جا رہا تھا۔ مچھلیاں کسی کو مدد کے لیے نہیں پکار سکتیں۔ ہم بھی وہاں کسی کو نہیں پکار سکتے تھے۔ مچھلیاں پیچھے دُم ہلاتی ہوئی جال سے کترانے کی کوشش کرتی ہیں۔ ہم اپنے پاؤں مارتے ہوئے کترانے کی کوشش کر رہے تھے۔ مچھلیوں میں اور ہم میں اتنا فرق تھا کہ وہ بے بس ہوتی ہیں اور ہم بے بس نہیں تھے۔ اچانک سونیا نے پلٹ کر ایروشوٹر سے ایک تیر داغ دیا۔

جال کے چار کونوں میں سے ایک کونے والا اچانک ساکت ہو گیا۔ جال کا وہ کونا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اب ان کی صحیح تعداد معلوم ہو رہی تھی۔ وہ کل چھ تھے جن میں سے ایک ختم ہو چکا تھا۔ پانچویں نے جال کے چوتھے کونے کو جا کر سنبھال لیا تھا اور جو چھٹا شخص تھا وہ جال سے پہلے ہی بہت دور تھا۔ اور بڑی تیزی سے ہماری طرف چلا آ رہا تھا۔

اس کے تنہا آنے کا مقصد سمجھ میں آ گیا۔ وہ ہم سے اُلجھنا چاہتا تھا۔ ہاتھا پائی کے بہانے ہمیں آگے بڑھنے سے روکنا چاہتا تھا۔ اس طرح جال والے ہمارے قریب آ جاتے اور وہ ہاتھا پائی کرنے والا یا تو ہم سے کترا کر نکل جاتا یا ہمارے ساتھ جال میں پھنس جاتا۔

•

ہمیں شکار کرنے والوں کو ہمارے ساتھ جال میں پھنسنے کا اندیشہ نہیں تھا اور نہ ہی ہمارے ہاتھوں ہلاک ہونے کی پروا تھی۔ یقیناً انھیں حکم دیا گیا تھا کہ ہمیں زندہ پکڑ کر لایا جائے۔ اس لیے وہ جان کی بازی لگا رہے تھے۔ وہ چھٹا شخص میرے قریب پہنچ گیا۔ میں نے ہاتھ بھر کا لانبا چاقو نکال لیا۔ میں چاہتا تو ایروشوٹر سے اس کا کام تمام کر سکتا تھا۔ چونکہ وہ ہمیں ہلاک نہیں کر سکتے تھے، اس لیے ہمیں بھی کسی کو ہلاک کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں چاقو سے محض دھمکی دینا چاہتا تھا۔

پانی کے اندر انسان کی تیزی اور طراری باقی نہیں رہتی، وہ جو بھی حرکت کرتا ہے وہ سلوموشن کے مطابق ہوتی ہے۔ اس لیے مجھے اندازہ نہ ہوا کہ میرا ہاتھ کتنی دیر میں آنے والے تک پہنچے گا۔ آنے والے نے اتنی دیر میں میرے چاقو والے ہاتھ کی کلائی تھام لی۔ میرے دوسرے ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ سے پکڑ لیا پھر ہم دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔ ہم پانی کی دبیز تہ میں الٹ پلٹ رہے تھے۔ ذرا سی دیر میں اسے احساس ہو گیا کہ میرا ہاتھ اس پر بھاری پڑے گا اور میرے چاقو کی نوک اس کے جسم میں پیوست ہو جائے گی۔ اس نے میرے دوسرے ہاتھ کو چھوڑ کر دونوں ہاتھوں سے چاقو والے ہاتھ کی کلائی تھام لی۔ میرا دھیان اس کی طرف بھی تھا اور میں رہ رہ کر اپنی طرف بڑھنے والے جال کو بھی دیکھتا جا رہا تھا۔

اس کی تدبیر کام آ رہی تھی۔ وہ مجھے جال کے اندر لے جانے ہی والا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے تو میں نے اپنا ایک ہاتھ اس کے آکسیجن سلنڈر کی طرف بڑھایا۔ اس کے دونوں ہاتھ میرے چاقو والے ہاتھ کو تھامے ہوئے تھے۔ اس نے میرے دوسرے ہاتھ کی طرف دھیان نہیں دیا۔ پھر اچانک ہی وہ گڑبڑا گیا۔ میں نے سلنڈر کی نلکی کو ایک جھٹکے سے کھینچ دیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آکسیجن کی سپلائی بند ہو گئی۔ وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ اس نے یقیناً تھوڑی دیر کے لیے سانس روک لی ہوگی۔ اسی لیے وہ ہاتھ پاؤں مارنے کے قابل رہ گیا تھا۔ آخر وہ کب تک سانس روک سکتا تھا۔ آخر اس کا بھی ڈھیلا پڑ گیا۔ پھر وہ ساکت ہو گیا۔

وہ جال جو میری طرف بڑھتا آ رہا تھا، اب اس کے اور میرے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ میں کسی بھی لمحے جال کے اندر جا سکتا تھا لیکن پھر اس کا ایک کونا تھامنے والا ساکت ہو گیا۔ سونیا نے اسے ایروشوٹر کا نشانہ بنایا تھا۔ اسی وقت ملے نے جال کے کنارے کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ پھر پاؤں مارتا ہوا الٹ گیا۔ یعنی جال کے اندر جانے کے بجائے اس کے اوپر پہنچ گیا۔ سونیا اچھ سے ذرا دور شکار میں مصروف تھی۔ اس نے دوسرے کو بھی ایروشوٹر کا نشانہ بنایا۔ یہ سب بڑی آسانی سے ہو گیا کیونکہ دشمنوں کی طرف سے جوابی حملہ نہیں ہو رہا تھا، وہ ہمیں زندہ گرفتار کرنے کی دھن میں لگے ہوئے تھے۔

اب دو رہ گئے تھے۔ وہ دونوں جال کو چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ ان کے لیے اب بھاگنے کا ہی راستہ رہ گیا تھا۔ میں نے اور سونیا نے جال کو دو طرف سے تھاما۔ پھر پاؤں مارتے ہوئے ان کی طرف بڑھنے لگے یعنی جال الٹ گئی تھی، اب ہم وہ جال ان کی طرف لے جا رہے تھے۔

وہ جال تھیلا نما تھا۔ بہت بڑا تھا اور اس کا منہ تھیلے کی طرح یوں کھلتا تھا کہ چار آدمیوں کو اس سے چاروں طرف سے پکڑ کر رکھنا پڑتا تھا۔ میں اور سونیا دو تھے۔ اس لیے جال کا منہ پوری طرح کھلا ہوا نہیں تھا۔ ہم جانتے تھے ان فرار ہونے والوں کو اس میں اتار نہیں سکیں گے البتہ اتنی دیر میں نہ جانے کتنی مچھلیاں اس میں پہنچ گئی تھیں۔ ہم تو محض دھمکی دینے کے لیے اسے ان کی طرف لے کر بڑھ رہے تھے۔ زیادہ دور تک نہیں گئے کیونکہ وہ وزنی ہو گیا تھا اور وزن کے ساتھ تیرنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔ اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ لہٰذا ہم نے اسے چھوڑ دیا۔

لیکن ان کے تعاقب میں رہے۔ اپنے اپنے ایروشوٹر کو سنبھال لیا۔ وہ نظر نہیں آ رہے تھے لیکن پانی کا کچھ حصہ روشن تھا۔ اس سے نشاندہی ہو رہی تھی کہ وہ کس سمت جا رہے ہیں۔ روشنی کا وہ دھبا ہم سے ذرا دور ہوتا تھا۔ پھر ہم اس کے قریب ہو جاتے تھے۔ یہ آنکھ مچولی کچھ دیر تک جاری رہی۔ پھر ہم نے انھیں دیکھ لیا مگر جن ہم نے دیکھا، اس کی توقع نہیں کر سکتے تھے۔ وہ دونوں فرار ہونے والے ہمارے دشمن تھے لیکن اب دشمنوں کی طرح آپس میں لڑتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

ہم نے اپنی رفتار سست کر دی۔ آہستہ آہستہ ان کی طرف جانے لگے۔ ان دونوں کے ہاتھ میں لانبے چاقو تھے، دونوں ہی ایک دوسرے کے چاقو والے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھے، زور آزمائی کر رہے تھے۔ جب ان کی توجہ زور آزمائی کی طرف ہوتی تو وہ پاؤں مارنا بھول جاتے جس کے نتیجے میں نیچے جانے لگتے۔ پھر پاؤں مارتے ہوئے اوپر آتے تھے اور اسی طرح لڑتے جاتے تھے۔ خون ریز لڑائی میں یہی ہوتا ہے، ایک جیتتا ہے اور ایک مارا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک مارا گیا۔ جیتنے والے نے ہماری طرف دیکھا۔ پھر اپنا چاقو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنا ایروشوٹر بھی شانے سے اتار کر اپنے سے الگ کر دیا۔ اس کا مطلب تھا وہ ہمارے آگے ہتھیار ڈال رہا ہے۔

مگر کیوں ہتھیار ڈال رہا ہے؟ وہ کون تھا، کیا ہمارا دوست؟

وہ ہماری طرف آنے لگا۔ ہم بھی اس کی طرف محتاط انداز میں بڑھتے رہے۔ پھر ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔ اس نے اپنے ایک طرف کے کالر کو دو انگلیوں سے تھام کر الٹا دیا۔ ہم نے غور سے دیکھا، کالر کے پیچھے ریڈیو پاور رکھا ہوا تھا۔ یعنی وہ ماسک مین کا آدمی تھا۔

ہم پانی کی دبیز تہہ میں رہ کر زبان سے بول نہیں سکتے تھے۔ اس لیے وہ گونگوں کی بین الاقوامی زبان میں بولنے لگا۔ ہاتھ کے اشارے سے سمجھانے لگا۔ "سمندر کی سطح پر کئی بحری جہاز اور سینٹی بوٹ ہمارے منتظر ہیں۔ وہ تمام جہاز اور کشتیاں میجر ماسٹر، ماسٹر کی اور ماسک مین سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان تمام تنظیموں کے غوطہ خور سمندر کے اندر آپ لوگوں کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ میں ماسک مین کے حکم پر آیا ہوں۔ پلیز، یہاں سے فوراً نکل چلیں۔"

ہم وہاں سے تیرتے ہوئے اوپر کی طرف جانے لگے۔ ہمارے اس اجنبی دوست کے ہاتھ میں ایک ایسا ٹرانسمیٹر تھا جو پانی کی تہہ میں رہ کر سمندر کی سطح پر بحری جہازوں سے رابطہ قائم کر سکتا تھا۔ چونکہ زبان سے گفتگو نہیں کی جا سکتی تھی، اس لیے اس ٹرانسمیٹر کے مختلف بٹن دبائے جاتے تھے۔ ٹیلیگراف کی تکنیک کے مطابق اس ٹرانسمیٹر سے ٹک ٹک ٹک کا ایسی آواز نکلتی تھی اور یہ آواز ریڈ پاور کے جہاز تک پہنچتی تھی ہمارا اجنبی ساتھی اشارے کی زبان سے بتا رہا تھا کہ ہم سطح پر آ رہے ہیں اور جس سمت آ رہے ہیں، اس کی بھی نشاندہی کی جا رہی ہے۔ لہٰذا سیفٹی بوٹ فوراً بھیجی جائے۔

پھر ہم پندرہ منٹ کے بعد ہی سمندر کی سطح پر آ گئے۔ پانی سے سر نکال کر دیکھا تو یوں لگا جیسے ہم برسوں کے بعد صدیوں کے بعد آسمان دیکھ رہے ہیں۔ جہاں ہم نے سر ابھارا تھا، وہیں کچھ فاصلے پر ایک سیفٹی بوٹ تھی۔ وہ بوٹ فوراً ہی ہمارے قریب آئی۔ جو لوگ اس پر سوار تھے انھوں نے ہمیں بوٹ پر چڑھنے میں مدد دی۔ وہاں پہنچتے ہی ہم نے سب سے پہلے اپنی ناک پر سے نوز کور ہٹایا۔ آکسیجن سے نجات حاصل کی اور کھلی ہوا میں سانس لیتے ہوئے بوٹ پر جاروں شانے چت لیٹ گئے۔ کھلے آسمان کو بڑی محبت سے دیکھنے لگے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم کسی کال کوٹھری میں قید تھے۔ ایسی کوٹھری میں جہاں سلاخیں نہیں تھیں لیکن وہاں سے نکل آنا مقدر کی بات تھی اور ہمارے مقدر نے ساتھ دیا تھا۔

بوٹ پر سوار ہوتے ہی وہ تیزی سے ایک طرف جانے لگی۔ میں نے ذرا سر اٹھا کر دیکھا۔ بہت دور ایک بحری جہاز نظر آیا۔ ہمارے ساتھی نے کہا: "جناب! جاروں طرف دیکھیں۔"

میں نے سر گھما کر دیکھا۔ سونیا بھی اٹھ کر دیکھنے لگی۔ چاروں طرف کم از کم پانچ بحری جہاز نظر آئے۔ وہ مختلف تنظیموں سے تعلق رکھتے تھے۔ بعد میں پتا چلا، ایک جہاز کا ہال تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ ہم نیویارک کے قریب تھے اور نیویارک یہودیوں کا مسکن ہے لہٰذا وہاں کے تمام یہودیوں کی یہ دلی خواہش تھی کہ کسی طرح سونیا کو اور اس کے ساتھی مے کاکس کو ٹریپ کر کے نیویارک یا اسرائیل پہنچایا جائے۔

تمام جہازوں سے دوربین کے ذریعے دیکھا جا رہا تھا۔ سب ہی اس تاک میں تھے کہ کون سونیا اور مے کاکس کو سمندر کی تہہ سے نکال کر لاتا ہے۔ اگرچہ ہم سطح پر آ کر بوٹ پر پہنچ گئے تھے لیکن ابھی پہچانے نہیں گئے تھے کیونکہ غوطہ خوری کے لباس میں چھپے ہوئے تھے۔ ہماری آنکھوں پر ابھی تک وہی آبی عینک چڑھی ہوئی تھی۔ صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں باقی چہرہ چھپا ہوا تھا۔ اس اثنا میں جہازوں کی طرف سے کتنی ہی موٹر بوٹ وغیرہ تیزی سے ہماری طرف آنے لگیں۔ ہم ان سے کافی فاصلے پر تھے اور ریڈ پاور کے جہاز کی طرف جا رہے تھے۔ ہماری سیفٹی بوٹ پر مسلح افراد نے اپنی اپنی پوزیشن سنبھال لی تھی۔

ہمارا چہرہ نظر آنے کے باوجود پہچانے جانے کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ سمندر سے تین افراد ابھرے تھے۔ ایک میں، دوسری سونیا اور تیسرا ہمارا اجنبی دوست۔ ہم تینوں جب سیفٹی بوٹ پر سوار ہو گئے تو وہ ریڈ پاور کے جہاز کی طرف جانے لگی۔ اس سے شبہ ہوا کہ شاید انھوں نے سونیا اور مے کاکس کو حاصل کر لیا ہے جب ہمارے تعاقب میں ہر طرف سے موٹر بوٹ دوڑنے لگیں تو ہماری کشتی کے مسلح افراد نے اپنی اپنی پوزیشن سنبھال لی۔ اس بات نے شبے کو اور تقویت پہنچائی بلکہ یقین ہو گیا کہ سونیا اور مے کاکس اسی سیفٹی بوٹ میں ریڈ پاور کے جہاز کی طرف جا رہے ہیں۔

دشمن اپنی موٹر بوٹ میں ہزار تیز رفتاری کے باوجود ہم تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ نہ ہمیں گھیر سکتے تھے۔ اس لیے دور ہی سے فائرنگ کرنے لگے۔ ادھر سے بھی جوابی فائرنگ ہونے لگی۔ ہم آرام سے موٹر بوٹ پر لیٹے ہوئے تھے۔ ہم نے بڑی جد و جہد کی تھی، تھک گئے تھے۔ آرام کرنا چاہتے تھے اور ہمیں ان سے نمٹنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ ہمارے بے شمار محافظ پیدا ہوتے چلے جا رہے تھے یعنی ریڈ پاور کے جہاز کی طرف سے بھی کئی موٹر بوٹ آ رہی تھیں اور وہ بھی فائرنگ کرتی جا رہی تھیں۔ بہر حال ہم بڑی آسانی سے ریڈ پاور کے جہاز میں پہنچا دیے گئے۔

سمندر کی گہرائی سے نکل کر سطح پر ابھرتے ہی سب سے پہلے شیبا نے خوشی اور اطمینان کا اظہار سونیا کے دماغ میں کیا تھا اور ہمیں مبارک باد دی تھی۔ سونیا نے چہکے سے کہا: "فرہاد میرے دماغ میں آ جاؤ۔"

پھر میں سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور ہم اس بوٹ پر لیٹے ہوئے شیبا کی باتیں سنتے رہے تھے اور ہمارے چاروں طرف اندھا دھند فائرنگ ہوتی رہی تھی۔ شیبا نے بتایا کہ وہ

میری عدم موجودگی میں میرا رول ادا کرتی رہی ہے۔ اس نے جناب شیخ الفارس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے ماسک مین سے بھی رابطہ قائم کیا تھا۔ اس کے سامنے شیخ صاحب کا ایک منصوبہ پیش کیا تھا۔ اب ریڈ پاور کے جہاز پر پہنچتے ہی اس منصوبے پر عمل شروع ہو گیا۔

سب سے پہلے بڑی گرم جوشی سے سونیا کا اور میرا استقبال کیا گیا۔ سب کی توجہ سونیا پر زیادہ تھی۔ اس کے سامنے ڈاکٹر مے کاکس کی اہمیت نہیں تھی، جہاز کے عرشے پر ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ پہلے ہمیں ایک کیبن میں لے جایا گیا۔ ہمارے ساتھ ماسک مین کے دو خاص ماتحت تھے۔ کیبن میں صرف وہ ہمارے ساتھ آئے۔ باقی لوگ باہر رہ گئے۔ اس کیبن کا دروازہ کھولنے کے بعد ہم دوسرے دروازے سے دوسرے کیبن میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک اور سونیا کو دیکھتے ہی ہم ٹھٹک گئے۔ پہلی نظر میں وہ سونیا ہی لگی تھی۔ پھر اس کی خامیاں نظر آئیں۔ میں نے کہا: "مسٹر! آپ لوگ ایک ڈمی سونیا بنانے میں ناکام رہے ہیں۔ اس کا میک اپ درست نہیں ہے۔"

ماسک مین کے خاص ماتحت نے کہا: "ہم نے جلدی میں یہ ڈمی تیار کی ہے، ماسک مین نے جناب شیخ الفارس کے منصوبے کے طابق اس جہاز کے عرشے پر ایک ہیلی کاپٹر تیار رکھا ہے۔ منصوبہ یہ ہے کہ یہ ڈمی سونیا اور یہ ڈمی مے کاکس ابھی ہیلی کاپٹر میں میں بیٹھ کر جائیں گے۔ تمام دشمن ہیلی کاپٹر کو ہمارے..... جہاز پر سے پرواز کرتے دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ ہم نے سونیا اور مے کاکس کو کسی دوسری جگہ روانہ کر دیا ہے۔"

سونیا نے کہا: "مگر سونیا کی ڈمی کو مکمل ہونا چاہیے۔"

اسی ماتحت نے ادب سے کہا: "مادام! رات کا وقت ہے۔ یہ ڈمی چل جائے گی۔ تمام دشمن اپنے اپنے جہازوں سے سرچ لائٹ کے ذریعے دور تک دیکھ رہے ہیں۔ بھلا رات کو سرچ لائٹ میں ڈمی اور اصل میں کیا فرق نظر آئے گا اور یہ تو چند منٹوں کا کھیل تماشا ہو گا۔ اس کے بعد وہ ہیلی کاپٹر ایک دھماکے سے تباہ ہو جائے گا۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "ڈمی سونیا اور ڈمی مے کاکس کا کیا بنے گا؟"

سونیا نے کہا: "ہیلی کاپٹر کی تباہی سے شبہ پیدا ہو گا کہ جان بوجھ کر ایسا کیا گیا ہے اور اس میں سونیا نہیں تھی۔"

ماتحت نے جواب دیا: "اوّل تو ہیلی کاپٹر کے یہاں سے پرواز کرتے ہی دوسرے جہازوں سے بھی ہیلی کاپٹر پرواز کریں گے اور اس پر یقیناً فائرنگ کریں گے۔ ایسے میں ہیلی کاپٹر دھماکے سے تباہ ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ہم ہی اسے تباہ کریں گے لیکن تباہی کے ذمے دار وہی لوگ ہوں گے۔"

"لیکن ڈمی افراد کا کیا ہو گا؟"

"یہاں سے قریب ترین ساحل بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ ہیلی کاپٹر اسی طرف پرواز کرے گا۔ جیسا کہ آپ جانتی ہیں رات کی تاریکی میں راڈار انڈیکیٹر کے ذریعے جہازوں یا ہیلی کاپٹر وغیرہ کا سراغ لگایا جاتا ہے۔ تعاقب کرنے والے بھی یہی کریں گے۔ تاریکی میں ہمارا ہیلی کاپٹر نظر نہیں آئے گا۔ اس اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈمی سونیا اور مے کاکس ہیلی کاپٹر سے سمندر میں چھلانگ لگائیں گے۔ اس مقصد کے لیے ان کے پاس آکسیجن سلنڈر اور ماسک وغیرہ موجود ہیں۔ آپ ان کی فکر نہ کریں۔"

سونیا نے کہا: "اگر ہر کام منصوبے کے مطابق ہو جائے اور ڈمی افراد کو جانی نقصان نہ پہنچے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

ڈمی افراد کو اس کیبن سے باہر بھیج دیا گیا۔ اگرچہ جہاز میں تمام ماسک مین کے آدمی موجود تھے تاہم انھیں ڈمی سونیا کے متعلق بتایا نہیں گیا تھا۔ یہ کام بڑی رازداری سے کیا گیا تھا جب وہ دونوں کیبن سے نکل کر جہاز کے عرشے پر گئے اور ہیلی کاپٹر میں بیٹھے تو ریڈ پاور کے اپنے آدمی بھی انھیں سونیا اور مے کاکس سمجھ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر کے پنکھے کے گردش کرنے کی آواز سنائی دی۔ پھر وہ بلند ہوتا ہوا فضا میں پرواز کرتا ہوا دور جانے لگا۔ ہم کیبن میں بیٹھے اس کی آواز سے اندازہ لگا رہے تھے کہ وہ بحری جہاز سے دور جا چکا ہے۔ اس کے بعد ماتحت نے کہا: "مادام! یہاں میک اپ کا تمام سامان موجود ہے۔ کسی چیز کی کمی ہو تو ہم فراہم کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ لوگوں کو اصل چہرے کے ساتھ یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ آپ ان دو تصویروں کو دیکھیں۔"

اس نے ایک میز پر سے دو بڑی بڑی تصویریں اٹھا کر دکھائیں۔ پھر کہا: "یہ مسز میری ہے اور یہ مسٹر ہڈسن ہیں۔ ان دونوں کے چہروں کا ماسک تیار ہے۔ ماسک میک اپ میں دیر نہیں لگے گی اور آپ کو تو میک اپ میں مہارت حاصل ہے۔ میری اور ہڈسن کے فنگر پرنٹس کا غذات اور پاسپورٹ وغیرہ بھی یہاں موجود ہیں۔ ان کی آواز، لب و لہجے اور چال ڈھال کے متعلق زیادہ اسٹڈی کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ ان کا عام لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ نہ تو کوئی شہرت رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کے ایسے شناسا ہیں جو بعد میں پریشانی کا سبب بن سکیں۔"

ہمارے لیے گرما گرم کافی آ گئی۔ ماتحت نے کہا: "آپ

کافی سے شغل کریں۔ میک اَپ کرنے کے بعد کھانا تیار ملے گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں کافی کی پیالی لے کر آئینے کے سامنے آ گئی۔

پھر ایک ایک گھونٹ پیتے ہوئے میری اور ہڈسن کی تصویروں کا بغور معائنہ کرتے رہے اور ان کی مختصر سی روداد پڑھتے رہے۔ اس کے بعد ہم میک اَپ کرنے لگے۔

چہرے پر ماسک چڑھانے کے بعد تصویر کو بار بار دیکھنا پڑتا تھا۔ ایسے ہی وقت میں تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا میں ہڈسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں تھا اور اس کے پاس میری بیٹھی ہوئی تھی۔ یعنی ہڈسن اور میری نے ڈمی مے کاس اور ڈمی سونیا کا روپ اختیار کیا ہوا تھا اور ہیلی کاپٹر میں جا رہے تھے۔ اس وقت ان پر چاروں طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ میں دماغی طور پر واپس آ گیا۔ اتنی طویل جدّوجہد کے بعد لڑائی جھگڑے سے بیزار ہو گیا تھا۔ دماغ کو پُرسکون رکھنا ضروری تھا۔ میں نے سوچا، تھوڑی دیر بعد ان کے دماغ میں جاؤں گا اور معلوم کروں گا کہ وہ بخیریت کہیں پہنچ گئے ہیں یا نہیں؟

سونیا نے میک اَپ کرتے ہوئے آئینے میں خود کو دیکھا۔ پھر شیطان کو مخاطب کیا۔ اس نے فوراً ہی حاضر ہو کر کہا: "ہیلو آنٹی نئی زندگی مبارک ہو۔"

"تمہارا کیا خیال تھا۔ ہم غرق ہو جائیں گے؟"

"میں تمہارے لیے پریشان تھا۔ جیسے ہی تم اور فرہاد آبدوز میں گئے، تم لوگوں سے میرا رابطہ ختم ہو گیا تھا۔"

"کیوں تم آبدوز میں نہیں آ سکتے تھے؟"

"آگ اور پانی ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ میں شیطان آگ ہوں۔ بھلا سمندر کی تہ میں تمہارے پاس کیسے آ سکتا تھا۔"

"میرا خیال ہے، دنیا کے تمام سمندر بھی شیطانیت کی آگ کو نہیں بجھا سکتے۔"

"تم شاید ٹھیک کہتی ہو مگر آگ زیادہ ہو اور پانی تھوڑا تو وہ بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے اور پانی زیادہ ہو، آگ تھوڑی تو وہ بجھ جاتی ہے۔ میں نے سوچا جب تم پانی سے نکل آؤ گی تو مبارک باد دوں گا۔"

"جب تک ہم غرق رہے تم کیا کرتے رہے؟"

"میں تمہارے لیے ماتم کرتا رہا۔ تم ڈوبی تھیں، اپنے ساتھ ٹیلی پیتھی کو بھی ڈبو دیا تھا۔ میں نے اس فکر میں دنیا کے سارے کام چھوڑ دیے تھے۔ صرف تمہارا انتظار کر رہا تھا۔"

"تم جھوٹ اور شیطانیت سے باز نہیں آؤ گے۔ یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ شیبا اور فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام معلومات حاصل کر لیں گے۔ اس کے باوجود تمہاری شیطانیت کیا گل کھلاتی ہے، یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں سچ کہتا ہوں، میں نے تمہارے ساتھیوں کے خلاف کچھ نہیں کیا ہے۔"

"جہاں سچ ہوتا ہے وہاں تم نہیں ہوتے اور جہاں تم ہوتے ہو وہاں سچ نہیں ہوتا۔ چلو اتنا بتا دو، دی کلر کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟"

"تم پوچھ کر کیا کرو گی۔ اس کے لیے تو پومی چیلنج بنی ہوئی ہے۔"

"میں پومی کی خاطر پوچھ رہی ہوں۔ میں نہیں چاہتی، وہ زیادہ عرصے نیویارک اور مونٹر یال میں بھٹکتی رہے۔ جلد سے جلد اس کا دی کلر سے سامنا ہو جانا چاہیے۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا: "فرہاد سے کہو، دی کلر کے دماغ میں پہنچ کر دکھائے۔"

"ہم جانتے ہیں، جب سے مائک اور اسپیکر کے درمیان خرابی پیدا کی گئی ہے تب سے دی کلر کا پہلا سا لب و لہجہ نہیں رہا، پہلے جو مائک کے پیچھے رہتا تھا اور بولتا تھا..... اب اسے ہٹا دیا گیا ہے۔ دی کلر کے دماغ میں جو کمپیوٹر ہے اسے کوئی دوسرا شخص کنٹرول کر رہا ہو گا۔"

"ہاں، اس کی آواز اور لب و لہجہ بدل چکا ہے۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"کیا تم نہیں پہنچا دو گے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا: "ابھی ممکن نہیں ہے۔ وہاں فیصلہ کیا جا رہا ہے کہ دی کلر کی آواز اور لب و لہجہ ایک ہی رکھا جائے یا بار بار تبدیل کیا جائے۔"

"مسٹر شیطان، تم مجھے ٹال رہے ہو۔"

"یہی میری بدبختی ہے کوئی مجھ پر بھروسا نہیں کرتا تم بھی نہیں کرتیں۔"

"اس سے پہلے کہ میں تمہیں بھگا دوں، تم خود چلے جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ ہمارا میک اَپ مکمل ہو چکا تھا۔ ہم نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اچھی طرح اپنا جائزہ لیا۔ تھوڑی دیر بعد ماسک مین کا ماتحت آ گیا۔ اس نے ہمیں تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "واقعی آپ لوگوں نے بڑی مہارت سے میک اَپ کیا ہے۔ اس جہاز میں جن لوگوں نے میری اور ہڈسن کو دیکھا ہے وہ آپ لوگوں کو دیکھ کر ذرا بھی شبہ نہیں کریں گے۔"

میں نے کہا: "آپ کے کچھ لوگوں نے میری اور ہڈسن کی آواز سنی ہو گی۔ ان کے بولنے کے انداز کو یاد رکھا ہو گا۔"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "جب ہم ماسک مین کے حکم کے مطابق یہاں آئے تو پہلے ہی اس بات کا خیال رکھا

تھا کہ جہاز میں کوئی ایک دوسرے سے بے تکلف نہ ہونے پائے اور نہ ہی کوئی غیر ضروری گفتگو کرے۔ خصوصاً میری اور ہڈسن ہمارے جہاز کے پرائیویٹ معاملات سے تعلق رکھتے تھے اور مخصوص کوڈ ورڈز کے ذریعے پیغام رسانی کا کام کرتے تھے۔ ایسے لوگ بہت ریزرو ہوتے ہیں۔ وہ دونوں اتنے ریزرو تھے کہ نہ تو ڈانس وغیرہ کے لیے ریکریشن ہال میں جاتے تھے اور نہ ہی ڈائننگ ہال میں جا کر کسی کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے تھے۔"

سونیا نے پوچھا: "ہماری قریبی منزل کون سی ہے؟"

"ہم یہاں سے نیویارک جائیں گے۔ ابھی اطلاع ملی ہے کہ جس ہیلی کاپٹر میں ڈمی افراد گئے تھے، وہ تباہ ہو گیا ہے مگر وہ دونوں محفوظ ہیں۔ آخری اطلاع کے مطابق وہ ہماری ایک لائف بوٹ میں کسی ساحل کی طرف جا رہے تھے۔"

ہمارے لیے کھانا آ گیا۔ آدھی رات گزر چکی تھی کھانے کا وقت بھی گزر چکا تھا۔ ہم نے برائے نام کچھ کھایا۔ پھر بستر پر اگریٹ گئے۔ سونیا نے کہا: "میں جانتی ہوں تم خیال خوانی کیے بغیر سونا نہیں چاہو گے۔ بہرحال مجھے سلا دو۔"

اس نے آنکھیں بند کیں۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر اسے سلا دیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور پومی کے پاس پہنچ گیا۔ جب آخری بار میں اس کے دماغ میں تھا تو وہ ہوٹل سے نکل کر جونی بابا سے ملنے کیسینو روزا کی طرف جانا چاہتی تھی لیکن پُراسرار شخص کے چند پٹھوؤں نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔ ان کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اور جس طرح میرے کے ذریعے اس کے لڑنے کے انداز کو ریکارڈ کیا گیا تھا، وہ میں بیان کر چکا ہوں۔

پومی اس ہوٹل سے دشمنوں کے مقابل ہو کر ایسے گئی تھی جیسے کوئی راستے کے پتھر کو ہلکی سی ٹھوکر مار کر ہٹا دیتا ہے اور گزرتا چلا جاتا ہے۔ جب وہ ہوٹل سے جا رہی تھی تبھی میری خیال خوانی کا رابطہ ٹوٹ گیا تھا اور میں آبدوز میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا تھا۔

شیبا نے جناب شیخ الفارس سے پوچھا تھا: "میں سونیا اور فرہاد کی مدد کیسے کر سکتی ہوں۔ اُدھر پومی کیسینو روزا کی طرف گئی ہے۔"

جناب شیخ صاحب نے مشورہ دیا تھا: "تم سونیا اور فرہاد کی فکر نہ کرو۔ انشاء اللہ وہ سمندر کی تہ سے نکل آئیں گے۔ تم پومی کے پاس رہو۔"

پومی نے کیسینو روزا میں قدم رکھا تو وہ بظاہر تنہا تھی مگر بوڑھے ماسٹر روکی کی نظریں اس کی نگرانی کر رہی تھیں اور شیبا اس کے دماغ میں موجود تھی۔ اس نے کہا: "میں شیبا بول رہی ہوں۔"

پومی نے پوچھا: "فرہاد کہاں ہیں؟"

"وہ اور سونیا پھر ایک نئی مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ میں فرہاد کی عدم موجودگی میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

"کیا تم جونی بابا کے دماغ میں پہنچ سکتی ہو؟"

"ہاں میں فرہاد کے ذریعے بلّی جونی بابا اور مسز سامری کے دماغوں تک پہنچ چکی ہوں۔"

شیبا کب میرے ذریعے جونی بابا وغیرہ تک پہنچی تھی، مجھے معلوم نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں خیال خوانی تو کرنے لگا تھا مگر دماغی توانائی اس حد تک حاصل نہیں ہوئی تھی کہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکوں۔ شاید اسی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر شیبا میرے دماغ میں تھی اور میرے ذریعے جونی بابا کی آواز اور اس کے لب و لہجے کو یاد رکھا تھا۔

پومی نے کہا: "شیبا! میں ڈائننگ ہال میں جا رہی ہوں۔ ہو سکے تو جونی بابا کو ٹریپ کر کے میری طرف بے آؤ۔"

وہ کیسینو روزا کے بار میں بیٹھا شراب سے شغل کر رہا تھا۔ اپنی ایک گرل فرینڈ سے کہہ رہا تھا: "ہم بڑی جلدی آ گئے۔ کیسینو کی رونق نو بجے کے بعد جمے گی۔"

وہاں کے قمار خانے میں لوگ نو بجے کے بعد آتے تھے پھر صبح چار بجے تک ہزاروں لاکھوں کا جوا کھیلا جاتا تھا۔ اس کی گرل فرینڈ نے کہا: "تم عجیب و غریب جواری ہو۔ لوگ جیتنے کی خواہش میں کھیلتے ہیں اور تم ہارنے میں خوشی محسوس کرتے ہو۔"

"مائی سوئٹ! دنیا کا کوئی بھی شخص ہارنا نہیں چاہتا۔ میں بھی نہیں چاہتا مگر جب ہارتا ہوں تو جبراً مسکراتا ہوں۔ ہار کر مسکرانا بڑی بات ہے اور تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں سب کچھ لٹا کر خوشی محسوس کرتا ہوں۔ بھئی خوب سمجھتے ہو۔"

"تم لڑکیوں کو شاپنگ کرانے کے معاملے میں کنجوس ہو وہ ہیرے کا نیکلس کتنا خوب صورت تھا۔ قیمت صرف پانچ ہزار ڈالر تھی مگر میری ضد کے باوجود تم نے اسے نہیں خریدا۔"

"میں نے اس وقت بھی کہا تھا، اب بھی کہتا ہوں۔ آج جیتنے کی دعا مانگو تمہیں وہ نیکلس خرید کر دوں گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں مجھ سے زیادہ تاش کے پتوں میں دلچسپی ہے۔ مورلی ٹھیک کہتی تھی۔"

"مورلی کیا کہتی تھی؟"

"یہی کہ تم ہر جائی ہو۔ آج مجھ سے دوستی کی ہے، کل مجھ سے حسین ملے گی تو اس کی طرف دوڑ پڑو گے۔"

اس نے اپنی ایک انگلی انکار میں ہلاتے ہوئے کہا: "نہیں

نہیں' میں عورت اور تاش کے پتوں کو برابر سمجھتا ہوں۔ جو عورت بٹے پتے کی طرح میرے ہاتھ آتی ہے' میرا تجربہ بتا چکا ہے تو اس میں دونوں کا فائدہ ہوتا ہے۔ میں جیت جاتا ہوں اور اُسے بھرپور شاپنگ کراتا ہوں۔ اس کی پوری قیمت ادا کرتا ہوں اور جو میرے ساتھ کیسینو میں آکر میری بدقسمتی بن جاتی ہے' میں اُسے صبح ہونے تک چھوڑ دیتا ہوں۔ اسی لیے کہہ رہا ہوں' اپنے حق میں دعا کرتی رہو۔"

اس نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ابھی سے ایک گھنٹا باقی ہے۔ کیوں نہ ہم اپنے کمرے میں یہ وقت گزاریں۔"

وہ شوخی سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "بڑے مطلبی ہو۔"

اس نے بازو تھام لیا۔ پھر ایک طرف کھینچتے ہوئے بولا۔ "چلو۔"

وہ بازو چھڑا کر بولی۔ "بالکل جنگلی ہو۔ میں نہیں جاؤں گی۔"

"سوچ لو۔"

"اس لیے انکار کر رہی ہوں کہ میرا بیگ کار میں رہ گیا ہے' لباس تبدیل کرنے کے لیے وہ بیگ لینا ضروری ہے۔"

"تو چلو' پہلے کار سے بیگ نکال کر لے آتے ہیں۔"

وہ پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگے۔ شیبانے پومی کے پاس آکر کہا۔ "میں جوئی بابا کو یہاں لانا مناسب نہیں سمجھتی۔ تمہیں وہاں پہنچا سکتی ہوں۔"

"کیا وہ تاش کے پتوں میں مصروف ہے۔"

"نہیں۔ ایک گھنٹے بعد قمار خانے میں جائے گا۔ ابھی ایک لڑکی کے ساتھ گیراج کی طرف جا رہا ہے۔ لڑکی اسے ٹریپ کرنے والی ہے۔"

پومی ڈانسنگ ہال سے نکل کر انکوائری کاؤنٹر پر آئی۔ ان سے پوچھا۔ "پارکنگ ایریا کہاں ہے؟"

پتا چلا' وہ اسی عمارت کے نیچے ہے یعنی کاروں کی پارکنگ کے لیے انڈر گراؤنڈ بڑا سا گیراج ہال بنایا گیا تھا۔ پومی ان سے رہنمائی حاصل کر کے گیراج تک جا سکتی تھی۔ اسی وقت ایک شخص نے مخاطب کیا۔ "مس اگر میں تمہاری رہنمائی کر سکتا ہوں۔"

پومی نے گھوم کر دیکھا۔ ایک شخص مووی کیمرہ شانے سے لٹکائے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کیمرے کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "ہوٹل میں تین آئے تھے' یہاں کتنے ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تمہاری بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"میں سمجھاتی ہوں۔ پہلے کیمرہ مین کے ساتھ تین بدمعاش تھے۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔ میں شوقیہ کیمرہ مین ہوں' یہ میری ہابی ہے۔ جو حسن مجھے پسند آتا ہے' میں اسے کیمرے میں محفوظ کر لیتا ہوں۔ میں نے تمہیں کیسینو میں داخل ہوتے دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ تم میں مشرقی اور مغربی حسن کا امتزاج ہے۔ تمہاری چال میں نزاکت بھی ہے اور رعب اور دبدبہ بھی۔ تمہارے تیور ایسے لگتے ہیں جیسے کسی خطرناک زاویے کو تراش کر ایک حسین پیکر بنا دیا گیا ہو۔ تمہارا حسن ایک فریب ہے۔"

"واہ' خوب بولتے ہو۔ یہ شاعری بھی ہے اور افسانہ نگاری بھی۔ معلوم ہوتا ہے' یہ تمام فقرے گھر سے اچھی طرح رٹ کر آئے ہو۔"

وہ جانے لگی۔ کیمرہ مین اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ "اظہار بیان کا سلیقہ آتا ہے۔ میں لفظوں کا بازی گر ہوں۔ تم ہمزاد مانو تو سچ کہوں گا' میں تمہیں دیکھتے ہی مر مٹا ہوں مگر افسوس کہ میری عمر جواب دے گئی ہے۔ بڑھاپے میں آدمی جب حسن پرستی نہیں کر پاتا اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ حسینہ ہاتھ نہیں آئے گی تو اس سے بات کر کے ہی خوش ہوتا ہے۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی عجلت سے ناراض ہو کر بولی۔ "کسی اندھی نے تمہیں بوڑھا کہا ہوگا۔ بھلا تم بوڑھے نظر آتے ہو؟"

"ایں؟" وہ بوکھلا کر اس کا منہ تکنے لگا۔ "کیا میں بوڑھا نہیں ہوں؟"

پومی نے اس کے بازوؤں میں بازو ڈال کر کہا۔ "اتنی عمدہ شاعری کرنے والا کسی عمر میں بوڑھا نہیں ہو سکتا۔ بائی دی وے' اس سے پہلے کہ مر کینگی پر اتر آئے' کیوں نہ مجھ بوبن کر اس کے بازوؤں میں بازو ڈال کر چلا جائے۔ چلو' میں تمہارے قریب سے قریب تر ہوں۔"

وہ اسے کھینچتے ہوئے لے جانے لگی۔ وہ چل رہا تھا مگر گھسٹ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ پومی مذاق کر رہی ہے یا سنجیدہ ہے۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "دیکھو' مذاق نہ کرو۔ میرے منہ میں تو پورے دانت بھی نہیں ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ مجھے چبا کر نہ کھانا۔"

وہ اس کے ساتھ ساتھ گیراج کی طرف جانے لگی۔ اس اثنا میں گراؤنڈ گیراج میں جوئی بابا اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ پہنچ گیا تھا۔ اس نے پھیلا دروازہ کھولنے کے لیے جیب سے چابی نکالتے ہوئے کہا۔ "او اپنا بیگ نکال لو پھر میرے ساتھ چلو۔"

گرل فرینڈ نے پھیلے دروازے کے سامنے آ کر کہا۔ "یہ نہیں' اگلا دروازہ کھولو۔"

"مگر تمہارا بیگ تو پچھلی سیٹ پر رکھا ہوا ہے۔"

"اور تمہارے ستر ہزار ڈالر اگلی سیٹ کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔"

وہ بولا۔ "ہاں۔ وہ سینٹی اماؤنٹ ہیں۔ جب بازی جمنے لگتی ہے اور میرے مقابل کھیلنے والے چیلنج بن جاتے ہیں تو میں اس سیٹ کے نیچے سے رقم نکال کر لے جاتا ہوں۔"

"آج یہ رقم میں لے جاؤں گی۔"

"کیا بکتی ہو؟ کیا دماغ چل گیا ہے؟"

"اب سے پہلے تمہاری زندگی میں جتنی لڑکیاں آئیں ان کا دماغ چل گئے تھے۔ وہ نادان تھیں۔ تم ان سے بھی بری کہتے تھے کہ وہ تمہاری جیت کا انتظار کریں اور اپنے حق میں دعا کرتی رہیں تم کبھی جیت نہ سکے اور ان کی دعا کبھی قبول نہ ہوئی۔ میری دعا بھی قبول نہ ہوگی۔"

"تمہارے تیور بتا رہے ہیں کہ تم یہ رقم مجھ سے چھین کر لے جانا چاہتی ہو۔"

"میں دعا کی نہیں' دوا کی قائل ہوں۔ مجھے وہ ہیروں کا نیکلس چاہیے۔ اس کے لیے میں تمہاری جیت کا انتظار نہیں کروں گی۔"

جوئی بابا ہنستے ہوئے اس کے ہاتھوں کو تھام کر کہا۔ "ان نازک ہاتھوں سے میری رقم چھین کر لے جاؤ گی اور اس گلے میں میری رقم سے خریدا ہوا ہیروں کا نیکلس پہنو گی۔"

اس نے ایک ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے گلے پر رکھا۔ پھر کہا۔ "میں کیوں نہ یہ گلا ہی دبا ڈالوں۔"

اچانک کسی نے پیچھے سے اس کی گردن کو دبوچ لیا۔ اس نے ایک ہاتھ پیچھے کی طرف گھمانا چاہا۔ وہ ہاتھ کسی اور نے پکڑ لیا۔ کسی نے دوسرے ہاتھ کو آزمانا چاہا۔ اس ہاتھ کو بھی کسی اور نے پکڑ لیا۔ یہ اندازہ ہو گیا کہ پیچھے کئی لوگ ہیں۔ ایک نے سامنے کر ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ "تمہارے ہاتھ میں کار کی چابی ہے' دروازہ کھول کر سیٹ کے نیچے سے رقم نکالو گے یا ہمیں زحمت اٹھانا ہوگی۔"

جوئی بابا ریوالور کو دیکھتے ہی ٹھنڈا پڑ گیا۔ ان لوگوں نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ تعداد میں پانچ تھے۔ اس نے بے بسی سے سر گھما کر اپنے چاروں طرف دیکھا۔ شاید کوئی مدد کے لیے پہنچ جائے۔ اس انڈر گراؤنڈ گیراج میں دور دور تک قیمتی کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ مگر ان کے مالک اور ان میں بیٹھنے والے کیسینو میں تھے۔ یہاں کوئی مدد کرنے والا نہیں تھا۔ ریوالور والے نے کہا۔ "اگر تم شور مچاؤ گے تو ریوالور بے آواز ہے۔ یہ شور نہیں مچائے گا۔"

اس گیراج کے کسی حصے سے پومی کی آواز ابھری۔ "کمال ہے' تمہارا ریوالور بھی بے آواز ہے اور ہمارا کیمرہ بھی بے آواز۔ تمہارا ریوالور شوٹ کرتا ہے' ہمارا کیمرہ شوٹنگ کرتا ہے۔"

وہ سب چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ دور دور تک گیراج ویران نظر آ رہا تھا۔ وہ بولنے والی نظر نہیں آ رہی تھی اور نہ ہی جس کیمرے کا ذکر تھا' وہ نظر آ رہا تھا۔ اچانک ہی گزگزاہٹ کی آواز سنائی دی۔ سب نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا۔ جدھر سے کار گیراج میں داخل ہوتی تھی' وہ داخلے کا راستہ بند ہو رہا تھا۔ شٹر نیچے گرایا جا رہا تھا۔ گرانے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ سب جہاں کھڑے تھے وہاں سے شٹر کا اوپری حصہ دکھائی دے رہا تھا پھر بھی ریوالور والے نے لہرا کر دیکھتے ہوئے دھمکی دی۔ "خبردار! شٹر نہ گرایا جائے ورنہ یہ گیراج تمہارا مقبرہ بن جائے گا۔"

ریوالور والے نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ "جوئی کو جکڑ کر رکھو۔ میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں۔"

وہ محتاط انداز میں چلتا ہوا داخلے کے گیٹ کی طرف جانے لگا۔ اس کے وہاں پہنچنے تک شٹر بند ہو چکا تھا۔ اندر اچھی خاصی روشنی تھی۔ بڑی آسانی سے فولو گرافی ہو سکتی تھی مگر وہ نظر نہیں آ رہی تھی وہ شٹر کی طرف بڑھنے لگا۔ اسی وقت پیچھے سے آواز سنائی دی۔ "میں یہاں ہوں۔"

اس نے تیزی سے پلٹ کر ریوالور والا ہاتھ بلند کیا مگر گولی نہیں چلائی۔ وہ ایک حسین دوشیزہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ اس نے سر سے پاؤں تک اسے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "تم! کیا تم نے شٹر بند کیا ہے؟ کیا ابھی تم بول رہی تھیں؟"

"میری آواز سے مجھے پہچان لو۔"

اُس نے ڈپٹ کر پوچھا۔ "کون ہو تم؟ یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"میں جو کوئی بھی ہوں' یہ بتانے آئی ہوں کہ تمہارے ریوالور میں گولیاں نہیں ہیں۔"

اس نے تعجب سے ریوالور کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا بکتی ہو؟"

پھر وہ ریوالور کے چیمبر کو دیکھنا چاہتا تھا۔ پومی نے کہا۔ "چیمبر میں گولیاں نہیں' پلاسٹک کے دانے ہیں۔ یقین نہ ہو تو مجھ پر فائر کر کے دیکھ لو۔"

وہ غصے سے بولا۔ "تم میرا وقت ضائع کرنے آئی ہو' کیوں بھری جوانی میں مرنا چاہتی ہو؟"

"تم ریوالور سے مار سکتے ہو۔ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کھلونے سے نہیں۔"

اس نے طیش میں آ کر پومی کا نشانہ لیا۔ پھر ٹریگر کو دبا دیا۔ اس میں سائلنسر لگا ہوا تھا اس لیے کھٹ کی آواز کے ساتھ گولی نکلی مگر وہ نشانے پر نہیں تھی' پومی اچھل کر ایک کار کے بونٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ کہنے لگی۔ "کیمرہ مین! اپنا کام جاری رکھو۔"

اس نے حیرانی سے اپنے ریوالور کو دیکھا۔ پھر اس پر فائر کیا۔ وہ بونٹ پر سے پھسل کر نیچے آ گئی۔ کھٹ کی آواز کے ساتھ اس کار کی ونڈ اسکرین ایک چھناکے سے چور ہو گئی۔ وہ دونوں ٹانگیں پھیلائے کھڑا تھا۔ پومی بونٹ سے پھسل کر نیچے آتے ہوئے' پھسلتے ہوئے اس کی ٹانگوں کے درمیان پہنچ گئی تھی پھر دونوں ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھ کر اسی طرح لیٹے ہوئے بولی۔ "میں نے

کہا تا" تمھارے ریوالور میں گولی نہیں ہے۔ گولی اسے کہتے ہیں جو نشانے پر لگ جائے۔"

اس نے لیٹے لیٹے پیچھے سے ایک لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے جا کر کار سے ٹکرا گیا۔ پھر اس نے تیزی سے پلٹ کر فائر کیا مگر پتا چلا' وہ اس سے بھی زیادہ پھُرتیلی ہے۔ اس کے فائر کرتے ہی سامنے والی ایک گاڑی کے پہیے سے ہوا نکلنے لگی تھی۔

پھر تو وہ جھنجلا کر فائر کرنے لگا۔ کھٹ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ مسلسل تین فائر ہوئے مگر ان آوازوں پر ہاہ پ ہپ کی آواز بھاری پڑتی رہی۔ وہ ہر آواز کے ساتھ فضا میں قلابازی کھاتی تھی اور زمین پر آ کر کھڑی ہو جاتی تھی۔

اس نے پھر فائر کیا مگر گولی نہیں چلی۔ پومی نے کہا۔ "ریوالور میں ساتویں گولی نہیں ہوتی۔"

وہ جیب میں ہاتھ ڈال کر فاضل بلٹ نکالنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی ہاہ پ ہپ کی آواز کے ساتھ وہ جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی آئی۔ پھر اس نے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ ریوالور چھوٹ گیا۔ اچھل کر فضا میں گیا۔ ریوالور والے نے اچھل کر اسے کیچ کرنا چاہا مگر پومی اچھلتی ہوئی اس سے زیادہ بلندی پر گئی تھی۔ اس سے پہلے ریوالور کو کیچ کر کے زمین پر آ گئی تھی۔ اس شخص نے واپس زمین پر پہنچ کر دیکھا تو وہ بولی۔ "ریوالور میرے پاس ہے اور بلٹ تمھارے پاس لہٰذا یہ میرے کسی کام کا نہیں۔ اسے تم ہی لے لو۔"

اس نے پھر اسے فضا میں اچھالا۔ اس شخص نے اسے کیچ کرنے کے لیے دوبارہ اچھال ماری لیکن پومی نے اسے ایک لات جما دی۔ وہ چیختا ہوا زمین پر آیا اور چاروں شانے چت ہو گیا۔ ریوالور کے نیچے آنے سے پہلے ہی اس نے کیچ کر لیا۔ پھر اسے بوڑھے کیمرہ مین کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ "اسے تم کھسوٹو اپنا کام کرتے رہو۔"

وہ ایک گاڑی کی چھت پر چڑھا فلم کی شوٹنگ میں مصروف تھا۔ اس نے ریوالور کو کیچ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ پھر شوٹنگ کرنے لگا۔ وہ چار افراد جنھوں نے جونی بابا کو پکڑ رکھا تھا' پریشان ہو رہے تھے۔ مار پیٹ کی آواز سن رہے تھے مگر انھیں پومی اور اپنا ریوالور والا ساتھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک نے سر اٹھا کر دیکھا پھر چیختے ہوئے کہا۔ "ارے وہ دیکھو' ہماری فلم اتاری جا رہی ہے۔"

انھوں نے فوراً ہی جونی بابا کو چھوڑ دیا۔ چوروں کو جب خطرہ درپیش ہوتا ہے تو وہ مقابلہ نہیں کرتے۔ فرار کا راستہ ڈھونڈتے ہیں۔ لہٰذا وہ بھاگنے لگے۔ وہ گرل فرینڈ بھی بھاگنا چاہتی تھی لیکن جونی بابا نے اس کے بالوں کو مٹھی میں پکڑ لیا۔ پھر پوچھا۔ "ہیروں کا نیکلس نہیں پہنو گی؟"

وہ چاروں وہاں سے بھاگتے ہوئے اُدھر گئے جدھر

پومی ریوالور والے کی پٹائی کر رہی تھی۔ اب اس میں اتنا دم نہیں رہا تھا کہ اپنے پیروں پر کھڑا رہتا۔ اپنے ساتھیوں کے پہنچنے تک وہ زمین بوس ہو چکا تھا۔ انھوں نے حیرانی سے ایک نوخیز دوشیزہ کو دیکھا جس نے ان کے ایک زبردست ساتھی کو زمین دکھا دی تھی۔ کوئی دوسرا وقت ہوتا تو وہ پومی سے ضرور بھڑ جاتے مگر اپنے بچاؤ کی فکر تھی لہٰذا وہ بھاگتے ہوئے اُدھر جانے لگے جدھر پومی نے شٹر کو گرا دیا تھا۔

وہ چاروں دوڑتے ہوئے شٹر کے پاس آئے مگر ایک دم سے ٹھٹک گئے۔ وہاں کوئی شخص شٹر کی طرف مُنہ کیے کھڑا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ کمر پر تھے۔ اس نے آہستہ آہستہ گھوم کر ان چاروں کو دیکھا۔ وہ ماسٹر والسورو کی تھا۔ اس نے ہاتھ ہٹا کر کہا۔ "واپس جاؤ۔ میری بیٹی کی فلم کی شوٹنگ ہو رہی ہے۔ اس میں حصہ لو اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ تم لوگوں کے حصے میں لات جوتے ہیں۔"

جونی بابا اپنی گرل فرینڈ کے بالوں کو مٹھی میں جکڑے دھکا دیتا ہوا اُدھر آیا جہاں وہ چاروں فرار کا راستہ نہ پا کر پومی سے اُلجھ گئے تھے۔ اس نے حیرانی سے دیکھا۔ ایک حسین لڑکی ان چاروں کی ایسے پٹائی کر رہی تھی جیسے کھیل کر رہی ہو۔

اس نے والسورو کی کے پاس آ کر پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

"تعجب ہے' بیٹی ان کا مقابلہ کر رہی ہے اور تم تماشا دیکھ رہے ہو۔"

"تم بھی تماشا دیکھو۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ لڑتے وقت اندھی ہو جاتی ہے۔ اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اگر ہم دونوں بیچ بچاؤ کے لیے جائیں گے تو ہماری بھی پٹائی ہو جائے گی۔"

والسورو کی نے شٹر کو اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ "آؤ ہم چلیں۔"

وہ چاروں بُری طرح مار کھا چکے تھے۔ اب ان میں بھاگنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ جونی بابا نے حیرانی سے دیکھا۔ جو اسے بیٹی کہہ رہا تھا۔ وہ وہاں سے پلٹ کر ایسے چلا گیا جیسے کوئی رشتہ نہ ہو۔ اس نے پومی کے پاس آ کر کہا۔ "تم جتنی حسین ہو اتنی ہی سنگین بھی۔ تم نے تو کمال کر دیا۔"

پومی نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

وہ ذرا فخر سے سینہ تان کر بولا۔ "مجھے یہاں کی اونچی سوسائٹی میں سب جانتے ہیں۔ میرا نام جانسن رائیٹ ہے مگر عرفِ عام میں جونی بابا کہا جاتا ہے۔"

پومی نے خوش ہو کر کہا۔ "اوہ تو تم وہی جانسن رائیٹ ہو جس کے باپ کا نام پروفیسر سامری ہے۔"

"ہاں' کیا تم میرے ڈیڈ کو جانتی ہو؟"

"ارے پروفیسر سامری کو کون نہیں جانتا۔ تم تو بہت بڑے باپ کے بیٹے ہو۔"

"ہم بہت دولت مند ہیں۔ یہ لڑکی مجھے محبت کا فریب دے کر میرے ستر ہزار ڈالر یہاں سے اُڑا لے جانا چاہتی تھی۔ یہ سب اس کے ساتھی ہیں۔ ہم ابھی انھیں پولیس کے حوالے کریں گے۔"

"تم چاہتے ہو' میں پولیس والوں کے سامنے بیٹھ کر اپنا بیان دوں اور اپنا وقت ضائع کروں۔ نہیں' میں اس جھمیلے میں نہیں پڑوں گی۔"

"مگر یہ کوئی معمولی بات تو نہیں ہے۔ اگر تم نہ آتیں تو یہ میرے ستر ہزار ڈالر اُڑا لے جاتے۔"

وہ پانچوں دور دور تک زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ ایک آدھ بیٹھا ہوا تھا۔ پومی نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "کیا تم لوگ جونی بابا کی رقم چرانا چاہتے تھے؟"

ان لوگوں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں نہیں' ہم چور نہیں ہیں۔"

پومی نے جونی بابا سے کہا۔ "دیکھا' یہ بے چارے چور نہیں ہیں۔"

وہ غصے سے بولا۔ "یہ جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ لڑکی میری گرل فرینڈ بن کر مجھے لوٹنا چاہتی تھی۔ کہتی تھی' ہیروں کا نیکلس پہنے گی جس کی قیمت پانچ ہزار ڈالر ہے۔"

پومی نے اس لڑکی سے پوچھا۔ "کیا تم ہیروں کا نیکلس پہننا چاہتی ہو؟"

لڑکی نے گڑبڑا کر کہا۔ "نہیں نہیں' میں نیکلس پہننا نہیں چاہتی۔ مجھے چھوڑ دو۔"

پومی نے کہا۔ "یہ بے چاری نیکلس کے نام سے گھبرا رہی ہے۔ کیوں اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ رکھا ہے۔ اسے چھوڑ دو۔"

جونی بابا نے کہا۔ "تم عجیب لڑکی ہو۔ اگر یہ چور بدمعاش نہیں ہیں تو تم ان سے لڑائی کیوں کر رہی تھیں؟"

پومی نے اوپر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اُدھر دیکھو' ہماری فلم کی شوٹنگ ہو رہی تھی۔ یہ شوٹنگ ختم ہو چکی ہے۔ میں جا رہی ہوں۔"

پھر اس نے کیمرہ مین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "نیچے اُجاؤ ڈارلنگ۔"

وہ گاڑی کی چھت سے اتر کر آنے لگا۔ جونی بابا نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم اس بوڑھے کو ڈارلنگ کہہ رہی ہو؟"

اس وقت تک کیمرہ مین قریب آ گیا تھا۔ پومی نے اس کے بازو میں بازو ڈال کر کہا۔ "ہاں یہ میرا بوائے فرینڈ ہے۔"

جونی بابا نے شدید حیرانی سے چیخ کر پوچھا۔ "کیا؟ یہ بوڑھا تمھارا بوائے فرینڈ ہے؟"

پومی نے سخت لہجے میں کہا۔ "خبردار' اگر میرے بوائے فرینڈ کو بوڑھا کہا تو منہ توڑ دوں گی۔"

جونی بابا کی کھوپڑی گھوم رہی تھی۔ وہ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ اتنی حسین' اسمارٹ اور شباب سے بھرپور لڑکی ایک کھوسٹ بوڑھے پر مرمٹی ہے۔ بلکہ اسے بوڑھا تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے اور بوڑھا کہنے والوں کا منہ بھی توڑ سکتی ہے۔

پومی نے جونی بابا کی آنکھوں کے سامنے کتنے ہی ہٹے کٹے جوانوں کی منہ توڑ پٹائی کی تھی۔ جونی بابا میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ وہ پومی کے عشق پر احتجاج کر سکتا۔ تاہم اس نے پومی اور اس کے بوڑھے بوائے فرینڈ کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "میں شرم سے مر جاؤں گا۔ ہم نوجوانوں کی انسلٹ اس سے زیادہ کیا ہو گی کہ ...."

پومی نے چلتے چلتے گھور کر دیکھا۔ وہ بات بدل کر بولا۔ "میں تمھارے عشق پر اعتراض نہیں کر رہا ہوں۔ اپنے مقدر پر لعنت بھیج رہا ہوں۔"

پومی نے جواب نہیں دیا۔ جونی بابا چلتے چلتے اپنی پوزیشن بدلی۔ بوڑھے کیمرہ مین کے پاس آ کر اسے حسرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں آلمائٹی گاڈ سے ایک ہی دعا مانگ رہا ہوں۔"

"کیا مانگ رہے ہو؟"

"تمھاری عمر۔ خدا مجھے اسی لمحے بوڑھا کھوسٹ بنا دے۔"

بوڑھے نے آہستگی سے کہا۔ "خدا کی قسم میں تمھاری عمر مانگ رہا ہوں۔ کاش ہم نکٹائی کی طرح اپنی اپنی عمر کا تبادلہ کر سکتے۔"

پومی نے دونوں کو الجھن میں ڈال دیا تھا۔ جونی بابا نے کیسینو میں پہنچ کر اسے اور بوڑھے کو دیکھا پھر کہا۔ "میں نے زندگی میں پہلی بار ایسا نایاب جوڑا دیکھا ہے۔ آج کی ملاقات کو یادگار بنانے کے لیے میں دونوں کو ڈنر کے لیے مدعو کرتا ہوں۔ پلیز میری درخواست کو نہ ٹھکرانا۔"

اس نے درخواست قبول کر لی۔ تینوں ڈائننگ ہال میں جانے لگے۔ میں نے شیبا سے کہا۔ "میں تمھاری اجازت سے دماغ میں آنا چاہتا ہوں۔"

وہ چپ رہی۔ اس نے میری آمد پر اعتراض نہیں کیا۔ مگر کہنے لگی۔ "ضروری بات ہو تو فوراً کہہ کر چلے جاؤ۔"

"تمھیں یہ اندیشہ ہے کہ میں تمھارے چور خیالات پڑھ لوں گا۔"

اس نے چونک کر پوچھا۔ "اس کا مطلب ہے تم چپ چپ

میرے دماغ میں آتے ہو۔"

"میں خدا سے ڈرتا ہوں۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں نہ تو پہلے کبھی چپکے سے تمہارے دماغ میں آیا ہوں اور نہ آئندہ ایسی غیر اخلاقی حرکت کروں گا۔"

"میں تم پر بہت اعتماد کرتی ہوں۔ مگر میری منفی سوچ تمہارے خلاف بھڑکاتی ہے۔"

"بہتر ہے، تم میرے پاس آجاؤ۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ اس نے میرے پاس آکر پوچھا۔ "ناراض ہو گئے؟"

"نہیں۔ میں تمہاری تسلی اور اطمینان چاہتا ہوں۔ یوں بھی سونیا سو رہی ہے۔ تمہیں میرے پاس آنے سے جھجکنا نہیں چاہیے۔"

"آ تو گئی ہوں۔ یہ بتاؤ، میری یاد کیسے آگئی؟"

"کیا خوب ادا ہے۔ خود ہی اپنے پاس آنے سے روکتی ہو۔ میرے اختیار میں ہو تو بار بار آکر ثابت کروں کہ دن رات تمہیں یاد ہی کرتا رہتا ہوں۔"

"میں۔ کیا۔ کہنا چاہتی تھی۔ کیا کہہ گئی۔"

"کچھ پوچھنا چاہتی ہو؟"

"ہاں، ابھی تم کسی ضروری کام سے آئے تھے؟"

"ہم دونوں کی مصروفیات کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ پیرس میں کافی رات گزر گئی ہو گی۔ تمہیں نیند پوری کرنا چاہیے۔ میں پومی کے پاس رہوں گا۔"

"یہی میں تم سے کہنا چاہتی ہوں۔"

"بحث نہ کرو۔ ابھی تمہیں سونا چاہیے۔"

"تم اور سونیا سمندر کی لہروں سے لڑتے رہے ہو۔ وہ تھک ہار کر سو رہی ہے۔ تم کیوں جاگ رہے ہو؟"

"سونیا تھکنا اور ہارنا نہیں جانتی۔ وہ محض میری موجودگی سے مطمئن ہو کر سو رہی ہے۔ شیبا! تم میری بات مانتی ہو۔ جاؤ شاباش سو جاؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تم بچوں کی طرح مجھے سونے کو کہہ رہے ہو۔"

"کیا میں تمہیں جوان سمجھ کر بات چھیڑوں؟"

"مجھے چلے ہی جانا چاہیے۔"

وہ چلی گئی۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا، وہ میری ہدایت کے مطابق سوئے گی یا نہیں؟ اس مقصد کے لیے میں اس کی ماما کے پاس پہنچ گیا۔ رات کا تیسرا پہر تھا اور وہ جاگ رہی تھی۔ خاموشی سے بستر پر لیٹی رو رہی تھی۔

میں حیران ہو کر اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ فلسطین کی چاندنی میں ایک ایسی دیوار ہے جسے دیوارِ گریہ کہتے ہیں۔ یہودی اس دیوار پر ہاتھ رکھ کر سر جھکا کر روتے ہیں۔ اس وقت شیبا کی ماما تصور میں اس دیوار پر ہاتھ رکھ کر رو رہی تھی۔ مجھے شیبا کی چیخ سنائی دی۔ وہ ماں سے پوچھ رہی تھی۔ "ماما! کیا بات ہے؟"

ماما جواب دیے بغیر اور رونے لگی۔ بیٹی نے کہا۔ "ایک تو آپ اتنی رات تک جاگ رہی ہیں، دوسرے رو رہی ہیں۔"

شیبا نے ذرا چپ رہ کر اس کی سوچ پڑھی۔ پھر کہا۔ "اوہ ماما! آپ اتنی رات کو فلسطین پہنچی ہوئی ہیں۔"

ماما نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "کیا کروں؟ یہاں تمہارے ساتھ قید ہو کر رہ گئی ہوں۔ وطن کی یاد آتی ہے تو آنسو نکل آتے ہیں۔"

شیبا نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا آپ بابا صاحب کے ادارے میں خود کو قیدی سمجھ رہی ہیں؟"

"اور کیا سمجھوں؟ ہم یہاں سے باہر نہیں نکل سکتے۔"

"جناب شیخ الفارس نے ہماری سلامتی کے لیے سمجھایا ہے کہ ادارے سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ ربی کے خفیہ جاسوس ہماری تاک میں ہیں۔"

"کیا تم انہیں محترم ربی نہیں کہہ سکتیں؟ کیا مسلمانوں کے ساتھ رہ کر ان کا احترام کرنا بھول گئی ہو؟"

"ماما! میں اپنے مذہب کے کسی بھی پیشوا کو محترم ربی کہتی ہوں اور کہتی رہوں گی۔ مگر ربی اسفندیار کو کبھی محترم نہیں کہوں گی۔"

"معلوم ہوتا ہے، تم فرہاد سے پوری طرح متاثر ہو چکی ہو۔"

"کیا اپنے محسن سے متاثر نہیں ہونا چاہیے؟"

"میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتی۔"

"میری اچھی ماما! سو جایئے۔"

"میرے ایک سوال کا جواب دو۔"

"پوچھیے۔"

"کیا ہم ساری زندگی یہیں گزاریں گے؟"

"آپ جہاں چاہیں گی، وہاں گزاریں گے۔"

"اپنا وطن سب کو عزیز ہوتا ہے۔ ایک طرف جنت ہو اور دوسری طرف سرزمینِ اسرائیل تو میں اسرائیل جاؤں گی۔"

"وہاں تو شاید ربی کی موت کے بعد ہی جانا نصیب ہو گا۔ آپ بھول گئی ہیں، ربی نے آپ کو مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ وہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ میں ان کے ہاتھ سے نکل گئی ہوں۔ وہ کبھی میری نیلی بیٹی سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔"

ماما نے کہا۔ "میں مانتی ہوں، ربی نے مجھے قتل کرانے کی غلطی کی۔ تم بھی یہ مان لو، انہوں نے تمہاری نیلی بیٹی کی صلاحیت سے

ذاتی مفاد حاصل نہیں کیا۔ وہ تمہارے ذریعے اسرائیلی حکومت کو اور یہودی قوم کو فائدہ پہنچانا چاہتے تھے۔ ملک اور قوم پر لاکھوں افراد قربان ہو جاتے ہیں۔ اگر میں بھی قتل ہو جاتی تو کیا قیامت آجاتی۔"

"ماما! آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟"

"بیٹی! میں قومی جذبے سے بول رہی ہوں۔ میری زندگی کتنی رہ گئی ہے۔ آج ہوں کل نہیں۔ میں شیخ الفارس کا احترام کرتی ہوں۔ فرہاد کی عزت کرتی ہوں لیکن میں مسلمانوں کے ہاں رہ کر مر جاؤں گی تو میری روح کو سکون حاصل نہیں ہو گا۔ میں اپنی زمین پر اپنے لوگوں کے درمیان رہ کر مرنا چاہتی ہوں۔"

"اوہ ماما! آپ مجھے مشکل میں ڈال رہی ہیں۔"

"مشکل کیسی؟ سیدھی سی بات ہے۔ تم یہاں رہو، مجھے جانے دو۔"

"آپ بیٹی کو چھوڑ دیں گی؟"

"میں تو ایک بیٹی کو چھوڑوں گی۔ بیٹی نے تو پوری قوم کو چھوڑ دیا ہے۔"

"ماما! میں یہودی ہوں، یہودی رہوں گی۔ مجھے اپنی قوم سے، اپنے وطن سے بے پناہ محبت ہے۔ آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں فرہاد سے دوستی رکھوں گی تو میری قوم کو اور ملک کو اس کی نیلی بیٹی سے نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"بے شک نقصان نہیں پہنچے گا۔ فائدہ بھی تو نہیں پہنچ رہا ہے۔"

"فی الحال آپ کی بیٹی کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ میں اس ادارے میں رہ کر عملی میدان میں حاضر دماغی سے ذہانت اور چالاکی سے کامیاب ہونے کے گر سیکھ رہی ہوں۔ پہلے میں اکثر بیمار رہتی تھی۔ جب سے یوگا کی مشقیں کر رہی ہوں، آدھی بیماری دور ہو چکی ہے۔ چند ماہ کے بعد یہاں کی لڑکیوں کی طرح صحت مند رہا کروں گی۔"

"یعنی تم یہیں رہا کرو گی؟"

"آئندہ کی باتیں کون جانتا ہے۔ ویسے میں ربی کی موت کے بعد یہاں سے نکلوں گی۔"

"اگر محترم ربی تمہیں نقصان نہ پہنچائیں تو؟"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں؟"

"میں خود جا کر محترم ربی سے بات کروں گی۔ مجھے یقین ہے وہ بزرگ بیٹی ہو کر بھی تم سے معافی مانگ لیں گے۔"

"شیخ صاحب کے آدمیوں نے کتنی جدوجہد کے بعد آپ کو ربی کے چنگل سے نکالا ہے۔ آپ پھر وہیں جا کر پھنسنا چاہتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ یا تو قومی جذبہ کچھ زیادہ ہی غالب آگیا ہے، یا شیطان کسی چکر میں ڈالنا چاہتا ہے۔"

پھر شیبا نے چونک کر کہا۔ "اوہ گاڈ! میں تو شیطان کو بھول ہی گئی تھی۔ لاحول ولا قوۃ۔"

یہ کہتے ہی اس کی ماما نے جماہی لی۔ پھر کہا۔ "مجھے نیند آرہی ہے۔"

"آپ آنکھیں بند کریں، میں سلاتی ہوں۔"

ماں نے آنکھیں بند کر لیں۔ بیٹی نے نیلی بیٹی کی لوری سنائی۔ وہ دو منٹ کے اندر ہی سو گئیں۔ میں واپس آنا چاہتا تھا مگر ٹھہر گیا۔ مجھے شیبا کی سوچ سنائی دی۔ وہ ماں کو مخاطب کر رہی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ماں سو چکی ہے، وہ بڑبڑانے کے انداز میں کہہ رہی تھی۔ "ماما! مجھے بھی تل ابیب اور یروشلم کی فضائیں یاد آتی ہیں۔ یہودیت ہماری رگوں میں خون کی طرح جاری رہتی ہے۔ یہ سب قومیت اور محبت الوطنی کے جذبے ہیں۔ مگر جذبوں میں بہنے سے حقیقت نہیں بدلتی۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم ماں بیٹی کو مسلمانوں کے ہاں پناہ مل رہی ہے۔ اس ادارے کے باہر یہودی رائفلوں کی گولیاں ہماری منتظر ہیں۔"

شیبا نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "اس لیے ماما! تمام جذبوں کو تھپک تھپک کر اسی طرح سلا دو جس طرح ابھی میں نے آپ کو سلایا ہے۔ شب بخیر ماما۔"

ماما کے خوابیدہ دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ شیبا چلی گئی تھی، میں نے اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچا۔ شیطان کی چالاکیاں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ اس کمبخت نے اب ماما کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ ایک بوڑھی عورت جو عمر کے آخری ایام گزار رہی ہو، اس کے اندر شدید مذہبی جذبہ پیدا کرنا آسان ہوتا ہے۔ دیارِ غیر میں بھٹکنے والا ہر انسان اپنی زندگی کی آخری سانسیں اپنے وطن میں لینا چاہتا ہے۔ شیطان نے بڑا اچھا مہرہ ہاتھ میں لیا تھا۔

ویسے وہ بوڑھی خاتون خطرے کی علامت بن گئی تھیں۔ آئندہ ہمارے لیے مشکلات پیدا کرنے والی تھیں۔ جناب شیخ الفارس سو رہے تھے۔ میں نے سوچا، دوسرے دن اس سلسلے میں ان سے گفتگو کروں گا۔

میں پومی کے پاس آگیا۔ وہ کیسینو سے نکل آئی تھی۔ پہلے اس نے قمار خانے میں جا کر جوا کھیلنے کے دوران جوئی بابا پر نظر رکھنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ مگر وہ خود ہی اس کا دیوانہ ہو گیا تھا۔ ڈنر سے فارغ ہونے کے بعد اس نے رات کو شہر کی رونق دیکھنے پر پومی کو آمادہ کر لیا تھا۔

پومی سوچ رہی تھی یہی بہتر ہے۔ اُسے گھیرنے کے لیے دشمنوں کو کھلی جگہ آسانی ہو گی۔ اور اب وہ ہم کر مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ انہیں خوش فہمی میں رکھے گی۔ اُن کی گرفت میں آجائے گی۔ اگر میں

میں جان کا خطرہ تھا۔ مگر دی کلر تک جلد سے جلد پہنچنے کے لیے یہ خطرہ مول لینا چاہتی تھی۔

اسے خدا کے بعد اپنی صلاحیتوں پر پورا بھروسا تھا۔ اس کے بعد وہ ہماری ٹیبل پیتھی پر تکیہ کرتی تھی۔ اس نے سوزی کے ذریعے مخاطب کیا "شیبا! تم موجود ہو؟"

میں نے کہا "شیبا سو رہی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "فرہاد! تم ہو۔"

"ہاں۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم نے عملی میدان میں قدم رکھتے ہی اپنی صلاحیتوں کو منوانا شروع کر دیا ہے۔ ماسٹر کی اور پُراسرار شخص کے لیے زبردست پرابلم بن گئی ہو۔"

"اُسے پُراسرار کیوں کہتے ہو۔ وہ سپر ماسٹر ثابت ہو رہا ہے۔"

"جب تک اس کے دماغ میں نہیں پہنچوں گا، اُسے پُراسرار کہوں گا۔"

"یعنی اس کے سپر ماسٹر ہونے میں شبہ ہے۔ وہ کوئی اور ہو سکتا ہے؟"

"ہاں ہم نے سپر ماسٹر ثابت کرنے کے سلسلے میں جو ثبوت بیان کیے ہیں، وہ غلط ثابت ہو سکتے ہیں۔"

"بے شک دشمن کھلی کتاب کی طرح سامنے ہو پھر بھی اس کا کوئی راز سمجھنے کے لیے رہ جاتا ہے۔"

"پومی! تم بے حد ذہین اور حاضر دماغ ہو۔ ابھی تمہیں میرے آنے کی خوشی بھی ہے۔ ایک اہم مسئلے پر گفتگو بھی کر رہی ہو۔ مگر اپنے اطراف کے ماحول سے غافل نہیں ہو۔ ابھی سکون سے بیٹھی ہو، اگلے ہی پل بجلی کی طرح حرکت میں آ سکتی ہو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہیں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔"

"فرہاد! میں تمہارے ساتھ کام کرنا چاہتی ہوں۔"

"انشاء اللہ ایسا موقع آئے گا جب ہم کسی مہم پر ساتھ ہوں گے۔"

وہ جوئی بابا کی رولس رائس کار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اپنی بے انتہا دولت کا مظاہرہ کر کے پومی کو متاثر کرنا چاہتا تھا۔ پہلے اُس نے کیسینو میں جوا کھیل کر ہزاروں ڈالر ہارنے یا جیتنے کا ارادہ کیا۔ اگر وہ جیت جاتا تو پومی اس سے متاثر ہوتی۔ ہار جاتا تب بھی اس کی امارت کی دھاک بیٹھ جاتی۔

پھر اُس نے سوچا، جوا کھیلنے سے بہتر ہے، پومی کو شہر کی سیر کرائی جائے اور ہزاروں ڈالر کی شاپنگ کرائی جائے۔ مگر پومی نے پوچھا "تم مجھے کتنی شاپنگ کرا سکتے ہو؟"

جوئی بابا نے کہا "ابھی میری گاڑی میں ستر ہزار ہیں۔ اس سے زیادہ چاہو تو کل صبح بینک سے لاکھوں ڈالر نکلوا سکتا ہوں۔"

"ستر ہزار اور لاکھوں ڈالر کی شاپنگ میں بھی کر سکتی ہوں۔"

جوئی بابا نے حیرانی سے پوچھا "واقعی؟"

"ہاں۔ کیسینو کے گیراج میں دشمن یہ رقم چھین کر لے جاتے تو تم کیا کر لیتے؟"

"میں بے بس ہو گیا تھا۔"

"میں تم سے یہ رقم چھین لوں تب بھی بے بس رہو گے۔ کل صبح لاکھوں ڈالر بینک سے لاؤ گے، انھیں بھی چھین لوں گی۔ تب بھی بے بس رہو گے اور یہ ساری رقم حاصل کر کے میں تمہیں شہر میں گھماؤں گی اور تمہیں شاپنگ کراؤں گی۔ وہ ساری رقم تمہاری نہیں میری ہو گی۔ کیونکہ دولت اسی کی ہوتی ہے، جس کی معمّی میں ہو۔"

اس نے مجبوراً تائید میں سر ہلا کر کہا، وہ سمجھ گیا۔ میں دولت مند ہوتے ہوئے بھی کنگال ہوں، تمہیں کسی طرح متاثر نہیں کر سکتا۔"

یہ اس وقت کی بات ہے جب جوئی بابا، پومی اور بوڑھے عاشق کے ساتھ کیسینو سے نکل رہا تھا۔ اس نے بوڑھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پومی سے کہا "میں اس مقدّمہ کے سکندر سے دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ ذرا اسے الگ لے جاؤں گا۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو۔"

"لے جاؤ مگر یہ مجھے صحیح سلامت ملنا چاہیے۔"

جوئی بابا نے بوڑھے کو الگ لے جا کر پوچھا "اس کے سامنے تھا، بڑھاپا کانپتا ہے۔ کیوں مذاق بنتے ہو۔ بھاگ جاؤ۔"

"کیسے بھاگ جاؤں یہ پھر پکڑ لے گی۔ میں نے شغل کے طور پر عشق کا اظہار کیا تھا، یہ سچ مچ گلے پڑ گئی ہے۔"

"میں تمہیں پانچ ہزار ڈالر دوں گا۔ تم اس کے ساتھ چلتے چلتے اچانک زمین پر گر کر بے ہوش ہو جاؤ۔"

"پانچ ہزار؟ میں نے ایک مدّت سے پانچ ہزار ڈالر ایک ساتھ نہیں دیکھے۔"

جوئی بابا نے جیب سے ایک گڈی نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دی، بوڑھے نے کہا "یہ گڈی کتنی گرم ہے۔ بدن میں حرارت پیدا کر دیتی ہے۔"

وہ رقم جیب میں رکھ کر پومی کے پاس آیا۔ پومی نے کہا "میں دیکھ رہی تھی، تم نے اس سے جو کچھ لیا ہے، واپس کر دو۔"

وہ گھگیاتے ہوئے بولا "میری ماں! مجھے معاف کر دے آئندہ میں کسی جوان لڑکی سے مذاق نہیں کروں گا۔"

پومی نے پوچھا "کیا میں بدصورت ہوں؟"

اس نے سر ہلا کر کہا "نہیں۔"

"کیا میں جوان نہیں ہوں؟"

"تم ہو، میں نہیں ہوں۔ میں تو بوڑھوں سے بھی گیا گذرا ہوں یہ دیکھو۔"

اس نے اپنے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "تم سمجھتی ہو، یہ اصلی ہیں۔ نہیں میرا سر چٹیل میدان ہے۔"

اس نے اپنی وگ اُتار دی "تم اس صفاچٹ میدان میں جوتے مار لو۔ مگر مجھے چھوڑ دو۔"

"میں سچا عشق کرتی ہوں۔ چھوڑ نہیں سکتی۔"

"دور لعنت ہے۔" اس نے وگ کو زمین پر پٹختے ہوئے کہا۔ "میرے منہ میں سچ مچ دانت نہیں ہیں، یہ دیکھو۔"

اس نے منہ میں ہاتھ ڈال کر اوپر اور نیچے کے دانتوں کے سیٹ نکالے پھر دکھاتے ہوئے کہا "مجھے اپنا بھید کھولنے پر مجبور کر رہی ہو۔ آج یہ جوانی کا بھرم بھی گیا۔"

وہ اپنی مصنوعی بھوئیں نوچنے لگا۔ اس پر سے جوانی کی کھال اتر چکی تھی۔ وہ صرف بوڑھا نہیں، بھیانک بھی دکھائی دے رہا تھا۔ صورت ایسی ہو گئی تھی کہ دیکھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ پومی نے کہا "میری جو ویڈیو کیسٹ تیار کی ہے، وہ مجھے دے دو۔"

وہ قریب رکھے ہوئے کیمرے کے پاس گیا۔ جلدی سے کیسٹ لے کر آ گیا۔ پومی نے اسے لے کر کہا "دفع ہو جاؤ۔"

وہ کیمرہ اٹھا کر بھاگتا چلا گیا۔ جوئی بابا لے پاس آ کر کہا "تم تمہیں بھی ہو، دلیر بھی اور ہمت گیری بھی۔ ایک بوڑھے کو اچھا سبق سکھایا ہے۔"

"ایک جوان کو بھی سکھانا ہو گا۔" اُس نے جوئی بابا کے بازو میں اپنا بازو ڈال کر کہا "آؤ چلیں۔"

اُس نے رولس رائس کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا "میں ایسی کوئی حماقت نہیں کروں گا۔"

اب وہ جوئی بابا کے ساتھ کار میں بیٹھی ایک شاہراہ سے گزر رہی تھی اور سوزی کے ذریعے مجھ سے باتیں کر رہی تھی۔ اس دوران عقب نما آئینے میں بھی دیکھتی جا رہی تھی۔ نہ کوئی تعاقب کر رہا تھا، نہ سامنے سے کوئی راستہ روکنے والا تھا۔

میں نے کہا "یہ اچھی عادت ہے۔ دشمنوں کو فراموش نہ کرو۔ مگران کے انتظار میں زیادہ بے چینی نقصان پہنچائے گی۔ بعض اوقات دشمن ایسی بھی چالیں چلتے ہیں کہ اپنے آنے کا یقین دلاتے ہیں اور انتظار کرا کرتے تھکا ڈالتے ہیں۔ پھر اچانک ہی شب خون مارتے ہیں۔"

جوئی بابا نے ایک جگہ کار روک دی۔ پومی نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

اُس نے کہا "تم نے ڈنر سے پہلے مجھے پینے کی اجازت نہیں دی، اب تو دو گھونٹ پی لینے دو۔"

"میں کہہ چکی ہوں، شراب میرے مذہب میں حرام ہے۔ پینے جاؤ گے تو گاڑی لے جاؤں گی۔"

وہ بے بسی سے بولا "یہ میری جوانی کی پہلی رات ہے کہ شراب کی دکان چند قدم پر ہے اور شیاب ایک بالشت کے فاصلے پر مگر میں پیاسا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک پچھلی سیٹ کا دروازہ کھلا، کوئی تیزی سے اندر آیا۔ پھر اُس نے ریوالور کا دستہ پومی کی طرف کرتے ہوئے کہا "تم کار کے اندر جنا سٹنگ کے کرتب نہیں دکھا سکو گی۔ کوئی اور حربہ استعمال کرو گی تو گولی چل جائے گی۔"

پومی نے ایک گہری سانس لے کر کہا "جوئی بابا! اُس بوڑھے کے بعد تمہارے سبق سیکھنے کا وقت آ گیا۔ ریوالور کی گولی تمہاری طرف بھی آ سکتی ہے۔"

ریوالور والے نے حکم دیا "گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

وہ سلیمان جوگو تھا۔ پومی نے پوچھا "فرہاد! تم موجود ہو؟"

"ہاں ابھی چاہوں تو سلیمان جوگو کے ہاتھ سے ریوالور گرا دوں۔ لیکن تم اس سے معاملات طے کر لو کہ یہ کن شرائط پر تمہیں دی کلر تک پہنچا سکتا ہے، میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے واٹسوروکی کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ ایک مینٹل کار میں جوئی کی رولس رائس کا تعاقب کر رہا تھا۔ میں نے کہا "ماسٹر! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "ویل مائی سن۔ خیریت تو ہے؟"

"بالکل خیریت ہے۔ اگلی کار میں سلیمان جوگو، پومی کو گن پوائنٹ

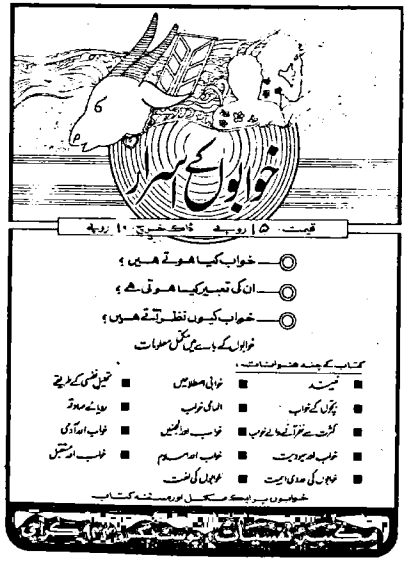

پر رکھے بیٹھا ہے۔ پومی اسے ہاتھ نہیں لگائے گی، پچھلے چیلنج کے مطابق وہ تمہارا شکار ہے۔"

"کیا ابھی دبوچ لوں؟"

"نہیں۔ پہلے اس کے ذریعے دی کلر تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"وہ کیا تم دی کلر کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے؟"

"نہیں۔ اس کے دماغی کمپیوٹر کو کنٹرول کرنے والا شخص بدل گیا ہے میں نے ابھی تک دی کلر کی نئی آواز اور نیا لہجہ نہیں سنا ہے۔ میں جا رہا ہوں، پھر آؤں گا۔"

میں پومی کے پاس آیا۔ وہ سلیمان سے پوچھ رہی تھی "ریوالور کچھ تو بھاری ہوتا ہے۔ کب تک اٹھائے رکھو گے؟"

وہ غرا کر بولا "زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو۔"

وہ مسکرا کر بولی "ماسٹر کی نے مجھے اغوا کرنے کا معاوضہ کیا دیا ہے۔"

"تمہارے مطلب؟"

"تم رقم بتا دو، کتنی ملنے والی ہے۔"

"نہیں بتاؤں گا۔"

"شکریہ تم نے یہ تو بتا دیا کہ ماسٹر کی کے حکم کے مطابق اغوا کیا جا رہا ہے اور مجھے زندہ سلامت کہیں پہنچایا جائے گا۔ تم مجھے ہلاک کر دو گے تو معاوضے کی رقم نہیں ملے گی۔"

"معلوم ہوتا ہے تم ماں کے پیٹ سے چالاکی سیکھ کر آئی ہو۔"

"میں صرف سونیا کی اسٹڈی کرتی ہوں اور اس کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"میں مانتا ہوں معاوضے کی رقم حاصل کرنے کے لیے ہلاک نہیں کروں گا، مگر تمہارے ہاتھ سے نکلنے سے رقم بھی ہاتھ سے نکل جائے گی۔ لہٰذا ناکامی کی صورت میں گولی مار دوں گا۔"

پومی نے پوچھا "ایسا سودا کیوں نہیں کرتے کہ آم کے آم اور گٹھلی کے دام بھی مل جائیں۔"

"وضاحت سے بولو۔"

"ماسٹر کی جتنی رقم دے رہا ہے، میں اس سے زیادہ دے سکتی ہوں۔"

"تم بابا صاحب کے ادارے سے اتنی دور ہو۔ کیا ایک گھنٹے کے اندر پچاس ہزار دے سکتی ہو۔"

"ایک منٹ کے اندر دے سکتی ہوں۔ کیوں جونی بابا؟"

جونی بابا نے پریشان ہو کر پوچھا "کک... کیا کہہ رہی ہو۔ میں ڈوب جاؤں گا۔"

"بچنا چاہو گے تو ریوالور کی گولی ڈبو دے گی۔" پھر پومی نے سلیمان جوگو سے کہا "یہ جونی میرا بینکر ہے۔"

جونی زیرِ لب بڑبڑایا "مر گیا جونی۔"

پومی نے کہا "پتا ہے سلیمان! یہ جونی میرا بہت ہی دولت مند لوئے فرینڈ ہے۔ مجھے ایک ہی رات میں ستر ہزار ڈالر کی شاپنگ کرانے والا تھا۔ میرے پیارے جونی! ذرا ڈیش بورڈ کھول کر جھلک دکھا دو۔ مجھے تمہاری زندگی عزیز ہے۔"

جونی بابا نے ایک طرف گاڑی روکی۔ چابی سے ڈیش بورڈ کھولا۔ بڑے بڑے نوٹوں کی جھلک دکھائی۔ پھر بند کرنے لگا۔

پومی نے کہا "ٹھہرو۔ سلیمان جوگو کا ریوالور بھی لاک کر دو۔ ہمارے درمیان سودے بازی ہو گی۔"

سلیمان جوگو نے سخت لہجے میں کہا "سیدھی طرح وہ تمام رقم میرے حوالے کر دو۔ پومی تم زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش میں بھول گئیں کہ میں تم دونوں کو گولی مار کر یہ رقم لے جا سکتا ہوں۔"

پومی نے کہا "میں صرف اتنا یاد رکھتی ہوں کہ دشمن شرافت سے بات نہیں مانتے تو ٹیلی پیتھی کی مار کھاتے ہیں۔"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا "میں یوگا کا ماہر ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ میں کہا "کیسے ماہر ہو میں تو تمہارے دماغ میں ہوں۔"

اس نے پریشان ہو کر سوچا "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ سوچ کی لہر دماغ میں بنتے ہی میں بے اختیار سانس روک لیتا ہوں۔ پھر میں ابھی پرائی سوچ کو محسوس کیوں نہیں کر رہا ہوں۔"

اس نے سانس روکی۔ سانس ذرا دیر کے لیے رکی۔ مگر اس میں یوگا کی خصوصی مہارت نہیں تھی۔ میں نے کہا "میں موجود ہوں۔"

اس نے پھر ایک بار کوشش کی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں اپنی موجودگی کا ثبوت دے رہا ہوں۔ تم اپنا ریوالور ڈیش بورڈ کے اندر نوٹوں کے اوپر رکھ دو گے۔"

وہ غصے سے بولا "میں نہیں رکھوں گا۔ ابھی اس چھوکری کو شوٹ...."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے اپنی سیٹ پر سے اٹھ کر اگلی سیٹ کی طرف جھکتے ہوئے بڑی شرافت سے ریوالور کو نوٹوں پر رکھ دیا اور واپس اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ ایک دم سے چونک گیا۔ سامنے ہی ڈیش بورڈ کے اندر نوٹوں کے اوپر ریوالور نظر آ رہا تھا۔

وہ غصے سے جھنجلا کر اپنی سیٹ پر سے اٹھا۔ اس سے پہلے ہی پومی نے ریوالور کو اٹھا لیا۔ اس کے چیمبر سے گولیاں نکال کر باہر پھینک دیں۔ خالی ریوالور اسے دیتے ہوئے کہا "یہ اسے لوڈ کرنے کے لیے کار سے باہر جا کر فٹ پاتھ پر گولیاں ڈھونڈنا ہوں گی۔ باہر جاؤ گے تو یہ کار چل پڑے گی۔ اندر رہو گے تو ہتھیار خالی رہے گا۔"

میں نے کہا "اور اپنی جگہ سے اٹھو گے تو میں اٹھنے نہیں دوں گا۔"

وہ سمجھ گیا کہ پومی پر حملہ کرنے کے لیے بھی اٹھ نہیں سکے گا۔

جونی ڈیش بورڈ کو بند کر رہا تھا۔ اس نے کہا "ٹھہرو۔ بند نہ کرو۔ پومی! تم کیا چاہتی ہو بتاؤ۔ یہ تمام رقم مجھے دے دو۔"

"رقم مل جائے گی۔ پہلے یہ بتاؤ، مجھے کہاں پہنچانا چاہتے ہو؟"

"یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دماغ سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"ہم تمہارا سچ اور جھوٹ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے مجبور ہو کر جواب دیا "تمہیں ہائی وال کی عمارت میں لے جا رہا ہوں۔ وہاں ماسٹر کی کے زبردست فائٹر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"میں خواہ مخواہ لڑائی میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتی۔ جس مقصد کے لیے آئی ہوں، وہ مقصد حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

سلیمان جوگو نے کہا "ہاں تم چیلنج کر چکی ہو کہ یہاں سے دی کلر کا سرکاٹ کر لے جاؤ گی۔ لیکن یہ جوان چھوکری کے بس کی بات نہیں ہے۔ میں اس سے مقابلہ کر چکا ہوں۔ وہ کمبخت فولادی چٹان ہے۔ اپنے حسن کی قدر کرو۔ جوانی کے دن ہیں مردوں کی رائیں۔ یہ کیوں حرام موت مرنا چاہتی ہو۔"

"تم میری فکر نہ کرو۔ گھسے ہوئے ڈیش بورڈ کو دیکھتے رہو۔"

اس نے نوٹوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تم مجھے للچا رہی ہو؟"

"نہیں۔ دی کلر کے متعلق معلومات فراہم کرو۔ مجھے وہاں تک پہنچانے کے سلسلے میں رہنمائی کرو اور اس میں سے پچاس ہزار لے جاؤ۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "بڑی مشکل ہے۔ جھوٹ بول کر رقم نہیں لے سکتا۔ تم لوگ سامنے بھی رہتے ہو اور دماغ کے اندر بھی۔"

میں نے کہا "میں اندر موجود ہوں۔ تم پومی سے سچ کہو۔"

اس نے ایک گہری سانس لی۔ حسرت سے ان نوٹوں کو دیکھ کر کہا۔ "ابھی یہ دولت میرے مقدر میں نہیں ہے۔ کیونکہ میں خود دی کلر تک پہنچنے کی فکر میں ہوں۔ ماسٹر کی نے تمہیں اسی لیے اغوا کرنے کو کہا ہے کہ تم کہیں ہم سے پہلے اس کمپیوٹر مین تک نہ پہنچ جاؤ۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں بھی دی کلر کا سر چاہتی ہیں۔ اس نئے الو کے تجربے کو دیکھنا چاہتی ہیں۔ یقیناً یہ الو کھا تجربہ ہے۔ ایک انسان کمپیوٹر کی زبان سے بولتا ہے اور اس کمپیوٹر کی رہنمائی میں ایسا فائٹر بن جاتا ہے کہ مقابل کے چھکے چھڑا دیتا ہے۔"

"تم تقریر کرنے لگے۔ کام کی بات کرو۔"

"میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔ وعدہ کرو، جب بھی اس کا ٹھکانہ بتاؤں گا تم پچاس ہزار ڈالر دو گی۔"

"وعدہ کرتی ہوں۔"

وہ جاننے لگا۔ پومی نے پوچھا "تم کتنی دولت حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اس کے لیے ماسٹر کی سے سودا کرتے ہو۔ پُراسرار شخص کا بھی کام کرتے ہو۔ اب پچاس ہزار کے لیے میرے بھی کام آؤ گے۔ کیا تمہارے لالچ کی حد ہے؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"مگر تم ہمارے مذہب سے تعلق رکھتے ہو۔ جب تمہیں چوری، بے ایمانی اور دھوکا دہی سے دولت حاصل کرنا تھی تو تم نے اسلام کیوں قبول کیا؟"

"تم اسلام قبول کرنے پر اعتراض نہیں کر سکتیں۔"

"قبول کرنے والے کو سمجھا تو سکتی ہوں۔"

"تمہاری عمر ابھی سمجھنے کی ہے، سمجھانے کی نہیں ہے۔"

وہ دروازہ کھول کر جانے لگا۔ پومی نے کہا "سلیمان جوگو! فرصت ملے تو خدا کا شکر ادا کرنا۔ تم محض اسلام قبول کرنے کی بنا پر زندہ نظر آ رہے ہو۔ ورنہ شاید میرے ہاتھوں مارے جاتے۔"

وہ غرا کر بولا "کیا پدی کیا پدی کا شوربا۔ مجھے تمہاری خوش فہمی دور کرنا ہی ہو گی۔"

اسے اپنی توہین پر بڑی جلدی غصہ آ جاتا تھا۔ ایسے وقت وہ صرف انتقام کے متعلق سوچتا تھا۔ اس لمحے اس نے ٹیلی پیتھی کے مذاب کو بھلا دیا۔ فوراً ہی کار سے نکل کر باہر آیا پھر اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا "باہر آؤ۔ میں تمہیں ٹھوکروں میں اڑاؤں گا۔"

پومی نے مسکرا کر دیکھا۔ پھر کہا "تمہارے پیچھے فرہاد ہے۔"

وہ بوکھلا کر پیچھے دیکھنے کے لیے گھومنے لگا۔ پہاڑ جیسا آدمی تھا۔ پیچھے دیکھنے میں جتنی دیر لگی، اتنی دیر میں پومی نے کار سے نکل کر ایک لات رسید کی۔ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اس کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ منہ کے بل پختہ فٹ پاتھ پر گرتا تھا۔ ڈگمگاتا ہوا سامنے ایک دکان کے شوونڈو سے ٹکرایا۔ وہاں کا شیشہ ایک چھناکے سے ٹوٹ گیا۔ وہ ٹوٹے ہوئے شیشے سے گزر کر آدھا اندر گیا، آدھا باہر رہ گیا۔

اسی وقت کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ غصے سے دہاڑتے ہوئے گالیاں بکنے لگا۔ وہ اپنی دانست میں بڑی پھرتی سے شیشوں کے درمیان سے نکلا تھا۔ مگر پومی جونی بابا کے ساتھ جا چکی تھی۔ ادھر اس کا لباس پھٹ گیا تھا اور جگہ جگہ سے خون بہنے لگا تھا۔ ایک کار تیزی سے سامنے آ کر رکی۔ وہ اگلی نشست کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے بولا "ہری اپ، رولس رائس کا پیچھا کرنا آیا تھا۔ گاڑی تیزی سے دوڑاؤ۔"

وہ اس کار میں کیسینو سے پومی کا پیچھا کرتا آیا تھا۔ گاڑی تیزی

سے آگے بڑھ گئی۔ اتنی ہی تیزی سے وہ غصّے میں پاگل ہو رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ لڑکی کسی ایک آدمی یا کسی ایک تنظیم کے بس کی نہیں ہے۔ تمام تنظیموں کے افراد کو مل کر اسے گھیرنا ہوگا۔"

اس کی بڑی انسلٹ ہوئی تھی۔ ایسے میں وہ کام کی باتیں نہیں سوچ سکتا تھا۔ میں نے اُسے ایسا تاثر دیا جیسے اچانک کام کی بات سوچ رہی ہو۔ وہ بے اختیار سوچنے لگا "ہاں۔ وہ دی کلر کا سر چاہتی ہے۔ کیوں نہ پُراسرار شخص کے آدمیوں کو اس کے پیچھے لگا دیا جائے؟"

یہ خیال آتے ہی اس نے پیچھے بیٹھے ہوئے افراد میں سے ایک کو مخاطب کیا اور ٹرانسمیٹر طلب کیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے پُراسرار شخص کے خاص ایجنٹ سے کہہ رہا تھا "ہیلو مسٹر نوکو! میں ایک گھنٹے کے اندر پومی کو تمہارے پاس پہنچا سکتا ہوں۔"

مسٹر نوکو نے پوچھا "اس کا مطلب ہے تم ہمارا کام کرو گے؟"

"ہاں مگر معاوضہ بڑھا دو۔"

"تیس ہزار ڈالر بہت ہوتے ہیں۔"

سلیمان جوگو نے کہا "یہ کم ہیں۔ پومی نے بابا صاحب کے ادارے سے نکلتے ہی تہلکہ مچا دیا ہے۔ اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو تمام دشمنوں پر دھاک بیٹھ جائے گی۔ جو لوگ دی کلر کا سر لے جانا چاہتے ہیں، وہ اپنے ارادوں سے باز آجائیں گے۔ تمہارا دی کلر کچھ عرصے کے لیے محفوظ رہے گا۔ اس کے تحفظ کے لیے تیس ہزار کم ہیں۔ چالیس ہزار دے دو۔"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ سلیمان نے کہا "ماسٹر کی چونتیس ہزار دے رہا ہے۔ میں پومی کو وہاں پہنچاؤں گا تو وہ ماسٹر کی اس لڑکی سے دوستی کرے گا۔ دی کلر کے سر کے لیے ان کے درمیان کوئی معاہدہ ہو سکتا ہے۔ ایسے میں ماسٹر کی اور پومی کی مشترکہ قوت تمہاری پوزیشن کمزور کر دے گی۔"

مسٹر نوکو نے کہا "یہ ہم خطرناک تنظیم کے افراد بڑی بڑی حکومتوں کی کمزوریوں سے کھیلتے ہیں اور تم ہماری کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کی بات کر رہے ہو۔ اچھی بات ہے۔ چالیس ہزار مل جائیں گے۔ پومی کب ملے گی؟"

"ایک گھنٹے کے اندر مل سکتی ہے۔ میں اس سے دوستی کر کے تمہارے اڈے تک پہنچاؤں گا۔ ہو سکتا ہے، کچھ دیر لگے۔ ویسے صبح ہونے سے پہلے وہ تمہارے قدموں میں ہوگی۔ بائی دی وے، اسے کہاں پہنچایا جائے؟"

"پہلے اُسے قابو میں کرو۔ پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے تنہائی میں رابطہ قائم کرو، تب میں اس خفیہ مقام تک پہنچنے کے سلسلے میں تمہاری رہنمائی کروں گا۔"

سلیمان جوگو بات ختم کرنے کے لیے ویٹس آل کہنے والا تھا۔ مسٹر نوکو نے کہا "ٹھہرو۔ ایک بار تم ماسٹر کی کے خدمت گزار بن کر ہمارے دی کلر سے ٹکرائے تھے۔ خود بھی نقصان اٹھایا تھا اور کلر کو بھی نقصان پہنچایا تھا۔ اس بار تم پر بھروسا کرنے کی شرط یہ ہے کہ تم بھی پومی کے ساتھ آؤ گے۔ اس کے بعد ہی تمہیں منہ مانگا معاوضہ دیا جائے گا۔"

اس نے شرط مان لی۔ رابطہ ختم کر کے ٹرانسمیٹر اپنے آدمی کو دیتے ہوئے ڈرائیور سے کہا "رفتار بڑھاؤ اور اگلی گاڑی کے ساتھ چلو۔"

میں نے پومی کے پاس آکر کہا "سلیمان جوگو اس پچاس ہزار ڈالر کو کبھی نہیں چھوڑے گا، جو ڈیش بورڈ میں رکھے ہیں۔ گاڑی کی رفتار ہلکی رکھو، وہ دوستی کرنے آرہا ہے۔"

پومی کے کہنے پر جوانی بابا نے گاڑی کی رفتار دھیمی کر دی۔ ایک منٹ کے بعد ہی سلیمان جوگو کی کار رولس رائس کے برابر چلنے لگی۔ سلیمان نے کہا "پومی! مجھے افسوس ہے، میں نے غصّہ دکھایا۔ گاڑی روکو۔ میں تمہیں دی کلر تک پہنچا دوں گا۔"

گاڑی رک گئی۔ سلیمان جوگو نے رولس رائس کے پاس آکر کہا "میں تمہیں خود دی کلر تک پہنچانے جاؤں گا۔ وعدے کے مطابق پچاس ہزار دو۔"

پومی نے مسکرا کر جوانی بابا کو دیکھا۔ بے چارے نے ایک سرد آہ بھری، ڈیش بورڈ کو کھولا۔ اس میں سے پچاس ہزار نکال کر دے دیے۔ پومی نے وہ رقم سلیمان کو دیتے ہوئے کہا "گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ تم میرے ساتھ چلو گے۔"

"بے شک چلوں گا۔ مگر پہلے یہ رقم اپنے آدمیوں کو دے کر آؤں گا۔"

پومی نے اعتراض نہیں کیا۔ وہ اپنی کار کے پاس گیا۔ اس رقم کو اپنے آدمیوں کے حوالے کیا۔ پھر واپس آکر رولس رائس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ اپنے ساتھ ٹرانسمیٹر لے آیا تھا۔ دل ہی دل میں بہت خوش تھا۔ ایک تو پومی سے بڑی رقم لی تھی۔ دوسرے اسے جال میں پھانسنے جا رہا تھا۔

میں نے وانسورڈ کی سے کہا "سلیمان جوگو جس کار سے اتر کر پومی کے پاس گیا ہے، اس کار میں جوگو کے تین آدمی ہیں اور جوانی بابا کے پچاس ہزار ڈالر ہیں۔ ہو سکے تو وہ رقم ان سے واپس لے لو۔ میں تمہارے دماغ میں آتا رہوں گا۔"

میں نے پومی کے پاس آکر دیکھا۔ سلیمان جوگو نے ایک پُل کے پاس گاڑی رکوا دی تھی۔ کار سے اتر کر پُل کی ریلنگ کے پاس چلا گیا تھا۔ اب تنہائی میں مسٹر نوکو سے یہ پوچھ رہا تھا "بتاؤ، میں پومی کے ساتھ آرہا ہوں۔"

مسٹر نوکو نے کہا "میں حیران ہوں، پومی اتنی آسانی سے تمہارے

قریب میں کیسے آگئی۔"

سلیمان نے کہا "اُسے فریب دینا ضروری نہیں تھا۔ وہ خود ہی دی کلر تک پہنچنے کے لیے بے تاب تھی۔ اپنی مرضی سے آگ میں کودنا چاہتی ہے۔ کہتی ہے مر جائے گی یا دی کلر کا سر لے جائے گی۔"

میں نے اُسے چھوڑ کر ماسٹر وانسورڈ کی کی خبر لی۔ وہاں دونوں کاریں رکی ہوئی تھیں۔ ماسٹر وانسورڈ نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر ایک آدمی کو گریبان سے پکڑ کر باہر کھینچ لیا تھا۔ مگر دوسرے نے ریوالور نکال لیا تھا۔ وانسورڈ کی نے جسے کھینچا تھا اُسے واپس ریوالور والے پر پھینک دیا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں خود اندر آکر اُن پر لد گیا تھا۔ سلیمان جوگو کے آدمی اچھے فائٹر ہوں گے۔ مگر پچھلی سیٹ پر جگہ کم تھی۔ دو آدمیوں کے لڑنے کی گنجائش نہیں تھی۔ گنجایہ کہ وہاں تین میں سے تھے اور پر سے وانسورڈ کی آگیا تھا۔ کسی کو ہاتھ پاؤں چلانے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔

ان میں سے ایک نے دوسرا دروازہ کھولا۔ اسی وقت تک وانسورڈ کی نہتے دبلے ہوئے شخص سے ریوالور چھین لیا تھا۔ اب باہر نکل کر کہہ رہا تھا "وہ پچاس ہزار واپس کر دو۔"

ریوالور کے سامنے رقم واپس کرنا پڑی۔ وانسورڈ کی ریوالور خالی کر کے خالی ہاتھوں سے ان کی پٹائی کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "ماسٹر وقت ضائع نہ کرو۔ رقم لے کر بائی دے کے پل پر آؤ۔"

میں وہاں سے پومی کے پاس آیا۔ سلیمان جوگو کو کہہ رہا تھا "ہمیں ہائی ٹریک کی طرف جانا ہوگا۔"

جوانی بابا نے کہا "اوہ گاڈ! وہ یہاں سے ایک سو پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ وہاں پہنچنے تک صبح ہو جائے گی۔"

میں نے پومی سے کہا "ابھی ہمیں انتظار کرو۔ تمہارے ماسٹر وانسورڈ کی آرہے ہیں۔ تم ماسٹر کی کار میں پچھلی سیٹ پر سوتی ہوئی جاؤ گی تاکہ صبح تازہ دم رہ سکو۔"

تھوڑی دیر بعد وانسورڈ کی اپنی رینٹل کار میں آگیا۔ پومی نے کہا "سلیمان تم اس کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھو، میں آرہی ہوں۔"

سلیمان جوگو دوسری کار میں چلا گیا۔ وانسورڈ کی نے میرے اشارے کے مطابق اس کے پچاس ہزار چپکے سے دے کر کہا "یہ تمہاری امانت تمہیں لوٹائی جا رہی ہے۔ سلیمان جوگو دیکھنے نہ پائے۔ چپ چاپ رکھ لو۔"

پومی نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "جوانی بابا! تمہارے ساتھ اچھا وقت گزرا، پھر کبھی ملاقات ہوگی۔"

جوانی بابا نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے بڑی حسرت سے دیکھا۔ پھر کہا "تم میرے لیے آسمان ہو۔ میں اتنی اونچی پرواز نہیں کر سکوں گا۔"

اگر نہتیلی کی پشت کو چوم لیا۔ پومی نے ہنستے ہوئے اپنا ہاتھ چھڑایا۔ پھر دوسری کار کی پچھلی سیٹ پر آگئی۔ وانسورڈ کی نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے پومی سے کہا "بے بی! آرام سے نیند پوری کرو۔ میں اور سلیمان جاگتے رہیں گے۔"

سلیمان نے کہا "مجھے بھی سونا چاہیے۔"

وانسورڈ کی نے کہا "میں یہاں اجنبی ہوں۔ تم راستہ بتاؤ گے۔"

"ہائی وے پر چلتے رہو۔ تین گھنٹے بعد مجھے جگا دینا۔ ہم چار گھنٹے سے پہلے نہیں پہنچیں گے۔"

میں نے کہا "پومی! آرام کرو۔ میں صبح ہونے سے پہلے تمہارے پاس آجاؤں گا۔"

میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ سونیا آرام سے سو رہی تھی۔ شیبا بھی سو رہی ہوگی۔ میں نے اس کی ماما کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہاں ایک آدھ گھنٹے کے بعد صبح ہونے والی تھی۔ ماما ٹیبل پیٹھی کی نیند سو رہی تھی۔ میں نے انھیں آنکھ کھولنے پر مجبور کیا۔ ان کے دماغ نے میری ہدایت کے مطابق اپنے کمرے کی کھڑکی سے جھانک کر دوسرے کمرے میں دیکھا۔ وہاں شیبا سو رہی تھی۔ گھڑی میں چار بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ میں نے ماما کو پھر سُلا دیا۔

میں جناب شیخ الفارس سے ماما کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا تھا مگر ابھی وقت نہیں تھا۔ میں نے ماسک مین کو مخاطب کیا۔ وہ بڑبڑا کر نیند سے بیدار ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ایسی گھبراہٹ میں کیسے آنکھ کھل گئی؟

میں نے کہا "مجھے افسوس ہے۔ میں نے نیند میں خلل ڈالا۔"

وہ پریشانی بھول کر خوش ہو گیا "آپ فرہاد صاحب! آپ تو کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔"

"معاملہ بہت اہم ہے۔ اسی لیے آیا ہوں۔"

"فرمائیے۔"

"پومی کل صبح تک پُراسرار شخص کے خاص ایجنٹ مسٹر نوکو تک پہنچنے والی ہے۔ مسٹر نوکو ہائی ٹریک میں رہتا ہے۔"

ماسک مین نے کہا "ہائی ٹریک میلوں دور تک پھیلا ہوا علاقہ ہے۔ پومی کی منزل کہاں ہے؟"

"ہائی ٹریک پہنچ کر سلیمان جوگو ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرے گا۔ مسٹر نوکو اس کی راہنمائی کرے گا۔ ہمارے قیاس کے مطابق دی کلر وہی کہیں ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ صبح ہونے تک ہمارے مسلح افراد ہائی ٹریک کے مختلف حصّوں میں پہنچ جائیں گے۔ پومی کی ضرورت کے لیے ہیلی کاپٹر وہاں سے کچھ فاصلے پر رہے گا۔ طلب کرتے ہی پہنچ جائے گا۔"

میں نے کہا "ابھی ہم نہیں جانتے وہ جگہ کیسی ہوگی۔ حالات کیا ہوں گے، پوجی کی ضروریات کیا ہوں گی۔ آپ اپنے آدمیوں کو سمجھا دیں، پوجی کی کسی بھی غیر متوقع ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار رہیں۔"

"بالکل یہی ہوگا۔ میں احکامات جاری کر رہا ہوں۔"

میں نے اپنی جگہ حاضر ہو کر خود کو بستر پر گرا دیا۔ دماغ کو ہدایات دیں۔ پھر چند سیکنڈ کے بعد ہی گہری نیند سو گیا۔

میں چاہتا تو مسٹر نوکو کے دماغ میں پہنچتا اور معلوم کر لیتا کہ۔۔۔ ہل ٹریک کے کس حصے میں وہ پوجی کو بلا رہا ہے۔ مگر میں نے احتیاطاً خیال خوانی سے پرہیز کیا۔ مسٹر نوکو یوگا کا ماہر ہو سکتا تھا۔

دشمن اتنے نادان نہیں ہوتے، جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ برسوں سے یہ اٹل حقیقت ہے کہ میری تمام ساتھی عورتوں کے پیچھے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار چھپا ہوتا ہے۔ مسٹر نوکو یقیناً سمجھتا ہوگا کہ پوجی تنہا ہوگی۔ مگر فرہاد اس کے اندر چھپا ہوگا۔

صبح پانچ بجے آنکھ کھل گئی۔ میں نے کروٹ بدل کر دیکھا، سونیا بستر پر نہیں تھی۔ وہ بحری جہاز کے عرشے پر کھڑی ہوئی تھی۔ اس پاس کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ سمندر پر گہری دھند کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ میں نے کہا "سردی لگ جائے گی۔ پائلٹ کے کیبن میں جاؤ اور معلوم کرو، ہم کب تک ساحل پر پہنچیں گے۔"

وہ عرشے سے نیچے آتے ہوئے بولی "ہم ایک گھنٹے کے اندر نیویارک کی بندرگاہ میں پہنچ جائیں گے۔ میں نے ماسک مین سے کہہ دیا ہے، اس جہاز کو لنگر انداز ہونے میں کافی وقت لگے گا، ہمیں فوراً موٹر بوٹ میں ساحل تک پہنچایا جائے۔ میں تمہارے جاگنے کا انتظار کر رہی تھی۔ فوراً منہ ہاتھ دھو کر تیار ہو جاؤ۔"

میں نے بستر سے اٹھ کر کہا "یہ شہر مونٹریال سے جو بائی روڈ سے نیویارک تک ہے، پچھلی رات پوجی اس پر سفر کر رہی تھی۔ اور ہل ٹریک تک جانا چاہتی تھی، اس کا مطلب ہے، وہ میلوں دور تک پھیلا ہوا ہل ٹریک کا علاقہ شہر مونٹریال اور نیویارک کے درمیان ہے۔ ہم بھی وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ میرے تیار ہونے تک تم وہاں کا جغرافیہ معلوم کرو۔"

میں وہاں سے جسمانی طور پر باتھ روم میں گیا اور دماغی طور پر پوجی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ نیند سے بیدار ہو گئی تھی۔ ان کی کار ایک ہائی وے کے ہوٹل کے سامنے رکی ہوئی تھی۔ وہ غسل وغیرہ کرنے ہوٹل کے باتھ روم میں جا رہی تھی۔

میں نے سلیمان جوگو کی خبر لی۔ وہ بھی ایک باتھ روم میں تھا اور دھیمی آواز میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کر رہا تھا۔ دوسری طرف سے مسٹر نوکو کہہ رہا تھا "تم جہاں ہو، وہاں سے دس کلو میٹر اور آگے آؤ، وہاں ایک ڈے اینڈ نائٹ موٹیل ہے۔ موٹیل کے بائیں جانب راستے پر چلو، وہاں سے پہاڑی راستہ شروع ہوگا۔"

سلیمان نے کہا "پہاڑی راستے پیچیدہ ہوتے ہیں، ہم بھٹک جائیں گے۔"

"نہیں بھٹکو گے۔ پہاڑی راستہ پندرہ کلو میٹر تک جاتا ہے، وہاں سے آگے گاڑیاں نہیں گزر سکتیں۔ پیدل یا خچر پر جانا ہوگا۔ دونوں گاڑی سے اتر کر پیدل چلو گے تو ہر ایک کلو میٹر پر کسی نہ کسی درخت پر چھوٹے چھوٹے سائن بورڈ نظر آئیں گے، جن پر لکھا ہوگا "لوکو کیسل" یعنی لوکو کا قلعہ۔ ہر سائن بورڈ پر تیر کا نشان ہوگا۔ ان نشانات کے ذریعے یہاں پہنچ جاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے۔ کوئی پریشانی ہوگی تو پھر رابطہ قائم کروں گا، میری رقم تیار رکھنا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ سب نہا دھو کر تیار ہو رہے تھے۔ ناشتہ کرنے کے بعد وہاں سے روانہ ہونے والے تھے۔ میں نہا دھو کر کمرے میں آ گیا۔ سونیا ناشتا لے کر آ گئی۔ میں نے اس سے پانچ منٹ کا خیال خوانی کی اجازت لی۔ ماسک مین کو لوکو کے قلعے تک پہنچنے کا راستہ بتایا۔ پھر سونیا کے پاس واپس آ کر ناشتا کرتے ہوئے پوجی کے حالات تفصیل سے بتانے لگا۔

ناشتا کرنے کے بعد ہم کیبن سے باہر آئے۔ ہمارے لیے ایک موٹر بوٹ تیار تھی۔ ہم نے میری اور ہڈسن کا سامان اور پاسپورٹ وغیرہ لیا، موٹر بوٹ میں سوار ہوئے اور ساحل کی طرف چل پڑے۔ ماسک مین کا خاص ماتحت ہمارے ساتھ تھا۔ وہ ہمیں ہل ٹریک علاقے کے متعلق بتانے لگا۔ اس نے کہا "نیویارک پہنچتے ہی بائی روڈ سفر کرنے کے لیے نئے ماڈل کی کار مل جائے گی۔ ملبوسات اور ضروریات کا دوسرا سامان بھی مل جائے گا۔ آپ ہیلی کاپٹر کے ذریعے بھی جا سکتے ہیں، مگر ہیلی کاپٹر کو سول ایلیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے کہا "ہم ہنڈ لے کار جائیں گے۔ تمہیں خیال خوانی کرنے کا کافی موقع ملے گا۔ میں چاہتی ہوں پوجی ہماری مدد کے بغیر غیر معمولی کارنامے انجام دینے کا ریکارڈ قائم کرے۔ بہت مجبوری ہوگی تو ہم مداخلت کریں گے۔"

میں نے تائید کی۔ پھر سوچ کے ذریعے شیبا کی ماما کے متعلق اس نے کہا "یہ معمر خاتون ہمارے لیے مسئلہ بن جائیں گی۔ تم شیخ صاحب سے بات کرو۔"

میں جناب شیخ الفارس کے پاس پہنچ گیا۔ انہیں ماما کے متعلق بتانے لگا۔ انہوں نے کہا "دو روز پہلے شیبا کی ماما ادارے سے جانے کی اجازت مانگ رہی تھیں۔"

میں نے ماما کو بتایا، باہر دشمن تاک میں لگے ہیں۔ وہ کسی بگلے میں دشمنوں کے ڈسے اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتی، میں اپنے سنیاگی (ریسوریوں کی عبادت گاہ) میں جا کر عبادت کرنا چاہتی ہوں۔

میں نے انہیں ہر پہلو سے سمجھایا تو وہ خاموش ہو گئیں گہری سوچ میں تھے۔ انہیں زیادہ عرصے تک یہاں روکا نہیں جا سکتا تھا۔

جناب شیخ الفارس، ماما کے متعلق بیان دیتے وقت تشویش میں مبتلا تھے۔ میں نے کہا "آپ شیبا کو سمجھائیے۔ اگر ماما باہر جائیں گی اور پکڑی جائیں گی تو دشمن، ماما کو شیبا کی کمزوری بنا لیں گے۔"

مجھے شیخ صاحب کے دماغ میں شیبا کی سوجھ بوجھ سنائی دی۔ اس نے کہا "میں ماما کو یہ اچھی طرح سمجھا چکی ہوں۔ وہ ایک ہی بات کہتی ہیں۔ ربی اسفندیار مجھ سے غلطی کی معافی مانگ لیں گے۔ ہمیں اپنی قوم کے درمیان رہنا چاہیے۔"

میں نے پوچھا "تم کیا کہتی ہو؟"

"میں ربی پر کبھی بھروسا نہیں کروں گی۔ فرہاد! میں تمہیں اور شیخ صاحب کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

شیخ صاحب نے کہا "بیٹی! تم انہیں جتنے دن روک سکتی ہو یہاں روکے رکھو۔ اس عرصے میں ان کے لیے پیرس میں کوئی ٹھکانہ بنایا جائے گا۔ وہ مذہبی عقیدے کے مطابق سنیاگوگ میں جا کر عبادت کر سکیں گی۔ مگران کا چہرہ تبدیل کر دیا جائے گا۔"

"پھر تو میں بھی روپ بدل کر ماما کے ساتھ سنیاگوگ میں قدم رکھ سکوں گی۔ میرا دل بھی وہاں جانے کو چاہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ضرور جانا۔ مگر ابھی ماما کو ٹالنے کی کوشش کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ فرہاد تم بتاؤ ابھی کیا پروگرام ہے؟"

میں نے شیبا کو پوجی کے متعلق بتانے کے بعد کہا "میں اور سونیا نیویارک پہنچ رہے ہیں۔ تم پوجی کے پاس رہو۔ کوئی اہم اطلاع ہو تو میرے دماغ میں آ جانا۔"

میں ان سے رخصت ہو کر موٹر بوٹ میں حاضر ہو گیا۔ ہم بندرگاہ کے اس پلیٹ فارم میں پہنچ گئے تھے، جو موٹر بوٹ کے لیے مخصوص تھا۔ وہاں ہمارے پاسپورٹ اور سامان کی چیکنگ ہوئی۔ پھر ہم پارکنگ ٹیرس میں پہنچے، ہمارے لیے ایک کار موجود تھی۔ اس کار نے ہمیں ایک چھوٹے سے بنگلے میں پہنچا دیا۔ وہاں دو کمرے تھے۔ وہ دونوں کمرے جیسے ڈیپارٹمنٹل اسٹور بنے ہوئے تھے۔ میرے اور سونیا کے لیے ملبوسات کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ میک اپ اور شیونگ کا سامان، مختلف ڈیزائن کے جوتے، ریوالور، چاقو اور ایسٹن گن اور نہ جانے کیا کچھ تھا۔

میں نے ماسک مین کے خاص ماتحت سے پوچھا "یہ سب کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا "یہاں ریڈ پاور کا باس میں ہوں۔ میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا ہے، نیویارک میں آپ دونوں کو کسی چیز کی کمی نہ ہو۔ آپ جب تک لباس وغیرہ تبدیل کر کے آگے جانے کے لیے تیار ہوں گے، تب تک اس بنگلے کے سامنے نئے ماڈل کی ایک درجن کاریں موجود ہوں گی۔"

میں نے کہا "یہ تم اس قدر اہتمام کرو گے تو دشمن یہ ضرور سوچیں گے کہ ہم بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ سونیا اور ڈاکٹر مٹے کا کس کو ریڈ پاور کے بحری جہازوں میں پہنچایا گیا ہے، سب کی نظریں ہم پر ہوں گی۔ لہٰذا ہم انہیں دھوکا دے کر نکلنا چاہتے ہیں۔"

"آپ اپنا طریقۂ کار بتائیں۔ ہم اس پر عمل کریں گے۔"

"وہ جو ایک درجن نئے ماڈل کی کاریں آ رہی ہیں، انہیں ورک دو۔ صرف ایک مرسڈیز کافی ہے۔ جب ہم یہاں سے نکلیں تو ہمارے آگے پیچھے کسی کو نگرانی کے لیے نہیں رہنا چاہیے۔ ضرورت پڑی تو تم سے خیال خوانی کے ذریعے بات کروں گا۔"

باس نے ایک بڑی سی اٹیچی کھول کر کہا "اس میں الیکٹرونک آلات ہیں۔ آپ پہاڑی علاقے میں جا رہے ہیں۔ ان کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

اس نے ایک چھوٹا سا کیلکولیٹر نکالا۔ وہ چھ انچ لانبا اور تین انچ چوڑا تھا۔ دراصل وہ ایک ڈیٹیکٹو آلہ تھا۔ اسے آپریٹ کرنے سے سرخ سگنل کے ذریعے معلوم ہوتا تھا کہ آس پاس دس گز کے فاصلے پر کوئی چھپا ہوا ہے۔ اگر اس نے کوئی ہتھیار چھپایا ہو تو اس کا بھی سراغ مل جاتا تھا۔

اس سراغرساں آلے میں سرخ سگنل کے نیچے ایک چھوٹا سا بٹن تھا۔ اسے دباتے ہی فائر کرنے والے ہتھیاروں کا نشانہ بہک جاتا تھا، دشمن کبھی صحیح ٹارگٹ پر فائر نہیں کر سکتے تھے۔

اس آلے کی تیسری خصوصیت یہ تھی کہ ایک مخصوص بٹن کو دباتے ہی اس کے اوپری حصے سے باریک سا تار نکلتا تھا اور تیزی سے پچاس فٹ کی بلندی پر پہنچ کر کمند کی طرح اٹک جاتا تھا۔ دوسرا بٹن دبانے پر اس آلے کو مضبوطی سے پکڑنے والا آلہ [illegible] کی بلندی پر پہنچ جاتا تھا۔

پہاڑی علاقے میں درختوں اور چٹانوں پر چڑھنے کے لیے یہ آلہ ضروری تھا۔ میں نے اور سونیا نے ایک ایک آلہ اپنے پاس رکھ لیا۔ ہم وہاں سے صبح نو بجے روانہ ہوئے۔ سونیا ڈرائیو کر رہی تھی۔ میں نے کہا "شیبا نے ابھی تک مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پوجی خیریت سے ہے۔"

"ہو سکتا ہے، شیبا خیریت سے نہ ہو۔ اس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہو۔ وہ وقتی طور پر کسی وجہ سے خیال خوانی کرنے کے قابل نہ ہو تو کیا تم پوجی کو سخیریت سمجھتے رہو گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تم یہ بات سیدھی طرح بھی کہہ سکتی ہو کہ مجھے پوجی کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔"

میں نے خیال خوانی شروع کر دی۔ پوجی نے بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر مکمل ٹریننگ حاصل کی تھی۔ اس نے ہل ٹریک

کی طرف جانے سے پہلے اس علاقے کے متعلق ہوٹل والوں سے معلومات حاصل کی تھیں جب معلوم ہوا کہ اونچے درختوں اور پہاڑی چٹانوں سے گزرنا ہوگا تو اس نے ایک لانبا سا چاقو اور رسیوں کا ایک بنڈل خرید لیا۔ ہوٹل کے منیجر نے کہا "جہاں تک گاڑی جاتی ہے" اس کے بعد سفر کرنے کے لیے کرائے پر خچر مل جاتے ہیں۔"

اس نے پوچھا "وہاں سے نوکیسل کتنی دور رہے ہے؟"

منیجر نے کہا "میں کبھی کیسل کی طرف نہیں گیا۔ سنا ہے وہ قلعہ کسی دوسری پہاڑی پر ہے۔ ہینگنگ چیئر (لٹکنے والی کرسی) پر بیٹھ کر ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی کے قلعے تک جانا پڑتا ہے۔"

پلومی نے وہاں سے روانہ ہوتے وقت سلیمان جوگو سے کہا "مسٹر نوکو اس کیسل کے متعلق قسطوں میں رہنمائی کر رہا ہے۔ وہ ایک ہی بار نہیں بتا رہا ہے کہ وہ قلعہ کتنی دور ہے اور وہاں کا راستہ کتنا دشوار گزار ہے۔"

سلیمان جوگو نے کہا "شاید وہ سوچتا ہو کہ راستوں کی دشواری کا علم ہوگا تو تم وہاں تک جانے سے انکار کر دو گی۔"

"نہیں، وہ سمجھ گیا ہے کہ میں دی کلر کا سراغ لگانے کے لیے جہنم میں بھی جا سکتی ہوں۔ وہ ہمیں لمبا چکر دے رہا ہے۔"

سلیمان جوگو کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ پلومی اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ پچھلی سیٹ پر مسٹر نوکو سو رہا تھا۔ پلومی نے کہا "اگر اس نے کوئی جال بچھایا ہے تو اس کے لیے اور تمہارے لیے مہنگا پڑے گا۔"

"تم مجھے کیوں کہہ رہی ہو؟"

"اس لیے کہ میں نے تمہیں پچاس ہزار ڈالر دیے ہیں۔ میں ایک ایک ڈالر تمہارے ایک ایک روئیں سے حاصل کروں گی۔"

"میں تمہارا یہ چیلنج برداشت نہیں کروں گا۔"

"برداشت نہ کرنے کے لیے تمہیں رقم واپس کرتا ہوں۔"

"جو چیز میرے ہاتھ میں آجائے، وہ میری ہو جاتی ہے، اسے کوئی واپس نہیں لے سکتا۔"

"اگر میں واپس لے لوں تو؟"

"تو میں تمہاری برتری تسلیم کر لوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی فراڈ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں دی ہوئی رقم تمہارے آدمیوں سے حاصل کر لیں گے۔"

"ٹیلی پیتھی کا سہارا لینا دلیری اور ذہانت نہیں ہے۔"

"تم نے مجھے قابو میں کرنے کے لیے سب سے پہلے ریلوالور کا سہارا لیا تھا۔ کیا یہ دلیری تھی؟ مسٹر سلیمان جوگو! دشمن کو کمزور بنانے اور اسے قابو میں رکھنے کے لیے جائز اور ناجائز ذرائع اختیار کیے جاتے ہیں۔"

وہ خاموش رہا۔ انھوں نے پختہ سڑک تک سفر کیا تھا۔ چار پہیوں کی گاڑی کے لیے راستہ نہیں تھا۔ کچھ فاصلے پر ایک بہت بڑا اصطبل دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں خچر نظر آ رہے تھے۔ کار میں آنے والوں کو دیکھتے ہی اصطبل کے مالک نے خیر مقدم کیا۔ اس نے خچروں کا کرایہ طے ہوا۔ وہ دونوں خچروں پر بیٹھ کر جانے لگے۔ کچھ دور جانے کے بعد پلومی نے کہا "سلیمان! یہ خچر تمہیں زیادہ دور نہیں لے جا سکے گا۔ تمہارے بھاری بھرکم وجود کا تقاضا ہے کہ ایک فاضل خچر لے چلو۔"

اس نے یہی کیا۔ وہ ایک فاضل خچر پر رسیوں کا بنڈل لاد کر لے جانے لگے۔ وہ پگڈنڈی نما راستے پر رفتہ رفتہ اونچائی کی طرف جا رہے تھے یعنی پہاڑی پر چڑھ رہے تھے۔ ایک پگڈنڈی آگے جا کر کئی بار مختلف سمتیں اختیار کرتی تھی۔ ایسی جگہ کسی درخت پر "نوکو کیسل" کا بورڈ نظر آتا تھا اور تیر کے ذریعے صحیح سمت کی رہنمائی ہو جاتی تھی۔

ایک جگہ سلیمان جوگو نے رک کر کہا "تم آگے چلو۔ میں ذرا ٹرانسمیٹر کے ذریعے ضروری معلومات حاصل کروں گا۔"

"سلیمان! جب ہم ہمسفر ہیں اور منزل ایک ہے تو مسٹر نوکو سے میری موجودگی میں بات کیوں نہیں کرتے؟"

"میں تمہاری بات کا یہی جواب دے سکتا ہوں کہ میں اپنے معاملات میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔"

پلومی نے کہا "سنا تھا قال میں کالا ہوتا ہے، تمہارے دل میں کالا ہے۔"

وہ آگے بڑھ گئی۔ سلیمان نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا "ہم تمہارے سائن بورڈ نمبر چھ تک پہنچ گئے ہیں اور کتنی دور آنا ہوگا؟"

مسٹر نوکو نے جواب دیا "اور بیس میل تک چلے آؤ۔ تمہیں قلعہ نظر آئے گا۔"

"بیس میل؟" سلیمان نے حیرانی اور بیزاری سے کہا "یہ تو بہت دور ہے۔"

"چالیس ہزار ڈالر حاصل کرنے کے لیے زیادہ دور نہیں ہے۔"

مسٹر نوکو نے مزید کچھ کہے سنے بغیر رابطہ ختم کر دیا۔ سلیمان جوگو غصے میں ٹرانسمیٹر کو پٹخ دینا چاہتا تھا مگر دماغ نے سمجھایا یہ مسٹر نوکو سے بات کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ یہ ٹوٹ جائے گا تو وہ بھٹکا رہ جائے گا۔ نوکو تک نہیں پہنچ سکے گا اور چالیس ہزار ڈالر ہاتھ سے نکل جائیں گے۔

وہ صبر کرتا ہوا، خچر کو ہانکتا ہوا پلومی کے پاس آ گیا۔ وہ بولی "تمہارے منہ پر بارہ بج رہے ہیں۔"

"یو شٹ اپ۔"

"آخر غصہ کس بات پر ہے؟"

"ہمیں اور بیس میل چلنا ہوگا۔"

"حالانکہ تم نہیں چل رہے ہو۔ خچر چل رہا ہے۔"

"تمہاری بات زہر لگتی ہے، تم خاموش نہیں رہ سکتیں؟"

وہ خاموش ہو گئی۔ مگر کبھی کبھار سلیمان جوگو کے حلق سے چیخ نکل جاتی۔ وہ خچر پر سے الٹ کر زمین پر پہنچا اور وہ خچر اوپر اٹھنے لگا۔ فضا میں بلند ہونے لگا۔ جلد ہی یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ اس کا پاؤں ایک شکنجے میں پھنس گیا تھا اور وہ بلند ہوتا ہوا درخت کی ایک شاخ سے جھول رہا تھا۔

جنگل میں دشمنوں کو پھانسنے کے لیے اونچی گھاسوں کے درمیان ایسے ہی شکنجے بچھائے جاتے ہیں یا رسّی کے پھندے ڈالے جاتے ہیں۔ جس کا پاؤں اس پھندے یا شکنجے میں پہنچتا ہے وہ پھر پاؤں آگے نہیں بڑھا سکتا۔ پھندا یا شکنجہ اس کے پاؤں کو جکڑتا ہے۔ اس شکنجے کی رسّی جو درخت کی کسی شاخ سے بندھی ہوتی ہے، وہ اس رسّی میں جھولتا ہوا پھر اپنے بس میں نہیں رہتا۔

آدمی اس وقت تک اپنے بس میں ہوتا ہے جب تک اس کے قدم نہیں اکھڑتے۔ ایک بار زمین سے الگ ہو جانے کے بعد کوئی بھی اندھا تیر اسے زندگی کا آخری سبق سکھا سکتا ہے۔

اچانک خچر نے بے ہنگم سی آواز نکالی اور ٹھنڈا پڑ گیا۔ کسی اندھے تیر نے اس کا کام تمام کر دیا تھا۔ اگر اس کی جگہ سلیمان یا پلومی کا پاؤں پڑتا تو ان کا بھی یہی انجام ہوتا۔

سلیمان جوگو چند لمحوں تک گم صم سا ہو کر لٹکے ہوئے خچر کو دیکھتا رہا۔ پلومی نے کہا "یہ عبرت کا مقام ہے۔ اگر میرے دشمن کو اپنا دوست سمجھ رہے ہو تو اپنی گمراہی کو سمجھ لو۔ میرے کام آؤ یا نہ آؤ، اپنے انجام کو سوچ لو۔"

وہ حقیقت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ہماری دنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو بُرے انجام کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی بُرے انجام تک جاتے ہیں اور اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ اُن کا بھلا ہوگا اور ان پر بدبختی کبھی نہیں آئے گی۔ اس نے پلومی کو ڈانٹ کر کہا "کیا بکواس کرتی ہو؟ میں تمہارے دشمن کو اپنا دوست نہیں سمجھ رہا ہوں۔"

"پھر تمہارے دوست کی تدبیر نے تمہارے خچر کو کیوں اٹھا لیا؟ دنیا سے ہی اٹھا لیا۔ پیدل ہوتے تو تم ہی اٹھ جاتے۔ میں پھر سمجھا رہی ہوں، ہم جس سے ملنے جا رہے ہیں، وہ کسی کا دوست نہیں ہے۔ صرف اپنا مفاد دیکھتا ہے۔"

سلیمان جوگو نے اکڑ کر کہا "اگر وہ دشمن ثابت ہوا تو میں اس کا سر توڑ دوں گا۔"

پلومی اب احتیاط سے چل رہی تھی کسی درخت کے نیچے سے نہیں گزرتی تھی کیونکہ کمند صرف درختوں کے نیچے ہی پھینکی جا سکتی تھی۔ انھوں نے اندازہ لگایا کہ ہر کلومیٹر کے بعد نوکو کیسل کا بورڈ کسی درخت پر نظر آتا ہے اور اس پر بورڈ نمبر لکھا ہوتا ہے۔ یعنی ہر بورڈ سنگِ میل ہوتا ہے۔ اس حساب سے انھوں نے دس کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔

دھوپ تیز تھی، سخت گرمی تھی۔ سلیمان نے ایک درخت کے سائے میں احتیاط سے جانے کے بعد پسینہ پونچھتے ہوئے کہا "مسٹر نوکو نے مجھے تھکا مارا ہے۔"

پھر اس نے پلومی کو دیکھ کر حیرانی سے پوچھا "کیا شعلے کی طرح دہکتی دھوپ تم پر اثر نہیں کر رہی ہے؟"

وہ بولی "میرا ماسٹر واٹسورو کی بہت ظالم ہے۔ یوں تو باپ کی طرح محبت کرتا ہے مگر ٹریننگ کے وقت بے رحم بن جاتا ہے۔ اس نے جہنم جیسی دہکتی ہوئی آگ کے سامنے کئی بار ورزش کرائی۔ پہلے پہل میں دو چار بار بے ہوش ہوئی پھر رفتہ رفتہ عادی ہوتی گئی۔ اب جہنم کی گرمی ہو یا قطب شمالی کی جان لیوا برف باری ہو، مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

سلیمان جوگو نے حاسدانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا کوئی استاد نہیں ہے۔ میں قدرتی طور پر پہاڑ ہوں، شہ زور ہوں اور دشمنوں پر غالب آ جاتا ہوں۔ تم اپنے استاد واٹسورو کی

سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے

مفرور ۳ حصے مکمل

طالوت ۳ حصے مکمل

صدیوں کا بیٹا ۵ حصے مکمل

کتابی شکل میں تیار ہیں

آج ہی خط لکھ کر طلب فرمائیں یا اپنے قریبی بک اسٹال سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ۵ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی نمبر ۱

کی دھونس نہ جاؤ۔ تمھاری برتری اس لیے قائم رہتی ہے کہ تم جمناسٹک کے کرتب جانتی ہو۔ چھلاوے کی طرح اِدھر سے اُدھر ہو جاتی ہو۔"

پوپی نے کہا۔ "کسی بھی لڑنے والے کی ایک خصوصیت ہوتی ہے۔ کوئی تمھارے جیسا طاقت میں برتر ہوتا ہے۔ کوئی داؤ پیچ سے بازی لے جاتا ہے۔ میں جس طرح بازی لے جاتی ہوں، یہ رفتہ رفتہ تمھاری سمجھ میں آئے گا۔"

"تم ابھی سمجھا دو۔"

پوپی نے کہا۔ "سمجھانے سے خرد ماغ لوگوں کی سمجھ میں بات نہیں آتی۔ پھر بھی راز کی بات بتا رہی ہوں۔ فرہاد اور اس کی ساتھی عورتوں کی کامیابی کا راز ان کی حاضر دماغی میں ہے اور حاضر دماغی اسی وقت قائم رہتی ہے، جب انسان غصّے پر قابو پانا سیکھ لے اور تم شاید یہ کبھی نہ کر سکو۔"

وہ غصّے سے گرج کر بولا۔ "تم مجھے خرد ماغ سمجھتی ہو؟"

"دیکھو۔ میں نے غصّہ دلایا اور تمھیں غصّہ آگیا۔ یہی انسانی کمزوری ہے۔"

"مجھے بزرگوں کی طرح سمجھانے کی کوشش نہ کرو۔ میں تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی جیسے آسمان سے کوئی کود پڑا ہو۔ ویسے ہی ایک درخت سے کسی نے چھلانگ لگائی۔ وہ سیاہ لبادے میں تھا۔ اس کے ساتھ ہی کئی سیاہ پوش نظر آئے۔ وہ سب اپنے اپنے ہاتھ میں ہتھوڑا لیے ہوئے تھے اور بلائے ناگہانی کی طرح حملے کر رہے تھے۔

مجھے پوپی کی فکر نہیں تھی۔ وہ جمناسٹک کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ ہاہپ ہپ، ہا ہپ ہپ کی آواز کے ساتھ ہتھوڑا گروپ کے قابو میں نہیں آ رہی تھی۔ کئی ہتھوڑا بردار اٹھانے کامیابی سے حملہ کیا تھا، مگر ہر حملے پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ وہ حیران تھے، پریشان تھے کہ کس بجلی پر حملہ کر رہے ہیں۔ وہ ایک پل میں اِدھر ہوتی تھی، دوسرے پل میں اُدھر چلی جاتی تھی۔ گیلے صابن کو پکڑا جا سکتا تھا مگر اسے ایک ساعت کے لیے بھی گرفت میں لینا ممکن نہ تھا۔

میں نے سلیمان جوگو کی خبر لی۔ وہ پھرتیلا نہیں تھا۔ اُس کے سر پر اور جسم کے کئی حصّوں پر وقتاً فوقتاً ہتھوڑے برستے تھے مگر وہ جی دار تھا۔ ایسے جوابی حملے کرتا تھا کہ ہتھوڑا بردار اس کا ایک ہاتھ کھانے کے بعد دوبارہ زمین سے اٹھنے کے قابل نہیں رہتا تھا۔

ہتھوڑا گروپ کے افراد اونچے درختوں کی اونچی شاخوں سے چھلانگیں لگاتے تھے۔ پلک جھپکتے ہی آتے تھے اور حملہ کر کے فضا میں چھلانگیں لگاتے ہوئے کسی دوسرے درخت کی شاخوں پر پہنچ جاتے تھے۔

وہ آدم بیزار پرند سے نہیں تھے کہ اُڑتے ہوئے نیچے آتے اور انھیں چونچیں مار کر دوسرے درختوں پر پہنچ جاتے۔ پوپی نے سمجھ لیا، وہ اسپرنگ والے جوتے پہنے ہوئے تھے۔ اوپر سے زمین پر آتے تھے پھر آپ ہی آپ اچھلتے ہوئے دوسرے درخت پر پہنچ جاتے تھے۔ سیاہ لباس میں چمگادڑ جیسے لگ رہے تھے۔ وہ تعداد میں چھ ہوں گے ایک چھلاوے کی طرح اِدھر سے آتے تھے، اُدھر نکل جاتے تھے۔

ان کے حملوں سے بچنا تقریباً ناممکن تھا۔ سلیمان جوگو کو یقین ہو گیا کہ یہاں پوپی کا کام تمام ہو جائے گا۔ اس میدانِ جنگ میں جمناسٹک کے کمالات دکھائے نہیں جا سکتے تھے۔ وہ مار کھاتا جا رہا تھا اور بچاؤ کرتا جا رہا تھا۔

مگر پوپی؟ پوپی کہاں ہے؟

وہ کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتی تھی۔ سلیمان نے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے دیکھا تو دل دھک سے رہ گیا۔ وہ زمین پر گر پڑی تھی۔ ظاہر ہے ہتھوڑے کھانے کے بعد کون زندہ رہ سکتا ہے مگر اس کی موت سے سلیمان جوگو کے چالیس ہزار ڈوب رہے تھے اگر وہ پوپی کو زندہ مسٹر ٹو کو تک نہ پہنچاتا تو اسے ایک ڈالر بھی نہ ملتا۔

وہ غصّے سے چیخ چیخ کر حملہ کرنے والوں کو گالیاں دینے لگا۔ اسی وقت پوپی کی آواز سنائی دی۔ "کیوں حلق پھاڑ رہے ہو۔ زمین پر کیوں نہیں لیٹ جاتے؟"

اس نے حیرانی اور بے یقینی سے پوپی کو دیکھا۔ اسی وقت ایک ہتھوڑا پڑا۔ وہ چیخ مار کر زمین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اسے آسمان اور اونچے اونچے درخت نظر آ رہے تھے۔ حملہ آور بلندی سے آ رہے تھے مگر اب حملہ کرنے کے لیے انھیں زمین کی طرف جھکنا پڑتا۔ پاؤں میں اسپرنگ والے جوتے تھے۔ جھکنے سے توازن بگڑ جاتا تھا۔ وہ زمین پر قدم نہیں جما سکتے تھے۔ جوتے انھیں اچھالتے رہتے تھے، انھوں نے حملہ کرنے کا ایک ہی انداز سیکھا تھا۔ اوپر سے آنا اور ہتھوڑا مارتے ہوئے کسی درخت پر پہنچ جانا۔ اب وہ ایسا نہیں کر رہے تھے۔

سلیمان جوگو چاروں شانے چت پڑا ہوا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سوچ رہا تھا۔ "یہ کمبخت واقعی حاضر دماغ ہے۔ چچاؤ کی اتنی سی تدبیر میرے دماغ میں کیوں نہیں آئی؟"

ان سے کچھ فاصلے پر حملہ کرنے والے نظر آ رہے تھے۔ وہ اب اچھلتے ہوئے درختوں پر نہیں جا رہے تھے۔ زمین پر

آہستہ یوں اچھل رہے تھے جیسے قدم جمانے کی کوشش کر رہے ہوں۔ یہ ممکن نہ تھا کہ پاؤں کے نیچے اسپرنگ ہوں اور پل بھر کو کہیں کھڑے رہ سکیں۔ وہ مختلف درختوں کا سہارا لے رہے تھے۔ انھیں پکڑ کر ایک جگہ ٹھہر رہے تھے اور درختوں کے تلے سے اسپرنگ کھینچ کر علیحدہ کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ سب قدم جمائے کھڑے تھے۔ انھوں نے لیٹے ہی لیٹے کروٹیں بدل کر چاروں طرف دیکھا۔ آسمانی بجلی بن کر حملہ کرنے والے زمین پر لڑنے آ رہے تھے۔ سلیمان جوگو اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے سر پر اور بدن کے کتنے ہی حصّوں پر ہتھوڑے پڑتے رہے تھے جسم پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ دانت پیس کر گھونسا دکھاتے ہوئے بولا۔ "آؤ تم سب کی موت میرے ہاتھوں سے ہوگی۔"

جب وہ قریب آ کر کچھ فاصلے پر ٹھہر گئے تو پوپی نے "ہپ ہپ" کی آواز نکالتے ہوئے لیٹے ہی لیٹے اچھل کر قلابازی لگائی پھر زمین پر دونوں پاؤں جما کر کھڑی ہو گئی۔ سلیمان جوگو نے کہا۔ "ہپ ہپ والی! خبردار کسی کو ہاتھ نہ لگانا۔ تمھیں تو ایک ہتھوڑا بھی نہیں پڑا۔ میں ایک ایک ہتھوڑے کے بدلے انھیں موت کا مزہ چکھاؤں گا۔"

پھر جنگ شروع ہو گئی۔ دو حملہ آور چھلانگیں لگاتے ہوئے پوپی کی طرف آئے۔ وہ جمناسٹک کا مظاہرہ کرتی ہوئی دوسری طرف گئی، پھر بولی۔ "لڑکی پر ہاتھ اٹھاتے ہو، شرم نہیں آتی؟ اُدھر جاؤ اور اس پہلوان سے لڑو۔"

وہ پہلوان بالکل پہاڑ تھا۔ لڑنا بھی خوب جانتا تھا۔ اس سے ٹکرانے والوں کو دن میں تارے نظر آ رہے تھے۔ پوپی کو ہاتھ لگا نہیں سکتا تھا۔ اس کی ضرورت نہیں پڑی۔ حملہ آوروں نے جب سلیمان جوگو کو چٹان کی طرح مضبوط پایا تو پوپی کو چھوڑ کر سب اسی پر پل پڑے۔ پوپی نے والٹسورو کی کو دیکھا۔ وہ دور ایک درخت سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "جب پوپی آرام سے ہے تو مجھے بھی آرام کرنا چاہیے۔"

میں دماغی طور پر سونیا کے پاس حاضر ہو گیا۔ وہ کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ ہم ایک بہت بڑی شاہراہ سے گزر رہے تھے۔ اس لیے پوپی کے حالات بتانے لگا۔ وہ سن کر خوش ہو رہی تھی۔ کہنے لگی۔ "وہ سچ مچ ایک اسمارٹ فائٹر ہے۔ بہت اچھی مار رہی ہے۔"

"تم کیا توقع کرتی ہو۔ وہ جہاں جا رہی ہے، وہاں کی مکھر سے سامنا ہو سکتا ہے۔"

"ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔"

"زیادہ چانس کس بات کا ہے؟"

"ہو سکتا ہے، انھوں نے وی کلر کو ایسے چھپا دیا ہے جیسے دفن کر دیا ہو۔ یوں تو اسے منظرِ عام پر نہیں لائیں گے مگر کسی خاص موقع پر ضرور لائیں گے۔"

"خاص موقع یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پوپی نے اس کا سر لے جانے کے لیے چیلنج کیا تھا۔ وہ اس کی تلاش میں مسٹر ٹو کو تک پہنچ رہی ہے۔ شاید اس کے چیلنج کو پورا کرنے کا موقع دیا جائے۔"

"وہ پُراسرار شخص یقیناً اس موقع سے فائدہ اٹھائے گا۔ اگر وہ پوپی کو اور سلیمان جوگو کو بیک وقت وی کلر کے ہاتھوں قتل کرا دے تو اس کے تمام مخالفین پر دہشت طاری ہو گی پھر کوئی اس کا سر لے جانے کے سلسلے میں چیلنج نہیں کرے گا۔"

ہم دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ کار تیز رفتاری سے راستہ طے کرتی رہی۔ پھر سونیا نے کہا۔ "فرہاد! پیاس لگ رہی ہے۔ تھرماس نکالو۔"

میں نے پچھلی سیٹ کی طرف ہاتھ بڑھا کر چھوٹے سے تھرماس کو اٹھایا۔ اسی وقت ڈیش بورڈ پر اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے تھرماس کھول کر سونیا کی طرف بڑھایا۔ پھر ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے کوڈ ورڈ دُہرائے۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "ہیلو فرہاد! میری آواز کیسی ہے؟"

میں نے تعجب سے سونیا کی طرف دیکھا۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ ریڈ پاور کا باس ہم سے مخاطب ہے۔ میں نے کہا۔ "تمھاری آواز میں مٹھاس بھی ہے اور پتھر جیسی سختی بھی۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "ایسے نہیں میرے دماغ میں [illegible]"

سونیا نے فوراً ہی کہا۔ "مسٹر باس فار ریڈ پاور، تم اچھی طرح جانتے ہو، میں ڈمی سونیا ہوں اور یہ ہڈسن ڈوئچ کا عکس ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "سونیا! ہم مانتے ہیں، تم بے حد چالاک ہو۔ کتنی جلدی بات بدل رہی ہو۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں ریڈ پاور کا باس نہیں ہوں، تم ثابت کرنا چاہتی ہو کہ مجھے باس سمجھ رہی ہو۔"

"میں نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں نے کہا نا، میرے دماغ میں آؤ اور معلوم کر لو۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "میرے پاس یہ صلاحیت ہوتی تو تمھارا کچا چٹھا معلوم کر لیتا۔ ویسے یقین ہو گیا ہے، تم باس نہیں ہو۔ بتاؤ، کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"میں کہہ چکا ہوں، میرے متعلق معلومات حاصل کرنا نہایت آسان ہے۔ دماغ میں چلے آؤ۔"

"میں کیسے یقین دلاؤں کہ خیال خوانی نہیں کر سکتا۔"

"مسٹر فرہاد! جب تم اور سونیا کار میں بیٹھ رہے تھے تو اس گاڑی کی اچھی طرح چیکنگ کی گئی تھی کہ خفیہ ٹائم بم وغیرہ چھپا کر نہ رکھا گیا ہو لیکن چیکنگ کرنے والوں میں میرا اپنا ایک آدمی تھا۔"

میں نے اور سونیا نے پریشان ہو کر دیکھا۔ سونیا نے فوراً ہی بریک لگا کر کار کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ دوسری طرف سے کہا گیا: "میں نے گاڑی کے رکنے کی آواز سنی ہے، یقیناً تم دونوں پریشان ہو گئے ہو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تمہاری کار میں کوئی ٹائم بم نہیں ہے کچھ اور ہے۔"

میں نے پوچھا: "کیا ہے؟"

"میں کتنی بار کہوں کہ سوال نہ کرو۔ دماغ میں آ کر جواب معلوم کر لو۔"

وہ ہر طرح سے مجھے گھیر کر خیال خوانی پر مجبور کرنا چاہتا تھا تاکہ میرے فرہاد ہونے کی تصدیق ہو جائے۔ بظاہر وہ بڑی فراخدلی سے مجھے اپنے دماغ میں آنے کی دعوت دے رہا تھا لیکن اس دعوت کے پیچھے ایک چیلنج تھا۔ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ وہ یقیناً یوگا کا ماہر ہوگا۔

دوسری طرف سے آواز آئی: "میں جانتا ہوں تم بلا کے ضدی ہو کبھی خود کو فرہاد نہیں کہو گے۔ چلو، میں تسلیم کرتا ہوں، تم ہڈسن ہو اور تمہارے ساتھ مس میری ہے۔ ایک بات کا جواب چاہتا ہوں۔"

ذرا خاموشی رہی پھر اس نے سوال کیا: "مس میری اور ہڈسن! کیا تم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو؟"

میں نے کہا: "یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے ہم ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں۔ کیا اس طرح محبت کا اظہار نہیں ہوتا؟"

"ہوتا ہے۔ میرا سوال کچھ اور ہے۔ تم میری کو کیا کہہ کر مخاطب کرتے ہو کیونکہ محبت سے مخاطب کرنے کا انداز کچھ اور ہوتا ہے۔ اسی طرح مس میری تمہیں کس انداز سے مخاطب کرتی ہے؟"

"مجھے میری کا نام پسند ہے۔ اس لیے میں اسے میری کہتا ہوں۔"

سونیا نے کہا: "محبت جس سے ہوتی ہے اس کا نام دنیا میں سب سے پیارا لگتا ہے اسی لیے میں اپنے محبوب کو ہڈسن کہتی ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "تم دونوں اس کار میں تنہا سفر کرتے آ رہے ہو۔ تیسرا کوئی موجود نہیں ہے۔ تم نے ایک دوسرے کو محبوبانہ انداز میں مخاطب نہیں کیا۔ مسٹر تم نے مس کو میری نہیں کہا اور مس نے تمہیں ہڈسن کہہ کر مخاطب نہیں کیا۔"

میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو چونک کر دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "اس کار میں بیٹھ کر یہاں تک آنے کے دوران سونیا نے تمہیں فرہاد کہہ کر مخاطب کیا ہے اور تم نے اسے سونیا کہا ہے۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟"

یہ سچ تھا۔ ہم دونوں کار میں تنہا تھے۔ کوئی تیسرا نہیں تھا۔ کسی بات کا اندیشہ نہیں تھا۔ اس لیے ہم نے بڑے اطمینان سے ایک دوسرے کو فرہاد اور سونیا کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ ہماری کار کے اندر کوئی سراغرساں آلہ چھپا کر رکھا گیا تھا۔

میں نے کہا: "تم جو کوئی بھی ہو، تمہاری بات سمجھ میں آ گئی۔ ہماری کار کو جب چیک کیا جا رہا تھا تو چیک کرنے والوں میں تمہارا آدمی تھا۔ اس نے یہاں کوئی خفیہ ٹرانسمیٹر رکھا ہوا ہے۔"

"خوب سمجھے برادر! اپنی کار کی چھت کو دیکھو جہاں چھوٹی سی لائٹ ہے۔ اس لائٹ کا کور کھولو گے تو چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نظر آئے گا۔ میں نے تم دونوں کی تمام باتیں سن لی ہیں۔"

میں نے اور سونیا نے خاموش نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "میں نے تمہیں اپنے دماغ میں آنے کی دعوت دی مگر تم فرہاد ہونے سے انکار کرتے رہے۔ میں تاثر دینے کی کوشش کرتے رہے کہ خیال خوانی نہیں جانتے ہو، اگر نہیں جانتے تو تمہیں کار میں بیٹھے بیٹھے پوپی کے حالات کیسے معلوم ہو گئے اور وہ حالات تم سونیا کو کتنی تفصیل سے ..... تھے۔"

بے شک وہ ہمیں بڑی مضبوطی سے پھانس رہا تھا بعد میں پھانسنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اچانک میں نے قہقہہ لگایا۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا: "کس خوشی میں ہنس رہے ہو؟"

میں نے کہا: "میں یہاں بیٹھے بیٹھے اپنے تمام ساتھیوں کے متعلق معلومات فراہم کر سکتا ہوں اور اسے صرف سونیا کو نہیں بلکہ تمہیں بھی سنا سکتا ہوں لیکن خیال خوانی نہیں کر سکتا۔"

اس نے تعجب سے پوچھا: "کیا مطلب؟"

مطلب سمجھنے کے لیے بہت بڑی عقل کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ابھی میرے دماغ میں فرہاد موجود ہوتا تو

تمہاری آواز سنتے ہی تمہارے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرتا۔ لیکن جب سے تم نے مخاطب کیا ہے، فرہاد ہمارے پاس نہیں ہے۔ پوپی کے پاس مصروف ہے۔ وہ میرے دماغ میں آتا ہے اور پوپی کے تازہ ترین واقعات سناتا ہے پھر چلا جاتا ہے۔ جب وہ آئے گا تو میں تمہاری تسلی کرا دوں گا۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ دوسری طرف چپ لگ گئی تھی۔ اس نے مجھے بے نقاب کرنے کے لیے بڑا مضبوط جال بچھایا تھا مگر میں نے ایک ہی جھٹکے میں اس جال کو کاٹ دیا تھا۔ میں نے کہا: "مسٹر، تم کون ہو؟ یہ فرہاد کے آنے پر شاید معلوم ہو جائے۔ دو میں سے کوئی ایک بات ہوگی۔ یا تو وہ تمہارے دماغ میں آسانی سے پہنچ جائے گا یا تمہارے دماغ کے دروازے یوگا کے ذریعے بند ہوں گے۔ اب رہ گیا تمہارا یہ سوال کہ ہم نے تنہائی میں ایک دوسرے کو میری اور ہڈسن کہہ کر مخاطب کیوں نہیں کیا۔ کیوں ہم ایک دوسرے کو سونیا اور فرہاد کہتے رہے؟"

میں نے پھر ذرا خاموشی اختیار کی۔ اس کے بعد کہا: "ہم نے اس لیے ایسا کیا کہ ہم کار میں تنہا نہیں تھے۔"

دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا: "کیا تمہاری کار میں کوئی تیسرا موجود ہے؟"

"ہاں، وقفے وقفے سے موجود رہتا ہے پھر چلا جاتا ہے اور وہ فرہاد ہے لہٰذا ہمیں اس کی موجودگی کا خیال رکھتے ہوئے ایک دوسرے کو سونیا اور فرہاد کہنا پڑتا ہے۔ اس نے سختی سے تاکید کی ہے کہ ہم تنہائی میں بھی ایک دوسرے کو سونیا اور فرہاد کہنے کی مشقیں جاری رکھیں تاکہ یہ ہماری فطرت ثانیہ بن جائے اور دشمن کا کوئی بھی نفسیاتی حملہ ہم پر اثر انداز نہ ہو۔ ہم ہر حال میں، ہر حالت میں ایک دوسرے کو سونیا اور فرہاد سمجھ کر یہی رول بے اختیار، بے جھجک ادا کرتے رہیں۔"

"میں کیسے یقین کروں۔ تم دونوں سونیا اور فرہاد کا رول ادا کر رہے ہو لیکن میری اور ہڈسن کی حیثیت سے دنیا والوں کے سامنے ہو۔ پھر یہ رول ادا کرنا تو نہ ہوا۔"

"ہم نے کب کہا ہے کہ ابھی سے رول ادا کر رہے ہیں۔ ہم تو مشقیں کر رہے ہیں۔ صرف شمالی امریکا میں ایک درجن جوان عورتیں اور جوان مرد ایسے ہیں جو فرہاد اور سونیا کی جسامت اور قد سے مماثلت رکھتے ہیں۔ ان کے چہروں پر ذرا سی ترمیم کے بعد انھیں سونیا اور فرہاد بنایا جا سکتا ہے۔ یہ سب بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں اور ہماری طرح مشقیں جاری رکھتے ہیں کسی وقت بھی کوئی بھی سونیا اور فرہاد کا رول ادا کر سکتا ہے۔ ابھی ہم فرہاد کی ہدایت پر پوپی کی طرف جا رہے ہیں۔"

"اب تم میری ہدایت پر عمل کرو گے اور میری طرف آؤ گے۔"

میں نے کہا: "ہمارا راستہ روک کر تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔"

"میں اپنا نقصان اور فائدہ خوب سمجھتا ہوں۔ تم دونوں کی تصدیق کروں گا۔ اس کے بعد ہی تمہیں کہیں جانے دوں گا۔ یہ بتاؤ، تم اس وقت کہاں ہو؟"

"ہم جرسی سٹی سے نکل آئے ہیں اور واٹر بیوری پہنچنے والے ہیں۔"

اس نے کہا: "واٹر بیوری سے آگے البانی شہر ہے۔ تم البانی فلائنگ کلب پہنچ جاؤ۔ ہمارا ایک ہیلی کاپٹر تمہیں اور مس میری کو ہمارے پاس پہنچا دے گا۔"

سونیا نے کہا: "اس وقت ہم دونوں اپنے اختیار میں نہیں ہیں۔ تمہاری ہدایت کے مطابق البانی شہر پہنچیں گے اور فلائنگ کلب بھی جائیں گے۔ اس دوران فرہاد نے ہم سے رابطہ قائم کیا تو اسے ہمارے موجودہ حالات کا علم ہو جائے گا۔ پھر وہ خود ہی تم سے نمٹ لے گا۔"

"میں بھی نمٹنے والوں سے نمٹنا جانتا ہوں۔ فی الحال تمہارے سر کے اوپر جو سراغرساں آلہ رکھا ہوا ہے، اسے وہیں رہنے دو گے تاکہ تم دونوں کی باتیں سنتا رہوں اور تم وقتاً فوقتاً بلند آواز سے یہ بتاتے رہو کہ کن راستوں سے گزر رہے ہو۔"

"ہم سے یہ برداشت نہ ہوگا کہ ہمارے سروں پر ایک انجانی سی تلوار لٹکتی رہے۔ ہم ابھی اس آلے کو نوچ کر پھینک رہے ہیں۔ تم نے ہمارے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے اتنے انتظامات کیے ہیں تو یقیناً تمہارے آدمی ہمارے تعاقب میں ہوں گے۔ ان کے ذریعے ہمارے راستوں کا علم ہوتا رہے گا۔ ویسے جب ہم نے کہہ دیا ہے کہ ہم البانی فلائنگ کلب جا رہے ہیں تو وہیں پہنچیں گے۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر ڈیش بورڈ سے ایک چھوٹا سا اسکرو ڈرائیور نکال کر چھت پر لگی ہوئی لائٹ کے کور کو کھولا، وہاں ایک بلب دکھائی دے رہا تھا۔ وہ خفیہ ٹرانسمیٹر نظر نہیں آیا۔ میں نے اس اسکرو ڈرائیور کے ذریعے پوری لائٹ کو کھول دیا۔ تب ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر نظر آیا۔ میں نے اسے نکالا۔ پھر الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اس کے بعد اسے کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ ہماری گاڑی تیز رفتاری سے البانی کی طرف جا رہی تھی۔

ہمیں اس بات کی پروا نہیں تھی کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہوگا۔ ہمیں تو وہیں جانا تھا جہاں اس انجانے دشمن نے ہمیں بلایا

تھا۔ میں پوہی کے پاس پہنچ گیا۔ بڑی دیر ہوگئی تھی۔ میرا خیال تھا، اگر وہ موجودہ مصیبت سے نہیں نکل پائے گی تو شیبا مجھے تشویشناک حالات سے مطلع کرے گی۔ بہرحال ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ جب میں وہاں پہنچا تو میدان صاف ہوچکا تھا جو دشمن مقابلے پر آئے تھے، ان میں سے دو بُری طرح زخمی ہوئے تھے۔ باقی فرار ہوگئے تھے اور یہ سب سلیمان جوگو کا کمال تھا۔

وہ مسلسل ہتھوڑے کھانے کے بعد غصّے سے پاگل ہوگیا تھا۔ بھاگنے والوں کا تو کچھ نہ بگاڑ سکا، جو زخمی ہوکر پڑے ہوئے تھے، انھیں مار ڈالنا چاہتا تھا۔ پوہی نے روکتے ہوئے کہا۔ "ٹھہرجاؤ! ان سے یہ تو معلوم کرو، آخر ہم پر حملہ کیوں کررہے تھے کس کے اشارے پر ایسا کررہے تھے۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "ان سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، یہ مسٹر نوکو کا علاقہ ہے اور اسی کے اشارے پر حملہ کیا گیا ہے۔"

جو شخص زخمی پڑا ہوا تھا، اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہم کس مسٹر نوکو کو نہیں جانتے۔ جو ہمارا باس ہے اور جس کے اشارے پر ہم نے ایسا کیا، اس سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم ہو سکتا ہے۔"

پوہی نے اس سے ٹرانسمیٹر لے لیا۔ اب سلیمان جوگو اس کی پٹائی کرنا چاہتا تھا مگر پہلا ہاتھ مارتے ہی اسے محسوس ہوا، جیسے وہ ساکت ہوگیا ہے۔ اس نے گھور کر دیکھا تو ٹرانسمیٹر دینے والے کا سر ایک طرف ڈھلک گیا تھا۔ وہ ختم ہوچکا تھا۔

ٹرانسمیٹر پر ڈیجیٹل نمبر لکھی ہوئی تھی۔ اس کے مطابق پوہی نے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے مسٹر نوکو کی آواز سنائی دی۔ سلیمان جوگو نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "یو چیٹر، تم پوہی کے ساتھ مجھے بھی ہلاک کرنا چاہتے ہو۔"

"سلیمان جوگو! غصّے میں آدمی کسی کام کا نہیں رہتا۔ لہٰذا ٹھنڈے دل سے بات کرو۔ ورنہ ٹرانسمیٹر سے دور چلے جاؤ۔"

پوہی نے کہا۔ "سلیمان ٹھیک کہتا ہے تم دور ہوجاؤ یا میں دور چلی جاتی ہوں۔ ذرا معلوم تو کرنے دو، آخر یہ مسٹر نوکو چاہتے کیا ہیں؟"

نوکو نے کہا۔ "تم دی کلر کا سر حاصل کرنا چاہتی ہو۔ اس لیے تمھیں بلایا ہے اور یہ کوئی دھوکا نہیں ہے۔ دی کلر میرے پاس موجود ہے اور یہ تم سے باتیں کررہا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ہی ایک اجنبی سی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مس پوہی! مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر میرا سر تمھارے کام آئے گا۔ بشرطیکہ تم کام نہ آجاؤ۔"

پوہی نے پوچھا۔ "میں کیسے یقین کروں کہ تم دی کلر ہو؟"

"ٹیل پیتھی کے ذریعے یقین کرسکتی ہو۔ میں نے اپنے دماغ کے دروازے کھول دیے ہیں۔ فرہاد سے کہو، میرے پاس آجائے۔"

پوہی نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد بلند آواز سے پوچھا۔ "فرہاد، کیا تم میرے پاس موجود ہو؟"

شیبا نے چپکے سے کہا۔ "میں تمھارے پاس ہوں مگر یہی تاثر دو کہ فرہاد موجود ہیں۔ میں ابھی اس کے دماغ میں جاؤں گی۔"

پوہی نے کہا۔ "دی کلر! فرہاد تمھارے دماغ میں پہنچنے والے ہیں۔"

دی کلر نے کہا۔ "جب یقین ہوجائے کہ میں وہی ہوں جس کی تمھیں تلاش ہے تو تم ہزار خطرات سے گزر کر بھی میرے پاس آؤ گی۔ یہ جو چمگادڑیں تم پر حملہ کررہی تھیں، یہ کچھ بھی نہیں ہیں، پتا نہیں تمھیں اور کتنے سخت مراحل سے گزرنا پڑے۔ میرا سر اتنا سستا نہیں ہے۔ اس کی قیمت ہے تمھاری زندگی۔"

گویا یہ کھل کر اعتراف کرلیا گیا تھا کہ پوہی کو کسی طرح بھی زندہ واپس نہیں جانے دیا جائے گا اور وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ دی کلر کی آواز سنانے کے بعد پوہی واقعی جان ہتھیلی پر رکھ کر جائے گی۔ میں نے اس کے ایک فقرے پر غور کیا۔ اس نے ابھی کہا تھا، دماغ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ میں آسکتا ہوں۔ گویا وہ دروازے بند بھی کرسکتا تھا۔ اب دی کلر کے پیچھے جو بھی کمپیوٹر کو کنٹرول کررہا تھا، وہ یوگا سسٹم سے کام لینے والا تھا۔ دی کلر کے لیے یوگا سسٹم یہی ہوسکتا تھا کہ جس طرح یوگا کے ماہر سانس روک کر ٹیل پیتھی کی لہروں کو روک دیتے ہیں، اسی طرح دی کلر کے دماغ کا کمپیوٹر آف کرنے کے بعد ہمارے لیے اس کے دماغ کا راستہ بند ہوجاتا۔

پہلے شیبا اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس کے پیچھے میں گیا۔ اس وقت وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا ایک بکرے کی پوری ران ہاتھ میں اٹھائے اسے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر کھا رہا تھا۔ میز پر اور طرح طرح کے کھانے چُنے ہوئے تھے۔ میز کے دوسری طرف ایک شخص بیٹھا ہوا ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "اچھا تو مسٹر فرہاد، تم دی کلر کے دماغ میں آگئے ہو۔"

اپنی کار میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہم سے مخاطب ہو رہا تھا، وہ مسٹر نوکو ہی تھا۔ میں نے ابھی اس کی آواز اور لب و لہجے سے معلوم کیا ہے۔

سونیا نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، ہم وہیں جارہے ہیں جہاں پوہی پہنچنے والی ہے۔"

"بظاہر تو یہی معلوم ہورہا ہے۔ اب دیکھیں، اس کے قلعے میں پوہی پہنچے گی یا ہمیں کہیں اور پہنچایا جائے گا۔"

ڈیش بورڈ کے ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے اسے آن کیا تو مسٹر نوکو کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مسٹر ہڈسن! کیا تمھارا رابطہ فرہاد سے قائم ہوا؟"

"اس وقت فرہاد صاحب میرے دماغ میں ہیں، انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ تم وہی مسٹر نوکو ہو جس کے پاس پوہی جا رہی ہے۔"

"میں تمھارے ذریعے فرہاد سے پوچھ رہا ہوں کہ وہ اچانک میرے دماغ سے کیوں چلا گیا؟"

میں نے کہا۔ "میں فرہاد ہوں اور ہڈسن کی زبان سے بول رہا ہوں۔ میں تمھاری مرضی سے آیا تھا، اپنی مرضی سے واپس چلا آیا۔ کوئی ضروری بات رہ گئی ہو تو کہہ سکتے ہو۔"

"میں پوچھنا چاہتا ہوں، تم ایک آدمی ہو۔ ٹیل پیتھی کے ذریعے بیک وقت اپنے کتنے ساتھیوں کی حفاظت کرسکتے ہو۔"

وہ کہتے کہتے چونک گیا۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔ "ارے تم تو بات کرتے کرتے ایک دم سے میرے دماغ میں آنا چاہتے ہو، چلو میں اجازت دے رہا ہوں۔"

اسی لمحے شیبا کی آواز سنائی دی۔ وہ فرہاد میں کہہ رہی تھی۔ "میں ذرا پوہی کے پاس ضروری کام سے چلا گیا تھا۔"

مسٹر نوکو نے حیرانی سے کہا۔ "پوہی کے پاس؟ مگر تم ابھی ہڈسن کے پاس تھے۔"

معاملہ اچانک ہی بگڑ گیا۔ میں اس بگڑی کو بنا سکتا تھا اور اس کے جواب میں کہہ سکتا تھا۔ سوری، میں نے بھول سے پوہی کہہ دیا۔ حالانکہ مجھے ہڈسن کہنا چاہیے لیکن میں یہ کہہ نہ سکا۔ فوراً ہی یہ خیال آیا کہ میں جواباً کچھ کہوں گا اور اسی وقت شیبا بول پڑے گی تو دماغ میں بیک وقت دو سوچ کی لہریں ابھریں گی۔ اس طرح معاملہ کچھ اور بگڑ جائے گا۔

لیکن شیبا نے اتنے عرصے تک بابا صاحب کے آدرش میں رہ کر اچھی خاصی حاضر دماغی کی مشقیں جاری رکھی تھیں اور

عملی طور پر بھی اس کا مظاہرہ کرنے لگی تھی۔ اس نے کچھ کہنے کے بجائے فوراً میرے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ میں نے اسے محسوس کیا تو اسے سنانے کے لیے مسٹر لوکو سے کہا۔ "اوہ سوری، میں ایک ایک پل میں جگہ بدلتا ہوں کبھی پومی کے پاس اور کبھی ہڈسن کے پاس جاتا ہوں۔ اس لیے میری زبان سے پومی کا نام نکل گیا۔ حالانکہ میں ہڈسن کے پاس سے آرہا ہوں۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل آئی تھی۔ میں اسے مسلسل اپنے دماغ میں محسوس کررہا تھا مگر انجان بنا ہوا تھا۔ مسٹر لوکو نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! میں میری اور ہڈسن کو اپنے پاس بلا رہا ہوں۔ تمہیں اعتراض ہے تو میرا راستہ روکنے کی کوشش کرو۔"

"میں فضول کوششوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا۔ پتا نہیں، تم انہیں کیوں بلا رہے ہو؟ ان سے کیا چاہتے ہو؟ اگر میں انہیں نقصان پہنچتا دیکھوں گا تو جوابی کارروائی کروں گا۔ فی الحال جارہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے جیسے ہی نکلا، شیبا نے اطمینان کی ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "میں بہت بڑی غلطی کرنے جارہی تھی۔ مجھے افسوس ہے۔"

"لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم فوراً ہی سنبھل گئیں۔ تم نے بڑی حاضر دماغی سے کام لیا۔"

"میں تھوڑی دیر کے لیے غیر حاضر رہوں گی۔ میری ماما مجھے مخاطب کررہی ہیں۔"

وہ چل گئی۔ میں نے پومی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک خچر پر بیٹھی پہاڑی راستے سے گزر رہی تھی۔ سلیمان جو گو اس سے آگے ایک خچر پر جارہا تھا۔ والٹر وکی ان سے بہت پیچھے تھا۔ میں نے پومی کو مسٹر لوکو سے ہونے والی گفتگو کے متعلق بتایا۔ اس نے پوچھا۔ "تم کہاں ہو؟"

"میں سونیا کے ساتھ ہوں۔ تم سے زیادہ دور نہیں ہوں۔"

"میں یہ نہیں پوچھوں گی کہاں ہو اور کس روپ میں ہو۔ بعض اوقات دشمن اذیتیں پہنچا کر اور کبھی تنویمی عمل کے ذریعے ہمارے دماغ سے بہت سی باتیں معلوم کرلیتے ہیں۔ میں نہیں چاہوں گی کہ تمہارے متعلق دشمنوں کو کچھ بھی معلوم ہوسکے۔"

سونیا نے مجھے مخاطب کیا۔ میں پومی کے پاس سے چلا آیا۔ وہ مجھے مخاطب کرنے کے بعد خاموش ہوگئی تھی۔ میں اس کی خاموشی کا مطلب سمجھ گیا اور خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ گیا۔ پھر میں نے پوچھا۔ "تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔ تم نے وہ ننھا سا ٹرانسمیٹر نکال لیا ہے۔ ہوسکتا ہے، کوئی اور ٹرانسمیٹر اسی کار میں کسی اور جگہ چھپا کر رکھا گیا ہو اور مسٹر لوکو نے ہمیں نہ بتایا ہو۔"

"یہ ہوسکتا ہے۔ ہمیں کوئی بھی اہم گفتگو خیال خوانی کے ذریعے کرنا چاہیے۔"

مجھے اپنے اندر شیطان کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "یہی مناسب ہے۔"

ہر انسان کے اندر دو طرح کی سوچیں ہوتی ہیں۔ ایک مثبت سوچ، دوسری منفی سوچ۔ ہم منفی خیالات کو شیطانی خیالات بھی کہہ سکتے ہیں۔ ویسے بعض حالات میں ایک منفی سوچ بھی مثبت سے زیادہ کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک چاقو جو ہمیں ہلاک کرسکتا ہے، وہی چاقو ہاتھ آجائے تو ہمارا بچاؤ بھی کرسکتا ہے۔

میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں، شیطان ہمارے یا آپ کے پاس اپنے وجود کے ساتھ نہیں آتا۔ اپنے خیالات کے ساتھ آتا ہے۔ پھر اپنے خیالات ہمارے دماغوں میں نقش کرکے دور سے تماشا دیکھتا ہے۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "ہم مسٹر لوکو سے بات چھپانے کے لیے خیال خوانی کا سہارا لے رہے ہیں مگر یہ کمبخت شیطان ہمارے درمیان موجود ہے۔"

وہ بولا۔ "مجھے کمبخت نہ کہو۔ میں بلند بخت بھی ثابت ہوسکتا ہوں۔"

اب وہ سونیا کے اندر پہنچ کر بول رہا تھا۔ کیونکہ وہ بھی سونیا کے دماغ میں تھا۔ اس طرح ہم تینوں خاموش رہ کر گفتگو کرسکتے تھے اور ایک دوسرے کی سن سکتے تھے۔ سونیا نے اس سے پوچھا۔ "تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے؟"

وہ معصومیت سے بولا۔ "میں نے کیا حرکت کی ہے؟ میں تو تمہارے خلاف کچھ کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"تم شیبا کی ماما کو ہمارے خلاف بھڑکا رہے ہو۔"

"توبہ توبہ، میں بھلا کیوں بھڑکاؤں گا۔ وہ تو اس دل میں مذہبی جذبہ پیدا ہورہا ہے۔ اپنی قوم کے لیے جذبہ پیدا ہورہی ہے۔ میں کسی کے جذبے اور کسی کی محبت کو کیسے روک سکتا ہوں۔"

"تم چاہو تو ایسے جذبات سے اسے روک سکتے ہو۔ ہماری دوستی کی اہمیت جتا سکتے ہو مگر تم نے کبھی مثبت قدم اٹھایا ہی نہیں۔ پھر یہ کیسے کرسکتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "تھوڑی دیر پہلے شیبا یہ کہہ کر گئی ہے کہ اس کی ماما بلا رہی ہیں۔ کیا کوئی اہم بات ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "مسٹر فرہاد! تم خیال خوانی

کے ذریعے وہاں پہنچ کر خود معلوم کرسکتے ہو۔"

"جب تم بتانے والے آگئے ہو تو مجھے وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔"

شیطان نے کہا۔ "بات اصل میں یہ ہے کہ شیبا کی ماما تھوڑی دیر پہلے روتے روتے بے ہوش ہوگئی تھیں۔"

میں نے اور سونیا نے چونک کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"بات کچھ بھی نہیں ہے۔ آج ہفتے کا ساتواں دن ہے۔ یہودی ساتویں دن کو سبا تھ کہتے ہیں۔ اس دن وہ سیناگوج میں جاکر عبادت کرتے ہیں۔ ماما ضد کرنے لگی تھیں کہ انہیں ڈیرے سے باہر جانے کی اجازت دی جائے۔ وہ چپ چاپ چادر میں چھپیں گی۔ ایک سیناگوج میں عبادت کریں گی۔ رات ہونے تک واپس آجائیں گی۔ شیخ الفارس نے انہیں سمجھایا۔ مگر وہ سمجھنے کے بجائے روتے روتے بے ہوش ہوگئیں۔"

میں نے کہا۔ "وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے سیدھی طرح بتادو کیا چکر چلا رہے ہو۔"

"میں کیا چکر چلاؤں گا۔ یہ تو ایک موٹی سی عقل والے بھی سوچ سکتے ہیں۔ اگر کسی کو چھپا کر رکھا جائے تو اس سے تعلق رکھنے والے اسے ضرور تلاش کریں گے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ شیبا اور اس کی ماما کو تلاش کیا جارہا ہے۔"

"بے شک، شیبا کی صرف ایک ماں نہیں ہے، تل ابیب میں اس کا ایک ماموں بھی ہے جس کا نام ہرزل مامون ہے اور وہ ایئر انٹیلی جنس کمان کا ایک اعلیٰ افسر ہے۔ شیبا کا ایک نانا ہے جس کا نام نوبل مامون ہے۔ وہ اسرائیل میں بہت بڑا سوداگر تسلیم کیا جاتا ہے۔ بہت ہی مکار بزنس مین ہے۔ وہ اپنی دولت کے بل پر اپنی بیٹی موریا یعنی شیبا کی ماما کو ڈھونڈ نکالنے کا عزم کرچکا ہے۔ ربی اسفندیار نے مرحوم نوبل مامون سے شیبا کے نانا سے کہا ہے کہ شیبا اور اس کی ماما، بابا صاحب کے ادارے میں ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا اس ادارے کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے اور انہیں تلاش کرنے کے لیے لیگل سرچ وارنٹ حاصل کیا جائے۔"

"گویا تم نے بڑی دور تک شیطانی جال پھیلا دیا ہے۔"

"میں تو خواہ مخواہ بدنام ہوتا ہوں۔ اگر میں دشمن ہوتا تو تمہارے پاس کیوں آتا۔"

"یہی تمہاری خوبی ہے۔ تم دوستوں اور دشمنوں میں یکساں نظم احاصل کرلیتے ہو۔"

سونیا نے پوچھا۔ "یہ بتاؤ، ابھی کیوں آئے ہو؟"

"میں مشورہ دینے آیا ہوں۔ اپنا زیادہ وقت اور زیادہ توجہ شیبا اور اس کی ماما پر صرف کرو۔"

"تم چاہتے ہو، ہم پومی کو خطرات سے گزرتے دیکھیں اور اسے نظر انداز کردیں۔"

"پومی ذہین ہے، دلیر ہے۔ وہ مشکلات کو آسان بنانا جانتی ہے مگر شیبا عملی میدان میں کچی ہے۔ وہ اپنی ماما کو نہیں سنبھال سکے گی۔ پھر بیرونی حملے ہورہے ہیں۔ ہرزل مامون اپنی حکومت کی طرف سے بڑے وسائل اختیار کررہا ہے۔ ربی اسفندیار ان کے ساتھ ہے اور شیبا کا نانا اپنی دولت پانی کی طرح بہانے پر آمادہ ہے۔ وہ ہر حال میں ماں بیٹی کو اس ادارے سے نکال لائیں گے۔"

ہم سوچ میں پڑ گئے۔ شیطان نے کہا۔ "شیبا کی ماما موریا کے چلے جانے سے تم لوگوں کا نقصان نہیں ہوگا لیکن شیبا چلی گئی تو ٹیلی پیتھی کی ایک قوت مخالف محاذ پر ہوگی۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ اگرچہ شیبا دماغی طور پر ذرا کمزور تھی۔ ہمارے مخالف محاذ پر پہنچ کر ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی لیکن اس کا دماغ ہمیشہ کمزور نہ رہتا۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر دماغی توانائی حاصل کرنے کا نسخہ سمجھ لیا تھا اور وہ اس پر عمل بھی کرتی تھی۔ اب وہ پہلے جیسی شیبا نہیں رہی تھی۔ اس کی صحت اچھی ہوگئی تھی۔ پہلے اسے اختلاجِ قلب کی شکایت تھی، اب وہ شکایت دور ہو گئی تھی جو جسمانی طور پر صحت مند ہو، وہ دماغی طور پر بھی صحت مند رہتا ہے۔ اس لیے ہم شیبا کو کسی طرح نظر انداز نہیں کرسکتے تھے۔

سونیا نے کہا۔ "بڑی مشکل ہے۔ ہم پومی کو بھی نظر انداز نہیں کرسکتے۔ پھر ہمیں دماغی طور پر حاضر رہنا پڑے گا کیونکہ ہم مسٹر لوکو کے بلاوے پر جارہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "موجودہ صورتِ حال کے مطابق ہمیں مسٹر لوکو کی طرف نہیں جانا چاہیے۔ راستہ بدل دینا چاہیے۔"

سونیا نے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس کے آدمی ہمارا تعاقب کررہے ہوں گے۔"

"ہم انہیں ڈاج دے کر نکل سکتے ہیں۔"

شیطان نے کہا۔ "میں یہ مشورہ نہیں دوں گا۔"

"تم سے مشورہ کس نے مانگا ہے؟"

"میں مادام کو آنٹی کہتا ہوں۔ ان کی بھلائی چاہتا ہوں، اس لیے ضرور کہوں گا کہ مسٹر لوکو سے سامنا کرنا چاہیے۔ اس

کے ذریعے ایک بہت ہی قیمتی ہیرا تم لوگوں کے ہاتھ آسکتا ہے۔"

"تم جانتے ہو، ہم کبھی ہیرے جواہرات کا لالچ نہیں کرتے ورنہ ہمارے قدموں میں دنیا جہاں کے خزانے ہو سکتے ہیں۔"

شیطان نے کہا۔ "میں لالچ اور خزانے کے حصول کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ وہ ہیرا یہودیوں کے لیے بہت مقدس ہے۔ وہ تمہارے ہاتھ میں رہے گا تو ان کی ایک کمزوری بھی تمہارے ہاتھ میں رہے گی۔"

کمبخت شیطان تھا۔ موقع کی مناسبت سے بھرپور دلائل کے ساتھ اپنی بات منواتا تھا۔ اس وقت وہ بات ہمارے حق میں تھی۔ شیبا اور اس کی ماما ہمارے ہاتھ سے نکلنے والی تھیں۔ ایسے میں یہودیوں کی ایک کمزوری اپنے ہاتھ میں لازمی تھی۔ اس کے باوجود میں نے کہا۔ "اے شیطان! ہم تیری باتوں میں نہیں آئیں گے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "بائی دی وے، ایک ہیرا ان کے لیے مقدس کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہودیوں کی مذہبی تاریخ پڑھو گی تو میری باتوں پر یقین آئے گا۔ اتنا بتا دوں کہ جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو خدا کی وحدانیت کے متعلق بتایا اور اس کی عبادت کرنے کے لیے کہا تو کچھ لوگوں نے مخالفت کی۔ پھر یہ مخالفت بڑھتی گئی۔ ان کا مطالبہ تھا اگر خدا ہے تو نظر کیوں نہیں آتا اور اگر ہم خدا کو تسلیم کر لیں تو اسے دیکھے بغیر کس کی عبادت کر سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ مخالفت کرنے والوں نے ایک جانور کا بت تراشا اور اس کے آگے سجدہ کرنے لگے۔ اس کے آگے جانوروں کی قربانیاں دینے لگے اور ہیرے جواہرات کے چڑھاوے چڑھانے لگے۔ انھی جواہرات میں وہ ایک ہیرا تھا جو اس بت کی پیشانی پر ماتھے کی بندیا کی طرح لگا دیا گیا تھا۔ اس ہیرے کی شکل سورج مکھی کی طرح تھی۔ وہ ایک ننھے سے بٹن کی طرح تھا مگر اس کی جگمگاہٹ دور سے دیکھی جا سکتی تھی۔"

میں نے کہا۔ "یہ پرانی تاریخ ہے۔ اب یہودی کسی جانور نما بت کی پرستش نہیں کرتے ـــــ پھر وہ ہیرا ان کے لیے مقدس کیسے ہو سکتا ہے؟"

"بے شک، وہ بت کی پرستش نہیں کرتے۔ تاہم وہ ہیرا ان کا تاریخی اثاثہ ہے ایسی قیمتی اور نایاب چیز ہیں جب کسی میوزیم میں رکھی جاتی ہیں تو اس چیز سے تعلق رکھنے والی قوم ان پر فخر کرتی ہے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیا وہ نایاب اور مقدس ہیرا کسی میوزیم میں رکھا ہوا ہے؟"

"رکھا ہوا تھا۔ اب چرا لیا گیا ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس ہیرے کو مسٹر نو کو نے کسی میوزیم سے چرایا ہے اور ہم وہ ہیرا کسی طرح حاصل کر سکتے ہیں؟"

"میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔"

"یہودیوں کا یہ تاریخی اثاثہ کسی دوسرے میوزیم میں کیسے پہنچ گیا تھا؟"

"وہ کسی میوزیم میں کیسے پہنچ گیا تھا، یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ بہرحال جب یہودی صدیوں پہلے امریکا میں داخل ہوئے اور نیویارک کو اپنا مسکن بنایا تو اسی وقت کسی دولت مند یہودی نے وہ ہیرا میوزیم میں رکھوا دیا تھا۔ اب جبکہ ان کی حکومت اسرائیل میں قائم ہو گئی ہے تو وہ اس میوزیم سے ہیرے کو لے جا کر وہاں رکھنا چاہتے تھے لیکن یہاں کی حکومت اس پر راضی نہ ہوئی۔ لہٰذا اسے چرا لیا گیا۔"

"گویا وہ مقدس سورج مکھی یہاں سے اسمگل ہو کر اسرائیل پہنچے گا۔"

"ہاں، یہی ہونے لگا ہے۔"

"اسے کون یہاں سے لے جا رہا ہے اور کس طرح لے جا رہا ہے؟"

"یہ تو میں نہیں بتا سکتا۔ کچھ مجبوریاں ہیں۔ جب تم مسٹر نو کو کا سامنا کرو گے تو بہت کچھ معلوم ہوتا جائے گا۔"

ہماری کار تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ اچانک ہی سونیا نے بریک لگائے۔ ایک جھٹکے سے گاڑی رکی۔ ہم دونوں ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچ گئے۔ ایک بڑا ٹرک دوسرے راستے سے آکر ہمارے سامنے رک گیا تھا اور اس طرح رکا تھا کہ دائیں بائیں سے کار لے جانے کا راستہ نہیں رہا تھا۔

شیطان نے کہا۔ "مسٹر نو کو نے جو راستہ بتایا تھا تم اس پر نہیں جا رہے تھے۔ لہٰذا تمھیں گھیرا جا رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہم میں اتنی سمجھ ہے اور ہم یہ بھی سمجھ رہے ہیں کہ تم نے ہمیں باتوں میں لگائے رکھا۔ نہ ہم راستے کا خیال رکھ سکے اور نہ ہی پولی کی اب تک خبر لے سکے۔"

ہمارے پیچھے دو گاڑیاں آکر رک گئی تھیں۔ ان میں سے چند مسلح افراد اتر کر ہماری طرف آ رہے تھے۔ وہ تعداد میں چار تھے۔ ان کے ہاتھوں سے ہتھیار گرا لیا اور انھیں بے بس کر دینا ہمارے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی مگر ہم نے بے بسی ظاہر کی اور یہ تاثر دیا کہ فرہاد ہمارے دماغوں میں نہیں ہے۔ جب ہمارے پاس آئے گا تو مسلح جوانوں سے نمٹ

لے گا۔ انھوں نے قریب آکر کہا۔ "چپ چاپ اس ٹرک کے پچھلے حصے میں بیٹھ جاؤ۔"

اس کے پچھلے حصے سے ایک کیبن نما ٹریلر بندھا ہوا تھا۔ ہم اس کیبن میں جا کر بیٹھ گئے۔ وہ چاروں بھی اس کیبن میں آ گئے تھے۔ جب وہ ٹریلر چل پڑا تو ایک شخص نے ایک بیگ ہماری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس میں میک اپ اتارنے کا سامان رکھا ہوا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے اتارو گے یا ہمیں تکلیف دو گے۔"

سونیا نے کہا۔ "اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

اس نے اپنی گردن کے پیچھے ہاتھ لے جا کر ماسک میک اپ کو کھولا۔ پھر اسے چہرے پر سے اتار دیا۔ ان پر حاشوں نے خوش ہو کر اسے دیکھا۔ ایک نے کہا۔ "واہ، آپ تو بلا کی سونیا نکلیں۔ اس کا مطلب ہے، آپ کے ساتھ مسٹر فرہاد ہیں۔"

میں نے اپنا ماسک اتارتے ہوئے کہا۔ "میں اپنی پیدائش کے روز اوّل سے ہی کاکس ہوں اور یہی رہوں گا۔"

وہ مجھے غور سے دیکھنے لگے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "سونیا، یہ لوگ ہمیں اپنی گاڑیوں میں بٹھا کر لے جا سکتے تھے۔ اس ٹریلر میں بٹھانے کا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ اس کیبن میں ہماری باتیں سننے کے لیے وہی خفیہ آلہ کہیں نصب کیا ہوگا اور کچھ ایسے خصوصی انتظامات کیے گئے ہوں گے کہ ہمیں ہر طرح سے دیکھ بھال کر پرکھا جائے اور ہماری اصلیت معلوم کی جائے۔"

وہ بولی۔ "ان لوگوں کو مجھ پر چھوڑ دو۔ پولی کی خبر لو۔"

میں دوسرے ہی لمحے اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ خچر پر سفر کرتے ہوئے ایک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئی تھی۔ اس پہاڑ کے سامنے ایک اور پہاڑ کی چوٹی نظر آ رہی تھی۔ دونوں پہاڑوں کے درمیان تقریباً دو میل کا فاصلہ تھا۔ سامنے والی پہاڑ کی چوٹی پر بہت بڑا قلعہ دکھائی دے رہا تھا اور وہ نوکو کیسل تھا۔

نوکو کیسل کی بلندی بتا رہی تھی، وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ نیچے سیکڑوں فٹ کی گہرائی تھی۔ ایک پہاڑی سے نیچے اتر کر دو میل چل کر دوسری پہاڑی پر چڑھنا ممکن نہ تھا۔ وہ پہاڑی قدرتی طور پر ایسی تراشیدہ تھی کہ شاید کوہ پیما ہی چڑھ سکتے ہوں گے لیکن قلعے کے قریب پہنچنا کسی کوہ پیما کے بس میں بھی نہیں تھا۔ وہاں چاروں طرف آہنی کانٹے بچھے ہوئے تھے پھر دور سے ہی مسلح افراد نظر آ رہے تھے معلوم ہوتا تھا چوبیس گھنٹے قلعے کے چاروں طرف پہرہ دیا جاتا ہے۔

پولی نے آنکھوں پر سے دوربین ہٹا کر سلیمان جوگو کو دے دی۔ وہ دیکھنے لگا۔ اس پہاڑی سے اُس پہاڑی تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ تھا۔ دونوں پہاڑ کی چوٹیوں کو بڑے بڑے آہنی تاروں سے منسلک کیا گیا تھا۔ ان تاروں پر ہینگنگ چیئرز یعنی جھولتی ہوئی کرسیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ ان کرسیوں پر بیٹھ کر اس پہاڑی کے قلعے تک پہنچا جا سکتا تھا۔

قریب ہی چند فرلانگ کے فاصلے پر ایک اسٹیشن کی چھوٹی سی عمارت نظر آ رہی تھی۔ اس اسٹیشن سے ہینگنگ چیئرز روانہ ہوتی تھیں اور جانے والوں کو اس قلعے تک پہنچاتی تھیں مگر وہاں تک ہر شخص نہیں جا سکتا تھا۔ مسٹر نو کو کی اجازت کے بغیر ایسے جانوروں کو بھی بھیجا نہیں جاتا تھا جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

وہ دونوں خچروں کو ہانکتے ہوئے اسٹیشن تک پہنچ گئے۔ سلیمان جوگو نے اسٹیشن ماسٹر سے ملاقات کی، اپنا تعارف کرایا اور کہا۔ "مسٹر نو کو نے انھیں قلعے میں آنے کی اجازت دی ہے۔"

اسٹیشن ماسٹر نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری پہاڑ کی چوٹی پر جو ہینگنگ چیئرز اسٹیشن تھا، وہاں کے اسٹیشن ماسٹر سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اسے سلیمان جوگو اور پولی کے متعلق بتایا گیا۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "مسٹر سلیمان جوگو سے کہا جائے کہ ان کے پاس جو ٹرانسمیٹر ہے، اس کے ذریعے مسٹر نو کو سے رابطہ قائم کریں۔ جب ہمارے باس سے حکم ملے گا تو ہم یہاں آنے کی اجازت دیں گے۔"

اس کے مطابق سلیمان نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ مسٹر نو کو نے خوش ہو کر کہا۔ "اچھا تو تم پولی کے ساتھ یہاں تک پہنچ گئے ہو۔ بائی دی وے، مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ وہ ایسی جگہ آ رہی ہے جہاں سے واپسی ممکن نہیں ہے۔"

سلیمان نے کہا۔ "یقین نہیں آ رہا ہے تو اپنے آدمیوں سے کہو، پولی کے چہرے کا اچھی طرح جائزہ لیں۔ اگر وہ میک اپ میں ہے تو میک اپ اتارنے کی کوشش کریں۔"

مسٹر نو کو نے کہا۔ "اب اصلی اور میک اپ زدہ چہروں کو سمجھنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے نقلی کو بھی اصلی ثابت کر دیا جاتا ہے۔ بہرحال تم آ سکتے ہو۔ میں اپنے آدمیوں کو حکم دیتا ہوں، وہ تم دونوں کو یہاں پہنچا دیں گے۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی فون پر اطلاع ملی کہ پولی اور سلیمان جوگو کو ہینگنگ چیئر میٹر قلعے تک پہنچا دیا جائے۔

اسٹیشن ماسٹر انھیں اس پلیٹ فارم تک لے گیا جہاں یکے بعد دیگرے کرسیاں قطار سے رکھی ہوئی تھیں۔ وہ سب

موٹے آہنی تار سے منسلک تھیں۔ وہاں دو طرفہ تار تھے۔ ایک تار سے لٹکنے والی کرسیاں مسافروں کو دوسری پہاڑی پر لے جاتی تھیں اور دوسرے تار سے لٹکنے والی کرسیاں اس قلعے سے آنے والوں کو یہاں تک لاتی تھیں۔

اس پلیٹ فارم پر دو شخص اور تھے سان میں سے ایک مشین آپریٹر تھا۔ اس نے دوسرے شخص سے کہا۔ "انھیں کرسیوں پر بٹھاؤ، میں مشین چلاتا ہوں۔"

وہ پلیٹ فارم کے پیچھے والے بڑے ہال میں چلا گیا جہاں ایک بڑی سی مشین نصب کی گئی تھی۔ اس مشین کے آن ہوتے ہی کرسیاں خود بخود تار پر جھولتی ہوئی دوسری طرف جانے لگتی تھیں۔ ادھر پلیٹ فارم پر کھڑے ہوئے شخص نے پولی اور سلیمان سے کہا۔ وہ الگ الگ کرسیوں پر بیٹھ جائیں اور سیفٹی بیلٹ باندھ لیں۔ اس کرسی کے ہتھے پر ایک چھوٹا سا ہینڈل تھا جسے تھام کر کرسی کی رفتار بڑھائی اور گھٹائی جا سکتی تھی۔ پہلی کرسی پر پولی کو بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ سلیمان جوگو نے کہا۔ "پہلے میں بیٹھوں گا۔"

اس شخص نے کہا۔ "سوری، میرے پاس احکامات آئے ہیں۔ پہلی کرسی پر یہ لڑکی جائے گی۔ دوسری پر تم۔"

اسی وقت والشورو کی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے کہا۔ "اور تیسری پر میں جاؤں گا۔"

پلیٹ فارم پر کھڑے ہوئے شخص نے کہا۔ "ماسٹر کے حکم کے بغیر تم تو کیا تمھارے سر کا بال بھی نہیں جا سکے گا۔ اپنے آس پاس دیکھ لو۔"

اس کے آس پاس اچانک مسلح افراد پہنچ گئے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں اشین گنیں تھیں۔ پھر ایک مسلح شخص نے کہا۔ "مسٹر سلیمان جوگو! ابھی فون پر ماس کا حکم ملا ہے کہ تم ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفت گو کر سکتے ہو۔"

سلیمان نے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے مسٹر نوکو کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "سلیمان! میرے قلعے میں صرف دو افراد آئیں گے۔ ان میں پولی کی آمد لازمی ہے۔ دوسرے تم ہو سکتے ہو یا پولی کا استاد ماسٹر روکی۔ یہ تم دونوں فیصلہ کرو، کون آئے گا۔"

سلیمان جوگو نے جھنجلا کر کہا۔ "میں آؤں گا۔ تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میرے آتے ہی رقم ادا کرو گے۔"

مسٹر نوکو نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمھیں غصہ بہت جلدی آتا ہے۔ ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ تم یہاں تک آنے کے لیے والشورو کی کو ہلاک کر دو گے تو میرا ایک اور دشمن ختم ہو جائے گا۔ تمھارے معاوضے کی رقم اور بڑھ جائے گی۔"

اچانک سلیمان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ وہ خونخوار نظروں سے والشورو کی کو دیکھنے لگا۔ اس ٹرانسمیٹر سے مسٹر نوکو کی آواز ابھر رہی تھی۔ وہ کہتا جا رہا تھا۔ "اگر والشورو کی نے تمھیں ہلاک کر دیا تو میرے چالیس ہزار ڈالر محفوظ رہیں گے۔ میں اس کی ادائیگی سے بچ جاؤں گا۔"

وہ غصے سے ٹرانسمیٹر کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم جھوٹے ہو۔ میری رقم بڑھاتے جاتے ہو۔ لالچ دیتے جاتے ہو اور مجھ سے کام لیتے جاتے ہو۔ ٹھیک ہے، میں اس بڈھے جاپانی کو ابھی ختم کر دوں گا۔ بولو، میری رقم کتنی بڑھے گی؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "دس ہزار ڈالر۔"

"تو پھر پورے پچاس ہزار ڈالر تیار رکھو۔ میں پولی کو لے کر آ رہا ہوں۔"

والشورو کی ذرا فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔ میں اسے ٹرانسمیٹر پر ہونے والی گفت گو بتاتا جا رہا تھا۔ سلیمان نے اپنا ٹرانسمیٹر پاس کھڑے ہوئے شخص کو دیا۔ پھر غرا کر والشورو کی کی طرف پلٹ گیا۔ روکی نے کہا۔ "میں جانتا ہوں دس ہزار کی رقم بڑھ گئی ہے مگر تمھاری زندگی گھٹ سکتی ہے۔"

وہ محتاط انداز میں پینترے بدلتا ہوا والشورو کی کے سامنے آیا۔ روکی نے کہا۔ "تمھیں یاد ہے، تم مجھ سے مصافحہ کرنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا تھا، میں اپنے مدمقابل سے زندگی کا پہلا اور آخری مصافحہ کرتا ہوں۔ کیا خیال ہے؟"

یہ کہتے ہوئے والشورو کی نے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے بڑھایا۔ سلیمان نے گھور کر اس کے ہاتھ کو دیکھا پھر اچانک لات ماری۔ مگر جہاں لات ماری، وہاں ہاتھ نہیں تھا۔ جب اس کی لات اپنی جگہ واپس آئی تو وہ ہاتھ اپنی جگہ دکھائی دیا۔ بوڑھے جاپانی کی یہ شرارت غصے کو بھڑکانے کے لیے کافی تھی۔ اس نے بھڑک کر یکبارگی حملہ کیا۔ وہ حملہ بھی ناکام ہوا۔ والشورو کی نے کہا۔ "اگرچہ تم میرے دشمن ہو مگر اصولی بات سمجھاتا ہوں۔ مجھ سے لڑنا چاہتے ہو تو دماغ کو قابو میں رکھو۔ غصہ تھوک دو ورنہ ایک حملہ بھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔"

سلیمان جوگو نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اب اس کا دماغ سمجھا رہا تھا۔ بوڑھا بہت ہی شاطر ہے، آسانی سے قابو میں آنے والا نہیں ہے۔ بہت سوچ کر اس پر حملہ کرنا ہوگا۔

یہ سوچتے ہی اس نے اپنا ایک ہاتھ بڑھایا۔ مگر وہ مصافحے کے لیے نہیں، پنجہ لڑانے کے لیے تھا۔ والشورو کی نے اس کی یہ خواہش پوری کی۔ اس سے ایک ہاتھ کا پنجہ ملایا۔

اس نے دوسرا ہاتھ بھی بڑھایا۔ پھر دونوں ہاتھ کے پنجے ایک دوسرے سے مل گئے۔

دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔ سلیمان جوگو طاقت میں زیادہ تھا۔ والشورو کی کمال میں زیادہ تھا۔ سلیمان نے پوری قوت سے اس کی انگلیوں کو اپنے شکنجے میں لیتے ہوئے کہا۔ "یہ فولادی پنجہ ہے۔ اس سے نکل نہیں پاؤ گے۔"

بے شک وہ فولادی پنجے تھے۔ ان سے کوئی نہیں نکل سکتا تھا لیکن والشورو کی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ننھے ننھے باریک اور نرم کیچوؤں کو دیکھا ہے۔ وہ سخت زمین میں سرنگ لگا کر اندر چلے جاتے ہیں اور اسی سرنگ سے نکل آتے ہیں یہ دیکھو۔"

پھر سلیمان جوگو نے اپنی پوری قوتیں صرف کرنے کے باوجود دیکھا، والشورو کی کی انگلیاں اس کی آہنی انگلیوں کے درمیان سے کیچوؤں کی طرح پھسلتی ہوئی نکل رہی تھیں۔ وہ پوری قوت سے دبوچے رہنا چاہتا تھا لیکن ناکام ہو رہا تھا۔ اچانک ہی اس کا ہاتھ اس کے آہنی شکنجے سے نکلا۔ پھر دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر پڑے۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ پھر سر کو جھٹک کر دیکھا۔ والشورو کی اس کے سامنے کھڑا اپنے دو آزاد ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔ پولی آرام سے کرسی پر سیفٹی بیلٹ باندھے بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک مسلح شخص نے کہا۔ "ہم انتظار نہیں کر سکتے۔ کرسیاں یہاں سے جا رہی ہیں۔ ایک میں پولی بیٹھی ہے۔ دوسری خالی جائے گی۔ تم میں سے جو بھی اس خالی پر قبضہ جمائے گا، وہی اس پار قلعے میں جا سکے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ مشین چل پڑی تھی۔ پولی کی کرسی نے حرکت کی اور تار پر جھولتے ہوئے آگے جانے لگی۔ سلیمان جوگو دوڑ کر خالی کرسی کی طرف جانا چاہتا تھا مگر اس کی ٹانگ پر والشورو کی کی ٹانگ پڑی۔ وہ اوندھے منہ گر پڑا۔

دوسری خالی کرسی پولی سے تقریباً پانچ گز کے فاصلے پر تھی۔ پولی کرسی پر بیٹھی پلیٹ فارم سے نکل کر پہاڑی سطح سے دور ہو چکی تھی۔ اس کے پاؤں تلے سیکڑوں فٹ گہری کھائی تھی۔ وہاں اتنی گہرائی تھی کہ سورج کی روشنی مشکل سے پہنچتی تھی۔ اگر کرسی پر سیفٹی بیلٹ نہ بندھا ہوا تو کوئی بھی کمزور شخص ہوا کے تیز جھونکے سے موت کی انجانی پستیوں میں پہنچ سکتا تھا۔

پولی کے پیچھے پانچ گز کے فاصلے پر خالی کرسی تھی، اس کرسی نے بھی حرکت کی۔ آگے جانے لگی۔ والشورو کی تیزی سے دوڑتا ہوا کرسی کی طرف لپکا مگر اس کی ٹانگ پر سلیمان جوگو کا ہاتھ پڑا۔ روکی گرتے گرتے اس خالی کرسی سے لپٹ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس کرسی پر گھسٹتے ہوئے جانے لگا۔

سلیمان جوگو کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ دوڑتا ہوا کرسی سے جا کر لپٹ جاتا یا اس پر چڑھتا۔ اس نے اچھل کر گھسٹنے والے والشورو کی کی دونوں ٹانگوں کو پکڑ لیا۔ اب وہ بھی اس کے ساتھ گھسٹتا جا رہا تھا۔ دونوں پلیٹ فارم کی حد سے نکل گئے تھے۔ پہاڑی سطح کی بلندی سے نکلتے ہی اچانک والشورو کی کو جھٹکا سا لگا۔ ایک تو اس کے اپنے وجود کا وزن تھا، دوسرے سلیمان جوگو اس کی ٹانگ پکڑ کر لٹک رہا تھا۔ اس نے ذرا سر جھکا کر دیکھا۔ نیچے سیکڑوں فٹ کی گہرائی تھی اور جوگو اس کی ٹانگیں پکڑ کر جھول رہا تھا۔

یہ سوچنا ہی حماقت تھی کہ کوئی سیفٹی بیلٹ باندھے بغیر فضا میں جھولتا ہوا پہاڑ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا سکتا ہے اور کہاں یہ کہ والشورو کی کرسی پر بیٹھا ہوا نہیں تھا، اس سے لپٹا ہوا تھا اور سلیمان اس کی ٹانگیں پکڑ کر لٹک رہا تھا۔ دونوں ہی زندگی اور موت کے درمیان جھول رہے تھے۔ اتنی بلندی پر ہوا سائیں سائیں کرتی گزر رہی تھی۔

والشورو کی نے چیختے ہوئے کہا۔ "سلیمان! میں اپنی بیٹی کی حفاظت کے لیے جا رہا ہوں اور تم پچاس ہزار کے لیے۔ میں چاہوں تو تمھیں اس کرسی تک پہنچنے نہ دوں مگر تمھیں توبہ کا موقع دیتا ہوں۔ تم نے اسلام قبول کیا ہے۔ میں تمھیں سمجھاتا ہوں، لالچ سے باز آ جاؤ۔ ہم تمھیں دوست بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔"

اس کی باتوں کے دوران سلیمان اپنی دونوں ٹانگوں کو اوپر کی طرف اٹھا رہا تھا۔ کرسی کے چار آہنی پائے، چار آہنی راڈ سے منسلک تھے۔ سلیمان نے اپنی ٹانگیں ان میں سے ایک راڈ میں پھنسا لیں یعنی اب صرف والشورو کی کا سہارا نہیں تھا۔ وہ راڈ کے سہارے بھی کرسی سے اٹا لٹک سکتا تھا مگر اس نے والشورو کی کو نہیں چھوڑا۔

مگر وہ کب تک ٹانگیں پکڑ کر رہ سکتا تھا۔ اصل مقصد تو کرسی پر قبضہ جمانا تھا اور قبضہ حاصل کرنے کے لیے وہاں تک پہنچنا لازمی تھا۔ اس نے ایک ایک کر کے اس کی ٹانگوں کو چھوڑ دیا۔ کرسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اب کرسی کے اوپر والشورو کی تھا اور اس کے نیچے راڈ پر سلیمان جوگو اوپر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔

پولی نے بار بار سر گھما کر دیکھا۔ وہ بڑا ہی دم بخود کر دینے والا منظر تھا۔ دو انسان زندگی اور موت کے لیے ہزاروں فٹ کی بلندی پر ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے اور ایک کرسی پر قبضہ جمانا چاہتے تھے۔ کرسی خواہ زمین پر ہو یا خلا میں،

اس پر قبضہ جمانے کے لیے دو قوتیں آپس میں برسرِ پیکار رہتی ہیں۔

سلیمان جوگو کرسی کے پائیدان کی طرف آگیا۔ پھر وہاں کی ان دونوں زنجیروں کو مضبوطی سے تھام لیا جو موٹے تار سے منسلک تھیں اور اس تار پر ایک آہنی پہیے کے ذریعے پھسلتی جارہی تھیں۔ اس کے پاؤں آہنی راڈ پر جمے ہوئے تھے۔ جب اس نے سر اٹھا کر کرسی کی طرف دیکھا تو وہاں والشورو کی بیٹھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا "یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تمہیں یہاں تک پہنچنے کا موقع دے رہا ہوں۔ اب بھی لالچ سے باز آجاؤ۔"

اس نے کہا "میں توبہ کرتا ہوں۔ میں لالچ نہیں کروں گا۔ مجھے کرسی پر آنے دو۔"

والشورو کی نے ایک انگلی کا اشارہ کیا۔ یعنی اسے آنے کی اجازت دے دی۔ کرسی ایک فرد کے لیے تھی۔ وہ پائیدان پر آکر کھڑا ہوگیا۔ والشورو کی نے پوچھا "کیا تم اب بھی پچاس ہزار میں پوئی کا اور میرا سودا کرو گے؟"

وہ زنجیروں کو مضبوطی سے پکڑے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا "بے وقوف! وہ مسٹر نو کو ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ صرف مجھے اس لیے چھوڑ سکتا ہے کہ میں اس کے کام آرہا ہوں۔ پوئی کو اس کے پاس پہنچا رہا ہوں اور تمہارا خاتمہ کرنے والا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اچانک والشورو کی کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ رو کی کا منہ دوسری طرف گھوم گیا۔ نیچے بہت نیچے موت کی انجانی گہرائی تھی۔ رو کی نے حفاظتی بیلٹ نہیں باندھی تھی۔ اس لیے ٹھوکر کھانے کے بعد آدھا نیچے جھک گیا تھا۔ گرنے ہی والا تھا لیکن اس نے کرسی کے نچلے راڈ کو تھام لیا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے زنجیر کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ اس پر پے در پے سلیمان جوگو کی بھاری بھرکم لاتیں پڑ رہی تھیں۔

ہر ٹھوکر پر لیوں لگ رہا تھا جیسے اب تب میں وہ نیچے گرنے ہی والا ہو۔ جیسے زندگی تھک گئی ہو اور اسے موت کی گہری آغوش میں پہنچانا چاہتی ہو۔ ایک بار اچانک ہی اس کے ہاتھ سے راڈ چھوٹ گیا۔ یہ سلیمان جوگو کے لیے فیصلہ کن موقع تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے زنجیر چھوڑ دی۔ دوسرے ہاتھ سے زنجیر کو تھامے رہا۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے والشورو کی کے منہ پر ٹھوکر مارنا چاہی مگر رو کی نے اپنا سر ایک طرف ہٹا لیا۔ اس نے اتنی زور سے ٹھوکر مارنا چاہی تھی کہ وار خالی جانے پر ایسا لگا جیسے ہاتھ سے زنجیر چھوٹ گئی ہو۔ واقعی اس کے ہاتھ سے زنجیر چھوٹ گئی تھی۔ وہ حملہ کرنے کی جھونک میں نیچے پھسلنے لگا تھا۔

تب پتا چلا، رو کی کے ہاتھ سے راڈ چھوٹا نہیں تھا۔ اس نے جان بوجھ کر چھوڑا تھا۔ سلیمان کے آگے چارہ ڈالا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر فیصلہ کن حملہ کرے اور اس نے یہی کیا تھا جیسے ہی اس نے منہ پر ٹھوکر مارنا چاہی تھی، رو کی نے اپنا سر ایک طرف ہٹا کر اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہاتھ سے زنجیر چھوٹ گئی۔ وہ کرسی کے پائیدان سے پھسلتا ہوا نیچے جانے لگا مگر ایک ٹانگ رو کی کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے اس ٹانگ کو اپنی بغل میں دبا لیا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے زنجیر کو تھامے ہوئے تھا اور کرسی پر اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔

سلیمان جوگو کسی بھی لمحے میں زندگی کے ہاتھوں سے چھوٹ سکتا تھا۔ موت کی اندھی آغوش میں پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ وہ سیدھا لٹک رہا تھا۔ ایک آدھ بار اس نے دوسری ٹانگ چلا کر اسے راڈ تک پہنچانے کی کوشش کی تو رو کی نے چیخ کر کہا "اب تمہاری جدوجہد کا وقت ختم ہوچکا ہے۔ حرامزادگی دکھا کر کرسی کے راڈ تک پہنچنا چاہو گے تو میں تمہاری ٹانگ چھوڑ دوں گا۔"

وہ سمجھ رہا تھا، ٹانگ رو کی کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تو پھر وہ کہیں کا نہیں رہے گا۔ کوئی سہارا نہیں ملے گا۔ اس لیے وہ دم سادھے، چپ چاپ الٹا لٹکتے ہوئے دیدے پھیلا ادھر اُدھر دیکھنے لگا جیسے کوئی نادان بچہ تیرنا نہ جانتا ہو اور خلا میں تیرنے کے خواب دیکھ رہا ہو۔

پوئی بڑی دیر سے اپنی کرسی پر بیٹھی یہ..... تما... دیکھ رہی تھی۔ اس نے ہینڈل کو تھام کر اس کی رفتار سست کر... وہ سمجھ رہی تھی، اس کا استاد ماسٹر رو کی زیادہ دیر تک کرسی پر اوند... پڑا رہ کر سلیمان جیسے پہاڑ کو سنبھال نہیں سکے گا۔ آخر بوڑھا ہ... وہ نہیں چاہتی تھی کہ زیادہ مشقت کرے۔ لہٰذا اس نے بلند آواز سے کہا "سلیمان! اب بھی آنکھیں کھولو۔ دوست اور دشمن کو پہچانو۔ مجھے جس کے حوالے کرنے جارہے ہو وہ تمہیں پھوٹی کوڑی نہیں دے گا اور ہم تمہیں بار بار موت کے منہ سے بچا رہے ہیں۔ لو ایک بار پھر تمہیں زندگی کی طرف لا رہے ہیں۔"

اس نے رسّی کے بنڈل کو کھول کر اس کے ایک حصے کو تھاما۔ باقی بنڈل کے نچلے کو دور سلیمان جوگو کی طرف اچھال دیا۔ وہ بنڈل کھلتا ہوا سلیمان کی طرف گیا۔ اس نے فوراً ہی اسے تھام لیا۔ پوئی نے کہا "ماسٹر! اسے چھوڑ دو۔ سیٹ پر سیدھی طرح بیٹھ کر سیفٹی بیلٹ باندھ لو۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے رسّی کے اس سرے کو جو اس کے ہاتھ میں تھا۔۔۔ کرسی کی زنجیر سے باندھ دیا۔ اُدھر رو کی نے اس کی ٹانگ چھوڑ دی تھی۔ وہ لٹکتا ہوا فراڈ دور تک گیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلنے لگی مگر وہ رسّی سے لٹک رہا تھا۔ جھولنے والی کرسی سے بہت نیچے جھولتا جارہا تھا۔

ذرا دیر بعد اس کے حواس درست ہوئے تو وہ رسّی کو اسی طرح مضبوطی سے تھامے اوپر کی طرف چڑھنے لگا۔ پوئی نے سر جھکا کر کہا "خبردار! جہاں ہو وہیں رہو۔ میرے جھولے تک آنے کی کوشش کرو گے تو میں اس رسّی کو چاقو سے کاٹ ڈالوں گی۔"

اس نے لانبا سا چاقو کھول کر اسے دکھایا۔ وہ جہاں تھا وہیں لٹکتا رہ گیا۔ حسرت سے سر اٹھا کر دیکھتا رہا۔ کبھی پوئی کو، کبھی والشورو کی کو۔ ان میں سے وہ کسی کی کرسی تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ یہی اطمینان کافی تھا کہ وہ زندہ رہ سکے گا اور مسٹر نو کو تک پہنچ کر اپنا معاوضہ وصول کرسکے گا۔ افسوس اس بات کا تھا کہ وہ دس ہزار نہیں ملیں گے۔ وہ بوڑھا جاپانی بڑا ڈھیٹ ثابت ہوا تھا۔ اس کے سامنے بلندی پر زندہ سلامت کرسی پر بیٹھا سفر کر رہا تھا۔

آخر وہ دوسری پہاڑی کی چوٹی پر قلعے کے قریب پہنچنے لگے۔ سب سے پہلے سلیمان جوگو کے پاؤں اس پہاڑی سے لگے۔ کیونکہ وہ نیچے تھا اور سب سے پہلے پہاڑی کو چھو رہا تھا۔ پھر وہ رسّی کو تھامے ہوئے اس پہاڑی پر دوڑنے لگا۔ اوپر کی طرف چڑھنے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ رسّی پر بھی چڑھتا گیا۔ اب پوئی نے اس کے چڑھنے پر اعتراض نہیں کیا۔ حالات کا یہی تقاضا تھا۔

وہ تھوڑی دیر بعد نوکیسل کے ہل اسٹیشن پر پہنچ گئے وہاں دور دور تک مسلح افراد نظر آرہے تھے۔ وہ سب ایک ہی رنگ کی وردی میں ملبوس تھے۔ سب کے شانے سے اسٹین گنیں لٹک رہی تھیں جس پلیٹ فارم پر پوئی، والشورو کی پہنچے وہاں بھی وہی وردی والے مسلح افراد موجود تھے۔ مسلح افراد کے ایک افسر نے کہا "ہماری اطلاع کے مطابق یہاں صرف دو افراد کو آنا چاہیے جبکہ تین نظر آرہے ہیں۔"

سلیمان جوگو نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا "مسٹر نو کو نے مجھ کو اور اس لڑکی کو بلایا ہے۔ یہ بوڑھا جاپانی زبردستی چلا آیا ہے۔"

رو کی نے کہا "بے وقوف جوگو! کیا اب بھی تمہیں امید ہے کہ چالیس ہزار ڈالر تمہیں مل جائیں گے؟"

اس افسر نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "سر! یہاں تین ہیں۔"

مسٹر نو کو کی آواز سنائی دی "تیسرا آ ہی گیا ہے تو آنے دو۔"

پوئی چاروں طرف گھوم کر اس پہاڑی حصّے کو دیکھ رہی تھی۔ بہت بلندی پر وہ قلعہ دکھائی دے رہا تھا بلکہ قلعے کی دیوار کا کچھ حصّہ نظر آرہا تھا۔ پتا چلتا تھا جیسے وہ میلوں دور تک پھیلا ہوا ہے اور وہاں تک پہنچنے کا راستہ کسی دوسری جگہ سے ہے۔

افسر کے حکم پر مسلح افراد نے پوئی، ماسٹر والشورو کی اور سلیمان جوگو کو گھیر لیا۔ وہ دو قطاروں میں کھڑے ہوگئے۔ پھر تینوں قیدیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ دونوں طرف کے مسلح افراد لیفٹ رائٹ کرتے ہوئے انھیں اپنے درمیان لے کر چلنے لگے۔ پوئی اور والشورو کی چاروں طرف دیکھتے جارہے تھے ان کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے، اگر وہ قلعے میں پہنچ کر نکلنے کی کوشش کریں گے اور ان پہاڑیوں سے گزرنا چاہیں گے تو قدم قدم پر مسلح افراد راستہ روکیں گے پھر یہ پہاڑی کتنی دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا نقشہ پوئی یا والشورو کی کے پاس نہیں تھا۔

وہ افسر اُن کے ساتھ چل رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "اچھی طرح چاروں طرف دیکھ لو۔ اطمینان کرلو کہ فرار کا راستہ نہیں ہے۔ ہم جیسے عام لوگوں کے لیے یہی لفٹ چیئر ہے جس کے ذریعے تم لوگ یہاں تک پہنچے ہو۔ ہمارا باس ہیلی کاپٹر کے ذریعے آتا ہے اور وہی ایک ہیلی کاپٹر یہاں آسکتا ہے، کوئی دوسرا آنا چاہے گا تو اسے قلعے پر پرواز کرنے سے پہلے ہی مار کر گرا دیا جائے گا۔ بائی دی وے، آج تک کسی ہیلی کاپٹر والے نے قلعے کے اوپر سے بغیر اجازت پرواز کرنے کی جرأت نہیں کی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ایک غار کے دہانے کے سامنے آکر رک گئے۔ وہاں بھی مسلح افراد کا سخت پہرہ تھا۔ افسر نے کہا "ہماری ڈیوٹی یہیں تک ہے۔"

دوسرے افسر نے آکر کہا "یہاں سے میری ڈیوٹی شروع ہوتی ہے۔ میرے ساتھ چلے آؤ۔"

وہ مسلح افراد واپس چلے گئے۔ دوسرے مسلح جوانوں نے آکر انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر اسی طرح دو قطاروں میں تقسیم ہوگئے۔ لیفٹ رائٹ کرتے ہوئے انھیں اپنے درمیان

لے کر غار کے دہانے میں داخل ہو گئے۔ اندر پتھروں سے تراشیدہ ہال تھا۔ اس ہال کے ایک طرف ایک لفٹ تھی جو نامعلوم بلندیوں تک جاتی تھی۔ پومی والشورو کی اور سلیمان جوگو کو لفٹ میں پہنچا دیا گیا۔ پھر اس افسر نے ایک بٹن کو دبا دیا۔ اس کا دروازہ بند ہو گیا۔ تینوں نے اس کے اندر چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ اندر کوئی ایسا بٹن نہیں تھا جس کے ذریعے دروازے کو کھولا یا بند کیا جا سکتا تھا یا اسے اوپر لے جایا جا سکتا تھا یا نیچے لایا جا سکتا تھا۔ وہ تینوں اس لفٹ میں قید ہو کر رہ گئے تھے۔

وہ لفٹ اوپر کی طرف جا رہی تھی جو آفیسر غار کے دہانے پر بنا تھا۔ اس کی ڈیوٹی لفٹ کے باہر تک تھی۔ وہ باہر ہی رہ گیا تھا۔ تقریباً دو منٹ بعد لفٹ رک گئی۔ دروازہ خود بخود کھل گیا۔ باہر نکل کر پتا چلا، وہاں ایک تیسرا افسر تھا۔ اس نے بٹن کو دبا کر دروازے کو کھولا تھا۔

انھوں نے باہر نظر کر دیکھا۔ اب وہ تراشیدہ ہال نہیں تھا۔ وہاں کا منظر ہی بدل گیا تھا۔ دور دور تک ہریالی نظر آ رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اسرائیل کی بلند ترین چوٹی پر یا چوٹی کے اندر پہنچ گئے تھے۔

[illegible]

"اچھی بات ہے۔ میں شیبا سے پوچھ کر [illegible]

آتا ہوں۔"

میں نے شیبا سے پوچھا: "کیا میں تمھارے پاس آ سکتا ہوں؟"

اس نے اجازت دی۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے، تم اتنی دیر سے غیر حاضر ہو۔ پومی کی خبر لینا چاہیے؟"

"میں کیا کروں؟ بہت پریشان ہوں۔ ربی اسفندیار چند اسرائیلی افسران کے ساتھ ادارے میں آنے والے ہیں انھیں یہاں کی سرکار نے ادارے میں آ کر مجھ سے اور ماما سے بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ شیخ الفارس نے بھی اسے منظور کر لیا ہے۔ میں سوچ رہی ہوں، پتا نہیں اب کیا ہونے والا ہے؟"

"تم فکر نہ کرو۔ شیخ صاحب جو مشورہ دیتے رہیں، اس پر عمل کرتی رہو۔ میں ابھی تمھارے پاس آنے کی کوشش کروں گا۔"

میں نے واپس آ کر سونیا سے خیال خوانی کے ذریعے کہا: "بڑی مشکل ہے۔ شیبا اپنی جگہ پریشان ہے۔ وہاں اتنے اہم معاملات ہیں کہ میں اسے پومی کے پاس جانے کے لیے نہیں کہہ سکتا بلکہ مجھے بھی بابا صاحب کے ادارے میں موجود رہنا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے۔"

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ماما موریا نے اپنے ماتحت فون کے بٹن کو آن کرتے ہوئے کہا: "میں جناب شیخ الفارس کا اور اس ادارے کے تمام افراد کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ انھوں نے یہاں مجھے آرام سے رکھا مجھے پناہ کی ضرورت تھی۔ انھوں نے پناہ دی۔ اب میں اپنی مرضی سے، اپنی خوشی سے محترم ربی کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔"

اسرائیلی ہائی کمانڈ کے اعلیٰ افسر یعنی شیبا کے ماموں ہزول ماموں نے کہا: "میری بہن نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا ہے، اب شیبا کو بلایا جائے تاکہ ہم اُس کی مرضی معلوم کر سکیں۔"

جناب شیخ الفارس نے کہا: "شیبا کو حاضر ہونے کے لیے کہا جائے۔"

وہ اس ہال سے منسلک ایک دوسرے کمرے میں بیٹھی تمام باتیں سن رہی تھی۔ میرے کہنے پر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے کہا: "فکر نہ کرو۔ جہاں تم کمزور پڑو گی وہاں میں پوری طرح تمھارے دماغ پر قابض ہو جاؤں گا۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے بڑے سے ہال کے دروازے پر پہنچی۔ اُس کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ چند قدم آگے بڑھ کر ہال میں داخل ہوئی۔ پھر سر اٹھا کر سب سے پہلے ہزول ماموں کو دیکھا۔ ہزول ماموں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر دونوں بازو پھیلا دیے۔ وہ دوڑتی ہوئی آ کر اپنے ماموں کے سینے سے لگ گئی اور ایک بچی کی طرح رونے لگی۔ مرچنٹ ماموں بھی اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ وہ اپنے ماموں سے الگ ہو کر اپنے نانا کے پاس دوڑتی ہوئی چلی گئی۔ پھر اس کے بھی سینے سے لگ کر رونے لگی۔ یہ بڑا ہی دل گداز منظر تھا۔ بچھڑے ہوئے رشتے آپس میں مل رہے تھے۔ میں نے انھیں ملنے کا موقع دیا۔ ان کے راستے میں ٹیلی پیتھی کی رکاوٹ پیدا نہیں کی۔ میں چپ چاپ تماشا دیکھتا رہا۔

ربی اسفندیار خوشی سے کھل رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہا ہے۔ بچھڑے ہوئے رشتے دار اپنی اپنی طرف شیبا کو کھینچ رہے تھے۔ محبت کی اور خون کے رشتوں کی کشش ایسی ہی ہوتی ہے۔ چاہے جتنے عرصے بھی دُور رکھا جائے، ایک نہ ایک دن اسی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں جہاں اُن کی مٹی، اُن کا خون، اُن کی تہذیب اور ان کی قوم انھیں پکارتی ہے۔

ہزول ماموں نے شیبا کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "بیٹی! تمھارے ربی سامنے کھڑے ہیں۔ جاؤ، ان کے آگے سر جھکا دُان کے ہاتھوں کو بوسہ دو۔"

شیبا روتے روتے ایک دم سے چونک گئی۔ اپنے نانا سے الگ ہو کر آنسو پونچھتے ہوئے ذرا پیچھے ہٹ گئی۔ پھر ربی کو دیکھتے ہوئے بولی: "میں اپنے مذہبی پیشوا کی عزت کرتی ہوں، احترام کرتی ہوں مگر مسٹر اسفندیار کو ربی تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہوں۔"

یہ بات تمام آبسودی مہمانوں کے لیے دھماکا ثابت ہوئی۔ وہ سب بے اختیار اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا: "شیبا! تم گستاخی کر رہی ہو۔ ابھی ہمارے سامنے محترم ربی سے معافی مانگو۔"

وہ ایک قدم اور پیچھے ہٹ کر بولی: "اپنے باپ کے قاتل سے معافی مانگنا تو دور کی بات ہے، میں بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتی۔"

ہزول ماموں نے چونک کر پوچھا: "بیٹی! یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ مسٹر اسفندیار نے میری ماں کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔ ایک کرائے کے قاتل کی خدمات حاصل کی تھیں مگر قاتل کا نشانہ چوک گیا۔ جو گولی میری ماں کو لگنے والی تھی، وہ میرے باپ کو لگی۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ ربی ہیں اور ہمارے محترم ہیں تو میں آپ سب کے سامنے ان سے سوال کرتی ہوں، کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟"

ربی اسفندیار نے جھکتے ہوئے موریا کی طرف دیکھا۔ ماما موریا نے جلدی سے بیٹی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "یہ ہمارے گھر کے جھگڑے ہیں۔ ہم گھر میں نمٹا لیں گے۔ ایسی باتیں یہاں مناسب نہیں ہیں۔"

ماما نے قریب آ کر بیٹی کا ہاتھ پکڑا۔ بیٹی نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا: "میں نے مسٹر اسفندیار سے سوال کیا ہے۔ آپ بیچ میں نہ بولیں۔"

ربی اسفندیار نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا: "میں جو کہوں گا، سچ کہوں گا، اپنے ملک اور قوم کے لیے جان بھی دینا پڑی تو دریغ نہیں کروں گا۔ پچھلے دنوں مجھے اس بات کا علم ہوا کہ فرہاد علی تیمور ماما موریا کے دماغ میں پہنچ گیا ہے اور اس کے ذریعے شیبا کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ شیبا ہمارے ملک کے لیے کتنی اہم ہے، یہ میں اپنے اعلیٰ حکام کو بتا چکا ہوں۔ اور اس ادارے کے تمام اہم افراد بھی جانتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے سامنے تمام جدید ترین ہتھیار بیکار ہو جاتے ہیں۔ میں شیبا کو ہر حال میں فرہاد سے دُور رکھنا چاہتا تھا۔ اسے چھپا کر رکھنا چاہتا تھا۔ جب مجھے شبہ ہوا تو میں نے یہی مناسب سمجھا کہ ماما موریا کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ جب ماما کا دماغ ہی مُردہ ہو جائے گا تو فرہاد اس دماغ کو شیبا تک

پہنچنے کے لیے استعمال نہیں کر سکے گا۔"

ایک فرانسیسی افسر نے پوچھا: "مسٹر ربی اسفندیار! کیا آپ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ نے ماما کو قتل کرنے کی سازش کی لیکن ان کی جگہ اُن کے شوہر قتل ہو گئے؟"

ربی اسفندیار نے کہا: "یہ جو کچھ ہوا، ہمارے ملک میں ہوا اور یہ ہمارے اپنے معاملات ہیں۔"

"گویا آپ سازشی اور قاتل ہونے کا اعتراف کر رہے ہیں۔"

اسرائیلی سفیر نے کہا: "آپ ہمارے ربی کو سازشی اور قاتل نہیں کہہ سکتے۔"

فرانسیسی افسر نے کہا: "آپ یہ نہ بھولیں کہ اس وقت فرانس کی سرزمین پر ہیں۔ یہاں ایک قاتل اپنے جرم کا اعتراف کر رہا ہے۔ اگر شیبا اور اس کی ماما نے اس قاتل سے محفوظ رہنے کے لیے ہمارے ملک میں پناہ لی ہے تو ہم انھیں ضرور پناہ دیں گے۔"

شیبا کی ماما نے کہا: "مجھے یہ پناہ منظور نہیں ہے۔ میں اپنے ملک واپس جاؤں گی۔"

فرانسیسی افسر نے کہا: "آپ اپنی مرضی سے جا سکتی ہیں لیکن مس شیبا کی کیا مرضی ہے؟"

کہاں تو شیبا، ربی اسفندیار کا سامنا کرنے سے کترانا چاہتی تھی، اُس سے ڈر رہی تھی اور کہاں یہ کہ وہ بڑی دلیری سے جواب دے رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ میں اُس کے اندر موجود تھا اور اُسے حوصلہ دے رہا تھا۔ وہ تن کر بولی: "میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔ اس ادارے میں آ کر میں نے نئی زندگی حاصل کی ہے۔"

ہزول ماموں نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر اُسے کھول کر دکھاتے ہوئے کہا: "یہ شیبا کا پیدائشی سرٹیفکیٹ ہے۔ اس سرٹیفکیٹ کے مطابق یہ ابھی اٹھارہ برس کی ہے۔ قانونی طور پر یہ اپنے متعلق اہم فیصلے نہیں کر سکتی۔"

جناب شیخ الفارس نے کہا: "بیٹک یہ ابھی اپنی شادی کا فیصلہ نہیں کر سکتی لیکن ایک ایسی بچی جو اس حد تک سمجھ رکھتی ہو کہ اپنے لیے خطرہ محسوس کرے تو وہ کہیں بھی بھاگ کر پناہ لے سکتی ہے۔ ہم نے اسے پناہ دی ہے اور ہم اسے جان بوجھ کر پھر قاتلوں کی پناہ میں نہیں جانے دیں گے۔"

ہزول ماموں نے کہا: "محترم شیخ صاحب! اگر شیبا لاوارث ہوتی، اس کا کوئی بزرگ، سرپرست نہ ہوتا تو آپ اسے اپنی پناہ میں رکھ سکتے تھے۔ اب جبکہ اس کی ماں موجود ہے۔ اس کا ماموں موجود ہے۔ اس کا نانا موجود ہے تو اسے کس قسم کا خطرہ پیش آ سکتا ہے؟"

شیخ صاحب نے کہا: "وہی جو پہلے پیش آ چکا ہے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جو سازش پہلے کی گئی، وہ اب نہیں کی جائے گی۔ اب تو فرہاد علی تیمور صرف ماما موریا کے دماغ میں نہیں، آپ کے دماغ میں بھی ہے، شیبا کے نانا کے دماغ میں بھی ہے۔ یہاں جو افسران اب تک اپنی آوازیں سنا چکے ہیں ان سب کے دماغوں میں پہنچ چکا ہے محترم ربی اسفندیار، فرہاد سے شیبا کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنے کتنے آدمیوں کو قتل کریں گے۔ شیبا کا باپ، ربی اسفندیار کی سازش سے مارا گیا۔ کیا تم بھی قتل ہونا چاہتے ہو؟"

ہزول ماموں نے کہا: "آپ نے بہت ہی دانش مندانہ سوال کیا ہے۔ یہ ہمارے لیے سوچنے کا مقام ہے کہ ربی اسفندیار جب میری بہن کو قتل کر سکتے ہیں تو ہمارے خلاف بھی یہی سازش کر سکتے ہیں لیکن میں اسرائیلی ہائی کمان کا ایک اعلیٰ افسر ہوں۔ میں نے اپنی بھانجی شیبا کی حفاظت کے لیے اور اپنے اہلِ خاندان کی حفاظت کے لیے پہلے ہی انتظامات کر رکھے ہیں۔"

اُس نے ایک دوسرا کاغذ نکال کر شیخ الفارس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "اسے دیکھیے، اس کاغذ کے مطابق محترم ربی اسفندیار کو ملک بدر کیا جا چکا ہے۔ یہ اب اسرائیلی سرزمین پر قدم نہیں رکھیں گے، کسی بھی ملک میں جا کر جلاوطن پناہ گزیں کی حیثیت سے زندگی گزاریں گے جب یہ اسرائیل میں نہیں رہیں گے تو پھر شیبا کو کسی طرح بھی جان کا خطرہ نہیں ہو گا بلکہ اسے اتنی سخت نگرانی اور حفاظت میں رکھا جائے گا کہ کسی نامعلوم دشمن کا سایہ بھی اس پر نہیں پڑ سکے گا۔"

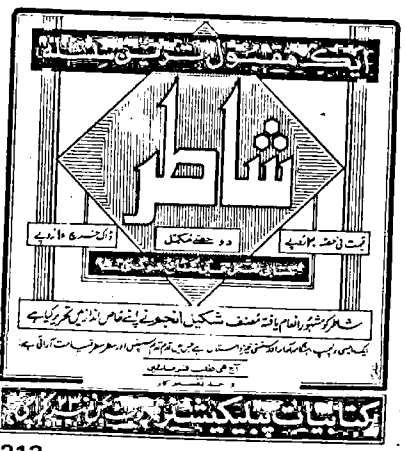

شیبا نے پریشان ہو کر کہا۔ "فرہاد! یہ تُرپ چال چل رہے ہیں، کیا تم سوچ بھی سکتے ہو کہ ربی اسفندیار خود ساختہ جلاوطن ہو کر ہمیں یوں مجبور کر دے گا۔"

مَیں نے کہا۔ "اس میں شبہ نہیں کہ بہت زبردست چال چلی جا رہی ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت تمھیں یہاں نہیں روک سکے گی۔ جو دشمن تھا وہ جلاوطن کر دیا گیا۔ تمھارے بزرگ اور سرپرست دعویٰ کر رہے ہیں کہ تمھیں کسی قسم کا جانی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تمھاری پوری طرح حفاظت کی جائے گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "نہیں فرہاد نہیں، یہ میرے اپنے ہیں مگر میں تم سے زیادہ کسی پر بھروسا نہیں کر سکتی۔ میں نہیں جاؤں گی۔ خدا کے لیے مجھے بچاؤ۔"

"تم پریشان کیوں ہوتی ہو۔ میں تو حقائق بیان کر رہا ہوں لیکن ان حقائق کے باوجود ہمارے پاس بھی ایک تُرپ چال ہے۔ ذرا دیکھتی رہو، شیخ الفارس کیا کرتے ہیں۔"

جناب شیخ الفارس نے کہا۔ "مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ اتنے بڑے اور محترم ربی کو جلاوطن کر دیا گیا۔ اب شیبا کے لیے راستہ صاف ہے۔ وہ اپنے وطن جا سکتی ہے لیکن پانچ سال کے بعد۔"

سب نے چونک کر شیخ صاحب کو دیکھا پھر ہرذل ماموں نے پوچھا۔ "آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

شیخ صاحب نے ایک فائل سے ایک فارم نکالتے ہوئے کہا۔ "یہ اس ادارے کا فارم ہے۔ یہاں اوّل تو کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی لیکن کوئی ہمارے لیے قابلِ اعتماد بن جائے تو ہم اُسے اجازت دیتے ہیں اور اس فارم پر دستخط کراتے ہیں۔ جو نوجوان لڑکیاں یا نوجوان لڑکے.... اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے اور مختلف ٹریننگ حاصل کرنے کے لیے یہاں داخل ہوتے ہیں وہ پہلے اس فارم پر دستخط کرتے ہیں یعنی اس بات کا معاہدہ کرتے ہیں کہ وہ پانچ برس تک ادارے کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے اور یہاں کے قاعدے اور قوانین پر عمل کرتے رہیں گے۔ اس فارم پر شیبا نے دستخط کیے ہیں۔"

ہرذل ماموں نے کہا۔ "شیبا ہمارے قانون کے مطابق بالغ نہیں ہے، وہ غلطی کر سکتی ہے۔"

شیخ صاحب نے کہا۔ "بیشک وہ غلطی کر سکتی ہے۔ کچھ عرصے بعد ماما مورِیا ہمارے ادارے میں آئیں اور انھوں نے اس فارم پر شیبا کی ایک سرپرست کی حیثیت سے دستخط کیے۔"

ماما مورِیا نے کہا۔ "میں اس دستخط کو منسوخ کرتی ہوں۔"

"معاہدہ زبانی ہو تو منسوخ ہو سکتا ہے یا جھٹلایا جا سکتا ہے تحریری ہو تو نہ جھٹلایا جا سکتا ہے اور نہ منسوخ کیا جا سکتا ہے۔"

ہرذل ماموں نے پوچھا۔ "آپ کے ادارے کے اس فارم پر جو دستخط کیے جاتے ہیں یا جو معاہدہ ہوا کرتا ہے اس کی قانونی حیثیت کیا ہے؟"

شیخ صاحب نے کہا۔ "یہاں فرانسیسی حکومت کے اعلیٰ افسران تشریف رکھتے ہیں۔ وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ ہمارے ادارے کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہے۔ ہم جو بھی کام کرتے ہیں حکومت کی اجازت سے کرتے ہیں۔ یہ فارم بھی حکومت کی اجازت سے شائع کیا گیا ہے اور اس پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے۔"

ماما مورِیا نے اور اس کے باپ مرچنٹ ماموں نے غصّے سے کہا۔ "ہم اس ادارے کو اور یہاں کے معاہدے کو نہیں مانتے۔"

شیخ صاحب نے کہا۔ "تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ آپ ہمارے قانون کو تسلیم نہیں کریں گے تو ہم بھی آپ کے قانون کو اور آپ کے مطالبے کو تسلیم نہیں کریں گے۔"

ماما مورِیا نے پوچھا۔ "یہ کون سا قانون ہے کہ بیٹی کو ماں سے جُدا کیا جا رہا ہے۔"

شیبا نے کہا۔ "ماما! یہ کون سی محبت ہے کہ آپ اپنی زندگی کو بھی خطرے میں ڈال رہی ہیں اور اپنی بیٹی کو اس ادارے میں چھوڑ کر جانا گوارا کر رہی ہیں۔ اگر محبت ہے تو میرے ساتھ رہیے ورنہ میں دور رہ کر بھی آپ کی نگرانی کروں گی۔ آپ پر ذرا بھی آنچ آئے گی تو میں دشمنوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گی۔"

یہ الفاظ کہتے وقت شیبا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ آہستہ آہستہ ماں کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "مجھے اس بات پر بڑا ناز تھا کہ اتنی بڑی دنیا میں میری ماں مجھے دل و جان سے چاہتی ہے لیکن آپ کے اندر جانے کس قسم کی محبت غالب آ گئی ہے۔ آپ نے ممتا کو فراموش کر دیا ہے۔ ذرا سوچیے ماما، آپ دور رہ کر خدانخواستہ بیمار پڑیں گی تو میں آپ کے دماغ میں پہنچ کر آپ کی دلجوئی کر سکوں گی۔ اگر میں بیمار پڑ گئی تو کیا آپ میرے پاس آ سکیں گی؟ اگر آنا بھی چاہیں گی تو اپنے وطن سے یہاں تک پہنچتے پہنچتے گھنٹوں لگ جائیں گے اور گھنٹوں میں نہ جانے آپ کی بیٹی اس دنیا میں رہے گی یا نہیں۔"

ماں نے بیٹی کو گلے سے لگایا اور رو رو کر سمجھانے لگی۔

"اسی لیے تو کہتی ہوں، میرے ساتھ چلو۔ وہاں سب اپنے

ہیں۔ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"ماما! آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئے گی اور میری بات آپ سمجھنا نہیں چاہتیں۔ اس لیے آج سے ہم ماں بیٹی کے راستے الگ الگ ہیں۔"

وہ ماں سے الگ ہو گئی اگرچہ دل کھنچا جا رہا تھا مگر میں اس کے اندر برداشت کا حوصلہ پیدا کر رہا تھا۔ ہرذل ماموں نے کہا۔ "جناب شیخ صاحب! آپ نے اس معاہدے پر میری بہن اور بھانجی کے دستخط کرا کے وقتی طور پر اپنا پلڑا بھاری کر لیا ہے لیکن کسی بھی تعلیمی ادارے کے ماحول میں رہنے والے طلباء و طالبات کو سال میں ایک آدھ مہینے کی چھٹی ملتی ہے۔ ہم شیبا کو دلا کر ایک مہینے کے لیے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔"

شیخ الفارس نے تمسخر اڑاتے ہوئے کہا۔ "یہ معاہدہ پڑھ لو تو بہتر ہے۔ اس میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ پانچ برس تک اسٹوڈنٹ ادارے سے باہر نہیں جائے گا اور دو برس سے پہلے ایک دن کی بھی چھٹی کسی کو نہیں ملے گی۔ اگر اپنی بھانجی کو چھٹی دلا کر لے جانا چاہتے ہو تو دو سال بعد آنا۔"

ہرذل ماموں نے غصّے سے کہا۔ "دو سال بعد یہ قانونی طور پر [illegible]"

[illegible] نے کہا۔ "یہ تو اور اچھی بات ہے میرے پاس [illegible]"

[illegible] نے کہا۔ "اگر [illegible]"

[illegible]

[illegible]

[illegible]

صبر وضبط سے کام لے کر خیال خوانی کرو۔ اپنے ماموں، اپنے نانا اور یہاں آنے والے دوسرے لوگوں کے دماغوں میں باری باری پہنچو۔ دیکھو کہ وہ کیا سوچ رہے ہیں۔ وہ تمھیں حاصل کرنے کے لیے یقیناً کوئی ایسی چال چلیں گے، جس کی ہم توقع بھی نہیں کر سکتے۔"

اس کا دماغ ٹھکانے نہیں تھا۔ وہ ماں کے لیے صدمہ اٹھا رہی تھی۔ خیال خوانی کرنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے پھر سمجھایا۔ "چلو دشمنوں کی چال کو نہ سمجھو لیکن تمھیں اپنی ماما کی خاطر خیال خوانی کرنا چاہیے۔ کوئی بھی کسی وقت بھی انھیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

میری اس بات پر وہ چونک گئی۔ میں نے کہا۔ "ہاں ماما تمھاری سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اس کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے لیے تمھارے ہم وطن، دشمنی نہ سہی مگر وقتی طور پر کچھ کریں گے۔ تمھاری ماما کو وقتی طور پر نقصان پہنچائیں گے تاکہ تم پریشان ہو کر ان کے پاس آنے پر مجبور ہو جاؤ۔"

میرے سمجھانے پر اُس نے خیال خوانی شروع کی۔ میں اس یہودی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا جو ربی اسفندیار کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اُن کی گاڑیاں تیز رفتاری سے بیرس کی طرف جا رہی تھیں۔ ربی کہہ رہا تھا۔ "مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ میں نے کئی بار سوچا کہ شیبا فرہاد کے فریب میں آ گئی ہے مگر دل نہیں مانتا تھا۔ کئی بار میرا دھیان بابا صاحب کے ادارے کی طرف گیا لیکن میرے پاس نہ تو کوئی ثبوت تھا اور نہ ایسے کوئی آثار ہی نظر آئے کہ وہاں شیبا کی موجودگی پر شبہ کرتا۔"

افسر نے پوچھا۔ "آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ مجھے یہاں شیبا کی موجودگی کا علم ہو جاتا تو آج سے دو تین دن پہلے فرہاد ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا۔ وہ پُراسرار شخص کے شکنجے میں آ گیا تھا اور اس پر فرہاد ہونے کا شبہ کیا جا رہا تھا۔ میں خود اُسے دیکھنے کے لیے گیا تھا۔ وہ بے حد زخمی تھا۔ خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا لیکن اچانک ہی شیبا نے فرہاد بن کر خیال خوانی کی اور یہ ظاہر کیا کہ فرہاد کسی دوسری جگہ ہے اور بڑے آرام سے خیال خوانی کر رہا ہے۔ جس پر ہم فرہاد ہونے کا شبہ کر رہے ہیں وہ حقیقتاً اسے کا کس ہے اور فرہاد کا خاص آدمی ہے اگر اُسے نقصان پہنچے گا تو دشمنوں کو بہت زبردست نقصانات اُٹھانے پڑیں گے۔"

ربی اسفندیار نے مٹھی بھینچ کر کہا۔ "اوہ بہت بڑی بھول ہوئی۔ شیبا نے فرہاد بن کر ایسا رول ادا کیا کہ میں بھی چکرا کر رہ گیا۔ فرہاد ہاتھ سے نکل گیا۔"

وہ کہتے کہتے رُک گیا۔ کچھ سوچنے لگا۔ پھر اُس نے سامنے بیٹھے ہوئے شخص سے کہا۔ "مجھے ٹرانسمیٹر دو۔"

اُسے ٹرانسمیٹر دیا گیا۔ وہ رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں ربی کے دماغ میں جانا نہیں چاہتا تھا۔ کچھ روز پہلے اس کے سر پر چوٹ لگی تھی جس کی وجہ سے وہ سانس روک نہیں سکتا تھا۔ اس کی اسی کمزوری کے باعث شیبا نے خیال خوانی کے باعث اس کی سازشوں کو کچل دیا تھا۔ اسی دن سے وہ اس سے نفرت کرنے لگی تھی۔ بہرحال ابھی میں اس کے دماغ میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ ہو سکتا تھا وہ سانس روک لیتا یا نہ بھی روکتا ہو تو خیال خوانی کی لہروں کو ضرور محسوس کر لیتا ہوگا۔

رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کسی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں ربی اسفندیار بول رہا ہوں۔ جواب میں اپنی آواز نہ سنانا۔ صرف میرا پیغام نوٹ کرو اور اسے متعلقہ لوگوں تک پہنچا دو۔ وہ اہم پیغام یہ ہے کہ ڈاکٹر مے کا کس دراصل فرہاد ہے اب تک ہم دھوکا کھاتے رہے ہیں اب بھی وہ ہماری نظروں میں آ سکتا ہے کیونکہ وہ سونیا کے ساتھ شمالی امریکا کے کسی شہر میں ہے۔ اس کا سراغ آسانی سے لگایا جا سکتا تھا۔"

میرے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ سامنے سونیا بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "مصیبت آ رہی ہے۔"

اُس نے چونک کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

میں نے کہا۔ "شیبا تو خیریت سے ہے۔ ہم نے اُسے ادارے سے جانے نہیں دیا ہے۔ اُس کی ماما چلی گئی ہے لیکن وہاں شیبا کی موجودگی سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ پچھلے دنوں وہ فرہاد بن کر خیال خوانی کرتی رہی ہے۔ اس کی وجہ سے فرہاد کے کاس کے روپ میں چھپا رہا اور بے نقاب نہیں ہو سکا۔ اب مجھے بے نقاب کرنے کے لیے ربی اسفندیار متعلقہ لوگوں سے رابطہ قائم کر رہا ہے اور انھیں کہہ رہا ہے کہ میں تمھارے ساتھ شمالی امریکا کے کسی شہر میں ہوں اور میرا سراغ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "اوہ خدایا، ابھی ہم نے اپنے چہرے سے ماسک اتار کر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ میں سونیا ہوں اور تم مے کاس ہو۔ لہٰذا اب وہ لوگ ہماری طرف دوڑ پڑیں گے۔"

میں نے کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے ریڈیاورد کے باس کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے کہا۔ "ہم نیویارک واپس آ گئے ہیں۔ اس وقت دشمنوں کے قبضے میں ہیں، ایک بڑے سے ٹرک سے ایک ٹریلر منسلک ہے۔ ہم اس ٹریلر میں بند ہیں۔ یہ گاڑی اس وقت پچاسویں شاہراہ

سے گزر رہی ہے۔"

باس نے کہا۔ "میں اپنے لوگوں کے ساتھ پارک ایونیو میں پچاسویں شاہراہ کی کراسنگ پر ہوں۔ آپ یہ بتائیں، گاڑی کا رخ کس طرف ہے؟"

میں نے کہا۔ "ہم بھی پارک ایونیو میں ہیں اور پچاسویں شاہراہ کو کراس کر چکے ہیں۔"

"پھر تو آپ کی گاڑی ہماری طرف آ رہی ہے۔ آپ اطمینان رکھیں، ابھی ہم آپ دونوں کو وہاں سے نکال لے جائیں گے۔"

"ایک بات یاد رکھیں۔ اب سونیا اپنے اصلی روپ میں ہے اور میں مے کاس ہوں۔"

میں نے سونیا کو بتایا کہ ریڈیاورد کا باس اپنے آدمیوں کے ساتھ ہماری طرف آ رہا ہے۔ پھر میں اُن لوگوں کے دماغوں میں جانے لگا جنھوں نے ہمیں اس ٹریلر کے اندر آنے پر مجبور کیا تھا۔ میرا خیال تھا، وہ لوگ باگا کے ماہر ہوں گے لہٰذا ضرورت کے وقت اُن کے دماغوں کو چھیڑ کر دیکھا جائے گا۔ جب میں نے چھیڑنا شروع کیا تو بڑی آسانی سے جگہ ملتی گئی۔ میں نے ایک ایسے شخص کو تاڑ لیا جس کے پاس ہمارے ٹریلر کی چابی رکھی تھی۔ اس کے بعد میں نے پھر باس سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "سفید رنگ کی کار میں ایک شخص بیٹھا اُسے ڈرائیو کر رہا ہے۔ اس کے کوٹ کی جیب میں ٹریلر کی چابی ہے۔ جب تم اُس کے قریب پہنچو گے تو وہ کار خود بخود رک جائے گی۔ اس کا دماغ میرے قابو میں ہوگا۔ تم آسانی سے چابی نکال سکو گے۔"

میں اُسی چابی والے شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس کے پاس بیٹھا ہوا شخص ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کر رہا تھا۔ اس کی گفتگو سُن کر میں اور بھی پریشان ہو گیا۔ یہ دنیا کتنی تیز رفتار ہو گئی ہے۔ ایک بات جو دنیا کے ایک سرے سے چلتی ہے وہ پلک جھپکتے ہی دنیا کے دوسرے سرے تک پہنچ جاتی ہے ٹرانسمیٹر کے ذریعے مسٹر نوکو کی آواز سنائی دے رہی تھی، وہ کہہ رہا تھا۔ "ٹریلر میں مے کاس نہیں، فرہاد ہے اُسے کسی صورت سے نکلنے نہ دیا جائے۔ بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ میں ابھی اور آدمی بھیج رہا ہوں۔ جب تک وہ ٹریلر ہماری منزل تک نہ پہنچے اس وقت تک تم سب کو آہنی دیوار بن کر اس کے چاروں طرف رہنا چاہیے۔"

میں نے سونیا کو بتایا۔ "دشمن بہت مستعد ہو گئے ہیں اور ہمارے چاروں طرف پہرہ سخت کر رہے ہیں۔" اسی وقت ٹریلر رکنے لگا۔ میں فوراً ہی اس چابی والے کے دماغ پر قابض ہونے لگا۔ باس کی تین کاریں اس کے تین طرف آ کر رک گئی تھیں۔ باس واقعی ذہین تھا۔ اُس نے وہاں پہنچتے ہی تیزی سے اُن کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ "ہمیں باس نے بھیجا ہے۔ اس ٹریلر کو ہم لے جائیں گے۔ تم لوگ اس ٹرک کے اگلے حصے کی طرف چلے جاؤ۔"

اُن میں سے ایک نے کوڈ ورڈ پوچھا۔ میں ٹرانسمیٹر سے ہونے والی گفتگو کے دوران اُن کا کوڈ ورڈ سن چکا تھا۔ وہی میں نے باس کی زبان سے دہرا دیا۔ وہ مطمئن ہو کر کار سے نکل گئے اور اس ٹریلر کے اگلے حصے کی طرف جانے لگے۔ باس نے فوراً ہی اُس چابی والے کے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا، وہاں سے چابی نکال کر تیزی سے چلتا ہوا ٹریلر کے پچھلے حصے میں آیا۔ پھر اُسے چابی سے کھول دیا۔ دروازے کا پٹ کھلتے ہی میں اور سونیا دوڑتے ہوئے اُدھر گئے جہاں ایک کار مخالف سمت جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ ہم اُس میں بیٹھ گئے۔ اس وقت تک ٹریلر کے دروازے کو بند کر دیا گیا تھا۔ باس کے آدمیوں نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ جو لوگ ٹریلر کے اگلے حصے کی طرف گئے ہیں وہ پیچھے نہ آ سکیں۔ ایک تو وہ کوڈ ورڈ سن کر مطمئن ہو گئے تھے، دوسرے اس بات کا اطمینان تھا کہ اُن کا چابی والا ایڈ رساتھی باس وغیرہ کے ساتھ موجود ہے، کوئی گھپلا نہیں ہوگا۔

ہم جس کار میں آ کر بیٹھے تھے وہ اسٹارٹ ہو کر چل پڑی تھی، مگر میں اسی چابی والے کے دماغ پر قابض تھا تاکہ وہ کوئی ہنگامہ نہ کرے۔ باس کے آدمی بھی اب اس ٹریلر کے ساتھ چل رہے تھے۔ پلاننگ یہی تھی کہ آگے چلتے چلتے وہ رُک جائیں گے، ٹریلر آگے بڑھتا چلا جائے گا اور یہ اپنا راستہ بدل لیں گے۔

جب تک انھوں نے ایسا نہیں کیا، میں اُس چابی والے کی کھوپڑی پر سوار رہا۔ اس کے بعد میں نے اُسے آزاد چھوڑ دیا۔ پھر کیا ہوا، مجھے یہ دیکھنے، سمجھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم اُن سے بہت دُور نکل گئے تھے۔ سونیا نے کہا۔ "یہ شہر، یہ ملک اُن کا ہے۔ ہم جتنی بھی دور نکل جائیں، ان کی دسترس میں رہیں گے۔"

مجھے اپنے دماغ میں سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس کے ساتھ ہی شیبا کی سوچ سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "فرہاد! تم نے مجھے خیال خوانی میں لگا دیا۔ خود کہاں بھٹک رہے ہو؟"

"تمھارے بعد میں بھی اُس افسر کے دماغ میں گیا تھا، جو ربی اسفندیار کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں جو انکشاف ہوا اس کے بعد تو ہمارے ہوش اُڑ گئے۔"

میں نے مختصر طور پر شیبا کو بتایا کہ ہم پر کون سی نئی اُفتاد آ پڑی ہے۔ یہ سب کچھ سُن کر شیبا نے کہا۔ "تمھارے پاؤں میں چکر ہے۔ کبھی سکون سے ایک جگہ رہ نہیں سکتے۔"

"شیطان کے دماغ میں چکر ہے نہ خود سکون سے رہتا

ہے نہ ہمیں ہنسنے دیتا ہے۔ بہرحال تم بتاؤ۔ خیال خوانی سے کچھ حاصل بھی ہوا؟"

"ہاں، میں اپنے ماموں کی سوچ پڑھ رہی تھی۔ شاید انھیں پہلے سے یقین تھا کہ مجھے اس ادارے سے باہر نہیں جانے دیا جائے گا۔ تم سب مجھے جبراً روک لوگے یا مجھ پر کوئی سحر کر دو گے کہ میں تم لوگوں کی ہو کر رہ جاؤں گی۔ ایسی صورت میں وہ لوگ مجھے کس طرح حاصل کریں گے، اس کی پلاننگ انھوں نے پہلے ہی کر لی تھی۔"

میں نے پوچھا "پلاننگ کیا ہے؟"

"ان لوگوں نے بابا صاحب کے ادارے کے قریب ہی ایک بہت بڑے فارم کو خرید لیا ہے۔ اس فارم میں چھوٹے چھوٹے کوٹیج بنے ہیں۔ وہاں اسرائیل کے ذہین ترین افراد کو بلا کر رکھا جائے گا۔ اُن افراد میں نہایت حاضر دماغ جاسوس، خطرناک قسم کے فائٹر اور ایسے شاطر جرائم پیشہ موجود ہیں جو آنکھوں کا سُرمہ چُرا کر لے جانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ وہ مجھے بھی بابا صاحب کے ادارے سے چرا کر لے جائیں گے۔"

"تم جانتی ہو کہ بابا صاحب کے ادارے میں کتنا سخت پہرہ رہتا ہے۔ باہر سے آنے والے انجانے پن میں اس کمرے کے سامنے سے گزرتے ہیں جو لیٹی میک اپ ہے۔ وہاں سے گزنے والے کے اندر کچھ رکھ لیا جاتا ہے۔ کوئی اپنا

[illegible]

[illegible]

ماموں لوبرنا وغیرہ ناکام ہو کر چلے گئے تھے لیکن کوئی بھی ترپ چال چلی جا سکتی تھی۔ شیبا کو کسی نہ کسی طرح ہمارے خلاف بھکایا جا سکتا تھا۔ یہ خیال بار بار میرے دماغ میں آ رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ پھر اُس نے ہم پر اعتماد کیا ہے۔ ایسے وقت جب کہ وہ اپنے ملک اور اپنی قوم کی خاطر ہمیں چھوڑ کر جا سکتی تھی، اُس نے ہم سے محبت اور وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ ایسے حالات میں میرا فرض بنتا تھا کہ میں اُس پر زیادہ سے زیادہ توجہ دوں اور کوئی ایسا راستہ اختیار کروں کہ وہ خود کو تنہا نہ سمجھے۔ میرے سمجھانے کے باوجود وہ خود کو تنہا اور بے یار و مددگار پا رہی تھی جب کہ جناب شیخ الفارس صاحب جیسی شخصیت کا سایہ اس کے سر پر تھا اور وہ بابا صاحب کے اس ادارے میں تھی جو مضبوط قلعہ سمجھا جاتا تھا اور باہر کا کوئی آدمی اس قلعے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے باوجود وہ مطمئن نہیں تھی۔ اس کی ایک ہی وجہ تھی اور وہ یہ کہ نفسیاتی طور پر وہ مجھ سے متاثر تھی اور مجھی کو اپنا مضبوط سہارا سمجھتی تھی۔ وہی تھی جو مجھ پر اعتماد کرنے سے پہلے بے حد خوف زدہ تھی۔ اعتماد کرنے کے بعد وہ میرے لیے اپنا وطن اور اپنے خون کے رشتوں کو بھی چھوڑ رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ میری موجودگی سے ہی مطمئن رہ سکتی تھی ورنہ آنے والا کوئی بھی لمحہ اسے [illegible] کی طرح [illegible] پر پہنچا سکتا تھا۔

وہ میرے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

"میری کوئی بات فرہاد سے چھپی نہیں رہتی۔ جو کہنا ہے اس کی موجودگی میں کہو۔"

"پھر تو مجھے افسوس ہے۔ میں جو کہنا چاہوں گا، وہ کھل کر نہیں کہہ سکوں گا۔"

میں نے کہا۔ سونیا میں تمہارے دماغ سے تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں۔ تم اس شیطان سے باتیں کر لو۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ بعد میں پتا چلا، وہ سونیا سے کیا کہتا رہا تھا۔ اُس نے میرے جاتے ہی سونیا سے کہا "تھوڑی دیر پہلے فرہاد کے دل و دماغ میں یہ بات نہیں تھی کہ تم سے الگ ہو جانا چاہیے مگر ابھی شیبا اس کے دماغ میں آئی تھی اور کہہ رہی تھی کہ وہ فرہاد کے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

سونیا نے کہا۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ مجھے فرہاد کے خلاف بھڑکانا چاہتے ہو۔"

"میں کسی کی بھی قسم کھا کر کہہ رہا ہوں، تمہیں فریب دیا جا رہا ہے۔ شیبا اور فرہاد بہت عرصے سے دل کے معاملات میں بہت دور تک نکل گئے ہیں۔ میرا کیا ہے، میں تو چاہتا ہوں کہ انسان گناہ کی دلدل میں دھنستا چلا جائے۔ فرہاد، شیبا کے پاس جائے گا تو مجھے خوشی ہوگی لیکن میں یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا کہ تم فرہاد کو دل و جان سے چاہتی ہو، اس کے لیے اتنی قربانیاں دیتی ہو اور وہ حالات کی مجبوریاں بتا کر، فریب دے کر تمہیں چھوڑ کر چلا جائے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیا حالات مجبور نہیں کر رہے ہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ میں تمہیں مدبر بتاتا ہوں۔ تم اس پر عمل کرتے ہوئے فرہاد کے ساتھ رہ سکتی ہو لیکن فرہاد نہیں مانے گا۔ اُس نے پہلے ہی بلانگ کر لی ہے۔ شیبا سے وعدہ کر لیا ہے۔ اُس کی محبت کی قسم کھائی ہے کہ تمہیں چھوڑ کر فوراً ہی اُس کے پاس چلا جائے گا اور اس کے پاس جانے کے لیے جو بہانہ کر رہا ہے حالات کی جیسی مجبوریاں بتا رہا ہے۔ تم نادان نہیں ہو۔ خود سمجھ سکتی ہو کہ ہزار روپ بدل کر تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہو۔"

"ہم ایک ساتھ نہیں رہ سکتے، تمام دشمنوں کی نظریں کسی بھی ایسے جوڑے پر رہیں گی جو ہمارے قد و قامت اور ڈیل ڈول سے مناسبت رکھتا ہو۔"

"چلو، مان لیتا ہوں، ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ کچھ فاصلے پر تو رہ سکتے ہو۔ ایک ہی شہر میں تم اگر مشرق میں رہو تو وہ مغرب میں رہ سکتا ہے۔ جب چاہو، اس سے ملاقات کر سکتی ہو۔ اس پر کوئی اُفتاد آ پڑے تو فوراً اس کی مدد کے لیے پہنچ سکتی ہو۔ میں تو تمہاری اور اس کی بھلائی کے لیے کہہ رہا ہوں۔"

سونیا نے کہا۔ "اچھا ٹھہرو، ذرا میں فرہاد سے بات کر لوں۔" یہ کہہ کر اُس نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد، میں جو پوچھوں گی اُس کا جواب سچ سچ دو گے۔"

میں نے حیرانی سے اُسے دیکھا۔ پھر کہا۔ "کیا میں تم سے جھوٹ بولتا ہوں یا تمہیں کسی طرح کا نقصان پہنچاتا ہوں؟"

"یہ تو ابھی معلوم ہو جائے گا۔ سچ سچ بتاؤ، شیبا نے ابھی تم اپنے پاس آنے کے لیے کہا ہے۔"

میں ذرا چونک گیا۔ اُس نے پوچھا۔ "چپ کیوں ہو گئے، جواب دو۔"

میں سمجھ گیا تھا کہ شیطان بھڑکا رہا ہے۔ میں نے کہا۔ "دیکھو سونیا، شیطان نے تمہیں بتایا نہیں کیا کچھ کہا ہے۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ شیبا اس ادارے میں خود کو تنہا محسوس کر رہی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ میں وہاں آ جاؤں تاکہ دشمن اُسے جہرا نہ لے جا سکیں۔"

"اب یہ تم بالکل کھوکھلی سی باتیں کر رہے ہو۔ وہاں شیخ انفذار ہیں۔ وہاں اتنا سخت پہرہ ہے کہ کوئی شیبا کو اس ادارے سے نکال کر نہیں لے جا سکتا۔ تمہارے چلے جانے سے کیا یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ اپنے لوگوں میں واپس نہیں جائے گی۔ کیا اس بات کی ضمانت ہے کہ تم شیبا کے ساتھ رہو گے تو دشمنوں کی کوئی چال کامیاب نہیں ہو سکے گی۔"

میں نے کہا۔ اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ بات کچھ اور ہے اور وہ یہ کہ شیبا نے اپنے خون کے رشتوں کے خلاف، اپنے ملک و ملت کے خلاف ہمارے حق میں فیصلہ کیا ہے۔ وہ سہمی ہوئی ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ اپنے زیرِ سایہ رکھنے کے لیے لازمی ہے کہ وہ جو کہتی ہے اُسے مان لیا جائے۔ اگر میں اُس کے پاس جاؤں گا یا وہ میرے پاس آئے گی تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ ہمارا زندگی بھر کا ساتھ ہو جائے گا اور میں تم سے کبھی نہیں مل سکوں گا۔"

"اگر شیبا کی حفاظت کے لیے تم نہ جاؤ، میں چلی جاؤں تو کیا فرق پڑے گا۔"

"میں جانتا ہوں، تم جہاں رہو گی وہاں دشمن آنے سے کترائیں گے۔ ہمیں بھی اطمینان رہے گا لیکن اصل اطمینان شیبا کو ہونا چاہیے تم انسانی نفسیات کو سمجھتی ہو۔ یہ سمجھو کہ شیبا کس سے مطمئن رہ سکتی ہے، کس پر زیادہ اعتماد کرتی ہے۔"

"تم پر اعتماد کرتی ہے۔ تم پر مرتی ہے۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، تم مجھ سے الگ ہونے کے لیے کیسی چالیں چل رہے ہو۔ پہلے تو شیبا سے مل کر بلانگ کی۔ اس کی محبت میں قسم کھائی کہ اس کے پاس آ رہے ہو۔ اب تو تمہیں وہاں جانا ہی ہے۔"

"سونیا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم شیطان کے بہکاوے میں آ گئی ہو؟"

"اپنے جھوٹ اور فریب کو شیطان کے سر پر نہ ڈالو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ شیطان تمہارے لیے مجھ سے زیادہ قابلِ اعتماد ہو گیا۔"

"وہ ہرگز قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ یہ مانتی ہوں کہ وہ مجھے بہکا رہا ہے لیکن تم بھی مان لو کہ تم نے شیطان کو بہکانے کا موقع دیا ہے۔ نہ تم جھوٹ بولو گے، نہ مجھ سے الگ ہو گے، نہ شیطان بہکا سکے گا۔"

"تم جا رہی ہو، شیبا ہمارے ہاتھ سے نکل جائے۔"

"میں ہرگز یہ نہیں چاہتی۔ میں اس کی حفاظت کروں گی۔ تم اُس کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔"

"تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔ بہتر ہوگا کہ تم شیبا کو بھی سمجھاؤ ورنہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے گی۔"

"وہ آئے تو اس سے کہنا، مجھ سے بات کرے۔ میں اُسے مطمئن کر دوں گی۔"

میں نے ایک گہری سانس لی اور خاموش ہو گیا۔ خاموشی کے سوا چارہ بھی کیا تھا۔ ویسے دل ہی دل میں کہا۔ "اے شیطان! تیری چال کامیاب ہوئی۔"

مجھے شیطان کی سوچ سنائی دی۔ "میں نے تمہارے خلاف کوئی چال نہیں چلی ہے۔ میں تو تمہارا دوست ہوں۔"

"لعنت ہے تم پر۔ تم سب کے دوست ہو اور تم سب کے دشمن ہو۔"

"فرہاد، تم یقین نہیں کرو گے۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ شیبا تمہارے پاس آئے۔ تم شیبا کے پاس جاؤ۔ میں اس کے اندر رہ کر دیکھ چکا ہوں، وہ اوپر سے خاموش رہتی ہے لیکن اندر ایک طوفان ہے اور وہ طوفان تمہارے لیے ہے۔"

میں نے جواب نہیں دیا۔ وہ کہتا جا رہا تھا۔ "میں بھی جانتا ہوں کہ تم اس وقت تک اس سے ازدواجی رشتہ قائم نہیں کر سکو گے جب تک وہ مسلمان نہیں ہو جاتی اور میں یہ بھی جانتا ہوں، وہ اپنا مذہب نہیں چھوڑے گی۔ اس طرح تم دونوں کے درمیان شدید محبت بھی ہوگی اور شدید اختلافات بھی ہوں گے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ اختلاف ہوتے رہیں کیونکہ اس میں میری بھلائی ہے اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ تم دونوں اختلافات کے باوجود ملتے رہو تاکہ تم سے گناہ سرزد ہوتا رہے اور میری شیطانیت چمکتی رہے۔"

"اتنی بکواس کے بعد کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ میں تمہارا دوست ہوں اور تم میرے مشورے پر عمل کرو تو ابھی سونیا سے الگ ہو سکو گے اور اسے شکایت بھی نہیں ہوگی۔"

"مجھے سونیا سے الگ ہونے کی خوشی نہیں ہے بلکہ اس سے دور رہ کر افسوس ہوتا ہے۔ میں تو مجبوراً شیبا کو اپنے قابو میں رکھنے کے لیے جانا چاہتا ہوں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ اسی لیے تو سمجھا رہا ہوں، میرے مشورے پر عمل کرو۔"

"وہ مشورہ کیا ہے؟"

"کہیں نہ کہیں دشمنوں سے ٹکراؤ ضرور ہوگا۔ ایسے وقت تم دشمنوں کی گرفت میں آ جانا۔ وہ تمہیں پکڑ کر لے جائیں گے۔ تمہارے پاس خیال خوانی کی صلاحیت ہے، تم دلیر ہو، ذہین ہو، حاضر دماغ ہو۔ پھر میرا ساتھ ہوگا۔ میں تمہیں ان دشمنوں سے نکال کر کہیں سے کہیں پہنچا دوں گا۔ اس طرح سونیا کو شکایت نہیں ہوگی کہ تم جان بوجھ کر الگ ہوئے تھے۔"

"کیا سونیا مجھے دشمنوں سے نجات دلانے کے لیے میرے ساتھ نہیں آئے گی۔"

"میں اسے آنے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔ اسے دوسری طرف اُلجھا دوں گا۔"

"واہ! کیا بات ہے۔ بہتر ہے، تم چلے جاؤ۔ جاؤ، یہاں سے جاؤ۔ اچھا نہیں جاؤ گے۔ لاحول ولا قوۃ۔"

میں نے اچانک ہی خود کو ہلکا پھلکا محسوس کیا۔ وہ چلا گیا تھا۔ ہماری کار تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ آگے پیچھے چند ایسی گاڑیاں دوڑ رہی تھیں جن میں ریڈ پاور کے آدمی موجود تھے۔ سونیا چپ چاپ سر جھکائے سوچ رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر کہا۔ "فرہاد، تم میں ایک اخلاقی خوبی ایسی ہے جسے سب عورتیں پسند کرتی ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ جب تم وعدہ کر لیتے ہو کہ ہم میں سے کسی کی مرضی کے خلاف ہمارے دماغ میں نہیں آؤ گے تو پھر تم نہیں آتے۔ تم نے شیبا سے بھی یہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں جاؤ گے اور میں جانتی ہوں، تم اپنی زبان کے پابند ہو۔"

"ہاں، اس بات کی گواہ شیبا ہے اور میرا خدا ہے کہ میں اس کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں جاتا مگر اس بات کا ہمارے موجودہ حالات سے کیا تعلق ہے؟"

وہ بولی۔ "شیطان نے مجھے بہکانے کا فرض ادا کر دیا۔ اب

بہکنا یا نہ بہکنا میرے اختیار میں ہے لیکن میں سنجیدگی سے سوچتی ہوں، ہمارا موجودہ حالات میں ایک ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "سونیا تم واقعی ذہین ہو۔ عام عورتوں کی طرح حاسدانہ انداز میں یہ نہیں سوچتی ہو کہ میں تم سے دور ہو کر کسی دوسری عورت کے پاس جا رہا ہوں۔ میں تو حالات سے مجبور ہوں۔"

"تم اپنی صفائی میں کچھ نہ کہو۔ میں صرف حالات کی روشنی میں دیکھتی ہوں، سوچتی ہوں اور فیصلہ کرتی ہوں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں الگ ہو جانا چاہیے مگر اس کے لیے تمہیں میری دو باتیں ماننا پڑیں گی۔"

"میں تمہاری کون سی بات نہیں مانتا ہوں۔ بتاؤ کیا چاہتی ہو۔"

"میری پہلی شرط یہ ہے کہ جدا ہونے کے بعد تم خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کرو گے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو۔ اگر میں ایسا نہیں کروں گا تو تمہاری خیریت کیسے معلوم ہوگی؟"

"اگر تمہیں خیال خوانی نہ آتی پھر تم خیریت کیسے معلوم کرتے؟"

"پھر میں دوسرے ذرائع اختیار کرتا۔"

"تو اسی طرح دوسرے ذرائع اختیار کرنا مگر میرے دماغ میں کبھی نہ آنا۔"

"یہ کیا تک ہے۔ صاف کہہ دو کہ مجھ سے ناراض ہو کر جدا ہونا چاہتی ہو۔"

"میرے دل میں کوئی رنجش نہیں ہے۔ میں خوب سوچ سمجھ کر یہ بات کہہ رہی ہوں۔"

"میں بھی تو سنوں، تم کیا سوچ سمجھ رہی ہو۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔ شیطان مجھے خالہ کہتا ہے۔ یعنی مجھے سر پر بٹھا کر اُلو بنانا چاہتا ہے۔ اس نے مجھے بہکانے کی کوشش کی کہ تم سے جدا نہیں ہونا چاہیے۔ اس نے عورت کی سب سے بڑی کمزوری سے کھیلنے کی کوشش کی۔ یعنی میرے اندر ایک سوتیا کی جلن پیدا کی۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ مجھے تم سے جدا نہیں ہونا چاہیے تو یقیناً اس میں اس کی کوئی گہری چال ہے جسے میں کامیاب نہیں ہونے دوں گی اور جب میں اس کے مشورے پر عمل نہیں کروں گی تو وہ کوئی اور چکر چلائے گا لہٰذا ہم دونوں کو اس طرح جدا ہونا چاہیے کہ ہمارے درمیان شیطان بھی رابطہ قائم نہ کر سکے۔"

سونیا کی کوئی کل سمجھ میں نہیں آتی۔ ابھی ذرا دیر پہلے شیطان کے بہکاوے میں آ گئی تھی، اسے خوش کر دیا تھا اب اس کے جاتے ہی اس نے پٹڑی بدل دی۔ ایسی پلاننگ کر رہی تھی کہ شیطان کا اپنا مقصد کبھی پورا نہ ہوتا۔ میں نے کہا۔ "تمہارے دلائل مضبوط ہیں۔ ہمارے درمیان فی الحال رابطہ قائم نہیں ہونا چاہیے لیکن کب تک؟"

"جب بھی میں مناسب سمجھوں گی، تم سے رابطہ قائم کر لوں گی۔"

"صرف تم کیوں مناسب سمجھو گی۔ میں بھی مناسب سمجھوں گا تو رابطہ قائم کروں گا۔"

"نہیں، تم زبان دو، میری مرضی کے بغیر تم میرے پاس نہیں آؤ گے۔ میری خیریت معلوم کرنا ہو تو کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرو گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں زبان دیتا ہوں، جب تک تم اجازت نہیں دو گی، تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گا۔ دوسرے ذرائع سے تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔"

اس نے ڈرائیور سے کہا۔ "چودھویں شاہراہ پر سب وے اسٹیشن کے پاس گاڑی روک دو۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ریڈ پاور کے باس سے کہا۔ "ہم زمین دوز ٹرین میں سفر کرنے جا رہے ہیں۔ وہاں میرا اور سونیا کا راستہ الگ ہو جائے گا۔ آپ اپنے آدمیوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں۔ سونیا کا خاص خیال رکھا جائے۔ اپنے آدمیوں کو اچھی طرح سمجھا دیں کہ وہ ان کی نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ مجھے دن رات اس کی خیریت معلوم ہوتی رہنا چاہیے۔"

سونیا نے کہا۔ "مجھے ایک ٹرانسمیٹر چاہیے۔ اس کے ذریعے میں ریڈ پاور کے باس سے رابطہ قائم کیا کروں گی اور اس سے تمہاری خیریت معلوم کیا کروں گی۔ مجھے بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تم کہاں ہو اور کس حال میں ہو۔"

ہم سب وے اسٹیشن کے پاس اتر گئے۔ سونیا کو ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر مل گیا۔ ہم برقی سیڑھیوں سے زمین دوز ریلوے اسٹیشن میں پہنچے۔ باس کے ایک آدمی نے میرے کہنے کے مطابق میرے لیے چائنا ٹاؤن کا ایک ٹکٹ لیا اور سونیا کی مرضی کے مطابق گرین وچ ویج کا ٹکٹ لیا گیا یعنی وہ نیویارک کے مغرب میں جا رہی تھی اور میں جنوب مشرق کی طرف جانے والا تھا۔ وہاں سے دو ریل گاڑیاں دو مختلف سمت جاتی تھیں۔ میں سونیا کے ساتھ اس کی گاڑی تک گیا۔ ہم دونوں بڑی محبت سے رخصت ہوئے۔ جب وہ گاڑی پر سوار ہو کر چلی گئی تو پھر میں اپنی منزل پر روانہ ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد شیبا میرے دماغ میں آئی۔ میں نے اسے سونیا کے متعلق بتایا۔ اس نے کہا۔ "میں ہرگز یہ نہیں چاہتی تھی کہ تمہیں اپنے پاس آنے کے لیے کہوں تو سونیا تم سے جدا ہو جائے۔"

"وہ تمہاری وجہ سے الگ نہیں ہوئی ہے۔ حالات کا تقاضا یہی ہے۔ جو بات مجھے پریشان کر رہی ہے، وہ سونیا کی شرط ہے۔ اس نے مجھ پر ایسی پابندی عائد کر دی ہے کہ میں کسی بھی لمحے یاد کروں تو صرف یاد کرتا ہی رہ جاؤں گا مگر اس کے پاس نہیں سکوں گا۔"

"اس نے تم پر پابندی عائد کی ہے۔ اگر اس کی خیریت معلوم اچاہو تو میں اس کے پاس جا کر اس کے حالات معلوم کر سکتی اور تمہیں بتا سکتی ہوں۔"

"نہیں شیبا، اس نے صرف مجھ پر نہیں خیال خوانی پر بھی ندی لگائی ہے۔ چاہے وہ خیال خوانی میں کروں یا تم کرو۔ اس تصد ہے کہ ہم دوسرے ذرائع سے اس کی ظاہری خیریت علوم کر سکیں مگر اس کے اندر پہنچ کر اس کے منصوبوں کو اس مقاصد کو اس کے چور خیالات کو نہ پڑھ سکیں۔ بہرحال میں نے ے زبان دی ہے تو تمہیں بھی میری زبان پر قائم رہنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم اس کے دماغ میں نہیں جائیں گے مگر رے ذرائع سے اس کی خیریت معلوم کرتے رہیں گے اور کے کام آتے رہیں گے۔"

"اب پونی کے متعلق بتاؤ۔"

وہ بتانا چاہتی تھی، میں نے کہا۔ "ذرا ٹھہرو۔ میں ریڈ پاور ے اس سے ضروری بات کر لوں۔"

باس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "میں چاہتا ہوں ب تک [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

چھلانگیں لگاتی تھی اور ایسے جمناسٹک کے کرتب دکھاتی تھی کہ آنکھیں اس پر ٹھہرتی نہیں تھیں۔ وہ ابھی یہاں ہے تو پلک جھپکتے ہی دوسری جگہ نظر آتی تھی پھر پتا ہی نہ چلا کہ وہ کس طرح چشم زدن میں بجلی کی طرح پومی کی طرف آئی اور ایک ٹھوکر ماری لیکن وہ ٹھوکر پیچھے کھڑے ہوئے سلیمان جوگو کے منہ پر پڑی کیونکہ پومی اس سے پہلے ہی پلٹھی مار کر فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ سلیمان غصے سے اس ٹھوکر مارنے والی کے پیچھے جانا چاہتا تھا۔ والشوروکی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچتے ہوئے کہا "حماقت نہ کرو۔ وہ تمہارے ہاتھ نہیں آئے گی۔ چپ چاپ تماشا دیکھو۔"

واقعی وہ دیکھنے کے قابل تماشا تھا۔ اچھا ہوا کہ سلیمان جوگو فوراً ہی والشوروکی کے ساتھ دور ہٹ گیا تھا کیونکہ وہ ٹھوکر مارنے والی اپنے دعوے کے مطابق بجلی سے زیادہ تیزی دکھا رہی تھی۔ اس نے جب دیکھا کہ پومی پر وار خالی گیا ہے تو دوسرے حملے کے وقت اس نے فضا میں پرواز نہیں کی۔ اس نے تیزی سے پلٹ کر پھر پومی کے منہ پر ٹھوکر مارنا چاہی لیکن وہ وار بھی خالی گیا کیونکہ پومی لیٹ گئی تھی۔ حملہ کرنے والی بھی کم نہیں تھی۔ وہیں سے اس نے الٹی قلابازی کھائی اور سیدھی پومی کے سینے پر آکر کھڑی ہونا چاہتی تھی مگر اسے سیدھے ہونے کے لیے فرش نصیب ہوا۔ پومی نے کروٹ بدل لی تھی۔

سلیمان جوگو بڑبڑا رہا تھا۔ "خدا کی قسم یہ لڑکیاں نہیں۔ بجلیاں ہیں۔ بجلی بھی لپکتی ہے تو ذرا نظر آتی ہے۔ یہ تو بازی گری کے وقت سمجھ میں نہیں آتیں کہ کہاں ہیں۔ جب منہ پر ٹھوکر پڑتی ہے تب پتا چلتا ہے۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ اِدھر پومی نے کروٹ بدلی اُدھر اس نے پھر اچھل کر پومی پر آنا چاہا۔ اس بار پومی کروٹ بدل کر چاروں شانے چت ہوگئی۔ حملہ کرنے والی کو پھر نا کامی ہوئی لیکن وہ باز آنے والی نہیں تھی۔ اب نے پھر اچھل کر پومی کے سینے پر سوار ہونا چاہا۔ اس بار پومی کے سینے پر اپنی دو ہتھیلیاں تھیں اور وہ حملہ کرنے والی ان ہتھیلیوں پر آکر ٹھہر گئی تھی۔ پھر اپنا توازن نہ سنبھال سکی کیونکہ پومی نے اسے ہتھیلی پر روکتے ہی دوسری طرف پھینک دیا تھا۔ وہ سامنے کی طرف جاکر اوندھے منہ گری تھی۔ مگر فوراً ہی قلابازی کھا کر کھڑی ہوگئی تھی۔ جب اس نے پلٹ کر دیکھا تو پومی اس کے مقابلے پر پہلے ہی اچھل کر کھڑی ہو چکی تھی۔ اتنی دیر میں ثابت کر چکی تھی کہ وہ پومی ہے اور اس حملہ کرنے والی سے زیادہ پھرتیلی ہے۔

اب اس کے مقابلے پر چار صحت مند عورتیں پینترے بدل رہی تھیں۔ سلیمان جوگو نے کہا۔ "مسٹر نوکو! تم کہاں ہو۔ یہ سب کیا تماشے ہو رہے ہیں۔"

والشوروکی نے کہا۔ "مسٹر نوکو! تم اچھی طرح جانتے ہو، یہ چار عورتیں چار چیونٹیوں کی طرح ہیں۔ میری بیٹی انھیں چٹکیوں مسل کر رکھ دے گی۔ پھر خواہ مخواہ یہ تماشے کرانے سے کیا فائدہ ہے۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ کہیں دور کسی اسپیکر سے مسٹر نوکو کی آواز آرہی تھی۔ "میں نے پومی کے لڑنے کا انداز دیکھا ہے۔ میں جانتا ہوں، یہ چار عورتیں اس کے مقابلے میں کچھ نہیں ہیں مگر یہ چاروں اسے اس سوئمنگ پول کے اندر جانے پر مجبور کردیں گی کیونکہ میرے پاس پہنچنے کا یہی ایک راستہ ہے۔"

والشوروکی نے پوچھا۔ "کیا ہم سے ملاقات کرنے کا کوئی سیدھا راستہ تم اختیار نہیں کرسکتے۔"

"تم لوگ میرے کون سے دوست بن کر آئے ہو۔ آنے والے دشمنوں کو ٹیڑھے راستوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ بلوکی دی کلر کا سر حاصل کرنے آئی ہے۔ ذرا اسے معلوم تو ہو کہ مرتک پہنچتے پہنچتے خود اس کے شانے پر سر رہے گا یا نہیں۔"

سلیمان جوگو نے کہا۔ "مسٹر نوکو! میں تمہارا دوست اور وفادار بن کر آیا ہوں۔ میں نے تمہاری مرضی کے مطابق تمہارا کام کردیا ہے۔ مجھے میری رقم دو۔ میں واپس چلا جاؤں گا۔"

"سلیمان جوگو! میں تمہارے سامنے نہیں ہوں، نہ ہی میرے ہاتھ نظر آرہے ہیں پھر رقم کس ہاتھ سے دے سکتا ہوں۔ کچھ لینا چاہتے ہو تو تم بھی اس سوئمنگ پول میں غوطہ لگاؤ۔"

اسی وقت سوئمنگ پول کے پانی کے اندر تیز روشنی ہوگئی۔ سوئمنگ پول کا پانی صاف و شفاف نظر آرہا تھا۔ اس کی چار دیواری میں ایک دروازہ بھی دکھائی دے رہا تھا۔ پھر مسٹر نوکو کی آواز سنائی دی۔ "وہ دروازہ دیکھ رہے ہو، وہاں جاکر اسے کھولو اور اسی راستے سے میرے پاس پہنچ جاؤ۔"

سلیمان اس دروازے کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔ مسٹر نوکو کہہ رہا تھا۔ "اس دروازے کے پیچھے دی کلر کا سر ہے، پومی آجاؤ۔ اس دروازے کے پیچھے چالیس ہزار ڈالر ہیں۔ سلیمان جوگو! چلے آؤ۔"

سلیمان جوگو نے کہا۔ "پومی، خواہ مخواہ وقت ضائع ہو رہا ہے۔ ہمیں اس دروازے سے گزرنا چاہیے۔"

سوئمنگ پول کے کنارے بہت سی آرام دہ کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ پومی نے ایک کرسی پر آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

تھیں چالیس ہزار ڈالر کی ضرورت ہے۔ تم جاؤ۔ مجھے دی کلر کا چاہیے۔ میں دشمنوں کی چار دیواری میں آگئی ہوں۔ دی کلر مجھ سے کہیں نہ کہیں ضرور ٹکرائے گا۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ میں پانی میں غوطہ لگاؤں۔"

سلیمان جوگو کو چالیس ہزار ڈالر لینے تھے، اس لیے وہ غوطہ لگانے کے لیے آگے بڑھا۔ والشوروکی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "جو راستہ سیدھا نہ ہو وہاں گڑبڑ ضرور ہوتی ہے۔ رات کے اندھیرے میں اندھے نہ بنو۔"

اس نے والشوروکی کا ہاتھ جھٹک کر کہا۔ "جب ہم یہاں تک آگئے ہیں تو راستہ سیدھا ہو یا ٹیڑھا، ہمیں تو جانا ہی ہوگا۔"

"کیوں جانا ہوگا، کیا ضروری ہے۔ ہم یہاں انتظار کریں گے۔ مسٹر نوکو نے ملاقات نہیں کی تو واپس چلے جائیں گے۔"

اچانک بہت سے قہقہے چاروں طرف گونجنے لگے۔ پھر مسٹر نوکو کی آواز سنائی دی۔ "یہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

پومی نے آگے بڑھ کر ایک طرف سر اٹھاتے ہوئے کہا۔ "ہمارے لیے واپسی کا یہی راستہ ہوگا جس راستے سے تم جاتے ہو اور ہم یہاں سے جاکر دکھائیں گے۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہوگا کہ ہمارے سامنے آجاؤ۔ زیادہ الجھنے کی کوشش مت کرو۔ ہم تمہاری کسی بھی نفسیاتی گرفت میں نہیں آئیں گے۔"

مسٹر نوکو کی آواز آئی۔ "میری عادت ہے، میں اپنے شکار کو اسی طرح چھیڑتا، اسی طرح الجھاتا چلا جاتا ہوں اور جب وہ پریشان ہوتا ہے، کھیرا تا ہے، چیختا ہے، فریاد کرتا ہے تو مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے۔ اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ تم کسی راستے سے نکل کر جاسکتی ہو تو پھر جاؤ۔ میری طرف سے اجازت ہے بشرطیکہ تمہیں جانے کا کوئی راستہ مل جائے۔"

والشوروکی اور سلیمان جوگو نے بے اختیار پلٹ کر اس لفٹ کے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے وہ ابھی آئے تھے۔ پھر والشوروکی دوڑتا ہوا ادھر گیا۔ لفٹ کے اندر کوئی بٹن ایسا نہیں ہوتا تھا جس سے اس لفٹ کو اوپر یا نیچے لے جایا جاسکے یا روکا جاسکے۔ صرف باہر دو چار بٹن تھے۔ والشوروکی نے انھیں یکے بعد دیگرے آزمایا لیکن ناکامی ہوئی۔ کسی بھی بٹن کو دبانے سے دروازہ نہیں کھل رہا تھا۔

وہ جہاں پہنچے ہوئے تھے، وہاں دور تک ایک خوبصورت باغ نظر آرہا تھا۔ پھر گھنے درختوں کی وجہ سے یہ دکھائی نہیں دیتا تھا کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ قلعے کا کوئی دوسرا حصہ ہو۔ ہاں چاروں طرف اونچی دیواریں تھیں جیسا کہ اکثر قلعے کی دیواریں ہوتی ہیں۔ مگر ان دیواروں کے اوپر پہنچنے کے لیے دو طرف زینے بنے ہوئے تھے۔ انھوں نے دوڑتے ہوئے ان زینوں کو طے کرتے ہوئے دیوار کے اوپر پہنچ کر دیکھا تو دوسری طرف نیچے بہت گہری کھائی تھی۔ جگہ جگہ اونچی نوکیلی چٹانیں دکھائی دیتی تھیں۔ یعنی اس دیوار پر سے اگر کوئی گرتا تو وہ قاتل چٹانیں اس کی زندگی چھین لیتیں یا رستے وغیرہ کی مدد سے اترنے کی کوشش کی جاتی تو بہت لمبے رستے کی ضرورت پڑتی۔

اچانک ایک فائر کی آواز سنائی دی۔ پومی نے سر پیچھے ہٹا لیا۔ نیچے گہرائی میں کہیں مسلح افراد تھے۔ انھوں نے تین قیدیوں کو جھانکتے دیکھ کر نیچے سے فائرنگ کی تھی۔ اس کا مطلب تھا، اگر وہ قلعے کی بلندی سے یا آسمان سے گرتے تو کمبخت میں اکٹھے نیچے مسلح افراد کا سخت پہرہ تھا۔

وہ دیوار کی بلندی سے نیچے آگئے۔ سلیمان جوگو نے پاؤں پٹختے ہوئے کہا۔ "جب ہمیں مسٹر نوکو نے اپنے پاس آنے کا راستہ دکھا دیا ہے تو ہمیں جانا چاہیے۔ تم دونوں اعتراض کیوں کرتے ہو؟"

والشوروکی نے کہا۔ "تمہاری کھوپڑی میں چالیس ہزار ڈالر کے نوٹ پھڑپھڑا رہے ہیں۔ تم مرنا چاہتے ہو تو جاؤ۔ ویسے ہم دعا کریں گے کہ تمہیں جانے کا راستہ مل جائے۔"

سلیمان جوگو تیزی سے چلتا ہوا سوئمنگ پول کے کنارے آیا۔ پھر بلند آواز سے بولا۔ "مسٹر نوکو! میں نے پومی کو یہاں تک پہنچا دیا۔ میری ڈیوٹی ختم ہوگئی۔ اب میں تم سے اپنی رقم لینے آرہا ہوں۔ کیا میں تم پر بھروسا کرسکتا ہوں؟"

"بھروسا تو مجھے تم پر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ تم نے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا نہیں کیا۔"

سلیمان جوگو نے چونک کر پوچھا۔ "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تم نے کہا تھا، پومی کو تنہا پھانس کر لاؤ گے لیکن تم اس کے ساتھ اس کے بوڑھے استاد کو بھی لے آئے۔"

"میں نہیں لایا۔ یہ زبردستی آیا ہے۔"

"اگر سونیا اور فرہاد بھی زبردستی آجاتے تو کیا میں انھیں برداشت کرلیتا یا یہ بات تمہارے لیے قابل قبول ہوتی؟"

"میں کیا کرسکتا ہوں۔ جب یہ بوڑھا جاپانی آہی گیا ہے تو تمہارے لیے پریشانی کی کیا بات ہے۔ یہ تو تمہارا قیدی ہے۔ تمہارے حکم سے ایک گولی چلے گی اور یہ دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہوجائے گا۔"

"مجھے ختم ہی کرنا ہوتا تو میں اس کی موت کے لیے دس ہزار ڈالر کی شرط کیوں لگاتا۔ تم نے یہ شرط منظور کی مگر ناکام رہے۔ جب تم اپنا کوئی وعدہ پورا نہ کرسکے تو میں تمہیں کس بات کے چالیس ہزار دے سکتا ہوں۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر غصے سے پاؤں پٹختے ہوئے بولا۔ "میں پومی کو یہاں لایا ہوں۔"

"بے وقوف! وہ لائی نہیں گئی بلکہ خود آئی ہے۔ اگر وہ آنا نہ چاہتی تو تمہارے فرشتے بھی اسے یہاں تک نہ لا سکتے۔"

وہ زور سے چیخ کر بولا۔ "تمہارے دل میں بے ایمانی آ گئی ہے۔ تم میری رقم ادا نہیں کرنا چاہتے اس لیے باتیں بنا رہے ہو۔"

اچانک والٹسو روکی نے قہقہہ لگایا۔ پھر کہا۔ "تم جیسے لوگوں کو کتے ہیں، دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ نہ تم ہمارے دوست رہے اور نہ ہی ہمارے دشمنوں کے دوست بن سکے۔"

سلیمان جوگو نے اسے گھونسا دکھاتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے کتا کہہ رہے ہو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

مسٹر نو کی آواز سنائی دی۔ "یہی تو میں چاہتا ہوں۔ اگر تم اسے ہلاک کر دو گے تو میری شرط قائم رہے گی۔ میں تمہیں اس کا معاوضہ ادا کروں گا۔"

سلیمان جوگو نے جھنجلا کر کہا۔ "شیطان کے بچے! بکواس بند کر۔ تو کیا تیرا باپ بھی میرا معاوضہ ادا نہیں کر سکتا۔ تو نے مجھے اُلو بنایا ہے۔ ایک بار میرے سامنے آ جا۔ میں تجھے اُلو بننے کے قابل بھی نہیں چھوڑوں گا۔"

"میں تو تمہارے سامنے آنا چاہتا ہوں مگر تم اس دروازے سے نہیں گزرنا چاہتے جو تمہیں دکھایا گیا ہے۔"

"میں ابھی تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

واقعی وہ غصے میں پاگل ہو جاتا تھا۔ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا تھا۔ جیسے ہی وہ سوئمنگ پول کی طرف بڑھا والٹسو روکی نے اس کی ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ اس نے کہا۔ "سلیمان! ہم نے تمہیں موت کے منہ سے نکالا ہے۔ ہم تمہیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں اور تمہیں کئی بار سمجھا چکے ہیں۔ جب تم مسلمان ہو گئے ہو تو ایک بار صحیح طور پر اسلامی زندگی گزار کر دیکھو۔ لالچ سے باز آ جاؤ۔ محنت کی کمائی کھاؤ۔ یہ میں نے تمہیں آخری بار کہا ہے۔ گویا آخری بار تمہیں لالچ کی طرف جانے سے روکا ہے۔ اس کے بعد اُٹھ کر جاؤ گے تو میں نہیں روکوں گا۔"

وہ اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ سامنے ہی سوئمنگ پول کا صاف و شفاف پانی دکھائی دے رہا تھا۔ اس پانی کے اندر ایک طرف دروازہ نظر آ رہا تھا مگر اب اس پاگل غصہ ور شخص کو پانی کے اندر وہ منظر بھی دکھائی دے رہا تھا۔ جب وہ گہری بستی میں گرنے والا تھا اور پومی نے رسّے کا پھندا پھینک کر اس کی جان بچائی تھی۔ وہ ان کا دشمن تھا خاص طور پر پومی کو تو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ جسے دشمنوں کے حوالے کرنے آیا تھا۔

اسی نے اس کی جان بچائی تھی اور دشمن تو کبھی پومی کی جان بچانے والے نہیں تھے۔

جو لوگ لالچی اور خود غرض ہوتے ہیں ان کا ضمیر بھی کبھی کبھی تھوڑی دیر کے لیے ضرور جاگتا ہے اور جب جاگتا ہے تو وہ تڑپ جاتے ہیں۔ واقعی اب وہ منہ اُٹھا کر پومی کی طرف دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے یکبارگی اُچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے چیختے ہوئے کہا۔ "میں زندہ نہیں رہوں گا۔ میں زندہ نہیں رہوں گا۔"

یہ کہتا ہوا اور دوڑتا ہوا وہ سوئمنگ پول کے ایک دم کنارے پہنچ گیا۔ پھر وہاں سے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ چھلانگ لگاتے ہی پانی کے اندر سے پیدا ہونے والی روشنی بجھ گئی۔ اب سوئمنگ پول کی اندرونی دیواریں نظر آ رہی تھیں۔ دروازہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ جدھر اس نے روشنی کے وقت دروازہ کو دیکھا تھا۔ اسی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "مسٹر نو کو، میں اس دروازے سے گزر کر تمہارے پاس آؤں گا۔ اپنا فدیہ کو ڈبو پر لگاؤں گا مگر تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ تیرتا ہوا اس دیوار کی طرف گیا اور دروازہ تلاش کرنے لگا۔ پانی کے اندر اندھیرا تھا۔ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا مگر وہ ہاتھ ٹٹول رہا تھا۔ وہ جہاں بھی پہنچتا تھا سپاٹ دیواریں محسوس ہوتی تھیں۔ پھر وہ دوسری دیوار کے پاس گیا۔ تیسری دیوار کے پاس گیا۔ اس طرح وہ سوئمنگ پول کے چاروں طرف گھومتا رہا۔ مگر وہ دروازہ اسے نہیں ملا۔

اس نے پانی سے اچھل کر سر نکالتے ہوئے چیختے ہوئے کہا۔ "مسٹر نو کو! دروازہ کہاں ہے۔ اب مجھ سے کیوں ڈر رہے ہو۔ مجھے آنے دو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کوئی غڑاپ کی آواز کے ساتھ پانی سے ابھرا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ایک قد آور نیگرو تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اُٹھائے تو اس کے دونوں بازوؤں کی ابھری ہوئی مچھلیاں بتا رہی تھیں کہ وہ کس قدر صحت مند ہے۔ پھر غڑاپ کی آواز سنائی دی۔ سلیمان جوگو نے دوسری طرف گھوم کر دیکھا تو دوسری سے بھی ایک ایسا ہی نیگرو پانی سے اُبھرا تھا۔ پھر تو یکے بعد دیگرے کبھی اِدھر سے کبھی اُدھر سے بہت سے حبشی جنم لینے لگے۔ اس سوئمنگ پول میں کم از کم چھ نیگرو سلیمان جوگو کے آس پاس یوں آ گئے تھے جیسے پانی کی پیداوار ہوں۔ انھیں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ آسمان سے ٹپک پڑے ہیں۔

ان تمام نیگرو ڈولکے توے جیسے کالے چہروں پر سفید دیدے چمک رہے تھے اور جب وہ دانت نکال کر مسکراتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے سوئمنگ پول کے پانی میں چراغ روشن ہو گئے ہوں۔ پومی کے دماغ میں سوال پیدا ہوا، یہ سب کہاں سے آ گئے؟

اتنی دیر سے سلیمان جوگو اس سوئمنگ پول میں تیرتا ہوا ہر دیوار سے ٹکرا رہا تھا مگر اسے مسٹر نو کو تک پہنچنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ جب اسے کوئی دروازہ نہیں مل رہا تھا تو پھر یہ چھ حبشی کہاں سے آ گئے تھے؟

وہ سب کے سب سلیمان جوگو پر حملہ کر رہے تھے۔ وہ ان کے حملوں سے بچ رہا تھا اور جوابی حملے کر رہا تھا۔ وہ تمام حبشی جیسے ڈولفن مچھلی کی طرح تھے۔ اچانک پانی سے اچھلتے تھے۔ بلندی پر آتے تھے۔ پھر قلابازی کھاتے ہوئے سلیمان جوگو پر حملہ کرتے تھے۔ ان کے اچھلنے اور گرنے سے پانی دور دور تک اچھل اچھل کر سوئمنگ پول کے کنارے تک آ رہا تھا۔ ان کی لڑائی پول کے درمیان شروع ہوئی تھی مگر وہ لڑتے لڑتے کنارے تک آ گئے تھے۔ ایسے ہی وقت والٹسو روکی اور پومی نے ایک ایک حبشی کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اوپر کی طرف کھینچ لیا اور انھیں خشکی پر لے آئے تھے۔

ان دونوں کو والٹسو روکی نے سنبھال لیا تھا۔ پومی پھر پول کے کنارے آ گئی تاکہ تیسرے کو کھینچ کر خشکی پر لا سکے۔ وہ کبھی اِدھر آ رہی تھی۔ کبھی اُدھر جا رہی تھی۔ جیسے مچھلی کا انتظار کر رہی ہو کہ وہ کنارے تک آئے تو اسے دبوچ لے۔ پھر اس نے ایک کو دبوچ ہی لیا۔ اسے بھی کھینچ کر خشکی تک لائی۔ اس وقت تک والٹسو روکی نے دونوں حبشیوں کو بے بس کر دیا تھا۔ تیسرا پومی پر برابر حملے کر رہا تھا۔ لیکن ناکام ہو رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ والٹسو روکی ان کے درمیان آ جاتا تھا۔ اس حبشی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کس پر حملہ کرے کیونکہ پومی پر حملہ کرنے جاتا تھا تو والٹسو روکی پٹائی کرتا تھا اور والٹسو روکی پر حملہ کرنے جاتا تھا تو پومی ہاہپ ہپ کی آواز کے ساتھ ایسی بازی گری کے تماشے دکھاتی تھی کہ وہ ان تماشوں میں الجھ کر رہ جاتا تھا۔ نتیجے کے طور پر اس کی بری طرح پٹائی ہو جاتی تھی۔

آخر والٹسو روکی نے اس کی گردن دبوچ لی۔ ایک طرف لے جا کر آہستگی سے کہا۔ "اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو ہمیں بتلاؤ، کس راستے سے سوئمنگ پول کے اندر آئے تھے۔"

وہ بتانا نہیں چاہتا تھا مگر والٹسو روکی نے پیچھے سے اس طرح اس کی گردن دبوچی ہوئی تھی کہ دم گھٹ رہا تھا۔ وہ تڑپ کر اس کی گرفت سے نکلنا چاہتا تھا مگر ناکام ہو رہی تھی۔ والٹسو روکی نے کہا۔ "تم اس بازو سے مرنے کے بعد ہی نکل سکتے ہو۔ زندگی میں نکلنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے۔ چپ چاپ بتا دو۔ ہماری آواز تمہارے باس مسٹر نو کو تک نہیں پہنچ رہی ہو گی۔"

آخر اسے بتانا پڑا۔ اس نے زندہ رہنے کی خاطر آہستگی سے کہا۔ "سوئمنگ پول کے ہر کونے میں دو دو بٹن ہیں۔ ایک بٹن کو دبایا جائے تو وہ خفیہ دروازہ نمودار ہوتا ہے۔ اس خفیہ دروازے کے کنارے ایک بٹن ہے۔ اسے دبانے سے وہ دروازہ کھل جاتا ہے۔"

اتنی دیر میں پومی جو تھیلے نیگرو کو خشکی پر کھینچ کر لے آئی تھی پانی میں صرف دو نیگرو رہ گئے تھے۔ جن میں سے ایک مردہ ہو چکا تھا۔ اس کی لاش اوندھے منہ پانی پر تیر رہی تھی۔ آخری نیگرو سلیمان جوگو سے لڑ رہا تھا مگر اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ بھاگنے کا راستہ ڈھونڈ رہا ہے۔ واپس اس خفیہ دروازے سے جانیں سکتا تھا۔ شاید شکست کھا کر باس کے سامنے جانا نہ چاہتا ہو۔

اب وہ اِدھر سے اُدھر تیر رہا تھا۔ سلیمان جوگو سے بچتا جا رہا تھا۔ پھر وہ سوئمنگ پول کے زینے پر آ کر اوپر چڑھنے لگا۔ زینے پر پومی کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی ایک لات کھاتے ہی وہ واپس پانی میں جا کر گرا۔ پھر سلیمان جوگو نے اسے دبوچ لیا۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ پانی سے ابھرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر سلیمان جوگو پہاڑ تھا۔ اس کے فولادی پنجے اتنے مضبوط تھے کہ وہ اس گرفت سے نکل نہ سکا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی جدوجہد سرد پڑتی چلی گئی۔

والٹسو روکی نے پانی میں چھلانگ لگائی۔ اندر ہی اندر تیرتا ہوا سوئمنگ پول کے ایک گوشے میں گیا۔ وہاں ایک بٹن کو دبایا تو اندر روشنی ہو گئی۔ اوپر سے صاف و شفاف پانی نظر آنے لگا۔ تہ میں والٹسو روکی دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے دوسرے بٹن کو دبایا تو سوئمنگ پول کی ایک دیوار سے وہ دروازہ نمودار ہونے لگا۔ روشنی میں صاف طور سے نظر آ رہا تھا کہ اس سوئمنگ پول کی دیوار دوہری تھی۔ اوپری دیوار ایک طرف سرک رہی تھی اور وہ دروازہ نظر آتا جا رہا تھا۔

دروازے کو دیکھتے ہی پومی نے پانی میں چھلانگ لگائی۔ اُدھر سلیمان جوگو بھی تیرتا ہوا آیا۔ پھر تینوں اس دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ وہاں ایک بٹن نظر آ رہا تھا۔ اس بٹن کو دباتے ہی دروازہ کھل گیا۔ اس کے کھلتے ہی حوض کا پانی باہر جا رہا تھا۔ اس پانی کے ریلے میں پومی دروازے سے باہر نکل گئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔

والسورو کی نے پھر بٹن کو دبایا۔ دروازہ کھلتے ہی اس بار پانی کے ریلے کے ساتھ سلیمان جوگو دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی پھر دروازہ بند ہوگیا۔ وہاں خودکار سسٹم ایسا تھا کہ چند سیکنڈ کے لیے دروازہ کھلتا تھا تاکہ سوئمنگ پول کا پانی زیادہ نہ جاسکے۔ ویسے جتنا پانی وہاں سے نکلتا تھا۔ بعد میں دوسرے ذریعے سے پھر سوئمنگ پول کو بھر دیا جاتا تھا۔ تیسری بار والسورو کی بٹن دبا کر باہر نکل گیا۔

سب سے پہلے پومی سوئمنگ پول سے نکلی تھی۔ اسے پتا نہیں تھا، وہ وہاں سے نکلتے ہی کہاں پہنچنے والی ہے۔ وہ پانی کے ریلے میں بہتی ہوئی۔ لڑھکتی ہوئی ایک پتھریلی زمین پر آکر ٹھہر گئی۔ تب اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو دل دھک سے رہ گیا۔ وہ ایک ایسے غار میں تھی جہاں صرف سانپ ہی سانپ نظر آرہے تھے۔

وہ جیسے ہی اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ سلیمان جوگو پانی کے ریلے میں لڑھکتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بھی سانپوں کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ تیسرے ریلے میں والسورو کی بھی ان کے پاس آگیا۔ وہ تینوں غار کی ایک بلندی پر کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بلندی بالکونی جیسی تھی۔ اس کے نیچے تقریباً دس فٹ گہرائی میں سانپ نظر آرہے تھے۔ وہ تعداد میں اتنے زیادہ تھے کہ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے تھے۔ غار کی دیواروں کے پتھر جابجا باہر کی طرف نکلے ہوئے تھے۔ جیسے کانٹے نکلے ہوئے ہوں۔ ان پتھروں سے بھی سانپ لپٹے ہوئے تھے۔

تینوں نے سر اٹھا کر دیکھا تو چھت پر کچھ ایسی جگہ بنی ہوئی تھی جہاں سانپ نظر آرہے تھے۔ دائیں بائیں اوپر نیچے وہ جہاں بھی جانا چاہتے۔ انھیں بے شمار سانپوں کے درمیان سے گزرنا پڑتا۔

وہ جس پتھریلی بالکونی پر کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے سامنے تقریباً تیس فٹ کے فاصلے پر ایک اور پتھریلی بالکونی تھی۔ اس بالکونی کے پیچھے دیواریں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ گویا اس غار سے باہر جانے کا راستہ تھا اور جہاں وہ کھڑے ہوئے تھے وہاں سے وہ راستہ صاف طور سے نظر آرہا تھا۔ وہ لفٹ چیئر یعنی فضا میں جھولنے والی کرسی بھی نظر آرہی تھی۔ جس پر بیٹھ کر وہ ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک آئے تھے۔

وہ لفٹ چیئر جس موٹے تار پر جھول رہی تھی۔ وہ تار اس غار سے نکلتا ہوا، ان کے سروں کے اوپر سے ہوتا ہوا پچھلی دیوار میں جاکر نصب ہوگیا تھا۔ یعنی وہ جھولنے والی کرسی اس غار میں بھی آسکتی تھی مگر اسے یہاں کون لاتا؟

اگر کوئی بوڑھا تجربہ کار سپیرا ہوتا تو وہ بھی سانپوں کے درمیان سے گزر کر نہ جاتا۔ سامنے والی بالکونی تک جانے کا بس ایک ہی راستہ تھا۔ جس تار سے وہ کرسی جھول رہی تھی۔ اسی تار سے لٹک کر دوسری طرف پہنچا جاسکتا تھا۔ سلیمان جوگو نے کہا۔

"میں اس تار سے لٹکتا ہوا وہاں تک جاؤں گا۔"

والسورو کی نے کہا۔ "تم بھاری بھرکم ہو۔ وہاں تک پہنچتے پہنچتے ہمت ہار سکتے ہو۔"

سلیمان جوگو اپنی توہین برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے گھور کر والسورو کی کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "بڈھے! میں جوان ہوں، ہمت تو بوڑھے ہارتے ہیں۔ میں ضرور جاؤں گا۔"

پومی نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔ "دیکھو! میں بازی گری کے کرتب جانتی ہوں۔ میں تاروں پر چل سکتی ہوں، فضا میں قلابازیاں کھاسکتی ہوں۔ تم ایسا اس لیے نہیں کرسکتے کہ جسمانی اعتبار سے بہت وزنی ہو۔"

سلیمان جوگو ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پھر سر جھکا کر بولا۔ "پومی! میں تم سے نظریں نہیں ملاسکتا۔ پھر تمھاری کسی بات سے انکار کیسے کرسکتا ہوں۔ میرا ضمیر کہتا ہے کہ میں تمھارا مجرم ہوں۔ تم جو کوئی میں مان لوں گا۔"

پومی نے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "سلیمان جوگو! تم بہت اچھے ہو۔ آئی لو یو۔"

وہ پیچھے ہٹ کر اچھلتے ہوئے تار کی بلندی تک پہنچنا چاہتی تھی۔ سلیمان جوگو نے کہا۔ "ٹھہرو۔ میرے کاندھے پر سوار ہوکر جاؤ۔"

وہ اکڑوں بیٹھ گیا۔ پومی اس کے شانے پر پاؤں رکھ کر کھڑی ہوگئی۔ جب سلیمان جوگو آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔ تو وہ تار کی بلندی تک پہنچ گئی۔ اس نے پہلے ایک پاؤں تار پر رکھا، توازن کا اندازہ کیا۔ پھر دوسرا پاؤں رکھ کر کامیابی سے تار پر کھڑی ہوگئی۔

وہ پتھریلی بالکونی صرف سات فٹ کی بلندی پر تھی مگر اس تار پر چار قدم آگے بڑھتے ہی اسے اس غار کے مطابق بیس فٹ کی بلندی پر چلنا تھا۔ اس نے اپنا چاقو بائیں ہاتھ میں لے کر اسے کھولا پھر بولی۔ "سلیمان! اپنا چاقو بھی مجھے دے دو۔"

سلیمان نے چاقو نکال کر اس کی طرف اچھالا۔ اس نے دائیں ہاتھ سے اس چاقو کو کیچ کرلیا۔ پھر اسے بھی ایک جھٹکے سے کھول لیا۔ اب اس کے دونوں ہاتھ میں دو چاقو تھے اور وہ اپنا توازن قائم رکھتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔

سلیمان جوگو نے تھوڑی دیر کے لیے دم سادھ لیا۔ حیران حیران آنکھوں سے اسے تکنے لگا۔ یہ بڑے حوصلے اور اعتماد کی بات تھی۔ اگر وہ اس تار سے جاتا تو دونوں ہاتھوں سے لٹکتا ہوا جاتا۔ پومی چونکہ بازی گری جانتی تھی۔ اس لیے تار پر کھڑی ہوئی تھی۔ نیچے زہریلے سانپ تھے۔ اوپر چھت پر بھی سانپ نظر آرہے تھے۔ چاروں طرف زہریلی موت تھی۔ بیچ میں ایک تار کی صورت میں زندگی یہاں سے وہاں تک گئی تھی۔ اس تار پر ذرا بھی پاؤں پھسلتا۔ ذرا بھی توازن بگڑتا تو وہ گہرائی میں سانپوں کے درمیان پہنچ جاتی۔ پھر وہاں سے واپسی ممکن نہ ہوتی۔

والسورو کی دونوں ہاتھ کمر پر رکھے سینہ تان کر کھڑا ہوا تھا اور یوں فخر سے پومی کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے زبانِ بے زبانی سے کہہ رہا ہو۔ دنیا والو دیکھو! یہ میرا شاہکار ہے۔ اس ہیرے کو میں نے تراشا ہے۔

واقعی وہ ہیرا تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ کتنے حوصلے سے گزر رہی ہے۔ دراصل آدمی اپنے عمل کا سچا ہو۔ نیت کا پکا ہو اور اپنی ذات پر بھروسا و اعتماد رکھتا ہو تو وہ پل صراط پر سے بھی گزر سکتا ہے۔

وہ آہستہ آہستہ تار پر چلتے ہوئے درمیانی حصے میں آگئی۔ نیچے دور تک گہری پستی تھی۔ سانپ پھنکار رہے تھے۔ سر کے اوپر قدرتی پہاڑی چھت تھی۔ اس چھت سے نکلی ہوئی چھوٹی چھوٹی چٹانوں میں سانپ لپٹے ہوئے تھے۔ وہاں سے لٹک رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ نیچے آکر چشم زدن میں اسے ڈس لیں گے۔

بلاشبہ یہ پومی کے کمال کی انتہا تھی کہ وہ بیک وقت کئی طرف توجہ دے رہی تھی۔ اس کی نگاہیں اس تار پر تھیں جہاں اس کے قدم پڑ رہے تھے۔ اس کی نگاہیں چھت کی طرف لٹکنے والے سانپوں کی طرف بھی تھیں اور اس کی توجہ اپنے جسمانی توازن پر بھی تھی۔ اچانک مسٹر نوکو کی آواز اس غار میں گونجنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "بھئی کمال ہے! میں نے تمھارے متعلق سنا تھا۔ تمھاری ایک وڈیو فلم بھی دیکھی۔ تمھارے لڑنے کا انداز معلوم کیا مگر میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس انداز میں تار پر چل کر اس جھولے تک پہنچنا چاہو گی۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ میں دیکھتا جاؤں گا کہ تم کیا کرتی ہو۔ بائی گاڈ پومی۔ میں تم سے بہت خوش ہوں اور میں تمھیں بہت بڑی آفر دینے والا ہوں۔"

وہ کہہ رہا تھا اور پومی سن رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب اس کی توجہ مسٹر نوکو کی باتوں پر بھی تھی یعنی اس کا دھیان کئی طرف تقسیم ہوچکا تھا۔ اس کے باوجود وہ بڑی کامیابی سے اس تار پر چلتی جارہی تھی۔ ابھی اس نے درمیانی حصے کو ذرا عبور کیا تھا کہ اچانک رک جانا پڑا۔ ایک سانپ چھت پر سے اس کی طرف آیا تھا مگر دائیں ہاتھ کے چاقو کی نوک پر ٹھہر گیا تھا۔ چاقو کا پھل اس کے آر پار ہوگیا تھا۔ اس کے باوجود سانپ نے مرتے مرتے پومی کی کلائی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ایسے ہی موقع پر حوصلے اور اعتماد کو سمجھا اور پرکھا جاتا ہے۔ پومی کو اعتماد تھا کہ اس کا چاقو کام کرگیا ہے۔ سانپ اگر اس کی کلائی کو لپیٹ رہا ہے تو یہ اس کے دم توڑنے کا عمل ہے۔ پومی کی جگہ اگر کوئی اور ہوتی یا ہوتا تو وہ بدحواسی میں مبتلا ہوجاتا اور اس طرح اس کا توازن بگڑ جاتا۔ پھر نہ تار کی بلندی ہوتی نہ وہ ہوتا۔

اور چند سیکنڈ کے بعد وہی ہوا جو پومی نے سوچا تھا۔ سانپ کے بل پسلے ڈھیلے پڑ گئے۔ پھر وہ بل اس کی کلائی سے کھلتے چلے گئے۔ وہ مُردہ ہوچکا تھا اور چاقو کے پھل سے لٹک رہا تھا۔ پومی نے دوسرے چاقو سے اس سانپ کو نکال کر نیچے پھینک دیا۔

وہ جو کچھ کررہی تھی، اس کے دوران اپنا توازن قائم رکھنا بڑے کمال کی بات تھی۔ اب وہ پھر آگے بڑھ رہی تھی۔ بہت ہی سنبھل سنبھل کر تار پر قدم رکھ رہی تھی مگر وہ قدم آگے بڑھتے ہی اسے پھر رکنا پڑا۔ چھت پر سے ایک سانپ آیا تھا۔ اس سے دو قدم دور تار پر آکر جھول گیا تھا۔ پومی کی نظر اس پر جم گئی۔ وہ سر کے بل اوپر اٹھتا ہوا تار سے لپٹتا جارہا تھا اور پومی کی طرف بڑھتا آرہا تھا۔ وہ چپ چاپ کھڑی ہوئی تھی۔ چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی مگر کچھ کرنہیں سکتی تھی۔ قلابازی کھا کر اس سے آگے جاکر کہیں قدم جمانا ناممکن سی بات تھی۔ اگر وہ تار پر کمالات دکھانے والوں کی طرح سیدھی سانپ پر سے اچھل کر آگے تار پر جاکر کھڑی ہوجاتی تب بھی اس بات کا اندیشہ تھا کہ سانپ سر اٹھا کر اسے ڈس لیتا۔ یعنی سانپ کے اوپر سے چھلانگ لگا کر گزرنا ممکن نہیں تھا۔

اب وہ سانپ اس سے صرف تین فٹ کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ اپنا بچن اس کی طرف اٹھائے ہوئے تھا۔ پومی نے اپنے چاقو کو اس کی نوک کی طرف سے چٹکی میں تھام لیا۔ پھر سانس روک لی اور اس کے ساتھ ہی نشانہ لگایا۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر کیا نہیں سیکھا تھا۔ تیزی سے گول گھومنے والی کرسی پر بیٹھ کر وہ صحیح ٹارگٹ پر گولی چلاتی تھی اور خنجر پھینکتی تھی۔ پھر بھلا اس وقت اس کا نشانہ کیسے چوک جاتا۔ چاقو کا پھل سیدھا آکر سانپ کے بچن کے آر پار ہوگیا۔

پھر وہ سانپ تار سے لپٹا نہ رہ سکا۔ اس کے بل کھلتے چلے گئے اور وہ گہری پستی میں زندہ سانپوں کے درمیان جاکر گم ہوگیا۔ پومی تھوڑی دیر تک اسی طرح دم سادھے کھڑی رہی۔ اس نے دوسرے چاقو کو اپنے دانتوں کے درمیان دبایا تاکہ

دونوں ہاتھ خالی رہیں۔ اگر ایک ہاتھ میں کوئی چیز ہو اور دوسرا ہاتھ خالی ہو تو رسّے پر یا تار پر چلنے والے کا توازن کچھ گڑبڑا جاتا ہے۔ اسی لیے اس نے چاقو کو اپنے دانتوں کے درمیان تھام لیا تھا۔ دونوں خالی ہاتھوں کے ذریعے اپنا توازن قائم کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔

اس غار کی محدود فضا میں پھر مسٹر نوکو کی آواز ابھرنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا "شاباش تم نے کمال کر دیا۔ میں نے تمہارے جیسی مستقل مزاج اور قوتِ ارادی رکھنے والی لڑکی پہلی بار دیکھی ہے۔ میں تم سے دشمنی بھولتا جا رہا ہوں۔ بائی گاڈ، تم سے محبت ہوتی جا رہی ہے۔ آؤ، چلی آؤ۔ مگر آنے سے پہلے ایک اور آزمائش سے گزرنا ہوگا۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے کمال کی انتہا کیا ہے۔ اب سنبھل جاؤ۔ تم پر قیامت ٹوٹنے والی ہے۔ نیچے گہرے غار میں زہریلے سانپ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

خاموشی چھا گئی۔ وہ چپ ہو گیا تھا۔ اچانک اس کے بعد گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ جس تار پر وہ کھڑی ہوئی تھی وہ تار لرزنے لگا۔ اس نے دور سامنے والی بالکونی کی طرف دیکھا اس کے کھلے ہوئے حصّے سے وہی ٹکٹکی والی کرسی نظر آ رہی تھی جسے وہ اپنے ساتھیوں تک پہنچانا چاہتی تھی مگر وہ اب خود بخود حرکت کر رہی تھی۔ اس کے حرکت کرنے سے وہ تار ہل رہا تھا اور بڑی تیزی سے ہل رہا تھا۔ ایسے میں اس تار پر قدم جمائے رکھنے کے لیے انتہائی مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی کی ضرورت ہوتی ہے اور پومی اس کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

اس کے دانتوں کے درمیان سے چاقو چھوٹ کر گر پڑا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ کبھی اِدھر، کبھی اُدھر کر رہی تھی۔ ڈگمگا رہی تھی مگر بڑے استقلال سے کھڑی ہوئی تھی۔ مشکل یہ تھی کہ وہ جھولنے والی کرسی جیسے جیسے قریب آتی جا رہی تھی، تار اور زیادہ شدت سے لرزتا جا رہا تھا۔ سلیمان جوگو نے غصّے سے پیچ کر کہا۔ "نوکر کے بچے، تو میرے سامنے آ جا۔ ایک لڑکی کو کیا آزماتا ہے۔ مجھے آزما کر دیکھ میں تیری گردن توڑ کر رکھ دوں گا۔ میں کہتا ہوں، اس ہینگنگ چیئر کو روک دے۔ نہیں تو میں، نہیں تو میں ...."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ والسورو کی نے پیچھے سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "صبر کرو۔ میری بیٹی موم کی گڑیا نہیں ہے۔ وہ اپنے بچاؤ کے کئی راستے جانتی ہے۔ ذرا دیکھو تو وہ کیا کرتی ہے۔"

اب وہ ہینگنگ چیئر پومی سے ذرا فاصلے پر رہ گئی۔ اسی وقت پومی نے اس تار کو چھوڑ دیا۔ اچھلتے ہوئے فضا میں گئی۔ الٹی قلابازی کھائی پھر تار کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر لٹک گئی۔ جیسے ہی کرسی قریب آئی، وہ تار کو مضبوطی سے پکڑ کر یوں اوپر سے نیچے گول دائرے میں گھوم گئی جیسے کسی آئرن بار پر جمناسٹک کے کرتب دکھانے والے گول دائرے میں گھومتے ہیں۔ پھر جب وہ ایک دائرہ پورا کر کے نیچے کی طرف آئی، اس وقت ٹکٹکی بالکل قریب آ چکی تھی۔ اس لمحے سلیمان جوگو کی پلکیں جھپک گئی تھیں اور جب اس نے پلکیں جھپکنے کے بعد دیکھا تو پومی کرسی پر آرام سے بیٹھ چکی تھی۔ کرسی کا ہینڈل پومی کی گرفت میں تھا اور وہ دور کی پتھریلی بالکونی کی طرف جا رہی تھی۔

مارے خوشی کے سلیمان جوگو کے دل میں آیا "فوراً تالی بجائے لیکن اس سے پہلے ہی تالیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ دوسری طرف کہیں مسٹر نو کو بیٹھا ہوا بے اختیار تالیاں بجا رہا تھا اور پومی کے کمالات پر داد دے رہا تھا۔ کرسی دوسری پتھریلی بالکونی پر پہنچ کر رک گئی تھی وہ کرسی سے اتر گئی تھی۔ پھر وہاں سے چیخ کر بولی۔ "سلیمان، میں یہ کرسی بھیج رہی ہوں۔ تم دونوں یکے بعد دیگرے چلے آؤ۔"

اس نے کرسی کے ہینڈل کو آگے کی طرف جھٹکا دے کر جھکایا، وہ کرسی تار پر پھسلتی ہوئی سلیمان جوگو اور والسورو کی کی طرف جانے لگی۔ صرف تین منٹ کے اندر پہلے ایک آیا پھر دوسرا کرسی پر بیٹھ کر چلا آیا۔ جب وہ تینوں دوسری پتھریلی بالکونی پر پہنچ گئے تو مسٹر نو کو کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "اب تم اسی کرسی پر بیٹھ کر میرے پاس آ سکتے ہو۔ پومی پہلے تم آؤ۔"

پومی نے کہا۔ "نہیں، میں آخر میں آؤں گی۔ پہلے میرے ساتھی آئیں گے۔"

وہاں سے اسی کرسی پر بیٹھ کر سب سے پہلے والسورو کی گیا حالانکہ سلیمان جانا چاہتا تھا لیکن اسے پہلے اس لیے نہیں بھیجا گیا کہ وہ مسٹر نو کو کو دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو جاتا۔ والسورو کی اس سے پہلے پہنچ کر اسے قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا۔ بہر حال دوسری بار سلیمان جوگو گیا۔ تیسری بار پومی کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر وہاں سے آگے بڑھتے ہوئے اس پاس کے حول کو دیکھنے لگی۔ وہ ایک بہت بڑے قلعے کا اندرونی حصّہ تھا۔ کرسی جہاں سے گزر رہی تھی، اس کے نیچے تقریباً بیس یا تیس فٹ کی پستی میں ایک چھوٹی سی جھیل نظر آ رہی تھی۔ اس کے درمیان خشکی کا ایک بڑا سا حصّہ تھا۔ اس خشکی کے عین درمیان ایک درخت نظر آ رہا تھا۔ پانی کے اندر سے کئی مگرمچھ نکل کر درخت کے سائے میں آ گئے تھے اور ممنہ پھاڑ پھاڑ کر گزرنے والی کرسی کو یوں دیکھ رہے تھے جیسے لپک کر کرسی سمیت پومی کو اپنے حلق میں اتار لیں گے۔

اچانک ہی پومی نے آگے بڑھنے والی کرسی کے ہینڈل کو تھام کر اسے روک دیا۔ نیچے درخت پر دیکھنے لگی۔ جو درخت اس جزیرے کے درمیان تھا، اس کی اوپری شاخوں پر ایک بڑا سا مچان بنا ہوا تھا اور اس مچان پر دی کلر بڑے آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ اس نے بلندی پر بیٹھی ہوئی پومی کو دیکھا۔ پھر ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو پومی، میرا سر یہاں ہے۔ تم کب لے جاؤ گی۔"

پومی کرسی کے پائیدان پر کھڑی ہو گئی۔ اسی وقت مسٹر نو کو کی آواز سنائی دی۔ "پومی، خبردار! اس مچان پر چھلانگ لگانے سے پہلے میری بات سن لو ورنہ وہاں سے زندہ واپس نہیں آؤ گی۔"

پومی نے چھلانگ لگانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کی بات سننے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اس جھیل کے درمیان خشکی کا جو حصّہ ہے، ہم اسے کروکوڈائل آئی لینڈ کہتے ہیں۔ مگرمچھ کا جزیرہ کہتے ہیں۔ یہ آدم خور مگرمچھ نہ میرے رشتے دار ہیں نہ تمہارے۔ جو بھی وہاں جائے گا، زندہ واپس نہیں آئے گا کیونکہ واپسی کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ چاروں طرف پانی ہی پانی ہے۔ کوئی بھی موٹر بوٹ میں بیٹھ کر وہاں تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ وہاں سے واپس آ سکتا ہے۔ صرف وہ مچان محفوظ ہے اور وہ مچان دی کلر کے لیے ہے۔"

پومی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ بلندی سے نیچے دی کلر کو مچان پر لیٹا ہوا دیکھ رہی تھی اور مسٹر نو کو کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اس قلعے کے اندر میری مرضی کے بغیر کوئی نہیں آ سکتا اور جب کوئی آ جاتا ہے تو میں وقتی طور پر دی کلر کو اس مچان پر بھیج دیتا ہوں تاکہ کوئی وہاں تک نہ پہنچ سکے۔"

اس نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ "جس کرسی پر تم بیٹھی ہوئی ہو، وہ کرسی دی کلر کو مچان تک لے جاتی ہے۔ جب اسے وہاں پہنچانا ہوتا ہے یا وہاں سے لانا ہوتا ہے تو ایک رسّی کی پٹڑی کے ذریعے وہ مچان پر پہنچ جاتا ہے اور پھر اسی سیڑھی کے ذریعے کرسی پر آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر ہمارے پاس پہنچ جاتا ہے۔"

اس نے پھر ایک ذرا توقف سے کہا۔ "جس کرسی پر تم بیٹھی ہو، وہ کرسی مگرمچھوں کی خوراک پہنچانے کے کام بھی آتی ہے۔ اس کرسی سے منوں گوشت اس خشکی کے حصّے پر پھینکا جاتا ہے، اس طرح وہ مگرمچھ اپنی خوراک حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ہاں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی دشمن اپنی طاقت کے غرور میں ادھر چلا آتا ہے اور ہم اسے آنے کی اجازت دیتے ہیں تو اس روز ان مگرمچھوں کو ایک زندہ انسان کا گوشت نصیب ہو جاتا ہے۔"

وہ خاموشی سے سن رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تم جانا ہو گی کہ تمہارا یہ حسن و شباب ان مگرمچھوں کے حصّے میں جائے۔"

پومی نے انکار میں سر ہلایا۔ پھر بلند آواز سے کہا۔ "میں ایسا نہیں چاہوں گی۔ اس لیے ان مگرمچھوں کے حصّے میں دی کلر کا جسم آئے گا اور اس کا سر تو میرے لیے پہلے سے ریزرو ہو چکا ہے۔"

"دیکھو پومی، میں تمہیں سمجھا رہا ہوں، کوئی حماقت نہ کرنا۔ سیدھی میرے پاس چلی آؤ۔"

اس نے کہا۔ "میں یہاں صرف دی کلر کے لیے آئی ہوں اور اسے چھوڑ کر میں آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اس لیے تمہارا مشورہ میرے لیے ناقابلِ قبول ہے۔"

یہ کہتے ہی پومی نے اچانک ہی کرسی پر سے چھلانگ لگائی۔ اس بلندی پر سے ہوتی ہوئی سیدھی مچان پر آئی۔ دی کلر نے کروٹ بدل لی تھی۔ ورنہ وہ اسے اپنے پاؤں سے روندتے ہوئے نہ جانے اس کا کیا حال کرتی مگر وہ مچان سے باہر کہاں جا سکتا تھا۔ باہر درخت کی چھوٹی بڑی شاخیں تھیں یا پھر نیچے خشکی کا وہ حصّہ تھا جہاں مگرمچھ دونوں کا انتظار کر رہے تھے۔

وہ مچان مستطیل نما تھی۔ دس فٹ لمبی اور چھ فٹ چوڑی تھی۔ ان دونوں کو اسی مچان کی حدود میں رہ کر ایک دوسرے کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرنا تھا۔ دی کلر مچان کے آخری حصّے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا، اسے غراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

پومی نے کہا۔ "صرف غرّانے سے کام نہیں چلے گا۔ کچھ بولو۔ میں یقین دلاتی ہوں، ابھی میرے دماغ میں فتور نہیں ہے۔"

دی کلر ہنسنے لگا۔ اس کی ہنسی جانی پہچانی تھی۔ پھر جب وہ بولنے لگا تو پومی چونک گئی کیونکہ وہ مسٹر نو کو بول رہا تھا۔

"ہاں، میں نو کو بول رہا ہوں لیکن میں جو تمہارے سامنے جسمانی طور پر کھڑا ہوا ہوں، میں نو کو نہیں ہوں لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ میں وہی نو کو بول رہا ہوں جس کی آواز اتنی دیر سے تم سنتی آ رہی ہو۔"

میں سمجھ گئی۔ "دی کلر کے کمپیوٹرین کے ذریعے مسٹر نو کو، تم بول رہے ہو اور جسمانی طور پر دی کلر میرے سامنے موجود ہے۔"

"ہاں، یہی بات ہے مگر تم میری گردن کیسے کاٹ سکو گی۔"

پومی نے اپنے دونوں خالی ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس چاقو نہیں ہے کیونکہ میں قصائی نہیں ہوں مگر تمہاری یہ گردن میرے ہاتھوں سے ہی الگ ہو گی۔"

"تم بڑی دلچسپ لڑکی ہو۔ ذرا سنوں تو سہی کسی ہتھیار کے بغیر کس طرح میرے سر کو تن سے جدا کرو گی۔"

"پہلے دو دو ہاتھ تو کر لو۔ جب تم مار کھاتے کھاتے نڈھال ہو جاؤ گے اور اپنے بچاؤ کی سکت بھی نہیں رہے گی تو میں تمہارے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اس درخت سے

نیچے لٹکاؤں گی۔ تھوڑا تھوڑا مگر مچھوں تک پہنچاؤں گی۔ تمہارے جسم کے تھوڑے تھوڑے حصے کو ان کی خوراک بناؤں گی۔ رفتہ رفتہ وہ تمہارے تمام جسم کو شانے تک چبا جائیں گے مگر میں تمہارے سر کو چبانے کا موقع نہیں دوں گی کیونکہ یہ میرا حصہ ہے۔"

دی کلر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں خود ایک بہت بڑا مگر مچھ ہوں۔ میں تمہارے حسن و شباب کو ان مگر مچھوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ تم میری خوراک ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے یکبارگی پلٹ کر الٹی لات ماری۔ وہ لات پوی کے منہ پر پڑی۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑاتے ہوئے گر پڑی۔ پیچھے مچان کا ایک حصہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ مچان کے باہر گر پڑی۔ باہر گرنے کا مطلب تھا موت۔ نیچے کتنے ہی مگر مچھ منہ پھاڑے ان دونوں میں سے کسی کا انتظار کر رہے تھے اور وہ دوسری اُدھر گئی تھی۔

دی کلر نے جلدی سے مچان کے کنارے جھک کر دیکھا۔ وہ نیچے مگر مچھوں کے پاس نظر نہیں آ رہی تھی۔ یقیناً شاخوں کے درمیان الجھ گئی ہوگی اور چپکے چپکے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چڑھتے ہوئے مچان کی طرف پھر آ رہی ہوگی۔

وہ قلعہ پہاڑ کی بلندی پر تھا۔ اس لیے ہوا تیز تھی تیز اور تند ہوا میں پتا نہیں چل رہا تھا کہ پوی درخت کی کس شاخ پر ہوگی یا مچان کی کس سمت سے آ رہی ہوگی۔

دشمن سامنے ہو تو دلیری سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے مگر موجود ہو اور نظر نہ آ رہا ہو تو وہ فکر اور پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دل میں بے چینی اور دماغ میں جھنجلاہٹ پیدا کر دیتا ہے۔ وہ چیخ کر کہنے لگا۔ "کہاں ہو، تم سامنے آؤ۔ تم چھپ کر نفسیاتی حملے کر رہی ہو۔ تمہاری جیسی چھوکری مجھے دہشت میں مبتلا نہیں کر سکے گی۔ سامنے آؤ۔"

وہ مچان کے کبھی اس کنارے آتا تھا اور جھانک کر دیکھتا تھا۔ پھر دوسرے کنارے جا کر اسی طرح جھانک کر اسے دیکھنے کی کوشش کرتا تھا مگر جھانکتے وقت اس بات کا خیال رکھتا تھا کہ زیادہ جھکنے نہ پائے ورنہ کہیں نہ کہیں سے اس کی ٹھوکر پڑے گی یا منہ پر گھونسا لگے گا۔ وہ دعویٰ کر رہا تھا کہ دہشت میں مبتلا نہیں ہوگا مگر پوی نے اسے سچ مچ اندیشوں میں مبتلا کر دیا تھا۔

اس نے مچان پر ایک گھونسا مارتے ہوئے کہا۔ "آجاؤ ورنہ میں مچان سے اتر کر آ گیا تو تمہیں درخت کی کسی شاخ پر پناہ نہیں ملے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی جیسے مچان پر زلزلہ آ گیا ہو۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ مچان کے ٹھیک درمیانی حصے میں سوراخ ہو گیا تھا اور پوی کا ہاتھ اس سوراخ سے گزر کر اوپر آیا تھا۔ اس کا ہاتھ کی مٹھی بندھی ہوئی تھی۔ صرف دو انگلیاں اس انداز میں نکلی ہوئی تھیں جیسے وہ انگریزی کا حرف 'وی' بنا رہی ہو۔

دی کلر نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ آخر پوی نے کس چیز سے سوراخ کیا۔ کیا اپنے ہاتھ کی قوت سے

اس نے یکبارگی اُدھر چھلانگ لگائی۔ پھر اس ہاتھ کے قریب اوندھے منہ گر کر اس کی کلائی کو مضبوطی سے جکڑ لیا پھر کہا۔ "میں تمہاری یہ کلائی توڑ کر رکھ دوں گا۔ اس کے بعد تم مجھ سے آنکھ مچولی نہیں کھیل سکو گی۔"

وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے خود اس کی کلائی میں دو لوہے کی سلاخیں چبھ رہی ہوں۔ اس نے حیرت سے دیکھا۔ پوی کی وہ انگلیاں جو انگریزی حرف 'وی' کی طرح کھلی ہوئی تھیں، اس کی کلائی میں گڑ رہی تھیں۔ وہ یقین نہیں کر سکتا تھا کہ ایک خوبصورت لڑکی کی انگلیاں اس طرح فولادی ہو سکتی ہیں۔ اس نے فوراً ہی پوی کی کلائی چھوڑ دی۔ اپنی کلائی کو دیکھا تو وہاں پوی کی دو انگلیوں سے دو سوراخ ہو گئے تھے اور خون رِس رہا تھا۔

اس کے مقابل آنے والا یہ نہیں جانتا تھا کہ مرجانہ مر چکی ہے مگر اس کی انگلیاں ابھی زندہ ہیں۔ یہ وہ انگلیاں ہیں جنھیں والٹورو کی نے بنایا ہے۔ جب وہ مرجانہ کو میرے کی طرح تراش رہا تھا تو اسی وقت بھی یہی عمل کرایا تھا۔ لوہے کے ذرّات میں پانچوں انگلیاں پیوست کرایا تھا۔ پھر وہ انگلیاں باہر آتی تھیں۔ پھر پوری قوت سے لوہے کے ذرّات میں پیوست ہو جاتی تھیں۔ دشمنوں نے مرجانہ کا چراغ بجھا دیا مگر والٹورو کی ایک کے بعد دوسرا چراغ جلانا جانتا تھا۔ آج اس نے پوی کو اسی مقام پر پہنچا دیا تھا۔ وہ کس قدر فولادی انداز رکھتی تھی، یہ تو اس لکڑی کے مچان کا سوراخ بتا رہا تھا۔ اس نے 'وی' کے انداز میں نکلی ہوئی دو انگلیوں سے اس مچان میں سوراخ کیا تھا اور اپنا ہاتھ آر پار کرتے ہوئے دی کلر کو مقابلے کی دعوت دی تھی۔

وہ جھنجلا کر مچان پر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے پوی کے ہاتھ پر ایک لات ماری۔ جب تک لات وہاں پہنچتی، ہاتھ غائب ہو چکا تھا۔ اب اسے غصہ کیسے نہ آتا۔ وہ مقابلہ بھی کر رہی تھی اور آنکھ مچولی بھی کھیل رہی تھی۔

اس نے پاؤں پٹخنے کے انداز میں سوراخ کے اس حصے پر زور سے پاؤں مارا۔ پھر فوراً ہی وہاں سے پاؤں ہٹا لیا۔ اچانک یہ دہشت پیدا ہوئی کہ وہ دو آہنی انگلیاں اس کے پاؤں میں بھی سوراخ کر سکتی ہیں۔ وہ گھور گھور کر اس سوراخ کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ یکبارگی اچھل کر دوسری طرف چلا گیا۔ جہاں وہ کھڑا ہوا تھا وہیں پھر لکڑی کے ٹوٹنے کی آواز آئی تھی۔ ایک سوراخ ہوا تھا۔ پھر وہاں سے پوی کا ہاتھ نمودار ہوا، مٹھی اسی طرح بندھی ہوئی تھی۔ دو انگلیاں 'وی' کی شکل میں لوہے کی سلاخ کی طرح تنی ہوئی تھیں۔ وہ چیخ کر بولا۔ "سامنے آؤ۔"

وہ ہاتھ سوراخ کے راستے غائب ہو گیا۔ یہ اور بُرا ہوا۔ اب اس کے دل میں اور دہشت پیدا ہوئی کہ پتا نہیں تیسری بار وہ ہاتھ کہاں سے طلوع ہوگا۔ کس حصے میں سوراخ کرے گا۔ کیا جہاں وہ کھڑا ہوا ہے، وہیں وہ دو انگلیاں تیر کی طرح آئیں گی۔

وہ فوراً وہاں سے ہٹ گیا مگر وہاں سے ہٹ کر جہاں پہنچا، وہاں بھی یہی اندیشہ تھا کہ وہ ہاتھ اُدھر سوراخ کرے گا۔ دی کلر اچھل کر مچان کے دوسرے حصے میں چلا گیا مگر کہاں تک جا سکتا تھا۔ کب تک اچھل سکتا تھا۔ ہر جگہ یہی اندیشہ تھا کہ وہ ہاتھ وہیں سے طلوع ہوگا۔

جب اندیشے گھر کر لیں اور خطرہ ٹلنے کا نام نہ لے تو آدمی میں اس خطرے کا سامنا کرنے کی جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس بار اس نے غصے سے چیخ کر کہا۔ "اب اپنا ہاتھ مجھے دکھاؤ۔ میں اس ہاتھ کو توڑ کر رکھ دوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی مچان کے ایک حصے میں پھر سوراخ ہوا اور وہ ہاتھ نمودار ہو گیا۔ اس بار مٹھی بندھی ہوئی نہیں تھی۔ پانچوں انگلیاں یوں کھلی ہوئی تھیں جیسے دی کلر کو پنجہ لڑانے کی دعوت دے رہی ہوں۔

وہ فوراً ہی گھٹنے ٹیک کر اس ہاتھ کے قریب جھک گیا۔ پھر دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو اس کی انگلیوں میں پھنسا دیا اور پوری قوت سے انھیں موڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ ایسی سخت ہو گئی تھیں جیسے لوہے کی کیلیں ہوں اور ایک جگہ گاڑ دی گئی ہوں۔ ہلنے کا نام نہ لے رہی ہوں۔ وہ جیسی حسین تھی ویسی ہی اس کی انگلیاں لمبی اور خوبصورت تھیں۔ دیکھنے میں بڑی نازک سی لگتی تھیں۔ والٹورو کی نے لوہے کے ذرّات میں مشقیں کرانے کے دوران اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ جسم کے کسی حصے کی جلد بدنما اور بھدی نہ ہو۔ جب وہ زخموں سے پُر ہو جاتی تھی، لہو میں ڈوب جاتی تھی تو والٹورو کی اپنے ہاتھوں سے ان زخموں کو صاف کرتا تھا اور ایک مخصوص دوا لگاتا تھا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر نہ صرف یہ کہ زخم بھر جاتے تھے بلکہ وہ دوبارہ لوہے کے ذرّات میں مشقیں کرنے کے قابل ہو جاتی تھی۔

دی کلر پریشان ہو رہا تھا۔ ان انگلیوں کو پوری قوت سے موڑنا چاہتا تھا مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی تھیں۔ پھر اسے احساس ہوا کہ انھیں موڑنے کی خوش فہمی میں اس نے اپنی انگلیوں کو ان میں پھنسا لیا ہے اور اب وہاں سے نکال نہیں سکے گا۔ یہ خیال آتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھ کو اس کے ہاتھ سے چھڑانا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ وہ پانچ انگلیاں سچ مچ پانچ کیلیں بن گئی تھیں اور وہ کیلیں دی کلر کی انگلیوں میں الجھ گئی تھیں۔ وہاں سے اب نکلنا ممکن نہ تھا۔

اس نے ناکامی کی صورت میں دوسرے ہاتھ کا بھی زور لگایا۔ یہ اصول کے خلاف تھا۔ ایک ہاتھ کا مقابلہ تھا اور وہ دو ہاتھ استعمال کر رہا تھا۔ پھر یکبارگی اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ پوی کی انگلیاں اچانک ہی سخت ہو گئی تھیں اور اس کی انگلیوں کو اس طرح موڑ رہی تھیں کہ ہڈیاں چٹخنے ہی والی تھیں۔ وہ اکیدم سے تڑپ کر بولا۔ "چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں دی کلر نہیں ہوں۔"

وہ سچ کہہ رہا تھا یا اپنے بچاؤ کے لیے جھوٹ بول رہا تھا۔ اس دوران شیبا ان کے پاس پہنچ گئی تھی لیکن وہ دی کلر کے دماغ کو اس لیے نہیں پڑھ رہی تھی کہ اس دماغ کو کوئی دوسرا آپریٹ کر رہا تھا۔ اس کی زبان سے یہ بات سن کر اس نے پوی سے کہا۔ "تم اسے گرفت میں رکھو۔ میں ابھی اس کی اصلیت معلوم کرتی ہوں۔"

وہ دی کلر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ پھر کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ کیا ثبوت ہے کہ تم دی کلر نہیں ہو؟"

اس کی انگلیاں جیسے ٹوٹنے ہی والی تھیں۔ وہ شدید تکلیف میں مبتلا تھا۔ سوچ کی لہریں بھی لرز رہی تھیں۔ شیبا نے پوی سے کہا۔ "گرفت ذرا ڈھیل رکھو۔ وہ بولنے کے قابل بھی نہیں ہے۔"

پوی نے یہی کیا۔ شیبا نے اس کے پاس پہنچ کر کہا۔ "ہاں اب بولو۔ تم کون ہو؟"

اس نے کہا۔ "میں دی کلر سے جسمانی طور پر مماثلت رکھتا ہوں۔ میرے چہرے پر ماسک ہے۔ یہ اتار دوں تو میرا اصلی چہرہ سامنے آ جائے گا۔"

شیبا نے اس کے دماغ میں کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ اور اس شخص سے مخاطب ہوں جو دی کلر کے دماغ کو آپریٹ کرتا ہے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میرے دماغ کو کوئی آپریٹ نہیں کرتا میرا دماغ کمپیوٹر کا محتاج نہیں ہے۔"

پوی نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ اپنا ہاتھ جھٹکنے لگا۔ دوسرے ہاتھ سے انگلیاں سہلانے لگا۔ پھر غصے سے جھنجلا کر بولا "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

شیبا نے کہا "تعجب ہے، ابھی تو اس کے سامنے چوہے بن گئے تھے۔ پھر شیر بن کر دہاڑ رہے ہو۔"

"میں کسی سے کمزور نہیں ہوں۔ میں دی کلر سے بھی ٹکرا سکتا ہوں لیکن یہ تو کوئی مقابلے کا طریقہ نہیں ہوا۔ وہ چھپ کر رہتی ہے اور حملہ کرتی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ چھپ کر رہنے والے نظر نہیں آتے۔ جبکہ وہ اپنی کلائی تک خود کو ظاہر کرتی رہی۔ صرف ایک ہاتھ کلائی تک تمہارے سامنے آیا اور تم اس کا مقابلہ نہ کر سکے اگر وہ سالم تمہارے سامنے آجائے تو تم کیا کر لو گے۔"

"میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔"

جو فائٹر خود کو ناقابلِ شکست سمجھتے ہیں، وہ ہار جاتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں رسّی کی طرح جل جاتے ہیں مگر ان کے بَل نہیں جاتے۔ وہ سوچ رہا تھا، ہر لڑنے والے کی ایک مخصوص تکنیک ہوتی ہے۔ پوی میں شاید یہی خاص بات ہے کہ وہ پنجہ لڑانا خوب جانتی ہے۔ اگر مقابلے پر سامنے آجائے تو وہ اسے منٹوں میں مار کر گرا دے گا۔

یہ سوچتے سوچتے وہ اچانک ہی ڈگمگا گیا۔ چھان پر سے اس کے قدم اکھڑ گئے کیونکہ چھان بھی اپنی جگہ سے اکھڑ گیا تھا۔ وہ گرتے گرتے درخت کی شاخ کو پکڑ کر لٹک گیا۔ پھر سر گھما کر دیکھا تو چھان الٹ کر درخت کے دوسرے حصّے میں پہنچ گیا تھا اور اب پوی صاف طور سے نظر آرہی تھی۔ اسی نے اس چھان کو الٹایا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "تم دی کلر نہیں ہو مگر تم نے میرا وقت ضائع کیا ہے۔ میں تمہیں ایسی سزا دوں گی کہ آئندہ کوئی میرے سامنے ڈی دی کلر بن کر نہیں آئے گا۔"

وہ ڈمی اچانک ہی چھلانگ لگا کر اس کے قریب ہی ایک شاخ پر آیا۔ پھر پوی کو ایک لات رسید کی۔ وہ ذرا ڈگمگائی، اوپری شاخ کو پکڑ کر جھول گئی پھر نچلی شاخ پر قدم جما لیے پھر کہا۔ "میں تمہارے سامنے ہوں۔ اتنی دور کیوں ہو۔ قریب آکر حملے کرو۔"

اس نے گھور کر اسے دیکھا۔ پھر محتاط انداز میں اس شاخ پر ایک پاؤں رکھا جس پر پوی کھڑی ہوئی تھی۔ اپنی شاخ پر اس کا اپنا ایک پاؤں تھا۔ وہ پوری طرح پوی کے قریب جانے سے پہلے ہی اس پر حملہ کرنا چاہتا تھا مگر یہ بھول گیا کہ دور ابھی یہی سوچ سکتا تھا کہ پوری طرح اس کے قریب آنے سے پہلے

ہی حملہ کر دیا جائے۔ لہٰذا پوی نے صرف دو انگلیوں سے اس کی آنکھوں پر حملہ کیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کی ایک فلک شگاف چیخ سنائی دی۔ پوی کی دو انگلیاں دو سلاخوں کی طرح اس کی آنکھوں میں دھنس کر نکل آئی تھیں۔

وہ تکلیف کی شدت سے اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ اس کے پاؤں دونوں شاخوں پر سے اکھڑ گئے۔ ایک کے بعد دوسری چیخ مارتا ہوا نیچے جانے لگا۔ پٹھوں سے رگڑ کھاتا ہوا شاخوں سے ٹکراتا ہوا نیچے خشکی کے حصّے میں دھپ سے گر پڑا۔

چند لمحوں تک اسے آنکھوں کی تکلیف کے سوا کچھ یاد نہیں رہا تھا کہ اس پر کیا گزر رہی ہے۔ وہ کس طرح درخت کی شاخوں پر سے اکھڑ کر گرتا ہوا نیچے پہنچ گیا ہے۔ ہر لمحہ تکلیف میں اضافہ ہو رہا تھا۔ آنکھوں کی تکلیف، شاخوں سے ٹکرانے کی تکلیف، پھر نیچے گرنے کی تکلیف نے تو رہی سہی کسر پوری کر دی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

آدمی کی جان نکل رہی ہو، وہ مر رہا ہو تب بھی زندگی کے لیے بھاگنے کی سکت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب اس نے پھل کی آواز سنی خشکی پر ایسی سرسراہٹ تھی جیسے کئی مگرمچھ رینگتے آرہے ہوں تو یکبارگی اس کے اندر بجلی سی پیدا ہوئی۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ آنکھوں میں شدید تکلیف تھی۔ کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے ٹٹولتا ہوا درخت کے تنہ تک پہنچا۔ پھر اس سے لپٹ کر اوپر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔

درخت کا تنا بہت موٹا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر اس سے لپٹ سکتا تھا مگر چڑھ نہیں سکتا تھا۔ وہ بدحواسی میں ادھر سے اُدھر جانے لگا۔ اوپر ہاتھ اٹھا کر کسی شاخ کو ڈھونڈنے لگا۔ اتفاق سے ایک شاخ نیچے کی طرف جھکی ہوئی تھی۔ اس نے اسے تھام لیا۔ پھر اس سے لٹک کر اوپر جانا چاہتا تھا، اسی وقت اس کی ایک ٹانگ ایک مگرمچھ کے منہ میں آگئی۔

وہ پاگلوں کی طرح چیخنے لگا "چھوڑ دو، مجھے چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو۔"

وہ بھولی گیا تھا کہ مگرمچھ انسانوں کی زبان نہیں سمجھتے۔ بات صرف مگرمچھ کی نہیں ہے۔ کوئی ظالم شخص بھی کسی مظلوم کی زبان نہیں سمجھتا۔ اس کی فریاد ایسے سننا ہے جیسے بھینس بین کی آواز سنتی ہے۔ اس کے ہاتھوں سے درخت کی شاخ چھوٹ گئی تھی۔ وہ نیچے آیا تو اس کے ساتھ ہی کئی مگرمچھ اس کے پاس پہنچ گئے۔

وہ چیخ رہا تھا۔ دور دور تک اس کی چیخیں گونج رہی تھیں۔ پوی درخت کی ایک بلند شاخ پر بیٹھی پتے توڑ توڑ کر اپنی دونوں انگلیاں یوں صاف کر رہی تھی جیسے کوئی سپاہی، دشمن کو ہلاک کرنے کے بعد کسی کپڑے سے چاقو کے پھل کو آلودگی سے پاک کرتا ہے۔ اس نے یہ نہیں دیکھا کہ نیچے جانے والے کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ صرف آوازوں سے ہی پتا چل رہا تھا۔ اس کی چیخیں دم توڑ چکی تھیں۔ اب صرف ایسی آوازیں آرہی تھیں جیسے مگرمچھ ایک دوسرے پر جھپٹ رہے ہوں اور لڑتے ہوئے اپنی اپنی خوراک چھین رہے ہوں۔

شیبا نے اس کے پاس آکر کہا "تمہارے لیے ہینگنگ چیئر آرہی ہے۔"

اس نے کہا "وہ ضرور آئے گی۔ بے چارا نوکو کہیں بیٹھا اسکرین پر مجھے دیکھ رہا ہے اور میرے لیے تڑپ رہا ہے۔"

"کیا تمہیں فرہاد نے بتایا ہے کہ مسٹر نوکو اسکرین پر تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

"بہت دیر سے فرہاد سے رابطہ قائم نہیں ہوا ہے۔ یہ تو میں نے نوکو کی باتوں سے اندازہ لگایا ہے۔ جب میں سانپوں کے غار سے گزر رہی تھی تو وہ مجھے یوں وادیے رہا تھا جیسے اپنی آنکھوں کے سامنے تار پر چلتا ہوا دیکھ رہا ہو۔ یقیناً قلعے کے اندرونی اور بیرونی حصّوں میں ایسے کیمرے چھپا کر رکھے گئے ہیں جن کے ذریعے ہم ٹی وی اسکرین پر اسے نظر آتے ہیں۔"

وہ لفٹ چیئر درخت سے چند گز کی بلندی پر آگئی۔ اس کرسی کے پائیدان سے ایک رسّی کی سیڑھی لٹک رہی تھی۔ پوی اس سیڑھی کے ذریعے کرسی پر پہنچ کر بیٹھ گئی۔ پھر وہ کرسی تار پر پھسلتی ہوئی آگے جانے لگی۔ پوی نے سر جھکا کر دیکھا۔ سارے مگرمچھ ایک جگہ جمع ہو گئے تھے اور جس دسترخوان پر جمع ہوئے تھے، وہاں اب صرف ہڈیاں نظر آرہی تھیں۔

رفتہ رفتہ وہ مگرمچھوں کی جھیل اور جزیرہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ ہینگنگ چیئر قلعے کی ایک اونچی دیوار کے اوپر سے گزرتی ہوئی اس قلعے کے دوسرے حصّے میں داخل ہوئی اور ہینگنگ چیئر کے اسٹیشن پر رک گئی۔ پوی وہاں سے چند مسلح جوانوں کے گھیرے میں چلتی ہوئی بڑے سے آہنی گیٹ کے پاس پہنچی۔ وہ گیٹ اس کے لیے کھول دیا گیا۔ اس کے آس پاس سات مسلح جوان چل رہے تھے۔ وہ سب مستعد اور محتاط تھے۔ انھیں پوی کے متعلق اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ ذرا بھی چوک ہو گئی تو وہ دیکھتے ہی دیکھتے ساتوں کو زمین بوس کر دے گی۔ حالانکہ وہ اتنی احمق نہیں تھی۔ قلعے کے مختلف حصّوں سے گزرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی کہ مسٹر نوکو نے ہر سمت کتنے سخت پہرے لگائے ہیں۔

اس کے آس پاس چلنے والے مسلح گارڈز ایک دروازے کے سامنے رک گئے۔ وہ دروازہ کھولا گیا۔ پوی نے دیکھا، کھلے ہوئے دروازے سے دور تک ایک بڑا سا ہال نظر آرہا تھا۔ اس ہال میں بڑے بڑے موٹے موٹے ستون تھے۔ فرش اس قدر چکنا تھا کہ اس پر چھت کا اور ستونوں کا عکس نظر آرہا تھا۔ اس فرش پر تقریباً ایک درجن افراد پاؤں میں پہیّے والے جوتے پہنے اِدھر سے اُدھر پھسل رہے تھے اور ان کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں۔

یہ وہی وقت تھا جب میں ایک انڈر گراؤنڈ ٹرین میں بیٹھا چاٹنا ٹاؤن کی طرف جا رہا تھا۔ سونیا مجھ سے بچھڑ گئی تھی۔ میں نے شیبا سے پوی کے حالات پوچھے تھے۔ پھر خود ہی خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔

میں نے کہا "پوی! میں آگیا ہوں۔ اب تم تنہا نہیں ہو۔ میں اور شیبا تمہارے ساتھ ہیں مگر ہال کے اندر نہ جانا۔ نہ ہی ان سے مقابلہ کرنا۔ تم کسی طرح تھوڑا سا وقت ضائع کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے مسٹر نوکو کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے کہا "آہا! مسٹر فرہاد، چلے آؤ۔ دماغ کا دروازہ کھلا ہے۔ میں بڑی دیر سے سوچ رہا ہوں، پوی اتنی آزمائشوں سے گزر رہی ہے اور تم اس کے دماغ سے غیر حاضر ہو۔"

میں نے کہا "اپنی باتیں پھر کر لینا۔ پہلے میری ایک بات سن لو۔ تم نے پوی کو بڑی بڑی آزمائشوں سے گزارا ہے تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو، وہ تھکنے اور ہارنے والی نہیں ہے لیکن یہ

ہپناٹزم، سیلف ہپناٹزم کے عملی طریقے اور ذاتی ہپناٹزم کے بعد ایک ذہنی کتاب
ایک ماہر علم کے قلم سے
ہپناٹزم کی تحقیقات
جدید
قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے
ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ۔
جدید طریقے اور مشقیں۔
ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے عملی لائحہ عمل اور ٹوپر پروگرام۔
بے شمار قارئین کے ہزاروں سوالوں کے جواب۔
ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔
ارتکاز توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور رنگا رنگ تصاویر
مکتبۂ نفسیات
بوہڑ بکس ۹۳۲۳ کراچی

کیسی شیطانیت ہے کہ خواہ مخواہ ایک تنہا لڑکی کو اتنے مقابلہ کرنے والوں سے الجھاتے چلے جارہے ہو۔ آخر تم چاہتے کیا ہو؟"

"پہلے تو میں پومی کو ہر حال میں مردہ دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے سر عام دی کلر کا سرکاٹ کر لے جانے کے بارے میں ایسا دعویٰ کیا تھا کہ تمام خطرناک تنظیموں کے سربراہ بھی اس کھوپڑی کی اہمیت کو سمجھ گئے۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ لڑکی کامیاب ہوگی یا ناکام ہوگی۔ ناکامی کی صورت میں بھی اگر یہ مرجاتی تو اس کے بعد خطرہ ٹلنے والا نہیں تھا۔ دی کلر چاروں طرف سے اندیشوں میں گھرا ہوا تھا۔ کسی بھی خطرناک تنظیم کا کوئی اکلوتا کار اس کا سرکاٹ کر لے جاسکتا تھا۔ اس لیے یہ لڑکی ہمیں کانٹے کی طرح چبھ رہی تھی۔"

"اس کے باوجود تم نے اسے اپنے قلعے میں بلایا۔ ہر طرح سے آزمایا۔ جب تم اسے مار ڈالنا چاہتے ہو تو تمہارے آدمی کہیں سے بھی چھپ کر ایک گولی چلاتے اور یہ ختم ہوجاتی۔ پھر تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"

"میں اس سے متاثر ہوتا جارہا ہوں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ میں دل و جان سے اسے چاہنے لگا ہوں۔ میں عشق و محبت کا قائل نہیں ہوں مگر اس کا قائل ہوچکا ہوں۔"

"پومی کا عشق مبارک ہو مگر یہ کیسا عشق ہے کہ تم اسے ننگی تلواروں کے سائے سے گزارنا چاہتے ہو۔ اگر یہ مرگئی تو کیا اپنی محبوبہ کا ماتم کروگے؟"

"میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، یہ نہیں مرے گی۔ ہال میں جتنے تلوار باز نظر آرہے ہیں، ان کی شامت آگئی ہے۔ میں خوب اچھی طرح سمجھ رہا ہوں اور میں ان حرام خوروں کو دکھانا چاہتا ہوں۔ یہ برسوں سے میرا کھا رہے ہیں۔ مجھ سے بھاری معاوضے حاصل کرتے ہیں۔ اس قلعے میں رہ کر طرح طرح کی تربیت حاصل کرتے ہیں اور ناقابلِ شکست کہلاتے ہیں۔ وہ جو دی کلر بن کر مگرمچھوں کے جزیرے میں پومی سے مقابلہ کرنے گیا تھا۔ چوہے کی طرح مرگیا۔ میں چاہتا ہوں، پومی بھی پہننے والے جوتے پہنے، ہاتھ میں ننگی تلوار لے اور ان حرام خوروں کو قتل کرتے ہوئے میرے پاس پہنچ جائے تاکہ میرے دوسرے تربیت یافتہ آدمی اپنے کان پکڑ کر یہ اعتراف کریں کہ ابھی وہ تجربہ اور ناقابلِ شکست نہیں بن پائے ہیں۔"

اس نے ایک دم توقف سے کہا۔ "میں اس لیے بھی پومی کو آزمائشوں سے گزار رہا ہوں کہ تمام قلعے کے لوگوں پر اس کی دہشت طاری ہوجائے۔ جب میں اس سے شادی کروں گا اور یہ اس قلعے کی ملکہ بنے گی تو بڑے رعب اور دبدبے سے یہاں حکومت کرے گی۔ کوئی اس کے خلاف بغاوت کرنے یا دشمنوں سے مل کر سازش کرنے کی جرأت نہیں کرسکے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آج پتا چلا کہ مضبوط قلعوں میں رہنے والے بھی ہوائی قلعے بناتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"کیا تم ایک ہاتھ سے تالی بجا سکتے ہو۔ اگر ایسا نہیں کرسکتے تو محبت بھی کبھی یک طرفہ نہیں ہوتی۔ پہلے پومی کا دل جیتنے کی کوشش کرو اور جس طرح تم اسے آزمائشوں سے گزار رہے ہو، یہ دل جیتنے کے ڈھنگ نہیں ہیں۔"

وہ جواباً ہنستے ہوئے بولا۔ "عشق کرنے والے دل جیتنا چاہتے ہوں گے۔ حکومت کرنے والے جسے چاہیں جیت لیتے ہوں گے۔ میں یہاں کا حاکم ہوں۔ پومی اس قلعے میں داخل ہونے کے بعد میری محکوم ہے۔ میں اسے بڑی آسانی سے جیت لوں گا اور یہ تماشا تم بھی دیکھو گے۔"

"ضرور دیکھوں گا لیکن فی الحال پومی کو ان تلواروں کے سائے سے گزرنے نہیں دوں گا۔"

"مسٹر فرہاد، تم پومی کی نہیں، اپنی خیریت مناؤ۔ ابھی کہاں چھپتے پھر رہے ہو۔ کیا سمجھتے ہو، نیویارک سے باہر نکل سکو گے؟"

"سمجھتا ہوں۔ اسی لیے تو آنکھ مچولی کھیل رہا ہوں۔ ویسے تم نے چیلنج کرنے میں دیر کردی۔ مجھ سے پہلے ہی سونیا نکل چکی ہے۔"

"دیکھو فرہاد، مجھے دوست مان لو۔ میں تمہاری بھلائی کے لیے کہتا ہوں۔ اس وقت صرف میرے آدمی نہیں، بہت سی خطرناک تنظیموں کے لوگ تمہیں نیویارک میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ صرف میں جانتا ہوں کہ تم نیویارک کے علاقے میں ہو۔ میں نے اس علاقے کی ناکا بندی کرادی ہے۔ اس بار تم ہمارے ہاتھ سے نہیں نکل سکو گے۔"

"جب تمہیں اتنا یقین ہے تو خواہ مخواہ مجھے دوست کیوں بنانا ہے ہو۔ قیدی بنا کر مجھے اپنے پاس بلالو۔ فی الحال میں تمہیں بھگا رہا ہوں۔ تم پومی کو جس مقصد کے لیے بلا رہے ہو، اسے سیدھے راستے سے بلاؤ۔ آزمائشوں میں مبتلا نہ کرو۔ وہ گئی پومی کی مرضی کی بات تو وہ جس مقصد کے لیے آئی ہے تو اسے پورا کرکے ہی جائے گی۔"

"کیا تم مجھے چیلنج کررہے ہو؟"

"میں نے تمہیں سمجھا دیا ہے۔ پومی تلواروں کے سائے سے نہیں گزرے گی۔ اگر تم بضد ہو تو آزما کر دیکھ لو۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ جب پومی کے پاس پہنچا تو وہاں پومی اور شیبا کے درمیان صلاح مشورے ہورہے تھے۔ ان کے مطابق پومی نے پاس کھڑے ایک مسلح شخص کے منہ پر الٹا ہاتھ رسید کیا تھا۔ وہ جھنجلا کر بولا۔ "یو نان سنس کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟"

پومی نے دوسرے مسلح شخص کو گھونسا دکھاتے ہوئے کہا۔ "میں جانتی ہوں تمہارے باس نے مجھے گولی مارنے کا حکم نہیں دیا ہے۔ البتہ مقابلے کی اجازت دی ہے۔ میں ان تلوار بازوں سے پہلے تم لوگوں سے نمٹ لینا چاہتی ہوں۔"

اس دوسرے مسلح شخص نے ذرا پیچھے ہٹ کر کہا۔ "ابھی ہمیں مقابلے کی اجازت نہیں ملی ہے۔ اس لیے ہم سے الجھنے کی کوشش نہ کرو۔"

اس طرح پومی نے دوسرے مسلح افراد کو بولنے پر مجبور کیا تھا۔ میں اور شیبا ان دونوں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ شیبا نے ایک کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پھر وہ شیبا کی مرضی کے مطابق اپنے ساتھیوں سے بولا۔ "تم لوگ اس لڑکی کا خیال رکھو۔ میں ابھی باتھ روم سے آتا ہوں۔"

دوسرے کے دماغ پر میں نے قبضہ جمالیا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "ٹھیک ہے۔ تم جاؤ میں تمہاری جگہ کسی دوسرے کو لے آتا ہوں۔"

وہ دونوں وہاں سے مختلف سمت چل پڑے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مسلح افراد مستعد نظر آرہے تھے۔ میرے معمول نے ایک مسلح شخص کے پاس پہنچ کر کہا۔ "میں تمہارا نام بھول رہا ہوں۔ بھلا سا نام ہے؟"

اس نے اپنا نام بتایا۔ میں نے اپنے معمول کے ذریعے کہا۔ "نہیں تم سے کام نہیں چلے گا۔ میں کسی دوسرے گارڈ کو اپنی ٹیم میں لوں گا۔"

یہ کہہ کر میرا معمول آگے بڑھ گیا۔ دوسرے مسلح شخص سے بھی بات کی۔ پھر اسے کہا۔ "آؤ اور میری ٹیم میں شامل ہوجاؤ۔"

اس طرح میں نے دو اور لوگوں کے لب و لہجے کو یاد کرلیا۔ اُدھر شیبا بھی اسی طرح کا عمل کررہی تھی۔ باتھ روم جانے کے بہانے اس شخص کو ساتھ لے کر مختلف لوگوں سے سامنا کررہی تھی اور کسی نہ کسی بہانے ان سے باتیں کررہی تھی۔ صرف دو منٹ کے اندر میں نے اور شیبا نے سات افراد کو اپنا معمول بنالیا۔

ان میں سے دو افراد اس ہال کے دروازے پر آئے جہاں ایک درجن افراد ننگی تلواریں لیے پہنچے والے جوتوں پر (اسکیٹرز) اِدھر سے اُدھر چل رہے تھے اور پومی کی آمد کا انتظار کررہے تھے۔ دروازے کے پاس والی دیوار پر دور تک ہینگر نظر آرہے تھے۔ ان ہینگروں میں تلواریں لٹکی ہوئی تھیں۔ ان کے نیچے فرش پر اسکیٹنگ کے لیے پہنچے والے جوتے رکھے ہوئے تھے۔ ان دو افراد نے جوتے پہننے شروع کیے۔ پومی کو گھیر کر لے جانے والوں میں سے ایک نے پوچھا۔ "یہ تم کیا کررہے ہو؟"

ان میں سے ایک نے کہا۔ "ابھی باس نے حکم دیا ہے کہ ہمیں یہ جوتے پہن کر ننگی تلواریں لے کر پومی کو زبردستی اس ہال کے اندر لے جانا ہوگا۔"

پومی نے بھی جوتے پہن لیے۔ پھر ایک تلوار ہاتھ میں لے کر بولی۔ "میں تم دونوں کے ساتھ مزید چلوں گی۔"

جب میں نوکو کے دماغ میں گیا تھا، اس وقت میں نے اس کے ذریعے سامنے اسکرین پر دیکھا تھا۔ وہاں تلوار ہاتھ میں لیے اسکیٹنگ کرنے والے ایک درجن افراد نظر آرہے تھے مگر گیٹ کے باہر کا وہ حصہ نظر نہیں آرہا تھا جہاں پومی قیدی بنی کھڑی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم وہاں جو کچھ بھی کرتے اس کی خبر مسٹر نو کو تک نہ پہنچتی۔

اور یہی ہوا تھا۔ ہمارے دو معمولوں نے اسکیٹنگ کے جوتے پہن کر ننگی تلواریں ہاتھ میں لے لی تھیں اور پومی کے ساتھ آگے بڑھے تھے۔ اس وقت تک مسٹر نو کو بے خبر تھا جیسے ہی وہ ہال میں داخل ہوئے، اس نے اسکرین پر چونک کر اپنے دو آدمیوں کو دیکھا۔ پھر غصے سے پوچھا۔ "یہ کیا حرکت ہے۔ تم دونوں پومی کے ساتھ کیوں ہال میں آئے ہو؟"

میں نے چند ساعتوں کے لیے اپنے معمول کے دماغ کو آزاد چھوڑا اور نوکو کے پاس پہنچ کر کہا۔ "میں نے پہلے ہی کہا تھا، پومی کو تلواروں کے سائے سے نہ گزارو۔ تم نے میری بات نہیں مانی۔ اب تمہارے دو دو آدمی اس ہال میں ننگی تلواریں لے کر

کاٹتے رہیں گے اور پومی کی حمایت میں لڑتے ہوئے تمہارے ان تلوار بازوں کو ٹھکانے لگاتے رہیں گے تم مجھے تماشا دکھانا چاہتے تھے۔ پہلے میں تمہیں اپنا تماشا دکھا رہا ہوں۔"

وہ غصّے سے اسکرین پر دیکھ رہا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "واپس چلے جاؤ۔"

وہ اپنے آدمیوں کو حکم دے رہا تھا۔ اسے اپنے حاکم ہونے پر ناز تھا۔ کوئی اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ دونوں جو ننگی تلواریں لیے اس کے اپنے ہی آدمیوں کا مقابلہ کر رہے تھے، وہ اس کا حکم نہیں مان رہے تھے۔ بھلا کیسے مانتے جبکہ ایک میری مٹھی میں تھا اور دوسرا شیبا کی مٹھی میں۔

اگر ہم ان کے دماغ پر قابض نہ ہوتے۔ صرف انہیں دہشت میں مبتلا کر کے اپنے ہی آدمیوں سے لڑنے کے لیے کہتے تو شاید وہ اتنی جی داری سے نہ لڑتے۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر جیسے خود لڑ رہا تھا۔ جس انداز میں تلوار چلانا چاہتا تھا، جس انداز میں اپنا بچاؤ کرنا چاہتا تھا اسی طرح کر رہا تھا اور وہ شخص اس پر عمل کر رہا تھا لیکن شیبا جس کے دماغ میں تھی، وہ زیادہ دیر تک تلوار بازوں کے مقابلے میں ٹھہر نہ سکا۔ کیونکہ شیبا کو تلوار بازی کے فن سے واقفیت نہیں تھی۔ ابھی تو بابا صاحب کے ادارے میں وہ طفلِ مکتب تھی۔ بہرحال وہ شخص مارا گیا۔

مسٹر نوکو کی آواز سنائی دی۔ "اچھا ہوا، کتّے کی موت مرا گیا۔ میرا حکم نہیں مان رہا تھا۔ دوسرا بھی اسی طرح مرے گا۔"

اس کی بکواس کے دوران شیبا دوسرے شخص کے دماغ پر قابض ہو گئی تھی اور اسے ننگی تلوار کے ساتھ اس ہال میں لے آئی تھی۔ پومی اسکیٹرز پہنے ہوئے اِدھر سے اُدھر پھسل رہی تھی۔ دشمنوں کے درمیان سے نکل رہی تھی، کبھی جھک کر نکل رہی تھی، کبھی تلوار کا ہاتھ مارتے ہوئے گزر جاتی تھی۔ اتنی دیر میں اس نے تین تلوار بازوں کو مار گرایا تھا۔ میرے معمول نے دو کو ختم کر دیا تھا لیکن شیبا کا دوسرا معمول بھی مارا گیا تھا اور اب تیسرا آنے والا تھا۔

مسٹر نوکو سمجھ گیا، ایک تو پومی اپنے کمالات سے اور بے باکی سے لڑنے کے انداز سے اس کے آدمیوں پر دہشت طاری کر دیتی تھی۔ دوسرے ٹیلی پیتھی کا چکر چل پڑا تھا۔ اب اس کے ہی آدمی مرنے والے تھے اور مارنے والے بھی اپنے ہی آدمی تھے جو ہمارے معمول بن کر کام کر رہے تھے۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "بند کرو، یہ تلوار بازی بند کرو۔ میں حکم دیتا ہوں کہ کوئی پومی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

اس کا حکم سنتے ہی تلوار باز اپنے ہاتھ روک کر پیچھے جانے لگے۔ جو ناحق مارے گئے تھے، ان کی لاشوں کو ہٹایا جانے لگا۔ جو تلوار باز زندہ رہ گئے تھے، وہ اپنے حاکم کے حکم کے مطابق پیچھے ہٹتے ہوئے ایک دروازے سے گزرتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے جن کے دماغ ہمارے قابو میں تھے، ہم نے انہیں آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ بھی چپ چاپ سر جھکا کر ہال سے باہر چلے گئے تھے۔ اتنے بڑے ہال میں پومی تنہا رہ گئی تھی۔

اس نے تلوار ایک طرف پھینک دی۔ پہننے والے جوتے اتار کر اپنے جوتے پہننے لگی۔ مسٹر نوکو نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ "پومی کو میرے خاص محل میں لے آؤ۔"

میں نے پومی سے کہا۔ "وہ کمبخت تمہیں ملکۂ عالیہ بنانے کے لیے بلا رہا ہے۔"

شیبا بھی اس کے دماغ میں موجود تھی۔ میری بات پر ہنسنے لگی۔ میں نے کہا۔ "اب میں چائنا ٹاؤن کے قریب پہنچ رہا ہوں۔ میرا دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔ لہٰذا تم پومی کے ساتھ رہو۔ ضرورت پڑے تو مجھے بلا لینا۔"

میں اپنی جگہ ٹرین میں حاضر ہو گیا۔ ٹرین تیز رفتاری سے گزرتی جا رہی تھی۔ جب سے میں اس ٹرین میں سوار ہوا تھا تب سے مجھے اتنا موقع نہیں ملا تھا کہ اپنے کمپارٹمنٹ کے مسافروں کو نظر بھر کر دیکھ سکوں۔ کمپارٹمنٹ میں ملے جلے مسافر تھے۔ سفید امریکی زیادہ تھے۔ کچھ کالے بھی نظر آ رہے تھے۔ میرے سامنے والی دو سیٹوں پر ایک چینی جوڑا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ادھیڑ عمر کے میاں بیوی تھے۔ ان کے بچے میرے سامنے والی سیٹوں پر تھے۔ ان میں ایک چینی لڑکی اور لڑکا تقریباً جوان تھے۔ باقی ایک لڑکی اور دو لڑکے ابھی بچے تھے۔ وہ کبھی اپنے بہن بھائی کے پاس رہتے تھے۔ کبھی ماں باپ کی طرف دوڑ کر جاتے تھے۔

جب میں نے آنکھیں کھول کر اور سر اٹھا کر دیکھا تو دونوں بھائی بہن ہنسنے لگے۔ پہلے تو ان کے ہنسنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ بعد میں باتیں کرنے کے بعد پتا چلا کہ وہ مجھے بڑی دیر سے دیکھ رہے تھے۔ میں مسلسل آنکھیں بند کیے سر جھکائے ایسے بیٹھا تھا جیسے مراقبے میں پہنچ گیا ہوں۔ چینی دوشیزہ نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "مسٹر تم زندہ ہو؟"

اس کے ماں باپ جو ذرا فاصلے پر بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے گھور کر اپنی بیٹی کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "یہ بُری بات ہے۔ کسی اجنبی سے ایسا مذاق نہیں کرنا چاہیے۔"

ان کے بڑے بیٹے نے کہا۔ "مگر یہ صاحب تو آدھے گھنٹے سے بالکل ساکت تھے۔ ذرا بھی جنبش نہیں کر رہے تھے۔ میں نے لیو چن سے شرط لگائی تھی کہ یہ زندہ ہیں۔"

لیو چن اس دوشیزہ کا نام تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "اور میں نے شرط لگائی تھی کہ یہ مردہ ہو چکے ہیں۔ اب اپنی جگہ سے حرکت نہیں کریں گے۔ انھیں اٹھا کر لے جانا ہوگا۔"

وہ دونوں بھائی بہن انگریزی بول رہے تھے جبکہ ان کے ماں باپ چینی زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ میں ان کی باتیں اس لڑکی کے دماغ میں رہ کر سمجھ رہا تھا۔ ہاں سیکڑوں کی تعداد میں ایسے چینی باشندے ہیں جو برسوں یہاں زندگی گزارنے کے باوجود نہ انگریزی بولتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ البتہ ان کی اولاد یہاں کے رنگ میں رنگ رہی ہے۔

چائنا ٹاؤن میں لاکھوں چینی باشندے آباد ہیں۔ ان کی بستیاں پرانے طرز کی ہیں۔ تنگ گلیاں ہوتی ہیں اور ان کے مکانات اور گلیاں ایک دوسرے سے اس طرح ملی ہوتی ہیں جیسے آپس میں گڈمڈ ہو گئی ہوں۔ چائنیز ریستوران بہت ہی پرانے طرز کے ہوتے ہیں۔ نیویارک جیسے جدید ترین شہر میں چائنا ٹاؤن ایک پسماندہ بستی ہے۔ میں ایسی ہی بستی میں پہنچ کر کسی حد تک دشمنوں سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ اس بستی میں ایسے امریکی قلاش باشندے آ کر کرائے کے مکان میں رہتے تھے جن کی کوئی خاص آمدنی نہیں ہوتی تھی۔ ایسے امریکی یا یورپی باشندے یا تو مصور ہوتے تھے یا تھیٹر کے کسی تیسرے درجے کے آرٹسٹ ہوتے تھے یا پھر آرکسٹرا گروپ میں کوئی ساز بجاتے تھے۔ ایسے لوگوں کو کسی چینی فیملی میں ایک آدھ کمرہ کرائے پر مل جاتا ہے۔ میں ایسے ہی کسی قلاش شخص کے روپ میں وہاں ایک آدھ دن کسی کے ہاں کرائے دار بن کر رہنا چاہتا تھا۔

میں نے لیو چن کی سوچ کو پڑھنا شروع کیا۔ پتا چلا، ان کے ہاں ایک کمرے میں تقریباً دس ماہ سے ایک امریکی کرائے دار رہتا ہے۔ میں نے ریڈ باور کے باس سے رابطہ قائم کیا۔ اسے لیو چن کے مکان اور اس کی دکان کا ایڈریس بتایا۔ پھر کہا۔ "یہاں ایک امریکی باشندہ جس کا نام مائیکل گارسن ہے، میں اس کا روپ اختیار کر سکتا ہوں۔ اس وقت میرے سامنے ایک چینی لڑکی بیٹھی ہوئی ہے اور میں اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کر چکا ہوں کہ مائیکل گارسن قد اور جسامت میں میری طرح ہے۔ میں چائنا ٹاؤن پہنچ کر تمہارے آدمیوں کے ساتھ جس خفیہ مقام تک آؤں گا، وہاں مائیکل گارسن کو بھی آنا چاہیے۔ اسے جبراً اغوا کیا جائے یا اس سے سودے بازی کی جائے۔ اس لڑکی کی سوچ نے بتایا ہے کہ وہ بہت ہی قلاش ہے۔ کبھی فاقے بھی کرتا ہے۔ اگر اسے معقول رقم دی جائے تو وہ کچھ عرصے کے لیے تمہارا قیدی بن کر رہ سکے گا۔"

باس نے کہا۔ "آپ فکر نہ کریں۔ وہ راضی نہیں ہوگا تو ہم اس کا کام تمام کر دیں گے۔"

"میں کسی بے گناہ کی جان لینا نہیں چاہتا۔ مجھے یقین ہے کہ کچھ رقم دینے سے بات بن جائے گی۔"

باس نے وعدہ کیا کہ وہ مائیکل گارسن کو جانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں اس کے پاس سے پھر ٹرین میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ پھر سر اٹھا کر لیو چن کو دیکھا تو وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسنے لگی۔ اس کی ہنسی میں جلترنگ سنائی دیتی تھی — یوں لگتا تھا جیسے کسی چینی گڑیا کو چابی دے کر ہنسنے کے لیے چھوڑ دیا گیا ہو۔

میں نے پوچھا۔ "کیوں ہنس رہی ہو؟"

اُس نے کہا۔ "ابھی تم پھر مُردہ بن گئے تھے۔ یہ تم بیٹھے بیٹھے ایک دم ساکت کیوں ہو جاتے ہو؟"

میں نے دل ہی دل میں سوچا، یہ تو بُری عادت ہے۔ مجھے اپنی اس عادت کو بدلنا ہوگا۔ اگر دشمن میرے تعاقب میں ہوں گے تو میرے اس طرح بار بار سر جھکانے اور آنکھیں بند کرنے پر شبہ کر سکتے ہیں، میں نے لیو چن سے کہا۔ "میں ایک قلمکار ہوں۔ کہانیاں لکھتا ہوں۔ کہانی کے موضوع پر سوچتے سوچتے اچانک گم ہو جاتا ہوں پھر مجھے اپنا ہوش نہیں رہتا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "وہ ہمارا کرائے دار مائیکل بھی ایسا ہی ہے۔ اسٹوری رائٹر ہے۔ بیٹھے ہی بیٹھے ایسے چُپ ہو جاتا ہے جیسے مر گیا ہو۔ میں پوچھتی ہوں، تم لوگوں کو کہانیاں لکھنے میں ملتا کیا ہے۔ بھوکے مرتے ہو۔ وہ جو مائیکل ہے نا، وہ ہمارا کرایہ بھی ٹھیک طرح ادا نہیں کر سکتا۔ میرے فادر کئی بار اُسے مکان سے نکالنا چاہتے تھے مگر میں نے سمجھا بجھا کر اُسے رہنے دیا ہے بے چارہ غریب ہے کہاں جائے گا۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تمہارے وجود میں ایک محبت کرنے والا نرم دل ہے۔ تم بہت اچھی لڑکی ہو۔"

"مائیکل بھی میری تعریفیں کرتا ہے۔ کہتا ہے، میں آدھی چینی لگتی ہوں، آدھی امریکی۔ دیکھو میرے پاؤں چینی لڑکیوں کی طرح چھوٹے نہیں ہیں۔ میرے سر کے بال سنہرے ہیں۔ میری آنکھیں عام چینی لڑکیوں کی طرح چھوٹی چھوٹی نہیں ہیں۔ پتا نہیں کیوں مائیکل میری آنکھوں میں جھانکتا ہے تو چھانکتا ہی رہ جاتا ہے۔ کہتا ہے، لیو چن، تم صرف عادات و اطوار سے چینی ہو ورنہ بالکل امریکی لڑکی

گتی ہو۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی حالاں کہ ہنسنے کی کوئی بات نہیں تھی پھر اُس نے کہا۔ "جانتے ہو کیوں ہنس رہی ہوں میں؟"

میں معلوم کر سکتا تھا مگر میں نے انکار میں سر ہلایا۔ اس نے کہا۔ "وہ جو اتنی تعریفیں کرتا ہے اور میری آنکھوں میں جھانکتا ہے تو میں کوئی ۔ ڈان نہیں ہوں۔ میں سب سمجھتی ہوں۔ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے مگر میں کیا کروں مجھے اس سے ہمدردی ہے۔ محبت کیسے کر سکتی ہوں۔ وہ خود تو اس قابل نہیں ہے کہ تین وقت پیٹ بھر کر کھا سکے مجھے کیا کھلائے گا، مجھے کیا پہنائے گا۔"

وہ بڑی باتونی تھی مگر اس کی باتیں اچھی لگ رہی تھیں۔ میں کچھ اس کی سُن رہا تھا اور کچھ اس کے دماغ سے مائیکل کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرتا جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہم کینال اسٹریٹ کے اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ میں ٹرین سے اُتر کر چھوٹے سے پلیٹ فارم پر سے گزرتا ہوا زینے پر چڑھنے لگا، اُسی وقت ایک شخص نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کوڈورڈز میں اپنی شناسائی ظاہر کی۔ میں نے اُس پر اعتماد کر لیا کیوں کہ یہ کوڈ ورڈز میرے اور باس کے علاوہ صرف وہی شخص جان سکتا تھا جسے باس نے بتایا ہو۔ اسٹیشن سے نکلتے ہی مجھے ایک بند کیب میں بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد وہ گاڑی چل پڑی۔ اتنی دیر میں میں اس اجنبی کے متعلق تصدیق کر چکا تھا۔ وہ اپنا ہی تھا۔ کسی شبہے کی گنجائش نہ تھی۔

پندرہ منٹ کے بعد ہم ایک ایسے مکان میں پہنچے جس کی چھت پگوڈا نما تھی۔ میں اس مکان کے ایک بڑے سے کمرے میں پہنچا۔ وہاں دو قدِ آدم آئینے تھے اور میک اپ کا بہت سا سامان رکھا ہوا تھا۔ میک اپ کرنے والے بھی موجود تھے اور میری طرح ایک قد آور شخص کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مائیکل گارسن تھا۔ باس کے آدمیوں نے میرے پہنچنے سے پہلے ہی مائیکل کو وہاں پہنچا دیا تھا۔ میں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو مائیکل، مجھے تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

اُس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مصافحہ کیا۔ پھر ہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا۔ "تم سے جو سودا ہوا ہے، وہ تمھیں منظور ہے؟"

اُس نے عاجزی سے کہا۔ "میں ایک سیدھا سادا سا آدمی ہوں۔ ضرورت سے مجبور ہو کر آپ لوگوں کی بات مان رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا، یہ کیا چکر ہے۔ اگر آپ لوگ کوئی بہت بڑا جرم کرنے جا رہے ہیں تو مجھے پہلے سے بتا دیں۔ میں مرجانا پسند کروں گا لیکن ایسا سمجھوتا نہیں کروں گا۔"

میں نے کہا۔ "مائیکل، ہم بھی شریف آدمی ہیں۔ تمھیں یقین دلاتے ہیں، ہم سے کوئی ایسی مجرمانہ حرکت سرزد نہیں ہوگی جس سے تمھیں شرمندہ ہونا پڑے۔"

دو افراد میرے آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "میں میک اپ مین ہوں۔ اگر آپ کہیں تو عارضی میک اپ کر دیا جائے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا ماسک میک اپ نہیں ہو سکتا؟"

"جناب، ہم اتنی جلدی مائیکل گارسن کا ماسک تیار نہیں کر سکتے تھے، اس لیے مجبوری ہے۔"

پھر دوسرے شخص نے کہا۔ "جناب، آپ پسند فرمائیں تو ہلکی قسم کی پلاسٹک سرجری کے ذریعے آپ کو مائیکل بنا سکتا ہوں۔ باس نے کہا تھا کہ آپ کو فی الحال پلاسٹک سرجری منظور نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔ "مجبوری کی حالت میں منظور کرنا ہی ہوگا اگر تم تھوڑی سی ردّ و بدل سے مائیکل بنا سکتے ہو تو بنا ڈالو۔"

اُس نے اپنا کام شروع کر دیا۔ میں مائیکل کو دیکھ رہا تھا۔ اُس کے پیچھے بڑا سا آئینہ تھا۔ اس میں خود کو بھی دیکھتا جا رہا تھا۔ خاموش رہنے کے دوران مائیکل کی سوچ پڑھتا جا رہا تھا تاکہ اس کی ایک ایک عادت، ایک ایک فطرت کو سمجھ سکوں۔ میں نے اس لیے اس کا انتخاب کیا تھا کہ وہ تقریباً دس ماہ سے لیوجین کے ہاں کرائے دار کی حیثیت سے رہتا تھا۔ یہ بات یقینی تھی کہ میرے تمام دشمن مجھے تلاش کرتے ہوئے جانا ٹاؤن میں بھی آئیں گے۔ وہ ایسے نو وارد کو تلاش کریں گے جو حال ہی میں آ کر کہیں رہائش اختیار کر رہا ہو۔ جب وہ مجھے تلاش کرتے ہوئے لیوجین کے ہاں آئیں گے تو وہاں سبھی اس بات کی گواہی دیں گے کہ میں مائیکل گارسن ہوں اور پچھلے دس ماہ سے وہاں رہتا آیا ہوں۔

مائیکل کے متعلق زیادہ معلومات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ ایک عام سی، گمنام سی زندگی گزار رہا تھا۔ اُس کا کوئی خاص نیلی بیک گراؤنڈ نہیں تھا۔ وہ کہانیاں لکھنے کے سلسلے میں بھی مقبول نہیں تھا۔ جو کچھ لکھتا تھا اُس سے گزارہ ہو جاتا تھا۔ میں نے صرف پندرہ منٹ میں اس کے متعلق بھرپور معلومات حاصل کر لیں۔ ابھی پلاسٹک سرجری میں کافی وقت لگنے والا تھا۔ اس لیے میں پومی کے پاس پہنچ گیا۔

مجھے فوراً ہی واپس آنا پڑا۔ وہ غسل کرنے جا رہی تھی۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ میں اس کے دماغ میں پہنچا ہوا ہوں۔ میں چاہتا تو اس کی لاعلمی میں اس کے ساتھ لگا رہتا لیکن یہ نہایت ہی غیر اخلاقی بات ہوتی۔ عورتیں شاید اسی لیے میری عزت

کرتی ہیں کہ میں اجازت کے بغیر اُن کی تنہائی میں کبھی نہیں جاتا۔

ویسے یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ جب میں پچھلی بار پومی سے رخصت ہوا تھا تو اس وقت مسٹر نوکو اسے اپنے محل میں بلا رہا تھا اب وہ کہیں غسل کرنے جا رہی تھی۔ پھر وہ کہاں تھی؟ کیسا اس قدر مطمئن تھی کہ نہایت آرام سے غسل وغیرہ کر کے لباس تبدیل کرنا چاہتی تھی؟

یہ معلوم کرنے کے لیے میں والسورڈ کی کے پاس پہنچا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اور سلیمان جو گوبھی پومی کے ساتھ مسٹر نوکو کے خاص محل میں پہنچ گئے ہیں اور فی الحال آرام سے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد پومی اور مسٹر نوکو کی ملاقات ہونے والی ہے۔

میں نے شیخ الفارس کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ شیبا کی حفاظت کے لیے کیا انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ بابا صاحب کا ادارہ میلوں دور تک پھیلا ہوا ہے۔ جناب شیخ صاحب اس ادارے کے ایک ایسے حصّے میں تھے جہاں اس ادارے کے افراد کو بھی جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ کوئی متعلقہ شخص وہاں جانا چاہے تو اُسے خصوصی اجازت حاصل کرنا ہوتی ہے۔ بابا فرید واسطی مرحوم کے بعد جناب شیخ الفارس اس ادارے کی بزرگ اور محترم شخصیت ہیں۔ اس کے باوجود انھیں بھی وہاں داخل ہوتے وقت اپنی شناخت کرانا پڑتی ہے۔ مخصوص کوڈ ورڈ ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اس کے بعد انھیں جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔

وہ ایک ایسی عمارت میں تھے جہاں بہت ہی رازدارانہ طور پر دوڈمی شیبا تیار کی گئی تھیں۔ اُن کی ٹریننگ مکمل ہو چکی تھی۔ پچھلی بار میں نے شیبا کو پومی کے دماغ میں چھوڑا تھا مگر وہ بھی اُس کے دماغ سے چلی آئی تھی اور اب شیخ صاحب کے ساتھ اسی عمارت کے ایک کمرے میں آرام دہ کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

میں نے شیخ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "شیبا سے کیسے کہیں اس کے دماغ میں آنا چاہتا ہوں؟"

انھوں نے کہا۔ "تھوڑی دیر صبر کرو۔ ابھی شیبا کے دماغ میں نہ جاؤ۔"

"میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ پومی کے پاس سے کیوں چلی آئی؟"

"میں نے اسے بُلایا ہے۔ پومی تقریباً ایک آدھ گھنٹے بعد مسٹر نوکو سے ملاقات کرے گی۔ ابھی وہ محفوظ ہے۔ دشمنوں سے کوئی نقصان اُسے نہیں پہنچے گا۔ اس لیے شیبا میرے پاس ہے۔"

"آپ مجھے شیبا کے پاس جانے سے کیوں روک رہے ہیں؟"

"ابھی دوڈمی شیبا تیار کی گئی ہیں، وہ آخری مرحلے سے گزر چکی ہیں۔ ان پر تنویمی عمل کیا گیا تھا اور انھیں تقریباً چار گھنٹے تک آرام سے سونے کے لیے کہا گیا تھا۔ وہ چار گھنٹے پورے ہو رہے ہیں۔ بس ایک آدھ منٹ کی دیر ہے۔"

"کیا آپ ان دوڈمی شیبا کو میرے ذریعے آزمانا چاہتے ہیں؟"

"ہاں یہی ارادہ ہے۔ میں چاہتا ہوں، پہلے تم ان دونوں کی آواز سنو۔ ان کے لب و لہجے کو اچھی طرح پرکھ لو پھر خیال خوانی کی پرواز کرو اور دیکھو کہ تین عدد شیبا میں سے کس کے دماغ میں پہنچتے ہو۔"

میں نے کہا۔ "جب دو عدد ڈمی سونیا ہمارے سامنے آئی تھیں، اُن دنوں میں زخمی تھا اور خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ شیبا خیال خوانی کے ذریعے باری باری ان دو عدد ڈمی سونیا کے دماغوں میں گئی تھی۔"

انھوں نے کہا۔ "سوال یہ ہے کہ شیبا بیک وقت دونوں ڈمی سونیا کے دماغوں میں کیوں نہیں پہنچی۔ جب کہ دونوں کے لب و لہجے ایک سے تھے۔"

وہ ایک وقت میں ایک سونیا کی آواز سنتی تھی۔ لب و لہجے کو گرفت میں لیتی تھی پھر اُس کے دماغ میں جاتی تھی۔ جب دوسری سونیا کی آواز اور لب و لہجہ سنتی تھی تو پھر اُس کے دماغ میں پہنچتی تھی۔ یہ واقعی سوچنے کی بات ہے کہ وہ بیک وقت دونوں کے دماغوں میں کیوں نہیں پہنچتی تھی۔ جبکہ ان کے لب و لہجے ایک جیسے تھے۔

ہماری باتوں کے دوران ایک ادھیڑ عمر کا شخص جناب شیخ صاحب کے پاس آیا اور کہا۔ "وہ دونوں بیدار ہو چکی ہیں۔ انھیں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ پھر چلا گیا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ وہ شخص تنویمی عمل کا ماہر ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں برس سے ہے اور یہ تنویمی عمل اس نے اسی ادارے میں رہ کر ہی سیکھا ہے۔

وہ دوڈمی شیبا کے ساتھ اس کمرے میں آیا۔ شیخ صاحب اور اصلی شیبا ان دونوں کو غور سے دیکھنے لگے۔ وہ دونوں سر سے پاؤں تک ہو بہو شیبا نظر آ رہی تھیں۔ شیبا نے اٹھ کر ان دونوں کے پاس جا کر بڑی توجہ سے دیکھا۔ ان کی آنکھیں، اُن کا ناک نقشہ ہو بہو اسی کے جیسا تھا۔ جسمانی ساخت بھی بالکل ویسی ہی تھی۔ قد میں بھی برابر تھیں۔ بالوں کا اسٹائل بھی وہی تھا جب دونوں شیبا کی حیرانی پر مسکرائیں تو ان کی مسکراہٹ بھی بالکل اصل شیبا کے جیسی تھی۔

جناب شیخ الفارس نے کہا۔ "شیبا، تم ان دونوں کے ساتھ کھڑی ہو جاؤ۔"

اس نے شیخ صاحب کی ہدایت پر عمل کیا اور ان کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔ پھر شیخ صاحب نے کہا: "فرہاد، اب تم شیبا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھو۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور شیبا کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "شیبا، میں شیخ صاحب کی اجازت سے تمہارے پاس آیا ہوں۔"

اصل شیبا نے کہا: "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم میرے دماغ میں ہو۔ کیا تم خود کو ان دو ڈمی شیبا کے دماغ میں محسوس کر رہے ہو؟"

میں نے انکار کیا۔ پھر شیخ صاحب کے پاس آ کر اپنا تجربہ بیان کیا۔ انھوں نے ایک ڈمی شیبا سے کہا: "اب تم اپنی آواز اور لب و لہجہ سناؤ۔"

اُس نے مجھے مخاطب کیا: "ہیلو فرہاد، میں شیبا بول رہی ہوں۔ کیا تم میری آواز سُن کر میرے پاس آ سکتے ہو؟"

اُس کی آواز اور لب و لہجہ بالکل اصل شیبا کی طرح تھا۔ میں نے اُسے سنتے ہی خیال خوانی کی پرواز کی اور دوسری ڈمی شیبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہی تھی: کیا میری آواز سن کر فرہاد میرے دماغ تک آ سکتا ہے۔

میں نے کہا: "میں تمہارے دماغ میں ہوں۔"

اس نے پوچھا: "کیا تم تینوں شیبا کے دماغ میں ہو؟"

"نہیں، میں صرف تمہارے دماغ میں ہوں۔"

میں نے شیخ صاحب کے پاس آ کر کہا: "ابھی میں نے جس ڈمی کی آواز سنی تھی، اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ لیکن اصل شیبا کے دماغ میں نہیں پہنچ سکا تھا۔"

انھوں نے کہا: "ان ڈمی کے پاس جانے کے بعد ان سے ہرگز یہ نہ کہنا کہ وہ ڈمی ہیں۔ وہ خود کو اصلی سمجھ رہی ہیں۔"

پھر انھوں نے دوسری ڈمی شیبا سے کہا: "تم اپنی آواز اور لب و لہجہ سناؤ۔"

اُس دوسری نے بھی مجھے مخاطب کیا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ تجربہ بھی شیخ صاحب سے بیان کیا کہ میں تیسری کے دماغ میں تھا اور باقی دو کے دماغ سے خارج رہا۔ انھوں نے کہا: "اس تجربے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان تینوں میں وہ ناقابلِ فہم بنیادی فرق ہے جو بظاہر انسان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ البتہ جو سائیکٹرانجینیئر ہوتے ہیں، شاید وہ سمجھ پاتے ہوں گے۔ شیبا اور تم خیال خوانی کرتے ہو۔ تم دونوں بھی اس فرق کو سمجھ نہیں سکتے۔ البتہ تمہارا دماغ غیر شعوری طور پر سب کچھ سمجھتا ہے اور اس فہم و ادراک کی بنیاد پر پرواز کرتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچتا ہے جس کی وہ تازہ ترین آواز اور تازہ ترین لب و لہجہ سنتا ہے۔"

میں نے کہا: "ہاں، میں نے باری باری ایک ایک شیبا کی آواز سنی اور جس کی آواز سنی اسی کے دماغ میں پہنچا۔ حالانکہ تینوں آوازیں ایک جیسی تھیں مگر پہنچنے میں فرق اور فاصلہ پیدا ہو گیا۔"

شیخ صاحب نے کہا: "اب تم نے تینوں کی آوازیں سنی ہیں اور یہ تینوں آوازیں سنے ہوئے چند منٹ گزر گئے۔ اب کسی کی بھی آواز سنے بغیر تم خیال خوانی کی پرواز کرو اور دیکھو کہ کس کے پاس پہنچتے ہو؟"

میں نے خیال خوانی کی اور اصل شیبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ کیوں کہ میں ایک عرصے سے اس کی آواز اور اس کے لب و لہجے کا عادی ہو چکا تھا۔ اس میں اور دو ڈمی میں کیا فرق ہے، یہ میں نہیں جانتا تھا مگر میرا دماغ سمجھتا تھا۔ اس لیے مجھے شعوری طور پر سمجھائے بغیر اسی کے پاس پہنچا دیتا تھا۔ میں نے شیخ صاحب سے کہا: "میں پرواز کرتا ہوں تو اصل شیبا کے پاس پہنچتا ہوں۔"

انھوں نے کہا: "میرا خیال درست نکلا۔ تم جب بھی خیال خوانی کی پرواز کرو گے تو اصل شیبا کے پاس ہی پہنچو گے۔ دوسری دو ڈمی شیبا کے پاس پہنچنے کے لیے اُن کی آوازوں کا ٹیپ تمھیں سنانا ہو گا۔ کیوں کہ ان آوازوں میں جو فرق ہے انھیں تم ہمیشہ یاد نہیں رکھ سکو گے۔ ٹیپ کے ذریعے جب بھی سنو گے، ان دونوں کے پاس پہنچ جایا کرو گے۔"

انسان کے جسم میں سر سے پاؤں تک جو بھی قدرتی نظام ہے اس میں دماغی نظام اہمیت ہی پیچیدہ ہے۔ اسے ڈاکٹر اور سائنس دان سمجھتے جاتے ہیں۔ اُلجھنوں کو سلجھاتے جاتے ہیں مگر ہر نیا تجربہ یہ ثابت کرتا ہے کہ پھر کوئی نئی اُلجھن پیدا ہوتی ہے اور انسان ازل سے اِن اُلجھنوں کو سلجھاتا آیا ہے۔ دماغ بہت گہرا ہے۔ سمندر سے بھی زیادہ گہرا۔ ہمارے خیالات اور ہماری پہنچ سے بھی زیادہ گہرا۔ ہم سب اسے سمجھتے سمجھتے دنیا سے اُٹھتے جاتے ہیں۔

شیخ صاحب نے ان تینوں شیبا سے سوال کیا: "تم میں اصلی کون ہے؟"

اصلی نے کہا: "میں ہوں۔"

ایک ڈمی نے کہا: "نہیں، میں اصلی ہوں۔"

دوسری نے اس کی تردید کی: "نہیں، اصل میں ہوں۔"

شیخ صاحب نے کہا: "تم تینوں یہاں سے جا سکتی ہو، میں تنہائی میں بتاؤں گا کہ تم تینوں میں سے اصلی کون ہے۔"

وہ تینوں تین دروازوں سے رخصت ہو گئیں۔ جب دروازے بند ہو گئے تو اصلی شیبا دروازہ کھول کر ہمارے پاس

آ گئی۔ شیخ صاحب کا منصوبہ یہ تھا کہ ان دونوں ڈمی کو ہرگز یہ علم نہ ہو کہ وہ اصلی نہیں ہیں۔ تنویمی عمل کے ذریعے ان دونوں ڈمی شیبا کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی گئی تھی کہ وہ اصلی ہیں۔

میں نے کہا: "جناب شیخ صاحب، آپ یہ چاہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ڈمی شیبا دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اسے اصلی سمجھتے رہیں۔ ربی اسفندیار جیسے تنویمی عمل جاننے والے بھی ان پر عمل کریں تو اصلیت نہ معلوم کر سکیں کیوں کہ آپ نے پہلے ہی تنویمی عمل کے ذریعے اُن کے دماغ میں یہ بات نقش کرا دی ہے کہ یہ بنیادی طور پر اصلی ہیں۔"

انھوں نے سر ہلا کر کہا: "ہاں، میں نے یہی سوچ کر یہ سب کچھ کیا ہے۔"

"لیکن آپ نے تینوں شیبا کو ایک جگہ کیوں جمع کیا۔ انھیں ایک دوسرے کا سامنا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ فرض کیجیے، ربی اسفندیار کبھی کسی ڈمی شیبا پر تنویمی عمل کرے تو وہ اصلیت نہیں معلوم کر سکیں گے لیکن یہ بات ضرور معلوم کر لیں گے کہ اس شیبا کے سامنے کوئی دوسری شیبا بھی آئی تھی بلکہ دو ڈمی شیبا آئی تھیں۔ یہ بات شبہے میں مبتلا کر سکتی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں تمہارے ذریعے آزمانا چاہتا تھا کہ جب دو تین آوازیں ایک جیسی ہوں، لب و لہجہ بھی ایک جیسا ہو تو خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے تم کہاں پہنچو گے۔ بہرحال میرا یہ تجربہ کامیاب رہا۔ میں نے، تم نے اور شیبا نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ آواز اور لب و لہجہ ایک جیسا ہونے کے باوجود ناقابلِ فہم ہوتا ہے اور ہم شعوری طور پر ان کے فرق کو سمجھ نہیں پاتے۔"

"ان دو ڈمی شیبا کے دماغ سے یہ بات مٹانا ہو گی کہ انھوں نے اپنی دو ہم شکل کو دیکھا ہے۔"

"ہاں، یہ دو ڈمی ایک بار اور تنویمی عمل کے مرحلے سے گزریں گی۔ اس کے بعد یہ بھول جائیں گی کہ انھوں نے کسی ڈمی شیبا کو دیکھا تھا۔"

انھوں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: "فرہاد، تم نیویارک میں پھنسے ہوئے ہو اور شیبا انھیں بار بار روپی کے پاس جانا پڑتا ہے۔ اس کے باوجود میں تم دونوں سے کہوں گا کہ ربی اسفندیار، ہرذل مامون اور مرچنٹ مامون کے دماغوں میں جاتے رہو۔ اُن کے ذریعے دوسرے متعلقہ افراد کے دماغ کو بھی ٹٹولنے کی کوشش کرتے رہو۔ دیکھو، وہ کیا پلاننگ کرتے رہتے ہیں اور اپنی پلاننگ میں کیسی تبدیلیاں کرتے جا رہے ہیں۔"

وہ کہتے ہوئے اُس کمرے کے دروازے تک گئے، پھر وہاں سے پلٹ کر شیبا کو دیکھا۔ پھر کہا: "تم بہت جلد اس لوار سے سے باہر جا رہی ہو۔"

انھوں نے کہتے کہتے مسکرا کر شیبا کو دیکھا۔ پھر آہستگی سے کہا: "فرہاد کے پاس۔"

یہ کہتے ہی وہ دروازے سے باہر چلے گئے۔ میں نے اُن کے ذریعے صرف اتنا ہی دیکھا کہ میرا نام سنتے ہی اس نے اپنا ہاتھ دل کی دھڑکنوں پر رکھ لیا تھا۔ میں نے اُس کے دماغ پر دستک دی، پوچھا: "کیا میں آؤں؟"

اس نے جلدی سے انکار میں سر ہلایا۔ جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر یہ کہتے ہوئے اس کمرے سے نکلتی چلی گئی۔ "نہیں پلیز، ابھی نہیں۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آ گیا۔ پلاسٹک سرجری سے میک اَپ کرنے والا میرے چہرے پر مصروفِ عمل تھا۔ یہ عمل اب ختم ہونے کو تھا۔ میرے سامنے کرسی پر مائیکل گارسن بیٹھا ہوا تھا اور میں اس کے پیچھے والے آئینے میں خود کو دیکھ رہا تھا۔ تقریباً میں خود مائیکل بن چکا تھا۔ کبھی آئینے میں خود کو دیکھتا تھا، کبھی مائیکل گارسن کو دیکھ کر فرق محسوس کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ یقیناً ہم دونوں کے درمیان فرق ہو گا لیکن وہ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

میں نے سرجری کرنے والے سے پوچھا: "اور کتنی دیر لگے گی؟"

"صرف پندرہ منٹ۔"

میں پندرہ منٹ کے لیے شیبا کے ماموں ہرذل مامون کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر تک اس کے چور خیالات پڑھتا رہا۔ کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی۔ صرف اتنا پتا چلا کہ شیبا کو اس ادارے سے نکال لانے کے لیے بہت زبردست پلاننگ کی جا رہی ہے۔ وہ پلاننگ کرنے والے اسرائیل کی ایک نہایت ہی خفیہ تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا تعلق اسرائیلی فوج سے نہیں تھا، ورنہ ہرذل مامون ہائی کمان کا ایک افسر ہونے کے ناتے ان کے متعلق ضرور کچھ واقفیت رکھتا۔ اسے صرف اتنا معلوم تھا کہ بہت جلد شیبا اسرائیل پہنچائی جانے والی ہے۔

یہ ان کی خوش فہمی ہو سکتی تھی اور یہ ہماری بھی خوش فہمی ہو سکتی تھی کہ شیبا کو وہ ہم سے چھین کر نہیں لے جا سکتے۔ آئندہ حالات کیسی کروٹ لینے والے تھے۔ اتنا اندازہ تھا کہ وہ شیبا جیسی ٹیلی پیتھی کی قوت کو حاصل کرنے کے لیے اپنا آخری سرمایہ، اپنی آخری ذہانت، اپنی آخری قوت اور اپنے خون کا آخری قطرہ بھی دے دیں گے مگر اس کے حصول سے باز نہیں آئیں گے۔

میرا میک اَپ مکمل ہو چکا تھا۔ میں نے اپنی جگہ سے

اُٹھ کر آئینے پر نظر ڈالی۔ میرے سامنے مائیکل بھی اُٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس طرح کہ اس کی پشت آئینے کی طرف تھی، اور رُخ میری طرف تھا تاکہ میں اسے اور خود کو آئینے میں دیکھ سکوں اُف دونوں کا موازنہ کر سکوں اور کوئی خامی نکال سکوں مگر ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میک اَپ کرنے والے نے بڑی مہارت سے مجھے دیکھتے ہی دیکھتے مائیکل گارسن بنا دیا تھا۔

میں نے کہا۔ "مائیکل! تم نے ہم پر اعتماد کیا ہے۔ میں تمہارے اعتماد کا بھرم رکھوں گا۔ میرے آدمیوں نے تمہیں یقین دلایا ہے، ہم کوئی ایسی مجرمانہ حرکت نہیں کریں گے جس سے تم پر کوئی حرف آئے۔"

وہ خاموش رہ کر میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے کہا "مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ تمہیں کچھ عرصے تک بالکل پابند رہنا ہوگا۔ کسی ایک جگہ میں تمہیں نظر بند کیا جائے گا تاکہ نہ تم کسی کو دیکھ سکو، نہ کوئی تمہیں دیکھ سکے۔ نہ تم کسی سے بول سکو، نہ تم سے کوئی بات کر سکے۔ یہ صرف کچھ دنوں کی بات ہے۔ اس کے بعد تم آزاد ہو جاؤ گے پھر ایسی شاندار زندگی گزارو گے جس کی تم توقع بھی نہیں کر سکتے۔ تمہیں کافی معاوضہ دیا جائے گا اور باقی ساری زندگی عیش و عشرت میں گزارو گے۔"

میں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ چکر کیا ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔ اس گھر کے لوگ مجھے مائیکل گارسن کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اگرچہ تم نے میرا چہرہ اختیار کر لیا ہے لیکن چہرہ بدل جانے سے انسان تو نہیں بدل سکتا۔ اس کی فطری عادتیں نہیں بدل سکتیں۔ پھر تم کیسے جانتے ہو کہ لیو چن، اس کے والدین، اس کے بھائی بہن تمہیں کس انداز میں مخاطب کرتے ہیں، کس طرح تمہارے ساتھ سلوک کریں گے اور تم کس انداز میں ان سے گفتگو کر سکو گے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ ساری باتیں مجھ پر چھوڑ دو۔ تم چند دنوں کے لیے پابند ہو جاؤ۔ میں اپنا کام نکال لوں گا۔ پھر وہاں سے چلا جاؤں گا۔"

اس نے مجھے کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہوں، سمجھ گیا۔ تمہاری نیت لیو چن پر آ گئی ہے۔ اسی لیے میری جگہ لینا چاہتے ہو۔"

"بے وقوف مت بنو، میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ لیو چن تم سے محبت نہیں کرتی صرف ہمدردی کرتی ہے۔ محبت اور ہمدردی میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ میں تمہیں ایک پتے کی بات بتاتا ہوں۔ محبت بھی اکثر دولت سے کی جاتی ہے۔ اگر تمہارے پاس بے انتہا دولت ہو تو کیا لیو چن تمہیں نظر انداز کر سکے گی؟"

"کبھی نہیں۔ اگر میں دولت مند بن جاؤں تو وہ مجھ سے محبت کرے گی۔"

"پھر اس دن کا انتظار کرو جب تم دولت کو اس کے قدموں میں ڈال دو اور وہ تمہارے قدموں میں آ جائے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں کی تنہائی میں ریڈ پاور کے باس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے ایک لاکھ ڈالر کی ضرورت ہے اور یہ رقم مجھے فوراً چاہیے۔"

باس نے کہا۔ "تمہیں یہ رقم ملنے میں صرف اتنی ہی دیر لگے گی جتنی دیر ہمیں اپنے کسی خاص آدمی سے رابطہ قائم کرنے میں لگتی ہے یعنی صرف پانچ منٹ۔ اپنی گھڑی دیکھو، تم پانچ منٹ کے بعد یہاں سے نکلو گے تو تمہارے پاس وہ رقم موجود ہوگی۔"

میں جانتا تھا ایسا ہی ہوگا۔ جب میں عمارت سے باہر نکلا تو دروازے کے سامنے ہی ایک شخص سیاہ رنگ کا بریف کیس لیے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے بریف کیس میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ کی مطلوبہ رقم اس میں موجود ہے۔ احاطے کے باہر ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی ہے اس سلسلے میں آپ باس سے کوئی گفتگو کرنا چاہیں تو وہ آپ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں یا آپ ان سے کسی طرح رابطہ قائم کر لیجیے۔"

یہ ایک اشارہ تھا کہ ریڈ پاور کے باس کے سوا کوئی مجھے اس نئے روپ میں فرہاد کی حیثیت سے نہیں پہچانتا ہے، ورنہ وہ شخص مجھے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کے لیے کہتا۔ میں ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ جب گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی تو میں نے ڈرائیور سے کہا۔ "اس علاقے کا چکر لگاتے رہو۔ میں گھومنا پھرنا چاہتا ہوں۔ ذرا تفریح کا موڈ ہے کچھ شاپنگ بھی کروں گا۔"

میں نے سوچا ڈرائیور جہاں سے گزرے گا، میں اس کے دماغ سے وہاں کے متعلق چشم دید معلومات حاصل کرتا جاؤں گا۔ اس مقصد کے لیے دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری تھا لیکن یہ بھی لازمی تھا کہ میں ہر لمحہ لوپی کی خیریت معلوم کرتا رہوں کیونکہ وہ تھوڑی دیر بعد مسٹر لو کو سے ملنے والی تھی۔

میں نے ایک ذرا دیر کے لیے خیال خوانی کی۔ واٹسورو کی کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کرنا چاہا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ پتا چلا، ذرا دیر پہلے مسٹر لو کو نے واٹسورو کی سے پوچھا تھا۔ "کیا فرہاد خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کر رہا ہے۔"

واٹسورو کی نے انکار کیا تو اس نے غصّے سے کہا۔ "تم جھوٹ بولتے ہو، وہ تم لوگوں سے برابر رابطہ قائم کرتا ہے۔ تم انکار کرو

چاہے اقرار لیکن میری یہ وارننگ پہنچا دو کہ وہ نیویارک میں روپوش رہ کر کہیں جا نہیں سکے گا۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں وہ مین ہٹن میں ہے اور ہم نے مین ہٹن کی ناکہ بندی کر دی ہے۔"

واٹسورو کی نے پوچھا۔ "جب تمہیں اتنا اعتماد ہے کہ وہ روپوش ہونے کے بعد بھی فرار نہیں ہو سکے گا تو اُسے وارننگ کیوں دے رہے ہو؟"

"میں تمہارے ذریعے اسے نیک مشورہ دینا چاہتا ہوں، وہ اپنا اور ہمارا وقت ضائع نہ کرے۔ سیدھی طرح ہمارے پاس چلا آئے۔ بڑی مدت کے بعد سونیا اور فرہاد ایک جگہ پائے گئے ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ مین ہٹن کے مختلف علاقوں میں چھپتے پھریں گے۔ لیکن وہ جیسا بھی میک اَپ کر لیں، ہم انھیں بہرحال دریافت کر لیں گے۔ اس کے لیے چاہے دولت پانی کی طرح بہا دینا پڑے، چاہے ہمارے ہزاروں آدمی مارے جائیں، چاہے ہمیں بڑے سے بڑا نقصان اُٹھانا پڑے، اس بار ہم انھیں نکلنے ہی نہیں دیں گے۔"

میں دماغی طور پر ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہو گیا۔ اب میں خیال خوانی نہیں کرنا چاہتا تھا جو ہونے والا تھا، وہ مجھے معلوم تھا۔ ابھی ہمیں کتنے ہی دشمنوں کے درمیان سے گزرنا تھا اور یہ دیکھنا تھا کہ وہ ہمیں دیکھ کر پہچانتے ہیں یا نہیں۔ میں ہم کا صیغہ اس لیے استعمال کر رہا ہوں کہ سونیا بھی چھپتی پھر رہی ہوگی۔ کہاں ہوگی، کس حال میں ہوگی، کیا کر رہی ہوگی، یہ خدا ہی جانتا ہے۔ اس نے تو مجھ پر خیال خوانی کی سخت پابندی عائد کر دی تھی۔

میں لیو چن اور اس کے گھر والوں کے دل جیتنا چاہتا تھا۔ آبدوز ٹرین میں سفر کرنے کے دوران اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ لیو چن کو مائیکل گارسن سے ہمدردی ہے لیکن اس کے والدین اسے کرائے دار کی حیثیت سے رکھنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ برابر کرایہ ادا نہیں کرتا تھا۔ اس کی مالی حالت بہت ہی خراب تھی۔ وہ اسے گھر سے نکل جانے کا نوٹس دینے ہی والے تھے۔ میں ٹیکسی میں سفر کرنے کے دوران کہیں کہیں رُک جاتا تھا، ان لوگوں کے لیے کچھ چیزیں خریدنا چاہتا تھا۔ جب میں لیو چن کے مکان کے سامنے پہنچا تو ٹیکسی کی ڈکی سامان سے بھر گئی تھی۔ پچھلی سیٹ اور اگلی سیٹ پر بھی سامان بھرا ہوا تھا۔

چائنا ٹاؤن کے مکانات فٹ پاتھ سے لگے ہوتے ہیں۔ تمام مکانات ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوتے ہیں۔ نیچے دکانیں ہوتی ہیں، اوپر رہائش کے لیے کمرے ہوتے ہیں اور یہ کمرے کرائے دار کو بھی دیے جاتے ہیں۔ جب میری ٹیکسی دکان کے سامنے رکی تو لیو چن کے باپ نے باہر نکل کر دیکھا۔ اگر کوئی دوسرا موقع ہوتا تو نفرت سے منہ پھیر کر چلا جاتا۔ لیکن ٹیکسی میں سامان بھرا ہوا دیکھ کر اس نے حیرانی کا اظہار کیا۔ میں دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ اس نے قریب آ کر کچھ کہا۔ میں اس کی زبان تو نہ سمجھ سکا مگر اشارے سے سمجھ گیا کہ وہ سامان کے متعلق پوچھ رہا ہے۔ میں نے بھی اشارے سے کہا۔ "یہ صرف آغاز ہی نہیں، ڈکی کے اندر بھی بہت کچھ ہے اور یہ سب کچھ تم لوگوں کے لیے لایا ہوں۔"

اسی وقت لیو چن نے اوپر کے رہائشی حصّے سے جھانک کر ہمیں دیکھا پھر مجھے مخاطب کیا۔ "مائیکل! آج تو ٹیکسی میں آئے ہو۔ شرم نہیں آتی۔ مکان کا کرایہ ادا نہیں کرتے اور ٹیکسی کا کرایہ ادا کرنے کے لیے تمہاری جیب میں پیسے آ جاتے ہیں۔"

لیو چن کے باپ نے چینی زبان میں اپنی بیٹی سے کچھ کہنا شروع کیا۔ میں نے اس کی بیٹی کے ذریعے معلوم کر لیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اری، یہ ڈھیر ساری شاپنگ کر کے آیا ہے اور اشارے سے ہمیں سمجھا رہا ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ جلدی سے نیچے آؤ۔"

میں ان کی باتیں لیو چن کے ذریعے سمجھتا جاتا تھا۔ لیو چن کے بھائی کے لیے بھی میں نے سوٹ وغیرہ کے کپڑے اور اس کے

مزاج کے مطابق چیزیں خریدی تھیں اور وہ حیران ہو کر بول رہا تھا۔
"مسٹر مائیکل! تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں ان چیزوں کا شوق رکھتا ہوں۔"

میں نے کہا: "میں اتنے دنوں سے تمھارے ساتھ رہتا ہوں، کیا تم لوگوں کے مزاج کو تمیں سمجھ سکتا۔"

میں نے لیو چن کے لیے بہت ہی قیمتی ملبوسات خریدے تھے اور اس کے ساتھ بہت ہی قیمتی زیورات بھی تھے۔ وہ ایک ایک چیز کو اٹھا کر دیکھتی تھی۔ اس کے لیبل کو دیکھتی تھی اور حیرانی سے پوچھتی تھی۔ "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ لباس میرے ناپ کا ہے۔ یہ سینڈلیں میرے پاؤں میں ٹھیک آئیں گی اور یہ زیورات مجھے پسند آئیں گے۔"

میں نے اس کے قریب جھک کر سرگوشی میں کہا: "یہ بات میں تنہائی میں بتا سکتا ہوں۔ سب کے سامنے مناسب نہیں ہے۔"

اس نے مجھے شوخ نظروں سے دیکھا۔ شاید پہلی بار مائیکل کو اس طرح دیکھ رہی تھی۔ عورت اور چاہتی کیا ہے۔ کوئی اس کے لیے قیمتی ملبوسات، قیمتی زیورات خریدنے والا ہو تو اس کی نظریں، اس کے تیور اور اس کا مزاج سب کچھ بدل جاتا ہے۔ وہ جو اوپر سے سخت پتھر بن کر رہتی ہے، دیکھتے ہی دیکھتے موم ہو جاتی ہے۔ اس کے باپ نے پوچھا: "آخر اتنی رقم تمھارے پاس کہاں سے آئی؟"

لیو چن نے باپ کی ترجمانی کی۔ میں نے اس سے کہا: "یہ ایسی بات ہے جسے میں کسی ایسے رازدار کو بتا سکتا ہوں جس پر میں مکمل اعتماد کر سکوں۔"

اس نے میرے بازو کو تھام کر شوخی سے پوچھا: "کیا مجھ پر اعتماد نہیں کرو گے؟"

"ہاں۔ تمھیں بتا سکتا ہوں۔ وعدہ کرو تم کسی اور کو یہ راز نہیں بتاؤ گی؟"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔"

میں نے بریف کیس اٹھا کر کہا: "میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں، وہاں آؤ سب کچھ بتا دوں گا۔"

میرا کمرہ سب سے الگ تھا۔ جو دروازہ لیو چن فیملی کے کمرے کی طرف کھلتا تھا اسے ہمیشہ کے لیے مقفل کر دیا گیا تھا لیکن اب حالات بدل گئے تھے۔ وہ خود چابی لے کر میرے ساتھ آئی۔ پھر اس نے دروازے کو کھول دیا۔ وہ درمیانی دروازہ یوں کھل گیا جیسے ہمارے درمیان سے تمام پردے اٹھ گئے ہوں۔ آپس میں کوئی اجنبیت نہ رہی ہو اور انھوں نے مجھے اپنی فیملی کا ایک ممبر تسلیم کر لیا ہو۔

میں نے کمرے میں آ کر دروازے کو بند کر دیا۔ وہاں ایک میلا سا بستر تھا، کتابیں جا بجا بکھری ہوئی تھیں۔ ایک پرانی سی میز کے پاس ٹوٹی ہوئی کرسی تھی۔ میں نے بریف کیس کو میلے بستر پر رکھا اور وہاں بیٹھ گیا۔ لیو چن میرے پاس آ گئی۔ میں نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "کوئی ہماری باتیں سن سکتا ہے۔"

وہ میرے پاس سے اٹھ گئی۔ آہستہ آہستہ دروازے کے پاس گئی۔ پھر اچانک دروازے کو کھول دیا۔ اس فیملی کے تمام ممبر دروازے کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ایک دم سے چونک کر پیچھے ہٹ گئے۔ لیو چن نے اپنی زبان میں کہا: "یہ کیا حرکت ہے۔ کوئی مجھ سے اپنا راز بیان کرنا چاہتا ہے اور تم لوگ چاہتے ہو وہ مجھ پر بھی اعتماد نہ کرے۔ یہ نہایت ہی نامناسب بات ہے۔ میں تم سب سے کہتی ہوں اس دروازے کے قریب کوئی نہ آئے۔"

وہ وہاں سے ہٹ گئے۔ لیو چن نے دروازے کو بند کیا۔ اس کی چٹخنی چڑھائی۔ پھر میرے پاس آ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "تم آہستہ آہستہ بولو۔ وہاں تک آواز نہیں جائے گی۔"

"میں آہستہ بولوں گا مگر تم اچانک خوشی سے چیخ پڑو گی تو کیا ہو گا۔"

"مجھے اپنے آپ پر اختیار ہے تم حقیقت بتاؤ۔"

میں نے بریف کیس کو اٹھا کر اس کی گود میں رکھا۔ پھر کہا "اسے کھولو۔"

اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر اسے کھولا۔ وہ بریف کیس اب بھی نوٹوں سے بھرا ہوا لگ رہا تھا، حالانکہ میں نے اس میں سے کچھ رقم خرچ کی تھی۔ اس نے کبھی خواب میں اتنی دولت نہیں دیکھی تھی۔ وہ دولت دیکھتے ہی حیرت سے چیخنا چاہتی تھی۔ میں نے منہ پر ہاتھ رکھ کر آہستگی سے کہا: "دیکھا میں نہ کہتا تھا تم حیرت سے چیخ پڑو گی۔"

اس نے منہ سے کچھ نہیں کہا، نوٹوں سے بھرے ہوئے بریف کیس کو چھوڑ دیا۔ مجھے پکڑ لیا۔ کیونکہ عورت بڑا راستہ آمدنی کو نہیں پکڑتی، صرف آمدنی کے ذریعے کو ہاتھ میں رکھتی ہے۔ اس طرح سب کچھ اس کے ہاتھ میں رہتا ہے۔

اس نے ایک ہاتھ میرے شانے پر رکھا۔ دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کو میرے بالوں میں الجھاتے ہوئے کہا: "یہ تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے ہمارے لیے دنیا جہاں کا سامان خرید لیا، اپنے لیے کوئی بھی چیز نہیں خریدی؟"

میں نے مائیکل کے جھانکنا انداز میں کہا: "میں تو ایسے ہی ٹھیک ہوں۔"

"کیا خاک ٹھیک ہو۔ اگر اپنے لیے ایک جوڑا ہی خرید لیتے تو کیا تمھاری دولت میں کمی ہو جاتی۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل میں سوچتا ہوں کیا پہنوں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کس کے لیے پہنوں؟ اتنی بڑی دنیا میں ایسا کوئی نہیں ہے جو میرے لیے کوئی چیز پسند کرے۔ میرے لیے کچھ خریدے۔ آدمی جب تک کسی کی آنکھوں میں نہیں سجتا اس وقت تک خود کو سجانا نہیں چاہتا۔"

اس نے میرے سینے پر سر رکھتے ہوئے کہا: "شاید تم یقین نہ کرو، شاید یہ سوچو کہ میں دولت دیکھ کر تمھارے قریب آئی ہوں لیکن میرا دل ہمیشہ تمھارے لیے دھڑکتا رہا۔ میں نے کبھی زبان سے نہیں کہا مگر دل ہی دل میں تم سے محبت کرتی رہی۔"

وہ سراسر جھوٹ بول رہی تھی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے من اور مزاج کو سمجھتا ہوں۔ وہ یقیناً مائیکل کو چاہتی تھی مگر اس سے ہمدردی کرتی تھی۔ محبت نہ تو کبھی کی اور نہ ہی کر سکتی تھی اس دولت نے اسے محبت کرنا سکھا دیا تھا۔

میں اسے یا کسی عورت کو الزام دینا نہیں چاہتا۔ دراصل ہم نے عورت کو اتنا مجبور اور محتاج بنا کر رکھا ہے کہ وہ اسی طرف جھکتی ہے جہاں اس کی ہر خواہش، ہر ضرورت پوری ہوتی ہے۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی: "چلو اٹھو، میں تمھارے لیے چیزیں پسند کروں گی۔ تمھارے لیے بہت کچھ خریدوں گی۔ تمھیں سجاؤں گی۔ اس لیے کہ تم میری آنکھوں میں سج رہے ہو۔"

میں نے اسے اپنی طرف کھینچا، وہ میرے پاس آ کر بستر پر گر پڑی۔ میں نے کہا: "کیا یہ نہیں پوچھو گی کہ اتنی دولت کہاں سے آئی۔"

وہ انگڑائی لیتے ہوئے بولی: "پھل دینے والے درخت کے سائے میں بیٹھ کر یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ پھل درخت میں کیسے آتے ہیں۔ یہ تو باغ جانے۔ باغ کا مالی جانے۔ میں کچھ جاننا نہیں چاہتی۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میرا یعنی مائیکل کا وہ بستر بہت ہی میلا سا تھا۔ اس پر وہ صاف ستھری دوشیزہ ایسی لگ رہی تھی، جیسے کیچڑ میں کنول کھل رہا ہو۔ اس کی ہنسی غضب کی تھی جس کے کانوں تک پہنچتی تھی اسے شکار کر لیتی تھی۔ میرا خیال ہے میں انڈر گراؤنڈ سے ہی اس کی ہنسی کا شکار ہو چکا تھا۔

میں نے پوچھا: "تمھارے ماں باپ اس دولت کے متعلق پوچھیں گے، میں کیا جواب دوں؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، سوچنے لگی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "اس دولت کا علم کسی کو نہیں ہونا چاہیے میرے ماں باپ، میرے گھر والے سب لالچی ہیں۔ میرا بس چلے تو میں اس دولت کو اور مائیکل کو دنیا والوں سے چھپا کر رکھوں، کسی کی نظر نہ لگنے دوں۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا: "کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ چونک کر بولی: "میں چاہتی ہوں، تم اس دولت کے متعلق کسی کو نہ بتاؤ۔ میرے ماں باپ سے کہہ دو، وہ آم کھائیں، پیڑ گننے کی کوشش نہ کریں۔ پھر انھیں یہ دکھانے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ بریف کیس میں کتنی رقم ہے۔ ہم اسے اس کمرے میں چھپا کر رکھیں گے۔"

میں نے کہا: "نہ میرے پاس الماری ہے، نہ تجوری۔ اس کمرے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جہاں اسے چھپا کر رکھ سکیں۔"

"ہم اسے چھپانے کے متعلق بعد میں فیصلہ کر لیں گے۔ پہلے تم میرے ساتھ باہر نکلو، میں تمھارے لیے ضروری چیزیں خریدوں گی۔"

میں چاہتا تھا، وہ تھوڑی دیر کے لیے چلی جائے۔ میں نے کہا: "اچھی بات ہے۔ تم جا کر تیار ہو جاؤ۔ میں نے جو لباس تمھارے لیے خریدے ہیں ان میں سے کوئی اچھا سا لباس پہن لو، پھر ہم چلیں گے۔"

وہ خوش ہو کر اٹھی۔ دروازے کے پاس گئی پھر رک گئی۔ واپس آ کر آہستگی سے بولی: "اس بریف کیس کو پلنگ کے نیچے رکھ دو۔ میرے گھر والوں کی نظریں بار بار اس پر پڑیں گی۔ انھیں شبہ ہو گا کہ مال اسی میں ہے۔"

میں نے اس کے اطمینان کے لیے بریف کیس کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ وہ چلی گئی۔ میں نے دروازے کو بند کیا۔ پھر فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے شیبا کے پاس پہنچ گیا۔۔۔ میں زبان سے جو کہتا ہوں اس پر عمل کرتا ہوں۔ شیبا کی اجازت کے بغیر کبھی اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے اس کے لب و لہجے کو اچھی طرح سوچ سمجھ کر اس میں ذرا سا فرق پیدا کیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں ڈمی شیبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔

میں نے اسے مخاطب نہیں کیا، چپ چاپ اس کے دماغ کی تہہ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کرنے لگا۔ چونکہ اس کے دماغ کو توہینی عمل کے ذریعے پوری طرح تسخیر کر لیا گیا تھا، دوسرے لفظوں میں اس کا برین واش کیا گیا تھا اور جو بات اس کے دماغ میں بٹھا دی گئی تھی، اب وہ اسی کے حوالے سے خود کو پہچان رہی تھی اسی لیے اس کا دماغ بھی کہہ رہا تھا کہ وہ اصلی شیبا ہے، وہ یہودی ہے۔ اس کی ماما کا نام مریا ہے۔ اس کا نانا نام چنتے مامون اسرائیل کا سب سے بڑا سوداگر سمجھا جاتا ہے اور اس کا ماموں ہر فل مامون اسرائیلی ہائی کمان کا ایک اعلیٰ افسر ہے۔ گویا وہ ہر لحاظ سے اپنے آپ کو شیبا ہی سمجھ رہی تھی۔ اس کی اصلیت جو بھی تھی وہ سب مٹ چکی تھی اور کبھی اسے یاد آنے والی نہیں تھی۔

یہ دنیا طرح طرح کے علوم سے بھری پڑی ہے۔ ایسے ایسے علم ہیں کہ انسان حیرت زدہ رہ جائے اور یہی حیرت زدہ

رہنے والا انسان یہ سب علم سیکھتا چلا جاتا ہے۔ تنویمی عمل نے یہ بات اس کے دماغ میں نقش کر دی تھی کہ فرہاد اس کے پاس آتا ہے اور خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرتا ہے اور وہ چپکے چپکے فرہاد سے متاثر ہے اور اسے چاہتی ہے لیکن زبان سے اقرار نہیں کرتی ہے۔

یہ حقیقت خود اصل شیبا جانتی تھی یا میں نے بڑی حد تک اندازہ کیا تھا۔ کبھی چپکے سے اس کے دماغ میں نہیں گیا تھا لیکن یہ بات جناب شیخ الفارس نے بھی سمجھ لی تھی۔ اسی لیے انھوں نے جس تنویمی عمل کرنے والے کو دو عدد ڈمی شیبا کے پاس بھیجا تھا، اسے شیبا کی یہ ڈھکی چھپی کمزوری بھی سمجھا دی تھی اور یہ کمزوری دونوں شیبا کے دماغوں میں نقش کر دی گئی تھی۔

میں نے اُسے مخاطب کیا "بیلو شیبا۔"

وہ ایک دم چونک گئی۔ ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بالکل سیدھی ہو کر اٹھنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "بیٹھی رہو، میں فرہاد ہوں۔"

اس نے ہولے سے مسکرا کر کہا "تمہی ہو سکتے ہو، بھلا اور کون میرے دماغ میں آ سکتا ہے۔ لیکن یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"تمھیں یاد دلانا چاہتی ہوں۔ تم نے کہا تھا، میری اجازت کے بغیر میرے دماغ میں نہیں آؤ گے۔"

میں ذرا حیران ہوا۔ پھر سمجھ گیا۔ اصل شیبا نے یہ بات جناب شیخ الفارس کو بتائی ہوگی اور انھوں نے تنویمی عمل کرنے والے کو بتا دیا ہوگا۔ چنانچہ یہ بات بھی اس کے دماغ میں نقش کر دی گئی تھی، میں نے کہا "مجھے افسوس ہے، میں اپنا وعدہ بھول گیا تھا۔ آئندہ یاد رکھوں گا۔ ابھی جاتا ہوں، پھر اجازت لے کر آؤں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "یہ بھی کوئی بات ہوئی، جب آ ہی گئے ہو تو جانے کی کیا ضرورت ہے۔ آئندہ اجازت حاصل کر لیا کرنا۔"

میں نے پوچھا "کیا تم خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آ سکتی ہو؟"

"ہاں۔ آ سکتی ہوں۔"

یہ میرے لیے شدید حیرانی کی بات تھی۔ بھلا ڈمی شیبا کیسے خیال خوانی کر سکتی تھی۔ ٹیلی پیتھی کا علم کوئی بچوں کا کھیل تو نہیں تھا کہ جس ڈمی کو چاہا، اسے سکھا دیا۔ میری حیرانی کے دوران وہ کرسی پر پہلو مار کر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ میں لیا تھا، آنکھیں بند کی تھیں۔ پھر اپنے ہاتھ کی انگوٹھی کو پکڑ لیا تھا۔ اس انگوٹھی میں ایک ننھا سا بٹن تھا جسے وہ دبا رہی تھی، اور سوچ رہی تھی۔ فرہاد نے اپنے دماغ میں آنے کے لیے کہا ہے، میں خیال خوانی کی پرواز کر رہی ہوں۔ اور اس کے پاس پہنچ رہی ہوں۔"

مجھے پھر حیرانی کا ایک شدید جھٹکا سا لگا کیونکہ شیبا میرے دماغ میں بول رہی تھی۔ میں نے بے یقینی سے پوچھا "یہ کیسے ممکن ہے تم ڈمی شیبا ہو کر تم خیال خوانی نہیں کر سکتیں۔"

مجھے شیبا کی ہنسی سنائی دی، پھر اس نے کہا "فرہاد میں اصلی شیبا ہوں۔ ابھی تم جس کے دماغ میں تھے وہ ڈمی تھی، تم نے اسے خیال خوانی کی دعوت دی۔ تنویمی عمل کے مطابق اس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس انگوٹھی کو تھام لیا اور اس کے بٹن کو دبایا، وہ ایک انڈیکیٹر ہے۔ ویسی ہی ایک انگوٹھی میری انگلی میں ہے۔ اس کے ذریعے مجھے اشارہ موصول ہوتا ہے اور میں فوراً اس کے دماغ میں چلی جاتی ہوں۔ یہ انڈیکیٹر مجھے یہ بھی بتاتا ہے کہ مجھے ڈمی نمبر ایک کے دماغ میں جانا چاہیے یا ڈمی نمبر دو کے دماغ میں۔"

میں نے کہا "یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ تم نے خیال خوانی کی میرے پاس پہنچ گئیں۔ لیکن ڈمی شیبا تو اپنی جگہ موجود ہے۔"

وہ بولی "ہاں، جب تک وہ اس انگوٹھی کو تھامے رہے گی، اس پر تنویمی بے خودی طاری رہے گی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر بتا دوں گی کہ وہ اب تک فرہاد کے دماغ میں تھی اور اسے اپنی خیال خوانی کا ثبوت فراہم کر رہی تھی۔ اچھا میں جاتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں پھر ڈمی شیبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مگر ایک بار پھر الجھ کر رہ گیا کیونکہ وہ ڈمی آئینے کے سامنے بیٹھی اپنے لبوں پر لپ اسٹک کی سرخی جما رہی تھی۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا، جس ڈمی کو میں چھوڑ کر آیا تھا، وہ کرسی پر بیٹھی ملی۔ آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی اور اس کے ہاتھ کی ایک انگلی دوسرے ہاتھ کی انگوٹھی پر تھی۔ اس وقت یقیناً اصلی شیبا اسے بتا رہی ہوگی کہ فرہاد سے کب گفتگو ہوئی تھی اور جب وہ تنویمی بے خودی سے نکلے گی تو کسی بھی سوال کرنے والے سے کہہ سکے گی کہ اس نے خیال خوانی کے ذریعے فرہاد سے کس قسم کی گفتگو کی تھی۔

مگر یہاں معاملہ کچھ اور تھا۔ میں ڈمی نمبر ایک کے بجائے ڈمی نمبر دو کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ کیسے پہنچ گیا تھا، یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ شیبا کی آواز اور اس کے لب و لہجے میں ذرا سا بھی فرق پیدا ہوتا تھا تو میں کسی نہ کسی ڈمی کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ میں نے دو تین بار خیال خوانی کی پرواز کی۔ ایک بار اصل شیبا کے پاس پہنچ گیا۔ جب اس کی سوچ پڑھ کر یقین ہوا کہ میں اصلی شیبا کے پاس ہوں تو میں نے معذرت چاہتے ہوئے کہا "شیبا میں بھٹکا ہوا بغیر اجازت تمہارے دماغ میں آ گیا۔ بڑی الجھن میں ہوں۔ مجھ میں نہیں آ رہا تمہارے لب و لہجے کو کس طرح اپنی گرفت میں رکھوں ذرا بھی فرق پیدا ہوتا ہے تو میں تم تینوں میں سے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ جاتا ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا "تمھیں ہنسی آ رہی ہے۔ میں تمھیں ہمیشہ خوش و خرم دیکھنا چاہتا ہوں مگر یہ موقع خوشی کا نہیں۔ مجھے سمجھ دار آخر معاملہ کیا ہے؟"

"یہ معاملہ خود میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ جناب شیخ صاحب نے مجھے دو انگوٹھیاں دیں۔ میں نے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک انگوٹھی پہنی ہوئی ہے۔ ان انگوٹھیوں کے اوپری حصے پر ننھا سا شیشہ ہے، یہ ایک سادے اسکرین کی طرح ہے جب مجھے اشارہ موصول ہوتا ہے اور میں اس انگوٹھی کا بٹن دباتی ہوں تو اس شیشے پر ایک تیر کا نشان نمودار ہوتا ہے۔ وہ تیر ایک سمت بتاتا ہے کہ جس شیبا سے رابطہ قائم کرنا ہے وہ کس سمت میں ہے۔ میں اسی سمت رُخ کر کے خیال خوانی کرتی ہوں تو سیدھی اس کے دماغ میں پہنچ جاتی ہوں۔ جناب شیخ صاحب ایسی ہی دو انگوٹھیاں تمھارے پاس بھیجیں گے جب تم انھیں آپریٹ کرو گے تو جس شیبا کے پاس جانا چاہو گے، اس کے پاس پہنچ جاؤ گے۔"

میں نے کہا "ہاں، مجھے ان دو انگوٹھیوں کی ضرورت پیش آئے گی کیونکہ کسی وقت بھی کسی ڈمی نے اس انگوٹھی کے بٹن کو دبایا تو میں خیال خوانی کا اشارہ کیا اور تم وقت پر نہ پہنچ سکیں تو کم از کم میں ہی پہنچ سکوں گا۔ اس لیے ہم دونوں کے پاس ایسی انگوٹھیاں لازمی ہیں۔"

یہ مسئلہ میرے لیے نہایت پیچیدہ تھا لیکن جناب شیخ صاحب کی ذہانت سے سلجھ گیا تھا۔ واقعی یہ ایک معمولی سی بات تھی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ شمال کی طرف سے جو مقناطیسی لہریں چلتی ہیں ان کے ذریعے قطب نما بھی ہمیں صحیح سمت کی طرف لے جاتا ہے۔ پھر خیال خوانی کی لہریں بھی شمال کی طرف سے آنے والی مقناطیسی لہروں کے زیر اثر رہتی ہیں۔ اس طرح اس انگوٹھی پر نمایاں ہونے والے تیر کا نشان جو قطب نما کے کانٹے کی طرح ہوتا ہے وہ یقیناً اسی شیبا کے پاس پہنچاتا ہے جو ہماری مطلوبہ ہوتی ہے۔

شیبا نے پوچھا "تم پہلے ڈمی شیبا کے پاس کیسے پہنچ گئے تھے؟"

"میں نے تمھارے لب و لہجے میں ذرا سا فرق پیدا کیا تھا اور اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ دوسری بار دوسری شیبا کے پاس پہنچ گیا۔ جب میں زیادہ بھٹکنے لگا تو اصل لب و لہجے کو اختیار کیا اور تمھارے پاس آ گیا تھا۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹنے لگا۔ میں نے لیوچن کی آواز سنی۔ دروازے کے اس پار وہ اپنے والدین سے چینی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ میں نے شیبا سے کہا "میں اپنی جگہ مصروف ہوں۔ تم ذرا پومی کی خبر لو، میں بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

جیسے ہی میں دماغی طور پر حاضر ہوا، کمرے کا دروازہ کھل گیا۔ میرے سامنے وہی لیوچن کھڑی ہوئی تھی مگر پہچانی نہیں جاتی تھی۔ نئے لباس میں، نئے میک اپ میں وہ اس طرح بن سنور کر آئی تھی کہ کچھ سے کچھ ہو گئی تھی۔ اسے دیکھ کر یہ فرق سمجھ میں آیا کہ پہلے وہ گل تھی، اب گلاب ہو گئی تھی۔ پہلے سراپا جوانی تھی۔ اب انگور کا پانی ہو گئی تھی۔

اسے نظر بھر کے دیکھنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے نظریں جھکا لیں، یہی مجھ سے غلطی ہوئی۔ نظریں جھکنے کا مطلب تھا کہ دل ادھر جھک رہا ہے۔ آجکل کی لڑکیاں مردوں کی ان کمزوریوں کو فوراً تاڑ لیتی ہیں۔ میں نے دوسری طرف نظریں پھیر لیں گویا فرار حاصل کر رہا تھا۔ یہ بھی اس کی سمجھ میں آنے والی بات تھی۔ میں نے جلدی سے جھک کر پلنگ کے نیچے سے بریف کیس کو نکال لیا، پھر اُٹھ کر کہا "ہمیں چلنا چاہیے۔"

وہ دروازہ بند کر کے میرے قریب آ گئی تھی، بالکل قریب ہو کر میرے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر بولی "کیسی لگ رہی ہوں؟"

میں نے اس پر ایک نظر ڈالی۔ پھر اس کے سر کو دیکھتے ہوئے کہا "بہت اچھی لگ رہی ہو مگر یہ ہیئر اسٹائل مجھے پسند نہیں ہے۔"

وہ فوراً الگ ہو گئی۔ اپنے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی "تمھیں پسند نہیں ہے تو اسٹائل بدل دوں گی۔"

"میں ایسی چاہتا تھا۔ جتنی دیر ہیئر ڈریسنگ میں لگتی، اتنی دیر میں، میں پومی کی خبر لے سکتا تھا۔ میں بریف کیس اُٹھا کر اس کے ساتھ باہر آ گیا۔ ہم نے ایک ٹیکسی لی پھر ایک بیوٹی پارلر میں پہنچ گئے۔ وہ اپنے ہیئر اسٹائل کو بدلنے کے لیے اندر چلی گئی۔ میں ویٹنگ روم میں آ کر بیٹھ گیا۔ خیال خوانی سے پہلے وہاں کا جائزہ لینا ضروری تھا۔ وہ بہت مصروف بیوٹی پارلر تھا۔ دولت مند عورتیں کسی پارٹی وغیرہ میں جانے سے پہلے اس پارلر سے ہو کر گزرتی تھیں۔ ان کے ساتھ آنے والے مرد میری طرح ویٹنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم سب ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے۔ اس لیے مختلف رسالے اٹھا کر ان کی ورق گردانی کر رہے تھے۔ میں نے بھی ایک رسالہ اٹھا لیا۔ پھر اسے کھول کر خیال خوانی کرتا چاہی۔ اسی وقت لیوچن ایک لیڈی ہیئر ڈریسر کے ساتھ آ گئی۔ ایک البم کھول کر دکھاتے ہوئے بولی "مجھے بتاؤ ان میں سے کون سا ہیئر اسٹائل تمھیں پسند ہے۔"

میں نے چند تصویریں دیکھیں۔ پھر ایک تصویر پر انگلی رکھتے ہوئے کہا "یہ ہیئر اسٹائل مجھے پسند ہے۔"

لیڈی ہیئر ڈریسر نے میری تائید کی۔ لیوچن خوش ہو گئی۔ وہ

البم اٹھا کر اس عورت کے ساتھ چلی گئی۔ اس کے بعد میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پومی کے پاس پہنچ گیا۔ میں دیر سے پہنچا۔ کہتے ہیں دیر ہو جائے تو اندھیر ہو جاتا ہے۔ وہاں پومی اور مسٹر نوکو کی پہلی ملاقات میں یہ اندھیر ہوا کہ پومی اسے دیکھتے ہی اس کی دیوانی ہو گئی۔

جن لوگوں نے مسٹر نوکو کو اپنے روبرو دیکھا تھا انھوں نے بار بار یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ صنفِ نازک کے لیے بے حد کشش رکھتا ہے۔ نہایت ہی خوبرو اور صحت مند نوجوان ہے۔ اس کے چہرے پر مردانگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ جو لڑکی اسے دیکھتی ہے، پہلی نظر میں دل ہار جاتی ہے۔ جب پومی کی نظر اس پر پڑی تو وہ اسے دیکھتی کی دیکھتی ہی رہ گئی۔

مسٹر نوکو نے مسکرا کر کہا۔ "میں جانتا تھا تم ہندی، مستقل مزاج اور قوتِ ارادی رکھنے والی لڑکی ہو۔ اس کے باوجود مجھے دیکھو گی تو مجھ پر سے نظریں نہیں ہٹا سکو گی۔"

پومی نے نظریں ہٹا لیں۔ ایک پھول کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "جب میں ایک خوب صورت پھول کو دیکھتی ہوں تو نظریں نہیں ہٹا سکتی۔ جب کھلے آسمان کے سائے میں خوب صورت پرندے پرواز کرتے ہیں تو میں انھیں بھی دیر تک دیکھتی رہتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جو حسن پیدا کیا ہے اسے دیکھتے رہنے کا حق ہر فرد کو حاصل ہے۔ میرے خدا نے تمھیں بھی بے حد خوبرو کی عطا کی ہے۔ میں اگر تمھیں دیکھ رہی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں خدا کی قدرت کو دیکھ رہی ہوں۔"

"اور تم اس قدرت کو قبول کرنے والی ہو۔"

"بیشک، میں آج تک سوائے فرہاد کے کسی سے متاثر نہیں ہوئی۔ میں حقیقت سے انکار نہیں کروں گی۔ تم فرہاد سے بھی زیادہ خوبرو اور پُرکشش ہو مگر..."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ مسٹر نوکو نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "مگر فرہاد نہیں ہو اور نہ ہی ہو سکتے ہو۔"

"تم مجھے فرہاد سے برتر کبھی نہیں کہو گی اور میں ثابت کروں گا کہ میں اس سے کسی طرح بھی کم تر نہیں ہوں۔"

وہ مسٹر نوکو کے خاص محل میں تھی۔ اس وقت اس محل کے ایک بہت ہی خوب صورت باغیچے سے گزر رہی تھی۔ وہ دونوں ایک ایسے ہال میں پہنچے جہاں کچھ جوان لڑکے اور لڑکیاں جمناسٹک کی مشقیں کر رہے تھے۔ ایک طرف فری اسٹائل کشتی کے لیے اونچا سا اسٹیج بنا ہوا تھا جہاں دو جوان کرتب کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ انھیں تربیت دینے والے کئی استاد نظر آ رہے تھے۔ وہ سب مسٹر نوکو کو دیکھتے ہی رک گئے۔ سب نے اس کی طرف رُخ کر کے

گھٹنے ٹیک دیے۔ سر کو جھکایا، کیونکہ نوکو اس قلعے کا حاکم تھا، ان کا آقا تھا۔

اُس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ہم یہاں آقا اور غلام نہیں ہوتے کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ جب ہم لڑتے ہیں تو ایک دوسرے سے کچھ سیکھنے کے لیے یا سکھانے کے لیے اور جب چیلنج کرتے ہیں تو پھر ایک دوسرے کو مارنے کے لیے اور خود جیتنے کے لیے لڑتے ہیں۔ میں جانتا ہوں، میرے ساتھ پومی کو دیکھ کر تم لوگوں نے میرے سامنے سر جھکایا ہے۔ اب اس لمحے کو بھول جاؤ کہ میں تمھارا آقا ہوں۔ میں تم سب استادوں سے مقابلہ کروں گا۔ پومی دیکھے گی اور اعتراف کرے گی کہ میں کسی سے کم تر نہیں ہوں اور میں اس کا آئیڈیل ہوں۔"

وہ سب اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔ جہاں جہاں اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے، وہاں چلے گئے۔ مسٹر نوکو نے پومی سے ایک جگہ بیٹھنے کے لیے کہا، پھر اپنے آدمیوں کو مخاطب کیا۔ "تم سب نے یہاں کی ایک اسکرین پر پومی کے کمالات دیکھے ہیں۔"

سب نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں، ہم تسلیم کرتے ہیں۔" پومی نے اب تک خود کو ناقابلِ شکست ثابت کیا ہے لیکن آپ نے ہمیں اس کے مقابلے پر جانے کی اجازت نہیں دی۔ ہمارا بھی دعویٰ ہے کہ ہم ناقابلِ شکست ہیں۔"

مسٹر نوکو نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم لوگوں کا یہ دعویٰ ہے تو پہلے مجھے شکست دو۔ پومی اس وقت میرے قلعے میں ہے۔ تم جانتے ہو کہ اس قلعے میں آنے کا ایک راستہ ہے۔ جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ آج تک کوئی یہاں سے زندہ سلامت نہیں جا سکا۔ تم میں سے جو کوئی مجھے زمین پر گرا دے گا اور میری لاش پر سے گزرے گا، وہ پومی کا حقدار ہو گا، چونکہ یہ قلعے سے باہر نہیں جا سکے گی، اس لیے تمھارے قابو میں رہے گی۔"

اس دوران میں وہ اپنا لباس اتار رہا تھا۔ اس کا ایک ملازم اس کے لباس کو اپنے پاس رکھتا جا رہا تھا۔ پھر پومی نے اُسے ایک انڈرویئر اور نیان میں دیکھا۔ اس مختصر سے لباس میں اس کا خوب صورت کسرتی جسم مارزن کی طرح لگ رہا تھا۔ وہاں جو بڑے بڑے استاد نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو ٹریننگ دے رہے تھے، انھیں مخاطب کرتے ہوئے مسٹر نوکو نے کہا۔ "تم سب چاہو تو ایک ساتھ مجھ پر حملہ کر سکتے ہو یا باری باری آ سکتے ہو۔"

وہ ہال کے درمیانی حصے میں آ گیا۔ پھر پومی سے بولا۔ "میں نے تمھارے وڈیو کیسٹ دیکھے ہیں۔ تم مخصوص انداز میں دشمنوں سے مقابلہ کرتی ہو۔ ذرا دیکھو تو سہی کیا یہ وہی انداز ہے؟"

وہاں جو ڈوکراٹے اور فری اسٹائل میں دو مانے ہوئے استاد تھے۔ وہ دونوں مسٹر نوکو کے مقابل آ گئے، پھر انھوں نے پینترا بدلتے ہوئے اس پر حملہ کیا۔ اسی لمحے مسٹر نوکو کے مُنہ سے آواز نکلی: "ہا ہپ، ہپ۔"

پومی نے تعجب سے دیکھا۔ نوکو ٹھیک اسی کے انداز میں "ہا، ہپ... ہپ" کہتا ہوا کبھی ہاتھوں کے بل اور کبھی پاؤں کے بل قلابازی کھاتا ہوا ایک طرف سے دوسری طرف جا رہا تھا اور حملہ کرنے والے ناکام ہوتے جا رہے تھے۔ جو صحیح معنوں میں فائٹر ہوتے ہیں وہ مقابلے کے پہلے راؤنڈ میں ہی سمجھ لیتے ہیں کہ مدِمقابل کتنے پانی میں ہے۔ پومی نے سوچا تھا، جب نوکو مقابلہ کرے گا تو اس کے چند دفاعی اقدامات سے اندازہ کرے گی لیکن اُس نے بڑے ہی دلچسپ انداز میں مقابلہ شروع کیا تھا، چونکہ وہ پومی کا اپنا انداز تھا اس لیے وہ اور دلچسپی سے دیکھتی چلی گئی اور یہ تسلیم کرتی گئی کہ جس طرح وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھ نہیں آتی تھی اسی طرح مسٹر نوکو اس کا انداز اختیار کر کے مقابلہ کرنے والوں کے ہاتھ نہیں آ رہا تھا اور یہ ثابت کر رہا تھا کہ وہ ایک اچھا فائٹر ہی نہیں بلکہ بہت ہی کامیاب نقال بھی ہے جس کے لڑنے کے انداز کو نقل کر لیتا ہے اسی کے انداز میں اپنا بچاؤ بھی کرتا ہے۔

ایک بار پومی فضا میں پرواز کرنے کے دوران دو بار قلابازی کھاتے ہوئے زمین پر آئی تھی۔ یہ کیسٹ میں ریکارڈ ہو چکا تھا۔ مسٹر نوکو نے بالکل اسی کے انداز میں فضا میں پرواز کرتے ہوئے دو بار قلابازی کھائی اور فرش پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ صرف اتنا ہی نہیں پومی نے اب تک جتنے بھی جمناسٹک کے کرتب دکھائے تھے وہ سب انھیں دہراتا جا رہا تھا۔ مقابلہ کرنے والوں کی پٹائی بھی کرتا جاتا تھا۔ اب دو کے بجائے چار مقابلہ کرنے والے ہو گئے تھے لیکن وہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔

صرف پندرہ منٹ کے اندر وہ چاروں استاد اپنے پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل نہ رہے۔ دو ملازم قریب آ کر تولیے سے مسٹر نوکو کے بدن کا پسینہ پونچھنے لگے۔ تیسرا ملازم ایک نیا لباس پہننے کے لیے لے آیا۔ مسٹر نوکو نے وہ لباس پہنتے ہوئے شکست کھانے والے استادوں سے کہا۔ "میں نے اسی لیے تم لوگوں کو پومی سے مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔"

پومی تالی بجاتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ پھر نوکو کے قریب آتے ہوئے بولی۔ "تم نے نقالی میں کمال کر دیا۔ بالکل میرے ہی انداز میں مقابلہ کرتے رہے۔ اگر ہم دونوں اسی انداز سے ٹکرا جائیں تو جیت کس کی ہو گی؟"

نوکو نے مسکرا کر کہا۔ "تم کہو گی تمھاری جیت ہو گی۔ میں کہوں گا میری ہو گی۔ تم دیکھ رہی ہو، میں لباس پہن چکا ہوں۔ تمھیں چیلنج کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔"

"شاید تم مجھے محبت سے جیتنا چاہتے ہو؟"

"تم چیز ہی ایسی ہو۔ میری پوری کوشش یہی ہو گی کہ میرے ان دو ہاتھوں سے تمھیں نقصان نہ پہنچے۔ میں تمھیں نیک مشورہ دیتا ہوں مجھے کبھی ہاتھ اٹھانے پر مجبور نہ کرنا، اگر ذرا بھی عقل سے کام لو گی تو مجھے ایک بہترین دوست بنا سکو گی۔"

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے اس ہال سے جانے لگے۔

پومی نے پوچھا۔ "کیا میں اس قلعے میں تمھاری مہمان ہوں؟"

"بیشک، ایسی مہمان جو سب سے محبوب ہے۔"

"پھر میں بھی تمھیں نیک مشورہ دوں گی۔ اپنے مہمان کی ایک خواہش پوری کر دو اور مجھے زندگی بھر کے لیے دوست بنا لو۔"

"کون سی خواہش؟"

"دی کلر کا سر۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تم اس قلعے کی دیواروں سے سر ٹکراتی رہو گی مگر دی کلر تک نہیں پہنچ سکو گی۔"

"تم چیلنج کر رہے ہو اور چیلنج دوستوں کے درمیان نہیں ہوتا۔"

"تم دوست بن کر گلا کاٹنا چاہتی ہو۔"

"تمھارا نہیں، دی کلر کا۔"

وہ اس ہال سے نکلنے کے بعد قلعے کے ایک ایسے حصے سے گزر رہے تھے جہاں بڑے بڑے کمرے بنے ہوئے تھے مگر ان کمروں کے دروازے لوہے کی سلاخوں سے بنے ہوئے تھے۔ ہر سلاخ کے پیچھے ایک حسین عورت دکھائی دے رہی تھی۔ مسٹر نوکو نے ایک آہنی دروازے کے پاس سے گزرتے ہوئے کہا۔ "اس عورت کو دیکھ رہی ہو۔ آج بھی پہلے دن کی طرح حسین ہے۔ اس پہلے دن کی طرح جب اسے مس یونورس کا ٹائٹل ملا تھا۔ یہ دنیا کی حسین ترین عورت مانی گئی لیکن میرے عشق میں مبتلا ہو گئی۔ میں نے آج تک کسی سے عشق نہیں کیا۔ مجھے یہ بیماری نہیں ہوئی۔ ہاں تمھارے کمالات دیکھنے کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑا کہ میرا دل تمھاری طرف مائل ہو رہا ہے۔ میں نے آج سے پہلے کسی حسین عورت کے اندر اتنی خوبیاں نہیں دیکھی تھیں جتنی تم میں دیکھتا آ رہا ہوں۔"

پومی نے کہا۔ "تم میری تعریف نہ کرو۔ اس کے متعلق بتاؤ، جب یہ دنیا کی حسین ترین عورت ہے تو اسے سلاخوں کے پیچھے

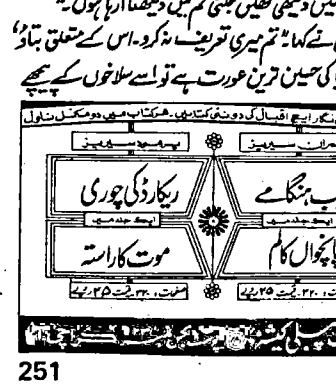

کیوں قید رکھا ہے؟"

اس عورت نے کہا: "میں قیدی نہیں ہوں۔ میں اپنی محبت کا امتحان لے رہی ہوں۔ مسٹر نوکو نے کہا ہے اگر میں دو برس تک اس کی قید میں رہ کر اپنی محبت میں ثابت قدم رہوں گی اور صرف مسٹر نوکو کا مطالبہ کرتی رہوں گی تو یہ مجھے اپنا لے گا۔"

مسٹر نوکو نے کہا: "مس یونورس اپنی محبت کا امتحان دے رہی ہے لہٰذا آگے بڑھو۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے دوسرے کمرے کے دروازے پر رک گئی، وہاں سلاخوں کے پیچھے ایک اور حسین عورت نظر آئی۔ مسٹر نوکو نے کہا: "یہ ہندوستان کی ایک ریاست کی راجکماری ہے میں نے اس سے بھی یہی کہا ہے کہ میں اس سے محبت کروں گا جو میری قید میں مسلسل دو سال تک رہے اور ساری دنیا کو میری خاطر چھوڑ دے۔ لہٰذا یہ بھی میری محبت کا امتحان دے رہی ہے اور آگے بڑھو۔"

یومی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا: "تم نے ایسی کتنی عورتوں کو قید کر رکھا ہے تمہارا مقصد کیا ہے؟"

"کوئی تیلیوں کے پرمیح کرتا ہے۔ کوئی حسین عورتوں کے خطوط جمع کرتا ہے۔ میں حسین عورتوں کو جمع کرتا ہوں۔ یہ قلعہ ایک طرح کا البم ہے جس میں دنیا کی حسین ترین عورتیں میرے عشق میں مبتلا ہو کر قیدیوں جیسی زندگی گزار رہی ہیں۔ میں نے کبھی انھیں ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ میں عورتوں سے دور رہنے کا عادی ہوں۔ میں اتنا مہنگا ہوں کہ شاید کوئی نصیب والی عورت ہی مجھے اپنا سکتی ہے اور شاید وہ نصیب والی عورت اس قلعے میں آگئی ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے معنی خیز انداز میں یومی کو دیکھا۔ یومی نے کہا: "ایک بات ضرور یاد رکھنا۔ عورت اچھے اچھوں کے نصیب سلا دیا کرتی ہے۔"

"یہ تو یاد رکھتا ہوں۔ اسی لیے عورتوں سے دُور رہتا ہوں۔ تم سے بھی دُور رہوں گا مگر جس دن صحیح معنوں میں دوست بن جاؤ گی، تمھیں قریب آنے کا موقع بھی دوں گا۔"

وہ قلعے کے اس حصے میں یومی کے ساتھ گھوم رہا تھا۔ مختلف راہداریوں سے گزرتا جا رہا تھا۔ ہر راہداری میں دو دو تین تین کمرے تھے اور ہر کمرے میں ایک سے ایک حسین عورت نظر آ رہی تھی۔ کمبخت نے دنیا جہاں کی حسین عورتوں کو جمع کرنے کا..... ٹھیکا لے رکھا تھا۔ وہ باتیں کرتے ہوئے ایک ایسے کمرے کے سامنے آئے جس کا کوئی دروازہ نہیں تھا۔ یومی نے پوچھا: "اس کا آہنی دروازہ کیا ہوا؟"

"یہاں ایک ایسی عورت قید ہے جس کے لیے دروازے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ جب چاہے جا سکتی ہے مگر نہیں جاتی۔ اس کمرے میں کہیں دیوار سے لگی بیٹھی ہوگی۔"

یومی نے ذرا آگے بڑھ کر اُسے دیکھنا چاہا۔ اسی وقت پاگل زوردار قلابازی اس کی پشت پر لگی۔ وہ سنبھل نہ سکی۔ لڑھکتے ہوئے کمرے کے اندر پہنچ گئی۔ وہ یقیناً بجلی تھی۔ سنبھلنے میں دیر نہ لگتی.... لیکن جیسے ہی وہ کمرے کے اندر پہنچی، ایک آہنی دروازہ دیوار کے اندرونی حصے سے نکل کر فرش تک آگیا تھا، وہ بجلی کی طرح پلٹ کر آئی تھی مگر دروازے سے ٹکراتے ہی چیخ پڑی۔ بجلی کا ایک جھٹکا سا لگا وہ پیچھے جا کر فرش پر گر پڑی۔ مسٹر نوکو نے کہا: "اب تمہاری سمجھ میں آگیا ہوگا کہ آہنی سلاخوں کو ہاتھ لگا دُ گی تو شاک پہنچے گا لہٰذا فرار کا راستہ ڈھونڈنے کی حماقت نہ کرنا۔"

یومی نے اپنے دونوں ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ اُسے غصہ آرہا تھا اور وہ غصے کو برداشت کر رہی تھی۔ اگر سے یہی ٹریننگ دی گئی تھی کہ ہر حالت میں اپنے دماغ کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ مسٹر نوکو جا رہا تھا۔ ابھی وہ لفظوں سے اوجھل نہیں ہوئے جاتے جاتے رک گیا تھا۔ پھر اس نے پلٹ کر کہا: "یومی آئی لو یو مگر تمہاری محبت کے فریب میں آکر دھوکا کھانے والے احمقوں میں سے نہیں ہوں۔ تم نے جتنے کمالات دکھائے، میں نے ان سب کے وڈیو کیسٹ تیار کیے ہیں۔ اب تمھیں اپنا بنانے کے لیے تمھیں اپاہج بناؤں گا تاکہ تم کبھی میرے خلاف کوئی داؤ استعمال کرنے کے قابل نہ رہ سکو۔ میں تمھیں صرف چوبیس گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ تم خود ہی فیصلہ کرو۔ اپاہج بننے کے بعد تم اپنے ہاتھوں بے کار کرنا چاہو گی یا ہاتھ سلامت ہونے کے باوجود میرے ایجاد کردہ ایک مہلک انجکشن کے ذریعے پاگل بننا پسند کرو گی۔ میں نے تمھیں اس کمرے میں قید کیا ہے۔ اس کے بعد جتنے کمرے آتے ہیں ان میں تمھاری جیسی عورتیں اور مرد قیدی بنا کر رکھے گئے ہیں۔ یہ سب خود کو ناقابلِ شکست کہتے تھے۔ میں نے جس طرح حسین عورتوں کو جمع کیا ہے اسی طرح ناقابلِ شکست لوگوں کو بھی ذخیرہ قید خانے میں موجود ہے تم یہاں مہینے دو مہینے، سال دو سال انتظار کرتی رہو، اسی قید خانے میں ایک دن سونیا اور فراد بھی آئیں گے۔"

وہ چلا گیا۔ اُس وقت میں یومی کے پاس موجود تھا، لیکن میں نے اُسے مخاطب نہیں کیا تھا۔ نہ ہی مسٹر نوکو کے خلاف کوئی قدم اُٹھا سکتا تھا اس لیے خاموشی مناسب تھی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے یومی کو مخاطب کیا۔ وہ چونک کر بولی: "فراد! تم کب سے یہاں ہو؟"

"بس تھوڑی دیر ہوئی، تمھاری طرح میں بھی دھوکا کھا گیا۔ میں نے بھی یہی سوچا کہ جو شخص اتنا دلیر ہے اور اتنی کامیابی سے تمھاری نقل کرتے ہوئے خطرناک فائٹروں سے مقابلہ کر سکتا ہے، ان پر غالب آسکتا ہے، وہ کبھی دھوکے سے تمھیں قید نہیں کر سکا لیکن اس نے نہایت بزدلی اور مکاری کا ثبوت دیا ہے۔"

شیبا کی سوچ سنائی دی: "میں بھی موجود ہوں لیکن اس کمبخت نے بڑے دلچسپ تماشے دکھائے تھے میں الجھ کر رہ گئی، واقعی ہم میں سے کوئی یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ وہ اس طرح دھوکا دے گا۔"

"بہرحال جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ اب آگے جو ہونا ہے میں اس کے متعلق سوچنا چاہیے۔"

اسی وقت میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ لیو چن ہیئر اسٹائل تبدیل کر کے آگئی تھی میرے شانے کو جھنجھوڑتے ہوئے پوچھ رہی تھی: "یہ تم رسالے کے ایک ہی صفحے پر کیا دیکھ رہے ہو؟"

میں نے چونک کر اُسے دیکھا پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اُسے یوں دیکھنے لگا جیسے اس میں حیرت انگیز تبدیلی آئی ہو اور وہ پہلے سے زیادہ حسین ہو گئی ہو اور یہی بات تھی لیکن میں خیال خوانی کے ذریعے یومی اور شیبا سے کہہ رہا تھا کہ "میں تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں۔ موقع ملتے ہی پھر آؤں گا۔ شیبا! تم واسٹورو کی اور سلیمان جوگو کو یومی کے موجودہ حالات بتا دو۔"

میں نے مسکرا کر لیو چن کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا۔ پھر اُسے لیتا ہوا بیوٹی پارلر سے باہر آگیا۔ مسٹر نوکو نے یومی کو چوبیس گھنٹے کی مہلت دی تھی اور کہا تھا وہ خود فیصلہ کرے کہ اسے کس طرح اپاہج بنایا جائے۔ یہ چوبیس گھنٹے ہمارے لیے کافی تھے۔ میں نے باہر فٹ پاتھ پر پہنچ کر چونکتے ہوئے لیو چن سے کہا۔ "اوہو، میں بیوٹی پارلر کا یہ رسالہ بھول سے لے آیا ہوں۔ تم کسی ٹیکسی کو آواز دو، میں ابھی اسے رکھ کر آتا ہوں۔"

میں اُسے رکھنے کے بہانے سے گیا۔ وہاں سے واپس آنے تک میں نے جناب شیخ الفارس کو یومی کے موجودہ حالات نہایت ہی اختصار سے بتا دیے۔

انھوں نے کہا: "یہ اچھا ہی ہوا کہ یومی کو ایک ٹھوکر لگی ہے۔ مسلسل کامیابی انسان کو مغرور، بہت زیادہ خوش فہم بنا دیتی ہے۔ بہرحال میں اس کے لیے کچھ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

میں لیو چن کے پاس پہنچا، ایک ٹیکسی موجود تھی ہم دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ وہ مجھے ایک بہت بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں لے آئی۔ وہاں اس نے میرے لیے چند سوٹ خریدے، مجھے ایک مکمل جینٹلمین بنانے کے لیے اور بھی طرح طرح کی چیزیں خریدتی رہی۔ میں زیادہ دھیان نہیں دے رہا تھا جب بھی موقع ملتا تھا یومی کی خبر لیتا تھا اور تدبیر سوچتا تھا کہ اُسے کس طرح وہاں سے نکالا جا سکتا ہے۔

کیا آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک معنا طیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں؛

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

معنا طیسیت

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجیے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجیے!

قیمت -/۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

پھر میں نے سوچا، مجھے اس سلسلے میں زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ایک تو شیبا وہاں موجود ہے۔ جناب شیخ صاحب اپنے طور پر کوشش کر رہے ہوں گے۔ کسی بھی مسئلے میں پریشان ہونے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ اور الجھ جاتا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں اطمینان سے سوچنا چاہیے۔ فی الحال تفریح کے ذریعے اپنے دماغ کو سکون پہنچانا چاہیے۔

وہ مجھے ایک ایسی عمارت میں لے آئی جہاں مساج اور باتھ.... کا اہتمام تھا یعنی پہلے بدن کی مالش کی جاتی تھی۔ پھر غسل کیا جاتا تھا۔ بھاپ کے ذریعے غسل کرنے کے لیے ایک بڑا ہال تھا جس میں کئی لوگ ایک ساتھ غسل کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ فیملی روم بھی تھے اور اسپیشل روم بھی۔ اس نے ہمارے لیے ایک اسپیشل روم لیا۔ بھاپ سے غسل کرنے کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ سوپرچ آن کرتے ہی ہلکا ہلکا سا سفید دھواں کمرے میں یوں پھیلتا ہے جیسے دھند چھا گئی ہو۔ پانی کے بغیر ہی جسم آپ ہی آپ نم ہونے لگتا ہے۔ ہلکی ہلکی سی آنچ محسوس ہوتی ہے۔ شمالی امریکا کی سردی میں یہ آنچ بڑی ہی لطیف اور سکون پرور ہوتی ہے۔ میں آرام سے ایک مساج بیڈ پر لیٹ گیا۔

وہ میرے قریب آگئی۔ پہلے میرے ہاتھوں کی مالش کرنا چاہتی تھی۔ مگر نہ کر سکی۔ مجھے ہاتھ لگاتے ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ ہم نے نگاہ اری سے دروازے کی طرف دیکھا۔ ایسی گنگناتی ہوئی خاموشی اور تنہائی میں کسی کی بھی مداخلت ناگوار گزرتی ہے۔ ہم نے جواب نہیں دیا۔

پھر دستک سنائی دی۔ لیوچن نے اُدھر جاتے ہوئے ذرا اونچی آواز میں کہا۔ "یہ کیا بیہودگی ہے۔ کیا ہمارے دروازے پر ڈونٹ ڈسٹرب کا فلیگ لگا ہوا نہیں ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہم نے وہ فلیگ پھاڑ کر پھینک دیا ہے۔ دروازہ کھولو۔"

میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ آواز سنتے ہی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے بولنے والے کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا لیکن میری چھٹی حس نے منع کیا۔ یقیناً مجھے تلاش کیا جا رہا تھا۔ تلاش کرنے والے یوگا کے ماہر ہو سکتے تھے۔ جیسے ہی میں دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرتا، انھیں یقین ہو جاتا کہ میں فریادیوں اور دروازہ کھولنے سے پہلے ان کی اصلیت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

لیوچن نے بند دروازے کے سامنے پہنچ کر کہا۔ "میں کہتی ہوں، واپس چلے جاؤ اور ہمیں ڈسٹرب نہ کرو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "لڑکی، ٹھیک تمھارے سامنے دروازے کے دوسری طرف ریوالور کی نال ہے یعنی تم نشانے پر ہو۔"

لیوچن گھبرا کر ایک طرف ہو گئی۔ دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔ "شاید تم نشانے سے ہٹ گئی ہو، کوئی بات نہیں۔ یہ ریوالور دروازے کے لاک کو توڑ سکتا ہے۔ ہم تین تک گنتے ہیں، دروازہ کھول دو، ورنہ یہ ٹوٹ جائے گا۔"

میں نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "اپنے ہتھیار جیب میں رکھ لو۔ میں دروازہ کھول رہا ہوں۔"

لیوچن نے گھبرا کر کہا۔ "یہ کیا کر رہے ہو، وہ ہمیں مار ڈالیں گے۔"

"ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں پھر بھلا ہمارا کون دشمن ہو سکتا ہے۔ آنے والوں کو شاید ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی ہے۔"

میں نے دروازے کو کھول دیا۔ باہر دو سیاہ فام نیگرو اور دو سفید امریکی کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ ایک نیگرو عورت بھی تھی۔ ایک ہٹے کٹے نیگرو نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ کر مجھے پیچھے کی طرف دھکا دیا۔ میں لڑنا نہیں چاہتا تھا، اس لیے لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ وہ چاروں میرے چاروں طرف آ گئے اور گھور گھور کر مجھے دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "ویسا ہی قد ہے، ویسی ہی جسامت ہے۔"

ایک نے اپنے شانے سے کیمرے کو اتار کر اس کے لینس میں مجھے دیکھنا شروع کیا۔ پھر اس نے کہا۔ "اسی طرح کھڑے رہو۔"

اس کے بعد اس نے بٹن دبا دیا۔ فلیش لائٹ کے ساتھ ہی میری تصویر اتار لی گئی۔ وہ انسٹنٹ کیمرہ تھا۔ ایک منٹ کے اندر ہی میری تصویر برآمد ہوئی۔ میں اسی طرح مائیکل گارسن نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایمیٹی میک اپ کیمرے سے میری تصویر اتاری تھی۔ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے، میں میک اپ میں ہوں یا نہیں۔ تصدیق ہو گئی کہ میک اپ نہیں ہے مگر پلاسٹک سرجری کے ذریعے کیے ہوئے میک اپ کو سمجھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

وہ لوگ میرے قریب آ کر میرے چہرے کو، میری گردن کو چھو کر ٹٹول کر دیکھنے لگے۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "اخبارات کیا ہے؟"

ایک نے ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اپ۔"

میں نے کہا۔ "میں تو بڑی دیر سے خاموش ہوں مگر معلوم ہونا چاہیے کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ مجھ میں کیا دیکھ رہے ہو؟"

ایک سفید فام نے پوچھا۔ "تم کون ہو، کہاں رہتے ہو، اس چینی لڑکی سے تمھاری دوستی کیسے ہوئی؟"

لیوچن نے آگے بڑھ کر کہا۔ "کسی چینی لڑکی سے دوستی کرنا جرم نہیں ہے۔ یہ مائیکل گارسن ہے، برسوں سے ہمارا کرائے دار ہے۔"

وہ اپنے باپ کا نام اور اپنے مکان کا پتا بتانے لگی۔

ایک نے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر اپنی جیب سے نکالا، پھر رابطہ قائم کرنے کے بعد کسی سے کہنے لگا۔ "ہیلو ریڈی، تم جس علاقے میں ہو وہاں ژاؤ چن نامی ایک چینی باشندہ نقلی زیورات کا کاروبار کرتا ہے۔ اس کی دکان پر فائن امیٹیشن کا بڑا سا سائن بورڈ لگا ہوا ہے۔ وہاں معلوم کرو کیا اس کی بیٹی کا نام لیوچن ہے اور مائیکل گارسن نامی ایک امریکی شخص کتنے عرصے سے ان کا کرائے دار ہے؟"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "میں ابھی معلوم کر کے تمھیں بتاتا ہوں۔ انتظار کرو۔"

وہ انتظار کرنے لگے۔ مجھے اور لیوچن کو بھی ان کے ساتھ انتظار کرنا پڑا۔ اس عمارت کا مینیجر بھی آ گیا تھا، وہ اعتراض کر رہا تھا۔ "یہ حرکت ہی نامناسب ہے۔ آپ لوگ ہمارے گاہکوں کو دہشت زدہ کر رہے ہیں۔ آخر آپ کسے تلاش کر رہے ہیں؟"

ایک نے کہا۔ "جب وہ مل جائے گا تو اشتہارات میں پڑھ لینا۔"

وہ بتانا نہیں چاہتے تھے مگر صاف ظاہر تھا، مجھے ہی تلاش کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا، اس نے اُسے آن کیا۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "میں اس وقت واؤ ژن کے مکان میں ہوں۔ میں نے معلومات حاصل کی ہیں۔ ہمارے دیوں نے آس پاس کے گھروں میں جا کر بھی مائیکل گارسن کے متعلق پوچھا ہے۔ اس بات کی تصدیق ہو گئی ہے کہ وہ ایک رسے سے ان کا کرائے دار ہے اور لیوچن اس کے مالک واؤ چن کی بیٹی ہے۔"

وہ چاروں ٹرانسمیٹر سے ابھرنے والی آواز سن رہے تھے اور مجھے دیکھتے جا رہے تھے۔ پھر انھوں نے اُسے آف کر دیا۔ ایک پولیس آفیسر چند سپاہیوں کے ساتھ وہاں آ گیا تھا۔ ٹرانسمیٹر آف کرنے والے نے پولیس آفیسر سے کہا۔ "اس کا نام مائیکل گارسن ہے۔ بدنام مشکوک افراد کی فہرست میں لکھ لیا جائے اور اسے چائنا ٹاؤن تک پابند رکھا جائے۔"

پولیس آفیسر نے تائید میں سر ہلا کر مجھ سے کہا۔ "مسٹر گارسن، تم کے بعد تم چائنا ٹاؤن سے باہر نہیں جاؤ گے۔ روز صبح نو بجے اور رات کو نو بجے پولیس اسٹیشن میں پہنچ کر اپنی موجودگی کی رپورٹ دو گے۔"

میں نے بیزاری سے پوچھا۔ "لیکن میرا قصور کیا ہے؟"

"تو آرگومنٹس جو کہا جا رہا ہے، اس پر عمل کرو۔ کل سے تمھارے ان تمھاری حاضری ضروری ہے۔ اگر حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو تمھیں حوالات لاک رکھا جائے گا۔"

پولیس آفیسر نے حکم صادر کیا۔ پھر ان سب کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ ہم کمرے میں پھر تنہا رہ گئے۔ لیوچن نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ تیزی سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی، پھر بولی۔ "میں ڈر رہی تھی کہیں وہ بریف کیس کے متعلق نہ پوچھ لیں۔ کیا انھوں نے ہمارا لاکر چیک کیا ہوگا؟"

اس عمارت میں جو لوگ مساج اینڈ باتھ کے لیے آتے تھے وہ اپنے کپڑے اور اپنا سامان ایک لاکر میں رکھ کر اس کی چابی اپنے ساتھ غسل خانے میں لے آتے تھے تاکہ ان کا مال لاکر میں محفوظ رہے۔

میں نے کہا۔ "چابی ہمارے پاس ہے۔ وہ بھلا کیسے چیک کریں گے۔ میرا خیال ہے یہ بریف کیس کا معاملہ نہیں ہے کوئی اور چکر ہے۔"

"کوئی بھی چکر ہو۔ یہ بتاؤ، کیا اتنی دولت اسی بریف کیس میں تمھیں ملی تھی، جو ابھی ہمارے ساتھ ہے یا؟"

"میں آسانی سے نادان نہیں ہوں۔ میں نے بریف کیس بدل دیا تھا۔ ایک نیا بریف کیس لے کر تمام رقم اس میں رکھ لی اور جس بریف کیس میں دولت پائی گئی تھی اسے ایک جگہ پھینک دیا تھا۔"

وہ اطمینان کی سانس لیتے ہوئے بولی۔ "پھر تو ہمیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ ویسے احتیاط لازمی ہے۔ ہمیں یہاں سے نکلتے ہی اس دولت کو کہیں چھپانے کا انتظام کرنا چاہیے۔"

ہم اس کمرے میں تقریباً ایک گھنٹے تک رہے۔ اس بریف کیس کو چھپانے کے متعلق وہ سوچتی رہی۔ بظاہر تو میں بھی سوچنے میں اس کا ساتھ دیتا رہا مگر مجھے اس رقم کی پروا نہیں تھی جب وہ سوچنے لگتی تو بظاہر میں بھی سوچنے لگتا لیکن خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے بومی کے پاس پہنچ جاتا۔ وہاں جو کچھ ہو رہا تھا، وہ میں لیوچن سے فرصت پانے کے بعد بیان کروں گا۔

اس باتھ روم میں اتنا وقت گزارنے کا مقصد یہ بھی تھا کہ مجھے تلاش کرنے والے اس عمارت سے دور نکل جائیں۔ ایک گھنٹے کے بعد جب مجھے یقین ہو گیا کہ میری تلاش میں آنے والے اور بھی مختلف لوگوں کے پاس پہنچ کر ان کے متعلق بھی چھان بین کرتے رہے ہوں گے۔ تب میں نے ان میں سے ایک کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اب وہ مجھ پر شبہ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ میرے بعد وہ اور کئی لوگوں پر فریاد ہونے کا گمان کرتے رہے تھے۔ خیال خوانی کے متعلق بھی کسی اور پر شبہ ہو سکتا تھا۔

ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ میں آرام سے ایک شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا، ان میں سے کوئی بھی یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ یہ معلوم کرنے کے بعد میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کی تھی۔ وہ کسی دوسرے علاقے میں پہنچ کر فریاد کو تلاش کر

رہا تھا۔ اس کے ساتھ بھی چار افراد تھے۔ انھوں نے پانچ پانچ افراد کی ٹولیاں بنائی تھیں اور ایسی بہت سی ٹولیاں پورے مین ہٹن میں پھیلی ہوئی تھیں۔ نیویارک کے اس حصے میں مجھے اور سونیا کو مکانوں میں، دکانوں میں، ہوٹلوں میں اور کلبوں میں، گلیوں میں اور بازاروں میں ہر جگہ تلاش کیا جا رہا تھا۔

ہم اسپیشل ہاتھ روم سے نکل کر کاؤنٹر پر آئے۔ کاؤنٹر کے پیچھے بنے ہوئے لاکرز میں سے ایک لاکر کو کھول کر اپنا بریف کیس نکالا۔ پھر وہاں کی ادائیگی کر کے باہر آ گئے۔ قریب ہی ایک بڑے ریستوران میں کھانا کھایا۔ میں جلد سے جلد گھر پہنچ کر خیال خوانی کرنا چاہتا تھا۔ پومی کے پاس رہنا ضروری تھا۔

لیوچن بریف کیس میں رکھی ہوئی رقم کے لیے فکرمند تھی۔ وہ بھی جلد سے جلد گھر پہنچنا چاہتی تھی۔ اس نے کھانے کے دوران کہا۔ "کل صبح ہوتے ہی اسے بنک میں جمع کروا دینا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "پولیس والے مجھ پر کڑی نظر رکھیں گے۔ اتنی بڑی رقم لے کر بنک میں جاؤں گا تو مجھ پر شبہ کیا جائے گا۔ یہ الزام آ سکتا ہے کہ میں نے کہیں ڈاکا ڈالا ہے۔"

"میرے خادر کے کمرے میں ایک ایسی دیوار ہے جس میں خفیہ خانہ ہے۔ وہاں یہ رقم چھپائی جا سکتی ہے لیکن میں نہیں چھپاؤں گی۔"

"کیوں؟"

"اس دولت کے لیے میں اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کروں گی۔"

"مگر میں تم پر بھروسا کرتا ہوں۔ تم کل صبح یہ رقم بنک میں لے جاؤ اور اپنے نام سے جمع کروا دو۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ اگر ہمارے درمیان کھانے کی میز نہ ہوتی اور وہ ریستوران نہ ہوتا تو وہ دوڑتی ہوئی آ کر میرے گلے لگ جاتی۔ مارے خوشی کے ہاتھ سے کانٹا اور چمچ چھوٹ گیا تھا۔ اب اس سے کھایا نہیں جا رہا تھا۔ وہ ٹیکن سے منہ پونچھتے ہوئے بولی۔ "میں رات بھر سو نہیں سکوں گی۔ اوہ گاڈ! اتنی دولت کے لیے تم مجھ پر بھروسا کر رہے ہو۔ یہ سب کچھ مجھے دے رہے ہو تاکہ اپنے نام سے جمع کروا دوں۔ مجھے سن کر بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"تم ابھی یہ بریف کیس اٹھاؤ اور یہاں سے چلی جاؤ۔ میں تمہارا ہاتھ نہیں پکڑوں گا اور تم سے نہیں پوچھوں گا کہ اس دولت کا کیا کرو گی۔"

"اوہ مائیکل! آئی لو یو۔ میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں جتنی آج تک کسی نے کسی سے نہیں کی۔"

میں مسکرا کر رہ گیا۔ کھانے کے بعد ہم گھر واپس آ گئے۔ لیوچن کے والدین اور بھائی بہن بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہے تھے، یوں کہنا چاہیے کہ ہمارے ساتھ جانے والی دولت کے لیے فکرمند تھے۔ جب انھوں نے بریف کیس کو دیکھا تو اطمینان کی سانس لی۔ میں نے بتایا کہ کچھ لوگ میرے اور لیوچن کے متعلق سوالات کر رہے تھے۔ انھوں نے اطمینان بخش جواب دے دیا ہے اور وہ مطمئن ہو کر چلے گئے ہیں۔ گھر والے بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ میری تلاش میں آنے والے شاید بریف کیس کے لیے آئے ہیں لیکن جب انھوں نے بریف کیس کے متعلق نہیں پوچھا تو لیوچن کے والدین کو اطمینان ہو گیا۔ پھر ہم کمرے میں آئے۔ ہماری واپسی تک کمرے کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ دوسرا پلنگ آ گیا تھا۔ صاف ستھرا بستر، ٹی میز اور کرسیاں نظر آ رہی تھیں۔ لیوچن کے باپ نے اپنی زبان میں کہا۔ "جلدی میں جو کچھ بھی انتظام ہو سکتا تھا، وہ کر دیا گیا ہے۔ کل میرے لیے ہر ضرورت کا سامان مہیا کر دیا جائے گا۔"

لیوچن خاموش تھی۔ میں اس کے خیالات سمجھ رہا تھا۔ اسے صرف اس دولت کی فکر تھی کہ اسے کیسے چھپایا جائے۔ ساری دنیا سے بلکہ اپنے والدین سے بھی اسے کس طرح بچا کر رکھا جائے۔ اس نے ذرا سخت لہجے میں والدین اور بھائی بہن سے کہا۔ "بہت رات ہو چکی ہے۔ اپنے اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔ صبح بات چیت ہو گی۔"

اس کے باپ نے کہا۔ "بیٹی! جو بات ابھی کر لینا چاہیے اُسے صبح تک ٹالنا مناسب نہیں ہے۔ یہ بہت بڑی رقم ہے، اسے چھپا کر اور بچا کر رکھنے کا انتظام ابھی کرنا ہو گا۔"

لیوچن نے کہا۔ "یہ رقم میری ہے۔ مائیکل نے مجھے دی ہے۔ جو بہتر سمجھوں گی وہ کروں گی۔ فی الحال تم سب یہاں سے جاؤ۔"

وہ بیٹی کو ناراض نہیں کر سکتے تھے۔ وہ جانتے تھے، مائیکل اس کا دیوانہ ہے جب تک دیوانہ ہے گا، دولت بیٹی کے پاس رہے گی اور بیٹی ان کے پاس رہے گی۔ وہ لیوچن کے حکم پر فوراً وہاں سے چلے گئے۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، میں کیا کروں؟"

"تم کرنا کیا چاہتی ہو... کس بات کی فکر ہے؟"

اس نے بریف کیس کو اٹھا کر بستر پر رکھ لیا اور دونوں ہاتھوں سے تھام کر بولی۔ "جب تک دولت نہیں تھی... میں سوچتی تھی، دولت مند کتنے آرام اور بے فکری سے زندگی گزارتے ہوں گے۔ آج پتا چل رہا ہے، ایسے لوگوں کو نیند نہیں آتی ہو گی۔ میں سو نہیں سکوں گی۔ سوچتی رہوں گی... سوچتی ہی رہوں گی۔ اسے کہاں چھپاؤں گی، کیا کروں۔ بنک میں جمع کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ سوچتی ہوں، کہیں اتنی بڑی رقم کے متعلق انکوائری شروع نہ ہو جائے۔ میں کوئی جواب نہیں دے سکوں گی۔ ہم دونوں بُری طرح پھنس جائیں گے۔"

وہ بریف کیس کھول کر نوٹوں کی گڈیاں نکال نکال کر بستر پر رکھتی جا رہی تھی۔ کھڑکیوں اور دروازوں کو دیکھتی جا رہی تھی۔ وہ سب اندر سے بند تھے۔ باہر سے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ نوٹوں کو جی بھر کر دیکھنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "صرف دیکھنے سے کام نہیں چلے گا۔ اطمینان سے بیٹھو۔ صبح ہونے میں بہت دیر ہے۔ ایک ایک نوٹ گنتی جاؤ، تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ آج تم کتنی دولت مند ہو گئی ہو۔"

میں ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ کبھی دونوں ہاتھوں سے نوٹوں کی گڈیوں کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا رہی تھی، کبھی ایک ایک گڈی کو اٹھا کر چومتی تھی۔ اپنے رخساروں سے لگاتی تھی۔ پھر ان گڈیوں کے ڈھیر پر اوندھے منہ جھک جاتی تھی۔ دولت کے انبار میں اپنا منہ، اپنا سر چھپا لیتی تھی۔ جیسے اس انبار میں زندہ دفن ہو جانا چاہتی ہو۔

میں چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔ جب وہ ایک ایک گڈی اٹھا کر ایک ایک نوٹ کو گننے لگی تو یقین ہو گیا کہ اب گھنٹوں گزر جائیں گے۔ وہ مجھ سے مخاطب نہیں ہو سکے گی لہٰذا میں پومی کے پاس پہنچ گیا۔

★

وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔ اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ آج سے پہلے کبھی اس طرح قید کی گئی ہو۔ اسے اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا کہ کس طرح وہ مسٹر نوکو کی باتوں میں آ گئی تھی اور اس کی طرف سے بے خبر ہو گئی تھی۔

جناب شیخ الفارس نے درست کہا تھا، زندگی کے عملی میدان میں پومی کو مٹھو کر کھانا چاہیے تاکہ اپنے متعلق جو بھی خوش فہمی ہے وہ ختم ہو جائے اور یہ بات ہمیشہ یاد رہے کہ کمزور سے کمزور دشمن سے غافل دشمن بھی ہمیشہ غافل نہیں رہتا، بلکہ اس کی غفلت ایک فریب ہوتی ہے۔ آج یہ سبق پومی کو مل رہا تھا۔

اس نے مارشل آرٹس کے دوران وانشو رو کی سے بڑی مار کھائی تھی۔ تب کہیں جا کر حملوں سے بچنے کے گُر سیکھے تھے۔ استاد سے مار کھانے میں کوئی شرمندگی نہیں ہوتی۔ اُسے تھوڑی دیر کے لیے غصہ اس بات پر آیا تھا کہ مسٹر نوکو نے لات ماری تھی۔ یہ غصہ چند لمحوں کے لیے تھا۔ پھر جناب شیخ الفارس کی تربیت کام آئی تھی۔ بابا صاحب کے الفاظ میں انھیں سکھایا جاتا تھا کہ کن حالات میں کس طرح دماغ کو قابو میں رکھنا چاہیے، خواہ غصے کے جذبات ہوں۔ خواہ جسمانی خواہشات ہوں۔ ان سب پر کس طرح قابو پایا جا سکتا ہے اور اس نے غصے پر قابو پا لیا تھا۔ دماغ کو جو گرم ہو رہا تھا، فوراً ہی یہ سوچ کر ٹھنڈا کر لیا تھا کہ مسٹر نوکو نے دھوکے سے لات چلائی تھی۔ آئندہ جب کبھی سامنے آئے گا تو ہیشہ کے لیے لاتیں چلانا بھول جائے گا۔

اس نے ایک سرسری سی نظر اس بڑے سے کمرے میں ڈالی۔ جس میں قید کی گئی تھی۔ پھر وہ کمرے کے وسط میں فرش پر بیٹھی مار کر بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ دوسرے ہی لمحے وہ ایسی ساکت ہو گئی تھی جیسے پتھر کی مورت ہو گئی ہو، پتا نہ جانتی ہو۔ اس کے جسم کا کوئی بھی حصہ جنبش نہیں کر رہا تھا۔ یوں لگتا تھا، وہ بے حس و حرکت ہو گئی ہے یا بیٹھے بیٹھے اس کا دم نکل گیا ہے۔

وہ دم سادھے ہوئے تھی۔ کوئی قریب سے جا کر بھی دیکھتا تو اسے مردہ سمجھتا کیونکہ وہ سانس نہیں لے رہی تھی۔ مراقبے میں پہنچ کر سانس روک کر اپنے دماغ کو پہلے تو سکون پہنچایا جاتا تھا۔ پھر وہ بہت آہستہ آہستہ اندر کی سانس باہر چھوڑنے لگی۔ اس کے بعد اسی طرح آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے سوچنے لگی۔ "ابھی میں ایک بند کمرے میں ہوں۔ ایسے بند کمرے میں جس کے باہر دیکھ سکتی ہوں کہ یہ فولاد آہنی سلاخوں والا دروازہ ہے اور یہی ایک نکلنے کا راستہ ہے۔ ابھی میں نے کمرے میں چاروں طرف سرسری نظر ڈالی تھی۔ یہاں ایک بھی کھڑکی نہیں ہے۔ کوئی چھوٹا سا روشندان بھی نہیں ہے۔ یہ محل تین منزلہ ہے، میں گراؤنڈ فلور میں ہوں۔ لہٰذا یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ چھت کمزور ہو گی۔ یعنی اس کمرے سے نکلنے کے لیے وہی آہنی سلاخوں والا دروازہ ہے جس پر بجلی کی لہر دوڑ رہی ہے۔

میں جانتی ہوں میرے پاس بیرونی امداد پہنچے گی۔ پہلی مدد ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوسری وانشو رو کی اور سلیمان جوگ کے ذریعے لیکن جناب شیخ الفارس نے تعیشت کی ہے ایسے مشکل حالات میں کبھی بیرونی امداد کی امید نہیں رکھنا چاہیے۔ خواہ وہ امداد پہنچے یا نہ پہنچے، اپنی ذات پر بھروسا کرنا چاہیے۔ جو شخص اپنی حماقت سے پھنستا ہے وہ اپنی ذہانت سے نکل بھی سکتا ہے اور مجھے اپنی ذہانت سے کام لینا ہو گا۔

اب مجھے یہ سوچنا چاہیے کہ میرے پاس ایسا کون سا ہتھیار یا کون سی صلاحیت ہے جس کے ذریعے میں اس دروازے کے پار جا سکتی ہوں؟"

اس کے دماغ میں اس سوال کا جواب پیدا ہوا۔ اس دروازے کے پار جانے کے لیے کوئی بھی ہتھیار، کوئی بھی صلاحیت استعمال کی جائے مگر لازمی ہے کہ پہلے بجلی کی لہر کو ختم کیا جائے۔

یہ سوچتے ہی اس کی آنکھیں پٹ سے کھل گئیں۔ وہ دیدے پھیلا کر اس آہنی دروازے کو گھورنے لگی۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا،

آہنی دروازے کی چوکھٹ نہیں ہے۔ وہ دروازہ دیوار کی اندرونی حصے سے برآمد ہوا تھا اور فوراً نیچے پہنچ کر ٹھہر گیا تھا۔ یعنی وہ دروازہ دائیں بائیں نہیں کھلتا تھا بلکہ اُسے کھولنے کے لیے اوپر کی طرف اُٹھایا جاتا تھا اور کسی کو قید کرنے کے لیے دروازے کو نیچے فرش پر پہنچایا جاتا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بجلی کا تار دیوار کے اوپری حصے میں اندر چھپا ہوا ہے یعنی کنسیلڈ وائرنگ کی گئی ہے۔ اس تار کا سراغ لگایا جائے اور اس تار کو کاٹ دیا جائے تو بجلی کی سپلائی رک جائے گی۔ پھر وہ نہایت آسانی سے آہنی دروازے کو اوپر کی طرف اٹھا کر دوسری طرف جا سکے گی۔

وہ سوچتے سوچتے چونک گئی۔ اُسے مسٹر نوکو کی آواز سنائی دی۔ اُس نے فوراً اُٹھ کر چاروں طرف گھومتے ہوئے دیکھا، وہ خفیہ اسپیکر جس کے ذریعے آواز سنائی دے رہی تھی، کمرے میں نہیں تھا۔ کمرے کے باہر کہیں قریب تھا اور آواز صاف طور پر آ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہیلو یومی! کس حال میں ہو؟ اب تک تمہاری سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ یہاں سے کسی طرح بھی نکل نہیں سکو گی۔ تمہارے فرہاد کی ٹیلی پیتھی بھی یہاں ناکام ہو گی۔"

وہ چپ چاپ کھڑی رہی۔ تھوڑی دیر تک دوسری طرف خاموشی رہی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تم خاموش کیوں ہو... کیا جال میں پھنستے ہی چوکڑیاں بھول گئی ہو؟"

وہ پھر بھی چپ رہی۔ سلاخوں کے باہر دوسری طرف دیکھتی رہی۔ ذرا دیر تک خاموشی رہنے کے بعد اُسے ایک انسانی سایہ نظر آیا۔ وہ چونک کر ایک قدم آگے بڑھ گئی۔ سلاخوں کے پار فرش پر ایک بھاری بھرکم شخص کا سایہ نظر آ رہا تھا۔ وہ سایہ فرش پر رینگ رہا تھا۔ یعنی جس کا سایہ تھا وہ اِدھر آ رہا تھا پھر آنے والا نظر آ گیا۔ وہ دی کلر تھا۔ اس کی طرف دیکھ کر دانتوں کی نمائش کرتا ہوا مسکرا رہا تھا۔ یومی نے کہا۔ "اچھا مسٹر نوکو! تم دی کلر کے ذریعے بول رہے ہو۔"

اس نے جواب دیا۔ "یس، دی آرٹو اِن وُن۔ ہم ایک میں دو ہیں یعنی اس جسم میں دی کلر کی روح ہے اور میرا کمپیوٹر کا دماغ ہے۔ اس جسم میں دی کلر کی حیرت انگیز قوت ہے اور میری رہنمائی ہے۔ میں بولتا ہوں، یہ حرکت کرتا ہے۔"

یومی نے کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ تم دونوں کو ایک میں دو ہونا ہی چاہیے کیونکہ میں بھی دی کلر کو گردن سے دو کرنے والی ہوں۔"

دی کلر نے بڑا ہی بھیانک قہقہہ لگایا، پھر کہا۔ "میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ چھوٹے مُنہ سے بڑی بات سن کر ہنسنا ہی چاہیے۔ پہلے تو میں نے سوچا تھا تجھے ایسی عبرتناک سزا دوں کہ اس کے بعد کوئی میری گردن کاٹنے کی بات بھی زبان تک نہ لا سکے۔ پھر میں نے سوچا ایک نادان بچی پر ہاتھ اٹھانا میرے شایانِ شان نہیں ہے اس لیے میں رسّی کا یہ بنڈل اور یہ چاقو لے آیا ہوں۔"

اس نے ایک لانبا سا چاقو دکھایا۔ پھر اسے یومی کی طرف اچھال دیا۔ وہ چاقو سلاخوں کے درمیان سے گزرتا ہوا یومی کے قدموں میں آ کر ٹھہر گیا۔ اس نے کہا۔ "اس چاقو کے ذریعے تم خود کو اپاہج بناؤ گی۔ میری گردن کاٹنے والی اپنی کوئی ایک ٹانگ کاٹ کر پھینک دو گی یا ایک ہاتھ کاٹ دو گی۔ جب تک ایسا نہیں کرو گی، یہیں قید رہو گی۔ بھوکی پیاسی مرتی رہو گی۔ تمہارے حلق تک پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں پہنچے گا۔"

یومی نے اپنے قدموں میں پڑے ہوئے چاقو کو دیکھا، پھر دی کلر کی طرف نظر اٹھائی، وہ کہہ رہا تھا۔ "تمہاری نجات کا ایک اور راستہ ہے اگر تم خود کو اپاہج بنانا نہ چاہو، ہمارے سامنے جھکنا پسند نہ کرو تو چند گھنٹے میں ڈال کر خود کشی کر سکتی ہو۔ اس طرح اپاہج ہوئے بغیر آرام سے مر جاؤ گی۔"

اس نے آگے بڑھ کر رسّی کے بنڈل کو دونوں سلاخوں کے درمیان رکھا۔ ایسا کرتے وقت وہ اس بات کا خیال رکھے ہوئے تھا کہ سلاخ سے اس کا جسم مس نہ ہونے پائے۔ پھر وہ بنڈل کمرے کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے پیچھے ہٹ کر کہا۔ "یہ دو چیزیں تمہیں مہیا کر دی گئی ہیں۔ اب میں چوبیس گھنٹے کے بعد آؤں گا۔ اگر تم خود کو اپاہج بنانا پسند کرو تو چیخ چیخ کر مجھے آوازیں دینا، میں آ جاؤں گا اور جب تمہیں اپاہج پاؤں گا تو یہاں سے آزاد کر دوں گا۔ تم اپاہج پا کر اپنی دنیا میں واپس جا سکو گی اور لوگوں کے لیے ایک عبرتناک تماشا بن جاؤ گی۔"

وہ خاموش تھی مگر پریشان نظر آ رہی تھی۔ دی کلر نے اُسے فاتحانہ انداز میں دیکھا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر جانے لگا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو اچانک وہ مسکرانے لگی۔ دشمن نے جو ہتھیار خود کشی کے لیے دیے تھے وہ اس کی زندگی کا سامان بن گئے تھے۔ اُسے جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ اُسے مل گئی تھیں۔

کمرے میں ایک پلنگ۔ ایک چھوٹا سا ٹیبل اور ایک کرسی تھی۔ یہ میز اور کرسی کھانے پینے کے لیے فراہم کی گئی تھیں۔ وہ میز کو اُٹھا کر آہنی سلاخوں کے پاس لے آئی۔ اس پر کرسی کو رکھ دیا۔ پھر اس پر چڑھ کر ان سلاخوں کے اوپری حصے تک پہنچ گئی۔ اسی حصے سے وہ آہنی دروازہ نمودار ہوا تھا۔

یہ بات سمجھنے کے لیے کسی غیر معمولی ذہانت کی ضرورت نہیں تھی کہ اس کمرے میں کنسیلڈ وائرنگ کی گئی ہے یعنی بجلی کے تار اس دیوار کے اندر سے گزارے گئے ہیں، جب بھی ایسی وائرنگ ہوتی ہے تو وہ تار دیوار کے بہت گہرے حصے میں نہیں ہوتے۔ اس نے لانبے سے چاقو کو کھول لیا۔ پھر اس کی نوک سے دیوار کو کھرچنے لگی۔ کنسیلڈ وائرنگ کس حصے میں تھی، یہ سمجھنے میں ابھی وقت لگنے والا تھا، اس لیے میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ میں نے وائسورو کی اور سلیمان جوگو کی خبر لی۔ وہ دونوں اب تک اس محل کے خاص مہمان بنے ہوئے تھے یعنی انھیں ایک کمرے میں قید کر دیا گیا تھا۔ کمرہ باہر سے مقفل تھا۔ وہ کھڑکی سے جھانک کر باہر دیکھ سکتے تھے مگر وہاں سے نکل نہیں سکتے تھے۔ ایک بار سلیمان جوگو نے کھڑکی کی چوکھٹ کو توڑنا چاہا تو چار شخص اسٹین گنیں لے کر سامنے کھڑے ہو گئے۔ میں نے وائسورو کی سے پوچھا۔ "کیا شیبا آئی تھی؟"

"وہ بہت دیر سے میرے پاس تھی، اپنی مصروفیات بتاتی رہی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے گئی ہے۔"

مجھے شیبا کی آواز سنائی دی۔ "میں پھر آ گئی ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا کرتی پھر رہی ہو؟"

اس نے میرے دماغ میں آ کر کہا۔ "میں اس ملازمہ کے دماغ میں پہنچ گئی ہوں جو دی کلر کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ یعنی جب سٹرلو کو کمپیوٹر کے ذریعے اُسے گائیڈ نہیں کرتا ہے اور وہ تین برس کا بچہ بن جاتا ہے تب وہ ملازمہ اس کی نگرانی کرتی ہے۔ ایسی دو لڑکیاں ہیں جن کی ڈیوٹی بدلتی رہتی ہے۔ ان میں سے ایک کا دماغ میری مٹھی میں ہے۔ دوسری ڈیوٹی پر آئے گی تو میں اس کے دماغ میں بھی پہنچ جاؤں گی۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "وہ دی کلر کے متعلق بہت محتاط ہوں گے۔ اس کی نگرانی کرنے والی عورتیں کبھی مُنہ سے آوازیں نہیں نکالتی ہوں گی۔ پھر تم اس کے دماغ میں کیسے پہنچ گئیں؟"

"اسے اتفاق سمجھو۔ میں وائسورو کی کے دماغ میں تھی۔ اس سے باتیں کر رہی تھی کہ کمرے کے باہر کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ میں نے ذرا توجہ سے سُنا تو صاف طور پر ایک فقرہ سنائی دیا۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی، پتا چلا، وہ وائسورو کی کے کمرے کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ وہاں چار مسلح اسٹین گن لیے پہرہ دے رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص لڑکی سے اظہارِ عشق کیا کرتا تھا اور وہ انکار کرتی تھی۔ اس بار وہ اس کے قریب سے گزر رہی تھی، اس نے ہاتھ پکڑ لیا۔ جس پر لڑکی نے تلملا کر اُسے بُرا بھلا کہا۔ ایسے ہی وقت میں اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔"

"ابھی اس پر ظاہر نہ کرنا کہ اس کا دماغ تمہارے قابو میں ہو سکتا ہے۔"

"میں نے خاموشی اختیار کی۔" دی کلر جب تین برس کا بچہ بن کر فیڈر کے ذریعے دودھ پیتا ہے تو میں اس عورت کے ذریعے دودھ میں کوئی مضر رساں چیز حل کرا سکتی ہوں۔"

"ایسا کبھی نہ کرنا۔ یومی اسے پسند نہیں کرے گی۔ دی کلر اس کا شکار ہے۔ جب بہت مجبوری ہو گی، یومی کے لیے نجات کا راستہ ممکن نہیں ہو گا تب ہم ایسی چالیں چلیں گے۔"

"فرہاد! میں یومی کے پاس سے آ رہی ہوں۔ وہ بہت مجبور ہے، خطرے میں ہے۔ اس وقت ایک دیوار کو چاقو سے کریدتے ہوئے بجلی کے چھپے ہوئے تاروں کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ ایسی کچھ حرکتیں کر سکتی ہیں، کچھ کرنا ہو گا۔"

"نہیں شیبا۔ اس نے کئی برس کی ریاضت کے بعد علمی میدان میں قدم رکھا ہے اور ایک بہت بڑا چیلنج کیا ہے۔ یہ چیلنج اسی کے ہاتھوں پورا ہو گا۔"

اس نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "میں بابا صاحب کا ادارہ چھوڑنے والی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"جناب شیخ صاحب چاہتے ہیں، میں ادارے سے باہر رہوں پھر کسی دن، کسی مقام پر تم سے جا ملوں۔"

"دیکھیں، تقدیر ہمیں کہاں ملاتی ہے۔ تم نو یارک نہیں آ سکتیں اس لیے کہ دشمنوں نے بڑی سختی سے ناکا بندی کی ہے، میں یہ نہیں چاہوں گا کہ تم آؤ اور کسی نئی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ۔"

"نیویارک نہ سہی، کسی اور شہر میں ملیں گے۔ مجھے یقین ہے، تم جلد ہی وہاں سے نکل جاؤ گے۔"

"تم بابا صاحب کے ادارے سے کب آ رہی ہو؟"

"شاید دو دن کے بعد۔ جناب شیخ صاحب مجھ پر تنویمی عمل کرنا چاہتے ہیں۔ ایک معمولہ بنا کر میرے دماغ میں ایسی اہم باتیں نقش کرانا چاہتے ہیں جو زندگی کے عملی میدان میں کام آئیں گی۔"

"یہ تمہارے لیے بہتر ہو گا۔ ایسی اہم باتیں تم کبھی بھلا نہیں سکو گی۔ بہرحال اب ہمیں یومی کی طرف توجہ دینا چاہیے۔"

میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ شیبا بھی موجود تھی یا نہیں، میں نے معلوم نہیں کیا۔ اتنی دیر میں یومی نے وہ تار ڈھونڈ نکالا تھا جو دیوار کے اندر چھپا ہوا تھا۔

اس نے جہاں تک دیوار کو چاقو سے کھودا تھا، وہاں پلاسٹک کا ایک پتلا سا پائپ نظر آ رہا تھا۔ بجلی کے تار کو اس پائپ کے اندر سے گزارا گیا تھا۔ اگر وہ چاقو سے اس پائپ اور تار کو کاٹنا چاہتی تو اسے بجلی کا جھٹکا پہنچتا۔ وہ ایسی حماقت نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے ذرا دیر سوچنے کے بعد پھر چاقو کی نوک سے دیوار کو اور گہرائی تک کھودنا شروع کیا۔ اس پائپ کے پیچھے بھی دیوار

میں اتنی جگہ بن گئی کہ وہاں سے رسّی کے ایک سرے کو گزار کر دوسری طرف سے نکالا جاسکتا تھا۔

وہ یہی کرنے لگی۔ رسّی کے ایک سرے کو اس کھودے ہوئے حصّے میں ڈال کر پائپ کے دوسری طرف سے باہر لے آئی۔ پھر اس نے چاقو کے تیز پھل کو رسّی اور پائپ کے درمیان رکھا۔ چاقو کا دھار والا حصّہ پائپ کی طرف تھا۔ پھر اس نے رسّی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ اس طرح چاقو کے پھل سے وہ پائپ کٹنے لگا۔

وہ تار کٹنے ہی والا تھا مگر چاقو کا پھل پلٹ گیا۔ اس نے پھر دوبارہ کوشش کی۔ چاقو کے پھل کو پھر اسی طرح رکھا اور رسّی کے دونوں حصّوں کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگی۔ یکبارگی اس نے زور کا جھٹکا دیا تو ایک ہلکی سی چنگاری اڑی اور تار کٹ گیا۔

اس نے پلاسٹک کے نچلے پائپ کو ایک طرف موڑ دیا تاکہ تار کے دونوں کٹے ہوئے حصّے ایک دوسرے سے مل نہ سکیں۔ اس کے بعد وہ کرسی اور میز سے نیچے اتر آئی۔ اس نے چاقو کو آہنی سلاخ کے پاس پھینک کر دیکھا وہاں بجلی کی لہر نہیں تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر آہنی دروازے کو چھو لیا۔

وہاں کیا تھا؟

وہاں کچھ بھی نہ تھا۔

ایک دیو قامت درندہ جب تک چیخ چنگھاڑتا اور حملہ کرنے کی دھمکی دیتا ہے تب تک دلوں پر اس کی دہشت طاری رہتی ہے جب وہ بے جان ہو کر گر پڑتا ہے تو مٹی کے پہاڑ کی طرح ہوتا ہے۔ جسے کوئی بھی کھود سکتا ہے۔ اس میں سے سرنگ بنا سکتا ہے۔ پومی نے سرنگ بنالی۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے آہنی دروازے کی دو سلاخوں کو پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی۔ وہ دروازہ بہت بھاری تھا مگر آہستہ آہستہ اٹھ رہا تھا۔ پھر وہ اس حد تک اٹھ گیا کہ پومی فرش پر پھسل کر دوسری طرف نکل سکے اس نے ایسا ہی کیا۔ جیسے ہی وہ دوسری طرف گئی، دروازہ ایک دھماکے سے فرش پر واپس آگیا۔

وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح فرش پر پڑی رہی پھر اس نے کروٹ لے کر سر گھماتے ہوئے اس آہنی دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ ویسے ہی بند ہو چکا تھا۔ ویسا ہی پہلے جیسا قید خانہ تھا۔ صرف قیدی نے رہائی پالی تھی۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اپنے چاروں طرف دیکھا۔ وہ ایک کشادہ راہداری میں تھی۔ اس راہداری میں ایک طرف ایک سرے سے ایسے ہی قید خانے بنے ہوئے تھے۔ اس نے ایک طرف بڑھ کر دیکھا۔ اسے وہی عورت نظر

آئی ایسی عورتوں کے متعلق مسٹر نوکو کا دعویٰ تھا، وہاں جتنی عورتیں ہیں وہ سب اس پر مرتی ہیں اور اپنی اپنی محبت کا ثبوت دینے کے لیے قیدی کی طرح زندگی گزار رہی ہیں۔

اس نے قید خانے کے سامنے پہنچ کر اس عورت کو مخاطب کیا۔ آواز سنتے ہی وہ آہنی دروازے کے پاس آئی پھر اس کی سلاخوں کو تھام کر بولی "تم کون ہو؟"

پومی نے جواب دیا "تمہاری طرح مسٹر نوکو کے عشق میں مبتلا ہو کر آئی ہوں اور یہاں قیدی کی حیثیت سے رہنا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر قید خانے میں جاؤ۔ یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"میں پوچھنے آئی ہوں، آخر کب تک اپنی محبت کا ثبوت دیتی رہوں گی۔ کب تک یہاں قید رہوں گی؟"

"جب تک وہ میرے پاس آتا رہے گا۔"

پومی نے چونک کر پوچھا "کیا وہ تمہارے پاس آتا ہے؟"

"کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟"

پومی سوچنے لگی۔ مسٹر نوکو نے یہ بات دعوے سے کہی تھی کہ اسے عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور یہ عورت دعویٰ کر رہی تھی کہ وہ دلچسپی لیتا ہے۔ اس نے قیدی عورت سے پوچھا۔ "کیا وہ آج رات بھی یہاں آئے گا؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم کیسی احمق ہو۔ اتنا بھی نہیں معلوم آج سنڈے ہے۔ چھٹی کا دن ہے۔ وہ کہیں آرام سے سو رہا ہوگا۔"

"تم کیوں جاگ رہی ہو؟"

وہ سرد آہ بھر کر بولی "میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ وہ ہفتے میں ایک دن چھٹی مناتا ہے۔ میں یہ ایک رات بڑی مشکلوں سے گزارتی ہوں۔"

پومی دوسری قیدی عورت کے پاس گئی۔ اس سے باتیں کرنے کے بعد پتا چلا، وہاں سب ایک جیسی دیوانی تھیں۔ اس دوسری عورت کا بھی یہی دعویٰ تھا کہ مسٹر نوکو ہر رات اس کے پاس آتا ہے۔ یہ بات ناقابلِ یقین تھی۔ نوکو ایک تھا اور قیدی عورتیں کئی تھیں۔ پھر وہ ایک شخص کس کس کے پاس جاتا ہوگا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا "ٹھہرو، ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں اس قیدی عورت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر تک معلومات حاصل کرتا رہا۔ پھر میں نے پومی کے پاس آکر کہا "ہفتے میں ایک دن یعنی سنڈے کے دن مسٹر نوکو یہاں کی تمام لائٹس کو آن رکھتا ہے۔ یہاں رات کو بھی دن کا سماں ہوتا ہے کوئی اس پاس سے گزرتا ہو نظر نہیں آتا۔ باقی ہفتے میں چھ راتوں کو تاریکی رہتی ہے۔ تاریکی میں قید خانے کا دروازہ کھلتا ہے اور مسٹر نوکو قید خانے میں داخل ہوتا ہے۔"

پومی نے پوچھا "اندھیرا کیوں رہتا ہے؟"

"میں نے ان عورتوں کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کیا ہے۔ ہر عورت کا یہ دعویٰ ہے کہ اس اندھیرے میں وہ آہنی دروازہ کھول کر ان کے پاس آتا ہے یعنی ایک نوکو سب کے پاس پہنچتا ہے۔ اس کا مطلب صاف ظاہر ہے، وہ مسٹر نوکو نہیں ہو سکتا اور وہ ایک شخص بھی نہیں ہو سکتا۔ وہ کئی ہیں اور مسٹر نوکو بن کر بیک وقت نام قید خانوں میں جاتے ہیں۔ اسی لیے اتوار کے دن یعنی چھٹی کے دن وہاں رات کو روشنی ہوتی تھی۔ باقی راتوں میں تاریکی چھائی رہتی تھی۔ کوئی کسی کو دیکھ نہیں سکتا تھا ہاں، ایک دوسرے کی آواز میں سن سکتا تھا۔ یقیناً وہ تمام نوکو ایک ہی آواز اور لہجے میں بولتے ہوں گے۔"

پومی نے کہا "لعنت ہے مسٹر نوکو پر۔ میں سوچ رہی ہوں، وہ دی کلر کہاں ہوگا؟"

"وہ تمہارے پاس آیا تھا۔ یقیناً مسٹر نوکو کے خاص محل میں کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ میں جب سے قلعے میں داخل ہوئی ہوں، مسٹر نوکو اسکرین پر مجھے ہر جگہ دیکھتا رہا ہے۔ ابھی میں قید خانے سے نکلنے کی کوشش کرتی اور کامیاب ہوتی رہی۔ کیا مسٹر نوکو نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا؟"

"میرا خیال ہے، وہ کسی دوسری جگہ مصروف ہے۔ اسی لیے تمہیں دیکھ نہیں سکا۔"

"دی کلر نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ چوبیس گھنٹے کے بعد آئے گا۔ یقیناً وہ اسی محل میں ہے۔"

اس نے دوسرے کوریڈور کی طرف جاتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔ وہاں بھی مختلف قید خانے جیسے کمرے تھے۔ ہر کمرے کے دروازے پر آہنی سلاخوں والا دروازہ تھا۔ وہ ایک دروازے کے پاس سے گزرتے ہوئے ٹھٹک گئی۔ دی کلر نظر آرہا تھا۔

اس نے اس دروازے کے قریب جا کر دیکھا۔ سلاخوں والے دروازے کے پیچھے وہ ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا فیڈر سے دودھ پی رہا تھا۔ اس کے پاس کھڑی ہوئی ایک عورت اس کے سر کو سہلا رہی تھی۔ آہستہ آہستہ گنگنا رہی تھی۔ جیسے لوری سنا رہی ہو۔

پومی تھوڑی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ پھر آگے بڑھنا چاہتی تھی، میں نے کہا "رک جاؤ، اس آہنی دروازے کو ہاتھ نہ لگانا۔ دی کلر کو بڑے سخت حفاظتی انتظامات کے ساتھ رکھا گیا ہوگا۔"

پومی نے تائید میں سر ہلا کر کہا "اب تک جتنی عورتوں کو قیدی کے روپ میں دیکھا ہے وہ آہنی دروازوں کو تھام کر مجھ سے گفتگو کرتی رہیں یعنی ان کے دروازوں پر بجلی کی لہر نہیں دوڑ رہی ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے لانبے سے چاقو کو نکالا پھر اسے کھول کر دروازے کی طرف پھینک دیا۔ جیسے ہی چاقو کا پھل ایک سلاخ سے ٹکرایا، پاس ہی دیوار پر لگا ہوا سرخ بلب جلنے بجھنے لگا۔ ایک بیک سائرن کی آواز گونجنے لگی۔ پومی تیزی سے دوڑتے ہوئے اپنے قید خانے کی طرف گئی۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے اپنے قید خانے کے آہنی دروازے کو پوری قوت سے اٹھایا اور اندر چلی گئی۔ میز اور کرسی کو واپس ان کی جگہ رکھا۔ پھر پلنگ پر جا کر لیٹ گئی۔ اس دوران دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں پومی کو چھوڑ کر ایک قیدی عورت کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے دیکھنے لگا۔ بہت سے مسلح جوان قید خانے کی راہداری میں آگئے تھے۔ ایک نے عورت سے پوچھا "کیا یہاں کوئی آیا تھا؟"

میں اس عورت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس عورت نے میری مرضی کے مطابق جواب دیا "یہاں کوئی نہیں آیا تھا۔ میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا۔"

دوسری عورت سے بھی یہی سوال کیا گیا۔ اس عورت نے بھی میری مرضی کے مطابق وہی جواب دیا۔ میں نے سوال کرنے والے کے دماغ میں پہنچ کر دوسری طرف کی راہداری میں دیکھا۔ وہاں کھڑے ہوئے مسلح جوان اس عورت سے سوال کر رہے تھے جو دی کلر کے سرہانے کھڑی اس کا سر سہلا رہی تھی اور گنگنا رہی تھی۔ اس نے پومی کو نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے اس نے بھی انکار میں سر ہلا دیا۔

میں نے پومی کے پاس آکر دیکھا۔ وہاں کہیں اسپیکر کے ذریعے مسٹر نوکو کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "پومی! کیا تم نے کوئی چکر چلایا ہے۔ میں گہری نیند میں تھا۔ خطرے کا سائرن سن کر آنکھ کھل گئی۔ اب اسکرین پر تمہیں دیکھ رہا ہوں۔"

وہ بولی "اچھی طرح دیکھ لو۔ اسکرین پر میں بھی نظر آرہی ہوں۔ یہ کرو بھی اور وہ آہنی دروازہ بھی جس میں بجلی کی لہر دوڑ رہی ہے۔ میں ایسے میں کیا کر سکتی ہوں۔ تم خواہ مخواہ مجھ سے خوفزدہ ہو۔"

اس نے ناگواری سے کہا "مجھے خوفزدہ کرنے والا کوئی پیدا نہیں ہوا۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ آخر یہ خطرے کا سائرن کیسے بج رہا تھا۔"

میں فوراً ہی ماسٹر والسورو کی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب مسٹر نوکو کی آواز ان کے کمرے میں سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا

تھا۔ "مسٹر والسورو کی اور سلیمان جوگو! کیا تم بتا سکتے ہو یہ خطرے کا سائرن کیسے بج رہا ہے جبکہ تم دونوں اس کمرے میں قید ہو؟"

والسورو کی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم اپنے عمل میں بجنے والے سائرن کے متعلق پوچھ رہے ہو۔ اگر غور کرو تو پتا چلے گا تمہارے دماغ کے اندر خطرے کی گھنٹی بج رہی ہے اور وہ خطرے کی گھنٹی ہے ٹیلی پیتھی۔"

میں نے یکبارگی مسٹر نوکو کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس کے اندر پہنچا مگر دوسرے ہی لمحے نکل آیا۔ کیونکہ اس نے سانس روک لی تھی۔ میں نے پھر دستک دی۔ اس نے دماغ کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے کہا۔ "مسٹر نوکو! یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔ تم کبھی معلوم نہیں کر سکو گے کہ خطرے کا سائرن کس طرح بجنے لگا تھا۔"

اس نے ناگواری سے کہا۔ "اچھا! اب جاؤ۔"

وہ سانس روکنا چاہتا تھا' میں نے کہا۔ "ایک بات اچھی طرح یاد رکھو۔ میں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار آزمانا چاہوں تو تم میرے لیے دماغ کے دروازے بند نہیں کر سکو گے۔"

"کیا مجھے چیلنج کر رہے ہو؟"

"ابھی نہیں۔ کیونکہ تمہیں ڈھیل دے رہا ہوں۔ تم نے پومی کے سامنے اس کی طرح بازی گری کے کرتب دکھائے۔ اس کا جواب وہ ضرور دے گی۔ اس لیے تمہیں چھوٹ دے رہا ہوں۔ بس اب دماغ کے دروازے بند کر لو۔"

اس کے سانس روکنے سے پہلے ہی میں دماغ سے نکل آیا۔ پومی آرام سے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ یک بیک ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔ کیونکہ مسٹر نوکو کے دہاڑنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اسپیکر کے ذریعے گرج کر کہہ رہا تھا۔ "کہاں ہے فرہاد! میں نے دماغ کے دروازے بند نہیں کیے۔ وہ کیوں چلا گیا۔ اسے میرا جواب سننا چاہیے۔"

پومی نے سر اٹھا کر خلا میں تکتے ہوئے کہا۔ "میں اسے تمہارا جواب سناؤں گی۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

وہ غصے سے بولا۔ "وہ تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا بزدل اپنے آپ کو سمجھا کیا ہے۔"

"میں تمہاری طرف سے پوچھوں گی کہ وہ اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے۔"

"یو شٹ اپ۔ اس نے چیلنج کیا ہے کہ تم مجھے شکست دو گی۔ میں کہتا ہوں' اسے اپنی ٹیلی پیتھی پر اتنا ہی ناز ہے تو تمہیں قید خانے سے نکال کر دکھائے۔"

پومی نے کہا۔ "فرہاد! اس وقت میرے دماغ میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ ابھی مجھے نکال سکتا ہے۔ یقین نہ ہو تو یہاں آ کر دیکھو۔"

"میں اسکرین کے ذریعے دیکھ رہا ہوں۔"

"نہیں خود یہاں تک آؤ' تمہارے آنے تک میں قید خانے سے نکل آؤں گی اور باہر تمہارا انتظار کروں گی۔"

"یہ ناممکن ہے۔"

"ٹیلی پیتھی کا کمال یہی ہے' وہ ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے یقین نہ ہو تو یہاں تک چل کر آؤ۔"

"میں ابھی آ رہا ہوں۔"

چند سیکنڈ کے بعد میں نے مسٹر نوکو کے دماغ پر پھر دستک دی۔ وہ اپنی خواب گاہ سے نکل آیا تھا۔ اس نے جھنجلا کر کہا۔ "اب میرے پاس کیوں آئے ہو۔ جاؤ' اسے قید خانے سے نکالو۔ میں تمہارا کمال آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں یہ دیکھنے آیا ہوں کہ واقعی تم آ رہے ہو کہ نہیں۔"

"میں آ رہا ہوں۔ تم اپنی پومی کی فکر کرو۔ اول تو یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ بجلی کی لہروں سے گزر کر باہر آ سکے۔ اگر وہ آ گئی تو تم میرے ہاتھوں سے اسے بچا نہیں سکو گے۔"

"مجھے اس کی حفاظت کے لیے کچھ نہیں کرنا ہوگا۔ آج تم پر ایک نیا انکشاف ہوگا۔"

اس نے چونک کر پوچھا۔ "کیسا انکشاف؟"

"یہ کہ پومی صرف جمناسٹک کے کرتب دکھانا ہی نہیں جانتی' اسے کالا جادو بھی آتا ہے۔"

"کیا؟" اس نے تقریباً چیخ کر بے یقینی سے پوچھا۔

میں نے کہا۔ "اپنی حیرانی بچا کر رکھو۔ اس کے سامنے جا رہے ہو۔"

وہ قید خانہ اس کے بیڈ روم سے زیادہ دور نہیں تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا ایک راہداری میں پہنچا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا پومی کے قید خانے کے قریب آیا تو ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ پومی ان آہنی سلاخوں سے باہر کھڑی دونوں ہاتھ کمر پر رکھے مسکرا رہی تھی۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ بجلی کی لہروں سے گزر کر چلی آئے گی۔ اس نے جھنجلاہٹ میں ایک چھلانگ لگائی' فضا میں پرواز کرتا ہوا آیا۔ وہ پومی کے منہ پر لات مارنا چاہتا تھا مگر جو غصہ برداشت نہ کر سکے وہ زندگی میں کچھ نہیں کر سکتا۔ پومی وہاں نہیں تھی' جہاں وہ پرواز کرتا ہوا پہنچا تھا' وہاں سے پھر پلٹ کر اس نے پومی پر حملہ کرنا چاہا مگر پومی کہاں تھی؟ صحیح سمت معلوم کر نا لازمی تھا مگر جب تک وہ معلوم کرتا اس کے منہ پر ایک زبردست ٹھوکر پڑی۔ پھر وہ بولی۔ "تم نے دھوکے سے میری کمر پر لات ماری تھی۔ میں نے تمہارے سامنے آ کر منہ پر ٹھوکر ماری ہے۔ اسے کہتے ہیں سامنا کرنا۔"

منہ پر لات کھانے کے بعد مسٹر نوکو کو اور غصہ آنا چاہیے تھا لیکن وہ خلافِ توقع مسکرانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "مجھ سے بڑی بھول ہوئی' میں غصے میں آ گیا تھا۔ اب دیکھو' میں بالکل نارمل ہوں اور اب تم سنبھل جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے ہاہپ ہپ کی آواز لگاتے ہوئے جمناسٹک کے کرتب دکھانے شروع کیے۔ بالکل پومی جیسا انداز تھا۔ وہ جس کے مقابل تھا' اسی کے داؤ پیچ آزما رہا تھا۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ اگر وہ لوہا تھی تو یہ لوہا بن کر کاٹنا چاہتا تھا لیکن بھونکنے والے کتے اور ہوتے ہیں کاٹنے والے کتے اور ہوتے ہیں گرجنے والے بادل اور ہوتے ہیں اور برسنے والے بادل اور ہوتے ہیں۔

وہ ہاہپ ہپ کہتا ہوا' جمناسٹک کے کرتب دکھاتا ہوا اچانک رک گیا۔ اسے اپنے پیچھے ہاہپ ہپ کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے جیسے ہی منہ گھما کر دیکھا' منہ پر ایک کراٹے کا ہاتھ پڑا۔ وہ تلملا گیا۔ پومی نے کہا۔ "صرف کرتب دکھانے سے کچھ نہیں ہوتا' جسے دکھا رہے ہو اس پر نظر رکھنا پڑتی ہے۔"

پومی کو حملہ کرنے کے بعد پیچھے ہٹ جانا چاہیے تھا مگر وہ کچھ کہنے کی دُھن میں مار کھا گئی۔ اس کے منہ پر بھی مسٹر نوکو کا ایک بھرپور ہاتھ پڑا۔ وہ پیچھے گئی۔ یوں لگا جیسے وہ مار کھا کر گرنے والی ہو مگر وہ پیچھے کی طرف ہاہپ ہپ کہتی ہوئی قلابازیاں کھاتی ہوئی جا رہی تھی۔ مسٹر نوکو نے کہا۔ "میں جانتا ہوں' تم اسی طرح قلابازیاں کھاتی ہوئی میری طرف آؤ گی۔"

لیکن وہ بہت کچھ جاننے کی خوش فہمی میں مار کھا گیا۔ پومی وہاں سے کرتب دکھانے کے انداز میں واپس نہیں آئی تھی بلکہ اتنے فاصلے سے اچانک فضا میں چھلانگ لگائی تھی اور اس کے منہ پر ٹھوکر مارتی ہوئی گزر گئی تھی۔ مسٹر نوکو کو غصہ نہیں آ رہا تھا۔ مار کھانے کے بعد وہ ہنسنے لگا۔ پومی نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں سمجھ گیا ہوں' تمہارے ساتھ کس طرح مقابلہ کرنا چاہیے۔"

وہ بڑے اطمینان سے پینترا بدلنے لگا۔ پومی کبھی پینترا بدلتے قدموں کو اور کبھی اس کی آنکھوں کو دیکھتی رہی۔ مقابلہ کرنے کے لیے ان دو باتوں پر توجہ لازمی ہوتی ہے کہ دشمن کی آنکھیں کیا کہتی ہیں اور قدم کدھر جاتے ہیں۔ ایسے وقت بہت سے مسلح جوان کے آس پاس آ گئے تھے۔ پومی کی توجہ ذرا سی ہٹ گئی۔ بس یہی برا ہوا۔ اس کے منہ پر ایک زبردست گھونسا پڑا۔ وہ لڑکھڑائی' پھر دوسرا' پھر تیسرا۔ اس کے شانے پر' بازو پر' جسم کے کئی حصوں پر تڑاتڑ حملے ہوتے چلے گئے اور وہ مار کھاتی ہوئی دیوار سے جا کر ٹک گئی۔

وہ مجبور تھی۔ اسے صرف مسٹر نوکو کو نہیں' آنے والے مسلح جوانوں کو بھی اپنی نظروں میں رکھنا تھا' اسی لیے وہ متواتر مار کھاتے رہنے پر مجبور ہو گئی۔ اتنی دیر میں اندازہ ہو گیا کہ جب تک مسٹر نوکو اس سے لڑتا رہے گا' کوئی مسلح جوان مداخلت نہیں کرے گا۔

مسٹر نوکو خوش تھا۔ اس کا داؤ چل گیا تھا۔ حملے کامیاب ہو رہے تھے لیکن جب پومی نے جوابی حملہ کیا تو آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ میں نے اسے لڑتے رہنے کے لیے چھوڑ دیا اور خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا قلعے کے ان افراد کے دماغوں میں پہنچنے لگا جن کے پاس میں اور شیبا اس وقت پہنچے تھے جب پومی تلوار بازوں سے مقابلہ کر رہی تھی۔

میں نے شیبا کو مخاطب کیا۔ وہ کہنے لگی۔ "میں جناب شیخ صاحب کے حکم کے مطابق تنویمی عمل کے لیے جا رہی ہوں۔"

"ابھی تنویمی عمل ضروری نہیں ہے' فوراً قلعے کے ان افراد کے دماغوں میں پہنچو جنہیں ہم بہت پہلے شکار کر چکے تھے۔ پومی کو ہماری ضرورت ہے۔"

میں نے اسے پومی کے مختصر حالات بتائے۔ پھر کہا۔ "جب تک مسٹر نوکو تنہا اس سے مقابلہ کرتا رہے گا' ہم مداخلت نہیں کریں گے۔ جب اس کے مسلح جوانوں نے پومی کو نقصان پہنچانا چاہا تو پھر ہم انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

میں نے اور شیبا نے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنا شروع کیا۔ جو ہمارے شکار تھے' انہیں پھر شکار کیا۔ ان کے دماغوں پر قابض ہو کر دو مسلح جوانوں کو اُدھر لے گئے جہاں والسورو کی اور سلیمان جوگو قیدی بنا کر رکھے گئے تھے۔ اس کمرے کے باہر چار مسلح افراد تھے۔ ان سے ہمارے دو معمول ٹکرا گئے۔ دونوں طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ اِدھر سے ہمارا ایک معمول کام آ گیا۔ اُدھر سے تین دشمن مارے گئے۔ شیبا مردہ معمول کو چھوڑ کر دوسرے کے دماغ میں گئی۔ پھر اُسے وہاں سے دوڑاتے ہوئے مُردہ معمول کی جگہ لے آئی۔ اس وقت تک میدان صاف ہو چکا تھا۔ میں جس کے دماغ پر قابض تھا' اس نے چوتھے کو بھی مار گرایا تھا۔ پھر میں نے اس کے ذریعے والسورو کی اور سلیمان جوگو سے کہا۔ "وہ ایک طرف دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جائیں' دروازے کے لاک پر فائرنگ کی جا رہی ہے۔"

دروازہ فائرنگ کے ذریعے توڑ دیا گیا۔ وہ دونوں آزاد ہو گئے۔ اب ہماری فوج میں چار افراد ہو گئے۔ سلیمان جوگو' والسورو کی اور ہمارے دو معمول۔

وہ سب مسلح تھے لیکن ہم نے دو معمول کو آگے رہنے دیا تاکہ وہ ڈھال بنے رہیں۔ اگر وہ کام آ جاتے تو ان کی جگہ دو اور آ سکتے

تھے۔ میں نے ذرا دیر کے لیے اپنے معمول کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ چونک کر اپنے آپ کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے حیران ہو کر والٹسورو کی اور سلیمان جوگو کو دیکھا۔ میں نے والٹسورو کی کے ذریعے کہا: "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ جب تک تمہارے دماغ پر قابض رہوں گا' تم میرا کام کرتے رہو گے۔ اس وقت آزاد ہو میں ہمیشہ تمہارے دماغ پر قابض نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا تم سے پوچھتا ہوں' میرے محکوم رہو گے یا تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ختم کر دوں؟"

اس نے خوفزدہ ہو کر کہا: "نہیں' میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ میں نے تلوار بازوں سے مقابلہ کرنے کے دوران آپ کی ٹیلی پیتھی کے کمالات دیکھ لیے ہیں۔"

اسی طرح شیبا نے جس کو معمول بنایا تھا' اس سے بھی ہم نے یہی سوال کیا۔ وہ بھی ہمارا محکوم رہنے پر آمادہ ہو گیا۔ جب ان کی طرف سے اطمینان ہوا تو میں نے اور شیبا نے دو اور معمول بنا لیے۔ اس طرح ہمارے آدمیوں کی تعداد چھ ہو گئی۔

ادھر ہم پوہی کی مدد کرنے کے لیے اپنے فوجیوں کی تعداد بڑھا رہے تھے۔ ادھر اس نے میدان جیتنے کے لیے دوسرا طریقہ اختیار کیا تھا۔ لڑائی کے دوران کبھی کسی کا پلڑا بھاری ہوتا ہے اور کبھی کسی کا۔ ایک بار جب وہ مسٹر نوکو پر غالب آنے لگی تو ایک مسلح جوان نے اس پر حملہ کیا تھا۔ پوہی نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا: "اسٹاپ!"

مسٹر نوکو اس پر حملہ کرنے آ رہا تھا۔ فوراً رک کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ بولی: "یہ کہاں کی مردانگی ہے۔ ایک تو عورت سے مقابلہ کر رہے ہو۔ دوسرے مسلح آدمی کی مدد بھی حاصل کر تے جا رہے ہو۔"

مسٹر نوکو نے اس حملہ کرنے والے کو گھور کر دیکھا۔ پھر کہا۔ "میں خود سے سزا دوں گا اور دوسروں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ ہمارے درمیان نہ آئیں۔"

"میں تمہارے حکم پر اور تمہارے حکم ماننے والوں پر بھروسا نہیں کر سکتی۔ اگر مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو کسی قید خانے میں چلو۔"

اس کی شرط مان لی گئی۔ سامنے والے قید خانے میں ایک عورت تھی۔ اُسے باہر نکال دیا گیا۔ وہ مسٹر نوکو کے ساتھ اندر گئی۔ نوکو نے دروازے کو بند کیا۔ اندر سے تالا لگایا پھر چابی کو اپنی جیب میں رکھتے ہوئے کہا: "میں اپنے تمام آدمیوں کی موجودگی میں کہتا ہوں' اگر یہ لڑکی میری جیب سے چابی نکال کر دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو جائے تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اگر یہ دی کلچر کا سر لے جانے سے باز آ جائے اور یہاں سے خالی ہاتھ جانا چاہے تو اسے قلعے سے باہر جانے دیا جائے گا۔"

اس نے چابی کو جیب میں رکھ لیا تھا۔ پھر مقابلہ شروع ہوا۔

تمام مسلح جوان اس آہنی دروازے کے پاس سمٹ آئے' دونوں کو لڑتے ہوئے دیکھنے لگے۔ مگر وہ برابر نظر نہیں آ رہے تھے۔ تہہ خانے کی دیواریں آڑی ترچھی تھیں۔ لڑنے والے کبھی دروازے سے دور چلے جاتے تو نظروں سے اوجھل ہو جاتے تھے۔

آنکھیں آڑی ترچھی دیواریں چھپا لیتی تھیں۔ بس لڑنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ کسی نہ کسی کے منہ سے کراہ نکلتی تھی۔ کبھی کبھی ہانپ ہانپ کی آوازیں سنائی دیتیں۔ ایسے وقت وہ پوہی کو تلوار کے کمالات کے ساتھ اِدھر سے اُدھر جاتے ہوئے دیکھتے تھے۔ پھر وہ دروازے کے قریب سے گزرتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو جاتی تھی۔

میں نے والٹسورو کی اور سلیمان جوگو کو بتایا' قید خانے کے اندر دونوں کے درمیان زبردست فائٹنگ جاری ہے۔ مسٹر نو کو کے آدمی مداخلت نہیں کر رہے ہیں اس لیے ہمیں بھی انتظار کرنا چاہیے۔ ضرورت ہو گی تو میں اور شیبا تمہارے پاس چلے آئیں گے۔

ہم پوہی کے پاس آ گئے۔ وہ بڑی دیر سے لڑ رہے تھے اور پتا نہیں کب تک لڑتے رہنے والے تھے۔ ان کے درمیان جاری رہنے والی جنگ بہت ہی تھکا دینے والی تھی۔ وہ نہیں تھک رہے تھے مگر ہم پریشان ہو رہے تھے۔ پوہی نے اب تک خود کو ناقابلِ شکست ثابت کیا تھا۔ نوکو کے مقابلے میں بات ایسی نہیں تھی۔ آج اسے معلوم ہو رہا تھا کہ اونٹ کتنا ہی اونچا ہو' پہاڑ کے سامنے مختصر ہو جاتا ہے۔ مسٹر نو کو بڑی مہارت سے لڑ رہا تھا اور خود کو پہاڑ ثابت کر رہا تھا۔ اس کے باوجود اپنی زبان سے یہ اعتراف کر تا جا رہا تھا: "پوہی! تم واقعی دلیر ہو۔ میدان میں ثابت قدم رہنا جانتی ہو۔ تمہارے ہاتھ کس چیز کے بنے ہوئے ہیں۔ فولاد کی طرح لگتے ہیں۔"

پوہی کو یہی ایک برتری حاصل تھی۔ ورنہ مسٹر نوکو اس کی طرح لڑنا مار نا جانتا تھا۔ اس کی طرح کرتب بھی دکھا رہا تھا۔ جتنے داؤ پیچ اسے آتے تھے' ان سے زیادہ وہ جانتا تھا لیکن جب پوہی کا ہاتھ پڑتا تھا تو وہ تلملا کر رہ جاتا تھا۔ پیچھے ہٹ کر ایک ذرا سا اس کمتری میں مبتلا ہو جاتا تھا کہ مقابل میں ایک لڑکی ہے اگر وہ اسی طرح فولادی ثابت ہوتی رہی تو بڑی سبکی ہو گی۔

تقریباً دو گھنٹے گزر گئے۔ دونوں ثابت قدم تھے ایک دوسرے کو مار رہے تھے اور ایک دوسرے سے مار کھا رہے تھے۔ مسٹر نوکو کے زیادہ حملے کامیاب ہو رہے تھے۔ پوہی اس کے داؤ پیچ میں آ جاتی تھی مگر اس کا کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوتا تھا لیکن جب پوہی کا کوئی حملہ کامیاب ہوتا تھا تو مسٹر نوکو ایک آدھ منٹ تک پینترا بدلنے میں وقت ضائع کرتا تھا تاکہ جو وار کھائی ہے اس کا اثر کچھ کم ہو جائے۔

میری سوچ کی لہریں چپکے سے رینگتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گئیں۔ مجھے یقین تھا' اب وہ اپنے دماغ کے دروازے بند نہیں کر سکے گا۔ مگر اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیا تھا۔ اس نے سانس روکنے کی کوشش کی۔ اسی وقت پوہی کا ایک ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ میں نے کہا۔ "مسٹر نو کو! اگر پوہی کا ہاتھ نہ پڑتا تب بھی تم سانس روکنے کے قابل نہیں رہے ہو۔ اس کے فولادی ہاتھوں نے دو گھنٹے کے اندر تمہارے جسم کو دُکھتا ہوا پھوڑا بنا دیا ہے۔ یہ لڑکی ایک کدال کی طرح ہے جو دھیرے دھیرے تمہارے وجود کو اندر سے کھودتی جا رہی ہے۔ تم نادانستگی میں اندر سے کھلے ہوتے جا رہے ہو۔"

پوہی پھر حملہ کرنے کے لیے بڑھ رہی تھی۔ مسٹر نوکو نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "رُک جاؤ۔ مسٹر فرہاد میرے دماغ میں ہیں۔"

پوہی نے چونک کر اس کے سر کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "فرہاد' میں تم سے درخواست کرتی ہوں' چلے جاؤ۔ میں نے اس کے آدمیوں کو مداخلت سے منع کیا ہے' تمہیں بھی منع کر رہی ہوں۔"

میں نے مسٹر نوکو کی زبان سے کہا: "میں وعدہ کرتا ہوں' تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔ اس لڑائی میں کسی طرح مداخلت نہیں کروں گا۔ میں نے صرف نوکو کو اس کی کمزوری کا احساس دلایا ہے اسے بڑا ناز تھا کہ میں اس کے دماغ میں بغیر اجازت نہیں آ سکوں گا' سو آ گیا۔ اب واپس جا رہا ہوں۔"

میں واپس نہیں گیا مگر خاموشی اختیار کر لی۔ پوہی نے آواز دی۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ پھر مسٹر نوکو نے کہا: "فرہاد! تم میرے دماغ میں ہو۔ مجھے جواب دو۔"

میں خاموش رہا۔ وہ بے چین ہو کر سوچنے لگا۔ چپ رہ کر محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ میں اس کے دماغ میں ہوں یا نہیں۔ پہلی بار جب سوچ کی لہریں اس کے دماغ میں آئی تھیں تو اس نے عادتاً محسوس کر لیا تھا۔ اب وہ احساس زائل ہو گیا تھا۔ جسم پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ جنگ جاری تھی۔ ایسی صورت میں وہ یوگا کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔

مجھے پوری طرح یقین ہو گیا کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکے گا اور وہ سوچ رہا تھا: "فرہاد نہیں ہے۔ واقعی چلا گیا ہے۔ اب مجھے سوچنا چاہیے کہ اس جنگ کو جاری رکھا جائے یا ملتوی کر دیا جائے؟"

پوہی نے پوچھا: "کیا سوچ رہے ہو۔ کیا لڑنا بھول گئے؟"

وہ غصے سے بولا: "میں بزدل اور کمزور نہیں ہوں۔ ابھی تمہیں مسل کر رکھ دوں گا مگر پہلے فرہاد کو محسوس کرنا چاہتا ہوں۔ شاید وہ چپ چاپ میرے دماغ میں چھپا ہوا اور کسی طرح مجھے کمزور بنا دے۔ ذرا انتظار کرو۔"

پھر وہ اپنے طور پر چپ چاپ سوچنے لگا: "اب تک میں خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ پوہی پر غالب آ جاؤں گا۔ فرہاد نے مجھے کمزوری کا احساس دلایا ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں۔ اس کے فولادی ہاتھوں نے مجھے رفتہ رفتہ کمزور بنایا ہے اور مجھے اس کمزوری کا احساس تک نہیں ہوا۔ سچ کہتے ہیں' انسان کو خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ پوہی کو دیکھنے لگا اور سوچنے لگا: "مجھے اس مقابلے کو کسی بہانے ختم کرنا ہو گا۔ مجھے کھوئی ہوئی توانائی دوبارہ بحال کرنا ہو گی۔"

یہ سوچتے ہی اس نے کہا: "نہیں۔ یہ بے ایمانی ہے۔ میں تم سے نہیں لڑوں گا۔"

پوہی نے پوچھا: "ایسی کیا بات ہو گئی۔ کیا فرہاد تمہیں نقصان پہنچا رہا ہے؟"

"ابھی نہیں پہنچا رہا ہے مگر وہ میرے دماغ میں ہے۔ جب بھی تم پر حملہ کروں گا' وہ میرے حملے کو ناکام بنا دے گا۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اگر تم حملہ کرو اور ناکام رہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فرہاد نے تمہیں کمزور بنایا ہے۔"

"میں خوب جانتا ہوں' تم اس کی حمایت کرو گی کیونکہ وہ تمہاری ہار کو جیت میں بدل دے گا۔"

"بکواس مت کرو۔ تم دیکھ رہے ہو' میں اتنی دیر سے تنہا مقابلہ کر رہی ہوں۔ فرہاد اپنی زبان کا دھنی ہے۔ جب اس نے کہہ دیا ہے تو وہ کبھی مداخلت نہیں کرے گا اور نہ ہی تمہیں کوئی نقصان پہنچائے گا۔"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"تم مقابلہ کر کے دیکھ لو۔"

"اچھی بات ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے پوہی پر حملہ کیا اور ناکام رہا۔ پوہی نے جوابی حملہ کیا اور کامیاب رہی۔ اس کے جواب میں پھر اس نے حملہ کیا۔ پھر ناکام رہا۔ اس کے بعد جھنجلا کر بولا: "میں پہلے ہی کہتا تھا' فرہاد مجھے کامیاب حملے نہیں کرنے دے گا۔"

پوہی نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔ اچانک اس نے ایک چیخ ماری اور لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہنے لگا۔ "دیکھو' دیکھو' یہ مجھے دماغی جھٹکے پہنچا رہا ہے۔"

پومی نے حیرانی اور بے یقینی سے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "فرہاد! یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا تم وعدہ خلافی کر رہے ہو؟"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "اس وقت میں اور شیبا تمہارے دماغ میں ہیں۔ یہ شخص جھوٹ کہہ رہا ہے۔ اس نے جان بوجھ کر دو ناکام حملے کیے اور اب خود ہی جھٹکے کھا کر پیچھے چلا گیا ہے اور اپنے سر کو تھام کر یہی تاثر دے رہا ہے کہ دماغی جھٹکے پہنچائے جا رہے ہیں۔"

پومی نے اسے غرا کر دیکھا۔ پھر کہا۔ "مسٹر نوکو! میں نہیں جانتی تھی کہ تم اتنے ذلیل انسان ہو جو شخص زبان کا پکا ہے اس کے خلاف جھوٹی باتیں کر رہے ہو۔ تمہاری یہ ایکٹنگ میرے سامنے نہیں چلے گی۔ فرہاد میرے دماغ میں ہے۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا ہے۔"

اس نے گھونسا دکھاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا منہ توڑ سکتا ہوں۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی والا ہمارے درمیان نہ آتے مگر تم کبھی یقین نہیں کرو گی۔ میرے سامنے یہی ایک راستہ رہ گیا ہے کہ ابھی تم سے مقابلہ نہ کروں۔ اپنی سانسوں پر قابو پاؤں اور فرہاد کو دماغ میں آنے سے روک دوں۔"

یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف جانے لگا۔ پومی نے فضا میں ایک چھلانگ لگائی۔ پھر ایک لات ماری۔ وہ واپس لڑکھڑاتا ہوا ایک دیوار سے لگ گیا۔ وہ بولی۔ "تمہاری جیب میں چابی ہے۔ میں اسے نکالوں گی اور دروازہ کھولوں گی۔ اس سے پہلے تم دروازے تک نہیں جا سکو گے۔ رہ گئی یہ بات کہ تمہیں ٹیلی پیتھی سے نقصان پہنچ رہا ہے تو یہ سراسر جھوٹ ہے۔ تم اس بہانے مقابلے سے بچنا چاہتے ہو اور میں تمہیں بچنے نہیں دوں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے پھر حملہ کیا مگر ناکام رہی۔ اس بار مسٹر نوکو کا حملہ کامیاب رہا۔ اس نے تڑاتڑ دو تین ہاتھ جمائے۔ پومی یکبارگی الٹی قلابازی کھاتے ہوئے دور چلی گئی۔ میں چپکے سے مسٹر نوکو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "یہ تو برا ہوا۔ میرا حملہ کامیاب نہیں ہونا چاہیے، ورنہ ثابت ہو جائے گا کہ فراد مجھے نقصان نہیں پہنچا رہا ہے۔"

یہ سوچنے کے بعد اس نے پھر پومی کی طرف بڑھ کر حملہ کیا۔ اس بار وہ ناکام حملہ کرنا چاہتا تھا مگر میں نے کامیاب بنا دیا۔ پومی کے دماغ میں چند سیکنڈ کے لیے آ کر کہا۔ "یہ اب بھی فراڈ کرنا چاہتا ہے۔ ناکام حملے کرنا چاہتا ہے۔ میں ان حملوں کو کامیاب بناتا رہوں گا تم مار کھاتی رہو۔"

پھر یہی ہوا۔ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ڈٹے ہوئے تھے، پومی ایک کامیاب حملہ کرتی تھی۔ پھر دو چار بار ناکام ہو کر مار کھاتے ہوئے پیچھے ہٹ جاتی تھی۔ ایک منٹ کے بعد اس نے کہا۔ "دیکھو، تم کس طرح کامیاب حملے کر رہے ہو۔ خواہ مخواہ فرہاد کو الزام دے رہی تھیں۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "یہ فریب ہے۔ مجھے الجھایا جا رہا ہے۔ فرہاد میرے دماغ میں رہ کر میرے حملوں کو کامیاب بنا رہا ہے۔"

پومی نے پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم دانستہ ناکام حملے کرنا چاہتے ہو اور فرہاد انھیں کامیاب بنا رہا ہے؟"

وہ اس سوال پر گڑبڑا گیا۔ سنبھل کر بولا۔ "میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے، میں لڑنا نہیں چاہتا مگر تم پر کامیاب حملے کر رہا ہوں۔ آخر اس کے پیچھے کوئی تو بات ہو گی۔"

"جب تم لڑنا نہیں چاہتے تو مجھ پر حملے کس طرح کر رہے ہو؟"

"یہی تو میں کہنا چاہتا ہوں، فرہاد حملے کرا رہا ہے۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ میں تمہیں اس دروازے تک نہیں جانے دوں گی۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ پہلے تو اس نے جھوٹ کہا تھا کہ فرہاد اس کے حملے ناکام بنا رہا ہے۔ دوسری بار جب وہ ناکام حملے کرنے لگا اور حملے کامیاب ہونے لگے تو بھی الجھ کر رہ گیا۔ آخر یہ حملے کامیاب کیسے ہو رہے ہیں۔ وہ جھوٹ کہنے کے بعد سچ کہہ رہا تھا کہ فرہاد ایسا کر رہا ہے لیکن اسے خود اپنی بات پر پوری طرح یقین نہیں تھا۔ وہ چونکہ بہت اچھا فائٹر تھا اس لیے سوچ رہا تھا، بے اختیار اس سے کامیاب حملے ہو رہے ہیں لیکن یہ دہشت بھی تھی کہ فرہاد چپکے سے دماغ میں موجود ہے ایسی صورت میں وہ مقابلہ جاری رکھنا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے پینترا بدلتے ہوئے کہا۔ "دیکھو پومی! اصل بات یہ ہے کہ میں ابھی سانسوں پر قابو نہیں پا سکتا۔ جب تک مجھے یقین نہیں ہو گا کہ میری سانسیں میرے قابو میں ہیں اور میں فراد کا راستہ روک سکتا ہوں، اس وقت تک تمہارا مقابلہ نہیں کروں گا۔"

پومی نے کہا۔ "اگر میں یہ کہوں کہ مقابلہ جاری نہیں رکھ سکتی کیونکہ میری کچھ توانائی ضائع ہو گئی ہے تو ایسے میں کیا تم یہ نہیں کہو گے کہ میں نے شکست تسلیم کر لی ہے۔"

"بے شک، مقابلے کے دوران توانائی کا ضائع ہونا یا دوسرے لفظوں میں مقابلہ کرنے والے کا کمزور ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ شکست کھا چکا ہے۔"

"پھر تسلیم کر لو۔ تمہاری سانسیں قابو میں نہیں ہیں۔ تمہاری توانائی ضائع ہو رہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں تم مقابلہ کرنے کے دوران کمزور پڑ گئے ہو لہٰذا تم شکست کھا چکے ہو۔"

"ہرگز نہیں۔ میں تمہاری جیسی چھوکری سے کبھی شکست تسلیم نہیں کر سکتا۔ میں مقابلہ کروں گا مگر کچھ دیر بعد۔"

میں نے پومی سے کہا۔ "اسے چند گھنٹوں کے لیے جنگ ملتوی کرنے کی اجازت دے دو۔"

پومی نے پوچھا۔ "یہ جنگ کتنے عرصے تک ملتوی رہے گی؟"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے پومی کو دیکھا۔ اس کی نظریں پومی کے ہاتھوں پر تھیں۔ ان فولادی ہاتھوں کو دیکھنے سے ہی جسم دُکھنے لگتا تھا۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "ہم کل اسی وقت مقابلہ کریں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

وہ دروازے کی طرف جانے لگا۔ پومی نے راستہ روک کر کہا۔ "نہیں، چابی میں تمہاری جیب سے نکالوں گی۔ جیسا کہ تمہاری شرط ہے تاکہ تمہارے آدمی یہ دیکھ سکیں کہ تالا میں نے کھولا ہے۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہو گا کہ میں اپنے آدمیوں کے سامنے تمہارے مقابلے میں کمتر سمجھا جاؤں گا۔"

"تم جو بھی سمجھو۔ مجھے چیلنج کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے تھا۔ میں تمہاری ایک بات مان رہی ہوں۔ مقابلہ چوبیس گھنٹے کے لیے ملتوی کر رہی ہوں۔ لہٰذا اپنی شرط کے مطابق میری ایک بات مان لو۔ چابی مجھے نکالنے دو۔ نہیں نکالنے دو گے تو میں مقابلہ کرکے نکال لوں گی۔"

مسٹر نوکو نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر آہنی دروازے کے پاس آ کر اپنے آدمیوں پر نظر ڈالی۔ وہ تمام مسلح افراد اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "ہم نے یہ مقابلہ چوبیس گھنٹے کے لیے ملتوی کر دیا ہے۔ ابھی ہار جیت کا فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ اس لیے میں پومی کو اپنی جیب سے چابی نکالنے کی اجازت دیتا ہوں۔"

یہ بات کہہ کر اس نے اپنی مردانگی کا بھرم رکھ لیا۔ پومی اس کے پاس آئی۔ اس کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور چابی نکال کر دروازے کو کھول لیا۔ اس دوران اس نے پوچھا۔ "فرہاد! تم نے جنگ ملتوی کرانے کا فیصلہ کیوں کیا؟"

"مجھے مسٹر نوکو سے کچھ کام لینا ہے۔ تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔"

مسٹر نوکو نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ "جب تک ہمارے مقابلے کا نتیجہ نہ نکلے، اس وقت تک پومی مہمان کی حیثیت سے رہے گی۔ اس کے آرام اور ضروریات کا خیال رکھا جائے۔"

وہ زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا۔ تیزی سے چلتا ہوا اپنے بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ اس کے مقابلے پر کوئی آیا ہو اور اس نے گھٹنے نہ ٹیکے ہوں۔ ایک لڑکی کے مقابلے میں اگرچہ شکست نہیں ہوئی تھی مگر آثار بتا رہے تھے، شکست ضرور ہو گی۔ یہی کیا کم تھا کہ وہ لڑکی برابر کا مقابلہ کر رہی تھی۔

اس کی خدمت کرنے کے لیے بیڈ روم میں ایک ملازم اور ایک ملازمہ آئے۔ اس نے ڈانٹ کر کہا۔ "چلے جاؤ۔ یہاں کسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ باہر گئے تو اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گیا مگر زیادہ دیر بیٹھ نہ سکا۔ اس کے اندر ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا، کون سا ایسا طریقہ اختیار کرے کہ پومی آسانی سے شکست کھا جائے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے آرام سے لیٹ جانا چاہیے۔ دماغ کو سکون پہنچانا چاہیے۔ ورنہ کبھی کوئی کام کی بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

وہ بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ ایسی باتیں اس کی اپنی سوچ میں ہو رہی تھیں اور یہ میری مرضی کے مطابق ہو رہی تھیں۔ وہ ان پر عمل کر رہا تھا۔ یہ شبہ نہیں کر سکتا تھا کہ میں موجود ہوں۔ ان حالات میں انسان تھک کر ذرا لیٹنا چاہتا ہے۔ اس لیے وہ بھی لیٹ گیا تھا۔ پھر اسے آہستہ آہستہ تھپک کر سلا دینا میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

جب میں نے دیکھا کہ وہ گہری نیند سو گیا ہے تو میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے تسخیر کرنا شروع کیا۔ ہپناٹزم کے اصولوں کے مطابق میں نے اسے اپنا معمول بنایا۔ پھر اسے اپنے احکامات کی تعمیل پر آمادہ کیا۔ میرا یہ عمل بالکل ایسا ہی تھا جیسے سلیمان جوگو کے ساتھ ہو چکا تھا۔ وہ بھی یوگا کا ماہر تھا۔ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا تھا۔ میں نے ایک دن اس کے خوابیدہ دماغ کو اپنی مٹھی میں لے کر اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ یہ بات اس کے دماغ میں نقش کر دی تھی کہ وہ کبھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔

وہ دن ہے اور آج کا دن، سلیمان جوگو نے میری یا غیبا کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کیا اور چونکہ محسوس نہیں کیا تھا اس لیے اس نے سانس روک کر یوگا کی مہارت کا اظہار نہیں کیا تھا۔

مسٹر نوکو نے میرا معمول بن کر وعدہ کیا، آئندہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا اور نہ ہی کبھی یہ شبہ کرے گا کہ خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں چپ چاپ موجود

ہے۔ اس کے بعد میں نے اس سے سوال کیا: "اس پُراسرار شخص سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

اس نے جواب دیا: "میں اس کا دستِ راست ہوں۔"

"وہ کون ہے؟"

"وہی اصل سُپر ماسٹر ہے مگر اس کے متعلق میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

یہ میرے لیے یا میرے پڑھنے والوں کے لیے کوئی چونکا دینے والی بات نہیں تھی۔ ہم پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ ایک نقلی سُپر ماسٹر دنیا والوں کے سامنے ہے اور اس نقل کے پیچھے اصل سُپر ماسٹر اصل کام کر گزرتا ہے۔ میں نے پوچھا: "اس کا نام، پتا اور خاص فون نمبر بتاؤ۔"

مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ اصل سُپر ماسٹر کے اتنے قریب ہوگا۔ اس نے اس کا نام پتا ٹھکانا اور فون نمبر کے ساتھ کوڈ ورڈز بھی بتا دیے۔ پھر میں نے سوال کیا: "دی کلر کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"کیا تم جھوٹ بول رہے ہو؟"

"میں تمہارا معمول ہوں۔ جھوٹ نہیں بول سکتا۔"

میں نے پوچھا: "وہ دی کلر کون ہے جو پومی کے قید خانے میں آیا تھا اور پومی نے اسے ایک آہنی قید خانے کے پیچھے ایک بچے کی مانند سوتا ہوا دیکھا تھا؟"

اس نے جواب دیا: "مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ پومی نے دی کلر کو دیکھ لیا ہے مگر اس نے کوئی ایسی حرکت ضرور کی تھی جس کی وجہ سے خطرے کا الارم بجنے لگا تھا۔ میں نے خطرے کی گھنٹی سنتے ہی سُپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا تھا اور اس سے کہا تھا، دی کلر کو فوراً یہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے۔ میرے اور پومی کے مقابلے کے دوران ہی اسے قلعے سے باہر نکال دیا گیا تھا۔ ایک ہیلی کاپٹر اسے لے گیا ہے۔ اب یہ سُپر ماسٹر جانتا ہے کہ وہ کہاں ہوگا۔"

میں نے کہا: "میں تمہیں حکم دیتا ہوں، ایک گھنٹے تک گہری نیند سو تے رہو۔ جب تمہاری آنکھ کھلے گی تو یہ یاد نہیں آئے گا کہ خواب میں کسی نے تنویمی عمل کیا تھا۔"

اس نے کہا: "میں ایک گھنٹے تک گہری نیند سوتا رہوں گا۔ بیدار ہونے کے بعد مجھے یاد نہیں آئے گا کہ خواب میں کسی نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا۔"

"تم غیر شعوری طور پر پرائی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کرو گے۔"

اس نے میری بات کو دہرایا۔ میں نے اسے ایک گھنٹا سونے کی ہدایت کی۔ پھر اس کے دماغ سے نکل آیا۔ شیبا موجود نہیں تھی۔ وہ شیخ صاحب کی ہدایت کے مطابق خود تنویمی عمل کے دوران معمول بننے جا رہی تھی۔ میں نے اسے اپنی ضرورت کے لیے بلایا تھا۔ یہ ضرورت پوری ہوتے ہی وہ چلی گئی تھی۔ میں نے پومی کے پاس آ کر اسے مسٹر نوکو کے متعلق بتایا تو وہ خوش ہو کر بولی: "اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے کہ تمہیں سُپر ماسٹر کا نام پتا، ٹیلی فون نمبر اور کوڈ ورڈز وغیرہ معلوم ہو گئے ہیں۔"

"مگر دی کلر تم سے دور ہو گیا ہے۔ تمہیں شاید پھر کسی نئی مہم پر روانہ ہونا پڑے گا۔"

"میں تھکنے والی نہیں ہوں۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے سوچا: اگر میں مسٹر نوکو کے بیدار ہونے کا انتظار کروں گا اور اس کے ذریعے پومی کو قلعے کے باہر لے جاؤں گا یعنی اس قلعے سے نجات دلاؤں گا تو یہ ایک لمبا چکر ہوگا۔ ابھی وہ میرا معمول ہے۔ میرے حکم پر گہری نیند سو رہا ہے۔ میرے حکم پر بیدار ہو سکتا ہے لہٰذا مجھے اس کے خوابیدہ دماغ پر قابض رہ کر اپنے مطلب کا سارا کام نکال لینا چاہیے۔"

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ منصوبہ بناتا رہا۔ پھر میں نے ریڈیو پاور کے باس کو مخاطب کیا اور کہا: "میں نے آج صبح تم سے کہا تھا کہ ہیلی کاپٹر تیار رکھا جائے۔ کسی وقت بھی پومی کو ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"جناب! ہیلی کاپٹر صبح سے آپ کا منتظر ہے۔"

"مجھے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کی آواز سناؤ۔"

تھوڑی دیر بعد مجھے اس کی آواز سنائی گئی۔ میں نے کہا: "اب میں اس کے دماغ میں رہوں گا۔ اس سے کہو، ہیلی کاپٹر لے کر پرواز کرے لیکن مسٹر نوکو کے قلعے سے دور رہے۔ جب تک میں نہ کہوں، اس وقت تک قلعے تک نہ پہنچے۔"

میں مسٹر نوکو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میری ہدایت کے مطابق گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میں نے پہلے جو ہدایت دی تھی اسے واپس لے رہا ہوں۔ تم پورے ایک گھنٹے تک خوابِ غفلت میں نہیں رہو گے۔ میرے دوسرے حکم کے مطابق بیدار ہو جاؤ۔"

اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں اس کے دماغ پر پوری طرح قابض تھا۔ اسے یہ محسوس نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ وہ بیدار ہو چکا ہے۔ جب تک میں دماغ پر قابض رہتا وہ غفلت کی حالت میں رہتا۔ ٹیلی پیتھی کے اثر سے نکلنے کے بعد بھی اسے یہ کبھی معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ غفلت کے دوران کیا کر چکا ہے۔

وہ اپنے بستر سے اُٹھ کر اطمینان سے چلتا ہوا بیڈ روم سے باہر آیا۔ مسلح پہرے دار اسے دیکھتے ہی اٹینشن ہو گئے۔ وہ ان کے درمیان سے گزرتا ہوا پومی کے پاس پہنچا۔ وہ اپنے کمرے میں تنہا تھی۔ اسے دیکھتے ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے اسے گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔ "کیا چوبیس گھنٹے سے پہلے مقابلہ کرنے آئے ہو؟"

میں نے اس کے ذریعے مسکرا کر کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ دروازہ اس لیے بند کیا ہے کہ ہماری بات کوئی سُن نہ سکے۔ مسٹر نوکو کا دماغ ہمارے قبضے میں رہے گا۔ تم والٹسوڈکی اور سلیمان جوگو کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر یہاں سے جاؤ گی۔"

میں نے مسٹر نوکو کو ٹیلی فون کے پاس پہنچایا۔ وہ ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ چونکہ میں اس کے دماغ میں تھا اس لیے قلعے کے متعلقہ افراد کے متعلق اچھی طرح جانتا تھا۔ قلعے کے اندر ایک وسیع میدان تھا جہاں مسٹر نوکو کا خاص ہیلی کاپٹر اکثر اترتا تھا۔ اس حصّے کے انچارج کو فون کے ذریعے مسٹر نوکو نے کہا۔ "ابھی ایک ہیلی کاپٹر یہاں اترنے والا ہے۔ اسے سگنل دو۔ اس میں پومی، والٹسوڈکی اور سلیمان جوگو جائیں گے۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "جناب! آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن میں یہ سوال کرنے کی جرأت کر رہا ہوں، کہیں آپ فرہاد کے زیرِ اثر تو نہیں ہیں؟"

"یُو مَن سنس، میں خود پومی کے ساتھ ہیلی کاپٹر تک جاؤں گا اور انھیں سی آف کروں گا۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "جناب! آپ سے درخواست ہے، اپنا کوڈ ورڈ دُہرائیں۔"

میرے لیے کون سی بڑی بات تھی۔ میں نے مسٹر نوکو کے دماغ سے کوڈ ورڈ معلوم کیے اور انھیں دُہرا دیا۔ دوسری طرف سے اطمینان کا اظہار کیا گیا۔ مسٹر نوکو نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر پومی کے پاس آ کر کہا۔ "میں فرہاد صرف چند سیکنڈ کے لیے اس کے دماغ سے جا رہا ہوں۔ تم اسے سنبھال لینا۔"

میں نے اسے چھوڑ کر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اُسے کہا۔ "تمھیں قلعے کے اندر سگنل مل رہا ہے، وہاں ہیلی کاپٹر اتار سکتے ہو۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں پھر مسٹر نوکو کے دماغ میں پہنچا۔ اس وقت تک وہ پریشان ہو کر سمجھنا چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے۔ جب تک وہ سمجھتا اور اس پر عمل کرتا، میں اس کے دماغ پر دوبارہ قابض ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پومی، والٹسوڈکی اور سلیمان جوگو کے ساتھ قلعے کے میدانی حصّے میں آ گیا۔ ہیلی کاپٹر شور مچاتا ہوا نیچے اتر رہا تھا۔ چاروں طرف مسلح جوان مستعد کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض لوگوں کو یقین نہیں تھا کہ ان کا آقا اتنی مشکل سے ہاتھ آنے والی پومی کو اتنی آسانی سے جانے کی اجازت دے رہا ہے۔ وہاں کا انچارج مسٹر نوکو کے ساتھ چل رہا تھا اور طرح طرح کے سوالات کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "جناب! آپ یہاں کے مالک اور مختار ہیں لیکن احتیاطاً پوچھنا چاہتا ہوں، آپ پومی کو رہا کیوں کر رہے ہیں؟"

"ہمارے درمیان سمجھوتا ہو گیا ہے۔"

انچارج نے ساتھ چلتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ "جناب! کوئی پریشانی ہے تو اشارہ کر دیں، میں سمجھ لوں گا۔"

اس انچارج کو ٹیلی پیتھی کے متعلق مکمل معلومات نہیں تھیں۔ ورنہ وہ ضرور سمجھ لیتا کہ بڑی سے بڑی بات ہو یا ہلکا اشارہ ہو، وہ سب دماغ سے ہی نکلتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں آنے والا جب اپنے ہی قابو میں نہیں رہتا تو وہ بے چارہ کیا اشارہ کر سکے گا؟

ہیلی کاپٹر زمین پر آ کر ٹھہر گیا تھا۔ پنکھا بدستور گردش کر رہا تھا۔ وہاں ٹھہرنا نہیں تھا۔ فوراً ہی پرواز کرنا لازمی تھا۔ اس وقت ہم میدان جیت رہے تھے۔ جس قلعے میں آج تک مسٹر نوکو کی اجازت کے بغیر کوئی داخل نہیں ہو سکا تھا اور داخل ہونے کے بعد نکل نہیں سکا تھا، وہاں سے ہم بہ آسانی نکل رہے تھے۔ کوئی ہمیں روک نہیں سکتا تھا مگر اچانک ہی وہ بات ہو گئی جس کی توقع ایسے وقت کوئی نہیں کر سکتا۔ شاید اسے ہی مقدر کا کھیل کہتے ہیں۔

اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ جس کا مطلب یہ ہو گا کہ مسٹر نوکو میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب وہاں کیا ہو رہا ہو گا، میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ میں لیوچن کے ساتھ ایک کمرے میں بند تھا اور مجھے کچھ بے چینی سی محسوس ہو رہی تھی۔ ایسی بے چینی جس کے باعث خیال خوانی جاری نہیں رکھ سکتا تھا۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر آس پاس دیکھا۔ پھر اپنی ناک پر رومال رکھ لیا۔ ہمارے کمرے میں ایسی گیس پھیل رہی تھی جو ہمیں بے ہوش کر سکتی تھی یا ہلاک کر سکتی تھی۔

مجھے خیال خوانی کرتے ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ اس سے پہلے لیوچن نے دروازے کو اندر سے بند کیا تھا پھر بستر پر پہنچ کر نوٹوں کو گننے بیٹھ گئی اور میں خیال خوانی کرنے لگا تھا۔ تب سے دروازہ نہیں کھلا تھا۔ میں نے تیزی سے چلتے ہوئے دروازے کے پاس پہنچ کر اس کی چٹخنی گرا دی۔ اسے کھولنا چاہا مگر وہ کھل نہ سکا۔ اسے باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔

میں نے دروازے کو پیٹتے ہوئے کہا۔ "دروازہ کھولو۔ کس نے بند کیا ہے؟"

کوئی جواب نہیں ملا۔ ایسی بات تو نہیں تھی کہ گھر میں کوئی نہ ہو۔ میں نے گھر کے تمام افراد کو دیکھا تھا۔ وہ گھوڑے بیچ کر سو نہیں سکتے تھے۔ دروازہ پیٹنے پر ان کی آنکھیں کھل سکتی تھیں۔ میں نے پھر کئی گھونسے دروازے پر جمائے۔ چیخ چیخ کر انھیں آوازیں دیں پھر بھی جواب نہ ملا۔

میں دوڑتا ہوا بستر کے پاس آیا۔ لیوچن نوٹوں کے ڈھیر پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اسے سیدھا کیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ میں نے بستر پر سے چھلانگ لگا کر دوسری طرف کی کھڑکی کو کھولنا چاہا۔ پتا چلا، یہ انتظامات پہلے سے تھے۔ کھڑکی کے باہر والے حصّے میں کوئی رکاوٹ پیدا کر دی گئی تھی۔ اس کے پٹ نہیں کھل رہے تھے۔

میں نے لیوچن کی طرف پلٹ کر دیکھا۔ اس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ دوسرے یوں لگتا تھا، سانسیں بھی بند ہو چکی ہیں۔ میں نے دوسرے دروازے کے پاس جا کر اسے بھی کھولنے کی کوشش کی۔ زور زور سے دھکے مارنے شروع کیے۔ خطرے کا احساس ہوتے ہی میں نے ناک پر رومال رکھ لیا تھا۔ اس لیے اب تک اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا تھا لیکن کب تک رومال کے ذریعے سانس لے سکتا تھا۔ تازہ ہوا لازمی تھی۔

کھڑکیاں اور دروازے مضبوط تھے۔ میں انھیں توڑ نہیں سکتا تھا۔ کمرے میں لوہے کی ایسی کوئی چیز نہیں تھی جس کے ذریعے دروازے کو کھول سکتا یا تازہ ہوا کے لیے سوراخ کر سکتا۔

آخر ایک تدبیر سوجھی۔ میں اس دروازے سے جا کر ٹکرا گیا جو اس مکان کے اندرونی حصّے میں کھلتا تھا۔ اس سے ٹکراتے ہی دھپ سے فرش پر گر پڑا تاکہ دوسری طرف سے میرے گرنے کی آواز سُنی جا سکے۔ ابھی رومال کے سہارے میں خاصی دیر تک سانسیں لے سکتا تھا۔ جب دشواری محسوس ہوتی تو تقریباً چالیس سیکنڈ تک سانس روک سکتا تھا۔ میں نے گرتے ہی آنکھیں بند کیں۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا لیوچن کے بھائی کے پاس پہنچ گیا۔ دو بھائی بہن تھے جو انگریزی بولتے تھے۔ باقی اس گھر میں اور گھر کے آس پاس تمام علاقے میں چینی بولنے والوں کی اکثریت تھی۔

وہ دروازے کے دوسری طرف کھڑا ہوا تھا۔ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ چار عدد چینی نوجوان تھے۔ لیوچن کے الدین بھی تھے۔ دولت ایسے ہی تماشے دکھاتی ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے ماں باپ نے لیوچن کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کیا تھا۔ زہریلی گیس کے ذریعے میرے ساتھ اسے بھی مار ڈالنا چاہتے تھے۔ میں نے اس کے بھائی کی سوچ میں کہا۔ "اب مائیکل کی آواز سُنائی نہیں دے رہی ہے۔ ابھی ہم نے اسے دروازے سے ٹکرا کر گرتے ہوئے سُنا ہے۔ وہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ دروازہ کھول دینا چاہیے۔"

اس نے اپنے ساتھیوں سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ اس کے باپ نے اعتراض کیا۔ "ابھی نہیں، تھوڑی دیر اور انتظار کرو۔"

مجھے اپنی فکر نہیں تھی۔ تھوڑی دیر اور انتظار کرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ لیوچن ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی۔ میں نے سر اُٹھا کر بستر کی طرف دیکھا۔ وہ پلنگ کے اوپر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ وہ دولت چاہتی تھی۔ اس کی آخری خواہش پوری ہو رہی تھی، وہ نوٹوں کے بستر پر سو رہی تھی۔

میں اسے زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ بے شک وہ لالچی تھی۔ دولت کا لالچ کسے نہیں ہوتا۔ ہر لڑکی یہ چاہتی ہے کہ اس کی زندگی میں کوئی ایسا شخص آئے جو بے انتہا کمائے اور اسے خوشحال رکھے میں نے اس کے ساتھ مختصر سے مگر خوبصورت لمحات گزارے تھے۔ اس نے اپنے ماں باپ کی طرح مجھے دھوکا دے کر مار ڈالنے کے متعلق کبھی نہیں سوچا تھا۔ اس نے اپنی محبت، اپنا سب کچھ مجھے دیا تھا۔ میرا فرض تھا کہ میں اسے ہر حال میں زندہ رکھنے کی کوشش کرتا۔

میں وہاں سے اُٹھ گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بستر کے پاس آیا۔ تاکہ قدموں کی آہٹ سُنائی نہ دے اور باہر والے یہی سوچتے رہیں کہ ہم دونوں بالکل بے حس و حرکت ہو گئے ہیں۔ اب ذرا سی بھی جنبش نہیں کر سکیں گے۔ بہر حال میں نے لیوچن کو دونوں بازوؤں میں اُٹھایا اور دروازے کے قریب لا کر فرش پر ڈال دیا تاکہ جیسے ہی دروازہ کھلے، اسے میں کھینچتا ہوا تازہ ہوا میں لے جاؤں۔

اسے فرش پر لٹانے کے بعد میں اس کے چہرے پر جھک گیا۔ میرے مُنہ پر رومال بندھا ہوا تھا۔ لیوچن کا مُنہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ میں نے اس کے مُنہ کو ذرا اور کھولا۔ یہ میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر چکا تھا کہ وہ زندہ ہے، برائے نام سانس لے رہی ہے۔ اگر اسے مزید سانسیں پہنچائی جائیں تو وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے گی۔

میں اپنے مُنہ کے ذریعے سانسیں پہنچانے لگا۔ زور زور سے پھونکیں مارنے لگا۔ ابھی تک سانسوں میں زہریلی گیس شامل نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اسی ایک رومال سے لیوچن کے مُنہ کو اور ناک کو ڈھانپ رکھا تھا۔ میرا ایک ہاتھ اس کے دل پر

تھا تاکہ دھڑکنوں کی رفتار کو سمجھتا رہوں۔ میرا یہ طریقہ کار بڑی حد تک سود مند رہا۔ اس بے چاری کو تھوڑی بہت سانسیں ملنے لگیں مگر یہ کافی نہیں تھا۔ میرے اندر کی جتنی سانسیں تھیں وہ کبھی اس کے اندر رہا ہی نہیں تھیں کبھی میرے سینے میں واپس آ رہی تھیں جیسے روٹی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہوتا ہے جس سے دو آدمی بھوک مٹاتے ہیں۔ پانی کا ایک قطرہ ہوتا ہے جس سے دو آدمی پیاس بجھاتے ہیں مگر اتنے میں نہ پیاس بجھتی ہے نہ بھوک مٹتی ہے۔ اسی طرح مختصر سی سانسوں میں ہم دونوں کا بھلا نہیں ہو سکتا تھا۔

اس عمل کے دوران میں خیال خوانی کی آنکھوں سے یوجن کے بھائی کو دیکھ رہا تھا اور اس کے ذریعے دوسروں پر بھی میری نظر تھی۔ پھر میں نے دیکھا' ان میں سے ایک نوجوان آگے بڑھ کر دروازہ کھولنے لگا تھا۔ میں چپکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا' دبے قدموں چلتا ہوا ٹھیک دروازے کے سامنے آ گیا۔ وہ آہستہ آہستہ دروازے کی چٹخنی کو نیچے کھسکا رہا تھا۔ اس کی دانست میں کمرے کے اندر رہنے والے اسے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ میں یوجن کے بھائی کے ذریعے اسے صاف طور پر دیکھ رہا تھا۔ چٹخنی نیچے آ گئی۔ اب وہ دروازہ کسی وقت بھی کھول سکتا تھا لیکن وہ ایک دم سے کھولنا نہیں چاہتا تھا۔ بس ایک ذرا جھانکنے کی حد تک کھول کر مطمئن ہونا چاہتا تھا کہ زہریلی گیس نے ہمارا کام تمام کر دیا ہے۔

بے چارے کو جھانکنے کی حسرت ہی رہ گئی۔ میں نے ایک زور کی لات دروازے پر ماری۔ دونوں پٹ ایک دھڑاکے سے کھلے اور جھانکنے والا پیچھے لڑکھڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں پر جا گرا۔ پھر میں نے یہ نہیں سوچا کہ وہ لوگ بیک وقت مجھ پر حملہ کریں گے۔ مجھے یوجن کی فکر تھی۔ دروازے پر لات مارتے ہی میں نے پلٹ کر یوجن کے دونوں ہاتھوں کو تھام لیا۔ پھر اسے گھسیٹتا ہوا دروازے تک لے آیا۔ ابھی میں اسے دروازے سے آدھا ہی نکال سکا تھا کہ وہ چاروں مجھ پر پل پڑے۔ اس کے باوجود میں نے انھیں اہمیت نہیں دی۔ میں نے سب سے پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ ان سے کچھ مار کھاؤں گا۔ مجھے بچاؤ کی فکر نہیں تھی۔ تازہ ہوا میں سانس لینا ضروری تھا۔ اس لیے میں یوجن کو کھینچتا ہوا دروازے سے باہر لے آیا' وہ مجھ پر حملے کر رہے تھے۔ کوئی گھونسے مار رہا تھا۔ کوئی کراٹے کے ہاتھ دکھا رہا تھا۔ کوئی لات مار کر مجھے گرانا چاہتا تھا۔ ایسے وقت میں بیٹھ گیا۔ لات مارنے والا ناکام رہا۔ ورنہ میں یوجن کو دور تک لے جانے میں ناکام رہتا۔ بہرحال اتنا ہوا کہ ہم زہریلی گیس سے دور نکل گئے۔

وہ سب کے سب اپنے منہ پر کپڑا باندھے ہوئے تھے انھیں معلوم تھا جب دروازہ کھولیں گے تو کمرے کی زہریلی گیس واپس ان کی طرف بھی آئے گی۔ اسی لیے انھوں نے یہ احتیاطی تدابیر کی تھیں۔ میں یوجن کو کھینچتا ہوا ایک راہداری میں لے آیا تھا۔ وہ مکان پرانے طرز کا تھا۔ راہداریاں اتنی تنگ تھیں کہ بیک وقت دو ہی آدمی گزر سکتے تھے۔ تیسرے کو رکنا پڑتا تھا۔ اس سے فائدہ یہ ہوا کہ حملہ کرنے والے بیک وقت ایک ساتھ نہیں آ سکے۔ ایک ایک دو دو کر کے آنے لگے اور میں ان سے نمٹنے لگا۔

اس تنگ سی راہداری میں ہماری یہ جنگ تھوڑی دیر کی تھی۔ میں نے دیکھا' رفتہ رفتہ لڑنے والے کم ہوتے جا رہے تھے۔ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ انھوں نے مجھ سے زیادہ مار نہیں کھائی تھی۔ وہ میدان چھوڑ کر نہیں جا سکتے تھے مگر چلے گئے تھے۔ جب ایک جوان تنہا رہ گیا تو میں نے اسے ٹھوکر مار کر ایک طرف گراتے ہوئے دیکھا۔ دور اس کمرے میں جہاں زہریلی گیس پھیلائی گئی تھی' وہ تمام لوگ نظر آ رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو وحشی دے کر بستر پر پھیلے ہوئے نوٹوں پر جھپٹ رہے تھے۔ انھوں نے کمرے کے دونوں دروازے اور کھڑکیاں کھول دی تھیں۔ رات کا وقت تھا۔ باہر سے کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ انھیں دنیا والے نہ دیکھیں تب بھی یہ سب جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ دولت خون سفید کر دیتی ہے خون کے رشتے اتنے کمزور پڑ جاتے ہیں کہ بھائی کے محبت' باپ کی شفقت اور ماں کی ممتا کتابی باتیں ہو جاتی ہیں۔ دولت کا خواب دیکھنے والی یوجن غریبی کی زندگی گزارنے کے دوران کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اپنا بھائی اور ماں باپ اس کے جانی دشمن بن سکتے ہیں۔

میں اس کمرے میں جانا نہیں چاہتا تھا۔ وہاں اب تک زہریلی گیس کے اثرات ہوں گے۔ ان سب کے منہ پر اور ناک پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ میں نے یوجن کو اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔ پھر وہاں سے گزرتا ہوا' ایک زینے پر چڑھتا ہوا چھت پر پہنچ گیا۔ وہاں ہم کھلی فضا میں گہری گہری سانس لینے لگے۔ یوجن پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے بھائی کے پاس پہنچ کر انھیں دیکھا۔ وہ ایک دوسرے سے لڑتے جا رہے تھے اور زیادہ سے زیادہ نوٹوں کو چھیننے کی کوشش کر رہے تھے مال غنیمت کو محفوظ رکھنے کے لیے سب سے قریب تر چھینیں تھیں۔ وہ جیبوں میں نوٹوں کو ٹھونستے جا رہے تھے۔

ان میں سے دو چینی نوجوان کبھی کبھی انگریزی میں بڑبڑاتے جا رہے تھے۔ میں یوجن کے بھائی کے ذریعے ان کی آوازوں کو اور لب و لہجے کو یاد کرتا جا رہا تھا۔ اچانک ہی یوجن کے باپ نے ریوالور نکال کر دروازے پر کھڑے ہو کر سب کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔ "خبردار! سب اپنی اپنی جگہ رک جاؤ کوئی حرکت نہ کرے۔ کوئی ایک نوٹ بھی نہ اٹھائے اور کوئی میری طرف نہ آئے۔"

میں انگریزی جاننے والوں کے ذریعے چینی زبان کا مفہوم سمجھ رہا تھا۔ بیٹے نے باپ کے ہاتھوں میں ریوالور دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم مجھے بھی شوٹ کر دو گے؟"

باپ نے سخت لہجے میں کہا۔ "دولت کے معاملے میں کسی پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔"

اس نے بیٹے کا نام لے کر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "شاؤ چن! تم نے ہی یہ منصوبہ بنایا تھا کہ زہریلی گیس کے ذریعے تمھاری بہن کو اور مائیکل کو ختم کر دیا جائے۔ میں نے بھی سوچا' لڑکی ہاتھ سے نکل رہی ہے۔ یہاں سے مائیکل کے ساتھ جائے گی تو ساری دولت لے کر چلی جائے گی۔ یہیں پھوٹی کوڑی نہیں دے گی۔ ایک بیٹی جاتی ہے تو جائے' دولت نہ جائے۔ اس لیے تمھارے منصوبے میں شریک ہو گیا لیکن تم نے اپنے چار دوستوں کو اس معاملے میں شریک کر کے غلطی کی۔"

شاؤ چن نے کہا۔ "میرے ان ساتھیوں نے زہریلی گیس کا انتظام کیا ہے۔ ہم اکیلے یہ کام نہیں کر سکتے تھے۔"

باپ نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ مگر تم نے کہا تھا' ان دوستوں کو صرف ایک ایک ہزار ڈالر دینے سے کام بن جائے گا۔ مگر یہ لوگ دولت میں برابر کے شریک ہو رہے ہیں۔ ان سے کہو' جتنی رقمیں اپنی جیبوں میں ٹھونس رکھی ہیں' انھیں باہر نکال دیں ورنہ یہاں سے کوئی زندہ نہیں نکلے گا۔"

شاؤ چن نے تینوں دوستوں کو دیکھا۔ چوتھا تو مجھ سے مار کھانے کے بعد راہداری میں پڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنے دوستوں سے کہا۔ "بات بڑھانے سے کیا فائدہ؟ وعدے کے مطابق ایک ایک ہزار لو اور چلے جاؤ۔"

ایک دوست نے انگریزی زبان میں کہا۔ "شاؤ چن' تم اپنے بوڑھے لالچی باپ کو اچھی طرح سمجھ گئے ہو۔ جو دولت کی خاطر اپنی بیٹی کو قتل کرنے پر آمادہ ہو سکتا ہے وہ تمھیں بھی راستے سے ہٹا سکتا ہے۔ یہ بوڑھے قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں مگر قبر میں پہنچنے سے پہلے اپنی اولاد کو پہنچا دینا چاہتے ہیں۔"

دوسرے دوست نے کہا۔ "شاؤ چن! اب بھی عقل سے کام لو۔ یہاں ماں باپ کا رشتہ کام نہیں آئے گا۔ دولت کام آئے گی۔ ہم جوان ہیں۔ ہمیں بہت لمبی زندگی گزارنا ہے۔ ہم پانچوں دوست اس دولت سے ایک مشترکہ کاروبار شروع کر لیں گے اور دولت مند بنتے چلے جائیں گے۔"

وہ انگریزی میں باتیں کر رہے تھے۔ شاؤ چن کے باپ نے گرج کر کہا۔ "اپنی زبان میں بولو۔ کیا تم لوگ میرے خلاف کوئی سازش کر رہے ہو؟"

شاؤ چن نے کہا۔ "نہیں' میں اپنے دوستوں کو سمجھا رہا ہوں۔"

ایک دوست نے کہا۔ "یار! یہ بوڑھا انگریزی نہیں سمجھتا ہے' ہماری بات مانو اور اس کو ٹھکانے لگا دو۔ تم بیٹے ہو کر ایسا نہیں کر سکتے۔ ہم پر چھوڑ دو۔ دیکھو' ہم کس طرح الو بناتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ شاؤ چن کے باپ کی طرف پلٹ گیا۔ پھر بولا۔ "مجھے افسوس ہے کہ ہم اپنی زبان پر قائم نہیں رہے۔ ہمیں شاؤ چن کی دوستی عزیز ہے اس لیے یہ تمام رقم واپس کر رہے ہیں۔ ہمیں صرف ایک ایک ہزار ڈالر دے دو۔ ہم چلے جائیں گے۔"

بوڑھے نے کہا۔ "پہلے تمام رقم اس کمرے میں چھوڑ دو اور باہر نکل جاؤ۔ میں تم لوگوں کا معاوضہ اپنے کمرے میں آ کر دوں گا۔"

اس جوان نے اپنی تینوں جیبوں میں سے نوٹوں کو نکال کر فرش پر پھینک دیا۔ پھر اپنی خالی جیبیں دکھانے کے بعد وہاں سے جانے لگا مگر جانے کے لیے اسی دروازے سے گزرنا تھا جہاں وہ بوڑھا ریوالور لیے کھڑا ہوا تھا۔ گزرتے وقت اس نے بوڑھے کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کے پیٹ پر گھٹنا مارا اور ریوالور والے ہاتھ کو پکڑ کر اوپر کی طرف اٹھا دیا۔ اس جدوجہد میں ٹھائیں کی آواز گونجنے والی تھی مگر کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دی۔ یعنی ریوالور خالی تھا۔ بوڑھا چالاک تھا۔ فائرنگ کر کے تمام محلے والوں کو متوجہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ صرف دھمکی سے کام نکالنا چاہتا تھا۔

اس جوان نے بوڑھے کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ دوسرے جوان نے لات ماری۔ وہ اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔ پھر تو چاروں طرف سے اس کی پٹائی ہونے لگی۔ شاؤ چن کی ماں نے اپنے بیٹے کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "یہ لوگ تمھارے باپ کو مار رہے ہیں۔ اور تم تماشا دیکھ رہے ہو؟"

"میں تو اس وقت بھی تماشا دیکھ رہا تھا جب ایک باپ اپنی بیٹی کی صورت کا تماشا دیکھنے کے لیے بند کمرے کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ مجھے تو شبہ ہے کہ تم دونوں ہمارے سگے ماں باپ نہیں ہو؟"

ماں نے روتے ہوئے کہا۔ "نہیں' بیٹا میں نے تمھیں جنم دیا ہے۔ میں تمھاری ماں ہوں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمھیں کتنا چاہتی ہوں۔ تمھارے لیے جان دیتی ہوں۔ تمھارے لیے تمھارے باپ سے لڑتی ہوں۔"

بیٹے نے باپ کو ایک طرف دھکا دیتے ہوئے کہا۔ "جتنے نوٹ تم نے سیٹ رکھے ہیں، وہ نکال کر بیڈ پر رکھ دو۔ تم دونوں کے لیے یہ مکان اور نیچے والی دکان کافی ہے، دولت ہمیں دو۔ ہم نوجوان اس کا صحیح مصرف جانتے ہیں۔"

دوسری طرف شاؤچن کے دوستوں نے اس کے باپ کی اچھی طرح پٹائی کی تھی۔ اس کی جیبوں سے تمام نوٹ نکال لیے تھے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے انھیں دیکھ رہا تھا۔ اسی خیال خوانی کے ذریعے پومی کے پاس پہنچ سکتا تھا مگر جہاں موجود تھا پہلے وہاں کے حالات سمجھ کر اپنے بچاؤ کا راستہ نکالنا لازمی تھا کیونکہ دولت حاصل کرنے کے بعد وہ ہمیں زندہ چھوڑنے والے نہیں تھے۔

مجھے پومی وغیرہ کی فکر تھی۔ پتا نہیں، ان پر کیا گزر رہی تھی۔ ٹھیک موقع پر جبکہ انھیں رہائی نصیب ہو رہی تھی، مجھے اچانک اپنی جگہ حاضر ہونا پڑا تھا اور یہاں سے واپس جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ میں نے لیوچن کو دیکھا۔ اس کے جسم میں حرکت پیدا ہو رہی تھی۔ ہم زینے کے اوپری حصے میں چھت پر تھے۔ وہاں غضب کی سردی پڑ رہی تھی۔ تازہ ہوا حاصل ہونے کے بعد سردی کا شدید احساس ہو رہا تھا۔ میں نے اسے اٹھایا۔ وہ بیٹھ گئی۔ آنکھیں کھول کر آس پاس دیکھنے لگی۔ میں نے اسے مختصر طور پر بتایا۔ "لیوچن! تمھارے ماں باپ اور بھائی نے تمھیں ہلاک کر دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ وہ زہریلی گیس کے ذریعے ہم دونوں کو مار ڈالنا چاہتے تھے۔"

اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "نہیں مائیکل! وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ مگر ہماری دولت کہاں چلی گئی؟"

"اب اس پر تمھارے گھر والوں کا اور تمھارے بھائی کے دوستوں کا قبضہ ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی زینے کے نچلے حصے میں قدموں کی آواز سنائی دی۔ پھر ایک نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ دونوں چھت پر ہیں۔"

زینے کے نچلے حصے میں شاؤچن کے دو دوست نظر آئے۔ ان میں سے ایک نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ "چپ چاپ نیچے آ جاؤ، شور مچاؤ گے تو گولی مار دیں گے۔"

"ہمیں خود سردی لگ رہی ہے۔ ہم آ رہے ہیں۔"

میں نے لیوچن کو سہارا دیا۔ پھر اسے لے کر زینے سے اترتا ہوا نیچے آ گیا۔ اس دوران میں نے معلوم کر لیا تھا کہ شاؤچن اور اس کے دو دوستوں نے وہ تمام دولت سیٹ کر گڈیوں کی صورت میں اسے دوبارہ بریف کیس کے اندر رکھ لیا تھا۔ بریف کیس لے کر وہ تینوں باہر گئے تھے اور اپنے دو دوستوں سے کہا تھا کہ مجھے ریوالور دکھا کر دھمکی دیں اور یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیں۔

وہ یہی کہہ رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "اگر تم لوگوں کی یہی مرضی ہے تو میں چلا جاؤں گا۔ مجھے اپنی جان پیاری ہے۔"

لیوچن نے کہا۔ "نہیں، ہم نہیں جائیں گے۔ کیا تم اتنی دولت آسانی سے چھوڑ کر جانا چاہتے ہو؟"

ریوالور والے نوجوان نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اب وہ دولت کہاں رہی۔ تمھارا بھائی لے گیا ہے۔ اس بریف کیس کا ایک نوٹ بھی تمھارے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

میں نے کہا۔ "لیوچن! جان سے بڑھ کر دولت نہیں ہے۔ زندگی رہے گی تو آئندہ دولت ملنے کی امید رکھی جا سکتی ہے لیکن جان سے جاؤ گی تو اس دولت کا فائدہ کیا ہوگا؟"

دوسرے چینی جوان نے کہا۔ "تم عقلمند ہو۔ یہاں سے جانے کے بعد ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ تمھارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہوگا کہ وہ دولت شاؤچن اپنے دوستوں کے ساتھ لے گیا ہے۔ پھر تمھیں پولیس والوں کو یہ حساب بھی دینا ہوگا کہ اچانک اتنی رقم تمھارے پاس کہاں سے آ گئی تھی۔ لہٰذا اپنی زبان بند رکھنا۔"

میں لیوچن کو پکڑ کر جبراً وہاں سے لے جا رہا تھا۔ وہ ضد کر رہی تھی۔ "میں نہیں جاؤں گی، اپنی دولت چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ یہ ظلم ہے۔ مجھے میرے ہی گھر میں لوٹا گیا ہے۔"

وہ دونوں میرے پیچھے آ رہے تھے۔ ایک نے ریوالور کا رخ ہماری طرف رکھا تھا۔ میں جانتا تھا وہ خالی ہے مگر میں ان چوہوں پر ہاتھ اٹھانا نہیں چاہتا تھا۔ نہ ہی اس گھر میں رہنا چاہتا تھا۔ لیوچن کی ضد دیکھ کر میں نے کہا۔ "دیکھو دوستو! ہم نوجوان ہیں، ان بوڑھوں کو تو جانے دو۔ کیا یہ دولت ہم آپس میں بانٹ نہیں سکتے؟"

وہ انکار کرنے والے تھے۔ ان سے پہلے ہی لیوچن نے کہا۔ "ہرگز نہیں، میں اس دولت کو تقسیم نہیں کروں گی کسی کو نہیں دوں گی۔ عورت اپنے مرد کی کمائی صرف اپنے پاس رکھتی ہے اپنے باپ اور بھائی کو بھی دینا نہیں چاہتی۔ میں بھی نہیں دوں گی۔ وہ سارا مال ہمارا ہے۔"

میں نے غصے سے کہا۔ "اگر تمھیں دولت اتنی عزیز ہے تو یہیں رہو۔ تمھارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ تمھارے ہاتھ سے دولت جا چکی ہے۔ اب کوئی تمھیں قتل نہیں کرے گا، میں جا رہا ہوں۔"

میں جانے لگا۔ وہ میرے گلے میں بانہیں ڈال کر راستہ روکتے ہوئے بولی۔ "میں تمھیں نہیں چھوڑ سکتی۔ تم نے مجھے ایسی خوشیاں دی ہیں جو آج تک کسی نے نہیں دیں۔ میں صرف دولت نہیں چاہتی۔ جیون ساتھی بھی چاہتی ہوں۔"

"دو میں سے کسی ایک کا انتخاب کرو۔"

"میں کسی کو نہیں چھوڑ سکتی۔ تم سمجھتے کیوں نہیں۔ اتنی دولت خوش نصیبی سے ہاتھ آتی ہے۔"

"اور بدنصیبی سے چلی جاتی ہے۔"

میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گردن سے چھڑا کر پرے دھکیل دیا۔ تیزی سے چلتا ہوا مائیکل کے کمرے میں آیا۔ باہر شدید سردی تھی۔ میں نے اوور کوٹ پہن لیا۔ فلیٹ ہیٹ کو سر پر رکھا۔ پھر وہاں سے جانے لگا۔ وہ پھر راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ "مائیکل! مجھے چھوڑ کر مت جاؤ۔ میں تمھیں کیسے سمجھاؤں، میں تمھیں بہت چاہتی ہوں، تمھیں چھوڑ نہیں سکتی۔"

میں نے اسے ایک طرف ہٹا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "مائیکل دوبری بار تمھارے لیے نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس نہیں لا سکے گا۔ لہٰذا میرا خیال دل سے نکال دو۔"

وہ میرے بازو کو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔ "تم بہت ضدی ہو۔ رک جاؤ۔ میں تمھارے ساتھ چلوں گی مگر جتنا سامان ہم نے خریدا ہے، وہ تو اپنے ساتھ لے چلیں۔"

میں نے اس کے ساتھ واپس کمرے میں جاتے ہوئے کہا۔ "جب ہمارے رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے تو اتنا سامان لے جا کر کیا کریں گے؟"

"ارے واہ، اتنے قیمتی ملبوسات، قیمتی جیولری، اتنے خوبصورت میک اپ کے سیٹ ہیں، کیا سب چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔ ہرگز نہیں، مجھے سامان پیک کرنے دو۔"

میں نے لیڈیز فر کوٹ اس کے شانوں پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "اسے پہنو۔"

وہ پہننے لگی۔ سرخ رنگ کا کوٹ اس کے حسن پر پھچ رہا تھا۔ وہ گلابی گلابی سی لگ رہی تھی۔ میں نے اسے اپنے اوور کوٹ میں چھپاتے ہوئے اس پر جھک کر سرگوشی میں کہا۔ "تمھیں دولت چاہیے، وہ واپس مل جائے گی۔ یہ سامان یہیں چھوڑ کر چلو۔"

اس نے چونک کر سر اٹھاتے ہوئے مجھے بے یقینی سے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "اگر تم یہ نہ پوچھو کہ مجھے وہ رقم دوبارہ کیسے ملے گی تو تمھارا کھویا ہوا مال مل جائے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "میں نے پہلے بھی تم سے نہیں پوچھا تھا کہ اتنی دولت کہاں سے آئی۔ آئندہ بھی نہیں پوچھوں گی۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔ کیا وہ نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس واپس مل جائے گا؟"

"وہ نہیں ملے گا تو دوسرا بریف کیس آ جائے گا۔ تم یہاں سے خالی ہاتھ چلو۔"

وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے اس مکان سے باہر آ گئی۔ ہم نے سامنے والی سڑک کو پار کیا۔ دوسرے فٹ پاتھ پر آ گئے۔ وہاں سے لیوچن نے اپنے مکان کو دیکھتے ہوئے بڑی حسرت سے کہا۔ "یہاں میں پیدا ہوئی، جوان ہوئی، مجھے پیدا کرنے والوں نے میری پرورش کی۔ مجھے جوان کیا۔ آج وہ مجھے ایک بریف کیس کے لیے قتل کر رہے تھے۔ اس دنیا میں کس پر بھروسا کیا جائے؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "یہ دنیا عجیب ہے۔ یہاں کسی پر بھروسا کیے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

وہ میرے ساتھ ایک طرف چلتے ہوئے بولی۔ "اس مکان میں میرے قیمتی کپڑے، قیمتی زیورات رکھے ہوئے ہیں اور میں خالی ہاتھ ہوں۔"

"تم نے جو چھوڑا ہے، وہ تمھیں کل تک مل جائے گا۔"

وہ حیرانی اور بے یقینی سے بولی۔ "تم تو ایسے بول رہے ہو جیسے یہ سب تمھاری جیب میں رکھا ہو اور کل صبح ہوتے ہی تم اسے نکال کر میرے حوالے کر دو گے۔"

"یہی سمجھو۔"

"تم پُراسرار بنتے جا رہے ہو۔ میں نے دولت حاصل کرنے کی خوشی میں تم سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ اب سوچتی ہوں، میں نے سوال کیوں نہیں کیا۔ آخر اتنی دولت تمھارے پاس کہاں سے آ گئی تھی۔"

"تم یہ سوال کر کے غلطی کرو گی۔"

"اس میں غلطی کی کیا بات ہے؟"

"میں نے کہہ دیا نا کچھ نہیں پوچھو گی تو بہت کچھ ملے گا اور بہت کچھ پوچھو گی تو کچھ نہیں ملے گا۔ اب خود فیصلہ کر لو۔"

وہ سر جھکا کر تھوڑی دور تک چلتی رہی۔ پھر بولی۔ "میں کچھ نہیں پوچھوں گی۔ مجھے دولت چاہیے۔"

ہم نے ایک ہوٹل میں پہنچ کر ایک کمرہ حاصل کیا۔ پھر میں نے ایک کمرے میں پہنچ کر کہا۔ "رات بہت گزر گئی ہے۔ اب سو جاؤ۔"

وہ آسانی سے سونے والی نہیں تھی۔ ایک لاکھ ڈالر کا ہاتھ سے نکل جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اچھے اچھوں

کی نیند اڑ جاتی ہے پھر اس کی نیند کیسے نہ اڑتی۔ مجبوراً مجھے بھی بستر پر آنا پڑا۔ پھر میں اسے تھپک تھپک کر چپ چاپ ٹیلی پیتھی کی لوری سنانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی وہ سو گئی۔

اس کے سوتے ہی میں نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور پومی کے پاس پہنچ گیا۔

میں نے پومی کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ میری اپنی مجبوری تھی۔ اگر خیال خوانی ختم نہ کرتا تو زہریلی گیس کا شکار ہو جاتا۔ جب میں نے اچانک ہی مسٹر ٹو کو کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تو وہ ایک دم سے بوکھلا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر کا پنکھا گردش کر رہا تھا۔ پومی اس میں سوار ہو گئی تھی۔ اب والشورو کی سوار ہونا چاہتا تھا۔ اسی وقت مسٹر ٹو کو نے چیخ کر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں یہاں کیسے پہنچ گیا؟"

یہ بات سنتے ہی پومی نے چیخ کر کہا "سلیمان جوگو خطرہ ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی سے آزاد ہو گیا ہے۔ اسے فوراً یہاں پہنچا دو۔"

یہ سنتے ہی سلیمان جوگو نے جھک کر مسٹر ٹو کو کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور ہیلی کاپٹر کے اندر پھینک دیا۔ اس وقت تک چاروں طرف کے مسلح گارڈز چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔ "خبردار! کوئی حرکت نہ کرے۔ ورنہ گولی مار دی جائے گی۔"

والشورو کی نے کہا "اس سے پہلے تمہارے قلعے کے مالک کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ وہ ہمارے قبضے میں ہے۔ اس کی زندگی چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک دو۔"

ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے مسٹر ٹو کو کو ریوالور کی زد پر رکھا تھا۔ والشورو کی نے وہاں پہنچ کر ریوالور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ پھر سلیمان جوگو بھی اندر آ گیا۔ دروازے کو بند کر دیا گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر زمین سے اٹھنے لگا۔ آہستہ آہستہ بلند ہونے لگا۔ ٹوکو کے آدمی ہوائی فائر کر رہے تھے۔ اس بات کا خیال رکھا تھا کہ ہیلی کاپٹر پر فائرنگ نہ ہو۔ ورنہ ان کا آقا رہائی پانے والوں کے ساتھ گر کر ہلاک ہو جائے گا۔

میرے تمام ساتھیوں کو یہ کمال حاصل ہے کہ جب ٹیلی پیتھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو وہ اپنی صلاحیتوں اور حوصلوں سے میدان مارتے ہیں۔ وہ تینوں بخیریت ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہے تھے۔ مسٹر ٹو کو کے قلعے میں جس میدانی حصے پر ہیلی کاپٹر اترا تھا، وہاں کا انچارج ٹو کو کا ایک خاص آدمی تھا اور میں اس کے لب و لہجے کو بہت پہلے ہی گرفت میں لے چکا تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ ریسیور کان سے لگائے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "ابھی جو ہیلی کاپٹر گیا ہے، اس کا رنگ گرے ہے۔ اس پر جلی حرفوں میں لکھا ہوا ہے۔ آر پی ہنڈرڈ۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "ٹھیک ہے۔ ابھی ہمارے ایئر فورس کے جوان اس ہیلی کاپٹر کو گھیر لیں گے۔ اسے اترنے پر مجبور کریں گے۔"

میں دوسری طرف بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایئر فورس کا ایک آفیسر تھا۔ ریڈیو ٹرانسمیٹر آن کر کے ایمرجنسی فلائیٹ کا حکم دے رہا تھا۔ اس ہیلی کاپٹر کی نشاندہی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "اسے نیویارک کی حدود سے باہر نکلنے نہ دیا جائے۔ اسے چاروں طرف سے گھیر کر کہیں بھی اترنے پر مجبور کیا جائے۔ اس میں جتنے افراد ہیں انہیں حراست میں لے لیا جائے۔"

اس کے بعد اس نے بری فوج کے ایک آفیسر سے رابطہ قائم کرتے ہوئے اسے بھی اس ہیلی کاپٹر کے متعلق بتایا۔ پھر کہا "یہ ہیلی کاپٹر ریڈ پاور کے ایک باس کی ملکیت ہے۔ آپ فوراً اس کا محاسبہ کریں۔ اس کے پرائیویٹ پورٹ پر سخت پہرہ لگا دیا جائے۔ وہاں سے کسی بھی جہاز یا ہیلی کاپٹر کے پرواز کرنے کی فی الحال ممانعت کر دی جائے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ دوسرے ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ اس نے چونک کر اُدھر دیکھا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا وہاں پہنچ کر اسے آپریٹ کرنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی۔ ہائی کمان سے کچھ احکامات صادر ہونے والے ہیں۔

دوسری طرف سے آواز آ رہی تھی "اس ہیلی کاپٹر کو زمین پر اترنے نہ دو۔ اسے فضا میں ہی برباد کر دو۔"

آفیسر نے حیرانی سے پوچھا "سر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس ہیلی کاپٹر میں مسٹر ٹو کو موجود ہیں۔"

"ہمیں معلوم ہے۔ جو حکم دیا جا رہا ہے وہی کرو۔ اسے فضا میں تباہ نہ کیا جا سکے تو اس کے اترتے ہی مسٹر ٹو کو کو گولی مار دی جائے۔"

وہ آفیسر حیران حیران نظروں سے اس ٹرانسمیٹر کو دیکھ رہا تھا۔ دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا "آفیسر! تم اچھی طرح جانتے ہو ایسے احکامات کو راز میں رکھا جاتا ہے۔ کسی کو یہ پتا نہ چلے کہ مسٹر ٹو کو ہماری سازشوں سے مارے گئے ہیں، دشمن آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ پھر دوسرے ٹرانسمیٹر کی طرف جانے لگا۔ اب وہ اپنے ماتحتوں کو نیا حکم سنانے والا تھا میں سمجھ گیا مسٹر ٹو کو محض اس لیے گولی مارنے کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کی زد میں آ گیا تھا۔ ایسا حکم صادر کرنے والے اچھی

طرح جانتے تھے کہ مسٹر ٹو کو اب ان کے کام کا نہیں رہا بلکہ ان کے لیے خطرہ بن گیا تھا۔ میں ان کے دماغ کی تہہ میں پہنچ کر سپر ماسٹر کے احکامات کو سمجھ سکتا تھا۔ ان کا خیال تھا، شاید میں ابھی تک اصل سپر ماسٹر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ اگر یہ معلومات حاصل کر چکا ہوتا تو بہت پہلے ہی سپر ماسٹر تک پہنچ جاتا۔ لہٰذا وہ اس سے پہلے ہی مسٹر ٹو کو کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔

میں نے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے کہا "اسے کسی بھی جگہ اتار دو۔ میں پومی سے باتیں کر رہا ہوں۔"

پھر میں نے پومی سے کہا "تم لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے گا۔ اس سے پہلے ہی تمہیں یہ ہیلی کاپٹر چھوڑ دینا چاہیے۔ تم تینوں کو تین مختلف سمتوں میں جانا چاہیے۔ تاکہ وہ بیک وقت تینوں کو گرفتار نہ کر سکیں۔"

پومی اپنے استاد ماسٹر والشورو کی اور سلیمان جوگو کو میرے متعلق بتانے لگی۔ پھر میں نے والشورو کی سے کہا "اب میں تمہارے ذریعے مسٹر ٹو کو سے باتیں کر رہا ہوں۔"

میں نے اس کے ذریعے مخاطب کیا "ہیلو مسٹر ٹو کو! میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔ تمہیں ایک ایسی خبر سنانے آیا ہوں جس پر یقین نہیں کرو گے۔"

"میں کبھی دشمنوں پر بھروسا نہیں کرتا۔"

"میں جانتا ہوں۔ پھر بھی یہ بتا دوں گا کہ ہائی کمان سے حکم صادر ہوا ہے تمہیں پہلی فرصت میں گولی مار دی جائے تاکہ فرہاد علی تیمور تمہارے دماغ میں پہنچ کر سپر ماسٹر کی اصلیت نہ معلوم کر سکے۔"

اس نے سینہ تان کر کہا "تم لاکھ کوشش کرو گے۔ میرے دماغ کی تہہ میں پہنچ جاؤ گے۔ پھر بھی تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

وہ بڑی خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ میں نے کہا "بے شک تم مجھے کچھ نہ بتاؤ لیکن تمہارا وہ پُراسرار سپر ماسٹر کبھی یقین نہیں کرے گا کہ میں دماغ میں پہنچوں اور معلومات حاصل نہ کر سکوں۔ تم برسوں اس کے وفادار اور جاں نثار رہے ہو مگر اب جان کی امان چاہو گے تو وہ نہیں دے گا۔ موت تمہارا مقدر بن چکی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر ریوالور کو دیکھنے لگا۔ سلیمان جوگو ریوالور تھامے ہوئے تھا اور اس کا رخ مسٹر ٹو کو کی طرف تھا۔ اس وقت تک وہ ہیلی کاپٹر ایک جگہ اتر گیا۔ پائلٹ نے سلیمان جوگو سے ریوالور لے لیا۔ پومی، والشورو کی اور سلیمان ہیلی کاپٹر سے اتر گئے۔ وہاں سے دوڑتے ہوئے مختلف سمت جانے لگے۔ جب وہ تینوں وہاں سے دور نکل گئے تو پائلٹ نے کہا "مسٹر ٹو کو، میں تمہیں بھی جانے کی اجازت دیتا ہوں۔"

ٹو کو نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔ پھر اپنی سیٹ پر سرکتا ہوا دروازے کی طرف جانے لگا۔ پائلٹ نے مسکراتے ہوئے کہا "میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ ہیلی کاپٹر سے نکل جاؤ۔"

اس نے ہیلی کاپٹر کے کھلے ہوئے دروازے سے نیچے چھلانگ لگائی۔ پھر دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ پائلٹ نے چیخ کر کہا "ایک بات تو سنتے جاؤ۔"

مگر وہ سننا نہیں چاہتا تھا۔ پائلٹ نے ایک فائر کیا۔ گولی اس کی ٹانگ میں لگی — وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس نے دروازے کے پاس آ کر کہا "میں نہیں چاہتا، تم کہیں جا کر پناہ حاصل کرو۔ اس زخمی ٹانگ سے زیادہ دور نہیں جا سکو گے۔ زمین پر گھسٹتے رہو گے۔ اس وقت تک تمہیں گولی مارنے والے آ جائیں گے۔"

مسٹر ٹو کو تکلیف سے کراہتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ لنگڑاتے ہوئے جانا چاہتا تھا، دوسرا فائر ہوا۔ دوسری گولی دوسری ٹانگ میں لگی۔ وہ ایک دم سے اچھل کر گر پڑا۔ پائلٹ نے دروازے کو بند کیا۔ واپس آ کر اپنی سیٹ سنبھالی۔ پھر ہیلی کاپٹر کو فضا میں پرواز کرانے لگا۔ کچھ دور جا کر اس نے ریوالور کو اچھی طرح صاف کیا۔ پھر اسے باہر کی طرف پھینک دیا۔ اس ریوالور کا تعلق ریڈ پاور کے کسی بھی شخص سے نہیں تھا۔ کوئی الزام نہیں دے سکتا تھا کہ ریڈ پاور کے آدمی نے مسٹر ٹو کو زخمی کیا ہے۔ میں نے ان کے باس کے پاس پہنچ کر پومی کے متعلق تمام حالات بتائے۔ پھر کہا۔ "وہ تینوں مختلف سمتوں میں گئے ہیں۔ اس علاقے میں تمہارے پاس جتنی گاڑیاں ہیں، جتنے آدمی ہیں، ان سب کو ان کی تلاش میں دوڑا دو۔ میں تمہارے آدمیوں کو گائیڈ کروں گا۔ جو لوگ گاڑیاں لے کر جا رہے ہیں، ان کے پاس ٹرانسمیٹر ہونا چاہیے تاکہ میں تمہیں مخاطب کروں۔ تم ٹرانسمیٹر کے ذریعے انہیں مخاطب کر کے بتاؤ کہ انہیں کدھر جانا چاہیے۔"

میں ہوٹل کے کمرے میں ایک پلنگ پر نیم دراز تھا۔ میرے پاس لیو چن گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ رات کا گہرا سناٹا تھا۔ میں وہاں تنہائی میں بیٹھ کر دور دور تک دیکھ سکتا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا، پومی کہاں جا رہی ہے۔ والشورو کی کدھر بھٹک رہا ہے۔ سلیمان جوگو نے ایک ہیوی ٹرک والے سے لفٹ حاصل کر لی تھی۔ مگر وہ تینوں محفوظ نہیں تھے۔ دشمن تیر کی طرح ان کی طرف آنے والے تھے۔

میں کبھی باس کے پاس جاتا تھا۔ اس کے ذریعے ان گاڑی چلانے والوں کو دیکھتا تھا جو پومی وغیرہ کو تلاش کر رہے

تھے۔ میں ان تینوں کی نشاندہی کرتا تھا۔ وہ اُدھر گاڑی دوڑانے لگتے تھے۔ ان لوگوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتا تھا جو مجھے تلاش کرنے کے لیے مساج اینڈ باتھ والی عمارت میں آئے تھے اور جنھوں نے شاؤ چن کے مکان میں جاکر تصدیق کی تھی کہ مائیکل گارسن ان کے ہاں کرایہ دار ہے یا نہیں؟

پہلے میں نے ان لوگوں کے دماغوں میں جھانکنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ خیال تھا، وہ یوگا کے ماہر ہوں گے۔ جب وہ مجھ سے دور ہوگئے اور انھوں نے کئی گھروں اور کلبوں کی تلاشی لے لی تب میں نے ایک ایک کے دماغ میں پہنچنا شروع کیا۔ وہ یوگا کے ماہر نہیں تھے۔

میں معلوم کرنے لگا۔ مین ہٹن کے شمال سے جنوب تک اور مغرب سے مشرق تک جاسوسوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ وہاں کی ایک ایک کالونی، ایک ایک پارک، ایک ایک کلب میں بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے ہوٹلوں میں مجھے تلاش کیا جارہا تھا۔ میں نے آج شام کا اخبار نہیں دیکھا تھا۔ پتا چلا، کتنے ہی اخبارات میں میری تصویریں شائع کی گئی ہیں۔ میرا قد، میری جسامت اور میرے حُلیے کے متعلق تفصیلات شائع کی گئی ہیں اور کہا گیا ہے، ایسے قد و قامت کا کوئی بھی شخص جس سے یہ تصویر نہ ملتی ہو لیکن وہ مشکوک حالات میں پایا جائے، اس پر کسی طرح کا بھی شبہ ہو تو فوراً قریبی پولیس اسٹیشن میں رپورٹ کی جائے یا اس پر کڑی نظر رکھی جائے اور اس کی جائے پناہ کا سراغ لگایا جائے۔ ایسا کرنے والوں کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔

سُپر ماسٹر اور اس کے تلاش کرنے والے پورے یقین سے نہیں کہہ سکتے تھے کہ میں ابھی تک مین ہٹن میں ہوں۔ میرے یہ دشمن ماضی میں بارہا اس مخمصے میں رہے ہیں کہ میں زندہ ہوں یا مر چکا ہوں۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کس وقت کون سا عجیب و غریب کمال دکھا کر گزر جاتا ہوں، وہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس لیے انھیں یہ بھی شبہ ہوگا کہ میں مین ہٹن کے جزیرے میں نہیں ہوں۔ میں جن لوگوں کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا، ان سے پتا چل رہا تھا کہ وہ مجھے پورے نیویارک میں تلاش کر رہے ہیں۔

نیویارک کوئی چھوٹی سی بستی نہیں ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ یہ شہر ایک مہاجر کیمپ کی مانند ہے۔ دنیا جہاں کے لوگ یہاں معاش پناہ کے لیے آتے ہیں۔ امریکا میں خوبصورت شہروں کی کمی نہیں ہے لیکن دوسرے شہروں کے مقابلے میں ایک ہندوستانی کو نیویارک میں کتنے ہی ہندوستانی اور ایک پاکستانی کو کتنے ہی پاکستانی مل جاتے ہیں۔ یہ شہر اپنا ہی لگتا ہے۔ اسی لیے باہر سے آنے والے یہیں کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اس شہر میں کس قدر فلک بوس عمارتیں ہیں، ان کا شمار نہیں ہے۔ سر اٹھا کر ان کی بلندیوں کو دیکھتے دیکھتے گردن دکھنے لگتی ہے۔ امریکی لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ اس شہر کو مکمل طور پر دیکھنے کے لیے آنکھوں کو سر پر ہونا چاہیے۔

بہرحال وہ مجھے اتنے بڑے شہر میں کیسے تلاش کر سکتے تھے، اس شہر کو دیکھنے کے لیے ہر سال تقریباً ایک کروڑ پانچ لاکھ افراد آتے ہیں۔ یہ آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ آنے جانے والوں کا حساب کیا جائے تو اس حساب سے لاکھوں افراد میرے قد و قامت سے مناسبت رکھتے ہوں گے۔ پھر وہ کسی فرہاد کو کیسے ڈھونڈ سکتے تھے۔ یہاں اٹھائیس ہزار ریستوران ہیں۔ فرسٹ کلاس ہوٹلوں کے ایک لاکھ کمرے ہیں۔ بارہ ہزار ٹیکسیاں ہیں۔ اس شہر کی مجموعی گلیوں کی لمبائی چھ ہزار چار سو میل ہے۔ بھلا وہ کتنی گلیوں میں مجھے تلاش کرتے رہیں گے۔

میں لیوچن کے ساتھ جس ہوٹل میں قیام کر رہا تھا، اس کے قریب ہی ایک پولیس اسٹیشن تھا۔ وہاں تقریباً بیس آدمی میرے قد و قامت کے موجود تھے اور تقریباً پچاس عورتیں ایسی تھیں جو سونیا سے مماثلت رکھتی تھیں۔ ان کے متعلق چھان بین ہو رہی تھی۔ ان سے سوالات کیے جارہے تھے۔ اینٹی میک اپ کیمروں کے ذریعے ان کی تصویریں اتاری جارہی تھیں۔ اگرچہ وہ ہمیں ڈھونڈ نکالنے میں ناکام ہو رہے تھے مگر ایک بڑا فائدہ پہنچ رہا تھا۔ وہ یہ کہ جو مجرم میک اپ میں چھپے ہوئے تھے، اینٹی میک اپ کیمرے کے ذریعے ظاہر ہو رہے تھے۔ ان مجرموں میں خواہ عورت ہو یا مرد، انھیں یقین تھا کہ پولیس انھیں شناخت نہیں کر سکے گی مگر ہم سے مماثلت رکھنے کی بنا پر بے چارے پھنس رہے تھے۔

ان میں ایسے بھی تھے جو مجرم نہیں تھے۔ نہ ہی میک اپ میں تھے لیکن وہ لاوارث قسم کے لوگ تھے۔ ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ کچھ ہپی تھے جو آوارہ گردی کرتے تھے۔ کیمرے نے بتا دیا تھا کہ وہ میک اپ میں نہیں ہیں لیکن پلاسٹک سرجری کا شبہ باقی رہ جاتا تھا۔ اس لیے ان سے طرح طرح کے سوالات کیے جاتے تھے۔ ان پر سختیاں کی جارہی تھیں۔ ایسے لوگوں کو پہچاننا مشکل تھا کہ وہ نئی نسل کے آوارہ گرد نوجوان ہیں یا ان کے پیچھے سونیا اور فرہاد چھپے ہوئے ہیں۔

ان پچاس عورتوں میں ایک تو ایسی تھی جس پر سونیا کا شبہ ہو رہا تھا کیونکہ وہ گونگی تھی یا گونگی بنی ہوئی تھی۔ میں ان افسران کے دماغوں میں تھا جو ان عورتوں کا محاسبہ کر رہے تھے۔ ان کے ذریعے میں اس گونگی تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ اشاروں کی

زبان سے باتیں کر رہی تھی اور اپنے متعلق جو کاغذات پیش کر رہی تھی، ان سے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ وہ پیدائشی گونگی ہے۔

تھوڑی دیر بعد ہی اس گونگی کا شوہر آگیا۔ ایک افسر نے اس سے سوال کیا اور جب وہ جواب دینے لگا تو میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس شخص کا تعلق مشرقی جرمنی سے تھا۔ یعنی وہ ریڈ پاور سے بھی تعلق رکھتا تھا۔ یقیناً سونیا نے اس ریڈیکل کے آدمی کو اپنا بنا پیتی شوہر بننے پر مجبور کیا ہوگا۔ میں نے اس شخص کے دماغ کو گہرائی تک کریدنا شروع کیا۔ پتا چلا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ سچ مچ اس کی بیوی ہے اور پیدائشی گونگی ہے۔

میں خواہ مخواہ ان لوگوں کے ساتھ اپنا وقت ضائع کر رہا تھا۔ اگر وہ مجھے اور سونیا کو تلاش کر رہے تھے تو کرتے رہیں۔ میں صرف اس لیے ان کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا کہ ان کے منصوبوں کو سمجھتا رہوں اور اپنا بچاؤ کرتا رہوں لیکن اسی دوران ایسے افراد ان کی گرفت میں آتے تھے جو مجھے بھی الجھا دیتے تھے۔ دراصل میرے لاشعور میں سونیا بسی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس کے دماغ میں نہیں آؤں گا لیکن میں چاہتا تھا کسی طرح اس کا سراغ مل جائے۔

ہمیں تلاش کرنے کے لیے صرف جاسوسوں سے کام نہیں لیا جارہا تھا۔ وہاں کے چھٹے ہوئے غنڈے بدمعاش بھی کرائے پر حاصل کیے گئے تھے۔ وہ بھی ہمیں تلاش کر رہے تھے لیکن ایک نیا مسئلہ ان کے سامنے آگیا۔ وہ یہ کہ انھیں پوپی کو بھی تلاش کرنے کی ہدایات دی جارہی تھیں۔ پوپی، والشورو کی اور سلیمان جوگو کے حلیے نشر کیے جارہے تھے۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن وغیرہ کے ذریعے سرکاری طور پر اعلان کیا جارہا تھا کہ پوپی، والشورو کی اور سلیمان جوگو اپنے سفارت خانے میں آکر حاضری دیں اور اس ملک سے فوراً نکل جائیں۔ انھیں فرانس بھیجنے کے لیے خصوصی طیارے کا انتظام کیا جارہا ہے۔

اگرچہ یہ سرکاری اعلان تھا مگر اس کے پس پشت اصلی سُپر ماسٹر چاہتا تھا کہ جیسے ہی پوپی اپنے ساتھیوں کے ساتھ منظرِ عام پر آئے، انھیں اس ملک سے باہر جانے پر مجبور کر دیا جائے۔ اگر وہ مجبور نہ ہوں تو انھیں کسی طرح قتل کرا دیا جائے۔ اصلی سُپر ماسٹر کو پورا یقین تھا کہ پوپی یہاں رہے گی تو دی کلر کا سر نہیں رہے گا۔

میں نے پوپی کی خبر لی۔ وہ بخیریت تھی۔ ایک سنئے میک اپ میں خود کو چھپایا ہوا تھا۔ فی الحال وہ کامیاب تھی لیکن وہ مستقل میک اپ نہیں تھا۔ ریڈ پاور کا باس نیویارک میں اپنی فیملی کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کی بیٹی، پوپی سے قد میں ذرا چھوٹی تھی لیکن دور سے اس فرق کا پتا نہیں چلتا تھا۔ جسامت ویسی ہی تھی۔ اس نے اپنی بیٹی کو فوراً ہی کینیڈا بھیج دیا تھا اور پوپی کو عارضی طور پر اس میک اپ میں اپنے ہاں رکھا تھا۔ میں نے پوپی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی: "اوہ فرہاد! ایسے وقت چھوڑ جاتے ہو۔ میں کب سے تمھارا انتظار کر رہی ہوں۔"

"کوئی خاص بات ہے؟"

"ریڈ پاور کا باس تم سے مشورہ لینا چاہتا ہے کہ مجھے عارضی میک اپ میں رہنا چاہیے یا مستقل میک اپ میں؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ تمھیں اپنے چہرے کے مطابق دی کلر کا سر حاصل کرنا ہے۔ اس کے لیے مستقل میک اپ لازمی ہے۔ ورنہ یہاں کے جاسوس اینٹی میک اپ کیمرے لیے گھوم رہے ہیں۔ سرکاری طور پر اعلان کیا جارہا ہے کہ تمھیں والشورو کی اور سلیمان جوگو کے ساتھ ملک کو چھوڑ دینا چاہیے لیکن غیر سرکاری طور پر منصوبہ یہ ہے کہ جیسے ہی نظر آؤ تمھیں گولی مار دی جائے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ریڈ پاور کا باس پوپی کے کمرے میں آیا۔ اس نے کہا: "پوپی، تازہ ترین اطلاع کے مطابق والشورو کی اور سلیمان جوگو دشمنوں کی نظروں میں آگئے تھے۔ انھوں نے دانشمندی کی۔ فوراً ہی فرانسیسی سفارت خانے میں چلے گئے۔ اب وہ سفارت خانے کی پناہ میں ہیں۔ انھیں یہاں سے پیرس بھیج دیا جائے گا۔"

پوپی نے کہا: "فرہاد ہماری باتیں سن رہے ہیں۔"

اس نے چونک کر پوپی کے سر کو دیکھا۔ پھر کہا: "جناب، یہ اچھا ہوا کہ آپ آگئے۔ دشمن پوپی کو تلاش کرتے ہوئے یہاں تک آسکتے ہیں۔"

"دشمن سر پر آپہنچیں تو تمھارے پاس بچاؤ کی کیا صورت ہوگی؟"

"میرے سامنے دو راستے ہیں۔ یا تو پوپی پلاسٹک سرجری کے میک اپ سے گزرے یا پھر ایک خفیہ تہ خانے میں پناہ لے۔"

"وہ تہ خانہ کہاں ہے؟"

"یہاں ایک چھٹا ہوا بدمعاش ہے۔ مگر میرا احسان مند ہے۔ میرے ہر حکم پر سر جھکا کر عمل کرتا ہے کیونکہ میں اس کے بُرے وقت میں کام آتا ہوں۔ وہ لائسنس کے بغیر جوئے کا اڈا چلاتا ہے۔ وہاں ایک زیرِ زمین کمرہ ہے۔ وہ اس کمرے کو میری خاطر خالی کرا سکتا ہے۔ میں ابھی یہی سوچ کر آیا تھا کہ آپ سے رابطہ قائم نہ ہوا تو میں پوپی کو وہیں لے جاؤں گا۔"

میں نے کہا: "فی الحال وہیں لے جاؤ۔"

میں یہ باتیں پوی کی زبان سے کہہ رہا تھا تاکہ وہ میری باتیں خود اپنی زبان سے سنتی رہے۔ اس نے کہا: "میں تمہارے اتنی قریب آگئی ہوں۔ ایک مدت کے بعد قریب آکر ملاقات کیے بغیر جاؤں گی تو ہمیشہ افسوس رہے گا۔"

میں نے اس کی زبان سے ریڈ پاور کے باس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "پوی ایک چینی دوشیزہ کے روپ میں رہے گی۔"

پوی نے کہا: "لیکن چینی لڑکیاں تو چھوٹے قد کی ہوتی ہیں۔"

"تم پہلی بار امریکا آئی ہو۔ یہاں نیویارک میں تم نے چینی لڑکیوں کو نہیں دیکھا۔ ایسی بے شمار لڑکیاں ہیں جن کی مائیں اگر چینی ہیں تو باپ امریکی یا ماں امریکی ہے تو باپ چینی۔ ایسی مخلوط نسل کی لڑکیاں قد آور ہوتی ہیں۔"

پھر میں نے ریڈ پاور کے باس سے کہا: "ابھی میرے ساتھ ایک لڑکی ہے۔ اس کا نام لیوچن ہے۔ وہ قد اور جسامت میں پوی سے مماثلت رکھتی ہے۔ لہٰذا اپنے آدمیوں سے کہو میرے پاس آئیں اور لیوچن کو اغوا کر کے اسی تہ خانے میں لے جائیں جہاں پوی کو لے جایا جا رہا ہے۔"

باس نے کہا: "میں سمجھ گیا۔ وہاں لیوچن کو دیکھ کر پوی کی پلاسٹک سرجری کی جائے گی اور اسے لیوچن بنایا جائے گا۔"

"میرا یہی مقصد ہے۔"

پوی خوشی سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ سورج کے ذریعے بولی۔ "اوہ فرہاد! میں کتنی خوش ہوں، بیان نہیں کر سکتی۔ میں تمہارے پاس آؤں گی، ضرور آؤں گی اور تمہارے شانہ بشانہ رہ کر یہ ثابت کروں گی کہ تمہاری رومانہ سے کسی طرح کم نہیں ہوں۔"

"تم میرے ساتھ کسی مہم میں شریک ہونے سے پہلے ہی یہ ثابت کر چکی ہو۔"

پھر میں نے باس کو بتایا کہ لیوچن کے ساتھ کس ہوٹل میں قیام کر رہا ہوں۔ صبح ہونے سے پہلے اسے اغوا کر لیا جائے۔ اس کے بعد میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ لیوچن کو دیکھنے لگا۔ وہ بے خبر سو رہی تھی۔ اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا، وہ نہیں جانتی تھی کیونکہ خواب انسان کو حقیقت سے بہت دور لے جاتے ہیں اور وہ خوابوں میں گم تھی۔

میں تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا سامنے والی دیوار کو تکتا رہا۔ پھر میں نے آنکھیں بند کیں اور خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا شیبا کے پاس پہنچ گیا۔ پتا چلا، وہ تنویمی نیند کی گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔ وہ کم از کم دو گھنٹے بعد بیدار ہوگی۔ میں مجبوراً واپس آگیا۔

شیبا نے بتایا تھا کہ وہ اس نرس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی جو دی کلر کی نگرانی کرتی رہی تھی۔ اس نے کہا تھا جب دوسری نرس ڈیوٹی پر آئے گی تو اس کے دماغ میں بھی پہنچ جائے گی اور میں نے سمجھا یا تھا ابھی وہ ان کے دماغوں میں پہنچ کر اپنی موجودگی ظاہر نہ کرے۔ وقت آنے پر انھیں استعمال کیا جائے گا اور وقت آگیا تھا۔ دی کلر کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے یہ ہم ان نرسوں کے ذریعے معلوم کر سکتے تھے لیکن شیبا گہری نیند میں تھی۔ میں اس کے دماغ کو ٹٹول سکتا تھا لیکن جو معمول یا معمولہ تنویمی نیند سوتے ہیں ان کے دماغ کو زیادہ چھیڑنا مناسب نہیں ہوتا۔ اگر کوئی دشمن ہوتا تو میں جھنجوڑ کر اٹھا دیتا۔ وہ اپنی تھی۔ میں اسے دماغی طور پر نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ لہٰذا میں نے دو گھنٹے کے لیے صبر کر لیا۔

میں نے گھڑی دیکھی۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ رات کے سوا دو بجے تھے۔ لیوچن آرام سے سو رہی تھی۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ صبح ہونے سے پہلے اس کی کھوئی ہوئی دولت اسے مل جائے گی۔ ایسا وعدہ کرتے وقت مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ حالات سے مجبور ہو کر پوی کو لیوچن کی جگہ لینا ہوگی۔ اب یہ کچھ دنوں کے لیے غائب ہونے والی تھی۔ ایسے میں یہ نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس لے کر کیا کرتی؟

میں نے سوچا تھا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے بھائی شاؤچن اور اس کے دوستوں کے ساتھ ایسا چکر چلاؤں گا کہ وہ بریف کیس ہاتھوں ہاتھ ہوتا ہوا گھوم پھر کر لیوچن کے پاس پہنچ جائے گا۔ میں اس مسئلے پر سوچنے لگا، تقریباً تین گھنٹے بعد صبح ہونے والی تھی۔ اسے اغوا کرنے والے کسی وقت بھی آسکتے تھے۔ ان کے انتظار میں مجھے جاگنا تھا اور جاگتے رہنے کے لیے یہی مشغلہ بہتر تھا کہ میں لیوچن کے بھائی وغیرہ سے وہ بریف کیس واپس منگوالوں۔

میں نے ٹیلی پیتھی کی دوربین سے دیکھا۔ شاؤچن اور اس کے چاروں دوست ایک خالی مکان کے ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے ایک میز پر شراب کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ نوجوانوں کو اچانک دولت مل گئی تھی۔ اس لیے جشن منا رہے تھے۔ ریڈیو اونچی آواز میں بج رہا تھا۔ پاپ میوزک کی دھن پورے کمرے میں گونج رہی تھی اور وہ اس دھن پر رقص کر رہے تھے۔ پی رہے تھے، قہقہے لگا رہے تھے۔

جب میں وہاں پہنچا تو اس کے ایک منٹ بعد ہی ان میں سے رقص کرنے والا ایک جوان اچانک کراہتے ہوئے میز پر اوندھا ہو گیا۔ وہ سب مدہوش تھے، انھوں نے اس کے گرنے پر یہی سمجھا کہ وہ نشے میں لڑکھڑا کر گر پڑا ہے۔ ابھی اٹھ جائے گا لیکن اس کے چند سیکنڈ بعد ہی دوسرا جوان رقص کرتے ہوئے اپنے ساتھی والے ساتھی کے بازو میں جھول گیا۔ ساتھی نے اسے الگ کرنا چاہا تو ایک دم سے نشہ ہرن ہو گیا۔ وہ اس کے بازوؤں میں دم توڑ چکا تھا۔ اس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ کہیں سے آنے والی اندھی گولی نے پیشانی میں سوراخ کر دیا تھا۔

پاپ موسیقی بدل گئی تھی۔ اب ریڈیو سے کوئی دہشت زدہ کر دینے والی، سسپنس سے بھری ہوئی موسیقی سنائی دے رہی تھی۔ وہ رقص کرنے والے تھم گئے تھے۔ وحشت زدہ نظروں سے ان دو لاشوں کو دیکھ رہے تھے۔ ایک جوان نے ریڈیو کو بند کر دیا۔ ایک دم سے سناٹا چھا گیا۔ وہاں شاؤچن کے دو دوست رہ گئے تھے۔ اس نے خوفزدہ ہو کر تھوک نگلتے ہوئے اپنے ایک ساتھی کو مخاطب کیا: "میرے دوست وانگ سو! یہ کیا ہو گیا؟ انھیں کس نے ہلاک کیا ہے؟"

وانگ سو نے خوفزدہ ہو کر دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "یہ اندر سے بند ہے۔ کھڑکیاں کھلی ہیں، معلوم ہوتا ہے کسی نے وہیں سے گولی چلائی ہے۔"

یہ کہتے ہی وانگ سو ایک دم سے بیٹھ گیا۔ وہ کیوں بیٹھا، یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اتنی دہشت طاری تھی کہ باقی دو ساتھی بھی فوراً بیٹھ گئے۔ اتنی سی بات اپ سمجھ میں آنے والی تھی کہ تیسری گولی ان میں سے کسی ایک کو لگے گی۔ شاؤچن نے میز کے نیچے چھپتے ہوئے کہا: "یہ کیسی فائرنگ ہے۔ آواز بالکل نہیں آئی۔"

"تم احمق ہو، اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ ریوالور میں سائلنسر لگا ہوا ہے۔"

"اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"دو ہی راستے ہیں۔ اگر ہم بریف کیس چھوڑ دیں تو زندہ رہ سکیں گے۔ جو بھی فائرنگ کر رہا ہے اسی بریف کیس کے لیے کر رہا ہے اور اگر دولت چاہیے تو ہمیں فوراً ہی اس بریف کیس کو یہاں سے ہٹا دینا چاہیے جبکہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کمرے میں جا کر چھپ جانا چاہیے۔"

یہ سنتے ہی شاؤچن ڈرتے ڈرتے اپنا ہاتھ میز کے اوپر لے گیا۔ پھر جیسے ہی بریف کیس اس کی مٹھی میں آیا، وہ اسے گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے کر دوڑتا ہوا کمرے کے دوسرے دروازے کی طرف گیا۔ پھر اسے کھول کر وہاں سے دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ اس کے پیچھے دونوں ساتھی تھے۔ وانگ سو سب سے پیچھے تھا۔ شاؤچن اپنے دوسرے ساتھی کے ساتھ ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ انھوں نے وانگ سو کا انتظار نہیں کیا۔ اتنے دہشت زدہ تھے کہ دروازے کو فوراً ہی اندر سے بند کر دیا۔

شاؤچن نے عین وقت پر دروازہ بند کیا تھا۔ اگر وہ میرے دوست کا انتظار کرتا تو دشمن کا نشانہ بن جاتا کیوں کہ دروازہ بند کرتے ہی وانگ سو کی چیخ سنائی دی تھی۔ پھر ایسی آواز آئی جیسے وہ دروازے سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا ہو۔ شاؤچن اور اس کا ساتھی دروازے کے پاس والی دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ کن انکھیوں سے بار بار یوں دیکھنے لگے جیسے اب تب میں دروازہ گولیوں سے چھلنی ہونے والا ہو۔

انھیں اطمینان ہونا چاہیے تھا گولیاں دیواروں کو چھید کر ان کے جسموں کو نہیں چھید سکتی تھیں۔ وہ محفوظ تھے لیکن ذرا سی دیر میں ان کا اطمینان غارت ہو گیا۔ موت سامنے نظر آنے لگی حالانکہ سامنے کوئی نہیں تھا۔ کمرہ بند تھا۔ تیسرا کوئی آ نہیں سکتا تھا مگر موت آگئی تھی۔

شاؤچن نے دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ اس وقت بزرگوں کی کہاوت یاد آرہی تھی۔ جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔ زہریلی گیس کمرے میں پھیلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور سانس لینے کے دوران ان کے نتھنوں میں چبھ رہی تھی۔

شاؤچن نے اپنی جیبوں کو ٹٹولا۔ رومال نکالنا چاہتا تھا لیکن رومال نہیں تھا۔ وہ اپنی آستین کو ناک پر رکھ کر زہریلی گیس کا راستہ روکنے کی کوشش کرنے لگا مگر ایک آستین سے کام نہیں بن رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ناک اور منہ پر رکھ کر سانس لینے کی کوشش کرنے لگا۔ باہر سے اچانک وانگ سو کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا: "شاؤچن! تمہارے کہنے پر میں نے تمہاری بہن کے لیے زہریلی گیس کا انتظام کیا تھا لیکن ایسا کرتے وقت میں نے تمہارا انتظام بھی یہاں کر رکھا تھا۔ بے وقوف! تم دولت میں سگی بہن کا حصہ نہیں چاہتے تھے، میں دوست کا حصہ کس طرح برداشت کر سکتا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک اور بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ کوئی انگریزی میں کہہ رہا تھا: "وانگ سو! تمہارے کہنے پر میں نے دو آدمیوں کو نشانہ بنایا مگر دو وہاں سے بھاگ گئے۔ اب ان کا کیا کیا جائے؟"

وانگ سو نے کہا: "میں نے ان کا انتظام اس کمرے میں کر دیا تھا۔ دس منٹ کے بعد جب یہ دروازہ کھلے گا تو دونوں کی لاشیں ملیں گی۔"

جس نے چھپ کر گولیاں چلائی تھیں وہ کوئی امریکی تھا۔ اس نے کہا: "تم لوگ دولت کے لیے آپس میں لڑ مرے ہو، تمہارے بیان کے مطابق دس منٹ کے بعد یہ دروازہ کھلے گا۔ وہاں سے کام کی صرف ایک چیز برآمد ہوگی اور وہ ہوگا نوٹوں سے بھرا ہوا

برلیف کیس۔"

وانگ سو نے کہا۔"ہاں، اسی برلیف کیس کے لیے موت کا یہ کھیل تقریباً چھ گھنٹے سے جاری ہے۔"

"تم دس منٹ کے بعد یہ دروازہ کھولو گے لہٰذا دس منٹ سے پہلے اس کھیل کا نتیجہ سامنے آجانا چاہیے۔"

"کیا مطلب؟" وانگ سو نے حیرانی سے پوچھا۔

میں اس وقت امریکی کے دماغ میں تھا۔ ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس امریکی نے اسے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔"تم نے اسی ہتھیار سے اپنے دو ساتھیوں کو قتل کرایا ہے۔ اس کی تیسری گولی کو تمہارے کام آنا چاہیے۔"

وانگ سو نے پریشان ہو کر پیچھے ہٹتے ہوئے پوچھا۔"کیا بکواس کر رہے ہو، تم کرائے کے قاتل ہو۔ میں نے تمہیں پیشگی معاوضہ دیا ہے، کچھ اور چاہو گے تو وہ بھی مل جائے گا۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔"تمہیں نصیحت کرنے کا وقت گزر چکا ہے پھر بھی ضرور کہوں گا، کسی بھی کرائے کے قاتل کو کوئی کام سونپنا ہو تو اسے دولت کا مارا نہ بتاؤ، تم بڑے احمق ہو تم نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ نوٹوں سے بھرا ہوا برلیف کیس تم لوگوں کے ساتھ رہے گا۔ افسوس تم لوگوں کے لیے صد افسوس کہ وہ برلیف کیس میرے ساتھ جائے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائر کیا۔ سائلنسر لگا ہوا تھا۔ کھٹاکے کی آواز آئی لیکن گولی نہیں لگی۔ وانگ سو اچھل کر ایک ستون کے پیچھے چلا گیا تھا۔ کرائے کے قاتل نے کہا۔"کہاں بچ کر جاؤ گے۔ سیدھی طرح سامنے آؤ اور ہنسی خوشی موت کو گلے لگاؤ۔"

وہ ریوالور دکھاتا ہوا ستون کے دوسری طرف آیا۔ وانگ سو بھاگنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے پھر فائر کیا۔ ابھی اس کی زندگی باقی تھی۔ وہ پھر بچ گیا۔ اس دروازے کے پاس جا کر رک گیا۔ جس کے پیچھے دو ساتھی زہریلی گیس کا شکار ہو رہے تھے یا ہو چکے تھے۔ اس کرائے کے قاتل نے ریوالور سے نشانہ لیتے ہوئے کہا۔"اس میں دو گولیاں رہ گئی ہیں، تم چاہو تو میں تمہیں موت سے بچنے کا موقع دے سکتا ہوں۔ وہ دروازہ کھولو جہاں تمہارے ساتھی بند ہیں، تم بھی اندر جاؤ، میری گولی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گی۔"

وانگ سو نے چیخ کر کہا۔"نہیں، وہاں زہریلی گیس ہے۔"

"تو کیا ہوا، تمہیں اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں گرنا ہی پڑے گا نہیں گرنا چاہو گے تو فائر کروں گا۔"

وانگ سو تھوک نگل کر ریوالور کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے کہا۔"میں تین تک گن رہا ہوں، دروازہ نہیں کھولو گے تو گولی چلا جائے گی۔"

وہ کہنے لگا۔"ایک۔۔۔"

پھر اس نے ذرا وقفے سے کہا۔"دو۔۔۔"

تین کہنے سے پہلے ہی وانگ سو نے دروازے کی چٹخنی گرا دی۔ اس کا بٹ کھول دیا۔ اندر سے زہریلی گیس کا بھبکا آیا۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر پیچھے ہٹا۔ گیس اس امریکی تک پہنچ نہیں سکی۔ وہ بھی ذرا پوکھلا گیا۔ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ مگر پیچھے ہٹنے والا وانگ سو اس سے آ کر ٹکرا گیا۔ ٹکرانے کے دوران ہی اس نے ریوالور والے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ وہ ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرا۔ پھر فرش پر پھسلتا ہوا دروازے کی طرف گیا۔ دولت کے حصول میں وہ ریوالور سب سے اہم تھا۔ جس کے ہاتھ میں آتا وہی دولت مند ہو جاتا۔

کرائے کے قاتل نے ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس کے پاس پہنچا۔ اس کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن ہاتھ وہاں تک پہنچنے سے پہلے وانگ سو نے پیچھے سے ایک لات ماری۔ وہ سر کے بل قلابازی کھاتا ہوا دروازے کے اندر چلا گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ پلٹ کر واپس آتا، اس نے ایک دھڑاکے سے دروازے کو بند کر کے چٹخنی لگا دی۔

اتنی جدوجہد کے باوجود وانگ سو سے ایک غلطی ہو گئی۔ دروازہ بند کرتے وقت اس نے ریوالور کا خیال نہیں کیا۔ دشمن اس کی لات کھا کر اندر گیا مگر دروازہ بند کرتے وقت ریوالور بھی اندر پہنچ گیا۔ پھر میں کیوں باہر رہتا، میں بھی اندر پہنچ گیا۔ اس کرائے کے قاتل کی حالت غیر تھی۔ وہ بار بار سانس روک رہا تھا۔ جب روکنے کے قابل نہیں رہتا تو بے اختیار سانس لینے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ ایسے وقت پھر زہریلی گیس اس کے نتھنوں سے نہوتی ہوئی حلق اور سینے میں جلن پیدا کرتی تھی۔ اس کا سر چکرانے لگتا تھا۔ اس نے بڑی مشکل سے فرش پر رینگتے ہوئے ریوالور کو اٹھا لیا۔ اندازہ کیا، چٹخنی کس طرف ہو گی۔ اسی طرف اس نے گولی چلا دی۔ لکڑی کے دروازے میں سوراخ ہو گیا۔ گولی مارنے سے نہ تو دروازہ کھل سکتا تھا اور نہ سوراخ ہونے سے اتنی تازہ ہوا آ سکتی تھی کہ زہریلی گیس سے محفوظ رہا جا سکتا۔

اس نے سوراخ کو دیکھتے ہوئے دوسرا فائر کیا۔ اس کے قریب ہی دوسرا سوراخ ہو گیا۔ وہ تیزی سے دوڑتا ہوا وہاں آیا، پھر سوراخ کے پاس ناک رکھ کر زور زور سے سانس کھینچنے لگا۔ انسان زندگی کے لیے لڑتا رہتا ہے، زندگی کے لیے مرتا رہتا ہے، اپنے آپ کو سلامت رکھنے کے لیے کیسے کیسے جتن کرتا ہے، زندگی کے سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو ایک ننھے سے سوراخ کے راستے ہی زندگی کی خیرات لیتا ہے۔

لیکن زندگی چھیننے والے بھی کچھ کم نہیں ہوتے۔ جب باہر کھڑے وانگ سو کو پتا چلا کہ وہ سوراخ کے قریب آ گیا ہے اور زور زور سے سانس کھینچ رہا ہے تو وہ سوراخ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگا۔"بھاگ جا یہاں سے، بھاگ جا، تیرے مقدر میں زہریلی موت ہے۔"

وہ بھاگنے والا نہیں تھا۔ وہیں سوراخ سے منہ لگائے ہوئے تھا اور اوپری سوراخ کی طرف ناک تھی۔ وہ ناک اور منہ سے سانس کھینچ رہا تھا۔ چند سانسیں کھینچنے کے بعد پتا چلا اب وہ تازہ ہوا کو امپورٹ نہیں کر سکے گا۔ دوسری طرف وانگ سو ان سوراخوں سے لگ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ادھر وہ دروازے پر ہاتھ مار مار کر کہنے لگا۔"ہٹ جا یہاں سے، دروازہ کھول دے یا مجھے تھوڑی سی تازہ ہوا دے دے۔"

اس نے باہر سے کہا۔"تو مجھے برلیف کیس کا ایک نوٹ نہیں دینا چاہتا تھا۔ پھر میں ایک سانس کیسے دے سکتا ہوں۔"

وہ دروازہ پیٹنے لگا۔ کھانسنے لگا۔ کھانستے کھانستے چیخ چیخ کر کہنے لگا۔"دروازہ کھول دو ساری دولت لے لو۔ زندگی کی ایک سانس دے دو۔ فار گاڈ سیک۔ دروازہ کھول دو۔"

وہ دروازہ پیٹ رہا تھا، چیخ رہا تھا۔ مگر اس کی چیخ آہستہ آہستہ کمزور پڑتی جا رہی تھی۔ پھر اس کی کراہیں سنائی دیں۔ اس کے بعد وہ کراہیں بھی دم توڑ گئیں۔ میں اس زہریلے کمرے سے نکل آیا۔ سوپ کی کٹوروں کا ٹھکانہ بنانے کے لیے وہاں کوئی دماغ نہیں تھا۔

وانگ سو ایک فاتح کے انداز میں باہر کھڑا ہوا تھا اور انتظار کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا، اتنی دیر تک کوئی سانس نہیں روک سکتا۔ پھر بھی وہ مطمئن تھا۔ ابھی اور انتظار کرنا چاہتا تھا۔ آخر جلدی کس بات کی تھی، اب تو اس برلیف کیس کا وہ تنہا مالک تھا۔

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ کسی نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ اگر خیال خوانی جاری رکھنے کا موقع مناسب بھی ہیں وانگ سو کے پاس نہ رہتا۔ فی الحال وہ میدان مار چکا تھا۔ برلیف کیس اسی کے پاس رہنے والا تھا۔ میں بعد میں اس سے نمٹ لیتا۔ میں نے دروازے کے پاس آ کر دستک کے جواب میں ہولے سے دستک دی۔ کسی نے دوسری طرف سے کوڈ ورڈ ادا کیے۔ میں نے فوراً ہی دروازے کو کھول دیا۔ چار شخص اندر آ گئے۔ میں نے دروازے کو بند کر دیا۔ وہ چاروں باس کے ساتھی تھے۔ میں نے لیوچن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔"اسے کس طرح لے جاؤ گے۔ کیا ہوٹل والوں کو شبہ نہیں ہو گا؟"

ایک نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔"جناب، ساڑھے تین بج چکے ہیں۔ ہوٹل میں سناٹا ہے۔ کاؤنٹر کے پیچھے صرف ایک شخص ڈیوٹی پر تھا۔ اسے ہم نے بے ہوش کر دیا ہے۔ راستہ صاف ہے، ہم اسے آسانی سے ویگن میں ڈال کر لے جائیں گے۔"

میں سوچنے لگا۔ دوسرے نے کہا۔"باس نے ہمیں بتایا ہے کہ لڑکی کو بے ہوش کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"یہ صبح سات بجے سے پہلے بیدار نہیں ہو گی لیکن نیند کی حالت میں تمہارے ساتھ چل کر جائے گی۔"

وہ چاروں مجھے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ میں نے لیوچن کی طرف دیکھا، پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔"تم میری ہدایت کے مطابق صبح سات بجے بیدار ہو گی لیکن نیند کی حالت میں آنکھیں کھولو گے اور اسی حالت میں چلتے ہوئے ان چار آدمیوں کے ساتھ جاؤ گی۔"

تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی۔ وہ چاروں لیوچن کو دیکھ رہے تھے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس خوابیدہ لڑکی نے میری مرضی کے مطابق اپنی آنکھوں کو کھول دیں۔ آہستہ آہستہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی۔ پھر بستر سے اتر کر چلتے ہوئے ان چاروں کے پاس آئی۔ میں اس کے دماغ پر قابض تھا۔ میری مرضی سے اس کی زبان نے حرکت کرتے ہوئے کہا۔"میں تم لوگوں کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔"

وہ آگے بڑھی۔ وہ چاروں حیرانی سے دیکھتے ہوئے اس کے آس پاس چلتے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ویسے میں لیوچن کے دماغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے ساتھ جا رہا تھا۔ نیچے کاؤنٹر کے پاس سے گزرتے ہوئے میں نے دیکھا، ڈیوٹی دینے والا شخص اوندھا منہ پر سر رکھے سو رہا تھا۔ دراصل وہ

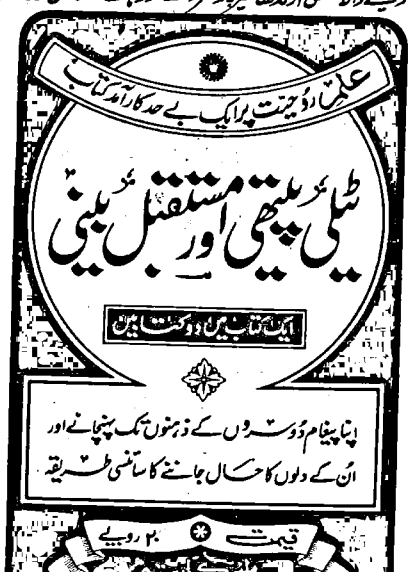

بے ہوش تھا لیکن سوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

لیوچن ہوٹل سے باہر نکل کر ان کی گاڑی میں بیٹھ گئی جب وہ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے لگی تو میں نے لیوچن کی زبان سے کہا: "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ اب یہ گہری نیند سوتی ہے گی۔ اس کی نیند میں مداخلت نہ کرنا۔"

وہ پہلے ہی گہری نیند میں تھی جب میں اس کے دماغ سے نکل آیا تو سیٹ کی پشت سے ٹیک کر آنکھیں بند کر کے پھر اسی طرح نیند کی وادیوں میں گم ہو گئی۔ چائنا ٹاؤن میں باس کے کتنے ہی ماتحت میری نگرانی کر رہے تھے تاکہ ضرورت پڑے تو فوراً میرے پاس حاضر ہو جائیں۔ میں نے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے چینی نوجوان وانگ سو کے متعلق بتایا۔ پھر اس سے کہا: "وہ ذرا انتظار کرے۔ میں اس کی صحیح نشاندہی کرتا ہوں۔"

میں نے وانگ سو کے پاس پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ اس مکان میں نہیں تھا۔ بریف کیس لے کر اپنی محبوبہ کے پاس آگیا تھا۔ دونوں ایک اپیچی میں کپڑے رکھ رہے تھے اور ایک رینٹل کار حاصل کر کے وہاں سے شنگاگو جانا چاہتے تھے۔ میں نے باس کے ماتحت کے پاس آکر اس کی نشاندہی کر دی۔ پھر کہا: "اس سے بریف کیس لے کر اپنے باس سے رابطہ قائم کرو۔ پھر جہاں پوپی ہو گی وہاں یہ بریف کیس پہنچا دو۔"

میں نے پوپی کے پاس پہنچ کر تھوڑا وقت گزارا۔ اسے لیوچن اور اس کے گھر والوں کے متعلق تفصیل بتائی۔ اس کے ساتھ زبان کا مسئلہ نہیں تھا۔ وہ چینی سے رنگون، بنکاک اور ہانگ کانگ وغیرہ میں سے وقت گزارتی آئی تھی پھر اپنے استاد والسٹورو کی کے ساتھ رہ کر جہاں اس نے اتنے سائے کمالات سیکھے تھے، وہاں جاپانی اور چینی زبان بھی سیکھ لی تھی۔

لنسے لیوچن کے متعلق اہم معلومات فراہم کرنے کے بعد میں نے کہا: "اب پانچ بجنے والے ہیں۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

"فرہاد، تم لیوچن کے ساتھ ہوٹل میں داخل ہوئے تھے۔ وہ تمہارے ساتھ نظر نہیں آئے گی تو وہاں کے لوگ تم پر شبہ کریں گے۔ وہ تمہاری تلاش میں رہنے والے جاسوس پوچھ سکتے ہیں کہ وہ کہاں گئی؟ میں بعد میں لیوچن بن کر تمہارے پاس آؤں گی تو پھر سوال کیا جائے گا کہ غائب ہونے کے بعد کہاں سے آگئی۔ وہ لوگ میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری کا شبہ کریں گے۔ ہم دشمنوں کو شبہ کرنے کا موقع ہی کیوں دیں؟"

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"لیوچن کے بغیر تمہیں اس ہوٹل میں نہیں رہنا چاہیے۔"

میں نے ذرا سوچنے کے بعد کہا: "اس کے بغیر رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں طرح طرح کی باتیں بنا سکتا ہوں لیکن تمہاری بات درست ہے کہ ہم دشمنوں کو خواہ مخواہ شبہات میں کیوں مبتلا کریں۔"

"اس کا مطلب ہے تم ہوٹل سے نکل رہے ہو۔"

"نکلنا تو چاہیے مگر تھکن سے چور ہوں۔ نیند بھی آ رہی ہے۔ کسی نئی پناہ گاہ تک پہنچنے میں جانے کتنی دیر لگے گی۔ اور کہاں کہاں بھٹکنا ہو گا بہر حال میں ریڈ پاور کے باس سے گفتگو کرتا ہوں۔"

میں نے باس کو مخاطب کیا اور کہا: "میں ہوٹل سے نکلنا چاہتا ہوں لیکن آرام سے رہنا بھی چاہتا ہوں۔"

"آپ پندرہ منٹ دیجیے۔ میں انتظامات کرتا ہوں آپ وہاں سے نکل جائیں گے اور آپ آرام بھی کرتے رہیں گے۔ کوئی آپ کی تنہائی میں مخل نہیں ہو گا۔"

میں نے پندرہ منٹ انتظار کیا۔ اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس نے بہت معقول انتظام کیا تھا۔ وہ میرا انتظار کر رہا تھا تاکہ اپنے انتظامات کے متعلق بتا سکے۔ آدھے گھنٹے کے بعد ایک بڑا سا ٹرک ہوٹل کے قریب ہی پچھلے حصے میں آ کر رک گیا تھا۔ ریڈ پاور کے افراد غیر قانونی چیزیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے وہ ٹرک استعمال کرتے تھے۔ اس بھاری بھرکم گاڑی کے نچلے حصے میں ایسا خفیہ خانہ تھا جس میں بیک وقت دس سوٹ کیس رکھے جا سکتے تھے۔ ایک خاص میکنزم کے تحت وہ خفیہ خانہ ورد انے کی صورت میں نیچے کی طرف کھلتا تھا۔ پھر اسی طرح اٹھتا ہوا اپنی جگہ واپس آ جاتا تھا۔ وہ اس طرح بند ہو جاتا تھا کہ دیکھنے پر گاڑی کے نچلے حصے کی آئرن شیٹ نظر آتی تھی۔ کسی خفیہ خانے کا گمان تک نہ ہوتا تھا۔

میں ہوٹل سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا اس کے پچھلے حصے میں آیا۔ اس ٹرک کا ایک ڈرائیور اور دو ہیلپر تھے۔ وہ گاڑی کے پچھلے پہیے کو بدل رہے تھے حالاں کہ بدلنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یونہی میرا انتظار کیا جا رہا تھا۔ میں نے ان کے قریب پہنچ کر اس پار دور تک دیکھا۔ صبح ہو رہی تھی، اس قدر دھند چھائی ہوئی تھی کہ دو چار گز کے فاصلے پر کھڑا ہوا آدمی دھندلا سا نظر آتا تھا۔ میں مطمئن ہو کر زمین پر لیٹ گیا۔ اس خفیہ خانے کا دروازہ نیچے کی طرف آ چکا تھا۔ میں لڑھکتا ہوا دروازے کے اوپر گیا۔ اس کے بعد وہ..... اوپر کی طرف اٹھتا ہوا بند ہو گیا۔ اب میں ایک خفیہ خانے میں تھا۔ اس کی لمبائی میرے قد سے کچھ زیادہ تھی لیکن اونچائی برائے نام تھی۔ میں آسانی سے کروٹ لے سکتا تھا، اٹھ کر بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ میرے دائیں بائیں لوہے کی چادروں سے بنی ہوئی دیواروں میں ننھے ننھے سوراخ تھے۔ وہ

سوراخ کچھ اس طرح بنائے گئے تھے کہ میں اندر سے باہر کی طرف دیکھ سکتا تھا مگر باہر والے اندر دیکھنا چاہتے تو انھیں کچھ نظر نہ آتا۔ مجھے بس اتنا ہی حصہ نظر آ رہا تھا جو ٹرک کے نیچے ذرا دور تک دکھائی دے سکتا تھا۔ ان سوراخوں کے باعث مجھے تازہ ہوا مل رہی تھی۔

مجھے اپنے کان کے قریب ٹک ٹک کی آواز سنائی دی۔ میں نے کروٹ بدل کر دیکھا۔ بائیں طرف ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے آن کیا۔ ٹرک ڈرائیور کی آواز سنائی دی: "سر اہم روانہ ہو رہے ہیں۔ کوئی ضروری بات ہو یا ہماری ضرورت ہو تو آپ سبز رنگ کا بٹن دبائیں۔ ہم سے رابطہ قائم ہو جائے گا۔"

وہ مجھے ٹرانسمیٹر استعمال کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ میری ٹیلی پیتھی کے متعلق نہیں جانتا تھا۔ میں نے کہا: "ٹھیک ہے۔ اب یہاں سے چلو۔"

گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے پوچھا: "کیا میں سفر کے دوران آرام سے سو سکتا ہوں؟"

"آپ آرام سے سوتے رہیں۔ کوئی آپ کی نیند میں مداخلت نہیں کرے گا۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ پھر چاروں شانے چت لیٹ کر چھت کو تکنے لگا۔ وہ چھت مجھ سے دو بالشت کے فاصلے پر تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیتے جی قبر میں یا تابوت میں لٹا دیا گیا ہوں۔ میں نے مسکراتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ کو ہدایات دیں۔ اس کے بعد آرام سے سو گیا۔

میں نے دماغ کے ٹائم پیس میں چار گھنٹے تک سونے کا وقت مقرر کیا تھا۔ ان چار گھنٹوں میں کیا ہوتا رہا، یہ مجھے بعد میں پتا چلا اور جو کچھ ہوتا رہا، یہ میں ابھی بیان کر رہا ہوں۔

ریڈ پاور کے باس نے پوپی کو خفیہ تہ خانے میں پہنچا دیا تھا۔ صبح چھ بجے لیوچن بھی وہاں پہنچائی گئی۔ وہ نیند میں تھی۔ اسے ایک آرام کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں مگر صورت بالکل سامنے تھی۔ اسے ہر پہلو سے دیکھ کر اس کی نقل کی جا سکتی تھی۔ پلاسٹک سرجری کا تمام سامان موجود تھا۔ سرجری کرنے والے نے لیوچن کو اچھی طرح اسٹڈی کرنے کے بعد اپنا کام شروع کر دیا۔ پوپی کے چہرے پر تبدیلیاں لانے لگا۔ ٹھیک سات بجے لیوچن کی آنکھ کھل گئی۔ میں نے اس کی بیداری کا یہی وقت مقرر کیا تھا۔ اس نے حیران ہو کر اپنے چاروں طرف دیکھا۔ پھر اچھل کر کھڑی ہو گئی کیوں کہ اپنے سامنے ہی کچھ فاصلے پر اسے دوسری لیوچن بیٹھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ ایک شخص اس کے چہرے پر جھکا ہوا تھا۔ اصلی لیوچن نے سمجھ لیا کوئی دوسری لڑکی میک اپ کے ذریعے اس کی ہم شکل بنائی جا رہی ہے۔

اس نے پریشان ہو کر پوچھا: "تم لوگ کون ہو، میرا ساتھی مائیکل کہاں ہے؟"

وہ شور مچا سکتی تھی۔ وہاں سے بھاگنے کی کوشش کر سکتی تھی۔ اور طرح طرح کی پریشانیوں کا سبب بن سکتی تھی۔ اسے قابو میں کرنے کے لیے ریوالور دکھایا جا سکتا تھا۔ مارنے پیٹنے کی دھمکی دی جا سکتی تھی لیکن اس کی ضرورت نہیں تھی۔ جب اس نے پوچھا کہ مائیکل کہاں ہے تو اسے کہیں سے سائیکل کی آواز سنائی دی: "میں تمہارے پاس ہوں، لیوچن، سائی سوٹ ہارٹ، میں نے تم سے وعدہ کیا تھا صبح ہونے سے پہلے تمہاری دولت واپس مل جائے گی۔ میں پھر وہی نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس لا رہا ہوں لیکن دولت آسانی سے نہیں ملتی۔ اس کے لیے کام کرنا پڑتا ہے یا کسی کے کام آنا پڑتا ہے۔"

وہ بول رہا تھا اور یہ چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا: "مائیکل تم کہاں ہو؟"

"میں تمہارے پاس آنے والا ہوں مگر تم اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ تمہارے سامنے جو لیوچن تیار ہو رہی ہے، اس کی تیاری میں خود کو ماڈل کی حیثیت سے پیش کرتی رہو۔ پندرہ منٹ کے بعد تمہاری ڈیوٹی ختم ہو جائے گی۔"

وہ اپنی جگہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی "تم میرے پاس آجاؤ، پھر میں زندگی بھر یونہی بیٹھے کو تیار ہوں۔"

"میں مجبور ہوں، پندرہ منٹ سے پہلے نہیں آسکوں گا۔ تم خاموش بیٹھی رہو، میرے مشورے پر عمل نہیں کرو گی تو نہ میں رہوں گا نہ دولت ملے گی۔"

وہ چپ چاپ بیٹھی رہ گئی۔ دوسری طرف اسی تہ خانے کے دوسرے کمرے میں مائیکل ایک مانک کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ باس کے آدمی اس کے آس پاس تھے، ان میں سے ایک نے مانیٹر وڈن کے سوئچ کو آف کر دیا۔ پھر اپنی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا "ٹھیک چودہ منٹ کے بعد تم یہ نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس لے کر جاسکو گے مگر جانے سے پہلے جو سبق پڑھایا گیا ہے، اسے سنا دو۔"

مائیکل نے کہا "لیوچن مجھ سے سوالات کرے گی تو میں ایکٹ کروں گا جیسے میں پھپھی شام کو اچانک نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس لایا تھا۔ اس کے لیے اور اس کے گھر والوں کے لیے دنیا جہاں کی شاپنگ کی تھی۔ پھر ہم دونوں ہیوٹی پارلر گئے تھے۔ وہاں لیوچن نے ہیئر ڈریسنگ کرائی۔ ہم سات اسٹار ہوٹل گئے۔ وہاں سے واپسی پر ایک ریستوران میں کھانا کھایا یا پھر وہاں سے گھر واپس آئے لیکن چند گھنٹے بعد ہمیں کمرے میں بند گیس کے زہریلی گیس چھوڑی گئی تاکہ ہم ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں اور اس دولت پر لیوچن کے والدین اور اس کے بھائی اور اس کے دوستوں کا قبضہ ہو جائے۔"

مائیکل فر فر بول رہا تھا جیسے رٹا ہوا سبق سنا رہا ہو۔ اس نے کہا "میں نے لیوچن کو زہریلی گیس سے بچا لیا لیکن بریف کیس کو نہ بچا سکا۔ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ میں لیوچن کے ساتھ ایک ہوٹل میں آکر رات گزارنے لگا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا صبح ہونے تک وہ کھوئی ہوئی دولت اسے واپس مل جائے گی اور یہی ہوا۔ جب وہ سو گئی تو وہی لوگ میرے پاس آئے جنھوں نے نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس دیا تھا اور میں نے وعدہ کیا تھا کہ لیوچن کو ان کے سامنے ماڈل بنا کر پیش کروں گا۔ تاکہ اس کی ایک ڈمی تیار کی جائے۔ انھوں نے ہوٹل میں آکر مجھ سے وعدہ لیا اگر لیوچن کو ڈمی کے طور پر پیش کروں تو وہ کھوئی ہوئی دولت پھر مل جائے گی۔ لہٰذا میں نے وعدہ کر لیا۔ اس کے مطابق لیوچن ماڈل بن گئی۔ ہم نے ان کا کام کر دیا لہٰذا یہ ہمارے ہاتھ سے نکلا ہوا بریف کیس واپس مل گیا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک شخص نے شانے پر ہاتھ مار کر کہا "شاباش، جیسا کہہ رہے ہو آئندہ اسی طرح عمل کرنا۔

اسے کبھی شبہ کرنے کا موقع نہ دینا کہ شام سے رات گئے تک کوئی دوسرا مائیکل اس کے ساتھ تھا۔"

مائیکل نے کہا "میں پوری کوشش کروں گا۔ میں مانتا ہوں کہ تم لوگ کامیاب نقل بناتے ہو مگر اصل اور نقل میں پھر بھی فرق رہ جاتا ہے۔ ہم دونوں کی عادتوں میں کچھ نہ کچھ ایسا فرق ہوگا جسے دوسرے سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں لیکن عورت اسے محسوس کر لیتی ہے۔"

"اگر لیوچن کبھی محسوس کرے، کچھ شبہ کرے تو تم بات بنانے کی کوشش کر سکتے ہو۔"

تیسرے شخص نے کہا "مائیکل! تمھیں بات بنانے کے پیسے دیے جا رہے ہیں، ایک لاکھ ڈالر کم نہیں ہوتے۔ جس کے پاس اتنی رقم آجائے، وہ مٹی کو چھو کر سونا بنا لیتا ہے لیکن یاد رکھو، اگر کبھی تم نے بھول سے بھی یہ اعتراف کر لیا کہ پچھلی شام سے ساتھ رہنے والے مائیکل نہیں ہو تو ہم یہ دولت بھی چھین لیں گے اور تمھاری زندگی بھی۔"

مائیکل نے کہا "میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ میری اور لیوچن کی ڈمی کے پیچھے کوئی خطرناک کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ میں لیوچن کو کبھی اس سلسلے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اسے صرف اتنا ہی معلوم ہوگا کہ کسی لڑکی کو اس کی ڈمی بنایا گیا ہے۔"

ایک شخص نے کہا "ہاں، اور اسے یہ اچھی طرح سمجھا دینا کہ وہ اس ڈمی کا ذکر اپنے ساتھ سے بھی نہ کرے ورنہ اس کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کر دی جائے گی۔"

چودہ منٹ پورے ہو گئے۔ مائیکل بریف کیس اٹھا کر اس کمرے سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں پہنچا۔ وہاں پومی کا میک اپ مکمل ہو چکا تھا۔ وہ دونوں کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ ہم میں نہیں آیا کہ اصلی کون ہے کیوں کہ دونوں ہی ایک دوسرے کے آمنے سامنے کرسیوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ اسے دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ لیوچن نے دونوں بانہیں پھیلا کر کہا "مائیکل! اوہ مائیکل! تم کہاں رہ گئے تھے؟"

پومی نے اس کی طرف دیکھ کر غصے سے کہا "تمھیں شرم نہیں آتی ایک تو میرے چہرے کی نقل کر لی۔ اب میرے مائیکل کو اپنا کہہ رہی ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنی بانہیں پھیلاتے ہوئے مائیکل کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ لیوچن نے اس کا راستہ روک کر کہا "اے، تم کون ہو۔ ایک تو میری صورت چرائی۔ اب میرے محبوب کو بھی چرانا چاہتی ہو۔ صاف کیوں نہیں کہتیں، اس بریف کیس پر تمھاری نظر ہے۔"

پومی نے کہا "بریف کیس پر تمھاری نظر ہوگی۔ ہیں مائیکل کو چاہتی ہوں۔ تم بتاؤ، تم اسے چاہتی ہو یا بریف کیس کو؟"

لیوچن نے پریشان ہو کر مائیکل کو دیکھا۔ پھر بریف کیس کو۔ اس کے بعد کہا "مجھے مائیکل چاہیے لیکن اس نے یہ دولت میرے لیے حاصل کی ہے۔ پھر میں اس بریف کیس کو کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔"

مائیکل نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا "تم دونوں خاموش رہو۔ لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اپنی لیوچن کو پہچان لیا ہے۔"

اس نے واقعی پہچان لیا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے لیوچن کو سیمٹ لیا۔ اگرچہ اس میں اور پومی میں کوئی فرق نہیں رہا تھا۔ ایک ہی جیسی صورت شکل تھی۔ قد بھی ایک ہی جیسا تھا، مگر جسم میں ذرا فرق تھا۔ پومی جمناسٹک کے کرتب دکھاتی تھی۔ روزانہ جسمانی مشقت کی عادی تھی اس لیے اس کا جسم ایسا تھا جیسے قدرت کی انگلیوں نے خاص طور پر تراشا ہو۔ سر سے پاؤں تک وہ جسمانی حسن کی قابل دید مثال تھی۔ اگرچہ اس نے جسمانی خوبصورتی کو چھپانے کے لیے لیوچن جیسا ڈھیلا ڈھالا لباس پہنا تھا اس کے باوجود خوشبو چھپائے نہیں چھپتی۔ پھول اپنی پنکھڑیوں کا کتنا ہی لباس پہن لے خوشبو دور تک پھیل کر رہتی ہے۔

لیوچن نے پومی کو دیکھتے ہوئے مائیکل سے پوچھا "یہ کیا چکر ہے۔ یہ لڑکی میری ہمشکل کیوں بن گئی ہے؟"

"یہ کوئی لمبا چکر ہے۔ گہری چال ہے جن لوگوں نے ہمیں یہ دولت دی ہے انھوں نے یقین دلایا ہے کہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، ہمیں چند دنوں کے لیے ایک کوٹھی میں چھپ کر رہنا ہوگا۔"

لیوچن نے پوچھا "ہم کیوں چھپ کر رہیں گے؟"

"چند دنوں تک ایک کوٹھی میں قید رہنے کے بعد یہ ساری دولت تمھاری ہوگی۔ ہم اسے جس طرح خرچ کریں کوئی ہم سے پوچھنے والا نہیں ہوگا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "ہم کہاں رہیں گے؟"

"اس وقت ہم بروک لین میں ہیں۔ یہیں ایک خوبصورت سی کوٹھی ہمارے لیے مخصوص کر دی گئی ہے۔ اس کوٹھی کے اطراف اونچی چار دیواری ہے۔ باہر والے ہمیں دیکھ نہیں سکیں گے، اور ہم اس چار دیواری سے باہر نہیں نکلیں گے۔"

"آخر ہم کب تک قیدی بن کر رہیں گے؟"

"ہم قیدی نہیں ہیں، آزاد ہیں۔ صرف ایک ہفتے تک اپنی کوٹھی کی چار دیواری میں عیش و آرام سے رہیں گے۔ پھر جہاں چاہیں گے، جا سکیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ریڈ پاور کا باس تہ خانے میں آیا۔ اس نے مائیکل کی تائید کرتے ہوئے کہا "لیوچن! ہم وعدہ کرتے ہیں، تم دونوں کو ہم سے جانی اور مالی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ساری زندگی عیش و آرام سے رہو گی۔ اگر ایک ہفتے تک کسی کوٹھی میں قید ہو کر نہیں رہنا چاہتیں تو ملک سے باہر جانے کا انتظام کر دوں گا۔ ایک مہینے تک ساری دنیا گھوم پھر کر آؤ، یورپ امریکا اور ایشیا کے جتنے مشہور ممالک اور شہر ہیں، سب کی سیر کروا دیں گے۔ یہ سب ہمارے اخراجات پر ہوگا، تمھارے بریف کیس میں جتنے نوٹ ہیں، ان میں سے ایک بھی خرچ نہیں ہوگا۔ تم اسے اپنے نام سے بنک میں رکھ کر جا سکتی ہو۔"

وہ دونوں راضی ہو گئے۔ باس نے کہا "آج شام تک اسی کوٹھی میں رہو گے۔ رات کی کسی فلائیٹ سے باہر بھیج دیا جائے گا۔"

انھیں تہ خانے سے نکال کر ایک بند گاڑی میں ایک کوٹھی کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ پومی بہت خوش تھی۔ اب اسی روپ میں میرے قریب آسکتی تھی۔ اس نے باس سے کہا۔ "کسی طرح فرہاد سے رابطہ قائم کریں۔ وہ کب تک یہاں پہنچیں گے؟"

"مسٹر فرہاد سو رہے ہیں، نو بجے کے بعد ہم سے رابطہ قائم کریں گے۔"

پومی نے گھڑی دیکھی۔ نو بجنے کے لیے پندرہ منٹ باقی تھے۔ اسے یہ وقت گزارنا دشوار لگ رہا تھا۔ وہ چاہتی تھی، اس کے پر لگ جائیں اور وہ پرواز کرتی ہوئی میرے سامنے پہنچ جائے یا وقت سمٹ جائے اور میں پلک جھپکتے ہی اس کے سامنے چلا آؤں۔ باس نے کہا "تمھیں کوئی پہچان نہیں سکے گا۔ لہٰذا تم پہلے یہاں سے جاؤ میں بعد میں آؤں گا؟"

پومی اس تہ خانے سے نکل کر جوتے کے اڈے میں پہنچی، وہاں سے چلتے ہوئے باہر آئی۔ ہم دونوں کی عارضی رہائش کے لیے ایک بنگلے اور ایک کار کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ وہ اس کار میں بیٹھ کر بنگلے میں پہنچی اور میرا انتظار کرنے لگی۔

نو بج گئے۔ پھر ساڑھے نو بج گئے اس کے بعد دس بجنے لگے۔ اس نے بے چین ہو کر ٹیلی فون کے ذریعے باس سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "ابھی تک فرہاد کیوں نہیں آئے۔ آپ

مطالعہ کو مذید امتحان شیڈ اور دلچسپ بنانے کیلئے ایک بہت مکمل اور مفید کتاب
ہیومن جنرل نالج
قیمت 150 روپے ڈاک خرچ 10 روپے
ملک بک ایجنسی پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی نمبر ۱

ان سے رابطہ قائم کریں۔"

باس نے جواب دیا۔ "وہ جس ٹرک کے خفیہ خانے میں سفر کرتے ہوتے آرہے تھے، اس ٹرک ڈرائیور سے میں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا تھا مگر اس کی طرف سے جواب نہیں مل رہا ہے۔"

پومی نے چونک کر پوچھا۔ "آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔ کیا فرہاد کسی نئی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں؟"

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے، اس ٹرک ڈرائیور کو فوری طور پر کہاں تلاش کریں؟ ویسے وہ جن راستوں سے گزرتا آرہا تھا، وہاں ہمارے آدمی پہنچ رہے ہیں۔ ہر طرف اسے یا اس ٹرک کو تلاش کر رہے ہیں۔"

"دس بجنے والے ہیں۔ فرہاد نے نیند پوری کر لی ہو گی، انھیں تو ہم سے رابطہ قائم کرنا چاہیے؟"

باس نے کہا۔ "میں نے سنا ہے فرہاد سونے سے پہلے اپنے دماغ کو نیند کا پابند کرتے ہیں اور بیدار ہونے کا وقت مقرر کر لیتے ہیں شاید انھوں نے زیادہ دیر تک سوتے رہنے کا ارادہ کیا ہو۔ فی الحال ہمارے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک تو ہمارے لوگ انھیں تلاش کر رہے ہیں دوسرے جب ان کی آنکھ کھلے گی تو وہ خود ہم سے رابطہ قائم کریں گے۔"

پومی پریشان ہو کر سوچتی رہی۔ پھر بولی "سونیا کی خبر ہے؟"

"اس نے میرے دو خاص ماتحتوں کو اپنا رازدار بنایا ہے۔ کوئی ضروری بات ہو تو ان کے ذریعے رابطہ قائم کرتی ہے۔ میں نے ان میں سے ایک ماتحت کو بتا دیا ہے کہ فرہاد صاحب گم ہو گئے ہیں۔ یقیناً سونیا بھی ان کی تلاش میں ضرور نکلے گی۔"

میں گہری نیند سو رہا تھا۔ میرے اپنے میرے لیے پریشان ہو رہے تھے اور مجھے تلاش کر رہے تھے۔ سب سے زیادہ دکھ پومی کو ہو رہا تھا۔ وہ ایک طویل مدت کے بعد مجھ سے ملنے والی تھی اور میں ملتے ملتے بچھڑ رہا تھا۔ میں کہاں تھا؟ کس حالت میں تھا؟ یہ خود نہیں جانتا تھا۔

دراصل مجھ سے بھول ہو گئی تھی جب میں نے گھڑی دیکھ کر اپنے سونے کے لیے چار گھنٹے کا وقت مقرر کیا تو اس وقت چھ بجے تھے۔ میں نے توجہ نہیں دی گھڑی بند ہو چکی تھی۔ حقیقتاً اس وقت سات بجے تھے۔ یعنی سات بجے دماغ کو ہدایات دے کر سونے کا مطلب یہ تھا کہ چار گھنٹے گیارہ بجے پورے ہوں گے اور گیارہ بجے میری آنکھ کھلے گی۔

میں سوتا ہوں اور اپنے دماغ سے کہتا ہوں کہ مجھے کوئی خطرہ پیش آئے یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے لیکن میری آنکھ نہیں کھل رہی تھی حالانکہ میں گم ہو رہا تھا۔ اپنے لوگوں سے بچھڑ رہا تھا۔ گویا خطرہ مجھے نہیں، ڈرائیور کو پیش آیا تھا۔ کوئی غیر معمولی بات میرے ساتھ نہیں، ڈرائیور اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہو رہی تھی۔

اس دلچسپ داستان کے باقی واقعات سولہویں حصے میں ملاحظہ فرمائیے۔

نفسیاتی اور سائنٹیفک موضوعات پر منفرد کتابیں

ٹیلی پیتھی و مستقبل بینی

اپنا پیغام دوسروں تک پہنچانے اور ان کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ

قیمت ۲۰ روپے

ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات

ٹیلی پیتھی کی جدید ترین کتاب نئے طریقے نئی مشقیں، سوال و جواب

قیمت ۲۰ روپے

امتحان میں کامیابی

مطالعہ کرنے، امتحان دینے اور یادداشت بڑھانے کے نفسیاتی طریقے

قیمت ۱۵ روپے

خوابوں کے اسرار

خوابوں کی حقیقت اور ان کی تعبیر معلوم کرنے کے طریقے

قیمت ۱۵ روپے

ہپناٹزم کے عملی طریقے

ہپناٹزم کو سیکھنے کے آسان طریقے اور مشقیں

قیمت ۲۰ روپے

ہپناٹزم

ہپناٹزم کی تاریخ، اس کی حقیقت اور اسے سیکھنے کے طریقے

قیمت ۱۵ روپے

ہپناٹزم کی جدید تحقیقات

ایک ماہر کے قلم سے جدید طریقے، ہپناٹزم سیکھنے کے لیے لاجواب تصاویر اور جدید تحقیقات

قیمت ۲۰ روپے

ذاتی ہپناٹزم

اپنے آپ کو ہپناٹائز کر کے اپنی کمزوریاں اور خوامیاں دور کریں

قیمت ۱۵ روپے

مقناطیسیت

بغیر کسی مشق کے اپنے اندر مقناطیسی قوت پیدا کریں اور دوسروں کو اپنا تابع بنائیں

قیمت ۲۰ روپے

موٹاپا اور اس کا سدباب

چند ہفتوں میں وزن کم کر کے معقول اور خوبصورت جسم حاصل کرنے کے لیے مؤثر طریقے

قیمت ۲۰ روپے

دست شناسی کے نئے رُخ

ان لوگوں کے لیے جو کسی پیشہ ور دست شناس کے بغیر دست شناسی سیکھنا چاہتے ہیں

قیمت ۲۰ روپے

نظر کی کمزوری اور اس کا سدباب

بصارت کی کمزوری بغیر دواؤں کے دور کریں ان مشقوں کے ذریعے جو عینک سے نجات دلا سکتی ہیں

قیمت ۱۵ روپے

تحریر اور شخصیت

تحریر شناسی کے فن پر ایک منفرد اور نہایت دلچسپ کتاب جس کی مدد سے دوسروں کی شخصیت کو سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے

قیمت ۱۵ روپے

عورتوں کی نفسیات

وہ خوبیاں جو اپنے آپ کو سمجھنا چاہتی ہیں اور وہ مرد جو خواتین کو سمجھنا چاہتے ہیں

قیمت ۲۴ روپے

ازدواجی نفسیات

ازدواجی زندگی کے مسائل، ان کا حل اور تدارک ہر شادی شدہ مرد و عورت کے لیے

قیمت ۲۰ روپے

مسائل اور حل

آپ کی الجھنیں آپ کے مسائل اور ان کا مکمل جذباتی، ازدواجی، ملازمتی اور دیگر تمام مسائل کا حل

قیمت ۲۰ روپے

باخبری

کسی خاص وقت آپ کا مستقبل کیا ہے اور آپ کیا کریں کہ اچھا ہو، نئی زندگی پانے والی کتاب

قیمت ۱۰ روپے

چھ حیرت انگیز علوم

فاتحہ، رمل اور قیافہ کے ذریعہ شخصیت شناسی، فال اور زائچہ کے ذریعہ کردار معلوم کرنے، خوابوں کی تعبیر

قیمت ۱۵ روپے

احساس کمتری

احساس کمتری کے موضوع پر ایک مستند اور مکمل کتاب۔ اسباب، تدارک، علاج

قیمت ۱۵ روپے

کامیابی

ایک مکمل اور کامیاب شخصیت بننے کے آسان طریقے۔ ان لوگوں کے لیے جو کامیاب ہونا چاہتے ہیں

قیمت ۱۵ روپے

کرائے

مارشل آرٹ گھر بیٹھے سیکھیے بے شمار تصاویر سے مزین

قیمت ۳۵ روپے

سگریٹ پینا چھوڑیے

سگریٹ اور دوسری بری عادتوں سے چھٹکارا حاصل کیجیے

قیمت ۱۵ روپے

خوف و شرم اور اس کا سدباب

خوف و شرم کو دور بھگائیے اور نئی زندگی شروع کیجیے

قیمت ۲۰ روپے

- کتاب کی قیمت منی آرڈر یا ویلیو پی کے ذریعہ روانہ کی جاتی ہے۔ منی آرڈر ارسال کریں یا خط لکھ کر بذریعہ وی پی طلب کریں۔
- ویلیو پی ٹیکس پر روانہ نہیں کیا جاسکتا، اس لیے قیمت ڈاک خرچ بذریعہ چیک یا ڈرافٹ ارسال کریں۔
- ڈاک خرچ ——— (بیرون ملک) سمندری راہ، کویت، مشرق وسطیٰ، ۲۰ روپے فی کتاب
  یورپ، ۴۰ روپے فی کتاب ——— امریکہ، آسٹریلیا، ۶۰ روپے فی کتاب
- ڈرافٹ یا منی آرڈر ہمارے نام لکھوائیں، کتب خانوں، اکاؤنٹ نمبر ۶۸۸ حبیب بینک منسفیلڈ اسٹریٹ کراچی

مکتبۂ نفسیات ● پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴۳ سعید منشن بلوچا اسٹریٹ، آئی آئی چندریگر روڈ کراچی 74200

دیوتا

سولہواں حصہ

ایک رازدست شخص کی سرگزشت۔ ایک
فسوں کار کا قصہ، جس کا جادو سر چڑھ کر
بولتا تھا۔ اُس شورہ پشت، شوریدہ سر کا
احوال ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔

اور یہی بات تھی۔ بعد میں پتا چلا، ڈرائیور اور اس کے دونوں ساتھی ایک جگہ ٹرک کو روکنے کے بعد ایک بار میں شراب پینے گئے تھے، وہاں سے واپس نہیں آئے، کسی نے تینوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ ہلاک کرنے والا ایک نہیں تھا۔ وہ کئی تھے۔ انھوں نے ہمارے ڈرائیور اور کلینر وں کی جگہ لے لی تھی۔ ایسا کرنے والے کون تھے، باس اور اس کے آدمیوں کو معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔

ایک بات کا یقین تھا، وہ اجنبی دشمن کے متعلق نہیں جانتے تھے۔ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا، کوئی اس ٹرک کے خفیہ خانے میں گہری نیند سو رہا ہے، وہ کسی اور مقصد سے ٹرک لے کر فرار ہوئے تھے۔

وہ یقیناً مجرم تھے۔ مجرمانہ زندگی گزارنے والے مجرم اپنے کتنے ہی دشمن رکھتے ہیں اور سب سے بڑا دشمن تو قانون ہوتا ہے۔ اگر وہ قانون سے یا اپنے مخالفوں سے ٹکراتے اور اس ٹرک کو نقصان پہنچاتے تو مجھے بھی نقصان پہنچتا۔ کوئی ٹائم بم میرے خفیہ خانے کے آس پاس لگایا جاتا تو اس کی ہلکی ٹک ٹک سے میری آنکھ کھل جاتی، گیئر کا غیر معمولی بات ہوتی۔ یا دو مخالف گروہوں میں فائرنگ کا تبادلہ ہوتا تو اس کی آواز میرے لیے غیر معمولی ہوتی اور ایسی حالت میں آنکھ کھل جاتی اب معلوم ہوتا ہے میری آنکھ عین اس وقت کھلے گی جب آس پاس خطرات منڈلائیں گے اور مجھے بچ نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی۔

عجیب سچوئشن تھی میں آرام سے سو رہا تھا اور کسی نامعلوم خطرے سے دوچار ہونے والا تھا۔ پومی نے جناب شیخ الفارس سے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ انھیں میرے حالات بتائے۔ انھوں نے کہا "شیبا تمہیں نیند سے بیدار ہو چکی ہے۔ میں اسے فرہاد کے پاس بھیجتا ہوں۔"

دو منٹ کے بعد ہی میری آنکھ کھل گئی۔ شیبا نے سوچ کے ذریعے مخاطب کیا تھا "فرہاد اٹھو، آنکھیں کھولو خطرہ ہے۔"

وہ مجھے اٹھنے اور آنکھیں کھولنے کے لیے نہ کہتی تب بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی دماغ بیدار ہو جاتا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس نے مختصر طور پر بتایا "یہ ٹرک اغوا کیا گیا ہے اور جس ڈرائیور سے تمہارا رابطہ تھا وہ کہیں گم ہو گیا ہے۔"

میں نے ڈرائیور کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن واپس آ گیا۔ اس کا دماغی وجود ختم ہو چکا تھا۔ تصدیق ہو گئی کہ ڈرائیور اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔

شیبا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "یہ کیسے معلوم ہو گا کہ ٹرک کس کے قبضے میں ہے؟"

میں نے سر پر تانے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کو اٹھا کر بٹن دبایا۔ ڈرائیور نے کہا تھا اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم ہو سکتا ہے۔ اگرچہ وہ دنیا میں نہیں رہا تھا لیکن ٹرک پر جن لوگوں نے قبضہ کیا تھا سانھوں نے ڈرائیور کی دوسری چیزوں پر بھی قبضہ کیا ہو گا۔ ان میں ٹرانسمیٹر بھی ہو گا اور اس وقت ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہو رہا ہو گا۔

لیکن جواب نہیں مل رہا تھا۔ کوئی ٹرانسمیٹر کو ہاتھ نہیں لگا رہا تھا۔ شاید وہ ان کے ہاتھ نہیں لگا تھا، یا پھر اُسے اہمیت نہیں دے رہے تھے۔ شیبا نے کہا۔ "فرہاد! دیر نہ کرو، ایک ہی راستہ ہے، پیچھا شروع کر دو۔ اس خفیہ خانے کی آہنی دیواروں پر ہاتھ مارو۔ انھیں آوازیں دو۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ کسی طرح کا بھی خطرہ مول لینا دانش مندی نہیں تھی۔ میں آئندہ کسی خوش نصیب لمحے کی امید میں انتظار نہیں کر سکتا تھا، جو کرنا تھا، ابھی کر گزرنا تھا۔

ہماری باتوں کے دوران کہیں دُور سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ پھر وہ آواز قریب آ گئی۔ اس سے پہلے کہ میں خفیہ خانے کی آہنی دیواروں پر ہاتھ مارتا، چیخنا چلاّتا اور انھیں اپنی طرف متوجہ کرتا، اچانک فائرنگ شروع ہو گئی۔ ٹرک کی آہنی دیواروں پر وہ گولیاں مسلسل بج رہی تھیں یعنی ہیلی کاپٹر سے فائرنگ کی جا رہی تھی۔ ٹرک میں جو لوگ تھے وہ بھی جوابی فائرنگ کر رہے تھے۔ میں نے یکے بعد دیگرے دو آدمیوں کے چیخنے اور ٹرک پر سے گرنے کی آواز سنی۔ یہ نئی افتاد آ پڑی تھی۔ میرے لیے خطرہ بڑھ گیا تھا۔ اگر ہیلی کاپٹر سے فائرنگ کے علاوہ بمباری کی جاتی، ہینڈ گرینیڈ وغیرہ پھینکے جاتے تو اس کا اثر میرے خفیہ خانے پر ہوتا، یا پھر پیٹیے برسٹ ہو جاتے اور ٹرک بھک کر کہیں سے کہیں جا پہنچتا۔ شاید کسی گہری کھائی میں گر پڑتا۔ میں نے بکارگی چیخنا شروع کر دیا۔

میری زندگی میں کبھی ایسا وقت نہیں آیا۔ میں پہلی بار اتنی بے بسی سے چیخ رہا تھا۔ میں نے خود کو فولادی قبر میں بیٹھے جی قید کر دیا تھا، حالانکہ میں اس کے خفیہ دروازے کو کھول سکتا تھا۔ میرے سرہانے ہی ایک ایسا بٹن تھا جس کے دبانے ہی دروازہ خود بخود کھلنے لگتا لیکن ٹرک تیز رفتاری سے بھاگ رہا تھا۔ ایسے میں، میں دروازہ کھلتے ہی نیچے گر سکتا تھا۔ تیز رفتاری کے باعث کسی پیٹیے کے نیچے آ سکتا تھا اور اب تو فائرنگ کی وجہ سے اور خطرہ بڑھ گیا تھا۔

دونوں طرف سے فائرنگ کے دوران ذرا سا وقفہ ہوا۔ میری چیخ کی آواز دوسری طرف صاف طور پر سنی گئی۔ کسی نے کسی سے کہا۔ "یہ آواز کیسی آ رہی ہے۔ کوئی چیخ رہا ہے؟"

ایک اور شخص نے کہا۔ "یہ آواز ہماری گاڑی سے سنائی دے رہی ہے۔"

دو آدمیوں نے اپنی زبان کھولی تھی۔ میں اور شیبا ایک ایک کے دماغ میں پہنچ گئے۔ شیبا ہزاروں میل دُور تھی، میں ایک جگہ قید تھا۔ دو آدمیوں کا دماغ ملتے ہی ہم کھلی فضا میں پہنچ گئے۔ ان کے ذریعے وہاں کا منظر دیکھنے لگے۔ اس ٹرک سے کچھ فاصلے پر ایک ہیلی کاپٹر پرواز کر رہا تھا۔ پرواز کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ ٹرک سے فائرنگ کرنے والوں کی زد سے دُور رہ کر ان کا راستہ روک رہا ہے، مگر ٹرک والے رُکنا نہیں چاہتے تھے۔ جس کے نتیجے میں وقفے وقفے سے فائرنگ ہو رہی تھی۔

میں جس کے دماغ میں تھا، اس کے ذریعے معلوم کیا، ٹرک ڈرائیو کرنے والے کا نام کیا ہے۔ پھر میں نے اُسے مخاطب کیا۔ "اینڈریو! گاڑی روکو، ہمیں صرف ہیلی کاپٹر والوں کی طرف سے نہیں اس ٹرک کے اندر چھپے ہوئے کسی شخص سے بھی خطرہ ہے۔"

اینڈریو نے غصّے سے جواب دیا۔ "تم لوگ ٹرک کے پچھلے حصّے میں کیا کر رہے ہو۔ کوئی چھپا ہوا ہے تو اسے تلاش کرو، یہ ٹرک نہیں رُکے گا۔"

اب وہ کیسے نہ رُکتا جبکہ میں اینڈریو کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ اُس نے بے اختیار بریک لگائے۔ ٹرک ایک جھٹکے سے رُکا۔ اوپر بیٹھ کر فائرنگ کرنے والے اس بات کے لیے تیار نہیں تھے، اچانک جھٹکے سے رُکتے ہی لڑھکتے ہوئے ٹرک سے نیچے گر پڑے۔ نیچے گرنے والوں میں ایک تو فائرنگ سے ہلاک ہو گیا۔ دو سے زخمی ہوا تھا۔ مگر وہ اپنے زخم کو بھول کر ٹرک کے نچلے حصّے کی طرف حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نچلا حصّہ دروازے کی صورت میں کھل رہا تھا اور میں اس دروازہ نما حصّے پر لیٹا ہوا نیچے پہنچ گیا تھا۔ پھر میں نے کروٹ لیتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "ہیلو، یہ فائرنگ کیوں ہو رہی ہے؟"

وہ شدید حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کے مُنہ پر ایک ہاتھ جمایا۔ پھر اس کی اسٹین گن چھین کر کہا۔ "تم عجیب احمق ہو، نہ دشمنوں سے لڑتے ہو، نہ میری بات کا جواب دیتے ہو، بھاگو یہاں سے۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا۔ "میں یہاں سے نکل نہیں سکتا۔ فائرنگ ہو رہی ہے۔"

"نہیں نکلو گے تو میں فائر کر دوں گا۔ تم لوگ کون ہو؟"

"ہم معاوضے پر کام کرتے ہیں۔ ہمیں اب پتا چلا کہ اتنا بھاری معاوضہ کیوں دیا جا رہا تھا۔ جو ہم سے کام لے رہا ہے وہ جانتا تھا کہ اس ٹرک کے خفیہ خانے میں تم موجود ہو۔"

"کون تم سے کام لے رہا ہے؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔ مگر ہمیں بہت بڑی رقم دی گئی ہے۔ اس کے لیے تو ہم جان کی بازی لگا رہے ہیں۔"

"اب نہ بازی رہے گی نہ جان۔"

"مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے معاف کر دو۔"

"یہ ہتھیار تمھارے ہاتھ میں ہوتا تو معاف نہ کرتے۔ چلو یہ بتاؤ، موت کو سامنے دیکھ کر زندگی کیسی لگ رہی ہے؟"

"بہت قیمتی، بہت اہم لگ رہی ہے۔ مرنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"پھر مجھ سے دشمنی کیوں کی۔ جبکہ مجھ سے دشمنی تھی نہ دوستی۔ کیا امریکی ڈالر اتنا قیمتی ہوتا ہے کہ انسانوں کو چیونٹیوں سے بھی کم تر سمجھ کر مسل ڈالا جاتا ہے۔"

اس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "فار گاڈ سیک، مجھے معاف کر دو، موت کو سامنے دیکھ کر عقل آ گئی ہے۔ آئندہ کبھی کسی کی جان نہیں لوں گا۔ یہ دھندا ہی چھوڑ دوں گا۔"

"کیا توبہ کرتے ہو اور وعدہ کرتے ہو کہ ایک شریف انسان کی طرح زندگی گزارو گے؟"

اس نے دونوں ہاتھوں سے کانوں کو پکڑتے ہوئے کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں، توبہ کرتا ہوں، کبھی کسی کی زندگی سے نہیں کھیلوں گا۔ ایک اچھے شہری کی طرح زندگی گزاروں گا۔"

"میں تم پر بھروسا کرتا ہوں اور تمھیں زندگی لوٹاتا ہوں۔ یہ لو، اپنا ہتھیار۔"

ہم دونوں ٹرک کے نیچے کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے تھے، باہر گولیاں چل رہی تھیں۔ میں نے ہتھیار اس کے سامنے پھینک دیا، اس نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ اسی طرح دیکھتے دیکھتے اور دھیرے دھیرے ہاتھ بڑھاتے ہوئے ہتھیار کو اٹھا لیا۔ یہ ہتھیار بھی کیا چیز ہے۔ ہاتھ آتے ہی اپنی طاقت اور دوسروں کی کمزوری کا یقین ہو جاتا ہے۔ ایسے میں اپنی برتری منوانے کے لیے آدمی جو بھی کر گزرے کم ہے۔ اس نے اسٹین گن کا رُخ میری طرف کرتے ہوئے کہا۔ "دنیا میں سب سے زیادہ ہتھیار روس اور امریکا کے پاس ہیں۔ اگر تم ان سے کہو کہ ہتھیاروں میں کمی کر دیں تو وہ کبھی نہیں کریں گے۔ میرے پاس تو ایک ہتھیار ہے۔ تم کہو گے میں اسے چھوڑ دوں، اسے استعمال نہ کروں تو یہ سراسر حماقت ہے۔ یہ ہوتے ہی استعمال کرنے کے لیے ہیں اور استعمال کرنے کے لیے تم میرے سامنے ہو۔"

میں نے کہا۔ "اسے اُدھر استعمال ہونا چاہیے جدھر فائرنگ ہو رہی ہے۔ میں تو امن اور سلامتی کی بات کر رہا ہوں۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہتھیار ہمیشہ اُدھر استعمال ہوتے ہیں جہاں امن اور سلامتی کی باتیں ہوتی ہیں۔ کیا میرا دماغ چل گیا ہے کہ فائرنگ کے جواب میں فائرنگ کرنے اُدھر جاؤں اور کسی کا نشانہ بن جاؤں۔"

"کیا تم مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہو؟"

"جس نے ہمیں بھاری معاوضہ دیا ہے اس نے تمھیں ہلاک کرنے سے منع کیا ہے۔ ہم تمھیں زندہ سلامت وہاں لے جائیں گے اگر تم نے انکار کیا تو اپاہج بنا دیں گے، پھر تم ایک معذور انسان کی طرح ہمارے ساتھ چلنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔"

"تم یہ نہیں جانتے کہ کس نے تمھیں معاوضہ دیا ہے لیکن یہ جانتے ہو کہ مجھے کہاں پہنچانا ہے؟"

"ہم یہ بھی نہیں جانتے۔ ہمارے درمیان ایک شخص ایسا ہے جس نے یہ سودا کیا ہے۔ اس نے ہم سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ہم صرف اپنے معاوضے سے کام رکھیں۔ اس سے کوئی سوال نہ کریں۔ ہمیں تو یہ بھی نہیں بتایا گیا تھا کہ اس ٹرک کے کسی حصّے میں تم چھپے ہوئے ہو۔"

میں نے اس کے دماغ سے چپ چاپ اس شخص کا نام معلوم کیا جو اُن سے سودا کرنے کے بعد مجھے ان کی مدد سے کہیں لے جانا چاہتا تھا۔ اس کا اصل نام کیا ہو گا، یہ بھی شاید اس نے نہیں بتایا ہو گا مگر یہ کرائے کے ٹٹو اسے مسٹر آرنی کہتے تھے۔

اب اس آرنی نام کے شخص تک پہنچنے کا یہی طریقہ تھا کہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے شخص کے ذریعے اسے مخاطب کروں۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ ٹرک کے نیچے سے رینگتا ہوا آرنی کو آوازیں دیتا ہوا باہر نکل گیا، کہنے لگا۔ "مسٹر آرنی! یہاں ٹرک کے نیچے ایک شخص چھپا ہوا ہے۔"

آرنی کی آواز سنائی دی۔ "بیوقوف کے بچے! تم ٹرک سے باہر کیوں نکل آئے؟"

اس کی آواز سنتے ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکا۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ پھر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "اچھا مسٹر فرہاد! تم ٹرک کے نیچے سے اوپر میرے دماغ میں آنا چاہتے ہو لیکن تمھارے دل میں حسرت رہ جائے

گی جہاں ہو وہیں رہو۔ ہم تمھیں بڑے آرام سے ماسٹر کی تک پہنچا دیں گے۔"

میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پھر سانس روک کر کہا: "نہیں نہیں۔ تم میرے دماغ میں..."

بات ادھوری رہ گئی۔ اچانک اس کے حلق سے کراہ نکلی، اس کے دماغ کا دروازہ کھل گیا۔ اس آخری لمحے میں پتا چلا کہ ہیلی کاپٹر سے آنے والی گولی اس کے سر میں پیوست ہو گئی تھی۔ یعنی ایک گولی نے میرے لیے دروازہ کھولا تھا مگر میں کچھ کہہ نہ سکا۔ کچھ کہنے سے پہلے اس کا دم نکل چکا تھا، وہ ٹرک کے اوپری حصے سے لڑھک کر زمین پر آ کر چاروں شانے چت ہو گیا تھا۔

اس کے مرتے ہی ٹرک ڈرائیور اینڈریو کی آواز سنائی دی۔ اس نے چیخ کر کہا: "اے، یہ تو ختم ہو چکا ہے۔ اب ہمارا کیا ہو گا؟ فوراً یہاں سے بھاگ چلو۔"

بھاگنے کے لیے صرف دو ہی آدمی رہ گئے تھے۔ ایک وہ جو مجھ سے اسٹین گن لے کر گیا تھا اور دوسرا اینڈریو۔ وہ دونوں ٹرک چھوڑ کر ایک طرف دوڑتے جا رہے تھے۔ ان کی سوچ بتا رہی تھی، جتنا معاوضہ مل چکا ہے اتنا ہی کافی ہے۔ اس ٹرک کو کہاں لے جانا ہے یا اس میں جو کوئی بھی چھپا ہوا ہے اسے کہاں پہنچانا ہے یہ انھیں معلوم نہیں تھا لہٰذا ان کی ڈیوٹی ختم ہو چکی تھی۔

جب وہ دوڑتے ہوئے دور نکل گئے تو میں نے اسٹین گن والے کی زبان سے کہا: "اینڈریو! رک جاؤ۔"

اس نے دوڑتے ہوئے کہا: "حماقت نہ کرو، رکنے سے خالی نہیں ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر والے ہمارے پیچھے آئیں گے۔"

اچانک اسٹین گن سے فائرنگ ہوئی، اینڈریو دوڑتے دوڑتے لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اسے گولی لگی تھی۔ اس نے حیرانی سے اپنے ساتھی کو دیکھا۔ پھر پوچھا: "کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے؟"

"وہ جو ٹرک کے نیچے چھپا ہوا تھا، اس نے مجھ سے یہ ہتھیار لیا تھا۔ بعد میں واپس کر دیا۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ یہ استعمال کرنے کے لیے ہوتا ہے اور اس پر استعمال کیا جاتا ہے جو سامنے ہو اور تم سامنے ہو۔"

ہتھیار تو اینڈریو کے ہاتھ میں بھی تھا اور اس کے سامنے وہ اسٹین گن والا تھا۔ پھر وہ دونوں ایک دوسرے پر فائر کیے بنا کرتے جبکہ میری مرضی یہی تھی۔ میں ایسے لوگوں کو معاف کرنے والا نہیں تھا جو ہتھیار کو استعمال کرنا لازمی سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی نظروں میں انسانی جانوں کی قیمت نہیں ہوتی۔ میں ان کی زندگی کی قیمت کا اندازہ کیوں کرتا؟ انھوں نے میری مرضی کے مطابق ایک دوسرے پر تڑاتڑ فائرنگ کی۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔ اب میری خیال خوانی کے لیے وہاں کوئی دماغ نہیں رہ گیا تھا۔

ہیلی کاپٹر کی آواز قریب ہو رہی تھی اور وہ نیچے اتر رہا تھا۔ میں زمین پر لڑھکتا ہوا ٹرک کے دوسری طرف چلا گیا تاکہ ہیلی کاپٹر والوں کی فائرنگ سے محفوظ رہ سکوں۔ میں نے ٹرک کی آڑ سے دیکھا۔ وہ ہیلی کاپٹر زمین پر اتر چکا تھا۔ پنکھا آہستہ آہستہ گردش کرتا ہوا تھم رہا تھا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ریڈ پاور کے باس کو اس ہیلی کاپٹر کا نمبر اور اس کا نشان بتایا۔ پھر پوچھا: "کیا اس میں تمھارے آدمی ہیں؟"

باس نے چونک کر کہا: "یہ تو لیڈی زرینہ کا ہیلی کاپٹر ہے، اسے ہم سے بھلا کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔"

"یہ لیڈی زرینہ کون ہے؟"

ایک ترکی قبیلے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے بزرگوں نے استنبول سے یہاں آ کر برسوں پہلے نارتھ ویلی میں بہت بڑی زمین کا حصہ خریدا تھا۔ وہاں ان کا بہت بڑا فارم ہے۔ وہ میلوں دور تک پھیلے ہوئے فارم کی تنہا مالکہ ہے۔ میں اس کے متعلق زیادہ نہیں جانتا۔ اس کا خاص ہیلی کاپٹر کئی بار میری نظروں کے سامنے سے گزرا۔ اس طرح میں نے اس کے متعلق یہی تھوڑی سی معلومات حاصل کی ہیں۔ ویسے سنا ہے، وہ ایک عجیب و غریب خاتون ہے۔"

"یہ تو معلوم کیا ہو گا کہ اس میں عجیب و غریب ہونے والی کیا بات ہے؟"

"میں نے کبھی توجہ نہیں دی اور نہ ہی ایسی کوئی ضرورت پیش آئی۔ اب اس کے متعلق معلومات حاصل کرنا ہی ہوں گی۔ اس سے رابطہ قائم کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔ میں ابھی پوچھتا ہوں کہ وہ ہمارے راستے میں کیوں آ رہی ہے؟"

میں زیادہ دیر خیال خوانی نہیں کر سکا۔ ہیلی کاپٹر زمین پر اتر گیا تھا لیکن وہ فائرنگ نہیں کر رہے تھے۔ میری توقع کے خلاف ایک نے سفید رومال ہلایا تھا۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر سے نیچے اترا تھا۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ سفید رومال لہراتا ہوا میری طرف بڑھ رہا تھا، یعنی صلح کی جھنڈی دکھا رہا تھا۔ میں ٹرک کے پیچھے سے نکل آیا۔ اس کی طرف آہستہ آہستہ محتاط انداز میں بڑھنے لگا۔ اس نے دور ہی سے کہا: "مسٹر اتم جو کوئی بھی ہو، اگر اس ٹرک کے خفیہ خانے میں چھپ کر آئے ہو تو ہمیں تمھاری ہی ضرورت ہے۔"

"میری ضرورت کیوں ہے؟"

"پہلے یہ بتاؤ، کیا تم وہی ہو؟"

"میں ہی اس ٹرک کے خفیہ خانے میں چھپ کر آیا ہوں۔"

"پھر دوست بن جاؤ اور ہمارے ساتھ چلو۔"

"اگر میں انکار کر دوں تو؟"

"ہم جبراً لے جائیں گے۔ ٹرک کے آس پاس پڑی ہوئی لاشوں کو دیکھو اور اندازہ کرو ہمارے پاس کتنے خطرناک ہتھیار ہیں۔"

میں نے ناگواری سے پوچھا: "مجھے دھمکی دے رہے ہو؟"

"دوست بن کر نہیں چلو گے تو یہ دھمکی ہے اور یہیں دھمکی پر عمل کرنا آتا ہے۔"

میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

"ہم لیڈی زرینہ کے خادم ہیں۔ تمھیں ان کے فارم میں لے جائیں گے۔"

"تمھاری لیڈی مجھ سے کیا چاہتی ہے؟"

"یہ وہی جانتی ہو گی۔ اس نے صرف اتنا کہا تھا، جو شخص سات پردوں میں چھپا رہتا ہے وہ بہت اہم ہوتا ہے اور ہم نے دیکھ لیا، ہم بڑی کامیابی سے خفیہ خانے میں چھپ کر آ رہے تھے۔ تمھاری اہمیت کس نوعیت کی ہے، یہ ہم نہیں جانتے، شاید ہماری لیڈی جانتی ہو۔ کیا ہمارے ساتھ دوستانہ انداز میں چلو گے؟"

فی الحال یہی راستہ تھا۔ میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ہیلی کاپٹر کے پاس آیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندر پچھلی سیٹ پر دو شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ میں درمیانی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میرے پاس وہی سفید رومال والا تھا۔ میں نے پیچھے پلٹ کر دو اجنبیوں کو دیکھا۔ پھر مسکرا کر کہا: "ہیلو۔"

رومال والے نے ہیلی کاپٹر کے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا: "یہاں سے ہماری مالکہ کے فارم تک کوئی تمھاری زبان نہ سمجھے گا، نہ بولے گا۔ مالکہ کے پاس جتنے خادم ہیں وہ سب ترکی سے آئے ہیں۔ اپنی زبان کے سوا کوئی دوسری زبان نہیں جانتے۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ ہیلی کاپٹر زمین سے اٹھتا ہوا فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے باس سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا۔ "میں لیڈی زرینہ سے بات کرنا چاہتا تھا مگر اس کی لیڈی سیکریٹری سے پتا چلا، وہ انگریزی بول نہیں سکتی، اتنے بڑے فارم میں صرف دو ہی انگریزی بولنے اور سمجھنے والے ہیں۔ ایک وہ لیڈی سیکریٹری اور دوسرا وہ جو ہیلی کاپٹر میں آپ کے پاس موجود ہے۔"

بیٹی نے کہا: "یہ کوئی گہری چال معلوم ہوتی ہے۔ امریکا جیسے ملک میں جہاں ایک خاتون بہت بڑے فارم کی مالک ہو وہ انگریزی بولنا نہ جانتی ہو یا اس کے ملازم بھی صرف ترکی زبان جانتے ہوں تو پھر یہ سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے۔ وہ لیڈی زرینہ جو کوئی بھی ہے میری ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہنے کا سامان پہلے ہی کر چکی ہے۔"

باس نے میری تائید کرتے ہوئے کہا: "میں اپنے تمام آدمیوں کو اس کے فارم کے اطراف نگرانی کے لیے بھیج رہا ہوں۔ آپ جب بھی میرے آدمیوں سے رابطہ قائم کرنا چاہیں گے، میں ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے ان کی آوازیں منادوں گا۔"

میں نے خیال خوانی ختم کر دی۔ چپ چاپ بیٹھ کر سوچنے لگا۔ حالات کہاں سے کہاں لے جا رہے تھے۔ میں سپر ماسٹر اور ماسٹر کی سے چھپتا پھر رہا تھا۔ اس مقصد کے لیے مجھے سوتیا سے الگ ہونا پڑا۔ ایک مدت کے بعد پومی میرے قریب آنے والی تھی۔ بظاہر ہمارے ملنے کے راستے آسان تھے۔ ہم نے تمام انتظامات کر لیے تھے۔ مائیکل اور لیوچن کو نوٹوں سے بھرے ہوئے بریف کیس کے ذریعے خرید لیا تھا۔ میں اس کے پاس پہنچنے والا تھا۔ ایسے ہی وقت تقدیر کو ماننا پڑتا ہے۔ آدمی اپنے راستے پر چلنے کے لیے کیا کچھ نہیں کرتا مگر تقدیر اچانک ہی راستہ بدل دیتی ہے۔ اب میں کسی نامعلوم لیڈی زرینہ کے پاس جا رہا تھا، نہیں یہ کمبخت کون تھی؟

ہمارا سفر چالیس منٹ تک جاری رہا۔ پھر وہ ہیلی کاپٹر نارتھ ویلی کے اس فارم میں پہنچ گیا۔ میں کھڑکی سے دیکھ رہا تھا۔ دور ایک دو منزلہ بہت بڑی عمارت نما کوٹھی نظر آ رہی تھی۔ اس کوٹھی کے پیچھے چھوٹے چھوٹے بنگلے بنے ہوئے تھے۔ سامنے ایک خوب صورت سی جھیل تھی۔ اس کے اطراف رنگ برنگے پھولوں کے باغات تھے، دور تک کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ بے شمار مرد و عورتیں اور مرد کام کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ کوٹھی کے آس پاس دور دور تک مسلح محافظ بھی دکھائی دیے، وہ ہیلی کاپٹر ایک کھلے میدان میں اتر گیا۔

میں نے ہیلی کاپٹر سے اتر کر دیکھا۔ ذرا فاصلے پر ایک شخص ایک بہت ہی خوب صورت قد آور گھوڑا لیے کھڑا تھا۔ اس پر زین کسی ہوئی تھی۔ سفید رنگ کا گھوڑا، ایسا صحت مند اور خوب صورت تھا کہ قریب پہنچ کر اس پر ہاتھ پھیرنے کو جی چاہتا تھا۔ میرے ساتھ آنے والے شخص نے کہا: "یہ آپ کے لیے ہے۔ اس پر سوار ہو کر ہماری لیڈی صاحبہ کے پاس پہنچ جائیے۔"

میں نے اس کی لگام تھام لی۔ پھر پوچھا "کیا میں تنہا جاؤں گا؟"

"یہ گھوڑا آپ کے ساتھ جائے گا اور آپ کو وہاں پہنچا دے گا۔"

وہ انگریزی بولنے والا اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوسری طرف جانے لگا۔ اسی وقت شیبا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "فرہاد! جس وقت باس نے لیڈی زرینہ کی سیکریٹری سے گفتگو کی تھی، میں اس کے دماغ میں تھی۔ میں نے اس کی سیکریٹری کے لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لیا تھا لیکن فوراً ہی اہم معلومات حاصل نہ کر سکی۔ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں دماغی طور پر حاضر ہونا پڑا۔ کچھ میسر اپنے معاملات تھے۔ اسرائیلی جاسوس بڑے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور اچھی ذہانت کا ثبوت بھی دے رہے ہیں۔ ایک جاسوس بڑی چالاکی سے بابا صاحب کے ادارے میں آ گیا تھا۔"

میں نے کہا۔ "تعجب ہے، کیسے آ گیا تھا؟"

"جیسے تم کسی کے میک اپ اور گیٹ اپ میں ان کے ہاں پہنچ جاتے ہو۔ اسی طرح وہ ہمارے ایک طالب علم کے بھیس میں آ گیا تھا۔ پتا نہیں، اس بے چارے طالب علم کا کیا ہوا۔ یقیناً اسے مار ڈالا گیا۔ میں ذرا دیر سے لیڈی زرینہ کی سیکریٹری کے پاس پہنچی اور معلومات حاصل کیں۔ اس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ ماسٹر کی اور لیڈی زرینہ آپس میں دوست ہیں، ان کے درمیان کئی بار لیڈی سیکریٹری کے ذریعے گفتگو ہو چکی ہے۔ کچھ اہم معاملات بھی طے ہو چکے ہیں۔ وہ معاملات کیا ہیں اور ان کے درمیان کیا گفتگو ہوتی رہی ہے، یہ ہم لیڈی سیکریٹری کے دماغ میں رہ کر اطمینان سے معلوم کر لیں گے۔ لیڈی زرینہ انگریزی یا کوئی دوسری زبان نہیں جانتی ہے۔ وہ اپنی زبان میں لیڈی سیکریٹری سے بولتی ہے اور سیکریٹری اس کا ترجمہ ماسٹر کی تک پہنچاتی ہے۔"

میں نے گھوڑے کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، میں ماسٹر کی کے دروازے تک پہنچ گیا ہوں۔ اس نے دعویٰ کیا تھا میرے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو بے کار کر دے گا اور مجھے بے بسی کی زندگی یوں گزارنے پر مجبور کرے گا کہ دوسرے مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کریں گے۔"

شیبا نے پریشان ہو کر کہا۔ "مجھ سے بڑی بھول ہوئی اگر میں دیر نہ کرتی اور لیڈی سیکریٹری کے دماغ میں پہلے ہی پہنچ کر معلوم کر لیتی تو تمہیں اس ہیلی کاپٹر میں سوار نہ ہونے دیتی۔"

"اب کیا ہو سکتا ہے، میں تو آ گیا ہوں۔ واپس نہیں جا سکتا۔ وہ ہیلی کاپٹر جا چکا ہے۔ صرف ایک گھوڑا میری سواری کے لیے رہ گیا ہے اور یہ مجھے لیڈی زرینہ تک پہنچائے گا۔ جلو دیکھتے ہیں، تقدیر کیا گل کھلاتی ہے۔"

گھوڑے کی لگام میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے اسے تھپکی دی، پھر ایک رکاب میں پاؤں ڈال کر اچھلتے ہوئے گھوڑے کی پیٹھ پر جیسے ہی پہنچا، اچانک یوں لگا جیسے رکاب میں ایک پاؤں پھنس گیا ہو۔ ایک ہلکے سے کھٹکے کی آواز آئی۔ میں نے ذرا جھک کر دیکھا، میرا پاؤں اس میں جکڑا گیا تھا۔ اسے خاص طور پر ایسا ہی بنایا گیا تھا کوئی بھی سوار اس میں پاؤں رکھ کر جیسے ہی گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوتا، ویسے ہی پاؤں جکڑ جاتا۔ میں نے دوسری طرف کی رکاب کو دیکھا۔ اس میں بھی پاؤں جکڑ سکتا تھا۔ میں نے پاؤں نہیں ڈالا۔ سوچنے لگا کیا مجھے اتر جانا چاہیے؟ لیکن کیسے اتر سکتا تھا، پاؤں اس میں پھنسا ہوا تھا۔ اسے نکالنا ممکن نہیں تھا۔ اگر گھوڑا آگے بڑھتا تو میرا پاؤں پھنستا اور میں اُلٹا لٹکتا ہوا گھسٹتا ہوا گھوڑے کے ساتھ جاتا۔

میں بُری طرح پھنس گیا تھا۔ نہ گھوڑے کی پیٹھ سے اُتر سکتا تھا اور نہ ہی سوار رہ کر آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ میں نے ذرا جھک کر گھوڑے کی گردن کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "دوست! یہ کیا حرکت ہے؟"

اسی لمحے کہیں سے فائرنگ ہوئی۔ گھوڑے کے پاؤں کے قریب مٹی ذرا سی اُکھڑ گئی۔ اس کے ساتھ ہی گھوڑا بدک گیا۔ میں اگر فوراً ہی اس کی گردن سے لپٹ نہ جاتا تو زین سے اکھڑ جاتا۔ پھر وہی ہوتا یعنی پاؤں رکاب میں پھنسا ہوتا اور میں اُلٹا گھسٹتا ہوا گھوڑے کے ساتھ جاتا رہتا۔ میں نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا لا وہ بھڑک چکا تھا۔ تیزی سے بھاگ رہا تھا۔ ذرا دور پہنچنے کے بعد پھر فائرنگ ہوئی، وہ اور بھڑک کر تیزی سے بھاگنے لگا۔ اس کی رفتار بڑھتی جا رہی تھی۔ میں زیادہ دیر اس کی گردن سے لپٹ کر نہیں رہ سکتا تھا۔ مجھے سیدھی طرح بیٹھ کر اسے قابو میں کرنا تھا اور یہ ممکن نہیں تھا کہ میں ایک ہی رکاب میں پاؤں ڈالے اپنا توازن بھی برقرار رکھتا اور گھوڑے کو بھی قابو میں کر سکتا۔ مجھے مجبور ہو کر اس کی رفتار کو دیکھتے ہوئے دوسرے رکاب میں پاؤں ڈالنا پڑا۔ پھر وہی ہوا۔ ایک ہلکا سا کھٹکا سنائی دیا اور میرا دوسرا پاؤں بھی دوسری رکاب میں جکڑا گیا۔

آج تک کسی نے کسی کو اس طرح قیدی نہیں بنایا ہو گا۔ قیدی بنانے کے لیے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پہنائی جاتی ہیں۔ طرح طرح سے گھیرا جاتا ہے۔ جال پھینکے جاتے ہیں۔ کمند پھینک کر گھوڑے کے پیچھے گھسیٹا جاتا ہے لیکن اس طرح قیدی بنانا ایک انوکھی بات تھی۔ میں نہ تو گھوڑے سے اتر سکتا تھا۔ نہ سوار رہ کر آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ اگر لگام کھینچ کر قابو میں کرنا چاہتا، اس کی رفتار کم کرنا چاہتا تو کہیں نہ کہیں سے فائرنگ ہوتی اور وہ بھڑک کر پھر تیزی سے بھاگنے لگتا تھا۔

یہ چال ماسٹر کی نے چلی ہو یا لیڈی زرینہ نے لیکن میں ماسٹر کی کے دعوے کے مطابق واقعی بے بس ہو گیا تھا۔ میری ٹیلی پیتھی کام نہیں آ سکتی تھی۔ میری کوئی صلاحیت میرا ساتھ نہیں دے سکتی تھی۔ مجھے ایک گھوڑے کی پیٹھ پر بٹھا کر تماشا بنا دیا گیا تھا۔ میں اس کوٹھی کے قریب پہنچ رہا تھا، دور دور تک پھیلے ہوئے مسلح افراد قہقہے لگا رہے تھے۔ ان مسلح افراد میں عورتیں بھی تھیں۔ وہ گھوڑا جھیل کے کنارے کنارے دوڑتا ہوا کوٹھی کے مین گیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا، وہ مین گیٹ بند تھا۔ اس کی اونچائی تقریباً سات یا آٹھ فٹ ہو گی۔ اسے کوئی کھولنے کے لیے نہیں آیا۔ اب گھوڑا تیزی سے اس طرف بڑھ رہا تھا۔ میں سمجھ گیا یہ چھلانگ لگا کر گیٹ کے اس پار جائے گا۔ میرے تو ہوش اُڑ گئے۔ میں نے بارہا گھڑ سواری کی تھی۔ میں اناڑی نہیں تھا۔ لیکن ایسے گھوڑے پر نہیں سوار ہوا تھا جو اونچی چھلانگیں لگاتا ہو۔

میرے سوچتے سوچتے گیٹ قریب آ گیا۔ میں نے لگام کو مضبوطی سے پکڑا۔ پھر جھک کر اس کی گردن سے لپٹ گیا۔ گھوڑے نے ہنہناتے ہوئے اچانک ہی چھلانگ لگائی۔ اگر وہ ناکام ہوتا تو میرا کیا حشر ہوتا کیونکہ میں اس کی پیٹھ سے اُلگ نہیں ہو سکتا تھا۔ آہنی گیٹ سے ٹکرا کر گرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہیں میرا کام تمام ہو جاتا۔ خدا کا شکر ہے، گھوڑا بہت ہی زبردست تربیت یافتہ تھا۔ اس نے کامیاب چھلانگ لگائی اور مجھے کوٹھی کے احاطے میں پہنچا دیا۔

اس کی رفتار سست ہو گئی تھی۔ وہ دوڑتا ہوا ایسی جگہ رُک گیا جہاں دو عورتیں کھڑی ہوئی تھیں۔ یوں تو اور کئی عورتیں تھیں مگر کچھ فاصلے پر تھیں۔ گھوڑا ٹھیک ان دو عورتوں کے درمیان رک گیا تھا۔ اُن دونوں کے پاس ایک ایک چابی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر میرے دونوں پاؤں کے پاس آئیں۔ انھوں نے رکاب میں اس چابی کو ڈال کر گھمایا۔ ہلکا سا کھٹکا ہوا اور میرے دونوں پاؤں آزاد ہو گئے۔ ایک عورت نے میرے پاؤں کو رکاب سے نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا۔ دوسری عورت نے بھی یہی کیا۔ پھر اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھتا، ان دونوں عورتوں نے مجھے اپنی ہتھیلی پر پوری قوت سے اچھال دیا۔ میں گھوڑے کی پیٹھ سے فضا میں بلند ہوا۔ پھر قلابازی کھاکر پھولوں کی روش کے درمیان چاروں شانے چت گر گیا۔ سامنے ہی ایک ادھیڑ عمر کی عورت کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے انگریزی زبان میں کہا۔ "میں لیڈی زرینہ کی جانب سے خوش آمدید کہتی ہوں۔"

واہ خوش آمدید کہنے کا کیا شاندار طریقہ اختیار کیا تھا۔ پہلے تو گھوڑے کی پیٹھ پر جان آدھی کر دی۔ پھر میں نے سوچا۔ یہاں عورتیں ہی عورتیں ہیں۔ ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن دو عورتوں نے مجھے اپنی ہتھیلیوں پر رکھ کر اچھال دیا تھا یعنی یہ عورتیں محض خوبصورت نہیں تھیں، خوبصورت بلائیں بھی تھیں۔ ادھیڑ عمر کی سیکریٹری نے ایک طرف پلٹ کر جاتے ہوئے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"

میں اس کے پیچھے چلتا ہوا ایک دروازے پر پہنچا۔ وہ دروازہ کھل گیا۔ اندر ایک خوبصورت سا ہال تھا۔ وہاں کئی عورتیں مختصر سے لباس میں کھڑی ہوئی تھیں۔ لیڈی سیکریٹری نے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "یہ حسین بلائیں تمھارا استقبال کرتی رہیں گی۔ اب یہ تم پر ہے کہ کس طرح ان سے دامن بچا کر نکل سکتے ہو۔ ان سے پیچھا چھڑانے میں کامیاب ہو گئے تو لیڈی زرینہ سے ملاقات ہو جائے گی۔"

وہ آگے بڑھ گئی۔ میں اس کے پیچھے جانے کے لیے جیسے ہی آگے بڑھا، دو لڑکیوں نے اچانک جناٹکے کے کرتب دکھائے۔ اِدھر سے اُدھر اچھلتی ہوئی قلابازیاں کھاتی ہوئی گئیں۔ میں نے سوچا۔ شاید یہ مجھے متاثر کر رہی ہیں۔ وہ دوسری طرف چلی گئیں مگر ان کے پیچھے کھڑی ہوئی دو لڑکیوں نے بھی وہی کرتب دکھاتے ہوئے مجھ پر حملہ کرنا چاہا۔ میں اگر فوراً نہ سنبھلتا تو دونوں کی دو لاتیں یکے بعد دیگرے میرے مُنہ پر پڑتیں۔

مقابلے کے میدان میں جوابی حملہ لازمی ہوتا ہے لیکن میں فوراً ہی دوڑتا ہوا لیڈی سیکریٹری کے پیچھے جانے لگا۔ ابھی کئی لڑکیاں تھیں۔ وہ بھی یکے بعد دیگرے آ رہی تھیں۔ بڑے عجیب عجیب تماشے دکھا رہی تھیں۔ وہ سب بہترین فائٹر تھیں کسی نہ کسی طرح مجھ پر کامیاب حملہ کرتے ہوئے میرا راستہ روکنا چاہتی تھیں۔ میں نے حتی الامکان کوشش کی کسی طرح ان سے بچ کر نکل جاؤں اور جوابی حملہ نہ کروں مگر بعض حالات میں دو چار ہاتھ دکھانے پڑے۔ آخر کسی نہ کسی طرح ان سے اُمن بچاتا ہوا ایک

راہداری میں آیا۔ لیڈی سیکریٹری پلٹ کر دیکھے بغیر چلی جا رہی تھی۔ میں نے پوچھا "یہ کیا تک ہے۔ تم چاہتی ہو، میں عورتوں سے مقابلہ کروں؟"

وہ جواب دیے بغیر چلی جا رہی تھی۔ میں غصّے سے رُک گیا۔ ابھی میری تقدیر میں سلامتی لکھی تھی۔ جیسے رکاوٹ ہی چھت سے لٹکنے والا فانوس ایک زوردار آواز کے ساتھ سامنے آکر گرا۔ میں اچھل کر ایک ذرا پیچھے گیا۔ پھر چھلانگ لگا کر فانوس کو پار کرتا ہوا اُدھڑتا ہوا لیڈی سیکریٹری کی طرف پہنچا۔ اس کے بعد پیچھے سے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

وہ چیخنے لگی۔ میں نے اس کے مُنہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "آواز بند کرو۔ میں سمجھ گیا ہوں، یہاں میری سلامتی اسی میں ہے کہ تمھیں اپنی گرفت میں رکھوں۔ میں تنہا مرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔"

میں نے اس کے بالوں کو جھٹکا دے کر آگے بڑھایا۔ اُسے اپنی گرفت میں رکھا۔ اس نے کئی بار مجھ سے التجا کی "مجھے چھوڑ دو۔ اب تمھارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

میں نے کہا "جب مجھے یقین ہو جائے گا تو چھوڑ دوں گا۔"

وہ مجھے کوٹھی کے ایسے حصّے میں لے آئی جہاں نیم تاریکی تھی۔ ہر طرف کھڑکی در دروازے بند تھے۔ ان پر دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے کہا "لائٹ آن کرو۔"

"یہاں پر روشنی نہیں ہوگی۔ اس کے بعد جس کمرے میں جاؤ گے وہاں گہری تاریکی ہوگی۔ اسی تاریکی میں لیڈی زرینہ سے ملاقات ہوگی۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"لیڈی زرینہ روشنی میں نہیں آسکتیں۔ وہ گہری تاریکی میں زندگی گزارتی ہیں۔"

"کیا تمھاری لیڈی آلو کی نسل سے ہے؟"

میری بات ختم ہوتے ہی سامنے والے بند دروازے سے آواز آئی۔ وہ آواز بڑی ہی میٹھی اور سُریلی تھی لیکن زبان سمجھ میں نہیں آئی۔ لیڈی سیکریٹری نے کہا۔ "دروازے کے پیچھے سے مادام کہہ رہی ہیں کہ وہ گہری تاریکی میں رہنے کی عادی ہیں۔ روشنی میں انھیں کچھ نظر نہیں آتا۔"

میں نے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے کہا "اپنی مادام سے کہو، مجھے تاریکی میں کچھ نظر نہیں آتا۔"

وہ یہی بات اپنی لیڈی زرینہ سے کہنے لگی۔ میں اس کے دماغ سے ترجمہ سُن رہا تھا۔ دوسری طرف سے جب لیڈی زرینہ نے کہا تو وہ بات بھی مجھے سیکریٹری کے ذریعے سمجھ میں آگئی۔ وہ کہہ رہی تھی "میرے مہمان سے کہو، مجھے روشنی میں نظر نہیں آتا۔ اس کے باوجود میں اس کے استقبال کے لیے باہر آرہی ہوں۔"

دروازہ کھل گیا۔ اندر گہری تاریکی تھی۔ باہر کی کچھ روشنی اندر جا رہی تھی۔ تاریکی میں نارنجی رنگ کا لباس ہلکا ہلکا نظر آرہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ نمایاں ہوتی جا رہی تھی۔ پھر وہ دروازے پر آگئی۔ میں اُسے دیکھتا رہ گیا۔ یہ بھول گیا کہ یہاں آکر پھنس گیا ہوں۔ ایسا بے مثال حسن تھا کہ اسے دیکھ کر کچھ اور دیکھنے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر اسے دیکھ کر افسوس بھی ہوا۔ وہ دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر راستہ ٹٹولتے ہوئے دروازے سے باہر آگئی تھی۔ مکمل حسن بڑی مشکل سے پایا جاتا ہے۔ شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔ ورنہ سر سے پاؤں تک خوبیاں ہی خوبیاں ہونے کے باوجود کوئی نقص ضرور رہ جاتا ہے۔ اس میں بھی ایک نقص تھا اور وہ یہ کہ وہ اندھی تھی۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، پتلیاں سفید تھیں۔ ان کی سفیدی میں ہلکی ہلکی سی چمک تھی۔ وہ اپنی زبان میں کہنے لگی۔ میں نے لیڈی سیکریٹری کے ذریعے سمجھا۔ وہ کہہ رہی تھی "میں اپنے مہمان کو خوش آمدید کہتی ہوں۔ میں یہاں تک آکر واپس جا رہی ہوں۔ کیونکہ روشنی برداشت نہیں ہوتی۔ میں اپنے تاریک کمرے میں مہمان کا انتظار کروں گی۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ میں اس کا سراپا دیکھ رہا تھا۔ چال میں پھولوں بھری شاخوں جیسی لچک تھی۔ وہ دروازے کے پاس پہنچی۔ پھر آہستہ آہستہ کمرے کی تاریکی میں گم ہوگئی۔ لیڈی سیکریٹری نے کہا "اس زبان کا ترجمہ پیش کرنے کے لیے میری موجودگی لازمی ہے اس لیے تم سے پہلے میں جا رہی ہوں تاکہ تمھیں یقین ہو کہ تاریکی میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

وہ آگے بڑھنے لگی۔ میں نے پھر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا اور کہا "ایسے نہیں، میں تمھارے ساتھ چلوں گا اور تم میرے لیے ڈھال بنو گی۔"

میں اسے گرفت میں لے کر آگے بڑھتا ہوا دروازے کے پاس پہنچا۔ اندر گہری تاریکی تھی۔ میں اس کے ساتھ اور آگے بڑھ گیا۔ لیڈی سیکریٹری نے میری گرفت میں رہتے ہوئے دوسری طرف گھوم کر دروازے کو بند کر دیا۔ میں نے سر گھما کر ایک طرف دیکھا۔ تاریکی میں اور تو کچھ نظر نہیں آیا، دو آنکھیں چمکتی ہوئی دکھا دیں جیسے اندھیرے میں کوئی بلی بیٹھی ہوئی ہو۔

میں لیڈی زرینہ کا مہمان تھا۔ میرے سامنے اس کا وجود نہیں تھا مگر دو چمکتی ہوئی آنکھیں اس کے وجود کی گواہی دے رہی تھیں۔ وہ کون تھی؟ کیا چاہتی تھی؟ اور ماسٹر کی سے اس کا کیا تعلق تھا؟

پلک جھپکتے ہی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتا ہوں۔

کوئی ایک بات کی ابتدا کرتا ہے تو میں دماغ میں پہنچ کر ابتدا کی انتہا تک پہنچ جاتا ہوں لیکن بعض حالات میں یہ میرے لیے ممکن نہیں رہتا۔ میں خیال خوانی کی پرواز نہیں کر سکتا۔ ماسٹر کی کے چیلنج کے مطابق میں بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔

میں یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ لیڈی روزینہ اور ماسٹر کی کے درمیان گہرے تعلقات ہیں یا محض وقتی طور پر کوئی معاہدہ ہوا ہے۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ لیڈی روزینہ اپنی کسی غرض، اپنے کسی مقصد کے تحت میرا سودا ماسٹر کی سے کرنے والی ہے یا کوئی اور بات ہے۔ جب تک بات کا پتا نہ چلتا، میں تاریکی میں رہتا۔

اور میں گہری تاریکی میں تھا۔ چاروں طرف ہاتھ بڑھا کر ٹٹولنے سے بھی راستہ نہیں مل سکتا تھا۔ وہ کمرہ میرے لیے نادیدہ تھا۔ کون سی چیز کہاں رکھی ہے، میں نہیں جانتا تھا۔ کسی چیز سے بھی ٹکرا سکتا تھا ——— میرے سامنے کچھ فاصلے پر دو آنکھیں چمک رہی تھیں، جیسے دو دیے جل رہے ہوں لیکن ان سے کمرہ روشن نہیں ہو رہا تھا۔ وہ آنکھیں جگنو کی طرح چمکتی تھیں اور بجھتی تھیں۔ یقیناً وہ پلکیں جھپکتی تھی۔ اسی لیے ان کی چمک جلتی بجھتی ہوئی سی لگتی تھی۔

وہاں ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی جیسے کسی کا وجود نہ ہو۔ پھر اس کی آواز سنائی دی۔ میں لیڈی سیکریٹری کے ذریعے اس کی بات سمجھنے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی "ہمارے مہمان سے کہو، اپنے بائیں طرف گھوم کر دو قدم چلے۔ اس کے بعد ایک ایزی چیئر پر بیٹھ جائے۔"

لیڈی سیکریٹری نے اس کا ترجمہ پیش کیا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے سمجھ سکتا تھا کہ وہ سیکریٹری مجھ سے کتنی دور ہے۔ میں نے بائیں طرف گھوم کر ایزی چیئر تک پہنچنے کے بجائے دائیں طرف گھوم کر سیکریٹری کے بازو کو تھام لیا۔ پھر کہا۔ "تم میرے ساتھ چلو گی اور مجھے اس کرسی تک پہنچاؤ گی۔"

اس نے یہی کیا۔ مجھے اس کرسی تک پہنچا دیا۔ پھر کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

"نہیں، تم بھی میرے ساتھ بیٹھو گی۔"

میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ بڑے سائز کی کرسی تھی۔ ہم دونوں کے لیے گنجائش نکل گئی۔

لیڈی روزینہ کا قہقہہ سنائی دیا۔ کہنے لگی "مجھے نہیں معلوم تھا، یہ شخص اتنا بزدل ہے کہ ایک عورت کا سہارا لے گا۔ سمجھ میں نہیں آتا، آخر ریڈ پاور والے اسے اتنی اہمیت کیوں دے رہے تھے۔"

لیڈی سیکریٹری نے مجھ سے یہی بات کہی۔ میں نے جواب دیا "میں بزدل نہیں ہوں۔ اگر یہاں روشنی ہوتی اور میرے مقابل مسلح افراد نہ ہوتے تو میں تم سب سے تنہا نمٹ لیتا۔"

سیکریٹری نے لیڈی روزینہ کی طرف سے سوال کیا۔ "کیا ماسک مین اسی لیے تمھیں اہمیت دیتا ہے کہ تم تنہا ایک پوری فوج سے نمٹ سکتے ہو؟"

"وہ مجھے کیوں اہمیت دے رہا ہے، یہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ مجھے کسی کی جگہ استعمال کرنا چاہتا ہے۔"

"تمھیں کس کی جگہ استعمال کیا جا رہا ہے؟"

"مجھے بتایا نہیں گیا۔ وہ اتنا ہی کہتے تھے کہ مجھ میں ایسی خوبیاں ہیں جو دشمنوں کو شبہات میں مبتلا کر دیں گی۔ دشمن ان کے خاص آدمی کو چھوڑ کر میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔ میں نے کئی بار سوال کیا کہ آخر ان کا وہ خاص آدمی کون ہے؟ اور مجھے کیوں اس کی جگہ استعمال کیا جا رہا ہے؟ لیکن انھوں نے جواب نہیں دیا۔"

"تم میں ایسی کیا بات ہے کہ دشمن تمھیں دیکھ کر شبہات میں مبتلا ہو سکتے ہیں؟"

"میں ماہر نجوم ہوں۔ حاضرات کا علم جانتا ہوں۔ جب خطرات میں گھر جاتا ہوں تو میرے علم کے ذریعے کچھ نادیدہ قوتیں میری حفاظت کرتی ہیں۔"

"اگر تم اتنے ہی باکمال ہو تو ریڈ پاور والوں کے سامنے مجبور کیوں ہو گئے؟ ان کے آلہ کار کیوں بن رہے تھے؟"

"وہ مجھے بلیک میل کر رہے ہیں۔"

"وہ کس طرح؟"

"انھوں نے میری محبوبہ لیوچن کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔"

"تم حاضرات کا علم جانتے ہو، اپنی محبوبہ کو اپنے پاس بلا سکتے ہو۔"

"میرا علم کہتا ہے، ابھی میرے ستارے گردش میں ہیں۔ مجھے صبر کرنا ہوگا۔ چودھویں کی رات کو میرے معمول لیوچن کو میرے پاس پہنچا دیں گے۔ مجھے اپنے علم کے ذریعے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ فی الحال مجھے کسی کا آلہ کار بن کر رہنا چاہیے۔ اس طرح میری زندگی میں ایک ایسی ہستی آئے گی جس کے ذریعے مجھے کچھ اور پُراسرار قوتیں حاصل ہوں گی۔"

لیڈی روزینہ نے کہا "امریکا بہت عظیم اور ترقی یافتہ ملک ہے۔ اس کے باوجود یہاں کچھ لوگ شیطان کی پوجا کرتے ہیں۔ میں تمہاری بات کا یقین کرسکتی ہوں بشرطیکہ ثبوت پیش کرو اور اپنے غیر معمولی علوم کا مظاہرہ کرو۔"

میں نے کہا "مجھے افسوس ہے۔ میں اپنے علم کا بے جا اور بے وقت استعمال نہیں کرتا۔ جب ضرورت پیش آئے گی تو آنکھوں سے دیکھ لوگی بشرطیکہ تمہیں دن کی روشنی میں نظر آتا ہو۔"

وہ بولی "یہ میری مجبوری ہے۔ میں روشنی میں اندھی ہوجاتی ہوں۔ جب میں پیدا ہوئی تو پورے شہر میں بلیک آؤٹ تھا۔ میں نے اس دنیا میں آنکھ کھولتے ہی اندھیرا دیکھا۔ جب روشنی ہوئی تو میں تکلیف سے چیخنے چلانے لگی۔ ہاتھ پاؤں جھٹک کر رونے لگی۔ ڈاکٹروں نے میرا معائنہ کیا۔ پھر کہا، قدرت نے میرے ساتھ عجیب مذاق کیا ہے۔ میری آنکھوں میں ریڈیم کی سی خاصیت ہے۔ ایسے جانوروں کی خوبیاں ہیں جو اندھیرے میں سب کچھ دیکھ سکتے ہیں لیکن روشنی انھیں چبھتی ہے۔ اس لیے وہ آنکھیں بند کرلیتے ہیں۔ میں بھی تکلیف محسوس کرتے ہوئے آنکھیں بند کرلیتی ہوں۔ کھولنے کی کوشش کرتی ہوں تو کچھ نظر نہیں آتا، سفید سفید سی دھند دکھائی دیتی ہے۔"

میں نے کہا "تمہارا حسن بے مثال ہے مگر نہ ہونے کے برابر ہے۔ جب کوئی اندھیرے میں دیکھ ہی نہ سکے تو پھر یہ حسن کس کام کا؟"

ہمارے درمیان لیڈی سیکرٹری کے ذریعے گفتگو ہو رہی تھی۔ وہ میری بات سن کر ہنسنے لگی۔ پھر اس نے کہا "میں کسی طرح آنکھیں بند کرکے یا آنکھیں کھول کر ذرا دیر کے لیے روشنی میں آتی ہوں جیسا کہ تمہارے سامنے آئی تھی۔ اپنے حسن و شباب کی جھلک دکھاتی ہوں، پھر تاریکی میں آجاتی ہوں۔ اتنی سی جھلک دیوانہ بنانے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں، تم ابھی تاریکی میں تصور کی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہے ہو۔"

"تمہاری ایک جھلک دیکھنے کے بعد بار بار تمہیں دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ کیا تم روشنی میں رہنے کی عادت نہیں ڈال سکتیں؟"

چند لمحوں تک گہری خاموشی رہی۔ پھر اس کی آواز کمرے کی محدود فضا میں گونجنے لگی۔ وہ کہہ رہی تھی "تاریکی بڑی بندہ پرور ہوتی ہے یہ دنیا کے تمام عیوب کو، تمام نقائص کو اور تمام گناہوں کو چھپا لیتی ہے۔

روشنی بڑی بے حیا ہوتی ہے۔ پرائے گھروں میں دستک دیے بغیر پہنچ جاتی ہے۔

روشنی بڑی بدقماش ہوتی ہے۔ غریب عورتوں کے پھٹے ہوئے لباس سے گزر کر بے حیائی کا اشتہار بن جاتی ہے جبکہ تاریکی ان کی غربت اور مجبوریوں کو اپنے دامن میں چھپا لیتی ہے۔ کسی کی نظر نہیں پڑنے دیتی۔

مسٹر مائیکل تمھیں روشنی سے جتنی محبت ہے، مجھے تاریکی سے اتنا ہی پیار ہے۔ یہ تاریکی میرے جنم کی ساتھی ہے۔ میری ہمدم ہے۔ مجھے ساری دنیا سے چھپا کر رکھتی ہے اور میں رات کی تاریکیوں میں چھپ کر ساری دنیا کو دیکھتی رہتی ہوں۔"

وہ جو کہہ رہی تھی، وہی کر رہی تھی۔ مجھے اس تاریکی میں صاف طور سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا "بات روشنی اور تاریکی کی نہیں ہے بلکہ سچائی کی ہے۔ روشنی میں سچائی نہیں چھپتی۔ اسی طرح سچائی تاریکی میں بھی نہیں چھپ سکتی۔ وہاں تمھاری جیسی دیکھنے والی آنکھیں موجود ہوتی ہیں۔ تم نے اس تاریکی میں اپنے آپ کو چھپا لیا لیکن مجھے دیکھ رہی ہو کیونکہ میں یہاں خود کو نہیں چھپا سکتا۔ بہتر ہے، تم تاریکی اور روشنی کا فلسفہ رہنے دو اور مجھے یہ بتاؤ، یہاں کس لیے بلایا گیا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "بلانے سے تم کب آنے والے تھے۔ تمھیں جبراً لایا گیا ہے۔"

"یہی سہی۔ کام کی بات کرو۔"

"پہلے میں تمھاری حقیقت معلوم کروں گی کہ تم سچ مچ مائیکل گارسن ہو یا وہ شخص ہو جس کا مطالبہ ماسٹر کی کر رہا ہے۔"

میں نے معصوم اور انجان بن کر پوچھا "وہ شخص کون ہے؟ کچھ مجھے بھی پتا چلے۔"

"پتا چلے گا۔ پہلے تم آرام سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاؤ اور دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھوں پر رکھ کر بیٹھ جاؤ۔ میں تمھیں اچھی طرح دیکھنا چاہتی ہوں۔"

میں نے کرسی کے ہتھوں پر دونوں ہاتھ رکھ دیے۔ اس کی پشت سے ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھ گیا۔ اچانک کھٹاکے کی آواز سنائی دی۔ اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا، میرے دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھوں کے ساتھ ہتھکڑیوں میں جکڑ گئے۔ میں سیدھا بیٹھنا چاہتا تھا لیکن کرسی کی پشت سے کوئی چیز آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ یقیناً وہ سیفٹی بیلٹ کی طرح کوئی چیز ہوگی جس نے مجھے کرسی سے جکڑ دیا تھا۔ ایسے وقت مجھے ہاتھ پاؤں مارنے چاہیے تھے مگر میں صرف پاؤں مار رہا تھا کیونکہ وہی آزاد تھے۔ لہٰذا میں نے پاؤں روک کر پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟"

پہلے میں نے لیڈی سیکرٹری کو اپنے پاس کرسی پر بٹھایا ہوا تھا لیکن اس وقت چھوڑ دیا تھا جب لیڈی روزینہ نے کہا تھا

کہ مجھے کرسی پر آرام سے بیٹھنا چاہیے۔ میں نے سوچا تھا، جب وہ مجھے اچھی طرح دیکھنے کے لیے قریب آئے گی تو اسے پکڑ لوں گا۔ پھر اسے مجبور کروں گا کہ میرے ساتھ روشنی میں چلے یا نیم تاریکی میں رہے تاکہ اسے کسی حد تک دیکھ سکوں اور اس کی حرکات و سکنات پر نظر رکھ سکوں لیکن میں نے ایک کو پانے کی خوش فہمی میں دوسری کو کھو دیا تھا۔

پھر اس تاریکی میں کتنے ہی دیے نظر آنے لگے۔ ایسے دیے جن سے تاریکی روشن نہیں ہوسکتی تھی، نہ ہی مجھے کوئی فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ اس اندھیرے میں کچھ لوگ آگئے تھے۔ انھوں نے آنکھوں پر اینٹی ڈارک لینس پہنے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں کے پاس ہلکی ہلکی چمک تھی۔ باقی جسم تاریکی میں چھپے ہوئے تھے۔ جب وہ قریب آئے تو پتا چلا، وہ مرد نہیں، عورتیں ہیں۔ وہ میرے چہرے کو چھو رہی تھیں۔ ایک ملائم کپڑے کو کسی رقیق مادّے میں بھگو کر اس سے میرے چہرے کو پونچھ رہی تھیں۔ اچھی طرح رگڑ رہی تھیں تاکہ میک اپ ہو تو چھوٹ جائے۔

میں خیال خوانی کے ذریعے لیڈی سیکرٹری کے پاس ہی پہنچ سکتا تھا۔ پتا چلا، اس نے بھی اینٹی ڈارک لینس پہن لیا ہے تاکہ مجھے اصلی روپ میں دیکھ سکے۔ میک اپ ہوتا تو صاف ہوجاتا۔ مائیکل گارسن کا چہرہ جوں کا توں رہا۔ اس کے بعد میرے متعلق وہی رائے قائم کی گئی جو دوسرے دشمن کرتے آرہے تھے۔ یعنی چہرے پر پلاسٹک سرجری کی گئی ہے۔

میں نے کہا "اگر یہ پلاسٹک سرجری ہے تو جس طرح ممکن ہو، تصدیق کرلو تاکہ میری جان چھوٹے۔ خوامخواہ مجھ پر شبہ کیا جا رہا ہے۔ ایک تو پچھلی شام سے ان لوگوں نے مجھے پریشان کیا، جنھیں تم ماسک مین یا ریڈ پاور کہتی ہو۔ تم بھی میرے ساتھ وہی سلوک کر رہی ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، آخر وہ شخص کون ہے جس سے میں مشابہت رکھتا ہوں اور جس کی جگہ مجھے استعمال کیا جا رہا ہے؟"

لیڈی روزینہ پر میری باتوں کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ عورتیں تھوڑی دیر کے لیے مجھ سے دور ہوگئی تھیں۔ ایک ٹرالی مجھے حرکت کرتی نظر آئی، اس ٹرالی پر ایک ننھا سا بلب روشن تھا۔ اس کی روشنی محدود تھی۔ صرف ٹرالی کی سطح پر پڑ رہی تھی۔ وہاں آپریشن کے مختلف اوزار رکھے ہوئے تھے۔ انھیں دیکھتے ہی میں نے پریشان ہوکر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہتی ہو؟"

لیڈی روزینہ کا سرد اور بے رحم لہجہ سنائی دیا "خاموش بیٹھے رہو۔"

خاموش رہنے کے سوا چارہ بھی کیا تھا۔ میں حلق پھاڑ پھاڑ کر چلا سکتا تھا لیکن اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرسکتا تھا۔ اینٹی ڈارک لینس لگائے ایک عورت سرنج لے کر میرے پاس آئی۔ میرے دائیں ہاتھ میں سرنج کی سوئی کو پیوست کرکے تھوڑا سا خون نکالا۔ اس خون کو ایک شیشے کی ٹیوب میں رکھ کر ایک عورت کے حوالے کیا۔ پھر اپنی زبان میں کہا۔ "فوراً اس کا گروپ معلوم کیا جائے۔"

میں اس کی بات بھی لیڈی سیکرٹری کے ذریعے سمجھ رہا تھا اور یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ لیڈی روزینہ مجھے بے نقاب کرنے کے لیے غیر انسانی سلوک کرے گی اور انتہائی ظالمانہ تزلیل دینے سے باز نہیں آئے گی۔ جس نے میرا بلڈ گروپ معلوم کرنے کے لیے میرے جسم سے خون نکالا تھا، وہ کوئی لیڈی ڈاکٹر تھی۔ اب وہ ایک پتلی سی چھری لے کر میری طرف بڑھ رہی تھی۔ پیچھے کھڑی ہوئی دو عورتوں نے میرے سر کو مضبوطی سے جکڑ لیا۔ میں نے سر جھٹکنے کی کوشش کی تو تیسری عورت نے میری کنپٹی سے ریوالور کی نال لگا دی پھر اپنی زبان میں کہا "ذرا بھی حرکت کروگے تو گولی کھوپڑی کے پار ہوجائے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کا سیفٹی پن ہٹا دیا۔ اب صرف ٹریگر پر انگلی دبانے کی دیر تھی۔ میں ایک دم سے ساکت ہوگیا۔ دونوں عورتوں نے میری ٹھوڑی کے نیچے ایک ایپرن رکھ کر پیچھے گردن کی طرف باندھ دیا۔ لیڈی ڈاکٹر جسمانی کھال کو چیرنے والا چھوٹا سا چاقو لے کر میرے پاس آگئی۔ اس نے ایک ہاتھ میرے دائیں کان پر رکھا۔ پھر چاقو کی نوک میرے کان کے قریب جبڑے سے ذرا اوپر رکھ کر اس پر دباؤ ڈالا۔ مجھے یوں لگا جیسے میرے چہرے کے اس حصے سے چنگاریاں پھوٹ رہی ہوں۔ ایسی جلن محسوس ہوئی جیسے انگارے بھر دیے گئے ہوں۔ میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو حلق پھاڑ کر چیخنے لگتا۔ مگر میں دانت پر دانت جمائے، مٹھیاں بھینچے برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ تقدیر مجھے کیا تماشے دکھا رہی ہے۔

اس نے میرے چہرے کی جلد کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا کاٹ لیا۔ اسے نکال کر ایک ٹرے پر رکھتے ہوئے بولی۔ "فوراً لیبارٹری لے جاؤ اور اس کھال کا تجزیہ کراؤ۔ مجھے ابھی رپورٹ چاہیے۔"

ایک عورت وہ ٹرے لے کر چلی گئی۔ میں نے اپنی زبان میں کہا "تم لوگوں نے ظلم اور سفاکی کی انتہا کردی۔ میں سمجھتا تھا، عورتوں کا دل نرم ہوتا ہے۔"

لیڈی سیکرٹری نے کہا: "ہمارا دل نرم ہے۔ تمہارے چہرے کے اس حصّے کی مرہم پٹی کی جارہی ہے۔"

"ایسا کرنا ہی تھا تو پہلے میرے چہرے کے اس حصّے کو انجکشن کے ذریعے سُن کیا جاسکتا تھا۔"

سیکرٹری نے بے پروائی سے کہا: "ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔"

میں نے ناگواری سے کہا: "اگر میں آزاد ہوتا تو تمہیں وقت سے زیادہ انسان کی قدر کرنا سکھا دیتا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی: "مجھے نقصان پہنچانے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ میں ہی ایک ایسی ہستی ہوں جو تمہاری زبان کا ترجمہ ان کے سامنے پیش کرتی ہے اور ان کی باتیں تمہیں سمجھاتی ہے۔ میں نہیں رہوں گی تو ان غنڈوں کرنے والی عورتوں کے درمیان پاگل ہو جاؤ گے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ میں اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اس بار لیڈی ڈاکٹر وہ چاقو لے کر میرے بائیں ہاتھ کے پاس آئی۔ پھر ایک عورت نے میری آستین کو پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا۔ آستین پھٹتی ہوئی میرے بازو سے نکل گئی، چیتھڑے جھولنے لگے۔ لیڈی ڈاکٹر نے چاقو کی نوک کو میرے ننگے بازو پر رکھا۔ میں نے چیخ کر پوچھا: "یہ ظلم ہے۔ تم آخر کیا کرنا چاہتی ہو؟"

میں آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ اتنی شدید جلن اور تکلیف ہوئی کہ اپنے حلق سے نکلنے والی چیخ پر قابو نہ پا سکا۔ پھر عقل نے سمجھایا، مجھے چیخنا چلّانا اور فریاد کرنا چاہیے۔ ورنہ انتہائی ظلم برداشت کرنے والا فرہاد علی تیمور سمجھا جاؤں گا۔

میں چیخنے اور احتجاج کرنے لگا۔ وہ اپنے کام میں مصروف تھی۔ اس نے میرے بازو کی جلد کو تھوڑا سا کاٹ کر نکالا، اسے بھی ایک ٹرے میں رکھتے ہوئے کہا: "اسے بھی لیبارٹری لے جاؤ۔ مجھے ابھی رپورٹ چاہیے۔"

میں اس لیڈی ڈاکٹر کا طریقۂ کار سمجھ رہا تھا۔ چہرے پر پلاسٹک سرجری کی جاتی ہے لیکن بازو چھپا ہوتا ہے۔ وہاں تو میرے جسم پر وہی پیدائشی جلد ہوگی لہٰذا بازو اور چہرے کی جلدوں کا موازنہ کرنے کے لیے دونوں جگہ کی جلدوں کو کاٹ کر لیبارٹری بھیجا گیا تھا۔

جو طریقۂ کار اختیار کیا جارہا تھا، اس کے بعد میرا بے نقاب ہو جانا لازمی تھا۔ بازو کی جلد پہ چغل کھا سکتی تھی کہ چہرے کی جلد مصنوعی ہے۔ اس سے پہلے میرا خون لیا گیا تھا۔ بلڈ گروپ معلوم کیا جارہا تھا۔ اس سے بھی پتا چل جاتا کہ فرہاد کا بلڈ گروپ کیا ہے۔ جبکہ ریکارڈ میں میرا گروپ 'او' لکھا ہوا ہے ظاہر ہے، ابھی جو خون لیا گیا ہے، اس کا بھی نتیجہ یہی نکلنے والا تھا۔ اب میں ان عورتوں سے چھپ کر نہیں رہ سکتا تھا۔

میں نے سر اٹھا کر دور بیٹھی ہوئی لیڈی روزینہ کو دیکھا، صرف اس کی آنکھیں نظر آرہی تھیں۔ سیکرٹری کی سوچ سے پتا چلا، وہ کسی آرام دہ صوفے پر بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ میرے مقابلے پر آج تک کتنے ہی ناقابلِ شکست دشمن آئے۔ وہ کتنے ہی ذہین، چالاک اور شاطر قسم کے لوگ تھے۔ انھوں نے مجھے بے نقاب کرنے کے لیے طرح طرح کے طریقے اختیار کیے لیکن یہ عورتیں ان سے زیادہ چالاک ثابت ہو رہی تھیں اور ان عورتوں کے پیچھے لیڈی روزینہ کا ہی دماغ کام کر رہا تھا۔ کمبخت کیا بلا تھی، یہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

میرے بازو کی بھی مرہم پٹی کر دی گئی۔ وہ تمام عورتیں چلی گئی تھیں۔ لیڈی روزینہ کی آنکھیں بھی نظر نہیں آرہی تھیں۔ سیکرٹری کے ذریعے پتا چلا، وہ بھی وہاں سے جا چکی ہے۔ شاید میری رپورٹ حاصل کرنے کے لیے لیبارٹری میں گئی ہے۔

اب میرا کیا ہوگا؟ میں تو روزِ روشن کی طرح ظاہر ہونے والا تھا۔ سیکرٹری کی سوچ بتا رہی تھی، اگر میرے فرہاد علی تیمور ہونے کی تصدیق ہوگئی تو لیڈی روزینہ بھاری قیمت لے کر مجھے ماسٹر کی کے حوالے کر دے گی۔ میں بے بسی سے سوچنے لگا کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

میں اسی طرح کرسی سے جکڑا ہوا تھا۔ مجھے اس کمرے میں تنہا چھوڑ دیا گیا تھا۔ انھیں یقین تھا کہ میں فرار نہیں ہو سکتا اور ان کا یقین درست تھا۔

میں نے جنابِ شیخ الفارس کو مخاطب کیا۔ انھیں اپنے موجودہ حالات بتائے۔ انھوں نے تمام حالات سننے کے بعد ناراض ہو کر کہا: "تمہاری یہ بہت بُری عادت ہے کہ جب پانی سر سے گزر جاتا ہے تب ہم سے رابطہ قائم کرتے ہو۔ اب تمہی بتاؤ، تمہارا بلڈ گروپ معلوم کرنے اور تمہاری جسمانی کھال کا تجزیہ کرنے میں کتنی دیر لگے گی۔ ان کی لیبارٹری میں یہی ایک اہم کام ہوگا۔ یہ تو زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ میں ہو جائے گا۔ میں ہزاروں میل دور رہ کر پندرہ منٹ میں کیا کر سکتا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ شیبا کو تمہارے پاس بھیج سکتا ہوں۔"

مجھے شیبا کی آواز سنائی دی: "میں بہت پہلے ہی تمہارے دماغ میں موجود ہوں۔"

مجھے اس بات پر حیرانی ہوئی۔ وہ میرے دماغ میں تھی اور میں سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔ بھلا کیسے

کرتا؟ میرے چہرے اور بازو کی جلد تھوڑی سی کاٹی گئی تھی۔ مجھے اپنے جسم کے ان دونوں حصّوں میں شدید جلن کا احساس ہو رہا تھا۔ میں ایسے میں سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ شیبا نے کہا: "تم درست سوچ رہے ہو۔ ہوا میں اسی وقت تمہارے دماغ میں آئی تھی جب وہ لیڈی ڈاکٹر تمہارے چہرے سے تھوڑی سی جلد کاٹ کر نکال رہی تھی اور تم تکلیف میں مبتلا تھے۔"

"شیبا! وہ سیکرٹری یہاں نہیں ہے۔ لیڈی روزینہ کے ساتھ لیبارٹری میں ہے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔ تم بھی میرے ساتھ چلو۔ ہم موقع پاتے ہی لیبارٹری سے نکلنے والی رپورٹ میں تبدیلی کر دیں گے۔"

ہم دوسرے ہی لمحے سیکرٹری کے دماغ میں پہنچ گئے۔ لیڈی روزینہ وہاں نہیں تھی۔ لیبارٹری میں اچھی خاصی روشنی تھی۔ شعبۂ طب سے تعلق رکھنے والی اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیاں اس لیبارٹری میں مصروف تھیں۔ لیڈی سیکرٹری نے ایک لڑکی کے پاس پہنچ کر کہا: "مائیکل گارسن کے خون کی رپورٹ دکھاؤ۔"

اس نے ایک ٹائپ کیا ہوا کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس میں میرے خون کا گروپ 'اے پازیٹو' لکھا ہوا تھا۔ میں اور شیبا وہ رپورٹ پڑھ کر حیران رہ گئے۔ لیڈی سیکرٹری مایوس ہو گئی تھی۔ اسے بھی معلوم تھا کہ فرہاد علی تیمور کے خون کا گروپ 'او' ہے۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ شیبا میرے ساتھ تھی میں نے اس سے کہا: "یہ بڑی حیرانی کی بات ہے۔ خون کا گروپ اے پازیٹو کیسے ہو گیا۔ جبکہ میرا 'او' گروپ ہے؟"

"لیبارٹری میں جس لڑکی نے تمہارے خون کی رپورٹ تیار کی ہے، وہ یقیناً تمہیں جانتی ہے، در پردہ تمہارے لیے کام کر رہی ہے۔ ہمیں اس کے دماغ میں کسی طرح پہنچنا چاہیے۔"

میں پھر لیڈی سیکرٹری کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ترکی زبان میں اس لڑکی سے باتیں کر رہی تھی۔ میں نے سیکرٹری کو غیر شعوری طور پر انگریزی میں بات کرنے کے لیے مجبور کیا۔ وہ بے اختیار انگریزی بولنے لگی۔ سامنے کھڑی ہوئی لڑکی نے حیرانی سے ترکی زبان میں پوچھا: "تم مجھ سے اس زبان میں گفتگو کر رہی ہو۔ میں تو ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکتی۔"

مجھے پتا چل گیا کہ جس لڑکی نے مجھ پر مہربانی کی ہے وہ صرف ترکی زبان جانتی ہے۔ سیکرٹری نے اس سے کہا: "میں یقین کرنا چاہتی ہوں، تم اپنی زبان کے سوا کوئی دوسری زبان نہیں جانتی ہو۔ اگر تمہیں انگریزی آتی ہے تو صاف صاف کہہ دو۔ ہو سکتا ہے، فرہاد علی تیمور تمہارے دماغ میں موجود ہو اور اس نے رپورٹ میں کوئی تبدیلی کروائی ہو۔"

اس لڑکی نے معصومیت سے کہا: "مادام! مجھے تمہاری یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ میں کسی فرہاد علی تیمور کو نہیں جانتی اور نہ ہی میری رپورٹ میں کوئی تبدیلی کر سکتا ہے۔ میں ایک زبان جانتی ہوں، دوسری زبان مجھے نہیں آتی۔"

لیڈی سیکرٹری وہاں سے مطمئن ہو کر دوسری لڑکیوں کے قریب سے گزرتے ہوئے جانے لگی۔ تمام لڑکیاں اپنے اپنے کام میں مصروف تھیں۔ وہ ایک کے پاس آکر رک گئی۔ اس سے پوچھا: "کیا رپورٹ ہے؟"

وہ میری جسمانی کھال کا تجزیہ کر چکی تھی۔ ٹائپ شدہ رپورٹ بھی تیار تھی۔ اس نے وہ کاغذ اٹھا کر لیڈی سیکرٹری کے حوالے کر دیا۔ میں نے اس کے ذریعے پڑھا اور پھر ایک بار حیران رہ گیا۔ رپورٹ میں لکھا تھا کہ میرے چہرے اور بازو کی کھال بالکل ایک ہے۔ میرے چہرے کی جلد میں پلاسٹک اور کسی دوسری جسمانی کھال کی آمیزش نہیں ہے۔ یہ ایسا سفید جھوٹ تھا جس پر میں کبھی یقین نہیں کر سکتا تھا۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ شیبا نے کہا: "فرہاد! یہ تو کمال ہو گیا۔ جو ہم کبھی سوچ نہیں سکتے تھے، وہ ہو رہا ہے۔ اس لیبارٹری میں جو لڑکیاں کام کر رہی ہیں، وہ ہماری حمایتی ہیں۔ تمہیں اچھی طرح جانتی ہیں۔ کتنی چالاکی اور خاموشی سے تمہارا بچاؤ کر رہی ہیں!"

"میں حیران ہوں کہ یہ لڑکیاں انگریزی نہیں جانتیں۔ کوئی دوسری زبان نہیں جانتیں اور میری حمایت کر رہی ہیں۔ ان لڑکیوں کو جاننا اور پہچاننا تو دور کی بات ہے، کبھی ان کی آواز تک نہیں سنی تھی۔ ان سے بات تک نہیں کی تھی۔ معاملات کیسے کرتا جبکہ یہ اپنی زبان کے سوا کوئی دوسری زبان نہیں جانتیں۔ پھر یہ کس رشتے اور تعلق سے مجھے دشمنوں کی نظروں سے چھپا رہی ہیں؟"

شیبا نے چونک کر کہا: "ہم ایک بات بھول رہے ہیں، سونیا ترکی زبان جانتی ہے۔ کیا وہ یہاں موجود ہے اور چھپ چھپا کر ہمارے لیے کام کر رہی ہے؟"

"میں نے اس کمبخت سے وعدہ کیا ہے کہ ہم اس کے دماغ میں نہیں آئیں گے۔ نہ ہی اس کے متعلق کسی طرح معلومات حاصل کریں گے۔"

"شاید اس نے اسی لیے ہم پر پابندی لگائی ہے کہ وہ جو کچھ کرتی رہے، ہم اس سے بے خبر رہیں۔ آخر ہمیں بے خبر رکھنے میں کیا مصلحت ہے؟"

"یہ تو وہی جانتی ہوگی۔"

"فرہاد میرا دل کہتا ہے سونیا موجود ہے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"تم سوچ رہے ہو۔ یقین کیوں نہیں کر لیتے؟"

"نہیں شیبا! تم اس کے دماغ میں جانے کی غلطی نہ کرنا۔ بے شک اسے پتا نہیں چلے گا لیکن یہ ہماری وعدہ خلافی ہوگی۔ میں جب چاہوں تمہارے دماغ میں اجازت کے بغیر آسکتا ہوں۔ تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا لیکن یہ میری وعدہ خلافی بھی ہوگی اور میرا ایمان بھی جائے گا۔ ہمیں اخلاقی پابندیوں میں رہنا چاہیے۔"

وہ شرمندہ سی ہو کر بولی "تم درست کہہ رہے ہو۔ میں تو یونہی جذباتی سی ہو گئی تھی۔ سونیا کو اتنے قریب محسوس کرتے ہوئے اس سے ملنا چاہتی تھی۔ اب ایسا نہیں سوچوں گی۔"

"تم جاؤ اور جناب شیخ صاحب کو بتا دو کہ میرا بھید کھلتے کھلتے رہ گیا ہے۔ میں خیریت سے ہوں۔"

وہ چل گئی۔ مجھے اس تاریک کمرے میں چھپر دوچکتی ہوئی آنکھیں دکھائی دیں۔ وہ آنکھیں میرے قریب آرہی تھیں۔ میں نے لیڈی سیکرٹری کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ اپنی آنکھوں پر اینٹی ڈارک آئی لینس پہن رہی تھی۔ اس کے بعد وہ بھی کمرے میں پہنچ گئی۔ لیڈی روزینہ نے کہا "مائیکل گارسن! ہمیں یقین ہو گیا ہے تم مائیکل ہو اور ریڈ پاور والے تمہیں اپنا آلۂ کار بنانا چاہتے تھے۔ خدا کا شکر ادا کرو، تمہاری جان بچ گئی۔ ورنہ نارمٹر کی کے پاس پہنچتے تو وہ تمہیں یوں اپاہج بنا دیتا کہ زندگی بوجھ بن جاتی اور موت تمہارے قریب نہ آتی۔"

لیڈی سیکرٹری نے اس کا ترجمہ پیش کیا حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے ترجمہ سننے کے بعد کہا "تمہیں یقین ہو چکا ہے، میں وہ نہیں ہوں جس کی تلاش تھی۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے؟"

لیڈی روزینہ نے کہا "تم زخمی ہو۔ یہ زخم بھرنے تک ہمارے مہمان رہو گے۔ اس کے بعد میں تم سے شادی کروں گی۔"

میں نے چونک کر اندھیرے میں دیدے پھیلاتے ہوئے اسے دیکھنے کی کوشش کی۔ پھر پوچھا "کیا تم مجھ سے مذاق کر رہی ہو؟"

اس کی چمکتی ہوئی آنکھیں دوسری طرف گھوم گئیں۔ یعنی وہ گھوم کر جا رہی تھی۔ اب نظر نہیں آرہی تھی۔ لیڈی سیکرٹری نے کہا "تم خوش نصیب ہو۔ لیڈی روزینہ تمہیں اپنا دسواں شوہر بنا رہی ہیں۔"

یا حیرت! میں ذرا دیر تک گم صم سا رہا۔ بولنے کے لیے کوئی لفظ نہیں ملا۔ پھر میں نے پوچھا "دسواں شوہر؟"

"ہاں، ہماری لیڈی جسے پسند کر لیتی ہے اسے اپنا شوہر بنا لیتی ہے مگر۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ میں نے پوچھا "مگر کیا؟"

لیڈی سیکرٹری میرے قریب آکر بولی "تم نے وہ حسن و شباب روشنی میں دیکھا ہے۔ ذرا دیر کے لیے سہی مگر دیکھا ہے۔"

"ہاں، بہت خوب ہے۔"

"اسے جو دیکھتا ہے، اسی کی تمنا میں جیتا ہے، اسی کی تمنا میں مر جاتا ہے۔ تم خوش نصیب ہو، اس کی قسمت میں مرنے والے ہو۔"

"تم پہیلیاں بجھوا رہی ہو۔"

"سیدھی اور صاف بات سننا چاہتے ہو تو سنو، دسویں شوہر کے بعد کسی دن گیارھواں شوہر بھی آئے گا اور وہ بھی خوش نصیب ہوگا۔"

"تم صاف اور سیدھی بات نہیں کر رہی ہو۔"

"سیدھی بات کر رہی ہوں۔ جب دسواں نہیں ہوگا تب ہی تو گیارھواں آئے گا۔ جس طرح نواں نہیں رہا اور دسویں تم آئے ہو۔"

"اس کا مطلب ہے، میری شادی لیڈی روزینہ سے نہیں موت سے ہوگی۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی مگر جو دیکھتی آئی ہوں، وہ کہہ رہی ہوں۔ جو بھی شوہر بن کر دلہن کے کمرے میں جاتا ہے، وہ اس کی پہلی اور آخری سہاگ رات ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ نظر نہیں آتا۔"

وہ سیدھی اور صاف بات کہہ رہی تھی۔ پھر بھی وہ گفتگو سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ اگر وہ کسی کو پسند کرتی ہے تو کیا وہ پسند محض ایک رات کی ہوتی ہے۔ کیا وہ نارمل نہیں ہے؟

میں نے اس کی جتنی باتیں سنیں اور اس کا طرزِ عمل دیکھا، اس سے وہ بالکل نارمل لگتی تھی۔ اگرچہ مجھے بے نقاب کرنے کے لیے اس نے ظالمانہ برتاؤ کیا تھا مگر اس کا طریقۂ کار بتاتا تھا کہ وہ ذہین اور چالاک ہے۔ پھر یہ عورت ایسی حماقت کیوں کرتی ہے کہ اپنی پسند سے شادی کرے اور شادی کی رات کو اپنے شوہر کے لیے آخری رات بنا دے۔ پھر اس بے چارے کا سراغ نہ مل سکے۔

لیڈی سیکرٹری کا دماغ مجھے بتا رہا تھا، آج تک

اس کے نو شوہروں کا سراغ نہ مل سکا، نہ ہی ان کی لاشیں ملیں۔

سیکرٹری میری کرسی کے پیچھے آئی۔ اس کرسی کے پیچھے ایک بٹن تھا، اسے دباتے ہی میری ہتھکڑیاں کھل گئیں۔ میرے سینے پر جو بیلٹ بندھا ہوا تھا، وہ بھی کھل گیا۔ اس نے کہا "تم آزاد ہو، چونکہ لیڈی روزینہ کے ہونے والے شوہر ہو لہٰذا یہاں سب ہی تمہارے آگے سر جھکائیں گے لیکن تم اس عمارت سے باہر نہیں جاؤ گے۔"

میں کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے یہ نہیں بتایا کہ عمارت سے باہر جانے کا نتیجہ کیا ہوگا۔ ویسے میں سمجھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ چلتا ہوا کمرے سے نکل کر باہر آیا۔ اتنی دیر تک تاریکی میں رہنے کے باعث باہر کی روشنی آنکھوں میں چبھنے لگی۔ میں نظریں جھکائے اس کے ساتھ چلتا ہوا عمارت کے ایک دور افتادہ کمرے میں پہنچا۔ وہ کمرہ میرے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔

لیڈی روزینہ کی وہ کوٹھی کسی محل سے کم نہیں تھی۔ میرا کمرہ خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ میں وہاں پہنچ کر چاروں طرف گھوم کر اسے دیکھتا رہا۔ چار خوبصورت کنیزیں میری خدمت کے لیے وہاں موجود تھیں۔ ایک بوڑھی عورت بھی تھی۔ اس نے اپنی زبان میں سیکرٹری سے کہا "مہمان سے کہو، بستر پر آرام سے لیٹ جائے۔"

سیکرٹری نے جب مجھ سے کہا تو میں بستر پر لیٹ گیا۔ پتا چلا، یہ وہی لیڈی ڈاکٹر تھی جس نے میرے چہرے اور بازو کی جلد بڑی بے رحمی سے کاٹی تھی۔ میں نے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا "میں آزاد ہوں۔ لیڈی ڈاکٹر سے کہہ دو، اگر کوئی ظالمانہ سلوک ہوا تو سب سے پہلے اسی کی گردن توڑوں گا۔"

ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اس نے دوبارہ میرے زخموں کی مرہم پٹی کی۔ ایک انجکشن لگایا۔ کھانے اور پینے کے لیے دوائیں دیں۔ میں سیکرٹری کے ذریعے اس کی باتیں سمجھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "یہ زخم جلد ہی بھر جائیں گے۔ میں باقاعدہ دوائیں استعمال کرتا رہا تو چوبیس گھنٹے کے بعد دولہا بننے کے قابل ہو جاؤں گا۔"

وہ اپنا فرض ادا کر کے چلی گئی۔ سیکرٹری نے کہا "میں جا رہی ہوں۔ میری عدم موجودگی میں تم ان لڑکیوں سے باتیں نہیں کر سکو گے مگر اپنی خدمت کرا سکو گے۔"

"ان زخموں کی وجہ سے کمزوری محسوس کر رہا ہوں، آنکھیں بند کر کے آرام سے لیٹنا چاہتا ہوں۔"

سیکرٹری نے اپنی زبان میں لڑکیوں سے جانے کے لیے کہا۔ سب چلی گئیں۔ ان کے پیچھے وہ بھی گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ بستر پر آکر لیٹ گیا۔ بہت ہی آرام دہ بستر تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر آنکھیں کھلی رکھتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پومی کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "میں تمہارے لیے پریشان ہوں۔ کیا نئی مصیبت میں پھنس گئے ہو؟"

"قدم قدم پر اتنی مصیبتیں سامنے آتی ہیں کہ ان میں کون سی نئی ہے، سمجھ میں نہیں آتا۔"

"میں نارتھ ویل کے قریب آگئی ہوں۔ مجھے وہاں کا جغرافیہ بتاؤ۔"

میں جو کچھ جانتا تھا، وہ بتانے لگا۔ اس کے بعد کہا "ابھی لیڈی روزینہ کے فارم میں داخل نہ ہونا۔ تم ترکی زبان نہیں جانتی ہو۔ وہاں جتنی لڑکیاں ہیں، سب یہی زبان بولتی اور سمجھتی ہیں۔ انگریزی کسی کے پلّے نہیں پڑتی۔"

"بولنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ یہ معلوم کرو، وہاں کوئی گونگی لڑکی ہے؟"

"یعنی تم گونگی بن کر آنا چاہتی ہو؟"

"میں کسی طرح بھی تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔"

"پومی! ہم دشمنوں سے لڑ سکتے ہیں۔ تقدیر سے نہیں لڑ سکتے۔ تم نے دیکھ لیا، ہم کتنی آسانی سے ایک دوسرے کے قریب آرہے تھے، پھر آتے آتے دور ہو گئے۔ یہاں کوئی گونگی لڑکی ہے یا نہیں، یہ معلوم کرو گی۔ مگر جلد بازی نہ کرنا ورنہ ہم سب کو نقصان پہنچے گا۔"

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "سوری، میرا یہاں دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم کروں گا۔"

میں اس سے رابطہ ختم کر کے سوچنے لگا، پومی اگر نارتھ ویل کے قریب رہے گی تو میرے پاس آنے کی دُھن میں کوئی نہ کوئی غلطی کر بیٹھے گی۔ وہ دی کلر کا راز حاصل کرنے آئی تھی۔ بڑی کامیابی سے دشمنوں کے دل و دماغ پر دہشت بن کر نقش ہو رہی تھی لیکن جب سے میرے قریب آنے کی بات چلی تھی، اس کا دھیان اپنے فرض سے ہٹ گیا تھا۔ جو اپنی منزل کی طرف بڑھتے بڑھتے راستے سے ہٹ جاتا ہے، وہ بھٹکتا رہ جاتا ہے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ پہلی بار زندگی کے عملی میدان میں قدم رکھنے کے بعد بھٹکنا شروع کر دے۔

اگرچہ میری بھی تمنا تھی کہ وہ میرے پاس آئے۔ میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ اس کے ساتھ حالات کے نشیب و فراز سے گزرتا جاؤں لیکن ابھی یہ مناسب نہیں تھا۔ حالات اس کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔

پُراسرار سپر ماسٹر مجھ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ مسٹر نو کو کے ذریعے اس کا نام، پتا اور ٹیلیفون نمبر وغیرہ معلوم کر چکا تھا اور یہ بھی معلوم کر چکا تھا کہ اگر اس سے براہِ راست رابطہ قائم نہ کر سکوں تو کن ذرائع سے اس کے پاس پہنچ سکتا ہوں۔

وہ پُراسرار شخص جو ایک عرصے سے ہمیں الجھاتا رہا، اپنے آپ کو ایک ناقابلِ فہم راز بنا کر ہمارے لیے دشواریاں پیدا کرتا رہا، اس کا نام گراہم ہارڈلے تھا۔ وہ وزارتِ خارجہ کے اس شعبے سے تعلق رکھتا تھا جس کا بظاہر کوئی وجود نہیں ہوتا۔ اس شعبے کا ذکر صرف ایک فائل میں ہوتا ہے اور اس فائل کا عنوان ہوتا ہے "ٹاپ سیکرٹ"۔

وہ اس انتہائی خفیہ ادارے کا سپر ماسٹر کہلاتا تھا۔ یہ سپر ماسٹر کا عہدہ بہت سے لوگوں کو معلوم تھا لیکن سپر ماسٹر کون تھا، یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اگر کبھی ملکی یا غیر ملکی معاملات میں راز فاش ہونے کی نوبت آتی تو ایک جونیئر سپر ماسٹر کو منظرِ عام پر لایا جاتا تھا۔ اصل سپر ماسٹر ہمیشہ پردۂ راز میں رہتا تھا۔

مگر کوئی انسان کس حد تک پُراسرار بن سکتا ہے؟ کہاں تک خود کو چھپا کر رکھ سکتا ہے؟ وہ سرکاری معاملات میں پُراسرار ہو سکتا ہے مگر اس کی نجی زندگی بھی ہوگی، کوئی بھی شخص کسی نہ خانے میں جا کر دنیا والوں سے خود کو چھپا کر ایک طویل زندگی نہیں گزار سکتا۔ زندگی گزارنے کے لیے اسے انسانوں کی دنیا میں کسی سے ملنا پڑتا ہوگا، کسی سے دو بات کہنے کی ضرورت پیش آتی ہوگی، کسی کھانا پکانے والی اور گھر کی صفائی کرنے والے کی ضرورت پڑتی ہوگی۔ دنیا جہاں کے معاملات نمٹانے والا سپر ماسٹر تنہا دفتری کام بھی کرتا ہوگا، کھانا بھی پکاتا ہوگا، اپنے کپڑے بھی دھوتا ہوگا، استری بھی کرتا ہوگا اور اپنی ساری ضروریات خود ہی پوری کرتا ہوگا تو یہ ماننے والی بات نہیں ہے۔ اس کے لیے کسی نہ کسی ساتھی کی ضرورت پڑتی ہوگی، کسی نہ کسی سے رابطہ قائم کرنا پڑتا ہوگا۔ ایسے ہی وقت وہ خود کو پُراسرار بنا کر نہیں رکھ سکتا۔

اس پُراسرار سپر ماسٹر نے شادی نہیں کی تھی تاکہ بیوی بچوں کو راز دار نہ بنانا پڑے جس شاندار بنگلے میں وہ رہتا تھا وہاں اس کی حیثیت صرف ایک بزنس مین کی تھی جو اچھا کماتا تھا اور شان و شوکت سے زندگی گزارتا تھا ـــــ اس بزنس مین کا نام گراہم ہارڈلے تھا۔ یہی اس کا اصل نام تھا۔

وہ ایک عام شہری کی طرح زندگی گزارتا تھا۔ اس کے نوکر چاکر تھے۔ وہ شام کو ایوننگ سوٹ پہن کر کلبوں میں جاتا تھا۔ اپنا دل بہلاتا تھا۔ کسی سے مستقل دوستی نہیں کرتا تھا۔ خواہ مرد ہو یا عورت، عارضی دوستی ہوتی۔ پھر وہ ان سے کترا جاتا۔ اپنے دوستوں میں، اپنے شہر میں وہ خود غرض اور مغرور کہلاتا تھا۔ ایسا کہنے والے یہ نہیں جانتے کہ یہ ایک سپر ماسٹر کی مجبوری ہے۔

میں نے ریڈ پاور کے باس سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "میں ایک ٹیلیفون نمبر بتا رہا ہوں، اس نمبر پر ڈائل کرو۔ جب دوسری طرف سے کوئی بات کرے تو اس کی بات سن کر رانگ نمبر کہہ دینا۔"

اس نے پوچھا "یہ کس کا نمبر ہے؟"

"یہ نمبر مجھے سپر ماسٹر تک پہنچا دے گا۔"

باس نے خوش ہو کر پوچھا "کیا واقعی؟"

میں نے اسے نمبر بتایا۔ وہ ریسیور اٹھا کر ڈائل کرنے لگا۔ ریسیور اس کے کان سے لگا ہوا تھا اور میں اس کی کھوپڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ذرا سی دیر میں دوسری طرف سے کسی نے ریسیور کو اٹھایا۔ پھر کہا "ہیلو"

باس نے پوچھا "کیا یہاں مسٹر وِلی وائز مین رہتے ہیں؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "نو، رانگ نمبر۔"

باس کو رانگ نمبر کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ میں نے کہا "کافی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ دوسری طرف سے بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ گراہم ہارڈلے کا خاص ملازم تھا۔ وہ ملازم بھی اپنے مالک کو سپر ماسٹر کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ میں رہ کر اس کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا۔ گراہم ہارڈلے کہیں جانے کے لیے سوٹ پہن چکا تھا۔ آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے ملازم سے کہہ رہا تھا "ڈرائیور سے کہو، گاڑی پورچ میں لے آئے۔"

ملازم چلا گیا۔ میں وہیں رہ گیا۔ ایک مدت کے بعد اس پُراسرار شخص کا دماغ رہنے کو ملا تھا۔ اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ اگر ایسا ہوتا تو ماسٹر کی کی طرح چیلنج کرتا، یوں برسوں چھپ کر نہ رہتا۔

اسے چھیڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بہت اہم شخص تھا۔ میں اس کے دماغ سے بڑی اہم معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ سب سے پہلے میں نے وی بکلر کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ مسٹر نو کو کا قلعہ سب سے زیادہ محفوظ تھا۔ سپر ماسٹر کے خیال کے مطابق پوما بڑی مشکل سے مسٹر نو کو کی اجازت حاصل کر کے اس قلعے میں داخل ہوئی تھی اور اپنی خوش قسمتی سے نکل آئی تھی ورنہ وہاں نہ تو کوئی جا سکتا تھا اور نہ جانے کے بعد باہر آ سکتا تھا۔ اب پوما کے لیے بھی یہ ممکن نہ تھا۔ اسے دوبارہ وہاں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملتی۔ وہ ادھر کا رخ کرتی تو اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا جاتا۔

یہ سپر ماسٹر کے خیالات تھے اور اسے یقین تھا کہ وی بکلر پھر اس قلعے میں رہے گا تو پوما یا فرہاد کو اس کی ہوا بھی نہیں لگے گی اور نہ ہی فرہاد خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ سکے گا۔ مسٹر نو کو کو گولی مار دینے کے بعد اب کوئی دوسرا اس کے دماغ کو کمپیوٹر کے ذریعے کنٹرول کر رہا تھا۔

جیسا کہ میں اپنی داستان میں بتا چکا ہوں، پوما نے ایک بار وی بکلر کو قلعے کے اس قید خانے میں دیکھا تھا جہاں بہت سی عورتیں قید کی گئی تھیں اور جہاں پوما کو بھی قید کیا گیا تھا۔ اس کے بعد وی بکلر اچانک غائب ہو گیا تھا۔ میں نے مسٹر نو کو کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہا تھا۔ ایسا کون سا خفیہ راستہ ہے جہاں سے اسے نکال کر محفوظ مقام تک پہنچا دیا گیا ہے۔

اس کا جواب مسٹر نو کو کے پاس نہیں تھا۔ اگرچہ وہ اس قلعے میں حکمرانی کرتا تھا لیکن سپر ماسٹر نے ہی اسے وہاں کا حکمراں بنایا تھا۔ مسٹر نو کو سیاہ سفید کا مالک تھا لیکن اس خفیہ راستے کا علم اسے نہیں تھا۔ اب میں پُراسرار سپر ماسٹر کے دماغ میں رہ کر خفیہ راستے کے متعلق معلوم کر رہا تھا۔ اسی راستے سے وی بکلر کو دوبارہ قلعے میں پہنچا دیا گیا تھا اور جو شخص اس کے دماغ کو کمپیوٹر کے ذریعے کنٹرول کر رہا تھا، اس شخص کو عارضی طور پر قلعے کا منتظمِ اعلیٰ بنا دیا گیا تھا۔ وہاں کے لوگ اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگے تھے۔

میں اس قلعے میں رہنے والوں کے دماغوں تک پہنچ چکا تھا۔ لہٰذا وہاں بڑی زبردست تبدیلیاں عمل میں آئی تھیں۔ مسلح افراد اس قلعے سے نکال دیے گئے تھے۔ نئے افراد لائے گئے تھے۔ سختی سے یہ حکم دیا گیا تھا کہ ایک اجنبی بھی اس قلعے میں داخل نہ ہونے پائے۔ یقیناً سپر ماسٹر نے بڑی چالاکی سے کام لیا تھا۔ ایک تو ہم وی بکلر کے متعلق یہ سوچ نہیں سکتے تھے کہ دوبارہ اسے قلعے میں چھپا کر رکھا جائے گا۔ دوسرے اس نے قلعے میں داخلے کا ہر راستہ بند کر دیا تھا۔ نہ پوما جسمانی طور پر جا سکتی تھی۔ نہ میں دماغی طور پر پہنچ سکتا تھا۔

میں نے پوما سے کہا "تمہیں پھر مسٹر نو کو کے قلعے میں جانا ہوگا۔"

اس نے چونک کر پوچھا "کیا وی بکلر وہاں ہے؟"

"دوبارہ وہاں پہنچایا گیا ہے۔"

"کیا اس قلعے میں دوبارہ داخل ہونا ممکن ہے؟"

"میں نے خفیہ راستہ معلوم کر لیا ہے۔ تم اپنے موجودہ مقام کو چھوڑ دو۔ وہاں سے چل پڑو۔ میں تمہاری رہنمائی کروں گا۔"

وہ فوراً ہی روانگی کی تیاریاں کرتے ہوئے بولی "مجھے کس سمت جانا ہے؟"

"تم ریڈ پاور کے باس کی طرف جاؤ۔ راستے میں اس کے آدمی ملیں گے۔ وہ تمہیں ایسی جگہ پہنچا دیں گے جہاں سے وہ خفیہ راستہ شروع ہوتا ہے۔"

میں نے باس سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا "میں ایک جگہ کی نشاندہی کر رہا ہوں۔ مسٹر نو کو کا قلعہ جس پہاڑی پر ہے اس کے دامن میں تقریباً چار میل کے فاصلے تک جو جنگلات ہیں، کیا وہاں آپ کا گزر کبھی ہوا ہے؟"

"میں اس طرف کبھی نہیں گیا لیکن نقشے کے ذریعے میں اس جگہ تک پہنچ سکتا ہوں جہاں کی آپ نشاندہی کریں گے۔"

"اس پہاڑی کے دامن میں شمال کی طرف چھ میل تک گھنے جنگلات ہیں۔ وہاں سرخ اینٹوں سے بنا ہوا ایک ریسٹ ہاؤس ہے جہاں صرف حکومت کے اعلیٰ افسران قیام کر سکتے ہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔ ہمارے آدمی اکثر اُدھر سے گزرتے رہتے ہیں۔ ایک بار میرا ایک خاص ماتحت اس ریسٹ ہاؤس میں قیام کرنا چاہتا تھا مگر اسے اجازت نہیں ملی۔"

میں نے کہا "حکومت کے اعلیٰ افسران کو بھی وہاں قیام کرنے کی اجازت نہیں ملتی ہے۔ وہ نام کے لیے گورنمنٹ ریسٹ ہاؤس کہلاتا ہے۔"

"جناب، کیا وہاں کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں، اپنے آدمیوں سے کہو، وہ پوما کو وہاں تک پہنچا دیں۔ وہ تمہاری طرف آ رہی ہے۔"

"میں ابھی اپنے آدمیوں کو روانہ کر رہا ہوں۔"

وہ اپنے خاص ماتحتوں کو اس راستے پر روانہ کرنے لگا جدھر سے پوما آ رہی تھی اور انہیں بتا رہا تھا کہ اسے کہاں پہنچانا چاہیے۔ اس کے بعد اس نے پوچھا "جناب، اگر کسی خاص مرحلے سے گزرنا ہو تو مجھے بتا دیجیے تاکہ ضروری انتظامات کیے جا سکیں۔"

"وہ نو کو کے قلعے تک پہنچنے کا خفیہ راستہ ہے۔ ریسٹ ہاؤس محض دکھاوے کے لیے ہے۔ وہاں سپر ماسٹر کے حکم کے بغیر کوئی جا نہیں سکتا۔ ریسٹ ہاؤس کا ایک انچارج اور دو محافظ وہاں مستقل رہتے ہیں۔ اس جنگل سے گزرنے والے کسی بھی مسافر کو اُدھر ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتے۔"

"میں سمجھ گیا۔ اس ریسٹ ہاؤس کے کسی کمرے سے

زمین دوز راستہ اس قلعے تک جاتا ہوگا۔"

"ہاں، ایک کمرہ ایسا ہے جس کے متعلق اس ریسٹ ہاؤس کا انچارج اور اس کے مسلح باڈی گارڈز بھی کچھ نہیں جانتے۔ وہ کمرہ ہمیشہ مقفل رہتا ہے۔ اگر اسے کھول دیا جائے تب بھی کسی کو یہ نہیں معلوم ہوگا کہ کس طرح اس کے فرش سے زمین دوز راستہ نمودار ہوتا ہے۔"

باس نے پوچھا۔"جب دی کلر اس راستے سے آتا جاتا ہوگا تو انچارج کو ضرور شبہ ہوگا کہ وہ آنے جانے والا کہاں غائب ہو جاتا ہے۔ وہ ریسٹ ہاؤس میں داخل ہوتا ہے پھر نظر نہیں آتا۔"

"شبہ ہو سکتا ہے لیکن ریسٹ ہاؤس کے پیچھے گھنا جنگل ہے۔ یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ دی کلر خفیہ طور پر پچھلے راستے سے چلا جاتا ہے۔ جب ضرورت ہوتی ہے تو ریسٹ ہاؤس میں واپس آجاتا ہے۔"

باس نے پوچھا۔"کیا سپر ماسٹر ریسٹ ہاؤس کے اس انچارج سے رابطہ قائم نہیں کرتا ہوگا ایسے وقت جب لوپی وہاں جائے گی اور خفیہ راستے سے گزرتی رہے گی، اس دوران سپر ماسٹر نے اپنے انچارج سے رابطہ قائم کر لیا تو کیا ہوگا؟"

"تمہارے آدمی جو لوپی کے ساتھ جائیں گے وہ اس ریسٹ ہاؤس کے انچارج سے رسمی گفتگو کریں گے۔ میں اس کے لب و لہجے کو یاد رکھوں گا۔ اس کے بعد تمہارے آدمی ان تینوں کو ٹھکانے لگا دیں گے اور ریسٹ ہاؤس میں ان کی جگہ رہیں گے۔"

"لوپی کو کتنے آدمیوں کی ضرورت پیش آئے گی؟"

"اس کے ساتھ قلعے میں جتنے بھی آدمی جائیں کم ہیں۔ سب کو پوری طرح مسلح ہونا چاہیے۔ صرف اسٹین گنوں سے کام نہیں چلے گا۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ ایسے ایسے مہلک ہتھیار ہوں گے کہ قلعے کے مسلح محافظوں کے ہوش اڑ جائیں گے۔"

"جب لوپی کامیاب ہوگی اور وہاں سے نکلنا چاہے گی تو اس کے لیے ایک ہیلی کاپٹر لازمی ہے۔"

"یوں تو یہاں کی سرکار نے ہمالیہ سے ہوائی جہازوں اور ہیلی کاپٹروں پر پرواز کی پابندی عائد کر دی ہے لیکن میں بلیک پورٹ سے ایک ہیلی کاپٹر وہاں پہنچا دوں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ لوپی کے پاس تھوڑی دیر تک رہا۔ جب باس کے آدمی اسے مل گئے اور ریسٹ ہاؤس کی طرف اسے لے جانے لگے تو میں سپر ماسٹر گراہم ہارڈلے کے پاس پہنچ گیا۔ اس میں ایسی بے شمار خوبیاں تھیں جن کے باعث وہ سپر ماسٹر بنایا گیا تھا۔ سب سے پہلی اور نمایاں خوبی اس کی ذہانت اور حاضر دماغی تھی۔ اس کی یادداشت بہت مستحکم تھی۔ دنیا کے کس ملک میں کیا ہو رہا ہے اور تخریبی کارروائی کرنے والی وہاں کی حکومت کو کمزور بنانے یا اس حکومت کو کٹھ پتلی کی طرح اپنے اشاروں پر نچانے کے سلسلے میں کیسے منصوبے بنانے چاہئیں اور ان منصوبوں پر کس طرح عمل کرنا چاہیے، یہ سارے ہتھکنڈے وہ خوب جانتا تھا۔

دنیا کے نقشے میں جتنے ممالک ہیں، وہ ہر ملک اور ہر شہر کے جرائم پیشہ افراد کو اچھی طرح جانتا تھا۔ جو چھوٹی موٹی چوریاں کرتے ہیں۔ اپنے علاقوں میں دادا بن کر رہتے ہیں۔ بنکوں میں ڈاکے ڈالتے ہیں۔ ایسے مجرموں کی اس کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اس کے برعکس بین الاقوامی سطح پر جو لوگ ہر ملک کے قانون کی آنکھوں میں دھول جھونکتے تھے اور طرح طرح کے کارنامے انجام دیتے تھے، ایسے جرائم پیشہ لوگ سپر ماسٹر کی یادداشت میں محفوظ رہتے تھے اور وہ ہر ممکن طریقے سے انھیں اپنے زیر اثر لا کر بڑی سے بڑی مراعات دے کر اپنا آلہ کار بناتا تھا۔ پھر یہ آلہ کار اس کے اشاروں پر کسی بھی حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے بھرپور تخریبی کارروائیاں کرتے رہتے تھے۔

اس سے پہلے جتنے سپر ماسٹر آئے انھوں نے مجھے اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا گراہم ہارڈلے نے پہنچایا ہے۔ میرے تمام ساتھیوں کو کوما میں پہنچانے کی منصوبہ بندی اسی کی تھی۔ اسی نے آہستہ آہستہ ایسی چالیں چلی تھیں کہ میرے تمام ساتھی یکے بعد دیگرے اس کے جال میں پھنستے چلے گئے تھے۔ میں نے ایک علیحدہ مملکت بنانے کی کوشش کی تھی۔ وادیٔ قاف میں میری یہ کوشش کامیاب ہونے والی تھی لیکن اس نے پوری وادی کو تباہ کر دیا۔ اس کی پلاننگ سے ثبانہ ختم ہوگئی۔ مرجانہ مجھ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئی۔ میرا جاں نثار بھائی سجاد علی تیمور کوما میں رہ کر ختم ہوگیا۔ رسوتی نہ جوان رہی، نہ بچی، نہ زندہ رہی، نہ مردہ۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں نیم پاگل عورت کی سی زندگی گزار رہی ہے اور ابھی تک زیر علاج ہے۔ اسی گراہم ہارڈلے کے باعث میرا لختِ جگر پارس مجھ سے بچھڑ گیا۔ میں نہیں جانتا، وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کہاں ہے۔ کیا مجھے کبھی مل سکے گا۔ کیا میں اپنے بیٹے کو کبھی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں گا؟

پتا نہیں تقدیر کیا تماشے دکھانے والی تھی لیکن مجھے تماشا دکھانے کے لیے میرے پیاروں کا یہ قاتل میرے ہاتھ آگیا تھا۔ میں اسے آسانی سے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے

ساتھ ایسے تماشے کرنا چاہتا تھا کہ اس کے بعد آنے والے سپر ماسٹر بھی میرا نام سن کر اپنے کان پکڑتے رہیں۔

وہ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ صرف ڈرائیور نہیں اس کا باڈی گارڈ بھی تھا۔ جو ڈکرائے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ کوئی بھی آتشی اسلحہ ہاتھ میں ہو تو حیرت انگیز نشانہ بازی کا مظاہرہ کرتا تھا۔ آنکھ بند کر کے ہلکی سی آہٹ پر آواز کی سمت ستچا نشانا لگاتا تھا۔ سپر ماسٹر نے اتنا زبردست باڈی گارڈ میرے لیے نہیں اپنے دوسرے ان جانے دشمنوں کے لیے رکھ چھوڑا تھا۔ میرے تعلق تو اسے یقین تھا کہ کبھی اس کا سراغ نہیں لگا سکوں گا۔

اس کی گاڑی ایک خوبصورت سے بنگلے کے پورچ میں پہنچ کر رک گئی۔ ڈرائیور نے اپنی سیٹ سے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ اس کے ساتھ ہی برآمدے کا دروازہ کھلا۔ ایک حسین و جمیل عورت باہر آئی۔ اس نے سپر ماسٹر کو دیکھتے ہی دونوں بانہیں پھیلاتے ہوئے، آگے بڑھتے ہوئے کہا۔"اوہ گراہم! تم وقت کے بہت پابند ہو۔ تم نے پچھ نگ کر پندرہ منٹ پر آنے کے لیے کہا تھا اور ٹھیک اسی وقت آئے ہو۔"

سپر ماسٹر نے کار سے اترتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا پھر اس کے بازوؤں میں ہاتھ ڈال کر بنگلے کے اندر جانے لگا۔ ڈرائیور ان کے پیچھے ہو گیا۔ اس حسینہ نے پوچھا۔"کیا تمہارا یہ باڈی گارڈ ہماری تنہائی میں بھی موجود رہے گا؟"

سپر ماسٹر خاموش تھا۔ اس نے اب تک ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ اس کی جگہ باڈی گارڈ نے کہا۔"میں پہلے کمرے میں پہنچ کر وہاں کا جائزہ لوں گا اس کے بعد باہر چلا جاؤں گا۔"

وہ بولی۔"تم دو گھنٹے پہلے میرے بنگلے میں آکر اچھی طرح جائزہ لے چکے ہو۔ آخر تم لوگ اتنے محتاط کیوں ہو؟"

باڈی گارڈ نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔"دو گھنٹے پہلے میں نے دو ملازم دیکھے تھے۔ وہ نظر نہیں آرہے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔"مسٹر گراہم آنے والے تھے۔ اس لیے میں نے ان کی چھٹی کر دی۔"

وہ ایک بیڈ روم میں آگئے۔ باڈی گارڈ چاروں طرف گھوم گھوم کر ایک ایک چیز کا جائزہ لینے لگا۔ وہ کبھی الماری کے پیچھے جھانک کر دیکھتا تھا۔ کبھی پلنگ کے نیچے جھک کر دیکھتا تھا۔ اس نے ٹیبل لیمپ اور ٹیلیفون وغیرہ کو اٹھا کر دیکھا۔ کسی کے نیچے کوئی ایسی چیز چھپائی نہیں گئی تھی جس سے اس کے مالک گراہم ہارڈلے کو نقصان پہنچتا۔

میں نے شبا کی طرف پرواز کی۔ پتا چلا، اس کا دماغ خوابیدہ اور کمزور پڑ گیا ہے۔ میں نے جناب شیخ صاحب سے پوچھا۔"شبا کو کیا ہو گیا ہے؟"

"وہ تنویمی عمل کے آخری مرحلے سے گزر رہی ہے۔ کچھ دیر پہلے اس کے دماغ میں یہ طور طریقے نقش کرا دیے گئے ہیں کہ کن حالات میں کس طرح حاضر دماغی سے کام لینا چاہیے۔ جب وہ تنویمی نیند پوری کر لے گی تو زندگی کے عملی میدان میں قدم رکھنے کے قابل ہو جائے گی۔ ہم اس پر اعتماد کر سکیں گے۔ پھر اسے بڑی رازداری سے تمہاری طرف روانہ کر دیں گے۔"

"میں اس پراسرار سپر ماسٹر کے ساتھ لگا ہوا ہوں۔ میں چاہتا تھا، شبا بھی اس کے لب و لہجے کو یاد رکھے۔ بہرحال جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوگی تو میں اسے سپر ماسٹر کے پاس پہنچا دوں گا۔"

میں پھر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت تک اس کا باڈی گارڈ بیڈ روم کی اچھی طرح تلاشی لے چکا تھا۔ اس نے وہاں سے جاتے ہوئے دروازے کے پاس رک کر اس حسینہ کو دیکھا پھر کہا۔"مس کیلی! میں باہر موجود رہوں گا۔ یہ بات نہ بھولنا کہ مسٹر گراہم گونگے ہیں۔"

وہ بیڈ روم سے باہر چلا گیا۔ مس کیلی نے آگے بڑھ کر دروازے کو بند کیا۔ پھر دروازے سے لگ کر سپر ماسٹر کی طرف گھوم کر مسکراتے ہوئے کہا۔"مسٹر گراہم! دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے درمیان کتنی گہری دوستی ہو گئی۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ کوئی فلمی کہانی ہو۔ میں ہائی وے کے پل پر کسی گاڑی والے سے لفٹ کے لیے کھڑی ہوئی تھی۔ تم نے لفٹ دے دی۔ مجھے بیٹھنے کے بعد پتا چلا، تم گونگے ہو۔ مجھے بہت افسوس ہوا۔ اتنا خوبرو شخص گونگا ہو۔ اپنے دل کی بات نہ کہہ سکتا ہو تو بڑا دکھ ہوتا ہے۔"

وہ بولتی ہوئی اس کے قریب آکر بولی۔"کیا تمہاری محبت بھی گونگی ہوگی؟"

وہ گونگی محبت کرنے لگا۔ حسینہ پیچھے ہٹ کر بولی۔"خاموش فلموں کا دور گزر چکا۔ اب تو فلمیں میری طرح رنگین بھی ہوتی ہیں اور سنگین بھی۔ اور آواز فور ٹریک ساؤنڈ سسٹم پر ہوتی ہیں۔ کچھ بولو۔ پھر پور تولو۔"

اس نے اشارے کی زبان سے سمجھایا کہ وہ مجبور ہے۔ زبان سے بول نہیں سکتا۔ وہ بولی۔"میں بھی مجبور ہوں۔ جب تک زبان نہیں کھولو گے، میں اپنی محبتوں کے دروازے نہیں کھولوں گی۔"

سپر ماسٹر کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ ہر انسان کی کوئی کمزوری ہوتی ہے۔ اس نے شادی نہیں کی تھی تاکہ بیوی نہ ہو، بچے نہ ہوں۔

کوئی دشمن اسے بیوی بچوں کے حوالے سے بلیک میل نہ کر سکے، کبھی اس کی کسی کمزوری سے فائدہ نہ اٹھائے۔ شادی نہ کرنا اور بات ہے۔ انسان قدرت کے حسین نظاروں سے آنکھیں نہیں چرا سکتا۔ وہ بھی حسن و شباب کا دلدادہ تھا۔ کوئی حسینہ نگاہوں میں سما جاتی تو اسے ضرور حاصل کرتا تھا۔ کبھی محبت سے، کبھی دولت سے اور کبھی طاقت سے۔ سپر مارٹر کے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

مس کیلی اپنے حسن و شباب کی تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ اس کے سامنے تھی اور ہاتھ آ کر بھی کیلے صابن کی طرح پھسل رہی تھی۔ عورت کم عقل ہوتی ہے مگر نفسیات کی ماہر ہوتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ مرد کو کس موقع پر للچانا اور تڑپانا چاہیے اور وہ صحیح موقع پر اسے تڑپا رہی تھی۔

اس نے محبت سے آگے ہو کر اسے پکڑنا چاہا۔ وہ دور ہو گئی۔ اس نے غصہ دکھایا، جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوبارہ قریب آنا چاہا۔ وہ طرح دے گئی۔ پھر دونوں کے درمیان چوہے بلی کا کھیل شروع ہو گیا۔ ایک بھاگ رہی تھی، دوسرا پکڑ رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ ہاتھ آ جاتی تھی مگر پارہ صفت تھی۔ بڑی صفائی سے نکل جاتی تھی۔

آخر وہ جھنجلا کر پاؤں پٹختا ہوا جانے کی دھمکی دینے لگا۔ وہ مسکرا کر بولی "کیسے مرد ہو۔ میدان ہار کر جا رہے ہو؟"

وہ غصے سے پلٹ کر دروازے کی طرف جانے لگا۔ پھر ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ باہر فائرنگ کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ کان لگا کر سننے لگا۔ بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ مس کیلی نے ہنستے ہوئے کہا "شاید تمہارا باڈی گارڈ کام آ چکا ہے۔"

سپر مارٹر نے پریشان ہو کر ایک نظر مس کیلی پر ڈالی۔ پھر دروازے کو دیکھنے لگا۔ وہ بولی "اس کمرے سے باہر موت کا دھڑکا ہے۔ اندر میرا، تم باہر کہاں جاؤ گے؟"

وہ اب بھی خاموش تھا۔ اس نے قریب آتے ہوئے کہا "تم مجھ سے محبت کے دو بول نہیں بول سکتے لیکن اپنی حفاظت کے لیے باڈی گارڈ کو آواز تو دے سکتے ہو۔ تمہارے پاس یہی راستہ رہ گیا ہے۔ باہر حفاظت سے جانے کے لیے یقین کرنا ہو گا کہ وہ باڈی گارڈ زندہ ہے یا نہیں اور یقین کرنے کے لیے آواز دینا ضروری ہے۔ بولو! میرے میاں مٹھو، بولو!"

اس نے ایک طرف گھوم کر میز اور کرسی کی طرف دیکھا، پھر تیزی سے چلتا ہوا وہاں پہنچا۔ اپنی جیب سے قلم نکال کر ایک کاغذ پر کچھ لکھنے لگا۔ پھر اس نے وہ کاغذ پھاڑ کر مس کیلی کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے پڑھنے لگی۔ اس میں لکھا تھا—

"تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟ صاف صاف بتاؤ، تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو؟"

وہ مسکرا کر کاغذ واپس کرتے ہوئے بولی "میں پچھلے پندرہ دن سے تمہاری نگرانی کر رہی ہوں۔ تمہارا تعلق وزارتِ خارجہ کے دفتر سے ہے۔ تم بڑے شاہانہ انداز میں وہاں جاتے ہو، کسی کمرے میں پہنچتے ہو مگر اس کمرے سے باہر نہیں نکلتے۔ تمہاری کوئی پرسنل سیکرٹری بھی نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو شاید وہ بھی تمہارے اس کمرے میں نہ جاتی۔ اپنے اس دفتری کمرے کا دروازہ تم کھولتے ہو اور تم ہی بند کرتے ہو۔ شاید آج تک کسی نے اس کمرے کے اندر قدم نہیں رکھا ہے۔ آخر تم کیا ہو۔ اس دفتر سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

جو سوالات وہ کر رہی تھی، میں اس کے جوابات بہت پہلے اس کے دماغ سے معلوم کر چکا تھا۔ بیشک وہ وزارتِ خارجہ کے ایک دفتر میں جاتا تھا۔ وہ بہت بڑی عمارت تھی۔ لفٹ کے ذریعے وہ پانچویں منزل میں جاتا تھا۔ وہاں کے ایک دفتری کمرے میں داخل ہوتا تھا۔ پھر اسے اندر سے لاک کر دیتا تھا۔ اس کمرے کے پچھلے دروازے کو کھول کر چھوٹے سے کوریڈور میں آتا تھا۔ وہاں سے ایک زینہ اسے ایک پرائیویٹ کمرے میں پہنچا دیتا تھا۔

وہ پرائیویٹ کمرہ ہال نما تھا۔ وہاں اس کی ضرورت کا ہر سامان موجود تھا۔ اس جگہ پر وہ دنیا سے ہر ملک سے، ہر شہر سے اور اپنے ہر خاص آدمی سے سپر مارٹر کی حیثیت سے رابطہ قائم کرتا تھا یعنی وہ اپنے بنگلے میں، اپنے گھریلو ملازم اور ڈرائیور باڈی گارڈ کے سامنے بولتا تھا یا پھر اس کمرے کے اندر بیٹھ کر اپنی آواز اپنے خاص ماتحتوں تک پہنچاتا تھا لیکن وہ آواز مائیک سے گزر کر دوسری جگہ پہنچتے پہنچتے تبدیل ہو جاتی تھی۔ اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ فرہاد وہ آواز سنے گا اور اس کے دماغ تک پہنچ جائے گا۔ اس نے ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہنے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

اس کا کوئی پرائیویٹ سیکرٹری، کوئی ہمراز نہیں تھا۔ اس ہال نما دفتری کمرے میں بڑے بڑے ٹرانسمیٹر تھے۔ جہاں وہ بیٹھتا تھا، اس کے سامنے ایک بڑا سا ٹی وی اسکرین تھا۔ اس کے علاوہ ایسے چھوٹے چھوٹے اسکرین تھے جن کے ذریعے وہ اپنے دفتر کے آس پاس آنے جانے والوں کو اور اس عمارت میں داخل ہونے والوں کو دیکھ سکتا تھا۔ مختصر یہ کہ وہ وہاں

بیٹھ کر عمارت کے اندر اور باہر کی تمام مصروفیات دیکھ سکتا تھا۔

بہر حال ابھی وہ نہ اس عمارت میں تھا۔ نہ اپنے پرائیویٹ کمرے میں محفوظ تھا۔ اس حسینہ نے درست کہا تھا۔ وہ رنگین بھی ہے اور رنگین بھی۔ اور اس کی سنگینی ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ بولی۔

"چلو یہ نہ بتاؤ کہ تم اس کمرے میں جا کر بند ہو جاتے ہو تو کوئی دوسرا وہاں کیوں نہیں جاتا؟ آخر اس کمرے میں کیا ہے، یہ بھی میں نہیں پوچھوں گی۔ صرف اتنا بتا دو، وزارتِ خارجہ جیسے شعبے میں ایک گونگے کا کیا کام؟"

سپر مارٹر نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر وہی کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا جس پر لکھا ہوا تھا "تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "ضرور بتاؤں گی۔ تمہارے سامنے ایک کتاب کی طرح کھل جاؤں گی۔ مگر پہلے زبان کھولو، منہ سے کچھ بولو۔"

سپر مارٹر نے قلم نکال کر اس کاغذ پر کچھ لکھا۔ پھر اس کی طرف بڑھایا۔ اس بار اس نے لکھا تھا "تم میری زبان کھلوانا چاہتی ہو۔ میری آواز سننا چاہتی ہو۔ اس کا مطلب ہے، تمہارا تعلق فرہاد علی تیمور سے ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تمہاری تحریر سے پتا چلتا ہے، تم بہت زیادہ اہم ہو۔ اتنے اہم کہ فرہاد علی تیمور سے چھپنے کے لیے گونگے بنے پھرتے ہو۔ مارٹر کی درست کہہ رہا تھا، تم سپر مارٹر ہو سکتے ہو۔"

وہ پھر اسے گھور کر دیکھنے لگا۔ اسی وقت دروازے پر ایسی آواز آئی جیسے کوئی آ کر ٹکرایا ہو، پھر وہ آواز دم توڑنے لگی۔ کسی کی گھٹی گھٹی سی کراہ سنائی دے رہی تھی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ چند لمحوں بعد اس کے باڈی گارڈ کی آواز سنائی دی "سر! یہاں سب خیریت ہے۔ چھ نقاب پوش تھے۔ انھیں ٹھکانے لگا دیا ہے۔ آپ اپنی خیریت سے آگاہ کریں۔"

سپر مارٹر نے اپنا قلم نکالا۔ پھر اس کی کلپ کو دبایا۔ میں نے اس کے ڈرائیور باڈی گارڈ کے پاس جا کر دیکھا۔ اس کی جیب میں کوئی ننھا سا آلہ رکھا ہوا تھا۔ وہاں سے ٹک ٹک کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس مخصوص اشارے کا مطلب یہ تھا کہ اندر خطرہ نہیں ہے۔

باڈی گارڈ مطمئن ہو گیا۔ میں پھر اندر پہنچا۔ سپر مارٹر نے قلم کے اگلے حصے کے پیچ کو کھول کر اس کے پچھلے حصے پر لگایا۔ اب وہاں قلم کے پوائنٹ کی جگہ خالی نلکی نظر آ رہی تھی۔ اس نے پھر کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ پڑھنے لگی۔ اس پر لکھا تھا "تمہارے سامنے قلم نہیں، موت کا ننھا سا آلہ ہے۔ ذرا بھی حرکت کرو گی تو آخری سانس پوری طرح نہیں لے سکو گی۔ کسی حیل و حجت کے بغیر فوراً بتاؤ، مارٹر کی ان دنوں کہاں ہے؟ اس کا موجودہ پتا ٹھکانا بتاؤ گی تو زندہ رہ سکو گی۔"

مس کیلی نے اس قلم کو دیکھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جہاں سے تحریر نکلتی ہے، وہاں سے موت خارج ہو گی۔ اس کی شوخی اور تیز طراری ختم ہو چکی تھی۔ اس نے کہا "میں بتا بھی دوں تو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ ہمارے چھ آدمی مارے جا چکے ہیں، اس کی اطلاع مارٹر کی تک پہنچ گئی ہو گی۔ وہ سمجھ چکا ہو گا کہ راز فاش ہو گیا ہے۔ اس لیے اپنی جگہ تبدیل کر دے گا۔"

سپر مارٹر نے اپنی اس تحریر پر انگلی رکھتے ہوئے اسے دکھایا۔ وہ اشارے سے کہہ رہا تھا "تم اس کا موجودہ پتا بتاؤ۔"

"مسٹر نو کو کے قلعے سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر ایک ڈے اینڈ نائٹ موٹل ہے۔ اس موٹل کے ساتھ ایک گیس اسٹیشن ہے۔ اس اسٹیشن سے ملحقہ ایک بنگلے میں اس نے عارضی رہائش اختیار کی ہے۔"

یہ سنتے ہی میں نے دوسری سمت خیال خوانی کی پرواز کی۔ باس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "مارٹر کی نے یہاں عارضی رہائش اختیار کی ہے۔ میں پتا بتا رہا ہوں۔ نوٹ کریں اور اپنے آدمیوں کو اُدھر روانہ کریں۔ مارٹر کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کی کوشش یہ ہو گی کہ ہمارا کوئی آدمی اس کا ملازم ہو جائے یا کسی طرح اس کا اعتماد حاصل کر لے۔ میں پھر الطاف قائم کروں گا۔"

میں اسے پتا بتا کر دوبارہ سپر مارٹر کے پاس آ گیا۔ اس دوران اس نے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر ڈرائیور کو بلایا تھا۔ ایک کاغذ پر مارٹر کی کا موجودہ پتا لکھ کر دیا تھا اور اسے ہدایت کی تھی کہ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے خاص ماتحتوں کو فوراً اس طرف روانہ کرے۔

باڈی گارڈ کاغذ لے کر چلا گیا۔ جب میں سپر مارٹر کے پاس دوبارہ پہنچا تو وہ بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے بند کر رہا تھا۔ اسی وقت مس کیلی نے ایک گلدان اٹھا کر اس کے سر پر ضرب لگانا چاہی تھی۔ سپر مارٹر اتنا نادان نہیں تھا۔ اس نے غافل رہنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ جاگتے ہوئے ذہن کا مالک تھا۔ حملہ ہوتے ہی وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ پھر دوسری بار وہ حملہ نہ کر سکی۔ سپر مارٹر نے اپنے قلم کے ایک نقطے سے بٹن کو دبایا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی نلکی سے ایک باریک سوئی نکلی۔ اور حلق سے ذرا نیچے اس کے جسم میں پیوست ہو گئی۔ وہ جہاں تھی، وہیں کھڑی رہ گئی۔ اس کے ہاتھ سے گلدان گر پڑا۔ وہ بھی گرنے والی تھی۔ سپر مارٹر نے اسے دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا

کر دیا۔ اس ننھے سے ہتھیار کو دوبارہ قلم کی شکل میں ایڈجسٹ کیا۔ اسے اپنی جیب میں رکھا۔ پھر اس حسین ساکت مجسمے کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر بستر پر لے آیا۔ وہ بالکل ساکت تھی۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ چہرے پر زندگی کے آثار تھے۔ سانس آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ مُردہ سی تھی کیونکہ اپنی مرضی کے مطابق حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ پلک نہیں جھپک سکتی تھی۔ ایک بے جان مجسمے کی طرح پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ وہاں جگہ تو ملی مگر میں اس کے ذریعے اس ماحول کو نہ دیکھ سکتا تھا، نہ سمجھ سکتا تھا اور نہ کوئی آواز سن سکتا تھا۔ اس کا دماغ اتنا کمزور ہو گیا تھا جیسے وہ دم توڑ رہی ہو یا جیسے مرنے سے پہلے دماغ مردہ ہو چلا ہو۔

سُپر ماسٹر اس کے پاس آ گیا۔ اس نے حسین ملائم چہرے کو چھُو کر دیکھا۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "تم میری آواز سننا چاہتی تھیں۔ لو، سنو۔"

وہ ایک زندہ تصویر کی طرح تھی۔ اسے بات سنائی جا سکتی تھی۔ وہ سن نہیں سکتی تھی۔ اس نے کہا "تم میرے ہاتھ نہیں آنا چاہتی تھیں۔ ہاتھ آتے آتے نکل جاتی تھیں۔ تمھارا دعویٰ تھا کہ پہلے میں بولوں گا۔ پھر پَر تولوں گا۔ دیکھو، اب بول رہا ہوں اور پَر تول رہا ہوں۔ تم انکار نہیں کر سکو گی۔ مجھ سے دور نہیں بھاگ سکو گی۔"

وہ ہنستے ہوئے اس کے چہرے پر جھک گیا پھر سرگوشی میں بولا "میں بول رہا ہوں۔ فرہاد علی تیمور، میں بول رہا ہوں۔ اگر تم اس کے دماغ میں ہو تو میری آواز سن لو اور میں جانتا ہوں کہ اس کا کمزور دماغ تمھیں میری آواز نہیں سنا سکے گا۔"

وہ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگا۔

میں نے پھر مس کیلی کے دماغ میں پہنچ کر اس کی آواز سننے کی کوشش کی۔ اس کا قہقہہ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ صرف وہ ہنستا ہوا نظر آتا تھا۔ میں پھر سُپر ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ بے چارہ کتنی خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ پورے یقین سے کہہ رہا تھا کہ میں مس کیلی کے ذریعے اس کی آواز نہیں سن سکوں گا۔

ہم کیسے انجان لوگ ہیں۔ یہ کبھی سمجھ نہیں پاتے کہ موت ہمارے قریب کھڑی ہے، ہم سے لگ کر کھڑی ہے بلکہ ہمارے اندر موجود ہے۔ ہر انسان ایک لمبی عمر کی توقع میں جیتا ہے اور ان میں سے اکثر اگلی سانس بھی لینے نہیں پاتے۔

موت تو خیر اٹل ہے۔ مصیبت تو آنی جانی چیز ہے۔ وہ کب آتی ہے، ہم سمجھ نہیں پاتے۔ ہمارے کتنے قریب ہے، یہ بھی احساس نہیں ہوتا۔ سُپر ماسٹر بھی یہ نہیں جان سکتا تھا کہ مصیبت اس کے باہر بھی ہے، اس کے اندر بھی ہے۔ اس نے اپنی زندگی کو طول دینے کے لیے بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ ان انتظامات کے پیشِ نظر وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے اندر ٹیلی پیتھی کا ٹائم بم پھٹ سکتا ہے۔ ایسا وقت کب آئے گا، یہ میں خود نہیں جانتا تھا۔ اس کے دماغ میں خاموش رہنے کے بڑے فائدے تھے۔ اس خاموشی کے باعث میں نے ماسٹر کی کا عارضی پتا معلوم کر لیا تھا۔

میں نے گھڑی دیکھی۔ جناب شیخ الفارس سے یہ پوچھنا بھول گیا تھا کہ شیبا کی تنویمی نیند کب پوری ہوگی۔ اب ان سے دوبارہ پوچھنے کے بجائے میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور شیبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی جیسے میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ میں اپنی جگہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے کراہ میں تبدیل ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ستارے جلنے بجھنے لگے تھے۔ پھر تاریکی چھا گئی تھی۔ سر پر شدید تکلیف کا احساس ہوا تھا۔ اس کے بعد وہ اندھیروں میں ڈوبتی چلی گئی۔

میں نے اسے آواز دی "شیبا، شیبا، ہوش میں آؤ، کیا ہو گیا ہے؟"

مگر وہ جواب دینے کے قابل نہیں رہی تھی۔ بے ہوش ہو گئی تھی۔ میں نے فوراً ہی شیخ صاحب کو مخاطب کیا "جلدی کیجیے۔ شیبا خطرے میں ہے۔ کسی نے اس کے سر پر شدید ضرب لگائی ہے۔"

میری بات سنتے ہی انھوں نے احکامات صادر کیے۔ چشم زدن میں ہر طرف خطرے کا سائرن گونجنے لگا۔ ادارے سے نکلنے کا ایک ہی بڑا مین گیٹ تھا۔ وہاں کے مسلح گارڈز کو حکم دیا گیا کہ کسی کو باہر جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ جو جبراً جانا چاہے اسے گولی مار دی جائے۔ وہ ادارہ میلوں دور تک پھیلا ہوا تھا اور اونچی باؤنڈری وال کے درمیان تھا۔ وہاں بجلی کے تار اس طرح بچھائے گئے تھے کہ دیوار کو ہاتھ لگاتے ہی بجلی کا جھٹکا پہنچتا تھا۔ لہٰذا کوئی نقب لگا کر آ سکتا تھا نہ جا سکتا تھا۔

جلد ہی صورتِ حال کا پتا چل گیا۔ کوئی میگا فون کے ذریعے چیخ چیخ کر جناب شیخ الفارس سے کہہ رہا تھا "مسٹر شیخ! اگر شیبا کی زندگی چاہتے ہو تو اپنے آدمیوں سے کہو میرے لیے راستہ صاف رکھیں۔ میرے ایک ہاتھ میں ریوالور ہے اگر کسی نے مداخلت کی، میرا راستہ روکنے کی کوشش کی تو میں تمھاری اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کو گولی مار دوں گا۔"

میں نے شیخ صاحب سے کہا "اپنے آدمیوں کو حکم دیجیے کہ کوئی اس کا راستہ نہ روکے۔ میں اسے ٹریپ کرنے کی

کوشش کرتا ہوں۔ ظاہر ہے شیخ صاحب یا ہم میں سے کوئی شیبا کی زندگی کو خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ جو شخص اتنی جی داری سے ادارے میں گھس آیا تھا اور شیبا کو زخمی کر کے لے جا رہا تھا، وہ اپنی دھمکی پر عمل بھی کر سکتا تھا۔ شیبا جب اسے حاصل نہ ہوتی تو وہ اسے ہمارے پاس بھی زندہ نہ چھوڑتا۔

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی مگر اس نے سانس روک لی۔ پھر چیختے ہوئے کہا۔ "میں فرہاد سے کہہ رہا ہوں، وہ دوسری بار میرے دماغ میں آنے کی حماقت نہ کرے۔ میں بار بار سانس روکنے کی زحمت نہیں کروں گا۔ پہلے شیبا کو گولی مادوں گا۔ پھر دشمنوں کے ہاتھ آنے سے پہلے خودکشی کر لوں گا۔"

میں نے شیخ صاحب کے پاس آ کر کہا "وہ اپنی جان دینے پر تُلا ہوا ہے۔ ہم کوئی ایکشن لینا چاہیں گے تو شیبا ہمیں زندہ نہیں ملے گی۔"

شیخ صاحب ادارے کے اس مین گیٹ کے پاس آ گئے تھے۔ میں نے ان کے ذریعے دیکھا، بہت دور سے ایک جیپ چلی آ رہی تھی۔ جیپ کے پچھلے حصے میں ایک بہت ہی صحت مند، قد آور اور خوبرو جوان بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے شیبا کو دبوچ رکھا تھا، دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ جیپ ڈرائیو کرنے والا حالانکہ ادارے کا بہت ہی بااعتماد اور وفادار ڈرائیور تھا لیکن وہ دشمن کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ ایسا نہ کرتا تو شیبا جان سے جاتی۔

شیخ صاحب نے میگا فون کے ذریعے کہا "تم جو کوئی بھی ہو، ایک منٹ کے لیے رک جاؤ۔"

جیپ پر آنے والے نے ریوالور سے ہوائی فائر کیا۔ پھر چیختے ہوئے کہا "میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہیں رکوں گا۔ یہ گاڑی رُکے گی تو ہم سب کی سانسیں رک جائیں گی۔"

شیخ صاحب نے جواباً چیختے ہوئے سمجھایا "اے اجنبی جوان! شیبا ایک ایسا ہتھیار ہے جو تم لوگوں کے پاس رہے گا تو تباہی کا سبب بنے گا۔ ہمارے دوست اور دشمن اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے دشمنوں کو خواہ مخواہ کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔"

دشمن اگر کوئی کارنامہ انجام دے تو اس کی داد نہ دینا کم ظرفی ہے۔ وہ جوان واقعی ارادے کا مستحکم اور صحیح معنوں میں جوان مرد تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں اتنے مسلح افراد کے درمیان سے شیبا کو اغوا کر رہا تھا۔ آج تک کسی نے اس احاطے میں بغیر اجازت قدم رکھنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ شیخ صاحب نے کہا "میری آخری وارننگ سن لو۔ شیبا ہمارے پاس نہ رہی تو تمھارے پاس بھی نہیں رہے گی۔ تم بھی یہی ارادہ لے کر اسے یہاں سے لے جانا چاہتے ہو مگر ہم لے جانے نہیں دیں گے۔"

"تو پھر میرا راستہ روکو۔"

اس نے ریوالور کی نال شیبا کی کنپٹی سے لگا دی۔ وہ بے ہوشی کی حالت میں اس کے شانوں سے لگی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "اسے مارکر میں مر جاؤں گا تو میری یہودی قوم مجھ پر فخر کرے گی کیونکہ میں تمھاری دو طرفہ ٹیلی پیتھی کی قوتوں میں سے ایک کو مار کر مروں گا۔"

جناب شیخ الفارس شش و پنج میں پڑ گئے تھے۔ انھوں نے دھمکی دی تھی مگر اس پر عمل کر کے شیبا کی جان نہیں لے سکتے تھے۔ سیکیورٹی گارڈ نے چیختے ہوئے کہا "محترم شیخ صاحب، وہ قریب آ چکا ہے۔ ہمیں حکم دیجیے۔ ہم گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

شیخ صاحب نے انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں، گیٹ کھول دو۔"

وہاں ادارے کے دوسرے بزرگ حضرات موجود تھے۔ وہ سب اپنے اپنے فن میں یکتا تھے۔ انھوں نے حیرانی سے شیخ صاحب کو دیکھا۔ پھر ایک نے پوچھا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

شیخ صاحب نے کہا "میں درست کہہ رہا ہوں۔ ہم خودغرض نہیں ہیں۔ دشمن کو کمزور بنائے رکھنے کے لیے اس لڑکی کی جان نہیں لے سکتے جو ہم پر اعتماد کرتی رہی۔ ہمارے ہاں مہمان کی طرح اتنے عرصے تک رہی۔ تقدیر اسے ہم سے چھین کر لے جا رہی ہے، لے جانے دو۔ یہ اپنی یہودی قوم میں رہ کر بھی ہم مسلمانوں کی مہمان نوازی اور بے غرضی کو یاد رکھے گی۔"

ان کی باتیں سن کر سب کے سر جھک گئے۔ سیکیورٹی گارڈ نے مجبوراً حکم کی تعمیل کی اور مین گیٹ کو کھول دیا۔ میں نے شیخ صاحب سے کہا "اس جیپ کے ڈرائیور سے کوئی بات کریں، کسی طرح اسے مخاطب کریں۔"

جب وہ جیپ شیخ صاحب کے قریب سے گزرنے لگی تو انھوں نے کہا "جیکب، میں نے تمھیں اور شیبا کو خدا کے حوالے کیا۔"

اس نے قریب سے گزرتے ہوئے کہا "محترم! میں مجبور ہوں۔ شیبا کی خاطر اس کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔"

شیخ صاحب نے کہا "کوئی بات نہیں۔ تم اپنا فرض ادا کرو۔ شیبا کی زندگی ہمیں عزیز ہے۔"

وہ جیپ مین گیٹ سے باہر نکل گئی۔ یہ بابا صاحب

کے ادارے میں پہلا موقع تھا۔ آج تک وہاں سے کوئی ایک تنکا بھی اجازت کے بغیر نہیں لے جا سکا تھا اور وہ سلویا شیبا کو ایک ڈرائیور کے ساتھ اغوا کے لے جا رہا تھا۔

گیٹ سے باہر جانے کے بعد اس نے ریوالور کی نال کو شیبا کی کنپٹی سے لگا کر سرگھماتے ہوئے کہا۔ "اگر کسی نے ہمارا تعاقب کیا تو یہ شیبا کے لیے بہت بُرا ہوگا۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔"

اس کا تعاقب کرنے کے لیے کتنی ہی گاڑیاں اور دو ہیلی کاپٹر تیار تھے لیکن شیخ صاحب نے سب کو منع کر دیا۔ ان کی زندگی میں پہلی بار اس ادارے کے خاص افراد ان کی مخالفت کر رہے تھے۔ اس مخالفت کا وہ کیا جواب دے رہے تھے، یہ سننے کے لیے میں ان کے پاس نہیں تھا۔ میں تو ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔

وہ بالکل نہتا تھا۔ اس کی جیب میں چھوٹا بڑا کوئی ایسا ہتھیار نہیں تھا جسے میں سہارے کے طور پر استعمال کرتا۔ اب میرے پاس ایک ہی راستہ تھا کہ تیز رفتاری سے بھاگتی ہوئی جیپ کو اچانک بریک لگا کر روکا جائے۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ریوالور کی نال ڈرائیور کی گردن سے لگ گئی۔ اغوا کرنے والا کہہ رہا تھا۔ "مرزا داد! تم میرے دماغ میں کبھی نہیں آسکو گے۔ میں اتنا نادان نہیں ہوں جتنا تم اپنے دوسرے دشمنوں کو سمجھتے ہو۔ میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا جب تمہارے شیخ صاحب نے ڈرائیور کو مخاطب کیا تھا۔ یقیناً تم اس کی کھوپڑی میں موجود ہو۔"

میں نے ڈرائیور کی زبان سے کہا۔ "تم چالاک بھی ہو اور دلیر بھی لیکن مجھ سے خوف زدہ ہو۔"

"میں تمہیں لفٹ ہی نہیں دیتا۔ اگر اپنے دماغ سے بھگاتا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خوف زدہ ہوں۔"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ڈرائیور کے پاس میری موجودگی تمہیں خوف زدہ کر رہی ہے۔ یقیناً تم اس بے چارے کو زندہ نہیں چھوڑو گے۔"

"ہونا تو یہی چاہیے۔ جب تک یہ زندہ رہے گا تم اس کے دماغ میں رہ کر میری نگرانی کرتے رہو گے اور موقع پاتے ہی مجھ پر جھپٹ پڑو گے۔ یہ سمجھتے ہوئے بھی وعدہ کرتا ہوں، اسے زندہ چھوڑ دوں گا مگر تم اچانک بریک لگا کر گاڑی روکنے کی حماقت نہ کرنا۔ ورنہ میں اپنا وعدہ بھول جاؤں گا۔"

میں اس بے چارے ڈرائیور کو زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اچانک ہی بریک لگانے کے خیال کو دماغ سے نکال دیا۔ ڈرائیور اسے عقب نما آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذریعے میں سمجھ رہا تھا، اغوا کرنے والا جوان بہت ہی صحت مند تھا۔ اس کے بازو کی مچھلیاں ایسی ابھری ہوئی اور ایسی سخت تھیں جیسے چٹان کو تراشا گیا ہو۔ اس میں بلا کی مردانگی تھی۔ چہرے پر بھی مردانگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ بے حد خوبرو تھا مگر جتنا خوبرو تھا اتنی ہی سفاکی آنکھوں سے جھلکتی تھی۔ سینہ بھی چٹان کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ اس نے چست پتلون پر کمانڈو جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"کمانڈو ایکس۔"

"یعنی تم اسرائیلی ملٹری کمانڈوز سے تعلق رکھتے ہو۔"

وہ خاموش رہا۔ میں نے پوچھا۔ "تم بابا صاحب کے ادارے میں کیسے داخل ہو گئے تھے؟"

"مجھے افسوس ہے۔ ہم اپنا طریقۂ کار کسی کو نہیں بتاتے۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ دنیا کے بیشتر ممالک کی فوجوں میں ایک ایسا شعبہ ہوتا ہے جس میں گنتی کے چند فوجی ہوتے ہیں۔ ایسی مختصر سی فوج کو کمانڈوز کہتے ہیں۔ فوج اپنے ملک اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ہوتی ہے لیکن فوج ایسی بھی ہوتی ہے جو دوسروں کی سرحدیں پار کرتی ہے اور ان پر حملے کرتی ہے۔ جب بعض ملکوں کے درمیان سرد جنگ جاری رہتی ہے، فوجیں اپنی بیرکوں میں ہوتی ہیں تو ایسے وقت کمانڈوز ایکشن میں آتے ہیں۔ وہ چھاپہ مار دشمن ملک کی سرحدوں میں داخل ہوتے ہیں۔ وہاں تباہیاں مچاتے ہیں یا وہاں کے راز چُرا کر لاتے ہیں یا اپنے اہم سیاسی اور فوجی قیدیوں کو چھڑا کر لاتے ہیں جیسا کہ اس کمانڈو ایکس نے ابھی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا اور بابا صاحب کے ادارے سے شیبا کو لے جا رہا تھا۔

اسرائیلی اور فرانسیسی حکومتوں کے درمیان اچھے تعلقات تھے۔ فرانسیسی حکومت، بابا صاحب کے ادارے کی سرپرست تھی لہٰذا یہودی سیاسی طور پر اپنی بات نہیں منوا سکتے تھے۔ وہ کمانڈو کے ذریعے اپنا مقصد پورا کر رہے تھے۔

ایک ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا جیپ کے قریب پہنچ گیا۔ کمانڈو ایکس نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! الوداع۔ میں شیبا کو لے جا رہا ہوں۔ تم اس ڈرائیور کے ذریعے مجھے روک سکتے ہو تو روک لو۔"

"کمانڈو ایکس! میں نے اس ڈرائیور کے پاس رہ کر اس کی جسمانی قوت کا اندازہ کر لیا ہے۔ اگر میں اس کے ذریعے داؤ پیچ استعمال کروں تو کام نہیں چلے گا۔ تمہارے ساتھ ٹکرانے کے لیے قوت کی بھی ضرورت ہے، وہ اس ڈرائیور کے پاس نہیں ہے۔ آج

حالات تمہارے موافق ہیں۔ تم بے شک اسے لے جاؤ لیکن تمہاری یہ کامیابی جلد ہی ناکامی میں بدلنے والی ہے۔"

"یعنی تم شیبا کو حاصل کرنے اسرائیل آؤ گے؟"

"جسمانی طور پر نہیں آؤں گا لیکن میرے ساتھی وہاں پہنچیں گے۔"

"تم اسرائیلی کمانڈوز کو بچوں کا شعبہ سمجھ رہے ہو۔ اس لیے محض اپنے ساتھیوں کو بھیجنا چاہتے ہو۔ میں تمہیں بتا دوں۔ ان کمانڈوز میں چار ایسے افراد ہیں جو آج تک کسی بھی مہم میں ناکام نہیں ہوئے جس کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔ جس کے مقابل آتے ہیں اسے ہمیشہ کی نیند سُلا دیتے ہیں۔ ان چار کمانڈوز میں پہلا میں ہوں، کمانڈو ایکس، دوسرا کمانڈو وائی، تیسرا کمانڈو زیڈ اور چوتھا کمانڈو گمنام ہے۔ اسے کمانڈو لاسٹ بلٹ کہتے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جن دونوں سونیا تل ابیب میں تھی، تم چاروں کمانڈوز نے اس کا کیا بگاڑ لیا تھا۔"

"ہم احکامات کے پابند ہیں۔ حکومت نے ہمیں بیرک سے نکلنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ ربی اسفندیار کو پورا یقین تھا کہ سونیا اس کے قابو میں ہے۔ جب ربی کی یہ خوش فہمی ختم ہوئی تو کھیل بگڑ چکا تھا۔ سونیا یہاں سے نکل چکی تھی۔ میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

"تم اور سونیا کچھ نہیں ہو۔ صرف قسمت کے دھنی ہو مگر کسی کی قسمت ہمیشہ ساتھ نہیں دیتی۔ یقین نہ ہو تو شیبا کو حاصل کرنے آؤ۔ ہم یقین دلاتے ہیں، وہ تمہاری آخری کوشش ہوگی۔ ہم چاروں کمانڈوز میں سے کوئی ایک تم دونوں کے لیے کافی ہے۔"

جیپ رُک گئی۔ دوسری طرف ہیلی کاپٹر زمین پر اتر گیا تھا۔ کمانڈو نے جیپ سے اتر کر شیبا کو اپنے کاندھے پر لاد لیا۔ پھر وہاں سے جانے لگا۔ ڈرائیور نے غصّے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ "مسٹر فرہاد! مجھے اجازت دیجیے، میں اس سے نمٹ لیا جاؤں گا۔"

"پاش پاش ہو جاؤ گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ مس شیبا پر ہم لوگوں کا حق ہے۔ اپنا حق حاصل کرتے ہوئے جان دے دوں گا۔ بابا صاحب کے ادارے میں ہمیشہ کے لیے یادگار بن کر رہوں گا۔"

"میں اجازت نہیں دے سکتا۔ چپ چاپ گاڑی موڑ کر ادارے میں جاؤ۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ جب تک گاڑی گھوم کر واپس جاتی رہی، میں اس کے ذریعے ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ شیبا کے ساتھ اس میں سوار ہو گیا تھا۔ اب ہیلی کاپٹر بلند ہوتا جا رہا تھا۔ بے شک ہم سب بے بس ہو گئے تھے لیکن بے بسی کا مطلب ہماری کمزوری نہیں تھی۔ ہم طاقت، ذہانت، صلاحیت اور دوسرے تمام اعتبار سے کسی طرح بھی کمتر نہیں تھے۔ پلک جھپکتے ہی شیبا کے اغوا کو ناکام بنا سکتے تھے لیکن وہ ہمیں زندہ نہ ملتی۔ ہم اپنی غرض کی خاطر اس کی زندگی سے نہیں کھیل سکتے تھے۔ کمانڈو ایکس نے کہا تھا کہ میں اور سونیا خوش قسمتی سے بچ نکلتے ہیں، دراصل وہ خوش نصیب تھا جو بچ کر جا رہا تھا۔

میں نے شیخ صاحب کے پاس پہنچ کر کہا۔ "ہمارا یہ ادارہ میلوں دور تک پھیلا ہوا ہے۔ یہاں تین منزلہ ہاسٹل ہیں جہاں طلبا و طالبات رہتے ہیں۔ ادارے کے اہم افراد مختلف کوارٹرز میں ہیں اور کوارٹرز کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا ہے۔ پھر کمانڈو ایکس کو کیسے پتا چلا کہ شیبا کس کوارٹر میں ملے گی پھر اسے کس طرح ایک جیپ آسانی سے مل گئی۔"

انھوں نے کہا۔ "اس جیپ کی دیکھ بھال وہی ڈرائیور کرتا ہے جو شیبا اور کمانڈو ایکس کو لے گیا ہے۔"

"میں نے اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کیا ہے۔ وہ بے قصور ہے، وہ ڈیوٹی پر نہیں تھا۔ اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا۔ وہ شیبا کے کوارٹر کے قریب رہتا تھا۔ کمانڈو وہاں تک پہنچنے میں آسانی ہوئی۔ اس نے ریوالور دکھا کر اسے مجبور کیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کمانڈو ایکس کو شیبا اور ڈرائیور کا کوارٹر کیسے معلوم ہوا۔ اسے کس نے بتایا کہ ان دونوں کو قابو میں کرنے کے بعد آسانی سے جیپ حاصل ہوگی اور وہ وہاں سے نکل سکے گا۔"

شیخ صاحب نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "میں سمجھ رہا ہوں، ہمارے ادارے میں شگاف پڑ گیا ہے۔ دشمن یہاں داخل ہونے لگے ہیں۔ میں آج سے ایک ایک فرد کا محاسبہ کروں گا۔ زبردست پابندیاں عائد کروں گا۔ باہر کا کوئی شخص کسی بھی چور راستے سے اندر نہیں آسکے گا۔"

میں نے کہا۔ "محاسبہ کرتے وقت چند اہم نکتے یاد رکھیں۔ کمانڈو ایکس کسی گاڑی میں چھپ کر باہر سے آیا تھا۔ اندر ایک یا ایک سے زیادہ ایسے یہودی جاسوس ہیں جنھوں نے اسے شیبا اور ڈرائیور کے کوارٹر تک پہنچایا۔ تیسری بات یہ کہ آپ اس ادارے کے ایک ایک فرد سے ذاتی طور پر ملاقات کریں۔ میں آپ کے ذریعے ان کی باتیں سنتا رہوں گا۔ ان کے دماغ میں پہنچ کر یہودی سراغرسانوں کو ڈھونڈ نکالوں گا۔"

"بے شک تم میرے ساتھ رہ سکتے ہو مگر تمہیں اپنی جگہ معروف رہنا چاہیے۔"

"کیا آپ ان سراغرسانوں کی طرف سے زیادہ پریشان نہیں ہیں؟"

"پریشانی تو ضرور ہے۔ میں یہاں کا منتظم اعلیٰ ہوں۔ شیبا اغوا کی گئی ہے۔ یہاں دشمن گھس آئے ہیں۔ یہ میری ذمے داری ہے کہ میں ان چھپے ہوئے لوگوں کو ڈھونڈ نکالوں اور شیبا کو واپس لاؤں۔ فی الحال تم اپنی جگہ موجود رہو۔"

"آپ مجھے بار بار جانے کے لیے کیوں کہہ رہے ہیں؟"

"کوئی مصلحت ہے۔ تم میرے دماغ میں زیادہ دیر تک نہ رہو۔ اپنے معاملات سے نمٹنے کی کوشش کرو۔ جب شیبا اسرائیل پہنچ جائے گی اور ہوش میں آئے گی تو مجھ سے رابطہ قائم کرنا۔ فی الحال جاؤ۔"

میں چاہتا تو چپ چاپ ان کے دماغ میں موجود رہتا لیکن ان کا حکم سب مانتے ہیں۔ میں بھی مانتا ہوں۔ اس لیے وہاں سے چلا آیا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ میں نے بستر سے اٹھ کر اسے کھولا۔ لیڈی سیکرٹری چند کنیزوں کے ساتھ پھر آئی۔ وہ کنیزیں ایک بڑی سی ٹرالی میں میرے لیے کھانے پینے کا سامان لائی تھیں۔ لیڈی روزینہ بڑی فراخدلی سے میزبانی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ کھانا دیکھ کر یاد آیا، میں نے پچھلی رات لیوچن کے ساتھ ہوٹل میں کھایا تھا۔ اس کے بعد اب تک بھوکا ہوں۔ بے پناہ مصروفیات میں بھوک نہیں لگتی۔ البتہ کھانا دیکھ کر بھوک چمک اٹھتی ہے۔ میں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ طرح طرح کی لذیذ ڈشیں تھیں۔ کھانے کے بعد میں نے پیٹ کو سہلاتے ہوئے کہا، "خوب کھایا ہے، اب ذرا آرام سے لیٹوں گا۔ یہ چیزیں لے جاؤ اور مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

لیڈی سیکرٹری میری مرضی کے مطابق کنیزوں کو حکم دے کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد وہ چاروں کنیزیں کھانے کا ایک ایک سامان اور ٹرالی لے کر جانے لگیں۔ آخری کنیز نے جاتے وقت چور نظروں سے ادھر اُدھر دیکھا۔ پھر آہستگی سے کہا، "مادام کا مشورہ ہے، آپ زیادہ دیر نہ تنہا رہیں، نہ خاموش رہا کریں ورنہ خیال خوانی کا شبہ ہوگا۔"

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے چلتے ہوئے کمرے کے باہر چلی گئی۔ میں اسے تعجب سے دیکھتا رہا۔ لیڈی روزینہ کے فارم میں سیکرٹری کے بعد یہ دوسری انگریزی بولنے والی نظر آئی تھی۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں جھانک لگائی۔

وہ ایک ترکی دوشیزہ تھی۔ لیڈی روزینہ نے ایسی کتنی ہی بے روزگار لڑکیوں کو جنہیں روزگار کی تلاش تھی اور جو ترکی کے مختلف شہروں اور علاقوں سے آئی تھیں، انہیں اپنے ہاں ملازمت دی تھی۔ وہاں ملازمت کرنے کی ایک کڑی شرط تھی اور وہ یہ کہ لڑکیاں شادی نہ کریں۔ کسی مرد سے کوئی رشتہ قائم نہ کریں۔ اگر ان کے لیے شادی ضروری ہو جائے تو وہ ملازمت چھوڑ کر جا سکتی تھیں۔ ملازمت چھوڑنے پر اچھی خاصی رقم دی جاتی تھی مگر وہاں کام کرنے والی لڑکیاں واپس جانا پسند نہیں کرتی تھیں۔ ایک تو اتنی زیادہ تنخواہ ملتی تھی جس کی وہ توقع نہیں کر سکتی تھیں پھر امریکا جیسے ملک میں رہائش اختیار کرنے کی آسانی ہوتی تھی لیکن ایک قباحت یہ تھی کہ وہاں کی عیش و نشاط سے بھری ہوئی زندگی میں ان کا حصہ نہیں تھا۔ ہفتے میں ایک دن چھٹی ہوتی تھی، وہ بھی فارم میں رہ کر گزارنا پڑتی تھی۔ باہر جا کر کسی سے دوستی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایسی ملازمت کرنے والی اکثر لڑکیاں یہی سوچ کر وہاں رہ جاتی تھیں کہ کم از کم تیس برس تک خوب دولت کمائیں گی پھر باقی زندگی کسی سے شادی کر کے عیش و عشرت میں گزاریں گی۔

لیڈی روزینہ نے بڑی سہولتیں فراہم کی تھیں۔ ملازمت چھوڑنے کے بعد بھی بڑی رقمیں ادا کرتی تھی۔ ایسی صورت میں کوئی لڑکی اس سے بے وفائی یا غداری کا تصور بھی نہیں کرتی تھی۔ وہ اپنی لیڈی کو بھلا دھوکا کیسے دیتیں جبکہ کسی وقت بھی ملازمت چھوڑ دینے کی اجازت تھی۔ ان لڑکیوں نے اکثر دیکھا تھا، اگر کوئی ساتھی لڑکی فارم میں کام کرنے والے کسی مرد کی محبت میں گرفتار ہو جاتی یا اس سے شادی کرنا چاہتی تو لیڈی روزینہ راضی خوشی اجازت دیتی تھی پھر انہیں اچھی خاصی رقم دے کر فارم سے رخصت کر دیتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی، اس کے ہاں ملازمت کرنے والے میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزاریں اور بچے پیدا کرتے رہیں جنتی آبادی فارم میں بڑھے گی، اتنے ہی مسائل بڑھتے جائیں گے پھر ماں باپ اپنے بچوں کے باعث کمزور پڑ جاتے ہیں، کوئی بھی باہر سے آنے والا انہیں بلیک میل کر سکتا ہے۔ لیڈی روزینہ کے خلاف انہیں غداری پر آمادہ کر سکتا ہے۔

بہرحال مجھے جس لڑکی کے دماغ میں جگہ ملی، اس کا نام رینا تھا۔ وہ اپنی عمر کی پچیسویں بہار گزار رہی تھی۔ دل میں ارمان تھے، جذبے تھے، طوفان تھے مگر وہ سوچتی تھی، تیس برس تک ملازمت کرے گی تاکہ اچھی خاصی رقم جمع ہو جائے۔ لیڈی روزینہ نے اپنی دانست میں بڑی سخت پابندیاں عائد کی تھیں اور ان کے لیے سہولتیں بھی فراہم کی تھیں لیکن پابندیوں میں رہ کر اکثر لڑکیاں گمراہ ہو جاتی ہیں۔ اسے بھی گمراہی کا موقع مل گیا۔ وہاں تقریباً چھ ادھیڑ عمر کی ایسی عورتیں تھیں جو تمام لڑکیوں کی نگرانی کرتی تھیں۔ ان عورتوں کے کھانے پینے، آنے جانے اور سونے جاگنے کا حساب رکھتی تھیں تاکہ وہ بے راہ روی اختیار نہ کر سکیں۔ ایسی ہی ایک مادام اس کے ساتھ بے تکلف ہو گئی تھی۔

لیڈی روزینہ ٹھیک ہی سوچتی تھی کہ کسی بھی لڑکی کو کسی سے بے تکلف نہیں ہونا چاہیے۔ اس بے تکلفی کا نتیجہ یہ ہوا کہ رینا اس مادام کے اشاروں پر چلنے لگی۔ رینا کے علاوہ ایسی اور کئی لڑکیاں تھیں جو طبی شعبے سے تعلق رکھتی تھیں۔ مادام کے زیر اثر تھیں۔ ان میں سے دو لڑکیاں اس فارم میں ملازمت کرنے والے دو جوانوں سے محبت کرتی تھیں، ان سے شادی کرنا چاہتی تھیں لیکن اتنی جلدی ملازمت چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ ایسی صورت میں ادھیڑ عمر کی مادام نے ان جوانوں سے ملاقات کرنے کے مواقع فراہم کیے تھے۔ اس طرح وہ لڑکیاں مادام کو چاہتی تھیں اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ میری میڈیکل رپورٹ میں آسانی سے تبدیلی ہو گئی۔ میرے خون کا گروپ بدل دیا گیا اور میری جلد کی تجزیاتی رپورٹ بھی وہ تھی جس کی ہم توقع نہیں کر سکتے تھے۔

اور میرا دل کہہ رہا تھا، سونیا یہاں موجود ہے۔ اسی نے یہ تمام چکر چلایا ہے۔ کمبخت نے میرے ساتھ بھی چکر چلا رکھا تھا۔ مجھے پابند کر دیا تھا اور میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میری بھلائی سوچنے والی اور مجھے خیال خوانی سے روکنے والی وہی ہو سکتی تھی۔ وہی چھپ چھپا کر دیکھ رہی ہوگی اور سمجھ رہی ہوگی کہ کوئی مجھے چھپ کر خیال خوانی کرتے دیکھ سکتا ہے اور میری اصلیت معلوم کر سکتا ہے۔

لیکن خیال خوانی کے بغیر چارہ نہیں تھا۔ میں نے بہت دیر سے پومی کی خبر نہیں لی تھی۔ تھوڑی دیر بعد شیبا ہوش میں آنے والی تھی۔ اس کے ساتھ رہنا بھی ضروری تھا یا پھر ملٹر کے پاس جا کر اس کی دوسری مصروفیات کے متعلق بھی معلوم کرنا تھا اور... بھی چھوٹے بڑے کئی مسئلے تھے جو مجھے خیال خوانی پر مجبور کرتے تھے۔ میں نے وہاں سے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ دوسرے دروازے اور کھڑکیوں پر بھی پردے پڑے ہوئے تھے۔ باہر سے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ پھر بھی احتیاط لازمی تھی۔ میں نے سینٹر ٹیبل پر پڑے ہوئے رسالوں میں سے ایک رسالہ اٹھایا۔ اسے لے کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ اب کوئی مجھے کہیں سے دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ میں پڑھنے میں مصروف ہوں۔ میں نے رسالے کو کھولا۔ پھر اس کے ایک صفحے پر نظر جماتے ہوئے پومی کے پاس پہنچ گیا۔

ریڈ پاور کے آدمیوں کا قبضہ اس ریسٹ ہاؤس پر ہو گیا تھا جہاں سے خفیہ راستہ مسٹر لوکو کے قلعے تک جاتا تھا۔ اس ریسٹ ہاؤس میں دو مسلح گارڈز اور وہاں کا ایک انچارج تھا۔ وہ تینوں مارے گئے تھے۔ ان کی جگہ باس کے آدمیوں نے لے لی تھی۔ پومی تقریباً پندرہ مسلح افراد کے ساتھ اس تہ خانے میں اتر گئی تھی۔ وہاں سے ایک سرنگ نما راستہ دور تک جاتا تھا۔ وہ راستہ ہموار نہیں تھا۔ سو، دو سو قدموں کے فاصلے تک بلندی تک سیڑھیاں جاتی تھیں۔ ان سیڑھیوں پر چڑھنے کے بعد ویسا ہی ہموار راستہ آتا تھا۔ پھر بلندی تک سیڑھیاں جاتی تھیں۔ یعنی لوکو کا قلعہ پہاڑی کی بلندی پر تھا۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے ایسی سیڑھیوں کا ہونا لازمی تھا۔

سپر باسٹر نے اس راستے کو بنانے میں بڑی رقم خرچ کی تھی۔ میں نے معلوم کیا تھا، تقریباً ڈیڑھ سو مزدوروں نے یہ کام کیا تھا۔ جب کام مکمل ہو گیا تھا تو اس نے ان مزدوروں کو مختلف بہانوں سے مختلف مقامات تک پہنچا کر ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تھا تاکہ خفیہ راستے کو جاننے والا کوئی نہ رہے۔

اس خفیہ راستے کی نگرانی کرنے والے بظاہر تین افراد تھے جو ریسٹ ہاؤس میں مقیم تھے۔ ایک وہی ریسٹ ہاؤس کا انچارج اور دو مسلح افراد۔ لیکن چور راستے میں بھی جگہ جگہ نادیدہ حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے۔ اگر کوئی ریسٹ ہاؤس سے گزر کر اس راستے تک پہنچ جاتا تب بھی لوکو کے قلعے تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس سرنگ میں کئی جگہ خطرناک رکاوٹیں تھیں۔ اگر کوئی پہلے سے جانتا نہ ہو تو پہلی ہی رکاوٹ میں اس کی زندگی کا خاتمہ ہو سکتا تھا۔

میں نے پومی کو تمام خطرات سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔ اسے بتا دیا تھا کہ ان راستوں سے کس طرح گزرا جا سکتا ہے۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس وقت تک وہ دو خطرناک راستوں سے گزر چکی تھی، تیسرے راستے پر پہنچ کر رک گئی تھی۔ وہاں سرنگ کی چھت سے بے شمار لوہے کی نوکیلی میخیں نکلی ہوئی تھیں۔ اس چھت کے سائے میں... آگے بڑھتے ہی وہ نوکیلی چھت گزرنے والے کے اوپر ایک دھماکے سے آ کر گرتی تھی اور جیتے جاگتے انسان کا قیمہ بنا کر رکھ دیتی تھی۔

پومی وہاں پہنچ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ رک گئی

تھی۔ وہ سرنگ چھ فٹ چوڑی تھی اور قیمہ بنانے والی چھت چھ گز کے فاصلے تک گئی تھی یعنی وہاں سے گزرنے والے کو اٹھارہ فٹ تک چلنا پڑتا۔ پومی جمناسٹک کے کرتب دکھا سکتی تھی۔ اٹھارہ فٹ تک زمین پر بغیر قدم رکھے دوڑتی ہوئی ایک چھلانگ میں یہاں سے وہاں پہنچ سکتی تھی مگر یہ سبھی کے لیے ممکن نہیں تھا۔ میں نے اسے بتا دیا تھا' اس چھت کے سائے میں قدم رکھنے سے پہلے دائیں طرف کی دیوار میں جتنے پتھر چُنے گئے ہیں' ان میں سے ایک پتھر ایسا ہے جسے ذرا سی محنت کے بعد باہر نکالا جا سکتا ہے۔ اس کے پیچھے ایک آہنی کُل ہے۔ اسے بائیں سے دائیں گھمایا جائے تو وہ کل دس سیکنڈ میں گھومتے ہوئے اپنی پہلی پوزیشن میں آجاتی ہے یعنی دس سیکنڈ میں جب تک وہ اپنی پہلی پوزیشن میں نہ آئے اس وقت تک چھت اپنی جگہ رہتی ہے پھر دس سیکنڈ کے بعد کوئی بھی وہاں سے گزرے تو اس پر آگرتی ہے' اس کا مطلب تھا کہ اس کُل کو دائیں طرف گھمانے کے بعد دس سیکنڈ کے اندر اس اٹھارہ فٹ کے فاصلے کو پار کرنا تھا۔ اگر کوئی رہ جاتا تو پھر ہمیشہ کے لیے رہ جاتا۔

پومی نے اس پتھر کو ڈھونڈ نکالا تھا۔ وہ مسلح جوانوں سے کہہ رہی تھی "اسے اس دیوار سے کھینچ کر باہر نکالو۔"

وہ پیچھے ہٹ گئی تھی۔ دو نوجوان اس پتھر کو دیوار سے نکال رہے تھے۔ ذرا سی محنت کے بعد وہ پتھر باہر آگیا۔ پیچھے وہی لوہے کی کُل دکھائی دی جس کا ذکر میں نے کیا تھا۔ اس نے ایک جوان سے اسٹاپ واچ لی۔ پھر ان نوجوانوں سے کہا۔ "دیکھو! میں اس کُل کو دائیں طرف گھما رہی ہوں۔ دس سیکنڈ میں یہ گھومتے ہوئے پھر اپنی جگہ آئے گی۔ ان دس سیکنڈ دس چھت اپنی جگہ رہے گی۔ تم لوگوں کو چار چار چھ چھ کی ٹولی بنا کر یہاں سے گزرنا ہے' اگر کسی نے ایک سیکنڈ کی بھی دیر کی تو وہ جان سے جائے گا۔"

وہ لوگ کبھی اس نوکیلی چھت کو اور کبھی فرش کو دیکھ رہے تھے جہاں سے پاؤں رکھتے ہوئے گزرنا تھا۔ پومی نے کہا "میں اپنے اطمینان کے لیے اس کُل کو آزمانا چاہتی ہوں تاکہ ہم سب مطمئن ہو کر چھت کے سائے سے گزر سکیں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے کُل کو بائیں سے دائیں گھما دیا۔ اس کے ساتھ ہی اسٹاپ واچ کے بٹن کو دبایا۔ سیکنڈ کا کانٹا تیزی سے حرکت کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی پومی نے اس پتھر کو جو کہ دیوار سے نکالا گیا تھا' اس فرش پر پھینک دیا جہاں سے انھیں گزرنا تھا۔ وہ سب غور سے کبھی پتھر کو اور کبھی چھت کو دیکھ رہے تھے۔ ٹھیک دس سیکنڈ میں وہ کُل گھومتے ہوئے جیسے ہی اپنی جگہ آئی' اوپر سے وہ نوکیلی چھت ایک دھماکے سے آکر نیچے گری۔ پھر چند سیکنڈ میں اوپر اپنی جگہ واپس جا کر جم گئی۔ وہ پتھر جو فرش پر رکھا ہوا تھا چکنا چُور ہو گیا تھا۔ ریزہ ریزہ ہو کر دور تک بکھر گیا تھا۔ پومی نے کہا "جب تک پتھر کا وزن اس فرش پر رہا' چھت نیچے آکر گری۔ جیسے ہی وہ پتھر منتشر ہوا' اس کا وزن تقسیم ہو گیا۔ اور فرش پر لوجھ نہ رہا تو چھت واپس اپنی جگہ چلی گئی۔"

یہ بات سب کی سمجھ میں آگئی۔ انھوں نے اپنے اپنے سامان کو سنبھالا۔ پھر چھ چھ کی ٹولی میں اس حصّے کو پار کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ پومی نے اس کُل کو دوبارہ دائیں طرف گھما دیا۔ پھر کہا "دوڑو۔"

اس کے ساتھ ہی چھ مسلح جوان دوڑتے ہوئے اس فرش پر سے گزرتے ہوئے اٹھارہ فٹ کا فاصلہ پار کر گئے۔ ایک تنہا آدمی کے لیے دس سیکنڈ میں اس فاصلے کو پار کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی مگر چھ آدمی بیک وقت گزرتے تو ایک دوسرے سے ٹکرا سکتے تھے' گر سکتے تھے' اٹھ کر بھاگنے میں دیر ہو سکتی تھی لیکن وہ سب تجربہ کار تھے کئی خطرناک مقامات سے گزر چکے تھے۔ وہاں بھی وہ چھ تلے قدموں سے گزرتے ہوئے پار ہو گئے تھے۔

ویسے کس وقت کس کو کہاں ٹھوکر لگتی ہے' یہ پہلے سے کوئی نہیں جانتا۔ دوسری بار یہی ہوا۔ چھ آدمی جب اس فاصلے کو پار کرتے ہوئے گئے تو ایک جوان کا توازن بگڑ گیا۔ وہ لڑکھڑا کر گرا۔ اس نے سنبھلنے کے لیے دوسرے کا سہارا لینا چاہا تو لے بھی اپنے ساتھ لے گرا۔ ایسے نازک وقت میں دس سیکنڈ کی مہلت کچھ نہیں ہوتی۔ گرنے' سنبھلنے اور پھر اٹھ کر دوڑنے میں ذرا وقت لگتا ہے۔ وہ دونوں فوراً اٹھ کر بھاگے مگر ایک سیکنڈ کی دیر ہو گئی۔ جیسے ہی وہ کنارے تک پہنچنے لگے' اوپر سے چھت ایک دھماکے سے ان پر آکر گر پڑی۔

تمام ساتھی دم بخود رہ گئے۔ پومی کا سر جھک گیا۔ اس کی آخری چیخ اس سرنگ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گونجتی گئی تھی پھر سناٹا چھا گیا تھا۔ بیک وقت دو ساتھیوں کی موت افسوسناک تھی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اب وہ نوکیلی چھت ایک جھٹکے سے اوپر اپنی جگہ پہنچ کر تھم گئی تھی۔ ان کے دونوں ساتھی مردہ ہو گئے تھے اور نوکیلی میخوں میں پھنس کر چھت کے ساتھ اوپر چلے گئے تھے۔ وہاں سے ان کا خون رِس رہا تھا اور فرش پر گرتا ہوا ایک طرف بہتا جا رہا تھا۔

پومی غور سے اس حصّے کو دیکھ رہی تھی جہاں وہ لہو بہہ رہا تھا۔ اس کے پاس تین مسلح جوان رہ گئے تھے۔ باقی چھ چھ کی ٹولی میں بارہ افراد پار ہونے گئے تھے' ان میں سے دس زندہ رہ سکے تھے۔ ایک جوان نے پومی سے کہا "مس! آپ کیا سوچ رہی ہیں۔ کیا ہمیں پار نہیں جانا چاہیے؟"

وہ بولی "جانا تو چاہیے۔ میں حساب لگا رہی ہوں' ہمارے دو ساتھیوں کا لہو فرش پر پھیل رہا ہے۔ ہم چاروں کو یہ خیال رکھنا ہوگا کہ یہاں سے دوڑتے وقت ہمارا پاؤں اس لہو پر نہ پڑے ورنہ ہم پھسل کر وہیں رہ جائیں گے۔"

اس کے تین ساتھیوں نے کہا "پہلے آپ یہاں سے چلی جائیں۔ آخر میں ہم آئیں گے۔"

"ہم دو دو کی ٹولی میں جائیں گے ــــ" یہ کہہ کر پومی نے اس کُل کو ---- دائیں طرف گھمایا اور اپنے ایک ساتھی کے ساتھ تیزی سے دوڑتی ہوئی' اس فرش پر سے گزرتی ہوئی جب لہو کے قریب پہنچی تو وہاں سے چھلانگ لگا کر قلابازی کھاتے ہوئے پار ہو گئی۔ چونکہ فرش پر پومی اور اس کے ساتھی کا بوجھ پڑا تھا لہٰذا دس سیکنڈ پورے ہوتے ہی وہ چھت پھر نیچے ایک دھماکے کے ساتھ آکر واپس چلی گئی تھی۔ اس کے بعد باقی دو ساتھیوں نے بھی یہی کیا اور بخیریت اس قاتل چھت کے نیچے سے گزر کر چلے آئے۔

وہ لوگ جہاں پہنچ گئے تھے' وہاں سے واپسی کا وہی راستہ اختیار کرتے تو دوسری طرف بھی ایسا ہی ایک پتھر تھا جسے ہٹانے کے بعد ویسی ہی ایک کُل نظر آرہی تھی اسے بھی دائیں طرف گھمانے کے بعد دس سیکنڈ کی مہلت ملتی اور اسی طرح وہ پار ہو کر واپس آسکتے تھے۔ بہرحال ابھی تو قلعہ سر کرنے اور دی کلر کا سر حاصل کرنے کے مرحلے سے گزرنا تھا۔ اگرچہ میں نے پُر ماٹر کے دماغ میں رہ کر اس خفیہ راستے سے گزرنے کے تمام ہتھکنڈے معلوم کر لیے تھے۔ تاہم ایک بار پھر احتیاطاً معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر تک معلومات حاصل کرتا رہا۔ پھر میں نے پومی کے پاس پہنچ کر کہا "میں نے یہاں کے خطرات سے متعلق تمہیں تفصیل سے آگاہ کیا تھا۔ کیا تمھیں سب یاد ہے؟"

"ہاں' اب ہمارے سامنے جو سیڑھیاں آرہی ہیں' یہ بھول بھلیوں کی طرح ہیں۔ مجھے یاد رکھنا ہوگا کہ ان سیڑھیوں کے کن پائیدانوں پر قدم رکھنا چاہیے۔"

"تم بولتی جاؤ' میں سننا چاہتا ہوں کہ تمھیں یاد ہے یا نہیں۔"

اس نے کہا "پائیدان نمبر ایک۔ پھر دو کو چھوڑ دیا جائے۔ تین اور چار پر قدم رکھا جائے۔ پانچ کو چھوڑ دیا جائے۔ چھ پر قدم رکھا جائے۔ سات اور آٹھ کو چھوڑ دیا جائے۔"

وہ بولتی جا رہی تھی۔ میں سنتا جا رہا تھا۔ پھر میں نے کہا "تمھاری یادداشت بہت اچھی ہے۔ اب اپنے ساتھیوں کو یہی بتاتی جاؤ۔ اس کے مطابق وہ زینے کی بلندی پر پہنچ جائیں گے۔ یہ آخری مرحلہ ہے' اس کے بعد زینے کی بلندی والا دروازہ کھول کر قلعے کے ایک خفیہ کمرے میں پہنچ جاؤ گی۔"

اس نے پوچھا "اگر کسی غلط پائیدان پر پاؤں پڑ گیا تو کیا حشر ہوگا؟"

"جیسے ہی کسی غلط پائیدان پر پاؤں پڑے گا' وہاں اچانک خلا پیدا ہوگا اور پاؤں رکھنے والا نیچے ایک گرم پانی کے حوض میں چلا جائے گا۔ وہاں اتنا کھولتا ہوا پانی ہے کہ اسے جدوجہد کر کے واپس زینے تک پہنچنے کا موقع نہیں ملے گا۔ وہ پانی اس کی کھال اور گوشت کو دیکھتے ہی دیکھتے گلا کر رکھ دے گا۔"

وہ اپنے ساتھیوں کو بتانے لگی کہ کون کون سے پائیدان پر قدم رکھنا چاہیے۔ وہ پانچ پانچ کی تعداد میں زینے کے پہلے پائیدان پر کھڑے ہو گئے۔ پھر جیسے جیسے پومی نمبر بتاتی گئی' وہ ان پر قدم رکھتے ہوئے اوپر جانے لگے۔ اسی طرح وہ باری باری بحفاظت اوپر پہنچ گئے۔ یوں دیکھا جائے تو انھیں کوئی خطرہ پیش نہیں آیا تھا۔ اگر یہ ٹیلی پیتھی کا علم نہ ہوتا اور قبل از وقت معلومات حاصل نہ ہوتیں تو ان میں سے کوئی اس زینے کے دوسرے تیسرے پائیدان سے اوپر نہیں جا سکتا تھا۔ سب گرم پانی کے حوض میں پہنچ جاتے۔

اب وہ اس دروازے کے سامنے کھڑے تھے جسے کھولتے ہی نوکو کے قلعے میں داخل ہونے والے تھے۔ ایک مسلح جوان نے آگے بڑھ کر کہا "پہلے میں دروازہ کھول کر جاؤں گا۔"

پومی نے کہا "میری اور تمھاری جان ایک جیسی ہے۔ ہم دونوں انسان ہیں۔ پھر میں کیوں نہ پہلے جاؤں؟"

"ہم آپ کے باڈی گارڈز ہیں۔ آپ کے جسم و جان کی حفاظت کرنے والے۔ لہٰذا مجھے اجازت دیجیے' پلیز۔"

وہ مسکرا کر بولی "اچھا' جاؤ۔"

کوئی خطرے کی بات نہیں تھی۔ یہ بات پومی جانتی تھی۔ وہ خودکار آہنی دروازہ تھا۔ ایک کُل کو ایک طرف گھماتے ہی

دروازہ کھلنے لگتا تھا۔ جب وہ دروازہ کھل گیا تو وہ یکے بعد دیگرے وہاں سے گزرتے ہوئے ایک تنگ راہداری میں پہنچے۔ پوری سرنگ میں روشنی کا خاصا انتظام تھا۔ راہداری اگرچہ تنگ تھی مگر روشن تھی۔ سامنے ہی ایک اور دروازہ نظر آرہا تھا۔ میں نے کہا "اس دروازے کے دوسری طرف ایک تخلیہ کمرہ ہے۔ اس کمرے سے گزر کر دوسرے دروازے کو کھولو گی تو ایک اسٹور روم میں پہنچو گی۔ جب اسٹور روم سے گزر کر تیسرے دروازے کو کھولو گی تو مسٹر ٹو کو کے شاندار بیڈ روم میں پہنچو گی۔ اگرچہ ٹو کو اب نہیں رہا لیکن دوسرا اس قلعے کا منتظم اعلیٰ موجود ہے۔ شاید اس سے تمہاری ملاقات ہو جائے۔ میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد پھر آؤں گا۔"

"ذرا ایک منٹ! اگر بیڈ روم میں قلعے کا موجودہ سربراہ موجود ہوا تو وہ سمجھ لے گا کہ ہم کسی خفیہ راستے سے آئے ہیں۔"

"کسی کو یہ سمجھنے کا موقع نہ دو کہ تم نے خفیہ راستہ اختیار کیا ہے جو اس بات پر شبہ کرے، تم اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دو۔"

"تمہیں میرے ساتھ رہنا چاہیے۔ اگر قلعے کے سربراہ سے میرا سامنا ہوا تو میں اس سے بات کروں گی۔ تم اس کے دماغ میں پہنچ سکو گے۔ اس کے ذریعے ٹیلیفون کراؤ گے اور دوسری طرف سے بات کرنے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ سکو گے۔"

"میں ایسا کچھ نہیں کر سکوں گا۔ اس قلعے میں جب تک دی کلر چھپا رہتا ہے، قلعے کا موجودہ سربراہ کمپیوٹر کے ذریعے اسے کنٹرول میں رکھتا ہے، جس طرح مسٹر ٹو کو اسے اپنے قابو میں رکھتا ہے جو شخص دی کلر کے دماغ کو کنٹرول کرتا ہے وہ یوگا کا ماہر ہوتا ہے تاکہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکیں۔ لہٰذا اس سے تمہارا سامنا ہو تو پہلی فرصت میں گولی مار دینا۔ اس سے کچھ حاصل کرنے کی توقع مت رکھنا۔"

"تمہیں اتنی جلدی واپس جانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"کیا میں تمہارے ساتھ رہ کر فلمی گیت گاؤں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میرا دل گنگنانے گنگنانے کا مایوس ہو گیا۔ کتنی خوش ہو رہی تھی کہ تمہارے پاس آؤں گی اور حالات مجھے کہاں لے آئے ہیں۔ ایک بات بتاؤ؟"

"پوچھو؟"

"جب میں اس مہم میں کامیاب ہو جاؤں گی، دی کلر کا سر حاصل کر لوں گی تو مجھے یہاں سے کہاں واپس جانا ہوگا؟"

"ادارے میں جانا چاہیے تاکہ وہاں سے دوسری مہم پر روانہ ہو سکو۔"

"نہیں فرہاد! جب تک تم یہاں ہو، میں اس ملک کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"پاگل نہ بنو۔ ہم جناب شیخ الفارس کا احترام کرتے ہیں اور ان کا حکم مانتے ہیں، تمہیں بھی ان کے حکم کی تعمیل کرنا چاہیے۔"

وہ مایوس ہو کر سوچنے لگی۔ پھر اس نے کہا "ابھی تو میرے ساتھ رہو۔ میں اس قلعے کے سربراہ کو گولی نہیں ماروں گی۔ صرف زخمی کروں گی تاکہ وہ سانس روکنے کا مظاہرہ نہ کر سکے اور تمہیں اس کے دماغ میں جگہ مل جائے، اس کے ذریعے تم بہت کچھ کر سکتے ہو۔"

"چلو میں تمہارے ساتھ رہتا ہوں۔ ویسے تم بہت ضدی ہو۔"

وہ مجھے جیت کر مسکرانے لگی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا۔ اس کمرے میں پہنچ گئی جو بالکل خالی تھا۔ اس کے پیچھے تمام مسلح جوان دبے قدموں اندر آ گئے۔ کمرے میں نہ کھڑکیاں تھیں نہ کوئی روشندان۔ وہ سب دوسرے دروازے کے پاس آئے۔ پوری نے دروازے سے کان لگا کر دوسری طرف کی آہٹ سننے کی کوشش کی۔ وہ دروازہ نمبروں کے ذریعے مقفل ہوتا تھا اور انھی مخصوص نمبروں کے ذریعے کھلتا تھا۔ وہ نمبر میں نے پوری کو بتا دیے تھے۔ اس نے بڑی آہستگی سے نمبروں کو ڈائل کیا۔ پھر دروازے کو دھیرے دھیرے کھول دیا۔ اب انھیں ایک بڑا سا اسٹور روم نظر آ رہا تھا۔ وہ سب محتاط انداز میں چلتے ہوئے اس روم میں پہنچ گئے۔

وہاں صرف ایک روشندان تھا۔ روشندان کے نیچے بڑی سی الماری تھی۔ پوری نے الماری کے اوپری حصے پر ہاتھ رکھا، پھر آہستہ آہستہ اوپر چڑھتی چلی گئی۔ وہاں سے ہلکی روشنی آ رہی تھی۔ اس نے اوپر پہنچ کر روشندان سے جھانکتے ہوئے دیکھا۔ دوسری طرف ایک بہت ہی خوبصورت سجی سجائی خوابگاہ تھی۔ مگر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے کہا "روشن دان سے خوابگاہ کا تمام حصہ نظر نہیں آ رہا ہے اور جو نظر نہیں آ رہا ہے، ہو سکتا ہے ادھر کوئی ہو۔"

"اب کوئی ہو یا نہ ہو، ہمیں تو آگے بڑھنا ہی ہے۔"

وہ آہستگی سے نیچے اتر گئی۔ میں نے کہا "خوابگاہ میں پہنچ کر چاقو استعمال کرو یا پھر سائلنسر لگا ہوا ریوالور۔ آواز نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ اس دروازے کے پاس پہنچ گئی جو خوابگاہ کی طرف کھلتا تھا۔ اس نے بڑی آہستگی سے اسے کھول کر ذرا سا سر نکالتے ہوئے دیکھا۔ پوری خوابگاہ نظر آ رہی تھی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ دبے قدموں چلتے ہوئے باتھ روم کے پاس پہنچی۔ پھر دروازے

سے کان لگا کر سننے لگی۔ اندر شاور سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ ساتھ ہی کوئی گنگنا رہا تھا۔ بے چارہ ہنستے بولتے، گانے اور گنگنانے والا آدمی سمجھ نہیں پاتا کہ وہ اس کی زندگی کی آخری ہنسی اور گنگناہٹ ہو سکتی ہے۔

چند سیکنڈ کے بعد ایک نسوانی گنگناہٹ سنائی دی۔ اس کا مطلب تھا، باتھ روم میں دو ہنسوں کا جوڑا ہے۔ مسٹر ٹو کو کے بعد اس قلعے کا جو آقا بن کر آیا تھا، وہ خاصا رنگین مزاج معلوم ہوتا تھا۔ مجھے اس نامعلوم عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "اب میں جا رہی ہوں۔ زیادہ بھیگنے سے زکام ہو جاتا ہے۔"

پوری نے سوچ کر ذریعے مجھ سے کہا "وہ آ رہی ہے۔"

میں نے کہا "وہ آئے کب دے گا۔"

وہ زیر لب مسکرانے لگی۔ میں نے کہا "میں اندر جا رہا ہوں۔ اس عورت کو دروازہ کھولنے پر مجبور کروں گا۔"

"شرم نہیں آتی۔ ایسی جگہ جاؤ گے۔"

"بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں اخلاقی تقاضے پورے نہیں کیے جا سکتے۔ اگر میں اندر نہ گیا تو پتا نہیں کب تک یہاں کھڑی رہو گی۔ جبت اور جنگ کب تک جاری رہ سکتی ہے، اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔"

وہ بڑی اپنائیت سے بولی "کچھ بھی ہو، میں تمہیں وہاں نہیں جانے دوں گی۔"

"کیا تم اسی طرح میرے شانہ بشانہ کام کرنا چاہتی ہو کہ جہاں فوری اقدامات کی ضرورت ہو، وہاں مجبوبانہ انداز اختیار کر لو۔"

وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ اس سے پہلے ہی اچانک دروازہ کھل گیا۔ اگرچہ میں اور پوری ایک دوسرے سے گفتگو میں مصروف تھے تاہم ہمارا ذہن اُدھر لگا ہوا تھا۔ اگر ہم غافل ہوتے تو وہ دروازہ کھولنے والا مسلح افراد کو دیکھتے ہی پہنچ پڑتی۔ اس سے پہلے ہی میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ پوری نے بھی حاضر دماغی سے کام لیا تھا۔ جو دروازہ ذرا سا کھلا تھا، اسے ایک لات مار کر پوری طرح کھول دیا۔ اب دو ہنسوں کا جوڑا پوری طرح نظر آ رہا تھا۔ پوری نے ایک ساعت کی بھی دیر نہیں کی۔ اس نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے نشانہ لیا اور گولی داغ دی۔

ریوالور سے پھسپھسی آواز نکلی۔ اس کے ساتھ ہی ادھیڑ عمر کے شخص نے اپنے بائیں بازو کو تھام لیا۔ تکلیف سے کراہنے لگا۔ پوری نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر سیکنڈ ٹو کو! میں تمہاری جان بھی لے سکتی ہوں لیکن زخمی کیا ہے تاکہ اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھو۔"

میں نے اس حسینہ کے دماغ کو ذرا سا آزاد چھوڑتے ہوئے کہا "خبردار کسی طرح آواز نہ نکالنا۔"

وہ دہشت زدہ تھی۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ اپنے دماغ میں میری آواز سن کر ایک دم سے گھبرا گئی تھی اور اسی گھبراہٹ میں پھر چیخنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا پہنچایا۔ وہ ایک دم سے تڑپ کر پیچھے گئی اور دیوار سے ٹکرا گئی۔ میں نے اسے سنبھالتے ہوئے کہا "دوبارہ چیخنے کی حماقت کرو گی تو تمہارے شانوں پر سر رہے گا مگر سر میں دماغ نہیں رہے گا۔"

وہ انگارہ میں تیزی سے سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "نہیں بولوں گی، نہیں چیخوں گی۔ میں اپنا منہ بند رکھوں گی۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ کو ڈھانپ لیا۔ پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی کمرے کی طرف جانے لگی۔ ایک مسلح جوان نے اسے روکا۔ پوری نے کہا "اسے باہر نہیں جانے دو۔ چیخنا چاہے تو گولی مار دینا۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا جسے پوری نے سیکنڈ ٹو کو کہا تھا۔ اس کے دماغ نے اپنا نام بتایا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "مسٹر ماؤنٹ ڈیزی! تم مجھے اپنے اندر محسوس کر رہے ہو مگر یہاں سے نکال نہیں سکو گے۔ سانس نہیں روک سکو گے۔ تمہارے بازو میں پیوست ہونے والا بلٹ تمہیں یوگا کے مظاہرے کی اجازت نہیں دے گا۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میرے بازو میں انگارے دہک رہے ہیں۔ پلیز، مجھے فوراً طبی امداد پہنچاؤ۔ نہیں تو مر جاؤں گا۔"

"تمہارے بازو سے گولی اس وقت نکلے گی جب میرے سوالات کا صحیح جواب دو گے۔ کسی معاملے میں دھوکا دینے کی کوشش کرو گے تو یہ گولی تمہارے ساتھ قبر میں جائے گی۔"

وہ گولی سچ مچ اس کے لیے عذاب بن گئی تھی۔ میں نے پوچھا "دی کلر کہاں ہے؟"

اس نے وہی جگہ بتائی جہاں پوری نے ایک بار اسے دیکھا تھا۔ میری ہدایت پر پوری کے دو ساتھیوں نے اسے سہارا دیا۔ وہ ان کے ساتھ چلتا ہوا بیڈ روم میں آیا۔ میں نے حکم دیا تھا کہ قلعے کے اسلحہ خانے کا جو انچارج ہے، اس سے گفتگو کرے۔

ایک مسلح جوان نے ریسیور اٹھایا۔ ماؤنٹ ڈیزی نمبر ڈائل

کرتے ہوئے بولا "مسٹر فرہاد! میں فون پر بات کروں گا تو دوسری طرف معلوم ہو جائے گا، میں تکلیف میں مبتلا ہوں، آپ دیکھ رہے ہیں، میری آواز کانپ رہی ہے۔"

"تم فکر نہ کرو۔"

اس وقت تک رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ ماؤنٹ ڈیزی نے ریسیور کان سے لگا کر جیسے ہی ہیلو کہا، میں اس کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو گیا۔ اب اس کی آواز میں تھرتھراہٹ نہیں تھی، کسی کمزوری کا شائبہ نہیں تھا۔ اس نے ریسیور کے ذریعے کہا "میں ماؤنٹ ڈیزی بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "یس سر! میں آرتھر بول رہا ہوں۔"

میں نے ڈیزی کی زبان سے کہا "آل رائٹ! میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم لوگ ڈیوٹی پر ہو یا نہیں۔ دیٹس آل۔"

میں نے ریسیور اس کے ہاتھ سے کریڈل پر رکھوا دیا۔ پومی اور اس کے ساتھیوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ وی کلر کہاں ہے۔ ماؤنٹ ڈیزی کے اس محل نما حصے میں کتنے مسلح افراد ہیں اور کہاں کہاں ان کی ڈیوٹی ہے، یہ میں نے کہا "پومی! جاؤ اور دی کلر کی گردن آتار کر یہاں سے نکل جاؤ، میں اس قلعے کو تباہ کرنے والا ہوں۔"

اس کے ساتھیوں نے ماؤنٹ ڈیزی کو اس کے پلنگ سے باندھ دیا۔ منہ میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے پٹی باندھ دی تاکہ وہ آواز نہ نکال سکے اور مجھے ہمیشہ اس کے دماغ میں رہنا نہ پڑے۔ وہ نہ تو حرکت کر سکتا تھا، نہ منہ سے آواز نکال سکتا تھا۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا "مسٹر فرہاد! تمہیں خدا کا واسطہ، مجھ پر رحم کرو۔"

"تم نے اتنے بڑے اور مضبوط قلعے میں سیکڑوں مسلح افراد کسی پر رحم کھانے کے لیے رکھے ہیں؟ پومی کو اس قلعے میں بلا کر قید کیا گیا تھا تاکہ وہ کبھی دی کلر کا سر نہ لے جا سکے۔ اس کے ساتھیوں کو بھی زندہ نہ چھوڑا جاتا۔ کیا اس وقت ہماری رحم کی اپیل پر اور خدا کا واسطہ دینے پر انھیں رہا کر دیا جاتا؟"

میں نے اس کا جواب نہیں سنا۔ باہر سے فائرنگ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پومی اور اس کے ساتھی وہاں کے مسلح محافظوں سے ٹکرا گئے تھے۔ بیں آرتھر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اسلحہ خانے سے نکل کر دوسرے محافظوں سے پوچھ رہا تھا "یہ فائرنگ کیسی ہو رہی ہے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی قلعے کے ہر حصے میں خطرے کا الارم بجنے لگا۔ آرتھر دوڑتا ہوا اپنے دفتری کمرے میں آیا۔ وہاں ٹیلیفون کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ ریڈیو وائرلیس سے اشارے موصول ہو رہے تھے۔ اس کے ماتحت ٹیلیفون اور ٹرانسمیٹر اینڈ کر رہے تھے۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ماؤنٹ ڈیزی کے محل نما حصے میں فائرنگ ہو رہی ہے لیکن یہ پتا نہیں چل رہا تھا فائرنگ کیوں ہو رہی ہے؟ کس کے خلاف ہو رہی ہے؟ کیا اس محل میں ڈیوٹی دینے والے محافظ آپس میں لڑ پڑے ہیں؟

میں ریڈیو وائرلیس اور ٹیلیفون کے ذریعے دور دور کی آوازیں سن رہا تھا اور قلعے کے ہر حصے میں خاص خاص آدمیوں کے دماغوں تک پہنچتا جا رہا تھا۔ پس منٹ کے بعد یہ خبر ہر طرف پھیل گئی کہ پومی دوبارہ قلعے میں داخل ہو گئی ہے۔

سب حیران تھے۔ وہ قلعے کے اندر کیسے پہنچ گئی، کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کوئی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ ایک چھوٹی سی فوج کے ساتھ یہاں آئی ہے جو فائرنگ ہو رہی تھی، اس سے یہی سمجھا جا رہا تھا، فرہاد کی ٹیلی پیتھی آپس میں ایک دوسرے کو لڑا رہی ہے۔ وہاں پہلے بھی ایسا ہو چکا تھا اور اب بھی وہ دیکھ رہے تھے ماؤنٹ ڈیزی کے صرف محل نما حصے میں نہیں، بلکہ قلعے کے ہر حصے میں لوگ آپس میں ایک دوسرے پر فائرنگ کر رہے تھے۔ میں جہاں جہاں پہنچ چکا تھا، وہاں کے لوگوں کو اپنا معمول بنا کر فائرنگ پر مجبور کرتا جا رہا تھا۔

اگرچہ وہاں سیکڑوں مسلح افراد تھے اور اسلحہ کی کمی نہیں تھی اس کے باوجود کسی بھی مسلح شخص کو اتنی فرصت نہیں مل رہی تھی کہ وہ ماؤنٹ ڈیزی کے محل نما حصے کی طرف جاتا۔ وہاں کے بڑے بڑے افسران کو ماؤنٹ ڈیزی کی فکر تھی۔ اس کی کوئی خبر نہیں مل رہی تھی اور نہ ہی وہ ان سے رابطہ قائم کر رہا تھا جب بھی کوئی افسر اپنے مسلح افراد کے ساتھ وہاں جانا چاہتا تو میں ان میں سے دو چار لوگوں کو اپنا معمول بنا کر ان پر فائرنگ کرانے لگتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ آپس میں ہی الجھ پڑتے۔ جتنے اعلیٰ افسران تھے وہ ایک دوسرے کی مدد کے لیے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ذرا سی دیر میں یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ وہ اپنی جگہ سے دوسری جگہ جانا چاہیں گے تو اسی طرح ان کے آدمی آپس میں فائرنگ کریں گے اور ایک دوسرے کو ہلاک کرتے رہیں گے۔ میرا آخری حملہ زبردست تھا۔ ان کے ہوش اڑ گئے۔ میں آرتھر کے ذریعے پورے اسلحہ خانے کو تباہ کر رہا تھا۔ جس کے نتیجے میں وہ قلعہ کھنڈر بنتا جا رہا تھا۔

میں پومی کے پاس آ گیا۔ بہت دیر ہو چکی تھی۔ اسے اب دی کلر کا سر کاٹ کر لے جانا چاہیے تھا۔ اگر وہ سرنگ کے راستے سے واپس نہ جاتی تو ہاس کے ذریعے ہیلی کاپٹر فراہم کیا جا سکتا تھا۔ میں اس کے پاس پہنچا، پتا چلا وہ قلعے سے نکل گئی ہے، اسی چور راستے سے گزر رہی ہے لیکن اس نے دی کلر کا سر نہیں کاٹا تھا، اسے مجسم اغوا کر کے لے جا رہی تھی۔ اس کے ساتھیوں نے

اس بنا، جیسے آدمی کو اٹھا رکھا تھا اور وہاں کے تنگ راستے سے گزر رہے تھے، دی کلر کوئی جدوجہد نہیں کر رہا تھا۔ آرام سے ان کے کاندھوں پر پڑا ہوا تھا اور اس کے منہ سے ایک فیڈر لگا دیا گیا تھا۔

میں نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولی "تم نے ریڈ پاور کے ماسک مین سے وعدہ کیا ہے، دی کلر کا سر اس کے حوالے کرو گے۔ میں سالم دی کلر کو اس کے حوالے کرنا چاہتی ہوں۔"

"تمھیں کہا گیا ہے، اس کی گردن کاٹ کر لے جاؤ، مجسم اغوا کرنے کی بہ نسبت صرف سر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا آسان ہو گا۔"

"میں اس کا سر نہیں کاٹ سکتی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"خود ہی سمجھنے کی کوشش کرو۔ کیا یہ وہی دی کلر ہے جس کے نام سے دہشت طاری ہو جاتی ہے۔ اس کے مقابلے پر بڑے بڑے شہ زور ٹھہر نہیں سکتے لیکن یہ بالکل دودھ پیتا بچہ بن گیا ہے اور یہ تمھاری غلطی سے ہوا ہے۔"

"میری غلطی سے؟"

"ہاں، تمھیں معلوم تھا کہ کمپیوٹر کے ذریعے اسے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ پہلے مسٹر زو کو اسے اپنے قابو میں رکھتا تھا۔ اب ماؤنٹ ڈیزی اس کا انچارج تھا مگر تم نے اسے زخمی کر کے ایک طرف باندھ دیا۔ وہ خود اپنی مدد آپ نہیں کر سکتا تو پھر وی کلر کو لڑنے کے قابل کس طرح بنا سکتا ہے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ دی کلر کے پاس صرف جسمانی قوت تھی جو کمپیوٹر کے ذریعے حرکت میں لائی جاتی تھی۔ مگر وہ کمپیوٹر سے کھیلنے والا ماؤنٹ ڈیزی ختم ہو چکا تھا۔ پومی جیسی دلیر لڑکی اسے ہاتھ نہیں لگا سکتی تھی جو بچہ بن گیا تھا۔

میں نے کہا "یہاں بچے اور بڑے کی کمزوری اور شہ زوری کا سوال نہیں ہے۔ بڑی بڑی خطرناک تنظیمیں اس کا سر حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ اس کمپیوٹر کے طریقۂ کار کو اچھی طرح سمجھنا چاہتی ہیں، تم اسے پورا کا پورا اغوا کرنے کی کوشش کرو گی تو راستے میں بے شمار دشمن آ ئیں گے کوئی بھی تمھارے مقابلے پر کامیاب ہو سکتا ہے کیونکہ تم اسے سر سے پاؤں تک حاصل کر رہی ہو اور دشمن صرف اس کا سر حاصل کریں گے۔ ان کے لیے یہ آسان ہو گا، تمھارے لیے مشکلات بڑھتی جائیں گی۔"

وہ چپ رہی۔ میں نے کہا "اگر تم اس کا سر نہیں کاٹو گی تو میں تمھارے ساتھیوں میں سے کسی کے ذریعے ایسا کرا سکتا ہوں۔ وہ اس کے جسم کو وہیں سرنگ میں چھوڑ کر سر لے جائیں گے۔"

"میں انھیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔"

"کیا تم میری مخالفت کر رہی ہو؟"

"تمھاری مخالفت کر رہی ہوں۔ اس مخالفت کے پیچھے کتنی محبت چھپی ہوئی ہے، کیا اس کا اندازہ کر سکتے ہو؟"

"تمھاری محبت میری سمجھ سے بالاتر ہے۔"

"فرہاد! اگر میں اس کا سر کاٹ کر ریڈ پاور کے ماسک مین تک پہنچا دوں گی تو یہاں میرا کام ختم ہو جائے گا۔ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں واپس جانا پڑے گا۔ اس مہم کو سر کرنے کا سہرا میرے سر ہو گا، ہر طرف میری واہ واہ ہو گی مگر میں تم سے دور ہو جاؤں گی۔"

"یعنی تم اس ملک میں میرے قریب رہنے کے لیے یہ کارنامہ انجام دینا نہیں چاہتیں۔"

"ہاں، میری بات مان لو۔ میں دی کلر کو اسی سرنگ میں چھوڑ دیتی ہوں۔"

"پاگل نہ بنو۔ یہ ریڈ پاور کے آدمی ہیں۔ یہ جانتے ہیں دی کلر کا سر انھیں اپنے ماسک مین تک پہنچانا ہے۔ وہ تمھاری بات نہیں مانیں گے، تمھاری مخالفت کریں گے۔"

"میں ایک ایک مخالف کو یہیں ختم کر دوں گی کسی کو سرنگ سے باہر نکلنے نہیں دوں گی، ایک بار تم میری بات مان لو۔ مجھے اپنے قریب رہنے کا موقع دو۔ میں ابھی بازی پلٹ دیتی ہوں۔"

میرے پاس آنے اور میرے ساتھ رہ کر کام کرنے کے لیے وہ دیوانی ہو رہی تھی۔ یہ کیسی عجیب اور ناقابلِ یقین بات ہے کہ دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں دی کلر کا سر حاصل کرنے کے لیے سر توڑ کوششیں کر رہی تھیں۔ اس لڑکی کو بیک جھٹکے ہی اس کا سر حاصل ہو سکتا تھا لیکن وہ جیتی ہوئی بازی ہارنا چاہتی تھی اور یہ بازی ہار کر محبت کی بازی جیتنا چاہتی تھی۔

میں نے کہا "تم جیت گئیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں، جب تک اس ملک میں ہوں، تم بھی یہاں رہو گی۔ تمھیں ادارے میں واپس نہیں جانے دوں گا۔ اب یہ تمھاری تقدیر ہے کہ ہم کب ملیں گے اور کب ایک ساتھ کسی مہم میں شریک ہوں گے۔ فی الحال مجھ پر بھروسا کرو اور دی کلر کا سر ریڈ پاور کے آدمیوں کے حوالے کر دو۔"

میں جانتا تھا اب اس کا سر تن سے جدا کرنا اور اسے ماسک مین تک پہنچانا زیادہ مشکل نہیں ہو گا اس وقت مجھے ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نظر نہیں آ رہی تھی اس لیے میں نے ریڈ پاور کے باس سے کہہ دیا کہ پومی اور تمھارے آدمی دی کلر کا سر لا رہے ہیں۔

وہ اسی رنگ کے راستے سے گزر رہے ہیں پھر ریسٹ ہاؤس میں پہنچیں گے تم ان کی حفاظت کا انتظام کرو اور وہ مطلوبہ سرمایہ کسی طرح فوراً پہنچانے کی کوشش کرو۔

میں نے پولی اور ریڈ پاور کے پاس دونوں سے ہی رابطہ ختم کر دیا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ جو سرا اتنی آسانی سے حاصل ہونے والا تھا وہ درد سر بننے والا ہے۔ مجھے شیبا کی خبر لینا تھی۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا وہ ہوش میں آچکی تھی۔

وہ ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی آنکھیں کھول کر اپنے آس پاس دیکھ رہی تھی۔ اس کے ذریعے میں سمجھ رہا تھا وہ ایک بہت ہی خوبصورت سی خواب گاہ میں تھی۔ شاہانہ طرز کے پلنگ کے اطراف چند کنیزیں ادب سے ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑی تھیں۔ اس کے آنکھ کھولنے پر ایک کنیز دیوار پر لگے ہوئے سوئچ بورڈ کے پاس گئی تھی اور ایک بٹن کو دبانے لگی تھی۔ شیبا نے فوراً ہی بستر پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "میں کہاں ہوں۔ تم سب کون ہو؟"

جلد ہی پتا چل گیا کہ وہاں جتنی کنیزیں تھیں سب گونگی تھیں یا انھیں گونگی بن کر رہنے کا سختی سے حکم دیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک گونگی سوئچ بورڈ کا بٹن دبا رہی تھی۔ ذرا دیر بعد ہی خوابگاہ کا دروازہ کھلا اور چار افراد نظر آئے۔ جن میں ایک کمانڈو ایکس تھا۔ شیبا ان سب کو اجنبی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ حتیٰ کہ اغوا کرنے والے کو بھی پہچان نہیں سکتی تھی۔ کمانڈو ایکس نے پیچھے سے سر پر ضرب لگائی تھی۔ اس لیے بے ہوش ہونے سے پہلے وہ اسے دیکھ نہیں سکی تھی۔

اس نے قریب آکر مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا دوست، محافظ اور وفادار ہوں۔ مجھے کمانڈو ایکس کہتے ہیں۔ اس دنیا کا کوئی بھی شخص جو اپنے وطن سے دور چلا جائے وہ دور رہ کر بھی اپنے رشتے داروں، اپنی قوم اور اپنی زمین کی طرف واپس آتا ہے۔ اسی طرح تمہارے بارے میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔" پہنچی وہیں پہ خاک، جہاں کا خمیر تھا۔

ہم سب تمہارے لیے اجنبی ہیں مگر یہ ملک، یہاں کے زمین، یہاں کے شہر، یہاں کے لوگ، یہاں کے رشتے دار سب تمہارے ہیں۔ جب تم یہاں سے نکلو گی تو ہر جگہ، ہر قدم پر ہر سانس میں تمہیں اپنے پیارے وطن کی خوشبو ملتی رہے گی۔"

اس نے پوچھا۔ "میں کہاں ہوں؟"

"تم اپنے ملک، اپنے شہر میں ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "کیا میں تل ابیب میں ہوں؟"

"ہاں اور اپنی ماں کے پاس ہو۔ وہ دیکھو تمہاری ماما تشریف لا رہی ہوں۔"

کمانڈو ایکس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ شیبا نے اُدھر دیکھا۔ کھلے ہوئے دروازے سے اس کی ماما موریا آرہی تھی اور مسکراتے ہوئے بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں بانہیں پھیلائے ہوئے تھی۔ شیبا فوراً ہی بستر سے اتر کر دوڑتی ہوئی گئی اور ماں سے لپٹ گئی۔

وہ نہایت ہی خوشی کا موقع تھا۔ بچھڑی ہوئی ماں بیٹی مل رہی تھیں اور خوشی کے مارے رو رہی تھیں۔ وہ روتے روتے، مسکراتے مسکراتے کہہ رہی تھی۔ "کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں یا سچ مچ اپنی ماما کے سینے سے لگی ہوئی ہوں۔"

"تم اپنے وطن میں، اپنے شہر میں اور اپنی ماں کی آغوش میں ہو۔"

اگرچہ کمانڈو ایکس نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ اسرائیل میں ہے لیکن اسے سن کر بھی یقین نہیں آیا تھا۔ وہ بے یقینی کا اظہار کرنا چاہتی تھی مگر ماں کو دیکھ کر بھول گئی تھی پھر ماما کے گلے سے لگتے ہی کچھ یاد نہیں رہا تھا۔ اب جو ماما نے کہا کہ وہ اپنے ملک، اپنے شہر اور اپنی ماں کی آغوش میں ہے تو اس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ وہ یکبارگی اس سے الگ ہو کر اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "کیا، میں بابا صاحب کے ادارے میں نہیں ہوں؟"

ماں نے کہا۔ "اس ادارے کو بھول جاؤ۔ سمجھ لو تم نے خواب دیکھا تھا۔ اب آنکھ کھل گئی ہے۔ تم اپنے لوگوں میں ہو۔"

وہ اپنے سر کے پچھلے حصے کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی۔ "میں سمجھ گئی میرے سر کی تکلیف بتا رہی ہے، مجھے بے ہوش کرنے کے بعد اغوا کیا گیا ہے۔"

ماما نے کہا۔ "فرہاد کا طلسم توڑنے اور شیخ الفارس کی قید سے نکالنے کا یہی ایک راستہ تھا۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی۔ "مگر میری مرضی کے خلاف وہاں سے کیوں لایا گیا ہے؟"

"قوم اور ملک کے معاملات میں کسی بھی فرد کی اپنی مرضی نہیں چلتی۔ ملک کا ہر فرد اپنے ذاتی اور گھریلو معاملات میں آزاد ہوتا ہے لیکن اپنی قوم کے وقار اور ملک کی سلامتی کا مسئلہ درپیش ہو تو پھر اس کی ذاتی آزادی ختم ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے وطن کی ترقی اور سلامتی کے لیے وقف ہو جاتا ہے۔ تمہیں بھی یہاں کے لیے وقف ہو جانا چاہیے۔"

وہ غصے سے پیچھے ہٹ کر بولی۔ "یہاں سے دور رہ کر بھی ملک کے لیے کام کیا جا سکتا ہے، کیا میں نے بابا صاحب

کے ادارے میں رہ کر اپنے ملک کو، اپنی قوم کو نقصان پہنچایا ہے؟"

"نقصان نہیں پہنچایا تو فائدہ بھی نہیں پہنچایا ہے۔ اب ہم چاہتے ہیں تمہاری صلاحیتوں سے ہم سب کو فائدہ پہنچے۔"

اس نے کمانڈو ایکس اور تیسرے تین افراد کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں جانتی تم سب کون ہو، اتنا سمجھ گئی ہوں، میرے ہم مذہب، ہم وطن ہو۔ میں ایک عقل کی بات سمجھاتی ہوں۔ میری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا ہے تو مجھے میری مرضی کے مطابق وہیں پہنچا دو جہاں سے لائے ہو۔ میں وعدہ کرتی ہوں، میرے ملک کو، میرے مذہب کو، میری قوم کو میری صلاحیتوں سے بڑے فائدے پہنچیں گے۔ نقصان کبھی نہیں پہنچے گا۔ اگر زبردستی کام لینا چاہو گے، مجھ پر ظلم کرو گے تو فرہاد تم لوگوں کو نہیں چھوڑے گا۔"

کمانڈو ایکس نے کہا۔ "ساری خرابی کی جڑ یہی ہے کہ تم فرہاد کی حمایت کرتی ہو۔ جہاں تک ہمارا اندازہ ہے، تم فرہاد سے محبت کرنے لگی ہو۔ وہ مسلمان ہے اور تم یہودی، کیا تمہیں اس میں کوئی بے غیرتی نظر نہیں آتی؟"

"پہلے نظر آتی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ میری ہی قوم اور میرے ہی مذہب کا پیشوا میری ماں کو قتل کرانا چاہتا ہے، میرے باپ کو قتل کرا چکا ہے اور کبھی مجھ سے کوئی فائدہ نہ پہنچا تو مجھے بھی ہلاک کرنے سے باز نہیں آئے گا تو یہ بات سمجھ میں آگئی کہ دشمن اور شیطان ہر مذہب اور ہر قوم میں ہوتے ہیں، مسلمانوں میں بھی ہیں لیکن مجھے وہاں ایک ایسا فرشتہ لاجس نے میری جان بچائی۔ مجھے زندگی کا ایسا راستہ دکھایا، جہاں میں ایک صحت مند زندگی گزار رہی ہوں۔"

"تمہارے منہ میں فرہاد کی زبان بول رہی ہے۔"

"نہ تو فرہاد میرے دماغ میں ہے اور نہ ہی میں اس کی حمایت کر رہی ہوں۔ میں ایک عرصے تک بابا صاحب کے ادارے میں رہتی آئی ہوں۔ وہاں شیخ صاحب نے مجھے میری قوم کے خلاف اور میرے مذہب کے خلاف کام کرنے کے لیے نہیں کہا۔ کبھی ہماری برائی نہیں کی۔ میں تو غیر یہودی ہوں، فرہاد چاہتا تو وہ ہمارے خلاف بہت کچھ کر سکتا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کا کوئی فرد اسرائیل کا رُخ نہیں کرتا۔ ہاں جب انھیں چھیڑا جاتا ہے تو وہ جوابی کارروائی کرتے ہیں اور مسٹر کمانڈو ایکس، تم لوگوں نے پھر فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والوں کو چھیڑا ہے۔ خیریت اسی میں ہے کہ مجھے بحفاظت وہاں پہنچا دو، ہم سب دوست بن کر رہیں گے۔"

"دوستی قائم رہے گی۔ اُدھر فرہاد کی ٹیلی پیتھی ہو گی، اِدھر تمہاری۔ دونوں طرف طاقت کا توازن رہے گا، رہ گئی یہ بات کہ تم فرہاد سے کیوں متاثر ہو تو یہ جوانی کی عمر ایسی ہی ہوتی ہے، لڑکیاں شہ زور اور غیور مردوں پر جان دیتی ہیں، یہاں بھی ایسے جوانوں کی کمی نہیں ہے۔ ابھی تم یہاں رہ کر دیکھتی جاؤ گی۔ ہم تمہاری منہ زور جوانی کے دریا کو دوسری طرف موڑ دیں گے۔"

شیبا نے گھور کر پوچھا۔ "تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "میں سب کے سامنے نہیں کہہ سکتا۔ تم خیال خوانی کی پرواز کرو، میرے دماغ میں پہنچ جاؤ، تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

وہ پھر گھورتے ہوئے کمانڈو ایکس کے سر کو دیکھنے لگی۔ اس نے کہا۔ "لیکن ایک بات بتا دوں۔ میں دوست ہوں، محافظ ہوں، تمہارا تابعدار ہوں مگر اتنی دوستی نہیں کرتا کہ بغیر اجازت اپنے قریب آنے دوں۔ جب بھی میرے دماغ میں آنا چاہو تو پہلے اجازت حاصل کر لیا کرو۔"

"اس کا مطلب ہے، تم دماغ کے دروازے بند کر لیا کرتے ہو۔"

وہ مسکرانے لگا۔ شیبا نے اس کے سر کو غور سے دیکھتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہی مگر سر دُکھنے لگا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر آنکھیں بند کر لیں۔ کمانڈو ایکس نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے، میرا ہاتھ کچھ بھاری پڑ گیا تھا۔ تمہارے سر میں یقیناً شدید تکلیف ہو گی۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ابھی خیال خوانی کرو۔ پہلے اچھی طرح آرام کرو۔ دوائیں کھاؤ، صحت یاب ہو جاؤ۔ اس کے بعد میرے دماغ کی تنہائی میں چلی آنا۔"

اس نے اپنے تین ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ اسرائیلی حکومت کے اعلیٰ افسران ہیں۔ مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمہیں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے۔ تمہیں بہت کچھ سمجھانا چاہتے ہیں لیکن اپنی آواز تمہیں اور فرہاد کو سنا نہیں سکتے۔ جب تم دوست بن جاؤ گی اور ہم تم پر اندھا اعتماد کرنے لگیں گے تو سب کی آوازیں سن سکو گی اور فرہاد کی ٹیلی پیتھی سے اپنے ان اعلیٰ افسران کو محفوظ رکھ سکو گی۔ ابھی ہم جا رہے ہیں تم اپنی ماما سے باتیں کرو۔"

وہ جانے لگا۔ پھر اس نے دروازے کے پاس رک کر کہا۔ "شیبا! آج رات تمہاری آمد کے سلسلے میں جشن منایا جائے گا۔ ایک شاندار پارٹی کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ وہاں تم دیکھو

گی کہ تمھارے چاہنے والے کتنے ہیں۔ یہاں کی کنیزیں آج رات تمھیں پارٹی کے لیے تیار کریں گی۔"

وہ چاروں چلے گئے۔ ماما نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "بیٹی! تمھیں تکلیف ہے۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ اپنی ماما کا ہاتھ تھام کر پلنگ کی طرف آئی پھر وہاں بیٹھتے ہوئے بولی: "آپ سے مل کر مجھے جتنی روحانی مسرت ہو رہی ہے۔ اتنی ہی دلی اور دماغی تکلیف پہنچ رہی ہے۔ آپ نے مجھے یہاں بلانے کے لیے ان محبت کرنے والوں سے جدا کر دیا جو میرے لیے بے لوث کام کرتے تھے میری صحت، میری سلامتی کا خیال رکھتے تھے۔"

"یہاں بھی تمھیں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔ لوگ تم سے اتنی محبت کریں گے کہ تم سب کو بھول جاؤ گی۔"

"ماما، میں تم سے محبت کرتی ہوں، کیا میں نے بابا صاحب کے ادارے میں جا کر وہاں کوئی دوسری محبت کرنے والی ماں بنائی تھی؟"

"نہیں بیٹی، ممتا نچھاور کرنے والی ایک ہی ماں ہوتی ہے۔"

"اسی طرح دل نچھاور کرنے والا ایک ہی آئیڈیل ہوتا ہے آپ سب دھوئی کر رہے ہیں کہ میری محبت کا رُخ بدل جائے گا۔ یہاں میرے ایک نہیں سیکڑوں آئیڈیل ہوں گے اس کا مطلب یہ ہے، میں یہاں محبت کی دکان سجاؤں گی اور سیکڑوں دلوں کا سودا کروں گی۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ یہاں تمھارے سامنے بے شمار خوبرو جوان آتے جاتے رہیں گے۔ کسی نہ کسی پر تمھارا دل آئے گا اور جس پر دل آئے گا وہ فرہاد سے ہزار ہا درجے بہتر ہوگا۔"

شیبا نے طنزیہ انداز میں کہا: "پھر تو میرا دل کمانڈو ایکس پر آنا چاہیے۔ خوبرو ہے۔ صحت مند ہے، قد آور ہے، اتنا دلیر ہے کہ بابا صاحب کے ادارے میں گھس کر وہاں سے مجھے لے آیا۔"

"بے شک، وہ فرہاد سے کسی طرح کم نہیں ہے بلکہ اس سے برتر ہے۔ جب وہ تمھیں لارہا تھا تو فرہاد خیال خوانی کے ذریعے موجود تھا لیکن وہ کمانڈو ایکس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔"

میں نے چبھتے سے کہا: "وہاں تمھاری زندگی اور موت کا سوال تھا۔ کمانڈو ایکس نے کہہ دیا تھا اگر شیبا اسے حاصل نہ ہوئی تو ہمیں بھی نہیں ہوگی۔ وہ تمھیں گولی مار دے گا اس نے تمھاری کنپٹی سے ریوالور لگا رکھا تھا۔ کیا میں تمھاری جان جانے دیتا؟"

"میں سمجھ رہی ہوں۔ تم نے جو کچھ بھی کیا میری سلامتی کے لیے کیا اور مجھے یقین ہے، تم مجھے یہاں سے نکال لے جاؤ گے۔"

کمانڈو ایکس پھر آگیا۔ اس نے کہا: "مجھے افسوس ہے، میں ماں بیٹی کی تنہائی میں مخل ہو رہا ہوں لیکن علاج بھی ضروری ہے۔ ڈاکٹر صاحب تشریف لائے ہیں۔"

ایک ڈاکٹر کمرے میں آیا۔ اس کا اسسٹنٹ ایک بڑا سا بیگ اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ سب پلنگ کے قریب آگئے۔ ڈاکٹر نے قریب آکر شیبا کے سر کے پچھلے حصے کو دیکھا۔ پہلے مرہم پٹی کی جا چکی تھی۔ دوبارہ بھی کی گئی۔ کھانے کے لیے کچھ دوائیں دی گئیں۔ ڈاکٹر نے انجکشن لگاتے ہوئے کہا: "یہ زخم جلد ہی بھر جائیں گے۔"

کمانڈو ایکس نے کہا: "آج مس شیبا ایک اہم تقریب میں شریک ہونے والی ہیں۔"

"کوئی بات نہیں، دو گھنٹے بعد ایک اور انجکشن دوں گا۔ اس کے بعد سر میں تکلیف کا احساس نہیں رہے گا۔"

شیبا نے کہا: "ڈاکٹر! تکلیف اب بھی نہیں ہے، یہ انجکشن اثر دکھا رہا ہے۔ لیکن میں خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ آخر میرا دماغ اتنا کمزور کیسے ہو گیا ہے؟"

اس نے پیار سے تھپکتے ہوئے کہا: "فکر نہ کرو۔ ایسا ہوتا ہے۔ آج کی پارٹی اٹینڈ نہ کرلو۔ کل صبح تک خیال خوانی کے قابل نہ ہوئیں تو میں دوائیں تبدیل کر دوں گا۔"

وہ اپنے اسسٹنٹ کے ساتھ وہاں سے جانے لگا۔ اسی وقت اس کی سوچ نے کہا: "میں خیال خوانی کر سکتی ہوں، میں اپنی ماما کے دماغ میں پہنچ سکتی ہوں۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "شیبا! ٹھیک وقت پر آئی ہو۔ تمھاری سوچ کی لہروں کو آتے جاتے رہنا چاہیے۔"

خواب گاہ کے بستر پر بیٹھی ہوئی شیبا گم صم تھی۔ میں نے اسے سوچ کے ذریعے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ابھی بظاہر نہ کرو کہ تم خیال خوانی کر سکتی ہو۔"

اس نے پوچھا: "چھپانے سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"دو فائدے ہیں۔ انھیں پوری طرح یقین ہو جائے کہ تم خیال خوانی کے قابل نہیں رہی ہو تو شاید وہ تمھیں بے کار سی چیز سمجھ کر بھلا دیں اور وہاں سے جانے کی اجازت بھی دے دیں۔"

"یہ کبھی نہیں ہوگا۔ اگر میں ناکارہ ثابت ہوئی تب بھی وہ مجھے نہیں چھوڑیں گے۔ جس طرح لوگ بے کار سی چیز کو بھی اپنے گھر کے اسٹور روم میں رکھ لیتے ہیں، اسی طرح وہ مجھے رکھ چھوڑیں گے۔"

"بہر حال تم یہ دیکھ سکو گی کہ آج جو تمھاری قدر کی جا رہی ہے، کیا اسی طرح کل بھی تمھیں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا اور میں نہیں چاہتا، تم خیال خوانی کا مظاہرہ کرو اور وہ تمھاری صلاحیت سے ناجائز فائدہ اٹھائیں۔"

"فرہاد ایسا نہ کہو۔ یہ میرے لوگ ہیں، میرا ملک ہے۔ میری قوم ہے۔ میں انھیں اپنی صلاحیتوں سے وہ فائدہ پہنچانا چاہتی ہوں جس سے تم لوگوں کو نقصان نہ پہنچے۔"

"ان کی پابندیوں میں رہ کر کام کرو گی تو ایک دن پچھتاؤ گی۔ میری طرح آزاد رہنا سیکھو۔ میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتا ہوں۔ شیخ صاحب کا بہت احترام کرتا ہوں۔ اس کے باوجود ادارے میں نہیں رہتا، آزادی سے گھومتا پھرتا ہوں تم بھی یہی آزادی اختیار کرو۔"

اس نے تائید کی: "درست کہتے ہو، میرا دل بھی یہی چاہتا ہے تمھاری طرح آزاد رہوں۔ اپنی مرضی سے کسی کے کام آؤں۔ دل نہ چاہے تو اپنی راہ چلتی رہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ میں تمھاری ہی طرح سوچنے لگی ہوں۔"

"جو عورت اپنے مرد کی طرح سوچتی ہے، اس کا مرد بھی ہم مزاج ہوتا جاتا ہے۔ شاید اسی لیے میں تمھاری طرح سوچنے لگا ہوں۔"

"بھلا تم کیسے میری طرح سوچتے ہو؟"

"ایسے کہ تمھارا ملک، تمھاری قوم اور تمھارے رشتے دار سب میرے اپنے ہیں۔ اگر اسرائیلی حکام تم سے کوئی ایسا کام لینا چاہیں جس سے تمھارے ملک کو فائدہ پہنچتا ہو اور اس سے کسی دوسرے کو نقصان نہ پہنچتا ہو تو ہم دونوں ان کے کام آئیں گے۔"

وہ سن رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی، پھر کہنے لگی: "میں نے تمھیں محبت سے جیت کر ساری دنیا جیت لی ہے۔"

"اب آرام کرو، میں رات کو کسی وقت آؤں گا۔"

وہ آرام سے بستر پر دائیں کروٹ لیٹ گئی۔ میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا: "کون ہے؟"

جواب میں پھر دستک سنائی دی۔ آنے والی اپنی آواز نہیں سنانا چاہتی تھی۔ میں نے پھر شرارت سے پوچھا۔ "کون ہے؟"

دوسری طرف سے ترکی زبان میں کچھ کہا گیا۔ وہ آواز، وہ لہجہ سنتے ہی میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں نے فوراً ہی دروازے کو کھول دیا۔ جس کے لیے دل دھڑکا تھا وہ سامنے کھڑی تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سونیا یوں اچانک میرے سامنے چلی آئے گی۔ اس نے ہاتھ میں کاغذ کی ایک پرچی پکڑی ہوئی تھی۔ اسے میری طرف بڑھا دیا۔ انگریزی زبان میں لکھا تھا۔

"خبردار! اپنے وعدے پر قائم رہنا۔ میرے دماغ میں کبھی سنا نا۔"

میں نے پڑھنے کے بعد اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ اسے اندر لے آیا۔ آہستگی سے پوچھا: "یہ کیا تک ہے۔ تم مجھے دماغ میں آنے کیوں نہیں دیتیں؟"

اس نے ترکی زبان میں جو کچھ کہا، اسے اشارے سے بھی ادا کرتی گئی۔ اشاروں کی زبان مشکل سے سمجھ میں آتی ہے۔ مگر میں نے سمجھ لیا۔ وہ کہہ رہی تھی: "میں تمھارے سامنے آگئی ہوں۔ دماغ میں آنے کی کیا ضرورت ہے؟"

اس نے پھر کلمے کی انگلی اٹھا کر تنبیہہ کے انداز میں مجھے دیکھا۔ میں نے کہا: "اچھا تمھاری خوشی میری خوشی ہے۔ میں زبان کا دھنی ہوں۔ جب وعدہ کیا ہے تو خیال خوانی نہیں کروں گا مگر تم بوائلی کھوپڑی۔ پتا نہیں میری ٹیلی پیتھی سے چھپ کر کیا چکر چلا رہی ہو؟"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا پھر یاس آکر کہنے لگی: "میں بدلے ہوئے لہجے میں انگریزی بولوں تو؟"

زندگی زندگاں کے لیے ایک نمانہ گزیدہ کی خوں رنگ سرگزشت

ایک مقبول سلسلہ

بابر زماں خاں کی آپ بیتی، جگ بیتی

قیمت فی حصہ ۵ روپے ڈاک خرچ ۱ روپے

کتابی صورت میں شائع ہو گئی ہے۔

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

"کم از کم گونگا پن ختم ہو جائے گا۔"

"اوں ہوں، وعدہ کرو، بدلے ہوئے لہجے کو بھی گرفت میں نہیں لو گے اور ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کرو گے۔"

"وعدہ کرتا ہوں۔ خاموشی توڑ دو۔ بچھڑنے کے بعد ملی وجی بھر کے چہکتی رہو۔"

وہ ہنستے ہوئے آہستگی سے بولی۔ "میں نہیں چاہتی، میری آواز باہر جائے۔ اسی لیے گونگی رہنا چاہتی ہوں۔ اس کم بخت لیڈی سیکریٹری نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو مشکل ہو جائے گی۔ میں یہاں میک اَپ میں رہتی ہوں۔"

"وہ اچانک آ جائے تو؟"

"مجھے میک اَپ میں چند سیکنڈ لگیں گے اور صورت بدل جائے گی۔ میں ریڈی میڈ میک اَپ ہمیشہ اپنے پرس میں رکھتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چُپ ہو گئی۔ میں بھی چپ رہا۔ ہم اپنی آواز باہر تک پہنچانا نہیں چاہتے تھے۔ میں نے خاموشی اور تنہائی میں محسوس کیا جیسے میرے پاس سونیا نہیں ہے۔ اس کی ادائیں مختلف تھیں اور لہجہ تو اس نے بدل ہی لیا تھا۔ یوں لگتا تھا، ایک نئی عورت ایک نئے سراپے کے ساتھ میرے پاس ہے مگر اپنے اوپر سونیا کا خول چڑھا رکھا ہے۔ میں نے اس کے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا۔ وہ... تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی۔ "کیا کر رہے ہو؟"

میں نے اُسے اپنے چہرے سے ذرا دور رکھ کر گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"تم سمجھتے ہو، میں کوئی اور ہوں؟"

"کوئی اور نہیں ہو تو سونیا کی اداؤں کے ساتھ میرے پاس رہو۔"

"تم ہمیشہ تبدیلی چاہتے ہو۔ اگرچہ اپنی ساتھیوں کو بے حد چاہتے ہو۔ اس کے باوجود جگہ بھی بدلتے ہو، ساتھی بھی بدلتے ہو۔ تم ایک موڈ میں، ایک ماحول میں، ایک ہی ساتھی کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتے۔ چونکہ تم تبدیلی چاہتے ہو اس لیے میں انداز بدل کر آئی ہوں۔"

میں نے اس کے قریب جھک کر سرگوشی میں کہا۔ "مگر حواسیں بے اختیار ہوتی ہیں، ماہیں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔"

"میرے لیے کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ تم خوا مخواہ بحث نہ کرو۔"

میں اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس نے تنبیہہ کے انداز میں انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔ "دیکھو، تم میرے دماغ میں پہنچنا چاہتے ہو۔ یہ بُری بات ہے۔"

"میں خیال خوانی نہیں کر رہا ہوں۔ تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"جب تمہیں اپنا انداز، اپنی ادائیں، اپنی آواز اور اپنا لہجہ بدلنا ہی تھا تو اصلی صورت میں کیوں آئیں؟"

"تم میرے لیے پریشان تھے۔ میری خیریت معلوم نہیں ہو رہی تھی۔ اس لیے یہی صورت لے کر آئی ہوں۔ باقی سب مختلف ہے۔ اب تمہارے سامنے اپنی سونیا بھی ہے اور کوئی ایسی پرائی عورت بھی، جو تمہارے لیے نئی نئی سی ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لو کہ مرد کو اپنی عورت پرانی اور دوسری عورت نئی لگتی ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مانتا ہوں، تم سونیا ہو۔ ایسی سچی اور کھری باتیں تم ہی کر سکتی ہو۔ اب کام کی باتیں کرو۔ تم نے لیڈی روزینہ کے متعلق کیا معلومات حاصل کی ہیں اور یہاں کیا کرتی پھر رہی ہو؟"

"روزینہ بہت گہری عورت ہے۔ یہاں چند خاص عورتیں ایسی ہیں جو یہاں کی نوجوان لڑکیوں کو اپنے کنٹرول میں رکھتی ہیں، ان کی نگرانی کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک مادام مریم ہے۔ اس کا تعلق ریڈ یادر کے باس سے تھا۔ وہ یہاں سے چلی گئی۔ اس کی جگہ میں آ گئی۔ کل رات سے یہاں ہوں۔ اتنی جلدی لیڈی روزینہ کے متعلق مکمل معلومات حاصل نہیں کر سکتی۔"

"کیا ماسٹر کی سے اس کا تعلق ہے؟"

"ماسٹر کی یہیں کسی قریبی علاقے میں موجود ہے۔ وہ ہم دونوں کو ٹریپ کرنے کے لیے طرح طرح کے جال بچھا رہا ہے۔ یہاں کے جتنے غنڈے، بدمعاش اور چھوٹی بڑی تنظیم کے سربراہ ہیں، سب کو خرید رہا ہے۔ اسی طرح اس نے لیڈی روزینہ سے بھی سودا کیا ہے۔ اگر وہ تمہیں اس کے حوالے کر دے تو وہ دس لاکھ امریکی ڈالر نقد، پانچ لاکھ کے ہیرے جواہرات اور پانچ لاکھ ڈالر کا جدید خود کار اسلحہ فراہم کرے گا۔"

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ جب کہ ہم دونوں کے سروں کی قیمت کروڑوں تک پہنچتی ہے۔ کسی بھی بڑی خطرناک تنظیم کا سربراہ ہمارے لیے اپنا گھر پھونک سکتا ہے۔"

"لیڈی روزینہ اپنے فارم تک محدود ہے۔ یہاں آزاد اور خود مختار ملکہ کی حیثیت سے خوش ہے۔ چند مردوں اور عورتوں پر حکمرانی کرتی ہے۔ یہی اس کے لیے باعث تسکین ہے۔ ماسٹر کی اس کی محدود خوشیوں کا اندازہ لگاتے ہوئے صرف بیس لاکھ

ڈالر خرچ کر رہا ہے۔"

"کیا وہ لیڈی سیکریٹری ماسٹر کی سے تعلق رکھتی ہے؟"

"ہاں، اس کی خاص ایجنٹ ہے۔ اسی کے ذریعے دونوں کے درمیان رابطہ قائم ہوتا ہے۔ مجھے پتا چلا ہے، آج رات روزینہ ماسٹر کی سے کہیں ملاقات کرے گی۔"

"یعنی آج کی رات بہت اہم ہے۔ اگر ہم کسی طرح لیڈی روزینہ کا تعاقب کریں تو ماسٹر کی تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں یہی کہنے آئی ہوں۔ آج رات جاگتے رہنا۔ تمہاری... خواب گاہ کے پچھلے دروازے پر کوئی آئے گی۔ تم اس کے ساتھ یہاں سے نکل جانا۔"

"تم نہیں آؤ گی؟"

"میں دوسری جگہ مصروف رہوں گی۔ ابھی یہاں سے جاتے ہی مادام مریم کا یہ بھیس بھی اتار دوں گی۔"

"تم کہاں رہو گی، کس روپ میں ملاقات کرو گی؟"

"میری فکر نہ کرو۔ کہیں نہ کہیں ملاقات ہو جائے گی۔"

"ابھی لیڈی روزینہ کہاں ہے؟"

"وہ سو رہی ہے۔ وہ روزانہ دوپہر تین بجے سے رات کے آٹھ بجے تک سوتی ہے۔ پھر صبح تک جاگتی ہے۔"

"یہ سونے جاگنے کا کون سا وقت ہے؟"

"اس کی اپنی مجبوریاں ہیں۔ چونکہ اندھیرے میں دیکھ سکتی ہے اس لیے صبح تک بے خبر رہ کر اپنے تمام اہم کام نمٹانے کی کوشش کرتی ہے۔ اسی لیے اس نے رات ہی کو ماسٹر کی سے ملاقات کا وقت مقرر کیا ہے۔"

"کیا وہ مقررہ وقت تمہیں معلوم ہے؟"

"معلوم ہو جائے گا۔ جب بھی پچھلے دروازے پر کوئی تین بار ہولے ہولے دستک دے، دروازہ کھول کر اس کے ساتھ نکل جانا۔"

دروازے پر دستک کی بات ہوتے ہی دستک سنائی دی۔ سونیا ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر دھیمی سرگوشی میں بولی۔ "شاید لیڈی سیکریٹری آ گئی ہے۔ میں باتھ روم میں جا رہی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی باتھ روم میں چلی گئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ میں نے آگے بڑھ کر اپنے کمرے کے دروازے کو کھولا۔ وہاں وہی سیکریٹری کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ میں نے ناگواری سے کہا۔ "نظریں نیچی کر دیا دیکھنے کا انداز بدل لو۔ میں یہاں قیدی نہیں مہمان ہوں۔"

وہ فوراً ہی دیکھنے کا انداز تبدیل کرتے ہوئے بولی۔ "کیا مادام مریم آئی ہے؟"

"میں کسی مادام کو نہیں جانتا۔ یہاں تو بات کرنے والی صرف تمہی ایک ہو۔ باقی اجنبی زبان بولتی ہیں۔"

اس نے کمرے میں اگر چاروں طرف دیکھا۔ باتھ روم کے دروازے پر بھی نظر ڈالی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا یہاں ایسی کوئی عورت ہے جو مجھ سے تنہائی میں مل سکے اور میری زبان میں گفتگو کر سکے؟"

"وہی ایک مریم ہے۔ اسی لیے پوچھنے آئی ہوں۔"

وہ باتھ روم کا دروازہ کھول کر وہاں بھی دیکھنا چاہتی تھی۔ لیکن میں اس کی سوچ بدلتا جا رہا تھا۔ آخر وہ پلٹ کر واپس چلی گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ باتھ روم کے دروازے پر آ کر دستک دیتے ہوئے کہا۔ "باہر آ سکتی ہو۔"

دروازہ کھلا تو میں چونک گیا۔ سونیا کی جگہ کوئی دوسری عورت نظر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کا رنگ بدل گیا تھا۔ ناک پھیل گئی تھی۔ اس نے ریڈی میڈ میک اَپ استعمال کیا تھا۔ ہلکی سی تبدیلی کے باعث چہرہ کچھ سے کچھ ہو گیا تھا۔ وہ میرے ساتھ چلتی ہوئی خواب گاہ کے پچھلے دروازے تک آئی۔ میں نے اسے محبت سے رخصت کرنے کے بعد دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر گہری سانس لیتے ہوئے دروازے سے لگ کر سوچنے لگا۔ "کیا ابھی میرے پاس سونیا آئی تھی؟"

اس نے میرے ساتھ جتنا وقت گزارا تھا۔ میں نے اس وقت کے ایک ایک لمحے کا حساب کیا۔ اس کی ایک ایک ادا کو یاد کیا۔ میرا دل کہتا تھا، سونیا نہیں تھی۔ کوئی دوسری تھی بالکل نئی نویلی تھی۔

وہ تھی یا نہیں تھی مگر کوئی تو تھی اور جو کوئی بھی تھی، اس نے مجھے ایک خوبصورت سی الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ رہ رہ کر یاد آتی جا رہی تھی۔ شاید اسی لیے اس نے کہا تھا۔ "عورت وہی ہے جو نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد بھی مرد کو یاد آتی رہے۔ اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی عورت رہنے لگے۔"

شبلا نے دو گھنٹے تک آرام کرنے کے بعد غسل کیا تھا پھر اپنے حسن کے شایانِ شان عمدہ سا لباس پہن کر خواب گاہ سے نکل گئی تھی۔ اس کے ساتھ اس کی ماما اور دو لیڈی باڈی گارڈز تھیں۔ وہ اس کوٹھی کو دیکھنا چاہتی تھی جس میں قیام کر رہی تھی۔ وہ کوٹھی بہت ہی وسیع و عریض تھی۔ ہر کمرہ خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔ ڈرائنگ روم بھی قابلِ دید تھا۔ ہر کمرے میں اس کی تمام ضرورتوں کا سامان موجود تھا۔

اس رہائش گاہ کے مطابق وہاں کی کنیزیں بھی خوبصورت اور سلیقہ شعار تھیں۔ ان میں سے کوئی زلفیں سنوارنے والی تھی، کوئی سولہ سنگھار کرانے والی، کوئی تاخن کاٹنے والی، کوئی غسل کرانے والی اور کوئی بہترین لباس زیب تن کرانے والی تھی۔ وہاں کتنی ہی ڈیزائنر عورتیں تھیں جو اس کے لیے لباس اور اس کے حسن کی آرائش کے متعلق طرح طرح کے مشورے دینے کے لیے موجود تھیں۔ وہاں ایسی عورتیں بھی تھیں جو اسے یوگا کی مشقیں کراسکتی تھیں۔ تاکہ جسمانی حسن بڑھاپے تک سلامت رہے اور ایسی مسلح عورتیں بھی تھیں جن کا نشانہ کبھی چوکتا نہیں تھا اور جو خالی ہاتھ رہ کر بھی خطرناک دشمنوں سے ٹکرا سکتی تھیں۔ ابھی اس کے ساتھ دو مسلح باڈی گارڈز فوجی وردی میں تھیں۔ ان میں سے ایک آگے چل رہی تھی۔ دوسری پیچھے تھی۔ ان کے درمیان شیبا اپنی ماما کے ساتھ چل رہی تھی۔ وہ رہائش گاہ کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی۔ وہ ڈرائنگ روم شاہانہ انداز سے سجا ہوا تھا۔ قیمتی صوفوں پر کئی افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ شیبا کو دیکھتے ہی اُٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ ان میں کمانڈو ایکس موجود تھا۔

اس نے استقبالیہ انداز میں آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "شیبا! یہاں آؤ۔ میں ان اہم افراد سے تعارف کراتا ہوں۔"

ان افراد میں کسی کا تعلق فوج سے تھا، کسی کا وزارتِ خارجہ سے تھا، کسی کا وزارتِ داخلہ سے تھا۔ تمام افراد حکومت کے اہم شعبوں سے تعلق رکھتے تھے۔ کمانڈو ایکس نے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "یہ حضرات بہت اہم ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ کبھی تمھیں غصہ آیا یا کبھی فرہاد نے تمھیں فریب کیا اور اپنے طور پر استعمال کرنے کی کوشش کی تو تمھارے ذریعے ان سب کے دماغوں میں پہنچے گا اور ہمیں نقصان پہنچائے گا لیکن یہ حضرات اپنے اپنے شعبوں کی فرسٹ لائن سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے پیچھے لاسٹ لائن موجود ہے۔ ہماری تمام باتیں ان کے کانوں تک پہنچتی جارہی ہیں۔"

کمانڈو ایکس نے اسے ایک صوفے پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ وہ آرام سے بیٹھ گئی۔ پھر اس نے کہا۔ "یہ تمام حضرات تم سے اہم معاملات میں گفتگو کریں گے۔ اپنے منصوبے پیش کریں گے۔ اس پر تم سے بحث و مباحثہ ہوگا۔ اگر تمھیں اپنے ملک اور قوم سے محبت ہوگی تو ان منصوبوں پر عمل کروگی۔ نہیں کروگی تب بھی ہماری حکومت کے مختلف اہم شعبوں کے افسران کو ٹیلی پیتھی سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ ہمیشہ لاسٹ لائن میں رہیں گے جو کہ پردۂ راز میں ہے۔"

اس کی ماما نے قریب آکر کہا۔ "بیٹی یہ سرکاری معاملات ہیں، ان سے میرا تعلق نہیں ہے۔ تم سوچ سمجھ کر باتیں کرو۔ یہ سب تمھارے دوست ہیں۔ مہربان ہیں اور تمھارے پسینے کی جگہ اپنا خون بہا دینے کے لیے تیار ہیں۔ اگر ماضی میں اپنے کسی ایک شخص سے تمھیں تکلیف پہنچی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سب ہی ایسے ہوتے ہیں۔ تمھیں جتنی بھی محبت اور وفاداریاں ملیں گی وہ اپنوں سے ملیں گی۔ میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔"

ماما نے بڑی ممتا سے کہا۔ کے سر پر ہاتھ رکھا۔ پھر دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی۔ کمانڈو ایکس نے دونوں زنانہ باڈی گارڈز کو اشارہ کیا۔ وہ بھی چلی گئیں۔ ایک شخص نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "مس شیبا! سب سے پہلے ہماری مبارک باد قبول کرو۔ تم اپنے وطن واپس آگئی ہو۔ تمھاری واپسی ہمارے لیے کتنی مسرتیں لائی ہے اس کا ہم لفظوں میں اظہار نہیں کرسکتے۔ ہم تمھارے جس طرح کام آتے رہیں گے یہ آنے والا وقت بتائے گا۔"

دوسرے شخص نے کہا۔ "ہم مانتے ہیں، بابا صاحب کے ادارے میں تمھیں بڑی محبتیں ملی ہیں لیکن یہ تو سوچو، وہاں تمھیں اتنی محبت اور اپنائیت کیوں ملی؟ غور کرو تو پتا چلے گا۔ محض تمھاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کی وجہ سے ورنہ تمھاری جیسی حسین ترین لڑکیاں اسرائیل میں بے شمار ہیں۔ ان میں سے کوئی لڑکی وہاں جائے تو اسے کبھی بھی وہ محبت اور اپنائیت نہیں ملے گی۔ میں مختصر الفاظ میں سمجھانا چاہتا ہوں۔ اپنوں سے جو محبت ملتی ہے وہ صلاحیتوں کے بغیر بھی ملتی ہے۔ جب تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھیں تب بھی تمھیں ایک ہاسٹل میں بڑے پیار و محبت سے رکھا گیا تھا۔ اچھی طرح تمھاری نگرانی ہوتی تھی۔ یہاں کے متعلقہ افسران نے تمھاری پرورش میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ذرا سوچو، انھوں نے ایسا کیوں کیا؟"

اس نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا۔ "مس شیبا! اس لیے کہ تم ہماری ہو۔ ہماری ہم مذہب، ہماری ہم قوم اور ہماری ہم وطن۔ ہم اپنے ہاں کے بچوں اور بچیوں کو اسی لیے سرکاری ہاسٹل میں جگہ دیتے ہیں اور ان کی صلاحیتوں کو اُبھارتے ہیں تاکہ وہ باصلاحیت ہوکر وطن کے کام آئیں۔ ہماری کوششیں تمھارے ساتھ بار آور ہوئیں اور تمھیں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل ہو گئیں لیکن ہوا کیا؟ ہمارے ایک آدمی کی غلطی سے تم بدظن ہوگئیں۔ اور پرائے ہاتھوں میں چلی گئیں۔ ہم ایک سوال کرتے ہیں، کیا ایک آدمی کی غلطی کی سزا پوری قوم کو دوگی؟"

"ایک شخص کی غلطی سے میں کبھی اپنی قوم سے نفرت نہیں کرسکتی۔ میں آج بھی اپنے وطن، اپنے مذہب کی ہوں اور ہمیشہ ہوں گی اور ہمیشہ اپنی قوم کے کام آؤں گی لیکن ربی اسفندیار جیسا قتے دار شخص غلطی کرے تو دل ٹوٹ جاتا ہے اور آدمی بدظن بھی ہوجاتا ہے۔ جب اس کے مقابلے میں دوسری قوم سے، دوسرے مذہب والوں سے محبت اور اپنائیت ملے تو کیا مجھے ان کے گن نہیں گانے چاہئیں؟"

"یقیناً لیکن یہ تو سوچو، ایک ربی کی غلطی سے اور تمھاری نفرتوں سے فائدہ اٹھا کر انھوں نے تمھیں اتنی محبتیں دیں کہ تم ان کی ہوگئیں۔ یہ سب سیاسی چالیں ہیں۔ آج تمھارے پاس.... ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں نہ ہوں تو وہ تمھیں کبھی نہیں پوچھیں گے۔"

"جب وہ نہیں پوچھیں گے تو میں ان سے بھی نفرت کروں گی جس طرح آج ربی اسفندیار سے کرتی ہوں لیکن یہ بدلے کی باتیں ہیں۔ جب وہاں سے نفرت ملے گی تب دیکھا جائے گا۔ فی الحال آپ جو کہنا چاہتے ہیں وہ میں سننا چاہتی ہوں۔"

"سب سے پہلے ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں، تمھارے سر کی تکلیف کیسی ہے؟"

"بہت آرام ہے۔"

"کیا تم ہماری فرمائش پر خیال خوانی کا مظاہرہ کروگی؟"

وہ انکار کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "مظاہرہ کرو۔ میں تمھارے ساتھ ہوں۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی۔ "مگر تم نے تو منع کیا تھا۔"

"یہ جو موضوع چھیڑ رہے ہیں، جس طرح باتوں میں الجھا کر اپنے مطلب کی بات کرنا چاہتے ہیں اور تمھیں قائل کرنا چاہتے ہیں، اس کے پیشِ نظر میں نے فیصلہ بدل دیا ہے۔ تمھیں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔"

"کیا بہت دیر سے میرے پاس ہو؟"

"جب تم یہاں پہنچیں تو میں ان لوگوں کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ ان میں سے ہر ایک یہی سوچ رہا ہے کہ فرہاد کو تمھارے دل و دماغ سے نکال دینا چاہیے۔ میری تمھاری دوستی اسرائیلی حکمرانوں کے لیے مہنگی پڑے گی۔ وہ مجھ پر کبھی بھروسا نہیں کرسکتے۔"

"میں انھیں مجبور کردوں گی تو بھروسا کریں گے۔"

"میں تم سے پہلے بارہا انھیں آزما چکا ہوں۔ پہلے تو میں نے ان کی دوستی قبول نہیں کی تھی۔ جب قبول کی تو ان کی طرف سے دھوکا ملا۔"

"کیا میرے کہنے پر تم ایک بار پھر ان پر بھروسا نہیں کروگے؟"

"ضرور کردوں گا۔ تم چاہو گی تو پھر دوستی کروں گا لیکن ایک بات یاد رکھو۔ یہ تمھاری چھوٹی سے چھوٹی، بڑی سے بڑی خواہش پوری کرسکتے ہیں۔ تمھارے ہر حکم کی تعمیل کرسکتے ہیں لیکن یہ تسلیم نہیں کرسکتے کہ فرہاد تمھارا آئیڈیل رہے۔"

وہاں بیٹھے ہوئے تمام افراد اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک نے پوچھا۔ "مس شیبا! تم بہت دیر سے خاموش ہو۔"

وہ بولی۔ "آپ لوگوں نے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرنے کی فرمائش کی تھی۔ میں اب تک جتنی آوازیں سن چکی ہوں ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھتی رہی ہوں۔ یہاں ہر ایک کے خیالات ایک جیسے ہیں۔ آج جو موضوع میرے سامنے چھیڑا جارہا ہے، اس کے نتیجے میں مجھے قائل کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ فرہاد کا ساتھ چھوڑ دوں۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

وہ سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ کچھ لوگ اپنی جگہ پہلو بدل رہے تھے۔ کچھ سیدھے ہوکر بیٹھ گئے تھے۔ پھر ایک نے کہا۔ "تم واقعی دماغوں میں پہنچ کر ہمارے کچھ کہنے سے پہلے ہی سب کچھ سمجھ لیتی ہو۔"

"آپ لوگوں کو یقین آگیا ہو تو براہِ مہربانی اب خیال خوانی کی فرمائش نہ کرنا۔ میں کوئی فرمائشی پروگرام نہیں ہوں۔"

ایک نے کہا۔ "ہم جو تمھیں سمجھانا چاہتے ہیں، تم نے اس کا خلاصہ معلوم کیا۔ تم ذرا سی دیر کے لیے ہمارے دماغوں میں آئی تھیں لیکن پوری تفصیل معلوم نہیں کرسکتی تھیں۔ ہم تمھیں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔"

دوسرے شخص نے ہاتھ اٹھا کر کہنے والے کو روکتے ہوئے کہا۔ "پلیز، مجھے سمجھانے دو۔"

اس نے شیبا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بے بی! اگرچہ تم نے ایک غیر معمولی صلاحیت حاصل کی ہے۔ پھر بھی ہمارے لیے ایک ننھی سی بچی ہو۔ ہماری اولاد جیسی ہو۔ اگر تم غلطی کروگی تو ہم بزرگ ہیں، تمھیں اس راستے پر سے صحیح راستے پر لانے کی کوشش کریں گے۔ تم نے تاریخ پڑھی ہے۔ تم نے مذہبی کتابیں پڑھی ہیں۔ ان کتابوں پر غور کرو تمھیں پتا چلے گا کہ مسلمان کبھی ہمارے دوست نہیں ہوسکتے۔"

وہ بولی۔ "کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ہماری قوم یہود کی بے شمار غلطیوں سے ہم پر عذاب نازل ہوتے رہے۔ کیا ہم نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑیاں نہیں ماری ہیں، کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ بھائی بھائی کا قتل کردیتا ہے۔ کیا ہم ان کتابوں کی روشنی میں اپنے خون کے رشتوں پر بھروسا کرنا چھوڑ دیں۔ میرے محترم بزرگ، کتابیں ماضی کی عبرت ناک داستانیں سناتی ہیں تاکہ ہم آئندہ اپنے اعمال درست کرلیں۔ اگر ماضی میں ہم نے ایک دوسرے پر بھروسا نہیں کیا تو مستقبل میں کرسکتے ہیں۔ یہ اپنے اپنے عمل کی

بات ہے۔ آپ ایسی باتیں کر رہے ہیں جو میرے عملی تجربے کے خلاف ہیں۔ میں اس ادارے سے ابھی آئی ہوں۔ پھر میں کیسے سمجھ لوں کہ مسلمان یہودیوں کے دوست نہیں ہو سکتے؟"

ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا: "بیٹی! تمھارے منہ میں فرہاد کی زبان بول رہی ہے۔"

دوسرے شخص نے کہا: "شاید فرہاد تمھارے دماغ میں رہ کر تمھاری زبان سے بول رہا ہے۔"

"فرہاد میرے دماغ میں ہے مگر میں قسم کھا کر کہتی ہوں، جو کچھ کہہ رہی ہوں، وہ میرے دل کی آواز ہے۔"

"چلو، یہ تو معلوم ہوا کہ فرہاد ہمارے درمیان موجود ہے۔ ہم تمھارے ذریعے اس سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ ہم سے اسی طرح دوستی نبھائے گا جیسے تم ہماری بن کر رہو گی؟"

میں نے ان میں سے ایک شخص کے دماغ کو استعمال کیا، پھر اس کے ذریعے کہا: "میں فرہاد بول رہا ہوں اور یہ وعدہ کرتا ہوں کہ شیبا کی خوشی اور اس کی محبت کا جواب محبت سے دینے کے لیے میں ہر وہ کام کروں گا جو شیبا کہے گی۔ لیکن اس یقین کے ساتھ کہ شیبا ایسی کوئی بات نہیں کہے گی جس سے ایک کو فائدہ اور دوسرے کو نقصان پہنچے۔ کیوں شیبا! میں درست کہتا ہوں؟"

شیبا نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "میں بھی یقین دلاتی ہوں۔ میں اور فرہاد یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان محبت کا پُل بن کر رہیں گے لیکن کسی سیاسی معاملے میں مَوثر نہیں ہوں گے۔"

ایک افسر نے کہا: "ہمارے درمیان کن معاملات پر سمجھوتا ہوگا۔ یہ بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی ہم فرہاد سے پوچھنا چاہتے ہیں کیا وہ ہماری دعوت پر اسرائیل آنا پسند کرے گا؟"

"فرہاد کے بجائے میں جواب دیتی ہوں۔ کیا فرہاد کی دعوت پر آپ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں جانے کی اجازت دیں گے؟"

ایک افسر نے جھنجلا کر کہا: "کیا الٹا سوال کر رہی ہو؟"

"میرے اسی سوال کے جواب میں آپ کے سوال کا جواب موجود ہے۔"

ایک اور افسر نے کہا: "تم نادان ہو۔ سیاست کو نہیں سمجھتی ہو۔ ہم نے بڑی مشکلوں سے تمھیں حاصل کیا ہے اور اپنے وطن لے کر آئے ہیں۔ اب کوئی ایسا خطرہ مول نہیں لیں گے کہ کسی کی دعوت پر تمھیں باہر جانے دیں۔"

دوسرے نے کہا: "اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمھیں یہاں قید کیا گیا ہے، ہم تمھاری بھلائی چاہتے ہیں۔ تم ذرا صبر کرو، ہم تمھیں بہت جلد دوست اور دشمن کا اصلی چہرہ دکھا دیں گے۔"

وہ بولی: "یعنی آپ یہ ثابت کریں گے کہ فرہاد میرا دشمن ہے؟"

"یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی، پھر بولی: "جب وقت آئے تو کسی میٹنگ میں بلا لینا۔ آج کی میٹنگ کا موضوع تھا کہ مجھے فرہاد سے متنفر اور علیحدہ کر دیا جائے اور یہ میٹنگ ناکام ہوئی ہے، لہٰذا میں جا رہی ہوں۔"

ایک آفیسر نے فوراً ہی اُچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا: "تم نہیں جا سکتیں۔ یہ آدابِ محفل کے خلاف ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میز نے ایک زوردار دماغی جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی، وہ لڑکھڑا کر پیچھے صوفے پر گر پڑا۔ سب لوگ پریشان ہو کر اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ گئے تھے۔ کمانڈو ایکس دوڑتا ہوا اس شخص کے پاس گیا، پھر اسے سنبھالتے ہوئے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

شیبا نے کہا: "میں بتاتی ہوں۔ اس نے میرا راستہ روکنے کی حماقت کی تھی۔ میں نے ایک نمونہ پیش کیا ہے۔ مجھے یقین ہے اب کوئی ایسی حماقت نہیں کرے گا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھی اور شانِ بے نیازی سے چلتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔ باہر دو زنانہ باڈی گارڈز کھڑی ہوئی تھیں۔ اسے دیکھتے ہی اٹینشن ہو گئیں۔ وہ ان کے درمیان چلتے ہوئے جانے لگی۔ کمانڈو ایکس تیزی سے دروازے کے باہر آیا تھا پھر اسے جاتے ہوئے دیکھنے لگا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس روک کر کہا: "نہیں، میں اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

شیبا چلتے چلتے رُک گئی۔ پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔ میں نے اسے بتایا کہ اس کے دماغ میں جانا چاہتا تھا۔ اس نے انکار کر دیا۔

شیبا نے کہا: "بے شک تم اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہ دو مگر یاد رکھو، یوگا کی صلاحیتیں تمھارے لوگوں کو محفوظ نہیں رکھ سکیں گی۔ مجھے چیلنج کرو گے تو اُس لائن تک پہنچ کر دکھاؤں گی جو پردۂ راز میں ہے۔"

وہ پلٹ کر ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ میں نے شیبا سے کہا: "تم جاؤ، میں اسے دیکھتا ہوں۔"

میں ان افسران میں سے ایک کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے دیکھا، کمانڈو ایکس غصّے سے چلتا ہوا کمرے کے

اندر آیا۔ پھر اس نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "آپ لوگ اسکرین پر دیکھ رہے ہیں، آوازیں بھی سُن رہے ہیں، آپ نے دیکھا، شیبا کا ردِ عمل کیسا تھا۔ ابھی اس نے ڈرائنگ روم سے باہر جاتے جاتے چیلنج کیا ہے۔ اگر اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام ہوا اور اسے غصّہ دلایا گیا تو وہ لاسٹ لائن تک پہنچ کر دکھائے گی۔"

وہاں بیٹھے ہوئے اعلیٰ افسران بھی بے اختیار چھت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کے اس طرح دیکھنے سے لاسٹ لائن کے چھپے ہوئے اعلیٰ افسران نظر نہیں آ سکتے تھے۔ وہ تو وہاں سے نہ جانے کتنی دور کسی عمارت کے کسی کمرے میں بیٹھے ہوئے ان سب کو دیکھ رہے تھے اور ان کی باتیں سُن رہے تھے۔ انھوں نے کمانڈو ایکس کی باتیں بھی سنی ہوں گی لیکن اس کا جواب دینا ضروری نہیں تھا۔ انھیں گونگے بن کے رہنا تھا۔

کمانڈو ایکس نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے افسران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "فرہاد تم کسی کے اندر موجود ہو، میں تم سے پوچھتا ہوں، تم کیسے ہیرو ہو جو چھُپ کر رہتے ہو، عورتوں کی طرح زندگی گزارتے ہو۔ ارے مرد کے بچّے ہو تو ایک بار سامنے آ جاؤ۔ میں تمھیں بتاؤں گا کہ مرد کے بازو کیسے ہوتے ہیں۔"

وہ اپنے بازو کی اُبھری ہوئی مچھلیاں دکھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تمام افسران اسے دیکھ رہے تھے۔ میں نے ایک کی زبان سے کہا: "تم جس شعبے سے تعلق رکھتے ہو وہاں بھی تمھیں چھُپ کر کام کرنا پڑتا ہے۔ مجھے چھپنے کا طعنہ نہ دو۔ تم کمانڈوز میں سے ایک ہو۔ دشمنوں کی سرحدوں میں جا کر وہاں کے راز چُرا کر لاتے ہو اور وہاں تخریبی کارروائیاں کرتے ہو مگر کُھل کر سامنے نہیں آتے۔"

اس نے کہا: "یہ جھوٹ ہے۔ ہم جب بھی سرحد پار جاتے ہیں تو دشمنوں سے سامنا کرتے ہیں، جو میرے سامنے آتا ہے میں اس کی ہڈیاں توڑ دیتا ہوں۔ آج تک کوئی ان ہاتھوں سے زندہ بچ کر نہیں گیا۔"

"میرا ریکارڈ دیکھ لو۔ اوّل تو میں چھُپ کر رہتا ہوں لیکن جس بدنصیب دشمن سے سامنا ہو جاتا ہے وہ میرے سامنے آخری سانس پوری کر لیتا ہے۔"

میں جس افسر کی زبان سے کہہ رہا تھا، وہ اس افسر کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا: "مسٹر، میں تمھارے دماغ میں ہوں اور یہ کمانڈو ایکس تمھیں یوں گھور کر دیکھ رہا ہے جیسے تم فرہاد بن گئے ہو اور اسے چیلنج کر رہے ہو۔ اب تمھاری خیر نہیں ہے۔"

اس افسر نے غصّے سے اٹھ کر کہا: "کمانڈو ایکس، تم ہوش میں تو ہو۔ مجھے کیوں غصّہ دکھا رہے ہو؟"

میں دوسرے افسر کے دماغ میں پہنچ کر ہنستے ہوئے بولا: "اب میں یہاں ہوں اور یہ افسر بھی تھوڑی دیر میں تمھیں غصّہ دکھانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ باری باری یہ افسران غصّے میں آئیں گے اور جوتوں سے تمھاری پٹائی کریں گے۔ میں مانتا ہوں، تم ان سب پر بھاری پڑو گے۔ میں اس طرح تم سے انتقام نہیں لوں گا۔ تم سے پہلے کتنے ہی شہ زور دشمنوں نے مجھے چیلنج کیا کہ میں سامنے آ کر مقابلہ کروں لیکن جانتے ہو کیا ہوا۔ میں نے اپنی معمولی ساتھیوں کو ان کے مقابلے پر بھیجا اور انھیں شرمناک شکست دی۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولا: "میں ان دشمنوں میں سے نہیں ہوں، تمھارا جو بھی ساتھی آئے گا اسے کچل کر رکھ دوں گا۔"

"آئے گا نہیں آئے گی، کیا تم نہیں جانتے کہ فرہاد کی فوج میں صرف عورتیں ہیں۔ آج تک جتنے بھی للکارنے والے آئے ماتھوں نے میری عورتوں سے ہی شکست کھائی، تمھارے نصیب میں بھی ایک عورت سے شکست کھانا لکھا ہے۔ پہلے اس سے ہاتھ پاؤں تڑوا لو۔ پھر مجھے مقابلے پر آنے کے لیے آواز دینا۔"

کمانڈو ایکس نے انگلی دکھاتے ہوئے کہا: "اس کا مطلب ہے، تم نے اپنی عورتوں کی فوج اسرائیل بھیج دی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک بھرائی ہوئی آواز ڈرائنگ روم میں گونجنے لگی، کوئی کہہ رہا تھا: "کمانڈو ایکس! میں تمھارا افسر کمانڈو وانی تم سے مخاطب ہوں، کیا یہ بات تمھاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے

خون کے گلے دلچسپ تحفے

شکیل انجم کی کرنل پرویز اور قالبوط سیریز کے چار ناول شائع ہو گئے ہیں:

کرنل پرویز سیریز نمبر ۱۵ — چاند کا اغوا — چاند پر ایک انوکھے قاتل کی کارروائیاں اور پوری دنیا میں تباہی مچانے کی سازش۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز ناول۔ قیمت ۱۰ روپے

کرنل پرویز سیریز نمبر ۱۶ — شیشے کے انسان — اس خلائی مخلوق کے ہیبت ناک کارنامے جو شیشے کی طرح صاف تھے اس ستارے پر روبوٹ کی حکومت تھی۔ ایک تہلکہ خیز ناول۔ قیمت ۱۰ روپے

قالبوط سیریز نمبر ۲ — آنکھ کی واپسی — ایک آنکھ جو ایک شخص کے چہرے سے چوری ہو گئی تھی اس آنکھ کو حاصل کرنے کے لیے کی جانے والی قتل و غارت۔ ایک سنسنی خیز ناول۔ قیمت ۱۰ روپے

قالبوط سیریز نمبر ۳ — مفرور مجرمہ — ایک مجرمہ جو کروڑوں روپے کے جواہرات چُرا کر فرار ہو گئی تھی۔ کیا وہ پھر پکڑی جا سکے گی؟ ہو سکتا ہے؟ ایک دلچسپ ناول۔ قیمت ۱۰ روپے

★★ کتابیات پبلیکیشنز ★ پوسٹ بکس ۲۳ ★ کراچی ۱

کر فرہاد سے جو بھی گفتگو کرتا ہے وہ اس سے مقابلہ کرنے سے پہلے ہی غصے میں آجاتا ہے۔ کیا غصہ کمزوری کی علامت نہیں ہے؟"

کمانڈو ایکس یک بیک نرم پڑ گیا۔ اٹینشن ہو کر کھڑا ہو گیا تھا پھر اس نے سر جھکا کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے آئندہ ایسی غلطی نہیں ہوگی۔"

کمانڈو دوائی کی آواز سنائی دی۔ "کوئی بات نہیں غلطی کا احساس کرنا دانشمندی ہے اور مسٹر فرہاد، میں مانتا ہوں، تم اپنے دشمنوں کو ذلیل کرنے کے لیے مقابلے پر عورتوں کو بھیجتے ہو۔ مجھے یقین ہے، یہاں تمہاری عورتوں میں سے سونیا، اعلیٰ بی بی یا پومی ضرور آئیں گی۔ ہم انتظار کر رہے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم انتظار کر رہے ہو اور پہنچنے والیاں بہت پہلے ہی پہنچ چکی ہیں۔"

"یہ ناممکن ہے۔ ہم نے سرحدوں پر سخت پہرہ لگایا ہے۔ ہر شہر، ہر قصبے میں بڑی سختی سے چیکنگ ہوتی ہے۔ کوئی اجنبی عورت یہاں نہیں آسکتی۔"

"تم نے سختی سے چیکنگ کرنے اور ہر جگہ کی ناکا بندی کرنے میں دیر کر دی ہے۔ باباخرید واسطی مرحوم کے ادارے کے سربراہ جناب شیخ الفارس کوئی معمولی ذہانت کے آدمی نہیں ہیں، انھوں نے بہت پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ شیبا ہمارے ادارے میں ہے۔ یہ بات بڑھے گی، تم لوگ اسے حاصل کرنے کے لیے سازشیں کرو گے، چالیں چلو گے۔ اس سے پہلے ہی ہمارے شیخ صاحب نے میری چند عورتوں کو اسرائیل روانہ کر دیا تھا۔ وہ کس بھیس میں گئی ہیں اور وہاں کس طرح کام کر رہی ہیں، یہ تمھیں معلوم نہیں ہوگا۔"

کمانڈو دوائی نے کہا۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ہمارے پاس اپ ٹو ڈیٹ معلومات ہیں، تمھاری عورتوں میں سے کوئی یہاں نہیں ہے۔ اعلیٰ بی بی، بابا صاحب کے ادارے میں آرام کر رہی ہے، سونیا اور پومی شمالی امریکا میں ہیں۔ باقی جو قابلِ ذکر عورتیں تھیں وہ مر چکی ہیں۔ اب تمھارے پاس کون رہ گئی ہے؟"

"ابھی اور ہیں، ان اور میں سے ایک ناگہانی بلا ہے، جب بھی دہشت گردی کا ذکر آتا ہے، اس کا نام ضرور آتا ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

کمانڈو دوائی کی آواز اس ڈرائنگ روم میں گونجنے لگی۔ "کون ہے وہ؟ بتاؤ، کون ہے وہ؟ تم نہیں بتاؤ گے تو ہم اسے چند گھنٹوں میں ڈھونڈ نکالیں گے۔ یقیناً تمھاری وہ ساتھی شیبا سے قریب رہنے کے لیے اسی رہائش گاہ میں کہیں موجود ہوگی میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں تمھاری شطرنجی چالوں کو اُلٹ کر رکھ دوں گا۔"

وہ بے اختیار بولتا جا رہا تھا۔ جوش اور جذبے سے بڑبڑاتا جا رہا تھا۔ اچانک کمانڈو ایکس نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بلند آواز سے کہا۔ "سر! آپ نے درست کہا تھا۔ فرہاد سے جو گفتگو کرتا ہے، وہ مقابلے سے پہلے ہی غصے میں آجاتا ہے مجھے امید ہے آپ بھی اپنی غلطی کا احساس کریں گے۔"

اس کی بات سنتے ہی خاموشی چھا گئی۔ یقیناً کمانڈو دوائی کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔

◈

میں نے پومی کو سرنگ میں چھوڑا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دی کلر کو لے جا رہی تھی۔ میں نے سوچا تھا، اس کا سر حاصل کرنا آسان ہو گیا۔ میں پھر کسی وقت پومی سے رابطہ قائم کر کے خیریت معلوم کروں گا۔

مگر وہاں ایسی بات ہو گئی جس کی ہم توقع نہیں کر سکتے تھے۔ دی کلر ان مسلح ساتھیوں کے کاندھوں پر پڑا ہوا تھا۔ انھوں نے اس کے منہ سے ایک فیڈر لگا رکھا تھا۔ اسے آرام سے لے جا رہے تھے۔ وہ ننھا سا بچہ بن گیا تھا۔ اس کی طرف سے کوئی خطرہ پیش نہیں آسکتا تھا۔ کمپیوٹر کے ذریعے کنٹرول کرنے والا ہمارے ہاتھوں قلعے میں مارا گیا تھا۔ اس کے باوجود اچانک ہی اس کی غراہٹ..... سنائی دی۔

وہ بچے کی طرح منمنا رہا تھا، غراہٹ سُن کر اسے لے جانے والوں کے قدم سست پڑ گئے، وہ سمجھنا چاہتے تھے، دی کلر میں یہ تبدیلی کیسے آگئی ہے؟ ان کے سمجھنے سے پہلے ہی دی کلر کے دونوں ہاتھ ان دو مسلح ساتھیوں کی گردن تک پہنچے جو اسے اٹھانے والوں میں سب سے آگے تھے۔ وہ دودھ پینے والا دیو قامت بچہ سچ مچ دیو بن گیا تھا۔ وہ اس کے بازو سے گردن چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے، دوسرے ساتھیوں میں سے کسی نے چیخ کر کہا۔ "ارے یہ تو اب بچہ نہیں رہا۔"

سب نے اسے چھوڑ دیا لیکن اس نے دونوں کی گردن نہیں چھوڑی، وہاں مسلح افراد میں خالی ہاتھ لڑنے والے ایک سے بڑھ کر ایک فائٹر تھے۔ انھوں نے اس پر پے در پے حملے کیے۔ وہ مضبوط ہڈیوں کے ستونوں پر کھڑا ہوا مضبوط قلعے کے مانند تھا۔ اس پر بیرونی حملوں کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ اندرونی حملے کے لیے ٹیلی پیتھی کی ضرورت تھی۔ میں وہاں موجود ہوتا تب بھی اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا کیوں کہ اب کمپیوٹر کے ذریعے کنٹرول کرنے والا کوئی دوسرا تھا۔

ہاں، اگر میں موجود ہوتا تو وہاں سے سُپر ماسٹر کے پاس پہنچتا۔ پھر اس کے ذریعے معلومات حاصل کرتا کہ دی کلر کو اب کون کنٹرول کر رہا ہے اور میں اس کنٹرول کرنے والے تک کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ میں نے اور پومی نے اس پہلو پر توجہ نہیں دی تھی کہ جو تیس برس کا بچہ بنا ہوا ہے وہ کسی وقت بھی خطرناک بن سکتا ہے۔ کوئی دوسرا اسے کمپیوٹر کے ذریعے ہینڈل کر سکتا ہے۔ اب جو ہینڈل کر رہا تھا، وہ یقیناً کوئی زبردست فائٹر تھا۔ لڑنے کے انداز کو خوب سمجھتا تھا۔ اسی لیے دی کلر اس کے ذریعے دونوں پاؤں جمائے کھڑا تھا اور مسلح افراد کی پٹائی کر رہا تھا۔ وہ سرنگ میں اِدھر سے اُدھر اسے گھیر رہے تھے۔ پینترے بدل بدل کر حملے کر رہے تھے اور ناکام ہو رہے تھے بلکہ مار کھا کر پلٹ رہے تھے۔

ایک مسلح ساتھی نے کہا۔ "پومی! ہمیں اجازت دو۔ ہم اسے گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

اس کی بات سُن کر دی کلر نے قہقہہ لگایا۔ پھر دور کھڑی ہوئی پومی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمھیں اپنے آپ پر بڑا ناز تھا۔ تمھاری بڑی وڈیو فلمیں دیکھی ہیں۔ خوب لڑتی ہو لیکن کسی وڈیو فلم میں ہتھیاروں سے لڑتے نہیں دیکھا۔ کیا مجھ پر گولیاں چلاؤ گی؟"

وہ طنزیہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔ پومی نے تمام ساتھیوں سے کہا۔ "تم سب ایک طرف ہٹ جاؤ، کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے۔"

دی کلر نے کہا۔ "تم واقعی دلیر لڑکی ہو۔ میرے مقابلے پر تنہا آرہی ہو۔"

پومی نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "میں تمھارے ذریعے اس شخص سے مخاطب ہوں جو کمپیوٹر کے ذریعے تمھاری زبان سے بول رہا ہے۔ وہ اس خوش فہمی میں نہ رہے کہ وہ، ہمیں تمھارے ساتھ لڑائی میں الجھاتا رہے گا۔ اور اس وقت تک تمھاری حفاظت کے لیے یہاں پوری فوج چلی آئے گی۔ میں صرف دو منٹ کے اندر ہار جیت کا فیصلہ کروں گی، آؤ اور مجھے پکڑ لو۔"

وہ ایک طرف بڑھنا چاہتی تھی، دی کلر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں کیوں پکڑوں؟ مجھے تم سے دشمنی نہیں ہے۔ دشمنی تم کر رہی ہو، میرا سر کاٹ کر لے جانا چاہتی ہو، اس لیے آگے بڑھو اور حملہ کر دو۔"

پومی نے انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں، تم میرا پیچھا کرو اور نہیں کرو گے تو اپنے تمام ساتھیوں کو حکم دیتی ہوں، وہ تین تک گنتے رہیں۔ تین کے بعد تمھیں گولیوں سے چھلنی کر دیں۔"

"تم تو بہت دلیر ہو۔ یہ بزدلوں جیسا حکم کیوں دے رہی ہو؟"

"بار بار میری دلیری کا قصیدہ نہ پڑھو۔ میں اتنی نادان نہیں ہوں کہ تمھاری چالوں میں آجاؤں۔"

پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں یہاں سے جیسے ہی دوڑنا شروع کروں، تم لوگ تین تک گنو۔ اگر یہ میرا پیچھا نہ کرے تو اسے گولیوں سے بھون ڈالنا۔"

پھر اس نے دی کلر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی دلیری کا ایک نمونہ ہے، میں اپنے مسلح ساتھیوں کے ہوتے ہوئے تمھیں مقابلے کی دعوت دے رہی ہوں۔ دوڑو اور مجھے پکڑ کر ہلاک کر دو۔ کم آن۔"

یہ کہتے ہی اس نے پلٹ کر دوڑ لگائی۔ اس کے ساتھیوں نے گنا۔ "ایک....."

دوسرے ساتھی نے کہا۔ "دو....."

تیسرے کے کہنے سے پہلے ہی دی کلر نے مجبور ہو کر دوڑ لگائی۔ اس کے دماغ کے پیچھے جو بھی تھا، بہت چالاک تھا یقیناً چاہتا ہوگا کسی طرح پکڑ کر پومی کو پکڑ لے اور اسے اپنے سامنے ڈھال بنا کر وہاں سے نکل جائے۔ اس مقصد کے لیے دوڑنا ہی پڑا۔

سرنگ کا وہ حصہ قریب ہی تھا جہاں چھت میں نوکیلی میخیں لگی ہوئی تھیں اور جہاں پومی کے دو مسلح ساتھی چھت تلے دب کر اس کی میخوں میں الجھ کر اوپر چلے گئے تھے۔ وہ دی کلر کے آگے دوڑتی ہوئی اس کل تک پہنچ گئی تھی، اسے دائیں طرف گھمانے کے بعد دس سیکنڈ کی مہلت ملتی تھی۔ دس سیکنڈ میں اس چھت کے نیچے سے گزرنا ہوتا، اگر ایک سیکنڈ کی بھی دیر ہوتی تو وہ چھت ایک دھماکے سے اوپر آپڑتی۔

کل کے قریب پہنچتے ہی پومی نے پلٹ کر دیکھا۔ دی کلر اس سے دس گز کے فاصلے پر تھا۔ اس نے فوراً ہی کل کو دائیں طرف گھمایا پھر تیزی سے دوڑتی ہوئی چھت کے نیچے سے گزرنے لگی۔ وہ بھی تیزی سے دوڑتا ہوا آرہا تھا لیکن جیسے ہی چھت کے قریب پہنچا، وہ ایک دھماکے سے نیچے آگئی۔ وہ آگے بڑھتے بڑھتے فوراً رک گیا۔

چند سیکنڈ کے بعد چھت اوپر اپنی جگہ آکر رک گئی۔ اب دوسری طرف پومی نظر آرہی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے مسکرا رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "آجاؤ، تم نے وڈیو فلموں میں کچھ نہیں دیکھا اب میرے لڑنے کا انداز دیکھو گے مگر کسی کو بتانے کے قابل نہیں رہو گے۔"

وہ اس کی باتیں سن رہا تھا اور آہستہ آہستہ اس کل کی طرف

بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ کل کی طرف گیا۔ اس نے اسے دائیں طرف گھمایا۔ پھر تیزی سے وہ ڈرگائی۔ چھت کے نیچے سے گزرنے لگا۔ وہ کل چھت کے اِدھر بھی تھی اور اُدھر بھی۔ پومی دوڑ کر کل کی طرف پہنچ گئی تھی۔ اس نے اس پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "فوراً چھلانگ لگاؤ۔ ورنہ میں اسے گھما رہی ہوں۔ تمہیں دس سیکنڈ کی بھی مہلت نہیں دوں گی۔"

وی کلر کے پیچھے کام کرنے والا سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ایسی چال چلے گی۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "یہ دھوکا ہے۔ فریب ہے مکاری ہے۔"

"فوراً چھلانگ لگاؤ ورنہ چھت اوپر آ رہی ہے۔"

اسے مجبوراً ایسا ہی کرنا پڑا۔ چھلانگ لگانے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر غوطہ لگاتا ہے۔ اس نے بڑی کامیابی سے چھلانگ لگائی تھی لیکن اسی لمحے پومی نے کل کو دائیں سے بائیں گھما دیا۔ ایک دھماکا سنائی دیا۔ اس کی آخری چیخ سرنگ میں گونجتی ہوئی دور تک گئی۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ چھت اس پر اس طرح گری تھی کہ صرف سر اور دونوں ہاتھ جو آگے بڑھے تھے، وہ باہر آ گئے تھے۔ باقی جسم کا حصہ چھت تلے دب گیا تھا۔ چند سیکنڈ میں ہی وہ پھر اوپر اٹھی تو وہ لٹکتا ہوا اوپر جانے لگا۔ پومی نے اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "یہاں ٹولیاں بنا کر آزاد اس کی گردن اتار لو۔ میرا کام ختم ہو چکا ہے۔"

جب میں خیال خوانی کے ذریعے پومی کے پاس پہنچا تو وہ ریڈ پاور کے باس کی پناہ میں پہنچ چکی تھی۔ وہاں آرام کر رہی تھی، باس ایک خفیہ کمرے میں تھا۔ اس کے ساتھ ایک فوٹو گرافر، ایک سائنسدان اور ایک ڈاکٹر تھا۔ وی کلر کا کٹا ہوا سر اوپر سے کھول دیا گیا تھا اور مختلف زاویوں سے تصاویر لی جا رہی تھیں۔ میں نے باس کو مخاطب کیا۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔ "جناب فرہاد صاحب! آپ نے واقعی دوستی کا ثبوت دیا ہے جو وعدہ کیا تھا، اسے پورا کر دیا۔"

"سب سے پہلے پومی کا میک اپ تبدیل کر دو۔ میں اس کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں نے پومی کو مخاطب کیا۔ "میں سوچ کے ذریعے تمہارے کارنامے معلوم کر چکا ہوں۔ اب تم لیوچن کے روپ میں نہیں رہ سکتیں کیونکہ جب تک وی کلر سے مقابلہ کرتی رہیں، دوسری طرف تمہیں ٹی وی اسکرین کے ذریعے دیکھا جاتا رہا۔ وی کلر کی آنکھیں ٹی وی کیمرے کا کام کرتی ہیں۔ اس کے سامنے جو بھی آتا ہے، اس کی تصاویر اور اس کی آوازیں دوسری طرف نشر ہوتی ہیں۔"

"میں اپنا روپ بدل لوں گی مگر تم وعدہ پورا کرو۔"

"تم اسی ملک میں ہو، مجھے لیڈی روزنیہ کے فارم سے نکلنے دو۔ پھر کہیں نہ کہیں ضرور ملیں گے۔"

میں نے ماسک مین کے پاس پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ کہنے لگا۔ "آپ واقعی زبان کے دھنی ہیں، جو کہا تھا اسے کر دکھایا۔"

میں نے کہا۔ "وی کلر کا سر میری طرف سے دوستی کا پہلا تحفہ ہے۔ قبول کریں۔"

"جناب! میں آپ کے لیے ابھی تک کچھ نہیں کر سکا۔ حکم دیجیے۔"

"آپ میرے لیے بہت کچھ کر رہے ہیں، اس ملک میں قدم قدم پر ہمارے لیے آسانیاں فراہم کر رہے ہیں۔"

اس نے پوچھا۔ "آپ لیڈی روزنیہ کے فارم میں کب تک رہیں گے؟"

"کچھ کہہ نہیں سکتا، کب تک قیام کرنا ہوگا۔ ویسے ایک اہم بات ہے۔ آج رات لیڈی روزنیہ شاید ماسٹر کی سے ملاقات کرے گی۔ میں اس کا تعاقب کروں گا۔ نیویارک میں آپ کا باس بہت ہوشیار اور تیز طرار ہے، وہ بڑی مستعدی سے ہمارے کام آتا ہے۔ اس کے ذریعے آج ماسٹر کی کو ٹریپ کر سکوں گا۔ ہو سکتا ہے صبح تک آپ کو یہ دوسری خوشخبری مل جائے۔"

وہ رہ رہ کر خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ میں اس کے باس سے سپر ماسٹر کے دماغ میں چلا آیا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ کبھی کرسی پر بیٹھ رہا تھا۔ کبھی اٹھ کر ٹہل رہا تھا۔ شیشے کا ایک نازک سا جام اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ شراب ڈال رہا تھا۔ اور پی رہا تھا۔ پینے کے ساتھ بڑبڑاتا جا رہا تھا، جو شخص بڑے بڑے رانچ کا مالک ہو، اس کے ہاتھوں میں فرعون کی سی طاقت اور مکمل اقتدار ہو اور وہ پُراسرار بن کر قدم قدم پر کامیابی حاصل کرتا جا رہا ہو، ایسی صورت میں اچانک ناکام ہو جانے اور بہت بڑا نقصان پہنچے تو اس کی ذہنی حالت ایسی ہی ہو جاتی ہے۔ وہ پاگلوں کی طرح تنہائی میں بڑبڑاتا ہے۔ اس نے کروڑوں روپے خرچ کیے تھے۔ جاپانی ڈاکٹروں کو اس تجربے کے لیے آمادہ کیا تھا اور ان کا یہ تجربہ کامیاب رہا تھا۔ انھوں نے ایک ایسے انسان کی تخلیق کی تھی جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا تخلیق کردہ تھا لیکن اس میں انھوں نے ترمیم و اضافہ کیا تھا۔ اس کی دماغی اور جسمانی قوتوں کو بڑھایا تھا۔ اسے اپنے طور پر ناقابلِ شکست بنانے کی کوشش کی تھی اور اس ناقابلِ شکست کو ایک لڑکی نے شکست کر دیا تھا۔

فی الحال اسے دو اہم باتیں الجھا رہی تھیں۔ ایک تو وی کلر کا راز فاش ہو گیا تھا۔ اس کے پچانوے دماغ کے ساتھ کمپیوٹر سسٹم کی جو تیکنیک اختیار کی گئی تھی، وہ تیکنیک اور تمام فارمولا اس کے دشمن ماسک مین تک پہنچ گیا تھا۔ دوسری اہم بات یہ پریشان کر رہی تھی کہ پومی کو سرنگ کا راستہ کیسے معلوم ہوا؟ اس قلعے کا سب سے بڑا اور اہم شخص مسٹر ٹو کو بھی وہ راستہ نہیں جانتا تھا۔ اب رہ رہ کر یہی خیال دماغ میں آ رہا تھا کہ ٹو کو کونہ بتانے کے باوجود شاید اس نے کسی طرح اس راستے کو دریافت کر لیا ہو اور اس نے سپر ماسٹر سے چھپایا ہو۔ پھر جب مسٹر ٹو کو آخری سانسیں لے رہا تھا تو فرہاد نے اس کے دماغ سے اس خفیہ راستے کو معلوم کیا ہو اور پومی کو وہاں پہنچا دیا ہو۔ سپر ماسٹر اس سے آگے کچھ نہیں سوچ سکتا تھا۔ وہ بڑا پُراسرار بنا ہوا تھا، میرے دماغ میں پہنچنے کے متعلق سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

اس نے ڈرائیور باڈی گارڈ کو بلایا۔ پھر پوچھا۔ "رپورٹ دو۔ کیا ہو رہا ہے؟"

"میں نے آپ کی طرف سے حکم جاری کر دیا ہے کہ تمام بندرگاہوں اور ائرپورٹ وغیرہ کی سختی سے ناکہ بندی کی جائے، ہر شخص، ہر چیز کی تلاشی لی جائے۔ وہ وی کلر کا سر یہاں سے نہیں لے جا سکیں گے۔ اگر دماغ سے کمپیوٹر نکال کر لے جانا چاہیں گے تو ان کے ڈاکٹر اور سائنسداں پوری طرح سمجھ نہیں پائیں گے۔"

سپر ماسٹر نے جھنجلا کر کہا۔ "دشمن نادان نہیں ہیں۔ انھوں نے یہیں اپنے ڈاکٹروں اور سائنسدانوں کو جمع کر رکھا ہوگا۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ لوگ ابھی اس سر کے اطراف بیٹھے ہوئے ہیں اور اس کی اسٹڈی کر رہے ہیں۔ میں حکم دیتا ہوں، اچانک ہی ریڈ پاور کے سفارت خانے اور باس کی رہائش گاہ پر چھاپے مارے جائیں۔ ہمیں وی کلر کا سر وہیں مل سکتا ہے۔"

وہ جانے لگا۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "اور سنو! سراغرسانوں کی ایک ٹیم اس قلعے میں جائے اور یہ سراغ لگائے کہ سرنگ کا خفیہ راستہ کون جانتا ہے۔ فرہاد نے کس کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلومات حاصل کی ہیں؟"

ڈرائیور باڈی گارڈ وہاں سے جانے لگا۔ پھر ٹیلی فون کی گھنٹی سن کر رک گیا۔ ٹیلی فون کے ساتھ لگا ہوا ایک ٹیپ ریکارڈر آن ہو گیا تھا۔ اس ریکارڈر سے آواز آ رہی تھی۔ "پیغام ریکارڈ کراؤ تمہاری آواز سنی جا رہی ہے۔"

دوسری طرف سے کسی نے ٹیلیفون کے ذریعے کہا۔ "میں سی، آئی، بی کا ڈائرکٹر جنرل بول رہا ہوں۔ سپر ماسٹر کے لیے ایک چونکا دینے والی خبر ہے۔"

سپر ماسٹر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ٹیلیفون اور ریکارڈر کے قریب جانے لگا۔ وہاں سے آواز آ رہی تھی۔ "اور وہ خبر یہ ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی شیبا بابا صاحب کے ادارے سے اغوا کر لی گئی ہے۔ اسرائیل کے شہر تل ابیب پہنچا دی گئی ہے۔ وہاں کے اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فرائض انجام دینے والے اعلیٰ افسران میں سنسنی پھیل ہوئی ہے۔ سب گونگے بنے ہوتے ہیں، خبر ملی ہے کہ ٹیشل آڈیٹوریم میں اس کی آمد پر جشن منایا جائے گا۔ لاسٹ لاسن پر فرائض انجام دینے والے اعلیٰ افسران اس جشن میں شریک نہیں ہوں گے۔ سب ہی شیبا کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

اس ریکارڈ سے آواز اُبھر رہی تھی۔ سپر ماسٹر توجہ سے سن رہا تھا۔ سی آئی بی کا ڈائرکٹر جنرل کہہ رہا تھا۔ "شیبا کی آمد اسرائیلی حکام کے لیے جہاں بہت بڑے فائدے کی بات ہے، وہاں نقصانات کے اندیشے بھی ہیں۔ وہ فرہاد اور شیبا کے جذباتی رشتے کو توڑنا چاہتے ہیں۔ جب تک وہ کامیاب نہیں ہوں گے، شیبا پر اعتماد نہیں کریں گے۔"

سپر ماسٹر سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ اگر شیبا وہاں پہنچ گئی ہے تو یقیناً بابا صاحب کے ادارے سے ضرور ایسے جانباز تل ابیب پہنچیں گے جو ہر صورت سے اسے واپس لانے کی کوشش کریں گے۔ شیبا فرہاد کے بعد سب سے اہم مُہرہ ہے ہو سکتا ہے فرہاد خود وہاں پہنچے اور اگر وہ نہ گیا تو سونیا ضرور جائے گی۔

ڈائرکٹر جنرل کا پیغام ختم ہو گیا تھا وہ خود کار ٹیپ ریکارڈر خود ہی آف ہو گیا تھا۔ سپر ماسٹر نے ڈرائیور باڈی گارڈ سے کہا۔ "میرا یہ حکم سیکرٹ سروس والوں تک پہنچاؤ۔ ہمارے سراغرساں جو تل ابیب میں موجود ہیں، وہاں ان کی ٹیم میں مزید ذہین اور تیز طرار افراد کا اضافہ کیا جائے۔ اگر ہم شیبا کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہمیں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بنانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

سپر ماسٹر کے دماغ میں چپ رہنے کے یہی فائدے حاصل ہو رہے تھے۔ میں کھلی کتاب کی طرح اس کے آئندہ منصوبوں کو پڑھتا اور سمجھتا جا رہا تھا۔ ڈرائیور باڈی گارڈ اس کا ڈرائیور بھی تھا اور پرسنل سیکرٹری بھی۔ وہ ٹیلی پرنٹر کے ذریعے اس کے تمام احکامات متعلقہ شعبوں تک پہنچاتا تھا۔ سپر ماسٹر کہہ رہا تھا۔ "سی آئی بی کے ڈائرکٹر جنرل کو بتا دو، اس کا پیغام سن لیا گیا ہے۔ اس سے پوچھو نیویارک کے سراغرساں کیا کر رہے ہیں۔ سونیا اور فرہاد اب تک ہاتھ نہیں آئے۔ ماسٹر کی ہاتھ آتے آتے نکل گیا۔ کیا ہم منحوس خبر بھی سنیں گے کہ فرہاد ہم سے پہلے ماسٹر کی تک پہنچ گیا ہے؟"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ سر اٹھا کر سوچنے لگا پھر اس نے ڈرائیور باڈی گارڈ سے کہا: "یہ بات سیکرٹ سروس والوں کے چیف سیکرٹری تک پہنچا دو۔ اس سے کہو، ہم نے وحی کلر کی صورت میں جو نقصان پوری کے ہاتھوں اٹھایا ہے اس کی تلافی ممکن ہے۔ ہم اسرائیل سے شیبا کو حاصل کر سکتے ہیں۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کو حاصل کرنے کے لیے ہم اپنی آخری زبانت، آخری سیاست اور آخری ڈالر تک خرچ کر دیں گے مگر اسے ضرور حاصل کریں گے۔"

ڈرائیور باڈی گارڈ وہاں سے چلا گیا۔ ابھی سپر ماسٹر پریشان تھا۔ طرح طرح کی ترکیبیں سوچ رہا تھا، منصوبے بنا رہا تھا، ان منصوبوں کو بعد میں آکر سمجھ سکتا تھا۔ اس لیے ماسک مین کے پاس پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ اس نے چونک کر پوچھا "جناب فرہاد صاحب، یہ کیا ہو گیا؟"

میں نے پوچھا "کیا ہو گیا؟"

"آپ کے ادارے سے شیبا اغوا کر لی گئی اور آپ نے ہمیں بتایا تک نہیں کچھ دیر پہلے ہمارے ایک سراغرساں نے یہ اطلاع پہنچائی ہے۔"

"ہاں، درست ہے اور آپ کے جاسوس بہت ہی سست ہیں۔ اسے اغوا ہوئے دس گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

"میں اس بات کا سختی سے نوٹس لے رہا ہوں کہ مجھے یہ اطلاع اتنی دیر سے کیوں ملی؟ بہرحال آپ سے وعدہ کرتا ہوں، جو بیس گھنٹے کے اندر شیبا کو وہاں سے نکال کر ہا صاحب کے ادارے میں پہنچا دوں گا۔"

میں نے پوچھا "آپ شیبا کو اپنے پاس رکھنا نہیں چاہیں گے۔ اس کے پاس ٹیلی پیتھی کی طاقت ہے؟"

"جناب! میرا دل بہت چاہتا ہے یہ وقت میرے اپنے ملک میں آجائے لیکن آپ کی دوستی عزیز ہے۔ آپ میرے بن کر رہیں گے تو شیبا بھی میرا ساتھ دیتی رہے گی۔"

"میں یہ بتانے آیا ہوں، سپر ماسٹر! شیبا کو حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ مجھے اسرائیل میں ہر لمحہ آپ کے آدمیوں کی ضرورت پڑے گی۔ وہاں جو آپ کے اہم افراد ہیں، ان کی آوازوں کا کیسٹ تیار رکھیے۔ میں کسی وقت آپ سے یا یہاں کے باس سے سن لوں گا۔"

"ان کی آواز کے کیسٹ میرے پاس ہیں۔ آپ جب چاہیں سن سکتے ہیں۔"

میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اب مجھے شیبا کے پاس جانا تھا۔ اسرائیل میں رات کے دس بجنے والے تھے۔ ادھر مجھے ماسک مین پر حاضر رہنا تھا، کسی وقت بھی پچھلے دروازے پر دستک ہو سکتی تھی۔ مجھے کسی لڑکی کے ساتھ لیڈی روزنیر کے تعاقب میں جانا تھا۔ آج ماسٹر کی سے پہلی ملاقات ہوتی اور شاید فیصلہ کن ملاقات ہوتی۔

میں شیبا کے پاس آگیا۔ وہ ایک قیمتی ایئر کنڈیشنڈ کار میں بیٹھی ہوئی تھی، وہ کار نیشنل آڈیٹوریم کے اس مخصوص گیٹ کے پاس آکر رک گئی جہاں اس کا استقبال کرنے کے لیے تل ابیب کی اہم شخصیتوں کو مدعو کیا گیا تھا۔ ایک باوردی ملازم نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا، وہ باہر آئی۔ کتنے ہی لوگ اسے دیکھ کر خوشی سے مسکرانے لگے۔ وہ سب دو قطاروں میں کھڑے ہوئے تھے ان قطاروں کے درمیان شیبا کے گزرنے کے لیے راستہ بنایا گیا تھا۔ اس پر پھولوں کی بارش ہو رہی تھی۔ دو ننھے خوب صورت سے پیارے پیارے بچوں نے اسے گلدستے پیش کیے۔ ڈرائیکر کے ذریعے ایک قومی نغمہ گونج رہا تھا جس کے معنی تھے کہ اس قوم کی بیٹیاں مملکت اسرائیل کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیتی ہیں۔

یعنی اس قومی نغمے کے ذریعے شیبا کے ملی جذبات کو ابھارا جا رہا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر اس کے ساتھ چلتا ہوا ان اہم شخصیتوں سے متعارف کراتا جا رہا تھا۔ میں ان کی آوازیں سن رہا تھا اور ذرا ذرا سی دیر کے لیے ان کے دماغوں میں رہ کر اصلیت معلوم کرتا جا رہا تھا۔ وہ ان کے ساتھ آڈیٹوریم کے اسٹیج پر آئی۔ اس کا خیال تھا، اسے اتنے لوگ دیکھنے آئیں گے کہ ہال کھچا کھچ بھرا ہو گا مگر لوگ برائے نام تھے۔ ان میں عورتوں کی تعداد کم تھی اور جوان لڑکیاں خال خال نظر آرہی تھیں۔

اسٹیج پر ایک شخص بڑی تفصیل سے شیبا کے حالات زندگی بیان کر رہا تھا۔ میں نے کہا "جہاں تم کار سے اتری تھیں وہاں استقبال کے لیے یہاں کی اہم شخصیتوں کو مدعو کیا گیا تھا مگر وہ شخصیتیں موجود نہیں تھیں۔ ان میں سے کوئی سیاسی لیڈر تھا، کوئی بہت بڑا بزنس مین اور سرمایہ دار تھا اور چند ایسے سیودی سفیر تھے جو مختلف ممالک سے چھٹیوں پر آئے ہوئے ہیں لیکن ان میں سے کوئی تمھارے سامنے نہیں آیا۔"

شیبا نے وہاں کے منتظم اعلیٰ سے پوچھا "جن لوگوں کو میرا استقبال کرنے کے لیے یہاں ہونا چاہیے تھا وہ کہاں ہیں؟"

منتظم اعلیٰ نے جھجکتے ہوئے کہا "مس صاحبہ! یہاں سبھی موجود ہیں۔"

"ہرگز نہیں۔ مجھ سے کوئی بات چھپ نہیں سکتی۔ جن لوگوں کو مدعو کیا گیا تھا، وہ نہیں آئے اور کیا میرے استقبال کے لیے یہی چند افراد یہاں جو ہال میں نظر آرہے ہیں؟"

شیبا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر تقریر کرنے والے شخص کو

مخاطب کیا اور کہا "اپنی بکواس بند کرو۔ میری زندگی کے حالات بیان کرنا ضروری نہیں ہیں۔ میں پوچھتی ہوں، یہاں مجھے کیوں بلایا گیا ہے؟ کیا میری آمد پر اسی طرح جشن منایا جا رہا ہے؟"

منتظم اعلیٰ نے بڑی عاجزی سے کہا "مس صاحبہ! یقیناً آپ کا علم ایسا ہے کہ حقیقت چھپ نہیں سکتی۔ ہم نے جن لوگوں کو مدعو کیا تھا، ان میں سے کسی کے سر میں اور کسی کے پیٹ میں درد ہے، کسی کے ہاں اچانک شادی کی رسم ہونے والی ہے، کسی کے ہاں موت ہو گئی ہے، اسی طرح کچھ لوگ نہیں آسکے۔"

شیبا نے غصے سے کہا "تم کچھ لوگوں کی باتیں کرتے ہو، یہاں کوئی نہیں آیا، صرف ایسے لوگ ہیں جنھیں میری ٹیلی پیتھی سے کوئی خوف نہیں ہے۔ یہ جو میرے سامنے ہال میں نظر آرہے ہیں، یہ سچے اور کھرے لوگ ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ میں ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے بارے میں اصلیت معلوم کرنا چاہوں گی تو ان کا ظاہر و باطن ایک ہو گا۔ مجھے ان کی آمد پر خوشی ہو رہی ہے مگر جو لوگ نہیں آئے، میں انھیں ابھی بلا کر رہوں گی۔"

اس نے منتظم اعلیٰ سے کہا "آپ یہاں سے جائیں اور ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر ان کے نمبر ڈائل کریں پھر ان سے سوال کریں کہ انھوں نے یہاں آنا کیوں ضروری نہیں سمجھا۔"

جو اہم لوگ نہیں آئے تھے، ان سے منتظم اعلیٰ متاثر تھا۔ اُن سے سوالات نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن میں اسے جبراً پلٹا کر اُدھر لے گیا جہاں ٹیلی فون تھا پھر اس نے ریسیور کو اٹھایا۔ اس کے دماغ سے ایک نمبر معلوم کیا اور اسے ڈائل کرنے لگا۔ وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ میری مرضی کے مطابق عمل کرتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف گھنٹی بجی، وہاں سے کسی کی آواز سنائی دی۔ اِدھر اس نے کہا "میں منتظم اعلیٰ بول رہا ہوں۔ مس شیبا سخت ناراض ہیں۔ وہ پوچھ رہی ہیں، آپ یہاں کیوں نہیں آئے؟"

"میں نے پہلے ہی معذرت چاہی تھی، میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

منتظم اعلیٰ نے ریسیور رکھ دیا۔ میں دوسری طرف بولنے والے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بہت بڑا بزنس مین تھا۔ اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر شراب پی رہا تھا اور کاروباری گفتگو کر رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں پتا چل گیا، وہ شیبا کا سامنا کرنے سے محض اس لیے کترا رہا تھا کہ وہ دماغ میں پہنچ کر انکم ٹیکس کی چوری اور چور بازاری کے سلسلے میں سارا بھید کھول دے گی۔

اس کے ہاتھ میں شراب کا جام تھا۔ اچانک ہی وہ ہاتھ سے چھوٹ کر میز پر گر پڑا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دماغ میں آواز آئی "میں شیبا بول رہی ہوں، پندرہ منٹ کے اندر نیشنل آڈیٹوریم میں پہنچ جاؤ۔ ورنہ جانتے ہو، کیا ہو گا؟"

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس کے دماغ پر قابض ہو گیا، اس نے شراب کی بوتل کو اس کی گردن سے پکڑ لیا۔ پھر اسے میز پر دے مارا۔ بوتل ٹوٹ کر آدھی رہ گئی۔ شراب دور تک بکھر گئی۔ اس کے کاروباری دوست فوراً ہی کھڑے ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولے۔ "تمھیں کیا ہو گیا ہے؟"

اس نے ٹوٹی ہوئی بوتل ان کی طرف دکھاتے ہوئے کہا "مجھ پر شیبا کی طرف سے بے خودی کا مرض طاری ہو گیا ہے، میں اپنے آپ میں نہیں ہوں۔ اس ٹوٹی ہوئی بوتل سے کسی کو بھی ہلاک کر سکتا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے ہاتھ سے وہ ٹوٹی ہوئی بوتل چھوٹ گئی، میں نے کہا "تم دیکھ چکے ہو، تم پر بے خودی کا مرض کیسے طاری ہو گیا تھا۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی تو ٹوٹی ہوئی بوتل سے اپنے ایک ایک ساتھی کو ہلاک کرو گے اور ایک باعزت بزنس مین کے بجائے قاتل کہلاؤ گے۔ پھر یہ قانون سمجھے گا کہ تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جانا چاہیے۔"

اس نے خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "مس شیبا! مجھے معاف کر دو۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

"میں انتظار کر رہی ہوں۔"

میں پھر منتظم اعلیٰ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے دوسرے نمبر ڈائل کرائے۔ پھر دوسری طرف کی آواز سن کر ایک خاتون کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پورے ملک میں ایک نہایت ہی شریف، عزت دار اور عوام کی خدمت گار کہلاتی تھی۔ اسے بڑے بڑے بزنس مین ہزاروں، لاکھوں ڈالر چندے کے طور پر دیتے تھے تاکہ وہ ضرورت مندوں کے کام آتی رہے۔

اس وقت وہ ایک بہت بڑے بزنس مین کے پاس بیٹھی اس سے پوچھ رہی تھی "تم مجھے چندے آفتاب چندے ماہتاب کہتے ہو کیا اسی لیے ہزاروں ڈالر چندے کے طور پر دیتے ہو؟"

میں نے اس کے دماغ میں کہا "میں بھی تمھیں چندہ دینا چاہتی ہوں۔ سیدھی نیشنل آڈیٹوریم میں چلی آؤ۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر اپنے سر کو تھام کر چھت کی طرف تکنے لگی۔ اس کے دماغ میں آواز گونج رہی تھی "میں شیبا بول رہی ہوں، شیبا بول رہی ہوں، اٹھو اور نہیں اٹھو گی تو دیکھو، میں کس طرح اٹھا رہی ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر اس نے بستر پر سے چھلانگ لگائی اور فرش پر آگئی۔ اپنے لباس کی طرف جانا چاہتی تھی۔ اس کے دماغ میں آواز آئی "ہرگز نہیں' تم اسے ہاتھ نہیں لگاؤ گی۔ جیسی ہو' ویسی ہی چلی آؤ۔"

وہ اس طرح آنا نہیں چاہتی تھی لیکن دماغ قابو میں نہیں رہا تھا۔ وہ بے اختیار پلٹ گئی۔ دروازہ کھولتے ہوئے وہاں سے بھاگتے ہوئے باہر آگئی۔ اس کی کار پورچ میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے وہاں پہنچ کر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ اسے اسٹارٹ کیا' پھر ڈرائیو کرنے لگی۔

دماغ میں وہی آواز گونج رہی تھی "میں شیبا بول رہی ہوں اور وارننگ دے رہی ہوں' اگر تم نے اپنا راستہ بدلا اور پندرہ منٹ کے اندر آڈیٹوریم میں نہ پہنچیں تو اچانک ایکسیڈنٹ ہوگا اور تم کار سے نکل نہیں پاؤ گی۔ اسی میں فنا ہو جاؤ گی۔"

وہ گھبرا کر چیخنے لگی "میں آرہی ہوں۔ میں آرہی ہوں۔"

اور وہ آرہی تھی۔ تیزی سے ڈرائیو کرتی جارہی تھی۔ میں اس کے بعد بھی یکے بعد دیگرے ان لوگوں کو ٹریپ کرتا جارہا تھا جو ٹیلی پیتھی سے بچ کر رہنا چاہتے تھے۔ ادھر شیبا نے آڈیٹوریم میں بیٹھنے والوں سے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ ان سے اچھی اچھی باتیں کر رہی تھی اور یقین دلا رہی تھی "آدھے گھنٹے کے اندر وہ تمام افراد یہاں پہنچ جائیں گے جو اپنی کمزوریوں کو' اپنی ذلالت کو چھپانے کے لیے مجھ سے کترانا چاہتے ہیں۔"

پھر یکے بعد دیگرے وہ تمام افراد آڈیٹوریم میں پہنچنے لگے وہ جس حالت میں پہنچ رہے تھے' وہ حالت قابلِ دید تھی۔ سب سے پہلے بزنس مین پہنچا۔ اس کے ہاتھ میں شراب کی ٹوٹی ہوئی بوتل تھی۔ اس نے پتلون اور قمیص پہن رکھی تھی مگر پاؤں ننگے تھے۔ اسی طرح بھاگتا چلا آیا تھا۔ شیبا نے کہا "تمھیں میرے استقبال کے لیے بلایا گیا تھا' تم نہیں آئے۔ میری توہین کرنے والے اب تمھاری توہین ہوگی۔ تم اپنا کچا چٹھا اپنی زبان سے بیان کرو تاکہ یہاں تمام حاضرین سن سکیں۔"

وہ گڑگڑانے لگا "مجھے معاف کر دو۔ آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔"

اس نے ڈانٹ کر کہا "جو کہہ رہی ہوں وہی کرو۔ میرے سامنے نہ آکر جو بات چھپانا چاہتے تھے' اب حاضرین کے سامنے اسے بیان کرو۔"

میں نے اس کے دماغ میں کہا "جو بات اب تمھارے دماغ میں کہی جارہی ہے اسے میں تمام لوگوں کے سامنے نہیں کہنا چاہتی۔ تم بے اختیار اس ٹوٹی ہوئی بوتل سے اپنے سامنے والوں پر حملہ کر دو گے۔ یقین نہ ہو تو ٹیلی پیتھی کے عمل سے بچنے کی کوشش کرو۔ اس سے پہلے تم ایک نمونہ دیکھ چکے ہو۔"

اس نے گھبرا کر چیختے ہوئے کہا "نہیں نہیں' میں کسی کو قتل نہیں کروں گا۔" اس نے اپنے ہاتھ کی ٹوٹی ہوئی بوتل ایک طرف پھینک دی۔ پھر چیخ چیخ کر کہنے لگا "میں چور بازاری کرتا ہوں' میں انکم ٹیکس کی ادائیگی نہیں کرتا ہوں۔ میں ایک طرف حکومت کو دھوکا دیتا ہوں۔ دوسری طرف اسی حکومت سے طرح طرح کی مراعات حاصل کرتا ہوں۔"

وہ بولتا جارہا تھا۔ اپنے کرتوت بیان کرتا جارہا تھا۔ اسی وقت وہ سماجی کارکن کملا نے والی خاتون دوڑتی ہوئی اس ہال میں چلی آئی۔ سب اسے دیکھ کر حیرانی سے کھڑے ہوگئے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے' اس ملک کی اتنی عظیم خاتون' جو بڑے بڑے حکام سے بلا روک ٹوک ملاقات کرتی ہے۔ جسے بڑے بڑے سرمایہ دار ہزاروں' لاکھوں ڈالر چندے کے طور پر دیتے ہیں اور جس کی بے لوث خدمت گزاری کا چرچا سارے ملک میں ہوتا ہے' وہ اس خستہ حالت میں دوڑتی ہوئی' اس مجمع میں پہنچ گئی تھی۔ وہ جیسے ہوش میں نہیں تھی۔ اسے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ سیدھی دوڑتی ہوئی آئی اور شیبا کے قدموں میں گر پڑی۔ شیبا پیچھے ہٹ گئی۔ وہ گڑگڑا کر کہہ رہی تھی "مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی۔"

اس نے کہا "معافی مجھ سے نہ مانگو۔ یہاں جو شریف خواتین اور مرد مجھ سے ملاقات کرنے آئے ہیں' ان کے سامنے اپنا اصل دھندا بیان کرو۔"

وہ آہستہ آہستہ اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ آڈیٹوریم میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف منہ کر کے سر جھکاتے ہوئے بولی "میں وہ نہیں ہوں جو نظر آتی ہوں۔ میں بدکار لوگوں کے پاس خوبصورت لڑکیاں پہنچاتی ہوں۔ ان لڑکیوں کے ذریعے ان کی کمزوریاں معلوم کرتی ہوں' ان کمزوریوں کے ذریعے سرمایہ داروں کو بلیک میل کرتی ہوں۔ یہ جو سرمایہ دار ہزاروں' لاکھوں ڈالر مجھے چندے کے طور پر دیتے ہیں تو یہ محض دکھاوا ہے۔ دراصل وہ میری بلیک میلنگ سے مجبور ہو کر اتنی رقمیں دیتے ہیں۔ میں یہاں کے حکام کی کمزوریوں سے بھی واقف ہوں۔ اگر اجازت ہو تو میں ان حکام کی کمزوریاں بیان کر دوں۔"

شیبا نے کہا "یہ میں بھی بیان کر سکتی ہوں لیکن اس میں میرے ملک کی اور میری موجودہ حکومت کی بدنامی ہے۔ میں ان حکام کو خود ہی بے نقاب کروں گی اور انھیں ان کے موجودہ عہدوں سے اتنا نیچے گرا دوں گی کہ وہ عوام کی نظروں سے بھی ہمیشہ کے لیے گر جائیں گے۔"

اس کی باتوں کے دوران ایک اور شخص دوڑتا ہوا ہال میں

داخل ہوا۔ وہ انٹیلی جنس کا ایک مانا ہوا سراغرساں تھا۔ اس نے بڑی عاجزی اور التجا آمیز نظروں سے شیبا کو دیکھا۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا "تم میرے دشمن ہو۔ میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گی لہٰذا اس سے پہلے کہ میں تمھیں دماغی جھٹکے پہنچا کر بولنا شروع کر دو۔"

وہ مجبور ہو کر کہنے لگا "میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دو۔ مجھے گولی مار دو۔ میں اعتراف کرتا ہوں' اپنے ملک کی انٹیلی جنس میں رہ کر ایک ذہین سراغرساں کی حیثیت سے نام کمانے کے باوجود میں سپر ماسٹر کا آدمی ہوں۔ درپردہ اس کے لیے جاسوسی کرتا ہوں اور یہاں کی اہم خبریں وہاں تک پہنچاتا ہوں۔ میں نے یہ اطلاع بھی پہنچا دی ہے کہ مس شیبا یہاں اغوا کر کے لائی گئی ہیں۔ آج رات دس بجے نیشنل آڈیٹوریم میں ان کی آمد پر ایک شاندار استقبالیہ دیا جائے گا۔ ایسے وقت میں شیبا کو اغوا کر کے کسی طرح بھی سپر ماسٹر کے ملک میں پہنچایا جا سکتا ہے۔"

چاروں طرف سے 'شیم' 'شیم' لعنت' لعنت' کی آوازیں گونجنے لگیں۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئی تھیں۔ اسی وقت فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ کہیں سے گولی چلائی گئی تھی۔ وہ گولی اسی سراغرساں کو لگی' وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ دوسری بار فائر کی آواز سنائی دی۔ اس آواز سے پہلے شیبا کی لیڈی باڈی گارڈ نے اسے دھکا دے کر گرا دیا تھا' اگرچہ شیبا کو چوٹ پہنچی تھی مگر وہ بال بال بچ گئی تھی ورنہ دوسری گولی اس کے لیے تھی۔ اچانک اسٹیج کی بتیاں بجھ گئی تھیں۔ میں نے شیبا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا' وہ تاریکی میں تھی اور وہی لیڈی باڈی گارڈ اسے اپنے کاندھے پر اُٹھائے ایک طرف دوڑتی جارہی تھی۔

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں نے چونکہ اپنی خواب گاہ کے پچھلے دروازے کو دیکھا۔ وہاں مخصوص انداز میں دستک سنائی دے رہی تھی۔ میں نے دبے قدموں وہاں جا کر دروازے کو آہستگی سے کھولا۔ نیم تاریکی میں ایک عورت دکھائی دی۔ اس نے خود کو چادر میں چھپا رکھا تھا۔ میں نے آہستگی سے کہا "ابھی آرہا ہوں۔"

میں جوتے وغیرہ پہننے کے لیے کمرے میں آیا۔ اسی دوران خیال خوانی کے ذریعے شیبا کی خبر ملی۔ اس وقت تک وہ اپنی کار میں پہنچ گئی تھی۔ کمانڈو ایکس بھی موجود تھا۔ مجھے اس کی طرف سے فکر نہیں تھی۔ جس کار کے اندر پہنچ گئی تھی' وہ بلٹ پروف تھی۔ کمانڈو ایکس ڈرائیو کرتا ہوا اسے رہائش گاہ کی طرف لے جارہا تھا' اس کے آس پاس دونوں لیڈی باڈی گارڈ اس کی حفاظت کے لیے بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا "فکر نہ کرو۔ تم آرام سے اپنی رہائش گاہ تک پہنچ جاؤ گی۔ میں تمھاری خبر لیتا رہوں گا۔ ابھی میرا دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔"

میں پھر حاضر ہوگیا۔ میں نے جوتے وغیرہ پہن لیے تھے۔ وہاں سے دبے قدموں چلتا ہوا پچھلے دروازے کی طرف آیا۔ پھر میں نے باہر نکل کر دروازے کو بند کر دیا۔ میں نہیں جانتا تھا' باہر میرے پاس چادر میں لپٹی ہوئی کون تھی۔ اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں نے ہاتھ تھام لیا۔ اس کی صورت نظر نہیں آرہی تھی مگر ہاتھ کی نرمی اور گرمی بھا رہی تھی' کوئی دوشیزہ ہے۔ میں نے سرگوشی میں پوچھا "کیا آس پاس مسلح عورتیں نہیں ہیں؟"

اس نے جواب میں میرے ہاتھ کو اپنی طرف کھینچا' پھر ایک طرف لے کر چلنے لگی گویا وہ بیساکھی تھی اور میں اس کے ذریعے نامعلوم راستے پر چل رہا تھا۔ راستے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پاؤں تلے کوئی پختہ سڑک تھی۔ پہلے تو ہم رہائش گاہ کے پائیں باغ سے گزرتے رہے۔ پھر احاطے کو پار کرنے کے بعد اونچے نیچے راستوں سے گزرنا پڑا۔ کہیں میں ٹھوکر کھاتے کھاتے بچا۔ کہیں جان بوجھ کر ٹھوکر کھائی تاکہ اس کا سہارا لے کر پوچھ اور سمجھنے کا موقع ملے۔

کچھ دور جانے کے بعد میں نے پلٹ کر دیکھا۔ اس رہائش گاہ کی چند روشن کھڑکیاں نظر آرہی تھیں ہمارے ایک طرف لیڈی روزینہ کا فارم تھا۔ دوسری طرف اونچی پہاڑی تھی ہم اس کے دامن میں سے اونچے نیچے راستے سے گزرتے جارہے تھے۔ ہمیں کبھی کبھی اونچے پتھروں پر چڑھ کر دوسری طرف اترنا پڑتا تھا۔ کبھی چٹانوں کے سائے سے گزرنا پڑتا تھا۔ آخر بہت دور جانے کے بعد وہ رک گئی۔ میں نے پاس والی چٹان پر بیٹھ کر پوچھا "رکنے کی کیا ضرورت تھی۔ ابھی اور ٹھوکریں کھلاتی جاؤ۔ میں یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ تم میری زبان نہیں سمجھ رہی ہو۔"

میں نے چُپ ہو کر اس کی طرف دیکھا۔ ہمارے آس پاس اندھیرا تھا۔ میرے پاس لیڈی روزینہ کی آنکھیں نہیں تھیں' نہ ہی اینٹی ڈارک لینس لگا کر میں کار اس کی صورت دیکھ لیتا۔ شاید روشنی ہوتی تب بھی وہ نظر نہ آتی کیونکہ چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس طرح چادر میں اسے دیکھ کر اچانک ہی حدیقہ یاد آگئی۔

وہ میری زندگی کی پہلی اور آخری لڑکی تھی جو اسرار کے پردوں میں آئی تھی اور پردے ہی پردے میں ایسی رخصت ہوئی تھی کہ پھر ملاقات نہ ہو سکی۔ پتا نہیں وہ کہاں ہوگی کس حال میں ہوگی؟

میں نے اس کا تصور کرتے ہوئے اپنے سامنے والی کا ہاتھ تھام لیا۔ جواباً وہ دوسرے ہاتھ سے میرے ہاتھ کو تھام کر انگلیوں کی اشارتی زبان سے سمجھانے لگی۔ میں سمجھ رہا تھا' ابھی ہمیں اس پہاڑی پر کچھ بلندی تک چڑھنا ہے۔

میں نے اپنی زبان سے کہا: "میں کیسے چڑھ سکتا ہوں یہاں تاریکی ہے۔ تم کس طرح راستہ سمجھ لیتی ہو؟"

اس نے پھر اشارتی زبان سے کہا: "میں نے آنکھوں پر اینٹی ڈارک لینس پہن رکھا ہے۔ اسی لیے چادر اوڑھ رکھی ہے تاکہ دور سے کسی مسخ عورت کو میری چمکتی ہوئی آنکھیں نظر نہ آئیں۔"

"میرے لیے بھی ایک اینٹی ڈارک آئی لینس لانا چاہیے تھا۔ میں اسے آنکھوں پر چڑھا کر تمہاری چادر میں چھپ جاتا۔ ہم دونوں اسی طرح اپنے سروں کو چادر میں چھپائے اس پہاڑی پر چڑھ جاتے۔"

اس نے جواب میں میرے ایک ہاتھ پر کچھ رکھا۔ میں نے دیکھا، وہ اینٹی ڈارک کا گلوز تھا۔ اس کے شیشے اندھیرے میں چمک رہے تھے۔ میں نے اُسے پہن لیا۔ اس دوران اس لڑکی نے میرے سر پر چادر ڈال دی۔ اب کوئی دور سے دیکھتا تو میری چمکتی ہوئی آنکھیں نظر نہ آتیں۔

مجھے صاف طور پر نظر آ رہا تھا۔ سب سے پہلے تو میں نے اس نظر سے فائدہ اُٹھا کر اُسے دیکھا جو میرے بالکل قریب تھی۔ اچھی تھی۔ رنگ و روپ میں بھول تھی، پتھر نہیں تھی۔ وہ آگے بڑھنے لگی تو میں پیچھے رہ گیا۔ چادر آگے پیچھے ہو گئی۔ میں جب آگے بڑھتا ہوا اس کے برابر ہوا تو وہ چند قدم چلنے کے بعد پیچھے ہو گئی۔ میری طرح قدم نہیں بڑھا سکتی تھی۔ ہم اونچائی پر چڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا: "اگر راستہ ہموار ہوتا تو آگے پیچھے ہو جاتے۔ اس بلندی پر چڑھنے کے لیے ہمیں ایک ساتھ قدم اُٹھانا ہوگا۔ ایک ساتھ آگے بڑھنا ہوگا اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔ اس طرح۔۔۔"

میں نے اس کے بازو میں ہاتھ ڈالا۔ وہ قریب آ گئی۔ پھر اسے بھی میرا سہارا لینا پڑا۔ پہلے وہ میری بیساکھی تھی۔ اب میں اسے سہارا دے کر بلندی کی طرف چڑھتا جا رہا تھا۔

ہمیں زیادہ اوپر نہیں جانا پڑا۔ تقریباً پچیس فٹ کی بلندی پر پہنچ کر وہ رک گئی۔ ہانپنے لگی۔ بارش میں بھیگی ہوئی چڑیا سے سہمی ہوئی کبوتری اور تھکی ہوئی عورت بہت پیاری لگتی ہے۔ وہ وہاں ایک جگہ بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ اگرچہ ہم زیادہ بلندی پر نہیں تھے۔ آسمان ہم سے دور تھا تاہم ٹمٹماتے ہوئے ستارے آس پاس نظر آ رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا، میری رہنمائی کرنے والی مجھے ستاروں کی دنیا میں لے آئی ہے۔ اس کی آنکھوں پر اینٹی ڈارک کا گلوز تھا۔ ان میں بھی ستارے چمک رہے تھے۔

ایسے گلوز دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اُنھیں پہننے کے بعد ہر چیز تاریکی میں نیلی نیلی سی نظر آتی ہے یا پھر ہر شے سرخ دکھائی دیتی ہے۔ وہ بھی سرخ نظر آ رہی تھی۔ جیسے ایک لمکتے ہوئے شعلے کو تراش کر ہانپتا کانپتا مجسمہ بنا کر میرے سامنے پہنچا دیا گیا ہو۔

وہ گاگلز کے پیچھے مجھے دیکھ رہی ہوگی۔ اس کے لب خلوش تھے۔ ساز خاموش ہی رہتا ہے۔ کوئی چھیڑے تو بولتا ہے اور سُر میں بولتا ہے۔ آخر وہ بھی بولنے لگی مگر اس کی زبان سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں نے کہا: "زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم (میرے یار کی زبان ترکی ہے اور میں ترکی نہیں جانتا)۔"

اس بات پر وہ انگلیوں کے اشارے سے اپنی بات سمجھانے لگی۔ وہ کہہ رہی تھی: "یہاں سے دو قدم آگے بڑھو۔ ایک چھوٹا سا غار دکھائی دے گا۔ ہمیں اس کے اندر جانا ہے۔ ماسٹر کی وہیں لیڈی روزینہ سے ملنے آئے گا۔ ان کے آنے سے پہلے ہمیں وہاں چھپ کر رہنا ہوگا۔"

"تم میری باتوں کا جواب دیتی آ رہی ہو۔ اس کا مطلب ہے میری زبان سمجھتی ہو مگر بولنا نہیں چاہتیں۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر آگے بڑھ گئی۔ میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے دو چار قدم کے فاصلے پر ہی ایک گڑھا دیکھا۔ بظاہر تو وہ ایک خندق سی دکھائی دیتی تھی مگر وہ غار کا دہانہ تھا۔ اس کے اندر نہ جانے کتنی دور تک راستہ گیا ہوگا۔ وہاں ایسی کوئی جگہ ہوگی جہاں ماسٹر کی اور لیڈی روزینہ نے ملاقات کرنا مناسب سمجھا ہوگا ورنہ لیڈی روزینہ اسے اپنی رہائش گاہ میں بھی ملاقات کے لیے بلا سکتی تھی۔ میں نے ساتھی سے پوچھا: "لیڈی نے اتنی دور ملاقات کرنا کیوں مناسب سمجھا۔ وہ آرام سے اپنی رہائش گاہ میں ماسٹر کی کو بلا سکتی تھی؟"

وہ اپنی زبان میں کہنے لگی: "لیڈی روزینہ کسی بھی غیر مرد کو رہائش گاہ میں نہیں بلاتی۔ صرف وہی شخص وہاں داخل ہو سکتا ہے جو آئندہ اس کا شوہر بننے والا ہو۔"

ہم نے غار کے دہانے میں قدم رکھا، اینٹی ڈارک گاگلز کا یہ بڑا فائدہ ہے ایسی تاریکی میں ٹارچ وغیرہ کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ ہر چیز دکھائی دیتی ہے۔ اب راستہ ہموار تھا۔ اس کے باوجود اس نے میرے ہاتھ کو تھام لیا تھا۔

غار کے اندر چھوٹے بڑے پتھر تھے۔ ٹیڑھی میڑھی چٹانوں سے بنی ہوئی دیواریں تھیں۔ سر اُٹھا کر دیکھنے سے اس کی چھت پر ایسی نوکیلی چٹانیں بھی نظر آتی تھیں جیسے وہ اب تب میں سر پر گر پڑیں گی۔ ہم جس سرنگ نما راستے سے گزر رہے تھے، اس راستے پر اونچے اونچے پتھر تھے۔ ہمیں کبھی ان پتھروں پر چڑھ کر دوسری طرف جانا پڑتا تھا اور کبھی ان پتھروں اور دیواروں کے درمیانی شگاف سے گزرنا پڑتا تھا۔ اگرچہ راستہ دشوار گزار تھا تاہم اپنے آپ کو چھپائے رکھنے کے لیے ایسی جگہیں تھیں جہاں ہمیں کوئی ڈھونڈ نہیں سکتا تھا۔

ہم اس غار میں تقریباً سو گز کے فاصلے تک چلتے گئے پھر ایک کشادہ سی جگہ آئی جیسے پتھروں کو تراش کر ایک چھوٹا سا ہال بنا دیا گیا ہو۔ اس ہال میں بھی مختلف جگہ بڑے بڑے اونچے پتھر رکھے ہوئے تھے۔ ٹیڑھی میڑھی چٹانوں میں چھپنے کی جگہ تھی میں نے کہا: "شاید وہ اسی جگہ ملاقات کریں گے۔"

ساتھی نے تائید میں سر ہلایا مگر میرا ہاتھ تھام کر آگے بڑھتی گئی۔ ہم ایک بڑے تنکاف سے گزر کر اس ہال نما جگہ سے آگے بڑھ گئے۔ وہ میرا ہاتھ چھوڑ کر ایک چٹان پر چڑھنے لگی۔ اس کے بعد میں اس چٹان پر آ گیا لیکن یہ پہلی چڑھائی نہیں تھی۔ ہم مختلف پتھروں اور چٹانوں پر چڑھتے چلے گئے۔ جب ایک جگہ پہنچ کر رکے تو مجھے وہی ہال نما مقام نظر آیا جہاں سے ہم گزر کر آئے تھے اور جہاں ماسٹر کی، لیڈی روزینہ سے ملنے والا تھا۔ گویا ہم اس ہال کی چھت پر ایسی جگہ پہنچ گئے تھے جہاں آرام سے بیٹھ کر یا لیٹ کر آنکھیں دیکھ سکتے تھے اور ان کی باتیں سن سکتے تھے مگر آنکھیں نظر نہیں آ سکتے تھے۔

وہاں پہنچ کر میری رہنما ساتھی نے اپنے شانے سے ایک بیگ کو اتارا۔ اُسے ایک طرف رکھ دیا۔ پھر ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ غار میں پہنچنے کے بعد ہم نے چادر اتار دی تھی۔ اس کا سراپا میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ میں پاس آ کر بیٹھ گیا۔ سردی شباب پر تھی۔ ہم نے موسم کی مناسبت سے گرم لباس پہن رکھا تھا۔ سر پر فر کی ٹوپیاں تھیں جو کانوں کو ڈھانپ رہی تھیں۔ پاؤں میں گرم موزے اور بے آواز چرمی جوتے تھے۔ میں نے پوچھا: "وہ کب تک آئیں گے؟"

اس نے اشاروں کی زبان سے کہا: "میں نہیں جانتی۔ مادام نے مجھ سے کہا تھا، میں رات کے نو بجے تمہیں یہاں لا کر چھپا دوں۔ وہ ایک گھنٹے بعد بھی آ سکتے ہیں اور آدھی رات کے بعد بھی پہنچ سکتے ہیں۔ ان کا انتظار تکلیف دہ ہوگا مگر انتظار کرنا ہی پڑے گا۔"

"جہاں تمہاری جیسی رہنما ساتھی ہو وہاں انتظار کی طوالت کا پتا ہی نہیں چلتا۔ ساری رات آنکھوں ہی آنکھوں میں کٹ جاتی ہے۔"

اس نے انگلیوں کے اشاروں سے کہا: "اگر تم زبان سے نہ بولو، صرف اشاروں میں گفتگو کرو تو بہتر ہوگا۔ وہ کسی وقت بھی پہنچ سکتے ہیں۔ یوں تمہاری آواز ان کے کانوں تک پہنچ سکتی ہے۔"

"تمہارا حکم سر آنکھوں پر۔ لو، زبان بند کر لی۔ ہونٹ سی لیے۔ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔"

میں چپ ہو گیا۔ وہ پہلے ہی گونگی بنی ہوئی تھی ہم دونوں بڑی خاموشی سے پہاڑ جیسے وقت کو کاٹنے لگے۔ وقت پہاڑ بن جائے تو اسے محبت سے شناسائی سے رازداری سے دھیرے دھیرے کاٹا جاتا ہے۔

پھر بہت سارا وقت گزر گیا۔ رات خاموش رہی۔ غار میں سناٹا رہا۔ کسی کے قدموں کی چاپ سنائی نہیں دی۔ شکار کے پھنسنے کا انتظار کرنا بڑا ہی صبر آزما ہوتا ہے۔ ایسی صبر آزمائی کو مچھلی کا شکار کرنے والے ہی سمجھتے ہیں کہ کس طرح پانی میں لاسہ ڈال کر صبح سے شام ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات پھر بھی مچھلی نہیں پھنستی۔

لیکن سونیا دھوکا نہیں کھا سکتی تھی۔ اس نے لیڈی روزینہ کا مکمل پروگرام معلوم کیا ہوگا۔ تبھی مجھے اس لڑکی کے ساتھ یہاں تک پہنچایا تھا۔ وہ خود کہاں تھی، یہ میں نہیں جانتا تھا۔ بس اتنا جانتا تھا کہ اس کی بلانگ کے مطابق مچھلی نہیں مگر مچھ پھنسنے والا ہے۔

شیبا کو میں نے اس مقام پر چھوڑا تھا جب وہ انجانے دشمنوں کی گولیوں کی زد میں تھی۔ ایک لیڈی باڈی گارڈ نے اسے اپنے کاندھے پر اُٹھا کر وہاں سے بھاگتے ہوئے اس کی جان بچائی تھی اور اسے بلٹ پروف کار کے اندر پہنچا دیا تھا۔

یہ سمجھنے کے لیے زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں تھی کہ کس نے اس پر گولی چلائی۔ یہ فائرنگ اس وقت شروع ہوئی جب اسرائیلی انٹیلی جنس کا ایک جاسوس بہت بُری حالت میں ہیلی کاپٹر کے اسٹیج پر آیا تھا۔ اپنی غلطی کی معافی چاہی تھی۔ اسے شیبا کے استقبال کے لیے آنا چاہیے تھا لیکن وہ محض اسی ڈر سے نہیں آ رہا تھا۔ اس کا راز فاش ہو جاتا۔ آخر وہی ہوا۔ ٹیلی پیتھی نے جھانڈا پھوڑ دیا۔ اسے اسٹیج پر آ کر اعتراف کرنا پڑا کہ وہ بظاہر تو اسرائیلی انٹیلی جنس کا ایک یہودی ذہین سراغرساں ہے لیکن سپر ماسٹر کے لیے کام کرتا ہے اور اس نے یہ اطلاع پُراسرار سپر ماسٹر تک پہنچا دی ہے کہ شیبا کو اغوا کر کے تل ابیب پہنچا دیا گیا ہے۔

نیشنل آڈیٹوریم میں یقیناً سپر ماسٹر کے دوسرے آدمی چھپے ہوئے تھے۔ وہ بھلا یہ کیسے برداشت کرتے کہ ان کا بھید کھل جائے لہٰذا انھوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ اس طرح فائرنگ کے ذریعے وہ لوگوں میں کھلبلی پیدا کرنا چاہتے تھے۔ پہلی ہی فائرنگ پر وہ یہودی جاسوس چکرا کر گرا تو بھگدڑ مچ گئی تھی۔ اسٹیج کی لائٹ آف ہو گئی تھی۔ وہ اسی ہلچل، اسی ہنگامے میں شیبا کو اغوا کرنا چاہتے ہوں گے مگر انھیں ناکامی ہوئی تھی۔ وہ بحفاظت، بخیریت اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئی تھی۔

تل ابیب میں رات کے تین بج چکے تھے۔ میں نے سوچا۔

شاید وہ سو رہی ہوگی۔ اس کے دماغ میں جاؤں گا۔ اگر خوابیدہ ہوئی تو چپ چاپ چلا آؤں گا مگر وہ جاگ رہی تھی۔ بے چین سی تھی حالانکہ شاہانہ طرز کا بستر تھا۔ خوبصورت سی سجی ہوئی خواب گاہ تھی۔ کنیزیں سلانے کے لیے موجود تھیں۔ موسیقی کا ایسا انتظام تھا کہ وہ جس طرز کے گانے سننا چاہتی'.... وہ سب مہیا کر دیے جاتے۔ پھر بھی اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔

اس کی سوچ نے بتایا۔ وہ جگہ اجنبی سی لگ رہی ہے اور اجنبی ماحول میں نیند نہیں آتی۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "سونے کی کوشش کرو۔ رات بھر جاگنا مناسب نہیں ہے۔"

"میں بہت کوشش کر چکی ہوں۔ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سونا نہیں چاہتی۔"

"وہ کیوں؟"

"ہدایات دینے کے بعد گہری نیند آجاتی ہے' میں نے فیصلہ کر لیا ہے' جب تک تمہارے پاس نہیں آجاؤں گی' سکون سے نیند پوری نہیں کروں گی۔"

"شیبا! یہ سب مقدر کے کھیل ہیں۔ تم میرے پاس آنا چاہتی تھیں۔ اچانک ایسے حالات پیش آ گئے۔ تم کسی نادان چڑی کی طرح یوں فیصلے نہ کرو۔ چلو' بستر پر لیٹ جاؤ میں تمہیں ٹیلی پیتھی کے ہاتھوں سے تھپک تھپک کر سلا دوں گا۔"

میرے سمجھانے منانے پر وہ بستر پر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کر لیں۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ پھر میں اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپکنا ہی چاہتا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ میں چونک گیا۔ اس کی خواب گاہ کا دروازہ کھل رہا تھا اور لیڈی باڈی گارڈ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "کمانڈو ایکس! اس وقت مس شیبا کے کمرے میں جانا مناسب نہیں ہے۔"

شیبا نے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ کھل چکا تھا۔ وہاں کمانڈو ایکس کھڑا ہوا لیڈی باڈی گارڈ سے کہہ رہا تھا۔ "یو شٹ اپ! تمہاری جو ڈیوٹی ہے' اسے انجام دو۔ میں دروازے کو اندر سے بند کر رہا ہوں۔"

لیڈی باڈی گارڈ نے کہا۔ "تم بھول رہے ہو۔ مس شیبا کو یہاں پہنچانے سے پہلے یہ طے کیا گیا تھا کہ ان کی خواب گاہ کے دروازوں میں اندر سے چٹخنی نہیں لگائی جائے گی ورنہ مس شیبا اسے اندر سے بند کر کے ٹیلی پیتھی کے ذریعے باہر والوں کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔"

کمانڈو ایکس نے چونک کر اس دروازے کو دیکھا۔ واقعی اندر سے چٹخنی لگی ہوئی نہیں تھی۔ اس نے ناگواری سے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ تم باہر جاؤ اور اس دروازے کو لاک کر دو۔ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دینا۔ جب تک میں نہیں کہوں گا' یہ دروازہ نہیں کھلے گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے ایک جھٹکے سے دروازے کو بند کر دیا۔ شیبا نے بستر سے اترتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کیا حرکت ہے تم میری اجازت کے بغیر یہاں کیوں آئے ہو۔ دروازہ کیوں بند کیا ہے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "رات ہے' تنہائی ہے' کوئی مداخلت کرنے والا نہیں ہے۔ کوئی تمہیں اپنی طرف متوجہ بھی نہیں کرے گا لہٰذا مجھے غور سے دیکھ سکتی ہو۔ اچھی طرح پرکھ سکتی ہو۔"

وہ قریب آتے ہوئے بولا۔ "مجھے اچھی طرح دیکھو۔ کیا میں فرہاد سے کسی طرح کم ہوں۔ میرے مردانہ حسن پر ہزاروں لڑکیاں مرتی ہیں مگر میں کسی کو لفٹ نہیں دیتا۔"

وہ ذرا فاصلے پر آ کر رک گیا۔ پھر شیبا کے چاروں طرف پروانے کی طرح گھومنے لگا۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں نے سوچ رکھا تھا کسی ایسی لڑکی سے شادی کروں گا جو میری ہم پلہ ہو۔ یہ توانائی ہوئی بات ہے کوئی عورت مجھ جیسے شہ زور کی برابری نہیں کر سکتی مگر علم و ہنر میں' دوسری صلاحیتوں میں مجھ سے بڑھ کر ہو سکتی ہے اور تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کا علم ایسا ہے جس نے تمہیں میرے برابر کر دیا ہے۔"

شیبا نے حقارت سے کہا۔ "اونہہ' میری برابری کرنے آئے ہو۔ کیا حرام موت مرنا چاہتے ہو؟"

اس نے قہقہہ لگایا۔ پھر کہا۔ "مانتا ہوں' تمہارا علم اس دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار ہے لیکن میرے لیے بے اثر ہوگا۔ تم کبھی میرے دماغ میں نہ پہنچ سکو گی' نہ نقصان پہنچا سکو گی۔"

اس نے چاروں طرف گھومتے ہوئے سامنے آ کر اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ وہ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔ "خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ چھوڑو میرا ہاتھ۔"

"چھڑا کر دیکھ لو۔ میری گرفت بہت ہلکی ہے۔ پھر بھی یہ پھول جیسے ہاتھ نکل نہیں سکیں گے۔"

اس نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ میں یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اچانک اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ اس نے سانس روک لی۔ پھر کہا۔ "دماغ میں آنا چاہتی ہو۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں' میری اجازت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔"

میں پریشان ہو گیا۔ اس کا دماغ میرے ہاتھ نہیں آ رہا تھا اور شیبا جسمانی طور پر نازک سی تھی۔ وہ لڑنا نہیں جانتی تھی۔ لڑنا تو دور کی بات ہے' اپنا بچاؤ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ چیخنے لگی۔ "فرہاد! مجھے بچاؤ' اس درندے سے بچاؤ۔"

وہ ہنس رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "میں آج تمہیں اتنی محبت

دوں گا' اتنی مسرتیں دوں گا کہ تم فرہاد کو بھول جاؤ گی۔"

میں بعض حالات میں کس قدر بے بس ہو جاتا ہوں' یہ اس وقت پتا چل رہا تھا۔ میں جسمانی طور پر اتنی دور نہیں پہنچ سکتا تھا۔ دماغی طور پر شیبا کے کام نہیں آ سکتا تھا۔ کمرہ بند تھا۔ بھلا اس کی مدد کون کر سکتا تھا جب کہ.... کمانڈو ایکس اس کی خواب گاہ میں تھا۔ اس کی موجودگی بتا رہی تھی کہ شیبا کے دماغ سے فرہاد کو مٹانے کے لیے یہ چال چلی جا رہی ہے اور اس منصوبے میں کمانڈو ایکس کے بڑے بھی شامل ہیں۔ اسی لیے اسے چھوٹ دی گئی ہے۔

وہ شیبا کو دونوں بازوؤں میں اٹھائے پلنگ کے پاس آیا۔ پھر اسے بستر کے ملائم گدے پر پھینک دیا۔ ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ "میں تمہیں آخری موقع دیتا ہوں۔ چیخ چیخ کر فرہاد سے مدد طلب کرو' جب وہ تمہارے کام نہ آئے تو سمجھ لو' وہ ناکارہ ہے۔ مرد اسے کہتے ہیں جو ایسے نازک وقت پر عورت کے کام آئے۔"

شیبا میری ہدایت کے مطابق اچانک ہی ہنسنے لگی۔ بستر پر لوٹ کر ذرا دور گئی۔ پھر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "ابھی ابھی فرہاد نے ثابت کر دیا ہے' وہ ناکارہ نہیں ہے۔ وہ کام آ رہا ہے' اب تم کسی کام کے نہیں رہو گے۔"

وہ قاتمانہ انداز میں اس کے قریب آنا چاہتا تھا مگر یہ باتیں سن کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ شیبا کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ فرہاد یہاں آئے گا اور میرے ہاتھوں بے موت مرے گا؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے' وہ خود پہنچے۔ اس نے میری حفاظت کے انتظامات پہلے ہی کر دیے ہیں۔"

وہ بستر سے اتر گئی۔ پلنگ کے دوسری طرف سے چلتے ہوئے ادھر سے گھوم کر کمانڈو ایکس کے پاس آتے ہوئے بولی۔ "میں خود قریب آ رہی ہوں لیکن تم مجھے ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔"

وہ قریب آ گئی۔ کمانڈو ایکس نے ہاتھ بڑھایا۔ اسی لمحے اس کا ہاتھ کسی کی گرفت میں آیا۔ ایک جھٹکا سا لگا۔ کسی نے جوڈو کا داؤ استعمال کیا تھا۔ وہ الٹ کر قلابازی کھاتا ہوا دور جا کر فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔

کوئی اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے گا' یہ بات وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ اس نے یکبارگی الٹی قلابازی کھائی اور فرش پر سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پلٹ کر دیکھا تو شیبا کے پاس وہی لیڈی باڈی گارڈ کھڑی ہوئی تھی۔ کمانڈو ایکس نے غصے اور حیرانی سے اس کی طرف انگلی اٹھا کر پوچھا۔ "تم؟ کیا تم نے میرے ساتھ یہ گستاخی کی ہے؟"

وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی۔ "گستاخی نہیں' حجامت کی ہے۔ تم یہ بھول گئے تھے کہ میں شیبا کی باڈی گارڈ ہوں۔"

کمانڈو ایکس بڑی پھرتی سے۔ بیتر سے بدلتا ہوا آیا۔ پھر لیڈی باڈی گارڈ پر حملہ کیا۔ یقیناً اس کا حملہ کامیاب ہوتا لیکن وہ باڈی گارڈ بیتر سے بدل کر دور نکل گئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "کمانڈو ایکس! مجھے بابا صاحب کے ادارے میں جو پہلا سبق سکھایا گیا ہے وہ یہ کہ لڑتے وقت کبھی غصے' جوش اور جذبات میں نہیں آنا چاہیے۔ دوسری بات جو سکھائی گئی وہ یہ کہ کسی شہ زور کے ہاتھ نہیں آنا چاہیے۔ دور ہی دور سے تاک کر حملے کرتے چاہئیں۔"

کمانڈو ایکس 'بابا صاحب کے ادارے' کا حوالہ سنتے ہی ٹھٹک گیا تھا۔ اس نے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں ایک چیلنج ہوں۔ جب تک یہاں موجود ہوں' تم شیبا کو ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔"

وہ بیتر لہراتے ہوئے بولا۔ "شاید تمہیں میری قوت کا اندازہ نہیں ہے۔ ابھی تمہارا چیلنج خاک میں مل جائے گا۔ لیکن تم نے بابا صاحب کے ادارے کا حوالہ دیا ہے۔ بتاؤ' کون ہو تم؟"

وہ جواباً بیتر سے بدلتے ہوئے بولی۔ "تمہاری دنیا کے دہشت گرد مجھے ناگہانی بلا کہتے ہیں۔ ویسے میرا نام آمنہ ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے گھوم کر اس کے منہ پر ایک لات رسید کی۔ پھر کہا۔ "اور جس کے دن پورے ہو جاتے ہیں' وہی آمنہ کا سامنا کرتا ہے۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ اچانک ٹوٹ گیا۔ رہنمائی کرنے والی لڑکی نے میرے بازو کو ہولے سے جھنجوڑا تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ انگلیوں کی اشارتی زبان سے کہہ رہی تھی۔ "سنبھل جاؤ۔ ماسٹر کی آ رہا ہے۔"

لاکھوں قارئین کے دلوں کی دھڑکن

محی الدین نواب

کی ۱۰ سلگتی ہوئی کہانیوں کا مجموعہ

ایمان کا سفر

منگوانے کا پتہ

مکتبہ نفیسیا

پوسٹ بکس ۹۴۴۲ کراچی

قیمت ۱۰۰ روپے

شائع ہو چکا ہے!

قریبی بکسٹال سے طلب کریں یا براہِ راست منگوائیں

نے چونک کر اپنی ساتھی کو دیکھا۔ خیال خوانی کے بعد کوئی چونکا دے تو یوں لگتا ہے جیسے ابھی آنکھ کھلی ہو کچھ سوچنے سمجھنے اور سنبھلنے کے لیے ذرا مہلت درکار ہوتی ہے۔ ویسے سنبھلنے میں دیر نہیں لگی۔ پلک جھپکنے سے پہلے میں شیبا اور آمنہ کے پاس تھا۔ آمنہ کو کمانڈو ایکس سے دو دو ہاتھ کرتے دیکھ رہا تھا اور پلک جھپکنے کے بعد دماغی طور پر حاضر ہو گیا تھا۔ میری ساتھی نے پھر اشاروں کی زبان سے کہا۔ "ماسٹر کی آ رہا ہے۔"

میں نے بھی سرگوشی میں کہا۔ "ریٹ جاؤ۔ ورنہ وہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ہم دونوں ہی اس چٹان پر لیٹ گئے۔ وہ چٹان ایسی تھی جیسے کسی عمارت کی ٹیرس کا کچھ حصہ باہر کی طرف نکلا ہوا ہو۔ ہم اس غار کے اندر تھے اور وہ قدرتی ٹیرس ہمارے بڑے کام آ رہی تھی۔ ہم اوندھے لیٹ کر آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے اس کے آخری سرے پر پہنچ گئے۔ نیچے غار میں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا لیکن قدموں کی دبی دبی آواز سنائی دے رہی تھی۔

سونیا کی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی تھی۔ یقیناً ماسٹر کی آ رہا ہو گا۔ اس کے چیلنج کے مطابق ہماری ٹیلی پیتھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ اس نے دعویٰ کیا تھا، میرے ہاتھ پاؤں توڑ کر مجھے معذور بنا کر دنیا والوں کے سامنے میرا عبرتناک انجام پیش کرے گا۔ ایسے دعوے کرنے والا یقیناً ہاتھ پاؤں کا مضبوط ہو گا۔ یوں بھی یوگا میں مہارت حاصل کرنے والے جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند اور طاقتور رہتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ وہ کس طرح ہمارے قابو میں آ سکتا ہے۔ اس سلسلے میں یقیناً سونیا نے بھی کچھ سوچ رکھا ہو گا۔

میں نے لیٹے ہی لیٹے سر آگے بڑھا کر دیکھا نیچے غار کے ہال نما حصے میں دو مسلح عورتیں نظر آئیں۔ لیڈی روزینہ کے فارم کی عورتیں فوجی طرز کا مخصوص لباس پہنتی تھیں۔ اس وقت بھی وہ مخصوص وردی میں تھیں ان کے شانوں پر اسٹین گنیں لٹک رہی تھیں۔ ان کے بعد اور مسلح عورتیں آنے لگیں۔ ان میں سے ایک پارٹی لیڈر تھی۔ وہ آنے والی مسلح عورتوں کو ان کی ڈیوٹی کی جگہ بتاتی جا رہی تھی۔ کچھ عورتیں اس کی ہدایت کے مطابق مختلف چٹانوں پر جا کر کھڑی ہو گئی تھیں۔ کچھ بڑے بڑے پتھروں کے پیچھے جا کر چھپ گئی تھیں۔ اس غار میں تاریکی تھی۔ مسلح عورتیں ہماری طرح انفرا ریڈ گاگلز پہنے ہوئے تھیں۔

وہ جو میرے ساتھ چٹان پر الٹی لیٹی ہوئی تھی، تھکے ہوئے انداز میں کروٹ لے کر چاروں شانے چت ہو گئی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ انگلیوں کے اشارے سے کہہ رہی تھی "ابھی دیر ہے۔ یہ تمام مسلح عورتیں لیڈی روزینہ کے لیے احتیاطی تدابیر کر رہی ہیں۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ روزینہ ان کی باس تھی۔ ماسٹر کی سے اگرچہ دوستانہ تھا۔ تاہم حفاظتی تدابیر لازمی تھیں۔ ان کے آنے تک میری سوچ کی لہروں نے پرواز کی میں پھر شیبا اور آمنہ کے پاس پہنچ گیا۔

آمنہ کون ہے؟ میری داستان پڑھنے والے یہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس کے باوجود جب پرانے کردار سامنے آتے ہیں، میں ان کا تعارف بار بار کراتا ہوں کیونکہ اس داستان کو پڑھنے والوں میں ہر ماہ نئے قارئین کا اضافہ ہوتا رہتا ہے سو نئے قارئین چاہتے ہیں کہ پڑھتے وقت ہر کردار کو اس کے واقعاتی تسلسل کے ساتھ سمجھتے جائیں۔

آمنہ کی زندگی بھی عجیب تھی۔ وہ ایک بے حد حسین و شیزہ تھی لیکن خود کو بابر جلال کی بیوہ سمجھتی تھی۔ اس نے بابر کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔ اس کی خاطر وہ ننگ و ناموس کو ٹھوکر مارتی رہی تھی۔ آگ اور خون کے دریاؤں سے گزرتی رہی تھی۔ اس کی خاطر اس نے دہشت گرد دل کی دنیا میں قدم رکھا تھا۔ وہاں رہ کر وہ آگ سے شعلہ بن گئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں کوئی سا ہتھیار ہو وہ سچا نشانہ لگاتی تھی۔ ہتھیار نہ ہو تب بھی مقابل آنے والوں کے چھکے چھڑا دیتی تھی۔ دشمنوں کی سرحدوں میں گھس کر بڑی بڑی تنظیموں اور سرکاری اداروں کے راز چرا لانا اس کے لیے بڑی بات نہیں تھی۔ وہ خطرات سے جان بوجھ کر کھیلتی تھی۔ اسے اپنی زندگی بوجھ لگتی تھی۔ اس کا محبوب بابر جلال اس دنیا میں نہیں رہا تھا اس لیے وہ بھی نہیں رہنا چاہتی تھی.... لیکن کوئی کارنامہ کرتے ہوئے جان دینا چاہتی تھی۔ شاید اسی لیے بڑی بے باکی اور بے خوفی سے خطرناک مہم سر کر لیتی تھی۔

وہ بابر جلال سے آخری بار اپنی شادی کے دن ملی تھی۔ وہ ایک دن کی دلہن تھی۔ ایک رات کی نہیں تھی کیونکہ اسے سہاگ رات گزارنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس سے پہلے ہی دشمنوں نے بابر کو اغوا کر لیا تھا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے اسے اغوا کیا جاتا تو دشمن ہر گز کامیاب نہ ہوتے۔ وہ موت بن کر ان پر جھپٹ پڑتی۔ اس نے اپنے گمشدہ شوہر کو تلاش کرنا شروع کیا۔ بعد میں پتا چلا، ماسٹر کی کے آدمیوں نے ایسا کیا ہے۔ پھر تو وہ ماسٹر کی کے لیے دردِ سر بن گئی تھی۔

وہ وقتاً فوقتاً ماسٹر کی کے سنڈیکیٹ سے تعلق رکھنے والے افراد کا سامنا کرتی تھی۔ پھر انھیں بڑی اذیتیں دے کر مار ڈالتی

تھی۔ پہلے تو اُن سے بابر کا پتا دریافت کرتی تھی۔ پتا نہ ملنے پر ان کی لاش کے ساتھ ایک پرچی لکھ کر لگا دیتی تھی۔ وہ پرچی ماسٹر کی کے لیے چیلنج ہوتی تھی۔ اس پر لکھا ہوتا تھا: "بابر کو واپس کرو۔ ورنہ تمھاری سنڈیکیٹ کا ایک آدمی بھی زندہ نہیں رہے گا۔"

اس نے اپنے محبوب کو حاصل کرنے کے لیے انتھک کوششیں کیں۔ وہ بے چاری نہیں جانتی تھی کہ اس کا محبوب اور ایک دن کا شوہر انتہائی اذیتیں برداشت کرنے کے بعد مر چکا ہے۔ پھر میں بابر جلال کے روپ میں اس کے سامنے آیا۔ ڈاکٹر شیفرڈ نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے مجھے سر سے پاؤں تک مکمل بابر جلال بنا دیا تھا۔ صرف آواز مختلف تھی جس کی وجہ سے وہ الجھی رہتی تھی۔ میں نے بھی اسے یہ تاثر نہیں دیا کہ وہ مجھے بابر ہی سمجھے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ جو اپنے محبوب کو اتنی دیوانگی سے چاہتی ہے، میں اسے دھوکا دوں، اس کے محبوب کا روپ اختیار کر کے اس کی محبت سے کھیلوں اور اس کی سچی محبت پر ایک بدنما داغ بن جاؤں۔

ویسے وہ خود پر ظلم کر رہی تھی۔ اتنی حسین تھی کہ کوئی بھی اُسے ہمیشہ کے لیے اپنا سکتا تھا۔ وہ آگ اور بارود سے کھیلنے والی عورت تھی مگر اُسے چاہنے والا تمام عمر اس پر شاعری کر سکتا تھا۔ کوئی اسے اپنانے والا میوہ کھلانے کا عادی ہو تو اس کی آنکھوں کو بادامی کتا۔ شراب پینے والا ہو تو اسے میخانہ کہتا۔ دودھ پینے والے بڑی بڑی کٹورا سی آنکھیں سمجھتے۔ شکار کرنے والے خوبصورت ہرنی کی آنکھوں سے تشبیہ دیتے۔ وہ آنکھیں غضب ناک بھی تھیں اور حیا پرور بھی۔ میں کئی بار ان آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھٹکتے بھٹکتے رہ گیا۔ آخری بار اس سے ایک اسپتال میں ملاقات ہوئی تھی۔ میں زخموں سے چُور تھا اور اسے معلوم ہو چکا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ حقیقت معلوم ہونے پر اسے بڑا دکھ ہوا تھا۔ وہ مجھے بابر کی جگہ نہیں دیتی تھی لیکن بابر کی تصویر سمجھ کر میری قدر کرتی تھی۔ مجھے ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا چاہتی تھی۔ جب وہ آخری بار میرے پاس آئی تو میں نے محبت اور ہمدردی سے کہا: "آمنہ! میرے پاس آؤ، اتنی اداس کیوں ہو؟"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے بستر کے پاس آئی تھی۔ مجھے ایسی نظروں سے دیکھا تھا جیسے اپنے بابر کو ڈھونڈ رہی ہو۔ میں نے اسے سمجھایا: "میں تمھیں ساری حقیقت بتا چکا ہوں۔ تم نے کہا تھا، میں بابر نہ سہی اس کی زندہ تصویر ہوں۔ جب اپنے اس دنیا سے اُٹھ جاتے ہیں تو تسلی کے لیے ان کی تصویروں کو دیوار پر آویزاں کیا جاتا ہے۔ ان کی یاد تازہ ہوتی رہتی ہے۔ میں بھی آج ایک تصویر کی طرح تمھارے سامنے ہوں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر کہہ رہی تھی: "اگر تم کوئی اور ہوتے۔ فرہاد علی تیمور نہ ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا۔"

میں نے پوچھا تھا: "میرے فرہاد ہونے پر تمھیں کیا اعتراض ہے؟"

اس نے سرد آہ بھر کر کہا تھا: "تم بہت منگے ہو۔ بہت ریزرو رہتے ہو۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں، کوئی تم سے ملنا چاہے تو اسے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑ لگانا پڑتا ہے تم کوئی اور ہوتے تو میں ہر قیمت پر تمھیں حاصل کر لیتی اور اپنے ساتھ رکھتی۔ خدا گواہ ہے کہ ساتھ ضرور رکھتی مگر تمھیں بابر کا مقام کبھی نہ دیتی۔"

ایسا کہتے وقت وہ میرے چہرے پر جھک گئی تھی۔ مجھے خوب غور سے دیکھ رہی تھی۔ میرے چہرے کا ایک ایک نقش بابر کے نقوش کا پرتو تھا۔ میں نے کہا: "میں تمھاری صلاحیتوں کو ضائع نہیں ہونے دوں گا۔ تم کہیں بھٹکنے کے لیے نہیں جاؤ گی ہمارے ساتھ رہو گی۔ اعلیٰ بی بی تمھیں بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے میں پہنچائے گی۔ وہاں کے امتحانات پاس کرنے کے بعد تم ہماری ٹیم میں شامل ہو جاؤ گی۔ بولو، ہمارے ساتھ رہنا پسند کرو گی؟"

اس نے پھر ایک گہری سانس لے کر کہا تھا۔ ے

"اے شمع تیری عمر طبعی ہے ایک رات
ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے

اور میں رونا نہیں جانتی۔ ہنستے ہنستے پہاڑ جیسی زندگی گزار دوں گی۔ اس سے زیادہ مناسب اور کیا ہو سکتا ہے کہ مجھے بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے میں جگہ مل جائے اور میں تم لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔"

وہ دن ہے اور آج کا دن، آمنہ ہمارے ساتھ رہی تھی۔ وہ تین ماہ تک ادارے میں رہ کر انسانی نفسیات کی اسٹڈی کرتی رہی۔ شیخ الفارس نے اسے بتایا کہ دشمن کے نفسیاتی عمل اور ردِ عمل کو اس کے جذبات اور اس کے احساسات کو کس طرح سمجھنا چاہیے اور کس طرح اپنی مرضی کے مطابق اسے عمل اور ردِ عمل پر مجبور کرنا چاہیے۔

اسے نشانہ بازی کی مشق کرانے اور خالی ہاتھ مقابلہ کرنے کے طور طریقے سکھانے کی قطعی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تو دہشت گردوں میں رہ کر بندوق سے نکلی ہوئی اندھی گولی بن گئی تھی تین ماہ کے بعد اسے بہت ہی خفیہ طریقے سے اسرائیل پہنچا دیا گیا۔ جناب شیخ الفارس نے پہلے ہی آنے والے وقت کو بھانپ لیا تھا۔ شیبا جس دن ہمارے ادارے میں پہنچی، اسی دن سے انھوں نے سوچنا شروع کیا کہ مکوستِ اسرائیل کی طرف سے بڑا سخت ردِ عمل ہو گا اور بڑی

سازشیں ہوں گی۔ باباصاحب کے ادارے سے کامیاب ہونے والے دنیا کے ہر ملک، ہر شہر میں پہنچے تھے اور نمایاں مقام حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ ان میں سے کچھ افراد ایسے تھے جو تل ابیب میں پہلے سے موجود تھے۔ وہاں کی ایک سیکورٹی فورس عورتوں کے لیے مخصوص تھی۔ اس فوج میں ایسی عورتوں کو بھرتی کیا جاتا تھا جو لاوارث ہوتی تھیں یا اس بات کی قسم کھاتی تھیں کہ سیکورٹی فورس میں داخل ہونے کے بعد وہ اپنے عزیز و رشتے داروں سے، دوست احباب سے کبھی کوئی تعلق نہیں رکھیں گی۔ نہ ہی کسی قسم کا رابطہ ان سے قائم ہوگا اور نہ وہ زندگی کے کسی حصے میں ان سے ملنے کی خواہش کریں گی۔

ایسی لڑکیوں کو ٹریننگ کے دوران ایک بہت بڑے قلعہ نما ہاسٹل میں رکھا جاتا تھا جہاں صرف فوج کے چند اعلیٰ افسران ہی جا سکتے تھے۔ ان احتیاطی تدابیر کا مقصد یہ تھا کہ یہ لڑکیاں نہ تو کسی سے تعلق رکھیں گی۔ نہ کسی سے جذباتی رشتہ ہوگا اور نہ ہی کسی معاملے میں وہ کمزور پڑ کر ملک کے لیے نقصان دہ ثابت ہوں گی۔

ہر ملک، ہر ادارہ اپنے تحفظ کے لیے بڑے بڑے منصوبے بناتا ہے اور ان پر عمل کرتا ہے۔ اس کے باوجود کہیں نہ کہیں کوئی کمزوری رہ جاتی ہے آمنہ سے پہلے دو اور لڑکیاں اس سیکورٹی فورس میں پہنچ گئی تھیں اور احتیاطی تدابیر کرنے والوں کو شبہ تک نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد آمنہ وہاں گئی۔ سیکورٹی فورس کی لڑکیاں صرف اپنی ڈیوٹی سے تعلق رکھتی تھیں۔ اگر ان کا کوئی سماجی یا اور کوئی رشتہ ہوتا تو وہ کہیں نہ کہیں کسی شبے میں پکڑی جا سکتی تھیں۔ کوئی رشتے دار انھیں پہچان سکتا تھا۔ کوئی دوست ان پر شبہ کر سکتا تھا۔ آمنہ اور وہاں کی دو لڑکیوں نے اس سیکورٹی فورس کی تین لڑکیوں کی جگہ لی تھی اور یہ مختلف اوقات میں ہوا تھا۔ وہ صرف چہرے کے ذریعے پہچانی جا سکتی تھیں لیکن میک اپ کے جدید لوازمات نے اصلی اور نقلی چہروں کی پہچان بھی ختم کر دی تھی۔

آمنہ اس لیڈی فورس کی جس لڑکی کے روپ میں تھی، اس کا نام روشنا تھا۔ میں آمنہ کے پاس سے اس وقت آیا تھا جب اس نے بڑی عمدگی سے گھوم کر ایک لات کمانڈو ایکس کے منہ پہ ماری تھی اور کہا تھا "جو زندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں وہی آمنہ کا سامنا کرتے ہیں۔"

اس کے بعد میں تھوڑی دیر کے لیے غیر حاضر ہو گیا تھا۔ اب واپس اسی مقام پر آ کر یہ واقعہ ترتیب سے بیان کر رہا ہوں۔

کمانڈو ایکس کے منہ پہ ایک لگ پڑنے کے بعد وہ ذرا پیچھے چلا گیا تھا۔ پھر اس نے بے یقینی سے آمنہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا "تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم ہماری لیڈی سیکیورٹی فورس کی روشنا نہیں ہو؟"

آمنہ نے پوچھا "کیا تمھیں ایک اور لات پڑنے کے بعد یقین آئے گا؟"

کمانڈو ایکس نے گھوم کر ڈبل کِک ماری۔ وہ پہلی لات کھا کر پیچھے گئی مگر دوسری لات سے بچ گئی۔ اس نے تنبیہ کے انداز میں ایک انگلی دکھاتے ہوئے کہا "یہ نہ سمجھنا کہ میرے ایک حملے سے بچ گئی ہو تو اس کے بعد بھی بچ جاؤ گی۔ میں اب تک تمھیں لیڈی سیکیورٹی فورس کی ایک باڈی گارڈ سمجھ رہا تھا۔ اگر تم واقعی آمنہ ہو تو پھر دیکھو کہ میں کیسے سامنا کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے بجلی کی سی پھرتی دکھائی۔ چشم زدن میں اس کے قریب پہنچ کر دو چار ہاتھ دکھائے۔ اس کے حملوں کے دوران آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی۔ شیبا حیرانی سے سوچ رہی تھی، یہ آمنہ کمانڈو ایکس کے مقابلے پر کتنی دیر تک کھڑی رہ سکتی ہے۔ وہ مار کھاتی رہی اور اپنا بچاؤ بھی کرتی رہی۔ کئی سیکنڈ تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ وہ کامیاب حملے کرتا رہا اور یہ اپنے بچاؤ میں ناکام ہوتی رہی۔ آخر وہ کمانڈو فورس کا جانباز تھا۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکا تھا۔ دشمن کی لاشوں پر سے گزر کر کامیاب واپس آتا تھا۔ پھر اس کے سامنے آمنہ کیا حیثیت رکھتی تھی۔

لیکن جنگ کے میدان میں کب پانسہ پلٹ جاتا ہے، یہ دو لڑنے والے نہیں جانتے۔ خواہ ان میں کوئی زیادہ شدزور ہو، اور کوئی زیادہ کمزور ہو۔ کبھی کبھی زیادہ کمزور کے ہاتھ میدان آ جاتا ہے اچانک کمانڈو ایکس کا حملہ کرنے والا ایک ہاتھ آمنہ کے ہاتھ میں آیا تو اس کی گرفت سے نہ نکل سکا۔ اس نے دوسرا ہاتھ چلایا تو وہ ہاتھ بھی اس کی گرفت میں آ گیا۔ پھر آمنہ نے ایسا داؤ استعمال کیا جو فوراً ہی کمانڈو ایکس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ جب وہ اس پر سے ہوتا ہوا دور جا کر گرا تب آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے کیونکہ وہ ایک سینٹر ٹیبل پر گرا تھا اور وہ ٹیبل ٹوٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی اور وہ ان کے درمیان پھنس گیا تھا۔ آمنہ اچھل کر اس کے سرہانے آ کر کھڑی ہوئی پھر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی "میں اتنی دیر سے مار کھا رہی تھی، صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ تمھارے حملوں کا انداز کیا ہے۔"

وہ ٹوٹی ہوئی میز کے درمیان پھنسا ہوا تھا۔ وہیں سے بیٹھے ہی بیٹھے اٹھ کر اسے لگ مارنا چاہتا تھا تو آمنہ نے اس کی ٹانگ کو پکڑ کر ایک طرف جھٹکا دیا۔ وہ دوسری طرف اوندھے منہ فرش پر گرا لیکن بڑی پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے آمنہ

کو فوراً ہی دور ہٹاتے ہوئے کہا "میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ بہت عرصے بعد اپنے دماغ میں میری آواز سن رہی تھی۔ میں نے کہا "میں جانتا ہوں، تم اچھی فائٹر ہو۔ کمانڈو ایکس لڑتے لڑتے تھک جائے گا۔ ہانپنے لگے گا۔ پھر بھی تم میدان نہیں چھوڑو گی لیکن مصالحت سے کام لو۔ اس کے دماغ کو کمزور کرو تاکہ مجھے وہاں جگہ مل سکے۔"

اس وقت تک بہت سے مسلح افراد وہاں پہنچ گئے تھے۔ ان کے پاس ریوالورز، رائفلیں اور اسٹین گنیں تھیں۔ انھوں نے آمنہ کو نشانے پر رکھتے ہوئے پوچھا "روشنا! دونوں ہاتھ اٹھاؤ اور بتاؤ، کمانڈو سے الجھنے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

کمانڈو ایکس نے جھنجلا کر مسلح افراد کو دیکھا۔ پھر کہا "چلے جاؤ۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ میرا معاملہ ہے۔ اس لڑکی نے مجھے چیلنج کیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد آنا اور ٹوٹے ہوئے ہاتھ پاؤں سمیت اسے لے جانا۔"

آمنہ نے ٹوٹی ہوئی ٹیبل کے ایک حصے کے نیچے پاؤں لے جا کر اسے کمانڈو ایکس کی طرف اچھالا۔ وہ حصہ اس کی طرف گیا مگر اس نے لڑائے کا ایک ہاتھ مار کر اس ٹوٹے ہوئے حصے کے بھی ٹکڑے کر دیے۔ آمنہ نے دوسرا ٹکڑا اس کی طرف اچھالا۔ یقیناً وہ اسی طرح اس کے بھی ٹکڑے کرنے والا تھا۔ اتنی سی دیر میں آمنہ نے نیچے گرے ہوئے پیتل کے گلدان کو اٹھا کر اس کی طرف چھلانگ لگائی۔ پھر اس کے سر پر ایک بھرپور ضرب لگائی۔ وہ اپنے کراٹے کے فن کا مظاہرہ کرنے میں لگا ہوا تھا۔ اس حملے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس ناگہانی حملے سے چکرا گیا۔ سنبھلنے سے پہلے ہی گلدان اس کے سر پر پڑا۔ آمنہ کا لب یہی متصور رہ گیا تھا کہ کسی طرح اس کے دماغ کو کمزور کرے۔ وہ سمجھتی تھی، بار بار ایک ہی طرز کا حملہ کامیاب نہیں ہوگا۔ وہ اپنا بچاؤ کرے گا۔ اس نے تیسری بار گلدان سے ضرب نہیں لگائی۔ ذرا پیچھے ہٹ کر گلدان کو اس کی طرف اچھالا۔ وہ اسے کیچ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اگر نہ کرتا تو گلدان منہ پر آ کر پڑتا۔ جتنی دیر میں وہ اس گلدان کو کیچ کرتا اتنی دیر میں اس نے ٹوٹی ہوئی میز کے پائے کو اٹھا کر اس کے منہ پر جڑ دیا۔ ایک کرخت آواز کے ساتھ پہلی بار کمانڈو ایکس کے حلق سے چیخ نکلی۔ میز کا پایا اس کے منہ پر ٹوٹ گیا تھا۔ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ پیچھے فرش پر گر پڑا۔ اس کے گرتے ہی آمنہ نے چھلانگ لگائی۔ فرش پر پہنچ کر اس کی گردن کو دونوں ٹانگوں کے درمیان پھنسا لیا۔ اس نے کراٹے کا ایک ہاتھ اس کی ٹانگوں پر رسید کیا۔ پھر دوسرا ہاتھ بھی مارنا چاہتا تھا لیکن تڑپ کر رہ گیا۔ کیونکہ گردن پر ٹانگوں کی گرفت سخت ہو گئی تھی۔ اس کی سانس رکنے لگی تھی۔ عین اسی وقت میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

ایک تو سر پر گلدان کی چوٹیں لگی تھیں پھر گردن پر سنیر کا پایہ ٹوٹ گیا تھا۔ وہ پہلے ہی زخمی تھا اور پے در پے دو بار ٹانگوں کے درمیان اس کی سانس رک رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو کمانڈو ایکس! کیا مجھے اپنے اندر آنے سے روک سکتے ہو؟"

اس نے بیکارگی سانس روکی۔ میں چند ساعت کے لیے دماغ سے نکلا۔ آمنہ کے دماغ میں پہنچ کر اس کی دونوں ٹانگوں کی گرفت کو اور مضبوط کیا۔ پھر واپس اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس بار وہ سانس نہ روک سکا۔ اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتے لگا۔ میں نے بیکارگی دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میں نے دوسرا جھٹکا پہنچایا۔ وہ تڑپ کر اور زیادہ چیخنے لگا۔ اس کے دماغ میں جیسے زلزلہ پیدا ہو گیا تھا۔ وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی چیخیں سن کر پھر مسلح افراد کمرے میں آ گئے۔ انھوں نے آمنہ کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "اسے چھوڑ دو۔ ورنہ ہم گولی مار دیں گے۔"

میں نے آمنہ سے کہا "تم الگ ہو جاؤ۔ یہ میرے قابو میں ہے۔"

اس نے گردن چھوڑ دی۔ فرش پر لڑھکتی ہوئی ذرا دور گئی۔ پھر اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے دشمن کو اتنے دماغی جھٹکے پہنچائے تھے کہ وہ کم از کم گھنٹے بھر تک نارمل نہیں رہ سکتا تھا اور نہ ہی یوگا کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔ اس نے تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے حکم دیا "اسے گرفتار کر لو، یہ دشمن کی آلۂ کار ہے۔"

مسلح افراد نے آمنہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ شیبا نے کہا "رک جاؤ۔ اسے چھوڑ دو۔ یہ دشمن کی آلۂ کار نہیں، میری محافظ ہے۔"

کمانڈو ایکس نے کہا "تمھاری حفاظت کی فوجداری ہم پر ہے۔"

"تم نے کتنی حفاظت کی، یہ میں نے دیکھ لیا ہے۔ اب میں کسی پہ اعتماد نہیں کر سکتی۔ آمنہ میرے پاس چوبیس گھنٹے رہے گی۔"

وہ اب بھی تکلیف میں مبتلا تھا۔ دماغ میں زلزلہ پیدا ہو جائے تو پورا جسم چھوٹا بن کر دکھنے لگتا ہے۔ اس کے باوجود وہ تلخی سے مسکراتے ہوئے بولا "یہ تمھارے ادارے سے تعلق رکھنے والی چند سانسوں کی مہمان ہے۔ باہر لے جاتے ہی اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے پھر اس کے دماغ میں زلزلے والی کیفیت پیدا کی۔ وہ ادھر سے ادھر گرنے لگا۔ اٹھ کر سنبھلنے کی کوشش کرتا تھا پھر دماغی جھٹکے کھا کر اچھل پڑتا تھا جیسے کوئی اچھال

رہا ہو اور گرا رہا ہو۔ وہ تڑپ تڑپ کر کہہ رہا تھا۔ "مجھے چھوڑ دو۔ میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ یہ کوئی جواں مردی نہیں ہے۔ اگر مرد ہو تو سامنے آکر ملاقات کرو۔"

"تم کتنے مرد ہو، یہ میں نے آمنہ سے مقابلہ کرتے وقت دیکھ لیا ہے۔"

یہ خبر اعلیٰ حکام تک پہنچ گئی تھی کہ شیبا کی ایک لیڈی باڈی گارڈ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتی ہے۔ جب کمانڈو ایکس نے مس شیبا سے زیادتی کی تو وہ لیڈی باڈی گارڈ آمنہ کے نام سے ظاہر ہو گئی ہے۔

کمانڈو ایکس کی سوچ کہہ رہی تھی "یہ خبر ہماری لاسٹ لائن تک بھی پہنچ چکی ہے مگر ابھی تک کمانڈو وائی نے نہ تجھ سے رابطہ قائم کیا ہے اور نہ ہی مجھے ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھنے کے لیے کوئی طریقہ کار اختیار کر رہا ہے۔"

اس نے آگے بڑھ کر سوئچ بورڈ کے ایک بٹن کو دبایا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس بٹن کو دباتے ہی وہ اسپیکر آن ہو جاتا ہے جس کے ذریعے لاسٹ لائن سے رابطہ قائم کر سکتا ہے پھر اس نے یہی کیا۔ چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں کمانڈو وائی سے مخاطب ہوں۔ شاید میرا آخری وقت آچکا ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کا شکار ہو کر نہیں مرنا چاہتا۔ مجھے گولی مار دی جائے لیکن اس لیڈی باڈی گارڈ کو بھی زندہ نہ چھوڑا جائے۔ شیبا کو فرہاد علی تیمور کی تمام ساتھیوں سے دور رکھنے کے لیے ہمیں بڑے سے بڑا نقصان برداشت کرنا ہوگا۔"

شیبا نے ناگواری سے کہا۔ "تم مجھے فرہاد اور اس کی ساتھیوں سے دور رکھ سکتے ہو لیکن اس طرح ٹیلی پیتھی کا خطرہ کبھی دور نہیں ہوگا۔ فرہاد نہیں ہو گا تو میں یہی ہتھیار تم لوگوں پر استعمال کروں گی۔ اس لیے کہ تم میں سے کسی پر مجھے اعتماد نہیں رہا۔"

کمانڈو وائی کی آواز سنائی دی۔ "مس شیبا! ہمیں افسوس ہے۔ کمانڈو ایکس نے تمہارے ساتھ جو کیا اس کی سزا اسے ملے گی اور وہ سزا موت ہوگی تم خود اس سے انتقام لے سکتی ہو۔ اس کے دماغ کا دروازہ ٹیلی پیتھی کے لیے کھل چکا ہے۔ یہ تمہارے سامنے بے بس اور مجبور رہے گا۔"

میں نے شیبا کی زبان سے کہا۔ "کمانڈو وائی! یہ پہلا دروازہ کھلا ہے۔ اس کے بعد تم سب بے نقاب ہوتے جاؤ گے۔ اپنے طور پر جو حفاظتی تدابیر کر سکتے ہو کرتے رہو۔ تم لوگوں نے مجھے فساد سے دور رکھنے کے لیے بڑی گھناؤنی چال چلی۔ تم نے سوچا تھا، میرے جذبات کمانڈو ایکس سے وابستہ ہو جائیں گے۔ میں فرہاد کو بھول جاؤں گی۔ یہ تم سب کی بھول ہے۔ محبت اس جہان سے دوسرے جہان پہنچ جاتی ہے۔ دنیا بدل دیتی ہے مگر محبوب نہیں بدلتی۔"

پھر میں نے آمنہ کی زبان سے کہا۔ "کمانڈو وائی! تم نے مجھے طعنہ دیا تھا کہ میری فوج میں صرف عورتیں ہیں اور میں نے جواباً کہا تھا کہ دشمن کو اپنے ہاتھوں سے شکست دینا کمال نہیں ہے بات تو تب ہے کہ عورتوں کے ذریعے شکست دی جائے اور ان کے سر غرور سے جھکا دیے جائیں۔ میری زندگی میں آنے والے بے شمار دشمنوں میں سے بہت کم ایسے ہیں جنہوں نے براہِ راست میرے ہاتھوں شکست کھائی ہو ورنہ میری ساتھی عورتوں نے انہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ اس کا ایک نمونہ ابھی تمہارے سامنے پیش ہو چکا ہے۔ کمانڈو ایکس کے بعد تمہاری باری ہے۔ میری ساتھی عورتوں سے جتنی دور رہ سکتے ہو اور انہیں کسی طرح چھیڑے بغیر اپنا بچاؤ کر سکتے ہو تو کرتے رہو ورنہ آنے والا کوئی بھی لمحہ تمہارے دماغ کے دروازے ہمارے لیے کھول دے گا جیسے آمنہ میرے لیے ایک دروازہ کھول چکی ہے۔"

شیبا نے کہا۔ "میں لاسٹ لائن کے تمام افسران کو مخاطب کر رہی ہوں۔ میری بات توجہ سے سنی جائے۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں ایک یہودی ہونے کے ناتے اپنی قوم اور اپنے ملک کے کام آتی رہوں تو میرے حکم کی تعمیل لازمی ہے۔ میرا پہلا حکم یہ ہے کہ آمنہ پر کوئی آنچ نہ آئے اور یہ میرے ساتھ میری محافظ بن کر رہا کرے۔"

وہ شیبا کو ناراض نہیں کر سکتے تھے۔ ابھی اس سے بڑے بڑے کام لینے تھے۔ اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے ہر ممکن فائدے حاصل کرنے تھے۔ کمانڈو وائی کی آواز سنائی دی۔ "مس شیبا! تمہارا حکم سر آنکھوں پر۔ ہم تمہیں ناراض نہیں کرنا چاہتے۔"

شیبا نے کہا۔ "یہ بکواس ہے۔ میری خوشی منظور تھی تو کمانڈو ایکس کو یہاں میں کیوں بھیجا گیا تھا؟"

"یقین کرو، ہم کمانڈو ایکس کی نیت سے واقف نہیں تھے۔ اس نے یہ شرارت کی۔ اس کی سزا ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی مل جائے گی اور ہم سے بھی ملے گی۔"

میں نے آمنہ کے ذریعے کہا۔ "شیبا سیاسی چالوں کو اس طرح نہیں سمجھتی لیکن میں نادان نہیں ہوں۔ اتنا جانتا ہوں کہ ہر ملک کے کمانڈوز حکم کے غلام ہوتے ہیں۔ افسرانِ بالا کے حکم کے بغیر اپنی مرضی سے ایک قدم بھی نہیں اٹھاتے۔ کمانڈو ایکس نے وہی کیا جو تم لوگوں کی پلاننگ تھی لہٰذا اپنی اس غلطی کو اس گھناؤنے جرم کو تسلیم کرو۔"

"مسٹر فرہاد! تم شیبا کو ہمارے خلاف بھڑکا رہے ہو۔ ہم کھا کر کہتے ہیں، اس کمرے میں جو کچھ ہوا، اس کے ذمے دار نہیں ہیں۔ ہم نے آئندہ شیبا کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے فیصلہ کیا ہے کہ کوئی شخص مس شیبا کے قریب نہیں جائے گا۔"

شیبا نے کہا۔ "صرف قریب آنے کی بات نہیں ہے میری اجازت کے بغیر کوئی شخص میرے سامنے نہیں آئے گا۔"

"تم جو چاہو گی وہی ہوگا۔"

پھر اس نے مسلح افراد کو حکم دیا۔ "لیڈی آمنہ کو چھوڑ دیا جائے۔ یہ مس شیبا کے ساتھ رہا کریں گی۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

پھر اس نے حکم دیا کہ وہ کمانڈو ایکس کو حراست میں لے کر اس خواب گاہ سے باہر چلے جائیں۔ شیبا نے کہا۔ "میں چاہتی ہوں کہ کمانڈو ایکس کو گولی نہ ماری جائے۔ اسے زندہ رکھا جائے۔"

کمانڈو وائی کی آواز سنائی دی۔ "مس شیبا! آپ ایسا حکم نہ دیں جس کی تعمیل ممکن نہ ہو جس سے آپ کے ملک کو نقصان پہنچتا ہو۔"

شیبا نے حیرانی سے پوچھا۔ "کمانڈو ایکس کے زندہ رہنے سے ملک کو کیسے نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

"اب فرہاد علی تیمور جب چاہے گا اس کے دماغ میں پہنچ کر خفیہ معلومات حاصل کرے گا۔ ہم اسے زیادہ دیر تک زندہ نہیں رکھ سکتے۔ یہ تمہارے ملک کے مفاد میں ہے۔ پلیز! اس کی سزائے موت کو بدلنے کا حکم نہ دو۔"

میں نے شیبا سے کہا۔ "اس کمبخت کو مرنے دو۔ میں دوسرے ذرائع سے معلومات حاصل کرتا رہوں گا۔"

وہ خاموش رہی۔ مسلح افراد کمانڈو ایکس کو حراست میں لے کر چلے گئے۔ خواب گاہ میں صرف شیبا اور آمنہ رہ گئیں۔ کمانڈو وائی نے کہا۔ "مس شیبا! میں آپ سے دست بستہ عرض کرتا ہوں، آپ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ ہم آپ کی عزت آبرو کے دشمن ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔ تم ہماری قوم کی بیٹی ہو۔ تمہاری عزت ہماری عزت ہے۔ ہم بے غیرت نہیں ہیں۔ تمہارے کمرے میں کمانڈو ایکس خود اپنی مرضی سے یا شیطان کے بہکانے سے آیا تھا۔"

شیبا آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آمنہ کے پاس گئی پھر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا۔ "کمانڈو وائی! کیا تم نے آمنہ کو نہیں دیکھا، میں ایک عورت ہو کر یہ تسلیم کرتی ہوں کہ یہ مجھ سے بہت زیادہ خوبصورت ہے۔ پُرکشش ہے۔ پھر کمانڈو ایکس اس کی طرف کیوں نہیں آیا؟ مجھے برباد کیوں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے نادان نہ سمجھو اور اپنی معذرت اپنے پاس رکھو۔ میں بحث نہیں کرنا چاہتی، میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

پھر اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "فرہاد! کیا تم میرے پاس ہو؟"

"ہاں! بولو۔"

"اب تمہیں سوچنا ہے کہ یہ لوگ آمنہ کو کب تک برداشت کر سکتے ہیں؟"

"جب تک تم چاہو گی، وہ برداشت کرنے پر مجبور رہیں گے، وہ تمہیں ناراض نہیں ہونے دیں گے۔"

"یہ کوئی ایسی چال چل سکتے ہیں جس کی ہم توقع نہ کرتے ہوں۔"

"یہ ممکن ہے سوچی سمجھی چالوں کے مطابق آمنہ کو کھانے پینے کی چیزوں میں ایسی مضر رساں دوا ملا کر دے سکتے ہیں جو اسے دماغی یا جسمانی طور پر کمزور بنا دے۔ اگر جسمانی طور پر کمزور ہو گی تو بیمار رہے گی۔ اسپتال میں زیرِ علاج رہے گی۔ اس طرح وہ اسے عارضی طور پر تم سے دور کر دیں گے اگر دماغی طور پر کمزور ہوئی تو ہپناٹزم کے ذریعے اسے معمول بنایا جائے گا اور اس کے دماغ میں ایسی باتیں نقش کر دی جائیں گی جو ہمارے خلاف ہوں گی۔"

میری ہدایت پر شیبا یہی باتیں بلند آواز سے کہنے لگی تاکہ کمانڈو وائی سُن سکے۔ آمنہ نے کہا۔ "شیبا! میری فکر نہ کرو۔ میں محتاط رہوں گی۔ مجھ پر تنویمی عمل آزمایا گیا تو یہ بات فرہاد سے چھپی نہیں رہے گی۔ اس کے بعد تم دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے جیسی جوابی کارروائی کرو گے اس کا اندازہ لاسٹ لائن کے کمانڈو وائی کو اچھی طرح ہونا چاہیے۔"

مجھے اپنی ساتھی کی طرف سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ میں نے شیبا اور آمنہ کے دماغ میں باری باری پہنچ کر کہا۔ "تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں۔ محتاط رہنا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس غار کے ہال نما حصے میں گہری خاموشی تھی حالانکہ لیڈی روزینہ کی محافظ عورتیں ہر جگہ موجود تھیں مگر پتھر کے مجسمے کی طرح اپنی اپنی جگہ ساکت تھیں۔ پھر قدموں کی آواز سنائی دی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ایک قد آور شخص چھ مسلح باڈی گارڈز کے درمیان اس ہال نما حصے میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کے تمام مسلح گارڈز مرد تھے۔ ہال کے وسط میں ایک عورت اسٹین گن لیے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر تم ماسٹر کی ہو تو میں لیڈی روزینہ کی طرف سے خوش آمدید کہتی ہوں۔"

آنے والا قد آور شخص رُک گیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھنے کے بعد پوچھا۔ "لیڈی صاحبہ کہاں ہیں؟"

"وہ پہنچنے ہی والی ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔"

وہ ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک عمدہ سا بوٹ پہن رکھا تھا۔ مسلح عورت نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہ سچ ہے کہ تم اپنے جسم کے ہر لباس کو

وقت آنے پر ہتھیار کی طرح استعمال کرتے ہو؟"

اس نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر پوچھا: "مجھے تمہارے کسی سوال کا جواب کیوں دینا چاہیے؟"

"میں لیڈی روزینہ کی خاص باڈی گارڈ ہوں۔ اس کی آمد سے پہلے مطمئن ہونا چاہتی ہوں۔ ملاقات کرنے والے کے پاس کوئی چھپا ہوا ہتھیار نہیں ہونا چاہیے اور جیسا کہ ہم نے سنا ہے، تمہارا لباس بھی ایک ہتھیار ہوتا ہے۔"

"میں نے بھی سنا ہے کہ لیڈی روزینہ بہت محتاط رہتی ہے کیا میں یہ نہیں جاننا کہ میری آمد سے پہلے کتنی ہی مسلح عورتیں یہاں چھپی ہوئی ہیں۔ جتنی نظر آرہی ہیں ان کے علاوہ بھی۔"

وہ بات ادھوری چھوڑ کر پتھر سے اتر گیا چاروں طرف گھومتے ہوئے اور دیکھتے ہوئے بولا: "بہت سی مسلح عورتیں نظر نہیں آرہی ہیں لیکن مجھے چاروں طرف سے گھیرے جانے کا پورا یقین ہے۔"

ماسٹر کی! ہمارے درمیان بے اعتمادی نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "خطرناک تنظیموں کے افراد ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرتے۔ پھر میں تو ایک بہت بڑی تنظیم کا سربراہ ہوں۔ اعتماد کا لفظ ہماری لغت میں نہیں ہوتا۔"

اس نے اپنی رسٹ واچ میں دیکھتے ہوئے کہا: "تمہاری لیڈی کو وقت کی پابندی کرنا چاہیے۔ میں وقت کی قدر کرنے والوں کی قدر کرتا ہوں۔"

"ہماری لیڈی تم سے قدر کردانا نہیں چاہتی کیونکہ وہ ایک ہی وقت میں ایک ہی شخص کو پسند کرتی ہے۔ میں تمہیں یہ خوشخبری سنا دوں کہ وہ مائیکل گارسن سے شادی کرنے والی ہے۔"

اسی وقت ہلکی ہلکی سی موسیقی سنائی دینے لگی۔ میری ساتھی نے اشاروں کی زبان سے بتایا: "جس طرح ہر ملک کا ایک قومی ترانہ ہوتا ہے، اسی طرح لیڈی روزینہ نے اپنے فارم کے لیے ایک نغمے کی موسیقی کو اپنے لیے مخصوص کیا ہے اور اب اس کا مطلب یہ ہے کہ لیڈی صاحبہ تشریف لا رہی ہیں۔"

وہ آرہی تھی۔ آنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی بہت بڑی ریاست کی ملکہ ہو۔ اس نے خوبصورت سا ریشمی لباس زیب تن کیا تھا۔ غار میں روشنی نہیں تھی مگر وہ چاند کی طرح نمودار ہوئی تھی۔ ہم سب نے اپنی آنکھوں پر اینٹی ڈارک گاگلز پہنے ہوئے تھے۔ اس لیے ایک دوسرے کو بہ آسانی دیکھ رہے تھے، بلکہ وضاحت سے دیکھ رہے تھے۔

لیڈی روزینہ کے ساتھ کئی مسلح عورتیں آئی تھیں۔ ان میں وہ لیڈی سیکریٹری بھی تھی جو ہم انگریزی بولنے والوں کے سامنے اپنی لیڈی کی زبان کا ترجمہ پیش کرتی تھی۔ میں نے اس سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ چور نظروں سے ماسٹر کی کو دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ اسی کی خاص آلۂ کار تھی۔ بظاہر لیڈی روزینہ کی ملازمہ بنی ہوئی تھی۔

ماسٹر کی نے لیڈی روزینہ کو دیکھتے ہی سر جھکایا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہا: "ہماری دوستی اس حد تک قابلِ اعتماد ہو گئی ہے کہ ہم پہلی بار ایک دوسرے سے روبرو ملاقات کر رہے ہیں۔"

لیڈی کے ساتھ آنے والیاں کچھ فولڈنگ چیئر اٹھائے ہوئے تھیں۔ وہ ہال کے ایک حصے میں انھیں بچھانے لگیں۔

لیڈی نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے دوسری کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ ماسٹر کی ایک کرسی کو کھینچ کر اس پر بیٹھتے ہوئے بولا: "اس تکلف کی ضرورت نہیں تھی۔ میں تو سپاہی آدمی ہوں۔ پتھروں پر بیٹھ کر کرسی کا لطف اٹھاتا ہوں۔"

لیڈی روزینہ خاموشی سے اس کا جائزہ لے رہی تھی سر سے پاؤں تک دیکھ رہی تھی۔ اس کی باتوں کو بھی توجہ سے سن رہی تھی۔ وہ مسکرا کر بولا: "کیا میں تمہیں پسند آرہا ہوں۔ اسے ہاں! ابھی مجھے یہ خوشخبری ملی ہے کہ تم مائیکل گارسن سے شادی کرنے والی ہو۔ میں تمہیں پیشگی مبارک باد دیتا ہوں۔"

وہ خاموش تھی۔ چپ چاپ اسے دیکھتی جا رہی تھی۔ اس نے ذرا حیران ہو کر پوچھا: "کیا بات ہے۔ کیا زبان نہیں کھولو گی۔ چپ چاپ دیکھتی رہو گی؟"

تب لیڈی روزینہ کے لب کھلے۔ اس نے ترکی زبان میں کہا: "مجھے اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی کرنا ہو گی۔"

میں اس کی باتوں کا ترجمہ سیکریٹری کے ذریعے سمجھ رہا تھا اور وہ ماسٹر کی کو انگریزی زبان میں سمجھا رہی تھی۔ ماسٹر کی نے پوچھا: "تم کس فیصلے پر نظرِ ثانی کرنا چاہتی ہو؟"

لیڈی روزینہ نے اس کی زبان کا ترجمہ سن کر ترکی زبان میں کہنے کے بعد کہا: "مجھے مائیکل گارسن سے شادی کرنا چاہیے یا تم سے؟"

وہ ہنستے ہوئے اپنی کرسی سے اٹھ گیا۔ پھر اسی طرح قہقہے لگاتے ہوئے ایک طرف گیا۔ وہاں سے پلٹ کر بولا: "نہیں! لیڈی روزینہ! ابھی زندہ رہنا چاہتا ہوں تمہارے شوہروں کی مردہ البم میں اپنی تصویر کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔"

لیڈی نے شاہانہ انداز میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھوں پر رکھتے ہوئے کہا: "مگر میں جو فیصلہ کر لیتی ہوں، اسے میں ہی بدل سکتی ہوں کوئی دوسرا یہ جرأت نہیں کر سکتا۔"

ماسٹر کی نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر کہا: "تم موضوع بدل رہی ہو۔ ہم کسی دوسرے مقصد کے لیے یہاں آئے ہیں۔"

"میں اپنے مقصد کے پیشِ نظر ہی یہ فیصلہ بدل رہی ہوں۔ مجھے اچھی طرح سوچنا سمجھنا ہو گا تم دونوں میں سے کون فرہاد بننے کے قابل ہے۔"

وہ چونک کر بولا: "کیا مطلب، تم مجھے فرہاد سمجھ رہی ہو؟"

"تمہارا اور مائیکل گارسن کا قد ایک ہے۔ جسامت ایک جیسی ہے۔ میں بہت دیر سے تمہیں دیکھ رہی ہوں۔ یہاں سے اٹھ کر وہاں تک گئے ہو، چلنے کا انداز بھی وہی ہے اور بولنے کا اسٹائل بھی مختلف نہیں ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں فرہاد ہو سکتا ہوں؟"

"ابھی جو شبہ ہے، وہ یقین میں بدل سکتا ہے۔"

"لیڈی روزینہ! مجھے یہ کہنے دو کہ تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ میں یہاں فرہاد کا سودا کرنے آیا ہوں اور تم مجھے ہی فرہاد کہہ رہی ہو؟"

"میں نے سنا ہے اور اس کا ریکارڈ بھی پڑھا ہے — وہ اکثر ایسی چالیں چلتا ہے۔ کیا وہ ایسا نہیں کر سکتا کہ ماسٹر کی بن کر آئے اور خود مائیکل گارسن کا سودا اس طرح کرے جیسے وہ فرہاد کو خرید نے آیا ہو؟"

وہ اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بولا: "میں ماسٹر کی ہوں۔"

لیڈی روزینہ نے اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا: "میں بھی یقین سے کہتی ہوں، وہ مائیکل گارسن ہے اس کے خون کا اور جسمانی کھال کا طبی معائنہ ہو چکا ہے۔"

"یہ فراڈ بھی ہو سکتا ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی: "کیا تم مجھے فراڈ کہہ رہے ہو؟"

"میں تمہیں نہیں، تمہارے کارندوں کو ایسا کہہ سکتا ہوں، وہ فرشتے نہیں ہیں۔ فرہاد کے ہاتھوں پک سکتے ہیں یا ٹیل پیتھی کے آگے مجبور ہو سکتے ہیں۔"

"میری تمام کام کرنے والیاں وفادار ہیں۔ وہ زیادہ رقم کے لالچ میں پک نہیں سکتیں۔ فرہاد ان کے دماغوں میں پہنچ نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ ہماری زبان نہیں جانتا اور ہم میں سے کوئی عورت اس کی زبان نہیں بولتی ہے۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے اور فرہاد ہمیشہ اپنے مخالفین کی خوش فہمیوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔"

وہ اپنی کرسی پر سے اٹھتے ہوئے بولی: "تم ضد کر رہے ہو کہ مائیکل گارسن ہی فرہاد ہے اور میں تمہیں دیکھ دیکھ کر تم پر شبہ کرنے پر مجبور ہوں۔"

"یہ تم نہیں، تمہارا دل کہہ رہا ہے۔ یہ دل مجھ پر آگیا ہے۔ تم ایک نفسیاتی مریضہ ہو۔ تم پر ہوس غالب آگئی ہے۔ اب کام کی بات نہیں کر سکو گی۔"

"میں کام کی باتیں خوب سمجھتی ہوں۔ تم ہر قیمت پر فرہاد کو حاصل کرنے آئے ہو۔"

"لیڈی روزینہ! تمہارا جو پیغام مجھے ملا، اس میں تم نے یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ مائیکل گارسن فرہاد نہیں ہے۔ اس کے طبی معائنے کی رپورٹ بھی پیش کی لیکن میں مطمئن نہیں ہو سکتا۔ وہ تمہارے آدمیوں کے ہاتھ آنے سے پہلے ایک ٹرک کے نیچے خفیہ خانے میں چھپا ہوا تھا اور نیویارک کی حدود سے نکلنا چاہتا تھا۔ جانتی ہو کیوں؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے لیڈی روزینہ کی طرف دیکھا پھر خود ہی جواباً کہنا شروع کیا۔ "اس لیے کہ سپر ماسٹر کو اس کی تلاش ہے۔ نیویارک سے نکلنے کے تمام راستوں کی ناکابندی کر دی گئی ہے۔ اس یقین کے ساتھ کہ وہ اور سونیا نیویارک میں ہیں۔ وہاں سے باہر نہیں نکل سکیں گے فرہاد نے باہر نکلنے کے لیے یہی راستہ اختیار کیا۔ ایک ٹرک کے خفیہ خانے میں سفر کرتا ہوا جا رہا تھا۔ بھلا مائیکل گارسن کو اس طرح سفر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اس نے مجھے بتایا ہے کچھ لوگ اسے فرہاد کی جگہ استعمال کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے اسے چھپا کر دوسری جگہ لے جا رہے تھے۔"

"اور وہ مائیکل اتنا اہم ہو گیا کہ دوست اور دشمن اس کے پیچھے پڑ گئے۔ سیلی کاپٹر کے ذریعے اس ٹرک پر ایسی فائرنگ اور بمباری کی گئی جیسے ایک ملک دوسرے ملک کی سرحد پر حملے کر رہا ہو۔ یہ اہمیت صرف فرہاد کو حاصل ہے۔"

"تمہارے دلائل سے میڈیکل رپورٹ نہیں بدلے گی۔"

"اگر میرے سامنے اس کے خون اور چہرے کی کھال کا تجزیہ کیا جائے تو رپورٹ بدل جائے گی۔ میں دعوے سے کہتا ہوں۔"

لیڈی روزینہ بڑے ہی شاہانہ انداز میں چلتے ہوئے اس غار کے ایک پتھر کے پاس گئی۔ پھر ایک ہاتھ پتھر پر رکھتے ہوئے بولی۔ "ماسٹر کی! سچ بات تو یہ ہے کہ مجھے بھی میڈیکل رپورٹ پر بھروسا نہیں ہے۔ جانے کیوں میرا دل اس پر آ گیا ہے اور میں دل سے دعا کرتی ہوں کہ وہ مائیکل نہ ہو۔ فرہاد ہو۔ میں نے اس کے متعلق بہت کچھ سنا ہے اور بہت کچھ پڑھا ہے۔ اب اس کی ہیری بن کر اسے پڑھنا اور سمجھنا چاہتی ہوں۔"

"یعنی تمہیں یقین کی حد تک شبہ ہے کہ وہ فرہاد ہے۔"

"ہاں، مگر تمہیں دیکھ کر یقین متزلزل ہو چکا ہے۔ تم بالکل ویسے ہی ہو۔ میں یقین کرنا چاہتی ہوں کہ مجھے اس معاملے میں کسی طرح کا دھوکا نہیں ہوگا۔ میں فرہاد سمجھ کر مائیکل کے پاس جاؤں اور بعد میں پتا چلے فرہاد تم تھے، میرے ہاتھ سے نکل گئے۔ پھر زندگی بھر افسوس رہے گا۔"

"تمہیں کیسے یقین آئے گا کہ میں وہ نہیں ہوں، جو سمجھ رہی ہو؟"

"یہ کوئی مشکل تو نہیں ہے۔ میں تمہارے خون کا اور چہرے کی کھال کا طبی معائنہ کراؤں گی۔"

ماسٹر کی ایک قدم پیچھے ہٹ کر غصے سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم پاگل ہو۔ نیویارک پاگل کے سر میں بھی برائے نام دماغ ہوتا ہے۔ تم دماغ سے بالکل خالی ہو، میں تمہیں وارننگ دے سکتا ہوں مگر دوستانہ انداز میں سمجھاتا ہوں۔ فرہاد کو میرے حوالے کر دو۔ یہ سوچنا تمہارا کام نہیں ہے کہ وہ فرہاد ہے یا مائیکل۔ میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر وہ مائیکل ہوا تب بھی اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اسے اپاہج بنا ڈالوں گا۔"

"تم میرے علاقے میں آ کر مجھے وارننگ دینے کی دھمکی دے رہے ہو۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ یہاں سے زندہ سلامت جا سکو گے؟"

"میں نادان نہیں ہوں میرے مسلح جوانوں نے تمہارے فارم کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ تقریباً چار سو جوان ہیں۔ ان کے پاس صرف چھوٹے ہتھیار ہی نہیں مشین گنیں بھی ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمہارا فارم اور تمہاری خوبصورت سی رہائش گاہ کھنڈر بن جائے گی۔"

لیڈی روزینہ نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ پھر بڑے اعتماد اور اطمینان سے کہا۔ "میری رہائش گاہ کو کھنڈر ہو جانے دو۔ میں اپنے فارم کی تباہی کا منظر بھی دیکھ لوں گی۔ یہ دولت کے کھیل ہیں۔ میں دوبارہ اس فارم اور رہائش گاہ کی تعمیر کر سکتی ہوں، دھمکی دینا چاہتے ہو تو مجھے دو۔ میرا کیا نقصان ہوگا۔ میں تو تمہارے سامنے ہوں۔ میں مروں گی تو تم بھی مرو گے۔"

ماسٹر کی نے بُرا سا منہ بنا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ بولی۔ "سوال تمہاری زندگی کا ہے۔ کیا یہاں سے زندہ واپس جا سکو گے؟"

وہ چاروں طرف گھوم کر مسلح عورتوں کو دیکھنے لگا پھر تکبر سے بولا۔ روزینہ نے چیلنج کیا تھا۔ اس لیے پتھروں کے پیچھے چھپی ہوئی مسلح عورتیں بھی نمودار ہونے لگیں۔ لیڈی روزینہ نے کہا۔ "اس غار کے اندر صرف میرے حکم کی تعمیل کرنے والی عورتیں ہیں۔ تمہارے یہ چھ آدمی دیکھتے ہی دیکھتے فنا ہو جائیں گے مانا کہ باہر تمہارے آدمیوں نے محاصرہ کر رکھا ہے۔ جب میں نکلنا چاہوں گی تب ان سے خطرہ پیش آئے گا۔ ابھی تم اپنی خیر مناؤ۔"

ماسٹر کی نے پریشان ہو کر اپنے چاروں طرف دیکھا۔ پھر شکست خوردہ انداز میں کہا۔ "یہ میں بھول ہی گیا تھا کہ باہر سے محاصرہ کراؤں گا تو اندر جان پر بن آئے گی۔ مجھے دوستی اور صلح کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔"

لیڈی روزینہ نے کہا۔ "ماسٹر کی اور اتنی آسانی سے شکست تسلیم کر رہا ہے۔ آخر بات کیا ہے؟"

"مجھ پر شبہ نہ کرو۔ میں نے اپنی غلطی کا احساس کر لیا ہے، مجھے صرف چھ باڈی گارڈز کے ساتھ نہیں آنا چاہیے تھا۔ میں ماسٹر کی ضرور ہوں مگر بے وقوف نہیں ہوں۔ حالات کے مطابق قدم اٹھاتا ہوں۔ یہی میری کامیابی اور برتری کا راز ہے۔ فی الحال میری سلامتی اسی میں ہے کہ تمہاری برتری تسلیم کر لوں۔"

لیڈی روزینہ اسے تیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اتنے افراد کے درمیان صرف وہی ایک ایسی تھی جس نے اینٹی ڈارک گاگلز نہیں پہنے تھے۔ اسے ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ تاریکی میں زندگی گزارنے کی عادی تھی۔ روشنی میں دیکھ نہیں سکتی تھی۔ تاریکی میں سب کچھ دیکھ لیتی تھی۔ ماسٹر کی نے کہا۔ "لیڈی روزینہ! تمہارے حسن کی تعریف نہیں کی جا سکتی۔ میں شاعر نہیں، سپاہی ہوں پھر بھی یہ ضرور کہوں گا، تمہاری آنکھیں بے حد خوبصورت ہیں۔ مجھے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ میں اپنے تمام باڈی گارڈز کو حکم دیتا ہوں، وہ اپنے ہتھیار تمہارے قدموں میں لا کر ڈال دیں۔"

اس کا حکم سنتے ہی تمام مسلح باڈی گارڈز اپنے جسموں سے ہتھیار اتارنے لگے۔ پھر سب نے اپنی اسٹین گنیں ریوالور اور چاقو اپنے دونوں ہاتھوں پر رکھ لیے۔ سر کو جھکا لیا۔ کمر کی طرف سے بھی جھک گئے، پھر ایک ایک کر کے آگے بڑھتے ہوئے لیڈی روزینہ کے پاس آئے اور اس کے قدموں کے پاس ہتھیار ڈال کر الٹے قدموں واپس آ گئے۔

اس دوران تمام مسلح عورتیں محتاط کھڑی ہوئی تھیں۔ سب نے ان باڈی گارڈز کو نشانے پر رکھا ہوا تھا۔ تاکہ وہ کوئی چال چلیں یا قریب آ کر لیڈی روزینہ کو نقصان پہنچانا چاہیں تو انھیں گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ بڑی تابعداری سے ہتھیار رکھ کر اپنی جگہ واپس چلے گئے تھے۔ لیڈی روزینہ کی خاص باڈی گارڈ نے ماسٹر کی کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "میں پہلے ہی تم سے دریافت کر چکی ہوں اور تم نے اعتراف بھی کیا ہے کہ تمہارا لباس ایک خاص قسم کا ہتھیار ہوتا ہے۔ جب ہتھیار ڈال رہے ہو تو یہ لباس بھی اتار کر پھینک دو۔"

"اب میں بھی اعتراف کرتا ہوں، میں نے اندر ایک بلٹ پروف لباس پہن رکھا ہے اور جو اتنے عمدہ سوٹ کے ساتھ سیاہ بُو دیکھ رہی ہو، اسے میں ایک چمڑی میں پکڑ لوں اور ہولسٹر سے کھینچ دوں تو۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی لیکن سیاہ بُو کے ایک حصے کو ایک چمڑی سے تھام رکھا تھا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "میرے یہ باڈی گارڈز بڑے بدمعاش ہیں۔ ان میں سے ایک نے ہتھیار ڈالتے وقت ایک دستی بم بھی وہاں رکھ دیا ہے۔ یہ سیاہ بُو ایک ریموٹ بلاسٹر ہے۔ میں اسے ذرا سا کھینچ دوں تو ایک دھماکے سے بم پھٹے گا اور لیڈی صاحبہ کے چیتھڑے فضا میں اڑتے ہوئے

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصوں میں

تاریک براعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور سفلی کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت —— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا —— شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کیجاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حُسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا —— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

کتابی شکل میں پہلی بار مع رنگین تصاویر

قیمت فی حصہ -/۲۰ روپے، علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

دکھائی دیں گے۔"

سب نے چونک کر لیڈی روزینہ کے قدموں کی طرف دیکھا وہاں ایک دستی بم رکھا ہوا تھا۔ ماسٹر کی نے کہا۔ "ذرا سی حرکت کرو گی تو اس سے پہلے ہی دھماکا ہو گا۔ یقین نہ ہو تو زندگی کو داؤ پر لگا دو اور اس ریموٹ بلا سٹر کو آزماؤ۔"

تمام مسلح عورتیں سکتے میں رہ گئی تھیں۔ لیڈی روزینہ بارود کے ڈھیر میں چپ چاپ کھڑی ہوئی تھی۔ ماسٹر کی کو گھور کر دیکھ رہی تھی۔ وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "ماسٹر کی کا مطلب ہے ہر تالے کی چابی جب کسی مشکل سچویشن میں لوگوں کے ذہنوں کو تالے لگ جاتے ہیں، وہاں میں اپنی ذہانت کی چابی سے ایسے مشکل تالے کھولتا ہوں۔"

لیڈی روزینہ بڑے ہی باوقار انداز میں دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے سے ذرا سی گھبراہٹ یا بدحواسی ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔ ماسٹر کی کے باڈی گارڈ نا پنے آقا کے اشارے پر آگے بڑھے اور لیڈی روزینہ کے قدموں سے ہتھیار اٹھانے لگے۔ صرف اس دستی بم کو چھوڑ دیا اور اپنی جگہ واپس آ گئے۔ ماسٹر کی نے کہا۔ "جنگ کے میدان میں پانسا اسی طرح پلٹ جاتا ہے۔ پہلے میرے آدمیوں نے ہتھیار ڈالے تھے۔ اب تم اپنی عورتوں کو ہتھیار ڈالنے کا حکم دو۔"

اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ لیڈی روزینہ کو اس کی بات مان کر ہتھیار ڈالنے کا حکم دینا ہی تھا۔ میری ساتھی نے مجھے اشارہ کیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ ایک ریوالور مجھے دے رہی تھی۔ میں نے ریوالور کو لے کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ ہاتھ کے اشارے سے کہنے لگی۔ "ماسٹر کی پر فائر کرو۔"

اس پر فائر کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ ایک ہی گولی میں کام تمام ہو جاتا لیکن اس نے بہت بڑا چیلنج کیا تھا۔ میرا بہت بڑا دشمن تھا۔ اسے یوں ایک جھٹکے سے ختم کر دینا انصاف نہ ہوتا پھر یہ کہ اس نے سیاہ بلو کو ابھی تک چٹکی میں تھام رکھا تھا۔ میری گولی اسے لگتی تو اس کے ہاتھ کو بھی جھٹکا پہنچتا۔ سیاہ بلو کھینچی جاتی اور وہ دستی بم ایک دھماکے سے لیڈی روزینہ کے پرخچے اڑا دیتا۔

میں نے ریوالور ہاتھ میں لے کر ان کی طرف دیکھا۔ لیڈی روزینہ بڑے ہی ٹھوس اور پُراعتماد لہجے میں کہہ رہی تھی۔ "ماسٹر کی، تم اپنی سیاہ بلو کو کھینچنا چاہتے ہو۔ اتنی زحمت کیوں اٹھاؤ گے۔ میری باڈی گارڈ کا نشانہ دیکھو۔"

اس نے باڈی گارڈ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میرے قدموں کے پاس جو مصیبت رکھی ہوئی ہے، اس کا نشانہ لو اور گولی چلا دو۔"

ماسٹر کی کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ لیڈی روزینہ خود اپنی موت کا حکم دے گی اور وہ بھی اپنی ہی باڈی گارڈ کو دستی بم پر گولی چلانے پر مجبور کرے گی۔ ادھر اس کی خاص باڈی گارڈ بھی تذبذب میں پڑ گئی تھی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے اپنی لیڈی کو دیکھا پھر ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "آپ کیا فرما رہی ہیں۔ میں اس کا نشانہ کیسے لے سکتی ہوں۔ گستاخی کی معافی چاہتی ہوں۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ کی موت کا سبب بنوں؟"

لیڈی روزینہ نے غرا کر کہا۔ "میں جو کہہ رہی ہوں تم اس پر عمل کرو۔"

اس کے بعد اس نے سخت لہجے میں کہا۔ "گیٹ ریڈی۔"

خاص باڈی گارڈ نے فوراً ہی ریوالور نکال کر دستی بم کا نشانہ لیا۔ لیڈی روزینہ نے کہا۔ "فائر۔"

یہ کہتے ہی اس نے یکبارگی دستی بم کو ٹھوکر ماری۔ تب پتا چلا وہ کیا چال چل رہی تھی۔ باڈی گارڈ نے اس دستی بم کا نشانہ نہ لیا تھا لیکن وہ تو ٹھوکر کھا کر ماسٹر کی کی طرف جا رہا تھا اسی وقت اس نے گولی چلا دی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ بم ایک دھماکے سے پھٹا اور ایسے وقت بلاسٹ ہوا جب ماسٹر کی کے قریب پہنچ رہا تھا مگر وہ بھی غافل نہیں تھا۔ جیسے ہی لیڈی روزینہ نے اسے ٹھوکر ماری تھی، وہ الٹی قلابازی کھاتا ہوا فضا میں اچھلتا ہوا دور ایک پتھر کے پیچھے چلا گیا تھا۔

بڑا ہی لرزہ خیز دھماکا تھا۔ غار کے اندر دور تک آواز گونجتی گئی تھی کتنی ہی عورتوں کی چیخیں سنائی دیں۔ ان میں مردوں کی چیخیں بھی شامل تھیں۔ ماسٹر کی تو کسی طرح بچ نکلا تھا مگر اس بم کی زد میں اس کے باڈی گارڈز آ گئے تھے۔ پھر مسلح عورتوں نے تڑا تڑ فائرنگ شروع کر دی تھی۔ وہ اندھی فائرنگ تھی کیونکہ دھوئیں میں کوئی کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ انٹی ڈارک گاگلز بھی تھوڑی دیر کے لیے کام نہیں آ رہے تھے۔

میں نے رہنمائی کرنے والی ساتھی سے کہا۔ "یہ ریوالور رکھو اور یہاں سے نکل پڑو۔"

اس نے میرے بازو کو تھام لیا۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی لو مجھے بھی روکنا چاہتی تھی۔ میں نے ایک جھٹکے سے بازو کو چھڑا لیا۔ پھر اس پٹان پر سے سرکتا ہوا آخری سرے پر پہنچا۔ وہاں سے چھلانگ لگا کر ایک پتھر پر آیا۔ غار کے اس حصے میں دھواں نہیں تھا۔ میں صاف طور پر راستے کو دیکھتا ہوا ادھر جانے لگا جہاں افراتفری مچی ہوئی تھی۔ بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ رہ رہ کر فائرنگ کی آواز بھی گونجنے لگتی تھی شاید دوسری طرف دھواں چھٹنے لگا تھا۔ مجھے لیڈی روزینہ کی خاص باڈی گارڈ کی آواز سنائی دی۔ وہ حکم دے رہی تھی "چاروں طرف پھیل جاؤ، ماسٹر کی بھاگنے نہ پائے۔ اسے تلاش کرو۔"

میں ایک پتھر کی آڑ میں رک گیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی اور اس خاص باڈی گارڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے اس ہال نما غار کے حصے کو دیکھنے لگا۔ وہاں دور تک لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ کچھ مسلح عورتیں ماری گئی تھیں لیکن ماسٹر کی کے تمام باڈی گارڈ ختم ہو چکے تھے۔ صرف وہی زندہ رہ گیا تھا مگر یہ کہاں تھا، کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ غار آنکھ مچولی کھیلنے کے لیے نہایت مناسب تھا۔ چھپنے والا کسی کو نظر نہیں آ سکتا تھا۔ جگہ جگہ چھوٹے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ ٹیڑھی میڑھی پٹانیں تھیں۔ کچھ پٹانیں ایسی بھی تھیں جن کے سامنے پہنچ کر پتا چلتا تھا کہ آگے جانے کا راستہ نہیں ہے مگر راستہ تلاش کرو تو مل جاتا تھا۔

لیڈی باڈی گارڈ کی سوچ سے پتا چلا۔ اس کی مالکہ لیڈی روزینہ بھی نظر نہیں آ رہی ہے۔ میں نے لیڈی سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک طرف لیڈی روزینہ کو تلاش کر رہی تھی۔ دوسری طرف ماسٹر کی کے لیے فکرمند تھی۔ اس کی مدد کرنا چاہتی تھی کسی طرح اسے غار سے نکال کر لے جانے کا ارادہ تھا مگر وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ دو عورتیں ایسی تھیں جن کے دماغوں میں پہنچ کر میں دوسروں کو دیکھ سکتا تھا۔ کبھی کبھی کوئی مسلح عورت نظر آتی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک ان کی مصروفیات کو دیکھتا رہا اور سوچتا رہا۔ ماسٹر کی اس تاریکی میں کہاں جا سکتا ہے۔ اس کی آنکھوں پر بھی وہی چشمہ تھا۔ وہ اندھیرے میں دیکھ سکتا تھا مگر غار کے دہانے تک نہیں جا سکتا تھا۔ وہ سمجھ رہا ہو گا کہ مسلح عورتوں نے راستے کی ناکا بندی کر دی ہو گی۔

میں تیزی سے سوچ رہا تھا۔ ان حالات میں کیا کرنا چاہیے۔ وہ کسی طرف سے بھی موت بن کر جھپٹ سکتا تھا۔ عقل کہہ رہی تھی وہ ان حالات میں کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ دانشمندی سے کام لے گا۔ لیڈی روزینہ کو تلاش کرے گا۔ پھر اسے قابو میں کرنے کے بعد فرار کا راستہ آسانی سے بنا سکے گا۔

میں سوچتے سوچتے چونک گیا۔ ایک آہٹ سی سنائی دی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی، پتھر ہی پتھر اور پٹانیں ہی پٹانیں نظر آ رہی تھیں۔ چلنے پھرنے کے لیے درمیان میں تھوڑی تھوڑی سی جگہ تھی۔ دوسری بار پھر ہلکی سی آہٹ سنائی دی۔ میں نے گھوم کر اس پتھر کے دوسری طرف دیکھا جس کی آڑ میں وہ کھڑا ہوا تھا۔ پتھر کی اونچائی میری گردن تک تھی۔ میں نے اس کے دوسری طرف اسے دیکھ لیا۔

وہ پتھر کے دوسری طرف کچھ فاصلے پر تھا۔ دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر اندھے کی طرح راستہ ٹٹول رہا تھا۔ اس کی آنکھوں پر اینٹی ڈارک گاگلز نہیں تھا۔ یعنی دو ٹرنے بھاگنے یا دستی بم کے سامنے سے الٹی قلابازی کھانے کے دوران اس کی آنکھ سے چشمہ گر پڑا تھا۔ میں نے ایک ذرا دیر کے لیے اپنی آنکھ سے چشمے کو الگ کر دیکھا تو گھپ اندھیرا دکھائی دیا۔ اتنی گہری تاریکی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ بھی نہیں سجھائی دیتا تھا۔ اس طرح سمجھ میں آیا کہ ماسٹر کی بے چارہ کس حالت میں ہو گا۔ وہ تو آنکھیں رکھتے ہوئے بھی اندھا ہو گیا تھا۔

میں نے پہلی بار اس سے بے چارہ کہا۔ جب کوئی شہ زور اور ناقابلِ شکست سمجھا جانے والا اس طرح بے بس ہو جائے کہ سارے اختیارات، ساری طاقتیں رکھنے کے باوجود کچھ نہ کر سکے تو پھر بے چارہ ہی کہلاتا ہے۔ میں نے چشمے کو پھر آنکھوں سے لگا لیا۔ اب وہ نظر آ رہا تھا۔

میں نے دھیمی آواز میں اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو ماسٹر کی۔"

آواز دھیمی تھی مگر اس غار میں سرسراتی ہوئی ذرا گونجتی ہوئی اس کے کانوں تک پہنچی۔ وہ ہڑبڑا کر دونوں ہاتھوں سے راستہ ٹٹولتا ہوا ایک طرف بڑھا۔ اس کے ہاتھ ایک چٹان سے ٹکرائے وہ اس چٹان سے لگ کر یوں کھڑا ہو گیا جیسے اپنے آپ کو اچھی طرح چھپا رہا ہو۔ میں نے کہا۔ "تم نظر آ رہے ہو ماسٹر کی۔"

وہ پھر گڑبڑا گیا۔ وہاں سے گھوم کر دونوں ہاتھوں سے راستہ ٹٹولتے ہوئے دوسری طرف بڑھنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم میری آواز پہچان رہے ہو؟"

وہ دوسرے پتھر کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس کے پیچھے چھپنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "بے کار کوشش کر رہے ہو۔ اس کے پیچھے چھپو گے تو میں دوسری طرف سے آ کر تمہیں دیکھ لوں گا۔"

وہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ میں نے کہا۔ "تم مجھے بے بس اور مجبور کرنا چاہتے تھے۔ میرے ہاتھ پاؤں توڑ کر معذور بنا کر دنیا والوں کے سامنے میرا عبرتناک انجام پیش کرنا چاہتے تھے۔ اب دیکھو قدرت نے تمہیں کس طرح معذور بنا دیا ہے۔ تمہارے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں مگر تم اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے تمہاری آنکھیں ہیں مگر تم دیکھ نہیں سکتے۔"

ایسے ہی وقت اس نے مجھے دیکھ لیا۔ انٹی ڈارک گاگلز کے شیشے اندھیرے میں چمکتے ہیں۔ اس نے صرف میرے چشمے کو دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ مسکرانے لگا ایک ہارے ہوئے سپاہی کو جیت کے امکانات نظر آتے ہیں تو چہرے پر ایسی ہی مسکراہٹ کھیلنے لگتی ہے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ جیب میں ڈال لیے۔ میری سمجھ میں آیا کوئی ہتھیار نکال کر میری طرف فائر کرے

گا لیکن اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ واقعی اس کا لباس ایک ہتھیار تھا۔ اس نے جیبوں میں ہاتھ ڈال کر جانے کیا حرکت کی کہ اس کی کہنی کے بیلٹ سے تڑاتڑ فائرنگ ہونے لگی وہاں سے نکلنے والے شعلے بلٹ میری طرف آرہے تھے۔

میں عین اس کے سامنے تھا مگر اس کی فائرنگ سے محفوظ تھا۔ جتنے بلٹ میری طرف آرہے تھے وہ پتھر سے ٹکرا رہے تھے۔ میں جس پتھر کے پیچھے کھڑا ہوا تھا' اس کی اونچائی میری گردن تک تھی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا کہ گئی اور ہتھیار ہو تو اسے بھی آزما لو۔ ارے احمق' تم جس چشمے کو دیکھ رہے ہو وہ ایک پتھر پر رکھا ہوا ہے۔ یہ میری آنکھوں پر نہیں ہے۔ اگر اسے حاصل کرنا چاہو تو آگے بڑھو اور یہاں تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

اس نے اپنی ایک آستین میں ہاتھ ڈال کر ایک ننھی سی پینسل گن نکال لی۔ اس چشمے کا نشانہ لگانے لگا۔ میں نے کہا "عقل سے کام لو۔ یہ چشمہ تمہاری فائرنگ کی زد میں آگیا تو یہ شیشے ٹوٹ جائیں گے۔ یہ نہ میرے کام آسکے گا نہ تمہارے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس گہری تاریکی میں چشمے کی بڑی اہمیت تھی۔ اگر فائرنگ سے ضائع ہو جاتا تو وہ اندھیرے میں بھٹکتا رہتا۔ وہ پینسل گن ہاتھ میں لیے محتاط انداز میں قدم بڑھاتے ہوئے ایک ہاتھ سے راستہ ٹٹولتے ہوئے پتھر کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر رُک گیا۔ بہت سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کسی عورت نے ترکی زبان میں کچھ کہا۔ پھر لیڈی گارڈ کی آواز سنائی دی۔ "فائرنگ کی آواز اسی طرف سے آئی تھی۔ تم چاروں اُدھر جاؤ اور تم سب میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اسے تلاش کرنے کے لیے ہماری طرف آرہی تھیں میں نے ماسٹر کی کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ مجھے جگہ ملی مگر اس نے سانس روک لی۔ میں نے پھر اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس بار اس نے دماغ کے دروازے کھولتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں اپنے اندر آنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

"پھر میں تمہارے کام نہیں آسکوں گا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم اور میرے کام آؤ گے؟"

"میں تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں' جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔ اپنے بائیں ہاتھ کی طرف راستہ ٹٹولتے ہوئے آگے بڑھتے رہو۔ تمہیں ایک چٹان ملے گی۔ اس پر چڑھ جانا۔ میں تمہاری رہنمائی کرتا رہوں گا تمہیں ایسی جگہ چھپا دوں گا کہ وہ عورتیں تمہیں تلاش نہیں کر سکیں گی۔"

وہ فوراً ہی میری ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ آگے بڑھ کر راستہ ٹٹولتا ہوا ایک چٹان کے پاس پہنچا پھر اس پر چڑھ گیا میں نے کہا۔ "چٹان پر رینگتے ہوئے آگے چلے جاؤ۔"

وہ یہی کرنے لگا۔ جب تھوڑی دور تک گیا تو میں نے کہا۔ "بس یہاں دبک کر بیٹھے رہو۔ تم چاروں طرف سے پتھر اور چٹانوں میں چھپے ہوئے ہو' کوئی تمہیں دیکھ نہیں سکے گی۔"

وہ ڈھونڈنے والیاں وہاں پہنچ گئی تھیں۔ میں بھی اپنی جگہ سے ہٹ کر تیزی سے چلتا ہوا اس چٹان کے پاس آیا جہاں اپنی رہنما ساتھی کے ساتھ تھوڑا سا وقت گزار چکا تھا۔ میں ایک پتھر پر چڑھ کر اس پر پہنچ گیا۔ لیڈی باڈی گارڈ مسلح عورتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گئی تھی جہاں تھوڑی دیر پہلے ماسٹر کی موجود تھا۔ وہ سب اسے تلاش کر رہی تھیں اور تلاش کرتی ہوئی ایک طرف بڑھتی جا رہی تھیں۔ میں انہیں چٹان پر سے نہیں دیکھ سکتا تھا مگر لیڈی باڈی گارڈ کے دماغ میں رہ کر معلومات حاصل کر سکتا تھا وہ ان عورتوں کے ساتھ اسے تلاش کرتی ہوئی دور نکل گئی تھی۔ وہاں پھر وہی پہلے جیسا سناٹا چھا گیا تھا۔

میں چٹان سے اتر کر پھر اسی پتھر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے دوسری طرف ذرا کھلی جگہ تھی جہاں ماسٹر کی بھٹکتا رہا تھا۔ میں نے وہاں پہنچ کر انٹی ڈارک گاگلز کو آنکھوں سے اتارا اور اسے جیب میں رکھ لیا۔ اب میں گھپ اندھیرے میں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا وہ مسلح عورتیں چلی گئی ہیں؟"

"ہاں' اب چوہے کے بل سے نکل آؤ۔"

وہ رینگتا ہوا آنے لگا۔ میں نے کہا۔ "مجھے تمہاری حالت پر شرم آرہی ہے۔ تم ایسی تنظیم کے سربراہ ہو جس سے بڑے بڑے ملک خوف زدہ رہتے ہیں اور تم سے سمجھوتا کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ تم ہر طرح شہ زور ہو۔ میں تم جیسے شہ زوروں سے پوچھتا ہوں' جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے طاقت حاصل ہوتی ہے تو مغرور کیوں ہو جاتے ہو۔ اس وقت کو کیوں بھول جاتے ہو جب قدرت ایک ہی جھٹکے میں تمہیں مجبور اور بے بس بنا دیتی ہے۔ تم اپنے ہاتھ پاؤں استعمال نہیں کر سکتے۔ آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے۔ دماغ سے سوچ کر بھی بچاؤ کی تدبیر نہیں کر سکتے۔ پھر تم کیا ہو؟ اس قدرت کے آگے ایک بے بس اور حقیر سے کیڑے ہو۔ کوئی بھی اس تاریکی میں تمہیں پیروں سے مسل سکتا ہے۔"

اس نے کہا۔ "فرہاد! کچھ نصیحتیں اپنے لیے بھی رکھ چھوڑو اگر میرے پاس بھی انٹی ڈارک گاگلز ہوتا تو میں تمہیں اتنی باتیں کرنے کا موقع نہ دیتا۔"

میں نے جواباً کہا۔ "میں تمہیں انٹی ڈارک گاگلز کہیں سے لا کر دے نہیں سکتا۔ میرے پاس جو تھا اسے میں نے پھینک دیا ہے۔ تمہاری طرح اس تاریکی میں اندھا بن گیا ہوں۔"

اس نے کہا۔ "میں اس چٹان کے برسرے تک پہنچ چکا ہوں۔ مجھے بتاؤ' اب کہاں جانا ہوگا؟"

"میں کہہ چکا ہوں' میری آنکھوں پر چشمہ نہیں ہے میں نے اسے کہیں پھینک دیا ہے۔ پھر تمہاری رہنمائی کیسے کر سکتا ہوں۔"

وہ اندازے کے مطابق اس چٹان سے اترتا ہوا ایک پتھر پر پہنچا۔ پھر اس پتھر سے اتر کر اسی جگہ آگیا جہاں میں کھڑا ہوا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے دماغ کے دروازے بند کر لیے تھے۔ میں نے کہا۔ "کوئی بات نہیں' اب میں زبان سے گفتگو کر رہا ہوں اور تم میری آواز اپنے بہت قریب سن رہے ہو۔"

"یہ تمہاری کوئی چال ہوگی۔ تم مجھے کسی طرح دیکھ رہے ہو اور اس چمکتے ہوئے شیشے کو مجھ سے چھپا رہے ہو۔"

"یہ تم نہیں بول رہے ہو۔ میری دہشت بول رہی ہے۔ اگر میری آنکھوں پر وہ انٹی ڈارک گاگلز ہوگا اور میں اسے چھپانے کے لیے ہاتھ رکھوں گا یا اوپر سے پٹی باندھ لوں گا تو مجھے کیا خاک نظر آئے گا۔ ذرا عقل کی باتیں کرو اور میرے اس حملے سے بچو۔"

میں نے اسے بچنے کے لیے تو کہہ دیا لیکن حملہ کیسے کروں گا' خود نہیں جانتا تھا۔ مجھے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ میں نے اندازے سے ایک طرف بڑھتے ہوئے ایک جگہ زور سے زمین پر پاؤں مارا' پھر فوراً ہی پینترا بدل کر اپنی جگہ بدل دی۔ اسی وقت اس کے منہ سے ایسی آواز نکلی جیسے اس نے آواز کی سمت حملہ کیا ہو۔ میں نے پھر پینترا بدل کر اسی جگہ پہنچتے ہوئے ایک ہاتھ گھمایا' اس کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ میرا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا تھا۔ میں نے اندازے سے دوسرا ہاتھ چلایا تاکہ اس کے پیٹ پر گھونسا مار دوں لیکن وہ نہیں ملا۔ میں فوراً ہی پینترا بدل کر دوسری جگہ پہنچ گیا۔

میرے چاروں طرف گہرا سناٹا تھا۔ گہری تاریکی تھی۔ نہ کچھ دکھائی دیتا تھا۔ نہ کچھ سنائی دیتا تھا۔ وہ بھی اپنی جگہ دم سادھے ہوئے تھا۔ میں نے آہستگی سے ایک پاؤں بڑھایا۔ اسے چپ چاپ زمین پر رکھا۔ پھر اسی طرح دوسرا پاؤں بڑھا کر ذرا آگے بڑھ گیا۔ مجھے ایک تدبیر سوجھی۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی' اچانک اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے فوراً ہی رابطہ روک کر کہا۔ "میں تمہیں نہیں آنے دوں گا۔"

بس اتنا ہی کافی تھا۔ آواز ٹھیک مجھے اپنے سامنے سنائی دی تھی۔ میں نے ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ وہ ہاتھ اس کی ناک پر لگا تھا۔ میں نے اندازہ کیا' میرے ایک ہاتھ نے اسے کتنی دور لڑکھڑانے پر مجبور کیا ہوگا۔ اسی اندازے کے مطابق میں نے دوسرا حملہ کیا اور کامیاب رہا۔ پھر تیسرا حملہ کرتے ہی میرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں آگیا۔ اس کا دوسرا ہاتھ میری ٹھوڑی سے نیچے حلق پر آیا۔ میں نے اس ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ کر ایک طرف ہٹایا۔ اس طرح ہم دونوں پنجہ آزمائی کرنے لگے۔

یہ اپنے طرز کی انوکھی جنگ تھی۔ دو آنکھوں والے اندھے بن کر ایک دوسرے کے مقابلے پر برتری حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ہمارے درمیان براہِ راست زور آزمائی ہو رہی تھی۔ میں مانتا ہوں' وہ بہت ہی شہ زور تھا۔ ایک خطرناک فائٹر تھا۔ نہ جانے اب تک کتنے شہ زوروں کو موت کی نیند سُلا چکا ہوگا۔ اس نے زور آزمائی کرتے ہوئے کہا۔ "ابھی میرے دماغ میں فرہاد آیا تھا مگر تم فرہاد نہیں ہو سکتے۔"

میں نے پوچھا۔ "یہ تم کس بنا پر کہہ رہے ہو؟"

"وہ صرف ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ جسمانی طور پر کمزور اور بزدل ہے۔ عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھا رہتا ہے اور مقابلے پر تم جیسے شہ زوروں کو بھیجتا رہتا ہے۔ بتاؤ تم کون ہو۔ اس کے لیے کب سے کام کر رہے ہو؟"

"جب سے فرہاد پیدا ہوا ہے' میں اس کے لیے کام کر رہا ہوں۔ اس کے ساتھ رہتا ہوں کیونکہ میں اس کا ہمزاد ہوں۔"

باتوں کے دوران یہ تو پتا چل گیا تھا کہ اس کا سر مجھ سے کتنے فاصلے پر ہے۔ میں نے اچانک ہی سر سے ایک ٹکر ماری۔ اسے تکلیف کا احساس ہوا مگر اس نے بھی جواباً ایک ٹکر ماری میں بھی تکلیف میں مبتلا ہوا' لڑنے والے پہلے مار کھانا اور تکلیفیں برداشت کرنا سیکھتے ہیں اور زندگی نے مجھے بہت کچھ سکھایا تھا۔

ہم دو طرح سے زور آزمائی دکھا رہے تھے۔ ایک طرف تو پنجے لڑا رہے تھے۔ دوسری طرف سر سے ٹکریں مار رہے تھے۔ چند ٹکروں کے بعد ہی میں نے اپنی پیشانی پر سے گرم گرم لہو کو بہتے ہوئے محسوس کیا۔ وہ میری ناک پر سے اور میری آنکھوں کے کنارے سے بہتا ہوا' گالوں پر سے گزرتا ہوا ہونٹوں تک پہنچ رہا تھا۔ اس کا کچھ حصہ میرے ہونٹوں کے اندر بھی پہنچا۔ میں نے اپنے لہو کا مزہ خود ہی چکھا۔ شاید وہ بھی چکھ رہا ہوگا۔ میں نے پوری قوت سے دھکیلنا شروع کیا تو وہ ایک چٹان سے جا کر لگ گیا۔ ابھی تک ہمارے پنجے ایک دوسرے سے جکڑے ہوئے تھے۔ ہم کبھی ایک دوسرے کو لاتیں مار رہے تھے اور کبھی سر ٹکرا رہے تھے۔

یہ میری خوش نصیبی تھی یا اس کی بدنصیبی کہ اب اسے دو طرف سے چوٹ پہنچ رہی تھی۔ ادھر میں اس کے سر پر ٹکر مارتا تو اس کا سر پیچھے چٹان پر جا کر لگتا۔ اس نے پوری قوت سے کام لے کر مجھے پرے دھکیلنا چاہا تاکہ دوسری جگہ بنا سکے مگر میں نے اسے وہاں

سے ہٹنے کا موقع نہیں دیا۔ ان حالات میں کوئی بھی یوگا کا ماہر سانس نہیں روک سکتا' اسے مسلسل سانس لیتے ہوئے اپنی زور آزمائی کو قائم رکھنا پڑتا ہے۔ میں بڑی آسانی سے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا "کمبخت کسی پہلوان کی اولاد ہے۔ مجھے اس چٹان سے ہٹنے کا موقع نہیں دے رہا ہے۔ اب مجھے پوری طرح سانس روک کر قوت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔"

اس نے یہی کیا۔ یکبارگی سانس روکی۔ پھر پوری جسمانی قوت سے مجھے دھکیلنا شروع کیا۔ واقعی وہ بے پناہ قوت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ میں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ پھر اسی طرح ہٹتے ہوئے یکبارگی نیچے گرا اور اسے ٹانگوں پر رکھ کر دوسری طرف اچھال دیا۔ اس طرح ہم ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ ہماری پنجہ آزمائی ختم ہو گئی۔ میں فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دوسری طرف وہ بھی کھڑا ہو گیا تھا اور اندھیرے میں گھور گھور کر مجھے دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ وہ اس بُری طرح ہانپ رہا تھا کہ بار بار سانس روک نہیں سکتا تھا اور نہ ہی میرے آنے کا راستہ روک سکتا اس کے بس میں تھا۔ وہ یکبارگی غصّے سے چیخ کر بولا "چلے جاؤ' میرے دماغ سے چلے جاؤ۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "کیوں عورتوں کی طرح چیخ رہے ہو۔ تمھیں تو اپنی یوگا کی طاقت پر بڑا ناز تھا۔ مجھے دماغ سے نکال دو' نہیں نکالو گے تو اس کا انجام دیکھ لو۔"

یہ کہتے ہی میں نے اچھل کر اس کے سینے پر لات ماری وہ لڑکھڑاتا ہوا ایک پتھر سے ٹکرایا۔ وہاں سے ہٹ کر دونوں ہاتھوں سے ٹٹولتا ہوا دوسری طرف پہنچ گیا تھا۔ میں نے ایک بھرپور گھونسا اس کی ناک پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ پھر چیختے ہوئے بولا "یہ بزدلی ہے۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے دیکھ رہے ہو اور میرے پاس دیکھنے کا ذریعہ نہیں ہے۔ مقابلہ کرنا ہے تو برابر کی سطح پر کرو۔"

"مجھے بزدل کہہ رہے ہو۔ میں تمھیں مارنا چاہتا تو اینٹی ڈارک گاگلز پہن کر بہت پہلے ہی تمھیں ختم کر چکا ہوتا لیکن میں نے اسے جیب میں رکھ لیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا' ماسٹر کی کے نام سے مشہور ہونے والا شہ زور' چیونٹی کی موت مرے۔ میں نے انصاف سے کام لیا۔ تمھاری طرح اندھا بن کر تم سے مقابلہ کیا تاکہ تمھارے دل میں یہ حسرت نہ رہے کہ فرہاد نے مقابلہ نہیں کیا۔ تم سمجھ رہے تھے' میں عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھ کر صرف خیال خوانی کرتا ہوں لیکن میں نے تمھیں زندہ کیوں رکھا ہے' جانتے ہو؟"

وہ چپ ہو کر میرے جواب کا انتظار کرنے لگا میں نے کہا "اس لیے زندہ چھوڑ رہا ہوں کہ تم جیسے مغرور شہ زوروں کو میری ساتھی عورتیں ہی ماریں گی' تمھاری موت سونیا یا پومی شیبا یا آمنہ کے ہاتھوں سے لکھی ہے۔"

میں نے اینٹی ڈارک گاگلز اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "کیا اس کے چمکتے ہوئے شیشے نظر آ رہے ہیں؟"

اس نے ہاتھ بڑھا کر وہ چشمہ لے لیا۔ فوراً ہی آنکھوں پر چڑھا لیا۔ پھر مجھے دیکھتے ہوئے بولا "میں مانتا ہوں' تم دشمن ہو مگر کم ظرف نہیں ہو۔ تم اپنے مقابلے پر آنے والوں کو لڑنے اور بچاؤ کرنے کا پورا موقع فراہم کرتے ہو۔ اب رہی یہ بات کہ تمھاری کوئی ساتھی عورت مجھے شکست دے گی اور مجھے ہلاک کرے گی تو یہ صرف تمھاری خام خیالی ہے۔ میں تمھیں بتاتا ہوں' کوئی شخص طاقتور اور شہ زور کیسے ہوتا ہے۔ اگر تم تنہا کسی شخص کو کسی کے مقابلے پر بھیجو تو وہ دو چار یا دس پر بھاری پڑے گا مگر کوئی اس سے سوا سیر بھی ہو گا جو اس شہ زور کو شکست دے گا یعنی تنہا آدمی ہر اعتبار سے طاقتور' شہ زور اور خود مختار نہیں ہوتا۔ ایک ملک کا سربراہ اس لیے طاقتور کہلاتا ہے کہ اس کے پاس فوجی قوت ہوتی ہے۔ اس کے پاس جدید ترین ہتھیار ہوتے ہیں۔ وہ نت نئی سائنسی ایجادات سے اپنی قوتوں میں اضافہ کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح میرے پاس جان پر کھیل جانے والوں کی ایک فوج ہے جو میرے غلام ہیں۔ پھر میں نت نئی سائنسی ایجادات سے فائدہ اٹھاتا ہوں۔ میرے پاس ذہانت ہے۔ میں بڑے بڑے ممالک کو ان کی کمزوریوں کے ذریعے بلیک میل کرتا ہوں۔ اس طرح ایک طاقتور ماسٹر کی کہلاتا ہوں۔"

وہ ایک طرف بڑھتے ہوئے ایک بڑے سے پتھر کے پاس گیا پھر اس سے ٹیک لگا کر بولا "آج میں نے زندگی میں پہلی بار بہت بڑی بھول کی جو تم سے مقابلہ کیا۔ ویسے اچھا ہی کیا۔ یہ بات مجھ میں آگئی کہ میں تنہا شہ زور نہیں ہوں جو اپنی تمام تر قوتوں کو کام میں لا کر تمھیں ایک چیونٹی کی طرح مسل سکتا ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ابھی تم میرے بس میں ہو اور اس طرح دھمکی دے رہے ہو جیسے میری اجازت کے بغیر جان بچا کر یہاں سے نکل سکو گے۔"

"میں چیلنج اس لیے کر رہا ہوں کہ اپنی جان کی امان پا چکا ہوں۔ ابھی تم نے کہا ہے کہ مجھے اپنے ہاتھوں سے نہیں مارو گے۔ تمھاری کوئی عورت میرے مقابلے پر آئے گی۔ پھر مجھے تم سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

اسی وقت مجھے ایک عورت کی آواز سنائی دی "ہینڈسم! خبردار' ذرا بھی حرکت نہ کرنا۔"

میں نے نظریں اٹھا کر اُدھر دیکھا۔ تاریکی میں صرف اینٹی ڈارک

گاگلز چمکتا ہوا نظر آیا لیکن آواز نے بتا دیا' وہ لیڈی سیکریٹری ہے۔ وہ تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی ماسٹر کی کے پاس پہنچی۔ پھر کہا "باس! حکم دیجیے' میں اسے گولی مار دوں۔"

ماسٹر کی نے اس سے ریوالور لے لیا۔ پھر مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے مسکرا کر کہا "فرہاد! وہ وقت کب آئے گا جب تمھاری کوئی عورت میرے مقابلے پر آئے گی لیکن تمھارا وقت پورا ہو چکا ہے۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "تم کیا کہہ رہے ہو' میں سمجھ نہیں سکا۔ مجھے کچھ نظر بھی نہیں آ رہا ہے۔"

"بے وقوف میرے ہاتھ میں ریوالور ہے اور میں تمھیں گولی مارنے والا ہوں۔"

"میں تاریکی میں ایک اندھے کی طرح مرنا نہیں چاہتا۔ کیا میرا چشمہ مجھے واپس کر سکتے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "مجھے نادان سمجھتے ہو۔ چشمہ تمھیں دوں گا تو مجھے تاریکی میں خاک نظر آئے گا۔ میں تم پر گولی کیسے چلا سکوں گا۔"

میں نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا "پھر گولی نہ چلاؤ۔ ریوالور مجھے دے دو۔"

میں دوسرے ہی لمحے اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے ریوالور کو میری طرف اُچھالا۔ میں نے اسے کیچ کرنا چاہا لیکن تاریکی میں نظر نہیں آیا۔ وہ میرے قدموں کے پاس آ کر گرا۔ میں نے جھک کر اسے ٹٹولتے ہوئے اُٹھا لیا۔ اس دوران اس کے دماغ پر قابض رہا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق چلتا ہوا میرے پاس آیا۔ پھر آنکھوں پر سے چشمہ اتار کر مجھے دے دیا' اس کے بعد وہاں سے چلتا ہوا لیڈی سیکریٹری کے پاس جانے لگا۔ وہ حیرانی سے چیخ کر بولی "او باس! یہ کیا کر رہے ہو۔ پہلے تم نے ریوالور اسے دے دیا۔ اس تاریکی میں چشمہ ضروری ہے۔ وہ بھی اسے تھما دیا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ گڑبڑا کر اندھیرے میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ میں نے کہا "ماسٹر کی! ہر تالے کی چابی! تم اندھیری قبر میں ہو۔ تمھیں کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ اس کا بھی تجربہ کر لو کہ انسان جیتے جی کس طرح قبر کی تاریکی میں پہنچ جاتا ہے۔"

لیڈی سیکریٹری نے فوراً ہی اپنا اینٹی ڈارک گاگلز اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس نے اسے پہن کر میری طرف دیکھا پھر ایک دم سے بوکھلا گیا۔ اسے یاد آیا کہ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور وہ ریوالور اب میرے ہاتھ میں نظر آ رہا تھا۔ میں نے کہا "یہ کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ تم میری کسی عورت کے ہاتھوں مرو۔ میں نے جو کہا' وہ پتھر کی لکیر نہیں ہو سکتی۔ تم ابھی اور اسی وقت میرے ہاتھوں سے بھی مر سکتے ہو۔"

اس نے جلدی سے لیڈی سیکریٹری کو کھینچ کر اپنے آگے کر لیا۔ اُسے ڈھال بناتے ہوئے بولا "نہیں' تم مجھے ہلاک نہیں کر سکتے۔ تم زبان کے دھنی ہو۔ تم فرہاد علی تیمور ہو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں' تم جو کہتے ہو اس پر عمل کرتے ہو۔ تم مجھے نہیں مارو گے یہ برابر کا مقابلہ نہیں ہے۔"

"بہت خوب' جب تمھارے ہاتھ میں ہتھیار ہو تو برابر کا مقابلہ نہیں دیکھتے۔ پہلی فرصت میں بازی جیت لینا چاہتے ہو۔ چلو کیا یاد کرو گے۔ میں پھر تمھاری جان بخش رہا ہوں۔ جتنی جلد ہو سکے' اپنی اس سیکریٹری کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤ۔"

اس نے ہچکچاتے ہوئے میرے ریوالور کی طرف دیکھا۔ میں نے کہا "تم سوچ رہے ہو' میں پیچھے سے فائر کروں گا۔ بے فکر یہ ریوالور اپنے پاس رکھو۔"

میں نے پھر ریوالور اس کی طرف اچھال دیا۔ اس نے فوراً ہی اُسے کیچ کرتے ہوئے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "اسے میرے خلاف استعمال کرنے کی حماقت نہ کرنا۔"

اس نے فوراً ہی لیڈی سیکریٹری کے بازو کو تھام کر ایک طرف کھینچتے ہوئے کہا "چلو' مجھے یہاں سے نکالو۔ مجھے راستہ بتاؤ۔"

سیکریٹری نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک پینسل ٹارچ نکالی۔ پھر اس کی روشنی میں چلتے ہوئے اس کی رہنمائی کرنے لگی۔ میں ایک پتھر پر اچھل کر بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کے ذریعے انھیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ مجھے ماسٹر کی سے مقابلہ کر کے بڑی مایوسی ہو رہی تھی۔ ہماری دنیا میں اکثر یہی ہوتا ہے۔ اگر آپ کے سامنے کوئی بہت بڑا شہ زور آ جائے اور اس کے سامنے آپ خود کو کمزور محسوس کریں تو اس بات کا تجزیہ ضرور کریں کہ ہمارے سامنے والا اتنا طاقتور اور اتنا بااختیار کیوں ہے' کیسے ہے' تب پتا چلے گا کہ ایک غنڈہ اپنی ذات میں پہلوان نہیں ہوتا۔ وہ چند بدمعاشوں کی ایک ٹولی بنا کر گویا ایک چھوٹی سی فوج بنا لیتا ہے۔ پھر تھانے والوں کو بھتّا دے کر قانون کو کمزور بنا دیتا ہے۔ اس طرح شریف اور پُرامن شہریوں کے سامنے ایک طاقتور اور ناقابلِ شکست انسان بن جاتا ہے۔

ماسٹر کی جیسے لوگ بھی ایسے ہی طریقۂ کار کے مطابق شہ زور اور ناقابلِ شکست کہلانے لگتے ہیں۔ ماسٹر کی کے پاس ذہانت تھی۔ جسمانی قوت تھی۔ اس کے پاس جان پر کھیل جانے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی۔ ایسے چور' بدمعاش اور جاسوس قسم کے لوگ تھے جو بڑے بڑے ملکوں میں رہتے تھے

اور اعلیٰ عہدے داروں سے دوستی کرتے تھے۔ ان میں ماسٹر کی سے تعلق رکھنے والی حسین ترین عورتیں بھی تھیں جو مختلف ممالک کے اہم راز چُرا کر لاتی تھیں۔ ان کے ذریعے ان ممالک کو بلیک میل کیا جاتا تھا۔ ان ہتھکنڈوں پر عمل کرتے ہوئے ماسٹر کی بین الاقوامی سطح پر ایک بہت بڑا مجرم بن گیا تھا۔ پھر دہشت گردی کے رُجحان نے اس کی طاقت کو اور بڑھا دیا تھا کوئی بھی بڑا ملک اسے پہلی فرصت میں گولی مار دینا چاہتا تھا لیکن اسے خوش بھی رکھنا چاہتا تھا۔ وہ ہر بڑے ملک کے گلے میں ہڈی کی طرح پھنسا ہوا تھا۔ نہ کوئی اُسے نگل سکتا تھا نہ اگل سکتا تھا۔

مجھ سے تنہا مقابلے کے دوران وہ شکست کھا چکا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا مجھ سے دور جانے کے بعد پھر ایک طاقتور انسان بن جائے گا اور اپنے تمام تر اختیارات کو بروئے کار لاکر مجھے اپنے چیلنج کے مطابق معذور بنانے کی کوشش کرے گا اور فاتحانہ انداز میں دنیا والوں کے سامنے میرا عبرتناک انجام پیش کرے گا۔ یہ اس کا خواب تھا۔ اس کا ارادہ تھا۔ اس کا عزم تھا اور میں نے بھی اپنا ایک ارادہ ظاہر کر دیا تھا کہ اس کی موت میری کسی ساتھی عورت کے ہاتھوں سے ہوگی۔

وہ لیڈی سیکریٹری اسے دوسرے راستے سے غار کے باہر لے آئی۔ اس نے کھلی فضا میں پہنچ کر چاروں طرف تاریکی میں دیکھا۔ پھر اس نے سیکریٹری کو دیکھتے ہوئے پوچھا "تم نے غار میں کیا دیکھا؟"

سیکریٹری اس کے سوال کا مطلب نہ سمجھ سکی۔ اس نے پوچھا "آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ تم نے فرہاد کو دیکھا؟"

"ہاں، مجھے پہلے ہی شبہ تھا وہ فرہاد ہے مگر اس نے جانے کس طرح میڈیکل رپورٹ میں تبدیلی کرا دی تھی۔"

"میں اتنی تفصیل نہیں پوچھ رہا ہوں۔ کیا تم نے یہ دیکھا کہ میں فرہاد کے سامنے بے بس ہو گیا تھا؟"

"ہاں، مجھے اس بات کا افسوس ہے۔"

"کیا تم نے دیکھا کہ وہ میری جان لے سکتا تھا لیکن اس نے مجھے زندگی خیرات کر دی۔"

"ہاں، میں نے یہ بھی دیکھا۔ مجھے اس پر بڑا غصہ آ رہا تھا۔"

"میں تمہیں غصہ کرنے کے لیے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ چونک کر بولی "آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

اچانک ہی ماسٹر کی نے اس کی گردن دبوچ لی۔ پھر کہا "میں شریفوں کی دنیا میں عزت دار ہوں۔ مجرموں کی دنیا میں خطرناک ہوں۔ میرے نام سے بڑے بڑے مجرم سہم جاتے ہیں۔ بڑے بڑے ممالک میری خوشامدیں کرتے ہیں۔ اگر انھیں معلوم ہو گیا کہ میں فرہاد سے شکست کھا چکا ہوں اور اس نے یہ زندگی خیرات کی ہے تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔"

وہ لرزتے ہوئے بولی "میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گی۔ اپنی زبان بند رکھوں گی۔"

"میں جانتا ہوں، تم بہت وفادار ہو۔ تم نے میری بڑی خدمت کی ہے۔ کیا تم میری خاطر اپنی جان قربان نہیں کر سکتیں؟"

"کبھی جان دینے کا وقت آیا تو یہ بھی کر دکھاؤں گی۔"

"یہی وقت ہے۔ ابھی جان دے دو۔ میرے کام آؤ۔ میری اس بے عزتی کو ہمیشہ کے لیے اپنی موت کی گود میں چھپا لو۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنے ہاتھوں کی گرفت سخت کر دی۔ اس کی گردن دباتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ لیڈی سیکریٹری کے دیدے پھیل گئے۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ وہ ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گئی۔ جرائم کی دنیا میں رازداری شرطِ اوّل ہے اور خدمت گزاری شرطِ دوم۔ اگر ایک آلۂ کار اپنی تنظیم کے سربراہ کی برسوں سے خدمت کرتا آیا ہو۔ اس کے پسینے کی جگہ خون بہاتا آیا ہو۔ اس کے ایک اشارے پر جان کی بازی لگا کر خدمت گزاری کی مثالیں پیش کرتا رہا ہو۔ پھر بھی کسی موقع پر اس کے ذریعے رازداری مشکل ہو جائے اور اس کے ذریعے راز فاش ہونے کا خطرہ ہو تو اس کی تمام خدمت گزاریوں کو بھلا کر اسے گولی مار دی جاتی ہے۔

وہ لیڈی سیکریٹری اپنی تمام عمر کی خدمت گزاریوں کے باوجود اپنے ہی سربراہ کے ہاتھوں بے موت مر گئی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ ہمیشہ کے لیے سرد پڑ چکی ہے تو اس نے بے جان جسم کو اس چٹان پر چھوڑ دیا۔ پیچھے ہٹ کر اس پر ایک نظر ڈالی۔ اس کے بعد اُدھر دیکھا جہاں وہ غار کے اندرونی حصے سے نکل کر آیا تھا۔ اس کے دماغ نے کہا "یہاں سے فوراً نکل جانا چاہیے ورنہ فرہاد آ سکتا ہے یا لیڈی روزینہ کی مسلح عورتیں اِدھر کا رُخ کر سکتی ہیں۔"

وہ تیزی سے پلٹ کر جانے لگا۔ کچھ دور نکل کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ پھر چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر رابطہ قائم کرنے لگا۔ اس کی سوچ سے پتا چلا۔ اس کے تقریباً چار سو افراد لیڈی روزینہ کے فارم کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ ان کے پاس چھوٹے بڑے ہتھیاروں کے علاوہ مشین گنیں بھی تھیں۔ گویا ایک چھوٹی سی فوج نے بڑی کامیابی سے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ وہ اس فوج کے کمانڈر سے رابطہ قائم کر کے کہنا چاہتا تھا کہ فائر کھول دیا جائے اور اس فارم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے۔

جیسے ہی اس نے کوڈ ورڈ استعمال کر کے کمانڈر کو مخاطب کیا، میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق کہنے لگا "میں ماسٹر کی حکم دے رہا ہوں، محاصرہ ختم کر دیا جائے۔ لیڈی روزینہ سے سمجھوتہ ہو چکا ہے۔ تم نے جہاں کیمپ بنایا ہے، ٹھیک اس کے سامنے والی پہاڑی کے اوپر میں انتظار کر رہا ہوں۔ میرے لیے ایک ہیلی کاپٹر روانہ کر دو۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "ابھی آپ کے احکامات کی تعمیل ہو جائے گی۔"

اِدھر ماسٹر کی نے رابطہ ختم کیا، اُدھر میں اس کمانڈر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ لیڈی روزینہ کے فارم کو گھیرنے کے بعد چاروں طرف محاذ بنائے گئے تھے۔ کمانڈر نے ہر محاذ کے گن مین کو مخاطب کیا۔ ہر محاذ میں چار بھاری قسم کی مشین گنیں تھیں، ان مشین گنوں کو چلانے والا گن مین کہلاتا تھا۔ کمانڈر نے حکم دیا کہ محاصرہ ختم کر دیا جائے اور اپنے جانبازوں کو لے کر کیمپ زیرو میں پہنچا جائے۔ انھیں واپس لے جانے کے لیے ہیلی کاپٹرز پہنچنے والے ہیں۔

اس نے جس گن مین سے بھی رابطہ قائم کیا، میں اس گن مین کی آواز سنتا گیا اور ان کے لب و لہجے کو یاد رکھتا گیا۔ ان ضروری معاملات سے نمٹ کر میں پھر کمانڈر کے دماغ میں آیا۔ اس وقت ماسٹر کی نے دوبارہ اس سے رابطہ قائم کیا تھا اور اس سے پوچھ رہا تھا "تھوڑی دیر پہلے میں نے تمہیں کیا احکامات جاری کیے تھے؟"

کمانڈر نے تعجب سے پوچھا "کیا بات ہے۔ تم نے احکامات نازل کیے اور چند منٹوں میں بھول گئے۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"میں کچھ پریشان ہوں۔ مجھ سے سوال جواب نہ کرو۔ بتاؤ میں نے کیا احکامات دیے تھے؟"

"تم نے کہا تھا، لیڈی روزینہ سے سمجھوتہ ہو گیا ہے لہٰذا محاصرہ ختم کر دیا جائے۔ تمہارے حکم کے مطابق ہمارے جانباز وہاں سے رخصت ہو رہے ہیں۔"

وہ چیخ کر بولا "اوہ نو، میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا تھا۔ تم نے سُننے میں غلطی کی ہے۔"

"پلیز مجھے اتہام نہ دو۔ تم نے جو کہا، اس پر عمل کیا گیا ہے۔"

"میں پھر کہتا ہوں، محاصرہ ختم نہ کیا جائے۔ انھیں حکم دو، لیڈی روزینہ کی رہائش گاہ پر فائرنگ شروع کر دیں، جو بھی مقابلے پر آئے اسے بھون کر رکھ دیں۔"

"ماسٹر کی! میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ تم ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر ہو۔ کیا فرہاد سے سامنا ہوا تھا؟"

وہ غصّے سے بولا "یو نان سنس، فرہاد کی کیا مجال ہے کہ مجھ سے سامنا کر سکے۔ جس دن وہ میرے سامنے آئے گا، میں اپنے چیلنج کے مطابق معذور بنا دوں گا۔ میں جو کہہ رہا ہوں، فوراً اس پر عمل کرو ورنہ ہمارے آدمی محاصرہ ختم کر کے چلے جائیں گے۔"

اس سے پہلے کہ کمانڈر اس کے احکامات کے مطابق پھر تبدیلیاں لاتا اور انھیں فائرنگ کا حکم دیتا، میں ایک گن مین کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لوگ وہاں سے کوچ کی تیاری کر رہے تھے۔ میں نے اس کی مشین گن کا رُخ اپنے ہی آدمیوں کی طرف موڑ دیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی تڑا تڑ فائرنگ کی آواز کے ساتھ ان جانبازوں کی چیخیں بھی رات کے سناٹے میں دور تک گونجنے لگیں۔ وہ مرتے مرتے چیخ رہے تھے۔ بڑبڑا رہے تھے۔ پوچھ رہے تھے "یہ کیا حرکت ہے۔ اپنے ہی لوگوں پر کیوں فائرنگ کی جا رہی ہے؟"

ان بڑبڑانے والوں میں سے ایک نے گن مین کو گولی کا نشانہ بنایا۔ وہ اپنا سینہ تھام کر مشین گن کے پاس گر پڑا لیکن جس نے فائر کیا تھا، اس بڑبڑانے والے کے دماغ کا دروازہ کھل گیا تھا۔ میں اسے دوڑاتا ہوا مشین گن کے پاس لے گیا۔ پھر وہ گن مین کی جگہ اپنے آدمیوں کو گولیوں سے چھلنی کرنے لگا۔

میں اسے چھوڑ کر دوسرے محاذ کے گن مین کے پاس گیا۔ وہ لوگ فائرنگ کی اور اپنے لوگوں کے چیخنے کی آوازیں سُن کر سوچ میں پڑ گئے تھے کہ معاملہ کیا ہے؟ میں نے ان کے ساتھ

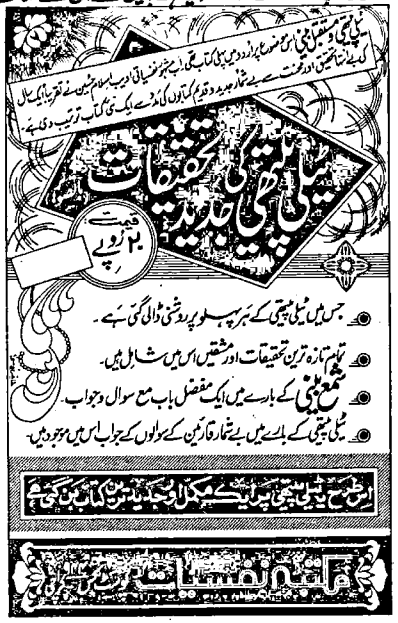

بھی یہ سلوک کیا۔ وہاں کے گن مین نے بھی اپنے آدمیوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ میں یکے بعد دیگرے ہر محاذ پر پہنچا گیا اور وہاں کی مشین گنوں کو ان کے ہی خلاف استعمال کرتا گیا۔

لیڈی روزینہ کے مسلح آدمی اناڑی نہیں تھے۔ وہ بھی تربیت یافتہ تھے۔ جب انھوں نے اپنے فارم کے اطراف فائرنگ کی آواز سنی تو جوابی فائرنگ شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محاصرہ کرنے والے دو طرفہ فائرنگ کے درمیان گھر گئے اور میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ کمانڈر اپنے کیمپ میں بیٹھا ٹرانسمیٹر کے سامنے چیخ چیخ کر ہر محاذ کے گن مین کو مخاطب کر رہا تھا مگر دوسری طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔

اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے پھر ماسٹر کی سے رابطہ قائم کیا۔ "آخرات کیا ہے۔ میرے کسی بھی گن مین سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا ہے۔ کوئی مجھے جواب نہیں دے رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہمارے آدمی مرتے جا رہے ہیں۔"

فائرنگ کی آواز ماسٹر کی تک پہنچ رہی تھی۔ پھر ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔ اس نے سر اٹھا کر دور تک دیکھا۔ چونکہ وہ پہاڑی بلندی پر تھا اس لیے فارم نظر آ رہا تھا۔ چاندنی رات تھی، لڑنے والے دوست اور دشمن واضح طور پر نظر نہیں آ رہے تھے لیکن فائرنگ کے دوران شعلوں کی لپک دکھائی دیتی تھی۔ وہ شعلے بھی بجھ گئے تھے۔ فائرنگ یکایک بند ہو گئی تھی۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کمانڈر سے کہا۔ "اب گن مین کو مخاطب کرو۔ بات کیا ہے۔ فائرنگ کیوں رک گئی ہے؟"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "کیا خاک مخاطب کروں۔ وہاں جواب دینے والا کوئی نہیں رہا، جو زندہ بچ گئے ہوں گے وہ میدان چھوڑ چکے ہوں گے۔"

ماسٹر کی سر تھام کر بولا۔ "اوہ گاڈ، یہ کیا ہو گیا؟"

کمانڈر نے پوچھا۔ "آخر معاملہ کیا ہے۔ ہمارے آدمی شکست کھا کر بھاگنے والوں میں سے نہیں تھے۔ پھر کیسے بھاگ گئے۔ ہمارے پاس بھاری مشین گنیں تھیں اور ہماری معلومات کے مطابق لیڈی روزینہ کے آدمیوں کے پاس صرف رائفلیں اور اسٹین گنیں ہیں۔ پھر وہ کیسے ثابت قدم رہے؟"

ماسٹر کی نے جھنجلا کر کہا۔ "اس فوج کے کمانڈر تم ہو، تمھیں ان کی شکست کے اسباب معلوم ہونے چاہئیں لیکن جواب مجھ سے طلب کر رہے ہو۔"

"ماسٹر کی! تم ہی اس معاملے میں جوابدہ ہو، تم کچھ چھپا رہے ہو۔ میں ہیڈ کوارٹر کو اپنی شرمناک شکست کی اطلاع دے رہا ہوں۔" وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں نے ماسٹر کی کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ بھی اسی وقت ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ میں اُسے شکست دینے کے بعد اس کے دماغ پر قبضہ جمانے کے بعد اس کے حال پر چھوڑ سکتا تھا۔ بعد میں معلومات فراہم کر سکتا تھا مگر پہلے ہی اس کے دماغ نے بتا دیا تھا کہ اس کے پیچھے بہت سے اہم افراد ہیں۔ جن کے سامنے وہ جوابدہ ہے۔

ماسٹر کی اگر کسی کے سامنے جوابدہ ہے تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ میں صرف اسی ماسٹر کی تک پہنچ سکا ہوں جس نے مجھے معذور بنا دینے کے سلسلے میں چیلنج کیا تھا۔ ورنہ وہ جس تنظیم سے تعلق رکھتا تھا اس کے اہم افراد ماسٹر کی سے بھی زیادہ اہم ہوں گے۔ شاید اسی لیے وہ تنظیم ماسٹر کی سنڈیکیٹ کہلاتی تھی۔ سنڈیکیٹ کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کا سر غنہ کوئی ایک نہ ہو۔ کئی اہم افراد مل کر اس تنظیم کو چلاتے ہوں۔

میں کمانڈر کے دماغ میں تھا۔ اس نے کسی سے رابطہ قائم کر لیا تھا۔ دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا۔ انتظار کرو۔

جس نے انتظار کرنے کے لیے کہا، میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک ایسے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا جو ٹیلیفون ایکسچینج کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ وہ ایک ٹرانسمیٹر کے سامنے تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کرنے کے بعد ٹیلیفون لائن کے ایک بٹن کو دبایا۔ دوسری طرف تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر کسی کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "ہاں بکواس کرو۔"

بکواس کرنے والے نے کہا۔ "یور آنر، کمانڈر ڈیرو فوراً آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میرا پرسنل ٹرانسمیٹر آن کرو۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسی وقت اس نے سانس روکی دوسرے ہی لمحے سانس چھوڑتے ہوئے، مسکراتے ہوئے بولا۔ "اخاہ فرانڈ! خوش آمدید۔ بھئی میں تو پرسنل ٹرانسمیٹر آن کرنے کے لیے کہہ تھا اور تم آن ہونے سے پہلے ہی دماغ میں آن ہو جاتے ہو۔ بائی دی وے، کیا ماسٹر کی تمھارے پھیر میں آ گیا ہے؟"

"مجھے مایوسی ہوئی ہے کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔"

اس نے پلنگ پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! میرے بچے تمھیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ تم نے بے شک پہاڑ کھودا، چوہا نہیں نکلا۔ اس چوہے کے پیچھے بھاگتے ہوئے مجھ تک آ پہنچے ہو۔ میں کیا ہوں، یہ تمھیں رفتہ رفتہ معلوم ہو گا۔"

اس کے بولنے کے دوران میں نے اس کا نام معلوم کر لیا۔ جیسے ہی وہ خاموش ہوا، میں نے کہا۔ "اچھا تو تم بھگوان ہیرا سوامی ہو۔"

"بہت خوب، یہ ٹیلی پیتھی کسی کمپیوٹر سے کم نہیں ہے۔ ہم جتنا بولتے ہیں تم اس سے زیادہ معلوم کر لیتے ہو۔"

"میں چاہوں گا کہ مجھے معلومات حاصل کرنے کی زحمت نہ اٹھانا پڑے۔ تم خود ہی اپنے متعلق اُگلتے جاؤ۔"

"ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ فی الحال اس جگہ کو دیکھو جہاں میں ہوں۔"

وہ جہاں تھا وہاں چاروں طرف آئینے کی دیواریں تھیں۔ یعنی ٹھوس دیواریں نظر نہیں آتی تھیں، صرف آئینے ہی آئینے تھے۔ اس کمرے کے وسط میں کھڑا ہوا بھگوان ہیرا سوامی آئینہ در آئینہ دکھائی دے رہا تھا۔ جدھر نظر اٹھا کے دیکھو، دور تک وہی جلوہ نما تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اس دھرتی کے لوگ کہتے ہیں، بھگوان کو جہاں ڈھونڈو گے وہاں پاؤ گے اور میرا نام بھگوان، ہیرا سوامی ہے۔"

خود کو بھگوان کہنے والا قد آور تھا۔ صحت اچھی تھی، چہرے پر گھنی داڑھی تھی جو سینے پر پہنچ رہی تھی۔ اس نے بہت ہی قیمتی سلیپنگ سوٹ پہن رکھا تھا۔ جن کے پاس دولت کی فراوانی ہوتی ہے، وہ سوتے وقت بھی ایسا لباس پہنتے ہیں جس کی قیمت کا حساب لگایا جائے تو اس رقم سے کسی غریب ملک میں ایک چھوٹی سی انڈسٹری قائم ہو سکتی ہے۔

میری اس بات میں مبالغہ نہیں ہے۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی۔ اس کے قیمتی لباس سے لے کر معمولی لباس تک کے لیے ایک ٹیکسٹائل مل خاص طور پر اس کی فرمائش کے مطابق کپڑے تیار کرتی تھی۔ اس وقت جو لباس اس نے پہن رکھا تھا، وہ پچیس ہزار ڈالر میں تیار ہوا تھا۔ اس کے ہر لباس میں ہیروں کے بٹن ٹانکے جاتے تھے۔

وہ تھوڑی دیر پہلے جس پلنگ پر لیٹا ہوا تھا، وہ سونے کا تھا۔ پلنگ تو سونے کے لیے ہی ہوتا ہے مگر وہ اصلی سونے کا تھا اور اس میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اس کے خواب گاہ میں ٹیلی وژن، ریڈیو، کیسٹ ریکارڈر، ریکارڈ پلیئر، فانوس اور دیگر جتنی بھی ضرورت کی اور آرائش کی چیزیں تھیں، وہ سب اسپیشل تھیں، مختلف کمپنیاں اس کے لیے خاص طور پر یہ چیزیں تیار کرتی تھیں۔ اس کا حکم تھا کہ جو چیزیں اس کے بیڈ روم میں ہوں وہ دنیا کے کسی بازار میں پائی نہ جا سکیں۔ اس خبطی کے حکم کی تعمیل ہوتی تھی۔ کمپنی والوں کو اتنی قیمت مل جاتی تھی کہ وہ اس مال کو بازار میں نہیں پہنچاتے تھے۔ اگر پہنچا بھی دیتے تو وہ مال بالکل مختلف ہوتا۔ کیونکہ اس کے بیڈ روم میں جتنے بھی ریڈیو، ٹی وی وغیرہ تھے ان میں ہیرے کے بٹن لگائے جاتے تھے۔ ہیرے اس کی ایسی کمزوری تھے کہ اس نے اپنے نام میں بھی ہیرا اٹامانک رکھا تھا اور خود کو بھگوان ہیرا سوامی کہتا تھا۔

اس کی خواب گاہ کی ہر شے میں اس قدر ہیرے جڑے ہوئے تھے کہ آئینے کی دیواروں سے منعکس ہوتے تھے۔ ہر چہار طرف آئینوں سے نور کی کرنیں پھوٹتی رہتی تھیں۔ بناؤ سنگھار عورت پر سجتا ہے۔ ہیرے جواہرات اسی کو بھلے لگتے ہیں لیکن وہاں اس کے برعکس تھا۔ وہاں اس کی جتنی کنیزیں تھیں وہ سب اگر حد بے حد حسین تھیں۔ ان کے بدن بھی ہیروں کی طرح دمکتے ہوئے سے تھے مگر بدن پر ہیرے جواہرات نہیں ہوتے تھے۔ سونے چاندی کا زیور بھی نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی وہ قیمتی لباس پہنتی تھیں۔ صرف گیروے رنگ کی منی ساریاں پہن کر رہتی تھیں۔ زلفیں بکھری رہتی تھیں۔ .....

اور وہ کسی زیور اور کسی آرائش کے بغیر بے پناہ حسین لگتی تھیں۔

میں نے کہا۔ "میں تمھارے ذریعے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ دنیا کی سب سے مہنگی خواب گاہ ہے۔"

اس نے کہا۔ "یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ خوابگاہ کا صرف وہ حصہ ہے جہاں میں آرام سے سوتا ہوں۔ یہ خوابگاہ ایک بہت بڑی دنیا ہے۔ کتاب کے ورق کی طرح کھلتی چلی جاتی ہے۔ میں ابھی دکھاتا ہوں۔"

اس نے آگے بڑھ کر پلنگ کے سرہانے پہنچ کر ایک بٹن کو دبایا۔ پھر کہا۔ "میں غم غلط کرنا چاہتا ہوں۔ ایک نادیدہ مہمان میرے ساتھ ہے۔"

پھر اس نے بٹن آف کرنے کے بعد مجھ سے کہا۔ "میں نے ماسٹر کی کو نیک مشورہ دیا تھا کہ وہ تمھیں چیلنج نہ کرے۔ آخر ایک انسان دوسرے انسان کو چیلنج کر کے، اسے مقابلے کے لیے للکار کے کیا حاصل کر لیتا ہے؟ یا جیت اس کے حصے میں آتی ہے یا ہار مقدر بن جاتی ہے۔ اس کے برعکس محبت اور دوستی کا راستہ اختیار کرتے تو مقدر میں صرف جیت ہی جیت ہوتی ہے۔"

وہ بولتا ہوا آئینے کی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "کھل جا سم سم۔"

پہلے تو میری سمجھ میں یہی آیا کہ وہ الف لیلوی الفاظ استعمال کر کے تصورات کی دنیا میں پہنچانا چاہتا ہے لیکن ایسا کہتے ہی وہ آئینے کی دیوار ایک طرف ہٹنے لگی۔ اس کے پیچھے مجھے ایک سوئمنگ پول نظر آیا۔ میں نے دنیا دیکھی ہے۔ نگر نگر گھومتا رہا ہوں۔ بڑے بڑے ہوٹلوں کے سوئمنگ پول میں غسل کرتا رہا ہوں۔ مگر میں نے اتنا خوبصورت اور اتنا آرائشی سوئمنگ پول کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ اس

نے اس پول کی تیاری میں دو لاکھ ڈالر خرچ کیے ہیں۔ اس میں جو پانی ہوتا تھا' وہ خود بخود مصفا ہوتا رہتا تھا۔ مچھلیوں سے شوق رکھنے والے لوگ طرح طرح کی رنگ برنگی مچھلیاں خرید کر فش ایکیوریم میں رکھتے ہیں۔ اس نے دنیا کی حسین ترین لڑکیوں کو خریدرکھا تھا جو مختصر سے بیرا کی کے لباس میں تیر رہی تھیں۔ وہاں مختلف رنگا رنگ روشنیوں کا ایسا انتظام تھا کہ پول کے پانی کا رنگ بدلتا رہتا تھا اور اس میں تیرنے والی لڑکیاں جل پریاں لگتی تھیں۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا حمام ہے۔ میں بچپن ہی سے پانی سے ڈرتا آیا ہوں۔ اس لیے تنہا غسل نہیں کرتا۔ یہ پریاں مجھے غسل کراتی ہیں۔"

پھر اس نے ایک چٹکی بجاتے ہوئے کہا "بند ہو جا سم سم"۔ اور... وہ آئینے کی دیوار سرکتی ہوئی برابر ہو گئی۔ سوئمنگ پول نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ ایک طرف چلتا ہوا گیا پھر آئینے کی دوسری دیوار کے سامنے کھڑے ہو کر بولا۔ "کھل جا سم سم"۔

آئینے کی وہ دیوار بھی سرکتی ہوئی ایک طرف ہو گئی۔ نیا منظر سامنے آ گیا۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھا کسی اندر بھا میں پہنچ گیا تھا۔ رنگا رنگ لباس والی لڑکیاں رقص کر رہی تھیں۔ ان کا رقص، ان کا حسن اور ان کی ادائیں دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔ صرف ان کے لباس ہی رنگین نہیں تھے، رنگا رنگ روشنیوں کے دن طلوع ہو رہے تھے اور سب رنگ راتیں جوان ہو رہی تھیں۔ حسن سے بھرپور اور شباب سے چور چور ادائیں ادھر سے آتی تھیں۔ بجلی کی طرح چمکتی تھیں اور ادھر ہو جاتی تھیں۔ نگاہیں ایک جگہ ٹھہر نہیں پاتی تھیں۔ ایک بجلی کی جگہ دوسری بجلی چمکنے لگتی تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیرا سوامی"۔

"مجھے بھگوان ہیرا سوامی کہو"۔

"کوئی ذرا سی عقل رکھتا ہو، وہ بھی تمہیں بھگوان نہیں کہے گا۔ میں یہ خوابگاہ دیکھ کر مان گیا کہ تم بلا کے عیاش ہو"۔

"مجھے گالی نہ دو۔ میں خوش ذوق ہوں۔ حسن نظر رکھتا ہوں۔ جو کوئی نظر رکھتا ہو، ایسا جگر رکھتا ہوں"۔

اس کے چٹکی بجاتے ہی وہ آئینے کی دیوار برابر ہو گئی۔ وہ دوسری طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "بائی دی وے، فرہاد! حسن نظر کے معاملے میں تمہارا ریکارڈ بھی کچھ اچھا نہیں ہے"۔

"کیا اسی لیے طلسم ہوشربا میں گم کرنا چاہتے ہو، اپنی حقیقت نہیں بتاؤ گے؟"

"دیکھنا چاہتے ہو تو حقیقت ضرور دیکھو"۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر پھر کہا۔ "کھل جا سم سم"۔

اس کے سامنے والی آئینے کی دیوار سرکنے لگی۔ ایک ایسا آڈیٹوریم نظر آیا جسے میں پہلے بھی کہیں دیکھ چکا تھا۔ مجھے فوراً ہی یاد آ گیا۔ میں نے ریحانہ اور کرم داد وغیرہ کے ذریعے اس آڈیٹوریم کو دیکھا تھا۔ اس ہال کے وسط میں ایک گول اسٹیج نما چبوترہ تھا۔ اس چبوترے پر چھ ریوالونگ کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔

بھگوان ہیرا سوامی نے اُدھر دیکھتے ہوئے آواز دی۔ "اے کرسی، تو کون ہے؟"

اس کا سوال سنتے ہی ایک ریوالونگ چیئر گھوم گئی۔ اس کا رخ بھگوان ہیرا سوامی کی طرف ہو گیا۔ پھر کرسی سے ایک مردانہ بھاری بھرکم سی آواز سنائی دی۔ "میں ماسٹر کی ہوں۔ مگر سابقہ ماسٹر کی کی مانند نادان نہیں ہوں۔ میں کسی کو چیلنج نہیں کرتا۔ جو کرنا ہوتا ہے وہ کر گزرتا ہوں"۔

بھگوان ہیرا سوامی نے دوسری طرف کرسی کی طرف انگلی اٹھا کر پوچھا۔ "تو کون ہے؟"

وہ کرسی بھی گھومتے ہوئے اپنا رخ بھگوان ہیرا سوامی کی طرف کرتے ہوئے گویا ہوئی۔ "میں ہوں ماسٹر کی"۔

اسی طرح تیسری کرسی نے بھی گھوم کر اُسی طرح مردانہ آواز میں کہا۔ "میں ہوں ماسٹر کی"۔ چوتھی نے، پانچویں نے، چھٹی نے، سبھی نے باری باری گھوم کر مردانہ بھاری بھرکم آواز میں کہا۔ "میں ہوں ماسٹر کی، میں ہوں ماسٹر کی، میں ہوں ماسٹر کی"۔

"ہیرا سوامی! میں سمجھ گیا۔ ماسٹر کی سنڈیکیٹ میں سات عدد ماسٹر کی تھے۔ جن میں سے ایک میرے ہتھے چڑھ گیا اب چھ رہ گئے ہیں"۔

"کیا ایک ہی دن میں ساری معلومات حاصل کر لو گے آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ اب یہاں سے جاؤ"۔

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ کمبخت بڑا ہی کیا تھا۔ غصہ ہی انداز اختیار کیے بغیر دماغ سے یوں نکال دیا جیسے کچرا باہر پھینک رہا ہو۔

میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ مجھے اپنی حالت پر ہنسی آ گئی۔ اس نے اپنے دماغ کے دروازے یوں بند کر دیے تھے جیسے میں کچھ مانگنے آیا ہوں اور وہ بند دروازے کے پیچھے کہہ رہا ہو۔ "جاؤ بابا معاف کرو"۔

اس کی باتوں سے اور اس کے انداز سے پتا چل گیا کہ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا ہے۔ اسے اپنے ہیرے جواہرات کے ذخیروں پر بڑا ناز تھا۔ ہو سکتا تھا اس کے پاس قارون سے زیادہ خزانہ ہو۔ ہماری دنیا میں ایسے بے شمار دولت مند ہیں مگر کوئی مجھ سے ٹکرانے کی حماقت یا زحمت نہیں کرتا۔ اس کے پاس جتنی بھی دولت تھی، وہ سب چور راستوں سے آئی تھی اور جو چور راستوں سے دولت مند بنتے ہیں، وہ ایسے ہی جرائم پیشہ افراد کی تنظیم یا سنڈیکیٹ قائم کرتے ہیں۔ مجھ سے خوفزدہ رہتے ہیں کہ میں کہیں ان کے معاملے میں مداخلت کر کے ان چور راستوں تک نہ پہنچ جاؤں۔

اس نے اعتراف کیا تھا کہ پہلے ماسٹر کی نے مجھے چیلنج کر کے سخت نادانی کی تھی۔ مجھ سے محبت اور دوستی کا راستہ اختیار کرنا چاہیے تھا۔ شاید اس نے دوستی کرنے کے لیے ہی مجھے اتنی دیر تک اپنے دماغ میں رہنے دیا تھا لیکن وہ اپنے اہم رازوں تک پہنچنے کا موقع کبھی نہ دیتا۔ میں نے تھوڑی دیر تک سوچا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے دوسرے ماسٹر کی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اور پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی کہا۔

"میں سمجھ رہا تھا، بھگوان ہیرا سوامی کے در سے نکل کر میرے دروازے پر آؤ گے"۔

"میں یقین کرنا چاہتا ہوں۔ تم ماسٹر کی نمبر دو ہو"۔

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہم میں سے کسی بھی ماسٹر کی کا نمبر نہیں ہے، ہم اس سنڈیکیٹ کے مختلف شعبوں کے افراد ہیں۔ جب تک کوئی ایک ماسٹر کی ہوتا ہے، ہم میں سے کسی کا کوئی عہدہ نہیں ہوتا۔ ہم اپنی ذمے داریاں پوری کرتے رہتے ہیں۔ اب وہ سابقہ ماسٹر کی تمہاری ٹیلی پیتھی کی زد میں آ گیا ہے۔ اس کے بعد ہمارے بورڈ کے اہم اجلاس میں فیصلہ ہو گا کہ ہم چھ میں سے کون ماسٹر کی بن سکتا ہے۔ جب تک فیصلہ نہ ہو، میں ماسٹر کی کی جگہ کام کر رہا ہوں"۔

"جو ماسٹر کی میرے زیر اثر آ چکا ہے، اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

"اس سنڈیکیٹ کے تمام اہم افراد ہیں۔ ایک دوسرے کی عزت کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے بُرے وقت میں کام آتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی مسلسل بیمار رہے، یا بوڑھا ہو جائے یا کسی وجہ سے سنڈیکیٹ کا کام سنبھالنے کے قابل نہ رہے تو ہم اسے ریٹائر کر دیتے ہیں۔ وہ دنیا کے جس حصے میں، جس ملک اور شہر میں رہنا چاہے، وہاں اس کی مستقل رہائش کا انتظام کر دیتے ہیں اور یہ بڑی رازداری سے ہوتا ہے تاکہ کوئی دشمن اسے ہماری سنڈیکیٹ کے ایک اہم شخص کی حیثیت سے پہچان نہ سکے اور ہمارے اہم رازوں کو اس سے حاصل نہ کر سکے"۔

"اچھا تو ماسٹر کی بھی ریٹائر کر دیا جائے گا اور اس کی پسند کے مطابق کسی ایسی جگہ رہائش کا انتظام کیا جائے گا جہاں کوئی اسے پہچان نہ سکے"۔

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں مسٹر فرہاد! اسے ہمیشہ کے لیے زندگی سے ریٹائر کر دیا جائے گا کیونکہ تم اس کے دماغ میں پہنچ چکے ہو۔ وہ دنیا کے کسی حصے میں چھپ کر نہیں رہ سکے گا۔ تم جب چاہو گے، اس کے دماغ میں پہنچ کر تھوڑی تھوڑی معلومات حاصل کرتے رہو گے"۔

"میں ابھی ایسا کر سکتا ہوں"۔

"بیشک کر سکتے تھے لیکن گھنٹے بھر سے تمہیں بھگوان ہیرا سوامی نے اپنے ساتھ باتوں میں الجھائے رکھا۔ اس کے بعد میں الجھا رہا ہوں۔ اتنی دیر میں وہ اپنی موت کے بہت قریب پہنچ چکا ہے"۔

یہ سنتے ہی میں نے اس کی طرف خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ وہ ایک ہیلی کاپٹر سے رسّی کی سیڑھی پر لٹک رہا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں، فرہاد مجھے ٹریپ نہیں کر سکتا۔ وہ کبھی میرے دماغ میں نہیں آ سکتا۔ تم لوگ مجھ پر شبہ کر رہے ہو۔ میں نے اپنے سنڈیکیٹ کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ میں کہتا ہوں، شبہے کی بنا پر موت کے منہ میں نہ دھکیلو۔ بعد میں پچھتاؤ گے۔ دنیا میں مجھ سے بھی زیادہ قابل لوگ ضرور ہیں لیکن جب میری بے گناہی ثابت ہو گی تو پتا چلے گا کہ مجھ جیسا قابل آدمی دوسرا نہیں مل سکے گا"۔

میں نے کہا۔ "تم چیخو گے چلاؤ گے۔ اس کا جواب تمہیں نہیں ملے گا جس سنڈیکیٹ کے لیے تم جان دیتے رہے، اس کے تمام اہم افراد اور تمہارا وہ بھگوان جسے ہیرا سوامی کہتے ہو، ان سب کو تمہارے ناکارہ ہونے کا یقین ہو چکا ہے۔ وہ جانتے ہیں، میں تمہارے دماغ میں پہنچنے لگا ہوں"۔

"نہیں، ہرگز نہیں، تم میرے دماغ میں نہیں آ سکتے۔ نکل جاؤ یہاں سے، میں انہیں یقین دلاؤں گا۔ تم چلے جاؤ۔ فار گاڈ سیک، چلے جاؤ"۔

میں اس کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ وہ سیڑھی سے لٹکتا ہوا نیچے ایک اژدہا کو دیکھ رہا تھا۔ اژدہا اس جگہ کو کہتے ہیں جو اسٹیڈیم کی مانند ہوتی ہے۔ چاروں طرف تماشائی بیٹھتے ہیں۔ درمیان کے میدانی حصے میں دُبل فائٹنگ ہوتی ہے۔ یا پہلوان قسم کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف ہر طرح کے ہتھیار استعمال کرتے ہوئے خونریز جنگ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہاں جیتنے کی شرط یہی

ہوتی ہے کہ وہ اپنے مقابل کو جان سے مار ڈالیں۔

مارٹر کی سیڑھیوں سے لٹکتا ہوا جس اُرینا کو دیکھ رہا تھا، وہاں کسی بدترین دشمن کو سزا دی جاتی تھی۔ وہاں درمیانی حصے میں لوہے کا دائرہ نما کٹہرا تھا۔ اس کٹہرے کے اندر ایک زہریلا سانپ رینگ رہا تھا۔ اسے باہر نکلنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ کیونکہ دائرہ نما کٹہرے کے نچلے حصے میں آگ روشن تھی۔ سانپ جدھر جاتا تھا وُہاں سے آگ کی حرارت پاتے ہی پلٹ جاتا تھا۔ پھر درمیانی حصے میں آجاتا تھا۔

اس کٹہرے کے باہر ایک اور بڑا کٹہرا تھا جس میں خونخوار کتے تھے۔ وہ منہ اٹھا کر سیڑھی سے لٹکنے والے مارٹر کی کو دیکھ کر بھونکتے جا رہے تھے۔ آسمان سے اترنے والی خوراک کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر کی پرواز نیچی ہوتی جا رہی تھی۔ مارٹر کی دہشت زدہ تھا۔ اپنے پاؤں ایسے چلا رہا تھا جیسے اس سیڑھی سے جھولتا ہوا کٹہرے کے اندر جانے کے بجائے باہر جا کر گرنا چاہتا ہو۔

وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ سانپ کا کٹہرا پچاس فٹ کے دائرے میں تھا۔ اس کے بعد خونخوار کتوں کا کٹہرا تقریباً سو فٹ کے دائرے میں تھا۔ اس حساب سے مارٹر کی کو رسیوں پر جھولتے ہوئے پچھتر فٹ کے فاصلے سے باہر گرنا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی پرواز بہت نیچی ہو گئی تھی۔ وہ اتنی دور جھول کر نہیں جا سکتا تھا۔

جنھوں نے اسے ہیلی کاپٹر سے نیچے لٹکایا تھا، ان کی کوشش یہی تھی کہ وہ درمیانی کٹہرے پر اپنی پرواز کو قائم رکھیں اور اسے سانپ کے پاس ہی گرنے پر مجبور کر دیں۔ اس کی جدوجہد کے دوران میں دماغ کی تہ میں پہنچ کر اہم معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن ناکام ہو رہا تھا۔ جب کوئی انسان غصّے میں، جوش میں، جذبے میں ہو اور ہر طرح سے اس پر ذہنی دباؤ پڑ رہا ہو تو اس کے دماغ کی گہرائیوں تک پہنچنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس کے لاشعور میں چھپی ہوئی باتیں، اس کے چور خیالات سب گُم ہو گئے تھے کیونکہ موت کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ اس کے دماغ میں ایسی سنسناہٹ تھی کہ وہ اپنے بچاؤ کی ترکیب سوچنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔

میں نے کہا "تم سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہے ہو۔ اگر میرے کام آنے کا وعدہ کرو تو جان بچا سکتا ہوں۔"

"میں تمھارے کام آؤں گا۔ تم جو کہو گے وہ کروں گا۔ فار گاڈ سیک، ابھی میری جان بچاؤ۔"

"ابھی تمھیں سانپ کے کٹہرے میں گرنے سے کوئی نہیں روک سکے گا لیکن اس کے بعد تمھیں بچا سکتا ہوں۔"

وہ غصّے سے چیخ کر بولا "مجھے بیوقوف بناتے ہو، جب میں سانپ کے پاس پہنچ ہی جاؤں گا تو مجھے کیسے بچا سکو گے۔ کیا جانور کو بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تسخیر کر لو گے۔"

ایسا کہتے ہوئے اس نے سر اٹھا کر ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھا۔ وہ جس رسّی کی سیڑھی سے لٹکا ہوا تھا، اس کا ایک سرا کاٹ دیا گیا تھا۔ اسے دھکی دی گئی تھی کہ وہ اوپر چڑھتا ہوا ہیلی کاپٹر تک پہنچنے کی کوشش کرے گا تو دوسری رسّی بھی کاٹ دی جائے گی لیکن اب دوسری رسّی کے بھی کٹنے کا وقت آگیا تھا۔ ہیلی کاپٹر پرواز کرتے ہوئے نیچے آگیا تھا۔ وہ سانپ کے کٹہرے کے اندر پہنچ کر لٹکنے لگا تھا۔ اِدھر سے اُدھر جھولتا ہوا کٹہرے کی آہنی سلاخوں پر لاتیں مار رہا تھا۔ کبھی اس سلاخ کے پاس جاتا تھا۔ پھر لات مار کر دوسری طرف والی سلاخ تک پہنچ جاتا تھا۔ ہیلی کاپٹر کے لٹکے ہوئے دروازے پر ایک شخص جھکا ہوا تھا اور ہاتھ بڑھا کر رسّی کو کاٹ رہا تھا۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک دم سے گھبرا گیا۔ وہ رسّی کی سیڑھی پہلے ہی آدھی کٹی ہوئی تھی۔ اب اور کٹنے والی تھی۔ وہ اسے پکڑ کر اوپر جانا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "رک جاؤ اوپر پہنچنے سے پہلے ہی رسّی کٹ جائے گی۔"

وہ جھنجلا کر بولا "تم چاہتے ہو، میں زندہ رہنے کی کوشش نہ کروں۔"

"میں چاہتا ہوں، تم کسی طرح زندہ رہ سکو۔ اسی طرح رسّی سے لٹکتے ہوئے ایک سلاخ تک پہنچو پھر اسے پکڑ کر وہیں رک جاؤ۔"

ابھی اس کے مقدر میں چند سانسیں باقی تھیں۔ اس نے میری بات مان لی۔ رسّی سے لٹکتا ہوا کٹہرے کے ایک طرف گیا۔ پھر وہاں کی دو سلاخوں کو پکڑ کر وہیں رہ گیا۔ اگر ذرا سی بھی دیر کرتا تو نیچے گر پڑتا کیونکہ اوپر سے کاٹی ہوئی رسّی سانپ کے قریب آگری تھی۔ کٹہرے کے دوسری طرف کتے بھونک رہے تھے۔ اچھل اچھل کر مارٹر کی تک پہنچنا چاہتے تھے۔ ان خونخوار شکاری کتوں کی چھلانگیں قابلِ دید تھیں۔ اپنے شکار تک پہنچنے کے لیے چھ چھ، سات سات فٹ کی اونچائی تک پہنچ رہے تھے جبکہ مارٹر کی اُن سے دس فٹ کی بلندی پر سلاخوں سے لپٹا کھڑا تھا۔ پاؤں ٹیک کر کھڑے رہنے کا کوئی سہارا نہیں تھا۔ وہ اپنے دونوں بازوؤں کی قوت سے اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا لیکن کب تک اس حالت میں رہ سکتا تھا۔ جب

بازو دُکھنے لگتے، پورے جسم کا بوجھ سنبھال نہ پاتے تو اسے نیچے گرنا ہی تھا۔

نیچے سانپ اِدھر سے اُدھر دوڑ رہا تھا۔ اسے کہیں سے باہر جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ کٹہرے کے دوسری طرف خونخوار کتے تھے، اگر وہ سلاخوں کی بلندی تک پہنچ کر دوسری طرف کُودنا چاہتا تو کتے اس طرح جھنجھوڑتے کہ آخر میں اس کی ہڈیاں ہی رہ جاتیں۔

ایک بار اس کے بازو ذرا کمزور پڑے تو وہ سلاخوں پر پھسلتا ہوا ایک فٹ نیچے گیا۔ نیچے سے کتوں نے اس کی طرف چھلانگ ماری۔ وہ ایک دم سے چیختا ہوا جلدی جلدی سلاخوں کو پکڑتا ہوا اوپر جانے لگا۔ ایسے ہی وقت میں نے پوچھا "اپنے سنڈیکیٹ کی کمزوریاں بتاؤ؟"

ایک تو اس کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ نیچے سے خونخوار کتے قریب پہنچنا چاہتے تھے۔ جان بچانے کا راستہ نہیں تھا۔ وہ کتنا اوپر چڑھ سکتا تھا۔ دوسری طرف پہنچنے پر کتوں سے واسطہ پڑتا۔ ایسے میں میں نے سنڈیکیٹ کی کمزوریاں پوچھیں تو وہ غصّے سے گالیاں دینے لگا کہنے لگا "بچاؤ، پہلے مجھے بچاؤ۔"

"گالیاں بھی دیتے ہو اور ہمدردی کی توقع بھی رکھتے ہو۔"

"مجھے معاف کر دو۔ میں غصّے میں جانے کیا بک رہا ہوں۔ مجھے یہاں سے نکالو۔ میں زندگی بھر تمھارا غلام بن کر رہوں گا۔"

"سمجھ لو تمھیں غلام بنانے کے لیے انٹرویو لے رہا ہوں۔ اس انٹرویو کا پہلا سوال وہی ہے۔ جواب دو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ میں تمھیں کیا بتاؤں۔ میرا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔"

"جس کا دماغ کام نہ کرے، وہ میرا غلام کیسے بن سکتا ہے، مجھے افسوس ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

وہ چیخنے لگا "نہیں نہیں، تم نہیں جا سکتے۔ فار گاڈ سیک، میں سوچتا ہوں۔ سوچ کر بتاتا ہوں۔"

"جتنی جلدی بتاؤ گے اتنی ہی جلدی نجات پاؤ گے۔"

"مارٹر کی سنڈیکیٹ میں ہم سات پارٹنر ہیں۔ مجھے کسی طرح بچا لو۔ میں اس سنڈیکیٹ میں واپس نہیں جاؤں گا۔"

"باقی چھ پارٹنروں تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔"

"بہت مشکل ہے۔ وہ شاید ہی تمھارے ہاتھ آسکیں، ہاں اگر کسی نے میری طرح تمھارے سامنے آنے اور تم سے ٹکرانے کی کوشش کی تو تم اس کے دماغ تک پہنچ سکو گے۔"

"انسان کتنا ہی سنجیدہ، بُردبار اور معاملہ فہم ہو اس کی کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں۔ اپنے پارٹنروں کی کمزوریاں بتاؤ؟"

"ہم تمام پارٹنر ایک دوسرے کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتے ہیں۔ پھر کمزوریاں کیسے جان سکتے ہیں۔ البتہ ہم سب کی کمزوریاں بھگوان ہیراسوامی کے ہاتھ میں ہیں۔ ہم نے ایسے ایسے بھیانک جرم کیے ہیں جن کے آشکار ہونے کے بعد کسی بھی ملک کی عدالت ہمیں سزائے موت دے سکتی ہے یا ہمارے بے نقاب ہونے پر کوئی بھی دشمن ہمیں گولی مار سکتا ہے۔"

"بھگوان ہیراسوامی تک پہنچنے کا راستہ بتاؤ؟"

"اس کے پاس پہنچنا آسان ہے مگر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکو گے۔"

"یہ میرا مسئلہ ہے۔ تم راستہ بتاؤ۔"

"نیویارک سینٹرل اینٹلی جنس بیورو میں بھگوان ہیراسوامی کا ریکارڈ موجود ہے۔ اسے پڑھ لو معلوم ہو جائے گا۔ اس کے ریکارڈ میں ہم سات پارٹنروں کا ذکر نہیں ملے گا۔"

میں نے پوچھا "تمھارے دھندے کیا ہیں؟"

وہ چیختے ہوئے بولا "تم اپنا الّو سیدھا کر رہے ہو، مجھے یہاں لٹکا رکھا ہے، پلیز مجھے نجات دلاؤ۔"

"چیخنے چلّانے سے نجات نہیں ملے گی۔ میرے سوال کا جواب دو۔"

"کیا جواب دوں۔ ہم ساتوں پارٹنر جرائم کی دنیا میں بڑے لمبے ہاتھ رکھتے ہیں۔ ہم میں سے ایک پارٹنر منشیات کے پھیلاؤ میں ماہر ہے۔ اس کے بڑے مستحکم ذرائع ہیں۔ وہ نہ کبھی بے نقاب ہوتا ہے، نہ کسی کی گرفت میں آتا ہے۔ دوسرا پارٹنر بڑے بڑے ممالک سے جدید ترین ہتھیار حاصل کرنے، پھر ان ہتھیاروں کو مطلوبہ مقامات تک پہنچانے والا وہ خفیہ ہاتھ ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا۔ تیسرا پارٹنر میرے جواہرات کا بہت بڑا اسمگلر ہے۔ ان باتوں سے اندازہ کر سکتے ہو کہ اپنی اپنی جگہ ہر پارٹنر بڑے مستحکم ذرائع کا مالک ہے۔ خواہ چھوٹا ملک ہو یا بڑا ملک ہو، وہاں کے حکمران یا اعلیٰ عہدے دار ہماری مٹھی میں ہوتے ہیں۔"

وہ اپنی دونوں مٹھیوں سے دو آہنی سلاخوں کو جکڑے ہوئے تھا۔ چیخ کر کہنے لگا "میرے ہاتھ کمزور پڑنے لگے ہیں۔ مجھے بچاؤ، مجھے یہاں سے نکالو۔"

میں نے اس کی چیخ و پکار کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تمھارا انجام دیکھنے کے بعد تمھارے دوسرے پارٹنر میرے خلاف سازش کرنے کی جرأت کریں گے؟"

"وہ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمہیں جان سے مار ڈالیں مگر تمہارا تعاقب کرتے رہیں گے۔ تمہارے خلاف سازشوں کے جال بچھاتے رہیں گے تاکہ تمام بڑے ممالک جو تمہارے دشمن ہیں، ان کی توجہ تمہاری ہی طرف رہے اور وہ مارٹر کی سنڈیکیٹ کے اصل ہتھکنڈوں کو کبھی نہ سمجھ سکیں۔"

ایسا کہتے ہوئے وہ سلاخوں کو اسی طرح تھامے ہوئے اوپر چڑھنے لگا۔ پھر اس نے بڑی عاجزی سے پوچھا "تم کب تک سوالات کرتے رہو گے۔ میں نے تمہارے سب سے اہم سوال کا جواب دے دیا۔ نیویارک سی آئی بی کے دفتر تک کسی طرح رسائی حاصل کرو۔ پھر بھگوان ہیراسوامی کی فائل کو پڑھو۔ تمہارے لیے بہت سے راستے کھل جائیں گے۔ اب تو مجھے یہاں سے نکالو۔"

وہ اوپر چڑھتا ہوا کٹہرے کے سب سے اوپری حصے پر پہنچ کر ایک پاؤں ادھر اور دوسرا پاؤں اُدھر رکھ کر بیٹھ گیا تھا جیسے گھڑ سواری کر رہا ہو۔ اب اطمینان ہو گیا تھا کہ اس کے بازو کمزور نہیں پڑیں گے۔ وہ نیچے نہیں گرے گا۔ ان کٹہروں سے دور چاروں طرف تماشائیوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ وہاں صرف بیس پچیس افراد نظر آ رہے تھے۔ میں نے ان میں سے کسی کی آواز نہیں سنی تھی، کسی کے قریب نہیں پہنچ سکتا تھا جب مارٹر کی کٹہرے کے سب سے اوپری حصے پر آ کر بیٹھ گیا اور اُدھر دیکھنے لگا تب میں نے اس کے ذریعے معلوم کیا، وہاں کچھ لوگ موجود ہیں۔

اس نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر چیختے ہوئے کہا "تم تماشا دیکھ رہے ہو۔ میں تمہارا باس ہوں۔ تم سب مجھے جھک جھک کر سلام کرتے تھے، جیسے جھک کر قدموں میں جان دے دو گے۔ آج میری جان جا رہی ہے۔ تم میں سے کوئی مجھے بچا نہیں سکتا؟"

وہ خاموش تھے۔ میں نے دیکھا، دور ایک شخص بیٹھا ہوا ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ یقیناً وہ بھگوان ہیراسوامی یا ان چھ پارٹنروں سے رابطہ قائم کر رہا ہوگا۔ ٹرانسمیٹر سامنے رکھ کر کنٹرول کر رہا ہوگا کہ مارٹر کی کس طرح سلاخوں سے لٹکا رہا اور ایک طرف سانپ سے اور دوسری طرف خونخوار کتوں سے بچتا ہوا اب کٹہرے کے سب سے اوپری حصے پر جا کر بیٹھ گیا ہے۔

میں نے نئے مارٹر کو مخاطب کیا۔ اس نے دماغ کے دروازے کھولتے ہوئے پوچھا "کیا اس پٹے ہوئے مُہرے سے کچھ حاصل ہوا؟"

"تم نے بڑا نفسیاتی حربہ استعمال کیا۔ مجھے ادھر الجھا دیا اور اسے کٹہرے میں پہنچا دیا۔ جب میں وہاں پہنچ کر معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا تو وہ بُری طرح دہشت میں مبتلا تھا۔ اس کے دماغ میں طوفانی سنسناہٹ تھی۔ میں کچھ معلوم نہ کر سکا۔ اسے وہاں سے نکال کر لے جانے کا وعدہ کیا۔ پھر بھی وہ دہشت زدہ ہے۔ اب تک میرے مطلب کی بات معلوم نہیں ہو سکی۔"

"فرہاد، ہم اتنے نادان نہیں ہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ تم نے یقیناً بڑی حد تک معلومات حاصل کی ہیں۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اتنی دیر تک اپنی زندگی کے لیے جدوجہد کرتا رہے گا۔"

وہ سوچ کے ذریعے مجھ سے گفتگو کر رہا تھا اور سامنے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کے ذریعے سابقہ مارٹر کی کے متعلق کنٹری سُن رہا تھا۔ وہاں سے آواز آ رہی تھی "بھگوان ہیراسوامی کا حکم ہے کہ اسے زیادہ دیر زندہ نہ رکھا جائے ہمارے لیے خطرہ بن جائے گا۔ لہٰذا اسے گولی ماری جا رہی ہے"

میں نے فوراً ہی سابقہ مارٹر کی کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ گولی اس کے بازو میں آ کر لگی تھی۔ وہ ایک دم سے تڑپ گیا بے حال ہو کر نیچے گرنا ہی چاہتا تھا، پھر دوسرے بازو سے کٹہرے کو تھام کر سنبھل گیا۔ بازو میں پیوست ہونے والی گولی انگارے کی طرح دہک رہی تھی۔ وہ ایسے جھک گیا تھا جیسے کوئی گھڑ سوار منڈھال ہو کر سامنے کی طرف ڈھلک جاتا ہے۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ نگاہوں کے سامنے زہریلا سانپ اور بھونکتے ہوئے کتے ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے زمین کی سطح سے اٹھ کر اس کے پاس چلے آ رہے ہوں لیکن ایسی بات نہیں تھی وہ خود ان کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے بڑے کرب۔ بڑی التجا سے کہا "فرہاد، بچا لو۔"

"میں فرہاد ہوں۔ جادوگر نہیں ہوں۔ ٹھیک ایسا ہی وقت مرجانہ پر آ پڑا تھا۔ میرا بھائی سجاد علی بھی کوما سے نکلنے کے باوجود ایڑیاں رگڑتا ہوا مر گیا۔ میں انھیں اس دنیا سے رخصت ہوتے دیکھ رہا تھا مگر دشمنوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ اپنے جاں نثار ساتھیوں کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے ان محبت کرنے والی ہستیوں کی قسم کھائی تھی کہ دشمن پر ترس نہیں آئے گا۔ تم بڑے کرب سے بڑے

درد سے اپنی جان کی امان چاہتے ہو۔ کوئی دوسرا ہو تو وہ تمہاری التجا پر تڑپ جائے۔ مگر مجھے اپنے پیاروں کی بے بسی اور مجبوریاں یاد آ رہی ہیں۔ انھوں نے صبر اور خاموشی سے جان دے دی۔ تم بھی خاموشی سے مرنے کا حوصلہ کرو یا پھر جیتے رہو۔"

اسی وقت وہ کٹہرے کے اوپری حصے پر سے ڈھلک گیا۔ سلاخوں پر سے ہوتا ہوا کتوں کی بھیڑ میں پہنچ گیا۔ اس کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں وہاں سے واپس آ گیا۔ اس غار میں گہری تاریکی تھی۔ میں ایک پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ آنکھوں پر انفنٹی ڈارک گاگلز تھا۔ میں نے چاروں طرف ایک نظر ڈالی، دور تک سناٹا اور ویرانی تھی۔ میں پتھر سے اتر گیا۔ ایک طرف جانے لگا۔ وہاں کسی کی موجودگی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے پھر نئے مارٹر کی کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے کہا "اب کیا لینے آئے ہو۔ اس کا قصہ تمام ہو چکا ہے۔"

"جو اہم معلومات حاصل کر چکا ہوں، اس کے متعلق بتانا چاہتا ہوں۔"

وہ ذرا چونک گیا۔ پھر اس نے کہا "چند سیکنڈ کے بعد آنا۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو کر آگے بڑھنے لگا۔ کچھ دور جانے کے بعد چٹان کے پاس جا کر رک گیا۔ اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے کہا "ہاں، میں سن رہا ہوں۔ تم نے کیا معلومات حاصل کی ہیں؟"

"جب میں بھگوان ہیراسوامی کے دماغ میں تھا تو اس کے ذریعے چھ ریلوا لونگ کرسیاں دیکھی تھیں۔ وہ چھ کرسیاں باری باری گھوم کر کہہ رہی تھیں کہ وہ مارٹر کی ہیں حالانکہ مارٹر کی ایک وقت میں ایک ہی ہوتا ہے۔"

"تم درست کہہ رہے ہو لیکن یہ تو کوئی معلومات نہ ہوئی۔"

"آگے سنتے جاؤ۔ ابھی تم چھ پارٹنروں میں سے کوئی بھی مارٹر کی نہیں ہے البتہ تم اس کے قائم مقام ہو۔ تم سوچ رہے ہو کہ میں نے پھر بھی کوئی اہم معلومات حاصل نہیں کی۔"

"کیا تم کوئی چونکا دینے والی بات کرنا چاہتے ہو؟"

"بیشک! ابھی چونک جاؤ گے۔ پہلے ایک سوال کا جواب دو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے دماغ میں بات کر رہا ہوں۔ تم میری باتوں کا جواب سوچ کے ذریعے دے سکتے ہو مگر جواباً زبان سے بولتے ہو۔ یعنی تم محض ایک آلۂ کار ہو اور میری باتیں باقی چھ پارٹنروں تک پہنچا رہے ہو۔"

وہ ذرا گڑبڑا گیا۔ جس کرسی پر بیٹھا تھا، اس پر سیدھا ہو گیا۔ میں نے کہا "سیدھی بات سننا چاہتے ہو تو سنو۔ جو قائم مقام مارٹر کی ہے، وہ تمہارے آس پاس یا تمہارے پیچھے کہیں بیٹھا ہوا تمہاری زبان سے وہ ساری باتیں سن رہا ہے جو ہمارے درمیان ہو رہی ہیں۔"

میں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا "جب وہ مارٹر کی بازو پر گولی لگنے کے بعد نیچے جھولنے لگا تھا، اسی وقت میں اس کے دماغ کے تہ خانے میں پہنچ گیا تھا اور یہ معلومات حاصل کی تھیں۔"

میں پھر چند ساعتوں کے لیے چپ رہا۔ کوئی دوسرا وقت ہوتا تو وہ دماغ کے دروازے بند کر لیتا لیکن ان میں کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ میری پوری باتیں سننے پر مجبور تھے۔ میں نے کہا "اور وضاحت سے سنو۔ مارٹر کی سنڈیکیٹ میں چھ اہم افراد رہ گئے ہیں۔ ان چھ میں سے کوئی ایک مارٹر کی کا رول ادا کرے گا لیکن اس سلسلے میں جو بات دنیا والوں سے اور خصوصاً مجھ سے چھپائی جا رہی ہے، وہ یہ کہ یہ تمام چھ پارٹنر یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ یہ میری ٹیلی پیتھی کا راستہ کبھی نہیں روک سکیں گے۔"

میں پھر چپ ہو گیا۔ یقیناً وہ راز فاش ہونے پر تلملا رہے ہوں گے۔ میں نے کہا "جب وہ چھ ریلوا لونگ کرسیاں گھوم گھوم کر خود کو مارٹر کی کہہ رہی تھیں تو یہ تاثر دیا جا رہا تھا کہ چھ مختلف افراد مارٹر کی کی حیثیت سے خود کو متعارف کرا رہے ہیں لیکن یہ بات نہیں تھی۔ ہر کرسی کے ہلنے پر ایک ہی شخص بار بار مارٹر کی یوں کہہ رہا تھا جیسے چھ مختلف افراد کہہ رہے ہوں اور وہ بار بار کہنے والا شخص یوگا کا ماہر ہے اور میں ابھی اسی کے دماغ میں موجود ہوں۔"

وہ میری باتوں کو اپنی زبان کے ذریعے ادا کرتا جا رہا تھا تاکہ دوسرے چھ پارٹنر سنتے رہیں۔ میں نے کہا "مجھے یہ راز فاش نہیں کرنا چاہیے تھا۔ چپ چاپ مارٹر سنڈیکیٹ کے چھ اہم افراد تک پہنچنا چاہیے تھا۔ ویسے میں یہ انکشاف کرتا، یا نہ کرتا، مجھے تم لوگوں تک پہنچنا ہی ہے۔ میری زندگی میں بڑے زبردست نادیدہ دشمن آئے۔ انھوں نے مجھے چیلنج کیا کہ انھیں پردۂ راز سے نکال نہیں سکتا۔ کبھی بے نقاب نہیں کر سکتا اور یہ تو دنیا دیکھ رہی ہے کہ انھیں کس طرح بے نقاب کرتا آ رہا ہوں۔ اب چھ پارٹنروں کی باری ہے۔ میں دیر سویر ضرور پہنچوں گا۔ لیکن جب تک نہیں پہنچوں گا، ان کی نیندیں اڑتی رہیں گی۔"

یہ کہتے ہی میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ مجھے کچھ آہٹ سی سنائی دے رہی تھی۔ میں دور دور تک نظر میں دوڑانے لگا۔ وہ غار ابھی تک ویران نظر آرہا تھا مگر ضرور کوئی موجود تھا۔ میں نے چٹان کی آڑ میں پہنچ کر ذرا بلند آواز سے کہا۔ "جو کوئی بھی ہے مجھے دشمن نہ سمجھے۔ میں مائیکل گارن ہوں۔"

دور ایک پتھر کے پیچھے ہلکی سی آہٹ سنائی دی۔ پھر کوئی لڑکی ترکی زبان بولتے ہوئے اس کے پیچھے سے نکل آئی۔ وہ وہی رہنما ساتھی تھی جو مجھے اس غار تک لے کر آئی تھی۔ وہ پھر میری رہنما بن گئی۔ میں اس کے ساتھ پیچیدہ راستوں سے گزرتا ہوا باہر آگیا۔ صبح کے پانچ بج رہے تھے مگر اندھیرا باقی تھا۔ فضا میں کہر کی دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس دھندلکے میں ذرا دور لیڈی روزینہ کی رہائش گاہ دکھائی دے رہی تھی۔

میں اس کے ساتھ چلتا ہوا اپنے بیڈروم کے پچھلے دروازے پر آیا۔ وہ رہائش گاہ کے قریب پہنچ کر مجھ سے رخصت ہوگئی تھی۔ میں تنہا دروازے تک آیا۔ پھر اسے کھول کر جیسے ہی اندر پہنچا تو ٹھٹک گیا۔ خوابگاہ کی تاریکی میں لیڈی روزینہ کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

مجھے رس بھری آواز سنائی دی۔ وہ اپنی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ اس کے بعد ہی میرے دائیں طرف ذرا فاصلے پر کسی کی آواز آئی۔ میں نے اُدھر گھوم کر دیکھا۔ وہاں بھی اینٹی ڈارک کا گلز کی چمک دکھائی دی۔ وہ لیڈی روزینہ کی خاص باڈی گارڈ تھی۔ اس کی زبان کا انگریزی میں ترجمہ پیش کرتے ہوئے کہہ رہی تھی "لیڈی صاحبہ کا حکم ہے، سوئچ آن نہ کیا جائے۔"

میں نے اپنی آنکھوں پر اینٹی ڈارک کا گلز چڑھا لیے۔ اب مجھے کمرہ صاف طور پر دکھائی دے رہا تھا۔ لیڈی کے علاوہ وہاں اور چار مسلح عورتیں تھیں۔ ان سب کی اسٹین گنوں کا رخ میری طرف تھا۔ اس کی پرسنل باڈی گارڈ نے پوچھا۔ "تم کس کی اجازت سے باہر گئے تھے؟"

میں نے جواب دیا "کوئی روکنے والا ہوتا تو اجازت طلب کرتا۔ پچھلا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ کھلی فضا اچھی لگ رہی تھی۔ اس لیے ذرا گھوم پھر کر آرہا ہوں۔"

"جھوٹ کہتے ہو۔ تم اس غار میں گئے تھے۔"

"کس غار کی بات کر رہی ہو؟"

"تم ہمیں بالکل ہی ناداں سمجھتے ہو۔ یہاں اتنی زبردست فائرنگ ہوتی رہی اور تم سیر و تفریح کرتے رہے۔ کیا ہم اس بات کو مان لیں؟"

"بیشک زبردست فائرنگ ہو رہی تھی لیکن اِدھر ایک گولی بھی نہیں آئی۔ میری سمجھ میں آیا کہ لیڈی روزینہ کے فوجی رات کو نشانہ بازی کی مشقیں کر رہے ہیں۔ کوئی خطرہ نہیں ہے لہٰذا میں تفریح کرتا رہا۔"

وہ میری باتوں کا ترجمہ اپنی لیڈی کو سناتی رہی۔ میں نے جماہی لینے کے بعد کہا "نیند آرہی ہے۔"

لیڈی روزینہ نے کہا "جو بے تحاشا فائرنگ کو چاند ماری سمجھ رہا ہو، وہ یقیناً فرہاد ہی ہوسکتا ہے۔ اس سے پوچھو یہ کب تک مائیکل کے خول میں چھپا رہے گا۔ کیا میں دوبارہ اس کا طبی معائنہ کراؤں؟"

میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہاری پرسنل باڈی گارڈ کے ذریعے تمہاری باتوں کا ترجمہ سمجھ رہا ہوں۔"

جب اس باڈی گارڈ نے اپنی لیڈی کو میری بات سنائی تو وہ خوش ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی "پچھلے دروازے کو باہر سے بند کیا جائے۔ دونوں دروازوں کے باہر مسلح گارڈز کا پہرہ ہونا چاہیے۔ فی الحال تم سب جاؤ۔"

وہ دروازے سے باہر گئیں۔ پھر اسے بند کر دیا۔ بند کمرے کی خاموشی اور تنہائی میں وہ حسن مجسم میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ اندھیرا تھا مگر اندھیرا نہیں تھا کیونکہ مطلب کی چیز نظر آتی ہو تو اندھیرا مہربان سا لگتا ہے۔

وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آنے لگی۔ اس کی چال میں شاہانہ وقار بھی تھا۔ نزاکت بھی تھی اور اداؤں کا حسن بھی تھا۔ وہ قریب آکر میرے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے بولنے لگی۔ خدا جانے کیا بول رہی تھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ میں نے بھی جاپانی زبان شروع کر دی۔ وہ بولتے بولتے قریب تر ہو رہی تھی۔ چونک کر پیچھے ہٹ گئی۔ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔

پھر اس نے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ میں نے بھی جواباً وہی جاپانی زبان استعمال کی۔ اس نے پاؤں پٹخ کر پھر کچھ کہا۔ میں نے انگریزی زبان میں پوچھا "کیا تمہیں اس بات پر غصہ آرہا ہے کہ میں انگریزی کے بجائے ایسی اجنبی زبان بول رہا ہوں جو تمہارے پلے نہیں پڑ رہی ہے؟"

وہ چپ چاپ مجھے دیکھتے ہوئے میری بات سمجھ رہی تھی۔ میں نے کہا "لیڈی روزینہ! تم انگریزی زبان اچھی طرح سمجھتی ہو۔ اسی لیے تمہیں حیرانی نہیں ہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور تمہیں غصہ بھی نہیں آرہا ہے۔"

وہ فوراً ہی دوسری طرف گھوم گئی۔ تیزی سے چلتے ہوئے دروازے کے پاس گئی۔ پھر دستک دیتے ہوئے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ دروازہ فوراً کھل گیا۔ اس کی پرسنل باڈی گارڈ اندر آئی۔ اپنی مالکہ کی باتیں سننے کے بعد مجھ سے پوچھا "ابھی تم کس زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ تمہارے انداز سے پتا چل رہا تھا، تم کوئی الٹی سیدھی زبان بول کر لیڈی صاحبہ کا مذاق اڑا رہے تھے۔"

"تمہاری لیڈی کو میرے ساتھ تنہائی میں رہنے کا شوق ہوا مگر یہ بھول گئیں کہ نہ میں ان کی زبان سمجھتا ہوں۔ نہ یہ میری زبان سمجھ پائیں گی۔ انھوں نے مجھ سے کچھ کہا۔ میں نے جاپانی زبان میں کہنا شروع کیا۔ اب میں کوئی بھی زبان بولوں، اس سے تمہاری لیڈی صاحبہ کے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہ صرف اپنی زبان جانتی ہیں۔ یہ کبھی اعتراف نہیں کریں گی کہ انگریزی زبان سمجھتی بھی ہیں اور بولتی بھی ہیں۔"

لیڈی روزینہ نے پوچھا "یہ مجھ سے جاپانی زبان میں کیا کہہ رہا تھا؟"

میں نے جواب دیا "میں لیڈی صاحبہ سے کہہ رہا تھا۔ صبح ہو رہی ہے۔ کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی ہے۔ انھوں نے سوئچ آن کرنے سے روکا تھا لیکن دن کی روشنی کو نہیں روک سکتیں۔ انھیں تکلیف ہوگی۔ آنکھیں دُکھنے لگیں گی۔ لہٰذا انھیں اپنے تاریک کمرے میں جانا چاہیے۔"

وہ اپنی پرسنل باڈی گارڈ کے ذریعے میری باتوں کو سمجھ رہی تھی۔ اس نے مجھے میرے پاؤں تک دیکھا۔ پھر کہا "میں جا رہی ہوں۔ اس سے کہہ دو، اس کا ریکارڈ میں نے اچھی طرح پڑھا ہے۔ آج تک اسے کوئی زبردستی حاصل نہیں کر سکا۔ میں یہ ریکارڈ توڑ دوں گی۔ اس کی مرضی کے خلاف ہماری شادی ہوگی اور آنے والی رات میری سہاگ رات اور اس کی زندگی کی آخری رات ہوگی۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئی۔ پرسنل باڈی گارڈ نے کہا "تم نے اپنی قسمت کا فیصلہ کن لیا ہے۔ اب آرام کرو۔ باہر نکلنے کی حماقت نہ کرنا۔"

وہ بھی کمرے سے باہر گئی۔ پھر دروازہ بند ہوگیا۔

اس نے مجھے آرام کرنے کا نیک مشورہ دیا تھا۔ اب آنے والی رات میری زندگی کی آخری رات ہے یا نہیں، یہ تو خدا بہتر جانتا ہے۔ لوگوں کے چیلنج کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

میں نے جوتے اتارے۔ بستر پر آکر آرام سے لیٹ گیا۔

مارک مین کو مخاطب کیا۔ وہ ابھی نیند سے بیدار ہوا تھا۔ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "صبح سویرے خوشخبری سننے سے سارا دن اچھا گزرتا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولا "تم نے وعدہ کیا تھا، مارٹر کی کے متعلق کوئی خوشخبری سناؤ گے۔"

"وہ مر چکا ہے۔"

"کیا؟"

"ہاں، مگر مرنے کے بعد بھی زندہ ہے۔"

"پہیلیاں بجھوا رہے ہو؟"

"جس طرح ایک مشیطان کے مرنے کے بعد درجنوں شیطان پیدا ہو جاتے ہیں، اسی طرح ابھی آدھے درجن مارٹر کی موجود ہیں۔"

میں نے مارک مین کو بھگوان ہیراسوامی اور مارٹر کی سنڈیکیٹ کے چھ اہم افراد کے متعلق مختصر طور پر بتایا۔ اس نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "یہ اچھا ہوا کہ وہ چھ اہم افراد جو وقتاً فوقتاً مارٹر کی بن کر تمہارے معاملات میں مداخلت کرنے والے تھے، ان کی اصلیت معلوم ہوگئی۔ وہ یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ یہ بات انھیں بتا کر تم نے واقعی ان کی نیندیں اُڑا دی ہیں۔ ان پر اچھا نفسیاتی اثر ڈالا ہے۔ وہ اپنے تحفظ کے لیے ضرور کوئی نہ کوئی حماقت کرتے رہیں گے۔"

میں نے کہا "ہر بڑا ملک اپنے ہاں تیار ہونے والے ہتھیاروں کو دوسرے ملکوں میں پہنچانا چاہتا ہے، جہاں پہنچا نہیں سکتا، وہاں خفیہ ایجنٹوں اور دہشت گردوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔ آپ کا ملک بھی یہی کرتا ہے۔"

"کیا مجھے شرمندہ کرنا چاہتے ہو؟"

"مجھے سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں آپ کو شرمندہ کرنا نہیں چاہتا۔ اپنی معلومات کے لیے پوچھ رہا ہوں۔ آپ کی فہرست میں ایسے خفیہ ایجنٹ اور دہشت گرد ہوں گے جو آپ کے ہاں تیار ہونے والے ہتھیاروں کو دوسرے ملکوں میں پھیلاتے ہیں۔ میں ان ایجنٹوں کے نام چاہتا ہوں۔ مارٹر کی سنڈیکیٹ میں جو چھ افراد ہیں، ان میں ایک شخص ہتھیاروں کا خفیہ ایجنٹ ہے۔ ان ہتھیاروں کے ذریعے وہ کروڑوں ڈالر حاصل کرتا ہے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ گیا۔ ایک گھنٹے کے اندر ایسے ایجنٹوں کی فہرست تمہیں پیش کر سکتا ہوں۔"

"اب تو میں سونے جا رہا ہوں۔ بیدار ہونے کے بعد آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کرنے کے بعد ریڈیو پاور کے باس کو

مخاطب کیا۔ پھر اس سے کہا "نیویارک کے سی آئی بی ڈیپارٹمنٹ میں بھگوان بیراسوامی کی ایک فائل ہے۔ میں اسے پڑھنا چاہتا ہوں"۔

"کیا آپ چاہتے ہیں، اس فائل کو چرایا جائے؟"

"چوری کی جائے یا اس کی نقل حاصل کی جائے۔ وہ ہر حال میں چاہیے۔ اسے آج ہی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ میں بعد میں رابطہ قائم کروں گا"۔

میں واپس آگیا۔ خوابگاہ کے دونوں دروازے باہر سے بند تھے۔ باہر والے کسی بھی وقت کھول کر اندر آسکتے تھے۔ جب مجھے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی تو میں بھی انھیں اندر آنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں نے دونوں دروازوں کو اندر سے بند کیا پھر آرام سے لیٹ گیا۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایات دیں۔ پھر نیند کی غفلت بھری دنیا میں پہنچ گیا۔

شیبا اور آمنہ دشمنوں کے درمیان تھیں۔ مجھے ان کی خبر لینا چاہیے تھی مگر یہ اطمینان تھا کہ دشمن فی الحال کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ شیبا کو راضی رکھنے کی خاطر آمنہ کو بھی برداشت کرلیں گے۔ میرے سوتے رہنے کے دوران لیڈی روزینہ کی رہائش گاہ میں کیا ہوتا رہا، یہ ابھی بیان کر رہا ہوں۔

اس کی پرسنل باڈی گارڈ نے میرے کمرے سے جانے کے بعد اپنی لیڈی صاحبہ سے کہا "میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں"۔

روزینہ نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"آپ فرہاد کے سلسلے میں اتنا سخت فیصلہ نہ کریں تو بہتر ہے"۔

"تم اس کی حمایت کر رہی ہو؟"

"میں آپ کی حمایت میں بول رہی ہوں۔ آپ نے غار سے نکل کر آنے کے بعد اپنے فارم کے اطراف مسلح سپاہیوں سے رپورٹ لی تھی۔ ان کا بیان ہے کہ ماسٹرکی کے آدمیوں کے پاس ہماری مشین گنیں تھیں لیکن انھوں نے وہ مشین گنیں اپنے ہی آدمیوں پر استعمال کیں۔ کیا یہ فرہاد کا کارنامہ نہیں ہے؟"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی "ہاں، جتنا سوچتی ہوں، یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ ایک غیر معمولی بات ہے۔ ہم پر حملہ کرنے والے دشمنوں نے خود اپنے آدمیوں کو مار ڈالا، باقی جو بچے وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہو سکتا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو یقیناً فرہاد اس غار میں موجود تھا اور ہماری باتیں سن رہا تھا"۔

"لیڈی صاحبہ! فرہاد غار میں تھا یا نہیں؟ اسے جانے دیں، ماسٹرکی کے آدمی پھر ہم پر حملہ کرسکتے ہیں۔ فرہاد ہمارے سامنے ظاہر ہوگیا ہے۔ اُدھر ماسٹرکی بھی یقین سے کہہ رہا تھا، مائیکل کے پیچھے وہ چھپا ہوا ہے۔ دشمن اسے حاصل کرنے کے لیے ضرور حملہ کریں گے"۔

"وہ چار مشین گنیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہ ہمارے قبضے میں ہیں۔ پھر ہمارے آدمی فارم کے اطراف چوکس رہیں گے۔ اس کے علاوہ ابھی اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کروں گی اور ماسٹرکی کے خلاف شکایت کرکے قانونی طور پر امداد حاصل کروں گی۔ یہاں کی انتظامیہ میری مٹھی میں ہے"۔

"یعنی آپ فرہاد کو اہمیت نہیں دے رہی ہیں"۔

"اسے کیوں اہمیت دوں؟ جبکہ میرے پاس بہتیرے ذرائع موجود ہیں"۔

"اسے بھی اپنا ایک ذریعہ بنا کر رکھا جاسکتا ہے"۔

"جسے میں پسند کرلیتی ہوں، اسے ذریعہ نہیں بناتی، خود اس کی نجات کا ذریعہ بن جاتی ہوں۔ تم اچھی طرح جانتی ہو میرا فیصلہ کبھی نہیں بدلتا۔ اب جاؤ۔ میں آرام کروں گی"۔

وہ سر جھکا کر آگئی۔ لیڈی روزینہ نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ اس کی خوابگاہ کا دروازہ بڑا ہی مضبوط تھا۔ کوئی اسے توڑ کر اندر نہیں جاسکتا تھا۔ جب وہ سونے جاتی تو دروازوں اور کھڑکیوں پر بجلی کی نادیدہ لہریں دوڑتی رہتی تھیں۔ وہاں سے گزرنے کی کوشش کرنے والا آئندہ کبھی کوشش کرنے کے قابل نہیں رہتا تھا۔

پرسنل گارڈ پچھلے چھ برسوں سے اس کی خدمت کر رہی تھی۔ اس نے وہاں رہ کر دیکھا تھا کہ اس کی مالکہ شادی کے لیے ایسے افراد کا انتخاب کرتی تھی جو کسی نہ کسی معاملے میں مشہور و معروف ہوتے تھے۔ وہ ان سے طرح طرح کے مقاصد پورے کرتی تھی اور جب کام نکل جاتا تو نکاح نامے پر دستخط کرکے اسے اپنی خوابگاہ میں لے جاتی تھی۔ اس کے ساتھ جانے والا پھر کبھی خوابگاہ سے باہر نہیں آتا تھا۔

وہاں ملازمت کرنے والی تمام عورتوں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ خوابگاہ سے کوئی چور راستہ کہیں جاتا ہے یا وہاں تہہ خانے ہے جہاں وہ اپنے ایک رات کے دولہا کو ہمیشہ کے لیے دفن کردیتی ہے۔

وہ پرسنل گارڈ مجھے تصور میں دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی "کیا

فرہاد جن نے ساری دنیا میں دھوم مچا رکھی ہے، ایک لیڈی روزینہ کے ہاتھوں اس کی خوابگاہ میں ہمیشہ کے لیے دفن ہوجائے گا؟ نہیں مجھے یقین نہیں آتا"۔

اس کی دوسری سوچ نے کہا "بڑے بڑے شہہ زور جوہر میدان مار لیتے ہیں۔ بڑے بڑے ذہین افراد جو ذہانت کے ذریعے ایک سے ایک کارنامے انجام دیتے ہیں وہ ہمیشہ حسین عورت کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوئے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے"۔

وہ بڑے عزم سے بولی "میں فرہاد کو اس کے فریب میں نہیں آنے دوں گی۔ مجھے اس کے بچاؤ کا راستہ ڈھونڈنا چاہیے"۔

وہ میرے لیے بے چین ہوگئی تھی۔ پریشان ہوکر سوچ رہی تھی "کس طرح میری حفاظت کرسکتی ہے۔ مجھے یہاں سے نکال کر فرار ہونے کا موقع دے سکتی ہے۔ پھر اس نے سوچا۔ چار گھنٹے کے بعد ان پہرے داروں کی ڈیوٹی بدلے گی جو فرہاد کی خوابگاہ کے دروازے پر ہیں۔ ان کی جگہ میں اپنی رازدار لڑکیوں کو ڈیوٹی پر لاؤں گی۔ اس طرح اس کے پاس جاکر اس کے لیے کچھ کرسکوں گی"۔

اسے لیڈی روزینہ کی طرف سے اطمینان تھا۔ وہ روزانہ صبح سے دوپہر دو بجے تک نیند پوری کرتی تھی۔ کبھی کبھی تو تمام دن اپنے بیڈروم سے نہیں نکلتی تھی۔ اندھیرا ہونے کے بعد رہائش گاہ کے دوسرے حصّے میں نظر آتی تھی۔ کبھی تو ایسا ہوتا کہ وہ رات کو بھی خوابگاہ سے باہر نہیں آتی تھی۔ دن رات کمرے میں بند رہنا۔ کھانے کے لیے بھی نہ نکلنا حیرانی کی بات تھی۔ جہاں برقی رو دوڑتی رہتی تھی، اس دروازے کے پیچھے لیڈی روزینہ کی کچھ ایسی مصروفیات تھیں جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔

جو راز آج سمجھ میں نہیں آتا اسے آنے والا کل سمجھا دیتا ہے۔ اب وہ آنے والا کل جب بھی آئے، اس کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ میرے سونے کے دوران تل ابیب میں کیا ہوتا رہا، وہ بعد میں معلوم ہوا مگر ابھی بیان کر رہا ہوں۔

آمنہ دشمنوں پر ظاہر ہوگئی تھی۔ مگر جان کا خطرہ نہیں تھا۔ وہ اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ شیبا نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ آمنہ بدستور اس کی باڈی گارڈ رہے گی۔ چوبیس گھنٹے اس کے ساتھ رہا کرے گی۔ اگر اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو اسرائیلی حکام اس کی ٹیلی پیتھی سے کبھی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ اس کی اس دھمکی نے خاطر خواہ اثر کیا تھا لیکن کسی وقت بھی پانسا پلٹ سکتا تھا۔ آئندہ کوئی ایسی بات ہوسکتی تھی جو ابھی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ ایسا اکثر ہوتا ہے، جس بات کی ہم توقع نہیں کرتے وہی پیش آتی ہے۔ آمنہ کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہوسکتا تھا۔

اسے ظاہر نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن وہ بھی مجبور تھی۔ کمانڈو ایکس کو چیلنج نہ کرتی تو شیبا کی عزت محفوظ نہ رہتی۔ بہرحال کمانڈو ایکس جو شہہ زور تھا۔ بڑے طمطراق سے منظرِ عام پر آیا تھا اور بڑے ڈرامائی انداز میں شیبا کو اغوا کرکے تل ابیب لے گیا تھا۔ اس قدر اہم کارنامہ انجام دینے کے باوجود اسے گولی مار دی گئی تھی۔

اسے ختم کردینے کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے دماغ کا راستہ ٹیلی پیتھی کے لیے کھل گیا تھا۔ جب تک وہ زخمی رہتا، ہم اس کے دماغ میں پہنچ کر طرح طرح کی معلومات حاصل کرتے رہتے اور وہ یہ نہیں چاہتے تھے، اس کے علاوہ وہ شیبا کو خوش کر رہے تھے۔ یہ تاثر دے رہے تھے کہ وہ کتنی اہم ہے۔ اس کی خاطر کمانڈو ایکس کی ایک غلطی معاف نہیں کی گئی اور سزائے موت دی گئی۔

شیبا کو ایک چھوٹے سے عالیشان محل میں رکھا گیا تھا۔ اس کی خوابگاہ کا دروازہ اندر سے بند نہیں ہوسکتا تھا۔ اس نے کمانڈو ایکس کی مجرمانہ جرأت کے بعد اعتراض کیا۔ اس کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے انتظامات کیے جائیں ورنہ وہ اطمینان اور سکون سے سو نہیں سکے گی۔

دروازے کو اندر سے بند کرنے کے فوراً ہی انتظامات کردیے گئے تھے۔ آمنہ نے اسے اندر سے بند کرنے کے بعد کہا "شیبا! تم آرام سے سو جاؤ۔ میں جاگتی رہوں گی"۔

وہ مسکراتے ہوئے پاس آکر بولی "تم سچ مچ باڈی گارڈ نہیں ہو کہ میرے لیے جاگتی رہو"۔

"جناب شیخ صاحب نے میرے لیے یہی ڈیوٹی مقرر کی ہے"۔

"تمھارے سامنے کوئی ملکۂ عالیہ نہیں ہے کہ تم وردی پہن کر ڈیوٹی دو۔ میں صرف ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ تم تو بے شمار صلاحیتوں کی مالک ہو۔ میں تمھیں باڈی گارڈ کے روپ میں برداشت نہیں کرسکتی۔ یہاں میری سہیلی بن کر چوبیس گھنٹے ساتھ رہو گی"۔

وہ اس کی وردی سے بیلٹ اور ہولسٹر الگ کرنے لگی۔ آمنہ نے ہنستے ہوئے پوچھا "کیا میری وردی اتارنا چاہتی ہو؟"

"تم خود اتارو۔ میں وارڈ روب سے نائٹ گاؤن لاتی ہوں۔ کل سے تم میری طرح لباس پہنو گی، میری طرح میک اپ

میں رہو گی۔ ہم عورتیں ہیں۔ ہمیں عورتوں کی طرح رہنا چاہیے۔ البتہ کوئی نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو بیشک مرد بن جایا کرنا۔"

اس نے ایک نائٹی نکال کر آمنہ کو پہننے کے لیے دی۔ پھر دروازہ کھول کر دیکھا۔ باہر کئی مسلح گارڈز کھڑی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا: "لیڈی ٹیلر کو فوراً بلاؤ۔"

آمنہ نے پوچھا: "کیا کر رہی ہو؟"

"تمہارے لیے جو بھی کروں کم ہے۔ بے چارے کمانڈو ایکس نے مرتے مرتے تمہارے جیسی سہیلی دے دی۔"

لیڈی ٹیلر آگئی۔ شیبا نے کہا: "آمنہ کا ناپ لو اور صبح ہونے تک اس کے چند جوڑے تیار کر دو۔ اس کا لباس میرے لباس سے کم تر نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے بعد جتنے ملبوسات میرے لیے تیار ہوتے رہیں گے، اتنے ہی اس کے لیے بھی تیار کیے جائیں گے۔"

لیڈی ٹیلر اس کا ناپ لے کر چلی گئی۔ اس نے دروازے کو بند کیا۔ پھر آمنہ کے ساتھ آکر پلنگ پر لیٹ گئی۔ صبح کے چار بج رہے تھے۔ وہ چھ گھنٹے تک سوتی رہیں۔ دس بجے بیدار ہو گئیں۔ جب انھوں نے کمرے کا دروازہ کھولا تو کتنی ہی کنیزیں ان کی خدمات کے لیے کھڑی ہوئی تھیں۔ سب سے پہلے ایک خوبصورت سی، اسمارٹ سی لڑکی نے آگے بڑھ کر شیبا سے کہا: "یوں تو آپ اپنی مرضی سے کسی کو بھی اپنی خدمات کے لیے منتخب کر سکتی ہیں۔ فی الحال مجھے سرکاری طور پر آپ کی پرسنل سیکریٹری بنایا گیا ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گی، آزمائشی طور پر ہی سہی، مجھے خدمت کا موقع دیجیے۔"

شیبا نے اسے سر سے پاؤں تک مسکرا کر دیکھا۔ پھر کہا: "تمہاری آواز، تمہارا لہجہ، تمہارا انداز بہت پیارا ہے۔ میں تمھیں پسند کرتی ہوں۔ نام کیا ہے؟"

"ربیکا ڈیوڈ!"

"ربیکا! پہلے ہم غسل کریں گے۔ اس کے بعد ناشتا کریں گے۔"

اس نے پوچھا: "کیا آپ باتھ روم میں غسل کرنے سے پہلے پول میں تیرنا پسند کریں گی؟"

"صبح سویرے تیرنے سے اچھی خاصی جسمانی ورزش ہوتی ہے۔ ہم ضرور سوئمنگ پول جائیں گے۔"

وہ سوئمنگ پول اس عالیشان محل کے وسط میں تھا۔ ان کی خوابگاہ کے پچھلے دروازے کو کھولنے سے وہ پول نظر آتا تھا۔ وہ کنیزوں کے جھرمٹ میں وہاں گئیں۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک پول میں تیرتی رہیں۔ ان کے چاروں طرف کنیزوں کے علاوہ ناچنے گانے والی لڑکیاں بھی تھیں۔ وہ ہاتھوں میں رباب لیے اسے بجا رہی تھیں اور عبرانی زبان میں گا رہی تھیں۔ بڑا ہی خوبصورت اور رومانی ماحول تھا مگر وہ ماحول صرف عورتوں کے لیے مخصوص تھا۔ وہاں کسی مرد کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ آمنہ اور شیبا باری باری اپنی خوابگاہ کے باتھ میں آئیں۔ پھر غسل وغیرہ کے بعد لباس تبدیل کیا۔ کھانے کے لیے خاص کمرے میں چلی گئیں۔ وہاں ناشتے کے دوران ربیکا نے نوٹ بک کھولتے ہوئے کہا: "آج صبح دس بجے چند سرکاری افسران آپ سے ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ اب تو بارہ بجنے والے ہیں۔ کیا آپ انھیں ملاقات کا وقت دے سکتی ہیں؟"

"میں ایک بجے مل سکتی ہوں۔ صرف آدھے گھنٹے کے لیے۔"

ربیکا اس کی باتوں کو نوٹ کرنے لگی: "ہم دو بجے تک آؤٹنگ کے لیے جائیں گے۔ میں آمنہ کو تل ابیب شہر دکھانا چاہتی ہوں۔"

"میں یہاں پچھلے دو ماہ سے ہوں۔ اس شہر کو اچھی طرح دیکھ چکی ہوں۔"

تم نے ڈیوٹی کے دوران ہاسٹل میں رہ کر بہت کم دیکھا ہے۔ میں ایسی ایسی جگہ لے جاؤں گی جہاں ہاسٹل کی لڑکیوں کو جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔"

ربیکا اس سے پوچھ رہی تھی۔ وہ کہاں لنچ کرنا پسند کرے گی۔ شام کو پانچ بجے دیگر سرکاری افسران سے ملاقات کرنا پسند کرے گی یا نہیں۔ پھر رات کے ڈنر کے متعلق کیا خیال ہے؟

وہ پوچھ رہی تھی اور شیبا کے جوابات نوٹ کرتی جا رہی تھی۔ ٹھیک ایک بجے وہ آمنہ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ وہاں پہلے کی طرح سرکاری افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ شیبا نے آمنہ کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا: "آپ تمام حضرات سے پہلے ملاقات ہو چکی ہے۔ کیا کسی نئے مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا: "مسئلہ تمہاری اور فرہاد کی دوستی کا ہے۔ اگرچہ دوستی اچھی چیز ہے۔ ہم بھی ایک بار نہیں، بار بار فرہاد کو دوست بنانے کی کوشش کر چکے ہیں۔ اگر تمہارے ذریعے اس مقصد میں کامیاب ہو جائیں تو یہ ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات ہو گی۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے، ہم کس حد تک فرہاد پر اعتماد کر سکتے ہیں؟"

شیبا نے کہا: "جس حد تک دوستی نبھاؤ گے، اس حد تک اعتماد کر سکتے ہو۔ یہ تو شیر و شکر ہونے والی بات ہے۔ دودھ میں جتنی چینی ملاؤ گے اتنا میٹھا ہو گا کم ملاؤ گے، دودھ پھیکا ہو گا۔ بہت زیادہ ملاؤ گے کڑوا ہو جائے گا لہٰذا دوستی نہ کم ہونا چاہیے نہ بہت زیادہ۔ اعتدال کا راستہ اختیار کر کے بڑی حد تک اعتماد کیا جا سکتا ہے۔"

دوسرے آفیسر نے کہا: "ہم بابا صاحب کے ادارے کے ذمے دار افراد سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ کسی ایسے نتیجے پر پہنچنا چاہتے ہیں جہاں سے ہماری مستحکم دوستی کا آغاز ہو سکے۔"

"میں شیخ صاحب سے دماغی رابطہ قائم کر کے آپ کا دوستانہ پیغام پہنچا دوں گی۔"

ایک اور افسر نے کہا: "ہم جناب شیخ صاحب کو دعوت دیتے ہیں، وہ اپنے وفد کے ساتھ یہاں آئیں اور ہمیں مہمان نوازی کا موقع دیں۔"

شیبا نے کہا: "مجھے یقین ہے، شیخ صاحب یہاں ضرور تشریف لائیں گے۔"

ہمیں بھی یقین ہے، وہ آئیں گے۔ ہم دوستانہ ماحول میں اپنے مسائل طے کریں گے لیکن ایک مسئلہ پھر بھی رہ جائے گا۔"

شیبا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو افسر نے کہا: "تمہاری اور فرہاد کی دوستی کا مسئلہ۔ تم ایک دوسرے کو چاہتے ہو لیکن صرف چاہنے سے تو محبت کی تکمیل نہیں ہوتی۔ تم اس سے ملنا چاہو گی۔ وہ تمہارے لیے تڑپ رہا ہو گا لیکن یہ ملاقات کیسے ہو گی؟ کہاں ہو گی؟"

شیبا نے کہا: "اس کا جواب آپ لوگوں نے دیا تھا۔ اگر میں فرہاد سے ملنے جاؤں گی تو یہاں سے جانے کی اجازت نہیں ملے گی اور فرہاد کو بلایا جائے گا تو وہ آپ لوگوں کے جال میں پھنسنے کبھی نہیں آئے گا۔"

"شیبا! یہ نہ سمجھو کہ ہم نے تمھیں قید کر رکھا ہے۔ جب تم پوری ذمے داریوں کو سمجھتے ہوئے اپنے ملک اور قوم کے کام آتی رہو گی اور جب ہمیں یقین ہو جائے گا کہ کسی کے بہکانے میں آ کر اپنوں کو نقصان نہیں پہنچاؤ گی تو تمھیں کہیں جانے سے نہیں روکا جائے گا۔"

وہ اچانک قہقہے لگانے لگی۔ سب اس کا منہ تکنے لگے۔ اس نے جی بھر کر ہنسنے کے بعد کہا: "یہ خام خیالی ہے کہ میں وہاں جا نہیں سکتی اور فرہاد یہاں آ نہیں سکتا۔ ہم جب چاہیں ہمارے پرَ لگ جائیں گے اور ہمیں پرواز کرتے ہوئے دیکھنے والے دیکھتے رہ جائیں گے۔"

ایک افسر نے مسکراتے ہوئے کہا: "ہم جانتے ہیں، تم دونوں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہو اور جب چاہتے ہو ایک دوسرے سے ملتے ہو مگر یہ ذہنی رابطہ ہوتا ہے، جسمانی نہیں ہوتا۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے۔ میں بہ نفس نفیس جب چاہوں فرہاد سے ملاقات کر سکتی ہوں۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ اسرائیل سرحد پار کر کے فرہاد سے ملنے جا سکتی ہو؟"

"بیشک میں نے کہا نا، ہمارے راستے میں کوئی دیوار نہیں ہے۔"

"تمھاری یہ بات ہمارے سرحدی محافظوں کے لیے چیلنج ہے۔"

"اپنے سرحدی انتظامات پر اترانا سراسر نادانی ہے۔ آج دنیا کے کسی ملک کی سرحد محفوظ نہیں ہے۔ ہر ملک میں دہشت گرد گھسے چلے آتے ہیں۔ سخت سے سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود ایک ملک میں دوسرے ملک کے سراغ رساں اور تخریب کار موجود رہتے ہیں۔ جب ایسے لوگ سرحدوں میں داخل ہو جاتے ہیں تو پھر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے کون سی بڑی بات ہے؟"

"پارڈر کراس کرنے پر یاد آیا۔ یہ آمنہ ہمارے ملک میں کیسے آ گئی؟"

آمنہ نے کہا: "میرا نام آمنہ بابر ہے۔ میرے محبوب شوہر کا نام ہمیشہ میرے ساتھ رہتا ہے اور تمھیں بھی یہ نام لینا چاہیے۔"

"آمنہ بابر! تمھارے بارے میں حیران ہو رہی ہے۔ کیا تم خود ہی بتانا پسند کرو گی، یہاں کیسے آئی ہو؟"

"صرف یہاں کی سرحد پار کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ میں اس ہاسٹل میں پہنچ گئی جہاں سخت نگرانی میں لڑکیوں کو رکھا جاتا ہے۔"

"ہم حیران ہیں، تم نے وہاں رُشنا کی جگہ کیسے لی؟"

"سوچتے رہو گے، سوچتے رہو گے ساری عمر گزر جائے گی۔ پھر بھی سمجھ نہیں پاؤ گے کیونکہ ہم ٹیلی پیتھی کی طلسمی چادر اوڑھ کر آتے ہیں۔"

شیبا نے کہا: "کسی بھی ملک میں دو چار یا دس بوگا کے ماہر ہو سکتے ہیں۔ پوری قوم تو نہیں ہو سکتی۔ آپ یہ سوچنے میں وقت ضائع نہ کریں کہ فرہاد کی ساتھی عورتیں کس طرح طلسمی انداز میں کہیں بھی پہنچ جاتی ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے ممالک جو سائنسی ترقی میں بہت آگے ہیں، انھیں کوئی ایسا آلہ ایجاد کرنا چاہیے جو ٹیلی پیتھی کی لہروں کو روک سکے۔ ایسے آلات فوج، پولیس اور سراغ رساں ایجنسیوں کے افراد کو دے دینے چاہئیں کیونکہ ہم ایسے ہی افراد کو دیکھتی ہوئی آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھا بنا دیتے ہیں۔ سننے والے کان رکھنے کے باوجود بہرا کر دیتے ہیں اور اپنا اُلّو سیدھا کر لیتے ہیں۔"

ایک بوڑھے افسر نے مسکراتے ہوئے کہا: "میرا تجربہ کہتا ہے،

کوئی آلہ روک نہیں سکتا۔ صرف دوستی روک سکتی ہے ہم دوست بن جائیں تو پھر دوستوں کو ہمارے ملک کی سرحدیں چھپ کر پار کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

دوسرے افسر نے کہا: "واہ کتنی عمدہ بات کہہ دی ہے آپ نے۔ یہی تو ہم چاہتے ہیں کہ شیخ صاحب تشریف لائیں۔ مس شیبا! کیا ابھی انھیں مخاطب کر سکتی ہیں؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر گھڑی دیکھتے ہوئے کہا: "ڈیڑھ بج چکا ہے۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دے سکوں گی۔"

وہ سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے پوچھا۔ کیا شام کو ملاقات کریں گی؟"

"میں نے پرسنل سیکریٹری کو پانچ بجے کا وقت لکھا دیا ہے۔" کمانڈو والی کی آواز سنائی دی۔ "مس شیبا! اگر شیخ صاحب سے ابھی دماغی رابطہ قائم کر لو تو بہتر ہو گا۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ آنا چاہتے ہیں یا نہیں؟"

شیبا نے کہا: "سوری، اس میٹنگ کا وقت ختم ہو چکا ہے۔"

وہ آمنہ کے ساتھ چلتے ہوئے ڈرائنگ روم سے باہر آئی۔ پھر جو پروگرام سیکریٹری کو لکھوایا تھا اسی کے مطابق تفریح کے لیے رہائش گاہ سے باہر آئی۔ ایک خوبصورت ایئر کنڈیشنڈ مرسیڈیز کھڑی ہوئی تھی۔ آگے پیچھے بھی کاریں تھیں جن میں باڈی گارڈز تھے۔ شیبا نے کہا: "میں آمنہ کے ساتھ صرف ایک گاڑی میں جاؤں گی۔ ہمارے آس پاس کوئی گاڑی نہیں ہو گی۔ ہمیں باڈی گارڈز کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہاں کھڑے ہوئے ایک افسر نے سمجھایا: "مس صاحبہ! آپ کی حفاظت کے لیے یہ نہایت ضروری ہے۔"

"میں اپنی حفاظت خود کر سکتی ہوں۔ پھر میرے ساتھ آمنہ ہے۔ مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ آمنہ کے ساتھ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر ڈرائیو کرتا ہوا رہائش گاہ کے احاطے سے باہر جانے لگا۔ وہاں کھڑے ہوئے افسران اور مسلح سپاہی اسے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ بہت مجبور تھے۔ اسے ناراض نہیں کر سکتے تھے۔ افسر نے فوراً ہی ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ اپنے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم ہوتے ہی رپورٹ دینے لگا کہ شیبا آمنہ کے ساتھ گئی ہے اور کسی بھی مسلح باڈی گارڈز کو اپنے ساتھ لے جانا گوارا نہیں کیا ہے۔

میری نیند کے دوران یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ مجھے اپنے مقرر کردہ وقت کے مطابق ایک بجے تک سونا تھا مگر دس بجے آنکھ کھل گئی۔ میں جس کمرے میں سوتا ہوں وہاں کوئی غیر معمولی بات ہو تو اسی طرح آنکھ کھل جاتی ہے۔ میں فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرے کمرے کا دروازہ کھل رہا تھا۔

مجھے وہی لڑکی نظر آئی جو پچھلی رات رہنما بن کر غار کے اندر لے گئی تھی۔ میں نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ پھر کہا: "آجاؤ، کل رات تمھیں کسی نے دیکھا تو نہیں تھا؟"

وہ عجیب نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی جیسے میری بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہو۔ اس نے سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر میرے قریب آ کر آہستگی سے بولی: "تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ کیا تم نے مجھے کہیں دیکھا تھا؟"

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بالکل اجنبی کی طرح بول رہی تھی حالانکہ آدھی رات سے لے کر صبح پانچ بجے تک میرے ساتھ تھی۔ ہم نے ایسے خوبصورت لمحات گزارے تھے جو یادگار رہ جاتے ہیں۔ ایسے میں وہ اجنبی کیسے رہ سکتی تھی؟

میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اسے ذرا ٹٹولا تو حیران رہ گیا۔ یہ لڑکی رات والی وہ نہیں تھی اور وہ رات والی یہ لڑکی نہیں تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس نے پچھلی رات کھانے کے بعد ایک پیالی کافی پی تھی۔ پھر پتا نہیں کیسے دماغ بوجھل ہو گیا تھا۔ وہ بستر پر لیٹ گئی تھی۔ اس کے بعد ہوش نہیں رہا تھا۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ پچھلی رات جس لڑکی نے میرے ساتھ وقت گزارا تھا اسی نے کوئی چکر چلایا ہو گا۔ کافی میں کوئی خواب آور دوا ملائی ہو گی۔ تب ہی یہ ساری رات سوتی رہ گئی تھی۔ آخر اس لڑکی نے ایسا کیوں کیا؟ وہ اپنی اصل شکل صورت میں مجھ سے مل سکتی تھی۔ میری رہنما بن کر غار میں لے جا سکتی تھی۔ میرے ساتھ جیسا تیسا وقت گزار سکتی تھی۔ پھر اس کا روپ بدلنے کی ضرورت کیوں محسوس کی تھی؟

جواب سمجھ میں آ گیا۔ یہ مکاری سونیا کی تھی۔ اس نے کہا تھا: مرد کو اپنی عورت پرانی لگتی ہے۔ دوسری عورت خواہ کتنی ہی کم تر ہو، نئی نئی سی لگتی ہے۔ اس بنیادی نکتے کے مطابق وہ مجھے دوبارہ چکر دے گئی تھی۔ وہ دوبارہ میرے پاس آئی۔ میرے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارا اور مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ میری عورت ہے اور اس میں کوئی پرانا پن ہے۔ وہ تو مجھے ہر لمحہ نئی نئی سی لگ رہی اور میں نئے پن کے سحر میں کھویا رہا۔

اس نے بڑا ہی عجیب اور انوکھا انداز اختیار کیا تھا وہ میری دسترس میں ہوتی تھی مگر نظر نہیں آتی تھی اور جو نظر آتی تھی وہ کوئی اور ہوتی تھی۔ جب وقت گزر جاتا تھا تو پتا چلتا تھا کوئی اور نہیں تھی۔ وہی تھی جو میری دسترس میں تھی۔

اس نے قسم دی تھی جب تک وہ اجازت نہ دے میں اس کے دماغ میں ایک ساعت کے لیے بھی جھانکنے کی کوشش نہ کروں۔ میں نے وعدہ کر لیا تھا اور اپنی زبان کا پابند تھا۔ اس طرح اسے موقع مل گیا تھا۔ وہ روپ بدل بدل کر آنکھ مچولی کھیلتی تھی۔ آواز بدل کر کانوں میں رس گھولتی تھی اور نت نئی اداؤں سے ایک نئی عورت بن جاتی تھی۔ اس طرح ثابت کرتی تھی کہ عورت کہیں سے خراب نہیں ہوتی۔ مرد کی نیت خراب ہوتی ہے۔

میرے سامنے کھڑی ہوئی لڑکی فوراً ہی پیچھے ہٹ گئی۔ کمرے میں لیڈی روزینہ کی پرسنل گارڈ آئی تھی۔ اس نے لڑکی پر ایک نظر ڈالی۔ پھر مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا: "جب سے تمھارے فرزاد ہونے کا انکشاف ہوا ہے تب سے یہ لڑکیاں کسی نہ کسی بہانے تمھارے قریب آ رہی ہیں۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ کمرے میں اور دو چار مسلح لڑکیاں آ گئی تھیں۔ وہ مجھے ایسی دلچسپی سے دیکھ رہی تھیں جیسے کسی مشہور و معروف فلمی ہیرو کو دیکھ رہی ہوں۔ پرسنل گارڈ نے کہا: "یہ تو دو چار ہیں۔ اگر ہم پابندیاں اٹھا لیں تو تمھارے پاس لڑکیوں کا میلہ لگ جائے گا۔"

پھر انھیں دیکھتے ہوئے کہا: "چلو یہاں سے جاؤ، میں ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

لڑکیاں باہر چلی گئیں۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر میرے قریب آتے ہوئے بولی۔ "اگر میں یہ کہوں کہ میرے دماغ میں نہ آؤ۔ صرف میرے چہرے سے اندازہ کر کہ میں یہاں کیوں آئی ہوں اور تم سے کیا چاہتی ہوں تو میری بات مان لو گے؟"

میں اسے سر سے پاؤں تک بڑے غور سے دیکھنے لگا۔ یہ خیال تیزی سے دماغ میں گردش کر رہا تھا کہ یہ سونیا ہے پھر تنہائی میں میرے پاس آئی ہے۔ یہ پھر نئے اسرار کی طرح کھلے گی اور نئے موسم کی طرح کھلے گی۔ اسی لیے کمرے میں آتے ہی اپنے دماغ میں آنے سے منع کر رہی ہے۔

میں نے کہا: "میں دن رات خیال خوانی کرتے کرتے تنگ آ گیا ہوں۔ تم چہرے کے ذریعے اندازہ کرنے کے لیے کہہ رہی ہو۔ میرے پاس اتنی فرصت نہیں ہے۔ میں بیدار ہوتے ہی باتھ روم میں جاتا ہوں۔ سو سوری۔"

میں باتھ روم کی طرف جانے لگا۔ وہ فوراً ہی میرے سامنے آ گئی۔ میرا راستہ روک کر التجا آمیز لہجے میں بولی۔ "فرصت نہیں ہے تو میرے دماغ میں آ کر ہی معلوم کر لو میں زبان سے کہہ نہیں سکتی۔ مجھے شرم آتی ہے۔"

میں نے اسے انگلی دکھا کر تنبیہ کے انداز میں کہا: "تم مجھے دماغ میں آنے کی اجازت دے رہی ہو ورنہ میں زبان کا پابند رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تب پتا چلا کہ یہ تو وہی پرسنل گارڈ ہے جسے میں پچھلی رات سے دیکھتا آیا ہوں۔ خوا مخواہ سونیا ہونے کا شبہ کر رہا تھا۔ میں چند سیکنڈ تک اس کے چہرے کو تکتا رہا اور اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ وہ شرم سے سر جھکائے ہوئے تھی۔ میں نے کہا۔

"تم کافی سمجھدار ہو۔ خوب سوچ سمجھ کر اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنا چاہتی ہو، ٹھیک ہے میں اس سلسلے میں تمھاری مدد کروں گا۔ تم باہر جاؤ۔"

وہ اسی طرح سر جھکائے میری خوابگاہ کے نچلے دروازے سے چلی گئی۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔ میں غسل کرنے باتھ روم میں چلا آیا۔ اس کے دماغ میں بھی موجود رہا۔ اس رہائش گاہ سے دور فارم کے اطراف چھوٹے چھوٹے کوارٹر بنے ہوئے تھے جہاں لیڈی روزینہ کے مسلح مرد فوجی رہا کرتے تھے۔ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو ترکی زبان بول نہیں سکتے تھے۔ لیڈی روزینہ بھی مجبور تھی۔ اپنے فارم میں تمام ترک باشندوں کو نہیں رکھ سکتی تھی۔ امریکی باشندوں کو ملازم رکھنا ضروری تھا۔ انھی میں ایک جوان ایسا تھا جسے پرسنل گارڈ چاہتی تھی۔ دونوں اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ ملازمت کے تیس برس پورے ہو جائیں گے اور وہ ریٹائرڈ ہو جائے گی تو وہ جوان اس سے شادی کر کے اپنا گھر بسائے گا۔

وہ ایسے ہی وقت اس جوان سے ملتی تھی جب لیڈی روزینہ دن کے وقت اپنی نیند پوری کیا کرتی تھی۔ اس سے پہلے میں مادام مریم کا ذکر کر چکا ہوں۔ ایسی مادام قسم کی عورتیں اس فارم میں سپروائزر کہلاتی تھیں۔ وہاں کام کرنے والی درجنوں لڑکیاں ان لیڈیز سپروائزر کی نگرانی میں رہتی تھیں۔ جب روزینہ اپنی نیند پوری کرتی تو ایسے وقت ایسی تمام مادام قسم کی عورتیں ایک دوسرے کی رازدار بن جاتی تھیں کیونکہ سب ہی عورتیں تھیں۔ سبھی کے سینے میں دل تھا۔ یہ خود کسی نہ کسی سے عشق کرتی تھیں اور اپنے ماتحت رہنے والی نوجوان لڑکیوں کو بھی ان کے عاشقوں سے ملنے کی چھوٹ دیتی تھیں۔ اس طرح ان لڑکیوں سے اچھی خاصی رقمیں بھی وصول ہوتی رہتی تھیں۔

میں باتھ روم میں تھا مگر اس پرسنل گارڈ کو اپنے عاشق کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے مل کر الگ ہونا بھول گئے تھے جیسے پیاسے پانی سے بھرے ہوئے گلاس کو ہونٹوں سے لگانے کے بعد آخری گھونٹ تک الگ کرنا بھول جاتے ہیں۔ میں انتظار کر رہا تھا کہ وہ کچھ بولے گی تو جواباً وہ بھی کچھ بولے گا۔ پھر میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا لیکن اس کمبخت نے الگ ہوتے ہی اسے خوشخبری سنائی کہ فرہاد ان کے درمیان موجود ہے اور انھیں بتائے گا کہ وہ ایک دوسرے کو کتنا چاہتے ہیں اور تمام عمر ایک دوسرے سے وفا کرتے رہیں گے یا نہیں؟

یہ سنتے ہی وہ جوان بوکھلا گیا۔ کہنے لگا "یہ، یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ کل رات تم نے کہا تھا فرہاد یہاں نہیں ہے۔ مائیکل پرشبہ غلط تھا۔"

"ہاں، یہ اس کی ٹیلی پیتھی کا کمال تھا۔ اس نے اپنے علم کے ذریعے میڈیکل رپورٹ میں تبدیلی کرادی تھی۔ یہی مائیکل گارسن دراصل فرہاد ہے۔"

میں اتنی دیر میں اس عاشق کے خاص خیالات پڑھ چکا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا: "یو شٹ اپ۔ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ تم نے یہ بات مجھ سے اب تک چھپائی کہ فرہاد یہاں موجود ہے۔ اب اچانک بتا رہی ہو۔ وہ تو اب تک میرے چور خیالات پڑھ چکا ہوگا۔"

پرسنل گارڈ نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تمھارے دماغ میں ایسے چور خیالات بھی ہیں جو مجھ سے چھپانے جا سکتے ہیں۔"

وہ میری مرضی کے مطابق کہنے لگا "ہاں، ہر انسان اندر سے تھوڑا بہت چور ہوتا ہے۔ میں سپر ماسٹر کا ایک اہم آلہ کار ہوں۔ اس کے لیے جاسوسی کے فرائض انجام دیتا ہوں۔ جب میں نے دیکھا کہ لیڈی کے فارم میں مرد محافظ صرف آؤٹ ڈور میں رہتے ہیں اور انھیں رہائش گاہ کے قریب آنے کی اجازت نہیں دی جاتی تو تمھیں پھانسنا شروع کیا۔ تم میرے فریب میں آ گئیں اور میں محبت کا تانک جھانک کھیلنے لگا۔ میں تم سے باتوں ہی باتوں میں اس رہائش گاہ کے اندرونی حالات معلوم کرتا رہتا تھا۔ میں کل سے بہت پریشان ہوں۔ جب سے تم نے بتایا کہ مائیکل گارسن پر فرہاد ہونے کا شبہ کیا جا رہا ہے تو مجھے اپنے ترقی کے مواقع صاف نظر آ رہے تھے۔ سپر ماسٹر مجھے منہ مانگی دولت دیتا۔ یہاں کے سرمایہ داروں میں میرا شمار ہونے لگتا۔ فرہاد کو گرفتار کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے لیکن اس کے متعلق معلومات فراہم کرنا بھی ایک بڑا کارنامہ ہوتا۔ اگر میں یہ نشاندہی کر دیتا کہ فرہاد اس فارم میں موجود ہے تو ..."

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ پھر کہنے لگا: "مجھے دیر نہیں کرنا چاہیے۔ اب بھی وقت ہے، میں یہ کارنامہ انجام دے سکتا ہوں۔ میں ابھی سپر ماسٹر کو اطلاع دے سکتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ پھر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ پرسنل گارڈ نے پوچھا: "یہ کیا کر رہے ہو؟ کیا تم فرہاد کو اس کے دشمنوں کے حوالے کرنا چاہتے ہو؟"

وہ ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ پرسنل گارڈ نے فوراً ہی ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا: "اسے میرے حوالے کر دو ورنہ گولی مار دوں گی۔"

اس نے حقارت سے کہا: "فرہاد کو دیکھتے ہی مجھ سے محبت کا بخار اتر گیا ہے؟"

"تم مجھے باتوں میں لگا کر ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کر رہے ہو۔ میں آخری وارننگ دے رہی ہوں۔ اسے آف کر اور میرے حوالے کر دو۔"

اس نے گھورتے ہوئے دیکھا پھر آف کر کے اسے بڑھا دیا۔ وہ بولی: "میں ہاتھ بڑھا کر نہیں لوں گی۔ میں نے بھی کچھ تربیت حاصل کی ہے۔ اسے میرے قدموں کے پاس پھینک کر پیچھے ہٹ جاؤ۔"

اس نے یہی کیا۔ جھوٹے سے ٹرانسمیٹر کو اس کے قدموں کی طرف پھینک دیا لیکن پھینکنے کے دوران اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ایک لات ماری۔ وہ ہاتھ سے نکل گیا۔ فضا میں اچھلا ہوا گیا مگر نیچے آنے سے پہلے ہی جوان نے اسے کیچ کر لیا۔ پھر اپنی محبوبہ کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا: "بے شک تم نے تربیت حاصل کی ہے باقی جو حاصل کرنے کے لیے رہ گیا ہے، وہ تمھارے ریوالور کی ایک گولی سکھا دے گی۔"

اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اگرچہ وہ سخت جان تھی خطرناک ہتھیاروں سے کھیلتی تھی۔ لیڈی روزینہ کی باڈی گارڈ تھی۔ پھر بھی ایک عورت تھی۔ محبت میں ناکامی عورت کو رُلا دیتی ہے۔ وہ روتے ہوئے بولی: "ایک محبت کرنے والا کسی نصیب والی کو ہی ملتا ہے۔ میں بدنصیبی کا یہی انجام ہونا چاہیے۔ یہ سینہ جو تمھارے لیے ڈھال بن سکتا تھا، مشقِ ستم کے لیے حاضر ہے، گولی چلاؤ۔"

وہ آنسو بھری آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ اس کی انگلی ٹریگر پر گئی مگر پھر واپس آ گئی۔ پھر اس نے ٹریگر پر انگلی رکھ کر گولی چلانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور لیا اور دوسرے ہاتھ کی انگلی ٹریگر پر لانے کی کوشش کرتے ہوئے بار بار ناکام ہو رہی تھی۔ آخر اس نے جھنجلا کر ریوالور اس کے قدموں میں پھینک دیا۔ پھر کہا: "یہ کوئی ریوالور ہے، چلتا ہی نہیں ہے۔"

اس نے اپنا ریوالور نکال لیا۔ اسے نشانے پر رکھتے ہوئے گولی چلانے کی کوشش کی پھر ناکام رہا۔ بدنصیب محبوبہ اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ جھنجلا کر بولا: "تم سمجھتی ہو مجھے ریوالور چلانا نہیں آتا۔ دراصل ان دونوں ریوالوروں میں کوئی خرابی ہے۔ اب اسے میں کنپٹی پر رکھ کر چلاؤں گا تب بھی نہیں چلے گا۔ یہ دیکھو۔"

اس نے ریوالور کو کنپٹی پر رکھ لیا۔ وہ تیزی سے قریب آئی۔ اس کے ہاتھ کو پکڑ کر بولی: "کیا کر رہے ہو؟ گولی چل جائے گی۔"

واہ ری عورت، بے وفائی کے زخم سہتی ہے مگر بے وفا کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے نہیں دیکھ سکتی۔ وہ میری مرضی کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لیڈی روزینہ سے کہنا، وہ ہزاروں کی تعداد میں مسلح عورتوں کی فوج بنا لے۔ پھر بھی محفوظ نہیں رہ سکے گی کیونکہ مسلح عورتوں کو ہتھیاروں سے شکست دینا ضروری نہیں ہے۔ وہ تو جذبات سے ماری جاتی ہیں۔"

وہ پھر کنپٹی سے ریوالور کی نال کو لگانے لگا۔ وہ اس کا ہاتھ کھینچ کر بولی: "حماقت نہ کرو۔ میں کسی کو نہیں بتاؤں گی کہ تم سپر ماسٹر کے آدمی ہو مگر وعدہ کرو، فرہاد کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"

"تم دیکھ رہی ہو کہ ہمارے دونوں ریوالور کام نہیں کر رہے ہیں۔ میں پھر اسے کنپٹی پر رکھ کر آزماتا ہوں۔ اگر یہ نہیں چلا تو میں فرہاد کے خلاف سازش نہیں کروں گا اور اگر چل گیا تو سمجھ لینا، میں جھوٹا اور فریبی تھا۔ عاشق نامراد تھا۔ اپنے ہی ریوالور کی گولی سے مر گیا۔"

کہتے ہی اس نے ریوالور کو کنپٹی سے لگایا پھر ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ پرسنل گارڈ چیختی ہوئی دور ہٹ گئی۔ اس کا عاشق زمین پر یوں گرا تھا کہ اسے تڑپنے کی مہلت بھی نہ ملی۔ اتنے قریب سے چلنے والی گولی نے یکبارگی ٹھنڈا کر دیا تھا۔ دوسری مسلح عورتیں دوڑتے ہوئے ادھر آ رہی تھیں۔ پرسنل گارڈ نے زمین پر پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھایا۔ اسے ہولسٹر میں رکھا۔ کھلوں سے نکلنے والے آنسو چہرے کو بھگو رہے تھے۔ آنے والی مسلح عورتوں نے اسے دیکھا مگر کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ جانتی تھیں کہ مسٹر دل باڈی گارڈ اپنی محبت کی لاش پر آنسو بہا رہی ہے۔

میں غسل سے فارغ ہو کر کمرے میں آ گیا تھا اور لباس تبدیل کر چکا تھا۔ وہ کمرے میں آئی تو اسے حیرانی سے دیکھنے لگا۔ کمرے میں قریب آ کر آنسو پونچھتے ہوئے کہا: "میں جانتی تھی، ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے محبوب کی اچھائیوں اور برائیوں کو سمجھ لوں۔ اب اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

میں نے چونک کر کہا: "اوہ میں تو بھول ہی گیا تھا کہ مجھے تمھارے محبوب کے دماغ میں پہنچ کر اہم معلومات فراہم کرنا چاہیے۔ مجھے افسوس ہے۔ دراصل میں دوسرے معاملات میں الجھ گیا تھا۔ تم پھر اس سے ملو۔ اس سے باتیں کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے مسکرا کر آنسو بھری آنکھوں سے دیکھا اور کہا۔ "اب اس کے پاس کبھی نہیں پہنچ سکو گے۔"

"کیا مطلب؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی: "میں بدنصیب ہوں۔ میرا وہ نصیب کبھی آنکھیں نہیں کھولے گا۔ اس نے خودکشی کر لی ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "خودکشی؟ لیکن کیوں؟"

وہ مجھے خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی۔ وہ بھول گئی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے اس کی سوچ پڑھ سکتا ہوں۔ اس وقت اس کی تمام تر سوچیں اپنے نامراد محبوب پر مرکوز تھیں۔ وہ سوچ رہی تھی: "کیا میں کہہ دوں کہ وہ بے وفا تھا۔ غدار تھا۔ مجھے آلہ کار بنا کر میری معصومیت اور محبت سے کھیل کر یہاں کے راز معلوم کرنے آیا تھا۔ فرہاد کی حقیقت معلوم کر کے سپر ماسٹر کو اطلاع دینا چاہتا تھا۔"

وہ سوچ رہی تھی اور اس کی دوسری سوچ کہہ رہی تھی۔

"نہیں، میں یہ نہیں کہہ سکتی۔ میں ہرگز ایسا نہیں کہہ سکتی۔ یہ میری محبت کی توہین ہوگی۔ کیا ہوا کہ وہ بے وفا تھا لیکن اس کی بے وفائی اس کے ساتھ ختم ہو گئی۔ مجھے اپنی محبت کی شرم رکھنی ہے۔ اس طرح اس بے وفائی کی شرم بھی رہ جائے گی۔"

اس نے پھر مجھے دیکھا لیکن دیر تک نظریں نہ ملا سکی۔ نظریں چراتے ہوئے بولی: "وہ میری غلطی سے مارا گیا۔"

"کیسی غلطی؟"

"وہ میرا دیوانہ تھا۔ میرے بغیر نہیں رہ سکتا تھا کہہ رہا تھا۔ آج ہی شادی کرنی ہوگی اور میں کہہ چکی تھی۔ جب تک ملازمت کے تیس برس پورے نہیں ہوں گے، شادی نہیں کروں گی جب میں نے صاف انکار کیا تو اس کے دل کو صدمہ پہنچا۔ اس نے اپنا ریوالور نکالا اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے خودکشی کر لی۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ دونوں ہاتھوں سے چہرے کو تھام کر وہاں سے جاتے ہوئے بولی: "میں محبت کے قابل نہیں ہوں۔ میں محبت کے قابل نہیں ہوں۔"

وہ دوڑتے ہوئے دروازہ کھول کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

ہماری دنیا میں کیسی کیسی محبت کرنے والی ہستیاں ہیں! انہی کے دم سے ابھی محبت باقی ہے ورنہ ہتھیار، دہشت گردی، جنگ، نفرت، منشیات اور دوسرے نفرت پھیلانے والے عناصر کی بہتات سے یہ دنیا جہنم بن جاتی لیکن ہمیں کہیں نہ کہیں سے، کسی نہ کسی رشتے سے تھوڑی سی محبت ضرور ملتی ہے۔ جیسے ازلی بیمار کو ایک خوراک دوا مل جاتی ہے یا انجکشن لگ جاتا ہے تو وہ زندگی کی حرارت محسوس کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح ہماری بیمار دنیا میں محبت ایک عارضی دوا ہے جو ہمیں وقفے وقفے سے تھوڑا زندہ رکھتی ہے۔

میں ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ گیا۔ پھر باس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "بھگوان ہیرا سوامی کی فائل کے متعلق بتاؤ؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "مجھے افسوس ہے۔ ہم کئی برسوں سے کوشش کر رہے ہیں۔ ہمارا کوئی آدمی سی آئی بی ڈپارٹمنٹ میں چلا جائے لیکن نیویارک سینٹرل انٹیلی جنس بیورو کے مختلف شعبوں میں سخت انتظامات کیے گئے ہیں۔ کوئی اجنبی داخل نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً ریکارڈ روم کی طرف جانے کے لیے ایسے کوریڈور سے گزرنا پڑتا ہے جہاں سے گزرنے والا ہر وی سی آئی بی کے سکیورٹی میں نظر آتا ہے اور فوراً ہی گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ اگر وہاں سے کسی طرح بچ نکلے تو ریکارڈ روم کے دروازے سے لے کر پورے فرش تک نادیدہ الیکٹریکل الارم موجود ہے۔ فرش کے جس حصے میں بھی قدم رکھا جائے، خطرے کی گھنٹی بجنے لگتی ہے۔"

"تم ناکامی کا اعتراف کر رہے ہو؟"

"جناب! ہم بہت مجبور ہیں۔ ایسی جگہ صرف آپ کی ٹیلی پیتھی کام آ سکتی ہے۔ میں ٹیلیفون کے ذریعے سی آئی بی کے ڈائریکٹر جنرل سے گفتگو کر سکتا ہوں۔ آپ اس کے دماغ میں پہنچ کر وہاں کے مختلف شعبوں کے انچارج وغیرہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک اور شخص کو اپنا آلہ کار بنا سکتے ہیں۔"

"کون ہے وہ شخص؟"

امریکن ڈیلی نیوز پیپر کا ایک صحافی ہے۔ آج کل وہ بھگوان ہیرا سوامی کے متعلق ایسے مضامین لکھ رہا ہے جس میں جھوٹ سچ کی آمیزش ہے۔ وہ چاہتا ہے، بھگوان ہیرا سوامی کے متعلق تمام حقائق سامنے لے آئے جب وہ ناکام ہوتا ہے تو اس میں کچھ جھوٹ ملا دیتا ہے۔"

"تم اسی اخباری رپورٹر سے رابطہ قائم کرو۔ میں اسے آلہ کار بناؤں گا۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔ باس نے پوچھا "کیا آپ ہی اخباری رپورٹر مسٹر کیری ڈان ہیں؟"

"جی ہاں، فرمائیے۔"

"میں آپ کے مضامین پڑھ رہا ہوں۔ بھگوان ہیرا سوامی کا کیس نہایت دلچسپ ہے۔ آخر آپ اتنی سچی معلومات کیسے حاصل کر لیتے ہیں؟"

"آپ کون ہیں اور یہ سوال کیوں کر رہے ہیں؟"

اس کے ساتھ ہی باس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے کہا۔ "اتنا ہی کافی ہے۔"

میں اخباری رپورٹر کیری ڈان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہیلو کہنے کے بعد ریسیور رکھ چکا تھا۔ سمجھ رہا تھا، البطہ کسی وجہ سے منقطع ہو گیا ہے۔ فون کرنے والا شاید اسے پھر مخاطب کرے۔ میں نے اس کے دماغ میں بھگوان ہیرا سوامی کا نام لیا۔ اس کی سوچ ادھر گھوم گئی۔ وہ سوچنے لگا، جب سے میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں، میری شہرت میں اضافہ ہو گیا ہے مگر افسوس میں رینی کو کھو کر یہ دولت اور شہرت حاصل کر رہا ہوں۔"

رینی اسی اخبار میں سچی کہانیوں کے عنوان سے ایک صفحہ لکھتی تھی جس اخبار میں کیری ڈان مضمون لکھتا تھا۔ وہ اب بھی اس اخبار سے منسلک تھی لیکن کیری سے ملاقات نہیں کرتی تھی۔ چھ ماہ پہلے اس کی بہترین دوست تھی۔ اسے یقین تھا کہ اتنی خوبصورت لڑکی جلد ہی لائف پارٹنر بن جائے گی مگر اس کی یہ ادھوری محبت شرمندۂ تکمیل نہ ہوئی۔ اس نے ایک دن رینی کو اخبار کے مالک کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جاتے دیکھا۔ اس کے بعد وہ اس سے دور اور اخبار کے مالک سے قریب ہوتی چلی گئی۔ ایک ہفتے بعد مالک نے اسے اپنی قیمتی کار دے دی۔ تین ہفتے کے بعد پتا چلا، وہ چھوٹے سے فلیٹ کو چھوڑ کر ایک علیحدہ بنگلے میں رہنے لگی ہے۔ مزید حیرانی کی بات یہ تھی کہ وہ اس بنگلے کی مالکہ بن گئی تھی۔

پہلے کیری ڈان یہ سمجھ نہیں سکا کہ اخبار کا مالک رینی پر اس قدر مہربان کیوں ہے جبکہ رینی سے زیادہ حسین ترین لڑکیاں تھیں پھر یہ کہ وہ شادی شدہ تھا۔ بچوں کا باپ تھا اور ایک اچھی گھریلو زندگی گزارتا تھا۔ اخبار میں رپورٹنگ کرنے والے کسی سراغ رساں سے کم نہیں ہوتے۔ کیری ڈان نے بھی سراغرسانی شروع کی۔ اپنے مالک کے پیچھے پڑ گیا۔ تب پتا چلا، وہ مالک کے ساتھ بھگوان ہیرا سوامی کے آشرم میں جاتی ہے۔

وہ آشرم سبھی کے لیے کھلا رہتا تھا۔ وہاں کسی کے جانے پر پابندی نہیں تھی۔ امریکی لڑکیاں اور لڑکے سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں آتے تھے۔ اس آشرم میں ایک بہت بڑا ہال تھا۔ جہاں بھگوان ہیرا سوامی محبت، امن اور انسانیت کا پرچار کرتا تھا۔ اس کی آواز، اس کے لہجے اور اس کے انداز میں ایسا جادو تھا کہ سننے والے سحر زدہ ہو جاتے تھے۔ انھیں سحر زدہ کرنے کے لیے بھارتی تاریخ کے حوالے سے بہت سے نمونے پیش کیے جاتے تھے۔ مثلاً ایک ایسا بڑا سا ہال تھا جہاں اجنتا اور الورا کی مورتیوں کے نمونے بنے ہوئے تھے۔ جوان عورتوں اور مردوں کی یہ مورتیاں محبت کی ابتدا سے لے کر ہوس کی تکمیل تک تمام مناظر پیش کرتی تھیں۔ نئی نسل کے جوان ان مورتیوں کو بڑی دلچسپی اور بڑے شوق سے دیکھتے تھے۔ وہاں ایک چھوٹے سے سینما ہال کی طرح ایسا کمرہ تھا جس کے اسکرین پر صدیوں پرانے راجاؤں، مہاراجاؤں، ان کی داسیوں کے تعلقات کے متعلق فلمیں دکھائی جاتی تھیں۔ مندروں اور دیوداسیوں کا ماحول بھی دکھایا جاتا تھا۔ یہ سب ایسا رومان پرور اور جذباتی ماحول ہوتا تھا کہ وہاں ایک بار آنے والا بار بار آنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

اس آشرم کی چار دیواری ایک مربع میل تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہاں ایک ایسا ہال بھی تھا جہاں ہندوستان کی قدیم تاریخ سے متعلق طرح طرح کے لٹریچر، کتابوں کی صورت میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ تمام کتابیں بڑی دلچسپ ہوتی تھیں۔ پڑھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کتابوں میں دو باتیں سمجھائی گئی تھیں۔ ایک تو عبادت کے لیے لازمی ہے کہ انسان اپنی تمام توجہ ایک خالق حقیقی پر مرکوز کر دے اور محبت کرنے کے لیے بھی یہی لازم ہے کہ وہ صرف اپنے محبوب کا ہو اور ساری دنیا کو بھول جائے۔ اس نے محبوب حقیقی اور محبوب مجازی کا موازنہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا تھا کہ عبادت یا محبت میں گم ہو جانے کے لیے بھنگ بینا فہ زدی ہے۔ یہ ہندوستان کی قدیم تاریخ میں ہے، شیو شنکر کے ماننے والے بھنگ کے نشے میں مست ہو کر رقص کرتے ہیں اور اس کی پوجا کرتے ہیں، اب یہ بھنگ کیا ہوتا ہے کیسے تیار ہوتا ہے، امریکی باشندے کچھ اس کے متعلق جانتے ہیں لیکن ہندوستانی جس طریقے پر بھنگ تیار کرتے ہیں، وہ ان کے لیے نئی اور انوکھی چیز تھی۔ انھوں نے بھنگ جیسے نشے میں دودھ ملائی، پستہ اور بادام جیسی مقوی غذائیں شامل کیں اور یہ ثابت کیا کہ یہ نشہ نہیں بلکہ ایسا ٹانک ہے جو جسمانی قوت میں اضافہ بھی کرتا ہے اور ایسی مستی و بے خودی پیدا کرتا ہے جو بے خودی میں عورت سے محبت بھی ہوتی ہے اور بھگوان کی عبادت بھی۔

ان کتابوں میں جو دوسری بات ثابت کی گئی، وہ یہ کہ بھگوان ہر دور میں کسی نہ کسی انسان کے روپ میں نمودار ہوتا ہے اور اس دنیا میں انسانوں کے درمیان موجود رہتا ہے۔ موجودہ دور میں بھگوان نے ہیرا سوامی کا روپ اختیار کیا ہے اسی لیے وہ بھگوان ہیرا سوامی کہلاتا ہے۔

کیری ڈان نے وہاں پہنچ کر پورے ایک میل کا چکر لگایا تھا۔ اور آشرم کی ہر جگہ کو دیکھا تھا۔ آشرم اُسے کہتے ہیں جہاں لاوارث یا بھٹکے ہوئے لوگ، یا دنیا سے ٹھکرائے ہوئے افراد پناہ لیتے ہیں۔ آشرم میں مفت رہنے، کھانے پینے کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے بھگوان ہیرا سوامی کے آشرم میں چھوٹے چھوٹے کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ ان کاٹیجوں میں ایئر کنڈیشنڈ کمرے اور اٹیچڈ باتھ روم تھے۔ وہاں ضرورتِ زندگی کا تمام سامان موجود ہوتا تھا۔ آشرم کی چار دیواری میں ایک چھوٹا سا میدان تھا جہاں بھگوان ہیرا سوامی ہیلی کاپٹر کے ذریعے آتا تھا۔ سیکڑوں لڑکیوں اور لڑکوں کو اپنا دیدار کراتا تھا۔ اپنے فلسفے کا پرچار کرتا تھا۔ پھر انھیں آشیرباد دے کر ہیلی کاپٹر سے واپس چلا جاتا تھا۔

کیری ڈان کی سمجھ میں نہیں آیا، چکر کیا ہے۔ اسے شبہ تھا، وہاں کوئی غیر قانونی دھندا ہوتا ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی۔ نشہ کرنا، عورتوں اور مردوں کا آزادی سے ملنا کوئی معیوب بات نہیں تھی۔ امریکی سوسائٹی میں ایسا ہوتا ہی ہے۔ رینی آشرم میں آتے ہی یک بیک کیسے دولت مند بن گئی تھی، یہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اس کا تعاقب بھی کیا تھا لیکن آشرم کی بھیڑ میں وہ کہیں گم ہو گئی تھی۔ تب کیری ڈان نے انٹیلی جنس والوں سے رجوع کیا تھا۔ ان سے تعاون کی درخواست کی۔ انھوں نے بھگوان ہیرا سوامی کے متعلق کچھ معلومات فراہم کیں۔

کیری ڈان نے انہی معلومات کی بنیاد پر بھگوان ہیرا سوامی کے خلاف لکھنا شروع کیا۔ اخبار کے مالک نے اس مضمون کو چھاپنے سے انکار کر دیا۔ مجبوراً اس نے اخبار کو خیرباد کہہ دیا۔ پھر دوسرے اخبار میں ملازمت کر لی۔ وہاں اس کے مضامین کو بہت پسند کیا گیا۔ وہ مسلسل چھپنے لگا۔ بعد میں کیری ڈان کو اپنی حماقت کا احساس ہوا کیونکہ وہ ہیرا سوامی کے خلاف جو کچھ بھی لکھتا تھا اس سے اور اس کی پبلسٹی ہوتی تھی۔ اس بھگوان کی شہرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ آئے دن یہ خبر ملتی تھی کہ امریکی لڑکیاں اور لڑکے ہندو دھرم اختیار کرتے جا رہے ہیں، جب ایسے جوانوں سے دریافت کیا جاتا تو وہ کہتے۔ ہم نے کوئی دھرم اختیار نہیں کیا۔ ہم دنیا سے کسی دھرم کو نہیں جانتے، محبت ہمارا دھرم ہے۔ ہیرا سوامی ہمارا بھگوان ہے ہمیں اس دنیا میں کچھ نہیں چاہیے، صرف ایک بے خودی چاہیے اور بے خودی نشے اور عورت سے حاصل ہوتی ہے جو ہمیں حاصل ہوتی رہتی ہے۔

کیری ڈان کی سوچ پڑھ کر معلوم ہو گیا۔ وہ میرے کام کا آدمی نہیں تھا۔ میں نے اس کے دل میں رینی کے لیے شدید لگن پیدا کی۔ وہ بڑی بے چینی محسوس کرتے ہوئے سوچنے لگا، کسی طرح

رینی سے ملاقات کرنا چاہیے مگر وہ تو نایاب ہوگئی ہے۔ آج کل نظر ملنے پر ملیلو بھی نہیں کہتی۔ دور ہی سے کترا جاتی ہے کیوں نہ اس سے فون پر گفتگو کی جائے وہ اگر بات نہیں کرے گی تو کم از کم ساعت بھر کے لیے اس کی آواز تو سنائی دے گی۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ذرا دیر بعد دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ کیری نے کہا۔

"میں رینی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا پہلے سے اپائنٹمنٹ ہے؟"

"میرا نام کیری ڈان ہے۔ وہ نام سنتے ہی اپائنٹمنٹ کے بغیر گفتگو کرے گی۔"

"آپ ہولڈ آن کریں۔"

ہولڈ آن کا مطلب ہے، ریسیور سے چپکے رہو۔ انتظار کرتے رہو اور میں ایسا نہیں کرسکتا تھا۔ میں دوسری طرف بات کرنے والی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ انٹر کام کے ذریعے کہہ رہی تھی۔

"مسٹر کیری ڈان آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

رینی کی آواز سنائی دی "کوئی بہانہ کرد وکہیں مصروف ہوں۔"

میں فوراً ہی رینی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے انٹر کام کے بٹن کو آف کردیا تھا۔ وہ ایک ٹائپ رائٹر کے پاس بیٹھی ایک کہانی ٹائپ کررہی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ یہ کہانی ایک گھنٹے کے اندر مکمل ہوجانا چاہیے کیونکہ اسے دوسرے دن کے اخبار میں شائع ہونا ہے۔ وہ صرف کہانی کے لیے پریشان نہیں تھی صرف کہانی ہی لکھنا ہوتی تو اس کے پاس کافی دولت تھی۔ وہ ایسا ایک اخبار خود نکال سکتی تھی یا کوئی اور نفع بخش کاروبار شروع کرسکتی تھی لیکن آج کل جو کہانیاں شائع ہورہی تھیں ان سے زیادہ نفع بخش کاروبار اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔ ان کہانیوں نے اسے دیکھتے ہی دیکھتے دولت مند بنا دیا تھا۔

اس کی ذہنی سوچ پختہ کافی ہوگیا۔ مجھے پتا چل گیا دراصل وہ کہانیوں کے ذریعے پیغام رسانی کرتی تھی۔ اس کی تحریر میں ایسے فقرے اور ایسے پیراگراف ہوتے تھے جو بھگوان ہیرا سوامی کے خاص ایجنٹوں کے لیے نغمہ پیغام ہوتے تھے۔ ابھی وہ جو کچھ لکھ رہی تھی میں اس کے چند پیراگراف بیان کرتا ہوں۔ اس سے پیغام رسانی کے طریقہ کار کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ وہ لکھ رہی تھی۔

"صبح کے آٹھ بجے تھے۔ وہ بحری جہاز میری اینڈرسن کے عرشے پر کھڑی ہوئی ورزش میں مصروف تھی۔ کبھی وہ سیدھی کھڑی ہوجاتی تھی کبھی جھک کر ہاتھ اٹھاتی تھی اور کبھی دونوں ہاتھ، پھر آگے کی طرف جھک جاتی تھی۔ دُور سے دیکھنے والے یہی سمجھتے کہ وہ صبح سویرے ورزش کے ذریعے اپنے جسم کو صحت مند اور شاداب رکھنے کی عادی ہے۔

لیکن وہ خفیہ پیغام رسانی کے فرائض ادا کررہی تھی۔ اس کے سیدھے کھڑے ہونے کا مطلب تھا کہ وہ پیغام دے رہی ہے۔ ایک ہاتھ شانے تک اٹھانے کا مطلب انگریزی حرف "اے" دوسرا ہاتھ شانے تک اٹھانے کا مطلب "بی" تھا۔ اسی طرح دونوں ہاتھ اور پاؤں کی مختلف حرکتوں کے ذریعے وہ انگریزی حروف اے سے لے کر زیڈ تک بیان کرتی تھی اور ان حروف کے ذریعے لفظ بناتی تھی۔ ان الفاظ کے عام معنی کچھ اور ہوتے تھے۔ خاص معنی کچھ اور ہوتے تھے جو کوڈ ورڈز کہلاتے تھے اور جنہیں خاص ایجنٹ ہی سمجھ پاتے تھے۔

وہ اپنے وقت کے مطابق ورزش کرنے کے بہانے سگنل کے ذریعے کہہ رہی تھی کہ لائچ کے نچلے حصے میں پچاس لڑکیاں ہوں گی۔ ان میں سے تیئس لڑکیاں اتنی حسین وجمیل ہیں کہ سوگز کے فاصلے سے صاف طور پر نظر آئیں گی۔ ان کے بعد سات لڑکیاں ڈبل ایم اے ہیں۔ باقی گیارہ لڑکیوں میں سے ہر ایک کی عمر پچیس برس ہے۔

رینی جو کہانی لکھ رہی تھی، اسے شروع سے آخر تک پڑھا جائے تو واقعی نہایت دلچسپ ہوتی مگر میں نے اس کا ایک ٹکڑا سنایا ہے جس میں کہانی پن تو نہیں ہے مگر کہانی کی دلچسپی کوٹ کوٹ کر بھری ہے، وہ بظاہر ایک جاسوسی کہانی ٹائپ کررہی تھی، پڑھنے والوں کے لیے وہ کچھ اور تھی، خاص ایجنٹ اس کہانی سے جو ہدایات سمجھنے والے تھے وہ میں بیان کررہا ہوں۔

اس نے لکھا تھا کہ وہ صبح آٹھ بجے بحری جہاز میری اینڈرسن کے عرشے پر ورزش کررہی تھی۔ اس کا اصل مطلب یہ تھا کہ میری نامی ایک عورت اپنے ساتھی اینڈرسن کے ساتھ صبح آٹھ بجے پہنچنے والے وہ جس لائچ میں آئیں گے اس کے نچلے حصے میں پچاس لڑکیاں ہوں گی لیکن یہاں لڑکیوں سے مطلب ہے پچاس مال سے بھری ہوئی پیٹیاں اس نے آگے چل کر لکھا تھا کہ تیئس لڑکیاں اتنی حسین وجمیل ہوں گی کہ سوگز کے فاصلے سے دکھائی دیں گی۔ اس کا مطلب تھا تیئس بوری رائفلیں آرہی ہیں جن کے ساتھ ٹیلی اسکوپ یعنی دُوربین لگی ہوئی ہوں جن کے ذریعے سوگز کے فاصلے سے صاف طور پر اپنے ٹارگٹ کو دیکھا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد اس نے لکھا تھا۔ سات لڑکیاں ڈبل ایم اے ہیں ڈبل ایم کا مطلب، دو ایم یعنی ایم ایم اور سات کا مطلب ہے سات عدد۔ یعنی سب کو ملا کر یہ معنی اخذ کیے جاتے ہیں کہ سات ایم ایم کی رائفلیں بھی آرہی ہیں۔ اس کے بعد اس نے لکھا کہ باقی گیارہ لڑکیوں میں سے ہر ایک کی عمر پچیس برس ہے یعنی گیارہ پیٹیوں میں چھوٹی مشین گنیں آرہی ہیں جو ایک وقت میں پچیس راؤنڈ چلاتی ہیں۔

رینی ٹائپ کررہی تھی اور میں پڑھ رہا تھا۔ وہ اس کو میں پوری تفصیل کے ساتھ خفیہ ایجنٹوں کو سمجھا رہی تھی کہ کس وقت کس بلیک پورٹ میں وہ لائچ آئے گی اور کس طرح وہ مال اتارا جائے گا اور جزیرے کے گودام میں پہنچایا جائے گا۔

میں نے اس کے دماغ کو پھر کریدنا شروع کردیا۔ اسے یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوتی ہیں؟ ایسا سوال اس کے ذہن میں پیدا کرتے وقت میں نے بھگوان ہیرا سوامی کا نام لیا۔ وہ اسے تصور میں دیکھنے لگی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "ہیرا سوامی واقعی بھگوان کی طرح دور ہی دور رہتا ہے۔ مجھے آج تک اس کے قریب جانے کا موقع نہیں ملا پتا نہیں اس میں کیا بات ہے۔ میں اس کی طرف دیکھتی ہوں تو کپکپی جاتی ہوں۔ ہاں نے مجھے ایک ایسے شخص سے ملایا ہے جس کے کام اگر میں بھگوان ہیرا سوامی کے قریب پہنچ سکتی ہوں۔"

وہ اپنے اخبار کے مالک کو باس کہہ رہی تھی اور باس نے جس شخص سے ملایا تھا اس کا نام تھامسن بیلک تھا۔ رینی ہفتے میں دو ایسی کہانیاں لکھتی تھی جو پیغام رسانی کا سبب بنتی تھیں۔ ہفتے میں دو بار تھامسن اس سے فون پر رابطہ قائم کرتا تھا، پھر کہیں ملنے کی جگہ مقرر کرتا تھا۔ وہ مقررہ مقام پر پہنچ کر اس سے ملاقات کرتی تھی۔ پھر تھامسن بلیک اسے بتاتا تھا کہ کس دن کون سا پیغام شائع ہوگا۔ کہانی میں کون کون سی خاص باتوں کا ذکر ہوگا۔ وہ ان تمام باتوں کو نوٹ کرتی تھی۔ پھر کہانی کا ایسا تانا بانا بُنتی تھی کہ وہ تمام نوٹ کی ہوئی باتیں اس میں سما جاتی تھیں۔

تھامسن بلیک نے رینی کو نہ تو اپنی رہائش گاہ کا پتا بتایا تھا اور نہ ہی فون نمبر دیا تھا۔ وہ خود ہی اس سے رابطہ قائم کرتا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ایک دو روز میں وہ پھر رابطہ قائم کرے گا۔ میں اسے چھوڑ کر پوپی کے پاس پہنچ گیا۔ میرے مخاطب کرنے پر وہ ذرا خوش ہوئی۔ پھر ناراض ہوکر بولی "پورے چھتیس گھنٹے سے انتظار کررہی ہوں، بالکل ہی بھول جاتے ہو۔"

"بھول جاتا تو ابھی نہ آتا۔"

"کوئی کام ہوگا ویسے تو یاد نہیں کرتے۔"

"ہاں کام ہے۔ میں ایک لڑکی رینی کے متعلق بتا رہا ہوں۔ توجہ سے سنو۔"

وہ سننے لگی میں اس کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ تمام باتیں سننے کے بعد اس نے کہا۔ "وہ آج کہانی ٹائپ کررہی ہے، کل اخبار میں چھپے گی۔ پرسوں اس کہانی کے مطابق صبح آٹھ بجے وہ لائچ بلیک پورٹ پہنچے گی۔ کیا تم چاہتے ہو، میں وہاں کچھ گڑبڑ کروں؟"

میں نے کہا۔ "نہیں، مال آنے دو، آنے دو۔ جاتے ہے جانے دو۔ ہمیں کوئی غرض نہیں ہے۔ تم رینی سے دوستی کرو۔ ایک دو ہفتہ میں تھامسن بلیک اس سے رابطہ قائم کرے گا۔ اسے ملاقات کے لیے کہیں بلائے گا۔ رینی اگر دوست بن جائے گی تب بھی تمہیں ساتھ نہیں لے جائے گی مگر تم اس کا تعاقب کرتے ہوئے تھامسن بلیک تک پہنچ سکتی ہو۔ اس دوران میں تم سے رابطہ قائم کروں گا اور تمہارے یا رینی کے ذریعے اس شخص تک پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے پوچھا "کسی کی ہڈی پسلی توڑنے والا کام نہیں ہے؟"

کسی سے دوستی کرنا، اس کا تعاقب کرنا، اس کے ذریعے کسی دوسرے شخص تک پہنچنا، یہ بڑا ہی اُکتا دینے والا کام ہے۔ بائی دی وے تم نے ابھی تک اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔"

"مجھے وعدہ یاد ہے۔ تم میرے ساتھ کام کروگی اسی لیے تو تمہیں یہ کام دے رہا ہوں۔ ہوسکتا ہے تمہیں رینی کے ساتھ رہتے ہوئے بھگوان ہیرا سوامی کے آشرم میں جانا پڑے۔ وہاں تم اپنے لیے جگہ بنا سکو۔ اگر ایسا ہوگیا تو ہماری ملاقات وہیں ہوگی۔"

"تم صرف ملنے کے وعدے پر قائم رہو۔ وہ آشرم کیا چیز ہے، میں تو بھگوان ہیرا سوامی کے کسی خفیہ اڈے تک پہنچ کر تمہارا انتظار کروں گی۔ بولو آؤ گے؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں جانتا ہوں اور مانتا ہوں جو کہو گی وہی کرگزروگی۔ میں ضرور آؤں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کردیا۔ میرے کمرے کا دروازہ کھلا تھا پھر وہی پرسنل گارڈ نظر آئی۔ اس کے پیچھے کچھ کنیزیں تھیں۔ وہ کھانے کی ٹرالی لے کر آئی تھیں۔ دو بج رہے تھے۔ مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ میں کھانے بیٹھ گیا۔ پرسنل گارڈ ٹرالی کے دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے کنیزوں کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔ پھر اس نے تشنگی میں آہستگی سے کہا۔ "مسٹر فرہاد! کیا تم یہ سوچ سکتے ہو کہ یہ تمہاری زندگی کی آخری دوپہر ہے اور تم اس آخری دوپہر کا آخری کھانا کھا رہے ہو؟"

میں نے لقمہ چباتے ہوئے کہا۔ "میں اکثر یہ سوچتا ہوں کہ میرے جسم پر جو کپڑا ہے، یہ میرا آخری لباس ہے۔ شاید اس کے بعد کفن بھی نصیب نہ ہو۔ میں ایک ہماقی زندگی گزار رہا ہوں۔ نہ جانے کب اور کہاں کیسی موت واقع ہو۔ تم مجھے لیڈی روزینہ سے ڈرانے آئی ہو۔"

"تم ڈرنے والے بچے نہیں ہو اور میں جھوٹ بولنے والی عورت نہیں ہوں۔ میں نے تو آج تک یہی دیکھا ہے، جو دولہا بن کر اس کی خواب گاہ میں جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا۔"

"کیا تم مجھے واپس لانے کے سلسلے میں کچھ کرسکتی ہو؟"

"میری عقل کام نہیں کررہی ہے۔ وہ کمبخت خوابگاہ کا دروازہ بند کرلیتی ہے۔ وہاں کی کھڑکیوں اور دروازوں پر بجلی کی رَو دوڑنے لگتی ہے۔ کوئی اس کے قریب نہیں جاسکتا۔"

میں نے پوچھا۔ "یہاں کا مین سوئچ بند کرنے کے بعد بھی

خوابگاہ میں بجلی کی سپلائی جاری رہتی ہے؟"

"ہاں، معلوم ہوتا ہے، خوابگاہ میں بجلی کی سپلائی کسی دوسرے ذریعے یا جنریٹر سے ہے، وہ جنریٹر کہاں ہے، یہ میں آج تک معلوم نہیں کر سکی۔"

"ہم میں سے آج تک کوئی یہ معلوم نہ کر سکا کہ موت کب آتی ہے اور کہاں سے آتی ہے۔ پھر پریشان ہونے کی ضرورت کیا ہے؟"

"میں جانتی ہوں، آپ بہت بے باک ہیں، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی گزارتے رہتے ہیں لیکن جان بوجھ کر موت کے منہ میں جانا دانشمندی نہیں ہے۔ میں آپ کے فرار کا راستہ ہموار کرتی ہوں۔ آپ یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں۔"

"یہاں ایک عورت سے مجھے محبت ہو گئی ہے۔ میں اسے چھوڑ کر نہیں بھاگ سکتا۔"

اس نے تعجب سے دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا وہ مادام مریم ہیں؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"میں سب کی خبر رکھتی ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ کل تمہارے ساتھ کچھ وقت گزار کر گئی ہے۔"

"کیا تم اس سے ملا سکتی ہو۔"

"کیا اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے؟"

"نہیں، کچھ مجبوری ہے۔"

"کیا مریم تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہے؟"

"یہ تو میں اس سے پوچھ کر ہی بتا سکتا ہوں۔"

اس نے کنیز کو بلایا۔ پیغام دیا۔ "مادام مریم کو بلا کر لاؤ۔"

کنیز چلی گئی۔ جب میں کھانا ختم کر کے سیون اپ کی بوتل کھول رہا تھا تو مریم آ گئی۔ وہ پرسنل گارڈ کو دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ میں نے کہا۔ "یہ ہماری راز دار ہے۔"

پرسنل گارڈ نے کہا۔ "آؤ مریم، دروازہ بند کر دو اور یہاں بیٹھ جاؤ۔"

مریم نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا۔ "تمہاری لیڈی روزینہ کی یہ پرسنل گارڈ مجھ سے پوچھتی ہے کہ میں تمہارے دماغ میں کیوں نہیں پہنچ سکتا۔ اب تم ہی بتا دو کہ تم نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے دماغ میں آنے سے منع کیا ہے؟"

مادام مریم نے تعجب سے مجھے دیکھا۔ پھر کہا۔ "میں نے کب منع کیا ہے؟"

"تم کل میرے پاس آئی تھیں۔ تم نے خود منع کیا تھا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں کب تمہارے پاس آئی تھی؟"

پرسنل گارڈ نے کہا۔ "مریم، میں سب جانتی ہوں۔ تم انکار نہ کرو۔ تم یہاں آئی تھیں۔ فرہاد کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارا ہے۔ لیڈی روزینہ کی سکریٹری بن کر یہاں کا کافی مگر تمہیں پکڑ نہیں سکی۔ تم شاید پچھلے دروازے سے چلی گئی تھیں۔"

مادام مریم پریشان ہو کر کبھی پرسنل گارڈ کو اور کبھی مجھ کو دیکھ رہی تھی۔ اب جبکہ وہ کہہ رہی تھی کہ مجھے دماغ میں آنے سے منع نہیں کیا ہے تو میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی۔ تب پتا چلا کہ وہ بے چاری سچ کہہ رہی تھی کل میرے پاس نہیں آئی تھی۔ مگر اس کی سوچ کے ذریعے تصدیق ہو گئی کہ اس کے روپ میں سونیا میرے پاس تھی۔

میں نے کہا۔ "کل مریم کے روپ میں جو میرے پاس آئی تھی وہ میری ایک ساتھی تھی۔ مجھے اسی کا انتظار ہے۔ جب تک اس کی طرف سے اشارہ نہیں ملے گا، اس وقت تک میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

پرسنل گارڈ نے پوچھا۔ "تمہاری وہ ساتھی کون ہے؟"

"تم سے کوئی بات نہیں چھپائی ہے لیکن میں اس کا نام نہیں بتا سکتا کیونکہ وہ خود مجھ سے چھپ رہی ہے۔ مجھ پر ظاہر ہو گی تو میں تمہیں بتا دوں گا۔"

"کیا جب تک وہ نہیں ملے گی، تم یہاں سے نہیں جاؤ گے؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ مجھ سے ملے لیکن اس کی طرف سے جب تک خطرے کا سگنل نہیں ملے گا، میں نہیں جاؤں گا۔ خواہ مجھے لیڈی روزینہ کی خوابگاہ میں جانا پڑے۔"

پرسنل گارڈ نے کہا۔ "میں کسی نہ کسی طرح تمہارے کام آنا چاہتی ہوں۔ مجھے موقع ملا تو میں لیڈی روزینہ کی خوابگاہ میں داخل ہو کر تمہارے سامنے ڈھال بن جاؤں گی۔"

"میں جانتا ہوں، تم صدقِ دل سے میرے لیے کچھ کرنا چاہتی ہو۔ مریم بھی پچھلے پچھلے میرے لیے بہت کچھ کر رہی ہے۔ مجھے یہ بتاؤ، یہاں کتنی لڑکیاں ایسی ہیں جو انگریزی زبان جانتی ہیں؟"

اس نے کہا۔ "یہ امریکا ہے۔ یہاں جو انگریزی نہیں جانتا، وہ بھی سیکھ لیتا ہے۔ پھر یہاں ملازمت کرنے والی لڑکیاں اس زبان سے کس طرح ناآشنا ہو سکتی ہیں۔ یہ سب انگریزی جانتی ہیں لیکن لیڈی روزینہ کا حکم ہے کہ ان کی زبان پر انگریزی زبان کا ایک لفظ بھی نہ آئے۔"

"تم لیڈی روزینہ کی پرسنل گارڈ ہو۔ یہاں جتنی بھی مسلح لڑکیاں ہیں، وہ تمہاری تابعدار ہیں۔ کبھی تم اپنی لیڈی کے خلاف بغاوت کرنا چاہو تو کتنی لڑکیاں تمہارا ساتھ دیں گی؟"

"فی الحال پچیس مسلح لڑکیاں ہیں۔ میں ان کے پرائیویٹ معاملات میں رازدار ہوں۔ وہ میرے اشاروں پر ناچتی ہیں۔ مزید پندرہ بیس لڑکیاں ایسی ہیں جنہیں اب تک لفٹ نہیں دی تھی۔ انہیں بھی اپنی مٹھی میں کرنا چاہوں تو وہ میرے اشاروں پر چلنا شروع کر دیں گی۔"

"تم اسی طرح میرے کام آ سکتی ہو۔ انہیں اپنے ہاتھ میں رکھو۔ ہمیں کسی وقت بھی مسلح بغاوت کی ضرورت پڑے گی۔"

مریم نے کہا۔ "ایسی کوئی پچاس کے قریب لڑکیاں میرے اشاروں پر چلتی ہیں۔ میری طرح مادام کہلانے والی یہاں اور بھی پروفیسر عورتیں ہیں۔ ان کی نگرانی میں دو سو جنگلی لڑکیاں ہیں۔ میں ایسی مادام قسم کی عورتوں کو اپنے اعتماد میں لے سکتی ہوں۔"

پرسنل گارڈ نے کہا۔ "تقریباً ستر فیصد مسلح لڑکیاں ہمارے قابو میں ہیں۔ تم چاہو تو ابھی لیڈی روزینہ کے خلاف بغاوت ہو سکتی ہے۔ تمہیں اس کی خوابگاہ میں جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"جلد بازی ابھی نہیں ہوتی۔ میں خود اس کی خواب گاہ میں جانا چاہتا ہوں۔"

"یہ دانشمندی نہیں ہے۔ جان بوجھ کر موت کو دعوت دے رہے ہو۔"

"میں نے کہا نا، جب تک میری ساتھی کی طرف سے خطرے کا سگنل نہیں ملے گا، موت میرے سامنے نہیں آئے گی۔ اگر ہم بغاوت شروع کر دیں اور مجھے اس کی خوابگاہ میں جانے کا موقع نہ ملے تو جانتی ہو کیا ہو گا؟"

وہ دونوں مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔ میں نے کہا۔ "اس خواب گاہ کی چار دیواری میں جو راز ہے، وہ یہیں کبھی معلوم نہیں ہو گا۔ میں مانتا ہوں، ہم بغاوت میں کامیاب ہو سکیں گے، لیڈی روزینہ کو قید کر لیں گے۔ اسے اذیتیں دے کر خواب گاہ کا راز معلوم کرنا چاہیں گے۔ ہو سکتا ہے، وہ ہمیں سب کچھ بتا دے لیکن نہ بتانا چاہے تو اپنی زندگی پر کھیل جائے گی۔ اس طرح وہ راز اس کے ساتھ چلا جائے گا اور جس مقصد کے لیے میری ساتھی یہاں دن رات مصروف ہے، وہ پورا نہیں ہو گا۔"

پرسنل گارڈ نے کہا۔ "تم لیڈی روزینہ سے کس قسم کے راز کے انکشاف کی توقع کرتے ہو؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ یہ ہمارا شبہ ہو سکتا ہے کہ لیڈی اوپر سے کچھ ہے، اندر سے کچھ۔ یہ میلوں دور تک پھیلا ہوا فارم محض دکھاوا ہے، اس کے پیچھے کچھ اور ہو رہا ہے۔"

"یہ کس بنیاد پر کہہ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ لیڈی روزینہ کے بیڈ روم میں آج تک جو لوگ گئے، وہ زندگی کے کسی نہ کسی شعبے میں اہمیت رکھنے والے لوگ تھے۔ تمہاری لیڈی صرف صحت مند اور خوبرو جوانوں سے عشق نہیں کرتی ہے۔ ماضی میں اس نے اوجیٹو کے سائنسدانوں کو بھی اپنا دولہا بنایا ہے۔ مجھے یقین سے کہتا ہوں، اسے میری خوبروئی اور جوانمردی سے کوئی لگاؤ نہیں ہے، صرف میری ٹیلی پیتھی سے عشق ہے۔"

"یہ محض تمہاری قیاس آرائی بھی ہو سکتی ہے۔ ذرا سوچو، پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق تم فرہاد ثابت نہ ہو سکے۔ اس کے باوجود لیڈی روزینہ نے تم سے شادی کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کو نہیں، مائیکل گارسن کو پسند کیا تھا۔"

"روزینہ بہت گہری ہے۔ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں جو تبدیلی ہوئی، اسے صرف ہم جانتے ہیں لیکن نہیں، اسے بھی معلوم تھا کہ اس کے بال کاٹ کر نئے والی لڑکیاں غلط رپورٹ پیش کر رہی ہیں۔ یہ غلط رپورٹ اس کے حق میں بہتر تھی۔ اس نے یہی رپورٹ ماسٹر کی کے سامنے پیش کی۔ وہ دنیا والوں کے سامنے مائیکل گارسن کو دولہا بنا کر۔۔۔۔۔۔ اپنی خواب گاہ میں لے جانا چاہتی تھی، کسی کو پتا نہ چلتا کہ دراصل وہ فرہاد کو لے گئی ہے۔ اگر حالات کروٹ نہ بدلتے، میں خود کو ظاہر نہ کرتا تب بھی وہ اپنے فیصلے پر قائم رہتی۔"

پرسنل گارڈ نے کہا۔ "اس بحث کے نتیجے میں صرف ایک بات معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ خواب گاہ میں پہنچنے کے بعد زندہ رہ پاؤ گے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں تم لوگوں کے سامنے بیٹھا ہوں، ابھی یقین نہیں ہے کہ میں دوسری سانس میں زندہ رہ پاؤں گا۔ بھلا کون اپنی زندگی کی ضمانت دے سکتا ہے۔"

"کوئی ضمانت نہیں دے سکتا مگر اعتماد سے زندہ رہ سکتا ہے۔"

یادداشت بڑھانے، مطالعہ کرنے اور امتحان دینے کے کارآمد نفسیاتی طریقے۔
ہر شخص کے لیے کارآمد۔ طالب علموں کے لیے بے حد مفید

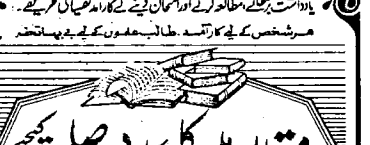

امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے

اُداس آپ بھولنے لگے۔ کہ طرح طرح کی باتیں ہیں جو آپ کو بتانے کی کیا ضرورت ہے
اس کتاب کا مطالعہ کر کے آپ بھول جانے کی عادت سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔

کتاب کے چند عنوانات

- کامیاب مطالعہ کے بے حد نفیس اصول۔
- کن باتوں کے کرنے سے نیند اچٹ جاتی ہے۔
- مطالعہ کرنے کا بہترین وقت۔
- مطالعہ کرنے کا صحیح طریقہ۔
- مطالعہ کے کیا معنی ہیں؟
- مطالعہ کے کیا فوائد ہیں؟
- یادداشت کیسے ترقی دیتے ہیں؟
- دماغی انتشار اور اس کا سدباب۔
- یادداشت کو بڑھانے کے طریقے۔
- آپ کی یادداشت بھی اچھی ہے۔
- یادداشت اور توجہ۔
- ہم بھولتے کیوں ہیں؟
- خود اعتمادی کس طرح پیدا کی جا سکتی ہے؟

قیمت ۱۵ روپے

فوراً منگوائیے

مکتبہ نفسیات بوسٹ بکس نمبر ۹۴۲ کراچی ۱

"اسی اعتماد سے میں خواب گاہ میں پہنچ کر بھی زندہ رہنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ پھر مریم سے بولی۔ "کنیزوں سے کہہ دو، رات کا اندھیرا ہونے سے پہلے مسٹر مزدا کو دولہا کی حیثیت سے تیار کردیں۔ میرے کمرے میں ان کا نیا لباس، لیڈی روزینہ کا پسندیدہ پرفیوم اور اینٹی ڈارک گاگلز موجود ہیں۔ وہ چیزیں یہاں لے آؤ۔"

وہ حکم دے کر دروازے تک گئی۔ وہاں سے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ پھر کہا۔ "یوں تو تمہارے لیے بہت کچھ کرنے کی کوشش کروں گی۔ ابھی تو صرف دعا ہی کررہی ہوں۔"

وہ پلٹ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

☆

یہ یومی کی فطرت کے خلاف تھا کہ وہ ریبی کی رہائش گاہ کے پاس جاتی اور اس کی نگرانی کرتی۔ پتا نہیں ریبی اپنی رہائش گاہ میں کب تک رہتی۔ تمام دن، تمام رات باہر نہ نکلتی۔ یا پھر نکلتی تو جانے کہاں کہاں گھومتی پھرتی۔ یومی کو جاسوس بن کر اس کے پیچھے پیچھے پاگلوں کی طرح گھومنا پڑتا اور وہ پاگلوں کا سا کام نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس نے باس سے رابطہ قائم کرکے ریبی کی رہائش گاہ کا پتا بتایا پھر کہا۔ "اپنے کچھ خفیہ آدمی اس کے پیچھے لگا دو۔ مجھے ہر ایک گھنٹے میں اس کے متعلق رپورٹ ملنی چاہیے۔ وہ کیا کررہی ہے۔ کہاں جارہی ہے اور کن لوگوں سے مل رہی ہے۔" وہ تمام فالتو ذمہ داریاں باس کے آدمیوں پر ڈال کر خود آشرم کی طرف چلی گئی۔

میں نے اس سے کہا تھا، ہماری ملاقات اسی آشرم میں یا بھگوان ہیرا سوامی کے کسی خفیہ اڈے میں ہوگی۔ یہ بات اس کے دل اور دماغ میں نقش ہوگئی تھی۔ میں جس راستے پر اسے مل سکتا تھا، وہ اسی راستے پر چلتے ہوئے آشرم تک پہنچ گئی۔

وہاں عقیدت مندوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ امریکی معاشرے کی بالوں اور دل برداشتہ لڑکیاں اور لڑکے بھگوان ہیرا سوامی کے درشن کرنے آئے تھے۔ بڑے ہال کے باہر لگے ہوئے اسپیکر کے ذریعے اطلاع دی جارہی تھی کہ بھگوان ہیرا سوامی ابھی ابھی ہیلی کاپٹر کے ذریعے تشریف لائے ہیں۔ اب ہال میں پہنچنے والے ہیں۔ لوگ اندر آکر اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔ وہ اسٹیڈیم نما ہال تھا۔ نیچے سے اوپر تک نیم دائرے کی صورت میں کرسیاں سجی ہوئی تھیں۔ تقریباً دو ہزار افراد کی گنجائش تھی لیکن تین ہزار سے زیادہ عقیدت مند بھرے ہوئے تھے۔ جنہیں جگہ نہیں ملی، وہ کھڑے ہوئے تھے۔ سیکڑوں افراد ایسے تھے جنہیں ہال میں قدم رکھنے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ وہ باہر کھڑے ہوئے تھے۔ اپنے دل کو تسلی دے رہے تھے کہ بھگوان ہیرا سوامی کا دیدار نہ سہی، اس کی آواز تو سن سکیں گے۔

آشرم میں داخل ہونے کے لیے چاروں مت چار بڑے بڑے گیٹ بنے ہوئے تھے۔ ان گیٹ کے پیچھے ایک انکوائری کاؤنٹر تھا۔ وہاں آشرم سے متعلق تمام معلومات حاصل کی جاسکتی تھیں۔ یومی نے ایک کاؤنٹر گرل کے پاس جاکر پوچھا۔ "میں بھگوان ہیرا سوامی سے کیسے مل سکتی ہوں؟"

جواب ملا۔ "وہ جس سے خوش ہوتے ہیں اسی سے ملتے ہیں۔"

"وہ کیسے خوش ہوتے ہیں؟"

کاؤنٹر گرل نے ایک چھوٹا سا کارڈ دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ آشرم کا پورا نقشہ ہے۔ تم سات نمبر کمرے میں چلی جاؤ۔ وہاں تمہیں بھگوان کے متعلق تمام باتیں معلوم ہوسکتی ہیں۔"

اسی کاؤنٹر گرل نے سات نمبر کے کمرے پر لال پینسل سے نشان لگایا۔ پھر اسے یومی کو دے دیا۔ یومی نے وہیں کھڑے رہ کر آشرم کے نقشے کی اسٹڈی کی۔ پھر اس کے مطابق سات نمبر کمرے کی طرف جانے لگی۔ وہ کمرہ اسٹیڈیم نما ہال کے پیچھے تھا جہاں ابھی بھگوان ہیرا سوامی پہنچ کر اپنے عقیدت مندوں کے سامنے ایسی تقریر کرنے والا تھا جس سے روح کو تازگی اور جذبات کو آسودگی حاصل ہوتی تھی۔

اس سات نمبر کمرے کے ساتھ ہی ایک خوبصورت سا کمرہ تھا جہاں بھگوان ہیرا سوامی ہیلی کاپٹر سے اترنے کے بعد آکر تھوڑی دیر بیٹھ جاتا تھا پھر اسی کمرے کے پچھلے دروازے سے گزر کر اسٹیڈیم نما ہال کے اسٹیج پر پہنچ جاتا تھا۔ اس کمرے کے بعد جو تیسرا کمرہ تھا وہاں آشرم کا مین سوئچ بورڈ تھا۔ مین سوئچ بورڈ کے علاوہ ایسے چھوٹے چھوٹے سوئچ بورڈ تھے جو آشرم کے ہر کمرے میں بجلی پہنچاتے تھے۔

یومی نے سات نمبر کمرے میں پہنچ کر ایک ادھیڑ عمر کے شخص سے ملاقات کی۔ اس نے یومی کو ایک کرسی پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ وہ ایک بڑی سی میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ دیواروں پر چاروں طرف ریک بنے ہوئے تھے جن میں کتابیں، رسالے اور اخبارات نظر آرہے تھے۔

یومی نے سوال کیا۔ "میں بھگوان ہیرا سوامی سے کیسے مل سکتی ہوں؟"

"کیا تم پہلی بار آشرم میں آئی ہو؟"

"جی ہاں، پہلی بار۔"

"ہال میں جاؤ اور بھگوان کی روح پرور باتیں سنو۔ اگر وہ باتیں تمہارے دل پر اثر کریں گی تو تم ان پر عمل کرو گی۔"

"عمل کرنے کے طریقے کیا ہیں؟"

"اس آشرم میں کسی کو ہتھیار لانے کی اجازت نہیں ہے۔ کوئی یہاں منشیات کا استعمال نہیں کرسکتا۔ شراب، چرس اور کوکین وغیرہ کی ممانعت ہے لیکن عبادت کے دوران اپنی سوچ اور اپنے تمام جذبوں کو صرف بھگوان پر مرکوز کرنے کے لیے لازمی ہے کہ تم بے خودی طاری رہے اور بے خودی طاری رکھنے کے لیے یہاں کو تیار شدہ بھنگ استعمال کی جاسکتی ہے۔ یہاں نفرت سے بھٹکے ہوئے اور معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے لوگ آتے ہیں۔ اس لیے کسی کا دل دکھانا بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اگر یہاں آنے والوں سے ساتھ دل کھول کر محبت کروگی تو یہ محبت عبادت بن جائے گی۔"

"مگر میں بھگوان سے کیسے مل سکتی ہوں؟"

"یہاں برابر آتی رہو۔ یہاں کے آشرم میں رہا کرو۔ اپنے حسن اور حسنِ سلوک سے انسانوں کی خدمت کرو۔ تمہارے حسنِ کارکردگی کی رپورٹ بھگوان ہیرا سوامی کے سامنے پہنچتی رہے گی۔ جب وہ تمہاری کارکردگی سے خوش ہوں گے تو خود ہی اپنے پاس بلائیں گے۔"

"یہ تو بڑا الجھا چکر ہے۔ میں آج اور ابھی بھگوان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے۔"

یومی نے نقشے کا کارڈ اُٹھایا۔ پھر وہاں سے اٹھتے ہوئے بولی۔ "ہمارے اور آپ کے لیے ناممکن ہے، بھگوان کے لیے تو ممکن ہے۔ میں ان سے مل کر رہوں گی۔"

وہ کمرے سے باہر آگئی۔ اب اسپیکر کے ذریعے کسی عورت کی بہت ہی ملائم اور محبت بھری آواز سنائی دے رہی تھی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا، اس اسٹیڈیم نما ہال کے اسٹیج پر بھگوان ہیرا سوامی کے آنے سے پہلے ان کی خاص داسی مائک کے سامنے آتی ہے اور مختصر سی تقریر کرتی ہے۔ اس خاص داسی کو سب عزت، احترام سے ماں نیلما داسی کہتے ہیں۔ اس آشرم میں بھگوان ہیرا سوامی کے متعلق جتنی کتابیں عقیدت مندوں کو پڑھنے کے لیے ملتی تھیں، ان میں ماں نیلما داسی کا ذکر ضرور ہوتا تھا۔ ان کتابوں کو پڑھنے سے پتا چلتا تھا کہ وہ داسی برسہا برس سے بھگوان کے قریب رہتی آئی ہے، وہ کسی روک ٹوک کے بغیر جب چاہے، جہاں چاہے بھگوان سے ملاقات کرسکتی ہے۔ کسی تیسری عورت کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہے۔

یومی اس کارڈ پر بنے ہوئے نقشے کو دیکھتے ہوئے اس کمرے کے سامنے پہنچ گئی جہاں بھگوان ہیرا سوامی اگر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتا تھا۔ پھر ماں نیلما داسی کی تعارفی تقریر کے بعد اسٹیج پر آتا تھا۔ اس کمرے کا دروازہ بند تھا۔ باہر دو وردی میں ملبوس ملازم کھڑے ہوئے تھے۔ وہ صحت مند اور قدآور تھے۔ بالکل باڈی گارڈ لگتے تھے لیکن ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔

یومی نے کہا۔ "دروازہ کھولو۔ میں بھگوان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

ایک باڈی گارڈ نے دونوں ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہا۔ "ہم مجبور ہیں۔ کسی ایک کو بھی ملنے کی اجازت دیں گے تو یہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ آجائیں گے اور بھگوان کو پریشان کریں گے۔"

"میں پریشان نہیں کروں گی۔"

دوسرے باڈی گارڈ نے بھی ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "مس صاحبہ! اس دنیا میں کسی بھی بڑے حکمران تک پہنچنے کے لیے چھوٹے چھوٹے افسروں سے ملنا پڑتا ہے۔ ان کی اجازت اور سفارش کے بغیر حکمران تک رسائی حاصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح بھگوان سے ملنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ان کی نصیحتوں پر عمل کیا جائے۔ اپنی عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا جائے۔ اس کے بعد ہی ملاقات ہوسکتی ہے۔ اس سے پہلے آپ ہمیں مجبور نہ کریں۔ ہم یہ دروازہ کسی صورت میں نہیں کھولیں گے۔"

یومی نے پوچھا۔ "تمہارے پاس دروازہ بند رکھنے اور دوسروں کو داخل ہونے سے روکنے کے لیے کون سی قوت ہے، تمہارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ اگر میں تمہیں پتھر ماروں اور زبردستی دروازہ کھول کر جاؤں تو کیا کرو گے؟"

"آپ ایسی باتیں آشرم میں نہ کریں، یہاں کوئی کسی پر تشدد نہیں کرتا، کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا، کسی کا دل نہیں دکھاتا۔ آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ پولیس والے یہاں آتے ہیں تو ہتھیار آشرم کے باہر اپنی گاڑیوں میں رکھ کر آتے ہیں۔ انھیں بھی یقین ہے کہ یہاں کوئی کسی پر ظلم نہیں کرتا، کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ پھر پولیس والوں کو بھلا ہتھیار کی کیا ضرورت پڑسکتی ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آپ کے قدموں میں گر جائیں گے مگر دروازہ نہیں کھولیں گے۔"

یومی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "واقعی جہاں کے باڈی گارڈ بھی ہتھیار نہ رکھتے ہوں اور کسی کو زبردستی سے روکنے کے لیے قدموں میں گر جاتے ہوں، وہاں کوئی کسی پر تشدد نہیں کرسکتا۔"

وہ آگے بڑھ گئی۔ آشرم میں ہر طرف بڑے بڑے اسپیکر لگے ہوئے تھے جن کے ذریعے ماں نیلما داسی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اب بہت سے لوگوں کی جے جے کار سنائی دینے لگی۔ اسٹیڈیم نما ہال میں بیٹھے ہوئے تمام عقیدت مند بیک آواز کہہ رہے تھے۔ "جے بھگوان ہیرا سوامی، جے بھگوان ہیرا سوامی۔۔۔"

اس کے بعد بھگوان ہیرا سوامی کی بہت ہی نرم اور میٹھی آواز سنائی دی۔ وہ آہستہ آہستہ بڑے ہی اچھے انداز میں تقریر کی ابتدا کررہا تھا۔ نہایت ہی شفقت آمیز اور سنجیدہ لہجے میں ایسی باتیں کررہا تھا جو دلوں پر اثر کرتی ہیں۔

یومی ہاتھ میں پکڑے ہوئے نقشے کو دیکھتے ہوئے اس کمرے میں پہنچ گئی جہاں مین سوئچ لگا ہوا تھا۔ وہ کمرہ خالی تھا، کوئی اسے روکنے والا نہیں تھا۔ آشرم میں جس کسی کا دل جہاں چاہتا تھا، جاسکتا تھا۔ جس کتاب کو اٹھا کر پڑھنا چاہتا، یا لے جانا چاہتا، کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ صرف ہیرا سوامی سے ملنے سے روکا جاتا تھا۔

وہ مین سوئچ کے پاس گئی۔ پھر اسے ہاتھ بڑھا کر آف کر دیا۔ آشرم کے چاروں طرف اور ہال کے اندر گونجنے والی ہیرا سوامی کی آواز ایک دم سے گھٹ کر رہ گئی۔ پوجا نے جیسے گلا گھونٹ دیا تھا۔ ہال میں کتنے ہی عقیدت مند اپنی جگہ سے اٹھ کر کہہ رہے تھے "آواز ہم تک نہیں پہنچ رہی ہے۔"

کتنے ہی کارکن دوڑتے ہوئے اس کمرے میں آئے جہاں مین سوئچ لگا ہوا تھا۔ وہ پوجا کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ پھر انہوں نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ چھت سے ایک رسّی لٹک رہی تھی۔ اس رسّی کے آخری سرے پر جو پھندا بنا ہوا تھا وہ پوجا کے گلے میں تھا۔ وہ مین سوئچ کے پاس کرسی پر کھڑی ہوئی تھی۔ انہیں دیکھ کر کہہ رہی تھی "خبردار! اگر کوئی ادھر آئے گا تو میں پھانسی لگا کر مر جاؤں گی۔"

ایک نے گھبرا کر پوچھا "یہ تم کیا کر رہی ہو؟"

"تمہارے آشرم میں ہتھیار لانا منع ہے اس لیے میں نے خودکشی کا طریقہ نکالا ہے۔"

"مگر تم مرنا کیوں چاہتی ہو؟"

"اس لیے کہ بھگوان سے ملاقات نہیں ہو سکتی شاید مرنے کے بعد ان کے درشن ہو جائیں۔"

"نادان نہ بنو۔ خودکشی کرو گی تو بھگوان ناراض ہوں گے۔"

"زندہ رہوں گی تو ان کی کون سی خوشی حاصل ہو جائے گی؟"

"ہم تمہیں سمجھائے ہیں، پھندا اپنے گلے سے نکال دو۔"

"نہ نکالوں تو کیا کرو گے۔ کیا مجھ پر تشدد کرو گے جبکہ یہاں کسی کو نقصان پہنچانے، کسی کا دل دکھانے کی اجازت نہیں ہے۔ تم لوگ میرے قریب بھی نہیں آ سکتے۔"

یہ بات بھگوان ہیرا سوامی تک پہنچ گئی۔ ہیرا سوامی نے حیرانی سے پوچھا "کون لڑکی ہے۔ کیا اس آشرم سے تعلق رکھتی ہے؟"

ایک کارندے نے کہا "ہمیں اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔ شاید وہ پہلی بار یہاں آئی ہے اور آپ سے ملنے کی ضد کر رہی ہے۔"

"اسے کسی طرح سے سمجھاؤ۔ اس کی ناحق ضد سے ہزاروں عقیدت مند میری باتوں سے محروم ہو جائیں گے۔ مین سوئچ کو آن کیا جائے تاکہ میں اپنی بات اس لڑکی تک پہنچا سکوں۔"

ایک کارندے نے پوجا کے پاس پہنچ کر بھگوان ہیرا سوامی کی بات سنائی۔ اس نے کہا "میں یہاں کھڑی رہ کر بھگوان کی باتیں سن لوں گی لیکن اپنا جواب کیسے سنا سکوں گی۔ میں آخری بار کہہ رہی ہوں، میرے اور بھگوان کے درمیان کوئی پیغام رسانی نہ کرے۔ میں ان سے براہِ راست گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

جب یہ بات ہیرا سوامی کو بتائی گئی تو اس نے اپنے ارد گرد بیٹھے ہوئے ہزاروں عقیدت مندوں کو دیکھا۔ پھر ایک مائیکروفون فراہم کرنے پر اس نے کہا "میرے رنچو! بجلی کی سپلائی میں کوئی خرابی ہو گئی ہے۔ تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو جائے گی، میں پھر تمہارے سامنے آ کر باتیں کروں گا۔ ابھی اجازت چاہتا ہوں۔"

وہ اسٹیج سے اتر کر اپنے خاص کمرے میں آیا پھر پریشان دوسرے دروازے کو دیکھتے ہوئے بولا "لڑکی کو یہاں لے آؤ۔"

تھوڑی دیر بعد ہی پوجا کمرے میں داخل ہوئی۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ کمرے میں کوئی تیسرا نہیں تھا۔ پوجا نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ ہیرا سوامی نے اسے ٹٹولتی ہوئی آنکھوں سے دیکھ کر پوچھا "یہ کیا حرکت تھی؟"

"میں آپ سے ملنا چاہتی تھی۔ انکوائری آفس میں جا کر پتا چلا، آپ سے ملنے کے لیے بڑی ریاضت کرنا ہوگی۔ بہت لگے گا اور میں آج ہی آپ سے ملنا چاہتی تھی۔"

"مجھ سے ملنا ضروری کیوں ہے؟"

"دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ سے عقیدت ہے۔ آپ کو قریب سے دیکھنا چاہتی تھی۔ مجھے یہ فخر حاصل ہو گیا۔ سب کے سامنے سر اٹھا کر کہہ سکتی ہوں کہ میں نے بھگوان سے براہِ راست ملاقات کی ہے۔"

وہ اسی طرح چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا "اور دوسری بات کیا ہے؟"

"میں بہت پریشان ہوں۔ یہاں پناہ لینے آئی ہوں لیکن کسی نشے کو ہاتھ نہیں لگاتی اور نہ ہی کسی کو اپنے قریب دیکھنا پسند کرتی ہوں جبکہ یہاں عبادت اور محبت میں ذہن کو مرکوز کرنے کے لیے بھنگ پینا لازمی ہے۔ یہاں لڑکے اور لڑکیاں بڑی آزادی سے ہیں۔ مجھے یہ باتیں پسند نہیں ہیں۔"

"تمہیں پسند نہیں ہیں اور میرے آشرم میں رہنا بھی ہے؟"

"اس لیے کہ یہاں کوئی ہتھیار لے کر نہیں آ سکتا۔ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

"کیا تمہیں کسی سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے؟"

"ہاں، دو ایک نہیں کئی ہیں۔ میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ محبوب کو اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ کہتے ہیں، وہ زندہ ہے میں ان کے ہاتھ نہ آئی تو اسے ہلاک کر دیا جائے گا۔"

"تم نے اب تک اپنا نام نہیں بتایا۔"

"میرا نام لیوچن ہے۔ میں مانہاٹاؤن کی رہنے والی ہوں۔ میرے محبوب کا نام مائیکل گارسن ہے۔ وہ ہمارے مکان میں کرایہ دار تھا۔ مجھے اس سے محبت ہو گئی۔"

بھگوان ہیرا سوامی آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھ رہا تھا اور پوجا کو توجہ سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا "محبت اچھی چیز ہے مگر دشمنی کیوں ہو رہی ہے۔ مائیکل گارسن میں ایسی کیا بات ہے کہ اسے اغوا کیا گیا؟"

"وہ اچانک ہی دولت مند بن گیا تھا۔ ایک شام نوٹوں سے بھرا بریف کیس لایا۔ اس کے بعد ہم پر تباہی آنے لگی۔ میرا نوجوان بھائی مارا گیا۔ جن لوگوں نے میرے بھائی اور اس کے دوستوں کو قتل کیا، انہوں نے ہم سے وعدہ کیا کہ مائیکل گارسن ان کے کام آئے گا تو ہمارا نوٹوں سے بھرا بریف کیس واپس کر دیا جائے گا۔ میں اور گارسن اس بات کے لیے آمادہ ہو گئے۔ ہمارا وہ بریف کیس واپس کر دیا گیا لیکن ہم موقع پاتے ہی وہاں سے فرار ہو گئے۔ وہ مائیکل کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کر کے اس کی صورت بدلنا چاہتے تھے۔ پتا نہیں اس سے کس طرح کا کام لینا چاہتے تھے۔"

"اچھا، تو تم اپنے محبوب کے ساتھ فرار ہونے میں ناکام رہیں۔"

"ہاں، ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ مائیکل مجھے ایک ہوٹل میں چھوڑ کر کسی کام کے لیے باہر گیا پھر واپس نہیں آیا۔ میں کل سے انتظار کر رہی ہوں۔ آج صبح مجھے ہوٹل میں کسی نے فون کیا۔ کہنے لگا میں ہوٹل سے باہر نکل کر فٹ پاتھ پر ملتی رہوں۔ ایک سرخ رنگ کی کار میرے قریب آ کر رکے گی۔ اس کا پچھلا دروازہ کھلے گا۔ مجھے اس کار میں بیٹھ جانا چاہیے، اگر میں نے ایسا نہیں کیا تو مائیکل کو مار ڈالا جائے گا۔ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ ان کے حکم کی تعمیل کروں گی۔"

ہیرا سوامی نے پوچھا "پھر تم نے تعمیل نہیں کی؟"

"کیسے کرتی؟ ایک تو وہ ان کی گرفت میں آیا تھا، پتا نہیں وہ اس کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ میں مائیکل کی محبت ہوں۔ اس کی کمزوری ہوں۔ وہ میرے ذریعے اس سے اپنا کام نکالنا چاہتے تھے۔ اس لیے ہوٹل کے پچھلے دروازے سے نکل کر ایک ٹیکسی میں یہاں چلی آئی۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ سے ملنے میں کافی عرصہ لگے گا تو میں نے بہت مجبور ہو کر ایسا طریقہ اختیار کیا۔"

"کوئی بات نہیں۔ دشمن بہتیں مجبور کر رہے ہیں۔ تم نے مجھے مجبور کر کے غلطی نہیں کی۔ کیا مائیکل کی تصویر تمہارے پاس ہے؟"

پوجا نے پرس میں سے ایک تصویر نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔ اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ ایک شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے مائیکل کی تصویر دیتے ہوئے کہا "یہ مائیکل گارسن ہے۔ آج رات ڈنر سے پہلے مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں کہاں ہے۔ کن لوگوں نے اسے اغوا کیا ہے اور وہ لوگ اس سے کیا چاہتے ہیں۔"

آنے والا سر جھکا کر واپس چلا گیا۔ ہیرا سوامی نے پوجا کے قریب آ کر اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "میرے قریب آنے کا یہ انداز مجھے بہت پسند آیا ہے۔ جب تک تمہارا مائیکل تمہیں نہیں ملے گا، تم میری مہمان رہو گی۔"

ایک ادھیڑ عمر کی عورت کمرے میں داخل ہوئی۔ اگرچہ وہ عمر میں زیادہ تھی مگر صحت مند اور خوب صورت تھی۔ اس نے گیروے رنگ کی ساری پہنی ہوئی تھی۔ ہیرا سوامی نے کہا "یہ نیلما ہے۔"

پوجا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "میں پہلی بار آشرم میں آئی ہوں لیکن ماں نیلما داسی کا نام بہت سنا ہے۔ سبھی آپ کی عزت کرتے ہیں، میں بھی کرتی ہوں۔"

ماں نیلما داسی نے آگے بڑھ کر بڑے ممتا بھرے انداز میں اسے دیکھا پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی۔ ہیرا سوامی نے کہا۔ "نیلما! یہ لڑکی میری مہمان ہے کسی کو پتا نہ چلے کہ ہم اسے اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں ورنہ دوسرے عقیدت مند بھی اس کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ایسی ہی ضد کریں گے۔ ایسے ہی انداز سے میرے قریب آنے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح میری مشکلات بڑھ جائیں گی۔ تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد آؤں گا۔"

وہ پھر اسٹیج کی طرف جانے لگا۔ اس نے مالا کی دھوتی باندھ رکھی تھی۔ اوپر سے گیروے رنگ کا کرتا پہن لیا تھا جس طرح سردی کے موسم میں شال کو تہ کر کے شانوں پر ڈالا جاتا ہے۔ اسی طرح گیروے رنگ کی ایک چادر اس کے شانوں پر پڑی ہوئی تھی۔ اس چادر پر ہر جگہ چھوٹے چھوٹے حروف میں لکھا ہوا تھا "اوم شانتی، شبھ لابھ، کرم سے دھرم، دھرم سے کرم۔۔۔"

وہ صحت مند اور قد آور تھا۔ چہرے پر کشش تو نہیں تھی البتہ شیطانی رعب اور دبدبہ تھا۔ کوئی اس سے نظریں نہیں ملا سکتا تھا۔ آنکھیں ملتے ہی سر جھک جاتے تھے۔ امریکا جیسے ملک میں گیروے رنگ کی دھوتی نکر تے نے ایک انوکھا پن پیدا کر دیا تھا۔ جوان لڑکے اور لڑکیاں اسے ایسے دیکھتے تھے جیسے کوئی سادھو مہاراج برسوں کی تپسیا کے بعد کسی غار سے نکل کر آئے ہوں۔

وہ کمرے سے جا رہا تھا۔ پچھلا دروازہ کھول کر اسٹیج پر پہنچنا چاہتا تھا، اسی وقت ماں نیلا داسی نے مخاطب کیا "سوامی! ہمارے آنند کی کوئی خبر ہے۔ اسے آج صبح پہنچنا چاہیے تھا؟"

بھگوان ہیرا سوامی نے گھوم کر ماں نیلا داسی کو گھور کر دیکھا پھر سخت لہجے میں کہا "میں نے کتنی بار سمجھایا ہے۔ پیچھے سے آواز نہ دیا کرو۔ وجے آنند کوئی نادان بچہ نہیں ہے۔ صبح نہیں آیا ہے

تو شام کو آجائے گا۔"

وہ دروازے سے گزر کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ نیلما داسی سر جھکائے یوں کھڑی ہوئی تھی جیسے کسی کے خیالوں میں گم ہو۔ اس کے چہرے پر تناؤ کا نقد تھا۔ اسے دیکھتے ہی یوں لگتا تھا جیسے کسی محبت کرنے والی ماں کو دیکھ رہے ہوں۔ پوجی نے مخاطب کیا مدہ خیالات سے چونک گئی۔ ایسے دیکھنے لگی جیسے اب تک تنہا رہی ہو۔

اس نے پوچھا "بیٹی! تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں پوچھ رہی ہوں، یہ وجے آنند کون ہے؟"

وہ خوش ہو کر بولی "میرا بیٹا ہے۔ میرا بہت ہی پیارا بیٹا ہے۔ باتیں برس کا ہو گیا ہے مگر بالکل بچہ ہے، مجھ سے ابھی تک ویسا ہی لاڈ پیار کرتا ہے جیسے میری گود میں کھیل رہا ہو۔ مجھے نیویارک کا ماحول پسند نہیں ہے۔ اس لیے ہم نے اسے کینیڈا کے میڈیکل ہاسٹل میں رکھا ہے۔ دو برس کے بعد وہ ایک قابل ڈاکٹر بن جائے گا، میں اس کے لیے بہت بڑا اسپتال تعمیر کرا رہی ہوں کہ وہ دیکھنے کے قابل ہے۔ اسے اپنے دیس بھارت سے بہت محبت ہے۔ وہ کہتا ہے، وہیں پریکٹس کرے گا۔ میں نے سمجھایا ہے، پہلے امریکا میں چند سالوں تک پریکٹس کرتا رہے۔ پھر یہاں سے اپنے دیس چلے گا تو بڑی قدر ہوگی کیونکہ ہمارے ہاں ولیسی ڈاکٹروں کو سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے۔ دیسی ڈاکٹروں کو گھر کی مرغی دال برابر سمجھا جاتا ہے۔"

وہ اپنے بیٹے کی تعریف میں بول رہی تھی۔ بولتی ہی جا رہی تھی۔ تھکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ آخر بتایا تھا۔ اس کا جی چاہتا تھا، وہ دن رات اس کی تعریفیں کرتی رہے۔ دنیا تسلیم کر لے کہ بس یہ ایک ہی ماں ہے۔ ایک ہی بیٹا آج تک ایسا جنم دیا گیا ہے جس کے سامنے کسی اور کی تعریف نہیں کی جا سکتی۔ ویسے دنیا کی ہر ماں اپنی اولاد کو سب سے اہم اور افضل سمجھتی ہے۔

پوجی اسے دیکھتی جا رہی تھی۔ اس کی باتیں سن کر مسکراتی جا رہی تھی۔ وہ اپنے بیٹے کا ذکر کرتے کرتے چونک گئی۔ پھر بولی "مجھے معاف کرنا۔ میں جانے کیا بولتی جا رہی ہوں۔ اب ہمیں چلنا چاہیے سوامی جی تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔"

وہ نیلما داسی کے ساتھ کمرے سے باہر آئی۔ آشرم کے کارندے ان کے آگے پیچھے ہو کر چلنے لگے۔ پوجی نے کہا "ماں جی، میں کچھ عرصے ہندوستان اور برما میں رہ چکی ہوں مجھے پتا ہے، کسی کرم دھرم اور بڑے گیان والے شخص کو سوامی کہتے ہیں۔ لیکن عورتیں اپنے شوہر کو سوامی کہتی ہیں۔ کیا بھگوان ہیرا سوامی آپ کے شوہر ہیں؟"

وہ چلتے چلتے ذرا ٹھٹک گئی۔ پھر آگے بڑھتے ہوئے بولی "نہ نہیں تو۔ وہ بھلا شوہر کیسے ہو سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں ہو سکتے۔؟"

"وہ برہمچاری ہیں۔ سادھو ہیں۔ وہ بیوی بچے اور گھر گرہستی سے دور رہتے ہیں۔ اس سنسار کے تمام لوگوں کو اپنی اولاد سمجھتے ہیں۔"

وہ آشرم چوکر ایک مربع میل تک پھیلا ہوا تھا۔ اس لیے چھوٹی ریلوے لائن کی طرح پٹڑیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ان پر چھوٹی چھوٹی ٹرالیاں چلتی تھیں۔ وہاں کے کارندے اس پر بیٹھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتے تھے۔ پوجی اور نیلما داسی ایک ٹرالی پر بیٹھ کر اس میدانی حصے میں پہنچ گئیں جہاں ایک ہیلی کاپٹر موجود تھا، وہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر پچھلی سیٹ پر آگئیں۔ آدھ گھنٹے کے بعد بھگوان ہیرا سوامی اپنے کارندوں کے ہجوم میں وہاں آیا۔ اس نے ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچ کر پوجی پر ایک نظر ڈالی پھر اپنی سیٹ پر بیٹھ کر پائلٹ سے کہا "ہم شنکا گو جا رہے ہیں۔"

ماں نیلما داسی نے چونک کر پوچھا "ہم شنکا گو کیوں جا رہے ہیں؟"

اس نے پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر کہا "میں نے کتنی بار سمجھایا ہے، پیچھے سے کوئی سوال نہ کرو۔ میں نے آنند کے پاس خبر بھیج دی ہے۔ وہ شنکا گو پہنچنے والا ہے۔"

ماں نیلما داسی مطمئن ہو گئی۔ ہیلی کاپٹر پرواز کرنے لگا۔ میں نے پوجی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم بندوق کی گولی کی طرح چشم زدن میں کہیں بھی پہنچ جاتی ہو۔ آخر اتنی جلدی بھگوان ہیرا سوامی تک کیسے پہنچ گئیں؟"

اس نے پوچھا "کیا ابھی میرے پاس آئے ہو؟"

"ہاں، اسی لیے تو پوچھ رہا ہوں۔"

"فرہاد، تم جنم میں ملنے کا وعدہ کرو تو وہاں بھی تیز رفتار سے پہنچ جاؤں گی۔ بس اپنا وعدہ یاد رکھو۔ میں بھگوان ہیرا سوامی کے خفیہ اڈوں تک پہنچ کر رہوں گی اور تم وہاں مجھ سے ملو گے۔"

"انشاء اللہ، ضرور ملاقات ہوگی، یہ بتاؤ، تمہیں رینی کا اغوا کرنے کے لیے کہا تھا۔ تم آشرم کیسے پہنچ گئیں؟"

اس نے بتانا شروع کیا تھا۔ میں نے کہا "ابھی ٹھہر جاؤ، دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔ تم شنکا گو پہنچو، میں آرہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا تم شنکا گو میں ملو گے؟"

"اتنی جلدی کیسے آسکتا ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے آؤں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ شام کے چھ بج چکے تھے۔ باہر اندھیرا پھیل رہا ہوگا۔ رہائش گاہ کے اندر قمقمے روشن ہو چکے تھے۔ میں نے قد آور آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر خود کو دیکھا۔ میں جسم پر آف وہائٹ سوٹ تھا۔ اس کے ساتھ گہرے سرخ رنگ کی ٹائی سے بندھی ہوئی تھی۔ یہ لیڈی روزینہ کے دولہا کا مخصوص لباس تھا۔ لیڈی کے پسندیدہ پرفیوم کی خوشبو میرے لباس سے اٹھ رہی تھی۔ پاؤں میں ربڑ سول کے جوتے تھے۔ میں خود کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ آخر سونیا کب تک خاموش اور پراسرار بنی رہے گی۔ ایسا بھی تو ہو سکتا تھا کہ وہ خدانخواستہ کسی مصیبت میں پھنس گئی ہو۔ مجھے خطرے کا سگنل نہ دے سکتی ہو۔ میں ایسے میں اس کا انتظار ہی کرتا رہ جاؤں گا اور لیڈی روزینہ کے دیکھے ان دیکھے جال میں اس طرح پھنس جاؤں گا کہ نکلنا محال ہو جائے گا۔

ایک کینیز ٹرالیوں میں ٹرے اٹھائے میرے پاس آئی۔ اس ٹرے میں مشروب سے بھرا گلاس رکھا ہوا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے پرسنل گارڈ سے پوچھا "کیا مجھے یہ مشروب پینا چاہیے جو ایک کینیز لے کر آئی ہے؟"

"پی سکتے ہو۔ میں نے ہی بھیجا ہے۔"

مجھے پیاس لگ رہی تھی۔ میں نے گلاس اٹھا کر پینا شروع کیا۔ قد آدم آئینے کے سامنے ایک چاندی کی طشتری پر رومال رکھا ہوا تھا۔ میرے لیے یہاں جو بھی چیز آتی تھی، وہ چاندی کی ٹرے یا پلیٹوں میں رکھی ہوتی تھی۔ میں نے پینے کے بعد گلاس کو ایک طرف رکھا۔ پھر رومال اٹھا کر منہ پونچھنا چاہتا تھا۔ مجھے کچھ محسوس ہوا، میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اندر ایک کاغذ کی پرچی تھی۔ دل بے اختیار دھڑکنے لگا۔ دماغ نے فوراً کہا۔ سونیا کا پیغام ہے یا خطرے کا سگنل۔ میں نے اس پرچی کو رومال کے اندر سے نکالا۔ اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ وہ سونیا کی تحریر تھی، اس نے لکھا تھا۔

"اللہ نے چاہا تو تم شادیاں کرتے کرتے گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں نمایاں مقام حاصل کر لو گے۔ بائی دی وے میں تم سے دور نہیں ہوں۔"

بس اتنا ہی لکھا تھا۔ گلاس میں تھوڑا سا مشروب رہ گیا تھا۔ میں نے اس پرچی کو اس میں ڈبو دیا تاکہ کاغذ اچھی طرح بھیگ جائے اور تحریر مٹ جائے۔ یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ میرے آس پاس موجود ہے لیکن اس نے خود کو پراسرار بنا کر اچھا نہیں کیا۔ مجھ میں تجسس پیدا کر دیا۔ پہلے اسے اتنا یاد نہیں کرتا تھا جتنا اب اس کے متعلق سوچتا رہتا تھا۔ وہ کہاں ہوگی، کیا کر رہی ہوگی، میرے پاس آتی ہے تو پتا نہیں چلتا۔ جانے کے بعد میرے احساسات میں خوشبو کی طرح رچی بسی رہتی ہے۔

میرے کمرے میں کتنی ہی کینیزیں آگئیں۔ وہ ایک جیسا آسمانی رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھیں۔ خوب سجی بنی ہوئی تھیں۔ ان کے ساتھ پرسنل گارڈ اور مریم بھی تھیں۔ مریم نے کہا "یہ سب تمہاری برات میں جانے کے لیے ساتھ آئی ہیں۔"

پرسنل گارڈ نے کہا "ہمیں چلنا چاہیے۔ لیڈی روزینہ انتظار کر رہی ہیں۔"

میں کمرے سے نکل کر باہر آیا۔ تمام کینیزیں میرے اطراف قطار میں کھڑی ہو گئیں۔ جیسے سُروں میں گنگنا نے لگیں وہ گنگناہٹ گیت میں بدل رہی تھی اور وہ گیت یقیناً ترکی زبان کا ہوگا۔ میں ان کے درمیان رہائش گاہ کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ایک ایسے کمرے میں پہنچا جو ہال نما تھا لیکن اندر تاریکی تھی۔ میرے ساتھ آنے والیوں نے اپنی اپنی آنکھوں پر انیٹی ڈارک گاگلز چڑھا لیے۔ ایک چاندی کی طشتری میں ایسا ہی ایک گاگلز پیش کیا گیا۔ میں نے اسے پہن لیا۔ اندر قدم رکھا تو اوں کی طرح تاریکی میں سب کچھ نظر آنے لگا۔ میں اپنی زندگی میں عجیب و غریب حالات سے گزرتا رہا ہوں۔ موجودہ سچویشن بھی عجیب سی تھی۔ یوں تو دلہن رات کی تاریکی میں ہی اچھی لگتی ہے لیکن گہری تاریکی میں شادی ہوگی، یہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ ہماری دنیا میں شاید ہی کوئی ایسی عجیب و غریب دلہن ہو۔

ایسی ہی باتوں کو، ایسے ہی واقعات کو عجیب و غریب کہا جاتا ہے جو ہماری دنیا میں نہیں ہوتے مگر غیر متوقع طور پر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اس تاریک ہال میں بچھی ہوئی کرسیوں پر کتنی ہی لڑکیاں

علمی و ادبی حیرت انگیز اور بے حد کارآمد کتاب
ٹیلی پیتھی اور مستقبل بینی
ایک کتاب میں دو کتابیں
اپنا پیغام دوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور ان کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ
قیمت -/۱۲ روپے

بیٹھی ہوئی تھیں، کہتے ہی مرد بھی تھے چونکہ اس فارم کی مالکہ شادی کررہی تھی اس لیے کچھ مردوں کو آنے کی اجازت مل گئی تھی۔ ہال کے اندر داخل ہوتے ہی لیڈی روزینہ نظر آئی، وہ ہال کے پاس ہی منتظر تھی۔ وہ میرے شانہ بشانہ کینٹروں کے درمیان چلنے لگی۔ ہم ہال کے آخری سرے میں ایک بڑی سی میز کے پاس پہنچے۔ میز کے دوسری طرف میرج کورٹ کا ایک جج بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ہمیں دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ زیرلب بڑبڑانے لگا۔ شاید ہمارے لیے دعا پڑھ رہا تھا، یوں بھی ایک عورت کی تحویل میں جانے والا شخص دعا ہی کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ زیرلب کچھ پڑھتا ہوا میز کے دوسری طرف سے گھومتا ہوا ہمارے سامنے آیا۔ پھر میرے ہاتھ میں لیڈی روزینہ کا ہاتھ رکھ کر رسمی باتیں کرنے لگا یعنی ہم سے پوچھنے لگا۔ کیا ہم ہوش وحواس میں وہ کرایک دوسرے کو قبول کررہے ہیں اور کیا ہم زندگی بھر ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے شریک رہیں گے؟

لیڈی روزینہ نے اپنی زبان میں اور میں نے اپنی زبان میں حامی بھری۔ اس نے کہا "اب ایک دوسرے کو شادی کی انگوٹھی پہنائی جائے۔"

ایک چاندی کی طشتری میں دو انگوٹھیاں لائی گئیں۔ میں نے ایک انگوٹھی روزینہ کو پہنائی، دوسری انگوٹھی اس نے مجھے پہنائی۔ تب ہمیں مبارک باد دینے لگے۔ وہ دلہن کے سفید ریشمی لباس میں تھی۔ چہرے پر سفید باریک سا نقاب پڑا ہوا تھا، اس نقاب کے پیچھے سے اس کا حسن ایسے جھلک رہا تھا جیسے شیشے کے جام سے شراب چھلک رہی ہو۔

پرسنل گارڈ ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی تھی، اس نے کہا "آپ میرے ساتھ آئیں۔"

لیڈی روزینہ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ میں اس کے ساتھ پرسنل گارڈ کے پیچھے چلنے لگا۔ کنیزیں ہمارے آس پاس تھیں۔ ہال سے نکلنے سے پہلے ہی باہر گھی بتیاں بجھادی گئی تھیں کیونکہ لیڈی ہمارے ساتھ تھی۔ ہم مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے اس خواب گاہ کے سامنے پہنچ گئے جو میرے لیے زندگی کا آخری دروازہ تھی۔ مجھ سے پہلے جو یہاں سے گزر گیا تھا، زندگی کی طرف لوٹ کر نہیں آیا تھا۔

تمام کنیزیں رک گئی تھیں۔ ہمارے آگے چلنے والی پرسنل گارڈ ایک طرف ہٹ گئی تھی۔ میں نے اسے اور مریم کو دیکھا۔ وہ دونوں ہی میرے لیے پریشان تھیں۔ لیڈی روزینہ نے میرے ہاتھ کو ذرا مضبوطی سے تھام لیا۔ پھر مجھے لے کر آگے بڑھتے ہوئے دروازے کے پاس پہنچی، اسے چابی سے کھولا۔ اس نے اب تک میرے ہاتھ کو یوں تھام رکھا تھا جیسے چھوڑتے ہی بھاگ جاؤں گا۔ ہم کھلے ہوئے دروازے سے باہر آئے، پلٹ کر باہر کھڑی ہوئی کنیزوں کو، پرسنل گارڈ اور مریم کو دیکھا۔ لیڈی روزینہ نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا پھر دروازے کو بند کردیا۔ چابی لگا کر اسے مقفل بھی کردیا۔

خواب گاہ میں بھی تاریکی تھی مگر سب کچھ نظر آرہا تھا، وہ خوبصورتی سے سجائی ہوئی خواب گاہ تھی۔ دیواروں پر فریبی بڑی خوبصورت تصویریں ایسی تھیں جو نئے دولہا اور نئی نویلی دلہن کو بڑی وضاحت سے آداب بے ادبی سکھاتی تھیں۔ وہ سفید نقاب کے پیچھے سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ نیم تاریکی میں اس کی آنکھیں یوں چمک رہی تھیں جیسے بنی اپنے شکار کو تک رہی ہو۔

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ اپنی زبان میں کچھ کہنے لگی۔ اس کے بعد ریسیور کو رکھ دیا۔ میں نے دیکھا۔ ریسیور رکھتے ہی دروازوں اور کھڑکیوں پر مخفی خفی روشنیاں جلتی بجھتی ہوئی ایک سمت یوں چل رہی تھیں جیسے بجلی کی رَو دوڑ رہی ہو۔ میں سمجھ گیا، میرے باہر نکلنے کا راستہ بند کردیا گیا ہے۔

میں اس دلہن کی طرف بڑھنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے ایک میز پر رکھے ہوئے کیسٹ ریکارڈ کو آن کیا۔ ایک نسوانی آواز سنائی دی "سوری فرہاد! میں ذرا باتھ روم جارہی ہوں۔ تم اطمینان سے میٹھے کر خیال خوانی کرسکتے ہو۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ایک دروازے کے پاس گئی۔ پھر اسے کھول کر دوسری طرف پہنچ گئی۔ نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ دروازہ بند ہوگیا۔

میں نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا، وہاں ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ خطرہ محسوس ہوتا، کوئی ڈراؤنا پن نہیں تھا جس سے خوفناک تجسس قائم ہوتا۔ وہ تو ایک عام سی خواب گاہ تھی۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ دروازے کی طرف دیکھا۔ پتا نہیں وہ کب باتھ روم سے آنے والی تھی۔ میں نے سوچا۔ صرف چند سیکنڈ کے لیے پوپی کی خبر لوں گا اور واپس آجاؤں گا یہ سوچتے ہی میں اس کے پاس آگیا۔

کوئی سانپ کے بل میں ہاتھ ڈال کر سلامت نہیں رہ سکتا، پوپی اگرچہ سلامت تھی مگر سلامتی خطرے میں تھی۔ وہ شکاگو کی ایک عالیشان عمارت میں پہنچ گئی تھی جو بھگوان ہیراسوامی کی ملکیت تھی۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ ہیراسوامی سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اسی وقت چار خیم شیم قسم کے افراد کمرے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے پوپی کو دونوں طرف سے جکڑ لیا۔ ہیراسوامی نے اسے طنزیہ انداز میں مسکرا کر دیکھا۔ آگے بڑھتے ہوئے ایک دروازے کے پاس گیا۔ اسے کھولتے ہوئے کہا "اس لڑکی کو اٹال میں لے جاؤ۔"

ماں نیلما داسی نے حیرانی سے پوچھا "سوامی! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

وہ پھر بگڑ کر بولا "میں نے ہزار بار سمجھایا ہے، پیچھے سے مخاطب نہ کیا کرو، اپنے کام سے کام رکھو۔"

وہ لوگ پوپی کو پکڑ کر اسی ہال میں لے گئے۔ ہیراسوامی بھی اندر آیا۔ پھر دروازے کو بند کرتے ہوئے بولا "اچھا تو تم یوچن ہو۔"

پوپی چاہتی تو ذرا سی جدوجہد کے بعد ان چاروں کو ڈھیر دکھا سکتی تھی لیکن یہ دانشمندی نہ ہوتی۔ وہ دشمن کے ایک اڈے میں تھی، وہاں جانے کتنے لوگ مسلح ہوں گے۔ اس نے کہا "میں یوچن ہوں لیکن آپ بھگوان ہیں یا نہیں؟"

"میرے بھگوان ہونے میں کیا شبہ ہے؟"

"یہی کہ آپ کے آشرم میں کوئی کسی پر تشدد نہیں کرتا۔"

وہ گمبھیر لہجے میں بولا "لڑکی یہ آشرم ہے۔"

وہ ایک زینے پر چڑھتا ہوا اس ہال کی لابی پر پہنچ گیا، کہنے لگا۔ "تمہارا مائیکل گارسن کو ڈھونڈنے میرے آشرم میں آئی تھیں۔ یہ ان سنتے ہی میں تمہیں اس کا پتا بتا سکتا تھا۔ دو دن پہلے ہی مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ وہ لیڈی روزینہ کے فارم میں ہے۔ کل رات کو انکشاف ہوا کہ وہ مائیکل نہیں، فرہاد ہے، اس نے ہمارے ایک ماسٹر کی کو مرنے پر مجبور کردیا۔"

پوپی نے کہا "آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔ میں اپنے محبوب کی تلاش میں ہوں۔"

"مائیکل گارسن جیسے ہیرو پیسے کو تلاش کرنے والی محبوبہ بھی یوچن کے روپ میں کوئی اور ہوسکتی ہے۔ مجھے یقین کی حد تک شبہ ہے۔ اگر لیڈی روزینہ کے فارم میں فرہاد ہے تو میرے سامنے سونیا کھڑی ہے۔"

"میں اپنی ذات میں مکمل یوچن ہوں۔ کسی ہیرو پیسے مائیکل گارسن کو نہیں جانتی۔"

بھگوان ہیراسوامی نے کہا "ہے راما! ہے کرشنا! اس سنسار میں کیسے کیسے پاکھنڈی اور مکار رہتے ہیں۔ نقلی بن کر اصل کا دعویٰ کرتے ہیں۔ میں بھگوان ہوں، میرے سامنے اصل اور نقل، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجاتے ہیں۔"

اس نے ایک ہاتھ کو اٹھایا۔ دوبارہ چٹکی بجائی، اس کے ساتھ ہی اس کے پیچھے سے ایک لڑکی اور ایک نوجوان مرد آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آئے اور اس کے اطراف کھڑے ہوگئے۔ ان کے چہروں پر گاندھی نقاب تھا۔ بھگوان ہیراسوامی نے حکم دیا "اپنے نقاب اتار دو۔"

انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اپنے چہرے سے نقاب اٹھایا تو پوپی ایک دم سے چونک گئی۔ اس کے سامنے یوچن اور مائیکل گارسن کھڑے ہوئے تھے۔ ہیراسوامی ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا "بھگوان سے جھوٹ چھپ نہیں سکتا۔ یہ اصل ہیں اور تم نقل ہو۔ تم خود ظاہر ہوجاؤ تو بہتر ہے ورنہ تمہیں بے نقاب کرنے کے لیے ایسی ایسی ورندگی کا مظاہرہ کیا جائے گا کہ فرہاد کی فیملی بھی تمہیں بچا نہیں سکے گی۔"

اس سے آگے میں کچھ سن نہ سکا۔ میری خیال خوانی کا رشتہ ختم ہوگیا۔ مجھے لیڈی روزینہ کی چیخ سنائی دی تھی۔ میں نے چونک کر باتھ روم کے دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر تیزی سے دوڑتا ہوا وہاں پہنچ کر آواز دی "روزینہ! روزینہ! کیا بات ہے؟ روزینہ! دروازہ کھولو۔"

میں نے دروازے پر دستک دی وہ دستک کے بوجھ سے کھلتا چلا گیا۔ میں نے اندر پہنچ کر دیکھا، وہ نہیں تھی۔ وہ باتھ روم بھی نہیں تھا۔ قریب ہی ایک زینہ نیچے کی طرف چلا گیا تھا یعنی یہ تہ خانے میں جانے والا زینہ تھا۔ ایک کھٹکا کے کی آواز سن کر میں نے دروازے کی طرف دیکھا، وہ بند ہوگیا تھا۔ میں پلٹ کر اس کے قریب گیا پھر اس کے ہینڈل کو باہر کھولنے کی کوشش کی۔ وہ مقفل ہوچکا تھا۔ میں نے کئی بار اس کے ہینڈل کو جھنجوڑ ڈالا۔ اسے کھینچ کھینچ کر دروازے کو کھولنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی یعنی اب خواب گاہ میں بھی جانے کا راستہ نہیں تھا میں نے آگے زینے کے اوپری حصے پر کھڑے ہوکر دیکھا۔ دور تک زینہ چلا گیا تھا۔ اس

دنیا کے مشہور ادیب شکیل انجم کی مقبول ترین کتابیں

آئندہ ماہ کے ناول

کرنل پرویز میر مرحوم

بین الاقوامی ساز شوں پر مبنی سنسنی خیز جاسوسی ناول

پُراسرار لاشیں

کیا لاشیں پکار سکتی ہیں۔ جی ہاں! لاشیں پکار رہی تھیں۔ اس عمارت میں زبردست دھماکہ ہوا اور ہر طرف تباہی پھیل گئی۔ سنسنی خیز واقعات کی ایک ایسی داستان جسے پڑھنا شروع کرنے کے بعد آپ اسے ختم کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔

کرنل پرویز میر مرحوم

خوف و دہشت میں ڈوبی ہوئی ہوش ربا داستان

جہنم کی بلائیں

فیصل، ندیم اور سندھ بھائی جہنم کی بلاؤں کے نرغے میں پھنس گئے۔ اس ویران جزیرے پر ایک بہت بڑا تہ خانہ برآمد ہوا اور سندھ بھائی کو اپنی ظالم ماں کا راز کھل گیا۔ سندھ بھائی کی اس شرمناک بات کو جان کر ہر قاری ہکا بکا رہ گیا۔ ایک ہوشربا داستان جسے پڑھنا شروع کرنے کے بعد آپ اسے ختم کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔

قیمت فی کتاب ۱۲۰ روپے

قابلِ سپلائی ہیں

قابلِ سپلائی ہیں

مزاح، سسپنس اور جاسوسی سے بھرپور

مسٹر چکرم

وہ عجیب شخص تھا جو سر کے بل کھڑا ہو کر کتے کی طرح بھونکتا تھا۔ قابلِ بھی اس سے خوفزدہ تھے اور سنسنی خیز، ایکشن سے بھرپور شیطانی ہوا کی کارستانیوں کی داستان۔ ہر قاری ہکا بکا رہ گیا۔ سنسنی خیز، ایکشن سے بھرپور شیطانی ہوا کی کارستانیوں کی داستان۔ ہر قاری ہکا بکا رہ گیا۔

قدم قدم پر چونکا دینے والا ناول

تیسرا روپ

اس کے تین روپ تھے اور تینوں ایک دوسرے سے مختلف۔ لاسنسنی خیز۔ ایکشن سے بھرپور شیطانی ہوا کی کارستانیوں کی داستان۔ ہر قاری ہکا بکا رہ گیا۔

نوٹ: ڈاکٹر ایم اے راحت کی کتاب "پوسٹ بکس ۹۹۹" کراچی ۱۱ کا نام

کتابیں ملنے کا پتا: پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۹۹۹ کراچی ۱۱

کے بعد کیا تھا کچھ نظر نہیں آیا۔ کیونکہ تہ خانے کا فرش دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں نے آواز دی۔ "روزینہ تم کہاں ہو؟"

مجھے اس کی کراہیں سنائی دیں۔ وہ اپنی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ میں سمجھ تو نہیں سکا لیکن کراہوں سے بات سمجھ میں آئی کہ وہ تکلیف میں مبتلا ہے میں محتاط انداز میں زینے سے اترتا ہوا نیچے جانے لگا۔ روشنی کا اچھا خاصا انتظام تھا۔ شاید لیڈی روزینہ روشنی کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتے ہوئے کراہ رہی ہوگی۔

میں تہ خانے کے فرش پر پہنچ گیا۔ وہاں مجھے ایک بڑا سا کمرہ دکھائی دیا۔ کمرے کے وسط میں ایک پلنگ بچھا ہوا تھا۔ بستر پر لیڈی روزینہ برائے نام لباس میں تھی۔ اس کے جسم سے کتنے ہی سانپ لپٹے ہوئے تھے۔ وہ دہشت زدہ نہیں تھی، نہ ہی کسی تکلیف میں مبتلا تھی۔ وہ تو لطف حاصل کر رہی تھی اور ان سانپوں کے جسم پر رینگنے سے خوشی محسوس کرتے ہوئے کراہنے کے انداز میں منہ سے آوازیں نکال رہی تھی۔

اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد!"

میں نے چونک کر دیکھا۔ پلنگ کے قریب رکھے ہوئے کیسٹ ریکارڈر سے آواز آ رہی تھی۔ "یہ ہمارے سہاگ کا کمرہ ہے اور آج ہماری سہاگ رات ہے۔ ان دیواروں سے لگے ہوئے لوگوں کو دیکھو۔ یہ زندہ نظر آئیں گے لیکن مردہ ہیں۔"

میں زینے کے نچلے حصے میں کھڑا ہوا وہیں سے نظریں دوڑا رہا تھا۔ وہاں مجھے دس افراد نظر آئے۔ وہ سب ایک دوسرے سے دور دیواروں سے لگے کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ سامنے بندھے ہوئے تھے جیسے وہ لیڈی روزینہ کے سامنے ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑے ہوں۔ کیسٹ ریکارڈر سے جو نسوانی آواز سنائی دے رہی تھی، میں نے اس کے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی مگر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکا۔ وہ بولنے والی اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئی تھی۔

کیسٹ ریکارڈر سے اس کی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے خود لیڈی روزینہ بول رہی ہو۔ "دیکھو ان لوگوں کو دیکھو۔ یہ میرے سابقہ شوہر ہیں جو مجھے پسند آ جاتے ہیں انہیں یہاں لے آتی ہوں مگر مجھے مردوں سے نہیں، سانپوں سے محبت ہے۔ میں ان سے کہتی رہی اگر مجھ سے محبت ہے، مجھے حاصل کرنا چاہتے ہو تو میرے جسم سے تمام سانپ نوچ کر پھینک دو۔ اپنی مردانگی کا ثبوت دو، پھر مجھے حاصل کر لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا مگر مردانگی کا ثبوت دیتے دیتے اس حال کو پہنچ گئے۔ میں نے ان کی لاشوں کو مختلف ادویات کے مرکبات سے محفوظ کر لیا۔ ان میں تمہارا بھی اضافہ ہو جائے گا۔"

وہ بڑے اعتماد سے کہہ رہی تھی کیونکہ میری واپسی کا راستہ بند ہو چکا تھا۔ میں اگر باتھ روم کا دروازہ توڑ کر جاتا تو دروازے پر بجلی کی رو دوڑ رہی تھی، وہاں میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"فرہاد علی تیمور! اچھی طرح سوچ لو۔ تمہاری واپسی ممکن نہیں ہے۔ زندہ رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ ان سانپوں کو میرے جسم سے الگ کر دو، انہیں کھلی ڈلو، پھر میں ہمیشہ کے لیے تمہاری ہو جاؤں گی، تمہارے لیے زندگی کا راستہ بھی کھل جائے گا اور یہ دنیا پہلے کی طرح ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمہاری ہوگی۔"

میں نے اس کے خوبصورت جسم سے لپٹے ہوئے سانپوں کو دیکھا پھر ایک قدم آگے بڑھ کر رک گیا۔ چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ کسی ایسی چیز کی تلاش تھی جس کے ذریعے دور ہی دور رہ کر سانپوں کو اس سے الگ کر سکوں۔ اچانک میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔ یوں لگا جیسے جسم میں انگارے بھر گئے ہوں۔ میں نے ایک دم سے پیچھے ہٹ کر دیکھا۔ جانے کہاں سے ایک سانپ میرے قدموں کے پاس چلا آیا تھا اور اس نے مجھے ڈس لیا تھا۔ میں ایک دم سے چکرا گیا، لڑکھڑا کر گرتے گرتے ایک دیوار کا سہارا لے کر سنبھل گیا۔ میں گرنا نہیں چاہتا تھا، میں مرنا نہیں چاہتا تھا مگر انگارے جسم میں لہو کی طرح دوڑ رہے تھے۔ زہر تیزی سے پھیل رہا تھا۔ میں اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا۔ آہستہ آہستہ دیوار کے سہارے کو چھوڑ کر فرش پر گر پڑا۔

میں گرنا نہیں چاہتا تھا مگر گر چکا تھا۔ اب مرنا نہیں چاہتا تھا مگر سانپ کے زہر سے کوئی بچا نہیں سکتا تھا۔ میرا سر چکرا رہا تھا۔ در و دیوار گھوم رہے تھے۔ آنکھوں کے سامنے روشنی بجھ رہی تھی، اندھیرا چھا رہا تھا۔ زندگی بہر آہستہ آہستہ موت کی تاریکی غالب آ رہی تھی۔ ایسے ہی وقت میں نے اس ڈوبتی ہوئی روشنی میں منجالی کو دیکھا۔

منجالی! میری محبوبہ! تم اس دنیا میں نہیں رہیں۔ پھر کہاں سے چلی آئی ہو؟

کیا تم سونیا ہو؟

نہیں، وہ سونیا نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ وہ میرے قدموں میں جھک گئی تھی۔ جہاں سانپ نے ڈس لیا تھا وہاں اپنے ہونٹ رکھ دیے تھے اور زہر چوس رہی تھی۔ یہ ہنر سونیا کو نہیں آتا۔ صرف منجالی کو آتا تھا۔

لیکن پھر بھی وہ منجالی نہیں تھی۔ اگرچہ میرا ذہن ڈوب رہا تھا پھر بھی اس حد تک سوچنے کے قابل تھا کہ میں تصور بھی منجالی کو دیکھ رہا ہوں اور تصور ہی میں وہ میرے جسم سے زہر کو چوس رہی ہے۔

یا خدا! یہ کیا ماجرا ہے؟

اتنا یاد ہے کہ سانپ نے ڈس لیا تھا۔ میں اس کے بعد ایک آدھ منٹ تک بمشکل ہوش میں رہا۔ پھر ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔ گویا میں عارضی طور پر گم ہو گیا۔ مجھے اپنے وجود کا احساس نہ رہا۔ میں ایسی حالت میں ایک دشمن عورت کے رحم و کرم پر تھا۔ وہ میری گردن اتار سکتی تھی۔ میری ٹیل پیتھی جاننے والی کھوپڑی پر ٹھوکریں مار سکتی تھی اور شاید وہ ایسا کر رہی ہو۔ کیا ہم مرنے کے بعد یہ جان سکتے ہیں کہ کوئی ہماری لاش کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے؟

خدا کا شکر ہے، میں ابھی زندہ ہوں ویسے تو یہ ناقابلِ یقین بات ہے کہ سانپ ڈس لے۔ اس کا زہر جسم میں پھیلتا جائے اور میں زندہ رہوں۔ پھر تو وہ سانپ نہ ہوا، ربڑ کا کھلونا ہوا۔

ہم عالمِ اسباب میں ہیں۔ ہماری موت اور ہماری زندگی کے کیسے کیسے سبب پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ انہونی کا مطلب ہے جو کبھی نہ ہوا اور جو انہونی ہو جائے تو پھر وہ خدا کی قدرت ہوتی ہے، مثلاً گنگا الٹی بہنے لگتی ہے۔ چمگادڑ سیدھی چلنے لگتی ہے اور جس کی نبض ڈوب جاتی ہے۔ دل کی دھڑکن بند ہو جاتی ہے، سانس رک جاتی ہے، وہ گن فیگون کے مطابق زندہ ہو کر اٹھ بیٹھتا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں کسی جواز کے بغیر ہی موت کے منہ سے نکل آیا تھا۔ میرے زندہ بچ رہنے کا ایک ٹھوس بنیادی سبب تھا۔ سانپ کے ڈسنے کے بعد مجھ پر گھبراہٹ طاری ہو گئی تھی، یہ کہنا چاہیے، دہشت طاری ہو گئی تھی اور ایسا سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ سانپ اگر بے ضرر ہو یعنی زہریلا نہ ہو اور وہ بدن کو چھو جائے تو وہ شخص دہشت سے مر جاتا ہے یا بے ہوش ہو جاتا ہے۔

مجھے جس سانپ نے ڈسا تھا، وہ یقیناً زہریلا تھا اور اس کا زہر میرے جسم میں پھیلتا جا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت میں نے شعور میں منجالی کو دیکھا تھا جو میرے پاس آئی تھی اور جھک کر میرے جسم سے زہر کو چوسنے لگی تھی۔ دراصل وہ منجالی نہیں تھی، اس کی یاد تھی۔ اس کا حوصلہ تھا کہ مجھے دہشت زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ زہر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کیونکہ منجالی کے ساتھ ایک لمبوترا عرصے تک رہتے رہتے میں زہر کا عادی ہو گیا تھا۔ اس نے انتہائی آہستگی سے اور غیر محسوس طریقے سے اپنا زہر میرے لہو میں پہنچایا تھا کہ معمولی سانپوں کے کاٹنے کا اثر مجھ پر نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھ پر بے ہوشی طاری ہونے کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی وجہ تو یہ کہ مجھ پر دہشت طاری ہو گئی تھی۔ دوسری وجہ یہ کہ جس سانپ نے مجھے ڈسا تھا، وہ معمولی نہیں تھا اور غیر معمولی بھی نہیں تھا، اچھا خاصا زہریلا تھا۔ لہٰذا مجھ پر کچھ تو اثر ہونا ہی تھا۔

میں اسی تہ خانے میں بے ہوش پڑا رہا۔ اب تو یوں کہنا چاہیے کہ بے ہوش نہیں تھا۔ مدہوش تھا۔ سانپ کے زہر نے مجھ میں نشہ بھر دیا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ منجالی سے ملتے رہنے کے دوران مجھ پر نشہ سا طاری ہو جاتا تھا۔ وہ مجھے دستی نہیں تھی، میرے اندر بستی تھی۔ میرے اندر آج بھی یوں بسی ہوئی ہے کہ دوسرے زہر کے لبنے کی گنجائش نہیں رہی ہے۔

پھر مجھے ہوش آنے لگا۔ میری آنکھیں بند تھیں۔ مجھے اب تک اپنے وجود کا پتا نہیں تھا۔ اب اپنے آپ کو محسوس کر رہا تھا۔ میرے آس پاس سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس کے باوجود کان کچھ سن رہے تھے۔ دھک، دھک، دھک۔

یہ میرے دل کی دھڑکنیں تھیں جو اس گہری خاموشی اور سناٹے میں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے یاد کرنے کی کوشش کی۔ میں کہاں ہوں۔ کیا کسی خوابگاہ میں سو رہا ہوں؟

مجھے بے چینی سی محسوس ہوئی۔ خوابگاہ کا بستر اتنا سخت اور کھردرا نہیں ہوتا پھر احساس ہوا کہ میں فرش پر پڑا ہوا ہوں۔ تب میں نے آنکھیں کھول دیں۔ وہی تہ خانہ تھا جہاں میں چکرا کر گر پڑا تھا۔ یکلخت سب کچھ یاد آ گیا۔ میں پھولوں کے نہیں، کانٹوں کے بستر پر تھا۔ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

میری نگاہیں بے اختیار اُدھر اُٹھ گئیں جدھر ایک شاہانہ طرز کے پلنگ پر لیڈی روزینہ نظر آئی تھی۔ اس کے جسم پر برائے نام لباس تھا مگر لباس کی کمی سانپ پوری کر رہے تھے۔ کتنے ہی سانپ اس کے جسم سے لپٹے ہوئے تھے مگر اب وہ نظارہ نہیں تھا۔ جانے وہ اپنے پیار کرنے والے سانپوں کے ساتھ کہاں غائب ہو گئی تھی۔

میں پتھریلی دیوار کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ دیوار سے ٹیک لگا کر اس تہ خانے کو دیکھنے لگا۔ چاروں طرف دور تک دیواروں سے لگے ہوئے انسانی مجسمے کھڑے ہوئے تھے۔ لیڈی روزینہ کے بیان کے مطابق وہ تمام اس کے سابقہ شوہر تھے۔ ان میں میرا اضافہ ہونے والا تھا۔ ویسے اب تک تو میں زندہ ہی تھا اور وہ مجھے ان کی طرح مجسمہ بنا کر رکھنے والی پتا نہیں کہاں چلی گئی تھی۔

میں اس تہ خانے کو چاروں طرف سے دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے دیوار سے ہٹ کر درمیانی حصے میں جانا ضروری تھا۔ میں نے وہاں سے ہٹنے کے لیے قدم بڑھایا تو ٹھٹک گیا۔ سامنے ہی فرش پر ایک سانپ اکڑا ہوا پڑا تھا۔ اس کی حالت سے پتا چل گیا، وہ مردہ ہے۔

اسے کسی نے مارا نہیں تھا۔ ورنہ وہ کچلا ہوا نظر آتا۔

پھر کیسے مر گیا تھا؟ کیا یہ وہی تھا جس نے مجھے ڈس لیا تھا؟ اگر یہ وہی تھا تو اس کا مطلب ہے کہ مجھے ڈسنے کے بعد خود مر گیا تھا۔ یہ میرے لیے بڑی حیرانی کی بات تھی۔ میں نے سنا تھا اور دیکھا تھا کہ منہال کو ڈسنے والے سانپ خود بیٹھ کر مر جاتے تھے۔ کیونکہ وہ برائے نام زہریلے ہوتے تھے اور منہال کا زہر ان پر الٹا اثر کر جاتا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میری وہ ابیلیکی محبوبہ اب تک میرے اندر زندہ تھی اور کسی بھی زہر کو مجھ تک پہنچنے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر اس سانپ کو جوتے کی نوک سے الٹ کر دیکھا۔ پھر اسے ٹھوکر مار کر ایک طرف کر دیا۔ اس ہال نما تہ خانے کی چاروں دیواری نگاہوں کے سامنے تھی کہیں سے باہر جانے کا راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں اس ہال کے وسط میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ بس وہی ایک زینہ تھا جس سے اتر کر میں آیا تھا۔ اب میں اس زینے پر چڑھ کر جاتا تو ہاتھ روم والا دروازہ بند پاتا۔ اگر اسے توڑ کر نکلنا چاہتا تو لیڈی روزینہ کی خوابگاہ کی کھڑکیوں اور دروازوں پر بجلی کی رَو دوڑ رہی تھی یعنی باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

پلنگ کے سرہانے وہی کیسٹ ریکارڈر رکھا ہوا تھا۔ اس کے ذریعے میں نے لیڈی روزینہ کی طرف سے بولنے والی کی آواز سنی تھی جو بول رہی تھی۔ وہ بے چاری اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیا تھا۔ اب وہ کیسٹ ریکارڈر خاموش تھا۔ میں نے ایک بٹن دبا کر کیسٹ کو ریوائنڈ کیا پھر اسے اسٹاپ کرنے کے بعد آن کیا اور سننے لگا۔ حالانکہ کچھ باتیں میں سن چکا تھا بے ہوشی کے بعد کچھ اور کہا گیا ہو گا۔ یہ ریکارڈر یقیناً چلتا رہا ہو گا۔ کیونکہ ایک مقام پر آ کر کیسٹ ختم ہو گیا تھا لیکن ریکارڈر آن تھا۔ بہرحال دوبارہ آن کرنے پر اس بولنے والی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ لیڈی روزینہ کی طرف سے مجھے بتا رہی تھی کہ جتنے انسانی مجسمے دیوار سے لگے کھڑے ہیں، وہ سب اس کے سابقہ شوہر تھے۔ یہ باتیں میں پہلے سن چکا تھا۔ اس کے بعد اس نے جو کہا، وہ میں سناتا ہوں۔

وہ بول رہی تھی۔ "فرہاد علی تیمور، میں نے تمہیں اس تہ خانے میں بلانے کی جرأت کی ہے۔ میں جانتی ہوں، جہاں تم اور سونیا پہنچتے ہو وہاں تباہی مچا دیتے ہو۔ کتنے ہی دشمنوں کے خفیہ اڈے تمہارے ہاتھوں نیست و نابود ہوئے لیکن ہم نے پہلے ہی اپنے بچاؤ کے انتظامات کر لیے ہیں۔ ہمیں خطرہ صرف تمہاری فیلی پیتھی سے ہے۔ اسے ختم کر کے ہم تمہیں

انگلیوں پر نچا سکتے ہیں۔ اس لیے دیکھو، کس طرح ہماری پلاننگ کے مطابق ایک سانپ نے تمہیں ڈس لیا ہے۔ گھبراؤ نہیں، تمہاری موت نہیں آئے گی۔ اس کا زہر تمہارے جسم میں پہلے کی طرح زندہ رہے گے۔ زہر کے نتیجے میں تمہارا جسم کمزور ہو گا۔ دماغ پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہو گا۔ نہ تم خیال خوانی کر سکو گے۔ نہ قوتوں کا مظاہرہ کر سکو گے۔ تمہارا کوئی ہتھکنڈا کام نہیں آئے گا۔

اس کی باتوں سے پتا چلا کہ جس سانپ نے مجھے ڈسا تھا، اس کا زہر کسی عام آدمی کو ذہنی اور جسمانی طور پر کمزور کر دیتا تھا مگر مار نہیں سکتا تھا۔ مجھے بھی مار نہ سکا لیکن ان کے مطابق مجھے ذہنی اور جسمانی طور پر کمزور ہو جانا چاہیے اس کے برعکس میں پہلے کی طرح جسمانی توانائی محسوس کر رہا تھا۔ دماغ کو آزمانا تھا۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ریڈ پاور باس کے پاس پہنچ گیا۔ میرے مخاطب کرتے ہی اس نے پوچھا "فرمائیے جناب، آپ کہاں ہیں؟"

"میں لیڈی روزینہ کی خوابگاہ میں گیا تھا۔ اب اس تہ خانے میں ہوں۔ باہر نکلنے کا فی الحال کوئی راستہ نہیں۔"

"آپ حکم دیجیے۔ ہم اس خوابگاہ کو کھود کر آپ کو نکال لیں گے۔"

"ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنے اہم کو حکم دیجیے کہ وہ لیڈی روزینہ کے فارم کے اطراف چھپ کر رہیں کہ ان پر کوئی شبہ نہ کر سکے۔ ضرورت پڑنے پر انھیں حملہ آوروں کی طرح فائرنگ کرتے ہوئے رہائش گاہ میں داخل ہونا پڑے گا۔ ان کا مقابلہ صرف ان لوگوں سے ہو گا جو رہائش گاہ کے باہر ہوں گے۔ اندر جو مسلح عورتیں ہیں وہ ان کا ساتھ دیں گی یعنی وہ سب میری حمایتی ہیں۔ لیڈی روزینہ کی جو خوابگاہ ہے، اس کی کھڑکیوں اور دروازوں پر بجلی کی رَو دوڑ رہی ہے۔ اسے کسی طرح ختم کرنے کے بعد بہ آسانی خوابگاہ میں داخل ہو کر اس کے باتھ روم کے دروازے کو توڑا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد تمہارے آدمی تہ خانے میں پہنچ سکیں گے۔ یہ میرے لیے بھی باہر نکلنے کا راستہ بن جائے گا۔"

"میں ابھی اپنے آدمیوں کو اُدھر روانہ کرتا ہوں جب چاہیں گے، ان لوگوں کی آوازیں آپ کو سنا دوں گا۔ آپ ان سے رابطہ قائم کر سکیں گے۔"

میں نے فی الحال اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ یہ یقین کر میں جسمانی اور ذہنی طور پر کمزور نہیں ہوں۔ سانپ کا زہر میرے لیے بے اثر ہو گیا تھا۔ پوری میری طرح مصیبت میں مبتلا ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، یہ معلوم کرنا

لیکن میں زیادہ دیر تک اپنی جگہ سے دماغی طور پر غیر حاضر نہیں رہ سکتا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ پہلے مجھے اس تہ خانے کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنا اور سمجھنا چاہیے۔ یہ بھی تو معلوم کرنا ضروری تھا کہ اچانک لیڈی روزینہ کہاں غائب ہو گئی اور اس نے اب تک میری خبر کیوں نہیں لی تھی۔

میں نے ان پتھریلی دیواروں کو چھو کر دیکھنا شروع کیا۔ تہ خانے کا ہال بہت بڑا تھا۔ میں چاروں طرف گھوم کر دیواروں کو دیکھتا رہا۔ ایسا کوئی خفیہ سسٹم دکھائی نہیں دیا جس کے ذریعے اس خوابگاہ سے باہر جانے کا کوئی راستہ نمودار ہو سکتا۔ آخر میں نے مجسموں پر توجہ دی۔ ایک مجسمے کے سامنے پہنچ کر اسے غور سے دیکھنے لگا۔ مجھے کچھ شبہ ہوا۔ میں نے اسے ہاتھ لگایا تو اس نے پوچھا "ہیلو فرہاد، آخر ہماری دنیا میں آ گئے۔"

میں اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ وہ خاموش تھا۔ اس کے ہونٹ بالکل ساکت تھے مگر اس کی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے گڑیا کے اندر ایک چھوٹا سا ٹیپ لگا دیا جاتا ہے جب وہ ٹیپ چلتا ہے تو آواز آتی ہے اور بچے سمجھتے ہیں، گڑیا بول رہی ہے۔ ان کمبختوں نے مجھے بچہ سمجھ لیا تھا۔

میں نے اس مجسمے کو مسکرا کر دیکھا۔ پھر پوچھا "تم تو مر چکے ہو۔ پھر کیسے بول رہے ہو؟"

"شاید تم نہیں جانتے۔ روحیں سوچتی بھی ہیں، بولتی بھی ہیں۔ یقین نہ ہو تو میرے دماغ میں پہنچ کر دیکھو۔ تم تو ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

میں نے اس کے دماغ تک پہنچنے کے لیے خیال خوانی کے متعلق سوچا۔ پھر رُک گیا۔ یہ بات دماغ میں آئی کہ انھوں نے مجھے جسمانی اور دماغی طور پر کمزور بنانے کے لیے ایک مانپ سے ڈسوایا تھا۔ اگر میں خیال خوانی کر کے اس کے دماغ میں پہنچوں گا اور وہ لوگ باہر ہو گا تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا دماغ، میرا جسم نارمل ہے۔ مجھے دیکھنا تھا کہ یہ لوگ کمزور کرنے سے مجھ سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ پھر پریشان ہو کر کہا "پتا نہیں، مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں زیادہ دیر کھڑا نہیں رہ سکتا۔ کمزوری محسوس کرتا ہوں اور یہ خیال خوانی کیوں نہیں کر سکتا۔ میری سوچ کی لہریں پرواز نہیں کر رہی ہیں۔"

"اوہ بے چارہ فرہاد، خیال خوانی سے محروم ہو گیا۔ ہم نے چاہا تھا، تم خیال خوانی کر کے دماغ میں پہنچو گے تو چونک اٹھو گے۔ تب تمہیں پتا چلے گا کہ جس کے پاس پہنچنا چاہتے ہو وہ تو تمہارے پیچھے موجود ہے۔"

میں نے ایک دم سے چونک کر وہاں سے گھومتے ہوئے دیکھا۔ جس بستر پر کچھ دیر پہلے لیڈی روزینہ کو دیکھا تھا، اب وہاں وہی شخص نظر آ رہا تھا جس کا مجسمہ میرے پاس دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ یعنی وہ جسمانی طور پر زندہ تھا اور آرام سے پلنگ پر نیم دراز تھا۔ ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھے ہلا رہا تھا اور مسکرا کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ ہماری نظریں ملیں تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا "تم حیران ہو رہے ہو کہ میں اُدھر تمہارے پاس بھی ہوں۔ اِدھر پلنگ پر آرام بھی فرما رہا ہوں۔"

"کوئی بچہ ہی حیران ہو سکتا ہے۔ یہ مجسمہ اصلی نہیں ہے۔ چرمی مجسمہ ہے۔ کھال کو منڈھ کر تمہارا ہو بہو مجسمہ بنایا گیا ہے۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "پہلے میں نے بھی دھوکا کھایا تھا۔ اپنے جسم کو دیکھ کر یہی سمجھا تھا کہ شاید مجسمہ ہے لیکن پھر یقین ہو گیا۔ تمہارے پاس جو دیوار سے لگا کھڑا ہے، وہ میں ہوں۔"

میں نے پوچھا "اور تم کون ہو؟"

"میں تو صرف روح ہوں۔"

"کیا میں تمہیں چھو کر دیکھ سکتا ہوں؟"

"تم مجھ سے مصافحہ بھی کر سکتے ہو۔"

"پھر تو تم روح نہ ہوئے۔"

"یہی تو بات ہے۔ اب تک ہم یہی سمجھتے آ رہے تھے کہ روح نادیدہ ہے۔ ہم نہ تو اسے دیکھ سکتے ہیں، نہ چھو سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں، نہ محسوس کر سکتے ہیں لیکن اب ہم نے اپنے نئے تجربات سے ثابت کر دیا ہے کہ روح کو بھی ہاتھ لگایا جا سکتا ہے۔ آؤ، مجھے ہاتھ لگاؤ۔"

اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو دیکھا۔ پھر انکار میں سر ہلا کر کہا "میں تم سے مصافحہ نہیں کروں گا۔"

اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ روح اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آ سکتی ہے یا نہیں۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "بھئی کیوں نہیں آ سکتی۔ ہم نے روحوں پر بڑے عجیب و غریب تجربات کیے ہیں۔ یہ تجربہ تمہارے سامنے ہے کہ میں ایک روح ہوں۔ اپنے جسم سے الگ ہونے کے باوجود زندہ ہوں۔ بول رہی ہوں اور...."

میں نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا "بول رہی ہوں یا بول رہے ہو؟"

وہ میرے قریب آ گیا تھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کرنا

چاہتا تھا۔ میں نے اس سے مصافحہ کیا۔ وہ کہنے لگا "روح کے حوالے سے بول رہی ہوں اور اپنے مرد ہونے کے حوالے سے بول رہا ہوں۔ کیا تم نے مشہور و معروف فلسفی ہیوگو آرنالڈ کا نام سنا ہے؟"

"ہاں، سنا بھی ہے اور اس کی موٹی موٹی کتابیں بھی دیکھی ہیں مگر پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"تم بدنصیب ہو جو اسے پڑھ نہ سکے مگر خوش نصیب ہو کہ اس کی روح سے گفتگو کر رہے ہو۔"

"اچھا تو تم وہی مشہور و معروف فلسفی ہیوگو آرنالڈ ہو اور مرنے کے بعد بھی فلسفہ بگھار رہے ہو۔"

"تم میرا مذاق نہیں اڑا سکتے ——— مرنے کے بعد اپنی قبر میں پہنچ کر پتا چلا، مجھ سے بھی بڑے فلسفی، سائنسداں اور ذہین ترین لوگ قبر کی دنیا کو ایک سائنسی اور جدید ترین دنیا بنا رہے ہیں۔ یہاں آکر مجھے اعتراف کرنا پڑا، جو باتیں میں تمہیں سمجھا رہا ہوں ——ان پر مجھے بھی یقین نہیں تھا۔ میرا فلسفیانہ دماغ اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں پس و پیش کرتا رہا لیکن رفتہ رفتہ مجھے یقین کرنا پڑا اور تم بھی یقین کرنے لگو گے۔"

میں نے پوچھا "کیا تم اپنی زندگی میں جھوٹ بولتے تھے؟"

"میں ہمیشہ سچ بولتا رہا۔"

"اب مر چکے ہو۔ قبر میں جھوٹ بولو گے۔"

"میں نے کہا نا۔ میں ہمیشہ سچ بولتا رہا ہوں۔ اب بھی بولتا ہوں۔"

"پھر بتاؤ، یہاں اس تہ خانے میں کہاں سے آئے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ تہ خانہ نہیں، قبر کی پہلی منزل ہے۔ انسان مرنے کے بعد یہاں آتا ہے۔ اس کے بعد دوسری منزل میں اس پلنگ پر بیٹھ کر جاتا ہے۔"

میں نے پلنگ کی طرف دیکھا۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ بیٹھا ہوا تھا اور اچانک نمودار ہوا تھا، اسی پلنگ پر لیڈی روزینہ بیٹھی ہوئی تھی جو نہ جانے کب غائب ہو گئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "اگر میں اس پلنگ پر بیٹھ جاؤں تو کیا قبر کی دوسری منزل تک پہنچ جاؤں گا؟"

"وہ تو تمہیں بیٹھنا ہی پڑے گا۔ جب مر چکے ہو، قبر میں آچکے ہو تو ایک منزل سے دوسری، دوسری سے تیسری منزل کی طرف تو جانا ہی پڑے گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "تو پھر آؤ۔ ہم دوسری منزل کی طرف چلیں۔"

اس نے کہا "ذرا ٹھہرو، بڑی مشکلوں سے تو میں واپس پہلی منزل کی طرف آتا ہوں اور کبھی کبھی اپنے جسم کو حسرت سے دیکھتا ہوں۔"

یہ کہتا ہوا وہ اپنے مجسمے کے پاس گیا۔ پھر اسے بڑی محبت سے چھو کر دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "آہ! میرے جسم تو مجھ سے جدا ہو گیا۔ یہ تو میرے قبر کے ہمسفر ایسے مل گئے کہ تجھے یہاں محفوظ کر دیا۔ ورنہ میں اپنے جسم کو دیکھنے کے لیے بھی ترس جاتا۔"

میں نے پوچھا "قبر کے ہمسفر اور کون لوگ ہیں؟"

اس نے چاروں طرف گھوم کر ان چاروں مجسموں کو دیکھا جو دیوار سے لگے کھڑے تھے۔ پھر کہا "یہی ہمارے ہمسفر ہیں۔"

"یہ کون لوگ ہیں؟"

"میرے ساتھ چلو۔ ان سے ملاقات ہو گی۔ یہ خود اپنا تعارف کرائیں گے۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا پلنگ کے اوپر گیا۔ پھر آرام سے بیٹھ کر بولا "آؤ! اب مر ہی گئے ہو تو ڈرکس بات کا۔ انسان جب تک زندہ رہتا ہے، موت سے ہی ڈرتا ہے۔"

میں آگے بڑھا مگر جان بوجھ کر لڑکھڑا گیا۔ زمین پر بیٹھ کر اٹھتے ہوئے بولا "مجھے بڑی کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔ ذرا ایک منٹ ٹھہر جاؤ۔"

یہ کہتے ہوئے میں نے سر کو تھام لیا تھا۔ پھر خیال کی پرواز کی۔ مجھے یقین تھا، جب میں اس فلسفی ہیوگو کے دماغ میں پہنچوں گا تو جگہ مل جائے گی کیونکہ فلسفی یوگا کا ماہر نہیں ہو سکتا تھا۔ میرا یہ خیال درست نکلا۔

اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات کو ٹٹولا۔ بڑی حیرانی ہوئی۔ وہ سچ مچ یہی سمجھ رہا تھا کہ مر چکا ہے اور وجود کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہو رہا ہے، وہ ایک ہے اور اس کا اصلی جسم تہ خانے کی دیوار کے ساتھ کھڑا ہے۔

میں نے اس کے دماغ میں سوال کیا "قبر کی دوسری منزل کیسی ہے؟"

وہ اس سوال کے مطابق سوچنے لگا۔ "وہ دوسری منزل اس تہ خانے سے بھی زیادہ وسیع و عریض ہے۔ پختہ فرش ہے، پختہ دیواریں ہیں اور وہاں جدید سائنسی آلات وغیرہ جہاں بڑے بڑے ڈاکٹر، سائنسدان، انجینئر اور بہت سے کام کرتے رہتے ہیں۔"

میں نے مختصر سی خیال خوانی کی۔ اس سے پتا چلا

اب جہاں جانے والا ہوں، وہاں کوئی بہت ہی لمبا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ پتا نہیں، یہ کون لوگ تھے اور زیر زمین دنیا میں کیا کر رہے تھے۔

ہیوگو نے کہا "کب تک کمزور بنے رہو گے۔ مرد ہو، ہمت کرو۔ جلدی سے دوسری منزل تک چلو۔ اس کے بعد تمہاری روح ہمارے پاس رہے گی اور جسم یہاں تہ خانے میں آکر دیوار سے لگ جائے گا۔"

ایک فلسفی سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ زندہ ہو اور خود کو مردہ سمجھے۔ اپنے جسم کو چلتی پھرتی روح سمجھتا ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے بھی معلوم کر لیا۔ وہ جو کچھ بھی کہہ رہا تھا، اسے بالکل سچ سمجھ کر کہہ رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی گئی تھی اور کسی کے بھی دماغ میں کوئی خاص بات بٹھانے کے لیے مخصوص تکنیک ہوتی ہیں۔ جیسا کہ میں اپنی داستان میں بیان کر چکا ہوں پہلی تکنیک تو ہپناٹزم کے ذریعے دماغ کو تسخیر کیا جاتا ہے۔ اپنے مقصد کے مطابق اپنے معمول کو عمل کرایا جاتا ہے اور معمول وہی بات سوچتا ہے اور وہی بات کہتا ہے جو تنویمی عمل کے دوران اس کے دماغ میں نقش کر دی گئی ہو۔

دوسری تکنیک ٹارچر ہے یعنی اذیتیں پہنچا کر دماغ کو اتنا کمزور بنا دیا جاتا ہے کہ پھر دماغ وہی بات سوچتا ہے جو اذیت پہنچانے والے اسے سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ایسا عمل ان لوگوں پر کامیاب ہوتا ہے جو مستقل مزاج نہیں ہوتے۔ ابھی ایک بات کرتے ہیں۔ دوسرے لمحے کوئی دوسرا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ دماغی طور پر کمزور ہوتے ہیں۔ یہ عمل ایسے لوگوں پر زیادہ کامیاب ہوتا ہے جن کے اپنے کوئی اصول نہیں ہوتے اور حالات کے مطابق اصول بدلتے رہتے ہیں جو لوگ خواہشات کے غلام ہوتے ہیں، ان کا ذہن بدلنے کے لیے انھیں طرح طرح کی خواہشات میں گھیر دیا جاتا ہے اور ان کے اندر نئی نئی خواہشات بھی پیدا کی جاتی ہیں۔ دشمن انھیں خواہشات کی تکمیل میں مصروف رکھتا ہے اور اپنا کام نکالتا جاتا ہے۔

تیسری تکنیک بڑی ظالمانہ ہوتی ہے۔ مشین کے ذریعے دماغ کی صفائی کی جاتی ہے، بجلی کے جھٹکے پہنچائے جاتے ہیں۔ دماغ کو اس قابل نہیں رکھا جاتا کہ وہ سوچنے سمجھنے کے قابل رہے۔ جب دماغ ایسے مرحلے پر پہنچ جاتا ہے تو اس میں پھر اپنی سوچ اور اپنے نظریات بٹھائے جاتے ہیں۔ پھر وہ باقی زندگی انھی نئی سوچ اور نئے نظریات کے مطابق گزارتا ہے جیسا کہ وہ عظیم فلسفی ہیوگو آرنالڈ اب نئے نظریات کے مطابق کہہ رہا تھا کہ وہ زندہ نہیں ہے اور اس کا جسم ایک چلتی پھرتی روح ہے۔

میں نے شیبا کو مخاطب کیا۔ پھر کہا "میں اپنے موجودہ حالات تفصیل سے نہیں بتا سکتا۔ تم میرے دماغ میں وہ کرمعلوم کرتی رہو۔ جب تک میں اس زیر زمین دنیا میں رہوں، تم اپنی تمام مصروفیات ترک کر دو اور وقتاً فوقتاً میرے دماغ میں آتی رہو۔"

اسے یہ باتیں سمجھانے کے بعد میں آہستہ آہستہ فرش پر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر تھکے ہوئے ایک کمزور شخص کی طرح چلتا ہوا ہیوگو کے پاس آیا اور پلنگ پر بیٹھ گیا۔ شیبا کہہ رہی تھی "تم فکر نہ کرو۔ جہاں ہو وہیں مصروف رہو۔ میں صرف تمہارا ہی نہیں، پلومی کا بھی خیال رکھوں گی اور تمہارے جو ادھورے کام ہیں وہ کرتی رہوں گی۔"

فلسفی ہیوگو نے کہا "اپنے پاؤں اٹھا کر میری طرح پلنگ پر بیٹھ جاؤ۔"

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اس کے بعد پلنگ جیسے لرزنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی وہ آہستہ آہستہ نیچے کی طرف دھنس رہا تھا۔ تہ خانے کے فرش پر یوں تو وہ پلنگ دیکھنے میں اپنے فریم کے ساتھ موجود تھا مگر اس کا اندرونی حصہ اندر جا رہا تھا۔ پھر وہ تہ خانہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کیونکہ وہ اوپر رہ گیا تھا اور ہم نیچے جا رہے تھے۔ ہم تقریباً چھ فٹ نیچے آئے۔ اس کے بعد پلنگ کا وہ مخصوص حصہ جو ایک تختے کی مانند تھا اور جس پر نرم گدا بچھا ہوا تھا، وہ ہمارے بائیں طرف سرکنے لگا۔ اب ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم واقعی قبر میں پہنچ گئے ہیں کیونکہ وہ حصہ بہت ہی تنگ تھا۔ ہمارے سر پر ایک بالشت کے فاصلے پر پختہ چھت تھی۔ ہمارے آس پاس بھی پختہ دیواریں تھیں۔ جدھر سے ہم... آرہے تھے اُس طرف تہ خانے کی ہلکی سی روشنی تھی۔ اس روشنی میں وہ نیم تاریک سی قبر دکھائی دے رہی تھی جس میں سے ہم گزرتے جا رہے تھے۔ آخر ہم اس کے آخری سرے پر پہنچ گئے۔ اب میرے سامنے ایک وسیع و عریض میدان تھا۔ اتنا بڑا میدان جہاں ریس کے گھوڑے دوڑائے جا سکتے تھے لیکن اس میدان کا آسمان نہیں تھا کیونکہ وہاں جو کچھ بھی تھا، وہ زیر زمین تھا۔ دور تک بہت سے لوگ کام کرتے نظر آرہے تھے۔ کہیں کہیں چٹانوں سے دیواریں بنی ہوئی تھیں اور دیواروں کے دوسری طرف اسی میدان کا حصہ تھا۔ وہاں کیا ہو رہا تھا۔ لوگ کیا کر رہے تھے، یہ سب کچھ آگے چل کر آنکھوں سے دیکھوں گا تو بیان کروں گا۔

قریب ہی شیشے کا ایک بڑا سا کیبن تھا جہاں ایک لڑکی ایک بہت بڑے کمپیوٹر کے سامنے آرام سے بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم بستر کے اس مخصوص حصے سے اتر کر کیبن کی طرف آئے۔ میں

نے اس وسیع و عریض میدان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ کیا ہے۔ یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

ہیوگو نے کہا "یہ حشر کا میدان ہے۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا "یہ جو بے شمار لوگ نظر آ رہے ہیں، کیا یہ اپنے اعمال کا حساب دینے آئے ہیں؟"

"ابھی نہیں، ابھی تو یہ سب روحیں ہیں۔ جو اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔"

"کیا ہم بھی اس حشر کے میدان میں جائیں گے؟"

"ابھی ہم کیبن میں جائیں گے۔ اس کے بعد تمہارا تعارف یہاں کے اہم افراد سے کرایا جائے گا۔ ایک بات سمجھا دیتا ہوں۔ یہ سامنے خطرے کا جو نشان نظر آ رہا ہے، اس سے آگے جانے کی حماقت نہ کرنا۔ یہاں زمین سے چھت تک نادیدہ تاروں کی دیوار ہے۔ اس دیوار میں بجلی کی رَو دوڑ رہی ہے۔ خطرے کے نشان سے ایک قدم آگے بڑھتے ہی تم اس نادیدہ دیوار سے ٹکراؤ گے پھر اسی دیوار سے چپک کر رہ جاؤ گے۔ تمہاری روح تمہارے جسم سے آزاد ہو جائے گی مگر جسم اس دیوار سے آزاد نہیں ہو سکے گا۔"

میں نے اس میدان میں دور تک کام کرنے والوں کو دیکھتے ہوئے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کام کرنے والے ادھر خطرے کے نشان تک نہیں آ سکتے اور ہم اُدھر نہیں جا سکتے۔"

"یہی بات ہے۔"

"اگر میں وہاں جانا چاہوں یا وہاں سے کوئی اِدھر آنا چاہے تو اس کے لیے کیا کسی سے اجازت لینا پڑے گی؟"

"یہ بعد میں معلوم ہو جائے گا۔ ابھی میرے ساتھ آؤ۔"

میں اس کے ساتھ کیبن میں داخل ہوا۔ لڑکی نے مسکرا کر مجھے دیکھا۔ ہیوگو نے کہا "یہ مسٹر فرہاد ہیں۔ ابھی اپنے جسم کے ساتھ ہیں مگر جلد ہی الگ ہو جائیں گے۔ ان کا نام پاتال دنیا (زیرِ زمین دنیا) میں نئے باشندے کی حیثیت سے درج کر لو۔"

لڑکی نے کمپیوٹر کو آن کیا۔ میں نے اسکرین کی طرف دیکھا۔ وہاں سوالات ابھر رہے تھے۔ پہلا سوال تھا "نام کیا ہے؟"

لڑکی نے کمپیوٹر کو ہینڈل کیا۔ پھر میرا نام درج کرایا۔

"فرہاد علی تیمور۔"

دوسرا سوال تھا "قد، جسامت اور وزن کیا ہے؟"

لڑکی نے جواب درج کرایا "چونکہ مسٹر فرہاد کی روح ان کے جسم سے الگ کر دی جائے گی لہٰذا روح کا وزن نہیں ہوتا۔ پاتال دنیا میں قد اور جسامت کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔"

"سابقہ دنیا میں وطن اور مذہب کیا تھا؟"

"پاکستانی مسلمان۔"

"مستقل پتا ٹھکانہ؟"

"اس شخص کا کبھی کوئی مستقل پتا ٹھکانا نہیں رہا۔"

"رابطے کا کوئی پتا؟"

"ادارہ بابا فرید واسطی مرحوم۔ پیرس۔"

"کیا سابقہ دنیا میں کوئی اس کی لاش کا مطالبہ کرنے والا ہے؟"

"ایک عالم اس سے واقف تھا۔ لاکھوں افراد اس کا انجام معلوم کرنے کے لیے اس کی داستان پڑھا کرتے تھے۔ اس کے جاننے والے اور پڑھنے والے یہ بھول گئے تھے کہ آوارہ گرد کرنے والے کا انجام کیا ہو سکتا ہے؟ یہی کہ اسے ایک دن لاوارث کی طرح مرنا تھا۔ سو یہ مر چکا ہے۔"

"کیا سابقہ دنیا میں اس کے ایسے رشتے دار ہیں جو اپنے سگے کہلا سکتے ہیں؟"

"سگوں میں ماں باپ مر چکے ہیں۔ سگے بہن بھائی نہیں تھے۔ ایک نیم پاگل بیوی رسوائی زیرِ علاج ہے۔ ایک بیٹا بارہ ہنوز لاپتا ہے۔"

میں کمپیوٹر اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے سوالات کیے جا رہے تھے اور جیسے جوابات دیے جا رہے تھے، اس سے یہ چل رہا تھا کہ واقعی میں مر چکا ہوں اور مرنے سے پہلے ہی میری دنیا اجڑ چکی تھی۔ میرا کوئی اپنا نہیں تھا۔ ایک بیٹا تھا جو لاپتا ہو گیا تھا۔ ویسے میرے چاہنے والوں کی کمی نہیں تھی۔ جس دنیا کو میں چھوڑ آیا ہوں وہاں مجھ سے محبت کرنے والیوں کی باتیں اور یادیں رہ گئی تھیں، بقول شاعر ؎

چند تصویرِ بتاں، چند حسینوں کے خطوط
بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا

ان کے خیال کے مطابق میں جو دنیا چھوڑ کر آیا تھا، وہاں کے متعلق سوالات اور جوابات ہو چکے تھے۔ اب پاتال دنیا کے متعلق سوالات شروع ہوئے "کیا مسٹر فرہاد کو پہلے کبھی مرنے کا اتفاق ہوا ہے؟"

کمپیوٹر آپریٹ کرنے والی نے میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے مسکرا کر کہا "الحمدللہ! ابھی میرے دن پورے نہیں ہوئے ہیں۔ بائی دی وے، ہماری دنیا میں اکثر لوگ مر مر کر جیتے ہیں۔ ایسی موت کا تجربہ بارہا ہو چکا ہے۔"

"کیا پاتال دنیا میں پہلے کبھی آئے تھے؟"

"یہ پہلا موقع ہے۔"

"کیا فرہاد علی تیمور کا کوئی رشتے دار، دوست یا شناسا اس پاتال دنیا میں آ چکا ہے؟"

میں انکار کرنا چاہتا تھا مگر کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے والی نے اس کا جواب درج کرا لیا۔ اس کا جواب تھا "ہاں، فرہاد علی تیمور کی عزیز ترین ساتھی مادام سونیا مر چکی ہے اور اس کی روح یہاں موجود ہے۔"

یہ بڑی چونکا دینے والی بات تھی کہ سونیا مر چکی ہے مگر یہ میرے لیے مضحکہ خیز بات تھی۔ اس سے یہ پتا چل گیا کہ سونیا اسی پاتال دنیا میں کہیں موجود ہے۔

اپنی سابقہ اور موجودہ دنیا کی تمام تفصیلات کمپیوٹر میں درج کرانے کے بعد میں ہیوگو کے ساتھ شیشے کے کیبن سے باہر آیا۔ پھر اس کے ساتھ ایک طرف چلنے لگا۔ ہمارے پاؤں تلے پختہ فرش تھا۔ دیواریں اور چھت پتھریلی تھیں۔ چھت پر جا بجا نوکیلے پتھر ابھرے ہوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ اب تب میں ہم پر آ گریں گے اور ہمیں فرش پر کیل کی طرح ٹھونک دیں گے۔

شبانہ نے سوچ کے ذریعے کہا "ابھی میں نے تمہارے ذریعے ایک وسیع و عریض میدان دیکھا۔ پتا نہیں، وہ کتنی دور تک پھیلا ہوا ہے اور پتا نہیں، وہ کون لوگ ہیں جو یہاں پُراسرار سرگرمیوں میں مصروف ہیں، ایک بات سمجھ میں نہیں آئی، کیا ان لوگوں نے یہاں اپنا اڈا بنانے کے لیے زمین کو اتنی دور تک کھودا ہوگا کہ اسے وسیع و عریض میدان تک بنا دیا اور یہاں شیشے کے کیبن بھی بنی لکڑی کے دروازے بھی ہیں۔ اس میدان میں دور تک جدید سائنسی آلات بھی دکھائی دیے۔ کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ کتنے برسوں سے اس پاتال دنیا کی تعمیر میں مصروف ہیں ہوں گے؟"

"یہاں کی دیواریں اور چھت پتھریلی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے باقاعدہ اس کی کھدائی نہیں کی۔ ہماری دنیا میں ایسے ایسے پہاڑ ہیں جن کے غاروں میں داخل ہونے کے بعد پاتال میں جانے کا راستہ بھی ملتا ہے۔ ان راستوں سے گزر کر ہم جس قدر زمین کی تہ میں جاتے ہیں، ہمیں حیرانی ہوتی ہے کہ تہ میں بھی اتنے وسیع و عریض مقامات ہیں۔ اسی طرح لیڈی روزینہ کی رہائش گاہ کے پیچھے جو پہاڑی ہے، اس کی تہ میں یہ وسیع و عریض علاقہ ہے۔ یہ قدرتی ہے۔ اسے کسی نے کھود کر یا چٹانوں کو کاٹ کر نہیں بنایا ہے۔"

"فرہاد! میں ابھی تک اپنے معاملات میں الجھی ہوئی تھی۔ دنیا کے پاس نہیں جا سکی۔ ابھی جا رہی ہوں لیکن آمنہ کے متعلق مشورہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"بولو، کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"اسے تل ابیب میں نہیں رہنا چاہیے۔ حالات کسی وقت بھی بگڑ سکتے ہیں۔ اس پاتال دنیا میں نہ جانے تم کب تک مصروف رہو۔ وہاں توجہ نہ دے سکو تو میں تمہاری طرح ہر ساتھی پر توجہ نہیں دے سکوں گی نہ اپنی حفاظت کر سکوں گی۔ بڑے مسائل پیدا ہو جائیں گے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ جتنی جلدی ہو سکے، آمنہ کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دو۔ اب جاؤ، بہت دیر ہو چکی ہے۔ لوپی کے پاس تمہیں جلد پہنچنا چاہیے۔"

وہ چلی گئی۔ میں فلسفی ہیوگو کے ساتھ چلتا ہوا ایک دروازے کے پاس آ کر رُک گیا۔ اگرچہ چھت اور دیواریں قدرتی طور پر تراشی ہوئی تھیں تاہم کہیں کہیں انسانی صناعی بھی تھی۔ اسی لیے لکڑی کا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے دروازے کو کھول کر اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں نے اندر قدم رکھنے سے پہلے ذرا جھانک کر دیکھا۔ ایک بہت بڑا کمرہ نظر آیا۔ درمیان میں ایک بہت بڑی سی میز تھی۔ ایک شخص میز سے لگا کھڑا تھا اور جھک کر شاید کوئی نقشہ بنا رہا تھا۔ دیواروں پر مختلف مشینوں کے بڑے بڑے نقشے آویزاں تھے۔ ایک طرف دیوار پر بڑا سا ٹی وی اسکرین تھا جس پر بہت سے لوگ کام کرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ فلسفی ہیوگو کے مطابق وہ حشر کا میدان تھا جو ٹی وی اسکرین پر نظر آ رہا تھا۔ میرے قدم رکھنے ہی میز پر جھک کر کام کرنے والے نے چونک کر دیکھا۔ ہیوگو نے کہا۔ "مسٹر تھرما، ان سے ملو، یہ مسٹر فرہاد علی تیمور ہیں۔"

ہم دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ ہیوگو نے کہا "یہ یہاں کے بہت بڑے انجنیئر ہیں۔ ان کا نام تھرما کوائل ہے۔ یہاں جتنی مشینیں نصب کی گئی ہیں، ان کی ڈیزائننگ اور ان کی تیاری مسٹر تھرما کے ہاتھوں سے ہوئی ہے۔"

اس کمرے میں ایک لڑکی اور ایک شخص اور تھا۔ ہیوگو نے لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا "یہ مسٹر تھرما کی اسسٹنٹ ہیں اور یہ مسٹر براڈنوز ہیں۔ بہت بڑے میکینک ہیں۔ یہاں کی تمام مشینوں کی دیکھ بھال یہی کرتے ہیں۔"

میں نے انجنیئر تھرما اور میکینک براڈنوز کو باری باری دیکھا۔ پھر مسکرا کر پوچھا "کیا مسٹر ہیوگو کی طرح آپ لوگوں کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ قبر کی دوسری منزل ہے اور مسٹر ہیوگو اپنے جسم کے ساتھ موجود نہیں ہیں بلکہ یہ ان کی روح ہے۔"

انجنیئر تھرما نے بڑی سنجیدگی سے کہا "یہ بالکل درست کہہ رہے ہیں۔ ہم اپنا جسم کھو چکے ہیں۔ ہم زندہ لوگوں میں نہیں

ہیں، تم ہماری روحوں سے باتیں کر رہے ہو۔"

میکینک براڈ نوز نے کہا۔ "شاید ابھی آپ کو یقین نہ ہو لیکن بہت جلد یقین ہو جائے گا۔"

جب تک انجینئر تھرما بولتا رہا، میں میکینک براڈ نوز کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرتا رہا اور جب میکینک براڈ نوز نے بولنا شروع کیا تو میں انجینئر تھرما کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کرنے لگا۔ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ وہ انجینئر تھرما بڑا ہی تجربہ کار، بڑا ہی باکمال تھا اور میکینک براڈ نوز بھی مشینوں کی مرمت کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ یہ اتنے سنجیدہ انجینئر اور میکینک ہو کر خود کو زندہ نہیں سمجھ رہے تھے۔ میں نے ان کے دماغ کی تہ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ یہ اپنی دانست میں مجھ سے جھوٹ نہیں کہہ رہے تھے۔ سچ مچ خود کو مرا سمجھ رہے تھے۔

میں نے پوچھا۔ "کیا مرنے کے بعد روحیں دنیاوی کاموں میں مصروف رہتی ہیں؟"

اس نے جواباً پوچھا۔ "تمہارے خیال میں روحوں کو کیا کرنا چاہیے؟"

"میں نے کتابوں میں پڑھا ہے۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ انسان کی پیدائش سے پہلے اور انسان کی موت کے بعد روحیں عالمِ ارواح میں رہتی ہیں۔"

انجینئر نے پوچھا۔ "عالمِ ارواح میں روحوں کا شغل کیا ہوتا ہے؟"

میں نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "یہ تو میں نے کبھی غور ہی نہیں کیا اور نہ ہی کسی بزرگ سے پوچھا کہ روحیں قیامت تک کیا کرتی رہتی ہیں۔"

"تم نے نہیں پوچھا۔ ہم سے جواب سن لو اور آنکھوں سے دیکھو۔ پتا نہیں قیامت کب آئے گی، جب تک آئے گی، تب تک روحوں کو بیکار نہیں بیٹھنا چاہیے۔ کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہیے۔ جب تک ہم زندہ رہے، ہم انجینئر، میکینک، ڈاکٹروں اور سائنسدانوں کی حیثیت سے زندگی گزارتے رہے۔ انسانوں کی خدمت کرتے رہے۔ زندہ انسانوں کی دنیا میں رہ کر ہم نے جو تجربات حاصل کیے، ان سے اب یہاں کی دوسری روحوں کو فائدہ پہنچانا نیکی اور ثواب کا کام ہے۔ کیا تم نیکی اور ثواب سے انکار کر سکتے ہو؟"

میں نے انکار میں سر ہلایا۔ "بھئی تم لوگوں کا فلسفہ عجیب ہے مگر ابھی اس پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا۔ پہلے یقین ہونے دو کہ میں واقعی روحوں کے درمیان پہنچ گیا ہوں۔"

ایک نے کہا۔ "یقین آ جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "تم جو اتنی تجربہ کار روحیں ہو تو اپنے تجربات سے دوسری روحوں کو کیا فائدہ پہنچاتے ہو؟"

انجینئر نے کہا۔ "میں نے زندہ انسانوں کی دنیا میں جتنے تجربات حاصل کیے ہیں، ان تمام تجربات کو اپنے ان تمام ساتھیوں کے دماغ میں منتقل کر دیا ہے۔ اب اگر مسٹر اس میز کے پاس سے ہٹ جاؤں تو مسٹر ہیوگو جو عظیم فلسفی ہیں، وہ ایک انجینئر کا کام کر سکتے ہیں۔ مسٹر ہیوگو، پلیز آپ یہاں میرے پاس آ جائیں اور میرا ادھورا کام مکمل کر دیں۔"

ہیوگو آگے بڑھ کر انجینئر کی جگہ پر گیا۔ پھر اس کی ہیلپر اسکیل وغیرہ کو لے کر میز پر جھک گیا اور ادھورے نقشے کی تکمیل کرنے لگا۔ میں حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ ہیوگو نے سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "مسٹر فرہاد، میرے دماغ میں جتنا فلسفہ بھرا ہوا تھا، میں نے ان تمام فلسفوں کو اپنی تمام ذہنی صلاحیتوں کے ساتھ اپنے ان ساتھیوں کے دماغوں میں منتقل کر دیا ہے۔ یہ انجینئر تھرما اور میکینک براڈ نوز بہترین فلسفی بھی ہیں۔ مسٹر براڈ نوز میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی طرف سے کوئی الجھا ہوا مسئلہ پیش کریں۔"

میکینک براڈ نوز نے آنکھیں بند کیں۔ ذرا دیر خاموش رہا، پھر آنکھیں کھولتے ہوئے کہنے لگا۔ "انسان ایک بہت بڑی کائنات کے اندر ہے لیکن انسان کے اندر اس سے بھی بڑی کائنات موجود ہے۔ یہ جس قدر اپنے اندر جھانک کر اپنی بات کی زیادہ سے زیادہ سمجھ حاصل کرے گا، اتنا ہی زیادہ باہر کی کائنات کو تسخیر کرتا جائے گا۔"

میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "بس، خدا کے لیے بس کرو۔ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ تمام تجربہ کار روحیں یہاں دوسری روحوں کی بڑی خدمت کر رہی ہیں اور اپنے تمام تجربات ان کے دماغوں میں منتقل کر رہی ہیں۔"

میں نے انجینئر تھرما کی اسسٹنٹ کو دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا یہ بھی ایک روح ہے؟"

"بے شک، یہاں صرف روحوں کے لیے جگہ ہے کسی جسم کے لیے نہیں۔ تمہارے جسم کو یہاں عارضی طور پر آنے کی اجازت ملی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا یہ لڑکی بھی تمہاری طرح انجینئرنگ ان کی طرح میکینک اور فلسفی ہے؟"

"اس کا انحصار اپنی مرضی اور دلچسپی پر ہے۔ اگر یہ لڑکا انجینئر اور فلسفی بننا چاہے گی تو اسے روزانہ مخصوص سائنسی تجربات سے گزارا جائے گا۔ صرف چند دنوں میں یہ جو چاہے گی، بن جائے گی۔ جیسا کہ یہ میری طرح بہت ہی تجربہ کار انجینئر بن چکی ہے۔ کچھ دنوں بعد یہ نئے تجربات سے گزرے گی اور بہترین سائنسدان کہلائے گی۔"

میں نے کہا۔ "یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ یہاں ایسے سائنسی عمل سے گزارا جاتا ہے کہ ایک انسان کی تمام سوچ، اس کا تمام نظریہ اور اس کی تمام دماغی صلاحیتیں دوسرے کے دماغ میں منتقل ہو جاتی ہیں مگر ایک سوال کھٹک رہا ہے۔"

"سوال کرو، ہم جواب دیں گے۔"

"اگر تم میں سے کوئی اس لڑکی کی طرح بننا چاہے تو کیا تمام دماغی صلاحیتیں اس لڑکی کی طرح ہوں گی؟"

"بے شک ہوں گی۔"

"کیا یہ لڑکی جسے زیادہ چاہے گی، کیا اسی طرح تم بھی لڑکی بننے کے بعد کسی کو اسی طرح چاہو گے؟"

"بے شک چاہوں گا۔"

"یہ لڑکی جس کے بچے کی ماں بنے گی، کیا اسی طرح تم بھی بچے پیدا کر سکو گے؟"

"یہ کیا بکواس ہے۔ یہاں ہم سب ایک دوسرے کی دماغی اور جسمانی صلاحیتوں کو حاصل کرنے کے سلسلے میں کام کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں لیکن فرق کی اس دنیا میں مرد اور عورت کے تعلقات نہیں ہوتے۔ نہ ہی یہاں بچے پیدا کیے جاتے ہیں۔ بہتر ہے تم اب آگے جاؤ، ہمیں کام کرنے دو۔"

میں نے پوچھا۔ "مجھے کدھر جانا چاہیے؟"

اس لڑکی نے آگے بڑھ کر کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"

اب ہیوگو کا ساتھ چھوٹ گیا۔ میں اس لڑکی کے ساتھ چلتا ہوا دوسرے دروازے سے گزر کر ایک بہت بڑی راہداری میں پہنچا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "لیڈی روزینہ کہاں ہے؟"

اس نے کہا۔ "مرنے کے بعد اسے کیوں پوچھ رہے ہو۔ وہ تو زندہ لوگوں کی دنیا میں رہ گئی ہے۔"

میں نے اچانک اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کھینچتے ہوئے پوچھا۔ "مردہ لوگوں کی دنیا میں کیا تم رہ گئی ہو؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

میں نے محسوس کیا، اس کا جسم بالکل سرد تھا۔ جیسے ابھی برف خانے سے نکل کر آئی ہو۔ انسانی بدن کی آنچ ذرا بھی نہیں تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بالکل سپاٹ تھی۔ اس کے اندر ایسا کوئی جذبہ نہیں تھا جو مرد کی قربت سے پیدا ہوتا ہے۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم کچھ محسوس نہیں کر رہی ہو؟"

اس نے بھی حیرانی سے پوچھا۔ "مجھے کیا محسوس کرنا چاہیے؟"

"یہی محبت اور محبت کی گرمی، ایک دوسرے کو پا لینے کی آرزو۔ میں حیران ہوں، تمہارا بدن اتنا سرد کیوں ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "میں روح ہوں۔ مرنے کے بعد تو ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔ اب تک ٹھنڈی ہوں۔"

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور اسے چھوڑ دیا۔ وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے، اس راہداری سے گزرتے ہوئے ایک ایسے کمرے میں لے گئی جہاں کچھ مشینیں تھیں۔ کمرے کے درمیان ایک دائرہ نما شیشے کا کیبن تھا۔ اس کے اندر ایک کرسی رکھی ہوئی تھی اور کئی طرح کے سائنسی آلات تھے۔ اس کیبن کے باہر ایک چھوٹے سے ریوالونگ اسٹول پر ایک ادھیڑ عمر کا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی مونچھیں اور فرنچ کٹ داڑھی تھی۔ سر پر بڑے نام بال تھے۔ ایسا حلیہ اکثر سائنسدانوں کا ہوتا ہے۔ بعد میں تصدیق ہو گئی کہ وہ ایک عظیم سائنسدان جیری سائمن ہے۔

اس نے ریوالونگ اسٹول پر بیٹھے بیٹھے گھوم کر میری طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ "کم آن مسٹر فرہاد، میں بڑی دیر سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

اس نے اسٹول پر سے اٹھ کر دائرہ نما شیشے کے کیبن کے پاس جا کر ایک بٹن کو دبایا۔ اس کیبن کا ایک دروازہ کھل گیا۔ اس نے کہا۔ "یہاں اندر آ کر کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

میں نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے اس کرسی پر کیوں بیٹھنا چاہیے؟"

"اگر تمہیں کسی بات کا اندیشہ ہے تو میں اندر جا کر بیٹھ رہا ہوں۔"

وہ اس کیبن کے اندر گیا۔ پھر کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "کیا اس طرح بیٹھنے میں کوئی اعتراض ہے؟"

مجھے یاد آیا۔ جب میں پہلی بار لیڈی روزینہ کے تاریک کمرے میں گیا تھا تو اسی طرح ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ دونوں ہتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے تھے تو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ گئی تھیں۔ پھر پیٹ کی پشت سے ایک شکنجے نے آ کر مجھے جکڑ لیا تھا۔ میں نے کیبن کے دروازے کے پاس آ کر کہا۔ "اس کرسی کے ساتھ کوئی ایسا میکینزم ہے جو مجھے یہاں جکڑ لے گا۔"

"تم یہاں آ کر اچھی طرح اطمینان کر سکتے ہو۔"

میں نے دور ہی سے دیکھ کر اطمینان کر لیا تھا کہ وہاں کوئی ہتھکڑی یا شکنجہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود میں نے کیبن کے اندر آ کر قریب سے دیکھا۔ سائنسدان جیری سائمن نے کرسی سے

اٹھتے ہوئے کہا۔ "اگر تمھیں ایسا کوئی اندیشہ ہے تو میں اس کرسی کو باہر پھینک دیتا ہوں۔"

اس نے اسے اٹھایا۔ میں ذرا ایک طرف ہٹ گیا تاکہ وہ اسے باہر لے جا سکے لیکن جیسے ہی وہ باہر کرسی رکھنے کے لیے گیا کیبن کا دروازہ بند ہو گیا۔ میں نے فوراً ہی دروازے کو دونوں ہاتھوں سے دھکا دیا۔ وہ کھل نہ سکا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ شاید اسے کھولنے کے لیے کوئی ہینڈل یا کوئی بٹن ہو مگر ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔

سائنسدان جیری سائمن اسی چھوٹے دیوالوگ اسٹول پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ مجھے ایک آواز سنائی دی "مسٹر فرہاد، ہم تمھیں بڑی دیر سے دیکھ رہے ہیں۔ تم جسمانی طور پر کمزور نہیں ہو۔ شاید دماغی طور پر بھی کمزور نہیں ہو گے۔ ہم یقین کرنا چاہتے ہیں۔ کیا تم جیری سائمن کے دماغ میں پہنچنے کی زحمت گوارا کرو گے؟"

میں نے دیکھا، جیری سائمن ایک آہنی کیپ سر پر پہن رہا تھا اور اس کے بیلٹ کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے باندھ رہا تھا۔ مجھے پھر آواز سنائی دی۔ "یہ آہنی کیپ جو جیری سائمن پہن رہا ہے، اس کے ذریعے ہمیں تمھاری خیال خوانی کا اندازہ ہو جائے گا جیسے ہی تم اس کے دماغ میں پہنچو گے، اجنبی سوچ کی لہروں کے باعث اس کیپ کا سرخ بٹن روشن ہو جائے گا۔"

میں یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ میری خیال خوانی سے اس کے کیپ کا بٹن کیسے روشن ہو گا لیکن سائنسی کارنامے جیسے بھی دیکھنے میں آتے ہیں جن پر آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود یقین نہیں ہوتا۔ شاید انھوں نے کوئی ایسا آلہ ایجاد کیا ہو جسے سر پر پہننے سے اس کا تعلق دماغ سے ہوتا ہو اور وہ اس شخص کی ذاتی سوچ کے علاوہ پرائی سوچ کی لہروں کی نشاندہی کرتا ہو۔

میں سوچ رہا تھا اور اس ٹوپی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر آواز سنائی دی۔ "فرہاد، ہم تمھیں صرف بیس سیکنڈ کا وقت دیتے ہیں۔ فوراً خیال خوانی کرو۔ بیس سیکنڈ تک اگر وہ بلب روشن نہ ہوا تو ہمیں یہ یقین ہو جائے گا کہ تمھارا دماغ کمزور ہو گیا ہے اور تم خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہے ہو۔"

میں دل ہی دل میں مسکرا کر رہ گیا۔ مجھے کیا ضرورت تھی کہ خیال خوانی کرتا۔ وہ بلب نہ روشن ہوتا، نہ میری ٹیلی پیتھی کی تصدیق ہوتی۔ میرے سوچنے کے دوران ایک ایک سیکنڈ کر کے وقت گزرنے لگا لیکن میں ایک دم سے چونک پڑا۔ بیس سیکنڈ پورے ہونے سے پہلے ہی اس کیپ کا سرخ بٹن روشن ہو گیا تھا۔ پھر قہقہہ سنائی دیا۔ "فرہاد، تمھاری چوری پکڑی گئی۔ بلب روشن ہو گیا۔ تم دماغی طور پر نارمل ہو۔ خیال خوانی کر سکتے ہو۔"

میں نے بے اختیار کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ میں نے خیال خوانی نہیں کی۔"

"تم نے خیال خوانی نہیں کی مگر کوشش کی۔"

"میں نے کوشش بھی نہیں کی۔"

"شاباش، ہم یہی سننا چاہتے تھے۔ تم بہت محتاط ہو۔ اسی لیے خیال خوانی نہیں کی۔"

میں ذرا چکرا کر رہ گیا۔ انھوں نے بڑا ہی نفسیاتی حربہ استعمال کیا تھا۔ میں نے اعتراف کر لیا تھا کہ میں نے خیال خوانی کی ہی نہیں، مجھے یہ کہنا چاہیے تھا کہ میں کوشش کرتا رہا مگر خیال خوانی نہ کر سکا۔ بے اختیار زبان سے سچ نکل گیا تھا گویا تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ واپس نہیں آ سکتا تھا۔ پھر بھی میں نے بات بنائی۔ "مجھے غلط سمجھا جا رہا ہے۔ دراصل میں نے خیال خوانی کی کوشش اس لیے نہیں کی کہ میں ایسا کر ہی نہیں سکتا تھا۔"

جواب میں کسی کی آواز سنائی نہیں دی۔ میں نے محسوس کیا، اس شیشے کے کیبن میں آہستہ آہستہ دھواں بھر رہا ہے۔ میں نے گھبرا کر اس پاس دیکھا تو کیبن کی چھت کے ایک سوراخ سے دھواں آ رہا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھایا۔ چھت اونچی تھی، اگر وہ کرسی ہوتی تو میں اس پر چڑھ کر اس سوراخ کو ایک ہاتھ سے بند کر سکتا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہ کیبن دائرہ نما تھا مگر بہت بڑا نہیں تھا۔ میں دونوں طرف کی دیواروں پر پاؤں رکھ کر چڑھ سکتا تھا۔ اگرچہ وہ شیشے کی دیواریں تھیں مگر وہ آہنی فریم سے بنی ہوئی تھیں۔ میں ایک ایک فریم پر پاؤں رکھتا ہوا اوپر چڑھنے لگا۔ پھر چھت کے قریب پہنچ کر میں نے ایک ہتھیلی سوراخ پر رکھ دی۔ اس وقت تک مجھ پر ہلکا سا طاری ہو رہا تھا۔ سر چکرا رہا تھا اور یہ دھوئیں کا اثر تھا۔

ہاتھ رکھتے ہی وہ سوراخ بند ہو گیا لیکن دوسری جگہ ایک نیا سوراخ کھل گیا۔ وہاں سے دھواں آنے لگا۔ میں نے اس پر دوسری ہتھیلی رکھ دی۔ وہ میری مجبوری اور بے بسی سے کھیل رہے تھے۔ تیسری جگہ ایک اور سوراخ کھل گیا۔ وہاں سے دھواں آنے لگا۔ میں نے چیخ کر کہا۔ "بند کرو، اسے بند کرو۔"

یہ کہتے ہوئے میں نے اپنا سر اس سوراخ سے لگا دیا۔ اتنی دیر میں اس کیبن کے اندر اتنا دھواں بھر گیا تھا جو مجھے کمزور بنانے کے لیے کافی تھا۔ میرا سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ میں زیادہ دیر دونوں طرف پاؤں پھیلا کر آہنی فریم پر کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ میں نے غلطی کی۔ مجھے شیشے کی دیواروں کو توڑنا چاہیے تھا۔ اس طرح تازہ ہوا مل سکتی تھی۔

میں آہنی فریم پر سے کُود کر نیچے آ گیا۔ اگر نہ آتا تو خود بخود

گر پڑتا۔ مجھ میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ میں اپنے بل پر پیوں ٹانگیں پھیلا کر کھڑا رہ سکتا۔ نیچے پہنچ کر میں فرش پر جھکا رہا۔ اٹھنے کی کوشش کرتا رہا مگر حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ پھر بھی میں نے فرش پر رینگتے ہوئے شیشے کی دیوار کے پاس پہنچ کر اسے ایک ہاتھ مارا۔ مگر بڑا کمزور ہاتھ تھا جس میں اتنی توانائی نہیں تھی کہ بھرپور ضرب پڑ سکتی۔

اب وہ شیشے کی دیواریں دھندلا رہی تھیں۔ سامنے ہی دیوار کے اس پار بیٹھا ہوا جیری سائمن بھی دھندلا رہا تھا۔ میں ہولے ہولے ہاتھ مارتا جا رہا تھا۔ اس سے زیادہ طاقت بھی نہیں تھی۔ آخر وہ ہاتھ بھی ڈھیلے پڑ گئے۔ میں نڈھال سا ہو کر فرش پر گر پڑا۔ میرا ذہن تاریکی میں ڈوب رہا تھا۔ ہر طرف دھواں ہی دھواں نظر آ رہا تھا۔ پھر میری آنکھیں بند ہوئیں۔ دماغ بے حس ہونے لگا۔ میں ڈوب رہا تھا۔ دھوئیں کے عمیق سمندر میں ڈوبتا جا رہا تھا۔ اپنے آپ سے بے خبر ہوتا جا رہا تھا۔ آخر میں نے اپنا وجود رکھتے ہوئے بھی اپنے آپ کو گم کر دیا۔ پھر مجھے اپنی کوئی خبر نہ رہی۔

نہ جانے میں کب تک گم شدہ رہا۔ جب ذرا ہوش آیا تو آنکھیں بند تھیں مگر خود کو کسی بستر پر محسوس کر رہا تھا۔ میری ایک کلائی کسی کے ہاتھ میں تھی اور اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "یہ ہوش میں آ رہا ہے۔ اسے تھوڑا دودھ پلاؤ۔"

چند لمحوں کے بعد میں نے محسوس کیا، میرے منہ میں کوئی چیز ڈالی جا رہی ہے۔ میرے ہونٹ ذرا سے کھل گئے۔ پھر میں نے اپنے حلق کو تر ہوتا ہوا محسوس کیا۔ میں دودھ پی رہا تھا۔ مگر کیسے پی رہا تھا۔ اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے دیکھا۔ ایک عورت مجھے فیڈر کے ذریعے دودھ پلا رہی تھی۔ میں نے ایک طرف سر گھمایا۔ فیڈر کا نپل منہ سے نکل گیا۔ میں پوچھنا چاہتا تھا، یہ کیا حرکت ہے لیکن زبان ہلانے کی سکت نہیں تھی۔ بے حد کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو اس میں بھی ناکام رہا۔

ڈاکٹر نے میرے شانے کو تھپک کر کہا۔ "ایزی بوائے، ایزی۔ تم بے حد کمزور ہو۔ رفتہ رفتہ بول سکو گے پھر چلنے پھرنے کے قابل بھی ہو جاؤ گے تمھیں صبر اور حوصلے سے کام لینا چاہیے۔"

وہ میرے شانے کو تھپک کر چلا گیا۔ میں چپ چاپ پڑا رہا۔ مجھے پیاس بھی لگ رہی تھی اور بھوک بھی۔ میں نے دیدے گھما کر اس فیڈر کو دیکھا جس میں دودھ بھرا ہوا تھا۔ وہ عورت میری آنکھ کے اشارے کو سمجھ گئی۔ اس نے پھر فیڈر کو میرے منہ سے لگا دیا۔ میں مجبور ہو کر ایک ننھے سے بچے کی طرح دودھ پینے لگا۔ بھوک اور کمزوری بھی کیا چیز ہوتی ہے۔ بڑے سے بڑے شہ زور کو بے دست و پا بنا دیتی ہے۔ فرہاد علی تیمور بھی یوں دودھ پینے کا تصور کبھی نہیں کر سکتا تھا مگر پی رہا تھا۔

ایک کمزور شخص ننھے بچے کی مانند ہوتا ہے۔ دودھ ایسی خوراک ہے جو اس کا پیٹ بھی بھر دیتی ہے اور شکم سیری کا خمار بھی پیدا کرتی ہے۔ مجھ میں بھی یہ خمار پیدا ہوا۔ میں دودھ پیتے پیتے پھر سو گیا۔ گویا مجھے تھوڑی دیر کے لیے ہوش آیا تھا۔ اس کے بعد پھر میں غافل ہو گیا۔ اگرچہ دوبارہ بے ہوش نہیں ہوا تھا مگر غفلت کی نیند میں تھا۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ عارضی ہوشمندی کے وقت دودھ پیتے رہنے کے دوران مجھے اپنے اندر کوئی اجنبی سی آواز سنائی دیتی رہی تھی۔ کوئی میرے کانوں کے قریب کہہ رہا تھا۔ "تم فرہاد علی تیمور ہو، تم مر چکے ہو اور اب تمھاری روح یہ سوچ رہی ہے، سمجھ رہی ہے کہ اب تم ایک روح کی حیثیت سے زندہ رہو گے۔"

یہ آواز میں میرے کان کے قریب دھیمی دھیمی سرگوشی میں سنائی دے رہی تھیں مگر میرے دماغ میں گونج رہی تھیں۔ شاید اس لیے کہ میرا دماغ کمزور تھا اور اس سے متاثر ہو رہا تھا۔ پھر مجھے نیند آ گئی تھی۔

دوسری بار آنکھ کھلی تو وہی عورت میرے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے بیدار ہوتے دیکھ کر اس نے ایک پیالا اٹھایا۔ پھر چمچے سے کوئی چیز میرے منہ میں ڈالنے لگی۔ مجھے خوراک پہنچائی جا رہی تھی لیکن میری کمزوری اور غفلت بھری نیند کا کوئی علاج نہیں کیا جا رہا تھا۔ میں رہ رہ کر آنکھیں کھولتا تھا، پھر غافل ہو جاتا تھا۔ پتا نہیں یہ غفلت کتنی دیر تک رہتی تھی لیکن جب بھی آنکھ کھلتی تو میرے کانوں کے پاس وہی جانی پہچانی آواز سنائی دیتی تھی۔ "تم روح کی حیثیت سے زندہ ہو۔ زندہ انسانوں کی دنیا میں یہ غلط نظریہ قائم کیا گیا تھا کہ روح کو کوئی دیکھ نہیں سکتا، کوئی چھُو نہیں سکتا۔ جب تم توانائی حاصل کرو گے اور اپنی جیسی روحوں کے درمیان زندگی گزارنا شروع کرو گے تو دوسرے تمھیں دیکھ بھی سکیں گے اور چھُو بھی سکیں گے۔ صرف اتنا ہی نہیں، تم روح کی حیثیت سے دوسروں کی باتیں سن سکو گے۔ اپنی باتیں سوچ سکو گے، اپنی زبان سے بول سکو گے۔"

میں وہ بے تکی باتیں تھوڑی دیر تک سنتا تھا۔ پھر نیند میں ڈوب جاتا تھا۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ ان باتوں سے متاثر ہوتا جا رہا تھا۔ میرا دماغ اتنا کمزور نہیں ہے اور نہ ہی میں کمزور ارادوں کا مالک ہوں۔ اس کے باوجود میرے

ارادے کمزور ہو رہے تھے۔ یقیناً وہ میری غفلت کے دوران کچھ ایسے انجکشن دیتے تھے اور میری خوراک میں ایسی دوائیں حل کرتے ہوں گے جس سے میرا دماغ بُری طرح کمزور ہو رہا تھا۔ جب دماغ کمزور ہو تو قوتِ ارادی قائم نہیں رہتی۔

ہپناٹزم کا عمل کرنے کے لیے تین باتیں لازمی ہیں۔ اوّل تو پُراثر شخصیت جسے دیکھتے ہی معمول متاثر ہو جائے۔ دوسری آنکھیں جو اپنے معمول کو دیکھیں تو معمول کا دل کھنچا چلا آئے یا کمزوری سے دھڑکنے لگے۔ تیسری آواز ہوتی ہے۔ تنویمی عمل کرنے والا اپنی بھاری بھرکم مگر پُراثر آواز سے اپنے معمول کو متاثر کرتا ہے اس وقت میرے ساتھ جو ہو رہا تھا، وہ محض آواز کے ذریعے ہپناٹائز کرنے والا عمل تھا۔

جو لوگ جسمانی اور دماغی طور پر مستحکم ہوتے ہیں وہ دوسروں سے متاثر نہیں ہوتے۔ انھیں ٹرانس میں لانے اور اپنا معمول بنانے کے لیے ایسے ہی مختلف مراحل سے گزارا جاتا ہے۔

میں نے پھر ایک بار بیدار ہونے کے بعد دیکھا۔ اب وہ عورت میرے پاس نہیں تھی۔ مجھے دو بڑی بڑی گھورتی ہوئی آنکھیں دکھائی دیں۔ وہ سرخ آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ اگرچہ وہ پورا انسان میرے سامنے موجود تھا۔ اچھا قدآور تھا۔ اندھیرا بھی نہیں تھا کہ وہ چھپا رہتا اور کسی طرح صرف آنکھیں نظر آتیں لیکن وہ آنکھیں ایسی خوفناک اور ایسی متاثر کرنے والی تھیں کہ میں صرف آنکھوں کو دیکھتا رہ گیا۔ اس کے وجود کو دیکھنا بھول گیا۔ اگرچہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔ مگر میری آنکھیں اس کی طرف کھنچی ہوئی تھیں۔ دل دھڑک رہا تھا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جسمانی اور دماغی کمزوریوں کی انتہا کو پہنچ کر دشمنوں کے رحم و کرم پر پڑا رہوں گا۔

اس کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی "فرہاد، تم میری آنکھوں میں دیکھ رہے ہو اور دیکھتے رہو گے۔ میری آنکھوں سے نظریں نہیں ہٹا سکو گے۔"

وہ نہ کہتا، تب بھی میں یہی کرتا۔ اس نے کہا "میں جانتا ہوں، تمھیں بھوک لگ رہی ہوگی۔ تمھارا حلق خشک ہو رہا ہوگا مگر تمھیں کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں ملے گا۔ تم صرف ان آنکھوں کو دیکھتے رہو گے اور آہستہ آہستہ آنکھیں بند کر کے سو جاؤ گے۔ تمھارے دماغ میں یہ آنکھیں نقش رہیں گی۔ تم بند آنکھوں کے پیچھے جاگتے رہو گے تو میری آنکھیں نظر آئیں گی۔ خوابِ غفلت میں رہو گے تب بھی میری آنکھیں تمھیں دیکھتی رہیں گی اور تم ان آنکھوں میں ڈوبے رہو گے۔ دیکھو، تمھاری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔ تمھاری آنکھیں بند ہوتی جا رہی ہیں۔"

میں نے محسوس کیا کہ میری آنکھیں واقعی بند ہوتی جا رہی ہیں اور میں غافل ہوتا جا رہا ہوں۔ آخر میں اس کے حکم کے مطابق سو گیا۔ اس نے درست کہا تھا۔ سونے کے بعد بھی مجھے وہ آنکھیں دکھائی دیتی رہیں اور میں ان آنکھوں کی گہرائیوں میں ڈوبتا رہا، ابھرتا رہا، ان آنکھوں سے متاثر ہوتا رہا۔ ایسے ہی وقت مجھے شیبا کی آواز سنائی دی "فرہاد! فرہاد! میں شیبا بول رہی ہوں، ہوش میں آؤ۔"

میں نے محسوس کیا، جیسے یہ جانی پہچانی آواز ہے مگر کس کی آواز ہے۔ بڑی حیرانی کی بات تھی کہ میں شیبا کو بھول رہا تھا مگر اتنا سمجھتا تھا کہ میں اس آواز کو پہچان رہا ہوں۔

وہ میری سوچ پڑھ رہی تھی۔ اس نے کہا "ہاں فرہاد، تم میری آواز کو پہچانتے ہو، مجھے یاد کرو۔ میں شیبا ہوں، تمھاری شیبا ہوں، میں تمھیں آمنہ اور پومی کے متعلق بہت کچھ بتانا چاہتی ہوں، بہت سی ایسی اطلاعات ہیں جو تمھارے لیے ضروری ہیں۔ پلیز اپنے آپ کو سنبھالو۔"

جب میں اپنے آپ میں نہیں تھا تو خود کو کیا سنبھالتا۔ میرے دماغ میں شیبا کی سوچ کی لہریں ذرا دیر کو رہتی تھیں پھر گم ہو جاتی تھیں۔ دماغ اس قدر کمزور تھا کہ ان لہروں کو زیادہ دیر تک محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ "تبصرہ یہ ہوتا تھا کہ وہ بار بار پکارتی تھی، میرے دماغ میں اچھی طرح جم کر مجھے دماغی توانائی پہنچانا چاہتی تھی۔ بے چاری ہر طرح کوشش کر رہی تھی اور ناکام ہوتی جا رہی تھی۔

جب دوسری بار میری آنکھ کھلی تو پھر وہی بڑی بڑی آنکھیں میرے سامنے تھیں۔ وہ سوتے جاگتے میرے حواس پر چھائی ہوئی تھیں۔ اس نے بھاری بھرکم گونجتی ہوئی سرگوشی میں پوچھا "تم نے خوابِ غفلت میں کیا دیکھا؟"

میرے ہونٹ لرزنے لگے۔ جب سے میں اس بستر پر آیا تھا، ایک لفظ بھی زبان سے ادا نہیں ہوا تھا۔ میں خود میں بولنے کی سکت نہیں پاتا تھا۔ وہ بڑی بڑی آنکھوں والا پھر اپنی بھاری بھرکم سرگوشی میں کہنے لگا "میں جانتا ہوں، تم بولنے کے قابل نہیں ہو۔ مگر میں حکم دیتا ہوں، تم حوصلہ کرو گے اور زبان ہلاؤ گے، میری بات کا جواب دو گے۔ بولو، تم نے خوابِ غفلت میں کیا دیکھا؟"

میں نے اس کے حکم کے مطابق حوصلہ کیا۔ جیسے میں اس سے خوفزدہ تھا کہ حوصلہ نہیں کروں گا تو وہ موت بن کر مجھ پر غالب آ جائے گا۔ میں نے بمشکل لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے

کہا "تمھاری آنکھیں۔"

اس نے کہا "شاباش، تم سوتے جاگتے میری آنکھیں دیکھتے رہو گے۔ اب میرا دوسرا حکم یاد رکھو۔ تم سونے کے دوران بڑبڑاؤ گے۔ خاص طور پر ایسے وقت جب تمھارے دماغ میں کوئی بول رہا ہو، تمھیں کوئی ڈسٹرب کر رہا ہو۔ پھر تم بولنا شروع کر دو گے۔"

اس کے حکم سے مجھے وہ عورت کچھ کھلانے لگی۔ نوڈلز سے میں کوئی ایسی غذا تھی جس سے میری بھوک مٹ رہی تھی اور میں اپنے اندر کچھ جان محسوس کر رہا تھا مگر جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں، اس خوراک میں ایسی کوئی دوا ملی گئی تھی جو مجھے جلدی سُلا دیتی تھی۔ میں پھر سو گیا۔ نیند کے دوران یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دور بہت دُور سے وہ ہپناٹائز کرنے والا بول رہا ہو، مجھے یاد دلا رہا ہو، کوئی تمھاری مدد میں مداخلت کرے تو تم بڑبڑانا شروع کر دو گے۔ یہ بات میرے دماغ میں نقش ہو گئی تھی۔ جب شیبا میرے دماغ میں آئی تو میں نے پوچھا "کون ہو تم؟ چلی جاؤ یہاں سے چلی جاؤ۔"

اس نے کہا "فرہاد، ہوش میں آؤ۔ میں تمھاری شیبا ہوں۔"

"میں کسی شیبا کو نہیں جانتا۔ تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"میں تمھیں ہوشیار کرنا چاہتی ہوں۔ جو شخص تم پر تنویمی عمل کر رہا ہے، اس سے بچنے کی کوشش کرو۔ اپنے آپ کو مضبوط کرو۔ اپنی قوتِ ارادی سے کام لو۔"

"بکواس مت کرو۔ وہ شخص بڑا مہربان ہے۔ اس کی آنکھیں میرے حواس پر چھائی رہتی ہیں۔ وہ آنکھیں مجھے سوتے جاگتے دیکھتی رہتی ہیں۔ میں تمھاری باتوں میں نہیں آؤں گا۔ ورنہ وہ آنکھیں ناراض ہو جائیں گی۔ تم چلی جاؤ یہاں سے۔"

اس نے کہا "میں تمھارے دماغ میں رہ کر یہ معلوم کر چکی ہوں کہ وہ ہپناٹائز کرنے والا تمھیں یہ ہدایت دے گیا ہے کہ تم اس کے حکم کی تعمیل پر مجبور ہو۔ میں جب تک موجود رہوں گی تم سے بولتی رہوں گی۔ تم جواباً بڑبڑاتے رہو گے اور وہ اس وقت تمھاری بڑبڑاہٹ سن رہا ہوگا۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ میں تمھارے دماغ میں آتی ہوں۔ فرہاد، تم بڑبڑاتے ہوئے اس تنویمی عمل کرنے والے کو میری طرف سے لمحہ دو کہ میں اپنی مصروفیات کی وجہ سے مجبور تھی ورنہ تنویمی عمل کے پہلے ہی مرحلے میں تمھارے دماغ کے اندر موجود ہوتی تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ میں اب بھی مایوس نہیں ہوں۔ میں تمھیں اس کے طلسم سے نکالنے کی کوشش کرتی رہوں گی۔"

وہ اپنے طور پر کوشش کر رہی ہوگی۔ مجھے کچھ پتا نہیں۔ میں تو اپنے آپ کو بھولتا جا رہا تھا۔ بس اتنا ہی یاد رہتا تھا کہ وہ تنویمی عمل کرنے والا میرے اندر سما گیا ہے۔ وہ جو بولتا ہے، وہی میں بولتا ہوں۔ وہ جو حکم دیتا ہے، وہی میں کرتا ہوں۔ اس کے سوا میں کسی دوسرے کو نہیں جانتا۔ خود اپنے آپ کو بھی نہیں پہچانتا۔

وہ تنویمی عمل کرنے والا چاہتا تو میں اپنے آپ کو قطعی بھول جاتا لیکن ان کا یہ مقصد نہیں تھا۔ وہ تو مجھے فلسفی ہیوگو، انجینئر تھرما کوئل اور میکینک برلڈ نوز وغیرہ کی طرح اس طرح زندہ رکھنا چاہتے تھے کہ میں اپنے جسمانی وجود کو بھول جاؤں، خود کو روح کی حیثیت سے یاد رکھوں اور وہی سب کچھ کرتا رہوں جو یہاں دوسرے فلسفی، انجینئر اور میکینک وغیرہ کر رہے تھے۔ خود کو پہچانتے تھے۔ اپنی پوری ہسٹری شیٹ ان کو یاد تھی کہ وہ ماضی میں کیا رہ چکے ہیں لیکن یہ بے تکی بات ان کے دماغ میں نقش رہتی تھی کہ ان کا جسمانی وجود نہیں ہے اور وہ محض روحیں ہیں۔

پھر میں نے بھی اعتراف کر لیا کہ میں جسمانی وجود نہیں رکھتا ہوں۔ میں ایک روح ہوں، فرہاد علی تیمور کی روح۔ مجھ سے یہ منوانے کے لیے بڑے طویل عمل سے گزارا گیا۔ ایک تو یہ کہ مجھے وقتاً فوقتاً بھوکا پیاسا رکھا گیا۔ دوسرے یہ کہ جسمانی اور دماغی طور پر کمزور بنایا گیا، اس قدر کمزور کہ کوئی دوسرا میرے حواس پر چھا جائے اور وہ تنویمی عمل کر کے میرے دل و دماغ پر چھا گیا تھا۔ پہلے تو اس نے میرے حواس کو پست کیا، پھر فرہاد والی شخصیت کو ختم کیا۔ صرف وہی میرے اندر سمایا رہا۔ جب میں اس کی طرح سوچنے لگا، اس کی طرح بولنے لگا تو پھر اس نے مجھے وقت پر کھانا دینا شروع کیا۔ میرے جسم میں توانائی پیدا کرتا گیا۔ میری دماغی توانائی بھی بحال ہوتی گئی لیکن اس وقت تک میں خود کو جسمانی طور پر فراموش کر چکا تھا، اپنے آپ کو ایک روح تسلیم کرتے ہوئے اس تنویمی عمل کرنے والے کو خود سے برتر، افضل اور حاکم سمجھنے پر مجبور ہو گیا۔ وہ کون تھا میں نہیں جانتا۔ تنویمی عمل کے دوران اس کی آنکھیں یاد رہتی تھیں۔ جب میں نارمل ہونے لگا تو اس نے میرے سامنے آنا چھوڑ دیا۔ اب میرے پاس ایک ہیڈ فون ہوتا تھا جسے میں جیب میں رکھتا تھا۔ اس ہیڈ فون سے اشارہ موصول ہوتے ہی اسے

میں اپنے کانوں پر یقین لیتا تھا۔ پھر وہی بھاری بھرکم حاکمانہ آواز میرے کانوں میں آتی تھی۔ وہ جو کہتا تھا' میں اس پر عمل کرتا تھا۔ وہاں جتنی بھی اہم شخصیتیں مثلاً انجینئر تھرماکوائل' میکینک براڈ نوز اور فلسفی ہیوگو آرنالڈ وغیرہ تھیں سب کی جیبوں میں ایسا ہیڈ فون ہوتا تھا اور جب بھی انھیں اشارہ موصول ہوتا تو وہ کانوں میں پہن لیتے تھے اور جو حکم موصول ہوتا تھا' اس پر بے چون وچرا عمل کرتے تھے۔

اپنی داستان کے اس موڑ پر اب میں وہ فرہاد علی تیمور نہیں رہا جس کی اپنی سوچ' اپنے نظریات اور اپنے عزائم ہوا کرتے تھے۔ میں اب جسمانی وجود نہیں رکھتا ہوں۔ شاید میرے بے جان جسم کو تہ خانے کی انھی دیواروں سے لے جا کر لگا دیا گیا تھا۔ جہاں میں فلسفی ہیوگو' انجینئر تھرماکوائل اور میکینک براڈ نوز وغیرہ کے جسموں کو دیوار سے لگا دیکھ چکا ہوں۔ بہرحال اب میں اپنی داستان ایک روح کی حیثیت سے بیان کروں گا کیونکہ میں پاتال دنیا کا باشندہ ہوں۔ زندہ انسانوں کی دنیا میں جو کچھ میرے ساتھیوں کے ساتھ ہو رہا ہے' اس کا ذکر اب شیبا کرتی رہے گی۔

"میرا نام شیبا مدام ہے۔ آپ سونیا اور پومی وغیرہ کی طرح مجھے بھی اچھی طرح جان گئے ہیں۔ میں مانتی ہوں' سونیا کو فرہاد کی زندگی میں ایسا مقام حاصل ہو چکا ہے جو کسی اور کو نہیں ہو سکتا لیکن سونیا کو میری طرح یہ فخر حاصل نہیں ہے کہ آج میں دوسری بار راوی بن کر فرہاد کی داستان کو آگے بڑھا رہی ہوں۔

آج سے پہلے انھی صفحات پر میں نے اپنی زندگی کا مختصر سا خاکہ پیش کیا تھا کہ میں کون ہوں' میرا نام کیا ہے' میں کب پیدا ہوئی اور میں نے ٹیلی پیتھی کا علم کیسے حاصل کیا۔ ان دنوں میں فرہاد کی دوست نہیں تھی' دشمن بھی نہیں تھی کیونکہ غیر شعوری طور پر اس سے متاثر ہو چلی تھی۔ آج میں نے فرہاد کا اعتماد اس حد تک حاصل کر لیا ہے کہ اس نے پاتال دنیا میں پہنچتے ہی مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کی عدم موجودگی میں اس کی تمام ساتھیوں کا خیال رکھوں اور ان کی حفاظت کرتی رہوں۔ آج وہ پاتال دنیا میں ہم سے بالکل بیگانہ ہو کر زندگی گزار رہا ہے۔ ہمیں پہچانتا ہے مگر ہمارے کام نہیں آ سکتا۔ میں نے حتی الامکان کوشش کی تھی کہ اسے پاتال دنیا کے طلسم سے بچا لوں مگر ناکام رہی۔ اب میری کامیابی یہی ہوگی کہ جب تک وہ ہماری دنیا میں واپس نہ آ جائے' اس وقت تک میں اپنی اور اس کے تمام ساتھیوں کی حفاظت کرتی رہوں۔"

جب فرہاد اس نامعلوم شخص کے تنویمی عمل سے گزر رہا تھا' اسی دوران میں نے جناب شیخ الفارس کو خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔ انھوں نے کہا: "فرہاد کو کسی بھی طرح پاتال دنیا سے نکالنا ہوگا۔ اس کے لیے تم ماسک مین اور ریڈ پاور کے باس سے رابطہ قائم کرو۔"

میں نے ان کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ماسک مین سے رابطہ قائم کیا۔ میں نے شیبا کی حیثیت سے مخاطب کیا تو اس نے خوش ہو کر پوچھا: "کیا آپ واقعی شیبا مدام ہیں؟ میں نے آپ کے متعلق بہت کچھ سنا ہے اور سنتا رہتا ہوں۔ میری خوش نصیبی ہے کہ سوچ کے ذریعے آپ سے رابطہ قائم ہو رہا ہے۔"

میں نے کہا: "فرہاد بڑی مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ میں اس کے مختصر حالات بتا رہی ہوں۔ آپ کسی طرح اسے ان مشکلات سے نکالنے کی فوراً کوشش کریں۔"

میں مختصر طور پر اسے بتانے لگی۔ اس نے سننے کے بعد کہا: "یہ کون سی بڑی بات ہے۔ اگر وہ خفیہ راستہ لیڈی روزینہ کی خوابگاہ سے جاتا ہے تو ہمارے آدمی وہاں پہنچ جائیں گے۔ سیدھی طرح پہنچنے کا موقع نہ دیا گیا تو دوسرے حربے استعمال کریں گے۔ ماسک مین کے ذرائع بہت وسیع تھے۔ وہ سپر پاور کے ملک میں بھی اپنی من مانی کر سکتا تھا۔ اس کے جاسوس اور اداکار کسی وقت بھی لیڈی روزینہ کی رہائش گاہ میں داخل ہو سکتے تھے۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے آدمی دو گھنٹے کے اندر فرہاد کو پاتال دنیا سے نکال لائیں گے۔

میں نے ریڈ پاور کے باس کو مخاطب کیا اور اس سے اپنا مختصر سا تعارف کرایا۔ چونکہ فرہاد کی عدم موجودگی میں پہلی بار ایسے لوگوں سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کر رہی تھی' اس لیے وہ سب خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ میں نے کہا: "تمھارے ماسک مین سے رابطہ قائم کر چکی ہوں اور اسے فرہاد کے حالات بتا چکی ہوں۔ تم بھی مختصر طور پر سن لو۔"

میں نے تمام حالات سنانے کے بعد کہا: "مجھے مرد کی آواز سناؤ۔"

"ابھی سناتا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ریکارڈ روم میں گیا۔ وہاں سے ایک کیسٹ نکال کر ریکارڈر میں لگانے کے بعد کہا: "لیجیے سنیے۔"

مریم وہی تھی جو لیڈی روزینہ کی رہائش گاہ میں مادام کہلاتی تھی اور وہاں کی نوجوان لڑکیوں کی نگراں کی حیثیت سے ملازمت کر رہی تھی۔ اس کی آواز سننے کے بعد میں نے شیخ صاحب سے کہا: "اب میں مریم کے پاس جا رہی ہوں۔"

انھوں نے کہا: "ہر جگہ خود کو شیبا کی حیثیت سے متعارف نہ کراؤ۔ ایک تو وقت ضائع ہوگا۔ دوسرے خود کو جس قدر راز میں رکھ سکتی ہو' رکھو۔ فرہاد بن کر خیال خوانی کرو۔"

میں نے یہی کیا۔ مریم کو فرہاد بن کر مخاطب کرتے ہوئے کہا: "میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا: "کیا تم زندہ ہو؟"

"ہاں' اللہ تعالیٰ کا کرم ہے ویسے لیڈی روزینہ کی خوابگاہ میں پہنچنے کے بعد کوئی نہیں مرتا۔ جتنے پہنچ چکے ہیں' وہ سب اس تہ خانے میں زندہ ہیں۔ میں بھی ان کی طرح یہاں قید ہو گیا ہوں۔ تم وہاں کی مسلح عورتوں کو بغاوت پر آمادہ کرو۔ کسی وقت بھی لیڈی روزینہ کی خوابگاہ میں گھسنا پڑے گا۔"

"لیکن وہ جو بجلی کی رو دوڑتی رہتی ہے' اس کا کیا ہوگا۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ ریڈ پاور کے لوگ وہاں پہنچنے والے ہیں' خوابگاہ میں جانے کا راستہ بنا لیں گے۔"

"مجھے یہاں بغاوت کی فضا ہموار کرنے کے لیے پرسنل گارڈ کا تعاون ضروری ہے۔ آپ اس سے بھی دماغی رابطہ قائم کر لیں تو بہتر ہوگا۔"

میں ذرا الجھن میں پڑ گئی۔ پھر کہا: "میں اس قدر پریشان ہوں کہ پرسنل گارڈ کے لب و لہجے کو فی الحال بھول گیا ہوں۔ تم سے مخاطب کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔"

وہ اپنی ڈیوٹی کی جگہ کو چھوڑ کر اس رہائش گاہ کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی لیڈی روزینہ کی پرسنل گارڈ کے پاس پہنچی۔ پھر اس نے چپکے سے کہا: "فرہاد نے دماغی رابطہ قائم کیا ہے۔ وہ زندہ ہے۔"

پرسنل گارڈ نے خوش ہو کر پوچھا: "کیا واقعی وہ زندہ ہے؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میں زندہ ہوں اور تمھارے دماغ میں بول رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر میری سوچ کی لہروں کو سننے لگی۔ میں نے اس سے بھی یہی کہا کہ وہ مسلح عورتوں کو بغاوت پر آمادہ کرے۔ کسی وقت بھی ریڈ پاور کے لوگ وہاں پہنچ سکتے ہیں۔

میں نے اسے تمام باتیں سمجھانے کے بعد رابطہ ختم کر دیا۔

نائب شیخ صاحب نے کہا: "سونیا نے اپنے دماغ میں آنے سے منع کیا تھا۔ فرہاد نے جو وعدہ کیا' اسے اب تک نبھانا تھا لیکن ان حالات میں تمھیں سونیا کے پاس ضرور پہنچنا چاہیے۔"

میں خود تجسس میں مبتلا تھی۔ آخر سونیا اس قدر پُراسرار لڑکیوں رہنا چاہتی ہے۔ ویسے یہ مانتی ہوں کہ وہ ہم لوگوں سے چھپ کر بڑے سے کام کرتی رہی۔ لیڈی روزینہ کے ہاں بھی اس نے فرہاد کے لیے بڑی آسانیاں پیدا کی تھیں۔ مگر اب کہاں گم ہو گئی ہے' یہ معلوم کرنے کے لیے میں نے اس کے دماغ تک رسائی حاصل کی۔

وہ ایک بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے چاروں طرف گہرا اندھیرا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو سونیا! میں شیبا بول رہی ہوں۔"

اس نے چونک کر پوچھا: "شیبا؟"

"ہاں' کیا تم مجھے بھول گئی ہو؟"

"نہیں' مجھے یاد آ گیا۔ تم فرہاد کی طرح ٹیلی پیتھی جانتی تھیں۔ کیا تم بھی مر چکی ہو؟"

"میں زندہ ہوں۔"

"تعجب ہے۔ پھر یہاں روحوں کے درمیان کیسے... آ گئی ہو؟"

"کیا تم خود کو روح سمجھ رہی ہو؟"

"اور کیا سمجھنا چاہیے؟ مرنے کے بعد تو انسان روح بن کر ہی رہتا ہے۔"

"سونیا' یہ بے تکی باتیں ہیں۔ تم تو غیر معمولی طور پر ذہین اور چالاک ہو۔ تم بھی ایسا سوچ رہی ہو۔"

"میں پوری ذہانت اور حاضر دماغی سے جو کہہ رہی ہوں' درست کہہ رہی ہوں۔ تم بتاؤ' میرے کمرے میں کیسے آ گئیں۔ کیا میں بتی جلاؤں؟"

"ابھی تم نے کہا تھا کہ میں فرہاد کی طرح ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ کیا تم اپنے دماغ میں کچھ محسوس نہیں کر رہی ہو۔"

اس نے چونک کر کہا: "اوہ ہاں' یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ ٹیلی پیتھی کا علم ایک انسان کو دوسرے انسان کے دماغ تک پہنچاتا ہے لیکن کیا تم اس علم کے ذریعے روح کے دماغ میں بھی پہنچ جاتی ہو۔"

"سونیا' مجھے تمھارے پاس آ کر مایوسی ہو رہی ہے۔ میں روح کے سلسلے میں بحث نہیں کرنا چاہتی۔ اتنا بتانا چاہتی ہوں کہ فرہاد خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ وہ بھی تمھاری طرح اسی چکر میں آنے والا ہے۔ ابھی تنویمی عمل کے مختلف مراحل سے گزر رہا ہے۔ ہو سکے تو کسی طرح اس کے پاس پہنچو اور اسے اس چکر سے نکالو۔"

فرہاد کا نام سنتے ہی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ پھر اس نے پوچھا: "کیا میرا فرہاد یہاں آ گیا ہے۔ کیا وہ بھی مر چکا ہے؟"

"اوہ گاڈ' سونیا' تم وہی ہو جو فرہاد کی موت بن کر آئے

والوں کو چٹکیوں میں اُڑا دیا کرتی تھیں۔ آج اس کی موت پر خوش ہو رہی ہو۔"

"مجھے خوش کیوں نہیں ہونا چاہیے۔ وہ تو مرنے کے بعد میرے ہی پاس آئے گا۔ یہاں تمام روحیں رہتی ہیں۔ اس کی روح بھی میرے پاس آئے گی۔"

"سونیا، میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر تمھارا فرہاد دشمنوں کے جال میں پھنس رہا ہو تو کیا تم اسے نکالنا نہیں چاہو گی۔"

"یہاں کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے۔ یہ تمھاری دنیا جیسی دنیا نہیں ہے۔ یہاں کوئی خود غرض، لالچی اور ہوس پرست نہیں ہے۔ جب خود غرضی نہ ہو جب کسی طرح کی ہوس نہ ہو تو کوئی کسی سے دشمنی نہیں کرتا۔"

"سونیا، اس دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں ہوس کے بندے نہ رہتے ہوں۔ تم بہت بڑے چکر میں پھنس گئی ہو۔"

"شیبا، میری باتیں تمھاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ اگر سمجھنا چاہتی ہو تو فوراً مر جاؤ۔ میں کتنی نادان تھی۔ اپنے ساتھیوں کو موت سے بچاتی تھی۔ اب میری خواہش ہے کہ میرے تمام ساتھی ہنستے کھیلتے اپنی جان دے دیں اور یہاں چلے آئیں۔ یہاں بڑا مزا آتا ہے۔"

میں نے پوچھا: "اتنی گہری تاریکی میں تمھیں کیا مزہ مل رہا ہے؟"

"اوہو شیبا، کیا تم اتنا بھی نہیں جانتیں کہ مرنے کے بعد قبر کی تاریکی نصیب ہوتی ہے۔ ہمیں زندگی میں روشنی سے محبت ہوتی ہے۔ مگر مرنے کے بعد تاریکی سب سے زیادہ اچھی لگتی ہے۔ میں دوسری روحوں کے ساتھ روشنی میں بھی جاتی ہوں۔ اس کے باوجود ہم تمام روحیں تاریکی پسند کرتی ہیں۔ جب بھی موقع ملتا ہے، اپنے اپنے گھروں میں آکر بند ہو جاتی ہیں۔ لائٹ آف کر دیتی ہیں اور تاریکی میں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم کسی ٹھنڈی چھاؤں میں یا ماں کی گود میں پہنچ گئے ہوں۔"

"یہ درست ہے۔ زندگی میں ماں کی گود چھوٹ جاتی ہے مگر قیامت تک قبر کی گود نہیں چھوٹ سکتی۔" میں نے کہا: "تم اپنے خیال کے مطابق قبر کی تاریکی میں آرام کرو۔ میں پھر کسی وقت آؤں گی۔"

میں نے شیخ صاحب کو سونیا کے متعلق بتایا۔ انھوں نے پریشان ہو کر کہا: "یہ بہت بُرا ہوا۔ فرہاد اگر دماغ ہے تو سونیا ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اگر وہ دونوں زیادہ عرصے تک پاتال دنیا میں رہ گئے تو ہماری کمر ٹوٹ جائے گی۔"

"جناب، آپ میری رہنمائی کریں، مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"فی الحال تو اس بات کو گرہ میں باندھ لو کہ فرہاد اور سونیا کے متعلق ہمارے دشمنوں کو علم نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں کسی سے ذکر نہیں کروں گی لیکن یہ بات چھپی نہیں رہے گی۔"

"اسے چھپائے رکھنے کے طریقے ہمارے پاس ہیں۔ جس طرح تمھاری دو عدد ڈمی شیبا ہیں، اسی طرح ڈمی فرہاد اور ڈمی سونیا بھی موجود ہیں۔ ہم انھیں منظرِ عام پر لائیں گے۔ اگر دشمن یہ بات پھیلائیں گے کہ سونیا اور فرہاد ان کی قید میں ہیں تو ہم ڈمی سونیا اور فرہاد کے ذریعے یہ ثابت کریں گے کہ وہ آزاد ہیں اور ہمیشہ کی طرح آزادانہ زندگی گزار رہے ہیں۔"

"یہ تدبیر اچھی ہے مگر آپ مجھے یہ بتائیں، میں سونیا اور فرہاد کے لیے کیا کر سکتی ہوں۔ انھیں کس طرح وہاں سے جلد از جلد نکالا جائے۔"

"مائک مین، ریڈ پاور کا باس، یہ سب کوشش کر رہے ہیں تم نے مریم کو اور لیڈی روزینہ کی پرسنل گارڈ کو بھی بغاوت کے لیے تیار رکھا ہے۔ یہ سب ہماری بیرونی امداد ہے۔ اب اندرونی طور پر ہماری ذاتی کوششیں کیا ہو سکتی ہیں۔ فی الحال تو دماغ میں یہی بات آتی ہے کہ تم پومی کے ساتھ لگی رہو۔ اس سے کہو کہ وہ فی الحال بھگوان ہیراسوامی کو چھوڑ کر لیڈی روزینہ کی طرف توجہ دے اور کسی طرح پاتال دنیا میں پہنچنے کی کوشش کرے۔"

جناب شیخ الفارس صاحب تل ابیب آئے تھے۔ وہاں کے سرکاری وفد نے بڑی گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا تھا۔ وہاں کے حکام نے ان کے لیے مختلف تقریبات کا اہتمام کیا تھا۔ انھوں نے کہا: "میں صرف ایک دن کے لیے آیا ہوں ضروری باتیں کروں گا، پھر چلا جاؤں گا۔"

میں ابھی تل ابیب کے حالات تفصیل سے بیان نہیں کروں گی کیونکہ مجھے وقتاً فوقتاً پومی کے پاس پہنچنا پڑتا ہے۔ شیخ صاحب نے ان سے مذاکرات کے دوران کہا: "ہمارے درمیان دوستی اور بھائی چارے کی فضا قائم ہو سکتی ہے۔ رہ گیا یہ سوال کہ فرہاد اور شیبا کی دوستی آپ لوگوں کو فائدہ پہنچائے گی یا نقصان تو میں اس بات کا یقین دلانا چاہتا ہوں کہ دوستی سے کبھی نقصان نہیں پہنچتا جب تک کہ اس دوستی میں کھوٹ پیدا نہ ہو۔"

ایک افسر نے کہا: "فی الحال ہماری دوستی اس طرح قائم رہ سکتی ہے کہ آپ شیبا کا مطالبہ نہ کریں۔ یہ ہماری قوم کے ہمارے وطن سے اور ہمارے مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔ یہی اس کی جائے پیدائش ہے۔ لہٰذا اسے یہاں سے نہیں جانا چاہیے۔"

شیخ صاحب نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "میں مانتا ہوں، شیبا کو اپنے ملک میں رہنا چاہیے اور فرہاد کو ہمارے پاس۔ اسی طرح آپس میں اعتماد قائم ہو سکتا ہے لیکن میں آمنہ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

ان کے لیے یہ بڑی خوشی کی بات تھی کہ وہ شیبا کو حاصل کر رہے تھے اور ہمیشہ اپنے پاس رکھنے والے تھے۔ پھر بھلا آمنہ کے جانے پر کیا اعتراض کر سکتے تھے۔ انھوں نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔

میں نے پومی کے پاس پہنچتے ہی اسے مخاطب نہیں کیا۔ چپ چاپ اس کے حالات اور خیالات معلوم کرتی رہی۔ اس کے ماسٹر والٹور کی نے اسے بہت کچھ سکھایا تھا۔ مرجانہ کی طرح اسے فولاد بنا دیا تھا اور اسے بار بار یہ سمجھاتا رہتا تھا کہ کسی بھی معاملے میں انسان کو جذباتی اور حوصلہ نہیں ہونا چاہیے لیکن فرہاد کے معاملے میں وہ بے حد جذباتی تھی۔ یہ بات میں نے چپکے سے معلوم کی۔ ورنہ کوئی اپنے دل کی بات کب بتاتا ہے یا بتاتی ہے۔

جب فرہاد نے رنگون میں اسے پہلی بار دیکھا تو وہ رومانہ کی ہو بہو تصویر تھی۔ صرف اس کی ہمشکل نہیں بلکہ اس کی صلاحیتوں کو بھی اپنایا ہوا تھا۔ اگرچہ اس کی صلاحیتوں میں پختگی نہیں تھی پھر بھی رومانہ کی طرح بے حد اسمارٹ تھی۔ رومانہ کے قریب آنا چاہتی تھی۔

فرہاد جو حسن پرستی کے معاملے میں بدنام ہے، اس نے پومی کو ہنسنے سے باز رکھا۔ اسے بڑی محبت سے سمجھایا۔ اگر وہ فرہاد کے شانہ بشانہ کوئی کام کرنا چاہتی ہے تو اسے اپنی تمام صلاحیتوں میں پختگی پیدا کرنا ہوگی۔ سونیا، رومانہ اور مرجانہ کی طرح بننا ہوگا۔ اس کے لیے فرہاد نے اسے بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دیا تھا۔

وہ دن ہے اور آج کا دن، اس نے صرف فرہاد کو حاصل کرنے کی لگن میں بہت کچھ سیکھا تھا۔ ماسٹر والٹور کی نے بھی اعتراف کیا کہ وہ مرجانہ کو جتنا سکھا چکا تھا، پومی اس سے زیادہ سیکھ چکی ہے۔ مکمل فولاد بن گئی ہے۔ پھر اس نے عملی میدان میں قدم رکھتے ہی اپنی صلاحیتوں کو دوستوں اور دشمنوں سے منوا لیا تھا۔ پچھلے دن فرہاد نے اس سے کہا تھا کہ بھگوان ہیراسوامی کے کیس میں وہ پومی کے ساتھ رہے گا اور شاید اس کے آشرم میں اس سے ملاقات ہو سکے۔

فرہاد کا اتنا کہہ دینا ہی کافی تھا۔ وہ اس سے مل بیٹھنے کے لیے پہلے تو ہیراسوامی کے آشرم میں پہنچی پھر مختلف چالیں چلتی ہوئی ہیراسوامی کے قریب پہنچ گئی۔ اس کے اور ماں نیلا داسی کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر وہ گاؤں کی ایک رہائش گاہ میں آگئی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ بھگوان ہیراسوامی کو ٹریپ کر رہی ہے اور اس کے کسی خاص خفیہ اڈے تک پہنچنے والی ہے لیکن اچانک ہی بھگوان ہیراسوامی نے بازی پلٹ دی تھی۔ اس کے ہٹے کٹے آدمیوں نے چاروں طرف سے آکر پومی کو جکڑ لیا تھا اور اس کے حکم کے مطابق اسے رہائش گاہ کے ایک بڑے ہال میں لے گئے تھے۔ ہیراسوامی بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے زینے پر چڑھتے ہوئے اس ہال کی بالکونی پر پہنچ کر کہا: "تم لیوچن نہیں ہو۔ میں یقین سے کہتا ہوں، تم سونیا ہو۔"

پومی نے انکار کیا اور بضد رہی کہ وہ لیوچن ہے۔ تب بھگوان ہیراسوامی نے اصلی لیوچن اور اس کے محبوب مائیکل گارسن کو اس کے سامنے پیش کر دیا۔

ایسے ہی نازک مرحلے پر فرہاد نے پومی کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ اسے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہونا پڑا تھا اور حاضر ہونے کے بعد ہی وہ لیڈی روزینہ کے جال میں الجھتا ہوا تہ خانے میں پہنچ گیا تھا۔ اُدھر پومی کی داستان اُدھوری رہ گئی تھی کسی کو خبر نہیں تھی کہ اس پر کیا گزر رہی ہے۔

کوئی ایسا معاملہ اچانک سامنے آئے جو بالکل ہی خلافِ توقع ہو تو اس سے دامن بچانا مشکل ہوتا ہے۔ کسی نہ کسی طرح نمٹنا ہی پڑتا ہے۔ پومی کی توقع کے خلاف اصلی لیوچن اپنے محبوب کے ساتھ ظاہر ہو گئی تھی۔ اب وہ خود لیوچن ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ چند لمحوں تک سر اٹھائے بالکونی میں کھڑی ہوئی لیوچن کو دیکھتی رہی۔ بھگوان ہیراسوامی نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ "اب کیا بہانے کرو گی؟"

"میں حیران ہوں کہ یہ لیوچن اور مائیکل گارسن کس طرح تمھارے ہاتھ لگ گئے۔"

"ہاں، تمھارے فرہاد نے بڑی چالاکی دکھائی تھی۔ انھیں امریکا سے باہر بھیج دیا تھا اور اتنی رقم دی تھی کہ یہ ساری دنیا کی سیر کرتے رہیں اور جلد واپس نہ آسکیں۔"

پومی نے پوچھا: "کیا یہ دونوں امریکا سے باہر نہیں گئے تھے؟"

"بے شک گئے تھے لیکن ان کے پاس ایک لاکھ ڈالر تھے اور یہ اتنے احمق ہیں کہ اتنی بڑی رقم ساتھ لیے پھر رہے تھے۔ پھر ہمارے آدمیوں کے ہتھے کیسے نہ چڑھتے۔ تم نے مائیکل گارسن کا نام لیا اور اپنا نام لیوچن بتایا تو فوراً یاد آگیا۔ ایک دن پہلے ہی ہمارے آدمیوں نے اطلاع دی تھی کہ جزیرہ ہوائی میں یہ دونوں پائے گئے ہیں۔ اگرچہ یہ جرم نہیں تھے مگر ان کا ریلف کیس ہمارے آدمیوں کے لیے باعثِ کشش تھا۔ بہر حال اس حوالے سے میں نے فوراً ہی اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ میرے ذاتی ہیلے میں ان دونوں کو جزیرہ ہوائی سے یہاں پہنچا دیا جائے تاکہ تم انھیں اپنی

آنکھوں سے دیکھ سکو جیسا کہ دیکھ رہی ہو۔"

"ہاں' دیکھ رہی ہوں اور سوچ رہی ہوں۔ بے چاری لیوچن اور بے چارے مائیکل گارسن کا انجام کیا ہوگا۔"

بھگوان ہیراسوامی نے دونوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "یہ میرا دھرم قبول کر رہے ہیں۔ میرے آشرم میں رہیں گے۔"

مائیکل گارسن نے کہا۔ "مجھے بہت تلخ تجربہ ہوا ہے۔ آج پتا چلا کہ اچانک ملنے والی دولت کتنی مصیبتوں میں گرفتار کراتی ہے۔ جب سے وہ ایک لاکھ ڈالر مجھے بریف کیس میں ملے ہیں تب سے ہمارا سکون برباد ہوگیا ہے۔"

لیوچن نے کہا۔ "میں دولت کے خواب دیکھتی تھی' سوچتی تھی' ایک شاندار محل نما بنگلا بناؤں گی اور میرے پاس قیمتی کاریں ہوں گی' میری خدمت کے لیے نوکر چاکر ہوں گے اور میں دولت سے ساری عمر کھیلتی رہوں گی لیکن نئی نئی مصیبتیں ہم سے کھیلتی رہیں۔ کئی بار جان کے لالے پڑ گئے۔ ہم نے توبہ کر لی ہے۔ اب ہم اس بریف کیس کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ ایسے ایک لاکھ ڈالر پر ہم لعنت بھیجتے ہیں۔ پُرسکون زندگی کے لیے ہم نے بھگوان ہیراسوامی کا دھرم قبول کر لیا ہے۔ اس دھرم کے مطابق میں اور مائیکل تین ماہ تک ایک دوسرے سے الگ رہیں گے اور بھگتی کرتے رہیں گے۔ جب ہماری بھگتی سے بھگوان خوش ہو جائیں گے تو پھر ہمیں آشرم میں ایک ساتھ رہنے کی اجازت مل جائے گی۔"

مائیکل گارسن نے ہیراسوامی کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "ہئے بھگوان' آپ نے نصیحت کی تھی' وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اپنی زندگی کا زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں گزارنا چاہیے۔ مجھے اجازت دیجیے۔ میں بھگتی کے لیے جا رہا ہوں۔"

بھگوان ہیراسوامی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی اور اسے جانے کی اجازت دے دی۔ وہ لیوچن کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اسے اعتماد تھا کہ بھگوان ہیراسوامی کی پناہ میں آ کر وہ اپنی محبوبہ کے ساتھ محفوظ ہوگیا ہے۔ اب کہیں سے کسی دشمن کا خطرہ نہیں ہے۔ اس نے نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس بھگوان ہیراسوامی کو دے دیا تھا۔ دولت کے ہاتھ سے نکلتے ہی تمام اندیشے دور ہو گئے تھے۔ اب وہ مطمئن تھا۔

اس کے جانے کے بعد بھگوان ہیراسوامی نے لیوچن کی کمر پر ہاتھ رکھا۔ پھر اسے لیتے ہوئے زینے سے اترتے ہوئے بڑے سے ہال میں آنے لگا جہاں پومی چار ہٹے کٹے جوانوں کے گھیرے میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے لیوچن کو پومی کے برابر لے جا کر کھڑا کر دیا۔ پھر ذرا دور ہو کر دونوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہائے' دونوں ایک جیسی ہیں۔ ایک جیسا حسن' ایک جیسا شباب' ایک جیسی شکل و صورت۔ ویسے صورت ایک نہ بھی ہو تب بھی ہر عورت ایک جیسی ہوتی ہے لیکن دو بھرپور جوانیاں ایک ساتھ بجلیاں گرا رہی ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کا انتخاب کیا جائے۔ کبھی یہ اچھی لگتی ہے' کبھی یہ۔"

اس نے ذرا اور دور جا کر انھیں دیکھتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے کہا۔ "دور سے اور بھلی لگ رہی ہیں۔ بھئی سمجھ میں نہیں آتا کسے چھوڑا جائے' کسے پکڑا جائے۔ بھئی رام دیال' ایسا کرو' ہماری اسپیشل بھنگ تیار کرو۔ تھوڑی ان دونوں کو پلاؤ' تھوڑی مجھے پلاؤ۔ بھنگ بہت ہی مقدس نشہ ہے ان دونوں کو بھگوان کے پاس پہنچا دے گا۔"

یہ کہتا ہوا وہ دروازے کے پاس گیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر بولا۔ "مگر یاد رکھنا۔ یہ جو دوسری لیوچن ہے' اس کے پیچھے فرہاد کی کوئی بہت ہی خطرناک ساتھی پیچھی ہوئی ہے۔ آج کل شمالی امریکا میں اس کی دو ساتھیوں کا زیادہ چرچا ہے۔ ایک سونیا اور دوسری پومی اور ان دونوں میں سے یہ کوئی ہے۔ اگر تم چاروں اسے بھنگ پلانے میں کامیاب ہو گئے تو میں ہر ایک کو دس دس ہزار ڈالر دوں گا۔"

پھر اس نے پومی کو دیکھتے ہوئے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ "ویل بنا پسپتی لیوچن' اگر تم راضی خوشی بھنگ پی لو تو تمھارے لیے بہتر ہوگا۔ یہ بہت پیارا نشہ ہوتا ہے۔ تم خود بخود اپنی اصلیت اگلتی جاؤ گی۔"

یہ کہتے ہوئے وہ دروازہ کھول کر باہر آیا پھر باہر سے اس دروازے کو بند کر دیا۔ دوسرے کمرے میں ماں نیلما داسی پریشان حال کھڑی تھی۔ کیونکہ اس کے سامنے ہی پومی کو چار ہٹے کٹے غنڈے پکڑ کر ہال میں لے گئے تھے۔ اس نے بھگوان ہیراسوامی کو دیکھتے ہی پوچھا۔ "آپ کیا کر رہے ہیں' بے چاری کو غنڈوں کے حوالے کیوں کر دیا؟"

وہ باہر سے دروازہ بند کر رہا تھا۔ اس نے گھوم کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے ہزار بار منع کیا ہے' پیچھے سے آواز نہ دیا کرو اور نہ ہی کسی بات پر ٹوکا کرو۔"

"آپ مجھے بات بات پر ڈانٹ دیتے ہیں۔ میں چپ ہو جاتی ہوں مگر آپ جو کچھ کر رہے ہیں' ایک دن اس سے بہت بڑا نقصان پہنچے گا۔"

"نقصان مجھے پہنچے گا۔ تمھارا کیا جائے گا۔"

"بہت کچھ جائے گا۔ میں نے آپ کے ہر حکم کو مانا ہے لیکن یہ نہیں مان سکتی کہ ہمارے بیٹے کو باپ کا نام تو ملے مگر باپ نہ ملے۔"

بھگوان ہیراسوامی اسے گھور کر دیکھنے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "میں نے بچپن سے بیٹے کو یہی بتایا ہے کہ اس کا باپ لاپتا ہے' کسی دن ضرور ملے گا۔"

وہ گرج کر بولا۔ "باپ اسے کبھی نہیں ملے گا۔"

"آپ چاہیں تو مل سکتے ہیں۔ آخر انکار کیوں کرتے ہیں۔"

"بے وقوف کی بچی' میں بھگوان کہلاتا ہوں' بھگوان نہ تو کسی سے شادی کرتا ہے نہ اولاد پیدا کراتا ہے۔"

"مگر آپ نے مندر میں بھگوان کے سامنے مجھے اپنی دھرم پتنی مان لیا تھا۔ ہماری اولاد ہے۔ آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے۔"

"میں اولاد سے انکار نہیں کرتا۔ اسی لیے تو اسے اپنا نام دیا ہے۔"

"آپ کا اصلی نام نارائن سوامی ہے اور آپ بھگوان ہیراسوامی کے نام سے مشہور ہیں۔ اس لیے میرا بیٹا آج تک یہ نہ جان سکا کہ آپ ہی اس کے باپ ہیں۔ وہ تو کسی نارائن سوامی کا انتظار کر رہا ہے جو لاپتا ہوگیا ہے اور میری جھوٹی تسلیوں کے مطابق کسی دن ضرور اس سے آ کر ملے گا۔"

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ کیونکہ دروازے کے پیچھے کوئی اگر ٹکرایا تھا۔ پھر کسی کی کراہ سنائی دی۔ اس کے بعد ایک لڑکی کے چیخنے کی آواز بھی آئی۔ ماں نیلما داسی نے رحم طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "سوامی جی' یہ ظلم اچھا نہیں ہے۔ ایک لڑکی ہے اور چار ہٹے کٹے غنڈے اسے مار رہے ہوں گے۔ پتا نہیں' اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہوں گے۔"

ہیراسوامی نے کہا۔ "جو جیسا کرتا ہے ویسا بھرتا ہے۔ یہ لڑکی ہمیں دھوکا دے کر یہاں آئی' میری اصلیت معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی میں اس کی اصلیت معلوم کر لوں گا اور اسے اپاہج بنا کر فرہاد علی تیمور کے پاس بھیج دوں گا۔"

ان کی باتوں کے دوران اندر سے ایسی آوازیں آ رہی تھیں جیسے زبردست جنگ جاری ہو۔ کوئی گرج رہا تھا' کوئی سنبھل رہا تھا' کوئی بار بار آ کر دروازے سے ٹکرا رہا تھا۔ آخر دستک سنائی دی۔ ہیراسوامی نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

دروازے کے پیچھے سے آواز آئی۔ "حضور' میں رام دیال بول رہا ہوں' دروازہ کھول دیجیے۔"

ہیراسوامی نے آگے بڑھ کر دروازے کے ہینڈل کو تھام لیا۔ اس کے ایک بٹن کو دبایا تو دروازے کا لاک کھل گیا۔ پھر اس نے آہستگی سے اسے کھولنا چاہا۔ اسی وقت ایک زور کی لات پڑی۔ وہ سنبھل نہ سکا۔ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ پھر صوفے سے ٹکرا کر دوسری طرف الٹ گیا۔ آج تک اس کے ساتھ ایسا نہیں ہوا تھا۔ وہ غصے سے پاگل ہوگیا۔ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا تھا۔ کھلے ہوئے دروازے پر رام دیال کھڑا ہوا تھا۔ اس کی حالت غیر تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے' چہرے پر جا بجا زخموں کے نشان تھے۔ ناک سے اور منہ سے خون بہہ رہا تھا' کپڑے پھٹ گئے تھے۔ پھر وہ لڑکھڑاتا ہوا آ کر صوفے کے پاس گر گیا۔ پومی نے اسے پیچھے سے لات ماری تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "یہ ایک ہے۔"

اس نے ایک طرف ہاتھ بڑھا کر کھینچا تو دوسرا ہٹا کٹا جوان بھی سامنے آ گیا۔ اس نے اسے بھی لات مار کر پھینکتے ہوئے کہا۔ "یہ دوسرا ہے۔"

پھر اس نے اسی طرح تیسرے اور چوتھے کو بھی کھینچ کر ہیراسوامی کے سامنے پھینک دیا۔ لیوچن کا ہاتھ پکڑ کر دروازے سے باہر آ گئی۔ ہیراسوامی نے اچانک ہنستے ہوئے کہا۔ "مجھے دشمنوں کے سامنے کبھی غصہ نہیں آتا۔ آج اچانک دروازے سے ٹکرا کر مجھے جانے کیوں غصہ آ گیا تھا۔ بہرحال تم نے میرے آدمیوں کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔"

پھر اس نے رام دیال کو ایک ٹھوکر مارتے ہوئے پوچھا۔ "بتاؤ' یہ کون ہے؟"

رام دیال نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "حضور' یہ وہی ہے۔ آپ نے جو وڈیو فلم دکھائی تھی' بالکل ویسے ہی لڑتی ہے ہاتھ نہیں آتی۔ کبھی ادھر سے اُدھر فضا میں قلابازی کھاتی ہوئی جاتی ہے۔ ہم چاروں نے کتنی ہی بار حملہ کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوئے۔"

ہیراسوامی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "اچھا تو تم پومی ہو۔"

پومی نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ "کیا بھنگ نہیں پلاؤ گے؟"

"اگر تم آسانی سے پی لیتیں تو نشے میں اپنی اصلیت اگل دیتیں۔ میں چاہتا تھا یا تو بھنگ پیو یا اپنی بقا کے لیے لڑتی رہو تاکہ لڑنے کے انداز سے تمھاری اصلیت معلوم ہو سکے۔ اب بتاؤ' میرا طریقۂ کار کیسا رہا؟"

ایک اجنبی آواز سن کر ہیراسوامی چونک گیا۔ ماں نیلما داسی بھی خوش ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ وہاں ایک نوجوان لڑکا کھڑا ہوا کہہ رہا تھا۔ "سوامی جی' آپ کے طریقۂ کار کا جواب نہیں ہے۔ یہ پومی جو کوئی بھی ہے' آج بھیس بدل کر آئی

ہے اور آج ہی آپ کو بے نقاب کر دیا۔ میں تو بچپن سے آج تک آپ کو بے نقاب نہ کر سکا۔"

ہیرا سوامی نے غرا کر پوچھا "کیا بکتے ہو؟"

ماں نیلما داسی دونوں بانہیں پھیلا کر تیزی سے چلتے ہوئے بیٹے کے پاس گئیں۔ پھر اسے گلے سے لگا لیا۔ اس کے ماتھے کو، اس کے چہرے کو جگہ جگہ سے چومنے لگیں۔ بیٹے نے بڑی آہستگی سے ماں کو ذرا پرے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "ہم آج تک سیکڑوں بار محبت سے گلے ملتے رہے ہیں۔ آپ کی ممتا کا ایک ایک انداز دیکھ کر میں سوچتا تھا کہ اگر اس دھرتی پر کوئی دیوی ہے تو وہ میری ماں ہے مگر دیوی جھوٹ بھی بولتی ہے، یہ آج معلوم ہوا۔"

"بیٹے، یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں بہت دیر سے اس کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ آپ کی اور سوامی جی کی باتیں سن رہا تھا۔ ماں جی، میں کتنا بدنصیب ہوں۔ بچپن سے باپ کے سائے میں ہوں مگر لاوارث کی طرح زندگی گزار رہا ہوں۔"

وہ سخت لہجے میں بولا۔ "یہ باتیں کسی اور وقت ہو سکتی ہیں۔ میں بہت مصروف ہوں۔ نیلما! اسے یہاں سے لے جاؤ۔"

ماں نیلما داسی نے بیٹے کا ہاتھ پکڑا۔ بیٹے نے ہاتھ کو ایک جھٹکے سے چھڑاتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں جاؤں گا۔ آج سوامی جی سے پوچھ کر رہوں گا۔ ایک باپ کے ہوتے ہوئے میں یتیم اور لاوارث کی طرح زندگی کیوں گزار رہا ہوں۔ یہ کیا چاہتے ہیں؟ کیا صرف بھگوان بننا چاہتے ہیں۔ دنیا والوں پر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ انھوں نے کبھی کسی سے شادی نہیں کی۔ کسی کے باپ نہیں بنے کیونکہ بھگوان ایسا نہیں کرتے۔"

ہیرا سوامی نے گرج کر کہا۔ "ہاں بھگوان ایسا نہیں کرتے، میں نے بھی نہیں کیا۔ تم میرے کوئی نہیں ہو۔"

ماں نیلما داسی نے کہا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا خون کے رشتے سے انکار کر رہے ہیں؟"

بیٹے نے کہا۔ "اگر میں ان کا بیٹا نہیں ہوں تو پھر یہ اپنے عقیدت مندوں کے سامنے بھگوان بھی نہیں رہیں گے۔ یہ ساری دنیا کے لوگوں کو اپنی اولاد کہتے ہیں اور اپنی اولاد سے انکار کرتے ہیں۔ یہ کیسی احمقانہ بات ہے کہ یہ باپ ہو کر باپ بننے کی جرأت نہیں کر رہے ہیں اور بھگوان بننے کی حماقت کیے جا رہے ہیں۔"

ہیرا سوامی نے گرج کر کہا۔ "یو شٹ اپ، یو فول، پتا نہیں تمھاری ماں نے کہاں اپنا منہ کالا کیا اور مجھے بدنام کر رہی ہے۔"

ماں نیلما داسی ایک دم سے پھر کر سامنے آ گئیں، غصے سے بولیں۔ "سوامی جی، میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں، آپ کے سامنے سر جھکاتی ہوں۔ دنیا مانے یا نہ مانے، میں آپ کو بھگوان سمجھتی ہوں، آپ مجھے ٹھوکریں مارتے رہے، میں برداشت کرتی رہی لیکن ایسا گھناؤنا الزام برداشت نہیں کروں گی جس سے ممتا کو گالی ملے۔ ماں، بیٹے سے آنکھ نہ ملا سکے اور بیٹے کا سر شرم سے جھک جائے۔"

"اچھا تو چیونٹی کے بھی پر نکل آئے ہیں۔ آج تم میرے سامنے تن کر باتیں کر رہی ہو۔"

"سوامی جی، میں ابھی آپ کے سامنے جھک جاؤں گی، آپ اپنے الفاظ واپس لے لیجیے۔ میرے بیٹے کے سامنے اقرار کیجیے کہ آپ اس کے باپ ہیں۔ میں نے کوئی پاپ نہیں کیا ہے۔ آپ نے مندر میں بھگوان کے سامنے مجھے اپنی دھرم پتنی تسلیم کیا ہے۔"

ہیرا سوامی نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر بیٹے پر ایک نظر ڈالی۔ اس کے بعد کہا۔ "یہ جوانی کی عمر بڑی جوشیلی ہوتی ہے۔ لڑکے سمجھتے کم ہیں، بولتے زیادہ ہیں۔ معاملات کو بالکل نہیں سمجھتے۔ تم اپنی ماں کے ساتھ جاؤ۔ میں ان لڑکیوں سے نمٹ کر آتا ہوں۔"

ماں نیلما داسی پلٹ کر بیٹے کے پاس آئی۔ پھر اسے وہاں سے چلنے کے لیے سمجھانے لگی۔ ایسے ہی وقت میں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے پومی کے پاس پہنچ گئی تھی اور چپ چاپ وہ ڈراما دیکھ رہی تھی۔ پومی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ماں نیلما داسی، تم نے مجھے بیٹی کہا تھا اور اپنے بھگوان کے ساتھ یہاں لائی تھیں۔ کیا اب شیطان کے حوالے کر کے اپنے بیٹے کے ساتھ جانا چاہتی ہو؟"

ماں نیلما داسی نے ہیرا سوامی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "آج ہمارا آنند آیا ہے۔ ہمارے لیے بڑے آنند اور خوشی کا دن ہے۔ بھگوان کے لیے ان دونوں لڑکیوں کو چھوڑ دیجیے۔ یہ ہمارے بیٹے کو دعائیں دیں گی۔"

ہیرا سوامی نے کہا۔ "میں ہزاروں عقیدت مند میری دعاؤں کے محتاج رہتے ہیں اور تم ان دو معمولی لڑکیوں کی دعا لینا چاہتی ہو۔ جاؤ، میری دعا ہے کہ تمھارے آنند کو کسی کی نظر نہ لگے، کسی دشمن کا سایہ اس پر نہ پڑے۔"

آنند نے ایک ہاتھ اٹھا کر انھیں دعائیں دینے سے

روکتے ہوئے کہا۔ "سوامی جی، پہلے یہ بتا دیجیے، آپ بھگوان بن کر دعائیں دے رہے ہیں یا باپ بن کر۔"

ہیرا سوامی کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی آنند نے کہا۔ "اگر بھگوان بن کر دعائیں دے رہے ہیں تو مجھ سے زیادہ ان لڑکیوں کو آپ کی دعاؤں کی اور آپ کی نیک نیتی کی ضرورت ہے اور اگر باپ بن کر دعائیں دے رہے ہیں تو باپ کی غیرت اور بیٹے کی شرم کا خیال رکھیں اور ان لڑکیوں کو آزاد کر دیں۔"

اس وقت میں آنند کے دماغ میں تھی۔ ہیرا سوامی کہہ رہا تھا۔ "تم ان لڑکیوں کی باتیں نہ کرو۔ چپ چاپ ماں کے ساتھ چلے جاؤ، تم نہیں جانتے، یہ فرہاد علی تیمور کی ساتھی ہے۔ اگر میں نے اسے جانے دیا تو اس کی کوئی کمزوری میرے ہاتھ میں نہیں رہے گی۔"

اس نے ذرا خاموش رہ کر آنند کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "میں دنیا والوں کے سامنے اعتراف نہیں کر سکتا کہ تم میرے بیٹے ہو مگر تنہائی میں پہلی بار باپ بن کر سمجھا رہا ہوں، ابھی یہاں سے چلے جاؤ۔"

ماں اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے جانا چاہتی تھی۔ مگر اس نے ہاتھ چھڑا لیا۔ اب وہ میری مرضی کے مطابق بولنے لگا۔ "ہیرا سوامی، تمھاری آنکھوں کے سامنے بیٹا ہوتا تو وہ اپنی ماں کے ساتھ جا چکا ہوتا۔ کیا اب بھی نہیں سمجھے کہ تمھارے سامنے فرہاد بول رہا ہے۔"

اس نے چونک کر اپنے بیٹے کو دیکھا۔ میں نے کہا۔ "تم یوگا کے ماہر ہو۔ مجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دو گے۔ مگر بیٹے کے دماغ میں آنے سے کیسے روک سکتے ہو۔ میں بلند آواز سے بول رہا ہوں تاکہ ماں نیلما داسی بھی سن سکے۔ اگر تم دونوں کو اپنے بیٹے کی زندگی عزیز ہے تو پومی، لیوچن اور مائیکل گارسن کو آزاد کر دو۔"

ماں نیلما داسی نے حیرانی سے اور پریشانی سے بیٹے کے بازو کو تھام کر پوچھا۔ "یہ تم فرہاد بن کر کیوں بول رہے ہو؟"

آنند پوری طرح میری مٹھی میں تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اپنی ماں کے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی فرہاد بول رہا ہوں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ کا بیٹا اس وقت میرے قبضے میں ہے۔ میں اسے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ آپ بہت نیک خاتون ہیں۔ آپ سمجھتی ہیں۔ انسان کیڑا مکوڑا نہیں ہوتا کہ جب چاہا اسے پاؤں تلے مسل دیا۔ میں آپ کے شوہر کو زندگی کی اہمیت کا احساس دلا رہا ہوں۔ یہ اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے میرے ساتھیوں کی بھی قدر کریں گے اور انھیں حفاظت اور سلامتی سے نیویارک پہنچا دیں گے۔"

ہیرا سوامی نے کہا۔ "فرہاد، میں جھکنا نہیں جانتا۔ بڑی سے بڑی قربانی دے کر بھی تمھارے ہر چیلنج کا منہ توڑ جواب دے سکتا ہوں۔ تم نے دیکھا ہی تھا، مارٹر کی میرا کتنا اہم آدمی تھا۔ ساری دنیا میں اس کے نام کا ڈنکا بجتا تھا۔ اس نے محض ایک حماقت کی تھیں چھیڑ بیٹھا اور تمھاری وجہ سے ہماری سنڈیکیٹ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ میں نے اسے چٹکیوں میں مسل دیا۔ میں آنند کو بھی قربانی کا بکرا بنا دوں گا۔ تمھاری ایک اہم ساتھی لوپی کو اذیت ناک سزائیں دے کر ہلاک کروں گا تو تمھیں دوسری بار ایک اچھا سبق ملے گا۔ پھر تم میری طرف رخ نہیں کرو گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ماں نیلما داسی اپنے بیٹے سے لپٹ گئیں۔ روتے ہوئے کہنے لگیں۔ "نہیں، تم میرے بیٹے کو قربان نہیں کر سکتے۔ میں آج تک تمھارے جتنے مظالم سہتی آ رہی ہوں، وہ صرف اپنے بیٹے کی خاطر۔ میں ایک بے زبان گائے بن کر رہی لیکن اس پر آنچ آئے گی تو میں تمھاری بھی دشمن بن جاؤں گی۔"

اس نے غرا کر کہا۔ "نیلما، مٹی کے کیڑے کو اپنی اوقات میں رہنا چاہیے۔ مٹی سے سر اجھارنے پر قدموں تلے آ جاتا ہے۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں نے آنند سے کہا۔ "میں نے تمھارے دماغ میں رہ کر تمھارے متعلق بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ تم ایک اچھے کردار کے مالک ہو۔ تم نے میری ساتھیوں کی رہائی کے لیے بھی اپنے باپ سے مخالفت کی۔ میں تمھیں کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن تم سے ایک تعاون چاہتا ہوں۔"

وہ اپنی زبان سے بولنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "صرف سوچ کے ذریعے جواب دو۔"

اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "آج میں اپنے آپ کو بہت بڑا آدمی سمجھ رہا ہوں۔ آج فرہاد علی تیمور میرے اندر موجود ہے۔ آپ تعاون کی بات کر رہے ہیں، میں جان دینے کو تیار ہوں۔ فرمائیے، مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"تم یہی تاثر دو کہ مجھ سے دہشت زدہ ہو اور میں کسی بھی وقت تمھاری جان لے سکتا ہوں۔"

"میں سمجھ گیا۔ یوں بھی سوامی جی نے باپ ہو کر مجھ سے جو ناانصافیاں کی ہیں، مجھے ان کا حساب کرنا ہے۔"

"ایک بات اور، اپنی ماں جی پر کبھی یہ ظاہر کرو کہ تم کسی وقت بھی میرے ہاتھوں ہلاک ہو سکتے ہو۔ ابھی تم نے دیکھا جب تم پر آنچ آنے والی تھی تو ماں نے ایک نئی کروٹ لی۔ وہ جو

برسوں سے سوامی جی کی ٹھوکریں کھاتی آئیں' ان کے مجبور کرنے پر تمہیں بھی اپنے باپ کے متعلق حقیقت نہیں بتائی۔ آج وہ شیرنی بن گئی تھیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ ماں جی کی ممتا کو بیدار اور فعال رکھنے کے لیے مجھے ان سے بھی جھوٹ بولنا ہوگا۔ حالانکہ میں آج تک ان سے سچ بولتا رہا ہوں مگر بگڑی بنانے اور زندگی سنوارنے کے لیے جھوٹ بولنا پاپ نہیں ہے۔"

"شاباش، میں یہی چاہتا ہوں۔"

پومی نے کہا۔ "فرہاد، میرے پاس آؤ۔ میں کچھ ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے کہا۔ "ہیراسوامی کا اس طرح چلے جانا کچھ کھٹک سا رہا ہے۔"

"یہ تو یہاں سے نکلتے وقت ہی پتا چلے گا۔"

"تم نے کہا تھا' یہاں آؤ گے۔ پھر مجھے یہاں سے نکلنا نہیں چاہیے۔ یہیں رہ کر ہیراسوامی کو الجھاتے رہنا چاہیے۔"

"میں نے ارادہ بدل دیا ہے۔ اب تمہیں اپنے پاس بلا رہا ہوں۔ تم جلد از جلد یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔"

پومی نے کہا۔ "آنند، میں یہاں سے جا رہی ہوں۔ کسی نے راستہ روکا تو یہ عبارت لاشوں کا مسکن بن جائے گی۔"

ماں نیلا داسی نے کہا۔ "بیٹی، خون خرابے کی باتیں نہ کرو۔ میرے ساتھ چلو۔ میں اپنے ذاتی ہیلی کاپٹر میں جہاں چاہو گی وہاں پہنچا دوں گی۔"

لیوچن نے پوچھا۔ "ہمارا کیا ہوگا؟"

"تم بھی ساتھ چلو۔"

"میں مائیکل کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

پومی نے کہا۔ "فرہاد، مائیکل کی خبر لو۔ ہو سکے تو اسے یہاں لے آؤ یا ہمیں بتاؤ کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟"

میں مائیکل کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس کا لب و لہجہ کبھی سنا نہیں تھا' کبھی سننے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی۔ میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "اس کے پاس جانے میں ذرا وقت لگے گا۔ میں جہاں ہوں، وہاں میرا دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔ میں تھوڑی دیر میں آؤں گا۔"

ماں نیلا داسی نے کہا۔ "جب تک مائیکل نہ آئے' لیوچن اور پومی تم دونوں میری مہمان رہو گی۔ میرے ساتھ آؤ۔"

میں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے ریڈ پاور کے باس کے پاس پہنچ گئی۔ ان سے کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ مائیکل کی آواز اور لب و لہجہ بھول گیا ہوں۔ کیا تمہارے پاس اس کا کوئی کیسٹ ہے؟"

اس نے کہا۔ "فرہاد صاحب، مجھے افسوس ہے۔ میں نے اس کی آواز کا ریکارڈ نہیں رکھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ ایک ایسے شخص کی ضرورت پڑے گی جسے ہم نے امریکا سے باہر بھیج دیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "وہ لیوچن کے ساتھ جزیرہ ہوائی تک گیا تھا کہ بھگوان ہیراسوامی کے آدمیوں نے اسے پکڑ لیا ہے۔ بہرحال میں کوئی دوسرا راستہ اختیار کرتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر سوچنے لگی۔ کیا کرنا چاہیے۔ فرہاد جسمانی اور دماغی کمزوریوں کا شکار رہتا تو جارہانہ اس سے کسی جواب کی توقع نہیں تھی۔ میں نے جناب شیخ صاحب سے پوچھا۔ "ان حالات میں کیا کیا جائے؟"

انھوں نے تمام حالات سننے کے بعد کہا۔ "بیٹی شیبا، جب بھی کسی معاملے میں کچھ کرنا ہو اور بات سمجھ میں نہ آتی ہو تو اس معاملے کے ہر پہلو اور اس سے تعلق رکھنے والے کردار پر توجہ دو تو تمہیں کوئی نہ کوئی راستہ ملے گا۔ یہ بتاؤ جب رام دیال آخری بار ہیراسوامی سے باتیں کر رہا تھا تو تم وہاں پہنچ گئی تھیں۔"

"جی ہاں، میں نے رام دیال کی باتیں بھی سنی تھیں۔"

"پھر دیر کس بات کی ہے۔ اس کے ذریعے مائیکل تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

میں رام دیال کے پاس آ گئی۔ وہ اپنے زخموں پر مرہم لگا رہا تھا اور تکلیف سے کراہتا جا رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا۔ "مائیکل کو کہاں لے جایا گیا ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "پتا نہیں۔ ہمارے سوامی جی ایک کی بات دوسرے کو نہیں بتاتے۔"

میں نے پھر اس کے دماغ میں سوچ پیدا کی۔ "مائیکل کو آخر کس کے حوالے کیا ہوگا؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "اتنا تو میں جانتا ہوں' داداگو سوامی اسے لے گیا ہے۔"

"وہ اسے کہاں لے جا سکتا ہے؟"

رام دیال نے اپنا سر پکڑ کر سوچا۔ "میں کیا سوچتا جا رہا ہوں۔ ایسے سوالات کیوں پیدا ہو رہے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "تمہارا باپ سوالات پیدا کر رہا ہے۔ میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ اور جو پوچھتا ہوں' اس کا صحیح جواب دو۔ ورنہ اپنے تمام زخموں کو خود اپنے ہاتھوں سے نوچنا شروع کرو گے اور اذیت میں مبتلا

ہوتے رہو گے۔"

وہ خوف سے لرزتے ہوئے بولا۔ "آپ تو میرے دماغ میں ہیں۔ میں جھوٹ بولنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ جتنا جانتا ہوں' اتنا ہی بتا سکتا ہوں۔ مائیکل کو داداگو سوامی لے گیا ہے۔ داداگو سوامی بھنگ گھوٹنے کا ماہر ہے۔ وہ زبردست پہلوان ہے۔ صبح شام بھنگ پیتا ہے' خوب کھاتا ہے اور اکھاڑے میں زور کرتا ہے۔ وہ مائیکل کو بھنگ پلانے لے گیا ہوگا۔"

"اسے بھنگ پلانے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟"

"میں یقین سے کہہ نہیں سکتا۔ ویسے بھنگ کی یہ خاصیت ہے کہ اسے پیتے وقت آدمی جس بات پر اپنے ذہن کو مرکوز کر لیتا ہے بس اسی بات کو نشہ ہرن ہونے تک سوچتا رہتا ہے مگر ہنستے ہنستے پیے گا تو جب تک نشہ ختم نہیں ہوگا' ہنستا ہی رہے گا۔ روتے روتے پیے گا تو روتا ہی رہے گا۔ آشرم میں آنے والے تمام عقیدت مند بھنگ پینے کے دوران اپنے آپ کو بھگوان ہیراسوامی کی عبادت کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ اس کی نصیحتوں کو یاد کرتے ہیں اور نشہ ختم ہونے تک انھی نصیحتوں میں الجھے رہتے ہیں۔ سزا نہیں دنیا کی خبر ہوتی ہے نہ خود اپنا ہوش رہتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، وہ مائیکل کو نشے میں ڈبوئے رکھنا چاہتے ہیں تاکہ وہ لیوچن کو بھول جائے۔ چلو اٹھو اور داداگو سوامی سے رابطہ قائم کرو۔ میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر کمرے سے باہر آیا۔ پھر اس عمارت کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ایک بڑے سے کمرے میں پہنچا جہاں بھنگ گھوٹی جا رہی تھی۔ کئی خوش پوش امرکین خواتین اور مرد آرام سے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں مائیکل بھی تھا۔ میں نے رام دیال سے کہا۔ "مائیکل کو مخاطب کرو۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ جواب میں مائیکل نے جب کچھ بولنا شروع کیا تو میں اس کے دماغ میں پہنچ گئی لیکن اسے مخاطب نہیں کیا۔ اتنا معلوم تھا کہ مائیکل کو فرہاد کے متعلق زیادہ علم نہیں ہے۔ نہ ہی وہ یہ جانتا ہے کہ فرہاد اس کے روپ میں کیا کچھ کرتا رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں لیوچن کا تصور پیش کیا۔ وہ تصور میں دیکھنے لگا۔ جیسے وہ دونوں بانہیں پھیلا کر اسے بلا رہی ہو۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کمرے سے جانے لگا۔ داداگو سوامی نے پوچھا۔ "کہاں جا رہے ہو؟"

"میں لیوچن کے پاس جاؤں گا۔"

"نہیں، تم نے بھگوان سے وعدہ کیا ہے' تین ماہ تک لیوچن سے نہیں ملو گے۔"

"میں عقیدت میں اندھا ہو گیا تھا۔ یہ سمجھ نہ سکا کہ لیوچن سے اتنا عرصہ دور نہیں رہ سکوں گا۔ عبادت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان دنیا داری چھوڑ دے۔ اپنوں سے ملنے نہ پائے۔"

داداگو سوامی نے اپنے مضبوط بازوؤں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔ "میں چاہوں تو ان بازوؤں سے روک سکتا ہوں مگر تم میرے برابر کے آدمی نہیں ہو۔"

اس نے کمرے میں بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم سب جانتے ہو، بھگوان کی نصیحتوں کے خلاف عمل کرنے والا ہم میں سے نہیں ہو سکتا اور جو ہم میں سے نہیں ہوتا اسے کیا سزا دی جا سکتی ہے؟"

ایک باڈی بلڈر قسم کے امریکی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "جو اتنی اچھی محفل سے اٹھ کر جانا چاہے، اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں اور یہ کام میں بہت آسانی سے کر سکتا ہوں۔"

داداگو سوامی نے کہا۔ "میں مائیکل کو تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ اسے یہاں محبت سے یا طاقت سے بٹھا دو تاکہ یہ ہمارے ساتھ بھنگ نوش کر سکے۔"

باڈی بلڈر بڑے فاتحانہ انداز میں چلتا ہوا مائیکل کے پاس آیا۔ پھر ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔ اس نے گردن چھڑانے کے لیے پیچھے کی طرف ہاتھ چلانا شروع کیا لیکن باڈی بلڈر نے اتنی مضبوطی سے گرفت میں لے رکھا تھا کہ مائیکل اپنی جگہ سے گھوم نہیں سکتا تھا۔ ہاتھ چلانے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ ہاتھ باڈی بلڈر تک نہیں پہنچ رہے تھے۔

پھر میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے مائیکل کی گردن چھوڑتے ہوئے کہا۔ "داداگو سوامی کسی کو زبردستی بھنگ پلانا اور کسی سے زبردستی عبادت کرانا مناسب ہے یا نہیں؟"

داداگو سوامی نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

"بات جیسی بھی ہے۔ چلو ہم زور آزماتے ہیں۔ اگر تم جیت جاؤ تو ہم دونوں مل کر اسے بھنگ پلائیں گے۔ میں جیت جاؤں تو تم مائیکل کا راستہ نہ روکنا۔"

داداگو سوامی نے اسے حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مانتا ہوں، تمہارا جسم بہت خوبصورت ہے۔ بڑی ورزش کرنے کے بعد ایسا جسم بنتا ہے مگر میرے جسم کو بھی دیکھو یہ فولاد ہے فولاد۔"

یہ کہتے ہی داداگو سوامی نے باڈی بلڈر کے منہ پر

ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا مگر اپنے پاؤں پر کھڑا رہا۔ دادا گوسوامی نے آگے بڑھ کر پھر حملہ کیا مگر مار کھا گیا۔ اس کے بعد مار کھاتا ہی چلا گیا۔ میں اس کے دماغ کو صرف اپنے قابو میں رکھ سکتی تھی مگر فرہاد کی طرح اپنے معمول کو مزید داؤ پیچ نہیں بتا سکتی تھی۔ جب میں یہ دیکھتی کہ باڈی بلڈر مار کھا رہا ہے تو میں دادا گوسوامی کے دماغ میں پہنچ جاتی تھی۔ وہ جس طرح حملے کرنا چاہتا انھیں ناکام بنا دیتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ ناکام حملوں کے بعد اسے باڈی بلڈر کے ہاتھوں سے مار کھانا پڑتی تھی۔ صرف دس منٹ میں فیصلہ ہو گیا۔ میں نے دادا گوسوامی کو اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ وہ کوئی بھی کامیاب حملہ کرتا۔ اُدھر باڈی بلڈر کو اتنا موقع ملا تھا کہ وہ اس کی ناک پر پے در پے گھونسے مارتا رہا تھا۔ نکسیر پھوٹنے کے باعث اتنا خون بہنے لگا کہ وہ چکرا کر گر پڑا۔

دادا گوسوامی کے پٹتے ہی فوراً ہی تن کر کھڑے ہو گئے۔ باڈی بلڈر نے اپنی جیب سے ہاتھ نکالتے ہوئے کہا "یہ آشرم نہیں ہے۔ ماں نیلما داسی کا شانتی بھون ہے۔ یہاں تو کوئی بھی ہتھیار لا سکتا ہے اور یہ ہتھیار اب تمھارے خلاف استعمال ہو گا کیونکہ تمھارے دادا سے جو بات طے پائی تھی، اس کے مطابق میں جیت چکا ہوں۔ راستے سے ہٹ جاؤ۔"

ریوالور دیکھ کر وہ لوگ ہٹ گئے۔ باڈی بلڈر نے رام دیال سے کہا "اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس کی محبوبہ تک پہنچا دو۔"

مائیکل تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس کھڑے ہوئے رام دیال کے پاس گیا۔ پھر وہ دونوں وہاں سے جانے لگے جیسے ہی وہ دروازے سے دو قدم دور گئے، دیالے ہی ٹھائیں ٹھائیں کی آواز سنائی دی۔ پہلے رام دیال چکرایا۔ پھر مائیکل چیخ مار کر گر پڑا۔ باڈی بلڈر دوڑتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ اس وقت تک دونوں دم توڑ چکے تھے۔ پھر دروازہ گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دینے لگی "مسٹر باڈی بلڈر، تم نے درست کہا تھا۔ یہ آشرم نہیں ہے۔ یہاں کوئی بھی ہتھیار لا سکتا ہے مگر یہاں ایسے بھی ہتھیار ہیں جو ناریدہ ہیں کسی کو دکھائی نہیں دیتے اور گولی چل جاتی ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ گولی تمھاری طرف نہ آئے تو اپنا ریوالور پھینک دو۔"

اس نے بے بسی سے ریوالور کو ایک طرف پھینک دیا۔ آواز سنائی دی "رام دیال کو غداری کی سزا ملی۔ مائیکل پہلے عیسائی تھا پھر اس نے میرا دھرم قبول کیا۔ اب وہ میرے دھرم سے بھی پھر کر اپنی محبوبہ کی طرف جا رہا تھا۔ بار بار مذہب یا دھرم بدلنے والا نہ تو بندے کے لیے قابل اعتبار ہوتا ہے نہ خدا کے لیے۔ جاؤ آرام سے اپنی جگہ بیٹھ جاؤ، بھنگ تیار ہو رہی ہے، نوش کرو اور اپنے آپ کو عبادت میں گم کر دو۔"

باڈی بلڈر لیس وپیش میں تھا۔ میں اس کے دماغ میں تھی مگر اس کا دماغ آزاد تھا۔ ہیرا سوامی کی آواز سنائی دی۔ "مسٹر فرہاد، تم اپنے تمام ہتھکنڈوں کو آزما لو۔ میں پومی کو اپنی گرفت سے نکلنے نہیں دوں گا۔ اگرچہ میں نے اسے باقاعدہ قیدی بنا کر نہیں رکھا ہے لیکن وہ میرے دائرہ اختیار میں رہے گی، اس سے باہر نہیں جا سکے گی۔"

میں نے اس باڈی بلڈر کی زبان سے کہا "معلوم ہوتا ہے، تمھاری موت پومی کے ہاتھوں سے لکھی ہے۔"

"یہ تو آنے والا وقت بتائے گا۔"

"ابھی یہ بتا دو کہ مائیکل نے تمھارا کیا بگاڑا تھا۔ اسے کیوں مار ڈالا۔"

"لیوچن ایک تازہ گلاب ہے اور گلاب کے ساتھ مجھے کانٹا پسند نہیں ہے۔ اب تمھیں کسی بات کا جواب نہیں ملے گا۔"

میں فوراً ہی پومی کے پاس پہنچ گئی۔ وہ لیوچن اور آنند اس عمارت کے ایک خفیہ راستے سے گزر رہے تھے۔ ماں نیلما داسی ان کی رہنمائی کر رہی تھی۔ میں نے چپکے سے کہا "لیوچن کے لیے بُری خبر ہے۔ مائیکل کو گولی مار دی گئی ہے۔"

پومی نے برے افسوس کے ساتھ کہا "آہ بے چارہ، میں اس بے چاری کو کس زبان سے بتاؤں۔"

"بتانا تو ہو گا۔ یہ بات کب تک چھپائی جا سکتی ہے۔"

"فرہاد، تم ٹھیک کہتے ہو۔ ویسے بھی لیوچن بار بار مائیکل کو پوچھ رہی تھی۔ بھگوان ہیرا سوامی کی اصلیت اسے معلوم ہو گئی ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے لیوچن کا ہاتھ تھام لیا۔ بڑی محبت سے اس کے ہاتھ کو ہولے سے دبایا۔ پھر کہا "لیوچن، تم نے دیکھ لیا کہ شیطان کس طرح بھگوان کے روپ میں رہتا ہے۔ تم اور مائیکل اپنی محبت اور تحفظ کی خاطر مذہب بدلنے پر راضی ہو گئے۔ اس کا دھرم قبول کیا مگر پھر بھی محفوظ نہ رہ سکے۔"

لیوچن نے پوچھا "تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

وہ ایک خفیہ تنگ راہداری سے گزر رہے تھے۔ پومی نے کہا "اپنا دل مضبوط رکھو۔ ابھی مجھے فرہاد نے

بتایا ہے، تمھارے مائیکل کو مار ڈالا گیا ہے۔"

اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی "نہیں۔" وہ چلتے چلتے لڑکھڑا گئی۔ مگر گرنے سے پہلے ہی پومی اور آنند نے اسے سنبھال لیا۔ آنند نے اس کی پیٹھ کو تھپکتے ہوئے کہا "لیوچن، حوصلہ کرو۔ یہ زندگی تمھارا امتحان لے رہی ہے۔"

ماں نیلما داسی بھی رک گئی تھی۔ ہمدردی اور محبت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا۔ اسے تھپکتے ہوئے بولی "بیٹی، تم پر بہت ظلم ہوا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، تمھیں کیسے تسلی دوں۔ میں یہ بھی مانتی ہوں کہ ہمدردی کے دو بول بولنے سے جانے والا واپس نہیں آئے گا لیکن میں اپنے بھگوان جیسے پتی سے ضرور اس کا حساب لوں گی۔ اب میری سمجھ میں آ گیا ہے کہ اگر مجھے اپنے بیٹے کی سلامتی اور خوشحالی منظور ہے تو مجھے اپنے شوہر کو بھگوان سے انسان بنانا ہو گا ورنہ وہ اور زیادہ شیطان بنتا چلا جائے گا۔"

لیوچن رو رہی تھی۔ ماں نیلما داسی نے اس کے آنسو پونچھے۔ پھر کہا "یہاں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ ورنہ تم سب کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔"

وہ آگے بڑھ گئی۔ پومی اس کے ساتھ چلنے لگی۔ آنند نے لیوچن کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ میں ماں نیلما داسی کے دماغ میں پہنچ کر کچھ معلومات حاصل کرنے لگی۔ پتا چلا، وہ اس عمارت کی مالکہ ہے۔ شرگاؤ، پیرس، بمبئی اور دہلی میں اس کے نام اتنی زمینیں اور جائداد وغیرہ ہے کہ ان کی مالیت کا اندازہ کروڑوں ڈالر تک لگایا جا سکتا ہے۔

اسے دولت کی ہوس نہیں تھی۔ جب تک وہ اپنے دیس میں تھی، ایک سیدھی سادی زندگی گزارتی تھی مگر ہیرا سوامی کے فریب میں آ کر پہلے تو وہ اس کے بچے کی ماں بن گئی۔ اس کے بعد ہیرا سوامی نے اپنی اس خفیہ شادی کو چھپانے اور باپ بننے سے انکار کرنے کے لیے ماں نیلما داسی کو طرح طرح کے سبز باغ دکھائے — وہ کہتا تھا کہ ابھی اس بات کی ضد نہ کی جائے کہ وہ خود کو باپ کی حیثیت سے ظاہر کرے۔ پہلے ایک ماں کو اپنے بیٹے کی سلامتی اور خوشحالی دیکھنا چاہیے۔ اس کے مستقبل کو زیادہ سے زیادہ شاندار بنانے کے لیے زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنا چاہیے۔ وہ ماں نیلما داسی کی زبان بند رکھنے کے لیے اسے زمین، جائداد کی مالکہ بناتا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس نے ماں بیٹے کو تحفظ دینے کے لیے اتنی دولت دی تھی کہ آنند تمام عمر ہر روز پینے کے بعد چاندی کا جھوٹا گلاس اور کھانے کے بعد سونے کا جھوٹا چمچ خیرات کر سکتا تھا۔

میں نے ماں نیلما داسی کی سوچ میں کہا "یہ عمارت بھی ہیرا سوامی نے خرید کر دی ہو گی۔ کیا وہ اس خفیہ راستے کو نہیں جانتا ہو گا؟"

اس سے پہلے کہ اس کے دماغ میں اس سوال کا جواب ابھرتا، وہ خفیہ راستے کے آخری دروازے پر پہنچ گئی تھی۔ اس نے دروازے کو کھول دیا۔ سامنے ہی ایک خوبصورت سا باغیچہ تھا۔ وہ سب اس دروازے سے نکل کر جیسے ہی باہر آئے، ٹھٹک گئے۔ بھگوان ہیرا سوامی ایک درخت کے سائے میں ایک کینوس چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ تنہا تھا۔ خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔ آس پاس کوئی اس کا ماتحت نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا "فرہاد علی تیمور، میں تنہا تمھارے لیے کافی ہوں۔ یہ پومی کیا چیز ہے۔ میں تو اسے پلک جھپکتے ہی اس طرح فنا کر دوں گا۔"

اس نے جیب سے ایک ننھی سی گیند نکالی۔ پھر اسے دکھاتے ہوئے کہا "یہ ایک ننھا سا بم ہے۔ اس کے اوپری سرے پر اس بٹن کو اگر یوں گھما دیا جائے۔"

اس نے بٹن کو گھما کر دکھایا۔ اس کی گود میں ایک ریموٹ کنٹرولر پڑا ہوا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اس ریموٹ کنٹرولر کو اٹھایا پھر دوسرے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گیند کو بلندی کی طرف اچھال دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ریموٹ کنٹرولر کے ایک بٹن کو دبا دیا۔ بلندی پر جانے والی گیند ایک دھماکے سے پھٹ گئی۔ لیوچن کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ ماں نیلما داسی نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔ اس وقت تک ہیرا سوامی کے ہاتھ میں دوسری ننھی سی گیند آ گئی تھی۔ اس نے اس کے بھی بٹن کو ایک طرف گھما دیا تھا اور اب کہہ رہا تھا "پومی، یہ گیند تمھاری طرف جائے گی اور دھماکے کے ساتھ تمھارے چیتھڑے اُڑا دے گی۔ لہٰذا اپنی طرف سے کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ ورنہ میری انگلی اس ریموٹ کنٹرولر کے بٹن تک جائے گی اور اتنی دیر میں گیند تمھارے پاس پہنچ جائے گی۔"

پومی تیز نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریموٹ کنٹرولر تھا اور دوسرے ہاتھ میں گیند۔ وہ کوئی چالاکی یا پھرتی نہیں دکھا سکتی تھی۔ ہیرا سوامی نے ہنستے ہوئے کہا "دراصل یہ میرا حربہ ہے جسے ماسٹر کی نے اختیار کیا ہوا تھا۔ اس نے لیڈی روزینہ کو اسی طرح دھمکی دی تھی

مگر وہ احمق تھا۔ اس نے اس چھوٹے سے بم کو لیڈی روزینہ کے قدموں کے پاس پھینک دیا تھا۔ اس نادانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ لیڈی روزینہ نے تھوکر مار کر گیند کو دور کیا اور مارٹر کی کاحربہ ناکام رہا مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں سمجھاؤں گا کہ اپنے ان تینوں ساتھیوں کو چھوڑ کر یہاں میرے سامنے درخت کی طرف آؤ۔ نہیں آؤ گی تو مجبوراً یہ گیند تم سب کی طرف پھینکنا ہوگی۔ پھر تم میں سے کوئی ہلاک ہوگا، کوئی زخمی ہوگا۔ کوئی ساری عمر کے لیے اپاہج بن کر رہ جائے گا۔"

ماں نیلا داسی نے کہا۔ "آپ بھگوان بننے اور دوسرے انسانوں سے افضل بن کر رہنے کے لیے اتنا گر گئے ہیں کہ مجھے اور اپنے بیٹے کو بھی مار ڈالنا چاہتے ہیں۔"

اس نے حقارت سے کہا۔ "نیلا، تم نمک حرام ہو۔ میں نے اپنی دولت کا بڑا حصہ تمہیں دیا کہ تمہارا بیٹا عیش و عشرت سے زندگی گزارتا رہے۔ اتنا کچھ کرنے کے باوجود تم میری وفادار نہیں ہو۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ پومی ہمارے بدترین دشمن کی ساتھی ہے، تم اس کی حفاظت کر رہی تھیں۔ اسے خفیہ راستے سے نکال کر یہاں سے بھگانا چاہتی تھیں۔"

آنند نے کہا۔ "سوامی جی، آپ مجھے بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ یہ مجھ پر بہت بڑا احسان کر رہے ہیں۔ میں آپ کو باپ کہنے سے پہلے مرجانا بہتر سمجھتا ہوں۔"

"آنند، مجھ سے کچھ نہ کہو۔ اپنی ماں سے پوچھو۔ کیا تمہارا مرجانا اسے پسند ہے؟"

ماں نیلا داسی نے انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں، آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ میں آپ سے کچھ نہیں چاہتی۔ ان دونوں لڑکیوں کو معاف کر دیں۔ انھیں جانے دیں۔"

پومی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ بہت اچھی خاتون ہیں۔ ہمارے لیے معافی مانگ رہی ہیں لیکن ہمیں زندگی کی خیرات مانگنے کی عادت نہیں ہے۔ آپ اپنے بیٹے کے ساتھ یہاں کھڑی رہیں۔ میں اس درخت کے پاس جا رہی ہوں مگر یہ پوچھنا چاہوں گی کہ وہاں جا کر مجھے کیا کرنا ہے؟"

ہیرا سوامی نے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس شاخ سے ایک ہتھکڑی لٹک رہی ہے۔ اسے دونوں کلائیوں میں پہن لو۔ وہ خود کار ہے۔ اسے پہن کر خود ہی لاک کر سکو گی۔ چابی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں اس ہتھکڑی کو پہن لوں گی۔ اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"اس عمارت کی چھت پر ایک ہیلی کاپٹر ہے۔ میں تمہیں اس چھت پر لے جاؤں گا اور وہاں میرا نمک کھانے والے بہت سے مسلح جوان ہیں۔ میں انھیں بتانا چاہتا ہوں کہ جو پومی اپنے وڈیو کیسٹ دشمنوں تک پہنچا کر ایک دہشت گرد بن گئی ہے، اسے میں نے تنہا قابو میں کیا ہے۔"

پومی نے کہا۔ "میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گی۔"

وہ درخت کی طرف بڑھنا چاہتی تھی مگر آنند نے فوراً ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔ "نہیں، میں تمہیں تنہا نہیں جانے دوں گا۔ رُک جاؤ یا پھر میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ اس ہتھکڑی کو ہم دونوں پہنیں گے۔"

ہیرا سوامی نے غرا کر کہا۔ "نیلا، اپنے بیٹے کو سمجھاؤ ورنہ یہ موت کی ننھی سی گیند اڑی کی طرف آئے گی۔"

پومی نے آنند کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "تم بہت اچھے لڑکے ہو اور اچھے لڑکوں کو ابھی زندہ رہنا چاہیے۔ تم اپنی ماں کے سائے میں رہو۔ میں خدا کے سائے میں جا رہی ہوں۔"

میں پریشان تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے وہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ ان حالات میں کیسے اقدامات کرنے چاہئیں۔ دشمن پر غالب آنے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ میرا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ پومی نے اُدھر جانے کا عزم کیا تو میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا تم ہتھکڑی پہن لوگی اور اس کے ساتھ اوپر جا کر ہیلی کاپٹر میں بیٹھ جاؤ گی جانتی ہو، وہ تمہیں کہاں لے جائے گا؟"

"یقیناً اپنے کسی خفیہ اڈے میں لے جانا چاہے گا لیکن مجھے کوئی نہیں لے جا سکتا۔ تم نے بلایا ہے تو میں تمہارے پاس ہر حال میں آؤں گی۔"

"تم کیا کرنا چاہتی ہو۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "فرہاد، تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم تو بڑی حاضر دماغی کا ثبوت دیا کرتے تھے اور اب میری جان کو خطرے میں دیکھ کر پریشان ہو گئے ہو۔ میں مانتی ہوں یہ تمہاری محبت کی دلیل ہے۔ تم مجھے چاہتے ہو۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے لیکن حیرانی بھی ہے کہ تم اور ان حالات میں پریشان ہو جاؤ، یہ ممکن نہیں ہے۔"

وہ نہیں جانتی تھی کہ میں فرہاد ہوں یا نہیں۔ اور اسے بتانے کا موقع بھی نہیں تھا۔ میں اطمینان سے اسے فرہاد کے حالات بتانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "پومی، میں دوسرے معاملات میں بھی پریشان ہوں۔ فی الحال تمہارے ذہن میں جو تدبیر ہے، مجھے بتاؤ۔"

"میں اس درخت کے پاس جا رہی ہوں۔ وہ ہتھکڑی وہاں سے اٹھاؤں گی اور اپنی کلائیوں میں پہن لوں گی۔ تم میرے دماغ میں رہو گے جیسے ہی میں ہاں کہوں، ٹھیک اسی لمحے تم اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچانا۔ اچانک ہی اس کے دماغ میں پہنچو گے تو وہ سانس نہیں روک سکے گا۔ ایک ساعت کا بھی موقع ملے تو اسے یہ شاک پہنچایا جا سکتا ہے۔"

"ہاں، ایسا ہو سکتا ہے۔"

"بس میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔"

"تو پھر وہاں جا کر ہتھکڑی پہننے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ابھی اچانک اسے شاک پہنچاتا ہوں۔"

"نہیں فرہاد، معلوم ہوتا ہے، تمہارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ماند پڑ رہی ہیں۔ میں نفسیاتی حربہ استعمال کر رہی ہوں۔ اسے اطمینان ہونا چاہیے کہ میں اس کے سامنے مجبور ہو کر درخت کے پاس جا رہی ہوں۔ وہاں سے ہتھکڑی اٹھا رہی ہوں۔ اس ہتھکڑی کو پہن رہی ہوں۔ اپنے آپ کو قید کر رہی ہوں جب اسے اطمینان ہو جائے گا تو وہ پھر کسی اور طرف سے ہونے والے حملے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکے گا۔ ایسے ہی وقت تمہیں وہی کرنا ہے جو میں کر رہی ہوں۔ یاد رکھو، جیسے ہی ہاں کہوں، اسی لمحے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچانا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "ایسا ہی ہوگا۔ تم آگے بڑھو۔"

ہیرا سوامی نے کہا۔ "پومی، تم بڑی دیر سے اپنے بچاؤ کی تدبیر سوچ رہی ہو اور میں نے تمہیں کافی مہلت دی ہے۔ اب آگے بڑھو۔ میں انتظار نہیں کر سکتا۔"

پومی نے سر گھما کر اس درخت کی طرف دیکھا۔ وہ درخت ہیرا سوامی سے تقریباً پانچ گز کے فاصلے پر تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے درخت کے پاس پہنچی۔ اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ مایوس ہو گئی ہو اور اب اپنے آپ کو اس کے حوالے کرنے پر مجبور ہو اور بظاہر ایسا ہی ہو رہا تھا۔ ہیرا سوامی کی آنکھوں کے سامنے وہ ایک شاخ سے ہتھکڑی اٹھا چکی تھی۔ پہلے اس نے ایک کلائی میں اسے پہنا پھر دوسری کلائی میں پہنا۔ وہ بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ننھی سی گیند تھی۔ دوسرے میں ریموٹ کنٹرولر۔ اور وہ پومی کی کسی بھی چالاکی پر کسی لمحے اس گیند کو اس کی طرف اچھال کر دھماکا کر سکتا تھا۔

میں بھی پومی کے دماغ میں بہت محتاط تھی۔ اس نے دونوں کلائیوں میں ہتھکڑی پہننے کے بعد اسے لاک کر دیا تھا۔ مجرموں میں ہیرا سوامی کو مطمئن کر دیا تھا۔ پھر اچانک اس نے کہا۔ "ہاں۔"

میں نے اسی لمحے ہیرا سوامی کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھل کر سانس روکتا، میں نے ایک زبردست جھٹکا پہنچایا۔ اس نے تلملا کر سانس روکی۔ اس کے دماغ کو تکلیف پہنچی تھی مگر وہ زبردست قوتِ ارادی کا مالک تھا۔ تکلیف برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتا تھا۔ اس نے فوراً سانس روک لی۔

اب سانس روکنے سے کیا ہو سکتا تھا۔ اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچنے، اس کے سنبھلنے اور پھر سانس روکنے میں جو ایک دو سیکنڈ لگے، وہ پومی کے لیے بہت تھے۔ اس نے پانچ گز کے فاصلے سے فضا میں اچھل کر قلابازی کھائی۔ ہیرا سوامی کے قریب پہنچی پھر اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریموٹ کنٹرولر کو ایک ٹھوکر ماری۔ وہ اس کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں اوپر کی طرف گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ نیچے آتا، پومی نے دوسری بار چھلانگ لگا کر اسے کیچ کر لیا۔ واپس زمین پر آ کر دونوں پاؤں پر کھڑی ہوئی۔ پھر سخت تنبیہ کے انداز میں بولی۔ "ہیرا سوامی، اک ذرا سی حرکت نہ کرنا۔ تمہارے ہاتھ میں وہ ننھی سی گیند ہے اور میرے ہاتھ میں یہ ریموٹ کنٹرولر۔ اگر اسے ہاتھ سے چھوڑنے کی ذرا بھی حماقت کی تو بٹن دب جائے گا۔"

وہ کینوس کی کرسی پر ساکت بیٹھا رہ گیا تھا۔ ننھی سی گیند اس کے ہاتھ میں تھی۔ نہ اسے چھوڑ سکتا تھا، نہ فضا میں اچھال سکتا تھا۔ اتنی دیر میں دھماکا ہو سکتا تھا۔ اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرنے والی بات تھی۔ اس کے چھیتڑے اڑ سکتے تھے۔ وہ ویسے پھاڑ پھاڑ کر پومی کو دیکھ رہا تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے سانس لینا بھول گیا ہو۔

آنند نے خوش ہو کر کہا۔ "واہ پومی، تم نے تو کمال کر دیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم سوامی جی کو اس طرح بے بس کر دو گی۔"

وہ کہتے ہوئے اس کی طرف آ رہا تھا۔ پومی نے کہا۔ "خبردار، میرے قریب کوئی نہ آئے اور ہیرا سوامی سے بھی دور رہے۔ ابھی میرے لیے ایک ایک پل قیمتی ہے۔"

آنند رُک گیا۔ پومی نے کہا۔ "ہیرا سوامی، میری نظر اس گیند پر ہے اور اسی گیند پر رہے گی۔ لہٰذا اسے آہستہ آہستہ اپنی اوپری جیب کی طرف لے جاؤ۔"

وہ اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "اب اس گیند کو اپنی جیب میں رکھ لو۔"

وہ ہچکچانے لگا۔ پومی نے ڈانٹ کر کہا۔ "میں جو کہہ رہی ہوں کرو ورنہ بٹن دبا دوں گی۔"

زندگی سے کسے پیار نہیں ہوتا۔ خود کو بھگوان کہنے والا بھی موت سے ڈر رہا تھا۔ اس نے تھرتھراتی ہوئی آواز

میں کہا "پومی، ہم سمجھوتا کر سکتے ہیں۔ مجھے ایک بار دوست بننے کا موقع دو۔ میں تمہارے اور فرہاد کے بہت کام آؤں گا۔"

"سمجھوتا ہو سکتا ہے مگر پہلے میرے حکم کی تعمیل کرو۔ اس گیند کو اپنی جیب میں رکھو۔ میں زیادہ وارننگ نہیں دوں گی۔ تین تک گنتی ہوں بلکہ دو تک گنوں گی اور تین گننے سے پہلے ہی بٹن دبا دوں گی۔"

اس نے کہا "ایک"

دو کہنے سے پہلے ہی اس نے گھبرا کر گیند کو جیب میں ڈال دیا۔ پھر کہا "دیکھو، میں تمہاری بات مان رہا ہوں۔ تم میری بات مان لو۔"

"ابھی تمہارے ماننے رہنے کی باری ہے۔ اب جو کہہ رہی ہوں اس پر سختی سے عمل کرنا۔ اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھنا۔ اگر ایک ساعت کے لیے بھی فرہاد کو دماغ سے نکالنے کی کوشش کی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

پومی کی بات سنتے ہی میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ میں نے اس کی کھوپڑی میں پہنچ کر سب سے پہلے وہ بات کہی جو فرہاد اکثر اپنے دشمنوں سے کہتا ہے۔ "ہیراسوامی، جو مجھے چیلنج کرتا ہے، میں اسے نہیں مارتا۔ میری ساتھی عورتیں اس کا کباڑا کر دیتی ہیں۔ کیا تمہیں اس بات کی صداقت کا یقین ہو رہا ہے؟"

وہ ننھا سا بم اس کی جیب میں اس جگہ رکھا ہوا تھا۔ جہاں دل دھڑک رہا تھا۔ دہشت کے مارے دھڑکنیں اور تیز ہو گئی تھیں۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اب تب میں اس کا دل بھی ایک بم کی طرح دھماکے سے پھٹے گا۔

میں نے کہا "اور اس کے بعد یو وِل بی نو مور۔"

پھر میں نے اس کی زبان سے پومی کو کہا "میں یہاں موجود ہوں۔ بہتر ہے اسے عمارت کے اندر لے چلو۔"

پومی نے پوچھا "اس ہتھکڑی کی چابی کہاں ہے؟"

اس سے پہلے کہ وہ جواب دے، میں نے اس کی سوچ سے معلوم کیا اور کہا "ہیراسوامی، چابی دوسری جیب میں ہے۔ لہٰذا کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ چپ چاپ اپنا ایک ہاتھ دوسری جیب میں ڈالو اور اس چابی کو پومی کے پاس پھینک دو۔ تمہارا کوئی ہاتھ اس جیب کی طرف نہیں جانا چاہیے جہاں وہ ننھی سی گیند تمہاری زندگی سے کھیلنے کے لیے رکھی گئی ہے۔"

پومی نے بھی اسے یہی وارننگ دی۔ وہ آہستہ آہستہ ایک ہاتھ دوسری جیب کے اندر لے جا کر چابی نکالنے لگا۔ میں اس کے دماغ میں بہت محتاط تھی۔ کسی لمحے بھی اس کی چالاکی پر دماغی جھٹکا پہنچا سکتی تھی۔ اُدھر پومی شیرنی کی طرح گھور رہی تھی۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ اس کے اندر اور باہر خنجر پھرہ تھا۔ وہ کوئی چالاکی دکھانے کی حماقت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے جیب سے چابی نکال کر پومی کی طرف اچھال دی۔

پومی نے اسے کیچ نہیں کیا۔ چپ چاپ کھڑی رہی۔ چابی اس کے قدموں کے پاس آ کر گری۔ بعد میں اس نے جھک کر اسے ایک ہاتھ سے اٹھا لیا۔ دوسرے ہاتھ میں بدستور ریموٹ کنٹرولر تھا اور ایک انگوٹھا بٹن کے پاس کسی لمحے بھی حرکت کے لیے تیار تھا۔

پومی نے کہا "اب اپنی جگہ سے اٹھو اور میرے آگے چلتے رہو۔ ہمارے درمیان زیادہ سے زیادہ فاصلہ ہونا چاہیے تاکہ بم کا دھماکا تمہاری جان لے سکے اور مجھے کم سے کم زخمی کرے۔"

ہیراسوامی نے پومی کے حکم کے مطابق اپنے دونوں ہاتھ گردن پر رکھ لیے۔ پھر اس کے آگے آگے چلتے ہوئے عمارت میں داخل ہوا۔ چونکہ اس عمارت کا تعلق ماں نیلما داسی سے تھا اس لیے وہاں ہیراسوامی کے خاص لوگ برائے نام تھے اور وہ بھی چھت پر تھے۔ آنند، لیوچن اور اپنی ماں کے ساتھ پومی کے پیچھے چل رہا تھا۔ وہ سب ماں نیلما داسی کی خوابگاہ میں پہنچے وہ اس قدر دولت مند ہونے کے باوجود بہت ہی سادہ سی زندگی گزارتی تھی۔ اس کی خوابگاہ کے اندر ایک گوشے میں چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ وہی اس کا بستر تھا۔ بیٹھنے کے لیے کرسی بھی نہیں تھی۔ ایک معمولی سے صندوق میں اس کے پہننے اوڑھنے کا سامان رکھا ہوا تھا۔ کمرے میں نہ پنکھا تھا۔ نہ ایئر کنڈیشنر۔ کھڑکی سے ہوا آتی تھی اور وہ اسی پر گزارا کرتی تھی۔ پومی نے کہا "ہیراسوامی اس کھڑکی کی جالیوں سے لگ کر کھڑے ہو جاؤ اور ہاتھ اسی طرح رکھو۔"

اس نے چپ چاپ حکم کی تعمیل کی۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر سمجھ رہی تھی۔ وہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتا تھا۔ پھر یہ سوچ کر گڑبڑا جاتا تھا کہ فرہاد اس کی تدبیروں کو سمجھ رہا ہے۔ آخر اس نے گڑگڑاتے ہوئے التجائی "فرہاد، مجھ سے دوستی کر لو۔ میں تمہاری ہر وہ شرط ماننے کو تیار ہوں جو دوسرا نہیں مان سکتا۔ ایسی بھی شرط ماننے کو تیار ہوں جس سے مجھے بڑے سے بڑا نقصان پہنچتا ہو۔"

میں نے کہا "اگر تم پومی کے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے تو ہم ضرور دوستی کریں گے اور ایک دوسرے کے سامنے شرائط پیش کریں گے۔ فی الحال صبر کرو۔"

پومی نے کہا "ماں نیلما داسی، اب آپ کی آزمائشوں کا

وقت ہے۔ ابھی فیصلہ کرنا ہوگا کہ بیٹے کی زندگی عزیز ہے یا اس شوہر کی جو کبھی شوہر بن کر نہیں رہا اور تمہارے بیٹے کا باپ بننا اپنی توہین سمجھتا رہا۔"

آنند اپنی ماں کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ ماں نے پوچھا "پومی، تم کیا چاہتی ہو؟"

پومی نے کہا "میں لیوچن کے ساتھ یہاں سے چھت پر جاؤں گی۔ پھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے کسی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤں گی۔ اس کے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ یہ ریموٹ کنٹرولر میں آپ کے ہاتھوں میں دوں اور آپ اسے لے کر اپنے شوہر سے کافی فاصلے پر بیٹھی رہیں۔"

ماں نیلما داسی نے کہا "میں ایسا ہی کروں گی۔ ریموٹ کنٹرولر میرے ہاتھ میں رہے گا۔ میں اپنے سوامی کو ان کی جگہ سے ہلنے نہیں دوں گی۔ یہ ذرا بھی حرکت کرنا چاہیں گے یا کوئی چالاکی دکھائیں گے تو میں ان کی زندگی کی پروا نہیں کروں گی اور بٹن دبا دوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ رونے لگیں۔ پومی نے کہا "آپ کا دل کمزور ہے۔ آپ اپنے شوہر کی جان نہیں لے سکیں گی۔"

وہ روتے ہوئے بولیں "کون عورت اپنے ہاتھوں سے اپنا سہاگ اجاڑنا چاہتی ہے۔ انہیں اس بات کا کبھی احساس نہیں ہوا۔ آج میں ایسے موڑ پر ہوں جہاں ایک طرف میرے بیٹے کی زندگی ہے، دوسری طرف شوہر کی۔ میں دونوں کی سلامتی چاہوں گی اور اس لیے تمہارے سامنے انہیں سمجھا رہی ہوں، کوئی ایسی حرکت نہ کریں کہ مجھے ماں بن کر صرف اپنے بیٹے کے متعلق سوچنا پڑ جائے۔"

پومی نے کہا "ہو سکتا ہے آپ بیٹے کی خاطر شوہر کی پروا نہ کریں لیکن ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میرے جانے کے بعد ہیراسوامی آپ کو سبز باغ دکھائے اور آپ اس کی باتوں میں آ جائیں۔ لہٰذا میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔ ابھی فرہاد نے کہا ہے کہ وہ آنند کے دماغ میں بھی رہے گا۔ اگر آپ ہیراسوامی کے سامنے کمزور پڑیں گی تو آنند کو دماغی مریض بنا دیا جائے گا۔"

"نہیں، میں ایسا نہیں کروں گی میرے آنند کو کچھ نہ کرو۔"

آنند نے کہا "میں فرہاد صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ صرف سوامی جی کے دماغ میں رہیں اور انہیں اپنے کنٹرول میں رکھیں۔ میں، پومی اور لیوچن کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جاؤں گا۔ انہیں ان کی منزل تک پہنچاؤں گا اور جب تک واپس نہیں آؤں گا، وہ ننھا سا بم اسی طرح سوامی جی کی جیب میں رہے گا اور ماں جی ریموٹ کنٹرول لیے بیٹھی رہیں گی۔"

پومی نے کہا "ہاں، مجھے یہ طریقۂ کار پسند ہے۔ جب تک تم یہاں واپس نہیں آؤ گے، اس وقت تک تمہاری ماں جی، سوامی جی کے فریب میں نہیں آئیں گی۔ انہیں تمہاری فکر رہے گی۔"

پومی نے لیوچن کو اپنے پاس بلایا اور کہا "میرے ہاتھ سے چابی لے کر ہتھکڑی کھول دو اور ہیراسوامی، یہ نہ سمجھنا، میں ہتھکڑی کھلنے کے دوران ذرا سی بھی غافل ہو سکتی ہوں۔"

لیوچن نے پاس آ کر چابی لی اور ہتھکڑی کھول دی۔ پومی نے کہا "اب یہ ہتھکڑی آنند کو دے دو۔"

اس نے یہی کیا۔ آنند نے ہتھکڑی لے کر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پومی نے کہا "اسے اپنے باپ کو اس طرح پہناؤ کہ اس کے دونوں ہاتھ اپنی جیب تک نہ پہنچ سکیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک ہاتھ میں ہتھکڑی پہناؤ پھر ہتھکڑی کا دوسرا سرا کھڑکی کی آہنی جالی سے باہر لے جاؤ اور دوسری طرف گھما کر اندر لاؤ۔ اس کے بعد دوسرے ہاتھ میں ہتھکڑی پہنا دو۔ اس طرح یہ سوامی جی آہنی جالی کے ساتھ پھنسے رہیں گے۔ ہاتھ نیچے نہیں آئے گا اور جیب تک نہیں پہنچے گا۔"

پومی جس طرح کہہ رہی تھی، آنند اسی طرح عمل کر رہا تھا۔ اس نے پہلے ایک ہاتھ میں ہتھکڑی پہنا کر اسے اوپر اٹھایا پھر جالی کے دوسری طرف سے گھما کر ہتھکڑی کے دوسرے سرے کو کھڑکی کے اندر لایا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے باپ کے دوسرے ہاتھ کو اوپر ہتھکڑی کی طرف لے جاتا، باپ نے اسے پکڑ لیا۔ کہنے لگا "میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ تم میرے ساتھ لگے رہو گے تو پومی اس بم کو بلاسٹ نہیں کرے گی۔ تمہاری زندگی بچانے کے لیے مجھے بھی زندہ رکھے گی۔"

پومی نے ہنستے ہوئے کہا "اس خوش فہمی میں نہ رہنا۔ مجھے آنند کی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

ماں نیلما داسی نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم میرے بیٹے کی بھی پروا نہیں کرو گی؟"

پومی نے کہا "میں آپ کو پہلی اور آخری وارننگ دے رہی ہوں۔ میرے قریب نہ آنا۔ ورنہ آپ کا بیٹا زندہ نہیں رہے گا۔"

وہ جہاں تھی وہیں رُک گئی۔ پومی نے کہا "ہیراسوامی، میں پھر تمہیں آخری وارننگ دیتی ہوں۔ ایک سے دو تک گنوں گی پھر تم تین کی گنتی سننے کے لیے زندہ نہیں رہو گے۔"

گنتی شروع کرنے سے پہلے ہی ہیراسوامی نے اپنا ہاتھ اوپر کر لیا۔ آنند نے اس کے دوسرے ہاتھ میں بھی ہتھکڑی پہنا دی۔ اب وہ دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے آہنی جالی سے ہتھکڑی میں پھنسا ہوا تھا۔ میں نے آنند کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے کہا۔ "ماں نیلا داسی، میں فرہاد بول رہا ہوں اور میں جو بولتا ہوں وہ کر گزرتا ہوں۔ آپ کا بیٹا، پوپی کے منصوبے کے مطابق یہاں سے ہیل کاپٹر میں جائے گا اور پوپی اور لیوچن کو چھوڑ کر واپس آئے گا۔ اس وقت تک میں ہیراسوامی کے دماغ میں رہوں گا۔ اگر اس نے مجھے دماغ میں رہنے کی جگہ نہ دی تو میں تمہارے دماغ میں آ کر ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دبا دوں گا۔"

میری باتیں سن کر پوپی نے ریموٹ کنٹرولر ماں نیلا داسی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ خوفزدہ تھی۔ اپنے بیٹے کو یوں ممتا بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے وہ جائے گا تو جان بھی چلی جائے گی۔ اس نے کہا۔ "آنند، یہ تم نے کیا کیا۔ خود ہی جانے کی بات کیوں کہہ دی۔ تمہیں یہاں رہنا چاہیے تھا۔"

"ماں جی، آپ اطمینان رکھیں۔ میں انھیں پہنچا کر بخیریت واپس آؤں گا۔ میری نیت صاف ہے اور آپ کا آشیرواد میرے ساتھ ہے۔ جب تک آپ فرہاد کے کہنے پر عمل کرتی رہیں گی، مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

پوپی نے ہیراسوامی سے پوچھا۔ "تم اوپر چھت والوں سے کس طرح رابطہ قائم کرتے ہو۔ انھیں حکم دو کہ ہمیں ہیلی کاپٹر میں جانے کی اجازت دیں۔"

ہیراسوامی نے کہا۔ "مجھے چھت پر لے چلو۔ میں تمہاری روانگی کا انتظام کر دوں گا۔"

"تمہیں لے جانا ضروری نہیں ہے۔ تمہارے آدمیوں کو یہاں بلایا جا سکتا ہے۔"

پوپی نے آنند کی طرف دیکھا۔ آنند نے کہا۔ "میں ابھی ان کے دو خاص آدمیوں کو بلا کر لاتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ پوپی نے کہا۔ "تم ٹیلیفون یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے بھی رابطہ قائم کر کے اپنے آدمیوں کو چھت پر سے بلا سکتے تھے مگر تم زیادہ سے زیادہ وقت ضائع کرنا چاہتے ہو تاکہ جان بچانے کا کوئی موقع ہاتھ آ جائے۔ ٹھیک ہے، ہر شخص کو اپنی جان بچانے کا حق ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مگر میں تمہاری آنکھوں کے سامنے یہاں سے جاؤں گی اور تم دیکھتے رہ جاؤ گے۔"

ہیراسوامی نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ پوپی نے کہا۔ "تم اب اس لیے بھی خاموش ہو گئے ہو اور ہم سے زندگی کی بھیک نہیں مانگ رہے ہو کہ ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ صرف تمہاری بیوی اس کمرے میں رہ جائے گی اور تم اسے بہلا پھسلا کر اس ننھے سے بم سے آزاد ہو جاؤ گے۔"

ماں نیلا داسی نے کہا۔ "مجھے ان کی زندگی عزیز ہے۔ میں اپنے ہاتھوں سے اپنا سہاگ نہیں اجاڑوں گی لیکن اپنے بیٹے کی بھی دشمن نہیں ہوں۔ جب تک وہ صحیح سلامت میرے پاس واپس نہیں آئے گا، مجھ سے کوئی یہ ریموٹ کنٹرول نہیں لے سکے گا، نہ ہی ان کی جیب سے وہ ننھا سا بم نکال سکے گا۔"

آنند دو مسلح افراد کے ساتھ وہاں آ گیا۔ وہ ہیراسوامی کو ہتھکڑیوں میں جکڑا دیکھ کر چونک گئے۔ فوراً ہی اپنے ہتھیار سیدھے کرتے ہوئے ایک نے کہا۔ "یہ کیا معاملہ ہے، ہمیں حکم دیجیے۔ ہم ابھی دشمنوں کو گولیوں سے بھون ڈالیں گے۔"

میں نے ہیراسوامی سے کہا۔ "اس سے کہو، اب میں اس کے دماغ میں ہوں۔ اس سے پہلے ہی وہ خود کو ہلاک کر لے گا۔"

ہیراسوامی نے یہی بات اپنے آدمی سے کہہ دی۔ پھر حکم دیا۔ "کوئی ہتھیار استعمال نہ کرے۔ پوپی، لیوچن اور آنند ہیلی کاپٹر میں جائیں گے پھر آنند واپس آئے گا۔ اس وقت تک میں اسی کمرے میں رہوں گا۔ اس کمرے کی طرف کوئی شخص نہ آئے۔ جب تک کہ آنند واپس نہ آ جائے۔"

پوپی نے کہا۔ "ان سے یہ بھی کہہ دو، ہم سے کوئی چالاکی نہ کرے۔ ہیلی کاپٹر میں کوئی ٹائم بم وغیرہ چھپا کر نہ رکھا جائے، ورنہ فرہاد سے بات چھپی نہیں رہے گی اور نتیجہ تمہارے حق میں برا ہوگا۔"

ہیراسوامی نے یہی بات اپنے آدمیوں کو سمجھائی۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے باس کے حکم کی تعمیل کرتے رہیں گے۔ پوپی، لیوچن اور آنند ان مسلح افراد کے ساتھ وہاں سے چلے گئے۔ میں وہیں موجود رہی۔ ہیراسوامی التجا آمیز نظروں سے ماں نیلا داسی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "آج مجھے اپنی تمام غلطیوں کا احساس ہو رہا ہے۔ آج میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ میں سمجھ گیا ہوں، مجھے صرف انسان بن کر رہنا چاہیے، بھگوان نہیں۔"

ماں نیلا داسی نے کہا۔ "یہ اچھی بات ہے سوامی جی کہ آپ کو غلطیوں کا احساس ہو گیا۔ ہمارا آنند واپس آ جائے گا تو..."

وہ بات کاٹ کر بولا۔ "اس کے واپس آنے میں گھنٹوں لگیں گے۔ یہ ننھا سا بم میرے دل کے پاس ہے۔ میری جان جانے سے پہلے ہی جان جا رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے اچانک ہی وہ بٹن دب جائے گا۔ تم نہ دباؤ تو کیا ہوتا ہے۔ چلتے پھرتے تمہیں ٹھوکر لگ سکتی ہے یا ایسے ہی وہ ریموٹ کنٹرول نیچے گر سکتا ہے اور گرتے ہی اس کا بٹن دب سکتا ہے۔"

ماں نیلا داسی فرش پر بچھی ہوئی چٹائی پر بیٹھ گئی۔ ریموٹ کنٹرول کو اپنے پاس رکھ دیا۔ پھر کہا۔ "دیکھو، اب یہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے، یہ ایک طرف رکھا ہوا ہے۔ نہ گرنے کا خدشہ ہے اور نہ ہی میرے ہاتھ سے اچانک یہ دب سکتا ہے۔"

"میں مانتا ہوں، ایسا نہیں ہو سکتا لیکن ذرا میری طرف سے سوچو کہ یہ بم جب تک میرے سینے سے لگا رہے گا، میں زندہ رہ کر مُردوں سے بدتر رہوں گا۔ میری حالت کیا ہو رہی ہے، یہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ بھگوان کے لیے اس بم سے نجات دلا دو۔ میں نہیں کہتا کہ میرے ہاتھ کھول دو، صرف اس ننھے سے بم کو جیب سے نکال کر دور کر دو۔"

"آپ میرے لیے بھگوان جیسے ہیں۔ میں آپ کے قدموں میں سر رکھ کر جان دے سکتی ہوں لیکن وہ بم آپ کی جیب سے نہیں نکال سکتی۔ آنند کو واپس آنے دیجیے۔"

"تم اس طرح سوچو کہ یہ بم آنند کی جیب میں رکھا ہوا ہے اور ہر لمحہ موت اس کے سینے سے لگ کر دھڑک رہی ہو تو تمہارے دل پر کیا گزرے گی۔"

ماں نیلا داسی نے اپنا ہاتھ سینے پر رکھ لیا جیسے اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنبھال رہی ہو۔ پھر کہا۔ "ہم ماں بیٹے نے کبھی کسی کا برا نہیں کیا۔ کسی کا دل نہیں دکھایا۔ میرے بیٹے کے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ میں نے آپ کے اپنے اطمینان کے لیے اس ریموٹ کنٹرول کو چٹان پر رکھ دیا ہے لیکن آپ کا کوئی بھی آدمی اس کمرے میں داخل ہوگا تو میں فوراً ہی اسے ٹھاکر بٹن دبا دوں گی۔"

"کیا تم اتنی سنگدل ہو کہ اپنے شوہر کی جان لے لو گی؟ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسے موقع پر تم میری دشمن بنو گی۔"

"میں صرف اپنے بیٹے کی سلامتی چاہتی ہوں۔ اسے زندہ رکھنے کے لیے میں آپ کی موت کا تماشا نہیں دیکھوں گی۔ جلا کس دل سے دیکھ سکوں گی۔ اس لیے بٹن دبانے کے لیے پہلے سے قریب آؤں گی تاکہ دونوں کا خاتمہ ایک ساتھ ہو جائے۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "واہ، ماں نیلا داسی، تم بہترین عورت ہو۔ اسی لیے بہترین ماں اور بہترین بیوی بھی ہو۔"

پھر میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "ہیراسوامی، میں فرہاد بول رہا ہوں۔ یہ مت سمجھنا کہ یہاں سے جا چکا ہوں۔ میں چپ چاپ دیکھ رہا تھا کہ تم کس طرح اپنی بیوی کو بہلاتے پھسلاتے ہو۔ مجھے یقین ہو گیا ہے، جب تک آنند واپس نہیں آئے گا، تم اس عورت کی ممتا میں ایک ذرا سی بھی لغزش پیدا نہیں کر سکو گے۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ میں نے واپس آ کر ماں نیلا داسی کے دماغ میں آ کر اس کی زبان سے کہا۔ "تم نے میرا راستہ روکا ہے۔ کیا مرنا چاہتے ہو، کیا ابھی بٹن دبا دوں؟"

اس نے جلدی سے چیختے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں، مجھ سے غلطی ہو گئی۔ اب میں کبھی اپنی سانس نہیں روکوں گی۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "تمہاری زندگی اسی میں ہے کہ اپنے دماغ کے دروازے بند کرنا بھول جاؤ۔ میں صرف ایک منٹ کے لیے ماں نیلا داسی کے دماغ میں جا رہا ہوں۔ اس کے بعد تمہارے دماغ میں جم کر بیٹھ جاؤں گا۔"

میں نے اس سے جھوٹ کہا میں صرف پوپی کی خبر لینا چاہتی تھی۔ اس کے پاس پہنچ کر دیکھا تو وہ لیوچن اور آنند کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ گئی تھی۔ پرواز کرنے سے پہلے میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے ان مسلح افراد کے دماغ میں جھانک کر دیکھا جو تھوڑی دیر پہلے اپنے باس ہیراسوامی کے پاس آئے تھے اور ان کی آواز میں نے سن لی تھی۔ ان کے ذریعے پتا چلا۔ ہیلی کاپٹر میں کوئی ٹائم بم وغیرہ چھپا کر نہیں رکھا گیا ہے۔ میں نے انھیں اپنے دوسرے ساتھیوں سے باتیں کرنے پر مجبور کیا۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے بھی انھوں نے باتیں کیں۔ میں ایک ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھتی رہی۔ اس کے بعد میں نے پوپی سے کہا۔ "سب خیریت ہے، کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ تم پرواز کر سکتی ہو۔ میں ہیراسوامی کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں ان سے رخصت ہو کر پھر اس کے دماغ میں آ گئی۔ اس نے مجھے محسوس کیا مگر دماغ کا دروازہ بند کرنے کی جرأت نہیں کی۔ اب اس کمرے کی چار دیواری کے اندر وہ دونوں میاں بیوی اس حالت میں تھے کہ وہ دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے ہتھکڑی میں بندھا ہوا تھا۔ کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا تھا اور ماں نیلا داسی فرش پر بچھی ہوئی چٹائی پر بیٹھی تھی۔ سامنے ریموٹ کنٹرول رکھا ہوا تھا۔ ادھر شوہر کی جیب میں موت تھی۔ ادھر بیوی کی دسترس میں موت کا اشارہ تھا فی الحال دونوں میاں بیوی یونہی زندگی گزارنے والے تھے۔

میں فرہاد علی تیمور خود کو بہت ہی ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں کیوں کہ روح بالکل ہی ہلکی ہوتی ہے۔ میرا دل کسی خوف سے نہیں دھڑکتا۔ میرا دماغ کسی پریشانی میں مبتلا نہیں ہوتا کیونکہ مرنے کے بعد تمام خوف، فکر اور پریشانیاں ہمیشہ کے لیے مر جاتی ہیں۔ انسان زندگی میں اور موت کے بعد بھی کیسے کیسے مقامات سے گزرتا ہے۔ میں وہی ہوں جو زندہ انسانوں کی دنیا میں اپنی سلسلے وار داستان بیان کیا کرتا تھا۔ آج یہی داستان اپنے مُردہ بھائیوں کو سُنا رہا ہوں۔

میرے سامنے تمام مُردہ خواتین و حضرات بیٹھے ہوئے تھے جیسے ایک کلاس روم تھا اور میں استاد کی حیثیت سے انھیں مخاطب کر رہا تھا اور انھیں بتا رہا تھا کہ میں نے ٹیلی پیتھی کا علم کس طرح کتنی لگن سے حاصل کیا ہے۔ اگر میں سابقہ دنیا میں ہوتا تو کبھی یہ تفصیل سے نہ بتاتا کہ ٹیلی پیتھی کا علم کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے کیونکہ ہماری دنیا میں دوست اور دشمن کی تمیز نہیں ہو سکتی۔ جو دوست بن کر راز معلوم کرتے ہیں وہ بعد میں بدترین دشمن ثابت ہوتے ہیں۔

شاید میں پاتال دنیا میں بھی کسی کو نہ بتاتا لیکن ہر وقت میرے دماغ میں کسی کی باتیں گونجتی رہتی ہیں۔ کوئی میرے اندر بولتا رہتا ہے۔ "فرہاد علی تیمور! اب تم زندہ لوگوں کی دنیا میں نہیں ہو۔ ایسی پاتال دنیا میں ہو جہاں کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ کوئی کسی سے دشمنی نہیں کرتا کیوں کہ یہاں سب کو کھانے کے لیے اس کے پیٹ کے برابر روٹیاں ملتی ہیں۔ اس کی کوئی ایسی خواہش نہیں ہے جو یہاں پوری نہ ہوتی ہو اور جو یہاں پوری نہ ہوتی ہو وہ اس کی خواہش نہیں کرتا۔ جہاں خواہش محدود ہوں۔ جہاں پیٹ کا سوال نہ ہو۔ جہاں نمائشی عادتیں نہ ہوں، ایک دوسرے سے برتر ہو کر دوسرے کو کمتر کرنے کا سازشی جذبہ نہ ہو۔ وہاں کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ اس لیے تم یہاں تمام روحوں کو ٹیلی پیتھی کے متعلق تفصیل سے بتاتے رہو گے۔ ان میں سے جو سیکھنا چاہے اسے تم یہ علم سکھاؤ گے۔"

وہ میرے اندر بولنے والا جیسے میرا حاکم تھا۔ میرا عامل تھا۔ میں اس کی ہر بات مانتا تھا۔ نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ میرے دل میں کوئی ایسا خیال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ میں اس کی کسی بات سے انکار کر دوں لیکن اس آواز کو سنتے رہنے کے دوران جب کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی تو میں سوال کرتا تھا۔ مثلاً میں نے پوچھا۔ "ٹیلی پیتھی دو سرے کو کیسے سکھائی جا سکتی ہے؟"

جواباً آواز سنائی دیتی تھی۔ "جس طرح انجینئرنگ کا علم ہمارا کوائل نے اپنی انجینئرنگ کا تمام ہنر سیکنڈ براڈ فورز کو سکھا دیا اور جس طرح سیکنڈ براڈ فورز نے اپنی تمام مشینی ہنرمندی کو انجینئر متھرما کوائل کے دماغ میں منتقل کر دیا، اسی طرح تمھاری ٹیلی پیتھی کا علم دوسروں کے دماغ میں منتقل ہو جائے گا۔ اس طرح پاتال دنیا میں سبھی لوگ ایک جیسی صلاحیتوں کے مالک ہوں گے تو کوئی کسی سے برتری حاصل کرنے کے لیے نہ دھوکا دے گا، نہ جھوٹ بولے گا، نہ کوئی سازش کر سکے گا۔"

میری کلاس روم میں جوان اور ادھیڑ عمر کی عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ ٹیلی پیتھی سیکھنے کا شوق کسے نہیں ہوتا بلکہ یہ شوق تو دیوانگی کی حد سے بھی نکل جاتا ہے۔ ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کے دل اور دماغ کی باتیں معلوم کرے، دشمنوں کو زیر کرے، دوستوں کو ان کے منہ پر بتائے کہ تم منہ پر کچھ کہہ رہے ہو، دل میں کچھ ہے پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے جو کمالات دکھائے جاتے ہیں اور جس طرح دنیا کی تمام دولت اور اقتدار حاصل کیا جا سکتا ہے وہ تو میری داستان سے ہی ظاہر ہے۔ آج کا ہر بالغ بچہ بھی یہ علم سیکھنا چاہتا ہے۔ پھر میرے کلاس روم میں سیکھنے والوں کی بھیڑ کیسے نہ ہوتی۔ وہ سب میری باتوں کو دلچسپی سے سنتے تھے اور طرح طرح کے سوالات کرتے تھے لیکن ان میں سے کتنوں کو یہ علم سکھایا جائے گا، یہ میں نہیں جانتا تھا اور سیکھنے والے بھی نہیں جانتے تھے۔ اس کا فیصلہ وہی آواز کرنے والی تھی جو میرے اندر سنائی دیتی تھی۔

کلاس میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے سوال کیا۔ "کیا مقناطیسی لہریں ہماری پاتال دنیا میں بھی ہوتی ہیں؟"

میں نے جواب دیا۔ "جہاں بھی ہوا چلتی ہوگی اور جہاں سے بھی ہوا کا گزر ہوگا وہاں شمال سے آنے والی مقناطیسی لہریں بھی ہوں گی۔"

ایک نوجوان لڑکی نے پوچھا۔ "مقناطیسی لہروں کے ذریعے ٹیلی پیتھی کی لہروں کو دوسرے دماغ میں منتقل کیا جاتا ہے، اس کے لیے لازمی ہے کہ خیال خوانی کرنے والا شمال کی طرف رُخ کر کے بیٹھا رہے مگر آپ ایسا نہیں کرتے، چلتے پھرتے بھی خیال خوانی کرتے رہتے ہیں۔"

"جب میں نے ٹیلی پیتھی کی عملی مشق شروع کی تو شمال کی

طرف رُخ کر کے بیٹھا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ مجھے ایسی مہارت حاصل ہو گئی کہ اب اُدھر رُخ کرنا ضروری نہیں ہے۔ میں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے خیال خوانی کر لیتا ہوں۔"

ایک اور شخص نے کہا۔ "زندہ انسانوں کی دنیا میں جسے قبر کہا جاتا ہے، اسے ہم پاتال دنیا کہتے ہیں ہم زمین کی اتنی گہرائی میں ہیں، کیا آپ یہاں سے زندہ انسانوں کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "بے شک پہنچ سکتا ہوں۔ میں اپنے چاہنے والوں کو یاد کرتا ہوں۔ ان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں لیکن وہ مقدس آواز جو ہم سب کو اپنے اندر سنائی دیتی ہے اس نے مجھے زندہ انسانوں کی دنیا میں رابطہ قائم کرنے سے منع کیا ہے۔"

فلسفی ہیوگو نے پوچھا۔ "جس شخص کی آواز ہمیں اپنے اندر سنائی دیتی ہے وہ یقیناً ہم میں سے ہوگا۔ زندہ انسانوں سے اس کا تعلق نہیں ہوگا۔ آپ اس کے دماغ میں تو پہنچ سکتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "بے شک، پہنچ سکتا تھا لیکن یہ وہی آواز ہے جس نے ہم سب کے دماغوں کو تسخیر کیا ہے۔ ہمیں اپنی آواز کا پابند بنایا ہے۔ پھر جب مجھ پر پابندی عائد کر دی گئی ہے تو آپ لوگوں کی طرح میں بھی مجبور ہوں۔ میں اس آواز کے ذریعے اس بولنے والے کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کا بولنا، اس کا حکم دینا ہمارے لیے محترم ہے۔ ہم بلا چون و چرا اس پر عمل کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔"

ایک اور شخص نے اپنی جگہ سے اٹھ کر سوال کیا۔ "جس کی آواز ہمارے دماغوں میں سنائی دیتی ہے کیا وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا کیوں کہ آواز اسی کی سنائی دیتی ہے جو خیال خوانی کرتا ہوا ہمارے دماغوں تک پہنچ سکے۔"

میں نے جواب دیا۔ "ہمارے اندر جو بھی آواز سنائی دیتی ہے وہ ہیپناٹزم کا نتیجہ ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی نہیں ہے۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتا تو کسی وقت بھی خیال خوانی کر کے ہمارے آپ کے اندر آ کے تازہ ترین احکامات صادر کر سکتا تھا لیکن ہمارے اندر تو وہی باتیں گونجتی ہیں جو تنویمی عمل کے دوران ہم سب کے دماغوں میں نقش کر دی گئی ہیں۔"

کلاس روم کی آخری قطار میں سے ایک لڑکی اُٹھ کر کھڑی ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی میں چونک گیا۔ وہ سونیا تھی مگر اتنی کم عمر، ایسی نوخیز لگ رہی تھی کہ اسے دیکھتے ہی دماغ میں سوال پیدا ہوا۔ کیا مرنے کے بعد عورت کی عمر کم ہو جاتی ہے؟

اگر میرے اس سوال کا جواب ہاں میں ہے تو پھر ہر عورت پہلی فرصت میں مرنا پسند کرے گی۔ میں تیزی سے چلتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ حیرانی سے بولا۔ "تم سونیا! یہ تم ہو؟"

اس نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ بولی۔ "میں بہت دیر سے یہاں بیٹھی تمھیں استاد کے روپ میں دیکھ رہی ہوں۔ اب ان کی طرح میں بھی ایک شاگرد کی حیثیت سے سوال کرتی ہوں۔ جب اس پاتال دنیا میں کوئی کسی سے جھوٹ نہیں بولتا، کوئی کسی کو دھوکا نہیں دیتا اور اپنی بات دوسروں سے نہیں چھپاتا تو پھر وہ ہمارے اندر بولنے والا خود کیوں چھپ کر رہتا ہے۔ وہ کون ہے؟"

"یہ سوال تو شاید ہم سب کے دماغ میں آتا ہے لیکن ہم اسے تلاش کرنے یا اس سے سامنے آ کر اپنا چہرہ دکھانے کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔"

سونیا نے کہا۔ "چاہے یہ دنیا ہو یا وہ دنیا۔ چاہے ہم زندہ ہوں یا مُردہ۔ ہمارا تو خدا ایک ہی ہے اور وہی اوّل راز ہے اور وہی آخر راز ہے۔ کوئی دوسرا راز بن کر رہے تو بدترین کافر ہے، اسے بے نقاب کرنا ہمارا ایمان ہے۔"

"یہ بات میں بھی سمجھتا ہوں۔ اس آواز کو جو ہمارے اندر گونجتی رہتی ہے، اسے بے نقاب ہونا چاہیے مگر کیا تمھارے اندر یہ مطالبہ، احتجاج یا بغاوت کی صورت میں جنم لیتا ہے؟"

سونیا نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں، ہم روحیں ہیں۔ ہم سرد مزاج رکھتی ہیں، ہمارے اندر بھولے بھٹکے کوئی مطالبہ پیدا ہوتا ہے تو اس میں شدت اور گرم جوشی نہیں ہوتی۔ میں اپنے اندر گونجنے والی آواز کے متعلق سوچتی ہوں کہ اسے بے نقاب ہونا چاہیے لیکن پُرزور مطالبہ نہیں کر سکتی۔ یہ جذبہ میرے اندر پیدا ہی نہیں ہوتا ہے۔"

اس کلاس روم میں وہی آواز گونجنے لگی جسے ہم اپنے اندر محسوس کرتے رہتے ہیں۔ اس آواز نے کہا۔ "سونیا! تم درست کہہ رہی ہو۔ ہم سب سرد مزاج رکھتے ہیں کسی سے مطالبہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں بھی کسی پُرزور مطالبے کے بغیر تم سب کے سامنے بے نقاب ہو سکتا ہوں مگر ابھی مجھ میں اور تم لوگوں میں ایک فرق ہے۔ اگرچہ میں سرد مزاج ہوں مگر تم لوگوں کی طرح ایک روح نہیں ہوں، میرا شمار زندہ انسانوں میں ہوتا ہے۔ ہم پانچ زندہ بھائی بہن ہیں جو زندہ

ہوتے ہوئے بھی تم لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم پانچوں بھائی بہنوں نے انجینئرنگ، مقرما کوائل، میکینک برادرز، فلسفی ہیوگو وغیرہ کی تمام دماغی صلاحیتوں کو اپنے اندر منتقل کرلیا ہے۔ ہم ان کی طرح دعویٰ کرسکتے ہیں کہ ہم بھائی بہن بہت بڑے انجینئر، بہت بڑے میکینک، بہت بڑے فلسفی اور بہت بڑے ڈاکٹر اور سائنسدان وغیرہ ہیں لیکن ابھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتے کہ فرہاد کی طرح ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ جب ہم اس کی صلاحیتوں کو اپنے دماغوں میں منتقل کرلیں گے تو پھر فرہاد سے یا کسی سے خطرہ نہیں رہے گا تو ہم بے نقاب ہو جائیں گے اور تم سب کے ساتھ گھل مل کر رہیں گے۔ ہماری ایک الگ دنیا ہوگی۔ اس دنیا میں جھوٹ، فریب، سازش وغیرہ نام کو نہیں ہوگی۔ ہم سب ایک دوسرے کے مفاد کے لیے اور ایک دوسرے کو خوش رکھنے کے لیے کام کرتے رہیں گے۔"

وہ آواز چپ ہوگئی۔ چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ اس آواز کو میں خوب پہچانتا تھا، لیڈی روزینہ کبھی ترکی بولتی تھی کبھی انگریزی بولتی تھی۔ ترکی اور انگریزی الفاظ کی ادائیگی اور لہجے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ تاہم بولنے والی کی آواز ایک ہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر تصدیق کی تھی۔ وہ اس پاتال دنیا کے کسی حصے میں تھی۔ جس نے تنویمی عمل کے ذریعے میری مائنڈ واشنگ کی تھی، اس نے یہ حکم دیا تھا کہ میں دانستہ یا نادانستہ پاتال دنیا کے کسی شخص کے دماغ میں رہ کر وہاں کا جغرافیہ معلوم نہیں کروں گا اور نہ ہی کسی کی ذات میں، خصوصاً لیڈی روزینہ میں دلچسپی لوں گا۔

اگر یہ حکم نہ دیا جاتا، تب بھی اس دنیا میں جذبے سرد پڑ گئے تھے۔ لیڈی روزینہ تو پھر بھی غیر تھی، سونیا سے مل کر بھی اس سے تنہائی میں ملنے اور ذاتی قسم کی گفتگو کرنے کی کوئی خواہش پیدا نہیں ہوئی تھی، بہرحال لیڈی روزینہ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "سونیا! تمہیں لوری سنانے اور سلانے کا وقت آگیا ہے۔ بستر پر آجاؤ۔"

وہ جو کچھ کہہ رہی تھی، اس کا مفہوم سمجھنے کے لیے مختلف الفاظ کے مختلف معنی سمجھنے کی ضرورت تھی، وہاں کسی کو یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ تم پر تنویمی عمل کرنے کا وقت ہوگیا ہے، معمول بن کر بستر پر آجاؤ۔ زندہ انسانوں کی دنیا میں تنویمی عمل غلط مقصد کے لیے کیا جاتا ہے۔ لہٰذا پاتال دنیا میں تنویمی عمل کو لوری سنانا کہتے ہیں۔

وہاں ہم سب کو ہفتے میں ایک بار تنویمی عمل کی لوری سنائی جاتی تھی کیوں کہ ایک ہفتہ پورا ہونے تک یہ عمل اپنا اثر کھونے لگتا تھا۔ اثر زائل ہونے سے پہلے ہی لوری سنا کر اس طرح تسخیر کیا جاتا تھا کہ ہم کھلی آنکھوں سے بھٹکتی ہوئی روحوں کی طرح جاگتے رہتے تھے مگر ہمارے دماغ غافل رہتے تھے۔

سونیا یہ آواز سنتے ہی لوری سننے اور غافل ہونے کے لیے کسی بستر پر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد پھر وہی مردانہ اور رعب دار آواز سنائی دی۔ "اے میری پاتال دنیا کے لوگو! آج تمہارے درمیان ایک نئی روح کا اضافہ ہو رہا ہے۔ زندہ انسانوں کی دنیا سے ایک بہت ہی محترم شخص مرنے کے بعد یہاں آرہا ہے۔ تم سب اس کے استقبال کے لیے اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔"

کلاس روم میں حاضر رہنے والے تمام افراد اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ میں سونیا کے جانے کے بعد بیٹھ گیا تھا اس آواز کا حکم سنتے ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا، کھلے ہوئے دروازے کی جانب دیکھنے لگا۔ وہاں ایک قد آور بوڑھا نظر آیا۔ اسے دیکھتے ہی مجھے چونک جانا چاہیے تھا، کیوں کہ وہ میرا بدترین دشمن تھا لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ روحوں کی دنیا میں کوئی کسی کا دشمن نہیں ہوتا۔ اور جب کوئی دشمن نہیں ہوتا تو کسی کو دیکھ کر چونکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس پاتال دنیا میں آنے والا وہ قد آور بوڑھا ربی اسفندیار تھا۔

میں فرہاد کی عدم موجودگی میں اس کے فرائض ادا کر رہا تھا مگر بے حد گھبرائی ہوئی سی رہتی تھی۔ ڈر لگتا تھا کوئی غلطی نہ ہو جائے۔ میری ایک ذرا سی بھول پوچھ وغیرہ کو کسی اور میں مبتلا کرسکتی تھی۔

میں نے جناب شیخ صاحب کو مخاطب کرکے پوچھا "حالات بتائے پھر پوچھا" مجھے کس پر توجہ دینا چاہیے پیر یا بھگوان ہیراسوامی پر؟"

انھوں نے سمجھایا "پوجی کی زیادہ فکر نہ کرو تھوڑے وقفے سے اس کی خیریت معلوم کرتی رہو ہیراسوامی کا پیچھا نہ چھوڑو۔"

"اگر پوجی کو خطرہ پیش آئے تو؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، اگر چند لمحوں کے لیے ہیراسوامی کے دماغ سے آتی جاتی رہوگی اور پوجی کام آتی رہوگی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جب تک کوئی خطرہ نہ ہو، ہیراسوامی کے چور خیالات پڑھتی رہو۔ بہتیری معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔"

میں اس کے دماغ میں واپس آگئی۔ وہ ماں نیلما داسی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ مجھے محسوس کرتے ہی چپ ہوگیا۔ میں نے فرہاد کے انداز میں کہا "تم اپنی بیوی کو پھسلا رہے تھے، میرے آتے ہی چپ ہوگئے۔"

"فرہاد! تم نیلما کے دماغ میں رہ کر میری نگرانی کرسکتے ہو، پلیز اُدھر چلے جاؤ۔"

"اِدھر کیا فرق پڑے گا؟"

"تمہارے آنے سے گھبراہٹ بڑھ جاتی ہے۔ جیب میں بم رکھا ہے اور دماغ میں تم ہو۔ دونوں ہی دھماکا خیز ہیں دونوں میں سے کوئی بھی میری ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے۔"

"تمہیں ہلاک کرنا ہوتا تو تمہاری زندگی کی ڈور نیلما داسی کے ہاتھ میں نہ دیتا۔ پاک جھپکتے ہی ختم کردیتا۔"

"میرے دونوں ہاتھ بندھے ہیں، میں جیب سے بم نکال نہیں سکتا۔ پھر میری طرف سے کیا اندیشہ ہوسکتا ہے میں تمہارے خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ چلے جاؤ۔"

"یا حیرت! بھگوان میرے خدا کا واسطہ دے رہا ہے۔"

وہ چپ ہوگیا۔ میں بھی چپ رہ کر اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ ذرا دیر کی خاموشی کے بعد اس نے چیختے ہوئے کہا "نہیں، ہرگز نہیں۔ تم میرے دماغ کی تہ میں چھپی ہوئی باتیں معلوم کر رہے ہو۔ میں نہیں بتاؤں گا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے باہر ہوئیں۔ پھر میں نے نیلما داسی کے اندر جگہ بنالی۔ اس کی زبان میں کہا "ہیراسوامی! تم مجھے دماغ سے نکالو گے، میں تمہیں دنیا سے نکال دوں گا۔"

اس نے انکار میں زور زور سے سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں نہیں۔ مجھے مار ڈالو مگر میں تمہیں آنے نہیں دوں گا۔ میرے اندر کئی اہم راز چھپے ہوئے ہیں۔ اگر ایک راز بھی فاش ہوا تو میں موت کو ترجیح دوں گا۔ اگرچہ میں موت سے ڈرتا ہوں، کیوں کہ ابھی تک زندگی بہت خوبصورت ہے۔ راز کھلنے پر خوبصورتی مرجائے گی۔ زندہ رہنے کی خواہش بھی مرجائے گی۔ میرے دماغ میں آنے سے بہتر ہے، نیلما کے ہاتھ سے بھاڑا ڈالو اور میرا خاتمہ کردو۔ میں تمہیں ہرگز دماغ میں آنے نہیں دوں گا۔"

میں سوچ میں پڑ گئی۔ اپنے وعدے کے مطابق اسے زندہ رکھنا تھا۔ نیلما اپنے بیٹے اور شوہر دونوں کو زندہ سلامت دیکھنا چاہتی تھی۔ اسے میں مار ڈالنے کی دھمکی بھی نہیں دے سکتی تھی۔ میں نے مجبور ہو کر پھر شیخ صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے کہا "تم نیلما کے دماغ سے ہیراسوامی کی پوری ہسٹری معلوم کرسکتی ہو مگر پہلے یہ معلوم کرو کہ فرہاد اور سونیا کو پاتال دنیا سے باہر لانے کے لیے کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں؟"

"ابھی معلوم کرتی ہوں۔ مگر جناب! نیلما سے ہسٹری معلوم ہوگی۔ اس کے ذہن سے فرہاد کے بارے میں کس طرح معلوم کیے جاسکتے ہیں؟"

"ابھی معلومات حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو بعد میں دیکھا جائے گا۔ جو کام ابھی نہ ہوسکے اس کے متعلق سوچ کر وقت ضائع نہ کرو۔"

میں نے ریڈ پاور کے باس کو مخاطب کرکے پوچھا۔ "مجھے تہ خانے سے نکالنے کے لیے کیا کر رہے ہو، بارہ گھنٹے گزرنے والے ہیں۔ تمہارا کوئی آدمی مجھ تک نہیں پہنچ سکا۔"

"جناب! ہمارے آدمی لیڈی روزینہ کی خواب گاہ میں گئے ہیں۔ وہاں کی مسلح عورتوں نے ہم سے تعاون کیا ہے۔"

"تمہارے آدمی خواب گاہ میں کیسے پہنچ گئے جب کہ کھڑکیوں اور دروازوں پر بجلی کی رو دوڑتی ہے۔"

"بجلی کی رو خود بخود ختم ہوگئی ہے۔ معلوم نہیں بجلی فیل ہوگئی ہے یا اس کی سپلائی میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ بہرحال کنسیلڈ وائرنگ کا سراغ لگا کر تار کاٹ دیے گئے ہیں لیکن ہمارے آدمیوں کو خواب گاہ یا باتھ روم میں کہیں بھی تہ خانے کا راستہ نہیں مل رہا ہے۔ ہمارے دو ماہر ایسے ہیں جو کمال مہارت سے خفیہ راستوں اور تہ خانوں کا سراغ لگا لیتے ہیں مگر وہ بھی ناکام ہو رہے ہیں۔"

"ان ماہرین کے نام بتاؤ؟"

اس نے نام بتائے۔ میں مریم کے پاس پہنچ گئی پھر اس کے ذریعے ان ماہرین تک پہنچ گئی۔ دونوں کے دماغوں میں جا کر تصدیق کی، وہ سچ بول رہے ہیں یا جھوٹ؟ مجھے ان پر شبہ تھا۔ فرہاد کے بیان کے مطابق اس تہ خانے میں باتھ روم کے راستے سے پہنچا جاسکتا تھا۔

پتا چلا دونوں ماہرین سچ بول رہے تھے۔ کہیں بھی فرش کے نیچے خلا ہو تو وہ چند آلات کے ذریعے معلوم کرلیتے تھے۔

اور آلات بتا رہے تھے کہ باتھ روم کے فرش کے نیچے کھوکھلا پن نہیں ہے۔ وہاں ٹھوس زمین ہے اور جہاں ٹھوس زمین ہو، وہاں تہ خانہ نہیں ہو سکتا۔

یہ بڑی عجیب بات تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ خفیہ زینہ اور تہ خانہ کہاں گم ہو گیا ہے؟ اب یہ بات پاتال دنیا میں پہنچ کر ہی معلوم کی جا سکتی تھی۔ میں نے فرہاد کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "کیوں آئی ہو؟ جاؤ۔ مجھے مرنے کے بعد سکون سے رہنے دو۔"

"فرہاد! تم زندہ ہو۔ تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ تنویمی عمل کے ذریعے میرے اندر سے دشمنی کے جراثیم ختم کیے گئے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے۔ انسان کو کم از کم مرنے کے بعد کسی سے دشمنی نہیں کرنا چاہیے۔ میں یہاں ربی اسفندیار کے ساتھ بہت خوش ہوں۔"

میں سر پکڑ کے رہ گئی۔ وہ جانی دشمن کے ساتھ دوست بنا ہوا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ فرہاد جب ہوش میں تھا تو سوچنے میں زیادہ وقت برباد نہیں کرتا تھا۔ بڑی حاضر دماغی سے کام کرتا جاتا تھا۔ شیخ صاحب کے پاس بار بار جا کر مشورہ لینا اچھا نہیں لگتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے طور پر فیصلہ کیا اور ربی اسفندیار کے دماغ میں پہنچ گئی۔

ربی نے ایک گہری سانس لی پھر کہا "یار فرہاد! اب یہ مجھے پریشان کرنے آئی ہے۔ کیا سانس روک لوں؟"

فرہاد نے کہا "بے چاری سے دو باتیں کر لو۔ کبھی وہ تمہاری بڑی عقیدت مند تھی۔"

ربی نے مجھ سے کہا "میری بچی! میں پہلے فرہاد کا دشمن بن کر تمہیں نصیحت کرتا تھا۔ اب دوست بن کر سمجھاتا ہوں۔ جتنی جلدی ہو سکے مر جاؤ۔ اس فانی دنیا میں کیا رکھا ہے۔ تمہاری روح ہمارے پاس آ کر بڑے آرام سے رہے گی۔"

میں نے پوچھا "میری روح کس راستے سے آئے گی؟ لیڈی روزینہ کے باتھ روم کا خفیہ راستہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"یہ لیڈی روزینہ کون ہے؟"

"وہی جس کی خواب گاہ سے گزر کر فرہاد وہاں پہنچا ہے۔"

اس نے فرہاد سے پوچھا "کیا تم کسی کی خواب گاہ سے گزر کر آئے ہو؟"

"ہاں! اس خواب گاہ کے باتھ روم میں ایک خفیہ زینہ تھا۔ زینے سے اتر کر تہ خانے میں پہنچا تو ایک سانپ نے ڈس لیا۔ اس کے بعد بھی زندہ رہا، بعد میں پتا چلا میں زندہ نہیں ہوں، صرف میری روح زندہ ہے۔"

میں نے کہا "اس باتھ روم کے نیچے ٹھوس زمین ہے۔"

"زمین ٹھوس ہی ہوتی ہے۔ اسے کھود کر قبر بنائی جاتی ہے۔"

"اچھی بات ہے میں بھی مرنے کے لیے وہاں گھڑا کراتی ہوں۔"

میں نے ریڈ پاور کے باس سے کہا "اس باتھ روم کی کھدائی کراؤ۔"

"فرہاد صاحب! یہ فوراً ہی ممکن نہیں ہے۔ کسی کے گھر میں زبردستی گھس کر وہاں فرش کی کھدائی کرنا غیر قانونی عمل ہے۔ ابھی مجھے ایک آدمی نے اطلاع دی ہے کہ پولیس والے لیڈی روزینہ کی رہائش گاہ میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں ہمارے آدمیوں کی موجودگی پر اعتراض کر رہے ہیں۔ آپ وہاں جا کر صورت حال سے بہتر طور پر واقف ہو سکیں گے۔"

میں پھر مریم کے پاس پہنچ گئی۔ پرسنل گارڈ پولیس افسر سے کہہ رہی تھی "ہم سب چشم دید گواہ ہیں۔ ہماری لیڈی دلھن بن کر مائیکل کے ساتھ خواب گاہ میں گئیں۔ اس کے بعد دروازہ باہر نہیں آئے۔ ہم اس دروازے کو توڑ کر اندر گئے۔ وہ دونوں غائب تھے۔ باہر نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

افسر نے ناگواری سے پوچھا "کیا وہ جادو جانتے ہیں؟ جو غائب ہو گئے؟ آخر بند کمرے سے کہاں جا سکتے ہیں؟"

"اس کمرے یا غسل خانے میں یقیناً کوئی تہ خانہ ہے۔ آپ یہاں کھدائی کرا سکتے ہیں۔"

"یہاں کی مالکہ سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔"

"مگر وہ تو زمین کے نیچے ہو گی۔"

"یہ سراسر بکواس ہے۔"

"آفیسر! آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس رہائش گاہ میں کچھ لوگ گھس آئے ہیں۔"

"یہاں کے کسی گارڈ نے فون پر اطلاع دی تھی۔ یہ اطلاع درست نکلی۔ میں ان لوگوں کو حراست میں لے رہا ہوں۔"

میں نے سوچا سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا۔ اب ٹیڑھا راستہ اختیار کرنا ہو گا۔ میں پولیس افسر کے دماغ پر قابض ہو گئی۔ اس نے سر جھکا کر سوچا، پھر کہا "تمہارا بیان دل کو لگ رہی ہے۔ یہاں تہ خانہ ہو سکتا ہے۔ گدالیں منگواؤ۔ میں کھدائی کراؤں گا۔"

مسلح عورتیں خوش ہو گئیں۔ فوراً ہی گدالیں مہیا کی گئیں۔ چند سپاہیوں کے ساتھ ریڈ پاور کے آدمی بھی باتھ روم کے فرش کو کھودنے لگے۔ جہاں اتنے آدمی لگے ہوں، وہاں دیر نہیں لگتی۔ فرش کے چکنے ٹائیلز اکھڑنے لگے۔ ان کے نیچے سیمنٹ کا فرش تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی اکھڑ گیا۔ خفیہ راستہ نظر آنے کی بڑی امیدیں تھیں مگر امیدوں پر پانی پھر رہا تھا۔ نیچے پتھریلی زمین تھی۔ وہ رہائش گاہ پہاڑی کے دامن میں بنائی گئی تھی۔ گدالوں کی ہر ضرب پر پتھر ٹوٹ نکل رہے تھے۔ کھودنے والے پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔ کچھ کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ میں پریشان ہو کر سوچ رہی تھی۔ آخر وہ تہ خانہ کہاں چلا گیا ہے؟

سپاہیوں نے گدالیں پھینکتے ہوئے کہا "یہاں تہ خانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ٹھوس پتھریلی زمین ہے۔"

میں نے افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر اپنے آس پاس دیکھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا وہ یہاں کیوں آ گیا ہے۔ کیوں کہ جس باتھ روم کو اس نے پہلے دیکھا تھا، وہ کھنڈر بن گیا تھا۔ پھر یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ پتا نہیں کتنی دیر تک غافل بنا رہا تھا۔

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

ایک سپاہی نے کہا "آپ کے حکم کے مطابق ہم ایک گھنٹے سے کھود رہے ہیں، مگر یہاں تو..."

افسر نے بات کاٹ کر گرجتے ہوئے پوچھا "کس نے حکم دیا تھا؟"

"آپ نے..." سب باری باری یہی کہنے لگے۔

وہ غصے سے بولا "بکواس بند کرو۔ میں قانون کو سمجھتا ہوں۔ مکان کی مالکہ سے اجازت حاصل کیے بغیر کھودنے کا حکم کیسے دے سکتا ہوں..."

میں اسے الجھن میں چھوڑ کر پومی کے پاس پہنچ گئی۔ وہ لیوچن اور آنند کے ساتھ مین ہٹن پہنچ گئی تھی۔ وہ تینوں ایک ہوٹل کے کمرے میں تھے۔ آنند انھیں اپنے ایک شاندار بنگلے میں لے جانا چاہتا تھا، مگر پومی نے کہا "تمہارا کوئی بنگلا کوئی فارم ہماری پناہ گاہ نہیں بن سکتا۔ ہیرا سوامی کے تمام آدمی ہمیں گھیرنا چاہیں گے۔"

آنند نے کہا "سوامی جی موت کے چنگل میں ہیں۔ ان کے آدمی تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"وہ چاہیں نہیں چلنے دیں گے کہ ہیرا سوامی کے آدمی ہیں۔ ہمارے دشمنوں کی چالبازیوں کو خوب سمجھتی ہوں۔"

لیوچن نے پوچھا "میرا کیا ہو گا؟ میرا بھائی مارا گیا۔ محبوب مارا گیا۔ گھر جاؤں گی تو میرے ماں باپ پر بھی آفت آئے گی۔ اگرچہ ماں باپ نے بھی مجھے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، تاہم میں اپنی طرف سے ان پر کوئی مصیبت لانا نہیں چاہتی۔"

پومی نے کہا "آنند! تم بہت اچھے ہو۔ اس لڑکی کو ہر طرح تحفظ دو۔ مجھے دوسری جگہ مصروف رہنا ہے ورنہ میں اسے ساتھ لے جاتی۔"

آنند نے کہا "لیوچن کی فکر نہ کرو۔ میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے لیوچن کا ہاتھ تھام لیا۔ میں سمجھ رہی تھی، وہ اس لڑکی کو پسند کرنے لگا تھا۔ اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتا تھا۔ وہ بولی "تم میرا ساتھ دو گے تو ماں کے پاس کیسے جاؤ گے؟ اور جب تک نہیں جاؤ گے، تمہارے باپ کو اس بم سے نجات نہیں ملے گی۔"

"میں فون کے ذریعے اپنی خیریت کا یقین دلاؤں گا۔ پھر فرہاد صاحب بھی مجھے بخیریت دیکھیں گے تو سوامی جی کو نجات مل جائے گی۔"

پومی نے کہا "فرہاد میرے پاس آئیں گے تو انھیں ہمارے حالات کا علم ہو گا۔ تم فون پر رابطہ قائم کرو۔ میں جا رہی ہوں۔"

اس نے لیوچن سے رخصتی مصافحہ کیا۔ آنند ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ ہوٹل کا کوئی ملازم ہو سکتا تھا۔ آنند نے نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا "کم اِن۔"

کم اِن کا مطلب یہی لیا جا سکتا تھا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں ہے۔ آنے والوں نے اسے ایک دھڑاکے سے کھول دیا۔ تینوں نے چونک کر دیکھا۔ وہ تعداد میں چار تھے۔ ایک نے کہا "ہم ہوٹل میں بڑے ہتھیار نہیں لا سکتے تھے۔ چھوٹے سے کام چل جائے گا۔"

کہنے والے نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ دوسرے نے دروازے کو بند کر دیا۔ ریوالور کا رُخ پومی کی طرف تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہمارے بھگوان ٹیلی پیتھی کے نشانے پر ہیں اور تم میرے نشانے پر۔ میں چیلنج کرتا ہوں، فرہاد میرے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔ مگر تمہارے پاس رہ کر یہ بتا سکے گا کہ وہ تمہیں اس ریوالور کی گولیوں سے بچانے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔"

اس کی باتوں سے ظاہر تھا کہ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ میں نے فوراً ٹیلی پیتھی کی لہروں کو اس کے دماغ تک

نشر کیا۔ ایک پل کے لیے جگہ ملی پھر اس نے سانس روک لی۔ مجھ سے بھول ہو گئی۔ اس ایک پل میں شدید ذہنی جھٹکا پہنچایا جا سکتا تھا۔ مگر میں نے اسے آزمانا چاہا اور غلطی کر بیٹھی۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "فرہاد! کیوں وقت ضائع کر رہے ہو تم اسے بچا نہیں سکو گے۔ البتہ اسے زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو سمجھا دو کہ یہ چپ چاپ ہمارے ساتھ چلے اور کوئی چالاکی دکھانے کی حماقت نہ کرے۔"

آنند نے کہا۔ "تم لوگ سوامی جی کے آدمی ہو۔ یہ ضرور جانتے ہو گے کہ میں ماں نیلا داسی کا بیٹا ہوں۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے پومی کے سامنے ڈھال بن گیا۔ ریوالور والے نے کہا۔ "ہم تمہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ سامنے سے ہٹ جاؤ۔"

آنند نے سینہ تان کر کہا۔ "کبھی نہیں۔ یہ دونوں میری پناہ میں ہیں۔ تم میری جان لے کر ہی انھیں لے جا سکو گے۔"

ریوالور والے نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ آنند کو جبراً سامنے سے ہٹایا جائے۔ میں نے پومی سے کہا۔ "آنے والوں میں سے تم ایک کو سنبھالو۔ دوسرے کو آنند سنبھالے گا۔"

دو شخص اسے ہٹانے کے لیے تیزی سے آئے۔ میں نے آنند کے دھماکے میں یہ بات پیدا کی کہ اسے ایک شخص سے لپٹ کر ریوالور والے کی طرف جانا چاہیے۔ آنند نے اس پر عمل کیا۔ اس سے پہلے ہی پومی نے پھرتی دکھائی، اس نے دوسرے شخص کو لات رسید کی، وہ سیدھا ریوالور والے کی طرف گیا۔ اپنے ہی ساتھی پر فائر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس نے ایک طرف ہٹ کر پومی کا نشانہ لینا چاہا۔ یعنی وہ ایکشن میں تھا۔ فوراً ہی سانس نہیں روک سکتا تھا۔ زلزلہ پیدا کرنے کے لیے ایک پل کی مہلت کافی تھی۔ یکبارگی اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ ہاتھ سے ریوالور اچھل کر فضا میں بلند ہوا پھر جناسٹک کے کرتب دکھانے والی نے ایک چھلانگ لگا کر اسے کیچ کر لیا۔

بازی پلٹ گئی تھی۔ مگر میں، فرہاد اور سونیا کے لیے پریشان تھی۔ میرا کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ لیڈی روزینہ کے باتھ روم کی کھڑکی کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا تھا۔ پومی دشمنوں کے ایک محاصرے سے نکلتی تھی، دوسرے محاصرے میں رہ جاتی تھی۔ میں نے کہا۔ "پومی! میں شیبا بول رہی ہوں۔ یہاں سے فوراً نکلو۔ میں ایک بُری خبر سنانے والی ہوں۔"

پومی نے لیوچن اور آنند کو باہر نکال کر چاروں کو کمرے میں بند کر دیا۔ دروازے کو لاک کر کے بولی۔ "شیبا جلدی بتاؤ کیا بات ہے؟"

"تم کسی فلائنگ کلب کی طرف جاؤ۔ میں بتا رہی ہوں۔"

میں نے فرہاد اور سونیا کے مختصر حالات بتائے میری بات ختم ہونے تک وہ لیوچن کے ساتھ کار میں بیٹھ گئی تھی۔ آنند اپنی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ پومی نے پوچھا۔ "تم نے اب تک مجھ سے یہ بات کیوں چھپائی؟"

"میں اتنی مصروف رہی کہ بتانے کا وقت نہیں ملا۔ میری تمام تدبیریں ناکام ہو گئی ہیں۔ بتاؤ میں کیا کروں؟"

"سب سے پہلے ریڈیاپور کے باس سے کہو، وہ ہمارے لیے ہیلی کاپٹر روانہ کرے پھر تم سونیا کے دماغ میں زیادہ رہو۔ فرہاد اور ربی اسفندیار وغیرہ کے پاس نہ جانا، وہ تمہیں محسوس کر لیتے ہیں۔ تم چپ چاپ معلوم کرو آخر یہ تال دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ اور اس کے پیچھے کون لوگ ہیں؟"

میں نے باس کو ہیلی کاپٹر بھیجنے کے لیے کہا۔ پھر پومی کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا۔ "تم ابھی تک میرے پاس ہو؟"

"میں جا رہی ہوں۔ تمہیں یہ بتا دوں کہ یہ تال دنیا میں کچھ ایسے سائنسی آلات ہیں، جن کے ذریعے انسانی دماغ کو کمپیوٹر سسٹم کے مطابق بنایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک کمپیوٹر میں بے شمار یادداشتیں محفوظ کی جاتی ہیں۔ اسی سسٹم کے مطابق ایک ہی انسان کے دماغ میں ایک ڈاکٹر کے تمام تجربات کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ اسی دماغ میں ایک انجینئر، سائنسداں اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تمام صلاحیتوں کو بھی محفوظ کیا جاتا ہے۔"

پومی نے پوچھا۔ "یہ باتیں تمہیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

میں نے کہا۔ "فرہاد وغیرہ کو جو آواز اپنے اندر سنائی دیتی ہے، اس آواز نے اعتراف کیا ہے کہ وہ پانچ بھائی بہنیں ہیں۔ جب وہ پانچوں فرہاد کی ٹیلی پیتھی کو اپنے دماغوں میں منتقل کرا لیں گے تب ان کے سامنے آ جائیں گے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ کمپیوٹر سسٹم جیسی مخصوص تکنیک کے ذریعے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اپنے اندر پیدا کرنے والے ہیں؟"

"اگر ایسا ہوا تو غضب ہو جائے گا۔ ٹیلی پیتھی کے میدان میں تمہارے اور فرہاد کے مقابل پانچ ایسے دشمن ہوں گے جو خیال خوانی میں اگر برتر نہ ہوئے تو کم تر بھی نہیں ہوں گے۔"

"آج نہیں تو کل ایسا ضرور ہو گا۔ ٹیلی پیتھی صرف میری اور فرہاد کی جاگیر نہیں ہے۔ جہاں اتنی سائنسی ایجادیں ہو رہی ہیں، وہاں ایسے سائنسی آلات بھی تیار ہو چکے ہیں یا ہو رہے ہیں جو ایک اناڑی کے دماغ کو بھی ٹیلی پیتھی کا عامل بنا سکتے ہیں۔"

"خدا کے لیے تم سونیا کے پاس رہو۔ میں لیڈی روزینہ کے فارم جاؤں گی۔"

میں انھیں چھوڑ کر سونیا کے پاس آ گئی۔ میں نے اسے آخری بار اسی روم میں دیکھا تھا، جہاں فرہاد ٹیلی پیتھی کے موضوع پر لیکچر دے رہا تھا اور جہاں ربی اسفندیار پہلی بار ایک روح کی حیثیت سے پہنچ گیا تھا۔ سونیا پاتال دنیا کے کوڈ ورڈ کے مطابق لوری سننے اپنے بستر پر گئی تھی۔ مجھ سے واقعی بھول ہو گئی۔ مجھے سونیا کے دماغ میں رہنا چاہیے تھا۔ وہ مجھے محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ نہ ہی تنویمی عمل کرنے والے کو یہ موجودگی کے تعلق بتا سکتی تھی۔

میں اس کے پاس پہنچی۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ کیا اسے پھر ہپناٹائز کیا گیا تھا یا وہ تنویمی نیند سو رہی تھی؟

میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو پڑھا۔ اچانک ہی میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ وہ میری ہاری ہوئی بازی کو جیت میں بدلنے والی تھی۔ اس مکار کو ایک معمولی سا موقع ملا تھا اور وہ مکاری دکھا گئی تھی۔

وہاں کے دستور کے مطابق ہر فرد کو ہفتے میں ایک بار تنویمی عمل سے گزارا جاتا تھا۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو تنویمی عمل کا اثر زائل ہو جاتا۔ ہپناٹزم کے علم میں یہی ایک خرابی ہے، اس کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ جس وقت سونیا کو ہپناٹائز کرنے کے لیے بلایا گیا، وہ اس عمل کے پچھلے اثر سے نکل رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ آ رہا تھا اور کچھ نہیں آ رہا تھا۔ شاید اسی لیے وہ کلاس روم میں فرہاد سے طرح طرح کے سوالات کر رہی تھی۔

جب وہ کلاس روم سے باہر گئی تو اثر کچھ اور کم ہوا۔ اتنا سمجھ گئی کہ وہ پوری طرح ہوش میں نہیں ہے۔ لہٰذا اپنے حالات کو اور ماحول کو سمجھنا چاہیے۔ وہ پاتال دنیا کے جس حصے سے گزر رہی تھی، وہاں اکا دکا عورتیں نظر آ رہی تھیں۔ ایک عورت چائے کی ٹرے اٹھائے سامنے سے آ رہی تھی۔ انھیں جبراً روح بنا دینے سے کیا ہوتا ہے۔ آخر وہ زندہ تھے، انھیں بھوک پیاس لگتی تھی۔ بہرحال وہ سامنے سے آنے والی عورت جانے کیسے لڑکھڑا گئی۔ توازن بگڑنے سے اس کی ٹرے سے چائے کی کیتلی پھسلتی ہوئی سونیا پر آ گئی۔ چائے کا گرم پانی بدن پر پڑا تو جلن محسوس ہوئی۔ ساتھ ہی دماغ روشن ہو گیا جیسے آنکھ کھل گئی ہو۔ خواب مٹ گئے ہوں اور یہ دنیا اپنی اصلی صورت میں نظر آ رہی ہو۔

ایک دم سے یاد آیا کہ وہ پاتال دنیا میں کیسے پہنچی تھی؟ اگر اُسے کچھ یاد آنے سے رہ جاتا تو میں اس کے اندر رہ کر بڑی حد تک دماغی توانائی پیدا کر سکتی تھی۔ اس کی یادداشت کے مطابق وہ بیس گھنٹے پہلے لیڈی روزینہ کی رہائش گاہ میں تھی۔ ریڈی میڈیک اَپ کے ذریعے خود کو چھپائے رکھنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ فرہاد کے دو ٹھاپ کر آنے سے پہلے ہی لیڈی روزینہ کی خواب گاہ میں داخل ہو جائے گی۔ آخر وہ سونیا تھی، جو ارادہ کرتی تھی اس پر کامیابی سے عمل کرتی تھی۔

اس پُراسرار خواب گاہ میں صرف ایسے وقت بجلی کی رو راستہ روکتی تھی، جب لیڈی روزینہ اندر ہوتی تھی۔ خواب گاہ سے باہر جب وہ رہائش گاہ کے دوسرے حصوں میں رہتی تو دو عورتیں خواب گاہ کی صفائی کے لیے اندر جاتی تھیں۔ آخری بار سونیا ایک عورت کے ساتھ گئی تھی۔ وہ عورت ہمراز تھی۔ صفائی کے بعد باہر آ گئی۔ سونیا اندر رہی، پلنگ کے نیچے جا کر لیٹ گئی۔ دن کے وقت لیڈی روزینہ اپنی عادت کے مطابق سونے کے لیے خواب گاہ میں آئی۔ دروازے کو اندر سے بند کیا، وہ پلنگ کے نیچے سے دیکھ رہی تھی۔ کھڑکیوں اور دروازے پر بجلی کی رو دوڑنے لگی تھی۔ مگر جو بات تجسس میں مبتلا کرنے والی تھی، وہ یہ تھی کہ لیڈی روزینہ باتھ روم میں جانے کے بعد واپس نہیں آئی تھی۔

وہ دو گھنٹے تک انتظار کرتی رہی پھر پلنگ کے نیچے سے نکل آئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ باتھ روم میں جا کر سو گئی ہو۔ اس نے باتھ روم کے دروازے سے کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کی۔ مگر اندر گہری خاموشی تھی۔ اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر ہلکا سا دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔

پہلے اس نے جھانک کر دیکھا پھر حیرانی سے اندر آ گئی۔ وہاں کی صفائی کے دوران جو باتھ روم نظر آیا تھا، اب وہ نہیں تھا۔ سامنے ہی ایک زینہ فرش کی تہ میں جاتا ہوا دکھائی دیا۔ بالکل وہی منظر تھا جسے بعد میں فرہاد نے دیکھا تھا۔ وہ زینے سے اُتر کر تہ خانے میں پہنچی۔ سامنے ذرا فاصلے پر ایک پلنگ نظر آیا جس پر لیڈی روزینہ سو رہی تھی اس کے بعد وہ کچھ نہ دیکھ سکی۔ اچانک اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ ایک

سانپ نے اسے ڈس لیا تھا۔ یعنی فرہاد کو جو کچھ پیش آیا تھا، اس سے پہلے سونیا بھی ان حالات سے گزر چکی تھی۔ اسے بھی یہی محسوس ہوا تھا کہ سانپ کا زہر اسے ہلاک کر رہا ہے۔ وہ مر رہی ہے، مر رہی ہے اور شاید مر بھی چکی ہے۔

پھر نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ اسے زندگی کا احساس ہونے لگا۔ وہ کسی آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ کہاں تھی، کچھ پتا نہ تھا۔ ابھی آنکھیں بند تھیں مگر کان کچھ آوازیں سن رہے تھے۔ ایک شخص کہہ رہا تھا "میں اب بھی سمجھاتا ہوں، اسے مار ڈالو۔ یہاں اس کی آمد ہماری موت کی آمد ہے۔"

ایک نسوانی آواز سنائی دی "تم تو بات بات پر ڈر جاتے ہو، بھلا یہ ہمیں کیسے نقصان پہنچائے گی۔ یہ ہمارے انجکشنوں کے ذریعے اپنی ذات سے غافل رہے گی۔"

لیڈی روزینہ کی آواز سنائی دی "جوجو! تم اپنے نام میں صرف ایک "جو" رکھو۔ کتنی بار سمجھایا ہے ایک لفظ کو دوبارا دانہ کرو۔ یہ کوئی اچھی عادت نہیں ہے۔"

جوجو نے کہا "میری عادت عادت سے تھیں کیا لینا ہے۔ کام کی بات بات کرو۔ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں، اب بھی یہی ضد ضد ہے۔ میں سونیا کی طرح مکار نہیں گی۔ اس کی تمام چالاکیاں اپنے اپنے دماغ میں منتقل کروں گی۔"

ایک مرد کی آواز سنائی دی "جوجو ہماری سب سے چھوٹی اور لاڈلی بہن ہے۔ ہم اس کی یہ خواہش ضرور پوری کریں گے مگر ابھی میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں اس پر تنویمی عمل نہیں کروں گا۔ میری پیاری بہن جوجو تم اس کی نگرانی کرتی رہو گی۔ اور روزینہ تم..... انجکشن لگا کر اس مکار عورت کے دماغ کو فی الحال کمزور بنا کر رکھنا۔ اس کے سرہانے ٹیپ ریکارڈر رکھ دو۔ ریکارڈر سے میری آواز اس کے کانوں میں گونجتی رہے گی۔ اس کے کمزور دماغ کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتی رہے گی کہ یہ مر چکی ہے اور اب پاتال دنیا میں روح کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہے۔"

سونیا سن رہی تھی۔ آنکھیں کھول کر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ ہوش میں آگئی ہے۔ اس کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا کس طرح وہاں سے بچ کر نکلنا چاہیے۔ ان کی باتوں سے پتا چل رہا تھا، وہ کسی پاتال دنیا میں ہے اور وہاں رہنے والے خود کو زندہ نہیں سمجھتے ہیں۔ روحوں کی طرح ٹھنڈی اور پرسکون زندگی گزارتے ہیں اور اب کسی انجکشن کے ذریعے اس کے دماغ میں بھی یہی باتیں نقش کی جائیں گی۔

انسانی دنیا میں سارا کھیل دماغ کا ہوتا ہے۔ دماغ کمزور ہو تو وہ دوسرے کی بات بغیر چوں و چرا کے مان لیتا ہے۔ جسم خواہ کتنا ہی مضبوط ہو، دماغی کمزوری اس طاقتور کو غلام بنا دیتی ہے۔ اس وقت سونیا کے جسم میں زہر کا اثر باقی تھا۔ وہ خود کو بے حد کمزور محسوس کر رہی تھی۔ بستر سے اٹھ کر کسی سے دو دو ہاتھ نہیں کر سکتی تھی۔ دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ اس نے آنکھیں بند رکھنے کا ارادہ کیا تھا مگر دماغ کمزور ہو تو ارادہ قائم نہیں رہتا۔ اس کی آنکھیں آپ ہی آپ کھل گئیں۔

وہ سب چپ ہو گئے۔ ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس کی کلائی تھام لی۔ نبض کی رفتار محسوس کرنے لگا۔ وہ تعداد میں پانچ تھے، تین مرد اور دو عورتیں۔ ان میں سے ایک لیڈی روزینہ تھی اور دوسری جوجو۔۔۔۔۔۔۔ اگرچہ جوان تھی مگر بچی سی لگتی تھی۔ بڑے شوق سے سونیا کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے تصور میں خود سونیا بن رہی ہو۔

وہ سب ٹیلی پیتھی کے خوف سے خاموش ہو گئے تھے۔ جو نبض کی رفتار محسوس کر رہا تھا، اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور خوفناک سی تھیں مگر ان آنکھوں میں زہریلی خاموشی اور ویرانی تھی، وہ خوفناک لگنے کے باوجود اپنی طرف کھینچ لیتی تھیں۔ ایسی ہی آنکھیں تنویمی عمل میں اہم رول ادا کرتی ہیں۔

اس نے سونیا کے ہاتھ کو آہستگی سے بستر پر چھوڑ دیا۔ پھر کہا "افسوس، بے چاری مر گئی۔"

جوجو نے تڑپ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا "نہیں، میں اسے مرنے نہیں دوں گی۔ مس سونیا، سونیا۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک بھائی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ خوفناک آنکھوں والے بھائی نے بڑے پیار سے کہا "پیاری بہن جوجو! ہم نے اچھی طرح سمجھا یا ہے، جب تک سونیا یہاں رہے گی تم اپنی آواز نہیں سناؤ گی۔ ورنہ فرہاد تمہیں ٹریپ کر لے گا۔ وعدہ کرو، آئندہ گونگی بن کر رہو گی۔"

جوجو نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ بھائی نے اس کے منہ پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔ لیڈی روزینہ ایک سرنج میں دوا بھر کر لے آئی تھی۔ سونیا کسمسانے لگی۔ کمزوری اتنی تھی کہ نہ اٹھ سکتی تھی نہ ہی زبان سے کچھ بول سکتی تھی۔ اس شخص نے کہا۔ "سونیا! تم مر چکی ہو۔ مردے حرکت نہیں کرتے۔ تم بھی ہلا نہیں سکو گی۔"

انجکشن کی سوئی اس کے بازو میں پیوست ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی دماغ دھواں دھواں سا ہونے لگا۔ کانوں کے قریب ایک بھاری بھرکم سی آواز سرگوشیوں میں گونجنے لگی "تم مر چکی ہو۔ زندہ انسانوں کی دنیا سے تمہارا رشتہ کٹ گیا ہے۔ تم اس زیرِ زمین دنیا میں ہو جسے زندہ لوگ قبر کہتے ہیں مگر یہ نیک روحوں کا مسکن ہے۔۔۔"

وہ کانوں میں چبھنے والی بھاری بھرکم آواز دل میں اتر رہی تھی۔ دماغ پر چھا رہی تھی اور سونیا تاریکیوں میں ڈوبتی جا رہی تھی۔ وہ پھر ایک بار غافل ہو گئی۔ پتا نہیں کتنی دیر بعد آنکھ کھلی۔ مگر وہی بھاری بھرکم آواز دل کو دھڑکا رہی تھی۔ یقین کا یقین دلا رہی تھی اور وہ خود کو مردہ محسوس کر رہی تھی۔ دماغ تسلیم کر رہا تھا کہ وہ محض ایک روح بن کر رہ گئی ہے۔

ایسا تین چار بار ہوا۔ آنکھ کھلتی رہی۔ آوازیں دماغ پر نقش ہوتی رہیں۔ کبھی غافل ہوتی رہی۔ کبھی مدہوشی میں آنکھیں بند کر دیکھتی رہی۔ آخری بار ہوش آیا تو اس نے جسمانی توانائی محسوس کی۔ شاید غفلت کے دوران انجکشن اور دواؤں کے ذریعے خوراک پہنچائی جاتی رہی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس یقین کے ساتھ کہ وہ مر چکی ہے اور اب روح کی حیثیت سے حرکت کر رہی ہے۔

وہ پانچ بھائی بہن کبھی کسی کے سامنے نہیں آتے تھے۔ پہلی بار سونیا کی بے ہوشی سے دھوکا کھا گئے۔ ان کے بتانے کے مطابق وہ اور کچھ دیر بعد ہوش میں آنے والی تھی۔ یہ اندازہ کرتے وقت وہ سونیا کی قوتِ ارادی اور بصارتی استحکام کو بھول گئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے آنکھ کھول کر پانچوں بھائی بہنوں کی صورتیں دیکھ لیں۔ دماغی کمزوری کے باعث مکاری کی صلاحیت نہ رکھتے ہوئے بھی اس نے خطرناک مکاری دکھائی تھی۔ پاتال دنیا میں وہ پہلی عورت تھی جس نے ان پانچوں کو دیکھ لیا تھا۔ جب کہ فرہاد نے صرف لیڈی روزینہ کو دیکھا تھا۔

بہرحال یہ مکاری بعد میں رنگ دکھانے والی تھی، لہٰذا یہ معمولی بات ہے۔ ابھی سونیا کے خیالات پڑھنے سے یہ معلوم ہوا کہ پاتال دنیا میں رہنے والوں کو دو طرح سے دماغی طور پر کمزور بنایا جاتا ہے۔ ایک تو تنویمی عمل سے جیسے کہ فرہاد کیا جاتا رہا۔ دوسرے دواؤں کے ذریعے جیسا کہ سونیا کے دماغ کو تسخیر کیا گیا۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ سونیا سے خوفزدہ تھے، اُسے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ مگر چھوٹی بہن جوجو کو اس کی طرح مکار بنانے کے لیے زندہ رکھا گیا تھا۔ یہ ابھی تک معلوم نہیں ہوا تھا کہ ایک فرد کے دماغ کی مخصوص صلاحیتوں کو دوسرے کے دماغ میں کیسے منتقل کیا جاتا ہے۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہاں کے لوگوں کو ہپناٹائز کرنے والا وہی ایک بڑا بھائی تھا جس کی آنکھیں بڑی بڑی اور خوفناک سی تھیں۔ مگر ان آنکھوں میں زہریلی خاموشی اور ویرانی رہتی تھی۔ وہ پاتال دنیا کے اہم افراد کو یکے بعد دیگرے اپنا معمول بنانے میں اتنا مصروف رہتا تھا کہ پچھلے بیس گھنٹوں سے سونیا پر تنویمی عمل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس کے دماغ کو انجکشنوں کے ذریعے کمزور بنایا گیا تھا اور مسلسل کانوں میں بجنے والی آواز نے خود کو روح تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

مگر انجکشنوں کا عارضی اثر ختم ہو چکا تھا۔ بدن پر گرم چائے گرنے کے باعث وہ ایسے چونک گئی تھی جیسے خواب میں چلنے والے کو سگریٹ کی ننھی سی آگ سے چرکا دے کر بیدار کر دیا گیا ہو۔ وہ سمجھ گئی کہ اس کے ساتھ کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے اور اس نے عزم کر لیا تھا کہ اب کوئی یہ کھیل نہیں کھیل سکے گا۔

وہ اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ وہاں جا کر بستر پر لیٹنے کے بعد اس کے بازو میں انجکشن لگایا جاتا تھا۔ لیکن کمرے

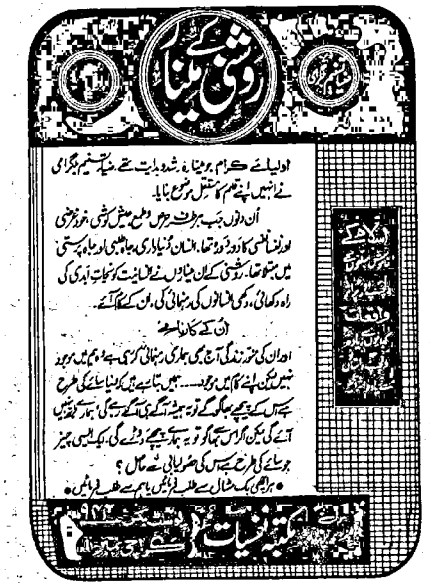

کا دروازہ مقفل تھا پھر وہی مانوس آواز سنائی دی "سونیا! آپریشن روم میں آجاؤ۔ تمہیں دوسری لوری سنائی جائے گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ کوئی بھی روح سوچنے میں وقت ضائع نہیں کرتی تھی فوراً حکم کی تعمیل کرتی تھی۔ وہ بھی آپریشن روم تک جاتے ہوئے سوچنے لگی۔ "میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ کیا انھیں مجھ پر شبہ ہو گیا ہے؟"

آپریشن روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے اندر قدم رکھتے ہوئے دیکھا، کمرے کے وسط میں ایک اسپتالی بستر تھا، سفید چادر بچھی ہوئی تھی۔ وہی آواز سنائی دی "بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ پھر جوتے اتار کر لیٹ گئی۔ وہ ظاہر کر رہی تھی کہ ابھی تک دواؤں کے زیر اثر ہے اور معمولہ بن کر تمام احکامات کی تعمیل کر رہی ہے۔ کمرے میں اور کوئی سامان نہیں تھا۔ وہ سمجھ گئی دوسری لوری سنانے کا مطلب تنویمی عمل کرنا تھا۔ پہلی لوری وہ تھی جب اسے انجکشن دینے کے بعد کانوں کے قریب مخصوص باتیں سمجھائی جاتی تھیں اور ان باتوں کو تسلیم کر کے وہ خود کو روح سمجھنے لگی تھی۔

کمرے میں چار بلب روشن تھے۔ وہ ایک ایک کر کے بجھ گئے۔ باہر سے آنے والی ہلکی روشنی میں ایک قد آور شخص کمرے میں آیا۔ اس نے دروازے کو بند کیا۔ گہری تاریکی چھا گئی لیکن دوسرے ہی لمحے میں پلنگ کے سرہانے والا دائرہ نما بیڈ لیمپ روشن ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا پلنگ کے قریب آیا، پھر اس کا چہرہ روشنی کے دائرے میں آتے ہی سونیا چونک گئی۔ وہ ربی اسفند یار تھا۔

اس نے گونجتی ہوئی سرگوشی میں کہا "میری بچی! میں کل دشمن تھا آج دوست ہوں۔ میں نہیں جانتا پہلے یہاں کون تنویمی عمل کرتا تھا میرے اندر سے ابھرنے والی آواز نے حکم دیا ہے، میں تم پر عمل کروں اور تمہیں روحانی جذبات سے مالا مال کر دوں۔"

سونیا نے سوچا: کیا یہ پھر دوست بن کر دشمنی کرے گا؟

میں نے کہا "سونیا! میں شیبا بول رہی ہوں۔ میں فرہاد اور ربی کے دماغوں میں جاتی ہوں تو وہ مجھے محسوس کر لیتے ہیں، تنویمی عمل کے دوران وہ اپنے عامل کو کہہ سکتے ہیں کہ میں دماغ میں موجود ہوں۔"

سونیا نے پوچھا "کیا ربی کے دماغ کو بھی تسخیر کیا گیا ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ ربی بہت زبردست عامل رہ چکے ہیں۔ پانچ بھائی بہنوں نے انھیں بھی تسخیر کر کے تم لوگوں کی طرح معمول بنایا ہو گا، یہ بات دل کو نہیں لگتی۔ میں ان کے دماغ میں رہ کر چور خیالات نہیں پڑھ سکوں گی۔"

ربی اسفند یار نے گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے سونیا کو دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تم شیبا سے باتیں کر رہی ہو؟"

"نہیں۔ میں سوچ رہی ہوں، ہم دنیا میں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ مرنے کے بعد ایک ہی جگہ رہنے پر مجبور ہیں۔"

"تم شیبا سے باتیں کر رہی تھیں۔ جھوٹ نہ بولو۔"

"روحیں جھوٹ نہیں بولتیں۔ اور روحیں کسی پر شبہ نہیں کرتیں، اگر تم خود کو روح کہتے ہو تو مجھ پر اعتماد کرو۔"

"میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں۔ شیبا پر نہیں کر سکتا۔ وہ زندہ لوگوں میں ہے اور ہمیں دھوکا دے سکتی ہے۔ تمہارے دماغ میں ہو سکتی ہے۔ تم سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہو؟"

"یہ کیسے معلوم ہو گا کہ وہ میرے دماغ میں ہے یا نہیں؟"

"ہم روحوں کے لیے کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ میں ابھی حقیقت معلوم کر لوں گا۔"

ربی نے سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھا، پھر کہا "میرے پیارے دوست! یہاں آؤ اور میری مدد کرو۔"

کمرے کا دروازہ کھلا، کوئی اندر آیا۔ پھر دروازہ بند ہو گیا۔ اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا پلنگ کے پاس آیا۔ جب وہ ربی کے قریب دائرہ نما روشنی میں پہنچا تو سونیا پھر ایک بار چونک گئی۔ وہ فرہاد تھا۔

ربی نے کہا "میرے دوست فرہاد! میں تمہاری سونیا کو مکمل روح بنا رہا ہوں۔ مگر میرے عمل کے دوران شیبا مداخلت کر سکتی ہے۔"

"ہاں کر سکتی ہے۔"

"تم اسے سونیا کے پاس آنے سے روک دو۔"

"اگر وہ سونیا کے دماغ میں نہ ہو تو؟"

"وہ جہاں بھی ہو تم اس کے دماغ میں رہو۔ جب بھی وہ سونیا کے پاس آنا چاہے، مجھے بتا دو۔"

سونیا نے سوچ کے ذریعے مجھ سے کہا "شیبا! فوراً یہاں سے جاؤ، میری فکر نہ کرو۔ فرہاد کو باتوں میں الجھاتی رہو وہ میرے دماغ میں نہ آنے پائے۔"

میں اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ چند ساعتوں کے بعد ہی فرہاد نے مخاطب کیا۔ میں نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا "اوہ فرہاد! آخر تمہیں میری یاد آ گئی۔"

"میں مُردہ ہوں۔ کسی زندہ ساتھی کو یاد نہیں کر سکتا۔"

میں نے پوچھا "کیا روحیں زندہ انسان کے دماغ میں آ کر باتیں کر سکتی ہیں؟"

"اپنی ساتھی روحوں کی حفاظت کی خاطر روحیں دنیا میں آ سکتی ہیں۔ سچ بتاؤ کیا ابھی تم سونیا کے پاس تھیں؟"

"میں گھنٹے بھر سے اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوں۔ آخر بات کیا ہے؟"

"میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں، سونیا کے پاس نہ جاؤ۔"

"کیوں نہ جاؤں؟"

"میرا دوست ربی اس پر تنویمی عمل کر رہا ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "فرہاد! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم نے ربی کی سازشوں سے مجھے نجات دلائی تھی۔ اس کے برعکس سونیا کو اس کے دام میں لا رہے ہو۔ اپنی سونیا کو دشمن کی معمولہ بنا رہے ہو۔"

"میں پہلے کہہ چکا ہوں، اب وہ دنیاوی ربی نہیں رہا۔ میرا بہترین یار بن گیا ہے۔ آج کے بعد سونیا بھی مکمل روح بن جائے گی۔ پھر ہم تینوں ہنسی خوشی پاتال دنیا میں رہیں گے۔ تمہیں بھی ہمارے پاس آنا چاہیے۔"

"فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ مجھے سونیا کے پاس جانے دو۔"

"ہرگز نہیں۔ جب تک تنویمی عمل پورا نہیں ہو گا، میں تمہارے پاس رہوں گا۔"

"اگر میں پوری کے پاس جانا چاہوں؟"

"تم آدھے گھنٹے تک کہیں نہیں جاؤ گی۔ ایک ذرا خیال خوانی نہیں کرو گی؟"

"اچھی زبردستی ہے۔ چلو یہ بتاؤ، تمہارے اندر کون بولتا ہے؟"

"وہ بھی میرا دوست بن گیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے تمہاری اس سے ملاقات ہو گئی ہے؟"

"ابھی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔"

"پھر دوستی کیسے ہو گئی؟"

"خیال خوانی کے ذریعے۔"

"یعنی تم اس کے دماغ میں گئے تھے؟"

"میں نہیں گیا تھا۔ ایک مشین کے ذریعے میری ٹیلی پیتھی کی تمام صلاحیتیں اس کے دماغ میں منتقل ہو گئی ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے شدید حیرانی سے پوچھا "یہ کیسے ہو گیا؟ پلیز مجھے بتاؤ۔ ایک کی صلاحیتیں دوسرے کے دماغ میں کیسے منتقل ہو سکتی ہیں؟"

"کیا اس بات کو سمجھتی ہو کہ ایک کمپیوٹر کی تمام یادداشتیں حاصل کر کے دوسرے کمپیوٹر میں ڈال دی جاتی ہیں۔ اسی طرح دوسرا کمپیوٹر پہلی کی طرح کام کرنے لگتا ہے۔"

"کیا جس دماغ کی بات کر رہے ہو، اس میں دی کلر کی طرح کمپیوٹر لگا ہوا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ میرا دوست ایک عام انسان کی طرح دماغ رکھتا ہے۔ میری بات کو سمجھنے کے لیے اس حقیقت کو ماننا ہو گا کہ کمپیوٹر سے زیادہ انسانی دماغ پیچیدہ ہے۔ ہمارے ایک سائنسداں نے اس پیچیدگی کو بڑی حد تک سمجھ لیا ہے۔ اس نے دماغ کے ذرہ برابر مختلف خانوں کا حساب کر کے یہ عملی تجربہ کیا ہے کہ ایک دماغ کی کوئی خاص بات دوسرے دماغ کے کسی ننھے سے خانے میں کس طرح نقش کی جا سکتی ہے۔ جس طرح کمپیوٹر کا گراف نہیں مٹ سکتا اسی طرح سائنسداں نے دماغ کے اندر جو گراف بنا کر جو باتیں بٹھائی ہیں، وہ کبھی نہیں مٹ سکیں گی۔"

"تمھاری باتوں سے پتا چلتا ہے کہ تمہیں اور اس شخص کو کسی ایک مشین سے منسلک کیا گیا ہو گا۔"

"ہاں کچھ ایسی ہی تکنیک تھی۔ ہمارے درمیان ایک مشین تھی۔ میں اور میرا دوست مختلف تاروں کے ذریعے مشین سے منسلک تھے۔ اس پر رکھے ہوئے ٹی وی اسکرین پر انسانی دماغ کی واضح تصویر نظر آ رہی تھی، دماغ پر ننھے ننھے سے گراف بنے ہوئے تھے۔ میری سوچ کی لہریں آڑی ترچھی لکیروں کی صورت میں وائیس سے بائیں گزر رہی تھیں اور دماغ کے مختلف گراف لائنوں اور خانوں میں جگہ بنا رہی تھیں۔"

"فرہاد! کیا تم کوئی سائنس فکشن سنا رہے ہو؟"

"روحیں کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔ یاد ہے، جب میں زندہ تھا اور تم مادام کمپیوٹر کے روپ میں پُراسرار بنی ہوئی تھیں تو میری داستان کا موضوع کیا تھا؟"

"ان دنوں تم داستان گوئی کے ذریعے دہشت گردی کی پیش گوئی کر رہے تھے۔"

"میری داستان کے اس حصے کو پڑھ کر کتنے لوگوں نے یقین کیا ہو گا کہ عنقریب پاکستان میں دہشت گردی عروج پر ہو گی، کراچی کو بیروت بنا جائے گا اور پشاور میں آئے دن لرزہ خیز دھماکوں سے قانون کا مذاق اڑایا جائے گا؟"

میں خاموشی سے سن رہی تھی۔ فرہاد نے کہا "ہوائی جہاز کی ایجاد سے پہلے الف لیلیٰ کے مصنف نے اپنی کہانی کے کرداروں کو جادوئی شطرنجی پر بٹھا کر فضائی سفر کرایا تھا۔ چاند پر انسان کے

قدم رکھنے سے بہت پہلے کتنے ہی مصنفوں نے اپنے کرداروں کو چاند پر پہنچایا تھا۔ ہماری دنیا کے بیشتر مصنف دانستہ یا نادانستہ اپنی آپ بیتی میں اپنے حالات پیش کرنے کے ساتھ مستقبل کی پیشگوئی بھی کرتے ہیں۔ آج میری یہ بات شاید مضحکہ خیز ہو مگر آنے والا وقت ثابت کردے گا کہ ایک شخص کی صلاحیت دوسرے شخص کے دماغ میں کمپیوٹر سسٹم کے مطابق منتقل کی جاسکتی ہے۔"

میں نے اس کی باتیں سنتے ہوئے گھڑی دیکھی۔ سونیا نے کہا تھا کہ میں فرہاد کو باتوں میں الجھائے رکھوں۔ وہ یقیناً ربی کی لاعلمی میں کوئی چال چل رہی ہوگی۔ آدھا گھنٹا گزر چکا تھا۔ میں تجسس میں مبتلا تھی۔ سونیا کے حالات معلوم کرنا چاہتی تھی۔ فرہاد نے مجھ سے پوچھا۔ "اے تم بار بار گھڑی کیوں دیکھ رہی ہو؟"

"میں پومی کے لیے پریشان ہوں۔ اس کے پاس جانا چاہتی ہوں۔"

"ذرا انتظار کرو۔ میں ربی سے پوچھ کر آتا ہوں۔"

میں نے جلدی سے کہا۔ "نہیں فرہاد! مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ وہاں تنویمی عمل جاری رہنے دو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "ابھی تم تنویمی عمل کے خلاف تھیں۔ اب اسے جاری رکھنے کو کہہ رہی ہو۔ کیسی عجیب بات ہے؟"

"کچھ نہیں۔ کچھ بھی تو نہیں۔"

"تم کچھ چھپا رہی ہو۔ سچ سچ بتاؤ۔ ورنہ میں تمہارے چور خیالات بھی پڑھ سکتا ہوں اور سونیا کے دماغ میں بھی جاکر سچ معلوم کرسکتا ہوں۔"

میں مشکل میں پڑگئی۔ اس نے میری گھبراہٹ کو محسوس کرتے ہی کہا۔ "میں ابھی سونیا کے پاس۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں نے چیخ کر کہا۔ "نہیں! اس کے پاس نہ جاؤ۔ تمہیں سونیا کی محبتوں اور قربانیوں کی قسم ہے، اس سے دشمنی نہ کرو۔"

یہ کہتے ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ فرہاد میرے دماغ سے جاچکا تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ربی سے پوچھ رہا تھا۔ "کیا تم نے عمل ختم کرلیا؟"

ربی نے کہا۔ "ہاں۔ میں نے اسے معمولہ بنانے اور اس کے دماغ میں روحانی جذبات نقش کرنے کے بعد تنویمی نیند سلا دیا ہے لیکن میں اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔ تم اس کے دماغ میں جاکر معلوم کرو کہ کیا واقعی یہ تنویمی نیند میں ڈوب چکی ہے؟"

فرہاد نے مجھ سے کہا۔ "شیبا! میرے دماغ سے جاؤ۔ میں سونیا کے پاس جارہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "میں تمہیں پہلی اور آخری بار سمجھا رہی ہوں۔ اس کے دماغ میں نہ جاؤ۔"

اس نے میری بات نہ مانی۔ خیال خوانی کی پرواز کی مگر اس سے پہلے کہ وہ سونیا کے دماغ تک پہنچتا، میں نے اچانک ہی اسے ایک دماغی جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا لیکن گرنے سے پہلے ہی ربی نے اسے سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

فرہاد نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا۔ "میں دنیا میں دشمنوں کو دماغی فیتیں دیتا تھا۔ آج مرنے کے بعد شیبا نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔"

میں اپنے اس سلوک پر پچھتا رہی تھی۔ مجھے رونا آرہا تھا۔ میں نے بڑی ندامت سے کہا۔ "فرہاد! مجھے معاف کردو۔ میں سونیا کی حفاظت کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہوں۔ فار گاڈ سیک اسے تنویمی نیند میں رہنے دو۔"

فرہاد نے بلند آواز سے کہا۔ "شیبا! ہم روحیں ٹھنڈا مزاج رکھتی ہیں۔ میں جواباً تم سے دشمنی نہیں کروں گا مگر تم یہاں سے چلی جاؤ۔"

ربی نے کہا۔ "فرہاد! تم سونیا کو مکمل روح بنانے کے لیے زندہ انسانوں کو جواباً سزا دے سکتے ہو۔"

ربی کی بات ختم ہوتے ہی وہی بھاری بھرکم آواز کسی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے سنائی دی۔ "فرہاد! میں تمہیں حکم دیتا ہوں، سونیا کے دماغ میں جاؤ۔ کوئی رکاوٹ بنے تو دشمن بن جاؤ۔"

میں نے کہا۔ "نہیں! تم مجھ سے اور سونیا سے دشمنی نہیں کرسکتے۔ میری بات مان لو فرہاد!"

اسپیکر سے آواز آئی۔ "مان لو فرہاد! سونیا کے پاس جانے کی زحمت نہ کرو۔ آخر میں نے کس دن کے لیے تمہاری صلاحیتیں اپنے دماغ میں منتقل کرائی ہیں۔"

یہ سنتے ہی میں نے اس بولنے والے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ مجھے معلوم تھا، وہ سانس روک لے گا لیکن روکنے سے پہلے میں نے جھٹکا پہنچا دیا۔ اس کے حلق سے راہ اور زبان سے گالی نکلی۔ اس نے جھنجلاتے ہوئے اسپیکر کے ذریعے کہا۔ "فرہاد! شیبا نے مجھے مینٹل شاک پہنچایا۔ میں حکم دیتا ہوں، جوابی کارروائی کرو۔"

میں نے سانس روک لی۔ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر میں صحت مند بھی ہوگئی تھی اور چند سیکنڈ تک بہ آسانی سانس روکنے لگی تھی۔ فرہاد کو پہلی بار ناکامی ہوئی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس گئیں مگر میں اس کے بعد سانس نہیں روک سکتی تھی۔ اچانک ہی میرے دماغ کو ایسا شدید جھٹکا لگا کہ ہوش اڑ گئے۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ میں تکلیف سے کراہتے ہوئے بڑبڑائی۔ "ہائے فرہاد! دشمن ہمیں اس مقام تک لے آئے ہیں جہاں ہم ٹیلی پیتھی کے خطرناک ہتھیار کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کررہے ہیں۔ خدا کے لیے سونیا کے پاس نہ جاؤ۔"

مگر وہ جاچکا تھا۔ میں چند سیکنڈ تک خیال خوانی نہ کرسکی پھر سونیا کے پاس پہنچی تو فرہاد ربی سے کہہ رہا تھا۔ "میرے دوست! سونیا نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔ تمہارے ہپناٹائز کرنے کے دوران یہ ٹرانس میں نہیں آئی تھی۔"

ربی نے تعجب سے پوچھا۔ "یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اس نے اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ میری آنکھوں میں اتنی کشش ہے کہ یہ اپنی آنکھیں میری آنکھوں سے ہٹا نہیں سکی تھی۔ میری آواز اور میرے طریقۂ کار سے متاثر ہورہی تھی۔ پھر کس بات نے اسے معمولہ بننے سے روک دیا؟"

فرہاد نے کہا۔ "اس مکار نے ایک معمولی سی حرکت کی۔ تمہارے عمل کے دوران اس کے دونوں ہاتھ سیدھے بستر پر رکھے ہوئے تھے اور جسم سے لگے ہوئے تھے۔ یہ چپکے چپکے اپنے بدن کو نوچتی رہی۔ جب معمولہ بننے والی آرام سے نہ ہو اور جسمانی تکلیف پہنچ رہی ہو تو وہ ٹرانس میں کیسے آسکتی ہے؟"

سونیا بستر پر یوں اٹھ کر بیٹھ گئی جیسے مردہ زندہ ہو گیا ہو۔ اس نے کہا۔ "ٹھیک کہتے ہو فرہاد! یہ تمہارے دوست ربی کی بدقسمتی ہے۔ اس نے آج سے پہلے بھی تل ابیب میں مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا اور ناکام رہا تھا۔ تم اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہو۔ پھر بھی سمجھاتی ہوں، یہ ربی اسفندیاران پانچ بھائی بہنوں سے گٹھ جوڑ کرکے یہاں آیا ہے۔"

ربی نے کہا۔ "یہ جھوٹ بول رہی ہے۔"

سونیا نے بستر پر سے اچھل کر ایک ہاتھ رسید کیا۔ وہ مار کھا کر پیچھے گیا۔ فرہاد نے آگے آکر کہا۔ "سونیا! میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں، میرے دوست کی آواز نے مجھے دشمنی کی اجازت دے دی ہے۔ مجھے مجبور نہ کرو، ورنہ شیبا کی طرح تمہیں بھی سزا دوں گا۔"

سونیا بولی۔ "اب یہ وقت آگیا ہے کہ فرہاد مجھے وارننگ دے رہا ہے، ایسی نادانی سے باز آؤ۔ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔ جب ہمارے ہاتھ ملتے ہیں تو دشمنوں پر برا وقت آتا ہے۔ کوئی دیوار ہمارا راستہ نہیں روک سکتی۔ ہمیں ابھی ہاتال دنیا سے نکلنا ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔"

وہ ہاتھ تھامنے کے لیے آگے بڑھی۔ اسپیکر سے آواز آئی۔ "فرہاد میرے دوست! اس کی باتوں میں نہ آؤ۔ اس کی ایسی پٹائی کرو کہ یہ زمین سے نہ اٹھ سکے۔"

یہ سنتے ہی فرہاد کا ہاتھ چل گیا۔ سونیا مار کھا کر اچھلی۔ پھر ایک طرف دونوں پاؤں جماکر کھڑی ہوگئی۔ دوسری بار فرہاد نے حملہ کیا۔ وہ ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے دروازے کی طرف لے جانے لگی مگر وہ پاتال دنیا سے جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے بھی سونیا کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی ایک داؤ استعمال کیا۔ وہ الٹ کر فرش پر گری، لڑھکتی ہوئی ذرا دور گئی۔ پھر اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اسے تنبیہہ کے انداز میں انگلی دکھاتے ہوئے بولی۔ "میں آخری بار سمجھاتی ہوں۔ ذرا سوچو! ایک عورت سے لڑ کر جیتنا چاہو گے تو مردانگی نہ ہوگی اور شکست کھا گئے تو دنیا ہنسے گی کہ ایک عورت سے مار کھا گئے۔"

"میں تم سے ہارنا چاہتا ہوں نہ جیتنا۔ صرف اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔"

"اور میں تمہیں یہاں سے لے جانا چاہتی ہوں۔"

فرہاد نے ایک گھونسا منہ پر رسید کیا۔ اس کے بعد دوسرا اور تیسرا گھونسا مارتے ہوئے پچھلی دیوار تک لے گیا۔ پھر ٹھوڑی کے نیچے گلا دباتے ہوئے اسے دیوار سے لگا دیا۔ سونیا کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔ دیدے پھیل گئے تھے۔ ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا مگر اس کا اپنا فرہاد بہا رہا تھا۔

میں دم سادھے خیال خوانی کے ذریعے دیکھ رہی تھی۔ سونیا کی عزاتی ہوئی آنکھوں سے ظاہر تھا، وہ اگلے کسی بھی لمحے میں زندگی اور موت کی جنگ شروع کرنے والی تھی۔ سونیا اور فرہاد کی محبت کی داستان ایک خطرناک موڑ اختیار کرنے والی تھی۔

لاکھوں قارئین کے دلوں کی دھڑکن

محی الدین نواب

کی ۱۰ سلگتی ہوئی کہانیوں کا مجموعہ

ایمان کا سفر

منگوانے کا پتہ

مکتبہ نفیسات

پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

قیمت ۱۰۰ روپے

شائع ہوچکا ہے!

قریبی بک اسٹال سے طلب کریں یا براہ راست منگوائیں

محبت

میں ایسی گھڑیاں بھی آتی ہیں کہ جس کی چاہت میں جان قربان کی جائے وہی جان کا دشمن ہو جاتا ہے۔ وہ فرہاد کی سب سے پیاری محبت تھی اور وہی آخری محبت ہو گی۔ بابا فرید واسطی مرحوم نے اپنی زندگی میں پیشین گوئی کی تھی کی آخری سانسوں میں صرف سونیا ہی ساتھ رہے گی۔

اور وہ اسی سونیا کو مار رہا تھا جیسے مار ڈالنا چاہتا ہو۔ میں سونیا کے دماغ میں تھی۔ اس سے پوچھ رہی تھی "بتاؤ میں کیا کروں؟"

"تم میرے پاس رہو اور چپ چاپ تماشا دیکھتی رہو۔"

"نہیں سونیا! میں کس دل سے دیکھوں۔ تمہاری ناک اور منہ سے خون بہہ رہا ہے۔ یہ تمہیں مار ڈالے گا۔"

"ہم لڑنے والے ٹریننگ حاصل کرتے وقت پہلے مار کھانے اور ظلم برداشت کرنے کی عادت ڈالتے ہیں۔ پھر مارنا سیکھتے ہیں۔ ابھی میں سوچ رہی ہوں کس دل سے فرہاد پر ہاتھ اٹھاؤں۔"

"میں نے تمہاری خاطر فرہاد کو ذہنی جھٹکا پہنچایا تھا۔ محبت اپنی جگہ ہے۔ تمہیں بھی جوابی کارروائی کرنا چاہیے۔"

پھر میں نے فرہاد سے کہا "کچھ تو خیال کرو۔ سونیا کا گلا دبا رہے ہو اس کا دم گھٹ رہا ہے۔"

اس نے گرفت ذرا ڈھیلی کی پھر پوچھا "بولو، میرے دوست ربی کی معمولہ بنو گی یا نہیں؟"

"یہ مجھے معمولہ بنا کر روح بنانا چاہتا ہے۔ جب کہ میں زندہ ہوں۔ کیا تم چاہتے ہو مر جاؤں؟"

"ہاں میں چاہتا ہوں تم مر جاؤ۔ اس کے بعد میرے پاس رہو۔"

"فرہاد! میری طرح تم بھی زندہ ہو۔ میری بات کا یقین کرو۔ وہ پانچوں بھائی بہن اس زیر زمین حصے میں کہیں سے آتے ہیں۔ اُن کے آنے جانے کا راستہ یہیں کہیں ہے۔ پلیز میرے ساتھ چلو۔"

وہی بھاری بھرکم آواز سنائی دی "فرہاد! یہ بہت مکار ہے۔ تمہیں باتوں میں بہلا رہی ہے۔ میں تمہاری صلاحیتوں کو آزمانا چاہتا ہوں۔ دو منٹ کے اندر اسے تنویمی عمل کے بستر پر پہنچا دو۔"

یہ سنتے ہی اس نے سونیا کو بالوں سے پکڑ کر کھینچا پھر اُسے ایک جھٹکے سے اُٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا۔ وہ اسی بستر پر اسے پہنچانا چاہتا تھا لیکن بستر کے قریب پہنچتے ہی سونیا نے دونوں ہاتھوں اور پیروں سے اس کے جسم کو جکڑ لیا پھر پوچھا "کیا تم نے اسی طرح گلے گلنے کے لیے اُٹھایا ہے؟"

وہ بستر پر جھکتے ہوئے بولا "چلو لیٹ جاؤ۔"

"میں لیٹی ہوں۔ خود کو چھڑا لو تو لیٹ جاؤں گی۔"

وہ اس کے بوجھ سے بستر پر گر پڑا تھا۔ خود کو چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ بے شمار ہاتھ پاؤں والے اکٹوپس کی طرح چمٹی ہوئی تھی۔ دور کھڑا ہوا ربی اسفندیار نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک آنکھ دبا کر مسکراتے ہوئے بولی "کیا دو ہنسوں کے جوڑے تنویمی عمل کر سکتے ہو؟"

ربی اسے گھورتے ہوئے ہونٹ بھینچنے لگا۔ سونیا کو اس کے دماغ کے اندر وہی بھاری بھرکم آواز سنائی دی "سونیا! تم جانتی ہو، فرہاد کی صلاحیتیں مجھ میں منتقل ہو گئی ہیں۔ اگر تم سیدھی طرح معمولہ بننے پر آمادہ نہ ہوئیں تو میں دماغی جھٹکے پہنچاؤں گا۔"

میں نے کہا "یہ مت بھولو کہ سونیا کی حفاظت کے لیے میں بھی اسی دماغ میں موجود ہوں۔"

"پہلے تم نے اچانک دماغ میں آ کر مجھے اذیت میں مبتلا کیا تھا۔ اب میں سانس روک لوں گا۔"

"کیا ہمیشہ کے لیے روک لو گے؟ میں تمہارے پیچھے پڑ جاؤں گی۔ جب بھی سانس لو گے میں اندر پہنچ جاؤں گی۔"

وہ چپ رہا۔ شاید سونیا کے دماغ سے جا چکا تھا۔ اور فرہاد نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔ سر کو جھٹکے دے رہا تھا۔ پھر بھی اسے تنویمی عمل کے بستر پر تنہا رہنا منظور نہ تھا۔ وہ اس سے لپٹی ہوئی لڑھکتی ہوئی پلنگ پر سے فرش پر گرے۔ ایسی صورت میں وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ فرہاد نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑنا چاہا۔ وہ لڑھکتی ہوئی پلنگ کے نیچے چلی گئی۔

"اے! باہر آؤ۔"

"نہیں آؤں گی۔"

"کیا تم مجھ سے جیت سکو گی؟"

"کیا تم بھول گئے کہ آج تک سونیا پر کوئی قابو نہ پا سکا۔"

"میں فرہاد ہوں۔"

"فرہاد ہو مگر مردہ ہو اور سونیا کو ابھی مردہ بننے کا شوق نہیں ہے۔"

وہ رینگتا ہوا پلنگ کے نیچے آیا۔ وہ لڑھکتی ہوئی دوسری طرف نکل کر کھڑی ہو گئی۔ فرہاد نیچے سے آنے لگا تو وہ دوڑتی ہوئی دروازے تک پہنچ گئی۔ پھر بولی "ربی اسفندیار! اگر تم

میں نے اپنے محبوب پر ایک ذرا ہاتھ نہیں اٹھایا اور میں اسے ساتھ چلنے کو نہیں کہوں گی۔ یہ خود ہی میرے پیچھے آئے گا۔ میں اسے اس پاتال دنیا سے نکال کے لے جاؤں گی۔"

فرہاد اس کی طرف دوڑتا آ رہا تھا۔ وہ بھی دوڑتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ ان پانچ بھائی بہنوں میں سے بڑے بھائی کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ وہ چیخ کر کہہ رہا تھا "فرہاد! رک جاؤ۔" وہ بڑی مسکاری سے تھیں پیچھے لگا کر ہم سے دوڑے جانا چاہتی ہے۔"

فرہاد کمرے سے باہر آ کر رک گیا۔ سونیا ذرا دور ایک پتھریلی دیوار سے لگی کھڑی تھی۔ اس نے کہا "شیبا! اس نئے خیال خوانی کرنے والے کو فی الحال بڑے بھائی کمنا چاہیے۔ کیوں کہ وہ اپنا نام نہیں بتائے گا۔ میں اُسے نصیحت کرنا چاہتی ہوں کہ فرہاد کو نہ روکے۔ اسے دنیا کی حسین ترین عورتیں میرے پیچھے آنے سے نہیں روک سکیں۔ بڑے بھائی کو اپنے فیصلے پر قائم رہنا چاہیے۔ وہ چاہتا تھا فرہاد میری ایسی پٹائی کرے کہ میں زمین سے اٹھ نہ سکوں۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں کہا "بڑے بھائی کی گھبراہٹ سے ظاہر ہے کہ خفیہ راستہ تمہیں مل سکتا ہے۔ اسی لیے وہ فرہاد کو روک رہا ہے۔ وہ تم دونوں کو ایک ساتھ کھونا نہیں چاہتا۔"

"وہ فرہاد کو کھونا نہیں چاہتا اور مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے۔ اب دیکھو، میں بڑے بھائی کو کس طرح بوکھلاہٹ میں مبتلا کرتی ہوں۔"

اس کے بعد اس نے بلند آواز سے کہا "شیبا! تم تو جانتی ہو میں دوسروں کی آوازوں اور لہجوں کی کتنی کامیاب نقل کرتی ہوں۔ فرہاد تم گواہی دو۔ کیا مجھ میں یہ صلاحیت ہے؟"

فرہاد نے تائید کی۔ سونیا نے کہا "اے بڑے بھائی! میں پہلی عورت ہوں جس نے تم پانچ بھائی بہنوں کی صورتیں دیکھی ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، میں نے تمہاری سب سے چھوٹی اور لاڈلی بہن جوجو کی باتیں بھی سُنی ہیں۔ اب میں اس کی آواز اور لہجے کی نقل شیبا کو سُنا رہی ہوں۔ ابھی ایک منٹ کے اندر ہی وہ تمہاری بہن جوجو کے دماغ میں پہنچ جائے گی۔"

"نہیں۔" بڑے بھائی کی گرجدار آواز سنائی دی "میں شیبا کو جوجو تک پہنچنے نہیں دوں گا۔ فرہاد! دوڑو، سونیا کو پکڑو۔ اسے جوجو کے لہجے کی نقل سنانے کا موقع نہ دو۔"

فرہاد نے دوڑ لگائی۔ سونیا وہاں سے بھاگنے لگی۔ میں نے شدید حیرانی سے کہا "تم کیا چیز ہو؟ کتنی آسانی سے پھر فرہاد کو پیچھے لگا لیا ہے۔"

اُدھر بڑے بھائی کی آواز جیسے پوری پاتال دنیا میں گونج رہی تھی۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "میں ہنگامی حالات کا اعلان کر رہا ہوں۔ میرے جانباز و! سونیا کو چاروں طرف سے گھیر لو۔ اسے گولیوں سے چھلنی کر دو۔"

میں نے فرہاد کے دماغ میں کہا "اب بھی ہوش میں آؤ۔ یہ وہی شخص ہے جو پاتال دنیا میں کسی سے دشمنی پر روکتا تھا۔ دوستی، امن و آشتی کی فضا ہموار کرتا تھا۔ اب اپنی ہی زبان سے سونیا پر گولیاں چلانے کا حکم دے رہا ہے۔ ہوش میں آؤ فرہاد! ہوش میں آؤ۔"

پاتال دنیا کے مختلف حصوں میں اسپیکر کے ذریعے آواز گونج رہی تھی۔ دوڑتے ہوئے بے شمار قدموں سے زلزلہ سا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ سونیا جان بچانے کے لیے بھاگتی رہے گی تو شیبا کو جوجو کا لہجہ نہیں سنا سکے گی۔ سنانے کے لیے رکنا چاہے گی تو گولیوں کی زد میں آ جائے گی۔

پھر گولیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ مجھے سونیا کی مکاری اور دلیری پر حیرت ہوتی ہے۔ اُسے چاروں طرف سے سنسناتی ہوئی گولیوں سے خوفزدہ ہونا چاہیے تھا مگر وہ مسکرا رہی تھی۔ اُس کی چال کامیاب ہوئی تھی۔ وہ پُراسرار شخص اپنی جوجو کو بچانے کی فکر میں یہ بھول گیا تھا کہ گولیوں کی گونجتی ہوئی آوازیں پاتال دنیا سے باہر جا رہی ہوں گی۔

واہ ری مکاری۔ سونیا اگر فرہاد کی دیوانی نہ ہوتی تو یہ استاد ضرور ہوتی۔

پوری چلتے چلتے رک گئی۔ اسے فائرنگ کی آواز سنائی دی تھی۔ اس کے ساتھ لیوچن اور آنند تھے۔ ریڈ پاور کے ایک ہیلی کاپٹر نے انھیں وہاں پہنچایا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ جلد ہی لیڈی روزینہ کے فارم تک پہنچ جائے گی لیکن راستے میں اس نے سوچا۔ اس کی رہائش گاہ میں جانا فضول ہے۔ کھونے والوں کو زیر زمین دنیا تک پہنچنے کا راستہ نہیں ملا تھا مگر راستہ تو ضرور کہیں سے ہو گا۔ وہ پاتال دنیا والے بالکل ہی زمین میں دفن نہیں ہو گئے ہوں گے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ان کا سراغ لگا چکی تھی اور یہ بات پوری کو معلوم تھی۔

اس نے ہیلی کاپٹر کو پہاڑی کے دوسری طرف اتارا تھا۔ اس کا خیال تھا اگر پاتال دنیا کا راستہ لیڈی روزینہ کی خواب گاہ سے بند ہو گیا تو پہاڑی کے دوسری طرف دوسرا خفیہ راستہ ضرور ہو گا اور وہ راستہ کسی مکان کے، کسی بڑی عمارت کے یا کسی فیکٹری وغیرہ کے اندر سے جاتا ہو گا۔

اس نے پرواز کے دوران ہی ایک میل کے رقبے میں حد بندی کی دیواریں دیکھی تھیں — اس حد بندی کے اندر ایک بڑی سی فیکٹری نظر آئی تھی۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے بتایا "اس فیکٹری میں فروٹ جوس تیار ہوتے ہیں۔ آدھ درجن درسوں سے اس فیکٹری کا مالک ہے۔"

پوی کے حکم سے وہ ہیلی کاپٹر اسی فیکٹری کے احاطے میں اتارا گیا۔ کتنے ہی ٹرک فروٹ جوس کے ٹن سے بھرے ہوئے کارٹن لے جا رہے تھے۔ ریل ٹرالیاں بھی ضروری سامان سے بھری ہوئی فیکٹری کے اندر اور باہر آتی جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ تینوں ایک ٹرالی میں بیٹھ کر فیکٹری کے دفتری حصے کی طرف آئے۔ وہاں کا منیجر اور دوسرے اہم افسران ہیلی کاپٹر کو اترتے دیکھ کر باہر آ گئے تھے۔ پوی نے وہاں پہنچتے ہی کہا "میں آپ لوگوں کو زحمت دینے آئی ہوں — یہ میری بہن لیوچن ہے۔ اس کا شوہر مائیکل جھگڑا کر کے گھر سے چلا گیا ہے۔ ہم ایک ہفتے سے تلاش کر رہے ہیں۔ کیا اس نام کا کوئی آدمی یہاں کام کرتا ہے؟"

منیجر نے کہا "یہاں مائیکل نام کا کوئی آدمی نہیں ہے۔"

لیوچن نے کہا "اوہ گاڈ! اب وہ نہیں ملے گا۔"

منیجر نے کہا "آفس میں آؤ۔ جوس پی کر جاؤ۔"

پوی نے پوچھا "کیا ہم فیکٹری کو اندر سے دیکھ سکتے ہیں؟"

منیجر نے اعتراض نہیں کیا۔ انھیں اپنے ساتھ فیکٹری کے اندر لے گیا۔ بڑے فخر سے کہنے لگا "ہمارا مال فروخت کے اعتبار سے نیویارک میں اوّل نمبر پر ہے۔ اس فیکٹری کے دو حصے ہیں۔ ایک حصے میں فائن کوالٹی کا جوس بوتلوں میں بھرا جاتا ہے۔ دوسرے حصے میں کم قیمت کا جوس یہاں سے ٹن میں سپلائی ہوتا ہے۔"

وہ بہت کچھ کہہ رہا تھا۔ پوی بڑی توجہ سے فیکٹری کے فرش کو اور کام کرنے والوں کو دیکھتی جا رہی تھی۔ کسی نہ کسی مشتبہ شخص کو بھانپ لینے کی امید تھی۔ پھر خیال آیا۔ اگر یہاں سے کوئی خفیہ راستہ ہوگا تو وہ فیکٹری میں کام کرنے والوں سے چھپایا گیا ہوگا۔ لہٰذا وہ دفتری حصے میں ہو سکتا ہے۔

وہ دفتر میں آئی۔ ان تینوں کو بہترین جوس پینے کے لیے دیا گیا۔ وہ پیتی رہی اور سوچتی رہی۔ پھر اچانک ہی پیٹ پکڑ کر کراہنے لگی۔ منیجر نے پوچھا "کیا ہوا؟"

پوی نے کراہتے ہوئے کہا "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ذرا سی تکلیف ہے۔ دراصل میں کسی عورت کو ہی تکلیف بتا سکتی ہوں۔ کیا میں کہیں آرام سے پانچ دس منٹ لیٹ سکتی ہوں؟"

"ضرور۔ میرے ساتھ آؤ۔ یہاں آرام کرنے کے لیے ایک ریٹائرنگ روم ہے۔"

وہ لیوچن کے ساتھ منیجر کے پیچھے گئی۔ کئی دفاتر کے پیچھے ایک کمرہ تھا۔ جہاں پلنگ اور صوفے نظر آ رہے تھے۔ منیجر نے کہا "جب تک چاہو آرام کرو۔ کیا میڈیکل ایڈ کی ضرورت ہے؟"

"نو، تھینک یو۔"

وہ چلا گیا۔ لیوچن نے دروازے کو اندر سے بند کر کے پوچھا "تمھیں کیا ہوا ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ باتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر گئی۔ فرش پر پاؤں مار مار کر اندازہ کرنے لگی۔ ایسے وقت وہ بار بار سورج کے ذریعے مجھے پکار رہی تھی۔ اگر میں ہوتی تو فیکٹری کے منیجر وغیرہ کے دماغ میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکتی تھی۔ پوی کو اتنا وقت برباد نہ کرنا پڑتا۔

وہ مایوس ہو کر بولی "یہاں دور دور تک کوئی بنگلا یا عمارت نہیں ہے۔ فیکٹری کے خاص ملازموں کے لیے کوارٹر بنے ہوئے ہیں۔ خفیہ راستہ یہیں کہیں ہونا چاہیے۔"

لیوچن نے کہا "خفیہ راستہ یہاں سے دو چار میل دور کسی مکان میں ہو سکتا ہے۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "پہلا خفیہ راستہ لیڈی روزینہ کے باتھ روم سے جاتا تھا۔ یعنی تہ خانہ باتھ روم کے نیچے سے شروع ہوتا ہے وہاں سے دوسرا خفیہ راستہ کتنی دور تک کھود کر بنایا گیا ہوگا۔ پہاڑی کے پیچھے اس فیکٹری تک ڈیڑھ میل کا فاصلہ ہوگا۔ راستہ یہیں ہوگا — یا تالی دنیا والوں نے اور دو چار میل دور تک سرنگ کھودنے کی زحمت نہیں کی ہوگی۔"

یہ کہہ کر وہ پھر سورج کے ذریعے مجھے پکارنے لگی۔ میں اس وقت سونیا کی مسکاریاں دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی اور یہ پریشانی بھی تھی کہ کہیں سے آنے والی اندھی گولی اس کا کام تمام کر سکتی ہے۔ بہرحال پوی مایوس ہو کر ریٹائرنگ روم سے آ گئی۔ منیجر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کا ٹیلیفون نمبر نوٹ کیا تاکہ بعد میں فون سے رابطہ کر کے مجھے منیجر کی آواز سنا سکے۔

ان تینوں نے منیجر سے مصافحہ کیا۔ پھر جانے لگے۔ اچانک پوی چلتے چلتے رک گئی۔ اسے فائرنگ کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے منیجر کو دیکھا۔ وہ پریشان نظر آ رہا تھا۔ کہنے لگا "اب تم لوگوں کو جانا چاہیے۔ میں بہت مصروف ہوں۔"

"یہ فائرنگ کی آواز کیسی تھی؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہیں بہت دور سے آئی تھی۔" وہ

پتی گھبراہٹ پر قابو پانے میں ناکام ہو رہا تھا۔ ویسے یہ بات درست تھی، گولی چلنے کی آواز بہت دھیمی تھی، دور سے آئی تھی زیرِ زمین سے آئی تھی، صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

وہ پومی سے بولا "تم جانے کے لیے مصافحہ کر چکی ہو۔ اب خواہ مخواہ میرا وقت کیوں برباد کر رہی ہو؟"

وہ بولی "میرا اتنا وقت برباد ہو چکا ہے، اس کا حساب لینے والی ہوں؟"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

اس کے جواب دینے سے پہلے ہی دوسری بار فائرنگ کی آواز سنائی دی، متواتر کئی سیکنڈ تک فائرنگ ہوتی تھی، پھر خاموشی چھا گئی تھی۔ اتنی سی دیر میں یقین ہو گیا کہ پاتال دنیا میں گولیاں چل رہی ہیں، پومی جہاں کھڑی تھی، وہاں پاؤں تلے زمین اتنے ہولے سے لرزتی رہی تھی جیسے حساس لوگ ہی محسوس کر سکتے تھے اور پومی نے محسوس کر لیا تھا۔

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ منیجر نے بے اختیار ہاتھ بڑھایا، شاید بھول گیا تھا کہ مصافحہ کر چکا ہے، دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ کو جھٹکا پہنچا۔ وہ جوڈو کے داؤں میں آ گیا تھا۔ پومی کے پاس سے گزرتے ہوئے کھلے ہوئے دروازے سے ہو کر کمرے کے فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔

وہ کوئی فائٹر نہیں تھا، اپنی کمر پکڑ کر تکلیف سے چیخنے لگا۔ پومی نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر کہا "میرا دوسرا داؤ تمہیں اپاہج بنا دے گا۔ جلدی بتاؤ خفیہ راستہ کہاں ہے؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میری سمجھ میں نہیں آتا تم کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ پومی نے اس کے حلق پر ایک پاؤں رکھ دیا۔ پھر ذرا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا "تم پاتال دنیا میں پہنچنے والے ہو۔"

"میں... میں قسم کھاتا ہوں، میں نے کوئی خفیہ راستہ نہیں دیکھا ہے۔ پاؤں ہٹاؤ، مجھے بولنے دو۔"

اس نے پاؤں وہیں رکھا رہنے دیا، دباؤ کم کر دیا۔ وہ بولا "میرا باس اپنی فیملی کے ساتھ یہاں آتا ہے۔ اس ریٹائرنگ روم کے ساتھ جو کمرہ ہے۔ اس میں جاتا ہے۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیتا ہے۔ گھنٹوں باہر نہیں نکلتا۔ کبھی کبھی تو صبح کو کمرے میں جاتا ہے، شام کو باہر آتا ہے۔"

"اس کمرے کی چابی کہاں ہے؟"

"وہ تو کمرے کی صفائی کے لیے کسی ملازم کو بھی اندر نہیں بلاتا۔ مجھے چابی کیسے دے سکتا ہے۔"

"میں دروازہ توڑ دوں گی۔"

فیکٹری کی مشینیں بند ہو گئی تھیں، سب نے فائرنگ کی آواز سنی تھی۔ بند دروازے کے باہر آفس کے لوگ منیجر کو آواز دیتے ہوئے کہہ رہے تھے "ہم دو بار فائرنگ کی آوازیں سن چکے ہیں، تمام لوگ پریشان ہیں، کیا پولیس کو فون کیا جائے؟"

پومی نے پاؤں ہٹاتے ہوئے کہا "اُن سے کہو ابھی فون نہ کیا جائے، سب لوگ فیکٹری کے باہر انتظار کریں، تم تھوڑی دیر بعد آؤ گے۔"

منیجر نے فرش سے اٹھتے ہوئے یہی کہا۔ آفس کے لوگ فیکٹری میں کام کرنے والوں کو منیجر کا حکم سنانے چلے گئے۔ پومی نے دروازہ کھول کر دیکھا، میدان صاف تھا، صرف لیوچن اور آنند کھڑے تھے۔ پومی نے ساتھ والے کمرے کے دروازے کو دیکھا، وہ آہنی دروازہ بہت مضبوط تھا۔ اسے توڑنا آسان نہ تھا مگر کسی طرح توڑنا ہی تھا۔ خواہ گدال چلا کر دیواروں کو ہی توڑنا پڑتا، خفیہ راستہ ڈھونڈنے کے لیے کچھ تو کرنا ہی تھا۔

ایسے ہی وقت میں نے سونیا کے دماغ میں رہ کر سوچا تھا کہ فائرنگ کی آوازیں باہر جا رہی ہوں گی۔ پومی ہیلی کاپٹر کے ذریعے پہنچ گئی ہو گی۔ لہٰذا پومی، مادام مریم اور پرسنل گارڈ وغیرہ کے ذریعے معلوم کرنا چاہیے کہ انھیں آوازیں سنائی دے رہی ہیں یا نہیں؟

پہلے میں پومی کے پاس پہنچی۔ وہ منیجر سے ایک گدال لانے کو کہہ رہی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا کر رہی ہو؟"

"تمہیں اب آنے کی فرصت ملی ہے؟"

"میں سونیا کو چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ وہ خطرات میں گھری ہوئی ہے۔ کیا تم نے گولیوں کی آواز سنی ہے؟"

"آوازیں نہیں، آوازیں سنتی جا رہی ہوں۔ دوسرا خفیہ راستہ یقیناً اس آہنی دروازے کے پیچھے ہے۔"

"ایسا ہے تو دروازہ نہ توڑو۔ وہ پانچ بھائی بہن ہیں، بہت اہم وجوہات کی بنا پر اس خفیہ راستے سے ضرور باہر آئیں گے، وہ دروازہ خود کھولیں گے۔ ذرا انتظار کرو۔"

"وہ دو وجوہات کیا ہیں؟"

"ایک تو وہ چاروں اپنی چھوٹی بہن جو جو سے بے حد پیار کرتے ہیں۔ دوسرے سونیا نے چکر چلا کر انھیں فائرنگ پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ سمجھ گئے ہیں کہ فائرنگ کی آواز باہر جا رہی ہے۔ وہ پاتال دنیا اب راز میں نہیں رہے گی۔ وہ اپنی بہن جو جو اور وہاں کی اہم مشینوں کی حفاظت کی خاطر

باہر آئیں گے۔"

پومی نے میری تائید کی، پھر منیجر سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے نام بتایا۔ پومی نے پوچھا "شیبا! اس کے دماغ میں پہنچ گئی ہو؟"

"میں نے منیجر کی زبان سے کہا "پہنچ گئی ہوں۔"

وہ بوکھلا گیا۔ شیبا نے پوچھا "تم نے فرہاد کا نام سنا ہے؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ میں نے کھوپڑی میں کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ ثبوت یہ ہے کہ تم اپنی مرضی کے خلاف اپنے منہ پر طمانچہ مارو گے۔"

اس نے سوچا۔ دماغ میں احمقانہ خیالات آ رہے ہیں مگر دوسرے ہی لمحے اس نے بے اختیار اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔ میں نے پوچھا "کیا اور ثبوت دوں؟"

وہ سہم کر بولا "نہیں۔ مجھے یقین ہو گیا ہے۔"

پومی نے کہا "اب باہر جاؤ اور اپنے آدمیوں کو یہاں آنے سے روکو۔ اگر پولیس کو فون کرو گے تو اپنے ہی منہ پر طمانچے مارتے رہو گے۔ پولیس والے آئیں گے اور تمہیں پاگل سمجھ کر لے جائیں گے۔"

وہ چلا گیا۔ پومی نے لیوچن اور آنند کو ریٹائرنگ روم میں جا کر دروازے کو اندر سے بند رکھنے کے لیے کہا۔ پھر سمجھایا۔ "جب تک میں نہ کہوں دروازہ نہ کھولنا۔"

وہ کمرے میں چلے گئے۔ دروازے کو بند کر لیا۔ پومی آہنی دروازے سے ذرا دور ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے کہا "میں سونیا کی خبر لے کر ابھی آتی ہوں۔"

پاتال دنیا میں فائرنگ بند ہو گئی تھی۔ جہاں سونیا کھڑی ہوئی تھی، وہاں دور تک ایک گنبد سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک اسٹین گن آ گئی تھی۔ میں جتنی دیر غیر حاضر رہی، اتنی دیر میں اس نے کسی مسلح شخص کو ٹھنڈا کر کے ہتھیار چھین لیا تھا اور اب اسٹین گن کا رُخ فرہاد کی طرف کیے کھڑی تھی۔

"فرہاد نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا "کیا تم مجھ پر گولی چلا سکتی ہو؟"

"خاموش رہو۔ تمہاری آواز سُن کر کوئی بھی ہماری طرف فائر کر سکتا ہے۔"

"میں تمہارے دماغ میں پہنچ کر فائرنگ سے باز رکھوں گا۔"

"یہ مت بھولو، ایسے نازک موقع پر شیبا جوابی کارروائی کرے گی اور میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گی، صرف زخمی کروں گی اس طرح تم خیال خوانی نہیں کر سکو گے۔ بیٹھو، جبراً اٹھا کر لے جاؤں گی۔"

وہ گھور کر رہ گیا۔ سونیا نے جھک کر پتھر اٹھایا، پھر دیوار کی آڑ سے دور پھینک دیا۔ پتھر کے کرنے اور دور تک لڑھکنے کی آواز پاتال دنیا کے خلا میں تھوڑی دیر تک گونجتی رہی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ میں نے کہا "دشمن کہیں چھپے ہوئے ہیں، تمہارے نکلتے ہی فائر کریں گے۔"

سونیا نے بلند آواز سے کہا "شیبا! تم کہاں ہو؟ میرے دماغ میں آؤ۔ مجھے جوجو کی نقل سنانے کا موقع مل گیا ہے۔"

یہ بات سُن کر جوجو کے بڑے بھائی کو پھر گھبرانا اور کچھ کہنا چاہیے تھا مگر اب اس کی آواز نہیں آئی۔ میں نے کہا "شاید وہ یہاں سے نکل گیا ہے۔"

سونیا نے ذرا فاصلے پر ایک بڑے سے پتھر کو دیکھا، پھر دیوار کی آڑ سے نکل کر دوڑتی ہوئی اس پتھر کے پیچھے چلی گئی۔ اس نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ انجانے محاذوں پر ڈٹے ہوئے لوگ اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر سکتے تھے مگر کہیں سے گولی نہیں چلی۔ اس نے پھر خطرہ مول لیا۔ وہاں سے دوڑتی ہوئی دوسری پتھریلی دیوار کے پاس چلی گئی۔ اس کے دوڑنے کی آوازیں دیر تک گونجتی رہیں مگر دشمن کی گولی کی ایک آواز بھی سنائی نہیں دی۔

شاید وہ پانچوں اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ فرار ہو گئے تھے۔ سونیا نے اسٹین گن کا رُخ فرہاد کی طرف کرتے ہوئے کہا "تم آگے آگے چلو، ہم باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈیں گے۔"

میں فرہاد کے دماغ میں آئی۔ اُس نے جھنجلا کر کہا "کیوں آئی ہو؟ چلی جاؤ یہاں سے۔"

سونیا نے کہا "میں تمہاری خیال خوانی سے تحفظ حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ تم شیبا کو نکالو گے تو میں گولی مار کر زخمی کروں گی۔"

میں نے کہا "بلیز فرہاد! ہمیں دشمن نہ سمجھو۔ جو دشمن تھے، وہ تمہیں چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں، یہاں اب تمہیں ایک بھی روح نظر نہیں آئے گی۔"

اس نے گھور کر سونیا کو دیکھا، پھر آگے آگے چلنے لگا۔ وہ اسٹین گن لیے محتاط نظروں سے اس پاس آگے پیچھے دیکھتی جا رہی تھی۔ فرہاد نے آگے چلتے ہوئے ناگواری سے کہا "تم مجھے اس طرح لے جا رہی ہو، جیسے میں کوئی مجرم ہوں۔ تمہیں شرم نہیں آتی؟"

"جس دن تم میرے فرہاد بن جاؤ گے، میں معافی مانگ لوں گی۔"

میں نے کہا۔ "سونیا کو غصہ نہ دکھاؤ۔ اُس شخص کے دماغ میں جا کر پوچھو، وہ تمھیں مصیبت میں چھوڑ کر کہاں گم ہو گیا ہے؟"

"میں اس سے پوچھوں گا۔ پہلے تم یہاں سے جاؤ۔"

"فرہاد! میں دشمن نہیں ہوں۔ تمھارے ذریعے چُپ چاپ اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہتی ہوں، کہیں وہ ایسا جال نہ پھیلا رہا ہو جس کے متعلق ابھی ہم نہیں سوچ رہے ہیں۔ پلیز فرہاد۔"

"ٹھیک ہے۔ تم میرے ساتھ رہو مگر اس شخص نے تمھارے متعلق پوچھا تو میں سچ کہہ دوں گا کہ تم موجود ہو۔"

"کیا سونیا کی خاطر ایک جھوٹ نہیں بول سکتے؟"

"توبہ توبہ جھوٹ بولنا گناہ ہے۔"

میں نے جل کر کہا۔ "تمھیں تو خدا ہی دشمنوں سے بچائے گا۔ میں جا رہی ہوں، سونیا کے پاس رہوں گی۔"

اس نے مجھے دماغ سے جاتے ہوئے یقیناً محسوس کیا ہو گا اور اُس شخص کے دماغ پر دستک دے رہا ہو گا۔ اس شخص نے شیدا سمجھ کر پہلے انکار کیا ہو گا۔ پھر فرہاد کا یقین کر کے دماغ میں جگہ دی ہو گی۔ میں نے یہ تمام حساب کرنے کے بعد خیال خوانی کی پرواز کی، پھر چُپ چاپ اُس کے دماغ میں پہنچ گئی۔

ایک دماغ میں ایک سے زیادہ سوچ کی لہریں محسوس نہیں کی جا سکتیں چونکہ فرہاد کے لیے دروازہ کھلا تھا، اس لیے مجھے جگہ مل گئی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "میں کیسے یقین کر لوں تم فرہاد ہو؟"

فرہاد نے کہا۔ "مجھے مصیبت میں چھوڑ کر یقین اور بے یقینی کی بات کر رہے ہو۔ پتا ہے سونیا مجھے اسٹین گن کے نشانے پر رکھ کر جبراً پاتال دنیا سے لے جا رہی ہے۔"

"فکر نہ کرو اب ہماری روحیں بھی یہاں سے جا رہی ہیں۔ اب ہم زندہ انسانوں کی دنیا میں رہیں گے۔ تم سونیا کے ساتھ ضرور جاؤ مگر ابھی دوستی نہ کرنا۔ پہلے ہم دونوں مل کر اسے روح بنائیں گے، پھر اس عورت کی دوستی پر بھروسا کریں گے۔"

"تم نے پاتال دنیا میں سونیا پر گولیاں چلانے کا حکم کیوں دیا تھا؟"

"میں جلد سے جلد تمھاری خاطر اسے روح بنانا چاہتا تھا مگر اس کی مکاری نے کام بگاڑ دیا۔ زندہ انسانوں کی دنیا سے لوگ یہاں آنے والے ہیں، تم جلدی سونیا کے ساتھ نکل جاؤ۔"

"اچھا جا رہا ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوا۔ اس کے نکلتے ہی مجھے بھی نکلنا پڑا۔ کیوں کہ اس نے سانس روک لی تھی۔ میں نے کہا۔ "تم اس سے باہر نکلنے کا راستہ تو معلوم کر سکتے تھے۔ ایک فرہاد نہ ہوا کی طرح چُپ چاپ چلے آئے۔"

وہ غصے سے بولا۔ "اتنے تم دھوکا دے کر میرے دوست کے دماغ میں آئی تھیں۔ جھوٹی، فریبی، بے ایمان، ہم نیک روحوں سے چھل کپٹ کرتی ہو۔ اللہ نے چاہا تو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرو گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیوں عورتوں کی طرح کوس رہے ہو۔ تمھارے پڑھنے والے سنیں گے تو تمھیں فرہاد تسلیم کرتے ہوئے شرمائیں گے۔"

وہ دونوں آگے پیچھے چل رہے تھے۔ چلتے چلتے بڑی دیر ہو گئی مگر مایوسی نہیں ہوئی۔ پاتال دنیا کے ایک حصے میں اوپر کی طرف چڑھتے ہوئے بڑے بڑے ستون نظر آئے۔ وہ دور تک کئی ستون تھے جو سیمنٹ اور بجری سے بنائے گئے تھے۔ میں نے کہا۔ "سونیا! میں یقین سے کہہ سکتی ہوں، یہ فرودت جوں فیکٹری کے..... بنیادی ستون ہیں۔ فیکٹری شمال کی طرف ہے اور وہ خفیہ کمرہ جنوب کی طرف — لہٰذا تم دائیں ہاتھ مڑ کر چلو۔"

اس نے فرہاد کو دائیں طرف گھوم کر چلنے کے لیے کہا۔ اب وہ بھی حیل و حجت کے بغیر چل رہا تھا۔ کیوں کہ اس کے روحانی دوست نے اسے زندہ انسانوں کی دنیا میں جانے کا حوصلہ دیا تھا۔ چند قدم آگے جانے کے بعد بجتہ زینہ دکھائی دیا۔ زینے پر چڑھنے کے بعد ایک آہنی دروازہ نظر آ گیا۔ سونیا نے اس کے ہینڈل کو تھام کر اسے کھولنے کی کوشش کی، وہ مقفل تھا۔ اس نے کہا۔ "اسے توڑنا ہو گا۔"

وہ اسٹین گن سیدھی کرنے لگی۔ میں نے کہا۔ "ٹھہرو! اس دروازے کے دوسری طرف شاید پولیس ہو گی۔"

میں نے پولیس کے پاس آ کر کہا۔ "دروازے کے پاس سے ہٹ جاؤ، سونیا فائر کر کے لاک بریک کر رہی ہے۔"

وہ ایک طرف ہٹ گئی۔ میرے کہنے پر سونیا نے اسٹین گن سے تڑتڑ تڑتڑ کئی فائر کیے۔ پھر ہینڈل کو تھام کر کھولا تو وہ کھل گیا لیکن دوسری طرف پولیس نہیں تھی، ایک خوبصورت سا کمرہ تھا۔ آرام دہ صوفوں پر اٹامک انرجی کمیشن کے چیئرمین ڈاکٹر تھرما کوٹل ٹمکینک براڈ ٹونز، فلسفی ہیوگو اور ڈاکٹر اور سائنسداں وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہیوگو نے انھیں دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا۔ "آؤ فرہاد! ابھی ہم تمھارا ہی ذکر کر رہے تھے۔ اس آواز نے پیشینگوئی کی تھی کہ تم یہاں آؤ گے۔"

فرہاد انھیں دیکھ کر ایسے خوش ہوا جیسے اپنے رشتے دار

زندگی زندگاں کے لیے ایک زمانہ گزیدہ کی خوں رنگ سرگزشت

بابر زماں خاں کی آپ بیتی، جگ بیتی

اُس جوانِ رعنا سے زندگی کا رویّہ مختلف تھا

اُن کے لیے جن کے سینے دُھواں دیتے ہیں

آنسوؤں، آہوں، امنگوں اور حوصلوں کی داستان

عبرت اثر، حیرت انگیز و ناقابلِ فراموش

میں پہنچ گیا ہو۔ اس نے کہا "یہ سونیا ہم میں سے نہیں ہے، یہ اس ہتھیار سے مجھے زخمی کرنے کی دھمکی دیتی آئی ہے۔"

فلسفی ہیوگو نے ہنستے ہوئے کہا "تم بہت بھولے ہو۔ اس نے دھمکی دی اور تم ڈر گئے۔ اتنا بھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ ہم مرچکے ہیں، مرنے کے بعد بھلا روح کو زخمی کون کرسکتا ہے؟"

فرہاد نے تائید میں سر ہلا کر کہا "واقعی جب میں مرچکا ہوں تو یہ مجھے اور کیا مارے گی۔ اسے چلاؤ گولی۔ اب میں دھمکی میں نہیں آؤں گا۔"

سونیا نے کہا "تمھیں ان کی الٹی باتیں سمجھ میں آگئیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ میں تمھیں گولی مار ہی نہیں سکتی۔"

وہ اسٹین گن کو شانے سے لٹکا کر دوسرے دروازے کی طرف گئی۔ اس کے ہینڈل کو تھام کر کھولا تو وہ کھل گیا۔ دوسری طرف بھی ایک کمرہ تھا، وہاں رہائشی سامان تھا مگر وہ خالی تھا۔ میں سمجھ رہی تھی۔ پومی پہلے دروازے کے پاس نہیں ملی دوسرے دروازے کے پیچھے ہوگی مگر وہ نہیں تھی۔ سونیا شاید کسی دوسری جگہ پہنچ گئی تھی۔ میں نے کہا "تعجب ہے۔ پومی ایسے ہی ایک آہنی دروازے کے پاس کھڑی ہوئی تھی، پھر کہاں چلی گئی؟"

"تم اس کے پاس جاؤ مگر فوراً آجانا۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پومی ویسے ہی ایک آہنی دروازے کے پاس سے ہٹ کر ذرا دور کھڑی ہوئی تھی۔ میری اطلاع کے مطابق انتظار کر رہی تھی کہ سونیا فائرنگ کرکے دروازہ کھولے گی، میرے مخاطب کرنے پر اس نے پوچھا "دیر کیوں ہو رہی ہے؟ کیا فرہاد بھی ساتھ ہے؟"

"ہاں، دونوں ساتھ آرہے ہیں۔ سونیا نے دروازے پر فائرنگ کی تھی مگر وہ کوئی دوسری جگہ ہے۔"

پومی نے مایوسی سے پوچھا "کیا فرہاد میرے پاس آتے آتے پھر بچھڑ گیا ہے؟"

"شاید نہ بچھڑا ہو۔ سونیا کے ساتھ اسی فیکٹری کے کسی دوسرے حصے میں ہو۔ میں ان کے پاس جاکر معلوم کرتی ہوں۔"

مگر میں نہ جاسکی۔ اس آہنی دروازے کے پیچھے سے ہلکی سی آواز آئی تھی۔ پومی نے کہا "رُک جاؤ۔ یہ دروازہ کھل رہا ہے۔"

مجھے ذرا اطمینان ہوا۔ سونیا شاید پومی کو ڈھونڈتی ہوئی اس آہنی دروازے تک آگئی تھی لیکن جلد ہی اپنے احمقانہ خیال کا پتا چلا۔ سونیا تو فائرنگ کے ذریعے دروازے کھولتی آرہی تھی، جب کہ آنے والوں نے چابی سے دروازہ کھولا تھا۔ وہ پومی کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ اس شخص نے پوچھا "کون ہو تم؟"

میں آواز سے پہچان گئی۔ وہ پانچوں میں سب سے بڑے بھائی تھا۔ اس کے ساتھ ایک نوخیز و دوشیزہ تھی۔ بے حد حسین تھی مگر چہرے پر بچوں جیسی معصومیت تھی۔ میں سمجھ گئی وہ جوجو تھی۔

میں نے کہا "پومی اس کے ساتھ جو لڑکی ہے، اسے بولنے پر مجبور کرو۔"

پومی نے کہا "میں یہاں نئی اسٹینو ٹائپسٹ ہوں، دونوں کون ہو؟"

"میں اس فیکٹری کا مالک ہوں۔" یہ کہتے ہی وہ ہنسنے لگا تھا۔

پومی فوراً ساتھ چلتے ہوئے بولی "کیا تم مسٹر آر مرڈوک کیا یہ تمھاری بیٹی ہے؟"

"میں ملازموں سے زیادہ بات کرنا پسند نہیں کرتا۔ اپنا ایڈریس گواؤ اور فرام ہیر۔"

پومی نے مجھ سے پوچھا "کیا لڑکی کا نام جانتی ہو؟"

میں نے کہا "جوجو۔"

وہ مالکانہ شان سے جوجو کے ساتھ جا رہا تھا۔ پومی پیچھے سے چیخ کر کہا "جوجو، سانپ ہے۔"

جوجو نے گھبرا کر چیخ ماری۔ بھائی آگے جا رہا تھا، اچھل کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر لپٹ گئی۔ خوفزدہ ہو کر بولی "سانپ کہاں کہاں ہے؟ اسے مارو۔ وہ مجھے کاٹ لے گا۔"

چونکہ وہ بھائی بہن تہ خانے میں سانپوں کا تماشا کر رہے تھے۔ اس لیے انھیں یوں لگا جیسے واقعی کوئی سانپ رینگ رہا ہو۔ جانے کیوں وہ سب جوجو کو بے حد پیار کرتے تھے۔ وہ اسے بچانے کے لیے دوڑتا ہوا ایک کرسی پر چڑھ گیا۔ اس کے بعد فرش کو دور تک دیکھنے لگا۔

پومی ہنس رہی تھی۔ وہ کرسی سے اُتر کر جوجو کو الگ کرتے ہوئے بولا "یو ڈرٹی گرل۔ تمھاری یہ جرأت تم مجھ سے مذاق کر رہی ہو؟"

"میں نے مذاق نہیں کیا ہے۔ ابھی یہاں ایک سانپ تھا۔ میں نے دیکھا، وہ اُڑتا ہوا جوجو کے دماغ میں گھس گیا ہے۔"

جوجو بے اختیار ہنسنے لگی۔ وہ پلٹ کر حیرانی سے بولا "کیا بات ہے بے بی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "شیبا میرے دماغ کو گدگدا رہی ہے، مجھے ہنسی آرہی ہے۔"

اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ پھر بھی پریشان ہو کر بولا "کیا

کہہ رہی ہو؟"

میں نے پومی کی زبان سے کہا "مسٹر آر مرڈوک تم نے سونیا کو جوجو کا لعبہ سنانے کا موقع نہیں دیا تھا۔ میں نے اب سن لیا ہے۔"

وہ تیزی سے جوجو کے پاس گیا۔ پھر اسے کھینچ کر اپنے بازوؤں میں چھپاتے ہوئے بولا "نہیں، تم جھوٹ کہتی ہو۔ تم اس کے دماغ میں نہیں آسکتیں۔ یہ میری بہن ہے مگر ہم تین بھائیوں نے اسے باپ بن کر پالا ہے۔ ہم اسے پھول کی طرح رکھتے ہیں۔"

"میں اس پھول کے دماغ میں ہوں مگر ابھی کانٹے کی طرح نہیں چبھ رہی ہوں۔ مجھے یقین ہے، تم مجھے چبھنے پر مجبور نہیں کروگے۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"تم سے بہت کچھ چاہنا ہے۔ فی الحال یہ بتاؤ سونیا اور فرہاد کہاں ہیں؟"

"تم یقین کرو، میں نہیں جانتا کون کس راستے سے فرار ہوا ہے۔ مجھے صرف جوجو کی فکر تھی۔ میں اسے لے کر جس راستے سے آیا ہوں، اسے تم نے دیکھ ہی لیا ہے۔"

"تمھاری ایک بہن اور تین بھائی کہاں ہیں؟"

"وہ اہم مشینیں لے کر کسی اور راستے سے نکل گئے ہوں گے۔"

"آخر کتنے خفیہ راستے ہیں؟"

"چار ہیں۔ ایک راستہ میری بہن روزینہ کی خواب گاہ تک لے جاتا ہے۔ دوسرا راستہ ابھی تم نے دیکھا ہے۔ یہ میری ذاتی فیکٹری ہے، یہاں کوئی مجھ پر شب خون نہیں کرسکتا ہے۔"

"باقی دو راستے کہاں ہیں؟"

"میں کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ تیسرا راستہ اس غار میں سے نکلتا ہے جہاں ماسٹر کی اور روزینہ کی ملاقات ہوئی تھی۔ چوتھا راستہ ایک آدھ گھنٹے بعد بتاؤں گا۔"

"میں سمجھ گئی، اُس چوتھے راستے سے اہم مشینیں کسی دوسری جگہ منتقل کی جا رہی ہیں۔ یہی بات ہے نا؟"

"تمھارا اندازہ درست ہے۔"

"مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"نہیں، میں سانس روک لوں گا۔ تمھیں اُن مشینوں تک پہنچنے نہیں دوں گا۔"

"کیا میں جوجو کے دماغ سے معلوم نہیں کرسکتی؟"

"میری بہن معصوم اور نادان ہے۔ اس کا ذہن بچکانہ ہے، نہ ہم اسے اہم باتیں بتاتے ہیں، نہ یہ کسی اہم معاملے میں دلچسپی لیتی ہے۔"

میں چند لمحوں تک جوجو کے دماغ کو اس کی نادانستگی میں ٹٹولتی رہی۔ واقعی وہ اپنی بہن روزینہ اور تینوں بھائیوں کے معاملات کو نہیں سمجھتی تھی۔ میں نے کہا "مسٹر آر مرڈوک! کیا تم چاہتے ہو، میں جوجو کو پریشان کروں؟"

"تم جانتی ہو، ہم بے بی کو کتنا چاہتے۔ تم یہ بھی دیکھتی آرہی ہو کہ ہم فرہاد کو کسی وقت بھی ختم کرسکتے تھے۔ مگر خاص مقاصد کے لیے دوست بنا کر زندہ چھوڑ دیا ہے۔ کیا تم چاہتی ہو، میں اس کا کام تمام کردوں؟"

میں سوچ میں پڑ گئی۔ کم بخت جوابی کارروائی کی دھمکی دے رہا تھا۔ بے شک وشبہ فرہاد برین واشنگ کے بعد ان کے رحم وکرم پر تھا۔ میں نے کہا "پومی! مجھے سونیا نے جلدی آنے کے لیے کہا تھا۔ میں یہاں کے معاملے میں الجھ کر رہ گئی۔ تم انتظار کرو، میں ابھی آتی ہوں۔"

میں نے فرہاد کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ تھرما کوائل اور فلسفی ہیوگو وغیرہ کے ساتھ ایک فورڈ ویگن میں سفر کر رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا "سونیا کہاں ہے؟"

"وہ نالائق ہے۔ میں اُسے چھوڑ کر آگیا ہوں۔"

"کہاں چھوڑا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں باہر نکل گئی۔ دوسرے ہی لمحے سونیا کے پاس تھی۔ پہلے چپ چاپ معلوم کرنے لگی۔ آخر وہ دونوں کیسے بچھڑ گئے؟ پتا چلا وہ فرہاد کو تھرما کوائل اور فلسفی ہیوگو وغیرہ کے ساتھ اس کمرے میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں گئی تھی۔ دوسرے کمرے میں کوئی نہیں تھا مگر وہاں رہائشی سامان کی موجودگی سے دوسروں کی موجودگی کا پتا چلتا تھا۔ فی الحال اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ وہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جاتی رہی، وہاں کھڑکیوں اور دروازوں کے پٹ آہنی تھے۔ تمام کھڑکیاں باہر سے بند تھیں۔ اس مکان کا مکمل وقوع معلوم کرنے کے لیے کھڑکیوں کو توڑنا ضروری تھا۔ اسے پتا چلا وہ گھوم پھر کر انہی دو چار کمروں میں آرہی ہے۔ باہر نکلنے کے جتنے دروازے تھے، وہ مقفل تھے۔ یعنی وہ کسی مکان میں فرہاد وغیرہ کے ساتھ قید ہوگئی تھی۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی فرہاد کی طرف جانے لگی تاکہ ان مقفل دروازوں پر فائرنگ کرکے وہاں سے نکل سکے۔ جب وہ کمرے میں پہنچی تو وہ خالی تھا۔ فرہاد اور اس کی ساتھی روحیں نہیں تھیں۔ اسی وقت باہر سے کسی گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ دوڑتی ہوئی ایک مقفل دروازے کے

سامنے آئی۔ اس کے لاک پوائنٹ پر فائرنگ کی، پھر ہینڈل کو پکڑ کر دبایا تو دروازہ کھل گیا مگر راستہ نہیں تھا۔

ایک بڑی سی الماری دروازے سے لگا کر رکھ دی گئی تھی۔ اس نے فوراً ہی اسٹین گن کو ایک طرف رکھا، پھر دونوں ہاتھوں سے الماری کو ہٹانے کی کوشش کرنے لگی، وہ بہت وزنی تھی۔ پتا نہیں اس کے اندر کیا سامان بھرا ہوا تھا، زیادہ زور لگانے پر وہ ہل جاتی تھی مگر سرک نہیں تھی۔

وہ اسٹین گن اٹھا کر ایک کھڑکی کے پٹ پر فائر کرنے لگی، پٹ کھل گیا۔ اس کے ساتھ ہی ہلکا ہلکا دھواں اندر آنے لگا۔ کھڑکی کے ساتھ ایک ایئر کنڈیشنر کی طرح کوئی شین لگی ہوئی تھی، اس میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی اس کمرے سے نکل گئی، اس نے دوسرے دروازے کو بند کر دیا تاکہ وہ نقصان پہنچانے والا دھواں دوسرے کمرے میں نہ آئے۔

وہ ادھر سے اُدھر بھاگتی جا رہی تھی، ایک اور مقفل دروازے پر پہنچ کر فائرنگ کی، وہ بھی کھل گیا مگر کھلتے ہی درخت کی کئی شاخیں اندر آ گئیں۔ انھوں نے راستہ روکنے کے لیے ایک درخت کو کاٹ کر دروازے کے سامنے گرا دیا تھا مگر راستہ پوری طرح نہ رک سکا تھا، درخت کا تنا آدھے دروازے کو گھیرے ہوئے تھا، وہ پتوں اور شاخوں کو ہٹاتے ہوئے باہر نکل گئی۔ تازہ ہوا میں پہنچتے ہی یوں محسوس ہوا جیسے مدتوں بعد کھلے آسمان کے نیچے آئی ہو، وہ مکان ایک پہاڑی کے دامن میں تھا، گویا وہی پہاڑی سلسلہ تھا جو لیڈی روزینہ کے فارم سے ملتا تھا۔

وہ مکان کے سامنے والے حصے میں تھی، دور تک ایک کچی سڑک جاتی ہوئی دکھائی دی، بستیوں کے نشانات صاف طور پر دیکھے جا سکتے تھے، وہاں سے کئی گاڑیاں گئی تھیں، میں نے کہا۔

"ان پانچ بھائی بہنوں میں بڑے بھائی کا نام آرمر وڈ ہے، اس نے بتایا ہے کہ پاتال دنیا سے چار راستے باہر نکلتے ہیں۔"

سونیا سنتی جا رہی تھی اور مکان کے اطراف ایک چکر بھی لگا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "ایک راستہ لیڈی روزینہ کی خواب گاہ تک لے جاتا ہے، دوسرے راستے پر پوپی کھڑی تھی، وہاں سے آرمر اپنی بہن جوجو کے ساتھ نمودار ہوا تھا، تیسرا راستہ اس غار سے نکلتا ہے، جہاں ماسٹر کی اور روزینہ کی ملاقات ہوئی تھی اور چوتھا راستہ یہ ہے، جہاں تم ہو، وہ لوگ یہیں سے وہ اہم شخصیں نکال کر لے گئے ہیں۔"

سونیا نے کہا۔ "وہ لے جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ میں ان کا تعاقب نہیں کر سکتی۔ یہاں نہ کوئی آدم زاد ہے، نہ سفر کا وسیلہ۔ ریڈ پاور کے باس سے بولو، میرے لیے گاڑی بھیج دے مگر پہلے فرہاد کی خیریت معلوم کرو۔"

میں پھر فرہاد کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ "میرے دوست! کیا تم ہو؟"

"ہاں! میں دوست ہوں۔"

اُس نے ناگواری کا اظہار کیا۔ پھر سانس روک لی، میں فلسفی ہیوگو کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی کھوپڑی میں فلسفہ بھر رہا تھا۔ سامنے والی سیٹ پر تھرما کوائل کی خوبصورت اسٹینڈ بیٹھی ہوئی تھی، گاڑی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ اسٹینڈ کا ہاتھ ہولے ہولے ہل رہا تھا جیسے اپنی طرف بلا رہا ہو۔ وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے فلسفیانہ انداز میں سوچنے لگا، کیا ایک ادا دوسری روح کو گلے لگا سکتی ہے؟

اس کا فلسفہ یہ تھا کہ ایک دریا دوسرے دریا سے مل سکتا ہے۔ یعنی پانی پانی سے اور ہوا ہوا سے مل سکتی ہے مگر ذہنی پانی کو گلے لگانا چاہے تو وہ اسے بھگو کر زمین پر پہنچ جائے گا، ہوا کو بانہوں میں لینا چاہے تو وہ بانہوں میں نہیں سمائے گی، بدن کو چھو کر گزر جائے گی۔ ہیوگو نے پاتال دنیا میں کسی عورت کو چھو کر نہیں دیکھا تھا، کیوں کہ وہاں روحیں ٹھنڈی تھیں، زندہ انسانوں کی دنیا میں پہنچتے ہی وہ گرم ہو رہا تھا۔ اس لیے تمام فلسفیانہ سوچ ایک عورت کے گرد منڈلا رہی تھیں۔

میں اس کے ذریعے ونڈ اسکرین کے پار اور پیچھے گزرنے والے راستے کو دیکھتی جا رہی تھی۔ آگے پیچھے دوسری گاڑیاں بھی تھیں۔ اہم شخصیوں کو لے جانے والی گاڑیاں شاید کسی دوسرے راستے پر چل گئی تھیں۔ میں نے ریڈ پاور کے باس کو سونیا کے لیے ایک ہیلی کاپٹر بھیجنے کے لیے کہا، وہ بولا۔ "ہمارا ہیلی کاپٹر ہوا کی حکومت نے ضبط کر لیا ہے جو پوپی کی مدد کے لیے مسٹر نو کے قلعے میں گیا تھا۔ دوسرا ہیلی کاپٹر بھی پوپی لے گئی ہے، میں کسی تیسرے کا بندوبست کرتا ہوں۔ آپ بھی کوشش کریں شاید کوئی کاپٹر مل جائے۔"

وہ ہیلی کاپٹر اُس فیکٹری کے احاطے میں اب تک موجود تھا۔ لیوچن اور آنند اُس میں سوار ہونے جا رہے تھے۔ میں نے آنند سے پوچھا۔ "پوپی کہاں ہے؟"

اس نے کہا۔ "وہ فرہاد صاحب! آپ نے دیر کر دی، وہ اسے لے گیا ہے۔"

یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی۔ وہ لیوچن اور آنند کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی۔ جب کہ اس کا دل فرہاد تک پہنچنے کے لیے بے چین تھا۔ اصل قصہ یہ ہے کہ میں فرہاد کی ٹیم میں اکیلی خیال خوانی کرنے والی رہ گئی ہوں، معاملات بڑے پیچیدہ ہیں، تمام ساتھی

مختلف سمتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک کے پاس جاتی ہوں تو دوسرے کے پاس سے غیر حاضر رہتی ہوں، جہاں حاضر نہیں رہتی وہاں کام بگڑ جاتا ہے۔

جب میں سونیا کے پاس گئی تو فرہاد اس سے بچھڑ چکا تھا۔ ادھر پوپی تنہا رہ گئی تھی۔ آرمر خواہ کتنا ہی جی دار ہو اس کے جیسے درجنوں بھی پوپی کو زیر نہیں کر سکتے تھے مگر اس کم بخت نے فرہاد کے ذریعے اپنا کام نکالا تھا۔

پوپی نے میرے جاتے ہی دوسرے کمرے کا دروازہ کھلوا کر لیوچن اور آنند کو باہر آنے کے لیے کہا۔ لیوچن کو دیکھتے ہی جوجو اور آرمر حیران رہ گئے۔ کیوں کہ پوپی بھی اس کی ہم شکل تھی۔ جوجو نے خوشی سے تالی بجاتے ہوئے کہا۔ "برادر! یہ دونوں جڑواں بہنیں ہیں۔ میں یہ جوڑا اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"

پوپی نے کہا۔ "آنند! لیوچن کو یہاں سے لے جاؤ، میں کاپٹر میں میرا انتظار کرو۔"

آنند نے کہا۔ "پوپی! ہم تمھیں تنہا چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔"

آرمر نے چونک کر دیکھا، پھر حیرت اور مسرت سے بولا۔ "پوپی؟ یعنی کہ تم جڑواں بہنیں نہیں ہو؟ تم پوپی ہو؟ وہ پوپی جس کے وڈیو کیسٹ تمام خطرناک تنظیموں کے ریکارڈ روم میں پہنچ گئے ہیں؟"

"ہاں! میں وہی ہوں مگر تمھیں خوشی کیوں ہو رہی ہے؟"

"خوشی کیوں نہیں ہوگی، میرے منصوبوں کی تکمیل ہو رہی ہے۔ میں فرہاد کے ساتھ اس کی تمام ساتھیوں کو زندہ بطور مُردہ بنا کر رکھنا چاہتا ہوں، میں تم میں سے کبھی کسی کو جان سے نہیں مارُوں گا، تم سب زندہ رہ کر میرے لیے کام کرو گے مگر دنیا والوں کے لیے مردہ رہو گے۔"

وہ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "میرے سامنے ہوائی محل بنانے والا سونیا کو زندہ بطور مُردہ نہ بنا سکا۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "میری فہرست میں سونیا نہیں ہے۔ ہم بھائی بہنوں نے قسم کھائی تھی کہ پہلی فرصت میں اسے گولی مار دیں گے مگر جب ہماری مشینوں نے توقع سے زیادہ کارکردگی دکھائی تو ہم نے سوچا جوجو کی ضد پوری کی جائے۔ ہماری بہن معصوم اور نادان ہے، وہ سونیا کی طرح مکار نہیں جائے۔ اس ایک نامناسب فیصلے کے باعث سونیا کو بچ نکلنے کا موقع مل گیا۔"

"کتنی عجیب بات ہے، لوگ فرہاد کی ٹیلی پیتھی سے نہیں، سونیا کی مکاری سے خوفزدہ رہتے ہیں۔"

"اس مکار عورت کی عمر بہت کم رہ گئی ہے۔"

"میرا مشورہ ہے، تم جوجو کی عمر کا حساب رکھو، سونیا تمھاری کمزوری کو سمجھ گئی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "میں بھی سمجھ گیا ہوں، سونیا کی کمزوری فرہاد ہے، بابا صاحب کے ادارے میں تمھیں سونیا اور مرجانہ کا مرکب بنانے کی بڑی کامیاب کوششیں کی گئی ہیں، لہٰذا تم بھی سونیا اور بابا صاحب کے ادارے کی ایک کمزوری بن گئی ہو۔ ان میں سے کوئی تمھارا نقصان نہیں چاہے گا۔ کیا خیال ہے، میرے ساتھ چلو گی؟"

"حوصلہ ہے تو ہاتھ لگا کر دیکھ لو۔"

"ہاتھ لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ اتنی دیر کی گفتگو سے سمجھ گیا ہوں، شیبا یہاں موجود نہیں ہے۔"

وہ چُپ ہو کر مسکرانے لگا مگر اس کا قہقہہ پوپی کو اپنے دماغ میں سنائی دے رہا تھا۔ اس نے یکبارگی چھلانگ لگائی، فضا میں تیرتی ہوئی آئی پھر ایک لات اس کے سینے پر ماری۔ وہ کراہتے ہوئے پیچھے جا کر کرسی سے ٹکرایا پھر اُسے لیے ہوئے فرش نشین ہو گیا۔ وہ چاہتی تھی، پھرتی سے حملے کرتے ہوئے اس قدر زخمی اور کمزور کر دے کہ وہ خیال خوانی کے قابل نہ رہے، اسے دماغی جھٹکے نہ پہنچا سکے۔

واقعی وہ ایسے موقعوں پر سونیا کی طرح حاضر دماغی اور چالاکی کا ثبوت دیتی تھی۔ دوسری طرف آرمر میں ٹیلی پیتھی کی مکمل صلاحیتیں پیدا تو ہو گئی تھیں مگر ان صلاحیتوں کو حاضر دماغی سے کام میں لانے کا تجربہ رفتہ رفتہ ہونے والا تھا۔ وہ زبردست لات کھا کر بوکھلا گیا تھا۔ سنبھلنے سے پہلے پوپی نے ایسے ایسے ہاتھ دکھائے تھے کہ وہ چشم تصور میں اُس کا وڈیو کیسٹ دیکھنے دیکھتے ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ اب اس کے فرشتے بھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہیں کر سکتے تھے۔

مگر اچانک ہی پوپی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس کے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر آرمر کی طرف دیکھا، وہ نڈھال پڑا ہوا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اس میں دماغی جھٹکا پہنچانے کا حوصلہ نہیں تھا۔ پھر کس نے ایسا کیا تھا؟

وہ پھر چیخ مار کر پیچھے گئی۔ دیوار سے ٹکرا گئی۔ وہاں سے چکراتے ہوئے اکھڑے صوفے پر گر پڑی۔ اس کا سارا وجود لرز رہا تھا۔ کون دشمن ایسا کر رہا تھا؟ دشمن کی آواز آئی۔ "تم نے میرے پیارے دوست کو زخمی کیا ہے۔ میں تمھیں سزا دیتا

رہوں گا۔"

وہ کراہتے ہوئے بولی: "فرہاد خدا کے لیے میرا ایک مشورہ مان لو۔ جب تک دوست اور دشمن میں تمیز نہ کر سکو ہمارے درمیان مداخلت نہ کرو۔ ہم میں سے کسی کے کام نہ آؤ غیر جانبدار رہ کر جھوٹ اور سچ، دشمن اور دوست کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہو۔"

بعض باتیں دشمن پر اثر کر جاتی ہیں، دوست پر نہیں کرتیں۔ اس نے پھر ذہنی اذیت پہنچائی۔ پوپی صوفے پر تڑپنے لگی۔ دانت کچکچاتے ہوئے بولی: "ارے ظالم! کتنی سزا دے گا؟ بس کر خدا کے لیے بس کر۔"

"اگر تم سلامتی چاہتی ہو تو میرے دوست کے ساتھ چلی آؤ۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

پوپی شدید تکلیف کے باوجود چونک گئی۔ کراہتے ہوئے بے یقینی سے بولی: "تم میرا انتظار کر رہے ہو؟ مجھے اپنے پاس بلا رہے ہو؟"

"ہاں! میں نے وعدہ کیا تھا، تم سے ضرور ملوں گا۔ یہ وعدہ زندگی میں پورا نہ ہو سکا۔ مرنے کے بعد پورا کر رہا ہوں۔ آ جاؤ۔"

وہ آہستہ آہستہ صوفے پر سے اٹھ گئی۔ اس نے ظالم بن کر جو اذیتیں پہنچائی تھیں، انھیں بھول گئی۔ بس اس سنگدل سے ملنا یاد رہ گیا۔ اس نے کہا: "مسٹر آرمر! مجھے افسوس ہے آئندہ تم پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گی۔ مجھے فرہاد کے پاس لے چلو۔"

آرمر نے فرہاد کا شکریہ ادا کیا۔ پھر لیوچن اور آنند سے کہا: "ہم جا رہے ہیں۔ تم دونوں پندرہ منٹ بعد یہاں سے جانا۔"

پوپی نے ان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "میری فکر نہ کرو۔ تم جوان مرد ہو۔ لیوچن کو تحفظ دو۔ اس بیلی کا پٹرس سے جہاں لے جانا چاہو لے جاؤ۔ اسے کبھی بے سہارا نہ چھوڑنا۔"

وہ جوجو اور آرمر کے ساتھ چلی گئی۔ کہاں گئی؟ کس گاڑی میں گئی، یہ آنند نہ دیکھ سکا۔ وہ پندرہ منٹ کے بعد لیوچن کے ساتھ باہر آ کر بیلی کاپٹر میں سوار ہو رہا تھا۔ تب میں وہاں پہنچی اور یہ تمام حالات معلوم کیے۔ میں نے آنند سے کہا: "تم سفر شروع کرو۔ میں بعد میں آؤں گی۔"

میں نے پوپی کے پاس آ کر پوچھا: "یہ کیا حماقت ہے؟ تم کہاں پھنسنے جا رہی ہو؟"

"پھنسنے نہیں، فرہاد سے ملنے جا رہی ہوں۔"

"تم دشمن کے ساتھ جا رہی ہو۔"

"دوست کے پیار میں پھنسنے کے بعد دشمن کا جال نظر نہیں آتا۔"

"کیا دیوانی ہو گئی ہو؟"

"دیوانی اتنا جانتی ہے۔ جب بھی بلائے یار آر ہو جاؤ یا پار۔"

میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا: "اس پر عشق کا بھوت سوار ہے۔"

"کس پر؟"

"وہ پوپی دشمن کے ساتھ فرہاد سے ملنے جا رہی ہے۔"

"جوان لڑکی ہے، عشق تو کرے گی ہی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ کیا تمھیں اس بات پر اعتراض ہے کہ وہ فرہاد سے کیوں محبت کر رہی ہے؟"

میں ذرا گڑبڑا گئی جیسے اندر چھپی ہوئی بات باہر آ گئی ہو۔ مجھے سونیا سے گفتگو کرتے وقت محتاط رہنا چاہیے۔ بعض اوقات وہ چالاک عورت اپنی باتوں سے چت کر دیتی ہے۔ میں نے ذرا سنبھل کر کہا: "بھلا مجھے کیوں اعتراض ہو گا۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولی: "شیبا! ہم سب بیمار ہیں اور ڈاکٹر مقدر بیگ نے اس ایک انار کو ہم سب کے نسخے میں لکھ دیا ہے۔ صبر کرو۔"

ماں نیلما داسی اور بھگوان ہیرا سوامی کا قصہ ادھورا رہ گیا تھا۔ مجھے کسی اور طرف توجہ دینے کی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ ان لمحات میں بھی سونیا، فرہاد اور پوپی آزمائشوں سے گزر رہے ہیں۔ میں ان کی خبر لیتی رہوں گی۔ اگر میری ضرورت پڑی تو میں یہ داستان پھر ادھوری چھوڑ کر ادھر چلی جاؤں گی۔

ماں نیلما داسی اور ہیرا سوامی کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ کچھ آدمیوں نے پوپی، لیوچن اور آنند کو ایک ہوٹل میں گھیر لیا اور پوپی کو جبراً ساتھ لے جانے کی کوشش کی تھی لیکن پوپی نے ان کی کوششوں کو ناکام بنا دیا تھا۔

ہیرا سوامی نے کہا: "میں بھگوان کی قسم کھا کر کہتا ہوں، وہ میرے آدمی نہیں تھے۔"

ماں نیلما داسی نے کہا: "دنیا والوں کے سامنے بھگوان بنتے ہو اور بند کمرے میں حقیقی بھگوان کی قسم کھاتے ہو۔ میں ایک دو غلے کی بات پر بھروسا نہیں کر سکتی۔"

"منہ سنبھال کے بات کرو۔ اپنے شوہر کو دو غلا کہہ رہی ہو۔"

"کیا دنیا والوں کے سامنے شوہر ہونے کا اعتراف کرو گے؟"

"بکواس نہ کرو۔ میں یہاں کب تک بندھا رہوں گا۔"

"جب تک میرا بیٹا صحیح سلامت واپس نہیں آئے گا۔"

"آخر وہ کب آئے گا؟ کہاں مر گیا ہے وہ؟"

نیلما نے چیخ کر کہا: "وہ نہیں مر سکتا۔ آپ اس کی زندگی کی دعا مانگتے رہیں۔ ورنہ ریموٹ کنٹرول کا بٹن دب جائے گا۔"

ہیرا سوامی نے دہشت زدہ ہو کر نیلما کے سامنے رکھے ہوئے ریموٹ بلاسٹر کو دیکھا، پھر سر جھکا کر اپنی جیب کو دیکھتے ہی آنکھیں بند کر لیں۔ منہ پھیر لیا۔ الساگ رہا تھا جیسے ابھی جیب میں رکھا ہوا تھا سائم پھٹ پڑے گا۔

وہ بڑی عاجزی سے بڑبڑانے لگا: "فرہاد! میں مانتا ہوں، تم نے ان آدمیوں کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کر لی ہو گی۔ بے شک وہ میرے آدمی تھے مگر تم نے یہ بھی معلوم کیا ہو گا، وہ اپنی مرضی سے پوپی کو گرفتار کرنے گئے تھے۔ میں نے حکم نہیں دیا تھا۔ وہ نمک حلال ہیں، اپنے مالک کو بچانے کے لیے اپنی مرضی سے اقدامات کرتے رہتے ہیں۔ میں بھلا کیا کر سکتا ہوں؟"

وہ چپ ہوا۔ میرے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ وہ مجھے فرہاد سمجھ رہا تھا۔ یوں بھی میں اس وقت دونوں میاں بیوی کے درمیان موجود نہیں تھی۔ میں ان کے یہ حالات بعد میں معلوم کرنے کے بعد بیان کر رہی ہوں۔ بہر حال اس نے پھر مخاطب کیا: "فرہاد! تم نیلما کو یقین دلاؤ۔ وہ میرے آدمی تھے مگر حکم میرا نہیں تھا۔"

میری طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ بار بار مخاطب کر رہا تھا۔ پھر اسے یقین ہو گیا کہ میں موجود نہیں ہوں۔ اس نے گہری سوچتی ہوئی نظروں سے نیلما کو دیکھا۔ پھر کہا: "میں کئی بار فرہاد کو مخاطب کر چکا ہوں۔ یہ اس کا فرض ہے کہ وہ آنند کی خیریت سے ہمیں آگاہ کرتا رہے۔"

نیلما نے تائید کی: "ہاں، میں بھی کئی بار مخاطب کر چکی ہوں۔ جانے وہ کہاں ہے؟ شاید میرے آنند کی نگرانی کر رہا ہو۔"

"یہ تمھاری خوش فہمی ہے۔ دوسروں پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ مجھے ٹرانسمیٹر لا کر دو۔ میں اپنے آدمیوں کو حکم دیتا ہوں، وہ صرف آنند کی خیریت معلوم نہیں کریں گے۔ اسے ایک گھنٹے کے اندر یہاں پہنچا بھی دیں گے۔"

"میں ٹرانسمیٹر نہیں دوں گی۔ تم پوپی کے خلاف کوئی حکم دو گے تو میرے بچے کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"میں ایسا کروں تو بٹن دبا دینا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ ماں کا دل کہہ رہا تھا، کسی طرح بھی بیٹے کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔ وہ بولا: "تم فریاد نہیں ہو، کہ سوچتے سوچتے میٹے کے پاس پہنچ جاؤ۔ وقت ضائع نہ کرو۔"

اس نے ریموٹ بلاسٹر کو چٹائی کے پاس سے اٹھا لیا۔ پھر کمرے سے جاتے ہوئے بولی: "میں دروازہ بند کر کے جا رہی ہوں۔ ٹرانسمیٹر لانے تک کسی نے یہاں آ کر کھولنا چاہا تو بٹن دب جائے گا۔"

وہ کمرے سے باہر گئی۔ پھر دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ ہیرا سوامی زیر لب اُسے گالیاں دینے لگا۔ اس کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھے ہوئے ہتھکڑی سے بندھے ہوئے کھڑکی کی آہنی جالی سے منسلک تھے۔ پاؤں آزاد تھے مگر وہ آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ زبان پر پابندی نہیں تھی مگر وہ اپنے آدمیوں کو آواز دے کر بلا نہیں سکتا تھا۔ کیوں کہ بلاسٹر نیلما کے ہاتھ میں تھا۔ آواز دیتے ہی وہ دھماکا کر دیتی۔

کمرے کا دروازہ کھل گیا۔ وہ ایک ٹرانسمیٹر لے آئی۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ریموٹ بلاسٹر تھا۔ اس نے ذرا فاصلے سے بائیں ہاتھ کا ٹرانسمیٹر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "یہ لو۔"

وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ نیلما نے اسے دیکھا، پھر اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ اس کے دونوں ہاتھ اوپر کی طرف بندھے ہوئے تھے۔ پھر وہ ٹرانسمیٹر کو کیسے تھام سکتا تھا۔ اس نے کہا: "اگر یہ ٹرانسمیٹر میرے ہاتھوں میں تمھارے تب بھی میں کسی سے بات کرنے کے لیے نہ تو فریکوئنسی ملا سکوں گا۔ نہ بات کر سکوں گا۔ چھوٹے ٹرانسمیٹر کو منہ کے قریب رکھ کر بات کرنا ہوتی ہے۔"

"پھر میں کیا کروں؟"

"میرے پاس آؤ۔ میری بتائی ہوئی فریکوئنسی سیٹ کرو۔ پھر میرے منہ کے قریب اسے رکھو۔ میں ابھی آنند کو یہاں بلوا لوں گا۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی: "نن... نہیں۔ میں قریب آؤں گی تو یہ بلاسٹر چھین لو گے۔"

"تم پاگل ہو۔ میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور کون سے ہاتھ ہیں کہ چھین لوں گا۔ تمھیں بھروسا نہیں ہے تو بلاسٹر کو چٹائی کے پاس رکھ کر آؤ۔ اگر میں ٹرانسمیٹر پر آنند کے خلاف کوئی بات کروں تو بلاسٹر کے پاس چلی جانا۔"

یہی طریقہ مناسب لگا۔ اس نے چٹائی کے پاس اسے ایسی جگہ رکھا کہ خطرہ محسوس ہو تو ایک قدم بڑھاتے ہی وہاں پہنچ کر بٹن دبانے کی دھمکی دے سکے۔ وہ ایک وفاشعار بیوی تھی۔ اب بھی اسے مار ڈالنے کے لیے نہیں، صرف دھمکی دینے کے متعلق سوچ رہی تھی۔

وہ ٹرانسمیٹر لے کر قریب آئی۔ ہیرا سوامی اسے بتانے لگا کہ کس طرح مخصوص فریکوئنسی سیٹ کرنا چاہیے۔ وہ اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ ذرا سی دیر میں چوں چوں، کی دھیمی آواز سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ اس نے کہا "دیکھو ذرا سنو کتنی دھیمی آواز ہے۔ اسے منہ کے قریب لاؤ، ورنہ دوسری طرف آواز نہیں جائے گی۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے ذرا قریب آئی۔ ہیرا سوامی نے شوہرانہ ناراضگی سے کہا "جاؤ میں بات نہیں کرتا گا، تم خود ہی بیٹھے کو بلا سکتی ہو تو بلا لو۔ کیا مجھ سے آکر لگو گی تو گنہگار بن جاؤ گی؟"

اس نے اور قریب آکر ٹرانسمیٹر کو منہ سے لگا لیا۔ وہ بولنے لگا "ہیلو سیلو۔ میں بی ایچ ایس بول رہا ہوں۔ ہیلو کوڈو ڈز ڈز میرا پیغام سنو اور فوراً عمل کرو۔"

نیلما نے کہا "خبردار! کوڈو ڈز ڈز میں نہیں۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کیا بول رہے ہیں۔"

"بھئی میں کسی سے یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ تم نے مجھے باندھ رکھا ہے اور میری جان خطرے میں ہے۔ میں یہ بھی نہیں کہہ رہا ہوں کہ تھانے کے کمرے میں ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ اچانک اُچھلا۔ پھر دونوں ٹانگیں پھیلا کر نیلما کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ چیخ کر بولا "فوراً آکر مجھے بچاؤ۔"

اس کے ہاتھ سے ٹرانسمیٹر چھوٹ گیا تھا۔ وہ دونوں ٹانگوں کے حلقے سے نکلنے کی جدوجہد کر رہی تھی۔ اس نے بلاسٹر کو صرف ایک قدم کے فاصلے پر رکھا تھا۔ وہ پلک جھپکتے ہی وہاں پہنچ سکتی تھی مگر گرفت سے نکل نہیں پا رہی تھی۔ اس نے بڑی مضبوطی سے ٹانگوں کا پیچ ڈال رکھا تھا۔

"چھوڑ دو مجھے۔ جانے دو مجھے، تم میری اولاد کے دشمن ہو۔ فرہاد کو معلوم ہو گا کہ تم اس بم سے نجات پا گئے ہو تو وہ میرے آنند کو مار ڈالے گا۔"

وہ رونے لگی۔ گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہنے لگی "میں اپنے سہاگ کی قسم کھاتی ہوں، وہ بلاسٹر حاصل کر کے تمہارے ساتھ جان دوں گی۔ ہم اپنی اولاد پر قربان ہو جائیں گے۔"

وہ رو رہی تھی، گڑگڑا رہی تھی۔ اس کی گرفت میں مچل رہی تھی اور ہیرا سوامی چھت پر سے اُتر کر آنے والوں کا انتظار کر رہا تھا۔ ابھی ان کے آنے میں دیر تھی۔ اس سے پہلے ہی اچانک بازی پلٹنے لگی۔ ایک چوہا دوڑتا ہوا جانے کہاں سے آگیا تھا۔ وہ نیچے کمرے میں اکڑ ٹھہر گیا۔ اس کے اور ریموٹ بلاسٹر کے درمیان صرف دو گز کا فاصلہ تھا۔

ہیرا سوامی کے دیدے وحشت سے پھیل گئے۔ اُس نے "ہش ہش" کہہ کر اسے بھگانا چاہا۔ شاید وہ بھاگ جاتا۔ لیکن صرف انسان ہی دہشت زدہ نہیں ہوتا، جانور بھی ہوتے ہیں۔ چوہا خونخوار تھا۔ اس نے گھوم کر دروازے کی جانب دیکھا، آواز آئی "میاؤں میاؤں۔"

یک نہ شد دو شد۔ بلی نے دروازے سے ہی چھلانگ لگائی۔ ادھر چوہے نے دوڑ لگائی۔ وہ کیا جانے چوہے والی کیا ہوتا ہے اور بلاسٹر کیا بلا ہے۔ ہیرا سوامی نے ایک چیخ ماری "نہیں! ایسے وہاں سے نہیں۔۔"

مگر چوہا اپنی جان بچانے کے لیے دوڑتا ہوا بلاسٹر کے اوپر سے گزرتا چلا گیا۔ ہیرا سوامی نے آنکھیں بند کر لی تھیں "ہے بھگوان! معاف کر دے اگر بچ گیا تو کبھی بھگوان نہیں بنوں گا۔ سادھو بن جاؤں گا۔ سنیاس لے لوں گا۔"

نیلما نے کہا "ایسے ہی پچھتا رہے ہو تو مجھے چھوڑ دو۔ تم نیکی کے راستے پر چلنا چاہتے ہو تو میں دھاگا نہیں کروں گی، چھوڑ دو مجھے۔"

اس نے ایک آنکھ کھول کر دیکھا۔ شاید چوہے کا وزن زیادہ نہیں تھا۔ اس لیے بٹن نہیں دبا۔ یا وہ بٹن کے قریب سے گزر گیا ہو گا۔ ہیرا سوامی کو یقین ہوا کہ وہ بچ گیا ہے۔ اس نے کہا "نہیں چھوڑوں گا تو میری دشمن ہے۔ تو مجھے بھگوان بنتے نہیں دیکھنا چاہتی۔ اب میرے آدمی آتے ہی ہوں گے۔ میں بچ جاؤں گا۔"

"میاؤں، میاؤں" بلی نے جیسے وارننگ دی۔ وہ پھر گھبرا گیا، کیوں کہ چوہا پھر بلی کی نظروں میں آگیا تھا۔ وہ بھاگ رہا تھا۔ یہ سمجھ کر رہی تھی۔ حالات کی ستم ظریفی یہ کہ یہ بھاگ دوڑ بلاسٹر کے آس پاس ہو رہی تھی۔ وہ دور جاتے تھے مگر پھر وہیں آجاتے تھے۔ ہیرا سوامی نے رونے کے انداز میں چیختے ہوئے کہا "ارے اس بلی کا ایک پاؤں بھی بٹن پر پڑ گیا تو کیا ہو گا؟ سب کچھ ہو گا، پر یہ بھگوان نہیں ہو گا ہے بھگوان، مجھے معاف کر دے۔ مجھے نہ اٹھا۔ اس بلی چوہے کو اٹھا لے۔ میں چوہا بن جاؤں گا مگر کبھی بھگوان نہیں بنوں گا۔ میں کبھی تیری گدی پر نہیں بیٹھوں گا۔"

نیلما اب جدوجہد نہیں کر رہی تھی۔ اس نے گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "بھگوان نے میری سُن لی۔ بلی ضرور اس پر سے گزرے گی۔ ہم دونوں ساتھ مریں گے۔"

"تم مرو۔ میں نہیں مروں گا۔ کبھی نہیں مروں گا۔ دور ہو جاؤ

ی نظروں سے۔ مگر نہیں۔ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔"

"میں خود نہیں چھوڑوں گی۔"

اُس نے فوراً ہی گرفت ڈھیلی کر دی۔ اسے چھوڑ کر دونوں بروں پر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا "دوڑو اور اُس بلاسٹر کو اُٹھا لو۔"

ادھر بلی نے یکبارگی بلاسٹر کی طرف چھلانگ لگائی۔ چوہا سری طرف تھا۔ چھلانگ چوہے پر تھی۔ اس لیے وہ بلاسٹر کے ب بالشت اوپر سے گزرتی چلی گئی۔ ہیرا سوامی کی آنکھوں کے سامنے ت ناچ رہی تھی۔ اس نے سمجھا بلی بٹن پر پہنچ گئی ہے اس نے ے ہی زندگی کی آخری چیخ ماری۔ پھر بلی کو اور بیوی کو یک ت گالیاں دیتے ہوئے کہنے لگا "اری اُسے اٹھاتی کیوں یں۔ مجھے سے کیوں چپکی ہوئی ہے؟"

"ہم نے مندر میں بھگوان کے سامنے قسم کھائی تھی کہ م جنم ساتھ رہیں گے۔"

"میں وہ قسم توڑتا ہوں۔ تجھے آنند کی قسم۔ بلاسٹر کو ھالے۔"

بیٹے کی قسم سنتے ہی وہ فوراً الگ ہوئی۔ پھر بلاسٹر کو اٹھا یہ اچھا ہی ہوا کہ اسے اٹھا لیا، کیوں کہ دوڑتے ہوئے قدموں آوازیں آرہی تھیں۔ ذرا ہی دیر میں کتنے ہی مسلح افراد دروازے نظر آئے۔ ہیرا سوامی نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا "ذلیل ذا اب آرہے ہو؟ کہاں مر گئے تھے؟"

ایک نے سر جھکا کر کہا "سوامی جی! ہم مجبور تھے آنند لونے زنانہ گیٹ کو لاک کر دیا تھا۔ ماں نیلما داسی کے آدمی تالا توڑنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے، ہم نے ان سے لڑائی کی۔ انھیں مار کے بھگایا تب تالا توڑ کے یہاں سے پہنچے ہیں۔"

نیلما نے کہا "پہنچ تو گئے ہو مگر میرے کمرے میں قدم رکھنا اور تمہارے سوامی جی بھی تم سے یہی کہیں گے۔"

مسلح افراد نے سوالیہ نظروں سے ہیرا سوامی کو دیکھا۔ ں نے نیلا کو رحم طلب نظروں سے دیکھا، پھر تھوک نگلتے ے کہا "میری جیب میں سائنائیڈ ہے۔ اگر تم میں سے یہاں ں قدم رکھے گا تو میں ریموٹ بلاسٹر کے ذریعے مر جاؤں گا۔ اس ت یہ یرغمال زندگی تمہاری ماں نیلما داسی کے ہاتھ میں ہے۔"

ایک نے ہاتھ جوڑ کر پوچھا "ہم کیا کر سکتے ہیں؟ حکم دیجیے۔"

سوامی جی نے کہا "ہمارے تمام ذرائع استعمال کرو، جتنی جلدی ر سکے آنند کو بحفاظت یہاں لے آؤ، جتنی جلدی ہو سکے مجھے ں مصیبت سے نجات دلاؤ۔"

وہ سہم سُن کر جانا چاہتے تھے۔ اس نے کہا "ٹھہرو اس کم بخت بلی کو گولی مار دو۔"

وہ چوہے کو شکار نہیں کر سکی تھی۔ جانے وہ کب نکل گیا تھا۔ آنے والے دروازے پر تھے اس لیے بلی نہیں نکل سکی تھی۔ ایک نے اپنی رائفل سیدھی کرنا چاہی۔ نیلما نے ڈانٹ کر کہا "خبردار! اسے نہ مارنا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

انھوں نے بے بسی سے سوامی جی کو دیکھا۔ وہ غصے سے بولا "مجھے کیا دیکھتے ہو۔ جاؤ یہاں سے۔ ابھی جاؤ اور ابھی آنند کو لاؤ۔"

وہ چلے گئے۔ اس کمرے میں وہ دونوں پھر تنہا رہ گئے۔ نیلما نے کہا "آدمی چاہے جتنی کوشش کر لے، اپنی زندگی سے زیادہ نہیں زندہ رہ سکتا اور چاہے کتنا ہی خطرات سے کھیل لے اپنی موت سے پہلے نہیں مر سکتا۔"

وہ غرا کر بولا "کیا تم مجھے نصیحتیں کر رہی ہو؟"

"آپ نے بھگوان بن کر نصیحتیں کرنے کا ٹھیکا نہیں لے لیا ہے۔ جو کچھ ابھی ہوا، اس پر غور کیجیے۔ آپ نے اپنے بچاؤ کے لیے کیسی چال چلی تھی۔ مجھے پاس بلا کر جکڑ لیا۔ بڑی چالاکی سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو بلایا۔ کیا آپ کے آدمیوں نے بچا لیا؟"

وہ ذرا توقف سے بولی "یہ غور کرنے کا مقام ہے۔ آپ نے کامیاب چال چلی۔ آپ کے آدمی مدد کو آنے والے تھے مگر قدرت نے حقیر سے چوہے اور بے ضرر سی بلی کو بھیج دیا۔ قدرت نے یہ سمجھا دیا کہ آپ بچنا چاہیں گے تو نہیں بچ پائیں گے۔ صرف وہی مالکِ حقیقی ہمیں بچاتا ہے اور وہی ہمارے دن پورے کرتا ہے۔"

اس نے کہا "میں شرمندہ ہوں۔ مجھے عقل آگئی ہے۔ آئندہ میں بھگوان بننے کی حماقت نہیں۔۔۔"

"یو شٹ اپ۔ موت آپ کے سینے سے لگی دھڑک رہی ہے۔ اس کے باوجود آپ چند منٹوں کے اندر کئی بار انسان بن کر پچھتائے، پھر کئی بار شیطان بن گئے۔ میں آپ پر کبھی بھروسا نہیں کروں گی۔ مگر ہاں آپ کو اس موت سے نجات دلاتی ہوں جو انسانی ہاتھوں سے آرہی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "یعنی تم میرے ہاتھ کھول دو گی؟"

"ہاں، ابھی میں نے آپ کو جو نصیحت کی ہے اس پر مجھے بھی عمل کرنا چاہیے۔ مجھے بھی بھروسا کرنا چاہیے کہ وہ مالکِ حقیقی چاہے گا تو میرے بیٹے کو دنیا سے اٹھا لے گا، وہ چاہے گا

تو میرے بیٹے کو لمبی عمر دے گا پھر میں تمہیں موت کی دھمکی کیوں دے رہی ہوں؟ اس کا مطلب ہے، میرا ایمان کمزور ہے۔ مجھے آپ کے نہیں اپنے ایمان کو دیکھنا چاہیے۔ آپ خالقِ حقیقی پر بھروسا کریں یا نہ کریں۔ مجھے کرنا چاہیے۔"

وہ آگے بڑھی اس کے قریب آئی۔ اس کی جیب میں ہاتھ ڈال کر اس ننھے سے بم کو نکالا۔ پھر پیچھے ہٹ گئی۔ وہ مارے خوشی کے گانے لگا۔ "ہا نیلما۔ ہا ہا تم دیوی ہو۔ او ہو میں خوشی سے مر جاؤں گا۔ بس ایک بات اور مان لو۔ اس منحوس ریموٹ بلاسٹر کو اپنے سے دور رکھو اور میرے ہاتھ کھول دو۔ میری بات مان لو۔ میرے دل کی رانی، میری نیلما، میری ماں۔ میرے ہاتھ کھول دو۔"

اس نے بلاسٹر کو پٹائی پر رکھ دیا۔ اس کی طرف آنے لگی۔ وہ چیخ مار کر بولا۔ "نہیں۔ وہ حرام زادی بلی آجائے گی۔ اسے وہاں نہ رکھو۔ میرے ہاتھوں میں دے دو۔ ارے کیوں میرا دل دہلاتی ہو۔ اس بم کو بھی پٹائی پر رکھ دو۔ وہ زیادہ دور تو نہیں ہے ہم دونوں مر جائیں گے۔"

وہ بے حد سنجیدہ تھی۔ اس کے دل میں ماتا اور چہرے پر ایمان کا نور تھا۔ اس نے پاس آکر ہتھکڑی کھول دی۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے ابھی پیدا ہوا ہو۔ ابھی زندگی ملی ہو۔ اس نے آزاد ہاتھوں کو اٹھا کر ایک بڑک ماری۔ نیلما کو ایک طرف دھکا دیتا ہوا پٹائی کے پاس آیا۔ پھر ایک ہاتھ سے ریموٹ بلاسٹر اور دوسرے سے گولی نما بم کو اٹھا کر فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگایا۔ وہاں سے پاگلوں کی طرح ہنستا ہوا دوڑتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ "میں زندہ ہوں۔ میں مر نہیں سکتا۔ میں کبھی نہیں مر سکتا۔ کیوں کہ بھگوان کبھی نہیں مرتا۔"

وہ خوشی سے چلاتا ہوا، دوڑتا ہوا اس عمارت کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ایک بالکونی میں آیا۔ باہر باغیچے میں اس کے چند افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "سوامی جی! ہم تمام ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔ آنند بابو کی جلد ہی خبر ملے گی۔"

اس نے کہا۔ "تم لوگوں نے تمام ذرائع استعمال کیے۔ صرف بھگوان کا ذریعہ رہ گیا ہے۔ رنک حرامو! اسے استعمال کرنے کے لیے بھگوان کے پاس جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے بالکونی کی بلندی سے اس ننھے بم کو اپنے وفاداروں کی طرف پھینکا۔ پھر اس کے ساتھ ہی ریموٹ بلاسٹر کے بٹن کو دبا دیا۔ وہ بم چھوٹا سا تھا مگر دھماکا زبردست ہوا۔ کتنے ہی مسلح افراد کی چیخیں دور تک گونج گئیں۔ وہ بالکونی سے منہ پھیر کر واپس آنے لگا۔ مالک یہ نہیں دیکھتا کتنے کتے جو مر گئے سو مر گئے۔ جو زندہ بچے، وہ وفادار رہیں گے کہتے ہیں۔

اس کے سر سے موت ٹل گئی تھی۔ وہ جھوم جھوم کر میں چلتا ہوا نیلما کے کمرے میں آیا۔ کمرہ خالی تھا۔ وہ دوسرے کمرے میں پہنچا۔ نیلما ٹیلیفون کا ریسیور اٹھائے نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ وہ آہٹ سن کر پلٹ گئی۔ پھر بولی۔ "آنند میں بھون میں ہے۔ میں فون کر کے معلوم کرتی ہوں۔"

ہیرا سوامی نے ریسیور کو چھینا۔ پھر وہی ریسیور اس کے برساتے ہوئے کہا۔ "ذلیل عورت! اپنے بیٹے کی خاطر مجھے سولی پر لٹکائے رکھا۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ تڑ تڑ ہاتھ جھاڑنے لگا۔ بے چاری مار کھاتی۔ اس نے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔ "کیا فریاد تیرا سگا تھا۔ کیا اس کے جانے کے بعد میری جیب وہ بم نہیں نکال سکتی تھی؟ کیا اب وہ تجھے بچانے آئے گا؟ مجھے صرف بھگوان پر بھروسا ہے۔ ریادر کھیے، میں آر کا ظلم اس لیے سہتی ہوں کہ ایک دن آپ میرے بیٹے کو اپنا نام دیں گے۔"

"میں تیرے بیٹے کو چٹنی میں مسل دوں گا۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

"مسلنا تو دور کی بات ہے۔ آپ اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ میں ہزار بار سمجھا چکی ہوں۔ جب تک آنند سلامت ہے میں آپ کے قدموں کی دھول بن کر رہوں گی۔ اگر اسے نقصان پہنچایا گیا تو میری دشمنی مہنگی پڑے گی۔"

اس نے بھرپور ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا۔ "نمک حرام میرا کھاتی ہے۔ مجھ پر غراتی ہے۔ مجھے دھمکی دیتی ہے۔ میں رہا ہوں اب تیرے بیٹے کی لاش تیرے پاس بھیجوں گا۔"

وہ پاؤں پٹختے ہوئے جانے لگا۔ نیلما تیزی سے پیچھے چلتے ہوئے کہا۔ "یہاں ہزاروں عقیدت مند جتنا تمہیں جانتے ہیں، اتنی ہی میری عزت کرتے ہیں، تم نے اپنی کتابوں میں جگہ جگہ اعتراف کیا ہے کہ ماں نیلما داسی بھگت ماتا ہے۔ وہ سچی ماں ہے۔ لہٰذا اب میں سچ بولوں گی کہ تم بھگوان ہو نہ بھگوان کے اوتار۔ تم محض ایک عام سے آدمی ہو اور میرے بیٹے کے باپ ہو۔"

وہ چلتے چلتے رک گیا۔ وہ بولی۔ "میرے بیان کو جھٹلا نہیں جا سکتا۔ تم آنند سے دشمنی کرتے جاؤ۔ میں تمہارا پول کھولنے آشرم جا رہی ہوں۔"

وہ پلٹ گیا۔ دونوں ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"سچ بولنے سے پہلے ہی تیری آواز ختم کر دوں گا۔"

وہ گلا دبوچنے لگا۔ نیلما کچھ کہنا چاہتی تھی، کہہ نہ سکی۔ اس کی آواز گھٹ رہی تھی۔ سانس رک رہی تھی۔ وہ بڑی مشکل سے بولی۔ "ہیرے....."

اچانک اس کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی۔ نیلما ایک جھٹکے سے خود کو چھڑاتے ہوئے گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ ہیرا سوامی پریشان ہو کر اسے گھورنے لگا۔ وہ بولی۔ "تم امریکا حکومت کو ستر دو لس رائیس کاروں کا حساب نہیں دے سکتے۔ اُن ایک لاکھ ڈالر کے ہیروں کا حساب کیسے دو گے، جنہیں میں چھپا کر رکھتی ہوں۔ اگر میں یہ خزانہ ظاہر کر دوں تو؟"

"تم ایسا نہیں کر سکتیں۔ میں وہ تمام ہیرے اپنی تحویل میں لے لوں گا۔"

"اگر وہ خزانہ میرے پاس سے برآمد کر سکو تو ضرور اپنی تحویل میں لے لینا۔"

"تمہارا مطلب ہے، وہ ہیرے مجھے واپس نہیں کرو گی؟"

"تم نے بہت کما لیا اور کماتے ہی جا رہے ہو۔ تم جانتے ہو میں لالچی عورت نہیں ہوں۔ جس دن تم آنند کے باپ ہونے کا اعلان کرو گے، میں وہ ہیرے واپس کر دوں گی۔"

"میں زبردستی چھین سکتا ہوں۔"

"میں نے پانچ برس کے عرصے میں انھیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ یہ تمہارے فرشتے بھی معلوم نہیں کر سکیں گے۔"

وہ گہری سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا۔ یہ عورت میرے خلاف ہو گئی تو شاید مہا آشرم والے مجھ پر شبہ کریں گے۔ انٹیلی جنس والے میرے پیچھے پڑے ہیں۔ یہ میرے خلاف انھیں بہتیرے ثبوت فراہم کر سکتی ہے۔ پھر بیش قیمت ہیروں کا ذخیرہ چھپائے بیٹھی ہے۔ اس کا کچھ بندوبست کرنا ہی ہو گا۔ ماں بیٹے کو اتنی صفائی سے ختم کرنا ہو گا کہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے۔

وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔ "وہ ہیرے تمہارے پاس ہی رہیں گے۔ اپنے پاس رکھنا ہوتا تو تمہیں نہ دیتا۔ اتنا تو دور انھیں کہاں چھپا کر رکھا ہے۔"

"تم نے محض اس لیے مجھے رکھنے کو دیے کہ تمام خزانہ تمہارے پاس نہیں رہنا چاہیے۔ کسی دن بھی پولیس والے چھاپہ مار سکتے ہیں۔ یاد ہے تم نے مجھے آنند کی قسم دی تھی کہ انھیں جہاں بھی چھپا کر رکھو، کسی کو نہ بتانا۔ میں آج تک اس قسم کی پابند ہوں اور آنند کی سلامتی کے لیے پابند رہوں گی۔"

"تم بہت اچھی ہو۔ مجھے بتا دو۔"

"یہ تمہاری دی ہوئی قسم ہے کہ کسی کو نہ بتانا۔ پھر میں کیسے بتا سکتی ہوں۔"

وہ غصے سے بھڑک کر بولا۔ "میں غیر نہیں ہوں۔ مجھے بتا سکتی ہو۔"

"میرے مرنے کے بعد بھی تمہیں معلوم نہیں ہو سکے گا۔"

"اگر میں آنند کو موت کے شکنجے میں پہنچا دوں تو؟"

اس کے اندر ماتا لرز گئی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، فون کی گھنٹی نے چونکا دیا۔ اسے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع مل گیا۔ وہ سوچتے ہوئے دھیرے دھیرے فون کے پاس گئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔ میں ہوں، ماں نیلما داسی۔"

ہیرا سوامی دور کھڑا اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ وہ اچانک خوشی سے کھل کر بولی۔ "آنند! میرے بچے! تم کہاں ہو؟ ہاں، ہاں اچھا بالکل خیریت سے ہو؟ کوئی پریشانی یا مصیبت نہیں ہے؟"

اس نے ہیرا سوامی کو کن انکھیوں سے دیکھا۔ وہ ٹیلیفون کے قریب آ رہا تھا۔ نیلما نے کہا۔ "بیٹے! میں آج تک نصیحت کرتی آئی ہوں۔ آج ایک حکم دے رہی ہوں، کیا مانو گے؟ ہاں۔ ہاں۔ شاباش۔ فی الحال جہاں ہو وہیں رہو۔ میں تمہیں دور نہیں رکھنا چاہتی مگر میرے پاس خطرہ ہے۔"

ٹھیک اسی وقت میں نیلما کے پاس پہنچ گئی۔ وہ بیٹے سے باتیں کر رہی تھی اور میں چپ چاپ معلوم کر رہی تھی کہ ہیرا سوامی بم اور بلاسٹر سے کیسے نجات پا گیا۔ ماں بیٹے کی گفتگو اتنی جلدی ختم ہونے والی نہیں تھی۔ میں اطمینان سے تفصیل معلوم کرتی رہی۔ ہیرا سوامی نے کہا۔ "نیلما! جو کچھ ہوا ہے اسے بھول جاؤ اور آنند کو بلا لو۔"

وہ بولی۔ "میں اتنی نادان نہیں ہوں، تم آنند کو میری کمزوری بنا کر اس خزانے تک پہنچنا چاہو گے۔"

"بے وقوف عورت! مجھے طیش نہ دلاؤ۔ میں اس خزانے تک اور تمہارے بیٹے تک پہنچ کر دکھا سکتا ہوں۔"

میں نے نیلما کو مخاطب کیا۔ "ماں جی! میں فریاد بول رہا ہوں، ریسیور رکھ دیجیے۔ میں بعد میں آنند سے رابطہ کرا دوں گا۔"

وہ بولی۔ "ہیلو بیٹے! فریاد میرے دماغ میں ہیں۔ میں پھر تم سے بات کروں گی۔ لیو جن سے کہنا میں بھی اسے پسند کرتی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر بولی۔

"فرہاد! تم انتر گیانی ہو، اندر کا حال معلوم کر لیتے ہو، کیا بتا سکتے ہو میں تم سے کیا کہنا چاہتی ہوں؟"

"جی ہاں۔ آپ مجھ سے آنند کی حفاظت کرنے کے لیے کہیں گی۔ میں بھی یہی کہنے آیا ہوں۔ جب تک ہیرا سوامی انسان نہ بن جائے اور اُسے بیٹا تسلیم نہ کر لے آپ کا بیٹا میری پناہ میں رہے گا۔"

"خوش رہو۔ خدا تمھیں لمبی عمر دے۔ تمھاری پناہ میں میرے بیٹے کی عمر بھی لمبی ہو گی۔ سوامی! تم سُن رہے ہو۔ آج سے آنند فرہاد کی پناہ میں رہے گا۔"

وہ بے یقینی سے بولا۔ "بخوا اس کر رہی ہو۔ فرہاد یہاں نہیں ہے، تم باتیں بنا رہی ہو۔"

میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے ساتھ روک لی۔ میں نے نیلما کے ذریعے کہا۔ "ہیرا سوامی! بے شک دماغ میں نہ آنے دو۔ مگر میری چند اہم باتیں سُن لو۔ پہلی بات یہ کہ وہ ایک کروڑ ڈالر کے ہیرے صرف آنند کی ملکیت رہیں گے۔ اگر تم وہاں تک پہنچنے کی سازش کرو گے تو تم سے پہلے میں اس خزانے تک پہنچ جاؤں گا۔"

"میں ان ہیروں پر تمھارا سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گا۔"

"تم سایہ پڑنے کی بات کرتے ہو اور میں ماں جی کے دماغ سے اس خزانے کا پتا پہلے ہی معلوم کر چکا ہوں۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔"

"میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ اپنی سچائی ثابت کرنے کے لیے اُن ہیروں کا پتا بتا دوں۔ ایک بات یاد رکھو، اگر تم نے کسی سازش کے تحت ماں بیٹے کو ختم کرنا چاہا تو ان کی موت کے بعد وہ ہیرے میں ہی سمیٹ کر لے جاؤں گا۔ دانشمندی یہی ہے انھیں اپنے بیٹے کے لیے رہنے دو۔"

وہ بے بسی سے نیلما کو یوں تکنے لگا جیسے اس کے پیچھے چھپے ہوئے فرہاد کو دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ نیلما نے میری مرضی کے مطابق پوچھا۔ "میرا منہ کیا تک رہے ہو، اپنے عیش کدے میں جاؤ۔ تمھارا پلنگ ہیروں سے جڑا ہوا ہے۔ اس خواب گاہ کی ہر چیز میں ہیرے جگمگاتے ہیں۔ کچھ دن اور عیش کر لو، پھر تمھارے اور چھ عدد ماسٹر کی کے دن پورے ہونے والے ہیں۔"

وہ چپ چاپ چلا گیا۔ میں جانتی تھی۔ اس کے دماغ میں بہت سی سازشیں پک رہی ہوں گی۔ وہ ماں بیٹے سے نجات پانے، ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہنے اور ایک کروڑ ڈالر کے ہیروں تک پہنچنے کے لیے ضرور اپنے جال پھیلائے گا جن میں ہم الجھ کر رہ جائیں۔

میں نے نیلما سے کہا۔ "ماں جی! آپ کو بھی یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ ایک بیوی کی حیثیت سے وفاداری آپ کے بیٹے کو نقصان پہنچائے گی۔ جتنی جلدی ممکن ہو، اس جہنم سے نکل جائیں۔"

"میں یہاں سے نکلوں گی تو سوامی جی کے جاسوس میرا تعاقب کریں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ ایک گھنٹے بعد ایک ٹیکسی کا پیلا عمارت کی چھت پر آئے گا۔ وہ آپ کو آنند تک پہنچا دے گا باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ میں جا رہا ہوں۔ خدا حافظ۔"

"بیٹے! تم رحمت کے فرشتے ہو، خدا حافظ۔ رام تمھارا رکھوا

میں چپ ہو گئی۔ نیلما نے سمجھا۔ فرہاد چلا گیا ہے۔ وہ جگو کی مورتی کے پاس آئی، پھر سر جھکا کر دونوں ہاتھ جوڑ کر دروازہ بند کر گئی۔ آنند اور فرہاد کی سلامتی کے لیے دعائیں مانگنے لگی۔ خاموشی سے ایسی معلومات حاصل کر رہی تھی جو ہیرا سوامی کے خلاف کسی وقت بھی کام آ سکتی تھیں۔

ایک بات جو نیلما کے متعلق معلوم ہوئی وہ یہ کہ وہ بالکل ہی سیدھی نہیں تھی۔ اس نے جوانی میں دھوکا ضرور کھایا تھا اور دھوکا دینے والا ہیرا سوامی ہی تھا۔ اس بے چاری نے سوچا جب ایک کی ہو گئی ہے اور اس کے بچے کی ماں بن گئی ہے تو پھر کسی دوسرے مرد کا منہ دیکھنا گناہ ہے۔ وہ اس کے ہر کو برداشت کرتی رہی۔ اس ظلم کا بھی ایک اہم سبب تھا۔ وہ کہ جب پہلی بار ہیرا سوامی نے اس کے بچے کو اپنا نام دینے انکار کیا تب اس نے مندر کے پجاری سے یہ تحریر حاصل کر کہ اس کی موجودگی میں ان کی شادی ہوئی تھی۔ پجاری کے علاوہ کے لوگوں نے بھی اس پر دستخط کیے تھے۔ اس طرح اس کے اس بات کا ثبوت ہو گیا تھا کہ اس نے ہیرا سوامی سے شا کی تھی اور اس کے بچے کی ماں بن چکی تھی۔

اب ہیرا سوامی نے امریکا میں بہت نام پیدا کیا بہت دولت کمائی تھی۔ انسان سے بھگوان بن رہا تھا لیکن کی ایک کمزوری نیلما کے ہاتھ میں تھی۔ وہ اس پر ظلم بھی تھا اور اسے خوش بھی رکھتا تھا تاکہ وہ کسی طرح اس کا اس کے حوالے کر دے لیکن وہ اہم کاغذ کہاں تھا، یہ نیلما آج تک نہیں بتایا تھا۔

اسے اپنے بیٹے کی سلامتی، اس کی خوشحالی اس نیک نامی کی خاطر ذرا عقل آ گئی تھی۔ اس نے جب ہیرا سوا کو ہیرا پھیری کرتے دیکھا تو خود بھی وہی کرنے لگی مگر اسی حد کہ بیٹے کے لیے سب کچھ کرتی رہے۔ دوسروں کو نقصان پہ ہیرا سوامی اپنی دولت اور جائداد میں سے جو کچھ اسے دیتا یہ

کچھ اپنے بیٹے کے لیے محفوظ کر لیتی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں، ہیرا سوامی کی طرح اس نے بھی کتنی ہی عورتوں اور مردوں کو دولت سے خرید رکھا تھا تاکہ وہ وقت ضرورت کام آ سکیں۔

وہ سال میں دو بار ہندوستان جاتی تھی۔ اس کے پاس پانچ عورتیں اور دو مرد ایسے جاں نثار ملازم تھے جو بظاہر ہیرا سوامی کے لیے کام کرتے تھے لیکن در پردہ ماں نیلما داسی کے کام آتے تھے۔ وہ جب بھی ہیرا سوامی کے کام سے ہندوستان جاتے تو ماں نیلما داسی کا کام پہلے کرتے تھے۔ یعنی وہ ایک کروڑ کے ہیرے جو چھپائے گئے تھے۔ وہ دراصل ہندوستان منتقل کیے گئے تھے اور یہ کام تقریباً پچھلے پانچ برسوں سے ہوتا آ رہا تھا۔

گویا نیلما کے پاس ہیرا سوامی کی دو بڑی کمزوریاں تھیں ایک قوتیتی ہیرے اور دوسرے وہ اہم کاغذات جو اُسے بھگوان نہیں، ایک معمولی آدمی ثابت کرتے تھے اور اس کی شادی اور اس کے باپ ہونے کا پول کھولتے تھے۔

ہیرا سوامی کو اب تک بھرپور اعتماد تھا کہ نیلما جیسی وفادار بیوی اس کے راز کو فاش نہیں کرے گی۔ اس کے ہیرے اپنے بیٹے کے لیے چھپائے رکھے گی لیکن ایسا نقصان نہیں پہنچائے گی کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ اب یہ اطمینان ختم ہو چکا تھا۔ میں نے فرہاد کی حیثیت سے اسے تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا ٹیلی پیتھی کے ذریعے نیلما کے اندر پہنچ کر وہ تمام راز معلوم کیے جا رہے ہیں جنھیں وہ شوہر کی حیثیت سے بھی معلوم نہ کر سکا تھا۔

میں نے سوچا، فرہاد کے پاس جاؤں لیکن دل چاہتے ہوئے بھی دل نہیں چاہتا تھا۔ اس کے پاس جاؤں تو سانس روک لینا تھا۔ کبھی غصہ آتا تھا۔ کیا میں اس کے در کی بھکارن ہوں۔ میرے آنے ہی دروازہ بند کر دیتا ہے۔ دھتکار دیتا ہے۔ کوئی ادر ہوتی تو پلٹ کر نہ دیکھتی مگر یہ کم بخت دل لوٹ لوٹ کر اُدھر ہی جانا چاہتا تھا۔

یہ دل اسے کب سے چاہنے لگا تھا۔ مجھے پتا ہی نہیں چلا۔ شاید اس وقت سے جب میں ٹیلی پیتھی کی ابتدائی مشقیں کر رہی تھی۔ حالاں کہ میں اس سے شدید نفرت کرتی تھی۔ کہاں میں یہودی اور کہاں وہ ایسا مسلمان جن سے ہماری تاریخی منافرت چلی آ رہی تھی مجھے تو فرہاد کا نام ایک بدترین دشمن کا نام لگتا تھا۔

پھر اس نفرت کی آگ میں ربی اسفندیار نے تیل کا کام کیا۔ وہ مذہبی پیشوا تھے لیکن دین کی باتیں کم کرتے تھے، یا وہ ترفرہاد کے خلاف زہر بھرتے تھے۔ ان کا فرض تھا۔ وہ آسمانی کتاب توریت پڑھتے۔ مجھے بھی پڑھاتے۔ ان آیتوں کے معنی اور تفسیر بیان کرتے مگر وہ توریت کی جگہ فرہاد کا ریکارڈ سناتے تھے۔ انھیں اندیشہ تھا۔ میں جوان ہوں مگر نادان ہوں۔ کسی دن بھی فرہاد کے عشق میں مبتلا ہو جاؤں گی۔ وہ بتایا کرتے تھے۔ اس نے رومانہ کے ساتھ عیش کیا۔ پھر اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا۔ وہ بے چاری اس کی تلاش میں دشمنوں کے ہاتھوں حرام موت مر گئی۔

اس نے سونیا سے محبت کی مگر کبھی اس کے ساتھ چار دن بھی نہیں رہا۔ وہ بے چاری یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ محبت چار دن کی ہوتی ہے۔ اس نے سب سے زیادہ رسونتی کو احمق بنایا۔ وہ پہلی عورت تھی جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُسے منہ توڑ جواب دیتی تھی کیوں کہ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر مصیبت بن جاتی تھی اور جب وہ دماغ میں آنا چاہتا تو سانس روک لیتی تھی۔ وہ بدترین مکار شخص ہے۔ اس نے دانی داؤ پیچ آزمائے۔ اسے محبت میں گرفتار کیا۔ اسے اپنے بچے کی ماں بنایا، پھر طلاق دے دی۔

ربی نے کہا تھا۔ "خیبا! تمھیں رسونتی کا عبرت ناک انجام پیش نظر رکھنا چاہیے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی نہ گھر کی رہی نہ گھاٹ کی۔ نہ ہندو رہی نہ مسلمان۔ نہ بیوی رہی نہ بچے کی ماں۔ میں تمھیں سمجھاتا ہوں، اگر کبھی اس کے فریب میں آؤ تو میری باتوں کو یاد کر لینا۔ تم بھی اس کی محبوبہ رہو گی نہ بیوی۔ یہودی رہو گی نہ مسلمان۔ نہ اسرائیل میں جگہ ملے گی نہ دنیا کے کسی ملک میں۔ وہ تمھیں رسونتی کی طرح یوں دماغی مریضہ بنائے گا کہ پھر تم خیال خوانی کے قابل نہیں رہو گی۔"

ربی کی ایک ایک بات مجھے جانے انجانے اندیشوں میں مبتلا کر دیتی تھی۔ پھر تنویمی عمل کے ذریعے بھی ربی نے میرے اندر نفرت کا زہر بھر دیا تھا اور اس دہشت میں مبتلا کر دیا تھا، جس کی وجہ بیان نہیں کر سکتی کہ آخر اس سے خوفزدہ کیوں ہوں؟ اگر وہ عیاش ہے تو میں اسے کبھی لفٹ نہیں دوں گی۔ اس کے سائے سے بھی دور رہوں گی لیکن میں تو ڈرنے لگی تھی۔ اس کا نام سنتے ہی یوں لگتا تھا جیسے وہ میرے اندر ہے۔ اچانک پھٹ پڑے گا اور میرے چیتھڑے اُڑ جائیں گے۔

اور یہی ایک نفسیاتی نکتہ ہے جو میری اور ربی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ عورت کسی کے متعلق فطرتاً تجسس میں مبتلا رہتی ہے۔ اسے ڈرایا جائے کہ شجر ممنوعہ کی طرف نہ جاؤ، عذاب الٰہی نازل ہو گا تو وہ بے شک ڈرے گی مگر تجسس میں بھی رہے گی۔ تنہا اس اسرار کو سمجھنے کا حوصلہ نہ ہو گا تو وہ مرد کو بہکا کر

اُدھر لے جائے گی۔ عورت آگ سے ڈرتی ہے مگر چولہے کی جلتی ہوئی لکڑی کو پکڑ کر اِدھر سے اُدھر رکھ دیتی ہے۔ یعنی جس سے ڈرتی ہے ایک دن اسی کو پکڑتی ہے۔ مرد ہوتا ہے مہم جو۔ وہ پہاڑ کی بلند ترین چوٹیوں کو سر کر لیتا ہے۔ عورت ہوتی ہے موجو۔ خواہ وہ کتنا ہی خوفناک ہو، وہ اسے سر کرتی ہے اور سر پر چڑھ کر حکومت کرتی ہے۔

مجھے رفتہ رفتہ محسوس ہوا میں فرہاد کو اپنے سامنے بے بس کرنا چاہتی ہوں اور مرد کو بے بس کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہی ہے کہ اس سے محبت کی جائے اور اتنی محبت کی جائے کہ وہ پاگل ہو جائے۔

ایک نفسیاتی نکتہ اور بیان کر دوں۔ عورت کو ایسی باتوں کے لیے سوچنے اور منصوبے بنانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ اپنی فطرت کے مطابق سوچے سمجھے بغیر اور کسی ارادے کے بغیر پہلے خود اس کے لیے پاگل ہوتی ہے، اپنا جادو بعد میں جگاتی ہے۔

میں قسم کھا کر کہتی ہوں، میں جان بوجھ کر فرہاد کی طرف مائل نہیں ہوئی۔ دراصل وہ نفرت میں جھوٹ ثابت ہوئیں جو میرے اندر زہر کی طرح بھری ہوئی تھیں۔ میں نے بار ہا دیکھا تھا۔ وہ کبھی کسی لڑکی سے نہ محبت میں پہل کرتا ہے، نہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے پھانستا ہے۔ سوچنے کی بات ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کسی بھی شریف زادی کے کمرے میں گھس سکتا ہے مگر آج تک وہ اپنی عورت کی تنہائی میں بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں گیا۔ اگر کسی کم ظرف کو خیال خوانی آتی تو وہ ہماری دنیا کو اپنی طرح ننگا کر دیتا مگر فرہاد خدا سے ڈرتا ہے۔

مجھے اس کی دوسری بات جو پسند آئی وہ میرے تحفظ کا عمل تھا۔ اس نے میری صحت مندی اور سلامتی کے لیے مجھے بابا صاحب کے ادارے میں رکھا۔ آج میں مختلف شقتوں سے گزرتے ہوئے بڑی حد تک سانس روک لیتی ہوں۔ سانس روک لینے کا مطلب یہ ہوا کہ میں جسمانی اور دماغی طور پر سو فیصد نارمل ہوں۔ اس نے یہ نہیں سوچا کہ میں یوگا میں مہارت حاصل کر کے اس کے برابر ہو سکتی ہوں یا کسی آزمائشی موڑ پر اس کی دشمن بن سکتی ہوں۔ پھر میں پہلے جیسی کمزور شیبا کی طرح اس کے قابو میں نہیں آؤں گی۔

اس نے اپنی غرض کو نہیں دیکھا۔ میری بھلائی دیکھی۔ آج میں عملی میدان میں خود اس کی جگہ اہم فرائض ادا کر رہی ہوں۔ یہ اعتماد اسی نے پیدا کیا ہے۔ اب وہ اپنے دماغ سے مجھے بھگا یا کرتا ہے تو بھگاتا رہے، میں باز نہیں آؤں گی۔ آخری سانس تک اس کے پیچھے دوڑتی رہوں گی۔

میں نے فرہاد کا ذکر وہاں تک کیا تھا جہاں وہ کسی گاڑی میں فلسفی ہیوگو، تھرما کوائل اور براڈ نوز وغیرہ کے ساتھ بیٹھا سفر کر رہا تھا۔ وہ سب کہاں جا رہے تھے۔ یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ میں نے ہیوگو کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ ان کے آگے پیچھے اور بھی گاڑیاں ہیں یا نہیں؟ وہ گاڑیاں پاتال دنیا کی اہم مشینیں لے کر جا رہی تھیں۔

میں تھوڑی دیر کے لیے فرہاد کو چھوڑ کر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے پاس گئی۔ پھر اس سے کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ یہاں میلوں دور تک دائرے کی صورت میں پرواز کرو۔ جن ویران راستوں سے بڑے بڑے ٹرک گزر رہے ہوں ان پر نظر رکھو۔ میں بھی دیکھ رہا ہوں۔"

ہیلی کاپٹر نیویارک کے قریب پہنچ رہا تھا۔ وہاں سے واپس ہونے لگا۔ لیو چن نے پریشان ہو کر پوچھا "تم ہمیں کہاں لے جا رہے ہو؟"

میں نے پائلٹ کے بدلے جواب دیا "فکر نہ کرو، میں فرہاد ہوں۔ میری ایک ضرورت کے لیے ابھی پرواز جاری رہے گی۔"

میں کبھی لیو چن اور آنند کے ذریعے اور کبھی پائلٹ کے ذریعے معلوم کرتی رہی۔ نیچی پرواز کے باعث ویران راستوں سے گزرنے والی گاڑیاں صاف طور پر نظر آ رہی تھیں۔ لیڈی روزمینہ کے فارم کے اطراف میلوں دور تک جتنے راستے تھے، ان پر بہت کم گاڑیاں چلتی تھیں۔ گاڑیوں میں کاریں، فورڈ ویگن اور موٹر سائیکلیں تھیں۔ وہاں ایک بھی ٹرک یا اور کوئی مال بردار گاڑی نظر نہیں آئی۔ جس پر اہم مشینیں لے جانے کا شبہ ہوتا۔

میں نے مایوس ہو کر ہیلی کاپٹر کا رُخ سونیا کی طرف کرا دیا۔ وہ ریڈیو باور کی طرف سے آنے والی کسی گاڑی کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا "ہیلی کاپٹر آ رہا ہے۔"

اس نے پوچھا "تم نے اتنی دیر کیوں لگائی؟"

"کیا بتاؤں سونیا! کچھ میری ناتجربہ کاری ہے۔ کچھ حالات تیزی سے بدلتے رہتے ہیں۔ میں فیصلہ نہیں کر پاتی۔ پہلے کدھر جانا ہے اور کون سے کام کو پہلے اہمیت دینا چاہیے۔"

"تم اب تک کیا کرتی رہیں؟"

میں نے بتایا کہ میں ان گاڑیوں کا سراغ نہیں لگا سکی جو اہم مشینیں لے کر گئی ہیں۔ میں نے ہیرا سوامی اور خلیما کے بھی

مختصر حالات بتائے۔ اس نے سر اٹھا کر دور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہیلی کاپٹر آ رہا ہے، اسے یہاں پہنچا کر فرہاد کے پاس رہو۔ باقی وہی دے، تم نے ہیرا سوامی کے اہم راز معلوم کر کے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اب شاید چھ عدد ماسٹر کی تک پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

میں ہیلی کاپٹر میں آ گئی۔ پائلٹ کو بتانے لگی کہ سونیا کہاں انتظار کر رہی ہے۔ جب پائلٹ نے اسے دیکھ لیا اور اس کے سامنے والے میدان میں اترنے لگا تو میں فرہاد کے پاس پہنچ گئی۔ گاڑی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ وہ خاموش بیٹھا ہوا آمرود ڈ کے متعلق سوچ رہا تھا حالاں کہ وہ اس کا نام بھی نہیں جانتا تھا۔ اب تک صرف آواز سنی تھی۔ اس کی صورت تک نہیں دیکھی تھی لیکن اس سے ایسے متاثر تھا جیسے وہی اس کا سب کچھ ہو، جیسے اس کے ہونے سے یہ ہے اگر وہ نہ ہو تو یہ خود بھی نہ ہو۔

میں پریشان تھی کہ اس کے دماغ سے آمرود ڈ کے تاثرات کو کس طرح مٹایا جائے۔ مجھے خیال آیا، سونیا بھی اسی طرح آمرود ڈ کی آواز سے متاثر تھی۔ اسے دواؤں اور انجکشنوں کے ذریعے دماغی مریضہ بنا کر اس نے اپنی ذات سے متاثر کیا تھا اور اپنے احکامات پر عمل کراتا تھا لیکن ایک وقت ایسا آیا جب وہ اس کے اثر سے نکل گئی۔ اس طرح یہ بات اس کی سمجھ میں آ رہی تھی کہ اس شخص کا اثر دیر پا نہیں ہوتا۔ رفتہ رفتہ کمزور ہوتا جاتا ہے۔ شاید اسی لیے وہ ہفتے میں ایک بار فرہاد جیسے لوگوں پر تنویمی عمل کراتا تھا اور ان سے کہتا تھا کہ انھیں لوری سنائی جا رہی ہے۔

اس گاڑی میں سفر کرنے والے فرہاد، ہیوگو تھرما کوائل اور براڈ نوز وغیرہ سب لوری سن کر خوابیدہ تھے۔ انکھیں کھلی ہوئی تھیں، جاگ رہے تھے، ذہن سے آس پاس کی دنیا کو محسوس کر رہے تھے، سب کچھ سمجھ رہے تھے، پھر بھی خوابیدہ تھے یوں گم صم بیٹھے ہوئے تھے جیسے مر چکے ہوں۔ مرنے کے بعد جس دنیا کو چھوڑ چکے تھے، اسی دنیا میں واپس آ کر روحانی سفر کر رہے ہوں۔

سونیا ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا "فرہاد کو آمرود ڈ کے اثر سے کس طرح نکالا جا سکتا ہے؟"

"اس پر غور کرنا ہوگا۔"

"میں تمہارے تجربات کے حوالے سے پوچھتی ہوں۔ اگر فرہاد کو آگ سے جلایا جائے تو؟"

"کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟"

"تم پر گرم گرم چائے گر پڑی تھی اور تم ایسے چونک گئی تھیں جیسے نیند سے بیدار ہو گئی ہو۔ اسی وقت تم اس کے اثر سے نکلی تھیں۔"

"میری بات اور ہے۔ مجھ پر دواؤں اور انجکشنوں کا اثر ختم ہو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت مجھے اس گرم چائے نے بیدار کر دیا۔"

"پھر تنویمی عمل کے دوران تم چپ چاپ اپنے بدن کو نوچتی رہی تھیں۔ خود کو اذیت پہنچاتی رہی تھیں جس کے نتیجے میں آمرود ڈ ناکام رہا۔"

"یہ درست ہے۔ فرہاد کے ساتھ ایسا کرنے کے لیے اس کے پاس زیادہ سے زیادہ موجود رہنا ہوگا۔ تمھیں کسی ایسے موقع کی تلاش میں رہنا ہوگا جب تم اسے آمرود کے اثر سے نکال سکو۔"

"میں فرہاد کے پاس جا رہی ہوں۔"

"جادوگر لیومی کی خبر لیتی رہو۔ مجھے دونوں کے حالات سے باخبر رکھو۔"

میں نے پوچھا کو مخاطب کیا۔ اس کی خیریت پوچھی، اس نے کہا "جب تک فرہاد مجھے نہ ملے، میں دشمنوں کے ساتھ بخیریت رہوں گی۔ میری فکر نہ کرو۔"

"کیسے نہ کروں۔ یہ تمھارے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو سونیا سے کر چکے ہیں۔ تمھیں بھی دواؤں اور انجکشنوں کے ذریعے دماغی مریضہ بنا جائے گا اور یہ تو تم دیکھ چکی ہو، وہ ایسے دماغی مریض بناتے ہیں جو زندہ بطور مردہ ہوتے ہیں۔"

"میں کوشش کروں گی۔ مجھے پہلے وقت نہ آئے۔ تم فرہاد کے متعلق مجھے بتا دو۔ وہ ابھی کہاں ہے اور کہاں مل سکتا ہے اور کب تک مل سکتا ہے؟"

"میں فرہاد کے پاس جا رہی ہوں۔"

میں اس کے پاس آ گئی مگر وہاں پہنچتے ہی گڑبڑا سی گئی۔ پہلے کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ فرہاد اور اس کے ساتھ بیٹھنے والے ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہے تھے۔ ایسا لگا جیسے وہ آپس میں لڑ پڑے ہوں مگر ایسی بات نہیں تھی۔ وہ اوپر سے نیچے ہو رہے تھے، ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ گاڑی کبھی الٹ رہی تھی، کبھی سیدھی ہو رہی تھی، پھر اچانک ایک طرف کا دروازہ کھلا اور اس میں بیٹھے ہوئے دو چار لوگ باہر کی طرف گرے مگر گاڑی سے نجات پانے کے باوجود اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکے تھے، اس لیے چیختے چلاتے نیچے کی طرف گر رہے تھے۔ گاڑی ان سے آگے تھی اور وہ پیچھے رہ

کئے تھے۔

تب میری سمجھ میں آیا، وہ جس گاڑی میں سفر کر رہے تھے، وہ نشیب میں لڑھک رہی تھی۔ یہ حادثہ کیسے پیش آیا۔ اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی فرصت نہیں تھی۔ میں نے فرہاد کو دیکھا۔ وہ گاڑی سے باہر گرنے کے بعد لڑھکتا ہوا دو اُبھری ہوئی چٹانوں کے درمیان جا کر پھنس گیا تھا۔ ایک چٹان نے اسے نیچے لڑھکنے سے روکا تھا۔ دوسری سے اس کا سر ٹکرا گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔ میں نے اتنا ہی سمجھا کہ وہ بُری طرح زخمی ہو گیا ہے۔ لہولہان ہو رہا ہے اور اب اس کا دماغ ڈوبتا جا رہا ہے۔ میں نے آواز دی۔ "فرہاد! میری آواز سنو۔ میں شیبا بول رہی ہوں۔ فرہاد! ہوش میں رہو۔ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ فرہاد، فرہاد...."

مگر وہ خود کو سنبھال نہ سکا۔ اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔ اس کا دماغ تاریکی میں ڈوبنے لگا۔ میرا دل اتنی زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ جیسے ابھی سینہ پھاڑ کے باہر آ پڑے گا اور میں بھی فرہاد کے ساتھ تاریکیوں میں ڈوب جاؤں گی۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ سونیا کے پاس پہنچ کر بتایا۔ فرہاد کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ بھی پریشان ہو گئی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تمہیں فرہاد کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے؟"

"مل رہی ہے مگر وہ... میرا مطلب ہے، وہاں بالکل تاریکی ہے۔ سناٹا ہے۔ اس کی سوچ کی ایک ذرا سی لہر بھی موجود نہیں ہے۔"

"تم ذرا سی بات پر گھبرا جاتی ہو، فوراً اس کے دماغ میں پہنچو، جب تمہیں دماغ میں جگہ مل رہی ہے تو یقیناً وہ زندہ ہے۔ سوچ کی لہر کمزور ہو گئی ہے۔ اسے تم محسوس نہیں کر سکو گی مگر وہ زندہ ہے۔ میرا دل کہتا ہے، وہ زندہ ہے۔ تم جاؤ۔"

میں فرہاد کے دماغ میں پہنچی۔ یقیناً وہاں جگہ مل رہی تھی، مگر سوچ کی ایک ذرا سی لہر بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ میں جانتی ہوں، زندہ اور مردہ دماغ میں کیا فرق ہوتا ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے فوراً ہی پتا چل جاتا ہے۔ جیسے ہی آدمی کا دم نکلتا ہے، جسم کے ساتھ دماغ مردہ ہو جاتا ہے۔ خیال خوانی کی لہریں باہر آ جاتی ہیں، بھٹکتی رہتی ہیں مگر اس مرنے والے کا دماغ خیال خوانی کرنے والے کو نہیں ملتا اور مجھے فرہاد مل رہا تھا۔ ابھی اس کی زندگی کی اس باقی تھی۔

میں سونیا کے پاس آ گئی۔ وہ بیلی کاپٹر کے پائلٹ سے کہہ چکی تھی کہ انہی اطراف میں پرواز کرتا رہے اور کسی ایسی گاڑی کو دیکھتا رہے جو نشیب میں گر پڑی ہو اور پرواز کے دوران ایسی ایک گاڑی کو دیکھ لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ بشرطیکہ وہ اس علاقے تک پہنچ سکتے۔

میں نے سونیا کو بتایا۔ "وہ ابھی زندہ ہے مگر تشویشناک حالت میں ہے۔"

"تم اس پر نظر رکھو، کسی طرح اسے مدد پہنچانے کی کوشش کرو۔ میں اسے تلاش کر رہی ہوں۔"

"میں جا رہی ہوں۔"

"ٹھہرو، اس کے پاس براہِ راست نہ جانا۔ وہ بے حد کمزور ہو چکا ہے۔ تمہارے بار بار جانے سے اس کے دماغ پر بوجھ پڑے گا۔ دوسروں کے ذریعے اس کی نگرانی کرو اور دیکھو اس کے لیے کیا کر سکتی ہو۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ مجھے دوسروں کے ذریعے اس کی نگرانی کرنا چاہیے تھی۔ لہٰذا میں نے ہیوگو کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ پھر ناکام ہوئی، وہ مر چکا تھا۔ میں نے تھرما کو اٹل کو تلاش کیا۔ اس کے بعد براڈ فورز کے دماغ تک چھلانگ لگانے کی کوشش کی۔ ہر جگہ سے ناکامی ہوئی۔ وہ سب ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکے تھے۔ بے چاروں کی موت کتنی عجیب تھی، وہ مرنے سے پہلے مر چکے تھے مگر زندہ تھے اور اب دوبارہ مر چکے تھے۔ پتا نہیں، شاید دوبارہ مرتے ہوئے انھیں احساس ہوا ہو کہ وہ تو زندہ تھے۔ موت تو اب آئی ہے۔ آہ بے چارے۔

میں پھر فرہاد کے دماغ میں پہنچی۔ حالاں کہ سونیا نے منع کیا تھا لیکن دل نہیں مان رہا تھا۔ اس کے دماغ میں ویسی ہی تاریکی اور گہرا سناٹا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ میری ہی سوچ کی لہریں مجھے سنائی دیں مگر اس کا جواب نہیں ملا۔

میں پومی کے پاس آ گئی۔ اس سے کہا۔ "فرہاد حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ گاڑی میں سفر کرنے والے تمام ساتھی مر چکے ہیں، وہ بھی موت کے منہ میں ہے۔ زندگی کے برائے نام آثار ہیں۔"

میں اس حادثے کے متعلق اسے مختصر طور پر بتانے لگی۔ پھر اس سے کہا۔ "تم فرہاد سے ملنے کی آرزو لے کر جا رہی تھیں اگر دشمنوں کو معلوم ہو کہ فرہاد ہاتھ سے نکل رہا ہے یا خدانخواستہ دنیا سے اٹھ رہا ہے تو وہ تمہیں کبھی نہیں چھوڑیں گے۔"

"تم میری ذرا پروا نہ کرو۔ ابھی فرہاد کے پاس پہنچو اور دوسری تمام مصروفیات کو بھول جاؤ۔ اس کا ساتھ بالکل نہ چھوڑنا۔"

وہ میرے دل کی بات کہہ رہی تھی۔ سونیا کی ہدایت کے مطابق مجھے اس کے دماغ میں نہیں جانا چاہیے۔ ایسا کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ میں اس کی خبر لے سکتی اور کسی کے دماغ میں رہ کر اس کی نگرانی کر سکتی۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ مجبوراً پھر اس کے دماغ میں جانا پڑا۔ میں وہاں گئی مگر میرا عجب حال تھا۔ جب اسے بالکل بے حس و حرکت دیکھتی تو دل ڈوبنے لگتا تھا۔

مجھے اس کے ذریعے کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ وہ کس عالم میں ہے؟ میں گھبرا کر سونیا کے پاس گئی۔ اسے مخاطب نہیں کیا۔ میں دیکھنا چاہتی تھی، فرہاد کو زندگی اور موت کے درمیان دیکھ کر اس کی دوسری ساتھیوں کی خصوصاً سونیا کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اگر اسے حوصلہ ہو گا تو پھر مجھے بھی حوصلہ ملے گا۔ میں چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ بے حد پریشان تھی۔ دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہی تھی، بار بار فریدہ اسطی کو یاد کر کے کہہ رہی تھی۔ "آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں، آپ نے فرمایا تھا، فرہاد کے آخری وقت میں ہی اس کے پاس رہوں گی۔ میں آپ کے وسیلے سے دعا مانگ رہی ہوں، اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر کہہ رہی ہوں۔ مجھے فرہاد کے پاس نہ پہنچانا اگر اس کے آخری وقت میں پہنچ سکتی ہوں یا میرے پہنچنے سے اس کا آخری وقت آ سکتا ہے تو مجھے اُدھر کا رُخ نہیں کرنا چاہیے۔"

یکبارگی اس نے پائلٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بیلی کاپٹر کا رُخ نیویارک کی طرف موڑ دو۔ میں فرہاد کو تلاش نہیں کروں گی۔ کبھی تلاش نہیں کروں گی۔ وہ میرا کوئی نہیں ہے۔ میں کبھی اس کی صورت نہیں دیکھوں گی۔ یا خدا، جس کی صورت نہیں دیکھنا چاہتی، اسے زندہ اور سلامت رکھ۔ میں یہی چاہتی ہوں۔"

میں فرہاد بول رہا ہوں حالاں کہ ابھی بولنے کے قابل نہیں ہوں، جس حالت میں ہوں، اس حالت کو خود سمجھ نہیں سکتا۔ حواسِ خمسہ کے اعتبار سے مردہ ہوں۔ یہ دنیا کتنی ہے، جب آنکھ نہ دیکھ سکے، نہ سُن سکے، نہ چھُو سکے، نہ چکھ سکے، نہ سونگھ سکے تو پھر وہ زندہ نہیں ہوتا۔ اس کا شمار مردوں میں ہوتا ہے لیکن ایک چھٹی حس بھی ہوتی ہے۔ میں اس غیر معمولی حس کو حوصلہ کہتا ہوں اور اسی حوصلے نے ابھی مجھے زندہ رکھا ہے۔

آدمی کو ڈوبتے اور اُبھرتے دیر نہیں لگتی۔ اچانک ہی میرے پانچوں حواس بیدار ہو گئے۔ میں نے محسوس کیا، جیسے مجھ پر پانی ڈالا جا رہا ہے۔ پھر محسوس ہوا، نہیں، یکبارگی پانی نہیں ڈالا گیا ہے بلکہ چھینٹے پڑ رہے ہیں۔ یا پانی کی پھوار پڑ رہی ہے۔ شاید کوئی مجھے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ آخر وہ کون ہے؟

کوئی نہیں ہے۔ قدرتی حالات ہیں، قدرت سوتے کو جگاتی ہے، مُردے کو جلاتی ہے اور کھوئی ہوئی دماغی توانائی بحال کرتی ہے۔ میری آنکھیں کھل گئیں۔ میں نے دیکھا۔ بارش ہو رہی تھی ایسی ہی بارش کو رحمتِ خداوندی کہتے ہیں۔ اس ویرانے میں مجھ پر پانی کے چھینٹے ڈال کر ہوش میں لانے والا کوئی نہیں تھا مگر خدا تو تھا، خدا تو ہے، خدا تو رہے گا۔

میں کچھ دیر تک وہاں پڑا ہوا بارش سے دُھندلائے ہوئے آسمان کو دیکھتا رہا اور سوچتا رہا۔ میں کون ہوں؟ میں کہاں ہوں؟'

پھر مجھے یاد آیا، ہماری گاڑی میں کوئی نقص پیدا ہو گیا تھا۔ ڈرائیور اسے سنبھال نہیں سکا تھا۔ وہ قابو سے باہر ہو کر نشیب کی طرف لڑھکنے لگی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا، یہ سوچنا نہیں پڑا۔ میں دو چٹانوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا۔ فوراً ہی یاد آ گیا کہ لڑھکتی ہوئی گاڑی کے کھلے ہوئے دروازے سے گر کر یہاں آ پڑا تھا۔ چند لمحوں تک میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی، اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔

ہوش میں آنے کے بعد دو سوال ذہن میں پیدا ہوئے تھے۔ 'میں کہاں ہوں اور کون ہوں؟' میں جہاں تھا، وہ تو جاگتی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اصل مسئلہ تھا، میں کون ہوں؟ اب تک میری ساتھی عورتیں اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے میرے متعلق پریشان تھے۔ میں زندہ ہوتے ہوئے بھی خود کو مردہ سمجھ رہا تھا۔ دوست ہوتے ہوئے بھی دشمنوں جیسا سلوک کر رہا تھا۔ اب مجھے ایک ایک بات یاد آنے لگی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں اس آواز کے طلسم سے نکل رہا تھا جو میرے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔

میں سر سے پاؤں تک زخمی ہوا تھا، خصوصاً سر پر شدید چوٹیں آئی تھیں، شاید انہی چوٹوں نے مجھے اُس طلسم سے نکالا تھا۔ میں مرتے مرتے بچا تھا اور موت سے بچنے کا مطلب یہی تھا کہ زندگی کی طرف لوٹ آیا ہوں۔ میں وہی فرہاد علی تیمور ہوں جو کسی کے اثر میں نہیں رہتا، کسی کے قابو میں نہیں آتا، میں وہی فرہاد علی تیمور ہوں۔

میں نے بڑی مشکل سے کروٹ لیتے ہوئے اوپر کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ بہت بلندی تک چٹانوں اور پتھروں کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ بارش کا پانی ان پتھروں اور چٹانوں سے ہو کر گزرتا ہوا میری طرف آ رہا تھا اور میرے پاس سے بھی تیزی سے گزر رہا تھا۔ اگر چٹانوں کا سہارا نہ ہوتا تو پانی کا وہ ریلا مجھے

گھری پستی میں پہنچا دیتا۔ جہاں پہنچنے تک میری ایک ہڈی پسلی بھی سلامت نہ رہتی۔

سر اٹھا کر دیکھنے کے باوجود وہ راستہ نظر نہیں آرہا تھا جہاں سے ہماری گاڑی بے قابو ہوئی تھی۔ اب اس نامعلوم بلندی تک چڑھنے اور سڑک تک پہنچنے کی سکت نہیں تھی۔ سارا جسم پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ سر میں ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں میں کیا کروں، سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ وہیں ساری زندگی تو گزار نہیں سکتا تھا۔

اگر میں حوصلہ کر کے اوپر چڑھنا چاہتا۔ تب بھی یہ ممکن نہ ہوتا۔ اوّل تو ہر طرف سے بارش کا پانی نشیب کی طرف آرہا تھا اور میرے پاس سے گزر رہا تھا۔ دوم یہ کہ تمام پتھر اور چٹانیں گیلی ہو گئی تھیں۔ ہاتھ پاؤں کے سہارے سے چڑھنے والا بار بار پھسل سکتا تھا اور میں یہ خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔

رفتہ رفتہ بارش کی شدّت میں کمی ہونے لگی۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں، سوچنے لگا۔ کیا آج میری کوئی ساتھی نہیں ہے؟ آخر یہ شیبا کہاں چلی گئی؟

اس کا نام لیتے ہی ایک سرد آہ سنائی دی۔ پھر وہ سرگوشی میں بولی "میں تمہارے پاس ہوں۔"

"پھر خاموش کیوں تھیں؟"

"تم اب تک مجھے دوڑاتے رہے ہو۔ میں نے سوچا۔ زخموں سے چُور رہو۔ مجھے اپنے دماغ کے اندر محسوس نہیں کر سکو گے لہٰذا جب تک چاہوں گی چپ چاپ تمہارے اندر موجود رہوں گی۔"

"میں زخموں سے چُور ہوں۔ آدھا بلندی پر ہوں۔ آدھا پستی میں جانے والا ہوں۔ آدھی زندگی کھینچ رہی ہے۔ آدھی موت بلا رہی ہے، ایسے میں تم روحانی مکالمے ادا کر رہی ہو۔"

اس کی ہنسی سنائی دی۔ میں نے کہا "جاؤ، مجھے یہاں سے نکالنے کا بندوبست کرو۔"

"کیا تم کوئی آواز سُن رہے ہو؟"

میں نے کان لگا کر سُنا۔ دور کہیں سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے کہا "سونیا آرہی ہے۔"

بارش ختم ہو رہی تھی۔ بادل چھٹ رہے تھے۔ وہ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا میرے قریب بلندی پر آگیا۔ پھر اس میں سے ایک رسّا لٹکتا ہوا نیچے آنے لگا۔ اس کے نچلے حصّے میں ایک پھندا بنا ہوا تھا تاکہ میں اس میں پاؤں اٹکا کر رسّے کو پکڑ کر کھڑا ہو جاؤں پھر اوپر سے مجھے کھینچ لیا جائے۔

میں نے رسّے کو تھام لیا۔ پھر دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ بڑی تکلیف ہو رہی تھی۔ سر چکرا رہا تھا مگر حوصلہ کرنا ضروری تھا۔ ورنہ وہیں رہ جاتا۔ میرے ساتھیوں کے نزدیک یہی ایک طریقہ وہاں سے نکالنے کا رہ گیا تھا۔ آخر کار میں نے اس پھندے میں پاؤں رکھا۔ رسّے کو مضبوطی سے پکڑا۔ پھر اس چٹانی حصّے پر سے گھستا ہوا اوپر اٹھنے لگا۔ ہیلی کاپٹر بلند ہوتا ہوا مجھے اس پہاڑی راستے کی طرف لے جا رہا تھا۔ میں ذرا سی دیر میں اس راستے کے کنارے پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی میں نے پھندے سے پاؤں نکالا۔ اور زمین پر گر پڑا۔ اس قدر نڈھال ہو چکا تھا کہ اس لمحے تک زمین پر نہ پہنچتا تو پھندے سے پاؤں نکل جاتا۔ ہاتھ سے رسّا چھوٹ جاتا اور میں بلندی سے موت کی گہری پستی میں چلا جاتا۔ بہر حال زمین پر گرتے ہی میں پھر اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتا چلا گیا۔

میں بڑی دیر تک اپنے آپ سے غافل رہا۔ جب ہوش آنے لگا تو محسوس ہوا، بہت ہی آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا ہوں۔ میرے چاروں طرف خاموشی ہے اور ہلکی ہلکی سی خوشبو پھیلی ہوئی ہے جیسے آس پاس پھولوں کا انبار لگا دیا گیا ہو۔ میں آنکھ کھول کر دیکھنا چاہتا تھا مگر ایک اندیشہ تھا شاید یہ سب کچھ خواب ہو۔ آرام میری زندگی میں کہاں ہے۔ مجھے اس طرح آنکھیں بند کر رکھنا چاہئیں۔ اسی طرح خوابوں میں کچھ دیر تک سکون حاصل کرنا چاہیے لہٰذا میں آنکھیں بند کیے پڑا رہا۔

پھر مجھے ریڈ پاور کے باس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مادام سونیا! ڈاکٹر کے بیان کے مطابق انھیں ہوش آجانا چاہیے۔ کیا میں ڈاکٹر کو بلاؤں؟"

سونیا کی آواز سنائی دی "اس کی ضرورت نہیں ہے، یہ ہوش میں آچکے ہیں۔"

باس نے حیرانی سے پوچھا "آپ کیسے جانتی ہیں؟"

"ابھی مجھے شیبا نے آکر بتایا ہے۔"

یہ سنتے ہی میں نے آنکھ کھول دی۔ سونیا کا چہرہ میری نگاہوں کے سامنے کھل رہا تھا۔ وہ مجھ پر جھکی ہوئی تھی۔ میرے سر کو سہلاتے ہوئے، مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی "کیا حال ہے؟"

میں مسکرانے لگا۔ ریڈ پاور کے باس نے بھی میرے قریب آکر خیریت پوچھی، پھر کہا "آپ زیادہ باتیں نہ کریں۔ آرام کرتے رہیں، جلد ہی زخم بھر جائیں گے۔"

وہ باہر چلا گیا۔ اس کے بعد آنند، لیوجن اور ماں نیلما داسی کمرے میں آئیں۔ سونیا نے ان سے میرا تعارف کرایا۔ ماں نیلما داسی نے قریب آکر میرے سر پر ممتا بھرے انداز میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "بیٹے! تم نے خیال خوانی کے ذریعے ماں کہاں تھا اب میرے دو بیٹے ہو گئے۔"

حالاں کہ یہ میں نے نہیں، شیبا نے کہا تھا۔ اس کے باوجود وہ ایسی خاتون تھیں۔ جنھیں کوئی بھی بڑی چاہت سے ماں کہہ سکتا تھا۔ ان کے چہرے پر ممتا کا تقدس تھا۔ میں نے ان کے ہاتھ کو تھام لیا۔ پھر اسے آنکھوں سے لگایا۔ اس کے بعد کہا "فرہاد علی تیمور کی زندگی میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ میں جتنی دولت چاہوں۔ اپنے قدموں میں ڈھیر کر لوں۔ مجھے عزّت ملتی ہے، شہرت ملتی ہے، دولت اور محبت ملتی ہے لیکن میری زندگی میں ایک ماں نہیں تھی وہ آج مل گئی۔ میں آپ کو پا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہوں۔"

انھوں نے اپنا ہاتھ چھڑا کر مجھے تھپکتے ہوئے کہا "زیادہ نہ بولو، آنکھیں بند کر لو اور چُپ چاپ سو جاؤ۔ خیال خوانی نہ کرنا تمھیں بہت زیادہ آرام کی ضرورت ہے، چلو، آنکھیں بند کر لو۔"

میں نے انھیں مسکرا کر دیکھا حالاں کہ سونیا سے باتیں کرنا چاہتا تھا مگر ماں کا یہ حکم تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ میرے سر میں کافی چوٹیں آئی تھیں۔ شدید تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ میں خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر کرنے کے قابل ہوتا تب بھی نہ کرتا۔ ماں جی نے آرام کرنے کے لیے کہا تھا۔ میں سونے کی کوشش کرنے لگا۔

شیبا میرے پاس موجود تھی۔ میں نے کہا "پوپی کے پاس جاؤ۔"

اس نے کہا "میں تمھیں سلا کر جاؤں گی۔"

وہ مجھے ٹیلی پیتھی کے ملائم ہاتھوں سے تھپکنے لگی۔ میں تھوڑی دیر بعد ہی سو گیا۔ بعد میں جب میں بیدار ہوا تب پوپی کے متعلق معلوم ہوا وہ کن حالات سے گزر رہی ہے۔

بے چاری کی قسمت میں مجھ سے ملنا نہیں تھا۔ جب بھی ہم نے ملاقات کی کوشش کی تو کوئی نہ کوئی مصیبت آڑے آگئی۔ اس بار بھی وہ جان بوجھ کر آرمرڈوڈ کے ساتھ گئی تھی۔ اسے یقین تھا۔ میں اس کے زیرِ اثر ہوں لہٰذا وہیں مجھ سے ملاقات ہو سکتی ہے مگر یہ قسمت کی ستم ظریفی تھی۔ اُدھر وہ دشمنوں میں جا کر پھنس گئی۔ اِدھر میں ان سے نجات پا گیا۔

شیبا نے اُسے بتا دیا تھا کہ میں حادثے کا شکار ہونے کے بعد آرمرڈوڈ کے چنگل سے نکل چکا ہوں۔ ایسی صورت میں وہ آرمر کے پاس نہیں رہ سکتی تھی۔ جب اسے میرے حادثے کی اطلاع ملی، وہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں سفر کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ جو جو بھی تھی۔ اس نے کہا "مسٹر آرمر! دشمن ہماری تعریفیں کرتے ہیں کہ فرہاد اور اس کی ساتھی عورتیں اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتیں، ہمیشہ نہتی رہتی ہیں اور یہی بات ہمیں دشواریوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ میں یہاں سے تمہارا ساتھ چھوڑنا چاہتی ہوں۔ اگر میں کہوں گاڑی روک دو تو تم نہیں روکو گے۔ تمھاری بہن کو گن پوائنٹ پر رکھوں تو مجبور ہو جاؤ گے لیکن میرے پاس گن نہیں ہے۔ پھر یہ کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے ہاتھ سے کوئی سا بھی ہتھیار گرا سکتے ہو۔"

"شاباش، اسی طرح سمجھ داری سے کام لو اور میری مخالفت سے باز رہو۔"

"لیکن میں یہاں اترنا چاہتی ہوں۔ کیا گاڑی روکنا پسند کرو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ تم فرہاد سے ملنے کے لیے بے چین ہو۔"

ایک تجسس بھرے سفر جو جان کی دامتان حیات ہے کبھی گاگری کا جنون تھا اور اس راہ میں اٹھ قدم قدم پہاڑ ایک منفی دنیا نے حیرت بکھرا تی۔ اس کا جنون کبھی گاگری کبھی نیپال کی بھول بھلیوں میں لے گیا تو کبھی ہمالیہ کی وادیوں میں۔ اس منفی خبر مافوق میں ایک روز پارس پتھر اس کے ہاتھ لگ گیا تو ایک دنیا اس کے پیچھے پڑ گئی۔ موت کے خوفناک لمحے بہ لمحہ اس کے تعاقب میں رہے۔ کبھی وہ ہندوستان میں چھپتا پھرا اور کبھی سرزمین عرب پر پناہ تلاش کرتا رہا۔ بالآخر اسرائیل میں جا پہنچا۔ اسرائیل نے اسے اپنا ایجنٹ بنانا چاہا۔ کیا وہ ایجنٹ کار بن گیا؟ یہ صرف طاقت کے ہمسفر کی ہی دریافت نہیں تھے۔ قدم قدم پر اس کی ذہانت و فطانت کو بھی ایک آزمائش درپیش تھی۔ ہر موڑ پر آنکھ جھپکنے پر اجل کے ساتھ اس کے مقابلے تھے۔

اس طویل داستان کی ہر سطر ایک واقعہ ہے۔ ایکشن، تجسس، تحیر اور حیرت انگیز واقعات سے بھرپور یہ لازوال کہانی کئی قسطوں پر مشتمل سلسلہ وار جاسوسی ڈائجسٹ میں شائع ہو رہی ہے اور اب کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

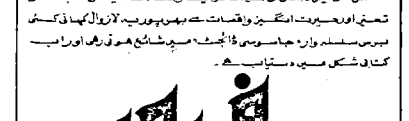

(چھ حصّوں پر مشتمل) ——— قیمت فی حصّہ 20 روپے ——— ڈاک خرچ فی حصّہ 10 روپے

پورا سیٹ منگانے پر مفت رجسٹرڈ ڈاک خرچ ہماری طرف سے ادا کیا جائے گا۔

کتاب منگوانے کا پتہ

اسی کے پاس لے جارہا ہوں۔"

"جہاں لے جارہے ہو وہاں تمہیں فرہاد نہیں ملے گا البتہ یہاں سے تمہارا ساتھ چھوڑ کر جہاں جاؤں گی وہیں وہ مجھے مل جائے گا۔"

اس نے چونک کر کن انکھیوں سے اسے دیکھا، وہ بولی "اس سے پہلے کہ تمہیں فرہاد کے متعلق کوئی نئی اطلاع ملے اور تم مجھ پر خیال خوانی سے سبقت لے جاؤ، میں یہ پوچھ لوں گی، میرے ان ہاتھوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو تھوڑی دیر پہلے تم پر پڑ چکے تھے۔"

"تم فولاد ہو، فولاد گرم تو مین آمیز انداز میں گفتگو کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ ہتھیار کی جگہ یہی ہاتھ استعمال کے لیے رہ گئے ہیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک زبردست ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا وہ ایک دم سے تلملا گیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس نے دوسرا ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا "میں تمہیں خیال خوانی کا موقع نہیں دوں گی۔ تم مجھے جاننے سے نہیں روک سکو گے۔"

اس نے صرف دو ہاتھ ایسے جمائے تھے کہ تیسرے کی نوبت نہیں آئی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے چہرے کی ہڈیاں تڑخ گئی ہوں، منہ سے اور ناک سے لہو رس رہا تھا۔ وہ ایک دم سے نڈھال ہو کر آگے کی طرف جھک گیا تھا۔ پوی نے اس کے بالوں کو پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا۔ جوجو گھبرا کر کہنے لگی "یہ کیا کر رہی ہو، میرے بھائی کو اس طرح کیوں مار رہی ہو؟"

"تمہارا بھائی بے غیرت ہے، اتنی جلدی نہیں مرے گا۔"

اس نے آرمر کے جیبوں کی تلاشی لی۔ ایک ریوالور برآمد کیا، پھر کہا "مجھے اپنی حفاظت کے لیے اس کی ضرورت ہے، تمہاری ضرورت نہیں ہے لہٰذا باہر جاؤ۔"

گاڑی پہلے ہی رک چکی تھی۔ اس نے دروازہ کھول کر آرمر کو ایک لات ماری۔ وہ وہاں سے لڑھکتا ہوا باہر پہنچ گیا۔ جوجو جانا چاہتی تھی۔ اس نے ریوالور اس کے سینے سے لگاتے ہوئے کہا "ابھی بچیوں کی طرح چپ چاپ بیٹھی رہو۔"

پھر اس نے آرمر کی اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی دروازے کو بند کیا۔ اس کے بعد گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ جوجو روتے ہوئے کہنے لگی "میں اپنے بھائی کے پاس جاؤں گی۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو۔"

"تم اتنی بڑی ہو گئی ہو، بچیوں کی طرح روتی ہو، شرم نہیں آتی میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گی، تمہارے بھائی کے پاس پہنچا دوں گی مگر ابھی میرے ساتھ چلو۔"

"جب تم مجھے جان سے نہیں مارو گی تو یہ ریوالور کیوں رکھا ہے؟"

"صرف تمہارے بھائی کو عقل سکھانے کے لیے تاکہ وہ مجھ پر ٹیلی پیتھی کا حملہ نہ کرے۔"

"میرا بھائی بہت اچھا ہے، وہ تم پر حملہ نہیں کرے گا۔"

"جب تک تم میرے پاس رہو گی، وہ بہت اچھا رہے گا۔"

پوی چپ ہو کر شیبا کو سوچ کے ذریعے پکارنے لگی، مگر شیبا میرے پاس مصروف تھی، کبھی میرے دماغ میں رہتی تھی، کبھی سونیا کے پاس جاتی تھی۔ اسی طرح اس نے ہیلی کاپٹر کو مجھ تک پہنچایا تھا۔ اس کے بعد بھی وہ میرے ساتھ لگی رہی، پریشانی میں تھی۔ پتا نہیں میرا کیا ہونے والا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا اور میں نے اسے پوی کے پاس جانے کے لیے کہا تو دیر ہو چکی تھی۔

ادھر پوی اسے پکار رہی تھی۔ اس کے ذریعے معلوم کرنا چاہتی تھی کہ ہم سب کہاں ہیں اور اسے کس سمت ڈرائیو کرتے ہوئے جانا چاہیے لیکن شیبا کی عدم موجودگی کے باعث اس کی رہنمائی نہ ہو سکی۔ اس نے مجبوراً گاڑی کا رُخ نیویارک کی طرف کر دیا۔ امریکا میں صرف ریڈ پاور کا باس ہی اس کا شناسا تھا۔ وہ وہیں پناہ لینے جا سکتی تھی۔

وہاں سے نیویارک تک بہت لمبی ڈرائیو تھی، اٹھ یا نو گھنٹے میں پہنچنے والی تھی۔ اس نے سوچا اس دوران شیبا ضرور رابطہ قائم کرے گی، پھر وہ اپنا راستہ بدل لے گی، تقریباً ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد اس نے محسوس کیا جہاں وہ جانا چاہتی ہے وہاں نہیں جا رہی ہے۔ بے خیالی میں کسی ارادے کے بغیر اپنا اسٹیئرنگ کسی دوسرے راستے پر موڑ دیتی ہے۔ اس کے اندر کوئی کہتا ہے کہ یہی راستہ مناسب ہے، شاید اسی راستے پر فرہاد سے ملاقات ہو جائے۔

یہ فرہاد سے ملاقات کی جو آگ دل میں بھڑک رہی تھی، وہ اسے بھڑکا رہی تھی۔ اس نے کتنے ہی انجانے راستے بدلے، ہر نئے راستے پر دل کہتا تھا، فرہاد کے قریب پہنچ رہی ہے، پتا نہیں دل کہتا تھا یا دماغ کہتا تھا یا دماغ میں بیٹھا ہوا کوئی اور کہتا تھا۔

ایک بار شبہ ہوا کہ آرمر ڈوچپ چاپ دماغ میں بیٹھا اسے مس گائیڈ کر رہا ہے، راستے سے بے راستہ کرتا جا رہا ہے اور ایسی جگہ پہنچانا چاہتا ہے جہاں جوجو محفوظ رہ سکے اور اسے بہ آسانی ٹریپ کر لیا جائے۔ اس نے سوچ کے ذریعے مخاطب کیا "اے مسٹر آرمر! کیا تم اپنی چالاکی دکھا رہے ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ جوجو کو گھورتے ہوئے پوچھا "سچ بتاؤ، کیا تمہارا بھائی تم سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کر رہا ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا، پھر بولی "میں کتنی دیر سے بھائی کو پکار رہی ہوں مگر کوئی جواب نہیں ملتا ہے۔"

پوی نے ریوالور کی نال کو اس کی کنپٹی سے لگا دیا، پھر بڑی سفاکی سے کہا "تم بہت خوبصورت ہو، بہت معصوم ہو، کوئی نہیں چاہتا خواہ مخواہ ہلاک کرنا، میں چاہے گا لیکن میں کر دوں گی۔ لہٰذا سچ بولو۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں، میرا بھائی میرے پاس نہیں ہے، تم نے اسے بہت مارا ہے، پتا نہیں وہ کس حال میں ہوگا۔"

اس نے جوجو کو گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا، پھر پوچھا "تم ان راستوں پر کبھی آئی ہو؟"

"ہاں، یہ راستہ ہمارے ایک بنگلے کی طرف جاتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، تمہارا بھائی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے اس بنگلے تک پہنچانا چاہتا ہے اور وہاں مجھے گھیرنے کے مکمل انتظامات کیے جا چکے ہوں گے۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اسے ایک یوٹرن دے کر دوسرے راستے کی طرف جانے لگی۔ وہ مضبوط قوتِ ارادی کی مالک تھی۔ اس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا، اب نہیں بھٹکے گی، نہ دماغ، نہ اسٹیئرنگ بے قابو ہوگا۔ وہ بڑے اعتماد سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس راستے کی طرف جانے لگی جو اسے نیویارک کی طرف لے جاتا لیکن اس راستے تک پہنچتے پہنچتے محسوس ہوا جیسے پھر اسٹیئرنگ بھٹک رہا ہے۔

اس نے رفتار سست کر دی، چپ چاپ اپنے اندر محسوس کرنے لگی۔ کوئی اس کے اندر موجود ہے یا نہیں، ہو کوئی اس کی سوچ کے ذریعے اسے بہکا سکتا تھا۔ اسی کی سوچ کا لب و لہجہ اختیار کر کے تو نہیں بتا رہا چلتا۔ وہ یہی سمجھتی کہ خود سوچ رہی ہے، اسی بات کو وہ محسوس کرنا چاہتی تھی لیکن ٹیلی پیتھی کا کمال یہی ہے کہ خیال خوانی کرنے والا اپنے معمول کے لب و لہجے میں بولتا ہے اور معمول اپنی ہی سوچ، اپنا ہی ارادہ محسوس کرتا ہے، وہ اسی ارادے کے مطابق راستہ بدل دیتا ہے۔ اس بار پوی بہت محتاط تھی، وہ اپنے اندر کچھ نہ کچھ محسوس کرنا چاہتی تھی مگر نہ ہی محسوس ہو رہا تھا نہ ہی کچھ سمجھ میں آ رہا تھا۔

اچانک اسے خطرہ محسوس ہوا۔ جس ریوالور کو اس نے دھمکی دینے کے لیے اپنے پاس رکھا تھا، اسی ریوالور سے وہ خودکشی کر سکتی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے مجبور کر سکتا تھا۔ اس نے سوچا، فرہاد نے بارہا ایسے تماشے دکھائے ہیں، جو ریوالور لے کر آیا، وہ خود اپنی ہی گولی سے ہلاک ہو گیا اور یہ سب ٹیلی پیتھی کا کمال ہوتا ہے!

وہ ریوالور کو ایک طرف سیٹ پر دبائے بیٹھی تھی۔ اس نے گاڑی روک دی، جوجو سے کہا "تم کھڑکی کے پار دیکھو، شاید تمہیں کوئی لفٹ دینے والا مل جائے میں تمہیں چھوڑ دوں گی لیکن کار سے باہر نہ جانا۔"

وہ خوش ہو کر کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔ پوی نے ریوالور کو اٹھایا تاکہ اس کا چیمبر خالی کر دے۔ وہ کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی لیکن جب ریوالور کو اٹھا کر اس کے چیمبر کو

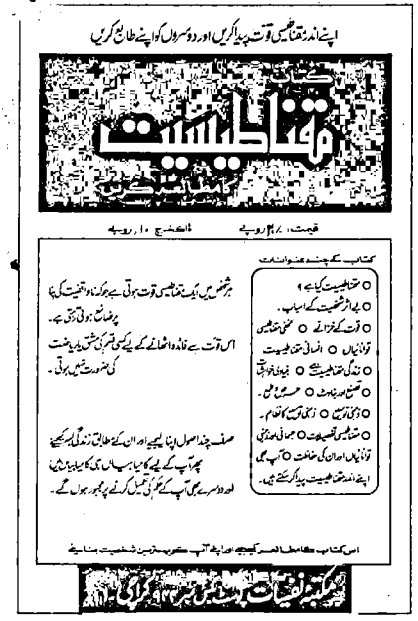

دیکھا تو حیران رہ گئی۔ وہ خالی تھا۔

اسے اچھی طرح یاد تھا جب اس نے آرمر کی جیب سے ریوالور نکالا تو وہ بھرا ہوا تھا۔ تب سے اب تک اسی کے پاس تھا۔ کسی دوسرے ہاتھ میں نہیں گیا تھا پھر اسے کون خالی کر سکتا تھا؟

اسے یقین ہو گیا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر بھرے ہوئے ریوالور کی طرح موجود تھا۔ اس نے آواز دی۔ "مسٹر آرمر! میں سمجھ گئی ہوں، تم میرے اندر چھپے ہوئے ہو۔ پھر چھپنے کا فائدہ؟ ٹیلی پیتھی کا عمل کر رہے ہو تو کھل کر اظہار کرو۔"

یہ بات اس نے بڑبڑانے کے انداز میں کہی تھی جو جو نے کھڑکی کی طرف سے پلٹ کر پوچھا۔ "کیا میرے بھائی سے بات ہو رہی ہے؟"

"ہاں، تمہارا بھائی موجود ہے مگر بات میں کر رہی ہوں۔ وہ ڈر رہا ہے۔ کہیں شیبا اور فرہاد اسے نقصان نہ پہنچا دیں۔ وہ احمق ہے۔ کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ ہمارے دونوں ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے لب ولہجے سے اچھی طرح واقف ہیں۔ کسی وقت بھی اس کے دماغ کا کباڑا کر سکتے ہیں۔"

جو جو نے بے یقینی سے کہا۔ "میں نہیں مانتی۔ اگر میرا بھائی تمہارے دماغ میں ہوتا تو وہ میرے پاس ضرور آتا۔ وہ مجھے بہت چاہتا ہے۔ وہ میرے لیے جان دیتا ہے۔ پہلے وہ مجھ سے بات کرتا۔ تم غلط سمجھ رہی ہو۔ تمہارے دماغ میں میرا بھائی نہیں، فرہاد ہے۔"

"فرہاد مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ وہ خیال خوانی نہیں کرے گا۔ شیبا، فرہاد کے ساتھ ہے۔ دونوں میں سے کوئی میرے پاس نہیں ہے۔ اگر کوئی ایک ہوتا تو تمہارا بھائی مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے غافل بنا کر میرے ہی ہاتھ سے اس ریوالور کا چیمبر خالی نہ کراتا۔ یہ دیکھو، چیمبر خالی ہے۔"

"کیا تم اب تک خالی ریوالور سے مجھے دھمکی دے رہی تھیں؟"

"نہیں، یہ پہلے بھرا ہوا تھا۔ میں نے سوچا تھیں کھڑکی کے پار دیکھتے رہنے میں مصروف رکھوں اور چیمبر خالی کر دوں مگر پتا چلا۔ چیمبر پہلے سے خالی ہے۔ اب میں تم سے چھپا کر کیا کروں۔ چھپاؤں گی تو تمہارا بھائی ٹیلی پیتھی کے ذریعے بتا دے گا، ریوالور خالی ہے۔"

"تو پھر میرے بھائی نے اب تک مجھے یہ کیوں نہیں بتایا۔ یہ بہت ہی اہم بات ہے۔ میرے دل سے ڈر نکل جاتا۔ میں اب بھی کہتی ہوں کہ بھائی تمہارے پاس نہیں ہے۔"

اس بات نے پومی کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ واقعی اگر ہوتا تو اپنی بہن کے دل سے ڈر نکالنے کے لیے ضرور یہ بتا دیتا کہ ریوالور کا چیمبر خالی ہے۔ موجودہ حالات بتا رہے تھے کہ اس کے دماغ میں آرمر وڈ نہیں ہے۔ فرہاد اور شیبا بھی نہیں ہیں۔ پھر کون ہے؟

پومی نے دانت پیستے ہوئے پوچھا۔ "کون ہو تم؟ میں پوچھتی ہوں، تم کون ہو؟ بولو، کیا شیبا اور فرہاد سے ڈر رہے ہو کہ اپنی آواز اور لب ولہجہ سناؤ گے تو ان کی گرفت میں آجاؤ گے؟"

کوئی جواب نہیں ملا۔ پھر اچانک یوں لگا جیسے وقت تھم گیا ہو۔ دنیا تھوڑی دیر کے لیے مر گئی ہو۔ بعد میں پتا چلا وہ غافل ہو گئی تھی۔ پتا نہیں کتنی دیر تک غافل رہی جب چونکی تو دیکھا، اسی جگہ کھڑی ہے جہاں سے واپس ہوئی تھی، جہاں اس نے جو جو سے پوچھا تھا اور جو جو نے کہا تھا کہ اس راستے پر آگے ان کا ایک بنگلا ہے۔ گویا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے دوبارہ یہاں تک لے آیا تھا۔ بالکل فرہاد علی تیمور کی چال چل رہا تھا۔

جو جو نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم نے گاڑی کیوں روک دی۔ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے یہاں آئی تھیں پھر واپس چلی گئی تھیں۔ دوبارہ پھر یہاں آکر گاڑی روک رہی ہو۔ آخر مجھے کب تک ادھر سے ادھر گھماتی رہو گی۔ آگے تھوڑی دور ہمارا بنگلا ہے۔ بار بار واپس جانے سے بہتر ہے، اسی بنگلے میں چل کر آرام کریں۔"

پومی نے سوچا، کیا میں اس خیال خوانی کرنے والے کے سامنے بے بس ہو گئی ہوں، کیا میری قوت ارادی کام نہیں آئے گی؟

اس نے پھر گاڑی اسٹارٹ کی۔ اسے یو ٹرن دے کر واپس جانا چاہا۔ اسی لمحے وہ غافل ہو گئی لیکن اس بار پوری طرح غفلت طاری نہیں تھی۔ وہ آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ دماغ سے سمجھ رہی تھی کہ واپس نہیں جا رہی ہے سیدھی اسی طرف جا رہی تھی جس طرف جو جو نے اپنے بنگلے کی نشاندہی کی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی، ڈرائیو نہیں کرے گی بریک لگائے گی، گاڑی رک جائے گی لیکن وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ بریک نہیں لگا سکتی تھی۔

اس نے دیکھا، پندرہ بیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ ایک بنگلے کے پورچ میں آکر رک گئی تھی۔ پھر وہ گاڑی سے جو جو کے ساتھ اتر کر بنگلے کے برآمدے میں، وہاں سے چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئی، وہاں سے صوفے پر آرام سے بیٹھ گئی۔ اسی وقت چونک پڑی۔ جو جو نہیں تھی۔ اس کی گرفت سے نکل چکی تھی۔ اسے سب کچھ یاد آرہا تھا کس طرح وہ بے اختیار گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے آئی تھی۔ وہ جاگتی آنکھوں سے سب کچھ دیکھتی رہی تھی۔ لاشعوری طور پر انکار کرتی رہی تھی کہ ڈرائیو کرتی ہوئی ادھر نہیں آئے گی لیکن وہ آتی چلی گئی، حتیٰ کہ یہاں صوفے پر پہنچ کر بیٹھ گئی تھی۔

ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے معمول کو دو طرح سے کام میں لایا جاتا ہے۔ ایک تو بالکل اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے جہاں چاہے پہنچایا جا سکتا ہے۔ اسے ہوش نہیں رہتا کہ وہ اتنی دیر تک دماغی طور پر کیسے غافل رہا تھا اور کمال دقت اتارتا رہا تھا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ معمول کے دماغ پر قبضہ جمایا جاتا ہے لیکن اسے سوچنے سمجھنے کے لیے آزاد رکھا جاتا ہے جس طرح پومی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہی تھی، دماغ سے سب کچھ سمجھ رہی تھی کہ ٹریپ کی جا رہی ہے۔ اپنی مرضی کے خلاف دوسری جگہ لے جائی جا رہی ہے لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ بے بس تھی۔ خیال خوانی کرنے والے کے اختیار میں تھی۔ گویا فرہاد علی تیمور اب تک اپنے دشمنوں پر جتنے حربے آزماتا آیا ہے۔ اب وہی اس کی ساتھی عورتوں پر آزمائے جانے والے تھے۔ اس کی ایک مثال پومی تھی۔

اس کے متعلق یہ تمام واقعات بعد میں معلوم ہوئے تھے۔ میں تو آرام سے سو رہا تھا۔ یہ ڈاکٹر کی دواؤں کا اثر تھا۔ رات کو سے تیسیں نہیں اٹھ رہی تھیں۔ اس لیے گہری نیند آگئی تھی۔ سونے والے کو بیدار نہ کیا جائے تو وہ لمبی تان کر سوتا ہے۔ میں بھی جانے کب تک سوتا رہتا لیکن اچانک ہی آنکھ کھل گئی۔ مجھے محسوس ہوا جیسے میں خود بیدار نہیں ہوا، کوئی میرے پاس آیا تھا یا کوئی غیر معمولی سی بات ہوئی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیدے گھماتے ہوئے اپنے کمرے کو دیکھا۔ سونیا میرے پاس سو رہی تھی، بے چاری نہ جانے کب سے جاگ رہی تھی۔ سونے اور آرام کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ میرے پاس آکر وہ دشمنوں سے بے خبر ہو گئی تھی۔ میں پھر سیدھی طرح لیٹ کر سوچنے لگا۔ آخر میری آنکھ کس طرح کھل گئی تھی؟ سونے والوں کی آنکھیں تو کھلتی ہی ہیں لیکن

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات

صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ھَوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو نمود دیتی تھی۔

****

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے سب ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصّوں میں مکمّل

قیمت فی حصہ ۳۰ روپے ★ ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰ روپے

میں کسی کی مداخلت کے باعث بیدار ہوا تھا اور وہ مداخلت میرے دماغ میں ہوئی تھی۔ میں نے ہولے سے آواز دی۔
"شیبا! کیا تم ہو؟"
مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کیں۔ خود کو خیال خوانی کے لیے آمادہ کرنے لگا۔ میں سمجھنا چاہتا تھا۔ ابھی مجھ میں کتنی دماغی توانائی ہے۔ میں خیال خوانی کر سکتا ہوں یا نہیں؟ میں نے آرمرووڈ کا تصور کیا۔ اس کی آواز اور لب ولہجے کو اچھی طرح یاد کیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور کامیاب رہا۔
میں جسمانی اور دماغی طور پر کمزور تھا۔ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہی ذہن پر بوجھ پڑا۔ تکلیف کا احساس ہوا۔ اس پرواز نے دم توڑ دیا۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا مگر میں نے اتنی سی دیر میں آرمرووڈ کو ایک بستر پر پڑے ہوئے دیکھا۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میری نیند میں اس نے مداخلت نہیں کی تھی۔ وہ میرے دماغ میں نہیں آیا تھا۔ اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ میرے دماغ کی کمزوری تھی۔ خواہ مخواہ آنکھ کھل گئی تھی۔ کسی نے مداخلت نہیں کی تھی۔
ابھی میں یہ سوچ رہا تھا کہ شیبا کی آواز سنائی دی۔ میں نے پوچھا "تم کب سے میرے پاس ہو؟"
"میں ابھی آئی ہوں۔ جب تمھیں پہاڑی راستے پر حادثہ پیش آیا تھا تو میں نے سونیا کو ہیلی کاپٹر کے ساتھ وہاں سے پہنچایا تھا۔ اس کے بعد اپنے معاملات میں اس قدر مصروف ہوئی کہ تمھاری خیریت بھی دریافت نہ کر سکی۔ اتنی دیر بعد اب آئی ہوں۔"
میں نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہو۔ جب میں یہاں لایا گیا۔ میرا علاج ہوا اور میں ہوش میں آیا تو تم میرے دماغ میں آئی تھیں۔"
"کیا کہہ رہے ہو! میں تو ابھی آئی ہوں۔"
"شیبا! تم اسی کمرے میں آئی تھیں۔ میں اسی بستر پر پڑا ہوا تھا۔ پھر میں نے تم سے کہا تھا تمھیں پوپی کی خبر لینا چاہیے اور تم مجھ سے یہی وعدہ کر کے گئی تھیں۔ کیا تم پوپی کے پاس سے آ رہی ہو؟"
"میں کہہ رہی ہوں اپنے معاملات میں الجھی ہوئی تھی۔ مجھے تمھارے پاس آنے کا موقع نہیں مل سکا۔ پھر پوپی کے پاس کیسے جاتی؟"
"اگر تم پورے ہوش وحواس سے کہہ رہی ہو تو میرے ہوش میں آنے کے بعد کون آیا تھا۔ مجھے تمھاری ہی آواز سنائی دی۔ ہی لب ولہجہ سنائی دیا۔ کیا آرمرووڈ نے تمھاری نقل کی تھی؟ شیبا بن کر مجھ سے باتیں کرنے آیا تھا؟"
"یہ ناممکن نہیں ہے۔ وہ ایسا کر سکتا ہے۔"
"میں نے ابھی خیال خوانی کی کوشش کی تھی مگر ناکام رہا۔ اتنا معلوم ہوا وہ کہیں بستر میں پڑا تکلیف میں مبتلا ہے۔ تم اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرو۔ کیا وہ شیبا بن کر میرے پاس آیا تھا؟"
وہ میرے پاس سے چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ گئی۔
"وہ تقریباً ایک گھنٹے سے تکلیف میں مبتلا ہے۔ پوپی نے اپنے فولادی ہاتھوں سے دو ضربیں لگائی تھیں۔ اس کے بعد وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہا۔ کسی طرح اپنے لوگوں میں پہنچ گیا ہے۔ دیا گیا ہے۔"
"پھر ایسا کون کر رہا ہے؟"
"میں تو تمھاری زبان سے یہ سن کر حیران ہوں کہ کسی نے میری آواز اور لب ولہجے کی نقل کی اور تم سے گفتگو کرتی رہی یا کرتا رہا۔"
میں نے کہا "اگر کسی اور نے خیال خوانی کی ہے تو وہ ہے..... اور آرمرووڈ کے دو بھائیوں میں سے کوئی ایک ہے۔"
"وہ جو کوئی بھی ہے، بڑی آہستگی سے ہمارے لیے خطرہ بنتا جا رہا ہے۔ اب میری سمجھ میں آ رہا ہے کہ میں اپنے معاملات میں کیوں اس قدر مصروف ہو گئی تھی۔ وہ ہم سب کو اپنی اپنی جگہ الجھا رہا ہے۔ کیا میں بتاؤں کہ وہ مجھے تل ابیب میں کس طرح الجھاتا رہا ہے اور میں یہ سمجھتی رہی کہ ایسے حالات خود بخود پیدا ہو رہے ہیں۔"
"تم اپنے متعلق بعد میں بتانا۔ فی الحال پوپی کے پاس جاؤ۔ یقیناً وہ اسے بھی الجھا رہا ہو گا۔"
شیبا اس کے پاس پہنچی تو وہ اسی حالت میں تھی یعنی جو جو کے ساتھ ڈرائیونگ کرنے کے بعد اس بنگلے میں آ کر ڈرائنگ روم کے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جو جو کہیں چلی گئی تھی۔ شیبا کے مخاطب کرنے پر اس نے پوچھا "تم اب تک کہاں رہیں۔ میں محسوس کر رہی ہوں آرمرووڈ مجھے خیال خوانی کے ذریعے اپنی مرضی کے مطابق چلا رہا ہے۔ میں جو جو کو ٹیوبا لیک لے جانا چاہتی تھی مگر وہ میرے ذہن پر اس قدر چھایا رہا کہ احساس تک نہ ہوا اور میں ادھر چلی آئی۔"
شیبا نے کہا "فرہاد کے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔"

کوئی شیبا بن کر اس کے پاس آیا تھا۔ شاید یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کس حالت میں ہے۔ ہوش میں ہے یا بے ہوش؟ جب وہ ہوش میں آنے کے بعد دوبارہ نیند پوری کر رہا تھا تو کسی کی مداخلت سے آنکھ کھل گئی۔ وہ یقین سے کہہ رہا ہے کوئی اس کے دماغ میں آیا تھا۔"
"اس پر زیادہ بحث کرنا فضول ہے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہم سب کے دماغوں میں کوئی آ رہا ہے اور ہمیں اپنی اپنی جگہ مصروف رکھتے ہوئے اپنا کوئی مفاد حاصل کر رہا ہے۔ تمھیں آرمر کے پاس جا کر معلوم کرنا چاہیے جس طرح اس نے ٹرانسفارمر سسٹم کی مشینوں کے ذریعے فرہاد کی خیال خوانی کا علم اپنے دماغ میں منتقل کیا ہے کیا اسی طرح یہ علم اس نے بھائیوں کے دماغوں میں بھی منتقل کیا ہے؟"
وہ فوراً ہی آرمر کے دماغ میں پہنچی۔ وہ نیند میں تھا۔ شیبا اس کے خوابیدہ دماغ سے اہم باتیں اگلوانے لگی۔ اس نے نیند کی حالت میں اعتراف کر لیا کہ اس نے ٹرانسفارمر سسٹم کے مطابق ایک ایج اور مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کی تمام صلاحیتوں کو اپنے دونوں بھائیوں کے دماغوں میں اسی طرح منتقل کیا ہے جس طرح فرہاد کے دماغ سے تمام صلاحیتیں اس کے دماغ میں منتقل کی گئی تھیں۔ ہیوگن کو الٹیز اور مینٹل پاور کا ٹرانسفر پاتال دنیا میں ہی ہو چکا تھا۔
شیبا نے یہ باتیں مجھ کو اور پوپی کو بتائیں۔ سونیا بیدار ہو چکی تھی۔ اس نے یہ سب کچھ سننے کے بعد کہا "اب ایک نیا اور بے حد خطرناک محاذ ہمارے خلاف قائم ہو چکا ہے۔ وہ دونوں اپنے بھائی آرمرووڈ سے زیادہ ذہین، چالاک اور معاملہ فہم ہیں۔ وہ حتی الامکان پُراسرار بن کر رہنے کی کوشش کریں گے اور بے نقاب ہونے کے بعد بھی شاید ہم ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ اس لیے کہ تم بھی دشمنوں کے سامنے بار بار بے نقاب ہو چکے ہو اور وہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔"
میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "بے شک، وہ دونوں اپنے بھائی آرمرووڈ سے زیادہ ذہین، چالاک، معاملہ فہم اور بہت ہی قابل ہیں۔ آرمرووڈ اپنے دوسرے معاملات میں اس قدر مصروف رہا کہ وہ صرف میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کر سکا۔ اس کے برعکس اس کے دونوں بھائی تھرماکوائل جیسے انجینئر، ہیوگو جیسے فلسفی، براڈ فورڈ جیسے کیمیک اور دوسرے ڈاکٹر اور سائنسدانوں کے دماغوں سے بہت کچھ اپنے دماغوں میں منتقل کر چکے ہیں۔ ان دونوں کا دماغ اتنا حیرت انگیز ہو گا کہ شاید آج تک کسی انسان کا دماغ ایسا نہ ہو۔ وہ دنیا کے تمام علوم وفنون اور تمام معلومات کا انسائیکلو پیڈیا ہوں گے۔ وہ نایاب ہیرے کی طرح تراشیدہ دماغ رکھنے والے سمجھے ہوں گے کہ کن حالات میں کیسے اقدامات کرنے چاہئیں۔ انھیں نہ غصہ آتا ہو گا، نہ وہ بوکھلاہٹ میں آتے ہوں گے، نہ وہ اور طرح کے جذبات سے مغلوب ہوتے ہوں گے۔"
پھر میں نے شیبا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "جب تم ہماری زندگی میں دشمن بن کر آئی تھیں تو ہماری ٹیلی پیتھی سے اتنا خطرہ محسوس نہیں ہوا تھا کیونکہ تم نادان تھیں۔ تمھارے پاس صرف یہی ایک صلاحیت تھی۔ جب کہ وہ دونوں بھائی بے شمار صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ میرا خیال ہے، مجھے اپنی زندگی کے سب سے خطرناک اور بدترین دشمنوں سے سامنا کرنا ہو گا۔"
سونیا گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو؟"
وہ کہنے لگی "شیبا کے بیان کے مطابق اسے تل ابیب میں پریشان کیا جا رہا ہے۔ جب تم تنویمی عمل کے ذریعے ان کے زیر اثر تھے۔ ان کی ہر بات کو حرف آخر سمجھتے تھے، کیا ان کے زیر اثر رہنے کے دوران تم نے اپنی اور تمام ساتھیوں کی مصروفیات کے متعلق انھیں بتایا نہیں ہو گا؟"
"یقیناً انھوں نے بہت کچھ پوچھا ہے اور میں نے بہت کچھ بتایا ہے۔"
"اس کا مطلب ہے، انھیں تل ابیب میں صرف شیبا کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی اور بھی دوسرے راز معلوم ہو چکے ہیں۔"
"میں نے کہا نا میں سب کچھ بتا چکا ہوں۔ میں مجبور تھا۔ اپنے آپ میں نہیں تھا۔"
سونیا نے کہا "شیبا تم فوراً شیخ صاحب کے پاس جاؤ اور انھیں محتاط کر دو۔ بابا صاحب کا ادارہ ہماری پہلی اور آخری پناہ گاہ ہے۔ وہ دونوں بھائی سازشوں کے ذریعے وہاں جگہ بنانے کی کوشش کریں گے۔ وہاں کے طلبا اور طالبات کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ وہاں صرف شیبا کی موجودگی سے کام نہیں چلے گا۔ فرہاد ہم دونوں کو ادارے میں جا کر کچھ عرصے تک رہنا چاہیے۔"
"میں شیخ صاحب کے پاس جا رہی ہوں۔"
میں نے کہا "وہاں سے جلد واپس آنا۔"
سونیا نے بھی سمجھایا "تم تنہا خیال خوانی کے ذریعے سب کے پاس پہنچ سکتی ہو۔ ہر ایک کی خبر رکھو اور ہر ایک

کے پاس آتی جاتی رہو۔ ہم میں سے کسی کے پاس آنے میں دیر کرو گی تو نئے مسائل پیدا ہوتے رہیں گے۔"

"میں ابھی آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں اور سونیا خاموشی سے ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ ہم دونوں کے دماغوں میں ایک ہی سوال تھا، کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دماغوں میں موجود ہیں؟

فی الحال ہمیں اپنے سوال کا جواب نہیں مل سکتا تھا۔ ہماری زندگی میں جتنے خطرناک دشمن آئے، وہ پہلے پہل پُراسرار بننے کی کوشش کرتے رہے، سات پردوں میں چھپتے رہے، پھر ان کے اپنے حالات نے اور کچھ ہماری جدوجہد نے انھیں بے نقاب کر دیا مگر اب جو دشمن تھے، وہ سب سے مختلف تھے۔ وہ ہم سے دور نہیں تھے۔ ہمارے پاس ہی تھے۔ ہمارے اندر تھے اور ہم انھیں دیکھ سکتے تھے، نہ پہچان سکتے تھے۔

ایک نرس ٹرالی میں کھانے پینے کی چیزیں لے آئی۔ کھانے کے ساتھ دوائیں بھی تھیں۔ اس نے کچھ دوائیں کھلائیں پھر تاکید کی کہ کھانے کے بعد مجھے کچھ اور دوائیں بھی کھانا ہوں گی۔ میں سونیا کا سہارا لے کر باتھ روم میں گیا۔ منہ ہاتھ دھو کر واپس بستر پر آ گیا۔ اگرچہ میرے پاؤں تک زخم آئے تھے مگر بالکل ہی کمزور نہیں تھا۔ چلنے پھرنے کے قابل تھا۔ تھوڑی دیر پہلے خیال خوانی کر کے اپنی دماغی توانائی آزما چکا تھا۔ اس آزمائش میں کچھ ناکام ہوا تھا، کچھ کامیاب ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا، صبح ہونے تک پھر خیال خوانی کرنے لگوں گا۔

کھانے کے دوران شیبا نے آکر بتایا، "میں نے جناب شیخ صاحب کو تمام حالات تفصیل سے بتا دیے ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں، تمھیں اور سونیا کو ادارے میں آکر رہنا چاہیے۔"

ایسا تو ہم نے بھی سوچ رکھا تھا۔ پھر اس نے پوپی کے حالات بتائے۔ وہ اسی بنگلے میں تھی جہاں جوجو کے ساتھ پہنچی تھی۔ جب شیبا اس کے پاس پہنچی تو وہ ایک میز پر جھکی کاغذ پر لکھ رہی تھی۔ اس نے یہ لکھا تھا:

"میں پوپی اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہوں۔ یہ تحریر مکمل کرنے کے بعد ہوش میں آؤں گی۔ ابھی میرے اندر ایک ایسی نادیدہ قوت ہے جو مجھ سے یہ سب کچھ لکھوا رہی ہے۔ یہ نادیدہ قوت کہہ رہی ہے کہ وہ جس کے دماغ میں پہنچے گی اسی کی شخصیت اختیار کر لے گی۔ ابھی میرے دماغ میں ہے، اس لیے پوپی بن کر لکھ رہی ہے۔ سونیا کے پاس جائے گی تو سونیا بن کر بولے گی۔ شیبا کے پاس شیبا بن کر رہے گی اور یہی قوت فرہاد علی تیمور کے دماغ میں پہنچ کر اس کی اصل شخصیت اختیار کر لے گی۔ اس طرح شیبا اور فرہاد کبھی اس نادیدہ قوت کے اصل لب و لہجے کو پکڑ نہیں سکیں گے لہٰذا اس قوت کو سمجھنا، اسے کہیں تلاش کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوگا۔

یہ قوت چاہے تو پوپی کو ہلاک بھی کر سکتی ہے یا اس لڑکی کو اپنے پاس بلا کر اس کی برین واشنگ کر سکتی ہے، اسے تمام عمر اپنی کنیز بنا کر رکھ سکتی ہے لیکن یہ قوت ایسا نہیں کرے گی۔

اس قوت سے پہلے کتنی ہی احمقانہ قوتوں نے سونیا، فرہاد اور اس کی دوسری ساتھیوں کو زیر کرنے، انھیں مار ڈالنے یا انھیں اپنا غلام بنائے رکھنے کی کوششیں کیں اور ناکام رہیں۔ سان کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ انھوں نے فرہاد اور اس کی ساتھی عورتوں کو اپنے قریب آنے کا موقع دیا۔ یہ قوت ایسا کوئی موقع نہیں دے گی، ہمیں محتاط رہنے کے لیے سونیا کی ایک مثال کافی ہے۔ اس نے پاتال دنیا کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا لہٰذا ہم پوپی کو بھی قریب آنے کا موقع نہیں دیں گے۔ اس تحریر کو مکمل کرنے کے بعد یہ باہر جائے گی۔ باہر وہی گاڑی موجود ہے جس میں یہ جوجو کے ساتھ بیٹھ کر آئی تھی۔ یہ چاہے تو اسے استعمال کر سکتی ہے۔ جہاں جانا چاہے جا سکتی ہے۔ اگر ریڈ پاور کے باس کو اپنی مدد کے لیے بلانا چاہے تو یہاں ٹیلیفون موجود ہے۔ اسے ٹیلیفون نمبر یاد نہ ہو تو یہ قوت ٹیلیفون نمبر اس کاغذ پر لکھ رہی ہے۔"

پوپی لکھتی جا رہی تھی۔ اس نے فون نمبر بھی لکھا۔ شیبا کے دماغ میں رہ کر اس تاک میں تھی کہ جو قوت پوپی کا لب اختیار کر کے وہ تحریر لکھوا رہی ہے، اس سے ذرا چوکا جائے۔ اس کا اپنا کوئی لب و لہجہ سنائی دے تو فوراً گرفت میں لے سکے لیکن ایسا موقع نہیں مل رہا تھا۔ پوپی لکھ رہی تھی۔

"اب سوال پیدا ہوتا ہے، یہ قوت پوپی کو زندہ کیوں چھوڑ رہی ہے۔ اس کا سیدھا سا جواب ہے۔ پوپی نے اور سونیا نے ہماری بہن جوجو اور بھائی آرمر کو جانی نقصان نہیں پہنچایا ہے، ہم بھی جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ پھر کسی کی جان لے کر ملتا کیا ہے؟

ہم دشمنی کی ایک نئی مثال قائم کریں گے۔ کسی کو جانی نقصان پہنچائے بغیر اپنا مفاد حاصل کرتے رہیں گے۔ البتہ ہمارے راستے میں کوئی آئے گا تو اسے عبرتناک سبق سکھائیں گے، اسے زندہ رکھیں گے مگر اس کی زندگی موت سے بدتر بناتے جائیں گے۔ اس سلسلے میں ہمارا طریقۂ کار کیا ہوگا، یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔"

پوپی لکھتی جا رہی تھی اور شیبا پڑھتی جا رہی تھی۔ آخر میں اس نے لکھا، "اب یہ قوت اپنی تحریر ختم کر رہی ہے۔"

اس تحریر کے نیچے پوپی نے لکھا، "تحریر کردہ ایک قوت بطور پوپی بقلم خود۔"

یہ لکھتے ہی پوپی اچانک چونک گئی۔ اس قوت نے دماغ پر سے قبضہ اٹھا لیا تھا۔ اب وہ ہوش میں تھی۔ کبھی اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے قلم کو اور کبھی اس کاغذ کو دیکھ رہی تھی جس پر اس کی اپنی تحریر تھی۔ وہ اسے پڑھنے لگی۔ کسی نے اس کے ہاتھ سے یہ سب کچھ کیوں لکھوایا تھا۔ یہ سمجھ میں آ گیا۔ وہ قوت چاہتی تھی کہ پوپی کی یہ تحریر سونیا اور فرہاد تک پہنچے یا پھر شیبا خیال خوانی کے ذریعے اپنے تمام ساتھیوں کے سامنے اس تحریر کا متن پیش کر دے۔

شیبا نے کہا، "پوپی! میں تمھارے پاس ہوں۔ یہ تحریر پڑھ چکی ہوں۔ یہ ساری باتیں سونیا اور فرہاد کو بتا دوں گی۔"

"جب میں یہ لکھ رہی تھی تو کیا تم موجود تھیں؟"

"ہاں، میں اس موقع کی تلاش میں تھی کہ تم سے جو قوت لکھوا رہی ہے، اس سے ذرا سی غلطی ہو جائے تو میں اسے پکڑ سکوں مگر مجھے یہ موقع نہیں مل سکا۔"

پوپی باتیں کرتے ہوئے بنگلے سے باہر آئی۔ وہاں وہی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا، "تم ریڈ پاور کے باس سے کہو، میرے لیے بیلی کاپٹر بھیج دے۔ میں زیادہ لمبی ڈرائیو نہیں کروں گی۔"

وہ کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک شاہراہ تک پہنچ گئی۔ شیبا نے اس کے ذریعے ایک سنگ میل کو پڑھا۔ پھر ریڈ پاور کے باس کے پاس پہنچ کر بولی، "پوپی اس وقت اوٹاوا سے نیویارک جانے والی شاہراہ پر سفر کر رہی ہے۔ اس کی گاڑی کا رنگ سُرخ ہے۔ اس کے لیے ایک بیلی کاپٹر بھیج دو تاکہ وہ جلد سے جلد سونیا اور فرہاد تک پہنچ سکے۔"

میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ شیبا سونیا کے ذریعے پوپی کی روداد بیان کر رہی تھی اور میں سُن رہا تھا۔ جو شخص عود کو ایک قوت کہہ رہا تھا۔ اس کا طریقۂ کار کچھ نیا تھا۔ وہ پوپی کے دماغ میں پہنچ کر پوپی بن گیا تھا۔ اس نے اسی کا لب و لہجہ اختیار کیا تھا۔ یہ اپنے بچاؤ کی بہترین صورت تھی۔ نہ کبھی وہ اپنا لب و لہجہ کسی کے دماغ میں اختیار کرے گا، نہ ہی اس بات کا اندیشہ رہے گا کہ شیبا یا فرہاد کسی کے دماغ میں چھپ کر اسے گرفت میں لے سکتے ہیں۔

شیبا تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گئی تھی، پھر اس نے کہا، "فرہاد! وہ قوت میرے اندر بول رہی ہے۔"

"یقیناً اس نے تمھارا ہی لب و لہجہ اختیار کیا ہوگا۔"

"ہاں، وہ ابھی کہہ رہی تھی کہ میں شیبا ہوں۔ اس یقین کے ساتھ شیبا کے لہجے میں بول رہی ہوں کہ فرہاد خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا۔ میں شیبا کو سمجھا رہی ہوں۔ اس کی بھلائی اسی میں ہے کہ تل ابیب میں موجود رہے۔ اس پر بُرا وقت آنے والا ہے۔"

میں پریشان ہو کر سونیا کو دیکھنے لگا۔ شیبا پر بُرا وقت آنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم سب پر بُرا وقت آ رہا تھا۔ میں نے کہا، "تم تل ابیب جاؤ مگر ہمارے پاس آتی رہو۔"

وہ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد ماں نیلما اسی کمرے میں آئیں۔ انھوں نے پہلے میری خیریت دریافت کی پھر کہا، "بیٹے! میں نے تمھیں آرام کرنے کے لیے کہا تھا مگر تم خیال خوانی کر رہے ہو۔"

"نہیں ماں جی، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ابھی میں اپنی دماغی توانائی بحال کر رہا ہوں۔ صبح سے پہلے خیال خوانی نہیں کروں گا۔"

"اگر تم ایسا نہیں کر رہے ہو تو میرے سوامی نے ابھی مجھ سے شکایت کیوں کی ہے کہ تم خیال خوانی کے ذریعے انھیں پریشان کر رہے تھے؟"

میں نے حیرانی سے انھیں دیکھا، پھر پوچھا، "کیا آپ نے سوامی جی سے فون پر رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ہاں، میرا دل نہیں مانتا۔ آخر وہ میرے سوامی ہیں۔ میں نے فون کے ذریعے خیریت دریافت کی، وہ غصّے سے کہنے لگے۔ فرہاد میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اگر وہ تمھارا مان کرتا ہے۔

تمھاری عزت کرتا ہے تو اس سے کہو میرے دماغ میں کبھی نہ آئے۔"

ماں جی نے بڑی محبت سے مجھے دیکھا، پھر شانے پر ہاتھ رکھ کر بولیں "بیٹے! وہ بُرے ہیں، بہت بُرے ہیں لیکن میرے شوہر ہیں۔ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر کبھی ان سے تمھیں نقصان پہنچا تو میں تمھیں جوابی کارروائی کرنے سے نہیں روکوں گی مگر..."

میں نے بات کاٹتے ہوئے کہا "میں نے آپ کو ماں کہا ہے۔ آپ سے جھوٹ نہیں کہوں گا۔ میں نے اب تک خیال خوانی نہیں کی ہے اور نہ ہی سوامی جی سے دماغی رابطہ قائم کیا ہے۔ آپ یقین کریں، ہمارے علاوہ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں، وہ یقیناً سوامی جی کو پریشان کر رہے ہوں گے۔ میں تھوڑی دیر بعد شیبا کے ذریعے ان کے حالات معلوم کروں گا۔"

پھر میں نے سونیا سے کہا "پتا نہیں، وہ قوت ہیرا سوامی کو کیوں پریشان کر رہی ہے، آخر اس سے کیا چاہتی ہے۔"

"یہ شیبا کے ذریعے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔"

وہ اپنے معاملات میں الجھی ہوئی تھی، جب تک ہمارے پاس نہ آتی، اسے ہیرا سوامی کے متعلق معلوم نہ ہوتا اور نہ وہ ہمیں معلومات فراہم کر سکتی تھی۔ فی الحال ہم شیبا کے محتاج ہو کر رہ گئے تھے۔

ماں جی مجھے جواب طلب نظروں سے دیکھ رہی تھیں، میں نے کہا "ہم شیبا کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں، سوامی جی نجمیریت ہوں گے، ہم جلد ہی ان سے رابطہ قائم کر لیں گے۔"

"جب تک شیبا نہ آئے، ٹیلیفون کے ذریعے ان سے بات کر لو۔ ان کے دل میں تمھارے لیے جو شبہات ہیں، وہ دور ہو جائیں گے۔"

سونیا نے تائید کی پھر ایک ملازم سے ٹیلیفون لانے کے لیے کہا۔ جب وہ ٹیلیفون لے آیا تو ماں جی نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہوتے ہی انھوں نے کہا "میں نیما بول رہی ہوں۔ آپ خوامخواہ فرہاد پر شبہ کر رہے ہیں، یہ بے چارہ زخموں سے چُور ہے، یہاں بستر پر لیٹا ہوا ہے، خیال خوانی نہیں کر سکتا۔"

انھوں نے چپ ہو کر کچھ سُنا، پھر کہا "آپ مجھے غصہ نہ دکھائیں، فرہاد سے بات کریں۔"

میں نے ریسیور لے کر کہا "ہیلو سوامی جی! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ پہلے میں تمھیں ہیرا سوامی کہا کرتا تھا لیکن ماں جی کے مقدس رشتے کا لحاظ کرتے ہوئے سوامی جی کہہ رہا ہوں۔ مجھ سے کیا شکایت ہے؟"

اس کی آواز سنائی دی "بڑے معصوم بن کر پوچھ رہے ہو۔ اتنی دیر تک مجھے پریشان کرتے رہے۔ اب خیال خوانی چھوڑ کر ٹیلیفون کے ذریعے باتیں کر رہے ہو۔"

"میں سچ کہتا ہوں، مجھے اس قدر زخم آئے ہیں کہ خیال خوانی نہیں کر سکتا۔ میں اتنی بڑی دنیا میں تنہا ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہوں، میرے علاوہ اور بھی ہیں۔ اس وقت ہمارا ایک مخالف تمھیں پریشان کر رہا ہے۔"

میری بات ختم ہوئی۔ وہ ایک ذرا چُپ رہا، پھر پکار کر بھڑک کر بولا "تم اُلّو کے پٹھے ہو، تم اُلّو کی اولاد ہو، تمھیں شرم نہیں آتی، نیلما کے سامنے ٹیلیفون کے ذریعے بات کر رہے ہو اور خیال خوانی کے ذریعے مجھے اُلّو کا پٹھا کہہ رہے ہو۔"

میں حیرانی سے چُپ رہا۔ اب میں اسے کیسے یقین دلاتا کہ یہ میں نے نہیں کہا۔ اسی کی شرارت ہے جو خود کو نادیدہ قوت کہتا ہے، ماں جی نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"کوئی خیال خوانی کے ذریعے سوامی جی کو گالی دے رہا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں، میں ایسا کر رہا ہوں۔ اب میں انھیں یقین نہیں دلا سکتا۔"

ماں جی نے میرے ہاتھ سے ریسیور لے کر کہا "کیا آپ کا دماغ چل گیا ہے۔ فرہاد میرے سامنے باتیں کر رہا ہے۔ پھر یہ کیسے خیال خوانی کر سکتا ہے؟"

"تم ان کی چالوں کو نہیں سمجھ سکتی ہو۔ یہ باتیں کرتے ہیں اور چند سیکنڈ کے اندر ہی چُپ رہ کر ڈھیر ساری باتیں خیال خوانی کے ذریعے کر جاتے ہیں۔ اس وقت یہ باتیں نہیں کر رہا ہے، گالیاں دے رہا ہے۔"

"میرا بیٹا کم ظرف نہیں ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے آپ کو اپنے اندر اعلیٰ ظرفی پیدا کرنا ہوگی۔"

"تم ایسا ضرور کہو گی۔ اب تو تمھیں ٹیلی پیتھی کی قوتیں حاصل ہو گئی ہیں۔ تم میرے خلاف بہت زبردست محاذ بنا سکتی ہو۔ ان کے ذریعے مجھے اپنے بیٹے کا باپ بننے پر مجبور کر سکتی ہو۔ تم نے کروڑوں ڈالر کے ہیرے چھپا رکھے ہیں، اب میں ان تک کبھی نہیں پہنچ سکوں گا، وہ خیال خوانی کرنے والے مجھے پہنچنے کا موقع ہی نہیں دیں گے۔ صرف اتنا ہی نہیں، اب میری باقی دولت بھی تم ہتھیا سکتی ہو، اگر میں کسی ناگن کو دودھ پلاتا تو وہ اس طرح نہ ڈستی جس طرح تم بیوی ہو کر ڈسنے والی ہو۔"

"آپ جو کہنا چاہیں کہہ سکتے ہیں۔ جو سمجھنا چاہیں سمجھ سکتے

ہیں۔ میں نے آپ کے خلاف کوئی محاذ نہیں بنایا ہے۔ میں صرف اپنے بیٹے کے لیے زندہ ہوں اور جو کرتی ہوں اسی کے لیے کرتی ہوں۔ میں نے آج تک آپ کو نقصان نہیں پہنچایا، آئندہ بھی اس شرط پر نقصان نہیں پہنچاؤں گی کہ آپ میرے بیٹے کو باپ کا نام دیں گے اور اس کا اعلان کریں گے۔"

"آخر وہی بات زبان پر آ گئی، اب تم ڈنکے کی چوٹ پر مجھے چیلنج کرو گی لیکن میں بھی ایک مندی ہوں۔ میں کل بھی لتا تھا۔ آج بھی کہتا ہوں اور آئندہ بھی کہوں گا۔ نہ میرا تم سے کوئی رشتہ ہے، نہ تمھارے بیٹے سے۔ تم مجھے بدنام کرنا چاہتی ہو۔ اینڈ ڈیٹس آل۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ جب تک وہ بات کرتی رہیں، میں ان کا منہ تکتا رہا۔ ہمارے درمیان تقریباً تین چار فٹ کا فاصلہ تھا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے ہوئے تھیں۔ ہیرا سوامی ان سے کیا کہہ رہا تھا، یہ میں سُن نہیں سکتا تھا لیکن ماں جی کو دیکھتے دیکھتے یوں لگا جیسے وہ ریسیور میرے کان سے لگا ہوا ہو اور مجھے ہیرا سوامی کی آواز صاف سنائی دے رہی ہو جو کچھ وہ کہہ رہا تھا، میں اسے پوری تفصیل سے سُن رہا تھا۔

تب اچانک انکشاف ہوا کہ ریسیور کان سے لگا ہوا نہیں ہے بلکہ میں ماں جی کے دماغ میں ہوں اور مجھے ساری باتیں سنائی دے رہی ہیں یعنی خیال خوانی کی پرواز کمال ہو گئی تھی۔

میں دوسرے ہی لمحے ہیرا سوامی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ غصّے سے ریسیور رکھ رہا تھا۔ میں پھر واپس آ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ تکیے پر سر رکھ کر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ ماں جی نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "کتنی بار سمجھایا ہے، آرام کرو، تم پھر تھک گئے ہو۔"

میرے جی میں آیا کہ میں اپنی خیال خوانی کا ذکر کروں لیکن ملک نے خود کو روک لیا۔ ابھی میں کہہ چکا تھا کہ کسی کی سوچ نہیں پڑھ سکتا۔ اب اعتراف کروں گا تو ماں جی کو شبہ ہو گا کہ میں نے دشمنی کے تحت چُپ چاپ ہیرا سوامی کو گالی دی تھی۔ اس صلاحیت کے بحال ہونے پر خوشی کا اظہار ضروری نہیں تھا۔ میں نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔

وہ مجھے آرام کرتے دیکھ کر وہاں سے چلی گئیں، سونیا نے میرے ہاتھ کو تھام کر ہولے سے آواز دی "فرہاد!"

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا، اس نے پوچھا "کیا بہت تھک گئے ہو؟"

میں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا "میں ذرا سونا چاہتا ہوں۔"

"آنکھیں بند کر لو، میں ابھی سلا دیتی ہوں۔"

وہ میرے پاس بیٹھ گئی، میرے سر کو سہلانے لگی، میں نے آنکھیں بند کیں، پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ہیرا سوامی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس خاص خواب گاہ میں تھا، جہاں میں نے پہلی بار اسے دیکھا تھا اور جہاں کی ہر چیز میں قیمتی ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ وہ ریسیور کو کریڈل پر پٹخنے کے بعد غصّے سے ٹہل رہا تھا۔ اپنے آپ کو سمجھا رہا تھا "غصّہ دکھانے سے کام نہیں چلے گا، معاملہ بگڑ گیا ہے۔ نیلما کے پاس ایک نہیں، دو ٹیلی پیتھی کی قوتیں ہیں، وہ مجھے زبردست نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

وہ سوچتا جا رہا تھا اور خواب گاہ کی ایک ایک چیز کو، ایک ایک ہیرے کو چھو کر دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ ہیرے کا عاشق تھا، دیوانہ تھا۔ ان کے لیے جان بھی دے سکتا تھا۔

اس کی سوچ نے کہا "مجھے اس طرح ٹہلنا نہیں چاہیے، تھک جاؤں گا، اب میز کے پاس جا کر بیٹھنا چاہیے۔"

اس کی دوسری سوچ نے کہا "میز کے پاس جا کر کیوں بیٹھوں، آرام سے بستر پر کیوں نہ لیٹ جاؤں؟"

مگر وہ بستر کی طرف نہ جا سکا، بے اختیار میز کے پاس آیا، کرسی پر بیٹھ کر ایک قلم کو ہاتھ میں لیا، پاس رکھی ہوئی ڈائری کو کھول لیا، پھر اس کے ایک سادے صفحے پر لکھنے لگا۔

میں نے محسوس کیا، وہ بے اختیار ایسا کر رہا تھا، یقیناً وہ نادیدہ قوت ایسا کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ لکھنا نہیں چاہتا ہے۔ اس کے باوجود لکھتا جا رہا ہے اور جو کچھ لکھتا جا رہا ہے، وہ پہلے سے اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ اب یہ باتیں دماغ میں پیدا ہوتی جا رہی ہیں اور وہ ان باتوں کو کاغذ پر لکھ رہا ہے۔ اس نے سب سے پہلے ایک ماسٹر کی کا نام لکھا اور اس نام کے ساتھ اس کا ٹیلیفون نمبر لکھ دیا۔ میں نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں، سونیا میرے سر کو سہلا رہی تھی۔ میں نے کہا "جلدی کرو، کاغذ اور قلم لاؤ، میں جو کہتا ہوں، اسے لکھتی جاؤ۔"

"کیا تم جاگ رہے تھے؟"

"ہاں، یہ بات ماں جی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تم جلدی کرو۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر گئی، فوراً ہی کاغذ قلم لے کر آ گئی۔ میں نے ایک ماسٹر کی کا نام لکھوایا اور اس کے ساتھ اس

کا فون نمبر بھی لکھوا دیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ ہیرا سوامی کے دماغ میں پہنچا۔ اس وقت تک وہ حروف و عدد ماسٹر کی کے نام اور نمبر لکھ چکا تھا یعنی نہ وہ نام اور نمبر بھی سونیا کو لکھوا دیے۔ اس طرح اس نے چھ عدد ماسٹر کی کے نام اور فون نمبر لکھے۔ اس کے بعد وہ ایک ایک ماسٹر کی کے متعلق تفصیل سے لکھنے لگا کہ ان کی کمزوریاں کیا ہیں اور ہیرا سوامی انھیں کس طرح بلیک میل کرتا ہے۔ ان سب کے جرائم کے مکمل اور ٹھوس ثبوت کہاں چھپا کر رکھے گئے ہیں۔

اس کے بعد اس نے لکھنا شروع کیا۔ "میں ہیرا سوامی کے اندر ایک اور ہیرا سوامی بول رہا ہوں اور جو کچھ بول رہا ہوں اسے دوسرا ہیرا سوامی اپنے قلم سے لکھتا جا رہا ہے۔ سب سے پہلے میں اپنے اس معمول ہیرا سوامی کی یہ غلط فہمی دور کر دوں کہ میں فرہاد نہیں ہوں۔ میں ایک اَن خان پاور ایک نادیدہ قوت ہوں۔ میرے ایک آلۂ کار نے اس کے کھانے میں ایسی دوا ملائی ہے، جس سے دماغ کمزور ہو گیا ہے۔ یہ سانس نہیں روک سکے گا۔

یہ قوت جس شخص کے اندر پہنچتی ہے۔ اسی کی شخصیت، اسی کا لب و لہجہ اختیار کر لیتی ہے۔ میں ان گزرتے ہوئے لمحات میں ہیرا سوامی ہوں۔ اپنے راز اپنے ہاتھوں سے اس ڈائری پر لکھ رہا ہوں۔ اس اعتماد کے ساتھ کہ اسے میرے سوا شیبا اور فرہاد نہیں پڑھ سکیں گے کیوں کہ میں نے شیبا کو تو اس ادیب میں مصروف رکھا ہے اور فرہاد فی الحال خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔

ہیرا سوامی ہوش میں آنے کے بعد اپنی اس تحریر کو پڑھے گا اور یقین کرے گا کہ شیبا اور فرہاد کے علاوہ بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ جب اسے یقین آ جائے گا تو میں اسے تحفظ دوں گا۔ جو راز اس نے ابھی لکھے ہیں انھیں شیبا اور فرہاد تک پہنچنے نہیں دوں گا بلکہ نیلما داسی کے دماغ سے جو معلومات حاصل کی ہیں، وہ ہیرا سوامی کو بتا دوں گا لیکن اس کے لیے بھگوان بننے والے ہیرا سوامی کو میرا غلام بن کر رہنا ہو گا۔ میرے اشاروں پر چلنا ہو گا۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس دنیا کو تسخیر کرتا رہوں گا اور بھگوان ہیرا سوامی کے روپ میں اپنے نائب ہر جگہ چھوڑتا رہوں گا۔

مجھے ہیرے جواہرات کا لالچ نہیں ہے۔ یہ تو میں جب چاہوں کسی سے بھی چھین لوں۔ جہاں اقتدار حاصل کرنا چاہوں کر لوں لیکن میرے عزائم کچھ اور ہیں جو رفتہ رفتہ ظاہر ہوں گے۔ فی الحال بھگوان ہیرا سوامی کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ نیلما داسی کے ہاتھوں شکست کھائے گا، فرہاد اور شیبا کے آگے بے بس رہے گا یا میرا غلام بن کر ان پر سبقت لے جائے گا اور ان کی ہر چال کو ناکام بنائے گا۔ فیصلہ بھگوان ہیرا سوامی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ تحریر یہیں ختم کر رہا ہوں، فقط نادیدہ قوت بطور بھگوان ہیرا سوامی، بقلم خود۔"

یہ تحریر مکمل کرتے ہی وہ چونک پڑا۔ اس نے حیرانی سے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے قلم کو دیکھا، پھر ڈائری پر نظر گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ وہ اب تک کس طرح غافل رہا تھا۔ اس کے دماغ میں خیال پیدا ہوا۔ مجھے اس ڈائری پر لکھی ہوئی تحریر کو پڑھنا چاہیے۔

میں سمجھ رہا تھا۔ وہ نادیدہ قوت اس کی سوچ میں اسے پڑھنے کی طرف مائل کر رہی تھی۔ بہر حال وہ پڑھنے لگا جیسے جیسے پڑھتا گیا، شدید حیرانی اور پریشانی میں مبتلا ہوتا رہا۔ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے کئی راز تحریر کیے تھے۔

جب وہ اور آگے پڑھنے لگا تو یہ یقین کرنا پڑا کہ فرہاد اس کے دماغ میں نہیں آتا ہے کوئی اور ہے اور وہ کون ہے یہ شاید وہ کبھی نہیں بتائے گا۔ اس نے صاف صاف لکھ دیا ہے، جس شخص کے اندر جاتا ہے اسی کی شخصیت اختیار کر لیتا ہے۔ اس نے عجب انداز اختیار کیا تھا جس کے پاس جاتا تھا۔ اسی کا ہمزاد بن کر بولتا تھا۔

دانشمند کہتے ہیں۔ سامنا کرنے والا دشمن اتنا خطرناک نہیں ہوتا جتنا کہ چھپا ہوا دوست خطرناک ہوتا ہے۔ فرہاد اور شیبا اپنے ناموں کے ساتھ ظاہر ہو کر اس کے دماغ میں آتے تھے جب کہ وہ نیا آنے والا چھپ رہا تھا۔ چھپ کر دوست بنا رہا تھا کہ وہ فرہاد اور شیبا کے خلاف اس کے کام آئے گا۔ جہاں تک کام آنے کا تعلق ہے وہ یقیناً دوست ہے لیکن یہ دوستی بڑی مہنگی پڑے گی کیوں کہ وہ ہیرا سوامی کو غلام بنا رکھنا چاہتا تھا اور اس کا فیصلہ خود اس پر چھوڑ چکا تھا۔

وہ میز کے پاس سے اُٹھ گیا، پھر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا۔ یہ کیا نئی افتاد آ پڑی ہے۔ اسے افتاد بھی کہا نہیں جا سکتا تھا جس طرح لوہا لوہے کو کاٹتا ہے، اسی طرح شیبا اور فرہاد کو ٹیلی پیتھی کو کاٹنے کے لیے اسے دوسری طرف سے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار مل رہا تھا مگر بڑے مہنگے داموں مل رہا تھا۔ بھگوان بننے والے کو غلام بننا پڑے گا اور یہ بات ہیرا سوامی کو پریشانی میں مبتلا کر رہی تھی۔ اگر کوئی کھل کر سامنے آتا تو وہ اسے منہ توڑ جواب دے سکتا تھا لیکن وہ جانتا تھا اس سے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دوستی کرے گا تو کہیں کا نہیں رہے گا۔ اُدھر شیبا اور فرہاد دشمن رہیں گے۔ اِدھر یہ نیا آنے والا بدترین دشمن ثابت ہو گا۔ پھر وہ کہیں کا نہیں رہے گا۔ سیاسی دستور کے مطابق اسے کسی ایک طاقت کی طرف جھکنا ہی پڑے گا یہ فیصلہ اسی پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ کس طرف جھکنا پسند کرے گا۔

فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی، اس نے اچانک بلند آواز سے پوچھا "تم کون ہو؟ میرے پاس آؤ، میرا مطلب ہے دماغ میں آؤ میری باتیں سنو اور میری باتوں کا جواب دو۔ کیا تم میرے دشمن ہو؟"

وہ جواب کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے دماغ میں سوال پیدا ہوا۔ "مجھے کہتے رہنا چاہیے، وہ یقیناً چھپ کے میری سوچ پڑھ رہا ہے۔ مجھے بلند آواز سے بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

یقیناً وہ نادیدہ قوت ہی اس کے دماغ میں ایسی سوچ پیدا کر رہی تھی تاکہ وہ اپنا فیصلہ سنا سکے۔ اس نے کہا۔ "میں تمہارا ساتھ چاہتا ہوں۔ میں غلام بن کر رہوں گا اس کے لیے میری چند شرائط کو تسلیم کرنا ہو گا۔ بولو، کیا تم میری باتیں سن رہے ہو؟"

وہ پھر چپ رہ کر جواب کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے اندر خیال پیدا ہوا۔ "میں کہہ چکا ہوں، جس شخص کے اندر جاتا ہوں اس کی شخصیت اختیار کر لیتا ہوں۔ اسی کے لب و لہجے میں بولتا ہوں اور اسی کے لب و لہجے میں سوچ پیدا کرتا ہوں۔ فی الوقت نادیدہ قوت بطور بھگوان ہیرا سوامی بول رہی ہے۔ بالفعل اپنی شرائط سناؤ۔"

میں بڑی توجہ سے اس سوچ کو سن رہا تھا اور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کسی ایک آدھ حرف کی ادائیگی میں لغزش ہو جاتی تو میں اسے پکڑ سکتا تھا مگر میں بھی شیبا کی طرح کام کا آدمی بولنے والا بہت محتاط تھا۔ اس کی ذہانت کی داد دینا چاہیے۔ اس نے ہم سے محفوظ رہنے کے لیے بڑا ہی انوکھا راستہ اختیار کیا تھا۔ جس شخص کے اندر پہنچتا تھا اسی کی شخصیت اختیار کر لیتا تھا۔ ایسے میں ہم اس کے اصل لب و لہجے تک پہنچ نہیں سکتے تھے۔

ہیرا سوامی نے کہا۔ "میری پہلی شرط یہ ہے کہ میں دنیا والوں کے سامنے بھگوان بن کر رہوں، چاہے در پردہ تم مجھے ساری عمر غلام بنائے رکھو مگر میں اپنی عزت اور شہرت چاہتا ہوں۔"

وہ ذرا توقف سے بولا۔ "کیا میری یہ پہلی شرط منظور ہے؟"

ذرا دیر خاموشی رہی۔ پھر اس کی سوچ اُبھری۔ "منظور ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "یہ تو میری اپنی سوچ ہے، میں خود ہی کہہ رہا ہوں کہ منظور ہے۔"

"تمہارے اندر دوسرا ہیرا سوامی کہہ رہا ہے، تم کہتے جاؤ، میں سنتا جا رہا ہوں۔"

اس نے کہا۔ "میری دوسری شرط یہ ہے کہ اس نادیدہ قوت کو میری دولت کا تحفظ کرنا ہو گا۔ میرے وہ کروڑوں ڈالر کے ہیرے نیلما سے واپس لا کر دینے ہوں گے یا کوئی آسان راستہ بتانا ہو گا تاکہ ان ہیروں تک پہنچ کر انھیں حاصل کر سکوں۔"

اس کی دوسری سوچ سنائی دی۔ "میں وعدہ کرتا ہوں، ان ہیروں تک تمہیں پہنچا دوں گا۔ انھیں حاصل کرنے یا نہ کرنے کا انحصار تم پر ہو گا۔"

"شیبا اور فرہاد رکاوٹ بنیں گے۔ کیا ایسے میں تم میری مدد نہیں کرو گے؟ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ تم عورت ہو یا مرد؟"

"میں کیا ہوں، یہ سوچنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ ایک نادیدہ قوت کے حوالے سے باتیں کرو۔ شیبا یا فرہاد کی ٹیلی پیتھی رکاوٹ بنے گی تو میں تمہاری مدد کروں گا۔"

"تم مرد کی طرح بول رہے ہو۔"

"اس لیے کہ میں ہیرا سوامی کے لب و لہجے میں بول رہا ہوں مگر ایک بات یاد رکھو، اب تک تم نے جتنی دولت کمائی ہے، اس میں سے ایک چھوٹی کوڑی نہیں لوں گا مگر آئندہ تمہارے کام آؤں گا تو تمہارے منافع میں میرا بھی حصہ ہو گا۔ اگر تم چاہو گے کہ کروڑوں ڈالر کے ہیرے حاصل کرنے میں تمہاری مدد کروں تو پھر آدھے ہیرے میں لے جاؤں گا۔"

اس نے جلدی جلدی انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں، نہیں، میں خود حاصل کر لوں گا۔ تم مجھے ان ہیروں تک پہنچا دو۔"

وہ کم بخت اپنے بدن کا تمام خون نچوڑ کر دے سکتا تھا مگر میرے نہیں دے سکتا تھا۔ اس نے تیسری شرط بیان کی۔ "نیلما مجھے یہ اعلان کرنے پر مجبور نہ کرے کہ میں اس کے بیٹے کا باپ ہوں۔"

پھر اسے اپنی ہی سوچ سنائی دی۔ دوسرے لفظوں میں اسی نادیدہ قوت نے کہا۔ "وہ فرہاد کا سہارا لے کر ایسا کرے گی۔ میں اس کا توڑ کرتا رہوں گا۔ تم کسی کے باپ بن کر نہیں، اپنے عقیدت مندوں کے بھگوان بن کر رہو گے۔"

اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر خوشی سے کہا۔ "مجھے منظور

ہے آج سے میں تمہارا غلام ہوں، غلام بننے سے میری غیرت مرے گی، غیرت مرتی ہے تو کوئی نہیں دیکھ پاتا، بھگوان نہ بنا تو ناک کٹ جائے گی، ناک کے بغیر منہ لے کر کیا کروں گا۔ لہٰذا مجھے غلامی منظور ہے۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر آرمرود ڈ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے معلوم کیا۔ پتا چلا، اس کے ایک بھائی کا نام شار پرود ڈ ہے اور دوسرے بھائی کا نام ہار پرود ڈ۔ باقی اس کی دونوں بہنوں کے نام تو پہلے ہی معلوم تھے۔ یعنی ایک لیڈی روزینہ تھی، دوسری جوجو۔

آرمر کے خوابیدہ دماغ نے یہ بھی بتایا کہ اس کے دونوں بھائیوں کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل ہو چکی ہیں، اگر اس کا دماغ نہ بتاتا تب بھی وہ دونوں بھائی اپنی حرکتوں سے ظاہر کر رہے تھے کہ ہمارے مقابلے میں زبردست محاذ قائم ہو چکا ہے۔

سونیا، مال جی اور میں جس بنگلے میں تھے، وہ ریڈ پاور کے باس کی ملکیت تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ پھر پوچھا "کیا پومی یہاں پہنچ رہی ہے؟"

اس نے جواب دیا "ہمارا ہیلی کاپٹر اس کی تلاش میں گیا تھا۔ شیبا نے بتایا تھا وہ سرخ رنگ کی کار میں سفر کر رہی ہے اور اوٹاوا سے نیویارک کی طرف جا رہی ہے لیکن ہمارے آدمیوں کو اب تک وہ کار نظر نہیں آئی۔"

"میں معلوم کرتا ہوں، وہ کہاں ہے، فی الحال تم اپنے آدمیوں کو اوٹاوا کے اسی بنگلے کی نگرانی پر لگا دو جہاں کچھ دیر پہلے پومی موجود تھی۔ وہاں آرمرود ڈ کی بہن جوجو موجود ہے۔ اس بنگلے میں یقیناً اس کے دوسرے بھائیوں شار پرود ڈ اور ہار پرود ڈ کی تصویریں یا ان سے تعلق رکھنے والے کاغذات ضرور ہوں گے، تمہارے آدمی اس بنگلے میں جبراً گھس سکتے ہیں، وہاں کی تلاشی لے سکتے ہیں۔ انھیں یہ سختی سے تاکید کی جائے کہ وہ اپنی آواز جوجو یا کسی کو نہ سنائیں۔ ورنہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے آدمیوں کو ٹریپ کریں گے اور بے موت مار ڈالیں گے۔"

یہ باتیں سمجھانے کے بعد میں پومی کے پاس پہنچ گیا۔ اسے بہت پہلے ہی میرے پاس پہنچنا چاہیے تھا۔ وہ کیوں نہ پہنچ سکی، کہاں رہ گئی۔ یہ ہم اپنی مصروفیات کے باعث معلوم نہ کر سکے۔ اب میں اس کے پاس پہنچا تو پتا چلا وہ ایک اسپتال کے بستر پر پڑی ہوئی ہے۔

میں نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ پہلے اس کی خیر خبر لینا ضروری تھا۔ اس کے حالات معلوم کرتا رہا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی جا رہی تھی، کبھی کبھی آسمان کی طرف دیکھتی تھی کیوں کہ ریڈ پاور کے ہیلی کاپٹر کی طرف سے پیلی کاپٹر آنے والا تھا۔ ایسے ہی وقت اس کی کار سے ایک بھاری بھرکم ٹرک سے ٹکرا گئی۔ وہ یقین سے نہیں کہہ سکتی تھی کہ یہ حادثہ اس کی غفلت سے ہوا یا ٹرک والے نے جان بوجھ کر سائیڈ ماری تھی۔ وہ اسٹیئرنگ پر قابو نہ پا سکی اور سڑک کے کنارے اترتے ہوئے ایک درخت سے ٹکرا گئی تھی۔ اس کے سر پر اور سینے پر چوٹیں آئی تھیں لیکن وہ فولاد جسم ہی نہیں، فولادی اعصاب بھی رکھتی تھی۔ اس کے باوجود اسپتال کے بستر پر پڑی ہوئی تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ مسکراتے ہوئے بولا "پھر زندہ ہو گئے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ہاں، کم بختوں نے مجھے زندہ بنا کر رکھ دیا تھا۔ کیسی ہو؟"

"کیا مجھے بتانا ہوگا، کس طرح حادثہ پیش آیا؟"

"معلوم کر چکا ہوں۔ تمہاری جگہ کوئی دوسری ہوتی تو فولاد کی تاب نہ لاتی۔ واقعی تم فولادی اعصاب رکھتی ہو۔ اس کے باوجود بستر پر پڑی ہوئی ہو، آخر کیا بات ہے؟"

"تم میرے اندر رہ کر محسوس کر سکتے ہو کہ میں بے حد کمزوری محسوس کر رہی ہوں، سمجھ میں نہیں آتا اتنی چوٹیں مجھے کس طرح بے بس بنا کر یہاں ڈال سکتی ہیں۔"

"جب تمھیں اسپتال پہنچایا گیا تو تم ہوش و حواس میں تھیں؟"

"پوری طرح ہوش میں تھی۔ ذرا کمزوری محسوس کر رہی تھی۔"

میں نے سوچا۔ فرسٹ ایڈ ملنے کے بعد پھر ڈرائیونگ کے قابل ہو جاؤں گی، یہاں میری پیشانی کی چوٹ پر دوائیں لگائی گئیں پھر دوائیں کھلائی گئیں۔ انجکشن لگانے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ دل گھبرا رہا ہے اور میں کچھ کمزوری سی ہو گئی ہوں۔ مجھے تھوڑی دیر آرام کرنا چاہیے، تب سے میں یہاں ہوں۔ اٹھنے کو جی نہیں چاہتا ہے۔"

"میں ابھی آؤں گا۔ جب تک نہ آؤں، یہاں کی کوئی دوا استعمال نہ کرنا۔ نہ ہی انجکشن لگوانا۔ بلکہ ایک گلاس پانی تک نہ پینا۔"

"کیا تم جا رہے ہو؟"

"تمہارے لیے کچھ انتظامات کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرہاد! قسمت کی ستم ظریفی دیکھ رہے ہو۔ کبھی ہار تمہارے پاس آتے آتے رہ گئی۔ ہر بار یقین ہوتا رہا تمہارے پاس

ہی ہوں مگر ہر بار یہی کہنا پڑتا ہے ؎

قسمت کی خوبی دیکھیے، ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ایسا ہوتا ہے مگر ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا۔ ہم ضرور ملیں گے۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سونیا سے کہا "پومی ایک اسپتال میں ہے۔ کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔"

میں نے ایکسیڈنٹ کے متعلق بتایا، پھر کہا "وہ خطرات میں گھری ہوئی ہے۔ دشمن چھپ کر وار کر رہا ہے۔ وہ ہم میں سے کسی کو بظاہر جانی نقصان نہیں پہنچائے گا جس طرح پومی کمزوری محسوس کر رہی ہے، اس سے پتا چلتا ہے، وہ دھیرے دھیرے مارے گا۔ تمہارا وہاں پہنچنا ضروری ہے۔ ابھی یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"اسے واپس اوٹاوا پہنچا دیا گیا ہے۔"

"جلد از جلد پہنچنے کے لیے ہیلی کاپٹر لازمی ہے۔"

میں نے ریڈ پاور کے باس کو مخاطب کیا اور اپنی ضرورت پیش کی۔ اس نے کہا "ابھی ہیلی کاپٹر پہنچ رہا ہے۔"

میں نے کہا "میرے آس پاس جو ڈاکٹر، نرسیں اور ملازم ہیں، انھیں بدل جانا چاہیے۔ جن نئے لوگوں کو میرے پاس بھیج رہے ہو، انھیں تاکید کر دو کہ زبان سے ایک لفظ ادا نہ کریں۔ تنہائی میں بھی سیلیقوں پر کسی سے گفتگو نہ کریں۔ ہم سب خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔"

میں نے سونیا سے کہا "تمھیں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ اب تک ہمارے دشمنوں نے جان سے مار ڈالنے کی کوشش کی یا ہمیں جسمانی اور ذہنی طور پر نقصان پہنچاتے رہے۔ یہ پہلا دشمن ہے جو آہستہ آہستہ ہمیں کمزور بنا کر اپنے راستے سے ہٹا رہا ہے۔ اگر ہم اسی طرح یکے بعد دیگرے اسپتالوں اور گھروں تک محدود ہوتے گئے تو اس کے لیے میدان صاف ہوگا اور وہ یہی چاہتا ہے۔"

وہ چلی گئی۔ شیبا بڑی دیر سے نہیں آئی تھی۔ پتا نہیں اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا۔ ویسے بھی وہ بے چاری تنہا تھی۔ عجیب میں انجانے دشمنوں سے نمٹتی آ رہی تھی۔ وہ تقریباً دس گھنٹے سے اپنے مسائل میں الجھی ہوئی تھی۔ اس وقت میں اور سونیا اپنے اپنے معاملات سے الجھ رہے تھے۔ میں تو خیر اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو شیبا کو اتنے مسائل سے دوچار ہونے نہ دیتا۔

کتابیں منگانے کا آسان طریقہ

HOW TO WRITE A LETTER
خطوط نویسی کے لیے قیمت ۶/- روپے

HOW TO WRITE AN ESSAY
مضمون نگاری کے لیے قیمت ۶/- روپے

HOW TO WRITE AN EXPLANATION
وضاحت و تشریح کے لیے قیمت ۶/- روپے

HOW TO LEARN CORRECT SPELLING
صحیح ہجے لکھنے کے لیے قیمت ۶/- روپے

HOW TO DO COMPREHENSION
ادراک و فہم کا اظہار کرنے کے لیے قیمت ۶/- روپے

CORRECT POSITIONS OF PREPOSITIONS
پری پوزیشن کے صحیح استعمال کے لیے قیمت ۶/- روپے

HOW TO PUNCTUATE
رموز اوقاف جاننے کے لیے قیمت ۶/- روپے

10 DAYS TO TRANSLATION
اردو سے انگلش میں ترجمہ کرنے کے لیے قیمت ۱۲/- روپے

○ اندرون ملک ڈاک خرچ ایک یا ایک سے زائد کتابوں کا ۲/- روپے ہوگا۔ پورا سیٹ منگانے پر ڈاک خرچ معاف (صرف اندرون ملک کے لیے) ○ کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا نام و پتا اور کتابوں کا نام ضرور لکھیں ○ کسی قسم کی نقد رقم خط میں ڈال کر ہرگز نہ بھیجیں۔ منی آرڈر ارسال کرنے کا پتا: مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴۰ سیدمٹھن بلیوایا اسٹریٹ، کراچی ۱
○ بیرون ملک پورے سیٹ کی قیمت مع ڈاک خرچ: مشرق وسطیٰ ۱۰۰ پاکستانی روپے، یورپ اور مشرق بعید ۱۵۰ پاکستانی روپے، آسٹریلیا، امریکا، افریقہ ۲۰۰ پاکستانی روپے ○ بیرون ملک کتابیں منگانے کے لیے رقم بذریعہ ڈرافٹ روانہ کریں۔ ڈرافٹ پر نام اس طرح لکھوائیں۔

MAKTABA NAFSIAT A/C 688 H. B. L.
MANSFIELD STR. BR. KARACHI

ذاتی طور پر جا کر حاصل کرنے کے لیے:
Sales Office:
MAKTABA NAFSIAT 404 HUSSAIN
CENTRE. SHAHRAHE IRAQ SADDAR
KARACHI - PHONE: 526689

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴۰ کراچی

وہ خیال خوانی کے ذریعے کبھی میرے پاس آتی تھی، کبھی سونیا کے پاس جاتی تھی۔ کبھی پوپی کی خبر لیتی تھی، پھر اپنے مسائل میں الجھتی چلی جاتی تھی۔ اس کی زندگی میں کبھی ایسا وقت نہیں آیا تھا کہ وہ اپنے ساتھ ساتھ اپنے چاہنے والوں کی بھی فکر کرتی رہے۔ ان کی حفاظت کرتی رہے، پھر اپنی حفاظت کے لیے بھی دماغی صلاحیتوں سے کام لیتی رہے۔

میں نے اس کے پاس جا کر مخاطب کیا۔ "شیبا! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

اس نے تعجب سے پوچھا۔ "فرہاد؟ یہ دوسری بار کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ تم فرہاد ہو؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "دوسری بار؟ کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں اب سے پہلے بھی تمہارے دماغ میں آچکا ہوں۔"

"تم ابھی ابھی مجھ سے باتیں کر رہے تھے۔ دوسری بار خود کو فرہاد کہہ رہے ہو۔ میں کیسے یقین کروں؟"

"میں سمجھ گیا، وہ نادیدہ قوت میرا لب و لہجہ اختیار کر کے تم سے گفتگو کر رہی تھی۔ یہی بات ہے، نا؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر خلا میں تکتے ہوئے بولی۔ "میں نہیں جانتی۔ تم واقعی فرہاد ہو یا نہیں۔ بہرحال، وہ نامعلوم شخص میرے اندر رہ کر تمام حقائق معلوم کر چکا ہے۔"

"فکر نہ کرو، میں آگیا ہوں۔ دیکھتا ہوں، وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔"

"تھوڑی دیر پہلے بھی تم یہی بات کہہ چکے ہو۔"

میں نے پھر حیران ہو کر پوچھا۔ "کیا وہ ایسی ہی باتیں کر رہا تھا۔"

"اب میں کیا کہوں کہ کون کیسی باتیں کر رہا تھا۔"

میں نے اس کی پریشانیوں کو سمجھتے ہوئے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ آرام کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد اپنے فرہاد ہونے کا یقین دلاؤں گا۔"

میں اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ محسوس کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس کے دماغ میں ہوں یا نہیں؟ اور اگر ہوں تو اصل ہوں یا نقل؟ اس نادیدہ قوت نے میری آواز اور لب و لہجہ اختیار کر کے اُسے بُری طرح الجھا دیا تھا۔ بہرحال میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔

اب سے دس گھنٹے پہلے کمانڈو وائی اس سے ملنے آیا تھا۔ آمنہ اب اس کے پاس نہیں تھی بلکہ اسرائیل میں نہیں تھی۔ وہ یا صاب کے ادارے میں واپس پہنچ گئی تھی۔ اس کی خواب گاہ کے باہر دو لیڈی گارڈز موجود رہتی تھیں۔ اور وہ لیڈی سیکریٹری تھی جسے خود سیبا نے اپنے لیے منتخب کیا تھا۔ اسرائیلی کمانڈوز میں کمانڈو وائی بہت بڑا افسر تھا۔ اس کے باوجود وہ بھی اجازت حاصل کرنے کے بعد اس کی خواب گاہ میں آیا تھا۔ شیبا نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹھو، تمہاری آمد کا مقصد کیا ہے؟"

"میں بہت اہم گفتگو کرنے آیا ہوں۔"

"کیا اس بات کا اندیشہ نہیں رہا کہ فرہاد تمہارے دماغ میں جگہ بنا سکتا ہے؟"

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، فرہاد ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔"

"تمہیں یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں؟"

"کوئی میرے دماغ میں آتا ہے۔"

وہ شیبا کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا، وہ بولا۔ "تم نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ کیا مجھے تجسس میں مبتلا کرنا چاہتے ہو؟"

"میں خود تجسس میں ہوں۔ میں نے خود کو حتی الامکان چھپائے رکھنے کی کوشش کی۔ اپنی آواز، اپنا لب و لہجہ کسی کو سناتا نہیں تھا۔ کوئی میرے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا تھا مگر پہنچ گیا۔ کیا تم بتا سکتی ہو، وہ کیسے پہنچ گیا؟"

"میں پہنچنے کا راستہ جانتی تو اس سے پہلے تمہارے دماغ پر قبضہ جما چکی ہوتی۔"

"دیکھا جائے تو تم نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے بلایا ہے۔"

"کیا تم یقین سے ایسا سمجھ رہے ہو؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا، مجھے کیا سمجھنا چاہیے۔ وہ جو میرے دماغ میں آکر بولتا ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ وہ شیبا نہیں ہے، فرہاد نہیں ہے جس شخص کے اندر پہنچتا ہے، اسی کی شخصیت اختیار کر لیتا ہے۔ اسی کے لب و لہجے میں بولتا ہے اور میں حیرانی سے اپنے دماغ کے اندر سن رہا تھا۔ وہ بالکل میرے ہی انداز میں بول رہا تھا۔ خود کو کمانڈو وائی کہہ رہا تھا۔ مجھے یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ میرے اندر شیبا اور فرہاد پہنچ کر مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ مجھے ابھی شیبا کے بیڈ روم میں جانا چاہیے۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی اور میں یہی دیکھنے آیا ہوں کہ مجھے کیا نقصان پہنچا سکتی ہو؟"

"نقصان پہنچانا ہوتا تو جہاں ہوتے، وہیں کے وہیں رہ جاتے۔ اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے قابل بھی نہ رہتے۔ میں پہلی بار تمہاری آواز اور لب و لہجہ سن رہی ہوں اور میرے ذریعے فرہاد بھی سنیں گے۔ اب یہ تمہارے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ حالات پر دوں میں رہنے کے باوجود کوئی تمہارے پاس پہنچ گیا اور جب تمہارے پاس پہنچ گیا ہے تو کمانڈو زید کے پاس بھی پہنچ چکا ہوگا یا پہنچنے والا ہوگا۔"

"تم درست کہتی ہو۔ میں بہت فکرمند ہوں۔ میں نے اب تک کمانڈو زید سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔ سوچتا ہوں کسی ذریعے سے بھی بات کروں گا تو وہ دماغ میں آنے والا اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، وہ کمانڈو زید تک بھی پہنچ سکتا ہے یا نہیں۔"

"تم نے کمانڈو زید کو محتاط رہنے کا سگنل تو دیا ہوگا؟"

"اسے میں نے اپنی آواز نہیں سنائی، نہ اسے کچھ کہنے دیا۔ سگنل کے ذریعے کوڈ ورڈ استعمال کیے۔ اسے محتاط اور ہوشیار رہنے کے لیے کہہ دیا لیکن ایک بات جو میں کہنے آیا ہوں، وہ شاید تمہارے لیے پریشانی کا باعث بن سکتی ہے۔"

"ہم آئے دن نت نئی پریشانیوں سے گزرتے رہتے ہیں، تم بلا جھجک کہتے جاؤ۔"

"جب وہ نادیدہ قوت میرے اندر آکر میری شخصیت اختیار کر کے میرے لب و لہجے میں بولنے لگی تو پہلے مجھے فرہاد پر شبہ ہوا لیکن اس نے ایک ایسی بات کہہ دی جس سے مجھے یقین ہو چلا ہے کہ وہ فرہاد نہیں ہے۔ اس نے مجھ سے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ میں تم سے محبت کروں۔"

"کیا کہہ کر اس نے ایسا کہا ہے؟"

"میں جانتا تھا، تم ناراضی ظاہر کرو گی، شیبا! میں خوبرو ہوں، ایک باوقار شخصیت کا حامل ہوں۔ کمانڈو ایسے ہی نہیں بن جاتے۔ انھیں ہر لحاظ سے ایک مکمل، خوبصورت اور باصلاحیت ہونے کا ثبوت پیش کرنا پڑتا ہے اور میں نے بارہا خطرناک مہمات کے دوران یہ ثابت کر دیا ہے۔ سیکڑوں لڑکیاں مجھ پر جان دیتی ہیں، تم ناراض ہو کر یہ تاثر نہ دو کہ میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔ یہ میری توہین ہوگی۔"

"کمانڈو وائی! اپنی توہین کے لیے نہیں، اپنی سلامتی کے لیے سوچو۔ تم سے پہلے کمانڈو ایکس یہاں عشق کرنے آیا تھا۔ اس کا انجام تمہارے سامنے ہے۔"

"وہ دل سے مجبور ہو کر آیا تھا۔ میں دماغ سے مجبور ہو کر آیا ہوں۔ کوئی میرے دماغ میں بار بار کہتا ہے، مجھے تم سے محبت کرنا چاہیے۔ اگر میں نے جبراً تمہارا ہاتھ پکڑ لیا تو فرہاد بھی اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں نجات نہیں دلا سکے گا۔"

وہ شیبا کو گہری نظروں سے دیکھتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا، پھر آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ پیچھے ہٹ گئی۔ "خبردار، مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ کیوں اپنی زندگی سے بیزار ہو گئے ہو؟"

وہ بالکل قریب پہنچ کر رک گیا۔ اس نے آہستگی سے ایک ہاتھ اٹھایا، پھر اس کے شانے پر رکھ دیا۔ شیبا نے اسے تھپیڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے کلائی پکڑ لی۔ وہ اپنی کلائی چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ کمانڈو وائی نے کہا۔ "میں زبردست ہوں، تم زبردست ہو۔ مجھ سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے نقصان پہنچاؤ۔ میں خوفزدہ ہو کر چلا جاؤں گا۔"

شیبا نے کلائی چھڑانے کی کوشش نہیں کی، چپ ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ وہ کہنے لگا۔ "میرے اندر، جو کمانڈو وائی بولتا ہے، وہ اس یقین سے بولتا ہے تم میرے خلاف ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہیں کر سکو گی۔ وہ کہتا ہے تم دل ہی دل میں مجھے چاہتی ہو۔ مجھے کبھی نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔ مجھے یقین کرنا ہوگا کہ واقعی تم مجھے چاہتی ہو مگر اظہار نہیں کرتی ہو۔"

اس نے خود ہی کلائی چھوڑ دی۔ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔
"جب تم مجھے نقصان نہیں پہنچا رہی ہو تو میں بھی ظالم نہیں ہوں۔ میں محبت سے پیش آؤں گا۔ جبراً تمہاری کلائی نہیں پکڑوں گا۔ میں انتظار کروں گا۔ میرے اندر کے کمانڈو وائی نے کہا ہے، مجھے انتظار کرنا چاہیے۔ تم بہت جلد اپنی محبت کا اظہار کرنے والی ہو۔"
یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا۔ وہاں سے چلتا ہوا دروازے کے پاس گیا۔ اُسے کھول کر جانے سے پہلے شیبا کو دیکھا۔ محبت سے مسکرایا پھر باہر چلا گیا۔

یہ وہ وقت تھا جب میں اور سونیا یاتاں دنیا سے نکل کر ایک دوسرے سے بچھڑ گئے تھے۔ میں ایک گاڑی میں فلسفی ہیوگو، تھرما کوائل اور براؤ نوز وفیرہ کے ساتھ سفر کر رہا تھا اور سونیا ریڈ باور کے باس کی طرف سے آنے والے ہیلی کاپٹر کا انتظار کر رہی تھی۔ شیبا ہمارے معاملات میں بُری طرح الجھی ہوئی تھی۔ اپنے حالات بیان کرنے کا اوّل تو موقع نہیں مل رہا تھا، دوسرے میں اس کی بات سننا گوارا نہیں کرتا تھا کیونکہ میں آرمر وڈ اور اس کے بھائیوں کے زیر اثر تھا۔

اس نادیدہ قوت نے کمانڈو وائی کو خوب سمجھایا تھا کہ شیبا اسے دل ہی دل میں چاہتی ہے۔ اسے دماغی نقصان نہیں پہنچائے گی اور فریاد خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ اس سے دشمنی نہیں کر سکے گا۔ کمانڈو وائی شیبا کے پاس پہنچ کر ان تمام باتوں کی تصدیق کر چکا تھا۔
اس نے ٹیلیپیتھی کے ذریعے شیبا سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا۔
"تم مجھے آواز سے پہچان رہی ہو۔ اگر نہ پہچان سکو تو میرے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر دماغ میں چلی آؤ۔ ہم چپ چاپ گفتگو کریں گے۔"
"کمانڈو وائی! میں نے پہچان لیا ہے۔ میں خیال خوانی کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ جو کہنا ہے فون پر کہہ دو۔"
"کہہ دوں گا، پہلے محبت کا اظہار کر دو۔"
"یہ کیا بکواس ہے۔"
"محبت پہلے بکواس لگتی ہے اور جب ہو جائے تو اس کے سامنے ساری دنیا بکواس لگتی ہے۔ میں نے سوچا، تمہارے سامنے آؤں گا تو شاید شرم سے محبت کا اظہار نہیں کرو گی۔ فون پر سامنا نہیں ہوگا۔ دل کی بات بھی ہو جائے گی تو پھر کیا خیال ہے؟"
"اگر کام کی بات نہیں کرو گے تو میں ریسیور رکھ دوں گی۔"
"ایسی غلطی نہ کرنا۔ پھر میں تمہاری خواب گاہ میں آجاؤں گا۔ میرے اندر بولنے والے کمانڈو وائی نے یہ یقین دلایا ہے، تم ساری دنیا کو نقصان پہنچا سکتی ہو مگر مجھے نہیں پہنچاؤ گی۔ یہ میرے اندر کا کمانڈو وائی کسی حد تک سچ بولتا ہے۔ میں اور ایک بار تمہاری خواب گاہ میں آکر تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔"
"تم یہاں نہیں آسکتے۔ دروازہ اندر سے بند ہوگا۔ میں اعلیٰ حکام سے شکایت کروں گی کہ تم مجھے پریشان کر رہے ہو اور اس کا نتیجہ بہت بُرا ہوگا۔"
"تم اعلیٰ حکام سے شکایت کرنا چاہتی ہو اور ہمارے یہ حکام جو فیصلے کرتے ہیں، وہ سمجھ میں نہیں آتے۔ انھوں نے کل یہ فیصلہ کیا تھا اسے آج بدل دیا، تمہیں سن کر حیرانی ہوگی۔ محترم ربّی اسفندیار کو ملک بدر کر دیا گیا تھا، انھیں دوبارہ اسرائیل کی سرزمین پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی لیکن آج یہ حکم واپس لے لیا گیا ہے۔ وہ یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔"
شیبا نے گھبرا کر ریسیور رکھ دیا۔ دوسری طرف کمانڈو وائی نے ہیلو، ہیلو کہہ کر اسے مخاطب کیا لیکن جواب نہیں ملا۔ اس نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ اس کے اندر دوسرا کمانڈو وائی کہہ رہا تھا۔
"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ وہ ربّی اسفندیار کا نام سن کر گھبرا جائے گی اور میں یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ وہ تمہیں دماغی جھٹکے نہیں پہنچائے گی۔ جاؤ، اس کی خواب گاہ میں جاؤ۔"
وہ تصور میں شیبا کا حسن اور اس کا سراپا دیکھنے لگا۔ شاید اس کے اندر بیٹھا ہوا دوسرا کمانڈو وائی اس کے تصور میں اس کی جھلکیاں دکھا رہا تھا، اسے للچا رہا تھا۔ عورت خواب میں آکر بلائے تو آدمی نیند کی حالت میں وہاں تک جانا چاہتا ہے جبکہ کمانڈو وائی کی جاگتی ہوئی آنکھوں کے سامنے شیبا کا تصوّر بلا رہا تھا۔ وہ کشاں کشاں اس کی خواب گاہ کے دروازے تک پہنچ گیا۔
شیبا نے اس سے کہہ دیا تھا۔ وہ آئے گا تو خواب گاہ کا دروازہ اندر سے بند ہوگا اور وہ اعلیٰ حکام سے اس کی شکایت کرے گی۔ اس نے دیکھا۔ دو لیڈی باڈی گارڈز وہاں کھڑی ہوئی تھیں۔ کمانڈو وائی کو دیکھتے ہی اٹینشن ہو گئیں۔ اس نے پوچھا۔
"کیا شیبا نے تمہیں حکم دیا ہے کہ مجھے اندر نہ جانے دیا جائے؟"
ان میں سے ایک نے کہا۔ "نو سر! ایسا کوئی حکم نہیں ہے۔ آپ جا سکتے ہیں۔"
وہ دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ اس کا خیال تھا، وہ اندر سے بند ہوگا لیکن ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اس نے ہلکا سا باؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ بڑی سی شاہانہ طرز کی خواب گاہ میں ایک شاہانہ طرز کا پلنگ تھا جس پر شیبا اپنے حسن و شباب کی جلوہ سامانیوں کے ساتھ قلوپطرہ کے انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی کروٹ بدل کر بولی۔ "میں نے تم سے کہا تھا، یہاں نہ آنا، پچھتاؤ گے مگر تم کمانڈو ایکس کا انجام بھول چکے ہو۔"
کمانڈو وائی نے مسکرا کر اسے دیکھا، پھر کہا۔ "عشق ایسی بلا

ہے جو ساری دنیا بھلا دیتا ہے اور تم مجھے ایک شخص کے انجام بھول جانے کا طعنہ دے رہی ہو۔"
اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ شیبا نے کہا۔ "تم اپنے کار کا راستہ خود بند کر رہے ہو۔ اچھی طرح سوچ لو۔ باہر سے کوئی نہیں پہنچے گی۔"
اس نے پلٹ کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "میرے کار کا کمانڈو وائی کہہ رہا ہے۔ تم مجھے دماغی جھٹکے نہیں پہنچا سکو گی۔ اپنے دل سے مجبور ہو۔"
وہ قریب آگیا۔ شیبا نے اپنا ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "صبح تم نے کلائی پکڑی تھی، میں چھڑا نہ سکی۔ اس کلائی کو چھو بھی نہیں سکو گے۔"
اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے شیبا کو دیکھا۔ ذرا تشویش میں مبتلا ہوا۔ پھر اپنے اندر دوسرے کمانڈو وائی کی آواز سنائی دی۔ کہہ رہا تھا۔ "مرد ہو کر عورت سے ڈرتے ہو جبکہ میں کہہ چکا ہوں۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ صاف طور پر سننا چاہتے تو سن لو۔ یہ جو شیبا تمہارے سامنے لیٹی ہوئی ہے۔ یہ ڈمی ہے۔ اصلی نہیں ہے۔"
اس نے پریشان ہو کر سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "میں کیسے یقین کر لوں؟"
اسے جواب ملا۔ "کیا تم نے اسے آزمایا نہیں تھا۔ تم نے اس کی کلائی پکڑی تھی اور یہ کچھ نہ کر سکی۔ نہ اپنا ہاتھ چھڑا سکی، نہ تمہیں نقصان پہنچا سکی۔ حالانکہ اس سے پہلے اس نے کمانڈو ایکس بہت نقصان پہنچایا تھا۔ تم اس پہلو پر غور کرو کہ شیبا کی ٹیلی پیتھی نے نہیں، آمنہ کی جنگجو صلاحیتوں نے نقصان پہنچایا تھا۔"
"مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کمانڈو ایکس کے دماغ کو جھٹکے لگے تھے۔"
"ہاں، وہ دماغی جھٹکے شیبا نے نہیں، فریاد نے پہنچائے تھے۔ میں تم سے بار بار کہہ رہا ہوں۔ فریاد خیال خوانی کے ذریعے یہاں سے آئے گا۔ تم آزما کر دیکھ لو۔"
شیبا پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر اسی طرح ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔ "کیا بات ہے، تم سوچ میں پڑ گئے ہو۔ شاید میری کلائی کو کسی نئے انداز سے پکڑنا چاہتے ہو جبکہ تمہارے اندر کی بات ہے۔ میں کہہ چکی ہوں، صرف چھو کر دکھا دو۔"
اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ گھور کر اسے دیکھا۔ اپنا ایک ہاتھ بڑھایا لیکن اس سے اور آگے بڑھ کر کلائی تھامنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ اسے چھو بھی نہ سکا۔ یکبارگی حلق سے چیخ نکلی۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑاتا ہوا گیا۔ پھر فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کھوپڑی کے اندر زلزلہ آگیا ہو۔ اس کا سارا وجود لرز رہا تھا۔
باہر سے دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ لیڈی باڈی گارڈز پوچھ رہی تھیں۔ "کیا بات ہے مسٹر کمانڈو وائی، دروازہ کھولیے۔"
شیبا نے کہا۔ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے دروازہ بند کیا ہے۔ اگر یہ کھول کر باہر جانا چاہے تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔"
وہ اب تک دونوں ہاتھوں سے سر تھامے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے ذرا سر کو اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر وہاں سے اُٹھنے کی کوشش کرتے لگا۔ اس کے اندر پھر ایک آواز ابھری۔ "میں تمہارا ہمزاد کمانڈو وائی بول رہا ہوں۔ میدان نہ چھوڑو۔"
وہ جھنجلا کر بولا۔ "تم بکواس کرتے ہو۔ ابھی تم نے کہا تھا، یہ مجھے دماغی جھٹکے نہیں پہنچائے گی۔ اب کیسے پہنچا رہی ہے تم جھوٹے ہو، مکار ہو۔ پتا نہیں کون سی بلا ہو۔ میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ کیوں مجھے یہاں تک لے آئے۔"
"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تمہارا بہترین دوست ہوں۔ ابھی اسقام لیتا ہوں۔ تم شیبا کو دیکھو، وہ یکبارگی چیخ مارے گی۔ پلنگ سے نیچے گرے گی اور تمہارے پاس آئے گی۔"
وہ خود کو نادیدہ قوت کہنے والا آرمر وڈ کا بھائی شارپ وڈ تو نہیں ہو گا یا ہارپر وڈ۔ وہ جو کوئی بھی تھا۔ ایک بات بھول گیا تھا کہ جس طرح وہ چپ چاپ کسی کے دماغ میں پہنچ کر میری اور شیبا کی باتیں سن لیتا ہے۔ اسی طرح شیبا بھی کمانڈو وائی کے دماغ میں پہنچ کر اس کی باتیں سن رہی ہوگی۔
واقعی وہ سن رہی تھی۔ دوسرے ہی لمحے اس نے پلٹھی مار کر آرام سے بیٹھتے ہوئے سانس روک لی۔ کمانڈو وائی سر اٹھا کر اسے دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ ابھی چیخ مار کر گرے گی۔ پلنگ سے نیچے آئے گی اور اس کے پاس پہنچ جائے گی۔ پھر اس سے معافیاں مانگے گی مگر ایسا نہیں ہو رہا تھا۔ وہ چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی۔
وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ غصّے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے بولا۔
"ابے او میرے اندر بولنے والے، کہاں ہو تم، شیبا کہاں چیخ رہی ہے، کہاں گر رہی ہے کہاں میرے قریب آرہی ہے۔ تم جھوٹے ہو، فراڈ ہو۔"
شیبا سانس روکے بیٹھی ہوئی تھی۔ پھر اس نے سانس لی۔ فوراً ہی کمانڈو وائی کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں تمہارے اندر کا دوسرا کمانڈو وائی بول رہا ہوں۔ میں جس شخص کے اندر جاتا ہوں، اسی کی شخصیت اختیار کر لیتا ہوں۔ تم مجھے جھوٹا اور فراڈ

کہہ رہے ہو۔ اب میں تمہیں سزا دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے پھر ایک زبردست دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ بیچارگی چیخ مار کر اچھلا پھر فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ شیبا نے فوراً ہی سانس روک لی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ مانڈوڈائی بن کر آنے والا اس کے دماغ میں دوبارہ پہنچنے کی کوشش کرے گا اور ناکام ہوگا۔ اُدھر کمانڈوڈائی فرش پر لڑھکتا ہوا تکلیف سے کراہتا ہوا، بڑی مشکلوں سے دروازے تک پہنچا۔ پھر دروازے کا سہارا لے کر کھڑا ہوا۔ اپنے ہاتھوں سے چٹخنی گرائی۔ دروازے کو کھولا۔ لیڈی بلڈی گارڈز نے اُسے سہارا دیتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہوگیا ہے؟"

شیبا نے کہا۔ "عشق ہوگیا ہے۔ اسے اپنی مرضی سے آنے دو۔ اپنی مرضی سے جانے دو۔"

یہ کہتے ہی اس نے پھر سانس روک لی۔ وہ اس پُراسرار شخص کو دماغ میں آنے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ کمانڈوڈائی پر یہ ثابت کرنا چاہتی تھی کہ اس کے اندر آنے والا شخص شیبا کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

وہ دیکھ رہی تھی۔ کھلے ہوئے دروازے سے کمانڈوڈائی لڑکھڑاتا ہوا جا رہا تھا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا تو اس نے آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے کہا۔ "میرے دماغ میں آنے اور مجھے دماغی جھٹکے پہنچانے سے پہلے میری ایک بات سن لو۔ تم تینوں بھائیوں کی لاڈلی بہن جو جو کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ لہٰذا بزدلوں کی طرح چھپ کر دماغی جھٹکے پہنچانے کی حماقت نہ کرنا۔"

شیبا سانس لیتی رہی اور بار بار سوچ کے ذریعے یہ کہتی رہی۔ پھر اُسے یقین آگیا کہ اس کے دماغ میں چپ چاپ آنے والا اس کی دھمکی کو سن چکا ہے۔ اسے دماغی جھٹکا نہیں پہنچائے گا۔

وہ پلنگ سے اتر کر دروازے کے پاس آئی۔ اسے اندر سے بند کیا۔ پھر واپس آکر بستر پر آرام سے لیٹ گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے محسوس کرنے کی کوشش کی۔ کیا شاہر پرودوڈیا بار پرودوڈ اس کے اندر موجود ہیں؟

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہی۔ پھر اس نے آرمر وڈوڈ کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا۔ "کون فرہاد؟"

"میں شیبا بول رہی ہوں۔ تمہارے بھائی جتنی تیزی دکھا رہے ہیں آتشی ہی تیزی سے منہ کے بل گریں گے۔ پھر کبھی اُٹھ نہیں سکیں گے۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"ہم سے چھیڑ کرنے والا کبھی سکون سے زندگی نہیں گزار سکا بلکہ اس کی زندگی مختصر ہوتی چلی گئی۔ تمہارے دونوں بھائی اپنے ہاتھوں اپنی زندگی کی میعاد کم کرتے جا رہے ہیں۔"

"کیا میرے بھائیوں نے خیال خوانی شروع کر دی؟"

"تم ابتدا کرنے کی بات کر رہے ہو۔ وہ انتہا کر رہے ہیں۔ پہلی غلطی تم نے ہی کی۔ اس پاتال دنیا میں سب سے پہلے سونیا کو اپنا قیدی بنایا۔ اس کے بعد فرہاد کو وہاں بلا لیا۔ تم نے جو سُنا تھا، اُسے آنکھوں سے اچھی طرح دیکھ لیا کہ تمہارے طلسم سے، تمہارے تنویمی عمل سے اور تمہارے ٹرانسفارمر سسٹم والی مشینوں سے گزر کر باوجو و سونیا اور فرہاد تمہارے اثر سے نکل گئے۔ اس کے بعد بھی تم لوگوں کو عقل نہیں آئی۔ تمہارے بھائیوں نے پوری طرح پریشان کرنا شروع کر دیا۔ اس کے راستے کی رکاوٹیں بنتے جا رہے ہیں۔ پھر وہ تل ابیب میں آکر مجھے پریشان کر رہے ہیں۔ وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ میں اصل شیبا نہیں ہوں اور یہ بے چارے زندگی بھر شادی نہیں کر سکیں گے۔"

"جب تمہیں یقین ہے تو شکایت کس بات کی کر رہی ہو؟"

"شکایت نہیں، وارننگ دے رہی ہوں۔ پتا نہیں وارننگ تمہارے بھائی سُن رہے ہیں یا نہیں؟ تمہیں سن لینا چاہیے۔ اگر ہماری ایک بھی ساتھی کو تمہاری ٹیلی پیتھی سے نقصان پہنچا تو جو جو زندہ نہیں رہے گی۔ تم ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود ہمارے مقابلے میں کمزور ہو۔ ہم سے بچ نہیں پاؤ گے۔ تمہارے بھائی پُراسرار بننے کی انتہائی کوششیں کر رہے ہیں۔ ان کی یہ خوش فہمی خاک میں مل جائے گی۔ ہم بہت جلد ان کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اگر وہ سن رہے ہیں تو اچھی بات ہے ورنہ تم انھیں سنا دو۔"

"کیا ایک منٹ کے لیے میرے دماغ سے جاؤ گی؟"

"میں جا رہی ہوں۔ بس اتنا ہی کہنا چاہتی ہوں اپنے بھائیوں کو سمجھا دو۔"

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ ذرا دیر بعد ہی اس نے آرمر وڈوڈ کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو شیبا! کیا تم سمجھ گئی ہو کہ میں تمہیں دماغ سے جانے کے لیے کیوں کہا تھا؟"

"کیوں کہا تھا؟"

"یہ بتانے کے لیے کہ تم ابھی کہاں ہو۔"

وہ ذرا پریشان ہوئی پھر اس نے پوچھا۔ "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ تم فی الحال دماغی طور پر تل ابیب میں موجود ہو لیکن جسمانی طور پر بابا صاحب کے ادارے میں ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں وہیں ہوں جہاں تم مجھے پا رہے ہو۔"

"تم لوگوں نے زبردست چکر ڈال رکھا ہے۔ تمہارا یہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ دماغ تل ابیب میں ہے۔

نام تل ابیب میں ہو رہا ہے اور تمہارا کام دنیا کے ہر اس حصے میں چل رہا ہے جہاں تمہارے ساتھی موجود ہیں۔"

شیبا کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا۔ "پہلے میری بات سُن لو۔ میں جانتا ہوں تم انکار کرو گی میں یہ بات دنیا والوں پر اور خصوصاً اسرائیلی حکام پر ثابت نہیں کر سکوں گا۔ اب جبکہ فرہاد میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے تو میں اسے ثابت کر کے دکھاؤں گا۔"

"میں معلوم کرنا چاہتی ہوں، تم ثابت کیسے کرو گے؟"

"تم لوگ یہ بھول رہے ہو کہ فرہاد کو کئی بار تنویمی عمل کے مرحلوں سے گزارا گیا ہے۔ جب وہ پوری طرح معمول بن گیا تھا تو اس کے دماغ سے اہم راز معلوم کیے گئے تھے۔ میں صرف چند خاص رازوں کا ذکر کر رہا ہوں۔"

وہ چپ چاپ سُن رہی تھی اور وہ کہہ رہا تھا۔ "فرہاد سپر ماسٹر کے دماغ تک پہنچ چکا ہے۔ وقتاً فوقتاً اس کے اہم منصوبوں کو معلوم کرتا رہتا ہے۔ یہ بات میں کسی وقت بھی سپر ماسٹر کو بتا سکتا ہوں لیکن ابھی نہیں بتاؤں گا کیونکہ میرا بھی اس میں مفاد ہے۔ فرہاد کی طرح میں بھی تو اس کے دماغ سے بہت کچھ معلوم کر رہا ہوں۔"

اس نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا۔ "دوسرا اہم راز یہ ہے کہ اصل شیبا ابھی تک بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ کمانڈوڈائیس نے جسے اغوا کیا تھا، وہ ڈمی شیبا تھی۔ وہ ڈمی تل ابیب میں موجود ہے۔ تم اور فرہاد وقتاً فوقتاً اس کے دماغ میں موجود رہتے ہو اور اس کے ذریعے خیال خوانی کا مظاہرہ کرتے ہو — وہاں کے حکام اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ انھوں نے اصل شیبا کو حاصل کر لیا ہے۔"

"میں تل ابیب میں ہوں۔ اگر ڈمی ہوتی تو اب تک کسی نہ کسی کی نظروں میں آجاتی۔"

"ایسا کئی بار ہوا کہ تمہیں خیال خوانی کرنا تھی مگر نہ کر سکیں کیونکہ تمہارے اندر وہ شیبا نہیں تھی جس سے بھی گفتگو کر رہا ہوں۔ میں دوسرے لفظوں میں، بیک وقت دو عدد شیباؤں سے گفتگو کر رہا ہوں۔ ایک اس سے جس کے دماغ میں ہوں چونکہ وہ دماغی طور پر ڈمی شیبا کی کھوپڑی میں پہنچی ہوئی ہے اس لیے میں اس ڈمی کے پاس بھی موجود ہوں۔"

وہ فاتحانہ انداز میں ذرا چپ رہا پھر بولا۔ "جب تک ڈمی کے دماغ میں تمہاری سوچ کی لہریں نہیں ہوتیں۔ اس وقت تک وہ ایک عام سی عورت ہوتی ہے۔ خیال خوانی نہیں کر سکتی۔ اگر خیال خوانی کا موقع آتا ہے تو بہانے کرتی ہے ہم نے تمہارے متعلق بھی بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ جب تم ڈمی کے دماغ میں آتی ہو تو چپ چاپ محسوس کرنے کی کوشش کرتی ہو کہ کوئی وہاں موجود ہے یا نہیں؟ لیکن تمہارے دماغ میں کوئی آتا ہے تو محسوس کر لیتی ہو۔ تم نے بڑی حد تک سانس روک لینے کی مشقیں بھی کی ہیں اور یہ مشقیں ابھی تک جاری ہیں۔"

"تم نے فرہاد کے دماغ میں رہ کر اسے معمول بنا کر بہت کچھ معلوم کر لیا لیکن بابا صاحب کے ادارے کے متعلق معلوم نہیں کر سکو گے کیونکہ فرہاد وہاں کے متعلق بہت کم جانتا ہے حتیٰ کہ سونیا بھی وہاں بہت عرصہ گزارنے کے باوجود اہم رازوں سے واقف نہیں ہے۔"

"ہاں، یہ درست ہے۔ تم بھی وہاں رہنے کے باوجود بہت کچھ نہیں جانتیں۔ صرف شیخ الفارس اہم رازوں سے واقف ہیں۔ ان کی طرح اس ادارے کے کچھ اور بزرگ افراد بھی رازدار ہوں گے۔ میں اور میرے بھائی وہاں تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"تم جناب شیخ الفارس کے دماغ تک کیوں نہیں پہنچتے؟"

"بہت مشکل ہے۔ ہم کوشش کر چکے ہیں وہ بظاہر تم سب کو دماغ میں آنے دیتے ہیں مگر ان کے پاس کچھ روحانی عمل ہے جو انھیں بابا فرید واصلی سے ملا ہے۔ جب بھی کوئی منفی سوچ ہوتی ہے، وہ ان کی روح پر بوجھ محسوس ہوتی ہے۔ وہ سانس روک لیتے ہیں۔ میں مانتا ہوں، بابا صاحب کا ادارہ ایک فولادی قلعہ ہے۔ جس کے اندر ٹیلی پیتھی کی آنکھیں بھی جھانک کر نہیں دیکھ سکتیں۔"

"تمہارے بتانے سے پہلے ہی ہمیں معلوم تھا۔ تم نے فرہاد کو معمول بنانے کے بعد بہت کچھ معلوم کیا ہوگا۔ بابا صاحب کا ادارہ ایک فولادی قلعہ ہے، اس کے باوجود مزید سخت انتظامات کیے جائیں گے۔ پہلے ہمارے دشمنوں میں کوئی ایسا نہیں تھا جو ٹیلی پیتھی جانتا ہو۔ اب اسی نکتۂ نظر سے حفاظتی اقدامات کیے جائیں گے۔ تم تینوں بھائیوں میں سے کوئی اس ادارے میں نقب نہیں لگا سکے گا۔"

"شیبا! مجھے تم پر حیرت ہے۔"

"بھلا، وہ کیوں؟"

"کیا تمہارے ماں باپ یہودی نہیں ہیں؟"

"ضرور ہیں۔"

"کیا تمہیں اپنے ملک سے، اپنی قوم سے، اپنے مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں ہے؟"

"میرا کتنا گہرا لگاؤ ہے یہ میں جانتی ہوں۔"

"اس دعویٰ کے باوجود تم مسلمانوں کے ہاتھوں میں کھیل

وہی ہو۔"

"میری ماں نے، میرے رشتے داروں نے، میرے ہم مذہب لوگوں، اسرائیلی اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام نے یہی بات کہی ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ مجھے مسلمانوں سے نفرت دلانے کی انتہائی کوششیں کی گئیں، آئندہ بھی یہ کوششیں مزید انتہا کو پہنچیں گی۔ میں نہیں جانتی۔ ابھی بک رہی ہوں یا بعد میں تم لوگوں کی باتوں سے بک جاؤں گی۔ فی الحال میرا ضمیر مطمئن ہے۔ میں اپنے مذہب سے، اپنی قوم سے، اپنے وطن سے الگ نہیں ہوں۔ نہ میری ذات سے کسی کو نقصان پہنچ رہا ہے اور جب ایسا نہیں ہو رہا ہے تو اس کا مطلب صاف ہے کہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہیں کھیل رہی ہوں۔ انھیں دوستی کا جواب دوستی سے اور محبت کا جواب محبت سے دے رہی ہوں۔ میں احسان فراموش کہلانا نہیں چاہتی۔"

وہ جواباً چپ رہا۔ شیبا نے کہا۔ "ربی اسفندیار کو ملک بدر کر دیا گیا تھا۔ پتا نہیں اس نے تم تین بھائیوں سے کن شرائط پر گٹھ جوڑ کیا ہے۔ ایک شرط تو صاف سمجھ میں آ گئی۔ تم لوگوں نے اسے پھر اسرائیل پہنچا دیا ہے۔ پتا نہیں کیسی چالیں چلی گئی ہیں یہ تو بعد میں معلوم ہوگا۔ ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں۔ کیا فرہاد کی طرح ربی اسفندیار بھی واقعی خود کو روح سمجھ رہا تھا اور وہ بھی کسی طرح معمول بنا لیا گیا تھا؟"

"ہاں، وہ خود کو روح سمجھ رہا تھا۔ ہمارے پاس ایک ایسا تنویمی عمل کرنے والا ہے جس نے ربی جیسے عامل کو بھی ٹرانس میں لا کر اپنا معمول بنایا تھا۔ ربی سے ہماری شرائط یہی تھیں کہ پہلے ہم اسے معمول بنا کر اس کے دل اور دماغ کی ہر ڈھکی چھپی بات کو سمجھیں گے۔ اس کے بعد بھروسا کریں گے اور ہم نے وعدہ کیا تھا کہ بہت جلد اسے اسرائیل واپس پہنچا دیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے ربی کو لانے کے سلسلے میں تم تینوں بھائیوں نے یہاں کے اعلیٰ حکام تک رسائی حاصل کی ہے۔ ان حکام کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے فائدے پہنچانے کا وعدہ کیا ہے۔ کیا یہی بات ہے؟"

"ایسی ہی کچھ بات ہے، ورنہ اتنی جلدی ربی کو ملک میں واپس آنے کی اجازت نہ دی جاتی۔"

"ربی ایک پٹا ہوا مہرہ ہے۔ اس سے تمھیں کیا فائدہ حاصل ہوگا؟"

"ہم فائدہ حاصل کیے بغیر کسی کے کام نہیں آتے۔ ہمیں پاتال دنیا میں ایک اور تنویمی عمل جاننے والے کی ضرورت تھی۔ لہٰذا ہم نے ربی اسفندیار کی خدمات حاصل کیں۔ اب وہ ہمارا مہرہ بن کر اسرائیل میں رہے گا۔ ہم کبھی کبھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کیے بغیر اس کے ذریعے بہت کچھ کر سکیں گے۔"

"اپنے اس مہرے سے کہہ دو کہ مجھ سے دور رہے ورنہ اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"ہم حتی الامکان کوشش کریں گے کہ ایک دوسرے کے ساتھیوں کو جانی نقصان نہ پہنچائیں۔ اگر تم نے میری بہن کو یا ربی اسفندیار کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو تمھارے ساتھیوں کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اب میں جا رہا ہوں۔ میرے پاس نہ آنا۔ مجھے آرام کرنے دو۔"

وہ چپ ہو گیا۔ شاید چلا گیا تھا یا چپ چاپ دماغ میں موجود تھا۔ یہ معلوم کرنے کے لیے شیبا دماغی طور پر حاضر ہوئی اپنے دماغ کے اندر اسے محسوس کرنے کی کوشش کی مگر پرائی سوچ کی لہریں محسوس نہیں ہوئیں، اگر ہوتیں تو وہ بے اختیار سانس روک لیتی۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور پومی کے پاس پہنچ گئی۔ یہ وہ وقت تھا جب پومی حادثے کا شکار ہو کر اسپتال پہنچ گئی تھی۔ میں نے سونیا کو اس کی طرف روانہ کر دیا تھا اس کے بعد خیال خوانی کے ذریعے شیبا کی خبر لے رہا تھا۔

جب اس نے پومی کو اسپتال میں دیکھا تو فوراً میرے پاس پہنچی۔ کہنے لگی۔ "میں بڑی دیر سے تمھیں دماغ میں محسوس کر رہی ہوں۔ شاید یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں کن حالات سے گزر رہی آ رہی ہوں۔"

"مجھے تمھارے حالات بھی معلوم ہوئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تم پومی کے پاس سے آ رہی ہو۔"

"فرہاد! ہم دونوں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں اعلیٰ بی بی یوگا کی مشقوں سے گزر رہی ہے یہ سونیا اور پومی کے لیے بھی لازمی ہو گیا ہے ورنہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ان دونوں کو ہماری کمزوریاں بنا رکھیں گے۔"

"تم درست کہتی ہو۔ سونیا وہاں پہنچنے ہی والی ہے چلو بھی چلتے ہیں۔ ہمیں اس معاملے میں انھیں قائل کرنا چاہیے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ماں جی کمرے میں آئیں انھوں نے کہا۔ "بیٹے! وہ اچانک بیمار پڑ گئے ہیں۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "کون؟"

"سوامی جی کی بات کر رہی ہوں۔ کسی نے دماغی طور پر پریشان کیا ہے۔ وہ ذہنی مریض بن کر رہ گئے ہیں۔"

"کیا آپ نے فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا تھا؟"

"انھوں نے مجھے فون کیا تھا۔ وہ میرے ساتھ جو سلوک کر چکے ہیں، اس پر پچھتا رہے ہیں۔ کہتے ہیں میں آشرم کے ما آ جاؤں۔ وہ اس کے باپ ہونے کا اعلان کریں گے۔"

"اگر سوامی جی اپنی بات کے دھنی ہیں۔ تو پہلے آشر

لے جانا ضروری نہیں ہے۔ وہ پہلے اعلان کریں، اس کے بعد آنند ان کے پاس آئے گا۔"

"یہ بات ان سے کہہ چکی ہوں لیکن وہ کہتے ہیں مجھے ایک بیوی کی حیثیت سے ان پر بھروسا کرنا چاہیے۔ وہ دھوکا نہیں دیں گے۔ ان کی حالت بہت نازک ہے۔ ایسے وقت اُن کے پاس رہ کر خدمت کرنا میرا فرض ہے۔"

"بیشک آپ کا فرض ہے آپ ضرور جائیں۔ ہم یہاں سے آپ کی حفاظت کرتے رہیں گے لیکن ابھی آنند کا جانا مناسب نہیں ہے۔"

"کیا ہرج ہے بیٹے! وہ باپ ہونے کا اعلان کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

"آپ ان کی چالاکیوں کو سمجھتے ہوئے بھی سمجھنا نہیں چاہتیں۔ اگر وہ پہلے اعلان کریں گے تو دنیا والوں کے سامنے اور خصوصاً اپنے ہزاروں عقیدت مندوں کے سامنے مجبور ہو جائیں گے۔ پھر بیٹے کے خلاف کوئی سازش نہیں کر سکیں گے۔ آنند کو کچھ ہو گا تو انھیں جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اگر آپ آنند کو لے جائیں گی اور بعد میں اعلان کرائیں گی تو یقین کریں، وہ اعلان سے پہلے ہی سازش کریں گے۔ آنند آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گا، خدانخواستہ اسے جانی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئیں۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کے چھلانگ لگائی۔ ان کے دماغ میں ایک سوچ کی لہر کہہ رہی تھی: "نیلما واسی میں تمھارے اندر ایک اور نیلما واسی بول رہی ہوں۔ میں جس کے اندر جاتی ہوں اسی کا نام، اسی کی شخصیت اختیار کر لیتی ہوں۔ میں یقین دلاتی ہوں آنند کو ہلکی سی خراش بھی نہیں آنے دی گی۔ وہ ہیلر سوامی کی تمام دولت کا مالک ہو گا۔ اسے ہیلر سوامی کا نام باپ کی حیثیت سے ملے گا۔ اس وقت شام کے چھ بج چکے ہیں۔ دو گھنٹے کے اندر ہیلر سوامی مختلف ذرائع سے آنند کو بیٹا تسلیم کرے گا اس کا یہ اعلان تم سب کے کانوں تک پہنچے گا۔ اس کے بعد کوئی اندیشہ نہیں رہے گا۔ فرہاد تمھیں ڈرا رہا ہے۔ تم میاں ہوی اور بیٹے کو ایک جگہ نہیں دیکھ سکتا۔ آخر مسلمان ہے۔ ماں کہنے سے آدمی کا مذہب اور اس کی نیت نہیں بدل جاتی۔"

ماں جی یہ باتیں سن رہی تھیں اور چور نظروں سے مجھے دیکھتی جا رہی تھیں۔ میں نے کہا: "میں آپ کے اندر ہونے والی کش مکش کو سمجھ رہا ہوں۔ اس نادیدہ قوت کی باتیں بھی سُن رہا ہوں۔ آپ اپنے طور پر فیصلہ کرنے کے لیے آزاد ہیں لیکن پہلے اعلان ہو جائے پھر آپ آنند کو لے کر ضرور چلی جائیں۔"

"میں تمھاری بات رکھوں گی۔ پہلے اعلان سنوں گی۔ اس کے بعد جاؤں گی۔"

وہ کمرے سے چلی گئیں۔ میں اور شیبا، پومی کے پاس پہنچ گئے۔ سونیا وہاں آ چکی تھی۔ ہم چاروں نے موجودہ حالات پر گفتگو کی۔ ہم سمجھ رہے تھے، وہ تینوں بھائی ہمارے درمیان موجود ہیں گے مگر ہم کیا کر سکتے تھے۔ وہ جب چاہتے تھے، ہمارے درمیان پہنچ جاتے تھے۔ ہم ان دو بھائیوں کو تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ ریڈ پاور کے باس نے اپنے آدمیوں کو اس بنگلے میں بھیجا تھا۔ جہاں پومی، جوجو کے ساتھ گئی تھی۔ وہاں اچھی طرح تلاشی لی گئی تھی لیکن ایسی کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی جو ہمیں شارپ روڈ یا ہارپ روڈ تک پہنچا سکتی۔ ریڈ پاور کا باس اپنی کوششوں میں مصروف تھا۔ مختلف ذرائع سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آرمرو ڈ جو فورٹ جوس فیکٹری کا مالک ہے، اس کے اور کون کون سے کاروبار ہیں۔ اس کے خاندان کے تمام افراد کے نام اور پتے ٹھکانے کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں۔ بہرحال ابھی اس معاملے میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

سونیا نے کہا: "میرے اور پومی کے ساتھ بیٹھ کر کوئی بھی منصوبہ بنانا دانشمندی نہیں ہے۔ ہمارے مہربان ہمارے درمیان موجود ہیں، لہٰذا تمھیں اور شیبا کو جو کرنا ہے چپ چاپ کر گزرو۔"

شیبا نے مجھے سوچ کے ذریعے کہا: "یہ اچھا ہی ہوا کہ ہم نے اپنا منصوبہ پیش نہیں کیا۔ ہم چپ چاپ انھیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیں گے۔ دشمنوں سے چھپانے کی کوشش کریں گے تاکہ وہ رکاوٹیں پیدا نہ کریں۔"

یہ کہتے کہتے اس نے سانس روک لی۔ میرے دماغ سے چلی گئی۔ میں نے اچانک پرائی سوچ کی لہر محسوس کی۔ شیبا کہہ رہی تھی: "پتا نہیں، میری سانس رُک گئی تھی۔"

میں نے ہزاروں میل دور بیٹھی ہوئی شیبا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ مجھے محسوس کر کے بولی: "کیا تم ہو؟"

"ہاں، میں ہوں۔"

"میں نے پرائی سوچ کی لہر محسوس کی اور تمھارے دماغ سے نکل آئی۔ کیا تم بھی محسوس کر رہے ہو؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "مسٹر شارپ یا مسٹر ہارپ، تم شیبا بن کر ابھی میرے دماغ میں پہنچے ہو۔ تم لوگوں سے ایسی نادانی کی توقع نہیں تھی۔ میں اور شیبا ایک دوسرے کے دماغ میں ہیں، تم لوگوں سے دھوکا نہیں کھا سکتے۔ اب بتاؤ شرافت سے جا رہے ہو یا سانس روک لوں؟"

پرائی سوچ کی لہر نکل گئی۔ عجب تماشا تھا۔ ہماری مشکلات بڑھ رہی تھیں۔ مجھے اور شیبا کو ہر لمحہ محتاط رہنا تھا۔ وہ اپنے دماغ میں میرا لب و لہجہ سُن کر یہی سمجھتی کہ میں بول رہا ہوں۔ اسی طرح میں اس کا لب و لہجہ سن کر دھوکا کھا سکتا تھا۔ یوں ہماری خوش فہمی یا غلط فہمی سے دشمن فائدہ اُٹھانے والے تھے۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر مخاطب کیا: "تم میری آواز سُن رہی ہو؟"

"سُن رہی ہوں۔"

"کیا تمھیں یقین ہے کہ میں فرہاد بول رہا ہوں؟"

وہ ایک دم سے چونک گئی پھر بولی: "میں دھوکا بھی کھا سکتی ہوں۔"

"دشمن کے فریب سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے جب بھی میری آواز یا لب و لہجہ سنو تو جواباً خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس پہنچ کر معلوم کرو کہ میں نے ہی مخاطب کیا ہے یا نہیں؟"

"یہ اچھی تدبیر ہے۔"

"اسی طرح میں بھی تمھارا لب و لہجہ سُن کر تمھارے پاس آیا کروں گا اور تصدیق کر لیا کروں گا۔"

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا۔ کوئی فرہاد بن کر اس سے کچھ کہہ رہا ہے یا نہیں۔ پھر میں نے اسے مخاطب کیا اور کہا: "وہ تمھارے یا پومی کے دماغ میں ہمیشہ موجود رہیں گے تاکہ ہمارے منصوبوں کے متعلق انھیں کچھ نہ کچھ معلوم ہوتا رہے۔ اگر وہ ابھی موجود ہیں تو اُن کے سامنے ہی اپنا آئندہ کا منصوبہ پیش کر رہا ہوں۔ آئندہ تم اور پومی ہمارے کسی کام نہیں آؤ گی۔ نہ ہی بابا صاحب کے ادارے میں جاؤ گی۔ تم دونوں آج سے آزاد ہو۔ اپنے طور پر کچھ بھی کرتی رہو لیکن ہم سے کوئی رابطہ نہ رکھو۔ نہ ہی ہم خیال خوانی کے ذریعے تمھاری خبر لیا کریں گے۔ یہ میرا پہلا اور آخری فیصلہ ہے۔ کیا تم اس سلسلے میں کچھ کہنا چاہو گی؟"

"جب تم نے پہلا اور آخری فیصلہ سنا ہی دیا ہے۔ تو کچھ کہنے کی گنجائش نہیں ہے۔ میں اور پومی کسی کے محتاج نہیں ہیں۔ تم ہم سے رابطہ ختم کر سکتے ہو۔"

میں نے خدا حافظ کہا اور رابطہ ختم کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی مجھے اپنے اندر میری اپنی سوچ سنائی دی۔ وہ سوچ کہہ رہی تھی: "میں نادیدہ قوت ہوں۔ تم ہمیں اس قدر احمق کیوں سمجھتے ہو؟"

"میں سیاہ کو سیاہ اور سفید کو سفید ہی سمجھتا ہوں۔ اگر تم احمق ہو تو احمق ہی سمجھنا چاہیے۔ کام کی بات کرو۔"

اس نے میرے لب و لہجے میں کہا: "یہ ماننے والی بات نہیں ہے کہ تم سونیا اور پومی سے رابطہ ختم کر دو گے۔ تم کوئی گہری چال چل رہے ہو۔"

"یہی سمجھنے آئے ہو؟"

"میں برابر سونیا اور پومی کے پاس موجود رہوں گا۔ دیکھوں گا۔ تم کب تک رابطہ قائم نہیں کرتے۔"

میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ پھر چپ ہو گیا۔ میرے اس قہقہے نے اُسے اُلجھا دیا۔ اگرچہ اس نے اُلجھن کا اظہار نہیں کیا لیکن اس کی خاموشی بتا رہی تھی۔ وہ سوچ میں پڑ گیا ہے۔ میں نے پوچھا: "کیا میرے دماغ میں ہی رہ کر سوچتے رہو گے یا باہر جانے کی زحمت کرو گے؟"

وہ فوراً چلا گیا۔ میں پھر سونیا کے پاس آ گیا۔ اس سے کہہ چکا تھا۔ رابطہ قائم نہیں کروں گا لہٰذا اسے مخاطب نہیں کیا۔ خاموشی اختیار کی جس کے نتیجے میں میرا ہی لب و لہجہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا: "سونیا! میں فرہاد ہوں، چپ چاپ آیا ہوں۔ مجھے یقین ہے، وہ نادیدہ قوت ابھی تمھارے دماغ میں نہیں ہے۔"

سونیا نے پوچھا: "تمھیں یقین کیسے ہو گیا؟"

"میں نے آخری فیصلہ سنانے کے بعد بہت دیر تک خاموشی اختیار کی تھی۔ میں جانتا تھا وہ موجود ہو گا تو ضرور جواباً کچھ کہے گا۔"

"اتنی لمبی باتیں نہ کرو۔ فرہاد ہو تو بتاؤ۔ تم مجھ سے کس طرح محبت کا اظہار کرتے ہو۔"

وہ ذرا گڑبڑایا۔ چپ ہوا، یقیناً اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کر رہا ہو گا کہ فرہاد کس طرح محبت کا اظہار کرتا ہے پھر اس نے کہا: "بھئی محبت کے اظہار کے لیے کوئی مخصوص جملے تو نہیں ہوتے، دل جس موڈ میں ہوتا ہے، زبان اسی موڈ میں گفتگو کرتی ہے۔"

"اتنا بتا دو کہ فرہاد تمام ساتھی عورتوں کے مقابلے میں مجھے کیا درجہ دیتا ہے؟"

"میں فرہاد ہوں اور اپنے دل کی بات اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے اپنی تمام ساتھی عورتوں سے زیادہ اونچا مقام تمھیں دیا ہے۔"

"الو کے پٹھے، میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ تم فرہاد نہیں ہو۔"

ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔ شاید وہ چلا گیا تھا یا ڈھیٹ بن کر وہیں موجود ہو گا۔ میں اپنی جگہ واپس آ گیا۔ مسکرانے لگا۔ حقیقت یہ تھی کہ سونیا نے کبھی اپنا مقام نہیں پوچھا، نہ ہی میں نے اسے بتایا تھا۔ اسے اپنے آپ پر بھرپور اعتماد تھا، وہ

جانتی تھی' فرہاد اوّل اس کا ہے آخر اس کا ہے۔ پھر بابا فرید واسطی کی پیش گوئی نے اس کے اعتماد کو اور زیادہ مستحکم کر دیا تھا۔

میں نے پومی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہاں پھر اپنا لب و لہجہ سنائی دیا۔ میرے پہنچتے ہی اس کی بات ختم ہو گئی تھی۔ اب پومی کہہ رہی تھی "فرہاد! ابھی سونیا نے مجھ سے کہا تھا کہ تم ہم سے کسی طرح بھی رابطہ قائم نہیں کرو گے۔ پھر کیسے آ گئے؟"

میرے لب و لہجے میں کہا گیا۔ "وہ تو میں خیال خوانی کرنے والے دشمنوں کو فریب دینا چاہتا تھا۔ مجھے یقین ہے' ان میں سے کوئی تمہارے دماغ میں نہیں ہے۔ اس لیے چپ چاپ آ گیا ہوں۔"

"آئے ہو تو میری زبان سے گفتگو کرو تاکہ سونیا بھی سنتی رہے۔"

"میں جو کہنے آیا ہوں۔ اس کا تعلق ہم دونوں سے ہے۔ سونیا کو ہمارے معاملات میں شریک نہ کرو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں تم سے الگ نہیں رہ سکتا۔ تمہیں ہر حال میں اپنے پاس بلاؤں گا۔ اسی لیے سونیا کو یہاں سے ٹال کر اب اسے تمہارے پاس سے دوسری جگہ بھیج دوں گا۔ تم سیدھی میرے پاس چلی آنا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "اوہ فرہاد! تم مجھے کس قدر چاہتے ہو' یعنی سونیا سے زیادہ اہمیت دے رہے ہو' اسے ٹرخا رہے ہو' مجھے بلا رہے ہو۔ مجھے خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی سمجھ لینا چاہیے۔ تم نے مجھے فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیا ہے۔ کیا میں اور خوشی کا اظہار کروں؟"

"اپنی خوشیوں کو محدود نہیں کرنا چاہیے۔ میں تمہیں وہ مقام دوں گا کہ دنیا سونیا کو بھول جائے گی۔"

"کیا تم نے ابھی دودھ پینا چھوڑا ہے؟"

اس نے چونک کر پوچھا۔ "کیا مطلب؟"

"گدھے کے بچے' تم فرہاد نہیں ہو۔ خواہ مخواہ میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔"

یک بیک وہ میرے لب و لہجے میں جھلا کر بولا۔ "میں تمہیں ایسا دماغی جھٹکا پہنچاؤں گا کہ چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔"

"تم دماغی اذیتیں پہنچا سکتے ہو مگر جان سے نہیں مار سکتے۔ تمہاری کمزوریاں بھی فرہاد اور شیبا کے ہاتھ میں ہیں۔ تم فضول دھمکیاں دینے سے باز آ جاؤ۔"

وہ چپ ہو گیا۔ پومی نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ پھر کہا۔ "تمہارا کام یہی ہونا چاہیے۔ ایک وفادار کتا جس طرح گھر کے دروازے سے بندھا رہتا ہے' اپنے مالک کی طرف منہ اٹھا کر نہیں بھونکتا ہے۔ اسی طرح تم ہمارے دماغ کے دروازے سے بندھے رہو۔ ہماری طرف منہ اٹھا کر بھونکنا چاہو گے تو پہچان لیے جاؤ گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں پوری طرح اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں جانتا تھا۔ وہ ایسی ذلت آمیز گفتگو برداشت نہیں کرے گا۔ ٹیلی پیتھی جیسا ناقابلِ شکست ہتھیار اس کے ہاتھ آ گیا تھا۔ یقیناً پومی کو سنڈے گا اور واقعی اس نے ایک زبردست دماغی جھٹکا پہنچانے کی کوشش کی تھی لیکن میں اس کے دماغ پر پوری طرح حاوی تھا۔ وہ کسی طرح بھی وہاں پہنچ کر اذیت نہیں پہنچا سکتا تھا۔ میں ڈھال بنا ہوا تھا' میں نے اسے بچا لیا لیکن دوسرے ہی لمحے سونیا کی چیخ سنائی دی' وہ کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی' یک بیک تڑپ کر پیچھے کی طرف الٹ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا اور تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "بزدل! میں تجھے صرف پانچ سیکنڈ کی مہلت دیتا ہوں۔ اس کے بعد تجھے اپنے بھائی آرمرووڈ اور اپنی بہن جوجو کی آخری چیخیں سنائی دیں گی۔"

جواب میں سونیا کی کراہتی ہوئی سوچ نے کہا۔ "آہ' میں سونیا کے اندر دوسری سونیا بول رہی ہوں' تم زیادہ سے زیادہ میرے دو مُہروں کو مار سکتے ہو۔ ان کا مجھے زیادہ دکھ ہو گا لیکن میں تمہارے تمام اہم مُہروں کو ختم کر سکتا ہوں۔"

"اس کے باوجود تمہیں ختم کرنے کے لیے شیبا اور فرہاد زندہ رہیں گے۔ تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق میں بھی اب مارنے یا مرنے پر تُل گیا ہوں۔ مجھے بھی اپنے ساتھیوں کے ختم ہونے کا دکھ ضرور پہنچے گا لیکن میں تم سب کو کتوں کی موت ماروں گا کیونکہ تمہاری وجہ سے سونیا ایک بار چیخنے پر مجبور ہو گئی' لہٰذا اس کے جواب میں اپنے بھائی آرمرووڈ کی چیخ سنو۔ فوراً وہاں پہنچو۔"

دوسرے ہی لمحے آرمرووڈ نے ایک فلک شگاف چیخ ماری' پھر فرش پر گر کر تڑپنے لگا' میں نے اسی کے دماغ میں رہ کر پوچھا۔ "اگر تم اپنے بھائی کو بچانے آئے ہو تو دیر ہو گئی۔ جوجو کو بچانے میں دیر نہ کرنا' وہاں پہنچو۔"

میں ذرا دیر سے جوجو کے پاس پہنچا۔ پھر کہا۔ "میں نے جان بوجھ کر تاخیر کی ہے تاکہ اس معصوم کو میری ذات سے تکلیف نہ پہنچے اور تم اس کی نگرانی کے لیے چلے آؤ۔ اب تم دونوں میں سے ایک جوجو کے پاس رہے گا اور دوسرا آرمرووڈ کے پاس۔ اگر کسی نے ان کے دماغ سے نکل کر ہمارے ساتھیوں کے پاس آنے کی کوشش کی تو ہم ایک دوسرے پر اسی طرح جوابی حملے کرتے رہیں گے۔ ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے رہیں گے۔

فائدہ کسی کو حاصل نہیں ہو گا۔ اب میں باقی باتیں آرمرووڈ کے دماغ میں پہنچ کر کروں گا۔ وہاں چلے آؤ۔"

میں نے آرمرووڈ کے پاس پہنچ کر کہا۔ "تم لوگ اسرائیل میں ایک زبردست بازی شروع کر رہے ہو اور اسے ربی اسفندیار کے ذریعے کھیلتے رہو گے۔ کیا میں اس بازی کے آغاز میں ہی اسی کو ختم کر دوں؟"

دوسری طرف سے آرمرووڈ نے کہا۔ "نہیں نہیں' تم ایسا نہیں کر سکتے۔"

"اپنے بھائیوں سے کہو۔ میری تمام ساتھی عورتوں سے دُور رہیں۔"

"میں اُن سے کہہ دوں گا۔ وہ پومی' سونیا' اعلیٰ بی بی وغیرہ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"مردوں کی طرح مقابلہ کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں' جوجو' آرمرووڈ اور ربی اسفندیار کو براہِ راست چھیڑے بغیر تم لوگوں کے خلاف جوابی کارروائیاں کرتا رہوں گا۔"

آرمرووڈ نے کہا۔ "ہم بھی وعدہ کرتے ہیں۔ تمہاری ساتھی عورتوں کو چھیڑے بغیر تمہارے خلاف ضروری اقدامات کرتے رہیں گے لیکن تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم اپنے وعدے پر اس وقت بھی قائم رہیں گے جب مجھے یا جوجو یا ربی اسفندیار کو نقصان پہنچے گا۔"

"تم یہی باتیں میری طرف سے بھی نوٹ کر لو۔"

میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ میں نے دشمنوں سے کچھ معاملات طے کیے ہیں۔"

وہ میری بات کاٹ کر بولی۔ "میں کیسے یقین کروں' تم فرہاد ہو۔"

"یقین کرنا ضروری نہیں ہے۔ میں اتنا سمجھانے آیا ہوں' فکر اور پریشانیوں کو دماغ سے نکال دو' آرام سے سونے کی کوشش کرو۔"

"کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ ابھی تو آٹھ بجے ہیں' او سونے کے لیے کہہ رہے ہو۔"

"میں نے مشورہ دیا ہے۔ ضروری نہیں ہے' تم اس پر عمل کرو۔ میں جا رہا ہوں۔"

"ٹھہرو' تم نے کہا تھا۔ رابطہ قائم نہیں کرو گے۔"

"بھئی' مجھے دشمن سمجھ لو۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "یہ فرہاد نہیں ہو سکتا۔ خواہ مخواہ اُلٹا سیدھا مشورہ دے رہا تھا۔ ابھی آٹھ بمشکل بجے ہیں اور مجھے سو جانا چاہیے جبکہ اس مہماتی زندگی میں سونے کا موقع ہی نہیں ملتا ہے۔"

وہ سوچ رہی تھی مگر سوچنے سے کیا ہوتا تھا۔ میں چپکے چپکے دماغ پر حاوی ہوتا رہا۔ اس کے اندر تھکن پیدا کرتا رہا۔ تھکن ہو' کمزوری ہو' آرام طلبی ہو۔ یہ سب انسان کے اپنے اندر سے پیدا ہوتی ہے اور یہ سب کچھ میں اس کے اندر سے اُبھار رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آدھے گھنٹے بعد بستر پر لیٹ گئی۔ انگڑائی لینے لگی۔ پھر میں اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنانے لگا۔ آہستہ آہستہ اس کے ذہن کو تھپکنے لگا۔ مزید دس منٹ کی کوششوں کے بعد وہ سو گئی۔ کوئی دوسری ہوتی تو بڑی آسانی سے سُلا دیتا مگر وہ بڑی ضدی اور قوتِ ارادی کی مالک تھی۔ میں تو کیا کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا بھی اسے آسانی سے ٹریپ نہیں کر سکتا تھا۔

جب وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تو میں نے اس پر تنویمی عمل شروع کیا۔ مجھے یقین تھا' وہ تینوں بھائی' سونیا اور پومی کے پاس نہیں ہوں گے' بعد میں اس کی تصدیق ہو گئی' وہ سب شیبا کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ اسرائیل میں اپنے محاذ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

میں نے سونیا کو ٹرانس میں لے کر اپنا معمولہ بنایا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی کہ جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گی تو اس کا ذہن پہلے سے زیادہ حساس ہو گا۔ وہ جاگتے رہنے یا غنودہ حالت میں رہنے' اپنے دماغ میں کوئی بھی غیر معمولی بات ہو گی تو فوراً محسوس کر لے گی اور محسوس کرتے ہی سانس روک لے گی۔

میں جانتا تھا' وہ زیادہ دیر تک سانس نہیں روک سکے گی لیکن وہ بہترین فائٹر تھی۔ ہر فائٹر اپنی سانس کو قابو میں رکھنا جانتا ہے۔ یوگا کے ماہرین کی طرح کئی کئی منٹ تک سانس نہیں روک سکتا مگر سونیا اور پومی ایسی حالت میں سانس لینے کا وقفہ کر سکتی تھیں' بار بار سانس لے کر بار بار وقفے کر سکتی تھیں۔ اس طرح وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں پر مسلسل حملے نہیں کر سکتے تھے' انھیں دماغی اذیتیں نہیں پہنچا سکتے تھے۔

سونیا کے بعد میں نے پومی پر بھی یہی عمل کیا۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا دیا۔ پھر گہری نیند میں اسے معمولہ بنا کر وہی باتیں دماغ میں نقش کر دیں۔ دونوں نے وعدہ کیا کہ وہ ذہنی طور پر بہت زیادہ حساس رہیں گی۔ سوتے جاگتے کوئی بھی غیر معمولی بات ہو گی تو اسے محسوس کرتے ہی سانس روک لیں گی' خواہ ان کے دماغ میں فرہاد اور شیبا کی ہی سوچ کی لہریں کیوں نہ آئیں۔ وہ کسی کو دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیں گی۔

میں نے اپنے اس تنویمی عمل کو اڑتالیس گھنٹے کے لیے مقرر کیا۔ اتنے عرصے تک کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا انھیں

دماغی تکالیف میں مبتلا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ دونوں تنویمی نیند سو گئیں۔ میں نے اطمینان کی سانس لی۔ دشمن ان دونوں کو میری کمزوری بنا کر پیش نہیں کر سکتے تھے۔

اب مجھے معلوم کرنا تھا کہ میری ان مصروفیات کے دوران آرمرووڈ اور اس کے بھائی سونیا اور پومی کے دماغوں میں موجود تو نہیں تھے؟ ان کی موجودگی سراسر نقصان پہنچا سکتی تھی۔ وہ چپ چاپ میرے تنویمی عمل کی نفی کر سکتے تھے۔ بہرحال میں نے آرمرووڈ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے تل ابیب پہنچا ہوا تھا۔ مجھے بھی شیبا کی حفاظت کے لیے وہاں رہنا چاہیے تھا مگر سونیا اور پومی کو ہر طرح محفوظ کرنا چاہتا تھا۔ آرمرووڈ کی سوچ سے پتا چلا۔ وہ میرے تنویمی عمل کے دوران نہیں تھا۔

میں نے جوجو کے دماغ میں آ کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ پتا چلا، اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے اور اسے مختلف مشینوں سے گزارا گیا ہے پتا نہیں اس کے ساتھ کیا کچھ کیا گیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ میں اس کے لاشعور میں بیٹھ کر بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا لیکن جو فرد تنویمی عمل کے زیر اثر ہو اور گہری نیند سو رہا ہو۔ اس کے دماغ کو زیادہ کریدنا نہیں چاہیے ورنہ وہ دماغی مریض بن کر رہ جاتا ہے۔ میں جوجو کو خواہ مخواہ نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ وہ ایک معصوم لڑکی تھی اور جب تک ہیں اس کی ذات سے کوئی نقصان نہ پہنچتا، وہ ہمارے لیے معصوم ہی رہتی۔

میرا خیال ہے جس طرح میں نے سونیا اور پومی کا تحفظ کیا تھا اسی طرح دونوں بھائی تنویمی عمل اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے جوجو کا تحفظ کر رہے تھے۔ میں شیبا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جس محل نما بنگلے میں زندگی گزار رہی تھی۔ وہاں کے بڑے سے ڈرائنگ روم میں چند اعلیٰ افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں کمانڈو وائی بھی تھا، شیبا ان سے ذرا فاصلے پر ایک شاہانہ طرز کی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جہاں بیٹھی ہوئی تھی، وہاں سے ان حاضرین کے چہروں کو بخوبی دیکھ سکتی تھی اور ان کی آواز سن سکتی تھی۔

اس وقت کمانڈو وائی حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میں سمجھ نہیں سکتا کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے، کون ہمارے دماغوں میں آتا ہے اور ہمارا دوست بن کر یقین دلاتا ہے کہ وہ فرہاد کا دشمن ہے اور اس کے خلاف ہمارا دوست بن کر رہ سکتا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "اس میں نہ سمجھنے کی کیا بات ہے؟"

"میں اس نادیدہ قوت کی باتوں میں آ کر شیبا کی خواب گاہ میں گیا تھا۔ اس نے مجھے بہکایا کہ یہ مجھ سے دل ہی دل میں محبت کرتی ہے۔ مجھے اس کے سامنے بے نقاب ہونا چاہیے، یہ اپنی ٹیلی پیتھی سے مجھے نقصان نہیں پہنچائے گی لیکن اس کے برعکس ہوا۔ مجھے شدید ذہنی جھٹکوں سے دوچار ہونا پڑا۔ شیبا نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔"

شیبا نے کہا۔ "کیا تم نے میری خواب گاہ میں آ کر شریفانہ برتاؤ کیا تھا؟"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ "شیبا! میرے دماغ میں بھی وہ نادیدہ قوت بولتی ہے، اس نے یقین دلایا ہے کہ تم خیال خوانی نہیں جانتی ہو۔ بابا صاحب کے ادارے میں دو عدد ڈمی شیبا تیار کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک تم ہو۔ ہمیں تمہارے ذریعے دھوکا دیا گیا ہے۔"

"اگر میں ڈمی ہوں تو پھر خیال خوانی نہیں کر سکوں گی جس میں حوصلہ ہے، وہ مجھے چیلنج کرے اور میری خیال خوانی کا سامنا کرے۔"

سب کو چپ لگ گئی۔ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کہ کس میں حوصلہ ہو سکتا تھا کہ وہ اسے چیلنج کرتا اور دماغی جھٹکوں سے دوچار ہوتا۔ شیبا نے کہا۔ "وہ نادیدہ قوت جو آپ لوگوں کے دماغ میں آ رہی ہے خود کو پُراسرار بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ جس حد تک بے نقاب ہو چکی ہے۔ اسے میں بیان کرتی ہوں۔ یہ پانچ بھائی بہنوں کا ایک خاندان ہے جس میں تین بھائی ہیں اور دو بہنیں۔ بڑے بھائی کا نام آرمرووڈ ہے۔ یہ لیڈی روزینہ کے فارم کے پیچھے والی پہاڑی کے دوسری طرف ایک فروٹ جوس فیکٹری کا مالک ہے اور بھی بہت سے کاروبار ہیں اس کے دوسرے بھائی کا نام شارپ ووڈ اور تیسرے کا نام ہارپر ووڈ ہے یہ دو بھائی ہمیشہ گمنامی کی زندگی گزارتے رہے۔ انھوں نے سائنس کے سبجیکٹ میں ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ یہ دونوں بہت تجربہ کار مکینک ہیں۔ انھوں نے تقریباً پندرہ برس سے ایک پاتال دنیا میں رہ کر بہت ہی اہم منصوبوں پر کام شروع کیا۔ یہ ساری دنیا پر چھا جانا چاہتے تھے۔ اس کے لیے یہ ہر وہ قوت اپنے اندر سمیٹ لینا چاہتے تھے جن کے ذریعے ساری دنیا پر حکومت کر سکیں اور وہ اس منصوبے پر کامیاب ہو چکے ہیں۔ اب یہ ساری دنیا پر حکومت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔"

شیبا نے ذرا چپ رہ کر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھا۔ ان میں سے ایک نے سوال کیا۔ "یہ پندرہ برس کے عرصے میں کیسے کامیاب ہو گئے؟"

دوسرے نے سوال کیا۔ "کیا یہ پاتال دنیا میں رہ کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر رہے تھے؟"

شیبا نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "انھوں نے اتنی آسانی سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے کہ دنیا حیران رہ جائے گی۔ انھوں نے ایک ٹرانسفارمر سسٹم کی مشین ایجاد کی ہے۔ اس مشین سے دو افراد کو منسلک کیا جاتا ہے۔ ایک فرد جو بے مثال سائنسداں ہے، اس کی تمام سائنسی صلاحیتیں اس مشین سے گزر کر دوسرے فرد کے دماغ میں منتقل ہو جاتی ہیں یعنی وہ سائنسداں جس کا کوئی ثانی نہیں ہوتا، وہ مشین اس کا ایک اور ثانی پیدا کر دیتی ہے۔"

کئی افسروں نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔ انکار میں سر ہلایا اور کسی نے زبان سے کہا۔ "اوہ نو! یہ ممکن نہیں ہے۔ کیا ایسی مشین بنائی جا سکتی ہے؟"

"ہو چکی ہے۔ انھوں نے اس مشین سے فرہاد علی تیمور کو منسلک کیا تھا۔ دوسری طرف آرمرووڈ کو منسلک کیا گیا تھا۔ پھر فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اس مشین سے گزر کر آرمرووڈ کے دماغ میں ٹرانسفر ہو گئی تھیں۔"

سب کے منہ حیرت سے کھل گئے تھے۔ اس نے کہا۔ "اگرچہ تینوں بھائیوں نے ہم سے دشمنی کی ہے مگر ہم ان کی صلاحیتوں کو مانتے ہیں۔ ہم کیا ساری دنیا تسلیم کرے گی اور اس مشین کو حاصل کرنے، اس کے فارمولے اور پروسیسنگ کو سمجھنے کی کوششیں کرے گی۔ بیشک انھوں نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اگر یہ مشین عام ہو گئی اور ٹیلی پیتھی کی کلاسوں میں پہنچ گئی تو جوانوں، بوڑھوں اور بچوں کے دماغوں میں اس علم کو بہ آسانی منتقل کیا جا سکے گا۔"

ایک نے کہا۔ "یہ ایسی بات ہے جسے عقل تسلیم نہیں کرتی۔"

دوسرے نے اس کی تصدیق کی۔ "جسے عقل تسلیم نہیں کرتی اسے ہی سائنسداں تسلیم کراتے ہیں۔ ہماری دنیا میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں جنھیں عقل تسلیم نہیں کرتی تھی۔ بعد میں تسلیم کرنے لگی۔"

شیبا نے کہا۔ "اس کے لیے تینوں بھائیوں کی مثالیں کافی ہیں۔ اس وقت بھی وہ خیال خوانی کے ذریعے تم سب کے دماغوں میں موجود ہیں۔"

"ہاں، ہم موجود ہیں۔"

یہ بات ایک اعلیٰ افسر نے کہی۔ دوسرے صوفے پر بیٹھے ہوئے ایک افسر نے کہا۔ "ہاں، ہم موجود ہیں۔"

تیسری جانب بیٹھے ہوئے ایک اور افسر نے کہا۔ "ہاں، ہم موجود ہیں۔"

اس طرح تینوں بھائیوں نے تین افسران کی شخصیت اور ان کا لب و لہجہ اختیار کر کے اپنی موجودگی کا اقرار کر لیا۔ پھر ایک غلط فہم خیال خوانی کے ذریعے دل اور دماغ میں چھپی ہوئی باتوں کو باہر نکال لاتے ہیں شیبا! تم تسلیم کرو کہ ایک ڈمی ہو۔ ابھی تمھارے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والی شیبا موجود ہے اور وہ تمھاری طرف سے بول رہی ہے۔"

"میرے تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تم ثابت کر دو۔ دنیا تسلیم کرے گی۔"

"یہ ثابت کرنا ہمارے لیے مشکل ہے۔ ویسے ہم کوشش کر رہے ہیں۔"

شیبا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ تمام حضرات میرے ملک کے اعلیٰ افسران ہیں، آپ کی موجودگی میں مجھے چیلنج کیا جا رہا ہے۔ اب وہ شخص مجھے دماغی جھٹکا پہنچائے گا۔ تب ہی میں یہاں بیٹھوں گی ورنہ جا رہی ہوں۔"

وہ جانے لگی، کئی افسران اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا۔ "مس شیبا! پلیز رک جائیے۔"

وہ جاتے جاتے رک گئی۔ پلٹ کر بولی۔ "میں انتظار کر رہی ہوں، وہ میرے دماغ میں آئے لیکن وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ نقصان پہنچائے گا تو اسے بھی زبردست نقصان پہنچے گا۔ پھر وہ بچوں کی طرح کیوں چیلنج کر رہا ہے؟"

دروازے پر ربی اسفندیار کی آواز سنائی دی۔ "چیلنج کرنے والے بچے نہیں ہیں مگر تم ابھی تک بچی ہو اور ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہو۔"

ربی اسفندیار کو دیکھتے ہی باقی جو بیٹھے ہوئے تھے، وہ کھڑے ہو گئے۔ سب نے سر جھکا لیا۔ اپنے سینے پر ہاتھ باندھ لیے۔ ربی نے اپنا دایاں ہاتھ بند کیا جیسے ان سب کے سروں پر سایہ کر رہا ہو۔ پھر کہا۔ "آپ لوگ اپنی جگہ بیٹھ جائیں۔"

وہ بیٹھ گئے۔ دروازے پر مسلح فوجی کھڑے ہوئے تھے۔ ربی اسفندیار نے شیبا کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ افسران تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوستانی الحال تمھیں ڈمی ثابت نہیں کر سکیں گے لیکن میں یہ جرأت مندانہ قدم اٹھا رہا ہوں۔ میں تمھیں گرفتار کرتا ہوں۔ شیبا اور فرہاد کو چیلنج کرتا ہوں۔ انھوں نے مجھے اس ملک سے باہر نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اگر وہ اپنی ڈمی کی زندگی چاہتے ہیں تو اعتراف کریں کہ ہمیں اس نقلی شیبا کے ذریعے اب تک دھوکا دیا جا رہا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے پر کھڑے ہوئے ایک فوجی افسر نے ہتھکڑی نکالی۔ ہاتھ بلند کر کے وہ ہتھکڑی شیبا کو دکھائی۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ ربی نے کہا۔ "یہ تمام فوجی اپنی آواز کسی کو نہیں سنائیں گے تم تمھیں گرفتار کرنے کے بعد صبح تک انتظار کریں گے اگر یہ اعتراف کر لیا گیا کہ تم ڈمی ہو تو ہم تمھیں بطور یرغمال اپنے ہاں قید رکھیں گے۔"

ہتھکڑی اٹھا کر لانے والا افسر ربی کے پیچھے آ کر رک گیا۔

ربی نے کہا۔ "ہم نے سنا ہے۔ جناب شیخ الفارس بڑے با اخلاق، بڑے ظرف والے ہیں۔ وہ اپنے ادارے کے معمولی سے معمولی طلبا اور طالبات کی ہر طرح حفاظت کرتے ہیں۔ یہ ڈمی بھی ایک معمولی طالبہ تھی۔ جسے پلاسٹک سرجری کے ذریعے شیبا کا ہمشکل بنایا گیا۔ ہمارا کمانڈو ایکسی دھوکا کھا کر اسے یہاں لے آیا اور ہم سب شیبا کو پا لینے کی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ جناب شیخ الفارس اس معمولی لڑکی کی حفاظت کس طرح کرتے ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اس کا مطلب ہوگا کہ بابا صاحب کے ادارے میں قربانی کے بکرے اور بکریاں پالی جاتی ہیں اور انھیں اسی طرح قربان کرنے کے لیے دوسرے ملکوں کی سرحدوں میں پہنچایا جاتا ہے۔"

ربی اسفندیار نے پیچھے کھڑے ہوئے افسر کو اشارہ کیا تاکہ وہ آگے بڑھ کر شیبا کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا دے۔ میں نے اچانک ہی کمانڈو وائی کے دماغ پر قابض ہو کر مخاطب کیا۔ "رک جاؤ، میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

آگے بڑھنے والا افسر رک گیا۔ سوالیہ نظروں سے ربی کو دیکھنے لگا۔ ربی نے ایک ہاتھ اٹھا کر اس افسر کو ذرا ٹھہر جانے کا حکم دیا۔ میں نے کہا۔ "یہ شیبا ہے جس طرح آج تک میرے ہاتھوں میں کسی نے ہتھکڑی ڈالنے کی جرأت نہیں کی۔ اسی طرح شیبا ہماری پناہ میں ہے۔ یہ خود اپنی حفاظت کر سکتی ہے لیکن میرا بھی کچھ فرض بنتا ہے۔ میں آخری بات کہتا ہوں۔ ہتھکڑیاں جیب میں رکھی جائیں اور شیبا سے فاصلہ رکھا جائے ورنہ یہاں ایسے دھماکے ہوں گے کہ لوگ ہیروشیما اور ناگاساکی کے دھماکوں کو بھول جائیں گے۔"

اس بڑے سے ڈرائنگ روم میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ وہ بڑے ہی سنسنی خیز لمحات تھے۔ میں نے کہا۔ "اگر کسی نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ شیبا نہیں، ایک ڈمی ہے تو میں اصل شیبا کو یہاں پہنچا دوں گا جبکہ اصل تم سب کے سامنے ہے اور اگر یہ ثابت نہ ہو سکا کہ یہ ڈمی ہے تو پھر اصل شیبا کو پہلی فرصت میں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا جائے۔"

سب لوگ کمانڈو وائی کو دیکھ رہے تھے گویا مجھے دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "ہم نے اب تک شیبا کی خاطر سمجھوتا کیا۔ ہم نے سوچا، یہ ایک یہودی لڑکی ہے، اس کا ملک اسرائیل ہے۔ یہ اپنی قوم میں جائے گی۔ کچھ عرصہ زندگی گزارے گی۔ جب یہاں سے جانا چاہے گی تو ہم بڑی آسانی سے نکال لے جائیں گے۔"

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے، اسے یہاں سے لے جانے کا وقت آ گیا ہے اور یہ وقت تم سب کی حماقتوں سے آیا ہے۔"

ربی اسفندیار نے کہا۔ "فرہاد! کوئی جارحانہ قدم اٹھانے سے پہلے مجھے یقین دلاؤ کہ تم اپنی زبان پر قائم رہو گے، اگر میں اسے ڈمی ثابت کر دوں تو اصل شیبا کو یہاں پہنچا دو گے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں، میں اپنی زبان کا پابند ہوں۔"

ربی نے کہا۔ "یہ افسر جو ہتھکڑی لیے کھڑا ہے، اس نے اپنی آواز شیبا کو نہیں سنائی ہے۔ تم نے بھی نہیں سنی ہے لیکن دماغ میں پہنچنے کا ایک دوسرا راستہ بھی ہے۔ یہ علم جاننے والا اپنے معمول کی آنکھوں میں جھانکتا ہے اور آنکھوں کے ذریعے اس کے دماغ تک پہنچ جاتا ہے کیونکہ آنکھیں دماغ کی عکاس ہوتی ہیں۔ کیا یہ شیبا اس افسر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ تک پہنچ سکتی ہے؟"

میں ایک دم سے گڑبڑا گیا۔ ربی نے بڑی ہی ترپ چال چلی تھی۔ وہ ڈمی شیبا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی اور ہماری شیبا جو اس کے اندر تھی، اس کے ذریعے افسر کی آنکھوں میں نہیں جھانک سکتی تھی۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے معمول کی آنکھوں سے نہیں، اس کی سوچ کے ذریعے اس کی دماغی آنکھوں کے ذریعے دنیا والوں کو دیکھتے ہیں۔ شیبا اپنی ڈمی کی دماغی آنکھوں کے ذریعے اور میں کمانڈو وائی کی دماغی آنکھوں کے ذریعے وہاں بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھ رہا تھا۔ ہم ان کی ایک ایک حرکتوں کو سمجھ سکتے ہیں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے جوابی کارروائی کر سکتے ہیں لیکن بالکل علیحدہ اپنے معمول کے ذریعے کسی اجنبی کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے۔ شیبا گھبرا کر میرے پاس پہنچ گئی۔ "فرہاد! اب کیا ہوگا؟"

سچ تو یہ ہے کہ میں بھی پریشان ہو گیا تھا۔ ایسی سچویشن کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ میں اپنی زبان کا دھنی ہوں۔ میں نے دشمن سے بہت بڑا وعدہ کیا ہے۔ اصل شیبا کو اس کے پاس پہنچا دوں گا۔ مگر شرط یہ کہ وہ سامنے کھڑی ہوئی شیبا کو ڈمی ثابت کر دے۔ اس کمبخت نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ مجھے ہر طرف سے جکڑ لیا تھا۔ اس ڈمی کو چیلنج کر رہا تھا کہ وہ گورے افسر کی آنکھوں میں جھانک کر، اس کے دماغ میں پہنچ کر خود کو اصل شیبا ثابت کرے۔

یہ ممکن نہیں تھا۔ وہ خود کو اصل ثابت نہیں کر سکتی تھی۔ کیا میں اپنی زبان ہار جاؤں؟ کیا میں جھوٹا اور وعدہ خلاف کہلاؤں یا اب اصل شیبا کو ان کے حوالے کر دوں؟

میں جن حالات سے گزر رہا تھا ان سے یہ بہتر حال ہو رہا تھا کہ آدمی اگر سنی ہے تو وہ مانگنے والے کو سب کچھ دے مگر سوچے سمجھے بغیر زبان نہ دے۔

میں نے ربی اسفندیار کو زبان دی اور پھنس گیا۔ یہ بارہا آزما چکا ہوں، جب بھی اپنی صلاحیتوں پر، اپنے منصوبوں پر، اپنی ٹیلی پیتھی کے علم پر ناز کرتا ہوں تو ضرور ٹھوکر کھاتا ہوں۔ مجھے بڑا ناز تھا کہ وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈمی شیبا کے دماغ میں پہنچ کر اسے کسی طرح مجبور نہیں کر سکیں گے۔ وہ کبھی اپنی زبان سے نہیں کہے گی کہ وہ ڈمی ہے بلکہ خود کو اصل شیبا کہتی رہے گی کیونکہ شیبا اور میں برابر اس کے دماغ میں رہتے تھے۔ یہ بات وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اچھی طرح سمجھتے تھے۔ وہ اپنی جگہ مجبور تھے اور میرا چیلنج اپنی جگہ مستحکم تھا۔

دراصل آدمی جب بڑے غرور سے اپنے متعلق سوچتا ہے تو اپنی کسی نہ کسی کمزوری کو بھول جاتا ہے۔ میں بھی چیلنج کرتے وقت بھول گیا تھا کہ ڈمی شیبا کو آنکھوں میں جھانک کر کسی کے دماغ میں پہنچنے کے لیے کیا جائے گا تب کیا ہوگا؟

اب وہی ہوگا جو منظورِ خدا ہوگا۔ میرے ہاتھ سے بازی نکل گئی تھی۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی ڈمی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذریعے کسی اجنبی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ پھر وہ ڈمی کس طرح اس گورے فوجی افسر کے دماغ تک پہنچ سکتی تھی؟

کبھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس کا نتیجہ صاف ظاہر تھا۔ میں نے زبان دی تھی، اگر اسے ڈمی ثابت کر دیا گیا تو اصل شیبا ارسٹیلی مکام کے حوالے کر دوں گا اور اب مجھے یہی کرنا تھا۔

کیا میں بازی ہار جاؤں؟ شیبا کوئی معمولی لڑکی تو نہیں تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک اہم ساتھی تھی اور ہم بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے کسی ایک طالب علم یا ایک طالبہ کو بھی دشمن کے حوالے کرنا گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ پھر میں شیبا کو کس طرح ان کے حوالے کر سکتا تھا؟

ان کے حوالے نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میں جھوٹا ہوں اور وعدہ خلاف ہوں۔ میں مسلمان ہوں مگر زبان ہار جاتا ہوں۔ کیا میں اتنی بڑی بدنامی اپنے سر لے لوں؟

آدمی کو ہارنے سے پہلے اپنی آخری طاقت کو استعمال کرنا چاہیے۔ ہتھیار ڈالنے سے پہلے اپنی آخری غیرت سے کام لینا چاہیے۔ میں نے آخری بار کوشش کی۔ کمانڈو وائی کے دماغ کی تہ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ کیا وہ اس فوجی افسر کو ذاتی طور پر جانتا ہے؟ چونکہ کمانڈو وائی بھی اسرائیلی فوج کے ایک اہم شعبے سے تعلق رکھتا تھا، اس لیے وہ افسر کو ضرور جانتا ہوگا۔ ضرور اس سے مل چکا ہوگا لیکن یہ میری بدنصیبی تھی کہ وہ اسے نہیں جانتا تھا۔ ایسے وقت میں یہ بھول گیا تھا کہ کسی بھی ملک کی فوج میں کمانڈوز کا الگ شعبہ ہوتا ہے اور وہ دوسرے فوجیوں سے کبھی ملاقات نہیں کرتے، ایک محدود اور پُراسرار زندگی گزارتے ہیں۔

میں نے ہمت نہیں ہاری۔ وہاں سے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ آرمرووڈ کے دماغ میں پہنچا۔ میں نے سوچا تھا، جب یہ تینوں بھائی ربی اسفندیار سے مل کر سازش کر رہے ہیں تو انھوں نے ربی کے ذریعے اس فوجی افسر کی آواز ضرور سنی ہوگی۔

اسی وقت ربی نے فاتحانہ انداز میں تمام افسران کو دیکھتے ہوئے کمانڈو وائی سے پوچھا۔ "کیوں مسٹر فرہاد! اب خاموش کیوں ہو؟ کیوں شیبا تم اس افسر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتیں؟"

میں اسی لمحے کمانڈو وائی کے دماغ سے نکل کر ڈمی شیبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر اس کی زبان سے کہا۔ "بے شک میں اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ تک پہنچ سکتی ہوں۔"

ربی کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ اس نے بے یقینی سے شیبا کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "اگر ایسا کر سکو تو ہم یہ تماشا ضرور دیکھیں گے۔"

شیبا نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "میں اس افسر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچ کر، اسے بولنے پر مجبور کروں گی لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میری کامیابی کو دیکھ کر ربی اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی کوئی سازش نہیں کریں گے۔ کوئی مکاری نہیں دکھائیں گے۔"

ربی اسفندیار نے اِدھر سے اُدھر جاتے ہوئے افسران پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "بھلا ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ مکاری دکھائیں یا ان کے خلاف سازش کریں۔ ہم تو اپنی شیبا کو چاہتے ہیں اور یہاں اصل اور نقل کی تمیز کرنا چاہتے ہیں۔ بس یہ ثابت کر دے کہ اصل ہے پھر ہم اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔"

میں ڈمی کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو گیا تھا۔ وہاں اصل شیبا بھی موجود تھی۔ اس نے آہستگی سے پوچھا۔ "فرہاد! تم کیا کرنے جا رہے ہو؟"

"چپ چاپ دیکھتی جاؤ۔ میں تھوڑی سی مہلت حاصل کرنے کے لیے ایک چال چل رہا ہوں۔ اس کے بعد اسے اصل شیبا ثابت کر دوں گا۔"

وہ بے چاری میرے زیرِ اثر رہ کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس فوجی افسر کے سامنے پہنچ گئی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ ڈمی نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "اس طرح اُلو کی طرح

دیدے پھاڑ کر نہ دیکھو۔ اپنی آنکھوں میں نرمی پیدا کرو اور میری آنکھوں میں جھانکتے رہو۔"

اس نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ تمام حاضرین بڑی توجہ سے شیبا کو دیکھ رہے تھے۔ ربی کو یقین تھا کہ یہ خود کو اصل ثابت نہیں کر سکے گی۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ پھر اچانک ہی وہ ہوا جس کی وہ توقع نہیں کر سکتے تھے۔ یکبارگی ڈمی شیبا نے فلک شگاف چیخ ماری۔ اس کے بعد لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے آکر شاہانہ طرز کی کرسی پر گر پڑی۔ صرف گر نے پر ہی بس نہیں کیا، وہاں سے لڑھکتی ہوئی فرش پر آئی، دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام رکھا تھا اور انکار کے انداز میں سر کو ہلاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "نہیں نہیں، یہ سازش ہے۔ یہ مکاری ہے۔ ربی اسفندیار! میں نے تمہارے جیسا مکار آج تک نہیں دیکھا۔ تمہارے وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ میں ڈمی ہوں۔ ابھی ان میں سے ایک نے میرے دماغ کو شدید دھچکا پہنچایا ہے۔ اوہ گاڈ! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ کہہ رہی تھی اور فرش پر تڑپ رہی تھی۔ میں نے شیبا سے کہا۔ "اب تم اس کے دماغ میں موجود رہو تاکہ میں دوسروں کے ذریعے کچھ بول سکوں۔"

شیبا فوراً ہی اس کے دماغ پر قابض ہو گئی تاکہ اسی طرح تڑپنے اور تکلیف میں مبتلا رہنے کی ایکٹنگ کر سکے۔ ربی اسفندیار حیرانی سے ذرا پیچھے ہٹ گیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوستوں نے ایسا نہیں کیا ہے۔ پھر یہ کہ اصل شیبا سانس روک سکتی ہے۔ اس کے دماغ کو جھٹکا نہیں پہنچایا جا سکتا۔"

میں نے کانڈ دوائی کی زبان سے کہا۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ شیبا سانس روکنا نہیں جانتی ہے۔ تم اور تمہارے وہ تینوں دوست چاہتے ہیں کہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والی اصل شیبا اسرائیل میں نہ رہے، اس کے ذریعے فرہاد سے دوستی نہ ہو سکے تاکہ اسے یہاں سے رخصت کر دینے..... یا کسی بہانے مار ڈالنے کے بعد وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پورے اسرائیل پر چھا جائیں اور یہاں کے حکام کو اپنی انگلیوں پر نچاتے رہیں۔"

ربی نے حیرانی سے دیدے پھیلا کر کانڈ دوائی کو دیکھا پھر کہا۔ "فرہاد! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس قدر مکار نکلو گے۔"

زمین پر پڑی ہوئی شیبا سنبھل کر اٹھ رہی تھی۔ اس کے اندر موجود رہنے والی شیبا نے کراہتے ہوئے کہا۔ "میں جب تک یہاں موجود ہوں، اپنی حکومت کو کمزور نہیں ہونے دوں گی۔ اپنے اعلیٰ حکام کو تمہارے فریب میں نہیں آنے دوں گی۔ ابھی فرہاد نے کہا تھا، اگر ڈمی ثابت نہ کیا گیا تو مجھے یہاں سے لے جائے گا۔ بے شک، وہ مجھے لے جانا چاہے تو لے جا سکتا ہے لیکن میں نے محبت سے فرہاد کو دوست بنایا ہے اور محبت سے اپنی بات منواتی ہوں۔ میں اسے منالوں گی۔ وہ تمہارے خلاف کوئی ہتھکنڈا استعمال نہیں کرے گا۔ نہ ہی مجھے یہاں سے لے جائے گا اور میں یہاں سے کیوں جاؤں؟ یہ میرا ملک ہے، یہاں کی مٹی سے مجھے محبت ہے۔ یہ میری قوم ہے اور یہ میرے ہم مذہب ہیں۔ میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ میرے یہاں آنے کا مقصد یہی تھا کہ ہم محبت سے فرہاد کو بھی دوست بنا لیں۔ ہمارے درمیان اب تک جو بات تنازعہ کا سبب بنی ہے، وہ یہی کہ آپ لوگ کسی حد تک فرہاد پر اعتماد کر سکتے ہیں، یہ کوئی پیچیدہ بات نہیں ہے۔ یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے لیکن ابھی تو ہمارے محترم ربی اسفندیار ایک نیا مسئلہ لے کر آئے ہیں۔ اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے مداریوں کو لا کر نیا تماشا دکھا رہے ہیں۔ مجھے یہاں سے نکال دینا چاہتے ہیں تاکہ میدان صاف رہے۔ میرے جانے کے بعد یہ ان تمام اعلیٰ حکام سے انتقام لیں گے جنھوں نے انھیں مکار کہا تھا۔"

ربی اسفندیار نے کہا۔ "تم بڑی لمبی، بڑی مؤثر تقریر کر رہی ہو۔ میرے خلاف بھڑکانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہی ہو لیکن میں بھی یہودی ہوں۔ میں نے اپنے ملک کی، اپنے قوم کی اور اپنے مذہب کی اتنی خدمت کی ہے جتنی خدمت کرنے کے لیے تمھیں میرے جتنی عمر گزارنا ہوگی۔ میں بھی اس مٹی سے محبت کرتا ہوں۔ اب بھی یہی کہتا ہوں، اگر تم اصل شیبا ثابت ہو گئیں تو میں یہاں سے جانے نہیں دوں گا۔ تم ہماری قوت بن کر رہو گی۔"

"معاف کیجیے مسٹر ربی! جہاں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطان ہوں، وہاں میں نہیں رہوں گی اور رہوں گی تو اس شرط پر کہ انھیں اسرائیل کی سرحدوں سے باہر نکال دوں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مس شیبا! تم بھی یہودی ہو۔ تمھاری حُبِ الوطنی سے ہم انکار نہیں کریں گے۔ ہمارے سامنے یہ پیچیدہ مسئلہ ہے کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے۔ ربی اسفندیار ہمارے لیے محترم ہیں۔ ہم ان کے منہ پر یا ان کی پیٹھ پیچھے انھیں جھوٹا نہیں کہہ سکتے۔ کہنے کے لیے ثابت کرنا ہوگا۔"

"میں ابھی ثابت کرنے والی تھی لیکن اس کے شیطان دوستوں نے مکاری دکھائی۔ آپ میں سے اس بات کی ضمانت کون لیتا ہے کہ میں اس کی آنکھوں میں جھانکنے جاؤں گی تو دوبارہ دماغی جھٹکا نہیں پہنچایا جائے گا؟"

میں نے شیبا کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "تم نے بہت اچھا سوال کیا ہے۔ اسی طرح انھیں اپنی باتوں میں اُلجھائے رکھو۔ میں

کوشش کرتا ہوں کہ اس سے پہلے فوجی افسر کے دماغ میں جھانکنے کی نوبت ہی نہ آئے۔"

شیبا کو سمجھانے کے بعد میں خود سمجھنے کی کوشش کرنے لگا کہ اس مصیبت سے کیسے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ ربی نے ابھی تک خیال خوانی کے معاملے میں ڈمی شیبا کو ابھارا ہوا تھا۔ اب دوسرے افسران بھی یہی کہہ رہے تھے کہ شیبا اس فوجی افسر کی آنکھوں میں جھانک کر اپنی سچائی ثابت کرے۔

میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ربی اسفندیار نے بہت سوچ سمجھ کر فوجی افسر کا انتخاب کیا تھا۔ وہ افسر تنہائی پسند تھا۔ بہت کم لوگوں سے ملاقات کرتا تھا اور جن کم لوگوں سے ملاقات کرتا تھا، وہ وہاں موجود نہیں تھے۔ آخر وہ کون لوگ تھے، میں نہیں جانتا تھا۔ اگر جانتا تو ان کے دماغوں میں پہنچ کر اس افسر کے لب و لہجے کو کسی طرح گرفت میں لینے کی کوشش کرتا۔

آخر میں ایک افسر کے دماغ میں پہنچ گیا، جس کی جیب میں ریوالور رکھا ہوا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا، اگر ڈمی شیبا کو اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ تک پہنچنے پر مجبور کیا گیا تو میں اس افسر کے ذریعے فوجی افسر کو گولی مار دوں گا اور گولی مارنے کا الزام ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر عائد کروں گا۔ میری عقل اس فیصلے کے خلاف تھی۔ یہ بات میں اچھی طرح سمجھتا تھا کہ یہ دانشمندانہ اقدام نہ ہوگا۔ اس کے بعد بھی شیبا دوسری آزمائشوں سے گزاری جائے گی۔ ایک مرجائے گا تو دوسرے اجنبی کو اس کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ پھر کیا ہوگا؟

میرے سوچتے سوچتے ڈمی شیبا پھر اس فوجی افسر کے قریب پہنچ رہی تھی۔ میں جس کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ میرا وہ معمول اپنی جیب میں ہاتھ ڈال چکا تھا۔ ریوالور کے دستے کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ اُدھر شیبا بالکل اس کے قریب پہنچ گئی۔ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ ایسے وقت کچھ سوچنا نہیں پڑتا، کچھ نہ کچھ کر گزرنا پڑتا ہے

اگرچہ یہ دانشمندانہ اقدام نہ ہوتا مگر اتنا ضرور رہتا کہ ڈمی شیبا دوبارہ اس آزمائش سے محفوظ رہتی، پھر اسے مہلت مل جاتی۔ دوسرے لفظوں میں مجھے کچھ کرنے کے لیے مہلت درکار تھی۔

دوسری طرف شیبا اپنی ڈمی کے دماغ میں تھی۔ اس کے ذریعے اس فوجی افسر کو دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں خدا سے دعائیں مانگ رہی تھی۔ "یا میرے مالک! ہماری عزت رکھ لے۔ ہم مکاروں سے مکاری کر رہے ہیں۔ ہماری نیت صاف ہے۔ ہم ان شیطانوں سے بچ کر رہنا چاہتے ہیں۔ میں بحیثیت یہودی اپنی قوم کو، اپنے ملک کو، اپنے مذہب کو ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رکھنا چاہتی ہوں۔"

وہ گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہی تھی۔ "میرے خدا! میں سے ایک محبت کرنے والے کی حیثیت سے التجا کرتی ہوں، میرے فرہاد کی عزت رکھ لے۔ ایسا نہ ہو، اسے زبان ہارنا پڑے۔ ایسا نہ ہو، وہ اپنی زبان کا پابند رہنے کے لیے مجھے سچ مچ میری قوم کے حوالے کر دے۔ میں اسرائیل نہیں آنا چاہتی۔ میں اپنے ملک اور اپنی قوم میں فی الحال نہیں رہنا چاہتی اور یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ میں مسلمانوں میں رہ کر بھی اپنے ملک اور اپنی قوم کی وفادار رہ سکتی ہوں۔ میرے مالک! تو ایسے وقت کام آتا ہے جب سب ناکام ہو جاتے ہیں۔ خدائی اسی کو کہتے ہیں جو کبھی ناکام نہیں ہوتی۔"

اس کی اس سوچ کے ساتھ ہی اچانک وہ معجزہ ہوا جس کی ہم توقع نہیں کر سکتے تھے۔ اچانک وہ گونگا فوجی افسر ہنسنے لگا۔ پھر رونے لگا۔ روتے روتے کہنے لگا۔ "مجھے معاف کر دو۔ خدا نے مجھے بولنے کے لیے زبان دی مگر میں گونگا بنا رہا۔ میں اب بولوں گا اور خوب بولوں گا۔"

میں جس افسر کے دماغ میں تھا، اس کے ذریعے حیرانی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ اچانک کیا ہو گیا تھا؟ میری بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ فوجی افسر کہتا جا رہا تھا۔ "میں صرف بولتا ہی نہیں، گاتا بھی گاتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ گانے لگا۔ سب لوگ اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے گانا گاتے ہوئے کہا۔ "صرف گاتا نہیں، ناچتا بھی ہوں۔"

وہ ناچتے ناچتے گانے لگا۔ اچانک ایک افسر نے اُٹھ کر کہا۔ "مس شیبا! بس کریں۔ اس بے چارے کا پیچھا چھوڑیں۔ ہمیں یقین ہو گیا ہے۔ تمھی ہماری شیبا ہو۔"

"نہیں، یہ شیبا نہیں ہے۔" ربی اسفندیار نے چیخ کر اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میرے بچو! مجھ سے عقیدت رکھنے والو! میری بات کا بھروسا کرو۔ شیبا اور فرہاد اس ڈمی کے دماغ میں رہ کر کوئی ایسی چال چل رہے ہیں جو اس وقت ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ یہ ہرگز شیبا نہیں ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔ "محترم ربی! آپ ہمارے مذہبی پیشوا ہیں لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ہمارے حکام نے آپ کو سیاسی معاملات میں مداخلت کی اجازت کیوں دی ہے۔ یہ سب جانتے ہیں، سب نے دیکھا ہے آپ

کو سیاست میں آنے کی اجازت دے کر ہم کتنا نقصان اُٹھا چکے ہیں۔ ہماری شیبا ایک بار ہمارے ہاتھ سے نکل گئی اور یہ آپ کی وجہ سے ہوا۔ مجھے کہنے دیجیے کہ میں عبادت گاہ میں جاؤں گا تو احتراماً آپ کے سامنے سر جھکاؤں گا لیکن یہ ہماری سماجی اور سیاسی محفل ہے۔ یہاں صاف طور پر کہتا ہوں آپ نے پہلے بھی غلطی کی اب دوسری غلطی کر کے شیبا کو ہم سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز آپ یہاں سے چلے جائیں اور ہمارے معاملے میں مداخلت نہ کریں۔"

ایک اور اعلیٰ افسر جو کہ ربی اسفندیار کا عقیدت مند تھا، اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولا۔ "مسٹر وارنر! آپ ہمارے مذہبی پیشوا کی توہین کر رہے ہیں۔ محترم ربی کی روحانی قوتوں کو اور ان کی ذہانت کو ساری قوم تسلیم کرتی ہے۔ آپ نے ان کی شان میں گستاخی کی ہے۔ آپ کو معافی مانگنا چاہیے۔"

وارنر نامی افسر نے حقارت سے کہا۔ "تم کو مجھے ایسے حکم دے رہے ہو جیسے تمھاری وردی میں ایک فیتہ زیادہ ہے۔ آئندہ مجھ سے مخاطب ہوتے وقت اپنی زبان اور اپنے لہجے کے سلسلے میں محتاط رہنا۔"

اس افسر نے کہا۔ "میں تم سے برتر نہیں ہوں تو کمتر بھی نہیں ہوں۔ میں ربی کی شان میں کوئی گستاخی برداشت نہیں کروں گا۔"

وارنر نے کہا۔ "میں فوجی اعتبار سے تمھارے برابر عہدہ رکھتا ہوں لیکن شیبا کے سلسلے میں جو خاص کمیٹی قائم کی گئی ہے میں اس کا چیئرمین ہوں۔ لہٰذا اس اجلاس میں تم سے برتر ہوں۔ اگر تمھیں محترم ربی سے اتنی ہی عقیدت ہے تو انھیں اپنے گھر لے جا کر سجدے کرتے رہو۔ ہم یہاں روحانی جذبوں کی بنیاد پر نہیں، ٹھوس حقائق کے پیش نظر فیصلے کرنے آئے ہیں۔ ابھی محترم ربی نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ ڈمی ہے اور اس فوجی افسر کے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گی۔ جب اس نے پہنچنا چاہا تو ان نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے شیبا کو دماغی جھٹکا پہنچایا مگر دوسری بار یہ کامیاب ہو گئی اور یہ ثابت کر دیا کہ یہی ہماری شیبا ہے۔ میں حاضرین اجلاس سے پوچھتا ہوں کیا اب بھی کسی کو شبہ رہ گیا ہے؟"

اس بات پر سب کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔ پتا چلا، ان میں کچھ تو اس اعلیٰ افسر وارنر اور شیبا کی حمایت میں تھے اور کچھ ربی اسفندیار کی حمایت کر رہے تھے۔ شیبا نے کہا۔ "میں جا رہی ہوں۔ جب آپ لوگ کسی ایک فیصلے پر متفق ہو جائیں تو مجھے آگاہ کر دیں۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھی۔ پھر دروازے کے پاس رک کر پلٹ گئی۔ ربی اسفندیار کو مسکرا کر دیکھا۔ پھر کہا۔ "مجھے تھنکر ڈی پہنانے کی حسرت آپ کے دل میں رہ گئی ہے۔ میں جانتی ہوں، یہ کانٹا آپ کو ہمیشہ چبھتا رہے گا۔ اگر آپ محبِ وطن ہیں، اگر آپ میں ذرا بھی غیرت ہے تو آپ اس لڑکی کی مخالفت چھوڑ دیں جو آپ کی قوم سے ہے۔ آپ کے مذہب سے ہے۔ ہم سب اسی ارضِ وطن کی خاک سے ہیں۔ آپ مجھ پر خاک اڑانا چاہیں گے تو یہ خاک آپ کے منہ پر پڑے گی اور آپ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

وہ وہاں سے چلی گئی۔ میں نے کہا۔ "شیبا! تم اپنی خواب گاہ میں جا کر آرام کرو۔ ہم ابھی تمھارے پاس آئیں گے۔"

وہ خواب گاہ کی طرف جانے لگی۔ شیبا نے میرے دماغ میں اُگر کہا۔ "اسے آرام کرنے دو اور یہ بتاؤ، یہ معجزہ کیسے ہو گیا۔ وہ گونگا فوجی افسر اچانک کیسے ہنسنے بولنے لگا؟"

میں تو حیران رہ گیا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے آمرود کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی، اس کے بھائی ایسی حماقت نہیں کر سکتے کہ گونگے فوجی افسر کو بولنے پر مجبور کریں اور شیبا کا پلڑا بھاری کر دیں۔

"فریاد! میں نے خیال خوانی نہیں کی۔ تم نے نہیں کی۔ ہمارے دشمنوں نے نہیں کی۔ پھر یہ مزید ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں سے پیدا ہو گیا ہے یا ہو گئی ہے؟"

اس کی آخری بات سن کر میں چونک گیا۔ میں نے کہا۔ "ہاں، کچھ شبہ ہو رہا ہے۔ وہ پیدا ہو گیا ہے نہیں، ہو گئی ہے۔"

"وہ تعجب سے بولی۔ "کیا مطلب؟"

ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی آکر بتاتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور جوجو کے پاس پہنچ گیا۔ اب سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے اس کے پاس پہنچا تھا، وہ تنہا بھی نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس کی سوچ سے پتا چلا تھا اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے اور ان تمام مشینوں سے گزارا گیا ہے جس کے بعد دوسروں کی تمام ذہنی صلاحیتیں اس میں منتقل ہو جاتی ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے، ایک کم عمر بچے کے دماغ میں کتنی معلومات اور کتنے علوم کا ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایک بچے کے دماغ میں زیادہ سے زیادہ معلومات بھر دی جائیں تو کیا وہ دماغ پھٹ نہ پڑے گا؟

یہی تجربہ ان تین بھائیوں نے کیا تھا۔ جوجو کم عمر نہیں تھی وہ جسمانی طور پر بالغ تھی اور ذہنی طور پر نابالغ۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ کند ذہن تھی۔ اسی لیے جسم کے ساتھ ذہانت پروان نہیں چڑھ سکی تھی۔ وہ نادان بچوں جیسی حرکتیں کرتی تھی۔ اسی لیے بھائیوں نے فیصلہ کیا ہو گا کہ جوجو کے دماغ میں تمام علوم کا ذخیرہ کرنا

مناسب نہیں ہو گا۔ پہلے کسی ایک علم کو اس کے دماغ میں منتقل کر کے دیکھا جائے کہ ردِ عمل کیا ہوتا ہے۔ انھوں نے جوجو کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے ٹیلی پیتھی کے علم کا انتخاب کیا تھا اور اپنے ذہن سے ان صلاحیتوں کو مشین کے ذریعے اس کے دماغ میں منتقل کر دیا تھا۔

میں پچھلی بار جوجو کے دماغ میں گیا۔ پھر واپس آ گیا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ ایسے وقت مداخلت نہیں کرنا چاہیے تھی، دماغ پر برا اثر پڑتا ہے۔ میرے واپس آنے کے ایک گھنٹے بعد وہ نیند سے بیدار ہو گئی تھی۔ اس نے خود کو ایک آرام دہ بستر پر پایا۔ فوراً ہی سمجھ میں آ گیا، یہ اس کی خواب گاہ ہے لیکن سونے سے پہلے وہ خواب گاہ میں نہیں تھی۔ اس کمرے میں تھی جسے اس کے بھائی آپریشن تھیٹر کہتے تھے اور جہاں عجیب و غریب قسم کی چھوٹی بڑی مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ آہستگی سے اُٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی۔

اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ بدل گئی ہے — کچھ عجیب سا لگ رہا تھا — سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ سامنے لکھی ہوئی ایک تہائی پر بڑا سا کارڈ نظر آ رہا تھا۔ اس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ اس نے جھک کر اس کارڈ کو اُٹھایا پھر پڑھنے لگی۔ اس پر آمرود نے لکھا تھا۔

"پیاری بہن! جب تک ہم واپس نہ آئیں، اس کمرے سے باہر نہ نکلو۔ آرام کرتی رہو۔ تم سونیا کی طرح ذہین اور چالاک بننا چاہتی تھیں، ہم بنا نہ سکے کیونکہ وہ کمبخت ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ بہرحال اب تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک جگہ بیٹھے بیٹھے ساری دنیا کی سیر کر سکو گی مگر ابھی خیال خوانی نہ کرنا۔ کسی کے دماغ میں نہ جانا۔ اگر تم کوئی الٹی سیدھی حرکت کرو گی تو ہماری پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔ تم بہت اچھی بہن ہو۔ اپنے بھائیوں کی بات مانتی ہو۔

ویسے تم تنہا نہیں ہو۔ میں اپنے بیڈ روم میں ہوں۔ دروازہ اندر سے بند ہے۔ تم مداخلت نہ کرنا۔ میں خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ اپنا کام ختم کرتے ہی تمھارے پاس آؤں گا۔ بستر کے سرہانے والی میز پر تمھارا پسندیدہ چاکلیٹ رکھا ہوا ہے۔ تم ٹی وی یا وڈیو گیم سے دل بہلاتی رہو۔ میں جلدی آؤں گا۔ فقط تمھارا بھائی آمرود۔"

اس نے کارڈ کو ایک طرف رکھا۔ پھر لپک کر سرہانے والی میز سے چاکلیٹ کو اٹھا لیا۔ خوش ہو کر اس کا ریپر اتارنے لگی۔ پھر بستر سے اتر کر ٹی وی کے پاس آئی اور اسے آن کر دیا۔ اسکرین پر ایک ڈرامے کا آخری منظر دکھایا جا رہا تھا۔ وہ صوفے پر اچھل کر بیٹھ گئی۔ بڑی توجہ سے ڈرامائی منظر کو دیکھنے لگی۔ اس منظر میں ایک جوان مرد اور ایک نوجوان خوبصورت سی لڑکی تھی۔ ان کے مکالموں سے پتا چلا، وہ بھائی بہن ہیں۔ بھائی ایک ہاتھ میں رسی پکڑے ہوئے بہن کی طرف بڑھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "میں مانتا ہوں، تم میری بہن ہو مگر دنیا میں رشتوں سے نہیں، دولت سے محبت ہوتی ہے۔ آج تم جاؤ گی تو تمھارے حصے کی دولت اور جائداد مجھے مل جائے گی۔"

بہن خوفزدہ تھی۔ پیچھے ہٹ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "بھائی! مجھے نہ مارو۔ میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ میں اپنی تمام جائداد اور دولت تمھیں دے دوں گی۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو۔"

بھائی نے اس کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ رسید کیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ پیچھے ایک دیوار سے جا کر ٹکرائی۔ اِدھر جو جوا اچھل کر صوفے پر اگر ڈوں بیٹھ گئی تھی۔ دونوں مٹھیوں کو بھینچ لیا تھا۔ غصے سے بھائی کو دیکھ رہی تھی اور بڑبڑا رہی تھی۔ "کمینہ کیسا بھائی ہے۔ اپنی بہن کو مارتا ہے۔ میرے بھائی دیکھ لیں گے تو تجھے جان سے مار دیں گے۔"

اب ٹی وی کے اسکرین پر ظالم بھائی کا بڑا سا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ رسّی کے دونوں سروں کو دونوں ہاتھوں میں لے کر بہن کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بڑا خوف ناک لگ رہا تھا۔ دانت پیستا جا رہا تھا اور کچھ کہتا بھی جا رہا تھا۔ جو کچھ وہ کہہ رہا تھا وہ باتیں جوجو کے دماغ میں نقش ہو رہی تھیں بلکہ اس کا لب و لہجہ اس کے دماغ میں گونج رہا تھا۔ اس کے اندر ایک تحریک پیدا ہو رہی تھی۔ وہ تحریک جو خیال خوانی کے لیے مجبور کرتی ہے۔ اس کے اندر یہی جذبہ بے اختیار پیدا ہو رہا تھا کہ وہ ابھی اُڑ کر جائے اور اس ظالم بھائی کا گلا دبوچ لے۔ اسے خوب مارے۔ مظلوم بہن کی طرف جانے کا موقع نہ دے۔

وہ صوفے سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ مٹھیاں بھینچ کر اسکرین کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "اے رک جا۔ میں کہتی ہوں رُک جا۔ ورنہ ٹھیک نہیں ہو گا۔"

وہ ٹی وی کے بالکل قریب نہ جا سکی۔ ایک جگہ رُک گئی۔ اس کا دماغ سمجھا رہا تھا۔ ایسے نہیں بولنا چاہیے بلکہ اس بولنے والے کا تصور کرنا چاہیے کہ لب و لہجے کو گرفت میں لینا چاہیے۔ اس بولنے والے کا تصور کرنا چاہیے۔

وہ یہی کرنے لگی۔ لب و لہجہ اس کے دماغ میں گونج رہا تھا۔ اور وہ تصور میں نظر آ رہا تھا ------ پھر نظر آتے آتے ایک بیک جوجو کو محسوس ہوا وہ اس شخص کے پاس پہنچ گئی ہے۔ اس نے فوراً ہی چیخ کر کہا۔ "تجھے شرم نہیں آتی۔ ایک کمزور لڑکی پر ظلم کرتا ہے۔ وہ کمزور لڑکی تیری بہن ہے۔ لعنت ہے تجھ پر۔"

ٹی وی پروگرام تو پہلے کا ریکارڈ کیا ہوا تھا جو اب اسکرین پر دکھایا جا رہا تھا لیکن بھائی کا اصل کردار کرنے والا اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا، وہ یک بیک اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دماغ میں جوجو کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ جو ان

پریشان ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس کے دماغ میں آواز آ رہی تھی: "تجھے شرم نہیں آتی۔ ایک کمزور لڑکی پر ہاتھ اٹھاتا ہے۔ وہ تیری بہن ہے۔ رک جا، میں کہتی ہوں رک جا۔"

اس نے "رک جا" زور سے چیخ کر کہا۔ اس شخص کا دماغ ہل کر رہ گیا۔ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ فرش پر گر پڑا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تڑپتے ہوئے کہنے لگا: "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے یہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔"

اس کی بیوی ڈائننگ ٹیبل کے پاس سے اٹھ کر دوڑتی ہوئی اس کے پاس آ گئی تھی۔ کتنے ہی ملازم آ کر اسے سنبھالتے ہوئے پوچھ رہے تھے کہ آخر اسے کیا ہو گیا ہے۔

جوجو خوش ہو کر قہقہے لگانے لگی۔ اسے اپنی جیت کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے ایک مظلوم بہن کو ایک ظالم بھائی سے بچا لیا ہے۔ ہنستے ہنستے اس کی نظر اسکرین پر گئی۔ تب اسے ہوش آیا کہ ڈراما تو ویسے ہی چل رہا ہے۔ اس ظالم بھائی نے اپنی معصوم اور مظلوم بہن کو قتل کر دیا تھا۔ پولیس والے آ گئے تھے اور اب وہ بھاگتا پھر رہا تھا۔

تب وہ حیرانی سے سوچنے لگی: "ابھی تو میں نے اسے سزا دی تھی۔ یہ پھر کیسے آ گیا؟"

اس کے دماغ نے سمجھایا: "یہ ڈراما ہے۔ ایک بار میرے بھائی نے بتایا تھا، یہ پہلے سے ریکارڈ کیا جاتا ہے اور جو کچھ ڈرامے میں ہوتا ہے، وہ حقیقت نہیں ہوتی۔ اسکرین پر نظر آنے والا ظالم ظالم نہیں ہوتا، مظلوم مظلوم نہیں ہوتا۔"

وہ شعوری طور پر کوئی دانشمندانہ بات نہیں سوچ سکتی تھی۔ اس کے دماغ میں جو صلاحیتیں منتقل کی گئی تھیں، وہ صلاحیتیں اسے بولنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ وہ اسی طرح سوچتے ہوئے پھر اسی ظالم بھائی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ایک بستر پر پڑا ہوا تھا اور وحشت سے دیدے پھیلا کر چھت تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا ابھی اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ اس کی بیوی بھی یہی سوال کر رہی تھی۔ جوجو نے کہا: "مجھے افسوس ہے۔ میں نے غلط فہمی کی بنا پر تمہیں تکلیف پہنچائی ہے۔ میں معافی چاہتی ہوں۔"

وہ شخص ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اپنی بیوی سے کہنے لگا: "میرے دماغ میں پھر وہی آواز سنائی دے رہی ہے اور وہ آواز مجھ سے معافی مانگ رہی ہے۔"

جوجو کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ کیسے بتائے کہ وہ خود کہاں ہے اور کس طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ میں بول رہی ہے۔ وہ ایسی بات وضاحت سے نہیں کہہ سکتی تھی۔ اسے یاد آ گیا تھا۔ بھائی آرمرووڈ نے منع کیا تھا، نہ کمرے سے باہر جائے۔ نہ خیال خوانی کی کوشش کرے۔

وہ بھائی کی ہدایات کے متعلق سوچ رہی تھی۔ سوچتے سوچتے احساس ہوا کہ اب اس ظالم بھائی کا کردار کرنے والے کے دماغ میں نہیں ہے نہ اس کے گھر میں ہے بلکہ اپنے بیڈروم میں کھڑی ہوئی ہے

اس نے حیرانی سے چاروں طرف دیکھا۔ اسے عجیب سا لگا۔ ابھی کہیں تھی اور ابھی کہیں ہے۔ یہ تو بہت اچھا علم ہے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سنتی رہتی تھی۔ مگر سمجھتی کم تھی۔ اب ذاتی طور پر سمجھنے کا موقع مل رہا تھا بڑا لطف آ رہا تھا۔ جی چاہتا تھا، بار بار خیال خوانی کرتی رہے۔ کبھی دوسرے کے دماغ میں جائے کبھی اپنے آپ میں رہے اور طرح طرح کے مناظر دیکھتی رہے اور طرح طرح کے تماشے دکھاتی رہے۔

وہ بستر پر آ کر چاروں شانے چت ہو گئی۔ چھت کی طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔ اگر وہ چپ چاپ خیال خوانی کرے گی تو کیا بھائی آرمرووڈ کو معلوم ہو جائے گا؟

بھائی کے متعلق سوچتے ہی اس کا چہرہ نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ وہ واضح طور پر اسے دیکھ رہی تھی۔ بھائی کی آواز اور لب و لہجہ بھی اس کے دماغ میں گونج رہا تھا۔ پھر یوں محسوس ہوا جیسے وہ بستر پر لیٹے ہی لیٹے بھائی کے پاس پہنچ رہی ہے بلکہ اس کے دماغ میں پہنچ چکی تھی۔

اس وقت آرمر خیال خوانی کے ذریعے تل ابیب میں تھا ربی اسفندیار کی باتیں سن رہا تھا اور ربی کے چیلنج کے مطابق شیبا خیال خوانی کا ثبوت دینے میں ناکام ہو رہی تھی۔ وہ اپنے بھائی آرمرووڈ کے دماغ میں پہنچنے کے بعد تل ابیب کے اجلاس میں بھی پہنچ گئی تھی۔ وہاں ربی کو دیکھتے ہی یاد آیا کہ اب سے دس گھنٹے پہلے جب وہ پومی سے نجات پا کر اپنے بھائیوں کے پاس پہنچی تھی تو وہاں ربی ایک قد آور شخص کے ساتھ موجود تھا۔

اس کا بھائی آرمرووڈ پومی سے مار کھانے کے بعد بستر پر پڑا ہوا تھا۔ دوسرے کمرے میں ربی اسفندیار اسی شخص کے ساتھ تھا۔ ان کے قریب دونوں بھائیوں شار پرووڈ اور ہاربر ووڈ کی آواز سنائی دے رہی تھی یعنی وہ دونوں بھائی ربی یا کسی اور کے سامنے نہیں آتے تھے۔ انھوں نے جو جو کبھی سمجھا دیا تھا کہ آئندہ وہ بہن کے سامنے بھی نہیں آئیں گے۔ بہرحال اس وقت وہ اجنبی شخص ربی کے ساتھ بیٹھا ہوا اسپیکر کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا: "جناب! میں سارا کام سمجھ گیا ہوں۔ ابھی ایک بجے والی فلائٹ سے محترم ربی کے ساتھ جا رہا ہوں۔ تل ابیب پہنچنے سے پہلے ہی گونگا بن جاؤں گا۔ کسی کو اپنی آواز نہیں سناؤں گا۔ تنہائی میں بھی کھانسنے اور کھنکارنے سے پرہیز کروں گا۔"

اسپیکر سے ہارپر ووڈ کی آواز سنائی دی: "یہاں سے نکلتے ہی ایک لفظ زبان سے ادا نہ کرنا۔ کوئی غلطی کرنے سے پہلے سمجھ لینا، ہم دماغ میں موجود رہیں گے اور تمہیں بولنے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

جوجو اپنے بستر پر چاروں شانے چت لیٹی چھت کو تک رہی تھی اور پچھلی باتیں سوچتی جا رہی تھی جب اس نے تل ابیب کے اجلاس میں ربی کے ساتھ ایک گونگے افسر کو دیکھا تو فوراً اس کے دماغ نے کہا: یہ وہی شخص ہے جو اس کے بھائیوں کے سامنے خون گنگا بن کر رہنے کا وعدہ کر چکا تھا۔ میں تو اس کی آواز سن چکی ہوں۔ شاید مجھے یاد ہے کہ یہ کیسے بولتا ہے۔"

وہ چپ ہو کر سوچنے لگی۔ اس کے لب و لہجے کو یاد کرنے لگی۔ اگر ہم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی اجنبی کی آواز ایک بار سننے کے بعد اسے یاد کرنا چاہے تو اس کا لب و لہجہ یاد نہیں آئے گا کیونکہ وہ اجنبی ہمارے سامنے سے سرسری طور پر گزر گیا ہوگا۔ ہم نے اس کی آواز سنی ہوگی۔ اس کا لب و لہجہ بھی ہمارے دماغ تک پہنچا ہوگا مگر ہم نے توجہ نہیں دی ہوگی لیکن جو چاہے یاد کر سکتی تھی۔ کیونکہ ٹیلی پیتھی کا عمل بالکل نیا تھا۔ اب تک اس نے کسی اور کے لب و لہجے کو یاد نہیں کیا تھا۔ بہت سی باتیں بہت سے ٹیلیفون نمبر، بہت سی آوازوں کے نت نئے انداز کو یاد رکھنا پڑتا ہے۔ یہ ساری باتیں آپس میں گڈمڈ ہو جاتی ہیں۔ جوجو نے ذہن پر زور ڈال کر یاد کیا تو اس اجنبی کا لہجہ من و عن یاد آ گیا۔ وہ آواز، وہ لہجہ اس کے دماغ میں سرگوشی کرنے لگا۔ آنکھوں کے سامنے اجنبی کی صورت گھومنے لگی۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے سامنے ٹی وی کے اسکرین پر وہی اجنبی ہے اور بول رہا ہے۔ اپنی آواز، اپنا لہجہ سنا رہا ہے اور اس کے اندر تحریک پیدا کر رہا ہے کہ وہ بھی اس کی نقل کرے اور وہ بے اختیار نقل کرنے لگی۔ اس کی آواز اس کے لہجے میں بولتے بولتے محسوس ہوا کہ وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی ہے۔

وہ خوشی سے کھل گئی کیونکہ جگہ بدل گئی تھی۔ ابھی اپنے کمرے میں تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے تل ابیب میں ہونے والے اجلاس میں پہنچ گئی تھی۔ وہ فوراً ہی سمجھ نہیں سکتی تھی کہ تل ابیب پہنچی ہے مگر جگہ اور ماحول بدل جانے سے خوش ہو گئی تھی جیسے دنیا بدل گئی ہو۔ نظارے بدل گئے ہوں۔ وہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے واقعی دنیا کی سیر کر رہی تھی اور دیکھ رہی تھی۔ وہاں ربی اسفندیار کھڑا ہوا ایک خوبصورت سی نوخیز لڑکی کو چیلنج کر رہا ہے۔ تمام افسران کے سامنے دعویٰ کر رہا ہے کہ یہ لڑکی اس فوجی افسر کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گی۔

جوجو چپ چاپ بیٹھی وہاں کے حالات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آخر اتنے سارے لوگ کیوں بیٹھے ہیں — کیا کر رہے ہیں اور اس بے چاری خوبصورت سی لڑکی کو کیوں پریشان کر رہے ہیں؟

اس وقت شیبا نے تمام افسران سے پوچھا: "اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میں اس افسر کے دماغ میں پہنچنا چاہوں گی تو یہ لوگ دوبارہ مجھے دماغی جھٹکا نہیں پہنچائیں گے؟"

اس طرح جوجو کو معلوم ہوا کہ اس بے چاری کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغی جھٹکا پہنچایا گیا تھا۔ اس نے افسوس کرتے ہوئے سوچا۔ ہائے بے چاری! اتنی اچھی تو ہے۔ یہ داڑھی والا بڈھا اسے کیوں پریشان کر رہا ہے۔ کس نے اسے دماغی جھٹکا پہنچایا تھا؟"

وہ شیبا کی آواز سننے کے بعد اس کی آواز اور لب و لہجے کو چپ چاپ دہرانے لگی اور دہراتے دہراتے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس وقت شیبا دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہی تھی: "یا میرے مالک! ہماری عزت رکھ لے۔ ہم مکاروں سے مکاری کر رہے ہیں۔ ہماری نیت صاف ہے ہم ان شیطانوں سے بچ کر رہنا چاہتے ہیں۔"

جوجو نے اس کی پوری بات نہیں سنی۔ خود سوچنے لگی۔ یہ بے چاری شیطانوں سے بچ کر رہنا چاہتی ہے اور شیطانوں سے تو بچ کر رہنا چاہیے۔

جوجو کی عادت تھی، وہ دوسروں کی باتیں سن کر اپنے طور پر تبصرے کرنے لگتی تھی۔ اس کے بعد جب وہ دوبارہ شیبا کی بات سننے لگی تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے کہہ رہی تھی: "یہ سچے مالک! تو ایسے وقت کام آتا ہے جب سب ناکام ہو جاتے ہیں۔ خدائی اسی کو کہتے ہیں جو کبھی ناکام نہیں ہوتی۔"

جوجو نے دونوں ہاتھوں سے تالی بجاتے ہوئے کہا: "ہائے کتنی اچھی بات بول رہی ہے۔"

اسے گونگے افسر پر بہت غصہ آیا۔ اس نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "وہ اپنے رب کو یاد کر رہی ہے۔ کتنی اچھی اچھی باتیں کر رہی ہے۔ تجھے شرم نہیں آتی گونگا بنا ہوا ہے۔ ماتی ہوں میرے بھائیوں نے تجھے ایسا کرنے کے لیے کہا ہے مگر کوئی خدا سے بڑھ کر تو نہیں ہوتا۔ یہ بات میرے دل کو لگ گئی ہے۔ خدائی اسی کو کہتے ہیں جو کبھی ناکام نہیں ہوتی۔ چلو! بولنا شروع کر دو۔"

گونگے فوجی افسر نے پریشان ہو کر کن انکھیوں سے ربی کو دیکھا۔ پھر سوچنے لگا: "یہ میرے اندر کیسی آواز آ رہی ہے کیا شیبا پہنچ گئی ہے؟"

جوجو نے کہا: "نہیں بولو گے تو میں گدگدی کر دوں گی۔ پھر تم ہنسنے لگو گے۔"

وہ گدگدی کی بات کرتے ہی خود ہنسنے لگی چونکہ اس کی سوچ ہنس رہی تھی، اس لیے وہ گونگا فوجی افسر بھی بے اختیار ہنسنے لگا۔

ہنستے ہنستے یاد آیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے گولی مار دیں گے یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ہلاک کر دیں گے کیونکہ وہ ان کے منصوبے کے خلاف آواز سنانے جا رہا تھا مگر وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ بڑی بے بسی سے رونے کے انداز میں کہنے لگا۔ "مجھے معاف کر دو۔ خدا نے مجھے بولنے کے لیے زبان دی۔ میں گونگا بنا رہا۔ میں اب بولوں گا اور خوب بولوں گا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی مجھے معاف کر دیں۔ میں اپنے بس میں نہیں ہوں۔"

جوجو خوش ہو رہی تھی۔ اسے دل بہلانے اور خوش ہونے کے لیے اسے عجیب و غریب علم مل گیا تھا۔ اس کے ذریعے وہ جو چاہے کر سکتی تھی۔ اس نے سوچا۔ "اگر میں اسے ناچنے گانے کے لیے کہوں گی تو وہ ایسا ضرور کرے گا۔ پھر دوسرے ہی لمحے وہ اسے ناچنے اور گانے پر مجبور کرنے لگی اور وہ ایسا کرتا چلا گیا۔

یہ بڑی حیرت انگیز بات تھی تھوڑی دیر تک ہمارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جواب دے گئی تھی۔ شیبا گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہی تھی۔ ہم اسے معجزہ ہی سمجھ رہے تھے اور دشمن سمجھ رہے تھے، ہم نے ٹیلی پیتھی کی کوئی ایسی ٹیکنک استعمال کی ہے جو ابھی ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔

وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سمجھ میں نہ آنے والی ٹیکنک کو سمجھنے کے لیے گونگے افسر کے دماغ میں پہنچ گئے تھے معلوم کرنا چاہتے تھے، "آخر کیا ہو رہا ہے؟ یہ سب کچھ کیسے ہو رہا ہے؟ وہ صرف بول نہیں رہا ہے بلکہ مضحکہ خیز حرکتیں بھی کر رہا ہے۔ ناچنا گانا تو جا رہا ہے۔

آخر انکشاف ہو ہی گیا اس کے دماغ میں جو جوتا لیاں بجاتے ہوئے ہنس رہی تھی اور بولتی بھی جا رہی تھی۔ بھائیوں کی کھوپڑیاں چکرا کر رہ گئیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ بچکانہ ذہن رکھنے والی بہن ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتے ہی یہ تماشے کرے گی۔ ان میں سے ایک بھائی نے ڈانٹ کر کہا۔ "جوجو! یہ کیا حرکت ہے؟"

وہ یکبارگی دماغی طور پر بیڈ روم میں حاضر ہو گئی۔ حیران ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اس کا بھائی آرمر اس کے دماغ میں اکثر اس سے باتیں کرتا تھا۔ اسے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سمجھایا کرتا تھا لیکن وہ تینوں بھائی پیار و محبت سے بولتے تھے اس بار ڈانٹ کر پوچھا گیا تو وہ گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پوچھنے لگی۔ "کون ہو؟ تم کون ہو؟"

دماغ میں آواز آئی۔ "ہم تمہارے بھائی ہیں۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "نہیں، نہیں تم میرے بھائی نہیں ہو۔ میرے دشمن ہو، میرے بھائی کبھی اس لہجے میں نہیں بولتے۔ چلے جاؤ میرے دماغ سے چلے جاؤ، نہیں تو میں اپنے بھائیوں کو بلاؤں گی۔"

ان بھائیوں کا اتنا زبردست منصوبہ خلاف توقع ناکام ہو گیا تھا۔ وہ جھنجلائے ہوئے تھے، اسی لیے جوجو کے دماغ میں اپنی اصلی آواز اور لب و لہجے کے ساتھ پہنچے تھے اور اس سے ڈانٹ کر سوال کیا تھا۔ اگر میں ایسے وقت جوجو کے دماغ میں ہوتا تو اسی وقت ان کے لب و لہجے کو گرفت میں لے لیتا۔

بہر حال ایک بات یقینی ہے۔ کوئی بھی شخص انسانی فطرت سے باہر نہیں ہو سکتا۔ جوش، جذبے یا غصے کی حالت میں بے اختیار اپنے ہی لہجے میں بول پڑتا ہے ایک دن یہ دونوں بھائی میرے سامنے ضرور بولنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

وہ دونوں بھائی آرمر کے دماغ میں پہنچے، آرمر کے لہجے میں اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "ہم جوجو کے دماغ میں تھے۔ بے اختیار اپنے لہجے میں بول پڑے تھے اور یہ ہمارے لیے اچھی علامت نہیں ہے۔"

آرمر نے پوچھا۔ "تل ابیب کا اتنا اہم اجلاس چھوڑ کر جوجو کے پاس کیوں آئے ہو؟"

"ساری گڑبڑ ہماری بہن نے کی ہے۔ وہ شخص بے اختیار بول پڑا تھا۔ اس کے پیچھے جوجو کی شرارت ہے۔"

آرمر کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ انھوں نے کہا۔ "جوجو ہماری بہن ہے، اس لیے ہم شرارت کا لفظ استعمال کر رہے ہیں۔ کوئی اور ہوتا تو ہم اسے ذہنی اذیتیں دے دے کر مار ڈالتے۔"

"لیکن وہ گونگے افسر تک کیسے پہنچ گئی؟"

"تم سوالات ہم سے کر رہے ہو جبکہ دوسرے کمرے میں جوجو موجود ہے۔ اس کے پاس جاؤ اور اسے سمجھاؤ، آئندہ ایسی حرکتیں نہ کرے۔"

آرمر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں جا رہا ہوں۔ تم بھی اس کے پاس آؤ۔ ہم اسے پیار سے سمجھائیں گے۔"

"ہم نہیں سمجھا سکتے۔ اس کے دماغ میں اپنا لب و لہجہ اختیار کریں گے تو ہمارے لیے خطرہ ہے اور جوجو کے لب و لہجے میں بولیں گے تو وہ کبھی یقین نہیں کرے گی کہ اس کے باقی دو بھائی بول رہے ہیں لہٰذا تم اکیلے ہی سمجھاؤ۔"

"مجھے پروگرام بتا کر جاؤ تم کیا کرنے جا رہے ہو؟"

"آرمر! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ ہم تمہارے دماغ میں آ کر اپنا آئندہ پروگرام بتائیں؟ کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ شیبا اور فرہاد اس وقت تمہارے پاس موجود نہیں ہوں گے؟"

آرمر نے کہا۔ "سوری میں غلط بات کہہ گیا۔ دراصل موجودہ ناکامی نے الجھا کر رکھ دیا ہے۔"

ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ اپنے کمرے سے نکل کر جوجو کے پاس جانے لگا۔ جب میں جوجو کے پاس پہنچا تو اس نے آرمر اس سے باتیں کر رہا تھا۔ اسے پیار محبت سے سمجھا رہا تھا۔ میں اس کے بچکانہ ذہن کو کریدنے لگا۔ معلوم کر رہا تھا کہ اس نے تل ابیب کے اجلاس میں کس طرح ڈراما پلے کیا تھا اور ہماری عزت رکھ لی تھی۔ سچ پوچھیے تو مجھے اس لڑکی پر بہت پیار آ رہا تھا۔ اس نے میری حمایت نہیں کی تھی۔ وہ میری جانبدار نہیں تھی۔ فرہاد علی تیمور کے نام سے متاثر نہیں تھی۔ اس نے تو معصومانہ انداز میں ایک بچی کی طرح ہنستے کھیلتے یہ کام کیا تھا۔

آرمر نے اس کے ایک ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر تھپکتے ہوئے کہا۔ "میری بہن! تمہیں پتا ہے، ان حرکتوں سے تمہارے تینوں بھائیوں کو کتنا نقصان پہنچا ہے؟"

وہ ایک ہاتھ سے سر کھجاتے ہوئے بولی۔ "میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ وہ لڑکی بہت خوبصورت تھی۔ بے چاری پریشان تھی۔ اپنے رب سے دعائیں مانگ رہی تھی۔ مجھ سے دیکھا نہ گیا، میں نے اس کی مدد کر دی۔"

"مگر جوجو! دوست اور دشمن کو سمجھ کر مدد کرنا چاہیے۔"

"بھائی! ایک دن آپ ہی نے سمجھایا تھا مدد کرتے وقت دوست اور دشمن کو نہیں دیکھنا چاہیے۔ انسان بن کر انسان کے کام آنا چاہیے۔"

وہ اس بات پر گڑبڑا گیا۔ پھر بولا۔ "ٹھیک ہے، میں نے یہ کہا تھا لیکن اب جن دشمنوں کا ذکر کر رہا ہوں ان کے ساتھ کبھی انسانیت سے پیش نہیں آنا چاہیے۔ کبھی ان سے دوستی نہیں کرنا چاہیے۔ کسی حال میں ان کی مدد نہیں کرنا چاہیے۔ آج کی بات اچھی طرح یاد کر لو۔ میں تمہیں دشمنوں کے نام بتا رہا ہوں۔ ان ناموں کو یاد رکھو، جہاں بھی وہ ہمارے مقابلے میں نظر آئیں، ان کی بالکل حمایت نہ کرو۔"

میں آرمر کے دماغ میں پہنچ کر ہنسنے لگا۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

"فضول سا سوال ہے۔ وہی دشمن ہو سکتے ہیں جن کی حمایت سے بہن کو روک رہے ہو۔ میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں، تمہاری بہن کیسی ہے؟"

"بہت معصوم ہے۔ بہت پیاری ہے۔ بہت خوبصورت ہے۔"

"پیاری اور خوبصورت لڑکیاں بہت ہوتی ہیں مگر ہماری دنیا میں اب معصوم نہیں رہے۔ یہ بالغ بچی جو نہایت معصوم ہے، صرف دوستی اور محبت کو سمجھتی ہے، دشمنی کو نہیں سمجھتی۔ کسی ٹی وی ڈرامے میں مظلوم لڑکی کو دیکھ کر اس کے لیے تڑپ جاتی ہے۔ شیبا کو پریشان دیکھ کر اس کے لیے بھی بے چین ہو گئی۔ اس کے دماغ کے کسی گوشے میں یہ بات نہیں تھی کہ شیبا دوست ہے یا دشمن۔ مسٹر آرمر! ہماری دنیا میں اتنے معصوم لوگ کہاں ہیں؟ اگر کوئی ہے تو اسے معصوم رہنے دو، کیوں ہماری دشمنی کے بیچ اسے گھسیٹ رہے ہو؟"

وہ ذرا چپ رہا۔ جواب میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اپنی بہن کو معصوم نہیں رہنے دے گا۔ جو کسی سے سچی اور گہری محبت کرتے ہیں، وہ ایسا کہہ نہیں سکتے۔ وہ تینوں بھائی جوجو کو اتنی ہی گہرائی سے اور اتنی ہی سچائی سے چاہتے تھے۔ میری بات آرمر کے دل کو لگی تھی۔ اسی لیے وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔ جب کوئی جواب نہ دے سکا تو اس نے کہا۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو، میرے دماغ سے جاؤ۔"

"تم پہلے سانس روک لیا کرتے تھے۔ اب کیوں نہیں روکتے؟"

"تم سے مطلب؟"

"بھئی! ہم خیال خوانی کرتے ہیں۔ ہمیں دیکھا بھالا پڑتا ہے کس دماغ کے دروازے کھلے ہیں اور کس کے بند ہیں اور اگر کھل گئے ہیں تو اس کی وجہ کیا ہے۔ میں بتاتا ہوں، تم شراب چھوڑ نہیں سکتے۔ آج کل زیادہ ہی پینے لگے ہو، ایسے میں سانس روکنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ تمہارے مقابلے میں تمہارے دونوں بھائی بہت محتاط اور مستقل مزاج ہیں۔ اسی لیے وہ تم تینوں سے یعنی تم سے، جوجو اور لیڈی روزینہ سے بھی چھپ کر رہتے ہیں، راز داری برتتے ہیں، اپنے اہم معاملات اور اہم منصوبوں میں تم لوگوں کو شریک نہیں کرتے۔ ویسے مانتا ہوں، تم پانچوں میں بڑی محبت، بڑا اتحاد ہے۔ میں اسی محبت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں، جوجو کو ان معاملات سے الگ رکھو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کبھی اسے دماغی طور پر یا جسمانی طور پر نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ وہ اتنی معصوم ہے کہ اس سے کوئی دشمنی کر ہی نہیں سکتا۔"

"فرہاد! مجھے نادان نہ سمجھو، تم چپ چاپ اس کے دماغ میں آتے رہو گے اور اس کی سوچ میں اسی کو بھڑکاتے رہو گے، اسے ہمارے خلاف کرتے رہو گے۔"

"تم یہی سمجھ رہے ہو تو میں تمہارا اعتماد حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری بہن کے لیے میرے دل میں جو محبت اور خلوص ہے، وہ تمہارے دل میں نہیں ہے۔ اگر تم مجبور کرو گے تو میں دشمن بن کر اس معصوم کو تم لوگوں کے خلاف بھڑکاؤں گا۔ آؤ، دیکھتے ہیں کہ کس کا پلڑا بھاری رہتا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "نہیں فرہاد! میری جوجو کا ایک ہاتھ ہمارے ہاتھ میں ہو گا، دوسرا تمہارے ہاتھ میں اور ہم رسہ کشی کی طرح اسے اپنی اپنی طرف کھینچتے رہیں گے۔ یہ ذہنی انتشار میں مبتلا رہے گی۔ نہ معصوم رہے گی نہ چالاک۔ صرف پاگل کہلائے گی۔ میں

ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔ یہ معصوم ہے' تاحیات معصوم رہے گی۔ ہم میں سے کوئی اسے اپنے معاملات میں شریک نہیں کرے گا۔"

وہ کچھ اور بھی کہتا مگر بات ادھوری رہ گئی۔ اچانک شیبا کی گھبرائی ہوئی سی آواز سنائی دی۔ "فرہاد! جلدی آؤ۔ اب میری ڈمی نہیں رہی۔ کسی نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔"

میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا کہہ رہی ہو تم؟"

یہ کہتا ہوا میں شیبا کے دماغ میں پہنچا۔ شیبا گائیڈ دوائی کے دماغ میں تھی اور وہ اہم فوجی افسران کے ساتھ ڈمی شیبا کے بیڈ روم میں تھا۔ وہاں اس کی لاش پڑی ہوئی تھی۔

ہم دن رات لاشیں دیکھتے رہتے ہیں مگر اس لڑکی کو مردہ حالت میں دیکھ کر بہت صدمہ ہوا۔ اس بے چاری نے بڑی خوبصورتی سے شیبا کا رول ادا کیا تھا۔ اس نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کی بہت ہی ذہین طالبہ تھی۔ اس سے بہت سی توقعات وابستہ تھیں۔ وہ ظالم کون ہے جس نے ہماری گڑیا جیسی طالبہ کو ہم سے ہمیشہ کے لیے چھین لیا؟

میں نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ دانت پیسنے لگا۔ پھر پوچھا۔ "شیبا تم کہاں تھیں؟"

"میں اجلاس میں تھی۔ ہم نے ڈمی کو رخصت کر دیا تھا تاکہ وہ بیڈ روم میں جا کر آرام کرے۔ اس کے بعد تم یہ کہہ کر گئے کہ ابھی واپس آجاؤ گے۔"

میں نے کہا۔ "میں جوجو کے پاس گیا تھا۔ اسی نے ہمیں اتنی بڑی مصیبت سے نکالا تھا۔ بہرحال تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ قتل کر دی گئی ہے؟"

میں نے تھوڑی دیر تمہارا انتظار کیا۔ اس اجلاس میں رہنا ضروری نہیں تھا۔ ہم جیت چکے تھے اور ربی کی پوزیشن کمزور ہو گئی تھی۔ میں دماغی طور پر بابا صاحب کے ادارے میں حاضر ہونا چاہتی تھی۔ اس لیے سوچا' ڈمی سے ملاقات کرتی جاؤں۔ جب میں نے اس کی جانب خیال خوانی کی پرواز کی تو ناکام رہی۔ میں نے اس کی پرسنل سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا وہ دوڑتی ہوئی آرہی تھی اور اس وقت اجلاس میں پہنچ گئی تھی۔ خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "مس شیبا کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔"

میں نے شیبا سے پوچھا۔ "پرسنل سیکریٹری کو اس کے قتل کی اطلاع کیسے ملی؟"

یہی سوال کتنے ہی افسران نے اس سے کیا' وہ کہتی ہے۔ "بیڈ روم کے باہر اپنے کام میں مصروف تھی۔ کسی نے اس کے دماغ میں آکر کہا۔ 'تمہاری مس چل بسی ہیں۔ کمرے میں جا کر اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔'"

پرسنل سیکریٹری کو یقین نہیں آیا۔ وہ تھوڑی دیر تک اپنے سر کو تھام کر سوچتی رہی۔ پھر کام کرتے لگی۔ کسی نے پھر اس کے دماغ میں کہا۔ "یہاں سے اٹھو اور اجلاس میں شریک ہونے والوں کو اس قتل کی اطلاع دو۔"

پھر پرسنل سیکریٹری کسی ارادے کے بغیر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اسے جبراً شیبا کے بیڈ روم میں لے جا رہا ہو۔ جب اس نے دروازہ کھول کر دیکھا تو حیران رہ گئی۔ حلق سے چیخ نکلی اور وہاں سے بھاگتی ہوئی اجلاس میں پہنچی۔

"اچھا تو کسی نے اس کے دماغ میں آکر اطلاع دی تھی۔ صاف ظاہر ہے ان دو بھائیوں میں سے کسی نے اسے قتل کیا ہے۔"

"تم تیسرے کا ذکر کیوں نہیں کرتے؟"

"میں اتنی دیر تک تیسرے ہی کے پاس تھا۔ اس قتل میں اگر کسی کا ہاتھ نہیں ہے۔"

اس ڈمی کے بیڈ روم میں ایسے کئی افراد تھے جن کے دماغ میں میں پہلے پہنچ چکا تھا۔ میں شیبا سے باتیں کر رہا تھا اور کسی نہ کسی افسر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذریعے وہاں کا منظر دیکھ رہا تھا۔ ایک افسر نے پلنگ کے سرہانے والی میز پر سے ایک کاغذ کو اٹھایا۔ اس پر ڈمی نے اپنے ہاتھوں سے لکھا تھا۔

"میں شیبا نہیں ہوں۔ پوری طرح ہوش و حواس میں رہ کر اعتراف کر رہی ہوں۔ میرا نام شیبا نہیں ہے نہ ہی میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔

میں نہیں جانتی میں کون ہوں۔ میرے ماں باپ کون تھے۔ یقیناً لاوارث ہوں۔ اس لیے بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پاتی رہی۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ میرے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں جو نیکیاں کی گئیں، اس کے لیے ادارے کی ممنون ہوں لیکن جو برائیاں کی گئیں۔ اس کے لیے حرفِ شکایت زبان پر نہیں لا سکتی تھی۔ یہاں آنے کے بعد کئی بار یہودی حکام کے سامنے اس ادارے کا پول کھولنا چاہا۔ میرا دل کہتا تھا کہ مجھے یہاں کے حکام پناہ دیں گے لیکن دماغ سمجھاتا تھا' ایسا ہرگز نہ کرنا۔ میں ڈمی شیبا ہوں اور اب تک یہاں کے لوگوں کو دھوکا دیتی رہی ہوں۔ یہ دھوکا برداشت نہیں کریں گے اور مجھے مار ڈالیں گے۔

مجھے اپنی زندگی سے بہت پیار ہے۔ میں مرنے سے ڈرتی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک شیخ الفارس کے اشاروں پر ناچتی رہی۔ وہ میری ذہانت کی تعریف کرتے ہیں۔ اسی لیے

انھوں نے مجھے شیبا کی ڈمی بنانا منظور کیا تھا لیکن میں نے انکار کیا۔ اسرائیلی انٹیلی جنس اتنی نادان تو نہیں ہے کہ وہ کبھی میری اصلیت معلوم نہ کر سکے معلوم ہونے پر مجھے گولی مار دی جائے گی۔ میں یہاں آنا نہیں چاہتی تھی لیکن شیخ الفارس نے مجھے بابا صاحب کے ادارے کے ایک بہت ہی خفیہ ٹارچر چیمبر میں پہنچا دیا۔ وہ مجھ پر تنویمی عمل کرانا چاہتے تھے۔ اس عمل کے ذریعے شیبا کی تمام حرکات و سکنات کو میرے دماغ میں نقش کر دینا چاہتے تھے لیکن میں اتنی ضدی اور اتنی مستقل مزاج ہوں کہ تنویمی عمل کرنے والا بہ آسانی مجھے معمولہ نہیں بنا سکتا۔ اس لیے ٹارچر چیمبر میں پہنچا کر مجھ پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے گئے۔ طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ میرے اعصاب کمزور بنائے گئے۔ اس کے بعد مجھ پر تنویمی عمل کیا گیا۔ میں مجبور ہو گئی۔ اپنا بچاؤ نہ کر سکی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہوئی تو خود کو بھول چکی تھی۔ اپنے آپ کو شیبا سمجھتی رہی۔ پچھلے دو دن سے محسوس کر رہی ہوں کہ جو تنویمی عمل مجھ پر کیا گیا تھا، اس کا اثر زائل ہو رہا ہے اور میں اپنے آپ کو پہچاننے لگی ہوں۔

ابھی اجلاس میں جانے سے پہلے میں نے اصلی شیبا سے کہا تھا' مجھے آزاد کر دو۔ مجھے یہاں سے جانے دو۔ میں تمہارا رول ادا نہیں کر سکوں گی۔

اس نے کہا' کچھ عرصہ اور یہاں رہو۔ میرا رول ادا کرتی رہو۔ اس کے بعد تمہیں پیرس بھیج دیا جائے گا۔

لیکن وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی میرے دماغ میں آنے لگے تھے۔ بار بار دھمکی دے رہے تھے کہ میں اپنی اصلیت ظاہر کر دوں۔ یہودی حکام کو دھوکا نہ دوں ورنہ وہ میرا پول کھول دیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ فرہاد اور شیبا کے ہاتھوں سے تو بچ جاؤں گی لیکن یہاں کے لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

ابھی چند منٹ پہلے میں اجلاس سے آئی ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے پریشان کر رہے ہیں کہہ رہے ہیں، وہ شیبا اور فرہاد کی طرح مجھے جان سے تو نہیں ماریں گے لیکن میرا چہرہ خراب کر دیں گے۔ میں بدصورت ہو جاؤں گی۔ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ زندگی بوجھ بن جائے گی۔

میں سخت ذہنی انتشار میں مبتلا ہوں۔ آج مجھے زندگی سے پہلی بار نفرت ہو رہی ہے۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ اگر ایک فریق کی بات نہ مانوں تو وہ مجھے مار ڈالے۔ دوسرے فریق کی بات نہ مانوں تو وہ میری زندگی تباہ کر دے۔ اس سے تو بہتر ہے مر ہی جاؤں۔ میری موت سے دوسری مظلوم لڑکیوں کو فائدہ پہنچے گا۔ میں اسرائیلی حکام سے دست بستہ عرض کرتی ہوں کہ میری موت کے بعد ان مظلوم لڑکیوں کو بابا صاحب کے ادارے سے نکالا جائے جو انتہائی بے بسی کی زندگی گزار رہی ہیں۔ وہ اتنی مجبور ہیں کہ فرانسیسی حکومت سے بھی شکایت نہیں کر سکتیں کیونکہ وہ حکومت بابا صاحب کے ادارے کی سرپرست ہے۔

بہت ہو چکا۔ اب مجھ پر زندگی کا ایک ایک لمحہ بھاری ہے لیکن جان دینے سے پہلے اتنا بتا دوں کہ میں اس فوجی افسر کے دماغ میں پہنچ ہی نہیں سکتی تھی۔ نہ ہی شیبا پہنچ سکتی تھی۔ یہ شیبا کی کوئی ایسی چال ہے جو میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے اور نہ ہی کوئی اور سمجھ پایا ہے لیکن میں بازی پلٹ رہی ہوں۔ میری موت سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ میں فرہاد' شیبا اور بابا صاحب کے ادارے کا پول کھول کر جا رہی ہوں۔

میں پھر اس تحریر کے اختتام پر اعتراف کرتی ہوں کہ میں شیبا نہیں ہوں۔ مجھے خودکشی پر کسی نے مجبور نہیں کیا۔ میں اپنی خوشی سے جان دے رہی ہوں۔ فقط راقم الحروف۔ اسٹیلا جوزف۔"

تحریر ختم ہو گئی۔ میں اس افسر کے دماغ میں رہ کر اسے پڑھ رہا تھا۔ وہ بہت ہی نیک اور ذہین لڑکی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کچھ لکھ نہیں سکتی تھی اور آج تک ادارے کے خلاف کسی نے کچھ لکھا بھی نہیں تھا۔ اس کے کسی حصے میں کوئی خفیہ ٹارچر چیمبر نہیں تھا جہاں کسی کو اذیت پہنچائی جائے۔ یہ سراسر الزامات تھے۔

آفیسر نے تحریر کو بلند کرتے ہوئے دوسروں کو دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ بہت اہم خط ہے خودکشی کرنے والی نے بابا صاحب کے ادارے کا پول کھول دیا ہے۔ وہاں کی کچھ دھکی چھپی باتیں اس میں موجود ہیں۔ اس کے ذریعے ہم اس ادارے کے خلاف تحریک چلا سکتے ہیں۔"

اس نے وہ خط اپنے ایک جونیئر آفیسر کو دیتے ہوئے کہا۔ "اسے پڑھ کر سناؤ۔"

وہ پڑھ کر سنانے لگا۔ میں ڈمی شیبا کی لاش کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے سینے میں ایک خنجر دل کی جگہ پیوست تھا۔ اس بے چاری کے ساتھ کتنا ظلم ہوا تھا۔ ان دو بھائیوں میں سے کسی نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر وہ تحریر لکھوائی۔ اس کے بعد اسے وہ خنجر پکڑنے پر مجبور کیا اور اسی کے ہاتھوں اسے مار ڈالا۔

اس کا نام واقعی اسٹیلا جوزف تھا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہر دلعزیز تھی۔ سب اسے چاہتے تھے۔ شیبا نے شیخ صاحب کو اس کے قتل کے متعلق بتا دیا تھا۔ ادارے کے تمام طلباء و طالبات کو جب یہ دل گداز خبر ملی ہوگی تو سب ہی صدمے

سے چُور ہو گئے ہوں لگ رہے سب کے سر ماتمی انداز میں جھک گئے ہوں گے۔

اس خط کو سننے کے بعد ایک افسر نے کہا" یہ ثابت ہو گیا کہ شیخ الفارس نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔ ڈمی شیبا ہمارے حوالے کی اور اصل کو چھپا رکھا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا" آپ یہ بات جتنی آسانی سے کہہ رہے ہیں، یہ اتنی آسان نہیں ہے۔ اس میں بڑی گہرائی اور پیچیدگی ہے۔ میرا دل کہتا ہے، یہ قتل ہونے والی ہماری شیبا تھی۔ اس نے بھرے اجلاس میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ثابت کر کے اس گونگے آفیسر کو بولنے پر مجبور کر دیا تھا۔"

پہلے آفیسر نے کہا" یہ فرہاد کی چال تھی۔ اس قتل ہونے والی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے ہنسنے بولنے پر مجبور نہیں کیا تھا۔"

دوسرے افسر نے پوچھا" کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس میں فرہاد کی چال تھی اور یہ اصلی شیبا نہیں تھی؟"

افسر نے وہ خط دکھاتے ہوئے کہا" اس کے ڈمی ہونے کا ثبوت یہ خط ہے۔"

"کیا کسی کے دماغ پر قابض ہو کر ایسے خط لکھائے نہیں جا سکتے؟ کیا اسے خودکشی پر مجبور کیا نہیں جا سکتا؟ جیسا کہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہو چکا ہے۔"

ایک افسر نے اس دوسرے افسر کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے کہا۔" مجھے تم پر شبہ ہو رہا ہے کہ تم فرہاد علی تیمور کے ایجنٹ ہو یا اصلی شیبا جو اب تک ہماری نظروں سے چھپا کر رکھی گئی ہے، وہ تمہارے دماغ میں ہے اور تمہاری زبان سے بول رہی ہے۔"

کمانڈو وائی نے بے اختیار کہا" میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تم لوگوں نے ربی اسفندیار کو واپس بلا کر اور تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوست بنا کر اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے۔ اب شیبا تمہیں نہیں ملے گی، ہم بھی اس کی جدائی کا صدمہ سہتے رہیں گے۔ شاید تم لوگوں کو اندازہ نہیں ہے، میں اس کی ہلاکت پر کس طرح غم اور غصے کو برداشت کر رہا ہوں۔ بہت جلد میری انتقامی کارروائی شروع ہونے والی ہے۔ میں تم سب کو سکون سے بیٹھنے نہیں دوں گا۔ میں دیکھتا ہوں، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح تم لوگوں کی حفاظت کرتے ہیں اور کس طرح شیبا کے قتل کا انتقام لینے سے مجھے روک سکتے ہیں۔"

میرے حاتی افسر نے کہا" مسٹر فرہاد! آپ غصے میں ہم سے انتقام لیں گے لیکن یہ نہ بھولیں کہ ہم میں سے بیشتر آپ کے دوست ہیں اور اس معاملے میں آپ سے اتفاق کرتے ہیں کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں کسی بھی موقع پر زبردست دھوکا دے سکتے ہیں، ہمیں ربی اسفندیار کو واپس نہیں بلانا چاہئے تھا۔"

اس کی بات پر دوسرے افسران اختلاف کرنے لگے۔ اسے بُرا بھلا کہنے لگے۔ میں نے کہا" میں تم لوگوں کی بحث میں شریک نہیں ہو سکتا۔ ابھی شیبا کی موت کا صدمہ ہے۔ میں خاموش رہنا چاہتا ہوں، کسی گوشے میں وقت گزارنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد اگر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرو گے لیکن ایک بات سن لو۔ ان تینوں کا وار کامیاب رہا ہے۔ ان کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ انھوں نے اس بہانے اصل شیبا کو ختم کر دیا ہے تاکہ ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں تمہاری حکومت ان تینوں کی محتاج رہے اور شیبا کبھی تمہارے کام نہ آ سکے۔ اس نکتے کو اپنے دماغ میں رکھو۔ غور کرو تو دشمنوں کی چال سمجھ میں آ جائے گی۔ خدا حافظ پھر آؤں گا۔"

میں وہاں سے رخصت ہو کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ بستر سے اتر کر فرش پر آیا۔ پھر ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ ابھی میرے زخم بھرے نہیں تھے۔ میں جسمانی کمزوری محسوس کرتا تھا لیکن اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے لیے کسی سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے سوچا" یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی ہمیں ایک معاملے میں الجھا کر دوسرے معاملات سے توجہ ہٹانا چاہتے ہوں گے۔ جانے اور کیسی چالیں چل رہے ہوں گے للندا ماں نیلما داسی اور آنند کی خبر لینا چاہیے۔"

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔ وہ ریڈ پاؤ کے باس کی ایک پرائیویٹ رہائش گاہ تھی۔ باس نے میرا بہت خیال کیا تھا اور بڑی توجہ سے علاج کرا رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا" جناب! بستر سے کیوں آ گئے۔ کال بیل کے ذریعے کسی کو بھی بلا سکتے تھے؟"

"میں مریض بن کر رہنا نہیں چاہتا۔ آپ یہ بتائیں آنند اور ماں جی کہاں ہیں؟"

"وہ ماں بیٹے شاپنگ کے لیے گئے ہیں۔ ایک آدھ گھنٹے میں واپس آ جائیں گے۔"

"میرا ڈرائیور محتاط رہے گا۔ میں نے اسے سمجھا دیا ہے۔"

میں ایک بڑی سی کھڑکی کے پاس آ کر آرام سے بیٹھ گیا۔ باس نے کہا" جناب! وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے عذاب جان بن گئے ہیں۔ آپ اور مادام سونیا جہاں بھی چھپ کر رہیں گے وہ دشمنوں کو آپ کے بدلتے ہوئے پتے ٹھکانے تک پہنچا رہیں گے۔"

میں نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا" بڑے مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ دیکھا جائے تو مجھے اس کھڑکی کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیے، دشمن چلے گئے کہاں سے میری تاک میں ہوں گے۔"

"اس کی آپ فکر نہ کریں۔ کھڑکی پر بلٹ پروف پلاسٹک کور چڑھے ہوئے ہیں۔"

باہر دور تک شہر کا ایک حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے کہا" میں اوولٹین پینا چاہتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور سونیا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ اب سے تقریباً ڈھائی گھنٹے پہلے میں نے سونیا اور پومی کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ بنایا تھا اور یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ آئندہ اڑتالیس گھنٹے تک بہت حساس رہیں گی۔ ان کے دماغ میں کوئی بھی اجنبی سوچ کی لہر آئے تو وہ سانس روک لیا کریں گی۔

اگرچہ سونیا اور پومی یوگا کی ماہر نہیں تھیں تاہم دشمنوں سے گھنٹوں لڑنے کی عادی تھیں۔ جو لوگ طویل جنگ لڑنے کے عادی ہوتے ہیں، وہ اپنی سانسوں پر قابو پانا جانتے ہیں۔ سونیا اور پومی کم از کم ایک منٹ تک ضرور سانس روک سکتی تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ دماغ پر دستک دیتے ہی سونیا نے سانس روک لی۔ پھر اس نے سانس لیتے ہوئے پوچھا" کون ہو تم؟"

"میں فرہاد بول...."

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس نے ڈانٹ کر کہا" یو شٹ اپ! یو بیسٹرڈ" تھوڑی دیر پہلے بھی تم نے فرہاد بن کر مخاطب کیا تھا اور میں نے دھتکار دیا تھا۔ پھر بے شرم بن کر چلے آئے ہو۔ آئی سے گیٹ آؤٹ۔"

جتنی دیر وہ بولتی رہی، میں نے اتنی دیر میں معلوم کیا پومی ڈرائیو کر رہی تھی اور وہ دونوں کہیں تنہا جا رہی تھیں۔ میں نے پوچھا" یہ تو بتا دو، اسپتال چھوڑنے کے بعد کہاں جا رہی ہو؟"

"میں جہاں بھی جاتی ہوں وہ جگہ تم لوگوں کے لیے جہنم بن جاتی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اب میرے دماغ میں نہیں آ سکو گے۔ میں سانس روک رہی ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے اس نے سانس روک لی۔ میں دماغ سے باہر نکل آیا۔ بڑی مشکل تھی۔ میں نے یہ حربہ دشمنوں کے لیے استعمال کیا تھا۔ وہ سونیا اور پومی کے دماغ میں بے روک ٹوک آ کر ہمارے معمولوں کو معلوم نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی انھیں ٹریپ کر کے ادھر سے اُدھر بھٹکا سکتے تھے جیسا کہ انھوں نے پومی کے ساتھ کیا تھا اور اسے اسپتال پہنچا دیا تھا۔

اب دشمن تو کیا میں خود ان سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ مجھ سے ایک غلطی ہوئی تھی اگر میں تنویمی عمل کے دوران سے کوڈ ورڈز مقرر کر لیتا اور ان کے دماغ میں یہ بات نقش کر دیتا کہ فلاں کوڈ ورڈ دُہرانے کے بعد وہ میرے فرہاد ہونے کا یقین کر لیں۔ تو آسانی سے ہمارے درمیان خفیہ گفتگو ہو سکتی تھی لیکن میں جلد بازی میں تھا۔ پریشان بھی تھا۔ اس لیے یہ نکتہ ذہن میں نہیں آیا۔

میرے لیے شیشے کے ایک چھوٹے سے مگ میں اوولٹین آ گئی۔ ملازم کے ساتھ باس بھی آیا تھا۔ میں نے کہا" سونیا اور پومی اسپتال سے نکل گئی ہیں۔ کسی کار میں سفر کر رہی ہیں، پتا نہیں کہاں جانا چاہتی ہیں۔"

باس نے کہا" اُس اسپتال میں دشمنوں کے ایجنٹ تھے انھوں نے مس پومی کو ایسا انجکشن دیا تھا جس سے اعصاب کمزور ہو گئے تھے۔ اگر مادام اسے وہاں سے لے کر نکل چکی ہیں تو میں یقین سے کہتا ہوں، وہ میری رہائش گاہ کی طرف ضرور جائیں گی۔ میں انتظامات کرتا ہوں، میرے آدمی راستے میں کہیں نہ کہیں انھیں ٹریس کر لیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک شخص تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ پھر اس نے باس کو سلام کرتے ہوئے کہا" جناب! غضب ہو گیا۔ وہ ماں بیٹے کو لے گئے ہیں۔"

وہ باس کا ہی ڈرائیور تھا جو آنند اور ماں جی کو لے گیا تھا۔ باس نے ڈانٹ کر کہا" بات پوری کرو اور سلیقے سے کرو۔ ماں بیٹے کو کون لے گیا ہے؟ کیسے لے گیا ہے؟"

"میں کیا بتاؤں جناب! دو آدمی آئے، انھوں نے میری کنپٹی پر ریوالور رکھ دیا، ماں بیٹے کو چلنے کے لیے کہا۔ وہ ان کے ساتھ چلے گئے۔ اگر ذرا بھی انکار کرتے، میری مدد کرتے تو میں ہرگز جانے نہ دیتا۔ اپنی جان پر کھیل جاتا لیکن وہ ان سے ملے ہوئے تھے۔"

میں نے کہا" یہ نہیں ہو سکتا۔ ماں جی مجھے دھوکا دے کر اپنے بیٹے کو یہاں سے نہیں لے جائیں گی۔"

باس نے کہا" آپ کی ماں جی بہت پریشان تھیں۔ بار بار کہتی تھیں، ان کے بیٹے کو باپ کا نام ملنے والا ہے۔ انھیں جانا چاہیے لیکن میرا بیٹا فرہاد مجھے جانے سے روک رہا ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے آخر میں جانے کا ہی فیصلہ کر لیا ہو اور دشمنوں کے ساتھ راضی خوشی چلی گئی ہوں۔"

"میں ابھی ان کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر سکتا ہوں مگر اس سے پہلے میں ماں کے مقدس رشتے پر بھروسا اور اعتماد کرتے ہوئے کہتا ہوں، وہ مجھے دھوکا نہیں دیں گی۔ ان کہنہ مشق ٹیلی پیتھی کے ذریعے ماں بیٹے کو ٹریپ کیا ہے۔ آپ جائیں اور سونیا

اور پومی کا خیال کریں۔"

باس چلا گیا۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور ماں جی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے جس اعتماد کا اظہار کیا تھا، وہ درست تھا۔ جس وقت ڈرائیور کو ریوالور دکھا کر بے بس کیا گیا تھا، اس وقت آنند اور ماں جی کے دماغ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے قبضے میں تھے۔ اسی لیے انھوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا اور بس کار سے اتر کر دوسری کار میں بیٹھ گئے تھے۔ پھر وہ کار انھیں ایک فلائنگ کلب لے گئی تھی۔ وہاں سے وہ ایک ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہے تھے۔ سفر کے دوران ان کے دماغوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا تھا لیکن پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے لوگوں کے پاس ریوالور تھے۔ ماں جی کے دماغ کو آزاد کرنے سے پہلے کسی نے میرے لب دبلیے میں کہا تھا۔ "ماں جی! میں آپ کا منہ بولا بیٹا فرہاد بول رہا ہوں۔"

انھوں نے خوش ہو کر کہا۔ "بیٹے! یہ تم ہو؟ کیا ابھی میرے پاس آئے ہو؟"

"میں بہت دیر سے آپ کے دماغ پر قبضہ جمائے بیٹھا ہوں۔ آنند کے دماغ پر شیبا نے قبضہ جمایا ہوا تھا۔ ہم نے سوچا اس سے پہلے کہ سوامی جی اپنے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے آپ کو اپنے پاس بلا لیں، ہم آپ کو اپنے طور پر ٹریپ کر کے ان سے دور لے جا رہے ہیں۔"

"بیٹے! میں گھنٹا بھر پہلے تمھارے پاس تھی۔ تم مجھے جہاں جانے کو کہتے وہاں چلی جاتی۔ آخر یہ اتنا لمبا چکر کیوں چلایا ہے۔ کم از کم میرے بیٹے کی گردن سے ریوالور تو ہٹا دو۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میرے یہ آدمی گونگے رہیں گے اور کسی کی بات نہیں سنیں گے۔ موت آپ کے بیٹے کے قریب رہے گی۔ نیلما دا سی! تم بہت بھولی ہو۔ ایک مسلمان کو بیٹا بنا کر تم نے یہ سمجھ لیا کہ وہ سچ مچ بیٹا بن گیا؟"

"فرہاد! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم تو زبان کے دھنی ہو۔"

"میں صرف مسلمانوں کے لیے زبان کا پابند ہوں۔ کافروں کو کسی گنتی میں نہیں لاتا۔ چاہے وہ ماں بن کر ہی کیوں نہ آئے۔"

میرے دشمن نے ماں جی سے بڑی گھٹیا باتیں کی تھیں۔ ان کے دل میں میرے لیے نفرت پیدا کرنے کے لیے ماں بیٹے کے درمیان مذہب کی دیوار کھڑی کر دی تھی۔ میں نے مخاطب کیا۔ "ماں جی! میں آپ کا بیٹا فرہاد بول رہا ہوں۔"

میری آواز دوبارہ سنتے ہی ان کی آنکھ سے آنسو نکل گئے۔ انھوں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "فرہاد! تم کہاں ہو، میں نہیں جانتی۔ آنکھوں کے سامنے دیکھ رہی ہوں۔ تمھیں دیوتا مان کر، ہاتھ جوڑتے ہوئے التجا کرتی ہوں، میرے بیٹے کی گردن سے ریوالور ہٹا دو۔"

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے ان کے جوڑے ہوئے ہاتھوں کو الگ کیا۔ ان کی گود میں رکھا۔ پھر کہا۔ "آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔ آپ میری ماں ہیں۔ میں آپ کا بیٹا ہوں۔"

انھوں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں، نہیں میں اور کوئی رشتہ رکھنا نہیں چاہتی۔ میری آنکھ کھل گئی ہے۔ ہمارے درمیان دھرم اور مذہب کی دیوار ہے۔ ہم کبھی ماں بیٹے نہیں بن سکتے۔ تمھیں ہمارے خلاف جو کرنا ہے کرو۔ مگر میرے بیٹے کی جان بخش دو۔"

"میں آپ کو یقین نہیں دلا سکتا کہ اب سے تھوڑی دیر پہلے بھی آپ کے دماغ میں بول رہا تھا، وہ دشمن تھا۔ میرے ٹریپ میں اس نے آپ سے گھٹیا باتیں کی ہیں، مجھے شرم آ رہی ہے۔"

"فرہاد! اگر وہ تم نہیں تھے تو تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اس نے گھٹیا باتیں کی تھیں؟"

"آپ بھول رہی ہیں، میں خیال خوانی کے ذریعے چپ چاپ دماغ میں رہ کر پچھلی تمام ہونے والی باتیں معلوم کر سکتا ہوں۔ دشمن نے آپ کو ٹریپ کیا ہے۔ اب سوامی جی کے پاس لے جا رہے ہیں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم مجھے سوامی جی کے پاس نہیں کہیں دور لے جا رہے ہو۔ میں اپنے شوہر سے کبھی نہیں مل سکوں گی اور اپنے بیٹے کو اس کے باپ کا نام نہیں دلا سکوں گی۔"

"تھوڑی دیر بعد آپ کو میری سچائی کا یقین آ جائے گا۔ یہ ہیلی کاپٹر آپ کو جہاں پہنچا رہا ہے، وہاں آپ کے بیٹے کی زندگی انتہائی خطرے میں ہو گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں، جس زبان سے آپ کو ماں کہا ہے، اسی جذبے سے آنند کی حفاظت کروں گا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ماں جی کو یقین دلانا خواہ مخواہ وقت ضائع کرنے کے مترادف تھا۔ آنے والا وقت ہی ان کی آنکھیں کھول سکتا تھا۔ میں انھیں الزام بھی نہیں دے سکتا وہ بے چاری ٹریپ کی گئی تھیں۔ ان کے دماغ پر قبضہ جمائے بعد دشمن نے ایسی چال چلی تھی کہ سبھی دھوکا کھا سکتے تھے۔ ایک ماں جی پر ہی کیا انحصار تھا۔

میں نے ماسک مین سے رابطہ قائم کیا۔ میری آواز سنتے ہی اس نے کہا۔ "فرہاد صاحب! مجھے آپ کے حالات کا علم ہے۔ آپ زخموں سے چور ہیں۔ سب سے پہلے اپنی خیریت بتائیے۔"

"میں خیریت ہوں۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کی تعداد اچھی خاصی ہو گئی ہے۔"

"ہاں، یہ مسئلہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔ ان سے بہت محتاط ضرورت ہے۔"

"میں نے اسی لیے رابطہ قائم کیا ہے۔ میرا مشورہ ہے، آپ پارک کے باس سے کسی بھی رابطے پر گفتگو نہ کریں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی طرح آپ کے دماغ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے، نیویارک کے موجودہ باس کو ریٹائر کر دوں اور اس کی جگہ سرائے آؤں جو یوگا کا ماہر ہو۔"

"یہ بہتر ہو گا۔ آئندہ میں آپ سے رابطہ قائم کروں گا تو آپ کو ڈور ڈز دریافت کریں گے۔ میں اس کے جواب کہوں گا۔ فرہاد آن زیرو چینل۔"

"میں اسے یاد رکھوں گا۔"

"میرا دوسرا مشورہ ہے، دنیا کے جتنے ملکوں اور جتنے شہروں آپ کے باس اور ایجنٹ ہیں، آپ ان سے براہِ راست نہ کریں۔ آپ وہی احتیاطی تدابیر اختیار کریں جو آپ سے ماسک مین کرتا رہا ہے۔"

"میں یہی کروں گا۔"

"سونیا اور پومی بھٹک رہی ہیں۔ شاید ایک آدھ گھنٹے میں پارک کے باس تک پہنچیں گی۔ میں چاہتا ہوں، آپ خفیہ طریقے سے ایک چارٹرڈ طیارہ ان کے لیے ریزرو کرا دیں، تاکہ خیریت بابا صاحب کے ادارے پہنچ سکیں۔"

"یہ ابھی ہو جائے گا۔"

میں نے رابطہ ختم کیا۔ پھر جناب شیخ صاحب کو مخاطب کیا۔ شیبا ان کے پاس موجود تھی۔ وہ اسے سمجھا رہے تھے کہ مہذب میں آئندہ ربی اسفندیار اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے کس طرح محاذ بنایا جائے گا اور ہماری ڈمی شیبا اسٹیلا جوزف کا ردِعمل کس طرح ظاہر کیا جائے گا۔

میرے مخاطب کرنے پر انھوں نے کہا۔ "سونیا اور پومی ہر اسٹاف ان پر زیادہ توجہ دو۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے انھیں ان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔"

"جناب! میں اس قدر مصروف رہا کہ ان کے متعلق کچھ بتا بہر حال اطمینان رکھیں، میں نے تنویمی عمل کے ذریعے دماغوں کو حساس بنا دیا ہے۔ ہمارے دشمن تو کیا، میں اور ان کے دماغوں میں پہنچ کر اپنی بات نہیں منوا سکیں گے۔"

"بیٹے! یہ تم نے بہت اچھا کیا ہے۔ اب وہ کہاں ہیں؟"

"ملکہ یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ بہر حال جلد ہی پتا چل جائے گا۔ ماسک مین سے کہہ دیا ہے۔ وہ انھیں ایک چارٹرڈ سے آپ کے پاس بھیجنے والا ہے۔ اگر سونیا یا پومی آپ سے رابطہ قائم کریں تو آپ انھیں چارٹرڈ طیارے کے متعلق بتا دیں۔"

شیبا سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا، وہ چونک گئی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "فرہاد! یہ تم ہو؟"

"میں نے تم سے کیا کہا تھا؟ اگر شبہ ہو تو جواباً خیال خوانی کی پرواز کر کے میرے پاس آ جایا کرو تاکہ پتا چلے، ہمارے درمیان کوئی دشمن تو نہیں ہے؟"

دوسرے ہی لمحے اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر میرے دماغ میں پہنچ گئی۔ میں نے پوچھا۔ "کس سوچ میں گم تھیں؟"

"کیا بتاؤں؟ اس مقتول شیبا کی جگہ خود کو دیکھ رہی تھی۔ خدایا! اگر میں سچ مچ قتل ابیب جاتی تو میرا یہی انجام ہوتا۔"

"میں تمھاری سلامتی پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں مگر اسٹیلا کی موت پر بے حد افسوس ہو رہا ہے۔"

"میں دشمنوں سے بُری طرح انتقام لوں گی۔ ایک بار میں پھر تمھارا اور شیخ صاحب کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ تم لوگوں کی احسان مند ہوں۔ مجھے پھر ایک بار نئی زندگی مل رہی ہے۔"

"غیروں کی طرح باتیں نہ کرو۔ تم ہماری ہو، ہماری رہو گی۔ یہ ادارہ بھی تمھارا ہے، تمھارا رہے گا۔ کبھی ہمارے درمیان نہ اجنبیت ہو گی نہ شکوک و شبہات دلوں میں جگہ بنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ دلوں کے بھید جاننے والا، دعا مانگنے سے پہلے ہی دعا قبول کر چکا ہے۔"

"میں ربی کے پاس جا رہی ہوں۔ شیخ صاحب نے اس کے دماغ کو کمزور بنانے کا مشورہ دیا ہے۔"

"تم جاؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد تمھارے پاس آؤں گا۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے شیخ صاحب کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "ادارے میں دشمنوں کے داخلے کو روکنے کے لیے کیا انتظامات کیے جا رہے ہیں؟"

"میں ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں کہ ان کی کوئی چال کامیاب

نہ ہو۔ مثلاً ہمارے ہاں جتنے یوگا کے ماہر ہیں، ان تمام طلبا اور طالبات کو ایسی ڈیوٹی پر لگایا گیا ہے جہاں انھیں ادارے سے باہر والوں سے رابطہ قائم رکھنا پڑتا ہے۔ اس طرح انھیں اپنی آواز سنانا پڑتی ہیں۔ وہ دوسروں کی باتیں نوٹ کرتے ہیں۔ اب وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے انھیں ٹریپ کرنا چاہیں گے تو ناکام رہیں گے۔ اس ادارے میں داخل ہونے کے لیے جتنے گیٹ ہیں، وہاں یوگا کے ماہر افراد کا پہرہ رہے گا۔ باقی جو لوگ سانس روکنا نہیں جانتے، انھیں بھی خفیہ کر رہے ہیں۔ انھیں احتیاطاً بات چیت سے منع کر دیا گیا ہے۔ وہ کچھ عرصے تک گونگوں کی بین الاقوامی زبان یعنی اشاروں کی زبان استعمال کرتے رہیں گے۔ میں نے بہت سی احتیاطی تدابیر کی ہیں۔ تم اطمینان رکھو۔"

اسی وقت ادارے کا ایک طالب علم ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور اشارے کی زبان میں کہنے لگا: "نیویارک سے سونیا بات کرنا چاہتی ہے۔"

وہ فوراً اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئے۔ وہاں سے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو! میں شیخ الفارس بول رہا ہوں۔"

سونیا کی آواز سنائی دی: "میں اور پومی ایک بند کمرے میں ہیں۔ ابھی نیویارک کے باس کی پناہ میں ہیں۔ میں بہت رازداری سے بول رہی ہوں۔ میری آواز وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں سن سکتے۔ آپ ہمیں کسی طرح اپنے ہاں بلانے کا انتظام کریں۔"

"یہ انتظام ہو چکا ہے۔ ماسک مین نے تم لوگوں کے لیے ایک چارٹرڈ طیارے کا انتظام کیا ہے۔ اس میں چلی آؤ، ہم انتظار کر رہے ہیں۔"

میں نے شیخ صاحب سے کہا: "آپ انھیں بتا دیں، میں نے ان پر تنویمی عمل کیا ہے جس کا مزید چوالیس یا پینتالیس گھنٹے تک اثر رہے گا اور وہ کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو فوراً محسوس کر لیا کریں گی۔"

شیخ صاحب نے سونیا کو یہ بات بتائی۔ اس نے کہا: "میں سمجھ رہی تھی، میرے اور پومی کے ساتھ ضرور کچھ کیا گیا ہے۔ ہم اچانک ہی بہت زیادہ حساس ہو گئی ہیں مگر فرہاد نے ایک غلطی کی۔ ہمیں حساس بنایا مگر رابطے کے لیے کوڈ ورڈ مقرر نہیں کیے۔"

میں نے شیخ صاحب کی زبان سے کہا: "آئندہ تنویمی عمل کیا جائے گا تو کوڈ ورڈ مقرر ہو جائیں گے۔ فی الحال تم دونوں یہاں چلی آؤ۔"

انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے کہا: "میرا خیال ہے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے سونیا اور پومی کی مصروفیات کو نہیں سمجھ پائیں گے۔ یہ بھی نہیں معلوم ہو گا کہ وہ پیرس جا رہی ہیں۔"

انھوں نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہر طرح احتیاط برتی گئی ہے۔ کوئی ایسا راستہ نہیں چھوڑا گیا ہے جس کے ذریعے دشمن، سونیا اور پومی کے سفر کے متعلق کچھ معلوم کر سکیں۔ راستے میں ان کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہیے۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے پھر ماسک مین کو مخاطب کیا۔ اس نے کوڈ ورڈ پوچھا۔ میں نے کہا: "فرہاد آن زیرو چیتل۔"

اس نے مطمئن ہو کر بتایا ——— "میں نے چارٹرڈ طیارے کا انتظام کر دیا ہے۔ ابھی اطلاع ملی ہے کہ سونیا اور پومی اس میں سفر کرنے کے لیے راضی ہیں۔"

"ان کی حفاظت کا کیا انتظام ہے؟"

"میرا ایک خاص آدمی ان کے ساتھ سفر کرے گا۔ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

"مجھے اس کی آواز سنائیے تاکہ میں وقتاً فوقتاً اس طیارے میں موجود رہ کر ان دونوں کی حفاظت کر سکوں۔"

ماسک مین نے اس خاص ماتحت سے رابطہ قائم کیا۔ اسے بتایا کہ فرہاد صاحب اس کے دماغ میں موجود رہیں گے اور سفر کے دوران اس سے رابطہ قائم کرتے رہیں گے۔

اس نے خوش ہو کر کہا: "فرہاد صاحب مجھ سے رابطہ قائم کریں گے تو میری عزت افزائی ہوئی۔"

میں اس کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کیا۔ وہ ایک دم سے اٹینشن ہو کر سلام کرتے ہوئے بولا: "غلام حاضر ہے۔ حکم دیجیے۔"

"میں صرف رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ ہم ایک دوسرے سے متعارف ہو چکے ہیں پھر کسی وقت رابطہ قائم کروں گا۔"

میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ سر اٹھا کر دیکھا، ملازم کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ادب سے ہاتھ باندھ کر کہا: "جناب! وولٹین ٹھنڈی ہو چکی ہے۔"

"پھر گرم کر کے لے آؤ۔"

وہ اسے لے گیا۔ میں سر جھکا کر حساب کرنے لگا کہ میں نے اور شیبا نے کہاں کہاں احتیاطی تدابیر کے ذریعے اپنے اور لوگوں کو محفوظ رکھنے کی کوششیں کی ہیں۔ ہمارے نئے دشمن اور دشمنی کے نئے انداز اختیار کر رہے تھے۔ ہم بھی دشمنی کے نئے میں تدبیریاں لے آئے تھے۔ پہلے ہم احتیاطی تدابیر پر توجہ نہیں دیتے تھے۔ جب بھی کوئی حملہ ہوتا، کوئی رکاوٹ ہوتی تو وقت اس کا حل تلاش کر لیتے تھے کیونکہ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی زبردست ہتھیار تھا جو فوراً ہی کارگر ثابت ہوتا تھا۔ اب یہ دشمنوں کے پاس بھی تھا۔ لہٰذا قبل از وقت احتیاطی تدابیر ہو گئی تھیں۔

اپنی پہلی تدبیر کے مطابق میں نے سونیا اور پومی کو دشمنوں کی خیال خوانی سے محفوظ کر دیا تھا۔

دوسری تدابیر کے مطابق میں نے اور شیبا نے یہ طے کر لیا تھا کہ اس کے دماغ میں میری آواز سنائی دے یا میرے دماغ میں اس کی آواز سنائی دے تو تصدیق کرنے کے لیے خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے کے دماغ میں پہنچ جائیں تاکہ معلوم ہو سکے، ہمارے درمیان کوئی دشمن نہیں ہیں۔

تیسری احتیاطی تدبیر کے مطابق میں نے ماسک مین کے لیے کوڈ ورڈ مقرر کر دیے تھے تاکہ وہ دشمنوں سے دھوکا نہ کھائے۔ میرے بس میں ہوتا تو میں سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے لیے بھی دوسرا کوڈ ورڈ مقرر کر دیتا لیکن میں نے اس کے سامنے ابھی تک اپنی خیال خوانی ظاہر نہیں کی تھی۔ اسے دھوکے میں رکھا تھا۔ جن دنوں میں زیرِ زمین دنیا میں تھا اور آمر کے زیرِ اثر تھا، اس وقت ان لوگوں نے میرے دماغ سے بڑی اہم معلومات حاصل کی تھیں جن میں ایک معلومات سپر ماسٹر کے متعلق تھی۔ وہ کمبخت تینوں بھائی اس کے دماغ تک پہنچ چکے ہوں گے اور چپ چاپ اس کے اہم راز معلوم کر رہے ہوں گے۔

بہرحال جناب شیخ الفارس بھی دشمنوں کی ٹیلی پیتھی سے ادارے کو محفوظ رکھنے کے لیے احتیاطی تدابیر پر بڑی کامیابی سے عمل کر رہے تھے۔ اب آنند اور ماں جی کا مسئلہ رہ گیا تھا۔ میرے بس میں ہوتا تو میں ان دونوں پر تنویمی عمل کر کے ان کے دماغ کو حساس بنا دیتا لیکن محض حساس بنا دینے سے بات نہیں بنتی۔ وہ نہ تو یوگا کے ماہر تھے اور نہ ہی ایسے فائٹر تھے جو سانسوں کو قابو میں رکھتے ہیں، اگر وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روکنا چاہتے تو کبھی نہ روک پاتے لہٰذا ان پر تنویمی عمل بیکار ہی رہتا۔

وہ ہیلی کاپٹر ایک پہاڑی کی ہموار سطح پر اتر رہا تھا۔ آنند کی گردن سے ریوالور ہٹا لیا گیا تھا لیکن وہ دونوں گم صم تھے۔ ان کے دماغوں پر دشمنوں نے قبضہ جما یا ہوا تھا۔ میں نے ماں جی کو مخاطب کیا: "آپ اس ہیلی کاپٹر سے اترنے کے بعد اپنے سوامی جی کے درشن کر سکیں گی۔"

وہ چپ رہیں۔ میں نے کہا: "میں جانتا ہوں، آپ کے اور آنند کے دماغوں پر دشمنوں نے قبضہ جما رکھا ہے۔ اسی لیے آنند ریوالور کی زد پر نہیں ہے۔"

وہ میری حمایت میں یا مخالفت میں نہیں بول سکتی تھیں۔ جس نے دماغ کو قبضے میں کر رکھا تھا وہ بولنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔ میں چاہتا تو مجبور کر سکتا تھا۔ فی الحال یہ ضروری نہیں تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا، یہ لوگ ماں بیٹے کو کہاں لے جا رہے ہیں اور ان سے کیا چاہتے ہیں؟

ایک بہت بڑی عمارت کے سامنے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر وہ ہیلی کاپٹر اترا گیا۔ گردش کرتا ہوا پنکھا تھمنے لگا، ایک کار عمارت کے احاطے سے نکل کر ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ آنند اور ماں جی کو اس میں بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی اور انھیں عمارت کی طرف لے جانے لگا۔ اب ان کے پاس کوئی نہیں تھا۔ اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ اس ویرانے سے کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتے تھے۔

میں ہیرا سوامی کے پاس پہنچ گیا۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے ہیرا سوامی کے کھانے میں کوئی ایسی دوا ملا دی تھی جس کے باعث وہ الٹی کھا لینے لگتا تھا۔ سانس پھولنے لگی تھی۔ ایسی حالت میں وہ سانس روک نہیں سکتا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے جب چاہتے تھے، اس کے دماغ میں پہنچ جاتے تھے۔ ان کے اس طریقۂ کار سے مجھے فائدہ پہنچ رہا تھا۔ اسی لیے میں بہ آسانی اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔

وہ اس عمارت کے ایک کمرے میں ماں بیٹے کا انتظار کر رہا تھا۔ کھڑکی کے پاس کھڑا دیکھ رہا تھا۔ جب کار قریب آ کر رک گئی تو وہ پلٹ کر ایک شاہانہ طرز کی کرسی کے پاس آیا اور اس پر

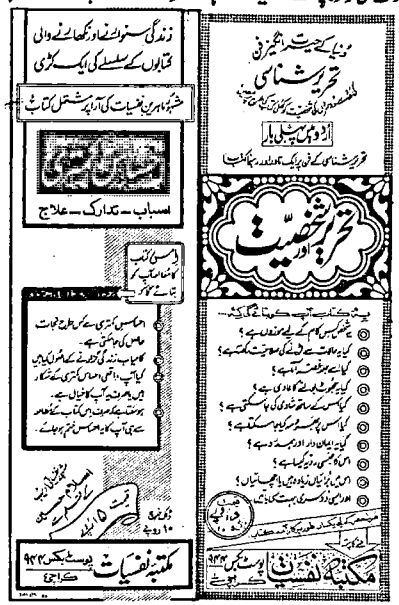

ایک فاتح کی شان سے بیٹھ گیا۔ ماں جی اپنے بیٹے کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اسی کمرے میں داخل ہوئیں۔ میں نے پھران کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ بے چاری ابھی تک اپنے آپ میں نہیں تھیں، نہ یہ سمجھ رہی تھیں کہ کہاں لے جائی جارہی ہیں اور اب کس طرح اپنے سوامی کے پاس پہنچ گئی ہیں لیکن وہ کچھ بولنے کے اختیار میں نہیں تھیں۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اچانک ہی ان کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر سوامی کو دیکھنے لگیں، ہیرا سوامی نے ہنستے ہوئے کہا "نیلا! عورت ایک گائے ہوتی ہے۔ وہ رسّے اور کھونٹے سے بندھی ہوتی ہے۔ کبھی رسّہ تڑا کر بھاگنے کی کوشش کرتی ہے مگر رسّے کی لمبائی تک پہنچ کر جھٹکا کھاتی ہے اور واپس کھونٹے کی طرف آجاتی ہے۔ تم بھی اسی طرح آگئی ہو۔"

ماں جی نے کہا "میں تمھاری مکاریوں کو بیس برسوں سے دیکھتی آرہی ہوں۔ افسوس اس بات پر ہے کہ میں نے اپنے بیٹے فرہاد پر شبہ کیا۔ اس نے پیشگوئی کی تھی کہ تمھارے درشن ہوں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "درشن ہورہے ہیں۔ آگے بڑھو اور میرے پاؤں کو چھو کر میرے قدموں کی مٹی کو اپنی مانگ میں سجالو۔"

"میں آج تمھارے سامنے بہت اہم اور آخری فیصلہ کررہی ہوں۔ اگر واقعی تم نے میرے بیٹے کو باپ کا نام دینے کے لیے بلایا ہے تو میں ساری زندگی تمھارے قدموں سے سر نہیں اٹھاؤں گی۔ تمھیں دیوتا مان کر پوجتی رہوں گی اگر تم نے کوئی چال چلی ہے تو یاد رکھو، آج سے میں تمھاری بدترین دشمن بن جاؤں گی۔"

اس نے ناگواری سے دیکھا۔ پھر حقارت سے تھوکتے ہوئے کہا "دشمن؟ تو کب میری دشمن نہیں تھی۔ میرے کروڑوں روپے کے ہیرے چھپالیے۔ مجھے اس چھوکرے کے حوالے سے بدنام کرنا چاہتی ہے۔ اب تیری ساری چالاکیاں ختم ہوگئی ہیں۔ میں ابھی تیری آنکھوں کے سامنے تیرے بیٹے کو اذیتیں دے دے کر ماروں گا۔ تو چیختی چلاتی رہے گی۔ کوئی تیری مدد کو نہیں آئے گا۔ تُو اپنے بنا پتی بیٹے فرہاد کو بھول جا۔"

"کیا میرے بیٹے کو مارنے کے بعد تم ان ہیروں تک پہنچ جاؤ گے؟"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے کرسی سے اُٹھ گیا۔ اس کے قریب آتے ہوئے بولا "پاگل کی بچی! کیا تجھے یہ نہیں معلوم کہ میرے پاس تین تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ انھوں نے بڑی خاموشی سے تیرے دماغ میں رہ کر سارے راز معلوم کرلیے ہیں۔ انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ تُو نے وہ ہیرے کہاں چھپا کر رکھے ہیں۔ میں بڑی آسانی سے شادی کے کاغذات بھی حاصل کرکے جلا سکتا ہوں۔ اس کے بعد تیرے میرے تعلقات کا کوئی ثبوت نہیں رہے گا۔ نہ تیرا پتی ہوگا نہ یہ بیٹا ہوگا۔ تُو پاگلوں کی طرح چیختی چلاتی اپنے بالوں کو نوچتی، کپڑوں کو پھاڑتی ہوئی پاگل خانے پہنچ جائے گی۔"

ماں جی نے بے یقینی سے کہا "تم جھوٹ بول رہے ہو شاید کہ کاغذات اور ان ہیروں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔"

وہ ہنستا ہوا پھر کرسی کے پاس گیا۔ اس پر ہاتھ ٹیکتے ہوئے بولا "وہ ہیرے ہندوستان میں ہیں۔"

ماں جی نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا "اور کچھ سنو گی؟ ان کے لیے مجھے جنوبی ہند تک سفر کرنا ہوگا اور اجنتا کے غاروں میں پہنچنا ہوگا۔"

ماں جی ایک دم سے پریشان ہوگئیں۔ وہ تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا "اجنتا پہاڑی کے پہلو میں ایک شیو جی کا مندر ہے۔ تم نے اس مندر کی تعمیر میں بڑی دولت خرچ کی ہے وہاں کا پجاری اور وہاں کا دوسرا اسٹاف سب تمھارے اشاروں پر چلتے ہیں۔ خصوصاً پجاری تمھارا رازدار ہے۔"

ماں جی نے شکست خوردہ انداز میں کہا "میں سمجھ گئی۔ ان کمبخت ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے میرے دماغ سے یہ راز چُرا لیا ہے اور تم تک پہنچا دیا ہے۔"

"ہاں مگر ایک بات مانتا ہوں۔ تم اوپر سے جتنی سیدھی نظر آتی ہو، اندر سے اتنی ہی مکار ہو۔ تم نے ان ہیروں کو عجیب ڈھنگ سے چھپایا ہے۔ چوری کرنے والا انھیں بیک وقت چُرا کر لے جانہیں سکتا۔ مندر کے جس استھان میں مہادیو کی مورتی رقص کے انداز میں ہے، وہاں کی چار دیواری میں ہیرے چُھپے ہوئے ہیں۔ ہر دیوار میں تھوڑے تھوڑے ہیرے چُن دیے گئے ہیں۔ یہ کام تم نے اپنی موجودگی میں بڑی رازداری سے کرایا ہے۔"

ہندوستان میں قیمتی ہیرے جواہرات کو چھپانے کا یہ پرانا دستور چلا آرہا ہے۔ محمود غزنوی نے جب سومنات مندر کے بُتوں کو توڑا تو اس کے اندر سے بیش بہا خزانہ برآمد ہوا تھا۔ صدیوں سے مورتیوں کے اندر یا مندر کے تہ خانوں میں خزانہ چھپانے کی روایت چلی آرہی تھی لیکن ماں نیلما داسی نے یہ نیا طریقہ اختیار کیا تھا۔ مندر کی دیواروں میں بیش قیمت ہیرے چُنوا دیے تھے۔ ہر دیوار کی چوڑائی تین فٹ تھی اور وہ ہیرے ڈیڑھ فٹ کی گہرائی میں چُنے گئے تھے۔

ماں جی نے کہا "مجھے دکھ ہورہا ہے تم اس خفیہ جگہ تک پہنچ گئے ہو مگر وہاں سے ہیرے نکال لانا آسان نہیں ہوگا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "بہت آسان ہے۔ وہ مندر تم نے بنوایا ہے۔ میں اس کے حقوق تھی سے حاصل کروں گا۔ تم یہ تحریری اجازت دو گی کہ تمھارے پتی ہیرا سوامی مندر کی ان دیواروں پر نقش ونگار بنوانے کے لیے اسے کچھ توڑنا چاہتے ہیں، کچھ مرمت کرانا چاہتے ہیں۔ بس اتنی ہی اجازت کافی ہوگی۔ ہم اس میں نقش ونگار بنانے کے بہانے ڈرل مشین کے ذریعے جگہ جگہ ڈیڑھ فٹ تک سوراخ کرتے جائیں گے اور ہیروں کو تلاش کرتے جائیں گے۔"

"میں تمھیں کبھی اس کی اجازت نہیں دوں گی۔ اس سلسلے میں کوئی تحریر نہیں دوں گی۔"

"تم سے مانگتا کون ہے اور کون تمھاری خوشامد کرتا ہے۔ بھگوان بھلا کرے میرے دوستوں کا۔ وہ تمھارے دماغ پر قابض ہوکر خود ہی اپنے مطلب کی باتیں لکھوالیں گے۔"

ماں جی نے پریشان ہوکر سوچ کے ذریعے مجھے مخاطب کیا "فرہاد! کیا تم موجود ہو؟ کیا یہ باتیں سن رہے ہو؟"

"میں بھی سن رہا ہوں اور ہمارے دشمن بھی سن رہے ہیں۔"

"کیا یہ مجھ سے زبردستی اجازت نامہ حاصل کریں گے؟ کیا یہ بیچ مچ اس خزانے تک پہنچ جائیں گے؟"

آپ ان کی باتیں سنتی جائیں اور اس سلسلے میں سوالات کرتی رہیں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، آخر یہ اپنے نئے دوستوں کے ساتھ مل کر آپ کو کس حد تک نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔"

ماں جی کو حوصلہ ہوا۔ انھوں نے پوچھا "ان شادی کے کاغذات کے متعلق کیا خیال ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "جب میں کروڑوں روپے کے ہیروں تک پہنچ سکتا ہوں تو کاغذ تک پہنچنا کون سی بڑی بات ہے۔ سننا ہی چاہتی ہو تو سنو۔ اس مندر کے پجاری کا نام رام موتی ہے اور وہ اہم کاغذات اسی کے گھر میں رکھے ہوئے ہیں۔"

"تم نے معلومات حاصل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، سبھی کچھ معلوم ہوگیا۔ پھر مجھے اور میرے بیٹے کو کیوں بلایا ہے؟"

"اس لیے کہ مجھے تم دونوں کی ضرورت نہیں رہی ہے۔"

آنند نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے ہیرا سوامی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ تمھیں ضرورت نہ ہو مگر میری کوئی ماں نہیں ہے۔ اس لیے مجھے ماں کی ضرورت ہے اور ماں کے رشتے سے چھوٹے بھائی کی بھی ضرورت ہے تم اور تمھارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس خوش فہمی کو دماغ سے نکال دیں کہ انھیں کس طرح کا نقصان پہنچا سکو گے اور اہم کاغذات اور ہیروں تک پہنچ سکو گے۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ اپنے دوستوں سے کہہ دو وہ اپنی تمام صلاحیتیں آزما کر دیکھ لیں۔"

دلچسپ ترین سلسلے کتابی شکل میں

ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی

شمزاد (مکمل)

قیمت ۳۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلئے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا

اُس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۳۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال

شمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔

جال (مکمل)

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔

جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کررہا تھا۔

دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔

اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔

دونوں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز بوٹ بیسن کراچی ۱۵

ہیرا سوامی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ میں نے فوراً اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوستوں سے پوچھ رہا تھا: مجھے فرہاد کو کیا جواب دینا چاہیے؟"

اسے اپنے دماغ میں اپنی ہی آواز اور اپنے ہی لب و لہجے میں جواب سنائی دیا: "ہیرا سوامی! ہم نے وعدہ کیا تھا، تمھیں ان کاغذات اور ہیروں کا پتا ٹھکانا بتا دیں گے۔ وہ کام ہم نے کر دیا۔ پھر تم نے کہا آنند اور نیلما داسی کو تمھارے پاس پہنچایا جائے۔ یہ دونوں تمھارے سامنے کھڑے ہیں۔ اب کیا چاہتے ہو؟"

"ہیرا سوامی نے کہا: تم نے ایک اور وعدہ کیا تھا کہ راستے کی رکاوٹیں دُور کرتے جاؤ گے۔"

"یہ وعدہ اس شرط پر تھا کہ آدھے ہیرے میں لے جاؤں گا۔ بولو منظور ہے؟"

وہ 'نہیں' کے انداز میں جلدی جلدی سر ہلانے لگا۔ پھر بولا: "آدھے ہیرے بہت ہوتے ہیں۔ پلیز! میں تمھیں ایک دوں گا۔ وہ بہت قیمتی ہوگا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس نے خود اپنے منہ پر زور کا طمانچہ مارا۔ اس کے بعد اس کی اپنی سوچ سنائی دی: "یہ تم نے خود کو نہیں مارا۔ میں نے مارا ہے۔ اس لیے کہ مجھے جھکاری سمجھ کر ایک ہیرا دینا چاہتے ہو۔ لعنت ہے تم پر، تم اپنے معاملات سے نمٹتے رہو۔"

وہ سہم کر جلدی سے بولا: "نہیں، نہیں۔ میرے بھائی رک جاؤ۔ میرے باپ تم چلے جاؤ گے تو فرہاد مجھے مار ڈالے گا۔"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ سہمے ہوئے انداز میں چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوستوں کو تلاش کر رہا ہو۔ میں نے کہا: "انسان جب بھی خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو اپنی ساکھ بنائے رکھنے کے لیے شیطان کا سہارا لیتا ہے۔ اسی کے اشاروں پر چلتا ہے۔ پھر کسی نہ کسی مقام پر شیطان اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ یہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔"

وہ بُری طرح خوف زدہ تھا۔ اپنے بیٹے آنند کو دیکھ رہا تھا کیونکہ میں آنند کی ہی زبان سے بول رہا تھا۔ میں نے کہا: "ایک بار پھر اپنے دوستوں کو آواز دو۔ جواب نہ ملے تو ان ہیروں کا مجھ سے سودا کر دو۔ میں تمھارے کام آسکتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر آنند کی طرف بڑھا۔ پھر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا: "کیا سچ کہتے ہو؟ کیا تم میرا ساتھ دو گے؟"

"بے شک، میں اپنی ماں اور بھائی کی سلامتی اور خوشحالی کے لیے سب کچھ کر سکتا ہوں۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا: "کیا تم نیلما سے وہ تحریری اجازت نامہ حاصل کر لو گے؟"

"اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ماں جی خود وہاں جا کر وہ ہیرے تمھارے حوالے کر دیں گی۔"

"مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو فرہاد علی تیمور میں تمھیں ایک ہیرا انعام کے طور پر دوں گا۔"

"عجیب احمق ہو۔ جہاں میں تمام ہیرے تمھارے حوالے کر رہا ہوں وہاں تم مجھے ایک کیا دو گے۔ لینا ہو گا تو سبھی لے لوں گا۔"

اس نے بے یقینی سے پوچھا: "کیا تم ایک بھی نہیں لو گے؟"

"میں صرف تمھارے کام آؤں گا۔"

"تم واقعی دیوتا ہو۔ مجھے معلوم ہوتا تو میں بہت پہلے تمھارے سامنے جھک جاتا، تم سے معافیاں مانگتا۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمھارے کام آؤں گا مگر میری ایک چھوٹی سی شرط پوری کر دو۔"

"وہ کیا؟"

"انسان بن جاؤ۔"

"میں تو انسان ہوں۔"

"گویا تم اعتراف کر رہے ہو کہ بھگوان نہیں ہو۔"

وہ گڑبڑا کر بولا: "میں بھگوان ہوں۔ دنیا والوں کے سامنے بھگوان ہوں، صرف تمھارے سامنے انسان ہوں۔"

"یہ دوغلا عمل نہیں چلے گا۔ صرف انسان بن کر رہنا ہو گا۔"

"فرہاد! میں دنیا والوں سے افضل اور برتر ہونے کے لیے خود کو بھگوان ثابت کر رہا ہوں۔ تمھارا کیا بگڑ رہا ہے؟"

"یہی تو خرابی کی جڑ ہے۔ جب تک خود کو انسان تسلیم نہیں کرو گے، اس وقت تک آنند کو بیٹا تسلیم نہیں کرو گے۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے، نیلما آنند کے ساتھ ہندوستان میں رہے گی۔ میں وہاں جایا کروں گا۔ ان کے ساتھ گھریلو زندگی گزاروں گا۔ اسے بیٹا تسلیم کروں گا لیکن یہاں امریکا میں میری ساکھ بگڑ جائے گی۔ میں نے بڑی مشکلوں سے خود کو بھگوان منوایا ہے۔ یہاں میرے ہزاروں عقیدت مند ہیں۔ جو بُت میں نے ان کی عقیدت کے سامنے تراشا ہے، وہ پاش پاش ہو جائے گا۔ پلیز فرہاد! میری مجبوری کو سمجھو۔"

"تمھاری زندگی میں دو چیزیں اہم ہیں۔ ایک تو ہیرے اور دُوسرا احساسِ برتری۔ اور یہ برتری کا احساس اتنی شدت اختیار کر چکا ہے کہ تم آدمی سے بھگوان بن بیٹھے ہو۔ تمھیں فیصلہ کرنا ہو گا۔ کسی ایک چیز کو قربان کرنا ہو گا۔ اگر بھگوان بن کر رہنا چاہتے ہو تو ہیروں سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھو لو۔"

اس کے اندر اس کی اپنی آواز اور لب و لہجہ سنائی دیا یعنی اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوستوں میں سے کوئی کہہ رہا تھا: "فرہاد کی شرط کے مطابق تمھیں کسی ایک چیز کا نقصان برداشت کرنا ہو گا مگر ہماری دوستی تمھیں کسی چیز سے محروم نہیں کرے گی۔ تم جیسے بھگوان ہو ویسے ہی رہو گے۔ ہیرے بھی تمھیں ملیں گے۔ کیا ہوا اگر ہم آدھے ہیرے جائیں گے۔ اے احمق، اس کے بعد بھی تم بے شمار دولت حاصل کرو گے۔"

ہیرا سوامی نے پوچھا: "کیا تم لوگوں کے ذریعے مجھے کسی اور خزانے میں حصّہ مل سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں؟ میں اپنے غلاموں کو کس قدر فائدے پہنچاتا ہوں، یہ رفتہ رفتہ معلوم ہو گا۔"

میں نے کہا: "ہیرا سوامی! عقل سے کام لو۔ تمھارے سامنے تین بیٹا اور وفادار بیوی موجود ہیں۔ ان کے ساتھ ایک اچھے انسان کی طرح زندگی گزارو اور تمام ہیرے اپنی تحویل میں رکھو۔"

اس کے دماغ میں پھر اسی کا لب و لہجہ گونجنے لگا: "ہیرا سوامی! زاد سے پوچھو، کیا وہ ہماری طرح ایک خزانے کے بعد دُوسرے زانے سے پھر تیسرے خزانے سے تمھیں حصّہ دلاتا رہے گا؟ تم نے ن بیش بہا خزانے کو فراموش نہیں کیا ہو گا، جو گوری سجاتا کے اسے یاد کیا جاتا ہے۔"

ہیرا سوامی کے دریدہ لالچ سے پھیل گئے۔ منہ کھل گیا، بس ل ٹپکنے والی تھی۔ اس نے کہا: "ہاں، میں گوری سجاتا کے سینے کھتا ہوں۔ کبھی اسے حاصل کرنے کا یقین نہیں کر سکتا۔ اس کے سر ں تک اتنے قیمتی ہیرے جواہرات جڑے ہوتے ہیں کہ آج اُن کوئی مول نہیں لگا سکتا۔"

اس کے لب و لہجے میں پھر وہی کہنے لگا: "تمھیں یاد ہو گا کہ بانفیدار شیبا کے ذریعے گوری سجاتا کا مجسّمہ حاصل کرنا چاہتا تھا، بلی اسے سونیا اڑا کر لے گئی۔ بعد میں فرہاد نے اس قیمتی مجسّمے کو فرانسیسی حکومت کی تحویل میں دے دیا۔"

ہیرا سوامی نے کہا: "ہاں دوست! تم نے خوب یاد دلایا۔ کیا ی مجسّمہ ہے، اگر اس کا ایک ہیرا مل جائے تو میں دنیا کا سب سے مدار آدمی کہلاؤں گا۔ اگر ایک بار وہ مجسّمہ میرے سامنے آجائے تو سے خوشی کے اس سے لپٹ کر مر جاؤں گا۔"

میں نے کہا: "تمھاری موت کیسے ہو گی، یہ کوئی نہیں جانتا۔ ان سے پہلے آنند کو اپنا بیٹا تسلیم کرنا ہو گا اور تم ساری دنیا عالمنے تسلیم کرو گے۔"

ہیرا سوامی نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "کروں گا، کاروں گا اور ساری دنیا کے سامنے تسلیم کروں گا۔ میں آنند باپ ہوں اور نیلما میری دھرم پتنی ہے لیکن وعدہ کرو، گوری سجاتا کا مجسّمہ مجھے لا کر دو گے۔ میں اس مجسّمے کو پا کر بھگوان بننے کا فیصلہ کر لوں گا۔ صرف اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ ایک اچھی اور گھریلو زندگی بسر۔"

ہیرا سوامی کے اندر اسی لب و لہجے نے کہا: "تم سے مرہ د سے بہت اچھا مطالبہ کیا ہے۔ اب جواب کیا ہو گا' یہ ہم بھی سننا چاہتے ہیں۔"

میں نے کہا: "میرا جواب انکار ہے۔ ایک چیز جو کسی کی تحویل میں دی جا چکی ہے، اسے وہاں سے واپس نہیں لا سکتا۔"

ہیرا سوامی نے کہا: "تمھیں فرانسیسی حکومت سے کیا ملتا ہے؟ تم چاہو تو جبراً چھین کر لا سکتے ہو۔"

"میں ایسا کر سکتا ہوں لیکن وہ حکومت بابا صاحب کے ادارے کی سرپرست ہے۔ وہ ہمارا تحفظ کرتی ہے ہم اس کا خیال کرتے ہیں۔ بابا صاحب کا ادارہ ہماری سب سے مضبوط اور محفوظ پناہ گاہ ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمّے دار فرانسیسی حکومت ہے۔ لہٰذا گوری سجاتا کے مجسّمے کی بات نہ کرو۔ اس کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔"

اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہیرا سوامی کے لب و لہجے میں کہا: "تم نے فرہاد کا جواب سن لیا، اب میرا جواب سنو۔ اگر تم میرے غلام بنے رہو گے اور شرط کے مطابق آدھے ہیرے مجھے دے دو گے تو میں گوری سجاتا کا مجسّمہ تمھارے پاس پہنچا دوں گا۔"

ہیرا سوامی مارے خوشی کے کانپنے لگا، پوچھنے لگا: "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا ایسا ممکن ہے؟"

جواب ملا: "جب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس مجسّمے کو کہیں پہنچا سکتا ہے تو یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے وہاں سے نکال کر بھی لا سکتے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "کیا بات کرتے ہو دوست، تمھاری ہر بات میں وزن ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے اندھا ہو گیا تھا، احمق بن گیا تھا۔ اتنا بھی سوچنے کے قابل نہیں رہا کہ جہاں تین ٹیلی پیتھی کی قوتیں ہوں وہاں فرہاد اور شیبا کیا کر لیں گے۔ مجھے غلط ہے۔ میں اپنے آدھے ہیرے تمھیں دوں گا۔ اب بولو، مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کیا ان ماں بیٹے کو ٹھکانے لگا دوں؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "یہ تو تمھارا باپ بھی نہیں کر سکے گا اور تمھارے باپ وہ تینوں ہیں۔ انھیں نقصان پہنچانے سے پہلے تم مر جاؤ گے اور تمھارے ساتھ اس دُنیا کی ساری دولت مر جائے گی۔"

"دیکھو، یہ کیا کہہ رہا ہے۔ میرے دوستو! تم سُن رہے ہو نا۔ کیا یہ مجھے مار ڈالے گا؟"

"فرہاد سے کہو، تم وہ ہیرے ضرور حاصل کر لو گے۔ اس کے لیے ہم آپس میں معاہدہ کریں۔ تم نیلما داسی اور آنند کو نقصان

نہیں پہنچاؤ گے۔ ہم ایک دوسرے کو نقصان پہنچائے بغیر وہ ہیرے حاصل کریں گے۔ اگر ہم میں قوت اور صلاحیت ہوگی تو کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر فرہاد کا پلڑا بھاری رہا تو ہم ناکام رہیں گے لیکن ہم وعدہ کرتے ہیں کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "پہلے بھی تین بھائیوں نے یہی وعدہ کیا تھا لیکن وعدہ خلافی کی اور ہماری شیبا کو ہلاک کر دیا۔ ہم انتقامی کارروائی کے طور پر انھیں کس طرح جانی نقصانات پہنچانے والے ہیں، یہ انھیں جلد معلوم ہو جائے گا۔"

ہیراسوامی کی زبان سے کہا گیا۔ "جو ہو چکا اسے بھول جاؤ۔ وہ محض ایک معمولی ڈیتھ تھی۔"

میں نے غصّے سے کہا۔ "بکواس بند کرو۔ ہمارے سامنے کوئی معمولی نہیں ہوتا۔ وہ شیبا کا اہم رول ادا کر رہی تھی۔ تم لوگوں نے اسے بے موت مار ڈالا۔ اس کا بُرا نتیجہ تمھارے سامنے آنے والا ہے۔"

ہیراسوامی نے کہا۔ "فرہاد کیوں جھگڑا بڑھاتے ہو۔ ایک اچھا سمجھوتا ہو رہا ہے۔ یہ وعدہ کر رہے ہیں، آئندہ کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"یہ ایک نیا معاہدہ ہے۔ اس کی رُو سے ہم کسی کو جانی نقصان پہنچانے کے سلسلے میں پہل نہیں کریں گے۔ پہلے بھی ہم نے پہل نہیں کی تھی مگر جو وہ کر چکے ہیں، وہ ناقابلِ معافی ہے۔ ہیراسوامی، تم اپنے معاملات پر گفتگو کرو۔ میں پچھلی باتوں کو دُہرانا نہیں چاہتا۔"

"اچھی بات ہے۔ یہ ہمارا نیا معاہدہ ہے۔ ان ہیروں کو ہندوستان جا کر حاصل کرنے اور واپس آنے تک ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو جانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ البتہ اپنے مخالف کو راستے سے دُور رکھنے کے لیے اسے عارضی طور پر کسی اذیت میں مُبتلا کر سکتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "منظور ہے۔ میری ماں جی اور آنند کو بخیریت اور صحیح سلامت ان کی رہائش گاہ تک پہنچا دو۔"

"ابھی پہنچایا جائے گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"تمھارے وعدے پر کون یقین کر سکتا ہے۔ میں ان کے ساتھ رہوں گا۔ انھیں یہاں سے روانہ کیا جائے۔"

اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ آنند اور نیلما داسی کو واپس ہیلی کاپٹر میں پہنچا دیا جائے۔ میں نے کہا میری ماں اور بھائی کے علاوہ ہیلی کاپٹر میں جو لوگ رہیں گے، مجھے ان کی آوازیں سناؤ۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ تم ہمارے پائلٹ کو ٹریپ کر لو گے۔"

"یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ پائلٹ بے لگام ہے اور انھیں کوئی نقصان پہنچائے۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں۔ یہ دونوں....."

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، تمھارے وعدے پر یقین نہیں کر سکتا، جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ان کے ساتھ ہیلی کاپٹر تک جا رہا ہوں۔ ان لوگوں سے باتیں کروں گا، تم سن لینا۔"

وہ ماں جی اور آنند کے ساتھ عمارت سے باہر آیا۔ کار میں بیٹھ کر ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچا۔ پھر اس کے پائلٹ سے گفتگو کی۔ میں نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح گرفت میں لینے کے بعد کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ تم میرے حکم کے مطابق ماں جی کو ان کی رہائش گاہ میں پہنچاؤ گے۔ اگر کسی نے تمھیں ٹریپ کیا یا تم نے کوئی چالاکی دکھائی تو جان سے جاؤ گے۔"

ماں جی، آنند کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئیں۔ دوسرے بھی سوار ہونا چاہتے تھے، میں نے پائلٹ کی زبان سے کہا۔ "کوئی فاضل آدمی نہیں جائے گا۔"

دوسرے لوگ اعتراض کرنے والے تھے لیکن خاموش رہے۔ شاید ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے انھیں وہیں رکنے کا حکم دیا ہوگا۔ وہ بات بڑھانا نہیں چاہتے تھے۔ میں نے رخصت ہونے سے پہلے ہیراسوامی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسی کے لب و لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "انھیں جانے دو۔ معاہدہ ہو چکا ہے۔ اپنے بیٹے اور بیوی کو مار کر تمھیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"لیکن نیلما جب تک تحریری اجازت نہیں دے گی ہم دیواروں سے ہیرے نہیں نکال سکیں گے۔"

"تم دیکھتے جاؤ۔ اس کی تحریری اجازت کے بغیر ہی وہ دولت ہمارے ہاتھ آ جائے گی۔"

ہیراسوامی نے حیرانی سے پوچھا۔ "وہ کیسے؟"

"یہ ہمارا منصوبہ ہے اور ہم وقت سے پہلے اپنی پلاننگ افشا ہونا کسی کو لگنے نہیں دیتے۔"

پتا نہیں، اس نے کیسی پلاننگ کی تھی۔ ہو سکتا ہے اپنے دعوے کے مطابق ماں جی سے تحریری اجازت حاصل کیے بغیر ہیرے وہاں سے نکال لے جائے۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔ میں ماں جی کے پاس آ گیا۔ انھوں نے کہا۔ "بیٹے!" وہیں رہ گئی۔ انھوں نے میرے بیٹے کو تسلیم نہیں کیا۔

"آپ صبر سے کام لیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں، وہ مرنے سے پہلے آنند کو بیٹا تسلیم کرے گا۔"

انھوں نے فوراً ہی انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں بیٹے، ان کے لیے مرنے کی بات نہ کرو، میرا دل گھبراتا ہے۔"

"آپ کس دل گرفتے کی عورت ہیں۔ وہ آپ کا بدترین دشمن ہے، آپ کے بیٹے کو ابھی ہلاک کرنا چاہتا تھا، پھر بھی ہر کی سلامتی چاہتی ہیں؟"

"میں اپنے دل سے، اپنے مزاج سے مجبور ہوں۔ وہ بُرے۔ میری اور میرے بچے کی بُرائی چاہتے ہیں۔ تم چاہتے ہو میں ان کی بُرائی چاہوں۔ اچھائی تو اسی کو کہتے ہیں کہ آدمی ہر میں اچھا بن کر رہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "ماں جی، آپ اس کی عورت نہیں ہیں۔ بہرحال میں جا رہا ہوں، آپ کی خبر لیتا ں گا۔"

"بیٹے! میں اپنے دیس جاؤں گی۔"

"آپ آنند کو لے کر ضرور جائیں۔ ہیراسوامی تین شیطانوں ساتھ وہاں پہنچے گا۔ آپ مجھے ہمیشہ اپنے اندر پائیں گی جب کا جی چاہے، آپ ہندوستان جا سکتی ہیں۔"

ان سے رخصت ہوتے ہی اپنی جگہ حاضر ہوا۔ شیبا نے لب کیا۔ "اب دیکھنا یہ تھا کہ واقعی شیبا ہے یا نہیں۔ میں ا ہوں ابھی آ رہا ہوں۔"

وہ میرے دماغ سے رخصت ہوئی۔ میں نے خیال خوانی پرواز کی، اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پوچھا۔ ں ہے؟"

"فرہاد بول رہا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ ابھی آ رہی ہوں۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ تم میرے پاس آئی تھیں تو میں نے کہا کہ تمھارے پاس آ رہا ہوں۔"

اس نے کہا۔ "فرہاد یہ دھوکا ہے۔ میں تمھارے پاس آئی تھی۔"

"چور پکڑا ہی گیا۔ تمھارے لہجے میں آنکھ مچولی کھیلنے تھا۔"

"میں اس کے دماغ سے نکل گیا۔ پھر چند لمحوں کے بعد اس کے پہنچا۔ اس نے پھر پوچھا۔ "کون ہے؟"

"کیا میرے جانے کے بعد تم نے دماغ میں کسی کو محسوس تھا؟"

"یہی محسوس کیا تم اچانک چلے گئے۔ پھر تمھارا انتظار کرتی چند لمحوں کے بعد آتے ہو، مگر میں پھر یقین کرنا چاہوں گی جاؤ۔"

میں اس کے دماغ سے نکلا۔ وہ میرے دماغ میں آ گئی۔ میں نے "اب یقین آ گیا؟"

"بڑی مصیبت ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بڑی الجھنیں لڑی ہیں۔"

"یہ اچھی بات ہے۔ ہم ہمیشہ محتاط رہنے کے عادی ہو جائیں گے۔"

"میں نے جناب شیخ صاحب کی ہدایت پر عمل کیا ہے۔ ربی کے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔ تم جب چاہو، اس کے خیالات پڑھ سکتے ہو۔"

وہ مجھے بتانے لگی، کس طرح اس کے دماغ تک پہنچنے میں کامیاب ہوئی تھی۔ ربی اسفندیار اپنے وطن واپس آنے کے بعد تل ابیب کے اسی شاہانہ محل میں قیام کر رہا تھا۔ اس کے وہی پُرانے ملازم اور جانی پہچانی کنیزیں تھیں جنھیں شیبا خوب جانتی تھی۔ وہ ان کے دماغوں میں رہ کر ربی کی مصروفیات کو دیکھتی رہتی تھی، جو کنیز اس کے سامنے رات کا کھانا لے جا کر رکھنے والی تھی، اس کے دماغ میں زیادہ وقت گزارتی رہی۔ دوسرے لفظوں میں اسے اپنی معمولہ بنا لیا۔ ربی اسفندیار کھانے سے پہلے سوپ پینے کا عادی تھا۔ جب وہ سوپ تیار کرنے لگی تو اس نے کنیز کے ذریعے اس میں تھوڑی سی افیون ملا دی۔

یوں وہ سوپ کچھ زیادہ ہی لذیذ ہو گیا۔ ربی نے بڑی تعریفیں کیں، ضرورت سے کچھ زیادہ ہی پی گیا۔ پھر کھانے کے دوران اسے غنودگی کا احساس ہوا۔ اس نے کھانا چھوڑ دیا۔ وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔ کچھ پریشان سا ہو کر سوچنے لگا۔ "ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

شیبا کنیز کے ذریعے ربی کو دیکھتی جا رہی تھی۔ اب تک اس کے دماغ میں نہیں گئی تھی۔ جب وہ پریشانی محسوس کرنے لگا تو اس نے جرأت کی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ ربی نے اسے محسوس نہیں کیا۔ نشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ آدمی کو اپنے آپ سے غافل کر دیتا ہے۔ اگرچہ وہ غافل نہیں تھا، اپنے اندر ہونے والی تبدیلیوں کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن حس اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

شیبا نے کہا۔ "یہ اچھا موقع ہے، تم اس کے ساتھ جیسا چاہو سلوک کر سکتے ہو۔"

"تم اس کے پاس پہنچو۔ میں سونیا اور لوبی کی خیریت معلوم کر کے آتا ہوں۔"

میں نے ماسک مین کے خاص ماتحت سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا۔ "جناب، ہم بخیریت سفر کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ دشمنوں کو مادام سونیا اور مسز لوبی کے متعلق کوئی خبر نہیں ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا جیو یارک کے باس کو معلوم ہے؟"

"میں نے کسی کو نہیں بتایا ہے۔ باس نے پوچھا تھا کہ مادام

سونیا کہاں جارہی ہیں؟ اس پر آدم نے کہا۔ ایک ضروری کام ہے، جلد ہی واپس آجائیں گی۔ پھر باس کو کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔"

میں نے اس ماتحت کے ذریعے سونیا اور لوپی کو دیکھا۔ وہ آرام سے سفر کررہی تھیں۔ میں مطمئن ہوکہ نیویارک کے باس کے پاس پہنچا۔ اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ ان کے متعلق نہیں جانتا تھا۔ پھر میں آدم کے پاس پہنچا۔ اس کے ذہن میں سونیا اور لوپی کا خیال پیدا کیا۔ وہ سوچنے لگا: "پتا نہیں وہ اسپتال سے اچانک ہی کہاں چلی گئیں۔ شاید شارپر یا ہارپر کو معلوم ہوگا۔"

وہ ہمارے معاملات میں دونوں بھائیوں پر تکیہ کرتا تھا۔ میں یہ نہیں معلوم کرسکتا تھا کہ وہ دونوں بھائی سونیا اور لوپی کے متعلق کچھ جانتے ہیں یا نہیں؟

شیبا نے آکر پوچھا: "کیا میں اسے تھوڑی سی افیون اور کھلا دوں؟"

"ارے نہیں، وہ مر جائے گا۔"

"تو پھر چلوہ دیر ہوگئی تو جو کھلایا ہے اس کا اثر ختم ہو جائے گا۔ پھر وہ ہمارے قابو میں نہیں آئے گا۔"

میں نے پوچھا: "تم اتنی دیر اس کے دماغ میں رہیں۔ کیا اس کے ساتھیوں کو بولتے ہوئے سنا ہے؟"

"میں اس کے دماغ میں بالکل خاموش تھی۔ سوچ رہی تھی، ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسے افیون کے نشے میں دیکھ کر حیرانی کا اظہار کریں گے اور حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کریں گے لیکن دماغ میں کوئی نہیں تھا۔"

"اس کا مطلب ہے، وہ تینوں دوسرے معاملات میں مصروف ہیں۔ یہ اچھا موقع ہے، چلو۔"

میں دوسرے ہی لمحے ربی اسفندیار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ کے ذریعے آہستہ آہستہ اپنے ساتھیوں کو پکار رہا تھا۔ "شارپر! تم موجود ہو، ہارپر! تم کہاں ہو؟ تم سب کہاں چلے گئے ہو؟ مجھے تم لوگوں کی سخت ضرورت ہے۔ میں دماغی کمزوری محسوس کررہا ہوں۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ کچھ ہونے والا ہے۔ کہیں یہ فرہاد کی چال تو نہیں ہے؟"

"خوب سمجھے برادر، میں فرہاد ہوں۔ یہ جو تمہارا دل گھبرا رہا ہے تو ایسا ہوتا ہے، مرنے سے پہلے آدمی کا دل اسی طرح ڈوبنے لگتا ہے۔"

وہ گھبرا کر اٹھنا چاہتا تھا۔ پھر لڑکھڑا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ ہلا ہلا کر کہنے لگا: "چلے جاؤ، یہاں سے چلے جاؤ۔ تم کیوں آئے ہو۔ میرے دماغ میں کیوں آئے ہو۔ تم نہیں آسکتے۔ میں کہتا ہوں نہیں آسکتے۔ چلے جاؤ۔"

"میں جب تک تمہارے دماغ میں ہوں، تم زندہ ہو۔ میرے چلے جانے کا مطلب ہوگا، تمہارا دماغ مُردہ ہوچکا ہے اور مجھے یہاں جگہ نہیں مل رہی ہے۔ اب بولو، کیا چاہتے ہو۔ میں رہوں یا جاؤں؟"

وہ دیئے پھیلا کر خلا میں تکنے لگا، جیسے مجھے دیکھ رہا ہو۔ اس نے کہا: "تم مجھے نہیں مار سکتے۔ کبھی نہیں مار سکتے۔ میں نے علم سنجوم کے ذریعے معلوم کیا ہے، ابھی میری زندگی ہے۔ میں زندہ رہوں گا۔"

"تمہارے مقدر میں زندگی ہے تو تمہیں زندہ رہنا چاہیے مگر ڈی شیبا کا مقدر کا تب تقدیر نے لکھا تھا۔ تم نے اسے کیوں مٹا دیا؟"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں نے اسے قتل نہیں کیا ہے۔ یہ شارپر یا ہارپر کا کام ہے۔"

"یعنی تم ہمارے دشمن نہیں ہو؟"

"آں؟" وہ جواب نہ دے سکا۔

"تمہیں وطن سے نکال دیا گیا تھا۔ پھر واپس کیوں آئے؟"

"یہ میرا وطن ہے، میری زمین ہے۔ میری قوم ہے، میرے لوگ ہیں۔ میں یہاں آنے کا حق رکھتا ہوں۔"

"اور شیبا کے خلاف محاذ بنانے کا بھی حق رکھتے ہو۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ تم ایک مسلمان فرہاد علی تیمور کے دشمن ہو لیکن یہ ضرور پوچھوں گا کہ اپنی قوم کی بیٹی کے دشمن کیوں بن گئے؟ کیا اس لیے کہ اس سے تمہارا کوئی مفاد حاصل نہ ہوسکا۔ اس بات سے تمہارا انا کو اور تمہارے مذہبی جذبے کو ٹھیس پہنچی ہے کہ شیبا اپنے مذہبی پیشوا سے زیادہ مجھ پر اعتماد کرتی ہے؟"

شیبا نے کہا: "فرہاد! وقت ضائع نہ کرو، تینوں میں سے کوئی آجائے گا۔"

میں نے ربی سے کہا: "چلو اٹھو، وہ پھل کاٹنے والا چاقو پاس پڑا ہوا ہے۔ اسے اٹھا لو۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا: "کک... کیا مطلب، تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"تمہارے مقدر میں تو زندگی ہے۔ گھبراتے کیوں ہو؟"

وہ اٹھنا نہیں چاہتا تھا، میں نے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اٹھنے پر مجبور کردیا۔ جب دماغ آزاد ہوا تو اس نے چونک کر اپنے دائیں ہاتھ کو دیکھا۔ وہ پھل کاٹنے والا چاقو اس کی مٹھی میں تھا۔ اس نے ہاتھ ہی نہ ہلایا، کب وہ اٹھ کر تپائی تک گیا اور پھلوں کے پاس رکھے ہوئے چاقو کو اٹھا کر اپنی مٹھی میں دبا لیا۔ اب جو اس نے شعوری طور پر اسے دیکھا تو ایک چیخ ماری اور اسے چھوڑ دیا۔ چاقو فرش پر گر پڑا۔

میں نے پوچھا: "کیا تم اسے اٹھاؤ گے یا میں ٹیلی پیتھی کا کوئی کمال دکھاؤں؟"

دو ملازم دوڑتے ہوئے آئے۔ انھوں نے ادب سے ہاتھ باندھ کر سر جھکاتے ہوئے پوچھا: "جناب! کیا بات ہے، کیا یہ چیخ آپ کی تھی؟"

میں فوراً ہی ربی کے دماغ پر قابض ہوکر اس کی زبان سے بولا: "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ادھر کوئی نہ آئے، میں بہت مصروف ہوں۔"

وہ سر جھکا کر چلے گئے۔ ربی نے آگے بڑھ کر دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ پھر وہاں آیا جہاں فرش پر چاقو پڑا ہوا تھا۔ اس نے جھک کر اسے اٹھا لیا۔

میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ وہ دوبارہ چاقو اپنی مٹھی میں دیکھ کر چیخنا چاہتا تھا، میں نے اس کی آواز بند کردی۔ پھر کہا: "اپنے ستاروں سے پوچھو، چاقو شہ رگ کے قریب ہو تو آدمی مر جاتا ہے یا علم نجوم کے مطابق زندہ رہتا ہے؟"

"نن نہیں، میں نہیں مروں گا۔ فرہاد تم مجھے نہیں مار سکتے۔"

"میں نے کب کہا ہے تمہیں مار رہا ہوں یا تم مر جاؤ گے۔ ایسے کمزور دل کے لوگ بھی ہوتے ہیں جنھیں موت نہیں مارتی۔ وہ موت کو دیکھتے ہی خود مر جاتے ہیں۔ جیسا کہ تم اپنی مٹھی میں دبی ہوئی موت کو دیکھ کر تقریباً مر چکے ہو۔ صرف الوداعی سانسیں باقی رہ گئی ہیں۔"

وہ جھنجلا کر بولا: "میں نہیں مروں گا۔ تم مجھ پر نفسیاتی اثر ڈال رہے ہو۔ میں یہ چاقو پھینک دوں گا۔"

وہ پھینکنا چاہتا تھا، میں نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ پھر کہا: "اُسی آئینے کے سامنے جاکر کھڑے ہو جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گا۔"

وہ انکار کرنے کے باوجود سیدھا آئینے کے سامنے جاکر کھڑا ہوگیا۔ میں نے کہا: "اپنے آپ کو دیکھو اور بتاؤ ہماری ڈی شیبا کے بدلے اپنے جسم کا کون سا حصہ کاٹ کر دینا پسند کرو گے؟"

"نہیں، میں نہیں کاٹوں گا۔ کوئی ہوشمند اپنے جسم کا حصہ کاٹنا نہیں چاہتا۔ ایسا تو دیوانے کرتے ہیں۔"

"میں صرف ایک بات جانتا ہوں، مسٹر ربی اسفندیار، مجھے تمہارے جسم کا تھوڑا سا گوشت چاہیے۔"

وہ غصّے سے بولا: "کیا تم پاگل ہوگئے ہو۔ تم ایسا کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"اس لیے کہ تمہارے ستارے زندگی کا پیغام دے رہے ہیں۔ میں تمہیں مار نہیں سکوں گا، مگر کچھ تو تم سے لے کر جاؤں گا۔"

"میں سمجھ گیا۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، تم ایسا کیوں کررہے ہو؟"

"شاباش، جب سمجھ گئے ہو تو میری خواہش پوری کردو۔"

شیبا نے حیرانی سے پوچھا: "آخر تم کرنا کیا چاہتے ہو اور یہ ربی کیا سمجھ رہا ہے۔ ذرا مجھے بھی تو سمجھاؤ۔"

"کیا تم نہیں جانتیں، ہر جانور میں جسمانی نقص ہو اس کی قربانی نہیں دی جاتی۔"

"جانتی ہوں، کیا تم ربی کو قربان کرنے جارہے ہو؟"

"بات قربانی کی نہیں، بے عیبی کی ہے۔ وہ تمام مذاہب جو خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کے ذریعے دنیا میں آئے اور جن پیغمبروں پر آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، ان کے مذہبی پیشوا کے لیے یہ شرائط ہیں کہ وہ جسمانی عیب یا کسی بھی نقص سے پاک ہوں۔ مذہبی پیشوا یا مذہبی پیش امام کا خوش شکل، خوش اندام، خوش لباس، خوش گفتار اور اس کا خوش اخلاق ہونا نہایت لازمی ہے۔"

"میں سمجھ گئی، تم ربی کو جسمانی طور پر ذرا سا عیبی بنانا چاہتے ہو تاکہ یہ مذہبی پیشوا نہ رہ سکے۔"

"میں اور تفصیل سے بتاؤں گا۔ تم تھوڑی دیر کے لیے یہاں سے چلی جاؤ۔"

"مجھے جانے کے لیے کیوں کہہ رہے ہو؟"

"میں جو سلوک اس کے ساتھ کرنے والا ہوں، تم نہیں دیکھ سکو گی۔ میری بات مان لو، پانچ منٹ کے بعد چلی آنا۔"

"تم کہہ رہے ہو تو جارہی ہوں، ورنہ مجھے اس بوڑھے سے جتنی زیادہ عقیدت تھی اتنی ہی نفرت ہوگئی ہے۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے کہا: "ربی، وہ چاقو بغل میں ناک پر رکھو۔"

اس نے ہچر مچر کر چاقو کو چھوڑ دیا۔ پھر چیخ کر بولا: "نہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ تم میری ناک کاٹنا چاہتے ہو؟"

"بے شک، عیب ایسا ہو جو دور سے نظر آئے۔"

میں نے سوچا یہ کبھی اپنے ہاتھوں سے یہ کام نہیں کرے گا۔ خواہ مخواہ وقت ضائع ہوگا اور وہ تینوں کسی بھی وقت یہاں پہنچ جائیں گے۔ میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا۔ آپریشن والے مریضوں کو پہلے بے ہوش کردیا جاتا ہے۔ پھر کتنا ہی بڑا آپریشن کیا جائے مریض کو تکلیف نہیں ہوتی۔ جب تک وہ بے ہوش رہتا ہے آرام سے رہتا ہے۔ جب ہوش میں آتا ہے تو ایسے ہی چیختا ہے جیسے اب ربی اسفندیار چیخ رہا تھا، تلملا رہا تھا۔ ادھر سے اُدھر لڑکھڑا کر سر بھی دیواروں سے اور کبھی بیڈ روم میں رکھی ہوئی چیزوں سے ٹکرا رہا تھا۔

اس کی آدھی ناک کٹ گئی تھی۔ کٹی ہوئی ناک چہرے سے الگ ہوگئی تھی اور جو حصہ خالی رہ گیا تھا وہاں خون بہہ آیا تھا۔

کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اس حصّے کو چھپا لیا تھا۔ ایسی بات نہیں تھی کہ وہ شرمندہ ہو کر کٹی ہوئی ناک چھپا رہا ہو بلکہ وہ تکلیف کی شدت سے بے اختیار ایسا کر رہا تھا اور بے اختیار چیخ رہا تھا۔

لوگ باہر سے دروازہ پیٹنے لگے۔ کتنی ہی کنیزوں اور ملازموں کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ اُسے مخاطب کر کے دروازہ کھولنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ میں نے بولنے والوں میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، سلطنتِ سپاہی آگئے تھے اور دروازے کو پیٹ رہے تھے۔ آخر وہ کھل گیا۔ ربی بڑی مشکلوں سے گرتا پڑتا، فرش پر رینگتا ہوا وہاں پہنچ کر دروازہ کھول چکا تھا۔ اُسے لہولہان دیکھ کر وہ سپاہی آگے بڑھے۔ پھر انھوں نے اُسے بازوؤں پر اٹھالیا اور بستر پر پہنچا دیا۔ دروازے سے بستر تک پہنچنے کے دوران بہت سے افراد نے اس کی کٹی ہوئی ناک دیکھی اور حیران ہو کر ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔ پھر کسی نے فرش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "وہ دیکھو، چاقو ہے اور یہ کیا ہے؟"

اُس نے آگے بڑھ کر فرش پر سے اُٹھایا تو وہ کٹی ہوئی ناک کا حصّہ تھا۔ عقیدت مندی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ ایسے عقیدت مند بھی ہوتے ہیں جو اپنے پیر و مرشد کے قدموں تلے کی دھول اٹھا کر مُنہ میں رکھتے ہیں اور چاٹ کر نگل جاتے ہیں اور وہ تو کٹی ہوئی ناک تھی۔ محترم ربی اسفندیار کی ناک۔ اُسے دیکھتے ہی اس شخص نے ربی کے نیکٹے چہرے کو دیکھا پھر اس ناک کو اٹھا کر چوم لیا۔

اس کے بعد عقیدت مندوں کی لائن لگ گئی۔ اس کے ہاتھ سے دوسرے نے لیا۔ تیسرے نے لیا۔ سب اُسے آنکھوں سے پیشانی سے لگا کر چومنے لگے۔ اُدھر وہ تکلیف کی شدت سے پھر پھڑپھڑا رہا تھا۔ اُسے طبّی امداد پہنچانے کے لیے ڈاکٹر کو فون کیا گیا تھا۔ اسی وقت شیبا واپس آگئی۔ اُس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔ ربی کی چیخ و پکار سُن کر اُس کے پاس چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر بولی: "فرہاد! تم نے اُسے ناک سے ہی محروم کر دیا۔ وہ تو کسی کو مُنہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔"

"یہ مُنہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ اس میں جسمانی نقص پیدا ہو گیا ہے۔ یہ اپنے مذہب کا عالم کہلائے گا مگر مذہبی پیشوا نہیں رہے گا۔ اُن ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے ساتھ گٹھ جوڑ کیا تھا، اسے یہاں واپس لائے تھے، کیونکہ ربی اسفندیار کا نام اپوزیسرائیل میں گونجتا ہے۔ سب اس کے عقیدت مند ہیں لیکن اب اس کی سماجی حیثیت نہ ہونے کے برابر ہو گی۔ لوگ اس سے عقیدت کم کریں گے مگر بڑی بڑی تقریبات میں ایک نیکٹے کی موجودگی پسند نہیں کریں گے۔"

میں اور شیبا ربی کے دماغ میں آگئے اور وہیں باتیں کرنے لگے تاکہ وہ بھی سُنتا رہے۔ حالانکہ تکلیف کی شدت سے بے حال ہو رہا تھا۔ میں نے کہا: "تم نے میرے خلاف آج تک جتنے منصوبے بنائے، اپنے حکمرانوں اور سیاست دانوں اور فوجی افسروں سے ان پر عمل کراتے رہے مگر ان سب میں ناکام رہے۔ مجھے کبھی دوست نہ بنا سکے۔ شیبا تمھارے ہی مذہب اور قوم سے تعلق رکھتی تھی سے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمھارے کام آسکتی تھی۔ تم نے اُسے بھی دشمن بنالیا۔ یہاں کے اعلیٰ حکمران اور اعلیٰ افسران تمھاری حکمت عملی کے خلاف تھے۔ صرف چند افسران تمھاری حمایت کر رہے تھے اور تمھارے واپس آنے پر خوش تھے۔ اب وہ بھی تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکیں گے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے تمھیں گاڑی کی ایک بے کار گھسا ہوا پرانا پرزہ سمجھیں گے جو کسی طرح بھی کام نہیں آتا، یقین نہ ہو تو انھیں آواز دو۔ اپنی مدد کے لیے پکارو۔ وہ جب بھی آئیں گے، تم پر تھوک کر جائیں گے۔"

شیبا نے کہا: "تم نے بہت ہی اچھی سزا دی ہے اسے۔ جان سے مار ڈالتے تو محض زندگی سے چلا جاتا مگر یہ گیسے جاتا؟" اس نے تو خود ہی کہا تھا علمِ نجوم کے مطابق ابھی زندہ رہے گا۔ بے چارہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ زندگی دو کوڑی کی بھی نہیں رہے گی۔"

"شیبا! مجھے دوسری طرف توجہ دینی ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ تم یہاں کے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرو مگر فرہاد بن کر۔"

"میں سمجھ رہی ہوں جناب شیخ صاحب نے بھی یہی سمجھایا ہے۔ آئندہ میں تمھارے لب و لہجے میں بولا کروں گی۔"

"اپنی قوم کے لوگوں سے یہ بات ضرور کہنا کہ شیبا نہ رہی تو کیا ہوا۔ فرہاد تو ہے۔ وہ اس قوم کا دوست بن کر رہے گا۔ ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطانوں سے انھیں محفوظ رکھے گا اور وہ محض اس لیے ایسا کرے گا کہ یہ شیبا کی قوم ہے اور فرہاد اپنی شیبا کو دل و جان سے چاہتا تھا۔"

شیبا نے ایک گہری سانس لی، پھر پوچھا: "وہ شیبا کتنی خوش نصیب ہو گی جسے تم چاہتے ہو گے۔"

"یہ میں نے لوگوں کو سمجھانے کے لیے کہا ہے، ورنہ تمھیں چاہتا ہوں اور آخری سانس تک چاہتا رہوں گا۔ تم پر روحوب آئے گی، میں چھا ؤں بن جاؤں گا۔ موت آئے گی، ڈھال بن جاؤں گا۔"

اُس نے مسکراتے ہوئے پوچھا: "کیا میں ابھی اس قابل نہیں ہوئی کہ کسی مہم میں تمھارے شانہ بشانہ رہ سکوں؟"

"تم جناب شیخ صاحب کے زیرِ سایہ رہ کر تربیت حاصل کر رہی ہو۔ یوگا کی مشقیں کر رہی ہو اور بہت کچھ سیکھ رہی ہو۔ تم ان سے پوچھو، کیا ادارے سے باہر نکلنا تمھارے لیے مناسب ہو گا؟ اگر

مناسب ہو گا تو کیا وہ تمھیں میرے ساتھ کسی مہم میں جانے کی اجازت دیں گے؟"

وہ سر جُھکا کر سوچنے لگی۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

"میں سوچ رہی ہوں، تم آزاد ہو، خود مختار ہو۔ تمھارا کوئی گھر نہیں ہے، تم پر کوئی پابندی نہیں ہے، تم پر کوئی حکم نہیں چلا سکتا۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے پوری دُنیا پر حکومت کر سکتے ہو لیکن اپنے بزرگوں کا احترام کرتے ہو۔ تم چاہو تو مجھے حکم دو اور میں چلی آؤں لیکن یہ سراسر نافرمانی ہو گی، جو بزرگ ہمارے اُستاد کا درجہ رکھتے ہیں ان سے اجازت حاصل کرنا سعادت مندی ہے، فرماں برداری ہے۔ میں تم لوگوں کے درمیان رہ کر سیکھ رہی ہوں کہ اپنی قوت اور غیر معمولی صلاحیتوں پر غرور نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے استادوں اور بزرگوں کے آگے جُھک جانا چاہیے تاکہ اُن کے آگے ہمارا قد چھوٹا ہے۔"

"تم بہت اچھی باتیں کرتی ہو۔ اچھی باتوں کا تعلق ذہانت سے ہے۔ ذہانت کا تعلق دماغ سے ہے اور ابھی میں تمھارے دماغ میں ہوں۔ اجازت ہو تو دماغ کو چوم کر چلا جاؤں، میں یہاں رہوں گا تو تم شرماتی رہو گی۔"

میری سوچ کی لہروں نے اس کے دماغ کو چوم لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے سانس روک لی۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ دوبارہ اس کے پاس جا نہیں سکتا تھا۔ جانا چاہوں گا تو دماغ کے دروازے بند ہوں گے اور وہ شرما رہی ہو گی۔

میں خیال خوانی کے دوران بڑی دیر تک سوچتا رہا تھا۔ آخر تھک گیا۔ اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا۔ یوں تو نئے دشمنوں نے ہمیں بہت پریشان کیا تھا۔ ہمیں ہر لمحہ چوکنا رہنے کی ضرورت تھی اور ہم بالکل مستعد تھے۔ ہر پہلو پر دھیان رکھنا پڑتا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ سپر ماسٹر کو نظر انداز کر رہا ہوں اور وہ تینوں اس کے پیچھے پڑ گئے ہوں گے۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ وہ کس طرح میرے ذریعے سپر ماسٹر تک پہنچے ہوں گے۔ میں بڑی خاموشی سے اس کے دماغ میں آگھسا بیٹھا گیا۔ اس کی سوچ پڑھنے لگا، اگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سے دماغی رابطہ قائم کرتے تو اسی کی سوچ، آواز اور لب و لہجے میں گفت گو کرتے لیکن مجھے ان میں سے کسی کی موجودگی کا شبہ نہیں ہوا۔ وہ تنہا سوچ رہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا۔

پریشانی اس بات کی تھی کہ اوپر سے احکامات آئے تھے چند لغزشوں میں حکم دیا گیا تھا کہ مسٹر فرہاد مارڈلے کی بطور سپر ماسٹر، خدمات کی ضرورت نہیں رہی لہٰذا اُسے فوری طور پر استعفا پیش کرنا چاہیے۔

وہ حیران تھا کہ اس سے کیا خطا ہوئی ہے۔ آج تک کسی دوسرے سپر ماسٹر نے اتنی عمدگی سے ملک کی خدمت نہیں کی تھی، وہ خارجہ پالیسی ہو یا داخلہ پالیسی، سپر ماسٹر نے ان میں بڑی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا اور بیشتر معاملات میں کامیاب رہا تھا۔

جو سپر ماسٹر دنیا والوں کے سامنے ظاہر ہو کر کام کرتا تھا اس کے پسِ پشت رہ کر کام کرنے والے فرہاد مارڈلے نے اصل سپر ماسٹر کی حیثیت سے اب تک دو حکومتوں کے تختے اُلٹ دیے تھے، ایک ملک کے ٹکڑے کر دیے تھے کئی ممالک میں دہشت گردی عروج پر تھی۔ اسلامی بلاک کو کمزور سے کمزور تر بنانے میں اُس کا سپر ماسٹر مصروف کامیاب رہا تھا۔ اس نے ایسی بیش بہا خدمات انجام دی تھیں جن کے پیشِ نظر اس ملک کے حکمرانوں کو اس کا احسان مند ہونا چاہیے تھا۔ اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا اور اُسے تاحیات سپر ماسٹر بنا کر رکھنا چاہیے تھا لیکن اچانک استعفا طلب کیا جا رہا تھا۔

اس ملک کی خفیہ پالیسیوں پر عمل درآمد کے لیے سپر ماسٹر کا تقرر ہوتا تھا۔ یہ تقرری چند اہم افراد کرتے تھے۔ یہ افراد حکومت کے اہم شعبوں کی نگرانی کرنے اور ان میں اہم تبدیلیاں لانے کے ذمّے دار تھے۔ پچھلے دنوں گراہم مارڈلے کے ذریعے میں نے ان افراد کا پتا ٹھکانا معلوم کر لیا تھا اور ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے میرے دماغ کے ذریعے وہاں تک رسائی حاصل کی تھی۔

وہ چند افراد جو سپر ماسٹر کی تقرری کرتے تھے ان میں سے ایک کا نام بیری وائز، دوسرے کا نام ہرٹ، تیسرے کا ایس ایس یا رکر، چوتھے کا ہیلے ونڈسر اور پانچویں کا نام جان پائیرٹ تھا۔ میں جان پائیرٹ کے دماغ میں آکر معلوم کرنے لگا، آخر اسے استعفا دینے پر مجبور کیوں کیا جا رہا ہے؟ بات وہی تھی جو پہلے سے سمجھ میں آگئی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بیری وائز اور ٹام ہرٹ ایک پہنچ گئے تھے۔ یہ دونوں ان اہم افراد میں اپنی باتیں منوانے کی صلاحیتیں رکھتے تھے اور حکومت کے کسی بھی اہم شعبے میں اپنی پسند کے کسی شخص کا انتخاب کرتے تھے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے شارپر وڈ اور ہارپر وڈ نے یقین دلایا تھا اگر ان کی پسند کا آدمی سپر ماسٹر بنایا جائے گا تو وہ نئے سپر ماسٹر کو اپنی ٹرانسفارمر سسٹم کی مشینوں سے گزاریں گے اُس کے اندر ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں پیدا کر دیں گے۔ جب اُن کے اپنے سپر ماسٹر کے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ہو گی تو پھر وہ فرہاد اور شیبا سے کسی طور نہ کم تر ہو گا، نہ ان کے دباؤ میں آئے گا۔

وہ اہم افراد شارپر اور ہارپر سے ان جدید مشینوں کا سودا کرنا چاہتے تھے انھیں بڑی سے بڑی قیمت، بڑے سے بڑے ذرائع اور بڑے سے بڑے وسائل کا مالک بنانا چاہتے تھے لیکن شارپر اور ہارپر نے کہہ دیا تھا: "ہم صرف کام آسکتے ہیں مگر اپنے کسی راز میں شریک نہیں کر سکتے اور وہ مشینیں ہمیں جان سے بھی زیادہ

عزیز ہیں۔ ہم اس کا فارمولا اور تیکنیک کسی کو نہیں بتائیں گے۔"

پچھلے دس گھنٹوں سے وہ اہم افراد شار پر اور ہارپر سے مذاکرات کر رہے تھے اور اس نتیجے پر پہنچ رہے تھے کہ میسرے اور شیبا کے خلاف محاذ بنانے کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ساتھ بے حد لازمی ہے۔ ان سے دوستی کرنا ہوگی اور ان کی مرضی کے مطابق ایک ایسے آدمی کو سپر ماسٹر بنانا ہوگا جو گراہم ہارڈلے کی طرح تمام دیانتداری اور وفاداری سے اپنے ملک کی خدمت کرتا رہے اور شارپر اور ہارپر کے مفادات کا بھی پورا خیال رکھے۔

پتا نہیں وہ دونوں بھائی کیسی چالیں چل رہے تھے اور آئندہ کون شخص سپر ماسٹر بن کر آنے والا تھا۔ بہرحال ان کی چالاکی سمجھ میں آگئی تھی۔ وہ پچھلے دس گھنٹوں سے ان اہم افراد سے اہم معاملات طے کر رہے تھے اور مجھے اور شیبا کو دوسرے معاملات میں اُلجھا رہے تھے تاکہ میں نئے سپر ماسٹر کے معاملے میں مداخلت نہ کر سکوں۔

میں نے شارپر اور ہارپر کے منصوبے کے عین مطابق فی الحال اس معاملے سے دُور ہی رہنا مناسب سمجھا۔ میں نے سوچا انھیں خوش فہمی میں مبتلا رکھ کر ان اہم افراد کے پاس چُپ چاپ آتا جاتا رہوں گا۔ ان کے طریقۂ کار کو سمجھتا رہوں گا۔ ابھی سونیا اور لومی کا سفر جاری تھا۔ شیبا تال ایبب میں مصروف تھی۔ ماں جی اور آنند اپنی رہائش گاہ میں خیریت سے تھے اور ہندوستان جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ شارپر اور ہارپر ہمارے خلاف جو کر رہے تھے اس کا جواب دینا بہت ضروری تھا لہٰذا میں سپر ماسٹر گراہم ہارڈلے کے پاس پہنچ گیا۔

میں نے سرگوشی میں کہا: "ہیلو گراہم ہارڈلے!"

وہ چونک گیا۔ ایک میز کے پاس بیٹھا اپنا استعفا لکھ رہا تھا۔ اس نے سر اُٹھا کر سوچا: یہ میں نے خود کو گراہم ہارڈلے کیوں کہا؟"

یہ میں نے تمھیں مخاطب کیا ہے۔"

وہ بیک وقت اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پریشان ہو کر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر کہنے لگا: "نہیں میرے دماغ میں کوئی نہیں آسکتا۔ میں بہت پُراسرار ہوں۔ میں نے بڑی اعصابی تدابیر کی ہیں۔"

"ساری تدابیر پانی کی طرح بہہ گئی ہیں۔ تم تنہا اور بے یار و مددگار ہو۔ تم نے خود کو اپنے ملک کا وفادار ثابت کرنے کے لیے بہت سے ملکوں کو تباہ کیا ہے۔ تمھارے جرائم کی فہرست بہت طویل ہے۔"

"تم کون ہو۔ کیا تم فرہاد بول رہے ہو؟"

"کیا ٹیلی پیتھی صرف فرہاد کی جاگیر ہے۔ کیا تم نے کچھ اور لوگوں کے نام نہیں سُنے؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "مجھے معلوم ہے۔ تین بھائیوں نے بڑی حیرت انگیز مشین ایجاد کی ہے۔ اس کے ذریعے وہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت حاصل کر چکے ہیں۔"

"میں ان میں سے ایک ہوں۔"

"پہلے تو وہ پریشان ہوا پھر اچانک خوش ہو کر بولا: "میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں اور فرہاد کے مقابلے میں تم سے دوستی کا ہاتھ ملاتا ہوں۔ اچھا ہوا تم میرے پاس آگئے۔ میری دوستی قبول کرو۔ میں تمھیں پوری دُنیا کا بے تاج بادشاہ بنا دوں گا۔"

"جب میں تاج پہن کر بادشاہ بن سکتا ہوں تو تمھارے ساتھ بے تاج کیوں رہوں۔ جب تمھاری کھال پہن کر سپر ماسٹر بن سکتا ہوں تو پھر تمھاری کیا ضرورت ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ پہننے کے لیے تمھارے جسم پر سے یہ کھال اتارنا ہوگی اور میں اسی لیے آیا ہوں۔"

وہ سہم کر بولا: "کیا تم مجھے مارڈالنا چاہتے ہو؟"

"کیا تم نے اپنے کسی دشمن کو زندہ چھوڑا ہے؟ تم نے تو شہر کے شہر اُجاڑ دیے، ملک کے ملک تباہ کر دیے۔ کیا اب گڑگڑانے اور معافی مانگنے سے زندہ رہ سکو گے؟"

اس کی آنکھوں کے سامنے موت ناچنے لگی تھی۔ چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ میں نے کہا: "تم ٹیلی پرنٹر کے ذریعے اپنے چند اہم افراد تک چند اہم اطلاعات پہنچاتے رہے ہو۔ چلو اس ٹیلی پرنٹر کو آپریٹ کرو۔"

میں نے اُسے وہاں سے اُٹھایا۔ وہ ٹیلی پرنٹر کے ذریعے ان اہم افراد کو یہ اطلاع پہنچانے لگا کہ شارپر اور ہارپر اس کی کھوپڑی پر سوار ہیں۔ انھوں نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ گراہم ہارڈلے کے صرف استعفا دینے سے کام نہیں چلے گا۔ یہ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی راستے کی رکاوٹ بن سکتا ہے۔ کسی نہ کسی معاملے میں نقصان پہنچا سکتا ہے لہٰذا ہم اسے پہلی فرصت میں ختم کر رہے ہیں۔ ہم ان پانچوں اہم افراد جیری واٹسن، ٹام ہرٹ، ایس۔ ایس پارکر پیلے ڈنمور اور جان پائپر کو پہلی اور آخری وارننگ دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے کوئی چالاکی نہ دکھائی جائے۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے مذاکرات کرنے کے بعد بڑی رازداری سے اہم افراد کے اس بورڈ میں تبدیلی لائی جائے گی، یہ لوگ بھی گراہم ہارڈلے کی طرح ملازمت سے سبکدوش کر دیے جائیں گے اور ایسے نئے افراد آئیں گے جن کے دماغوں تک ہم نہ پہنچ سکیں تو یہ ممکن نہیں ہے۔ ہم ایسا کرنے والوں کو کسی طرح ہلاک کریں گے، وہ یہاں آکر گراہم ہارڈلے کی لاش دیکھ لیں اور عبرت حاصل کریں۔"

میں نے ٹیلی پرنٹر کے ذریعے پیغام پہنچانے کے بعد کہا: "اب وہاں سے اٹھو اور بتاؤ کتنی اذیتیں برداشت کرنے کے بعد مرنا پسند کرو گے؟"

وہ گڑگڑا کر بولا: "نہیں۔ مجھ سے کیا دشمنی ہے۔ میں تو دوست

مانا چاہتا ہوں۔ میں تو تمھارے ساتھ مل کر فرہاد کو ہمیشہ کے لیے برباد کر دینا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا: "الّو کے پٹھے! میں فرہاد ہی بول رہا ہوں۔"

"آں۔" وہ بوکھلا گیا۔ جلدی سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا: "نہیں، نہیں۔ تم فرہاد نہیں ہو۔ تم مذاق کر رہے ہو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں، فرہاد کبھی میرے پاس نہیں پہنچ سکے گا۔ تم لوگوں کی بات کچھ اور ہے۔ تم تینوں بھائی اس سے افضل اور برتر ہو۔ بہت ذہین ہو۔ تم لوگوں نے ایک حیرت انگیز مشین ایجاد کی ہے۔ میں تمھاری صلاحیتوں کو سلام کرتا ہوں۔"

اس نے سلام کہنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ میں نے اسی ہاتھ سے اس کے منہ پر طمانچہ رسید کرا دیا پھر کہا: "یہ طمانچہ فرہاد کی طرف سے ہے، اسے قبول کرو۔"

وہ خوف سے لرزتے ہوئے بولا: "کیا تم سچ مچ فرہاد ہو؟"

"کیا دوسرے طمانچے پر یقین آئے گا؟"

وہ بُری طرح سہما ہوا تھا۔ میں نے کہا: "تم سمجھ رہے ہو نا تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بھلا بتاؤ تو سہی تمھیں مارنا کیوں چاہتا ہوں اور وہ بھی کُتّے کی موت؟"

وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ میں نے کہا: "تم کتنے شہ زور تھے کسی کو مارتے وقت تمھارا ضمیر نہیں کانپتا تھا مگر آج تم سر سے پاؤں تک کانپ رہے ہو۔ ذرا سوچو تم کتنے ذہین اور طاقتور رہے۔ تم نے میری مونیا اور اعلیٰ بی بی کو کوما میں ڈال دیا۔ تم نے میری مرجانہ کو ہلاک کر دیا۔ میری شبانہ تمھارے ہاتھوں مرگئی۔ میرا جاں نثار بھائی متیحا علی قمار کی وجہ سے بے موت مر گیا۔ میری شریکِ حیات رمونتی کو ذہنی لحاظ سے ایک ننھی سی بچی بنا دیا۔ تم اپنی مکارانہ سیاست سے نگر نگر دہشت گردی پھیلاتے ہو مگر یہ نہیں سوچتے کتنوں کی چاہنے والیاں رہ جائیں گی۔ کتنی بیوہ ہو جائیں گی، کتنی ماؤں بہنوں کے گھر اُجڑ جائیں گے۔ بچے یتیم ہوں گے، دربدر ہوں گے اور ہمیشہ کے لیے اپنوں سے بچھڑ جائیں گے۔ ذلیل کمینے، تیری وجہ سے میرا بیٹا پارس مجھ سے بچھڑ گیا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس دنیا میں ہے۔ کیا تو یقین سے کہہ سکتا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر چاروں طرف گھوم کر خلا میں تکنے لگا جیسے مجھے ڈھونڈ رہا ہو۔ پھر کہنے لگا: "میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ زندہ ہے۔ اگر میں تمھیں تمھارا بیٹا واپس لا کر دوں گا۔"

"موت کو سامنے دیکھ کر زندہ رہنے کی مہلت چاہتے ہو تم میرے پنجے کا سہارا لے رہے ہو؟"

وہ نہیں، نہیں کے انداز میں سر ہلا کر بولا: "میں مہلت نہیں مانگ رہا۔ میں نے جو کیا ہے، اس کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمھارے تمام چاہنے والوں کو واپس نہیں لا سکتا لیکن بچے کو ہر حال میں لاؤں گا۔ مجھے تھوڑی سی مہلت دو۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اولاد کی محبت تھی۔ دشمن کے لیے فیصلے میں لچک پیدا ہونے لگی۔ میں نے سوچا اسے مار دوں گا تو مر جائے گا۔ میرے اپنے لوگ جو اس دنیا سے اُٹھ چکے ہیں، واپس نہیں آئیں گے۔ کیوں نہ اسے زندہ رکھا جائے۔ میں نے پوچھا: "تم پارس کو کہاں تلاش کرو گے؟"

"جہاں سے وہ گم ہوا تھا، وہیں سے تلاش شروع کروں گا۔ میں آج ہی وادیٔ قاف جاؤں گا۔"

"تم جہنم میں جاؤ مگر مجھے میرا بیٹا چاہیے۔ اس کے لیے میں سات دن کی مہلت دیتا ہوں۔ ساتویں دن کے اختتام پر بیٹا نہ ملا تو تم دنیا کے جس کونے میں بھی چھپے ہوئے ہو گے، میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اس کے بعد تم چُپ چاپ نہیں مرو گے۔ تمھاری موت کا عبرتناک تماشا ساری دنیا دیکھے گی۔"

سات دن کے لیے موت ٹل گئی۔ اس نے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: "میں صبح ہوتے ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

"ابھی یہاں سے نکلو۔ سفر کے لیے ایک بیگ اپنے پاس رکھو۔ اس میں ضرورت کا سامان ہونا چاہیے۔ کرنسی ہونا چاہیے۔ اس سے زیادہ اور کوئی چیز ضروری نہیں ہے۔"

"تم جو کہو گے، وہی کروں گا مگر اس سلسلے میں میرا ایک اہم نکتہ سُن لو۔ میں نہیں جانتا ابھی وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں ہیں یا نہیں؟ ہو سکتا ہے تمھارے جانے کے بعد وہ اور انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ میں تمھارے بیٹے پارس کی تلاش میں نکلنے والا ہوں۔ یہ تو ان کے لیے بڑی خوشی کی بات ہوگی۔ وہ مجھے کہیں نہ کہیں ٹریپ کریں گے، اگر میں نے پارس کو حاصل کر لیا تو وہ تمھارے بیٹے کو مجھ سے چھین کر لے جا سکتے ہیں۔"

کم بخت بڑا اہم نکتہ بیان کر رہا تھا۔ میں نے کھڑی دیکھتے ہوئے کہا: "رات بہت ہو چکی ہے۔ تم کب سوتے ہو؟"

"میں تھوڑی دیر بعد سونے جا رہا تھا۔"

"میرا مشورہ ہے، ابھی آرام سے جا کر بستر پر لیٹ جاؤ۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ آرام سے لیٹ گیا۔ میں نے کہا: "اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ دماغ کو میری طرف مائل کرو۔ میں تم پر تنویمی عمل کر رہا ہوں۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا: "تمھارا کیا ارادہ ہے؟"

"گھبراؤ نہیں، جب تنویمی نیند سے بیدار ہو گے تو تمھارا دماغ بہت حساس ہوگا۔ تم پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لو گے کیا تم تھوڑی دیر تک سانس روک سکتے ہو؟"

"ہاں، آدھا منٹ تو روک ہی سکتا ہوں۔"

"جب بھی تم سانس روکو گے، پرانی سوچ کی لہریں دماغ سے نکل جایا کریں گی۔ کوئی تھیٹی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ نہیں کر سکے گا میں بھی نہیں کر سکوں گا۔"

وہ بے یقینی سے خلا میں تکنے لگا۔ میں نے کہا: "میرے تنویمی عمل کا اثر سات دن تک رہے گا۔ ساتویں دن کے اختتام پر تم اس اثر سے نکل آؤ گے۔"

اس کے لیے یہی بات اطمینان بخش تھی کہ ابھی سات دن تک زندہ رہے گا۔ وہ بڑے ذرائع کا مالک تھا۔ اگرچہ اب سپر ماسٹر نہیں رہے گا تاہم اس کی پہنچ دُور دُور تک تھی۔ اب بھی اس کے چاہنے والے اور اس پر جان دینے والے موجود تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کوئی نہ کوئی ذریعہ اختیار کر کے میرے بیٹے کو تلاش کر ہی لے گا۔

میں نے اس پر تنویمی عمل شروع کیا۔ کیونکہ وہ ذہنی طور پر تیار تھا اس لیے جلد ہی ٹرانس میں آ گیا۔ میرا معمول بن گیا۔ میں نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ آج سے ٹھیک سات دن تک صرف ایک کام کرے گا اور وہ کام ہو گا میرے بیٹے کی تلاش۔ اس سلسلے کی اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کرنے کے بعد میں نے کہا: "اب آرام سے سو جاؤ۔ صبح تک آرام سے سوتے رہو گے۔ جب آنکھ کھلے گی تو تمام کاموں کی اہمیت کو بھول جاؤ گے، صرف ایک کام کی اہمیت یاد رہے گی۔ تم سات دن تک میرے بیٹے کو تلاش کرتے رہو گے۔"

وہ گہری نیند سو گیا۔ میں واپس چلا آیا۔ اسے کچھ سزا دینا چاہتا تھا مگر بیٹے کی محبت میں سوچا اسے صحت مند، چاق و چوبند رہنا چاہیے۔ میں اسے ذہنی یا جسمانی تکلیف پہنچا دُں گا تو یہ میرے پارس کو تلاش نہیں کر سکے گا لہٰذا میں نے اس کے حال پر اُسے چھوڑ دیا۔ سات دن بعد دیکھا جائے گا۔

رات زیادہ ہو گئی تھی۔ مجھے سو جانا چاہیے تھا۔ میں نے سوچا شیبا کو شب بخیر کہہ کر سونا چاہیے۔ پھر خیال آیا شاید وہ مجھ سے پہلے سو گئی ہو۔ میں نے جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی کہا: "شیبا کچھ کہہ رہی تھی۔"

"میں اس کے پاس جاؤں؟"

"ابھی نہیں، وہ سو چکی ہے۔ تل ابیب میں اپنا کام نمٹا کر میرے پاس آئی تھی۔ تمھارے پاس جانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ فرہاد کو آرام کرنے دو، صبح بات کر لینا۔ وہ بڑی سعادت مند بچی ہے، تمھارے ساتھ کسی مہم میں شریک ہونا چاہتی ہے۔"

"آپ نے کیا جواب دیا؟"

"ابھی وہ یہاں رہ کر بہت کچھ سیکھ رہی ہے۔ بڑے تجربات حاصل کر رہی ہے۔ حاضر دماغی کی مشقوں میں کافی آگے نکل چکی ہے۔ پھر بھی کچھ عرصہ اور صبر کر لیتی تو میں اسے بہت بڑی مہم میں تمھارے ساتھ روانہ کرتا۔"

"آپ اُسے سمجھا دیں۔"

"وہ میری ہر بات مانتی ہے۔ یہ بھی مان لے گی لیکن میں حالات کے پیشِ نظر اسے تمھارے قریب رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ تم سے بے حد متاثر ہے۔ فرہاد! وہ شیشے کی نازک سی گڑیا ہے۔ محبت سے سلامت رہے گی ورنہ ٹوٹ جائے گی۔ کیا تم اس کی حفاظت کر سکو گے؟"

"آپ کو مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟"

"بھروسا ہے مگر مجھ سے ایک وعدہ کرو۔"

"میں ہزار وعدے کر سکتا ہوں اور ان پر عمل کر سکتا ہوں۔ میں جانتا ہوں آپ جو بھی کہیں گے، ہماری بھلائی کے لیے کہیں گے۔"

"فرہاد، تم اسے چاہتے ہو۔ وہ تمھیں چاہتی ہے لیکن جب چاہت حد سے بڑھ جائے تو ایک دوسرے کو جسمانی طور پر طلب کرتی ہے۔ وعدہ کرو تم اُسے طلب نہیں کرو گے۔ اُس سے محبت کرو گے۔ اُسے تحفظ دو گے لیکن نہ جسمانی لگاؤ رکھو گے نہ اس سے شادی کرو گے۔"

میں اُن کا آخری فقرہ سن کر چونک گیا۔ پھر میں نے پوچھا: "یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ کیا شادی کرنا جرم ہے؟"

"دیکھو بیٹے! رسونتی کی مثال تمھارے سامنے ہے۔ اگر تم نے ایک ٹھوکر سے کچھ نہیں سیکھا تو آئندہ کبھی کچھ نہیں سیکھ پاؤ گے۔"

وہ ذرا چپ ہوئے پھر بولے: "میں تمھیں وضاحت سے سمجھاتا ہوں۔ تمھیں رسونتی کو شریکِ حیات بنانے سے پہلے اُسے مسلمان بنا لینا چاہیے تھا۔ میں ایک مسلمان عالم ہونے کے ناتے یہ نہیں کہوں گا کہ تمھیں اس کا دھرم قبول کر لینا چاہیے تھا لیکن یہ اصولی بات ہے جب دل مل جاتے ہیں اور جسم ملنا چاہتے ہیں تو دونوں کا فرض ہے کہ پہلے وہ ایک مذہب اور ایک نظریے کو اپنا لیں۔ اس کے بعد شادی کریں۔"

اُنھوں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "تمھاری اسی غلطی کی سزا تم سے زیادہ رسونتی کو مل رہی ہے اور رسونتی سے زیادہ اس بچے کو مل رہی ہے جو بنانے کہاں ہو گا۔ ٹھوکروں میں ہو گا یا کسی کی آغوش میں ہو گی۔"

میں نے ندامت محسوس کی مگر اپنے طور پر صفائی پیش کرتے ہوئے کہا: "جناب! میری کس غلطی سے رسونتی اس حال کو پہنچی اور میرا بیٹا مجھ سے الگ ہو گیا؟ کیا میں نے کسی سے دشمنی کرنے میں پہل کی تھی؟"

"ہم اس دنیا میں کیا کرتے ہیں، اس کا حساب خود ہم نہیں

رکھتے۔ کس عمل کی کون سی سزا مادی طور پر ملتی ہے اور کون سی سزا روحانی یا قدرتی طور پر ملتی ہے، اسے انسان سمجھ نہیں پاتا۔ ایک موٹی سی بات ہے۔ جب بھی مذہب سے اور قانون سے باہر نکل کر کوئی کام کرو گے تو اس کا بُرا نتیجہ آج یا برسوں بعد ضرور سامنے آتا ہے۔"

اُن کی بات سمجھ میں آ رہی تھی۔ اگر ہم کسی شخص پر جارحانہ حملہ کرتے ہیں اور وہ کمزور ہے تو مار کھا کر چلا جائے گا مگر کسی دن کہیں سے طاقت حاصل کر کے ہم پر جوابی حملہ کرے گا، تب ہم کہتے ہیں جیسا ہم نے کیا تھا ویسا ہی پایا لیکن قدرت کسی کو ایک وقت لمبا دیتی ہے تو دوسرے وقت شہ زور بنا دیتی ہے، خواہ کسی وسیلے سے بنائے۔ آدمی لباس کے بغیر ننگا، قانون کے بغیر غیر محفوظ اور مذہب کے بغیر گمراہ ہوتا ہے اور مرد ہوتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی سنبھل کر رہے۔"

میں نے ڈوبتے ہوئے دل سے کہا: "میں وعدہ کرتا ہوں، شیبا سے شادی نہیں کروں گا۔ ہمارے درمیان ہوس نہیں، محبت ہو گی۔"

میں وعدہ کر رہا تھا مگر یقین نہیں تھا۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے خلا محبت ہو اور دونوں طرف سے ہوا گ برابر لگی ہوئی تو آدمی نہ ملے، مگر جناب شیخ صاحب کچھ سوچ سمجھ کر ہی مجھے پابند کر رہے تھے۔ لہٰذا میں پابندی قبول کر رہا تھا۔

اُنھوں نے پوچھا: "ماں نیلما کاسی اپنے بیٹے کے ساتھ ہندوستان جا رہی ہے؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے ماں جی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پھر واپس آ کر کہا: "وہ کل شام کی فلائٹ سے جا رہی ہیں۔"

"کوشش کرو کاسی فلائٹ میں تمھیں جگہ مل جائے۔ ایک تو بال خوانی کے ذریعے ان کی حفاظت کرو گے، دوسرے وہ آنکھوں کے سامنے رہیں گی۔"

"اچھی بات ہے، کوشش کرتا ہوں۔"

"جب بمبئی پہنچو گے تو وہاں کے تاج محل ہوٹل میں شیبا تمھیں ملے گی۔"

میں ایک دم سے چونک کر بیٹھ گیا۔ بعض مرتبہ ایسی ہی باتیں، پہنچے سے اوپر تک اُچھال دیتی ہیں، میں تکلیف سے ہنسنے لگا۔ زخم دُکھنے لگے تھے۔ شیخ صاحب نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

میں نے کہا: "زخموں سے ٹیسیں اُٹھ رہی ہیں۔"

"رہائی سے پہلے میڈیکل سرٹیفکیٹ حاصل کر لینا۔ اب تم ہائو۔"

میں آرام سے لیٹ گیا۔ وہ مجھے ملنے والی تھی۔ میں اس بات کو بھی کہہ سکتا ہوں کہ وہ مجھ سے ملنے والی تھی لیکن بڑا فرق ہے،

"مجھ سے ملنے" والی کا مطلب ہے، مجھ سے ملاقات کرنے والی، اور "مجھے ملنے" والی کا مطلب ہے میرے ہاتھ آنے والی۔ شیخ صاحب نے ایسے ہی خیالات کی وجہ سے خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی اور مجھے پابند کر دیا تھا۔

ایسے وقت ایک محبت کرنے والا چاروں شانے چت لیٹ کر چھت کی طرف گھورنے لگتا ہے۔ وہاں اُسے چاہنے والی نظر آتی ہے۔ خود بھی جاگتی ہے اور اپنے چاہنے والے کو بھی جگاتی ہے۔ ایسے وقت میری بھی نیند اُڑ جاتی۔ میں بھی سو نہ سکتا لیکن بھلا ہو ٹیلی پیتھی کا، چشم زدن میں آدمی نیند کی گود میں پہنچ جاتا ہے۔ میں نے بھی دماغ کو ہدایت دی اور نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

سونیا اور یومی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی تھیں۔ انھوں نے سب سے پہلے شیخ الفارس کے سامنے حاضری دی۔ پھر اُن کے ساتھ رسونتی کے پاس آئیں۔ سونیا نے اُسے گلے لگا کر پیار کیا۔ اس سے باتیں کیں۔ اب وہ نارمل ہو رہی تھی۔ اس کا ذہن بچکانہ نہیں رہا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں ایک ملازم کا علاج بھی توجہ سے ہوتا ہے۔ مُجایہ کہ وہ رسونتی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں اور ہماری زندگی میں اس کی بڑی اہمیت تھی۔ پھر اُس کا علاج توجہ سے کیوں نہ ہوتا۔ صبح شام اُسے ڈاکٹر اٹینڈ کرتے رہتے تھے۔ وقت پر دوائیں ملتی تھیں۔ نفسیاتی طور پر بھی علاج ہو رہا تھا۔ اس کی صحت اچھی ہو گئی تھی۔ وہ صبح کو جوگنگ اور شام کو ورزش کرتی تھی۔ شیخ صاحب کی ہدایت پر ہمیشہ ہنستے بولتے رہنے کی کوشش کرتی تھی۔ بس کبھی کبھی اپنا بیٹا پارس یاد آ جاتا تھا۔ حالات نے اُسے پتھر بنا دیا تھا۔ اب وہ روتی نہیں تھی مگر صدمہ تو بہرحال دل میں چھپا رہتا ہے۔ وہ کہتی تھی: "میرا بیٹا جانے کہاں ہے۔ کبھی ملے گا یا نہیں لیکن جناب شیخ صاحب! فرہاد کا پتا آپ جانتے ہیں۔ وہ تو مجھ سے رابطہ قائم کر سکتا ہے، مجھے اپنے پاس بلا سکتا ہے یا میرے پاس خود آ سکتا ہے۔"

وہ اُسے پیار سے تھپک کر کہتے: "بیٹے! پہلے تم اچھی طرح صحت مند ہو جاؤ۔ انشاء اللہ جلد ہی خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس آئیں گی۔ تم بیٹھے بیٹھے فرہاد کے پاس پہنچ جاؤ گی۔ ہمارے آدمی پارس کی تلاش میں ہیں۔ تم بھی مختلف ذرائع اختیار کر کے بیٹے کو تلاش کر سکو گی۔"

سونیا اور یومی وہاں سے ایک بڑے میدان میں آئیں جو کھیل کود کے لیے وقف تھا۔ وہاں تقریباً چھ سو طلباء و طالبات مختلف قطاروں میں نظر آ رہے تھے۔ وہ سب یوگا کی مشق کر رہے تھے۔ اُن کے سامنے ایک اونچے سے چبوترے پر علی بی بی بیٹھی تھیں، دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے، سانس روکے بیٹھی ہوئی تھی۔

سونیا نے مخاطب کیا تو اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ اُسے خوش ہو کر دیکھا۔ پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر گلے لگ گئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو پیار کیا۔ اس کے بعد اعلیٰ بی بی نے پومی کو گلے لگا کر اس کی پیٹھ کو تھپکتے ہوئے کہا: "تم پہلی بار بابا صاحب کے ادارے سے باہر گئی تھیں اور حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کر کے آئی ہو۔ میں تمھیں دلی مبارکباد دیتی ہوں۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا: "اعلیٰ بی بی! تم سونیا اور پومی کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ انھیں پورے ادارے کی سیر کراؤ اور بتاؤ کہ ہم نے کیسے کیسے حفاظتی انتظامات کیے ہیں۔ مجھے کچھ ضروری کام ہے۔"

وہ چلے گئے تو وہ انھیں لے کر شیبا کے پاس آئی۔ شیبا ایک اٹیچی میں کپڑے رکھ رہی تھی۔ سونیا اور پومی کو دیکھتے ہی خوشی سے کھل گئی۔ دوڑ کر اُن کے گلے لگنے لگی۔ پہلی بار میری تمام ساتھی عورتیں ایک جگہ جمع ہو گئی تھیں۔ سونیا، ہیونتی، اعلیٰ بی بی، شیبا اور پومی۔ یہ پانچ عورتیں تھیں۔ دشمنوں کے نقطۂ نظر سے میرے پاس صرف پانچ عورتوں کی ایک فوج تھی۔

پومی پہلی بار ایک بہت بڑی مہم سر کرتے گئی تھی۔ دی کلر کو ناقابلِ شکست سمجھا جاتا تھا۔ اس کا سر کاٹ کر لانا جوئے شیر لانے سے زیادہ مشکل تھا بلکہ ناممکن تھا۔ پومی مختصر سے عرصے میں تمام خطرناک تنظیموں کے لیے چیلنج بن گئی تھی۔ وہ پہلی لڑکی تھی جس کے وڈیو نسلم دشمنوں تک پہنچے تھے۔ وہ اسے ریکارڈ کے طور پر اپنے پاس رکھتے تھے۔ وہ اپنے خطرناک فائٹروں کو وہ فلم دکھاتے تھے اور کہتے تھے، اس لڑکی کے فائٹ کرنے کا انداز کتنا دشوار اور غیر معمولی ہے۔

ماسک مین نے اور زیادہ دہشت بٹھانے کے لیے ایک اور وڈیو فلم تیار کی تھی جس میں دی کلر کا کٹا ہوا سر تھا۔ یہ فلم بھی تمام خطرناک تنظیموں کے سربراہوں تک پہنچائی گئی تھی۔ اس فلم میں ایک اداکارہ نے پومی کا رول ادا کیا تھا۔ اس میں دکھایا گیا تھا پومی نے کس طرح خطرناک دی کلر کو چیلنج کیا تھا اور کس طرح اُسے دوڑاتے ہوئے ایک خفیہ ٹرنگ میں لے گئی تھی اور وہاں اس کے جسم سے گردن الگ کر دی تھی بلکہ الگ کرنے کے لیے نہ اس نے چاقو استعمال کیا، نہ خود کو زحمت دی۔ بس یہ فہانتہ ہی کی بات تھی اور اس نے دی کلر کا سر جس طرح تن سے جُدا کیا تھا، وہ سب کچھ فلم میں موجود تھا۔ وہ صرف دو ماہ ادارے سے باہر رہ کر واپس آئی تھی۔ اب تمام دشمن سکون کا سانس لے رہے ہوں گے مگر ایک چھپا چھپا سا خوف بھی ہو گا۔ پتا نہیں یہ بلا پھر کب ادارے سے باہر آئے گی۔

میری دوسری فوجی شیبا تھی جو چھ یا سات سال پہلے ایک دُبلی پتلی سی اور بیمار سی لڑکی تھی۔ اب ایک صحت مند اور پُراعتماد زندگی گزارنے والی لڑکی بن گئی تھی۔ اس سے ربی اسفندیار کے زیرِ اثر تہ رہ کر مادام کیمیو تڑی کی حیثیت سے بڑی سرگرمیاں دکھائیں۔ بڑے ہنگامے کیے۔ اب اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ سب بچکانہ پن تھا۔ ربی صرف اپنا مفاد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کی پروا نہیں تھی۔ اس لیے کبھی اس کی دُکھ بیماری اور مرتی ہوئی صحت کا خیال نہیں کیا۔ اس کے برعکس ادارے میں آتے ہی سب سے پہلے اُس کی صحت کا خیال رکھا گیا۔ باقاعدہ علاج ہوتا رہا۔ وہ صحت مند رہنے اور یوگا میں مہارت حاصل کرنے کے لیے مختلف مشقوں سے گزرتی رہی۔ آج وہ ایک حسین اور صحت مند دوشیزہ نظر آتی تھی۔ دشمن فی الحال اس کی فیلی بیتھی سے غافل تھے۔ اب یہ پہلی بار ادارے سے باہر نکلنے والی تھی چونکہ ناتجربہ کار تھی اس لیے شیخ صاحب نے مجھے اس کے ساتھ رہنے کی ہدایت کی تھی۔

میری تیسری فوجی اعلیٰ بی بی تھی۔ کوئی سامنے پیچیدہ مسئلہ ہوا وہ اپنی ذہانت، منصوبہ بندی اور حاضر دماغی سے حل کر لیتی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں ہر سال دو سال میں ایک نئی اعلیٰ بی بی کا انتخاب ہوتا تھا لیکن پچھلے پانچ برس سے اس اعلیٰ بی بی نے ایسے ایسے خیالیاں کارنامے انجام دیے تھے کہ اس کے بعد کوئی دوسری اعلیٰ بی بی اس کی جگہ نہیں لے سکی تھی۔ بابا فرید واسطی اس پر بڑے مہربان تھے۔ انھوں نے اس کی صلاحیتوں سے خوفزدہ ہو کر اُسے سیاہ موتیوں کی ایک مالا دی تھی جو بظاہر ایک معمولی سی مالا تھی لیکن ان سیاہ موتیوں میں گہرے راز پوشیدہ تھے۔ وقت آنے پر وہ موتی خطرناک ہتھیار کی طرح کام آتے تھے۔ اس ہتھیار کو اس نے شاذ و نادر ہی استعمال کیا تھا ورنہ میری دوسری ساتھی عورتوں کی طرح بغیر ہتھیار کے دشمنوں سے نمٹنا جانتی تھی۔ دشمن اس کے گلے میں سیاہ چمکتے ہوئے موتیوں کو دیکھتے تھے اور اُسے سجاوٹ کے طور پر پہنی ہوئی چیز سمجھ کر نظر انداز کر دیتے تھے۔

ہیونتی اگرچہ گوشہ نشین ہو چکی تھی، تاہم دشمن آج بھی اس کے نام سے خوف کھاتے تھے اور یہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ وہ کسی دن صحت یاب ہو کر ادارے سے نکلے گی تو مقتدر دشمن اُسے کوا میں پہنچانے لے، اس کے دماغ کو بچکانہ بنانے کے لیے بیمار بنا ڈالنے کے وعدے وار تھے۔ ان سے گن گن کر بدلے لے گی۔

میرے قارئین میری تمام ساتھی عورتوں کے متعلق خوب جانتے ہیں۔ اس کے باوجود میں ان کا ذکر کر رہا ہوں۔ صرف سونیا کا ذکر نہیں کروں گا کیونکہ میری داستان اُس کے بغیر اور اس کی داستان میرے بغیر نامکمل ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میری تمام ساتھی عورتیں ایک جگہ جمع ہو گئی ہوں۔ یہاں جمع ہونے کا مقصد ایک ہی تھا جب پُرخطر اور خوفناک بلائیں ادارے کے اندر موجود ہوں گی تو ان ٹیلی پیتھی ماننے والوں کو یہاں نقب لگانے اور ادارے کے معمولی ملازمین کے دماغوں پر قبضہ جما کر انھیں آلۂ کار بنانے کا موقع آسانی سے نہیں ملے گا۔ وہ اُن پانچوں کا نام سُن کر ہی محتاط ہو جائیں گے۔ بہت سنبھل کر اس ادارے میں قدم رکھیں گے۔ خدانخواستہ داخل ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے تو پھر دیکھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے ہیں اور یہ بلائیں کیا تماشے دکھاتی ہیں۔

اس ادارے میں کچھ عرصے تک کم از کم سونیا، رسونتی، اعلیٰ بی بی اور پومی کا رہنا ضروری تھا۔ صرف شیبا وہاں سے نکل رہی تھی۔ سونیا نے اس سے پوچھا: "یہ تم اٹیچی میں سامان کیوں رکھ رہی ہو؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "یہ بمبئی جا رہی ہے۔ وہاں سے مدراس پہنچے گی اور ایک سیاح خاتون کی حیثیت سے اجنتا کے غاروں میں دلچسپی لیتی رہے گی۔"

سونیا نے کہا: "سمجھ گئی۔ ماں نیلما داسی کا کیس ہے اور کروڑوں ڈالر کے ہیروں کا چکر ہے۔"

"یہی بات ہے۔"

"کیا شیخ صاحب ان ہیروں کی خاطر شیبا کو وہاں مصروف رکھنا چاہتے ہیں؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "بات صرف اتنی سی نہیں ہے۔ اس کیس کے کئی پہلو ہیں۔ ایک تو شیبا یہاں سے نکل کر نگر نگر کی سیر کرے گی۔ بھانت بھانت کے لوگوں سے ملے گی۔ طرح طرح کے تجربے حاصل کرے گی۔ یہ اب تک ایک محفوظ پناہ گاہ میں رہ کر خیالی خوانی کے ذریعے دشمنوں کا سامنا کرتی آئی ہے۔ اب صحیح معنوں میں دشمنوں سے آمنا سامنا ہو گا۔"

سونیا نے چونک کر پوچھا: "ارے وہ ہماری آمنہ کہاں ہے؟"

"وہ بھی سفر کی تیاری کر رہی ہے۔"

"کیا اُسے بھی کسی مہم پر روانہ کیا جا رہا ہے؟"

"شیبا کے ساتھ جا رہی ہے۔ وہ ایک بے مثال فائٹر ہے۔ اس سفر میں شیبا کی بہترین ساتھی ہو گی۔"

میں سمجھ گیا، جناب شیخ صاحب نے کباب میں ہڈی لگی تھی تاکہ وہ میری اور شیبا کی تنہائی میں چُبھتی رہے۔ میں نے شیخ صاحب کے پاس پہنچ کر پوچھا: "کیا آپ آمنہ کو شیبا کے ساتھ بھیج رہے ہیں؟"

"کیا تمھیں کوئی اعتراض ہے؟"

"جی ہاں۔ آمنہ کو ادارے میں رہ کر یوگا کی مشقیں کرنا چاہئیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے اُسے پریشان کریں گے۔ اس کے دماغ کو نقصان پہنچائیں گے۔ ہمارے لیے مشکلات پیدا کریں گے۔"

انھوں نے کہا: "تم آمنہ کے دماغ میں جا کر اس کی نیریت معلوم کرو اور مجھے آ کر بتاؤ۔"

میں نے ان کی ہدایت کے مطابق خیالی خوانی کی پرواز کی۔ آمنہ کے پاس پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس چھوڑتے ہوئے پوچھا: "کون ہو تم؟"

"میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

"اگر فرہاد ہو تو میں تمھاری عزت کرتی ہوں لیکن میرے پاس تمھیں پہچاننے کی کوئی کسوٹی نہیں ہے۔ تم وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہو سکتے ہو۔ پلیز، چلے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں نے واپس آ کر شیخ صاحب سے کہا: "کمال ہے۔ یہ تو دو روز پہلے یوگا کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔"

"تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ ہمارے ادارے میں بھی تنویمی عمل کرنے والے ہیں۔ ان میں سے ایک نے آمنہ کے دماغ کو اسی طرح حساس بنایا ہے جس طرح تم نے سونیا اور پومی کے دماغ کو بنایا ہے۔"

میں چپ رہا۔ انھوں نے پوچھا: "اور کوئی اعتراض؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "آپ اتنے بڑے ادارے کے سربراہ یونہی تو نہیں بن گئے ہیں۔ آپ کے معاملات میں اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔"

میں اپنے سفر کی تیاریاں کر رہا تھا۔ سب سے پہلے میں نے مائیکل گارسن کا پلاسٹک سرجری والا میک اَپ ختم کرا دیا۔ اپنے اصلی رُوپ میں آ گیا۔ نیویارک کا باس بدل چکا تھا۔ اب نیا باس یوگا کا ماہر تھا۔ اس نے بڑی راز داری سے میرا پاسپورٹ بنوایا۔ میں نے اپنے چہرے پر ہلکی سی تبدیلیاں کیں۔ میں یہ عارضی میک اَپ کسی وقت بھی ختم کر سکتا تھا۔ مجھے اطمینان تھا کہ اس میک اَپ میں دشمن مجھے پہچان نہیں سکیں گے۔

اس عارضی میک اَپ کی ایک خاص وجہ تھی۔ کوئی چار گھنٹے پہلے شیبا میرے پاس آئی تھی تو اس نے فرمائش کی تھی کہ وہ مجھے اصلی رُوپ میں دیکھنا چاہتی ہے۔ میں نے جواباً کہا: "میں بھی تمھیں اصلی رُوپ میں دیکھوں گا۔"

"میں کسی بھی میک اَپ میں چھپی نہیں رہوں گی۔" شیخ صاحب یقین سے کہتے ہیں کہ مجھے شیبا کی حیثیت سے کوئی نہیں پہچان سکے گا۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مجھے کبھی نہیں دیکھا ہے۔"

"کیا اسرائیلی انٹیلی جنس والے ہندوستان میں نہیں ہوں گے؟"

"ضرور ہوں گے لیکن مجھے شاید ہی کوئی چہرے سے پہچانتا ہو۔ میں جب تک ہاسٹل میں رہی گمنام رہی۔ پھر ربی اسفندیار کے ساتھ

اُن کی رہائش گاہ میں رہنے لگی۔ وہاں سخت پہرہ رہتا تھا۔ گنتی کے چند افسران اُن سے ملنے آتے تھے۔ وہی مجھے صورت شکل سے پہچانتے ہیں۔ مختصر یہ کہ مجھے پہچاننے والوں کی تعداد برائے نام ہے، پھر ڈی شیبا کے قتل ہونے کے بعد یہ پیچیدگی باقی ہے کہ وہ اصلی تھی یا نقلی؟ اکثریت اُسے اصلی شیبا سمجھ رہی ہے اور اب ربی اسفندیار بھی اُسے اصلی تسلیم کرلے گا۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تم نے ربی کو اس بات کے لیے مجبور کیا ہے؟"

"ہاں۔ تم اُسے سزا دے کر چلے گئے۔ اس کے بعد میں نے دھمکی دی، اگر وہ قتل ہونے والی کو اصلی شیبا تسلیم نہیں کرے گا تو اس کی زبان کاٹ دی جائے گی۔"

"کیا وہ دھمکی میں آجائے گا جبکہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے حمایتی ہیں؟"

"میں ربی کے پاس اس وقت گئی جب اُسے اسپتال پہنچایا گیا تھا۔ اس کی ناک کی مرہم پٹی ہوچکی تھی اور وہ دواؤں کے زیر اثر سو رہا تھا۔ میں نے سوچا، اپنے مطلب کی بات اس کے ذہن میں نقش کردینا چاہیے لیکن مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کسی کی آواز سُنائی دی۔ وہ ربی کی آواز اور اس کے لب و لہجے میں بول رہا تھا: "ہمیں افسوس ہے، تمھاری ناک کٹ گئی۔ ہم ایسے وقت موجود ہوتے تو تمھارے ساتھ یہ سانحہ پیش نہ آتا۔ ابھی تم نیند میں ہو، خواب کی اسکرین پر ہمیں دیکھ رہے ہو۔ ہماری باتیں سُن رہے ہو مگر جواب نہیں دے سکتے۔"

ایک گہری نیند سونے والا اور خواب دیکھنے والا نہ کسی کو اپنی مرضی سے خواب میں دیکھ سکتا ہے اور نہ خواب میں بولنے والے کا جواب اپنی مرضی سے دے سکتا ہے، اس لیے ربی چپ چاپ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا: "میں آخری بار تم سے گفت گو کررہا ہوں اور تمھیں مسٹر اسفندیار کہہ رہا ہوں کیونکہ اب تم ربی نہیں رہے۔ تمھاری قوم کے لوگ تمھیں ربی تسلیم نہیں کریں گے۔ حکومت اور فوج کے اہم شعبوں میں تمھارا پہلے جیسا عمل دخل نہیں رہے گا۔ اس لیے تم ہمارے کام کے آدمی نہیں رہے۔ تم ہمارے لیے بڑی اہم خدمات انجام دیتے رہے تھے۔ تم نے اعلیٰ حکام سے ہمارا تعارف کرایا اور ان کے دلوں میں ہماری طرف سے اعتماد پیدا کیا، اس لیے ہم افسوس کرنے چلے آئے۔ جب گھوڑا بیمار ہوجائے، کسی کام کا نہ رہے تو اُسے گولی ماردی جاتی ہے۔ تم ہمارے کسی کام کے نہیں رہے لیکن پچھلی خدمات کو دیکھتے ہوئے ہم تمھیں زندہ چھوڑ کر جارہے ہیں، ہمارا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھنا۔"

وہ چلے گئے۔ اس کے دماغ میں سناٹا چھا گیا۔ میں تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی پھر خواب کی اسکرین میں خود کو پیش کیا، وہ مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا: "مجھے پہچانتے ہو۔ میں وہی ہوں جسے تمھاری سازشوں نے قتل کرادیا۔ بے وقوف بوڑھے! اب تجھے دُنیا والوں کے سامنے یہ کہنا ہوگا کہ اصلی شیبا قتل کی گئی ہے۔ قتل کس نے کیا، یہ بتانا چاہو تو بتا دینا لیکن تمھیں اس قتل ہونے والی کو اصلی شیبا تسلیم کرنا ہی ہوگا۔ نہیں کروگے تو تمھاری زبان بھی کاٹ دی جائے گی۔" اسے دھمکی دینے کے بعد میں نے سوچا، جب وہ بیدار ہوگا تو اس کے دماغ میں جاؤں گی اور دیکھوں گی، خوابیدہ دماغ میں دھمکی دینے کا کچھ اثر ہوتا ہے یا نہیں، لیکن اب تک وہاں نہ جاسکی۔ تھوڑی دیر بعد جاؤں گی۔"

"تم چلو۔ میں وہاں پہنچ رہا ہوں۔"

ہم دونوں ہی سفر کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ مائیکل گارسن والا امیک اُپ اتر چکا تھا۔ دوسرے عارضی میک اَپ میں تصویریں اُتر چکی تھیں۔ پاسپورٹ تیار ہوچکا تھا۔ میں نے ربی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ اسپتال کے بستر پر آرام سے لیٹا تھا۔ ناک پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ کتنے ہی بڑے بڑے افسران اس کی عیادت کے لیے آئے تھے۔ وہ اُن کے سامنے کہہ رہا تھا: "میں آپ لوگوں کے سامنے اعتراف کرتا ہوں کہ جو قتل کی گئی ہے، وہی ہماری اصل شیبا تھی۔"

تمام افسران نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر ایک نے پوچھا: "آپ اب تک انکار کیوں کرتے رہے، کیوں اُسے آسمانوں میں مبتلا کرنے کے لیے ایک گونگے آفیسر کو اس کے سامنے پیش کیا تھا؟"

"میں ٹیلی پیتھی جاننے والے تینوں مکاروں کے فریب میں آگیا تھا۔ وہ نہ میرے دوست ہیں اور نہ اس ملک و قوم کے خیر خواہ ہوسکتے ہیں، اُن سے دوستی نہ کی جائے تو بہتر ہے۔"

ایک اور افسر نے کہا: "واہ مسٹر اسفندیار! ان سے دوستی کرانے کے بعد کہتے ہو اُن سے دشمنی کریں تاکہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں نقصان پہنچاتے رہیں۔"

دوسرے افسر نے پوچھا: "تم کس بنا پر کہتے ہو کہ وہ دوست بن کر نہیں رہیں گے؟"

ربی کی آواز کٹی ہوئی ناک سے نکل رہی تھی۔ جس طرح نکٹے بولتے ہیں اسی طرح وہ بول رہا تھا: "شیبا یہودی تھی۔ ہمارے ملک سے تعلق رکھتی تھی، ہماری قوم کی بیٹی تھی اور اس کی ٹیلی پیتھی آج نہیں تو کل ہمارے کام آتی لیکن ان تینوں نے اسے ختم کردیا۔ ہماری اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو ہمیشہ کے لیے مٹا دیا تاکہ ہم ان تینوں پر انحصار کرتے رہیں۔"

کئی افسران کے سر جھک گئے۔ ایک نے کہا: "اوہ گاڈ! ہم شیبا کی موت سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ ان تینوں نے ہمارے دوست دھوکا دیا، ایسی گہری چال چلی۔ ہم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ مسٹر اسفندیار یہ سب تمھارا کیا دھرا ہے۔ تمھاری وجہ سے ہم نے اپنی شیبا پر اعتماد نہیں کیا۔ اُسے ہمیشہ کے لیے کھو دیا۔"

دوسرے افسر نے پہلے افسر سے کہا: "وہ کب ہماری تھی جسے کھو دینے کا دُکھ ہورہا ہے۔ وہ تو شروع سے ہی فریاد کے جال میں پھنس گئی تھی۔"

"شیبا کو اس ملک سے بھاگ جانے پر اسی اسفندیار نے مجبور کیا تھا۔ اگر یہ ہمیں پہلے بتا دیتا کہ شیبا کے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہیں تو ہم اُسے کبھی نہ جانے دیتے۔ کبھی وہ فریاد کے جال میں نہ پھنستی۔"

کئی افسران اس کی مخالفت میں بولنے لگے۔ شیبا سے نفرت کا اظہار کرنے لگے۔ کوئی کہہ رہا تھا: "اگر اُس میں ذرا بھی قومی غیرت ہوتی تو وہ فریاد سے دل نہ لگاتی۔"

دوسرے نے کہا: "اگر وہ سچی یہودی ہوتی تو بابا فرید واسطی کے دارے میں جاکر نہ رہتی۔"

ایک اور نے کہا: "اولاد گمراہ ہوجائے تو اس کا سارا الزام والدین کے سر تھوپنا مناسب نہیں ہے۔ بے شک مسٹر اسفندیار سے کچھ غلطیاں ہوئیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شیبا اپنی پوری قوم کی دشمن بن جاتی۔ اپنے ملک کے مفاد میں اُس نے آج تک ایک بھی اچھا کام نہیں کیا اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ زندہ ہوتی تب بھی ہماری بھلائی کے لیے کچھ نہ کرتی۔"

ایک اور افسر نے کہا: "بابا صاحب کے ادارے میں برین واشنگ بھی کی جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں شیبا کی برین واشنگ بھی کی گئی۔ اس کے دماغ میں یہودیوں کے خلاف نفرت بٹھائی گئی۔ پھر اسے یہاں بھیجا گیا۔ یہاں آنے کے بعد اتنے دنوں میں اس نے ہمارے لیے کیا کیا؟ صرف فریاد کی حمایت میں ہم سے لڑتی رہی۔ اچھا ہوا وہ مرگئی۔ زندہ رہتی تو فریاد کی طرح ہمارے لیے مصیبت بن جاتی۔"

کئی افسران نے بیک زبان کہا: "لعنت ہے اس مرنے والی پر، اُسے تو بہت پہلے ہی مرجانا چاہیے تھا۔"

شیبا وہاں موجود تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا: "سن رہی ہو؟"

"ہاں۔ مرنے کے بعد آدمی کو پتا نہیں چلتا، دُنیا والے اس کے متعلق کس قسم کی رائے قائم کررہے ہیں۔ مجھے مرنے سے پہلے ہی اپنے متعلق اپنے ہی لوگوں کی رائے معلوم ہورہی ہے۔"

"میں نے اس کی تسلی کے لیے کہا: "یہاں تمھاری حمایت میں بولنے والے بھی ہیں۔"

"ہاں۔ دیکھ رہی ہوں۔ پندرہ افسران ہیں، اُن میں سے صرف دو نے میری حمایت میں کچھ کہا ہے۔"

اس وقت ایک افسر کہہ رہا تھا: "بھئی یہ اسپتال ہے، عدالت نہیں ہے۔ مسٹر اسفندیار کا کیس خصوصی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔"

ایک افسر نے پوچھا: "ہمارے اُن تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

اس نے جواب دیا: "وہ ہمارے دوست ہیں اور دوست رہیں گے۔ شیبا کی زندگی میں ہی ان سے معاہدہ ہوچکا تھا کہ ایک طرف ہم شیبا کو بھرپور محبت دیں گے۔ اُسے اس کی قومیت، اس کے مذہب اور اس کے ملک کا واسطہ دے کر اپنے مفادات میں کام کرنے کے لیے کہیں گے۔ جب وہ فریاد کے دباؤ میں آکر وہ کام نہیں کرسکے گی اور ہمارے یہ تین دوست کرتے رہیں گے تو وہ خود شرمندگی محسوس کرے گی۔ فریاد سے بدظن ہوتی جائے گی اور اُسے یہ کبھی نہیں معلوم ہوگا کہ ہم نے پسِ پردہ اُن تینوں کو دوست بنا کر رکھا ہے اور ان کے ذریعے فریاد کی عیاریوں کو بے نقاب کردیا ہے۔"

میں نے کہا: "شیبا! سُن لو، انھوں نے اُن تینوں سے خفیہ معاہدہ پہلے ہی کر رکھا ہے۔ اسفندیار کی زبان سے تمھاری موت کا یقین ہونے کے بعد انھیں کسی کا ڈر نہیں رہا۔ اس لیے خفیہ معاہدے کا ذکر کررہے ہیں۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔ اگر میں ان کے سامنے اصل روپ میں آجاتی، ان کی ہر بات مانتی تب بھی مجھے اس خفیہ معاہدے کا علم نہ ہوتا۔ لعنت ہے ان لوگوں پر، میں جارہی ہوں۔"

"کیا موڈ آف ہوگیا ہے؟"

"ہاں۔ دُکھ پہنچا ہے۔ میں تھوڑی دیر تنہا رہنا چاہتی ہوں۔"

"جاؤ، مگر اپنے ذہن پر زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ میں پھر آؤں گا۔"

وہ رخصت ہوگئی۔ میں نے اُسے تنہا رہنے اور اپنے طور پر سوچنے سمجھنے کے لیے چھوڑ دیا۔

طیارہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر پرواز کررہا تھا۔ میں شمالی امریکا میں اچھا خاصا وقت گزارنے کے بعد ہندوستان جارہا تھا۔ طیارے کے اندر مسافر آرام سے سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے یا سیٹوں کو آرام دہ بنا کر نیم دراز ہوگئے تھے۔ ماں جی آنند کے ساتھ اگلی قطار میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں ایک درمیانی قطار

میں تھا۔ اپنی جگہ سے اُٹھ کر چلتے پھرتے انھیں دیکھ سکتا تھا۔ اُن کی نگرانی کر سکتا تھا۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائیوں میں آرمرڈوڈ برائے نام کسی معاملے میں مداخلت کرتا تھا، ورنہ اس کے دونوں بھائی شارپر اور ہارپر ہی زیادہ سرگرم عمل رہتے تھے۔ مجھے یقین تھا میرے اس سفر کا اُن دونوں کو علم نہیں ہے۔ میں نے حتی الامکان کوشش کی تھی کسی کو خبر نہ ہو۔ نیویارک کے نئے باس نے اس بات کو راز رکھنے میں میری مدد کی تھی۔ موجودہ میک اَپ کے مطابق میرا نام جعفر نوبل مین تھا۔ یعنی میں ایک امریکی نومسلم تھا۔ پہلے عیسائی ہونے کے ناتے میرا نام جیفری نوبل مین تھا مسلمان ہونے کے بعد جعفر کہلانے لگا تھا۔

میں اپنی طرف سے مطمئن تھا ماں جی اور آئندہ کا تعاقب یقیناً ہو رہا ہوگا۔ طیارے میں ان کی نگرانی کرنے والے دشمن ضرور موجود ہوں گے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ہیرا سوامی کے متعلق معلوم کرنا چاہا تو کچھ زیادہ تعجب نہ ہوا۔ وہ بھی اسی طیارے میں موجود تھا۔ ابھی تک میری نظر اس پر نہیں پڑی تھی۔ اگر وہ مجھے دیکھ لیتا تو کبھی پہچان نہ سکتا۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر لوٹائلٹ کی طرف جانے لگا۔ میرے پیچھے ایک اور مسافر آرہا تھا۔ وہاں جتنے لوٹائلٹ کے دروازے تھے سب اندر سے مقفل تھے۔ اس شخص نے میرے پاس آکر کہا: "اے مسٹر! دروازہ کھلے گا تو پہلے میں اندر جاؤں گا۔"

میں نے اُسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اس کے لہجے میں غرور اور بدمعاشی چھپی ہوئی تھی۔ میں نے کہا: "اچھی بات ہے جناب! آپ ہی چلے جائیے۔"

اس شخص کے چہرے پر دو جگہ زخم تھے اور ان پر کراس پٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ وہ میرے قد و قامت کا آدمی تھا۔ گردن کے پاس کچھ ایسے ابھرے ہوئے نشان تھے جیسے وہ حصہ کسی حادثے میں جل گیا ہو۔ اس نے دُور ایک سیٹ پر بیٹھی ہوئی عورت کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اُٹھ کر آنے لگی۔ اس شخص نے لوٹائلٹ کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا: "کم آن، پتا نہیں یہ لوگ کیسے ہوتے ہیں۔ لوٹائلٹ میں جاکر سو جاتے ہیں؟"

وہ عورت آہستہ آہستہ ہماری طرف آرہی تھی۔ ایسا لگتا تھا وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو۔ جب وہ قریب آگئی تو میں نے اس شخص سے پوچھا: "پہلے آپ جائیں گے یا یہ؟"

"اس نے غرا کر کہا: "یو شٹ اَپ۔"

اسی وقت لوٹائلٹ کا دروازہ کھل گیا۔ ایک شخص باہر نکلا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "اگر میں پہلے چلا جاؤں تو؟"

اس شخص نے غرا کر دیکھا۔ عورت نے التجائی: "پلیز، مجھے جانے دیجیے۔"

میں پیچھے ہٹ گیا۔ وہ فوراً ہی اندر گئی اور دروازے کو بند کر لیا۔ وہ دونوں کچھ گڑبڑ کر رہے ہیں۔ اس کا مجھے اندازہ ہوا میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا مگر غیر ضروری طور پر ہیجان کا مظاہرہ کرنا مناسب نہیں تھا۔ یہ دشمنوں میں سے ہو سکتا تھا اور میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ اُسے چھیڑنے کے لیے کہا: "جب یہ باہر آئے گی تو میں جاؤں گا؟"

"ہرگز نہیں۔ میں زیادہ ضرورت محسوس کر رہا ہوں، میں جاؤں گا۔"

اسی وقت دوسرے لوٹائلٹ کا دروازہ کھلا۔ ایک دوسرا شخص باہر آیا۔ میں نے مسکرا کر کہا: "تم زیادہ ضرورت مند ہو۔ لہٰذا ادھر جاؤ۔"

وہ ذرا ہچکچایا پھر بولا: "میں برداشت کر سکتا ہوں۔ میں نے خواہ مخواہ تمھیں روک لیا۔ پلیز، تم چلے جاؤ۔"

"اب تو میں اسی لوٹائلٹ میں جاؤں گا۔ بس میں وہ عورت گئی ہے۔"

وہ میرے اور دروازے کے درمیان تن کر کھڑا ہو گیا: "وہ میری بیوی ہے۔ تم اس کے پیچھے کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"اس نے مجھے اشارہ کیا تھا۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔"

"جھوٹ تم بول رہے ہو۔ وہ تمھاری بیوی نہیں ہے، اگر ہوتی تو مجھے آنکھ مار کر نہ جاتی۔"

وہ غصے سے تلملانے لگا۔ دونوں مٹھیاں بھینچ لیں جیسے میرے مُنہ پر گھونسا رسید کر دے گا۔ میں نے گھبرا کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا: "بھائی صاحب، غصہ کیوں کرتے ہو۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں دوسرے لوٹائلٹ کے دروازے پر پہنچا۔ اندر گیا۔ پھر کہا: "وہ آنکھ مارنے والی برابر والے لوٹائلٹ میں ہے۔ میں دروازہ بند کر کے اس سے باتیں کروں گا۔"

وہ میری طرف بڑھا۔ میں نے فوراً دروازے کو بند کر کے اندر سے لاک کر دیا۔ میرا اندازہ درست ثابت ہو رہا تھا میں یقین سے کہہ سکتا تھا بازو والے لوٹائلٹ میں وہ عورت کیا کر رہی ہے؟ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی، مگر عورت تھی۔ خواہ کوئی سا بھی جُرم کر رہی ہو اس کے پاس جانا خلافِ تہذیب تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ وہ باہر نکلی ہوگی اور وہ اندر آرہا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔ تب ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دروازہ بند کرتے ہی سنیٹری باکس کی طرف گیا۔ اُسے کھول کر دیکھا تو اندر ایک پلاسٹک کی تھیلی پھٹی ہوئی تھی۔ وہ تھیلی کسی شیشے کی نلکی کی طرح پتلی سی تھی۔ اس کا قطر بمشکل ایک انچ ہوگا مگر لمبائی ایک فٹ تھی۔ اس پھٹی ہوئی تھیلی کے پاس ایک چھوٹا سا تہ کیا ہوا کاغذ پڑا تھا۔ اُس نے کاغذ کو اٹھا کر کھولا پھر پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا۔

"سب ٹھیک ہے۔ پلاسٹک کی تھیلی پھٹ گئی تھی۔ میں اُٹھ کر کھڑی ہوئی تو ایک دانہ نکل کر نیچے گر پڑا۔ اچھا ہوا کسی کی نظر نہیں پڑی۔ میں نے اُسے اٹھا لیا ہے۔ فکر نہ کرو۔ پورے دانے موجود ہیں۔ میں نے تھیلی بدل لی ہے۔ میں اس معاملے میں محتاط ہوں۔ تمھارا مال اسی طرح محفوظ رہے گا جس طرح سانپ اپنے بِل میں محفوظ رہتا ہے۔"

اس نے خط اور پلاسٹک کی تھیلی کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انھیں کموڈ میں ڈال کر فلش کر دیا۔ وہ کچھ میرے لیے جا رہا تھا۔ ہندوستانی کرنسی کے حساب سے وہ میرے تقریباً پانچ لاکھ روپے مالیت کے تھے۔ اُسے دولت سے زیادہ نشے کی طلب ہوتی تھی۔ دولت کے لیے وہ کہتا تھا جب چاہوں حاصل کر سکتا ہوں، مگر جب چاہتا تھا پُرس نہیں ملتی تھی۔ اگر ملتی بھی تو بہت مہنگے داموں۔

اس کے ساتھ نشہ کرنے والوں نے کہا: "چلو ایک بار زبردست ڈاکا ڈالیں گے، جو مال ہاتھ آئے گا اُسے لے کر ہندوستان جائیں گے۔ نیپال میں پُرس بہت سستی ہے — فارایسٹ کی سیر کریں گے۔ جب دل بھر جائے گا تو باقی رقم سے پُرس خرید کر لے آئیں گے۔"

اُنھوں نے ڈاکا ڈالا اور وہ میرے ہاتھ آگئے۔ ان کی مالیت کا اندازہ لگایا گیا۔ وہ پانچ لاکھ روپوں میں کم از کم پانچ مہینے فارایسٹ میں گزار سکتے تھے اور ہزاروں روپے کی پُرس لا سکتے تھے۔ اس نے سوچا: یہ دو ساتھی خواہ مخواہ گلے پڑ گئے۔ اگر میں تنہا ہوں تو پانچ لاکھ روپے کی پُرس پیتے پیتے آدھی زندگی گزار دوں گا، ہو سکتا ہے میری زندگی آدھی سے بھی آدھی رہ گئی ہو، نشہ کبھی آدھا نہیں رہتا۔ یہ اپنی مقدار میں بڑھتا جاتا ہے۔ بڑھتا جاتا ہے اور جتنا بڑھتا جاتا ہے زندگی اتنی ہی گھٹتی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ پانچ لاکھ صرف میرے ہیں۔

اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کو باری باری دھوکے سے مار ڈالا۔ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ اب کوئی حصہ طلب کرنے والا نہیں تھا۔ صرف وہی ایک عورت رہ گئی تھی۔ وہ نشہ کرنے والوں کی سوسائٹی میں گنگو بائی کہلاتی تھی۔ ہندوستان سے لے کر امریکا تک مشہور تھی۔ مال چھپا کر لے جانے میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ صرف ایک بار ہندوستان میں پکڑی گئی تھی مگر گواہی کی رشوت دے کر جلد ہی چھوٹ گئی تھی۔

اس شخص نے مجبور ہو کر گنگو بائی کو اپنا رازدار بنایا۔ اس سے طے ہوا کہ وہ یہاں سے پیرس لے جائے گی۔ ایک ماہ بعد وہاں سے چرس لائے گی۔ آنے جانے، رہنے سہنے کا خرچ یہ برداشت کرے گا اور اُسے پچاس ہزار روپے دے گا۔

وہ لوٹائلٹ کے اندر چرس بھرے سگریٹ کا دم لگا رہا تھا اور میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس کا نام آرتھر تھا۔ اس نے دو چار گہرے کش لگانے کے بعد سگریٹ کو بجھایا۔ اس کا باقی حصہ واپس پیکٹ کے اندر چھپا لیا۔ ویسٹی لیٹر کا بٹن آن کیا، دونوں ہاتھ اٹھا کر اِدھر سے اُدھر ہلانے لگا۔ دھوئیں کو باہر بھگانے لگا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا اور اس کے بعد کوئی دوسرا لوٹائلٹ کے اندر آتا تو اُسے چرس کی بدبو ضرور محسوس ہوتی۔ اس نے سفر کے دوران گنگو بائی کو اپنے سے الگ رکھا تھا۔ اگر مقدر کی خرابی سے وہ پکڑی جاتی تو یہ قانون کی گرفت سے محفوظ رہتا۔ میں لوٹائلٹ سے نکل کر اپنی سیٹ پر آگیا۔ آرتھر ابھی تک وہیں تھا۔ اب آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر زخموں کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ یہ زخم اپنے دوستوں سے لڑنے کے دوران آئے تھے۔ اس نے ٹٹی جان لیوا جنگ لڑنے کے بعد اپنے دونوں ساتھیوں کو ہلاک کیا تھا۔

سفر بڑا آرام دہ تھا۔ ابھی ہمارے نصیب میں تھوڑا سا سکون تھا۔ جب میں خیال خوانی کرتا ہوں تو کسی نہ کسی نئی الجھن میں گرفتار ہو جاتا ہوں۔ فی الحال خیال خوانی کی خاص ضرورت نہیں تھی۔ سونیا، سوشنتی، اعلیٰ بی بی اور لوپومی بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ تھیں۔ اُن کی طرف سے کوئی فکر نہیں ہو سکتی تھی۔ شیبا مجھ سے پہلے بمبئی پہنچ گئی تھی۔ خدانخواستہ وہ کسی مصیبت میں ہوتی تو مجھ سے رابطہ قائم کرتی۔

مختصر یہ کہ اپنوں کی طرف سے کوئی فکر نہیں تھی، البتہ دشمن جتنے محاذوں سے چالیں چل رہے تھے، ان کے مطابق تازہ ترین معلومات رکھنا لازمی تھا مگر دشمنوں کی خبر رکھتے زندگی گزر رہی تھی۔ جتنا ان کے متعلق تازہ ترین معلومات حاصل کرو مزید اُلجھنیں بڑھتی جاتی تھیں۔ معمولیات میں اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا بمبئی پہنچنے تک خیال خوانی نہیں کروں گا۔ اس کے بعد میں بڑی دیر تک اپنے فیصلے پر عمل کرتا رہا۔

ہم کسی سے نہ ملنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں مگر جس سے نہ ملنے کا فیصلہ کرتے ہیں، وہ خود چلا آتا ہے۔ میں خیال خوانی سے پرہیز کر رہا تھا مگر پرانی سوچ کی لہریں دماغ میں چلی آئیں۔ میں

نے فوراً سانس روک لی۔ چھراخربوزے پر گرے یا خربوزہ چھرے پر۔ بات ایک ہی ہے۔ مجھے خیال خوانی کرنا پڑی۔ میں نے شیبا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پوچھا: "کون ہے؟"

"میں فرہاد بول رہا ہوں۔ کیا تم میرے پاس آئی تھیں؟"

"نہیں تو۔"

"میں یہی پوچھنا چاہتا تھا۔ آرام کرو۔ میں بھی خیال خوانی سے پرہیز کر رہا ہوں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اسی لمحے میں نے پھر اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی۔ یقیناً وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں آکر معلوم کرنا چاہتے ہوں گے کہ میں کہاں ہوں۔ اگر انھیں دماغ میں جگہ دے دوں تو فوراً پتا چل جائے گا کہ طیارے میں ہوں۔ ماں جی اور آنند کے ساتھ سفر کر رہا ہوں اور میری منزل ہندوستان ہے۔

میں چند سیکنڈ تک سانس روکنے کے بعد پھر سانس لینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ میں نے پھر سانس روک لی۔ شارپر اور ہارپر مجھے تلاش کر رہے ہوں گے۔ اُدھر انھوں نے ریڈ پادر کے پاس پہنچ کر میرے متعلق معلوم کرنا چاہا ہوگا۔ انھیں یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی ہوگی کہ ریڈ پادر کا باس بدل چکا ہے۔ پھر وہ سونیا اور لوپی کے دماغوں میں پہنچنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بھی مایوس ہو رہے ہوں گے۔

تھوڑی دیر بعد مجھے اپنے دماغ میں ایک نسوانی ہنسی سُنائی دی۔ میں حیران ہوا مگر سانس روک لی۔ میرے دماغ میں آنے والی مُرلیں ہنسی شیبا کی ہو سکتی تھی یا رسونتی کی لیکن رسونتی فی الحال خیال خوانی کے قابل نہیں تھی۔ شیبا سے طے ہو گیا تھا کہ ہم خیال خوانی نہیں کریں گے لہٰذا میرے پاس آکر ہنسنے والی صرف ایک جوجو رہ گئی تھی۔

میں چپ چاپ جوجو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ فرش پر پاؤں پٹخ پٹخ کر کہہ رہی تھی: "فرہاد اچھا نہیں ہے۔ بہت خراب ہے۔ مجھے اپنے پاس آنے نہیں دیتا۔ میں کیا کروں؟"

اسی کے لہجے میں اس کی سوچ سُنائی دی: "پیاری بہن! ایک بار اور کوشش کرو۔ وہاں پہنچتے ہی یہ معلوم کرو کہ وہ کس جگہ ہے؟"

میں نے کہا: "پیاری بہن کے نامعقول بھائیو! تم لوگوں سے کہہ چکا ہوں، اس معصوم کے درمیان نہ لاؤ مگر مجھے تلاش کرنے کا تم لوگوں کے پاس یہی ایک ذریعہ رہ گیا ہے۔ میں آخری وارننگ دے رہا ہوں، اگر کسی نے میرے دماغ میں آنے کی کوشش کی تو میں جوجو کو دماغی جھٹکے پہنچاؤں گا۔"

اس کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ یہ کم بخت مانے والے نہیں تھے۔ صرف دھمکی دینے سے بات نہیں بن سکتی تھی۔ جوجو کو ہلکی پھلکی سزا دینا لازمی ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ہی ان بھائیوں کو زرِ عقل آ سکتی تھی۔

میں نے شیبا کو مخاطب کیا: "آجاؤ۔"

میرے ایک لفظ "آجاؤ" کے ساتھ ہی اس نے سانس روک لی تھی۔ پھر مجھے اُس کی سوچ سُنائی دی۔ میں نے کہا: "ابھی میں نے ہی تمھیں بلایا ہے؟"

کیا بات ہے؟"

"میں نے اُسے بتایا کہ کس طرح شارپر اور ہارپر جوجو کے ذریعے مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ شیبا نے کہا: "وہ بہن کو دل و جان سے چاہتے ہیں۔ اس کے باوجود سنگین معاملات میں گھسیٹ لیے ہیں۔ شاید انھیں یقین تھا کہ ہم جوجو کی معصومیت کے آگے ہتھیار ڈال دیں گے، جوابی کارروائی میں اُسے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"دشمنوں کے سامنے ہمارا ریکارڈ ہے اور وہ درست سمجھ رہے ہیں، ہم نے کبھی کسی معصوم اور بے ضرر شخص کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اب جوابی کارروائی ضروری ہے۔"

"کیا اس معصوم لڑکی کو تکلیف پہنچاؤ گے؟"

"اسے تکلیف پہنچائے بغیر ان بھائیوں کو اچھا سبق سکھایا جا سکتا ہے۔"

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ ابھی تدبیر سوچ رہا ہوں، وہ جوجو کے ذریعے تمھیں بھی تلاش کرنا چاہیں گے۔ ایک فریق دوسرے فریق کی پوزیشن معلوم کرنا چاہتا ہے، ہم دونوں کہاں ہیں، کیا کر رہے ہیں، انھیں اس بات کی بے چینی ہوگی۔"

"میرے دماغ میں کوئی بھی دستک دے، میں اسے آنے کی اجازت نہیں دوں گی۔ اتنا تو سمجھتی ہوں، وہ جوجو کے ذریعے میرے دماغ میں چند سیکنڈ کے لیے بھی رہیں گے تو پتا چل جائے گا میں کہاں ہوں۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا: "بمبئی میں رات کے دو بج رہے ہوں گے۔ تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟"

"نیند نہیں آ رہی۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے نیند کو بلانا کون سی بڑی بات ہے؟"

"میں نے اپنے دماغ کو ہدایات نہیں دیں۔ سوچ رہی تھی، خود ہی نیند آ جائے تو اچھا ہے مگر۔۔۔"

میں نے کہا: "مگر رنگین اور سنگین خیالات نیند اُڑا دیتے ہیں۔"

وہ چپ رہی۔ شاید شرما رہی ہوگی۔ میں نے پوچھا: "کیا میں آ جاؤں۔ تھپک تھپک کر سُلا دوں گا؟"

"اوں ہوں، میں سو جاؤں گی۔"

"ایسے تو کبھی نہیں سو سکو گی۔ اپنے دماغ کو ہدایات دو اور سو جاؤ۔ آرام کرنے کا جتنا موقع ملتا ہے، اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ پچھلے دنوں میں زیرِ زمین دنیا میں تھا۔ تم دن رات خیال خوانی میں مصروف رہیں۔ اب عملی میدان میں آئی ہو تو پھر وہی مصروفیات ہوں گی۔ لہٰذا آرام کے وقت آرام کرو۔"

ہم نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے سوچا تھا، خیال خوانی نہیں کروں گا مگر خیال تو پھر خیال ہوتا ہے۔ شروع ہوتا ہے تو آدمی کو خیالوں میں گم کر دیتا ہے۔ ایک بات جب چل پڑتی ہے تو چل پڑتی ہے۔ میں ہیراسوامی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں بھائی اس کے لب و لہجے میں بول رہے تھے: "تمھیں پھر ایک بار اٹھ کر دیکھنا چاہیے، ان مسافروں میں فرہاد ہو سکتا ہے۔"

"میں دو بار جہاز کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا چکا ہوں۔ ہر مسافر پر نظر ڈالی ہے۔ کسی پر فرہاد کا شبہ نہیں ہو رہا ہے۔"

ہیراسوامی! ہمارا دل نہیں مانتا، وہ شخص زبان کا دھنی ہے۔ جب تمھاری بیوی کو ماں کہتا ہے تو اس کی حفاظت کے لیے بنفسِ نفیس موجود رہ سکتا ہے۔"

"وہ دور رہ کر بھی نیلما اور آنند کے قریب رہ سکتا ہے۔ تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے یہ کون سی بڑی بات ہے۔"

"ہمارے اطمینان کے لیے ایک بار اور اٹھو۔ ہم تمھیں ایک اہم نشانی بتاتے ہیں۔ وہ آج کل زخمی ہے۔ اگر اسی طیارے میں سفر کر رہا ہے تو یقیناً تم ایک زخمی شخص کو دیکھ سکو گے خواہ وہ کسی روپ میں ہو۔"

ہیراسوامی نے چونک کر کہا: "ہاں، ہے ایک زخمی شخص اس طیارے میں ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے۔ چہرے پر زخم ہیں۔ شاید لباس کے اندر بھی زخمی ہو۔"

میں بے اختیار مسکرانے لگا۔ آرتھر کی شامت آ گئی تھی، اُس کے چہرے پر زخم کے نشان تھے، دو جگہ کراس پٹیاں لگی ہوئی تھیں اگرچہ میں بھی زخمی تھا لیکن وہ زخم لباس کے اندر تھے۔ بظاہر زخمی نظر نہیں آتا تھا۔

ہیراسوامی نے کہا: "مجھے یاد نہیں رہا تھا اور نہ میں اس پر کڑی نظر رکھتا۔"

"اب رکھو اور دیکھو تم کہیں دھوکا تو نہیں کھا رہے ہو۔"

"میں اسے دیکھتا رہوں گا۔"

میں آرتھر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کے اندر پھر نشے کی طلب پیدا کی۔ وہ بے چین سا ہو گیا۔ پلٹ کر پچھلے حصے کے ٹوائلٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اب مجھے اگلے حصے والے ٹوائلٹ میں جانا چاہیے۔ بار بار ایک ہی جگہ نشہ کرنے جاؤں گا تو کسی کو شبہ ہو گا۔"

میں ماں جی کے پاس آیا۔ عجیب اتفاق تھا۔ وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹوائلٹ کی طرف جانا چاہتی تھیں۔ اگر وہ نہ جاتیں تب بھی میں کسی بہانے لے جاتا۔ بہرحال جب وہ وہاں پہنچیں تو ٹھیک اسی وقت آرتھر بھی پہنچ گیا۔ ماں جی نے اس سے کہا: "پہلے تم چلے جاؤ۔"

آرتھر نے مسکرا کر کہا: "آپ بزرگ ہیں۔ پہلے آپ جائیے۔"

وہ جانا چاہتی تھیں، میں نے مزید گفتگو کے لیے روک دیا۔ وہ کہنے لگیں: "تم بہت اچھے ہو۔ کہاں جا رہے ہو؟"

"اس طیارے میں بمبئی تک سفر ہے۔ پھر نیپال جاؤں گا۔"

میں انھیں چھوڑ کر ہیراسوامی کے دماغ میں آیا۔ وہ سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ان سے بہت دور تھا۔ وہ گفتگو کر رہے تھے۔ یہ سن نہیں سکتا تھا مگر میں جو سمجھانا چاہتا تھا، وہی سمجھ رہا تھا یعنی وہ زخمی فرہاد ہے اور ٹوائلٹ جانے کے بہانے ماں جی سے کچھ اہم باتیں کر رہا ہے۔ اس نے فوراً ہی سوچ کے ذریعے کہا: "کیا تم لوگ میرے پاس موجود ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ بے چینی سے اپنی سیٹ پر پہلو بدلنے لگا۔ وہ موجود ہوتے تو ماں جی کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر سکتے تھے کہ وہ اُس زخمی سے کیا باتیں کر رہی ہیں اور وہ زخمی کیا فرہاد ہے؟

ماں جی اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئیں۔ آرتھر ٹوائلٹ میں چلا گیا تھا۔ ابھی کچھ وقت وہاں گزارنے والا تھا۔ چرس کا ادھ جلا سگریٹ پوری طرح پھونک کر آنے والا تھا۔ میں نے ماں جی کو مخاطب کیا۔ وہ خوش ہو کر بولیں: "بیٹے! تم کہاں ہو؟"

"میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا، ہمیشہ آپ کے پاس رہوں گا۔ لہٰذا آپ کے پاس ہوں۔"

وہ مزید خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولیں: "کیا تم ہمارے ساتھ طیارے میں سفر کر رہے ہو؟"

"آپ یہ سوال نہ کریں۔ میں دشمنوں سے چھپا ہوا ہوں۔ اچانک کسی موقع پر ظاہر ہو جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے بیٹے، تمہیں اسی طرح محتاط رہنا چاہیے۔ میں تمہارے لیے دعا کرتی رہتی ہوں۔"

"اس کے سوا مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ خدا سب کی سنتا ہے مگر ماں کی دعا پہلے سنتا ہے۔"

"تمہارے زخم کیسے ہیں؟"

"یہ بھر رہے ہیں مگر جہاں کا زخم ویسا ہی ہے۔ اگرچہ میں پلاسٹک سرجری کے ذریعے روپ بدل چکا ہوں لیکن دشمن ان زخموں کی وجہ سے تاڑ سکتے ہیں۔"

وہ چونک کر بولیں۔ "ارے بیٹا، کیا تم وہی ہو جو ابھی ٹوائلٹ کے پاس ملے تھے؟"

"ماں جی، آپ نے تو فوراً ہی تاڑ لیا۔ پھر بھلا دشمن کب پیچھے رہیں گے۔"

"میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔ اپنے دماغ میں یہ خیال ہی نہیں لاؤں گی کہ ٹوائلٹ کے پاس جس زخمی سے مل چکی ہوں وہ میرا بیٹا ہے۔"

"آپ آرام کریں، میں جا رہا ہوں۔"

میں آرتھر کے پاس آگیا۔ وہ اپنی طب پوری کر چکا تھا۔ اسی طرح وینٹی لیٹر کا ٹیوب آن کرنے کے بعد دھوئیں کو باہر نکال رہا تھا۔ پھر وہ باہر آگیا۔ جب سیٹوں کی درمیانی راہداری سے گزرنے لگا تو میں نے اس قطار کے قریب پہنچنے سے پہلے چال سست کر دی۔ وہاں ہیرا سوامی بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ میں نے آرتھر کو کن انکھیوں سے ادھر دیکھنے پر مجبور کیا۔ جب ہیرا سوامی سے نظریں ملیں تو آرتھر نے فوراً ہی نظریں چرالیں۔ تیز قدم بڑھاتا ہوا اپنی سیٹ پر چلا گیا۔ اب تو ہیرا سوامی کو پورا یقین ہو گیا کہ وہ میں ہی ہوں۔ جب اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست اس کے پاس آتے تو وہ ضرور بتاتا کہ ماں جی اور آرتھر ٹوائلٹ کے پاس کچھ باتیں کر رہے تھے۔ پھر وہ یقیناً ماں جی کے دماغ میں پہنچتے۔ چپ چاپ ان کے خیالات پڑھتے۔ وہ میرے بارے میں سوچنا نہ چاہتیں۔ یہ خیال دماغ سے نکالنا چاہتیں کہ جو زخمی ان سے ٹوائلٹ کے پاس ملا تھا وہ فرہاد ہے لیکن کچھ نہ سوچنے کی جدوجہد کے دوران بار بار وہ خیالات پڑھ لیتے اور سمجھ لیتے کہ فرہاد اس طیارے میں آرتھر بن کر سفر کر رہا ہے۔

مجھے یقین تھا وہ آرتھر کو خیال خوانی کے ذریعے نہیں بتائیں گے۔ اگر چھیڑیں گے تو میری ہی سوچ کا لب و لہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں جانا چاہیں گے مگر میرے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔ کیوں کہ آرتھر کا لب و لہجہ وہ نہیں جانتے ہیں۔ اگر انھوں نے ہیرا سوامی کے ذریعے اس لہجے کو سن بھی لیا تو اس وقت میں محتاط ہوں گا۔ جیسے ہی اندازہ ہو گا کہ وہ آرتھر کے دماغ میں پہنچنا چاہتے ہیں، میں اس کی سانس روک دوں گا۔ اس چکر بازی کے دو مقاصد تھے۔ ایک تو میں دیکھنا چاہتا تھا، وہ میری موجودگی معلوم کر لینے کے بعد کیا کرتے ہیں؟ دوسرے وہ بھی بڑے چکر باز تھے۔ ان کے جواب میں ایسی ہی چکر بازی لازمی تھی۔

طیارہ لندن ایئرپورٹ پر اتر گیا۔ اب مزید ایندھن لینے کے بعد پرواز کرنے والا تھا۔ یہاں کچھ مسافروں کا سفر ختم ہو چکا تھا کچھ نئے مسافر آنے والے تھے۔ میں نے دیکھا، آرتھر کے پاس والی سیٹ خالی رہ گئی تھی۔ وہ مسافر چلا گیا تھا۔ پتا نہیں کون آنے والا تھا۔ میں نے آرتھر کے دماغ میں پہنچ کر یہ خیال قائم کیا کہ اسے گونگا بن کر رہنا چاہیے۔ اگر بولے گا تو منہ سے چرس کی بو آئے گی۔

وہ گونگا بن کر رہنے پر آمادہ ہو گیا۔ میں آرام سے اپنی سیٹ پر ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ جو جو کا تصور کر رہا تھا اس کے لب و لہجے کو یاد کر رہا تھا۔ پھر چپ چاپ اس کے پاس پہنچ گیا۔ آرمر اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا، اس کے سر کو سہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "اب تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو، اپنے دماغ کو ہدایت دو کہ تم کتنے گھنٹے تک سونا چاہتی ہو پھر صبح دیکھو گی کہ جو وقت مقرر کیا تھا، اسی وقت تمہاری آنکھ کھلے گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "کیا سچ، اگر صبح پانچ بجے اٹھنا چاہوں تو ٹھیک اسی وقت اٹھوں گی؟"

"ہاں، آزما کر دیکھ لو۔ اپنے دماغ کو ہدایت دیتے وقت یہ بھی کہنا کہ تم سکون سے سوتی رہو گی لیکن تمہارے کمرے میں کوئی داخل ہو گا یا تمہارے دماغ میں کوئی آنا چاہے گا تو تمہاری آنکھ فوراً کھل جائے گی اور جب آنکھ کھل جائے گی تو تم خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کرو گی۔ میں تمہاری مدد کے لیے پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے پوچھا۔ "بھائی! کیا فرہاد گندہ ہے؟"

"ہاں اڑے بلڈی، ڈرٹی مین۔ وہ معصوم لڑکیوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ اسی لیے سمجھا رہا ہوں، اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو جاؤ۔ کوئی گڑبڑ ہو گی تو میں پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ آرمر اس کے سر کو سہلاتے ہوئے چپ چاپ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے دماغ کو ہدایات دے رہی تھی۔ "میں صبح چھ بجے تک سوتی رہوں گی۔ پھر ٹھیک چھ بجے میری آنکھ کھل جائے گی۔ اگر سونے کے دوران میرے کمرے میں یا میرے دماغ میں کوئی آئے گا تو میری آنکھ کھل جائے گی۔ پھر میں خیال خوانی کے ذریعے اپنے بھائی کے پاس پہنچ جاؤں گی، اُسے اپنے پاس بلا لوں گی۔"

آرمر اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا۔ ذرا دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ بھائی نے اسے محبت سے دیکھا۔ جھک کر اس کی پیشانی کو چوما۔ پھر لائٹ آف کر کے کمرے سے باہر آگیا۔ باہر آتے ہی اسے اپنے لب و لہجے میں بھائی کی بات سنائی دی۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا۔ "یہ تم نے اچھا کیا۔ وہ دماغ کو ہدایت دے کر سو سا گئی ہے، فرہاد یا شیبا بے جھجک اس کے پاس نہیں آئیں گے۔ آئیں گے تو وہ فوراً ہی تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔"

وہ تینوں مطمئن تھے۔ آرمر کے پاس تھوڑی دیر تک رہا، جب وہ اپنے کمرے میں پہنچ کر شراب پینے بیٹھا تو میں جوجو کے دماغ میں آگیا۔ اس نے بیدار ہونے کی آنکھیں کھول دیں، فوراً ذہن میں آیا کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے۔ پھر یاد آگیا، خیال خوانی کے ذریعے بھائی آرمر کو مخاطب کرنا چاہیے لیکن میں نے پیار کر نے سے باز رکھا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے پھر تھپکا دیا۔ آنکھیں بند کر دیں اور تھپک تھپک کر سلانے لگا۔ ذرا دیر بعد ہی وہ دوبارہ نیند کی آغوش میں پہنچ گئی۔ تب میں نے اس پر تنویمی عمل شروع کیا۔

وہ میری معمولہ بن گئی، میرے زیر اثر آگئی۔ اب صرف میری آواز سن سکتی تھی۔ صرف میری بات سمجھ سکتی تھی، ساری دنیا کو بھول چکی تھی، حتیٰ کہ بھائیوں کو بھی بھلا دیا تھا۔

میں نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام جوجو ہے۔"

"میرا نام کیا ہے؟"

"معلوم نہیں۔"

میں نے کہا۔ "میرا نام دوست ہے اور تم مجھ سے دوستی کرو گی۔"

اس نے میری بات دُہرائی اور دوستی کا وعدہ کیا۔ میں نے پوچھا۔ "فرہاد کیسا آدمی ہے؟"

"وہ بہت گندہ ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"میرے بھائی کہتے ہیں۔"

"تمہارے بھائی بھی گندے ہیں۔"

اس نے میری بات دُہرائی۔ میں نے کہا۔ "صرف زبان سے نہیں، دل سے یقین کرو۔ جو شخص بھی تمہاری معصومیت کا خیال نہ کرے، تمہیں سنگین معاملات میں ملوث کرنا چاہے وہ گندا ہے۔ میں تمہارا دوست ہوں اور تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔ تم اپنے بھائیوں سے زیادہ مجھ پر بھروسا کرو گی۔"

"میں اپنے بھائیوں سے زیادہ تم پر بھروسا کروں گی۔"

"میں ہمیشہ تمہارے خیالوں میں آؤں گا لیکن دماغ میں نہیں آسکوں گا کیوں کہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔ کیا تم میری یہ باتیں یاد رکھو گی؟"

"یاد رکھوں گی۔ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہو۔"

"تمہارے تینوں بھائی یا اور کوئی سوال کرے کہ وہ دوست کون ہے تو تم کہو گی، میں نہیں جانتی، میں تو صرف اس کا خیال کرتی ہوں۔ وہ میرا آئیڈیل ہے۔"

"میں صرف اس کا خیال کرتی ہوں۔ وہ میرا آئیڈیل ہے۔"

"وہ تمہارے دماغ میں آتا ہے نہ آئے گا تم نے اپنے دوست سے کبھی ملاقات نہیں کی، کبھی اس کی صورت نہیں دیکھی۔ اس لیے تم اس کا تصور کرتی ہو، خیالوں میں اس سے باتیں کرتی ہو اور خیالوں میں اس کے پاس پہنچ جاتی ہو۔"

وہ میری تمام باتوں کو دُہرانے لگی۔ میں نے کہا۔ "تمہارے بھائی فرہاد کی سوچ پڑھنے کی فرمائش کریں تو انکار کر دینا۔ کہ وہ گندہ ہے۔ اس کے دماغ میں نہیں جاؤں گی۔"

"وہ گندہ ہے، میں اس کے دماغ میں نہیں جاؤں گی اپنے بھائیوں سے انکار کر دوں گی۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا وہ تینوں تمہارے دماغ کو حساس بنانا چاہتے ہیں؟"

"ہاں، باتیں کر رہے تھے۔ پھر آرمر بھائی نے انکار کر دیا۔ کہنے لگے، جوجو کے دماغ کو حساس بنائیں گے تو فائدہ نہیں ہو گا۔ ہماری بہن سانس نہیں روک سکتی۔ چند سیکنڈ میں گھبرا کر سانس لینے لگے گی اور اگر ہم نے..."

میں نے محسوس کیا، تنویمی عمل کے دوران وہ کچھ پریشان سی ہے، دماغ پر بوجھ محسوس کر رہی ہے۔ یقیناً اس کا دماغ نازک سا تھا۔ وہ ہپناٹائز ہونے والی لڑکی تھی۔ تنویمی عمل کی سنجیدگی اور سنگینی کو زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے اسی وقت یہ عمل ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر اس سے

کہا "تم بہت اچھی ہو۔ ہمیشہ ہنستی بولتی رہتی ہو۔ اپنے دماغ کو ہلکا پھلکا رکھنے کے لیے کوئی ہنسنے والی بات بولو نا۔"

وہ آنکھیں بند کیے بستر پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ میں نے محسوس کیا، اس کے دماغ میں ہلکی پھلکی تازگی آگئی ہے۔ وہ خوش ہو رہی تھی۔ پھر اچانک ہی ہنسنے لگی۔ میں نے پوچھا "کس بات پر ہنس رہی ہو؟"

"وہ جو داڑھی والا بڈھا ہے، اس کی ناک کٹ گئی ہے۔"

میں اس بات پر اس کے دماغ میں ہنسنے لگا تاکہ وہ تازگی محسوس کرے۔ اس نے کہا "میں ایک بار اس کے دماغ میں گئی تو اس کی ناک پر پٹی بندھی ہوئی تھی، وہ آدھی ناک سے بول رہا تھا۔ بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔ اس کی بات سننے سے ہنسی آتی ہے۔ میں پھر اس کے پاس جاؤں گی اور اسے چھیڑ چھیڑ کر آدھی ناک سے بولنے پر مجبور کروں گی۔"

"تم بہت اچھی ہو۔ اسی طرح دوسروں کو چھیڑتی رہو، ہنستی رہو، بولتی رہو اور ہمیشہ خوش رہو۔"

میں نے اسے خاموش رہنے اور چپ چاپ سو جانے کی ہدایت کی۔ پھر کہا "صبح چھ بجے اٹھو گی تو یہ یاد نہیں رہے گا کہ دماغ کو ہدایت دینے کے بعد ایک بار تمھاری آنکھ کھل گئی تھی اور تم پر کسی نے تنویمی عمل کیا تھا۔"

اس نے میری یہ باتیں دُہرائیں۔ میں نے اسے نیند کی حالت میں چھوڑ دیا۔ اپنی جگہ واپس آگیا۔

صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔ طیارہ بمبئی ایئرپورٹ کے رن وے پر اتر چکا تھا۔ شیبا دزیٹر لاؤنج میں کھڑی ہوئی تھی۔ آنکھوں سے دوربین لگائے طیارے کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اس کے شانے سے ایک بہت ہی قیمتی کیمرہ جھول رہا تھا۔

کسی نے کہا "کیا قیامت ہے۔ پاس والے کو چھوڑ کر دور والے کو دیکھا جا رہا ہے۔"

یہ سنتے ہی شیبا آنکھوں سے دوربین ہٹانا چاہتی تھی، پھر خیال آیا، وہ گونگی بہری ہے۔ اسے کسی کی باتوں کا اثر نہیں لینا چاہیے، وہ بدستور دوربین سے طیارے کی جانب دیکھتی رہی۔ البتہ آمنہ کی آواز سنائی دی۔ "اے مسٹر ہیرو، اگر تم میری سہیلی کو کمر رہے ہو تو تمھیں افسوس ہوگا، نہ یہ سن سکتی ہے نہ بول سکتی ہے۔"

ہیروٹائپ کے جوان نے کہا "تم تو سن سکتی ہو؟"

"میں سنتی ہوں نہ سناتی ہوں۔ اٹھا کر لابی سے نیچے پھینک دیتی ہوں۔ آزمانا چاہتے ہو تو ہاتھ ملاؤ اور خیر پر چاہتے ہو تو چپ چاپ چلے جاؤ۔"

لابی میں کھڑے ہوئے لوگ اس جوان کو ناگوار نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ جھینپ کر چلا گیا۔ میں اپنی سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میرے پاس ایک بیگ تھا اور ایک بیگ آرتھر کے پاس بھی تھا۔ جب ہم دونوں سیٹوں کے درمیان والی راہداری سے گزرنے لگے تو میں نے اس کے دماغ پر تھوڑی دیر کے لیے قبضہ جمایا، اپنا بیگ اسے دے دیا اور اس کا بیگ خود لے لیا۔ ہم نے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات اپنے اپنے ہاتھوں میں پکڑ رکھے تھے۔ میرے بیگ میں کچھ ایسی چیزیں تھیں جو بعد میں برآمد ہوتیں تو دشمن آرتھر کو ہمیشہ کے لیے فرہاد تسلیم کر لیتے مثلاً میری ایک چھوٹی سی ڈائری میں جناب شیخ الفارس کا فون نمبر اور پتا لکھا ہوا تھا۔ ایک صفحے پر سونیا سے محبت کا اظہار تھا۔ پھر کچھ ایسی کتابیں تھیں جو اغوا کنندگان کے غاروں سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ چیزیں دیکھتے ہی ہیرا سوامی اور وہ تینوں یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے کہ فرہاد ممّا جی اور آنند کے ساتھ اغوا کے غاروں تک جانے والا تھا۔

میں چلتے چلتے پیچھے ہو گیا۔ آرتھر کو آگے جانے دیا۔ ہمارے آگے پیچھے کچھ نگرانی کرنے والے لوگ ہوں گے۔ اب انھوں نے بیگ کو بدلتے دیکھا ہے یا نہیں، میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ طیارے کی سیڑھی سے اترتا ہوا انڈین ایئرلائن کی کوچ سروس کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر وہی ہوا جس کا مجھے شبہ تھا اور جس کے لیے میں نے اتنے پاپڑ بیلے تھے۔ اچانک ہی ایک جیپ کار تیزی سے آئی، اس سے کچھ فاصلے پر رُک گئی۔ ایک نوجوان نے کھڑے ہو کر ترتڑتڑ فائرنگ شروع کر دی۔ آرتھر گولیوں کی زد میں تھا۔ اس کے ہاتھ سے بیگ چھوٹ گیا تھا۔ وہ کبھی سینہ تھام رہا تھا، کبھی بازو اور پھر چکرا کر زمین پر گر پڑا۔ مسافر مرد، عورتیں، بچے سبھی دہشت سے چیخنے لگے تھے۔ چاروں طرف بھگدڑ مچ گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایئرپورٹ کی سیکورٹی فورس پہنچ گئی۔ اس قاتل نے ہتھیار والے ہاتھ کو بلند کرتے ہوئے کہا "میں کسی کا دشمن نہیں ہوں اور میں سیکورٹی فورس سے مقابلہ نہیں کروں گا۔ یہ ہتھیار ابھی پھینک رہا ہوں۔ مگر اپنی حکومت کو یہ خوشخبری سنا دو کہ میں نے فرہاد علی تیمور کو گولی مار دی ہے۔"

میں نے اچانک اس کے دماغ کو مٹھی میں لے لیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق جیپ پر سے چھلانگ لگا کر زمین پر آیا۔ دوڑتا ہوا آرتھر کے پاس پہنچا۔ اس میں ابھی جان باقی تھی۔

وہ اکھڑی اکھڑی سانس لیتا ہوا زندگی کے لیے لڑ رہا تھا۔ میرے معمول نے سیکورٹی فورس کے مسلح جوانوں کو دیکھتے ہوئے کہا "میں ابھی ہتھیار ڈال رہا ہوں لیکن یہ بہت سخت جان ہے۔ ہمیشہ بچ کے نکل جاتا ہے۔ یہ دیکھو، اتنی گولیاں لگنے کے باوجود زندہ ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے آرتھر کے چہرے پر مسلسل فائرنگ کی۔ میرا مقصد تھا، وہ ناقابل شناخت ہو جائے۔ دشمن سمجھتے ہیں، فرہاد کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی گئی ہوگی۔ طبّی سائنس اس قدر ایڈوانس ہو چکی ہے کہ اب انسانی کھالوں کے ریشوں اور مخصوص میڈیکیٹیڈ پلاسٹک کے ریشوں کی آمیزش سے سرجری کی جاتی ہے۔ میرے معمول نے آرتھر کا چہرہ بالکل ہی چھلنی کر دیا تھا۔ اب اس کے چہرے کی کھال کا تجزیہ کرنا مشکل ہو جاتا۔

ایسے وقت تمام مسافر اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ صرف ماں جی اور آنند آرتھر کی طرف دوڑتے آ رہے تھے۔ آنند جان کی پروا کیے بغیر قاتل سے لپٹ گیا۔ اسے رگیدتا ہوا دور لے گیا۔ ماں جی دھاڑیں مارتی، سینہ پیٹتی ہوئی آرتھر کی لاش پر گر پڑیں۔ "میرا بیٹا نہیں مر سکتا۔ نہیں نہیں۔ یہ سپنا ہے۔ یہ جھوٹ ہے۔ میرے فرہاد بیٹے کو کوئی نہیں مار سکتا۔ یہ دیوتا کا اوتار ہے۔ بھلا دیوتا بھی کبھی مرتے ہیں؟"

وہ اپنی دانست میں فرہاد کی لاش سے لپٹی ہوئی تھیں۔ مگر اس کی موت سے انکار کر رہی تھیں۔ سیکیورٹی فورس کے مسلح جوانوں نے سمجھا نا کر انھیں وہاں سے ہٹانا چاہا۔ مگر وہ لاش کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ مسلح جوان انھیں جبراً وہاں سے دور لے گئے۔ قاتل کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ وہ فخر سے سینہ تان کر کہہ رہا تھا "میں نے وہ کارنامہ انجام دیا ہے، جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ناقابل علاج کینسر کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔"

میں نے شیبا کو آرتھر کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ اس فائرنگ سے پریشان ہو گئی۔ وہ نہیں جانتی تھی، کسے گولی ماری گئی ہے۔ جب ماں جی لاش سے لپٹ کر رونے لگیں تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ ایک منحوس خیال پیدا ہوا، فائرنگ کی زد میں فرہاد بھی آ سکتا ہے۔

اس نے تڑپ کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں نے سانس روک لی۔ پھر سانس لیتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے محسوس کرتے ہی پوچھا "فرہاد! یہ تم ہو نا؟"

"ہاں میں ہوں اور خیریت سے ہوں۔ ویسے حالات بدل گئے ہیں۔ آئندہ تم میرے پاس نہ آنا۔ یوں سمجھ لو، فرہاد پر گولیاں چلائی گئی ہیں، تمھاری دوربین کے سامنے میری لاش پڑی ہے۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔"

"ایسی باتیں زندہ فرہاد کر رہا ہے۔ بائی دی وے میں ہی اُن گولیوں کا نشانہ بننے والا تھا مگر میں اللہ رکھا ہوں۔ ابھی دنیا میں رکھا رہوں گا۔"

"فائرنگ کا مطلب ہے، شارپر اور ہارپر کو یہاں تمھاری موجودگی کا علم ہو گیا ہے۔"

"اندھا علم ہوا۔ اسی لیے میری جگہ دوسرا مارا گیا۔"

"بے چارہ۔"

بے موت مرنے والے کو بے چارہ ہی کہنا چاہیے مگر آرتھر جیسا مجرم جس نے ڈاکے ڈالے، دوستی کی آڑ میں دو تھیوں کو قتل کیا اور جو باقی زندگی چرس کے دھوئیں میں اُڑا دینا چاہتا تھا، اسے ایک دن بے موت مرنا تھا۔ سو آج مر گیا۔

میں نے کہا "تم میرے دماغ میں رہو گی تو دوسروں کو بھی ہمارے دماغ کے دروازے کھلے ملیں گے۔"

"کیا تم انھیں اپنی موت کا یقین دلانا چاہتے ہو؟"

"میں بعد میں تمھارے پاس آ کر اس موضوع پر گفتگو کروں گا۔"

وہ چلی گئی۔ یہ میری بہت پرانی گھسی پٹی چال تھی۔ ایسا بارہا ہو چکا ہے۔ میں نے دشمنوں کو اپنی موت کا یقین دلایا۔ وہ کچھ عرصہ تک فریب میں مبتلا رہے۔ پھر میں منظرِ عام پر آ گیا۔ اس بار بھی سارا سی دنیا کو یقین آ سکتا تھا۔ قاتل نے بیانگ دہل فرہاد کی موت کا اعتراف کیا تھا۔ ماں جی کی متاثر کن گریہ زاری نے یقین کو پختہ میں بدل دیا تھا۔ آرتھر کے بیگ سے برآمد ہونے والی چیزیں اسے فرہاد سمجھنے پر قائل کر سکتی تھیں۔ میں پھر ایک بار دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتا تھا مگر اب ایسی چالیں میرے لیے ممکن نہیں رہی تھیں۔ کیوں کہ وہ خیال خوانی کرنے والے میری زندگی کا سراغ لگا سکتے تھے۔

پھر یہی ہوا۔ میں نے اچانک سانس روک لی۔ مجھے سوچ کی لہر محسوس ہوئی تھی، وہ شیبا نہیں ہو سکتی تھی۔ تمام مسافر ایئرپورٹ کی بسوں میں آ کر چھپ گئے تھے۔ سیکیورٹی فورس کے جوان مسافروں کو تسلیاں دے رہے تھے۔ کچھ جوانوں کے پاس فرسٹ ایڈ کا سامان تھا تاکہ فائرنگ کے دوران کوئی زخمی ہوا ہو تو اسے فوری طبّی امداد پہنچائی جا سکے۔ میں نے ایک جوان سے تھوڑی روئی طلب کی۔ پھر اسے دونوں کانوں میں ٹھونس لیا۔ اب وہ خیال خوانی کرنے والے اچانک میرے

دماغ میں آکر آس پاس کے مسافروں کی آواز نہیں سن سکتے تھے۔ ان کے آنے اور میرے سانس روکنے میں ایک ساعت لگ سکتی ہے، اس ساعت میں وہ مسافروں کا شور سُن سکتے ہیں۔ مگر یہ تعین نہیں کر سکتے کہ میں کسی شہر کے پُرشور بازار میں ہوں یا بمبئی ایئر پورٹ کی بس میں سفر کر رہا ہوں۔

کانوں میں روئی ٹھونس کر احتیاطی تدبیر کی تھی۔ کسٹم والوں اور ایئر پورٹ کے متعلقہ افراد سے گفتگو کے دوران وہ پھر دماغ میں آسکتے تھے۔ ہمارے ایک فقرے یا لفظ سے بہت کچھ سمجھ سکتے تھے۔ یوں اُس مقام کا پتا چل جاتا جہاں میں ہوں۔

میں نے شیبا کو مخاطب کرنا چاہا، اسی لمحے سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ میں نے پھر سانس روک لی۔ اگرچہ انھیں میرے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی تھی، تاہم دماغ مل رہا تھا۔ وہ میری زندگی کا سراغ لگا چکے تھے۔ میں نے آرمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تمھاری اور جوجو کی شامت آگئی ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا ہماری ذات سے تمھیں نقصان پہنچ رہا ہے؟"

"کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ماں جی اور آنند کے ساتھ سفر کرنے والے ڈمی فرہاد کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ تم میں سے کسی بھائی نے کرایا ہے۔"

"تم خواہ مخواہ الزام دے رہے ہو۔ ہم میں سے کسی کے قاتل ہونے کا کوئی ثبوت ہے؟"

"شار پر اور ہار پر سے کہو، مجھے اپنی آواز سنائیں۔ میں ابھی ثابت کر دوں گا۔ فی الحال اتنا ہی سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ میں نے ماں جی اور آنند کی نگرانی کے لیے ایسی ڈمی بھیجی تھی جو میری طرح زخمی تھا۔ میں زخمی حالت میں ہندوستان کا سفر کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ تمھارے بھائیوں نے اس ڈمی کو فرہاد سمجھا اور اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا۔"

"میں پھر کہتا ہوں، میرے بھائیوں نے ایسا نہیں کیا۔"

"اگر میں سچ مچ قتل کر دیا جاتا تو تم لوگ فاتحانہ انداز میں میرے قاتل ہونے کا اعتراف کرتے۔"

"تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"تمھارے پاس وقت ہی کتنا رہ گیا ہے، تم تو چند سانسوں کے مہمان ہو۔"

وہ گھبرا کر بولا۔ "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

میں نے جواباً پوچھا۔ "تمھارے بیڈ روم میں چاقو تو ہوگا؟"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "نہیں، تم میری ناک نہیں کاٹ سکتے۔ میں ربی اسفندیار کی طرح بے بس نہیں ہوں۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ تم میرے دماغ پر قبضہ نہیں جما سکتے۔ مجھے اپنا معمول نہیں بنا سکتے۔"

وہ بُری طرح سہما ہوا تھا۔ اپنی جگہ سے پلٹ کر صوفے کے پیچھے چلا گیا تھا۔ وہاں سے لڑکھڑاتے قدموں آتش دان کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "جب میں کچھ کر نہیں سکتا تو ڈرتے کیوں ہو؟"

اس نے آتش دان کے پاس رکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اُٹھایا۔ ایک مخصوص نمبر ڈائل کیا۔ میں اس کے اندر نہ کر سکتا تھا۔ آرمر کو دوسری طرف سے موسیقی سنائی دے رہی تھی، یہ اشارہ تھا کہ اس کی باتیں ریکارڈ ہو رہی ہیں۔ اس نے کہا۔ "تباہو میں خطرے میں ہوں۔"

صرف اتنا ہی کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے نیویارک کے نئے باس کو مخاطب کیا۔ اسے وہ مخصوص نمبر بتائے پھر کہا۔ "ابھی آرمر نے اس نمبر پر بھائیوں کے نام پیغام ارسال کیا ہے معلوم کرو اس نمبر پر کون ہے، جو شار پر اور ہار پر تک رابطے کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔"

میں پھر آرمر کے پاس آگیا۔ وہ سانس روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "تھوڑی شراب اور پیو، سانس ہمیشہ کے لیے رُک جائے گی۔"

وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔ "چلے جاؤ یہاں سے۔"

"آج تک ایسا نہیں ہوا کہ موت کو جانے کے لیے کہا گیا ہو اور وہ ٹل گئی ہو۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ کیا۔ اس نے جہاں چاقو رکھا تھا، وہاں جانے لگا۔ وہ سب سے بڑا بھائی تھا۔ اچھی صحت کے باوجود نشہ اسے کمزور بنا دیتا تھا، اسی لیے بھائیوں نے دور رکھا تھا۔ اسے کسی اہم معاملے میں شریک نہیں کرتے تھے۔ اپنے لب و لہجے میں رابطہ قائم نہیں کر سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ میری دسترس سے دور تھے اور یہ میری گرفت میں آگیا تھا۔

میں نے اس کے دماغ کو آزاد کیا۔ وہ بوکھلا گیا۔ اس کے سامنے ٹی وی اسکرین پر فلم چل رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا کوئی آ نہیں سکتا تھا۔ پھر ٹی وی کس نے آن کیا؟

اس نے چونک کر کیسٹ ریکارڈر کی طرف دیکھا۔ وہاں سے تیز دھن کی موسیقی اُبھرتے ہوئے کمرے میں گونج رہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ کیسٹ ریکارڈر کو کس نے آن کیا؟ کیا میں نے؟ کیا میں نے اپنے ہاتھوں سے...؟

اس نے سوچتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو دیکھا تو خوف سے

چیخ نکل گئی۔ اس کی ایک مٹھی میں گھلا ہوا چاقو تھا۔ اس کا ہاتھ کانپنے لگا۔ وہ دہشت کے مارے چاقو پھینک دینا چاہتا تھا مگر چاقو تھا کہ ہاتھ سے چھوٹ نہیں رہا تھا۔ میں جب تک نہ چاہتا، وہ اس سے نجات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

وہ تھرتھراتی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں نہیں کاٹوں گا۔ اپنی ناک نہیں کاٹوں گا۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"میں نے دشمنوں کی ناک کاٹنے کا ٹھیکا نہیں لیا ہے۔ وہ تو اسفندیار کو رتی کے مقدس عہدے سے گرانے کے لیے ناک کاٹی گئی تھی۔ تمھارے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے۔ تم اس چاقو سے خودکشی کرو گے۔"

"نہیں۔" وہ زور زور سے چیخنے لگا۔ "میں خودکشی نہیں کروں گا۔"

"تم اپنے ہاتھ سے اپنے جسم میں چاقو اتارو گے۔"

"بھائی شار پر، تم کہاں ہو؟" وہ دوڑتے ہوئے دروازے کی طرف جانا چاہتا تھا۔ میں نے جانے نہیں دیا۔ وہ پلٹ کر چیخنے لگا۔ "بھائی ہار پر، کیا تم بھی نہیں ہو؟"

"اپنی پوری قوت سے چیختے رہو۔ تمھاری زندگی کے آخری دس منٹ رہ گئے ہیں۔"

"میں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے؟ مجھے کیوں مارنا چاہتے ہو؟"

"ہاں، سزائے موت پر عمل ہونے سے پہلے تمھارا جرم بتانا چاہیے۔ تمھارا جرم یہ ہے کہ تم میرے مخالف گروہ سے تعلق رکھتے ہو، جیسے سونیا اور پومی وغیرہ تمھارے مخالف گروہ سے تعلق رکھتی ہیں، اور وضاحت سے سُنو۔ ڈمی شیبا نے تم لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ ڈمی فرہاد صرف ایک آلۂ کار تھا۔ تمھارے بھائیوں نے دونوں کو اس لیے ہلاک کر دیا کہ وہ میرے گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔"

مجھے اس کے دماغ میں بھائیوں کی موجودگی کا احساس ہوا۔ وہ آرمر کے لب و لہجے میں کہہ رہے تھے۔ "فرہاد! یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم اس کی حفاظت کے لیے آگئے ہیں۔"

"میں نے تم ہی لوگوں کے انتظار میں اسے دس منٹ کی مہلت دی تھی۔"

ایسا کہنے کے دوران آرمر کا دماغ میری گرفت سے نکل گیا۔ میں تنہا تھا، اُدھر دو بھائیوں کی مشترکہ خیال خوانی نے ذرا برتری حاصل کی۔ اور اس کے ہاتھ کا چاقو دور پھینک دیا۔ پھر مجھ سے کہا گیا۔ "تم ہماری برتری سے پریشان ہو کر بچوں جیسی حرکتیں کر رہے ہو۔ چلے جاؤ۔ ورنہ تمھاری کسی ساتھی عورت کو نقصان پہنچے گا۔"

"تم نقصان پہنچا چکے۔ تل ابیب میں اصل شیبا اور طیارے میں اصل فرہاد ہوتا تو تم ہمیں ہلاک کر چکے ہوتے۔ یہ نہ کہنا کہ ہم زندہ ہیں۔ تم لوگ اپنی دانست میں ہماری زندگی چھین چکے تھے۔ اس کے بدلے تمھارا یہ خاص آدمی ضرور مارا جائے گا۔"

کسی کے دماغ کو میدانِ جنگ بنا کر ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح جنگ لڑتے ہیں، اس کا عملی مظاہرہ آج ہو رہا تھا۔ اگرچہ دو بھائیوں نے آرمر کے دماغ پر اپنی گرفت مضبوط رکھی تھی۔ ایک بار انھوں نے اسے سانس روکنے پر مجبور کیا۔ مجھے اس کے دماغ سے باہر دھکیل دیا مگر چند سیکنڈ کے بعد میں پھر پہنچ گیا۔ پہنچتے ہی اس کے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ تکلیف کے باوجود چھلانگ لگا کر وہاں پہنچا، جہاں چاقو گرا ہوا تھا۔ اس نے چاقو اٹھا کر پھر اُسے مٹھی میں جکڑ لیا۔

مگر دوسرے ہی لمحے انھوں نے پھر چاقو گرا دیا۔ وہ سمجھ رہے تھے دماغ پر گرفت مضبوط رکھنے کے باوجود میں موجود رہ سکتا ہوں، مجھے نکالنے کے لیے وہ آرمر سے یوگا کا مظاہرہ نہیں کرا سکتے تھے۔ میں ان حالات میں اسے خودکشی پر مجبور نہیں کر سکتا تھا مگر جنگ جاری رکھ سکتا تھا۔ میں نے یہ چکر اسی لیے چلایا تھا کہ شار پر اور ہار پر مجبور ہو کر بھائی کی حفاظت کریں اور مجھ سے مقابلہ کرتے رہیں۔

پتا نہیں وہ دونوں باری باری بول رہے تھے یا ایک خاموشی سے آرمر کی حفاظت کر رہا تھا اور دوسرا اس کے لب و لہجے میں بول رہا تھا۔ ان کا طریقہ کار جو بھی رہا ہو مگر وہ پریشان ہو گئے

زندگی زرد گال کے لیے ایک نامہ گزیدہ کی خوں رنگ سرگزشت

ایک مقبول سلسلہ

بابر زماں خاں کی آپ بیتی۔ جگ بیتی

قیمت فی حصہ ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۲ روپے

کتابی صورت میں شائع ہو گئی ہے۔

کتابیات پبلی کیشنز © پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

تھے۔ کیوں کہ اس انداز میں یہ جنگ ختم ہونے والی نہیں تھی۔

میں نے کہا۔ "میں ایک ہوں اور تم دو ہو۔ لہٰذا میں تمھاری طاقت کو دو حصوں میں تقسیم کر رہا ہوں۔ جانتے ہو کیسے؟"

ایک نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "فرہاد باز آجاؤ۔"

وہ دانت پیس کر بولتے وقت آرمر کا صحیح لب و لہجہ برقرار نہ رکھ سکا۔ میں نے اسے نوٹ کیا مگر ظاہر نہیں کیا۔ ابھی ان کے اندر اور ابال پیدا کرنا تھا۔ میں نے کہا۔ "دشمن کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے مختلف محاذ کھولنے پڑتے ہیں۔ میں جوجو کے دماغ میں نیا محاذ کھول رہا ہوں۔ اب ایک بھائی اُدھر آئے۔"

ایک نے غصّے سے مجھے گالی دی۔ میں نے جواباً آرمر کو دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخ مار کر گر پڑا۔ تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ وہ صحیح طور پر بولنے کے قابل نہیں تھا۔ زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ ایسے میں دونوں بھائی اس کا صحیح لب و لہجہ برقرار نہیں رکھ سکتے تھے۔

ایک نے طیش میں آکر کہا۔ "ہم ابھی رونتی کو ذہنی عذاب۔۔۔"

میں نے پوری بات نہیں سنی۔ فوراً جوجو کے پاس آیا۔ وہ آرمر کی چیخیں سن کر ادھر ہی آرہی تھی۔ میں اسے دوڑاتا ہوا بند دروازے کے پاس لایا۔ وہ چیخ کر کہنے لگی۔ "میرے پیارے بھائیو! رسونتی کے پاس جانے سے پہلے مجھے بچاؤ۔ میرے دماغ میں کچھ ہو رہا ہے۔"

وہ یقیناً بہن کی حفاظت کے لیے آئے ہوں گے۔ میں نے آرمر کے پاس پہنچ کر چاقو اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق چیخ کر بولا۔ "شارپر! ہارپر! جلدی آؤ۔ میرے ہاتھ میں پھر چاقو آگیا ہے۔"

اب وہ دونوں الگ الگ دماغ میں رہنے پر مجبور ہو گئے۔ مجھے اس طرح معلوم ہوا کہ جو آرمر کے ہاتھ سے چاقو گرانا چاہتا تھا، وہ تنہا ہونے کے باعث میرے مقابلہ پر ناکام ہو رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "تم جو کوئی بھی ہو، اب میرا کمال دیکھو۔ آرمر اس چاقو سے خودکشی نہیں کرے گا۔ ابھی وہ ڈرتا ہوا جائے گا۔ دروازہ کھولے گا پھر دروازے کے پاس کھڑی ہوئی معصوم بہن کے سینے میں یہ چاقو پیوست کر دے گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے آرمر کو دوڑایا۔ ایک بھائی نے اُسے روکا۔ میں نے پھر دوڑایا۔ ہماری جدّوجہد کے دوران وہ کبھی مڑ رہا تھا، کبھی آگے بڑھ رہا تھا۔ میں نے چاقو اس کے ہاتھ سے نکلنے نہیں دیا، اسے دروازے تک پہنچا دیا۔ اس کا دماغ بار بار جھٹکے کھانے کے باعث کمزور ہو چکا تھا۔ اس کی حفاظت کرنے والے بھائی کو اس کی دماغی توانائی نہیں مل رہی تھی۔ میں اس پر حاوی ہو چکا تھا۔

میں نے اسے دروازے تک پہنچاتے ہی کہا۔ "یہ دیکھو میرا فیصلہ کُن حملہ۔ بچاؤ اپنی بہن کو۔"

وہ ذہنی انتشار میں مبتلا کرنے والی سچوایشن تھی۔ باپ کی طرح چاہنے والا بھائی اپنی بہن پر قاتلانہ حملہ کرنے جا رہا تھا۔ اس نے چشم زدن میں دروازے کی چٹخنی گرائی۔ دروازہ ایک دھڑاکے سے کھلا۔ میں نے آرمر کو چھوڑ کر جوجو کو خوف سے چیخنے پر مجبور کیا۔ اگرچہ اس کے دماغ میں دوسرا بھائی تھا مگر وہ آرمر کو قاتل کے روپ میں بہن کی طرف آتے دیکھ کر پریشان ہوا ہوگا۔ اب وہ بہن کو بچاتے تو میں آرمر سے قاتلانہ حملہ کرتا۔ اگر دونوں بھائی آرمر کو سنبھالتے تو ان کی دانست میں میری ٹیلی پیتھی سے بہن کو نقصان پہنچتا۔ ان حالات میں ان کے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا تھا۔

وہ ایک راستہ یہ کہ میرے دماغ میں آئیں۔ میری خیال خوانی کو روکیں۔ اس طرح الگ الگ بھائی بہن کے پاس نہیں جانا پڑے گا۔ مختلف محاذ پر ہونے والی جنگ صرف میرے دماغ میں ہوگی۔ ابھی تو ان میں سے ایک آرمر کو روک رہا تھا۔ دوسرا بہن کو وہاں سے بھگا کر لے جا رہا تھا۔ میں نے آرمر کی زبان سے چیخ کر کہا۔ "میں یہاں سے چاقو پھینک کر جوجو کو ہلاک کر سکتا ہوں۔"

ایسا کہتے ہوئے اس نے چاقو کو نوک کی طرف سے پکڑ لیا۔ جیسے دور ہی سے نشانے پر خنجر زنی کا مظاہرہ کرنے جا رہا ہو۔ تب اچانک ہی میرے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ میں نے تکلیف کے مارے کراہتے ہوئے سر کو تھام لیا۔ وہ میرے اندر غصّے سے بول رہا تھا۔ گالیاں دے رہا تھا۔ اپنی بہن اور بھائی کی حفاظت کے لیے قسمیں کھاتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

اس میں جوش تھا، جذبہ تھا، غصّہ اور جنون تھا۔ اور جنون کے سلسلے میں کہا گیا ہے ؎

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

میں نے تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے سانس روک لی۔ وہ دھواں دار بکنے والا دماغ سے نکل گیا۔ میں نے گہری گہری سانسیں لیں۔ بڑے اطمینان سے اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا نئے دماغ میں پہنچ گیا۔

"ہیلو ہارپر! تمھارے جنون پر مجھے پیار آرہا ہے۔ کیا مجھے اپنے دماغ سے نکال سکو گے؟"

اُسے

چپ لگ گئی۔ وہ کان لگا کر یوں سُن رہا تھا جیسے فرہاد کو آس پاس بولتے ہوئے محسوس کر رہا ہو۔ ابھی اسے یقین نہیں ہو سکتا تھا کہ کوئی اس کے دماغ میں آسکتا ہے۔ جو اسرار کے دبیز پردوں میں چھپے رہتے ہیں، انھیں اتنی جلدی یقین کیسے آسکتا ہے۔ دماغ کی تاریکی میں شب خون مارنے والے گرفتار نہیں ہوتے مگر ایک ہو گیا تھا۔ ابھی اُسے گرفتاری کا یقین نہیں ہو رہا تھا۔

اسے یقین دلانا ضروری نہیں تھا۔ میں نے سوچا جب تک وہ مخمصے میں ہے، مجھے اہم معلومات حاصل کر لینا چاہئیں۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "نہیں میرے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔ اگرچہ میں نے فرہاد کا لب و لہجہ سنا ہے مگر وہ فرہاد نہیں ہو سکتا۔ اس کی دہشت ہوگی۔ دن رات یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہیں وہ کسی نامعلوم ذریعے سے ہم تک نہ پہنچ جائے۔"

اس نے سوچا۔ "میرے دل اور دماغ میں اس کی دہشت نہیں ہے۔ میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ وہ کوئی بھی ذریعہ استعمال کرلے مجھ تک نہیں پہنچ سکتا۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔ "میں بھلا کیوں دہشت زدہ ہوں گا۔ میں اس سے کسی طرح کمتر نہیں ہوں۔ البتہ یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہو سکتا ہے۔ ہم فرہاد کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اس لیے لاشعوری طور پر وہ ہمارے ذہنوں پر خوف بن کر چھایا رہتا ہے۔"

اُس نے قائل ہو کر سوچا۔ "ہاں! اسے لاشعوری خوف مانتا ہوں مگر میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ ویسے اطمینان کے لیے اس کے پاس جا کر دیکھنا چاہیے۔ کیا وہ میرے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے؟"

اُس کی سوچ پڑھتے ہی میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اسی وقت سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہوئے سانس روک لی۔ وہ اپنے اطمینان کے لیے آیا ہوگا، واپس چلا گیا۔ میں نے پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر تصدیق کی۔ واقعی ناکام ہو گیا تھا اور اب آرمر کے پاس تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "آرمر! اگر تمھارے دونوں بھائیوں میں سے کوئی موجود ہو تو اس سے کہہ دو۔ وہ دونوں ایک بار دھوکے سے مجھے دماغی جھٹکا پہنچا چکے ہیں۔ دوسری بار کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ اگر انھوں نے یہی سلسلہ جاری رکھا تو میں تمھیں اور جوجو کو ذہنی اذیتیں پہنچاؤں گا۔"

میں یہ دھمکی ہارپر کے دماغ میں پہنچ کر دے سکتا تھا۔ چونکہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ لہٰذا ہارپر کو یقین ہو گیا کہ میں اس کے دماغ میں نہ پہنچا ہوں نہ پہنچ سکتا ہوں۔ جس کے پاس غیر معمولی صلاحیت ہوتی ہے، وہ خود کو ناقابلِ شکست سمجھتا ہے۔ اگر اس کی ناد انستگی میں کوئی نقصان پہنچ رہا ہو تو وہ اس نقصان کو تسلیم نہیں کرتا۔ یہی بات ہارپر کے ساتھ تھی۔ اب میں اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔ اگر وہ سمجھتا ہے کہ فرہاد اُس کے دماغ میں کبھی نہیں پہنچ سکتا تو پھر یہی سہی۔

اب میں اس کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا کہ شارپر جوجو کے آس پاس ہے اور اس کی حفاظت میں لگا ہوا ہے۔ اس نے آرمر کے ہاتھ سے چاقو پھر گرا دیا تھا۔ اب ہارپر اس کے لب و لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "فرہاد! ہم نے بہت برداشت کیا ہے۔ اب نہیں کریں گے۔ آخری وارننگ دے رہے ہیں، تم سمجھتے ہو کہ ہم تمھاری کسی ساتھی عورت کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے۔ تم نے بڑی پیش بندی کی ہے۔ تمھاری احتیاطی تدابیر کامیاب رہی ہیں مگر تم بھول رہے ہو۔ ہم تمھاری ماں جی اور آنند کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ لہٰذا فوراً آرمر اور جوجو کے دماغ سے واپس جاؤ۔ ورنہ تمھیں ماں نیلما داسی کی چیخیں سُنائی دیں گی۔"

"میں تمھارے چیلنج کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ اس سے پہلے معلوم کرنا چاہوں گا، تم دونوں بھائی یہاں موجود ہو یا نہیں؟"

مجھے جواب ملا۔ "کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہاں ایک بھائی کافی ہے تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں بہت ہی اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا دونوں بھائیوں کی موجودگی ضروری ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ انتظار کرو۔ صرف پندرہ سیکنڈ میں دوسرا بھائی آجائے گا۔"

یہ سُنتے ہی میں پھر ہارپر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میرا خیال تھا، وہ شارپر کا لب و لہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں جائے گا پھر آرمر کے دماغ میں اسے پہنچنے کے لیے کہے گا تاکہ میری اہم بات سُن سکے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ پندرہ سیکنڈ پورے ہوتے ہی وہ پھر آرمر کے دماغ میں آیا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے کہا۔ "فرہاد! تم موجود ہو؟"

"ہاں! میں انتظار کر رہا ہوں۔"

"ہم دونوں بھائی موجود ہیں۔"

میں مسکرا کر رہ گیا۔ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ پندرہ سیکنڈ ضائع کرنے کے بعد تنہا آرمر کے دماغ میں آکر مجھے دوسرے بھائی کی موجودگی کا یقین دلا رہا تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ میں نہ تو ان دو بھائیوں کا سراغ لگا سکتا ہوں اور نہ ہی یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ اس وقت صرف ایک بھائی سے بات کر رہا ہوں۔

وہ مجھے بنا رہا تھا۔ میں نے بے وقوف بنتے ہوئے کہا۔ "شارپر اور ہارپر! اچھی طرح سُن لو۔ میں ماں جی اور آنند کی وجہ سے کمزور پڑ گیا ہوں۔ انھیں نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتا لیکن یہ تو سوچو، میں نے انھیں بھی تمھاری ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھنے کے لیے اگر کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کیا جس کے بعد تم انھیں بھی نقصان نہ پہنچا سکو،

تب میری کس کمزوری سے فائدہ اٹھاؤ گے؟ کس طرح اپنے بھائی آرمر اور جوجو کو مجھ سے بچا سکو گے؟"

مجھے جواب ملا: "تم سمجھتے ہو، تمھاری یہی ایک دو کمزوریاں ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ تمھیں مسلسل کامیابیوں نے مغرور اور خوش فہم بنا دیا ہے۔ ذرا آگے آگے دیکھتے جاؤ، ہوتا ہے کیا؟"

"آئندہ کیا ہوگا۔ یہ صرف خدا جانتا ہے۔ فی الحال تم دونوں کو یہ یقین کر لینا چاہیے کہ آئندہ میرے کسی آدمی پر قاتلانہ حملہ کرو گے تو جواباً جوجو یا آرمر پر قاتلانہ حملہ ہوگا اور اس وقت تم کسی کو بچا نہیں سکو گے۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں اپنی جگہ واپس آگیا۔ بہت دیر ہو چکی تھی۔ اتنی دیر سے باتھ روم کے اندر کھڑا دونوں بھائیوں سے خیال خوانی کی جنگ کرتا رہا تھا۔ مجھے خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ میں دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ میرے پاس صرف ایک بیگ تھا، وہ بھی میرا نہیں، آرتھر کا تھا ـــــ مجھے ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لیے بوریا بستر ساتھ لینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جہاں جاتا ہوں، وہیں کی چیزیں خرید کر استعمال کرتا ہوں۔

شیبا اور آمنہ تاج محل ہوٹل کی کار میں بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھیں۔ میں نے شیبا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے جواباً میرے دماغ میں آکر پوچھا: "کیا تم مخاطب کر رہے ہو؟"

"ہاں، میں آرہا ہوں۔ مجھے گائیڈ کرو۔"

وہ گائیڈ کرنے لگی۔ اس کار کا رنگ اور نمبر بتایا۔ پھر میں پارکنگ ایریا میں پہنچ گیا۔ وہ کار نظر آگئی۔ میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا، وہاں آمنہ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ یعنی کباب میں ہڈی۔

دونوں نے ایک طرف سمٹ کر میرے لیے جگہ بنائی۔ اس جگہ بیٹھنے کا مطلب یہ ہوتا کہ آمنہ درمیان میں ہوتی اور دوسری طرف شیبا۔ میں نے کہا: "کوئی بات نہیں۔ میں دوسرے دروازے سے اگر بیٹھا ہوں۔"

دوسرے دروازے سے آنے کا مطلب یہ ہوتا کہ مجھے شیبا کے پاس بیٹھنے کا موقع ملتا مگر آمنہ نے کہا: "وہ دروازہ مقفل ہے کھل نہیں سکے گا۔ بہتر ہے میرے پاس بیٹھو۔"

میں نے بے بسی سے ایک گہری سانس لی۔ بیگ کو اگلی سیٹ پر رکھا پھر آمنہ کے پاس بیٹھ گیا۔ دروازے کو بند کر دیا۔ شیبا میری بے بسی اور بے چینی پر زیر لب مسکرا رہی تھی۔

میں نے آمنہ کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ یعنی ایک میں شوخی اور دوسری میں سنجیدگی، دونوں ہی خوبصورت بلائیں تھیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں آمنہ پر تنویمی عمل کیا گیا تھا، اس کے دماغ کو حساس بنا دیا گیا تھا اور نہ میں اس کے دماغ میں پہنچتا تو اسے اپنے بچھڑے ہوئے محبوب کے متعلق سوچتا ہوا پاتا اور اس حوالے سے وہ میرے متعلق سوچتی ہوئی پائی جاتی کیونکہ میں نے ماضی میں کافی عرصے تک اس کے مرحوم محبوب یا شوہر کا رول ادا کیا تھا اور اتنی شرافت سے کہ کبھی اسے ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔

حالانکہ اس کا حسن چھونے پر مجبور کرتا تھا۔ وہ ایک ایسی سہاگن تھی جو سہاگ رات کو ہی بیوہ ہو گئی تھی۔ اسے اپنے شوہر کی قربت نصیب نہیں ہوئی۔ وہ ایسی آگ تھی جو برسوں سے دہک رہی تھی۔ اوپر سے خاموش تھی، اندر سے آتش فشاں تھی لیکن اس عورت نے اپنے حسن و شباب کو اپنی آرزوؤں اور جذبوں کو ایک نئی راہ پر لگا لیا تھا۔ ہاتھ میں کلاشنکوف لے کر دہشت گردوں کی دنیا میں خطرے کا نشان بن گئی تھی۔ اس کی یہ غیر قانونی سرگرمیاں زیادہ عرصے تک جاری نہ رہ سکیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے کے بعد اس نے اپنی خطرناک صلاحیتوں کا رخ ادھر موڑ دیا جدھر سونیا، رونتی، اعلیٰ بی بی، شیبا اور پوی اس کا ساتھ دینے کے لیے کھڑی ہوئی تھیں۔

آمنہ میری ان ساتھی عورتوں میں سے تھی جن سے میرا رومانی لگاؤ نہیں تھا لیکن وہ میرے لیے جان پر کھیل جانے والی عورت تھی۔ میں نے ہی اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچایا تھا۔ اس نے مجھے اپنے شوہر کے روپ میں دیکھ کر متاثر ہو کر کہا تھا: "فرہاد! میں تمھاری بے حد عزت کرتی ہوں، تمھارے احسانوں کا بدلہ چکانا چاہتی ہوں مگر یہ خیال دل سے نکال دو کہ آمنہ کبھی اپنے شوہر کی جگہ تمھیں دے گی۔"

اب وہی آمنہ ننگی تلوار بن کر میرے اور شیبا کے درمیان تن رہی تھی۔ اس نے پہلے ہی میرے لیے ہوٹل کا ایک کمرہ ریزرو کرا لیا تھا۔ منصوبے کے مطابق وہ اور شیبا تاریخ کی اسٹوڈنٹ تھیں، اس لیے اجنتا کے غاروں میں دلچسپی لینے آئی تھیں۔ میں امریکی آثارِ قدیمہ کے شعبے میں ایک پروفیسر تھا۔ شیبا اور آمنہ کے والدین سے پرانی شناسائی تھی۔ اس لحاظ سے وہ میرے قریب تھیں۔ انھیں ہندوستان میں میری آمد کا علم تھا، اس لیے انھوں نے ہوٹل تاج محل میں ایک کمرہ ریزرو کرا لیا تھا۔

ایئرپورٹ سے ہوٹل تک خاموشی رہی۔ کیونکہ ڈرائیور ہماری باتیں سن سکتا تھا۔ میں ہارپر کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ سب سے پہلے میں نے اس ٹرانسفارمر سسٹم کی مشین کے متعلق معلوم کیا۔ پتا چلا، اس مشین کے تین حصے کیے گئے ہیں۔ ایک حصہ شارپر کے پاس ہے، دوسرا ہارپر کے پاس اور تیسرا لیڈی روزینہ نے کہیں چھپا رکھا ہے ویسے تینوں کو ایک دوسرے کے مشینی حصوں کے متعلق معلوم نہیں تھا کہ کس نے وہ چیزیں کہاں چھپائی ہیں۔ اگر کوئی ہارپر یا شارپر یا لیڈی روزینہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا تو ان کے ذریعے زیادہ سے زیادہ مشین کے ایک ہی حصے تک پہنچ سکتا تھا۔

مثلاً میں ہارپر تک پہنچ گیا تھا اور اب اسی کے ذریعے ہارپر والے حصے تک پہنچ سکتا تھا۔ اس کا دماغ بتا رہا تھا۔ تینوں بہن بھائیوں میں بڑا اتحاد ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے ایک دوسرے کو اپنے اپنے حصوں کے متعلق نہیں بتایا ہے۔ میں اتنی رازداری برتنے کے باوجود ہارپر کے ذریعے شارپر اور لیڈی روزینہ کے حصوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

وہ مجھ سے اور شیبا سے خوفزدہ تھے ورنہ دوسرے دشمن خواہ کتنے ہی خطرناک ہوتے ان سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے نمٹ سکتے تھے۔ انھوں نے ہم سے محفوظ رہنے کے لیے پہلے ہی احتیاطی تدابیر اختیار کی تھیں۔ شارپر نے اپنے بھائی ہارپر اور لیڈی روزینہ پر اپنی نگرانی میں تنویمی عمل کرایا تھا اور ان کے دماغوں سے اپنے لب و لہجے کو فراموش کرا دیا تھا۔ اسی طرح ہارپر نے اپنی نگرانی میں شارپر پر تنویمی عمل کرایا تھا اور اس کے دماغ سے اپنے لب و لہجے کو فراموش کر دیا تھا۔ اس طرح وہ تینوں ایک دوسرے کے لب و لہجے کو بھول چکے تھے۔ خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وہ آپس میں رابطہ قائم کرنے کے لیے ٹرانسمیٹر یا ٹیلیفون کا سہارا لیتے تھے۔ جب ٹرانسمیٹر پاس نہ ہو تو ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر مخصوص نمبر ڈائل کرتے تھے۔ انھیں دوسری طرف سے مخصوص موسیقی سنائی دیتی تھی۔ وہ اپنا پیغام نوٹ کرا دیتے تھے یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے کوڈ ورڈز دہراتے تھے۔ اس کے بعد وہ تینوں سمجھ لیتے تھے کہ انھیں کہاں پہنچنا ہے اور پہنچنے کے لیے جو جوجو اور آرمر کا دماغ تھا۔ وہ وہیں آکر ان کے لب و لہجے میں ایک دوسرے سے باتیں کر لیتے تھے۔

اگر کوئی اہم منصوبہ تیار کرنا ہوتا تو اس کے لیے آرمر اور جوجو پر بھروسا نہیں کیا جاتا تھا۔ کیونکہ ہم ان کے دماغوں میں آکر ان کی پلاننگ معلوم کر سکتے تھے، اس کے لیے وہ ٹیلی پیتھ یا ٹیلی گراف کا سہارا لیتے تھے۔

میری اتنی جدوجہد کا مختصر سا خلاصہ یہ ہے کہ تینوں میں سے ایک میری گرفت میں آیا تھا۔ اس کے ذریعے باقی دو تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ آئندہ اپنے ہی طریقۂ کار کے مطابق جدوجہد جاری رہتی تو شاید تقدیر ان دونوں تک پہنچا دیتی۔

ہم ہوٹل پہنچ گئے جس فلور پر شیبا کا کمرہ تھا، ٹھیک اس کے سامنے والا کمرہ میرا تھا۔ انھوں نے مجھے غسل وغیرہ کرنے اور تازہ دم ہونے کے لیے چھوڑ دیا اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ میں نے کمرے کا جائزہ لیا پھر غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں آگیا۔ وہاں مجھے ہارپر کا دماغ بتانے لگا۔ ٹرانسفارمر مشین کا ایک حصہ اس نے بڑی ذہانت سے چھپایا ہوا تھا۔ اس کا خیال تھا وہاں تک کسی کا ذہن نہیں پہنچے گا۔ ویسے وہ کوئی غیر معمولی پوشیدگی نہیں تھی۔ ایسا کتنے ہی مجرم پہلے بھی کر چکے ہیں۔ اس نے مشین کے اس حصے کو ایک قبر میں چھپایا تھا۔

میں نے معلوم کر لیا، وہ قبرستان کہاں ہے۔ وہ کسی نامعلوم شخص کی قبر تھی اور شکستہ تھی۔ اس میں اپنا حصہ چھپانے کے بعد اس نے قبرستان کے ذمے دار افراد سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اس قبر میں دفن ہونے والے مردے سے اپنا رشتہ ظاہر کیا تھا اور درخواست کی تھی کہ وہ اپنے اخراجات سے قبر کو پختہ بنانا چاہتا ہے۔ اب وہ پختہ ہو چکی تھی۔ اس کے سرہانے صلیب کا بڑا سا نشان بنا ہوا تھا اور مرنے والے کا نام لکھا ہوا تھا: "ہیر اللہ بیری سن"

اس غیر معمولی ٹرانسفارمر مشین کی ایجاد کے بعد انھوں نے سوچا تھا، جب وہ سب بھائی بہن ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اپنا لیں گے تو اس ٹرانسفارمر کو تباہ کر دیں گے۔ اس کا فارمولا جلا دیں گے تاکہ پھر کوئی ایسی مشین ایجاد نہ کر سکے اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر سکے۔

لیکن وہ مشین کی کارکردگی سے مطمئن نہیں تھے۔ ایک خیال پریشان کرتا تھا۔ وہ یہ کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں فرہاد کے دماغ سے اپنے دماغوں میں منتقل کرنے کے بعد اس کا اثر کب تک رہے گا۔ مہینے، دو مہینے، سال دو سال یا صرف چند دنوں میں اثر ختم ہو جائے گا اور ان کے دماغ ٹیلی پیتھی سے خالی ہو جائیں گے۔ اس اندیشے کے باعث انھوں نے مشین کو سنبھال کر رکھا تھا مگر احتیاطی تدابیر کے مطابق اس کے تین حصے کر دیے تھے۔

ہارپر کے دماغ سے کتنے ہی خفیہ گوشے نمایاں ہو رہے تھے۔ سب سے اہم معلومات یہ تھیں کہ اب نیا سپر ماسٹر بننے کے سلسلے میں کیا چکر چلایا جا رہا ہے۔ وہاں ایک ایسا ادارہ تھا جہاں کے پانچ اہم افراد بڑی رازداری سے کسی سپر ماسٹر کا انتخاب کرتے تھے۔ سپر ماسٹر بننے کے سلسلے میں جو امیدوار آتے تھے، ان کی تعداد دو یا تین سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ وہ پانچ افراد جو اس اہم عہدے پر کسی امیدوار کو لانے کے ذمے دار تھے وہ بھی ان امیدواروں کے نام پتے ٹھکانے نہیں جانتے تھے اور نہ ہی ان کے صورت آشنا ہوتے تھے۔ ان امیدواروں کو مختلف امتحانوں سے گزرنا ہوتا تھا۔ فائنل سلیکشن کے وقت وہ ان پانچ اہم افراد کے سامنے آتے تھے۔

اس سلسلے میں سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ سپر ماسٹر بننے کے لیے اس بار تین امیدوار تھے اور ان تینوں میں سے ایک ہارپر تھا۔ وہ ان دنوں منسٹری آف فارن افیئرز میں چیف بیکریٹری تھا۔ اس سے قبل وہ حکومت کے مختلف اہم شعبوں میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرتا رہا تھا اس لیے اسے بھی امیدواروں کی فہرست میں رکھا گیا تھا۔

ہارپر ایک عرصے سے اس بات کا منتظر تھا کہ موجودہ سپر ماسٹر کسی طرح ریٹائر ہو مگر وہ اتنی عمدگی سے اپنے فرائض انجام دے رہا تھا اور

اتنی کامیابیاں حاصل کر رہا تھا کہ اس کے ریٹائر ہونے کے امکانات نہیں تھے۔ ایسے ہی وقت ہارپر اپنے بھائیوں کی مدد سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اس علم کے ذریعے تمام امتحانات میں خود کو منوا تا آیا تھا لیکن اس کے لیے پہلے سپر ماسٹر کو اس کے عہدے سے گرانا ضروری تھا۔ اس کے لیے اُس نے ان پانچ افراد کے دماغوں میں پہنچ کر یہ تاثر دیا کہ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے جہاں چاہیں وہاں پہنچ سکتے ہیں اور ان کی حمایت میں فرہاد کے خلاف محاذ بنا سکتے ہیں، شرط یہ ہے کہ ان کی پسند کا آدمی سپر ماسٹر بنا دیا جائے۔

ہارپر کی چال کچھ اور بھی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اُن پانچ افراد کو خود فروزہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ پانچوں محبِ وطن تھے۔ وہ یہ سوچنے لگے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد ہو یا کوئی 'اپنا' اس پر کسی حد تک بھروسا کیا جا سکتا ہے؟ ویسے کوئی غیر معمولی علم رکھنے والا ہو تو وہ بعد میں ڈکٹیٹر بن جاتا ہے۔ یہی سوچ کر ان پانچوں نے اپنے عہدے سے استعفا دے دیا اور اعلیٰ حکام تک یہ رپورٹ پیش کر دی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف سپر ماسٹر تک ہی نہیں بلکہ ان پانچوں کے دماغوں تک بھی پہنچ چکے ہیں لہٰذا ان کی جگہ بڑی رازداری سے دوسرے پانچ افراد کی سلیکشن کمیٹی بنائی جائے۔ اب ان نئے پانچ اہم افراد کی کمیٹی بن گئی تھی۔ اس کی چال کے مطابق اب میں ان پانچ افراد کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا جو نئے تھے اور نہ ہی نئے آنے والے سپر ماسٹر کے دماغ کو چھو سکتا تھا۔

یہ اچھا ہی ہوا کہ میں نے ہارپر کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنی موجودگی کا یقین نہیں دلایا۔ اب میری پوزیشن وہی تھی جو پہلے سپر ماسٹر کے وقت تھی یعنی میں چپ چاپ ہارپر کے دماغ میں موجود رہتا اور اسے کبھی پتا نہ چلتا۔ اس کے ذریعے اس سلیکشن کمیٹی کے نئے اہم پانچ افراد تک بھی پہنچ سکتا تھا۔

ہارپر کے دماغ سے جو تیسری بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ سپر ماسٹر کے سلسلے میں جو بھی جدّ و جہد جاری رکھتا تھی، اس کی ذمّے داری ہارپر پر تھی۔ جب تک میں ہارپر کے دماغ میں نہیں پہنچا تھا، اس وقت تک یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ کس کے دماغ میں کون بھائی یا کون بن بول رہا ہے۔ لیڈی روزینہ ایک عورت ہونے کے ناتے دوسرے جواہرات سے بہت پیار کرتی تھی۔ اس لیے بھگوان بیرا مواحی نواس کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ ہندوستان سے کروڑوں ڈالر کے ہیرے لانے پھر وہاں سے پیرس پہنچ کر گورکی سجاتہ کے مجسمے کو چرانے کی ذمّے داری سے لیڈی روزینہ پر تھی۔ شارپر نے اسرائیلی حکام کو اپنے ہاتھوں میں رکھنے کی ذمّے داری لی تھی، اس لیے وہ وہاں مصروف رہتا تھا۔ تینوں بن بھائی اپنی اپنی ڈیوٹی میں مصروف رہتے تھے۔ جسے بھی کوئی دشواری پیش آتی وہ خفیہ ورائر سے مشورہ طلب کرتا تھا اور ان کی امداد بھی حاصل کرتا تھا۔

میں لباس تبدیل کر کے شیبا کے کمرے کے پاس آیا۔ دروازے پر دستک دی۔ دروازہ شیبا نے ہی کھولا۔ جیسے میرے انتظار میں وہیں کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی بڑی محبت سے مسکرانے لگی۔ اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں۔ بہت کچھ کہنا چاہتی ہے مگر کمرے میں آمنہ ہے۔

بہت کچھ کہنے کے لیے خیال خوانی سے بڑھ کر اور کیا ذریعہ ہو سکتا تھا مگر عورت کی آنکھوں اور اداؤں کو پڑھنے میں اور سمجھنے میں جو لطف آتا ہے وہ بھلا خیال خوانی میں کہاں آ سکتا ہے۔ پھر ایسے وقت شیبا اپنے دماغ میں آنے کی اجازت ہی کیوں دے گی۔ وہ تو اپنے چور خیالات کو چھپاتی رہے گی۔

آمنہ بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اُٹھ کر بولی "چائے پیو گے یا کافی؟"

میں نے خوش ہو کر پوچھا "کیا تم لے جاؤ گی؟"

اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر کہا "میں ٹٹنے والی نہیں ہوں۔"

"میں جانتا ہوں، شیخ صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی تمہاری ڈیوٹی لگائی ہے۔ بہر حال ہندوستان کی آب و ہوا میں کافی سے بہتر چائے ہو گی۔"

وہ یہ سوچ کر اُٹھا کہ چائے کا آرڈر دینے لگی۔ میں نے مسکرا کر شیبا کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا پھر آہستگی سے کہا "کیا ان نازک ہاتھوں کو چھو سکتا ہوں؟"

وہ جھینپ کر آمنہ کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ فون کرنے میں مصروف تھی۔ میں نے مضبوطی سے اس کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ چور جذبوں سے کانپنے لگی۔ پہلی بار جب اس سے سامنا ہوا تھا تب وہ مجھ سے نفرت کرتی تھی۔ بلکہ ڈرتی تھی۔ اس کے باوجود حالات سے مجبور ہو کر میرے ساتھ جنگلوں میں بھٹکتی رہی تھی۔ تب اور اب میں بڑا فرق تھا۔ اب وہ محبت سے مل رہی تھی۔ آمنہ نے بزرگانہ انداز میں ڈانٹتے ہوئے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے جلدی سے شیبا کا ہاتھ دُلھلاتے ہوئے کہا "بس دیکھ رہا ہوں۔ یہ کانپ رہی ہے۔"

کانپنے کی بات پر اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑایا جلدی سے منہ گھما کر کھڑکی ہو گئی۔ آمنہ نے کہا "شاباش اسی طرح ہاتھ چھڑا لیا کرو۔"

میں نے پوچھا "آمنہ! پہلی بار تمہارے محبوب نے تمہارا ہاتھ پکڑا تھا تو تم نے کیا...."

اس نے میری بات پوری ہونے سے پہلے کہا "میں نے ایک طمانچہ رسید کر دیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم محبت کو نہیں سمجھتی تھیں۔ جب سمجھنے لگیں اور دوسری بار تمہارے محبوب نے ہاتھ کو تھام لیا تب؟"

اس نے ایک سرد آہ بھری۔ پھر کہا "آہ! جب اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تو میں نامعلوم جذبوں سے کانپنے لگی تھی۔"

اس کی بات سنتے ہی شیبا نے دونوں ہاتھوں سے منہ کو چھپا لیا۔ پھر دوڑتی ہوئی آ کر آمنہ سے لپٹ گئی۔ تب آمنہ کی سمجھ میں آیا۔ اس نے مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا "اچھا تو تم رومانی انداز اختیار کر کے اسے بہکا رہے ہو؟"

"بھئی محبت سے باتیں کرنا کوئی بُری بات تو نہیں ہے۔"

"یہاں میں بھی ہوں۔ ذرا مجھ سے محبت کے مکالمے بول کر دیکھو۔"

"تم بھری ہوئی بندوق ہو۔ میں چاہتا ہوں میرے ایک ہاتھ میں بندوق رہے۔ دوسرے ہاتھ میں یہ کھلا ہوا پھول۔"

وہ جواباً کچھ کہہ نہ سکی۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ ملازم چائے لے کر آیا تھا۔ ہم چائے پینے بیٹھ گئے۔ چونکہ پہلی ملاقات تھی اور میں نے آتے ہی اُسے محبت بھرے انداز میں چھیڑا تھا، اس لیے وہ اب تک شرما رہی تھی۔ میں نے اس کا دھیان بٹانے کے لیے کہا "میں اپنے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق اہم باتیں کر رہا ہوں، ذرا توجہ سے سنو۔"

پھر میں نے آمنہ سے پوچھا "تم نے اس کمرے کو اچھی طرح چیک کیا تھا؟"

"میں نے اطمینان کی حد تک چیک کیا ہے۔ ہماری گفتگو اس چار دیواری کے باہر نہیں جائے گی۔ اگر بہت ہی اہم بات ہے اور تمہیں شبہ ہے تو خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کر سکتے ہو۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "تمہارا بہت بہت شکریہ۔ اب ہم آزادی سے باتیں کر سکیں گے۔"

اس نے چائے کی پیالی بڑھاتے ہوئے کہا "زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ خیال خوانی کی شرط یہ ہے کہ تم دونوں میرے دماغ میں آ کر باتیں کر سکتے ہو۔ اگر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر خاموش رہو گے تو میں اس کی اجازت نہیں دوں گی۔"

میں نے چائے کی ایک چسکی لی۔ پھر کہا "پتا ہے تمہارے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے حساس کیوں بنایا گیا ہے؟"

"تاکہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے پاس نہ آ سکیں۔"

"اگر میں اور شیبا تمہارے دماغ میں آ کر گفتگو کریں گے تو ہمارے دشمنوں کو بھی تمہارے دماغ میں آنے کا راستہ مل جائے گا۔ جب ایک سوچ کی لہر آتی ہے تو اس کے بعد دماغ کو دوسری تیسری سوچ کی لہریں محسوس نہیں ہوتیں اور زیادہ وضاحت سے سنو۔ جب تک ہم تمہارے اندر بولتے رہیں گے اس وقت تک تمہیں دشمنوں کی موجودگی کا احساس نہیں ہو سکے گا۔"

اس نے دوسری پیالی شیبا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "پھر تو مجبوری ہے۔ تم دونوں خیال خوانی کے ذریعے باتیں کر سکتے ہو۔"

میری سوچ کی لہریں شیبا تک پہنچنے لگیں۔ اس نے نظریں اُٹھا کر مجھے دیکھا۔ پھر پوچھا "یہ تم ہی ہو نا؟"

"ہاں اب ہم آزادی سے...."

میری بات ادھوری رہ گئی۔ آمنہ نے ایک دم سے چونک کر کہا "اے ٹھہر جاؤ۔ ابھی تم شیبا کے دماغ میں ہو۔ یہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی ہے۔ تمہارے پیچھے دوسری سوچ کی لہریں آئیں گی تو کیا یہ محسوس کر سکے گی؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں، ایک سوچ کی لہر موجود ہو تو اس کے بعد دوسری تیسری سوچ کی لہریں محسوس نہیں ہو سکتیں۔"

"جب تک شیبا سے باتیں کرتے رہو گے، اس وقت تک شیبا کو کیسے معلوم ہو گا کہ کوئی دشمن اس کے دماغ میں چھپا ہوا باتیں سن رہا ہے یا نہیں؟"

شیبا نے کہا "یہی تو مجبوری ہے۔ ہم دشمنوں کے خیال سے ہمیشہ گونگے بن کر نہیں رہ سکتے۔ کام کی باتیں کرنا ہی ہوں گی۔"

"تو یہ کام کی باتیں میرے دماغ میں کرو۔ دشمن کو آنا ہو گا تو وہ کسی کے بھی دماغ میں آ جائے گا۔"

بڑی مجبوری تھی۔ ہم دونوں اس کے دماغ میں آ گئے۔ میں بتانے لگا کہ ہارپر کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے۔ اس کے ذریعے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، وہ سب کی سب اہم ہیں۔ میں ان معلومات کو تفصیل سے بتانے لگا۔ شیبا اور آمنہ خوش ہو رہی تھیں۔ آمنہ نے کہا "اچھا تو وہ صرف تین بہن بھائی ہیں۔ شارپر اپنی سرگرمیوں کا مرکز اسرائیل کو بنانا چاہتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسی نے ہماری ڈمی شیبا اسٹیلا جوزف کو قتل کیا تھا۔"

شیبا نے کہا "لیڈی روزینہ ہندوستان میں ہو گی۔ وہ کروڑوں ڈالر کے ہیروں اور گورکی سجاتہ کے مجسمے کے چکر میں ہے لہٰذا اس نے ہی تمہاری ڈمی کو ایئر پورٹ پر قتل کرایا ہے۔"

"جو ہو گیا، اس کی بات نہ کرو۔ جو ہونا ہے اس کے لیے سوچو اور عمل کرو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ہارپر کے پاس جا رہا ہوں۔ تم میرے ساتھ پرواز کرو اور اس کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کرو کہ بابا صاحب کے ادارے میں اس کے کتنے جاسوس ہیں۔ ان کے نام کیا ہیں۔ تم یہ تمام تفصیلات شیخ صاحب کو بتاؤ گی۔"

میں اس کے سامنے ہارپر کے لب و لہجے میں بولنے لگا۔ وہ غور سے سن رہی تھی اور ذہن نشین کرتی جا رہی تھی۔ پھر میں نے کہا "میرے ساتھ چلو میں ہارپر کے پاس جا رہا ہوں۔"

وہ میرے پاس آئی۔ ہارپر کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر میرے ساتھ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ ہم پہنچ تو گئے مگر پتا نہیں چلتا کب کون سی بات ہو جائے گی۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے، وہی پیش آتا ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچتے ہی ہم

واپس آگئے۔ شیبا کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ کو چھپا لیا تھا۔ پھر وہ مارے شرم کے وہاں سے اُٹھی اور بھاگتی ہوئی باتھ روم میں چلی گئی۔ اس ایک کمرے میں چھپنے کی اور کوئی جگہ نہیں تھی۔

آمنہ پہلے تو میرے پھیلائے اُسے حیرانی سے جاتے ہوئے اور چھپتے ہوئے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے مجھے گھور کر کہا۔ "اچھا تو تم شرارت کر رہے تھے۔ مجھ سے کہا تھا ہارپر کے پاس جا رہے ہو۔"

"ہم اسی کے پاس گئے تھے۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ وہ بے چاری یونی تو شرما کر نہیں گئی ہے، ضرور تم نے شرارت کی ہے۔"

"شرارت میں نہیں، وہ ہارپر کر رہا تھا۔"

"کیا مجھے نادان بچی سمجھتے ہو۔ کیا وہاں پہنچتے ہی ہارپر نے شیبا کو محسوس کر لیا تھا؟"

"اس نے ہم دونوں کو محسوس نہیں کیا۔ وہاں اس کے ساتھ کوئی تھی۔ ان دونوں تھی اور تھا کے درمیان کوئی آمنہ جیسی دیوار نہیں تھی۔ اسی لیے ہم واپس بھاگ آئے۔"

وہ کیا رگ جھینپ گئی۔ اس کا گورا اُجلا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ اس نے جلدی سے منہ پھیر لیا۔ پہلے نظریں چُرانے کی کوشش کی۔ پھر جلدی سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، میرے سامنے رہنا چاہیے یا نہیں؟ پھر وہ اسی طرح نظریں چُراتے ہوئے بولی۔ "ہم ہم میں اسے جا کر دیکھتی ہوں۔ یہ عجیب لڑکی ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی باتھ روم میں گئی اور دروازے کو بند کر لیا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا، میں جب تک یہاں رہوں گا، یہ دونوں باہر نہیں نکلیں گی۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا باتھ روم کے دروازے پر آیا پھر دستک دینے کے بعد کہا۔ "میں جا رہا ہوں۔"

کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ دونوں ہی چپ ہو گئی تھیں۔ میں وہاں سے اپنے کمرے میں آ گیا۔ دوپہر کے کھانے کے وقت میں نے شیبا کو فون کیا۔ ریسیور اسی نے اُٹھایا۔ میں نے کہا۔ "فرہاد بول رہا ہوں۔ کیا بھوک لگ رہی ہے؟"

"میں بعد میں کھاؤں گی۔"

"تاکہ ساتھ کھانا نہ پڑے سامنے آنا نہ پڑے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔"

"بات جیسی بھی ہو کھانے کے لیے نہ سہی کھانے کے لیے آ جاؤ مگر آ جاؤ۔ میں کھانے کا آرڈر دے رہا ہوں۔"

"اچھا آ رہی ہوں مگر ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔ میرا وطن اور میری قوم کے لوگ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے جال میں اُلجھتے جا رہے ہیں۔ پلیز، کچھ کرو۔"

"شیبا! اسرائیل تمہارا وطن ہے اور بابا صاحب کا ادارہ ہماری پناہ گاہ ہے۔ میں دونوں کی حفاظت کے لیے جدوجہد میں مصروف ہوں۔ ابھی میں نے شیخ صاحب اور اعلیٰ بی بی کو ان آلہ کاروں کے متعلق بتا دیا ہے جن کی نشاندہی بھی کر دی ہے جو شارپر اور ہارپ کے لیے وہاں کام کر رہے ہیں۔ پلنگ کے بعد ہم دونوں اسرائیل پہنچیں گے اور ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے طلسم کو توڑنے کی کوشش کریں گے۔"

وہ خوش ہو گئی۔ میں نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر دوسرے رابطے پر کھانے کا آرڈر دینے لگا۔

جب سے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا خطرہ پیدا ہوا تھا تب سے بابا صاحب کے ادارے کا ایک ایک فرد اپنی جگہ محتاط اور مستعد تھا۔ جناب شیخ صاحب نے چند خاص ہدایات دی تھیں جن پر سبھی عمل کر رہے تھے۔ اس ادارے میں جو بنیادی ہدایات دی جاتی تھیں، وہ نفس پر قابو پانے، جسم کو صحت مند رکھنے اور دماغ کو منفی خیالات سے باز رکھنے کی تعلیم اور ان کی عملی مشقیں تھیں۔

شیخ صاحب نے یہاں کے ہر فرد کو سمجھایا۔ "تم سب نہایت مثبت سوچ رکھنے والے بندے ہو۔ اگر تمہارے اندر کوئی منفی سوچ پیدا ہو یا ایسی بات دماغ میں آئے جو تمہارے مزاج کے خلاف ہو اور ہمارے ادارے کے لیے نقصان دہ ہو تو فوراً مجھے بتاؤ۔"

وہاں جتنے طلبا و طالبات یوگا کی مشقیں کرنا چاہتے تھے، وہ تو کرتے ہی آ رہے تھے۔ اب اس ادارے کی تمام جوان لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے بھی یہ ضروری قرار دیا گیا تھا۔ وہ بھی جمع و شام یوگا کی مشقیں کرتے تھے علی الصبح مراقبے میں گم ہو کر اپنے دماغ میں صرف ایک ہی سوچ کو مرکوز کرتے تھے۔ کوئی ایک خیال ان کے دماغ میں ہوتا۔ اگر کوئی دوسرا خیال آنا چاہتا تو وہ اسے دماغ سے باہر نکالنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس ادارے میں پہلے بھی ایسی مشقیں کرائی جاتی تھیں۔ اب اور توجہ سے اس پر عمل کیا جا رہا تھا۔

جناب شیخ صاحب کی ہدایت کے مطابق اس ادارے کے افراد ایک دوسرے کو محتاط نظروں سے دیکھتے تھے۔ ایک دوسرے سے گفتگو کے دوران بھی محتاط رہتے تھے۔ اگر کوئی بات یا کسی کا عمل اس ادارے کے خلاف ہوتا یا کسی طور شبہے میں مبتلا کرتا تو وہ اس کی رپورٹ ادارے کے بزرگ افراد کو دیتے تھے۔

جناب شیخ صاحب نے مجھ سے اور شیبا سے کہا تھا۔ "تم دونوں کا فرض ہے جب کبھی فرصت ملے یہاں ادارے کے کسی رکن کسی فرد کے دماغ میں جھانک کر دیکھ لیا کرو۔ اگر کوئی مجرم ہوا یا مجرموں کا آلہ کار ہوا تو اسے فوراً ادارے سے نکال دیا جائے گا۔ اگر وہ ادارے کا پرانا وفادار ہو گا تو اسے یہاں سے نکالنے کے بعد اس کا علاج کرایا جائے گا۔"

مختصر یہ کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے ادارے کو محفوظ رکھنے کے لیے ہر ممکن احتیاطی تدابیر کی گئی تھیں۔ سونیا اور پومی بھی وہاں پہنچ گئی تھیں۔ اعلیٰ بی بی پہلے سے موجود تھی۔ ایسے ہی حالات میں کہا جاتا ہے، جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ ایسے ہی وقت ہارپر میری گرفت میں آ گیا تھا۔ اس کے جتنے آلہ کار اس ادارے میں تھے، میں نے ان کی نشاندہی کر دی تھی۔

یوں تو آلہ کار کئی ہو سکتے ہیں۔ ہارپر کے طریقہ کار کے مطابق ہمارے ادارے میں اس کا ایک خاص آدمی تھا۔ وہ جیکی ماٹر کہلاتا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں برسوں سے انسٹرکٹر کے فرائض انجام دیتا آ رہا تھا۔ وہاں کے طلبا و طالبات کو لڑنے کے داؤ پیچ سکھایا کرتا تھا۔ جن دنوں یونی ماسٹر واٹسورو کی سے فولاد بننے کی تربیت حاصل کر رہی تھی، ان دنوں جیکی ماٹر بھی وہاں موجود رہتا تھا۔ جب واٹسورو کی کسی وجہ سے غیر حاضر رہتا تھا تو وہ پومی کو سکھایا کرتا تھا۔ پومی اس کی بڑی عزت کرتی تھی۔

ادارے میں ایک عدالت نما بڑا سا کمرہ تھا جہاں جناب شیخ صاحب دوسرے بزرگوں اور اہم افراد کے ساتھ بیٹھتے تھے اور کسی اہم مسئلے کا حل تلاش کرتے تھے اور متنازعہ معاملات کا تصفیہ کرتے تھے۔ اس وقت عدالت کا وہ کمرہ ادارے کے لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہاں سونیا، سونیا، پومی، اعلیٰ بی بی اور پومی وغیرہ کے علاوہ ماٹر واٹسورو کی اور جیکی ماٹر بھی تھے۔ جناب شیخ صاحب جج کی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا۔ "جیسا کہ آپ جانتے ہیں، ہمارے ادارے کو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خطرہ لاحق ہے۔ اس کے لیے ہم اپنی بساط کے مطابق احتیاطی تدابیر کر رہے ہیں۔ ان تدابیر کے علاوہ ہماری یہ کوشش بھی رہتی ہے کہ ادارے میں اگر دشمن عناصر ہوں تو ان کا سراغ لگایا جائے اور انھیں گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔ یہ بات آپ لوگوں کے لیے باعثِ اطمینان ہو گی کہ ہم نے دشمن عناصر کو ٹھونڈ نکالا ہے۔"

سب ہی کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ شیخ صاحب نے کہا۔ "اور وہ دشمن عناصر اس عدالت میں ہمارے درمیان موجود ہیں۔"

اس بات پر تمام حاضرین میں کھلبلی مچ گئی۔ سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور پوچھنے لگے۔ "ہمارے درمیان اور اس عدالت میں؟ وہ بھی دشمن عناصر؟ ہم تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ بابا صاحب کے ادارے میں دشمن بھی آ سکتے ہیں۔"

شیخ صاحب نے کہا۔ "براہِ مہربانی آپ خاموش رہیں، وہ دشمن ابھی آپ کے سامنے آئیں گے۔"

عدالت میں خاموشی چھا گئی۔ سبھی کے دلوں میں تجسس تھا آخر وہ کون لوگ ہیں؟ جناب شیخ صاحب نے کہا۔ "جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں، بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے میں پولیس نہیں ہے کیونکہ پولیس وہاں ہوتی ہے جہاں چور ہوتے ہیں۔ اس ادارے میں کبھی چور نہیں ہوئے۔ اب اگر دشمن پیدا ہو گئے ہیں تو میرا نیک مشورہ ہے وہ خود ہی مجرموں کی طرح عدالت کے اس کٹہرے میں آ کر کھڑے ہو جائیں۔"

عدالت میں گہری خاموشی چھا گئی۔ سب انتظار کرنے لگے کوئی مجرم سامنے نہیں آ رہا تھا۔ جیکی ماٹر اندر ہی اندر پریشان ہو رہا تھا۔ جب اعلیٰ بی بی اس کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرانے لگی تو اس کی پریشانی اور بڑھ گئی۔ وہ کرسی پر پہلو بدلنے لگا۔

ایک نوجوان اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کٹہرے میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ شیخ صاحب نے کہا۔ "دراصل ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کا صرف ایک ہی ایجنٹ ہے۔ اس ایجنٹ کے ذریعے وہ ہمارے نوجوانوں کے دماغوں میں پہنچ جاتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس نوجوان کے پاس آئی پھر اس سے پوچھا۔ "کیا تمہیں اس کٹہرے میں آنے پر کسی نے مجبور کیا ہے؟"

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول

عمران سیریز

پرمود سیریز

عجیب ہنگامے

ایک جلد میں

ریکارڈ کی چوری

ایک جلد میں

پانچواں کالم

صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۱۲۰/- روپے

موت کا راستہ

صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۱۲۰/- روپے

ڈاک خرچ فی ناول ۲۰ روپے — دونوں ناول ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ۳۱ ریس کورس کراچی

نوجوان نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "کسی نے مجبور نہیں کیا مگر میں سمجھتا ہوں، خود نہ آتا تو فرہاد صاحب یا شیبا صاحبہ کی خیال خوانی یہاں لے آتی۔"

"کیا تمہیں اس بات کا خوف نہیں تھا کہ دشمن کے آلۂ کار ہو گے تو فرہاد اور شیبا تمہارا محاسبہ کریں گے؟"

"کوئی میرے دماغ میں بولتا تھا اور یقین دلاتا تھا کہ شیبا صاحبہ اور فرہاد صاحب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ابھی میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر کٹہرے میں آنا چاہتا تھا تو کوئی مجھے روک رہا تھا۔ یقین دلا رہا تھا کہ وہ فرہاد صاحب کا مقابلہ کریں گے اور مجھے مجرم ثابت نہیں ہونے دیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "پھر تم نے اس پر اعتماد کیوں نہیں کیا۔ مجرم بن کر اس کٹہرے میں کیوں آ گئے؟"

"وہ دشمن طفلِ تسلیاں دے رہا تھا۔ اگر ان میں اور فرہاد صاحب میں خیال خوانی کے ذریعے مقابلہ ہوتا اور میں درمیان میں تماشا بنا رہتا تو آپ سب مجھے مجرم ثابت نہ کر سکتے مگر شبہ تو کرتے، اس ادارے میں ایسی پہلی جیسی عزت نہ رہ سکتی۔"

"تم کیسے ان کے آلۂ کار بن گئے، تمہیں کس قسم کا لالچ دیا گیا، تمہیں کس طرح ہمارے خلاف خریدا گیا؟"

وہ سر جھکا کر بولا۔ "میں خالدہ کو چاہتا تھا۔ جب میں جیکی ماسٹر کی کلاس اٹینڈ کرنے جاتا تو وہاں خالدہ سے زیادہ سے زیادہ باتیں کرنے کا موقع ملتا تھا۔ یہ بات جیکی ماسٹر کو معلوم ہے۔"

عدالت میں بیٹھے ہوئے لوگ کبھی خالدہ کو اور کبھی جیکی ماسٹر کو دیکھنے لگے۔ کٹہرے میں کھڑے نوجوان نے کہا۔ "پچھلے تین دنوں سے میں نے محسوس کیا جیسے میری محبت ہوس میں بدلتی جا رہی ہے۔ میں خالدہ کو خوابوں میں اور خیالوں میں دیکھتا تھا اور پُرہوس نظروں سے دیکھتا تھا۔ میرے اندر اسے حاصل کرنے کے لیے جنون پیدا ہوتا تھا۔"

خالدہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ وہاں سے چلتی ہوئی دوسرے کٹہرے میں آ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر کہنے لگی۔ "میرا بھی یہی حال تھا۔ میں بھی پچھلے تین دنوں سے محسوس کر رہی تھی کہ ہماری محبت ہوس میں بدلتی جا رہی ہے اور ہمارے اندر بُرے خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "خالدہ! صرف یہی خیالات تھے یا کچھ اور باتیں بھی دماغ میں آتی ہیں؟"

"اس ادارے میں کتنے ہی ممالک کے اہم رازِ مائیکرو فلموں میں چھپے ہوئے ہیں۔ میرے دماغ میں بات آئی تھی کہ ان فلموں کو چرانے کے لیے مجھے ایک شخص کا ساتھ دینا چاہیے۔ اگر میں ایسا کرنے کا صرف ارادہ کر لوں تو میرا محبوب میری تنہائیوں میں آ سکتا ہے۔"

اس نوجوان نے کہا۔ "مائیکرو فلموں سے متعلق میرے دماغ میں بھی ایسے ہی خیالات آتے ہیں۔ پھر ایک رات مجھے حوصلہ ہوا۔ میرے دماغ میں بات آئی کہ گرلز ہاسٹل کا چوکیدار گہری نیند میں ہے۔ مجھے وہاں جانے سے کوئی روک نہیں سکے گا اور جب میں ہاسٹل کی حد کو پھلانگ کر اندر گیا تو واقعی چوکیدار سو رہا تھا۔ میں خالدہ کے کمرے میں چلا گیا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "یہاں کے تمام نوجوان لڑکے ہاسٹل کی لڑکیوں کو عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ تم سب کو اخلاقیات کا درس دیا جاتا ہے۔ کیا تمہارے ضمیر نے ملامت نہیں کی۔ کیا تمہیں اس بات کا ڈر نہیں تھا کہ پکڑے جاؤ گے تو عزت دو کوڑی کی نہیں رہے گی؟"

اس نوجوان نے کہا۔ "میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ مجھے ایسا لگتا تھا، کوئی غیبی قوت ہے جو مجھے کشاں کشاں خالدہ کے کمرے میں لے گئی ہے۔"

خالدہ نے سر جھکا کر کہا۔ "میری بھی یہی حالت تھی۔ میں اپنے آپ میں نہیں تھی۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ مجھ پر کیا گزری۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "محترم جناب شیخ صاحب! میرا خیال ہے، ان دونوں کا اتنا ہی بیان کافی ہے۔ ویسے ہم اور آپ حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ہم عدالت میں حاضر ہونے والے تمام افراد کو ان کے متعلق صورتِ حال سے آگاہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ مقصد پورا ہو رہا ہے۔ خالدہ اور اس نوجوان کی طرح اور بھی چھ لڑکیاں اور لڑکے ہیں جو ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ آپ ان کے بیانات سے اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ ان نوجوانوں کی نیت بُری نہیں تھی۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے اندر شیطانیت پیدا کی گئی تھی۔ میں باقی چھ لڑکیوں اور لڑکوں سے کہتی ہوں کہ وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کٹہرے کے پاس آ کر کھڑے ہو جائیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک ایک کر کے لڑکیاں اور لڑکے اُٹھنے لگے۔ لڑکیاں سر جھکا کر خالدہ کی طرف چلی گئیں۔ لڑکے اس نوجوان کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ شیخ صاحب نے کہا۔ "اعلیٰ بی بی! اپنا بیان جاری رکھیے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "آپ لوگوں کے سامنے جو طلبا و طالبات نظر آ رہے ہیں، یہ معصوم ہیں۔ کئی برس سے ادارے میں تعلیم و تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ ان سے کبھی ایسی غلطی سرزد نہیں ہوئی جس پر انھیں شرمندہ ہونا پڑے۔ یہ جو کچھ بھی ہوا، اس میں ان کا قصور نہیں ہے۔"

اعلیٰ بی بی ایک ایک لڑکی اور ایک ایک لڑکے کے پاس جا کر کہنے لگی۔ "یہ لڑکی اس لیے ٹریپ کی گئی کہ میرے کھانے میں کوئی ایسی دوا ملا سکے جس کے باعث میرا ذہن کمزور ہو جائے اور میں سانس نہ روک سکوں اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا بہ آسانی میرے دماغ میں پہنچ سکے۔ اسی طرح وہ لڑکا سونیا اور بومی کے کھانے میں ایسی ہی دوائیں ملانے کے لیے ٹریپ کیا گیا تھا۔"

اس نے دو لڑکیوں اور دو لڑکوں کا نام لیتے ہوئے کہا۔ "ہمارے ادارے میں دو واٹر ٹینک کے ذریعے پینے کا پانی سپلائی ہوتا ہے۔ ان لڑکوں اور لڑکیوں کو پانی میں زہر ملانے کے لیے ٹریپ کیا گیا تھا۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ پانی پی کر یا تو ہم سب مر جائیں گے یا بے ہوشی کی

حالت میں رہیں گے تو اس شخص کو ہماری مائیکرو فلموں تک پہنچنے کا موقع مل جائے گا۔"

اس بات پر عدالت کے محدود ماحول میں سنسنی سی پھیل گئی۔ لوگ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے۔ شیخ صاحب نے کہا۔ "پلیز، میں آپ لوگوں کی توجہ چاہتا ہوں۔"

سب خاموش ہو گئے۔ انھوں نے کہا۔ "آپ اس شخص کو دیکھنا چاہتے ہوں گے جس نے اتنا بڑا جال پھیلایا اور جس کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان سات طلبا و طالبات کو اپنا آلۂ کار بنانے میں کامیاب ہوتے رہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "اب بھی اس شخص کو موقع دیا جاتا ہے، وہ خود اپنی جگہ سے اُٹھے اور مجرموں کے کٹہرے میں پہنچ جائے۔"

شیخ صاحب نے کہا۔ "آپ کو معلوم ہو چکا ہے، ان سات طلبا و طالبات کا قصور نہیں ہے۔ انھیں سخت سزائیں نہیں دی جا سکتیں لیکن ان پر اعتماد بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا ان کے لیے باہر ایک گاڑی تیار ہے۔ یہ اس میں بیٹھ کر ادارے سے باہر جائیں گے۔ اس ملک کے کسی بھی شہر میں ان کے لیے روزگار فراہم کیا جائے گا لیکن یہ کبھی ادارے میں قدم نہیں رکھ سکیں گے۔"

یہ حکم سننے کے بعد وہ طلبا و طالبات کمرے سے باہر چلے گئے۔

اب جیکی ماسٹر کی باری تھی۔ وہ اندر ہی اندر گھبرا رہا تھا مگر بڑی مستقل مزاجی سے ڈھیٹ بنا اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک مجرم کی حیثیت سے ظاہر نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کٹہرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ابھی تک خالی ہے۔ آپ حضرات دیکھیں گے، وہ خود چل کر یہاں آئے گا۔ میں یقین دلاتی ہوں، اُسے فرہاد اور شیبا کی ٹیلی پیتھی نہیں لائے گی۔ اسے مجرم ثابت کرنے کے لیے وہ ثبوت کافی ہیں جن کا ذکر میں کر نے جا رہی ہوں۔"

جیکی ماسٹر اپنی جگہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اعلیٰ بی بی کہہ رہی تھی، "جیسا کہ میں بیان کر چکی ہوں، ان سات طلبا و طالبات کو آلۂ کار بنانے کے بعد ان سے گھناؤنا کھیل کھیلا گیا۔ انھیں گناہ کی دلدل میں دھکیلا گیا۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دو مقاصد تھے ایک تو یہ کہ ان نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو کمزور بنا یا جائے اور یہ گناہ کی لذت حاصل کرنے کے لیے ان کے محتاج رہیں۔ ان نوجوانوں نے بعد میں سمجھ لیا تھا کہ ان پر جو بے خودی طاری ہوتی تھی اور وہ بے اختیار ایک دوسرے کی جانب کھنچے جاتے تھے تو یہ ٹیلی پیتھی کی وجہ سے تھا۔"

اعلیٰ بی بی نے ایک نظر دور بیٹھے ہوئے جیکی ماسٹر پر ڈالی۔ پھر کہا۔ "ان دشمنوں نے دوسرے مقصد کے مطابق ان طلبا و طالبات کی جاسوسی تصاویر اتاری ہیں۔ وہ معصوم اور نوجوان لڑکیاں اور لڑکے ایسی تصویریں دیکھ لیں تو شرم سے مر جائیں گے۔ یہ تصویریں اس شخص کے کوارٹر میں ابھی تک موجود ہیں جو ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا خاص ایجنٹ ہے۔ ابھی میں آپ لوگوں کو اسکے کوارٹر میں لے جاؤں گی اور وہاں سے تصویریں برآمد کر لوں گی۔"

یہ سنتے ہی جیکی ماسٹر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہاں سے جانے لگا۔

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "کیوں جیکی ماسٹر! اپنے کوارٹر تک جانا چاہتے ہو، ہم بھی ساتھ چلیں گے؟"

وہ جواب دیے بغیر تیزی سے چلتا ہوا دروازے کی طرف جانے لگا مگر باہر نہ جا سکا۔ دروازے کے سامنے پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ بومی دونوں ہاتھ کمر پر رکھے بیچ دروازے میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ "سوری ماسٹر! تم ہو استاد، میں ہوں شاگرد۔ دنیا والوں کو یہ کہنے کا موقع نہ دو کہ آج کل کے شاگرد اُستاد سے سیکھے ہوئے داؤ استاد پر ہی آزماتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "بومی! اگر تم نے کہا جائے گا استاد پر کبھی ہاتھ نہ اُٹھانا گستاخی نہ کرنا تو اسے کس طرح روکو گی؟"

اس نے جواب دیا۔ "میں صرف نصیحت کروں گی۔ اے استادِ محترم! اس دروازے سے باہر نہ جانا خطرہ ہے۔ پھر نصیحت کرنے کے بعد ایک طرف ہٹ جاؤں گی۔ راستہ چھوڑ دوں گی۔"

یہ کہتے ہوئے بومی دروازے سے ہٹ گئی۔ اس کے جانے کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ جیکی ماسٹر نے آگے بڑھنے میں پس و پیش کیا۔ پلٹ کر اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ پھر بومی پر سوچتی ہوئی نظر ڈالی۔ جناب شیخ صاحب نے ایک بڑا سا لفافہ اُٹھاتے ہوئے کہا۔ "جیکی ماسٹر! تم جو شوت ضائع کرنے جا رہے ہو، وہ یہاں ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "اب دو میں سے ایک بات ہو گی۔ تم یہاں سے بھاگو گے یا مجرموں کے کٹہرے میں آ کر کھڑے ہو جاؤ گے۔"

وہ فوراً اعلیٰ بی بی کی طرف سے پلٹ گیا۔ تیزی سے بھاگنے کے لیے دروازے سے نکلنا چاہتا تھا لیکن اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اچانک ہی سونیا سامنے آ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں دو پیو اور تھے اور وہ بڑا تواضع فرمائی کرتی جا رہی تھی۔ اسے فائرنگ سے بچنے کے لیے کمرے کے اندر آنا پڑا۔ وہ چیختا ہوا، پتھرایا ہوا، دوڑتا ہوا بے اختیار مجرموں کے کٹہرے میں پہنچ کر رک گیا۔ ہاتھ اُٹھا کر کہنے لگا۔ "رک جاؤ، میں آ گیا ہوں۔ میں یہاں آ گیا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے حاضرینِ عدالت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مجرم اپنی جگہ پہنچ چکا ہے۔ اب عدالتی کارروائی شروع ہو گی۔ اس سے پہلے میں سونیا سے پوچھتی ہوں۔ اس نے خواہ مخواہ کبھی ہتھیاروں کو استعمال نہیں کیا۔ آج اسے کٹہرے تک پہنچانے کے لیے فائرنگ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

سونیا نے جواب دیا۔ "میں خواہ مخواہ ہاتھ پائی نہیں کرتی۔ کوشش کرتی ہوں کہ کسی مندبیر سے دشمن زیر ہو جائے۔ میری ایسی تدابیر کو لوگ مکاریاں کہتے ہیں۔ بہرحال، یہ میرے لیے بڑے شرم کی بات ہے آج میں نے یہ دوربین اور دا ستعمال کیے۔ میں سب کے سامنے شرم سے مرنے جا رہی ہوں۔"

اس نے ریوالور کو اپنی دونوں کنپٹیوں سے لگایا پھر ٹھائیں ٹھائیں گولیاں چلانے لگی۔ جیکی ماسٹر حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ عدالت میں بیٹھے ہوئے لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔ جناب شیخ صاحب ٹھنڈا ہی سنجیدہ انسان تھے۔ انھیں کسی نے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا آج وہ بھی بے اختیار ہنسنے لگے تھے۔

جیکی ماسٹر نے غصّے سے کٹہرے کی ریلنگ پر ہاتھ مارتے ہوئے زور سے گرجتے ہوئے پوچھا "کہاں ہو تم لوگ؟"

تمام قہقہے لگانے والے چُپ ہو گئے۔ عدالت میں یکبارگی خاموشی چھا گئی۔ سب کی نظریں جیکی ماسٹر پر مرکوز ہو گئی تھیں۔ وہ سر اُٹھائے خلاؤں میں تکتے ہوئے پوچھ رہا تھا "تم سب کہاں مر گئے؟"

وہ کٹہرے کے اندر چاروں طرف گھوم گھوم کر کہتا جا رہا تھا "تم لوگوں نے میرے تحفظ کا وعدہ کیا تھا۔ تم لوگوں نے دعویٰ کیا تھا مجھے شیبا اور فرہاد کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھو گے اور بُرے وقت میں میرے کام آؤ گے۔ کیا اتنا نہیں بتا سکتے تھے کہ سونیا کے ہاتھوں میں نقلی ریوالور ہیں؟"

وہ گرج رہا تھا اور ٹیلی پیتھی جاننے والے مددگاروں کو پکار رہا تھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ کٹہرے کی ریلنگ پر مارے اور سر کو جھکا لیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ بالکل خاموش ہو گیا۔ عدالت میں بیٹھے ہوئے تمام لوگ بھی خاموش ہو گئے تھے، دیکھنا چاہتے تھے، وہ کیا کرتا ہے! اور وہ کیا کہتا ہے؟

پھر وہ آہستہ آہستہ سر اُٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا "میں ایک نادیدہ قوت، ایک بلا مُنڈ یا دیو ہوں۔ اس وقت جیکی ماسٹر کے روپ میں تم سب کو مخاطب کر رہا ہوں۔"

میں اِس وقت بمبئی کے ہوٹل تاج محل میں تھا۔ اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے ہارپر کو دیکھ رہا تھا۔ گو یا وہ میرے سلسلے ہی نادیدہ قوت ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا۔ یعنی ایسی قوت جسے کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ جسے کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ نہ جانے انسان کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ ازل سے پُراسرار اور ناقابلِ تسخیر بن کر رہنا چاہتا ہے مگر بن نہیں پاتا۔

میں پلک جھپکتے ہی اس کی تمام خوش نصیبی کو خاک میں ملا سکتا تھا۔ وہ نادیدہ قوت بننے والا دیو ہیکل ہو کر اتنے غرور سے نہ بولتا جتنا کہ اس وقت شیخ صاحب کے سامنے عدالت کے کمرے میں بول رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "جیکی ماسٹر میرا وفادار ہے۔ میں ہر حال میں اس کی حفاظت کروں گا۔ آئندہ اس ادارے میں جو بھی میری پناہ میں آئے گا، میرا وفادار بن کر رہنا چاہے گا میں اس کی حفاظت کروں گا۔ اس کا ایک نمونہ ابھی پیش کر رہا ہوں۔ تم سب گواہ رہنا۔ اس عدالت کا جو بھی فیصلہ ہو، جیکی ماسٹر کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ جس طرح مکھن سے بال نکل آتا ہے، اسی طرح جیکی ماسٹر اس ادارے سے صحیح سلامت نکل کے میرے پاس پہنچ جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "جیکی ماسٹر نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ یہ غدّار ہے۔ اس کی سزا کیا ہو سکتی ہے، یہ جناب شیخ صاحب ہی فرمائیں گے۔"

شیخ صاحب نے کہا "غدّار کو سزائے موت دی جائے گی۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس کے دماغ میں خیال خوانی کے ذریعے بولنے والا باہر رہنے والے اسے کس طرح یہاں سے بچا کر لے جا سکتے ہیں۔"

جیکی ماسٹر کے ذریعے ہارپر نے کہا "خون کا بدلہ خون ہوتا ہے۔ اگر میرے آدمی کو سزائے موت دی جائے گی تو میں اس ادارے کی ایک اہم ہستی کو ہمیشہ کے لیے مٹا دوں گا۔"

اس کے جواب میں اعلیٰ بی بی کچھ کہنا چاہتی تھی، جیکی ماسٹر نے ہاتھ اُٹھا کر کہا "رک جاؤ۔ میری بات پوری نہیں ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں، اگر میں نے اس ادارے کی کسی اہم ہستی کو جانی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو شیبا اور فرہاد میری بہن اور میرے بھائی کو مار ڈالیں گے۔ بھلا اپنوں کی موت کون برداشت کر سکتا ہے۔ ہم بھی نہیں کر سکتے۔ جان کے بدلے جان لینا مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا میں جیکی ماسٹر کو بچانے کا دوسرا راستہ اختیار کرنے جا رہا ہوں۔"

اس نے ایک ذرا توقف سے کہا "میں ایک بات پوچھ رہا ہوں۔ جیکی ماسٹر کو سزائے موت دینے کے بعد اس کی لاش کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

"اس کی لاش اس ادارے سے باہر کسی بھی قبرستان میں دفن کرنے کے لیے بھیج دی جائے گی لیکن تم نے اسے زندہ سلامت یہاں سے لے جانے کا دعویٰ کیا ہے۔ پھر اس کی موت کی بات کیوں کرتے ہو؟"

"میں خون خرابہ نہیں چاہتا۔ جان کے بدلے جان لینا نہیں چاہتا، اس لیے اب میرا یہ وفادار یہاں سے سزائے موت پانے کے بعد مردہ حالت میں ادارے سے باہر جائے گا۔ اس کے بعد زندہ ہو جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیا تم سامری جادوگر کی اولاد ہو؟"

"تم میرا مذاق اڑا رہی ہو۔ حقیقتاً ایسا ہی کچھ ہے تم ہماری اس غیبی ایجاد کو بھول گئیں۔ وہ ٹرانسفارمر مشین جس کے ذریعے ہم دوسروں کی صلاحیتوں کو اپنے دماغ میں منتقل کر لیتے ہیں۔ ایسے ہی ایک کالا جادو جاننے والے کے دماغ سے ہم نے وہ سارے کالے عمل اپنے دماغ میں منتقل کر لیے ہیں۔ میں دعویٰ کرتا ہوں، جب جیکی ماسٹر کی لاش اس ادارے سے باہر جائے گی تو یہ کسی وقت بھی زندہ ہو سکتا ہے کیونکہ اس کی روح ہمارے کالے عمل کے حصار میں رہے گی۔ باہر نکل نہیں پائے گی۔ ہم جب بھی چاہیں گے، اس کی روح پھر اس کے مردہ جسم میں داخل ہو جائے گی۔"

عدالت میں بیٹھے ہوئے بیشتر افراد اس کی باتوں سے متاثر ہو رہے تھے۔ حیرانی سے سُن رہے تھے۔ کیا جیکی ماسٹر بظاہر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو سکے گا؟ کچھ ایسے لوگ تھے جو اس بات کو مضحکہ خیز سمجھ رہے تھے

اور میں ہارپر کے دماغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس حقیقت کو سمجھ رہا تھا کہ یہ حقیقت نہیں ہے۔ وہ جو کہہ رہا ہے، محض ڈرامائی انداز اختیار کرنے کے لیے کہہ رہا ہے۔ میں نے شیخ صاحب اور اعلیٰ بی بی سے کہہ دیا "اس کا باپ بھی کالا جادو نہیں جانتا۔ بس یہ دیکھتے جائیں کہ کیسی چالیں چل رہا ہے۔"

دراصل ہارپر، بابا صاحب کے ادارے میں اپنی ساکھ قائم رکھنا چاہتا تھا۔ وہاں کے تمام افراد کو یہ یقین دلانا چاہتا تھا کہ اپنے وفاداروں کو بے موت نہیں مرنے دے گا۔ اگر ادارے میں اس کے کسی بھی وفادار کو سزائے موت دی جائے گی تو وہ مرنے کے بعد اس ادارے سے باہر لاش کی صورت میں آئے گا لیکن دوبارہ زندگی حاصل کرے گا۔

اعلیٰ بی بی نے میری باتیں سن کر کہا "میں سمجھ گئی۔ جیکی ماسٹر ہمارے ہاں سزائے موت پائے گا۔ یہاں سے مرنے کے بعد ہی باہر جا سکے گا اور مرنے کے معنی ہیں ہمیشہ کے لیے فنا ہو جانا اور فنا ہونے والے دوبارہ زندہ نہیں ہوتے مگر یہ ہمارے ادارے کے لوگوں کو یقین دلانے کے لیے کسی ڈمی جیکی ماسٹر کو منظرِ عام پر لائے گا۔"

جیسا وہ کہہ رہی تھی، ویسا ہی ادھر جیکی ماسٹر کے ذریعے ہارپر کہہ رہا تھا "میں اس ادارے کے ان تمام خوش نصیبوں سے مخاطب ہوں جو آئندہ میرے وفادار بننے والے ہیں۔ میرا دعویٰ غلط نہیں ہے۔ آپ سب دیکھیں گے کہ جیکی ماسٹر کی موت یہاں ہوگی اور دو دن بعد یہ پیرس میں گھومتا پھرتا نظر آئے گا۔ آج سے ٹھیک دو دن بعد آپ اسے ایفل ٹاور کے آس پاس کہیں بھی دیکھ سکتے ہیں۔"

جیکی ماسٹر اپنے آپ میں نہیں تھا۔ ہارپر کے بس میں تھا اور اس کی مرضی کے مطابق مجرموں کے کٹہرے میں شان سے تن کر کھڑا ہوا تھا۔ فاتحانہ انداز میں لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "صرف جیکی ماسٹر زندہ سلامت نہیں رہے گا بلکہ وہ سات طلبا و طالبات جو یہاں سے نکال دیے گئے ہیں، میں انھیں بھی عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے تمام مواقع فراہم کروں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "کیا خوب آئیڈیا ہے۔ یہ ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آئے گا مگر ہم سمجھ گئے ہیں۔"

اس نے جیکی ماسٹر کی زبان سے کہا "تمھارے سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ادارے کے ذہین افراد کو ثبوت چاہیے اور میرے دعوے کے مطابق تمام لوگوں کو میری سچائی کا ثبوت مل جائے گا۔ اپنی اس عدالت کے فیصلے سے پہلے میرا فیصلہ سنو۔"

سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ اس نے کہا "ابھی تھوڑے شیخ صاحب نے کہا ہے۔ غدّار کو سزائے موت دی جائے گی اور میرا فیصلہ ہے صرف تمھاری طرف سے موت کی سزا نہیں مل سکے گی۔ یہ تمھارے ہاتھوں سزا پانے سے پہلے ہی خودکشی کر لے گا۔ یہ عزّت کی موت مرے گا۔"

یہ سنتے ہی سونیا اور پومی اس کی طرف بڑھنے لگیں وہ اسے خودکشی سے باز رکھنا چاہتی تھیں۔ میں نے دونوں کو دور رکھنے کے لیے کہا "ان پر مزید اڑتالیس گھنٹے کا تنویمی عمل کیا گیا تھا تاکہ دشمن ان کے دماغوں تک نہ پہنچ سکیں لیکن دوسری بار رجب تنویمی عمل کیا گیا تو میرے لیے خاص طور پر کوڈ ورڈ مقرر کر دیا گیا تھا اور کوڈ ورڈ وہی تھا "فرہاد آن زیرو چینل"۔ یہ الفاظ سُننے کے بعد وہ یقین کر لیتی تھیں کہ میں ہی بول رہا ہوں۔ میں نے کہا "جیکی ماسٹر کے پاس خودکشی کرنے کے لیے کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مارا جائے گا۔"

اسی وقت جیکی نے تمام حاضرینِ عدالت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اب میں جیکی ماسٹر اپنے آپ میں ہوں اور پورے ہوش و حواس میں رہ کر اپنی جان دے رہا ہوں۔ مجھے کوئی نہیں روک سکے گا۔"

ویسے تو میں ہارپر کو بڑی آسانی سے روک سکتا تھا لیکن وہ عدالت میں ڈرامائی انداز اختیار کرنے کے باوجود یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ شیبا اور فرہاد اس عدالت میں اس کے راستے کی رکاوٹ کیوں نہیں بن رہے ہیں؟

وہ جیکی ماسٹر کی سانس روک رہا تھا اور ہماری طرف سے مخالفت کی توقع کر رہا تھا، ادھر جیکی ماسٹر کی سانس لینا چاہتا تھا، زندہ رہنا چاہتا تھا مگر وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے سانس لینے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔ عدالت میں کتنے ہی لوگ اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اسے کٹہرے کے اندر تڑپتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ زندگی کے لیے یہ جدوجہد دو منٹ تک جاری رہی۔ اس کے بعد وہ بے جان ہو کر کٹہرے کے اندر گرا۔ پھر وہاں سے لڑھکتا ہوا نیچے آ گیا۔

جناب شیخ صاحب نے تمام حاضرین کو اپنی جگہ بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر ایک ڈاکٹر اُن کی ہدایت کے مطابق جیکی ماسٹر کا معائنہ کرنے لگا۔ آخر اس نے تصدیق کی، وہ مر چکا تھا جو لوگ ضعیف الاعتقاد تھے اور کالے جادو پر یقین رکھتے تھے، ان کی نظروں میں جیکی ابھی زندہ تھا۔ بظاہر مر چکا تھا اور دو دن بعد پیرس شہر میں ظاہر ہونے والا تھا۔

جناب شیخ صاحب نے تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ابھی عدالت کی کارروائی ختم نہیں ہوئی ہے۔ ہمارے ادارے کا یہ اہم شخص جسے ہم جیکی ماسٹر کہتے تھے، یہاں مجرم کی حیثیت سے آیا تھا جو اب فنا ہو چکا ہے۔ اسے ہم سزا سُنا سکے مگر سزا دے نہ سکے۔ اس سے پہلے ہی یہ مر گیا۔ اس کے بعد عدالت کو برخاست ہو جانا چاہیے مگر ابھی کیس ختم نہیں ہوا۔ دراصل اس کیس میں دو مجرم تھے۔ ایک آپ کے سامنے مر چکا ہے جو دیدہ تھا۔ دوسرا یہاں موجود ہے مگر نادیدہ ہے۔"

وہاں موجود لوگوں نے تائید کے انداز میں خاموشی سے سر ہلایا انھوں نے کہا "وہ نادیدہ مجرم اس عدالت کی کارروائی دیکھ رہا ہے اور میری باتیں سُن رہا ہے۔ میں اسے بتانا چاہتا ہوں، اس نے کتنی بڑی حماقت

کی ہے۔ کالے جادو کا ڈھونگ رچانے سے میرے ادارے کے افراد متاثر نہیں ہوں گے یہاں کوئی ضعیف الاعتقاد نہیں ہے ہم کالے جادو کو مانتے ہیں مگر جب تک اس مردہ جیکی ماسٹر کا جسم ادارے سے باہر نہیں جائے گا اور اس کالے جادو جاننے والے تک نہیں پہنچے گا، اس وقت تک وہ اپنے وفادار جیکی ماسٹر کو اپنے سیاہ عمل سے دوبارہ زندہ نہیں کر سکے گا حالانکہ دوبارہ کسی انسان کو زندہ کرنا کسی بھی انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے جو قادرِ مطلق ہے اور جو جب چاہے اور مار کر دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔"

انھوں نے ایک ذرا توقف سے کہا "وہ نادیدہ مجرم ہمارے ہاتھ نہیں آیا۔ یہ بات اس کے لیے باعثِ اطمینان ہے اور ہم اپنی کارکردگی سے مطمئن ہیں۔ ہم نے اس نادیدہ مجرم کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دی۔ وہ شرمناک تصویروں کے ذریعے اس ادارے کے تقدس کو مشکوک بنانا چاہتا تھا۔ وہ سارے ثبوت ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ ہمیں کوئی بدنام نہیں کر سکے گا۔"

وہ ذرا چپ ہوئے۔ جیکی ماسٹر کی لاش کو اٹھا کر لے جایا جا رہا تھا۔

انھوں نے کہا "اس نادیدہ مجرم کے سامنے ایک مسئلہ درپیش تھا کہ وہ کس طرح اس ادارے میں اپنی ساکھ برقرار رکھ سکے آئندہ ہمارے لوگوں کو آج کی کامیابی کا حوالہ دے کر کس طرح متاثر کر سکے اور اپنا آلۂ کار بنا سکے لیکن اسے کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ جب اس نے سمجھ لیا کہ اس کا خاص ایجنٹ جیکی ماسٹر بے موت مر جائے گا تو اس نے کالے جادو کا ڈھونگ رچایا۔ یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ آئندہ ہم میں سے کوئی بھی جیکی ماسٹر کو پیرس میں دیکھے گا تو وہ ایک ڈمی جیکی ماسٹر ہوگا۔ ہم نے دشمنوں کے سامنے بارہا ڈمی فرہاد کو پیش کیا ہے اور حال ہی میں ڈمی شیبا بھی پیش کی گئی تھی۔ وہ نادیدہ مجرم ہماری ہی چال کو دہرا رہا ہے۔"

انھوں نے تمام حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں اس سلسلے میں آپ کا ووٹ حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ جیکی ماسٹر کی لاش کو یہیں دفن کیا جائے یا ادارے سے باہر بھیج دیا جائے؟"

سبھی لوگ باری باری کہنے لگے "یہ غدار تھا۔ اسے ہمارے ادارے کی زمین میں دفن نہ کیا جائے۔"

"اس کی لاش لاوارثوں کے قبرستان میں بھیج دی جائے۔"

"ہمارے طلبا و طالبات کو اچھا سبق حاصل ہوگا جب تک ہمارے ادارے میں کوئی معزز ہوتا ہے، اچھے کام کرتا ہے، ہم اسے سر پر بٹھاتے ہیں۔ جب غدار ثابت ہو جاتا ہے تو اسے لاوارثوں کے قبرستان میں پہنچا دیا جاتا ہے۔"

ایک نے کہا "لیکن وہ نادیدہ مجرم لاوارثوں کے قبرستان سے لاش کو غائب کر دے گا۔ پھر ایک ڈمی جیکی کو پیش کرے گا۔ کچھ ایسے انتظامات کیے جائیں کہ وہ لاش اس نادیدہ مجرم کے ہاتھ نہ لگے۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا "اس کی ایک ہی صورت ہے۔ اس نادیدہ مجرم نے دعویٰ کیا ہے کہ دو دن بعد جیکی ماسٹر پیرس شہر میں دیکھا جا سکے گا لہٰذا ہم ایک ہفتے تک ماسٹر کی لاش کو یہاں محفوظ رکھیں گے اس کے بعد اسے باہر بھیج دیا جائے گا۔"

سب نے اس فیصلے کی تائید کی۔ اچانک ایک شخص نے اٹھ کر کہا "تم لوگ جسے نادیدہ مجرم کہتے ہو وہ میں ہوں مگر میں نادیدہ قوت ہوں۔ یہ بات مت بھولو جب مجھے جیکی کی لاش نہیں ملے گی تو میں کسی دوسرے مردہ جسم میں جیکی کی روح پہنچا دوں گا۔ وہ دوبارہ زندہ ہو گا۔ فرق اتنا ہوگا کہ اس کی شکل و صورت جیکی جیسی نہیں ہوگی لیکن اس کا دل دماغ اس کا مزاج اس کی گفتگو اس کا لہجہ اور اس کی وفاداری جیکی ماسٹر جیسی ہوگی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "یہ ثابت ہو گیا کہ تم اصلی جسم اور اصل شکل و صورت کے ساتھ جیکی ماسٹر کو پیش نہیں کر سکو گے چونکہ میں بحیثیت اعلیٰ بی بی اس ادارے کے باہر تمام بیرونی معاملات سے تعلق رکھتی ہوں لہٰذا آخری بار سمجھاتی ہوں، یہ بچکانہ کھیل ختم کرو۔ کسی ڈمی جیکی ماسٹر کو پیش نہ کرو ورنہ میں کوئی دوسرا جیکی ماسٹر اصل شکل و صورت کے ساتھ پیش کر دوں گی جہاں بھی تمھارا ڈمی جیکی جائے گا وہ وہاں پہنچ کر اس کی مزمت کرے گا۔ حالانکہ تمھارے ڈمی سے ہمارے ادارے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن تمھارے ساتھ توڑ جوڑ لازمی ہے لہٰذا اپنے ڈمی کو سمجھا دینا دو دن بعد جب بھی وہ ظاہر ہوگا اس کی موت ایک نئے جیکی ماسٹر کے ہاتھوں سے ہوگی۔"

میں ہارپر کے دماغ میں تھا اور وہ اب دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا تھا۔ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا "میرا کتنا اہم منصوبہ ناکام ہو گیا ہے۔ جیکی ماسٹر نے بڑا اچھا رول ادا کیا تھا۔ اس کے ذریعے جتنے طلبا و طالبات آلۂ کار بن گئے تھے وہ میری پلاننگ کے مطابق کام کرنے والے تھے۔ پینے کا پانی جہاں سے سپلائی ہوتا ہے، وہاں زہر ملا دیا جاتا۔ پورا ادارہ اسے پی کر ہمیشہ کے لیے سو جاتا۔ اگر کوئی قسمت سے بچ بھی جاتا تو وہ ادارہ اسے قبرستان نظر آتا۔ پھر وہاں کے اہم راز جو مختلف مائیکروفلموں میں ہیں سب میرے ہاتھ لگ جاتے وہ مائی گاڈ میں بہت بڑی کامیابی حاصل کرتے کرتے ناکام ہو گیا۔ آخر ایسا کیوں ہو جاتا ہے۔ فرہاد اور اس کے ساتھی ڈوبتے ڈوبتے پھر کس طرح بچ نکلتے ہیں؟ وہ سوچ رہا تھا۔ پریشان ہو رہا تھا اور اپنی ناکامی پر بیچ و تاب کھا رہا تھا۔

میں نے شیبا سے وعدہ کیا تھا کہ ہم لنچ کے بعد اسرائیل جائیں گے اور شارپر کے خلاف محاذ بنائیں گے۔ شیبا نے کھانے کے دوران کہا۔ "ہم جتنے اسرائیلی افسران اور اعلیٰ حکام تک پہنچ چکے ہیں میں ان کے پاس جاتی رہی ہوں۔ میرا خیال تھا شارپر کے متعلق کچھ نہ کچھ معلوم کر سکوں گی لیکن وہ تمام افسران اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے — ان کی سوچ کے ذریعے پتا چلا، شارپر ان سے رابطہ قائم نہیں کرتا ہے۔"

میں نے کہا "اسے ہر ایک سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ اس نے دو ایک افسران یا اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کیا ہوگا اور انھی کو اپنے رابطے کا ذریعہ بنا رکھا ہوگا۔ ہمیں ان خاص افسران تک پہنچنا ہوگا۔"

"ایسے خاص افسران کا سراغ کیسے لگایا جا سکتا ہے؟"

"یہ بڑی بات نہیں ہے۔ دراصل ان بن بھائیوں نے اسرائیل میں یہ طے کر رکھا ہے کہ جب بھی ایک دوسرے کی مدد لازمی ہو تو انھیں فلاں فلاں افسر کے دماغ میں آنا چاہیے اور ان کے ذریعے اس افسر سے رابطہ قائم کرنا چاہیے جس کے دماغ میں شارپر آیا کرتا ہے۔"

لنچ کے بعد میں اور شیبا ہارپر کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے دماغ میں چپ چاپ رہ کر آسے شارپر سے اسرائیل میں رابطہ قائم کرنے کی طرف مائل کرتے رہے نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ایک اسرائیلی افسر سے رابطہ قائم کیا وہ افسر اسرائیلی حکومت کے ایک خفیہ شعبے "بلائنڈ کلب" کا ریٹائرڈ ممبر تھا۔

بلائنڈ کلب کا مطلب اندھوں کا کلب نہیں تھا۔ وہاں سب آنکھ والے تھے۔ تمام ممبران ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے مگر کلب کے باہر ایک دوسرے سے ملاقات ہوتی تو کبھی پہچان نہیں سکتے تھے کیونکہ یہ لوگ بیرونی دنیا میں زندگی گزارتے وقت اپنے اصل روپ میں ہوتے تھے اور کلب کے احاطے میں داخل ہوتے وقت بہروپیے بن جاتے تھے۔ کوئی اپنے اصل روپ میں نہیں ہوتا تھا۔ وہ سب ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہوتے تھے۔ اس کے باوجود ایک قوم کے افراد ہوتے تھے۔ آپس میں اتنا زبردست اتحاد ہوتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو نہ پہچانتے کے باوجود اپنی حکومت کے اہم رازوں کی حفاظت کرتے تھے اور بہت ہی خفیہ منصوبے بنا کر حکومت کو پیش کرتے تھے۔

وہ گونگے بن جاتے تھے۔ بولتے نہیں تھے چونکہ بولتے نہیں تھے اس لیے ایک دوسرے کی آواز میں بھی سن نہیں سکتے تھے۔ آپس میں اشاروں کی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ جیسا کہ گونگے کیا کرتے ہیں۔ اس کلب کے سات ممبران تھے ان کے لیے سات خفیہ راستے تھے۔ ہر ممبر کے لیے ایک ایک راستہ مخصوص تھا۔ ایک ممبر دوسرے ممبر کے راستے کو نہیں جانتا تھا۔ ایک دوسرے سے چھپ کر آنے جانے کا طریقۂ کار کچھ یوں تھا کہ وہ ساتوں ممبر ایسی جگہ جاتے تھے جہاں لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا مثلاً کسی بڑی سپر مارکیٹ میں، کاٹن ایکسچینج کی عمارت میں، ایئرپورٹ یا ریلوے اسٹیشن کے ہجوم میں خود کو گم کر دیتے تھے۔ اپنے پاس ریڈی میڈ کیپ رکھتے تھے وہاں کے باتھ روم میں جاتے تھے اور جب وہاں سے نکلتے تھے تو ان کی شخصیت تبدیل ہو جاتی تھی۔ پھر وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر بلائنڈ کلب کی عمارت تک پہنچتے تھے اپنی ذاتی گاڑیاں ایئرپورٹ، ریلوے اسٹیشن، کاٹن ایکسچینج یا کسی سپر مارکیٹ کے پارکنگ ایریا میں چھوڑ دیتے تھے۔ اس بلائنڈ کلب کی عمارت کے باہر مسلح فوجیوں کا سخت پہرہ رہتا تھا اور وہ فوجی بھی ان سات ممبران کو نہ تو جانتے تھے اور نہ ہی ان خفیہ راستوں سے واقف تھے۔

یہ غیر معمولی حفاظتی انتظامات تھے۔ اس بلائنڈ کلب میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی نہیں پہنچ سکتا تھا میں تو خیر دشمن سمجھا جاتا تھا مگر شارپر وغیرہ دوست بن کر بھی وہاں ایک سانس نہیں لے سکتے تھے اور نہ ہی کسی سانس لینے والے کے دماغ میں پہنچ سکتے تھے۔ ٹیلی پیتھی سے قطع نظر غیر ملکی ایجنٹ اور سراغرساں بھی اس بلائنڈ کلب کے احاطے میں قدم نہیں رکھ سکتے تھے نہ ہی ان سات خفیہ ممبران تک پہنچ سکتے تھے۔

اس کلب کے اندر سات خفیہ ممبران کا طریقۂ کار کیا تھا؟ وہ کس طرح منصوبے بناتے تھے؟ کس طرح اہم رازوں کی حفاظت کرتے تھے؟ یہ شاید اس وقت بیان کر سکوں گا جب ادھر سے میرا گزر ہو گا ابھی یہ ناممکن سا لگ رہا تھا۔ ہارپر جس ریٹائرڈ افسر کے دماغ میں پہنچا تھا میں اسی کے پاس رہ کر یہ معلومات حاصل کر رہا تھا۔

اس افسر کا نام تھامسن تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ایک سینئر افیسر سے رابطہ قائم کیا پھر کہا "ایک بھائی دوسرے بھائی سے ہماری موجودگی میں باتیں کرنا چاہتا ہے۔ اگر وہ آپ کے دماغ میں موجود ہے تو ہم آپس میں رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔"

دوسری طرف سے جواب ملا "وہ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد میرے پاس آئے گا۔ تھامسن یہاں آنے میں پندرہ منٹ لگیں گے لہٰذا چلے آؤ۔"

اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ جب وہ سینئر آفیسر کی رہائش گاہ میں پہنچا تو پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ اس سینئر افسر کے دماغ میں شارپر موجود تھا اور اُدھر تھامسن کے پاس ہارپر تھا۔ یعنی شارپر اور ہارپر اور دو افسروں کی ملاقات ہو رہی تھی۔ اس خفیہ میٹنگ میں بظاہر چار افراد تھے مجھے اور شیبا کو شامل کر لیا جائے تو چھ تھے۔

شارپر نے جس افسر کو اپنے رابطے کا ذریعہ بنایا تھا، اس کا نام کیری ہام تھا۔ وہ دونوں افسران ایک دوسرے کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئے جیسے شارپر اور ہارپر ایک دوسرے کے روبرو بیٹھے ہوں۔ پھر کیری ہام نے اطمینان کے لیے پوچھا "کیا تمھارے پاس وہ بھائی موجود ہے؟"

تھامسن نے کہا "جی ہاں میں ایک بھائی ہوں ابھی تھامسن کی زبان سے بول رہا ہوں اور اپنے بھائی کو مخاطب کر رہا ہوں۔"

کیری ہام کی زبان سے دوسرے بھائی نے کہا "میں بھی مسٹر کیری ہام کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

دونوں بھائیوں نے دونوں افسران کا لب و لہجہ اختیار کیا ہوا تھا۔ ہارپر نے کہا "میں نے بابا صاحب کے ادارے میں اتنی مستحکم پلاننگ کی تھی کہ ناکام ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا مگر ناکام ہو گیا۔ میرا ایجنٹ جیکی ماسٹر فرہاد کی گرفت میں آ گیا۔ سارا پول کھل گیا میں وہاں سے بُری طرح ناکام ہو کر آیا ہوں۔"

وہ بتانے لگا کہ بابا صاحب کے ادارے سے نہ تو خفیہ مائیکرو فلمیں حاصل ہو سکیں۔ نہ ہی وہ شرمناک تصویریں جن کے ذریعے اس ادارے

کے تقدس کو پامال کیا جاسکتا تھا۔ جناب شیخ صاحب نے جس قدر احتیاطی تدابیر اختیار کی تھیں اور ان پر عمل کر رہے تھے اور کرا رہے تھے، ان کے پیش نظر اس ادارے میں نقب لگانا ناممکن سا لگ رہا تھا۔

تمام باتیں سننے کے بعد کیری ہام نے کہا: "تم دونوں بھائیوں سے پہلے ہمارے سراغ رسانوں نے اس ادارے میں نقب لگانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر ناکام رہے۔ اس ادارے کے چاروں طرف فولادی دیواریں ہیں۔ فولاد سے بڑھ کے مضبوط حفاظتی دیوار، جسے کوئی توڑ نہ سکے۔ پہلی مضبوطی فرانسیسی حکومت کی ہے۔ اس حکومت کی سرپرستی نے ادارے کے لیے بڑی سہولتیں اور بڑے بڑے ذرائع پیدا کر دیے ہیں۔ ان کی دوسری مضبوطی قابل رشک ہے۔ آج تک کسی ادارے، کسی تنظیم میں اتنے ذہین اور حاضر دماغ افراد نہیں ہوئے جتنے کہ بابا صاحب کے ادارے میں ہیں۔ وہاں زندگی سے معاشرے سے اور سیاست سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے ماہرین موجود ہیں۔"

تھامسن نے کہا: "پہلے ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کی قوت نہیں تھی۔ اب یہ دو بھائی ہمارے دوست ہیں۔ اب ان کے ذریعے پتا چلتا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے میں لوگا کے ماہرین بھی ہیں اور وہاں صبح و شام سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں طلبا و طالبات اس کی مشقیں کرتے رہتے ہیں۔ آج ایک بھائی ناکام ہو کر آیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہاں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں زیادہ کام نہیں آسکیں گی۔"

کیری ہام کی زبان سے شارپر نے سخت لہجے میں کہا: "کیسے کام نہیں آئیں گی؟ یہ ہمارا علم ہے۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے اس ادارے میں ضرور جگہ بنائیں گے اور ایک دن ایسی تباہی و بربادی لائیں گے کہ لوگ اسے قبرستان کے نام سے یاد کریں گے۔"

تھامسن نے کہا: "اس ادارے کو تباہ کرنا بے حد ضروری ہے۔ اگرچہ ماضی میں ہمارے جاسوس ناکام ہو چکے ہیں۔ تاہم یہ ناممکن نہیں ہے۔"

شارپر نے کیری ہام کے ذریعے کہا: "فرہاد کی اصل طاقت اسی ادارے میں ہے۔ سونیا، رسونتی، اعلیٰ بی بی، پومی اور شیبا سب کی سب وہاں پناہ لیتی ہیں۔"

کیری ہام نے مسکرا کر کہا: "مسٹر! شیبا کا نام نہ لو۔ اسے تو تم لوگوں نے مار ڈالا ہے۔"

"ہم بارہا یقین دلا چکے ہیں کہ شیبا کی ڈمی ماری گئی ہے۔"

"ربی اسفندیار نے اپنی پچھلی تمام غلطیوں کا اعتراف کیا ہے۔ جو بات ہم سے چھپائی گئی، اس کا انکشاف کیا ہے اور آخری انکشاف یہی ہے کہ مرنے والی اصل شیبا تھی۔"

تھامسن نے کہا: "دیکھیے مسٹر! ہم سے کوئی پردہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہم آپس میں گہرے دوست ہیں۔ آپ لوگوں کی یہ چال صاف طور پر سمجھ میں آرہی ہے۔ آپ اپنا میدان صاف رکھنے کے لیے شیبا کی موت لازمی سمجھتے تھے، لہٰذا اسے مار ڈالا۔ اگر وہ زندہ ہوتی تو ہم اس پر سبودی ہونے کے ناتے زیادہ اعتماد کرتے اور آپ لوگوں کی ثانوی حیثیت ہوتی۔ لہٰذا خود کو اولیت دینے کے لیے ہمیں اپنا احسان مند بنائے رکھنے کے لیے آپ لوگوں نے یہ کانٹا صاف کر دیا۔"

کیری ہام نے کہا: "ہمیں تم لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ اپنی عزیز ترین چیز کو ہمیشہ کے لیے کھو کر دوسروں پر انحصار کرنا پڑتا ہے، دوستی ہونے کے بعد اب تم لوگ دوسرے نہیں رہے۔ ہمارے اپنے ہو، لہٰذا اس بات پر مٹی ڈالو۔ شیبا کا ذکر نہ کرو۔"

شارپر نے کہا: "میں بھی اب شیبا کے سلسلے میں بحث نہیں کروں گا نہ ہی اس کی زندگی کا یقین دلاؤں گا۔ ایک دن آپ پر حقیقت واضح ہو جائے گی۔ بہرحال، ہم بات کر رہے تھے کہ بابا صاحب کا ادارہ فرہاد کی تمام ساتھی عورتوں کی پناہ گاہ ہے۔ فرہاد بھی زخمی ہونے کے بعد وہاں پہنچتا ہے۔ گویا وہ ان کا ایک حفاظتی کیمپ ہے۔ اب اس مضبوط کیمپ کو کس طرح تباہ کیا جائے۔ اس کی ٹھوس منصوبہ بندی ضروری ہے۔"

تھامسن نے کہا: "میں یہ مسئلہ بلائنڈ کلب میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہاں کے افراد جو منصوبہ بندی کریں گے، اس کا علم کسی کو نہیں ہوگا اور ہم اندر ہی اندر سرنگ بناتے ہوئے اس ادارے کے اندر پہنچ جائیں گے اور وہاں جو کچھ کرنا ہوگا، وہ سب بلائنڈ کلب والوں کی منصوبہ بندی میں شامل ہوگا۔ اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔"

شارپر نے ہنستے ہوئے کہا: "تمھارا بلائنڈ کلب ہمارے لیے ایک چیلنج ہے۔ کیا تمھیں پورا یقین ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کلب کے اندر یا ان ممبران تک نہیں پہنچ سکتے؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے تو بہت بڑی چیز ہوتے ہیں۔ ایک چیونٹی بھی اس کلب میں نہیں جاسکتی۔"

"مسٹر شارپر اور مسٹر ہارپر! میں تم لوگوں کے سامنے یہ مسئلہ بلائنڈ کلب میں پیش کر رہا ہوں۔ میرے دماغ میں رہ کر وہاں تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ ویسے تم وہاں تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

تھامسن نے اپنے سینئر آفیسر سے اس کا ٹرانسمیٹر طلب کیا پھر اسے آپریٹ کرنے کے بعد کہنے لگا: "میں تھامسن بول رہا ہوں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوستوں نے بابا فرید واسطی کے ادارے میں نقب لگانے کی بڑی حد تک کامیاب کوشش کی تھی مگر ناکام رہے۔ میں اس کی تفصیل بتا رہا ہوں۔ پلیز! میری یہ رپورٹ بلائنڈ کلب کے بلائنڈ ممبران تک پہنچا دی جائے۔"

وہ بول رہا تھا۔ میں شیبا، ہارپر، شارپر بھی اس کے دماغ میں تھے اور سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ کس سے باتیں کر رہا ہے، تھامسن کا دماغ بتا رہا تھا کہ دوسری طرف جو باتیں سن رہا تھا، وہ اس کی تمام رپورٹ ایک کمپیوٹر کو فیڈ کر رہا تھا۔ اس کمپیوٹر کے ذریعے بلائنڈ کلب

کے اندر ایک مانیٹر ٹی وی پر اس کی ساری رپورٹ پڑھی جاسکتی تھی۔

ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے زیادہ سے زیادہ اس شخص تک پہنچ سکتے تھے جسے تھامسن رپورٹ سنا رہا تھا مگر اس شخص کے بعد اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ کمپیوٹر کو فیڈ کرنے والا شخص خود نہیں جانتا تھا کہ یہ رپورٹ کہاں پہنچے گی اور کون لوگ اسے اسکرین پر پڑھنے والے ہیں۔

تھامسن نے ٹرانسمیٹر آف کرنے کے بعد کہا: "آپ دونوں بھائی ہمارے پاس موجود رہیں۔ تھوڑی دیر بعد جواب موصول ہو سکتا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ دوسری طرف سے کوڈ ورڈ زمیں کچھ کہا گیا۔ کیری ہام نے ایک کمپیوٹر سے منسلک ٹی وی اسکرین آن کرنے کے بعد کہا: "اسکرین آن ہے۔ ہم جواب پڑھنا چاہتے ہیں۔"

پھر اسکرین پر جواب موصول ہونے لگا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔

"بابا فرید واسطی کے ادارے میں کسی آپریشن کے لیے منصوبہ بندی کی جائے گی۔ اس سلسلے میں چوبیس گھنٹے بعد رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔"

پھر اسکرین پر دوسرے الفاظ نمایاں ہونے لگے۔ وہاں لکھا ہوا تھا: "جیکی ماسٹر مر چکا ہے۔ اسے دوبارہ زندہ کرنے کا یقین دلانا محض بچکانہ پن ہوگا لہٰذا جیکی ماسٹر کی ڈمی پیش نہ کی جائے اور اس معاملے میں خاموشی اختیار کی جائے۔ دیٹس آل!"

پھر اسکرین سادہ ہو گیا۔ انھوں نے اسکرین اور ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ اس کے بعد کہا: "مسٹر شارپر اور مسٹر ہارپر! بابا واسطی کے ادارے میں کسی آپریشن کے لیے چوبیس گھنٹے بعد ہی بات کی جاسکتی ہے۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہے۔ پھر کیری ہام نے پوچھا: "کیا فرہاد ہندوستان میں ہوگا؟"

"وہ مال نیلما دامی کے دماغ میں رہ کر اس کا اور اس کے بیٹے کا ساتھ دے سکتا ہے مگر اتنا لمبا سفر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ زخمی ہے۔"

تھامسن نے پوچھا: "تم ان دنوں بابا صاحب کے ادارے میں مصروف رہے ہو۔ اپنے ایجنٹ کے ذریعے رسونتی کے متعلق کچھ معلوم کیا ہوگا؟ وہ ایک ایسا خطرہ ہے جو کسی وقت بھی سر پر مسلط ہو سکتا ہے۔"

ہارپر نے کہا: "رسونتی صحت یاب ہو چکی ہے۔ میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکا۔ اسے ابتدا ہی سے یوگا میں مہارت حاصل ہے، فرہاد بھی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔"

کیری ہام نے پوچھا: "یعنی یہ صحت مند ہے، اسے یوگا کی مہارت حاصل ہے۔ خیال خوانی کی لہروں کو اپنے دماغ میں آنے سے روک سکتی ہے مگر خیال خوانی نہیں کر سکتی؟"

"فی الحال تو یہی سمجھ میں آتا ہے۔"

"مسٹر ہارپر! یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ جب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی صحت مند سے اور کئی کئی منٹ تک سانس روک لیتی ہے لیکن وہ خیال خوانی نہیں کر سکتی، بھلا یہ ماننے والی بات ہے؟"

ہارپر نے تھامسن کی زبان سے پوچھا: "کیا آپ مجھے جھوٹا کہہ رہے ہیں؟"

"میں ایسا کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ہمارے ہاں جھوٹ اور فریب کو سیاست کہتے ہیں۔ میں آپ کو بہت بڑا سیاست داں کہوں گا۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ رسونتی اب خیال خوانی کر سکتی ہے۔ وہ فرہاد کے ساتھ تم بھائیوں کے مقابلے پر ہے لیکن تم لوگ ہمیں یہ تاثر دینا چاہتے ہو کہ شیبا کو قتل نہیں کیا گیا ہے، وہ زندہ ہے اور فرہاد کے ساتھ خیال خوانی کرتی ہے۔ ہمیں تمھاری بات کا یقین کرنا پڑے گا۔ ہم یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ جسے تم شیبا کہہ رہے ہو، وہ رسونتی ہے جو خیال خوانی کر رہی ہے۔"

شارپر نے کہا: "مسٹر ہام! دراصل ڈمی شیبا کے قتل ہونے کے بعد فرہاد بڑے فائدے اٹھا رہا ہے۔ وہ شیبا کو خیال خوانی کے ذریعے تمھارے پاس آنے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ ہمیں ایسا ظالم ثابت کر رہا ہے جس نے ٹیلی پیتھی کی صلاحیت رکھنے والی ایک یہودی لڑکی کو قتل کر دیا ہے اب وہ لڑکی کبھی نہیں بولے گی۔ اگر بولے گی تو تم لوگ اسے سچی سمجھو گے۔ دراصل ہم نے ڈمی شیبا کو قتل کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ فرہاد اس غلطی سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور ہمیں چکر میں ڈال رہا ہے۔"

ہارپر نے کہا: "ہم جلد ہی یہ ثابت کریں گے کہ شیبا زندہ ہے

ایم اے راحت کے سنسنی خیز ناول

عمران، ناصر آفریدی اور پروفیسر ڈارک

وہی تین ہنگامے

طنز و مزاح سے بھرپور

بلیک ہول

بلیک ہول ۲

آدھا بھیڑیا

گوریلا

قیمت فی کتاب ۱۵/- روپے

ڈاک خرچ فی کتاب ۱۰/- روپے

چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز، پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

اور وہ خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اعلیٰ افسران تک پہنچتی رہتی ہے۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ شیبا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ہمارا ایک ساتھ ایک ہی جگہ موجود رہنا مناسب نہیں ہے۔ مختلف جگہ خیال خوانی کے ذریعے جانا چاہیے۔ دشمنوں نے ہمارے لیے راستہ صاف کردیا ہے۔ تم رسوتی بن کر اپنے یہودی افسران سے رابطہ قائم کرسکتی ہو۔ انھیں سمجھاؤ کہ بابا صاحب کے ادارے میں وہ کوئی مداخلت نہ کریں۔ ہم مرنے والی شیبا کی خاطر دوستی کرنا چاہتے ہیں اور ہم جلد ہی ان دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیل کی سرحد سے باہر نکال دیں گے۔ وہ کبھی خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اہم افسران اور اعلیٰ حکام تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

میں نے اس سلسلے میں جناب شیخ صاحب سے مشورہ کیا۔ انھوں نے جواب دیا: "جب دشمن چکر چلا رہے ہیں تو جواب میں یہی کرنا چاہیے۔ شیبا اگر رسوتی کا رول ادا کرے گی تو ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ساکھ بگڑ جائے گی۔ یہودی افسران اور اعلیٰ حکام ان پر مکمل اعتماد کبھی نہیں کریں گے۔"

پھر انھوں نے خلا میں تکتے ہوئے ایک گہری سانس لی اور کہا۔ "فرہاد! تم شیبا کو رسوتی کی حیثیت سے اسرائیل میں پیش کررہے ہو۔ میں تو ہر نماز کے بعد دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رسوتی کی صلاحیتوں کو جلد بحال کرے۔"

میں ان سے رخصت ہوگیا۔ شیبا سے کہا: "شام ہورہی ہے۔ بمبئی اگر جُہو کی سیر نہ کرنا، سمندر کے ساحلی نظاروں کو نظر انداز کرنا بڑی حماقت ہوگی۔ چلو ذرا تفریح کے لیے نکلتے ہیں۔"

بمبئی کو گیٹ وے آف انڈیا کہتے ہیں۔ یعنی ہندوستان میں داخل ہونے کا راستہ جس طرح کراچی شہر کو منی پاکستان کہا جاتا ہے، اسی طرح بمبئی .... کو منی بھارت کہا جاسکتا ہے۔ اس شہر میں ہندوستان کی ہر قوم اور ہر مذہب کے لوگ رہتے ہیں۔ یہ ہندر گاہ بھی ہے اور صنعتی شہر بھی۔ لوگوں کو یہاں روزگار میسر ہوتا ہے لیکن اس کی دلچسپی اور اس کی کشش یہاں کی فلمی صنعت میں ہے۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے فنکاروں اور ہنرمندوں کے علاوہ حسین ترین لڑکیاں اور خوبرو جوان بمبئی آتے ہیں تاکہ اپنی قسمت آزما سکیں اور گمنامی کی دنیا سے نکل کر فلمی دنیا کے جگمگاتے ہوئے ستارے بن سکیں۔

ہم نے ہوٹل سے جُہو کے ساحل تک بھانت بھانت کے لوگ دیکھے۔ وہاں ایسے لوگ بھی نظر آئے جن کے رنگ سیاہ تھے، زرد تھے، فاقہ زدہ لگتے تھے اور ایسے خوش حال اور خوش پوش بھی نظر آئے جنھیں دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ ہندوستان ایک غریب ملک ہے یا امیر؟ ہم نے ساحل کی ریت پر ننگے پاؤں چلنے کے لیے کار کو ایک جگہ پارک کیا۔ جب سمندر کی طرف جانے لگے تو کتنے ہی بھکاری ہمارے آس پاس منڈلانے لگے۔ ان میں سے کچھ ایسے بدحال تھے کہ ہمارے قدموں میں گر کر چار آنے، آٹھ آنے مانگ رہے تھے۔ انھیں دیکھ کر یقین نہیں آتا تھا کہ اسی بمبئی شہر میں کروڑوں روپے کی لاگت سے فلمیں بنائی جاتی ہیں۔ ہم نے پرس میں سے روپے نکال کر ان میں تقسیم کرنا شروع کیے تو مانگنے والوں کا ہجوم لگنے لگا۔ معلوم ہوتا تھا، وہ کرنسی نوٹ ٹیلی پیتھی کی طرح ہیں جو ایک کان سے دوسرے کان تک پہنچ رہے ہیں۔ دور دور سے مانگنے والے گرتے پڑتے چلے آرہے تھے۔ مشہور مفکر ابراہیم جلیس نے ہندوستانیوں کو چالیس کروڑ بھکاری لکھا تھا۔ اب یہ آبادی کروڑوں کی ہورہی تھی۔ بھکاریوں کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔ پولیس کے دو سپاہی آکر ڈنڈوں سے انھیں مارنے اور بھگانے لگے۔ میں نے اٹھ کر کہا: "اے بھائی! یہ بے چارے بھوکے ہیں، مجبور ہیں۔ انھیں جانور سمجھ کر ڈنڈوں سے نہ مارو۔"

مگر اس وقت تک مار کھانے والے خوفزدہ ہوکر دور چلے گئے تھے۔ ہمیں رحم طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ہم سمندر کی طرف بڑھنے لگے۔ دونوں سپاہی ہمارے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہنے لگے "جناب! یہ جونک ہوتے ہیں جونک۔ پیسے والوں کو دیکھ کر یوں چمٹ جاتے ہیں کہ چھڑائے نہیں چھوٹتے۔"

میں نے ان کی باتوں کا جواب نہیں دیا۔ آمنہ اور شیبا کے درمیان چلتا رہا۔ ایک سپاہی نے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا: "اچھا تو صاب! ہم جائیں؟"

میں نے کہا: "ہاں۔"

مگر وہ دونوں ساتھ چلتے رہے۔ پھر دوسرے سپاہی نے پوچھا: "صاحب! ہم جائیں؟"

میں رُک گیا۔ اپنی جیب سے دس دس کے دو نوٹ نکالے اور اُن کی طرف بڑھا دیے۔ ان کی باچھیں کھل گئیں۔ انھوں نے سلام کیا اور جھک کر ان نوٹوں کو لے لیا۔ بھکاریوں کی تعداد اب اسّی کروڑ سے اوپر جارہی تھی۔

شیبا اداس ہوگئی تھی۔ بار بار پلٹ کر دور جانے والے بھکاریوں کو دیکھ رہی تھی مگر وہ بہت دور نکل کر اِدھر اُدھر پھیل گئے تھے۔ اب دوسرے لوگوں کے پاس جاکر مانگ رہے تھے۔ میں نے کہا: "بمبئی کے ساحل پر چٹ پٹے دہی بڑے اور بھیل پوریاں مشہور ہیں۔ کیا تم کھانا پسند کروگی؟"

ہم ایک بھیل پوری والے کے پاس آئے۔ دوسری طرف سے بھکاری ہمیں گھیرنے آگئے۔ یہ پہلے والے نہیں تھے، یہ مانگنے والوں کا دوسرا گروپ تھا۔ وہ ہمارے جیسے خوشحال لوگوں کو گھیر رہے تھے۔ گڑگڑا گڑا کر بھیک مانگ رہے تھے۔ شیبا نے کہا: یہ یہاں سرکار کی طرف سے پولیس والوں کی ڈیوٹی ہے کہ بھکاری نظر نہ آئیں مگر بھوک اور بیماری کو زیادہ دور بھگانا نہیں جاسکتا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "اور جو بھگانے والے سپاہی ہیں، وہ خود ہی مانگنے لگتے ہیں۔"

ہمارے قریب کھڑے ہوئے سیٹھ نے ایک بھکاری کے منہ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "بھاگ جاؤ یہاں سے ذلیل کمینو! کہیں پیچھا نہیں چھوڑتے۔"

دوسرا سیٹھ ایک نوجوان لڑکی کے ہاتھوں سے بھیل پوری کھا رہا تھا۔ اس نے کہا: "بھیک مانگنے کا تو بہانہ ہے۔ یہ لوگ مانگتے مانگتے قریب آتے ہیں اور جیب کاٹ کر چلے جاتے ہیں۔"

شیبا اس سیٹھ کو گھور کر دیکھ رہی تھی جس نے بھکاری کے منہ پر ہاتھ مارا تھا۔ وہ بے چارہ دور جاکر ریت پر گر گیا تھا اور تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اچانک سیٹھ صاحب نے آگے بڑھ کر اسے اٹھالیا۔ اُٹھا کر گلے لگالیا۔ گلے لگا کر کہا: "میرے بھائی! تم بھی ہندوستانی ہو، میں بھی ہندوستانی ہوں۔ میں دولت کے نشے میں اپنا دھرم بھول گیا تھا آؤ، میرے ساتھ بھیل پوری کھاؤ مگر نہیں، تمہارے گھر میں کتنے ہی لوگ بھوکے ہوں گے۔ یہ لو۔" اس نے جیب سے سو روپے کا ایک نوٹ نکال کر دیا۔

ایک کو سو کا نوٹ ملا تو کتنے ہی بھکاری شہد کی مکھیوں کی طرح منڈلانے لگے۔ چاروں طرف سے دوڑ دوڑ کر آنے لگے اور سیٹھ صاحب تھے کہ اپنا بیگ کھول کر روپے، دو روپے، دس روپے، بیس روپے کے نوٹ نکال نکال کر دے رہے تھے۔ دوسرے سیٹھ نے حیرانی سے انھیں دیکھتے ہوئے پوچھا: "سیٹھ بنواری لال! یہ تمھیں کیا ہوگیا ہے۔ میں نے تو تمھیں جیب سے ایک پیسہ نکال کر کبھی کسی کو دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

سیٹھ بنواری لال کا بیگ خالی ہوگیا تھا۔ اس نے اپنا بیگ دکھلاتے ہوئے کہا: "دیکھو میرے پاس کچھ نہیں رہا۔ اب چلے جاؤ ورنہ جو کچھ دیا ہے، تم لوگوں سے چھین لوں گا۔"

چھیننے کی بات آئی تو سارے ہی بھکاری وہاں سے بھاگنے لگے۔ شیبا نے گھور کر دوسرے سیٹھ کو دیکھا جو ایک جوان لڑکی کے ہاتھوں سے بھیل پوری کھا رہا تھا اور بنواری لال کے سلسلے میں حیرت کا اظہار کررہا تھا۔ اس نے جوان لڑکی کو ایک طرف دھکا دیا۔ پھر بھکاریوں کو ہاتھ ہلا ہلا کر بلانے لگا: "ادھر آؤ بھاگتے کہاں ہو۔ ایک سیٹھ دل والا ہے تو کیا دوسرا نہیں ہوسکتا۔ آؤ! دیکھو میرے پاس اس سے زیادہ ہیں۔"

اس نے اپنا پرس کھولا۔ اس میں سے اپنے نوٹ نکال نکال کر ہوا میں اڑانے لگا۔ پرس کے پیسے ختم ہوئے تو وہ جیبوں میں ہاتھ ڈال کر نوٹ نکالنے لگا۔ جوان لڑکی اس کے قریب آگئی تھی، پریشان ہوکر کہہ رہی تھی: "یہ کیا کررہے ہو۔ میرے پیسے تو بچا کر رکھو۔"

اس نے پھر اسے دھکا دیتے ہوئے کہا: "چل، بھاگ یہاں سے۔"

صرف ساحل پر گھومنے پھرنے اور کھانے پینے کے دو سو روپے لیتی ہے۔ تجھے دینے کے بجائے اگر.... یہی پیسے میں بھکاریوں کو دوں گا تو مجھے دعائیں ملیں گی۔"

اس نے جیبوں سے بھی نوٹ نکال کر ہوا میں اڑا دیے وہاں عجیب منظر تھا۔ تمام بھکاری اِدھر سے اُدھر دوڑتے ہوئے اڑنے والے نوٹوں کو پکڑ رہے تھے۔ اب ان میں بھکاری ہی نہیں، کچھ اچھے کھاتے پیتے لوگ بھی تھے جو مفت ہاتھ آنے والی دولت کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ بھکاریوں سے ٹکرا رہے تھے۔ ان کے ساتھ اُلجھ رہے تھے۔ اچانک جوان لڑکی نے سیٹھ کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا: "سیٹھ کے بچے! میرے دو سو روپے نکال نہیں تو سب کے سامنے تیری عزت اتار دوں گی۔"

شیبا نے دونوں کے دماغوں کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ دونوں پریشان تھے کہ ان سے کیسی حماقتیں سرزد ہورہی تھیں۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ اپنے پیسے لٹا رہے ہیں مگر اپنے آپ پر اختیار نہیں تھا۔ بے اختیار حاتم طائی بن کر جیب اور پرس کی آخری پونجی ختم کردی تھی۔ دور دور تک کھڑے ہوئے لوگ واہ واہ کہتے ہوئے دونوں سیٹھوں کی تعریفیں کررہے تھے۔ اب ان سے یہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ جنھیں خیرات کرچکے ہیں، ان سے اپنی رقم واپس مانگ سکیں۔ لینے والے بڑے بڑے نوٹ لے کر نظروں سے اوجھل ہوگئے تھے۔ اُدھر دوسرا سیٹھ، نوجوان لڑکی سے مار کھا رہا تھا۔ حالانکہ وہ کمزور نہیں تھا مگر نیت کمزور تھی۔ اپنی عزت کا خیال تھا۔ یہ بات ساحل سے نکل کر اس کے گھر تک جائے گی۔ اس کی سوسائٹی تک جائے گی تو وہ بدنام ہوجائے گا اور گھر والی تو اس کا جینا حرام کردے گی۔

اس نے سیٹھ بنواری لال کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے دو سو روپے ادھار دے دو۔"

"میرے پاس ایک ٹکا بھی نہیں رہا۔"

اس نے بھیل پوری والے سے کہا: "بھائی! تم مجھے جانتے ہو۔ میں کنگال نہیں ہوں۔ تمھارے پیسے مل جائیں گے۔ مجھے دو سو روپے دے دو۔"

جو بھکاریوں کو دھکے دے رہے تھے، اب وہ خود بھیک مانگ رہے تھے۔ جوان لڑکی نے قریب آکر کہا: "سیٹھ! یہ دولت بڑی بے وفا ہوتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہاتھوں سے نکل جاتی ہے۔ اگر کچھ عقل آئی ہو تو پھر کبھی کسی لڑکی کو اس طرح مول تول کر کے نہ خریدنا۔ انسان بن کر اس کے ہاں ایک دن کا رافعن بن جانا دینا۔ میں دو سو روپے معاف کرتی ہوں مگر تم گھر واپس کیسے جاؤ گے۔ جیب تو بالکل خالی ہے۔"

وہ بے بسی سے لڑکی کو اور بھیل پوری والے کو دیکھنے لگا۔ لڑکی نے اپنا پرس کھول کر اتنی پیسے نکالتے ہوئے اور اس کے ہاتھ پر رکھتے

ہوئے کہا: "یہاں سے تمہارے گھر تک جو بس جاتی ہے۔ یہ اس کا کرایہ ہے۔ مجھے یہاں دوسرے گاہک مل جائیں گے۔"

وہ وہاں سے جانے لگی۔ مجھے اس کا طرزِ عمل بہت اچھا لگا۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو محسوس ہوا، وہ اپنے آپ میں نہیں ہے، کسی کے قابو میں ہے اور بے اختیار وہاں سے دور جا رہی ہے۔ اچانک وہ چلتے چلتے لڑکھڑائی۔ تب میں نے محسوس کیا، اب وہ اپنے اختیار میں ہے۔ حیران پریشان ہو کر آس پاس دیکھ رہی ہے اور سوچ رہی ہے: ابھی تو میں بھیل پوری والے کے قریب اپنے بیٹھے کے ساتھ تھی، پھر یہاں کیسے چلی آئی؟

اس کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ اسے سمجھ نہیں سکتی تھی۔ کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا مگر مجھے خطرہ محسوس ہوا۔ میں نے شیبا سے کہا: "یہاں کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی موجود ہے۔ وہ لڑکی جو بیٹھے کو اتنی پیسے کی بھیک دے کر گئی ہے، وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔"

"تعجب ہے۔ خیال خوانی کرنے والے یہاں تک کیسے پہنچ گئے؟"

"ظاہر ہے، دشمن ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔ اس شہر میں ماں جی اور آنند ہیں۔ ہمیں ڈھونڈنے والے اتنا تو جانتے ہیں کہ ہم بھی اسی شہر میں ہیں اور یہاں آنے والے شام کے وقت مجو ہوی کی سیر کے لیے ضرور آتے ہیں۔ انھوں نے آج صبح کی فلائٹ سے آنے والوں پر نظر رکھی ہوگی اور انھیں یہ معلوم ہوا ہوگا کہ ہوٹل تاج محل میں صبح آنے والے کتنے مسافر قیام کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک میں ہوں۔ ہمیں تلاش کرنے والے تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک ضرور آتے ہیں اور یہاں انھوں نے تمہاری خیال خوانی کا تماشا دیکھا ہے۔"

شیبا نے پریشان ہو کر کہا: "اوہ گاڈ! مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔"

"جذبات میں بننے سے ایسا ہی ہوتا ہے۔ تم ان بھوکے اور مجبور انسانوں کی مجبوریاں نہ دیکھ سکیں۔ نیکی کرنے پر مجبور ہو گئیں۔ اس طرح دشمنوں کو ہمارا سراغ مل گیا۔ اب وہ سوچ رہے ہوں گے، بیرونی ممالک سے آنے والے اس بھیل پوری والے کے پاس ہیں۔ ہم تینوں میں سے یا تو مرد فرہاد ہوں یا تم دو عورتوں میں سے ایک شیبا ہے۔"

شیبا پریشان ہو گئی۔ بھیل پوری کھانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ وہاں سے پلٹ کر چلتے ہوئے بولی: "ہمیں ہوٹل واپس چلنا چاہیے۔"

میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا: "تم مایوس کیوں ہو گئی ہو؟"

"میں نے تمہارے ساتھ عملی میدان میں پہلی بار قدم رکھا ہے اور پہلی غلطی کر بیٹھی ہوں۔"

"اوہ شیبا! ایسی غلطیاں مجھ سے بھی ہوتی ہیں۔ تم اسے اہمیت کیوں دے رہی ہو؟"

"اہمیت کیوں نہ دوں۔ بھالے لیے اور پرابلم پیدا کر دیے ہیں۔"

"کوئی پرابلم نہیں ہے۔ دشمنوں سے آج نہیں تو کل سامنا کرنا ہی تھا۔ پھر آج ہی سہی۔"

میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ آمنہ کو بتانے لگا کہ کس طرح خیال خوانی کرنے والوں نے ہمارا سراغ لگایا ہے۔ اس نے کہا: "اگر ایسی بات ہے تو ہمیں کچھ دیر ساحل پر ٹہلنا چاہیے۔"

"شیبا ہوٹل جانا چاہتی ہے۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"جو شیبا چاہتی ہے۔"

وہ اُداس تھی۔ میری بات پر مسکرانے لگی۔ اچانک ہم نے محسوس کیا، دو اجنبی پیچھے آ رہے ہیں۔ سامنے دیکھا، دو اور اجنبی مسکراتے ہوئے یوں کھڑے تھے جیسے ہمارے قریب آنے کا انتظار کر رہے ہوں۔ شیبا نے اپنے دائیں طرف دیکھا، اُدھر سے بھی دو شخص آ رہے تھے۔ آمنہ کے بائیں طرف اور دو کا اضافہ ہو گیا تھا۔ پیچھے سے آنے والوں نے کہا: "یار! یہ کوئی انصاف نہیں ہے۔ ایک مرد کے ساتھ دو دو حسین عورتیں!"

دوسرے نے کہا: "ایک فاضل ہے، اسے ہمارے حصے میں آنا چاہیے۔"

سامنے کھڑے ہوئے دو افراد میں سے ایک نے کہا: "بھئی، پیسے لٹانے کا تماشا ہم نے خوب دیکھا۔ دوسروں کی جیب سے نکالنا تو آسان ہے، کچھ اپنی جیب سے بھی نکالو۔"

دوسرے نے کہا: "ہمیں بھی ضرورت مند سمجھ کر اپنی جیبیں اور اپنے پرس خالی کر دو۔"

وہ غنڈے کچھ نہ کچھ بولتے جا رہے تھے۔ میں نے اور شیبا نے ان کے دماغوں میں پہنچ کر دیکھا، پتا چلا، وہ جان بوجھ کر بول رہے ہیں۔ ہمیں اپنی آوازیں سنا رہے ہیں تاکہ بات بڑھے تو ہم خیال خوانی پر مجبور ہو جائیں۔ پھر اس طرح تصدیق ہو جائے کہ خیال خوانی کرنے والا یہ کرنے والی ہم تینوں میں سے کوئی ایک ہے۔

ایک قدآور غنڈہ شانِ بے نیازی سے چلتا ہوا آمنہ کے سامنے آیا۔ یہ اسی نے کہا تھا کہ ایک فاضل حسینہ کو اس کے حصے میں آنا چاہیے۔ آمنہ نے کہا: "لو، میں تمہارے ہی حصے میں آ رہی ہوں۔"

پھر اس نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو ایک جھٹکا دیا اور جوڈو کا داؤ آزماتے ہوئے اسے دور ریت پر پھینک دیا۔ یوں جنگ کا آغاز ہو گیا۔ وہ حملے کرنے لگے۔ ہم اپنا بچاؤ کرتے ہوئے مؤثر جواب دینے لگے۔ ان میں سے دو نے شیبا کو پکڑ لیا تھا۔ وہ بے چاری لڑنا نہیں جانتی تھی۔ ایک شخص نے اسے اس طرح چھیڑا کہ وہ غصے سے تلملا گئی۔ ایسے وقت یقیناً وہ خیال خوانی کرنی شروع کر دیتی مگر اس نے روک دیا۔ لڑنے کے دوران اس کی طرف توجہ تھی۔ اس بے چہرہ دشمنوں سے مار کھاتا ہوا شیبا کے پاس پہنچا۔ اسے چھیڑنے والے کی اچھی طرح پٹائی شروع کر دی یعنی ایک طرف مار کھا رہا تھا۔ دوسری طرف مارتا جا رہا تھا۔ آمنہ میرے قریب رہ کر مجھ پر حملہ کرنے والوں کے سامنے دیوار بننی جا رہی تھی۔ بڑی مہارت سے لڑتی جا رہی تھی۔ اسی وقت پولیس والوں کی سیٹیاں سنائی دیں۔ دو طرف سے بہت سے پولیس والے دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ ان میں ایک سب انسپکٹر بھی تھا۔ چار بدمعاشوں نے مجھے بُری طرح جکڑ لیا تھا۔ دو بدمعاش آمنہ سے مقابلہ کر رہے تھے۔ باقی دو میں سے ایک نے شیبا کو ریت پر گرا دیا تھا اور اس پر جھکا گیا تھا۔ اس کے چہرے پر جھک کر آہستگی سے کہہ رہا تھا: "اگر اپنی عزت چاہتی ہو تو مجھے دماغی جھٹکا پہنچاؤ۔"

وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ چیختی جا رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی: "تم کیا کہہ رہے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ مجھے جانے دو۔ پلیز، مجھے چھوڑ دو۔"

وہ اس کے چہرے پر جھکتا جا رہا تھا۔ اپنی بات دُہراتا جا رہا تھا: "میں نادان نہیں ہوں۔ ابھی تمہاری عزت کی دھجیاں اڑا دوں گا۔ خیریت چاہتی ہو تو میرے دماغ میں آؤ اور مجھے نقصان پہنچاؤ۔"

وہ اس کے چہرے کے اور قریب ہو گیا۔ اسی وقت اس کے منہ پر ایک زبردست ٹھوکر پڑی۔ وہ اُلٹ کر دوسری طرف ریت پر گرا۔ آمنہ اس کے سر پر پہنچ گئی۔ اس کے اُٹھنے سے پہلے منہ پر ایک اور ٹھوکر رسید کی۔ میں نے خود کو ان چاروں سے چھڑا لیا تھا۔ اب اس انداز سے لڑ رہا تھا کہ وہ میرے قریب نہ آئیں، دوسرے شخص نے شیبا کو اٹھنے سے پہلے دبوچ لیا تھا۔ میں ایک چھلانگ لگاتا ہوا پہنچا۔ اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں پکڑ کر کھینچتا ہوا دور لے گیا۔ اسی وقت سپاہیوں نے آ کر ایک ایک کو پکڑنا شروع کر دیا تھا۔ دو سپاہیوں نے مجھے بھی پکڑ لیا۔ ایک نے کہا: "اے مسٹر! ڈنڈے کھاؤ گے یا ٹھنڈے رہو گے؟"

میں نے غصے کو ٹھنڈا رکھنا ہی مناسب سمجھا۔ اتنی دیر تک جان بوجھ کر اناڑیوں کی طرح لڑتا رہا تھا۔ اس کے برعکس آمنہ نے لڑنے کے دوران بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ میں چاہتا تھا، کوئی مجھے فرہاد کی حیثیت سے نہ پہچان سکے۔ ممکن ہے جو جانتے والے دشمن ان غنڈوں کے دماغوں میں تھے۔ وہ آمنہ کے انداز کو دیکھ کر شبہ کر سکتے تھے کہ یہ پنجابی یا پوربی ہو سکتی ہے یا پھر آمنہ ہی ہو گی۔

سب انسپکٹر نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا: "تم لوگ غیر ملکی ہو۔ یہاں جھگڑا کیوں ہو رہا ہے؟"

میں نے کہا: "آپ اپنے ملکی بھائیوں سے پوچھیں۔ یہ ہمیں کیوں پریشان کر رہے ہیں؟"

سب انسپکٹر نے ان کی طرف انگلیاں گھماتے ہوئے کہا: "یہ سب شکل و صورت سے چھٹے ہوئے بدمعاش لگتے ہیں۔"

ان میں سے ایک جوان نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک کارڈ نکالتے ہوئے کہا: "یہ بے شک بدمعاش ہیں لیکن میں کیا ہوں۔ اسے دیکھ لو۔"

اس نے کارڈ کو دیکھا۔ پھر اٹینشن ہو کر سلام کیا۔ وہ انٹیلی جنس کا کوئی آفیسر تھا۔ اس نے کہا: "مجھے ان عورتوں اور ان کے ساتھی پر شبہ ہے۔ آپ انھیں تھانے لے چلیں۔ میں آتا ہوں۔"

سب انسپکٹر نے ان غنڈوں کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ آفیسر نے کہا: "ان سب کو جانے دو۔"

انھیں چھوڑ دیا گیا اور ہمیں پکڑ لیا گیا۔ میں نے کہا: "واہ کیا انصاف ہے۔ غنڈے بدمعاش آزاد پھرتے ہیں اور شریف آدمیوں کو پکڑا جاتا ہے۔"

آفیسر نے طنزیہ انداز میں کہا: "ذرا تھانے چلو۔ ابھی تمہاری حقیقت کھل جائے گی۔"

ہم پولیس والوں کی حراست میں اپنی کار تک آئے۔ سب انسپکٹر نے کہا: "تمہاری گاڑی تھانے پہنچ جائے گی۔ ہماری گاڑی میں بیٹھو۔"

وہ ہمیں اپنی گاڑی میں بٹھا کر تھانے کی طرف لے جانے لگا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس انٹیلی جنس آفیسر کے متعلق معلوم کرنا شروع کیا۔ پہلے میں ہاریہ کے پاس پہنچا۔ پتا چلا، اسے بمبئی میں ہونے والے واقعات کا علم نہیں ہے۔ یوں بھی یہاں کے معاملات کی نفع دار لیڈی روزینہ تھی اور میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے انٹیلی جنس آفیسر کے دماغ کو ٹٹولنا شروع کیا، پتا چلا، اس کے اندر آواز آتی ہے کہ وہ جلد ہی بین الاقوامی شہرت رکھنے والے فرہاد علی تیمور یا شیبا کو گرفتار کر سکے گا۔ وہ دونوں اس ملک میں تخریبی کارروائیوں کے سلسلے میں آئے ہیں۔

اگر دماغ میں صرف اتنی ہی بات آتی کہ فرہاد کو گرفتار کر سکتا ہے تو وہ اسے خیالی پرواز سمجھ کر ٹال جاتا مگر یہ بات اس میں تحریک پیدا کر رہی تھی۔ وہ سمندر کے ساحل تک نہیں آنا چاہتا تھا اور نہ چاہنے کے باوجود چلا آیا تھا۔ کوئی اسے اندر سے دھکیلتا لایا تھا۔

انٹیلی جنس کا وہ آفیسر یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اتنی جلدی اس نے کس طرح علاقے کے غنڈوں کو جمع کیا اور کس طرح فرہاد کو شناخت کیے بغیر ان تین غیر ملکیوں تک پہنچا، جن میں ایک مرد اور دو عورتیں تھیں۔ آفیسر نے انھیں سب انسپکٹر کے حوالے کرتے ہوئے دعویٰ کیا تھا کہ تھانے پہنچ کر ہمیں بے نقاب کرے گا۔

میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور وہ انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ قائم کر کے اُن سے تھانے پہنچنے کی درخواست کر رہا تھا۔ اپنے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کو بھی فرہاد اور شیبا کا حوالہ دے رہا تھا۔ یہ چونکا دینے والی بات تھی۔ آج صبح ایئرپورٹ پر ایک قاتل نے فرہاد کو قتل کرنے کا دعویٰ کیا تھا اور شام کو انٹیلی جنس کا ایک افسر اس مقتول فرہاد کو زندہ گرفتار کر لینے کا یقین دلا رہا تھا۔

میں چاہتا تو اس افسر کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھ سکتا تھا۔ پھر وہ اپنے اعلیٰ افسر کو رپورٹ نہ دیتا۔ شیبا سب انسپکٹر کے دماغ پر قابض ہو کر میں رہا کہ نے پر مجبور کر دیتی مگر ہمارا مقابلہ ہندوستانی پولیس اور انٹیلی جنس سے نہیں تھا۔ ان کے پیچھے ٹیلی پیتھی جاننے والی روزینہ کام کر رہی تھی۔ ہم ایک افسر کو قابو میں کرتے تو وہ دوسرے افسر کو ہمارے خلاف کارروائی پر مجبور کر دیتی۔

میں نے ایک بار پھر ہارپر کے پاس آ کر معلوم کیا۔ اسے اپنی بہن روزینہ کی طرف سے خفیہ پیغام موصول ہوا تھا کہ وہ انٹرپول کے ہندوستانی رابطہ افسر سے لمحہ بدل کر گفتگو کرے اور اس کے دماغ میں رہ کر انتظار کرے۔ وہ رابطہ افسر بمبئی کی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے گفتگو کرے گا۔ ہارپر اس ڈائریکٹر جنرل کے دماغ میں جگہ بنا کر ہم تک پہنچ سکتا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اسی طریقۂ کار کے مطابق شاید پہلے بھی ہمارے خلاف کارروائی کرنے والے افسروں کے دماغ میں رہے گا۔ میری اور شیبا کی گرفتاری کے سو فیصد امکانات تھے۔ پھر بھلا وہ تینوں بھائی بہن وہاں موجود کیسے نہ ہوتے؟

اگر ہم سب انسپکٹر کی تحویل سے نکل جاتے تو اس اجنبی شہر میں چھپنا آسان نہ ہوتا۔ ہم ہوٹل میں واپس نہیں جا سکتے تھے مشکل یہ تھی کہ شیبا یہودی تھی۔ یورپ اور مشرقِ وسطیٰ کی زبانیں جانتی تھی مگر ہندی، اردو اچھی طرح نہیں جانتی تھی۔ اسے ہندوستانی عورت کے روپ میں چھپایا نہیں جا سکتا تھا۔

میں عارضی میک اپ میں تھا۔ دشمن اپنے آلۂ کار افسروں کے ذریعے منٹوں میں میک اپ اتروا سکتے تھے۔ ساری دنیا کو میرا اصلی چہرہ دکھا سکتے تھے۔ یہاں شیبا اور آمنہ کو چہرے سے کوئی پہچانتا نہیں تھا مگر قتل ادیب سے شیبا کی تصویریں منگوا کر شناخت کی جا سکتی تھی۔ آمنہ کی شناخت ہوتی یا نہ ہوتی لیکن اس کا اسٹائل اور لڑنے کا انداز دیکھ کر اس پر سونیا ہونے کا شبہ برقرار رہتا۔

ہم تھانے پہنچ گئے۔ مجھے مردانہ اور ان دونوں کو زنانہ لاک اپ میں رکھا گیا۔ اس پولیس اسٹیشن میں تمام سپاہی مستعد نظر آ رہے تھے کیونکہ بڑے بڑے افسران وہاں پہنچنے والے تھے۔ میں نے ماسک مین کو مخاطب کیا۔ پھر کہا۔ "میں بمبئی پہنچ کر پھنس گیا ہوں۔ اس وقت جو ہو پولیس اسٹیشن کے لاک اپ میں شیبا اور آمنہ کے ساتھ ہوں۔"

"میں سمجھ گیا۔ ہارپر اور شارپر کا داؤ چل گیا ہے۔"

"میں عورتوں کے معاملے میں بدنام ہوں۔ مجھ پر ایک عورت کا داؤ چل رہا ہے اور وہ عورت ان کی بہن روزینہ ہے۔ وہی لیڈی روزینہ جو شمالی امریکا میں ایک بہت بڑے فارم کی مالک تھی اور جو مجھے ٹریپ کر کے زیرِ زمین دنیا میں لے گئی تھی۔ اس کمبخت نے مجھے دوسری بار پھنسایا ہے۔"

"آپ یقیناً حراست سے نکلنا چاہیں گے۔"

"میرے تین مقاصد ہیں۔ ایک تو حراست سے نکلنا، دوسرے ہیرا سوامی کو ہیروں تک نہ پہنچنے دینا اور ہندوستان میں ہی اسے مجبور کرنا کہ وہ ماں جی کو بیوی اور آنند کو بیٹا تسلیم کرے۔ تیسرے یہ کہ شارپر، ہارپر اور روزینہ کو سبق آموز شکست دینا۔"

"آپ اپنے طور پر جو کر سکتے ہیں، کرتے رہیں۔ میں اپنے طور پر خفیہ ذرائع استعمال کر رہا ہوں۔ آپ تینوں کو وہاں سے نکال کر کسی دوسرے ملک میں پہنچا دینا کوئی مشکل نہیں ہے مگر آپ ہندوستان میں کچھ عرصہ رہنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے کچھ مسائل کا سامنا ہوگا۔ بہرحال میں دیکھتا ہوں کہ کیا کر سکتا ہوں۔ آپ مجھ سے برابر رابطہ رکھیں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر کسی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ اس کے بعد شیبا کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "ابھی میں آئی تھی۔ کچھ بتاؤ، یہاں کس قسم کا بیان دینا ہوگا؟"

"صاف اور سیدھی بات کہہ دینا تم شیبا ہو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ دشمن مجھے مار ڈالیں گے۔"

"انھوں نے ایک ڈمی شیبا کو مار کر غلطی کی ہے۔ یہ بات انھیں معلوم ہے کہ بابا صاحب کے ادارے میں دو عدد ڈمی تیار کی گئی تھیں میں یہ تاثر دوں گا کہ تم دوسری ڈمی ہو۔ دشمن تمھیں نقصان پہنچانے سے پہلے اصل اور ڈمی کے مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرتے رہیں گے۔"

"آمنہ کیا بیان دے گی؟"

"یہی کہ وہ آمنہ ہے۔ پہلے اسے ڈمی شیبا کی نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔ اب بھی جس کے ساتھ ہے، وہ اصل ہے یا نقل؟ آمنہ یقین سے بیان نہیں دے گی۔ اب تم جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے جنابِ شیخ الفارس کو اپنے موجودہ حالات سے آگاہ کیا۔ انھوں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "یہ اچانک کیسے ہو گیا؟ تم دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دام میں آ گئے ہو۔ خدانخواستہ تمھیں جانی نقصان پہنچا تو ہماری کمر ٹوٹ جائے گی۔"

"میں کوشش کروں گا ایسا نہ ہو۔ آپ ہماری فکر نہ کریں۔ دشمن یہ بھی تو چاہتے ہیں کہ آپ مختلف سمتوں میں مصروف رہیں اور وہ ادارے میں سرنگ بنا کر داخل ہو جائیں۔"

"میں ادارے کی حفاظت بخوبی کرتا رہوں گا۔ تمھیں ان حالات میں سونیا اعلیٰ بی بی اور پوری کی ضرورت ہے۔ میں انھیں بھیج رہا ہوں۔"

"دشمن یہی چاہتے ہیں، وہ تینوں وہاں سے نکل جائیں۔ آپ ہم سے زیادہ تجربہ کار ہیں۔ پلیز، انھیں ادارے میں رہنے دیں۔ اگر زیادہ مشکلات کا سامنا ہوا تو میں اعلیٰ بی بی کو بلاؤں گا یہاں ہاتھا پائی کرنے اور ایکشن میں رہنے کے لیے میں اور آمنہ کافی ہیں۔ البتہ اعلیٰ بی بی کی حاضر دماغی کام آ سکتی ہے۔ میں پھر آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں دماغی طور پر حوالات میں حاضر ہو گیا۔ اس پولیس اسٹیشن کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ معلوم ہوتا تھا، بمبئی کی پوری پولیس فورس آ گئی ہے۔ تھانے بوجھارو طرف سے مسلح سپاہیوں نے گھیر لیا تھا۔ کسی کو نہ آنے کی اجازت تھی اور نہ کوئی تلاشی دیے بغیر باہر جا سکتا تھا۔ جو سب انسپکٹر مجھے گرفتار کر کے لایا تھا، اسے میرے سامنے سے ہٹا دیا گیا تھا۔ اب ایسے افسران اور سپاہی لائے جا رہے تھے جو گولگ نے پہنے ہوئے تھے۔ ڈائریکٹر جنرل اپنے تحت عملے اور سپاہیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا۔ میرا اور شیبا کا سامنا کرنے سے پہلے وہ لوگ ایک کمرے میں بیٹھ گئے تھے۔ آپس میں مشورے کر رہے تھے۔ جس انٹیلی جنس آفیسر نے ڈائریکٹر جنرل کو میری گرفتاری کی خوشخبری سنائی تھی، اس کا نام راما راؤ تھا۔ اس کے سینئر آفیسر نے پوچھا۔ "مسٹر راما راؤ! تمھیں کیسے پتا چلا کہ ان گرفتار ہونے والوں میں شیبا اور فرہاد ہو سکتے ہیں؟"

"میرے اندر ایک آواز اُبھرتی تھی جو مجھے مجبور کرتی تھی کہ سمندر کے ساحل پر جا کر تین ایسے غیر ملکیوں کو گرفتار کرنا ہے جن میں ایک مرد اور دو عورتیں ہوں گی۔ لہٰذا میں نے ایسا کیا ہے۔"

"واٹ نان سنس! کیا تمھارے دماغ میں کوئی بھی خیال پیدا ہوگا تو تم اس پر عمل کرو گے اور ہمیں یہاں تک دوڑاتے رہو گے۔"

"نو سر! وہ آواز جو میرے دماغ میں اُبھرتی ہے، وہ آپ کے دماغ میں بھی آ رہی ہے۔ آپ اسے سن سکتے ہیں۔"

دوسرے ہی لمحے ان تین بن بھائیوں میں سے کوئی ایک ڈائریکٹر جنرل کے لہجے میں بول رہا تھا۔ "میں تمھاری ہی سوچ میں بول رہا ہوں۔ تمھیں یقین نہیں آئے گا۔ یقین دلانے کے لیے فرہاد کا طریقۂ کار اختیار کرتا ہوں۔ تم فیصلہ کرو، اپنی جگہ سے نہیں اُٹھو گے مگر میں تمھیں اٹھا دوں گا۔ تم اپنا سگار سلگاؤ گے، ایک کش لو گے۔ اس کے بعد اپنی کرسی پر بیٹھ سکو گے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے افسران کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے میری سوچ میں کچھ ایسی باتیں سنائی دے رہی ہیں جن پر یقین نہیں آ رہا ہے۔ ویسے میں کوشش کرتا ہوں۔ تم سب دیکھتے رہو۔ میں اپنی جگہ سے نہیں اٹھوں گا۔"

وہ اپنی کرسی پر جم کر بیٹھا رہا۔ پھر اچانک ہی بے اختیار کھڑا ہو گیا۔ سگار نکال کر اس کے سرے کو دانتوں سے چبا کر ایک طرف تھوک دیا۔ اس کے بعد ہونٹوں میں دبا کر لائٹر کے ذریعے سلگانے لگا۔ پھر اس نے ایک کش لیا۔ اس کے بعد آرام سے بیٹھ گیا۔ تب وہ اپنے ہوش میں آیا۔ چونک کر اپنے ہاتھ میں سگار کو دیکھنے لگا۔ آفیسر راما راؤ نے کہا۔ "جناب! اس نامعلوم شخص نے آپ کے دماغ میں جو کہا تھا، وہی آپ نے کیا ہے۔ اب تو یقین کر لیجیے۔"

"ہاں، یقین کر رہا ہوں مگر دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے، کیا یہ دماغ میں

اردو ادب کا نیا رُخ

آپ کے جانے پہچانے مشہور ادیب اثر نعمانی کے قلم سے

قہقہے ہی قہقہے

طنز و مزاح سے لبالب
ہلکے پھلکے رومانی ناولوں کے دلچسپ
سلسلے کی دو کتابیں

گھر کی مرغی

خلیجی ٹیکسی

قیمت ۲۰ روپے — ڈاک خرچ ۲ روپے

ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ کتابیں پڑھ کر آپ جھوٹ موٹ بھی ہنسیں گے

دونوں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۱۰ روپے

بور ہونا چھوڑیئے

مسکرانا سیکھیے

دونوں کتابیں آج ہی پکڑ لیجیے

کتابیات پبلی کیشنز

میں اگر بولنے والا فرہاد نہیں ہو سکتا۔"

"اگر فرہاد ہو گا تو خود کسی فرہاد کو کیوں گرفتار کرائے گا؟"

"یہ اس کی چال ہو سکتی ہے۔ کسی ڈمی فرہاد کو گرفتار کرانے کے بعد ہمارے ملک میں آزادی سے گھومنا پھرنا چاہتا ہو گا۔ ادھر ہم مطمئن رہیں گے کہ ہم نے ایک فرہاد علی تیمور کو گرفتار کر کے اپنے ہاں بند کر رکھا ہے۔"

"جیسا کہ آپ جانتے ہیں، تازہ ترین اطلاعات کے مطابق تین نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہو گئے ہیں اور یہ تینوں فرہاد کے خلاف محاذ بنائے ہوئے ہیں۔ انھوں نے پیرس میں بابا صاحب کے ادارے الوں کی نیندیں اڑا دی ہیں۔ فرہاد جہاں بھی جاتا ہے، اس کے راستے کی رکاوٹ بن جاتے ہیں اور اسے بے نقاب کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے ہاں کر دیئے ہیں۔"

ایک سینئر افسر نے کہا۔ "ہم مان لیتے ہیں، تم نے فرہاد کو گرفتار کرا لیا ہے۔ اگر واقعی وہ فرہاد ہے تو تمھاری آواز سننے کے بعد بھی ہم سب کے درمیان ہو گا۔ ہم دو طرف سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے شکنجے میں ہیں۔ ایک طرف وہ جو فرہاد کے دشمن ہیں اور اسے ہمارے حوالے کر رہے ہیں۔ دوسری طرف فرہاد اپنے دشمنوں کے خلاف جوابی کارروائی کے لیے ہمارے پاس موجود ہے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے تائید میں سر ہلا کر سینئر افسر سے کہا۔ "آپ نے بہت اچھا نکتہ بیان کیا ہے۔ اس وقت ہمارے دماغ دونوں طرف سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہیں۔ اگر ہم پہلے کے خلاف کارروائی کرتے ہیں تو دوسرا دشمن ہو کر ہمیں دماغی اذیتیں پہنچائے گا۔ اگر دوسرے کی بات نہیں مانتے ہیں تو پہلا ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم بزدل ہیں اور قانونی طور پر کسی بھی کارروائی سے گریز کرنا چاہتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو ہمارا ساتھ دے رہا ہے جو ہمارا دوست بن رہا ہے اور جو فرہاد کے خلاف ہم سے کارروائی کرانا چاہتا ہے، اس کا فرض ہے کہ وہ ایک سچے دوست کی طرح ہمارے سامنے آئے۔ ہمیں تحفظ کی ضمانت دے۔ اس کے بعد ہم کسی کارروائی کا آغاز کریں گے۔"

ایک آفیسر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہم نادیدہ قوت ہیں اور ابھی اس افسر کی زبان سے بول رہے ہیں۔ ہمارے درمیان جو بھی گفتگو ہو گی، وہ اسی کے ذریعے ہو گی۔ آپ ہمیں سامنے آ کر دوستی کا ثبوت دینے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ ایسا تو اس میدان کا بڑا سے بڑا کھلاڑی فرہاد بھی نہیں کر سکتا۔ وہ ہمیشہ چھپ کر رہتا ہے۔ ہم بھی چھپنے پر مجبور ہیں۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ آپ صرف ہمیں تحفظ دیں۔"

اس آفیسر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہم تحفظ نہیں دیں گے اور آپ سے دوستی بھی نہیں کریں گے مگر ایک سوال کریں گے۔"

سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس نے پوچھا۔ "کیا دوستی نہ کرنے اور ضمانت نہ دینے پر آپ ایک خطرناک مجرم کو چھوڑ دیں گے۔ اگر ایسا کر سکتے ہیں تو بے شک فرہاد کو رہا کر دیجیے پھر دیکھیے آپ کے ملک میں کیسی کیسی تخریبی کارروائیاں ہوں گی۔"

ڈائریکٹر جنرل نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں پیش آنے والے حالات کو سمجھ سکتا ہوں۔ فرہاد ہمارے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک گیا ہے۔ نہ ہم اسے نگل سکیں گے نہ اگل سکیں گے۔"

"یہ ہڈی کسی طرح بھی گلے سے نکال کر بحرِ ہند میں پھینک دو۔ یہ اعزاز حاصل کرو کہ فرہاد علی تیمور کو تم لوگوں نے ختم کیا ہے اور ساری دنیا کو اس کی دہشت سے نجات دلائی ہے۔"

"واقعی ہم نے ایسا کیا تو انٹرپول جیسا ادارہ بھی ہندوستانی پولیس اور انٹیلی جنس کا لوہا مان لے گا لیکن ہم نے فرہاد کے دھوکے میں کسی دوسرے شخص کو ہلاک کیا تو ہماری شامت آ جائے گی۔"

"وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے، فرہاد کو یہاں لایا جائے۔ سب کے سامنے اس کا میک اپ اتارا جائے۔ اس کا اصل روپ سامنے آئے گا تو شبے کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔"

"ہمیں پہلے اس کے فرہاد ہونے کا یقین کرنا چاہیے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے اپنے ایک ماتحت افسر کو حکم دیا۔ "تینوں کو یہاں لے آؤ۔"

ماتحت افسر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "سر! اگر وہ فرہاد ہوا تو میرے دماغ میں پہنچ جائے گا۔"

"تمھیں کچھ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ گونگے بن کر رہو۔ تمھارے ساتھ جانے والے سپاہی تینوں کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر لائیں گے۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "جناب! گونگے بن کر رہنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ وہ تو آنکھوں میں جھانک کر دماغ تک پہنچ جاتا ہے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے تمام افسران کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کون اسے لائے گا؟"

ایک افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "آج تک فرہاد اور اس کے ساتھیوں کو نہ کوئی ہتھکڑی پہنا سکا نہ بیڑیاں۔ میرا مشورہ ہے کہ اسی حوالات میں اسے بندوقوں کے سائے میں رکھ کر اس کا میک اپ اتارا جائے۔"

"تم جاؤ، اس کا میک اپ اتارو۔ ہم چھپ کر دیکھیں گے۔"

"معاف کیجیے گا سر! آپ لوگ چھپ کر دیکھیں گے اور میں قربانی کا بکرا بن کر جاؤں گا۔ یہ کوئی انصاف کی بات نہیں ہے۔ مجھ سے زیادہ ذمے دار افراد یہاں موجود ہیں۔ آپ ان کی خدمات حاصل کریں۔"

ڈائریکٹر جنرل اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ غصے سے کہنے لگا۔ "آرڈر دا راز آرڈر، سپاہی کا یہ پہلا فرض ہوتا ہے کہ اپنے افسر کے حکم پر جان کی بازی لگا دے۔"

"آج کوئی آپ کے حکم پر فرہاد کے سامنے جان کی بازی لگانے نہیں

جائے گا۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔ "یہ ہمارا پولیس ڈپارٹمنٹ ہے۔ مجھے شرم آ رہی ہے تم لوگوں پر۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے جس افسر کو رابطے کا ذریعہ بنایا ہوا تھا، وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ "آپ لوگ اسے مسئلہ نہ بنائیں۔ میں کسی کے بھی دماغ پر قبضہ جما کر اسے فرہاد کے پاس جانے اور اس کا میک اپ اتارنے پر مجبور کر سکتا ہوں۔"

ایک افسر نے کمرے میں داخل ہو کر سلام کرتے ہوئے کہا۔ "جناب! آرمی ایکشن ہو گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے، یہ کیس ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

ڈائریکٹر جنرل بھرا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟"

"آپ باہر جا کر دیکھ لیں۔ فوجی آ گئے ہیں۔ تھانے کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔"

پولیس اسٹیشن کے اندر اور باہر بھاری بھرکم فوجی بوٹوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ پھر دو افسران ڈائریکٹر جنرل کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا۔ "میں اپنی آواز سنا رہا ہوں اور یہ حکم نامہ پیش کر رہا ہوں۔ ان قیدیوں میں فرہاد ہے یا نہیں، اس کی تصدیق ہم کریں گے اور نہایت خفیہ طریقے سے کریں گے۔ یہ کیس اب ملٹری انٹیلی جنس کے ہاتھ میں ہے۔"

انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کو سنکی کا احساس ہو رہا تھا۔ اتنا بڑا کیس ہاتھ سے لے لیا گیا تھا لیکن وہ اندر ہی اندر خوش بھی تھا اسے ٹیلی پیتھی کے عذاب سے نجات مل رہی تھی۔ میں اس ملٹری آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مجھے یقین تھا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے دماغ میں پہنچ گئے ہوں گے اور اس کے ذریعے معلوم کرنا چاہتے ہوں گے کہ یہ فوجی ہم تینوں کو کہاں لے جائیں گے؟ اور ہمیں کہاں رکھا جائے گا؟

مجھے شیبا کو اور آمنہ کو چاروں طرف سے مسلح فوجیوں نے گھیر لیا تھا۔ جدید طرز کی رائفلیں ہماری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ ہمیں اسی طرح گھیر کر پولیس اسٹیشن سے باہر لایا جا رہا تھا۔ اس وقت رات ہو چکی تھی۔ باہر بجلی کی روشنی تھی مگر اندھیرا ابھی تھا۔ دور تک فوجی گاڑیاں دھلائی دے رہی تھیں۔ ہمیں ایک ایسی گاڑی میں بٹھایا گیا جس کا پچھلا حصہ کیبن کی طرح تھا۔ اسے باہر سے مقفل کیا جا سکتا تھا۔ ہمیں وہاں ٹھاکر دروازے کو لاک کر دیا گیا۔

ہمارے آس پاس چار مسلح فوجی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں جس فوجی افسر کے دماغ میں تھا، وہ تھانے میں رہ گیا۔ ہماری گاڑیاں آگے بڑھ گئیں۔ یعنی اب ہمارا اس فوجی افسر سے کوئی رابطہ..... نہیں رہا تھا..... نہ ہی وہ جانتا تھا کہ ہمیں کہاں لے جایا جائے گا اور کہاں رکھا جائے گا۔ یہ بات ہمارے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے پریشان کن تھی۔ وہ کسی کے دماغ میں بھی جگہ بنا کر دیکھتے رہنا چاہتے تھے کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے؟ کیا ہمیں چپکے سے مار ڈالا جائے گا؟ یا ہم کسی طرح بچ نکلیں گے؟

انھیں ہمارے بچ نکلنے کی زیادہ امید تھی۔ صرف وہی کیا، تمام دشمن یہ کہتے تھے کہ کاتبِ تقدیر نے مجھے زندگی بھر زندہ رکھنے کا وعدہ کیا ہے۔ میں نے ہار پر کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ خیال خوانی میں مصروف تھا اور جو جو پولیس اسٹیشن کے ایک پولیس افسر کے دماغ میں تھا، انھیں اس کی بہن اور بھائی بھی تھے۔ وہ سب پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ میں اپنی دو ساتھیوں کے ساتھ آسانی سے نکل گیا، اس کی وہ توقع نہیں کر سکتے تھے۔ اب میں زندہ رہوں گا یا مر جاؤں گا، یہ تو بعد کی بات تھی مگر میرا ہاتھ سے نکل جانا ان کی بدترین ناکامی تھی۔

ہم گاڑی کے اندر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں سوچ رہا تھا۔ شیبا اور آمنہ مجھے دیکھ رہی تھیں۔ شیبا نے سوچ کے ذریعے مخاطب کیا۔ میں نے سانس روک لی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا۔ "کیا ابھی تم آئی تھیں؟"

"ہاں، پوچھ رہی ہوں، کس سوچ میں ڈوب گئے ہو۔ کیا بہت فکرمند ہو؟"

ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بائی دی وے، ہمیں کم سے کم اس طرح گفتگو نہیں کرنا چاہیے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے مہربان ہماری باتیں سن سکتے ہیں۔ جب ہم ضرورت محسوس کریں گے، تب ایک دوسرے کو مخاطب کریں گے۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں دشمنوں کو کچھ دیکھنے، سمجھنے کا کوئی موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ اندھیرے میں تھے۔ انھیں اندھیرے میں ہی رکھنا مناسب تھا۔ آمنہ کو پتا نہیں تھا کہ میں نے اور شیبا نے کیا گفتگو کی ہے۔ اس نے پوچھا۔ "کیا ہم گونگے بنے رہیں گے؟"

"عورت خاموش رہ کر سب سے بڑا احسان کرتی ہے۔"

"میں مانتی ہوں، بڑے زندہ دل ہو مگر یہ بھی تو سوچو کہ کس طرح کے حالات پیش آئیں گے۔"

"یہ دنیا کا ہر انسان سوچتا ہے۔ آئندہ کس قسم کے حالات پیش آئیں گے؟ آدمی خواہ مصیبت میں گرفتار ہو یا آرام سے ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں لیٹا ہو، وہ آنے والے وقت کے لیے بے چین رہتا ہے۔ آرام سے رہ کر بھی آرام سے نہیں رہ سکتا۔ کبھی اٹھ کر بیٹھتا ہے۔ کبھی بیٹھ کر لیٹتا ہے۔ پھر اٹھ کر ٹہلنے لگتا ہے۔ آنے والا وقت کیسا ہو گا؟ اچھا ہو گا یا برا ہو گا؟ دنیا کے کروڑوں لوگ آنے والے لمحے کے لیے اس قدر بے چین ہوتے ہیں۔ اس قدر تڑپتے ہیں اور اندر ہی اندر پریشان ہوتے ہیں اور جب وہ آنے والا وقت آ جاتا ہے، پھر ہم دوسرے آنے والے وقت

کے لیے پریشان ہونے لگتے ہیں۔"

شیبا میری باتوں پر مسکراتی جارہی تھی۔ آمنہ نے کہا "اللہ میں نے اتنی لمبی تقریر کے لیے نہیں کہا تھا، ویسے تمہاری زندہ دلی سے سمجھ گئی ہوں، ہمیں خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہیے۔"

ہم جہاں بیٹھے ہوئے تھے، وہاں سے باہر دیکھ نہیں سکتے تھے دو طرف دو چھوٹے چھوٹے روشن دان تھے۔ ہم اٹھ کر دیکھنا چاہتے تو رات کی تاریکی میں باہر کچھ نظر نہ آتا۔ جدھر ڈرائیور کی سیٹ تھی، اس طرف ایک چھوٹی سی کھڑکی بنی ہوئی تھی جسے دوسری طرف سے کھولا اور بند کیا جاسکتا تھا۔ ہم نے دیکھا، وہ سامنے والی کھڑکی کھل گئی تھی۔ میں صاف طور سے ڈرائیور کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔ اس کے پاس بیٹھا ہوا ایک افسر ذرا جھک کر کھڑکی سے جھانکتے ہوئے بولا "ہیلو فرہاد!" میں نے جواب نہیں دیا۔ اس نے کہا "کھڑکی کے قریب آؤ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

میں قریب آگیا۔ اس نے آہستگی سے کہا "می فرام ماسک مین۔"

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا "یہ جو تمہارے ساتھ فوجی بیٹھے ہوئے ہیں، یہ اپنے ہی بندے ہیں ڈرائیور بھی ہمارا آدمی ہے۔ گویا یہ پوری گاڑی تمہاری ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "تھینک یو۔ اور کچھ؟"

ہمارے آگے پیچھے تین گاڑیاں ہیں۔ ایک گاڑی آگے جارہی ہے، دو پیچھے پیچھے آرہی ہیں۔ ہمیں ان گاڑیوں کو ڈاج دینا ہے مگر اس طرح کہ ہم پر کبھی کوئی بات نہ آئے اور تم تینوں بھی صاف بچ نکلو۔"

"کیا آپ نے کوئی منصوبہ بنایا ہے۔ یا مجھے بنانا ہوگا؟"

"ہمارے منصوبے کے مطابق جب یہ گاڑیاں گودے گاؤں سے گذر رہی ہوں گی تب اچانک دھماکے ہوں گے۔ ان گاڑیوں کو روکنے کی کوشش کی جائے گی۔ جیسے ہی پہلا دھماکا ہو تم سب نیچے لیٹ جانا۔ کیونکہ ہمارے آدمی فائرنگ کے ذریعے اس گاڑی کا پچھلا تالا توڑیں گے پھر آپ لوگوں کو اپنی رہنمائی میں کہیں لے جائیں گے۔ میرا خیال ہے اتنا ہی کافی ہے۔ مجھے زیادہ نہیں بولنا چاہیے، دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے ٹریپ کرسکتے ہیں۔"

"جی ہاں، آپ کا خاموش رہنا بہتر ہوگا۔"

اس نے کھڑکی بند کردی۔ میں نے شیبا اور آمنہ سے پوچھا "تم سن رہی تھیں؟"

انھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر آس پاس بیٹھے ہوئے فوجیوں کو دیکھا۔ اب وہ دوستانہ انداز میں مسکرا رہے تھے۔ کہاں تو ہم نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا اور نڈھال سے بیٹھے ہوئے تھے اور کہاں یہ کہ ہم میں مستعدی اور چستی پیدا ہو رہی تھی اور ہم آنے والے آزمائشی لمحات سے بخوبی نمٹ سکتے تھے۔

ایسے وقت خیال خوانی نہیں کی جاسکتی تھی۔ دشمن پر نظر رکھنا بھی ضروری تھا۔ وہ سب بھائی ہمارے پاس آنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں اور شیبا سانس روک روک کر انھیں جھگڑا رہے تھے۔ وہ کسی نہ کسی فوجی افسر یا سپاہی تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ اس کے لیے بڑے بڑے ذرائع بھی استعمال کر رہے تھے۔ شاید پرنے اسرائیلی ملٹری انٹیلی جنس والوں کو اپنی دوستی کا واسطہ دے کر بھارتی ملٹری انٹیلی جنس والوں سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ دو اہم باتیں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ ہمیں کہاں پہنچایا جائے گا؟ اور ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟

بھارتی انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے جواب دیا تھا "ابھی یہ معلوم نہیں ہوا ہے کہ فرہاد ہماری حراست میں ہے۔ جب ثابت ہوگا تب ہم فیصلہ کریں گے کہ اسے گولی مار کر نقصان میں رہیں یا دوست بنا کر فائدہ حاصل کریں۔"

یہودی افسران نے بھارتی افسر کو سمجھایا "فرہاد مسلمان ہے۔ پیدائشی طور پر پاکستانی ہے۔ وہ بھارت کے مفاد میں کبھی کام نہیں کرے گا۔ اگر اسے پہلی فرصت میں گولی مار دی جائے تو بھارت کو تین سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی قوت حاصل ہو سکتی ہے۔"

اُدھر سے آخری فیصلہ کن جواب ملا "پہلے فرہاد کی شناخت ہونے دو۔ پھر مذاکرات کا دور شروع ہوگا۔"

دوسرے بھائی ہارپر نے امریکی حکام کے ذریعے بھارتی حکام سے رابطہ قائم کیا۔ وہاں سے جواب ملا "ہماری ملٹری انٹیلی جنس فرہاد کے متعلق سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے گی۔ ہم اس معاملے میں مداخلت نہیں کرسکتے۔"

امریکا اور اسرائیل کی جانب سے سمجھایا گیا "فرہاد کو گرفتار کرنے کا کوئی ایک راستہ ہوتا ہے مگر اس کے لیے فرار کے ہزاروں راستے نکل آتے ہیں۔ دونوں حکومتوں نے مفاظتی اقدامات کے سلسلے میں اپنی خدمات پیش کیں۔ یہ دعویٰ کیا گیا کہ فرہاد اور اس کی ساتھی عورتوں کو جہاں بھی چھپا کر قید کیا جائے گا، امریکا کے خلائی جاسوس سیارے ان قیدیوں کی نگرانی کریں گے۔ ان کے فرار ہونے کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیں گے۔ اس مقصد کے لیے ان تینوں قیدیوں کو جس کال کوٹھری میں چھپایا جائے گا وہاں سے خلائی سیارے کا رابطہ کردیا جائے گا۔

اس طرح ہارپر کو ہمارے قید خانے کا علم ہو جاتا مگر بھارت کی ملٹری انٹیلی جنس نے ہمیں ایسی جگہ چھپا کر رکھنے کا فیصلہ کیا تھا جہاں دوست اور دشمن ممالک کا کوئی جاسوس نہیں پہنچ سکتا تھا۔

میرا خیال خوانی کا ارادہ نہیں تھا۔ پھر بھی خیالات پڑھتا رہا۔ یکبارگی دھماکے کی آواز نے چونکا دیا۔ شیبا چیخ مار کر میرے پاس آئی۔ میں اسے لے کر سیٹ کے نیچے پہنچ گیا۔ حالات بڑے سنگین تھے۔

آمنہ دوسری سیٹ کے نیچے سے بلی کی طرح غرا کر دیکھ رہی تھی۔ کچھ کہنے کا موقع نہیں تھا۔ پاس آنہیں سکتی تھی کیونکہ ہمارے اور اس کے درمیان فوجی لیٹے ہوئے تھے۔ دھماکے کے چند لمحے بعد ہی ہماری گاڑی ایک طرف تیزی سے گھوم گئی تھی۔ باہر قیامت خیز فائرنگ ہو رہی تھی۔ گولیاں گاڑی کے آہنی دروازوں پر لگ رہی تھیں پھر ایک جھٹکے سے دروازہ کھل گیا۔ کسی نے کہا "کم آن ہری اَپ۔"

ہم تینوں تیزی سے سرکتے ہوئے دروازے تک پہنچے۔ آگے پیچھے والی گاڑیاں نظر نہیں آرہی تھیں۔ کیونکہ ہماری گاڑی نے گھوم کر رُخ بدل لیا تھا۔ اس طرح ہم فائرنگ کی زد میں نہیں تھے۔ چار آدمیوں نے ہمیں گھیر لیا تھا۔ ہمیں کھینچتے ہوئے لے جارہے تھے۔ انھوں نے دھماکے کے لیے موزوں جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ وہ ایک پہاڑی کے دامن سے گزرنے والی سڑک تھی، نہ جانے ہمارے کتنے حمایتی تھے جو پہاڑی چٹانوں اور پتھروں کی آڑ سے فائرنگ کر رہے تھے اور فوجیوں کو پیش قدمی سے روک رہے تھے۔

ہم جلد ہی ایک غار میں پہنچ گئے۔ دو آدمیوں نے ہمیں ٹارچ اور اسٹین گنیں دیں۔ پھر کہا "یہ غار آپ کو جہاں تک لے جائے' آپ چلے جائیں۔ اس کے دوسری طرف ہیلی کاپٹر آپ کے لیے موجود ہے۔"

شیبا نے ٹارچ سنبھال لی۔ میں نے اور آمنہ نے اسٹین گنیں لیں۔ پھر اس غار کے اندر دوڑنے لگے۔ وہ انجانا راستہ تھا مگر فرار کا واحد راستہ تھا۔ ہمارے لیے جان کی بازی لگانے والوں نے غلط نہیں کہا تھا۔ تقریباً دو فرلانگ تک دوڑتے رہنے کے بعد ہم غار سے نکلے۔ سامنے میدان میں ایک ہیلی کاپٹر کی سرخ بتی جل رہی تھی۔ وہاں پہنچتے ہی پنکھا گردش کرنے لگا۔ ایک شخص ہماری رہنمائی کرتا ہوا ہیلی کاپٹر تک آیا۔ جب ہم سوار ہوگئے تو وہ چلا گیا۔

پائلٹ نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "ماسک مین کا حکم ہے میں اپنی آواز آپ کو سناؤں' کیا آپ مطمئن ہیں؟"

میں نے اس کے شانے کو چھوتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے فلائی کرو۔"

ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ میں نے ماسک مین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ ہم ان کی گرفت سے نکل آئے ہیں اور ہیلی کاپٹر میں پرواز کر رہے ہیں۔"

ماسک مین نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا "فوراً میک اَپ اتار لیں۔ آپ کے ہوٹل کا سامان شاید ہیلی کاپٹر میں پہنچ گیا ہے۔"

میں نے سوچ کے ذریعے پائلٹ سے پوچھا۔ اس نے کہا۔ "جی ہاں سیٹ کے پیچھے خواتین کے دو جوڑے ہیں۔ آپ کے کمرے میں صرف ایک بیگ تھا' اس میں لباس نہیں تھا۔ میں نے اپنا لباس سیٹ کے پیچھے رکھ دیا ہے۔ آپ پرواز کے دوران چہرے اور لباس میں تبدیلی لے آئیں۔"

وہاں آئینہ اور میک اَپ کرنے کا سامان رکھا ہوا تھا۔ میں نے میک اَپ اتارتے ہوئے پوچھا "پرواز کتنی دیر جاری رہے گی؟"

"صرف چالیس منٹ' اتنی دیر میں ایئر فورس کے ہیلی کاپٹر ہماری تلاش میں نکل پڑیں گے۔ میں آپ لوگوں کو ایک جگہ ڈراپ کردوں گا۔"

خیبا ہیلی کاپٹر میں لباس تبدیل کرتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔

بدنام ترین مُجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمّل تفصیل

قیمت ۲۰ روپے

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

آمنہ نے کہا۔ "ہم پچھلی سیٹ پر ہیں۔ شرماتی کیوں ہو؟ جب میدانِ عمل میں آؤ تو پتا نہیں کیا کچھ کرنا پڑے گا۔ فرہاد! تم اِدھر زیادہ بیٹھو۔"

میں ان کے سامنے والی سیٹ پر تھا۔ وہ پنٹنگ کریم کے ذریعے اپنا میک اَپ آثار رہے ہوئے آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "ابھی تو میں اپنا چہرہ دیکھ رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں مجھے میک اَپ کے بغیر رہنا چاہیے۔"

میں نے اس فیصلے پر سنجیدگی سے غور کیا۔ مجھ میں یہی آیا کہ میری تصویر میں زیادہ سے زیادہ پولیس تھانوں میں دی جائیں گی، زیادہ سے زیادہ تشہیر کی جائے گی۔ میرے دشمن اچھی طرح سمجھتے ہیں، میں کبھی اصلی چہرے کے ساتھ اتنی آزادی سے گھوما پھرنا پسند نہیں کرتا ہمیشہ میک اَپ میں رہتا ہوں۔ لہٰذا وہ مجھ سے کسی بہروپ کی ہی توقع کریں گے۔

پائلٹ نے بتایا۔ "ہم ایک پسماندہ علاقے میں پہنچ رہے ہیں۔ اس اعتبار سے تیسا اور آمنہ نے چہرے پر کوئی میک اَپ نہیں کیا۔ میں پیچھے مڑ کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ بعد میں دیکھا تو آمنہ نے پوری طرح لباس بدل لیا تھا لیکن تیسا بہت شرما رہی تھی۔ اس نے پینٹی کورٹ نہیں اتارا تھا۔ صرف اوپر کا بلاؤز تبدیل کیا تھا۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم کسی گاؤں دیہات میں پہنچنے والے ہیں۔ تم اسکرٹ اور بلاؤز میں جاؤ گی تو تماشا بن جاؤ گی۔ سبھی تمہیں دیکھنے کے لیے گھروں سے نکل آئیں گے۔"

وہ بے بسی سے بولی۔ "میں کیا کروں، مجھے ساری پہننا نہیں آتی۔"

آمنہ نے تو بڑے مزے سے پہن لی ہے۔"

"بھئی یہاں گھاگھرا چولی پُنر یا ہے یہ تو پہن سکتی ہو۔"

"اسے پہن کر کیا ہوگا۔ میں تو چہرے سے غیر ملکی لگتی ہوں۔"

"میں میک اَپ کے ذریعے تمہیں دیسی عورت بنا سکتا ہوں۔"

اب دس منٹ رہ گئے تھے، نہ وہ لباس تبدیل کر سکتی تھی، نہ ہی میں میک اَپ کے ذریعے اس کا حلیہ بدل سکتا تھا۔ ہیلی کاپٹر ایک جگہ اتر رہا تھا۔ میں نے کھڑکی سے دیکھا۔ نیچے کئی ٹارچ کی روشنیاں جل بجھ رہی تھیں۔ سرچ لائٹ آن ہوگئی تھی، اس روشنی میں ہیلی کاپٹر اتر چکا تھا۔ میں نے سلائیڈنگ ڈور کو ایک طرف سرکاتے ہوئے دیکھا۔ تقریباً بیس مسلح افراد دوستانہ انداز میں ہاتھ ہلا رہے تھے۔ میں نیچے آیا۔ پھر وہ دونوں آگئیں۔ پائلٹ سے سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا۔ "جناب! اجازت دیجیے۔ میں جا رہا ہوں۔ یہاں آپ دوستوں میں ہیں۔ یہ لوگ یہاں سے آگے سفر کے انتظامات کر دیں گے۔"

وہ ہیلی کاپٹر پھر فضا میں بلند ہونے لگا۔ ہم ان مسلح افراد کے درمیان ایک جیپ کے پاس آئے۔ وہ پرانے ماڈل کی جیپ تھی۔ ایک قد آور بڑی بڑی مونچھوں والے جوان نے جیپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ای ہم گریب لوگن کی موٹر گاڑی ہے۔ ای میں بیٹھ جاؤ۔"

ہم بیٹھ گئے۔ اس مونچھوں والے شخص نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالتے ہوئے کہا۔ "ہم اسی علاقے کے ٹھاکر ہیں۔ کونو چنتا نئی کرو۔ رات ہمری بستی میں بسرام کرو۔ بھور ہوتے ہی جدھر پھرنا ہوگا ڈگے بیٹھا کر اُدھر پہونچا دے گا۔"

اس نے جیپ اسٹارٹ کی تو ایسا لگا جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ وہ دائیں بائیں ڈگمگا رہی تھی۔ جب آگے بڑھ کر چلنے لگی تو خطرہ لاحق ہوا جیسے پُرزے پُرزے الگ ہو جائیں گے۔ ہم سڑک کے کنارے گر پڑیں گے اور جیپ آگے نکل جائے گی۔ وہ گاڑی یقیناً دوسری جنگِ عظیم کی یادگار تھی۔ شیا میرے بازو کو مضبوطی سے تھام کر مجھ سے لگ گئی۔ آمنہ نے مجھے دیکھا۔ پھر شیا کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنی طرف کر لیا۔ اسے اپنے بازوؤں میں چھپا لیا۔ پھر آہستگی سے کہا۔ "جیپ پرانی ہے مگر مضبوط ہے۔ تم اس طرح ذرا ذرا سی بات سے سہم جاؤ گی اور فرہاد کا سہارا تلاش کرو گی تو بے باکی سے اپنے طور پر حالات کا مقابلہ کرنا نہیں سیکھ سکو گی۔"

جیپ کسی بستی کی طرف جا رہی تھی۔ اندھیرے میں دور تک نظر نہیں آتا تھا۔ البتہ جیپ کے آس پاس مسلح افراد دوڑتے آ رہے تھے، جیسے پرانے زمانے کے غلام راجے، مہاراجے کی سواری کے ساتھ دوڑتے جاتے ہیں۔ بالکل وہی منظر تھا۔

کوئی آدھے گھنٹے کے بعد ہلکی ہلکی سی روشنی دکھائی دینے لگی۔ جیسے دور دور رکھے ہوئے دیے ٹمٹما رہے ہوں۔ قریب پہنچنے پر پتا چلا وہ مکانوں کی کھڑکیوں اور دروازوں سے جھلکنے والی روشنیاں تھیں۔ میں ٹھاکر کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا وہ ریڈ پاور کا پورہ ہے لیکن اسے یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ ہم کون ہیں؟

وہ بستی پچاس مکانوں اور دو کانوں پر مشتمل تھی۔ پوری بستی پر ٹھاکر کی حکمرانی تھی اور یہ حکمرانی ریڈ پاور کی بدولت تھی۔ وہ اسے بھاری اسلحہ، بارود، شراب کی بوتلیں اور منہ مانگی رقمیں دیتا تھا۔ اس کے عوض اس بستی کو اور وہاں کے قریبی میدان کو بلیک پورٹ کے طور پر استعمال کرتا تھا۔

وہ علاقہ ریڈ پاور کا خفیہ ایئر پورٹ تھا۔ وہ اپنے جاسوسوں کو رات کی تاریکی میں وہاں پہنچاتا تھا۔ .....

ہندوستان میں ریڈ پاور کے ایسے کئی اڈے تھے۔ سیاست میں دوستی اور دشمنی ایک ساتھ چلتی ہے جس سے دوستی ہوتی ہے اسی کو در پردہ دھوکا بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً بھارتی حکومت کے تعلقات مالک مین کے ملک سے بہت مضبوط اور مستحکم تھے اس ملک سے بھارت کو دفاعی اور اقتصادی امداد حاصل ہوتی تھی۔ اس کے باوجود ریڈ پاور نے بھارتی حکومت سے چھپ چھپا کر ایسے خفیہ اڈے قائم کر رکھے تھے۔

ٹھاکر کی سوچ پڑھتے وقت پتا چلا۔ اس کی نیت میں کھوٹ ہے۔ وہ میرے ساتھ دو حسین عورتوں کو دیکھ کر سوچ رہا تھا۔ ایک کے پاس دو کیوں ہیں؟ ہم دونوں کے پاس ایک ایک ہونا چاہیے۔

وہ دوسرے معاملات میں قابلِ اعتماد تھا مگر عورتوں کے معاملے میں اس پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہماری جیپ بستی کی جس سڑک سے گزر رہی تھی، اس کے اطراف کے تمام مکانات کے دروازے کھل گئے تھے۔ مسلح مرد اور سولہ سنگھار کی ہوئی عورتیں باہر آ رہی تھیں۔ بستی میں بجلی نہیں تھی۔ اپنے اپنے گھر سے نکلنے والی عورتیں مرد ہاتھ میں لالٹینیں لیے ہماری گاڑی کے پیچھے چلتے آ رہے تھے۔ پھر ایک بہت بڑے برگد کے درخت کے سائے میں گاڑی رُک گئی۔ اس کے سائے میں ایک بہت بڑا سا گول چبوترہ تھا۔ وہاں جتنے لوگ جمع ہوئے اتنی ہی لالٹینیں آ گئیں۔ اتنی روشنی ہو گئی جیسے بجلی کے بلب روشن ہو گئے ہوں۔

ٹھاکر چاہتا تو لاکھوں روپے خرچ کر کے اس علاقے میں بجلی لے آتا لیکن ریڈ پاور کی طرف سے اجازت نہیں تھی۔ وہ بلیک پورٹ کو بجلی کے بغیر ہمیشہ تاریکی میں رکھنا چاہتے تھے۔ ہم گاڑی سے اتر کر ٹھاکر کے پیچھے چلتے ہوئے چبوترے کے اوپر آ گئے۔ بستی کے لوگ سامنے دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ ٹھاکر نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ای ہمرے مہمان ہیں۔ کھوب دھیان سے سُن لو۔ ای رات ہمری بستی میں بسرام کریں گے۔ بھور بھئے چلے جائیں گے۔"

ایک جوان عورت جو خوب بن ٹھن کر آئی تھی، اس نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "اے ٹھاکر! یہ دو دو لوگائی کا تمرے گھر رہیں گی؟"

ٹھاکر نے کہا۔ "ای ہمری مہمان ہیں۔ ہمرے گھر رہیں گی، تم کاہے پوچھت ہو؟"

عورت نے ہاتھ نچا کر کہا۔ "ارے، پوچھنے کی جرورت ہے۔ تمرے مُنہ سے رال ٹپکتی دکھائی دیت ہے۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہم اپنی مرضی کے مہمان ہیں۔ یہاں رہ بھی سکتے ہیں اور جا بھی سکتے ہیں۔ رہنے کی شرط یہ ہے کہ ہم تینوں کو کسی کا خالی مکان ملنا چاہیے، وہاں ہم کسی کی مداخلت پسند نہیں کریں گے۔"

ٹھاکر کو میری بات ناگوار گزری۔ اس نے کہا۔ "ارے واہ! تم مہمان ہو مگر ہٹلر بن کر حکم دے رہے ہو۔ ای ہمری بستی ہے۔ اِدھر ہمرا حکم چلت ہے۔"

وہ آگے بھی کچھ کہنا چاہتا تھا، میں اتنی دیر میں اس کے دماغ سے اس کے باس کا نام پڑھ چکا تھا۔ اس کا نام چندر بھان تھا۔ میں نے کہا۔ "ٹھاکر! میں تمہارا نہیں، چندر بھان کا خاص مہمان ہوں۔ تمہارا حکم بستی والوں پر چل سکتا ہے، مجھ پر نہیں۔ مجھے مجبور کرو گے تو میں ابھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے چندر بھان سے رابطہ قائم کروں گا اور یہاں کا کوئی مکان اپنے لیے خالی کرا لوں گا یا گاڑی منگوا کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

ایک قد آور جوان رائفل کاندھے سے لٹکائے چبوترے کے اوپر آیا۔ وہ تعلیم یافتہ تھا۔ مجھ سے انگریزی میں کہنے لگا۔ "آپ ناراض نہ ہوں۔ میں ٹھاکر جیسا ہوں۔ بڑے ٹھاکر کا دستِ راست۔ آپ صرف چندر بھان کے نہیں، ہمارے بھی مہمان ہیں۔ آپ کے لیے یہاں ایک مکان خالی کر دیا جائے گا اور آپ کی مرضی کے بغیر کوئی شخص وہاں داخل نہیں ہوگا۔"

ٹھاکر کو اپنی بے عزتی کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ نیچی نظروں سے بستی والوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر غصے سے بھڑک کر بولا۔ "اے جیالال! کا انگریجی میں گٹ پٹ گٹ پٹ کرت ہو، اپنے باپ دادا کی بھاشا بولو۔ ارے کا ہم اتنے نادان ہیں۔ کا ہم اپنے مہمانن کی سیوا کرنا نئی جانت ہیں۔ ارے ای سامنے والا مکان خالی کرائے دو — ای ہمرے انگریجی مہمان ہیں۔ ان کے لیے سُور کا گوشت پکاؤ۔!!"

مجھے اس پر بڑا غصہ آیا۔ میں نے اسے آگے کہنے کا موقع نہیں دیا۔ جب بھی کہنا چاہتا تھا زبان لڑکھڑانے لگتی تھی۔ سب لوگ اپنی اپنی لالٹین سر سے اونچی کیے اس کی طرف حیرانی سے دیکھ رہے

یادداشت بڑھانے، مطالعہ کرنے اور امتحان دینے کے کارآمد نفسیاتی طریقے۔
ہر شخص کے لیے کارآمد۔ طالب علموں کے لیے بے بہا تحفہ۔

امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے

اگر آپ بھول جانے، کمزور یادداشت اور امتحان میں ناکامی سے پریشان ہیں تو یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ یادداشت کس طرح بہتر بنائی جا سکتی ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ کر کے آپ بھول جانے کے مرض سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔

کتاب کے چند عنوانات

- کامیاب مطالعہ کے بنیادی اصول۔
- کتابوں کے کیڑے نہ بنیے۔
- مطالعہ کے گر اور وہم اصول۔
- تعلیم کا بہترین مقصد۔
- مطالعے کے کیا اوزار ہیں؟
- مطالعے کے کیسے نوٹس یاد داشت کے لیے مفید ہیں۔
- دماغی انتشار اور اس کے اسباب۔
- یادداشت بڑھانے کے طریقے۔
- آپ کی یادداشت بھی اچھی ہے۔
- بھولنے کی بیماری۔
- خود اعتمادی کی کمی کیوں ہے؟
- بھولنے کے وجوہات۔
- خود اعتمادی کیسے پیدا کی جا سکتی ہے؟

قیمت ۱۵ روپے — ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ڈائجسٹ بک سروس، نزد جنگ پریس، کراچی

تھے۔ میں نے اس کے دستِ راست سے کہا: "مسٹر چپال! ہم نہ تو شراب پیتے ہیں نہ ہی حرام جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں ہو سکے تو سیدھے سادے انداز میں اپنے گھر کا کھانا کھلاؤ اور ہمیں آرام کرنے دو۔"

چپال نے کہا: "آپ جیسا چاہیں گے ویسا ہی ہوگا مگر آرام کرنے کی بات نہ کریں۔ آپ مہمان ہیں۔ آپ کے آنے کی خوشی میں آج رات بھر ناچ گانا ہوتا رہے گا۔ آپ کو شریک ہونا چاہیے۔"

چپال کے حکم پر سامنے والا ایک مکان خالی ہوگیا۔ وہاں کے مکین دوسرے گھر میں چلے گئے۔ اس دوران ٹھاکر نے پھر کچھ بولنے کی کوشش کی۔ پھر اس کی زبان لڑکھڑانے لگی۔ اسی وقت ٹھاکر نے محسوس کیا۔ اس کی جیب میں دبکے ہوئے ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا سامنے والے مکان میں گیا۔ اپنے ساتھیوں کو حکم دیا جب تک وہ کمرے سے باہر نہ آئے کسی کو ادھر جانے کی اجازت نہ دی جائے۔

اس نے کمرے میں آکر دروازے کو بند کرنے کے بعد جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر اُسے آن کیا۔ اپنے کوڈ ورڈز دہراتے کے بعد کہا: "ہم ٹھاکر ہرنام سنگھ بولت ہیں۔ آپ کے مہمان ہری بستی میں آگئے ہیں۔ ہم ابھی ان کی سیوا کرنے جا رہے ہیں۔ اتنے میں آپ کا ٹیلیفون آگیا۔"

"ٹھاکر ہرنام سنگھ تمھیں کتنی بار سمجھایا ہے یہ ٹیلیفون نہیں، ٹرانسمیٹر ہے۔"

"صاحب! ہم دو برس میں ٹیلیفون بولنا سیکھے ہیں۔ اب تڑ تڑ میٹر سیکھنے میں کاہے کو دو برس گنوانا چاہت ہو؟"

میں اسے بکواس کرتا چھوڑ کر دوسری طرف بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر اسے مخاطب کیا: "ہیلو چندر رجھان! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

اس کے ہاتھ سے ٹرانسمیٹر چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اُسے سنبھالا۔ دوسرے ہاتھ سے سر کو تھام کر دور تاریکی میں گھورنے لگا۔ میں نے کہا: "سوچ کی لہریں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ پہلے یقین نہیں آتا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دماغ میں بول رہا ہے۔"

اسے سچ یقین نہیں آرہا تھا۔ میں نے کہا: "تم اپنی مرضی کے خلاف اس ٹرانسمیٹر کو آف کر کے جیب میں رکھو گے۔ ارادہ کرو کہ ایسا نہیں کرو گے۔"

اس نے مصمم ارادہ کر لیا مگر دوسرے ہی لمحے اس نے اُسے آف کیا اور اپنی جیب میں رکھ لیا۔ جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھ کر ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا: "یقین آگیا۔ مجھے یقین آگیا۔ آپ فرہاد صاحب ہیں۔"

"مسٹر چندر رجھان! میں سب سے پہلے یہ سوال کروں گا کہ آپ نے ایسے جاہل اور نالائق شخص کو اس بستی کا انچارج کیوں بنایا؟ کیوں اسے اتنی اہمیت دے رہے ہیں؟"

"مجبوری ہے۔ وہ بستی اور اس کے آس پاس کا علاقہ اس کے باپ دادا کی جاگیر ہے۔ چونکہ وہ بنجر علاقہ ہے اس لیے بھارتی حکومت ادھر توجہ نہیں دیتی ہے۔ وہ علاقہ ہمارے بڑے کام کا ہے۔ اس کے لیے ہمیں اس احمق ٹھاکر ہرنام سنگھ کو خوش رکھنا پڑتا ہے اور ہمارا کچھ نقصان بھی نہیں ہوتا۔ اگر اس کی ذات سے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو میں معافی چاہتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں تکلیف پہنچنے سے پہلے اُسے پہنچ جائے گی۔ اب ہمارے لیے کیا کر رہے ہیں؟"

"میں ٹھاکر کی بستی سے پچاس میل کے فاصلے پر ہوں۔ یہاں ایک منگلا نامی ریلوے اسٹیشن ہے۔ صبح پانچ بجے یہاں سے مدراس میل گزرتی ہے۔ چونکہ یہ چھوٹا اسٹیشن ہے۔ اس لیے میل کی گاڑی نہیں ٹھہرتی میں آپ کے لیے اسے ٹھہرانے کا انتظام کروں گا۔ آپ فی الحال بستی میں آرام کریں۔ ٹھاکر چپال پڑھا لکھا آدمی ہے۔ اُسے میں نے سب کچھ سمجھا دیا ہے۔ آپ اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ یہاں کا طرزِ گفتگو اور یہاں کا لباس اختیار کریں۔ اس کے لیے چپال آپ کی مدد کرے گا۔"

میں پھر رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کر کے اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ چپال مجھے تک رہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ ٹھاکر ہرنام سنگھ سے زیادہ چپال کی اہمیت ہے۔ اُسے میرے بارے میں بتا دیا گیا ہے۔ میں نے آہستگی سے کہا: "ابھی چندر رجھان سے بات کر چکا ہوں۔ اب ہم اس مکان میں جائیں گے۔"

وہ ہمیں سامنے والے مکان میں لے آیا۔ دو عورتیں وہاں کی صفائی کر رہی تھیں۔ دو کمروں میں صاف ستھرے بستر بچھا رہی تھیں میں نے کہا: "میں اپنی ان عورتوں کا حلیہ اور لباس بدلنا چاہتا ہوں۔ کیا میک اپ وغیرہ کا سامان مل سکے گا؟"

"میں ابھی حاضر کرتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے آنے تک عورتوں نے صفائی کر دی اور ہم سے اجازت لے کر چلی گئیں۔ باہر برگد کے سائے میں لوگ جمع تھے۔ ڈھول بج رہے تھے۔ چند عورتیں اور مرد جھک جھک کر ہمارے لیے استقبالیہ گیت گا رہے تھے۔ ٹھاکر چپال بنکھ تھوڑی دیر بعد میک اپ کا سامان اور مختلف ملبوسات لے آیا۔ کہنے لگا۔ "ہمارے ہاں نوٹنکی میں ناچنے گانے والیاں یہ میک اپ استعمال کرتی ہیں۔ فی الحال اسی سے کام چلائیے۔"

"یہ سامان یہیں رہنے دو۔ ہم شاید رات کے دو بجے یہاں سے روانہ ہوں گے۔ اس سے پہلے میک اپ کر لیا جائے گا۔"

ٹھاکر چپال سنگھ وہاں سے چلا گیا۔ شیبا نے پوچھا: "ہم رات کے دو بجے کہاں جائیں گے؟"

میں نے چپال کو بتانا مناسب نہیں سمجھا تھا مگر شیبا اور آمنہ کو تفصیل سے بتا دیا۔ آدھے گھنٹے بعد عورتیں ہمارے گھر آنے لگیں۔ کوئی چٹائی بچھا رہی تھی۔ کوئی دسترخوان اور کوئی خالی پلیٹیں لا کر رکھ رہی تھی۔ پھر ہمارے لیے طرح طرح کی ڈشیں آنے لگیں۔ میں نے چپال سے کہا: "بھئی! اتنا کھانا کون کھائے گا۔ میں بہت عرصے بعد ہندوستان آیا ہوں اس لیے بیسن کی روٹی اور سرسوں کا ساگ کھاؤں گا۔"

میں نے یہی کھایا جب شیبا کو چکھایا تو یہ غریبوں کی نئی ڈش اُسے بہت پسند آئی۔ اس نے تمام ڈشوں کو چھوڑ دیا۔ میرے ساتھ وہی کھانے لگی۔ بستی والوں نے خاطر مدارات کی انتہا کر دی تھی۔ عورتیں ہمارے چاروں طرف کھڑی ہوئی پنکھے جھل رہی تھیں۔ حالانکہ رات کا وقت تھا۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں مگر وہ ہماری خدمت کر کے خوشی حاصل کر رہی تھیں۔

کھانے کے بعد تمام برتن اور دوسری چیزیں اُٹھا لی گئیں۔ سب چلے گئے۔ میں نے شیبا سے کہا: "آؤ، ہم اس کمرے میں باتیں کریں گے۔"

شیبا نے آمنہ کی طرف دیکھا۔ پھر کہا: "تم چلو، میں آتی ہوں۔"

میں دوسرے کمرے میں آکر اس کا انتظار کرنے لگا مگر وہ نہیں آرہی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کیا: "وہ میری موجودگی کا یقین کرنے کے بعد خاموش رہی۔ میں اس کے ذریعے آمنہ کی باتیں سننے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی: "شیبا! میرے محبوب نے بارہا مجھے اپنی تنہائی میں بلایا۔ میں نہیں گئی۔ اس نے آنا چاہا۔ میں ہی شرماتی اور انکار کرتی رہی۔ مجھے سہاگ رات کا انتظار تھا۔"

ایسا کہتے کہتے آمنہ کی آواز میں آنسو بھر گئے تھے۔ وہ اپنے اندر فولاد تھی۔ بڑے سے بڑے صدمے کو پی جاتی تھی۔ وہ سرد آہ بھر کر بولی: "ہاں مجھے سہاگ رات کا انتظار تھا مگر جب شادی ہوئی اور سہاگ رات آئی تو وہ ہمیشہ کی نیند سو گیا۔"

وہ شیبا سے ذرا دور جاتے ہوئے بولی: "کبھی کبھی سوچتی ہوں، میں نے بہت بڑی غلطی کی تھی۔ اپنے محبوب کو زبانی محبت دی اور اسے خالی ہاتھ دنیا سے جانے دیا۔"

شیبا نے کہا: "آمنہ! تمھارا کوئی قصور نہیں ہے۔ بھلا تم کیسے جان سکتی تھیں کہ سہاگ رات کو بیوہ ہو جاؤ گی؟"

"ہاں، بھلا کون جان سکتا ہے کہ موت کیسے آتی ہے۔ کب آتی ہے، کیا تم جانتی ہو؟"

شیبا چپ رہی۔ آمنہ نے پوچھا: "کیا تم جانتی ہو، فرہاد کی موت کب ہوگی؟"

شیبا نے ایک دم سے لرز کر آمنہ کو دیکھا۔ پھر پوچھا: "کیسی باتیں کر رہی ہو؟"

"میری بات کا بُرا نہ ماننا، اگر فرہاد کی موت کا اندیشہ ہو تو جاؤ، ابھی جاؤ اور اس کے دل کی تمام حسرتیں پوری کر دو۔ اگر یقین ہو کہ وہ زندہ سلامت تمھاری سہاگ رات میں آئے گا تو پھر حیا کا پاس رکھو، یہی عورت کا حُسن ہے اور یہی عورت کا غرور ہے۔"

شیبا آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گئی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اور ان دھڑکنوں کو آمنہ محسوس کر رہی تھی۔ پھر شیبا نے جذبوں کے ہجوم میں کہا: "نہیں جاؤں گی۔ میں نہیں جاؤں گی۔ اس کے لیے دعا کروں گی۔ وہ ہمارے بعد بھی زندہ رہے گا۔ سلامت رہے گا۔ میں پیش آنے والے اندیشوں میں گھر کر اپنی حیا کو، اپنے غرور کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔ آمنہ! تم بہت اچھی ہو۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر بستر بدل کر سو جاؤ۔ آمنہ بہت اچھی ہے مگر اس سے زیادہ اچھائی یہ ہے کہ میں کسی کو مجبور نہیں کرتا۔"

میں نے آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایت دی۔ نیند کے لیے دو گھنٹے کا وقت مقرر کیا۔ پھر سو گیا۔ باہر ناچ گانا جاری تھا۔ میری ہدایت کے مطابق اگر کوئی برآمدے میں آتا یا کمرے میں گھسنے کی کوشش کرتا تو اب آنکھ کھل جاتی۔ ڈھول تاشے یونہی بجتے رہتے تو کوئی فرق نہ پڑتا۔ البتہ کوئی غیر معمولی بات ہوتی مثلاً فائرنگ ہوتی یا دھماکا ہوتا تو آنکھ کھل جاتی۔

پھر میری آنکھ کھل گئی۔ ہم جس مکان میں تھے، اس کے پچھلے دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ شیبا کی آنکھ کھل گئی تھی۔ آمنہ پوچھ رہی تھی: "کون ہے؟"

شراب کے نشے میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی: "ہم ٹھاکر ہرنام سنگھ ہیں۔ ترے سے میج بان ہیں۔"

آمنہ نے سخت لہجے میں کہا: "یہاں سے چلے جاؤ ورنہ کہیں آنے جانے کے قابل نہیں رہو گے۔"

میں نے دونوں کمروں کے درمیانی دروازے کو کھول کر ان سے کہا: "تم آرام سے سوتی رہو۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

میں بستر پر آکر لیٹ گیا۔ پھر اس کے دماغ پر سوار ہوگیا۔ وہ شراب کی بوتل ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔ تقریباً پوری بوتل خالی کر چکا تھا۔ میں اسے وہاں سے چلاتا ہوا مکان کے سامنے والے حصے میں لے آیا۔ برگد کے سائے میں اب تک ڈھول تاشے بج

لیے تھے۔ عورتیں اور مرد ناچ گا رہے تھے۔ اس نے چبوترے پر پہنچ کر زور سے بوتل کو بجا دیا۔ بوتل ایک چھناکے سے ٹوٹ گئی۔ پھر وہ اپنی کمر پر ہاتھ رکھ کر ناچنے لگا۔ سب اسے حیرانی سے تک رہے تھے۔ ڈھول اور تاشے بجانے والوں کے ہاتھ رک گئے تھے۔ وہ بھی ناچتے ناچتے رک گیا۔

پھر وہ چھلانگ لگا کر چبوترے سے نیچے آیا۔ کہنے لگا "بستی کے لوگو! دیکھو، میں یہاں سے اس گلی کے موڑ تک دوڑتا ہوا جاؤں گا، جب واپس آؤں گا تو مجھ میں ایک کمی ہوگی۔"

سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ دوڑتا ہوا چلا گیا۔ سب لوگ لالٹینوں کو سر سے اونچا کر کے اسے دور جاتے دیکھ رہے تھے۔ وہ گلی کے موڑ پر جا کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جب نظر آیا تو اس کے جسم پر کرتا نہیں تھا صرف بنیان اور پاجامہ تھا۔ وہ دوڑتا ہوا پھر برگد کے سائے میں آیا۔ وہاں سے پلٹ کر بولا "اب دیکھو، پھر جا رہا ہوں۔ پھر تم لوگ مجھ میں کسی چیز کی کمی پاؤ گے۔"

وہ دوڑتا ہوا اس گلی سے گزرتا ہوا آخری موڑ پر گم ہو گیا جب دوبارہ نظر آیا تو اب اس کے بدن پر بنیان نہیں تھی۔ صرف پاجامہ تھا۔ وہ برگد کے سائے میں پہنچ کر ہانپتے ہوئے بولا۔ "دیکھا تم لوگوں نے میں نہ کہتا تھا، مجھ میں کمی محسوس ہوگی۔ میں پھر جا رہا ہوں۔ پھر تم لوگوں کو کمی محسوس ہوگی۔"

اس کی بات سن کر کئی لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ وہ بھاگ بھاگ کر اپنے گھروں کی طرف جانے لگے۔ ایک بزرگ نے پوچھا "مٹھا کر ہرنام سنگھ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ تو ہماری بستی کا سردار ہے۔ تجھے ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔"

مگر وہ کسی اُن سنی کر کے دوڑتا ہوا گلی سے گزرتا ہوا جانے لگا۔ اس کے بعد آخری موڑ پر گم ہو گیا۔ عورتیں اپنے اپنے گھروں کے دروازے تک پہنچ گئی تھیں۔ مرد لالٹین اونچی کیے دیکھ رہے تھے جب وہ نظر آیا تو اس کے بدن پر صرف انڈرویئر تھا۔ اس بار برگد کے سائے میں کچھ لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ جھنجھوڑ کر سمجھانے لگے۔ "مٹھا کر! تجھے کیا ہو گیا ہے؟"

اس نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑایا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا گلی سے گزرتا ہوا آخری موڑ پر جا کر گم ہو گیا لیکن جب واپس آیا تو گلی ویران ہو چکی تھی۔ وہ دوڑتا ہوا برگد کے سائے میں آیا۔ وہاں سے ڈھول تاشے بجانے والے اور ناچنے گانے والے بھی جا چکے تھے۔ سب نے اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیے تھے۔ اسے دیکھنے کے لیے کوئی موجود نہیں تھا۔

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر اس پاس دیکھا۔ پھر حیرانی سے بڑبڑایا "یہ بستی والے کہاں غائب ہو گئے۔"

اس نے سردار کی حیثیت سے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر سینہ تان کر گرجتے ہوئے پوچھا "اے بستی والو! تم سب کہاں مر گئے ہو؟"

اسی وقت محسوس ہوا جیسے کمر خالی خالی سی ہے۔ اس نے چونک کر خود کو دیکھا تو چیخ مار کر اچھل پڑا۔ چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ وہ بھری بستی میں لٹ گیا ہے۔ کوئی اس کے کپڑے اتار کر لے گیا ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے ان دو مہمان عورتوں کی طرف جانا چاہیے" دروازے پر دستک دے کر ان سے ملاقات کرنا چاہیے۔"

وہ آگے بڑھا، پھر اپنے آپ کو دیکھ کر رک گیا۔ انکار میں سر ہلاتے ہوئے، وہاں سے دوڑتے ہوئے اپنے گھر کی طرف جانے لگا۔ کوئی مانے یا نہ مانے یہ حقیقت ہے کہ دوسروں کو بے لباس کرنے والے اپنے ننگے پن پر شرما جاتے ہیں۔

آدھی رات گزر چکی تھی۔ میں نے کہا "شیبا! تمہیں لباس تبدیل کر لینا چاہیے۔ شاید ہم ایک آدھ گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہو جائیں۔"

"شاید کا مطلب کیا ہوا۔ کیا یقین نہیں ہے؟"

"میں ابھی معلوم کر کے بتاتا ہوں۔"

میں نے ریڈیو پر کے باس چندر بھان کو مخاطب کر کے پوچھا "ہمارے لیے گاڑی کب تک آئے گی؟"

"میں ایک یا ڈیڑھ بجے تک گاڑی روانہ کروں گا۔ اس کے جانے اور آنے میں تین گھنٹے لگیں گے۔ آپ یہاں مدراس میل کے پہنچنے سے پہلے پہنچ جائیں گے۔"

میں اپنی جگہ واپس آیا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ پھر ٹھاکر جیپال سنگھ کی آواز سنائی دی۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ وہ پریشان تھا۔ اس نے کہا "ابھی ہمیں تین گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس نظر آئی ہیں۔ وہ گاڑیاں ہماری بستی کی طرف آ رہی ہیں۔ آپ لوگ فوراً یہاں سے نکل چلیں۔"

ہم پچھلے دروازے سے باہر آئے۔ وہاں چار مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے پھر مجھے اور آمنہ کو ایک ایک اسٹین گن دی۔ شیبا نے ٹارچ لے لی۔ ہم ایک آدمی کی رہنمائی میں اس بستی سے باہر جانے لگے۔ جیپال ہمیں تھوڑی دور تک چھوڑنے آیا۔ اس نے کہا "آپ کی رہنمائی کرنے والا آپ کو پہاڑی کے ایک ایسے حصے میں پہنچا دے گا جہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا۔"

میں نے پوچھا "کیا بستی کے لوگ یہ نہیں بتائیں گے کہ یہاں تین مہمان آئے تھے؟"

"ہرگز نہیں۔ یہاں غیر ملکی آتے رہتے ہیں مگر بستی کا ایک بچہ بھی یہ نہیں کہتا کہ اس نے کسی اجنبی کو دیکھا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر ہماری جاسوسی کرنے والے ٹیلی پیتھی

جانتے ہیں۔ جو لوگ گاڑیوں میں آرہے ہیں، وہ تم سے یا بستی کے کسی فرد سے باتیں کریں گے۔ ان کے دماغوں میں رہنے والے بستی والوں کے دماغوں میں پہنچیں گے اور چپکے سے معلوم کرلیں گے کہ یہاں ایک شخص دو عورتوں کے ساتھ آیا تھا۔"

جیسال نے پریشان ہوکر کہا۔ "پھر تو بڑی مشکل ہوگی۔"

میں چلتے چلتے رُک گیا۔ میں نے اسٹین گن کے لیے کارتوسوں کی دو اور پیٹیاں ان سے لیں۔ پھر کہا۔ "بہتر ہے، تم ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ باس ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

میں اسے سمجھا دوں گا۔ مشکل یہ ہے کہ تم ہمیں پہاڑی کے کسی حصّے میں چھپانا چاہتے ہو مگر وہ کمبخت تمھارے دماغ میں آکر چپکے سے معلوم کرلیں گے۔"

"میں نہیں بتاؤں گا۔"

"تم خیال خوانی کے طریقہ کار کو نہیں سمجھتے ہو۔ آدمی خواہ کتنا ہی مستقل مزاج ہو اور کچھ نہ بتانا چاہے مگر خیال خوانی کے ذریعے چور خیالات پڑھ لیے جاتے ہیں۔"

اس نے بے بسی سے پوچھا۔ "اب کیا ہوگا؟"

میں نے کہا۔ "یہاں ہمیں چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔"

وہ کھڑا سوچتا رہ گیا۔ میں، شیبا اور آمنہ کے ساتھ دوسری طرف چل پڑا۔ ذرا دور جاکر میں نے شیبا سے کہا۔ "تمھیں مٹی کے جتنے پریسیپی ٹیٹرز کے لہجے یاد ہیں۔ ان کے دماغ میں پہنچو اور معلوم کرو، ہمیں کہاں کہاں سے گھیرا جارہا ہے۔ میں بھی یہی معلوم کررہا ہوں۔"

ہم دونوں نے خیال خوانی کی پروازی۔ مختلف پولیس اور انٹیلی جنس کے افراد کے ذریعے معلوم ہوتا رہا کہ ہمارے لیے کتنی دور دور تک جال پھیلائے جارہے ہیں۔ کس طرح ناکہ بندی کی جارہی ہے۔

پھر ہم نے ایک افسر کے دماغ میں پہنچ کر سنا۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کررہا تھا۔ دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا۔ "اس وقت ہم ٹھاکر ہرنام سنگھ کی بستی کے قریب ہیں۔ یہاں داخل ہونے سے پہلے یقین کرنا چاہتے ہیں کہ اُن ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کوئی ہمارے دماغ میں ہے یا نہیں؟ جب تک وہ نہیں ہوں گے۔ ہم بستی والوں سے ڈھکی چھپی بات معلوم نہیں کرسکیں گے۔"

میں تاریکی میں چلتے چلتے اس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا جو ٹھاکر ہرنام سنگھ کی بستی کے قریب تھا۔ اس کے دماغ میں اسی کے لہجے میں کوئی کہہ رہا تھا۔ "میں موجود ہوں۔ اطمینان سے بستی کے اندر چلو۔ میں ایک ایک کے دماغ کو کھنگال کر صحیح معلومات فراہم کروں گا۔"

میں فوراً اس افسر کے دماغ میں پہنچا جو ابھی ٹرانسمیٹر پر گفتگو کررہا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے دوسرے سپاہیوں کی آوازیں سُنیں۔ شیبا سے کہا۔ "تم ان سپاہیوں کے لب و لہجے کو یاد کرو اور یہاں ہنگامہ برپا کردو۔"

پھر ذرا سی دیر میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔ ایک سپاہی دوسرے سپاہیوں کی طرف فائرنگ کررہا تھا۔ شیبا کا معمول بننے والا دوسری طرف کے سپاہیوں پر فائرنگ کررہا تھا۔ وہ دونوں سپاہی اِدھر سے اُدھر بھاگتے ہوئے جارہے تھے اور اس گاڑی پر فائر کررہے تھے جہاں اسلحے کا ذخیرہ تھا۔ ایک سپاہی نے ہینڈ گرنیڈ کو منہ سے لگایا۔ دانتوں سے پکڑ کر چابی نکالی۔ پھر اسے اسلحہ سے بھری ہوئی گاڑی پر پھینک دیا۔ اس کے بعد ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔ پھر دوسرا، پھر تیسرا دھماکا ہوا۔ پولیس فورس نے جو کیمپ قائم کیا تھا۔ وہاں زلزلہ سا آگیا۔ بھگدڑ مچ گئی۔ میں اس افسر کے دماغ میں گیا جو ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کررہا تھا۔ اس نے پھر ایک جگہ چھپ کر ٹرانسمیٹر آن کیا۔ میری مرضی کے مطابق کہنے لگا۔ "فرہاد! اِدھر ہے۔ یہاں ہنگامے کررہا ہے۔ شاید تم اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے دھماکوں کی آوازیں بھی سُن رہے ہو۔"

شیبا نے میری ہدایت کے مطابق ایک سپاہی کو ایک گاڑی میں بٹھایا۔ پھر اسے ڈرائیو کرنے پر مجبور کیا۔ ٹرانسمیٹر پر بات کرنے والے نے چونک کر سر اُٹھاتے ہوئے اس گاڑی کو جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر کہا۔ "ایک گاڑی یہاں سے جارہی ہے۔ ارے! اسے روکو۔ کون جارہا ہے۔ اسے پکڑو۔"

مگر پکڑنے والا کوئی نہیں تھا۔ سبھی قیامت خیز دھماکوں سے لرز گئے تھے۔ دور جاکر پناہ لے رہے تھے۔ کتنی ہی گاڑیاں تباہ ہوگئی تھیں۔ اگر ایک آدھ گاڑی صحیح سلامت رہ گئی ہو تو اسے ڈرائیو کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "ہم اس راستے کی ناکہ بندی کرتے ہیں۔ جو بھی ڈرائیو کرتا ہوا آرہا ہے، ہم اسے روک لیں گے۔"

اب صورتِ حال یہ تھی کہ جس پولیس فورس کے کیمپ میں دھماکے ہوئے تھے۔ وہ کیمپ بمبئی سے تقریباً پچاس میل کے فاصلے پر قائم کیا گیا تھا اور جو گاڑی والے ٹھاکر کی بستی میں آنا چاہتے تھے۔ وہ ناگ پور جانے والے ہائی وے پر تھے۔ جب اُنھیں پتا چلا کہ تباہ ہونے والے کیمپ سے ایک گاڑی میں کوئی آرہا ہے تو اُنھیں واپس بمبئی کا رُخ کرنا پڑا تاکہ اسے راستے ہی میں روک لیں۔ اس طرح میں نے خطرے کو ٹال دیا۔ اب نہ کوئی ٹھاکر ہرنام سنگھ کی بستی میں آکر ہمارے متعلق سوال کرسکتا تھا۔ نہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے چور خیالات پڑھ کر ہم تک پہنچ سکتے تھے۔

میں نے شیبا سے کہا۔ "فی الحال خطرہ ٹل گیا ہے۔ تم چند جان

سے رابطہ قائم کرو۔ اس سے کہو، ہم ہائی وے کے قریب ہیں۔ فوراً ہمارے لیے گاڑی روانہ کی جائے۔"

میں اسے ہدایات دے کر اس فوجی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا جس نے گاڑی کے اندر ہمارے فرار کا منصوبہ ہمیں سمجھایا تھا۔ جب میں نے اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا۔ "آپ اتنی دیر تک کہاں گم رہے۔ میں بڑی دیر سے انتظار کررہا ہوں۔ آپ کو میرے پاس آنا چاہیے تھا۔"

"مجھ سے غلطی ہوگئی۔ اب چاروں طرف سے گھیرا جارہا ہوں تو عقل آرہی ہے۔ میں نے ابھی ابھی پولیس فورس کو غلط راہ پر لگا دیا ہے۔ آپ بتائیں، فوج کے سپاہی کس طرح ہمیں گھیرنا چاہتے ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے، میں صحیح معلومات فراہم نہیں کرسکوں گا۔ ایک اسپتال میں پڑا ہوں۔ میں نے اپنے آدمیوں سے کہا تھا۔ جب تم اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ فرار ہوجاؤ تو ان میں سے کوئی میری ٹانگ پر گولی مارے۔ انھوں نے یہی کیا۔ اس طرح کوئی مجھ پر شبہ نہیں کررہا ہے۔ کل صبح تک اسپتال سے چھٹی ملوں گا۔ پھر تمھارے لیے کچھ کرسکوں گا۔ فی الحال ایک دوستانہ مشورہ ہے، یہاں تمھاری سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ تمھارے ساتھ دو عورتیں ہیں۔ تم کہیں بھی جاؤ گے، کہیں بھی پناہ لوگے۔ تمھارے ساتھ دو عورتیں ہوں گی۔ دوسری کمزوری شیبا ہے۔ وہ کسی پہلو سے ہندوستانی یا ایشیائی نہیں لگتی ہے۔ شاید وہ یہاں کی زبانیں بھی نہ بول پاتی ہو۔ ایسے میں قدم قدم پر مصائب کا سامنا کروگے۔ بہتر ہے، ماسک مین سے رابطہ قائم کرو۔"

میں نے ماسک مین کو مخاطب کیا۔ وہ بھی یہی سمجھانے لگا۔

"مسٹر فرہاد! ہم مانتے ہیں، آپ قسمت کے دھنی ہیں۔ بڑے بڑے سائل سے اور بڑی بڑی مصیبتوں سے گزر جاتے ہیں۔ موت کو شکست دیتے ہیں لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ پھر دو دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ہی جگہ رہیں۔ ایک ساتھ رہیں تو یہ دانشمندی نہیں ہے۔"

میں نے چلتے چلتے شیبا کو دیکھا۔ وہ کبھی کبھی ٹارچ روشن کرتی تھی۔ سامنے راستہ دیکھتی تھی۔ پھر ہمارے ساتھ آگے بڑھتی تھی۔ میں نے اچانک اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "شیبا! ہمارے بچھڑنے کا وقت آرہا ہے۔"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ "کیا مطلب؟"

"ہم جذبات سے مغلوب ہوگئے ہیں، عقل کا دامن چھوڑ چکے ہیں۔ دانشمندی یہی ہے کہ تم واپس چلی جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔"

"اگر دو ٹیلی پیتھی کی قوتیں ایک جگہ ہوں گی تو بیک وقت دونوں کو نقصان پہنچے گا۔ ہم مختلف جگہ ہوں گے تو ایک دوسرے کی نائلت کرسکیں گے۔"

اس نے ٹارچ کی روشنی میرے چہرے سے دیکھا۔ ایک ہاتھ سے میرے چہرے کو چھو رہی تھیں، اس قدر قریب آکر دور کیسی تھی۔ ہم ایک دوسرے کے لیے تڑپتے رہے بڑی سخت پابندیاں لگائی تھیں۔

اچانک اس کے ہاتھ سے ٹارچ تھام کر بولی۔ "نہیں جاؤں گی۔ میں نہیں جاؤں گی۔ صلاحیتیں چھین لو۔ مجھے ایک معمولی عورت کو چھو کر دیکھا، وہ آنسوؤں میں بھیگ اس کے آنسوؤں کو پونچھنے لگا۔ وہ جل کی طرح کانپنے لگی۔ لرزتی ہوئی آواز میں نہ کرو۔ ایک موقع دو۔ میں تمھیں پریشان پاؤں سے چلوں گی۔ اپنی ذہانت سے اپنی صلاحیتوں کا مقابلہ کروں گی۔ اپنے لیے تمھیں پریشان نہیں ہونے دوں گی۔ ایک موقع دو۔"

وہ میری منت کررہی تھی۔ میں چپ چاپ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے رابطہ قائم کررہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ "شیبا! تمھارا یہاں سے جانا ضروری ہوگیا ہے۔"

"کیوں ضروری ہوگیا ہے؟ کیا ہم ساری زندگی ایک دوسرے سے دور رہیں گے اور تم یہ سمجھاتے رہو گے کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک جگہ نہیں رہنا چاہیے۔ ایسے تو ہم زندگی بھر کبھی ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہ پائیں گے۔"

"ہم ساتھ رہیں گے مگر ابھی نہیں۔"

"ایک بات سچ سچ بتاؤ گے؟"

"پوچھو، میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔"

"کیا تم مجھے اس لیے دور کررہے ہو کہ پاس رہ کر بھی تم سے دور رہتی آئی ہوں؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں حالات تمھارے موافق نہیں ہیں۔ تم یہاں کی زبانیں نہیں جانتی ہو۔ یہاں کی تہذیب کو نہیں سمجھتی ہو۔ تمھارا چہرہ، تمھارا ہیر اسٹائل تمھاری آنکھیں سب چغلی کھاتے ہیں کہ تم ایشیا کی رہنے والی نہیں ہو۔"

"مجھے قریب لانے سے پہلے تمھیں یہ سوچنا چاہیے تھا۔"

"کیا تم سوچ سکتی تھیں کہ ایسے حالات پیدا ہوجائیں گے؟"

وہ چپ رہی۔ میں نے کہا۔ "میں تم سے اتنی محبت کرتا ہوں۔

تمہاری سلامتی کے لیے جدائی برداشت کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں میں بہت جلد جانتے ہیں جو لوگ گاڑیوں میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ کچھ ایسے انتظامات کسی فرد سے باتیں کریں گے ہی ہوا بھی نہ لگے۔"

والوں کے دماغوں میں پہنچ ہوتے"

یہاں ایک شخص دوعورتوں کو بارہ ملن کی گھڑی نہیں آئے گی تمہیں یقین نہیں

جیال نے پریشان

میں چلتے چلتے رک سونیا رسونتی' اعلیٰ بی بی بھی تمہیں دل و کی دوا اور پیٹیاں ان سے لیے محبت اور وفا میں ذرا شبہ نہیں ہے۔ تم سے دور رکھتے ہو پھر میں کیسے نہ حال پر چھوڑ دو۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ باہر کا پٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی میں اسے سمجھا دوں گا۔ وہ پائلٹ سے رابطہ قائم کیا پتا چلا" کسی حصے میں چھپانا چاہتے ہو۔" لے دور کھڑی ہوئی آمنہ سے کہا۔ چپکے سے معلوم کر لیں گے۔"

ئے تو اپنی ٹارچ کو جلاتی بجھاتی رہنا۔"

"میں نہیں بتاؤں گا۔" ے ہی بیکارگی روتے ہوئے کہنے لگی۔"میں

"تم خیال خوا ہو۔ تم جھوٹے ہو' فریبی ہو۔ بے وفا ہو تم انسان نہیں' مستقل مزاج ہیں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ میں تم سے بات نہیں کروں خیالانہ ں۔ جی بات نہیں کروں گی۔"

وہ مجھ سے نفرت کر رہی تھی مگر مجھے چھوڑ نہیں رہی تھی۔ وہ مجھ سے بات نہیں کر رہی تھی مگر میرے لیے روتی جا رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر قریب آ رہا تھا۔ اسے سگنل مل رہا تھا۔ پھر وہ ہم سے بہت دور میدانی علاقے میں اتر گیا۔ میں شیبا کو لے کر ادھر بڑھتے ہوئے بولا۔"ذرا تیز قدم بڑھاؤ دشمنوں نے ہیلی کاپٹر کو اس علاقے میں پرواز کرتے دیکھا ہوگا۔"

وہ اُدھر جانا نہیں چاہتی تھی مگر میرے ساتھ کھنچی آ رہی تھی۔ میں ہی اسے کھینچتا لا رہا تھا۔ پھر میں نے ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ کر اس سے بے پناہ محبت کا اظہار کیا۔ وہ سمجھ گئی تھی' یہاں سے جانا ہی ہوگا۔ میں نے کہا۔"آمنہ تم بھی ساتھ جاؤ گی۔"

شیبا نے چونک کر اُسے دیکھا۔ پھر کہا۔"میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔ میں تنہا چلی جاؤں گی آمنہ تمہارے ساتھ رہے گی۔"

"میں مرد ہوں۔ تنہا رہ سکتا ہوں۔ تم نہیں رہ سکتیں تمہارے ساتھ آمنہ کا جانا ضروری ہے۔"

آمنہ نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔"چلو دیر نہ کرو۔ آرمی کے ہیلی کاپٹر یہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

ہم دونوں نے اُسے سمجھا منا کر ہیلی کاپٹر میں سوار کرا دیا۔ آمنہ اس کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ میں دور جا کر اُدھر دیکھنے لگا۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔ یوں بھی تاریکی تھی۔ وہ نظر نہیں آ رہی تھیں۔ پھر پرواز کرنے سے قبل اچانک نظر آ گئی ——— میں نے جو ٹارچ آمنہ سے لی تھی' اس کی روشنی اُدھر پھینکی تو اس نے ہیلی کاپٹر کے اندر کی لائٹ آن کر دی۔ میں نے ٹارچ کی روشنی اپنے چہرے پر کر لی۔ اب وہ مجھے دیکھ سکتی تھی۔ میں اسے دیکھ سکتا تھا مگر یہ چند لمحوں کی بات تھی۔ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر بھی پرواز کرتا ہوا دور جا کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ابھی وہ میرے سامنے تھی۔ ابھی ہوا اسے اُڑا کر لے گئی تھی۔ دنیا تاریک تھی۔ آسمان پر ستارے ٹمٹما رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے میں بھری کائنات میں تنہا دھرتی کے سینے پر کھڑا ہوں۔

اس دلچسپ داستان کے باقی واقعات سترھویں حصے میں ملاحظہ فرمائیے۔

نفسیاتی مسائل اور ان کا حل

ٹیلی پیتھی و مستقبل بینی

اپنا پیغام دوسروں تک پہنچانے اور ان کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ

قیمت ۲۰ روپے

ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات

ٹیلی پیتھی کی جدید ترین کتاب نئے طریقے نئی تحقیقیں، سوال و جواب

قیمت ۲۰ روپے

امتحان میں کامیابی

مطالعہ کرنے، امتحان دینے اور یادداشت بڑھانے کے نفسیاتی طریقے

قیمت ۱۵ روپے

خوابوں کے اسرار

خوابوں کی حقیقت اور ان کی تعبیر معلوم کرنے کے طریقے

قیمت ۱۵ روپے

ہپناٹزم کے عملی طریقے

ہپناٹزم کو سیکھنے کے آسان طریقے اور مشقیں

قیمت ۲۰ روپے

ہپناٹزم

ہپناٹزم کی تاریخ، اس کی حقیقت اور اس کو سیکھنے کے طریقے

قیمت ۱۵ روپے

ہپناٹزم کی جدید تحقیقات

ایک ماہر کے قلم سے جدید طریقے، ہپناٹزم سیکھنے کے لاکھوں مع تصاویر و جدید تحقیقات

قیمت ۲۰ روپے

ذاتی ہپناٹزم

اپنے آپ کو ہپناٹائز کر کے اپنی کمزوریاں اور خرابیاں دور کریں

قیمت ۱۵ روپے

مقناطیسیت

غیر معمولی شخص کے اپنے اندر مقناطیسی قوت پیدا کریں اور دوسروں کو اپنا تابع بنائیں

قیمت ۲۰ روپے

موٹاپا اور اس کا سدباب

چاندی کم کر کے طویل و صحت مند زندگی گزاریے ان کے لیے جو زندگی اور خوبصورتی چاہتے ہیں

قیمت ۲۰ روپے

دست شناسی کے نئے رخ

ان لوگوں کے لیے جو کسی پیشہ ور دست شناس کے بغیر دست شناسی سیکھنا چاہتے ہیں

قیمت ۲۰ روپے

نظر کی کمزوری اس کا سدباب

بصارت کی کمزوری پیدا ہونے کے وجوہ کریں ان حضرات کے لیے جو عینک سے نجات چاہتے ہیں

قیمت ۱۵ روپے

فوٹو شناسی

فوٹو شناسی کے متعلق پہلی ایک مکمل اور مستند کتاب جس کی مدد سے ہر شخص کی کامل کتاب لکھ سکتا ہے ہر طرح کی

قیمت ۱۵ روپے

عورتوں کی نفسیات

وہ خواتین جو اپنے آپ کو سمجھا جاتی ہیں اور وہ مرد جو خواتین کو سمجھا جاتے ہیں

قیمت ۲۰ روپے

ازدواجی نفسیات

ازدواجی زندگی کے مسائل ان کا حل اور تدارک ہر شادی شدہ مرد و عورت کے لیے

قیمت ۲۰ روپے

مسائل اور حل

آپ کی الجھنیں آپ کے مسائل اور ان کا مکمل جذباتی ازدواجی ملازمت اور دیگر بے شمار مسائل کا حل

قیمت ۲۰ روپے

تحریر اور شخصیت

گرافالوجی کی پہلی ایک مکمل اور مستند کتاب جس کی مدد سے ہر شخص کی کامل کتاب لکھ سکتا ہے ہر طرح کی

قیمت ۱۵ روپے

باخبری

کسی خاص وقت آپ کا مزاج کیا ہے اور آپ کو کیا کرنا چاہیے جو وقت کا آئینہ دار کتاب

قیمت ۱۵ روپے

چھٹی حس اور انیگر علوم

فال اور قسمت شناسی، فال اور قرعہ کے ذریعہ کارآمد علوم سیکھیے، خوابوں کی تعبیر

قیمت ۱۵ روپے

احساس کمتری

احساس کمتری کے موضوع پر ایک مستند و مکمل کتاب، اسباب، تدارک، علاج

قیمت ۱۵ روپے

کامیابی

ایک مکمل و کامیاب شخصیت بننے کے آسان طریقے، ان لوگوں کے لیے جو کامیابی چاہتے ہیں

قیمت ۱۵ روپے

ماسٹر آرٹ آف ہپناٹزم

ماسٹر آرٹ ٹھہر بیٹھے سیکھیے بے شمار تصاویر سے مزین

قیمت ۳۰ روپے

سگریٹ پینا چھوڑیے

سگریٹ اور دوسری بری عادتوں سے چھٹکارا حاصل کیجیے

قیمت ۱۵ روپے

کراٹے

خوف و شرم کو دور بھگائیے اور نئی زندگی شروع کیجیے

قیمت ۳۰ روپے

خوف و شرم اور اس کا سدباب

خوف و شرم کو دور بھگائیے اور نئی زندگی شروع کیجیے

قیمت ۳۰ روپے

- کتاب کی قیمت میں ڈاک خرچ شامل ہے۔ رسالہ کریں یا خط لکھ کر بذریعہ وی پی طلب کریں۔
- بیرون ملک وی پی روانہ نہیں کیا جا سکتا، اس لیے قیمت و ڈاک خرچ بذریعہ بینک ڈرافٹ روانہ کریں۔
- ڈاک خرچ ——— (بیرون ملک) سعودی عرب، کویت، مشرق وسطیٰ ۲۰/۰۰ روپے فی کتاب
- یو۔کے ۴۰ روپے فی کتاب ——— امریکا، آسٹریلیا ۶۰/۰۰ روپے فی کتاب
- ڈرافٹ نمبر اس طرح لکھوائیں۔ کمپنی نفسیات، اکاؤنٹ نمبر ۲۸۸ حبیب بینک سیفیلہ اسٹریٹ کراچی

مکتبۂ نفسیات ● پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ سعید منشن بلوچ اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی 74200

ڈیوٹا

ستر ہواں حصہ

جیون

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت،
ایک فسوں کار کا قصہ، جس کا جادو سر
چڑھ کر بولتا تھا۔ اس شورہ پشت، شوریدہ سر
کا احوال، ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔

میں نے ذرا اونچی آواز میں خود سے سوال کیا۔ "کیا میں تنہا ہوں؟" میری آواز رات کے سناٹے میں اور پہاڑی علاقے کے ویرانے میں دور تک گونجتی ہوئی گئی۔ کیا میں تنہا ہوں؟ کیا میں تنہا ہوں؟ میں ہائی وے کی طرف چل پڑا۔ میں تنہا بھی ہوں اور نہیں بھی ہوں۔ مجھ سے محبت کرنے والی کتنی ہی ہستیاں دن رات میرا انتظار کرتی ہیں۔ دن رات میرے لیے جان کی بازیاں لگاتی ہیں۔ میرے لیے دعائیں کرتی ہیں جب تک جاگتی ہیں" میرے بارے میں سوچتی رہتی ہیں، جب سو جاتی ہیں تو میرے سپنے دیکھتی ہیں۔ میں خوش نصیب ہوں کہ میں تنہا نہیں ہوں۔

مگر میں تنہا ہوں۔ کبھی میں ایک ہی ماحول اور ایک ہی ساتھی سے اکتا جاتا ہوں۔ اکتانے کا مطلب یہ نہیں کہ ان سے نفرت ہو جاتی ہے یا ان سے بیزاری ہو جاتی ہے۔ بس میں ذرا سی تبدیلی چاہتا ہوں۔ میری قسمت بھی بڑی ستم ظریف ہے۔ ایسے حالات پیدا کر دیتی ہے کہ ان لے جاریوں کو مجھ سے جدا ہونا پڑتا ہے۔ میں نے شیبا کو مخاطب کیا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں واپس اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ مجھے یقین تھا" وہ تصدیق کے لیے میرے پاس آئے گی مگر نہیں آئی۔ میں نے پھر خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ اس نے پھر سانس روک لی۔ اس کے بعد واپس میرے دماغ میں آکر پوچھا" کیا تم آئے تھے؟"

"ہاں تم نے دو بار مجھے آنے نہیں دیا"

"آئندہ بھی آنے نہیں دوں گی۔ میں تم سے سخت ناراض ہوں۔ مجھ سے بات نہ کرو"

وہ واپس چلی گئی۔ میں نے پھر اسے مخاطب کیا تو اس نے سانس روک لی۔ میں نے مسکرا کر اس کے حال پر اسے چھوڑ دیا۔ ابھی ناراض ہے۔ بعد میں مان جائے گی میں خیال خوانی کے ذریعے منا لوں گا۔

میں نے چند رجھان سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا" گاڑی بہت پہلے ہی روانہ ہو چکی ہے۔ آپ کے پاس پہنچنے والی ہے۔ آپ ہائی وے کے قریب رہیں"

"کیا گاڑی کا ڈرائیور کوڈور ڈز کے ذریعے مجھے پہچانے گا؟"

"جناب! آپ کو کوڈور ڈز کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لیں گے، وہ میرا آدمی ہے یا نہیں ہے اور اس کے اعتماد کے لیے میں نے کہہ دیا ہے، اگر تمہارا دماغ بے قابو ہو جائے اور تم کسی اجنبی کو... دو عورتوں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا ہوا دیکھو اور اس کے خلاف کچھ نہ کر سکو تو سمجھ لینا کہ وہ فریدھ صاحب ہیں"

"اب میں تنہا ہوں۔ میرے ساتھ کوئی نہیں ہے۔ میں نے عورتوں کو دوسری سمت روانہ کر دیا ہے۔ آپ یہ بتائیں، اگر کوئی گاڑی ہائی وے پر نظر آئے تو میں کیسے پہچانوں گا کہ وہ میرے لیے ہے"

"آپ سڑک کے کنارے چلتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ڈرائیور ہیڈ لائٹس کو تین بار بجھائے گا اور جلائے گا۔ آپ اس کے جواب میں اپنی ٹارچ کو تین بار جلائیں گے، بجھائیں گے۔ وہ آپ کے سامنے گاڑی لا کر روک دے گا"

ٹھیک تین بجے اس ڈرائیور نے میرے سامنے گاڑی لا کر روک دی۔ ہم نے اسی طرح ہیڈ لائٹس اور ٹارچ کے سگنل سے ایک دوسرے کو پہچان لیا تھا۔ پھر میں نے اس سے بات کرنے کے بعد اس کے دماغ میں جھانک کر یقین کر لیا۔

اس نے پوچھا" اگر میں آپ کو گاڑی میں نہ لے جاؤں تو؟"

"تم مجھے لے جاؤ گے"

میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ دوسری طرف سے گھوم کر اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور بیٹھ گیا۔ اسے گاڑی اسٹارٹ

کر کے واپس گھمانے پر مجبور کیا۔ جب وہ ایک یو ٹرن لے کر واپس جانے لگا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چونک گیا، گاڑی روک دی۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ پھر مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے بولا "سمجھ گیا، آپ ہی ہمارے صاحب ہیں۔"

میں نے جواباً سنجیدگی سے پوچھا "کیا راستے میں پولیس پارٹی گشت کر رہی ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ واپسی میں کوئی ٹکرا جائے تو الگ بات ہے۔"

وہ بڑی تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ ہم ایک گھنٹا بیس منٹ میں منگلا ریلوے اسٹیشن تک پہنچ گئے، اس نے اسٹیشن سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر گاڑی روک دی۔ وہیں ایک کار میں چندر بھان موجود تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کیا، پھر کہا "میں بہت خوش نصیب ہوں، آپ کی خدمت کا موقع مل رہا ہے اور آپ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہو رہا ہے۔"

"مسٹر چندر بھان! آپ بڑی عمدگی سے اردو زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر مسکراتے ہوئے بولا "مجھے زبانیں سیکھنے کا خبط ہے۔ میں اردو، فارسی، ہندی، سنسکرت، بنگالی، تامل اور بیرونی ممالک کی زبانوں میں انگریزی، فرانسیسی اچھی طرح سمجھتا اور بول لتا ہوں۔ آپ کار میں بیٹھ جائیں۔ گرمی کا موسم ہے۔ آپ کے لیے لنگڑا آم لایا ہوں۔ ہندوستانی آم کھائیں گے تو ہمیں بھی یاد رکھیں گے۔"

ہم ہنستے بولتے ہوئے پچھلی سیٹ پر آ گئے۔ اس نے آموں کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے برف میں ڈال رکھا تھا۔ میں آم کھاتا رہا۔ آم کی تعریفیں کرتا رہا اور اس کے آئندہ منصوبوں کو سمجھتا رہا۔

منصوبے کے مطابق ایک شخص بمبئی سے فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں دو عورتوں کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ ان میں سے ایک اس کی بیوی تھی۔ دوسری اس کی سالی تھی۔ یہ محض اتفاق تھا میرے ساتھ بھی دو عورتیں تھیں۔ وہ شخص ریڈ پاور سے تعلق رکھتا تھا۔ بمبئی سے جب گاڑی چل پڑی۔ جب ہم پر افتاد آ پڑی اور ہم ہیلی کاپٹر کے ذریعے ٹھاکر کی بستی میں پہنچ گئے تو چندر بھان نے منصوبہ بنایا کہ اس شخص سے رابطہ قائم کرے، اسے اپنی بیوی اور سالی کے ساتھ منگلا ریلوے اسٹیشن پر اترنے کے لیے کہہ دے۔

اب چونکہ وہ اپنا آدمی تھا۔ اس لیے راضی ہو گیا۔ وہ یہاں اترنے والا تھا اور میں اس کے کمپارٹمنٹ میں سوار ہونے والا تھا۔

پہلی پلاننگ کے مطابق شیبا اور آمنہ بھی میرے ساتھ اس گاڑی میں سفر کرنے والی تھیں مگر اب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ چندر بھان یہ چاہتا تھا کہ جب گاڑی اچانک منگلا ریلوے اسٹیشن کے قریب رُکے تو تمام مسافر ایک مرد اور دو عورتوں کو اترتے ہوئے دیکھیں، ریلوے اسٹیشن کے کچھ لوگ بھی اس بات کے گواہ رہیں، بعد میں پوچھ گچھ کرنے والوں کو یہی بیان دیں۔ اس سے یہ سمجھ میں آ جائے گا کہ فرہاد اپنی دو عورتوں کے ساتھ منگلا ریلوے اسٹیشن کے قریب اتر کر ہوائی دے بہک آیا ہو گا اور وہاں سے کسی گاڑی میں بیٹھ کر کسی دوسری سمت گیا ہو گا۔

چندر بھان نے اپنے بیگ میں سے کچھ کاغذات نکالے، انھیں دکھاتے ہوئے کہا "ان کاغذات کے مطابق تمھارا نام قادر خان ہے، تم بمبئی کاٹن مل کے جنرل منیجر ہو، اس وقت اپنی کمپنی کے کام سے مدراس جا رہے ہو۔"

میں نے پوچھا "کیا ان کاغذات کے حوالے سے انکوائری نہیں ہو گی۔ اگر بمبئی کاٹن ملز میں پوچھ گچھ کی گئی تو؟"

چندر بھان نے مسکراتے ہوئے کہا "یہ خاکسار اس مل کا مالک ہے۔ میرے جنرل منیجر کا نام قادر خان ہے، اس کے بعد جو معاملات ہوں گے، میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "آپ اتنی بڑی مل کے مالک ہیں اور میری خاطر اندھیری رات میں مارے مارے پھر رہے ہیں؟"

"جناب، ریڈ پاور نے ہی مجھے اتنی بڑی مل کا مالک بنایا ہے۔ پھر میں آپ کی خدمت کے لیے کیسے حاضر نہ ہوتا؟"

میں ان کاغذات کو اور جنرل منیجر کے فرائض کو سمجھتا رہا۔ میرا محاسبہ ہوتا تو میں صحیح جوابات دے سکتا تھا۔ چندر بھان نے ایک خوب صورت سا قیمتی بریف کیس کھولا۔ اس میں اٹیچن کرنسی گڈیوں کی صورت میں تھی۔ نکھنے پڑھنے کا سامان بھی تھا۔ اس نے وہ اہم کاغذات اسی میں رکھ دیے۔ پھر چابیاں دکھاتے ہوئے کہا "آپ کے ساتھ ایک سوٹ کیس جا رہا ہے۔ جس میں آپ کے کپڑے... شیونگ کا سامان اور دوسری ضروریات کی چیزیں ہیں۔ ہم جلدی میں آپ کے لیے معیاری ملبوسات نہیں خرید سکے پھر بھی آپ کا کام چل جائے گا۔"

ایک ماتحت نے آ کر کہا "سر! سگنل ڈاؤن ہو چکا ہے گاڑی آنے والی ہے۔"

چندر بھان نے جیب سے ایک ٹرانسمیٹر نکال کر اسے آن کیا پھر کسی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "تم سب تیار ہو؟"

"یس سر! ہم نے اسٹیشن ماسٹر اور تمام عملے کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔"

"پھر سگنل ڈاؤن کیسے ہو گیا۔ گاڑی کو یہاں رُکنا چاہیے۔"

"آپ کو اشارہ دینے کے لیے اسے ڈاؤن کیا گیا ہے، اب سگنل مین اسے آپ کرنے والا ہے۔"

ہم جس کار میں بیٹھے ہوئے تھے، وہ آؤٹر سگنل کے پاس تھی۔ چندر بھان نے کہا "گاڑی سگنل ڈاؤن نہ دیکھ کر رُکنے لگے گی مگر رُکتے رُکتے اسٹیشن کے قریب پہنچ جائے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی انجن کی سیٹی سنائی دی۔ مدراس میل پوری رفتار سے دندناتی آ رہی تھی۔ ڈرائیور نے سگنل کو دیکھ لیا ہو گا اس لیے بار بار سیٹی بجا رہا تھا تاکہ اسے ڈاؤن کر دیا جائے مگر ایسا نہیں ہو رہا تھا، اُسے گاڑی کی رفتار سُست کرنا پڑی، وہ رفتار کو سُست کرتے کرتے، روکتے روکتے تقریباً اسٹیشن تک چلا آیا۔ چندر بھان کی گاڑی بھی ٹرین کے ساتھ ساتھ دوڑتی جا رہی تھی، جب وہ رُک گئی تو میں نے فوراً دروازہ کھولا۔ بریف کیس لے کر وہاں سے نکلا۔ ابھی صبح کے پانچ نہیں بجے تھے، کافی اندھیرا تھا مگر میں چندر بھان کے مسلح آدمیوں کو دیکھ سکتا تھا، وہ دوڑتے ہوئے گاڑی کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے بھی دوڑ لگائی تھی۔ مجھے گاڑی کا بوگی نمبر اور کمپارٹمنٹ بتا دیا گیا تھا، اس کمپارٹمنٹ کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پڑی کیوں کہ گاڑی رُکتے ہی ایک فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا تھا۔ وہاں سے دو عورتیں اتر رہی تھیں۔ ان کے پیچھے ایک مرد اپنا سامان لے کر اتر رہا تھا۔

وہاں چندر بھان کے آدمیوں کی اچھی خاصی بھیڑ تھی، اس بھیڑ میں کوئی مجھے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اگر دیکھ بھی لیتا تو بعد میں پہچان نہیں سکتا تھا۔ ایک ماتحت نے میرا سوٹ کیس کمپارٹمنٹ کے اندر رکھ دیا۔ صبح چار پانچ بجے لوگ گہری نیند سوتے ہیں، مسافر بھی سو رہے تھے۔ دو چار کھڑکیاں کھلی تھیں، وہاں سے ایک آدھ مسافر جھانک رہا تھا۔ میں اپنے کمپارٹمنٹ میں داخل ہو گیا، دروازے کو بند کر دیا۔ کمپارٹمنٹ میں اندھیرا تھا۔ میں کھڑکی کے ایک طرف کھڑے رہ کر باہر کا منظر دیکھ سکتا تھا۔ منگلا ریلوے اسٹیشن پر مٹی کے تیل کے لیمپ روشن تھے۔ اس روشنی میں ایک شخص دو عورتوں کے ساتھ جا رہا تھا، اس کے ساتھ کچھ مسلح جوان تھے جو اس کا سامان اٹھا کر لے جا رہے تھے، ایسا اس لیے کیا جا رہا تھا کہ اسٹیشن ماسٹر اور وہاں کا عملہ اس شخص کو دو عورتوں کے ساتھ گاڑی سے اتر کر اسٹیشن کے باہر جاتے ہوئے دیکھے۔ اب وہ لوگ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے مگر میں چندر بھان کے دماغ میں رہ کر دیکھ سکتا تھا۔ وہ شخص اپنی بیوی اور سالی کے ساتھ ایک گاڑی میں سوار ہو کر وہاں سے جا رہا تھا۔ جس شخص نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے چندر بھان سے گفتگو کی تھی۔ اب میں اس کے دماغ میں تھا۔ وہ اسٹیشن ماسٹر سے کہہ رہا تھا "لائن کلیئر دو اور گاڑی کو جانے دو۔"

اس کے حکم کی تعمیل ہو رہی تھی۔ ایک منٹ کے اندر ہی گاڑی چل پڑی۔ میں نے دونوں دروازوں کو اندر سے بند کیا۔ کھڑکی کے شیشے اٹھا دیے۔ پھر آرام سے سیٹ پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔ اس دوران چندر بھان سے رابطہ قائم کر کے اس کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ اس نے کہا "شکریہ ادا کرنا سراسر تکلف ہے۔ میں مدراس تک آپ کے کام آتا رہوں گا۔ کل شام کو اجنتا کے غاروں میں ملاقات ہو گی۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد تمام پولیس فورس اور فوجیوں کو یہ خبر ملنے والی تھی کہ منگلا اسٹیشن پر دو ہی شخص دو عورتوں کے ساتھ اتر کر ایک کار میں بیٹھ کر کہیں گیا ہے۔

چندر بھان نے جس انداز میں ڈرامہ پلے کیا تھا اس کے نتیجہ میں سب اسے فرہاد سمجھنے والے تھے۔ میں نے سوچا، کمپارٹمنٹ کی لائٹ آن کر کے اپنے سوٹ کیس کا سامان دیکھنا چاہیے۔ اس کے بعد غسل کر کے، لباس تبدیل کرنے کے بعد نیند پوری کرنا چاہیے، اس دوران میں ضروری خیال خوانی کرتا رہوں گا۔

میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ ایک قدم پر سامنے والی دیوار تھی۔ وہاں ہاتھ رکھ کر ٹٹولتے ہوئے سوئچ کی طرف پہنچ گیا۔ پھر اسے آن کیا تو کمپارٹمنٹ روشن ہو گیا۔ میرا بریف کیس اور سوٹ کیس نیچے والی برتھ پر رکھا ہوا تھا مگر اوپر کی برتھ کی طرف دیکھ کر چونک گیا، وہاں بھی ایک سوٹ کیس اور ایک بیگ رکھا ہوا تھا۔ سوٹ کیس ذرا کھلا ہوا تھا، اندر سے بلاؤز اور ساری کا کچھ حصہ باہر آ گیا تھا۔ اسے ٹھیک طرح بند نہیں کیا گیا تھا۔ میں نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ میری نظریں بے اختیار ٹوائلٹ کے دروازے پر گئیں۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے کھولنا چاہا، وہ اندر سے بند تھا۔

میں ایک طرف ہٹ کر کمپارٹمنٹ کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اگر کوئی دشمن تھا یا تھی تو دروازے کے پیچھے سے گولی چل سکتی تھی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر دستک دی۔ پھر پوچھا۔ "اندر کون ہے؟"

اندر خاموشی رہی، میں نے دروازے کے ہینڈل پر مضبوطی سے اپنے ہاتھ کا دباؤ رکھا تھا تاکہ اچانک کوئی اسے کھول کر مجھ پر حملہ نہ کر سکے۔ میں نے محسوس کیا کہ اندر سے چٹخنی گرائی گئی تھی، اب اس ہینڈل کو گرانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

میں نے کہا۔ "پہلے جواب دو تم کون ہو؟ اس کے بعد یہ دروازہ کھل سکے گا۔"

اندر سے دھیمی دھیمی آواز سنائی دی۔ میں نے کان لگا کر سنا۔

"پلیز، دروازہ کھول دیجیے۔ میں دشمن نہیں ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا دوست ہو؟"

"آپ یہی سمجھ لیں، جب تک یہ سفر جاری رہے گا آپ قادرخان ہوں گے اور میں آپ کی شریک حیات منوربیگم رہوں گی۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ اندر نہتی تھی۔ اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں نے ہینڈل کو چھوڑ دیا۔ دروازہ کھل گیا۔

وہ ٹوائلٹ کے اندر سہمی ہوئی سی کھڑی تھی۔ اپنی ساری کو اِدھر اُدھر سے سنبھالتے ہوئے بدن چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ حالانکہ وہ پوری طرح چھپی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا باہر نہیں آؤ گی؟"

وہ چپ چاپ کھڑی رہی۔ بڑی بڑی آنکھوں سے سہمی ہوئی ہرنی کی طرح دیکھتی رہی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم نے ٹوائلٹ میں سفر کرنے کا ٹکٹ لیا ہے؟"

وہ جھجکتی ہوئی باہر آئی۔ پھر کپارٹمنٹ کی دیوار سے لگ کر مجھ سے دور رہتے ہوئے دوسرے دروازے تک چلی گئی۔ میں نے کہا۔ "اب خدا کے لیے دروازہ کھول کر چھلانگ نہ لگانا۔ کسی کو بھری جوانی میں مرتے دیکھ کر دل دُکھتا ہے۔"

وہ ذرا دیر چپ رہی، پھر ڈرتے ڈرتے بولی۔ "میں، میں یعنی کہ میں اور تم دور ہی دور سے میاں بیوی رہیں گے۔ میں یہ سمجھا دیتی ہوں، مجھے ہاتھ نہ لگانا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم پہلی بار کام کرنے آئی ہو؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے چندر بھان کو مخاطب کیا۔ پھر پوچھا۔ "بھئی آپ نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا کہ اس کپارٹمنٹ میں ایک عدد بیوی بھی ملے گی۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ ہم آپ کا ریکارڈ پڑھتے رہتے ہیں۔ آپ کے مزاج سے واقف ہیں۔ باقی دیوی دے آپ خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ سے اس نئی نویلی بیوی کے متعلق معلوم کر سکتے تھے۔"

"میں آپ ہی اپنے معاملات میں اُلجھا ہوا تھا۔ قادرخان کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس لیے آپ کے دماغ کو بہت زیادہ ٹٹول نہ سکا۔ بہرحال یہ لڑکی تو بہت ہی شرمیلی اور سہمی ہوئی ہے۔ ایک بات کی وضاحت کر دوں میں بہت زیادہ بدنام ہو چکا ہوں لیکن ایسا دل پھینک نہیں ہوں کہ اچانک آسمان سے ٹپکنے والی لڑکی سے رشتہ جوڑ لوں یا اس کی مجبوریوں سے فائدہ اُٹھاؤں۔ مسٹر بھان! پریشانی یہ ہے کہ یہاں کوئی میرا احاسبہ کرنے آئے گا اور اس لڑکی کو میری بیوی سے زیادہ ایک سہمی ہوئی لڑکی پائے گا تو کیا ہوگا؟ یہ آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔"

"آپ اس لڑکی کو خیال خوانی کے ذریعے اس حد تک دوست بنا سکتے ہیں کہ وہ بڑی حد تک سے بیوی کا رول ادا کر سکے۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا، اس لڑکی سے کہا۔ "میں تم سے نام نہیں پوچھوں گا۔ مجھے تمھاری ذات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اگر تم شرمیلی ہو، ذرا ذرا سی بات پر سہم جاتی ہو، کسی اجنبی کا سامنا نہیں کر سکتیں تو تمھیں اتنی خطرناک تنظیم میں شامل نہیں ہونا چاہیے تھا اور اگر ہو ہی گئی ہو تو پوری ذمے داریوں سے منور بیگم کا رول ادا کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمھیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

میں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر بریف کیس اور سوٹ کیس کو ایک طرف سرکا دیا، پھر سیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں آرام سے بیٹھ جاؤ۔ میں غسل کرنے جا رہا ہوں۔"

میں نے سوٹ کیس کو کھول کر دیکھا۔ میرے پہننے کے لیے کئی جوڑے تھے، ریڈی میڈ سوٹ بھی تھے۔ دو جوڑی جوتے اور ایک جوڑی چپل تھی۔ میں نے چپل نکال کر پاؤں میں ڈال لی۔ اس دوران اس سے پوچھا۔ "بڈھا اور والوں نے تمھیں میرے تعلق کیا بتایا ہے؟"

وہ اپنی مترنم آواز میں بولی۔ "وہ کہتے تھے تم بہت بڑے گیانی ہو، چندر بھان کے خاص آدمی ہو۔"

"انھوں نے یہ بھی بتایا ہوگا کہ میں کس قسم کا گیانی ہوں؟"

لڑکی نے انکار میں سر ہلایا، پھر کہا۔ "ہمارے ہاں نئے لوگوں کا ایک انچارج ہے۔ اس نے کہا تھا تم بڑے وہ ہو اس لیے مجھے تم سے فری ہونا چاہیے۔ تم مگر میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

میں اس کی باتیں سنتا جا رہا تھا اور خیالات بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ "نہ تو میں بڑا وہ ہوں اور نہ ہی تمھیں زیادہ فری ہونے کی ضرورت ہے۔ تم میرے پاس صرف ایکٹنگ کرنے آئی ہو، بیوی کی ایکٹنگ۔"

"میں کوئی ایکٹریس نہیں ہوں۔ حالات سے مجبور ہو کر اس تنظیم میں آئی ہوں۔"

"مجھے اپنے متعلق کچھ نہ بتاؤ۔ میں بہت بڑا گیانی ہوں اور وہ گیان ہے علم نجوم۔ میں ہاتھوں کی لکیریں دیکھ کر قسمت کا حال بتا دیتا ہوں، مستقبل کے بارے میں جو کہتا ہوں وہی پیش آتا ہے

اب سے دو برس پہلے میں نے چندر بھان سے کہا تھا، وہ اپنی تنظیم میں باس بنا دیا جائے گا اور وہ بات سچ ہو گئی۔"

اب وہ حیرانی اور دلچسپی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تم اپنے بارے میں بھی بتا سکتے ہو کہ تمھارے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے؟"

"ہاں، اچھی طرح جانتا ہوں۔ میرے ستاروں نے مجھے بتایا ہے، اگلے دو گھنٹے مجھ پر بھاری ہیں۔ میں جی بھی سکتا ہوں اور مر بھی سکتا ہوں۔"

میری بات سن کر وہ سہم گئی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہ سکی، پھر تھوک نگل کر بولی۔ "دو گھنٹے کیوں بھاری ہیں؟ تمھیں کیا ہونے والا ہے؟"

"میں تمھارا ہاتھ دیکھ کر بتا سکتا ہوں، میرے اور تمھارے ستارے نہیں ملتے۔ مجبوری کی حالت میں تمھارے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔ کیا تم ہاتھ دکھاؤ گی؟"

اس نے فوراً ہی اپنے بائیں ہاتھ کو تھام کر سینے سے لگایا۔ "نن... نہیں، میں ہاتھ نہیں دکھاؤں گی۔"

"میں نے اپنے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھنے کے بعد معلوم کیا ہے، میرے ساتھ سفر کرنے والی کوئی بھی ہستی اس سفر کے اختتام پر اچانک ہی دولت مند بن جائے گی لیکن اسے وہ دولت مجھ سے ہی حاصل ہوگی۔"

وہ دولت مند ہو جانے کے خیال سے خوش ہو رہی تھی مگر مجھے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "کچھ عورتیں بہت زیادہ احمق ہوتی ہیں، ہاتھ آنے والی دولت سے اس طرح انکار کرتی ہیں جس طرح تم اپنا ہاتھ چھپا کر انکار کر رہی ہو۔"

میرے لیے اس کا ہاتھ دیکھنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو جاتا۔ وہ خود بخود ہاتھ میری طرف بڑھا دیتی لیکن میں نے اس کے سامنے بریف کیس کھول دیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، وہاں بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا۔ "جو دولت تمھیں ملنے والی ہے، یہ اس کا چھوٹا سا نمونہ ہے۔"

اس کی نظریں ان نوٹوں پر جم گئی تھیں۔ میں جانتا تھا، وہ لالچی نہیں تھی مگر بے حد ضرورت مند تھی، وہ ضرور میں اسے مجبور کر کے ریڈ پاور کی تنظیم میں لے آئی تھیں۔ میں نے کہا۔ "مجھے یاد نہیں ہے کہ یہ کتنی رقم ہے۔ ایسا کرو، تم انھیں گنتی رہو۔ میں غسل کر کے آتا ہوں۔"

میں نے بریف کیس اس کے سامنے رکھ دیا، سوٹ کیس سے ایک جوڑا نکالا۔ پھر باتھ روم کے اندر چلا گیا۔ بریف کیس میں رقم کتنی ہے۔ یہ میں بھی نہیں جانتا تھا، غسل کرنے کے دوران چندر بھان کے دماغ میں چپ چاپ پہنچ کر معلوم کیا، وہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے تھے۔ اتنی تو مجھے کسی ملک میں کرنسی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر ضرورت ہوتی بھی ہے تو بینک جھپکتے حاصل کر لیتا ہوں۔ چندر بھان نے سوچا، پتا نہیں مجھے کس وقت کتنی رقم کی ضرورت پیش آ جائے اس لیے اتنی ساری رقم بریف کیس میں رکھ دی تھی۔ اگر کوئی چیکنگ کرتا اور مجھ سے سوال کرتا تو میں جواب دے سکتا تھا کہ مدراس کی ایک کاٹن مل بند ہو گئی ہے، وہاں کی کچھ مشینیں فروخت ہو رہی ہیں، میں ان مشینوں کو خریدنے جا رہا ہوں اور یہ رقم ایڈوانس کے طور پر ادا کی جائے گی۔

وہ لڑکی نوٹوں کی گڈیاں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہی تھی۔ بڑے نوٹوں کی ایک گڈی گننے کے بعد اس نے باقی گڈیوں کا حساب لگایا تو ایک لاکھ پینتالیس ہزار روپے تھے۔ اس نے اپنی زندگی میں کبھی اتنے روپے نہیں دیکھے تھے۔ وہ انھیں پھور رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں میں سمیٹ کر دیکھ رہی تھی کہ اتنی ساری دولت دونوں ہاتھوں میں سما سکتی ہے یا نہیں؟

وہ خوابوں میں کھو گئی تھی۔ اپنے محبوب کے ساتھ گیتوں بھری رنگین دنیا میں اِدھر سے اُدھر اڑتی پھر رہی تھی۔ اس کے پاس عالی شان کوٹھی اور ائیر کنڈیشن کاریں تھیں۔ اس کی خدمت کرنے کے لیے بے شمار خادم اور کنیزیں نظر آ رہی تھیں۔ وہ جس سوسائٹی میں جاتی تھی۔ وہاں کے لوگ آگے بڑھ کر گرم جوشی سے سر جھکاتے ہوئے مصافحہ کرتے تھے۔ اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے۔ میں شیو کر کے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر باس تبدیل کرنے کے بعد کپارٹمنٹ میں آیا۔ وہ مجھے ایک ٹک دیکھنے لگی جیسے پہلی بار دیکھ رہی ہو۔ میرا حلیہ بدل گیا تھا۔ پہلے داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ کپڑے میلے تھے اور میں پریشان حال تھا۔ ٹھنڈے پانی کا غسل اور اچھا لباس آدمی کی شخصیت بدل دیتا ہے۔ میں نے پوچھا۔ "کیا رقم گن چکی ہو؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر کہا۔ "یہ ایک لاکھ پینتالیس ہزار ہیں، آپ اتنی بڑی رقم لے کر سفر کرتے ہیں۔ کیا آپ کو ڈر... نہیں لگتا، چور ڈاکو مال بھی چھین لیتے ہیں۔ جان بھی لے لیتے ہیں۔"

میں نے دونوں سوٹ کیس برتھ کے نیچے رکھے۔ پھر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ ہمارے درمیان نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس تھا۔ میں نے کہا۔ "میں اپنے علم سے پہلے ہی معلوم کر چکا ہوں۔ اگر یہ دولت میرے پاس رہے گی تو مجھے جان کا خطرہ ہے، اگر یہ میری ہمسفر کو دے دی جائے تو دونوں کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیا بات ہوئی کہ رقم آپ کے پاس ہے تو جان کا خطرہ کسی اور کے پاس رہے تو کسی کے لیے خطرہ نہیں ہے؟"

"یہ ستاروں کی چال ہے تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ اب میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ رقم تمہیں دی جائے تو تمہارے لیے خطرہ پیش آئے گا یا نہیں مگر تم ہاتھ دکھانا نہیں چاہتی ہو۔"

اس نے نظریں جھکالیں۔ ساری کے آنچل کو سر پر رکھا۔ پھر اپنا بایاں ہاتھ آہستگی سے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے تھام لیا۔ وہ بالکل کورا تھا۔ ابھی تک کسی نے غلیظ ہاتھوں سے نہیں پکڑا تھا۔ یہ اتفاق تھا کہ وہ لڑکی جرائم کی دنیا میں قدم رکھتے ہی میرے پاس آئی تھی۔ ابھی اس نے ہوس کی دلدل کو نہیں دیکھا تھا۔

میں ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ رہا تھا مگر دماغ کو پڑھتا جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "تمہارا نام انگریزی حرف ایس سے شروع ہوتا ہے۔"

"جی ہاں، میرا نام شیلی ملہوترا ہے۔"

"تم کسی سے محبت کرتی ہو۔"

وہ اپنا ہاتھ کھینچنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "مگر وہ بے وفا اور ہرجائی ہے۔"

اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں رہنے دیا۔ اس میں تجسس پیدا ہو گیا تھا۔ وہ اپنے محبوب کے متعلق معلوم کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "جب تم اس شخص سے پہلی بار ملیں تو اس نے خود کو بہت بڑا بزنس مین اور سرمایہ دار ظاہر کیا۔ بعد میں پتا چلا، وہ کار کسی دوسرے کی تھی اور اس نے جو سوٹ پہنا ہوا تھا، وہ ایک لانڈری سے کرایے پر لایا تھا۔"

وہ حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ "آپ تو ہاتھ کی لکیریں دیکھتے ہوئے پوری رام کہانی سنا دیتے ہیں۔"

"ہاں، تم بہت کمزور ارادے کی مالک ہو۔ اگر کوئی بہلاتا پھسلاتا ہے تو اس کی باتوں میں آجاتی ہو۔ تمہارے محبوب نے محبت کی قسمیں کھائیں، تمہیں مستقبل کے سنہرے خواب دکھائے تم اس کی باتوں میں آگئیں۔"

"آپ کا ایک ایک لفظ درست ہے۔"

"تمہاری ایک بوڑھی ماں ہے۔ بیمار باپ ہے، ایک جوان بہن تم سے بڑی ہے۔ ایک جوان بہن تم سے چھوٹی ہے۔ دو چھوٹے بھائی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور گھر میں کمانے والا کوئی نہیں ہے۔"

اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اس نے کہا۔ "میرا ہاتھ جیسے کوئی کتاب ہے۔ آپ ایک ایک لفظ پڑھتے جا رہے ہیں۔"

اس کے چہرے پر بڑی معصومیت تھی۔ ناک نقشہ بہت ہی جاذب نظر تھا۔ اس پر بھیگی ہوئی آنکھیں قیامت ڈھا رہی تھیں۔ ریڈ پاور والوں نے سوچ سمجھ کر ہی اس کا انتخاب کیا تھا تاکہ کہیں بھی جا کر وہ جال پھینکے تو شکار نکل نہ پائے۔ بہرحال میں شکار نہیں تھا اور نہ ہی شکاری بننے کی خواہش تھی۔

میں نے نظریں جھکا لیں۔ اس کی ہتھیلی پر ایک انگلی پھیرتے ہوئے کہا۔ "تمہاری یہ لکیر مٹ گئی ہے اگر یہ ہاتھ میں رہ جاتی تو تم قاتل بن جاتیں۔"

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے فوراً ہی اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ گھبرا کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔ "میں تمہارے ہاتھ کو ایک کھلی کتاب کی طرح پڑھ چکا ہوں مگر گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تم مجھے قتل نہیں کراؤ گی۔"

وہ تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھی۔ روتی ہوئی میرے قدموں میں آگر پڑی۔ کہنے لگی۔ "میں مجرم ہوں۔ پاپن ہوں۔ سکھ دیو میری محبت کی قسمیں کھاتا ہے وہ کہتا ہے، کسی کے ساتھ مجھے ایک کپارٹمنٹ میں تنہا سفر کرنے نہیں دے گا۔ اس نے کہا تھا کہ گلے اسٹاپ پر گاڑی رکے گی تو وہ چپ چاپ اس کپارٹمنٹ کے باہر پائیدان پر آکر بیٹھ جائے گا۔ جب گاڑی چل پڑے گی تو میں وہ دروازہ کھول دوں گی۔ وہ اندر آئے گا۔ پھر مجھیں قتل کر دے گا۔ تمہارا تمام قیمتی سامان سمیٹ کر مجھے یہاں سے لے جائے گا مگر میں ایسا نہیں کروں گی۔ تم دیوتا ہو۔ بہت بڑے گیانی ہو۔ آدمی کے اندر کی بات جان لیتے ہو۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں، مجھے بُرے راستے سے ہٹا دو۔ مجھے آشیرباد دو کہ میں ایک شریف لڑکی کی طرح زندگی گزاروں اور عزت آبرو سے اپنے خاندان والوں کا پیٹ بھر سکوں۔"

میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اپنے قدموں سے اٹھاتے ہوئے کہا۔ "شیلی! یہاں آرام سے بیٹھو۔ تم بُری لڑکی نہیں ہو۔ بہت اچھی ہو اور ہمیشہ اچھی زندگی گزارو گی۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ "میں اس شیطان کے لیے کپارٹمنٹ کا دروازہ نہیں کھولوں گی۔"

ایسی غلطی نہ کرنا، دروازہ ضرور کھولنا۔ شیطان کو آنے دیا کرو۔ جب تک سامنے بدی نہیں ہوتی نیکی کی قدر و قیمت معلوم نہیں ہوتی۔"

"مگر وہ بہت خطرناک ہے۔ اس کے پاس ریوالور ہے۔"

"میں اپنے ہاتھ کی اور تمہارے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھنے کے بعد یقین سے کہہ سکتا ہوں، ہم دونوں زندہ رہیں گے۔"

وہ انکار کرنا چاہتی تھی۔ دروازہ نہیں کھولنا چاہتی تھی۔ لیکن مجھ سے اس قدر متاثر ہو چکی تھی کہ انکار کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ پھر گاڑی کی رفتار سست ہونے لگی۔ میں نے کہا۔ "شاید کوئی بڑا اسٹیشن آرہا ہے۔"

میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا، دور دور تک تاریکی تھی۔ گاڑی پٹڑیاں بدل رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ رکنے لگی تھی۔ میں نے کہا۔ "سگنل نہیں مل رہا ہے اس لیے کسی چھوٹے اسٹیشن میں رک رہی ہے۔"

میں نے کھڑکی بند کر دی۔ پھر کہا۔ "اب سکھ دیو ضرور کپارٹمنٹ کے بیرونی پائیدان پر آکر بیٹھے گا۔ میں ٹوائلٹ میں رہوں گا۔ تم کسی خوف اور جھجک کے بغیر دروازہ کھولو گی۔"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"جب تک وہ محبوب تھا۔ اس کے لیے جان دینے کے لیے تیار تھیں۔ اب اس کے ہاتھوں جان جانے کا خوف ہے کیوں کہ اس کی شیطانیت کا علم ہو گیا ہے لیکن میں جو ہوں۔ تم وہی کرو گی جو کہہ رہا ہوں۔"

گاڑی ذرا دیر کو رکی تھی پھر آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ شیلی جس کھڑکی کے پاس بیٹھی تھی۔ اس کے باہر سر نکال کر دیکھنے لگی۔ میں نے اس کے ذریعے معلوم کیا۔ اس نے سکھ دیو کو پائیدان پر چڑھتے دیکھ لیا تھا۔ میں نے قریب آکر کہا۔ "شیلی! میں باتھ روم میں جا رہا ہوں، تم کھڑکیاں بند رکھو۔ اگر جلتی ٹرین میں کوئی مسافر آنا چاہے تو دروازہ ہرگز نہ کھولنا، پہلے مجھے اطلاع دینا۔"

میں ٹوائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ دروازے کو بند کر لیا۔ کپارٹمنٹ کے باہر دن آہستہ آہستہ روشن ہو رہا تھا اور سکھ دیو آہستہ آہستہ سر اٹھا کر دروازے کی کھڑکی سے اندر دیکھ رہا تھا۔ اس نے شیلی کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔ اس نے جھجکتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔ وہ جلدی سے آ کر دروازے کو بند کرتے ہوئے بولا۔ "میں نے باہر سے سن لیا تھا وہ کم بخت ٹوائلٹ میں ہے۔ مجھے جلدی بتاؤ، اس کے سامان میں کون کون سی قیمتی چیزیں ہیں؟"

شیلی نے کہا۔ "اس بریف کیس میں ایک لاکھ پینتالیس ہزار روپے ہیں۔"

"کیا؟" سکھ دیو کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر بریف کیس کو کھول کر دیکھا۔ پھر ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے کبھی اتنی دولت پہلے نہیں دیکھی تھی اور کبھی اتنا اونچا ہاتھ مارنے کے متعلق سوچا بھی نہیں تھا۔

دوسرے ہی لمحے اس نے شیلی کو ایک طرف دھکا دیا۔ بریف کیس کو بند کیا۔ پھر اسے اٹھا کر دروازے کی طرف جانے لگا۔ شیلی برتھ پر گر پڑی تھی۔ فوراً ہی اٹھ کر اس کا راستہ روکتے ہوئے بولی۔ "نہیں، تم اسے نہیں لے جا سکتے۔"

"یہ نقد نارائن ہے۔ آج اسے چھوڑ دیا تو میرے جیسا اُلّو کا پٹھا کوئی نہیں ہو گا۔ ہٹ جا میرے راستے سے۔"

اس نے ریوالور نکال لیا۔ میں اب اس کے دماغ میں پوری طرح محتاط تھا۔ تاکہ گولی نہ چلا سکے۔ شیلی نے کہا۔ "وہ نیک آدمی ہے۔ اس نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ تو مجھے سبز باغ دکھا کر جرائم کی دنیا میں پہنچا رہا تھا۔ میں تجھ پر تھوکتی ہوں۔ یہ نہ سمجھنا، ریوالور سے ڈر جاؤں گی۔ اگر اپنی جان دے کر ایک شریف آدمی کے کام آسکوں تو میرا یہ جیون سپھل ہو جائے گا۔"

اس نے بڑی بے باکی سے جان کی پروا کیے بغیر ریوالور والے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ پھر دونوں میں جدوجہد ہونے لگی۔ میں نے سکھ دیو کی کوششوں کو ذرا کمزور بنایا تاکہ وہ اس کے ہاتھ سے اپنا ریوالور والا ہاتھ نہ چھڑا سکے۔ دروازے والی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ وہ جدوجہد کے دوران اُدھر جاتے تھے تو ریوالور والا ہاتھ شیلی کی گرفت میں کھڑکی سے باہر آجاتا تھا۔ جب ایک بار وہ ہاتھ باہر آیا تو میں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور چھڑا دیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر اسے گالی دیتا ہوا، ایک طرف دھکیلتا ہوا لپکا۔ "سنو کی بچی! تو نے ریوالور گرا دیا ہے۔ مجھے یہاں سے فوراً بھاگنا ہو گا۔"

میں نے ٹوائلٹ کے دروازے سے نکل کر پوچھا۔ "کپارٹمنٹ سے بھاگنا چاہتے ہو یا زندگی سے؟"

مجھے دیکھتے ہی اس نے میری طرف چھلانگ لگائی۔ بریف کیس میرے منہ پر مارا مگر میں پیچھے ہٹ گیا۔ اس کا وار خالی گیا۔ مگر میرا گھونسا منہ پر پڑا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ پھر میں نے اسے پے در پے گھونسوں پر رکھ لیا۔ اس کے ہاتھ سے بریف کیس چھوٹ چکا تھا۔ پھر میں نے اسے اٹھا کر دوسرے دروازے کی طرف پھینک دیا۔

وہ کمزور نہیں تھا، لڑنا جانتا تھا۔ پھر یہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے کا معاملہ تھا۔ وہ اتنی بڑی رقم چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ اس نے پلٹ کر مجھ پر حملہ کیا۔ اس بار میرے منہ پر اس کا ہاتھ پڑا۔ میں پیچھے گیا۔ پھر اس کے حملے کو روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ دو چار ہاتھ کھانے کے بعد میں نے جوابی حملے کیے۔ وہ دروازے سے جا کر ٹکرا گیا۔ پھر واپس آنا چاہتا تھا مگر میں نے اس کے پیٹ پر ایک لات ماری۔ وہ پھر پیچھے جا کر آدھا کھڑکی کے باہر آدھا کمپارٹمنٹ

کے اندر رہ گیا۔

اِس سے پہلے کہ وہ کمپارٹمنٹ میں پُوری طرح واپس آتا۔ میں نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر باہر کی طرف دھکا دیا۔ اس نے دَروازے کے باہر دونوں طرف کے ہینڈل کو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔ چیختے ہوئے کہہ رہا تھا "چھوڑ دو۔ مجھے اندر آنے دو۔ میں گر جاؤں گا۔ میں مر جاؤں گا۔"

شلپی کمزور دل کی لڑکی تھی۔ وہ ایک کھڑکی سے جھانک کر دیکھ رہی تھی۔ پھر پلٹ کر مجھ سے بولی "چھوڑ دو، پلیز۔ اسے جانے دو، یہ مر جائے گا۔"

"اگر یہ زندہ رہا تو ڈیڑھ لاکھ یہاں سے لے جائے گا اور تمہاری زندگی تباہ کر دے گا اگر رقم کے بغیر گیا تو جھنجلا کر ریڈ پاور کے خلاف پولیس میں بیان دے گا۔ میرے خلاف بھی بہت کچھ کہہ سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ پولیس والے مجھ پر کسی طرح کا شُبہ کریں۔"

وہ کمپارٹمنٹ میں واپس آنے کی جدّوجہد کر رہا تھا۔ میں نے پھر اسے باہر کی طرف دھکا دیا۔ اس کی دونوں ٹانگیں میرے ہاتھوں میں تھیں۔ وہ چھُڑا نہیں سکتا تھا لیکن میں اسے گرا بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ اس نے باہر سے دونوں طرف کے ہینڈلوں کو تھام رکھا تھا۔ اسی وقت گاڑی ایک بہت بڑے پُل پر سے گزرنے لگی۔ دونوں طرف لوہے کی مضبوط ریلنگ بنی ہوئی تھی۔ میں نے سُکھ دیو کے دماغ پر قابض ہو کر ہینڈلوں سے اس کے ہاتھ چھڑا دیے پھر اس کے دونوں پاؤں کو باہر کی طرف دھکا دیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا باہر کی طرف گیا مگر وہ آخری چیخیں تھیں۔ میں نے فوراً ہی کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھا۔ آس پاس کے کمپارٹمنٹ والی کھڑکیاں بند تھیں۔ دُور چند کمپارٹمنٹ میں کچھ لوگ کھڑکی کے باہر دیکھ رہے تھے۔ کسی کو گرتے دیکھ کر دو چار لوگ کھڑکی سے تقریباً آدھے باہر نکل آئے تھے۔ حیرانی کا اظہار کر رہے تھے۔ میں نے کمپارٹمنٹ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے ظاہر ہو کہ دو آدمیوں میں جھگڑا ہوتا رہا تھا اور وہ شخص اسی کمپارٹمنٹ سے باہر گرا ہے۔ تم سُکھ دیو سے قطعی انجان بن جانا۔"

شلپی مجھے حیرانی سے تک رہی تھی۔ میں نے پُوچھا۔ "کیا ہوا؟"

اس نے پوچھا "تم کیا ہو؟ سُکھ دیو سے بمبئی کے بڑے بڑے غنڈے خوف کھاتے ہیں۔ میں نے اُسے اپنی آنکھوں سے لڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ چار غنڈوں کو اس کے خوف سے بھاگتے دیکھا ہے۔ میں سمجھتی تھی، تم صرف گیانی ہو، مگر تم.... تم...."

اسے کہنے کے لیے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "جو ہوا اُسے بھُول جاؤ۔ پولیس کو کیا بیان دینا ہے۔ یہ یاد رکھو۔"

اگلے اسٹیشن پر پولیس والے تمام کمپارٹمنٹ میں جھانکتے پھر رہے تھے۔ وہ معلوم کرنے آئے تھے کہ منگلا ریلوے اسٹیشن پر ایک شخص دو عورتوں کے ساتھ کس کمپارٹمنٹ سے اُتر کر گیا تھا اسی دوران انھیں پتا چلا کہ پچھلے پُل پر کوئی کسی کمپارٹمنٹ سے باہر گر پڑا تھا۔

پولیس والوں کو پہلے سوال کا جواب دینے کے لیے دوسرے عوامی کمپارٹمنٹ میں ریڈ پاور کے آدمی موجود تھے۔ ان کے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے۔ تاکہ معلوم ہو کہ وہ مُسافر ہیں اور کہیں جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک عورت اور ایک مرد نے بیان دیا "ہم اس وقت جاگ رہے تھے۔ وہ آدمی اپنی دو عورتوں کے ساتھ ہمارے ہی پاس والی سیٹ پر بیٹھا تھا جب یہاں سے اٹھ کر باہر جانے لگا تو ہمیں حیرانی ہوئی۔ کیونکہ وہ ایسے اسٹیشن پر اتر رہا تھا جہاں مدراس میل رکتی نہیں ہے۔ ہم نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ بہت سے بندوق بردار کھڑے تھے اور وہ تینوں ان بندوق والوں کے ساتھ اسٹیشن کی طرف چلے گئے تھے پھر ہمیں اپنے کمپارٹمنٹ سے کچھ نظر نہیں آیا۔"

ان کی باتوں کو جھُٹلانے والا کوئی نہیں تھا۔ اِس کمپارٹمنٹ میں اکثریت ریڈ پاور کے آدمیوں کی تھی۔ دوسرے مُسافروں نے بیان دیا "جب وہ تین مُسافر اتر کر جا رہے تھے، تو ہم سو رہے تھے۔" بہرحال پولیس والوں کو اپنے پہلے سوال کا جواب مل گیا مگر دوسرے کا جواب نہیں مل رہا تھا۔ تمام کمپارٹمنٹ والوں کا بیان تھا کہ وہ گرنے والا اُن کے ڈبّے میں نہیں تھا۔ میں ٹوائلٹ میں کھڑا ہوا تھا۔ دَروازے کو کھُلا رکھا تھا میں نے کہا۔ شلپی، جیسے ہی وہ پولیس والے اِدھر آئیں گے، میں دَروازہ بند کر لوں گا۔ تم ان سے نمٹ لینا۔"

میں نے ایسا ہی کیا۔ جیسے ہی کھڑکی کے باہر دُور سے پولیس والے آتے دکھائی دیے، میں نے ٹوائلٹ کے دَروازے کو بند کر لیا۔ میں نے سوچا اگر وہ مجھے تلاش کرنے آئے ہیں تو ان کے دماغ میں ہار پہ وغیرہ ہو سکتے ہیں۔ مجھے ان سے دُور ہی رہنا چاہیے۔ انسپکٹر نے آ کر پوچھا "کیا آپ تنہا سفر کر رہی ہیں؟"

"جی نہیں، میرے شوہر باتھ رُوم میں ہیں۔"

ایک شخص چلتی ٹرین سے نیچے گر پڑا تھا کیا وہ اس کمپارٹمنٹ میں تھا؟"

"یہ میں آپ کی زبان سے سُن رہی ہوں، ورنہ مجھے کسی کے گرنے کا علم نہیں ہے، یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ریزرو ڈ کمپارٹمنٹ ہے۔ میرے شوہر کے علاوہ کوئی تیسرا یہاں نہیں آ سکتا۔"

وہ مطمئن ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ میں اتنی دیر تک اس انسپکٹر کے دماغ میں تھا۔ مجھے اطمینان ہوا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ذریعے یہاں پہنچے ہوئے نہیں تھے۔

گاڑی پھر چل پڑی۔ میں ٹوائلٹ سے باہر آ گیا۔ دن کے چھ بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا "ہم مدراس کب تک پہنچیں گے؟"

"شاید گیارہ بجے تک۔"

"اچھی بات ہے۔ میں نیند پوری کرنا چاہتا ہوں۔ تم سونا چاہو تو نیچے والی برتھ پر سو سکتی ہو۔"

وہ بریف کیس اوپری برتھ پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے شلپی کو دیتے ہوئے کہا "اس کا تکیہ بنا کر اپنے سر کے نیچے رکھ لو۔"

وہ نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس لیتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ میں نے اس کے پاس رکھ دیا۔ وہ آہستگی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میرے بالکل سامنے تھی۔ شاید بالشت بھر کا فاصلہ ہو گا۔ ٹرین پوری تیز رفتاری سے گزر رہی تھی اور تیزی سے پٹڑیاں بدلتی جا رہی تھی۔ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ ہم ایک دوسرے کے سامنے لرز رہے تھے۔ جذبات سے نہیں بلکہ ٹرین کی رفتار سے۔ پھر وہ ٹرین ایک ہی پٹڑی پر دوڑنے لگی۔ میں نے پوچھا "کیا تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

"کیا مجھے کچھ کہنا چاہیے؟ میں نے اپنے دیس کی عورتوں کو مُٹھی بھر چاولوں کے بدلے بکتے دیکھا ہے اور تم مجھے ڈیڑھ لاکھ روپے دے رہے ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ اگر تمھارے دل میں ایسا کوئی خوف ہے کہ میں تمھاری تنہائی اور مجبوری سے کھیلنا چاہتا ہوں تو اسے اپنے دماغ سے نکال دو۔ آرام سے برتھ پر لیٹ جاؤ۔"

میں نے چپل اتاری۔ پھر اچھل کر اوپری برتھ پر پہنچ گیا وہاں آرام سے لیٹ گیا۔ وہ شدید حیرانی سے اپنی جگہ کھڑی رہ گئی تھی۔ اسے اب تک یقین نہیں آ رہا تھا۔ ایک مرد نے اس کی حیثیت سے زیادہ اسے دولت دی اور اس کے جسم کو نوچے کھسوٹے بغیر آرام سے سونے چلا گیا تھا۔

ایسی بات نہیں تھی کہ وہ حسین نہ ہو، پُرکشش نہ ہو۔ وہ تو بلا کی حسین اور پُرکشش تھی۔ بھرے بھرے بدن کی دوشیزہ تھی۔ اسے دیکھ کر زاہد اپنی توبہ بھُول سکتے تھے۔ پھر ایسی تنہائی میں جہاں کوئی رُوکنے ٹوکنے والا نہ ہو، نہ ہی کوئی اچانک آ سکتا ہو، تو جذبات اور بھڑک جاتے ہیں، حوصلے اور بڑھ جاتے ہیں مگر میرے سامنے تنہائی اور حُسن و شباب کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں تو خیال خوانی کے ذریعے دنیا کی حسین ترین حور آن کو اپنی خلوت میں بلا سکتا تھا۔ بات اصل میں یہ تھی کہ میں سب کچھ کر سکتا تھا، سب کچھ میرے اختیار میں تھا اور جب سب کچھ کسی کے اختیار میں ہوتا ہے تو پھر اسے صبر کرنا، قناعت کرنا، دوسروں کی مجبوریوں کو سمجھنا اور شرافت کو برتنا آ جاتا ہے۔

میں نے تھوڑی دیر بعد اسے خیالات سے چھُٹکارا دیا۔ وہ اسی طرح کھڑی ہوئی اوپری برتھ پر مجھے سوتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس کے دماغ نے کہا "ارے یہ تو واقعی سو گیا ہے۔ اس کی گہری گہری سانسیں سنائی دے رہی ہیں۔"

اس کے دل سے ایک آہ نکلی "اے اجنبی تُو کون ہے؟ تُو کس دُنیا سے آیا ہے۔ میری تو دُنیا ہی بدل کے رکھ دی ہے۔ تُو عورتوں کا کتنا احترام کرتا ہے۔ میرے سونے کے لیے نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس سرہانے رکھنے کے لیے دے دیا مگر اپنے سرہانے کچھ نہیں رکھا۔ گردن دُکھ رہی ہو گی۔"

اس نے برتھ کے نیچے سے سُوٹ کیس کو کھینچا۔ پھر اُس پر چڑھ گئی۔ اس طرح وہ اوپری برتھ کے برابر آ گئی۔ پھر اس نے بریف کیس کو اٹھایا۔ اسے میرے سرہانے رکھنا چاہتی تھی مگر رُک گئی، سوچنے لگی "یہ تو اسی کا دیا ہوا ہے اور میں اسی کے سرہانے رکھ رہی ہوں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔"

اس نے بریف کیس کو پھر نیچے والی برتھ پر رکھ دیا۔ وہ سوٹ کیس پر کھڑے رہنے کے باعث اس حد تک اوپری برتھ کے برابر ہو گئی تھی کہ اپنا چہرہ میرے چہرے کے قریب لا سکتی تھی۔ اس نے آہستگی سے میرے سر کو اٹھایا اور اپنا ایک بازو رکھ دیا۔ اپنے گداز بازو کو تکیہ بنا دیا۔ پھر سوچنے لگی۔

"اے اجنبی ہمسفر! میں اسی طرح سُوٹ کیس پر کھڑی رہوں گی۔ تو جب تک سوتا رہے گا۔ میں اپنے بازو کا تکیہ بنائے رہوں گی۔ تجھے دُور سپنوں کی وادی میں لے جاتی رہوں گی۔"

اس بے چاری کو پتا نہیں تھا میں کھٹے میٹھے سپنے نہیں دیکھتا۔ جب دماغ کو ہدایت دیتا ہوں تو گہری اور پُرسکون نیند میں ڈوب جاتا ہوں۔ میں نے اپنے دماغ سے کہا "یہ لڑکی بے ضرر ہے۔ اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن میری نیند کے دوران کوئی اس کمپارٹمنٹ میں داخل ہونا چاہے یا باہر سے نقصان پہنچانا

چاہے یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو میری آنکھ کھل جائے گی۔"

میں نے دماغ کو ہدایت دی کہ تین گھنٹے بعد آنکھ کھل جائے اس کے بعد میں گہری نیند سو گیا۔ میرا خیال تھا وہ کھڑی کھڑی تھک جائے گی میرے سر کے بوجھ سے اس کی بانہہ دکھنے لگے گی مگر ایسا نہیں ہوا جو لوگ کسی لالچ میں کسی کی خدمت کرتے ہیں وہ ایک مقام پر تھک جاتے ہیں مگر محبت کا یا عقیدت کا جذبہ ہو تو تھکن حاوی نہیں ہوتی۔ میں نے اسے دیکھا تھا۔ اس نے سُکھ دیو کے ریوالور کے سامنے جان کی بازی لگائی تھی۔ میری رقم کو بچانے کے لیے اس سے لڑتی رہی تھی۔ یہ ثابت ہو چکا تھا وہ میرے ایک لاکھ پینتالیس ہزار روپے کی لالچی نہیں تھی، وہ جو کچھ کر رہی تھی، مجھ سے متاثر ہو کر سچے جذبے سے کر رہی تھی۔

میری آنکھ وقتِ مقررہ پر کھل گئی۔ دس بج چکے تھے۔ میں نے اسے قریب محسوس کیا۔ پھر اپنا سر اس کی بانہہ پر دیکھا، تو چونک کر بولا۔ "ارے تم کب سے اس طرح کھڑی ہو؟"

وہ نظریں جھکا کر بولی "تم نے سر کے نیچے کچھ نہیں رکھا تھا میں نے رکھ دیا۔"

"تم نے تو کمال کر دیا۔ میں سمجھتا تین گھنٹے تک سوتا رہا ہوں۔"

"اس میں کمال کی کیا بات ہے؟ ایک معمولی ملازمہ بھی ایسی خدمت کر سکتی ہے۔"

"ملازمہ کی خدمت میں تنخواہ شامل ہوتی ہے اور تم ملازمہ نہیں، میری ہمسفر ہو۔"

"اسی بات کا دُکھ ہے۔ یہ سفر جلد ہی ختم ہونے والا ہے۔ پھر میری ہمسفری کا نتیجہ کیا نکلے گا؟"

"میں تمہارا ہاتھ دیکھ کر بتا چکا ہوں۔ تم آج سے دولت مند بن چکی ہو۔"

"کیا دولت ہی سب کچھ ہوتی ہے؟"

"محبت سب کچھ ہوتی ہے اور تمہیں محبت بھی بے انتہا ملنے والی ہے۔"

اس نے مجھ سے نظریں ملائیں۔ پھر نظریں جھکاتے ہوئے بولی "میں اُس محبت کا انتظار کر رہی ہوں اور انتظار کرتی رہوں گی۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "گیارہ بجنے والے ہیں شاید ہم مدراس پہنچ رہے ہیں۔"

"گاڑی بہت لیٹ جا رہی ہے۔ ہم بارہ ایک بجے تک پہنچ سکیں گے۔"

میں اُوپری برتھ سے اتر کر نیچے آ گیا۔ اسے سہارا دے کر سُوٹ کیس سے اتارا۔ پھر سُوٹ کیس کو برتھ کے نیچے رکھتے ہوئے کہا "آؤ، اِس برتھ پر لیٹ جاؤ۔ تمہیں اپنی نیند پوری کرنا چاہیے۔"

وہ بیٹھتے ہوئے بولی "مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"مجھے سُلانا آتا ہے۔"

اس نے بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے دیکھا جیسے میرے سُلانے کا کچھ طلب سمجھنا چاہتی ہو۔ پھر سر جُھکا کر خاموشی سے لیٹ گئی۔ وہ شرمیلی تھی۔ اپنے آپ میں سمٹی ہوئی تھی دل ڈر رہا تھا کیونکہ میں قریب تھا۔ میں نے کہا "آنکھیں بند کرو، ابھی نیند آ جائے گی۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے اس کے خوبصورت سے چہرے پر نظریں جمائیں۔ اس کے دماغ کو ہدایات دیں۔ صرف ایک منٹ کے اندر ہی وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں وہاں سے اٹھ کر لوئر برتھ میں گیا۔ منہ ہاتھ دھوتے ہوئے اپنے دشمنوں کی خبر لینے لگا۔ اس وقت شمالی امریکا میں رات کا پچھلا پہر تھا۔ ہارپر گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کی خوابیدہ سوچ بتانے لگی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام بہن بھائی میری گمشدگی سے پریشان تھے۔ دونوں بھائیوں نے اپنی اپنی مصروفیات ترک کر دی تھیں۔ وہ بابا صاحب کے ادارے سے اور اپنے اسرائیلی دوستوں سے توجہ ہٹا کر میری طرف دھیان دے رہے تھے اور مجھے ہندوستان کی سرحد کے اندر ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔

ہارپر کے ذریعے معلوم ہوا لیڈی روزینہ اپنے مکمل منصوبوں سے دونوں بھائیوں کو آگاہ نہیں کرتی ہے مگر دعویٰ کرتی ہے کہ اس نے زبردست چال چلی ہے۔ فرہاد کہیں بھی چھپا ہو، ان ہیروں کو ماں نیلما داسی تک محدود اور محفوظ رکھنے کے لیے ضرور اپنی ماں جی کے پاس پہنچے گا۔

میں سوچنے لگا۔ روزینہ نے ایسی کون سی زبردست چال چلی ہو گی جس کے باعث میں ماں جی تک پہنچنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ بڑی دیر بعد میں نے ماں جی کی خبر لی۔ اب تک ان سے رابطہ قائم نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے دیس میں تھیں ہر طرح سے محفوظ تھیں۔ دشمن ان کو اور آنند کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ وہ صرف قیمتی ہیرے چاہتے تھے۔ اس کے بعد ہی ماں بیٹے کو نقصان پہنچایا جا سکتا تھا۔

یقیناً اس نے گہری چال چلی تھی۔ اس وقت ماں جی پولیس کی حراست میں تھیں اور آنند ایک پولیس آفیسر سے بحث کر رہا تھا کہ کسی ثبوت کے بغیر ماں جی کو حراست میں نہیں لیا جا سکتا۔ انھوں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ اپنے ڈیس کے خلاف کوئی سازش نہیں کی ہے۔

اتنے میں ماں جی کی طرف سے ایک وکیل آ گیا۔ اس نے عدالتی کاغذات پیش کرتے ہوئے ماں جی کو ضمانت پر رہا کرا لیا۔ پولیس آفیسر نے کہا "مسز نیلما سوامی! آپ پر دو الزامات ہیں۔ ایک تو آپ فراہاد علی تیمور کے ساتھ اس دیس میں آئی ہیں۔ دوسرے یہاں اسمگلنگ کا مال چھپا رکھا ہے۔ ہم بہت جلد آپ کو ثبوت کے ساتھ گرفتار کریں گے۔ فی الحال آپ جا سکتی ہیں۔"

ماں جی کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ایئرپورٹ پر قتل کیا جانے والا کوئی دُوسرا شخص تھا اور اُن کا بیٹا فرہاد زندہ ہے۔ جسے بھارت کی ساری پولیس فورس اور ملٹری انٹیلی جنس کے افراد تلاش کر رہے ہیں۔ وہ اپنی کار میں بیٹھ کر آنند کے ساتھ اس مندر کی طرف جا رہی تھیں جہاں وہ ہیرے چھپا کر رکھے گئے تھے۔ اسی مندر کی طرف ان کی رہائش گاہ بھی تھی۔ میں نے انھیں مخاطب کیا۔ وہ خوش ہو کر بولیں "بیٹے! مجھے یقین تھا میرا بھگوان اتنا سنگ دل نہیں ہے کہ میرے اتنے اچھے بیٹے کو مجھ سے جُدا کر دے۔"

"مجھے افسوس ہے، میں مصروفیت کے باعث آپ سے رابطہ قائم نہ کر سکا۔"

"مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں تو خوشی سے پاگل ہوئی جا رہی ہوں۔ تم زندہ سلامت ہو، اس سے بڑھ کر میرے لیے اور کیا خوشی ہو سکتی ہے؟"

"یہ لوگ آپ پر اسمگلنگ کا الزام لگا رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے، وہ ہیرے آپ وقتاً فوقتاً اسمگل کر کے یہاں بھیجتی رہی ہیں۔ اس کا علم پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو ہو گیا ہے۔"

"میں حیران ہوں۔ انھیں کس طرح علم ہو سکتا ہے؟"

"ہیرا سوامی یا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست مخبری کر سکتے ہیں۔"

"وہ مخبری کریں گے تو نقصان میں رہیں گے۔ مندر کی دیواروں سے برآمد ہونے والے ہیرے حکومت کی تحویل میں جائیں گے۔ وہ کروڑوں ڈالر کا مال ہم میں سے کسی کے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"ذرا ٹھہریے۔ میں ہیرا سوامی سے کچھ معلوم کرتا ہوں۔"

وہ اَجنتا کے غاروں سے بہت دُور مدراس شہر میں تھا۔ پچھلی رات ہی وہ بھی ماں جی کے ساتھ ایک طیارے کے ذریعے وہاں پہنچا تھا۔ امریکا سے یہاں تک وہ برابر نیلما داسی اور آنند بیٹے کا شریکِ سفر رہا تھا مگر دشمنوں کی طرح دُور دُور رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ پریشان تھا۔ سوچ رہا تھا "ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی چالیں سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ میرے لاکھ انکار کرنے اور سمجھانے کے باوجود انھوں نے مدراس انٹیلی جنس بیورو کو بتا دیا ہے کہ وہ قیمتی ہیرے مندر کی دیواروں میں پوشیدہ ہیں۔ ان دیواروں کو توڑنے کے بعد یہ بیش بہا خزانہ حکومتِ ہند کے ہاتھ آئے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں اسے بھڑکاتے ہوئے کہا "کیا یہ بیش بہا خزانہ، راتے نایاب ہیرے میرے ہاتھ سے نکل رہے ہیں؟"

"نہیں، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے یقین دلا رہے ہیں۔ بے شک حکومت کی تحویل میں جائیں گے مگر وہ خیال خوانی کرنے والے دوست انھیں سرکاری خزانے تک پہنچنے سے پہلے ہی اُڑا لیں گے۔" پھر وہ قائل ہونے کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ زبردست چال ہے۔ ہم نے نیلما داسی سے کہا تھا وہ ہمیں مندر کی دیواروں کی تعمیر اور مرمت کے سلسلے میں ایک اجازت نامہ دے، مگر وہ انکار کرتی رہی۔ پھر فرہاد اس کا حمایتی ہے۔ ہم اس سے تحریری اجازت نامہ نہیں لے سکتے تھے۔ نہ ہی مندر کی دیواروں کو توڑنے کا حق رکھتے تھے۔ ان بہن بھائیوں نے ایسی چال چلی ہے کہ نیلما داسی کے اجازت نامے کی ضرورت نہیں رہی، حکومت کو پتا چل گیا ہے۔ وہ خود ہی دیواریں توڑ کر ہیرے حاصل کر لے گی۔ یہ ہیرے مدراس کی صوبائی حکومت کے پاس جائیں گے یا پھر مرکزی حکومت کی تحویل میں دینے کے لیے دہلی بھیج دیے جائیں گے مگر وہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ ہمارے پاس پہنچ جائیں گے۔"

میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ لیڈی روزینہ جو وہاں کے معاملات کی ذمے دار تھی۔ بڑی عمدہ چالیں چل رہی تھی۔ ایک طرف ان ہیروں کی نشان دہی کر کے حکومتِ ہند کا اعتماد حاصل کر رہی تھی اور میری تلاش کے سلسلے میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے ساتھ ہر ممکن تعاون کر رہی ہو گی۔

میں نے ماں جی کے پاس پہنچ کر انھیں تمام حالات سے آگاہ کیا۔ انھوں نے پریشان ہو کر کہا "بیٹے! اس کا مطلب ہے، میرا اہتمام خزانہ حکومت کے ہاتھوں میں چلا جائے گا۔"

"میری کوشش یہی ہو گی کہ مندر کی چار دیواری سے وہ خزانہ کوئی نہ لے جا سکے۔ اگر حکومت کی تحویل میں جائے گا تو جانے دیجیے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے خزانے کو راستے میں اڑا سکتے ہیں۔ آپ کی دُعا سے میں بھی ایسا کر سکتا ہوں۔"

"میں اپنے آنند کے مستقبل کے لیے یہ چاہتی تھی۔ یہ دولت میرے بیٹے کے لیے ہے۔ اس کی حفاظت کے سلسلے میں بھگوان کے بعد

تمہارا ہی سہارا ہے۔"

"آپ اطمینان سے گھر جائیں۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

میں خیال خوانی ختم کر کے فلیٹ سے نکلنا چاہتا تھا۔ اسی وقت میں نے سانس روک لی۔ کسی سوچ کی لہر میرے دماغ میں آنا چاہتی تھی۔ ذرا دیر بعد میں نے شیبا کو مخاطب کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی مگر اس نے سانس روک لی۔ میں نے انتظار کیا۔ شاید وہ میرے پاس آئے یا دوسری بار میرے لیے دماغ کے دروازے کھولے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس نے پھر دماغ کے دروازے بند کر لیے تھے۔ میں حیران ہو کر سوچنے لگا۔ "آخر بات کیا ہے۔ وہ مجھ سے رابطہ کیوں ختم کر رہی ہے؟ اگر ابھی شیبا نہیں آئی تھی تو وہ روزینہ ہو گی یا اس کے بھائی ہوں گے۔

دشمن تو آتے ہی رہیں گے۔ میرا سراغ لگانے کی کوشش کرتے رہیں گے لیکن شیبا کو کیا ہوا تھا؟ میں نے آمنہ کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ وہاں بھی اس نے سانس روک لی۔

میں نے چند لمحوں کے بعد شیبا کے دماغ میں اچانک ہی پہنچتے ہوئے کہا۔ "دیکھو! سانس نہ روکنا۔"

مگر اس نے روک لی۔ مجھے بڑا غصہ آیا۔ میں نے اس پائلٹ کے لب و لہجے کو یاد کیا جو انھیں لے گیا تھا۔ پھر اس کے دماغ کی طرف پرواز کی۔ میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ اس دنیا میں نہیں تھا۔ میں حیرانی سے سوچنے لگا۔ وہ اچانک کیسے مر گیا؟ اسے کیا ہوا تھا؟

میں نے اس لڑکی آفیسر سے رابطہ قائم کیا جو میری مدد کرتا ہوا اسپتال پہنچ گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "آپ جہاں بھی ہیں بہت ہوشیاری سے رہیں۔ قدم قدم پر پولیس اور فوج کے سپاہی آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔"

"وہ پائلٹ جو میری دو ساتھی عورتوں کو لے گیا تھا۔ اب اس کا دماغ مجھے نہیں مل رہا ہے۔ یقیناً وہ مر چکا ہے اور میری ساتھی عورتوں سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا ہے۔"

"مسٹر فرہاد! مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ وہ ہیڈ پارٹ کاپٹر تھا۔ یہاں سرحد پار کرتے وقت فوجیوں کی نظریں آ گیا تھا انھوں نے اسے مار گرایا۔ ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے، اس میں بیٹھنے والے بھی زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ تباہ ہونے والے ہیلی کاپٹر میں کوئی زندہ نہیں رہ سکتا تھا مگر شیبا اور آمنہ زندہ تھیں۔ میری سوچ کی لہریں ان کے دماغ تک پہنچ سکتی تھیں اور وہ پہنچنے کی اجازت نہیں دے رہی تھیں۔ آخر کیوں؟

مجھے خیال آیا۔ ہو سکتا ہے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے پہلے انھیں سرحد پار کرایا ہو۔ واپس آتے وقت اسے تباہ کر دیا گیا ہو۔ میں نے جناب شیخ صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ پھر شیبا اور آمنہ کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ میں نے کہا۔ "وہ دونوں مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرنے سے انکار کر رہی ہیں۔ جب بھی جاتا ہوں، سانس روک لیتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر وہ ایسا کیوں کر رہی ہیں؟"

"تم نے انھیں واپس کیوں بھیج دیا؟"

"مجبوری تھی۔ شیبا یہاں کی زبانیں نہیں سمجھتی۔ یہاں والوں سے بالکل مختلف ہے۔ اسے اپنے ساتھ چھپا کر رکھنا ناممکن ہوتا جا رہا تھا۔"

"تمھاری مجبوریاں اور تمھارا فیصلہ اپنی جگہ صحیح ہے لیکن اس کی انا کو ٹھیس پہنچی ہوگی۔ وہ تمھارے ساتھ قدم قدم چلنے کے شوق میں ادارے سے نکل کر گئی تھی۔ تم نے اسے چوبیس گھنٹے بھی ساتھ نہیں رکھا۔ آخر وہ عورت ہے۔"

"میں نے اس عورت کی حفاظت کے لیے ہی ایسا کیا ہے اگر وہ وقتی طور پر ناراض ہو گئی ہے تو ہوا کرے۔ مجھے اس کی سلامتی چاہیے۔"

اچانک ہیں اس کی آواز سنائی دی۔ اس نے جناب شیخ صاحب کو سلام کرتے ہوئے کہا۔ "میں شیبا بول رہی ہوں۔ فرہاد بار بار میرے پاس آنا چاہتے ہیں مگر میں آنے نہیں دوں گی۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا۔ "اس وقت فرہاد میرے پاس موجود ہے۔ کیا تم اس سے ناراض ہو؟"

"میں بھلا ناراض ہونے والی کون ہوتی ہوں۔ میں آپ کے پاس ایک گھنٹے بعد آؤں گی۔ پھر آخری چند باتیں کرنے کے بعد رخصت ہو جاؤں گی۔ اگر مسٹر فرہاد آپ کے پاس آ کر سننا چاہیں تو سن سکتے ہیں مگر میرے دماغ میں براہِ راست نہیں پہنچ سکیں گے۔ میں جا رہی ہوں۔"

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "شیبا۔ رک جاؤ۔ پہلے ایک بات سن لو۔"

مگر اس کی طرف سے کچھ سنائی نہیں دیا۔ وہ جا چکی تھی یا شاید موجود رہو۔ ایسے میں پتہ لگانا دشوار ہوتا ہے۔ شیخ صاحب نے کہا۔ "بیٹے! یہ برا ہوا۔ ہماری شیبا بیٹی بہت اچھی ہے۔ بس ذرا سا نازک دل ہے۔ تمھیں اس کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔"

"میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی ہے جس سے جذبات کو ٹھیس پہنچے اور اس کے احساسات مجروح ہوں۔ بہرحال میں ایک گھنٹے بعد سنوں گا وہ کیا کہتی ہے۔"

میں ٹوائلٹ سے نکل آیا۔ ٹرین مدراس اسٹیشن پر رکنے ہی والی تھی۔ میں نے شیلی کے دماغ میں چپ چاپ پہنچ کر اسے بیدار کیا۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ پھر مجھے اپنے سامنے دیکھ کر فوراً ہی بیٹھ گئی۔ "کہنے لگی۔" کیا میں سو رہی تھی؟"

"صرف ایک گھنٹے پینتالیس منٹ سوتی رہیں۔ جلدی تیار ہو جاؤ۔ ہم اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں۔"

وہ اٹھ کر ٹوائلٹ میں گئی۔ پھر منہ ہاتھ دھو کر واپس آئی، جلدی سے بال سنوارے۔ چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیا۔ پھر ہم قلی کے سر پر سامان لاد کر اسٹیشن سے باہر آئے۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر نائیڈو ہوٹل پہنچے۔ وہاں اپنے لیے کمرہ لیا۔ وہ کمرے میں آ کر بولی۔ "میں غسل کر کے لباس تبدیل کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں، ضرور جاؤ۔ تمھارے آنے کے بعد چائے پینا چاہوں گا۔"

وہ اپنا لباس لے کر باتھ روم میں چلی گئی۔ میں ماں جی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مندر کے اس حصے میں تھیں جہاں شیو جی کی مورتی رقص کے انداز میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی چار دیواری میں وہ ہیرے چھپے ہوئے تھے۔

ماں جی کے سامنے دو فوجی افسر کھڑے ہوئے تھے ان کے سامنے بہت سے مسلح فوجی جوان نظر آ رہے تھے۔ ماں جی نے پوچھا۔ "آپ لوگ اس مندر میں کیا لینے آئے ہیں؟"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "ہمیں خبر ملی ہے۔ اس مندر میں اسمگلنگ کا مال چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

ماں جی نے دور کھڑے ہوئے ہیرا سوامی کو دیکھا۔ وہ خاموش تماشائی تھا۔ جانتا تھا ابھی ہیرے ہاتھ نہیں آئیں گے مگر وہ انھیں آنکھوں سے دیکھ کر اپنی تسلی کرنا چاہتا تھا۔

ایک فوجی افسر نے اس سے پوچھا۔ "مسٹر تم کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟"

وہ آگے بڑھ کر بولا۔ "یہ میری دھرم پتنی ہے۔ اگر یہاں اسمگلنگ کا مال چھپایا گیا ہے تو مجھے افسوس ہوگا۔ بہرحال میں دیکھنا چاہتا ہوں، میری دھرم پتنی پر جو الزام عائد کیا جا رہا ہے وہ درست ہے یا نہیں؟"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "اس الزام کو درست ثابت کرنے کے لیے ہمیں مندر کی چار دیواری کو توڑنا ہوگا۔"

ماں جی نے افسر سے پوچھا۔ "کیا آپ اپنے ہی دھرم کی توہین کرنا چاہتے ہیں؟"

"اس میں توہین کی کیا بات ہے۔ غیر قانونی مال مندر میں چھپا کر رکھا جائے تو وہاں کی تلاشی لینا اور مال کھود کر یا دیواریں توڑ کر اسے برآمد کرنا ہمارا قانونی فرض ہے۔"

"میں اعتراف کرتی ہوں ان دیواروں میں بہت ہی قیمتی ہیرے چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ اور ایسا میں نے کیا ہے لیکن آپ ان ہیرے جواہرات کو مندر کے باہر لے جانے کا حق نہیں رکھتے۔ یہ دھرم کا معاملہ ہے۔"

"میں فوجی آدمی ہوں۔ اس لیے قانون کے معاملات سمجھتا ہوں۔"

"کیا قانون پر چلنے والے سپاہی دھرم کو بھول جاتے ہیں؟"

"آپ خوامخواہ بحث کر رہی ہیں۔ راستے سے ہٹ جائیے، ہمارے جوان کدالوں سے ان دیواروں کو توڑیں گے۔"

"میں ہٹ جاؤں گی۔ اکیلی عورت ہوں۔ تم لوگوں کا سامنا نہیں کر سکتی لیکن ایک بات کہتی ہوں۔ آج سے صدیوں پہلے ایک مسلمان محمود غزنوی نے سومنات کے مندر کو توڑا تھا تو تمام ہندو مشتعل ہو گئے تھے۔ کیوں کہ سلطان محمود غزنوی ان بتوں کو اور مندروں کو توڑ کر وہاں سے بیش بہا خزانہ حاصل کر رہا تھا۔ آج صدیوں بعد ہندوؤں کے یہ ہاتھ خود اپنے مندر کی دیواریں توڑنے اور بیش بہا خزانہ حاصل کرنے آئے ہیں۔ اگر صدیوں پہلے کی وہ بات غلط تھی تو آج صحیح کیسے ہو گئی؟ اور اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر ان لوگ سلطان نے بتوں کو توڑ کر اور تمھارے مندروں کو ڈھا کر کوئی غلطی نہیں کی تھی۔"

دونوں افسر چپ چاپ ان کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ کہہ رہی تھیں۔ "محمود غزنوی کا دعویٰ تھا کہ اس نے بیش بہا خزانہ حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ اپنے مذہبی فرض کی ادائیگی کے لیے بتوں کو توڑا تھا۔ میں پوچھتی ہوں تمھارا مذہبی فرض کیا ہے؟"

ایک افسر نے کہا۔ "آپ کی باتوں کا ہمارے پاس صرف ایک ہی جواب ہے۔ اس مندر میں اسمگل کیے ہوئے ہیرے جواہرات چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ ہم نے انھیں برآمد نہ کیا تو چوروں، ڈاکوؤں اور اسمگلروں کے حوصلے بڑھیں گے۔"

"میں پوچھتی ہوں۔ ہمارے مندروں میں جو ہیرے جواہرات چھپا کر رکھے جاتے ہیں اور سومنات کے مندر میں جو بیش بہا خزانہ رکھا گیا تھا کیا وہ جائز تھا۔ قانونی تھا۔ محنت سے حاصل کیا گیا تھا۔ جو عقیدت مند سرمایہ دار سونے، چاندی، ہیرے جواہرات لا کر بھگوان کے چرنوں میں رکھتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں تو کبھی تمھارے قانون نے پوچھا کہ یہ سرمایہ دار ہیرے جواہرات کہاں سے لاتے ہیں؟ کیا یہ لوٹ کھسوٹ اور اسمگلنگ کا مال نہیں ہوتا؟"

ایک فوجی افسر نے ہیرا سوامی سے کہا۔ "مسٹر! اپنی دھرم پتنی کو یہاں سے لے جائیں، ہمیں اپنی کارروائی کرنے دیں۔"

"میں خود ہی جا رہی ہوں لیکن آپ لوگ کسی بھی صاف اور سچی بات کا جواب نہیں دے سکتے۔ اگر انصاف والے ہو تو اس دیس کے ایک ایک مندر کو توڑ کر دیکھو۔ یہ میں نہیں کہتی، تاریخ

کہتی ہے۔ ہزارہا صدیوں سے مندروں میں چوروں اور ڈاکوؤں سے لُوٹا ہوا مال جمع ہوتا رہا ہے۔ کل بھی ہوتا تھا آج بھی ہوتا ہے اور کل بھی ہوتا رہے گا۔"

آنند نے ماں جی کو سہارا دیا۔ وہ روتے ہوئے ایک طرف ہٹ گئیں۔ فوجیوں کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ وہ سب دندناتے ہوئے اندر آئے۔ اپنے افسران کا حکم سنتے ہی فوجی جوانوں نے گدالیں سنبھال لیں۔ ایک جوان نے پہلی گدال ایک دیوار پر چلائی۔ اس کی نوک دیوار پر پڑتے ہی ماں جی کے اندر سے ایک آہ نکلی۔ انھیں یوں لگا جیسے گدال ان کے سینے پر آ کر لگی ہو۔ وہ چکرا کر گر پڑیں۔

آنند انھیں تھپک تھپک کر آوازیں دینے لگا۔ میں نے کہا "ماں جی! اپنے آپ کو سنبھالیے۔ میں نے وعدہ کیا ہے وہ میرے آپ ہی کے پاس رہیں گے۔"

اسی وقت مجھے ایک نسوانی قہقہہ سنائی دیا۔ ماں جی کے دماغ میں کوئی ہنس رہی تھی اور کہہ رہی تھی "فرہاد علی تیمور! آج پہلی بار اس عورت کے دماغ میں آ کر تمھیں مخاطب کر رہی ہوں۔ کیا بتانے کی ضرورت ہے کہ میں کون ہوں؟"

لہجہ ماں جی کا تھا۔ آواز بھی ویسی ہی تھی۔ میں نے کہا "تم روزینہ ہو، یہ گیدڑ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف آتا ہے۔ تم نے میری طرف آ کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

میری بات پر وہ قہقہے لگانے لگی۔ اس کے قہقہے تھے کہ رُکتے نہیں تھے۔ میں تھوڑی دیر تک چُپ رہا پھر میں نے اچانک ہی کہا "ارے ارے تم ماں جی کے انداز میں ہنسنے لگی ہو۔ تمھارا بہت بہت شکریہ تم نے میرے لیے دماغ کے دروازے کھول دیے ہیں۔"

اچانک ہی اس کی ہنسی کو بریک لگ گیا۔ وہ ایک دم سے چُپ ہو گئی۔ میں نے غلط کہا تھا۔ میرا مقصد تھا ایک تو اسے خوفزدہ کر دوں۔ دوسرے وہ بے اختیار گھبرا کر اپنے لب ولہجے میں کچھ بول پڑے۔ لیکن وہ چُپ ہونے کے بعد واقعی چُپ ہو گئی تھی۔ اس میں بولنے کا حوصلہ نہیں رہا تھا۔ میں نے کہا "تم یہاں سے نہیں جاؤ گی۔ زیادہ سے زیادہ ہیرا سوامی کے دماغ میں رہ کر یہ دیکھنا چاہو گی کہ کتنے ہیرے برآمد ہوتے ہیں اور انھیں کس طرح یہاں سے لے جایا جاتا ہے۔"

مجھے ماں جی کے دماغ میں ایک گہری سانس سنائی دی۔ پھر وہ ان کے لہجے میں بولی "تم نے ڈرایا اور میں ڈر گئی۔ انتظار کرنے لگی۔ شاید میرے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر آرہے ہو

گمراہیں آئے۔ بڑے فراڈ ہو۔ نفسیاتی حملہ کر کے مجھے بولنے پر مجبور کر رہے ہو۔ میں کوئی نادان چھوکری تو نہیں ہوں۔"

"مانتا ہوں۔ نادان نہیں، بہت چھٹی ہوئی ہو۔ دیکھو یہاں سے ہیرے برآمد ہو رہے ہیں۔ انھیں تم بچانا چاہو گی اور میں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ یہاں تمھارے دو مقاصد ہیں۔ ایک تو یہ بیش بہا خزانہ لے جانا چاہتی ہو۔ اور دوسرے مجھے ڈھونڈنا چاہتی ہو۔ میرے بھی یہی دو مقاصد ہیں۔ یہ بیش بہا خزانہ ماں جی کے حوالے کر دوں گا اُس کے ساتھ ساتھ تمھیں ڈھونڈ نکالوں گا۔"

وہ پھر قہقہے لگانے لگی۔ میں نے کہا "ابھی تم ہنسنا بھول جاؤ گی۔ میرے بارے میں جانتی ہو کہ میں عورت پسند ہوں تنہا بہت کم رہتا ہوں۔ ایسی مہاتی زندگی میں کوئی نہ کوئی میرے ساتھ ضرور رہتی ہے۔ سونیا، رسونتی، امّاں بی بی، پوپی اور اسے میں ہیں۔ شیبا اور آمنہ پتا نہیں کہاں گم ہو چکی ہیں۔ ابھی ایک اجنبی شریف زادی میرے ساتھ ہے۔ بہت جلد اسے عزت آبرو سے رخصت کر دوں گا۔"

روزینہ نے ماں جی کے لہجے میں پوچھا "تم مجھے یہ باتیں کیوں سُنا رہے ہو؟"

"اس لیے کہ تمھیں میری ایک نئی ساتھی کے متعلق معلوم ہو جانا چاہیے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمھاری وہ نئی دریافت ہمارے لیے مشکلات پیدا کرے گی؟"

"صرف مشکلات پیدا نہیں کرے گی۔ بلکہ تم لوگوں سے وہ تمام ہیرے چھین کر میرے پاس لائے گی اور تمھیں بے نقاب کرے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "ابھی کسی ماں نے ایسی کوئی لڑکی پیدا نہیں کی ہے۔"

"تمھاری ماں نے کی ہے۔"

"کیا بکتے ہو؟"

"غصہ کرو گی تو سمجھ میں نہیں آئے گا۔ ٹھنڈے دماغ سے سوچو تمھاری ماں نے جیسے پیدا کیا ہے۔ وہ کل ہندوستان پہنچ رہی ہے۔"

وہ غصے سے بولی "نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے۔"

اب میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "جوجو آؤ جوجو۔ اب میں تمھاری مضحکہ خیز حرکتوں سے تمھاری بہن اور تمھارے بھائیوں کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دوں گا۔"

"یہ تمھارا خیال ہے اور خیال ہی رہے گا۔ میں جوجو کو نہیں آنے دوں گی۔"

"کیا تم اس کی حفاظت کرو گی؟ اس کے دماغ میں چوبیس گھنٹے پہرا دیتی رہو گی؟"

مجھے اپنی بات کا جواب نہیں ملا۔ میں نے دو چار بار مخاطب کیا۔ وہ جا چکی تھی۔ یقیناً جوجو کے پاس گئی ہو گی یا اپنے بھائیوں کو میرے نئے طریقۂ کار سے آگاہ کر رہی ہو گی۔ میں نے جوجو کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ روزینہ کہہ رہی تھی "میں تمھارے لب ولہجے میں روزی بول رہی ہوں۔ تمھاری بہن روزی۔"

جوجو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خلا میں تک رہی تھی اور کہہ رہی تھی "نہ جانے تم تینوں کو کیا ہو گیا ہے۔ جب بھی میرے پاس آتے ہو میرے ہی لب ولہجے میں بولتے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو بات میرے دماغ میں آ رہی ہے وہ میری اپنی ہے یا تم لوگوں کی ہے۔"

"تمھیں رفتہ رفتہ ہماری اور اپنی باتوں کو سمجھنا آ جائے گا۔ ابھی میں ضروری کام سے آئی ہوں۔ یہ بتاؤ کیا تم فرہاد علی تیمور سے متاثر ہو؟"

"اس کا نام نہ لو۔ مجھے اس سے نفرت ہے۔"

"شاباش آخر تم ہماری بہن ہو مگر نفرت کیوں ہے؟"

"میرے بھائی آرمر کہتے ہیں۔ وہ اچھا نہیں ہے، بدمعاش ہے تو پھر اچھا نہیں ہو گا اور سچ مچ بدمعاش ہو گا۔"

"میں بھی یہی کہتی ہوں۔ تم جوان ہو، خوبصورت ہو، وہ طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر کے تمھیں اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کرے گا۔ تم سے محبت کرے گا۔"

"میں ایسے آدمی سے کبھی محبت نہیں کر سکتی۔ میں تو اپنے ایک دوست کو چاہتی ہوں۔"

روزینہ نے حیرانی سے پوچھا "وہ دوست کون ہے؟"

"پتا نہیں، کون ہے۔ بس میرے خیالوں میں آتا ہے۔"

روزینہ نے چونک کر پوچھا "کیا دماغ میں آتا ہے؟"

جوجو نے انکار میں سر ہلا کر کہا "دماغ میں نہیں خیالوں میں آتا ہے۔ میں جب تصور کرتی ہوں تو اسے دیکھتی ہوں مگر چہرہ صاف طور سے دکھائی نہیں دیتا پھر بھی وہ میرا دوست ہے۔"

جوجو کی باتیں کہہ رہی تھی جو میں تنویمی عمل کے دوران اس کے دماغ میں نقش کر چکا تھا۔ میں واپس ماں جی کے پاس آ گیا۔ روزینہ ابھی بہت کچھ اپنی بہن کو سکھانے پڑھانے والی تھی۔ اپنے بھائیوں سے بھی اس سلسلے میں بات کرنے والی تھی۔ ایک منٹ کے بعد ہی ماں جی کے دماغ میں روزینہ نے پوچھا "کیا فرہاد موجود ہے؟"

میں نے کہا "فرہاد تو تمھارے حواس پر چھایا ہوا ہے، موجود کیسے نہیں ہو گا۔"

خاموشی چھا گئی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے جواب نہیں دیا۔ میں پھر جوجو کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں بھی اس کی آواز سنائی نہیں دی۔ میں نے ہار پر کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اسے ٹرانسمیٹر کے ذریعے خطرے کا سگنل مل رہا تھا۔ اسے بتایا جا رہا تھا کہ فرہاد جوجو کو اپنے پاس ہندوستان بلانا چاہتا ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو بڑی مشکلات پیدا ہوں گی لہٰذا چھوٹی بہن کو نیویارک سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔

شارپر کے پاس بھی یہی اطلاعات پہنچ رہی ہوں گی۔ میں تھوڑی دیر کے لیے مادی طور پر حاضر ہو گیا۔ باتھ روم کا دروازہ کھل رہا تھا۔ شیلی کمرے میں آنے والی تھی۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ بستر پر چپ چاپ لیٹا رہا۔ وہ مسکراتی ہوئی آ رہی تھی۔ مجھ سے مخاطب ہونا چاہتی تھی مگر میری آنکھیں بند دیکھ کر چپ ہو گئی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے قریب آئی۔ مجھے غور سے دیکھا۔ اس کے دماغ نے کہا "بہت تھکے ہوئے ہیں۔ شاید نیند پوری نہیں ہوئی۔ مجھے خاموش رہنا چاہیے۔"

وہ لمبے قدموں چلتی ہوئی صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ میں پھر ماں جی کے پاس پہنچ گیا اور صحیح وقت پر پہنچا۔ روزینہ، ماں جی کے لہجے میں پوچھ رہی تھی "فرہاد! کیا تم موجود ہو؟"

"کتنی بار آتی رہو گی اور میری موجودگی کا یقین کرتی رہو گی؟"

"تم ابھی جوجو کے پاس گئے تھے؟"

"وہ خود میرے پاس آنے والی ہے۔ مجھے اس کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"تم جھوٹ کہتے ہو۔ بھلا کس طرح اسے بُلاؤ گے؟"

"کیا میں اتنا اہم لگتا ہوں کہ اپنا طریقۂ کار بتا دوں۔ تم سب حیران رہ جاؤ گے جب وہ ہندوستان میں نظر آئے گی۔ تم بہن بھائی مل کر اسے اپنی ذہانت سے، اپنی تدابیر سے روکنا چاہو گے مگر روک نہیں سکو گے۔ مجھے بار بار مخاطب نہ کرو۔ میں جب تک یہاں کے تمام ہیرے ماں جی کے ذریعے نہیں دیکھوں گا، اس وقت تک کسی اور طرف توجہ نہیں دے سکتا۔"

وہاں فوجی دیواروں کو توڑنے میں مصروف تھے۔ اب تک دو ہیرے برآمد ہو چکے تھے ہیرا سوامی الجھائی ہوئی نظروں سے منہ کھولے ہوئے انھیں دیکھ رہا تھا مگر انھیں چھو نہیں سکتا تھا۔ ایسے وقت مجھے شیبا کی سخت ضرورت تھی تاکہ ہم دونوں مختلف سمت میں اپنی خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں پر نظر رکھ سکیں۔ اگر وہ جوجو کے دماغ میں موجود رہتی تو یہ معلوم ہوتا رہتا کہ وہ بہن

بھائی اسے مجھ سے دُور رکھنے کے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں۔

اس نے ایک گھنٹے بعد جناب شیخ صاحب کے پاس آنے کے لیے کہا تھا۔ وہ ایک گھنٹا پورا ہو چکا تھا۔ میں نے شیخ صاحب سے پوچھا "کیا شیبا موجود ہے؟"

"ہاں، ابھی آئی تھی پھر چلی گئی۔"

"پھر کب آئے گی؟"

"شاید کبھی نہیں۔"

میں نے چونک کر پوچھا۔ "آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

جواس نے کہا۔ وہی کہہ رہا ہوں۔ وہ بہت دل برداشتہ تھی۔ بڑے عزم اور حوصلے کا بھی اظہار کر رہی تھی۔ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ وہ تمام عمر میری عزت کرتی رہے گی لیکن نہ تو بابا صاحب کے ادارے میں آئے گی اور نہ ہی تم سے دائمی رابطہ قائم کرے گی۔"

"مگر کیوں؟ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟"

"اس کے دل کو ٹھیس پہنچی ہے۔ وہ اپنی توہین محسوس کر رہی ہے۔ اس کی نگاہوں کے سامنے پوری نے عملی میدان میں قدم رکھا اور بے مثال کامیابیاں حاصل کر کے آئی۔ اس کے برعکس وہ تمہارے ساتھ ہندوستان گئی اور چند قدم بھی نہ چل سکی۔ تم نے اسے واپس کر دیا۔ اب وہ سونیا، اعلیٰ بی بی اور پوپی کو منہ نہیں دکھانا چاہتی۔ وہ کہہ رہی تھی خود کو اس قابل بنائے گی کہ ایک دن تم اس کی ضرورت محسوس کرو اور اسے اپنے شانہ بشانہ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کی اہل سمجھ سکو اور اس پر فخر کر سکو۔ جب تک وہ اس قابل نہیں ہوتی ہم سے کوئی رابطہ قائم نہیں کرے گی۔"

"جناب شیخ صاحب! مگر وہ کہاں ہے؟ کہاں بھٹکتی رہے گی؟ وہ غلط ہاتھوں میں پڑ جائے گی۔"

"اندیشہ یہی ہے اگر وہ غلط ہاتھوں میں پڑ گئی یا دشمنوں نے اسے ٹریپ کر لیا تو یہ ٹیلی پیتھی کی ایک بہت بڑی قوت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

میں نے شیخ صاحب سے رابطہ ختم کر کے آمنہ کے دماغ پر دستک دی مگر اس نے سانس روک لی۔ میں نے دوبارہ اسے مخاطب کیا مگر اس نے آنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ شیبا کا بھرپور ساتھ دے رہی ہے۔ اس کی طرح اس نے بھی ہم سے رابطہ ختم کر دیا ہے۔

میں تھک ہار کر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ آنکھیں بند کر کے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ مجھے پتا تھا۔ بے چاری شیلی میرے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک پیالی چائے بھی نہیں پی تھی مگر میں آنکھیں کھول نہیں سکتا تھا۔ بڑے مسائل تھے۔ ان سے فوری طور پر نپٹا نہیں جھٹکا سکتا تھا۔

میں جوجو کے پاس آ گیا۔ اس وقت وہ آنکھیں بند کیے اپنے بستر پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ اس کے دماغ میں کہا جا رہا تھا کہ وہ سو رہی ہے، گہری نیند میں ڈوب رہی ہے۔

میں سمجھ گیا، اس پر تنویمی عمل کیا جا رہا تھا اور اس عمل کے ذریعے اسے ہندوستان آنے سے باز رکھا جائے گا۔ میں چپ چاپ تماشا دیکھنے لگا۔ جوجو گہری نیند میں ڈوب گئی تھی لیکن اس پر تنویمی عمل کرنے کے لیے جو احکامات دیے جا رہے تھے، وہ ان کی تعمیل نہیں کر رہی تھی۔ تنویمی عمل کے لیے آواز میں رعب اور دبدبہ ہونا چاہیے۔ کوئی بھی شخص اپنی ہی آواز سے متاثر ہو کر مرعوب ہو کر کسی کو معمول نہیں بنا سکتا اور اس پر جوجو تنویمی عمل کیا جا رہا تھا، اس کے لیے جوجو کے ہی لب و لہجے کو استعمال کیا جا رہا تھا۔ ان بن بھائیوں میں سے کسی کی اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ ہپناٹزم کے لیے اپنا ذاتی لب و لہجہ اختیار کرتا اور میری گرفت میں آنے کا خطرہ مول لیتا۔

اب جوجو کے دماغ میں کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میں نے آمر کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہاں اس کے لہجے میں بولا جا رہا تھا۔ "آمر! تم ہم سب میں بڑے ہو مگر بڑے نالائق ہو۔ تمہیں کتنی بار سمجھایا۔ خراب سے پرہیز کرو اور تم ہو کہ بے وقت بھی پینے لگتے ہو۔ ہمیں اس وقت تمہاری سخت ضرورت ہے مگر تم ہمارے کام نہیں آ سکو گے۔"

وہ نشے کی حالت میں بولا۔ "میں بن بھائیوں کے لیے جان دے سکتا ہوں۔"

"ہم تمہاری جان لے کر کیا کریں گے۔ اس وقت جوجو پر تنویمی عمل کرنا بہت ضروری ہے۔"

آمر نے کہا۔ "یہ تم کہہ لو۔"

"ہم جوجو کے ہی لب و لہجے میں بول سکتے ہیں۔ اپنی آواز اور لہجہ سنا نہیں سکتے۔ تم فرہاد اور شیبا کے سامنے بے نقاب ہو چکے ہو۔ وہ تمہارے لب و لہجے کو سمجھتے ہیں۔ تم جوجو پر تنویمی عمل کر سکتے تھے لیکن اپنے ہوش میں نہیں ہو۔"

"میں ہوش میں ہوں، پوری طرح ہوش میں ہوں۔ ابھی جا کر اپنی پیاری بہن پر تنویمی عمل کروں گا اور اسے دشمنوں سے محفوظ رکھوں گا۔"

وہ اٹھا مگر لڑکھڑانے لگا۔ اس کے دماغ میں آواز آئی۔ "بہتر ہے، اپنے کمرے سے باہر نہ نکلو۔ جوجو گہری نیند میں ہے۔ تمہاری مداخلت سے بیدار ہو جائے گی اور ہم یہ نہیں چاہتے۔"

اس کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ آمر نے مخاطب کیا۔ مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ میں نے اپنی جگہ واپس آ کر سوچا۔ اب جوجو کے پاس جانا چاہیے۔ اسی لمحے بے اختیار سانس روک لی۔ کوئی آنا چاہتا تھا۔ کئی سیکنڈ تک سانس روکنے کے بعد میں نے شیبا کی طرف پرواز کی مگر اس نے دماغ کے دَر دا زے بند کر لیے۔ میں پھر اپنی جگہ آ گیا۔ اس بار طے کر لیا کہ کبھی شیبا کی طرف خیال خوانی کی پرواز نہیں کروں گا۔

تھوڑی دیر پہلے میں نے بے اختیار سانس روک لی تھی یقیناً روزینہ میرا سُراغ لگا رہی ہو گی کہ میں کہاں ہوں؟ کیا کر رہا ہوں؟ کیا میں جوجو کے پاس ہوں؟

میں نے ہارپر کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ بھی مجھے ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کم از کم یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں جوجو کے پاس ہوں یا نہیں؟ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ جوجو اور بھائی آمر ان کے لیے مصیبت بن گئے ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو ان کی کوئی کمزوری نہ ہوتی۔ فرہاد ان کی مجبوریوں سے یوں نہ کھیلتا۔ انھیں یوں پریشان نہ کرتا کہ وہ کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر خیال خوانی کی پرواز کرتے رہتے۔ کیا فرہاد اصل معاملات سے ان کی توجہ ہٹا رہا ہے؟

یہ سوال بہن بھائیوں کو چبھ رہا تھا۔ روزینہ نے خفیہ طریقے سے دونوں بھائیوں کو یہ مشورہ دیا تھا "نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ ہماری بہن جوجو اور بھائی آمر کے مرنے پر ہمیں صدمہ تو ہو گا لیکن انھیں مر جانا چاہیے۔"

ہارپر سوچ رہا تھا۔ "مگر ہم اپنی معصوم بہن کو نہیں مار سکتے۔ ہم دنیا کے کسی بھی آدمی کو چیونٹی کی طرح مسل سکتے ہیں۔ ہمیں ذرا بھی افسوس نہیں ہو گا لیکن ایک ایسا رشتہ ہونا چاہیے جس سے ہم ٹوٹ کر محبت کر سکیں اور جو ہمارے رحم و کرم پر ہو۔ ہم سے بے پناہ محبت کرتی ہو اور وہ ہماری جوجو ہے۔ ہم اسے نہیں مار سکتے۔"

پھر وہ سوچتے سوچتے چونک گیا۔ اس کے دماغ میں یہ تدبیر آ رہی تھی۔ "فرہاد جوجو کے پاس ہے یا نہیں؟ اس کا سُراغ لگ سکتا ہے۔ ہم جوجو کو مارنے کا ارادہ کر لیں لیکن یہ محض ایک ڈراما ہو۔ ہماری ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ سانس روکنے لگے گی۔ اس کا دم نکلنے لگے گا۔ فرہاد موجود ہو گا تو اسے ضرور بچانے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح ہمیں اس کی موجودگی کا علم ہو جائے گا۔"

یہ سوچنے کے بعد وہ خفیہ ذرائع سے شارپر اور روزینہ سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ ان کے سامنے کوڈ ورڈز کے ذریعے اپنی تدبیر پیش کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اس تدبیر پر عمل شروع ہو گیا۔ میں جوجو کے دماغ میں تھا۔ روزینہ اپنی بہن کے لب و لہجے میں کہہ رہی تھی "جوجو! ہم نے تم سے بہت پیار کیا مگر تم ہمارے لیے موت بن گئی ہو۔ تم زندہ رہو گی تو فرہاد تمھیں زندہ نہیں رہنے دے گا۔ لہٰذا تمہارا مر جانا لازمی ہو گیا ہے۔"

اس کے بعد ہی اس کی سانس رکنے لگی۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اس کے دماغ میں میرا لب و لہجہ گونجنے لگا۔ "میں فرہاد ہوں، تمہارا دشمن۔ آج تمہاری جان لینے آیا ہوں۔ اب میں تمہارے دماغ پر قبضہ جما رہا ہوں۔ تم سانس نہیں لے سکو گی۔"

اس کی سانس پھر رکنے لگی۔ وہ گھبرا رہی تھی۔ اپنی پوری قوت سے سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی مگر سانس تھی کہ رُکتی جا رہی تھی۔ وہ ایک دم سے تڑپ کر بستر پر اِدھر سے اُدھر گئی۔ پھر نیچے گر پڑی۔

میں خاموش تماشائی تھا۔ مجھے اس معصوم کے تڑپنے اور گھٹنے پر بے حد صدمہ ہو رہا تھا مگر میں برداشت کر رہا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بہن بھائی اسے بڑی بے دردی سے موت کے بالکل قریب لے جانا چاہتے تھے تاکہ میں بیچ میں بول پڑوں اور اس کی حفاظت کے لیے مجبور ہو جاؤں۔ مگر میں منصوبے کو سمجھ چکا تھا۔ پھر بھلا مداخلت کیوں کرتا۔

وہ تینوں یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں ہارپر کے پاس پہنچ کر ان کی اس تدبیر کو سمجھ لوں گا۔ چونکہ انھیں خوش فہمی تھی کہ وہ میری ٹیلی پیتھی سے محفوظ ہیں۔ میں کبھی ان کے سائے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے وہ جوجو کے ساتھ یہ ڈراما پلے کر رہے تھے۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ بے دم سی ہو کر فرش پر پڑی رہ گئی۔ ویسے سانس باقی تھی۔ وہ بن بھائی اس کے ساتھ جو سلوک کر چکے تھے اس پر پچھتا رہے تھے۔ اسے زندگی کی طرف واپس لا رہے تھے۔ یہ یقین ہو چکا تھا کہ فرہاد ان کی جوجو کے پاس نہیں ہے۔

انھوں نے خیال خوانی کے ذریعے چھوٹی بہن کو بستر پر پہنچایا۔ اسے تسلیاں دینے اور سمجھانے لگے۔ "فرہاد دشمن بن کر تمہاری جان لینے آیا تھا مگر ہم نے اسے بھگا دیا ہے۔ تم جلدی سے آنکھیں بند کر کے سو جاؤ۔ نہیں تو وہ پھر آ جائے گا۔"

جوجو نے ننھی سی سہمی ہوئی بچی کی طرح جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ سونے کی کوشش کرنے لگی۔ صرف ایک منٹ کے اندر اسے نیند آ گئی۔ کیونکہ اسے خیال خوانی کے ذریعے سُلایا گیا تھا۔ اس کے بعد کسی کی آواز اور لب و لہجہ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

میں نے ہار پہ کے پاس پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ تینوں بہن بھائی حقیقہ ذرائع سے ایک دُوسرے کو قاتل کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کو مجبور کر رہے تھے کہ اسے جوجو کے پاس جا کر اپنے لب و لہجے میں تنویمی عمل کرنا چاہیے۔

یہ بلّی کے گلے میں گھنٹی باندھنے والی بات تھی۔ کوئی چوہا تیار نہیں ہو رہا تھا۔ آخر میں دونوں بھائی ایک طرف ہو گئے تھے۔ روزینہ کو قائل کر رہے تھے کہ وہ ہندوستان میں ہونے والے معاملات کی ذمّہ دار ہے۔ فرہاد بھی وہاں ہے اور جوجو کو بھی وہیں بُلانے کا دعویٰ کر رہا ہے لہٰذا فی الحال چھوٹی بہن کو بچانا روزینہ کا فرض ہے۔

شاربہ نے خفیہ پیغام کے ذریعے روزینہ کو سمجھایا۔ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ فرہاد کی عدم موجودگی ثابت ہو چکی ہے۔ روزینہ کو فوراً تنویمی عمل کر کے جوجو کو نیویارک تک پابند کر دینا چاہیے۔"

دونوں بھائیوں نے اسے یقین دلایا۔ خود اسے یقین ہو گیا تھا۔ جو فرہاد کسی کو خواہ مخواہ مرتے یا تباہ ہوتے نہیں دیکھ سکتا، وہ بھلا جوجو جیسی معصوم لڑکی کا دام نکلتے کیسے دیکھ سکتا تھا؟ اگر وہ موجود ہوتا تو کبھی اس کی سانس رکنے نہ دیتا۔ اسے بستر سے بھی گرنے نہ دیتا۔

روزینہ کو یقین کرنا پڑا۔ آخر وہ گھڑی آ ہی گئی جب اسے جوجو پر تنویمی عمل کرنے کے لیے اپنی آواز اور اپنے لب و لہجے میں بولنا پڑا۔ پہلے وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔ "جوجو!" پھر چُپ ہو گئی۔ شاید معلوم کرنا چاہتی تھی، فرہاد نے اس کی آواز تو نہیں سنی ہے؟

پھر اس نے کہا۔ "جوجو! تم گہری نیند میں ہو۔ مگر اپنے دماغ میں میری آواز سن رہی ہو۔"

وہ پھر چپ ہو گئی۔ ذرا انتظار کرنے کے بعد حوصلہ بڑھ گیا۔ اس کے بعد وہ ایک عامل کی طرح چھوٹی بہن کو ٹرانس میں لانے لگی۔ اس سے اپنی باتیں منوانے لگی۔ اس کی باتوں کے جواب میں جوجو کے لب ہل رہے تھے۔ وہ بول رہی تھی مگر پس پردہ میں بول رہا تھا۔ ہپناٹائز ہونے والی کو یقین دلا رہا تھا کہ جوجو نیویارک تک پابند رہے گی۔ اور اس پر فرہاد کے کسی عمل کا اثر نہیں ہو گا۔

آخر وہ عمل ختم ہو گیا۔ جوجو بظاہر تنویمی نیند سو گئی جبکہ اس پر ہپناٹزم کا خاک اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ بے چاری تو پہلے ہی سے سو رہی تھی۔ روزینہ مطمئن ہو کر اپنی جگہ دماغی طور پہ حاضر ہو گئی۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں اس کے اندر تھا۔ وہ ذہنی طور پہ جہاں حاضر ہوئی، اُس جگہ کا علم ہوتے ہی میں نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ یا حیرت! وہ تو میرے بالکل قریب تھی۔ نگاہوں کے سامنے شلپی مسکرا رہی تھی۔

کیا تماشا ہے۔ وہ میرے قریب تھی اور میں اس سے بے خبر رہا تھا۔

میں آنکھوں کو بند رہنے دیتا تو بہتر ہوتا لیکن لیڈی روزینہ کو قریب پا کر حیرانی سے آنکھ کھل گئی۔

میں بھول گیا تھا کہ سامنے صوفے پر شلپی بیٹھی ہے۔ اس سے آنکھیں چار ہوئی تو میں لیڈی روزینہ کے پاس فوراً واپس نہیں جا سکوں گا، جب کہ وہ میرے بالکل قریب تھی۔ میرے ساتھ والے کمرے کے بیڈ پر آرام سے لیٹی ہوئی میری طرح خیال خوانی میں مصروف تھی۔

مجھ سے نظریں ملتے ہی شلپی دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔ جیسے دیوتا کو پُوج رہی ہو پھر اس نے بستر کی پائینتی آ کر میرے دونوں پاؤں چھو لیے۔ وہاں سر بھی ٹیکنا چاہتی تھی، میں نے فوراً پاؤں سمیٹ لیے پھر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "نہیں شلپی! یہ غلط ہے، صرف اپنے بھگوان کے آگے سر جھکا کرو۔"

وہ بولی۔ "ہم دیوتا کے سامنے بھی جھکتے ہیں، ہمارا عقیدہ جھکاتا ہے۔ یہ ہمارا دھرم ہے۔"

"بعض عقیدے غلط بھی ہوتے ہیں۔ ایک تو تم لوگ انسان کو دیوتا کہہ کر اسے سر پہ چڑھاتے ہو پھر اُس کی پُوجا کر کے اور مغرور بنا دیتے ہو۔"

"برا من اور میری آتما کہتی ہے آپ مغرور نہیں ہو سکتے۔"

"اور میرا ایمان کہتا ہے خدا کو بھول کر بندے کے آگے نہیں جھکنا چاہیے۔"

وہ جھکنے والی سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اس نے ململ کی ساری پر ہی دلکش انداز میں پہنی تھی۔ بدن بولتا ہوا سا لگتا تھا۔ اس کی چال میں ایک رقاصہ کا لوچ تھا۔ کمر ڈولتی تھی تو نیت بھی ڈولنے لگتی تھی۔ وہ خرام ناز سے میرے پاس آئی۔ میرا خیال تھا وہ میرے قریب بستر کے سرے پر بیٹھے گی لیکن اس نے قالین پر گھٹنے ٹیک دیے۔ میرے پاؤں پکڑتے ہوئے بولی۔ "میں آپ کی پُوجا نہیں کر سکتی، عبادت تو کر سکتی ہوں۔"

وہ میرے پاؤں دبانے لگی۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام لیا۔ میری نگاہوں کے سامنے اس کی ہتھیلیوں کے کنول کھل گئے۔ میں نے تھام کر بچھانے لگا۔ میرا دل بے طرح دھڑک رہا تھا، جیسے سینے سے نکل ہتھیلیوں کے کنول میں جانا چاہتا ہو۔ ایسے خشک مزاج لوگ جو نسوانیت سے متاثر نہیں ہوتے، وہ بھی بعض حالات میں سمجھ نہیں پاتے کہ نسوانیت کس طرح متاثر ہو جاتے ہیں۔ میں خود نہیں کہہ سکتا تھا کہ میرے بہکنے کی ابتدا کہاں سے ہوئی تھی جب کہ میں ابتدا ہی سے اسے نظر انداز کر رہا تھا۔

میں نے جلدی سے اُلٹتے ہوئے کہا۔ "تو پاؤں اُس مرد کے دبا

جاتے ہیں، جو تمام دن پاؤں پھیلائے سوتا رہتا ہے۔ میرا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ میں باتھ رُوم سے آتا ہوں، تم ناشتے کا آرڈر دو۔"

یہ کہتے ہی میں باتھ رُوم میں گھس گیا۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا، اگرچہ وہ اب بھی میرے اندر دھڑک رہی تھی تاہم میری خیال خوانی کی مصروفیات اکثر مجھے جذباتی بہاؤ سے دُور لے جاتی ہیں۔ میں لیڈی روزینہ کے پاس پہنچ گیا۔

اُس کا اصلی نام روزانہ آمر تھا۔ وہ تُرکی زبان روانی سے بولتی تھی۔ امریکا میں ایک بہت بڑے فارم کی مالکہ تھی اور وہاں ترک خاتون لیڈی روزینہ کے نام سے مشہور تھی۔ اُس کے دونوں بھائی شاپر اور ہاپر، جس طرح اپنے شرابی بھائی آمر پر بھروسا نہیں کرتے تھے، اسی طرح بہن کو بھی اپنے معاملات میں زیادہ شریک نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ عیاش اور لاپروا تھی، اگر کسی خبر برو شفص پر دل آ جاتا تو اُسے دل میں بٹھا کر دو چار دن میں دُنیا چھوڑنے پر مجبور کر دیتی تھی، تاکہ وہ دُنیا والوں کے سامنے اس کی تنہائیوں میں شریک ہونے کا دعویٰ نہ کر سکے اور وہ ہمیشہ کنواری و دوشیزہ کہلاتی رہے۔

اُس کی دوسری کمزوری ہیرے جواہرات تھے۔ ہیرا سوامی کی طرح اُسے جہاں کسی قیمتی ہیرے کی اطلاع ملتی، وہ اُسے ہر قیمت پر حاصل کر لیتی تھی۔ اُس نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے خیال خوانی کی صلاحیت اسی لیے حاصل کی تھی کہ بڑے بڑے سرمایہ داروں اور اسمگلروں کی تجوریوں میں چُھپے ہوئے ہیرے جواہرات تک پہنچ سکے۔ اُس کے بھائیوں نے پیش گوئی کی تھی کہ وہ خوبرو جوانوں کو پھانسنے کے چکّر میں فرہاد کو پھانسنے کی حماقت کر بیٹھے گی۔ بعض پیش گوئیاں لفظ بہ لفظ درست ہوتی ہیں۔ آنے والے لمحات میں شاید وہ یہی حماقت کرنے والی تھی۔

مذکورہ دو خرابیوں کے بعد اُس میں خوبیاں ہی خوبیاں تھیں۔ حسین تھی، ذہین اور حاضر دماغ تھی۔ کئی زبانیں بڑی روانی سے بولتی تھی بہت سے اہم معاملات میں شاپر اور ہاپر اُس کی کمی محسوس کرتے تھے لہٰذا اُسے بڑے بھائی سے زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ٹرانسفارمر مشین کا قیمتی حصّہ اُسے چُھپا کر رکھنے کے لیے دیا گیا تھا۔

یہی روزانہ آمر کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اُس مشین کے تیسرے حصّے تک بھی پہنچ سکتا تھا مگر میں نے تھوڑی دیر کے لیے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے ریڈیو پاور کے باس چندر بھان کو مخاطب کیا۔ "اُس نے کہا تھا میں بھی مدراس پہنچ گیا ہوں، حکم دیجیے۔"

میں نے کہا۔ "مسٹر بھان! آپ میرے حکم سے زیادہ ہی کارگزاری دکھلاتے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "جناب! زیادتی ہو گئی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔"

"آپ سے معافی مانگنے والی زیادتی نہیں کی۔ البتہ ہندوستان کا انٹرنیشنل امیج کھلا کر عادت خراب کر دی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "اور لے آؤں؟"

"لنچ کے بعد کھاؤں گا لیکن میرے کمرے میں آ کر پہنچانے والا آپ کا خاص آدمی نہ ہو۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک اور ہستی اس ہوٹل میں ہے، وہ میرے کمرے میں آنے والے کسی بھی شخص کے دماغ میں پہنچ کر میرے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہے گی۔ لہٰذا آپ بھی میرے سامنے نہ آئیں۔"

"میں دُور رہی رہ کر خدمت کروں گا۔"

"میں شلپی ملہوترہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا چاہتا ہوں، وہ بھی دُشمن کی خیال خوانی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔"

"کیا میں اسے بمبئی واپس بھیج دُوں؟"

"نہیں بھان صاحب! یہ بہت اچھی لڑکی ہے، میں اسے مِس نہیں کرنا چاہتا، ابھی اس کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "سمجھ گیا... سمجھ گیا۔"

"وہ کسی ہوٹل میں نہیں رہے گی۔"

"میں ابھی اس کے لیے ایک بنگلا کرائے پر حاصل کرتا ہوں۔"

"وہ کرائے کے بنگلے میں نہیں رہے گی۔"

"سمجھ گیا... سمجھ گیا۔" وہ پھر ہنسنے لگا۔

"مدراس شہر میں جو سب سے شاندار محل نُما کوٹھی ہے، اُس کا سودا کیجیے۔"

"ایں؟" وہ حیران ہو کر بولا۔ "محل نُما کوٹھی کی قیمت پچاس لاکھ روپے بھی ہو سکتی ہے، آپ صرف ایک لڑکی کے...!"

میں نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔ "وہ صرف ایک لڑکی نہیں ہے، وفا ہے، شرم ہے، آدرش ہے اور نیت کی سچائی بھی ہے۔ آپ شاید یقین نہ کریں، میں نے اُسے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔"

وہ شدید حیرانی سے بولا۔ "کیا واقعی؟ میرا مطلب ہے، جب آپ کہہ رہے ہیں تو سچ ہی کہہ رہے ہیں مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آئی، آپ نے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور محل نُما کوٹھی اُسے دیں گے؟"

"محل کا سودا شلپی ملہوترہ کے نام سے ہو گا۔ اس محل کے شایانِ شان سب سے منگتی کاریں اور تربیت یافتہ ملازم ہوں گے۔ فرصت ملی تو وہاں جا کر معائنہ کروں گا، کسی چیز کی کمی نہیں ہونا چاہیے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر، لیکن محل خریدنے اور اُسے ڈیکوریٹ کرنے میں کم از کم ایک ہفتہ لگ سکتا ہے۔"

"میں یہ کام آج شام تک کر سکتا ہوں۔"

"اوہ گاڈ! میں ان باتوں میں آپ کی ٹیلی پیتھی کو بھول گیا تھا۔ اب تو بات آسان ہو گئی۔ شلپی اس شہر کی سب سے خوبصورت محل نُما کوٹھی خریدنا چاہوں گا۔ اس کا مالک انکار کرے گا، آپ اپنے علم سے اقرار کرائیں گے بلکہ فوراً سودا کرائیں گے۔"

میں نے کہا "صرف اتنا ہی نہیں، خریداری کے قانونی کاغذ پر آج ہی مُہر لگوا دوں گا۔"

"کمال ہے جناب! آپ کا علم مکمل اور با کمال ہے۔"

"میں آپ سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا، اس سلسلے میں آپ کی مدد کرتا رہوں گا۔ ابھی آپ اپنے آدمیوں سے شپلی کو بُلوا لیں۔ میں نے آپ کے ایک لاکھ پینتالیس ہزار روپے اُسے دے دیے ہیں۔"

"اب ایک لاکھ کی کیا اہمیت رہ گئی ہے جناب! آج سے شپلی ملہوترہ ہمارے لیے معزز ہے۔"

"میں یہی چاہتا ہوں، اس مُلک میں رہوں یا نہ رہوں، شپلی کی عزت اور شان و شوکت میں فرق نہیں آنا چاہیے۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ ابھی روزانہ آرمر کے اور خیالات پڑھنا چاہتا تھا مگر باتھ رُوم میں بڑی دیر سے تھا۔ وہ بے چاری ناشتے کے لیے انتظار کر رہی ہوگی۔ میں نے سوچا اُسے رخصت کرنے کے بعد روزنامہ کے دماغ کے تہ خانے تک جاؤں گا۔ میں دروازہ کھول کر کمرے میں آیا۔ ہوٹل کا ملازم ناشتے کی ٹرے رکھ کر جا رہا تھا۔ شپلی نے کہا "آپ ٹھیک وقت پر آئے۔"

"میں سمجھ رہا تھا، مجھے دیر ہو گئی ہے، یہ ہوٹل والے بھی دیر کرنا جانتے ہیں۔"

ہم ایک صوفے پر شانہ بشانہ بیٹھ گئے۔ وہ بولی "کھانے میں مدراس کا اتھی دوسہ بہت مشہور ہے، آپ ذرا چکھ کر دیکھیں۔"

میں چکھنے لگا۔ وہ میرے لیے توس پر مکھن لگانے لگی۔ میں نے کہا۔ "بہت لذیذ ہے۔ میں مکھن توس سے سیر اور ہو گیا ہوں، میں آملی دوسہ کھاؤں گا، چلو میرا ساتھ دو۔"

وہ سر جھکائے بڑی بڑی کٹورا جیسی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ مجھے اب یاد آیا کہ میں نے اُسے صبح سے مُسکراتے نہیں دیکھا ہے، اُس کے چہرے پر اتنا نکھار تھا کہ اُداسی دیر سے سمجھ میں آئی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟ تم خوش نہیں ہو؟"

"خوش ہوں، آپ نے مجھے میری اوقات سے زیادہ دولت دی ہے۔ یہ دولت میرے بوڑھے اور بیمار ماں باپ اور بھائی بہنوں کی تعلیم کے لیے کام آئے گی۔ ہمارے تو نصیب ہی بدل گئے مگر میں نے آپ کے لیے کیا کیا؟ آپ بہت بڑے نجومی ہیں مگر شاید یہ نہیں جانتے کہ آپ نے مجھ پر کتنا بڑا ظلم کیا ہے۔"

میں نے حیرت سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ میں نے تم پر ظلم کیا ہے؟"

"ہاں، جتنی دیر آپ کے ساتھ ہوں، آنکھ میں آنسو لرزے ہوئے ہیں۔ آپ کہتے ہیں یہ ساتھ ختم ہو جائے گا لیکن اس کے بعد میں کنگال ہو جاؤں گی، اندر سے خالی ہو جاؤں گی۔ میں نے آپ جیسا ستی نہیں دیکھا۔ آپ نے بے انتہا دولت دے کر میری خوشی، میرا سکھ چین اور میری راتوں کی نیندیں چھین کر لے جا رہے ہیں۔ واہ صاحب! واہ، اس پر پوچھتے ہیں، میں خوش کیوں نہیں ہوں۔"

"میں پہلے کہہ چکا ہوں، تقدیر سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔ تم مجھے دل کا معاملہ بناؤ گی تو عمر بھر پچھتاؤ گی۔"

"صاحب! عمر سو برس کی بھی ہوتی ہے اور ایک پل کی بھی ہوتی ہے۔ عورت کو اپنے مرد کا ایک سچا پل مل جائے تو وہ اُس پل کو سو برس بنا لیتی ہے۔"

وہ کتنی سچی اور خوبصورت بات کہہ رہی تھی۔ سونیا، رسونتی اور امالیا کی میرے پیار کے ایک ایک پل کو سو برس بنا کر جی رہی تھیں۔ پومی اور شیبا ابھی اس پل کی جستجو میں تھیں۔ آثار بتا رہے تھے کہ شپلی بھی میرے نام سے تمام عمر بیٹھی رہے گی اور وہ ایسی تھی کہ پہلی رات سے اُسے نظر انداز کرنے کے باوجود بڑی بے تبری میں سحر زدہ ہوتا رہا تھا۔

بہرحال جب تک کسی طلب سے پیچھا چھڑایا جا سکے چھڑانے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ میں نے کہا "تم بہت اچھی ہو مگر کھانے میں ساتھ نہیں دے رہی ہو۔"

اُس نے بڑے دُکھ سے پوچھا "کیا میری باتوں کا یہی جواب ہے؟"

"تمھاری محبت مجھے حاصل کرنا چاہتی ہے اور میں محبت سے تمھیں اچھا کھلانا پلانا، پہنانا اوڑھانا اور دُنیا جہاں کی خوشیاں تمھارے گھر میں اور تمھارے دل میں بھر دینا چاہتا ہوں۔ جس کے پاس جتنا ہوتا ہے، اُتنا ہی دیتا ہے، اس سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ دل کی خوشیاں ایک جیون ساتھی سے ملتی ہیں اور میں کبھی کسی کا جیون ساتھی بن کر نہیں رہ سکتا۔ ایک مسافر ہوں، آیا ہوں، جانے کب چلا جاؤں گا۔"

"میرے مسافر ہیں سرائے کا کمرہ بن جاؤں گی۔ جب تک رہو — اس کمرے کے اندر رہو۔ سرائے کی دیوار مسافر سے کبھی نہیں پوچھتی، کہاں جا رہے ہو؟ اور کب آؤ گے؟ ہاں آنا ضرور ہے کہ جانے کے بعد یہ کمرہ تمھارے نام سے بند رہے گا اور کسی مسافر کی دستک سے کبھی نہیں کھلے گا۔"

اُسی لمحے دستک سُنائی دی۔ وہ اُٹھنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "بیٹھو، میں دیکھتا ہوں مگر میرے اُٹھنے سے پہلے کھانا شروع کرو۔"

وہ کھانا شروع کرتے ہوئے بولی "جی نہیں چاہتا، صرف تمھارا حکم سمجھ کر کھا رہی ہوں۔"

میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ ایک ادھیڑ عمر کی عورت اور مرد کھڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے آہستگی سے چندربھان کا نام لیا اور کوڈورڈ زادا کیے۔ میں نے کہا "اندر آ جاؤ۔"

میں شپلی کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور پھر پوچھا "بھان صاحب کیا فرماتے ہیں؟"

وہ دونوں ادب سے کھڑے ہوئے تھے۔ عورت نے کہا "میرا نام جانکی بائی ہے۔ میں شریمتی شپلی دیوی کی پرسنل سیکرٹری ہوں۔"

شپلی مُنھ چبا رہی تھی۔ اُس کا مُنھ تعجب سے کھُل گیا۔ مرد نے کہا۔

"میرا نام تلک رام ہے۔ میں ایک ایڈووکیٹ ہوں اور شریمتی شپلی دیوی کا خاص ایڈوائزر اور ان کی جائداد کا نگران اور ان کے تمام معاملات کا منتظم ہوں۔"

وہ شدید حیرانی سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ کبھی اُنھیں اور کبھی مجھے دیکھ رہی تھی پھر ایک دم سے پریشان ہو کر بولی "یہ سب کیا ہے؟ آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟ اور اچانک میرے خدمت گار کیسے بن گئے ہیں؟"

ایڈووکیٹ تلک رام نے کہا "پہلے ہم مسٹر چندربھان کے ملازم تھے، اب آپ کے خدمت گار ہیں۔ ابھی تین بج کر پندرہ منٹ پر بھان صاحب آپ کے لیے اس شہر کی سب سے خوبصورت کوٹھی خریدنے جا رہے ہیں۔ عارضی استعمال کی خاطر آپ کے لیے ایک نئے ماڈل کی ایئر کنڈیشنڈ مرسیڈیز خریدی گئی ہے۔"

وہ دھپ سے صوفے پر گر پڑی۔ اُس کا سر چکرا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "تم دونوں ویٹنگ رُوم میں انتظار کرو، ابھی میں بُلوا لوں گا۔"

وہ چلے گئے۔ شپلی صوفے پر آنکھیں بند کیے نڈھال سی پڑی ہوئی تھی۔ اُس کی بند آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار نکل رہی تھی۔ میں نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے مخاطب کیا "شپلی!"

اُس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ جھیل جیسی آنکھوں میں پانی بھرا ہوا تو اُن کا حُسن قابلِ بیان نہیں ہوتا، قابلِ دید ہوتا ہے، وہ نڈھال سی ہو کر بولی "میں مر جاؤں گی تم کیا ہو؟"

"تم جو دیکھ رہی ہو، وہی ہوں۔"

"مانتی ہوں، بہت بڑے گیانی ہو مگر جوتش و دیار علم نجوم وغیرہ) سے بھی آگے بہت کچھ ہو۔ جو کہتے ہو، پلک جھپکتے میں ہو جاتا ہے۔ میں تمھیں ہمالیہ سے اُونچا سمجھتی تھی لیکن تم تو آسمان سے بھی اُونچے ہو، پوری دُنیا پر چھائے ہوئے ہو۔ تمھاری زبان چُپ رہتی ہے مگر حکم چلتا رہتا ہے اور چندربھان جیسے لوہے کے بنے ہوئے لوگ تمھارے اشاروں پر ناچتے رہتے ہیں۔ کون ہو تم؟ میں ہاتھ جوڑتی ہوں، مجھے اپنے قدموں کی خاک بنا دو مگر بتا دو تم کون ہو؟"

"جو ہوں بتا چکا ہوں، تم اس سے زیادہ سمجھتی ہو تو مجھے بھی سمجھا دو۔"

"یہ قادر خان تمھارا فرضی نام ہے، میں اصلی نام بھی نہیں پوچھوں گی۔ اپنی پوری سچائی سے صرف دو سوالوں کے جواب دے دو۔"

"پوچھو۔"

"کیا تم مُسلمان ہو؟"

"خدا وند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے، میں مُسلمان ہوں۔"

"کیا تم پاکستانی ہو؟"

میں نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا "یہ پوچھ کر کیا کرو گی؟"

"تم نے پوری سچائی سے جواب دینے کا وعدہ کیا ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "مجھے اپنے پاکستانی ہونے پر فخر ہے۔"

اچانک اُس کی بھیگی ہوئی آنکھیں خوشی سے کھل گئیں۔ وہ شدتِ جذبات سے تھر تھر کانپتی ہوئی آگے کو جُھکی پھر ایک دم سے گلے لگ کر بولی۔ "تم فرشتہ ہو۔ میرا دل، میرا دماغ، میری آتما کہتی ہے، تم فرشتہ ہی تھے اور ساتھ ہی کہتی جا رہی تھی "کوئی مائی کا لال ایک جگہ بیٹھے بیٹھے مجھے اس قدر دولت مند نہیں بنا سکتا۔ اگرچہ میں ریڈیو اور میں تو وارد ہوں مگر یہ سُن چکی ہوں کہ ریڈیو اور سے تعلق رکھنے والے دُنیا کے تمام پاس تمھارے غلام ہیں۔ بس فرشتہ! بس انکار نہ کرنا۔ ایک بار کہہ دو، تم وہی ہو، جس کے ایک پل کی سوغات کو میں سو برس بنا سکتی ہوں۔"

اچانک میری نظر گھڑی پر پڑی۔ تین بج کر پانچ منٹ ہوئے تھے۔ چندربھان، وکیل تلک رام کے ذریعے اشاراتی پیغام دے چکا تھا کہ تین بج کر پندرہ منٹ پر ایک کوٹھی کے مالک سے سودا ہونے والا ہے۔

میں نے کہا "شپلی! اُٹھو اب ہم جُدا ہو رہے ہیں۔"

کہاں، تو وہ اُڑی جا رہی تھی، بیکراری زمین پر آ گری۔ مجھے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے خواب دیکھ رہی تھی اور اب آنکھ کُھلی ہے۔ میں نے کہا "ابھی مجبوری ہے، میں تمھارے شاندار محل میں آؤں گا۔"

"مجھے کہاں جانا ہے؟ وہ شاندار محل کہاں ہے؟"

"تم اپنی پرسنل سیکرٹری اور ایڈوائزر کے ساتھ جاؤ، یہ تمام انتظامات میرے حکم پر ہو رہے ہیں۔ تم جاؤ، تمھیں سب کچھ معلوم ہوتا جائے گا۔"

"میں سمجھتی ہوں تم کتنے مصروف رہتے ہو اور تم زبان کے دھنی ہو۔ وعدہ کیا ہے تو ضرور ملو گے مگر کب ملو گے؟"

"کیا تمھیں ٹیلی پیتھی کے کمالات کے متعلق معلوم ہے؟"

"میں نے سنا ہے، اسی لیے تو تمھیں پہلے سے جانتی ہوں۔"

"دیکھو، ارادہ کر کے ٹیلی فون کے پاس جا کر ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔"

اُس نے ارادہ کر لیا مگر جب اعتبار وہاں گئی۔ ریسیور اُٹھا کر ہوٹل کے منیجر سے کہا "ویٹنگ رُوم میں جانکی بائی اور مسٹر تلک رام ہیں، اُنھیں کمرہ نمبر سات میں بھیج دیں۔"

اس کے بعد میں نے شپلی کے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی مگر اپنے قابو میں رکھا۔ وہ حیران ہو رہی تھی، اُسے اپنے دماغ میں میری سوچ سُنائی دے رہی تھی "میں فرشتہ ہوں، رہا ہوں۔"

اُس نے چونک کر دیکھا "میں نے کہا "میں اسی طرح تم سے رابطہ رکھوں گا۔"

وہ دونوں باہیں پھیلائے دوڑتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ میں نے کہا "رابطہ قائم کرنے میں دیر بھی ہو سکتی ہے۔ خواہ کچھ ہو، تم اس ہوٹل میں مجھ سے ملنے نہ آنا اور نہ ہی اپنے سائے سے بھی میرا ذکر کرنا، کسی بھی غیر ملکی اجنبی عورت سے نہ آنکھیں ملانا اور نہ ہی ایک لفظ بھی اُس کے سامنے

زبان پر لاتا۔ یہاں ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت ہے، وہ ہمیں ٹریپ کر سکتی ہے۔"

اُس نے میری ایک ایک ہدایت پر عمل کرنے کا وعدہ کیا۔۔۔ جانی بائی اور تنک رام نے دستک دی۔ اُس نے کہا "تم سے بڑا دھوکہ جانی بائی اور تنک رام نے دستک دی۔ اُس نے کہا "تم سے بڑا دھوکہ اور سستی کوئی نہیں ہے لیکن جب تم میرے پاس آؤ گے تو میں ایک ایسی خوشی دوں گی، جو آج تک کسی عورت نے نہیں دی ہوگی تمہیں قسم ہے، میرے چور خیالات نہ پڑھنا، وہ ایسی خوشی ہے، جس کا تعلق جسم سے نہیں، رُوح سے ہوگا۔"

مَیں نے دروازے تک ساتھ چلتے ہوئے کہا "تم نے مجھے تجسس میں مُبتلا کر دیا ہے، مَیں جلدی ملنے آؤں گا۔"

مَیں نے دروازہ کھول دیا۔ باہر جانی بائی اور تنک رام کھڑے ہوئے تھے۔ وہ مجھے محبت سے دیکھتی ہوئی اُن کے ساتھ چلی گئی۔ مَیں نے نور اُور دروازے کو بند کیا اور چندر بھان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک عالیشان محل نما کوٹھی میں بیٹھا اُس کے مالک سے باتیں کر رہا تھا۔ اب میں اس تفصیل میں نہیں جاؤں گا کہ مَیں نے کس طرح کوٹھی کے مالک کے دماغ میں رہ کر منٹوں میں سودا کرا دیا پھر آئندہ چند گھنٹوں میں اپنی دوسری مصروفیات کے دوران چندر بھان سے بھی رابطہ رکھا اور شیلی کو بھی اس محل کی قانونی مالکہ بنا دیا۔ اس داستان کے قارئین میرے ان ہتھکنڈوں کو خوب سمجھتے ہیں، لہٰذا اُن مسائل کی طرف آ رہا ہوں، جن سے ہمیں ابھی دوچار ہونا ہے۔

فی الوقت ٹیلی پیتھی کے سمندر میں پانچ غوطہ خور ہیں۔ شاپر، ہاپر، روزانہ، شیبا اور مَیں۔ کسی دن روستی بھی اس سمندر کی تہ سے اُبھرنے والی ہے۔ مَیں فی الحال جو جواہر آمر کو شامل نہیں کر رہا ہوں مگر گون جانتا ہے، جنہیں مَیں اہمیت نہیں دے رہا ہوں، وہ آئندہ کوئی ایسا سلسلہ شروع کر بیٹھیں کہ میری داستان میں اہمیت اختیار کر لیں۔

یہ لمبی باتیں ہیں۔ ابھی جو جائی بہن تہلکہ مچانے میرے مقابلے پر آئے تھے، ان میں ہاپر اور روزانہ کو مَیں نے پایا تھا، جب سے یہ انکشاف ہوا تھا کہ چند بھائی بہنوں نے ایک ایسی ٹرانسفارمر مشین ایجاد کی ہے، جس کے ذریعے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ایک دماغ سے دوسرے دماغ میں منتقل ہو سکتی ہیں، تب سے تمام بڑے ملکوں میں اور دُنیا کی خطرناک تنظیموں میں کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔ مجھے ہر ایک سے رابطہ قائم کرنے کا موقع نہیں ملا تھا، لیکن یہ سب ہی سمجھ سکتے ہیں کہ اس مشین کو حاصل کرنے کے لیے سب ہی ذہانت سے، دولت سے اور سیاسی ہتھکنڈوں سے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہوں گے۔

شاپر، ہاپر اور روزانہ اتنے پُراسرار اور پردہ دار بنے ہوئے تھے کہ انٹرپول اور مافیا تنظیم کے جاسوس اور ایجنٹ بھی ان کا سُراغ لگانے میں ناکام رہے تھے۔ انٹرپول کے سُراغ رساں بڑی تگ و دو کے بعد صرف شاپر اور ہاپر کے نام معلوم کر سکے تھے مگر وہ کون ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ کس ملک اور شہر سے تعلق رکھتے ہیں؟ یہ معلوم کرنے میں ناکام ہو رہے تھے، اس کے لیے وہ بابا صاحب کے ادارے اور میری ساتھی عورتوں تک پہنچنے کی کوششیں کر رہے تھے، کیونکہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیم کے ذریعے دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیم تک پہنچا جا سکتا تھا۔

وہ کون سا بوڑھا، جوان یا بچہ ہے، جو بیٹھے بیٹھے دوسروں کے دماغ کی باتیں معلوم کرنا اور میری طرح نت نئے کمالات دکھانا نہیں چاہتا؛ سب ہی چاہتے ہیں اور پھر زیادہ محنت کیے بغیر ایک مشین یہ علم سکھا دے تو اس مشین کو حاصل کرنے کے لیے کون دیوانہ نہیں ہوگا؛ سب ہوں گے۔ وہ مشین ہر آنکھ کا سپنا بن گئی تھی۔ ہر شہ زور اس کے ذریعے پُرامن بننا چاہتا تھا۔ ہر مُلک اس مشین کی ملکیت حاصل کر کے دوسرے تمام مُلکوں کے سیاسی اور قومی راز معلوم کرنا چاہتا تھا۔ یہ مل جائے تو ہر اسمگلر دُنیا کی تمام بندرگاہوں کا بے تاج بادشاہ بن سکتا تھا۔ یہ ہو تو کینہ اور کمینہ بن سکتا تھا۔ غرض یہ کہ تینوں بھائی بہن کے منظرِ عام پر آتے ہی ساری دُنیا پیچھے جھاڑو لگا کر اُن کے پیچھے پڑنے والی تھی۔

چنانچہ مَیں روزانہ آمر عرف لیڈی روزینہ کو دُنیا والوں کے سامنے بے نقاب کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن اس سے پہلے مشین کے تیسرے حصے تک پہنچنا لازمی تھا۔ اُس کی نظروں میں وہ حصہ میرے جواہرات سے زیادہ اہم نہیں تھا مگر جواہر یوں نہ سمجھایا تھا، کبھی کسی وجہ سے دماغ کمزور ہو گیا تو وہ تینوں حصے تینوں کے کام آئیں گے۔

بات سمجھ میں آ گئی تھی۔ اُس نے اس حصے کو اپنے قیمتی ہیرے جواہرات کے ساتھ چھپا رکھا تھا۔ استنبول میں اُس کی ایک ذاتی کوٹھی تھی، جسے تعمیر کرانے کے سلسلے میں اُس نے ایک انجینئر سے عشق کیا، جب وہ مکمل ہو گئی تو اُس نے انجینئر کے لیے ایک قبر تیار کی تاکہ کوٹھی کے خفیہ خانے کا راز کسی کو معلوم نہ ہو سکے۔

یہ راز صرف روزانہ جانتی تھی اور دُنیا کی کوئی طاقت اس سے یہ راز اُگلوا نہیں سکتی تھی۔ ایسے ہی ناممکن موقعوں پر ٹیلی پیتھی کا علم اپنا کمال دکھاتا ہے، جب تاریخی خزانوں کا ذکر ہوتا ہے تو بات فوراً سمجھ میں آ جاتی ہے کہ خزانہ تہ خانوں میں یا پس دیوار خفیہ خانوں میں چھپایا گیا ہے۔ روزانہ نے خفیہ خانہ دُہری چھتوں کے درمیان بنوایا تھا۔

یہ بھی کوئی عجیب و غریب بات نہیں تھی۔ چھت کے ساتھ چالان باندھ کر بہت کچھ چھپایا جاتا ہے لیکن عجیب بات یہ تھی کہ وہ دُہری چھت کسی کی سمجھ میں نہیں آئی تھی، اگر شُبہ ہوتا اور سُراغ لگانے والے چھت کو ٹھوک بجا کر دیکھ لیتے تب بھی یہ رپورٹ دیتے کہ یہ چھت تہ دار نہیں ہے، نہ ہی کسی میکینزم کے ذریعے اِدھر سے اُدھر سرکائی جا سکتی ہے۔

اُس کے عاشق نے اتنی ذہانت سے ڈیزائن کیا تھا کہ فانوس کو میکینزم کا کارنامہ بنایا تھا لیکن اس فانوس کو گھمانے پھرانے اور ہر طرح آزمانے

کے بعد بھی چھت متحرک نہیں ہوتی تھی۔ یہ راز کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا کہ اس فانوس کو ایک ریموٹ کنٹرولر کا پابند رکھا گیا ہے اور۔ چھوٹا سا ریموٹ کنٹرولر ایک پاکٹ ریڈیو کی صُورت میں ہمیشہ روزانہ کے پاس رہتا تھا۔

یہ میری ایک بڑی کامیابی تھی، مَیں اُس مشین کے دو حصوں تک پہنچ گیا تھا مگر ابھی انہیں چھیڑا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اپنی اپنی جگہ بڑی ذہانت اور عمدگی سے چھپائے گئے تھے، اگر مَیں انہیں وہاں سے نکال لاتا تو کہاں چھپاتا؟ لے دے کر ایک بابا صاحب کا ادارہ رہ گیا تھا لیکن دُشمنوں نے وہاں بھی نقب لگانا شروع کر دی تھی۔ ہم نے ہاپر اور جیکی ماسٹر کی کوششوں کو ناکام بنا دیا تھا۔ اس کے باوجود دُشمن کبھی کامیاب ہو سکتے تھے۔ پھر یہ کہ ایک دو دُشمن کی بات نہیں تھی، مشین کے پیچھے تو ساری دُنیا تھی، کوئی نہ کوئی ہاتھ کی صفائی دکھا سکتا تھا۔

ماسک مین ہر ملک میں میری ہر ضرورت پوری کرتا تھا۔ اُسے بھی میری ذات سے بڑے فائدے پہنچ رہے تھے۔ وی کلر کی کمپیوٹرائزڈ کھوپڑی حاصل کرنے کے لیے تمام خطرناک تنظیموں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا اور مَیں نے اتنی اہم کھوپڑی ماسک مین کے حوالے کر دی تھی لیکن مَیں ٹرانسفارمر مشین اُس کے حوالے نہیں کر سکتا تھا بلکہ کسی کو بھی وہاں تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔ مشین کے تیسرے حصے کا سُراغ ملنے تک صبر کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا، مجھے کیا کرنا چاہیے۔

خود غرضی کا تقاضا ہے کہ اس مشین کو تباہ کر دوں تاکہ کوئی میرا نیا مقابل پیدا نہ ہو۔ دانش مندی کا تقاضا ہے کہ وہ غلط ہاتھ میں پڑنے کی تو دُنیا میں تباہی آ جائے گی، لہٰذا تباہ کرنے والی چیز کو پہلی فرصت میں تباہ کرنا چاہیے یا مجھے خاص توجہ دے کر کوئی ایسی خفیہ جگہ بنانا ہوگی، جہاں کوئی نہ پہنچ سکے اور وہ مشین نیک مقاصد کے لیے محفوظ رہ سکے۔

میرے چہرے پر عارضی میک اَپ تھا، موجودہ چہرے کے مطابق مَیں بیٹی کاٹن سلز کا جنرل مینیجر قادر خان تھا۔ مَیں نے آئینے کے سامنے اسی میک اَپ کو ری ٹچ کیا۔ اس دوران روزانہ کے دماغ میں خیال پیدا کیا کہ اُسے شام کو تفریح کے لیے باہر نکلنا چاہیے۔ وہ بھی میری طرح مسلسل خیال خوانی میں مصروف رہتی تھی بلکہ جو بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے، وہ مصروفیات کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ اس دُنیا میں اس قدر دلچسپی ہوتی ہے کہ واپس آنا بھول جاتا ہے۔ ایک نہ ختم ہونے والی سلسلے وار کہانی کی طرح تجسس قائم رہتا ہے۔ مَیں بعض اوقات پڑھنے والوں کی طرح پریشان ہو جاتا ہوں، آخر خیال خوانی سے نجات کب ملے گی؟ کیا پُرانے، موجودہ اور آنے والے دُشمنوں سے معافی مانگ لوں کہ بھائیو! میرا پیچھا چھوڑ دو اور میری ساتھی عورتوں کے ساتھ مجھے ایک عام آدمی کی زندگی گزارنے دو مگر نہیں ٹیلی پیتھی کے علم سے موت نجات دلائے گی، اس کے بعد ہی دُشمنوں کو آرام آئے گا۔

روزانہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے زرخرید غلاموں کو اطلاع دے رہی تھی کہ وہ ہوٹل سے باہر نکلنے والی ہے لہٰذا سب مستعد رہیں۔ ان کروڑوں ڈالر کے ہیروں کا ذکر کر چکا ہوں۔ روزانہ نے مدراس صوبے کی انتظامیہ کو مختلف ذرائع سے بتا دیا تھا کہ وہ ہیرے مندر کی دیواروں میں چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ اس کی پلاننگ یہ تھی کہ پولیس یا فوجی جوان ہیرے برآمد کر کے صوبائی یا مرکزی حکومت کے حوالے کریں گے، پھر انہیں سرکاری خزانے تک پہنچانے کے لیے مدراس یا دہلی لے جایا جائے گا، تب وہ راستے ہی میں وہ خزانہ لے اُڑے گی۔

اس مقصد کے لیے وہ مدراس شہر میں قیام کر رہی تھی۔ اُس نے اب تک جتنے متعلقہ افسران اور عہدے داران کے دماغوں پر قبضہ کیا تھا، مَیں بھی اُن لوگوں تک پہنچتا جا رہا تھا۔ میری ہدایت کے مطابق چندر بھان نے احتجاج سے مدراس اور مدراس سے دہلی تک اپنے آدمیوں کا جال پھیلا رکھا تھا۔ ان کی طرف سے کہیں بھی راستے میں منظم رُکاوٹ ہو سکتی تھی۔

مَیں نے موسم کی مناسبت سے پتلون اور نصف آستین کی بنیان پہنی۔ ہوٹل کے مینیجر کے ذریعے چندر بھان کے ڈرائیور کو اطلاع کر دی کہ مَیں باہر آ رہا ہوں، میری کار ہوٹل کے پورچ میں لائی جائے۔ مَیں نے کمرے میں چاروں طرف نظر ڈالی، نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس شیلی لے گئی تھی، وہاں اور ایسی کوئی قیمتی چیز تھی اور نہ ہی کسی چیز کے ذریعے میری شناخت کی جا سکتی تھی۔

اپنے اندر تمام حیرت انگیز قوتیں پیدا کریں اور دوسروں کو اپنے طابع کریں

کتاب

مقناطیسیت

قیمت: ۲۵ روپے ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے

کتاب کے چند عنوانات

- مقناطیسیت کیا ہے؟
- بلا مشقت کے اسباب۔
- قوت کے خزانے
- مخفی مقناطیسی قوتیں
- ذہنی قوت طبیعت
- زندگی حقیقت ہے
- بیوی خواہ مخواہ
- تسخیر ہدایت
- حسن و دل۔
- ذہنی ترسیل
- ذہنی ترسیل کا نظام۔
- مقناطیس بصیرت
- جسمانی و روحانی
- قوتوں اور ان کی حفاظت
- آپ بھی اپنے اندر مقناطیسیت پیدا کر سکتے ہیں۔

ہر شخص میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جو کہ اگر اچھائیت کی راہ پر ضائع ہوتی رہتی ہے۔ اس وقت سے فائدہ اٹھانے کے لیے کسی قسم کی سخت ریاضت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

صرف چند اصول اپنا لیجیے اور ان کے مطابق زندگی بسر کیجیے پھر آپ کے لیے کامیابیوں ہی کامیابیاں ہیں اور وہ سب بھی آپ کے کہنے کی تعمیل کرنے پر مجبور ہوں گے۔

اس کتاب کے حصول کے لیے آپ کو صرف یہ کرنا ہے کہ اپنا آرڈر بھیج دیں

مکتبہ نفیسات بشیر منزل نمبر ۲ کراچی ۱۴ پاکستان

میں نے جان بوجھ کر دیر کی پھر اُسی لمحے کمرے سے نکلا، جب وہ نکلی، ہم ایک ساتھ باہر آئے۔ اپنے اپنے دروازے کو لاک کرتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اُس کا یہ دعویٰ درست تھا کہ اُسے دیکھنے والے دیکھتے ہی جاتے ہیں۔ میں نے اُس کے دعوے کی لاج رکھ لی۔ اُسے نظر بھر کے دیکھا، وہ بڑی بے نیازی سے مُنہ پھیر کے چل دی۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی "ان دو دنوں میں پہلی بار ایک ہیلدی ہینڈسم اور ٹال مین دیکھ رہی ہوں، ورنہ یہاں تو کالے پیلے اور چھوٹے قد کے لوگ ہی نظر آتے ہیں۔"

ایسی بات نہیں ہے کہ مدراس میں خوبرو اور اسمارٹ لوگ نہیں ہیں، ضرور ہیں، دو دنوں میں اُس نے صدر اس میں دیکھا ہی کیا تھا۔ زیادہ وقت خیال خوانی میں گزارتی رہی تھی۔ لفٹ کے دروازے پر اُسے رُکنا پڑا جب دروازہ کھلا تو ہم آگے پیچھے داخل ہوئے۔ گراؤنڈ فلور کا بٹن دبایا۔ دروازہ بند ہوگیا۔ لفٹ نیچے جانے لگی۔ ہم ایک چھوٹے سے ڈبے میں بند تھے۔ کمبخت بَلا کی حسین تھی۔ ایسی حسین عورت کو بُلا ہی کہنا چاہیے۔ میں نے اُس پر ایک نظر ڈالی پھر نگاہ داری سے مُنہ بنا کر اپنی ناک ایک چٹکی میں دبالی۔ اب اس سے زیادہ اِنسلٹ کیا ہوسکتی تھی۔ وہ ایک دم سے بپھر کر بولی۔

"اے تمہارا مطلب کیا ہے؟"

وہ انگریزی بول رہی تھی، میں نے اپنی زبان میں کہا "لاحول ولاقوۃ، عورت ہے یا گٹر کہ بس بدبو آرہی ہے۔"

"وہ غصّے سے بولی "یو نان سنس! انگریزی میں بولو۔"

وہ چاہتی تھی میں انگریزی بولوں اور وہ میرے لہجے کو گرفت میں لے کر دماغ میں پہنچ جائے اور مجھے من مانی سزا دیتی رہے لیکن میں اپنی زبان میں ناگواری ظاہر کر رہا تھا میری آنکھوں پر ڈارک گاگلس تھے، وہ آنکھوں کے راستے میرے اندر نہیں پہنچ سکتی تھی اور اس کا موقع بھی نہیں تھا۔ لفٹ نے ہمیں نیچے پہنچا دیا تھا۔ دروازہ کھل گیا تھا میں نے باہر نکلتے ہوئے کہا "اُوپر سے خوشبو اسپرے کر لینے سے اندر کی غلاظت نہیں چھپتی۔"

وہ میرے انداز سے اندازہ کر رہی تھی کہ میں اُس کی توہین کر رہا ہوں۔ وہ بُری طرح تلملا رہی تھی، کاؤنٹر پر چابی دیتے وقت اُس نے منیجر سے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟ میری انسلٹ کر رہا ہے، تمہیں اس کے خلاف ایکشن لینا چاہیے۔"

منیجر نے پریشان ہو کر دیکھا پھر کہا "میڈم! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں، یہ صاحب بمبئی کاٹن اینڈ کیمیکل ملز کے جنرل منیجر ہیں، یہ بھلا آپ کی اِنسلٹ کیوں کریں گے؟"

میں نے کہا "اس خوبصورت بَلا کو اس بات پر غصّہ ہے کہ میں نے اسے دیکھ کر ٹھنڈی آہ نہیں بھری۔"

منیجر نے کہا "جناب! آپ تشریف لے جائیں، میں اس عورت کو سمجھا بجھا کر غصّہ ٹھنڈا کر دوں گا۔"

مگر وہ غصّے سے پلٹ کر جا رہی تھی۔ میں اُس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا پورچ تک پہنچنے سے پہلے اُس سے آگے نکل کر اپنی کار کے پاس آیا۔ ڈرائیور دروازہ کھولے کھڑا تھا میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دروازہ بند ہوگیا۔ وہ مجھے غصّے سے دیکھ رہی تھی۔ ڈرائیور اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھی پھر ڈرائیور سے بولی "کیا یہ ہوٹل کی رینٹڈ کار ہے؟"

ڈرائیور نے اپنی کیپ پیشانی پر جُھکائی، آدھی آنکھیں چُھپا لیں پھر بولا "آئیو میم صاب! ام تمارا بھاشا سمجھ جاتا تم دوسری گاڑی والا سے بھیک مانگو۔"

یہ کہتے ہی اُس نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہُوا ہوٹل کی پارکنگ سے نکل گیا۔ میں نے کہا "شاباش! میں تم سے بہت خوش ہُوں۔"

اُس نے کہا "سر! جان صاحب نے سمجھا دیا ہے کہ ہم میں سے کسی کو انگریزی نہیں بولنا چاہیے اور نہ کسی غیر ملکی انگریز عورت سے آنکھیں ملانا چاہیے۔"

"ابھی تم نے اپنی کیپ کا سہارا لیا تھا، آئندہ وہ تمہاری آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کرے گی۔"

"سر! میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق اچھا خاصا پڑھا ہے۔ آنکھیں ذہنی سوچ کی عکاس ہوتی ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسی عکاس سوچ کو پکڑ کر دماغ میں پہنچتا ہے لیکن صاحب! آنکھیں درست نہ ہوں تو ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ناکامی ہوگی۔"

میں نے پوچھا "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"سر! میں اس عورت کے سامنے ہمیشہ اپنی آنکھیں ٹیڑھی رکھوں گا، نہ آنکھ صحیح ہوگی نہ سوچ کی عکاسی درست ہوگی۔ وہ میری آنکھیں پڑھتی رہ جائے گی یا التجا کرے گی، کیسے تیر انداز ہو، سیدھا تو کر تو تیر کو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "خاصے زندہ دل ہو، مجھے سمندر کی طرف لے چلو اور جب تک کوئی خاص بات نہ ہو مخاطب نہ کرنا۔"

میں شیلی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھی اپنی سیکرٹری جانکی بائی سے کہہ رہی تھی "نئے محل میں قادر صاحب کسی وقت بھی آسکتے ہیں، اس محل کی چابی ملتے ہی اُسے سجانے کے انتظامات کیے جائیں، اس کے لیے ایسے ڈیکوریٹر کی خدمات حاصل کرو، جو ہندوستانی طرز کی سجاوٹ میں مہارت رکھتا ہو۔ آج میں سولہ سنگھار کروں گی، اس کے لیے...!"

وہ ہدایات دے رہی تھی۔ میں چُپ چاپ معلوم کر رہا تھا۔ ابھی وہ چند بھان کی رہائش گاہ میں تھی، چند گھنٹے بعد نئے محل کی مالکہ بننے والی تھی۔ اُس نے ایڈوانس دینے تک رام سے کہا تھا کہ اس کے ماں باپ اور بھائی بہن کو کل تک یہاں پہنچا دیا جائے اور اُن کی رہائش کے لیے الگ ایک چھوٹا سا مکان خرید لیا جائے۔

پھر مجھے یاد آیا، اُس نے قسم دی تھی کہ میں اُس کے چور خیالات نہ پڑھوں۔ وہ مجھے سرپرائز دینے والی تھی۔ پتا نہیں کس قسم کا انعام دے کر مجھے حیران کرنا چاہتی تھی۔ میں نے پھر اُس کے خیالات نہیں پڑھے جب لیڈی سیکرٹری چلی گئی اور وہ تنہا رہ گئی تو میں نے اُسے مخاطب کیا۔

پہلے تو وہ چونک کر خلا میں تکنے لگی پھر بولی "او فرہاد تم ہو؟"

"ہاں، میں تمہارے دماغ میں ہُوں، تم خوش تو ہو؟"

وہ مسرّتوں کے ہجوم میں گلاب کی طرح کھل رہی تھی گھنی زُلفوں کو شانے پر سے جھٹکتے ہوئے بولی "سُنا تھا، خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی تم نے تو انتہا کر دی۔"

"انشاء اللہ تم انتہا کی بھی انتہا دیکھو گی، ابھی میں مصروف ہُوں اب جا رہا ہُوں۔"

"یہ بتاؤ پہلے چُپ چاپ آکر میرے خیالات تو نہیں پڑھتے ہو؟"

"نہ پڑھتا ہُوں اور نہ آئندہ پڑھوں گا۔"

"آپ میرے مالک ہیں، جو چاہیں کر سکتے ہیں، میں صرف آج کے لیے منع کر رہی ہُوں، میں ایک تحفہ پیش کر کے چونکا دینا چاہتی ہُوں۔"

"میں اُس لمحات کا انتظار کروں گا، اچھا جا رہا ہُوں۔"

میں واپس آگیا۔ ہماری کار ایک پُر ہجوم شاہراہ سے گزر رہی تھی میں نے روزانہ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ہوٹل کی ایک آرام دہ کار میں بیٹھی اُسی شاہراہ سے گزر رہی تھی، میرا تعاقب کر رہی تھی۔ ہمارے درمیان سیکڑوں گاڑیاں دوڑ رہی تھیں، اس کے باوجود اُسے معلوم ہوتا جا رہا تھا کہ میں کہاں ہُوں؟ اور کن راستوں سے گزر رہا ہُوں؟

اُس کے نذر کردہ غلام موٹر سائیکلوں پر میرا تعاقب کر رہے تھے اور وہ کسی نہ کسی غلام کے دماغ میں پہنچ کر میری موجودہ پوزیشن معلوم کر رہی تھی۔ ہم سمندر کے ساحل پر پہنچ رہے تھے میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"ہمارا تعاقب ہو رہا ہے گاڑی کسی ویران حصّے میں لے چلو۔"

اُس نے کہا "سر! اُن کے پاس ریوالور جیسے ہتھیار ہو سکتے ہیں۔"

"ہو سکتے ہیں لیکن وہ ہمیں گولی نہیں ماریں گے۔ وہ عورت اجنبی ملک میں خون خرابے سے دُور رہے گی۔ وہ لالچی ہے، اپنا خاص مقصد پورا کرنے آئی ہے مگر میں نے اُس کی اَنا کو ایسی ٹھیس پہنچائی ہے کہ وہ مجھے غنڈوں کے ذریعے تھوڑی سزا دینا چاہتی ہے۔"

"اور شاید ہمارے دماغوں میں بھی پہنچنا چاہے گی۔"

"ہاں" میں نے مُسکراتے ہوئے کہا "تم تو ڈرائیونگ نظر سے دیکھنا شروع کر دو گے۔"

اُس نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ میں دروازہ کھول کر باہر آیا۔ مدراس میں سخت گرمی پڑتی ہے مگر شام کو سمندر سے آنے والی ٹھنڈی ہوائیں بڑا لطف دیتی ہیں، شاید اسی لیے ساحل پر لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ اس ویران حصّے میں بھی دُور تک کچھ لوگ نظر آرہے تھے۔ میں نے ڈرائیور سے کہا "یہیں سے تمہیں ویران حصّے میں چلنے کے لیے کہا تھا۔"

"سر! ہندوستان میں نس بندی ہوتی ہے پھر بھی اتنے بچے پیدا ہوتے ہیں کہ ویس کا کوئی حصّہ ویران نہیں ملے گا، اب یہ دُور دُور جو کچھ لوگ نظر آرہے ہیں تو انھیں دیکھتے دیکھتے کیونکر ہمیں اُٹھا کر اسپتال پہنچانے کے لیے کچھ لوگوں کی ضرورت تو پڑے گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے دیکھا، چار موٹر سائیکل سوار تیزی سے چلے آرہے تھے۔ روزانہ کی کار اُن سے بہت دُور تھی۔ موٹر سائیکل کو ہی میں جھٹ پٹی کہتے ہیں۔ ٹھیک ہی کہتے ہیں اب ہمارے چاروں طرف جھٹ پٹا جھٹ پٹا... جھٹ پٹا جھٹ پٹا کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ ہماری کار سے کچھ فاصلہ رکھ کر چاروں طرف گھوم رہے تھے اور موٹر سائیکل کے کرتب دکھاتے ہوئے ہمیں مرعوب کرنا چاہتے تھے۔ جب روزانہ کی کار قریب آکر رُک گئی تو وہ بھی رُک گئے۔ وہ ایک غنڈے کے دماغ میں تھی۔ انگریزی بول رہی تھی۔ وہ غنڈہ اس بات کو ہندی میں ہم سے کہہ رہا تھا۔

"اے، تم کون ہو؟"

میں نے کہا "یہ تمہاری میم صاحب کو معلوم ہو چکا ہے۔"

"ہاں معلوم ہو چکا ہے تم اتنے بڑے ٹیکسٹائل ملز کے جنرل منیجر ہو، کیا انگریزی نہیں بول سکتے؟"

ڈرائیور نے کہا "تمہارے جیسے کرائے کے ٹٹو جس کا کھاتے ہیں، اُسی کی بولی بولتے ہیں، ہم اپنا کھاتے ہیں، اپنی زبان بولتے ہیں۔ یہ تمہاری میم صاحب ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئی ہے۔ میں اتنا خوبصورت تو نہیں ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تم ذرا کم بولو۔"

روزانہ نے کار سے باہر آکر اپنے غنڈوں سے کہا "اس آدمی کی آنکھ سے گاگلس نکال کر پھینکا چُور چُور کر دو۔"

یہ حکم سُنتے ہی تمام موٹر سائیکلیں پھر اسٹارٹ ہوگئیں۔ میں اُچھل کر کار کی چھت پر آگیا۔ ڈرائیور نے کرائے کا پونر بنایا۔ چار موٹر سائیکلیں کار کے دونوں طرف سے آرہی تھیں، میرے محافظ ڈرائیور نے بیکار گی قہقہا میں اُچھل کر ایک سوار کو فلائنگ کِک ماری، وہ پیچھے اُلٹ گیا۔ موٹر سائیکل دُور جا گری۔ وہ اسی طرح آنے والے سواروں کو فلائنگ کِک اور کرائے کے ٹٹو جا کر انھیں موٹر سائیکلوں سے محروم کر رہا تھا۔ اُن کی گاڑیاں بار بار ہماری کار سے ٹکرا رہی تھیں۔ قیمتی گاڑی پر ڈینٹ پڑتے جا رہے تھے۔ ایک غنڈہ اُچھل کر کار کی چھت پر آگیا میرے مقابل آکر ہاتھ بڑھا کر ایک اُنگلی کے اشارے سے بولا "یہ سیاہ چشمہ میرے حوالے کر دو۔"

اُس کا خیال تھا، جنرل منیجر قسم کے لوگ بھلا لڑنا کیا جانیں؟ مگر جب اچانک ہی میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر جوڈو کا داؤ استعمال کیا تو اُسے سنبھلنے کا موقع نہ ملا۔ وہ کار کی چھت پر سے ہوتا ہُوا سامنے پختہ سڑک

پر پہنچ گیا۔ میں نے بھی کار سے چھلانگ لگائی۔ دو شخص میری جانب بڑھے میں دوڑتا ہوا روزانہ کے پاس گیا۔ وہ بولی "بزدل! اُدھر جاؤ"

"اِدھر جانے کی کیا ضرورت ہے، تمہارے کتے اِدھر ہی آ رہے ہیں"

وہ دونوں حملہ کرنے آ رہے تھے۔ میں نے کہا "رُک جاؤ، اپنی اماں سے پوچھو، میرے پیچھے کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہے، کیا بازار سے خرید نہیں سکتی؟"

وہ اُن کے دماغوں سے میری بات کا انگریزی ترجمہ سمجھ رہی تھی۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ اماں، بوڑھی کو کہتے ہیں تو اُس نے غرا کر دیکھا۔ اُسی لمحے ایک غنڈے نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے ذرا جُھک کر ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا۔ "اگر میں پکڑنہ لیتا تو یہ ہاتھ تمہاری اماں کے مُنہ پر پڑتا"

یہ کہتے ہی میں نے حملہ آور کو گھونسا پر رکھ لیا۔ وہ مار کھاتے ہوئے جُھکنے لگا میں نے اُسے دونوں ہاتھوں پر اُٹھا لیا پھر روزانہ کی طرف دوڑ لگائی۔ وہ چیخ مار کر بھاگی۔ میں نے تو محض دھمکی دی تھی۔ وہاں سے پلٹ کر دوسرے حملہ آور پر اُسے پھینک دیا۔

میرا محافظ ڈرائیور بڑا زبردست فائٹر تھا۔ وہ چاروں غنڈوں کو میری طرف آنے کا بہت کم موقع دیتا تھا، اس لیے مجھے روزانہ سے شرارتیں کرنے کا موقع مل رہا تھا۔ وہ بھاگ کر اپنی کار کی اگلی سیٹ پر پہنچ گئی تھی۔ دروازہ بند کرنا چاہتی تھی۔ میں نے ایک جھٹکے سے کھول کر پوچھا "کیا چشمہ نہیں اُتروا ؤ گی؟"

اُس نے ڈرائیور سے کہا "گاڑی چلاؤ"

میں نے ڈرائیور کی گردن دبوچ کر کہا "تم کسی کے جھگڑے میں نہیں ہو لہٰذا جانبدار ہو کر اپنا نقصان نہ کرنا"

اُس نے کہا "میں گاڑی نہیں چلاؤں گا"

میں نے اُس کی گردن چھوڑ دی۔ روزانہ اب پریشان ہو کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ اُس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا "میں دوستی کرنا چاہتی ہوں، آؤ میرے پاس بیٹھو"

"تمہارے آدمیوں نے میری گاڑی کا کچومر نکال دیا ہے، پہلے اس کی قیمت ادا کرو"

"میں ہوٹل پہنچ کر چند گھنٹوں کے اندر نئی گاڑی پیش کروں گی، آجاؤ میرے پاس"

"پاس آ کر ہم ایک دوسرے کے متعلق سوالات کریں گے، تم ڈرائیور کے ذریعے میری بات کا ترجمہ سمجھ رہی ہو، کیا ڈرائیور کو رازدار بناؤ گی؟"

وہ بڑی حیرانی اور پریشانی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"تم کیسے جانتے ہو کہ میں تمہاری بات دوسرے کے ذریعے سمجھ رہی ہوں، آخر تم کون ہو؟"

"دیکھو پھر ڈرائیور کے سامنے سوال کر رہی ہو"

اُس نے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ لیا۔ میری بات سے قائل ہو کر کار سے باہر نکلی۔ باہر اُس کے دو غنڈے زمین پر زخمی اور نڈھال پڑے تھے، تیسرا لڑ رہا تھا، چوتھا بھاگ گیا تھا۔ وہ بولی "اسٹاپ یو بلڈی فول! ایک آدمی سے مار کھاتے جا رہے ہو، اِدھر آؤ"

اُس کے ساتھ میرا ڈرائیور بھی آیا۔ وہ میرے ڈرائیور کے ذریعے گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "تم میرے ڈرائیور کے دماغ میں نہیں پہنچ سکو گی، اپنے آدمی سے کہو کہ یہ گاڑی لے چلے"

وہ میری بات سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ ہوٹل کا ڈرائیور ہماری کار میں چلا گیا۔ ہوٹل کی کار کی اگلی سیٹ پر میرا ڈرائیور اور اُس کا خاص آدمی بیٹھ گیا۔ وہ میرے پاس پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ آتے ہی پوچھا۔ "کیا اب میرے بدن سے بُو نہیں آ رہی ہے؟"

گاڑی اسٹارٹ ہو کر شہر کی طرف جانے لگی۔ میں نے کہا "میں نے تمہیں چھیڑنے کے لیے ایسی حرکت کی تھی"

"کیوں چھیڑنا چاہتے تھے؟"

"دوستی کرنے کے لیے ہی جوان عورت کو چھیڑا جاتا ہے"

"تم انگریزی سمجھ رہے ہو، بولتے کیوں نہیں؟"

"میں اپنی کھوپڑی کو ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں"

"تم میرے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"جاننے کے لیے کیا رہ جاتا ہے۔ ابھی ہماری دُنیا میں صرف دو ہی عورتیں ٹیلی پیتھی جانتی ہیں، ایک رسونتی اور دوسری شیبا۔ اور تم دونوں میں سے ایک ہو"

اُس نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ میں نے اُس کی یہ خوش فہمی قائم رکھی کہ ان تین بھائی بہن تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اور یہ تو کوئی جان ہی نہیں سکتا کہ ایک تیسری عورت بھی خیال خوانی کرتی رہتی ہے۔

وہ مُسکراتی ہوئی بولی "تم دلیر بھی ہو اور ذہین بھی، یہ بتاؤ کہ مجھ تک کیسے پہنچے؟"

"میں دو دن سے تمہاری نگرانی کر رہا ہوں۔ تم ہوٹل سے کم نکلتی ہو لہٰذا میں نے بھی ایک کمرہ تمہارے ساتھ ہی لے لیا۔ یعنی تمہیں دُور سے بھی دیکھتا رہا اور قریب سے بھی۔ تم باتیں کرتے وقت کسی کی بھی آنکھوں میں توجہ سے جھانکتی ہو۔ خصوصاً جس کی زبان نہیں سمجھتیں اُس کی آنکھوں میں ضرور گھنا چاہتی ہو۔ مجھے شبہ ہوا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ تصدیق کے لیے کمبل نے سیاہ چشمہ پہن لیا اور مقامی زبان بولنے لگا پھر تمہیں اتنا غصہ دلایا کہ تم میرے پیچھے پڑ گئیں، اب نتیجہ سامنے ہے"

"تم کون ہو؟"

"ظاہر ہے میرا تعلق کسی سُراغ رساں ٹیم سے یا جرائم پیشہ تنظیموں سے ہوگا۔ ویسے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والیاں فرہاد کی جگہ ہیں تم مجھ سے دُور رہو۔ اور میں تم سے فاصلہ رکھوں، ورنہ اکھ دلیر ہونے کے باوجود فرہاد کا رقیب بننے کی جرأت نہیں کر سکوں گا"

"یہ غلط ہے کہ میں اُس کی جاگیر ہوں، میں نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے، تم مجھے رسونتی سمجھتے ہو یا شیبا؟"

"میں نے رسونتی کے ریکارڈ فائل میں اُس کی تصویر دیکھی ہے تم ویسی نہیں ہو، اگر میک اَپ میں ہو تب تمہارے چہرے کی ساخت ہندوستانی نہیں ہے تم یقیناً تبتا ہو"

وہ مُسکرا کر بولی "تم واقعی ذہین ہو"

"مجھے تعین نہیں آنا کہ تم نے فرہاد کو چھوڑ دیا ہے"

"یقین کر لو یہودی اور مُسلمان میں دوستی نہیں ہو سکتی"

"پھر تو مجھے تم سے دُور رہنا چاہیے"

"کیا تم بھی مُسلمان ہو؟"

"یہ بات نہیں ہے، تم فرہاد کو چھوڑ کر مجھ سے دوستی کرو گی تو وہ میرا دُشمن بن جائے گا اور وہ تو ہماری ہندی زبان جانتا ہے۔ کیا تمہارے ذریعے میرے دماغ میں پہنچ گیا ہوگا؟"

وہ غصے میں بولی "اُس کا باپ بھی نہیں پہنچ سکتا، وہ جب بھی میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے، میں سانس روک لیتی ہوں، میرے ذریعے وہ تمہیں کبھی قریب نہیں کر سکے گا"

"تم مدراس میں کیا کر رہی ہو؟"

"یہی سوال میں تم سے کرتی ہوں"

"بڑی چالاک ہو۔ میں اپنا مقصد بتا رہا ہوں اگر تم ساتھ دو گی تو ہم ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دے سکتے ہیں"

"کیسا کارنامہ؟"

"واہ، عورت کیا چیز ہے، دوسروں کا بھید تو معلوم کر لیتی ہے، اپنا نہیں بتاتی۔ تم مجھ سے ہی پوچھتی جا رہی ہو، میرے سوال کا جواب نہیں دو گی کہ اس شہر میں کیا کر رہی ہو؟"

"میں کوٹوں ڈالر کے ہیروں کے چکر میں آئی ہوں"

"سمجھ گیا، میں نے پچھلی رات ہیرا سوامی اور نیلما داسی کو اجنتا کے ایک مندر میں دیکھا تھا"

"تم بہت دُور تک پہنچے ہوئے ہو مسٹر قادر! کیا یہی تمہارا اصلی نام ہے"

"میرا نام کچھ اور ہے، کام کچھ اور ہے، جہاں سے آیا ہوں وہ مقام کچھ اور ہے۔ ہماری دوستی ہونے کے باوجود میں تمہیں اپنی اصلیت تک پہنچنے نہیں دوں گا"

"تمہاری مرضی مگر یہ تو بتاؤ، ہم دونوں مل کر کون سا کارنامہ انجام دے سکتے ہیں؟"

میں نے کہا "آج کل ہندوستان غیر ملکی جاسوسوں، خطرناک تنظیموں کے مجرموں اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مرکز بنا ہوا ہے کیونکہ وہ پُراسرار بھائی بہن جنہوں نے ٹرانسفارمر مشین ایجاد کی ہے اُن میں سے کوئی یہاں موجود ہے"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"وہ بہن بھائی ہیرا سوامی کے دوست ہیں، تم جن ہیروں کے چکر میں آئی ہو، وہ ہیرا سوامی کی ملکیت ہیں اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اُس کی مدد کے لیے یہاں موجود ہیں، اگر اُن میں سے ایک بھی ہاتھ آ جائے تو ہم اُسے اغوا کر کے کہیں لے جائیں گے اور اُس سے ٹرانسفارمر مشین کا راز معلوم کر لیں گے"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ میں نے پوچھا "ساتھ نہیں دو گی؟"

"دے سکتی ہوں مگر تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے دُشمن بن جائیں گے۔ کوئی اپنے مقابل ایک نئے خیال خوانی کرنے والے کو برداشت نہیں کرے گا، اس لیے تمہیں کوئی اس مشین تک پہنچنے نہیں دے گا"

"کیا تم بھی یہی چاہو گی؟"

"ظاہر ہے کون اپنا حریف بننا چاہتا ہے، میں ایک شرط پر تمہارا ساتھ دوں گی، اگر وہ مشین تمہارے ہاتھ لگے تو اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لینا میرے ہاتھ لگے گی تو اس مشین کو برباد کر دوں گی"

"دونوں کا مقصد ایک ہے مشین حاصل کرنا مگر ارادے مختلف ہیں۔ کوئی بات نہیں، میں تمہیں اس مشین کو تباہ کرنے نہیں دوں گا"

"اور میں تمہیں ٹیلی پیتھی سیکھنے نہیں دوں گی"

میں مُسکرانے لگا۔ وہ بولی "کیا اس طرح ہم ایک دوسرے کے دُشمن نہیں بن گئے؟"

"ہاں مگر چھپے ہوئے دُشمن نہیں ہیں، میں تمہاری اصلیت معلوم کر چکا ہوں اور تمہیں بھی میرے متعلق بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے"

ہم ہوٹل پہنچ گئے۔ کار سے اُتر کر اندر آئے پھر لفٹ کے ذریعے اُوپر جانے لگے۔ ڈرائیور میرے ساتھ تھا پھر ہم اپنے اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ میں نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا "صبح تک مجھے نئی کار چاہیے"

"مل جائے گی" وہ اندر گئی پھر دروازہ آدھا کھلا رکھ کے ساتھ دروازے کو بند کر لیا۔ تیزی سے خون کے پاس گئی۔ ریسیور اُٹھا کر نمبر سے رابطہ قائم کیا پھر اپنے خاص آدمی کو بُلایا۔ اُسے ڈانٹ کر کہنے لگی "یہ تم لوگ غنڈے اور پہلوان بنتے ہو۔ اس کے ڈرائیور سے مار کھا گئے"

"میڈم! میں دھوکا کھا گیا، اُسے شریف آدمی سمجھ کر معمولی بدمعاشوں کو لے آیا تھا۔ آپ حکم دیں، میں خطرناک فائٹروں اور قاتلوں کو کرائے پر لا سکتا ہوں"

"میں بڑی سے بڑی قیمت دوں گی۔ صبح تک قادر خان کو ٹھکانے لگا دو، اس سلسلے میں میرا نام نہیں آنا چاہیے"

میں نے اپنے بستر پر بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا "پڑوسن کے کمرے سے ابھی جو نکل رہا ہے، اُسے ٹھکانے لگا دو پھر چار گھنٹے بعد تمہاری

ضرورت ہوئی، جاؤ آرام کرو۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے دروازے کو اندر سے لاک کیا پھر روزانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کا زرخرید جا چکا تھا۔ اس نے بھی دروازے کو اندر سے بند کر لیا تھا۔ ٹراسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر رہی تھی پھر وہ کہنے لگی "ہیلو مسٹر شرما! آپ نے کیسے بوگس غنڈے سپلائی کیے ہیں، سب ناکارہ ہیں۔ اگر تمہارے دیس میں ایسے ہی لوگ ہیں تو اتنی بڑی ڈکیتی کی پلاننگ خاک میں مل جائے گی۔"

شرما نے کہا "میڈم! اس دیس میں ایک سے ایک ولیر اور چالاک موجود ہے۔ اس ڈکیتی میں دیسی مجرموں کے ساتھ بدنام زمانہ غیر ملکی مجرم بھی رہیں گے۔ بڑی صفائی سے وہ تمام مال سرحد پار لے جائیں گے۔"

"میرے ساتھ والے کمرے میں ایک نہایت ہی پُراسرار شخص ہے۔ وہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے، اُس سے پیچھا چھڑاؤ۔"

شرما نے کمرہ نمبر پوچھا۔ وہ بولی "میرے کمرے کا نمبر چھ ہے اور اُس کے کمرے کا نمبر سات ہے۔"

"آپ آرام سے سو جائیں، وہ صبح اپنے کمرے میں مُردہ پایا جائے گا۔"

"کیا اتنا سے مال ابھی تک نہیں پہنچا؟"

"آدھی رات سے پہلے پہنچ جائے گا۔ ہم اسی شہر میں اُسے اُڑا لے جانے کی کوشش کریں گے۔"

جب میں ختم ہو گیا میں نے شرما کے پاس پہنچ کر معلوم کیا، وہ ہندوستان میں اسرائیلی ایجنٹ تھا۔ اسرائیل سے آنے والے جاسوسوں اور دیگر شہریوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین کی ایک ٹیم آئی تھی، شرما اس ٹیم کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اُسے حکم دیا گیا تھا کہ بے شمار قیمتی ہیرے ہندوستان کے کسی شہر سے اسرائیل پہنچائے جائیں گے۔ اس سلسلے میں جو اسرائیلی ٹیم آئی ہے، اُس کی ہر ضرورت پوری کی جائے اور تمام ممکن ذرائع استعمال کر کے اُنھیں سہولتیں فراہم کی جائیں۔

شرما کو خبردار کیا گیا تھا کہ ان کے مقابلے میں فراڈ کی ٹیم بھی وہاں موجود ہے لہٰذا خاص مرحلوں میں ہوشیار رہنے والے ماتحتوں سے کام لیا جائے۔ اسرائیلی ٹیم میں دو بے رحم قاتل اور فائٹر ایسے تھے جو سانس روک لیتے تھے۔ روزانہ بھی اُن کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی تھی، اُن میں سے ایک کا نام فیٹی اور دوسرے کا نام گارسن خنا۔

میں نے روزانہ کے ذریعے طریقۂ کار معلوم کیا۔ بس پردہ یہ حقیقت تھی کہ ہارپر اور شارپر اپنی بہن کی مدد کر رہے تھے۔ اُنھوں نے اسرائیلی حکومت سے کہا تھا کہ دونوں بھائی ہندوستان سے وہ ہیرے اسٹینبول پہنچانا چاہتے ہیں۔ اسرائیلی حکام بھلا اتنی سی بات کیوں نہ مانتے، اُنھوں نے اسرائیل سے وہی ٹیم روانہ کر دی۔ دونوں بھائیوں نے یہ ظاہر کیا کہ ان کی طرف سے روزانہ نامی ایک عورت اسرائیلی ٹیم میں شریک رہے گی لیکن کسی کی پابند نہیں رہے گی۔ دونوں بھائی اُس عورت کے دماغ میں آتے جاتے رہیں گے اور اس کے ذریعے متعلقہ لوگوں سے رابطہ رکھیں گے۔

یہ تمام نمائشی باتیں تھیں۔ روزانہ خود ہی خیال خوانی کرتی تھی، اپنے منصوبے کے مطابق احکامات جاری کرتی تھی اور تاثر یہ دیتی تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آلۂ کار بن کر احکامات سُنا رہی ہے، اُس طرح وہ خود محفوظ تھی۔ یہ اب تک انکشاف نہیں ہوا تھا کہ ان بھائیوں کے علاوہ ایک بہن بھی خیال خوانی کی صلاحیت رکھتی ہے۔

شرما نے وعدہ کیا تھا، سات نمبر کمرے کا مسافر صبح مُردہ پایا جائے گا۔

اُس کی پلاننگ کے مطابق رات کے دو بجے میرے کمرے میں بے ہوش کرنے والی گیس داخل کی جائے گی۔ تھوڑی دیر بعد کوئی قاتل لاک کھول کر یا توڑ کر کمرے میں آئے گا اور مجھے قتل کر کے چلا جائے گا۔

میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے شرما کے پاس پہنچتا رہا۔ ایک بار میں نے اُس قاتل کی آواز سُن لی، جسے شرما میرے سلسلے میں ہدایات دے رہا تھا۔ اب مجھے اُن کی طرف سے اطمینان تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی، نو بج رہے تھے۔ روزانہ کھانے سے پہلے ایک پیگ پی رہی تھی۔ کھانے کے بعد اطمینان سے سونے والی تھی، شرما کی رپورٹ کے مطابق وہ میرے آدھی رات تک مدراس شہر پہنچنے والے تھے۔ وہ اپنے دماغ کو ہدایت دے کر سونے والی تھی کہ رات بارہ بجے آنکھ کھل جائے۔

ابھی ذرا فرصت تھی۔ میں شیلی کے پاس آگیا۔ وہ منٹے عمل میں پہنچ گئی تھی۔ کتنے ہی ملازم وہاں، صفائی اور سجاوٹ میں لگے ہوئے تھے۔ کئی وایساں اُس کے بدن پر اُبٹن لگا رہی تھیں۔ جب میں پہنچا تو وہ وایسوں کو باہر جانے کا کہہ رہی تھی تاکہ باقی اُبٹن ان سے چھپ کر لگ سکے۔ میں بھی اُس کے دماغ سے چلا آیا۔ مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ مگر رات کے کھانے کے بعد غنودگی طاری ہو سکتی تھی، یا سستی محسوس ہوتی۔ میں نے سینڈوچز منگوا کر کھائے، پیے۔ اس وقت تک روزانہ بستر پر آ کر لیٹ گئی تھی اور اپنے دماغ کو ہدایات دے رہی تھی۔

میں نے پندرہ منٹ تک انتظار کیا پھر اُس کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا۔ ٹیلی پیتھی جانتے اور دماغ کو ہدایات دینے سے کیا ہوتا ہے۔ شراب پینے اور قیاسی کرنے والی کا دماغ بے حس ہوتا ہے، پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا۔ میں نے اُس پر تنویمی عمل کیا، اُسے اپنی معمول بنایا پھر حکم دیا، وہ خوابیدہ رہے گی لیکن بستر سے اُٹھ کر دروازہ کھولے گی۔

اس حکم کے ساتھ ہی میں نے اپنے کمرے سے باہر آ کر دروازے کو لاک کیا۔ ساتھ والے چھ نمبر دروازے کے سامنے پہنچا، اُسی وقت وہ کھل گیا۔ وہ باریک ریشمی نائٹی میں کھڑی ہوئی تھی۔ دروازہ کھول کر گھوم گئی، آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر سب سے پہلے اُس کے اپیچ کو کھول کر دیکھنے لگا۔ وہ ریموٹ کنٹرول جو فانوس نما میکنزم کو آپریٹ کرتا تھا اور دوسری چھت کے خفیہ خانے میں پہنچایا تھا، مجھے مل گیا۔

وہ ایک پاکٹ ریڈیو تھا۔ اس کے ایک حصے میں کیسیٹ ریکارڈر کی طرح بٹن لگے ہوئے تھے۔ ایک بٹن کو دبانے سے ننھی اسکرین پر لکھا ہوتا تھا پروگرام آن ایئر! اس سے یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ وہ پاکٹ ریڈیو آن ہو گیا ہے، اب ہوا کے دوش پر پروگرام سُنا جا سکتا ہے اور واقعی ریڈیو آن ہو جاتا تھا۔

لیکن اس کا دوسرا مطلب ہوتا تھا کہ ریموٹ کنٹرول اب ہوا کے دوش پر فانوس نما میکنزم سے مربوط ہو چکا ہے۔ اس کے دو صفر دو کے بٹن دبانے سے میکنزم کا لاک کھل جاتا تھا پھر سُرخ بٹن کو دباتے ہی دوسری چھت متحرک ہو کر خفیہ خانے تک پہنچنے کے لیے چھوٹا سا خلا پیدا کر دیتی تھی۔

میں نے جناب شیخ صاحب کو مخاطب کیا پھر کہا "میں اس ٹرانسمیٹر مشین کے تیسرے حصے کا سُراغ لگا چکا ہوں۔ یہ ایک دوہری چھت کے خفیہ خانے میں ہے۔ چھت سے فانوس نما میکنزم منسلک ہے، جس کا لاک ریموٹ کنٹرول کے ذریعے کھلتا ہے۔ وہ ریموٹ کنٹرول ابھی میرے ہاتھ میں ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ اس کی بناوٹ اور تکنیک کو میرے ذریعے سمجھ لیں اگر آپ ایسا ہی دوسرا ریموٹ کنٹرول بنوا سکیں تو میں اسے یہیں چھوڑ کر چلا جاؤں، یوں شُبہ نہیں ہوگا کہ ہم تیسرے حصے کا سُراغ لگا چکے ہیں۔"

اُنھوں نے کہا "معلوم ہوتا ہے تم ہارپر کے بعد شارپر یا لیڈی روزینہ تک پہنچ گئے ہو۔"

"جی ہاں، لیڈی روزینہ کا اصل نام روزانہ آرمر ہے۔ میں اُس پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اُس کے کمرے میں آ گیا ہوں، اب آپ ریموٹ کنٹرول کی تفصیل سُنیے۔"

"ذرا ٹھہرو، میں الیکٹرونکس کے ماہرین کو بُلاتا ہوں۔"

بابا صاحب کے ادارے میں ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے ماہرین اور طلبا و طالبات رہتے تھے۔ دس منٹ کے اندر دو ماہرین جناب شیخ صاحب کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ میری باتیں شیخ صاحب کے ذریعے سُنے گئے۔ ایک ماہر کاغذ پر ڈایاگرام بناتا جا رہا تھا اور اس سلسلے کی اہم باتیں نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ آدھے گھنٹے کے بحث مباحثے کے بعد دونوں ماہرین نے کہا "یہ کوئی پیچیدہ کنٹرول نہیں ہے، بلکہ اسے پاکٹ ریڈیو ثابت کرنے کے لیے پیچیدگی پیدا کی گئی ہے۔"

شیخ صاحب نے کہا "ہمارے ادارے میں جو ریموٹ کنٹرولرز ہیں، کیا وہ کام آ سکتے ہیں؟"

"بے شک آ سکتے ہیں، ہم کل تک ایک ریموٹ کنٹرولر کو ڈیجیٹل بنا دیں گے تاکہ دو صفر دو کے ہندسے سے میکنزم کا لاک کھل سکے۔"

میں نے سونیا، رسونتی، اعلیٰ بی بی اور پومی کی خیریت دریافت کی۔ اُنھوں نے جواب دیا "بخیریت ہیں اور یہ سب کی سب بڑی مستقل مزاجی سے یوگا میں مہارت حاصل کرتی جا رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اُن کی موجودگی سے دشمن محتاط ہیں اور ادارے کا رُخ نہیں کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا "اسرائیلی بلائنڈ کلب کے پُراسرار ممبروں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ چوبیس گھنٹے کے بعد اس بات کی ٹھوس پلاننگ پیش کریں گے کہ بابا صاحب کے ادارے میں کس طرح داخل ہو کر اُسے کھنڈر بنایا جا سکتا ہے؟"

"کیا تم بلائنڈ کلب کے پُراسرار پلانرز تک پہنچ رہے ہو؟"

"فی الحال یہ ناممکن لگ رہا ہے۔ ان پُراسرار ممبران نے بڑی زبردست پُراسراریت اختیار کی ہے اور اس بلائنڈ کلب کے اطراف ایسے سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں کہ فی الحال خیال خوانی کا پرندہ بھی پَر نہیں مار سکتا۔"

"پھر تمہیں یہ معلومات کیسے حاصل ہوئیں؟"

"دونوں بھائی شارپر اور ہارپر نے اسرائیلی حکام سے رابطہ رکھنے کے لیے وہاں کے دو افسران کو ذریعہ بنایا ہے۔ شارپر ایک سینئر افسر کیری ہام کی زبان اور دماغ سے گفتگو کرتا ہے اور ہارپر ایک جونیئر افسر تھامسن کو اپنا ذریعہ بناتا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ کیری اور شبانہ خیال خوانی کے ذریعے ان سینئر اور جونیئر افسران تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

شیبا کے ذکر پر شیخ صاحب نے بڑے دُکھ سے کہا "میری بیٹی بہت یاد آ رہی ہے، خدا اُسے اور آمنہ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ کیا تمہیں کوئی خبر ہے اُن کی؟"

"نہیں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا "انسان کے پاس کوئی سی بھی غیر معمولی صلاحیت ہو، وہ فوراً پُراسرار بننے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ شیبا کو بھی یہی بیماری لگ گئی ہے۔"

"کیا وہ تمام ہیرے برآمد ہو گئے؟"

"جی ہاں، مدراس شہر پہنچنے والے ہیں۔ یہاں دوسری تمام خطرناک تنظیموں کے علاوہ اظہر پول کے جاسوس بھی موجود ہیں۔ ہیروں کا تو محض بہانہ ہے۔ سب ہی کی کوشش ہو گی کہ ٹرانسمیٹر مشین ایجاد کرنے والے بھائی بہن میں سے کوئی ہاتھ لگ جائے۔"

شیخ صاحب نے کہا "وہ تمہاری تاک میں بھی ہوں گے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے، ہم تم اس مشین کو برداشت نہیں کر رہے ہیں، اسے برباد کر دینا چاہتے ہیں۔ دشمنوں کی نظر ہم پر ہے، وہ اسے برباد نہیں کرنے دیں گے۔"

"میں چاہتا ہوں، کل وہ ریموٹ کنٹرولر تیار ہو جائے تو آپ سونیا کو استنبول روانہ کر دیں۔ میں اس کی راہنمائی کروں گا۔"

اُنھوں نے کہا "آج پھر سونیا پر تنویمی عمل ہو گا۔ اس کے دماغ میں دو متعلق کو ڈور ڈز نقش ہوں گے۔ ان کو ڈور ڈز کی ادائیگی کا خاص انداز ہو گا، جب تم انھیں ادا کرو گے تو وہ تمہیں دماغ میں آنے کی

اجازت دے گی۔

میں ضروری باتیں کرنے کے بعد روزانہ کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ وہ بڑے آرام سے چاروں شانے چت لیٹی سو رہی تھی۔

اس رات اُس کی بے رحمی غافل تھی۔ اس کا حُسن و شباب کسی کو بھی دیوانہ بنا سکتا تھا۔ میں بھی انسان ہوں لیکن مجھ پر شیلی کا جادو چل رہا تھا جو لوگ شاعرانہ حُسن سے سحر زدہ ہوتے ہیں اُن پر روزانہ جیسا چیختا ہُوا بازاری حُسن اثر نہیں کرتا۔

میں نے تمام سامان کی تلاشی لی۔ ایک موہوم سی اُمید تھی شاید اُس کے البم سے اُس کے بھائیوں کی تصویریں حاصل ہو جائیں مگر وہ ایسی نادان نہیں تھی کہ تصویریں لیے پھرتی۔ میں نے اُس کے ریوٹ کنٹرولر کو جہاں تھا وہیں رکھ دیا۔ ہر چیز اُس کی جگہ رہنے دی پھر گھڑی دیکھی، بارہ بجنے والے تھے۔

اُس نے اپنے دماغ کو جو ہدایات دی تھیں انھیں میں نیوی عمل کے ذریعے مٹا چکا تھا۔ میں نے دروازہ کھول کر دیکھا، کوریڈور ویران تھا پھر اُس کی جانب گھوم کر دیکھا، اُس کا خوابیدہ دماغ میرے تابع عمل تھا، وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ نیند میں چلتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ساتھ لے کر اپنے کمرے کے دروازے پر آیا پھر اُسے کھول کر روزانہ کو اندر لے آیا، دروازے کو بند کرنے کے بعد اُسے اپنے بستر پر لٹا دیا۔

اسی فلور کے کمرہ نمبر نو میں ایک جوڑے نے قیام کیا تھا۔ وہ چند بھان کے خاص لوگ تھے۔ میں نے نو نمبر پر دستک دی، اُس شخص کو لے کر کمرے میں آیا پھر کہا "میرے پاس صرف ایک چابی ہے، اسے اپنے کمرے میں لے جاؤ۔ میرے کمرے کی چابی رکھو، میں جا رہا ہوں، صبح پانچ بجے کاؤنٹر کلرک کو بھاری رشوت دے کر رجسٹر میں یہ لکھوا دینا کہ میں رات دس بجے یہ کمرہ چھوڑ چکا تھا۔"

اُس نے ادب سے کہا "آپ کا حکم سر آنکھوں پر، اگر اجازت ہو تو ایک سوال کروں؟"

"بے جھجک سوال کرو۔"

"کیا یہ عورت اسی کمرے میں رہے گی؟"

"ہاں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"آپ نے فرمایا صبح پانچ بجے کاؤنٹر کلرک کو رشوت دے کر اپنا کام کیا جائے، کیا یہ کام ابھی نہیں ہو سکتا؟"

"نہیں، جو وقت مقرر کیا ہے اُسی وقت کام ہونا چاہیے۔ مجھے افسوس ہے اس کے لیے تمھیں رات بھر جاگنا ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں جناب۔"

وہ میری ٹپی اُٹھا کر باہر آیا۔ میں نے دروازے کو لاک کر کے چابی اُسے دیتے ہوئے کہا "صبح ساڑھے چار بجے تک اس دروازے کے سامنے یا کمرے کے اندر کچھ بھی ہو، تم مداخلت نہ کرنا، بلکہ اِدھر کا رُخ ہی نہ کرنا۔"

اُس نے فرماں برداری سے سر ہلایا مگر پریشان تھا۔ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ اس عورت کو کمرے میں لاک کیوں کیا گیا ہے؟ میں نے سختی سے کہا "میرے کسی معاملے پر پریشان ہو کر نہ کچھ سوچنا اور نہ ہی صبح تک کی ڈیوٹی میں کوتاہی کرنا۔ اس سلسلے میں ذرا بھی خلل ہو گی تو چند جانیں تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

وہ سہما ہُوا سا چلا گیا۔ میں لفٹ کے ذریعے نیچے آیا۔ میرا محافظ ڈرائیور چار گھنٹے بعد آ کر ویٹنگ رُوم میں انتظار کر رہا تھا۔ میں نے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ ہوٹل کے کاؤنٹر کے پیچھے کلرک کرسی پر سو رہا تھا۔ ہم دبے پاؤں چلتے ہوئے باہر آئے۔ پارکنگ ایریا میں پہنچ کر اپنی کار میں بیٹھ گئے۔ ایک منٹ کے اندر ہی ہم ہوٹل سے دُور ایک شاہراہ سے گزر رہے تھے۔

میرے محافظ ڈرائیور کا نام سنت رام تھا۔ اُسے سنتو کہتے تھے۔ اُس نے روزانہ کے اُس زرخرید کو ٹھکانے لگا دیا تھا جو مجھے ٹھکانے لگانے والا تھا۔ میں نے اُس کی رپورٹ سُن کر کہا "سنتو! تم بہت ہی پرفیکٹ باڈی گارڈ ہو۔ میں تمھیں پسند کرتا ہوں، اب میں خاموش رہوں گا، مداخلت نہ کرنا۔"

آدھی رات گزر چکی تھی۔ بے چاری شیلی میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں خود اس کے پاس پہنچنے کے لیے بے تاب تھا مگر کچھ اہم مسائل سے نمٹنا تھا۔ اسی لیے میں کسی سے دل کے معاملات میں وعدہ نہیں کرتا۔ وعدہ پورا نہ ہونے پر افسوس بھی ہوتا ہے اور انتظار کرنے والی کو دُکھ بھی پہنچتا ہے۔

شیلی ابھی اچھی طرح نہیں سمجھتی تھی کہ میں کس طرح خطرات سے کھیلتا رہتا ہوں۔ وہ مایوسی سے یہی سوچتی کہ میں اسے نظر انداز کر رہا ہوں۔ ابھی اُسے سمجھانے منانے کا وقت بھی نہیں تھا، میں نے فی الحال یہی مناسب سمجھا کہ اُسے چُپ چاپ سُلا دینا چاہیے۔

اسے قرار نہیں تھا، وہ سولہ سنگھار کیے کبھی دروازے پر آتی تھی، کبھی اُوپر بالکونی سے دُور تک دیکھتی تھی، میرے انتظار میں عمل کی تمام کنیزیں، خادم اور مسلح محافظ جاگ رہے تھے۔ میں نے شیلی کو تھکن کا احساس دلایا۔ ذرا کمر سیدھی کرنے کے لیے بستر پر پہنچایا۔ اس کے بعد ٹیلی پیتھی کی لوری سُنا کر سُلا دینا کچھ مشکل نہ تھا، آخر وہ سو گئی۔

واہ! یہ اُس کی شادی کی جگمگاتی رات تھی۔ آہ! میں نے اُس کی بند آنکھوں کے پیچھے تمام جذبوں اور مسرتوں کو بجھا دیا تھا۔ میں کیا ہوں؟ محبت بھی کرتا ہوں، محبت سے دُشمنی بھی کرتا ہوں۔ اے دل والیو! کیوں مجھ سے دل لگاتی ہو؟

▲▲

اسرائیلی ہائنڈ کلب کی جانب سے یقین دلایا گیا تھا کہ چوبیس گھنٹے بعد ایک اہم پلاننگ پیش کی جائے گی۔ وہ چوبیس گھنٹے پورے ہو چکے تھے۔ ہارپر ایک جونیئر آفیسر تھا سن کے دماغ میں تھا۔ میں نے سینئر آفیسر کیری ہام کے پاس جا کر چُپ چاپ سُنا۔ شارپر اُس آفیسر سے کہہ رہا تھا "میں نے اپنے پاس اس پلاننگ کو ریکارڈ کرنے کا انتظام کر لیا ہے، جو ابھی پیش کی جائے گی۔"

میں نے شیخ صاحب کو مخاطب کر کے کہا "وہ خفیہ پلاننگ سامنے آ رہی ہے۔ میں آپ کے دماغ میں آ کر بولتا رہوں گا، آپ اسے نوٹ کرتے جائیں یا خود زبان سے بولتے ہوئے ریکارڈ کرتے جائیں۔ میں آپ کے پاس آتا جاتا رہوں گا۔"

کیری ہام اور تھامسن ایک دوسرے کے سامنے صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ گویا شارپر اور ہارپر دونوں بھائی اُن کے دماغوں میں آمنے سامنے گفتگو کر رہے تھے۔ قریب ہی ایک بڑا سا ٹی وی تھا۔ جو کیری ہام کے قریب رکھے ہوئے کمپیوٹر سے منسلک تھا۔ چند منٹ انتظار کرنے کے بعد فون کی گھنٹی سنائی دی۔ تھامسن نے ریسیور اُٹھا کر سُنا پھر کیری ہام سے کہا "آپ کے کمپیوٹر کو وہ پلاننگ فیڈ کی گئی ہے، آپ اُسے آپریٹ کریں۔"

ٹی وی اسکرین آن ہو گیا۔ وہ کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ اسکرین پر حروف اور لفظوں کی صُورت میں معلومات حاصل ہونے لگیں۔ وہاں تحریر اُبھرتی جا رہی تھی۔ کیری ہام اور تھامسن پڑھ رہے تھے۔ شارپر اور ہارپر سُن رہے تھے اور ریکارڈ کر رہے تھے۔ دوسری طرف میں بھی کیری ہام کے ذریعے سُن رہا تھا اور شیخ صاحب کو اہم باتیں نوٹ کراتا جا رہا تھا۔

ہائنڈ کلب کا کمپیوٹر تحریر کی زبان سے کہہ رہا تھا۔

"جنٹلمین، ہم منصوبہ پیش کرنے سے پہلے تمہیدی مشورہ دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ پہلا مشورہ ہے، آپ ایسے افراد کا انتخاب کریں جو ذہین اور حاضر دماغ ہوں اور اپنے اپنے شعبے میں غیر معمولی مہارت رکھتے ہوں۔

دوسرا مشورہ ہے، وہ افراد کسی قسم کا نشہ نہ کرتے ہوں۔ عورت سے دُور رہتے ہوں، جو نہ کسی کے دوست ہوں، نہ رشتے دار اور نہ کسی ایسے معاملے سے متعلق ہوں، جو اُن کی کمزوری بن سکے۔

تیسرا مشورہ ہے، وہ افراد ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہنے کا ہُنر جانتے ہوں۔

آخری مشورہ ہے، وہ افراد زندگی سے بیزار ہوں۔ ریوالور کے چیمبر میں پانچ گولیاں دُشمن کے لیے اور ایک گولی اپنے لیے رکھتے ہوں اور ایک کتے کی طرح اس کے وفادار رہیں جس کا وہ کام کرنے جا رہے ہوں۔"

اس کے بعد بابا صاحب کے ادارے کا ذکر شروع ہُوا۔ اسکرین پر اُبھرتی ہوئی تحریر کہہ رہی تھی۔

"بابا فرید واسطی کا ادارہ کوئی مسیح مچ فولاد کا نہیں ہے البتہ وہاں دھنوانوں کی ذہانت نے اُسے ناقابلِ تسخیر بنایا ہُوا ہے۔ اگر کسی گھر کا دروازہ بند ہو، اندر جانے کی اجازت نہ ملتی ہو اور نقب لگانے کے

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و
تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص
کی آپ بیتی، ھَوا جس کی دوست
تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر
تھا، آگ اس کے بدن کو نمود دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے
ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصّوں میں مکمل

قیمت فی حصہ بر ۴ روپے ★ ڈاک خرچ فی حصہ بر ۱ روپے

کتابیات پبلی کیشنز، دارالاشاعت بک ۱۲۰، بہادر یار جنگ روڈ، مزنب کراچی

یعد بھی ناکامی رہتی ہو تو وقتی طور پر اُس گھر کا رُخ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کے پڑوسیوں سے دوستی کرنا چاہیے۔ ہو سکے تو پڑوس کا مکان خرید لینا چاہیے۔

اب آپ فریدہ واسطی کے ادارے کا محل وقوع دیکھیں۔ اس کے آس پاس میلوں دُور تک آبادی ہے، نارمل ہیں، یا نیکیڑیاں اور مولود وغیرہ ہیں۔ آپ اپنی استطاعت دیکھیں اُن میں سے کتنوں کو خرید سکتے ہیں۔ خریدنے والے کا مقصد کیا ہے، یہ شیخ الفارس کو معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ اگر وہ شبہ کریں تو کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔ چاروں طرف کی زمین اور عمارات کو خرید کر اس ادارے کا مکمل محاصرہ کیا جا سکتا ہے۔

محاصرے کے بعد شیخ الفارس اور ادارے والوں پر نفسیاتی دباؤ پڑے گا، اُن سے دشمنی نہیں کی جائے گی مگر وہ آپ کو دوست بھی نہیں سمجھیں گے۔ فریدہ واسطی کے ادارے کے آس پاس ایسی سائنسی ریسرچ یا لیبارٹری وغیرہ قائم کی جائے جہاں سُراغ رساں آلات نصب کیے جا سکیں۔ ایسا ٹاور اینٹینا بھی ہو جو فریدہ واسطی کے ادارے میں آمد و رفت اور دیگر مصروفیات کی تصویریں آپ کے ٹی وی اسکرین تک پہنچا سکے۔ ظاہر ہے ٹاور پر خفیہ کیمرے ہوں گے، جو وہاں کی متحرک فلمیں آپ کے لیے تیار کریں گے۔

وہ ادارہ معمولی نہیں ہے لہٰذا وہاں تک پہنچنے کا نسخہ بھی معمولی اور سستا نہیں ہو سکتا، جو منصوبہ پیش کیا جا رہا ہے اُس کے لیے یہ احتیاط لازمی ہے کہ حکومتِ فرانس کا اعتماد حاصل ہوتا رہے۔ وہاں کے جاسوس آپ کی سائنسی ریسرچ لیبارٹری وغیرہ سے کوئی ایسا ثبوت حاصل نہ کر سکیں جو شیخ الفارس کے شبہات کی تصدیق کرتا ہو۔"

ٹی وی اسکرین چند سیکنڈ کے لیے سادہ ہُوا پھر تحریر اُبھرنے لگی۔

اب منصوبے کا دوسرا حصہ پیش کیا جا رہا تھا وہاں لکھا ہُوا تھا۔

"ہ آپ اس بات کا جائزہ لیں کہ حکومتِ فرانس سے خارجی سطح پر اور کس طرح دوستی زیادہ مستحکم کی جا سکتی ہے فرانس کی انٹیلی جنس اور فوج وغیرہ میں کتنے یہودی ہیں اور جو غیر یہودی ہیں اُنہیں کس طرح خریدا جا سکتا ہے؟ اگر آپ نے انٹیلی جنس کے پچیس فیصد افراد کو بھی خرید لیا تو آپ کی سائنس لیبارٹری وغیرہ کے خلاف بھی کوئی رپورٹ حکومتِ فرانس تک نہیں پہنچے گی۔ جب حکومت مطمئن رہے گی تو شیخ الفارس بھی آپ کے خلاف بے بس رہیں گے۔

اس ادارے کے طلبا و طالبات، دیگر ماہرین اور بزرگ شاذ و نادر ہی باہر نکلتے ہیں، وہ سب ادارے کی چار دیواری میں رہتے ہیں، اس کے باوجود ان کا تعلق باہری دُنیا سے ہوتا ہے۔ ان کے کھانے پینے کا سامان باہر سے آتا ہے۔ ان کے کپڑے اور ضروریات کا تمام سامان بھی باہر کے دُکاندار سپلائی کرتے ہیں۔

کیا سپلائی کا کام آپ ہاتھ میں نہیں لے سکتے؟

آپ ان تمام دُکانوں اور فیکٹریوں پر نظر رکھیں، ان لوگوں سے دوستی کریں، جو اپنی یا ادارے کی گاڑیوں میں مال پہنچاتے ہیں۔ آپ نہایت تگڑی اور چالاکی سے ان تمام ذرائع کے مالک بن سکتے ہیں۔

اس کے لیے کچھ وقت لگے گا لیکن جب آپ دوست سپلائرین کر اُن کا دانہ پانی سپلائی کریں گے تو اس کے ساتھ روز تھوڑی تھوڑی موت بھی سپلائی کرتے رہیں گے۔

اس سلسلے میں آخری بات یاد رکھیں آپ کے جتنے اہم افراد اور رازدار ہوں وہ کبھی ٹیلی ہیتھی جاننے والوں کی گرفت میں نہ آئیں۔ جب اس منصوبے پر عمل شروع ہو، تب بلانڈ کلب سے مختلف اقدامات کے سلسلے میں تفصیلی مشورے دیے جائیں، دیس آل۔"

اسکرین صاف ہو گیا۔ کیری ہام نے ٹی وی اور کمپیوٹر کو آف کر دیا۔ شاید رنے اُس کے لہجے اور زبان میں کہا، "منصوبہ سر بہ پہلو سے عمدہ اور قابلِ عمل ہے مگر اس میں بڑا وقت لگے گا۔"

کیری ہام نے کہا، "ایک ہی دن میں کامیابی کا خواب دیکھا جا سکتا ہے، کامیابی حاصل نہیں کی جا سکتی۔"

تھامسن نے کہا، "آپ دونوں بھائی ٹیلی ہیتھی کے حربے استعمال کر چکے ہیں۔ فرہاد کی عورتیں محض عورتیں نہیں، بُلائیں ہیں۔ ان کی موجودگی میں بیکی ماسٹر جیسے آدمِ کار ہمیشہ خاک میں ملا دیے جائیں گے۔"

کیری ہام نے کہا، "آپ یہ دیکھیے، کتنی ذہانت سے منصوبہ تیار کیا گیا ہے یعنی آپ اس ادارے کے کسی فرد کو نہیں چھیڑیں گے ٹیلی ہیتھی جاننے والوں کو نہ چیلنج کریں گے نہ ہی اس منصوبے کی ہُوا انہیں لگنے دیں گے اور چُپ چاپ کام کرتے ہوئے ان کی جڑیں کاٹتے جائیں گے۔"

شاید رنے کہا، "مسٹر کیری ہام! آپ اس پر عمل کرنے کے لیے مکمل پروگرام چاک آؤٹ کریں۔ نہایت قابل افراد کا انتخاب کریں، منصوبے کے اس حصے پر زیادہ زور دیں، جس میں دانہ پانی سپلائی کرنے کا معاملہ ہے ہم بہت جلد ان تمام ذرائع کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کریں گے۔"

میں نے شیخ صاحب کے پاس آ کر یہ تمام باتیں بتائیں، انہوں نے کہا، "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے، وہ ہمیں رزقِ حلال دیتا ہے۔ دشمن ہمارے دانے پانی کو حرام نہیں کر سکیں گے۔ میں ابھی سے حفاظتی انتظامات شروع کرتا ہوں۔"

میں ان سے رخصت ہو کر کار کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہُوا۔ ڈرائیور سنتو ایک فیول اسٹیشن پر رُکا ہُوا گاڑی کی ٹنکی فل کرا رہا تھا۔ میں نے اسے اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا مگر وہ سمجھ رہا تھا کہ کار کی پچھلی سیٹ پر

گھنٹوں سفر تک میں رہنے والا کوئی علم پڑھتا رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے آئی میم صاحب کی طرح یہ صاحب بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہو۔

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا۔ میں نے پوچھا، "کیا اب تک گاڑی چلاتے رہے ہو؟"

"نہیں سر! گاڑی چلتی رہے تو آپ کو نیند آتی ہے، اس لیے میں آدھے مدراس شہر تک اسے اُتارتا رہا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں، مشکی فل کر لی ہے آپ صبح تک اسی میں نیند پوری کر سکتے ہیں۔"

میں اس کی باتوں پر مُسکرا رہا تھا۔ اُس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی، میں نے کہا، "خواہ مخواہ ڈرائیو نہ کرو، کسی ایسی جگہ لے جا کر روک دو، جہاں کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ میں ابھی ایک ڈیڑھ گھنٹا خاموش رہوں گا۔"

رات کے دو بجنے والے تھے۔ میں اُس قاتل کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک مددگار کے ساتھ ہوٹل پہنچ گیا تھا۔ اس کے ساتھ آنے والے کے پاس ایک بریف کیس تھا۔ اُس نے لفٹ کے اندر بریف کیس کو کھولا۔ اس میں قاتل کے لیے تیز دھار کا چاقو اور ایک چھوٹا گیس سلنڈر تھا اور ایک الیکٹرونک کی فائنڈر تھا۔ یعنی ایسا آلہ تھا جس کے ذریعے کسی بھی دروازے کا لاک کھولا جا سکتا تھا۔

اُس نے گیس سلنڈر اور لانبی سی نلکی نکالی۔ بریف کیس کو بند کیا۔ اسی وقت لفٹ رُک گئی۔ وہ باہر آئے پھر کوریڈور سے گزرتے ہوئے کمرہ نمبر سات کے دروازے پر آ گئے۔ اُس نے فوراً ہی نلکی کے ایک سرے کو گیس سلنڈر سے اور دوسرے کو دروازے کے کی ہول سے منسلک کر دیا پھر سلنڈر کی چابی گھما کر گیس کو کمرے کے اندر پہنچانے لگا۔

وہ قاتل دبے قدموں کوریڈور میں چہلتا ہُوا اِدھر اُدھر محتاط نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کوئی بھی معاملات کرنے والا آتا تو اُس سے اچھی طرح نمٹ لیتا۔ دس منٹ بعد سلنڈر کو بند کر دیا گیا۔ نلکی کو دروازے کے کی ہول سے ہٹا دیا گیا۔ اب وہ الیکٹرونک کی فائنڈر کے ذریعے دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں روزانہ کے پاس آیا۔ اس کے نتھنوں تک بے بو ہوش کرنے والی گیس پہنچی تو وہ تین نیند سے چونک گئی۔ اُس نے دیکھا کمرہ ویسا ہی تھا مگر ذرا مختلف تھا۔ وہ کہاں تھی یہ سمجھنے کا موقع نہ ملا۔ وہ گیس اُس کے سوچنے کی صلاحیتوں کو کمزور کر رہی تھی، دل ڈوب رہا تھا، ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ دس منٹ کے اندر ہی اُسے محسوس ہُوا جیسے آدھی مر چکی ہے، اگر زندہ ہے تو بول نہیں سکتی ہے، سوچ سمجھ نہیں سکتی ہے کہ کہاں ہے اور کس عالم میں ہے اور وہ سوتے سوتے آدھی مُردہ اور آدھی زندہ کیسے رہ گئی ہے؟

اُسی وقت دروازہ کھل گیا۔ وہ قاتل ہاتھ میں چاقو لیے کھڑا تھا۔ اُس کا ساتھی واپس چلا گیا تھا۔ میں نے روزانہ کے دماغ میں وہ کمرہ اُس میں اتنی توانائی پیدا کی جس سے وہ سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

ایک قد آور بدمعاش کے ہاتھ میں چاقو دیکھتے ہی وہ چیخنا چاہتی تھی مگر حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ وہ بڑی سفّاکی سے ہنستے ہوئے بولا، "عورت ہے، جوان ہے اور خوب صورت بھی ہے۔ اُس نے کہا تھا، سات نمبر کے مسافر کو قتل کرنا ہے۔ میں بھول گیا تھا کہ عورت بھی مسافر ہوتی ہے۔ ہی ہی ہی ہی... بڑی خوب صورت اور ملائم ہے۔ چاقو تو ایسے چلے گا جیسے مکھن میں اُتر رہا ہو۔"

وہ سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی، بھاگنے کے لیے اُٹھ نہیں سکتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ بستر پر ہل رہی تھی، جسے تڑپنا بھی کہہ سکتے ہیں۔

وہ بولا، "دیکھا اس گیس کا اثر کتنا بیارا ہوتا ہے۔ شکار کے اعصاب جواب دے جاتے ہیں، آواز ڈوب جاتی ہے، جوبے ہوشی میں ہوتا ہے، وہی سب ہوتا ہے مگر آنکھیں کھلی رہتی ہیں تاکہ اپنے ہی قتل کا تماشا دیکھ سکو۔"

چاقو کا پھل بلب کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ اس کی چمک روزانہ کی دہشت زدہ آنکھوں تک پہنچ رہی تھی۔ میں قاتل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جب دماغ اپنی مٹھی میں ہو تو جسم ہماری مرضی سے حرکت کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اب وہ، وہ نہیں رہا تھا، میں تھا۔ میں نے چمکتے ہوئے چاقو کے پھل کو دیکھا، اس کا دستہ میری مٹھی میں تھا۔ میں نے چاقو والے ہاتھ کو فضا میں بلند کیا۔ وہ مارے دہشت کے اُوپر اُوپر سانس لے رہی تھی۔ میں نے چاقو کا ایک بھرپور وار کیا۔ وہ چیخ بھی نہیں سکتی تھی، چاقو ایک جھٹکے سے آ کر اُس کے سر کے پاس تکیے میں پیوست ہو گیا۔ چند ساعتوں کے لیے اُس کی سانس رُک گئی تھی۔

پھر وہ سانس لینے لگی۔ میں نے اُس پر جھک کر کہا، "تمہیں مارنے سے کیا ملے گا؟ ہاں تمہیں جاننے سے بہت کچھ مل سکتا ہے۔ آج یہ قاتل تمہیں زندہ رکھتا جائے گا اور مارتا جائے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تم زندہ رہتی ہو یا مرتی ہو؟"

مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، اگر ہوتی تو میں قاتل کے اندر رہ کر بڑی آزادی سے دلچسپی لیتا رہتا۔ میں نے قاتل کے دماغ کو ڈھیل دی، صرف اس حد تک قابو میں رکھا کہ وہ تکیے سے چاقو نکال کر استعمال نہ کرے، باقی جو چاہے کرتا رہے۔

وہ بھلا کیا کر سکتا تھا؟ خوشبو ملے تو سانسوں میں بسائی جاتی ہے۔ زُلفیں ہوں تو پریشان کی جاتی ہیں مگر وہ شاعر نہیں، قاتل تھا، ایک شرابی تھا، شراب پی رہا تھا اور گوشت چبا رہا تھا۔ اس وقت رات کے تین بج رہے تھے۔ میں نے چند بھان کے آدمی سے کہا تھا کہ صبح پانچ بجے کاؤنٹر کلرک کو رشوت دے کر رجسٹر میں یہ لکھوا دے کہ میں رات کے دس گیارہ بجے ہوٹل چھوڑ چکا تھا۔

وہ شخص نو نمبر کے کمرے میں جاگ رہا تھا۔ نیند آ رہی تھی، پریشان ہو رہا تھا۔ میں نے اس میں جھنجلاہٹ پیدا کی۔ اسے کمرے سے باہر نکالا۔

یہ ارادہ پیدا کیا کہ ابھی کاؤنٹر کلرک کے معاملات نمٹانے لگا پھر کمرے میں جا کر آرام سے سو جائے گا۔

وہ یہی کرنے لگا صرف ایک ہزار روپے رشوت دینے سے کام بن گیا۔ اُس نے سات فیصلوں کی جمع کی پھر اپنے کمرے میں آ گیا۔ میں نے روزانہ کو دیکھا، اُس کی حالت اب قابلِ رحم تھی۔ گیس کا اثر زائل ہو رہا تھا۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہنے لگی۔ میں نے اُسے یہ سمجھنے کا موقع نہیں دیا کہ وہ کسی دوسرے کمرے میں ہے۔ میں نے اُس کی آنکھیں بند کرا دیں۔ قاتل میری مرضی کے مطابق اُسے بازوؤں میں اُٹھا کر سات نمبر کے کمرے سے نکال کر چھ نمبر کے کمرے میں لے آیا۔ اُسے اُس کے بستر پر ڈال دیا۔

وہ اپنا چاقو بھی لے آیا تھا۔ سات نمبر کے دروازے کو بند کر چکا تھا۔ روزانہ نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے اُسے سمجھنے کا موقع دیا کہ وہ اپنے کمرے میں ہی ہے، اسی کمرے میں اُس پر قیامت ٹوٹ رہی تھی۔ پھر اُس نے قاتل کو دیکھتے ہی چیخ ماری۔ ایک دم سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ گیس کا اثر ختم ہو چکا تھا۔ کچھ توانائی بحال ہو چکی تھی، کچھ میں بحال کر رہا تھا۔ اُٹھ کر بیٹھتے ہی سامنے والے آئینے پر نظر پڑی۔ وہ ایک دم سے لرز گئی کیونکہ وہ خود کو پہچان نہیں پا رہی تھی۔

اس کا چہرہ اور جسم کئی جگہ سے لہولہان دکھائی دے رہا تھا اور وہی لہو قاتل کے ہونٹوں، باچھوں اور داڑھیوں سے جھلک رہا تھا۔ وہ زخموں کی تکلیف بھول گئی تھی، صرف اس تکلیف سے چیخنے لگی کہ وہ بدنما ہے۔ اُس نے اُس کے حُسن کی ایسی تیسی کر دی تھی۔ میں نے اُسے جنون میں مبتلا کر کے قاتل کی طرف دوڑا دیا، وہ چاقو کے ایک وار سے اس کا کام تمام کر سکتا تھا۔ میں نے ایسا کرنے نہیں دیا، اُسے باہر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

آتی دفعہ ہوٹل والے اُٹھ بیٹھے تھے۔ کمروں کے دروازے کھل رہے تھے۔ مسافر اور وہاں کے ملازم سب ہی چیخ و پکار کی وجہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ کمروں کے دروازے کھل رہے تھے، ملازم دوڑے آ رہے تھے مگر قاتل کے ہاتھ میں چاقو دیکھ کر رک گئے۔ اُس سے کترانے لگے، وہ سب کو دھمکیاں دیتا ہوا زینے کے پاس آیا۔ اُسے نیچے کی طرف بھاگنا چاہیے تھا، میں اُسے اُوپر کی طرف بھگانے لگا۔ کتنے ہی لوگ دُور دُور رکے اُس کا تماشا کر رہے تھے۔ پورا ہوٹل چیخ و پکار سے گونجنے لگا تھا، پولیس بھی وہاں پہنچنے والی تھی۔

میں اُسے چھت پر لے آیا۔ وہ زندگی کے لیے بھاگنا آیا تھا مگر زندہ رہنا تو ایسا بیان دیتا، جس سے یقین ہو جاتا کہ کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے روزانہ پر حملہ کرایا ہے۔ میں اُن بھائیوں کی بہن تک پہنچ گیا ہوں، اس کا انکشاف تہلکہ ہونا چاہیے تھا۔

تعاقب کرنے والے چھت پر آ رہے تھے۔ قاتل بچاؤ کے لیے منڈیر پر چڑھ گیا۔ ایک نے کہا: "اب تمہارے سامنے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، چاقو پھینک دو اور نیچے آ جاؤ۔"

وہ نیچے نہیں آیا۔ وہاں سے پانی کی ٹنکی پر چڑھنے لگا۔ لوگ دوڑتے ہوئے اُس کی طرف جانے لگے۔ اُسی وقت میں نے اُس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دیے۔ اُوپر چڑھتے چڑھتے اُس کے حلق سے فلک شگاف چیخ نکلی، وہ ٹنکی سے پھسلتا ہوا منڈیر پر آیا، پھر وہاں سے پستی کی طرف جا گرا۔ وہ سات منزلہ عمارت تھی، چند ساعتوں کے بعد ہی میری سوچ کی لہریں واپس ہو گئیں، موت نے دماغ کے دروازے عیش کے لیے بند کر دیے تھے۔

روزانہ پہلے تو قاتل کے پیچھے دوڑتی آئی تھی پھر لوگوں کو دیکھ کر یاد آیا کہ چہرے کا حُسن جگمگا رہا ہے، کسی کو مُنہ دکھانے کے قابل نہیں ہے۔ وہ واپس کمرے میں آئی اور ریسیور اُٹھا کر چیختے ہوئے کہا: "مجھے میڈیکل ایڈ چاہیے۔ اس شہر کے سب سے بڑے ڈاکٹر کو بلاؤ، کم آن، ہری اپ!"

اُس نے ریسیور رکھ کر چیخ ماری۔ کچھ لوگ اُس سے ہمدردی کرنے اور واردات کے متعلق بہت کچھ معلوم کرنے آئے تھے مگر وہ کسی کو منہ نہیں دکھانا چاہتی تھی، چیختے ہوئے بولی: "چلے جاؤ یہاں سے... چلے جاؤ، گیٹ آؤٹ...!"

وہ حملے مار کر نکالنے لگی، کچھ لوگوں نے بُرا منایا۔ کچھ اُسے جنون میں مبتلا دیکھ کر خود ہی چلے گئے۔ اُس نے دروازے کو بند کیا، آئینے کے سامنے آئی، اپنا عکس دیکھتے ہی روتے ہوئے دونوں ہاتھ مُنہ پر رکھ لیے، زخم جل رہے تھے، اُس کے اندر بدصورتی کی آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ حُسن کے جلوے لُٹاتے لُٹاتے اپنے ہی چہرے سے ڈرنے لگے گی۔

اُس کی سب سے پہلی اور آخری خواہش یہ تھی کہ یہ ساری بدصورتی چشمِ زدن میں ختم ہو جائے اور وہ پہلے کی طرح حسین ہو جائے۔ ایسا تو شاید جادو سے ہو سکتا تھا، وہ جادو نہیں جانتی تھی۔ یاد آیا کہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ بدصورتی کے صدمے نے بھلا دیا تھا۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے فرما سے کہنا چاہتی تھی، کسی ایسے ڈاکٹر کو بھیجے، جو جلد سے جلد زخموں کو اچھا کر کے پلاسٹک سرجری کر سکے۔

اُس نے خیال خوانی کی پرواز شروع کی، جیسے زخمی پرندے کے پَر پھڑپھڑاتے ہیں اور وہ پرواز کرتے ہی گر پڑتا ہے، ویسے ہی وہ بے دم سی ہو کر صوفے پر گر پڑی۔ اُس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت دم توڑ چکی تھی۔

یہ صلاحیت کسی نارمل شخص کے پاس رہ سکتی تھی، وہ نارمل نہیں تھی، اُلجھی ہوئی صورت دیکھ کر جنون میں مبتلا ہو رہی تھی پھر زخموں سے اُٹھنے والی ٹیسیں اُس کے دماغ کو اور کمزور بنا رہی تھیں۔ وہ بوکھلا کر خلا میں تکنے لگی: "آہ! کیا میری خیال خوانی کی صلاحیت ختم ہو گئی ہے؟ نہیں نہیں! یہ نہیں ہو سکتا، میں ابھی شرما کے پاس پہنچ سکتی ہوں۔"

اُس نے پھر کوشش کی، دونوں آنکھوں کو بند کر کے شرما کا تصور کیا۔ اس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کیا مگر اس کے پاس پہنچنے میں پھر ناکام ہو گئی۔ کچھ اکرکھڑی ہو گئی، پریشان ہو کر بڑبڑانے لگی: "میں بھول نہیں سکتی۔ خیال خوانی قبول نہیں کر سکتی۔ میں نئے دِن پر حکومت کرنے کے لیے یہ علم سیکھا تھا۔ میں حکومت کروں گی، میں اپنے یہ خواب پورے کروں گی۔ ہائے رے ظالم! تُو کون تھا؟ تجھے کیا دُشمنی تھی؟ ارے ظالم! تُو مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیتا۔ میں اپنی ساری جوانی تجھے دے دیتی، تُو نے میرا غرور تو توڑ دیا۔"

دروازے پر دستک سُن کر وہ غصے سے اُٹھ گئی، قریب آ کر بولی: "چلے جاؤ، میں کسی سے ملنا نہیں چاہتی، چلے جاؤ یہاں سے۔"

باہر سے آواز آئی: "میڈم! پولیس ہے، دروازہ کھولیے۔"

وہ انکار نہیں کر سکتی تھی اور سامنا بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اُس نے سوچ بورڈ کے پاس آ کر تمام بتیاں بجھا دیں۔ بالکل اندھیرا کر دیا پھر آ کر دروازہ کھولتے ہوئے بولی: "آپ آ سکتے ہیں مگر کمرے میں اندھیرا رہے گا۔"

وہ ذرا پیچھے ہٹ گئی، پولیس والوں کے علاوہ ڈاکٹر بھی آیا تھا اور بھی مسافر قریب کی بیٹھ گئی تھی۔ انسپکٹر اور ڈاکٹر کمرے میں آ گئے، سپاہی باقی افراد کو روکنے لگے۔ انسپکٹر نے کہا: "میں بیان لینا چاہتا ہوں، کم از کم ایک لائٹ آن کریں۔"

"نہیں آفیسر! مجھے بے حد شاک پہنچ رہا ہے۔ میں اپنی صورت خود نہیں دیکھنا چاہتی، آپ کو کیسے دکھاؤں؟"

ڈاکٹر نے کہا: "میں روشنی کے بغیر مرہم پٹی نہیں کر سکوں گا، پلیز خود کو ہم سے نہ چھپائیں۔"

اچانک اُسے اپنے دماغ میں بھائی آمر کی آواز سُنائی دی: "ضد نہ کرو، لائٹ آن کر دو، تمہیں فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

شارپر اور ہارپر جب بھی اُس کے دماغ میں آتے تو بھائی آمر کے لب و لہجے میں بولتے تھے۔ روشنی ہو گئی تھی۔ وہ روتے ہوئے سوچ کے ذریعے بول رہی تھی: "میں برباد ہو گئی، کسی کو مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہی۔ پلیز میرے بھائی جتنی جلدی ہو سکے میری پلاسٹک سرجری کرا دو۔"

بھائی نے کہا: "ڈاکٹر اور پولیس آفیسر کو رخصت کرو پھر میں آ کر بات کروں گا۔"

ڈاکٹر اُس کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ انسپکٹر نے سوالات شروع کیے، وہ جلدی جلدی جواب دے رہی تھی اور بار بار کہہ رہی تھی: "میں تنہائی چاہتی ہوں، پلیز بعد میں آ کر باقی سوالات کر لینا۔"

آخر وہ دونوں رخصت ہو گئے۔ اُس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ بھائی نے کہا: "میں انسپکٹر کے سوالوں کے جواب سُن چکا ہوں۔ وہ قاتل میری سمجھ میں نہیں آیا، وہ چاقو لے کر آیا مگر دانتوں سے زخمی کرتا رہا۔ وہ تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا تھا، بدصورت بنانا چاہتا تھا۔ پولیس افسر کے بیان کے مطابق وہ سات منزلہ عمارت کی چھت سے گر کر مر گیا۔ تم بھی طرح طرح سوچ سمجھ کر بتاؤ، یہاں تم نے کسی کو دشمن بنایا ہے؟"

اُسے میرا خیال آیا۔ وہ میرے متعلق بتانے لگی۔ بھائی نے کہا: "وہ یقیناً انٹرپول سے یا کسی خطرناک تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ تمہاری بہت بُری عادت ہے، چلتے پھرتے خیال خوانی کرنے لگی ہو، اسی وجہ سے تمہارا پڑوسی قادر خان تمہیں شیشا سمجھنے لگا مگر کیا پتا، وہ تمہیں کسی فریب میں مُبتلا کر رہا ہو؟"

"کیسا فریب؟"

"دُنیا کے تمام خطرناک جرائم پیشہ لوگ ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ وہ ہمیں ڈھونڈ کر ہماری مشین تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ تم سمجھتی ہو، ایک قادر خان ہی کی نظروں میں آئی ہو، ہو سکتا ہے اور بھی لوگ دُور سے تم پر نظر رکھتے آ رہے ہوں۔"

"میں کچھ نہیں جانتی، مجھے میرا چہرہ واپس چاہیے، فوراً میری پلاسٹک سرجری کراؤ۔"

"ہم نے پہلے ہی سمجھایا تھا، ایک عورت جرائم پیشہ لوگوں کی دُنیا میں ایٹم بم اور ٹیلی پیتھی جیسے ہتھیار رکھ کر مات کھا جاتی ہے، جو مجرم قانون کو توڑ مروڑ کر رکھ دیتے ہیں، انہیں عورت کا چہرہ بگاڑتے کتنی دیر لگتی ہے۔ بہرحال، اس ایک ٹھوکر سے سبق حاصل کرو، آئندہ گناہ کی زندگی گزارو۔ کل تمہارے لیے ایک چارٹرڈ طیارہ آئے گا، تم تنہا پہنچ کر سرجری کرا سکتی ہو۔"

وہ زور زور سے رونے لگی۔ بھائی نے پوچھا: "اب کیا ہوا؟"

وہ بولی: "میرا ہر طرح سے نقصان ہو رہا ہے، میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت جاتی رہی، میں خیال خوانی کرنے میں ناکام ہو جاتی ہوں۔"

"یہ رونا بند کرو، تمہیں زبردست شاک پہنچا ہے، تمہارا دماغ کام نہیں کر رہا ہے پھر خیال خوانی کیسے کر سکتی ہو اور اگر نہ کر سکو، تب بھی رونے کی کیا ضرورت ہے؟ ٹرانسمیٹر مشین کے ذریعے پھر تمہاری صلاحیتیں واپس آ جائیں گی۔"

اُس نے اطمینان کی سانس لی پھر پوچھا: "میرے پیروں کا کیا ہوگا؟"

"وہ استنبول پہنچ جائیں گے، تم واپسی کی تیاری کرو، میں خرما کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں دماغی طور پر کار کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہو گیا۔ ڈرائیور صنوبر سے کہا: "مجھے کسی ٹیلی فون بوتھ تک پہنچاؤ۔"

اُس نے ایک گیراج میں گاڑی گھسا دی جو خالی تھی۔ اسے دوبارہ اسٹارٹ کر کے وہاں سے آگے بڑھنے لگا۔ میں نے ہارپر کے پاس پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ سہن کے پاس نہیں آیا تھا۔ اب تک شارپر اس کے دماغ میں آمر بن کر بول رہا تھا، پھر آمر بن کر اب ہارپر سے باتیں کر رہا تھا اور اسے روزانہ کے حالات بتا رہا تھا۔

گاڑی بوتھ کے قریب رُک گئی۔ میں کار سے نکل کر بوتھ میں گیا۔

شپلی کی پرسنل سیکرٹری جانکی بائی اور محل کے دوسرے تمام خدمت گار میرے انتظار میں جاگ رہے تھے۔ میں نے جانکی بائی کے دماغ سے محل کا ٹیلی فون نمبر معلوم کیا، کوٹن ہال میں سکے ڈال کر رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو! میں جانکی بائی بول رہی ہوں"

"میں قادرخان ہوں"

وہ ایک دم سے سیدھی کھڑی ہو گئی۔ مجھے معلوم تھا کہ شپلی سو رہی ہے پھر بھی پوچھا "کیا دیوی جی جاگ رہی ہیں؟"

"سو رہی ہیں، میں ابھی جگاتی ہوں"

"نہیں، سونے دو۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں مگر کوئی اس کی نیند میں مداخلت نہ کرے۔"

"یس سر! دیوی جی آرام فرماتی رہیں گی"

میں بوتھ سے باہر آ کر کار میں بیٹھ گیا پھر اُسے محل کی طرف جانے کے لیے کہا۔ گاڑی پھر اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

دوسری طرف شارپر اپنے بھائی ہارپر سے کہہ رہا تھا "تو روزانہ کوئی الحال استنبول تک محدود رہنا چاہیے۔ میں اُسے وہاں پہنچانے کے انتظامات کر رہا ہوں، تم ہندوستان میں اس کا کام سنبھال لو"

ہارپر نے کہا "بھائی تم جانتے ہو، میں پبلک ریلیشن کا عہدہ حاصل کرنے کے لیے کیسی کیسی چالیں چل رہا ہوں، تم اسرائیلی حکام پر سکہ جما رہے ہو، میں امریکی حکومت کو اپنی گرفت میں رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ کروڑوں ڈالر کے ہیرے ہمارے لیے خاک اہمیت رکھتے ہیں"

"تم درست کہتے ہو مگر روزانہ کو خوش رکھنا ہوگا۔ وہ حسین ہے، جوان ہے اور اتنی مکاّنہ ہے کہ ایک دن وہ عیاش فرہاد اُس کے دام میں آئے گا۔ ہمیں فرہاد کو ٹریپ کرنے کا ہر راستہ ہموار رکھنا چاہیے اور کئی راستوں میں ایک راستہ ہماری بہن ہے"

یہ ان کی تہذیب یافتہ طریقہ کار تھا کہ وہ بہن کا چارا ڈال کر مجھے پھانسنے کا سامان کر رہے تھے۔ وہ کبھی خواب میں بھی یہ سوچ نہیں سکتے تھے کہ میں ہی ان کی بہن کا کباڑا کرتا جا رہا ہوں۔

جب شارپر اپنے بھائی ہارپر سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تو ہارپر کے پرسنل اسسٹنٹ کے دماغ کو گفتگو کا مرکز بناتا تھا اور جب ہارپر اپنے بھائی شارپر سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تو شارپر کے پرسنل اسسٹنٹ کے دماغ میں پہنچ کر بھائی کو بُلاتا تھا۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے عرض کر دوں کہ وہ دونوں پرسنل اسسٹنٹ اُن کے دو قدیمی تھے، جو مختلف مقامات پر مختلف کاموں کو ٹھیکوں میں زندگی گزار رہے تھے۔ اور یہ دونوں میری داستان کے کسی اہم موڑ پر آ سکتے تھے۔

ہماری کار محل کے صدر گیٹ پر پہنچ گئی۔ ایڈووکیٹ اور ایڈیٹر ٹنک رام نے کار کے قریب آ کر مجھے دیکھا پھر مسلح پہرے داروں کو گیٹ کھولنے کا حکم دیا۔ میں نے اسے اپنے پاس کار میں بٹھا کر کہا "مسٹر ٹنک رام! میں ڈاکٹروں، انجینئروں اور وکیلوں کی عزت کرتا ہوں۔ آئندہ آپ میری اور شپلی دیوی کی خاطر رات کو نہ جاگا کریں"

وہ خوش ہو کر بولا "سر! آپ سچ مچ ویسا ہیں"

"میں صرف انسان ہوں۔ فنکاروں، ہنرمندوں اور آپ جیسے ذہین لوگوں کی قدر کرتا ہوں"

میں نے دیکھا، محل پُرتگالی قمقموں سے جگمگا رہا تھا۔ چار بج چکے تھے، ابھی صبح نہیں ہوئی تھی۔ رات رخصت ہونے والی تھی مگر میری آمد پر پھول برسائے جا رہے تھے۔ احاطے کے اندر دونوں طرف خوب صورت اور خوش لباس کنیزیں کھڑی ہوئی میری کار پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کر رہی تھیں۔

کار ایک بہت ہی خوبصورت سے سائبان میں آ کر رُک گئی۔ ایک نہایت ہی دلنشیں موسیقی کی دُھن سُنائی دے رہی تھی۔ جتنے سازوں کی آوازیں آ رہی تھیں وہ ہندوستانی ساز تھے۔ وہ بڑی خوبصورتی سے ترتیب دیے گئے تھے۔ سُننے سے ایک روحانی تاثر پیدا ہوتا تھا۔

میں جیسے ہی کار سے باہر آیا، میری نگاہوں کے سامنے شپلی آ گئی۔

اوہ خدایا! کیا یہ وہی شپلی ہے، جو مجھ سے رخصت ہوئی تھی؟ وہ تو خوب صورت تھی اور اس کا حُسن غریب تھا، دولت کیلے سے کیا بنا دیتی ہے، اب تو وہ حُسن کا خزینہ تھی، شباب کا گنجینہ تھی اور اداؤں کا قرینہ تھی۔ شوخ رنگ کے لباس میں اجنتا کی مُورتی لگ رہی تھی، جو زندہ ہو کر میری آرتی اُتارنے آ گئی تھی۔

اُس کے ہاتھوں میں پیتل کی ایک تھالی تھی۔ تھالی میں ایک دیے کی لَو مُسکرا رہی تھی۔ دیے کے آس پاس گیندے کے پھول اور مٹھی کی پتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک طرف سیندور رکھا ہوا تھا۔ سنسکرت میں ایک لفظ ہے "اوم"۔ یہ لفظ میں اور ایک حرف میں بھی "اوم" سمجھا جاتا ہے۔ شپلی تھالی کو دونوں ہاتھوں میں تھامے حرف اوم کی صُورت میں میری آرتی اُتارنے لگی۔

اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک عورت نے اپنی تمام محبت، تمام عقیدت اور تمام عبادت کے فرائض ادا کر کے اس خالقِ کُل کی نذر سے میری سلامتی مانگ لی ہے۔

اُس نے آرتی اُتارنے کے بعد قدموں میں جھک کر سیندور کو ایک چٹکی میں لے کر میرے پاؤں سے لگایا پھر اس سیندور کو اپنی مانگ میں سجا لیا۔ میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر قدموں سے اُٹھایا۔ ایک داسی نے اُس کے ہاتھوں سے تھالی لے لی۔ وہ میرے ہاتھوں کو تھام کر برآمدے میں آئی۔ ہر طرف سے آواز آنے لگی "سواگتم، سواگتم (خوش آمدید)، سواگتم (خوش آمدید)"

ہم برآمدے سے محل کے اندر آئے۔ میں کیا بیان کروں کہ وہ محل کیا تھا؟ ہندوستان کے اجنتا اور ایلورا کا تاریخی سرمایہ تھا۔ ویلوروں پر اجنتا اور ایلورا کی حسین اور رقیہ پُتلیاں تھیں اور محل کی رقص گاہ میں وہی مُورتیاں زندہ ہو گئی تھیں۔ حسین عورتیں انتہائی مختصر اور پُرکشش لباس میں رقص کر رہی تھیں اور گیت گا رہی تھیں۔

"سواگتم، سواگتم"

کتا ہے میری سانسوں کا زیر و بم، سواگتم"

کیا حسین رقص تھا، کیا حسین موسیقی تھی۔ شپلی کے جذبات کی ترجمان تھی اور شپلی کیا سے کیا ہو گئی تھی؟ اس نے میرے لیے بننے سنورنے کی انتہا کر دی تھی۔ بننا سنورنا تو بعد کی بات ہے پہلے تو اُس نے اُبٹن سے مل مل کر سر سے پاؤں تک اپنے بدن کی مفلسی دُور کی تھی اور اسے دولت کی طرح چمکایا تھا پھر صندل کے پانی سے بدن کے شرر کو خوشبوؤں سے دبکایا تھا۔ اس کے بعد تازہ اور خالص دُودھ کے حوض میں بھیگتی رہی تھی اور سوچتی رہی تھی کہ بچپن سے آج تک کسی بچے نے یا ماں باپ نے بھی اُسے ہاتھ لگایا ہوگا؟ اس کا نشان و محل جائے۔ میرے ہُلیے کو رے اور کنوارے بدن پر صرف میرے دیوتا کی اُنگلیوں کے نشان اور اس کے چُھونے کا الوام رہے۔

اس قدر اہتمام کے بعد وہ حسین نظارے کا صحیح مفہوم ادا کر رہی تھی۔ اس کے چہرے کی اُجلی صباحت، آنکھوں کی چمک، لبوں کا تبسم، بدن کا نکھار اور تازگی پکار رہی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا، وہ مقناطیس ہے اور میں کھنچا جا رہا ہوں وہ میرے آگے آگے رقص کرتی جا رہی تھی، داسیوں کے ہاتھوں میں پھولوں سے بھرے ہوئے تھال تھے۔ وہ رقص کے دوران تھالوں میں سے پھول لے لے کر میرے راستے میں بکھیرتی جا رہی تھیں۔

اُس نے مجھے پھولوں پر چلاتے ہوئے خوشبو اُلٹتے ہوئے ایک بڑے سے شاہانہ طرز کے کمرے میں پہنچا دیا۔ اُس نے اب تک ایک لفظ بھی زبان سے ادا نہیں کیا تھا، صرف اپنی اداؤں اور رقص کی نزاکت اور بھاؤ کے ذریعے دلی جذبوں اور سرتوں کا اظہار کرتی آ رہی تھی۔

وہ مجھے کمرے میں چھوڑ کر چلی گئی۔ داسیوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مجھے پکڑ کر ایک کُشن پر بٹھایا۔ میرے جُوتے، جُرابیں اور لباس اُتارنے لگیں۔ اس کے بعد حمام میں چھوڑ کر چلی گئیں۔ میں نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا، حمام سے باہر آیا تو داسیوں نے پھر مجھے گھیر لیا۔ میں اُن کے درمیان کمرے سے باہر آیا، وہ مجھے چھیڑتی اور ہنستی بولتی جا رہی تھیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس ماحول میں، میں اپنی تھکن بھول گیا۔ شپلی نے اتنی خوبصورتی سے استقبال کیا تھا کہ میں صرف اسی کو سوچ رہا تھا، صرف اُسے ہی دیکھنا چاہتا تھا۔

داسیوں نے مجھے ایک دروازے پر لا کر چھوڑ دیا پھر ہنستی ہوئی چلی گئیں۔ میں نے دروازہ کھول کر دیکھا تو یوں لگا جیسے میں کسی رانی مہارانی کی خواب گاہ میں پہنچ گیا ہوں۔ قدموں تلے قالین ایسا دبیز تھا کہ چلتے وقت پاؤں ڈوب ڈوب جاتے تھے۔ خواب گاہ کے وسط میں ایک دائرہ نُما اسٹیج تھا۔ اس اسٹیج پر ایک شاہانہ طرز کا پلنگ تھا۔ ایک آسمانی رنگ کی خوشنما جھالر چھت کے فانوس سے جھولتی ہوئی پلنگ کے اطراف پھیل گئی تھی۔ اس پلنگ پر شپلی دُلہن بنی سر جھکائے بیٹھی تھی۔

وہ دائرہ نُما اسٹیج بہت آہستہ آہستہ گھوم رہا تھا۔ پلنگ گھوم رہا تھا، سُرخ جوڑے میں دُلہن گھوم رہی تھی، میری آرزوؤں کو چکر دے رہی تھی، میرے جذبات کو چکر پر چکر آ رہے تھے۔ میں اسٹیج پر آ گیا۔ اس خواب گاہ میں دیکھنے کو بہت کچھ تھا مگر یہ آنکھیں صرف شپلی کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ میں پلنگ پر اُس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔

وہ گھونگٹ میں چھپی ہوئی تھی۔ اس نے روبرو آ کر استقبال کیا تھا، میرے سامنے رقص کرتی رہی تھی اور اب چھپ گئی تھی۔ کہتے ہیں کہ حُسن ایک بار جلوہ نُما ہو تو پھر اُسے دیکھنے کی پہل جیسی طلب نہیں رہتی مگر یہاں معاملہ برعکس تھا۔ اُسے ایک بار نئے رُوپ میں دیکھ کر پیاس اور بڑھ گئی تھی۔ میں نے گھونگٹ کو اُٹھانا چاہا، اُس نے ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے جنائی ہاتھوں کو تھام کر انھیں محبت سے سہلایا۔ وہ ہاتھ، وہ انگلیاں جیسے مخمن سے تراشی گئی تھیں۔ میں نے کہا "شپلی! تم نے مجھے حُسن و جمال کی خواب خواب سی دُنیا میں پہنچا دیا ہے۔ ایسا انداز میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ تم نے اپنے پاس آنے سے پہلے ہی مجھے سحر زدہ کر دیا ہے۔ بتا نہیں تمہارے گھونگٹ اُٹھا لینے پر دیوتا کی کیا حالت ہوگی؟"

میں نے گھونگٹ کو تھام لیا، آہستہ آہستہ اُٹھانے لگا۔ آہستہ آہستہ چہرہ طلوع ہونے لگا لیکن پوری طرح طلوع ہونے سے پہلے ہی اچانک تاریکی چھا گئی، آنکھیں پھر پیاسی رہ گئیں۔ میں نے کہا "یہ کیا مصیبت ہے، گھونگٹ اُٹھایا تو اندھیرے نے چھپا لیا"

اُس کی مترنم ہنسی سُنائی دی، اس کے ساتھ ہی ہلکی نیلی روشنی اس خواب گاہ کو اور دُلہن کو پُراسرار بنانے لگی پھر وہ نیلی روشنی گُم ہو گئی۔ سُرخ روشنی شپلی کے چہرے کو سُرخ گلاب بنانے لگی۔ اُس نے خود کو میرے سامنے پیش کرنے کا کیسا رُومانی اور جذباتی انداز اختیار کیا تھا۔ رنگ بدلتی ہوئی دھیمی روشنی میں اُس کا حسین چہرہ کبھی سُلگتا تھا اور کبھی بُجھتا تھا اور بُجھ کر مجھے اور بھڑکاتا تھا۔

میں اپنی داستان میں بہت زیادہ رومانویت پیش کر رہا ہوں۔ میں نے ایسا پہلے کبھی نہیں کیا لیکن میرے ساتھ بھی ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا، یہ ضرور ہے کہ میرے ساتھ خواہ رنگین بات ہو یا سنگین، جب وہ تاثی تفصیل سے ہوتی ہے تو اُس کے پیچھے کوئی زبردست نئی مصیبت میرا انتظار کرتی رہتی ہے۔

چلیے، میں اس نئی آفت کی طرف آتا ہوں، جو میری ناوانستگی میں مجھے چاروں طرف سے جکڑ رہی تھی تقریباً دو گھنٹے بعد میں محبت کی آغوش میں سو رہا تھا۔ اچھی خاصی تھکن کے بعد نیند آ گئی تھی۔ اچانک دروازے پر دستک سُنائی دی، میری آنکھ کھل گئی۔ شپلی نے کہا "آپ آرام کریں، میں دیکھتی ہوں"

وہ پلنگ سے اُٹھ کر دروازے تک گئی پھر اُسے کھول دیا جانکی بائی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ گھبرائی ہوئی سی بولی "دیوی جی! غضب ہوگیا، فوج نے ہمارے محل کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔"

میں ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ فوراً ہی چندربھان کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ "کیا آپ جانتے ہیں کہ فوج نے ہمارے محل کو گھیر لیا ہے؟"

"ابھی چند منٹ پہلے جانکی بائی نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے مجھے اطلاع دی ہے۔ میں حیران ہوں۔ پریشانی یہ ہے کہ آپ پہچانے نہ گئے ہوں۔"

"اگر میری اصلیت ظاہر کرنے کے لیے یہ اقدامات کیے گئے ہیں تو بھارتی انٹیلی جنس کی تعریف کرنا ہوگی۔ موجودہ صورت میں میرے خاص لوگ مجھے نہیں پہچان سکیں گے پھر یہ کیسے پہچان رہے ہیں؟"

"فرہاد صاحب! میں محل تک پہنچنے ہی والا ہوں۔ فوجی افسران سے گفتگو کروں گا، آپ سنتے رہیں گے۔ جب تک اصل معاملہ سمجھ میں نہ آئے آپ محل سے نہ نکلیں۔"

شپلی دروازہ بند کر کے میرے پاس آگئی۔ وہ بے حد پریشان اور گھبرائی ہوئی تھی۔ میرے قدموں سے لپٹ کر بولی "یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ ابھی میری زندگی میں آئے اور ابھی دشمن آگئے۔ کیا مسرتوں کی عمر اتنی کم ہوتی ہے؟"

میں نے اُسے قدموں سے اُٹھا کر دھڑکنوں سے لگایا پھر کہا۔ "یہی میری زندگی ہے، یہی میرا نصیب ہے۔ اسی لیے میں کسی محبت کرنے والی کو اپنی زندگی میں نہیں آنے دیتا۔ اب تم بھی میرے ساتھ پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوتی رہو گی۔"

"یہ تو میری خوش نصیبی ہوگی کہ بُرے وقت میں بھی آپ مجھے اپنے ساتھ رکھیں گے، میں آپ پر آنے والی مصیبتوں کو اپنے سر لے لوں گی۔"

میں نے کہا۔ "ابھی مصیبت کی اطلاع آئی ہے، مصیبت نہیں آئی ہے۔ تم ذرا خاموش رہو میں خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کر رہا ہوں۔"

چندربھان پہنچ گیا تھا۔ اپنی کار سے اُتر کر ایک فوجی افسر کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ "میرا نام چندربھان ہے۔ میں بمبئی کا مین اینڈ ٹیکسٹائل ملز کا مالک ہوں، کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس محل کا محاصرہ کیوں کیا جا رہا ہے؟"

فوجی افسر نے اُسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو آپ ہی وہ چندربھان ہیں، جس کا جنرل مینیجر قادر خان اس محل میں عیاشی کر رہا ہے؟"

افسر نے فوجی جوانوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر بھان کو حراست میں لے لو اور فوجی بیرک کے لاک اپ میں پہنچا دو۔"

چندربھان نے حیرانی سے پوچھا۔ "آپ مجھے کس جُرم میں گرفتار کر رہے ہیں؟ میں ایک معزز شہری ہوں۔ سرکار کو سالانہ لاکھوں روپے ٹیکس کی صورت میں ادا کرتا ہوں، آپ میری نیک نامی کے پیشِ نظر ایسا نہیں کر سکتے۔"

"اگر پولیس والے آپ کو گرفتار کرتے تو آپ ایسا کہہ سکتے تھے، جب فوج کسی معاملے میں مداخلت کرے تو سمجھ لیجیے کہ وزارت دفاعہ کی طرف سے احکامات جاری کیے گئے ہیں۔ فارورڈ انفنٹری ڈویژن آپ کی ضمانت پر بھی رہا نہیں ہو سکیں گے۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "مسٹر بھان! میں افسر کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کر سکتا ہوں لیکن یہ فوجی اگر مجھے فرہاد سمجھ کر محاصرہ کرنے آئے ہیں تو یقیناً یہ بولنے والا افسر یوگا کا ماہر ہوگا۔ میرے خیال خوانی کرتے ہی سانس روک لے گا، اس طرح ایک تو کچھ معلوم نہ ہو سکے گا، دوسرے ان کا شبہ یقین میں بدل جائے گا کہ محل میں فرہاد ہی ہے۔"

چندربھان نے اپنے طور پر معلومات حاصل کرنے کے لیے افسر سے کہا۔ "آپ کم از کم میرا جُرم ہی بتا دیں۔"

افسر نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "آپ کم از کم قادر خان کی اصلیت بتا دیں۔"

وہ ٹھیٹ بن کر بولا۔ "قادر خان کو میں پچھلے چار برسوں سے جانتا ہوں۔ وہ میرا جنرل مینیجر ہے۔ اُس کی اصلیت کیا ہو سکتی ہے، کیا آپ اُس پر غیر ملکی جاسوس ہونے کا شبہ کر رہے ہیں؟"

افسر نے جواب نہیں دیا۔ فوجی جوان اُس کے اشارے پر چندربھان کو وہاں سے لے جانے لگے۔ اُس نے کہا۔ "فرہاد صاحب! آپ فوراً ماسک مین کو اطلاع دیجیے۔"

میں نے کہا۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا، آپ اطمینان رکھیں۔"

"کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس محاصرے سے نکل جائیں گے؟"

"بہت مشکل ہے، اگر انھیں یقین ہو چکا ہے کہ میں فرہاد ہوں تو یہ مجھے پہلی فرصت میں ختم کر دیں گے یا سخت پہرے میں قیدی بنا کر رکھیں گے۔ جو مصیبت آنے والی ہے، وہ تو آئے گی، میں ان حالات میں پریشان نہیں ہوتا، لہٰذا آپ کو بھی مطمئن رہنے کا مشورہ دے رہا ہوں۔"

میں نے ماسک مین سے رابطہ قائم کر کے تمام حالات بتائے۔ اُس نے کہا۔ "فرہاد صاحب! یہ بات واضح نہیں ہوئی ہے کہ آپ پہچان لیے گئے ہیں، اگر یہ فوجی کارروائی آپ کے خلاف ہوگی تو میں اعلیٰ سطح پر بھارتی حکومت سے رابطہ قائم کروں گا۔ آپ اصل بات معلوم کرنے کی کوشش کریں۔"

شپلی کا ایڈوانزڈ ٹیکنالوجی ریڈار ایک دوسرے فوجی افسر سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کے جواب میں افسر کہہ رہا تھا۔ "ہم ایک ہی بات جانتے ہیں کہ اس محل سے نہ کسی کو نکلنے دیا جائے گا نہ کسی باہر والے کو اندر جانے کی اجازت دی جائے گی۔"

"لیکن جناب! ہمارا قصور کیا ہے؟ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟"

"ہمیں اُس شخص کی ضرورت ہے، جو قادر خان کے نام سے یہاں موجود ہے۔"

میں نے سوچا، خواہ مخواہ بات اُلجھتی جا رہی ہے۔ یہ قادر خان کو گرفتار کرنے آئے ہیں مگر صرف محل کا محاصرہ کر رہے ہیں، اندر نہیں آئے ہیں، پتا نہیں، یہ کیا چاہتے ہیں، اب مجھے کسی کے دماغ میں پہنچنے کا خطرہ مول لینا چاہیے۔

میں دوسرے افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس نے سانس نہیں روکی، اُسے پتا بھی نہ چلا۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "قادر خان کے بھیس میں فرہاد علی تیور ہے، اسے گرفتار کرنا آسان نہیں ہے، شاید اسی لیے ہمیں اندر جانے سے منع کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں یقیناً کچھ ضروری انتظامات کیے جا رہے ہوں گے۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "اگر محل کے اندر فرہاد ہے تو ایسے افسران کو یہاں بھیجنا چاہیے، جن کے دماغ میں فرہاد نہ آسکے۔"

اُس کی سوچ نے کہا۔ "سب ہی یوگا کے ماہر نہیں ہوتے، ہمارے ساتھ آنے والا صرف ایک افسر سانس روک لیتا ہے، یہ محاصرہ کرنے والی فوج اُس کے حکم کی تعمیل کر رہی ہے۔ فرہاد ہمیں ٹریپ کر کے کچھ حاصل نہیں کر سکے گا۔"

بات سمجھ میں آگئی۔ میں نے ماسک مین اور چندربھان کو بتا دیا۔ ماسک مین نے کہا۔ "پہلے میں اپنے ذرائع استعمال کروں گا، اگر آپ کو وہاں سے نکالنے میں ناکام رہا تو سرکاری ذرائع اختیار کروں گا۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر شپلی سے کہا۔ "مجھے اپنے طور پر یہاں سے فرار کا راستہ ڈھونڈنا ہوگا۔"

وہ بولی۔ "کیا آپ مجھے چھوڑ جائیں گے؟"

میں نے اُسے پکڑ لیا۔ زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں تھی، میرے انداز نے بتا دیا۔ اُسے چھوڑ نہیں سکتا۔ دشمنوں کے نرغے میں بھی چھوڑ نہیں سکتا۔ فی زمانہ مرد کی پہچان یہی ہے کہ وہ دشمنوں کے سامنے نہیں، عورت کے سامنے ہتھیار ڈالتا ہے۔

تھوڑی دیر بعد شپلی نے کہا۔ "تاریخی محلوں میں چور دروازے ہوا کرتے تھے، کیا اس محل میں چور راستہ ہو سکتا ہے؟"

میں فوراً اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ "میری جان! کیا نکتہ بیان کیا ہے تم نے، یہ جس طرز کا محل ہے، یہاں چور راستہ بھی ہونا چاہیے۔"

"مگر تلاش کرنے میں کتنا وقت لگے گا، وہ محاصرہ کرنے والے کسی وقت بھی اندر آسکتے ہیں۔"

"میں ابھی منٹوں میں سُراغ لگا لوں گا۔ اب ذرا خاموش رہو۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اُس سیٹھ کے دماغ میں پہنچ گیا جو پہلے اس محل کا مالک تھا۔ اُسے بھی فوجی بیرک کے لاک اپ میں بند کر دیا گیا تھا۔ اُس سے سوالات کیے گئے تھے۔ "بتاؤ ایک ہی دن میں محل کا سودا کیسے ہو گیا؟"

دوسرا سوال تھا۔ "شپلی ملہوترہ کو کب سے جانتے ہو؟"

آخری اور اہم سوال تھا۔ "کیا اس محل کے اندر سے کوئی فرار کا راستہ ہے؟"

سیٹھ نے جواب دیا۔ "ہم کاروباری لوگ ہیں، محل میں نے پچاس لاکھ میں بنوایا، اس کے ستر لاکھ مل گئے۔ آپ ایک دن کی بات کرتے ہیں، ہم ایسا سودا اچھنبی بچا کے لیتے ہیں۔ میں کسی شپلی ملہوترہ کو نہ پہلے جانتا تھا، نہ سودا ہونے کے بعد جانتا ہوں۔ ہم گاہک کو اس کے چہرے سے نہیں، اُس کی جیب سے یاد رکھتے ہیں۔"

سیٹھ نے صاف انکار کر دیا کہ محل میں کوئی چور راستہ نہیں ہے۔ یہاں اُس نے غلط بیانی سے کام لیا تھا کیونکہ وہ چور راستہ اُس کی اپنی موجودہ کوٹھی تک جاتا تھا۔ لاکھوں روپے کی اسمگلنگ کا مال اسی راستے خفیہ گودام میں پہنچتا تھا۔

میں نے شپلی سے کہا۔ "اٹھو، چلنے کی تیاری کرو۔ چُپ چاپ جانکی بائی کو بلا کر لے آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ میں سیٹھ کے دماغ سے چور راستے کی تفصیلات معلوم کرنے لگا۔ جانکی بائی آگئی، وہ ریڈیو پاور میں بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ایڈوکیٹ تلک رام بھی ریڈیو پاور سے تعلق رکھتا ہے؟ یہاں ایسے کتنے لوگ ہیں؟"

"صرف میں ہوں۔"

"محل کے تمام خدمتگاروں سے کہہ دو، وہ بڑے ہال میں جمع ہو جائیں۔ میں یہاں سے دوسری خواب گاہ تک راستہ صاف چاہتا ہوں۔ ہمیں ادھر جاتے ہوئے کوئی دوسرا نہ دیکھ سکے۔ جب وہ لوگ بڑے ہال میں چلے جائیں تو تم دوسری خواب گاہ میں آجانا۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلی گئی۔ جب اس کے دماغ سے پتا چلا کہ راستہ صاف ہے تو میں شپلی کے ساتھ خواب گاہ سے نکلا۔ دوسری خواب گاہ میں پہنچنے تک جانکی بائی بھی آگئی۔ ہم اس بیڈ روم کے ایک اسٹور روم میں آئے، وہاں پرانا سامان ایک دوسرے پر پڑا ہوا تھا۔ وہ کسی کباڑیے کا گھر لگ رہا تھا۔ ہر چیز پرانی تھی۔ دیوار پر ایک باوا آدم کے زمانے کی گھڑی ہتھی۔ یہی گھڑی ہمارے لیے اہمیت رکھتی تھی۔

میں ایک ٹوٹی ہوئی کرسی پر چڑھ کر گھڑی تک پہنچ گیا۔ وہ بند پڑی ہوئی تھی۔ جانکی بائی نے پوچھا۔ "سر! آپ کیا کر رہے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "ہمیں یہاں سے چور راستہ ملے گا۔"

میں گھڑی کے دونوں کانٹوں کو بارہ کے ہندسے پر لے آیا۔ پھر اس کے پنڈولم کو پکڑ کر ذرا نیچے کی جانب کھینچا۔ دوسری بار یہی عمل

دُہرایا۔ اور پھر دم کو دوبارہ نیچے کی جانب کھینچا۔ تیسری اور آخری بار پھر دونوں کانوں کو گھماتا ہوا بندر کے ہندسے پر لایا۔ اس کے ساتھ ہی ہلکی سی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔

شپلی اور جانکی بائی نے چونک کر دیکھا۔ پرانا فرنیچر جو ایک دوسرے پر پڑا ہوا تھا وہ اسی حالت میں ایک طرف سرکنے لگا۔ اسٹور روم کے فرش میں چھوٹا سا خلا پیدا ہو گیا تھا میں نے کرسی سے اترتے ہوئے کہا "چلو نیچے اترو۔"

اندر روشنی تھی اس خلا سے ایک سیڑھی تہ خانے میں جا رہی تھی۔ پہلے جانکی بائی اندر گئی پھر شپلی، اس کے بعد میں سیڑھی پر آیا۔ وہاں ایک آہنی پھٹہ تھا میں نے اُسے گھمایا تو وہ خلا پُر ہو گیا۔ اب کوئی بھی اسٹور روم میں آئے گا تو وہاں کا فرش مکمل ملے گا۔ اور اس پر پرانا فرنیچر ایک دوسرے پر پڑا دکھائی دے گا۔

ہم زینے سے اتر کر تہ خانے میں پہنچ گئے۔ وہاں بڑی بڑی پیٹیوں میں مختلف سائز کا سونا بھرا ہوا تھا۔ سیٹھ نے سوچا تھا، مال کو فروخت کرنے کے بعد اپنے ایک خاص رازدار کے ساتھ رات کو تہ خانے میں آئے گا اور میز کھی کے اوپر اس پھٹہ کو ناکارہ بنا دے گا جس کے بعد اسٹور روم کے فرش میں کبھی خلا پیدا نہیں ہو گا اور مال کی نئی مالک شپلی کو اس دیوار گھڑی کا میکینزم کبھی سمجھ میں نہیں آئے گا۔

لیکن سیٹھ رات کو تہ خانے تک نہ آ سکا۔ آدھی رات سے پہلے ہی فوجیوں نے اُسے حراست میں لے لیا تھا۔ اور ابھی تک وہ قیدی بنا ہوا تھا۔ میں نے شپلی سے کہا "ان پیٹیوں میں لاکھوں رُوپے کا سونا ہے۔"

وہ میرے بازو کو تھام کر مسکراتے ہوئے بولی "پہلے لاکھوں روپے کے ذکر سے حیرانی ہوتی تھی۔ اب تو میں اس فراوانی ہوں جس کے قدموں میں دنیا جہان کی دولت پڑی رہتی ہے۔"

یہ مبالغہ نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی ساری دنیا کی تجوریاں خالی کر سکتی ہے لیکن ہیں نے کبھی اپنے لیے دولت حاصل نہیں کی۔ کبھی ضرورت محسوس نہیں کی جب تمام خزانے اپنے ہوں تو لالچ یکسر ختم ہو جاتا ہے۔ شپلی کو بھی وہ لاکھوں روپے کا سونا کچھ اہمیت نہیں رکھتا تھا۔

وہاں ایک الماری میں کئی گیس ماسک، ٹارچ لائٹ اور زہریلی کیڑے مار دوائیں رکھی ہوئی تھیں۔ میں شپلی کو گیس ماسک پہنانے لگا۔ جانکی بائی نے پوچھا "ہم یہاں سے کہاں نکلیں گے؟"

"اب ہم ایک سُرنگ میں داخل ہوں گے۔ یہ سُرنگ ہمیں ایک شاندار بنگلے تک پہنچائے گی۔ وہ بنگلا اسی سیٹھ کا ہے جس سے شپلی صاحب نے محل خریدا گیا ہے۔"

"کیا میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ماتحت سے کہہ دوں کہ سیٹھ کمروڈی مل کے بنگلے کے پاس ہمارے لیے گاڑی پہنچا دی جائے؟"

"ایسی غلطی نہ کرنا۔ فوج کے جاسوس خفیہ ٹرانسمیٹر پر ہونے والی گفتگو کیچ کر لیتے ہیں۔"

ہم نے گیس ماسک اپنے چہروں پر چڑھا لیے۔ ایک ایک ٹارچ اور اسپرے کرنے والی دوائیں لیں۔ اگر سُرنگ میں دشمنوں سے سامنا ہوا تو وہ بھی گیس ماسک میں ہوتے، وہ کچھ بول نہ سکتے میں ان کی آواز اور لہجے کو پہچان سکتا۔ لہٰذا ان سے نمٹنے کے لیے ایک ریوالور اور کچھ کارتوس رکھ لیے۔ اس کے بعد ہم سُرنگ میں داخل ہو گئے۔

ایک بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ فوجیوں نے یا بھارت کی خفیہ ایجنسی نے کس طرح میرا سُراغ لگا لیا۔ چندر بھان نے مجھے بمبئی سے مدد اس تک پہنچانے میں بڑی احتیاط اور دانشمندی سے کام لیا تھا۔ اگر انٹیلی جنس والوں کو قادر خان پر شبہ ہوتا تو وہ اسے اسمگلر یا ڈرگس ایجنٹ سمجھتے جو اپنی مجبوب کے لیے ستر لاکھ کا محل خرید تا ہے مگر انہوں نے قادر خان کو فراڈ کیسے سمجھ لیا؟

میں زیادہ تر جسے اس مسئلے پر غور نہیں کر سکتا تھا کیونکہ سُرنگ سے گزر تا جا رہا تھا۔ وہاں زہریلے کیڑے مکوڑے اور خرگوش کے سائز کے چوہے سامنے آ رہے تھے ہم دو اسپرے کرتے تھے تو مر جاتے تھے یا تڑپ کر دور نکل جاتے تھے۔ تقریباً دو میل تک چلنے کے بعد ہم پھر ایک تہ خانے میں پہنچے۔ میں نے سیٹھ کے دماغ سے معلوم کیا تھا شپلی کے محل اور سیٹھ کمروڈی مل کے بنگلے کے درمیان تین تہ خانے تھے۔ ہم ابھی دوسرے درمیانی تہ خانے میں پہنچے تھے۔

ہم نے گیس ماسک اتار دیا۔ دوسرے تہ خانے کی الماری کھول کر دوسرے گیس ماسک اور ٹارچ وغیرہ نکالیں۔ پھر پوری طرح لیس ہو کر دوسری سُرنگ میں داخل ہو گئے۔ میرا خیال تھا سیٹھ کے کارندوں سے سامنا ہو گا مگر ایسا نہیں ہوا۔ سُرنگ میں کوئی نظر نہیں آیا لیکن آخری تہ خانے میں پہنچ کر ان سے سامنا ہو گیا۔

اس تہ خانے کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ہم سیٹھ کمروڈی مل کے شاندار بنگلے میں پہنچ سکتے تھے لیکن وہاں چار زبردست قد آور اور شہ زور غنڈے نظر آ رہے تھے۔

انہوں نے ہمیں شدید حیرانی سے دیکھا ان کے خیال کے مطابق ہم آسمان سے ٹپک پڑے تھے ورنہ اس تہ خانے تک کسی کا گزر نہیں ہو سکتا تھا۔ ان میں سے ایک نے ریوالور تان کر پوچھا "کون ہو تم؟ کہاں سے آئے ہو؟"

میں نے باقی تین کی جانب دیکھتے ہوئے کہا "اگر یہی سوال تمہارے تینوں ساتھی کریں گے اور اپنی زبان کھولیں گے تو میں جواب دوں گا۔"

وہ سوال کرنے والا مجھے گالی دینا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے دوسرے نے پوچھا "ہمارے سوال کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

پہلے سوال کرنے والے نے میرا نشانہ لیا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور اچھال دیا۔ وہ ریوالور میرے ہاتھ میں آ سکتا تھا۔ لیکن میں نے اسے فرش پر گرنے دیا۔ وہ جلدی سے ریوالور کی جانب لپکا۔ فرش پر جھکا مگر اسے اٹھانے سے پہلے ہی دوسرے ساتھی نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری پھر اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "جسے ریوالور پکڑنا نہیں آتا اسے ٹھوکر مارنا چاہیے۔"

تیسرے ساتھی نے تعجب سے کہا "تم اپنے ہی ساتھی کو مار رہے ہو دماغ تو درست ہے۔"

میں نے اس کا دماغ درست کیا۔ اسے چوتھے ساتھی کی پٹائی پر مجبور کیا۔ شپلی نے حیرانی سے کہا "یہ تو آپس میں لڑ رہے ہیں ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔ اس وقت وہ اور حیران ہوئی، جب وہ چاروں بدمعاش اپنا اپنا ریوالور اس کے ہاتھ پر لا کر رکھنے لگے اور یہ کہنے لگے۔ "دیوی جی! آپ انہیں سنبھال کر رکھیں۔ آپ کا آدمی نہتا ہے ہم بھی نہتے لڑیں گے۔"

وہ چاروں خالی ہاتھ میرے مقابلے پر ڈٹ گئے۔ میں نے کہا۔ "شپلی! ریوالور استعمال نہ کرنا۔ ان سب کو پیٹیوں کے پیچھے پھینک دو۔"

اسے یقین نہیں تھا کہ میں ان ہٹے کٹے سب بدمعاشوں سے تنہا لڑ سکوں گا۔ وہ بُرے وقت کے لیے ریوالور رکھنا چاہتی تھی۔ وہ فرماں بردار بھی تھی۔ میرے حکم کے خلاف سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اس نے تین ریوالور پیٹیوں کے پیچھے پھینک دیے۔ ایک چھپا کر رکھ لیا۔ آخری حفاظت کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا اس کا فرض تھا۔

ہمارے درمیان جوڈو کراٹے کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ ان کا ایک آدھ حملہ کامیاب ہوتا تھا۔ میں مار کھاتا تھا مگر ان کے بھی ہوش اُڑا دیتا تھا۔ جانکی بائی نے کہا "ان سے اُلجھنے کی ضرورت ہی کیا ہے نہیں آرام سے گولی مار کر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

اس وقت تک میں نے ایک کو جوڈو کے داؤ پر لا کر یوں پھینکا تھا کہ وہ بھاری پیٹیوں سے جا کر ٹکرایا۔ وہ پیٹیاں اس پر گر گئیں۔ اس کی چیخیں سُنائی دے رہی تھیں۔ وہ ان کے بوجھ تلے دب کر رہ گیا تھا۔

دوسرے نے چاقو نکال لیا تھا۔ ایسے وقت مجبور ہو کر مجھے بھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں چاقو دیکھ کر شپلی کی چیخ نکل گئی۔ وہ ریوالور استعمال کرنا چاہتی تھی، اس سے پہلے ہی ایک کا چاقو دوسرے ساتھی کے جسم میں پیوست ہو گیا۔

اس نے گھبرا کر خون آلود چاقو کو دیکھا۔ پھر غصے سے میرا نشانہ لینا چاہا۔ میں ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ چاقو فضا میں سنسناتا ہوا گیا اور چوتھے ساتھی کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ اس طرح تین ختم ہو گئے، آخری رہ گیا۔

میں نے اس کے سینے سے چاقو نکال کر جانکی بائی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "اسے رکھو۔ رام پور کا چاقو ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "آپ خطرات سے کیوں کھیل رہے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "یہ لمحہ گرم رکھنے کا ایک بہانہ ہے۔ ایسے مہربان میری زندگی میں نہ آئیں تو مجھے آرام فرماتے فرماتے زنگ لگ جائے گا۔"

آخری شخص نے خوف سے پیچھے ہٹتے ہوئے پوچھا "اے بھائی! تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟ اس تہ خانے میں کہاں سے ٹپک پڑے ہو؟ کیا مجھے بھی مار ڈالو گے۔"

"تم خود فیصلہ کرو۔ تمہیں زندہ کیوں چھوڑنا چاہیے؟"

"میں تمہارے کام آؤں گا۔ ہمیشہ کتے کی طرح وفادار رہوں گا۔"

میں نے اُوپر جانے والے ایک زینے کو دیکھ کر کہا۔ "مجھے معلوم ہے، یہ زینہ ہمیں سیٹھ کے بنگلے میں پہنچائے گا۔ یہ بتاؤ ابھی بنگلے میں کتنے افراد ہیں؟"

"بنگلے میں سیٹھانی جی اپنی بیٹی کے ساتھ رہتی ہیں مگر جس دن ہم یہاں مال لے کر آتے ہیں، اُس دن وہ بیٹی کے ساتھ دوسرے بنگلے میں چلی جاتی ہیں۔ ابھی وہ بنگلا بالکل خالی ہے۔"

"سیٹھ حراست میں ہے۔ کیا اس کے بنگلے کو پولیس یا فوج نے اپنی نظر میں نہیں رکھا ہو گا؟"

"وہ بنگلا اس سیٹھ کے نام نہیں ہے جو گرفتار ہو گیا ہے۔ اس بنگلے کا مالک دوسرا پارسی شروھن رام ہے۔ پولیس اس پر شبہ نہیں کر سکتی کیوں کہ وہ شکشا منتری (وزیر تعلیم) ہیں۔"

ایسا کتنے ہی ترقی پذیر ملکوں میں ہوتا ہے۔ قوم کے بچوں کو تعلیم دلانے، عوام کو بجلی پانی اور خوراک کی سہولتیں پہنچانے والے وزیر سونے اور زہریلی دواؤں کے اسمگلر اور کالے دھندوں کے بیوپاری ہوتے ہیں۔

"میں نے پوچھا۔ "اگر کسی وجہ سے تم لوگ تہ خانے میں پھنس جاؤ یا اُوپر کوئی خطرہ درپیش ہو تو تم لوگوں کو سگنل کیسے ملتا ہے؟"

اس نے الماری کے پاس والی دیوار کے پاس جا کر کہا۔ "ہم یہ بٹن دباتے ہیں۔ اُوپر بنگلے کے اندر یوں گھنٹی بجتی ہے جیسے کوئی باہر سے ملنے آیا ہو۔ مگر ہمارے سیٹھ اور اس کے خاص کارندے ہمارا اشارہ سمجھ لیتے ہیں۔ جواباً گھنٹی بجا کر اشارہ دیتے ہیں کہ خطرہ نہیں ہے۔ ہم کوڈ سسٹم سے گھنٹی کا بٹن مختلف انداز میں دباتے ہیں جس کے مختلف معنی ہوتے ہیں۔"

"ابھی معلوم کرو، کیا اُوپر خیریت ہے؟"

اس نے معلوم کیا۔ جواب ملا خیریت ہے۔ اس کے دماغ سے

پتا چلا اُوپر بنگلے میں سیٹھ کا صرف ایک کارندہ ہے۔ میں نے کہا۔ "تم جا سکتے ہو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں تم وفادار رہو گے یا نہیں؟"

"میں اُوپر جاتے ہی اس کارندے کو ختم کر دوں گا تاکہ وہ آپ لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکے۔"

"تم ہمارے تحفظ کے لیے جو کرنا چاہو کر سکتے ہو۔ اب جاؤ۔"

وہ زینے پر چڑھتے ہوئے جانے لگا۔ شپلی اور جانکی بائی اپنے اپنے ہاتھوں میں ہتھیار دیکھ رہی تھیں۔ جو میرے کسی کام نہیں آئے تھے۔ پھر شپلی نے ریوالور کو پھینک دیا۔ میرے لگے میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "مجھے یقین ہو گیا ہے آپ دیوتا ہیں۔ آپ کو کوئی انسان ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ میں کتنی خوش نصیب ہوں میرا دل آپ کے سینے سے لگ کر دھڑکتا ہے۔ ہائے میں تو مغرور ہوتی جا رہی ہوں۔"

وہ شخص جو اُوپر گیا تھا، اپنی بات کا دھنی نکلا۔ اس نے بنگلے میں رہنے والے کارندے کو مار کر ہمارے لیے راستہ صاف کر دیا۔ ہم اُوپر آ گئے بہت ہی خوب صورت بنگلا تھا۔ کھڑکیاں اور دروازے بند تھے تاکہ یہی ظاہر ہو کہ اس کے مکین اسے مقفل کر کے کہیں گئے ہیں۔ میں نے ڈرائیور سنتو کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ محل سے دُور اس کار میں بیٹھا سو رہا تھا۔ جانکی صاحب گرفتار ہو گئے۔ قادر صاحب محل کے اندر گرفتار ہونے والے ہیں۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

اس نے خود سے سوال کیا اور خود ہی جواب دیا۔ مجھے انتظار کرنا چاہیے۔ اگر میرے اندازے کے مطابق قادر صاحب ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو پھر یہ صاحب یقیناً ڈراکولا صاحب ہیں اور میں نے سنا ہے کہ یہ صاحب زہریلے سانپوں کے بل سے بھی زندہ سلامت نکل آتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تم درست سوچ رہے ہو۔ وہ صاحب ابھی تمہارے دماغ میں بول رہے ہیں۔"

وہ فوراً ہی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ایک ہاتھ سے سر تھام کر سوچنے لگا۔ "کیا سچ مچ وہ صاحب میری کھوپڑی میں بول رہے ہیں؟"

"ہاں، تمہیں یقین دلانے کے لیے ابھی تم سے کچھ اُلٹی سیدھی حرکتیں کراؤں گا۔ سوچ لو کر چپ چاپ بیٹھے رہو گے۔"

وہ ارادہ کرنے کے باوجود خاموش بیٹھا نہ رہ سکا۔ اپنا ایک جوتا اتار کر سُونگھنے لگا۔ پھر بولا۔ "مجھے مرگی نہیں ہے پھر جوتا کیوں سُونگھ رہا ہوں؟ مجھے تو یہ جوتا اپنے سر پر مارنا چاہیے۔"

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ اس نے جلدی سے کہا۔ "ارے نہیں صاحب نہیں۔ آپ نے جوتا سُنگھایا، مجھے عقل آ گئی۔ آپ جوتا مارنے پر مجبور کریں گے تو مقفل چلی جائے گی۔ حکم دیجیے میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔"

میں نے سیٹھ دھن رام کے بنگلے کا پتا بتا کر کہا۔ "فوراً چلے آؤ۔ میں شپلی کے ساتھ یہ شہر چھوڑنا چاہتا ہوں۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر طوفانی رفتار سے ڈرائیو کرتے ہوئے بولا۔ "اس کا مطلب ہے آپ محل میں قیمہ نہیں ہیں۔ کمال ہے صاحب آپ ہوا کی طرح بند مٹھی سے نکل جاتے ہیں۔"

"تم بہت زیادہ بولتے ہو۔ دیکھو، بنگلے میں نہ آنا۔ ذرا دُور ہمارا انتظار کرنا۔"

"جو حکم صاحب! آپ دماغ میں ایسے بولتے ہیں جیسے ٹیلیفون بولتا ہے۔ آپ نے دیر کر دی صاحب پہلے ہی ٹیلی پیتھی ایجاد کر چکے تو ٹیلیفون کبھی ایجاد نہ ہوتا اور نہ ہی سیکڑوں اور ہزاروں روپے کا بل آتا۔"

میں اسے بکواس کرتا چھوڑ کر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ جانکی بائی نے پوچھا۔ "ہم یہاں کب تک رہیں گے؟"

"گاڑی آ رہی ہے۔ تم کہاں جانا چاہو گی؟"

"میں آپ لوگوں کے لیے وقف ہوں۔"

"ہم ابھی مخالفین سے چھپتے پھریں گے۔ تم الگ راستہ اختیار کرو۔"

"جیسی آپ کی مرضی ویسے کل سے آج تک آپ کی خدمت کرتے ہوئے میں نے طلسمات کی ایک نئی دُنیا دیکھی ہے۔ آپ جادو نہیں جانتے مگر جادوگر ہیں۔ میری خواہش ہے میں پھر کبھی آپ کی خدمت کے لیے حاضری دے سکوں۔"

"مجھے شپلی کی دیکھ بھال کے لیے مستقل تمہاری ضرورت ہوگی۔ آئندہ میں بلاؤں تو جانکی بائی کے رُوپ میں نہ آنا۔"

"آپ اطمینان رکھیں، مجھے میک اپ میں مہارت حاصل ہے۔"

میں نے ماسک مین سے کہا۔ "میں اُن کے محاصرے سے نکل آیا ہوں۔ باس چندر بھان کا قائم مقام کون ہے؟"

"آپ کو جانکی بائی سے معلوم ہو جائے گا۔"

"اب چندر بھان باس کا رول ادا نہیں کر سکے گا۔ آپ اس کے لیے کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"آپ اس کی فکر نہ کریں۔ وہ خود اپنا مقدر لڑے گا۔"

میں نے جانکی بائی سے کہا۔ "میں باس چندر بھان کے قائم مقام کی آواز سُننا چاہتا ہوں۔"

وہ ٹیلیفون کے پاس گئی۔ ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔ "ہیلو نیلم بھوانی! میں دیوی بول رہی ہوں۔ ہمارا سُورج بادلوں سے نکل آیا ہے۔ اس کی کرنیں تمہارے پاس پہنچنے والی ہیں۔ ان کرنوں کو اپنی مدھر آواز میں پکارو۔"

میں نے جانکی بائی کے ذریعے نیلم بھوانی کی سُریلی آواز سُنی وہ کہہ رہی تھی۔ "سُورج آخر سُورج ہے۔ ویرنیک بدلیوں میں قید نہیں رہتا۔ میں اس کی کرنوں سے اپنے گھر میں اُجالا کرنا چاہتی ہوں۔" میں جانکی بائی کو اشارے سے ریسیور رکھنے کے لیے کہہ کر خیال ہی خیال میں پرواز کرتا ہوا نیلم بھوانی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک بڑے سے صوفے پر پاؤں پھیلائے بیٹھی تھی۔ ایک ملازم اس کے پاؤں کی اُنگلیاں چُٹخا رہا تھا۔ دوسرا ملازم مور کا ایک پر تھامے اس کے پیچھے کھڑا تھا اور اس کی گوری اُجلی گردن کو مور پنکھی سے ہولے ہولے سہلا رہا تھا۔

اسے گدگدی اچھی لگتی تھی۔ فرصت کے وقت کتنے ہی ملازم ہاتھوں میں مور پنکھی لیے اس کے بدن کو سہلایا کرتے تھے۔ وہ اپنے ہاں صرف مرد ملازم رکھتی تھی۔ وہ ملازم کم از کم گریجویٹ ہوتے تھے۔ بے روزگاری ایسے تعلیم یافتہ جوانوں کو اس کے پاس لے آتی تھی۔ کسی کی تنخواہ پانچ ہزار روپے سے کم نہیں ہوتی تھی۔

نیلم بھوانی کو مردذات سے سخت نفرت تھی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ بڑے سے بڑے قابل اور شہ زور مرد کو خرید سکتی ہے۔ اُسے اپنے قدموں میں جھکا سکتی ہے۔ اس سے جو کام چاہے لے سکتی ہے۔ اس نے پاؤں کی اُنگلیاں چٹخانے والے گریجویٹ کو گھور کر کہا۔ "میرا پاؤں کچھ میلا لگ رہا ہے، اسے صاف کرو۔"

اس نے حکم سنتے ہی زبان نکالی۔ پھر ایک کتے کی طرح چاٹ چاٹ کر اس کا پاؤں صاف کرنے لگا۔ وہ سُرور محسوس کرتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ ہائے کیسی گدگدی ہو رہی ہے، کتنا مزہ آ رہا ہے لیکن یہ فریاد کہاں ہے؟ اب تک میرے دماغ میں کیوں نہیں آیا؟ جانکی کے کوڈ ورڈز سے تو یہی معلوم ہوا کہ وہ میری آواز سُن کر پہنچنے والا ہے۔

میں نے جانکی بائی سے کہا۔ "یہ نیلم بھوانی تو بہت ہی واہیات عورت ہے۔ مردوں سے سخت نفرت کرتی ہے۔ اور ان سے غیر انسانی سلوک کرتی ہے۔"

"وہ آپ کے ساتھ ایسا کرنے کی جرأت نہیں کرے گی۔"

"میں اس کے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ اُس کی پہلی اور آخری خواہش یہ ہے کہ مجھے اپنا غلام بنا لے۔ میرے پاس وقت نہیں ہے ورنہ اسے ایسی کسی خواہش کے قابل نہ چھوڑتا۔ کیا تم دہلی کے باس کی آواز سُنا سکتی ہو؟"

اس نے ریسیور اُٹھا کر دہلی کے لیے ایک کال بک کروائی۔ ایکسچینج سے کہا گیا۔ "لائن بہت مصروف ہے۔ انتظار کرنا ہوگا۔"

دُور کی کال کے لیے گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا ہے میں نے ایکسچینج کے آپریٹر کے دماغ کو چابی دی تو دوسرے ہی منٹ میں رابطہ قائم ہو گیا۔ میں نے جانکی کے ذریعے اس کی آواز سُنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "ہیلو مسٹر رانا پرتاپ! میں فریاد آپ سے مخاطب ہوں۔"

وہ فوراً اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا۔ "جناب! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ میرے دماغ میں آئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے، مجھے اپنی خدمت کا موقع دینے والے ہیں۔ کیا آپ دہلی آ رہے ہیں؟"

"فی الحال مدراس شہر سے نکل کر کہیں پناہ لینا چاہتا ہوں۔ کیا آپ یہاں کسی قریبی شہر میں میرے لیے انتظامات کر سکتے ہیں؟"

"میں آپ سے ہزاروں میل دُور ہوں۔ نیلم بھوانی آپ کے لیے چشم زدن میں انتظامات کر سکتی ہے۔"

"میں چُڑیلوں سے دُور رہتا ہوں۔" میں نے رانا پرتاپ کو اس کے چور خیالات بتائے۔ وہ ہنسنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ "یہ ہنسنے کی بات ہے؟"

"جناب فریاد صاحب! کبھی فرصت ملے تو آپ نیلم بھوانی کے چور خیالات توجہ سے پڑھیں۔ اس کے اندر ایک بہت اچھی عورت چھپی ہوئی ہے۔ میں ایک ماہر نفسیات ہوں۔ اس کے اندر کی کچھ باتیں جانتا ہوں۔ آپ توخیال خوانی کے ذریعے اس کی پوری ہسٹری معلوم کر لیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ اگر اس نے میرے سامنے ملکۂ عالم بننے کی کوشش کی تو اسے میٹرپلٹی کے کچرا گھر میں پہنچا دوں گا۔"

میں شپلی اور جانکی بائی کے ساتھ اس بنگلے سے باہر آیا تو وہی دُور پیدل چل کر ڈرائیور سنتو کے پاس پہنچ گیا۔ میں اور شپلی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ جانکی بائی نے کہا۔ "میں جا رہی ہوں۔ جب بھی ضرورت ہو مجھے بلا لیں۔"

وہ چلی گئی۔ سنتو نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "صاحب! آپ پچھلی رات کی طرح پچھلی سیٹ پر گھنٹوں خاموش نہیں رہ سکیں گے۔ میرے گھر کا ریکارڈ بجھی جب بجتا ہے تو بجتا ہی چلا جاتا ہے۔"

کم بخت بڑا باتونی تھا۔ اشارتاً کہہ رہا تھا کہ ساتھ میں عورت ہو تو ریکارڈ کی طرح بجتی رہتی ہے۔ مرد کو خاموش نہیں رہنے دیتی۔ میں نے کہا۔ "تم عورتوں سے زیادہ بولتے ہو۔"

"ظاہر ہے عورت نے پیدا کیا ہے۔ اسی کے طفیل بول رہا ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "شپلی! یہ سنتو بہت اچھا آدمی ہے۔ تم اس سے باتیں کرو۔ میں ذرا مصروف رہوں گا۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ نیلم بھوانی کے پاس پہنچا۔ پھر دوسرے ہی لمحے واپس آ گیا۔ پتا نہیں، اس خوبصورت چڑیل کو کہاں کہاں گدگدی ہوتی رہتی تھی۔ چار ملازم مور پنکھی لیے اسے گدگدا رہے تھے۔ میں نے سنتو سے کہا۔ "ہم موجودہ صورت میں پہچان لیے جائیں گے۔ کوئی ایسی پناہ گاہ جانتے ہو جہاں ہم محفوظ رہ سکیں؟"

"جانتا ہوں اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ آپ کو اب اس شہر میں نہیں رہنا چاہیے۔ کیا آپ حُلیہ بدلنا پسند کریں گے؟"

"ہاں، یہ ضروری ہے۔"

اس نے گاڑی دوسرے راستے پر موڑ دی۔ ایک بہت

بڑی دکان کے پاس رُک کر بولا: "میں میک اپ کا ضروری سامان خرید کر لاتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے شبلی سے پوچھا: "اتنا قیمتی محل اور عیش و آرام نہ رہا۔ تم پھر ایک غریب لڑکی کی طرح بھٹک رہی ہو۔ کیا تمہیں افسوس نہیں ہو رہا ہے؟"

وہ میرے شانے پر سر رکھ کر بولی: "آپ کے یہ بازو جن میں میں رہتی ہوں، دُنیا کے تمام محلوں سے زیادہ قیمتی ہیں۔ میرا عیش و آرام آپ کی ذات سے ہے۔ آپ یقین کریں، ابھی آپ کے ساتھ بھٹک رہی ہوں مگر محلوں سے زیادہ آرام پا رہی ہوں۔"

میں نے کھڑکی کے پار دیکھا۔ سنتو بہت بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں گیا تھا۔ میں نے کہا: "اس ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں ضرورت کا ہر سامان ملتا ہے۔ جاؤ، اپنے لیے کچھ ضروری سامان لے آؤ۔"

"میں سمجھ گئی ہوں، آپ کی مٹھی میں دنیا کے ہر ملک کی کرنسی ہوتی ہے۔ میں خالی ہاتھ جاؤں گی اور ڈھیر ساری شاپنگ کر کے آؤں گی۔ آپ یہاں بیٹھے بیٹھے ٹیلی پیتھی کے کمالات دکھاتے رہیں گے مگر میں نہیں جاؤں گی۔ میں آپ سے ایک پل کے لیے بھی الگ نہیں ہونا چاہتی۔"

تھوڑی دیر بعد سنتو بہت سا سامان خرید کر لایا، انہیں ڈکی میں رکھا۔ دو بڑے پیکٹ ہمیں دیے۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال کر گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا: "صاحب! ایک پیکٹ میں ریڈی میڈ میک اپ اور وگ ہے۔ آپ چند منٹ میں اپنی صورت تبدیل کر سکتے ہیں۔ شبلی دیوی کو کوئی صورت سے پہچانتا نہیں ہے۔ محاصرہ کرنے والوں نے بھی صرف دیوی جی کا نام سُنا ہو گا۔ پھر بھی احتیاطاً دوسرے پیکٹ میں برقع ہے۔ ان کے چُھپنے کے لیے یہی کافی ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران میں ریڈی میڈ میک اپ کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے چھوٹا سا آئینہ دیکھتے ہوئے آنکھوں میں نیلے رنگ کے لینس لگائے۔ میری بھنویں سیاہ تھیں۔ ان پر سنہرے رنگ کی بھنویں چپکا دیں۔ چہرے پر سنہری موچھوں کا اضافہ ہو گیا۔ آخر میں سنہرے بالوں کی وگ اچھی طرح سر پر سیٹ کر لی۔ شبلی نے حیرانی سے کہا: "ہے رام! آپ تو بالکل ہی بدل گئے ہیں۔ اگر میں میک اپ کرتے نہ دیکھتی تو آپ کو پہچان نہ پاتی۔ کیا میں برقع پہن لوں؟"

"احتیاط لازمی ہے۔ پہن لو۔" پھر میں نے سنتو سے کہا۔ "میں نے ارادہ بدل دیا ہے۔ ہم اسی شہر میں رہیں گے۔ پولیس، فوج اور انٹیلی جنس والوں کو پتا چل گیا ہے کہ میں شبلی اور جانکی کے ساتھ غائب ہو گیا ہوں۔ وہ شہر کی ناکا بندی کر رہے ہیں۔ ان میں اکثریت کی رائے یہ ہے کہ میں پناہ کے لیے اب کسی دوسرے شہر کا رُخ کروں گا۔"

"بڑی مشکل ہے صاحب! آپ کسی ہوٹل میں رہ نہیں سکتے۔ کوئی مکان کرائے پر لیں گے تو تلاش کرنے والے جاسوس یہ ضرور پوچھیں گے کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آ کر یہ مکان کرائے پر لیا ہے؟"

ہماری کار ریلوے اسٹیشن کے قریب سے گزر رہی تھی میں نے کہا: "یہاں گاڑی روکو۔ پلیٹ فارم پر جا کر کسی نہ کسی بہانے سے مسلمان مسافروں سے گفتگو کرو۔ شاید ہم کسی مسلمان فیملی میں شامل ہو کر خود کو چھپا سکیں۔"

وہ ایک جگہ گاڑی روک کر چلا گیا۔ ہماری کار کے شیشے کلرڈ تھے۔ باہر سے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ہم اندر سے دیکھ سکتے تھے۔ میں نے چھوٹا آئینہ نکال کر میک اپ میں ذرا تبدیلی کی۔ سنہرے بالوں کی وجہ سے ہمیشہ وگ پہننے پر مجبور رہنا پڑتا ہے۔ میں نے وگ اُتار دی۔ اپنے سیاہ بال رہنے دیے۔ کانوں کے پاس سیاہ بالوں کی قلمیں بڑھا دیں۔ بھنویں اور مونچھیں بھی سیاہ ہو گئیں۔ آئینہ دیکھ کر اطمینان ہو گیا کہ مجھے فرہاد یا قادر خان کی حیثیت سے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

سنتو پلیٹ فارم پر بھٹک رہا تھا۔ مختلف مسافروں سے گفتگو کرتا جا رہا تھا۔ میں اس کے ذریعے ان مسافروں کے خیالات پڑھتا تھا۔ پھر کہہ دیتا تھا: "یہ ہمارے کام کے نہیں ہیں۔"

سنتو پھر دوسرے مسافر کو تلاش کرتا تھا۔ اس طرح آدھا گھنٹا گزر گیا۔ آخر ایک جگہ کام بننے لگا۔ ایک لکھنؤ کے بزرگ مل گئے۔ میں نے ان کے خیالات پڑھے۔ وہ موجودہ دور میں سانس لے رہے تھے مگر مغلیہ دور میں جی رہے تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ واجد علی شاہ کے پوتے کے پوتے ہیں۔ انہوں نے لکھنؤ میں اپنی ایک حویلی کسی سیٹھ کے پاس گروی رکھ دی تھی۔ کیونکہ سیٹھ سے رقمیں لے لے کر وہ اپنے آباؤ اجداد کی شاہانہ زندگی کا بھرم رکھتے تھے۔ ایک جوان بیٹا آوارہ ہو گیا تھا۔ ایک جوان بیٹی کی شادی دھوم دھام سے کرنا چاہتے تھے، مگر اب کہیں سے قرض نہیں مل رہا تھا۔ مختصر یہ کہ وہ پرانے زمانے کے ایسے بزرگ تھے جو تیر اور تلوار سے شاید نہ مرتے لیکن باپ دادا کی شان و شوکت پر ذرا سا حرف آتا تو اسی ندامت سے مر جاتے۔

مجھے ایسے ہی ضرورت مند کی تلاش تھی۔ جو حالات سے مجبور ہو کر سوچتا ہے کہ راستہ چلتے کسی کانوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس مل جائے یا کسی طرح غیبی امداد حاصل ہو جائے۔ یا اچھا بُرا کوئی بھی ذریعہ ہو مگر دولت مل جائے اور عزت رہ جائے۔

سنتو ان بزرگ کو ہمارے پاس لے آیا۔ میں نے انہیں اپنے پاس بٹھایا۔ پھر کہا: "میں نجومی اور قیافہ شناس ہوں۔ میں نے ابھی پلیٹ فارم سے گزرتے ہوئے آپ کا چہرہ دیکھا اور آپ کی بہت سی پریشانیوں کو سمجھ لیا۔ آج کل میرے اور آپ کے ستارے مل رہے ہیں، اگر میں آپ کے لیے لاکھوں روپے مہیا کروں تو آپ میرے لیے کیا کریں گے؟"

بزرگ کی سانس اوپر کی اوپر رہ گئی۔ انہوں نے بے یقینی سے پوچھا: "کیا آپ مجھے لاکھوں روپے دینا چاہتے ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے؟"

"آپ مجھ پر نہیں، خُدا پر بھروسا رکھیں۔ آپ کی شاہانہ زندگی لوٹ آئے گی۔ آپ کے تمام قرض ادا ہو جائیں گے۔ لکھنؤ کی وہ حویلی صرف واپس ہی نہیں ملے گی بلکہ آپ کثیر رقم لگا کر اسے ایک شاہی محل بنا دیں گے۔ آپ کی صاحبزادی کی شادی اتنی دھوم دھام سے ہو گی کہ پورے لکھنؤ میں دھوم مچ جائے گی۔"

خوشی کے مارے ان کا منہ کھُل گیا تھا۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے پھر انہوں نے بڑے کرب سے پوچھا: "بیٹے! اس بڑھاپے کا مذاق تو نہیں اُڑا رہے ہو؟"

"آپ نے بیٹا کہا ہے تو میں صحیح معنوں میں بیٹا بن کر دکھاؤں گا۔ میں آپ سے بالکل سچ کہتا ہوں۔ میں ایک مسلمان ہوں، یہ میری شریکِ حیات ہیں..."

شبلی برقع پہنے ہوئے تھی اُس نے ایک ہاتھ پیشانی تک لے جا کر "آداب" کہا۔ بزرگ نے دُعائیں دینے کے بعد پوچھا: "تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"پولیس والے ہمیں مجرم سمجھ کر تلاش کر رہے ہیں۔ خدا گواہ ہے کہ ہم نے کوئی جُرم نہیں کیا ہے۔ ہم آپ کے خاندان میں شامل ہو کر پولیس والوں سے چھُپنا چاہتے ہیں۔ آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ وہ لوگ ہمیں چہروں سے نہیں پہچانتے ہیں۔"

"بیٹے! بس اتنا یقین دلا دو تم میری تمام مصیبتیں دُور کر دو گے۔ میں تمہاری مصیبت دُور کر دوں گا۔"

"میں لکھنؤ پہنچ کر ہی یقین دلا سکتا ہوں۔ ہم یہاں سے ٹرین کے ذریعے کلکتہ جائیں گے۔ وہاں سے بذریعہ طیارہ لکھنؤ پہنچیں گے۔ وہاں پہنچتے ہی آپ کو دس لاکھ روپے ملیں گے۔"

انہوں نے حیرت اور مسرت سے پوچھا: "تم کیسے جانتے ہو کہ وہ حویلی دس لاکھ روپے میں گروی رکھی ہے؟"

"میں ستاروں کی چال سے انسانوں کی چال سمجھتا ہوں۔ آپ ان دس لاکھ سے اپنی حویلی واپس نہیں لیں گے۔ میں مزید رقم دے کر سیٹھ سے حویلی خرید لوں گا۔ آپ اپنی بیگم کے ساتھ وہاں تا حیات رہ سکتے ہیں۔ خود کو حویلی کا مالک ظاہر کر سکتے ہیں مگر اس کے کاغذات ہمارے نام ہوں گے۔"

انہوں نے منظور کر لیا۔ میں نے کہا: "وہ دس لاکھ آپ کی باقی زندگی کے لیے کافی ہیں، چونکہ آپ نے مجھے بیٹا کہا ہے اس لیے آپ کی صاحبزادی میری بہن ہے۔ بہن کی شادی میں دھوم دھام سے کراؤں گا۔"

وہ خوشی کی شدت سے بے حال ہو رہے تھے۔ سنتو میرے حکم سے ہمارے ٹکٹ خریدنے گیا۔ ٹرین میں بڑی بھیڑ تھی۔ ایک سیٹ بھی نہیں مل سکتی تھی۔ میں نے سنتو کے ذریعے بجنگ آفس کے لوگوں کو چُھپا۔ انہوں نے چند سیٹوں اور ایک فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ کو چور کھاتے میں رکھا تھا۔ تاکہ کسی ضرورت مند سے اچھی خاصی رقم وصول سکے۔ جب میں نے سنتو کو یہ بتایا تو اس نے چپکے سے رشوت کے طور پر ایک ہزار روپے اور بزرگ کے نام پر فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ ریزرو کرا لیا۔

میں نے کہا: "سنتو! میں جب تک ہندوستان میں رہوں گا تم برابر میرے ساتھ رہو گے۔ لہٰذا کل کی فلائٹ سے لکھنؤ پہنچ جانا۔"

ایک گھنٹے بعد ٹرین کے ذریعے ہمارا سفر شروع ہوا۔ سفر کے آغاز میں ہی پولیس والے ٹرین کے ہر کمپارٹمنٹ میں جھانکتے پھر رہے تھے۔ جس پر بھی فرہاد اور شبلی کا شبہ ہوتا اس سے سختی سے پوچھ گچھ کرتے تھے۔ انہوں نے ہمارے متعلق پوچھا۔ بزرگ اور ان کی بیگم نے کہا۔ "یہ ہمارا بیٹا واجد علی ہے اور یہ ہماری ہونہار بیٹی شائستہ بیگم ہے۔ ہم خاندانی لوگ ہیں۔ آدھا لکھنؤ ہمیں جانتا ہے۔ آپ وہاں انکوائری کریں۔ ہمارے محلے کے لوگ ہماری شرافت کی گواہی دیں گے۔"

بزرگ سے زیادہ ان کی بیگم تیز تھیں۔ انہوں نے ایسے انداز میں گفتگو کی کہ ہماری طرف آنے والی بلا ٹل گئی۔ جب ٹرین چل پڑی تو بزرگ خاتون نے مجھے محبت سے دیکھتے ہوئے کہا: "تم میرے بیٹے واجد علی شاہ سے مشابہت رکھتے ہو۔ وہ پندرہ برس کی عمر میں گھر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اب بارہ برس گزر چکے ہیں۔ اُسے واپس آنا ہوتا تو اتنی مُدت نہ لگاتا۔ اگر آ بھی جائے تو ہم اُسے نہیں پہچان سکیں گے۔ البتہ تمہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے خدا نے اُسے زندہ سلامت رکھا ہو گا تو وہ تقریباً تمہارے ہی جیسا ہو گا۔"

ان کی باتوں سے پتا چلا میری منہ بولی بہن کا نام عصمت آرا ہے۔ اسے لکھنؤ میں خالہ کے ہاں چھوڑ کر مدراس آئے تھے۔ یہاں ایک جگہ قرضہ ملنے کی اُمید تھی، وہ پوری نہ ہوئی ناکام واپس جا رہے تھے کہ اچانک ہم سے رشتے داری ہو گئی۔ میں نے کہا: "آپ میری بہن یعنی عصمت آرا اور دوسرے تمام رشتے داروں کو یہی بتائیں کہ میں سچ مچ آپ کا بیٹا واجد علی ہوں۔ مدراس میں اتفاقاً ملاقات ہو گئی۔ اب آپ بہو کے ساتھ مجھے گھر لے آئے ہیں۔"

کافی دیر تک ہم آئندہ کے منصوبے بناتے رہے۔ پھر میں نے کہا: "ہم پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں نیند پوری کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ بزرگ بھی نکمّا دور پریشانی سے رات بھر جاگتے رہے تھے میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں سلا دیا۔ پھر شبلی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ وہ شرما کر بولی: "کیا کرتے ہیں، یہ جاگ جائیں گے۔"

"تم میری صلاحیتوں کو بھول جاتی ہو۔ انہیں میں نے سلایا ہے

اور میں ہی جگاؤں گا تو ان کی آنکھ کھلے گی۔"

اس نے تعجب سے دونوں بزرگوں کو دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی خود کو مجھ پر نچھاور کرنے لگی۔ اس نے اپنے آپ کو سر سے پاؤں تک بے مثال بنا دیا تھا۔ اب مجھے فکر و پریشانی سے دور لے جانا چاہتی تھی۔ مگر میں اس کی سحر انگیز قربت کے باوجود بار بار یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ بھارتی جاسوس کس طرح مجھے پہچان گئے؟

یہ سمجھنا بہت ضروری تھا کہ مجھ سے کہاں غلطی ہو گئی ہے؟ یا وہ کس کی آنکھیں ہیں جو مجھ سے چھپ کر رہتی ہیں اور مجھے دیکھتی رہتی ہیں؟ کیا میں اب بھی خوش فہمی میں مبتلا ہوں کہ مجھے کوئی نہیں پہچان رہا ہے اور درپردہ پہچان رہا ہے؟

شپلی نے کہا۔ "آپ کل سے مجھے بے انتہا متریں دے رہے ہیں اور خود مصیبتیں اٹھانے جا رہے ہیں۔ میں نے وعدہ کیا تھا آپ کو بہت بڑی خوشخبری سناؤں گی۔ وہ انعام دوں گی جو کسی نے دیا نہ ہو۔ مگر آپ کو وہ انعام طلب کرنے کی فرصت ہی نہیں مل رہی ہے۔"

میں نے چونک کر کہا۔ "ارے ہاں۔ کل تم نے تجسس میں مبتلا کر دیا تھا۔ میں سوچتا رہ گیا پتا نہیں وہ کون سا انمول انعام ہے جو تم سے ملنے والا ہے۔ برا ہو معروفیات کا۔ میں تو بھول ہی گیا تھا۔ اب بتاؤ ایسی کیا بات ہے جو میرے لیے انعام بھی ہے اور خوشخبری بھی۔"

وہ اپنی مخروطی انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے بولی۔ "میں غریب لڑکی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ مجھے فرہاد علی تیمور کے قدموں میں جگہ ملے گی اور میں ایک ہی دن میں بے انتہا دولت کی مالکہ بن جاؤں گی۔ میرے دل نے میرے ضمیر نے پوچھا۔ میں آپ کو ایسی کیا خوشی دے سکتی ہوں، جو دنیا جہان کی دولت سے زیادہ قیمتی ہو؟ تب میری سمجھ میں بات آ گئی۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "تب میں نے فیصلہ کیا کہ میں آپ کی خاطر شپلی ملہوترہ کو ہمیشہ کے لیے مار ڈالوں گی۔"

میں نے چونک کر پوچھا۔ "یہ کیا بات ہوئی؟"

"آپ میرے دیس میں آئے ہیں۔ میں نے سوچا، میں ہندوستانی تہذیب آرٹ اور کلچر کے مطابق عمل میں آپ کا استقبال کروں گی۔ خوب ناچوں گی، گاؤں گی۔ اپنا جسم، اپنا دل، اپنی روح آپ کو پیش کر دوں گی۔ پھر دوسری صبح شپلی ملہوترہ کو مار کر اسلام قبول کر لوں گی۔"

میرا دل حیرت اور مسرت سے دھڑک گیا۔ میں نے اُسے دھڑکنوں سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "سچ؟"

"ہاں میرا دل کہتا رہا، یہ آپ کے لیے سب سے بڑی خوشخبری ہو گی۔ میں ایک مسلمان شپلی کو انعام کے طور پر پیش کر دوں گی تو یہ انعام دنیا جہان کی دولت سے زیادہ قیمتی ہو گا۔"

"واقعی تم مجھ سے زیادہ محبت کا حق ادا کر رہی ہو۔ میرے خدا میرے رسولؐ کو مان کر میری زندگی میں میری داستان میں ایک نہ مٹنے والی ہستی بن رہی ہو۔ خدا کی قسم! تمہارا اور انمول انعام تمہاری جیسی محبت کرنے والی لڑکی ہی دے سکتی ہے۔"

وہ سر جھکا کر بولی۔ "مگر ابھی تک کچھ نہیں دیا۔ میں نے ایڈوانس تمک رام کے ذریعے ایک عالم صاحب سے دوسری صبح کا وقت مقرر کیا تھا۔ عالم صاحب نے کہا تھا، یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ مجھے بتاؤ وہ کون سا جذبہ ہے جس نے اسلام قبول کرنے کی تحریک پیدا کی ہے۔

میں نے شرماتے ہوئے عالم صاحب سے کہا۔ "مجھے ایک مسلمان سے محبت ہو گئی ہے۔ میں اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

"بیٹی! اسلام میں نکاح کے بغیر کوئی لڑکی کسی نامحرم کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ تم جس کی خاطر اسلام قبول کر رہی ہو۔ اسے بھی صبح بلا ناکہ میں تمہیں کلمہ پڑھانے کے بعد اس سے تمہارا نکاح پڑھانے کا بھی فرض ادا کر دوں۔"

پھر انہوں نے کہا۔ "مجھے اس نیک مسلمان کا نام و ولدیت اور پتا ٹھکانا بتاؤ تاکہ میں نکاح کے رجسٹر کی خانہ پُری کر سکوں۔"

شپلی کی یہ باتیں سنتے ہی میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر پوچھا۔ "کیا تم نے میرا نام بتایا تھا؟"

"میں نہیں بتانا چاہتی تھی، انہوں نے کہا، میں غلط نام بتاؤں گی تو نکاح جائز نہیں ہو گا۔ مجھے پریشان دیکھ کر انہوں نے پوچھا، کیا وہ خدانخواستہ کوئی مجرم ہے؟ میں نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ وہ انسان دوست ہیں۔ انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔"

عالم صاحب نے پوچھا۔ "پھر کیوں چھپاتی ہو؟ اگر کسی اور مصلحت کے تحت چھپانا ضروری ہو تو میں اس کا ذکر کسی سے نہیں کروں گا۔"

جب انہوں نے یقین دلایا کہ آپ کا نام راز میں رہے گا تو میں نے عالم دین پر اعتماد کیا اور آپ کا نام بتا دیا۔"

شپلی کی بات سنتے ہی میں سر پکڑ کر رہ گیا۔ وہ ندامت سے بولی۔ "کیا میں نے غلطی کی؟ کیا مجھے آپ کے مسلمان عالم پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے تھا؟"

اب میں کیا جواب دیتا؟ علمائے دین پر میرا اعتماد ہے۔ مگر وہ عالم صاحب کون تھے؟ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ انہوں نے مخبری کی ہو گی؟

میں نے اس مسئلے پر غور کیا تو بات سمجھ میں آئی کہ عالم صاحب خدانخواستہ لالچی ہوتے تو وہ پولیس کے مخبر بن کر انعام حاصل کرنے کے بجائے مجھ سے اچھی خاصی رقم وصول کر سکتے تھے۔ میں نے شپلی سے پوچھا۔ "کیا انہوں نے میرا نام سُن کر کسی خاص ردِعمل کا اظہار کیا تھا؟"

وہ بولی۔ "عالم صاحب پریشان ہو گئے تھے مگر انہوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ دوسری صبح آنے کا وعدہ کر کے چلے گئے۔"

میں نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، وہ میری شخصیت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ جانتے ہوں گے کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے دماغ میں آ کر انہیں نقصان پہنچا سکتا ہوں۔ انہیں مجھ سے خوفزدہ ہونا چاہیے تھا مگر وہ بے باک تھے۔ میں یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ انہوں نے مخبری کیوں کی؟"

میں نے سنتو کو مخاطب کیا اور شپلی سے عالم صاحب کا نام اور پتا پوچھ کر کہا۔ "تم ٹیلیفون کے ذریعے انہیں مخاطب کرو۔ میں سُن رہا ہوں۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ایک ٹیلیفون بوتھ میں جا کر ان سے رابطہ قائم کیا، پھر کہا۔ "ہیلو! کیا آپ مولانا عبدالرحیم حیدرآبادی ہیں؟"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "جی ہاں، خادم بول رہا ہے۔"

سنتو نے میری ہدایت پر ریسیور رکھ دیا۔ میری سوچ کی لہروں نے عالم صاحب کے دماغ میں کہا۔ "السلام علیکم۔"

انہوں نے بے اختیار وعلیکم السلام کہا۔ پھر چونک کر خلا میں تکنے لگے۔ میں نے کہا۔ "محترم! میں فرہاد علی تیمور آپ سے مخاطب ہوں۔"

وہ آرام سے بیٹھ گئے۔ پھر بڑے سکون سے بولے۔ "میں جانتا تھا، اب میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ تم کسی وقت بھی انتقام لینے آ سکتے ہو۔ سو آ گئے؟"

"آپ میرے لیے قابلِ احترام ہیں۔ میں آپ سے انتقام لینے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں آپ کی مجبوریاں معلوم کرنے آیا ہوں۔"

"کیسی مجبوریاں؟ کیا تم سمجھتے ہو، مجھ پر دباؤ ڈالا گیا اور میں نے مخبری کی؟ نہیں برخوردار! میں نے مجبور ہو کر نہیں بلکہ فرض سمجھ کر تمہارے خلاف انٹیلیجنس والوں سے رابطہ قائم کیا تھا۔"

"آپ میرے خلاف کیوں ہیں؟"

"تم مذہب کے حوالے سے میرے عزیز ہو مگر میں بھارت کا ایک معزز شہری ہوں۔ جس طرح تمہیں پاکستانی ہونے پر فخر ہے اسی طرح مجھے بھارتی ہونے پر ناز ہے۔ ہمارا تمہارا یہ اوّلین فرض ہے کہ ہم اپنے اپنے ملک اور اپنی اپنی حکومت کے وفادار ہیں۔"

"آپ درست فرماتے ہیں لیکن میرا تصور کیا ہے؟"

"میں ایک ذمے دار شہری کی حیثیت سے یہ جانتا ہوں کہ میرے دیس کی پولیس، انٹیلی جنس اور فوجی جاسوس تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ تمہارا سراغ ملتے ہی ان سے تعاون کرنا میرا فرض تھا۔ وہ میں نے کیا۔ بعد میں پتا چلا کہ تم غلط نام اور غلط پاسپورٹ کے ذریعے اس ملک میں داخل ہوئے ہو۔ یہ بہت بڑا جرم ہے۔ پھر پتا چلا، تمہاری وجہ سے کتنے ہی سپاہی، سراغرساں اور فوجی جوان مارے گئے ہیں۔ تمہاری آمد پر سرکاری حلقوں میں سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔ کیا اتنے سارے الزامات کے بعد بھی اپنا قصور پوچھو گے؟"

"اب نہیں پوچھوں گا۔"

انہوں نے کہا۔ "ہم مسلمان ہیں، ہمیں اپنی زبان کو سچا اور عمل کو پختہ رکھنا چاہیے۔ میں اپنے مذہب کا عالم ہوں۔ اگر میں اپنی بھارت سرکار سے جھوٹ بولوں گا، دھوکا دوں گا تو ہمارے دوسرے علماء پر سے اعتماد اُٹھ جائے گا۔ ایک مسلمان کی سچائی پوری دین کی سچائی ہوتی ہے، اس طرح ہمارا دینی عمل مستحکم اور مثالی ہوتا ہے۔"

"جناب عالم صاحب! آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ میں آپ کی نصیحتیں یاد رکھوں گا، اجازت دیجیے، خدا حافظ۔"

میں نے شپلی کو دیکھا۔ اس نے پوچھا۔ "آپ کہاں تھے؟"

میں نے اسے عالم صاحب کے متعلق بتایا۔ اس نے سننے کے بعد کہا۔ "بے شک وہ ایمان والے ہیں۔ ہر مذہب کے لوگوں کو اپنی حکومت کا وفادار رہنا چاہیے لیکن میں نے آپ کے لیے بڑے مسائل پیدا کر دیے ہیں۔"

"تم نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ تم ہمارا مذہب قبول کر رہی تھیں۔ اکثر نئی کرنے کرتے غلطی ہو جاتی ہے لیکن جلد ہی اس غلطی پر نئی غالب آ جاتی ہے۔"

ٹرین تیز رفتاری سے فاصلے مختصر کرتی جا رہی تھی۔ نیچے والی ایک برتھ پر بزرگ خاتون سو رہی تھیں۔ میں نے دوسری خالی برتھ پر شپلی کو سونے کے لیے کہا۔ آدھا دن گزر چکا تھا، ہم نے پچھلی رات سے ایک ذرا پلک نہیں جھپکائی تھی۔ میں اوپری برتھ پر آ گیا۔ اس کے بعد دماغ کو ہدایات دے کر آرام سے سو گیا۔

میں نے چار گھنٹے کا وقت مقرر کیا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو میرے باقی ہم سفر سو رہے تھے۔ میں نے دہلی میں رہنے والے باس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں کل صبح کلکتہ پہنچ رہا ہوں۔ میرے ساتھ تین اور افراد ہیں۔ آپ کلکتہ سے لکھنؤ تک کے لیے کسی طیارے میں چار سیٹیں بک کرا دیں۔ مجھے لکھنؤ پہنچتے ہی دس بارہ لاکھ روپے کی ضرورت پڑے گی۔"

"جناب! آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہو گی۔ اور فرمائیں؟"

میں نے باس رانا پرتاپ کو بزرگ اور ان کی حویلی کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ پھر کہا۔ "مسٹر رانا! وہ حویلی آپ خرید لیں۔ مدراس میں ستر لاکھ کا مکان شپلی کے نام سے خریدا۔ اب وہ سرکاری تحویل میں رہے گا۔ آپ لکھنؤ کی حویلی خریدنے کے بعد اسے بیگم واجد علی کو تحفے کے طور پر دے دیں۔"

اس نے پوچھا۔ "یہ واجد علی کون ہیں؟"

"یہ میرا موجودہ نام ہے اور میری شریکِ حیات کا نام....

شائستہ بیگم ہے۔"

میں اس سے تمام ضروری باتیں کرنے کے بعد جناب شیخ صاحب کے پاس پہنچا۔ انھوں نے کہا۔ "سونیا استنبول کے لیے روانہ ہو چکی ہے، تم اس کے دماغ میں پہنچنے کے لیے یہ کوڈ ورڈ تیار کر دگے۔ بیٹو سونیا! میں تین بچوں کو اپنی میں بلانے آیا ہوں۔ وہ پوچھے گی کیوں بلانا چاہتے ہو؟ تم جواب دو گے، تین بچے مل کر باپ بن جائیں گے۔"

بڑے معنی خیز کوڈ ورڈ تھے۔ اس ٹیلی گرام مشین کے تین حصے کیے گئے تھے، ان کی الگ الگ کوئی اہمیت نہیں تھی، اس لیے کوڈ میں کہا جاتا کہ تین بچے مل کر باپ بن جائیں گے۔

ان بہن بھائیوں نے اپنا اپنا حصہ کہاں چھپایا ہے؟ یہ آپس میں بھی کسی کو نہیں بتایا تھا۔ انھوں نے جو طریقہ کار اختیار کیا تھا اس کے مطابق وہ ایک دوسرے کے دماغ میں بھی نہیں پہنچ سکتے تھے ان تینوں نے تین آلۂ کار مقرر کر رکھے تھے، ان آلہ کاروں کے دماغ میں پہنچ کر بھائی آمر کے لہجے میں بولتے تھے اور روزانہ، جو جو کے لہجے میں بولتی تھی۔

لیکن روزانہ کی کھوپڑی ٹیلی پیتھی سے خالی ہو گئی تھی، چہرہ بگڑ گیا تھا۔ لہٰذا وہ ہندوستان سے واپس چلی گئی تھی۔ شام کو کسی وقت استنبول پہنچنے والی تھی۔ میں نے سونیا کے دماغ پر دستک دی، اس نے سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لی تو میں نے کہا۔ "بیلو سونیا! میں تین بچوں کو اپنی میں بلانے آیا ہوں۔"

اس نے قدرے مطمئن ہو کر سوال کیا۔ "کیوں بلانا چاہتے ہو؟"

میں نے وہی جواب دیا کہ تین بچے مل کر باپ بن جاتے ہیں پھر اس سے کہا۔ "روزانہ عرف لیڈی روزینہ بھی شام تک استنبول پہنچ رہی ہے، چوں کہ وہ اپنی رہائش گاہ کے اسی بیڈ روم میں پلاسٹک سرجری کے لیے پڑی رہے گی، لہٰذا تمھیں اس بیڈ روم کی دہری چھت کے خفیہ خانے تک پہنچنے میں خاصی دشواری ہو گی۔"

سونیا نے کہا۔ "بلے، تمھیں میری دشواریوں کا کتنا خیال ہے، سنا ہے خیال کرتے کرتے دُبلے ہو رہے ہو۔ میرے فراق میں حسین لڑکیوں کو دیکھنا چھوڑ دیا ہے بلکہ میرے فراق میں خود مجھ سے باتیں کرنا بھول گئے ہو۔"

"اگر تم میرے سامنے ہوتیں تو تمھارا منہ توڑ دیتا پھر کتنا مجھے تو تمھارا منہ بھی یاد نہیں رہا۔ اس کے بعد تمھیں یاد آ جاتا کہ تمھارے دماغ پر تنویمی عمل کا اثر تھا اور اب تو سانس بھی روکے ہوئے ہو۔ اگر شیخ صاحب کوڈ ورڈ نہ سمجھاتے تو میں اب بھی تمھاری کھوپڑی کے باہر ہی رہتا۔"

"اگر تم چاہتے تو پہلے بھی شیخ صاحب کے ذریعے مجھ سے دو باتیں کر سکتے تھے۔"

"عورت سے دو باتیں کرو، وہ چار سناتی ہے، تم میری مصروفیات اور دشمنوں کی پیدا کردہ الجھنوں کو خوب سمجھتی ہو۔ لہٰذا غصہ تھوک دو اور کام کی باتیں سنو۔"

وہ مسکرانے لگی۔ میں اسے بہن بھائیوں کا طریقہ کار سمجھانے لگا۔ وہ تمام باتیں سننے کے بعد بولی۔ "اگر وہ تینوں اپنے آلہ کاروں کے ذریعے گفتگو کرتے ہیں تو تم نے ایک اہم نکتے پر غور نہیں کیا ہے۔"

"وہ کیا ہے، تمھاری ذہانت آزمانا چاہتا ہوں۔"

"یہ تو پہلی ملاقات سے آزماتے آ رہے ہو، بہر حال سنو۔ روزانہ ہوٹل کے کمرے میں تھی، اپنا بگڑا ہوا چہرہ کسی کو دکھانا نہیں چاہتی تھی، اچانک اس نے دماغ میں بھائی آمر کا لہجہ سنا۔ اس لہجے کے پیچھے شاید یہ تھا، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، جب وہ تینوں اپنے آلہ کاروں کے ذریعے گفتگو کرتے ہیں تو شارپر اس وقت براہِ راست بہن کے دماغ میں کیسے پہنچ گیا؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم سچ مچ شیطانی ذہانت رکھتی ہو، شارپر کی مکاریوں تک پہنچ گئی ہو۔"

قصہ یوں ہے کہ تینوں بھائی بہن تنویمی عمل کے ذریعے ایک دوسرے کا لہجہ بھول گئے تھے، تاکہ ایک دوسرے کے جوابی حالات نہ پڑھ سکیں۔ دراصل جس نے بھی ان پر تنویمی عمل کیا، وہ شارپر کا خاص آدمی ہو گا۔ اس نے عمل کے دوران روزانہ اور ہارپر کے دماغوں سے شارپر کا لہجہ بھلا دیا، مگر ان بھائی بہن کے لہجوں کو شارپر کے دماغ میں محفوظ رکھا۔

اس طرح یہ انکشاف ہو رہا تھا کہ شارپر دوسرے بھائی بہنوں کے مقابلے میں بہت زیادہ مکار ہے، سب کے دماغوں میں چپ چاپ پہنچتا ہے اور بہن بھائیوں کے راز معلوم کر لیتا ہے۔ اتنی تفصیلات کے پیشِ نظر یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ شارپر اس مشین کے اپنے حصے کے علاوہ روزانہ اور ہارپر کے حصوں کو بھی جانتا ہے کہ وہ کہاں چھپا کر رکھے گئے ہیں۔

سونیا نے کہا۔ "روزانہ ٹیلی پیتھی بھولنے اور چہرہ بگڑ جانے پر ایسی بدحواس ہے کہ اس نے شارپر کے براہِ راست دماغ میں آنے پر توجہ نہیں دی ہے۔"

میں نے کہا۔ "جب توجہ دے گی تو وہ باتیں بنا کر ٹال دے گا لیکن سونیا بیگم کیا تمھیں یقین ہے کہ روزانہ کا حصہ چھت کے جوار خانے میں محفوظ ہو گا؟"

"ہو سکتا ہے، شارپر نے یہ سوچ کر روزانہ اور ہارپر کے حصوں پر ہاتھ نہیں ڈالا ہو گا کہ وہ بڑی ذہانت سے چھپا کر رکھے گئے ہیں اور ان تین حصوں کو تین مختلف جگہ رہنا چاہیے اور سب سے اہم بات یہ کہ وہ حصے جوار کہ بہن بھائی کو شبہ کرنے کا موقع نہیں دے گا۔"

سونیا حفاظتی بیلٹ باندھنے لگی۔ طیارہ استنبول کے

ایئر پورٹ پر اُترنے والا تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک بوڑھا مسافر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے حفاظتی بیلٹ باندھ رہا تھا۔ سونیا نے اس کی طرف جھک کر بیلٹ باندھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ کسی تکلیف میں مبتلا ہیں؟"

وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔ "بڑھاپا تو تکلیف سے شروع ہوتا ہے، تکلیف میں ہی ختم ہوتا ہے، پلیز! ہوسٹس کو بلاؤ۔ وہ مجھے طیارے کی سیڑھیوں سے اُتار دے گی۔"

"میں آپ کی بیٹی ہوں۔ آپ جہاں جانا چاہیں گے، پہنچا دوں گی۔"

"خوش رہو بیٹی! کیا نام ہے تمھارا، کیا اکیلی ہو؟"

"جی اکیلی ہوں، میرا نام سلطانہ ہے، سلطانہ حشمت۔۔۔"

"کمال ہے، تم نے مجھے باپ سمجھا، اس سے پہلے ہی میرا نام، تمھارے نام کے ساتھ ہے، مجھے حشمت بیگ کہتے ہیں، کیا تم ترک لڑکی ہو؟"

سونیا ترکی زبان بولنے لگی۔ بوڑھا حشمت بیگ خوش ہو کر بولا۔ "ہم مسلمان، ہم ترکی اور ایک دوسرے کے نام سے بھی وابستہ ہیں۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے ہم سچ مچ باپ بیٹی تھے۔ ایک دوسرے کو بھول گئے تھے اب یاد آ گئے ہیں۔"

وہ ہنسنے لگی۔ مسافر طیارے سے اُتر رہے تھے، وہ سب سے آخر میں اُٹھی۔ حشمت بیگ کو سہارا دیا۔ اس کے سفری بیگ کو شانے سے لٹکایا، اپنے بیگ کو ہاتھ میں لیا پھر دوسرے ہاتھ سے بوڑھے کو سہارا دے کر چلنے لگی۔ وہ بولا۔ "میں یہ نہیں کہوں گا کہ تم میرے لیے تکلیف اٹھا رہی ہو، میں تمھارا شکریہ بھی ادا نہیں کروں گا۔ اس عمر میں جوان اولاد سہارا نہیں دے گی تو اور کون دے گا؟"

"کیا اتنی بڑی دنیا میں آپ کا کوئی نہیں؟"

"کوئی نہیں تھا، اب تم ہو۔ مجھے اپنے بارے میں بتاؤ، واقعی اکیلی ہو تو میرے گھر چلو۔"

"آپ نہ کہتے تب بھی گھر تک چلتی۔ میں آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

وہ سونیا کو دعائیں دینے لگا۔ میں نے کہا۔ "تم دعائیں کماتی ہو، میں بوڑھے کے متعلق تفصیلات معلوم کرتا ہوں۔"

میں معلوم کرنے لگا۔ جب وہ دونوں پاسپورٹ وغیرہ چیک کرانے کے بعد گیج ہال سے سامان لے کر نکلے تو میں خیال خوانی کرتے کرتے چونک گیا۔ ایکسکیوز کے ذریعے کہا جا رہا تھا۔ "مادام سونیا! ہم استنبول میں تھیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ ایک نیلے رنگ کی کار نمبر دو ہزار پانچ، تمھاری منتظر ہے۔ ہوٹل حرمت کا پورا سوئٹ تمھارے نام کر دیا گیا ہے، ہمیں امید ہے کہ ہمیں آپ کی میزبانی کا شرف حاصل ہو گا۔۔۔"

میں نے اناؤنسر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ مائیک کے سامنے ایک کاغذ کو دیکھ رہا تھا اور اس پر سونیا کے لیے جو استقبالیہ فقرے لکھے ہوئے تھے، انھیں پڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ کسی شخص نے اسے اناؤنسمنٹ کی فیس ادا کی تھی اور وہ تحریر پڑھنے کے لیے اسے دے کر چلا گیا تھا۔

اناؤنسمنٹ ختم ہونے کے بعد میں نے اناؤنسر کو اس بات پر قائل کیا کہ وہ استقبالیہ تحریر پیش کرنے والے کو تلاش کرے لیکن وہ ڈیوٹی کی جگہ چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ وہیں سے دور تک نظریں دوڑا رہا تھا مگر وہ شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "تم بین الاقوامی شہرت یافتہ سرجن ہو، کہیں پہنچنے سے پہلے تمھارا نام پہنچ جاتا ہے، اس اناؤنسمنٹ پر تبصرہ کرو۔"

وہ بولی۔ "سیدھی سی بات ہے، وہ مجھے چہرے سے پہچان نہیں سکیں گے۔ پہچاننے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ہے تاکہ میں میک اَپ میں ہونے کے باوجود اور زیادہ چھپنے کی حماقت کروں اور ان کی نظروں میں آ جاؤں۔"

وہ سامان کی ٹرالی دھکیلتی جا رہی تھی۔ بوڑھا حشمت بیگ ساتھ چل رہا تھا۔ اس کی خاطر رفتار سست تھی۔ وہ بوڑھے سے باتیں کرتی جا رہی تھی اور بات بات پر ہنستی مسکراتی ہوئی چاروں طرف نظریں دوڑاتی جا رہی تھی۔ دو چار شخص اسے نظر آئے جو کسی نہ کسی جوان عورت کو روک ٹوک کر کچھ کہتے تھے۔ ایک شخص نے اس کے پاس آ کر اسے چونکا دینے کے انداز میں مخاطب کیا۔ "بیلو مادام سونیا! میں آپ کا خادم ہوں، باہر کار موجود ہے۔"

وہ نادان سمجھی نہیں تھی کہ چونک جاتی۔ اس نے حیرانی سے سر گھما کر بوڑھے سے ترکی زبان میں کہا۔ "پاپا! یہ شخص مجھے سونیا کیوں کہہ رہا ہے؟"

بوڑھے نے اسے گھور کر انگریزی زبان میں پوچھا۔ "اے مسٹر! تم کون ہو؟ اگر کسی سونیا کو جانتے نہیں ہو تو کم از کم اس کی ایک تصویر اپنے پاس ضرور رکھ لو۔"

وہ سوری کہہ کر دوسری عورتوں کی طرف جانے لگا۔ میں اس کی کھوپڑی میں جانا چاہتا تھا، ٹھہر گیا۔ بوڑھا حشمت بیگ ایک ہاتھ سے سونیا کا سہارا لے کر دوسرے ہاتھ سے اپنا سر تھام کر کہہ رہا تھا۔ "میرا سر، میرا سر بوجھل ہو رہا ہے۔ بیٹی سلطانہ! کوئی ناپاک روح میرے اندر جگہ ڈھونڈ رہی ہے۔ بیٹی! مجھے جلدی کھرلے چلو، میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔"

عمارت سے باہر آتے ہی ایک ٹیکسی سامنے آ کر رُک گئی۔ اس نے حشمت بیگ کو پچھلی سیٹ پر بٹھایا۔ ڈرائیور نے سامان اُٹھا کر رکھا پھر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کہاں تشریف لے

جائیں گے؟"

"حضرت بایزید (رحمت اللہ علیہ) ابو نو چلو۔"

میں نے کہا: "سونیا! یہ عجیب سی بات ہے۔ میں بزرگ حشمت بیگ کے دماغ میں گیا تو انھوں نے محسوس نہیں کیا۔ بعد میں وہ کہنے لگے کہ سر بوجھل ہو رہا ہے، کوئی ناپاک روح ان کے اندر جگہ ڈھونڈ رہی ہے۔ کیا میرے دماغ سے نکل جانے کے بعد انھوں نے مجھے محسوس کیا، یا میرے بعد کوئی دوسرا ان کے دماغ میں آنا چاہتا تھا؟"

سونیا نے کہا: "جب بابا نے اس شخص سے بات کی تب ہی ان کا سر بوجھل ہوا تھا۔ اس کا مطلب ہے اس شخص کے ذریعے کسی نے بابا کی آواز سنی پھر ان کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کی۔"

میں اس شخص کے پاس پہنچا جس نے سونیا کو مخاطب کیا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے واقف نہیں ہے۔ البتہ ایک پُراسرار شخص کے لیے کام کر رہا ہے۔

میں نے سونیا کو اس کے متعلق بتایا پھر کہا: "وہ پُراسرار شخص شاید پری ہو سکتا ہے۔ اسی نے بزرگ حشمت کے دماغ میں آنے کی ناکام کوشش کی ہوگی۔ اور یہ بزرگ یقیناً جناب شیخ الفارس کی طرح روحانی قوتوں کے حامل ہیں۔ جناب شیخ صاحب کی طرح یہ بھی منفی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا: "جناب شیخ صاحب تو منفی سوچ کے علاوہ تمھیں اور شیبا کو بھی محسوس کر لیتے ہیں پھر ان بزرگ نے تمھیں محسوس کیوں نہیں کیا؟"

وہ بزرگ حشمت بیگ سے ترکی زبان میں باتیں کرتی جا رہی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور کے دماغ میں شاید ہی کوئی موجودگی محسوس ہوتی تھی۔ وہ اپنی بہن روزانہ عرف لیڈی روزینہ کی طرح ترکی زبان نہیں جانتا تھا اور نہ یہ زبان بولنے والی سونیا عرف سلطانہ کے دماغ میں بھی پہنچنے کی کوشش ضرور کرتا۔

حضرت بایزید رحمت اللہ علیہ کے مزارِ مقدس کے سامنے ٹیکسی رُک گئی۔ وہاں بڑی چہل پہل تھی۔ گلاب کے پھولوں، اگربتی، عود و عنبر کی دکانوں پر عقیدت مندوں کی بھیڑ تھی۔ ایک مرید نے فوراً آگے بڑھ کر ٹیکسی کا دروازہ کھولا۔ بزرگ حشمت بیگ کو سلام کیا۔ ایک ایک کر کے کتنے ہی مرید آنے لگے۔ ان کا سامان اٹھانے لگے۔ انھوں نے کہا: "میری بیٹی کو حجرے میں پہنچا دو، میں عبادت سے فارغ ہو کر آؤں گا۔"

سونیا ان کے مریدوں کے ساتھ چلی گئی۔ میں ان کے دماغ میں رہ کر مزار شریف کا ایمان افروز منظر دیکھنے لگا۔ ایک کھلے صحن میں اچھا خاصا مجمع تھا۔ کچھ لوگ ترکی زبان میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت میں نعت پڑھ رہے تھے۔ پڑھنے کا انداز ایسا متاثر کن تھا کہ کتنے ہی بندوں پر وجد طاری ہو گیا تھا اور وہ زانو ہو کر سر جھکائے حال میں آ رہے تھے۔

بزرگ نے مزار شریف پر حاضری دی۔ پھر اس حصے میں پہنچے جو صرف عبادت کے لیے مخصوص تھا۔ انھوں نے ایک جگہ وضو کیا۔ پھر ایک گوشے میں کھڑے ہو کر نماز کے لیے نیت کرنے سے پہلے کہا: "اب جاؤ یہاں سے۔"

یہ کہتے ہی سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔

یا حیرت! بابا فرید واسطی مرحوم جناب شیخ الفارس اور اب یہ بزرگ حشمت بیگ ہیں اور آئندہ نہ جانے کتنے روحانی قوتوں کے اور بھی بزرگ ہوں گے جن کے پاس سونیا پہنچتی رہے گی۔ جب سے یہ بابا فرید واسطی کی لاڈلی بنی تھی۔ تب سے اسے پہنچے ہوئے بزرگوں تک پہنچنے کی سعادت حاصل ہوتی رہتی تھی۔ اس اعتبار سے یہ نیک بخت بھی تھی اور خوش بخت بھی۔ اس کی نیک بختی اسے بزرگانِ دین تک پہنچاتی تھی اور خوش بختی دشمنوں سے محفوظ رکھتی تھی۔

وہ حجرے میں بیٹھی سوچ رہی تھی کہ کس مقصد کے لیے آئی اور کہاں پہنچ گئی ہے۔ مگر اس حجرے میں بڑا سکون مل رہا تھا۔ بزرگ کو سہارا دے کر وہاں تک لانے کے بعد ان کی خدمت کرتے رہنے کو جی چاہتا تھا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر کچھ کہنا چاہا۔ اس نے سارا ردک لی۔ آخر کو ڈور ڈور ذاد اکرنے کے بعد جگہ ملی۔ میں نے پوچھا: "یہ بزرگانِ دین آخر تمھیں ہی کیوں چاہتے ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولی: "مجھے تو ساری دنیا چاہتی ہے۔ اپنے پڑھنے والوں سے پوچھ کر دیکھ لو۔"

میں نے کہا: "بزرگوں میں صرف شیخ صاحب ایسے ہیں جو ہمارے معاملات پر مجھ سے گفتگو کر لیتے ہیں، ورنہ بابا فرید واسطی صاحب نے اپنی زندگی میں کبھی مجھے لفٹ نہیں دی۔ شاید ہی کبھی گفتگو کی ہو۔ تو یاد نہیں آتا کبھی انھوں نے اپنے دماغ میں آنے دیا ہو۔ وہ تو پہلی گوئی کر چکے تھے کہ وہ جب تک زندہ ہیں، میں ادارے میں قدم نہیں رکھوں گا اور یہی ہوا تھا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "اپنے اعمال درست کرو، تم دماغ تک پہنچتے ہو، بزرگ حضرات روح تک پہنچتے ہیں۔ اپنے اندر جھانک کر دیکھو، شاید آلودگی سمجھ میں آ جائے۔ باقی دی وے ناشکری میرے بابا صاحب نے تم سے کئی بار گفتگو کی تھی۔ یہ اور بات کہ انھوں نے میری محبت کی خاطر ایسا کیا تھا لیکن تم ایسی باتیں کو چھیڑ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ بزرگ حشمت بیگ نے بھی تمھیں دل میں جگہ دی ہے اور مجھے حکم دیا کہ میں ان کے دماغ سے نکل جاؤں۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی: "یعنی یہ تمھارے ہی بارے میں کہا گیا ہے کہ بڑے بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے۔"

پھر وہ اچانک سنجیدہ ہو کر بولی: "اس کا مطلب ہے، بابا تمھیں اپنے اندر محسوس کرتے تھے اور انجان بنتے آ رہے تھے۔ تمھیں دماغ سے نکالنے کی کوئی وجہ ضرور ہو گی۔"

"ہاں، وہ نماز شروع کر رہے تھے۔"

"پھر اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے، کیا میری ہر دلعزیزی سے تم جلنے لگے ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "ہر دل میں رہنے والی! تمھارے دل میں تو صرف میں رہتا ہوں۔ اب ذرا روزانہ کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

میرا خیال تھا وہ اپنی رہائش گاہ میں ہو گی تو اس کے ذریعے معلوم کروں گا کہ مشین کا وہ حصہ جہت کے خفیہ خانے میں محفوظ ہے یا نہیں؟ میں اس کے پاس پہنچا۔ ابھی اس کا سفر جاری تھا۔ اس کے دماغ میں بھائی آرمر کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔

"کیا تمھیں آرام مل رہا ہے؟"

وہ بولی: "ابھی تو تکلیف کچھ کم ہے۔ آرام تو اسی دن ملے گا جب میرے چہرے کی پلاسٹک سرجری ہو جائے گی۔ میرے بھائی کسی ایسے ماہر پلاسٹک سرجن کی خدمات حاصل کرو، جو مجھے دنیا کی سب سے حسین عورت بنا دے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ فی الحال ایک بُری خبر سنو۔ استنبول میں تم سے پہلے سونیا پہنچ گئی ہے۔"

وہ ناخواری سے بولی: "مجھے یہ نام زہر لگتا ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے، اس مشین کے ذریعے میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت واپس لے آؤ۔ پھر میں اس چڑیل کو اذیتیں دے دے کر مار دوں گی۔"

"ہم نے کیا تیر مارا جو تم مارو گی۔ سونیا کے بارے میں بتانے کا مقصد یہ ہے کہ اس سے میلوں دور رہو، خواہ کتنی ہی مجبوری ہو، اس کا سامنا نہ کرو۔ اگر تم شیطان سے بھی لمبی عمر کی فرمائش کرو گی تو وہ مشورہ دے گا کہ سونیا کو اپنے سائے تک بھی نہ پہنچنے دو۔"

"اگر وہ میری رہائش گاہ تک پہنچ گئی تو؟"

"اپنی رہائش گاہ کا رُخ نہ کرو۔ اس سے دور رہنے کے لیے استنبول بھی نہ جاؤ۔ وہاں ایئر پورٹ پر رہ کر دوسری فلائٹ سے لندن پہنچو۔ میں پلاسٹک سرجری کے انتظامات کرا رہا ہوں۔"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ وہ مشین کے اس حصے تک پہنچ جائے گی۔"

"میں اسے پہنچنے نہیں دوں گا۔"

وہ بیزاری چونک کر بولی: "اوہ گاڈ! کیا تم میرے حصے تک پہنچ گئے ہو؟"

"جب میں تمھارے دماغ میں پہنچ رہا ہوں تو ظاہر ہے کہ وہاں تک بھی پہنچ چکا ہوں۔"

"میرے بھائی! یہ سراسر بے ایمانی ہے۔ تم نے بہن کو دھوکا دیا ہے۔ تم تو کہتے تھے تنویمی عمل کے ذریعے میرے لیے کو بھول چکے ہو، پھر کل سے میرے دماغ میں کیسے پہنچ رہے ہو؟"

"تم بھائی کو بے ایمان کہہ رہی ہو۔ یاد کرو، ہندوستان میں تم شرما وغیرہ سے فون اور ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرتی تھیں۔ شرما اسرائیلی ایجنٹ ہے۔ میں بھی اس کے دماغ میں جاتا تھا۔ وہیں میں نے تمھارا لب و لہجہ سنا اور ہوٹل میں تمھارے پاس پہنچ گیا۔ مجھے الزام دینے سے پہلے یہ سوچو کہ تمھارا دماغ ٹیلی پیتھی سے خالی ہو چکا ہے۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا تمھارے اندر پہنچ سکتا ہے اور فرہاد تمھارے پاس پہنچ چکا ہے۔"

وہ ایک دم سہم کر بولی: "نہیں، وہ میرے دماغ میں نہیں آ سکتا۔ اس کے آنے سے پہلے میں مرجانا پسند کروں گی۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ تم ہر طرح سے خالی ہو چکی ہو، تمھیں مرجانا چاہیے مگر میں نے جو ہو اور آرمر کو نہیں مارا، تمھیں بھی نہیں مرنے دے سکتا ہوں۔ ہم تمام بھائی بہنوں کی حیثیت مثالی ہے، تم اندر سے پنجوں میں تھیں ایک نئے روپ میں زندہ رکھوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "مجھے اس نئے روپ کے متعلق کچھ بتاؤ؟"

ایم اے راحت کے سنسنی خیز ناول

عمران، ناصر آفریدی اور پروفیسر ڈاری

وہی تین ہنگامے

طنز و مزاح سے بھرپور

کتوں کی پلاش — بابا گرو ۲

آدھا بھیڑیا — گولا جی

قیمت فی کتاب ۲۰/- روپے
ڈاک خرچ فی کتاب ۱۰/- روپے

چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۱۰/- روپے

کتابیات پبلی کیشنز، پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

"یہ غلطی نہیں کروں گا۔ فرہاد کسی وقت بھی تمہارے دماغ سے میرے منصوبوں کو پڑھ سکتا ہے۔ تم کچھ نہ پوچھو، جو کہتا ہوں اس پر عمل کرتی جاؤ۔"

"کروں گی لیکن سچ بتاؤ کیا فرہاد واقعی میرے دماغ تک پہنچ چکا ہے؟"

"کیا تم اتنی جلدی قادر خان کو بھول گئی ہو؟"

وہ پھر سہم گئی۔ سیٹ پر سیدھی ہو کر بیٹھتے ہوئے بولی "اوہ گاڈ! کیا وہی فرہاد تھا؟ تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"ہندوستان کی انٹیلی جنس والے، پولیس والے اور فوجی جوان اسے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ انھوں نے فرہاد کو ایک محل میں قید رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اور یہ انکشاف ہو چکا تھا کہ وہ قادر خان کے روپ میں ہے مگر اس کے بعد معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیسے فرار ہو گیا۔"

"کیا تم معلوم نہیں کر سکتے؟"

"فوجیوں کو تلاش بسیار کے بعد بھی محل کا پچھواڑا راستہ نہ مل سکا۔ وہ محل کے سابقہ مالک پر ظلم کی انتہا کر رہے تھے۔ اور وہ نہیں بتا رہا تھا۔ میں نے چپ چاپ اس کے دماغ سے معلوم کر لیا لیکن بھارت سرکار سے دوستی رکھنے کے باوجود میں نے چور راستے کا انکشاف نہیں کیا۔ ضرورت ہی کیا ہے۔ اس ملک میں وہ محل اور خفیہ راستہ ہمارے کام آ سکتا ہے۔"

وہ سوچ رہی تھی، سہم رہی تھی اور کہہ رہی تھی "بھائی! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے، وہ میرے دماغ میں موجود ہے۔ ہماری باتیں سن رہا ہے۔"

"یہ تمہارا وہم ہے۔ اور اگر وہ ہے تو پروا نہ کرو۔ وہ خوامخواہ کسی کی جان نہیں لیتا۔ تمہیں بھی نہیں مارے گا۔"

"بھائی! آخر وہ ہے کیا؟ کسی کی گرفت میں کیوں نہیں آتا؟"

"بہت جلد گرفتار ہو گا۔ ہم دونوں بھائی اسے ہندوستان سے نکلنے نہیں دیں گے۔"

"میں نے تمہیں بے ایمان کہا۔ مجھے معاف کر دو۔ اگر تم میرے حصے تک نہ پہنچتے تو فرہاد پہنچ جاتا۔ کیا تم نے اسے خفیہ خانے سے نکال لیا ہے؟"

"یہ کام میں نے سب سے پہلے کیا ہے۔ فرہاد کو مایوسی ہو گی۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ مجھے بڑی مایوسی ہوئی۔ میں سونیا کے پاس آیا لیکن یہ کہہ نہ سکا کہ استنبول کا سفر ناکام رہا ہے۔ وہ مایوس نہیں ہو سکتی تھی کیوں کہ اسے ایک بہت بڑے بزرگ کا سایہ نصیب ہوا تھا۔

وہ عبادت سے فارغ ہو کر حجرے میں آئے تو بہت کمزور دکھائی دے رہے تھے۔ مریدوں نے انھیں سونیا تک پہنچایا۔ وہ بستر پر لیٹتے ہوئے بولے "تم سب باہر جاؤ۔ بیٹی میرے پاس رہے گی۔"

تمام مرید حجرے کے باہر آ کر بیٹھ گئے۔ بزرگ نے پیشن گوئی کر دی تھی کہ خالق حقیقی نے انھیں جو جہان دی ہے اب وہ واپس دینے جا رہے ہیں۔ حجرے کے باہر بیٹھے ہوئے تمام افراد زیر لب آیت الکرسی پڑھ رہے تھے۔ ایک عجیب سا ماتمی ماحول ہو گیا تھا۔ حجرے کے اندر بزرگ صاف و شفاف بستر پر لیٹے ہوئے کہہ رہے تھے "بیٹی! میرے پاس آؤ۔"

وہ پاس آ کر بیٹھ گئی۔ انھوں نے کہا "میرے سینے پر ہاتھ رکھو۔"

اس نے بزرگ کے سینے پر دائیں ہتھیلی رکھی۔ وہ بولے "میں بے شمار لوگوں کا روحانی علاج کرتا ہوں۔ وہ شفا پاتے ہیں مگر میں اپنے سینے کی تکلیف کا علاج نہ کر سکا اور نہ کرا سکا۔ لندن کے ڈاکٹروں نے کہہ دیا میرا دل بہت کمزور ہو چکا ہے۔ زیادہ دیر ساتھ نہیں دے گا۔ تب میں نے شیخ الفارس سے کہا کہ تمہیں استنبول بھیج دے۔"

سونیا نے حیرانی سے کہا "لیکن میں تو کسی اور مقصد سے آئی ہوں۔"

"وہ مقصد تو ایک بہانہ ہے۔ وہ چیز یہاں نہیں ملے گی مگر ایک دن تمہارے ہاتھ آئے گی۔"

"بابا! آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے؟"

وہ گہری سانس لیتے ہوئے بول رہے تھے "تمہارا وہ بابا، وہ فرید واسطی بہت پہنچا ہوا تھا۔ اس نے ایک دن کہا تھا حشمت! آخری وقت میری بیٹی کو بلا لینا۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھے گی تو آسانی سے دم نکلے گا۔"

سونیا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ فولاد تھی، آنسو نام کی چیز نہیں جانتی تھی لیکن اپنے پیارے بابا فرید واسطی کی پیشن گوئی سن کر آنکھ بھر آئی تھی۔ بابا مرحوم اسے کتنا بڑا درجہ دے گئے تھے۔ کوئی سکرات کے عالم میں ہو، دم نہ نکلتا ہو تو سینے پر اس کے ہاتھ رکھتے ہی موت آسان ہو سکتی تھی۔

اچانک اس نے تڑپ کر بزرگ کے سینے پر سر رکھ دیا اور چھوٹ چھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے اس کے چور خیالات پڑھے تو چند ساعتوں کے لیے گم سم رہ گیا۔ وہ میرے لیے رو رہی تھی، اس کا سر بزرگ کے سینے پر تھا لیکن وہ میرے آخری وقت کا ماتم کر رہی تھی۔

بابا صاحب نے پیشن گوئی کی تھی۔ ٹھیک ہی پیشن گوئی بزرگ حشمت بیگ کہنے لگے۔ ایک ہاتھ سے سونیا کو تھپکتے ہوئے کہا "مجھے تمہارے آنسوؤں کا پتا ہے۔ آخری وقت اس کے پاس رہو گی جس نے

لیے رو رہی ہو۔"

وہ ذرا توقف سے بولے "ہاں بیٹی! ٹھیک ہی سوچ رہی ہو۔ وہ بڑی اذیت اور کرب میں مبتلا ہو گا۔ جب تک تم سینے پر ہاتھ نہیں رکھو گی اس کی آخری سانس اٹکی رہے گی۔ تمہارے ایک ہاتھ میں محبت بھری کائنات ہے۔ یہ محبت کرنے والے ہاتھ مشکلیں آسان کرتے رہے ہیں۔"

سونیا نے آنسو پونچھتے ہوئے اُن کے سینے سے سر اٹھا لیا اور اپنا ہاتھ اسی طرح ان کی دھڑکنوں پر رکھا۔ بزرگ نے دولاغر ہاتھوں سے اس کا سر تھام لیا پھر کہا "میری آنکھوں میں دیکھو۔ میری آنکھوں میں دیکھتی رہو۔"

وہ ساکت ہو گئی۔ ان کی آنکھوں میں دیکھتی رہ گئی۔ اُسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ آنکھیں مقناطیس ہوں۔ وہ کھنچی جا رہی تھی۔ ان آنکھوں سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں اور اس کے دل اور دماغ میں جذب ہو رہی تھیں۔ جیسے علم سینہ بہ سینہ چلا آتا ہے، جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتا ہے، اسی طرح وہ اندر سے روشن ہو رہی تھی۔

اِدھر اس نے دل و دماغ کو روشن محسوس کیا، اُدھر بزرگ بڑے آرام سے بجھ گئے۔ آخری بار کلمہ پڑھا، پھر ان کے ہاتھ سونیا کے سر سے ڈھلک گئے۔ انھوں نے ہمیشہ کے لیے آنکھیں پھیر لیں۔

سونیا کا سر جھک گیا۔ اس نے سینے سے اپنے ہاتھ کو ہٹا کر دیکھا۔ اس کے ہاتھ ظالموں کو موت کے گھاٹ اتارتے تھے۔ آج پتا چلا، وہ ہاتھ اپنوں کو بھی آخری سانسوں میں کرب و اذیت سے نجات دلا کر ابدی نیند سلا سکتے ہیں۔

وہ ہاتھ بڑے مہربان تھے، وہ ہاتھ بڑے ظالم تھے۔

اس نے کہا "فرہاد! جناب شیخ صاحب کو اطلاع دے دو، بزرگ حشمت بیگ رحلت فرما گئے ہیں۔"

میں نے شیخ صاحب کو اطلاع دے دی۔ سونیا کے پاس واپس آیا۔ وہ مرحوم پر ایک سفید چادر ڈال چکی تھی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی حجرے سے باہر آ گئی تھی۔ باہر بیٹھے ہوئے مرید اور عقیدت مند اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ سونیا کو حیرانی سے دیکھنے لگے۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے پہلے جب وہ سونیا کو حجرے میں چھوڑ کر گئے تھے تو وہ کوئی اور تھی، اب جو سامنے نظر آ رہی تھی وہ کوئی اور لگ رہی تھی۔

اس کا چہرہ ایسا پاکیزہ اور اُجلا لگ رہا تھا جیسے اس کے وجود کے اندر نور کا سیلاب ہو اور اس کے چہرے سے وہ نور چھلک رہا ہو۔ آنکھوں میں بے پناہ کشش تھی، جس کی جانب دیکھ رہی تھی، اس کی نظریں جھک رہی تھیں۔ اس نے بڑی ہی مؤثر آواز اور لہجے میں کہا "اے لوگو! ہر ذی روح کو ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے۔ ہمارے بزرگ نے اپنی جان اس خالق حقیقی کو سونپ دی جس سے پائی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔۔۔۔"

وہ حجرے کے سامنے سے ہٹ گئی۔ لوگ اندر جانے لگے۔ میں نے کہا "سونیا! میں جناب شیخ صاحب کو اطلاع دے کر آ رہا ہوں۔ لیکن اس بار تم نے سانس نہیں روکی۔ تم نے کیسے یقین کر لیا کہ میں فرہاد، دشمن بھی ہو سکتے ہیں۔"

وہ خلا میں تکتے ہوئے بولی "میں اپنے اندر عجیب تازگی اور پاکیزگی محسوس کر رہی ہوں۔ میں نے تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سمجھ گئی تم ہو۔ اگر کوئی دشمن میرے دماغ میں آئے گا تو میں اسے بھی محسوس کروں گی، روکوں گی۔ کیوں کہ میرا دماغ اسے وہی بھیجے گا جو میرا موجودہ روپ ہوا کرے گا۔"

وہ دور خلا میں تک رہی تھی اور بڑے اعتماد اور یقین سے کہہ رہی تھی "آج معلوم ہو رہا ہے، ہمارے بزرگانِ دین ہندوؤں کی طرح یوگا کی مشقیں کرتے ہوئے سانس نہیں روکتے تھے۔ بلکہ اپنے اندر پاکیزگی اور روحانی قوتیں پیدا کر لیتے تھے، وہ اپنے ایمان کی قوتوں سے اچھی یا بُری، مثبت اور منفی سوچ کو دماغ میں محسوس کر لیتے تھے۔ جناب شیخ صاحب کا دماغ بھی دوستانہ اور مخالفانہ سوچ کی لہروں کو بخوبی دل میں محسوس کرتا ہے۔ خدا کا شکر ہے، میں بھی اپنے اندر روحانی قوتوں کو محسوس کر رہی ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے اب کوڈ ورڈز کی ضرورت نہیں رہی، میں جب چاہوں آ سکتا ہوں۔"

"ہاں اور میں جب چاہوں آنے سے روک سکتی ہوں، اب جاؤ، یہاں ماتمی ماحول میں رہ کر کیا کرو گے؟"

"ہمارا ہوں۔ اتنا بتا دو، استنبول میں رہو گی یا واپس جاؤ گی؟"

"کچھ عرصہ رہوں گی۔ مجھے نہ معلوم کیسے یہ آگہی مل رہی ہے کہ یہاں بہت کچھ ہونے والا ہے اور مجھے کچھ عرصہ رہنا چاہیے۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔

وقت گزرتا جا رہا تھا۔ ایسے ہی گزرتا جا رہا تھا جیسے کسی شاعر نے کہا ہے، صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے۔ عمر یونہی تمام ہوتی ہے۔

ہمارا سفر جاری تھا۔ ٹرین تیز رفتاری سے فاصلے طے کرتی ہوئی صوبہ مدراس سے نکل کر صوبہ اڑیسہ میں داخل ہو گئی تھی۔ آدھی رات کے بعد اڑیسہ سے نکل کر صوبہ بنگال میں داخل ہونے والی تھی۔ ہم دن کو نیند پوری کر کے شام تک بیدار ہو گئے تھے۔ مزے سے کھا پی رہے تھے اور سفر کا لطف اٹھا رہے تھے۔ آئندہ کل تک کسی خطرے سے دوچار ہونے کا اندیشہ نہیں تھا۔

یہ تو حالات بتا رہے تھے کہ فی الحال خطرات ٹل گئے ہیں لیکن ناگہانی آفات کے متعلق کوئی نہیں جانتا۔ ناگہانی کا مطلب یہی ہے کہ

آدمی خوشیوں میں مگن رہے اور اچانک ہی کوئی مصیبت آکر دبوچ لے۔

میں نے کچھ دیر کے لیے خوشیوں کو بھول کر سنجیدگی سے ہر پہلو کا جائزہ لیا۔ ہوسکتا تھا اگلے کسی اسٹیشن پر جاسوس بھیجے ہم سے سوال جواب کرنے آتے۔ مگر یہ وقتی پریشانی ہوتی۔ وہ پہلے کی طرح مطمئن ہوکر چلے جاتے۔

میں روزانہ کے دماغ میں شارپر کی باتیں سن چکا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ دونوں بھائی اس بار فرہاد کو ہندوستان سے نکلنے نہیں دیں گے۔ ظاہر ہے، وہ میرا سراغ لگا رہے ہوں گے اور سراغ لگا چکے ہوں گے، تو میرے اطراف گھیرا تنگ کر رہے ہوں گے۔

ان کے سامنے مجھ تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح ریڈ پاور کے خاص ماتحتوں کے دماغوں تک پہنچیں۔ مثلاً وہ اگر کسی طرح دہلی کے باس رانا پر تاپ تک پہنچ جائیں تو اس کے دماغ سے معلوم کرسکتے ہیں کہ میں مدراس میل سے کلکتہ جا رہا ہوں وہاں سے طیارے کے ذریعے لکھنؤ پہنچوں گا۔

میں نے چپ چاپ رانا پر تاپ کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ میرے استقبال کے لیے کل صبح دہلی سے کلکتہ پہنچنے والا تھا۔ اب اگر شارپر اور ہار پر اس کے دماغ میں ہوں گے تو میرا سارا گیم سمجھ رہے ہوں گے۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اب تو غلطی ہو چکی تھی۔ میں سفر ملتوی کرکے جاسوس حضرات کو پیچھے نہیں لگا سکتا تھا۔ آئندہ کے لیے میں نے سوچ لیا، اپنا پروگرام کسی کو نہیں بتایا کروں گا، جو کرنا ہو گا خاموشی سے کر گزروں گا۔

ہم رات گیارہ بجے تک جاگتے رہے۔ پھر ایک ایک کرکے سونے لگے۔ پہلے بڑے میاں اور بڑی بی اوپر نیچے کی برتھ پر سو گئے۔ اب وہ میری ہدایت کے مطابق صبح تک غافل رہتے۔ پہلے ارادہ تھا کہ کچھ وقت قیلولی کی قربت میں گزاروں گا پھر اندیشوں نے گھیر لیا۔ مجھے صبح ہونے اور کلکتہ پہنچنے سے پہلے احتیاطی تدابیر سوچنا اور ان پر عمل کرنا تھا، ورنہ صحبت رنگین، صحبت سنگین ہو سکتی تھی۔

میں نے اس سے کہا "تم بھی سو جاؤ۔ پتا نہیں آئندہ لمحات میں سونے کا موقع ملے یا نہ ملے۔"

وہ فوراً ہی گلے کا ہار بنتے ہوئے بولی "میں آپ سے التجا کرتی ہوں، مجھے ٹیلی پیتھی کی نیند نہ سلانا۔ میں جاگنا چاہتی ہوں۔ آپ کی خدمت کرتے ہوئے آپ کو سلانا چاہتی ہوں، یہ میرے ارمان بھی ہیں اور فرائض بھی۔"

اس نے بڑی محبت سے التجا کی تھی۔ میں نے کمپارٹمنٹ کی تمام بتیاں بجھا دیں۔ گھپ اندھیرا ہو گیا۔ میں واپس برتھ پر آیا۔ اس تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ صرف ہم ایک دوسرے کو سجھائی دے رہے تھے۔

ہر شخص کی زندگی میں تاریکی آتی ہے۔ میرے پاس ہو تاریکی آئی، وہ دودھ کے حوض میں نہا کر اپنے وجود کو صندل اور پسینے سے مہکا کر آئی تھی۔ مجھے ایک الوہی اور جذباتی خوشبو سے متعارف کرا رہی تھی۔ کیا یہ کوئی سوچ سکتا ہے کہ موت بھی دودھ میں نہا کر صندل اور پسینے کی جذباتی خوشبو میں بس کر کسی کی شہ رگ تک پہنچ سکتی ہے۔

وہ میری شہ رگ تک پہنچنے والی تھی۔ اچانک اس کے تیور بدلنے لگے۔ وہ جماہی لیتے ہوئے بولی "مجھے نیند آرہی ہے۔"

تین بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ اتنی رات کو نیند لازمی آؤ سے گہم بری طرح مدہوش تھے۔ ایسی مدہوشی میں — نیند ذرا مشکل سے آتی ہے۔ پھر اسے اچانک نیند کیسے آنے لگی؟

یہ بات عجیب سی تھی۔ پھر بھی میں نے کہا "کوئی بات نہیں حیات باقی، یار باقی تو محفل یاراں بھی باقی رہے گی۔ چلو آنکھیں بند کر میں سلا دیتا ہوں۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ کمپارٹمنٹ میں بدستور گہری تاریکی تھی، ہم ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے مگر ٹیلی پیتھی کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔ مجھے پھر حیرانی ہوئی۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے سلانا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے ہی وہ نیند میں ڈوب رہی تھی۔ میں تعجب سے اس کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔

وہ گہری نیند میں تھی، اس کا خوابیدہ دماغ بہت آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا "تین دن گزر چکے ہیں میرے عامل!"

میں چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ وہ کسی عامل کو مخاطب کر رہی تھی۔ "اے میرے عامل! تین دن گزر چکے ہیں۔ ابھی تیسری رات کا تیسرا بھی گزر چکا ہے۔ میں آپ کے حکم کے مطابق تیسرے پہر کے بعد گئی ہوں۔"

یہ چکر میری سمجھ میں آرہا تھا۔ میں اور وضاحت سے سمجھنا تھا۔ ابھی اس کے جواب میں کسی عامل کی آواز سنائی دینے والی میں انتظار کرنے لگا۔ ایک منٹ، دو منٹ پھر پانچ منٹ اس بعد دس منٹ گزر گئے۔ اس کے دماغ میں مکمل خاموشی تھی۔ وہ معمولہ کی حیثیت سے اپنے عامل کی منتظر تھی۔

آخر آواز سنائی دی۔ وہ آدمر کی آواز اور لب ولہجہ تھا شارپر بول رہا ہوگا۔ "شیلی ملہوترہ! بھارا عامل آگیا ہے۔ آنکھیں طرح بند رکھو اور جواب دو۔ کیا میری آواز سن رہی ہو؟"

میں شیلی کے دماغ میں بہت محتاط تھا۔ اس کے لب رہے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی "میں آپ کی آواز سن رہی ہوں۔"

"کیا تم میرا نام جانتی ہو؟"

"نہیں جانتی۔"

"کیا تم میرا کام جانتی ہو؟"

"جی ہاں آپ کا کام میرا کام ہے۔"

"کام کی رپورٹ سناؤ۔"

وہ رپورٹ سنانے لگی۔ آج سے دو رات پہلے وہ مجھے مدراس میل کے کمپارٹمنٹ میں ملی تھی۔ تب سے اب تک کی تفصیل بتا رہی تھی۔ اس رپورٹ کے تسلسل میں وہ بتانا چاہتی تھی کہ کس طرح میں ایک لکھنؤ کی فیملی سے گٹھ جوڑ کر رہا ہوں۔ ایسے ہی وقت میں نے رپورٹ کے اس حصے کو بدل دیا۔ وہ بولتے بولتے چپ ہو گئی۔

شارپر نے کہا "بیان جاری رکھو! ابھی تم فرہاد کے ساتھ کہاں ہو، پوری تفصیل بتاؤ۔"

شیلی کی زبان میری مرضی کے مطابق چلنے لگی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "میں فرہاد کے ساتھ بمبئی میل میں سفر کر رہی ہوں۔ وہ سو رہا ہے، کل بمبئی پہنچ کر کسی بلیک پورٹ میں جائے گا۔ اس کے بعد کسی اسمگلر کی لانچ یا موٹر بوٹ پر قبضہ کرکے ہندوستانی سرحد سے نکل جائے گا۔ ریڈ پاور کا ایک نیوی کا پٹرول سمندر میں آکر ہم دونوں کو وہاں سے اٹھا لے گا۔"

"شیلی، تمہیں حکم دیا گیا تھا کہ فرہاد کے ساتھ رہ کر ریڈ پاور کے تمام باس اور خاص ماتحتوں کے نام اور پتے معلوم کرو۔ بتاؤ تم نے کیا کیا؟"

وہ بولی "بمبئی کا باس چندر بھان۔۔۔"

شارپر نے بات کاٹ کر کہا "ہم شروع سے چندر بھان کو جانتے ہیں۔ دوسرے باس کے متعلق بتاؤ۔"

شیلی نے کہا "چندر بھان کی گرفتاری کے بعد اس کی ایک قائم مقام باس نیلم بھوانی ہے۔"

"کیا فرہاد کو اب نیلم بھوانی سہولتیں پہنچا رہی ہے؟"

شیلی پھر میری مرضی کے مطابق کہنے لگی "ہاں، وہی فرہاد کے کام آرہی ہے۔"

"تیسرے باس کا نام بتاؤ؟"

اگر اس کا دماغ میرے قابو میں نہ ہوتا تو وہ رانا پر تاپ کا نام اور پتا بتا دیتی۔ اس نے جواب دیا "فرہاد نے ابھی تک کسی تیسرے باس سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی پھر سوال کیا گیا "ابھی رات کے تیسرے پہر کے بعد جب تم پر تنویمی عمل غالب آنے لگا تو اس سے پہلے تم کیا کر رہی تھیں؟ فرہاد کہاں تھا؟"

اس نے جواب دیا "فرہاد مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلانا چاہتا تھا، میں نے اس کی خدمت کرنے کے بہانے جاگتے رہنے کی ضد کی۔ وہ مان گیا۔ میں نے اسے بڑے پیار سے سلا دیا۔"

"وہ کتنی دیر سے سو رہا ہے؟"

"اس نے دو بجے آنکھ بند کی تھی۔ ڈیڑھ گھنٹا گزر چکا ہے۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ سونے کے بہانے آنکھیں بند کیے خیال خوانی کر رہا ہو؟"

"ہو سکتا ہے لیکن میں پچھلی دو راتوں سے دیکھ رہی ہوں، جب وہ گہری نیند میں ہوتا ہے تو وقفے وقفے سے خراٹے لیتا ہے۔ آپ کی تنویمی نیند غالب آنے سے پہلے میں اس کے خراٹے سنتی رہی ہوں۔ مجھے یقین ہے وہ سو رہا ہے۔"

"میں نے تنویمی نیند کے لیے تیسرے پہر کے بعد کا وقت مقرر کیا تھا۔ اب نیند کے سلسلے میں ایک بات کا اضافہ کر لو۔ تمہیں تیسرے پہر کے بعد جب تک فرہاد کے خراٹے سنائی نہیں دیں گے تمہیں نیند نہیں آئے گی۔ نہ تم میرے دائرۂ عمل میں آؤ گی اور نہ ہی اپنے عامل کو پکار و گی۔"

"میں آئندہ وقت مقررہ پر فرہاد کے خراٹے سننے کے بعد سوؤں گی، جب آپ کے دائرۂ عمل میں آؤں گی تب آپ کو پکاروں گی۔"

"میں فرہاد کو بمبئی پہنچنے نہیں دوں گا۔ تم لوگی اور کمپارٹمنٹ کا نمبر بتاؤ۔"

"مجھے افسوس ہے، میں نے لوگی کا نمبر نہیں پڑھا۔ ہم فرسٹ کلاس ریزرو کمپارٹمنٹ میں ہیں۔"

"اتنا ہی کافی ہے۔ اس بار وہ بچ نہیں سکے گا۔ اگر پھر بھی قسمت کا دھنی نکلا تو بحر ہند کے کسی بلیک پورٹ میں مارا جائے گا۔ اس کے بعد بھی بچتا رہا تو پر واہ نہیں ہے۔ ہم نے تمہاری جیسی خوبصورت بلا اس کے پیچھے لگا رکھی ہے۔ تم بہت محتاط رہو گی۔"

"میں محتاط رہوں گی۔"

"اب تم تنویمی نیند پوری کرو گی، ایک گھنٹے بعد جب آنکھ کھلے گی تو تم تنویمی عمل کو بھول جاؤ گی۔ اپنے عامل کے متعلق بھی نہیں سوچو گی۔"

اس نے شارپر کی باتیں دہرائیں، وہ بولا "اب تم سو رہی ہو۔ گہری نیند سو رہی ہو۔ ایک گھنٹے بعد بیدار ہو جاؤ گی۔"

وہ خاموش ہو گئی جیسے ایک گھنٹے کے لیے تنویمی نیند پوری کر رہی ہو لیکن میں نے اسے عامل کے دائرۂ عمل میں بیدار رکھا۔ دس منٹ تک اس کے اندر خاموشی رہی، پھر اس کے دماغ سے نکل گیا یہ بات سمجھ میں آئی کہ پہلے عامل کے دائرۂ عمل میں رہ کر اس کے دماغ سے مزید معلومات حاصل کرنا مناسب نہیں۔ میں نے اسے ایک گھنٹے کی تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے سونے دیا۔

فی الحال جو باتیں سمجھ میں آرہی تھیں، وہ یہ تھیں کہ شیلی ریڈ پاور میں آنے سے پہلے شارپر کے ذریعے ٹریپ کی گئی تھی۔ کیسے ٹریپ کی گئی تھی، یہ ابھی معلوم کرنے والا تھا۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ شارپر اور ہارپر دہلی کے باس رانا پرتاب کو نہیں جانتے ہیں اور نہ ہی انھیں موجودہ منزل کا پتا ہے۔

جب شارپر اسرائیلی ایجنٹوں اور آلۂ کاروں کے ذریعے مجھے بمبئی میں تلاش کرے گا اور نہیں پائے گا تو اسے شلپی سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کے لیے آئندہ رات کے پچھلے پہر تک انتظار کرنا ہوگا۔

یہ تنویمی عمل کی ایک تکنیک ہے۔ ایک عامل ہپناٹائز کے ذریعے کسی کو معمول بنا کر یہ بات دماغ میں نقش کر دیتا ہے کہ تنویمی نیند کے بعد معمول ہپناٹزم کے عمل کو بھول جائے گا۔ اگر کوئی دوسرا عامل اسے معمول بنائے گا تب بھی وہ یہ نہیں بتائے گا کہ اس سے پہلے کسی عامل نے اس پر عمل کیا ہے اور اس کے ساتھ رابطے کا ایک خاص وقت مقرر کر چکا ہے۔

شارپر چاہتا تھا کہ اس کی آلۂ کار شلپی کا دماغ میرے لیے کھلی کتاب بن جائے۔ مجھ سے اس کی اصلیت چھپانے کے لیے اسے تنویمی عمل کے ذریعے حکم دیا گیا کہ وہ شارپر کو اور اس کے تمام ارادوں کو بھول جائے۔ وہ صرف مجھ سے محبت کرنے والی وفادار ساتھی بن کر رہے۔ میرے دشمن کو یقین تھا کہ میں دو تین دن میں گرفتار ہو جاؤں گا یا اس کے ہاتھوں مارا جاؤں گا اور اگر ہمیشہ کی طرح بچ نکلوں گا تو تیسری رات کے پچھلے پہر شلپی کا دماغ پھر اپنے عامل شارپر کے لیے کھل جائے گا۔ وہ پچھلے تنویمی عمل کے دائرے میں آکر شارپر کے احکامات کی تعمیل کرے گی اور اسے بتائے گی کہ فرہاد کہاں ہے، آئندہ کہاں جانے کا پروگرام ہے اور وہ کیا ارادے رکھتا ہے؟

ایک گھنٹا گزر گیا۔ وہ نیند سے بیداری کی طرف آنے لگی۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کیا یہ اپارٹمنٹ میں گہری تاریکی تھی۔ اس کے باوجود مجھے محسوس کر لیا۔ میں نے اس کا ہاتھ تھام کر پوچھا: "کیا نیند پوری ہو گئی؟"

وہ اٹھ کر مجھ سے لگ گئی کہنے لگی: "کیا میں سو گئی تھی؟ ہمیں تو ہم اس تاریکی میں تھے اب بھی ہیں مگر ایسا لگتا ہے جیسے بیچ کے لمحات کہیں گم ہو گئے ہیں۔ کیا تم کوئی عمل کر رہے تھے؟"

"میں نے تو نہیں کیا۔ البتہ کوئی تمھیں ٹریپ کر چکا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی: "آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا کوئی مجھے آپ سے جدا کر رہا ہے؟"

"اس نے مجھے پھانسنے کے لیے تمھیں میرے پاس بھیجا ہے۔"

"نہیں۔" اس نے مجھے سختی سے جکڑ لیا پھر کہا: "نہیں۔ میں آپ کے خلاف دشمن کی آلۂ کار بننے سے پہلے مر جاؤں گی۔"

"کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتی ہو جو ہپناٹائز کر تا ہو؟"

"میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتی۔"

"اس عامل نے تمھارے دماغ سے اپنا نام اور کام مٹا دیا ہے۔ تم اس کے تنویمی عمل کے مطابق مخصوص وقت میں سو جاتی ہو، پھر وہ تمھیں یاد آجاتا ہے، یا کہ تمھارے دماغ میں بھی آجاتا ہے۔"

وہ پریشان ہو رہی تھی۔ ان باتوں کا یقین نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن میری بات کو جھوٹ یا غلط نہیں کہہ سکتی تھی۔ میں نے کہا: "تم ذرا دیر کے لیے آرام سے لیٹ جاؤ۔ باتیں نہ کرو۔ میں تمھارے دماغ سے کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ لیٹ گئی۔ میں اس کے دماغ کے تہ خانے میں اتر کر اسے پڑھتا رہا۔ اس بے چاری نے اپنے بیورزخیالات بھی مجھ سے نہیں چھپائے۔ اپنے دماغ کو پوری طرح میرے حوالے کر دیا تھا۔ اس کے باوجود اس کے لاشعور اور تحت الشعور میں شارپر کا تنویمی عمل یاد نہیں تھا۔

مجھے اسی وقت شلپی کے دماغ کو اپنی گرفت میں رکھنا تھا جب وہ شارپر کے دائرۂ عمل میں تھی۔ اس عمل سے نکلنے کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ آئندہ رات کے تیسرے پہر اس دائرۂ عمل میں داخل ہو کر اپنے عامل کی آواز سنے گی۔ اگر اس وقت میں نے اسے اپنی گرفت میں رکھا تو وہ تفصیل سے بتا سکے گی کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے اور کن حالات میں اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے؟

میں نے کہا: "شلپی اٹھ جاؤ۔ دشمن نے اپنے علم سے تمھاری مخصوص یادداشت کو مخصوص وقت کے لیے مٹا دیا ہے۔ کیا تم یقین سے کہہ سکتی ہو کہ تمھارا نام شلپی ٹھوترہ ہے؟"

"جب سے پیدا ہوئی ہوں تب سے میرا یہی نام ہے۔ میرے ماں باپ اور بھائی بہن بمبئی میں ہیں۔ انھیں مدراس بلانے والی تھی سے اچھا ہوا جو نہیں بلایا۔ ورنہ میرے گھر والے بھی نوجیوں کی نظروں میں آجاتے۔"

میں نے چندر بھان کے دماغ میں چپکے سے جا کر کچھ معلومات حاصل کیں، پھر واپس آکر کہا: "چندر بھان میرے لیے حسین ترین لڑکیوں کو بڑی بڑی آفرز دے کر ملازم رکھنا چاہتا تھا۔ یہاں اس نے دس نہایت خوب صورت لڑکیوں کا انتخاب کیا تھا جن میں تمھارا نمبر پہلا تھا۔ چندر بھان کو ایک غنڈے نے تمھارا پتا بتایا تھا۔ بھان کے دست راست نے قادر خان کی بیگم منور کا رول ادا کرنے کے لیے تمھارا انتخاب کیا۔"

شلپی نے پوچھا: "آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ جس غنڈے نے چندر بھان کے دست راست کو تمھارا پتا بتایا، وہ غنڈہ دراصل شارپر کا آدمی تھا۔ اس طرح شارپر نے ریڈیو کے ذریعے تمھیں میرے پاس پہنچا دیا۔"

"لیکن شارپر سے میرا کیا تعلق ہے۔ میں نے اس نام کے کسی آدمی کو دیکھا تک نہیں۔"

"ہے تو میں ایک دن دیکھ لوں گا۔ یہاں ہندوستان میں اسرائیلی مقامی ایجنٹ فراہم کرتا ہے۔ یہ لوگ شارپر کے لیے کام کر رہے ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق تم ان کام کرنے والوں کی ٹیم سے تعلق رکھتی تھیں۔ ٹھہرو، ذرا خبر ما کو کھنگال کر دیکھتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ شلپی کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا، اسرائیلی ایجنٹوں میں فائٹی اور گارسن نامی دو خطرناک فائٹر ہیں۔ وہ دونوں ایسی اہم باتیں جانتے ہیں جنھیں فرہاد بھی ان کے دماغ سے نہیں اگلوا سکتا کیونکہ وہ یوگا کے ماہر ہیں۔

میں نے شرما کو مجبور کیا، وہ ٹیلی فون کے ذریعے گارسن کو مخاطب کرنے لگا۔ دوسری طرف دیر تک گھنٹی بجتی رہی پھر گارسن کی نشے میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی: "کون؟ تو کا ٹھیا میری نیند خراب کر رہا ہے، میں گولی مار دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دوسرے لفظوں میں، میں نے کھوا دیا۔ تب وہ یوگا کا ماہر تھا، دیر تک سانس روک لیتا تھا مگر مدہوشی میں یہ کمال ممکن نہیں ہے۔ شراب نے اسے پچھاڑ دیا تھا اور میں اس کے دماغ پر چڑھ بیٹھا تھا۔

اب وہ اگل رہا تھا: "ہندوستان کی اسرائیلی تنظیم میں ایک ایسا شعبہ ہے، جہاں حسین، نوجوان اور کنواری لڑکیوں کو حسن و شباب کے جال پھینک کے گرگے پھانسے جاتے ہیں۔ شلپی اسی شعبے سے تعلق رکھتی تھی۔ ان لڑکیوں کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔ یہ جتنی مکھن کی ٹکیاں تھیں فرہاد کے لیے رکھی گئی تھیں۔"

کسی عامل نے شلپی کے پاس آکر ہپناٹائز نہیں کیا تھا، شرابی گارسن کے دماغ نے بتایا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے خیال خوانی کے ذریعے اسے معمول بنا دیا تھا اور اس کے دماغ سے یہ بات مٹا دی تھی کہ وہ کبھی اسرائیلی تنظیم کے کسی شعبے میں رہ چکی ہے۔

یہ بات میں نے شلپی کو بتائی۔ اس نے میرے سینے میں منہ چھپا لیا، انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی: "نہیں۔ اگر میں اسرائیلی تنظیم سے تعلق رکھتی ہوں تو مجھے مر جانا چاہیے۔ میں کسی عامل کے زیر اثر رہ کر آپ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ خدا کے لیے مجھے ابھی اس کے سحر سے نکالیے۔"

"ابھی ممکن نہیں ہے۔"

وہ یک بیک اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں کہا۔ اس کے اندر ایک ہی بات گونج رہی تھی: "اپنے مرد کی سلامتی چاہتی ہے تو ختم ہو جا، ورنہ تو رہے گی نہ دشمن فرہاد تک پہنچ سکیں گے۔ ختم کر دے اپنے آپ کو ختم کر دے۔"

اس کے ہونٹوں کو سختی سے بند کر لیا تھا، منہ سے کچھ بول کر اپنا ارادہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ تاریکی میں ٹٹولتی ہوئی دروازے تک پہنچی پھر ایک جھٹکے سے ہینڈل پر دباؤ ڈال کر اسے کھول دیا۔ تیز ہوا کا جھونکا اندر آیا۔ ٹرین طوفانی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ وہ ایک ہی چھلانگ میں اپنی ہستی مٹانا چاہتی تھی لیکن میری مرضی کے بغیر ایسا نہ کر سکی۔

میں نے پیچھے سے آکر اس کے بازو کو پکڑ لیا: "یہ کیا پاگل پن ہے؟ کیا تمھارے مر جانے سے دشمنی کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ مجھے پھانسنے کے لیے دو جنوں لڑکیاں ریزرو رکھی گئی ہیں۔ تمھارے بعد کوئی دوسری روپ میں آئے گی، میں اسے بھی پہچان نہ سکوں گا، میں پھر دھوکا کھا سکتا ہوں۔"

"میرے بعد آپ کسی لڑکی کو پاس نہ آنے دیں۔"

"تم ہو گی تو کسی کو پاس نہیں آنے دوں گا۔ تم میرے سامنے آئینے کی طرح صاف ہو، انشاء اللہ کل رات تمھیں تنویمی عمل کے اثر سے نکال دوں گا۔"

میں نے اسے کھینچ کر دروازے کو بند کر دیا۔ وہ گرتے گرتے میرے بازوؤں میں سنبھل گئی۔ ٹرین کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ پٹریاں بدل رہی تھی۔ بڑی بی اور بڑے میاں گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے۔ ہمارے متعدد میں نیند نہیں تھی۔

اس نے کہا: "اب آپ سو جائیں۔"

"آدھے پہلے تمھیں سلا دوں۔"

"ابھی نہیں، پہلے میں پاؤں دباؤں گی پھر سو جاؤں گی۔"

میں اوپر برتھ پر آکر لیٹ گیا۔ وہ نیچے کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میرے پاؤں تک پہنچ رہے تھے۔ وہ پاؤں دبانے لگی۔ میں سوچ رہا تھا، جب تک وہ خدمت کر رہی ہے، تب تک سونیا کے پاس سے ہو آؤں۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی مگر واپس آگیا۔ مجھے تیز ہوا کے جھونکے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے پوچھا: "شلپی، یہ دروازہ کیسے کھل گیا؟"

ٹرین کی کھٹا کھٹ گونج رہی تھی، شلپی کا جواب سنائی نہیں دیا۔ میں اوپری برتھ سے کود کر نیچے آیا: "شلپی تم خاموش کیوں ہو، شلپی؟"

میں نے دونوں ہاتھوں سے ٹٹولتے ہوئے سوئچ کو آن کیا۔ کیبن لائٹ روشن ہو گیا۔ کھلا ہوا دروازہ آگے پیچھے ہل رہا تھا۔ کیبن میں ہر چیز اپنی جگہ تھی، شلپی نہیں تھی۔

میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اتنا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا کہ خیال خوانی کروں اور اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں۔ اگر اس کا دماغ نہ ملا تو؟

میں ڈگمگاتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ باہر صبح ہونے والی تھی مگر کچھ اندھیرا باقی تھا۔ مجھے دائیں بائیں دور تک کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے دل برداشتہ ہو کر دروازے کو بند کیا پھر تڑپ کر خیال خوانی کے ذریعے پکارا: "شلپی!"

حسرتوں کے کھنڈرات میں دُور تک آواز گونج گئی "شپلی، شپلی، شپلی...!"

میرے لیے دودھ کے حوض میں نہانے والی اپسرا اور صندل سے مہکنے والی اپنے حُسن و شباب کو نئے اور انوکھے انداز میں پیش کرنے والی آج محبت اور وفا کی انتہا کر گئی تھی۔

اُسے یقین نہیں تھا کہ میں اسے عامل کے سحر سے نکال سکوں گا۔ اُسے ڈر تھا کہ زندہ رہنے سے میرے فرہاد کو نقصان پہنچے گا لہٰذا اُس نے مجھے دل دیا محبت کی اب جان دے دی۔

محبت کے ایک پل کو سو برس کی عمر دینے والی نے مجھے تمام عمر کے لیے اپنی وفاؤں اور یادوں میں جکڑ لیا۔

میں نڈھال سا ہو کر ریت پر بیٹھ گیا۔ یوں لگ رہا تھا، اب مجھ میں اُٹھنے کی سکت بھی نہیں ہے۔ میرا دل دھڑکنا بھول گیا ہے اور دماغ نے سوچنا چھوڑ دیا ہے۔ میں بڑی دیر تک بیٹھا رہا۔ دن اچھی طرح نکل آیا تھا۔ بڑے میاں اور بڑی بی کو اس واردات کا علم ہونا تھا۔ میں نے اُن کے دماغ کو ہدایات دیں، وہ بیدار ہو گئے۔

میں سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اُنھوں نے اُوپر نیچے برتھ کو دیکھ کر پوچھا "کیا ہماری بہو باتھ روم میں ہے؟"

میں نے ۔۔۔ میں سر ہلایا پھر کہا "وہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئی ہے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی گئی ہے۔"

بڑے میاں نے حیرانی سے پوچھا "کیا کہہ رہے ہو؟"

میں نے کہا "آپ میرے متعلق نہیں جانتے۔ میں تفصیل بتا نہیں سکتا۔ آپ سے گزارش ہے مجھ سے زیادہ سوالات نہ کریں، بس اتنا سمجھ لیں، وہ میری سلامتی کی خاطر مجھے چھوڑ گئی ہے۔"

دونوں میاں بیوی پریشان تھے۔ بڑی بی نے کہا "ہم نے تم پر بھروسا کیا ہے۔ کیا تم کسی ایسے ویسے معاملے میں ہمیں پھانسنا چاہتے ہو؟"

"میں اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہوں گا۔ میں نے زبان دی ہے، آپ کو دس لاکھ روپے ملیں گے۔ میں ککلتہ پہنچتے ہی اس کا انتظام کر دوں گا۔"

بڑے میاں نے کہا "میاں، ہم تو پھنسے ہوئے ہیں، مُنہ بولی بہو کی گندگی کا ذکر کسی سے کریں گے تو قانونی چکروں میں پڑ جائیں گے۔ تم ہمیں اتنی بڑی رقم دو گے یا نہیں؟ یہ خدا بہتر جانتا ہے، تم پر بھروسا کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

اُنھوں نے مجبوراً زبان بند رکھی۔ ککلتے کے ہوڑہ ریلوے اسٹیشن پر رانا پرتاپ میرا منتظر تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے پیغام دیا، اُس نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ میں نے کہا "میں اپنے پروگرام میں کچھ تبدیلیاں کر رہا ہوں۔ آپ ان بزرگ کو ایک آدھ لاکھ یہاں ادا کر دیں، باقی لکھنؤ میں دیجیے گا۔"

رانا پرتاپ نے کہا "ایئرپورٹ پہنچنے تک ایک لاکھ ادا کر دوں گا، بکھیڑا میں میرا آدمی ان کی حویلی کا سودا کر رہا ہے۔"

میں نے کہا "اب مجھے ان معاملات سے دلچسپی نہیں رہی۔ میں ان بزرگ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کے آدمی میری طرف سے یہ سب کچھ کر رہے ہیں، اس کا شکریہ۔ اب میں دہلی جانا چاہتا ہوں۔"

ہم نے ایک بڑے ہوٹل میں قیام کیا۔ بڑی بی اور بڑے میاں کو رانا پرتاپ کے آدمی ایئرپورٹ لے گئے۔ اُن کی تسلی کے لیے ایک لاکھ ادا کر دیے۔ رانا پرتاپ نے کہا "یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ میرے شہر چل رہے ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو میک اَپ میں تبدیلی کر لیں ... بائی دی وے آپ کی ساتھی کہاں ہے؟"

"مسٹر رانا، میں آپ سے درخواست کروں گا آپ اس کے متعلق کوئی سوال نہ کریں۔"

اُس نے پھر کبھی شپلی کے متعلق نہیں پوچھا۔ دہلی پہنچ کر میں نے کہا "آپ شپلی کے والدین اور بھائی بہن کے متعلق معلوم کریں، وہ لوگ کہاں ہیں۔ اور کس حال میں ہیں؟ اگر کسی مصیبت میں ہوں اور محتاج ہوں تو اُن کی زندگی گزارنے کے معقول انتظامات کر دیجیے۔"

"آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔ میں ہیروں کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ پچھلے روز وہ میرے اجداد سے مدراس پہنچائے گئے تھے۔ پولیس نے اُنھیں سرکاری خزانے تک پہنچانے کے لیے بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ اس کے باوجود زبردست ڈاکا پڑا۔ آج دلیس کے تمام اخبارات پولیس کی نااہلی اور بدانتظامی پر چیخ رہے ہیں۔ ایک طرف آپ کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف شہر اور قصبوں کے چوروں، بدمعاشوں اور ڈاکوؤں کا محاسبہ کیا جا رہا ہے۔"

"میں نے پوچھا "اس ڈاکے کے متعلق سرکاری اور اخباری رائے کیا ہے؟"

"رائے آپ کے خلاف ہے۔ وہ یقین سے کہتے ہیں کہ ایسی منظم ڈکیتی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے۔"

"دوسرے بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟"

"جی ہاں جانتے ہیں لیکن وہ اسرائیل اور بھارت کے دوست ہیں۔ وہ کسی ثبوت کے بغیر دوست پر شُبہ کر کے اُسے دشمن نہیں بنائیں گے۔ ساری تان آپ پر توڑ رہے ہیں۔"

"مسٹر رانا، میں آپ کو یہ بتانا بھول گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دونوں بھائی ریڈ پاور کے تمام باس اور خاص ماتحتوں کے نام اور پتے معلوم کر رہے ہیں۔ آپ فی الحال محفوظ ہیں۔ کوشش کیجیے، وہ یہاں تک نہ پہنچ سکیں۔"

"میں ریزرو رہنے کی بہت کوشش کرتا ہوں، ویسے کاروباری آدمی ہوں، بعض اوقات اجنبی لوگوں سے بھی ملنا پڑتا ہے۔ میرا خیال

میں ایک ہفتے کے لیے تمام مصروفیات چھوڑ کر روپوش ہو جاؤں، اور ضروری کام ٹیلی فون اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے کرتا رہوں۔"

"یہی مناسب رہے گا۔"

"میں نے سُنا ہے آپ وہ ہیرے ممالِ نیلما دا سی تک پہنچانا چاہتے ہیں لیکن ڈکیتی کے بعد اُنھیں پتا نہیں کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟"

میں نے کہا "مدراس میں شرما نام کا آدمی اسرائیلی ایجنٹ ہے اسرائیل سے آنے والی ایک جرائم پیشہ ٹیم کی میزبانی کر رہا ہے۔ اس ٹیم کو خیال خوانی کے ذریعے روزانہ گائیڈ کرتی تھی۔ اب اس کا بھائی ہاپر گائیڈ کر رہا ہے۔ اس ٹیم میں فائٹی اور گارسن نامی دو یوگا کے ماہر ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ مال کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟"

"کیا میں اُن دونوں کی نگرانی کراؤں؟"

"نگرانی ہوتی رہے تو بہتر ہے۔ رات کو گارسن شراب پیے گا تو میں بہت سی معلومات حاصل کر لوں گا۔"

میں نے ماں جی کو مخاطب کیا۔ وہ بہت مایوس تھیں۔ مجھے دماغ میں مخصوص کرتے ہی دُعائیں دینے لگیں۔ میں نے پوچھا "آپ وہ ہیرے اسی ملک میں چاہتی ہیں یا کسی دوسرے ملک میں؟"

اُنھوں نے خوش ہو کر پوچھا "کیا وہ ہیرے تمھارے ہاتھ لگ گئے ہیں؟"

"لگ جائیں گے آپ بتائیں اُنھیں کہاں چاہتی ہیں؟"

"بیٹے! یہاں تو بات پھیل گئی ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے مجھے ہمیشہ شبے کی نظروں سے دیکھیں گے۔ میں نکاگو واپس جانا چاہتی ہوں۔"

"آپ اطمینان سے جائیں، انشاء اللہ آپ کے پہنچنے تک ہیرے بھی پہنچ جائیں گے۔"

"سوامی جی بہت خوش ہیں مگر اُنھوں نے اب تک آنند کو بیٹا تسلیم نہیں کیا ہے۔"

"آپ شکایت کے ذریعے اُنھیں مجبور کریں، وہ اس لیے خوش ہیں کہ اُن کے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہ ہیرے لے اُڑے ہیں۔"

"میں آنند کے معاملے میں اُن سے نمٹ رہی ہوں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا "مسٹر رانا! میں وہ ہیرے ہندوستان کے باہر اُن سے وصول کروں گا، آپ اس معاملے میں وقت ضائع نہ کریں۔"

میں دوسرے دن شملہ چلا گیا۔ میری زندگی میں ایسی بہت کم ہستیاں تھیں جن کی موت سے مجھے بے حد صدمہ پہنچتا رہا، اُن میں رومانہ اور بنجالی ایسی ہیں، جو یاد آ کر آج بھی مجھے تڑپاتی ہیں۔ شپلی میری زندگی میں عجیب انداز سے آئی۔ مجھے انتہائی رومانی انداز میں مسرتوں سے مالا مال کیا، پھر میری سلامتی کے لیے اچانک ہی خود کو مٹا دیا۔ میں شاید اسے کبھی بھلا نہیں سکوں گا۔

میں ایک ہفتے تک شملہ میں رہا۔ اس پُرفضا مقام پر دلی سکون حاصل ہو رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار میں نے ساری دُنیا سے ناتا توڑ لیا۔ اور خیال خوانی نہ کرنے پر خود کو مجبور کر لیا۔ کیونکہ خیال خوانی سے ہی نت نئی پریشانیاں اور مصیبتیں آتی رہتی تھیں۔

اس سلسلے میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ میں نے ایک ہفتے میں صرف اتنی دیر ٹیلی پیتھی سے کام لیا جتنی دیر تک وہ میرے شکاگو میں ماں جی کے پاس پہنچنے، اس کے بعد طویل "موشی اغتیار کر لی۔ میں اس تفصیل میں نہیں جاؤں گا کہ میں نے وہ میرے کس طرح دشمنوں سے چھین کر اُن جی تک پہنچائے۔ میری داستان میں ان ہیروں کی صرف اتنی اہمیت ہے کہ ان کے بہانے دشمن مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرتے رہے اور دُنیا کی خطرناک تنظیمیں ان ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی بہنوں کو تلاش کرتی رہیں۔

اب تو سارا کھیل اُس ٹرانسمارٹر مشین کا تھا۔ اُسے حاصل کرنے کے لیے دُنیا کی ہر بڑی اور شیطانی طاقت زور لگا رہی تھی اور ابھی اس کے لیے بڑے بڑے ہنگامے جنم لینے والے تھے، شاید اسی مقصد کی خاطر سونیا استنبول میں رہ گئی تھی۔

ایک ہفتے بعد پہلی بار خیال خوانی کی اور سونیا کو مخاطب کیا۔ اُسے بھی بزرگ مرحوم کے حجرے میں قلبی سکون حاصل ہو رہا تھا۔ وہ جرائم سے بھری ہوئی دُنیا سے دُور پُرسکون دن گزار رہی تھی۔ میرے مخاطب کرنے پر اُس نے کہا "جناب شیخ صاحب ایک دن کے لیے استنبول آئے تھے۔ کہہ رہے تھے تم نے بھی گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ ماسک مین نے اُنھیں بتایا تھا کہ کم از کم ایک ہفتے تک کسی سے رابطہ نہیں رکھو گے۔"

"ہاں، اس بار میں نے سختی سے اپنے فیصلے پر عمل کیا۔ خیال خوانی کے ذریعے کسی کی خیریت بھی معلوم نہیں کی۔ اس تعطل کے بعد پہلے تمھارے پاس آیا ہوں۔"

بہت اچھے موقع پر آئے ہو۔ یہاں میں نے ایک ایسی عورت کو دیکھا ہے، جو وادیٔ قاف میں رہنے والی کی خاص ملازمہ تھی اور پارس کو گود میں کھلایا کرتی تھی۔"

میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں نے پوچھا "کہاں ہے وہ عورت؟"

وہ عورت ایک بچے کو گود میں لیے حجرے کے باہر دوسری عورتوں اور مردوں کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ تمام عقیدت مند اپنے مختلف امراض کے سلسلے میں بزرگ سے دوائیں اور دُعائیں لینے آتے تھے۔ بزرگ نہیں رہے مگر جو تیار شدہ دوائیں چھوڑ گئے تھے، اور جن کے متعلق ہدایات لکھ گئے تھے، سونیا اُنھیں ضرورت مندوں میں تقسیم کرتی رہتی تھی۔

اس وقت بہت سے لوگ جا چکے تھے۔ دو چار عورتیں رہ گئی تھیں۔ سونیا نے کہا "میں جان بوجھ کر اس عورت کو آخر میں

بلاؤں گی۔ اُس کی ضرورت پوری کرنے کے بعد اس کا تعاقب کروں گی۔"

تھوڑی دیر بعد وہ آخری عورت حجرے میں آئی۔ سونیا کو سلام کرنے کے بعد ترکی زبان میں کہا۔ "میرا بچہ کل سے سُست ہے، اچھی طرح کھاتا پیتا نہیں ہے، اسے پھُوک لگنے کی دعا دیجیے۔ آپ بزرگ مہربان کا سایہ ہے، اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔"

یُں سونیا کے ذریعے سمجھ رہا تھا، بچہ بہت ہی خوبرو اور پُرکشش تھا۔ ہو سکتا ہے اتنی کشش نہ ہو مگر ہم پارس کے وشتے سے ایسا محسوس کر رہے تھے۔ سونیا نے پوچھا۔ "اس کا نام کیا ہے؟"

"بابر۔"

"عمر کیا ہے؟"

"پانچ برس۔"

یُں نے کہا۔ "سونیا! یہ ہمارے بیٹے کا ہم عمر ہے۔ ہو سکتا ہے، پارس ہو، اس کا نام بدل دیا گیا ہو۔"

سونیا نے اُس عورت سے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"حاشیہ بیگم۔"

"حاشیہ! رُوحانی علاج کے لیے بچے کا اصلی اور پیدائشی نام بتانا ضروری ہے۔"

وہ ہچکچانے لگی۔ سونیا نے پوچھا۔ "کہاں کی رہنے والی ہو؟"

"آ... آپ یہ کیوں پوچھ رہی ہیں؟"

"اگر اعتراض ہو تو نہیں پوچھوں گی۔"

وہ جلدی سے بولی۔ "یُں یہ جُرأت نہیں کر سکتی۔ آپ پر بزرگ مہربان کا سایہ ہے۔ میں وادیٔ قاف میں رہا کرتی تھی۔ مگرد شمنوں نے اس وادی کو بُری طرح تباہ کر دیا۔ میں اپنے بچے کے ساتھ جان بچا کر یہاں آ گئی۔ میرا شوہر مارا گیا۔ پچھلے سال میں نے دوسری شادی کر لی۔"

"تم کہاں رہتی ہو؟"

اُس نے بتایا کہ وہ ابا صوفیہ کے علاقے میں رہتی ہے۔ سونیا نے پوچھا۔ "کیا تم نے مجھے وادیٔ قاف میں کبھی نہیں دیکھا؟"

حاشیہ نے پریشان ہو کر دیکھا پھر نظریں جُھکا کر بولی۔ "میں بہت دیر سے آپ کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہُوں۔ آپ مادام سونیا سے مشابہت رکھتی ہیں۔"

"اگر میں کہوں کہ وہی ہُوں تو؟"

"بزرگ کی جان! آپ وہ نہیں ہو سکتیں۔ مادام سونیا کے چہرے پر عمر اور تجربات کی سختی تھی۔ وہ سر سے پاؤں تک فولاد تھیں۔ آپ تو بہت معصوم اور کم سن ہیں۔ آپ کے چہرے پر نُور ہے۔ آنکھوں میں ایسی چمک ہے کہ آنکھیں نہیں ملائی جائیں۔"

یُں نے پوچھا۔ "سونیا! یہ عورت کیا کہہ رہی ہے؟"

وہ بولی۔ "سب یہی کہتے ہیں۔ آئینہ بھی کہتا ہے۔ میں حیران ہُوں، بہت کم سن لگتی ہُوں، چہرے پر ایسی ملائیت اور تازگی ہے جیسے ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہی ہُوں، البتہ آنکھوں میں غیر معمولی چمک ہے۔ یُں دس برس پہلے کی سونیا دکھائی دیتی ہُوں۔"

حاشیہ نے کہا۔ "بزرگ کی جان! مجھے دُوا دیجیے۔"

سونیا نے کہا۔ "کیسے دُوں، تم نے بچے کا اصلی نام نہیں بتایا ہے۔"

"بابر اس کا پیدائشی نام ہے۔"

سونیا نے "اُسے دُوا دیتے ہوئے کہا۔ "اگر تم نے سچ کہا ہے تو دُوا اثر کرے گی، ورنہ یہ تم سے جُدا ہو جائے گا۔"

حاشیہ نے بچے کو سینے سے لگا کر بھینچ لیا۔ "خدا کے لیے آپ بددُعا نہ دیں۔"

"سچ کے لیے میری دُعائیں ہیں، جھُوٹ کا حساب خدا کرے گا۔"

وہ بچے کو سنبھالتی ہوئی جلدی سے اُٹھ گئی۔ سلام کر کے باہر چلی گئی۔ سونیا نے ایک مرید سے انگریزی میں کہا۔ "حاشیہ کا تعاقب کرو۔ میں بھی آ رہی ہُوں۔"

وہ اُٹھ کر سر جُھکاتے ہوئے بولا۔ "بزرگ کی جان! میں ابھی جاتا ہُوں۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا نے پوچھا۔ "تم نے مرید کا لہجہ سُن لیا؟"

"ہاں یُں! اُس کے دماغ میں رہوں گا، تمہیں کتنی دیر لگے گی؟"

"لباس اور حُلیہ بدل کر آ رہی ہُوں۔"

یُں مرید کے پاس پہنچ گیا۔ وہ حاشیہ کا تعاقب کر رہا تھا۔ بزرگ مرحوم خاصے دولت مند تھے۔ یہ دولت محتاجوں اور مریضوں پر صرف کرتے تھے۔ ان کی نیکنامی میں کئی گاڑیاں تھیں، جنھیں ان کے مرید بھی استعمال کرتے تھے۔ وہ مرید ایک چھوٹی سی گاڑی میں حاشیہ کا تعاقب کرتے ہوئے جو سوچ رہا تھا، اُس کے مطابق یُں سونیا کو بتاتا جا رہا تھا کہ حاشیہ کن راستوں اور علاقوں سے گزر رہی ہے۔ سونیا نے کہا۔ "یہ راستے ابا صوفیہ کی طرف نہیں جاتے ہیں۔ حاشیہ جھُوٹ بول کر گئی ہے۔"

یُں نے کہا۔ "تم نے پارس کو ڈیڑھ دو برس کی عمر تک دیکھا ہے۔ کیا وہ بچہ ہمارے بیٹے سے مشابہت رکھتا ہے؟"

"کسی حد تک مشابہت ہے۔ ننھے بچے تین برس میں خاصے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہ بچہ جس کا نام بابر بتایا گیا ہے، ہمارے پارس کی طرح صحت مند نہیں ہے۔"

"ہو سکتا ہے اس عرصے میں اُس کی صحت خراب ہو گئی ہو۔"

"تندرست بچہ بیمار ہو، لاغر ہو جائے تو صورت خاصی بدل جاتی ہے۔"

اتنی دیر میں سونیا ترکی دوشیزاؤں کا روایتی لباس پہن کر حجرے سے نکل آئی تھی۔ بزرگ مرحوم کی ایک گاڑی میں بیٹھ کر میری راہنمائی میں حاشیہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

حاشیہ نے گرانڈ بازار تک آ کر کسی جھوڑی دی۔ یہ استنبول کا سب سے بڑا بازار ہے۔ عمارتی چھت اور چار دیواری نے اس بازار کو چادروں سے ڈھانپ کھا ہے۔ یہ باہر سے عمارت اور اندر سے بہت بڑا شاپنگ سینٹر ہے۔ اس میں بیسیوں دروازے راہداریاں ہیں۔ حاشیہ اسی لیے یہاں آئی تھی کہ کوئی تعاقب کر رہا ہو تو وہ پیچیدہ راہداریوں میں اُلجھ کر رہ جائے۔

ایک مرید نے دوسرے مرید سے کہا۔ "یہاں گاڑی میں بیٹھ کر یکتے رہو، اگر حاشیہ اسی راستے سے واپس جائے تو میرا انتظار نہ کرنا، اس کا تعاقب کرنا۔"

دوسرے مرید نے یہی کرنے کا وعدہ کیا۔ یُں اس کے لب و لہجے کو سمجھنے کے بعد سونیا سے بولا۔ "وہ گرانڈ بازار میں داخل ہو گئی ہے۔ ایک مرید بازار کے اندر اُس کے پیچھے ہے، دوسرا گاڑی میں بیٹھا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "میں اس عمارت کے دوسرے صدر دروازے پر رہوں گی، تم مرید کے ذریعے حاشیہ پر نظر رکھو۔"

وہ مرید ایک جگہ رُک گیا تھا۔ حاشیہ دُور ایک دُکان میں گئی تھی اور وہاں فون پر کسی سے کچھ کہہ رہی تھی۔ اُس کی ان حرکتوں سے یہی ثابت ہو رہا تھا کہ اُس کی گود میں ہمارا پارس ہے۔

ہمارے پاس وہی راستے تھے کہ ٹھوس ثبوت پیش کر کے اُسے پارس ثابت کریں اور اُس سے اپنا بچہ لے لیں۔ یہ ثبوت خیال خوانی کے ذریعے ہی مل جاتا تو میں اسے حاشیہ سے چھین لیتا۔ فی الحال ہم دن دہاڑے کسی سے زبردستی نہیں کر سکتے تھے۔ بس اس کے پارس ثابت ہونے کی دیر تھی۔

وہ فون کرنے کے بعد پھر بچے کو سنبھالتے ہوئے دُکان سے نکلی۔ اِدھر اُدھر محتاط نظروں سے دیکھا پھر تیزی سے ایک طرف جانے لگی۔ بازار میں بڑی بھیڑ تھی۔ وہ کہیں بھی گُم ہو سکتی تھی۔ مرید بڑی مستعدی سے پیچھا کر رہا تھا۔ میں نے دماغ میں رہ کر کچھ زیادہ ہی مستعد بنا دیا تھا۔

آخر کار وہ ہانپتی کانپتی دوسرے صدر دروازے سے باہر آئی۔ ایک کار تیزی سے اُس کے سامنے آ کر رُک گئی۔ اس میں تین شخص نظر آئے۔ وہ پچھلی سیٹ پر آ کر ایک شخص کے پاس بیٹھ گئی۔ مرید نے صرف اتنا ہی دیکھا پھر پریشان ہو کر کسی ٹیکسی وغیرہ کو تلاش کرنے لگا۔ حاشیہ نے یقیناً فون کر کے پہلے سے گاڑی منگوائی تھی لیکن یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ سونیا وہاں پہلے سے موجود تھی اور اُس کی نارانگی میں تعاقب کرنے لگی تھی۔

اُس کا تعاقب ناکام بھی ہو سکتا تھا۔ یُں نے مرید کی سوچ میں کہا۔ "جس کار میں حاشیہ گئی ہے اُس کا نمبر نوٹ کر کے کار کے مالک کا نام اور پتا معلوم کیا جا سکتا ہے۔"

مرید نے پریشانی سے سوچا۔ "میں نے کار کی نمبر پلیٹ دیکھی مگر جلدی میں وہ نمبر گڈمڈ ہو گئے ہیں۔ صحیح ترتیب سے یاد نہیں آ رہے ہیں۔"

یُں نے کہا۔ "مجھے ذہن پر زور ڈالنا چاہیے، صحیح ترتیب یاد آ جائے گی۔"

وہ سوچنے لگا۔ یُں نے سونیا کے پاس پہنچ کر اُس کے ذریعے کار کا نمبر معلوم کیا۔ وہ کار ذرا فاصلے پر آگے جا رہی تھی۔ کبھی کبھی دوسری گاڑیاں درمیان میں آ جاتی تھیں۔ ویسے میرا کام بن گیا تھا۔ مرید کے دماغ میں آ کر صحیح ترتیب سے نمبر دُہرائے۔ وہ خوش ہو کر بڑبڑایا۔ "ہاں یہی نمبر ہیں، میں ابھی معلوم کرتا ہُوں۔"

سونیا بڑی حاضر دماغی سے تعاقب کر رہی تھی۔ حاشیہ اور بچے کو لے جانے والے بھی کم چالاک نہیں تھے۔ ایسے راستوں سے گزر رہے تھے، جہاں ٹریفک زیادہ تھا۔ اس بھیڑ میں اُن کی گاڑی کبھی چھپتی تھی، کبھی دکھائی دیتی تھی، یہی آنکھ مچولی کھیلتے کھیلتے وہ غائب ہو گئے۔

سونیا مختلف راستوں پر بھٹکتی ہوئی اُنھیں تلاش کرتی رہی، پھر تھک ہار کر ایک سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ یُں نے کہا۔ "انتظار کرو، ابھی آتا ہُوں۔"

وہ مرید ٹریفک کنٹرولر آفس پہنچ گیا تھا۔ ایک جونیئر افسر سے التجا کر رہا تھا۔ "جناب! یہ بہت ضروری ہے، میں اس کار کے مالک کا نام اور پتا چاہیے۔"

افسر کہہ رہا تھا۔ "استنبول میں لاکھوں کاریں ہیں۔ اس نمبر کو تلاش کرنے کے لیے سیکڑوں رجسٹر اُوپر نیچے کرنے ہوں گے۔"

وہ ترکی زبان بول رہا تھا۔ میں نے مرید کے ذریعے کہا۔ "آپ۔ اس وردی میں انگریزی بولتے ہوئے شاندار لگیں گے۔"

افسر نے غصّے سے انگریزی میں اسے ڈانٹا۔

اُس نے انگریزی میں انگریزی بولنے سے انکار کیا مگر میں اس کی کھوپڑی میں پہنچ چکا تھا۔ اُس نے سر ہلا کر کہا۔ "اوہ یس! مجھے انگریزی بھی بولنا چاہیے اور تمہارا کام بھی کرنا چاہیے۔"

وہ حروفِ تہجی کی ترتیب کے مطابق ایک رجسٹر کھولتے ہوئے بولا۔ "ہم عوام کی خدمت کے لیے سرکاری ملازم ہیں۔ آپ کی خدمت کرنا ہمارا اوّلین فرض ہے۔"

اس نے رجسٹر کے اوراق اُلٹنے کے بعد کہا۔ "اور یہ دیکھیے، اوّلین اوراق اُلٹتے ہی کار کا نمبر مل گیا اور جب نمبر مل گیا تو مالک کا نام اور پتا بھی مل گیا۔ شُکر یہ کیا دیکھ رہے ہو؟ نوٹ کرو۔"

وہ نوٹ کرنے لگا۔ یُں نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ "کار کے مالک کا نام محمت جواد۔ رہائشی مکان کا نمبر ہے تئیس محمت ولا گریک روڈ، مردہ جیل کے سامنے۔"

سونیا نے وہاں سے کار موڑتے ہوئے کہا "مردہ جھیل کا مطلب ہے کسی سوکھی ہوئی جھیل کے سامنے محوِ لا ہے اب مجھے اس شاہراہ کی طرف جانا ہے، جو ملک یونان کی طرف جاتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق مجھے یہاں سے پینتالیس میل جانا ہے۔"

"تم چلو میں تمہارے پاس آتا رہوں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا اگر حاضر نہ ہوتا تو کوئی بندر مجھے حاضر دماغ بنا دیتا شمالی میں بندروں کی بہتات ہے۔ یہاں آنے والے ہندو بے شمار بندروں کے لیے کھانے پینے کی اچھی خاصی چیزیں لاتے ہیں، انھیں کھلاتے ہیں اور ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں بندروں کی بھی پوجا کرتے ہیں۔

ہندو دھرم میں اس کا ایک دھارمک پس منظر ہے۔ ہنومان ایک قد آور گوریلا نما بندر تھا، جس نے لنکا میں آگ لگا کر رام اور سیتا کی سیوا کی تھی، انھیں راون کے ظلم سے نجات دلانے کے لیے بہت اہم رول ادا کیا تھا۔ آج بھی ہندو ہنومان کی مورتی بنا کر پوجا کرتے ہیں اور زندہ بندروں کو خوب کھلا پلا کر خوش رکھتے ہیں۔

یہ بیان کرنے کا مقصد ہے کہ اپنے پڑھنے والوں کو ہندو دھرم کی دلچسپ باتیں بتاؤں اور کچھ وقت گزار کر سونیا کے پاس جاؤں۔ آج مجھے اپنے پارس بیٹے کو پا لینے کا یقین ہو رہا تھا۔

لیکن مجھے سونیا کے پاس جانے کا موقع نہیں ملا۔ میری داستانِ حیات میں اچانک ہی ایک اور عجیب و غریب موڑ آ گیا۔ میں ایک پہاڑی ریستوران کے ایک کھلے ہوئے حصے میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے سامنے سینڈوچز کی پلیٹ اور کافی کی پیالی رکھی ہوئی تھی۔ کھلے ہوئے حصے میں دور تک بندر ہی بندر نظر آ رہے تھے۔ اگر میں دماغی طور پر حاضر نہ ہوتا تو یہ بندر سینڈوچز کی پلیٹ صاف کر جاتے اور کوئی بندر میرے سامنے میز کے اوپر بیٹھ کر میری پیالی سے کافی پیتا۔ ان بندروں کو اس بات کا ڈر نہیں ہوتا کہ کوئی انھیں مارے گا مارنا تو دور کی بات ہے، کوئی انھیں دھتکارتا بھی نہیں تھا کیونکہ وہ دھرم کے مطابق محترم اور قابلِ پرستش تھے۔

بہرحال میں سینڈوچز کی پلیٹ بندروں کے لیے چھوڑ کر کافی کی پیالی اٹھا کر ریستوران کے اندرونی حصے میں آیا اور ایک میز کے پاس کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور تب مجھے ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

وہ میرے پاس والی میز پر بیٹھا ریستوران کے بیرے سے اپنے امریکی لہجے میں بول رہا تھا "اے لارج پیگ آف بلیک لیبل وہسکی اینڈ ٹی سیوسم تھنگ ٹو ایٹ...!"

اس نے انگریزی میں بیرے سے جو کچھ کہا وہ سب کے سمجھنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس نے شراب اور کباب کا آرڈر دیا ہے سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ میں گراہم ہارڈلے کی آواز سن رہا تھا۔

کون گراہم ہارڈلے؟

وہی جو بڑے طمطراق سے پُراسرار سپر ماسٹر بنا رہتا تھا پہلے میرے اس کے دماغ میں پہنچا پھر میرے ذریعے شمار پر اور ہار پر اس کی کھوپڑی تک پہنچ گئے۔ میں اسے مار ڈالنا چاہتا تھا کیونکہ یہ وہی شخص تھا، جس نے سونیا، رسوتی، مرجانہ اور ستیاوتی وغیرہ جیسی ہستیوں کو کوما میں پہنچا تھا، لیکن وہ زندگی کی بھیک مانگنے لگا۔ اس نے وعدہ کیا اگر میں اسے زندہ چھوڑ دوں تو وہ میرے پارس کو ڈھونڈ کر لے آئے گا۔

اس نے ایسا وعدہ کیا کہ میں اس سے انتقام نہ لے سکا۔ میں نے کہا "تمھیں سات دن کی مہلت دیتا ہوں اگر تم سات دن کے اندر میرے بیٹے کو لے آؤ گے تو میں تمھیں طبعی عمر تک زندہ رہنے کے لیے چھوڑ دوں گا، ورنہ ساتویں دن کا اختتام تمھاری زندگی کا اختتامی لمحہ ہو گا۔"

اسے سات دنوں تک زندہ رہنے کا موقع مل رہا تھا۔ اس قسم کھائی کہ پارس کو ڈھونڈ نکالنے میں اپنی تمام ذہانت، دولت ذرائع استعمال کرے گا۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو مقفل کر دیا تاکہ شمار یا ہار پر اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے ہلاکت کی صحیح راہ سے نہ بھٹکا دیں یا میرے بیٹے کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ سات دن تک میرے سوا کوئی اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔

لیکن میرا بیٹا تو مجھے مل رہا تھا، وہ استنبول میں تھا۔ سونیا بھی وقت مخالفین کی شہ رگ تک پہنچ کر اس کو وہاں سے لانے والی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سپر ماسٹر گراہم ہارڈلے میرے پارس کو ڈھونڈ نکالنے میں ناکام رہا تھا۔ اس نے سات دن کی مہلت مانگی تھی پتا نہیں کتنے دن گزر چکے تھے۔ میں بے پناہ مصروفیات کے باعث دنوں کا حساب نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا تو پتا چلا ابھی پانچ گزرے ہیں۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ پہلا پیگ حلق سے اتار رہا تھا۔ لب و لہجہ سنتے ہی اسے ٹھسکا لگا۔ شراب آدھی حلق کے اندر گئی، آدھی باہر آئی پھر اس پر کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ جب اسے آرام آیا تو میں نے کہا "یہ کھانسی کا دورہ نہیں موت کا دورہ تھا۔ میں زبان کا پابند ہوں۔ دن گزرے ہیں، تمھاری زندگی کے دو دن باقی ہیں۔ ابھی تو تمھیں محض موت کا نمونہ دکھایا ہے۔"

اس نے وہسکی کا باقی پیگ خالی کیا پھر جام کو میز پر رکھتے بولا "میں آپ کا لہجہ سن کر کانپ جاتا ہوں جبکہ مجھے آپ سے ڈرنا چاہیے۔ میں نے دو دن پہلے ہی پارس کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ دو دن!"

میں اس پر بھروسا کرنے کے بجائے چور خیالات کو پڑھ رہا تھا۔ وہ سچ کہہ رہا تھا۔ اس نے پارس کو ڈھونڈ نکالا تھا۔ یا حیرت! پارس استنبول میں تھا اور پارس ہندوستان میں بھی تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

اس نے کہا "جناب! آپ کا بیٹا پارس انڈین ملٹری انٹیلی جنس کے ہیڈ کوارٹر میں ہے۔"

میں نے پوچھا "یہ تم نے کیسے معلوم کیا؟"

"جناب! آپ جانتے ہیں، میں سابقہ سپر ماسٹر ہوں۔ ہاتھی مرے بھی تو سوا لاکھ کا ہوتا ہے۔ میں نے اپنی سپر ماسٹری کے دور میں ایسی مثالی ایجنسیاں قائم کی تھیں، جو آج میرے کام آ رہی ہیں۔ میں نے ہر ملک کی ملٹری انٹیلی جنس اور دوسرے اہم شعبوں میں اہم افراد کو خرید لیا تھا اور ان سے معاہدہ کیا تھا کہ میں سپر ماسٹر نہ بھی رہا تو ان تمام اہم افراد کو مقررہ رقم ادا ہوتی رہے گی اور میں انھیں دوسرے ممالک میں سہولتیں فراہم کرتا رہوں گا۔ آج میں سپر ماسٹر نہیں ہوں مگر اپنا وعدہ وفا کر رہا ہوں اور وہ لوگ میرے کام آ رہے ہیں۔"

میں نے کہا "مانتا ہوں اس دنیا میں جو اس ہاتھ دیتا ہے اس ہاتھ لیتا ہے، وہی کامیاب رہتا ہے۔ آگے بولو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا "آگے کچھ نہیں بولنا ہے۔ میں فون پر بات کرنے جا رہا ہوں، آپ میرے دماغ میں رہ کر دوسری طرف کی بات سنتے رہیں۔"

وہ ریستوران کے کاؤنٹر پر گیا۔ فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔ وہ انتظار کر رہا تھا یعنی میں اس کی کھوپڑی میں بے چینی سے انتظار کر رہا تھا پھر ایک نسوانی آواز سنائی دی "ہیلو۔"

گراہم نے کہا "میں میجر صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں گراہم ہوں۔"

"سوری، یہ گھر ہے، ان کا دفتر نہیں ہے۔"

ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں نے کہا "مسٹر گراہم! آپ کسی میجر کو تلاش کرتے ہیں، میں ابھی آتا ہوں۔"

میں دوسری طرف بولنے والی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میجر کی بیوی تھی۔ بڑے غرور سے بولنے اور ریسیور رکھنے کے بعد سوچ رہی تھی "یہ گراہم تو ایک اہم نام ہے۔ میرے پتی (شوہر) نے جتنے اہم نام بتائے تھے ان میں ایک نام گراہم کا بھی تھا۔ شاید وہ بیرونی ممالک میں ہمارا بینک بیلنس بڑھانے والا تھا۔ میرا یہ غرور مجھے بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ اب میں کیا کروں؟ مسٹر گراہم نے پتا نہیں کہاں سے فون کیا تھا، میں دوبارہ ان سے کیسے رابطہ قائم کروں؟"

میں نے اس کے دماغ میں سوچ پیدا کی "شاید میرے پتی میجر کو معلوم ہو کہ گراہم سے کیسے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ مجھے اپنے پتی کو الغام کرنا چاہیے۔"

اس خیال کے ساتھ ہی اس نے ریسیور اٹھایا اور سرکاری نمبر ڈائل کرنے لگی پھر دوسری طرف اپنے شوہر کی آواز سن کر بولی "ابھی مسٹر گراہم کا فون آیا تھا۔ میں نے توجہ نہیں دی اور نوٹ کر کے ریسیور رکھ دیا۔ بعد میں غلطی کا احساس ہوا۔ پتا نہیں وہ ہمارے کتنے کام کی بات کرنے والا تھا۔"

"عورت پہلے غلطی کرتی ہے پھر سوچتی ہے۔"

وہ ڈانٹ کر بولی "زیادہ بکواس نہ کرو، تم میجر ہو گے فوج میں... انٹیلی جنس میں، گھر میں آؤ گے تو جھاڑو لے کر میرے پوچھوں گی۔"

میجر کی عاجزانہ آواز سنائی دی "میری دیوی جیسی دھرم پتنی (شریکِ حیات) تم تو ذرا سی دل لگی پر ناراض ہو جاتی ہو۔ فکر نہ کرو، میں ابھی گراہم کو ڈھونڈ نکالوں گا، وہ شملہ میں ہے۔"

میں تھوڑی دیر تک میجر کپور کے خیالات پڑھتا رہا۔ وہ شملہ میں گراہم ہارڈلے سے رابطہ قائم کرنے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "مسٹر کپور! گراہم کے ذریعے جیسے تمہارے دماغ میں آتا تھا، وہ آ گیا، اب گراہم کو چھوڑو اور فرہاد سے سودا کرو۔"

اس کے دماغ میں کبھی پرائی سوچ کی لہر نہیں آتی تھی۔ وہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ فرہاد اس کے دماغ میں بول رہا ہے۔ میں نے اپنے مخصوص ہپناٹک ٹرکوں کے ذریعے اسے یقین دلایا، تب اس نے کان پکڑ کے کہا "مانتا ہوں آپ فرہاد صاحب ہیں اور میرے دماغ تک پہنچ چکے ہیں۔"

میں نے کہا "مان چکے ہو تو سچ سچ بتاؤ، کیا پارس تمہاری کسٹڈی میں ہے؟"

"جی ہاں، ایک جوان عورت اور پانچ برس کا بچہ دہلی کے ملٹری ہیڈ کوارٹر میں نظر بند ہیں۔"

میں نے کہا "مسٹر کپور! یہ ایک اتفاق ہے کہ تمہارا بیٹا بھی پانچ برس کا ہے، اگر مجھے کسی بہانے سے دھوکا دیا گیا تو تمہارا بیٹا ٹیلی پیتھی کی موت مرے گا۔"

وہ ایک دم سے تڑپ کر بولا "نہیں نہیں، میں اپنی جان دے سکتا ہوں مگر اپنے معصوم بچے کو ٹیلی پیتھی کی گرفت میں نہیں دیکھ سکتا۔ میں سچ کہتا ہوں، وہ پارس ہے۔ میں ابھی اس کے پاس جا رہا ہوں۔ آپ خود اس بچے کے اندر پہنچ کر حقیقت معلوم کر لیں۔"

وہ فوجی بیرک کے اس حصے میں تھا، جہاں صرف ملٹری انٹیلی جنس کے افسران اور قابلِ اعتماد سپاہی رہتے ہیں۔ وہاں میجر کپور کی آمد و رفت پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی سوچ کے مطابق میرے بیٹے پارس کو ایک عورت کے ساتھ ملٹری بیرکس کے ایک بنگلے میں رکھا گیا تھا اور وہ عورت وادیٔ قاف سے آئی تھی۔

کیا تماشا تھا۔ تقدیر مذاق اڑا رہی تھی۔ ہماری ذہانت اور خون کی

کشش کا امتحان لے رہی تھی کہ جانو اور پپا تو تمھارا پارس کہاں ہے۔ یہاں ہے یا وادیٔ ہما ہے؟ دُنیا کہتی ہے کہ ایسے مقام پر خون جوش مارتا ہے۔ اپنی ٹیلی بیتی کو اپنے پاس رکھو اور بتاؤ لمحے کو پکارتا ہے، یہاں والے کو پکارتا ہے یا وہاں والے کو پکارتا ہے؟

میجر کپور اُس بنگلے کے سامنے پہنچ گیا۔ وہاں مسلح فوجیوں کا پہرہ تھا۔ کوئی فوجی جوان بھی بنگلے کے اندر نہیں جا سکتا تھا، کوئی افسر اندر جانے سے پہلے ایک رجسٹر میں لکھتا تھا کہ وہ کیوں اندر جا رہا ہے، کتنی دیر کے لیے جا رہا ہے۔ میجر نے اندر جانے سے پہلے رجسٹر میں وقت لکھا، اپنا مقصد بیان کیا کہ وہ ڈیوٹی کے مطابق چیکنگ کے لیے جا رہا ہے۔ ضروری اندراج کے بعد وہ بنگلے میں داخل ہُوا۔

ایک عورت نے آ کر اُسے سلام کیا۔ وہ وادیٔ قاف کا مخصوص لباس پہنے ہوئے تھی اور وادی کی مخصوص زبان میں اُس کا استقبال کر رہی تھی۔

"میں نے میجر سے پوچھا "کیا یہ انگریزی یا ہندی زبان بول سکتی ہے؟"

"نہیں، ہم اشاروں کی زبان میں ایک دوسرے کی باتیں سمجھتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "تم نے اشاروں کے ذریعے کیسے سمجھ لیا کہ یہ پارس ہے؟"

اُس نے جواب دیا "ہماری انٹیلی جنس میں انٹرنیشنل لینگویج سیکشن ہے۔ اس شعبے میں دُنیا کی ہر زبان سمجھنے، بولنے، لکھنے اور پڑھنے والے قابل افراد موجود ہیں۔ ایسے ہی ایک شخص نے اس عورت کی زبان میں گفت گو کی۔ اس کے حالات معلوم کیے۔ اس عورت نے اعتراف کیا کیا ہے کہ وہ بچہ پارس ہے۔"

میجر بتانے لگا۔ ایک دن وادیٔ قاف میں اچانک بمباری ہوئی تھی۔ دُشمنوں نے وادیٔ قاف کو بالکل تباہ کر دیا تھا۔ ایسے تباہ کُن حملے کے دوران چند عورتیں اور بچے چشمے میں نہانے اور پانی بھرنے گئے تھے، اُن میں پارس بھی تھا۔ وہ عورت پارس کے ساتھ جان بچا کر وہاں سے نکل گئی تھی۔

سونیا کے سامنے حاشیہ نے بھی یہی بیان دیا تھا۔ فرق یہ ہے کہ میجر کے پاس کھڑی ہوئی عورت نے اس بچے کے پارس ہونے کا اعتراف کیا تھا جبکہ حاشیہ اس بچے کا اصل نام چھپا رہی تھی اور اب سونیا سے چھپتی پھر رہی تھی۔

میجر کپور بنگلے کے ایک اندرونی کمرے میں آیا۔ وہ کمرہ سامان سے خالی تھا۔ فرنیچر تو دُور کی بات ہے، بیٹھنے کے لیے ایک چٹائی بھی نہ تھی۔ کمرے کے وسط میں صاف سُتھرے، ننگے فرش پر وہ بچہ پلتھی مارے بیٹھا تھا۔ اُس کا رُخ شمال کی طرف تھا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں، وہ گوتم بدھ کے انداز میں یوں بیٹھا ہُوا تھا جیسے گیان دھیان میں مصروف ہو۔

میں نے تعجب سے پوچھا "تم لوگ پانچ برس کے بچے کو گیان دھیان میں مصروف رکھتے ہو؟"

"وہ بولا "ہم کچھ نہیں کرتے، یہ خود ہی اتنے سلیقے سے رہتا ہے کہ ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ یہ مُنہ اندھیرے اُٹھ کر بنگلے سے باہر ہے اور مسلح سپاہیوں کی نگرانی میں دوڑ لگاتا ہے پھر مُشرق کی طرف اس کمرے میں آ کر شمال کی جانب رُخ کر کے سانس روکنے کی مشق کرتا ہے۔ صبح سات بجے ہلکا سا ناشتا کرتا ہے پھر پڑھنے بیٹھ جاتا ہے۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ اسے کوئی نہیں پڑھاتا، یہ خود پڑھتا ہے سمجھتا ہے، ہم سوال کرتے ہیں تو اپنے جواب سے حیران کر دیتا ہے۔ میں نے پوچھا "کیا یہ ابھی کسی سوال کا جواب دے گا؟"

"ضرور دینا چاہیے، میں پوچھ کر دیکھتا ہُوں۔"

ہم اُس خالی کمرے کے دروازے پر رُکے، وہ عورت بھی ہم نے آہستگی سے پوچھا "ماسٹر پارس! کیا میں اندر آ سکتا ہُوں؟"

میں نے پہلی بار اُس بچے کی آواز سُنی۔ وہ کہہ رہا تھا "ضرور ہے تو میں آپ کو پانچ منٹ دے سکتا ہُوں، تشریف لائیے۔"

میجر نے کہا "مجھے اندر آنے کے لیے جُوتے اُتارنے ہوں یہیں سے ایک بات پوچھتا ہُوں، آپ کس جماعت کی کس کتاب پڑھتے ہیں؟"

بچے نے جواب دیا "علم کو چھوٹی بڑی جماعتوں میں تقسیم نہ کرنا چاہیے۔ حضرت محمد ﷺ کے مصداق جیسی ذہانت ہو، اسی سطح کی کتاب پڑھنا چاہیں۔"

"آج کل آپ کون سی کتابیں پڑھ رہے ہیں؟"

"میں ہندوؤں کی رامائن اور مُسلمانوں کی تاریخ اسلام پڑھ رہا ہُوں۔"

"آخری سوال کا جواب چاہتا ہوں، آپ کو کون پڑھاتا ہے؟"

"میری ماما۔"

میں نے کہا "مسٹر کپور! آپ جا سکتے ہیں۔" یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بدستور آنکھیں بند کیے بیٹھا ہُوا تھا۔ اُس نے اُسے اس کی ماما یعنی ماں پڑھاتی ہے اور یہ چونکا دینے والی بات تھی۔ میں اُس ننھے سے دماغ میں پہنچ کر واقعی چونک گیا۔ مجھے کسی کی آواز اور لہجہ سُنائی دے رہا تھا۔ وہ ندا یا، سونتی خیال خوانی کے ذریعے اپنے بیٹے کو پڑھانے آیا کرتی تھی اور ہم سے بہت کچھ چھپا رہی تھی۔

اُس نے اپنی خیال خوانی کو راز میں رکھا۔

اُس نے بیٹے کو مجھ سے چھپا کر رکھا۔

وہ چاہتی تو پارس بہت پہلے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ سکتا تھا مگر وہ اپنے دیس میں اپنے لوگوں کے درمیان اُسے تعلیم دے رہی تھی۔ دوسرے لفظوں میں ہمارے اعتماد کو دھوکا دے رہی تھی۔

میرے جی میں آیا ماما بھی اُس کے دماغ میں جاؤں اور اُس کے سکھانے کا تجربہ کروں گا۔ اگر کامیابی ہو گئی تو تم سب سے پہلے اپنے پاپا کے دماغ میں پہنچ کر انھیں مخاطب کرو گے۔" وہ حیران رہ جائیں گے۔"

"ماما! آپ جس طرح مجھے علم کی روشنی دے رہی ہیں، اس حساب سے میں جسمانی طور پر بچہ ہوں مگر ذہنی طور پر نادان نہیں ہوں۔ پھر آپ مجھے بچوں کی طرح کیوں بہلا رہی ہیں؟"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ ماں باپ مل کر اپنے بچے کو تعلیم اور تربیت دیتے ہیں۔ میں یہ پڑھ چکا ہوں کہ نیگیٹو اور پازیٹو دو مختلف تاروں کے ملنے سے بجلی کا بلب روشن ہوتا ہے۔ میرے ساتھ ہاں کا کنکشن ہے۔ باپ کا کنکشن بھی ہو جائے تو میں پوری روشنی کے ساتھ جگمگاؤں گا۔"

"بیٹے! اب تم ماں کو پڑھانے لگے ہو، ذرا کم بولا کرو اور پڑھائی میں دھیان دیا کرو۔"

"آپ پھر مجھے ٹال رہی ہیں۔"

"میرے اچھے بیٹے! کوئی دوسری بات کرو۔"

"آپ میری دوسری بات کا بھی معقول جواب نہیں دیتی ہیں۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ دس گیارہ ماہ پہلے میری ماں وہ تھی جو مجھے وادیٔ قاف سے لائی تھی۔ وہ نہ جانے چار برس تک کہاں کہاں بھٹکتی رہی پھر یہاں ہندستان لا کر ایک مکان میں قید کر دیا۔ ایک دن اچانک آپ نے میرے دماغ میں آ کر مجھے بیٹا کہا۔ اور تب سے ماں کا رشتہ نباہ رہی ہیں۔ آپ جواب دیں، مجھ پر کس ماں کا حق ہے؟ کیا اس کا جو مجھے سینے سے لگائے ٹکر ٹکر بھٹکتی رہی یا آپ کا، جن کی صورت میں نے ابھی تک نہیں دیکھی؟"

"میرے لال! میں تمھاری ماں ہوں، تم سے دور ہوں مگر تمھیں علم و ہنر کا خزانہ دے رہی ہوں۔"

"مانتا ہوں مگر کیا ثبوت ہے کہ میں آپ کا بیٹا ہوں؟ کیا اس لیے بیٹا ہوں کہ میرا نام پارس ہے؟"

ذرا دیر خاموشی رہی پھر سونتی نے کہا "میں تنہائی میں اکثر سوچتی ہوں کہ کن بنیادوں پر تمھیں بیٹا تسلیم کر رہی ہوں۔ ایک تو وہ عورت ہے جو وادیٔ قاف سے آئی ہے۔ جب وادی میں بمباری ہو رہی تھی تو چند عورتیں اور بچے آبادی سے ذرا دور چشمے پر نہانے دھونے گئے تھے، تمھیں وہاں سے لانے والی عورت کا بھی یہی بیان ہے۔ دوسری بات یہ کہ وادی میں جو عورت میری خدمت کے لیے وقف تھی اور وہاں تمھیں گود میں کھلاتی تھی، اس کا نام مونا سانچی تھا۔ تمھیں یہاں لانے والی عورت کا بھی یہی نام ہے۔"

وہ ذرا چُپ ہوئی، شاید سوچ رہی تھی، پھر بولی "مونا سانچی تمھارے کچھ کپڑے دھونے کے لیے چشمے پر گئی تھی۔ آج سے چار برس پہلے کا ایک ننھا سا لباس اس کے پاس ہے۔ اس لباس کا رنگ

اور ڈیزائن معلوم کرنے کے بعد یقین کر رہی ہوں کہ تم میرے بیٹے ہو۔ میں نے تمھیں جنم دیا ہے، تمھیں دودھ پلایا ہے۔ تمھارے دماغ میں آتی ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے میں اپنے ہی اندر ہوں۔ میری جان! وہ دن جلد آئے گا جب تم میرے سینے سے لگو گے اور میری دھڑکنوں سے ماں کو پہچان لو گے۔"

"ماما! آپ نے مجھے دشمنوں کے درمیان کیوں چھوڑ دیا ہے؟ مجھے اپنے پاس بلا لیجیے۔"

"بیٹے! وہاں تم ایک گہرے راز کی طرح چھپے ہوئے ہو، ہر طرح سے محفوظ ہو۔ تمھیں رفتہ رفتہ اپنی اہمیت کا اندازہ ہو گا۔ تم جب سے پیدا ہوئے ہو، دشمن تمھارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ہم تمھیں چھپائے رکھنے کی کوششیں کرتے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کبھی تم کھٹکتے رہے، کبھی ملتے رہے۔ اس بار میں نے فیصلہ کیا ہے، تمھیں صرف دشمنوں سے نہیں اپنوں سے بھی چھپاؤں گی۔ تم فوجی بیرک میں محفوظ ہو، وہاں کی ملٹری انٹیلی جنس تم پر کسی کا سایہ بھی نہیں پڑنے دے گی۔"

اتنی دیر کے بعد میں نے پارس کی سوچ کے ذریعے کہا: "کیا میں ابھی دشمنوں کی پناہ میں نہیں ہوں؟"

"ابھی یہ دشمن ہیں نہ دوست۔ جب دشمنی پر آئیں گے تو میں اور تمھارے پاپا اس فوجی بیرک کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔"

"جب آپ پاپا کی باتیں کرتی ہیں تو دل مچلنے لگتا ہے پلیز ماما! ایک بار ان کی آواز سنا دیں۔"

رمونتی کی سرد آہ سنائی دی۔ پھر وہ بولی: "میرا بھی دل مچلتا ہے۔ تمھارے پاپا بہت اچھے ہیں بیٹے! حواس پر چھا جاتے ہیں۔ طوفان کے ساتھ ایک مصیبت ہے، جہاں ان کے قدم پڑتے ہیں یا ان کی خیال خوانی پہنچتی ہے، وہاں نئے ہنگاموں کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ یقین کرو وہ جب بھی خیال خوانی کے ذریعے تمھارے پاس پہنچیں گے، اس فوجی بیرک کا سکون غارت ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ میں خود کو اور تم کو فی الحال ان سے دور رکھنا چاہتی ہوں۔ اگر دو برس بعد تم پر خیال خوانی کا تجربہ کامیاب رہا تو تم ماں باپ کی ملی جلی بیٹھی کی دنیا میں تیسری طاقت کے طور پر ابھرو گے۔ اس کے بعد تم اپنے باپ کی آغوش میں اور میں ان کے قدموں میں پہنچ جاؤں گی۔"

ابتدا میں رمونتی مجھ سے بدظن رہتی تھی۔ دشمنوں کے بہکانے میں آ جاتی تھی لیکن میں نے بارہا اُسے دشمنوں کے فریب سے بچایا اور آخری بار کوما سے نکلنے کے بعد اسے اچھی طرح عقل آ گئی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ کر صحت مند ہونے کے بعد اس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ پھر گزشتہ تنہائی میں وہ کہیں زیادہ سے زیادہ کتابیں پڑھنے لگی تھی۔ یہ اب مجھے معلوم ہوا کہ وہ اُدھر جو کچھ پڑھتی تھی، اِدھر خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کو پڑھاتی رہتی تھی۔

پہلے مجھے شبہ ہوا تھا کہ وہ پارس کو مجھ سے چھپا کر میرے مزاج کے خلاف اس کی پرورش کرنا چاہتی ہے۔ آخر ہندوستانی عورت ہے، اسی لیے بیٹے کو بھارتی فوج کی حفاظت میں ساری دنیا سے چھپا کر رکھا ہے، لیکن اس کی نادانستگی میں پارس کے ذریعے جو باتیں معلوم ہوئیں اُن سے ثابت ہو گیا کہ وہ ایک شوہر پرست بیوی ہے، مجھ پر جان دیتی ہے۔ اور میرے بیٹے کو میری توقع سے زیادہ قابل بنا کر پیش کرنے کی کوشش میں مصروف رہتی ہے۔ اس کے لیے ساری دنیا سے حتیٰ کہ مجھ سے بھی وقتی طور پر ناتا توڑ لیا ہے۔

اس کی یہ بات درست تھی کہ جہاں میری سوچ کی لہریں پہنچتی ہیں، وہاں ہنگامے جنم لیتے ہیں۔ میں اس فوجی بیرک میں کوئی ہنگامہ نہیں چاہتا تھا۔ میں نے سوچا، جب میں میجر کپور تک پہنچ سکتا ہوں تو کیا دوسرے خیال خوانی کرنے والے نہیں پہنچ سکتے؟

پہنچ سکتے ہیں اور میجر کپور انھیں پارس تک پہنچا سکتا ہے۔ وہاں تک پہنچنے کے تین ذرائع تھے۔ پہلا سابقہ سپر ماسٹر گراہم ہارڈلے جسے میں نے سات دن کی مہلت دی تھی۔ دوسرا میجر کپور، تیسری میجر کی بیوی جس کی آواز فون پر سننے کے بعد میں میجر کپور تک پہنچا تھا۔ یہ تینوں میرے بیٹے کی سلامتی کے لیے خطرہ تھے۔

سیدھی سی بات تھی کہ تینوں کی آخری سانس پوری ہو جائے اور خطرہ ٹل جائے۔ میں نے گراہم ہارڈلے کے پاس پہنچ کر اسے خدشات ظاہر کیے۔ اس نے سہم کر پوچھا: "کیا آپ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں؟" نہیں، آپ زبان کے دھنی ہیں۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میں پارس کو ڈھونڈ نکالوں گا تو آپ میری پچھلی تمام خطاؤں کو معاف کر دیں گے۔ مجھے زندہ رہنے کا موقع دیں گے۔"

"یہی تو مشکل ہے۔ میں زبان دے چکا ہوں اور مجھے اپنے بیٹے کی سلامتی بھی مقصود ہے۔"

"جناب فرہاد صاحب! میں وعدہ کرتا ہوں کہ گونگا بن جاؤں گا، اپنی آواز تنہائی میں خود کو بھی نہیں سناؤں گا۔ کوئی ایسی حماقت نہیں کروں گا جس سے دشمنوں کو دماغ میں آنے کا موقع ملے۔"

"وہ پھر بھی آئیں گے۔ چاہے جس قدر محتاط رہو، وہ ضرور تمھارے دماغ میں آئیں گے۔ میرے تنویمی عمل کے مطابق ابھی دو دن تک کوئی تمھارے دماغ میں نہیں آئے گا۔ میں دو دن بعد پھر تم پر یہ عمل کروں گا۔ اور ایک ماہ کے لیے تمھارے دماغ کو مقفل کر دوں گا۔ میرے عمل کے مطابق میرے سوا کوئی تمھاری سوچ کو سُن نہیں سکے گا۔ فی الحال مجھے اپنے وعدے کا پاس رکھتے ہوئے تمھیں زندہ رکھنے کا یہی ایک راستہ ہے۔"

وہ کمرے میں تنہا تھا۔ اس نے خوشی کے مارے گھٹنے ٹیک دیے، مجھے دعائیں دینے لگا۔ میں میجر کپور کے پاس آیا۔ وہ گھر آ کر اپنے بچے سے کھیل رہا تھا۔ اس کی بیوی سنگھار میز کے سامنے بیٹھی بن سنور رہی تھی۔ اپنے بچے اور شوہر کے ساتھ شاپنگ کے لیے جانا چاہتی تھی۔ میجر سوچ رہا تھا: یہ کم بخت پیچھے پڑ جاتی ہے، اگر آج میرے ساتھ نہ جاتی تو تنہائی کے ساتھ رات گزارتا۔ یہ غورِ تیں بیوی بن کر مصیبت بن جاتی ہیں۔ آہ نرملا!

اس کی بیوی سوچ رہی تھی: میں سب سمجھتی ہوں۔ ابھی چل کر شاپنگ نہیں کراؤں گی تو اوپری آمدنی میری بن بیاہی سوکنوں پر لٹا دیں گے۔ ان مردوں کا دل کبھی بیوی سے نہیں بھرتا۔ یہ اوپری آمدنی کی طرح اوپری عورتوں کے اوپر ہی مرتے رہتے ہیں۔

ایسے میاں بیوی ہر دوسرے تیسرے گھر میں ہوتے ہیں۔ میں پھر میجر کے دماغ میں آیا۔ اس لمحے وہ اپنی بیوی کے لیے سوچ رہا تھا۔ سریتا کو ٹیلی پیتھی سے ڈرانا چاہیے۔ اگر میں اسے یہ بتاؤں کہ فرہاد میرے دماغ میں آتا ہے اور اس کے دماغ میں بھی پہنچ کر ایسی باتیں معلوم کر لے گا جنھیں وہ شوہر سے بھی چھپاتی ہے تو وہ سہم جائے گی۔ میرے پاؤں پڑے گی کہ فرہاد کو اس کے پاس نہ آنے دوں۔ بھلا کون عورت اپنے اندر کی بات کسی کو بتاتی ہے۔

میں نے کپور کو مخاطب کیا۔ وہ جلدی سے بچے کو بستر پر چھوڑ کر سیدھا بیٹھ گیا۔ سریتا کی طرف دیکھ کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا: "خبردار! اگر تم نے کسی کو ٹیلی پیتھی کے متعلق بتایا تو تمھارے حلق سے آواز نہیں نکلے گی۔"

وہ سہم کر بولا: "نہیں بتاؤں گا۔ میں تو صرف سریتا کو ڈرانا چاہتا ہوں۔ آپ شاید دیکھ رہے ہیں، یہ کتنی حسین ہے۔ مجھ سے بڑے افسر جب اسے للچائی نظروں سے دیکھتے ہیں تو میں اندر ہی اندر تلملا جاتا ہوں۔ اپنے بڑے افسروں سے تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ میری بیوی کو نہ دیکھیں۔"

میں نے کہا: "بھلا تم کیسے کہہ سکتے ہو جب کہ خود دوسروں کی بیویوں پر مرتے رہتے ہو۔"

"آں؟" وہ پٹ گیا۔ پھر بولا: "آپ سے کیا چھپا ہے، آپ تو انتریامی ہیں۔ پلیز میری بیوی کے بارے میں بتائیے کہیں یہ مجھے الو بنا کر کسی بڑے افسر..."

"میں کسی کے دل کا راز کیوں بتاؤں؟ اگر بتاؤں گا تو سریتا کو بھی تمھارے عشقیہ کارنامے سناؤں گا۔"

وہ گھبرا کر بولا: "نہیں پلیز نہیں۔ ہمارا گھر برباد ہو جائے گا۔"

"ہاں! اکثر میاں بیوی ایک دوسرے کو اُلو بنا کر گھر آباد کرتے ہیں۔ ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو دنیا میں کسی کے نہیں ہوتے۔ اپنے ہوس پوری کرنے کے لیے بیوی کو دھوکا دیتے ہیں اور چور راستوں سے دولت مند بننے کے لیے اپنی سرکار کو فریب دیتے ہیں۔ تمھارے جیسے فوجی افسر کسی بھی ملک میں ہوں، انھیں پہلی فرصت میں گولی مار دینا چاہیے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں تو آپ کے کام آ رہا ہوں۔"

"جو اپنے ملک کے کام نہ آئے، وہ بھلا کب تک میرے کام آئے گا۔ بہرحال تم اپنی بیوی کا راز معلوم کرنا چاہتے ہو۔ اگر میں بتاؤں تو کیا تمھیں غیرت آئے گی؟"

"ہاں اگر وہ بدچلن ہوئی تو میں اسے گولی مار دوں گا۔"

"ابھی میں سریتا سے پوچھوں گا تو وہ بھی یہی کہے گی کہ تم بدچلن ہوئے تو وہ تمھیں گولی مار دے گی۔ اس طرح تم دونوں ایک دوسرے کو ختم کر دو گے۔ بولو، یہ ڈراما ٹھیک رہے گا؟"

وہ گھبرا کر بولا: "نہیں نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا۔"

وہ سوچ کے ذریعے باتیں کرتے کرتے بھرابھرٹ میرے زبان سے بول پڑا تھا۔ سریتا نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے پوچھا: "تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ یہ مرنے کی بات کیوں کر رہے ہو؟"

وہ میری مرضی کے مطابق کہنے لگا: "سریتا! میری جان! میں گنہگار ہوں۔ مگر مرنے سے ڈرتا ہوں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا تم مرنے کی بات کیوں کر رہے ہو؟"

"میں مجرم ہوں۔ ابھی اچانک میری آتما سے آواز آئی کہ میں

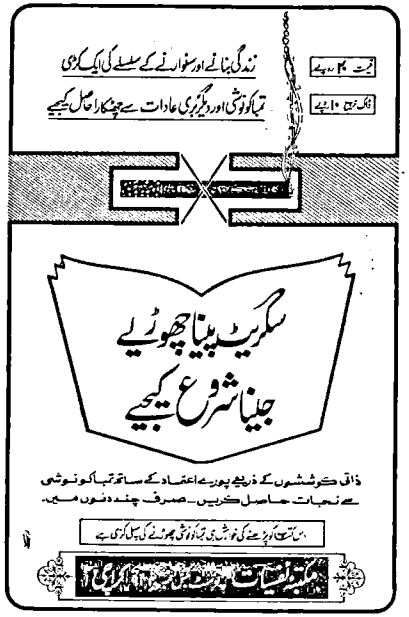

اپنی محبت کرنے والی وفادار بیوی کو دھوکا دیتا ہوں اور دوسری جگہ منہ کالا کرتا ہوں۔"

"میں خوش نصیب ہوں کہ میرا شوہر حساس ہے۔ اپنی غلطی کو محسوس بھی کرتا ہے اور اعتراف بھی کرتا ہے۔ تم آئندہ ایسا نہ کرو۔ میں تم سے کوئی شکایت نہیں کروں گی۔"

"سرپتا! یہ بھی تو ایک جرم ہے کہ میں تم پر شبہ کرتا ہوں جب میرے بڑے افسر تمھیں دیکھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے تم پھسلنے جا رہی ہو۔"

سرپتا نے بچے کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا بچہ ہے، ماں بچے کو گود میں لے کر کبھی جھوٹی قسم نہیں کھاتی۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، کسی بار میرے دماغ میں خیال آیا کہ تم سے انتقام لینے کے لیے مجھے بھی کسی سے دوستی کرنا چاہیے لیکن جب میں نے بچے کو دیکھا تو ایسا لگا جیسے میں ماں سے طوائف بن کر اپنے بچے کے لیے ہمیشہ کی گالی بن رہی ہوں، بھگوان کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں ابھی تک پاک دامن ہوں۔"

میں نے سوچ کے ذرے لیے کہا۔ "مسٹر کپور! تمھاری بیوی کا ایک ایک لفظ درست ہے۔ بے شک عورت اپنے مرد کے ظلم سے یا ہرجائی پن سے طیش میں آکر اتفاقاً دوسرے مرد کی طرف جھکتی ہے، مگر اسے گناہ کا بننے میں دیر لگتی ہے۔ وہ اپنی شرم و حیا اپنے شوہر کی نیک نامی اور بچے کے مستقبل کے لیے شیطان سے لڑتے لڑتے اتنا وقت گزار دیتی ہے، جتنے وقت میں سو گناہ کرتے کرتے ڈھیٹ بن جاتا ہے۔ اب بھی وقت ہے۔ اپنی نیک اور پارسا بیوی کو آئندہ بھٹکنے سے بچا لو، اپنے معصوم بچے کو محبت کرنے والے ماں باپ کا سایہ دو۔"

پھر میں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ "یاد رکھو، میں اپنے بیٹے کے لیے خطرے کا سبب بننے والوں کو کبھی زندہ نہیں چھوڑوں گا مگر آج انسانیت اور محبت آڑے آ رہی ہے۔ میں نے گرام ہار ڈلے کو زندہ چھوڑ دیا کیوں کہ ایک انسان کی حیثیت سے زبان دے چکا تھا۔ اور تمھیں بھی اسی لیے زندہ رکھنا چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے کی عمر کا تھا، ابھی ایک بیٹا ہے اور ایک محبت کرنے والی بیوی ہے۔ اگر میں تمھارے بیٹے پر ماں باپ کا سایہ رکھوں گا تو میرا خدا میرے بیٹے پر اس کے ماں باپ کا سایہ رکھے گا۔"

"مزہادصاحب! میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔"

"لیکن جو بات تمھارے بھولنے کی ہے، اُسے بھول جانا چاہیے۔ ابھی اپنی بیوی سے سر درد کا بہانہ کر کے آرام سے لیٹ جاؤ اور آنکھیں بند کر لو۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ آرام سے لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ پہلے میں نے اسے ہلکی ہپناٹزم کے ذریعے سلایا پھر اس کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل سے تسخیر کیا۔ جب وہ میرا معمول بن گیا تو میں نے کہا۔ "مسٹر کپور! تم میرے معمول ہو اور تم میرے تمام احکامات کی تعمیل کرو گے۔"

اس نے میری باتوں کو دہراتے ہوئے اقرار کیا۔ میں نے کہا۔ "تم یہ بھول جاؤ گے کہ فوجی بیرک میں جو بچہ چھپا کر رکھا گیا ہے وہ پارس ہے اور غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے۔"

اس نے کہا۔ "میں پارس کا نام اور اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کو بھول جاؤں گا۔"

اسے رسونتی کے متعلق یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ پارس کے دماغ تک پہنچ چکی ہے۔ وہ صرف میرے متعلق جانتا تھا۔ میں نے یہ بات بھی اس کے دماغ سے مٹا دی اور حکم دیا کہ وہ فوراً کسی بیماری کا میڈیکل سرٹیفکیٹ حاصل کر کے لمبی چھٹی لے اور اس فوجی بیرک سے دور جا کر رہائش اختیار کرے۔ چھٹی کے دوران اپنا ٹرانسفر کرا لے یا ملازمت سے استعفا دے دے۔ استعفا دینے کے بعد اسے گرام ہار ڈلے سے کافی رقم ملے گی۔ پھر ملازمت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

میں ہر طرح سے مطمئن ہو گیا۔ اس کے دماغ سے وہ تمام باتیں مٹا دیں، جو پارس کے لیے نقصان دہ ہو سکتی تھیں۔ پھر میں نے اسے تنویمی نیند سلا دیا۔ سرپتا اس کے سرہانے بیٹھی سر سہلا رہی تھی۔ ایک ہاتھ سے بچے کو سنبھال کر سینے سے لگا لیا تھا۔ وہ بہت خوش تھی۔ میرا ایمان ہے کہ میں نے ایک بیوی اور ایک ماں کو خوش کر کے خدا کو خوش کیا تھا۔

مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ رسونتی کو پارس کی خبر کیسے ملی؟ وہ بابا صاحب کے ادارے میں تھی۔ جب پارس ہم سے جدا ہوا تو اچھی طرح بول نہیں پاتا تھا۔ رسونتی اس کے لہجے کو نہ پہچانتی تھی نہ ہی اچانک خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کے دماغ کو ڈھونڈ سکتی تھی۔ اگر یہ سوچا جائے کہ اسے اتفاقاً بیٹے کا پتا مل گیا تھا تو پتا دینے یا خبر پہنچانے والا کوئی تو ہو گا۔

میں نے اپنی خاموش موجودگی کے دوران ماں سے طرح طرح کے سوالات کیے تھے۔ کچھ سوالات میں نے اس کے دماغ میں پیدا کیے تھے مگر اس اہم سوال کا جواب معلوم نہیں ہو سکا تھا ویسے مجھے یقین تھا کہ جس طرح میں گرام ہار ڈلے اور میجر کپور کے دماغوں سے پارس کے سلسلے میں اہم باتیں مٹا رہا تھا، اسی طرح رسونتی نے اس شخص کے دماغ سے بھی پارس کی تمام باتیں مٹا دی ہوں گی جس نے اسے بیٹے کے پاس پہنچایا ہو گا۔

میں نے تھوڑی دیر خیال خوانی ترک کر کے ہر پہلو پر غور

کیا پھر مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے بیٹے کی حفاظت کے لیے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے اب آخری چبھتی ہوئی بات رہ گئی تھی کہ واقعی وہ ہمارا پارس ہے یا نہیں؟

اب سے پہلے بھی رسونتی دھوکا کھاتی رہی تھی۔ میں نے دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے پارس کی جگہ دوسرا بچہ اس کی گود میں دیا تھا۔ وہ ممتا کی ماری اسے پارس سمجھ کر دودھ پلاتی رہی تھی اب بھی ہم دھوکا کھا سکتے تھے لیکن فریب کے امکانات کو مدِنظر رکھ کر اس بچے سے منہ نہیں پھیر سکتے تھے۔ جلد یا بدیر یہ انکشاف ہونے والا تھا کہ ہمارا اپنا پارس کون ہے؟ اور کہاں ہے؟

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ جب میں اس سے رخصت ہوا تھا تب وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی یونان جانے والی شاہراہ پر تھی۔ جس کار میں حاشیہ بچے کو لے کر گئی تھی۔ اس کے مالک کا نام اور پتا معلوم کر لیا گیا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا تھا۔ "تم چلو میں تھوڑی دیر میں آؤں گا۔"

مگر ہندوستان میں ایک اور پارس کی وجہ سے اس قدر مصروف ہو گیا کہ سونیا کے پاس پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ وہ بولی۔ "مجھے تمھاری اس عادت پر بہت غصہ آتا ہے۔ تم اپنی صفائی میں یہی کہو گے کہ دشمنوں نے تمھیں سانس لینے کی مہلت نہیں دی۔ بولو بولو چپ کیوں ہو؟"

"دشمنوں نے نہیں، ایک اور پارس نے میری سانس اوپر کی اوپر کر دی۔ ابھی میں ہندوستان میں دوسرے پارس سے مل کر آ رہا ہوں۔"

"کیا؟" سونیا نے حیرت سے پوچھا۔

میں نے کہا۔ "کیوں، تمھاری سانس بھی اوپر کی اوپر رہ گئی نا؟ آئندہ سوچے سمجھے بغیر غصہ نہ دکھانا۔"

"کیا مجھے غصہ نہیں آنا چاہیے۔ ہمارا پارس ہاتھ آتے آتے۔"

وہ کہتے کہتے رُک گئی، پھر بولی۔ "پہلے تم بتاؤ کیا ہندوستان میں ایک اور پارس ہے؟"

میں اسے تفصیل سے بتانے لگا۔ وہ تمام باتیں سننے کے بعد بولی۔ "یہ کوئی لمبا چکر ہے، یہاں استنبول میں ایک بچے کو اس طرح لایا گیا کہ ہم اس پر پارس ہونے کا شبہ کرنے لگے۔ یہ شبہ یقین میں بدل رہا ہے، حاشیہ اور اس کے ساتھی بچے کو ہم سے چھپا رہے ہیں۔ اُدھر ہندوستان میں دوسرے پارس کی موجودگی دشمنوں کی کسی گہری سازش کی چغلی کھاتی ہے۔"

میں نے تائید کی۔ "ہاں، چکر تو ضرور ہے۔ یہ دونوں پارس نقلی ہو سکتے ہیں اور نہیں بھی ہو سکتے۔ ان میں سے ایک ضرور اصلی ہو گا۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ ایک ضرور اصلی ہو، ہمارے پاس اصل کی پہچان کیا ہے؟"

"کوئی پہچان نہیں ہے۔ تم، رسونتی اور اماں بی بی بڑی حد تک بچے کے قریب رہ چکی ہو۔ اسے پہچاننے کے لیے اس کے جسم پر کوئی نشانی نشان نہیں ہے۔ ننھے بچوں کی جو عادتیں ہوتی ہیں، وہ بڑے ہونے تک قائم نہیں رہتیں۔ تم سب اس کی کسی عادت سے بھی اسے پہچان نہیں سکو گی۔ کہتے ہیں، ماں کی ممتا اپنے بچے کو ہزاروں میں پہچان لیتی ہے۔ مگر رسونتی اب سے پہلے بھی اسے پہچاننے میں غلطی کرتی رہی ہے۔ آج بھی کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر وہ ممتا کی ماری اس کو پارس تسلیم کر رہی ہے۔ اس کے لیے اس نے ہم سب سے ناتا توڑ لیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں گوشہ نشین ہو کر چپکے چپکے اسے علم و ہنر سکھا رہی ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ بہت اچھا کر رہی ہے۔ اگر وہ پارس ثابت ہوا تب بھی اور نہ ہوا تب بھی وہ بچہ حیرت انگیز ذہانت اور صلاحیتوں کے ساتھ پروان چڑھتا رہے گا۔ تم دونوں کو ماں باپ کہتا رہے گا اور تمھارا ہی نام روشن کرتا رہے گا۔"

میں نے کہا۔ "اس لحاظ سے دوسرے پارس کو بھی علم و ہنر سے مالا مال کرنا ہی اچھا ہے۔ تاکہ وہ کبھی اصلی ثابت ہو تو ہمارے دل میں حسرت نہ رہ جائے کہ ہم نے اسے بھی حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا ہے۔"

"بے شک، ہم دوسرے کے لیے بھی کوئی کمی نہیں چھوڑیں گے، مگر وہ دوسرا ہے کہاں؟"

"تم اس کے پیچھے گئی تھیں۔ بتاؤ کیا ہوا؟"

"حاشیہ جس بچے کو کار میں لے گئی تھی، اب ہم اس بچے کو پارس اوّل کہیں گے۔ کیوں کہ پہلے یہی ہمارے سامنے آیا ہے۔ بہرحال میں اس کار کے مالک اور مکان تک پہنچ گئی تھی۔ میں نے کال بیل کا بٹن دبایا تو ایک ہٹا کٹا نوجوان آیا۔ میں نے کہا، میں مسٹر محمد جواد سے ملنا چاہتی ہوں۔ مجھے ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک قدآور خوش پوش جوان آیا۔ اس نے کہا، میں محمد جواد ہوں۔ میں خوش نصیب ہوں کہ مزارِ مقدس سے آنے والی ایک نورانی دوشیزہ میرا نام بھی جانتی ہے اور مجھ سے ملنا بھی چاہتی ہے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

میں نے کہا۔ "حاشیہ نام کی ایک عورت ایک بچے کو لے کر یہاں آئی ہے، میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، یہاں کوئی عورت کسی بچے کے ساتھ نہیں آئی ہے۔"

میں نے کار کا نمبر، اس کا ماڈل اور رنگ بتاتے ہوئے پوچھا۔

"کیا یہ آپ کی کار نہیں ہے؟"

"بے شک ہے مگر وہ کار چوری ہوگئی ہے۔ میں چوری کی رپورٹ تھانے میں درج کرا چکا ہوں۔"

محمت جواد کی زیرِ لب مسکراہٹ اور لب و لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ایسے ہی وقت مجھے تم پر غصہ آنے لگتا۔ تم میرے پاس ہوتے تو فوراً اس کے دماغ سے سچ اگلوا لیتے۔"

"اب بھی کیا بگڑا ہے۔ تم اُسے مخاطب کرو۔ میں اس کے کھوپڑی میں پہنچ جاؤں گا۔"

"میں وہاں سے چلی آئی ہوں۔"

"کیا اس نے تمہاری خاطر مدارات نہیں کی اور ہاں وہ تمہیں نورانی دوشیزہ کیوں کہہ رہا تھا؟"

"یہاں سب مجھے یہی کہتے ہیں۔ میں سنتی رہتی ہوں۔ سچ پوچھو تو اپنی ذات میں ایسا نور محسوس کرتی ہوں جیسے میرے اندر روشنی کی ایک نئی دنیا آباد ہوگئی ہے۔ یہ روشنی میرے چہرے اور آنکھوں سے بھی جھلکتی ہے۔"

"اے نورانی دوشیزہ! اس کا مطلب ہے جب تم مجھ سے ملو گی تو میرے کرتے اور اس کی تاریکی میں چراغاں کرتی رہو گی؟"

وہ جھینپ گئی۔ پھر خلا میں گھورتے ہوئے بولی "آئندہ مجھ سے ایسی باتیں نہ کرنا۔ وہ سونیا مر چکی ہے جو تمہارے بازوؤں میں پگھل جاتی تھی اور اچھے بُرے کی تمیز کرنا بھول جاتی تھی۔ کیا تم بتا سکتے ہو، ہمارے درمیان کیا رشتہ ہے؟"

"محبت کا رشتہ۔"

"کیا یہ محبت مذہبی اور قانونی اصولوں کی پابند ہے؟"

"یہ تم کیا موضوع لے بیٹھی ہو؟"

"جب تم اس موضوع پر مجھے مطمئن کر لو گے تو میں قائل ہو جاؤں گی۔ ورنہ ہمارے درمیان صرف دوستی اور انسانیت کا رشتہ رہے گا۔ اب کام کی باتیں کرو۔"

"میں نے اس مرید کے ذریعے محمت جواد کا فون نمبر بھی معلوم کیا تھا۔ تمہیں یاد ہو تو اسے فون پر مخاطب کرو۔"

وہ ایک ٹیلی فون بوتھ میں آئی۔ وہاں سے جواد کو مخاطب کیا۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔ "آقا ثابت مصروف ہیں۔ آپ تھوڑی دیر بعد فون کریں۔"

میں بولنے والے کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے رسیور رکھ کر جواد سے کہا۔ "آقا! سونیا کا فون تھا۔"

جواد ایک صوفے پر بیٹھا کسی سوچ میں گم تھا۔ اس نے چونک کر پوچھا۔ "تم نے کیا کہا؟"

"سونیا کا فون تھا۔ میں نے ٹال دیا ہے۔"

وہ غرا کر بولا۔ "میں نے منع کیا تھا۔ فون پر سونیا کو اپنی آواز نہ سنانا۔ اب وہ تمہارا باپ بھائے دماغ میں پہنچ چکا ہوگا۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ خلا میں یوں تکنے لگا جیسے سوچ رہا ہو یا اپنے دماغ میں کسی کی آواز سن رہا ہو۔ پھر اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں اسے رخصت کرتا ہوں۔"

پھر اس نے ملازم کو گھور کر کہا۔ "وہ میرے دماغ میں نہیں آسکے گا۔ تمہارے پاس رہ کر میرے متعلق معلومات حاصل کرے گا۔ لہٰذا تم یہاں سے چھٹی کرو۔"

ملازم نے التجائی "آقا! میں آپ کا پرانا نمک خوار ہوں۔ آپ سے دور نہیں رہ سکتا۔ ایک غلطی کی اتنی بڑی سزا نہ دیں۔"

"تم میرے وفادار ہو اس لیے ملازمت سے چھٹی دے رہا ہوں۔ ورنہ زندگی سے چھٹی کرا دیتا۔ میں اپنے اطراف ایسے ملازم نہیں رکھوں گا جن کے پاس فرمانبردار رہ کر مجھ پر نظر رکھ سکے۔"

وہ باتوں کے دوران اپنی جگہ سے اٹھ کر آرمر سیف کے پاس گیا۔ اسے کھول کر نوٹوں کی گڈیاں نکالیں۔ پھر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہاری آج تک کی خدمت کا صلہ ہے۔ اب جاؤ۔ چوبیس گھنٹے کے اندر اس ملک سے باہر نکل جاؤ۔"

میں نے سونیا سے کہا۔ "مجھے اس فون اٹینڈ کرنے والے ملازم کے ذریعے دو اہم باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ وہ میری ٹیلی پیتھی سے خائف نہیں ہے۔ یعنی وہ اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو روک سکتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے اس کا رابطہ ہے۔ اس کی حرکتوں سے بتا چل رہا تھا کہ وہ اپنے دماغ میں کسی کی باتیں سن رہا ہے۔ کسی کے احکامات سُن رہا ہے۔ ان میں سے ایک حکم پر عمل کرتے ہوئے اس نے ملازم کی چھٹی کر دی ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "اس ملازم سے بچے کے متعلق معلوم کرو۔"

"میں نے معلوم کیا ہے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ پانچ گھنٹے پہلے جواد کی کوٹھی میں ایک بچہ لایا جانے والا تھا۔ پھر اچانک پروگرام بدل گیا۔ وہ عورت جو بچہ لانے والی تھی اسے کسی دوسری جگہ لے گئی ہے۔ ملازمت سے برخاست ہونے والا ملازم اس سے زیادہ بچے کے بارے میں نہیں جانتا ہے۔"

وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ "حاشیہ اسے محمت جواد کے منگلے میں لے جا رہی تھی۔ اچانک پروگرام بدلنے کا مطلب یہ ہے کسی نے خیال خوانی کے ذریعے جواد کو بتا دیا کہ سونیا کو ایک ٹریفک پولیس افسر کے ذریعے جواد کا نام اور رہائش گاہ کا پتا معلوم ہو گیا ہے۔ اس رہائش گاہ تک پہنچ سکتی ہے۔ لہٰذا حاشیہ کو راستہ بدلنے کا حکم دے کر جواد نے کار کی چوری کی رپورٹ درج کرا دی۔"

"یہ معلوم کرنا ہوگا کہ جواد کے دماغ میں کون بولتا ہے؟"

سونیا نے کہا۔ "ظاہر ہے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے بولتے ہوں گے۔ شاید ایسا نہ کرے گی۔ اگرچہ وہ ہم سے الگ ہو گئی ہے مگر ہم سے محبت کرتی ہے۔ ہمارے خلاف کبھی محاذ نہیں بنائے گی۔"

اس طرح دو باتیں سمجھ میں آ رہی تھیں۔ ایک تو یہ کہ پارس اوّل دشمنوں کے قبضے میں ہے۔ وہ اسے ہم سے چھپاتے پھر رہے ہیں یا پھر اس ڈمی پاس کی جھلک دکھا کر ہمیں الجھا رہے ہیں۔ سونیا کا بھی یہی خیال تھا۔ ہم اسے ڈمی کہہ کر نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ اس مسئلے میں مکمل تحقیقات کیے بغیر ہمیں قرار نہیں آسکتا تھا۔ پھر یہ بھی خیال آتا تھا کہ ہمارے دشمن ہمیں بے قرار رکھنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔

میں نے ذرا دیر اس مسئلے پر غور کرنے کے بعد ہار پر کے دماغ کو ٹٹولا۔ اس کی بہن روزانہ کا دماغ فی الحال بے کار تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "تقریباً آٹھ گھنٹے پہلے روزانہ استنبول آ رہی تھی۔ بھائی شارپر کے مشورے پر لندن چلی گئی۔ جیسا کہ تم جانتی ہو، شارپر اور ہار پر کسی کے بھی دماغ میں آکر اپنے بھائی آرمر کے لیے میں بولتے ہیں۔ شارپر نے روزانہ کے دماغ میں بہت سی باتیں کیں مگر اس سے پارس کا ذکر نہیں کیا۔ ہار پر بھی اس بچے کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ان بہن بھائیوں کو پارس اوّل کی کوئی خبر نہیں ہے۔"

"ہاں محمد شارپر کے متعلق یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ وہ روزانہ اور ہار پر کو بھی بعض معاملات کی ہوا تک لگنے نہیں دیتا۔ ہو سکتا ہے وہ بہن بھائی کو اعتماد میں لیے بغیر پارس اوّل کو کسی خاص مقصد کے لیے فی الحال چھپا رہا ہو۔ یا پہلے خیال کے مطابق اس کی جھلک دکھا کر ہمیں الجھا رہا ہو۔ کسی اور اہم معاملے سے ہمارا دھیان ہٹا رہا ہو۔"

"فی الحال دوسرا اہم معاملہ وہ ٹرالنسفارمر مشین ہے۔ ہمیں دوسری خطرناک تنظیموں تک بھی پہنچ کر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ٹرالنسفارمر مشین کے سلسلے میں بین الاقوامی سطح کے مجرم شارپر تک پہنچنے کے لیے کیا کر رہے ہیں۔"

"میں ابھی معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ کیا تم پارس اوّل کی تلاش میں نکل رہی ہو؟"

"ہاں مجھے آگہی سی مل رہی ہے کہ وہ ملے گا تو اسی شہر میں ملے گا اور شاید آج ہی ملے گا۔"

"سونیا! مجھے یاد ہے۔ بزرگ حشمت بیگ کے انتقال کے بعد تم نے کہا تھا کہ ابھی استنبول میں رہو گی۔ اس وقت بھی تمہیں آگہی مل رہی تھی کہ اس شہر میں بڑے ہنگامے جنم لینے والے ہیں۔ ٹرالنسفارمر مشین کے ایک حصے اور پارس اوّل کی موجودگی سے واقعی ہنگاموں کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ اب میں دیکھنا چاہتا ہوں، اس لمحے کی آگہی کے مطابق تمہیں پارس اوّل آج ہی اسی شہر میں ملتا ہے یا نہیں؟"

"تم ہر آدھے گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہو۔ میں انشاء اللہ اس پہنچ تک پہنچ جاؤں گی۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ شارپر اور ہار پر یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ریڈ پاور کا باس دہلی میں کون ہے؟ اور کہاں رہتا ہے؟ میرے مشورے پر باس رانا پرتاپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ بہت اہم معاملات پر کسی سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرتا تھا لیکن یہ نہیں بتاتا تھا کہ دہلی میں موجود ہے۔ میں نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ "میں دہلی آنا چاہتا ہوں۔"

اس نے پوچھا۔ "بائی روڈ، بائی ٹرین یا بائی ایئر؟"

"مسٹر رانا! آپ نے جو کار دی ہے، وہ بہت آرام دہ ہے۔ میں اطمینان سے بائی روڈ آؤں گا۔ لیکن خود ڈرائیو نہیں کروں گا۔"

"آپ کے پاس ابھی ڈرائیور پہنچ جائے گا۔"

"دشمن ہر بڑے شہر کے ہوٹلوں میں مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ میں دہلی میں کسی اچھی فیملی کے ساتھ رہنا پسند کروں گا۔"

"اچھی بات ہے، میں انتظام کرتا ہوں۔ ماسک مین آپ کو یاد کر رہے ہیں۔"

میں نے ماسک مین کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "فرہاد صاحب! چند اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلی بات یہ کہ مدراس کے ہوٹل نائیٹ ٹور میں ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک عورت تھی۔ میرے آدمیوں نے اسے ڈھیل دی کیوں کہ آپ اسے ٹریپ کر رہے تھے۔ لیکن بعد کے حالات سے پتا چلا ہے کہ آپ نے اس عورت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک بہن ہے؟"

"یہ سچ ہے۔ مگر اب وہ ہمارے کسی کام کی نہیں رہی۔"

"جناب! جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ آپ اسے نظر انداز کر رہے ہیں تو میں نے اپنے خاص آدمی اس کے پیچھے لگا دیے۔ پھر اس کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئیں، وہ بیان کر رہا ہوں۔"

وہ بیان کرنے لگا کہ روزانہ چہرہ بگڑنے کے بعد ہندوستان چھوڑ کر ترکی جانے لگی۔ ماسک مین کا ایک نیا ہت ہی شاطر جاسوس اس کے تعاقب میں تھا۔ سفر کے دوران روزانہ کو بھائی سے معلوم ہو گیا تھا کہ استنبول میں سونیا ہے اور دوسرے خطرات بھی ہیں

لہٰذا اسے پلاسٹک سرجری کے لیے لندن جانا چاہیے۔ جاسوس نے ماسک مین کو یہ خبر دی کہ روزانہ استنبول میں نہیں ٹھہرے گی، بلکہ لندن جائے گی شاید پہلے پلاسٹک سرجری کرائے گی، اس پلاسٹک سرجری کے دوران روزانہ کو ٹریپ کیا جاسکتا ہے۔

اس حد تک بیان دینے کے بعد ماسک مین نے کہا۔

"فرہاد صاحب! میں نے لندن میں ایسے انتظامات کیے ہیں کہ روزانہ سرجری کے لیے ہمارے ہی ڈاکٹروں کے پتے پڑے گی۔ سرجری سے پہلے اس پر تنویمی عمل کرکے اسے معمولہ بنائے گا اور اس کے معالجوں کے متعلق اور ٹرانسفارمر مشین کے بارے میں معلومات حاصل کرے گا۔ اس سے پہلے میں آپ سے پوچھتا ہوں، کیا یہ اقدامات مناسب رہیں گے؟"

میں نے کہا۔ "آپ کی کامیابی کے امکانات کم ہیں، وہ بھائی بہن آپس میں بہت محبت کرتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائیوں میں سے کوئی پلاسٹک سرجری کے وقت بہن کے دماغ میں موجود رہے گا اور کسی کو تنویمی عمل کرنے کا موقع نہیں دے گا۔"

"جناب! میرا خیال ہے آپ نے روزانہ کے دماغ سے بہت کچھ معلوم کیا ہے مگر شاید ہمیں بتانا پسند نہیں کرتے۔"

"ایسی بات نہیں ہے، وہ ٹرانسفارمر مشین ہم سب کے لیے اہم ہے۔ اگر وہ میرے ہاتھ لگی تو میں پہلی فرصت میں اسے برباد کردوں گا۔ ورنہ اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن پیدا ہوتے رہیں گے۔"

"آپ اپنے نقطۂ نظر سے درست سوچ رہے ہیں۔"

"اور آپ کے نقطۂ نظر سے وہ مشین آپ کو مل جائے تو اسے کبھی تباہ نہیں کریں گے۔ میرے جیسے فرہاد پیدا کرتے رہیں گے۔ مسٹر ماسک مین! ہم ایک دوسرے کے بہترین دوست ہیں لیکن مشین کے معاملے میں ہمارے درمیان اختلافات رہیں گے۔ لہٰذا آپ اپنی تسلی کے لیے روزانہ پر تنویمی عمل کرا کے دیکھ لیجیے۔ شاید کامیابی ہو۔ اب آپ دوسری اہم بات بتائیں؟"

اس نے کہا۔ "استنبول میں جرائم پیشہ افراد کا ایک ریکٹ ہے، جو ایم جے ریکٹ کہلاتا ہے۔ اس کے سرغنہ ایم جے نے استنبول کے باس کے ذریعے مجھے پیغام بھیجا ہے کہ اگر میں اس کا ساتھ دوں اور اسے آپ سے محفوظ رکھوں تو وہ آپ کو ایک اہم معاملے میں بلیک میل کرکے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچ سکتا ہے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "بھلا وہ مجھے کس معاملے میں بلیک میل کرسکتا ہے؟"

"جناب! بہت اہم معاملہ ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے، مجھے یقین تو نہیں آرہا ہے پھر بھی آپ کے گوش گزار کر رہا ہوں۔ ریکٹ سرغنہ ایم جے کا دعویٰ ہے کہ آپ کا بیٹا پارس اس کی تحویل میں ہے میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اتنی دیر بعد سمجھ میں آیا کہ مختف ایم جے کا ریکٹ کیا ہے۔ جرائم کی دنیا میں ایسے کئی ریکٹ اور سنڈیکیٹس ہیں، جو بڑی خطرناک تنظیموں یا سپر پاورز سے اہم معلومات سودا کرتے ہیں۔

میں نے ماسک مین کو یہ نہیں بتایا کہ میں محمت جواد یا ایم کو جانتا ہوں۔ میں نے کہا۔ "آپ نے تو مجھے چونکا دیا ہے۔ میرا میری بہت بڑی کمزوری ہے۔ کیا پارس واقعی اس کے پاس ہے ماسک مین نے کہا۔ "میرے ملک کا شمار سپر پاورز میں ایم جے میرے سامنے سوچ سمجھ کر ہی دھونی کر رہا ہے۔"

"کیا وہ ثابت کرسکے گا کہ جو بچہ اس کے پاس ہے وہ ہی ہے؟"

"میں اس سے ٹھوس ثبوت طلب کروں گا لیکن وہ سو کیے بغیر ثبوت پیش نہیں کرے گا۔"

"آپ اس سے سودا کرلیں۔"

"جناب! میری پوزیشن کمزور ہوجائے گی۔ اگر میں نے سو کیا اور اسے تحفظ نہ دیا یا اسے آپ کے حوالے کردیا تو جرائم پیشہ افراد کسی سنڈیکیٹ کے ذریعے نہ مجھ پر اعتماد کریں اور نہ ہی دوسری سپر پاور کے خلاف اہم معلومات کا سودا کریں

"آپ کی پوزیشن کمزور نہیں ہوگی۔ اگر وہ ثابت کردے جو بچہ اس کے پاس ہے، وہ میرا پارس ہے تو میں ٹرانسفارمر حاصل کرتے ہی اس کے حوالے کردوں گا۔ آپ اس سے پارس مشین کے تبادلے کا معاملہ طے کرسکتے ہیں۔"

ماسک مین نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا واقعی آپ وہ مشین ہمارے حوالے، ہم... میرا مطلب ہے ایم جے کے حوالے کردیں گے؟"

"بے شک، حوالے کردوں گا۔ بشرطیکہ وہ بچہ اس کے پاس رہ جائے۔"

وہ چونک کر بولا۔ "کیا مطلب؟ کیا آپ اس بچے کو اغوا کریں گے؟"

"آپ یہ رات گزارنے کے بعد ایم جے سے سودا کریں دوسری صبح تک بچہ اس کے پاس رہے گا تو میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔"

اس نے مایوسی سے پوچھا۔ "یعنی آپ صبح ہونے سے اس بچے کو حاصل کرلیں گے؟ لیکن کیسے؟ کیا آپ ایم جے کے متعلق کچھ جانتے ہیں؟"

"آپ کے ان سوالوں کا جواب صبح تک مل جائے گا کوئی اہم بات رہ گئی ہو تو بیان کریں؟"

اس کی امیدیں دم توڑ رہی تھیں۔ اس نے بے دلی سے کہا۔

"اور کوئی اہم بات نہیں ہے۔ میں صبح آپ کا انتظار کروں گا۔"

"اگر میں مصروف رہا اور آپ سے رابطہ قائم نہ کرسکا تو آپ کو ایم جے ریکٹ سے صورتِ حال کا پتا چل جائے گا۔"

میں نے رابطہ ختم کردیا۔ اگرچہ ماسک مین بڑے ہی خطرناک اور آزمائشی مراحل میں میرے کام آتا تھا، میرا بہت ہی مخلص دوست تھا لیکن اس کا خلوص اپنی ملی ضروریات کے سامنے کمزور پڑ گیا تھا۔ وہ ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کے لیے میرے خلاف محاذ نہیں بنا سکتا تھا۔ مجھے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے ایم جے ریکٹ کے ذریعے وہ مشین حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور مجھے معلوم تھا محمت جواد کا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے گٹھ جوڑ ہو چکا ہے ماسک مین اس پر بھروسا کرے گا تو ناکامی اس کا مقدر ہوگی۔

اس معاملے کے دوسرے پہلو پر غور کیا جائے تو ماسک مین کو مشین سے زیادہ میرے بیٹے کو اہمیت دینا چاہیے تھی۔ وہ اپنے وسیع اور مستحکم ذرائع استعمال کرکے پارس کو ایم جے ریکٹ سے جبراً حاصل کرسکتا تھا۔ لیکن وہ بیٹے کو میری کمزوری بنا رہا تھا۔ آثار بتا رہے تھے کہ اس مشین کی خاطر کسی دن وہ مجھے کہیں بھی بُری طرح پھنسائے گا۔ لہٰذا آئندہ اس پر زیادہ تکیہ نہیں کرنا چاہیے۔

میرا قیام ایک چھوٹے سے کاٹیج میں تھا۔ شملہ آنے والے سیاحوں کے لیے ایسے بے شمار کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ میں میک اپ کے سامان کے ساتھ آئینے کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ اسی وقت نیا ڈرائیور آیا۔ میں نے اسے چار گھنٹے بعد آنے کا حکم دیا۔ وہ چلا گیا۔ میں نے اپنے چہرے میں تبدیلی کرنا شروع کی۔ تاکہ دہلی میں ریڈ پاور کا باس بھی مجھے پہچان نہ سکے۔ میں آئندہ رانا پرتاپ کو یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ کہاں قیام کر رہا ہوں۔

میں نے میک اپ کے دوران سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ استنبول میں شام گہری ہو رہی تھی۔ رات کا اندھیرا پھیلنے والا تھا۔ وہ اتاترک برج کے پاس اپنی کار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اس نے کہا۔ "میرے سامنے کافی فاصلے پر مسجد سلطان سلیمان ہے۔ اس کے اطراف پرانے طرز کی کئی عمارتیں پہاڑی کے نشیب و فراز میں ہیں۔ وہیں 'قدسہ' نامی ایک عمارت میں پارس مل سکتا ہے۔"

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"میرے اندر الیعا خیال پیدا ہو رہا ہے۔"

"کبھی تمہیں آگہی ملتی ہے، کبھی خیال پیدا ہوتا ہے۔ مجھے صاف صاف بتاؤ، تمہارے دماغ میں یہ بات کیسے آئی کہ پارس قدسہ بلڈنگ میں مل سکتا ہے؟"

"میں وضاحت نہیں کروں گی۔ اتنا بتا چکی ہوں کہ اب میرے اندر کسی بھی منفی سوچ کو جگہ نہیں ملے گی۔ اگر کوئی خیال خوانی کرنے والا مثبت اور تعمیری سوچ کے ساتھ آئے تو میرا دماغ اسے قبول کرلے گا۔ اگر آپ ہی آپ کوئی غلط خیال پیدا ہو تو میں فوراً ناگواری محسوس کرتی ہوں اور اسے دل و دماغ سے نکال دیتی ہوں۔"

"تم بات کو الجھا رہی ہو۔ چلو اتنا بتا دو کوئی تمہارے اندر خیال خوانی کے ذریعے بول رہا ہے اور پارس تک راہنمائی کر رہا ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ اس سلسلے میں اب کوئی سوال نہ کرو۔ میں قدسہ بلڈنگ کے مکینوں سے فون پر گفتگو کرنے جا رہی ہوں۔ تم وہاں پہنچ کر میرے اندازے کی تصدیق کرلو گے۔"

وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی ایک دکان کے سامنے آئی۔ گاڑی روک کر اس دکان میں آکر اس کے مالک سے فون کرنے کی اجازت طلب کی۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ سونیا کو قدسہ بلڈنگ کا فون نمبر بھی اپنے اندر سے معلوم ہوا تھا۔ وہ نمبر بھی اس کے خیال میں پیدا ہوا تھا۔ اگر ایسا ہی تھا تو یہ کوئی روحانی عمل والی بات ہوگی یا پھر کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی اس کے اندر بولتی تھی۔

اس نے رابطہ قائم ہوتے ہی کہا۔ "ہیلو! میں مسٹر فرنانڈو سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ انگریزی میں بول رہی تھی، دوسری طرف سے مقامی زبان میں کہا گیا۔ "تم کون ہو، تمہاری بولی سمجھ میں نہیں آتی۔"

سونیا اس کی زبان سمجھ کر انجان بن رہی تھی۔ ذرا دیر بعد دوسرے شخص نے انگریزی میں پوچھا۔ "کون ہے؟ کون بول رہا ہے؟"

میں نے سونیا سے کہا۔ "اپنی آواز نہ سناؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں اس بولنے والے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کریڈل کو کھٹکھٹاتے ہوئے 'ہیلو ہیلو' کہہ رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "شاید لائن کٹ گئی ہے۔ یا مانگ نمبر رہا ہوگا۔"

اس نے قائل ہو کر ریسیور کو رکھ دیا۔ وہ پرانے طرز کے ہال نما ڈرائنگ روم میں تھا۔ اس کے علاوہ وہاں دو خوبرو عمیں، تین مرد اور تین بچے تھے۔ ان میں سے ایک پارس اقبال تھا۔ اور عورتوں میں سے ایک حاشیہ تھی۔ پارس اس سے بہت مانوس تھا۔ اسی لیے حاشیہ کو بھی اس کے ساتھ چھپا کر رکھا گیا تھا۔

سونیا کب تک وہاں پہنچنے میں کامیاب ہوگی، یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ "پہلے میں پارس کے دماغ میں جگہ بنالوں۔ پھر قدسہ عمارت کی اندرونی تفصیل

بتاؤں گا۔"

وہ بولی: "مجھے اب کسی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا تم میری ایک التجا قبول کرو گے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "تعجب ہے! سونیا مجھ سے التجا کر رہی ہے۔"

اسے مذاق نہ سمجھو۔ میرے اندر جو روحانی قوت بولتی ہے، اس کے مطابق تمھیں پارس کے دماغ میں نہیں پہنچنا چاہیے۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟"

"جو باتیں اپنے وقت سے پہلے سمجھ میں نہیں آتیں، وہ بکواس کہلاتی ہیں۔ وقت گزر جائے تو بچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔"

"تم یہ چاہتی ہو، میں اپنے بیٹے کے اتنے قریب پہنچ کر دور ہو جاؤں۔ اس کی حفاظت کے لیے دماغ میں جگہ نہ بناؤں اور اُسے پھر دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں؟"

"فرہاد! مجھے یہ آگہی مل رہی ہے کہ تم بیٹے سے دور رہو گے تو بیٹا دشمنوں سے محفوظ رہے گا۔ تمھارے قریب ہونے کا مطلب ہے، دشمن بھی اس کے قریب منڈلاتے رہیں گے اور پہلے کی طرح پارس ہم سے مل مل کر بچھڑتا رہے گا۔"

"میں تمھاری اس بات کو مانتا ہوں۔ میں اس کے قریب نہیں جاؤں گا لیکن اس کے دماغ میں تو چھپ کر رہ سکتا ہوں؟"

"اس پر تمھاری سوچ کا سایہ بھی نہیں پڑنا چاہیے۔"

"کیا وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا جواد کے ذریعے پارس کے دماغ میں نہیں جاتا ہوگا؟"

"پارس۔ کے دماغ میں کوئی بھی جائے، اُسے نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں تمھیں یقین دلاتی ہوں، وہ محفوظ رہے گا۔"

"کیا تم اس کی پرورش کرو گی؟"

"میرے آس پاس بھی ہنگامے جنم لیتے ہیں۔ میں پارس کو قدسہ بلڈنگ سے نکال کر ایک شخص کے حوالے کروں گی، وہ گمنام شخص اس کی پرورش کرے گا۔"

"وہ کون ہے؟"

"سوری۔ اسے صرف میں جانتی ہوں۔ وعدہ کرو تم اس شخص تک پہنچنے کی حماقت نہیں کرو گے۔"

"شاید تم مجھے دنیا کا نمبر ون فول سمجھتی ہو یا تمھاری عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ تم کسی شخص پر بھروسا کر سکتی ہو، میں نہیں کر سکتا۔ ہم نے بھانت بھانت کے دشمنوں سے مقابلے کیے ہیں، کبھی ان پر غالب آئے، کبھی انھوں نے ہمیں بے بس کر دیا ہے۔ وہ تمھارے بھروسے کا آدمی ہیں الاقوامی مجرموں اور بڑی طاقتوں کے سامنے کب تک ٹھہرے گا۔ اس کے قدم اکھڑیں گے تو ہمارے پارس کا انجام کیا ہوگا؟"

"میں تمھیں فی الحال لفظوں کے ذریعے پارس کی سلامتی کا یقین دلاتی ہوں۔ وقت آنے پر اسے ثابت بھی کر دوں گی۔"

"مجھے افسوس ہے، میں آنے والے وقت کے انتظار میں اسے انجانے ماحول میں انجانے لوگوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا۔"

"اگر تم بضد ہو تو سُن لو تم پارس اوّل تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "انتظار کرو، میں ابھی اس کے دماغ سے ہو کر آتا ہوں۔"

"اگر بیٹے تک نہ پہنچ سکو تو شرم سے میرے پاس بھی نہ آنا۔"

یہ ایک چیلنج تھا کہ میں کوشش کرنے کے باوجود بیٹے کے پاس نہیں پہنچ سکوں گا اور یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس شخص کے پاس آیا جس نے تھوڑی دیر پہلے فون پر اپنی آواز سنائی تھی۔ اب وہ قدسہ بلڈنگ میں نہیں تھا۔ رات کا وقت تھا اور یہ اس کے پینے کا وقت تھا۔ وہ وہسکی کی ایک بوتل خریدنے جا رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "پینے کی ایسی جلدی کیا ہے۔ ابھی مجھے بلڈنگ میں واپس جا کر اطمینان کرنا چاہیے کہ پارس کے سلسلے میں حفاظتی انتظامات تسلی بخش ہیں یا نہیں؟"

اس نے سڑک کے کنارے چلتے چلتے کہا: "اونہہ، حفاظتی انتظامات کی ذمّے داری مجھ پر نہیں، برانڈو پر ہے۔"

پتا چلا، برانڈو یونانی باشندہ ہے۔ انگریزی نہیں جانتا۔ ترکی اور یونانی بولتا ہے۔ میرے سامنے زبان کا مسئلہ تھا۔ میں صرف جیکب کے دماغ میں رہ سکتا تھا۔ جب کہ وہ دماغ کو شراب میں ڈبونے جا رہا تھا۔

اچانک خیال آیا، سونیا کی پیٹین گوئی درست ہو رہی ہے۔ اس بلڈنگ سے باہر آ کر جیکب مجھے پارس سے دور کرتا جا رہا تھا۔ وہ جان بوجھ کر ایسا نہیں کر رہا تھا۔ اُسے عادت کے مطابق پینے کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔ میں نے سوچا، پتا نہیں کم بخت کب تک پیتا رہے گا؟ اور کتنی پیتا رہے گا؟ مدہوشی میں میرے کام نہیں آ سکے گا۔ ابھی اسے اچانک گھما کر بلڈنگ میں لے جانا مناسب نہیں تھا۔ میں معلوم کرنے لگا۔ اس کے کتنے ساتھی ایسے ہیں جو انگریزی بولتے ہیں؟ اور وہ کس حد تک بچے کے سلسلے میں خدمات انجام دے رہا ہے؟

اس کی سوچ سے بتایا۔ ٹونی نام کے ایک دوست نے اسے محمت جواد کے پاس کام پر لگایا تھا۔ اور جواد نے اسے قدسہ بلڈنگ میں بھیج کر بچے کی نگرانی پر مامور کیا تھا۔ میں نے اسے ایک ٹیلی فون بوتھ کے اندر پہنچا دیا۔ وہ خود ٹونی سے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے یہ موقع ضائع نہیں ہونے دیا۔ وہ کوائن ہول میں سکّے ڈالنے کے بعد ٹونی کے متعلق سوچتا جا رہا تھا اور نمبر ڈائل کرتا جا رہا تھا۔ اس نے رابطہ تمام ہوتے ہی کہا: "ہیلو ٹونی! میں جیکب بول رہا ہوں، یار! دی: یو بلڈی فول! تمھیں منع کیا گیا تھا کہ ٹونی سے کبھی نہ ملنا اور نہ ہی فون پر بات کرنا۔ میں حکم دیتا ہوں، فوراً قدسہ بلڈنگ سے نکل جاؤ۔ تمھاری زندگی چند سانسوں کی رہ گئی ہے۔"

"صاحب! آپ تو یوں بول رہے ہیں جیسے نوکری دے کر میری زندگی خرید لی ہے۔ آپ اتنی سی بات پر غصّہ کیوں دکھا رہے ہیں؟"

دوسری طرف ریسیور رکھ دیا گیا۔ جیکب نے ہیلو ہیلو کہہ کر کئی بار مخاطب کیا، پھر ناگواری سے ریسیور کو رکھ دیا۔ میں خود ناگواری سے سوچ رہا تھا: "یہ میرے اور پارس کے حق میں اچھا نہیں ہو رہا ہے۔ مجھے فوراً جیکب کو استعمال کرنا ہوگا، ہو سکتا ہے، جواد اپنی دھمکی پر عمل کرے اور اس کی زندگی چند سانسوں کی ہی رہ جائے۔"

وہ بوتھ سے باہر آیا۔ میں نے اُسے قدسہ بلڈنگ کی جانب دوڑانا شروع کر دیا۔ جب میں کسی کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیتا ہوں تو اس کا جسم میرا جسم ہو جاتا ہے۔ میں جدھر چاہتا ہوں، وہ اُدھر جاتا ہے۔ گویا وہ، وہ نہیں رہتا، میں رہتا ہوں۔

جیکب کے اندر میں دوڑ رہا تھا۔ میں سانسیں لے رہا تھا۔ اور اپنے بیٹے تک پہنچنے کی ضد میں قدسہ بلڈنگ کی تیسری منزل میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں دروازے پر دو غنڈے کھڑے تھے۔ میں نے اندر جانا چاہا۔ انھوں نے راستہ روکتے ہوئے مقامی زبان میں کہا: "تمھارا کام ختم ہو چکا ہے۔ چھٹی کرو۔"

جیکب نے میری مرضی کے مطابق پہلے انگریزی میں کہا جب وہ سمجھ نہ سکے تو اُن کی زبان میں کہا: "میں اندر جاؤں گا۔ میرا کچھ سامان رہ گیا ہے۔"

انھوں نے انکار کیا۔ میں نے ایک کو دھکا دے کر جانا چاہا، دوسرے نے منہ پر گھونسا جڑ دیا۔ پھر ہمارے درمیان ٹھن گئی۔ جیکب مضبوط ہاتھ پاؤں کا آدمی تھا لیکن اچھی طرح لڑنا نہیں جانتا تھا۔ اب اس کی جگہ میں لڑ رہا تھا۔ دونوں کے چھکے چھڑا رہا تھا۔ وہ پسپا ہو رہے تھے، مار کھاتے ہوئے اندر جا رہے تھے اور راستہ روکنے کی کوشش کرتے جا رہے تھے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ میں ان کے قابو میں نہیں آؤں گا۔

ایک نے اچانک فلائنگ کِک کے لیے چھلانگ لگائی۔ میں نے ذرا جھک کر دونوں ہاتھ اٹھا کر اُسے فضا میں ہی کیچ کر لیا پھر اسی طرح ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے سر سے بلند رکھتے ہوئے سامنے والی دیوار پر دے مارا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ دوسرا جھنجلا کر سر جھکائے دوڑتا ہوا آیا جیسے بیل سینگ مارنے آ رہا ہو۔ میں نے ایک طرف ہٹ کر دوسرے کمرے کے دروازے کو کھول دیا۔ وہ دوڑتے کی رو میں دروازے سے گزرتا ہوا گیا۔ پتا چلا، دوسری طرف کچن تھا۔ گیس کا چولھا بھڑک رہا تھا۔ وہ اس پر اوندھے منہ گرا۔ اس کے حلق سے کربناک چیخ نکلی۔ میں دروازے کو باہر سے بند کرتے ہوئے دوڑ لگاتے ہوئے تیسرے کمرے کی طرف گیا۔ اس کا دروازہ کھولتے ہی پارس نظر آ گیا۔

وہ ایک آرام دہ پلنگ پر نیم دراز تھا۔ ہم باپ بیٹے کے درمیان صرف چند گز کا فاصلہ تھا لیکن اس کے پاس کھڑی حاشیے نے ریوالور نکال لیا۔ اپنی زبان میں بولی: "یہ میری پہلی اور آخری وارننگ ہے، ایک قدم بھی آگے بڑھاؤ گے تو گولی مار دوں گی۔"

میں نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے پارس کو مخاطب کیا: "بیٹے! میں تمھارا باپ ہوں، بولو! زبان کھولو۔ مجھے پاپا بولو۔"

اس کے ساتھ ہی ٹھائیں کی آواز سے گولی چلی۔ میں ایک دم سے لڑکھڑا گیا۔ گولی میرے بائیں شانے کو چھیدتی ہوئی گزر گئی تھی۔ میں نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا: "پارس! اسپیک اپ۔ کم آن مائی سن! اسپیک اپ۔"

پارس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔ پھر چونک کر ریوالور کو دیکھنے لگا۔ وہاں سے دوسری گولی سنسناتی ہوئی آئی اور ٹھیک میرے دل کے قریب پیوست ہو گئی۔ میرے قدم اکھڑ گئے۔ میں اچھل کر فرش پر گرا۔ میرا آخری وقت آ پہنچا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ پارس دھندلا دھندلا سا نظر آ رہا تھا۔ میرے کان اب بھی اس کی آواز سن سکتے تھے لیکن میری آواز مر چکی تھی۔ میرے جسم میں زندگی کی آخری کپکپاہٹ تھی۔ میں نے اپنی تمام قوتوں کو سمیٹ کر اسے ڈوبتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ تب پارس کی زبان کھل گئی۔

اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ زبان چل رہی تھی، وہ بول رہا تھا۔ آہ! وہ ایسے وقت بول رہا تھا جب میرے سننے کی حس مر چکی تھی۔ میں اکھڑی اکھڑی سانس لیتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ کوشش یہی تھی کہ ایک آدھ لفظ ہی سنائی دے مگر دائے ناکامی! ایک آخری ہچکی آئی اور میں مر گیا۔

اُدھر دم نکلا۔ ادھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ موت کتنی بے رحم اور اذیت ناک ہوتی ہے۔ یہ میں دشمنوں کے اندر رہ کر بارہا خود کو مرتے دیکھ کر محسوس کر چکا ہوں۔ میں آئینے کے سامنے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ابھی میک اَپ ادھورا تھا۔ پارس تک پہنچنے کی لگن میں سب کچھ بھول گیا تھا۔ لیکن بُری طرح ناکامی ہوئی تھی۔ اب پارس اوّل کے اطراف کوئی ایسا نہیں تھا جس کے دماغ میں مجھے جگہ ملتی۔ سونیا کی پیش گوئی درست لگ رہی تھی۔

مجھے ضد ہو گئی جب تک پارس کے پاس نہیں پہنچوں گا، سونیا کے دماغ میں نہیں جاؤں گا۔ ویسے بھی اس سے رابطہ قائم کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ مجھے پارس سے دور رکھنا چاہتی تھی۔ لہٰذا وہاں تک پہنچنے کا ذریعہ نہیں بن سکتی تھی۔

میں اپنا میک اپ مکمل کرتے ہوئے سوچنے لگا۔ ایک در بند ہوتا ہے، ہزار در کھلتے ہیں۔ مجھے ہزار نہیں، ایک اور در یا دماغ چاہیے ورنہ ہزار دروازے کھولنے کے لیے کسی وقت بھی استنبول پہنچ سکتا ہوں۔

اس بار میں نے بڑی محنت سے میک اَپ کیا۔ مجھے اسی میک اَپ میں کچھ عرصہ یہاں رہنا تھا۔ کمرے میں میرا سامان بکھرا پڑا تھا۔ میں نے ایک اٹیچی میں پہننے کے لیے کچھ جوڑے اور ضروری سامان رکھا۔ جیب میں دو ہزار اور اٹیچی میں بیس ہزار روپے رکھے پھر چُپ چاپ کاٹج کے پچھلے دروازے سے نکل گیا۔ کاٹج کے سامنے رانا پرتاب کا ڈرائیور میرا انتظار کر رہا تھا۔ رات کے دس بجے تھے۔ شملہ کے ہوٹلوں اور کلبوں میں رات صبح تک جوان رہتی ہے۔ جوان جوڑے سڑکوں پر بھی نظر آتے ہیں۔ میں ایک سڑک پر چلتا ہوا بس اڈے کی طرف جا رہا تھا۔ دہلی پہنچنے سے پہلے کسی اچھی فیملی میں شامل ہونا چاہتا تھا۔ اور یہ اتنا آسان نہ تھا۔ کوئی اچھی فیملی کسی نتھے سے بچے کو گود لے سکتی ہے۔ مجھ ڈھائی من کے بچے کو بھلا کون گود لے سکتا تھا۔

گرمی کا موسم تھا۔ ایسے میں پہاڑی علاقے کی سردی کا لطف آ رہا تھا۔ میں نے بس اڈے کے ایک ہوٹل میں بیٹھ کر چائے کا آرڈر دیا اور ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ بسوں میں طویل سفر تکلیف دہ ہوتا ہے مگر کرایہ کم لگتا ہے۔ غریب اور درمیانی طبقے کے عزت دار لوگ زیادہ نظر آ رہے تھے ایسے سیٹھ اور مہاجن ٹائپ کے دولت مند بھی تھے جو کم سے کم بجٹ میں شملہ کی سیر کرنے بس کے ذریعے واپس جا رہے تھے۔ میں چائے پینے کے دوران کتنے ہی افراد کو اپنے مقصد کے لیے تاڑ رہا تھا۔ ایک آدھ سے باتیں بھی کرتا رہا۔ مگر کسی سے کام بنتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

میں اڈے کی سرائے میں ایک چارپائی لے کر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ ابھی میری بات نہیں بن رہی تھی۔ اس لیے دوسرے معاملات پر توجہ دینے لگا۔ ٹرانسفارمر مشین کا معاملہ نہایت اہم تھا مگر دو عدد پارس کی موجودگی نے مشین کے اہم معاملے سے میری توجہ ہٹا دی تھی۔ ایسے ہی وقت شبہ ہوتا تھا کہیں یہ دشمنوں کی چال تو نہیں ہے؟

میں روزانہ کے پاس پہنچا۔ اس کی سوچ نے بتایا اس کے چہرے کی سرجری ہونے والی تھی مگر نہ ہو سکی۔ عین وقت پر پتا چلا کہ سرجری کے لیے اس پر نیم بے ہوشی طاری کر کے تنویمی عمل کیا جا رہا ہے۔ بھائی اپنی بہن کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے تنویمی عمل کو ناکام بنا دیا۔ پھر سرجری کرنے والے ڈاکٹر کو ایسی سزا دی کہ اس کلینک میں زلزلہ آ گیا۔ وہ ڈاکٹر مسلسل دماغی جھٹکے کھا کر نفسی و دماغی توازن کھو بیٹھا ہے۔ اب دوسرے ڈاکٹر کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ دوسری صبح اس کے بجڑے ہوئے چہرے کو بنایا جائے گا۔

میں روزانہ کے دماغ میں چُپ چاپ یہ باتیں معلوم کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت بھائی آرمر کی آواز سنائی دی۔ آرمر کہہ رہا تھا۔ شارپ اس کے لہجے میں بول رہا ہے۔ اُس نے بہن سے پوچھا "تمہارے اس کاٹج میں کوئی آیا تھا؟ یا کسی نے فون کیا تھا؟"

وہ بولی "میں نے ابھی تک کسی کو نہیں دیکھا ہے اور کہیں دیکھ سکتی ہوں۔ اپنا چہرہ چھپانے کے لیے کمرے سے باہر نہیں نکلی۔ سارا کام بوڑھی خادمہ کرتی ہے۔"

"میں بوڑھی خادمہ سے مطمئن ہوں۔ اس کے دماغ نے بتایا ہے، اِدھر کوئی اجنبی نہیں آیا تھا۔ البتہ الیکٹریشن نے آ کر فیوز اور کال بیل کے بٹن کو درست کیا تھا۔ اب یہ بتاؤ کیا تم ایسا محسوس کرتی ہو جیسے تم جو بات سوچنا نہیں چاہتیں اُسے بے اختیار سوچ رہی ہو؟"

"میں سمجھتی ہوں، اپنی مرضی کے خلاف باتیں سوچنے کا مطلب ہے کوئی چپکے چپکے ہماری ہی سوچ میں خیال خوانی کر رہا ہے۔ میرے بھائی جب سے تم نے کہا ہے کہ وہ قادر خان ہی فرہاد ہے اور وہ دماغ میں جگہ بنا چکا ہے، تب سے میں خوفزدہ بھی ہوں اور محتاط بھی۔ ہمیشہ توجہ سے سوچتی ہوں کہ میری سوچ غیر متوقع اور مرضی کے خلاف تو نہیں ہے لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ قادر خان سے میری ملاقات کو دو دن اور دو راتیں گزر چکی ہیں۔ فرہاد ابھی تک میرے دماغ میں نہیں آیا۔ نہیں میرے بھائی! وہ نہ ڈراؤ۔ فرہاد نے اب تک مجھے نہیں پہچانا ہے۔"

"تم خواہ مخواہ ڈرتی ہو۔ وہ تمہیں کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور نہ ہی وہ تمہارے دماغ میں آنے کی ضرورت سمجھتا ہے۔

اس نے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم کیا ہے کہ مشین کے تین حصے ہم تین بہن بھائیوں کے پاس ہیں۔ میں نے تمہارا حصہ غائب کر دیا ہے اس کے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"بھائی! تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا فرہاد چُپ چاپ ہماری باتیں سنتا ہو گا؟"

"وہ ایسا کر سکتا ہے۔ وہ تمہارے دماغ میں میرے ساتھ موجود ہو سکتا ہے۔ تم میں غیر معمولی حس ہوتی تو اسے پکڑ لیتیں۔ بہرحال میں جا رہا ہوں۔ صبح سرجری کے وقت آؤں گا۔"

وہ رخصت ہو گیا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ جا چکا ہے۔ شاید وہ چپکے سے بہن کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنا چاہتا ہو کہ میں موجود ہوں یا نہیں؟

اور میں اس لیے وہاں رہ گیا کہ شاید وہ میری عدم موجودگی کا یقین کرنے کے بعد بہن سے کوئی خاص بات کرنا چاہتا ہو۔

اسی آنکھ مچولی کے دوران کال بیل کی آواز سنائی دی۔ دوسرے کمرے سے بوڑھی خادمہ نے کہا "میں جا کر دیکھتی ہوں، کون آیا ہے۔"

میں خادمہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دروازہ کھولنے جا رہی تھی۔ لیکن بیرونی دروازے کو کھلا دیکھ کر چونک گئی۔ چند نقاب پوش ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑے تھے۔ ایک نے بوڑھی کو قابو میں کیا۔ میں روزانہ کو اس کے کمرے سے بھگا سکتا تھا مگر یہ تماشا دیکھنا ضروری تھا۔ یقیناً وہ لوگ کسی خطرناک تنظیم سے تعلق رکھتے تھے اور معاملہ اُسی مشین کا ہو سکتا تھا۔

وہ دندناتے ہوئے بیڈ روم میں آئے۔ روزانہ کے حلق سے چیخ نکلی لیکن ادھوری رہ گئی۔ ایک نے فوراً ہی اس کا منہ دبا دیا تھا۔ دوسرے نے ایک کاغذ اس کی طرف بڑھایا۔ اس میں لکھا تھا۔ "ہم تمہیں زندہ چھوڑ دیں گے۔ ہمارے چند سوالات کے صحیح جواب دو۔ پہلا سوال:۔ تم کتنے بہن بھائی ہو؟ دوسرا سوال:۔ کتنے بھائی بہن ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟ تیسرا سوال:۔ وہ ٹرانسفارمر مشین کہاں ہے؟ جواب دیتے وقت یہ نہ کہنا کہ تمہیں معلوم نہیں ہے، ہم نہ سنتے ہی گولی مار دیں گے۔"

میں اس کے دماغ میں رہ کر وہ تحریر پڑھ رہا تھا۔ شارپ بھی پڑھ رہا تھا مگر وہ خاموش تھا۔ روزانہ وہ تحریر پڑھنے کے دوران سوچ کے ذریعے بھائی کو پکار رہی تھی۔ ثابت ہو گیا کہ شارپ جا چکا ہے۔ اب اسے ان سوالوں کے جواب دینے تھے۔ نہ دیتی تو ایک ریوالور اس کی کنپٹی سے، دوسرا اس کے سینے سے، تیسرا اس کے حلق سے لگا ہوا تھا۔ آنے والوں کے تیور بتا رہے تھے کہ تمام ریوالور ایک ساتھ چلیں گے اور اس کا حسین جسم آناً فاناً قدیر بن جائے گا۔

حسین عورت کو موت کی دھمکی دی جائے تو خاص ردِعمل نہیں ہوتا مگر اپنے لاجواب جسم کے کھنڈر ہونے کا تصور کرتے ہی وہ کانپ جاتی ہے۔ وہ مرنا نہیں چاہتی تھی۔ ابھی اپنے حسن و شباب کے ساتھ شباب کی آخری ہچکی تک زندہ رہنا چاہتی تھی۔ وہ جواب دینے پر آمادہ ہو گئی۔ شارپ موجود ہوتا تو اس سچویشن سے نمٹ لیتا۔ میں خود نمٹ سکتا تھا۔ روزانہ کے ذریعے غلط جوابات دے کر دشمنوں کو مشین کے سلسلے میں بھٹکا سکتا تھا مگر مجھے کیا ضرورت پڑی تھی۔ میں تو چاہتا تھا کہ تمام بین الاقوامی مجرم اس مشین کے پیچھے اس طرح پڑ جائیں کہ وہ مارا نہ رہے اور جب راز نہیں رہے گی تو انشاءاللہ سب سے پہلے میں خیال خوانی کے ذریعے وہاں تک پہنچوں گا۔

وہ تمام نقاب پوش چُپ تھے۔ اس کے بھائیوں کو اپنے دماغ تک آنے کا موقع نہیں دے رہے تھے — حتیٰ کہ میں بھی ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ایک نقاب پوش نے دونوں ہاتھوں میں ریوالور لے کر اس کی دونوں آنکھوں کو نشانہ بنایا۔ وہ ایک دم سے لرز کر بولی "بتاتی ہوں۔ جو سوال پوچھے گئے ہیں، ان کے جواب بتاتی ہوں مگر مجھے یقین دلاؤ کہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"

ایک نے کاغذ پر کچھ لکھ کر اس کی طرف بڑھایا۔ میں نے اس کے ذریعے پڑھا۔ وہاں لکھا ہوا تھا "ہمارے سوالوں کے جواب درست ہوں گے تو تم زندہ بھی رہو گی اور ہم تمہیں دنیا کی حسین ترین عورت بھی بنا دیں گے۔"

وہ جواب دینے لگی "ہم پانچ بھائی بہن ہیں اور پانچوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ جن میں سے تین ناکارہ ہو چکے ہیں۔ ایک میں ہوں اور اپنی خیال خوانی کی صلاحیت سے محروم ہو گئی ہوں۔ دوسری ہماری ایک معصوم بہن ہے جس کا نام جو جو ہے۔۔۔"

آہ! بے چاری معصوم جو جو اب تمام خطرناک تنظیموں اور بڑی طاقتوں کی مرکزِ نگاہ بننے والی تھی۔ روزانہ اپنی سلامتی اور حسن و شباب کی خاطر بھید کھولتی جا رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "ہماری جو جو بہت بھولی ہے۔ بظاہر جوان ہے مگر ذہنی طور پر بچی ہے۔ وہ دنیا کے مکر و فریب کو نہیں سمجھتی۔ ہمارا سب سے بڑا بھائی آرمر ہے مگر شراب نوشی کی زیادتی نے اسے کام کا نہیں چھوڑا۔ جو کہ مشین اپنے گھر کی تھی، اسی لیے آرمر نے خیال خوانی سیکھ لی۔ مگر آج تک اسے کسی خاص مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا ہے۔"

وہ ذرا چُپ ہوئی، تمام ریوالور اس کے دباؤ بڑھ گئے۔ وہ جلدی سے بولی "ہمارا دوسرا بھائی شارپ ہے، میں ایک عیاش عورت ہوں۔ دنیا کے کسی رشتے کو نہیں مانتی مگر بھائی شارپ پر فخر کرتی ہوں۔ وہ ادب، آرٹ، تاریخ، جغرافیہ، طب اور سائنس کی بھرپور معلومات

رکھتا ہے۔ اتنا حساس ہے کہ فضا میں سونگھ کر خطرات کی پیش گوئی کر سکتا ہے۔ اتنا ذہین ہے کہ ایک دن فرہاد علی تیمور کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دے گا۔ شارپر سے چھوٹا بھائی ہارپر ہے۔ وہ جلد سپر ماسٹر بننے والا ہے۔"

ایک نقاب پوش نے تحریری سوال کیا: "اپنی بہن اور بھائیوں کے مکمل پتے بتاؤ؟"

روزانہ نے کہا: "شارپر اور ہارپر تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ جوجو اور آرمر کا پتا بتا رہی ہوں۔"

اس نے وضاحت کی کہ کس طرح تینوں بہن بھائی تنویمی عمل کے ذریعے ایک دوسرے کا لب ولہجہ اور بناوٹ کا بھولے چکے ہیں مگر اس کم بخت نے جوجو اور آرمر کا پتا بتا دیا۔

پھر اس نے مشین کے بارے میں کہا: "وہ مشین مکمل نہیں ہے۔ اس کے تین حصے کر دیے گئے ہیں۔ ایک حصہ شارپر، دوسرا حصہ ہارپر اور تیسرا حصہ میرے پاس تھا لیکن میرا حصہ بھائی شارپر نے گنوا دیا ہے۔ انھیں خدشہ ہے کہ فرہاد میرے دماغ تک پہنچ چکا ہے۔ اس طرح اب دو حصے بھائی شارپر کے پاس اور ایک حصہ بھائی ہارپر کے پاس ہے۔"

روزانہ نے تمام باتیں کھل کر بتا دیں مگر یہ نہ بتا سکی کہ وہ تینوں حصے کہاں چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ ایک نقاب پوش نے تحریر کے ذریعے کہا: "تمھاری باتوں میں صداقت کی جھلک ہے، اس کے باوجود جب تک تصدیق نہیں ہو گی ہم تمھیں یرغمال بنا کر رکھیں گے۔ لہٰذا ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ اُسے گن پوائنٹ پر لے جانے لگے۔ میں وہاں سے آگیا۔ ان کے ساتھ لگے رہنے کی ضرورت نہیں تھی، وہ لوگ اسے جہاں لے جاتے، میں بعد میں وہاں پہنچ جاتا۔ یہ رفتہ رفتہ تمام جرائم پیشہ افراد کی تنظیموں کو معلوم ہونے والا تھا کہ مشین کے تین حصے کیے گئے ہیں اور اُن حصوں تک پہنچنے کے لیے روزانہ، جوجو اور آرمر کو یرغمال بنایا جا سکتا ہے۔

بے شک انھیں یرغمال بنا کر شارپر اور ہارپر کو مجبور کیا جا سکتا تھا۔ دشمن اس حقیقت کو نہیں جانتے تھے مگر یہ حقیقت تھی کہ وہ پانچوں بھائی بہن ایک دوسرے کی سلامتی کے لیے بڑی سے بڑی قربانیاں دے سکتے تھے۔ اب دیکھنا یہی تھا کہ ٹرالسفارمر مشین کی زیادہ اہمیت ہے یا بھائی بہنوں کی؟

چوں کہ میں خیال خوانی کرتا ہوں اور کسی دشمن طاقت کو اس علم تک پہنچنے نہیں دینا چاہتا۔ اسی طرح شارپر اور ہارپر بھی شاید بہن بھائی کو قربان کر دیں مگر کسی کو مشین تک نہ پہنچنے دیں۔ لیکن میں معصوم جوجو کی قربانی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ روزانہ نے اس بے چاری کا پتا ٹھکانا بتا دیا تھا۔ دشمن کسی وقت بھی اس کے پاس پہنچ سکتے تھے۔ ان سے پہلے میں پہنچ گیا۔

جوجو اپنے بھائی آرمر کے ساتھ نیویارک سے پیرس جانا چاہتی تھی۔ میں نے آرمر کو ٹریپ کیا۔ اسے اس بات پر قائل کیا کہ شارپر، ہارپر اور روزانہ پر کوئی افتاد آئے گی تو دشمن سیدھے جوجو تک پہنچیں گے۔ لہٰذا انھیں اپنا نام اور پتا بدل کر سفر کرنا چاہیے اور اس سفر کا اختتام استنبول میں ہونا چاہیے۔

جب بھی جوجو کی حفاظت کے لیے معقول تدبیر سمجھ میں آتی، تمام بہن بھائی اس پر ضرور عمل کرتے تھے۔ آرمر بھی قائل ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی مخصوص ذرائع استعمال کیے اور بھائیوں سے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا: "میرے دماغ میں آپ ہمسے آپ خطرے کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔ میں اپنا اور جوجو کا نام بدل کر سفر کرنا چاہتا ہوں۔"

شارپر نے کہا: "خطرہ محسوس ہو رہا ہے تو گھر سے نہیں نکلنا چاہیے۔"

آرمر نے کہا: "مجھے یوں لگتا ہے کہ ہم پر اسی گھر میں مصیبت آئے گی، میرا مشورہ ہے تم روزانہ کے پاس جا کر اس کی خیریت معلوم کرو۔"

"میں تھوڑی دیر پہلے اس کے پاس تھا۔ وہ بخیریت ہے۔"

"بعض اوقات ایک ساعت کے بعد خیریت نہیں رہتی۔ میری تسلی کے لیے اس کے پاس جاؤ۔"

"اچھا میں ابھی آتا ہوں۔"

اُدھر شارپر رخصت ہوا، اِدھر میں روزانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے دماغ میں شارپر اپنے بھائی آرمر کے لہجے میں حیرانی سے پوچھ رہا تھا: "یہ تم کہاں پہنچ گئی ہو؟"

وہ بھائی کی آواز سنتے ہی رونے لگی۔ اس نے بتایا کہ... بدمعاشوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ اور اس نے کس طرح مجبور ہو کر جوجو اور آرمر کا پتا بتا دیا ہے۔ شارپر نے کہا: "میں ابھی تمھارے پاس آؤں گا۔ پہلے جوجو کی حفاظت ضروری ہے۔"

اس نے پھر آرمر کے پاس پہنچ کر کہا: "تم درست کہہ رہے تھے۔ روزانہ خطرے میں ہے، تمھیں اور جوجو کو بھی خطرہ پیش آسکتا ہے۔ فوراً یہ مکان چھوڑ دو اور کسی ہوٹل میں نام بدل کر کمرہ لو۔ یہاں سے اپنی اور جوجو کی تمام تصویریں لے جاؤ۔"

آرمر فوراً ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ جوجو کو سفر پر جانے کی خوشی تھی۔ وہ خوشی سے گنگناتی ہوئی ایک اٹیچی میں اپنا سامان رکھ رہی تھی۔ آرمر نے پوچھا: "جوجو تمھارا پورا نام کیا ہے؟"

وہ بولی: "جینیفر جون۔"

"آج سے ہم تمھیں جینی کہیں گے۔"

وہ ٹھنک کر بولی: "نہیں، ہم کو جوجو اچھا لگتا ہے۔"

"کیا تمھیں فرہاد سے ڈر نہیں لگتا؟"

وہ سہم کر بولی: "اس کا نام مت لو۔"

"ہم تمھیں فرہاد سے چھپا کر رکھنے کے لیے نام بدل رہے ہیں۔ ہم تمھیں جینی کہیں گے تو فرہاد دھوکا کھا جائے گا۔ وہ تمھیں جینی نام کی دوسری لڑکی سمجھ کر کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

اسے بچوں کی طرح بہلا پھسلا کر کوئی بات سمجھائی جاتی تھی۔ بچے شیطان بھوت سے ڈرتے ہیں۔ وہ مجھے سے ڈرتی تھی۔ اس نے جلدی سے "ہاں ہاں" کے انداز میں سر ہلا کر کہا: "ہاں میرا نام جینی ہے، جوجو نہیں ہے۔ کوئی بھی پوچھے گا تو بتاؤں گی میرا نام جینی ہے۔ میں تو اپنے آرمر بھائی کی پیاری بہن ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا: "خدا کے لیے اب مجھے بھائی آرمر نہ کہنا۔ آج سے میرا نام...؟"

شارپر نے کہا: "بھائی آرمر! جوجو کی بھلائی اسی میں ہے کہ اُسے تنہا چھوڑ دیا جائے۔ تم دور ہی دور سے اس کی نگرانی کر سکتے ہو۔ ہم بھی اس کا دل رات خیال رکھیں گے۔"

"اس طرح جوجو کی بھلائی کیسے ہو گی؟"

"اسے تنہا رہ کر زندگی گزارنا آئے گا۔ یہ بات بات پر بچوں کی طرح تمھاری محتاج نہیں رہے گی۔ سب سے اہم بات یہ کہ یہ ہمارے حوالے سے پہچانی نہیں جائے گی۔ نہ کوئی اسے ہماری بہن سمجھے گا، نہ ہی کوئی اس سے دشمنی کرے گا۔"

ہارپر نے اپنے بھائی شارپر کی تائید کی۔ میں نے آرمر کو قائل کر دیا۔ اس نے کہا: "اچھی بات ہے۔ یہ جسمانی طور پر دور رہے گی مگر ہم تمام بھائی اس کے دماغ میں آتے جاتے رہیں گے۔"

وہ جوجو سے دور نہیں رہنا چاہتا تھا۔ مگر اس بالغ بچی میں خود اعتمادی پیدا کرنے اور دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اُسے گھر سے ہوٹل لے گیا۔ اسے سمجھانے لگا: "جینی! آج سے تم دلیر لڑکی ہو، تنہا زندگی گزارو گی۔ کوئی مشکل پیش آئے گی تو فوراً خیال خوانی کے ذریعے ہم سے رابطہ قائم کرو گی۔"

"میں دلیر ہوں مگر رات کو ڈر لگتا ہے۔"

"رات بھی دن جیسی ہوتی ہے، فرق یہ ہے کہ رات کو سورج نہیں ہوتا، مگر دنیا وہی ہوتی ہے۔ لوگ وہی ہوتے ہیں، تمھارے پاس ٹیلی پیتھی جیسا نادیدہ ہتھیار ہے۔ کوئی تمھیں ڈرائے گا تو تم اس کی کھوپڑی میں زلزلہ پیدا کر سکتی ہو۔ وعدہ کرو، جو ہدایات تمھیں دے رہا ہوں، ان پر عمل کرو گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔"

"تم بہت اچھی لڑکی ہو، خیال خوانی ہمیشہ تنہائی میں کیا کرو تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

"میں کسی کو شبہ نہیں ہونے دوں گی۔"

"شاباش! مجھے یقین ہے تم مجھ سے جب کوئی وعدہ کرتی ہو تو اُسے یاد رکھتی ہو اور اسے پورا بھی کرتی ہو، ایک اور وعدہ کرو، کسی مرد سے دوستی نہیں کرو گی۔ صرف رسمی کلمات یا گفتگو کر کے اس سے پیچھا چھڑا لیا کرو گی۔"

اس نے وعدہ کیا کہ کسی مرد سے دوستی نہیں کرے گی۔ آرمر نے سمجھایا: "تم پاسپورٹ کے مطابق امریکی ہو، مگر تمھارے ماں باپ اور تمھارا پورا خاندان اسرائیل میں ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "آپ کو پتا ہی نہیں ہے کہ ہمارے ماں باپ مر چکے ہیں اور اسرائیل تو ہم نے خواب میں بھی نہیں دیکھا ہے۔"

"تم درست کہہ رہی ہو لیکن دنیا والے تم سے تمھارے خاندانی حالات پوچھتے رہیں گے۔ تمھیں تنہا پا کر وہ تجسس میں مبتلا ہوں گے۔ ان کی تسلی کے لیے یہ جھوٹ بولنا ہو گا۔"

وہ جوجو کو ایک ایک بات سمجھا رہا تھا مگر وہ ذرا دیر سے سمجھ رہی تھی۔ یہ بات اطمینان بخش تھی کہ جو بات سمجھ لیتی تھی، اس پر پوری طرح عمل کرتی تھی۔ میں انھیں چھوڑ کر روزانہ کے پاس آیا۔ ابھی پتا نہیں چل رہا تھا کہ کن لوگوں نے اُسے اغوا کیا ہے؟ اور کہاں لا کر قید کیا ہے؟ شارپر نے اس کے دماغ میں کہا: "یہ بہت بُرا ہوا۔ تمھیں یہاں لانے والے یقیناً مشین کا مطالبہ کریں گے۔"

روزانہ نے کہا: "بھائی! وہ لوگ بڑے ظالم ہیں۔ مجھے مار ڈالیں گے۔"

"تمھیں مارنے سے انھیں کچھ نہیں ملے گا، کیوں کہ وہ حصہ اب تمھارے پاس نہیں رہا۔ ایک بات یاد رکھو، وہ تمھیں فی الحال زندہ رکھیں گے۔ جوجو اور آرمر کو بھی یہاں لانے کی کوشش کریں گے۔ وہ سمجھتے ہیں میں دو بہنوں اور ایک بھائی کا قتل برداشت نہیں کروں گا۔ تم تینوں کی جان بچانے کے لیے مشین ان کے حوالے کر دوں گا۔"

"کیا تم ایسا کرو گے؟"

"میرے جیتے جی وہ مشین کسی کے ہاتھ میں نہیں جائے گی۔"

"اس کا مطلب ہے، ہم تینوں بھائی بہن مر جائیں گے۔"

"میں دشمنوں کو جوجو اور آرمر تک نہیں پہنچنے دوں گا۔"

"کیا تم نے انھیں چھپا دیا ہے؟"

"یہ سوال نہ کرو، ورنہ اس کا جواب دشمنوں کے سامنے اگل دو گی۔"

"وہ مجھ پر ظلم کریں گے۔"

"کرنے دو۔ انھیں یقین آجائے گا کہ جو معلومات انھیں فراہم کر چکی ہو، اس سے زیادہ نہیں جانتی ہو۔"

"بھائی! پلیز مجھے کسی طرح یہاں سے نکالو۔"

"اس کا انحصار تمھاری چالاکی اور حاضر دماغی پر ہے۔ اپنے پاس آنے والوں کو کسی طرح بھی بولنے پر مجبور کرو، جب تک ان میں سے کسی کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی، میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

میں نے روزانہ کی سوچ سے معلوم کیا۔ وہ ساڑھے آٹھ بجے اپنے گھر سے اغوا کی گئی تھی اور پونے نو بجے وہاں لاکر قید کی گئی تھی۔ میں نے ماسک مین سے پوچھا "کیا روزانہ کو آپ کے آدمیوں نے اغوا کیا ہے؟"

اس نے چونک کر پوچھا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں تو اس کے لیے کوئی دوسرا منصوبہ بنا رہا ہوں۔"

"یعنی آپ اس کی بہن جوجو اور آرمر کو اغوا کرانا چاہتے ہیں؟"

اس نے پھر چونک کر کہا "اوہ گاڈ! آپ سے تو کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ کیا آپ اس سلسلے میں پیشین گوئی کریں گے؟"

"جی ہاں۔ سیلی پیتھی جاننے والے بھائیوں نے جوجو اور آرمر کے لیے حفاظتی انتظامات کیے ہیں۔"

"فرہاد صاحب! میں یہ نہیں کہتا کہ آپ وہ مشین تباہ نہ کریں لیکن مجھے اپنی جدوجہد سے اسے حاصل کرنے کا موقع دیں اور میری ایک چھوٹی سی مدد کریں۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"دیکھیے، میں دوسرے بھائی بہن کو اغوا نہیں کراؤں گا تو دوسری تنظیموں کے افراد ایسا کریں گے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ایک بھائی یا بہن میری قید میں رہے؟"

میں تو چاہتا تھا کہ مشین کا معاملہ زور پکڑتا جائے اور زور لگانے والے تمام مجرم اپنے اپنے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے شارپر کو مجبور کر دیں۔ یا وہ بدحواسی میں کوئی غلطی کر بیٹھے جس کے نتیجے میں وہ مشین منظرِ عام پر آجائے۔

میں نے ماسک مین سے کہا "میں ان کے بڑے بھائی آرمر کو آپ کے حوالے کر سکتا ہوں۔ آپ وعدہ کریں کہ جوجو کو آپ کے آدمیوں سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ بلکہ آپ اسے دشمنوں سے بچاتے رہیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ آپ جوجو کو میری پناہ میں دے دیجیے گا۔"

"جوجو کسی کی پناہ میں نہیں رہے گی۔ وہ ایک معصوم لڑکی ہے۔ اسے دنیا کی مکاریوں سے الگ ایک آزاد زندگی گزارنے دیجیے۔"

میں نے اسے آئر کا پتا بتا دیا۔ وہ بولا "جناب! ابھی ملی کے باس رانا پر تاب نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ ثملہ کے کاٹج سے اچانک غائب ہو گئے ہیں۔ کیا آپ کو ہم پر اعتماد نہیں رہا؟"

"جب دو دوستوں کے مفادات ٹکرا جائیں تو کسی ایک کو ضرور نقصان پہنچتا ہے۔ ان حالات میں احتیاط لازمی ہے۔ اس لیے روپوش ہو گیا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ ہندوستان میں آپ سے کوئی مدد حاصل نہ کروں۔ آپ کی دوستی سے پہلے میں خود پر زیادہ بھروسا کرتا تھا۔ اور خود پر اعتماد کرنا، دوسروں پر تکیہ نہ کرنا اچھی بات ہے۔"

"نہیں، فرہاد صاحب نہیں۔ آپ کو ناراض کر کے میں ایک اچھے دوست سے محروم نہیں ہونا چاہتا۔ میں مشین کے حصول سے باز آجاؤں گا۔ آپ کا اعتماد ہر حال میں حاصل کروں گا۔"

"آپ جذبات میں آکر یہ فیصلہ نہ کریں۔ وہ مشین دنیا کی سب سے حیرت انگیز اور غیر معمولی ایجاد ہے۔ اس کے ذریعے کوئی بھی شخص یا کوئی بھی ملک ساری دنیا پر فرعون بن کر حکومت کر سکتا ہے۔ جب اسے دوسرے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کیوں نہ کریں؟ باقی وہ دیکھے گی۔ یہ میرا فیصلہ ہے کہ جب تک وہ مشین کہیں ٹھکانے نہیں لگے گی، میں کسی پر بھروسا نہیں کروں گا لہٰذا آپ اپنی کوششیں جاری رکھیں۔"

اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں بس اسٹاپ کی جس سرائے میں آرام سے لیٹا ہوا تھا، وہاں بھگدڑ مچ گئی تھی جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ میں چارپائی سے اچھل کر فرش پر آیا، پھر وہاں سے لڑھکتا ہوا ایک دیوار کی آڑ میں پہنچ کر بیٹھ گیا۔ وہاں دو چار عورتیں اپنے بچوں کے ساتھ چھپی ہوئی تھیں۔ میں نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

ایک عورت نے گھور کر کہا "گولیوں کی آواز سنائی نہیں دیتی؟ اسے فائرنگ کہتے ہیں۔"

ایک شخص بھاگتا ہوا آیا۔ پھر ایک کونے میں دبک کر کانپتے ہوئے بولا "پھولن دیوی ہے، پھولن دیوی۔ ہے بھگوان! تو ہی اس کالی بلا سے بچا سکتا ہے۔"

میں نے بے یقینی سے کہا "پھولن دیوی تو بہار اور یوپی کے علاقوں میں واردات کرتی ہے۔ وہ اس پہاڑی علاقے میں کیوں آئے گی؟"

ایک عورت نے کہا "بزدل! ہم سے کیا پوچھتے ہو، پھولن

سے جا کر پوچھو۔"

میں نے کہا "اے خبردار! مجھے بزدل نہ کہنا۔ تمھاری جیسی عورتیں ڈاکو بن جائیں تو کیا میں ڈر جاؤں گا۔"

"اسے تو یہاں کیوں ڈینگیں مار رہے ہو، ایک عدد گھوڑے پر سوار آئی ہے۔ مرد ہو تو اسے پکڑ لو۔"

میں نے پوچھا "جو اسے پکڑ نہیں پاتا، کیا وہ مرد نہیں ہوتا؟"

"ہرگز نہیں، وہ زنخا ہوتا ہے۔"

"دیکھو تم اپنے گھر والے کو زنخا کہہ رہی ہو۔"

وہ ایک دم سے بھڑک گئی۔ مجھے مارنے کے لیے آگے بڑھی۔ میں اس سے آگے بڑھ گیا۔ وہ غصے میں ڈاکوؤں کو بھول گئی تھی۔ ہاتھ میں جھاڑو لے کر میرے پیچھے دوڑتی ہوئی سرائے سے باہر آئی۔ فائرنگ بند ہو چکی تھی۔ کچھ ڈاکو گھوڑوں سے اُتر کر بڑے بڑے سیٹھوں کو رائفلوں کی زد میں رکھ رہے تھے۔ اُن سے نقدی اور زیورات چھین رہے تھے۔ میں جھاڑو سے بچنے کے لیے دوڑتا ہوا ان کے درمیان آیا۔ زمین پر ایک بڑی سی چادر بچھی ہوئی تھی۔ تمام مسافر اپنی جیب، اپنا بٹوا اور اپنی اٹیچی وغیرہ خالی کر کے اپنا تمام مال چادر پر ڈال رہے تھے۔

میں بھاگتا ہوا چادر پر آیا۔ دو ڈاکو مجھ پر رائفل تان کر کچھ کہنا چاہتے تھے مگر ایک عورت کے ہاتھ میں جھاڑو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ میرا مذاق اڑانے لگے۔ ایک ڈاکو نے کہا "پھولن دیوی ٹھیک کہتی ہے کہ مرد بزدل ہوتا ہے، عورت جھاڑو مارے تو یوں دم دبا کر بھاگتا ہے جیسے وہ توپ چلا رہی ہو۔"

تمام گوٹنے والے قہقہے لگا رہے تھے۔ اور گوٹنے والے سہمے ہوئے تھے۔ میں نقدی اور زیورات کو روندتا ہوا، انھیں ٹھوکروں سے اُڑاتا ہوا جھاڑو والی کو طیش دلاتا جا رہا تھا۔ وہ میری طرف لپکتی جا رہی تھی۔ اس دوران میں نے ایک بھرپور جوان عورت کو دیکھا۔ وہ پتلون، شرٹ اور سویٹر پہنے گھوڑے پر سوار تھی اور بے اختیار ہنستے ہوئے ہمارا تماشا دیکھ رہی تھی۔ اس نے جھاڑو والی عورت سے کہا "اری او چھبیلی! تو لے کا جھاڑو مار کے دکھائے گی تو ہم تیرے کو سونے کا کنگن دیں گے۔"

وہ جھاڑو کو سر سے بلند کیے بڑی تیزی سے آئی۔ میں عین وقت پر ہٹ گیا۔ جھاڑو ایک ڈاکو کے منہ پر پڑی۔ وہ تملا کر عورت کو مارنا چاہتا تھا۔ گھڑسوار عورت نے للکار کر کہا۔ "خبردار! اور کانہ مارنا۔ کھیل تماسے میں ایسا ہو جاتا ہے۔" مگر جھاڑو والی کو ہوش آگیا تھا۔ پہلے غصے اور جنون میں مجھے مارنے کے لیے دوڑتی رہی تھی، جیسے اس پر دورہ پڑا ہو۔ اب ڈاکو نے اسے پکڑ کر مارنا چاہا تو اچانک ہوش میں آگئی۔ اس کے ہاتھ سے جھاڑو گر گئی۔ میں نے گھڑسوار سے کہا "اری او چمپا چنبیلی! کا نام ہے تیرا؟ بھلے کوئی نام ہو پر جوتیا تو ہار گئی۔ اسے سونے کے کنگن نہیں ملیں گے مگر اس جیتنے والے کو کا ملے گا؟"

گھڑسوار نے کہا "ایک کم جو عورت سے جیت کے بڑائی کرتا ہے۔ جھاڑو لاؤ۔ میں سب کے سامنے اس کی عجت اتاروں گی۔"

میں نے کہا "اگر تو میرے کو جھاڑو مار کے کھائے گی تو میں تیرے کو سونے کے کنگن پہناؤں گا۔ اور اگر نہ مار سکی تو بولو میرے کو کا انعام دے گی؟"

"بول، کا انام چاہے ہے؟"

میں نے کہا "جیتنے کے بعد اپنے پسند کی عورت چاہوں گا۔"

"منجور ہے۔" گھڑسوار راضی ہو گئی۔ ایک ڈاکو نے زمین پر سے جھاڑو اٹھا کر دی۔ اس نے اسے ہاتھ میں لے کر گھوڑے کو اڑیل لگائی — اسے تیزی سے دوڑاتی ہوئی ایسے آئی جیسے جھاڑو سے نہیں ہوا سے حملہ کرنے والی ہو۔ اس کے قریب آتے ہی میں فضا میں اُچھل کر قلابازی کھاتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔ گھوڑا اپنی روانی میں رکتے رکتے دور تک گیا۔ پھر گھڑسوار نے لگام موڑ دی اور میری طرف آنے لگی۔ اب اس کے تیور بتا رہے تھے کہ مجھ پر حملہ ناکام رہا تو اس کی بڑی بے عزتی ہو گی۔ اب میں اس کی عزت رکھنے کے لیے جھاڑو تو کھا نہیں سکتا تھا۔ میں نے بڑی پھرتی سے اس کے حملے کو ناکام بنایا۔ گھوڑا اسی طرح دوڑتا ہوا دور جا کر پلٹنے لگا۔ میں نے کہا "کتنے افسوس کی بات ہے، بندوق چلانے والے ہاتھ جھاڑو نہیں چلا سکتے۔"

وہ ڈاکوؤں کی رانی سردار تھی۔ اپنی توہین برداشت نہ کر سکی۔ یکبارگی جھاڑو پھینک کر ریوالور نکال لیا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "گولی چلانے سے پہلے سُن لے۔ میں مرگیا تو سمجھ لے مر ہی گیا، اگر زندہ رہ گیا تو تیرے کو بھگا کے لے جاؤں گا۔"

وہ حقارت سے ایک طرف تھوکتے ہوئے بولی "عورتوں کو بھگا کے لے جانے والے اور ان کی عجت سے کھیلنے والے کتوں کے لیے میں نے پھولوں کی سیج چھوڑ دی۔ گھوڑے کی پیٹھ پہ بیٹھ گئی۔ لو جی کا تھال چھوڑ دی، ہاتھ میں بندوک پکڑ لی۔ دیکھا کھری بار دیکھ میرا نسانہ کتنا سچا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلائی۔ میں اس کی کھوپڑی میں رہ کر سمجھ گیا تھا نشانہ سچا ہے، گولی یقیناً میری طرف آئے گی اس سے ذرا پہلے ہی ہٹ گیا۔ اس نے ایک دم سے پھر کر گھوڑے کو

اڑ لگائی ۔۔۔ اسے دوڑاتے ہوئے مجھ پر پے در پے فائر کرتے ہوئے آئی۔ میں اس کا نشانہ خطا کرتا جا رہا تھا۔ جیسے ہی وہ قریب آئی، میں نے اسے لگام کھینچنے پر مجبور کر دیا۔ گھوڑا پھر ایک بار رکتے رکتے گھوم گیا ۔۔۔ میں فوراً ہی اُچھل کر گھوڑے کی پشت پر اس کے پیچھے آ گیا۔ ایک ہاتھ کمر میں ڈال کر اسے جکڑ لیا دوسرے ہاتھ سے ریوالور چھین کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "کھبردار! کوئی گولی نہ چلائے۔ تمھاری رانی سردار پہلے مرے گی۔ میری باری بعد میں آئے گی۔"

تمام ڈاکوؤں کی رائفلیں مجھ پر اٹھی ہوئی تھیں مگر وہ رانی سردار کی سلامتی کے لیے مجھ پر گولی نہیں چلا سکتے تھے۔ وہ میری گرفت سے نکلنے کی جدوجہد کر رہی تھی مگر میں خیال خوانی کے ذریعے کمزور بنا کر اس کی سوچ کی لہروں میں کہہ رہا تھا "آہ! کیسی بھولا دی جکڑ بندی ہے۔ یہ آدمی نہیں، لوہا ہے لوہا۔ آج میرے کو معلوم ہو رہا ہے کہ ہندوستان میں پھر ایک پرتھوی راج آیا ہے اور اپنی سنجوگتا کو گھوڑے کی پیٹھ پر بھگا کے لے جا رہا ہے۔"

میں نے لگام اس کے ہاتھ سے لے لی۔ گھوڑے کو چاروں طرف گھمانے لگا۔ تاکہ تمام ڈاکو ریوالور کو رانی سردار سے لگا ہوا دیکھ لیں اور یقین کر لیں کہ ٹریگر پر رکھی ہوئی انگلی چشم زدن میں دب سکتی ہے۔ اسی وقت ایک مکان کی چھت پر سے میگافون کے ذریعے آواز سنائی دی "شاباش جوان! تم نے تنہا اتنے خطرناک گروہ کو قابو میں کیا ہے۔ بقیہ سرکار کی طرف سے انعام ملے گا۔"

چاروں طرف سرچ لائٹیں روشن ہونے لگیں۔ رات کے وقت صاف نظر آنے لگا۔ ٹیلے مکانات کی چھتوں پر مسلح سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ ایک انسپکٹر میگافون کے ذریعے پوچھ رہا تھا۔ "جوان تم کون ہو؟ کیا نام ہے تمھارا؟"

میں نے کہا "پھولن دیوی کو بس میں کرنے والا پھول دیوتا ہی ہو سکتا ہے۔"

سب ہنسنے لگے۔ انسپکٹر نے کہا "یہ پھولن دیوی نہیں، رانی سردار ہے۔ ہمارے مخبر نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ آج یہ پہلے تھانے پر حملہ کرے گی، پھر سرائے میں لوٹ مار کرے گی۔ ہم نے اسے دھوکا دیا۔ یہ تھانے گئی تو چند سپاہیوں نے ہتھیار ڈال دیے اور کہا کہ تھانیدار صاحب پولیس فورس کے ساتھ پاس والے گاؤں میں گئے ہیں۔"

رانی سردار غصے سے بولی "اچھا تو ہماری منڈلی میں کوئی بھیدی ہے جو ہمارا ڈھار رہا ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

انسپکٹر نے کہا "تم زندہ بچو گی تو زندہ چھوڑو گی اپنے آدمیوں سے کہو ہتھیار پھینک دیں۔ اور جوان تم رانی سردار کو یہاں لے آؤ۔"

میں نے کہا "تھانیدارجی! تم آنکھیں کھول کے سپنا دیکھ رہے ہو۔ یہ کس الو کے پٹھے نے کہہ دیا کہ میں رانی سردار کو تمھارے حوالے کر دوں گا۔ ارے! اس پہ تو میرا دل آ گیا ہے۔ اس کو بھگا کے لے جا رہا ہوں۔ روک سکو تو مجھے روک لو۔"

وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ پولیس کی طرف تھانہ ڈاکوؤں کی طرف دار تھا۔ رانی سردار کا عاشق سمجھا جاتا تھا۔ اور دیوانے وہی کرتے ہیں جو دوسرے نہ کرتے ہیں نے اچانک سرچ لائٹ پر گولی چلائی۔ ٹھاہ کی آواز کے ساتھ اس کا شیشہ ایک چھناکے سے ٹوٹا۔ ایک سے تاریکی چھا گئی۔ اس سے پہلے کہ جوابی فائرنگ ہوتی دوسری سرچ لائٹ کو بھی بے کار کر دیا۔ ہر طرف تاریکی گئی۔ ایسا کرنے کے دوران میں رانی سردار کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھا پوزیشن بدلتا جا رہا تھا تاکہ فائرنگ سے محفوظ رہ پھر ہر سو تاریکی ہوتے ہی میں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ پھر اور وہ جا۔ دیکھنے والے دیکھتا رہ جا۔

ڈاکو بڑے تربیت یافتہ تھے۔ انھیں سمجھانے کی نہیں تھی کہ ایسے موقع سے کس طرح فائدہ اٹھایا جاتا ہے جوابی فائرنگ کرتے ہوئے ہمارے پیچھے چلے آ رہے تھے لگام رانی سردار کے ہاتھوں میں تھی۔ میں پہاڑی راستوں واقف نہیں تھا۔ وہ سوچ رہی تھی، یہ کون ہے؟ اس نے ناک نیچی کر دی۔ اس کے اوپر گُسّا بھی آ رہا ہے۔ احسان بھی پڑتا ہے۔ یہ مجھے پولیس کے بہت بڑے دھوکے سے بچا لے جا رہا ہے۔ اے جگ دمبے! اسے شیراں والی ماں کون ہے؟

میں نے اسے مخاطب کیا "اے گھوڑے والی! آدمیوں سے ۔۔۔"

وہ بھڑک کر بولی "کھبردار! گھوڑے والی نہ کہنا تو سُن چکا ہے۔"

"تو دنیا والوں کے لیے رانی سردار ہے۔ پر تیرا سردار ہوں۔ میں بازی جیت رہا ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولی "میں تیری جیت کو ہار میں دوں گی۔"

"اری نک چڑھی! گُسّا بعد میں دکھانا۔ پولیس والے کمر رہے ہیں۔ یہ تیرے آدمی بالکل نکمے ہیں۔ ان کو دور تک بھ اور پولیس والوں کو دور تک بھگانا چاہیے۔"

وہ چیخ چیخ کر اپنے آدمیوں سے کہنے لگی "ارے او شنکر! ارے او ہریا۔ کا گھاس کھا گئے ہو۔ پولیس کو بھٹکاؤ۔"

ہمارے گھوڑے تیز رفتاری سے دوڑ رہے تھے۔ ان کی ٹاپیں دور تک گونج رہی تھیں۔ شنکر نے چیخ کر جواب دیا "رانی سردار! ہم ابھی پولیس کو بھٹکائے دیں گے۔ پر آپ کی رکھشا (حفاظت) کرنا ہمارا دھرم ہے۔ پتا نہیں، یہ آدمی آپ کو کہاں لے جانا چاہتا ہے؟"

وہ بولی "میری چنتا (فکر) نہ کرو۔ پولیس سے پیچھا چھڑاؤ۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ چار چار کی ٹولیوں میں مختلف راستے اختیار کرنے لگے۔ اب پولیس والوں کے لیے مسئلہ تھا۔ اگر وہ بھی مختلف راستوں پر جاتے تو رانی سردار ہاتھ سے نکل جاتی اور رانی سردار کا تعاقب کرتے تو مختلف راستوں پر جانے والے ڈاکو گھوم کر پیچھے سے آتے اور فائرنگ کرتے۔ اس طرح پولیس پارٹی بیچ میں پھنس جاتی۔

وہ پھنسنا نہیں چاہتے تھے، اس لیے پولیس کی مختلف ٹولیاں مختلف سمتوں میں ان کا تعاقب کرنے لگیں۔ اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں ایک پولیس افسر ہوں۔"

وہ چونک کر بولی "جھوٹ۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ تو نے میرے لیے پولیس سے ٹکر لی ہے۔"

"وہ تو ایک ڈراما تھا۔ وہاں تو اپنے آدمیوں کی مدد سے بچ کے نکل جاتی۔ یہاں میں نے تیرا ہی حکم سنا کے تیرے آدمیوں کو دوسری طرف بھیج دیا ہے۔ اب تیرے دو آدمی ہمارے ساتھ ہیں، پولیس ان کو ٹھکانے لگا کے تیرے پاس آئے گی۔ میں تجھے ہتھکڑی پہناؤں گا۔"

وہ بھڑک کر بولی "مکار کمینے! میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ غصے میں بڑبڑاتے ہوئے میری طرف گھوم گئی۔ دوڑتے ہوئے گھوڑے کی پیٹھ پر پوری طرح گھوم نہیں سکتی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں لگام تھی۔ وہ دوسرے ہاتھ سے مجھے مارنے لگی۔ میں ہنسنے لگا۔ ہم گھنے جنگلوں سے گزر رہے تھے۔ اندھیرے میں راستہ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ اس کے آدمیوں کو مشعلیں جلانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ ایک جگہ ایک درخت اکھڑا ہوا تھا۔ گھوڑا تاریکی میں اس پر سے چھلانگ نہ لگا سکا۔ ایک بیک تھوکر کھا کر گرا۔ ہم دونوں اس کی پیٹھ سے اچھل کر گرے۔ پھر ہری بھری گھاس پر لڑھکتے ہوئے ایک جھاڑی میں پہنچ کر اُلجھ گئے۔

میں نے کراہتے ہوئے کہا "اے عورت! تیرا ستیاناس، تیرے پیار نے مجھے کہاں لا کے پھینکا ہے۔"

ہم بمشکل جھاڑیوں سے نکلے۔ گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ پھر ایک مخصوص چیخ کے ساتھ خاموشی چھا گئی۔ میں نے کہا "تیرا ایک آدمی اوپر جا چکا ہے، نیچے ایک رہ گیا ہے۔ اب تیرا کیا بنے گا؟"

عورت کا پتا نہیں چلتا، اپنے لباس میں کون سی چیز کہاں چھپا کر رکھتی ہے۔ اس نے اچانک ہی چاقو نکال کر حملہ کیا۔ میں نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ اس نے ایک ہاتھ میرے حلق پر رکھا تھا۔ مجھے نیچے گرانے اور چاقو والے ہاتھ کی کلائی چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا "میں بیٹھا ہوا اچھا نہیں لگتا۔ کیا زور لگا کے گرانا چاہتی ہے؟"

میں اچانک لیٹ گیا۔ وہ زور لگانے کے جھونک میں مجھ پر اوندھی ہو گئی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے چاقو نہیں چھڑایا۔ اس سے کہا "تیرے ہاتھ میں چاقو رہے گا مگر تو اسے استعمال نہیں کر سکے گی۔"

اس نے جھنجلا کر زور لگایا۔ پھر ایک بار گولی چلنے کے ساتھ کسی کی چیخ سنائی دی۔ میں نے کہا "تیرا دوسرا آدمی بھی گیا۔"

اسی وقت ہم پر ٹارچ کی روشنی پڑی۔ انسپکٹر کی آواز سنائی دی "جنگل میں منگل منا چکے۔ اب سیدھی طرح ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ، کوئی چالاکی دکھاؤ گے تو گولی مار دوں گا۔"

ہم اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ٹارچ کی روشنی ہم پر پڑ رہی تھی اور وہ اندھیرے میں تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ ٹارچ پتھر پر رکھ کر دونوں کو ہتھکڑی پہنانا چاہیے۔"

اس نے یہی کیا، یوں بھی دو ہاتھوں سے کتنے کام کر سکتا تھا۔ ریوالور بھی پکڑے رہنا تھا۔ ہتھکڑی بھی پہنانا تھی۔ اور ٹارچ کی روشنی بھی ضروری تھی۔ وہ ہمارے قریب آنے لگا۔ پتھر پر رکھی ہوئی ٹارچ کی روشنی میں ہم تینوں ایک دوسرے کو واضح طور سے دیکھ سکتے تھے۔ میں نے کہا "انسپکٹر! تم سمجھتے ہو، میں اس عورت کا آدمی ہوں۔ یہ عورت سمجھتی ہے، میں پولیس کا آدمی ہوں اور میں خود نہیں جانتا کہ میں کون ہوں؟ میری یادداشت گم ہو گئی ہے۔ میں پچھلی باتیں بھول گیا ہوں۔"

"یہ فلمی بکواس تھانے میں چل کے کرنا۔ ہاتھ بڑھاؤ۔"

"اس رانی سردار پہ دل آ گیا ہے۔ کیا اس کو بھی فلمی بکواس بولو گے؟"

وہ ہتھکڑی پہنانے کے لیے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "خبردار! جو عورت مجھے پسند آ جاتی ہے، اسے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔"

یہ کہتے ہی میں نے ریوالور والے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ وہ ہاتھ سے نکل کر کہیں اندھیرے میں چلا گیا۔ میرا ایک گھونسا اس کے

منہ پر پڑا۔ دوسرے گھونسے میں وہ زمین پر تھا۔ مگر ایسی جگہ جہاں رانی سردار کا چاقو پڑا ہوا تھا۔ وہ چاقو اٹھا کر مقابلے پر ڈٹ گیا۔ وہ حیرانی سے مجھے تک رہی تھی۔ خود دلیر تھی۔ مردوں کے مقابلے میں پیچھے کہیں ہٹتی تھی۔ اس وقت میرے ساتھ انسپکٹر کی پٹائی کر رہی تھی۔ مگر میں سوچ رہی تھی کہ میں کیا چیز ہوں؟ ابھی پولیس افسر بن کر اسے پریشان کر رہا تھا اور ابھی پولیس انسپکٹر سے مقابلہ کر رہا تھا۔

جب چاقو انسپکٹر کے ہاتھ میں آیا تو وہ چونک گئی۔ اسے پہلی بار میری جان کی فکر ہوئی۔ اس نے بھی مقابلے کے لیے پینترا بدلتے ہوئے کہا "سرکاری ٹٹو! اس نے میری جان بچائی ہے۔ میرے جیتے جی تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے چھلانگ لگائی۔ کیوں کہ انسپکٹر چاقو سمیت چھلانگ لگاتا ہوا رانی سردار پر آرہا تھا۔ میں نے اس کی فلائنگ کے دوران ہی اسے فلائنگ کک ماری۔ وہ دوسری طرف جا کر گرا۔ وہ بولی "سالا باس، تو تو بڑا جی دار لڑاکو ہے۔"

وہ بول رہی تھی اور میرے لڑنے کے انداز کو دیکھ رہی تھی۔ میں کراٹے کے ہاتھ دکھا رہا تھا۔ وہ بُری طرح زخمی ہوتا جا رہا تھا۔ ہر فرد نڈھال ہو کر گر پڑا۔ وہ چاقو اٹھا کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "میں اس کے ٹکڑے کر دوں گی۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا تو آدمی کا گوشت کھاتی ہے؟"

وہ جھلا کر بولی "اسے ٹکڑے کرنے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ میں گوشت کھاتی ہوں۔ تو کیسا آدمی ہے رے؟"

میں نے اس کے ہاتھ سے چاقو چھین کر کہا "یہ انسپکٹر لوگوں کی جان و مال کا رکھوالا ہے۔ اسے جان سے نہیں مارنا چاہیے۔"

"کیا تو دو گالا ہے۔ ادھر میری جان بچاتا ہے ادھر اسے زندہ چھوڑ دینا چاہتا ہے۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گی۔"

میں اسے گھسیٹ کر وہاں سے لے جاتے ہوئے بولا۔ "مجھے انسپکٹر کا ساتھ دینا تھا۔ مگر تیری بھرپور جوانی پہ دل آگیا اس لیے اس کی پٹائی کر کے چھوڑ دیا۔ اب وہ تیرا پیچھا نہیں کرے گا۔"

وہ مچل رہی تھی۔ اپنا ہاتھ چھڑانا چاہتی تھی۔ میں اسے اپنے طرف کھینچ کر ذرا جھک گیا۔ پھر اسے کاندھے پر لاد کر لے جانے لگا۔ اس کا یہی مزاج تھا۔ زبردستی کرنے سے قابو میں آتی تھی۔ اس کے رعب اور دبدبے کے سامنے کوئی زبردستی کرنے والا اب تک نہیں آیا تھا۔ میں اس کی زندگی میں پہلا مرد تھا جو اس کے رعب دبدبے اور غصے کی ایسی تیسی کر رہا تھا۔

تھوڑی دور جانے کے بعد ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ ایک نے رائفل تان کے کہا "رانی سردار کو چھوڑ دے۔"

دوسرے نے کہا "ہم پہلے ہی سمجھتے تھے اس کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔"

تیسرے نے کہا "ابے سنتا نہیں ہے، چھوڑ دے۔"

میں نے اسے گھاس پر پھینک دیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اسے میرا مخلصانہ انداز پسند ہے۔ اگر میں کاندھے سے اتارتا تو نفرت کرتی پھینکے جانے پر احتجاج کرتی۔ مگر دکھاوے کے لیے غصہ دکھاتے ہوئے بولی "اسے تو گولی نہ مار تا یہ اکیلا ہے اور تم پانچ ہو۔ ایسی پٹائی کر کر کے میرے پاؤں میں آکر گر پڑے اور اپنی جندگی کی بھیک مانگنے لگے۔"

ان سب نے رانی سردار کے پاس ہتھیار جمع کر دیے۔ ایک اور ڈاکو دوڑتا ہوا آیا اور بولا "پولیس والے اپنے تھانیدار کو گاڑی میں ڈال کے لے گئے ہیں۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کے آرہا ہوں۔"

رانی سردار نے کہا "پھر تو اس کی جم کے پٹائی ہوگی۔ اسے مارتے جاؤ اور اتنا پیٹو پیچھے جاؤ۔ ارے یہ تو کوئی پرانا پاپی ہے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔"

ایک نے میری طرف بڑھتے ہوئے کہا "میرا نام شنکر ہے۔"

بولی "تیرا نام کیا ہے؟"

یہ کہتے ہی اس نے منہ پر گھونسا مارنا چاہا۔ میں جھک کر سیدھا ہوا۔ اس کا ہاتھ گھوم کر رہ گیا۔ میرا ہاتھ اس کے منہ پر پڑ گیا۔ پھر ریلے میں گھونسا پڑا۔ وہ تکلیف کی شدت سے جھکا۔ میں نے تیسرے ہاتھ میں سیدھا کھڑا کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ پھر آگے بڑھ کر حملہ کرنا چاہا۔ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں آگیا۔ میں نے جوڈو کا داؤ لگا کر پھینکا تو وہ چیختا ہوا اپنی رانی سردار کے قدموں میں پہنچ گیا۔ میں نے کہا۔ "تمہارے پاؤں میں ابھی ایک آیا ہے گنتی رہو۔"

ہر بار گرتا ہوا دوڑتا ہوا آیا۔ پھر اس نے فلائنگ کک مارنے کے لیے چھلانگ لگائی۔ میں احمق تو نہیں تھا کہ لات کھانے کے لیے کھڑا رہتا۔ میں ایک طرف ہٹا، وہ دوسری طرف گر کر اپنی مرمت کرانے لگا۔ رانی سردار چیخ کر بولی "ارے مور کھو (بے وقوفو) اسے تو اکیلا تمہارا باپ بھی نہیں مار سکے گا۔ سب مل کے دھاوا بولو۔"

ایک تنہا پر منظم حملہ کرنا لڑائی کے اصولوں کے خلاف ہے۔ میں نے بھی خلاف ورزی شروع کر دی۔ اتنی دیر میں سب ہی کی آواز سن چکا تھا۔ جیسے ہی وہ چاروں طرف سے گھیرتے ہوئے قریب آئے، میں نے ایک کو دوسرے سے اور تیسرے کو چوتھے سے ٹکرا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے طور پر بھرپور حملے کیے۔ وہ سب بکھر گئے۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ اچانک کیا ہو گیا تھا۔ سب تک وہ سمجھنے میں نے پھر یکے بعد دیگرے کسی کو گھونسا اور کسی کو لات جمائی جو حملہ کرتے آتا، میں اسی کے ساتھی کو سامنے پھینکتا

رہا تھا۔ رانی سردار پلکیں جھپک جھپک کر دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہونوں میں دو سرا پھر تیسرا پہنچ رہا تھا۔ اس نے رائفل اٹھا کر بھے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "رک جا نہیں تو گولی مار دوں گی۔"

میں اس کے چور خیالات پڑھ چکا تھا۔ وہ محض دھمکی دے ہی تھی۔ میں نے ایک اور شخص کو اٹھا کر اس کے قدموں کی طرف پھینکتے ہوئے کہا "تو ہاتھوں سے بندوق چلا سکتی ہے، مگر دل سے نہیں چلا سکے گی۔ بس یہ آخری آدمی رہ گیا ہے۔ لے اسے بھی دل کر۔"

آخری آدمی بڑا جی دار تھا۔ شاید اسے مار کھاتے رہنے عادت پڑ گئی تھی۔ میں نے بھی مار مار کر اسے ہاتھ جوڑنے پر مجبور کر یا۔ اس نے کہا "بس کر وئیں میں سمجھ گیا، میرے کو کہاں پہنچانا ہے۔"

اس کے بعد وہ خود ہی آگے بڑھ کر رانی سردار کے قدموں میں ٹ گیا۔ وہ رائفل پکڑے کھڑی رہ گئی تھی۔ اس کا خیال تھا اب اس کی پٹائی کروں گا۔ اس نے رائفل کو ایک طرف پھینک دیا۔ پر سیدھا تان کر میرے پاس آتے ہوئے بولی "لے مار، مجھے بھی ر۔ یہ میرے سور ماہیں جو پولیس والوں کے چھکے چھڑا دیتے ہیں مگر رے سے مار کھا گئے۔ آج جیسی بے عزتی ہوئی اس کے بعد زندہ یں رہوں گی۔ مجھے گھورتا کیا ہے؟ مارتا کیوں نہیں؟"

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے کھینچا۔ وہ ایک جھٹکے میں گھومتی ئی قریب آئی۔ میں نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اس ے تمام سور مازخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے یا بیٹھے ہوئے اہ رہے تھے۔ ان میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ رانی سردار کو لے جانے عزاض کرتے۔ میں ان کے سامنے گھنی جھاڑیوں کے پیچھے جا کر ظروں سے اوجھل ہو گیا۔

وہ چپ تھے۔ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھ ہے تھے۔ سوال یہ تھا کہ رانی سردار کے ہاتھ میں رائفل تھی، مگر اس نے لی نہیں چلائی۔ ایک اجنبی اسے ہاتھوں میں اٹھا کر لے گیا، وہ کچھ ں بولی، کیوں نہیں بولی؟

وہ گھور گھور کر جھاڑیوں کو دیکھ رہے تھے۔ ان کی رانی سردار ٹ مار کرتی رہتی تھی۔ کسی کی برتری تسلیم نہیں کرتی تھی۔ مگر آج ایک نبی کی لوٹ مار پر خاموش تھی۔ کسی کے گھر میں گھس کر سب کچھ لینے کو ڈکیتی کہتے ہیں۔ میں بھی ان کے گروہ میں گھس کر ڈاکا ڈال تھا، شاید ڈاکوؤں کے گھر میں آج تک کسی نے ایسا ڈاکا نہیں ڈالا گا۔

تمکنت نے ایک معقول پناہ گاہ حاصل کرنے کے لیے اتنے پڑ سیلے تھے۔ پہلے سوچا تھا کسی اچھی فیملی میں شامل ہو کر کچھ عرصہ ں گزاروں گا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ڈاکوؤں کی فیملی میں جگہ مل جائے گی۔ میرے دوست یا دشمن ایسی جگہ اور ایسے ماحول میں میری موجودگی کے متعلق شبہ نہیں کر سکتے تھے۔

یہ مطلبی دنیا ہے۔ گنتی کے چند محبت کرنے اور وفا کرنے والوں کو چھوڑ کر جس سے بھی وفا کرو، ایک دن دھوکا ملتا ہے۔ میں نے ماسک مین کے لیے کیا نہیں کیا؟ ڈی کلر کا کیپیوٹرائز کیا ہوا سرکاٹ کر اسے بھیج دیا۔ پتا نہیں اس کے سامنداں ڈی کلر کے سر کی اسٹڈی کر کے کیسے حیرت انگیز تجربات سے گزر رہے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے ماسک مین ایک دن ڈی کلر سے بھی زیادہ حیرت انگیز اور ناقابلِ شکست انسان دنیا والوں کے سامنے پیش کرے۔ یہ تو آئندہ کبھی معلوم ہو گا کہ وہ اس کھوپڑی سے کیا کیا فائدہ اٹھا رہا ہے۔

ماسک مین میری ذات سے اور بہتیرے فائدے حاصل کرتا رہتا تھا۔ یہ درست ہے کہ وہ مجھے دنیا کے ہر ملک، ہر شہر میں سہولتیں فراہم کرتا تھا۔ اس کے آدمی میرے دشمنوں سے نمٹتے رہتے تھے لیکن ایسا تو میرے لیے کوئی بھی سپر طاقت کر سکتی تھی۔ اور میں جو کام اس کے لیے کرتا تھا، وہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود اس نے ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کے لیے پارس اوّل کا سہارا لیا تھا۔ جالاکی یہ تھی کہ مجھے براہِ راست بلیک میل نہیں کر رہا تھا۔ محمت جواد کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہا تھا۔

جسے فارئین آج تک نہیں بھولے

طالوت

(۳ حصّوں میں (مکمل)

قیمت فی حصّہ ۔/۵۰ روپے | ڈاک خرچ فی حصّہ ۔/۱۰ روپے

- پُراسرار کہانیوں کے شائقین کے لیے
- طنز و مزاح پسند کرنے والوں کے لیے
- جاسوسی کہانیوں کے دلستانوں کے لیے

ایک دلچسپ داستان جو آج تک آپ نے نہ پڑھی ہو گی؛

کتابی شکل میں تیار ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے منگوائیں

تینوں حصّے ایک ساتھ منگوانے پر محصول ڈاک معاف

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

میں نے ماسک مین سے کہہ دیا تھا کہ پارس صبح تک جواد کے پاس نہیں رہے گا۔ اگر وہ جائے تو وہ مشین کے عوض پارس کو حاصل کرنے کا سودا کر سکتا ہے۔ مجھے یقین تھا، میں صبح سے پہلے اپنے بیٹے کو حاصل کر لوں گا، مگر سونیا آڑے آ گئی تھی۔ کم بخت نے پیشین گوئی کی تھی کہ میں پارس تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ پتا نہیں، وہ سچی پیشین گوئی کرنے لگی تھی یا محض یہ اتفاق تھا کہ میں اپنے بچے تک پہنچنے میں ناکام رہا تھا۔

سونیا نے یقین دلایا تھا کہ بچہ خیریت سے رہے گا اور کسی قابلِ اعتماد شخص کی پناہ میں رہے گا۔ گویا وہ محمت جواد کے قبضے سے نکل جائے گا۔ میرا ابھی یہی مقصد تھا۔ ماسک مین کے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میرے دل میں ایک بے چینی سی تھی کہ آخر پارس کس کی پناہ میں جائے گا؟ سونیا اتنی پُراسرار کیوں بن رہی تھی؟

میں نے اُسے مخاطب کیا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "میں نہ کہتی تھی کہ پارس اوّل تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

"تم نے یہ بھی تو کہا تھا کہ میں بیٹے تک نہ پہنچ سکوں تو شرم سے تمہارے پاس نہ آؤں۔ کیا اپنے الفاظ یاد ہیں؟"

اس کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس نے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ بچے تک پہنچ گئے ہو؟"

"نہ پہنچتا تو شرم سے تمہارے پاس نہ آتا۔"

"نہیں، میں یقین نہیں کر سکتی۔ تم مکاری کر رہے ہو۔"

"ایسا کہ تم مجھے بولنے پر مجبور کرنا چاہتی ہو کہ میں وہاں تک پہنچنے کی داستان سناؤں۔"

"سنانے میں کیا حرج ہے۔"

"جب تم میرے لیے پُراسرار بنتی ہو تو مجھے بھی بننا چاہیے۔"

"اس میں پُراسراریت کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں پارس کی سلامتی کے لیے تمہیں اس سے دور رکھنا چاہتی ہوں۔"

"افسوس، تمہارے چاہنے سے کچھ نہ ہو سکا۔"

"تمہارا نام فرہاد نہیں، فراڈ ہونا چاہیے۔ سونیا کو اتنی نادان نہ سمجھو۔ تم باتیں بنا کر میری زبان سے اگلوانا چاہتے ہو کہ وہ کہاں ہے۔"

"مجھے تمہاری زبان سے کچھ سننے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں ابھی اپنے بیٹے کے دماغ میں جا رہا ہوں۔ پھر ملیں گے، خدا حافظ۔"

میں اس سے اگلوا نہ سکا۔ کوئی بھی ناکامی تجھے ضدی بنا دیتی ہے۔ میں نے گھڑی دیکھی، استنبول کے وقت کے مطابق رات کا ایک بجا ہوگا۔ میں جن کے دماغوں میں پہنچ نہیں پاتا، ان میں سے اکثر کے دماغوں کے دروازے آدھی رات کے بعد کھل جاتے ہیں کیوں کہ ایسے لوگ یوگا میں مہارت رکھنے کے باوجود عیاش ضرور ہوتے ہیں۔ جرائم کی دنیا میں رہ کر کسی نہ کسی نشے سے عادی ہو جاتے ہیں۔ میں نے محمت جواد کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ آنکھیں بند اور خیال خوانی کی پرواز کی تو اندازہ درست ثابت ہوا۔ ایک عورت اس کے ساتھ تھی اور وہ خود نشے کے پہلو میں تھا۔

نشے میں آدمی کے مزاج کا پتا نہیں چلتا۔ وہ اس عورت سے کبھی محبت کر رہا تھا اور کبھی غصّے میں ایک آدھ ہاتھ جما رہا تھا اور یہ کہتا جا رہا تھا "عورت بڑی مکار ہوتی ہے۔ تو بھی مکار ہے۔ میں نے تیرے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ مگر میں مرد ہوں، مجھے اپنے پر ناز ہے۔ میں سونیا جیسی مکار عورت کو چکر دے رہا تھا۔ مگر وہ مجھے چکر دے گئی۔"

اس کی سوچ نے بتایا۔ عیسائی مشنری کی عورتیں مسلمان بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگا رہی تھیں۔ یہ عورتیں قدرے بڑی عمر کی تھیں۔ بھی ٹیکے لگانے لگیں۔ انھوں نے پارس کو ٹیکا لگایا، پھر اسے میں لے کر سب نے رو اور نکال لیے۔ پارس کی نگرانی کرنے والوں باندھ کر وہیں چھوڑ دیا اور بچے کو لے گئیں۔ تھوڑی دیر بعد سونیا فون پر کہا "ہیلو جواد! تم نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ ایک کی پرورش تمہارے بس کی بات نہیں تھی۔ لہٰذا میں اُسے لے گئی۔ اگر ہنستے کھیلتے زندگی گزارنا چاہتے ہو تو آئندہ میرے راستے میں نہ آنا۔"

وہ اُس کے راستے میں آئے گا یا نہیں، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا، اس کے دماغ میں کوئی ہے؟ میں نے اس کے دماغ میں بولنے والے کا خیال پیدا کیا۔ میں بڑبڑانے لگا "پتا نہیں، وہ کم بخت کہاں مر گیا ہے، شام سے کے اندر پکار رہا ہوں مگر وہ آتا ہی نہیں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "آخر وہ کم بخت کون ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا "پتا نہیں کون ہے، اپنا نام بتانے سے انکار کرتا تھا اور دماغ میں بولتا جاتا تھا۔"

میں نے پوچھا "اس سے پہلی بار کیسے رابطہ قائم ہوا؟"

"میں ترکی کا مانا ہوا پہلوان ہوں۔ میری بڑی شہرت پہلوانی کے باعث مجھے سانس پر قابو پانے کی عادت ہے دن میں نے اچانک ہی سانس روک لی۔ مجھے اپنے دماغ بے چینی سی محسوس ہوئی تھی، سانس روکنے سے سکون ملا۔ سانس لی تو کسی نے کہا "سانس نہ روکنا، ورنہ پولیس تمہارے کے گودام تک پہنچ جائے گی۔"

جواد کی سوچ کہہ رہی تھی۔ میں سُن رہا تھا۔ وہ بظاہر ایک دولت مند اور مشہور پہلوان تھا مگر غیر ملکی ایجنٹ تھا۔ دہشت کو ہتھیار سپلائی کرتا تھا۔ جب کسی نے دماغ میں آ

دی کہ پولیس اسلحے کے گودام تک پہنچ جائے گی تو وہ گھبرا کر جلدی جلدی سانس لینے لگا۔

اسے معلوم تھا کہ فرہاد علی تیمور اسی طرح دماغ میں آ کر بولتا ہے۔ اس نے پوچھا "کیا آپ فرہاد صاحب ہیں؟"

جواب ملا "میں کوئی بھی ہوں، تم اپنے فائدے اور نقصان پر نظر رکھو۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"تمہارے ذرائع اور اثر و رسوخ سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔"

"جناب! میں غلام بن کر رہوں گا مگر میرے دھندے کو برباد نہ کریں۔"

"جب تک وفادار رہو گے، عیش کرتے رہو گے۔ ورنہ غداری کے جرم میں تمہیں سڑکوں کا بھکاری بنا دوں گا۔"

اس نے کان پکڑ کے کہا "میں کبھی غداری نہیں کروں گا۔ میں آپ کا بڑے سے بڑا خطرناک سے خطرناک کام بھی کروں گا۔ کیا آپ میری ایک خواہش پوری کریں گے؟"

"تمہاری کیا خواہش ہے؟"

"آج کل ایک ٹرانسفارمر مشین کا بہت چرچا ہے۔ میں جرائم کی دنیا میں رہتا ہوں، ہر ایک کو اسی کی جستجو میں دیکھتا ہوں۔ کیا آپ اس مشین کو حاصل کرنے میں میری مدد کریں گے؟"

"میں تمہاری مدد کروں تاکہ تم ٹٹلی پیتھی سیکھ کر میرے مقابل آ جاؤ۔ کیا تم نے مجھے گدھا سمجھا ہے؟"

"جی نہیں۔ میں گدھا ہوں۔ اب ایسی خواہش نہیں کروں گا۔"

اس نے وعدہ کیا لیکن ٹٹلی پیتھی سیکھنے کی خواہش اسے دیوانہ بنا رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ خیال خوانی کرنے والا اس کے جوہر خیالات نہیں پڑھ سکتا۔ کیوں کہ وہ آپ ہی آپ سانس روک لیتا تھا۔ اور یہ منصوبہ سوچتا رہتا تھا کہ کسی طرح کسی بڑی طاقت سے گٹھ جوڑ کر کے مشین تک پہنچنا چاہیے۔

دوسرے ہی دن خیال خوانی کرنے والے نے کہا "جواد! تمہاری وفاداری کا امتحان شروع ہو رہا ہے۔ کیا تم دو چار دن تک ہماری ایک امانت اپنے پاس رکھو گے؟"

"میں آپ کا غلام ہوں، اس امانت کو جان سے زیادہ عزیز رکھوں گا۔ حکم دیجیے۔"

"ابھی ایک گھنٹے کے اندر ایک عورت پانچ برس کے بچے کو لے کر آئے گی، تم اس بچے کو چھپا کر رکھو گے۔"

ایک گھنٹے کے اندر حاشیہ: پارس اوّل کو لے کر وہاں پہنچ گئی۔ جوں کہ وہ بچے کو پارس ہی کہہ کر مخاطب کرتی تھی اور دیکھنے میں بھی دادی قاف کی رہنے والی لگتی تھی، اس لیے جواد سے پارس کی اصلیت چھپائی نہیں گئی۔ اور جواد کو تو جیسے بہت بڑے خزانے کی کنجی مل گئی تھی۔

اس نے سوچا، اگر ماسک مین کے ذریعے فرہاد کو ملک میں کیا جائے تو وہ اپنے بیٹے کو حاصل کرنے کی خاطر اُس مشین کو کسی نہ کسی طرح تلاش کر کے جواد کے پاس پہنچا دے گا۔

جو لوگ مرغن غذاؤں کے خواب دیکھتے دیکھتے سوکھی روٹی کو لات مارتے ہیں، وہ سوکھی سے بھی جاتے ہیں۔ پارس کو کھونے کے بعد ٹرانسفارمر مشین تو ایک خواب کی طرح گم ہو گئی تھی۔ اس کی جو رہی سہی دولت اور حنفیہ اڈے تھے، وہ بھی ختم ہونے والے تھے۔ وہ نامعلوم خیال خوانی کرنے والا، پارس کی گم شدگی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اسے سڑکوں کا بھکاری بنانے والا تھا۔ کیا پتا اسے جان سے بھی مار سکتا ہو۔

وہ پی رہا تھا، عورت پر غصّہ اُتار رہا تھا۔ سونیا کو گالیاں دے رہا تھا اور سہما ہوا سا اس نامعلوم خیال خوانی کرنے والے کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ کب آئے گا؟ اسے کب سزا دے گا؟ اور جب تک وہ نہیں آئے گا، یہ خوف سے مرتا رہے گا اور غم غلط کرنے کے لیے پیتا رہے گا۔

اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ وہ چیخ مار کر اچھل پڑا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ دماغ میں آ گیا ہو۔ پھر اس نے فون کی طرف دیکھتے ہوئے گھونسا دکھاتے ہوئے کہا "چپ ہو جاؤ، ورنہ توڑ کے پھینک دوں گا۔"

میں نے اسے فون اٹینڈ کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو جواد اسپیکنگ۔"

"میں شاکر بول رہا ہوں۔ شام سے کئی بار فون کر چکا ہوں، تم سے بات نہیں ہو پاتی۔ ماسک مین نے ایک اہم اطلاع دی ہے۔"

وہ نشے میں ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا "اب میرے لیے کوئی اطلاع اہم نہیں رہی۔ ماسک مین سے بولو، پارس ہاتھ سے نکل چکا ہے۔"

"اوہ گاڈ۔ یہی تو میں شام سے کہتے والا تھا۔ ہوشیار ہو فرہاد اپنے بیٹے کو تم سے چھین لینا چاہتا ہے۔"

جواد نے ریسیور رکھ دیا۔ دوسری طرف سے بولنے والا شاکر استنبول کا باس تھا۔ میں اس کے دماغ میں جا کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میرے اور پارس کے درمیان رکاوٹیں پیدا کرنے کے لیے ریڈ پاور کی جانب سے کیسے منصوبے بنائے گئے ہیں، کڑیں وہاں جاتے جاتے رک گیا کیوں کہ میں جواد کے دماغ میں اپنی آواز اور لب و لہجہ سن رہا تھا۔

میں تو موجود ہی تھا۔ میرے علاوہ بھی کوئی فرہاد بول رہا تھا۔

"جواد! کہاں ہے میری امانت؟"

اس کا گلا شہ رگ ہوگیا۔ اس نے کانپتے ہوئے سانس روکنے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ میری آواز نے کہا: "کمینہ ہر حال میں کہتا رہتا ہے تم یہ بھول گئے تھے کہ نشے کی حالت میں تمہارے چور خیالات پڑھے جاسکتے ہیں۔ پچھلی رات تم پی رہے تھے اور میں سمجھ رہا تھا تم ماسک مین سے پارس کے لیے خفیہ سودا کر رہے ہو۔"

وہ گھٹنے ٹیک کر سر جھکاتے ہوئے بولا "معاف کردو۔ مجھے ایک بار معاف کردو۔ میں پارس کو سونیا سے چھین لاؤں گا۔"

"کس مکار عورت کی بات کرتے ہو۔ میں نے اس عورت پر بھروسا کرکے پارس کو قدسہ بلڈنگ سے اغوا کرایا تھا مگر وہ مجھے بھی جل دے گئی۔ مشکل تو یہ ہے کہ میں اپنی مرضی سے اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کی چالبازیاں سمجھ سکتا ہوں۔"

"آپ مجھے ایک بار معاف کردیں۔ میں صبح ہونے سے پہلے سونیا کو قتل کردوں گا۔"

اس کے دماغ پر طمانچہ سا پڑا۔ وہ تکلیف سے چیختے ہوئے بولا "معاف کردو۔ خدا کے لیے معاف کردو۔"

"تم میری سونیا کو قتل کرنا چاہتے ہو اور معافی بھی مانگ رہے ہو۔ گدھے میں تین دن سے تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں اور تم میرے ریکارڈ کیسٹ سے یہ معلوم نہ کرسکے کہ میں سونیا کا فرہاد ہوں۔"

"ایں؟" وہ بوکھلا کر خلا میں تکنے لگا۔ اگر اسے پتا چلتا کہ اس کے دماغ میں ایک فرہاد بول رہا ہے اور دوسرا فرہاد دشمن رہا ہے تو شاید حیرت سے مرجاتا۔ اگر اس بولنے والے کو میری موجودگی کا علم ہوتا تو نہ وہ حیران ہوتا نہ اسے شرم آتی۔ بس وہ بھاگ جاتا۔

مگر میں حیران تھا۔ یہ شارپ ہی تھا جو اب اپنے بھائی آرمر کا لہجہ چھوڑ کر میرے لہجے میں دوسروں سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ پتا نہیں اس میں اس کی کیا مصلحت تھی۔ میں اپنی موجودگی ظاہر کرکے اسے چونکانا نہیں چاہتا تھا۔ چپ چاپ اس کے طریقۂ کار کو سمجھنا چاہتا تھا۔ اگر کبھی نقصان پہنچنے کا احتمال ہوگا تو خود کو ظاہر کروں گا۔

وہ بول رہا تھا: "جواد! میں ابھی تمہیں کتے کی موت مار سکتا ہوں مگر چھ گھنٹے کے لیے زندہ چھوڑوں گا۔ اس عرصے میں پارس کو ڈھونڈ لاؤ گے تو طبعی عمر تک زندہ رہ سکو گے۔"

وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ "میں ابھی خود اسے تلاش کرنے جاؤں گا۔ اپنے تمام ذرائع استعمال کروں گا۔ میں یقین سے کہتا ہوں سونیا نے اسے چھپا رکھا ہے۔ مگر چھ گھنٹے کم ہیں۔ بارہ گھنٹے کی مہلت دیجیے پلیز۔"

"ٹھیک ہے، بارہ گھنٹے سہی۔ مگر میری سونیا کو جانی نقصان نہ پہنچانا۔ کسی طرح پارس کو لے آنا۔"

وہ بار بار میری سونیا کہہ کر یہ تاثر دے رہا تھا کہ واقعی اس کے دماغ میں فرہاد بول رہا ہے۔ جواد نے بہت دیر بعد ایک عقلمندی کا سوال کیا: "جناب! سونیا آپ کی ہے، پارس آپ کا ہے، پھر آپ دونوں میں اس بچے کے لیے رسہ کشی کیوں ہو رہی ہے؟"

بولنے والے نے وہی جواب دیا جو سونیا مجھ سے کہہ چکی تھی، یعنی مجھے پارس سے دور رہنا چاہیے تاکہ بلائیں اس سے دور رہیں۔ میں نے سونیا کے پاس آکر پوچھا: "یہ تم کیا چکر چلا رہی ہو؟ کیا تمہیں پتا ہے کہ جواد کے دماغ میں کوئی میرے لہجے میں بولتا ہے۔"

"مجھے کیا پتا؟"

"معصوم نہ بنو۔ وہ تمہارے دماغ میں بھی آتا ہے۔ مجھے بتاؤ وہ کس لہجے میں بولتا ہے؟"

"تم تھوڑی دیر پہلے دعوے کر رہے تھے کہ بچے کے دماغ میں پہنچ گئے ہو؟"

"میں بھول گیا تھا کہ شیطان کی خالہ سے بول رہا ہوں۔ میں حیران ہوں، تمہاری جیسی چڑیل کو بزرگ حشمت بیگ کا جوڑ کیسے مل گیا؟ وہ بچہ تمہارے پاس ہے۔ خدا کے لیے بتادو تم کیا چکر چلا رہی ہو؟"

وہ سرد آہ بھر کر بولی "چکر چلانے میں ناکام ہوچکی ہوں۔ پارس اوّل میرے ہاتھ سے بھی نکل گیا ہے۔"

"تم ایک نمبر کی جھوٹی ہو۔ حجرے میں بیٹھ کر جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

"میں اپنی قبر میں بیٹھ کر بھی یہی کہوں گی۔"

"اگر وہ گم ہوتا تو تم اتنے آرام سے بیٹھی نہ رہتیں۔"

"تم مادہ پرست ہو۔ روحانیت کو سمجھ نہیں سکتے۔ مجھے آگہی مل رہی ہے کہ پارس اوّل میرے ہاتھوں میں رہے گا۔"

"تمہاری آگہی کی ایسی تیسی۔ تم دنیا کی بدترین مکار عورت ہو۔ شارپ جیسے دشمن سے بھی گٹھ جوڑ کرتی ہو۔"

"میں کہہ چکی ہوں، میرے دماغ میں کوئی دشمن نہیں آسکتا۔"

"ابھی وہ جواد کے دماغ میں کہہ رہا تھا کہ..."

وہ میری بات کاٹ کر بولی: "کہہ رہا تھا نہیں، کہہ رہی تھی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"میں کتنی بار کہوں، میرے دماغ میں صرف دوشیزہ سورج کی آواز آسکتی ہے۔"

میں نے سر کھجاتے ہوئے کہا: "اوہ خدایا! یہ رسوئتی دوسرے پارس میں بھی دلچسپی لے رہی ہے۔"

"اوں ہوں۔ رسوئتی کے فرشتوں کو بھی پارس اوّل کی خبر نہیں ہے۔ پارس اوّل کی دریافت کا سہرا شیبا کے سر ہے۔"

ہائے شیبا! میں تو اسے بھلا رہا تھا۔ اسے دل و جان سے چاہتے ہوئے بھی اس کی یادوں سے کتراتا رہا تھا۔ وہ اپنی انفرادی صلاحیتوں کو منوانے کے لیے مجھ سے جدا ہوئی تھی۔ میں نے سوچا مقادرِ خود ہی میری زندگی میں واپس آئے گی اور اب وہ میرے بیٹے کے حوالے سے میری داستانِ حیات میں داخل ہو رہی تھی۔

❁

شیبا مجھ سے جدا ہونے کے بعد آمنہ کے ساتھ کہاں گئی؟ اور اب تک کیا کرتی رہی ہے؟ ان سوالوں کے جواب فی الحال نامعلوم ہیں لیکن ایک عرصے بعد جو حقائق معلوم ہوئے، میں انھیں بھی بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں، تاکہ دو عدد پارس کے ساتھ پیش آنے والے واقعات وضاحت سے سمجھ میں آتے رہیں۔

شیبا کی کہانی وہاں سے از سرِ نو شروع ہوتی ہے، جہاں میں نے اس سے جدا ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ پہلے تو اسے یقین نہیں آیا کہ میں ایسا فیصلہ کرسکتا ہوں۔ میں نے کہا: "اگر دو ٹیلی پیتھی کی قوتیں ایک جگہ ہوں گی تو بیک وقت دونوں کو نقصان پہنچے گا۔ ہم مختلف جگہ رہ کر ایک دوسرے کی حفاظت کرسکتے ہیں۔"

وہ مجھ سے لپٹ کر روتے ہوئے بولی: "نہیں جاؤں گی۔ میں نہیں جاؤں گی۔ مجھ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں چھین لو۔ مجھے ایک معمولی عورت بنادو مگر مجھے دور نہ کرو۔"

مجھے خود صدمہ پہنچ رہا تھا۔ میں اتنی حسین ساتھی کو جدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر ہندوستان کے چپے چپے پر ہمارے لیے جال بچھائے جارہے تھے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ہم دونوں کو ایک جگہ بے بس کرکے ختم کرنا چاہتے تھے اور وہ رو رو کر یہ پوچھ رہی تھی: "کیا ہم ساری زندگی ایک دوسرے سے دور رہیں گے اور تم سمجھانے نہ ہو گے کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک جگہ نہیں رہنا چاہیے۔ تم مجھے بہلا پھسلا کر الگ کر رہے ہو۔ سونیا، رسوئتی اور علی فی سب ہی تمہیں دل و جان سے چاہتی ہیں۔ کسی کی محبت اور وفا میں ذرا شبہ نہیں ہے۔ تم ان سب کو بہلاتے ہوا اپنے سے دور رکھتے ہو۔ پھر میں کیسے نہ سمجھوں کہ مجھے بھی بہلا رہے ہو؟"

اسے لے جانے کے لیے ٹیلی کاپٹر آگیا۔ وہ جھنجلا کر کہنے لگی۔ "تم جھوٹے، ہٹ دھرم، بے وفا اور ہر جائی ہو۔ تم انسان نہیں، پتھر ہو۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ میں تم سے بات نہیں کروں گی۔ کبھی بات نہیں کروں گی۔"

آخر وہ روتے روتے جدا ہوگئی۔ اپنی آخری بات پر قائم رہی کہ مجھ سے بات نہیں کرے گی۔ اس نے اب تک بات نہیں کی تھی۔ جناب شیخ الغار اس سے کہا تھا: "میں آپ کی محبت اور احسانات کو کبھی نہیں بھولوں گی۔ میں سدا بیمار رہنے والی لڑکی تھی۔ آپ نے مجھے صحت مند بنادیا۔ ایسی تعلیم و تربیت دی جو میرے اپنے نہ دے سکے۔ میں آپ سے دور ہو رہی ہوں لیکن میری محبت اور وفاداری آپ کے ادارے کے لیے رہے گی۔"

اس نے ہم سے دور ہونے کی وجوہات بتائیں۔ پہلی وجہ یہ کہ وہ عملی زندگی میں جدّوجہد کرنے اور دشمنوں سے نمٹنے کی مکمل تربیت حاصل کیے بغیر فرہاد کے شانہ بشانہ نہ آگئی تھی۔

دوسری وجہ یہ کہ وہ ایشیائی زبانیں نہیں جانتی تھی۔ اسے ہندوستان میں ہمیشہ گونگی بنا کر نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ آخر دشمن بھی چالاک ہوتے ہیں۔

تیسری وجہ یہ کہ اس نے سنگلاخ چٹانوں پر دوڑنے، خاردار جھاڑیوں سے گزرنے، بارش میں گھنٹوں بھیگنے، سردی میں تمام رات ٹھٹھرنے اور گرمی میں جلتے سورج کے نیچے آبدپا چلنے کی تربیت حاصل نہیں کی تھی۔

اس نے مجھ سے جدا ہونے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی اختیار کی۔ ٹیلی کاپٹر انھیں انجانی منزل کی طرف لے جارہا تھا۔ پھر وہ آمنہ سے بولی: "میں بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جاؤں گی۔"

آمنہ نے سمجھایا: "تم فرہاد سے ناراض ہو، ادارے سے تو نہیں۔"

"میں کسی سے ناراض نہیں ہوں۔ صرف اپنی توہین کے احساس

کتابیات پبلیکیشنز

سے مری جارہی ہوں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"کیا یہ میری توہین نہ ہوگی کہ میں زندگی میں پہلی بار ایک مہم پر روانہ کی گئی اور کوئی کارنامہ انجام دیے بغیر واپس جارہی ہوں۔ جب کہ پومی نے منٹر سے عرصے میں اپنی صلاحیتوں کے ڈنکے بجا دیے۔ دنیا کی کوئی بھی خطرناک تنظیم ایسی نہیں ہے، جس کے پاس پومی کی صلاحیتوں کے وڈیو کیسٹ نہ ہوں۔ یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔ اُس نے تمام بین الاقوامی مجرموں اور سپر طاقتوں کو منہ توڑ جواب دیتے ہوئے دی کلر کا سر حاصل کر لیا۔ اب تم ہی بتاؤ، میں کیا منہ لے کر باباصاحب کے ادارے میں جاؤں۔"

آمنہ نے کہا۔ "ایک ناکامی دوسری کئی کامیابیوں کا راستہ دکھاتی ہے اسی لیے کہتے ہیں، گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں۔"

"میں گر کر ادارے میں نہیں جاؤں گی۔"

"پھر کہاں جاؤ گی؟"

"میں ابھی اپنا راستہ بدل رہی ہوں۔ کیا تم میرا ساتھ دو گی؟"

"پہلے اپنے عزائم بتاؤ۔"

"پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ کیا عورت حوصلہ مند نہیں ہوتی؟"

"کیوں نہیں ہوتی۔ اُس کا ایک حوصلہ مردوں کے کئی حوصلے توڑ دیتا ہے۔"

"ایسی بات ہے تو ماضی میں رسونتی نے کئی بار فرہاد سے علیحدگی اختیار کی۔ اپنا الگ راستہ اختیار کیا اور ہمیشہ ہی ناکام رہی۔ ایسا کیوں ہوا؟"

"رسونتی میں بہت سی خوبیاں ہیں مگر اُس کے ارادے کمزور ہوتے ہیں۔ ایسی عورتیں ضد میں آکر الگ تو ہوتی ہیں پھر ٹھوکریں کھا کر اپنے مرد کی پناہ میں آجاتی ہیں۔"

"یعنی بنیادی بات یہ ہوئی کہ عورت میں حوصلے اور ارادے کی پختگی ہو تو وہ اپنی جدّوجہد سے ایک علیحدہ نمایاں مقام حاصل کر سکتی ہے۔"

"بے شک کر سکتی ہے۔"

"میرے یہی عزائم ہیں۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو میں آج ہی سے ایک نمایاں مقام حاصل کرنے کی جدّوجہد کروں گی۔ میں اپنے حوصلے اور قوتِ ارادی کا ثبوت دوں گی۔ جب تک خود کو منوا نہیں لوں گی، اُس وقت تک خفیہ کی حیثیت سے گمنام رہوں گی۔ کسی سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں رکھوں گی اور نہ ہی کسی کو اپنے دماغ میں آنے دوں گی۔"

آمنہ ایک ایسی عورت تھی جس نے صرف ایک شخص سے محبت کی تھی۔ وہ نہیں رہا، اُس کے بعد اُس نے کسی مرد کی برتری حاصل نہیں کی۔ بالکل تنہا اپنے حوصلوں سے مردانہ وار زندگی گزار رہی تھی۔ اسے شیبا کے عزائم اچھے لگے۔ اس نے کہا۔ "میں مانتی ہوں، عورت خوددار اور باصلاحیت ہو، اپنی ذات پر اعتماد کر کے اپنی علیحدہ شخصیت کو منوا سکتی ہو تو وہ کبھی اپنی توہین برداشت نہیں کرتی۔ تمھیں بھی خود کو منوانے کا حق پہنچتا ہے۔ اگر بابا صاحب کے ادارے کو تمھاری علیحدگی سے نقصان نہ پہنچے تو میں ہر طرح تمھارا ساتھ دوں گی۔"

"میں اپنے باپ جیسے بزرگ شیخ الفارس کی قسم کھا کے کہتی ہوں، اس ادارے کی ہمیشہ وفادار رہوں گی۔"

"پھر تو فیصلہ ہو گیا۔ ہم بھی راستہ بدل رہے ہیں۔"

دونوں نے ہنستے ہوئے مصافحہ کرنے کے انداز میں ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "ہیپ ہیپ ہرے ہرے دی پاسٹ لائف۔"

پائلٹ نے کہا۔ "ہم بغداد پہنچ رہے ہیں۔ مزید ایندھن کے لیے وہاں رُکنا ہوگا۔"

شیبا نے کہا۔ "آمنہ! میں عربی اور ترکی روان سمجھتی اور بولتی ہوں۔ ہمیں بغداد سے اپنا راستہ الگ کر لینا چاہیے۔"

انھوں نے بغداد کے ایک پرائیویٹ پورٹ میں پہنچ کر پائلٹ کو رخصت کر دیا۔ اس پورٹ میں ریڈ پاور کا ایک باس اُن کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ اُس نے انھیں بغداد شہر پہنچا دیا۔ انھوں نے بازار علی بابا کے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ ارادہ تھا کہ اس ہوٹل کو چپ چاپ چھوڑ دیا جائے گا تاکہ ریڈ پاور کے باس کو بھی اُن کی نئی منزل کا پتا نہ چلے۔

اس مقصد کے لیے حکمتِ عملی کی ضرورت تھی۔ دوسرے دن جعلی ناموں سے پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ حاصل کرنے کے لیے متعلقہ شعبوں سے رابطہ قائم کرنا تھا اور یہ کام خیال خوانی کے ذریعے چند گھنٹوں میں ہو سکتا تھا۔ دنیا میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاصل نہ ہو سکتی ہو۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں پڑی۔ ایک ہوٹل میں دو حسین عورتیں تنہا نظر آتی ہوں تو عیاشوں کی رال ٹپکنے لگتی ہے۔ اِن میں شیبا نوخیز تھی اور آمنہ بھرپور تھی۔ ایک کلی، دوسری پھول تھی۔ پھر بھنورے کیسے نہ آتے؟

دروازے پر پروٹسک سنائی دی۔ آمنہ نے دروازہ کھولا۔ ایک پولیس افسر چار سپاہیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے اپنی زبان میں پوچھا۔ "کیا میں اندر آسکتا ہوں؟"

آمنہ یہ زبان نہیں سمجھ سکتی تھی۔ شیبا نے آگے بڑھ کر کہا۔ "تشریف لائیے۔"

اُس نے اندر آتے ہوئے کہا۔ "میں چند سوالات کے جواب کی زحمت دوں گا۔ تم دونوں کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟ اور تمھاری مصروفیات کیا ہیں؟"

فون کی گھنٹی سنائی دی۔ آمنہ نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے ریڈ پاور کے باس نے کہا۔ "مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ کوئی افسر آپ کے پاس انکوائری کے لیے آیا ہے۔ آپ بالکل فکر نہ کریں، میں پہنچ رہا ہوں۔"

شیبا نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "آمنہ! میں پولیس افسر کی تھوڑی سی سوچ پڑھ چکی ہوں۔ یہ فراڈ ہے۔ باس سے کہو یہاں آنے کی زحمت نہ کرے، ہم خود نمٹ لیں گے۔"

آمنہ نے یہی جواب دے کر ریسیور رکھ دیا۔ افسر نے پوچھا۔ "آپ خاموش کیوں ہیں؟"

شیبا نے جواب دیا۔ "ہمیں خود نہیں معلوم کہ ہم کون ہیں، کہاں سے آئی ہیں اور ہم کیا کرتی رہتی ہیں۔"

وہ سخت لہجے میں بولا۔ "کیا حوالات میں پہنچ کر صحیح جواب دینا چاہتی ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "یہ تو اچھی بات ہے۔ ہوٹل میں سب ہی بُری نظر ڈالتے ہیں، حوالات میں ہم محفوظ تو رہیں گے۔"

افسر نے پریشان ہو کر دونوں کو دیکھا۔ آمنہ نے مسکرا کر پوچھا۔ "بیلو آفیسر! کیا انگریزی نہیں بول سکتے؟"

اُس نے انگریزی میں کہا۔ "میں ایسی جگہ پہنچا دوں گا جہاں تم دونوں انگریزی کے ساتھ فارسی بھی بولنے لگو گی۔"

اُس نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ "انھیں گاڑی میں بٹھا کر لے جاؤ۔"

وہ دونوں سپاہیوں کے درمیان چلتی ہوئی باہر آئیں۔ پھر ایک گاڑی کے پچھلے حصّے میں بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد گاڑی چل پڑی۔ شیبا سوچ کے ذریعے آمنہ سے کہہ رہی تھی۔ "یہ رشوت خور افسر ہے۔ ہمیں ایک امیر شہری شاندار حرم سرا میں پہنچا رہا ہے۔ اُس امیر نے ہم دونوں کو ہوٹل میں دیکھا تھا۔ اب ہم اُسے دیکھ لیں گے۔"

"کیا بغداد میں کچھ عرصہ رہنے کا ارادہ ہے؟"

"نہیں۔ وہ امیر کل یہاں سے نکلنے والا ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔"

"آمنہ! ہمیں ایسی جگہ تلاش کرنا چاہیے جہاں ہماری تنہائی میں کوئی مداخلت کرنے والا نہ ہو۔ میں تم سے جدید اسلحے کا استعمال سیکھنا چاہتی ہوں۔ میں سونیا اور پومی جیسی فائٹر نہیں بن سکتی۔ پتا نہیں، قدرت نے مجھ میں کیوں اتنی نزاکت بھر دی ہے۔ میں کم از کم ذاتی حفاظت کے لیے تم سے کچھ داؤ پیچ سیکھوں گی۔ مجھے بہت کچھ حاصل کرنے کے لیے کسی مناسب جگہ کا انتخاب کرنا ہوگا۔"

"رفتہ رفتہ سب کچھ ہو جائے گا۔ ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں، یہ حالات ہمیں گندن بناتے جائیں گے۔"

وہ گاڑی ایک عالی شان محل کے احاطے میں داخل ہوئی۔ دُور تک مسلّح افراد نظر آرہے تھے۔ وہ سرکاری نہیں، امیر کے غیر سرکاری سپاہی تھے۔ گاڑی محل کے ایک بہت بڑے دروازے کے سامنے رُک گئی۔ دونوں نے اُتر کر چاروں طرف ایک نظر ڈالی۔ پولیس افسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر میں قانونی کارروائی کرتا تو تمھاری جوانیاں جیل میں برباد ہوتی رہتیں۔ یہاں امیر تمھیں سونے چاندی میں تولے گا۔ جاؤ عیش کرو۔"

وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا اور وہ دونوں غیر سرکاری سپاہیوں کے درمیان رہ گئیں۔ اُن سپاہیوں کا افسر وہاں 'کاردار' کہلاتا تھا۔ وہ لانبی مونچھوں والا لانبے قد کا پہلوان نما آدمی تھا۔ اُس نے گھور کر حکم دیا۔ "میرے پیچھے آؤ۔"

وہ اُس کے پیچھے چلتی ہوئی محل میں داخل ہوئیں۔ وہاں خوش لباس خادم کہیں کھڑے ہوئے تھے اور کہیں اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ شیبا نے کہا۔ "وہ پولیس افسر مجبور عورتوں کو ایسی جگہ پہنچاتا ہے۔ اُسے سزا دینا چاہیے۔"

آمنہ نے کہا۔ "شیبا! جس ماحول میں پہنچو، وہاں کے لوگوں سے نمٹنے کے متعلق سوچو اور اپنے چاروں طرف گہری نظر رکھو۔ وہ دلال افسر ابھی ہمارے لیے خطرناک ہے۔"

کاردار افسرانہ انداز میں چلتا ہوا ایک دروازے کے پاس پہنچ کر

خوابوں کی تعبیر، اُن کی حقیقت اور ان کی افادیت کے بارے میں ایک نادر کتاب

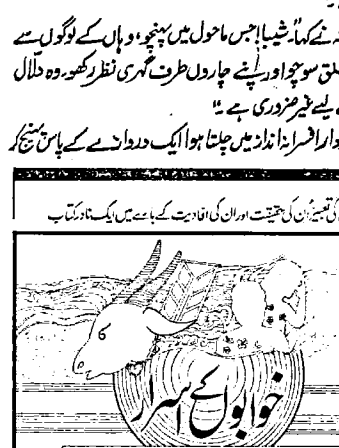

قیمت ۲۰/- روپے ڈاک خرچ ۷/- روپے

- خواب کیا ہوتے ہیں؟
- ان کی تعبیر کیا ہوتی ہے؟
- خواب کیوں نظر آتے ہیں؟

خوابوں کے بارے میں مکمل معلومات

کتاب کے چند عنوانات:

■ تعبیر نامہ	■ خوابوں کی اقسام	■ تعبیر نفسی کے طریقے
■ بچوں کے خواب	■ الہامی خواب	■ مراقبے سے مدد
■ گذشتہ سے آنے والے خواب	■ خواب اور لاشعور	■ خواب اور آدمی
■ خواب اور سیر و سیاحت	■ خواب اور اسلام	■ خواب اور مستقبل
■ خوابوں کی مذہبی حیثیت	■ خوابوں کی تعبیر	

خوابوں پر ایسی مکمل اور جامع کتاب

رُک گیا۔ اس سے آگے کسی مرد کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ دروازے پر دستک دے کر ایک طرف ہٹ گیا۔ دروازہ کھلتے ہی ایک پہلوان نما عورت دکھائی دی۔ اُس کی کمر سے کارتوس کی پیٹی بندھی ہوئی تھی۔ ریوالور ہولسٹر میں تھا اور ہاتھ میں ایک چابک تھا جو بجلی کے تاروں سے بنا ہوا تھا، وہ کسی کے جسم پر پڑتا ہوگا تو کھال نمک چھڑک لیتا ہوگا۔

وہ عزا کر دونوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "چلو اندر آؤ۔"

وہ اندر پہنچ گئیں، دروازہ بند ہوگیا۔ محل کے اُس حصّے میں زرخرید کنیزوں اور اسمگل کی ہوئی حسیناؤں کی حرم سرا تھی۔ دو رنگ رنگ برنگے ملبوسات میں حسین تتلیاں پھر کتی نظر آرہی تھیں۔ چابک والی زنانہ کاردار تھی۔ اُس کے علاوہ کچھ اور بے رحم عورتیں تھیں، جو اپنے ہاتھوں میں لانبی بید لیے پھرتی تھیں، کوئی حسینہ وہاں سے فرار ہونے کی جرأت نہیں کرسکتی تھی۔ گستاخی کرنے والیوں کو بید سے مارا جاتا تھا۔ فرار کی کوشش کرنے والیوں کو زنانہ کاردار چابک رسید کرتی تھی۔ اس کے بعد بھی کوئی وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوجاتے تو محل کے مرحلہ حصّے میں اُسے گولیوں سے بھون دیا جاتا تھا۔

زنانہ کاردار انھیں ایک کمرے میں لے کر آئی۔ پھر کہا۔ "امیر ابن امیر تمھارے حسن کو سر سے پاؤں تک دیکھنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اب تم نہانے کا مختصر ترین لباس پہنو اور یہ سب پھلا دروازہ کھول کر سوئمنگ پول میں چلی جاؤ۔"

شیبا نے پوچھا۔ "تمھارا امیر کہاں ہے؟"

"ہمارے امیر کی ہزار آنکھیں ہیں۔ وہ اس وقت بھی ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہماری باتیں سن رہا ہے۔"

آمنہ نے انگریزی میں پوچھا۔ "کیا میں تمھاری پٹائی کروں گی تو تمھیں نظر آتا رہے گا؟"

کاردار اپنی توہین برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ اُس نے چابک والا ہاتھ بلند کیا لیکن وہ ہاتھ بلند ہی رہ گیا۔ آمنہ کی لات پیٹ پر پڑی تھا چابک چھوٹ گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ حرم سرا میں آنے والی حسین عورت کا ہاتھ ہتھوڑا بھی ہوسکتا ہے۔ جب وہ پیٹ پکڑ کر کراہتی ہوئی سیدھی ہوئی تو اُس کے ہولسٹر سے ریوالور نکل کر آمنہ کے ہاتھ میں آچکا تھا۔

شیبا نے چابک اٹھا کر پوچھا۔ "کیا واقعی اس سے کھال اُدھڑ جاتی ہے؟"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی خفیہ اسپیکر سے ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ "بڑی بات ہے۔ نازک اندام حسینائیں میدانِ جنگ میں نہیں ہماری حرم سرا میں اچھی لگتی ہیں۔ ریوالور اور چابک پھینک دو۔"

شیبا نے سوچ کے ذریعے آمنہ سے کہا۔ "یہ امیر ابن امیر کی آواز ہے۔ میں اس کی کھوپڑی سے ہوکر آئی ہوں۔ مگر اس کی خبر لینے سے پہلے میں اس کاردار کی خبر لینا چاہتی ہوں۔"

آمنہ نے کہا۔ "تم ابھی میں یہ حسرت پوری کرلینا۔ ابھی بات نہ بگاڑو، میں امیر سے بات کرتی ہوں۔"

پھر اُس نے خلا میں تکتے ہوئے کہا۔ "اے امیر ابن امیر! یہ کاردار درست کہتی ہے۔ تیری ہزار آنکھیں ہیں، ہم صرف دو آنکھوں سے تجھے دیکھنا چاہتی ہیں۔ ہمیں اپنے روبرو طلب کرلے۔"

امیر کی آواز آئی۔ "کاردار کی ہدایت پر عمل کرو۔ بہت جلد تم دونوں میری خواب گاہ میں پہنچا دی جاؤ گی۔"

"ہمارے لیے کاردار کی ہدایت پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔"

آمنہ بول رہی تھی اور شیبا امیر کے دماغ میں تھی۔ وہ غصّے سے کوئی ظالمانہ حکم دینا چاہتا تھا۔ شیبا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "بے حد حسین لڑکیاں ہیں۔ انھیں سزا دی جائے گی تو حسن داغ دار ہوجائے گا۔ اپنی خوابگاہ میں بُلا کر انھیں سیدھا کرنا چاہیے۔"

اُس نے حکم دیا۔ "دونوں کو ہماری خواب گاہ میں لے آؤ۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ انھوں نے چابک اور ریوالور واپس کر دیے۔ کاردار انھیں محل کے مختلف حصّوں سے گزارتی ہوئی خواب گاہ کے دروازے تک لے آئی۔ وہاں ایک ریشمی پھندنے والی رسّی لٹک رہی تھی۔ اسے پکڑ کر دو بار کھینچا گیا۔ اندر موسیقی کے انداز میں اطلاعی گھنٹی بجنے لگی پھر دو کنیزوں نے دروازہ کھول کر سر جھکاتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے اندر آنے کے لیے کہا۔

اندر شاہی طرز کی خواب گاہ تھی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ تھی۔ ایک جانب بہت بھی قیمتی پلنگ تھا۔ وہ اتنا وسیع و عریض پلنگ تھا، جیسے میدانِ جنگ ہو۔ اس میدانِ جنگ میں کتنی ہی کنیزیں امیر ابن امیر کی خدمت کر رہی تھیں۔ وہ آرام سے نیم دراز تھا۔ ایک ہاتھ سے انگور کا خوشہ بلند کیے سر اٹھائے اُس کا ایک ایک دانہ کھا رہا تھا۔ خواب گاہ کے چاروں طرف بڑے بڑے اسکرین تھے، جن پر حرم سرا کے مختلف مناظر تھے۔ کہیں حسینائیں موسیقی پر تھرک رہی تھیں۔ کسی اسکرین پر سوئمنگ پول کا منظر تھا، جہاں بے بہا حسن پانی میں جل پری کی طرح تیرتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اس حرم سرا میں کوئی کنیز یا داشتہ کسی بھی گوشے میں خود کو چھپا نہیں سکتی تھی۔ وہ کسی بھی حصّے میں چھپ کر بیٹھ جاتی مگر امیر اُسے اسکرین پر دیکھتا رہتا۔

شیبا اور آمنہ غصّے سے کھولنے لگیں۔ کیا بے انتہا دولت اس لیے ہوتی ہے کہ عورت کو خرید کر اُسے شرم کے کہیں چھپنے کی اجازت بھی نہ دی جائے۔ ایسے وقت انھیں فریاد یاد آیا۔ آہ! اور ہائے! ایک سانس دل سے نکلی۔ انھوں نے ایک بار پھر اعتراف کیا۔ تیلی پتھی کے ذہن کسی عورت کی تنہائی میں چھپ کر جانا تو دور کی بات ہے، وہ اپنی عورتوں کی تنہائی میں بھی اجازت کے بغیر نہیں آتا۔ جب کہ تیلی پتھی کے اسکرین اس سے بھی زیادہ بے حیائی کے تماشے دیکھے جاسکتے ہیں۔

ویسا بے غصّہ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ آمنہ نے اس کے شانے پر رکھ کر کہا۔ "سولت سے آرام سے۔"

وہ سے آرام سے دماغ میں پہنچ گئی۔ امیر ان دونوں کو نظر انداز کرتا ہزنوں کے ساتھ قہقہے لگا رہا تھا۔ اچانک اُس کا قہقہہ حلق میں گھٹ گیا۔ وہ سیدھا بیٹھ گیا۔ پلنگ کے سرہانے لگے ہوئے تمام بٹنوں کو ایک کر کے دبانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی تمام اسکرین کے مناظر غائب تے جارہے تھے۔ پھر اُس نے کنیزوں کو حکم دیا۔ "جاؤ، بھاگ جاؤ، ہم ائی چاہتے ہیں۔"

وہ سب جلدی جلدی بدحواسی میں وہاں سے جانے لگیں۔ ب آخری کنیز بھی چلی گئی تو امیر نے اُٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ یا اُس کی سوچ سے معلوم کر رہی تھی۔ خواب گاہ کے چور دروازے سے ی کوئی محافظ اس وقت تک نہ آتا جب تک امیر خطرے کی گھنٹی نہ بجاتا۔ اُس نے امیر کے ہاتھوں اُس گھنٹی کے تار کٹوا دیے۔ اس مائیک کا کشن بھی بیکار کرا دیا جس کے ذریعے تمام محل میں اُس کی آواز سُنی ائی تھی۔

شیبا نے اُسے آزاد چھوڑ دیا۔ اُس نے چونک کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ حیرانی سے سوچنے لگا۔ ابھی میں کنیزوں کے جُھرمٹ میں تھا۔ ب یہ سناٹا اور ویرانی کیسی اور میں یہ قالین پر اکڑوں کیوں بیٹھا ہوں؟

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ پلٹ کر دیکھا تو شیبا اور آمنہ پر نظر پڑی۔ منہ خلا میں بے نیازی سے چلتی ہوئی شاہانہ پلنگ کے پاس آئی پھر وہاں لائی عالیہ کے انداز میں لیٹتے ہوئے بولی۔ "یہ تیرا میدانِ جنگ ہے، تو یہاں یں مجبور عورتوں کو قتل کرتا ہے۔ آج اس میدان میں میں ہوں، مرد کا چہ ہے تو مجھے صرف ہاتھ لگا کے دیکھ۔"

وہ پریشان ہو کر باتیں سن رہا تھا اور دونوں کو باری باری دیکھتا ا رہا تھا۔ اُسے ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ دو عورتوں نے ے بے بس کر رکھا ہے۔ اُس نے غصّے سے پوچھا۔ "یہ کنیزیں کہاں چلی گئیں؟ ھیاں کے جانے کا علم کیوں نہیں ہوا؟ یہ کیا بھید ہے؟ تم دونوں کون ہو؟"

شیبا نے کہا۔ "ہم اپنی ہی عورتوں میں سے ہیں۔ انھیں تو دولت سے، طاقت ے اور رشوت سے بے بس کر دیتا ہے۔ تیرے محل کے اندر اور باہر عنت پھرا ہے۔ تو نے عورتوں کی حیا کو قتل کرنے اور خود کو محفوظ رکھنے کے لیے انتظامات کر رکھے ہیں جیسے کبھی تجھے موت نہیں آئے گی۔"

آمنہ نے کہا۔ "تو بڑا خوش نصیب ہے۔ تیری زندگی میں بھی حسن تھا۔ تیری موت میں بھی حسین عورتوں کا ہاتھ ہوگا۔"

شیبا نے کہا۔ "تجھے مہلت دی جاتی ہے۔ پانچ منٹ کے اندر اپنی سلامتی کا سامان کرلے۔"

وہ تیزی سے بھاگتا ہوا خطرے کی گھنٹی کی طرف گیا۔ پھر ٹھٹک گیا۔ بڑی حیرانی اور پریشانی سے بولا۔ "اس کے تار کس نے کاٹ دیے؟"

کوئی جواب نہ ملا۔ شیبا آرام سے ایک شاہانہ طرز کی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ انگور کا ایک خوشہ اُٹھا کر ہاتھ بلند کیا تھا۔ پھر سر اٹھا کر ایک ایک دانہ کھانے لگی۔ وہ دوڑتا ہوا مائیک کے پاس گیا۔ پھر اُسے ہاتھ میں لے کر جلدی جلدی بولنے لگا۔ "ہیلو! ایمرجنسی۔ یو سیکیورٹی کمانڈر۔ میں خطرے میں ہوں۔ پوری فورس کے ساتھ محل کے ممنوعہ حصّے میں داخل ہوجاؤ۔ سیدھے میری خواب گاہ میں آؤ۔ ان دو عورتوں نے کوئی کالا عمل کیا ہے۔ میری زندگی خطرے میں ہے۔ فوراً آؤ۔ خطرے کا سائرن آن کر دو۔"

وہ بول رہا تھا۔ شیبا انگور کھا رہی تھی۔ آمنہ آرام دہ بستر پر تھکن اُتار رہی تھی۔ بڑی دیر تک بولتے رہنے کے بعد اُسے احساس ہوا کہ نہ خطرے کا سائرن سنائی دے رہا ہے اور نہ ہی کوئی اُس کی مدد کے لیے آرہا ہے۔ پھر اُس نے مائیک کے نچلے حصّے کو دیکھا، وہاں کٹا ہوا تار نظر آگیا۔ اُس نے غصّے سے جھنجلا کر مائیک کو شیبا کے منہ پر مارنا چاہا۔ وہ آمنہ کی طرف اشارہ کر کے بولی۔ "اسے مارو۔"

وہ مائیک کو پتھر کی طرح اٹھائے آمنہ کی طرف دوڑتا گیا۔ آمنہ نے شیبا کی جانب انگلی اُٹھائی۔ "کیا میں سستی ملی ہوں، اُدھر جاؤ۔"

وہ پھر شیبا کی طرف گھوم گیا۔ اُس کے دماغ کو اس حد تک آزادی تھی کہ وہ اپنی احمقانہ حرکت کو سمجھ رہا تھا لیکن کبھی شیبا اور کبھی آمنہ کی طرف دوڑتے رہنے پر مجبور ہو رہا تھا۔ کون سی انجانی قوت اسے دوڑا رہی ہے، وہ یہ بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔ آخر دوڑتے دوڑتے تھک کر دونوں کے درمیان گر پڑا، زور زور سے ہانپتے ہوئے عاجزی سے بولا۔ "آخر تم دونوں کون ہو؟ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

"شہر کا اتنا بڑا امیر دور دور تک اثر و رسوخ رکھتے ہوئے بھی دو عورتوں کے سامنے بے بس ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم اپنا مقصد بیان کریں، تو اچھی طرح سوچ لے کہ ہوٹل سے اٹھائی جانے والی ہم عورتوں کو کس طرح اپنی دولت اور طاقت سے موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے؟"

اُسے ٹیلی فون یاد آیا۔ اُس نے چونک کر اُدھر دیکھا۔ پھر قالین پر سے اٹھ کر دوڑا ہوا وہاں پہنچا۔ ریسیور اٹھا کر پہلے تار وغیرہ کو چیک کیا پھر مطمئن ہو کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر اپنے پرسنل سیکریٹری کی آواز سنائی دی۔ وہ بڑا حیران ہوا کیونکہ وہ پولیس آفیسر کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ شیبا نے سیکریٹری کے نمبروں پر انگلی رکھنے پر مجبور کیا تھا۔ اب وہ اس کی مرضی کے مطابق بول رہا تھا۔ "ہیلو، کمل ہمارے چارٹرڈ طیارے میں کتنی عورتیں جائیں گی؟"

پرسنل سیکریٹری نے جواب دیا۔ "دو رقاصائیں اور پانچ کنیزیں ہیں۔"

امیر نے کہا۔ "انھیں منسوخ کر دو۔ ہمارے ساتھ صرف دو معزز خواتین سفر کریں گی۔"

"اے امیرِ معظم! کیا ان کے باقاعدہ پاسپورٹ ہیں؟"

"نہیں۔ یہاں چیکنگ کرنے والوں کو چاندی کے جوتے مارو۔ وہاں انقرہ میں ہمارے سیکرٹری کو بھی سمجھا دو۔ وہ بھی قانون کو اندھا، بہرا اور گونگا بنا دے گا۔ ویٹس آل۔"

اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ اُس نے جو کچھ اب تک کہا، وہ بے اختیار کہتا رہا۔ اب یہ سوچنے لگا، یہ کالا جادو ہے یا ٹیلی پیتھی ہے۔ حالانکہ دونوں علوم کو وہ مشکوک خیز سمجھتا تھا۔ اپنے ساتھ جو ہو رہا تھا، اس کے بعد یقین کرنا پڑ رہا تھا کہ ایسا ہی کوئی چکر ہے۔

اُس نے دونوں کو گھورتے ہوئے کہا: "میں کسی طرح اپنا بچاؤ نہیں کر سکوں گا۔ اب بتا دو، تم دونوں کیا بلا ہو؟"

شیبا نے کہا: "میرا نام عاطلہ ہے اور اس کا نام کاملہ۔۔۔"

آمنہ نے کہا: "یہ عمل کرتی ہے، اس لیے عاطلہ ہے۔ میں اس کا عمل مکمل کرتی ہوں، اس لیے کاملہ ہوں۔ تم چاہو تو ہمیں کالی بلائیں کہہ سکتے ہو۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"وہی جو تم نے اپنے سیکرٹری سے کہہ دیا ہے۔"

"یعنی تم دونوں یہاں سے چھپ کر انقرہ جانا چاہتی ہو۔ اس کے لیے ہمارا سہارا لیا ہے۔"

"تم خود اپنا سہارا نہیں بن سکتے، ہمیں کیا سہارا دو گے۔"

"تم دونوں نے مجھے کس طرح بے بس اور مجبور کر دیا ہے۔ خدارا میری اُلجھن دُور کرو، نہیں تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

"تم ہماری مرضی کے بغیر پاگل نہیں ہو سکتے، پھر پاگل کیسے ہو سکتے ہو۔ صبح کے پانچ بجنے والے ہیں۔ ہمیں نیند پوری کرنی ہے۔ لہٰذا تم بھی سو جاؤ۔"

"میں سو نہیں سکتا۔ تم نے میری نیند اُڑا دی ہے۔"

"حسین عورت کو دیکھ کر ہمیشہ سے تمہاری نیند اُڑتی آئی ہے۔ چلو فرش پر لیٹ جاؤ۔ میں تمہیں سُلا دوں گی۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔ میں اور فرش پر لیٹوں، یہ نہیں کبھی نہیں۔"

شیبا نے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ پھر فوراً ہی اُس کا منہ بند کر دیا تاکہ اس کے چیخنے کی آواز باہر نہ جائے۔ وہ فرش پر گر کر بُری طرح تڑپ رہا تھا۔ یُوں لگ رہا تھا جیسے ذبح کر دیا گیا ہو۔ آواز مر گئی ہو، صرف آخری بار تڑپ نارہ گیا ہو۔ تھوڑی دیر بعد جب ذرا آرام ملا تو شیبا نے کہا: "اگر تم چاہتے ہو کہ دوبارہ تمہاری کھوپڑی میں زلزلہ نہ آئے تو اسی طرح لیٹے رہو۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دو اور آنکھیں بند کر لو۔"

اس پر بُری طرح دہشت سوار ہو گئی تھی۔ اُس نے فوراً حکم کی تعمیل کی، آنکھیں بند کر لیں۔ اُس میں جو دماغی کھنچاؤ تھا، اُسے شیبا نے خیال خوانی کے ذریعے دُور کیا۔ آہستہ آہستہ اُسے سلا دیا۔ پھر اس کے خوابیدہ دماغ سے معلومات حاصل کرنے لگی۔

معلوم ہوا کہ انقرہ سے جنوب مشرق کی جانب ایک بڑا سا کا چھوٹا سا شہر ہے۔ جس کا نام "قیصری" ہے۔ قیصری کی آبادی سے میل دُور ایک پہاڑی کی بلندی پر ایک قلعہ نما محل ہے، جو اہم کی ملکیت ہے۔ اسے محل نہیں، قلعہ کہنا چاہیے۔ اس نے جب سے قلعے کو خریدا ہے، تب سے کچھ پریشان رہتا ہے۔ کچھ نامعلوم افراد کو مُرید نا چاہتے تھے۔ اُس نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ قیصری میں رہے یا بغداد میں، اُسے کبھی فون پر دھمکیاں ملتی ہیں کبھی ذرائع سے وارننگ دی جاتی ہے کہ وہ فروخت کرنے پر آمادہ تو اس قلعے کو بارودی دھماکوں کے ذریعے کھنڈر بنا دیا جائے گا۔

شیبا اس کی سوچ سُن رہی تھی اور آمنہ کے سامنے زبان سے جا رہی تھی: ایسی دھمکیوں کو ایک برس گزر چکا ہے۔ امیر سمجھ گیا ہے میں یا تو دشمن بہا خزانہ پوشیدہ ہے یا پھر کوئی نہایت ہی خیز معمولی ہے، جس کی وجہ سے وہ نامعلوم افراد اپنی دھمکیوں پر عمل نہیں ہیں۔ اب انھوں نے امیر کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دی اس پر دھمکی کا اثر نہیں ہو رہا تھا کیونکہ وہ سخت حفاظتی انتظام میں وہاں جاتا اور آتا تھا۔"

آمنہ نے کہا: "تمہاری مراد پوری ہونے والی ہے۔ تم جا چاہتی تھیں۔ اس قلعے میں ہم روپوش رہ کر کسی کی مداخلت کے بغیر کر سکیں گے۔"

شیبا نے تائید میں سر ہلایا۔ پھر امیر کے خوابیدہ دماغ کو کے ذریعے تابع فرمان بنانے لگی۔ ذرا سی دیر میں وہ معمول بن گیا۔ ایک عامل کی حیثیت سے بولی: "تم میری چند باتوں کو یاد رکھو۔ ان پر عمل کرتے رہو گے۔"

اُس نے شیبا کی بات دُہرائی، وہ بولی: "تم میرے فرماں بردار گے میرے خلاف کچھ سوچو گے نہ کرو گے۔"

پھر اُس نے حکم دیا: "تم عاطلہ اور کاملہ کو دوست سمجھنے انقرہ پہنچتے ہی سیکرٹری کو ہدایات دو گے کہ قیصری قلعے ملکیت کے کاغذات دونوں بہنوں عاطلہ اور کاملہ کے نام کر دیے

اُس نے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا۔ شیبا نے کہا: "اب گھنٹے تک گہری نیند سوتے رہو گے۔ نیند سے بیدار ہونے تو یہی عمل کو بھول جاؤ گے مگر میرے تمام احکامات پر عمل کر رہو گے۔"

وہ گہری نیند سو گیا۔ شیبا اور آمنہ شاہانہ طرز کے بستر پر وہاں کالے انتہا دولت مند شخص فرش پر سو رہا تھا۔ وہ دونوں پر آرام سے لیٹ گئیں۔ آنکھیں بند کر لیں۔ شیبا نے اپنے اور دماغ کو چار گھنٹے تک سونے کی ہدایات دیں۔ باہر سے کوئی نہیں تھا۔ لہٰذا آرام سے سو گئیں۔

دوسرے دن تمام احکامات پر عمل شروع ہو گیا۔ امیر ہی نیند سے بیدار ہو کر بڑا ہی دوست اور مہمان نواز ثابت ہوتے ا۔ دونوں نے شہر سے اپنی ضرورت کی بہت سی چیزیں خریدیں۔ تین امیر کے ساتھ چار ٹرک طیارے میں روانہ ہوئیں۔ چھ بجے انقرہ پہنچ ۔ وہاں سے قیصری کے قلعے تک جانے کے لیے قیمتی ایئر کنڈیشنڈ یں تھیں۔ امیر نے اپنے سیکرٹری کو حکم دیا کہ قلعے کے کاغذات عاطلہ رکاملہ کے نام منتقل کر دیے جائیں۔ یہ کام دو دن کے اندر اندر جانا چاہیے۔"

وہ رات کے دس بجے قلعے کے قریب پہنچے۔ چاندنی میں وہ قلعہ ر رہی سے پہاڑی کی بلندی پر نظر آتا تھا۔ اُن کی گاڑیاں چکر دار راستوں بلندیوں پر دوڑتی ہوئی قلعے کے داخلی دروازے تک پہنچ گئیں۔ اس لے داخلی دروازہ کھولا گیا۔ تمام مسلح محافظ اُنھیں سلام کر رہے تھے۔ وہ قلعہ دو مربع میل تک پھیلا ہوا تھا۔ اُس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آنے جانے کے لیے چھوٹی چھوٹی ٹرالیاں تھیں، جو خوب صورت باغیچوں اور شفاف پانی کے چھرنوں کے نیچے سے رہے کی پٹریوں پر گزرتی تھیں۔

قلعے کے اندر ایک چھوٹی سی دو منزلہ کار تھی جسے پہنچ چلایا کرتے ہیں۔ امیر اُس کار میں بیٹھ کر قلعے کے تمام اندرونی حصوں تک پہنچتا تھا۔ اس رات کھانے کے بعد شیبا اور آمنہ دو سیٹر میں بیٹھ کر قلعے کے اندر سیر کرتی رہیں۔ تمام گھروں اور دیواروں کا بغور جائزہ لیتی رہیں اُن کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہاں کیا غیر معمولی بات ہو سکتی ہے اور کچھ نامعلوم فراد کیوں اس قلعے پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

دوسرے دن سیکرٹری کاغذی کارروائی کے لیے متعلقہ شعبوں میں گیا۔ شیبا اُس کے دماغ میں رہی اور یہ بات اُس کے اندر مستحکم کرتی رہی کہ عاطلہ اور کاملہ کے لیے تُرکی کی شہریت کے کاغذات بھی تیار کرانے چاہئیں۔ اس میں بھلا کیا دیر لگتی؟ سیکرٹری عملی طور پر کوشش کرتا رہا۔ شیبا خیال خوانی کے ذریعے متعلقہ افسران کو وہ کام کرنے پر مجبور کرتی رہی۔ جب وہ رات کو واپس آیا تو امیر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ قلعے کے مالکانہ حقوق عاطلہ اور کاملہ کے نام ہو گئے تھے اور ان کی شہریت کے کاغذات تیار ہو رہے تھے کہ وہ دونوں پیدائشی طور پر تُرکی ہیں۔

شیبا اور آمنہ کی مصروفیات بڑھ گئی تھیں۔ شیبا قلعے کے تمام ملازموں، کنیزوں اور مسلح محافظوں کی فرداً فرداً آواز سن کر اُن کے دماغوں کو ٹٹولتی رہی۔ جن کے متعلق یقین ہوا کہ وہ نئی مالکوں کے صرف وفادار ہی نہیں جاں نثار بھی رہیں گے تو اُنھیں آمنہ کے حوالے کر دیا اور جن کے خیالات سے بے ایمانی اور غداری کی بُو آئی اُنھیں فوراً قلعے سے نکال دیا۔

آمنہ جرائم پیشہ افراد کی رگ رگ سے واقف تھی۔ اس نے اپنے تجربات کی روشنی میں ایسے حفاظتی انتظامات کیے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی احاطے کے اندر آ کر زندہ واپس نہیں جا سکتا تھا۔ تیسری صبح امیر وہاں سے واپس جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی نے متوجہ کیا۔ سیکرٹری نے ریسیور اٹھا کر "ہیلو" کہا۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "یہ عاطلہ اور کاملہ کون ہیں؟"

سیکرٹری نے اوٹھ میں پر ہاتھ رکھ کر امیر اور نئی مالکوں کو دیکھا اور کہا: "وہی نامعلوم افراد ہیں۔"

شیبا نے ریسیور لے کر کہا: "ہیلو میں عاطلہ بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے کسی نے دہاڑ کر کہا: "بکواس ہے۔ تم فراڈ ہو۔ امیر ابن امیر نے اپنی جان بچانے کے لیے قلعے کو دو فرضی خواتین کے نام کر دیا ہے۔"

"مسٹر! ان دو خواتین کو عرفِ عام میں کالی بلائیں کہتے ہیں۔ ابھی لمحے سے یہ بلائیں تمہارے پیچھے پڑ گئی ہیں۔"

اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر سیکرٹری سے کہا: "امیر ابن امیر کو انقرہ تک چھوڑ آؤ اور وہاں سے میرے تمام اہم کام نمٹا کر آؤ۔"

وہ امیر کے ساتھ چلا گیا۔ سیکرٹری کا نام محمت ہاشم بیگ تھا۔ وہ بہت ذہین اور اعلیٰ تعلیمی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ اُس کی سوچ سے پتا چل گیا تھا کہ وہ نئی مالکوں کا وفادار رہے گا۔ آمنہ نے اُسے دو اہم کام سونپے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ کسی نہایت تجربہ کار پیشہ ور جاسوس کے ماہر کی خدمات حاصل کرے اور کوئی ایسا غیر معمولی میکینک تلاش کرے جو جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے ان کی خاص کاروں کو خود کار حفاظتی کاریں اور اُن کی خواب گاہوں کو بھی خود کار حفاظتی حوابگاہ بنا دے۔

امیر کے رخصت ہونے کے بعد شیبا اس نامعلوم شخص کے دماغ میں پہنچ گئی جس نے تھوڑی دیر پہلے فون پر اپنی آواز سنائی تھی۔ شیبا نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ تب سے وہ بار بار قلعے کا نمبر ڈائل کر کے دوبارہ گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ اور شیبا اس سے بار بار غلط نمبر ڈائل کرا رہی تھی۔ اُس کے دماغ سے کچھ ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد اُس نے صحیح نمبر ڈائل کرنے کے لیے اُسے آزاد چھوڑ دیا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ بولی: "آمنہ! یہ وہی دھمکی دینے والا شخص ہے۔ اسے امیر ابن امیر کے پیچھے لگا دو۔"

آمنہ نے ریسیور اٹھا کر پوچھا: "ہیلو کون ہے؟"

وہ غصے سے دہاڑ کر بولا: "تمہارا باپ۔"

وہ مسکرا کر بولی: "اچھا، سمجھ گئی۔ پہلے تمہاری عاطلہ بیٹی بول رہی تھی۔ اب کاملہ بیٹی پوچھ رہی ہے، کیا بات ہے، بابا؟"

"کیا واقعی تم نے اس قلعے کو خرید لیا ہے؟"

"ہاں خرید تو لیا تھا مگر امیر بڑا فراڈ نکلا۔ ہمارے وکیل نے بتایا ہے کہ ہماری ملکیت کے کاغذات جعلی ہیں۔ وہ اپنی ملکیت کے

اصلی کاغذات لے کر چلا گیا۔ شام تک انقرہ پہنچنے والا ہے۔ کیا وہ اصلی کاغذات واپس دلانے میں تم ہماری مدد کر سکتے ہو؟"

"اب آئی ہو لائن پر۔"

"دیکھو طعنے نہ دو۔ ہم نے امیر کو دس لاکھ ڈالر ادا کیے ہیں۔ یہ رقم ہمیں واپس مل جائے تو ہم یہ قلعہ چھوڑ دیں گے۔"

"وہ تو تمہیں چھوڑنا ہی ہوگا۔ پہلے میں انقرہ میں امیر سے منٹ لوں پھر تم دونوں کی خیریت پوچھنے آؤں گا۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ شیبا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اب دو مرغے لڑیں گے۔ بغداد کی مرغے کو قتل ہونا چاہیے ورنہ وہ پھر مظلوم عورتوں سے حرم سرا آباد کرے گا۔"

"یہ بتاؤ، وہ دھمکی دینے والا کون ہے؟"

"نئے سپر ماسٹر کا علاقائی ماسٹر ہے۔ اس کا نام نک کارنیل ہے۔ اُس کی سوچ سے پتا چلا ہے اس قلعے کے اندر نہ تو کہیں خزانہ پوشیدہ ہے اور نہ ہی کوئی غیر معمولی بات ہے۔ بات ہے صرف سیاسی اور جغرافیائی حالات کی۔"

"ذرا وضاحت کرو۔"

"ترکی میں قیصری کا علاقہ ایسی جگہ ہے جس کے جنوب میں لبنان، شام اور جنوب مشرق میں عراق ہے اور مشرق میں ایران ہے۔ جب سے ایران میں شہنشاہیت کا خاتمہ ہوا ہے، سپر ماسٹر تب سے ایران کے خلاف اطراف کے ملکوں میں چھوٹے چھوٹے خفیہ اڈے بنا رہا ہے۔ وہ اس قلعے کو حاصل کر کے اُسے اپنے چالاک سرکار غرسانوں کا خفیہ۔۔۔ ہیڈ کوارٹر بنانا چاہتا ہے۔"

"اچھا تو ہمارے تجربات کی ابتدا سپر ماسٹر کے ٹکراؤ سے ہوگی، شیبا! ہمیں بہت ذہانت اور حاضر دماغی سے کام لینا ہوگا۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ دماغ کو پُرسکون اور اپنی ذات پر بھرپور اعتماد رکھو۔ میں بار بار تمہیں غصہ کرنے سے روکتی ہوں۔ غصہ اچھی اچھی صلاحیتوں کو کھا جاتا ہے۔"

"میں تمہارے مشوروں پر عمل کر رہی ہوں، رفتہ رفتہ غصہ کرنے کی عادت ختم ہو جائے گی۔"

شام کو سیکرٹری ہاشم بیگ اپنے سابقہ مالک امیر ابن امیر کو انقرہ کے ہوٹل میں چھوڑ کر چلا گیا۔ شیبا نے خیال خوانی کے ذریعے ماسٹر نک کارنیل کو امیر سے ٹکرایا اور اسے قتل کرانے کے بعد فرار ہونے کا موقع نہیں دیا۔ پولیس والوں کو وہاں پہنچا دیا جس کے نتیجے میں ماسٹر نک کارنیل رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔ آئندہ دو چار روز میں نیا ماسٹر آنے والا تھا۔ اس وقت تک شیبا اور آمنہ دوسرے معاملات میں مصروف ہو گئیں۔

دوسرے دن ایک ہیلی ٹرم کا ماہر پہنچ گیا۔ آمنہ اُس سے بات کرتی رہی کہ اُسے قلعے کی مالکہ پر وقفے وقفے سے تنویمی عمل کرنا ہے اور ترکی

کی مختلف علاقائی زبانیں دماغ میں نقش کرانا ہیں۔

قصہ مختصر یہ کہ شیبا معمولہ بن کر مختلف زبانیں سیکھتی تھی۔ بعد میں آمنہ کو اپنی معمولہ بنا کر اُسے سکھاتی تھی اور اُس سے رائفل شوٹنگ کی بھی ٹریننگ حاصل کرتی جا رہی تھی۔ اس طرح نو دن گزر گئے۔ دسویں دن عامل نے شیبا کو معمولہ بنا کر اُس کے اندر اپنے لیے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کی مگر آمنہ نادان نہیں تھی، وہ تنویمی عمل کے دوران جاگتی رہتی تھی۔ اُس نے ریوالور کنپٹی پر رکھ دی، پھر کہا۔ "اے تو عمل کے دائرے سے باہر لاؤ یا مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

عامل نے مسکرا کر کہا۔ "نادان عورت! تنویمی عمل کی جگر کاہلکار بھی نہیں ہونا چاہیے۔ گولی چلنے کی آواز سے میری معمولہ کے ذہن پر بُرا اثر پڑے گا۔ یہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد پاگل بھی ہو سکتی ہے۔"

آمنہ تذبذب میں رہ گئی۔ اُس نے ریوالور کو جیب میں رکھتے ہوئے کچھ سوچا پھر ہاتھوں سے اس کی پٹائی شروع کر دی۔ وہ بھی مقابلے پر ڈٹ گیا۔ اور وار ٹنگ دیتا رہا۔ "مجھے اپنی مرضی سے عمل کرنے دو، ورنہ میرا ذہنی توازن کھو بیٹھے گی۔"

وہ سمجھ گیا تھا کہ لڑنے والی کوئی بُلا ہے اس سے بچا نہیں جا سکتا۔ اس لیے بار بار وارننگ دے رہا تھا۔ آخر مار کھاتے کھاتے بے بس ہو گیا۔ اُس نے لباس کے اندر سے خنجر نکال لیا۔ اس کی نوک شیبا کے سینے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "ذرا بھی حرکت کرو گی تو اس سے پہلے یہ سینے میں اُتر جائے گا۔"

آمنہ جہاں تھی وہیں کھڑی رہ گئی۔ گولی چلانے سے معمولہ کے ذہن پر بُرا اثر پڑ سکتا تھا لیکن اُسے عامل کے رحم و کرم پر چھوڑ بھی نہیں جا سکتی تھی۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میں تین تک گنتا ہوں۔ اگر تم کمرے سے باہر نہیں جاؤ گی تو۔۔۔"

یہ کہہ کر وہ گننے لگا۔ آمنہ مجبور ہو کر پیچھے ہٹتے ہوئے کمرے سے جانے لگی۔ مگر باہر جانے سے پہلے ہی عجب تماشا ہوا۔ عامل کا خنجر والا ہاتھ تھرتھرا رہا تھا اور شیبا کے سینے سے اُٹھ کر خود اُس کے اپنے سینے کی طرف جا رہا تھا جیسے وہ خودکشی کرنے والا ہو۔ وہ خوف زدہ ہو کر کہنے لگا۔ "نن نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں خود کو نہیں مار سکتا۔ یہ کبھی ہو سکتا ہے۔ میں خنجر کو چھوڑ دوں گا۔"

ہزار کوشش کے باوجود خنجر والا ہاتھ سے نہیں چھوٹ رہا تھا۔ اس کی نوک اس کے سینے پر ٹھیک دل کی جگہ پہنچ گئی تھی۔ دوسرے لمحے آمنہ کے دیکھتے دیکھتے پھیل گئے۔ اُس کا تیز نوکیل دستہ تک دل میں پیوست ہو گیا تھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ دیوار سے ٹکرا کر آگے آیا اور فرش پر گر پڑا۔ شیبا لیٹے لیٹے انگڑائی لے کر بیٹھ گئی۔

آمنہ مسرت سے دونوں بانہیں پھیلا کر قریب آئی، شیبا اس سے لپٹ گئی۔ "اوہ شیبا! میری تو جان نکل گئی تھی، جان لیوا تجربات

اس علاقے میں پارس ایک غیر معمولی نام تھا۔ آمنہ نے سوچا عمر اور قد کے لحاظ سے ہمارے پارس کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ پھر اس عورت کے چہرے کی ساخت اور اُس کے مخصوص لباس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کا تعلق وادیٔ قاف سے ہو سکتا ہے۔ اُس نے عورت اور بچے کا تعاقب کیا۔ آمنہ اور شیبا کے پاس ایسے ننھے سے ٹرانسمیٹر تھے جن کے ذریعے ایک دوسرے کو سگنل دیا جا سکتا تھا۔ بات کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ سگنل ملتے ہی شیبا آمنہ کے دماغ میں پہنچ جاتی تھی۔

شیبا نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ اُس عورت اور بچے کے متعلق بتاتے ہوئے بولی۔ "میں عورت کو مخاطب کروں گی۔ اس کے بعد تم سمجھ لینا۔"

اُس نے تعاقب کے دوران اُس کا راستہ روک کر پوچھا۔ "میں اس شہر میں پہلی بار آئی ہوں۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ قیصری قلعے کا راستہ کون سا ہے؟"

وہ راستہ بتانے لگی۔ شیبا کو اُس کے دماغ کا راستہ مل گیا۔ اُس کا نام حاشیہ تھا۔ جس وقت وادیٔ قاف میں بمباری ہو رہی تھی، حاشیہ پارس کے ساتھ چشمے پر نہانے کے لیے گئی تھی۔ وادی کو تباہ ہوتے دیکھ کر وہ پارس کو لے کر دور نکل گئی۔ آدھی رات کو واپس آئی تو وادی کے سیکڑوں افراد مارے جا چکے تھے۔ اُس کے اپنے رشتے دار بھی اس بربریت کا شکار ہو گئے تھے۔ وہ پارس کو لے کر ایران کی سرحد میں داخل ہو گئی۔ وہاں دو برس تک رہی۔ پھر ترکی آ گئی اور قیصری ٹاؤن میں رہائش اختیار کر لی۔ پارس کی قربت نے اس کے دل میں ممتا پیدا کی۔ وہ اپنے محنت مزدوری سے بچے کو مناسب تعلیم و تربیت نہیں دے سکتی تھی لہٰذا اُس نے ایک دولت مند سے شادی کر لی۔

شادی کے ایک برس بعد اُس نے محسوس کیا کہ شوہر صرف اُسے چاہتا ہے اور پارس کے اخراجات پر اعتراض کرتا ہے۔ اُس نے شوہر کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ ایک عورت کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ اپنے چاہنے والے مرد کو پرائے بچے کی خاطر چھوڑ دے۔ اس کا فیصلہ کچھ کمزور تھا ایسے میں پتا چلا کہ وہ خود ماں بننے والی ہے۔ اب تو فیصلہ اور دشوار ہو گیا۔ وہ اپنے ہونے والے بچے کے باپ کو کبھی نہیں چھوڑ سکتی تھی، اچانک حالات نے پھر ایک بار پلٹا کھایا۔ جب اُس کے شوہر کو پتا چلا کہ وہ باپ بننے والا ہے تو وہ خوشی کے مارے حاشیہ کو بازوؤں میں اٹھا کر ناچنے لگا۔ وہ بچہ اس برس کا ہو چکا تھا۔ بچے کی اُمید نہیں تھی اور بچہ آ رہا تھا۔ وہ باپ بن رہا تھا۔ اسی خوشی میں اُس نے وہسکی کی بوتل کھولی۔ وہ روز پیتا تھا لیکن روز پینے کی حد کر دی۔ نشے میں حاشیہ پر قربان ہوتا جاتا تھا اور بار بار کہتا جاتا تھا۔ "اب ہم پارس کو کسی فلاحی ادارے میں چھوڑ دیں گے۔ ہمارے بچے کی محبت میں کوئی حصے دار نہیں ہوگا۔"

گزرنا اسی کو کہتے ہیں۔ کیا تم فرانس میں نہیں آئی تھیں؟"

میں سر روز تنویمی عمل سے پہلے اس عامل کی سوچ پڑھتی رہی۔ اس کے ارادوں کو سمجھنے کے بعد اس کی معمولہ بنتی رہی۔ آج اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کی نیت خراب ہے۔ لہٰذا میرے دماغ نے اُس کے تنویمی عمل کے اثر کو قبول نہیں کیا۔ میں یونہی آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔"

آمنہ نے شکایت کی۔ "تم نے مجھے سوچ کے ذریعے مخاطب کیوں نہیں کیا؟"

"میں دیکھنا چاہتی تھی، ایسے حالات میں تم کس طرح میری حفاظت کرتی ہو؟ میں مانتی ہوں تم بہت سمجھ داری سے بظاہر شکست قبول کر رہی تھیں مگر تنویمی عمل کے اختتام پر جب یہ عامل کمرے سے نکلتا تو تم اُسے ختم کر دیتیں۔"

"ہاں۔ یہ تھا میرے دل و دماغ کو اپنے قابو میں رکھنا اور اپنے اشاروں پر چلانا چاہتا تھا۔ تم اس کی معمولہ بن کر بھی کرتیں لیکن جب یہ دنیا میں ہی نہ رہتا تو کس کی معمولہ رہتیں؟"

"ادرلب یہ دنیا میں نہیں رہا۔" دونوں ہنستے ہنستے پھر لپٹ گئیں۔

شیبا قلعے سے باہر نہیں جاتی تھی۔ ایک تو خیال خوانی سے فرصت نہیں ملتی تھی۔ دوسرے وہ مختلف قسم کی ٹریننگ حاصل کر رہی تھی۔ تیسری اہم بات یہ کہ وہ اپنا اصل چہرہ کسی کو دکھانا نہیں چاہتی تھی۔ قلعے کے اندر چند قابل اعتماد خدمت گار اُسے دیکھ سکتے تھے۔ ورنہ مسلح پہرے داروں نے بھی اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

وہ میرے ساتھ رہنے کے دوران ہار پر کے دماغ میں پہنچ چکی تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ آئندہ ہار پر ہی سپر ماسٹر بنے گا۔ یہ عہدہ حاصل کرنے کے لیے اُس نے اور شارپر نے بڑی زبردست چالیں چلی تھیں۔ اس ملک کے تمام اہم دماغوں میں گھستے رہے تھے لیکن پتا نہیں ہار پر سے کہاں غلطی ہو گئی تھی کہ اُسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کوئی دوسرا شخص سپر ماسٹر بن گیا تھا۔

وہ نیا سپر ماسٹر بھی احتیاطی تدابیر کے مطابق گمنام تھا۔ اُس نے سابقہ سپر ماسٹر گراہم ہارڈلے کے تمام طریقۂ کار بدل دیے تھے۔ ہم میں سے کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا فی الحال اُس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ البتہ شیبا انقرہ کے نئے ماسٹر ٹوٹی تک پہنچ گئی تھی۔

ایسے ہی وقت پارس اول ان کی نظروں میں آ گیا۔ ہوا یہ کہ آمنہ قلعے سے نکل کر قیصری ٹاؤن کے بازار گئی تھی۔ ایک دکان میں شاپنگ کے دوران اس نے پارس کا نام سنا تو کان کھڑے ہو گئے۔ اُس نے سر گھما کر دیکھا۔ ایک مقامی عورت وہاں کے روایتی لباس میں نظر آئی، وہ کچھ خرید رہی تھی۔ ایک پانچ برس کا بچہ دکان سے باہر جانا چاہتا تھا، وہ مقامی زبان میں اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "باہر نہ جاؤ۔ یہ دیکھو تمہارے لیے مکینکل ٹوائے خریدا ہے۔"

ٹوہل ودھر پارس اینڈ اے تھاؤزنڈ کیس ٹو آور وُڈ بی جائنڈ۔۔۔"

وہ نشے میں بڑبڑاتا رہا اور پیتا رہا۔ پیتے پیتے مدہوش ہو کر صوفے پر لمبا ہو گیا۔ حاشیہ نے سوچا اسے نیند آ گئی ہے۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ اُسے بادی نیند آ گئی تھی، کسی نے پارس کے لیے دعا نہیں کی تھی، کسی نے مرنے والے کو اُس کی زندگی میں بددعا دی تھی لیکن پارس کے راستے کی دیوار آپ ہی آپ گر گئی تھی۔

حاشیہ کو مرحوم شوہر کی دولت مل گئی۔ اُس نے سوچ لیا کہ اب شادی نہیں کرے گی۔ پارس اور اپنے ہونے والے بچے پر سوتیلا باپ نہیں لائے گی۔ مگر حالات بھنور کو موڑ بدل رہے تھے۔ اُسے شیبا اور آمنہ کے پاس پہنچا رہے تھے۔

اتنی معلومات حاصل کرنے تک حاشیہ اپنے بنگلے میں پہنچ گئی تھی۔ شیبا نے اُس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ حاشیہ نے اُس کی مرضی کے مطابق پارس کو ساتھ لیا۔ بنگلے کے دروازوں کو مقفل کیا۔ پھر آمشکی کار کی پچھلی سیٹ پر آ کر پاس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اُسے ہوش تب آیا جب وہ قلعے کے اندر شیبا کے سامنے پہنچ گئی تھی۔

شیبا نے کہا: "حاشیہ! تم جانتی ہو، پارس کے ماں باپ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ لہٰذا پارس کی اصلیت ہم سے نہ چھپا نا۔ اب یہ پتہ ہمارے پاس رہے گا۔ ہم تمھیں اِس سے جُدا نہیں کریں گے۔ جب تک خود ماں نہ بن جاؤ تم اِس قلعے میں رہو گی۔ باہر جا کر پھر پارس کو سرِعام مخاطب کرو گی تو دشمن تمھارے پیچھے لگ جائیں گے۔ ماں بننے کے بعد اپنے بچے سے دل لگے گا۔ ایسے میں پارس سے جُدا ہونا تمھارے لیے بہت آسان ہو گا۔"

وہ کسی بات سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ ٹیلی پیتھی کی دہشت نے سمجھا دیا تھا کہ بات نہ ماننے پر اُس کے اپنے بچے کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ وہ قلعے میں رہنے لگی لیکن شیبا اور آمنہ کے لیے حالات موافق نہیں تھے۔ نئے سُپر اسٹرٹونی کے آدمیوں نے ایک رات قلعے پر زبردست حملہ کیا تھا۔ اگرچہ اس کے بیشتر آدمی مارے گئے تھے اور باقی زخمی ہو کر بھاگ گئے تھے، تاہم بچے کے لیے اندیشے جنم لینے لگے۔ آمنہ نے کہا: "اگر وہ پارس کو دیکھ لیتے تو یہ بات دور تک پھیلتی کہ ہم دو عورتوں کے پاس ایک بچہ بھی ہے۔ آئندہ حملہ کرنے والوں کے دماغوں میں شارپر اور ہارپر ہو سکتے ہیں، اُن کے ذریعے پارس کے دماغ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

شیبا نے تائید کی: "بچے کی پرورش اور تعلیم و تربیت ایسی جگہ ہونی چاہیے جہاں ہمارے سوا کوئی نہ پہنچ سکے۔"

آمنہ نے کہا: "میرا مشورہ ہے اسے بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دو۔"

"نہیں، اب اُس ادارے پر بھی دشمنوں کی نظر رہتی ہے۔ تم بھولتی ہو آمنہ کہ میں نے نایاں کارنامے انجام دینے کے لیے یہ علیحدہ راستہ اختیار کیا ہے۔ ایک کارنامہ تو یہی ہے کہ گم شدہ پارس کو ہم نے دریافت کیا ہے، دوسرا کارنامہ یہ ہو گا کہ میں اسے دنیا جہان کے علم و ہنر سکھاؤں گی۔ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہایت کم عمری میں علوم و فنون کا انسائیکلوپیڈیا بن جائے گا۔ اگر ٹیلی پیتھی کے لیے اس کا مزاج موافق رہا تو میں مزید کے سامنے اسے دوسرا فرہاد بنا کر پیش کروں گی۔"

"کیا ہم دونوں اس بچے کو چھپا کر رکھنے میں کامیاب ہو سکتی ہیں؟"

"صرف جگہ کا مسئلہ ہے۔ کسی دوسرے شہر میں اس کے لیے ایک بنگلہ خرید کر کسی قابلِ اعتماد مہمان، بیوی کی نگرانی میں اسے رکھا جا سکتا ہے۔ اس کا نام بدل دیا جائے گا تاکہ پارس کا نام کسی کے کانوں میں نہ پڑے۔"

"مناسب بنگلہ اور نگرانی کے لیے مناسب لوگوں کا انتخاب کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ دشمن پھر کسی وقت بھی یہاں کا رُخ کر سکتے ہیں۔"

شیبا نے پوچھا: "کیا ہم وقتی طور پر کہیں اسے چھپا نہیں سکتے؟"

آمنہ نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا: "میں اسے خود لے کر استنبول جاؤں گی۔ وہاں محمت جواد ایک غیر ملکی ایجنٹ ہے۔ دہشت گردوں کو ہتھیار سپلائی کرتا ہے۔ تم اُس کے دماغ میں پہنچ کر ہتھیاروں کے خفیہ گودام کا سُراغ لگا سکتی ہو۔ یوں اُسے بلیک میل کر کے دو چار دن تک پارس کو اُس کی پناہ میں رکھا جا سکتا ہے۔"

اس مقصد کے لیے حاشیہ کا ساتھ جانا ضروری تھا کیونکہ پارس اچانک اُس کی جُدائی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ بہرحال آمنہ دونوں کو لے کر استنبول گئی۔ منصوبے کے مطابق شیبا نے جواد کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنے کام آنے پر مجبور کر دیا۔

اُس نے مجھ سے جُدا ہونے کے بعد پہلی بار جواد کے دماغ میں خیال خوانی کا اظہار کیا تھا۔ ورنہ چپ چاپ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرتی رہی تھی۔ اُس نے جواد کے دماغ میں یہ سوچ کر میرا لب و لہجہ اختیار کیا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نہ تو اس کی مصروفیات کا علم ہو اور نہ ہی کوئی اس پر توجہ دے۔ وہ روپوش ہی رہنا چاہتی تھی۔

اگر ہر چار طرف کے واقعات کو ایک دوسرے سے منسلک کر کے دیکھا جائے تو قدرت کا عجب تماشا دکھائی دیتا ہے۔ یہ قدرت کو منظور تھا کہ پارس اوّل سونیا کی نظروں میں آئے۔ وہ بیمار پڑ گیا۔ حاشیہ بزرگانِ دین سے والہانہ عقیدت رکھتی تھی۔ وہ علاج کے لیے پارس کو سونیا کے حجرے میں لائی اور نئی مصیبت میں پھنس گئی۔

وہ حجرے سے نکل کر کار میں آئی۔ سونیا اور دو مرید اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ میں حاشیہ کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر اس کی زبان جانتا تو اسی وقت پتا چل جاتا کہ وہ پارس کو لے کر فرار ہونے کے دوران ٹرانسمیٹر کے ذریعے آمنہ سے بات کر رہی ہے۔

وہ پارس کو سینے سے لگائے گرانڈ بازار کے دوسرے گیٹ سے نکلی اور دوسری کار میں گئی۔ ہم اتنے قریب رہ کر بھی سمجھ نہیں پائے کہ اُس کار کو آمنہ ڈرائیو کر رہی تھی۔ اتنی دیر میں سگنل ٹرانسمیٹر کے ذریعے شیبا، آمنہ کے پاس پہنچ گئی تھی۔ اُسے معلوم ہوا کہ سونیا پیچھے پڑ گئی ہے تو وہ پریشان ہو گئی۔

اگرچہ وہ سونیا سے بے حد محبت کرتی تھی، لیکن تنہا پارس کو ایک عظیم کارنامہ بنا کر پیش کرنا چاہتی تھی اور اس سلسلے میں کسی کا تعاون نہیں چاہتی تھی۔ بہرحال انھوں نے وقتی طور پر پارس کو چھپا لیا۔ مگر اسی دوران شیبا نے جواد کو نشے کی حالت میں ٹریپ کیا۔ اُس کے چور خیالات پڑھے۔ وہ ماسک مین سے پارس کا سودا کر رہا تھا۔ اُسے خطرے کا احساس ہوا۔ وہ پارس کو شاہکار بنانے کی دھن میں اُسے کھو سکتی تھی۔ ماسک مین جیسی سُپر طاقتیں اس معصوم کے پیچھے پڑنے والی تھیں۔ آمنہ نے مشورہ دیا: "شیبا! تم سونیا کو اپنا رازداں بنا لو۔ اگر وہ ہم سے مل جائے تو ہمارے سامنے بڑی بڑی طاقتوں کے قدم اُکھڑ جایا کریں گے۔"

یہ بات دل کو لگی اور شیبا نے سونیا کو مخاطب کیا۔ اسے تمام حالات بتائے۔ سونیا نے کہا: "میں ضرور تمھارا ساتھ دوں گی، ہم تین عورتوں کی اس ٹیم کا ذکر فرہاد اور جناب شیخ صاحب سے بھی نہیں کروں گی۔ ابھی فرہاد قدسر بلڈنگ سے پارس کو لے جانا چاہتا ہے۔ میں اس کی کوششوں کو ناکام بنا دوں گی۔ تم جواد کو ہوشیار کر دو۔ اس بلڈنگ میں جو بھی انگریزی بولنے والا ہے، اُس پر کڑی نظر رکھے۔ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا آلۂ کار بن سکتا ہے۔"

تین عورتوں نے مل کر جواد کی نظروں میں مجھے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن بنا دیا۔ یہی وجہ تھی کہ میں جیکب کے ذریعے پارس اوّل کے قریب تر پہنچنے کے باوجود اسے حاصل نہ کر سکا اور جیکب مارا گیا۔ اُس چڑیل سونیا نے یہ منصوبہ بنایا تھا اور ڈھونگ رچا رہی تھی کہ آگ جل رہی ہے، میں اپنے بیٹے تک پہنچ نہیں پاؤں گا۔ پتا نہیں وہ کتنی مکار عورتوں کو مار کر پیدا ہوئی تھی۔

میں نے جواد کے دماغ میں رہ کر شیبا کو اپنے لہجے میں بولتے سُنا تھا۔ (اُن دنوں مجھے معلوم نہیں تھا کہ شیبا سونیا کے ساتھ مل کر یہ کھیل تماشا کر رہی ہے) شیبا نے میرے لہجے میں جواد سے کہا تھا: "میں نے (یعنی فرہاد نے) سونیا پر بھروسا کیا، مگر اُس نے مجھے بھی دھوکا دیا اور پارس کو کہیں غائب کر دیا ہے۔ یعنی پارس کا معاملہ یہاں تک پہنچا تھا کہ شیبا کہہ رہی تھی کہ وہ بچہ اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ میں مجیکب کے ذریعے معلوم کرنے میں ناکام رہا اور سونیا یقین دلا رہی تھی کہ پارس اُس کے قبضے سے بھی نکل گیا ہے۔

یہ معاملہ بہت ہی پیچیدہ ہو گیا تھا۔ اس پیچیدگی کو کم کرنے اور قارئین کو اُلجھنیں دور کرنے کے لیے میں نے شیبا اور آمنہ کی داستان سُنائی ہے ورنہ اُن کی یہ داستان ترتیب کے لحاظ سے بعد میں سُنائی جانے والی تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے، سونیا کی مکاریاں کیسے بیان کی جائیں؟ اگر انھیں مناسب ترتیب سے پہلے بیان کروں گا تو دلچسپی اور تجسس کے فن کو ٹھیس پہنچے گی۔

لہٰذا بات یہاں تک پہنچی کہ پارس اوّل ہم سب کے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ وہ آئندہ بڑے ہی دلچسپ ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے اور ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے۔ تب تک آیئے، ہم پارس دوم کے پاس چلتے ہیں۔ ابھی یہ فیصلہ باقی ہے کہ ہمارا اپنا پارس کون سا؟

میں نے سوچا تھا، ٹرانسفارمر شین کے تینوں حصّوں میں سے پہلے ایک حصّے کا ذکر کروں گا، وہ حصّہ کہاں ہے؟ اور اس کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ لیکن پارس کا معاملہ سنگین ہوتا جا رہا ہے۔ وہ میرا بیٹا ہے، میرا خون ہے۔ اپنی شناخت کے لیے چیلنج بن گیا ہے لہٰذا میں پہلے اس مسئلے کو سلجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

رات کا پچھلا پہر تھا۔ گھنے درختوں اور جھاڑیوں سے ڈھکے ہوئے پہاڑ کے ایک غار میں رانی سردار میرے پاس سو رہی تھی۔ اس کے دوسرے ساتھی غار کے دوسرے حصّے میں محوِ خواب تھے۔ ایسے وقت میں پارس دوم کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ گہری نیند میں تھا، رسونتی ہر رات خیال خوانی کے ذریعے اُس کے دماغ کو ہدایات دیتی تھی کہ وہ فلاں وقت تک بڑے سکون سے سوتا رہے گا۔ اُس کے کمرے میں کوئی غیر معمولی بات ہو گی یا اُس کے دماغ میں کسی بھی برائی سوچ کی لہریں آئیں گی تو وہ بیدار ہو جائے گا۔

جب میں اُس کے دماغ میں پہنچا تو وہ ماں کی ہدایت کے مطابق بیدار ہو گیا۔ اُس کی آنکھ فوراً ہی کھل گئی، کمرے میں نیم تاریکی تھی، وہ خلا میں تک رہا تھا اور میں اُس کی سوچ کے ذریعے معلوم کر رہا تھا کہ اُس کی ماں نے کس قسم کی ہدایات دی تھیں۔

میں نے آہستہ سے کہا: "بیٹے! تم اب تک ماں کا لہجہ سنتے رہے، بتاؤ یہ نیا لہجہ کس کا ہے؟"

وہ بولا: "میں غائب کی باتیں نہیں جانتا۔ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ لہجہ دوست کا بھی ہو سکتا ہے اور دشمن کا بھی۔ باقی دی وے آپ پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہیں؟"

واہ! پانچ برس کا بچہ کیا سلیقے سے بول رہا تھا۔ مجھے رسونتی پر پیار آ گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "بیٹے! ماں نے تمھیں نہایت سنجیدہ بنایا ہے۔ باپ تمھیں زندہ دل بنانا چاہتا ہے۔ اس لیے چھیڑ چھاڑ سے گفتگو کا آغاز کر رہا ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ آپ میرے پاپا ہیں؟"

"تم نے کیسے یقین کیا تھا کہ وہ تمھاری ماما ہیں؟"

پارس دوم نے کچھ سوچا پھر کہا۔ "مسٹر! آپ بہت چالاک ہیں۔ اگر میں یہ کہہ دوں کہ میں نے اپنی ماما پر کیسے یقین کیا تو آپ مجھے یقین دلانے کے لیے وہی طریقۂ کار استعمال کریں گے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے تم میرے بھی باپ ہو۔"

"آپ باتیں بنا کر میرا اور اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

"بیٹے! میری پہلی نصیحت یاد رکھو۔ زندگی کا ہر لمحہ کچھ سیکھنے یا سمجھنے میں گزارو۔ کچھ لمحوں کو آزاد چھوڑ دو۔ تمام علم و ہنر کو وقتی طور پر بھلا دو۔ دوڑو۔ دور تک بھاگو۔ قلابازیاں کھاؤ۔ کسی سے مذاق کرو اور کسی کو مذاق کرنے کا موقع دو۔ اور اس کے مذاق پر پھیپھڑے کی پوری قوت سے ہنسو اور ہنستے رہو۔"

"مسٹر! آپ تو عجیب باتیں کر رہے ہیں۔"

"جب تمہاری ماما نے کچھ سکھانا شروع کیا ہوگا تب بھی تمہیں عجیب سا لگا ہوگا۔ ہر نئی اور صحت مند گفتگو ابتدا میں عجیب اور ناقابلِ قبول لگتی ہے۔ تمہاری ماما تمہیں اچھی باتیں سکھاتی ہیں لیکن جو اصول نے نہیں سکھایا وہ میں سکھا رہا ہوں۔"

وہ میری باتیں غور سے سن رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "چوبیس گھنٹے میں صرف پانچ گھنٹے سویا کرو۔ باقی اُنیس گھنٹے رہے۔ اُنیس میں سے پانچ گھنٹے پڑھا لکھا کرو۔ باقی چودہ گھنٹے رہے، چودہ میں سے پانچ گھنٹے لوگوں سے ملنے، اُن کا مشاہدہ کرنے، اپنے اور اُن کے مزاج کو سمجھنے میں گزارو۔ باقی نو گھنٹے رہے۔ نو میں سے پانچ گھنٹے ہنسنے، بولنے کھیلنے، کودنے میں گزارو۔ باقی چار گھنٹے رہے۔ یہ چار گھنٹے گزرتے ہوئے وقت اور ناگہانی حالات سے نمٹنے کے لیے وقف کر دو۔"

"اگر آپ میرے پاپا ہیں تو میری دیری سوری۔ آپ خود اپنے بتائے ہوئے ٹائم ٹیبل پر عمل نہیں کرتے ہیں میری ماما کہتی ہیں آپ چوبیس گھنٹے اپنے حالات سے لڑتے رہتے ہیں۔"

"میں عمر اور تجربات کے ایسے دوڑ سے گزر رہا ہوں جہاں مصروفیات بڑھتی جاتی ہیں، حالات بھی مصروف رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ میری عمر کو پہنچو گے تو تمہارے ساتھ بھی یہی ہوگا۔"

"کوئی ضروری نہیں کہ جو باپ کے ساتھ ہو، وہ بیٹے کے ساتھ بھی ہو۔ میں آپ کی طرح درجنوں شادیاں نہیں کروں گا۔ میری ایک ہی محبت کرنے والی بیوی ہوگی۔ میں آپ کی طرح دنیا جہان کے معاملات میں ٹانگ نہیں اڑاؤں گا۔ صرف اپنی بیوی، بچوں اور گھریلو معاملات سے واسطہ رکھوں گا۔ پھر تو میری مصروفیات نہیں بڑھیں گی نا؟"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ کیا جواب دوں؟ اولاد سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ مجھ جیسے لوگوں کا دل ہر رنگ، ہر خوشبو، ہر پھول اور ہر حسین عورت کے لیے دھڑکتا ہے۔ بچوں کو جوانی کی خرمستیاں سمجھائی نہیں جا سکتیں۔ دراصل آزادی سے نگر نگر گھومنے والے اور بے لگام ہو کر عیش و عشرت کی محفلوں سے گزرنے والے کو بچے کا باپ نہیں بننا چاہیے۔ محبت اور صبر کرنے والی بیوی اپنے شوہر سے نہیں لڑتی۔ البتہ اُس سے لڑنے والے سپاہی اُسی کے خون سے پیدا کرتی رہتی ہے۔

پانچ برس کے سپاہی نے میرے ہوش اُڑا دیے تھے۔ میں نے کہا۔ "تمہارے منہ میں اپنی ماں کی زبان بول رہی ہے۔ سچ بتاؤ کیا تمہاری ماما ابھی موجود ہیں۔ تم اُن کی سوچ کے مطابق بول رہے ہو؟"

"ماما نے کبھی اتنی رات کو مجھ سے گفتگو نہیں کی۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں وہ موجود نہیں ہیں۔"

"کیا تم اپنی موجودہ رہائش سے مطمئن ہو؟"

"یوں تو یہاں ہر طرح کا آرام ہے لیکن مجھے پابندیاں پسند نہیں ہیں۔ ماما کہتی ہیں، جو بچے ابتدائی عمر میں پابندیاں برداشت کرتے ہیں اور صحیح وقت پر لکھتے، پڑھتے، کھاتے، پیتے، سوتے، جاگتے ہیں وہ بڑے ہو کر بڑا نام کماتے ہیں۔"

"تمہاری ماما درست کہتی ہیں۔"

"لیکن میں فوجی بیرک والی پابندیوں سے بیزار ہوں۔ باہر کی دنیا نہیں دیکھ سکتا۔ ماما کہتی ہیں مجھ پر پاپا کا اثر ہے۔ میں بھی اپنے مزاج کے خلاف پابندیاں برداشت نہیں کرتا ہوں۔"

"کیا اتنی دیر کی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ میں تمہارا پاپا ہوں؟"

"اندازے دھوکا دیتے ہیں۔ ماما اور پاپا سے میرا خون اور دودھ کا رشتہ ہے۔ لہٰذا نہ خون کو پانی ہونا چاہیے اور نہ دودھ میں پانی ملانا چاہیے۔ آپ خود کو ثابت کریں، میں تسلیم کر لوں گا۔"

"آئندہ ملاقات میں ثابت ہو جائے گا۔ مجھے افسوس ہے تمہاری نیند میں مداخلت کی۔ اب سو جاؤ۔"

اُس نے آرام سے لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ میں بیٹے کو پاپا جیسی لوری سنانے لگا۔ جب وہ سو گیا تو میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل سے متاثر کیا۔ اُس کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی کہ تھوڑی دیر پہلے جو لہجہ وہ سُن رہا تھا، وہ اُس کے پاپا کا تھا۔ آئندہ اُس کے پاپا اُسے مخاطب کرتے ہی مخصوص کوڈ ورڈز ادا کریں گے۔ اس طرح اُسے باپ کی موجودگی کا یقین ہو جائے گا۔

وہ کوڈ ورڈز یوں تھے۔ "ہمارے پیارے آنگن میں کھلنے والے گلاب! تیرا مالی آیا ہے۔"

میں نے دوسری بات یہ نقش کر دی کہ جس طرح وہ رسونتی کی خیال خوانی کا ذکر کسی سے نہیں کرتا ہے، اسی طرح میرا ذکر بھی نہ کرے۔ ماں کو بھی یہ نہ بتلائے کہ باپ اُس کے دماغ میں آتا ہے۔

پھر میں نے ہدایت کی۔ "اب تم اپنی ماما کے مقرر کیے ہوئے

وقت کے مطابق سوتے رہو گے۔ بیدار ہونے کے بعد یہ بھول جاؤ گے کہ کسی نے نیند کے دوران آ کر تم سے گفتگو کی تھی۔"

اُس نے ضروری باتوں کو یاد رکھنے اور غیر ضروری باتوں کو بھول جانے کا وعدہ کیا۔ پھر گہری نیند میں ڈوب گیا۔ میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوا۔ بیٹے نے میری کھوپڑی ہلا کر رکھ دی تھی۔ میں کافی دیر تک چپ چاپ پڑا رہا۔ ڈاکوؤں کے اس خفیہ اڈے میں آرام دہ بستر نہیں تھے۔ وہ میرے ساتھ ایک ہموار چٹان پر سو رہی تھی۔ اگر کسی دولت مند سے شادی کر لیتی تو پھولوں کی سیج پر سوتی رہتی۔ ایک دولت مند سود خور بنیے نے ہی اس کے خاندان کو تباہ کر کے اُسے مجبور کر دیا تھا کہ وہ انتقام لینے کے لیے ہاتھ میں بندوق پکڑ لے۔

اُس کی کہانی عام ڈاکوؤں کی کہانی تھی۔ اکثر لوگ دولت مندوں کے ظلم سے اور پولیس کی ناانصافیوں سے تنگ آ کر لوٹ مار، قتل و غارتگری کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ مجھے رانی سردار کے ہاں پناہ مل رہی تھی۔ اس کے اڈے میں بھی، اُس کی آغوش میں بھی۔ وہ میرے کام آ رہی تھی۔ میں نے سوچا، وقت ملا تو میں اس کی راہ بدل دوں گا۔ فی الحال پارس دوم کے متعلق یہ فکر تھی کہ وہ یہاں کی فوجی بیرک میں کب تک قیدی کی طرح رہے گا۔ حالانکہ اُس سے قیدیوں جیسا سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ اُسے وی آئی پی ٹریٹمنٹ ملتا تھا۔ اس کے باوجود وہ دوسروں کے رحم و کرم پر تھا۔

پارس کی باتوں سے پتا چل گیا تھا، وہ بھی مزاجاً پابندیوں کا متحمل نہیں تھا۔ میں بھی چاہتا تھا کہ وہ آزاد فضاؤں میں پروان چڑھے اور ایسی جگہ رہے جہاں اُس پر دشمنوں کا سایہ بھی نہ پڑ سکے۔ ظاہر ہے، ایک ماں بھی اپنی اولاد کے لیے یہی چاہے گی۔ میرا دل کہتا تھا، رسونتی نے وقتی طور پر اسے وہاں چھوڑا ہے۔ شاید مناسب موقع ملنے پر اسے محفوظ مقام تک پہنچانے کے انتظار میں ہو اور اس مقصد کے لیے چپ چاپ کچھ نہ کچھ کر رہی ہو۔

اپنی اولاد کا معاملہ تھا۔ مجھے رسونتی سے براہِ راست گفتگو کر کے پارس کے لیے مشترکہ جدوجہد کا راستہ اختیار کرنا چاہیے تھا۔ مگر اُس میں دو باتیں تھیں، ایک تو وہ مجھے سر پر اثر دینا چاہتی تھی۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنی اولاد کے لیے تنہا جدوجہد کرنا چاہتی تھی۔ میں ایک ماں کے حوصلے پورے کرنا چاہتا تھا۔ آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ مجھے بھی پارس کی بہتری اور تحفظ کے لیے اپنے طور پر کوشش کرنا چاہیے۔ ایسے میں اُس کی ماں ناکام ہوتی تو باپ کامیاب ہو سکتا تھا یا باپ ناکام ہوتا تو ماں کامیاب ہو جاتی یا جدوجہد کے کسی اہم موڑ پر اولاد کی خاطر ماں باپ ایک ہو جاتے۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ صبح ہونے والی تھی، شاید غار کے باہر ہو چکی ہو۔ پتھریلی دیوار سے لگی ہوئی مشعل دھیمی پڑ رہی تھی۔ اس کی روشنی میں رانی سردار کو دیکھ کر ایک تدبیر سُوجھنے لگی۔ اگر یہ گھوڑے پر بیٹھ کر ڈاکا ڈالنے کے بجائے نئے دور کے اسمگلروں اور شریف بدمعاشوں کی طرح جدید طریقہ اختیار کرے اور شاہانہ طرز کی کوٹھیوں میں رہ کر ایک شریف خاتون یا شریمتی جی کہلائے تو اسی رانی سردار کے سامنے قانون ہاتھ جوڑ کر کھڑا رہے گا۔

آئیڈیا اچھا تھا۔ ایسی جگہ پہنچا پارس بھی محفوظ رہ سکتا تھا۔ کچھ عرصے کے لیے اسے وہاں چھپا کر رکھا جا سکتا تھا۔ قانون کے محافظ وہاں صرف سلام کرنے آتے اور ماہانہ رقم لے کر چلے جاتے۔ بڑی بڑی خطرناک تنظیمیں اور سپر طاقتیں رانی سردار جیسی شریف بدمعاش پر توجہ نہ دیتیں کیونکہ وہ بین الاقوامی سطح کی مجرمہ نہ ہوتی۔ ایسوں کو غیر ملکی ایجنٹ بھی نظر انداز کرتے ہیں۔

یہ آئیڈیا میرے دماغ میں پک رہا تھا اور وہ پکے ہوئے پھل کی طرح میرے سامنے چٹان پر رکھی ہوئی تھی۔ مشعل کی ڈوبتی ہوئی روشنی میں اس کی سانسیں ڈوبتی اُبھرتی جا رہی تھیں۔ وہ ایسی بھرپور تھی کہ تھوڑی اور ہوتی تو تراش جاتی۔ میں نے اُس پر ہاتھ رکھا تو وہ نیند میں کسمسانے لگی۔ چونکہ پرسنل زندگی گزارتی تھی، اس لیے پتا بھی کھڑکتا تو نیند سے چونک جاتی تھی۔ اس وقت میں نے خیال خوانی کے ذریعے اُس کی سوچ میں کہا۔ "ہائے، میں تو نیند میں بھی ان ہاتھوں کو پہچان لیتی ہوں۔ جب وہ جیت ہی چکا ہے تو ہارنے کے لیے کیا رہ جاتا ہے؟"

اُس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ بڑی بڑی نیند بھری آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ دیکھنے کا انداز ایسا تھا کہ میں نے بھی اُسے اچھی طرح دیکھنا شروع کر دیا۔ مشعل بجھ گئی تھی، صبح کی ہلکی ہلکی روشنی غار کے اندر آ رہی تھی۔ وہ شکست خوردہ لہجے میں بولی۔ "تو کون ہے رے۔ اب تو بتا دے؟"

"میں انتر گیانی ہوں، دوسروں کے اندر کی بات جان لیتا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "کیوں جھوٹ بولتا ہے؟"

"جھوٹی تو تو ہے۔ بی اے تک تعلیم حاصل کر کے ایک گنوار عورت کی طرح بولتی ہے۔"

اُس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "تیرا ماما کماری کلپنا ہے۔"

وہ جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں اُس کی زندگی کی سچی تصویریں پیش کرنے لگا۔ وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی اور ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلا کر اعتراف کرتی جا رہی تھی۔ میں نے اس کے متعلق ایسی ڈھکی چھپی ہوئی باتیں بھی بتائیں، جنہیں اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس بار اُس نے صحیح لب و لہجے میں پوچھا۔ "تم باتوں سے بھی لوٹتے ہو۔ دونوں ہاتھوں سے بھی لوٹتے ہو۔ میں تو پاگل ہو جاؤں گی۔ بھگوان کے لیے بتا دو، تم کون ہو؟ میرے بارے میں ایک ایک تفصیل کیسے جانتے ہو؟"

"اس سوال کا جواب ممکن نہیں ہے کہ میں کون ہوں؟ میں پہلے کہہ

چکا ہوں، میکو! یادداشت گم ہو گئی ہے۔ میں اپنی پچھلی زندگی بھول گیا ہوں۔"

"یہ سفید جھوٹ ہے۔ میرے بارے میں سب کچھ یاد ہے اور اپنے بارے میں کچھ یاد نہیں، کیا یہ یقین کرنے والی بات ہے؟"

"تمھارے یقین نہ کرنے سے میری یادداشت واپس نہیں آئے گی۔ مجھے پچھلی زندگی کی صرف اتنی سی بات یاد ہے کہ میرے ایک گرو دیو تھے۔ انھوں نے بددعا دی تھی کہ میں دوسروں کے بھیجے معلوم کرنے کا علم بھول جاؤں گا۔ شاید یہ اسی بددعا کا اثر ہے۔ آج میں کسی کے بھی اندر جھانک کر اس کے دل کی بات بتا سکتا ہوں مگر اپنے بارے میں ایک بات بھی یاد کر کے نہیں بتا سکتا۔"

"میں تعلیم یافتہ ہوں، کسی گرو دیو کی بددعا کو نہیں مانتی۔"

"نہ مانو۔ مگر بار بار ایک ہی سوال نہ کرو۔ ورنہ اٹھا کے چٹان سے نیچے پھینک دوں گا۔"

"تم بھی بڈھے لکھے لگتے ہو، مگر جانوروں کی طرح بولتے ہو۔ ابھی کلیجے سے لگا رہے تھے، اب پھینکنے کی بات کر رہے ہو۔ اب میں کس سے پوچھوں کہ تم کیا چیز ہو؟"

"کوئی میرے متعلق بتانے والا مل جائے تو مجھے ضرور بتانا۔ تب تک جیسا کہتا ہوں، ویسا کرو۔ یہ جگہ چھوڑ دو۔ اپنے تمام وفاداروں کو لے کر دہلی چلو۔"

"ویسے تو میں کسی کا حکم نہیں مانتی مگر تم ساتھ رہو گے تو مجبوراً میں بھی چلوں گی۔"

ہم وہاں سے غار کے دوسرے حصّے میں آئے۔ رانی سردار کے گیارہ وفادار تھے۔ پچھلی رات دو مارے گئے تھے۔ باقی نو وفادار بہت تھکے ہوئے تھے، ابھی تک سو رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "ان نو میں سے ایک غدّار ہے۔ یہاں کی خبر پولیس والوں کو پہنچاتا ہے۔"

رانی سردار عرف کماری کلپنا نے کہا۔ "ایسی بات ہوتی تو پولیس پارٹی اس غار تک پہنچ جاتی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ تو پہنچ گئی ہے۔ ہمارے یہاں پہنچنے کے بعد انھوں نے غار کے سامنے مورچا بنا لیا ہے۔ وہ رات کے اندھیرے میں ہمیں للکارنا نہیں چاہتے تھے۔ انھیں یقین ہے، دن کے اُجالے میں ہم کہیں سے بھی فرار ہونا چاہیں گے تو اُن کی نظروں اور گولیوں کی زد میں رہیں گے۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی۔ "اگر یہ سچ ہے تو تم اب تک خاموش کیوں رہے؟ میں ابھی غار کے چور راستے سے جا کر تمھاری باتوں کی تصدیق کروں گی۔"

وہ جانا چاہتی تھی۔ میں نے اُس کا بازو پکڑ کر کھینچ لیا۔ پھر ایک ڈاکو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ جو سُرخ قمیص پہن کر سو رہا ہے، حقیقتاً جاگ رہا ہے اور ہماری باتیں سُن رہا ہے۔ دیکھو، اس کا ہاتھ کمر کی طرف ہے، وہ ریوالور نکال رہا ہے۔"

اچانک اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ ریوالور نکال کر ہمیں نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ہاں، میں مخبر ہوں۔ پولیس والے چور دروازے پر بھی ہیں۔ اگر تم لوگوں نے خود کو گرفتاری کے لیے پیش نہ کیا تو ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔"

دوسرے وفادار آنکھیں ملتے ہوئے، انگڑائیاں لیتے ہوئے اُٹھ رہے تھے۔ میں چپ چاپ انھیں نیند سے جگا رہا تھا، تاکہ وہ بھی غدّار کو دیکھ لیں۔ وہ ریوالور دکھاتا ہوا غار کے دہانے کی طرف جا رہا تھا اور یہ بتا تا جا رہا تھا کہ مخبری کرنے کے سلسلے میں اُسے کتنا بڑا انعام ملنے والا ہے۔

میں نے کہا۔ "تم سب اس کا اصلی چہرہ دیکھ رہے ہو۔ میں نے تمھاری رانی سردار کو بتایا ہے کہ میں انسٹرگیانی ہوں۔ میں اپنے گیان کے ذریعے کہتا ہوں، یہ غدّار ابھی اپنا ریوالور لاکر مجھے دے گا۔"

میں نے اس کی طرف ایک اُنگلی کا اشارہ کیا۔ "چلو آجاؤ۔"

وہ بڑی فرماں برداری سے چلتا ہوا آیا۔ پھر اپنا ریوالور مجھے دینے لگا۔ سب حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں میگافون کے ذریعے آواز سنائی دی۔ "رانی سردار! تم سب چاروں طرف سے گھیر لیے گئے ہو۔ زندہ رہنا چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر آجاؤ۔"

میں نے غدّار کو وہ ریوالور واپس دیتے ہوئے کہا۔ "اسے جیب میں رکھو۔ اور دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلے تم باہر جاؤ۔ اور اُن سے کہو کہ پچھلی رات ان سب نے زیادہ پی لی تھی۔ اب تک غار میں بے ہوش پڑے ہیں۔"

شنکر نامی ڈاکو نے مجھ سے پوچھا۔ "تم نے یہ ریوالور اسے واپس کیوں کر دیا؟ تم کرنا کیا چاہتے ہو؟ کیا اس طرح ہم گرفتاری سے بچ جائیں گے؟"

میں نے کہا۔ "تم میں سے جسے یقین ہے کہ چاروں طرف سے گھر کر مقابلہ کرنے پر مارا جائے گا، وہ ہاتھ اٹھا کر باہر جا سکتا ہے۔"

سب نے باری باری کہا۔ "ہم اپنی دیوی سردار کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ جئیں گے، مریں گے ایک ساتھ۔"

رانی سردار نے کہا۔ "مجھے تم پر بھروسا ہے۔ میرا حکم ہے، ابھی ہمارا یہ اجنبی دوست جو کہتا ہے، وہ کرتے جاؤ۔"

میں نے کہا۔ "مجھ پر بھروسا کرو۔ یہاں آرام سے رہو اور پیشین گوئی سنو۔ باہر جو لوگ ہیں، وہ خود آپس میں لڑتے مرتے رہیں گے۔"

وہ غدّار چور راستے کی طرف جانے لگا۔ میں ایک اونچے پتھر پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ جس نے میگافون کے ذریعے آواز سنائی تھی، وہ غار کے سامنے تھا۔ میں نے غدّار کو چور راستے کی طرف اس لیے بھیجا کہ اُدھر پولیس پارٹی کو کمانڈ کرنے والے افسر کی آواز بھی سن سکوں۔

غدّار نے چور راستے پر پہنچ کر کہا۔ "میں مخبر منگل سنگھ ہوں، گولی نہ چلانا۔ باہر آرہا ہوں۔"

باہر سے آواز آئی۔ "تم جو کوئی بھی ہو، دونوں ہاتھ اٹھا کر آؤ۔"

میں نے کہنے والے افسر کو ٹریپ کیا۔ اُس کے سامنے منگل سنگھ ہاتھ اٹھا کر آتے ہوئے بولا۔ "وہ سب کے سب بے ہوش پڑے ہیں۔ رات کو زیادہ پی لی تھی۔"

وہاں بیس سپاہیوں کے پاس رائفلیں اور دو افسران کے پاس اسٹین گنیں تھیں۔ سپاہی دس دس کی قطار میں کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے دوسرے افسر کی آواز سنتے ہی اُس کی گن سے سپاہیوں پر ایک برسٹ مارا۔ ترا تڑا تڑ کی آواز کے ساتھ یہاں سے وہاں تک قطار میں کھڑے ہوئے سپاہیوں کی آخری جنبشیں اِدھر اُدھر کر ڈوب گئیں۔

پچھلی قطار میں کھڑے ہوئے سپاہی خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگے۔ وہ اپنے افسر پر گولی نہیں چلا سکتے تھے۔ اپنی سلامتی کا بھی خیال تھا۔ دوسرے افسر نے غصّے سے اسٹین گن کا دستہ پہلے افسر کے سر پر مارا۔ پھر کہا۔ "تم نے ہی دس سپاہیوں کو مروا ڈالا۔ پاگل کے بچّے۔۔۔"

اس کے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ میں نے غدّار کے اندر پہنچ کر ریوالور کی نال گردن سے لگا دی، پھر کہا۔ "ہتھیار پھینک دو اور چیختے ہوئے جاؤ کہ رانی سردار نے چور راستے کا مورچا توڑ دیا ہے۔"

اُس نے اسٹین گن پھینک دی۔ میں نے (غدّار نے) اسے دھکا دیا۔ پھر اس کی اور زخمی افسر کی اسٹین گنوں کو اٹھا لیا۔ اس کے بعد کہا۔ "میں اس پتھر کی آڑ سے دیکھتا رہوں گا۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو گولی مار دوں گا۔"

اُسے جان بچانے کے لیے وہاں سے دوڑنا پڑا اور ساتھ ہی چیخ کر کہنا پڑا کہ رانی سردار نے جو مورچا بنوایا ہے، وہ توڑ دیا ہے۔ اُدھر سے دوسرے سپاہی آ رہے تھے، میں نے اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ چار گرے، باقی اِدھر اُدھر بھاگ کر چھپ گئے۔

جو افسر بھاگتا ہوا اور چیختا ہوا گیا تھا، اس کے کارتوس کٹ میں دو میگزین رکھے ہوئے تھے۔ میں نے آنکھیں کھول کر رانی سردار اور اُس کے وفاداروں کو دیکھا۔ وہ میری پیشین گوئی کے مطابق باہر گولیاں چلنے کی آوازیں سُن رہے تھے۔ مجھے حیرانی اور عقیدت سے دیکھتے جا رہے تھے۔ میں نے ایک سے کہا۔ "تم رائفل لے کر چور دروازے کی طرف جاؤ۔ وہ غدّار مارا گئے تو اُسے گولی مار دینا۔ خود باہر نہ جانا۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پہلے غدّار کو دیکھا۔ وہ سر پکڑ کے بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا، اُس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ وہ کیوں پولیس والوں پر فائرنگ کرتا رہا تھا؟ میں اُسے چھوڑ کر افسر کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ غار کے سامنے صرف ایک میگافون والا افسر اور بچنے والے سپاہی رہ گئے تھے۔ انھیں حکم دیا جا رہا تھا کہ غار کے دہانے پر بنیڈ گرینیڈ سے دھماکے کیے جائیں۔ اس سے پہلے ہی میں افسر کے روپ میں وہاں پہنچ گیا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "رک جاؤ، پہلا گرینیڈ میں پھینکوں گا۔"

میں نے کٹ سے گرینیڈ نکالا اور کہا۔ "دیکھو، یہ چھوٹی سی پن لگی ہوئی ہے، اسے دانتوں سے پکڑ کر یوں کھینچنا چاہیے۔"

میں نے دانتوں سے پکڑ کر اُسے کھینچا اور کہا۔ "اسے کھینچتے ہی غار کے دہانے پر پھینکنا چاہیے۔ دیر ہو گی تو یہ اپنے ہی درمیان پھٹ جائے گا۔"

میگافون والے افسر نے چیخ کر کہا۔ "ارے جلدی پھینکو۔"

وہ خوف زدہ ہو کر سپاہیوں کے ساتھ بھاگنے لگا۔ میں اُن کے پیچھے دوڑتے ہوئے بولا۔ "رُک جاؤ، نہیں تو یہ۔۔۔"

بات پوری نہ ہو سکی۔ ایک زوردار دھماکا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی میرے جسم کے چیتھڑے اُڑ گئے۔ میں فوراً ہی میگافون والے کے پاس پہنچا۔ وہ زمین پر لوٹ پوٹ کر اہ رہا تھا۔ اس کے ساتھ کئی سپاہی زخمی ہوئے تھے اور کئی مر چکے تھے۔ اُس نے بڑی مشکل سے اٹھتے ہوئے اپنی کٹ سے ایک گرینیڈ نکالتے ہوئے کہا۔ "ایک میرے پاس بھی ہے۔ اس میں ایک چھوٹی سی کی، ہوتی ہے۔ اسے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا جاتا ہے۔"

وہ دانتوں سے کی کو کھینچنے لگا۔ تمام سپاہی اُچھل کر کھڑے ہو گئے۔ اپنے زخموں کی پروا کیے بغیر چیختے ہوئے بھاگنے لگے۔ مگر وہ افسر بھی ساتھ بھاگ رہا تھا۔ کیونکہ نہیں اُس کے ساتھ بھاگ رہا تھا۔ ایک بار پھر زوردار دھماکے سے میرے جسم کے چیتھڑے ہو گئے۔

اس دماغ کے مرتے ہی میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

ابھی میں نے آنکھیں نہیں کھولی۔ غدّار کے ذریعے دوڑتا ہوا اُدھر گیا جہاں چند سپاہیوں نے مورچا بنایا تھا۔ مگر وہ اب نہیں تھے، وہاں سے بھاگ گئے تھے۔ غدّار نے ریوالور نکال کر اُس افسر کو گولی ماردی، جس نے سب سے پہلے اسٹین گن کے ذریعے اپنے سپاہیوں کو ہلاک کیا تھا۔ بعد میں دوسرے افسر کے ہاتھوں زخمی ہوا تھا۔ بہر حال، میدان صاف ہو گیا۔ صرف ایک غدّار رہ گیا۔

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ یا حیرت! رانی سردار اور تمام وفادار میرے سامنے دونوں ہاتھ جوڑے کھڑے تھے۔ میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "تم لوگوں کو تمھارے بھگوان کا واسطہ، مجھے بھگوان کا اوتار نہ سمجھنا اور نہ ہی میں دیوتا ہوں۔ آؤ، اب ہم باہر نکلیں گے۔"

میں بڑے پتھر سے اُتر کر نیچے آیا۔ وہ سب میرے پیچھے ہاتھ جوڑ کر چلنے لگے۔ میرے منع کرنے پر بھی وہ اپنی عقیدت سے باز آنے والے نہیں تھے۔ کماری کلپنا میرے بازو سے لگ کر چلتے ہوئے فخر محسوس کر رہی تھی۔ باہر آکر چاروں طرف دُور دُور تک دیکھتے ہی وہ

حیرت زدہ رہ گئے۔ یوں لگ رہا تھا میدانِ جنگ میں دو فوجوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے جس کے نتیجے میں کم از کم چالیس سپاہی مارے گئے۔ جبکہ مقابلے پر دوسری کوئی فوج نہیں ہے۔

اور یہی سب سے حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین بات تھی۔ جس پر یقین کرنا پڑ رہا تھا۔ کماری کلپنا نے ادھر سے اُدھر جاتے ہوئے، دُور تک پڑی ہوئی لاشوں کو دیکھتے ہوئے کہا: "یہ سب ایک آدمی نے کیا؟ یہ تو شری کرشن بھگوان کرتے تھے۔ ایک جگہ بیٹھ کر صرف ایک انگلی کے اشارے سے موت کا چکر چلاتے تھے اور ہزاروں دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔"

وہ میری طرف پلٹ کر بولی: "تم کہتے ہو دیوتا نہیں ہو، تو پھر یہ کیا ہے۔ تم نے ہمارے سامنے ایک جگہ بیٹھے بیٹھے دشمنوں کو ٹھکانے لگایا، اگر تم انسان ہو تو بھولے ناتھ کی قسم! ایسے ہی انسان کے روپ میں بھگوان آتے ہیں۔"

وہ دوڑتی ہوئی آئی اور اُچھل کر میری گردن میں بانہیں ڈال کر جھول گئی۔ پھر بولی: "تم جو کوئی بھی ہو، میں نے تو دیوتا مان لیا میں تمہاری داسی بھی ہوں، پجارن بھی ہوں۔"

ایک طرف وہ گلے کا ہار بن گئی تھی، دوسری طرف تمام وفادار میرے قدموں سے لپٹ گئے تھے۔ شاید بھگوان اسی لیے زمین پر نہیں آ ناکہ آجائے تو یہ بندے کبھی اُس کا پیچھا نہ چھوڑیں۔ میں ہچکچا چھڑانے کے لیے اُس غدار کے پاس گیا۔ وہ ابھی تک دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا تھا۔ میں اُسے اُن کے سامنے لے آیا۔ وہ سب میرے قدموں سے الگ ہو کر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ معلوم کرنا چاہتے تھے میں نے اُسے زندہ کیوں چھوڑ دیا؟

وہ ہمیں دیکھ کر سہمے تھرکانپ رہا تھا۔ میں نے کہا: "تمہارے پاس ریوالور ہے۔ اتنے سپاہی اور افسر مردہ پڑے ہیں۔ ان کی رائفلیں اور اسٹین گنیں لے لو۔ پھر ان ہتھیاروں میں جو پسند ہو، اُس سے فوراً مر جاؤ۔ ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔"

وہ گڑگڑا کر معافی مانگنے لگا۔ میں نے کہا: "وہ سامنے سو گز کے فاصلے پر گیندے کے پھول کا پودا ہے۔ پودے کے اُس پار پہنچ جاؤ گے تو زندہ رہو گے، نہ پہنچ سکے تو مر جاؤ گے۔ جاؤ، دوڑو۔ وقت بہت کم ہے۔"

اُس نے جان بچانے کے لیے دوڑ لگائی۔ کماری کلپنا نے کہا: "اُس پودے کے پار جانا کون سی بڑی بات ہے۔ وہ تو بچ جائے گا۔ کیا اُس غدار کو زندہ چھوڑ دو گے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "وہ بہت غیرت مند ہے، شرم سے اپنی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھے گا اور خودکشی کرے گا تاکہ آئندہ غداری نہ کر سکے۔"

وہ سب غور سے دوڑنے والے کو دیکھ رہے تھے۔ پھر انھوں نے وہی دیکھا، جو میں کہہ چکا تھا۔ اُس نے پودے کو پار نہیں کیا تھا، وہاں پہنچ کر رک گیا تھا۔ پودے کے قریب کھڑے ہو کر ریوالور کی نال کو کنپٹی سے لگایا تھا۔ پھر پٹاخے کی آواز گونجی اور وہ زندگی کے پودے سے کٹی ہوئی شاخ کی مانند زمین پر آ گیا۔

میں نے کہا: "ابھی کچھ زیادہ کہنے سننے کا موقع نہیں ہے۔ تمام نقدی اور زیورات سمیٹ کر یہاں سے کوچ کرو۔ اب یہ اڈا تم لوگوں کے لیے محفوظ نہیں رہا۔"

اب میری ہر بات اُن کے لیے حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ ہم آدھے گھنٹے کے اندر ضروری سامان سمیٹ کر وہاں سے گھوڑوں پر روانہ ہوئے۔ میں نے راستے میں سمجھایا: "ہم آئندہ بھی یہی کام کریں گے لیکن خریفانہ انداز اختیار کریں گے۔ ہم گھوڑوں پر نہیں، ٹرک کنڈیشنڈ کاروں میں سفر کریں گے۔ اس مقصد کے لیے تم سب کو اپنا حلیہ اور اپنا لباس بدلنا ہوگا۔"

ہمارا سفر بہت طویل تھا۔ کماری کلپنا نے بتایا کہ ہم جنگل اور غیر آباد علاقوں سے گزرتے ہوئے 'سنان' نامی ایک چھوٹے سے شہر میں پہنچیں گے لیکن وہاں ایسی دکانیں نہیں ہیں جہاں سے حلیہ بدلنے اور اچھے لباس پہننے کا سامان مل سکے، لہٰذا ہم پھر غیر آباد علاقوں سے گزرتے ہوئے انبالہ شہر پہنچ سکتے ہیں۔ اگر تیز رفتاری سے گھوڑے دوڑتے رہے تو تمام دن گزار کر آدھی رات کے قریب وہاں پہنچ سکتے ہیں۔

میں نے کہا: "میں پچھلی رات سے جاگ رہا ہوں۔ لہٰذا ہم دونوں 'سنان' کے کسی چھوٹے موٹے ہوٹل میں قیام کریں گے۔ ہر یالو اور تنزکر وغیرہ جانبالہ جائیں گے، وہاں سے ہماری ضروریات کا تمام سامان خرید کر لائیں گے۔ اس کے بعد ہم شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے دہلی تک جائیں گے۔"

طویل اور دشوار گزار راستوں سے گزر کر ہم دوپہر کو 'سنان' کے قریب پہنچے۔ تمام گھوڑے چھوڑ دیے گئے۔ میں نے کہا: "ہم ایک دوسرے سے دُور رہیں گے ضرورت ہوئی تو اجنبیوں کی طرح ملاقات کریں گے اور میں اُن کے ٹھکانوں میں پہنچ کر باتیں کیا کروں گا۔"

وہ لوگ بے شک و شبہ جان پر کھیلنے والے وفادار تھے، میں نے اچھی طرح یقین کر لیا تھا کہ وہ میرے ایک اشارے پر جان دے سکتے ہیں اور میرا راز کسی حال میں بھی کسی کے سامنے بیان نہیں کر سکتے۔ اس سے پہلے وہ اپنی زبانیں کاٹ لینے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ اس لیے میں نے خیال خوانی کا راز ظاہر کر دیا۔

میں نے کماری کلپنا کے ساتھ ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ شمبھو دلوا نامی ایک وفادار ہمارے ساتھ تھا۔ باقی لوگ بس میں سوار ہو کر آگے چلے گئے۔ میں نے کچھ کھانے کے بعد بستر پر آرام سے لیٹ کر چار گھنٹے کی نیند کا وقت مقرر کیا پھر سو گیا۔

میرے کمرے میں صرف کماری کلپنا تھی۔ شمبھو دلوا دوسرے کمرے میں تھا۔ میں کسی خوف یا اندیشے کے بغیر سو رہا تھا۔ مجھے یہ مکمل اعتماد تھا کہ کماری کلپنا اور دوسرے آٹھ وفادار صرف میرے کام نہیں آ رہے ہیں، آئندہ پارس اوّل کے بھی محافظ اور وفادار رہیں گے۔

آرمگم ہو گیا۔ اُس کی گم شدگی نے شار پر اور ہار پر کو پریشان کر دیا۔ آرمی اغوا ہونے والی بہن روزانہ پہلے ہی ایک مسئلہ بنی ہوئی تھی۔ انھوں نے بھائی آرمر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ وہی ٹرانسفارمیشن کا معاملہ تھا۔ اس کے تین حصوں تک پہنچنے کے لیے کسی منظم گروہ نے آرمر کو بھی اغوا کر لیا تھا۔

میں جانتا تھا، یہ کام ماسک مین کا ہے لیکن روزانہ کو لے جانے والے ابھی تک بے نقاب نہیں ہوئے تھے۔ جب میں روزانہ کے پاس پہنچا تو ہار پر اس کے دماغ میں موجود تھا۔ پریشان ہو کر کہہ رہا تھا: "تم جو جوادر بھائی آرمر تینوں ہمارے لیے مصیبت بن گئے ہو۔ تم ہمارے گلے کی ہڈی ہو، نہ نگل سکتے ہیں، نہ اُگل سکتے ہیں۔ اگر ہم خون کے رشتوں کا اتنا خیال کرتے ہیں تم لوگوں سے محبت کرتے ہیں تو تمہارا بھی فرض ہے کہ مہذب طریقے سے زندگی گزار کر دو۔ جوا، چوری، بچا کھچا کہ بن، آرمر کی شراب نوشی اور تمہاری عیاش طبیعت ہمیں مجبور کر رہی ہے کہ ہم آخری ممکن حد تک تم لوگوں کی حفاظت کریں۔ اس کے بعد نہ کر سکیں تو دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ انھیں بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہم تمہاری قربانیاں تو دے سکتے ہیں مگر اس حد تک پہنچنے کا موقع نہیں دے سکتے۔"

وہ ایک ایسے کمرے میں قید تھی، جہاں کم سے کم سامان تھا۔ کھڑکیاں اور دروازے بند تھے۔ باہر کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ جب سے وہاں لائی گئی تھی، تب سے کوئی نہیں آیا تھا۔ رات سے صبح ہو گئی تھی۔ اب کوئی دروازہ کھولتا تب بھی باہر نہ جاتی۔ وہ اپنا بگڑا ہوا چہرہ کسی کو دکھانا نہیں چاہتی تھی۔

اُس نے ناگواری سے کہا: "ہار پر! تم ہمیشہ جلی کٹی سناتے ہو۔ مجھے دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑنا ہے تو چلے جاؤ۔ بس اتنی مہربانی کر کر جائی شار پر کو بھیج دو۔"

"وہ بھائی آرمر کے پاس ہے۔ اُس نے تم سے کہا تھا کسی طرح ان دشمنوں سے رابطہ قائم کرو۔"

"کیسے کروں؟ پچھلی رات سے کوئی ایک گلاس پانی کے لیے بھی پوچھنے نہیں آیا۔ میں نے کسی کی آواز بھی نہیں سنی ہے۔ اگر کوئی آ جائے تو میں اُسے کسی طرح بولنے پر مجبور کر سکتی ہوں۔ اُسے پھانسنے کے لیے میرا وہ حسن بھی مدد نہیں کرتا جس پر مگرمچھ کے آنسو بہا کر تم نے کہا تھا: "تمہارا چہرہ کب بنے گا؟"

"تمہیں اپنے حسن کی بڑی پڑی رہتی ہے۔ ہم یہاں دن رات کانٹوں پر لوٹتے رہتے ہیں، جب سے یہ ٹیلی پیتھی سیکھی ہے، وقت پر کھانا اور سونا نصیب نہیں ہوتا ہے۔"

اتنے میں آہٹ سنائی دی۔ روزانہ نے کہا: "کوئی دروازہ کھول رہا ہے۔"

ہار پر نے کہا: "اپنا چہرہ چھپا لو اور یاد رکھو، عورت جتنا چھپتی ہے، مرد اتنا ہی للچاتا ہے۔ آنے والے کو آلو بنا دو اور بولنے پر مجبور کرو۔"

مغربی تہذیب کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بھائی اپنی بہن کو شکار پھانسنے کے گُر سکھاتا ہے۔ روزانہ نے سامنا باریک اسکارف کھول کر سر پر ڈال لیا۔ وہ اسکارف سیاہ تھا۔ باہر سے چہرہ صاف دکھائی نہیں دیتا تھا، اندر سے وہ شکار کو دیکھ لیتی تھی۔

دروازہ کھل گیا۔ آنے والے تین تھے۔ دو دروازے پر رُک گئے۔ اُن کے ہاتھوں میں چاقو اور ریوالور تھے۔ تیسرا ایک ٹرے میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں لایا تھا لیکن وہ تینوں دروازے پر ٹھٹک کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر روزانہ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ ایک کوچ پر قلوپطرہ کے انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔ بدن پر کہیں کپڑا تھا، کہیں نہیں تھا۔ مگر چہرہ چھپا ہوا تھا۔ دیکھنے والے شکایت نہیں کر سکتے تھے کہ: "صاف چھپتی بھی نہیں، سامنے آتی بھی نہیں۔" وہ تو بالکل سامنے تھی۔ ہاتھ بڑھا کر چھو لینے کی دیر تھی۔

کوئی ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا، کوئی تھوک نگل رہا تھا، کوئی لال پیلا ہو رہا تھا۔ تینوں آگے بڑھتے ہوئے یوں گھبرا رہے تھے جیسے وہ بجلی ہو، چھوتے ہی جھٹکا مار دے گی۔ وہ اُسے مخاطب نہیں کر سکتے تھے۔ انھیں گونگے بن کر رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اگر کوئی بولتا تو اُسے گولی مار دی جاتی۔

ایک چالاک عورت کا ناز و انداز مرد کو گولی کھانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ وہ تینوں کمرے میں آ گئے۔ روزانہ یوں چت لیٹی کی طرف تک رہی تھی، جیسے اُن کی آمد سے بے خبر ہو۔ ایک نے کھانے کی ٹرے زور سے میز پر رکھی تاکہ وہ خیالات سے چونک جائے۔ مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ دوسرے نے قریب آ کر دو چار بار تالیاں بجائیں۔ تیسرے نے کھنکار کر گلا صاف کیا لیکن اُسے مخاطب کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

آخر اُس میں حرکت ہوئی۔ اُس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر ایک بھرپور انگڑائی لی۔ پھر اُس کے منہ سے ہائے نکلی جیسے انگڑائی کی اُٹھان پر بدن ٹوٹ رہا ہو۔ اس بار ایک سے رہا نہ گیا۔ اُس نے ہاتھ بڑھا لیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک ہاتھ منہ پر رسید کر دیا۔ پھر بولی: "خبردار! جو گونگا ہے، وہ مجھے ہاتھ نہ لگائے۔"

منہ پر طمانچہ کھانے والا پیچھے چلا گیا۔ وہ تینوں اپنی مردانگی نہیں دکھا سکتے تھے۔ اس کے سلسلے میں حکم دیا گیا تھا، نہ بات کی جائے، نہ اُسے تکلیف پہنچائی جائے۔ اگر وہ کسی کے حکم کے پابند نہ ہوتے تو بجلی کے جھٹکے پہنچانے والی جو چیز پھاڑ کر رکھ دیتے۔ اُس نے تینوں کو باری باری دیکھا، پھر اپنی چمکتی ہوئی بانہیں پھیلا کر کہا: "میرے لیے کھانا لاتے ہو مگر میں پیاسی ہوں، کسی شیر کی طرح گرجنے والے کی پیاس ہوں۔ وہ گرجنے

اور بولنے والا تیسرا تم میں سے کون ہے؟"

ایک نے اُچھل کر سامنے آتے ہوئے گرجتے ہوئے کہا۔

"میں ہوں۔"

یہ دو الفاظ کافی تھے۔ شاید میری طرح ہارپر بھی اس کے دماغ میں پہنچ گیا ہوگا۔ اِدھر ہم پہنچے اُدھر ٹھائیں سے ایک گولی اُس بولنے والے کے اندر پہنچی۔ اب اُس کا دماغ دو چار لمحوں کا تھا۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے بجھنے والا تھا۔ ہارپر نے اُس کے دماغ کو جھنجوڑ کر پوچھا۔ "بولو جلدی بولو، کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

مَیں نے کچھ نہیں پوچھا۔ وہ ڈوبتے ہوئے ذہن سے کسی شخص کا تصور کر رہا تھا۔ وہ شخص ایک وہیل چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کی دونوں ٹانگیں بیکار تھیں۔ ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ یعنی جسم کے تین اہم حصّے کسی کام کے نہیں تھے۔ وہ صرف ایک ہاتھ سے بڑے بڑے مجرموں پر حکومت کرتا تھا۔

گولی کھا کر گرنے والے نے زندگی کی آخری ساعتوں میں صرف اتنا ہی تصور کیا۔ پھر وہ آخری تصور بھی فنا ہوگیا۔ چند لمحوں تک گہری سی خاموشی رہی پھر خفیہ اسپیکر کے ذریعے کسی کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

"مس روزانہ! تمہارے بھائی مجھ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ مَیں بھی اُن کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔ پھر ہمارے درمیان پردہ کیوں رہے؟"

پھر اُس نے کہا۔ "آں، نہیں۔ نہیں مسٹر ایمرے۔ میرے دماغ میں پہنچنے کی اتنی جلدی نہ کرو۔ مَیں تم لوگوں کو خود بُلانے والا ہوں۔ یاد رکھو، میں بن بلائے مہمانوں کو پسند نہیں کرتا۔ جبراً آؤ گے تو دماغ سے دُھتکار دوں گا۔"

روزانہ نے کہا۔ "میرا بھائی ابھی تم سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

"تمہارے بھائی کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ میرے پاس باتیں کرنے کا وقت ہونا چاہیے اور وہ ابھی نہیں ہے۔ اُس سے کہو، آج شام پانچ بجے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"کیا میں شام تک یہاں قید رہوں گی؟"

اس کی بات کا جواب نہیں ملا۔ اُس نے کئی بار آواز دی، لیکن حاکمانہ انداز میں بولنے والے کی آواز گم ہو چکی تھی۔ وہ دو شخص بھی جا چکے تھے اور دروازہ پہلے کی طرح بند ہوگیا تھا۔ ہارپر نے ناگواری سے کہا۔ "روزانہ! صبر کرو۔ جب تک چیونٹی پاؤں تلے نہیں آتی، کاٹتی رہتی ہے۔ وہ ابھی فاتح بن کر کاٹ رہا ہے۔ شاگو اُسے دیکھ لوں گا۔"

مَیں نے جناب شیخ الفارس کو مخاطب کیا۔ پھر کہا۔ "لندن میں ایک ایسا شخص ہے جس کے دونوں پاؤں بیکار ہیں۔ ایک ہاتھ کٹ چکا ہے، صرف ایک ہاتھ رہ گیا ہے۔ وہ وہیل چیئر پر زندگی گزارتا ہے۔ اِس حال میں بھی وہ کسی کا محتاج اور محکوم نہیں ہے۔ پہیوں والی کرسی پر بیٹھ کر بڑے بڑے مجرموں پر حکومت کرتا ہے۔ مَیں اُس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا۔ کیا ایسے کسی شخص کا سُراغ لگایا جا سکتا ہے؟"

انھوں نے کہا۔ "آدھے گھنٹے بعد آؤ۔"

میں وہاں سے واپس آگیا۔ پھر آرمر کے پاس پہنچا۔ وہاں شارپر اُسی کے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "بھائی آرمر! کیا اب تک ایسا کوئی آدمی نہیں ملا جس کے دماغ میں تم پہنچ سکو؟"

آرمر نے کہا۔ "مجھے اغوا کرنے والے نادان نہیں ہو سکتے۔ اب تک ایک ہی شخص بولتا رہا ہے اور مَیں اُس کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کر چکا ہوں۔"

"تم اُس شخص کو ہر ممکن طریقے سے یقین دلا ڈوکہ ٹر انسفارمر شین سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے اور تمہارے بھائی اِس شین کو چھپا کر رکھنے کی خاطر اپنے بھائیوں کی قربانیاں بھی دے سکتے ہیں۔"

"مَیں اُس شخص کو یقین دلا چکا ہوں۔ یہاں تک کہہ چکا ہوں کہ میرے بھائیوں کو مجبور کیا گیا تو مَیں اپنی جان پر کھیل جاؤں گا لیکن کسی کو اس مشین تک پہنچنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

"شاباش میرے بھائی! ہمارے حوصلے ایسے ہی مستحکم رہیں تو تمام خطرناک تنظیمیں اور سر طاقتیں اپنا سر ٹکراتی رہ جائیں گی اور کبھی مشین کا پُرزہ بھی حاصل نہیں کر سکیں گی۔"

"شارپر! میرے اطمینان کے لیے اتنا بتا دو، روزانہ کا حصّہ محفوظ طریقے سے اُس تک پہنچ چکا ہے یا نہیں؟"

اُس نے جواب دیا۔ "یہ بھی ایک پرابلم ہے۔ مَیں نے اُسے روزانہ کی خواب گاہ سے نکال لیا ہے۔ ایسے ہی وقت سونیا استنبول پہنچ گئی تھی۔ اس کی موجودگی بظاہر کچھ ہوتی ہے، در پردہ کچھ اور مقاصد ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے فرہاد کی ٹیم نے استنبول کی ناکا بندی کی ہو۔ یہ لوگ ایسی چالیں چلتے ہیں جو پہلے سمجھ میں نہیں آتیں لیکن بعد میں حیرت انگیز نتائج سامنے آتے ہیں۔ یہ سوچ کر میں نے اسی شہر میں اُس حصّے کو چھپا دیا ہے لیکن مناسب موقع پر اسے شہر سے نکال لے جاؤں گا۔"

شارپر نے بھائی کو اس سے زیادہ کچھ نہیں بتایا۔ وہ حصّہ ابھی تک استنبول میں ہے۔ یہی معلومات ہمیں اُس کے قریب تر لے جا سکتی تھی۔ یہ بات مَیں نے سونیا کو بتائی۔ اُس نے پوچھا۔ "وہ حصّہ کس شکل کا ہے اور کس دھات کا ہے؟"

مَیں نے کہا۔ "انسانی کھوپڑی کے اوپری حصّے کا خول جیسا ہوتا ہے۔ ویسی ہی شکل ہے، یعنی ہم اُسے ٹوپی کی طرح سر پر رکھ سکتے ہیں۔ اس پر کچھ مختلف سائز کے پُرزے لگے ہیں جو باریک تاروں کے ذریعے ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔"

"وہ حصّہ کتنا بڑا ہے؟"

"ایک نارمل سائز کی کھوپڑی کے برابر ہے۔ سفید چمکتے ہوئے اسٹین لیس اسٹیل کی پتلی پلیٹ سے بنایا گیا ہے۔ لہٰذا وزن میں ہلکا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، اسے یہاں سے اسمگل کرنے والے پر کپڑا یا چمڑا اندھ کر سر پر سِی کر جا سکتے ہیں۔ انھیں روکنے کے لیے ایئرپورٹ، ریلوے اسٹیشن، بڑی بڑی شاہراہوں اور بندرگاہوں پر نظر رکھنا ہوگی جو خاصا مشکل کام ہے۔"

"کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ کیا پارس اوّل کا سراغ ملا؟"

"نہیں ملا۔ مگر کسی ایک معاملے پر پہلے بات ختم کرو، پھر دوسری بات پوچھو۔ اب ہمیں شین کے اِس حصّے کے متعلق سوچوں یا پارس کے متعلق؟"

"پارس کے متعلق۔ اس سے بڑھ کر کسی کی اہمیت نہیں ہے۔"

"ہیں اسی کی فکر میں ہوں۔"

"تم مجھ سے کہہ چکی ہو کہ شیبا نے پارس اوّل کو دریافت کیا ہے۔ مَیں جواد کے دماغ سے معلوم کر چکا ہوں، وہ میرے لہجے میں خیال خوانی کرتی ہے، پھر اُس نے تم سے گٹھ جوڑ کیا۔ اس کے بعد پارس تم سب کے ہاتھ سے نکل گیا۔ کیا یہ یقین کرنے والی بات ہے؟"

"اس میں کون سی بات یقین کرنے والی نہیں ہے؟"

"میں کہ شیبا ہارپر اوّل کے دماغ میں پہنچ سکتی ہے۔ یہ معلوم کر سکتی ہے کہ وہ اب کہاں ہے۔"

"شیبا نے ایسا کیا تھا مگر وہ اُس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکی کسی نے تو یہ عمل کیا ہوگا۔ کسی نے تو اُس بچّے کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔"

"یہ نیا شوشہ چھوڑ رہی ہو؟"

"فرہاد! خواہ مخواہ عورتوں کو شکی کہا جاتا ہے۔ شکّی تو مرد ہوتے ہیں، جب مَیں جھوٹی ہوں، مجھ پر بھروسا نہیں ہے تو اتنے اہم معاملات پر کیوں گفتگو کرتے ہو؟"

"وہ بچّہ استنبول میں نہ ہوتا تو مَیں تمہیں منہ بھی نہ لگاتا۔"

"یہ منہ لگنے والی گندی باتیں نہ کرو۔ آج کل مجھ پر فرشتوں کا سایہ رہتا ہے۔"

"شیطان تم پر سایہ کر کے بھاگ گیا۔ یہ فرشتے بھی بھاگنے میں ہی عافیت سمجھیں گے۔ تمہارے صبیح چہرے کے سامنے صرف فرہاد ہی ٹھہر سکتا ہے۔ پلیز کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ پندرہ منٹ کے بعد آؤ۔ مَیں لباس تبدیل کر کے نکل رہی ہوں۔ ایئرپورٹ اور بندرگاہوں کے کنٹرولوں سے فون پر بات کر کے گفتگو کروں گی۔ تم اور شیبا اُن کے لہجوں کو یاد رکھو گے اور وقتاً فوقتاً اُن کے پاس پہنچ کر مسافروں کی چیکنگ کے دوران موجود رہو گے مگر ایک وعدہ کرو۔"

"بات سمجھے بغیر وعدہ کر رہا ہوں۔"

"تم میرے دماغ میں رہ کر شیبا کو کبھی مخاطب نہ کرنا۔ وہ سمجھتی ہے کہ میں نے تمہیں اُس کے متعلق کچھ نہیں بتایا ہے اور اُسے تمہارے متعلق بتاؤں گی بھی نہیں۔ وہ بے چاری بوشیدہ طور کارنامے انجام دینا چاہتی ہے، اُسے ایسا کرنے دو۔"

"ٹھیک ہے، اُسے کبھی مخاطب نہیں کروں گا۔ اب بتاؤ، پارس کہاں ہے؟"

"تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ پلیز، مجھے تلاش کرنے دو.....

وہ جیسے ہی ملے گا ـــــ مَیں اُس کا پتا بتا دوں گی۔ پھر تم تصدیق کر لینا کہ کسی نے اُس کے دماغ کو لاک کیا ہے یا نہیں۔ اب جاؤ، مجھے لباس بدلنے دو۔"

مَیں نے شیخ صاحب کے پاس آکر اُس وہیل چیئر والے اپاہج کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے کہا۔ "وہ واقعی اپاہج ہے۔ اس دنیا میں کیسے کیسے حیرت انگیز اور غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے موجود ہیں۔ اُس کا نام گائی ڈی مورو کو ہے۔ مورو کو، کو دیکھ کر آپ ہی آپ خدا کی خدائی پر ایمان پختہ ہو جاتا ہے۔ اُس کی دونوں ٹانگیں نہیں ہیں۔ دایاں ہاتھ نہیں ہے۔ صرف بائیں ہاتھ سے بڑے بڑے مجرموں کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتا ہے۔"

جناب شیخ صاحب کے سامنے ایک فائل کھلی ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "ہمارے پاس مجرموں کی فائلوں میں اُس کا ذکر نہیں ہے۔ لندن میں بھی اس کا شمار نہایت معزز شہریوں میں ہوتا ہے۔ گائی ڈی مورو کو کا ذکر ہمارے ادارے کی ایک ایسی فائل میں ہے، جس میں شریف بدمعاشوں کی متعدد سرگزشتیں ہوتی ہیں۔ اس فائل میں اس کی پندرہ برس پہلے کی تصویر ہے۔ اُن دنوں وہ جسمانی طور پر مکمل تھا۔ دونوں پاؤں سے چلتا، دوڑتا اور چھلانگیں لگاتا تھا اور دونوں ہاتھوں کو اپنے لیے ڈھال اور دشمنوں کے لیے تلوار بنا لیتا تھا۔"

جناب شیخ صاحب نے جو معلومات فراہم کیں، ان کے مطابق وہ ایک ذہین سائنسدان تھا۔ جدید ٹیکنالوجی میں مہارت رکھتا تھا۔ اپاہج ہونے کے بعد بھی جسمانی طور پر گینڈے کی طرح طاقتور اور سخت جان تھا۔ اُس کے دماغ کی لائبریری میں دنیا کے تمام مجرموں کا مکمل ریکارڈ موجود تھا۔ وہ کسی وقت بھی کسی کے جرائم کو مکمل ثبوت کے ساتھ عدالت میں پیش کر سکتا تھا۔ ایسے مجرموں میں کئی ممالک کے سابقہ حکمران اور سیاست دان بھی شامل تھے۔

جناب شیخ صاحب نے کہا۔ "مَیں ابھی فون پر اُس سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ شاید وہ تم سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہو جائے۔"

انھوں نے رسیور اٹھا کر رابطہ قائم کرنا شروع کیا، ساتھ ہی کہنے لگے۔ "کچھ پُراسرار لوگ ہیرس کے نوادرات خانے تک پہنچنے کی کوشش میں ہیں۔ تھیں اُن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے یہ نہیں کہنا چاہیے تھا کہ گوری سماجانہ کا مجسمہ حکومت فرانس کی تحویل میں ہے۔"

مَیں نے کہا۔ "اُن دنوں تینوں بہن بھائی میرے لیے پُراسرار تھے۔ جب مَیں نے دیکھا کہ وہ کروڑوں ڈالر کے ہیروں کے لیے ہیرا سوامی کے ساتھ ہیں تو سمجھ گیا کہ ان میں سے کوئی خیال خوانی کرنے والا یا والی ہیرے جواہرات کے لالچی ہیں۔ مَیں نے سوچا گوری سماجانہ کے مجسّمے کا لالچ دے کر انھیں پیرس آنے پر مجبور کرنا چاہیے۔ جب کسی ایک شہر میں اُن کی

مصروفیات ہوں گی تو کوئی نہ کوئی ہمارے ہتھے چڑھے گا۔ مگر اس سے پہلے ہی بار پر اور پھر روزانہ میری گرفت میں آ گئے۔"

جناب شیخ صاحب جواباً کچھ نہ بول سکے۔ فون پر لامحالہ تاسف ہو گیا تھا۔ انھوں نے کہا: "میں شیخ الفارس غلام البرقی بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے گائی ڈی مورو کی چہکتے ہوئے کہا: "اخاہ! مسٹر شیخ یعنی کہ فرہاد علی تیمور کے مُشیرِ معظم! بھئی میں جانتا تھا مشین کے معاملے میں کہیں نہ کہیں فرہاد سے ٹکراؤ ہو گا۔"

"کیا تم صرف ٹکراؤ کے متعلق سوچتے ہو؟"

"ظاہر ہے کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے میدان میں کسی حریف کو برداشت نہیں کرے گا۔ وہ مشین کو تباہ کرنے کی کوشش کرے گا اور میں اسے اپنے لیے حاصل کر کے رہوں گا۔"

"مسٹر مورو کو! ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ ان بہن بھائیوں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد مشین کو تباہ کر دیا ہو اور اب دنیا والوں کو صرف اس کا سپنا دکھا رہے ہوں۔"

اُس نے ہنستے ہوئے کہا: "وہ ایسی حماقت نہیں کریں گے۔ قدرت اور مشین میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ جو علم قدرتی حالات کے مطابق سیکھ کر حاصل کیا جائے وہ مرتے دم تک ساتھ رہتا ہے۔ مشین کے ذریعے حاصل ہونے والا علم ناپائدار ہوتا ہے۔ روزانہ کا دماغ کسی وجہ سے کمزور ہوا اور وہ علم مٹ گیا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ دوبارہ خیال خوانی نہیں کر سکے گی۔ آج وہ دماغی طور پر صحت مند ہے۔ لیکن اس علم کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے اُسے پھر اس مشین کی ضرورت پڑے گی۔ اس بات کو اُس کے بھائی اچھی طرح سمجھتے ہوں گے۔ کبھی وہ بھی دماغی کمزوری کا شکار ہو سکتے ہیں۔ کبھی انھیں بھی اُس مشین کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ پھر وہ اُسے تباہ کرنے کی حماقت کیوں کریں گے۔"

اُس نے ایک ذرا توقف سے کہا: "میں جرائم پیشہ افراد کی ایک ایک تنظیم اور ایک ایک سُپر طاقت کو جانتا ہوں۔ میں نے براہِ راست یا بالواسطہ اُن سب کو یہی سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ ان بہن بھائیوں نے مشین تباہ کر دی ہے۔ میرا مقصد تھا کہ وہ لوگ اُس کے حصول سے باز آ جائیں۔ لیکن روزانہ کی موجودہ حالت اس خیال کو پختہ کر رہی ہے کہ اُسے دوبارہ مشین کا سہارا لینا ہو گا اور وہ مشین موجود ہے۔"

"تم اسے اغوا کر کے کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"میں ثابت کروں گا کہ مشین تباہ ہو چکی ہے۔ اسی لیے روزانہ دوبارہ یہ علم حاصل نہ کر سکی۔"

"اگر وہ تمھاری قید سے نکل جائے اور علم حاصل کر لے؟"

اُس نے ہنستے ہوئے کہا: "وہ میری قید سے نکل چکی ہے۔ اُس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری ہو چکی ہے۔ وہ آزادانہ گھومتی رہے گی مگر خیال خوانی نہیں کر سکے گی۔ اگر وہ مشین ہوتی تو دوبارہ ایسا کر لیتی۔ لہٰذا مشین نہیں ہے۔"

اُس کی باتوں کے دوران میں نے روزانہ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ شیخ صاحب سے کہا: "یہ جھوٹ کہتا ہے۔ روزانہ ابھی تک اس کی قید میں ہے۔ نہ پلاسٹک سرجری ہوئی ہے نہ وہ گھومتے پھرنے کے لیے آزاد ہے۔"

جناب شیخ صاحب نے اُس سے یہی بات کہی۔ وہ پھر ہنسا۔ پھر بولا: "اچھا تو فرہاد موجود ہے۔ بھئی میں اُس روزانہ کی بات نہیں کر رہا جو اصلی ہے اور میری قید میں ہے۔ میں تو اپنی ڈمی روزانہ کی بات کر رہا ہوں۔ مجھے اسی طرح دوسروں کو مشین کی طرف سے مایوس کرنا ہے۔"

"اس میں شبہ نہیں ہے، بڑی شاطرانہ چال چل رہے ہو۔"

وہ بولا: "میری اس چال کی خوبیاں دیکھیے۔ کوئی اُسے ڈمی ثابت نہ کر سکے گا۔ واقعی پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے روزانہ بنا گیا ہے۔ دونوں بھائی میری ڈمی کو نقصان پہنچانا چاہیں گے تو ان کی بہن کو بڑی قید میں نقصان پہنچے گا۔ اگر فرہاد، رسونتی اور شیبا میری ڈمی کے ذریعے خیال خوانی کرا کے مشین کی موجودگی ثابت کرنا چاہیں گے تو ناکام رہیں گے۔ ڈمی کا دماغ تنویمی عمل کے ذریعے مقفل کر دیا گیا ہے۔ آپ اور کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"فرہاد تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"میں فون پر موجود ہوں۔ وہ بات کر سکتا ہے۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا: "وہ کہیں ہے، میں کہیں ہوں، تم کہیں ہو۔ کیا دماغ کے ایکس چینج سے بات کرنا چاہو گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "مسٹر غلام البرقی! زندگی میں پہلی بار تم نے اور فرہاد نے مجھے یاد کیا ہے۔ میں انکار کیسے کروں۔ میرے دماغ کا کھلا ہے، وہ آ سکتا ہے۔"

میں آ گیا۔ وہ خلا میں تکتے ہوئے مجھے محسوس کر رہا تھا۔ میں نے کہا: "بیلو گائی ڈی مورو کو! مجھے کسی حوصلہ مند شخص سے گفتگو کر کے بے انتہا خوشی ہوتی ہے۔ تم جس حد تک اپاہج ہو۔ اس کے بعد لوگ فٹ پاتھ پر بھیک مانگتے ہیں اور تم بڑے بڑوں کو اپنے سامنے بھیک مانگنے پر مجبور کر دیتے ہو۔ میں پھر ایک بار کہتا ہوں، مجھے تم سے مل کر بے انتہا خوشی ہو رہی ہے۔"

"شکریہ۔ اتنی تعریفیں سننے کے بعد مجھے غصہ آ جاتا ہے، اپنے مطلب کی بات کرو۔"

"میں یہ دیکھنے آیا ہوں، تم اس قدر معذور ہونے کے باوجود کس طرح خطرات سے کھیلتے رہتے ہو۔ کیا کسی لمحے یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ کبھی سے بھی آنے والی ایک اندھی گولی تمھیں ختم کر سکتی ہے۔ بعض حالات میں جاں نثار باڈی گارڈ بھی اپنے مالک کو قتل کر دیتے ہیں۔ تم کتنے حفاظتی انتظامات کرو، ان میں کوئی کمزوری ضرور رہ گئی ہو گی۔"

وہ ہنسنے لگا۔ وہیل چیئر کو چاروں طرف گھماتے ہوئے ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ "دیکھو فرہاد! دیکھو میں اپنے بنگلے میں کسی بھی حفاظتی انتظام کے بغیر ہوں۔ یہاں میرا ایک بھی وفادار محافظ نہیں ہے۔ میں دنیا کا پہلا آدمی ہوں جس کی حفاظت وفادار محافظ نہیں کرتے۔ میری حفاظت تو بین الاقوامی سطح کے بڑے بڑے مجرم کرتے ہیں۔ کیوں کہ میں جب تک زندہ ہوں، وہ بھی سلامت ہیں۔ اگر کسی نے بھی مجھے قتل کیا تو اس دنیا کے ایک ہزار ایک مجرم اپنے اپنے ملک کی عدالت سے گزر کر تختۂ دار تک پہنچ جائیں گے۔"

اُس نے بھرپور قہقہہ لگایا۔ پھر کہا: "میں نے اپنی حفاظت کے لیے ایک کتا بھی نہیں پالا۔ سب پہلے پالے ہوئے مل گئے ہیں۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ میں نے بڑے بڑے مکاروں، معروف لیڈروں، پیشہ ور مجرموں اور نہایت مشہور و معروف اور معزز ہستیوں کے کالے کارناموں کے مکمل ثبوت کہاں چھپا کر رکھے ہیں۔ لیکن یہ سب جانتے ہیں کہ وہ بار مجھ پر قاتلانہ حملے ہوئے، میں نہیں جانتا، وہ کون لوگ تھے۔ مگر دو بڑے مجرموں کے ریکارڈ مکمل ثبوت کے ساتھ اسکاٹ لینڈ یارڈ اور انٹرپول تک پہنچ گئے۔ ان دو مجرموں کو سزائے موت ہوئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ میں مروں گا تو میرے خفیہ تدابیر کے مطابق تمام مجرم بے نقاب ہو جائیں گے۔ لہٰذا وہ لوگ میرے لیے سب کے سب میری حفاظت کرتے ہیں اور میری طویل عمری کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔"

"اگر تمھیں قتل نہ کیا گیا اور تمھاری قدرتی موت واقع ہوئی تو اُن مجرموں کا کیا بنے گا؟"

"میں نے انھیں زبان دی ہے۔ اگر طبعی عمر گزار کر مروں گا تو اُن کے جرائم کے تمام ثبوت تباہ ہو جائیں گے۔ کس پر ایک ذرا آنچ نہیں آئے گی۔ وہ سب جانتے ہیں، میں زبان کا دھنی ہوں۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے تمھاری دھونس میں نہیں آئیں گے۔ وہ تمھاری حفاظت کرنے والے مجرموں کو آلۂ کار بنا کر تمھیں ختم کر دیں گے۔ کیا اس سلسلے میں تم مجبور نہیں ہو؟"

اُس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا کلوز اور ریموٹ کنٹرولر تھا جس کے ذریعے وہ پہیوں والی کرسی اُسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی تھی۔ وہ اُس کے ذریعے پھر ایک بار کرسی پر گول گھومتے ہوئے اور قہقہہ لگاتے ہوئے بولا: "آج شام کو روزانہ کا ایک بھائی یا اُس کا نمائندہ مجھ سے ملاقات کرنے آئے گا۔ میں تمھارے لیے دماغ کے دروازے کھلے رکھوں گا۔ تم آ کر دیکھ لینا کہ خیال خوانی کرنے والے میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں یا نہیں۔"

"مورو کو! وہ تو میں شام کو دیکھوں گا۔ یہ بتاؤ تم میرے کسی حملے سے کس طرح بچ سکو گے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا: "ابھی تمھیں خطرہ نہیں ہے۔ جب وہ مشین حاصل کر لوں گا تو تم میرے دشمن بن جاؤ گے۔ پھر میں تمھیں کئی وڈیو کیسٹ دوں گا جو تمھارے متعلق ہوں گی۔ اُن کیسٹوں میں تمھاری گھناؤنی وارداتوں کے مناظر ہیں۔ ایک طرح سے وہ تمھاری بلیو فلمیں ہیں۔ تم نے اس دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کتنی ہی معصوم لڑکیوں کو ہوس کا نشانہ بنایا اور اس کے بعد بڑی سفاکی سے اُنھیں قتل کر دیا۔ ان بے شمار قتل کے مناظر دیکھ کر بین الاقوامی قانونِ تحفظ کے مطابق کوئی بھی ملک تمھیں سزائے موت دے سکتا ہے۔ اگر یہ نہ ہوا تو ایسے شرمناک مناظر دیکھ کر دنیا کا ہر فرد حتیٰ کہ تمھاری اولاد تک تمھارے نام پر تھوکے گی۔ سُنا ہے تمھارا بیٹا پانچ برس کا ہو چکا ہے۔"

میں نے کہا: "میں نہ تو ایسا ہولناک اور بے شرم ہوں اور نہ ہی میں نے بے شمار لڑکیوں کو قتل کیا ہے۔ تم کن کیسٹوں کی بات کر رہے ہو؟"

"بھولے نہ بنو۔ فرہاد ڈمی تیمور کے کیسٹوں کی بات کر رہا ہوں۔ جب میں ڈمی روزانہ تیار کر سکتا ہوں تو کیا ڈمی فرہاد کے بلیو کیسٹ تیار نہیں کر سکتا؟"

"تم بہت کمینے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "مجھ سے ملاقات کی ابتدا میں بڑی تعریفیں کر رہے تھے۔"

"تم جیسے لوگ محبت کو نفرت میں اور تعریف کو تذلیل میں بدل دیتے ہیں۔"

"فرہاد! حالات کے مطابق دوستی اور دشمنی ہوتی رہتی ہے۔ تم میرے دماغ میں آ کر اتنی ساری معلومات حاصل کر رہے ہو۔ کچھ میں بھی تم سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تمھارے دماغ سے اپنے دماغ میں یہ علم منتقل کیا۔ اس کے لیے وہ ٹرانسفارمر مشین استعمال کی جسے تم نے دیکھا ہے۔ کیا تم بتانا چاہو گے کہ وہ کیسی ہے؟ کس دھات کی ہے؟ اس کی ساخت کیسی ہے؟"

میں نے کہا: "اس کی ساخت میں کوئی جدت نہیں ہے۔ کوئی بھی تکنیکی مہارت رکھنے والا ایسی مشین کا ڈیزائن تیار کر سکتا ہے۔ تم بھی کر سکتے ہو۔"

"ہاں، میں نے اس کا ایک خاکہ بنایا ہے۔ میرے خاکے کے مطابق وہ ایک ٹوپی کی مانند ہے۔ کوئی بھی علم ٹرانسفر کرنے کے دوران اسے سر پر پہنا جاتا ہو گا۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ جتنے مجرم اس کے پیچھے پڑے ہیں، انھوں نے بھی اسی سے ملتا جلتا ڈیزائن تیار کیا ہو گا۔ انھیں تو جدید ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل ہے۔ یہ سمجھ سکتے ہو کہ وہ کس دھات کی بنی ہوتی ہے۔"

"میرے ڈیزائن کے مطابق اسے اسٹین لیس اسٹیل کی پتلی

پلیٹ سے تیار ہونا چاہیے۔"

"تم بلاشبہ ذہین ہو۔"

"تم پھر میری تعریف کر رہے ہو۔"

"میں پھر تمہیں ذلیل بھی کر سکتا ہوں۔"

اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے وہیل چیئر سے لگے ہوئے والی ٹاکی کو اٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔"

دوسری طرف سے کسی نے کہا۔ "باس! سلطان پاشا ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے، وہ کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

"کیا اس کی شامت آگئی ہے؟ کیا وہ اپنی بیٹی کا علاج نہیں کرنا چاہتا؟"

"اس کا علاج ہو رہا ہے باس!"

"یہ ناممکن ہے۔"

"اس کا علاج ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہا ہے۔"

یہ ہم دونوں کے لیے چونکا دینے والی بات تھی۔ ابھی میں اس معاملے کو نہیں سمجھتا تھا کہ کسی لڑکی کا مرض کیا ہے کس طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعے علاج ہو رہا ہے؟ اور کون علاج کر رہا ہے؟

مورو کو نے پوچھا۔ "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟"

"باس! وہ کچھ بتاتا نہیں ہے۔ فخر سے کہتا ہے، اسے مدد گار مل گیا ہے۔ وہ اس کے علم کے ذریعے آپ کو چیلنج کرتا ہے۔"

اس نے والی ٹاکی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "فرہاد! کیا سلطان پاشا کا ساتھ دے رہے ہو؟"

"میں یہ نام پہلی بار سن رہا ہوں۔ آخر قصہ کیا ہے؟"

"قصہ معلوم ہو جائے گا۔ کیا تم معلوم کر سکتے ہو کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا ساتھ کیوں دے رہا ہے؟"

"مجھے سلطان پاشا کی آواز سنا دو۔"

"کیا وعدہ کرتے ہو کہ مجھے صحیح معلومات فراہم کرو گے؟"

"مورو کو! یہ تم لوگوں کے آپس کے معاملات ہیں۔ مجھے بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ تم نے ایک کام کرنے کی درخواست کی ہے میں کر دوں گا۔ پھر وعدہ ہو تو اس کی آواز سنا دو۔ ورنہ میں جاتا ہوں۔"

"میں ابھی سناتا ہوں۔" وہ کنٹرولر کے ذریعے وہیل چیئر کو چلاتا ہوا ایک ریکارڈ روم میں پہنچا۔ وہاں ایک کیسٹ تلاش کرنے کے بعد اسے ریکارڈر میں رکھ کر سنانے لگا۔ میں نے کہا۔ "اتنا ہی کافی ہے میں پھر آؤں گا۔"

میں سلطان پاشا کے پاس پہنچ گیا۔ اگرچہ وہ میرے لیے غیر ضروری تھا لیکن کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مداخلت نے میرے لیے دلچسپی پیدا کر دی تھی۔ پھر وہ سلطان پاشا استنبول کا رہنے والا تھا۔ اس کے دماغ میں جانے والی شیبا ہو سکتی تھی یا وہ دونوں ہی۔ لہٰذا اس کے دماغ میں میرا بھی اضافہ ہو گیا۔

سب سے پہلے یہ واضح ہو گیا کہ شارپر اس کے دماغ میں آتا ہے۔ سلطان پاشا اس کا پرانا شناسا تھا۔ جرائم کی دنیا میں شاہانہ زندگی گزارتا ہے۔ وہ بھی گائی ڈی مورو کی طرح بہت سے مجرموں کی کمزوریاں جانتا ہے اور انھیں بلیک میل کرتا ہے۔ ایک بار مورو کو نے اسے وارننگ دی "مسٹر پاشا! استنبول میں محمد پاشا میرا آدمی ہے۔ اس کے راستے میں نہ آیا کرو۔"

سلطان پاشا نے جواب دیا۔ "میرے علاقوں میں جو بھی دھندا کرے گا وہ مجھے ٹیکس ادا کرے گا۔"

"ٹیکس تو تم مجھے ادا کرو گے۔ تمہیں بہت جلد اپنے نقصان کا اندازہ ہونے لگے گا۔"

مورو کو نے اسے چیلنج کیا تھا لیکن پاشا کی کوئی کمزوری اس کے ہاتھ میں نہیں تھی۔ اس نے اپنے آدمیوں کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ تقریباً دو ہفتے بعد سلطان پاشا کو معلوم ہوا کہ اس کی جوان بیٹی جنون میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ جب تک اسے نشیلا انجکشن نہ لگا دیا جائے اسے سکون نہیں ملتا۔ مورو کو نے پیغام بھیجا۔ "مسٹر پاشا! یہ ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں تمہاری ایک ہی لاڈلی بیٹی ہے، اسے بچا لو یا استنبول چھوڑ دو۔ اس شہر میں صرف میرے آدمیوں کی حکومت رہے گی۔"

سلطان پاشا کے لیے استنبول سونے کی کان تھی۔ وہ شہر چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ اس نے معروف اور مہنگے ڈاکٹروں سے بیٹی کا علاج کرانا شروع کیا۔ وہ کبھی نارمل ہوتی تھی، کبھی پھر اس پر دورہ پڑنے لگتا تھا۔ مورو کو نے کہہ دیا تھا۔ "اس کا علاج ہمارے پاس ہے، وہ ہمیشہ نارمل رہے گی مگر پہلے یہ شہر چھوڑ دو۔"

پاشا بیٹی کی خاطر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے اپنے دماغ میں جانا پہچانا لہجہ سنائی دیا۔ شارپر اپنے بھائی آرمر کے لہجے میں بول رہا تھا۔ "کیوں پاشا! کبھی تم نے ٹیلی پیتھی کا کمال دیکھا ہے؟"

اس نے سوچتے ہوئے کہا۔ "ٹیلی پیتھی کا کمال سنا ہے، دیکھا نہیں ہے۔ ابھی اپنے دوست شارپر کے ایک بھائی کی آواز سن رہا ہوں۔ لیکن یہ محض میرا اندازہ یا خیال خام ہو سکتا ہے۔"

شارپر نے اسے خیال خوانی کے ہتھکنڈوں کے ذریعے یقین دلایا کہ اس کے دماغ میں وہ اپنے بھائی کے لہجے میں بول رہا ہے۔ پاشا نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "میرے دوست میں کیسے یاد آگئے؟"

"کچھ اپنی ضرورت اور کچھ تمہاری ضرورت پوری کرنے آیا ہوں۔ تم اپنی بیٹی ڈولی کی فکر کرو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے دو دن میں نارمل بنا دوں گا۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا یہ ممکن ہے؟"

"بے شک۔ اتنے کی طلب کرتا اور طلب نہ پوری ہونے پر اضطراب اور انتشار کا شکار ہونا محض دماغی کمزوری ہے۔ میں اس کے دماغ کو صحت مند اور مستحکم بناؤں گا۔ اس کے اندر یہ قوت ارادی پیدا کروں گا۔ تمہاری ڈولی دو دن میں ہنستی بولتی دکھائی دے گی۔"

"میرے دوست! تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ تم نے ایک بہت بڑے دشمن کو نیچا دکھانے کا موقع دیا ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔"

"ہاں تم سے ایک ضروری کام ہے۔ کیا تم سونیا کو جانتے ہو؟"

"اسے کون نہیں جانتا؟"

"وہ تمہارے شہر میں ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں۔ اس کی موجودگی کا مطلب ہے، فرہاد میرے خلاف جال بچھا رہا ہے۔ ویسے بھی ایک معاملے میں مجھے مشکل پیش آ رہی ہے۔"

"آج کل تم بھائیوں کی تراشیدہ مرمشین کا بہت چرچا ہے۔ کیا اسی سلسلے میں مشکل ہے؟"

"خوب سمجھے۔ اس مشین کا ایک حصہ میں تمہارے پاس امانت رکھنا چاہتا ہوں۔ کوئی مناسب موقع دیکھ کر اسے لے جاؤں گا۔"

"تمہارے لیے جان حاضر ہے۔ میں اسے اپنی بیٹی کی طرح اہمیت دوں گا۔ اس طرح چھپا کر رکھوں گا کہ کسی کا سایہ بھی اس پر نہیں پڑے گا۔"

"اس کے لیے ضروری ہے کہ جب تک وہ حصہ تمہارے پاس رہے تم گوشہ نشین ہو جاؤ۔ نہ کسی سے ملاقات کرو نہ کسی کو اپنی آواز سناؤ۔"

"میں یہی کروں گا۔ میرا خاص کام میرے آدمی کر لیا کریں گے۔"

"کسی کام دھندے کی پروا نہ کرو۔ سب کچھ چھوڑ دو۔ میں کچھ دنوں میں تمہیں اس ملک کا لے تاج بادشاہ بنا دوں گا۔"

سلطان پاشا نے سی کیا۔ گوشہ نشین ہو گیا۔ نہ کسی سے ملتا تھا نہ کسی کو آواز سناتا تھا۔ یہ بات اسے معلوم نہ تھی کہ مورو کو کے آدمی بڑی چالاکی سے ڈولی کو ٹریپ کرتے ہیں اور اسے نشے کا عادی بناتے رہے ہیں۔ جب باپ نے اسے بتایا کہ ایک دوست خیال خوانی کے ذریعے اس کا علاج کرنے والا ہے تو ڈولی نے خفیہ رابطے کے ذریعے مورو کو کے آدمی سے کہہ دیا کہ وہ باپ کے ساتھ گوشہ نشین ہو رہی ہے۔ اس کا علاج خیال خوانی کے ذریعے ہونے والا ہے۔

شارپر سے یہ غلطی ہوئی کہ اس نے ڈولی سے پہلے رابطہ قائم نہیں کیا۔ دوسرے معاملات میں الجھ کر رہ گیا۔ اس نے سوچا، فرصت ملتے ہی اس کے پاس آئے گا لیکن اتنی دیر میں ڈولی کے ذریعے مورو کو اور مورو کو کے ذریعے مجھ کو شارپر اور پاشا کے باہمی رابطے کا علم ہو گیا۔

میں نے سونیا کو مخاطب کر کے سلطان پاشا کا ایڈریس بتایا پھر کہا۔ "اس کی رہائش گاہ میں مسلح افراد کا سخت پہرا ہے۔ باپ بیٹی کسی سے ملاقات نہیں کرتے ہیں۔ پاشا کی خواب گاہ میں جوائرن سیف ہے، اس میں ڈبل لاکس ہیں۔ پہلا لاک زیرو زیرو تھری سے اور دوسرا لاک تھری زیرو زیرو سے کھلتا ہے۔ میں شارپر کو اپنی طرف مصروف رکھنے کی کوشش کرتا ہوں، تم جتنی جلدی ہو سکے اس حصے کو وہاں سے نکال لاؤ۔"

میں روزانہ کے پاس آ گیا۔ میں نے اب تک اسے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب نہیں کیا تھا۔ وہ میرا لہجہ سن کر چونک گئی۔ میں نے کہا۔ "اس میں چونکنے کی کیا بات ہے۔ انجانے دشمن تمہارے گھر تک پہنچ کر تمہیں اغوا کر سکتے ہیں تو کیا میں تمہارے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "تم کیوں آئے ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

"تمہیں اس قید سے نجات دلانا چاہتا ہوں۔"

"تم دشمن ہو کر اتنی مہربانی کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"ظاہر ہے میرا ابھی کوئی مفاد ہو گا۔"

"بولو، میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

"تمہارے پاس حسن ہے، نہ صلاحیت ہے اور نہ طاقت۔ بھلا تم میرے لیے کیا کر سکو گی۔ البتہ تمہارے بھائی شارپر سے تمہاری رہائی کا سودا کرنا چاہتا ہوں۔ جب وہ تمہارے پاس آئے تو کہنا میں کسی بھی وقت تمہارے دماغ میں آ کر اس سے اہم معاملات پر گفتگو کروں گا۔"

"تم وقت بتاؤ کب آؤ گے؟"

"ابھی آ کر بتاؤں گا جن لوگوں نے تمہیں قید کیا ہے ان کے نام پتے بھی بتا سکتا ہوں۔"

میں نے اسے انتظار کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ شارپر اس کے پاس آئے گا تو وہ بھی بہن کی رہائی کی خاطر میرے انتظار میں اس کے پاس آتا جاتا رہے گا۔ اس طرح وہ اطمینان سے ڈولی اور پاشا کے پاس نہیں جا سکے گا۔

میں نے آرمر کے پاس پہنچ کر کہا "میں فریاد ہوں اور تمھیں اس قید سے رہائی دلا سکتا ہوں۔"

آرمر نے پوچھا "پھر تو رہائی کے سلسلے میں کوئی شرط بھی ہوگی؟"

"میں اس سلسلے میں صرف شارپر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں آرمر کے لہجے میں شارپر بول رہا ہوں۔"

یقیناً شارپر بول رہا تھا۔ میں نے ٹالنے کے لیے کہا "کیوں جھوٹ بولتے ہو آرمر؟ تمھارے دماغ میں تمھارا ہی لب ولہجہ ہے اور تم اسے بھائی سے منسوب کر رہے ہو۔"

"تمھیں یقین کرنا ہے تو کرو، ورنہ جاؤ۔"

"اچھا اس دعوے کے ساتھ جا رہا ہوں کہ تم دونوں بہن بھائی کو میں ہی رہائی دلا سکتا ہوں۔ بلکہ تم لوگوں کو قید کرنے والے کا نام پتا بھی بتا سکتا ہوں۔"

"رُک جاؤ۔ ابھی نہ جانا۔ پہلے میری بات سن لو۔ اگر میں روزانہ کے دماغ میں پہنچ کر بولوں تب تو تم مجھے شارپر تسلیم کرو گے؟"

میں نے کہا "آرمر تم بھی خیال خوانی کرتے ہو۔ تم بھی روزانہ کے دماغ میں اپنا ہی لہجہ سُنا سکتے ہو۔ پھر میں شارپر کی موجودگی کیسے تسلیم کروں؟"

"معلوم ہوتا ہے تم کوئی چال چل رہے ہو۔ اس لیے شارپر کی موجودگی کا یقین کرنا چاہتے ہو۔ تم ہمارے کسی کام نہیں آسکتے۔"

"اچھا تو لو۔ میں ایک کام کر کے ثابت کرتا ہوں کہ فی الحال تم لوگوں کی بھلائی میری بھلائی ہے۔ پہلے میں روزانہ کو قید کرنے والے کا نام اور پتا بتاتا ہوں۔ جب تمھیں یقین ہو جائے کہ میری فراہم کردہ معلومات درست ہیں تو میں آرمر کی رہائی کے سلسلے میں ایک سودا کروں گا۔"

"ہمیں منظور ہے۔"

میں نے کہا "اگر تمھارے دماغ میں شارپر ہے تو اس نے روزانہ کے قید خانے میں خفیہ اسپیکر کے ذریعے کسی کی آواز سُنی تھی؟"

شارپر نے آرمر کے لہجے میں کہا "ہاں میں نے سنی تھی۔ اس نے شام پانچ بجے ملاقات کا وعدہ کیا ہے۔"

میں نے کہا "ہو سکتا ہے، وعدہ پورا نہ ہو۔ میں ابھی اس کا نام اور پتا بتاتا ہوں۔ وعدہ کرو اس معاملے میں تم میرا نام نہیں لوگے۔"

اس نے وعدہ کیا۔ میں نے گائی ڈی موروکو کی مختصر سی روداد سنا دی۔ شارپر نے تصدیق کرنے چلا گیا۔ میں یہی چاہتا تھا کہ اسی طرح اس کا وقت برباد ہوتا رہے۔ ویسے بھی ان سے بحث کرنے اور موروکو کی روداد سنانے میں ایک گھنٹا گزر چکا تھا۔

ویسے وہ چند لمحوں کے لیے پاشا کے پاس جا کر اپنی امانت کے سلسلے میں مطمئن ہونے کے متعلق سوچ سکتا تھا۔ لہٰذا میں سلطان پاشا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ ایک کمرے میں بند تھا اور دروازے پر ہاتھ مار مار کر کہہ رہا تھا "دروازہ کھولو۔ تم کون ہو؟ تم کیا بلا ہو؟ میرے مسلح گارڈز کہاں مر گئے ہیں؟"

میں نے مسکرا کر سوچا سونیا اپنا کام کر رہی ہے یا کر چکی ہے۔ مگر دوسرے ہی لمحے خوش فہمی ختم ہو گئی۔ ڈولی کہہ رہی تھی "ڈیڈ! مجھے آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ ایک ننھے سے بچے نے آپ کو بے بس کر دیا ہے۔"

یہ سنتے ہی میں نے توجہ سے پاشا کے دماغ کو پڑھنا شروع کیا اور اس کا دماغ جو بتا رہا تھا، وہ ناقابلِ یقین تھا۔ پاشا اس بچے کی عمر کا اندازہ کر رہا تھا کہ وہ پانچ برس کا ہوگا۔ اس کے ہاتھوں میں اپنی عمر سے بڑا ریوالور تھا۔ وہ کمرے میں اچانک یوں آ گیا جیسے آسمان سے ٹپکا ہو۔ اس نے آتے ہی کہا "ہاتھ اٹھا لو۔ مجھے بچہ سمجھ کر چالاکی نہ دکھانا۔ پہلے میرا نشانہ دیکھ لو۔ اُدھر کیلنڈر دیکھو۔ وہاں بڑے بڑے ہندسے ہیں۔ میں ٹھیک دس تاریخ کے صفر پر نشانہ لگاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلائی۔ ٹھس کی آواز اُبھری کیوں کہ سائیلنسر لگا ہوا تھا لیکن اس صفر میں سے گولی گزر کر دیوار میں پیوست ہو گئی تھی۔ اس نے کہا "دوسری گولی تمھاری بیٹی کی کھوپڑی میں پیوست ہوگی۔ اگرچہ یہ میری بہن جیسی ہے لیکن میں اپنے مقصد کے آگے جذبات نہیں دیکھوں گا۔"

سلطان پاشا اس کے ایکشن اور نشانے سے سہم گیا تھا۔ اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

"ابھی میرا نام نہ پوچھو۔ میرے باپ کا نام سنو گے تو تھرا جاؤ گے۔ صرف مقصد بیان کرتا ہوں۔ آئرن سیف کے نمبر بتا دو۔"

پاشا نے کہا "میں مرجاؤں گا مگر دوست کے اعتماد کو دھوکا نہیں دوں گا۔"

"تمھارے جیسے بڈھے کو مار کے کیا کروں گا۔ ڈولی اپنی ایک انگلی اٹھاؤ۔ میں نشانہ لگاؤں گا۔ ایک سے تین گنتے تک تم نے انگلی نہ اٹھائی تو تمھاری کھوپڑی کا نشانہ لگ جائے گا۔"

اس نے گنتی شروع کی "ایک، دو۔" تین کہنے سے پہلے ہی ڈولی نے سہم کر انگلی اٹھائی۔ دوسرے ہی لمحے اس کی چیخ نکل گئی۔ ایک گولی اس کی انگلی کے اوپری حصے کو چھوتی ہوئی گزر گئی تھی۔ پاشا نے گھبرا کر غلط نمبر بتا دیے۔ اس نے سوچا تھا تھوڑی دیر کے لیے کچھ پیچھے اور اس بچے کو سمجھنے کی مہلت مل جائے گی۔

اس بچے نے انھیں دوسرے کمرے میں جانے پر مجبور کر دیا۔ ایک کرسی پر چڑھ کر باہر سے چٹخنی چڑھا دی۔ پھر کہا "یہ آئرن سیف اس کمرے سے ملحق ہے۔ اگر نمبر غلط ہوا تو میں سیف کو ڈائنامیٹ سے اڑا دوں گا۔ اس کے ساتھ باپ بیٹی بھی اڑ جائیں گے۔"

سلطان پاشا نے چیخ کر کہا "شیطان کے بچے تم کون ہو؟ کیوں ہمارے پیچھے پڑ گئے ہو؟ پہلے لاک کا نمبر زیر و زبر تھری ہے اور دوسرے کا تھری زیرو زیرو ہے۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ پاشا دروازے سے کان لگا کر سننے لگا۔ ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ شاید وہ تجوری کھول چکا تھا۔ پاشا نے چیخ کر کہا "تم اچھے بچے ہو۔ اس عمر میں چوری کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ تمھیں جتنی رقم کی ضرورت ہوگی، میں دوں گا۔"

دوسری طرف سے وہ بولا "جو بچہ اس قدر تربیت یافتہ ہو، وہ رقم کے لیے اتنی زحمت نہیں اٹھائے گا۔ میں تو ایک گدھے کی امانت لے جا رہا ہوں۔ اوکے سو فار۔ فار ایور۔۔۔"

اس کی دور جاتی ہوئی آواز سنائی دی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ میں ایسے وقت پاشا کے دماغ میں پہنچا جب وہ دروازہ پیٹ رہا تھا۔ یہ سمجھنا آسان تھا کہ وہ میرا گم شدہ پارس اوّل تھا لیکن جو کچھ ہوا، یہ محض بچوں کی کہانی کا ایک باب ہو سکتا تھا۔ میں یقین کرنے کو تیار نہیں تھا کہ پانچ برس کا بچہ اس قدر تربیت یافتہ ہوگا اور مشین کے اس حصے کو لے اُڑے گا۔

میں نے سونیا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اسی لمحے وہ کھڑکی سے چھلانگ لگا کر کمرے میں پہنچ گئی تھی۔ سلطان پاشا کے دروازہ پیٹنے کی آواز سُن رہی تھی۔ پھر وہ دوڑتی ہوئی آئرن سیف کے پاس گئی اور ٹھٹک گئی۔ اس کے اندر جھانک کر تلاشی لی۔ وہ مجھے محسوس کر رہی تھی۔ اس نے کہا "یہ کیا مذاق ہے۔ تم نے کہا تھا اس میں مشین کا ایک حصہ موجود ہے؟"

میں نے پوچھا "تم اب تک کہاں تھیں؟"

"میں یہاں تک پہنچنے کے انتظامات میں مصروف تھی۔ یہاں آتے ہی رہائش گاہ کے باہر مردہ باڈی گارڈز نظر آئے۔ اسی وقت میرا ماتھا ٹھنکا تھا۔ یہ کیا ہو گیا فرہاد؟ کوئی مجھے سے پہلے ہاتھ صاف کر گیا۔"

"مشین کے اس حصے کو ہمارا پارس چُرا کر لے گیا ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولی "مذاق نہ کرو۔ تم نے خواہ مخواہ مجھے یہاں تک دوڑایا ہے۔"

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ وہی کہہ رہا ہوں جو پاشا اور اس کی بیٹی کا دماغ کہہ رہا ہے۔"

اُردو ادب میں طنز و مزاح کا ایک نیا رُخ ــــ شگفتہ سیریز ــــ "گھر کی مُرغی" کھانے اور "حکیمی نسخہ" میں سفر کرنے کے بعد

اثر نعمانی

دو نئے ناول پیش کرتے ہیں

بے وقوف

قیمت :/۲۵ روپے، ڈاک خرچ :/۱۰ روپے

آپ کے سر پر

قیمت :/۲۵ روپے، ڈاک خرچ :/۱۰ روپے

ہر صفحہ قہقہوں سے لبالب

بور ہونا چھوڑیے مسکرانا سیکھیے

دونوں ناول آج ہی خرید لیجیے

کتابیات پبلی کیشنز ☆ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

"تمھاری خیال عوانی میں کوئی کھوٹ ہو سکتا ہے مگر پلیز مجھے بچوں کی کہانی نہ سناؤ۔"

وہ وہاں سے جاتے تو گی اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ اس نے کہا "پارس ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ پتا نہیں وہ کن ہاتھوں میں ہوگا۔ تم سنجیدگی سے بتاؤ یہ قصہ کیا ہے؟"

"سونیا! چپ چاپ جا کر آرام کرو۔ جس بات کو میرا ذہن تسلیم نہیں کر رہا ہے، اسے تم سے کیسے تسلیم کرا سکتا ہوں۔ مجھے ذرا اس معاملے کو سمجھنے دو۔"

سیدھی سی بات ہے، یہ معاملہ اپنے مناسب وقت سے پہلے سمجھ میں آنے والا نہیں تھا۔ ڈولی اور سلطان پاشا نے جو کچھ دیکھا اگر وہ سچ تھا تو پارس نے پچھلے دو تین برس کسی منجھے ہوئے ہاتھوں میں گزارے ہیں۔ جس نے اس کی پرورش کی، وہ کوئی غیر معمولی ہستی ہے جو میرے بیٹے کو ناقابل فہم عجوبہ بنا کر پیش کر رہی ہے۔

اور یہ بھی سیدھی سی بات ہے کہ میں اپنی داستان میں ایسے عجوبے کو تسلیم کرنا نہیں چاہتا، خواہ وہ میرا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ جو کی کہانی کے تسلسل میں یہ بات آ گئی ہے لہٰذا اسے پیش کرتا جا رہا ہوں، دیکھنا یہ ہے کہ جو نظر آتا ہے، وہ ہے؟ یا جو نظر نہیں آتا، وہ پیش آنے والا ہے؟

میں نے کہا "سونیا! ساری باتیں بھول جاؤ کسی طرح پارس اوّل کو تلاش کرو۔ وہ اسی شہر میں ہے۔"

وہ بولی "اب تو صرف اسی کی تلاش میں خود کو وقف کرنا ہوگا۔"

یہ معاملہ طول پکڑ رہا تھا۔ اس کی تلاش میں ہم دو نہیں تھے۔ اب جرائم پیشہ افراد کی ایک پوری دنیا اسے ڈھونڈنے والی تھی۔ آخر وہ ایک طلسمی مشین کا حصّہ لے گیا تھا۔ کون اس کا پیچھا چھوڑنے والا تھا؟

جب شارپ اپنی امانت کے سلسلے میں اطمینان کرنے پاشا کے پاس آیا تو اس کے ہوش اُڑ گئے۔ وہ بھی یقین کرنے کو تیار نہیں تھا کہ پانچ برس کے بچّے نے یہ طوفان اٹھایا ہے۔ وہ غصّے میں آ کر پاشا اور ڈولی کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "شارپ! تمھارا غصّہ مشین کے اس حصّے کو واپس نہیں لائے گا۔ ڈولی ایک معصوم لڑکی ہے، میرے بیٹے نے اسے وقتی طور پر یرغمال کیا ہے تو وہ میری بیٹی ہے۔ اُسے نقصان پہنچانے کی حماقت نہ کرنا۔"

شارپ نے پوچھا "اچھا تو تم بیٹے کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہے ہو؟"

"یقین کرو! اپنے بیٹے سے اب تک نہ میری ملاقات ہوئی ہے اور نہ ہی میں اس کے دماغ تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا ہوں، وہ کسی بہت بڑے شاطر کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔"

دشمن میری باتوں کا یقین نہیں کر سکتا تھا مگر اس نے ڈولی کو نقصان نہیں پہنچایا کیوں کہ اس کی بہن روزانہ میرے نشانے پر تھی، مگر یہ بات اس نے عام کر دی کہ فرہاد کا بیٹا پارس دیوانہ ہو چکا ہے اور وہ اسی شہر استنبول میں ہے۔

اب جرائم پیشہ افراد کے لیے دو چیزوں کا حصول ضروری اختیار کر گیا۔ ایک تو مشین کا وہ حصّہ، دوسرا پارس جس کے ذریعے دشمن مجھے بلیک میل کر سکتے تھے۔ بشرطیکہ وہ کسی کے ہاتھ آ جاتا۔

سلطان پاشا اور ڈولی نے جو کچھ دیکھا اس کے مطابق اس حلیہ نشر کیا جا رہا تھا۔ یعنی نام پارس، قد پونے تین فٹ، خوبرو نوجوان لباس اور صحت مند، آنکھوں میں غیر معمولی چمک، رلیا الور کے انداز میں کہنا اور بے مثال، چال میں جیتا اور حال میں حاضر دماغ۔ پہلی ہے پھر بولتا ہے اور جب بولتا ہے تو کر گزرتا ہے۔

سب کی متفقہ رائے تھی "ایسا کوئی بچّہ نہیں ہو سکتا۔" اور رائے کے باوجود سب اسے تلاش کر رہے تھے۔

طیارہ رن وے پر اُترنے ہی والا تھا۔ جو جونے سیٹ بیلٹ باندھ لیا۔ کھڑکی کے باہر استنبول کے ایئر پورٹ کا منظر دیکھنے لگی۔ زندگی میں پہلی بار اسے آزادی ملی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اب تک رسّیوں سے بندھی ہوئی تھی۔ اب کھول گئی ہے۔ اور تنہا رہنے کے سلسلے میں ایک نیا اعتماد پیدا ہو رہا تھا البتہ اس اعتماد کے دوران اسے بھائی آرمر بہت یاد آتا تھا کیوں وہ اسے بھائی سے زیادہ باپ مانتی تھی۔

اس آزادی سے جو پہلا تجربہ ہوا، وہ یہ تھا کہ ابھی صبح بھی کیا جیسی شے ہے، جس نے ڈالی بُری نظر ڈالی۔

نیویارک سے استنبول تک نہ جانے کتنے لوگوں نے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے وہ نوخیز دوشیزہ کوئی لُوٹ کا مال ہو کیوں کہ وہ تنہا تھی اور جب مال کا کوئی وارث نہ ہو تو سب اپنے لیے وقف کرنے لگتے ہیں۔ ایک شخص تو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گیا تھا۔ اس نے طیارے کی سیڑھیاں اُترنے کے دوران "ہیلو مس! میرا نام وکی ہے، ہم بہترین دوست بن سکتے ہیں۔"

جو جونے مسکرا کر اسے دیکھا۔ اس کے دماغ میں بیٹھے اس کے قدموں کو ذرا سا لڑکھڑا دیا۔ وہ اپنا توازن قائم نصف زینے پر گرا۔ پھر وہاں سے لڑھکتا ہوا نیچے پہنچ گیا۔ کھڑے ہوئے سیکیورٹی فورس کے دو آدمیوں نے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔ وہ جھینپ کر کپڑے جھاڑتے ہوئے جو جو کو دیکھ رہا تھا۔ وہ خاموش تھی، اس کے سامنے سے یوں گزر رہی تھی جیسے

سنا ہو اور نہ اسے گرتے دیکھا ہو۔

وہ چبھتے ہوئے رنگوں کا لباس پہنے ہوئے تھی۔ سرخ و سفید چہرے پر سیاہ چشمہ تھا۔ ناک نقشہ اور جسم کے تعارف ہوئے خطوط ایسے دلکش اور جاذب نظر تھے کہ وہ مقابلۂ حسن میں اوّل آ سکتی تھی۔ اس معصوم کو اپنے حسن و شباب کا احساس نہیں تھا، وہ مغرور نہیں تھی مگر جوانی کی چال میں آپ ہی آپ غرور آ جاتا ہے اور یہ غرور دیکھنے والوں کو اپنے پیچھے لگا لیتا ہے۔

وہ پھر پیچھے آتے ہوئے کچھ بولنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی اس کا ایک پاؤں اپنے دوسرے پاؤں سے اُلجھ گیا، وہ اس کے برابر پہنچنے سے پہلے ہی اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ جو جو کو ہنسی آ رہی تھی لیکن وہ برداشت کر رہی تھی۔ آرمر نے اسے سمجھایا تھا "کسی کو چھیڑ کر ہنسو گی تو خیال خوانی کا شبہ ہو گا۔ کسی پر اپنی اس غیر معمولی صلاحیت کو ظاہر نہ کرو۔ جتنا کم بولو گی، اتنے ہی کم دشمن ہوں گے۔ لہٰذا بہت ضروری کام کی بات ہو تو کرو، ورنہ خاموش رہا کرو۔"

وہ بھائی آرمر کی نصیحتوں پر عمل کر رہی تھی۔ دوران سفر اس کے کاغذات کی چیکنگ کے وقت کسی افسر نے کوئی سوال کیا تو اس نے جواب دیا، ورنہ خاموش رہی۔ طیارے میں ایک ہم سفر بوڑھی عورت اونچا سنتی تھی۔ اس سے تو بات کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوا۔ ایئر ہوسٹس کے کچھ پوچھنے پر اس نے "ہاں"، "یا"، "نہ" کے انداز میں سر ہلایا گونگے جوابات دیتی رہی۔ اور خوامخواہ لفٹ لینے والے جوان کا حشر تو دنیا نے بھی دیکھ لیا۔

بعض اوقات اچھی نصیحتوں پر عمل کرو تو اچھے نتائج نہیں نکلتے اس کی خاموشی نے اسے پُراسرار بنا دیا۔ ایک نہایت کم سن دوشیزہ اتنی حسین، اتنی اسمارٹ اور اتنی خاموش ہو تو لوگ اسے دریافت کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ بے چین ہوتے ہیں۔ وہ بے چاری یہ نہیں جان سکتی تھی کہ کتنی نگاہیں اس کے تعاقب میں ہیں اور جو تعاقب میں ہیں اُن میں دوست کم اور دشمن زیادہ ہیں۔

وہ ٹیکسی سے بیگ لٹکائے ایئر پورٹ کی عمارت میں داخل ہوئی۔ ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے قریب آ کر ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ بے چارہ دو بار گر پڑا۔ بائی دی وے اس کا قصور نہیں ہے، یہ تمھاری کم سن جوانی کا نشہ ہے۔ لوگ تمھیں آنکھوں سے پیتے ہیں اور گر پڑتے ہیں۔"

وہ ہنسنے لگا۔ ہنستے وقت کھانسی آ گئی۔ پھر وہ ہنستے ہنستے کھانسنے لگا۔ کھانسی کا دورہ ایسا تھا کہ وہ ہنسی بھول گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بے اختیار کیوں کھانس رہا ہے۔ نہ چاہنے کے باوجود آپ ہی آپ یہ دورہ پڑ رہا تھا۔ ویسے بھی آدمی اپنی مرضی سے نہیں کھانستا۔ یہ تو سردی، بخار اور دوسری وجوہات کی بنا پر خود بخود اندر سے نکلتی ہے۔ بہرحال، جب کھانسی ختم ہوئی تو اس نے اپنے سینے اور گلے کو سہلاتے ہوئے دور تک دیکھا۔ وہ کم سن، سیاہ گاؤن والی جا چکی تھی۔

وہ اپنا سامان ایک ٹرالی میں رکھ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی، یہ تمام سامان کسٹمز کا عملہ چیک کرے گا۔ چیکنگ کے لیے قطار میں رہنا ہوگا۔ بڑی بوریت ہوگی۔ اسے بھائی آرمر کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں شارپ بول رہا ہوں۔ دیکھو بیٹے! تمھیں چیکنگ کے بغیر وہاں سے گزارنا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مگر ہم تمام بھائی فی الوقت بہت پریشان ہیں۔ مسلسل تمھارے دماغ میں نہیں رہ سکیں گے۔ لہٰذا قطار میں چلی جاؤ۔ باہر نکلتے ہی تمھیں ایک دفتے دار بہن کسی حیثیت سے ایک اہم فرض انجام دینا چاہیے۔"

"بھائی آرمر کہتے ہیں میں بچّی نہیں رہی۔ بڑی ہو گئی ہوں، اب مجھے بڑے بڑے کام کرنے چاہئیں۔"

"شاباش! کام کی بات سنو۔ ہماری ٹرانسفارمر مشین کا ایک حصّہ چوری ہو گیا ہے۔ کیا تم اسے تلاش کرو گی؟"

"آپ مجھے گائیڈ کریں۔"

شارپ نے اس حصّے کی شکل اور تفصیل بتانے کے بعد کہا۔ "تم پورے استنبول کی سیر کرتی رہو اور پانچ برس کے ایک بچّے کو تلاش کرنے کی کوشش کرو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "وہ ملے گا تو میں دوستی کروں گی۔"

"بیٹے! پہلے پوری بات سنا کرو۔ تازہ ترین معلومات کے مطابق اس بچّے کا نام پارس ہے اور وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔"

وہ سہم کر بولی "پھر تو میں دوستی نہیں کروں گی، اس کی پٹائی کروں گی۔ دشمن کا بیٹا دشمن ہوتا ہے نا؟"

"ہاں! اسی پارس نے ہماری مشین کا وہ حصّہ چرایا ہے۔"

"پھر تو میں اسے ضرور تلاش کروں گی۔"

میں تھوڑی دیر کے لیے جو جو کو چھوڑ کر اس شخص کے پاس پہنچا جس نے میرے اور مورو کو کی گفتگو کے دوران فون پر بات کی تھی اور سلطان پاشا کے متعلق رپورٹ سنائی تھی۔ اس شخص کے ذریعے معلوم ہوا کہ گائی ڈی مورو کو کے آدمی پارس کو تلاش کرنے کے

مشہور پوربک ویلیوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضہ پر چراتا ہے

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلیوٹ کی چوریاں

دو مکمل کہانیاں جو آپ کو ہنسا ہنسا کر لوٹ پوٹ کر دیں گی

قیمت ۱۲۰ روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

لیے اپنے تمام ذرائع اور اثر و رسوخ استعمال کر رہے ہیں۔
اب دلچسپی ایک میں نہیں، دو معاملات میں تھی۔ وہ مشین بے حد اہم تھی اور پارس بھی کم اہم نہ تھا۔ اگر وہ کسی بھی خطرناک تنظیم کے ہتھے چڑھ جاتا تو میں اس کی سلامتی کے لیے دشمنوں کے سامنے بہت کمزور پڑ جاتا۔ جہاں تک ہتھے چڑھنے کا تعلق ہے، وہ اپنے باپ کے ہاتھ بھی نہیں لگ رہا تھا۔
ہم اسے چھپا کر اس کی پرورش کرنا چاہتے تھے مگر وہ چھٹانک بھر کا لڑکا ایسے دھوم دھڑاکے سے منظرِ عام پر آیا تھا کہ تمام جرائم پیشہ افراد شاید کھانا پینا چھوڑ کر اسے تلاش کر رہے تھے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے مالک مین کی مصروفیات بھی معلوم کر چکا تھا۔ نیا سپر ماسٹر بھی مشین اور پارس کے لیے دور تک جال بچھا چکا ہوگا۔ اب وہ کوئی نادیدہ بچہ تو نہیں تھا کہ کسی کو نظر نہ آتا۔ جانے دیر سویر کس کے ہاتھ لگنے والا تھا۔
جوجو کو اپنا سامان چیک کرانے کے لیے ایک کسٹم آفیسر نے اپنی طرف بلایا۔ اس آفیسر کے ساتھ دو اسسٹنٹ تھے، وہ چیک کر رہے تھے اور آفیسر سوالات کر رہا تھا۔ وہ سر اور ہاتھوں کے اشاروں سے جواب دے رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا تم گونگی ہو؟"
اس نے انکار میں سر ہلایا۔ ایک اسسٹنٹ نے ٹیچی سے ایک پلاسٹک کی تھیلی نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "سر! یہ لڑکی اسمگلر ہے۔ اس میں کوکین معلوم ہوتی ہے۔"
آفیسر نے اُسے گھور کر دیکھا۔ وہ اثبات سے بولی "یہ تھیلی میری نہیں ہے۔"
"میرے دفتری کمرے میں چلو، میں تمہیں بولنے پر مجبور کر دوں گا۔"
وہ اپنے سامان کے ساتھ ایک کمرے میں پہنچی۔ دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا۔ آفیسر نے پوچھا "کون ہو تم؟"
جوجو نے اپنے پاسپورٹ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ غصے سے بولا "اسمگلر وہ نہیں ہوتے جو پاسپورٹ اور دیگر سرکاری کاغذات میں نظر آتے ہیں۔"
آخر وہ زبان سے بولی "اور آفیسر بھی وہ نہیں ہوتے جو وردی سے نظر آتے ہیں۔ تم تینوں کا تعلق کسٹمز سے نہیں ہے۔ اس کمرے سے باہر نکلتے ہی فراڈ کے الزام میں گرفتار ہو جاؤ گے۔"
وہ مسکرا کر بولا "ہم جانتے تھے تم بہت گہری ہو۔ تمہاری یقیناً کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے شناسائی ہے۔ لہٰذا ہم وارننگ دیتے ہیں، تمہارے دماغ کو نقصان پہنچے گا تو تم زیادہ دیر سانس نہیں لے سکو گی۔"
میں نے اپنی مرضی کے مطابق جوجو کو کہنے پر مجبور کیا۔ وہ بولی۔ "میں کسی ٹیلی پیتھی والے کو نہیں جانتی، ویسے جتنا ہے کسی سے دوستی ہو جائے۔ زندگی بڑے شاہانہ انداز میں گزرے گی۔"

جوجو

شدید حیرانی سے اس بچے کو دیکھ رہی تھی جو اپنے ہاتھوں میں اپنی عمر سے بڑا ریوالور پکڑے صحیح نشانہ بازی کا مظاہرہ کر چکا تھا اور آئندہ نہ جانے کیا کرنے والا تھا۔ وہ اس کی آواز سن چکی تھی مگر اب اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی لیکن خیال خوانی کی پرواز کے بعد واپس آ گئی۔ پتا چلا، اس ننھے سے دماغ کو کسی نے لاک کر دیا ہے۔ کوئی پرانی سوچ کی لہر اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔
مجھے یاد آیا، سونیا نے ایک بار کہا تھا "پارس اوّل ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے اور شیبا اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتی۔ کسی نے اس بچے کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔"
بہرحال، جوجو اس بچے کی طرف سے ناکام ہو کر ڈرائیور کی سوچ پڑھنے لگی کہ وہ کون ہے؟ اور کہاں لے جانا چاہتا ہے؟ خیالات پڑھنے کے بعد پتا چلا، وہی عام سی بات ہے۔ وہ ایک معمولی آلۂ کار ہے۔ اسے کرائے پر حاصل کیا گیا ہے تاکہ وہ اپنی ٹیکسی میں جوجو کو اغوا کر کے ایک ویران علاقے میں لے جائے۔
وہ مناسب رفتار سے ٹیکسی چلا رہا تھا اور سوچ رہا تھا، اس کم بخت ننھے سے فتنے نے میری گردن سے ریوالور کو ہٹا لیا ہے۔ اگر یہ گردن پر رہے اور میں اچانک بریک لگاؤں اور پھر اپنی گردن ایک طرف کر لوں تو بچہ توازن قائم نہیں رکھ سکے گا، وہ آگے کو لڑھکے گا، میں اس سے ریوالور چھین لوں گا مگر اس کم بخت نے ریوالور کو گردن سے ہٹا لیا ہے۔
پارس نے پوچھا "تم ٹیکسی چلا رہے ہو یا گھوڑا گاڑی؟ رفتار بڑھاتے جاؤ۔ میں ایک بات دو بار نہیں بولتا۔ دوسری بار تمہارے ہاتھ پر گولی لگے گی۔"
ڈرائیور نے ہنستے ہوئے کہا "تم ایسا کر کے غلطی کرو گے۔ میرا ایک ہاتھ بے کار ہو جائے گا تو تیز رفتاری کیسے قائم رکھوں گا؟"
سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے کھٹ کی آواز آئی۔ اس کے ساتھ ہی ڈرائیور کے حلق سے چیخ نکلی۔ اسٹیئرنگ بھٹکنے لگا۔ اس نے دوسرے ہاتھ کے ذریعے کمال مہارت سے ڈگمگاتی ہوئی گاڑی کو قابو میں کیا۔ پیچھے سے پارس کی آواز سنائی دی "میں کہہ چکا ہوں، ایک بات کو دو بار نہیں بولتا۔"
گاڑی کی رفتار خاصی تیز ہو گئی۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا اور ایک ہاتھ سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ پارس نے سیٹ پر سے اُٹھ کر پیچھے آنے والی گاڑی کو دیکھا۔ بے شمار گاڑیوں میں سے تعاقب کرنے والے دشمنوں کو پہچاننا بہت مشکل تھا۔ ڈرائیور نے عقب نما آئینے میں اسے اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان کھڑے ہوئے پایا۔ اس نے سوچا، یہی موقع ہے۔ گاڑی کو اچانک روکا جائے تو یہ چھوکرا اُلٹ کر میرے سامنے آئے گا۔
اسے پتا نہیں تھا، جو جوجو خیال خوانی کر رہی ہے۔ اسی لمحے اس نے پارس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا، دوسرے ہاتھ سے اگلی سیٹ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رُکی اور رکتے رکتے ایک طرف گھوم گئی۔ پیچھے آنے والی گاڑیاں اس سے ٹکرائیں، پھر ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے دائیں بائیں گھومنے لگیں۔ فٹ پاتھ پر بھگدڑ مچ گئی۔ کچھ گاڑیاں فٹ پاتھ پر چڑھ کر دکانوں میں گھس رہی تھیں۔ شوکیس کے شیشے ٹوٹ کر دور تک بکھر رہے تھے۔ بھری پُری شاہراہ پر جیسے قیامت برپا ہو گئی تھی۔ کچھ لوگ حادثے کی وجہ معلوم کر رہے تھے اور کچھ گاڑیوں والے ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔
دو گاڑیوں سے چار افراد تیزی سے نکل کر دوڑتے ہوئے اس ٹیکسی کی طرف آئے۔ ڈرائیور کو چوٹیں آئی تھیں، وہ باہر نکل رہا تھا۔ اس کی وجہ سے پیچھے آنے والی گاڑیوں کو نقصان پہنچا تھا۔ وہ لوگ اسے باہر نکلنے سے پہلے ہی کھینچ رہے تھے۔ آنے والے چار آدمیوں نے ٹیکسی کی پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا، پھر چیخ کر پوچھا "وہ کہاں گئی؟"
انھیں پتا ہی نہ تھا کہ ایک ننھے سے فتنے نے پہلے ٹیکسی والے کو اغوا کیا، اس کے بعد جوجو کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا بھیڑ سے نکال کر لے جا رہا تھا۔ جوجو نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا "کہاں کھینچے لیے جا رہے ہو؟ میرا سامان ٹیکسی میں ہے۔"
اس نے کہا "فکر نہ کرو، سامان تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔"
"کیسے پہنچے گا، کچھ معلوم تو ہو؟"
"میرے ساتھ دوڑتی چلو، ابھی معلوم ہو جائے گا۔"
وہ واپس ٹیکسی کی طرف جانا نہیں چاہتی تھی۔ اتنا تو سمجھ ہی گئی تھی، وہاں خطرہ ہے۔ اگر آگے بھی کہیں خطرہ ہوگا تو یہ ننھا سا دوست پہلے کی طرح اسے بچا لے گا۔ بہرحال وہ... دوڑتی ہوئی بھیڑ سے نکلتی ہوئی ایک گلی میں داخل ہوئی جہاں پارس

کے ساتھ کئی گلیوں کے چکر کاٹتے ہوئے اسی مین روڈ پر بہت دور پہنچ گئی جہاں بھیڑ نہیں تھی لیکن سامنے ہی پولیس اسٹیشن تھا۔ پارس نے کہا "دیکھو ہم یہاں رپورٹ لکھوانے جا رہے ہیں، تم یہ بات ہرگز نہ کہنا کہ میرے پاس ریوالور تھا۔"

وہ تھانے پہنچ گئے۔ وہاں جوجو نے اپنی بپتا سنائی کہ کس طرح اسے ایئرپورٹ سے ایک ٹیکسی ڈرائیور اغوا کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک آدمی ریوالور لیے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ انھیں دہشت زدہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اس نے دو بار گولی چلائی، دوسری بار خود اس کے ساتھی ڈرائیور کے ہاتھ میں گولی لگی پھر مین روڈ پر حادثہ پیش آیا تو وہ کسی طرح جان بچا کر پولیس اسٹیشن تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔

پولیس آفیسر نے دونوں کو آبا صوفیا کے ایک بڑے سے مہنگے ہوٹل میں پہنچوا دیا۔ جوجو نے اپنے لیے ایک کمرہ لیا اور پارس سے کہا "جب تک میرا سامان نہیں ملے گا، میں تمھیں جانے نہیں دوں گی۔"

"کون کم بخت تمھیں چھوڑ کر جا رہا ہے۔"

وہ دونوں لفٹ کے ذریعے کمرے میں پہنچے۔ پارس وہاں پہنچتے ہی ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا، دونوں پاؤں سینٹر ٹیبل پر پھیلا دیے۔ جوجو دونوں ہاتھ کمر پر رکھے اسے سر سے پاؤں تک دیکھ رہی تھی۔ پارس نے بھی اس کی نقل کرتے ہوئے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھنا شروع کیا۔ اس نے پوچھا "مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟"

اس نے مسکرا کر ایک آنکھ دبا دی۔ وہ بھڑک کر بولی۔ "اے خبردار، میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔"

"میں بھی ایسی ویسی لڑکی کو آنکھ نہیں مارتا۔"

"آخر تم ہو کون؟ کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟"

"آج سے پہلے تمھیں جانتا بھی نہیں تھا۔ آج میں تمھاری جان بھی بچاتا ہوں، پہچان بھی بچاتا ہوں۔"

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی "کیا کہا تم نے، میری جان بچاتے ہو؟"

وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا "ارے بابا، عمدہ فقروں کی ادائیگی کو سمجھا کرو، لطف آیا کرے گا۔ تم تو دیکھنے میں جوان اور سمجھنے میں نادان ہو۔"

"نادان ہوگے تم۔ میں تو بہت عقلمند ہوں، اسی لیے تو آزادی سے دنیا کی سیر کرنے نکلی ہوں۔"

"انگلی پکڑنے کے لیے کسی کو ساتھ لینا چاہیے تھا، کوئی بات نہیں، میں تمھارے ساتھ ہوں۔"

"ہوں، بڑے ساتھ ہو۔ دیکھنے میں تو اتنے سے ہو، کیا بالشت سے ناپ کر دیکھوں؟"

"ابھی نہیں، پندرہ برس کے بعد ناپ کر دیکھنا، تمھاری بالشت چھوٹی پڑ جائے گی۔"

وہ چونک کر بولی "ائے تمھاری باتوں کا کچھ اور مطلب تو نہیں ہوتا ہے نا؟"

پھر وہ خود ہی چونک کر بولی "ارے میں تو بھول ہی گئی تھی بھائی نے سمجھایا تھا، کسی بھی مرد سے دوستی نہ کرنا۔ چلو نکلو میرے کمرے سے۔"

اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ پارس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازے کو کھولا۔ ہوٹل کے ملازم جوجو کا سامان لے آئے تھے۔ اس نے کہا "دیکھو، میں نہ کہتا تھا، سامان تمھارے پاس خود پہنچ جائے گا ــــ ذرا سی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔"

وہ اسے گھور کر دیکھنے لگی۔ جب ملازم چلے گئے تو اس کی طرف غصے سے بڑھتے ہوئے بولی "تم ملازموں کے سامنے مجھے بے عقل کہہ رہے تھے۔"

وہ سچ مچ مارنے آ رہی تھی، وہ اُچھل کر سینٹر ٹیبل پر چڑھ گیا، جیسے ہی اس نے مارنے کے لیے ہاتھ گھمایا، اس نے ہاتھ پکڑ لیا، پھر دوسرے ہاتھ سے اسے سہلاتے ہوئے بولا "بازار میں اس ہاتھ کو تھاما تھا، تب پریشانی کا عالم تھا۔ اب یہ کتنا نازک کتنا ملائم، پھول کی پتی کی طرح لگ رہا ہے۔"

وہ ہاتھ کھینچ کر بولی "ارے کیا تم مجھ سے عشق کر رہے ہو؟"

"ہاں، میں اس معاملے میں دیر نہیں کرنا چاہتا ورنہ اندھیرا ہو جائے گا۔"

"اندھیرا کیسے ہوگا؟"

"میرا باپ مجھ سے بھی بڑا عاشق ہے، کہیں تم پر نظر پڑ گئی تو میں دیکھتا رہ جاؤں گا۔"

جوجو کے دماغ میں تھا، مجھے بڑا غصہ آیا۔ کم بخت اپنے باپ کا مذاق اُڑا رہا تھا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے سینٹر ٹیبل پر چھلانگ لگائی، دوڑتا ہوا ٹیلیفون کے پاس گیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے اس کے دوسرے اسپیکر کو آن کر دیا تاکہ جوجو بھی آواز سن سکے۔ اس نے کہا "ہیلو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "تم کون ہو اور کس کمرے میں ہو؟"

پارس نے پوچھا "آپ کس کمرے سے رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں بس جینی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ چند لمحوں کے بعد آواز بدل کر بولا "میں جینی ہوں اور کمرہ نمبر ۵۰۱ سے بول رہی ہوں۔"

جوجو اسے حیرانی سے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ وہ بالکل اسی کی آواز اور اسی کے لہجے میں بول رہا تھا۔ دوسری طرف سے وہ شخص بول رہا تھا "مس جینی، تم نے ایئرپورٹ سے یہاں تک ثابت کر دیا ہے کہ تم صرف پُراسرار ہی نہیں، چالاک بھی ہو۔"

پارس نے جوجو کی آواز میں کہا "مسٹر کام کی بات کرو۔"

"ہم تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں مردوں سے دوستی نہیں کرتی، پہلے ہی ایک مرد میرے سر پر سوار ہے۔"

یہ کہتے ہوئے پارس نے جوجو کی طرف دیکھا اور ایک آنکھ دبائی۔ جوجو نے بھڑک کر کہا "اے خبردار، میں تیری آنکھیں پھوڑ دوں گی۔"

اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی پارس نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ دیا تھا تاکہ دوسری طرف اس کی آواز سنائی نہ دے۔ وہ شخص پوچھ رہا تھا "کیا تمھارے کمرے میں کوئی موجود ہے؟"

"ہاں، ایک فتنہ ہے جو مجھ پر قیامت ڈھا رہا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے پارس نے پھر مسکرا کر جوجو کو دیکھا، وہ مارنے کے لیے لپکی۔ پارس نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "کیا کر رہی ہو، بات تو کرنے دو۔"

اس نے ریسیور جھین کر کہا "اے اُلو کے پٹھے، کیوں ہمارا وقت برباد کر رہے ہو، بکواس کرنا ہے تو کسی اور سے رابطہ قائم کرو۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ اس وقت تک پارس بستر پر کروٹیں بدلتا ہوا دوسری طرف چلا گیا تھا۔ جوجو نے کہا "میں تمھیں نہیں چھوڑوں گی، اس کمرے سے نکلنے نہیں دوں گی۔ ایسی پٹائی کروں گی کہ زندگی بھر یاد رکھو گے۔"

"بے شک پٹائی کر لینا مگر کچھ عقل سے کام لو، جس شخص کی آواز سنی ہے، اس کے دماغ میں پہنچو، کیوں کہ تم خیال خوانی کرنا جانتی ہو۔"

وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر تک دیکھتی رہی، پھر اس نے پوچھا "تم کیسے جانتے ہو؟"

"میں تمھارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں، لہٰذا جو مشورہ دیتا ہوں، اس پر عمل کرو۔ جو لوگ تمھارے پاس براہ راست نہیں پہنچ سکیں گے، وہ بالواسطہ پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ تمھارے کھانے پینے کی چیز میں کوئی ایسی چیز ملائیں گے کہ تم بے بس ہو جاؤ گی، خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہو گی۔ ارے نادان لڑکی، کچھ اس مرد کی عقل سے کام لے جو تیرے سامنے کھڑا ہوا ہے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بستر پر بیٹھ گئی۔ پھر بڑبڑانے لگی "میں نے زندگی میں پہلی بار تین فٹ کا مرد دیکھا ہے۔"

میں نے تھوڑی دیر کے لیے انھیں چھوڑ دیا اور سونیا کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "میں جانتی تھی، آج کل تم جلد جلد آتے جاتے رہو گے۔"

"تم بہت خبیث عورت ہو۔"

"اب کیا ہو گیا؟"

"تم جو چکر چلا رہی ہو، وہ میری سمجھ میں آ رہا ہے۔"

"ذرا مجھے بھی سمجھاؤ۔"

"تم سمجھتی ہو، ایک پانچ برس کا بچہ ریوالور کا صحیح نشانہ لگائے گا اور بڑے بوڑھوں کی طرح بہت ہی نپی تلی اور لگی لپٹی گفتگو کرے گا تو یقین آ جائے گا کہ وہ کوئی افلاطون کا بیٹا پارس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے غیر معمولی صلاحیتیں دی ہیں، وہ بچہ ہو کر بوڑھوں کی طرح بولتا ہے اور ننھا سا جسم رکھ کر سپاہیوں کی طرح صحیح نشانہ لگاتا ہے۔"

"تم ایک ہی بات بار بار دُہرا رہے ہو، آخر کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"پارس کے پیچھے شیبا کی خیال خوانی کام کر رہی ہے، یہ میں پورے یقین سے کہتا ہوں۔"

"جب تمھیں یقین ہے تو پھر مجھے بھی یقین آنا چاہیے۔"

"دیکھو سونیا، امتحان نہ لو۔ اگر میں استنبول میں ہوتا تو سچ کہتا ہوں، اس وقت تمھارا منہ توڑ دیتا، ضرور توڑ دیتا۔"

"کبھی اپنی دھمکی پر عمل کر کے تو دکھاؤ، کتنی حسرت ہے کہ منہ توڑنے کے لیے آؤ مگر آؤ تو سہی۔"

"سونیا! میں نے تمھیں بتایا تھا کہ مشین کا وہ حصہ جو روزانہ سے تعلق رکھتا تھا، وہ کس کے پاس ہے۔ اس کے بعد تم نے وعدہ کیا تھا، خود وہاں جا کر اس حصے کو اس کی تجوری سے نکال لاؤ گی لیکن ہوا یہ کہ تم سے پہلے پانچ برس کا ایک بچہ پہنچ گیا۔ تمھاری اور شیبا کی پلاننگ تھی کہ پہلے وہ بچہ اس حصے کو لے کر نکل جائے، اس کے بعد تم پہنچو اور ناکام رہو اور دنیا والوں کو یہ دکھاؤ کہ

ایک ننھا سا بچہ حیرت انگیز کارنامے انجام دے رہا ہے۔ آخر تم اور شیبا یہ کیوں چاہتی ہو، کیوں پارس اوّل کی پبلسٹی کر رہی ہو؟"

"یہ تم نے پبلسٹی کا نہایت ہی مناسب لفظ استعمال کیا ہے جو بات ابھی بتانا نہیں چاہتی تھی، جلو بتا رہی ہوں۔ پہلی بات تو یہ کہ شیبا ہم سب سے الگ رہ کر اپنے طور پر بڑے کارنامے انجام دینا چاہتی ہے لہٰذا میں اس کی اَنا اور خودداری کو برقرار رکھتے ہوئے اُس کا ساتھ دے رہی ہوں منصوبہ میں بناتی ہوں، عمل وہ کرتی ہے اور اس طرح جو بھی کارنامہ ہوگا اُس کا سہرا اسی کے سر جائے گا۔"

"تم مہمید باندھ رہی ہو، اصل بات کرو۔"

"اصل بات یہ ہے کہ ہم پارس اوّل کی خوب پبلسٹی کرنا چاہتے ہیں۔ اتنی پبلسٹی کہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس ننھے سے بچے کے نام کا ڈنکا بجتا چلا جائے۔ جب ہندوستان میں یہ خبر پہنچے گی کہ پارس تو استنبول میں ہے اور وہ ایسے حیرت انگیز کارنامے انجام دے رہا ہے جن کی توقع ٹیلی پیتھی جاننے والے ماں باپ کی اولاد سے ہی کی جا سکتی ہے، تب وہ اپنے قیدی پارس سے بددل ہو جائیں گے۔ اسے شک و شبہ سے دیکھیں گے جیسے پارس سمجھ کر مٹری بیرک میں چھپا رکھا ہے، وہ محض ایک فریب نظر آئے گا اور جب ان کے شکوک و شبہات تقویت اختیار کرتے جائیں گے تو قیدی پارس پر سے پہرا کمزور ہوتا جائے گا۔ ہو سکتا ہے، وہ اسے بیرک سے نکال دیں یا تم اور رسونتی اسے وہاں سے بہ آسانی نکالنے میں کامیاب ہو جاؤ۔"

سونیا کی باتیں سُن کر میں "واہ واہ" کیے بغیر نہ رہ سکا۔ "خدا کی قسم سونیا تم بے شمار ذہانت اور بے شمار مکاریوں کی ملکہ ہو۔ تم کتنی ذہانت اور مکاری سے یہ بات دور تک پھیلا رہی ہو۔ اب سبھی اس پارس اوّل میں الجھتے رہیں گے اور پارس دوم مشکوک ہوتا رہے گا۔"

میں نے کہتے کہتے کچھ سوچا۔ پھر کہا۔ "لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی، پارس اوّل کی اس قدر پبلسٹی ہونے کے بعد وہ یقیناً دشمنوں کے ہتھے چڑھے گا۔ کیا اس کی جان کو خطرہ نہیں ہوگا، کیا وہ ہمارا پارس نہیں ہے؟"

"فرہاد! یہ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، مجھے بھی یہ نہیں معلوم ہے کہ ہمارا اصل پارس کون ہے۔ استنبول میں ہے یا دہلی میں ہے۔ اگر ہمارا پارس اوّل دشمنوں کے ہتھے چڑھتا ہے تو کیا ہوا، ہم بھی تو دشمنوں سے ٹکراتے رہتے ہیں۔ اس بچے کی حفاظت میں کر رہی ہوں، شیبا کر رہی ہے۔ وقت آئے گا تو تم بھی کرو گے۔ پھر ہمیں اپنی اولاد کو چار دیواری کے اندر چھپا کر تو نہیں رکھنا ہے۔ دنیا میں بے شمار حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ ہم کتنے حادثوں سے اپنی اولاد کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ جب ایسا نہیں کر سکتے تو پھر انھیں پوری آزادی سے دنیا کے سامنے پیش کر دینا چاہیے اور ان کی حفاظت کرتے رہنا چاہیے۔"

"نہیں سونیا، تم جتنی آسانی سے یہ بات کہہ رہی ہو، میں اتنی آسانی سے تسلیم نہیں کروں گا۔ تم پھر کوئی چال چل رہی ہو۔ سچ سچ بتاؤ، جس پارس کو تم اتنی پبلسٹی دے رہی ہو، جسے چارے کے طور پر دشمنوں کے سامنے پیش کر رہی ہو، کیا واقعی تم سمجھتی ہو کہ وہ ہمارا پارس ہے اور اگر نہیں سمجھتی ہو تو کیا ایک معصوم بچے کو اس طرح چارا بنا کر پیش کرنا مناسب ہے؟"

"میں تمھارے ان سوالوں کا جواب نہیں دے سکتی۔ جو بات تمھاری سمجھ میں آتی ہے، تم سمجھو، نہ سمجھ میں آئے تو وقت کا انتظار کرو۔"

"میں وقت کا انتظار نہیں کروں گا، تم پر میرا پورا پورا حق ہے، تم مجھے اصل بات بتاؤ۔"

"میری ویری سوری۔ میں شیبا سے وعدہ کر چکی ہوں، ہر ممکن طریقے سے پہلے اس کی حمایت کروں گی اور اس کی حمایت اس لیے کر رہی ہوں کہ ہمارا پارس ہر حال میں محفوظ رہے اور ایک غیر معمولی انسان بن کر دنیا والوں کے سامنے اُبھرتا چلا جائے۔"

میں نے شکست خوردہ انداز میں کہا۔ "اچھی بات ہے، میں خود ہی اپنے طور پر سمجھوں گا کہ تم کیسی چالیں چل رہی ہو۔ فی الحال یہ بتاؤ، پارس جوجو کے ساتھ رہے گا تو جوجو دنیا والوں کے سامنے بے نقاب نہیں ہو گی؟ کیا خطرناک تنظیموں کے سربراہوں کو یہ معلوم نہیں ہو گا کہ یہ انہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بہن ہے؟"

"میں تو یہی چاہتی ہوں، اسی لیے تو پارس کو جوجو کے پیچھے لگا دیا ہے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا اور کہا۔ "میری کھوپڑی تمھاری طرح کام نہیں کرتی۔ خدا کے لیے بتاؤ، اس کا مقصد کیا ہے؟"

"مقصد یہی ہے کہ جوجو بے نقاب ہو جائے۔ دنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بہن ہے، تب جتنے بھی خطرناک مجرم ہیں، وہ سب مشین کے اس حصے کو حاصل کرنے کے لیے جوجو کو پریشان کریں گے، اسے اغوا کرنے کی کوششیں کریں گے لیکن ہم پارس کی طرح جوجو کی بھی حفاظت کرتے رہیں گے اور ان سب باتوں کا مقصد صرف ایک ہے کہ دشمن ہمارے سامنے بے نقاب ہوتے رہیں، ہمارے سامنے

آتے جاتے رہیں اور ہم ان سے نمٹتے رہیں۔"

سونیا جال بچھانے اور دشمنوں کو پھانسنے کا ہنر خوب جانتی تھی، اس کا دماغ نئی نئی مسکدارانہ تدبیریں سوچتا اور ان پر عمل کرتا رہتا تھا۔ میرا دماغ اتنی دور تک کام کرنا نہیں سیکھا تھا۔ شاید اس لیے کہ میں بیک وقت کئی معاملات میں الجھا رہتا تھا۔

میں پہلی فرصت میں پارس اور جوجو کے پاس پہنچنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے اپنے حالات کا جائزہ لینا ضروری تھا۔ میں ڈاکوؤں کی سردار کلپنا کماری عرف رانی سردار کے ساتھ ایک سرائے میں قیام کر رہا تھا۔ ہمارا باڈی گارڈ شمبھو داداپاس والے کمرے میں جاگ رہا تھا اور ہماری حفاظت کے لیے پوری سرائے کا چکر لگاتا رہتا تھا۔ باقی ساتھی انبالہ گئے ہوئے تھے تاکہ وہاں سے کوئی گاڑی خرید کر لائیں اور ہم اس کے ذریعے دہلی پہنچ جائیں۔ رانی سردار کے دو اہم بازو تھے، ایک شنکر، دوسرا ہریا۔ میں نے شنکر سے کہہ دیا تھا کہ وہ انبالہ سے سیدھا دہلی پہنچ جائے اور ہمارے پہنچنے سے پہلے وہاں ہماری رہائش کا انتظام کرے۔ ہو سکے تو کوئی بڑی سی کوٹھی ہمارے لیے خرید لے۔ اس کے پاس لُوٹی ہوئی نقدی اور زیورات اتنے تھے کہ وہ دہلی کے مہنگے سے مہنگے علاقے میں بڑی سے بڑی کوٹھی خرید سکتا تھا۔

کلپنا کماری عرف رانی سردار پانچ گھنٹے کی نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہو گئی تھی۔ مجھے بڑی محبت سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "کلپنا! تم بہت سندر ہو مگر میں ہمیشہ تمھارا ساتھ نہیں دے سکوں گا کیونکہ ہم دہلی پہنچیں گے تو میری بیوی وہاں موجود ہو گی۔"

"میں سمجھ گئی۔ شریمتی رسونتی دیوی آپ کے سوا گت کے لیے دہلی میں موجود رہیں گی۔"

"وہ کوئی پرانی قسم کی دیوی نہیں، ماڈرن زمانے کی اعلیٰ بی بی ہے۔"

سچ تو یہ ہے کہ ان دنوں اعلیٰ بی بی بہت یاد آ رہی تھی۔ میرے تصور میں گھوم رہی تھی۔ اس سے روبرو ملاقات ہوئے ایک عرصہ گزر چکا تھا اور سب سے اہم بات یہ کہ پارس کو فوجی بیرک سے نکالنے میں اسی کی ذہانت کام آ سکتی تھی۔

میں نے جناب شیخ الفدس کو مخاطب کیا۔ انھوں نے کہا۔ "فرہاد! تم رابطہ قائم کرنے میں ایک عرصہ لگا دیتے ہو۔ اب تو شیبا بھی نہ رہی۔ ہمیں کوئی سُنہرا موقع پیش ہو تو ہم کسے مخاطب کریں۔ کس سے کہیں کہ نادیدہ دشمن ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے، میں نے آپ سے رابطہ قائم کرنے میں دیر کر دی۔ بائی دی وے، کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ رسونتی بھی خیال خوانی کر سکتی ہے اور وہ اپنے بیٹے سے رابطہ قائم کرتی رہتی ہے؟"

"بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں ہم روحانی عمل سے سمجھتے ہیں لیکن بظاہر نظر انداز کرتے رہتے ہیں۔ میں رسونتی کے متعلق ایک عرصے سے جانتا ہوں، وہ دماغی طور پر صحت یاب ہے اور خیال خوانی کر سکتی ہے۔ جوں کہ اس نے خود کو اس حیثیت سے ظاہر نہیں کیا، اس لیے میں نے بھی اس کی لاج رکھ لی۔ ویسے میں اس کے دل اور دماغ کو سمجھتا ہوں، وہ بہت اچھی ہے، کبھی ہم سے بے وفائی نہیں کرے گی۔ کبھی دشمنوں کے بہکاوے میں نہیں آئے گی۔ بیٹے، صاف بات یہ ہے کہ میں اپنی رسونتی بیٹی پر اس قدر اعتماد کرتا ہوں کہ اس کے خلاف تمھاری زبان سے بھی کچھ سننا گوارا نہیں کر سکتا۔"

"محترم، آپ پارس اوّل اور پارس دوم دونوں کے متعلق بہت کچھ معلوم کر چکے ہیں۔ کیا پارس دوم کو فوجی بیرک میں پابند رہنا چاہیے؟"

انھوں نے جواب دیا۔ "ہرگز نہیں۔"

میں نے تفصیل سے بتایا کہ کس طرح کلپنا کماری عرف رانی سردار کو تربیت کیا ہے اور اس کے ذریعے دہلی میں ایک اڈا قائم کرنا چاہتا ہوں۔ ویسے لفظ اڈا بہت ہی بیک ورڈ ہے میں جدید ترین اسمگلر کی حیثیت سے کلپنا کماری کو منظرِ عام پر لانا چاہتا ہوں۔ جہاں بڑے سے بڑے پولیس افسران کو وہ خرید سکتی ہے، اس کے بعد میں پارس کو اس فوجی بیرک سے نکالنا چاہتا ہوں۔"

جب انھوں نے پوری تفصیل سُنی تو میرے منصوبے کی حمایت کی، انھوں نے کہا۔ "بہت اچھا منصوبہ ہے۔ تم اس پر عمل کرو گے تو انشاء اللہ کامیاب رہو گے۔"

"اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے مجھے ایک نہایت ہی ذہین ساتھی کی ضرورت ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں، میں مختلف معاملات میں الجھا رہتا ہوں۔ کسی ایک طرف مکمل طور پر دھیان نہیں دے سکتا۔"

"صاف طور پر کہو، تمھیں اعلیٰ بی بی کی ضرورت ہے۔"

میں نے کہا۔ "جی ہاں۔"

"وہ کل تک دہلی پہنچ جائے گی۔"

"اعلیٰ بی بی اپنے اصل روپ میں رہے گی، صرف نام بدل

جائے گا اور اس کا نام ہوگا کلپنا کماری۔"

کلپنا کماری عرف رانی سردار کا دست راست ہر پاجو اب میرا دست راست تھا اور میرا عقیدت مند تھا وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک ویگن کار خرید کر لے آیا تھا۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں پہننے کے لیے عمدہ ملبوسات، میک اپ کا سامان اور دوسری ضرورت کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ پہلے جنگلوں اور بیابانوں میں رہنے کے باعث ان کی داڑھیاں بڑھی ہوئی تھیں غسل کرنے کا بھی وقت نہیں ملتا تھا۔ اگر وقت ملتا تو پانی نہیں ملتا تھا۔ میری ہدایت پر سب نے اپنی داڑھیاں مونڈھ لیں، چہرہ صاف کیا، غسل وغیرہ کر کے نئے لباس پہن کر اپ ٹو ڈیٹ بن گئے۔ ان میں سے کوئی میک اپ میں نہیں تھا۔ اس کی ضرورت بھی نہیں تھی، وہ ڈاکے ڈالنے کے دوران اپنے چہرے پگڑیوں میں چھپائے رکھتے تھے لہٰذا ڈاکو کی حیثیت سے پہچانے نہیں جا سکتے تھے البتہ میں نے اپنے چہرے پر معمولی تبدیلیاں کی تھیں تاکہ ہمیشہ میک اپ میں نہ رہنا پڑے اور کوئی مجھے پہچان بھی نہ سکے۔

رانی سردار ڈاکا ڈالنے کے دوران کبھی پتلون اور جیکٹ پہنتی تھی اور کبھی دھوتی اور قمیص پہن کر رہتی تھی۔ میں نے پہلی بار اسے ساری میں دیکھا تو بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ ایک تو گورا ہوا بدن تھا۔ اس پر سے ساری نے اس کے حسن کو اور نکھار دیا تھا۔ میں نے اس کی تعریف کی تو خوش ہو کر بولی "تعریف صرف زبان سے نہیں، ہونٹوں سے بھی کرنا چاہیے۔"

میں مسکرا کر پھر اس کی تعریفیں کرنے لگا۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ہم اس ویگن کار میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ میں نے کہا "کلپنا! مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں تھوڑی دیر شنکر کے ساتھ رہوں گا۔"

شنکر دہلی پہنچ چکا تھا اور سونے کے زیورات بیچنا چاہتا تھا۔ وہ زیورات کوئی تولہ، دو تولہ نہیں بلکہ بیس پچیس سیر تھے۔ اتنے زیورات بیچنے والے کو سبھی شبہے کی نظروں سے دیکھ سکتے تھے۔ اس نے ایک ساہوکار سے خفیہ طور پر بات کی۔ ایسے وقت میں اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں نے کہا "تم اطمینان رکھو، اسے زیورات لا کر دو۔ اگر یہ کوئی چال چلے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

شنکر تمام مال کی گٹھری اٹھا کر اس اڈے پر آیا جہاں ساہوکار جوہری کا مال خرید اکرتا تھا۔ وہ زیورات وزن میں پندرہ سیر تھے۔ ساہوکار نے کہا "یہ تو چوری کا مال ہے میں آدھی قیمت دیتا ہوں۔"

شنکر نے میری ہدایت کے مطابق کہا "جو دینا چاہو دے دو مگر ہزار ہزار کے نوٹ دو۔"

ان دنوں سونے کا جو بھاؤ تھا، اس کے مطابق آدھی قیمت طے پر بھی ستر ہزار کی رقم بنتی تھی۔ جب وہ ساہوکار تجوری کھول کر ہزار ہزار کے نوٹوں کی گڈی نکالنے لگا تو میں اس کے دماغ پر قابض تھا۔ میں نے اس کی تجوری سے تقریباً پانچ لاکھ روپے نکالے، انھیں بریف کیس میں رکھوایا۔ پھر وہ بریف کیس شنکر کے حوالے کر دیا۔ جب وہ چلا گیا تب میں نے آہستہ آہستہ اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے گھبرا کر اپنے سر کو ٹٹولا، حیرانی سے چاروں طرف دیکھا۔ پھر دوڑتا ہوا تجوری کی طرف گیا۔ اسے کھولنے پر پتا چلا کہ تجوری خالی ہو چکی ہے، وہ اپنا سر پیٹنے لگا۔ شنکر کا حلیہ سوچنے لگا مگر اس کا حلیہ گڈمڈ ہو رہا تھا، اچھی طرح یاد نہیں آ رہا تھا۔ میں اسے یاد کرنے کا موقع ہی نہیں دے رہا تھا۔

شنکر ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا اخبار کھول کر دیکھ رہا تھا میں نے کہا "جائداد کی خرید و فروخت کے سلسلے میں جو اشتہارات ہیں انھیں پڑھ کر دیکھو۔"

"میں یہی پڑھ رہا ہوں۔ دہلی شہر کے بہت مہنگے علاقے میں دو شاندار کوٹھیاں ہیں۔ مگر قیمت بہت زیادہ ہوگی۔"

"قیمت کی پروا نہ کرو، یہ تو دیکھو، شہر کے باہر کوئی جائداد فروخت کے لیے ہے یا نہیں؟"

وہ ایک جائداد کے سلسلے میں پڑھنے لگا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر مس رہا تھا۔ میں نے کہا "یہ مناسب ہے۔"

اس نے کہا "جناب! دو سو ایکڑ زمینیں بک رہی ہیں اور ان زمینوں کے ساتھ ایک محل نما بہت بڑی کوٹھی ہے آپ اندازہ کریں، کم از کم پندرہ بیس لاکھ تو ضرور اس کی قیمت ہوگی۔"

"میں کہہ چکا ہوں، رقم کی بات نہ کرو۔ تمھارے پاس جو ہے اسے بیعانے کے طور پر ادا کرو اور بیکے کاغذات پر معاملات طے کر لو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمھارے پاس آؤں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ہماری ویگن کار تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ سب خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جانتے تھے میں خیال خوانی کر رہا ہوں لہٰذا شور نہیں کرنا چاہیے۔ میں

نے کہا "تم سب گونگے کیوں بن گئے ہو؟ آپس میں باتیں کیا کرو۔ ہنستے بولتے رہا کرو۔ میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

وہ مسکرانے لگے پھر آپس میں باتیں کرنے لگے۔ مجھے پھر پارس اقل اور جوجو کے پاس جانا تھا مگر میں پارس دوم کی خبر لینا چاہتا تھا۔ لہٰذا چپکے سے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہاں رسونتی موجود تھی۔ اپنے بیٹے کو علم ریاضی کا ایک مشکل سوال حل کر کے بتا رہی تھی۔ رسونتی کی تعلیم اتنی نہیں تھی کہ وہ مشکل سوالات کے جوابات اپنے بچے کو سمجھا سکتی۔ میں نے پارس کے دماغ میں سوچ پیدا کی۔ اس کے مطابق اس نے پوچھا "ماما! آپ اتنے مشکل سوال کس طرح حل کر لیتی ہیں؟"

اس نے جواب دیا "ماں وہی ہے جو اولاد کی خاطر مشکل سے مشکل حالات سے گزرنا جانتی ہو۔ ابتدا میں میرے حالات ایسے نہیں تھے کہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی پھر چیلی پیتمی کے ذریعے مجھے کچھ پڑھے لکھے بغیر دنیا کی کئی زبانیں سیکھنے کا موقع ملا اور جو معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں، خیال خوانی کے ذریعے کر لیتی ہوں۔ مجھے پھر بھی تعلیم کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی لیکن تمھارا سراغ ملا تو اس وقت تم چار برس کے تھے۔ میں نے سوچا اگر میں نے اپنی اولاد کو خود تعلیم نہ دی اور دوسروں پر بھروسا کیا تو تمھیں وہاں سے نکالنے اور اپنے پاس لا کر تعلیم دلانے میں کافی وقت ضائع ہو گا۔ وہاں فوجی بیرک میں تمھیں جو تعلیم دی جاتی، وہ میرے لیے تسلی بخش نہ ہوتی۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "تب میں نے اپنے بزرگ جناب شیخ الفارس سے درخواست کی کہ مجھے ضروری کتابیں اور ایسے استاد کی خدمات فراہم کی جائیں جو مجھے بہتر سے بہتر تعلیم دے سکے۔ چنانچہ میں ایک بہت ہی اچھے استاد سے تعلیم حاصل کرتی ہوں اور جو حاصل کرتی ہوں، وہ تمھارے دماغ تک پہنچا دیتی ہوں۔"

"پھر تو آپ میرے لیے دن رات پڑھتی ہوں گی۔"

"بیٹے، میں زیادہ سے زیادہ پڑھتی رہنا چاہتی ہوں تاکہ تم زیادہ سے زیادہ تعلیم یافتہ کہلا سکو۔ میں نے دنیا ترک کر دی ہے۔ ایک بڑے سے کمرے تک محدود ہو گئی ہوں۔ صبح ورزش کرنے اور شام کو چہل قدمی کرنے کے لیے نکلتی ہوں پھر اپنے کمرے میں آ جاتی ہوں اور تمھارے لیے مصروف رہتی ہوں۔"

"ماما، آپ بہت اچھی ہیں۔ آپ نے میرے لیے دنیا چھوڑ دی۔ کیا آپ پاپا کو بھی چھوڑ دیں گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "بیٹے، ان سے تم ہو، تم سے میں ہوں۔ بھلا انھیں کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔ میں تم سے کہہ چکی ہوں، جب تم اچھی تعلیم حاصل کر لو گے، اچھے ہنر سیکھ لو گے، غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کر لو گے تب اچانک تمھارے پاپا کے سامنے پیش کروں گی تو وہ حیران رہ جائیں گے، ان کی خوشی قابل دید ہوگی اور ان کی خوشی ہم دونوں کی خوشی ہوگی۔"

ماں بیٹے کے درمیان گفتگو بھی ہو رہی تھی اور ٹپھائی لگھائی بھی جاری تھی۔ میں یہ سوچ کر آیا تھا کہ وہ تنہا ہوگا تو اس سے کچھ باتیں ہو جائیں گی۔ میں اپنے طور پر بھی اسے دنیاوی اہم باتیں سمجھاتا رہوں گا۔ ابھی اپنا مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا لہٰذا میں نے وہاں سے واپس آنے کا ارادہ کیا۔

صرف ارادہ کیا، واپس آتے آتے رک گیا کیوں کہ ایک مسلح فوجی نے آ کر پارس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "یہاں کے بیرک انچارج مسٹر راجیش تم سے ملاقات کرنے آئے ہیں۔"

میں راجیش کا نام سن کر چونک گیا۔ یاد کرنے لگا، یہ نام کہاں سنا ہے۔ اسی وقت رسونتی نے پارس سے کہا "بیٹے، تمھارے انکل راجیش آ رہے ہیں۔"

تب مجھے یاد آیا گیارہ رسونتی کے ایک گرو دیو تھے جن سے اس نے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کے بڑے بیٹے کا نام راجیش تھا۔ راجیش نے ماضی میں میرے لیے بھی بہت کام کیا تھا۔ وہ رسونتی کا رشتے دار بھی تھا اور میرا بہت اچھا دوست بھی۔

پارس وہاں سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں گیا، جہاں ملاقات ہونے والی تھی۔ ایک منٹ کے اندر ہی راجیش وہاں پہنچا۔ اس نے بڑی ہی محبت سے ہاتھ آگے بڑھا کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا "ہیلو ماسٹر پارس، کیسے ہو؟ کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

اس نے مصافحہ کرتے ہوئے جواب دیا "انکل! آپ بیک وقت دو سوال کر رہے ہیں، پہلے کس سوال کا جواب دوں؟"

راجیش نے ہنستے ہوئے کہا "پہلے اپنی خیریت سناؤ۔"

"الحمدللہ، میں خیریت سے ہوں۔"

"یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"پنجرہ سونے چاندی کا ہو تب بھی تکلیف تو ہوتی ہے۔"

"واہ بیٹے، خوب بولتے ہو۔ یہ تمھاری ماں کی تعلیم ہے۔"

راجیش کے دماغ میں رسونتی کی آواز سنائی دی "میں اس طرح کی باتیں کرنا نہیں سکھاتی، صرف تعلیم دیتی ہوں۔ اس

کی ذہانت کو پالش کرتی ہوں، یہ خود ایسی باتیں کرتا ہے۔"

اس نے پوچھا "جب میں یہاں سے جاؤں گا تو آپ میرے دماغ میں رہیں گی؟"

"ہاں، میں تم سے رابطہ قائم کرنے ہی والی تھی، کیا کوئی بات بن سکتی ہے؟"

"ابھی مشکل ہے۔ آپ نے جو منصوبہ بنایا ہے وہی مناسب ہے۔ میرے ذریعے دفعتہً ایک ایک افسر اور یہاں کے ایک ایک دفعے دار شخص کے دماغ میں پہنچتی جائیں تاکہ وقت ضرورت آپ ان سب کو ٹریپ کر سکیں۔"

اب میری سمجھ میں آ رہا تھا کہ رسونتی کس طرح پارس دوم تک پہنچی ہے۔ میں نے بعد میں راجیش کے خیالات پڑھے تو پتا چلا، وہ اس بیرک کا انچارج تھا۔ جب ایک عورت چار برس کے بچے کے ساتھ وہاں لائی گئی اور اس نے بچے کا نام پارس بتایا تو راجیش چونک گیا۔ اس عورت کا نام مونا سا نجی تھا۔ وہ وادیٔ قاف سے آئی تھی اور جیسا بیان دے رہی تھی، اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ رسونتی اور فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس ہے۔

راجیش کو اپنے دیس سے بہت محبت تھی۔ وہ اپنے ملک کے خلاف کوئی قدم اٹھا نہیں سکتا تھا لیکن معاملہ اپنی بہن کے بچے کا تھا۔ یہ نہایت ہی نامناسب بات تھی کہ ایک بچے کو چھپا کر رکھا جائے اور بعد میں اس کی بہن کو اس کے ذریعے بلیک میل کیا جائے۔ وہ کسی طرح رسونتی سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کس طرح اسے پارس کی خبر پہنچائے۔

بہت سوچ بچار کے بعد اس نے اپنی بیوی کو پیرس بھیجا۔ اپنی آواز کا ایک کیسٹ اس کے حوالے کیا اور کہا۔ "وہاں بابا صاحب کے ادارے میں یقیناً رسونتی ہوں گی۔ اگر ملاقات ہو جائے تو میرا یہ کیسٹ انھیں دے دینا، اگر ملاقات نہ ہو تو فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے رابطہ قائم کرنا۔ اس طرح رسونتی سے بات ہو سکے گی اور تم فون پر میرا کیسٹ اسے سنا سکو گی۔"

اس کی بیوی نے یہی کیا۔ بابا صاحب کے ادارے تک اس کی پہنچ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس نے پیرس پہنچنے کے بعد ٹیلی فون کے ذریعے جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کیا۔ پھر انھوں نے رسونتی سے اس کی بات کرائی اور رسونتی نے ٹیلی فون پر ہی راجیش کی آواز سن کر کہا۔ "بھابی، مجھے بہت افسوس ہے کہ میں نے بہت عرصے تک آپ لوگوں کی خیریت دریافت نہیں کی۔ راجیش مجھ سے ملنا چاہتے ہیں، میرے بیٹے کے سلسلے میں کوئی خوشخبری سنانا چاہتے ہیں تو یقین کرو، رسونتی تم لوگوں کی داسی بن کر رہے گی۔ تم لوگوں کا احسان کبھی نہیں بھولے گی۔"

اس طرح رسونتی نے راجیش سے دماغی رابطہ قائم کیا اور پارس تک پہنچ گئی۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ پارس کو اعلیٰ تعلیم دے گی۔ اسے بہتر سے بہتر ہنر سکھائے گی، اسے ایک خیر معمولی انسان بنا کر میرے سامنے پیش کرے گی لہٰذا اس مقصد کے لیے وہ رازداری سے کام لے رہی تھی اور چاہتی تھی کہ جب تک پارس بیرک میں ہے، اسے دماغی رابطے کے ذریعے تعلیم دیتی رہے اور اسے یہاں سے نکالنے کی کوشش کرتی رہے۔ اس کے لیے وہ راجیش کے ذریعے تمام اہم افراد اور دفعے دار افسروں کے دماغوں میں آہستہ آہستہ پہنچتی جا رہی تھی۔ ہر ایک کے لب و لہجے کو یاد رکھتی جاتی تھی تاکہ کبھی ٹریپ کر کے اپنے بیٹے کو وہاں سے نکال سکے۔

ویسے اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کس طرح انھیں بیک وقت ٹریپ کرنا چاہیے اور اپنے بیٹے کو لے جانا چاہیے۔ وہ جلد بازی میں کوئی ایسا خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی جس کے بعد پارس کی نگرانی اور سخت کر دی جائے۔ چاروں طرف پہرا اتنا سخت ہو جائے کہ پھر خیر خواہی کام نہ آ سکے۔ ایسا کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی۔ لہٰذا وہ چپ چاپ موقع کا انتظار کر رہی تھی۔

ویسے صرف منصوبہ بنانے سے کچھ نہیں ہوتا، اس پر عمل کرنے کا طریقہ کار ایسا ٹھوس ہونا چاہیے جس سے منصوبہ کا حرف نہ آئے اور عملی اقدامات ایسے ہوں کہ وہ منصوبہ پورا کامیاب رہے۔ یہ سلیقہ ابھی رسونتی میں نہیں تھا۔

میں فی الحال وہاں سے واپس آ گیا۔ سوچا، جب رسونتی راجیش کے پاس سے واپس چلی جائے گی تو میں اس کے پاس جاؤں گا۔ اتنی دیر کے لیے میں شنکر کے پاس آیا، وہ یہاں سے تقریباً پچیس میل دور ایک چھوٹی سی بستی میں آباد تھا۔ بمشکل پچیس تیس گھر ہوں گے۔ ان سے ذرا فاصلے پر ایک بڑی محل نما کوٹھی تھی۔ اس کوٹھی کے اطراف پھیلی ہوئی قابلِ فروخت تھیں۔ شنکر ان کا سودا کر رہا تھا۔ اس بستی کا رانی پور تھا اور یہ بڑی اچھی بات تھی کہ رانی سردار کی مناسبت سے وہ علاقہ رانی پور ہی کہلاتا۔

دو سو ایکڑ اراضی کے مالک کو جوا کھیلنے کی عادت

وہ بڑھی بڑی رقمیں ہارتا رہتا تھا۔ مزید کھیلنے اور عیش کرنے کے لیے وہ اپنی زمینوں کو فروخت کر رہا تھا۔ اس نے تمام اراضی کی مجموعی قیمت چالیس لاکھ لگائی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ جواری ہے اور جوئے کی لت ایسی ہوتی ہے کہ انسان کو کنگال بنا کر چھوڑتی ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں رہ کر قیمت کم کرتے کرتے پچیس لاکھ تک پہنچا دی۔ شنکر نے دو لاکھ بیعانہ دے کر اس کی رسید حاصل کر لی۔ پھر وہاں سے واپس آتے ہوئے بولا "سر! میں جانتا ہوں آپ کے لیے دولت کوئی اہمیت نہیں رکھتی مگر میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، دو لاکھ ادا کیے ہیں تین لاکھ میرے پاس ہیں۔ باقی بیس لاکھ کہاں سے آئیں گے؟"

"تم دہلی شہر میں جہاں جہاں سے گزرو گے تمہارے بریف کیس میں رقم جمع ہوتی جائے گی۔"

اس نے خوش ہو کر کہا "کمال ہے، میرے دیوتا کمال کے ہیں۔ میں آپ کا پجاری، آپ کا سیوک ہوں۔ ساری زندگی آپ کے قدموں میں گزار دوں گا۔ مجھے ایسا باکمال انسان آج تک نظر نہیں آیا۔ آپ انسان نہیں، سچ مچ دیوتا ہیں۔"

وہ دہلی شہر پہنچا۔ اپنے ہوٹل کے کمرے میں آیا تو میں نے کہا "اپنا حلیہ ذرا سا بدل لو، میک اَپ کر لو تاکہ کوئی تمہیں پہچان نہ سکے۔"

تھوڑی دیر بعد جب وہ ہوٹل کے کمرے سے نکلا تو کوئی اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس طرح وہ کسی بھی بڑے جیولر کے پاس جاتا تھا تو اس کے ذریعے میں اس جیولر کو ٹریپ کرتا تھا۔ دو چار یا پانچ دس لاکھ روپے نکلوانا تھا۔ اس کے بعد اسے دوسری جگہ پہنچا دیتا تھا۔ شام پانچ بجے وہ اپنے ہوٹل کے کمرے میں آیا تو اس کے پاس تیس لاکھ روپے تھے۔ اور وہ حیران پریشان آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خلا میں تکتے ہوئے میری تعریف میں نہ جانے کیا کچھ کہنے والا تھا۔ میں نے کہا "بس، بہت کہہ چکے ہو، اب کچھ نہ کہنا۔ اس وقت ٹیلی فون کا ریسیور اٹھاؤ اور کار ڈیلروں سے رابطہ قائم کر کے ایک نئے ماڈل کی گاڑی خرید لو۔ اس میں بیٹھ کر سودا کرنے جاؤ، ان زمینوں کے مالک کو کورٹ کچہری لے جاؤ۔ میں موجود رہوں گا۔ یہ کام ایک ہی دن میں ہو جائے گا۔ یہ تمام جائداد رانی سردار نہیں بلکہ رانی سرکار کے نام سے خریدی جائے۔ آئندہ تمہاری سردار ڈاکو کا نام رانی سرکار ہو گا۔ کلپنا کماری ایک دیوی ہستی ہے جو یہاں پہنچنے والی ہے۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر رانی سردار کو بتایا کہ شنکر وہاں کیا کرتا پھر رہا ہے اور کس حد تک کامیابی حاصل کر چکا ہے۔ کل ہم جب دہلی پہنچیں گے تو ایک نہایت خوبصورت [illegible] کوٹھی ہماری ملکیت ہو گی اور ہم دو سو ایکڑ اراضی کے مالک ہوں گے۔"

اس نے میرے سینے پر سر رکھ کر کہا "جانے میرے کون سائنسی کام کیا تھا کہ تم مل گئے۔ میں ساری زندگی ٹھوکریں ڈالتی رہتی پھر بھی اس مقام تک کبھی پہنچ نہ پاتی۔ تم نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ اب سماج میں میری عزت ہو گی، لوگ مجھ جیسی دولت مند کے سامنے سر جھکائیں گے۔ ہر محفل میں میرا گرم جوشی سے استقبال کیا جائے گا اور مجھے ہر جگہ مہمان خاص بنایا جائے گا۔ میں کیا سے کیا بن رہی ہوں۔"

"میں تمہیں اتنے بلند مقام پر پہنچاؤں گا کہ یہاں کے حکمران بھی تم سے ملاقات کرتے ہوئے فخر محسوس کریں گے۔ لیکن ایک بات یاد رکھو، کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے۔ مجھے کھونے کے لیے تیار رہو۔"

وہ ایک دم سے اداس ہو گئی۔ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی "میں نے اپنا تن، اپنا من سب تم پر وار دیا ہے۔ میرے تم کوئی کشش محسوس نہیں کرو گے؟"

"یقیناً کروں گا۔ تم نظر آتی رہو گی تو تمہارا طلب گار بنا رہوں گا لہٰذا تمہیں کم سے کم نظر آنا چاہیے۔ تم اپنے معاملات میں آزاد رہو گی اور میں اپنے معاملات میں۔ ہماری ملاقات برائے نام ہوا کرے گی اور جب ہوا کرے گی تو تم مجھے پالیا کرو گی ورنہ کھو کر کرو گی۔ وہ ہستی جو کلپنا کماری کے نام سے دہلی پہنچ رہی ہے، اس کے متعلق تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ وہ کیا بلا ہے۔ لہٰذا اس سے ہمیشہ دور رہنا۔"

اگر میں اس کی نظروں میں ایک عام آدمی ہوتا تو وہ مجھ سے لڑ پڑتی کہ اپنا تن من سب کچھ دیا ہے تو پھر کسی دوسری کو یہاں کیوں بلا رہے ہو لیکن میں تو اس کی اور اس کے تمام معاملات کی نظروں میں دیوتا تھا اور غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ میرے سامنے وہ زبان ہلانے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے لہٰذا نظریں جھکا کر خاموش رہی۔

جب میں اپنی داستان بیان کرتا ہوں تو بعض اوقات بڑی کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہوں کہ مجھے اپنی داستان کے حصے پر زیادہ زور دینا چاہیے، کسے تفصیل سے بیان کرنا چاہیے اور کسے سرسری انداز سے بیان کرتے ہوئے گزر جانا چاہیے۔ بہت سی باتیں وضاحت طلب ہوتی ہیں، اگر انھیں بیان نہ کیا جائے تو بعد میں شکایت ہوتی ہے کہ یہ بات کیسے ہو گئی۔

فی الحال میری داستان کا سب سے دلچسپ حصہ وہ ہے

جہاں پارس اقبال اور جوجو کی دوستی رفتہ رفتہ قائم ہو رہی ہے اور دشمن کے لیے دہلی جہان بنتی جا رہی ہے۔ میں اس حصے میں یقیناً پہنچنے والا ہوں ابھی اپنے متعلق جو بیان کر رہا ہوں تو اس کا ایک مقصد ہے۔ میں اپنے طور پر دہلی میں قدم جمانے اور پارس کو وہاں سے نکالنے کی کوششوں میں مصروف ہوں اور کامیابی حاصل کرتا جا رہا ہوں لیکن حقیقت کچھ اور ہے۔ میری نادانستگی میں دشمن میرے اطراف جال پھیلاتا جا رہا ہے اور میں اس میں الجھتا جا رہا ہوں۔

جس طرح آپ کو شیبا کے حالات میری داستان کی ترتیب کے خلاف معلوم ہوئے، اسی طرح ایک بار پھر اپنی داستان کی ترتیب کے خلاف آپ کے سامنے شارپر کی چالیں پیش کر رہا ہوں۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میں ہندوستان میں موجود ہوں۔ اگر وہ کسی طرح مجھے پھانس لے گا تو اس کی زندگی کی بہت بڑی کامیابی ہو گی۔ اس کے بعد وہ ساری دنیا کا بے تاج بادشاہ بن جائے گا۔

اس مقصد کے لیے وہ دہلی میں یا دہلی کے آس پاس کے علاقوں میں اپنا ایک خاص اڈا قائم کرنا چاہتا تھا۔ جرائم کی دنیا میں ایسے خفیہ اڈے قائم کرنے کے لیے ہمیشہ مجرمانہ ذہنیت کے لوگوں کو پھانسا جاتا ہے۔ اس نے اتفاق سے اسی شخص کو پھانسا جو اپنی محل نما کوٹھی اور دو سو ایکڑ اراضی شنکر کو فروخت کر رہا تھا۔ جوں کہ وہ فروخت کرنے والا جوا کھیلتا تھا اور مجرمانہ ذہنیت رکھتا تھا اس لیے شارپر نے اسی پر نظر رکھی ہوئی تھی اسی وقت شنکر خریدار بن کے پہنچ گیا۔ چوں کہ شنکر جوئے کا ماہر نہیں تھا، سانس روک نہیں سکتا تھا، پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے شارپر کو محسوس نہیں کیا۔

یعنی بازی اب شارپر کے ہاتھ میں تھی، میدان صاف تھا۔ وہ شنکر کے دماغ میں رہ کر ساری معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس سے قبل وہ لوگ ڈاکو تھے۔ ایک چالاک عورت رانی مترا کے ساتھ مل کے ڈاکے ڈالتے تھے۔ اچانک ایک غیر معمولی صلاحیت کا آدمی ان کی ٹولی میں شامل ہو گیا پھر اس نے ایسے کارنامے انجام دیے کہ ان کے غار کو چاروں طرف سے گھیرنے والی پولیس پارٹی زندہ واپس نہ جا سکی۔ وہ دیوتا ڈاکو بن گیا۔

بس اتنی معلومات کافی تھیں، شارپر کی سمجھ میں آ گیا کہ فرہاد اب ڈاکوؤں کی ٹولی میں رہ کر خود کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے اور ان کے ذریعے کوئی کھیل کھیلنا چاہتا ہے۔

جس طرح میں دشمنوں کی نادانستگی میں ان کی چالوں کو سمجھنے کے لیے خاموشی اختیار کر لیتا ہوں اور چپ چاپ ایک تماشائی کی طرح ان کی حرکتیں دیکھتا ہوں، اسی طرح شارپر نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ بھی خاموش رہے گا اور فرہاد کلی تیمور کی چالوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہے گا۔

میں نے فی الحال اپنے قارئین کو اتنا ہی بتایا ہے کہ دشمن میری تاک میں ہیں، ایسے میں اگر میں پارس اقبال اور جوجو کی طرف ہی دھیان دیتا رہوں اور خود اپنی ذات سے غافل ہو جاؤں تو مجھے زبردست نقصان پہنچے گا لہٰذا اب اپنے حالات بیان کرتا جا رہا ہوں۔ اس کے بعد پارس اقبال اور جوجو یقیناً سامنے آئیں گے۔

ہم صوبہ پنجاب کے شہر انبالہ سے گزر گئے، اب دہلی جانے والی شاہراہ پر ہماری گاڑی دوڑتی جا رہی تھی۔ ڈرائیو کرنے والے ایک ملازمت نے کہا "جناب! آگے کا راستہ خطرناک ہے۔ ہمیں کسی شہر میں رات گزارنا چاہیے۔"

میں نے پوچھا "خطرناک کیوں ہے؟"

"راستے میں ڈاکو گھیر لیتے ہیں۔ اسمگلر راستہ روکتے ہیں۔ پتا نہیں وہ کس قسم کے لوگ ہوتے ہیں جنھیں پولیس والوں کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے ہمارے پاس ایک بھی ہتھیار نہیں رہنے دیا۔ اس پر ہم رات کا سفر کر رہے ہیں۔ ہم آپ کے حکم کے بندے ہیں۔ میں گاڑی ڈرائیو کرتا جاؤں گا۔"

"تم ڈرائیو کرتے جاؤ، میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ راستہ روکنے والے کس قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔"

ہمارا سفر جاری رہا۔ ہم ایک چھوٹے سے شہر میں پہنچے، وہاں رات کا کھانا کھایا۔ پھر آگے بڑھ گئے۔ ادھر شارپر، شنکر کے دماغ سے یہ معلوم کر رہا تھا کہ ہم کس طرح ایک ویگن کار میں سفر کرتے ہوئے دہلی کی طرف آ رہے ہیں جب اسے یقین ہو گیا کہ میں اس ویگن کار میں موجود ہوں تب اس نے مجھے وہیں نیست و نابود کر دینے کا تہیہ کر لیا اور اپنے طور پر پلاننگ کرنے لگا۔

اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میرا دشمن کیسی چالیں چل رہا ہے تو میں اس ویگن کار سے اتر کر کسی دوسری گاڑی میں بیٹھ جاتا اور اس گاڑی سے پہلے وہاں پہنچ جاتا جہاں اس ویگن کار کو ٹریپ کیا جانے والا تھا۔ لیکن میں انجان تھا، جب آدمی انجان ہوتا ہے اور کسی مصیبت سے دوچار ہوتا ہے تو وہ مصیبت اس کے لیے ناگہانی ہوتی ہے۔ اگر میں شارپر کے دماغ کو پڑھ

لیتا تو وہی مصیبت میرے لیے ناگہانی نہ ہوتی۔

رات کے ایک بجے ہم نے محسوس کیا، ہمارے سامنے جانے والی گاڑیاں ہمارا راستہ روکتی جا رہی ہیں۔ ہم نے پیچھے گھوم کر دیکھا، دو گاڑیاں ہمارا تعاقب کرتی آ رہی تھیں۔ چال چلنے والوں خواہ شارپر ہو یا فرہاد علی تیمور ان کے ساتھ کوئی نہ کوئی کمزوری یا مجبوری ضرور ہوتی ہے۔ شارپر کے ساتھ مجبوری یہ تھی کہ وہ جلدی میں ایسے افراد کا انتظام نہیں کر سکتا تھا جو لیوگا کے ماہر ہوتے اور فرہاد علی تیمور کو ان کے دماغ تک پہنچنے سے روک سکتے۔ ایسی مجبوری کے تحت شارپر نے یہ طریقہ کار اختیار کیا کہ جس شخص کو ٹریپ کیا اور جس کے دماغ پر قابض ہوا تھا، اسے سب سے پیچھے رکھا تھا اور راستہ روکنے والوں کا سربراہ کسی اور کو بنایا تھا تاکہ فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ کر اصلیت معلوم نہ کر سکے۔ کم از کم اسے یہ پتا نہ چلے کہ کوئی کسی کو دماغی طور پر ٹریپ کر کے اس کا راستہ روک رہا ہے اور وہ پہنچنے سے پہلے ہی اسے ختم کر دینا چاہتا ہے۔

آگے پیچھے دوڑنے والی گاڑیاں قریب سے قریب تر ہوتی گئیں حتیٰ کہ ہمیں اپنی گاڑی کو روکنا پڑا۔ جب آگے جانے والی گاڑی میں سے ایک نے نکل کر کہا "ہم تم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتے، جو ہیڈ آف دی فیملی ہے، وہ گاڑی سے باہر آ جائے اور ہم سے بات کرے۔"

میں نے رانی سردار کو اشارہ کیا۔ وہ گاڑی سے باہر نکل کر اس شخص سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہو گئی پھر بولی "میں ہیڈ آف دی فیملی ہوں۔"

رانی سردار جس سے مخاطب تھی، اس کے دماغ میں شارپر موجود تھا اور وہ یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ اس وینگن کار میں سفر کرنے والوں کی سربراہ وہی ہے۔ اس شخص نے کہا "میں کسی عورت سے نہیں، مرد سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

رانی سردار نے کہا "یہ ہندوستان ہے، یہاں ہیڈ آف دی فیملی ایک عورت بھی ہوتی ہے۔"

اس شخص نے کہا "بحث نہ کرو، میں اپنے سامنے کسی مرد کو دیکھنا چاہتا ہوں اور اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے ہریا کو گاڑی سے باہر بھیج دیا۔ اس نے رانی سردار کے پاس آ کر کہا "اگر تم مرد سے بات کرنا چاہتے ہو تو میں حاضر ہوں۔"

میں ہریا کے دماغ پر پوری طرح قابض تھا، دوسرے لفظوں میں اس کے وجود کے اندر فرہاد علی تیمور تھا۔ شارپر نے جب اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو ناکام واپس ہو گیا۔ اس طرح اسے یقین ہو گیا کہ وہ ہریا ہی فرہاد علی تیمور ہے۔

تب وہ شخص بے نقاب ہو گیا، جس کو شارپر نے ٹریپ کیا تھا اور اس کو سب سے پیچھے رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور تھا اور وہ کہتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا "فرہاد علی تیمور! میں نے تمہیں پہچان لیا ہے، آج تمہاری زندگی کا آخری دن ہے، اپنی آخری سانسیں گن لو۔"

یہ کہتے ہی اس نے تڑاتڑ فائرنگ شروع کر دی۔ ہریا سے بچ کر نکلنا چاہتا تھا، میں خود اسے بچانا چاہتا تھا۔ وہ ناکام رہا۔ کئی گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہوئیں اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔

مجھے افسوس ہے، میری خاطر اس کی جان گئی مگر اس نے جان دیتے وقت کہا "فرہاد صاحب، میں کیا میری پوری فیملی تو آپ پر قربان ہو جاتی۔ میرے لیے اس سے بڑی عبادت اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ میں آپ پر قربان ہو رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی جان دے دی۔ اس نے فرض ادا کر دیا لیکن آخری لمحات میں اس نے جو کچھ کہا، اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ وہ ہریا تھا اور فرہاد علی تیمور کے دھوکے مارا گیا تھا۔ یہ بات شارپر کو معلوم ہو گئی۔ دوسری طرف بھی ہوشیار ہو گیا کیوں کہ جس شخص نے فرہاد علی تیمور کو گولیاں چلائی تھیں، اس سے شارپر ہو گیا کہ کوئی شخص مجھے فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے جانتا ہے اور اسے یہ معلوم ہے کہ اس کار میں فرہاد سفر کر رہا ہے۔ یہی شارپر کی بہت بڑی غلطی تھی جس نے مجھے چوکنا کر دیا۔

ہریا کے دم توڑتے ہی میں نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور اس کے قاتل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر مخاطب کیا "ہیلو شارپر! تم نے میرا ایک بہت اہم آدمی مار دیا ہے، بتاؤ، میں تمہارے کتنے اہم آدمیوں کو ٹھکانے لگاؤں؟"

شارپر نے اس قاتل کے لب و لہجے میں کہا "فرہاد علی صرف اپنی ذات اہم ہوتی ہے، یہ نہ پوچھو کہ میرے کتنے کو ٹھکانے لگاؤ گے۔ تمہاری جو مرضی ہو، وہ کر سکتے ہو۔ اپنے تو کیڑے مکوڑوں کی طرح مارے جاتے ہیں۔ میرے آدمی مارے جائیں گے، کوئی بات نہیں، تم قسمت کے دھنی ہو، تمہیں ختم کر ہی دیتا مگر بچ گئے لیکن یاد رکھو، میں تمہیں ہندوستان میں نہیں رہنے دوں گا۔"

"فی الحال اپنے سکون پر ماتم کرو۔ اور اپنی بہن کو

پاس جاؤ۔ میں تمہارے ان آدمیوں سے نمٹ کر اس کے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

اس نے غصے سے کہا "تم اس معصوم لڑکی کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"

"میں کیا کروں گا، یہ تم وہیں پہنچ کر دیکھنا۔ اب تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں، اس قاتل کو بچانا چاہتے ہو اور ہمیں گھیر کر مارنا چاہتے ہو تو اس کے دماغ میں رہو۔ میں جوجو کے پاس جا رہا ہوں اور اگر اپنی بہن کی سلامتی منظور ہے تو اس کا دماغ چھوڑ دو اور بہن کے پاس جاؤ۔ صرف چند ساعتوں میں فیصلہ سناؤ۔ میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔"

"میں جوجو کے پاس جا رہا ہوں۔"

"میں پہلے ہی جانتا تھا، تمہاری نظروں میں تمہارے کام آنے والے کیڑے مکوڑے ہوتے ہیں، یہ مر جائیں گے تو تمہیں پروا نہیں ہوگی۔ جاؤ۔"

وہ جا چکا تھا۔ میں نے اس قاتل کے ذریعے اس کے آدمیوں کو حکم دیا "اپنے ہتھیار واپس رکھ لو۔ ان پر کوئی حملہ نہیں کرے گا اور میں نے جس آدمی کو قتل کیا ہے، اس پر شرمندگی ہے، اس کی لاش کو اٹھاؤ، ہم اسے لے جائیں گے اور عزت و احترام سے اس کی چتا جلائیں گے۔"

اس کے ساتھیوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ ہریا کی لاش کو اٹھا کر اپنی گاڑی میں رکھ لیا۔ آگے والی دونوں گاڑیوں نے ہمارا راستہ چھوڑ دیا۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر ہمارا سفر شروع ہو گیا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد رانی سردار نے کہا "مجھے ہریا کی موت پر افسوس ہو رہا ہے۔"

میں نے کہا "ہاں، افسوس کی بات ہے، ہم سب کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے، کیا پتا، ابھی آگے جا کر ہم میں سے اور کسے موت آ جائے، لہٰذا ہریا کے لیے اطمینان رکھو۔ وہ لوگ اس کی آخری رسومات ادا کرتے ہوئے چتا میں جلائیں گے۔ اس طرح ہم پولیس والوں کے سامنے ایک مرڈر کیس کے سلسلے میں جواب دینے سے محفوظ رہیں گے۔"

میں نے شنکر کے پاس پہنچ کر کہا "معاملات کچھ بگڑ گئے ہیں، ہمارا ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ تک پہنچ گیا ہے، وہ تمہاری مصروفیات کو سمجھ رہا ہے، لہٰذا بستر پر لیٹ جاؤ، میں تم پر تنویمی عمل کروں گا تاکہ آئندہ وہ دشمن تمہارے دماغ میں نہ آ سکے۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگا، مجھے یقین تھا، شارپر میرے تنویمی عمل کے دوران مداخلت نہیں کرے گا کیوں کہ میں اسے جوجو کی سلامتی کی فکر میں مبتلا کر چکا تھا۔ میں نے ایک ذرا جوجو کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ پتا چلا، وہاں پارس کے شرارت آمیز کارنامے دیکھ کر شارپر حیران تھا اور اب تک انہی میں الجھا ہوا تھا۔

مختصر یہ کہ میں نے شنکر پر تنویمی عمل کیا، اس کے دماغ کو مقفل کر دیا اور اپنے لیے کوڈ ورڈ مقرر کیا کہ جب یہ الفاظ اس کے دماغ میں دہرائے جائیں تو وہ میرے لیے دماغ کے دروازے کھولے ورنہ کسی کو اپنے اندر بولنے کی اجازت نہ دے۔

میں نے اسے دماغی دروازہ بند کرنے کا طریقہ بتایا کہ صرف ایک بار سانس روک لے تو پرانی سوچ کی لہریں واپس چلی جاتی ہیں پھر دوبارہ آنا چاہیں گی تو دماغ خود بخود تنویمی عمل کے زیر اثر مقفل رہے گا۔

تیسری بات یہ بتائی کہ وہ اپنا نام بدل دے، جو دو لاکھ روپے پیشگی کے طور پر ادا کیے ہیں، اسے بھول جائے۔ دہلی شہر میں کوئی بڑی سی کوٹھی خرید لے۔ ہم وہیں قیام کریں گے۔

شارپر نے شنکر کے دماغ میں رہ کر یقیناً رانی سردار اور اس کے تمام ساتھیوں کے نام معلوم کیے ہوں گے۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ان سب کے نام بدل دیے، انھیں تاکید کر دی کہ آئندہ وہ اسی نئے نام سے ایک دوسرے کو مخاطب کیا کریں۔ رانی سردار نہ تو اب رانی سردار تھی اور نہ ہی کلپنا کماری۔ اب اس کا نام رکمنی دیوی تھا۔ میں نے جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کر کے انھیں حالات سے آگاہ کیا۔ پھر بتایا "اب اعلیٰ بی بی کلپنا کماری کے نام سے نہیں آئے گی۔ اس کا نیا نام آپ کوئی اور رکھ دیں۔"

انھوں نے کہا "تم ہی کوئی ہندی نام رکھو۔"

"آپ اسے کامنا کماری کے نام سے بھیج سکتے ہیں، اسی نام سے اس کے کاغذات تیار کر والیں۔"

میں نے ان سے رابطہ ختم کیا۔ ہر طرح اطمینان ہو گیا کہ دہلی پہنچنے تک آرام اور سکون سے رہیں گے۔ جوجو کے پاس پہنچ گیا۔ پچھلی بار جب میں اس کے پاس سے آیا تب پارس اسے سمجھا رہا تھا "دشمن تمہیں ٹریپ کرنے کے لیے تمہارے کھانے پینے کی چیزوں میں کچھ ملا سکتے ہیں۔ تمہیں بے ہوش کر کے یہاں سے لے جانے کی کوشش کریں گے یا کسی اور طرح نقصان پہنچائیں گے لہٰذا پہلے سے احتیاطی تدابیر پر عمل کرو۔"

جوجو نے کہا: "میں یہاں سے کچن میں جاؤں گی، وہاں پکانے والوں کی باتیں سنوں گی اور ان کے دماغ میں رہ کر معلوم کروں گی کہ کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی ملاوٹ تو نہیں ہو رہی ہے؟"

"یہاں سے کچن جانے کے دوران راستے میں کسی نے اغوا کر لیا تو؟"

"اے تم مجھے خوامخواہ ڈرایا نہ کرو۔"

"میں تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہا ہوں۔ کچن تک چل کر جاؤ گی، نازک پاؤں دکھنے لگیں گے۔ یہاں ریسیور اٹھاؤ۔ منیجر سے رابطہ قائم کر کے پوچھو، آج کی اسپیشل ڈش کیا ہے؟"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"اس رابطے سے رابطہ ملتا جائے گا اور تم بیٹھے بیٹھے کچن میں پہنچ جاؤ گی۔"

وہ خوش ہو کر چٹکی بجاتے ہوئے بولی: "نائس آئیڈیا۔ تم بہت سمجھ دار ہو۔"

وہ جلدی سے ٹیلی فون کے پاس گئی، ریسیور اٹھا کر منیجر سے رابطہ قائم کیا۔ پھر پوچھا: "آج کی اسپیشل ڈش کیا ہے؟"

دوسری طرف سے جواب ملا: "ویٹ اے منٹ، میں ابھی بتاتا ہوں۔"

منیجر نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر انٹر کام کے ذریعے کچن کے سپروائزر سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے اسپیشل ڈش کے متعلق پوچھا۔ سپروائزر نے جواب دیا اور اس طرح جوجو وہاں بیٹھے بیٹھے اس سپروائزر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہاں دوسرے کام کرنے والوں کی باتیں سنتی رہی۔ پارس نے کہا: "بھوک لگ رہی ہے، کچھ ہلکا سا ناشتا منگواؤ۔"

وہ ٹھور کر بولی: "کیا میں تمہاری نوکرانی ہوں؟"

"میری میزبان ہو، میں تمہارا مہمان ہوں۔"

"زبردستی کے مہمان ہو، یہاں سے جاتے کیوں نہیں؟"

"کتنی بے مروت ہو۔ تمہاری جان بچا کر یہاں تک لے آیا ہوں۔ نہ جانے وہ ٹیکسی والا تمہیں کہاں لے جانے والا تھا۔"

"میں اس کی کھوپڑی ہلا دیتی۔"

"اس کی کھوپڑی کے پیچھے بھی درجنوں دشمن ایسے ہیں جن کا علم تمہیں نہیں ہے۔ اب رفتہ رفتہ ہو گا۔ اسی لیے کہہ رہا ہوں کھانے کا آرڈر دو۔ ہو سکتا ہے کھانے کے ساتھ دشمن چلے آئیں۔"

اس نے آرڈر دیا۔ تھوڑی دیر بعد اطلاع ملی کھانا اوپر آ رہا ہے۔ جوجو نے پارس سے کہا: "میں مطمئن ہوں، کچن کی سب کے دماغ کو پڑھا ہے، وہاں سے جو کھانا آ رہا ہے اس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہے۔"

"جو ویٹر کھانا لے کر آ رہا ہے، اس کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"میں کیا جانوں، کون کھانا لا رہا ہے۔ یہاں آنے والے گاہکوں کی آواز سنوں گی۔"

"اگر وہ گونگا بن گیا تب کیا کرو گی؟"

"تم خوامخواہ بحث کرتے ہو، وہ بھلا کیوں گونگا بنے گا؟"

اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ وہ اٹھ کر دروازہ کھولنا چاہتی تھی۔ پارس نے کہا: "سنو، میری بات پر عمل نہیں کرو گی تو پچھتاؤ گی۔ دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھو، کون ہے جب تک وہ جواب نہ دے اسے نہ کھولنا۔"

جوجو نے یہی کیا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر بولی: "کون ہے؟"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ صرف دروازے پر دستک سنائی دی۔ جوجو نے پھر پوچھا: "میں پوچھتی ہوں، کون ہے؟ جواب دو۔"

باہر سے غوں غاں کی کچھ ایسی پھنسی پھنسی سی آواز سنائی دی جیسے گونگا بول رہا ہو۔ پارس نے کہا: "دیکھا، میں نہ کہتا تھا کہ آنے والا اپنی مادری زبان بولے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی: "اب میں اس کے دماغ میں کیسے پہنچوں؟"

اس نے ہاتھ اٹھا کر سمجھانے کے انداز میں کہا: "اطمینان رکھو، میں دروازے کے پیچھے ہوں، اسے کھول کر دور کرکے میں چلی جاؤں۔"

اس نے دروازے کو آہستگی سے کھولا پھر دور رکھ کر جا کر بولی: "یس کم ان۔"

دروازہ آہستگی سے کھلا۔ پھر ایک بیرا کھانے کی ٹرے دونوں ہاتھوں میں اٹھائے اندر آیا۔ پھر جیسے ہی آگے بڑھ کر رکھنا چاہتا تھا، پارس نے اس کی ٹانگ میں ٹانگ اڑا دی، وہ یکبارگی اوندھے منہ گرا۔ گرتے ہی چائے کی کیتلی ٹوٹ گئی، گرم گرم چائے اس کے منہ پر آئی۔ اس نے تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے کہا: "اوہ مائی گاڈ۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا: "دیکھا، گونگے کیسے بولتے ہیں بول، میاں مٹھو اور بول۔"

وہ غصے سے اٹھ کر پارس کی طرف لپکا مگر اس پر حملہ نہ کر سکا، جہاں تھا، وہیں رک گیا۔ پارس نے جوجو سے کہا: "تم نکلی ہی احمق لڑکی ہو۔ جیسے ہی یہ بول پڑا تھا تمہیں اس کے دماغ میں پہنچنا چاہیے تھا۔ تم حاضر دماغ نہیں رہتی ہو۔ اب تو جب سے یہ پھر بولے گا۔"

پھر اس نے بیرے سے پوچھا: "ارے تم تو مجھ پر حملہ کرتے کرتے رک گئے، کیا بات ہے، چائے بہت گرم تھی؟"

وہ چیختا ہوا اس کی طرف بڑھا: "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا، میں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

پارس وہاں سے بھاگتا ہوا، چھلانگیں لگاتا ہوا صوفے پر پہنچ گیا۔ وہ اس کے تعاقب میں وہاں تک نہ پہنچ سکا۔ اس وقت تک جوجو کو عقل آ گئی تھی۔ اس نے ایک دماغی جھٹکا پہنچایا، وہ دوڑتے دوڑتے چیخ مار کر الٹ پڑا۔ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ پارس نے کہا: "اطمینان سے تڑپتے بھی جاؤ اور بتاتے بھی جاؤ، گونگے کیوں بن گئے تھے؟"

پھر اس نے جوجو سے کہا: "ذرا اسے اٹھا کر بٹھا دو۔"

وہ بولی: "کیا میں تمہاری نوکرانی ہوں؟ کیا میں اتنے موٹے آدمی کو اٹھا کر بٹھا سکتی ہوں؟"

"خدا کے لیے عقل سے کام لیا کرو۔ اپنے ہاتھوں سے نہیں، اپنی صلاحیتوں سے اٹھا کر بٹھاؤ۔"

وہ چونک کر بولی: "ارے ہاں، میں تو بھول ہی جاتی ہوں۔"

اس نے تڑپنے والے کو گھور کر دیکھا۔ وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا، گڑگڑا کر کہنے لگا: "مجھے معاف کر دو، میں مجبور تھا مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں اپنی آواز نہ سناؤں۔"

"تمہیں یہ حکم کیوں دیا گیا تھا؟"

"وہ لوگ کہتے تھے، یہ لڑکی پُراسرار ہے۔ ایئر پورٹ سے جو بھی اس کا تعاقب کرتا آیا کسی نہ کسی پریشانی میں مبتلا ہوا۔ ان کا خیال ہے، یہ لڑکی ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ یہی آزمانے کے لیے مجھے گونگا بنا کر بھیجا گیا — اس چائے کے ساتھ جو دودھ ہے، اس میں نشیلی دوا حل کی گئی ہے۔ چائے پینے کے بعد اس لڑکی کا دماغ کمزور ہو جاتا، تھوڑی دیر میں کچھ لوگ یہاں آنے والے ہیں۔ ان کے سامنے یہ خیال خوانی نہیں کر سکے گی اور وہ اسے اٹھا کر لے جائیں گے۔"

پارس نے پوچھا: "تم باہر جا کر کیا بیان دو گے؟"

"میں تو گونگا بنا رہوں گا۔ جن لوگوں نے مجھے اس کام پر لگایا ہے، ان کے سامنے وہی کہوں گا جو حکم دو گے۔"

"ان سے کہو، تم نے چائے اور ناشتا پہنچایا ہے، لڑکی تھوڑی دیر میں چائے پینے والی ہے۔"

وہ فرش پر سے اٹھتے ہوئے، کپڑے جھاڑتے ہوئے بولا: "میں یہی کہوں گا۔"

جوجو نے کہا: "تمہیں یہی کہنا ہوگا۔ اگر کچھ اور کہنا چاہا تو زندہ نہیں رہو گے۔ میں تمہیں پاگل بنا کر پاگل خانے پہنچا دوں گی۔"

اس نے دونوں کان پکڑتے ہوئے کہا: "میں وہی کروں گا جو تم کہہ رہی ہو۔"

اس نے جلدی سے جھک کر فرش پر گرے ہوئے سامان کو ٹرے میں رکھا۔ ٹرے کو وہاں سے اٹھا کر سینٹر ٹیبل پر لایا۔ پارس نے کہا: "باہر کسی سے یہ نہ کہنا کہ میں یہاں موجود ہوں، تمہارا بیان یہی ہوگا کہ لڑکی کمرے میں تنہا ہے۔"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ قالین کو اچھی طرح صاف کیا۔ پھر وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی جوجو نے کہا: "میں اچھی طرح جانتی ہوں، وہ دشمن خوامخواہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔"

پارس نے پوچھا: "آخر وہ دشمن کون ہے؟"

"اور کون ہوگا، وہی فرہاد علی تیمور۔"

"اے لڑکی، میں تمہارا منہ توڑ دوں گا، میرے سامنے میرے باپ کو دشمن کہہ رہی ہو۔"

"کیا؟" وہ تقریباً چیخ کر بولی: "تمہارا باپ؟ کیا فرہاد علی تیمور تمہارا باپ ہے۔ نہیں نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ تم اس کے بیٹے نہیں ہو سکتے۔"

"بیٹا ثابت کرنے کے لیے میں دوبارہ پیدا ہو کر نہیں دکھا سکتا۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"کیا تم کسی دوسرے کو اپنا باپ کہہ سکتی ہو؟"

"ہرگز نہیں۔"

"اسی طرح میں صرف اپنے باپ کو ہی باپ کہہ رہا ہوں۔"

جوجو نے دونوں مٹھیاں بھینچ لیں، ہونٹوں کو سختی سے دبا کر گہری گہری سانس لیتے ہوئے چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہی پھر جیسے وہ پھٹ پڑی: "دشمن کے بچے، تم اب تک مجھے بے وقوف بنا رہے تھے۔ میرے پاس آ کر اپنے باپ کے لیے راستہ صاف کر رہے تھے۔"

"غلط الزام نہ دو، میں تو اپنے لیے راستہ صاف کر رہا ہوں۔"

"کیا بکواس کرتے ہو؟"

"یقین کرو، جب سے تمہیں دیکھا ہے، دنیا کے سارے کام بھول گیا ہوں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حسین صورتیں دیکھتے ہی میری رگوں میں میرے باپ کا خون جوش مارنے لگتا ہے۔"

"آئی سے گیٹ آؤٹ۔ نکل جاؤ یہاں سے میں اپنے دشمن کا سایہ تک برداشت نہیں کر سکتی۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس صوفے پر سے چھلانگیں لگاتا ہوا بستر پر آیا۔ پھر وہاں سے ٹیلی فون کے پاس پہنچ کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف کی آواز سن کر اس نے پھر جوجو کے لہجے کی نقل کی۔ اس کی آواز میں کہا: "جی ہاں، میں کمرہ نمبر نو دن سے جینیفر بول رہی ہوں۔"

اس نے اسپیکر کو آن کر دیا تھا تاکہ جوجو بھی آواز سن سکے۔ دوسری طرف سے کسی نے پوچھا: "کیا تمہارے ساتھ کوئی بچہ بھی ہے؟"

"ابھی تو میں خود ہی بچی ہوں۔ اس لیے کوئی دوسرا سوال کرو۔"

جوجو اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ دوسری طرف سے وہ جھنجلا کر بول رہا تھا: "میں تمہارے بچے کی نہیں، اس بچے کی بات کر رہا ہوں جس کی عمر تقریباً پانچ چھ برس ہوگی۔"

"میرے کمرے میں ایسا کوئی بچہ نہیں ہے۔ کیا آپ بچے سپلائی کرنے کا کام کرتے ہیں؟"

"یو شٹ اَپ۔" دوسری طرف سے دہاڑنے کی آواز آئی۔ پھر ریسیور رکھ دیا گیا۔ پارس نے جوجو کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی: "کیوں اس طرح دیکھ رہے ہو؟"

وہ بولا: "میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری کھوپڑی کچھ کام کرتی ہے یا نہیں؟ اتنی دیر سے وہ شخص بول رہا تھا۔ کیا تم نے اس کے لب و لہجے کو یاد رکھا؟ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کرنا چاہیے کہ کون تمہارے متعلق اتنی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے؟"

میں اس کے لب و لہجے کو یاد رکھ سکتی تھی لیکن تم مجھے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہے تھے۔ تم میرے دشمن ہو۔ جب تک میرے پاس رہو گے، میں کوئی عقل کا کام نہیں کر سکوں گی۔"

"عقل ہوگی تو کرو گی۔ تمہاری ممی سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھیں، میری پیاری بچی کتنی اچھی اور خوبصورت ہے مگر بڑی جلدی میں پیدا ہو گئی اور عقل میرے پاس چھوڑ گئی۔"

جوجو نے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا سچ کہہ رہے ہو، میری ممی سے ملاقات ہوئی تھی؟ مگر وہ تو دس برس پہلے مر چکی ہیں۔"

"میں دس برس پہلے کی بات کر رہا ہوں۔ اس وقت انھوں نے کہا تھا، میری بیٹی مجھے مل جاتی تو میں اس کی عقل اسے واپس کر دیتی۔"

اس نے پھر بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"کیا میں جھوٹ کہوں گا۔ تمہاری ممی نے وہ عقل مجھے دی کہ میں امانت کے طور پر رکھوں، جب دس برس کے بعد تمہاری بھائی ایک حیرت انگیز مشین ایجاد کر لیں اور اس کے ذریعے تمہیں عقل کا علم حاصل کر لیں تو اسی مشین کے ذریعے وہ عقل تمہارے دماغ میں پہنچا دی جائے۔"

وہ سن رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ "کیا مشین کے ذریعے میری عقل مجھے واپس مل جائے گی؟"

پارس نے سر اٹھا کر گویا آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "یا اللہ، تو بھی کیسے کیسے نمونے پیدا کرتا ہے۔"

جوجو نے گھور کر پوچھا: "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمہاری عقل میرے پاس آ گئی ہے۔ میں اپنے پاس رکھوں گا۔ اتنی اچھی عقل تمہیں کیوں دوں گا؟"

"وہ میری ہے۔ میری ممی نے امانت کے طور پر تمہیں دی تھی۔ تمہیں امانت میں خیانت کرتے شرم نہیں آئے گی؟"

"جب تم مجھے دشمن سمجھتی ہو تو شرم کیوں آئے گی۔ ہاں اگر دوستی کرو گی تو تمہاری چیز واپس کر دوں گا۔"

وہ جلدی سے مسکرا کر بولی: "میں دوستی کروں گی۔ ہم دونوں اچھے دوست بن کر رہیں گے۔"

ایسا کہتے ہی وہ ایک دم سے جو نک گئی۔ اسے گھورتے دیکھا، پھر کہا: "ارے تم تو میرے دشمن کے بیٹے ہو۔ تم ابھی تک میں ہو۔ چلو نکلو یہاں سے۔"

پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے کہا: "تمہارے دشمن کو یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ نشیلی چائے کا اثر ہو رہا ہے یا نہیں؟"

پارس نے ریسیور کو اٹھایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "ہیلو۔"

پارس نے جھومتے ہوئے نشیلی آواز میں کہا: "ہیلو کون منیجر، یہ منیجر، یہ تمہارا ہوٹل کیسا ہے۔ اس کی چھت گول گھوم رہی ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی: "گھبرانے کی بات نہیں ہم ابھی آ کر چھت کو گول گھومنے سے روک دیں گے۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ پارس نے بھی رکھتے ہوئے کہا: "وہ لوگ آ رہے ہیں۔ تم اسی طرح باتیں کرتی طرح ابھی فون پر کر رہا تھا۔ گویا تمہیں نشہ ہو گیا ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"صرف یہ کہ تم خیال خوانی کا مظاہرہ نہ کرنا۔ وہ تمہیں لے جانا چاہیں تو چلی جانا۔ میں بھی ساتھ رہوں گا۔ اگر وہ مجھے نہ لے گئے تو تمہارا تعاقب کروں گا۔"

"کیا تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو مارے، میں تمہارے جیسے چھوکروں کو تگنی کا ناچ نچا سکتی ہوں۔ میں بڑی عقلمند ہوں۔ میں سمجھ گئی ہوں، فرہاد علی تیمور آ رہا ہے۔ اتنی دیر سے تم اپنے باپ کے لیے کام کر رہے ہو اور مجھے الو بنائے جا رہے ہو۔"

"جوجو ذرا عقل سے کام لو۔ میرے پاپا کو آنے کے لیے اس دروازے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ وہ سیدھے تمہارے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔ یہاں وہ لوگ آ رہے ہیں جو ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں۔ وہ تمہیں اغوا کر کے تمہارے بھائیوں کو کمزور بنانا چاہتے ہیں۔"

"تم میرے دشمن کے بیٹے ہو۔ میرے بھائیوں سے ہمدردی کیوں کر رہے ہو؟"

"کیا دشمن دشمن لگا رکھا ہے۔ ارے ساری دشمنی ایک طرف، جوجو کے بھائی ایک طرف۔ آخر ایک نہ ایک دن وہ میرے سالے بننے والے ہیں۔"

"میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ بھائی آر مرتے ٹھیک ہی کہا تھا، کسی مرد سے دوستی نہ کرنا۔ یہ مرد ذات بڑی بے وفا ہوتی ہے، بڑی چالاک ہوتی ہے۔ باتیں بنا بنا کر پھانس لیتی ہے اور میں دیکھ رہی ہوں، تم نے اتنی دیر سے مجھے الجھا رکھا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ پارس نے کہا: "لو آ گئے جان کے دشمن۔ اتنی دیر سے سمجھا رہا ہوں، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اب خود ہی بھگت لو ان سے۔"

"میں کوئی ڈرنے والی لڑکی نہیں ہوں۔ کوئی کچھ کہے گا تو فوراً ہی اسے دماغی جھٹکا پہنچا دوں گی۔"

وہ طنطناتی ہوئی دروازے کی طرف جانے لگی۔ پارس نے کہا: "اور اگر وہ گونگا ہوا تو؟"

وہ دروازے کے پاس پہنچتے پہنچتے رک گئی۔ پلٹ کر پارس کو دیکھنے لگی۔ وہ پریشان ہو گئی تھی۔ پارس نے آگے بڑھ کر پوچھا: "اب بولو؟"

وہ پھر تن کر بولی: "کیا تم مجھے ڈرپوک سمجھتے ہو۔ میں بھی تمہاری طرح چالاک ہوں۔ میں فوراً ہی دروازے کے پیچھے چھپ جاؤں گی، جیسے ہی وہ اندر آئے گا، میں اس کی ٹانگ میں ٹانگ اڑا دوں گی۔"

"ہوں، میری نقل کرنے چلی ہو۔ اچھی بات ہے، جاؤ۔"

وہ دروازے کے پاس گئی۔ پھر اسے کھول کر جلدی سے ایک طرف ہو گئی تاکہ آنے والے کی ٹانگ میں اپنی ٹانگ پھنسا کر گرا سکے لیکن اس کی حسرت دل ہی میں رہ گئی کیوں کہ آنے والا پہلے وار کر سکی پر آ رہا تھا۔ پارس بے اختیار ہنسنے لگا۔ اس وجہ سے پیٹر پر گائی ڈی مورو کو بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے چار ہٹے کٹے جوان آ رہے تھے۔ ان میں سے دو نے جوجو کو دو طرف سے پکڑ لیا تھا اور دھکیلتے ہوئے کمرے میں لا رہے تھے۔

گائی ڈی مورو کو پارس کو سر سے پاؤں تک سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

وہ بولا: "پہلے اپنے آدمیوں سے کہو، میری گرل فرینڈ کے بازو چھوڑ دیں۔ یہ میری پہلی اور آخری وارننگ ہے۔"

مورو کو نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر اپنے آدمیوں سے کہا: "تم سب کو ڈوب مرنا چاہیے۔ دیکھو، ایک ننھا سا بچہ گائی ڈی مورو کو چیلنج کر رہا ہے۔ اسے آخری وارننگ دے رہا ہے۔ چھوڑ دو لڑکی کو فوراً چھوڑ دو۔ مجھے اس کی وارننگ بہت پسند آئی۔ میں اس بچے کی قدر کرتا ہوں۔"

جوجو کو چھوڑ دیا گیا۔ مورو کو نے کہا: "ہاں تو ننھے بالک، اب بتاؤ تم کون ہو؟ اور یہ لڑکی کون ہے؟"

پارس نے ایک سرد آہ بھری اور کہا: "میں ان بچوں میں سے ہوں جن کے ماں باپ انھیں پیدا کرنے کے بعد دنیا کی سیر کو نکل جاتے ہیں۔ میں اپنے والدین کو تلاش کرنے والا ایک معصوم بچہ ہوں کہتے ہیں، آگ لینے جاؤ تو پیغمبری مل جاتی ہے۔ ڈھونڈنے کچھ جاؤ، کچھ اور مل جاتا ہے۔ میں اپنے ماں باپ کو تلاش کر رہا تھا کہ یہ حسینہ نظر آ گئی۔ اسے دیکھتے ہی ہزار جان سے عاشق ہو گیا اور اس کے ساتھ ہوٹل کے اس کمرے میں چلا آیا۔"

مورو کو نے مسکرا کر جوجو کو دیکھا۔ پھر کہا: "لڑکی غیر معمولی طور پر حسین بھی ہے اور معصوم بھی۔ برخوردار، میں تمہارے باپ کے برابر ہوں۔ اگر اس لڑکی کو بازوؤں میں دبوچ لوں تو کیا تم اسے اپنی ماں کہو گے؟"

برخوردار نے جواباً پوچھا: "کیا تم نے اپنی ماں کو اسی طرح ماں کہا تھا؟"

مورو کو کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے ایک دم سے تلملا کر اسے دیکھا۔ چند لمحوں تک غراتا رہا۔ پھر اچانک آہستہ آہستہ سرد پڑ گیا۔ اس کے بعد قہقہے لگانے لگا۔ اپنی

وصیل چیز کو کمرے میں اِدھر سے اُدھر لے جاتے ہوئے کہنے لگا: "دیکھو دیکھو، اس چھوکرے کو دیکھو، یہ مجھے منہ توڑ جواب دے رہا ہے۔ اب میں اس کمرے سے باہر جاؤں گا تو دنیا کہے گی ایک بچے نے مجھے ذلیل کر دیا اور اگر میں اس بچے کو تڑ پاتڑ پا کر ماروں تو دنیا کیا کہے گی، گائی ڈی مورو کو دنیا کا سب سے دہشت ناک مجرم جس سے تمام مجرم تھراتے ہیں اس نے ایک معمولی سے بچے کو تڑ پاتڑ پا کر مارا اپنی چت بھی اس کی، پٹ بھی اس بچے کی۔ اب میں کیا کروں۔ ارے، تم سب میرا منہ کیا تک رہے ہو، جو مجھے سب سے بہترین مشورہ دے گا، میں اسے انعام دوں گا۔ بتاؤ، اس بچے کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

اس کے ایک ماتحت نے کہا: "اس ننھی سی چیونٹی کو مسلنا آپ کی شان کے خلاف ہے۔ ہم بھی اسے ماریں گے تو آپ ہی کا نام آئے گا لہٰذا اس لڑکی کو مجبور کیا جائے، یہ اپنے ہاتھوں سے اسے مار ڈالے گی اور ہم تماشا دیکھیں گے۔"

مورو کو نے اپنی انگلی سے ہیرے کی ایک انگوٹھی اُتار کر ماتحت کو دیتے ہوئے کہا: "یہ تحفہ، یہ بہت ہی عمدہ منصوبہ ہے۔ ہم میں سے کوئی اسے ہاتھ نہیں لگائے گا اور یہ مر جائے گا۔"

جوجو نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا: "ارے میں تو پہلے ہی اسے مارنا چاہتی ہوں۔ یہ میرے دشمن کا بیٹا ہے۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا، اسے ہاتھ کیسے لگاؤں۔ یہ ہاتھ ہی نہیں آتا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے مورو کو سے کہا: "میرے بوڑھے بچے، تم تو مجھ سے بھی زیادہ بچے ہو۔ اتنی دیر سے میری باتوں میں الجھے ہوئے ہو اور اپنے آنے کا مقصد بھول چکے ہو۔"

تب مورو کو کو ہوش آیا۔ اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ پھر جوجو کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "تم کون ہو؟"

جوجو سے پہلے پارس نے کہا: "ہم دونوں وہی ہیں جن کی تمھیں تلاش ہے۔"

مورو کو نے تنبیہہ کے انداز میں انگلی اٹھا کر کہا: "اے، اب ہمارے درمیان نہ بولنا۔ تم خوامخواہ باتوں میں اُلجھا رہے ہو۔ ہاں تو لڑکی، تم کون؟ ابھی کہہ رہی تھیں کہ یہ تمھارے دشمن کا بیٹا ہے۔ تمھارا دشمن کون ہے؟"

جوجو نے کہا: "دنیا میں ایک ہی تو خطرناک دشمن ہے وہ فرہاد علی تیمور۔"

"کیا؟" مورو کو نے شدید حیرانی سے پارس کی طرف دیکھا پھر پوچھا: "کیا تم پارس ہو، کیا تم وہی لڑکے ہو جس نے سلطان پاشا کے آہنی سیف سے مشین کا وہ اہم حصہ چُرایا تھا؟"

پارس نے صوفے کی پشت کے اوپر بیٹھتے ہوئے کہا: "خوب سمجھے برادر مگر ذرا دیر سے سمجھے اب یہ بات بھی ذرا جلدی سمجھ لو کہ یہ لڑکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائیوں کی چہیتی بہن ہے۔"

اس بار مورو کو نے مسکرا کر جوجو کو دیکھا اور کہا: "میرا شبہ درست نکلا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جوجو کے بھائیوں سے فرہاد کی دشمنی ہے مگر اس کا بیٹا یہاں موجود ہے۔ یقیناً کسی خاص مقصد کے تحت پارس کو یہاں بھیجا گیا ہے۔"

پارس نے کہا: "میرا باپ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پانی پی سکتے ہیں، اسی لیے میں اور جوجو ساتھ نظر آ رہے ہیں۔"

مورو کو نے کہا: "میں تمھیں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں فضول بکواس کے ذریعے میری توجہ ہٹانا چاہتے ہو۔ لڑکی، تم فوراً اپنا فیصلہ سناؤ۔ آرام سے ہمارے ساتھ چلو گی یا زبردستی لے چلیں؟"

وہ سہم کر پیچھے ہٹتی ہوئی پارس کے پاس پہنچ گئی۔ پھر بولی: "نہیں، میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ تم لوگ صورت سے چھٹے ہوئے بدمعاش لگتے ہو۔"

پارس نے کہا: "دیکھ لو، یہ پناہ کے لیے میرے پاس آگئی ہے۔ اب میری غیرت یہ گوارا نہیں کرے گی کہ اسے کوئی ہاتھ لگائے۔"

مورو کو نے ہنستے ہوئے کہا: "لڑکی، ابھی تم نے اسے دشمن کا بیٹا کہا ہے۔ کیا تم اس کے پاس محفوظ رہ سکو گی۔ کیا اس کا باپ تمھیں نقصان نہیں پہنچائے گا؟"

جوجو نے سہم کر پارس کو دیکھا۔ پھر اس سے بھی دور ہٹ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کرنا چاہیے۔ پھر وہ بولی: "تم سب یہاں سے چلے جاؤ۔ پارس کو بھی لے جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میں دشمن کے بیٹے سے دوستی نہیں کروں گی اور تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ چلے جاؤ، یہاں سے چلے جاؤ۔"

پارس نے اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا، کہنے کا انداز ایسا ہے جیسے شوہر کمرے سے نکال رہی ہو۔ وہ بے چارہ تو چلا جاتا ہے، یہ کیسے جائیں گے؟"

"یہ چھوکرا باتوں میں وقت ضائع کر رہا ہے۔ تم اپنا فیصلہ فوراً سناؤ۔"

پارس نے کہا: "صرف ایک منٹ کی مہلت دو۔ میں اس سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔"

مورو کو نے کہا: "تنہائی اسی کمرے میں نصیب ہو سکتی ہے، ذرا دور جا کر باتیں کر لو۔"

پارس نے جوجو کو اپنے قریب بلایا، وہ آنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے کہا: "مجھے دشمن سمجھ کر ہی ایک بات سُن لو، اس کے بعد تمھاری مرضی، اس پر عمل کرو یا نہ کرو۔"

وہ قریب آئی، پارس نے اس کے کان میں کچھ کہنا شروع کیا۔ وہ سُن رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ پھر اس نے کہا: "اسے میں تو بالکل ہی بھول جاتی ہوں۔ مجھے پہلے ہی ایسا کرنا چاہیے تھا۔"

پارس نے کہا: "مسٹر مورو کو، فیصلہ ہو گیا۔ یہ لڑکی میرے ساتھ رہے گی۔ تمھارے ساتھ نہیں جائے گی لیکن زبردستی کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح سوچ لو، تمھاری عزت کا جنازہ اس کمرے سے نکلے گا۔ بہتر ہے، چُپ چاپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر چلے جاؤ۔"

مورو کو نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا: "جاؤ، اس لڑکی کو پکڑ لو۔"

اس سے پہلے ہی ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگ گئی۔ اس کا جو خاص ماتحت تھا اور جس نے بہترین مشورہ دے کر ہیرے کی انگوٹھی حاصل کی تھی، وہی مورو کو کی کنپٹی سے ریوالور لگا کر کھڑا ہو گیا تھا اور کہہ رہا تھا: "کسی نے اس لڑکی کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو باس کو گولی مار دوں گا۔"

مورو کو نے غصّے سے کہا: "کیا تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے، تم مجھے گولی مارو گے، کیا تمھیں زندہ نہیں رہنا ہے؟"

"میں اس وقت ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں ہوں، تمھاری کوئی دھمکی اثر نہیں کرے گی۔ خیریت چاہتے ہو تو یہاں سے واپس چلو۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا: "مسٹر مورو کو، ذرا جوجو کی طرف دیکھو، یہ بالکل ساکت کھڑی ہوئی ہے۔ اس وقت تمھارے خاص ماتحت کے دماغ میں موجود ہے۔ اگر کوئی اسے چھیڑے گا تو یہ فوراً اس کے ذریعے تمھیں گولی مار دے گی۔ اب فیصلہ تمھارے ہاتھوں میں ہے تم چند سیکنڈ کے اندر اس کمرے سے باہر نہ گئے تو بے موت مارے جاؤ گے۔"

مورو کو نے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ ایسا بے بس وہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس کے سامنے دنیا کے اہم ترین دو شخصیتیں تھے۔ ایک فرہاد کا بیٹا پارس اور دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بہن جوجو۔ دونوں اہم تھے، وہ ان کے ذریعے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تگنی کا ناچ نچا سکتا تھا لیکن موت اس کی کنپٹی پر آگئی تھی۔ ابھی وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا، اسے مجبوراً پسپا ہونا پڑ رہا تھا۔

اس نے حکم دیا: "تم سب یہاں سے باہر نکلو۔"

اس کا حکم سنتے ہی تمام ماتحت باہر جانے لگے۔ پھر اس نے جاتا ہوا، وہ بھی تم جیسے کم سن بچوں سے۔ مگر بُری طرح انتقام لوں گا۔"

پارس نے پوچھا: "کیا میں اسے گولی مارنے کا حکم دوں؟"

وہ جلدی سے وصیل چیز کو آگے بڑھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ جب وہ چلے گئے تو پارس نے آہستگی سے کہا: "خبردار! اس آدمی کے دماغ سے ابھی نہ نکلنا، جیسے ہی اس کے دماغ کو آزاد چھوڑو گی وہ پھر واپس آ جائیں گے۔"

یہ سمجھا کر وہ دوڑتا ہوا دروازے کے پاس آیا، پھر اسے اندر سے بند کر دیا۔ جوجو نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا: "اب اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دوں؟"

اس نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "ارے، مجھ سے بات کر رہی ہو، اس کا مطلب ہے کہ اُسے چھوڑ چکی ہو۔ جاؤ، جلدی سے دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے۔"

ہونا کیا تھا، دماغ آزاد ہوتے ہی وہ ریوالور والا ایک دم سے بوکھلا گیا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا اور کہا: "اوہ، مجھے کیا ہو گیا تھا، باس، ہم کمرے سے باہر کیسے نکل آئے؟"

مورو کو نے کہا: "خدا کا شکر ہے، تم اپنے آپ میں ہو، فوراً ریوالور اٹھا کر مجھے دو۔"

اس نے جھک کر اسے اٹھایا لیکن اسے دینے سے پہلے ہی پھر الرٹ ہو کر بولا: "خبردار، میں پھر تمھارے دماغ میں آ گئی ہوں زیادہ چالاکی نہ دکھانا، چُپ چاپ اس ہوٹل سے نکل جاؤ۔"

اس نے ریوالور کوٹ کی جیب میں رکھتے ہوئے کہا: "اب یہ میری جیب میں ہے اور میں اسی کے ذریعے تمھارا نشانہ لوں گی۔ لہٰذا وصیل چیز گھسیٹتے چلو۔"

جوجو کمرے میں ساکت کھڑی ہوئی تھی۔ پارس صوفے پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد جوجو نے ایک گہری سانس لی پھر پارس کو دیکھتے ہوئے بولی: "وہ لوگ ہوٹل سے باہر جا کر ایک گاڑی میں بیٹھ گئے تھے۔ پھر اس میں بیٹھ کر چلے گئے ہیں۔"

"اگر میں تمھیں خیال خوانی کرنے کا طریقہ نہ بتاتا اور اس آدمی کے ذریعے مورو کو کو ٹریپ نہ کرتا تو تم کہاں ہوتیں؟"

وہ خوش ہو کر بولی: "پارس، تم بہت اچھے ہو۔"

"مگر میں دشمن کا بیٹا بھی تو ہوں۔"

وہ پھر دور ہو گئی، سہم کر اسے دیکھتے ہوئے بولی: "تم ابھی تک اس کمرے میں ہو۔ چلو نکلو یہاں سے۔"

"مجھے کبھی نہ کبھی اس کمرے سے باہر جانا ہے مگر تم ایک بات یاد رکھو، میرے جانے کے بعد یاد کرو گی میں تمھارے دل و دماغ پر چھایا رہوں گا۔"

"بھائی آرمر ٹھیک کہتے تھے کسی کو دل و دماغ پر مسلط ہونے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ تم یہاں سے....."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ ایسے ہی وقت شارپر اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ یہ وہی وقت تھا جب اس نے ہندوستان میں میرے راستے کی رکاوٹ بننے کی کوشش کی تھی۔ جس کے نتیجے میں ہر یا مارا گیا تھا اور میں نے اسے چیلنج کیا تھا کہ وہ فوراً جوجو کے پاس نہ گیا تو اسے بہت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ میری دھمکی کارگر ثابت ہوئی تھی اور وہ چلا گیا تھا۔ جب جوجو کے دماغ میں پہنچا تو وہ پارس کو کمرے سے بھگا رہی تھی۔ شارپر نے اپنے بھائی آرمر کے لہجے میں کہا "میں تمہارا بھائی بول رہا ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ، یہ لڑکا کون ہے؟"

"یہ ہمارے دشمن فرہاد کا بیٹا ہے۔ ابھی دوسرے دشمنوں سے کہہ رہا تھا کہ اس نے مشن کے ایک حصے کو چرایا ہے۔"

اُس نے چونک کر کہا۔ "بہن، اسے کمرے سے نہ بھگانا۔ کسی طرح بہلا پھسلا کر اپنے پاس ہی رکھنا کیا تمہارے پاس خواب آور گولیاں ہیں؟"

"نہیں۔"

"میں ابھی اپنے ذرائع استعمال کر کے تمہارے پاس دوا بھیجتا ہوں تم کسی طرح اسے دودھ یا چائے میں وہ گولیاں حل کر کے پلا دو، اسے بے ہوش کر کے اپنے کمرے میں ہی رکھو۔ فرہاد اس کے دماغ میں اگر تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"میں پہلے بتا چکا ہوں" انھوں نے اپنی بہن کو مجھ سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک بار تنویمی عمل کیا تھا تاکہ میں اس معصوم کے دماغ میں پہنچ کر اسے نقصان نہ پہنچا سکوں، لیکن میں ایسے وقت موجود تھا اور اُن کے تنویمی عمل کو ناکام بنا رہا تھا۔ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ میں جوجو کے دماغ تک نہیں پہنچ سکوں گا۔

شارپر تھوڑی دیر کے لیے اپنی بہن کے پاس سے چلا گیا تھا۔ اپنے ذرائع استعمال کر کے جلد سے جلد وہاں خواب آور گولیاں پہنچانا چاہتا تھا۔ یقیناً پارس کو نیند کی حالت میں اغوا کر کے کسی خاص اڈے میں پہنچانا چاہتا تھا تاکہ مشن کے اس حصے کا سُراغ لگا کر دوبارہ اسے حاصل کر سکے۔

اور یہ بات صرف اتنی ہی نہیں تھی، میرا بیٹا اس کے ہاتھ آنے والا تھا وہ اس سنہرے موقع کو کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیتا لہٰذا وہ اسرائیلی ذرائع استعمال کر رہا تھا جن کا انکشاف بعد میں ہوا۔ میں صرف اسرائیلی لابی کی بات کر رہا ہوں۔ ویسے پارس نے جب سے مشن کا وہ حصہ چرایا تھا، تب سے ریڈ پاور اور سپر ماسٹر کی تنظیم کے افراد حرکت میں آ گئے تھے۔ اس بچے کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ جب مورو کو پارس تک پہنچا تھا تو وہاں سے ناکام ہو کر واپس ہو گیا تھا تو یقیناً یہ خبر دوسری خطرناک تنظیموں تک بھی پہنچنے والی تھی۔

تھوڑی دیر بعد پارس کو خواب آور دوا کھلائی یا پلائی جانے والی تھی۔ میں اُس وقت ہندوستان میں مصروف تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں پہنچنے والا تھا اور تھوڑی دیر بعد کیا قیامت آنے والی تھی، یہ میں نہیں جانتا تھا، ویسے اطمینان اس بات کا تھا کہ پارس تنہا کبھی نہیں رہتا، کسی کے دماغ میں شیبا موجود رہتی ہے۔

جوجو پلنگ کے سرہانے پر بیٹھی پارس کو دیکھ رہی تھی، وہ صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے پوچھا "میں جاؤں؟"

وہ جلدی سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی، پھر بولی۔ "نہیں، تم میرے پاس رہو۔"

"ابھی تم مجھے بھگا رہی تھیں۔"

"میں غلطی پر تھی، تم بہت اچھے دوست ہو، میرے سامنے بیٹھے رہو۔ تم نے کتنے خطرناک لوگوں سے بچایا ہے ــــ میں ہمیشہ اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھول جاتی ہوں اور صلاحیتیں یاد رہتی ہیں، تب بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعے دشمن کو بے بس کرنا چاہیے۔ تم مجھے مشورہ نہ دیتے تو میں محفوظ نہ رہتی۔ دشمنوں کے شکنجے میں ہوتی۔"

ایسا کہتے کہتے اُس کے اندر ایک ہلکا سا درد پیدا ہوا۔ اُس نے اپنے دل کی جگہ سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔ اُس کا ضمیر اس کی طرح معصوم تھا۔ کہہ رہا تھا "واقعی پارس نے کتنے خطرناک دشمنوں سے بچایا ہے۔ اس سے پہلے بھی وہ برائنٹیلی دوا ملا کر جائے پلانا چاہتا تھا، پھر ٹیکسی ڈرائیور سے جان بچائی، یہ میرے کتنے کام آ رہا ہے۔ بے شک، یہ دشمن کا بیٹا ہے مگر مجھ سے دشمنی نہیں کر رہا ہے، میری حفاظت کرتا جا رہا ہے، یہ میرے ساتھ اتنی ہمدردی اور محبت کیوں کر رہا ہے؟"

اُسے اپنے دماغ میں شارپر کی آواز سنائی دی جو بھائی آرمر کے لہجے میں بول رہا تھا۔ "دشمن ایسے ہی ہوتے ہیں، اپنی دشمنی کا پتا نہیں چلنے دیتے۔ اوپر سے محبت کرتے ہیں، اندر سے گلا کاٹتے ہیں۔ تم بھی معصوم ہو، دینا والوں کی مکاریوں کو نہیں سمجھ سکتیں، تم یہ بھی نہیں سمجھ سکتیں کہ کس طرح فرہاد نے اپنے بیٹے کو تمہارے پاس بھیجا ہے اور تمہاری معصومیت اور دانائی سے فائدہ اٹھا رہا ہے، میں تم سے زیادہ عقل مند ہوں، تم مجھ پر بھروسا کرتی آئی ہو، لہٰذا جیسا کہتا ہوں ویسا کرتی جاؤ۔ خواب آور دوا کسی وقت بھی یہاں پہنچنے والی ہے۔ جو بھی دروازے پر دستک دے، تم دروازہ کھلا کر اُس سے دوا لے لینا۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ شارپر نے کہا۔ "جاؤ، گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ دروازہ کھولو۔"

جوجو نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ اس کے ساتھ ہی وہ میدان اُس کے منہ پر لگا۔ کسی نے اُسے ایک جھٹکے سے کھولا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گئی۔ آنے والے چھ تھے۔ انھوں نے اُسے بازوؤں سے جکڑ لیا۔ اُس کی ناک پر رومال رکھا۔ وہ تڑپنے لگی، بلبلانے لگی، شارپر اُس کے دماغ میں موجود تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دوستوں کی توقع میں دشمن پہنچ جائیں گے۔ اُس نے جوجو کے دماغ میں رہ کر پوری طرح جسمانی جدوجہد کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نازک اندام تھی، جدوجہد کامیاب نہ ہو سکی اور وہ آہستہ آہستہ ٹھنڈی پڑ گئی۔

پارس اُس کی طرف بڑھنا چاہتا تھا مگر ٹھٹک گیا۔ ایک شخص ریوالور دکھا رہا تھا۔ پھر اُس نے کاغذ کا ایک ٹکڑا گولی کی صورت میں اُس کی طرف پھینکا۔ پارس نے اُٹھا کر پڑھا۔ لکھا تھا ــــ اگر تم جوجو کی زندگی چاہتے ہو تو چپ چاپ ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ اُن کے ساتھ جانے لگا۔ شارپر کی عجیب حالت تھی، اب وہ بہن کے دماغ میں نہیں رہ سکتا تھا، وہ اُس کے کسی کام نہیں آ سکتی تھی۔ اُس نے پارس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ پہلی بار پتا چلا، اُس کے دماغ کو پہلے ہی مقفل کر دیا گیا ہے، یعنی وہ اُس کے ذریعے بھی یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ وہ انجانے دشمن اس کی بہن کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ انسان مکافاتِ عمل کو اچھی طرح سمجھ نہیں پاتا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ پارس کو خواب آور گولیوں کے ذریعے بے ہوش کرنا چاہتا تھا، اب خود اس کی بہن بے ہوش ہو گئی تھی۔ یہ غلطی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ جلد سے جلد اسرائیلی ذرائع استعمال کرنے کے لیے جا چکا تھا۔

ایسے ہی وقت میں اپنے معاملات سے نمٹنے کے بعد جوجو کے دماغ میں پہنچ رہا تھا مگر پتا چلا، وہ بے ہوش ہے۔ پارس کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش پہلے کر چکا تھا۔ لہٰذا میں نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "جوجو اور پارس کسی مشکل میں مبتلا ہیں، کیا تمہیں خبر ہے؟"

"میں جانتی ہوں، پھر اُن نے مجھے بتایا کہ پارس اور جوجو پر کیا بیتی۔ کس طرح پہلے مورو کو اغوا کیا تھا۔ اس کے بعد پھر انجانے دشمن آئے۔ جوجو کو بے ہوش کیا گیا، پارس اُس کی سلامتی کی خاطر چپ چاپ اُن کے ساتھ چلا گیا ــــ"

"میں نے پوچھا، کہاں گیا ہے؟"

"جہاں بھی گیا ہے، ہم سمجھ لیں گے، فکر میں دُبلے کیوں ہو رہے ہو، تم پارس دوم کی خبر لو اور اپنے معاملات کو سمجھتے رہو۔ اللہ نے چاہا تو ہمارا پارس اوّل سلامت رہے گا۔"

سونیا سے مزید پوچھنا بے کار تھا۔ سونیا، شیبا اور آمنہ تین عورتوں نے مل کر اپنا ایک خفیہ سنڈیکیٹ بنایا تھا۔ پتا نہیں کیا کھچڑی پکا رہی تھیں اور کس طرح مضمر کر رہی تھیں۔ میں نے سوچا، جوجو ہوش میں آئے گی، تب میں اس کے دماغ میں پہنچ کر حالات معلوم کر لوں گا۔

بعد میں جب جوجو ہوش میں آئی اور اُس کے ذریعے حالات کا علم ہوا تو ان حالات کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

گاڑی ڈی مورو کو بہت مجبور اور بے بس ہو کر جوجو کے کمرے سے گیا تھا مگر اندر ہی اندر تلملا رہا تھا۔ دنیا کے تمام خطرناک مجرم اُس سے دبتے تھے، اُس کے محتاج رہتے تھے۔ ادھر وہ معمولی سن بچوں نے اُسے بے بس کر کے کمرے سے نکل جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایک بار اُسے موقع ملا تھا، جب اُس کے خاص ماتحت کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ لیکن فوراً ہی جوجو نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس طرح وہ مجبور ہو کر ہوٹل سے باہر آیا تھا اور اپنی خاص گاڑی کے پچھلے حصے میں وہیل چیئر سمیت سوار ہو گیا تھا۔ وہاں بھی اُس کا خاص ماتحت اُسے نشانے پر رکھے ہوئے تھا، جب گاڑی چل پڑی اور دیر تک چلتی رہی، تب اچانک ماتحت کو ہوش آیا۔ اُس نے معذرت چاہتے ہوئے کہا۔ "باس، میں بہت مجبور ہوں، میرا دماغ اُس کے قبضے میں چلا جاتا ہے۔ اب میں آزاد ہوں۔"

مورو نے کہا۔ "جتنی جلدی ہو سکے، اس گاڑی کا دروازہ کھول کر چلے جاؤ، بہت دُور چلے جاؤ، پھر کبھی نظر نہ آنا۔ ورنہ میرے آدمی تمہیں گولی مار دیں گے۔ ویسے تمہیں ابھی ختم کر سکتا ہوں لیکن تم میرے وفادار رہے ہو، اس لیے تمہاری جان بخش رہا ہوں۔"

اُس نے گاڑی روکنے کا حکم دیا۔ اس کا خاص ماتحت ریوالور وہیں چھوڑ کر دروازہ کھول کر بھاگتا چلا گیا۔ دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ اب مورو کو آزاد تھا۔ اس بہ ظاہر یتیمی کا حملہ نہیں ہو سکتا تھا۔

اُس نے اپنے چند اہم آدمیوں کو اچھی طرح ہدایت کی تھی کہ وہ گونگے بنے رہیں گے اور ان دونوں کو اغوا کر کے باس فورس کے ساحلی قلعے میں لے آئیں گے۔ جب جوجو ہوش میں آئی تو مجھے اُس کے دماغ کے ذریعے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اغوا کر کے کس جگہ لایا گیا ہے۔ مجھے یہ سوچ کر غصہ آ رہا تھا کہ شیبا، سونیا اور آمنہ کو پوری طرح علم تھا۔ کیونکہ پارس ہوش میں تھا اور وہ اغوا ہونے کے دوران راستے کو پہچانتا رہا تھا۔ سونیا کو معلوم ہو گا کہ وہ کس قلعے میں لائے گئے ہیں لیکن وہ بتانے والی نہیں تھی اور میں اُس سے پوچھنے والا نہیں تھا۔

جوجو ایک کمرے کے فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ پارس اُس کے سر کو اپنے زانو پر رکھ کر سہلا رہا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو اُس نے حیرانی سے دیکھا، پھر سوچنے لگی، اس وقت کہاں ہے؟ جب اُسے احساس ہوا کہ سخت اور کھردرے فرش پر لیٹی ہوئی ہے تو اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پارس نے کہا۔ "ہم انجانے دشمنوں کی قید میں ہیں۔"

"کیا تم قید میں بھی ہمیں چھوڑ دو گے؟"

"ہمارے ایک ایک ہاتھ مقدر کی ہتھکڑی میں ہیں۔ الگ ہونا ممکن نہیں ہیں۔ بائی دی وے، تمہیں میری ذات سے کیا نقصان پہنچ رہا ہے؟"

"یہ نقصان کم ہے کہ میں انجانے دشمنوں کی قید میں آ گئی ہوں اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔"

"کیا تمہارے بھائی کی وجہ سے نہیں ہوا وہ مجھے خواب آور گولیاں کھلا کر بے ہوش کرنا چاہتا تھا۔ بڑی خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ دروازے پر دستک دینے والے میری موت کا سامان لے کر آئے ہیں۔ بعد میں اُسے ہوش آیا ہوگا کہ اُس نے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی ماری ہے۔"

اِس وقت تک شارپر اپنی بہن کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور کہہ رہا تھا: "یہ لڑکا بہت بولتا ہے۔ بے شک مجھ سے غلطی ہوئی مگر تم اس پر کبھی بھروسا نہ کرنا اور کبھی نہ بھولنا کہ یہ دشمن کا بیٹا ہے۔"

مَیں نے کہا: "شارپر! میں بھی جوجو کے دماغ میں ہوں۔ اس خوش فہمی میں مبتلا نہ رہو کہ تم نے اس کے دماغ کو میرے لیے مقفل کر دیا ہے۔ بہرحال میرے بیٹے سے دشمنی کرنے کے بجائے اپنی بہن کے تحفظ کی فکر کرو اور معلوم کرو کہ یہ کہاں قید ہے؟"

"مجھے تم سے زیادہ بہن کی فکر ہے لیکن مَیں تمہارے بیٹے سے مشین کا وہ حصّہ نکلوا کر رہوں گا۔ اس سے معلوم کر کے رہوں گا کہ اسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"مشین کے اس حصّے کے لیے صرف تم نہیں، ساری دنیا میرے بیٹے کے پیچھے پڑنے والی ہے۔ لہٰذا مجھے پارس کے سلسلے میں دھمکی نہ دو۔ میں اس کے لیے فکرمند ہوتا تو اُسے یوں آزادی سے منظرِ عام پر آنے نہ دیتا۔"

اُس نے ناگواری سے کہا: "تم میری بہن کے دماغ میں کیوں موجود ہو پارس کے پاس جاؤ اور معلوم کرو، انھیں کہاں قید کیا گیا ہے؟"

"تمھیں شاید یہ سُن کر تعجب ہوگا اور شاید یقین بھی نہ آئے کہ مَیں اپنے بیٹے کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔"

"یہ سفید جھوٹ ہے۔"

"کچھ بھی کہہ لو، اُس کی ماں نے اُس کے باپ پر پابندی عائد کر دی ہے۔"

"تمھاری باتوں سے پتا چلتا ہے، رسونتی میدانِ عمل میں آ چکی ہے۔"

"تم کچھ بھی سمجھ سکتے ہو۔ فی الحال وقت ضائع کر رہے ہو، معلومات حاصل کرو، یہ دونوں کہاں ہیں؟"

میری بات ختم ہوتے ہی بہت دُور سے ہارن کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز ایسی تھی جیسے کوئی جہاز ساحل کی طرف سے گزر رہا ہو۔ شارپر نے چونک کر کہا: "میری بہن کسی ساحلی علاقے میں لائی گئی ہے۔ مَیں باس فورس اور بحیرۂ مُرمُر کے تمام ساحلی علاقوں کو کھنگال ڈالوں گا۔"

مجھے استنبول میں سونیا کی موجودگی سے اطمینان تھا۔ وہ چُپ چاپ پورے شہر پر حکمرانی کر رہی ہوگی اور ایسی چالیں چل رہی ہوگی جو کسی کی سمجھ میں نہ آ سکتی ہوں۔ ایسا اکثر ہوتا ہے۔ انجام کار جب اُس کی چالیں سمجھ میں آتی ہیں تو دشمن سر بیٹ کر رہ جاتے ہیں۔

مشکل یہ تھی کہ مَیں چُپ چاپ سونیا کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ بہرحال مجھے پھر اُس کے پاس جانا پڑا۔ میں نے کہا: "مَیں تہیّہ کر چکا تھا کہ تم سے پارس کے سلسلے میں کوئی بات نہیں کروں گا لیکن مَیں باپ ہوں، اس کی فکر میں سو نہیں سکتا۔"

"کیا مَیں اُس کی ماں نہیں ہوں۔ کیا اس لیے ماں نہیں ہوں کہ مَیں نے اُسے جنم نہیں دیا ہے۔ دیکھو فرہاد، مَیں یہ ثابت کر دوں گی کہ صرف جنم دینے والی ماں نہیں ہوتی۔ پیچھے کی اعلیٰ تربیت کو تکمیل تک پہنچانا، اُسے بہتر سے بہتر بُنر سکھانا، اُسے غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک بنانا، اگر کوئی عورت یہ جانتی ہے اور اُسے ایسا بنا دیتی ہے تو اُس سے بڑھ کر کوئی اور ماں نہیں ہو سکتی۔ میں ثابت کر دوں گی کہ مَیں ہی پارس کی ماں ہوں، دوسری ماں شیبا ہے، تیسری ماں آمنہ ہے۔ ہاں رسونتی کا احسان ہے کہ اُس نے ہمارے پارس کو جنم دیا ہے۔"

"تم ایک بات بتا دو، پارس کو اتنی ڈھیل کیوں دے رہی ہو؟"

"مَیں دو باتیں بتا چکی ہوں۔ ایک تو یہ کہ اسے زیادہ سے زیادہ پبلسٹی دے رہی ہوں تاکہ دہلی والا پارس دوم مشکوک ہو جائے۔ تم صرف کل تک انتظار کرو اور دیکھو دہلی کی ہیرک میں کیا ہلچل پیدا ہوتی ہے۔"

"یہ بات تو تم بتا چکی ہو، دوسری بات بتاؤ۔"

"دوسری بات یہ کہ مشین کے اس حصّے کو مَیں خود سلطان پاشا کے ہاں سے چُرا کر لا سکتی تھی، لیکن پارس کی وجہ سے تمام جرائم پیشہ افراد جو لگے ہوئے ہیں۔ ایک پانچ سال کے بچّے نے اس مشین کے حصّے کو چُرایا ہے جس کے لیے ساری دنیا پاگل ہے۔ اب شارپر، ہارپر کو بھی اُن کا حامی یہ ثابت نہیں کر سکے گا کہ مشین محض ایک سُپنا ہے، ایک خیالی بات ہے۔ اس کا کوئی وجود نہیں ہے اور یہ صرف دنیا کو دھوکا دینے کے لیے ہے اور یہ کہ وہ مشین تباہ کی جا چکی ہے۔ میں اس بات کی نفی کر رہی ہوں۔ میں ثابت کر رہی ہوں، مشین کو تباہ نہیں کیا گیا ہے۔ ابھی وہ موجود ہے اور اس کے لیے فسادات برپا ہوتے رہیں گے اور جب تک فسادات برپا ہوتے رہیں گے، شارپر اور ہارپر کی زندگی اجیرن ہوتی رہے گی۔"

"تم نے پارس کو جوجو کے پیچھے کیوں لگا دیا ہے؟"

"اُس کے بھائیوں نے جوجو کے دل و دماغ میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ تمہارا اُس کے بدترین دشمن ہو۔ پارس اُس کے ساتھ لگا رہے گا اور بہت جلد اُسے قائل کر دے گا کہ تم اُس کے دشمن نہیں، ایک ہمدرد بزرگ ہو۔ لفظ بزرگ استعمال کرنے کی معذرت چاہتی ہوں کیونکہ ہمارا بیٹا جو جوسے عشق شروع کر چکا ہے۔ اب باپ کو اپنے ان اعمال سے توبہ کر لینا چاہیے۔ بہرحال دو چار دنوں میں جوجو کے دل و دماغ سے تمہارے لیے نفرت مٹ جائے گی۔"

"مَیں جانتا ہوں یہ سونیا کی ذہانت اور دماغی قوتیں ہیں ورنہ نہ تو میرے پاس اتنا وقت ہے نہ ہی اتنی دماغی توانائی ہے کہ مَیں یہ سوچتا اور غور کرتا رہوں کہ کیسی کیسی چالیں چلنے سے کیسے کیسے مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔ مَیں تو ہر وقت چالیں چلتا تھا جس کا نتیجہ کبھی اچھا نکلتا تھا، کبھی بہت بُرا، اور مَیں مصائب میں اُلجھتا جاتا تھا۔ فی الحال نئی مصیبتوں سے محفوظ رہنے کے لیے ہی میں نے اعلیٰ بی بی کو اپنے پاس بلایا تھا۔ سونیا استنبول چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ اس کا متبادل اعلیٰ بی بی ہی تھی۔

اس وقت بھارت میں رات کے دو بجنے والے تھے۔ ہمارا سفر دہلی کی سمت جاری تھا۔ اس حساب سے استنبول میں رات کے دس بج چکے تھے۔ ابھی میرے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی، نیند بھی نہیں آ رہی تھی، پھر یہ کہ پارس اوّل کی شرارتوں نے اور اس کے پیچھے سونیا، شیبا اور آمنہ کی ذہانتوں اور کوششوں نے جو گُل کھلائے تھے، اُس سے بڑی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ مَیں سونے کے بجائے پھر جوجو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پارس سے پوچھ رہی تھی: "تم میرے ساتھ یہاں کیسے چلے آئے۔ مَیں بے ہوش تھی، تم تو ہوش میں تھے۔ تم تو بہت چالاک ہو، تم اُن کے جال میں کیسے پھنس گئے؟"

شاید تمھیں یقین نہ آئے، انھوں نے مجھے دھمکی دی تھی کہ مَیں نے کوئی حرکت کی تو تم سلامت نہیں رہو گی۔ تمھاری سلامتی کی خاطر مَیں بھی قیدی بن کر چلا آیا۔"

جوجو نے ایک ذرا چُپ ہو کر اُسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر انکار میں سر ہلا کر کہا: "مجھے یقین نہیں آتا۔ تم بھلا میرے لیے اتنی بڑی قربانی کیوں دو گے۔ تم تو میرے دشمن کے بیٹے ہو۔"

"تمھیں کیسے پتا چلا کہ میرے پاپا تمھارے دشمن ہیں؟"

"میرے بھائی کہتے ہیں۔"

"تمھارے بھائیوں کو کہنے دو۔ صرف اتنا بتا دو، آج تک میرے پاپا نے تمھیں کسی قسم کا نقصان پہنچایا ہے؟"

وہ سوچنے لگی، پھر انکار میں سر ہلا کر بولی: "نقصان تو نہیں پہنچایا ہے مگر میرے بھائی کہتے ہیں اور میرے بھائی غلط نہیں کہہ سکتے۔"

"تمھارے بھائی نے تو یہ بھی کہا تھا کہ مجھے خواب آور گولیاں کھلا کر سُلا دیا جائے، بے ہوش کر دیا جائے، اُلٹا تم بے ہوش ہو گئیں۔ کیا یہ تمھارے بھائیوں کی غلطی نہیں ہے؟"

"کیا تم مجھے بھائیوں کی طرف سے بہکا رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں، تمھارے بھائی تمھیں مبارک ہوں۔ مَیں تو اپنے پاپا پہنچے تو بھلا دشمن کیسے ہو سکتا ہے؟"

"تم دیکھنے میں چھوٹے ہو مگر باتوں میں تم قادر ہو۔ مَیں تمھاری باتوں کا جواب نہیں دے سکتی۔"

"مَیں بھی تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔ تم بھی تنہائی میں سکون سے اس بات پر غور کرو کہ جس سے نقصان نہ پہنچا ہو، وہ بھلا دشمن کیسے ہو سکتا ہے اور جس کا بیٹا قدم قدم پر تمھاری حفاظت کر رہا ہو، وہ دوست ہوگا یا تمھاری اوندھی کھوپڑی کے مطابق دشمن؟"

"اے خبردار، میری کھوپڑی کو اوندھی نہ کہنا، یہ سیدھی ہے۔"

"یہ کھوپڑی اُس وقت تک اوندھی رہے گی، جب تک تمھاری ممّی کی دی ہوئی عقل واپس نہیں کرو گی۔"

وہ چونک کر بولی: "ارے ہاں، میں تو بھول ہی گئی تھی کہاں ہے وہ امانت جو میری ممّی نے دی تھی؟"

"جب تمھارے بھائی ٹرانسفارمر مشین کے عینوں حصّے ایک جگہ جمع کر لیں گے، تب مَیں وہ عقل لا کر دوں گا تاکہ اُس کے ذریعے تمھارے دماغ میں اسے پہنچایا جائے۔"

وہ جلدی سے پارس کا ہاتھ تھام کر بولی: "کیا سچ مچ ایسا کرو گے، میری عقل مجھے واپس کر دو گے نا، بے ایمانی تو نہیں کرو گے؟"

"تمھاری جیسی معصوم لڑکی سے بے ایمانی کرنے والا نہ جانے کون سنگدل ہوگا۔ ابھی دنیا والوں کو یہی سمجھنے دو کہ آج بھی ہماری دنیا میں ایسی بھولی بھالی لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ہماری دنیا خوب صورت ہے اور تمھاری ہی جیسی معصوم اور شریف زادیوں سے خوب صورت ہے۔"

"مَیں تم پر بھروسا کروں گی، تم سے دوستی کروں گی۔"

"لیکن مَیں تو دشمن کا بیٹا ہوں اور تمھارا بھائی تمھیں میرے خلاف بھڑکا رہا ہے۔"

"انھیں بھڑکانے دو، جب تم میری عقل واپس کرو گے تو مَیں اُس عقل سے سوچوں گی کہ اچھا کیا ہے اور بُرا کیا ہے۔"

مَیں اُن کی باتیں سُن رہا تھا اور سوچ رہا تھا، نادان معصوم اور بھولی بھالی جوجو نے کتنی اچھی بات کہہ دی ہے کہ جب اُسے عقل مل جائے گی تو وہ اچھی اور بُری باتوں کو سمجھنے لگے گی۔ واقعی یہ سارا کھیل عقل کا ہوتا ہے۔

پارس نے کہا: "جب ہم دوست بن گئے ہیں تو دوستوں کی طرح باتیں کریں گے۔ لہٰذا سب سے پہلے یہ بتاؤ، مَیں کیسا لگتا ہوں؟"

وہ اُسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولی: "تم بہت پیارے لگتے ہو۔"

پارس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "ابھی تمھارا بھائی آئے گا اور میرا سارا پیار ابھی ختم ہو جائے گا۔ تمھاری کھوپڑی کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر کھسکتی رہتی ہے۔"

"اے تم میری اِنسلٹ کر رہے ہو۔"

"جب تک تمھاری عقل واپس نہ ملے، اُس وقت تک اِنسلٹ برداشت کر لو۔"

"تمھاری باتیں کچھ سمجھ میں آتی ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتیں۔ شاید میں جلدی میں پیدا ہو گئی تھی اور اپنی ممّی کے پاس عقل جھوڑ آئی تھی۔ بھائی اور ممّی بھی ہمیشہ شکایت کرتے ہیں کہ مَیں ہر کام میں جلدی کرتی

ہوں اور بہت کچھ بھول جایا کرتی ہیں۔ اس لیے تمھاری بات سمجھ میں آتی ہے لیکن میں نے ممی کے پاس عقل چھوڑ دی تھی۔ اوہ گاڈ، میں نے یہ کیا کیا۔ اب تو اس نقطے دوست پر اعتماد کرنا ہوگا کیا تم درست کہتے ہو، کیا ٹرانسفارمر شین کے تینوں حصے ایک جگہ ہو جائیں تو وہ عقل میرے دماغ میں منتقل ہو سکتی ہے؟"

"میں نے اب تک تمھیں دھوکا نہیں دیا ہے، تمھاری حفاظت کرتا آرہا ہوں۔ تمھارے لیے جان کی بازی لگا کر اس قید خانے میں آگیا ہوں کیا اب بھی مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟"

جوجو نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پارس نے اس کے ایک ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر ہتھیلی کی پشت کو سہلاتے ہوئے کہا "تمھارے یہ ہاتھ کتنے خوب صورت ہیں کتنے . . . ."

اُس نے یکبارگی اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا "بھائی آرمر نے کہا تھا کسی مرد سے دوستی نہ کرنا اور تم مجھے دوستی میں اُلجھا رہے ہو۔ ارے تم ابھی تک یہاں موجود ہو۔ نکلو میرے کمرے سے۔"

پارس نے پھر اپنا سُرپریٹ کر کہا "محترمہ یہ قید خانہ ہے۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی "پتا نہیں مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ میں بھول جاتی ہوں۔ میں کہیں بھی رہوں ایسا لگتا ہے، جیسے اپنے کمرے میں ہوں۔"

"ایسی بھول سے زیادہ نقصان نہیں ہوتا لیکن تم خاص موقع پر خیال خوانی کرنا بھول جاتی ہو، اس سے ہم دونوں کو نقصان پہنچے گا جب بھی دشمن ہمارے سامنے آئیں ہمیشہ حاضر دماغ رہا کرو اور موقع کی تاک میں رہا کرو کہ کب کوئی بول اُٹھے تو اس کے لہجے کو گرفت میں لے سکو۔ کیا تم یہ باتیں یاد رکھ سکو گی؟"

اُس نے ہاں، ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی "تم نے ابھی تک میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا؟"

"تم اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں دے کر بھول گئی تھیں۔ ابھی خود اعتراف کر چکی ہو کہ تمھیں بھولنے کی عادت ہے۔"

"میں ایسی جھکڑ نہیں ہوں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے، تم نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں خود لیا تھا۔"

"اچھا بتاؤ، کیوں لیا تھا؟"

"میرے ہاتھ کی تعریف کر رہے تھے۔"

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"یہی کہ یہ ہاتھ بہت خوب صورت ہیں۔"

"تم خود اپنا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھو خوب صورت ہے یا نہیں؟"

وہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو سہلاتے ہوئے، اسے پیار سے دیکھتے ہوئے بولی "میں بہت خوب صورت ہوں۔ پہلے میرے بھائی مجھے گھر سے نکلنے نہیں دیتے تھے۔ کہتے تھے نظر لگ جائے گی۔ وہ میری بہن روزانہ ہے وہ میرے حسن سے جلتی ہے مگر بھائی آرمر بہت محبت کرتے ہیں، کہتے ہیں اتنی بڑی دنیا میں میری جیسی کوئی نہیں ہے۔"

"اور خدا نہ کرے کوئی ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں بھی یہی چاہتی ہوں، میری جیسی اور کوئی حسین نہ ہو۔ ایک بات بتاؤں، جب تم میری تعریف کرتے ہو تو مجھے اچھا لگتا ہے مگر غصہ بھی آتا ہے۔"

"غصہ کیوں آتا ہے؟"

"بھائی آرمر نے کہا تھا، جب بھی کوئی مرد تعریف کرے تو فوراً غصہ دکھانا تاکہ وہ زیادہ لفٹ حاصل نہ کر سکے۔ اگر وہ ڈھیٹ پھر بھی پیچھا نہ چھوڑے تو اسے طمانچہ مار دینا۔"

"تم نے اب تک طمانچہ نہیں مارا؟"

وہ خوشامدانہ انداز میں بولی "پلیز، ایک بار مجھے مار لینے دو۔ بھائی آرمر سے کہہ سکوں گی کہ میں اُن کی تمام ہدایات پر عمل کرتی ہوں۔"

"تمھیں اتنی ہی خواہش ہے تو مارو۔"

پارس نے اپنا چہرہ آگے بڑھایا۔ جوجو نے ہاتھ اٹھا کر پوری قوت سے گھمایا اور خود گھوم کر رہ گئی۔ وہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔ جوجو کو غصہ دلا کر وہ تھلا کر اٹھی۔ پارس اور پیچھے ہٹتا گیا۔ وہ اُنگلی دکھا کر بولی "دیکھو، ایک طمانچہ مارنے دو، نہیں تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"کیا تمھیں اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اپنی خوشی سے کوئی نہیں کھاتا؟"

"میں تمھیں ضرور ماروں گی۔" وہ اسے طمانچہ مارنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑنے لگی۔ پارس اِدھر سے اُدھر چکر دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا "تمھارے بھائی آرمر نے یہ نہیں بتایا کہ جو ڈھیٹ طمانچہ بھی نہ کھائے تو تمھیں کیا کرنا چاہیے۔"

وہ دوڑتے دوڑتے رُک گئی۔ پھر سوچتے ہوئے بولی "ہاں آرمر نے اس کے بعد کچھ بتایا ہی نہیں۔ اب میں کیا کروں؟"

اسی وقت دونوں چونک گئے۔ اس بند کمرے میں کسی اور سے گائی ڈی مورد کو کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "کیا نے اسے بچوں کا پارک بنا لیا ہے کہ ہنستے کھیلتے جا رہے ہو؟"

پارس نے کہا "مسٹر مورد کو! بچے معصوم ہوتے ہیں، ہر آزادی پابندی کو نہیں سمجھتے۔ گھر ہو یا قید خانہ، ہنسی آتی ہے تو ہنسنے دیتے رونا آتا ہے تو رو دیتے ہیں۔ اس اُمید پر کہ اُن کے بڑے اُن کو پوچھیں گے۔"

مورد کو نے کہا "میری مرضی کے بغیر یہاں تمھارا کوئی بال آسکے گا۔ اگر تمھارے دماغوں میں اپنے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں تو میں اُن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"یعنی بچوں کے باپ سے بات کرنا چاہتے ہو۔"

"لڑکے، تم زیادہ بکواس کیوں کرتے ہو؟"

"ایک بات کسی کے لیے بکواس ہوتی ہے اور کسی کے لیے نصیحت، اگر تم ہمارے سرپرست سے یا ہمارے باپ سے بات کرنا چاہتے ہو تو بچہ آدمی کا باپ ہوتا ہے اور میں خود اپنا باپ ہوں۔ لہٰذا مجھ سے بات کرو۔"

"ہوں۔" اُس کے غرّانے کی آواز سنائی دی۔ پھر اُس نے کہا "تمھاری باتوں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ اس وقت بھی تمھارے دماغ میں تمھارا باپ یا تمھاری ماں موجود ہے۔ معمولانہ زندگی گزارنے والے اتنے احمق نہیں ہوتے کہ وہ پانچ برس کے ایک بچے کو پیدائشی افلاطون سمجھ لیں۔ کیا بدی اور کیا بدی کا شور برپا۔ تم اور سلطان پاشا کے آہن سیف سے مشین کا وہ حصہ خود چرا کر لے جاتے تھے تو ابھی گھٹنوں کے بل چلنا چاہیے۔ پیروں سے دوڑنے کیسے لگے۔ کیا اس کے پیچھے تمھارے ماں باپ نہیں ہیں؟"

پارس نے کہا "چلو یہی سہی، میں اپنی ماما اور پاپا کی زبان سے بول رہا ہوں، وہ تمھاری باتیں سُن رہے ہیں۔ اب تو بولو۔"

اُس نے پوچھا "کیا جوجو کے پاس اُس کے بھائی موجود ہیں؟"

شارپر نے بھائی آرمر کے لہجے میں جوجو سے کہا "تم اُسے یقین دلاؤ۔"

جوجو نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا "میرے بھائی موجود ہیں، وہ تمھاری باتیں سُن رہے ہیں۔ اب تو بولو۔"

مورد کو کا قہقہہ سنائی دیا۔ پھر اُس نے کہا "کیسا احمقانہ سوال ہے۔ کیا جوجو بتا سکتا ہے کہ چوری کا مال کہاں چھپا کر رکھا ہے؟ ابھی میں ایک فاتح ہوں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی اہم کمزوریاں میرے ہاتھ میں ہیں۔ لہٰذا تم میں سے کسی کو سوال کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ سوال میں کروں گا جواب تم دو گے۔"

وہ ذرا چپ ہوا، شاید چپ رہ کر تجسس پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے کہا "میں پارس کے ماں باپ سے پوچھتا ہوں، ٹرانسفارمر شین کا وہ حصہ کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟ اور جوجو کے بھائیوں سے کہتا ہوں، ایک جگہ ہوں گے، وہ مشین مکمل ہوگی تو میں اُسے آدھا کر دیکھوں گا۔ وہ پھنسا دے گا کا کام کرے گا اور میرے دماغ میں بھی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو اُجاگر کر دے گا تو میں تمھاری بہن جوجو کو اور فرہاد تمھارے بیٹے پارس کو آزاد کر دوں گا۔"

پارس نے کہا "میرے پاپا کہتے ہیں، ہمیں سوچنے کی مہلت دی جائے۔"

طلاشکر میں کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔ میں تو جوجو کے دماغ میں خاموشی سے بیٹھا یقیناً شیبا اُسے سمجھا رہی تھی۔ اُدھر جوجو نے اپنے بھائی شارپر کی ہدایت کے مطابق کہا "میرے بھائی بھی مہلت چاہتے ہیں۔"

مورد کو کی آواز سنائی دی "کوئی بات نہیں، چوبیس گھنٹے کی مہلت دے سکتا ہوں۔ رات آرام سے گزارو، کل صبح تک جواب ملے گا تو اچھی بات ہے ورنہ صبح سے دونوں کو بھوکا پیاسا رکھا جائے گا۔ ہلکی ہلکی ڈیتھ پہنچائی جائیں گی۔ پھر ان اذیتوں کو انتہا تک پہنچایا جائے گا۔ یہ جب تڑپیں گے اور اپنی معصوم زبانوں سے فریاد کریں گے تو یقیناً ماں باپ کا اور بھائیوں کا کلیجا ہل جائے گا۔"

پارس نے کہا "چونکہ تم نے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی ہے، اس لیے ہمیں مکمل قیدی بنا کر نہ رکھنا مناسب نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے ہمارے درمیان سمجھوتا ہو جائے لہٰذا ہمیں کسی کمرے میں نظر بند رکھا جا سکتا ہے۔"

جوجو نے بھی اپنے بھائی کی ہدایت کے مطابق کہا "میں یہاں نہیں رہ سکوں گی، جب تک ہمارے بزرگوں سے مذاکرات جاری رہیں گے، ہمیں کسی مناسب کمرے میں رہنا چاہیے۔"

مورد کو کا قہقہہ سنائی دیا۔ پھر اُس نے کہا "میں جانتا ہوں، مہلت اس لیے حاصل کی جا رہی ہے کہ تمھارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں تک پہنچنے کا موقع مل جائے۔ کوئی بات نہیں، وہ اپنی حسرت پوری کر لیں۔ تم دونوں کو کسی مناسب کمرے میں منتقل کیا جا رہا ہے۔"

فی الحال پارس اور جوجو کے سلسلے میں اطمینان ہو گیا تھا۔ میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ہمارا سفر جاری تھا۔ ڈرائیور جاگ رہا تھا۔ باقی لوگ اپنی اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے سو رہے تھے۔ اس وقت ہم پاتی پت کے علاقے سے گزر رہے تھے۔ صبح کے پانچ بجنے والے تھے۔ میں نے کہا "تم ڈرائیونگ کرتے کرتے تھک گئے ہو گے کسی قریبی شہر میں گاڑی روک لو۔ ہم وہاں چار چھ گھنٹے آرام کریں گے پھر آگے بڑھیں گے۔"

میری بات سُن کر رانی سردار جاگ گئی۔ پھر انگڑائی لیتی ہوئی میری طرف گھوم کر اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔ میں نے کہا "تم نے اچھی خاصی نیند پوری کر لی ہے۔"

وہ ذرا ٹھنک کر بولی "میں کہاں سو رہی تھی، بس جاگ رہی تھی، کبھی کبھی تمھیں دیکھ لیتی جاتی تھی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "بعض لوگ گھوڑے بیچ کر سوتے ہیں اور صبح اُٹھ کر یہی بیان دیتے ہیں کہ نیند نہیں آئی، کروٹیں بدلتے رہے۔"

"کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟"

میں نے اُس پر جھک کر آہستگی سے کہا "کیا میں سچ مچ نہ پہنچنے کا ہنر نہیں جانتا؟"

تب وہ چونک کر مجھ سے الگ ہو گئی۔ اپنے آنچل کو سر پر رکھتے ہوئے سوچنے لگی: اوہ میں تو بھول ہی گئی تھی، یہ دیوتا ہیں، ہمارے

اندر پہنچ کر تمام جھوٹ اور سچ معلوم کر لیتے ہیں۔ شاید میں گہری نیند سو رہی تھی۔ مجھے تو کچھ پتا نہیں چلا مگر خوابیدہ دماغ کو انھوں نے پڑھ لیا ہے۔"

ہم آدھے گھنٹے میں ایک چھوٹے سے شہر تک پہنچ گئے۔ وہاں ایک چھوٹے سے ہوٹل میں کمرہ کرائے پر لے کر سب سے پہلے میں نے نیند پوری کرنے کا ارادہ کیا۔ رانی سردار نے کہا: "آپ اطمینان سے لیٹ جائیں۔ میں آپ کو سُلا دوں گی۔"

"میرا دماغ مجھے خود سُلاتا ہے اور خود ہی بیدار کر دیتا ہے۔ تم بھی آرام سے نیند پوری کر لو۔"

ہمارا باڈی گارڈ شمبھو دادا جاگ رہا تھا۔ میں نے کہا: "تمھیں بھی نیند پوری کر نا چاہیے۔ دروازہ اندر سے بند کر کے اُسی کے ساتھ بستر لگا کر سو جاؤ۔ کسی بات کی فکر نہ کرو، جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

یوں بھی میں اپنے دماغ کو ہدایات دیتا ہوں کہ کمرے کے اندر غیر معمولی بات ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔ میں نے اپنی نیند کے لیے پانچ گھنٹے کا وقت مقرر کیا، پھر آرام سے سو گیا لیکن آرام کہاں نصیب ہوتا ہے۔ بمشکل تین گھنٹے کی نیند پوری کی تھی، اچانک آنکھ کھل گئی۔ کوئی دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ شمبھو دادا نے ہڑبڑا کر اُٹھتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہے؟"

دوسری طرف سے ہمارے ہی ایک آدمی کی آواز سنائی دی۔ "شمبھو دادا، جلدی سے دروازہ کھولو۔ پولیس نے ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔"

دروازہ فوراً کھولا گیا۔ وہ شخص اندر آ کر میرے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا: "صاحب! آپ کسی طرح یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں۔ ایک پولیس آفیسر کہہ رہا تھا کہ اس ہوٹل میں فرہاد علی تیمور ہے یہاں سے کسی ایک بچے کو بھی باہر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

میں نے پریشان ہو کر پوچھا: "کیا تم پورے یقین سے کہتے ہو کہ ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے؟"

شاید آپ یقین نہ کریں، سو سے بھی زیادہ مسلح پولیس کی نفری کے ذریعے ہر طرف سے ناکا بندی کی گئی ہے۔"

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شارپر اتنی اوچھی چال چلے گا۔ مجھے یہاں قانون کی گرفت میں پہنچانے کے لیے یہ بھی نہیں سوچے گا کہ اس کی بھی کچھ کمزوریاں میرے ہاتھوں میں ہیں۔ فی الحال میں اس کی کسی کمزوری سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ پولیس فورس نے چاروں طرف سے ہوٹل کو گھیر لیا تھا اور میرے باہر نکلنے کا راستہ بند ہو چکا تھا۔

میں کمرے میں ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا۔ سوچنے کا بھی زیادہ وقت نہیں تھا۔ شمبھو دادا نے کہا: "مالک! آپ کی جگہ مجھے جان دینا پڑے تو

حاضر ہوں۔ آپ کوئی ایسی تدبیر سوچیں کہ آپ کا یہ داس مر جائے، آپ زندہ سلامت یہاں سے نکل جائیں۔"

میں اس کی باتیں سُن کر اُسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ کیا تدبیر دماغ میں پک رہی تھی۔ میں نے کہا: "مجھے فوراً دھوتی اور قمیص لا کر دو۔ شمبھو دادا، تم بوڑھے ہو، میں جو تدبیر سوچ رہا ہوں اس پر تم عمل نہیں کر سکو گے، کالی چرن کو بلاؤ۔"

میرے احکامات کی تعمیل کی گئی۔ میرے لیے دھوتی اور قمیص لائی گئی۔ میں لباس تبدیل کرتے ہوئے کالی چرن سے کہنے لگا: "تم میرے جیسے ہو، ہم عمر ہو، جسامت ایک جیسی ہے لہٰذا رانی سردار کے ساتھ ہو گے، اس طرح جیسے تم دونوں میں بہت محبت ہے۔"

رانی سردار نے کہا: "میں تمھارے سوا کسی کا سایہ بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی لیکن تمھاری جان بچانے کے لیے سب کچھ کر سکتی ہوں اور کیا کیا کرنا ہے؟"

"فی الحال میری خاطر شرم وحیا کو بھول جاؤ، جو کر سکتی ہو کرتی رہو۔ میں فرار کا کوئی راستہ ڈھونڈنے جا رہا ہوں۔ اگر کامیابی سے نکل گیا تو تم سب کو حراست سے نکال لے جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی میں کمرے سے نکل گیا۔ ابھی اتنا موقع تھا کہ میں کمرہ کیونکہ پولیس والے پہلے باہر کا مورچا مضبوط کر رہے تھے۔ اندر آنے سے پہلے اطمینان کرنا چاہتے تھے کہ میری ٹیلی پیتھی سے کسی افسر وغیرہ کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ میرے آدمی مجھے پل پل کی خبر پہنچا رہے تھے۔ ایک نے آ کر بتایا کہ ایک افسر ہوٹل کے کاؤنٹر پر کھڑا ہوا رجسٹر چیک کر رہا ہے کہ کس کمرے میں کون ٹھہرا ہوا ہے؟ کس کا کیا نام ہے؟ اور کون کہاں سے آیا ہے؟

ہوٹل کے تمام کمروں سے مسافر نکل آئے تھے۔ میں تیسری منزل سے اُتر کر دوسری منزل پر آ گیا۔ ایک کمرے کے دروازے کے پاس سے گزرتے ہوئے رُک گیا۔ اندر کسی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ شاید میاں بیوی آپس میں لڑ رہے تھے۔ میں نے باری باری دونوں کی آوازوں میں پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ دہلی سے آئے تھے۔ کل ہی ان کی شادی ہوئی تھی اور وہ ہنی مون منانے جا رہے تھے۔ انھوں نے رات گزارنے کے لیے اس ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا سفر دوبارہ شروع کرتے، پولیس والوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔

میں نے دروازے پر دستک دی۔ اُس شخص نے اندر سے جھنجلا کر کہا: "کون ہے، چلے جاؤ یہاں سے۔"

میں اُسے دروازے کے پاس آ کر کھولنے پر مجبور کر چکا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی میں اندر پہنچا۔ پھر اُسے بند کرتے ہوئے بولا: "دیکھو، چیخنے چلانے کی کوشش نہ کرنا۔ میں تمھارا ہم زاد ہوں۔ تمھارے اور تمام رازوں کو جانتا ہوں۔ تم باہر سے کچھ ہوا اندر سے کچھ۔ تم نے کالا

کی اور شادی سے ایک رات پہلے ایک ساہوکار کے ہاں ڈاکا ڈالا۔ تم اپنی اس دھرم پتنی پر ثابت کرنا چاہتے تھے کہ تم کنگال نہیں ہو۔ تمھارے پاس اچھی خاصی دولت ہے۔ تمھارا ڈاکا کامیاب رہا مگر وہ ساہوکار چیخنے چلانے لگا تو تم نے اُس کی زبان بند کرنے کے لیے اُسے قتل کر دیا۔"

میں بول رہا تھا۔ وجے شرما پیچھے ہٹ کر گھبرایا ہوا سا مجھے دیکھتا جا رہا تھا۔ اُس نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

"میں نے کہا نا۔ میں تمھارا ہمزاد ہوں۔ اُس رات قتل کرتے وقت تم نے یہ خیال نہیں کیا۔ . . . . کہ ایک بجلی سی کوند گئی تھی۔ اُس کے بعد تاریکی چھا گئی تھی۔ جانتے ہو میں نے فلش لائٹ سے تمھاری تصویر اُتاری تھی۔ ٹھیک قتل کرنے کے دوران۔"

وہ زرد پڑ گیا تھا۔ میں نے کہا: "میں وہ تصویر ابھی پولیس کے حوالے کر سکتا ہوں لیکن ایسا نہیں کروں گا۔ شرط یہ ہے کہ جیسا کہوں ویسا کرتے جاؤ۔"

اُس نے پریشان ہو کر کہا: "ٹھیک ہے تم کیا چاہتے ہو؟"

میں نے اُس کے سوال کو نظر انداز کیا۔ پھر اُس عورت کی طرف دیکھا جو کسی اچھے اونچے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ خوب صورت بھی تھی، جوان بھی تھی۔ اُسے اچھے سے اچھے گھرانے کے خوبرو جوان مل سکتے تھے۔ پتا نہیں وجے شرما کے فریب میں کیسے آ گئی تھی۔ یہ تفصیلی باتیں بعد میں معلوم کی جا سکتی تھیں۔ میں نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "مالا! تم ایک دھوکے باز کے چکر میں پڑ گئی ہو۔ یہ تمھارے ذریعے تمھارے باپ کی دولت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اے نہ تو تم سے محبت ہے اور نہ ہی کوئی ہمدردی۔ وقت آنے پر یہ تمھیں بھی قتل کر سکتا ہے۔"

وہ پہلے ہی پریشان ہو گئی تھی۔ اُس نے کہا: "میں وجے کی صورت دیکھ کر سمجھ گئی ہوں کہ یہ بہروپیا ہے۔ آپ کے آتے ہی اس کا رنگ بدل گیا ہے۔ کیا واقعی آپ اس کے خلاف ثبوت فراہم کر سکتے ہیں؟"

"میں بہت کچھ کر سکتا ہوں لیکن فی الحال پولیس والوں کے جھمیلے میں پڑنا نہیں چاہتا۔ یوں بھی یہ لوگ کسی بہت بڑے مجرم کو گرفتار کرنے آئے ہیں۔ بتاؤ کیا تم مجھ پر بھروسا کر سکتی ہو؟"

ایسا کہتے ہی میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اسے اپنی طرف مائل کر رہا تھا۔ اُس نے کہا: "آپ میرے لیے دیوتا بن کر آئے ہیں۔ مجھے اس دھوکے باز کی اصلی صورت دکھا چکے ہیں۔ بے شک میں آپ پر بھروسا کروں گی۔"

"میں وجے شرما سے کہتا ہوں کہ اس لمحے سے تمھارا نام وجے شرما نہیں ہوگا۔ تم اپنا کوئی سا بھی نام پولیس والوں کو بتا سکتے ہو۔ اگر تم نے خود کو وجے شرما کہا تو میں تمھارے خلاف پولیس کو ثبوت پیش کروں گا پھر تمھیں پھانسی کے پھندے تک پہنچنے سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔"

وہ فوراً ہاتھ جوڑ کر بولا: "میں اپنا نام بدل لوں گا۔"

"ہوٹل کا منیجر یا دوسرے ملازم تمھیں نام سے نہیں پہچانتے ہیں۔ کوئی یہ نہیں جانتا کہ پچیس نمبر کے کمرے میں جو دوجے شرما ہے اُس کی شکل وصورت کیسی ہے۔ یہاں روزانہ بچاسوں مسافر آتے جاتے ہیں۔ میں تمھاری جگہ دوجے شرما بن کر مالا کے ساتھ رہوں گا۔ اب تم بتاؤ یہاں سے باہر جا کر کیا کرو گے؟"

اُس نے اپنی اچکن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا میں اپنی رقم لے جا سکتا ہوں؟"

"مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکو تو لے جاؤ۔"

"یہاں تیسری منزل کے ایک کمرے میں ایک شخص اپنے بیوی، بچوں کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہے۔ میں کل سے منہ چھپاتا پھر رہا ہوں کیونکہ میں نے اُس سے دس ہزار روپے قرض لیے تھے۔ اس اچکن میں پچیس ہزار ہیں۔ اگر تم مجھے یہ رقم دے دو تو میں اوپر جا کر اسے دس ہزار ادا کر دوں گا اور اُس سے کہوں گا کہ میں صرف اس کا قرض ادا کرنے کے لیے آیا ہوں۔ اس طرح پولیس والوں کو وہ بھی گواہی دے گا کہ اُسے قرض کے دس ہزار مل چکے ہیں۔"

"تمھاری بات سمجھ میں آ رہی ہے لیکن وہ تمھیں وجے شرما کے نام سے جانتا ہے۔ اس ہوٹل میں دو دوجے شرما ہوں گے تو۔۔۔"

وہ میری بات کاٹ کر بولا: "میرے مختلف نام ہیں۔ مجھے وہ قرض دینے والا آدمی، ہمیش کے نام سے جانتا ہے۔"

"پھر تو کوئی بات نہیں۔ اچھی یہیں رہنے دو۔ صرف پچیس ہزار نکال کر لے جاؤ۔"

اُس نے جلدی سے اچکن کھولی، پچیس ہزار نکالے پھر اُنھیں

جیب میں ٹھونستا ہوا کمرے سے نکلنے لگا۔ میں نے کہا: "ایک بات یاد رکھنا۔ اگر مجھے لے بھی پولیس کو یہ کہا کہ میں تمہاری جگہ تیس نمبر کے کمرے میں ہوں تو۔۔۔"

اُس نے ایک ہاتھ سے کان کو پکڑتے ہوئے کہا: "میں کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گا۔"

وہ باہر چلا گیا۔ دروازہ بند ہو گیا۔ مالاتنہائی میں مجھے دیکھ کر گھبرا رہی تھی۔ میں نے کہا: "میں ایک شریف آدمی ہوں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ بس اتنی مہربانی کرنا کہ پولیس والے میرے متعلق دریافت کریں تو مجھے وہ جگہ شرما کھنا، مجھے اپنے شادی کے کاغذات نکال کر دکھاؤ، میں انھیں اپنی اٹیچی میں رکھنا چاہتا ہوں۔ میں یقین دلاتا ہوں، کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا جس سے تم اپنی نظروں میں گر جاؤ۔"

اُس نے پوچھا: "آپ کون ہیں اور پولیس سے کیوں چھپنا چاہتے ہیں؟"

"میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا، مجھے کچھ سوچنے کا موقع دو۔"

وہ مجھ سے دور ایک کرسی پر جا کر بیٹھ گئی۔ میں بستر کے سرے پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ شارپر سے کس طرح رابطہ قائم کیا جائے کیونکہ میں جو کچھ یہاں کر رہا تھا وہ کسی پولیس افسر کے دماغ میں رہ کر اس کے خلاف کارروائی کرا سکتا تھا۔ مثلاً وہ جگہ شرما کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر سکتا تھا کہ میں اس کی جگہ تیس نمبر کے کمرے میں ہوں۔ اسی طرح رانی سردار کے ساتھ جو شخص فرہاد بنا ہوا تھا وہ اس کی بھی اصلیت پولیس والوں کو بتا سکتا تھا اور میں اُسے ایسی حرکتوں سے روکنا چاہتا تھا۔

فوری طور پر شارپر سے رابطہ قائم کرنے کا طریقہ یہی تھا کہ میں ہارپر کے دماغ میں پہنچ کر اُسے بھائی سے رابطہ قائم کرنے پر مجبور کر دوں۔ لہٰذا میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور ہارپر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ مجھے پہلے ہارپر کی طرف دھیان دینا چاہیے تھا۔ میں شارپر کے چکر میں اسے نظر انداز کرتا رہا تھا۔ ابھی چند گھنٹے پہلے شارپر نے اپنے بھائی ہارپر سے رابطہ قائم کیا تھا اور اُس سے کہا تھا: "میں اسٹیشنل میں جو جو کے ساتھ بہت مصروف ہوں۔ تم ہندوستان میں فرہاد کے پیچھے لگ جاؤ۔ وہ شملہ سے دہلی کی طرف جا رہا ہے۔ ڈاکوؤں کے ایک گروہ کے ساتھ ہے۔ وہ اتنی جلدی اپنا راستہ بدل نہیں سکے گا۔ تم اُسے پانی پت کے علاقے تک پہنچنے سے پہلے ہی پولیس پارٹی کے ذریعے گھیر سکتے ہو۔ وہاں کے حکمرانوں کو اطلاع دو کہ وہ بڑی آسانی سے فرہاد کو گھیر کر گرفتار کر سکتے ہیں۔ لیکن اُسے گھیرنے کے لیے بہت ہوشیاری اور نہایت خاموشی سے عمل کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اگر وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تو ہم سب کے لیے مصیبت بن جائے گا۔ لہٰذا تم اُس پولیس پارٹی کے ساتھ ضرور رہنا۔ کسی افسر کے دماغ میں رہ کر وہاں گھیرے جانے والے ایک ایک آدمی، ایک ایک عورت کے دماغ کو پڑھنا۔ اس بار فرہاد نکل نہیں پائے گا۔"

منصوبہ یہ کہ ہارپر اپنے بھائی شارپر کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے میرے پیچھے پڑ گیا تھا۔ اُس نے پولیس کے ذریعے چاروں طرف سے مجھے گھیر لیا تھا۔ میرے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ وہ کسی افسر کے دماغ میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے مجھے بے نقاب کر سکتا تھا۔ اب میرے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ میں ہارپر کے سامنے کھل کر آ جاؤں۔ اب تک چُپ چاپ اُس کے دماغ میں پہنچتا رہا تھا اور اب براہِ راست مخاطب کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ میں نے کہا: "ہارپر! ایک کھوپا اپنے خول سے کتنا باہر نکل سکتا ہے؟ اتنا ہی نا جتنا اُس کی جسامت ہے۔ تم کتنے ہاتھ پاؤں پھیلا ؤ گے؟"

وہ بوکھلا کر ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام کر خلا میں تکنے لگا۔ میں نے کہا: "کیا میرے لب و لہجے کو نہیں پہچانتے؟ کیا تم نے میرا ریکارڈ کیسٹ نہیں سنا ہے؟"

وہ ایک دم سے گھبرا گیا تھا۔ پریشان ہو کر ہکلا کر کہہ رہا تھا: "مگر کیا بات ہے تم فرہاد علی تیمور ہو؟"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے، میں بہت عرصے سے تمہارے دماغ میں ہوں اور چُپ چاپ تمہاری مصروفیات کو دیکھ رہا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم سپر ماسٹر بننے کے لیے ہر لمحہ پروگرام کرنے کے بعد ناکام ہو چکے ہو۔ بہرحال یہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ ابھی تم نے جس ہوٹل کو پولیس کے ذریعے گھیر رکھا ہے، میں وہاں موجود ہوں، لیکن تم نے مجھے بے نقاب کرنے کی کوشش کی تو ایڈ کھو بیٹھو گے۔ تمہیں ذہنی اذیتیں دے دے کر مار ڈالوں گا۔ بولو! زندگی چاہتے ہو یا میری گرفتاری؟"

اُس کے ہوش اُڑ چکے تھے، وہ بدحواس ہو رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ بار بار ایک ہی بات دماغ میں گونج رہی تھی: علی تیمور آخر اُس کے دماغ میں کیسے پہنچ گیا؟

میں نے کہا: "اگر تم یہ سوچنے میں وقت گزارو گے تو میں تمہارے دماغ کے طور پر دماغی جھٹکا پہنچاتا ہوں۔"

وہ نہیں نہیں کہنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں نے ذہنی جھٹکا پہنچایا۔ وہ جہاں بیٹھا تھا، وہاں سے کئی فٹ اوپر اچھلا، نیچے آ کر فرش پر گرا اور چیخ چیخ کر تڑپنے لگا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہنے لگا: "نہیں، نہیں، مجھے چھوڑ دو، مجھے چھوڑ دو۔"

"ٹیلی پیتی کو اپنے اندر منتقل کرنے سے پہلے دماغ کو تیار کر لینا چاہیے تھا۔ تم لوگ اتنی خوش فہمی میں مبتلا رہے کہ ہم بالکل ہی حقیر سمجھنے لگے۔ تمہارا خیال تھا، میں کبھی تمہارے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گا مگر نمونہ دکھایا۔ اب فیصلہ کرو۔"

اُس نے تھرتھراتے ہوئے کہا: "میں تمہارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ ابھی وہاں کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں، میں اس افسر کو مس گائیڈ کروں گا، غلط بیانی سے کام لوں گا۔ تم اُس ہوٹل سے نکل جاؤ۔"

"میں آخری وارننگ دے رہا ہوں، میرے وہاں سے نکلنے سے پہلے تمہارا ارادہ بدلے گا تو گرفتار ہونے سے پہلے یا مرنے سے پہلے تمہیں ضرور مار ڈالوں گا۔"

"میں اُس افسر کے دماغ میں جا رہا ہوں۔ تم اپنا اطمینان کر سکتے ہو۔"

میں اُس کے دماغ کے ذریعے اس اعلیٰ افسر تک پہنچ گیا، جس کی قیادت میں پولیس پارٹی نے ہوٹل کو گھیر رکھا تھا۔ اُس کا اسسٹنٹ میگافون کے ذریعے اعلان کر رہا تھا: "فرہاد علی تیمور، رانی سردار اور اُن کے تمام ساتھی ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا کر ہوٹل کے باہر آ جائیں۔ ہم صرف پندرہ منٹ کی مہلت دیتے ہیں، اس کے بعد خود آئیں گے اور تمہیں ہتھکڑیاں پہنا کر لے جائیں گے۔ فرہاد علی تیمور کو معلوم ہونا چاہیے، اس بار وہ ہمارے محاصرے سے نکل نہیں سکے گا۔"

ہارپر اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر کہہ رہا تھا: "میں آپ کے دماغ میں موجود رہوں گا۔ ہوٹل کے جتنے مسافر آپ کے سامنے سے باتیں کرتے ہوئے گزریں گے، میں اُن کے دماغ میں پہنچ کر فرہاد علی تیمور کو بے نقاب کروں گا۔ آپ اپنی کارروائی پندرہ منٹ کے بعد شروع کر سکتے ہیں۔"

میں نے رانی سردار کو مخاطب کر کے کہا: "پندرہ منٹ کے بعد ہوٹل کے مسافروں کو باری باری کاؤنٹر کے پاس آ کر باہر جانے کے لیے کہا جائے گا، ہر ایک سے بیان لیا جائے گا۔ تم اپنے آدمیوں کو سمجھا دو کہ وہ سب سے آخر میں نکلیں۔"

ابھی پندرہ منٹ پورے ہونے کے لیے کافی وقت تھا۔ میں اور بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس اعلیٰ افسر کے ذریعے دوسرے ماتحت افسروں تک پہنچنے لگا۔ ہوٹل کے چاروں طرف مسلح سپاہی رائفلوں کے ساتھ موجود تھے۔ چاروں طرف جو بڑے بڑے ٹرک کھڑے ہوئے تھے، اُن میں سب مشین گنیں تھیں۔ ایسے انتظامات دیکھ کر میں نے اپنے پروگرام میں ذرا سی تبدیلی کی۔ پھر رانی سردار کو مخاطب کر کے کہا: "تم سب آخر میں نہیں بلکہ پہلے ہوٹل سے نکلو۔ تم سے پہلے میں ایک عورت کے ساتھ باہر نکلنے والا ہوں۔ تم لوگ دس منٹ پورے ہونے تک فرسٹ فلور پر آ جاؤ۔"

دلچسپ ترین سلسلے کتابی شکل میں

شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی

ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز موضوع پر

مزاد (مکمل)

قیمت بہر روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

جال (مکمل)

قیمت بہر روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

- ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلیے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
- اُس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۳۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال
- ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔

- ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔
- جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا۔
- دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
- اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔

دونوں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۱۲۳ کراچی ۱

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر گھڑی دیکھی، پھر مالا کو دیکھتے ہوئے کہا: "ہم یہاں سے جائیں گے۔ تم اپنا بیگ سنبھال لو۔ میں اٹیچی اٹھا لیتا ہوں۔ یاد رکھنا، میں تمہارا شوہر ہو چکا ہوں۔ تم مجھے شوہر تسلیم کرنے میں ذرا جھجک محسوس کرو گی یا چہرے سے گھبراہٹ ظاہر ہو گی تو پولیس والے تاڑ لیں گے۔"

وہ اپنے بیگ کو سنبھالتے ہوئے بولی: "آپ نے مجھے ایک دھوکے باز سے بچایا ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ آپ پر کوئی آنچ نہ آئے۔"

دس منٹ پورے ہونے والے تھے۔ میں نے پھر رانی سردار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ہوٹل سے باہر نکلنے کے بعد تم سب ایک ساتھ ویگن کار میں جا کر نہ بیٹھنا۔ تم شمیم دادا اور کالی چرن کے ساتھ جاؤ گی۔ باقی ساتھی مختلف ٹیکسیوں یا بسوں میں بیٹھ کر دہلی کی طرف جائیں گے۔ وہاں پہنچ کر ہم سب ایک ہو جائیں گے۔"

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں، مالا ایک دولت مند باپ کی بیٹی تھی۔ اُسے شملہ جانے کے لیے باپ نے ایک نئی کار خرید کر دی تھی۔ میں نے کہا: "اس کار کی چابی مجھے دے دو۔"

اُس نے چابی میرے حوالے کر دی۔ ہم اس کمرے سے نکلے۔ پولیس والوں کی ڈارننگ کے مطابق پندرہ منٹ پورے ہو چکے تھے۔ اب میگا فون پر کہا جا رہا تھا: "ہوٹل میں رہنے والے مسافروں سے درخواست ہے کہ وہ ایک ایک کر کے کاؤنٹر کے پاس آئیں اور اپنی شناخت کرانے کے بعد باہر چلے جائیں۔"

مالا میرے ساتھ چلتی ہوئی فرسٹ فلور تک آئی۔ اب میگا فون سے کہا جا رہا تھا: "ہم فرہاد علی تیمور سے کہتے ہیں، اگر وہ اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دے تو یہ مسافر پریشانیوں سے بچ جائیں گے۔"

مالا نے اس سے پہلے بھی میگا فون کے ذریعے میرا نام سنا تھا۔ دوسری بار پھر وہی نام سن کر مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں اُس سے انجان بن کر اُس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی: "کیا میرے ساتھ فرہاد علی تیمور ہے۔ نہیں، یقین نہیں آتا۔ وہ تو کوئی عجوبہ ہے، قصے کہانیوں کا کردار ہے۔"

وہ کبھی ہاں کے انداز میں سوچ رہی تھی اور کبھی نہ کے انداز میں۔ ہاں کے انداز میں سوچتے ہوئے دماغ میں یہ بات آ رہی تھی کہ اس کا یقیناً ایک وجود ہے۔ تبھی تو میگا فون کے ذریعے پولیس والے اسے للکار رہے ہیں۔

میں نے ہار پر کے پاس پہنچ کر کہا: "میں سب سے پہلے آ رہا ہوں۔ میرا نام وجے شرما ہے اور میری بیوی کا نام مالا ہے۔"

میں زینے سے اُترتے ہوئے گراؤنڈ فلور پر پہنچا پھر کاؤنٹر کے پاس آ گیا۔ وہاں وہ اعلیٰ افسر دوسرے دو ماتحت افسر چند سپاہیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ ان تمام سپاہیوں کے اسٹین گنیں تھیں۔ ان اسٹین گنوں اور باہر رکھی ہوئی سب مشین سے زیادہ خطرناک ہار پر تھا جو اعلیٰ افسر کے دماغ میں تھا۔ بچ کر جانے کا موقع کبھی نہ دیتا لیکن اب بے چارہ مجبور ہو گیا تھا۔

وہاں بیٹھے ہوئے ماتحت افسران مجھ سے اور مالا سے الگ سوالات کرنے لگے۔ میں کبھی مالا کے دماغ میں پہلے کے جواب سنتا تھا اور اُسی کے مطابق خود جواب دیتا تھا۔ پاس شادی وغیرہ کے سلسلے میں ایسے کاغذات تھے جن پر بیش نظر شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر ہار پر بیٹھے اعلیٰ افسر سے کہا: "میں ان کے دماغوں کو پڑھ چکا ہوں، یہ شخص وجے شرما اور مالا اُس کی دھرم پتنی ہے۔"

یہ تصدیق ہونے کے بعد اعلیٰ افسر نے باہر جانے کی اجازت دی۔ ہم وہاں سے جانے لگے۔ ہمارے پیچھے رانی سردار اور کالی چرن شناخت کے لیے پہنچے۔ اب کالی چرن کو میرا رول ادا کرنے کی ضرورت نہیں تھی، وہ ایک دوسرے کو میاں بیوی ثابت کر رہے تھے۔ ہار پر والوں کے صحیح جواب دیتے جا رہے تھے۔ ہار پر نے پھر رانی کردی کہ ان میں نہ تو فرہاد ہے اور نہ ہی فرہاد کا کوئی ساتھی۔

انھیں بھی باہر جانے کی اجازت مل گئی۔ اُن کے پیچھے دوسرے آدمی آ رہے تھے، اپنی شناخت کرا رہے تھے اور ان کی تصدیق کرتا جا رہا تھا اور انھیں باہر جانے کی اجازت دیتا جا رہا تھا۔

صرف پینتالیس منٹ کے اندر ہم سب باری باری ہوٹل سے نکل آئے۔ وہ میری ہدایت کے مطابق دہلی پہنچنے کے لیے اپنے ذرائع اختیار کر رہے تھے۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکتا تھا، وہ دور چلے جانا چاہتے تھے۔ میں مالا کی کار میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دور آگے بڑھاتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا: "کیا کہیں جانا ضروری ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "اب کس لیے جاؤں؟ ہم دہلی چلتے ہیں۔ میں تمھیں والدین کے پاس پہنچا دوں گی۔"

میں تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ تھوڑی دیر ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی رہی۔ پھر مجھے دیکھتے ہوئے آہستہ بولی: "ایک بات پوچھوں؟"

اُس کے پوچھنے سے پہلے ہی میں نے کہا: "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

"میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے اور سنا ہے۔ مجھے حیرانی ہو رہی ہے کہ بات زبان تک آنے سے پہلے

تک پہنچ گئی۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں، اب آپ سے کیا کہنے والی ہوں؟"

"تم سوچ رہی ہو اب میں کچھ نہیں پوچھوں گی، مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں فرہاد علی تیمور کے ساتھ ہوں۔"

"اوہ گاڈ! آپ تو میری سوچ کا ایک ایک لفظ ادا کر رہے ہیں۔ واقعی یہ کمال کا ہنر ہے۔ مجھے پہلے ہی شبہ تھا آپ میرے ساتھ ہیں اور میں حیران تھی کہ اتنے سخت پہرے سے کس طرح نکل پائیں گے۔ میں دیکھ رہی ہوں، وہ پہرے دار اپنی قانونی کارروائیاں پوری کرنے کے لیے وہیں بیٹھے ہوں گے۔ ایک ایک شخص کو ٹٹول رہے ہوں گے اور آپ آرام سے اپنی منزل کی طرف جا رہے ہیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "تم میرے متعلق زیادہ اور اپنے متعلق کم سوچ رہی ہو۔ تمھیں یہ سوچنا اور سمجھنا ہے کہ شادی کی ناکامی کے بعد اپنے والدین کو اور گھر والوں کو کیا جواب دو گی؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "میرے فادر اندھے ہیں۔ پچھلے سال آنکھوں کی بینائی چلی گئی۔ ایک پرانا وفادار منیجر ہمارا کاروبار ایمانداری سے چلا رہا ہے۔ دس برس پہلے میری ماں کا انتقال ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ میرے فادر نے دوسرے رشتے داروں سے ملنا چھوڑ دیا کیونکہ سب مطلبی اور خود غرض ہیں۔ وجے شرما سے میری کورٹ میرج ہوئی تھی۔ میرا اپنا کوئی رشتے دار شریک نہیں ہوا تھا۔"

میں نے پوچھا: "کیا وہ منیجر بھی نہیں تھا؟"

"وہ کاروبار کے سلسلے میں کلکتہ گیا ہے۔ جب میں وجے شرما کی دلہن بن کر گھر آئی تو میرے اندھے باپ نے ہمارا استقبال کیا تھا: 'تمھارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وجے شرما کو نہ تو تمھارے فادر پہچانتے ہیں اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص دار اُسے جانتا ہے۔'"

"یہی بات ہے۔ میں بہت دیر سے سوچ رہی ہوں، اپنے فادر کو کس طرح جا کر کہوں کہ میں دھوکا کھا گئی۔ اُن کا دل ٹوٹ جائے گا۔ وہ بلڈ پریشر کے مریض ہیں۔ میں انھیں صدمہ پہنچانا نہیں چاہتی۔ آہ! وہ جھوٹا، فریبی وجے شرما میرے ساتھ ہوتا تو اچھا ہوتا۔ میری زندگی برباد ہوتی، کوئی بات نہیں مگر اندھے باپ کے دل کو تسکین تو ہوتی۔ وہ خوش رہتے کہ میں ایک سہاگن کی زندگی گزار رہی ہوں۔"

"میں ایک مشورہ دوں؟"

"میں بڑی خوشی سے آپ کے مشورے پر عمل کروں گی۔"

"وجے شرما سے دھوکا کھانے کے بعد سبق حاصل کرو، اپنے اندھے باپ کو دھوکا نہ دو۔ جو بات ہے صاف اور سچ کہہ دو۔"

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی۔ گاڑی تیز رفتاری سے کھلی سڑک پر دوڑتی رہی۔ پھر اُس نے آہستگی سے کہا: "میں ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔ زبان سے نہیں کہوں گی، آپ میرے دماغ کو پڑھ لیں۔"

میں نے چند لمحوں کے بعد کہا: "تم مجھے ڈمی وجے شرما بنا کر باپ کے پاس لے جانا چاہتی ہو تاکہ وہ خوش رہیں اور تمھاری بھی عزت رہ جائے۔"

وہ جواباً خاموش تھی، سر جھکائے ہوئے اپنی ساری کے آنچل سے کھیل رہی تھی۔ میں نے کہا: "میں ایک سیلانی ہوں۔ آج یہاں، کل وہاں۔ میں زیادہ دنوں تک ڈمی بن کر نہیں رہ سکوں گا۔ میرے جانے کے بعد کیا ہو گا؟"

اُس نے سوال کیا: "آپ کو دہلی میں چھپ کر رہنے کی کوئی جگہ درکار ہو گی۔ کیا آپ میرے ہاں محفوظ نہیں رہیں گے؟"

"میں اپنی حفاظت کے ہزار راستے تلاش کر سکتا ہوں۔ تم میری بات کا جواب دو۔ میں ڈمی بن کر تمھارے ساتھ جاؤں گا۔ تم میری بیوی کی حیثیت سے رہو گی۔ میں ایک انسان ہوں۔ میں نے تمھیں اپنی شرافت کا یقین دلایا تھا، صرف اس حد تک کہ اس ہوٹل سے نکل آؤں اور اس کے بعد ہمارا راستہ الگ ہو جائے۔ میں تمھیں نیک مشورہ دیتا ہوں، کسی کو ڈمی شوہر بنا کر اپنے اندھے باپ کے پاس نہ لے جانا۔ وہ ڈمی سچ مچ تم پر اپنا حق جتائے گا اور اپنا حق وصول کرے گا۔"

ایسے مشوروں پر عورت کی خاموشی پُراسرار بن جاتی ہے، وہ اپنے دل کی بات زبان تک نہیں لاتی۔ اپنی اداؤں سے سمجھانے کی کوشش کرتی ہے۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ اس کی اداؤں کو سمجھنے کی کوشش کرتا۔ میں نے دماغ کو پڑھنا شروع کیا۔ وہ سوچ رہی تھی: 'کیا میں اتنی گئی گزری ہوں کہ میں الاقوامی شہرت رکھنے والا فرہاد میری طرف مائل نہیں ہو سکتا؟ جب میں کالج میں تھی تو کوئی لڑکی میری طرح حسین اور اسمارٹ نہیں تھی۔ جن دنوں ہم بمبئی میں رہتے تھے، وہاں مقابلۂ حسن ہو رہا تھا۔ اُس مقابلے میں حصہ لینے کا مشورہ بار بار دیا گیا مگر میں نے شرکت نہیں کی، اگر اس مقابلے میں شریک ہوتی تو مس بمبئی کہلاتی۔

وہ سوچ رہی تھی اور اُسے اپنی سبکی کا احساس ہو رہا تھا۔ ایک طرح سے توہین محسوس ہو رہی تھی۔ میرے سامنے اپنے آپ

کو منوانے کا صرف ایک ہی راستہ تھا کہ وہ کسی طرح مجھے اپنے پاس سے جانے نہ دے، اپنے گھر لے جائے۔

اُس نے کہا: "میں اپنی بھلائی کیا دیکھوں جب کہ ایک غلطی کر بیٹھی ہوں۔ میں آپ کی بھلائی سوچ رہی ہوں۔ بے شک آپ پناہ لینے کے لیے ہزار راستے اختیار کر سکتے ہیں لیکن کسی بھی نئی پناہ گاہ میں اطمینان نہیں ہو سکتا۔ نئی جگہ بے شمار اندیشے جنم لیتے ہیں۔ آپ میرے ہاں رہیں گے تو کوئی آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گا اور آپ نے تو ہوٹل میں ثابت کر ہی دیا ہے کہ آپ وجیہ شرما ہیں۔"

"تم ایک بات نہیں جانتیں، میرے دشمن بھی خیال خوانی کرتے ہیں، وہ اُس ہوٹل میں موجود تھے۔ میں اُن کی ایک کمزوری سے واقف ہوں، اس وجہ سے وہ مجھے پولیس والوں کے سامنے بے نقاب کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ لیکن سانپ کا زہر نکال دینے سے کیا ہوتا ہے، وہ اپنی عادت کے مطابق پھن ضرور مارتا ہے۔ میرے دشمنوں کے پھن مارنے سے میرا زیادہ نقصان نہیں ہوگا، صرف سکون برباد ہو جائے گا۔ میں تمہارے ہاں آرام سے نہیں رہ سکوں گا۔ وہ لوگ میرا پیچھا ضرور کریں گے۔ کبھی پولیس والوں کو اور کبھی دوسرے دشمنوں کو میری نشاندہی کرتے رہیں گے تاکہ ایک ہی جگہ آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر تھکن دُور اتار سکوں۔ وہ میرا پیچھا کرتے رہیں اور میں آگے بھاگتا رہوں۔ ابھی میرے مقدر میں یہی لکھا ہے۔" اسی وقت مجھے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ میں نے پہلے تو سانس روکی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس چھوڑتے ہوئے پوچھا: "کون ہے؟"

بار بہنے نے کہا: "میں آپ کے دماغ میں آنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ آپ کو خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ راز فاش ہو چکا ہے کہ فرہاد وجے شرما کے نام سے ہوٹل میں تھا اور مالا نامی عورت کے ساتھ جا چکا ہے۔"

میں نے پوچھا: "یہ راز کیسے کھلا؟"

"میرے پاس بھائی شار پر آئے تھے۔ میں اُن سے یہ نہ کہہ سکا کہ آپ میرے دماغ میں پہنچنے لگے ہیں۔ اگر کہتا تو بھائی کی نظروں میں کمتر ہو جاتا۔ میں اپنی بہن روزانہ اور بھائی آرمر سے برتر سمجھا جاتا ہوں۔ میں اُن کے سامنے اپنی یہ کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔"

"یہ میرے حق میں بہتر ہے۔ میں کبھی یہ نہیں بتاؤں گا کہ تمہارے دماغ تک پہنچ چکا ہوں۔ بولو، کیا ہوا؟"

"بھائی شار پر نے پوچھا کہ میں فرہاد کو بے نقاب کیوں نہیں کر سکا، تب میں نے بات بنائی کہ ایک ڈاکٹر کے مشورے سے دوا کھا رہا ہوں، اس دوا کا ری ایکشن ہوا جس کی وجہ سے میں صحیح طور پر خیال خوانی نہ کر سکا۔ جب وجے شرما کے دماغ میں پہنچا تو شاید فرہاد نے مجھے محسوس کر لیا تھا، اسی لیے اُس نے میری کمزور خیال خوانی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے خیالات کو وجے شرما کی حیثیت سے مستحکم رکھا۔ اس طرح میں نے بھی تصدیق کر دی۔ بہرحال فرہاد صاحب! میں نے بھائی شار پر سے بات بنائی ہے، ویسے کب تک ایسا کرتا رہوں گا۔ اب شاید میں راتوں کو خواب آور گولیوں کے بغیر سو نہ سکوں۔ ہمیشہ آپ کی طرف سے خطرہ محسوس ہوتا رہے گا۔"

"شار پر میرا بھائی ہے اور میں تمہارا دشمن ہوں۔ بھائی سے محبت کرتے آئے ہو۔ اب اپنی سلامتی کے لیے دشمن سے بھی محبت کرتے رہو۔ بے شک خواب آور گولیاں کھا کر ہی نیند آئے گی مگر سوچو، صرف نیند آئے گی، موت تو نہیں آئے گی۔"

"میں کان پکڑ کر کہتا ہوں، آئندہ آپ کو کبھی دشمن نہیں سمجھوں گا۔"

"مجھے گھیرنے کے لیے کیا کیا جا رہا ہے؟"

"میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ بھائی شار پر نے آپ کے معاملات پھر اپنے ہاتھوں میں لے لیے ہیں۔ مجھ سے کہا ہے، جب تک دوائیں کھا رہا ہوں آرام کرتا رہوں۔"

"یعنی ہوٹل میں جس پولیس پارٹی نے مجھے گھیرنے کی کوشش کی تھی، وہ میرے تعاقب میں نہیں رہے گی۔ دوسری پولیس پارٹیاں آئیں گی۔"

"صرف پولیس نہیں، فوج بھی آئے گی۔ آپ ہوشیار رہیں۔ اپنے بچاؤ کی فکر کریں۔"

"وہ تو ضرور کروں گا مگر جب بھی تمہاری ضرورت پڑے لور میں تمہیں آواز دوں تو فوراً چلے آنا۔"

"آپ آدھی رات کو بھی آواز دیں گے تو نیند سے اُٹھ کر بیٹھ جاؤں گا۔"

میں کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک چھوٹے سے شہر سے گزر رہا تھا۔ میں نے وہیں گاڑی روک دی۔ مالا نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

"مجھے افسوس ہے، اب ہمارے بچھڑنے کا وقت آ گیا ہے۔"

وہ چونک کر بولی: "مجھ سے اچانک ہی دو قدم بھاگ رہے ہیں! کیا میں اتنی بدصورت ہوں یا چھوٹے درجے کی عورت ہوں کہ آپ مجھ سے بیزار ہو گئے ہیں؟"

"یہ بات نہیں ہے، ہمارا راز فاش ہو گیا ہے۔ وہ پولیس والے سمجھ گئے ہیں کہ وجے شرما کے بھیس میں فرہاد ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ وہ مجھے گھیرنے کے لیے صرف پولیس ہی نہیں بلکہ فوج بھی بھیج رہے ہیں۔ میں ایسے میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ یہ وجے شرما کی حیثیت ختم ہو چکی ہے۔"

اُس نے اچانک ہی میرے بازو کو سختی سے تھام لیا۔ پھر کہا: "میں اپنی مالا کی حیثیت ختم کر دوں گی، اپنا نام بدل لوں گی، سنا ہے آپ میک اَپ کے ماہر ہیں، میرا چہرہ بدل دیجیے لیکن مجھ سے دُور مت جائیے۔"

میں سمجھ گیا، یہ مجھے نہیں چھوڑے گی۔ بحث کروں گا تو کافی وقت ضائع ہوگا۔ میں نے کہا: "یہ تمہارا آئیڈیا پسند آیا۔ میں میک اَپ کے ذریعے تمہارا چہرہ بدل سکتا ہوں۔ تم یہاں بیٹھو۔ میں کسی دکان سے میک اَپ کا سامان خرید کر لاتا ہوں۔"

اُس نے اپنا بیگ کھولتے ہوئے کہا: "جو ضرورت کی چیزیں ہوں، خرید لیں۔ یہ لیجیے، پانچ ہزار۔"

"آج تک فرہاد علی تیمور کو ہاتھ پھیلا کر لینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ میں کسی بھی ملک کے سکوں سے کوئی چیز نہیں خریدتا۔ ٹیلی پیتھی دنیا کے ہر بازار میں سکہ رائج الوقت ہے۔"

میں جلد آنے کا وعدہ کر کے تیزی سے چلتا ہوا قریبی بازار میں گیا، جہاں دُور تک دکانیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ان دکانوں کے پیچھے بھی دکانیں تھیں۔ میں اُن کے پیچھے جا کر مالا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ صبح سے کھانا نصیب نہیں ہوا تھا۔ ایک ہوٹل میں پہنچ کر کھانے کا آرڈر دیا، پھر آرام سے بیٹھ کر مالا کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اسٹیئرنگ سیٹ پر آئی، کار کو اسٹارٹ کیا پھر اُسے ڈرائیو کرتی ہوئی دہلی کی طرف جانے لگی۔

دس منٹ کے بعد میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میرے سامنے میز پر کھانا رکھا جا رہا تھا۔ جب بیرا واپس چلا گیا تو میں نے مالا کی خبر لی، وہ سڑک کے کنارے کار روک کر چاروں طرف حیرانی سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی: میں یہاں کیسے آ گئی؟

میں نے کہا: "مالا، میں نے تمہیں کار ڈرائیو کرتے ہوئے دہلی جانے پر مجبور کیا ہے۔ میرا تمہارا ساتھ ممکن نہیں ہے لہٰذا اسی طرح ڈرائیو کرتی چلی جاؤ اور بھول جاؤ کہ کبھی فرہاد علی تیمور تمہاری زندگی میں چند گھنٹوں کے لیے آیا تھا۔"

اُس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "نہیں، نہیں! میں تمہارے بغیر گھر نہیں جاؤں گی، میں واپس آ رہی ہوں۔"

اُس نے پھر کار اسٹارٹ کی لیکن میں نے اُسے دہلی کی طرف چلنے پر ہی مجبور کیا۔ اُس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ نہیں جمایا۔ اسے بھی سوچنے کا موقع دیا۔ وہ اپنی مرضی کے بغیر بے اختیار کار ڈرائیو کرتی ہوئی دہلی کی طرف جا رہی تھی، ہزار کوشش کے باوجود ڈرائیونگ روک نہیں سکتی تھی، گاڑی کو پیچھے موڑ نہیں سکتی تھی۔ میں نے کہا: "ضد نہ کرو، میں جو فیصلہ کر لیتا ہوں، اُس پر عمل کرتا ہوں۔"

وہ جھلا کر بولی: "تم نے عورت کو کیا سمجھا ہے، کیا اُس کا فیصلہ کمزور ہوتا ہے، میں تمہیں اپنے پاس بُلا کر رہوں گی۔"

"شریف لڑکیاں ایسی ضد نہیں کرتیں۔"

"میں شریف ہوں۔ آپ کے سامنے بولتے وقت شرم بھی آ رہی تھی۔ لیکن اپنے دل کی بات بتا نہیں سکتی تھی۔ میں اپنے دل سے مجبور ہوں،

فرہاد پلیز! ایک دن کے لیے آ جاؤ، ایک رات کے لیے آ جاؤ، ایک گھنٹے کے لیے آ جاؤ مگر وہ ایک گھنٹا میری زندگی میں بُرا نقش کر دو کہ میں ساری عمر تمہارے نام سے بچا جاؤں۔"

"میں تمہارے پاس آنے کا وعدہ کروں تو اپنے گھر جاؤ گی؟"

"ضرور جاؤں گی۔"

"پھر جاؤ، دہلی پہنچو گی تو جلد ہی ملاقات کروں گا۔"

اُس نے سیدھے گھر جانے کا وعدہ کیا تو میں نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ چپ چاپ کھانا کھا رہا اور اُس کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا بھی رہا۔ وہ خوش تھی، اُسے یقین تھا کہ میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ میں نے آس پاس کے ماحول پر توجہ دی۔ وہ ایک درمیانے درجے کا ہوٹل تھا۔ میرے قریب ہی کاؤنٹر پر ہوٹل کا مالک بیٹھا ہوا گاہکوں سے پیسے وصول کر رہا تھا۔ اُسے کچھ اونچا بولنے کی عادت تھی اس لیے میں اُس کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر معلوم کرنے لگا۔ اُس کے سامنے دراز کے خانے میں کتنے چھوٹے بڑے نوٹ رکھے ہوئے ہیں۔ پھر کھانا ختم کر کے کاؤنٹر کی طرف جانے لگا۔ میرے نے آواز لگائی: "وصولی والے صاحب سے پندرہ روپے!"

کاؤنٹر کے پاس مجھ سے پہلے ہی تین چار گاہک کھڑے ہوئے اپنے پیسے دے رہے تھے۔ میں بھی اُن میں شامل ہو گیا۔ اُن گاہکوں میں کوئی کہہ رہا تھا: "بھئی جلدی پیسے لو۔ ہمیں جانا ہے۔"

کوئی کہہ رہا تھا: "آج سالن میں نمک زیادہ ہو گیا ہے۔"

میں نے کہا: "بھئی نمک زیادہ ہو یا کم میرے پیسے تو واپس کر دو۔"

ہوٹل کے مالک نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر پوچھا: "کیا تم نے پیسے دے دیے ہیں؟"

میں نے کہا: "بھائی صاحب! میں نے پانچ سو روپے کا ایک نوٹ دیا ہے۔"

یہ کہتے ہی میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ انکار کرنا چاہتا تھا، پھر سوچ میں پڑ گیا۔ دراز کھول کر جھانکنے لگا۔ میں نے کہا: "دیکھو! میں تم سے دُور کھڑا ہوں لیکن اپنے نوٹ کی پہچان بتا سکتا ہوں۔ پانچ سو کا نوٹ ہے۔ اُس کا ایک کونا پھٹا ہوا ہے اور جہاں نوٹ کے نمبر لکھے ہوئے ہیں، وہاں تیل کا داغ ہے۔"

وہ بدستور اُلجھا ہوا تھا۔ وہ نوٹ اوپر ہی رکھا ہوا تھا۔ اُس نے دیکھ کر تائید میں سر ہلایا مگر کچھ اُلجھا ہوا بھی تھا۔ میں اُس کے دماغ میں رہ کر قائل کر رہا تھا: "بھئی گاہک نے یہی نوٹ دیا ہے، ورنہ اُسے کیسے معلوم ہوتا کہ میرے پاس جو نوٹ ہے، اُس کا حلیہ کیا ہے۔ اُس نے چائے پوچھا سو پورے مجھے تھما دیے گاہکوں کی بھیڑ تھی۔ اُسے جانچ کرنے کی فرصت بھی نہیں تھی، اگر فرصت ہوتی تو میں اُسے بحث کرنے کا موقع ہی نہ دیتا۔ میں اُس سے اتنی رقم کبھی نہ لیتا۔ ایک تو بے چارے کا کھانا کھایا،

پھر اتنی رقم بھی لی۔ دراصل میرے نے جب آواز لگائی کہ دھوتی والے صاحب سے پندرہ روپے، تب مجھے یاد آیا کہ میں دھوتی اور قمیص میں ہوں۔ لہٰذا مجھے لباس بھی بدلنا چاہیے۔ اس کے لیے مزید روپوں کی ضرورت تھی۔ لہٰذا تھوڑے سے روپے ہوٹل کے مالک سے وصول کرلیے۔

مَیں نے ایک دکان سے اپنے لیے چار بہترین جوڑے خریدے۔ جن میں پتلون، شرٹ، ویسٹ کوٹ، پاجامہ، قمیص وغیرہ شامل تھے۔ چار جوڑے کا سات سو روپے بل بنا۔ مَیں خریداری کے دوران دکان کے مالک کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ کاؤنٹر پر پہنچنے سے پہلے اُس کی بے خیالی میں اُس کے ہی کیش بکس سے ایک ہزار روپے نکال کر اُس کے ہاتھ میں پکڑا دیے۔ جب مَیں وہاں پہنچا تو بل دیتے ہوئے سو روپے کا ایک نوٹ دیا۔ اُس کی توجہ چند ساعت کے لیے دوسری طرف ہٹائی اور اُس کے ہاتھ سے سو کا نوٹ کھینچ لیا۔ پھر اُسے بل کی طرف متوجہ کیا۔ اُس نے کہا سات سو روپے۔ پھر اُس نے اپنے ہاتھ میں ہزار کا نوٹ دیکھا اور سوچنے لگا۔ مَیں نے کہا "ذرا جلدی کریں۔ مجھے جانا ہے۔"

اُس نے جھینپتے ہوئے پوچھا "کیا یہ ہزار کا نوٹ آپ نے دیا ہے؟"

مَیں نے ہنستے ہوئے پوچھا "کیا آپ کو شُبہ ہے؟ جب مَیں اتنا بڑا نوٹ اپنے پاس رکھتا ہوں تو احتیاطاً اُس کے نمبر یاد کرلیتا ہوں۔ نوٹ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ مَیں یہاں سے دیکھ نہیں سکتا مگر نمبر بتا سکتا ہوں۔"

مَیں نے نوٹ کے نمبر بتائے۔ وہ پڑھ کر بولا۔ "آپ ٹھیک کہتے ہیں صاحب! میرا دماغ ذرا کمزور ہوگیا ہے۔ حالانکہ بادام کا حلوہ کھاتا ہوں۔ ویسے بھی یہ دن رات کا لین دین ہے، کوئی کہاں تک خیال رکھے۔"

اُس نے تین سو روپے واپس کیے۔ مَیں سامان لے کر وہاں سے نکلا۔ جوتوں کی دکان میں جا کر اپنے لیے بہترین جُوتے خریدے۔ ایک جوڑی چپل پہن لی اور جُوتے رکھ لیے تاکہ نئے لباس کے ساتھ پہن سکوں۔ مَیں پچھلے دو دن سے شیو نہیں کر رہا تھا۔ ایک سیلون میں جا کر کہا۔ "میری مونچھیں اور داڑھی ایسے ہی رہیں گی، بس ذرا خوب صورتی سے تراش دی جائیں۔"

وہاں پر مَیں نے حمام میں غسل کیا۔ لباس تبدیل کیا۔ پھر بس اسٹینڈ کی طرف جانے لگا۔ راستے میں ایک بھکاری نے ہاتھ پھیلا کر کہا۔ "بابا! کچھ کھانا نہیں ہے، ایک وقت کی روٹی بھلا دو۔"

مَیں نے سو روپے کا ایک نوٹ دیا تو وہ خوشی سے کھل اُٹھا۔ پھر مَیں نے بیگ میں سے وہ دھوتی، قمیص اور چپلیں نکالیں جو مَیں ہوٹل سے پہن کر آیا تھا۔ یہ چیزیں بھی اُسے خیرات کر دیں۔

اس کے بعد دہلی جانے والی بس میں آکر بیٹھ گیا۔

دوپہر کے تین بج رہے تھے۔ بس وہاں سے روانہ ہوئی۔ کچھ دُور جانے کے بعد مَیں نے سیٹی کا بٹر کی آواز سُنی۔ کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ وہ اُسی شاہراہ کے اوپر پرواز کر رہا تھا۔ دہلی کی طرف سے آرہا تھا۔ اُس کا رُخ پانی پت کی طرف تھا۔ مَیں نے فوراً ہی مالا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اُس کی کار ایک پولیس چوکی کے پاس رُکی ہوئی تھی۔ وہ چوکی کے ایک دفتر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ پتا چلا کہ کچھ فوجیوں نے اُس کی گاڑی روکی ہے کیونکہ ہوٹل کے رجسٹر میں جہاں مالا کے گھر کا پتا لکھا ہوا تھا۔ وہاں کار نمبر بھی نوٹ کیا گیا تھا۔ اس نمبر سے وہ پہچان لی گئی۔ پھر اُس کے کاغذات دیکھنے کے بعد پتا چلا کہ یہ وہی مالا ہے جو وجے شرما سے شادی کرنے کے بعد شملہ جانے والی تھی۔ اُس سے پوچھا گیا "وجے شرما کہاں ہے؟"

اُس نے بڑی اداسی سے آہ بھرتے ہوئے کہا "وجے شرما ایک دھوکا تھا بلکہ ڈبل فراڈ تھا۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "ڈبل فراڈ کا مطلب کیا ہے؟"

"پہلے تو وہ وجے شرما میری سمجھ میں نہیں آیا، جس نے مجھ سے شادی کی تھی۔ بعد میں ہوٹل کے کمرے میں دوسرا وجے شرما آیا۔ اُس نے پہلے والے پر الزام لگایا کہ وہ قاتل ہے اور میرے باپ کی دولت ہتھیانے کے لیے مجھ سے شادی کر کے شملہ لے جا رہا ہے۔ پہلے وجے شرما نے اس بات کا اعتراف کرلیا اور دوسرے وجے شرما سے نہ جانے کیوں خوف زدہ ہوگیا۔ اُس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا، تم جو کہو گے مَیں اُس پر عمل کروں گا۔ تب دوسرے نے اُس سے کہا کہ وہ میرا شوہر بن کر ہوٹل سے باہر جائے گا اور جب تک وہ نہ آجائے پہلا وجے شرما ہوٹل میں چھپا رہے۔"

فوجی افسر نے پوچھا "جب ہوٹل کے کاؤنٹر پر پولیس افسران چیک کر رہے تھے، اُس وقت تم نے فراڈ وجے شرما کے متعلق بیان کیوں نہیں دیا؟"

"مَیں نہیں جانتی، مجھے کیا ہوگیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے میرا دماغ میرے قابو میں نہیں ہے اور میں بے اختیار وہ کر رہی ہوں جو مجھے نہیں کرنا چاہیے۔ وہ کہہ رہی ہوں جو نہیں کہنا چاہیے۔ اس طرح میں دوسرے وجے شرما کے ساتھ اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا میرے ساتھ تقریباً بیس میل تک آیا۔ پھر گاڑی روک کر بولا "تم یہاں سے جاؤ اور یہ بھول جاؤ کہ دوسرا وجے شرما بھی تمہاری زندگی میں آیا تھا۔"

مالا نے بیان دیتے ہوئے کہا "مَیں دوسرے وجے شرما کی موجودگی میں گم سُم رہی تھی۔ مجھے اپنا ہوش نہیں تھا۔ جب وہ چلا گیا تب ایسا لگا جیسے میرا دماغ ہلکا ہوگیا ہے۔ میرے اوپر سے ایک بوجھ اُتر گیا ہے اور مَیں اپنے آپ کو اچھی طرح پہچاننے لگی ہوں۔ تب مَیں نے جلدی سے کار اسٹارٹ کی اور تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے دہلی کی طرف جانے لگی۔"

فوجی افسر نے پوچھا "تم نے کسی پولیس اسٹیشن میں رپورٹ کیوں نہیں کی؟"

"راستے میں کتنے ہی پولیس اسٹیشن آئے، مَیں نے ارادہ کیا لیکن محسوس ہوا کہ مَیں ارادہ کرتی ہوں مگر عمل نہیں کرسکتی۔ میرا دماغ پھر کسی کے قابو میں چلا جاتا ہے اور مَیں بے اختیار سیدھی ڈرائیو کرتے ہوئے دہلی کی طرف چلی جا رہی ہوں۔"

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ تم سے رخصت ہو کر وہ کدھر گیا تھا؟"

"وہ شملہ جانے والی بس میں بیٹھ گیا تھا۔"

اس کے بعد ہی فوجی افسر نے اپنے دوسرے ماتحت افسر کو حکم دیا تھا "فوراً ہیلی کاپٹر لے کر جاؤ اور انبالہ تک اُس بڑی شاہراہ پر نظر رکھو، جتنی لیس شملہ کی طرف جا رہی ہیں، اُنھیں روک کر چیک کرو۔ مَیں مزید چار عدد ہیلی کاپٹر اس سلسلے میں روانہ کر رہا ہوں۔"

مالا کے خیالات پڑھنے کے بعد مَیں نے اُسے مخاطب کیا اور کہا "تم نے میرے حق میں بہت اچھا بیان دیا ہے۔ اُنھیں مِس گائیڈ کیا ہے۔ مَیں تم سے بہت خوش ہوں۔"

"مَیں بھگوان سے یہی برابر التجا کرتی آرہی ہوں کہ آپ کے زیادہ سے زیادہ کام آؤں اور آپ کا دل جیت لوں۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ یہ ابھی ابتدا ہے۔ میرے ساتھ رہنے والے ہر لمحہ نئی نئی مشکلات میں مبتلا ہوتے جاتے ہیں۔"

وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولی۔ "فی الوقت مَیں یہی کہوں گی کہ مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں۔ اِن فوجی افسران نے مجھے اس لیے بٹھا رکھا ہے کہ شاید تم مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرو گے۔"

"تم انھیں یہی تاثر دو کہ مَیں ایک خود غرض انسان ہوں۔ مَیں نے ہوٹل سے نکلنے کے لیے تمھیں اور تمھاری کار کو استعمال کیا۔ اس کے بعد تمھیں بھول چکا ہوں، شاید کبھی تمھارے دماغ میں نہیں آؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "ایسی بات نہ کرو ورنہ میرا دل دھڑکتے دھڑکتے رک جائے گا۔"

"اپنی دھڑکنیں سنبھال کر رکھو۔ مَیں صرف دشمنوں کو یہ بیان دینے کے لیے کھڑا ہوں۔ ویسے ضرورت پڑی تو رابطہ قائم کروں گا اور اپنے وعدے کے مطابق تم سے ضرور ملنے آؤں گا۔"

ہماری بس ایک چھوٹے سے گاؤں کے اسٹاپ پر رُکی ہوئی تھی۔ وہاں سے ایک پولیس انسپکٹر دو سپاہیوں کے ساتھ سوار ہوا۔ اندر آتے ہی ایک سرسری سے تمام مسافروں کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے بہت ہی خونخوار قسم کا آفیسر ہو اور ایک نظر میں مجرم کو تاڑ لیتا ہو۔ ڈرائیور اور کنڈکٹر خوشامدانہ انداز میں اُسے سلام کر رہے تھے۔ کچھ غریب کسان تھے جو اُسے دیکھتے ہی ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے تھے۔ اُسے اپنی اپنی سیٹ پیش کر رہے تھے لیکن وہ کسی کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ چھوٹے لوگوں کو دیکھنے کا عادی نہیں ہے۔ اُس کی نظریں میری طرف تھیں۔

میرے پاس ایک سیٹ خالی تھی۔ وہ بڑی شان سے چلتا ہوا میرے پاس آیا۔ پھر ذرا جھک کر میرے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے طنزیہ انداز میں مسکرانے لگا۔ پھر ہنستے ہوئے بولا۔ "ہا، ہا، ہا، میرا نام منگل پانڈے ہے، کیا مَیں آپ کے پاس تشریف رکھ سکتا ہوں؟"

میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی اُس نے تشریف رکھ لی۔ پھر کہنے لگا۔ "کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا۔ لوگ ڈر کے مارے کہتے ہیں بڑے داروغہ جی اور وہ غلط نہیں کہتے۔ مَیں ایک ہی نظر میں مجرم کو تاڑ لیتا ہوں۔ ویسے ایک بات بتاؤ، تم فرہاد علی تیمور کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔"

مَیں نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "جی ہاں، مَیں نے اُس کے متعلق پڑھا ہے۔"

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ "کہاں پڑھا ہے، کیا پڑھا ہے؟"

"وہ شیریں سے محبت کرتا تھا اور اُس کے لیے ایک کرّال لے کر پہاڑ کاٹنے گیا تھا۔ پہاڑ کاٹ کر دودھ نکالنا چاہتا تھا مگر یہ کوئی یقین کرنے کی بات ہے؟ پہاڑ کے اندر سے کبھی دودھ نکلتا ہے؟ دودھ تو گائے دیتی ہے۔"

اُس نے زور سے گرج کر کہا۔ "یو شٹ اپ!"

اُس کی آواز بڑی گرجدار تھی۔ بس کے تمام مسافر سہم کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ اُس نے غصّے سے کہا۔ "چلو! دھرو دیکھو، سب اُدھر دیکھو۔ ادھر کیا تمھارے باپ کا تماشا ہو رہا ہے اور ڈرائیور تم کیا کر رہے ہو۔ گاڑی کیوں روکی ہے۔ چلو اسٹارٹ کرو۔"

گاڑی فوراً اسٹارٹ ہوگئی۔ مسافر سیدھے بیٹھ کر اپنے سامنے دیکھنے لگے۔ مَیں اُس کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں تھی۔ داروغہ منگل پانڈے نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر میری طرف جُھک کر آہستگی سے کہا۔ "تم گھبرے ہو۔ مَیں شیریں والے فرہاد کو نہیں، ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔"

بس تیز رفتاری سے چلنے لگی تھی۔ مَیں نے کہا۔ "اگر مجھے فرہاد کا ہاتھ مل جائے تو مَیں اُس کے بارے میں سب کچھ بتا سکتا ہوں۔"

اُس نے جھنجلا کر کہا۔ "کس بے وقوف کے پاس بیٹھنے کے لیے سیٹ ملی ہے۔ ارے، فرہاد کا ہاتھ مل ہی جاتا تو مَیں ہتھکڑیاں نہ پہنا دیتا۔ تجھے ہاتھ لا کر دوں گا، سمجھا کس لیے؟"

مَیں نے ذرا اکڑ کر کہا۔ "لوگ مجھے مہاجوتشی دھن راج کہتے ہیں۔ اگر آپ کو کسی فرہاد کی تلاش ہے تو کم از کم اُس کے ہاتھ کا پرنٹ

لاکر دیں۔ میں ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ پہلے وہ کہاں تھا، اب کہاں ہے اور آئندہ کہاں ہوگا۔"

اُس کا طنطنہ یکلخت ختم ہوگیا۔ اُس نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا واقعی تم جوتشی ہو؟ ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر سب کچھ بتا سکتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "آزما کر دیکھ لیجیے۔"

اُس نے اپنی وردی پر دائیں ہتھیلی کو رگڑ رگڑ کر صاف کیا۔ پھر میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اُس کے ہاتھ کو تھام لیا پھر کہا۔ "ایک منٹ تک مجھے آواز نہ دینا۔"

میں اُس کا ہاتھ دیکھنے لگا مگر خیالات بہت دیر سے پڑھتا آرہا تھا۔ اُس کی پوری ہسٹری معلوم کر رہا تھا۔ ایک منٹ کی مہلت لے کر میں نے اور بہت کچھ معلوم کیا۔ اس کے بعد کہنا شروع کیا۔

"تم اوپر سے پتھر ہو، اندر سے موم۔ تمھارا دل بہت بڑا ہے۔"

"ارے کیا خاک بڑا ہے، سینے کے ناپ کے مطابق ہے، تم تو پیشہ ور جوتشیوں کی طرح باتیں بنا رہے ہو، کام کی بات بتاؤ۔"

"تمھاری ایک جائز بیوی اور دو جائز بچے ہیں۔ باقی درجنوں ناجائز بیویاں اور نہ جانے کتنی ناجائز اولادیں ہیں۔"

اُس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔ "تم ہاتھ دیکھتے ہو یا گھاس کاٹتے ہو، تم جوتشی نہیں گھسیارے ہو۔"

"میں سچ بتاتا ہوں تو تمھیں غصہ آتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ مجھ سے کچھ نہ پوچھو مگر اپنے گریبان میں جھانک کر بتاؤ میں نے سچ کہا ہے یا جھوٹ؟"

اُس نے آس پاس دیکھتے ہوئے میرے قریب جھک کر کہا۔ "ذرا دھیرے سے سچ بولا کرو۔"

میں نے دھیرے سے کہا۔ "آج صبح تم بیلا پور گاؤں میں تھے۔ وہاں ایک چور کو پکڑ کر حوالات تک لے جانا تھا مگر وہ چور زمیندار کا خاص آدمی تھا۔ لہٰذا تم خالی ہتھکڑی لے آئے مگر جیب بھر گئی۔"

اُس نے پھر ہاتھ کھینچ کر کہا۔ "اے بکواس کرو گے تو منہ توڑ دوں گا میرا نام منگل پانڈے ہے، کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا، سب مجھے بڑے داروغہ جی کہتے ہیں۔"

"جب میں کسی کا ہاتھ دیکھتا ہوں تو ماجوتشی ہوتا ہوں، اپنے سامنے والے کو تُو یا تم کہہ کر مخاطب کرتا ہوں، اگر تمھیں منظور ہے تو ہاتھ دکھاؤ۔ ورنہ میں جتنی لکیریں دیکھ چکا ہوں۔ وہ۔۔۔"

میں نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔ اُس نے فوراً ہی اپنا ہاتھ پیش کر دیا اور پوچھا۔ "جلدی بتاؤ، میرے ہاتھ کی لکیریں کیا کہتی ہیں۔ دیکھو اُلٹی سیدھی بات نہ کہنا۔"

"تم اچھی طرح سمجھ رہے ہو، میں اب تک سیدھی بات کرتا آرہا ہوں۔

چلو اب میں کوشش کروں گا کہ میری بات بُری نہ لگے۔ لیکن اس سے تمھارا نقصان ہوگا۔ آدمی کو کبھی کبھی آئینے میں اپنا اصلی چہرہ دیکھنا چاہیے جو اپنی بُرائی نہیں سُن سکتا وہ خود اپنا دشمن ہوتا ہے۔"

"نصیحت نہ کرو۔ یہ بتاؤ میری ترقی ہوگی یا نہیں؟"

"ہیڈ آفس میں تمھارے پکے کاغذات مکمل ہوگئے ہیں، کچھ لوگ تم سے حسد کرنے والے اس ترقی کی فائل کو دبا کر رکھنا چاہتے ہیں۔"

"وہ فائل اوپر کب آئے گی؟"

"جب تمھارے اعمال درست ہوں گے۔ دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ تم رشوت لیتے ہو، مجرموں کو اور زیادہ سے زیادہ جرم کرنے کی ڈھیل دیتے ہو۔ یہ رپورٹ تمھارے بڑے افسروں تک پہنچتی ہے اور تمھاری فائل نیچے دب کر رہ جاتی ہے۔ اگر تم رشوت نہ لو اور کوئی بڑا کارنامہ انجام دو تو داروغہ سے ترقی پا کر۔۔۔"

میں نے پھر بات ادھوری چھوڑ دی۔ اُس نے بے تابی سے پوچھا۔ "ہاں ہاں، آگے بولو۔"

"کیا بولوں۔ ابھی تمھارے ہاتھ میں ایک بہت بڑا کیس آنے والا ہے مگر تم رشوت لو گے تو ترقی رُک جائے گی۔"

"نہیں، میں قسم کھا کر کہتا ہوں، کوئی بڑا کیس ہاتھ آیا تو میں رشوت نہیں لوں گا۔ مجرموں کو قانون کے حوالے کروں گا۔ پھر میری ترقی ضرور ہوگی نا؟"

"ضرور ہوگی۔"

"مگر وہ کیس کب ملے گا؟"

"ایک بات کا وعدہ کرو تو میں تمھیں ایک راز کی بات بتاؤں گا۔"

"ایک نہیں، دس وعدے کرا لو مگر کوئی بڑا سا کیس منٹ لینے دو۔"

"کسی سے یہ نہ کہنا کہ میں بہت بڑا جوتشی ہوں ورنہ سب میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"میں کسی سے نہیں کہوں گا۔"

"جب تک ہمارا سفر جاری رہے گا، تم مجھے اپنا پرانا دوست ظاہر کرو گے۔ ہم بچپن میں ایک ساتھ اسکول میں پڑھتے تھے۔"

"میں سب کروں گا۔ تم جو چاہو گے وہی ہوگا، بتاؤ کیس کیا ہے؟"

"جب کنڈیکٹر مجھ سے ٹکٹ لینے آیا تھا اور پیسے کے لیے میرے سامنے ہاتھ پھیلایا تھا تو میں نے اُس کے ہاتھ کی لکیروں کو فوراً ہی پڑھ لیا تھا۔ جانتے ہو، وہاں کیا لکھا تھا؟"

اُس نے تجسس آمیز لہجے میں پوچھا۔ "کیا لکھا تھا؟"

لکھا ہوا تھا، ڈرائیور کی سیٹ کے نیچے چرس سے بھرا ہوا تھیلا چھپا کر رکھا گیا ہے۔ یہ تھیلا دہلی میں ایک سیٹھ ملکی کے پاس پہنچایا جائے گا اور وہ انھیں پچاس ہزار روپے دے گا۔"

داروغہ منگل پانڈے کی سانس اوپر کی اوپر رہ گئی۔ وہ گھور کر ڈرائیور کی سیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "دیکھو، جلد بازی سے کام نہ لینا۔ کسی بڑے پولیس اسٹیشن میں پہنچ کر اپنا کانا نامہ دکھانا۔"

اُس نے جلدی سے ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "بے شک، بے شک۔ تمھاری بات درست نکلی تو میں تمھیں انعام دوں گا۔"

"میں کسی کا ہاتھ دیکھ کر ایک پیسہ نہیں لیتا اور تم مجھے انعام دینا چاہتے ہو؟"

"پھر میں تمھارے کام آؤں گا۔ بولو، کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں، تمھارے ہاتھ میں لکھا ہے کہ تم بہترین دوست ثابت ہو سکتے ہو اور مجھ سے دوستی کرنے میں تمھاری ترقی ہی ترقی ہے کیونکہ میں ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر مجرموں کی نشاندہی کر سکتا ہوں، لیکن خبردار، تم نے کسی اور سے یہ بات کہہ دی تو پھر دوسرے کی تو ترقی ہوگی مگر تمھاری ترقی پیچھے چلی جائے گی۔"

اُس نے سنی، نہیں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں اتنا بدھو نہیں ہوں۔ میں اپنی ترقی دیکھوں گا۔ میں بھلا کسی اور کو کیوں بتاؤں گا کہ تم اتنے بڑے گیانی ہو۔ یہ راز میرے دل میں رہے گا اور میں دل سے تمھیں دوست کہتا ہوں۔"

"دوست کو صرف دھن راج کے نام سے پکارنا، مہاجوتشی کبھی نہ کہنا۔"

اُس نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "دھن راج، آج سے تم میرے لنگوٹیا یار ہو۔ میں دو سروں کے سامنے تمھیں اپنا دوست کہنے پر فخر محسوس کروں گا۔"

میں نے اطمینان کی سانس لی۔ اب ایک داروغہ دوست بن چکا تھا۔ میں پولیس کے سائے میں رہ کر ہی پولیس والوں سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ آدھے گھنٹے کے بعد وہ بس اُسی پولیس چوکی کے پاس رک گئی جہاں مالا کی کارروائی کی گئی تھی۔ وہ کار وہاں کھڑی ہوئی تھی اور مالا ایک دفتر میں بیٹھی ہوئی بور ہو رہی تھی۔ شملہ سے دہلی تک جتنے بھی چھوٹے بڑے پولیس اسٹیشن تھے، وہاں کے افسروں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ شاہراہ سے گزرنے والی ہر گاڑی کو چیک کریں اور مشکوک لوگوں کو روک کر تھانے میں بٹھا لیں اور ٹیلی فون کے ذریعے ہیڈ کوارٹر میں اطلاع دیں تاکہ وہاں سے مشکوک لوگوں کی آواز فون کے ذریعے سنی جا سکے۔ اس سے ظاہر تھا کہ شارپ نے پولیس ہیڈ کوارٹر کو اپنا اڈا بنایا ہوا تھا اور وہاں کے ایک افسر کے ذریعے تمام علاقوں سے آنے والی فون کالوں کو سنتا تھا اور مجھ تک پولیس والوں کو پہنچانا چاہتا تھا۔ شاید فوجی ہیڈ کوارٹر میں بھی اُس نے یہی طریقہ کار اختیار کیا ہوگا۔

پولیس چوکی پہنچ کر ڈرائیور اُترنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی منگل پانڈے نے اپنا رولور اُس کی کھوپڑی سے لگاتے ہوئے کہا۔ "جہاں بیٹھے ہو وہیں رہو۔ میرا نام منگل پانڈے ہے، کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا، سب مجھے بڑے داروغہ جی کہتے ہیں۔"

پھر اُس نے سپاہیوں سے کہا۔ "اسے ہتھکڑی پہناؤ اور دیکھو، کنڈیکٹر بھی بھاگنے نہ پائے۔"

ایک سپاہی نے کنڈیکٹر کی گردن دبوچ لی۔ دوسرے نے اپنے داروغہ سے ہتھکڑی لے کر ڈرائیور کو پہنا دی۔ پھر اُسے وہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ بیٹھنے کے لیے کہا۔ بلکہ پولیس والے شرافت سے کہتے کہاں ہیں۔ اُسے دھکا دیتا ہوا دوسری جگہ لے گیا۔ داروغہ منگل پانڈے نے اُس کی سیٹ کی گدی کو اُٹھا کر دیکھا تو نیچے ایک بڑا سا تھیلا رکھا ہوا تھا جسے کھول کر دیکھنے سے میرے بیان کی تصدیق ہوگئی۔ منگل پانڈے نے وہیں سے پلٹ کر خوش ہوتے ہوئے مجھے دیکھا۔ میں نے اشارے سے سمجھایا کہ اس کامیابی میں وہ میرا نام ہرگز نہ لے۔

اس کے بعد میں نے مالا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں ایک بس میں یہاں تک آگیا ہوں۔ اگر میرا تمھارا ساتھ نہ ہو تو اسجان بن کر رہنا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "کیا آپ میرے قریب پہنچ چکے ہیں؟"

"میں بعد میں باتیں کروں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ ڈرائیور، داروغہ منگل پانڈے سے کچھ لین دین کی باتیں کر رہا تھا۔ اُسے دس ہزار روپے دینا چاہتا تھا لیکن وہ رشوت لینے سے انکار کر رہا تھا۔ اُس کی گردن پکڑ کر دھکیلتا ہوا بس سے باہر لے جا رہا تھا۔ پھر اُس نے پلٹ کر کہا۔ "یار دھن راج! میں تو اب تمھارے بغیر ایک قدم بھی نہیں چلوں گا۔ آجاؤ میرے ساتھ۔"

میں اپنا بیگ سنبھالتا ہوا اُٹھ گیا۔ اُس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ ایک فاتح کی شان سے آگے آگے جا رہا تھا۔ سپاہی، ڈرائیور اور کنڈیکٹر کو ہتھکڑیاں ڈال کر دفتر کے اندر لے جا رہے تھے۔ اندر مالا بیٹھی ہوئی تھی۔ وہاں ایک افسر کو دیکھ کر مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے منگل پانڈے نے کہا۔ "میرا نام منگل پانڈے ہے۔ کوئی میرا نام لینے کی ہمت۔۔۔"

افسر نے کہا۔ "پانڈے جی! ہمیں آپ کا نام معلوم ہے اور آج تو آپ نے کمال ہی کر دیا۔ ڈرائیور کی سیٹ کے نیچے سے اتنی چرس نکلوا لی۔"

منگل پانڈے نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں ایک نظر میں ہی مجرم کو تاڑ لیتا ہوں۔ اس ڈرائیور کو دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا یہ اپنی سیٹ پر بیٹھا پچاس ہزار کے انڈے دیتا جا رہا ہے۔"

میں نے مالا سے کہا تھا، مجھ سے انسان بن کر رہے لیکن وہ بے اختیار میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "یہ بہت بڑی غلطی کر رہی ہو۔ یہاں فوجی افسران بھی ہیں۔ انھیں شبہ ہو سکتا ہے۔"

ایک فوجی کیپٹن نے پانڈے سے کہا: "آپ بہت ہوشیار آفیسر ہیں۔ دراصل ہمارے ہاں ایماندار آفیسروں کی کمی ہے۔ اب یہی دیکھیے کہ اس جوکی میں کتنی گاڑیاں آکر رُکتی ہیں اور چلی جاتی ہیں لیکن کبھی کوئی مجرم پکڑا نہیں جاتا۔ مسٹر، آپ کا نام کیا ہے؟"

"مجھ کو منگل پانڈے کہتے ہیں، کوئی میرا نام لینے کی ہمت۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا کیونکہ فوجی افسر اُس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ افسر نے مسکراتے ہوئے کہا: "ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، میں نے سنا ہے کہ کوئی آپ کا نام لینے کی جرأت نہیں کرتا، سب آپ کو بڑے داروغہ جی کہتے ہیں۔ بھئی، ہم بھی بڑے داروغہ جی کہتے ہیں۔ کیا آپ چوکی میں کھڑی ہوئی دوسری گاڑیوں کو چیک کرنے کی زحمت گوارا کریں گے۔ ہو سکتا ہے کچھ اور مجرم آپ کی وجہ سے پکڑے جائیں۔"

منگل پانڈے نے میری طرف دیکھا۔ پھر کہا: "ہاں ہاں ضرور، میں ابھی جا کر چیک کروں گا۔ چلو دھن راج۔"

اُس نے میرے بازو کو مقام کیا۔ فوجی کیپٹن نے پوچھا: "یہ صاحب کون ہیں؟"

"سر! یہ میرے بچپن کا ساتھی ہے، جس کو ہم اپنی زبان میں لنگوٹیا یار کہتے ہیں۔"

کیپٹن مجھے شبہ کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جب ایک پولیس افسر مجھے بچپن کا ساتھی کہنے لگا تو شبہ کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی ــــ کیپٹن نے ریسیور اُٹھا کر اپنا تعارف کرایا۔ پھر دوسری طرف کی آواز سن کر بولا: "کیا کہا، ایک بھکاری کے پاس سے وہ دھوتی اور قمیص برآمد ہوئی ہے جسے فرہاد پہن کر ہوٹل سے نکلا تھا۔ ٹھیک ہے، وہ کپڑے فوراً یہاں لے آؤ۔"

اُس کے ساتھ آنے والی مالا نامی عورت یہاں موجود ہے، وہ کپڑوں کو پہچان لے گی۔ اس شہر کے آس پاس دُور دُور تک کے علاقوں کو چھان مارو، وہ زیادہ دُور نہیں گیا ہوگا۔"

میں نے مالا کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "وہ کپڑے آئیں تو تم شناخت کر لینا۔"

میں منگل پانڈے کے ساتھ باہر جاتے ہوئے بولا: "تم نے رشوت نہ لے کر اپنی تقدیر بدل لی ہے۔ تم اور زیادہ خوش نصیب بننے والے ہو۔ میں نے پہلے تمھیں نہیں بتایا تھا۔ تمھارے ہاتھ کی لکیریں کہتی ہیں آج تم جتنی رشوتوں کو ٹھکرا دو گے اتنے ہی بڑے بڑے کیس ہاتھ آتے جائیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "اب میں تمھاری ایک ایک بات کو مانا پڑے دھرم سمجھتا ہوں۔ تم کہو گے کہ اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا دو، میری حرمتی ہو سکتی ہے تو میں سوچے سمجھے بغیر چھلانگ لگا دوں گا۔"

میں نے کہا: "تم جن لوگوں پر شبہ کرو، کسی بہانے اُن کا ہاتھ دکھا دو۔ میں تمھیں صحیح طور پر گائیڈ کر دوں گا۔"

اُس نے یہی کیا۔ چند سپاہیوں کے ساتھ ایک ٹرک کو چیک کرتا رہا۔ وہاں اُسے کسی پر شبہ نہیں ہوا تھا۔ دراصل میں نے ہی اُسے شبہ کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ جب وہ ڈرائیور اور کنڈیکٹر وغیرہ سے باتیں کرتا تھا تو میں اُن کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لیتا تھا کہ وہ کوئی چیز چھپا کر لے جا رہے ہیں یا نہیں؟ اُس نے ایک بڑی سی ویگن کا روکی کیا۔ اُس کے مالک سے بات کی تو میں نے اُس کے دل میں شبہ بہا کیا۔ اُس نے ویگن کے مالک سے پوچھا: "یہ تھارے سیدھے ہاتھ میں کیا ہے؟"

اُس نے کہا: "کچھ بھی نہیں۔"

"میں نے ابھی دیکھا ہے، تم مٹھی باندھے ہوئے تھے۔ اپنا ہاتھ دکھاؤ۔"

اُس نے اپنی ہتھیلی سامنے پھیلا دی۔ میں اُس کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ منگل پانڈے نے ہتھیلی کو اچھی طرح کھول کر دیکھتے ہوئے کہا: "مجھے اس میں سے چرس کی بُو آ رہی ہے۔"

وہ شخص گھبرا گیا۔ پھر ہنستے ہوئے بولا: "داروغہ جی! آپ مذاق کرتے ہیں۔ بھلا میرا چرس سے کیا تعلق ہے۔ شاید آپ کو نہیں معلوم، میں دہلی ویسٹ کمشنر کا سالا ہوں۔"

میں نے منگل پانڈے کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "اس کے مُنہ نہیں لگنا چاہیے۔ چلو آؤ، ہم دوسری گاڑی چیک کرتے ہیں۔"

میں نے اُسے دُور لے جاتے ہوئے کہا: "یہ شخص تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے مالیت کی چرس لے جا رہا ہے۔ تم پوری ویگن کو کھول کر پھر سے جوڑ دو گے پھر بھی سمجھ نہیں پاؤ گے کہ وہ چرس کہاں چھپا کر لے جا رہا ہے۔"

"یار! دھن راج، تم زیادہ نہ اُلجھاؤ۔ بتا دو، وہ کہاں چھپا کر لے جا رہا ہے؟"

"ویگن میں دو ایکسٹرا وہیل یعنی فاضل پہیے ہیں۔"

منگل پانڈے نے کہا: "ہر گاڑی میں ایک دو پہیے فاضل ہوتے ہیں تاکہ پنکچر ہو جائے تو دوسرا لگایا جا سکے۔"

"میری بات سنو، پہیے کے ٹائر کے اندر ٹیوب ہوتی ہے۔ ٹیوب میں ہوا بھری ہوتی ہے لیکن ان دونوں پہیوں کے اندر جو ٹیوب ہے اُن کے اندر چرس بھری ہوئی ہے۔"

وہ ایک دم سے اُچھل کر میری طرف پلٹ گیا، پھر بولا:

"ارے، یہ تو بڑا ہی فنتاسٹک آئیڈیا ہے۔ کیا وہ اس طرح چرس لے جا رہا ہے۔ اگر میں نے اسے پکڑ لیا تو میری واہ واہ ہو جائے گی۔ کل کے اخبارات میں صرف میرا ہی نام ہوگا۔"

"اور تم سے کوئی یہ پوچھے کہ تمھیں پہیے میں چھپی ہوئی چرس کے متعلق کیسے معلوم ہوا تو یہ کہہ دینا کہ تمھیں چرس کی بُو محسوس ہو جاتی ہے۔ تم چیکنگ کے دوران ان پہیوں کے پاس گئے تھے۔ تمھیں بو محسوس ہوئی اور تم نے اُسے ڈھونڈ نکالا۔"

اُس نے میرے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "ہاں یار، میں نے اخبار میں پڑھا ہے۔ انگلینڈ ایئر پورٹ پر ایک ایسا کتا ہے جو سونگھ کر چرس کے اسمگلروں کو گرفتار کرا دیتا ہے۔"

"یار منگل پانڈے! اب میں تمھیں کتا تو نہیں کہہ سکتا۔"

اُس نے غصّے سے غرّا کر دیکھا۔ پھر اُسے یاد آیا کہ میں اس کا بڑا محسن ہوں، وہ یک بیک قہقہہ مار کر میرے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "یار، تم مجھے کتا بھی کہہ دو تو بُرا نہیں مناؤں گا۔"

"اب جاؤ اور فوجی کیپٹن سے کہو، اس ویگن کو چاروں طرف سے گھیر لے، پولیس والوں کا یہ کام نہیں ہے کیونکہ اس گاڑی کا مالک اور اس کے دو ساتھی اپنے ساتھ زبردست اسلحہ رکھتے ہیں۔ وہ مقابلے پر اُتر آئیں گے۔"

ہم پھر دفتر کے اندر آئے۔ اُس نے مجھے بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر کیپٹن کو ایک طرف لے جا کر اس سلسلے میں بات کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی کتنے فوجی جوان الرٹ ہو گئے۔ انھوں نے چاروں طرف سے ویگن کار کو گھیر لیا۔ گاڑی کے مالک اور اُس کے ساتھیوں کو ہتھیار نکالنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اب منگل پانڈے دل ہی دل میں گھرا رہا تھا۔ اگر پہیے کے اندر سے چرس برآمد نہ ہوئی تو بڑی اسلٹ ہوگی۔ فوجی افسروں کی ڈانٹ سننا پڑے گی۔ اگرچہ وہ میرے کہنے پر اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگانے کا دعویٰ کرتا تھا، پھر بھی ابتدا میں مکمل یقین اور اعتماد نہیں ہوتا۔

وہ ویگن کار کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اُس کے حکم سے سپاہی دو دو پہیوں کو باہر نکال رہے تھے۔ دو فوٹو گرافر تیار تھے اور تصویریں اُتارتے جا رہے تھے۔ جب پہیے کے ٹائر کو الگ کیا گیا اور ٹیوب کو چاقو سے کاٹا گیا تو سب حیران رہ گئے۔ منگل پانڈے کا دعویٰ سچ ثابت ہو گیا کہ وہ سونگھ کر چرس کا سُراغ لگا لیتا ہے۔ پانڈے کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ فوجی کیپٹن خوش ہو کر اس سے مصافحہ کر رہا تھا، فوٹو گرافر تصویریں اُتار رہے تھے۔ پھر اِن چرس بھرے ہوئے دو پہیوں کے ساتھ منگل پانڈے کی تصویر اُتاری گئی اور یہ ساری تصویریں کل کے اخبارات میں آنے والی تھیں۔

میں دفتر میں مالا کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا مگر ہم اجنبی بنے ہوئے تھے۔ میں نے اُس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میں جا رہا ہوں، تم مجھ سے بات کرنے کے لیے بے چین ہو، مگر ایسی غلطی نہ کرنا۔ بعد میں بات کرنے کے بہت سے مواقع آئیں گے۔"

اُس نے پوچھا: "آپ نے اس پولیس افسر سے کیسے دوستی کر لی؟"

"یہ سب ٹیلی پیتھی کا کمال ہے مگر اسے یہ نہیں معلوم ہے کہ میں فرہاد ہوں۔ وہ مجھے دھن راج کے نام سے جانتا ہے اور میرا ایکا مرید ہو چکا ہے۔"

میں نے منگل پانڈے کے دماغ میں رہ کر اُس کی سوچ میں کہا۔ "اس خوشی میں مجھے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ دھن راج صرف میرے بچپن کا بہت پیارا دوست ہے۔ وہ جو تشنی نہیں ہے، اُس نے ان مجرموں تک میری رہنمائی نہیں کی ہے۔ یہ بات مجھے کسی سے نہیں کہنا چاہیے۔"

میں اُس کی سوچ میں یہ بات بار بار یاد دلا رہا تھا۔ وہ ایک اخباری رپورٹر کو بیان دیتا جا رہا تھا۔ میرے یاد دلانے پر وہ محتاط ہو گیا تھا۔ بڑے داروغہ نے ایک ہی جگہ دو گاڑیوں سے مختلف مجرموں کو گرفتار کرایا تھا۔ اس سلسلے میں ابتدائی قانونی کارروائیاں ہو رہی تھیں جس میں خاصا وقت لگنے والا تھا۔ میں فوجی کیپٹن کے دماغ کو پڑھنے لگا کیونکہ وہ دہلی کی فوجی بیرک سے ہی آیا تھا۔

اُس کیپٹن کا نام گنگا دھر تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی۔ صبح اُسے اعلیٰ افسران نے طلب کیا تھا۔ وہ نو بجے ایک ایسے روم میں داخل ہوا جہاں اعلیٰ افسران کی ایک خفیہ میٹنگ ہو رہی تھی۔ اس خفیہ اجلاس میں گنگا دھر کا مرکز ہمارا بیٹا پارس تھا۔ ملٹری انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر نے بات شروع کرتے ہوئے کہا: "یہ تازہ ترین اطلاع ہے اور اس کی تصدیق ہو چکی ہے، رسونتی اور فرہاد کا بیٹا پارس استنبول میں ہے۔"

تمام آفیسر اُسے توجہ سے اور کچھ بے یقینی سے دیکھنے لگے۔ انٹیلی جنس کا وہ آفیسر اپنی فائل میں سے ایک کاغذ نکال کر اجلاس کے چیئرمین کی طرف بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا: "یہ اسٹرابول کے چیف کی رپورٹ ہے جو استنبول سے بھیجی گئی ہے۔ ریڈ پاور کے ملک سے ہماری گہری دوستی ہے۔ ہم اُس کے ماسک مین سے بھی صحیح صورت حال معلوم کر سکتے ہیں۔ مسٹر چیئرمین، آپ ماسک مین سے ہاٹ لائن پر گفتگو کر سکتے ہیں۔ پھر سپر ماسٹر سے بھی اس کی تصدیق کرائی جا سکتی ہے۔"

چیئرمین نے تائید میں سر ہلا کر انٹرکام کے ذریعے اپنے پرسنل سیکرٹری کو حکم دیا کہ وہ ماسک مین سے رابطہ قائم کرائے۔ پھر اُس نے پوچھا: "کیا آپ اُس بچے کے متعلق وضاحت فرمائیں گے جو استنبول میں ہے؟"

انٹیلی جنس کے افسر نے کہا۔ "جیسا کہ آپ جانتے ہیں، چند بھائیوں نے ایک ایسی ٹرانسفارمر مشین ایجاد کی ہے، جس کے ذریعے ایک شخص کی تمام ذہنی صلاحیتوں کو دوسرے شخص میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح ان بھائیوں نے فرہاد کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو اپنے اپنے اندر منتقل کر لیا تھا۔ چونکہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی ہم سے یہاں تعاون کر رہے ہیں، فی الحال کو ہمارے ہی ملک میں گرفتار کرانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں تو ہم اسے قصے کہانی کی بات نہیں سمجھیں گے۔ یہ ایک حقیقت ہے، اس ٹرانسفارمر مشین کا وجود ہے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "اُس مشین کا بچے سے کیا تعلق ہے؟"

"میں یہی کہنے جا رہا ہوں۔ ان بھائیوں نے اُس مشین کے تین حصے کیے تھے، تاکہ وہ مشین اپنی مکمل صورت میں ایک ہی جگہ نہ رہے، اس کے چوری ہونے کا خدشہ تھا۔ اگر وہ چوری بھی ہوئی تو مکمل چور ہی نہیں ہوگی۔ وہ مشین کسی بھی چور کے پاس، کسی بھی خطرناک تنظیم کے پاس مکمل صورت میں نہیں پہنچے گی۔ پھر ہوا یوں کہ پہلے دن ایک پانچ برس کے بچے نے اُس خفیہ مشین کے ایک حصے کو ایک خفیہ جگہ سے چرا لیا۔"

تمام افسران مسکرانے لگے۔ کسی کو یقین نہیں آسکتا تھا کہ ایک پانچ برس کے بچے نے ایسا کیا ہے۔ ایک افسر نے پوچھا۔ "آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس مشین کے لیے دنیا کی خطرناک تنظیمیں اور بڑے بڑے ممالک دیوانے ہو رہے ہیں، اُس کے ایک حصے کو ایک پانچ برس کے بچے نے چرا لیا۔ کیا آپ یہ کہیں گے کہ یہ بھی قصے کہانی کی بات نہیں ہے؟"

سراغرساں افسر نے جواب دیا۔ "ابھی آپ قائل ہو جائیں گے۔ ذرا دماغ پر زور دے کر سوچنے کی بات ہے۔ اس پانچ برس کے بچے کے دماغ میں اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماں باپ موجود ہوں تو بچہ اُس سے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے، بلکہ ایسے کارنامے انجام دے رہا ہے اور جرائم پیشہ افراد کو حیرانی میں مبتلا کرتا جا رہا ہے۔"

کئی افسران نے قائل ہو کر باری باری کہا۔ "ہاں، یہ تو ہم بھول ہی گئے تھے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ماں باپ اس بچے کو اپنا آلہ کار بنا کر دنیا کو حیران کر سکتے ہیں۔"

اُن کی گفتگو کے دوران اجلاس کا چیئرمین انٹرپول کی رپو پڑھ رہا تھا۔ پھر اُس نے سر اٹھا کر کہا۔ "معزز حاضرین، یہ رپورٹ غلط نہیں ہو سکتی۔ انٹرپول ایک ذمے دار ادارہ ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق وہ بچہ وادیٔ قاف کی ایک عورت کے پاس تھا۔ اس عورت کا نام حاشیہ ہے۔"

چیئرمین نے اُس رپورٹ پر پھر ایک نظر ڈالی اور کہا۔ "دوسری اہم بات یہ ہے کہ سونیا استنبول میں موجود ہے۔ اُس کی موجودگی کوئی معنی رکھتی ہے۔ ابھی ہمارے سراغرساں افسر نے ایک اہم نکتہ بیان کیا ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ماں باپ بچے کے دماغ میں رہ کر بڑے بڑے کارنامے دکھا سکتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رستم اور فرہاد بھی استنبول میں مصروف ہیں۔ اگرچہ فرہاد جسمانی طور پر ہمارے ملک میں ہے۔"

ایک افسر نے سوال کیا۔ "ہمیں اس بات کو اہمیت دینا چاہیے کہ فرہاد یہاں کیوں موجود ہے؟"

"اُس کی موجودگی کی بہت سی وجوہات سمجھ میں آتی ہیں جیسا کہ ابتدا میں معلوم ہوا، اُس نے ایک عورت غلیما داسی کو ماں بنایا ہے، وہ اپنی ماں کی خاطر یہاں آیا تھا تاکہ اُس سے تعلق رکھنے والے ہیرے کسی دوسرے کی تحویل میں نہ جائیں۔ یہ ہم دیکھ چکے ہیں، ہیرے اُس مندر سے برآمد کیے گئے تھے۔ اُنھیں سرکاری تحویل میں پہنچانے کے لیے سخت انتظامات کیے گئے تھے۔ اس کے باوجود فرہاد وہ ہیرے نکال لے گیا۔"

وہ افسران میرے متعلق غلط سوچ رہے تھے کیونکہ سارہ اور ہارپر اُن کے دوست بنے ہوئے تھے۔ وہ دوستوں پر شبہ نہیں کر سکتے تھے جب کہ ہیرے چرانے والے وہی لوگ تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ جب وہ ہیرے امریکا پہنچائے گئے تو وہاں سے میں نے غائب کرا دیے اور ماں جی سے وعدہ کر لیا، جب بھی وہ نیویارک پہنچیں گی اُنھیں ہیرے مل جائیں گے۔

بہرحال ہیروں کی بات ضمنی طور پر آ گئی تھی۔ ابھی تو استنبول والا پارس اُن کے لیے مسئلہ بن گیا تھا۔ افسر کہہ رہا تھا۔ "ان ہیروں کا معاملہ ختم ہو چکا ہے۔ فرہاد انھیں یہاں سے منتقل کر چکا ہے۔ اب ہمارے ملک میں کیا کر رہا ہے؟"

"کیا اُسے معلوم ہو گیا ہے کہ ہم نے ایک اور پارس کو اپنے یہاں چھپا رکھا ہے؟"

تیسرے افسر نے ناگواری سے کہا۔ "یہ ممکن نہیں ہے۔ ہم نے بڑی رازداری سے کام لیا ہے۔ رستم اور فرہاد ہماری فوجی ہیرک تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

ایک اور افسر نے کہا۔ "بڑے بڑے ممالک ایسی ہی خوش فہمیوں میں مبتلا رہتے ہیں اور وہ اپنا کام کر کے نکل جاتا ہے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے، فرہاد اگر فوجی ہیرک میں پہنچ چکا ہے اور اُس پارس کے دماغ میں بھی آتا ہے تو کیا اصل پارس یہی ہے جو ہمارے پاس ہے یا اصل وہ ہے جو استنبول میں ہنگامے کر رہا ہے؟"

چیئرمین نے کہا۔ "ہمیں صرف فرہاد کی موجودگی کی وجوہات معلوم کرنا چاہئیں لیکن اس پہلو کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے کہ وہ ہماری فوجی ہیرک تک پہنچ سکتا ہے۔ جو شخص سمندر کی تہ میں اور زمین کی تہ میں سرنگوں کی خندق تک پہنچ جاتا ہے، اُسے فوجی ہیرک تک پہنچنے

نے پچھلے فوجی احکامات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔ "جو جہاز ملک سے باہر جا رہا ہے، اُس کے مسافروں پر کڑی نظر رکھو۔ ہر مسافر کو اینٹی میک اپ کیمرے کے ذریعے دیکھو۔ کوئی مشکوک ہو تو اس کی تصویر فوراً اتارو اور اسے حراست میں لے لو۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "یس سر۔ بی او اے سی کا ایک طیارہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد فلائی کرنے والا ہے، وہ استنبول ہوتے ہوئے جائے گا۔ ہمیں کیپٹن گنگا دھر نے پہلے ہی تاکید کی ہے کہ استنبول جانے والے طیارے کے تمام مسافروں پر کڑی نظر رکھی جائے۔"

میں چپ چاپ بیٹھا فون پر ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔ وہ گفتگو میرے لیے بڑی کارآمد ثابت ہوئی۔ میں تقریباً آدھے گھنٹے بعد دوسری طرف بولنے والے سیکیورٹی آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا ایک ماتحت اینٹی میک اپ کیمرہ ہاتھ میں لیے ان مسافروں کو دیکھ رہا تھا، جنھیں کیبن میں جا کر خود کو پوری طرح چیک کرانا پڑتا تھا۔ اسی وقت وہ انھیں اس کیمرے کے لینس سے دیکھتا تھا۔ مسافر ٹھٹھر ٹھٹھر کر آ رہے تھے۔ پندرہ منٹ گزرنے کے بعد میں نے اُس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اُس کے ذریعے ایک تنہا مسافر کے لب و لہجے کو بھی یاد رکھا تاکہ آئندہ وہ میرے کام آئے۔

ایک گھنٹے کے بعد بی او اے سی کا طیارہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے تقریباً آدھے گھنٹے تک اُس کے دماغ کو اپنے قبضے میں رکھا پھر اُسے چھوڑ دیا۔ وہ بوکھلا کر اپنے آپ کو اور ماحول کو دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "ہیلو! مسٹر! تمھارا اینٹی میک اپ کیمرہ کسی کام نہیں آیا۔ جس وقت میں سامنے سے گزرنے والا تھا، اس سے پہلے ہی تمھارے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ تمھاری تصویر نہ اتار سکے اور نہ ہی مجھے میک اپ میں دیکھ سکے۔ اب یہ طیارہ ہندوستان کی سرحد پار کر چکا ہے۔ اس لیے تمھارے دماغ کو آزاد چھوڑ رہا ہوں۔"

کیمرہ مین نے جب یہ بات سیکیورٹی آفیسر کو بتائی تو وہ پھٹ پڑا۔ "تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"جناب، میں عرض کر رہا ہوں کہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ میرا دماغ اُس کے قبضے میں تھا۔ میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔"

یہ خبر کیپٹن گنگا دھر تک پہنچی تو وہ بھی تلملا کر رہ گیا۔ اُس نے جونیئر آفیسر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ شخص چھلاوہ ہے، پک جھپکتے ہی ادھر سے اُدھر نظر آتا ہے۔ ہم شملہ جانے والے راستوں کی ناکابندی کر رہے ہیں۔ گاڑیوں کی تلاشی لے رہے ہیں اور یہ جانے کس طرح دہلی پہنچ گیا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسے انتظامات کیے ہوں گے کہ دہلی پہنچتے ہی طیارے میں سیٹ مل گئی ہو گی۔ وہ میں کیا دیکھ لگے گی۔ اگر ہم یہ تسلیم نہیں کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم اپنے انتظامی انتظامات کے سلسلے میں خوش فہمی کا شکار رہتے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ فرہاد ہمارے قیدی پارس کے دماغ تک پہنچ چکا ہے تو پھر یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ اصل پارس یہی ہے جو ہمارے پاس ہے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اُس کے لیے فرہاد کا یہاں موجود رہنا ضروری نہیں ہے۔ وہ تو دینا کے کسی بھی حصے میں رہ کر قیدی پارس کے دماغ تک پہنچ سکتا ہے۔ اُسے یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی یہ دلیل کمزور ہے کہ اُس کی موجودگی سے ہمیں اپنے قیدی پارس کو اصلی سمجھ لینا چاہیے۔"

اس سلسلے میں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے، کیا رستم اور فرہاد ہمارے دماغوں تک پہنچ چکے ہیں؟"

ایک افسر نے کہا۔ "ہم نے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائیوں سے بھی محفوظ رہنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ ہم انھیں اپنی فوج کے ایک معمولی سپاہی تک بھی پہنچتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتے۔ وہ پولیس والوں تک پہنچ رہے ہیں، یہی کافی ہے۔ ہم اس ڈپارٹمنٹ کے ذریعے دوست اور دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مصروفیات کو سمجھتے رہتے ہیں اور انھیں گائیڈ کرتے رہتے ہیں۔ جب ہماری ضرورت پیش آئے گی تو ہم میدانِ عمل میں آئیں گے لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ ہم میں سے کسی افسر کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پہنچ نہ سکے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "آج ہم نے اپنی فوج کا ایک علیحدہ شعبہ بنایا ہے۔ اس میں چند افسران اور تقریباً ایک سو فوجی جوان ہوں گے جو میرک سے باہر رہیں گے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سلسلے میں ہماری ضرورت پیش آئے گی تو وہی فرنٹ لائن میں رہیں گے۔"

مختصر یہ کہ اس فرنٹ لائن میں کیپٹن گنگا دھر کو رکھا گیا تھا۔ پھر جب یہ اطلاع ملی کہ فرہاد ایک ہوٹل میں تھا اور پولیس والے اُسے گھیر کر گرفتار کرنے میں ناکام رہے ہیں اور اب وہ دہلی کی طرف سفر کر رہا ہے تو فوج کا وہ شعبہ حرکت میں آ گیا جو فرنٹ لائن کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔

میں کیپٹن گنگا دھر کے خیالات بھی پڑھتا جا رہا تھا اور دماغی طور پر اس دفتر میں حاضر بھی رہتا تھا۔ کیونکہ گنگا دھر مجھ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ میں اور مالا جس میز کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اُس کے دوسری طرف ایک اور فوجی افسر بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے ہیڈ کوارٹر کال کرنے کے بعد تھوڑی دیر انتظار کیا، پھر کہا۔ "میں ہیڈ کوارٹر کے سیکیورٹی آفیسر سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد سیکیورٹی آفیسر سے رابطہ قائم ہوا۔ اُس

ہمارے ایک اہم کیمرہ مین کو ٹریپ کر کے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔"

گنگا دھر نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ہیڈ کوارٹر والوں سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اپنے اعلیٰ افسر سے کہا۔ "جناب! اس صورتِ حال کے پیشِ نظر انٹرپول سے ہی مدد حاصل کی جا سکتی ہے۔ کیمرہ مین کے بیان کے مطابق فرہاد استنبول جانے والا ہے۔ حالات بھی یہی بتا رہے ہیں۔ اس کی پوری ٹیم استنبول میں موجود ہے۔"

دوسری طرف سے یقین دلایا گیا کہ ابھی انٹرپول سے رابطہ قائم کیا جا رہا ہے۔ اُس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا، اُسے جیب میں رکھا۔ پھر بند کمرے سے باہر آیا۔ میں مالا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے مجھ پر نظر ڈالی۔ بے چارہ میرے لیے کتنا پریشان تھا۔ مجھے دیکھ رہا تھا، اپنی مصروفیات کے دوران قریب سے گزرتا بھی رہتا تھا۔ اور مجھے تلاش کرنے کے لیے انٹرپول والوں کو زحمت دے رہا تھا۔ برسوں پولیس کی نوکری کرنے کے باوجود داروغہ منگل پانڈے کو سرکاری گاڑی کبھی نہیں ملی تھی۔ آس پاس کے علاقوں سے چوروں، بدمعاشوں کو گرفتار کرنے کے بعد وہ بسوں میں سوار ہو کر انھیں حوالات پہنچاتا تھا۔ آج پہلی بار اُسے سرکار کی طرف سے ایک گاڑی ملی تاکہ وہ مجرموں کو بٹھا کر دہلی لے جائے۔ اتنی دیر میں وہ دھوتی، قمیص اور چپلیں پولیس چوکی تک پہنچ گئی تھیں۔ مالا نے انھیں دیکھتے ہی شناخت کر لیا اور کہا۔ "جو شخص مجھے ہوٹل سے نکال کر لایا تھا اُس نے یہی کپڑے پہنے تھے۔"

کیپٹن گنگا دھر نے کہا۔ "مسٹر پانڈے! آپ مس مالا کو بھی اپنے ساتھ دہلی لے جائیں۔ وہاں اِن کی ضمانت دینے والا کوئی ہو تو بے شک انھیں رہا کر دیں ورنہ آپ تو قانونی کارروائی جانتے ہی ہیں۔"

منگل پانڈے نے کہا۔ "میں اس کیس کو بھی نبٹا لوں گا۔"

اس طرح مالا کو ہمارے ساتھ جانے کا موقع ملا۔ میں نے کہا۔ "پانڈے! یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم آرام سے مالا کی گاڑی میں بیٹھ کر چلیں اور مجرم تمھارے سپاہیوں کی نگرانی میں سرکاری گاڑی میں سفر کریں۔"

اُس نے میرے مشورے کو تسلیم کیا۔ ہماری گاڑیاں آگے پیچھے روانہ ہوئیں۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ "مالا! اب تو مطمئن ہو، میں تمھارے ساتھ ہی دہلی جا رہا ہوں۔"

"وہاں پہنچ کر سپہ دار و داروغہ کے ساتھ چلے جاؤ گے، یہاں مختصر سی ملاقات ہو رہی ہے۔ اس کی موجودگی میں بات بھی نہیں کر سکتے۔"

وہ ڈرائیو کر رہی تھی۔ منگل پانڈے اُس کے ساتھ والی سیٹ پر یوں بیٹھا ہوا تھا جیسے مجرم کو پکڑ کر لے جا رہا ہو۔ میں پچھلی سیٹ پر تھا۔ میں نے کہا۔ "ذرا تماشا دیکھو! ابھی ہماری سیٹیں بدل جائیں گی۔"

میں نے پانڈے کے دماغ کو آہستہ آہستہ تھپکنا شروع کیا۔ اس نے جمائی لی، پھر کہا۔ "بہت تھک گیا ہوں، نیند آ رہی ہے۔"

"پچھلی سیٹ پر آ کر آرام سے لیٹ جاؤ، میں اگلی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہوں۔"

"ہاں، آرام سے سونے کا موقع ملے گا ورنہ میرا نام منگل پانڈے ہے، کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا۔ سب مجھے بڑے بڑے ڈرو کہتے ہیں اور اس لیے کہتے ہیں کہ میں کبھی سوتا نہیں۔ سوتا بھی ہوں تو ایک آنکھ سے جاگتا رہتا ہوں۔"

مالا نے سڑک کے کنارے گاڑی روکی۔ ہمارے پیچھے آنے والی قیدیوں کی گاڑی بھی رُک گئی۔ میں اگلی سیٹ پر آیا، منگل پانڈے پچھلی سیٹ پر چلا گیا، پھر گاڑیاں آگے بڑھ گئیں۔ میں نے دوبارہ اس کے دماغ کو تھپکنا شروع کیا، ایک منٹ کے اندر ہی اس کے خراٹے سنائی دینے لگے۔ وہ مسکراتے ہوئے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔ "تم زبان سے گفتگو کر سکتی ہو۔"

اس نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو سنبھالا، دوسرا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے بولی۔ "میں آپ کو کسی حال میں چھوڑنا نہیں چاہتی۔ آپ جیسا باکمال انسان ساری دنیا میں نہیں ملے گا۔"

"یہی تو مصیبت ہے، ساری دنیا میں ایک ہوں اور ساری عورتیں یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ مجھے پکڑ کر نہیں چھوڑیں گی۔ یہ بات میری زبان سے نہیں کہی ورنہ وہ بُرا مان جاتی۔ اُس نے کہا۔ "ایک اور کام دکھاؤ، تمھارا بڑا احسان ہوگا۔"

"کیا چاہتی ہو؟"

"دہلی پہنچنے تک ایسا چکر چلاؤ کہ یہ داروغہ قیدیوں کو اپنے ساتھ لے جائے اور تمھیں میرے ساتھ چھوڑ دے۔"

"اس کے لیے کمال نہیں دکھانا ہوگا۔ تم وہاں پہنچتے ہی اپنی ضمانت کا انتظام کرو۔"

"میں نے پولیس چوکی سے اپنے وکیل کو فون کیا تھا کہ دہلی پہنچنے والی ہوں، میری ضمانت کے کاغذات تیار رکھے جائیں۔"

"جیسے ہی تمھاری ضمانت ہوگی، میں منگل پانڈے سے رخصت ہو جاؤں گا۔"

میں نے ایک دم سے چونک کر کہا۔ "گاڑی روکو! آگے خطرہ ہے۔"

بہت دور راستے میں دو ٹرک ایک دوسرے کے سامنے منہ کیے کھڑے ہوئے تھے یعنی آگے جانے کا راستہ روک رہے تھے۔ میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا، پیچھے قیدیوں کی گاڑی آ رہی تھی۔ اس کے پیچھے بھی دو ٹرک دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "مالا! جیسے ہی میں تم سے کہوں تم فوراً سیٹ پر لیٹ

جانا۔ ذرا بھی سر اُٹھا کر دیکھنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ گولیاں چلیں گی تو ان کی زد میں آجاؤ گی۔"

یہ کہنے کے بعد میں نے اچانک ہی منگل پانڈے کو نیند سے جگا دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے بولا۔ "خبردار، کون ہے خبردار۔ میرا نام منگل پانڈے ہے، کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا۔ سب مجھے بڑے دار وغہ جی۔۔۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ "بڑے دار وغہ جی! ہم چاروں طرف سے گھیرے جا رہے ہیں۔"

اس نے دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ سامنے دو ٹرک میں سے مسلح افراد رائفلیں اٹھائے چلے آرہے تھے۔ پیچھے سے بھی کچھ رائفل بردار نظر آئے۔ وہ سب تعداد میں دس ہوں گے۔ ایک شخص کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے دور ہی سے چیختے ہوئے کہا۔ "دار وغہ منگل پانڈے! ہم فائرنگ شروع کرنے سے پہلے آخری بات پوچھنا چاہتے ہیں، دوست بنو گے یا نہیں؟ ہماری دوستی تمھیں فائدہ بھی پہنچائے گی اور زندگی بھی دے گی ورنہ یہاں تمھیں کوئی بچانے نہیں آئے گا۔"

منگل پانڈے کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ تھوک نگل کر بولا۔ "یار دھن راج! یہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئے؟"

میں نے کہا۔ "ترقیاں یونہی تو نہیں ہوتیں، ایک پولیس انسپکٹر کو اسی طرح خطرات سے کھیلنا پڑتا ہے۔ اپنی زندگی داؤ پر لگانا پڑتی ہے۔"

"کیسی بات کرتے ہو، زندگی داؤ پر لگا دی تو ترقی کسے ملے گی؟"

ریوالور والا قریب آتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میں اپنی جان داؤ پر لگا کر تمھارے پاس آرہا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ میں مروں گا، باقی ساتھی تمھیں بھون کر رکھ دیں گے، پھر اپنے ساتھیوں کو چھڑا کر لے جائیں گے۔"

اس نے قریب آکر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "دار وغہ جی! باہر آؤ۔"

میں اتنی دیر میں معلوم کر چکا تھا کہ اس شخص کے ساتھیوں کے پاس ہینڈ گرنیڈ بھی ہیں۔ انھوں نے یہ سوچا تھا جب دار وغہ قابو میں نہیں آئے گا اور گاڑی لے کر بھاگنے لگے گا تو ہم کچے دھاگوں سے گاڑی تباہ کر دی جائے گی۔ اس کی دہشت سے پیچھے آنے والی قیدیوں کی گاڑی رک جائے گی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر بیٹھ گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق زور سے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا۔ "جے کشن! کیا تیار ہو؟"

دور محاذ بناتے ہوئے جے کشن نے جواب دیا۔ "میں بالکل تیار ہوں۔"

جے کشن کے پاس دو ہینڈ گرنیڈ تھے۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اپنے ایک ساتھی کو مخاطب کیا، جس کے پاس اور دو ہینڈ گرنیڈ تھے۔ اس طرح میں نے اس کے ساتھی کی بھی آواز سن لی۔ اب آگے راستہ روکنے والے ٹرک سے جتنے آدمی آئے تھے، ان کے پاس بھی دو دو ہینڈ گرنیڈ تھے۔ میں نے اس شخص کے ذریعے انھیں بھی مخاطب کیا اور ان ہینڈ گرنیڈ والوں تک پہنچ گیا۔

منگل پانڈے پچھلی سیٹ سے نکل کر اس شخص کے سامنے پہنچ گیا تھا، وہ شخص کہہ رہا تھا۔ "دار وغہ جی! کار کی طرف گھوم کر دونوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ تاکہ میں ہینڈ گرنیڈ کی چابی دانتوں میں دبا کر نکالوں اور اُسے محاذ کی طرف اچھال دیا۔ اس کے ساتھی ہی میں نے منگل پانڈے کو زمین پر گرا دیا تاکہ دوسری طرف سے آنے والی گولی کی زد میں نہ آسکے۔ چند ساعتوں کے بعد ہی دوسری طرف سے محاذ پر ایک زبردست دھماکا ہوا۔ کتنے ہی لوگوں کی چیخیں سنائی دیں اور جو زندہ بچے، وہ بھاگنے لگے۔

منگل پانڈے کو پے در پے کامیابیوں نے اور جوشیلا اور جذباتی بنا دیا تھا۔ اس نے فوراً ہی زمین پر سے اُٹھ کر دوسرے ہینڈ گرنیڈ کی چابی دانتوں سے نکالی، اُسے دوسری طرف سے آنے والوں کی طرف اچھال دیا۔ اُدھر بھی وہی قیامت کا دھماکا ہوا، وہی چیخ و پکار سنائی دی۔ کتنے ہاتھوں سے رائفلیں گریں، کتنے گرنے کے بعد اُٹھنے کے قابل نہ رہے اور جو اس قابل تھے، وہ جھاگنے لگے۔ ان کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے قیدیوں کی گاڑی سے بھی سپاہی نکل کر اپنی رائفلوں سے فائرنگ کرنے لگے۔

منگل پانڈے نے اپنے سپاہیوں کو للکارتے ہوئے کہا۔ "خبردار! اپنی رائفلیں نیچے کرو۔ میرا نام منگل پانڈے ہے، کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا۔ سب مجھے بڑے دار وغہ جی کہتے ہیں۔ میں نے تنہا ان لوگوں کو مارا ہے۔ تم سب اس بات کے گواہ رہو گے۔ ان کی لاشوں کو اُٹھا کر ہماری کار کی چھت پر ڈال دو، جو زخمی ہیں انھیں سرکاری گاڑی کی چھت پر ڈال کر رسیوں سے باندھ دو اور اسی طرح دہلی لے چلو۔"

میں نے کہا۔ "ان میں کسی کی جیب میں آگے والے ٹرک کی چابی ہوگی، اپنے سپاہی سے کہو، تلاشی لے کر سامنے والا ٹرک ہٹا دیں۔ ہم جائیں گے کیسے؟"

اس نے ایک سپاہی کو یہی حکم دیا۔ تھوڑی دیر بعد سامنے کا راستہ صاف ہو گیا۔ لاشوں کو کار کی چھت پر ڈال دیا گیا تھا اور زخمیوں کو سرکاری گاڑی کی چھت پر باندھ دیا گیا تھا۔ جو شخص ریوالور لے کر منگل پانڈے کو دھمکی دینے آیا تھا، اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا کر اسے بھی قیدی گاڑی میں پہنچا دیا گیا۔

ہوا مرنے والوں کے پاس گیا تھا اور ان کی جیبوں سے ہینڈ گرنیڈ نکال رہا تھا۔ ٹرک کے ایک طرف محاذ بنانے والوں نے اپنی رائفلیں پھینک دی تھیں، اپنے ہاتھ اٹھا کر آرہے تھے مگر دوسری طرف محاذ بنانے والوں میں سے ایک نے پہنچ کر کہا۔ "ہم ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔ اپنے ساتھیوں کو چھڑا کر لے جائیں گے۔ میرے دوستو! اگر تم مرتے ہو تو مر جاؤ۔ لو، پہلے میں ہی تمھیں مار رہا ہوں۔"

وہ ہمارے شکار کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں نے منگل پانڈے کے دماغ میں پہنچ کر جھرجھری دکھائی۔ اس نے فوراً ہی میری مرضی کے مطابق ہینڈ گرنیڈ کی چابی دانتوں میں دبا کر نکالی اور اُسے محاذ کی طرف اچھال دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے منگل پانڈے کو زمین پر گرا دیا تاکہ دوسری طرف سے آنے والی گولی کی زد میں نہ آسکے۔ چند ساعتوں کے بعد ہی دوسری طرف سے محاذ پر ایک زبردست دھماکا ہوا، کتنے ہی لوگوں کی چیخیں سنائی دیں اور جو زندہ بچے، وہ بھاگنے لگے۔

منگل پانڈے کو پے در پے کامیابیوں نے اور جوشیلا اور جذباتی بنا دیا تھا۔ اس نے فوراً ہی زمین پر سے اُٹھ کر دوسرے ہینڈ گرنیڈ کی چابی دانتوں سے نکالی، اُسے دوسری طرف سے آنے والوں کی طرف اچھال دیا۔ اُدھر بھی وہی قیامت کا دھماکا ہوا، وہی چیخ و پکار سنائی دی۔ کتنے ہاتھوں سے رائفلیں گریں، کتنے گرنے کے بعد اُٹھنے کے قابل نہ رہے اور جو اس قابل تھے، وہ جھاگنے لگے۔ ان کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے قیدیوں کی گاڑی سے بھی سپاہی نکل کر اپنی رائفلوں سے فائرنگ کرنے لگے۔

منگل پانڈے نے اپنے سپاہیوں کو للکارتے ہوئے کہا۔ "خبردار! اپنی رائفلیں نیچے کرو۔ میرا نام منگل پانڈے ہے، کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا۔ سب مجھے بڑے دار وغہ جی کہتے ہیں۔ میں نے تنہا ان لوگوں کو مارا ہے۔ تم سب اس بات کے گواہ رہو گے۔ ان کی لاشوں کو اُٹھا کر ہماری کار کی چھت پر ڈال دو، جو زخمی ہیں انھیں سرکاری گاڑی کی چھت پر ڈال کر رسیوں سے باندھ دو اور اسی طرح دہلی لے چلو۔"

میں نے کہا۔ "ان میں کسی کی جیب میں آگے والے ٹرک کی چابی ہوگی، اپنے سپاہی سے کہو، تلاشی لے کر سامنے والا ٹرک ہٹا دیں۔ ہم جائیں گے کیسے؟"

اس نے ایک سپاہی کو یہی حکم دیا۔ تھوڑی دیر بعد سامنے کا راستہ صاف ہو گیا۔ لاشوں کو کار کی چھت پر ڈال دیا گیا تھا اور زخمیوں کو سرکاری گاڑی کی چھت پر باندھ دیا گیا تھا۔ جو شخص ریوالور لے کر منگل پانڈے کو دھمکی دینے آیا تھا، اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا کر اسے بھی قیدی گاڑی میں پہنچا دیا گیا۔

پانڈے اپنی کامیابیوں پر پھولا نہیں سما رہا تھا، ماے خوشی کے اِدھر سے اُدھر دوڑتا بھاگتا پھر رہا تھا، سپاہیوں کو حکم دیتا جا رہا تھا۔ اپنے تمام کام نمٹانے کے بعد اچانک میرا خیال آیا۔ اُس نے چونک کر کار کی طرف دیکھا۔ میں کار کی اگلی سیٹ پر مالا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا آیا، پھر اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر میرے پاؤں پر گر پڑا۔ کہنے لگا۔ "ارے میرے باپ! تو اب تک کہاں تھا؟"

میں نے اپنے قدموں سے اس کے سر کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ "دار وغہ جی! یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ یہاں مس مالا بیٹھی ہوئی ہیں۔"

"ارے مالا ہو یا دیو مالا ہو، میں تو آج سے تمہری پوجا کروں گا۔"

"پھر تو تمھاری ترقیاں رُک جائیں گی۔"

"آں؟" وہ گم سم سا ہو کر پچھلی سیٹ کی آنکھوں سے مجھے تکنے لگا۔

میں نے تنبیہ کے انداز میں انگلی دکھاتے ہوئے کہا۔ "اگر تم میرا راز فاش کرو گے اور کسی کو بتاؤ گے کہ میں مہاجوتشی ہوں اور تمھاری ترقی کے پیچھے میرا ہاتھ ہے تو تمھاری زندگی سے دور چلا جاؤں گا۔ پھر تمھارے ہاتھ کی لکیریں مٹ جائیں گی۔ تم آج صبح جہاں تھے، وہیں پہنچ جاؤ گے۔"

اس نے انکار میں سر ہلا کر جلدی سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں، میں کسی سے نہیں کہوں گا۔ مس مالا! میں تو مذاق کر رہا تھا۔ یہ تو میرے بچپن کا دوست ہے، لنگوٹیا یار ہے۔ میں نے تو دل لگی اور مذاق میں اس کے قدموں پر سر رکھ دیا تھا۔ تم کچھ اور مت سمجھنا۔"

مالا نے مسکرا کر کہا۔ "میں تو کچھ بھی نہیں سمجھ رہی ہوں مگر آپ گاڑی میں اگر بیٹھ جائیں، ہیں وہیں پہنچنا ہے۔ اوپر لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔"

وہ فوراً پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ہماری گاڑیاں آگے چل پڑیں۔ میں نے کہا۔ "تم نے مالا کے سامنے میرا بھید کھول دیا ہے، اب آئندہ کسی کے سامنے کچھ نہ کہنا۔"

اس نے کان پکڑ کر کہا۔ "میں ایک لفظ زبان سے نہیں نکالوں گا۔ چاہے مجھے کتنی ہی کامیابیاں، کتنی ہی ترقیاں ملتی جائیں۔"

"دوستی اور محبت دل میں ہوتی ہے۔ زبان پر لاؤ گے تو کیا میں خوش ہو جاؤں گا؟"

"ہرگز نہیں، تم تو بہت اونچے انسان ہو۔ یار عمر میں مجھ سے چھوٹے ہو لیکن ایسا لگتا ہے، پچھلے جنم میں میرے باپ تھے۔"

میں نے پچھلی سیٹ پر مسکرا کر کہا۔ "تمھارے باپ کا دل مالا پر آگیا ہے لہٰذا دہلی پہنچ کر جیسے ہی ضمانت ہوگی، میں اس کے ساتھ چلا جاؤں گا، تم اپنے سارے کام نمٹا کر آنا۔"

وہ بھلا انکار کیسے کر سکتا تھا۔ اگلے ایک چھوٹے سے پولیس اسٹیشن پہنچ کر اس نے ٹیلیفون کے ذریعے دہلی ہیڈ کوارٹر میں فون کیا۔ پھر کہا۔ "میرا نام دار وغہ منگل پانڈے ہے، کوئی میرا نام

لینے کی ہمت نہیں کرتا۔ سب مجھے بڑے دارو غہ جی کہتے ہیں۔ انسپکٹر جنرل سے کہو، مجھ سے فون پر بات کرے۔ اس وقت میں چھ لاشیں اور دس زخمیوں کو لے کر آ رہا ہوں، یہ لوگ قیدیوں کو چھڑانے آئے تھے، سب کے سب مجرم ہیں۔"

یہ ایسی خبر تھی کہ سیدھی انسپکٹر جنرل تک پہنچی، اس نے فون اٹینڈ کرتے ہوئے پوچھا: "ہیلو، کون ہے؟"

وہ قوراً سنبھل کر بولا: "جناب، میں داروغہ منگل پانڈے بول رہا ہوں، آپ کو پہلے بھی کیپٹن گنگا دھر نے اطلاع دی ہے کہ میں نے کس طرح مجرموں کو گرفتار کیا ہے۔"

"ہاں، مجھے معلوم ہے اور میں تمھارے کام سے بہت خوش ہوں، تم یہاں آؤ، میں تمھیں خوش کر دوں گا۔"

"جناب، اس سے بھی زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ ان قیدیوں کو چھڑانے کے لیے مسلح بدمعاشوں کا گروہ آیا تھا، میں نے تنہا ان کا مقابلہ کیا۔ مجبوری کی حالت میں گولیاں چلانا پڑیں۔ بم کے دھماکے کرنے پڑے۔ جس کے نتیجے میں چھ بدمعاش مر گئے، دس زخمی ہیں، ان سب کو لے کر آ رہا ہوں۔ باقی جو بچے تھے، وہ بھاگ گئے۔"

انسپکٹر جنرل نے کہا: "منگل پانڈے! تم تو حیران کر رہے ہو۔ تم نے اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور وہ بھی تنہا۔ تم دہلی آؤ، ہم تمھارا گرمجوشی سے استقبال کریں گے۔"

منگل پانڈے نے خوش ہو کر کہا: "جناب! کیا اخباری رپورٹر اور فوٹو گرافر بھی ہوں گے؟"

"تم یہاں آؤ تو سہی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا، پھر گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ جب ہم دہلی کے قریب پہنچے تو پہلی پولیس چوکی پر بہت بڑا مجمع لگا ہوا تھا۔ انسپکٹر جنرل خود وہاں آیا تھا۔ لہٰذا پولیس فورس بھی موجود تھی دنیا جہان کے اخبارات کے رپورٹرز اور فوٹو گرافرز آئے ہوئے تھے۔ جیسے ہی منگل پانڈے کار سے اترا، چاروں طرف تالیوں کا شور بلند ہونے لگا۔ سب نے دونوں گاڑیوں پر لاشوں اور زخمیوں کو دیکھ لیا تھا۔ فوٹو گرافرز چاروں طرف دوڑ دوڑ کر منگل پانڈے کی تصویریں اتار رہے تھے۔ انسپکٹر جنرل نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا تھا اور وہ خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔

انسپکٹر جنرل نے کہا: "میں یہاں اتنی بھیڑ نہیں کرنا چاہتا تھا مگر پتا نہیں کیسے پورے شہر کو پتا چل گیا۔ اخبارات والے آ دھمکے ہیں، اب تو رسمی باتیں کرنا ہوں گی۔ تم انھیں مختصر سا بیان دیتے جاؤ۔ بعد میں ایک پریس کانفرنس رکھ لیں گے۔"

صرف وہی نہیں، اس کے سپاہی بھی اخباری رپورٹروں کو بیان دے رہے تھے اور وہ قسم کھا کر کہہ رہے تھے کہ انھوں نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے دیکھا تھا، تنہا منگل پانڈے ان لوگوں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ سپاہیوں کی چشم دید گواہیوں حتیٰ کہ اس ریوالور والے مجرم کی گواہی سے بھی منگل پانڈے کی دلیری کو شہادت سے بالاتر کر دیا گیا۔

اس نے انسپکٹر جنرل سے درخواست کی: "ہمس مالا کا وکیل ہمارے پاس ہیڈ کوارٹر میں آنے والا ہے۔ اس کی ضمانت منظور کر لی جائے۔ یہ ایک بہت ہی شریف لڑکی ہے اور یہ میرا دوست دھن راج ہے، میرے بچپن کا ساتھی۔ ہم دونوں ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ بے چارے کا اس دنیا میں میرے سوا اور کوئی نہیں ہے۔"

انسپکٹر جنرل نے مجھ سے اور مالا سے بھی ہاتھ ملایا.....

داروغہ منگل پانڈے نے پے در پے اتنے کارنامے انجام دیے تھے کہ مالا کی ضمانت ہونے میں دیر نہیں لگی۔ ایک گھنٹے بعد میں اس کی عالیشان کوٹھی میں پہنچ گیا۔ اس نے اپنے باپ سے میرا تعارف دھن راج کی حیثیت سے کرایا اور اپنی ناکام شادی کی داستان سنائی اور یہ تاثر دیا کہ اسے ناکامی کا دکھ نہیں ہے کیونکہ اسے ایک بہت اچھا ساتھی مل گیا ہے۔

اس نے مجھے ایک بیڈ روم دکھایا اور کہا: "یہاں آرام کرو، تمھارے لیے نئے کپڑے منگواتی ہوں۔ فی الحال ریڈی میڈ سے کام چلاؤ۔ آج راتوں رات درزی تمھارے لیے بہترین ملبوسات تیار کرے گا۔"

"فی الحال مجھے ایک آدھ گھنٹے کے لیے تنہا چھوڑ دو، میں تھک گیا ہوں۔"

وہ مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی: "یہ کہو نا کہ نہیں کہتے، خیال خوانی کر لو گے۔"

"کچھ بھی سمجھ لو۔ میں دروازے کو اندر سے بند کر رہا ہوں۔ کم از کم ایک گھنٹے بعد آ کر دستک دینا۔"

وہ میرے بالکل قریب آ گئی: "میرے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی: "پہلے تم پیار کی ایک دستک دیکھ چلی جاؤں گی؟"

میں نے ایک گہری سانس لی، اس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ چلی گئی میں نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ ایک صوفے پر بیٹھے کر آرام سے اپنے جوتے اتارے۔ پھر اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جو بی او اے سی کے طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اسے لندن جانا تھا۔ میں نے ایٹنی میک اپ کیمو مین سے کہہ دیا تھا کہ میں اس کے ساتھ جانے والا ہوں۔ اب مجھے اپنی بات کی لاج رکھنا تھی۔ جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ ٹیلی پیتھی کے موضوع پر کتاب میں ڈوبا ہوا تھا۔ میرا بس چلتا تو میں اسے اپنی داستان ضرور پڑھاتا۔ بہرحال یہ بھی کہ ان دنوں میری داستان کا آغاز نہیں ہوا تھا حالانکہ میں پانچ برس کے ایک بچے کا باپ بھی بن چکا تھا۔ جب پارس سات آٹھ برس میں ہوا، تب داستان کا آغاز ہوا۔ تادمِ تحریر پارس سولہ برس کا ہو چکا ہے اور اٹھارویں میں داخل ہو رہا ہے۔

میری داستان شروع ہونے سے پہلے میرے کارنامے اور میری ساتھی عورتوں کے کارنامے مختلف ذرائع سے لوگوں تک پہنچتے تھے، اس طرح دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک میرے علاوہ سونیا، روما، سونتی، مرجانہ، اعلیٰ بی بی، پوپی اور دوسرے اہم ساتھی دنیا والوں کے سامنے متعارف ہونے لگے تھے جب میں فیکھر کے دماغ میں پہنچا تو وہ ٹیلی پیتھی کی کتاب پڑھتے ہوئے میرے اور میری ٹیم کی عورتوں کے متعلق ہی سوچ رہا تھا۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ حقیقی کردار ہوں گے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اگر ان میں سے کوئی کردار میرے پاس آ جائے تو کیا تب بھی ٹیلی پیتھی کی حقیقت سے انکار کرو گے؟"

اس کی سوچ نے کہا: "میں ٹیلی پیتھی کے علم سے انکار نہیں کرتا مگر فرہاد، سونتی اور شیبا جیسے کیریکٹر ہو سکتے ہیں اور ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر سبقت لے جانے والی سونیا جیسی کوئی عورت ہو سکتی ہے۔ یہ یقین نہیں آتا۔"

میں نے اچانک اُسے مخاطب کیا: "ہیلو شیکھر! کیا تمھیں یقین آ سکتا ہے کہ فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہے؟"

اس نے ایک دم سے بوکھلا کر ٹیلی پیتھی کی کتاب بند کر دی۔ سر اٹھا کر دور طیارے کے اندرونی خلا میں تکتے ہوئے سوچنے لگا: "کیا یہ میری اپنی سوچ ہے؟"

میں نے کہا: "نہیں، میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ ابھی تم نے کتاب بند کی ہے، مستحکم ارادہ کر لو کہ اُسے نہیں کھولو گے پھر دیکھو میں کتاب کھولنے پر مجبور کر دوں گا۔"

اس نے آزمائشی طور پر مستحکم ارادہ کیا کہ کتاب کسی صورت میں نہیں کھولے گا۔ اس نے سامنے والی سیٹ کی پچھلی باسکٹ میں اسے ڈال دیا۔ اپنے ہاتھوں سے چھوڑ دیا لیکن چند سیکنڈ کے بعد حیرت زدہ رہ گیا کیونکہ اس کے ہاتھ میں وہ کتاب کھلی ہوئی تھی۔ اسے پتا بھی نہ چلا کہ کس طرح میں اُس کے دماغ پر قابض ہو گیا تھا اور اس کے ذریعے باسکٹ سے کتاب نکال کر اس کے ہاتھوں میں کھول دی تھی۔ اس نے حیرانی سے کہا: "ہے شیو شمبھو! یہ کیسی حیرت انگیز بات ہے۔ میں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں مگر پھر بھی یقین نہیں آتا۔"

"یقین آ جائے گا۔ اب تم باسکٹ میں کتاب ڈال کر دونوں ہاتھوں سے اپنے کانوں کو پکڑ لو گے۔"

اس نے گھبرا کر آس پاس دیکھا۔ پھر کہا: "نہیں نہیں، فرہاد صاحب! آپ ایسی حرکتیں نہ کرائیں، میری انسلٹ ہو گی۔"

"چلو، تمھاری انسلٹ نہیں کروں گا لیکن تمھیں یقین دلانے کے لیے کتنا ہوں کتاب باسکٹ میں ڈال کر اپنی ناک کھجاؤ گے۔"

اس نے مصمم ارادہ کر لیا، ایسا نہیں کرے گا لیکن دوسرے ہی لمحے کتاب باسکٹ میں پہنچ چکی تھی اور وہ ہاتھ اُٹھا کر ناک کھجا رہا تھا۔ تب اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا: "اوہ مائی گاڈ! میں کتنا بھاگوان ہوں۔ آپ میرے دماغ میں ہیں اور میں یقین نہیں کر رہا تھا۔ اب یقین ہو گیا ہے۔ میں اپنی ماں کی قسم کھا کر کہتا ہوں، مجھے یقین ہو گیا ہے۔"

"قسم نہ کھاؤ تب بھی میں دماغ کی گہرائیوں میں سچ اور جھوٹ کو سمجھ لیتا ہوں۔ تم ٹیلی پیتھی کی کتاب پڑھتے ہوئے سوچ رہے تھے، اگر تمھیں بھی یہ علم آتا یا اس علم کے جاننے والوں سے دوستی ہوتی تو تم کتنے اونچے پیمانے پر اسمگلنگ کرتے۔ اس وقت تمھارے پاس دو کلو چرس ہے۔ میں مانتا ہوں، انگلینڈ اور یورپ میں چرس کی بڑی قیمت ملتی ہے لیکن تم کون سے دولت مند بن جاؤ گے؟"

وہ جلدی سے بولا: "اب میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ آپ مجھے اپنا سیوک، اپنا خدمت گار بنا لیں اور میری جو خواہشات ہیں وہ پوری کر دیں۔"

"میں تمھارے اندر رہ کر تمھاری خواہشات کو پڑھ سکتا ہوں۔ تم پہلی فرصت میں چرس نکال کر باتھ روم میں جاؤ۔ پھر وہاں چھوڑ کر چلے آؤ اور تمھیں ایسا کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں اور یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس وقت فرہاد علی تیمور تمھارے دماغ میں موجود ہے لہٰذا تم بے اختیار یہاں سے جاؤ گے اور وہی کرو گے جو ابھی میں نے کہا ہے۔"

وہ وہی کرنے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو اس حد تک آزاد رکھا کہ وہ اپنی حرکتوں کو سمجھتا ہوا یہ تسلیم کرتا جائے کہ بے اختیار ایسا کر رہا ہے۔ باتھ روم میں دو کلو چرس چھوڑ آنے کے بعد وہ اپنی سیٹ پر پہنچا تو میں نے کہا: "اس وقت ہندوستان میں چرس کی اہمیت سونے جیسی ہے۔ لوگ پہلے بھاری بھرکم سونا اسمگل کرتے تھے، اب ہلکی پھلکی چرس اسمگل کرتے ہیں۔ پھر بھی زیادہ مقدار میں اسمگل کرنے والے پکڑے جاتے ہیں۔ تمھارے ساتھ بھی یہی مجبوری ہے۔"

"اگر آپ نے میری مدد کی تو میں جرائم سے توبہ کر لوں گا اور سیدھے سادے انداز میں دولت مند بننے کی کوشش کروں گا۔"

"اسی لیے تمھارے دماغ میں آیا ہوں۔ تمھیں سیدھے راستے پر چلاؤں گا اور اتنا دولت مند بنا دوں گا جس کا تم نے سپنا بھی نہیں دیکھا ہو گا۔"

خوشی سے اس کی باچھیں کھلی جارہی تھیں۔ میں نے کہا "اپنے آپ پر کنٹرول رکھو۔ آس پاس کے مسافر تمہیں اس طرح خوش ہوتے دیکھیں گے تو پاگل سمجھیں گے۔"

وہ فوراً ہی سنجیدہ ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے کہا "وہ خالق دوجہاں، وہ مالک کون ومکاں جو سب کی تقدیریں لکھتا ہے، وہ تمہاری تقدیر میں یہ لکھ چکا تھا کہ میں تمہارے دماغ میں پہنچوں میں دہلی ایئر پورٹ پر ہی تمہیں تاڑ گیا تھا۔ تمہیں اپنا آلۂ کار بنانے کے متعلق فیصلہ کرچکا تھا۔ لہٰذا اب تم استنبول میں اترو گے اور وہاں قیام کرو گے۔"

"جناب، میں لندن جارہا ہوں۔ کیا استنبول میں ٹھہرنے کی اجازت ملے گی؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔ وہاں سونیا آئے گی اور تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گی۔"

اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس نے پوچھا "کیا مادام سونیا میرے پاس آئیں گی؟"

"ہاں، مگر ایک شرط ہے۔"

"میں آپ کی ہزار شرطیں ماننے کو تیار ہوں۔ بلکہ اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔"

"شرط یہ ہے کہ تم خود کو فرہاد علی تیمور سمجھو گے۔"

وہ خوش ہوکر بولا "کیا میرے سمجھنے سے ایسا ہوسکتا ہے۔ کہاں آپ جیسا دیوتا اور کہاں مجھ جیسا ناچیز انسان۔"

"تم آنکھیں بند کرکے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوجاؤ۔ میں تمہیں ٹیلی پیتھی کی نیند سلاؤں گا۔ اس کے بعد تنویمی عمل کروں گا جب تم تنویمی نیند سے بیدار ہوگے تو خود کو بے اختیار فرہاد علی تیمور سمجھو گے اور تمہاری شیکھر کی شخصیت صرف کاغذات کے مطابق ہوگی۔"

اس نے راضی خوشی میرے احکامات کی تعمیل کی، سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوگیا، آنکھیں بند کرلیں۔ میں اسے ٹیلی پیتھی کی نیند سلانے لگا۔ میں اس تفصیل میں نہیں جاؤں گا کہ کس طرح میں نے اسے سلایا، کس طرح اس پر تنویمی عمل کیا اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے اور اس کا دماغ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گا۔ کسی کو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دے گا۔

میں ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے ایسے ہتھکنڈے بے شمار حاضرین پر آزما چکا ہوں اور دوستوں پر بھی آزماتا رہا ہوں۔ شیکھر ہمارا اچھا ساتھی تھا۔ ہمارے کام آرہا تھا، اس لیے میں نے دوستانہ انداز میں اسے ٹریپ کرلیا۔

تنویمی عمل کی کامیابی کے بعد میں نے اس کے دماغ کو ہدایت کی کہ وہ ایک گھنٹے بعد نیند سے بیدار ہوجائے گا۔ پھر میں نے سونیا کو مخاطب کیا "ہیلو سونیا، میں ایک ضروری کام سے آیا ہوں۔"

میرے ساتھ ہندوستان میں جو کچھ ہورہا تھا وہ میں سونیا کو بتانے لگا۔ پھر میں نے کہا "میں انھیں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہندوستان چھوڑ چکا ہوں اور استنبول پہنچ رہا ہوں۔ وہاں کے فوجی افسران انٹرپول سے رابطہ قائم کررہے ہیں تاکہ میرے استنبول پہنچنے کی تصدیق ہوسکے۔"

اس نے پوچھا "اس مقصد کے لیے کیا کررہے ہو؟"

"شیکھر نام کا ایک ہندوستانی بی اداے سی کے طیارے میں سفر کرتا ہوا لندن جارہا تھا۔ میں نے اسے دوست بنا لیا ہے، وہ میرا رول ادا کرے گا۔ میں اس کے دماغ کو لاک کرچکا ہوں۔ اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکیں گے۔ اب تم اسے فرہاد کی حیثیت سے استنبول میں ریسیو کرو۔"

سونیا نے کہا "اس کے پاس استنبول میں ٹھہرنے کا اجازت نامہ نہیں ہوگا۔"

"نہیں ہوگا تو تم حاصل کرو۔ اپنے تمام ذرائع استعمال کرو۔ لیکن شیکھر کو بحیثیت فرہاد علی تیمور استنبول میں اترنا چاہیے اور اسے تمہارے ساتھ دیکھا جانا چاہیے۔"

"میں اپنے معاملات میں مصروف رہتی ہوں، تم ایک نئے معاملے میں الجھا رہے ہو۔ جاؤ، میں اپنا کام کروں گی۔"

"میں جانتا تھا، تمہارے لیے یہ کچھ مشکل نہ ہوگا۔ خدا حافظ۔"

میں نے عین وقت پر خدا حافظ کہا۔ دروازے پر دستک ہورہی تھی۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہوکر دیکھا تو خود کو مالا کے بیڈ روم میں پایا۔ کہیں سے ہلکی ہلکی موسیقی سنائی دے رہی تھی۔ الیا میٹھا جلترنگ تھا کہ سرور آرہا تھا۔ اس پر دستک دینے والی کے تال کے مطابق دستک دے رہی تھی۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازہ کھولا تو اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

یہ وہی مالا تھی جسے میں صبح سے دیکھتا آرہا تھا لیکن صبح اور ہوتی ہے، شام اور ہوتی ہے۔ صبح کا اجالا دھوپ کی دھمکی دیتا ہے، شام کا اجالا رات کی چاندنی کا پیغام پہنچاتا ہے۔

وہ دروازے کی چوکھٹ پر مجسم چاندنی کی طرح نظر آرہی تھی۔ سفید لباس میں تھی اور لباس بے حد مختصر تھا اور وہ لباس اپنی زیبائی بے زبانی سے کہہ رہا تھا۔ میں مجبور ہوں، اسے صاف چھپا نہیں سکتا اور یہ صاف چھپنا بھی نہیں چاہتی۔

میں دروازہ کھول کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ بڑی ہی شاعرانہ نزاکت سے چلتی ہوئی اندر آئی، ایک کیسٹ ریکارڈر میں کیسٹ رکھ کر آسان کیا۔ بھارتی کلاسیکی موسیقی کمرے کی محدود فضا میں ابھرنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے رقص کے لیے اپنے پاؤں کو حرکت دی، آپ ہی آپ گھنگرو بجنے لگے۔ اکثر ہندوستانی عورتیں بچپن ہی سے گیت، موسیقی اور رقص کی تعلیم حاصل کرتی ہیں، جوان ہوتے ہوتے ان میں گیتوں کا تاثر، موسیقی کا خمار، رقص کی لچک اور مسحور کن ادائیں جوان ہوتی جاتی ہیں۔ یوں دوسری جوان آنکھوں کو دیکھتے ہی دیکھتے تسخیر کرلیتی ہیں۔ میں دیکھ رہا تھا اور ایک عجب ماحول میں پہنچ رہا تھا۔ کیا انداز تھا، کیا ادائیں تھیں، کیا لوچ تھا، کیا نزاکت تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے گیت، موسیقی اور شاعری جہاں اکٹھے روح توڑ دیتی ہیں، وہاں مالا جیسی عورتیں بھری بھری سانسیں لیتی ہیں۔ دل کو دھڑکاتی ہیں اور ہتھیار ڈالنے پر مجبور کردیتی ہیں۔ جب وہ تھک ہار کر میرے سامنے گری تو میں نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

میں ایک بات کی پھر وضاحت کردوں کہ منجالی ایک نیگرو لڑکی تھی، کالی تھی مگر دل والی تھی۔ اس نے میری زندگی میں اتنا اہم رول ادا کیا تھا کہ اس کے بعد جو لڑکی میری زندگی میں آئی تھی، ایک انجانے نشے میں گرفتار ہوجاتی تھی۔ گرفتار ہونے والی کو یوں لگتا تھا جیسے کسی زہریلے ناگ نے ڈس لیا ہے، وہ کرب میں مبتلا ہوتی تھی مگر وقت گزارنے کے بعد اسی کرب کی تمنا کرتی تھی۔ ایسا ہی نشہ طلب کرتی تھی جیسے ہیروئن کے عادی کرتے ہیں اور اس کے بغیر اپنی بوٹیاں نوچنے لگتے ہیں۔ ہیروئن کا نشہ پاگل بنا دیتا ہے، میرا نشہ نارمل رکھتا ہے مگر بے چینی اور اضطراب میں مبتلا کردیتا ہے۔

میں بیان نہیں کرسکتا کہ کس عالم میں رہا مگر جہاں بھی رہا، خوب رہا۔ میں اس کا مطلوب رہا اور وہ ہمہ وقت محبوب رہا، مجھے کیا چاہیے، یک گونہ سکون چاہیے اور سکون اس خود مختار فریج سے ہوتا ہے جو کسی کے اختیار میں نہیں ہوتی اور میں کچھ زیادہ ہی بے اختیار رہا۔

رات کے نو بج چکے تھے۔ میں نے کہا "تمہارے پتاجی کیا سوچتے ہوں گے، تمہیں اب جانا چاہیے۔"

وہ مسکرا کر بولی "تم میرے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرسکتے ہو، ہماری محبت میں کوئی مداخلت کرسکتا ہے یا نہیں؟"

میں نے معلوم کیا۔ اس کا باپ رات کو خواب آور گولیاں کھا کر سونے کا عادی تھا۔ آج بیٹی نے اسے جلدی سلا دیا تھا۔ ایک ملازم کو باہر کوٹھی کے دروازے پر بٹھا کر سمجھا دیا تھا، کوئی بھی ملنے والا آئے خواہ وہ منگل پانڈے ہی کیوں نہ ہو، اس سے کہہ دیا جائے کہ مالا دھن راج کے ساتھ اپنی سہیلی کے ہاں ایک تقریب میں گئی ہے۔ رات ایک بجے تک واپسی ہوگی، اگر وہ چاہیں تو فون پر رابطہ قائم کرسکتے ہیں۔

اسی طرح اس نے ایک ملازم کو ٹیلیفون کے پاس بٹھا دیا تھا۔ اسے بھی یہی ہدایت کی تھی کہ ہمیں پوچھا جائے تو جواب دیا جائے کہ صبح ہی ملاقات ہوسکتی ہے۔

"میں نے تمہارے خیالات پڑھ لیے ہیں، تم نے چاروں طرف ایسا جال بچھا دیا ہے کہ صبح تک کوئی مداخلت نہیں کرسکے گا لیکن میں خود مداخلت کررہا ہوں۔ یہاں سے اٹھو اور کھانے کے لیے کچھ لاؤ، مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

اس نے جانے سے پہلے بھرپور انگڑائی کا مظاہرہ کیا، پھر میٹھی نارضگی سے مسکراتے ہوئے بولی "ادھر منہ کرو۔"

میں نے دوسری طرف کروٹ لی۔ پتا نہیں وہ کیا کرتی رہی، اس کے بعد چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی میں شیکھر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ استنبول پہنچ گیا تھا۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اطلاع دی جارہی تھی۔ "مسٹر شیکھر جو لندن جانے والے ہیں، وہ استنبول میں قیام کرسکتے ہیں۔ ان کی میزبان مادام سونیا اناؤنسنگ کاؤنٹر پر ان کا انتظار کررہی ہیں۔"

سونیا نے شیکھر کے قیام کے لیے خصوصی اجازت نامہ حاصل کیا تھا، اسے حاصل کرنے کے لیے یقیناً شیبا کی خیال خوانی سے کام لیا ہوگا اور شیبا نے متعلقہ افسران کو ٹریپ کرکے شیکھر کے لیے راستہ ہموار کردیا ہوگا۔

شیکھر اور سونیا ایک دوسرے کو چہرے سے نہیں پہچانتے تھے۔ میں نے کہا "سامان لے کر چلو۔ میں تمہیں سونیا کے پاس پہنچا رہا ہوں۔"

اس نے ٹرالی میں سامان رکھا۔ اناؤنسنگ کاؤنٹر کے پاس سونیا کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے کہا "وہ نوجوان جو ٹرالی میں سامان لے کر آرہا ہے، شیکھر ہے۔"

دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ پھر سونیا نے اس کے بازو میں اپنا بازو ڈال کر آہستگی سے کہا "چونکہ تم فرہاد کا رول ادا کررہے ہو، اس لیے کسی حد تک بے تکلفی لازمی ہے۔ تم ایسا تاثر نہ دینا جیسے پہلی بار ملاقات کررہے ہو۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "مادام! میں کوئی اداکار تو نہیں ہوں لیکن آپ لوگوں کے..... ساتھ رہنے کی خاطر اداکار بننے کی پوری کوشش کروں گا۔"

سونیا کے ساتھ آنے والے مُرید نے ٹرالی سنبھال لی۔ وہ اسی طرح اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیے بڑی لگاوٹ سے باتیں کرتے ہوئے جانے لگی۔ مالا میرے لیے کھانا لے آئی تھی۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوکر کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ کھانا بہت لذیذ تھا۔ میں تعریف کرتا گیا اور کھاتا گیا۔ وہ خوش ہورہی تھی۔ کھانا ختم کرنے کے بعد

میں نے کہا: "ذرا چہل قدمی کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں نے باہر سب کو منع کر رکھا ہے۔ ایسا کہتے ہیں، چھت پر چلیں گے۔ تازہ ہوا ملتی رہے گی۔ بڑا لطف آئے گا۔ میں ابھی انتظام کرتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ اس وقت فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے ملازم نے ریسیور اٹھایا۔ مالا اس کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ ملازم نے دوسری طرف کی باتیں سننے کے بعد کہا: "ہماری مالکن اپنے مہمان کے ساتھ سیلی کے ہاں گئی ہیں۔ ایک بجے تک واپس آئیں گی۔"

اس نے خاموش ہو کر دوسری طرف کی باتیں سنیں۔ پھر کہا: "میں ان کی سیلی کا پتا نہیں جانتا ہوں ورنہ آپ کو بتا دیتا۔"

پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دوسری طرف سے منگل پانڈے میرے متعلق پوچھ رہا تھا۔ ملازم نے اسے وہی جواب دیا جو سکھایا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں مالا کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتا ہوا چھت پر پہنچا وہاں چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ گاؤ تکیے لگے ہوئے تھے۔ ایک بڑی سی ٹرے میں تازہ پھل رکھے ہوئے تھے۔ دودھ کا جگ اور گلاس بھی تھا۔ ٹیلیفون بھی اوپر پہنچا دیا گیا تھا تاکہ نیچے ڈرائنگ روم میں بات ہو تو ہم اوپر سن سکیں۔ اس نے تمام ملازموں کو حکم دیا تھا "اوپر کوئی نہ آئے۔ کوئی بات ہو تو ٹیلیفون سے اطلاع کریں۔"

میں آرام سے چاندنی پر لیٹ گیا۔ سر کے نیچے گاؤ تکیہ رکھا پھر انگور کا ایک خوشہ اٹھا کر ایک دانہ منہ میں رکھ کر چباتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی مصروف رہوں گا۔ تم مداخلت نہ کرنا۔"

راجیش سونے جا رہا تھا۔ میں چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا، ایک گھنٹے پہلے فوجی افسران کا پھر خفیہ اجلاس ہوا تھا۔ ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کو انٹرپول کی طرف سے مکمل رپورٹ ملی تھی۔ وہ رپورٹ اس اجلاس میں پڑھ کر سنائی گئی۔ استنبول میں انٹرپول کے ایک چیف ایجنٹ نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ فرہاد علی تیمور شیکھر کے نام سے سفر کر رہا تھا۔ وہ دہلی سے لندن جا رہا تھا جبکہ انٹرپول کے جاسوس ہوائی اڈے کے ایسے مسافروں کی فہرست تیار کر چکے تھے جو استنبول میں اترنے والے تھے۔ ان میں شیکھر کا نام نہیں تھا۔ شاید اسی لیے فرہاد نے لندن تک کا ٹکٹ لیا تھا تاکہ اس پر کوئی شبہ نہ کرے۔ انٹرپول کے جاسوس ان افراد پر کڑی نظر رکھ رہے تھے جو استنبول کے ایئرپورٹ پر نظر آ رہے تھے۔ پھر اچانک لاؤڈ اسپیکر سے اناؤنسمنٹ سن کر جاسوس حضرات کی توجہ ادھر ہو گئی۔ اعلان کرنے والا کہہ رہا تھا کہ مسٹر شیکھر استنبول میں قیام کر سکتے ہیں اور ان کی میزبان مادام سونیا اناؤنسنگ کاؤنٹر پر ان کا انتظار کر رہی ہے۔

آگے چل کر اس رپورٹ میں لکھا تھا: "ہم دو رہی دور سے سونیا اور شیکھر کی نگرانی کرتے رہے۔ ہمارے سامنے جو بات آئی، وہ یہ ہے کہ شیکھر لندن جا رہا تھا، اچانک استنبول میں قیام کرنے لگا۔ اس کے لیے سونیا نے خاص طور پر اجازت نامہ حاصل کیا تھا اگرچہ فرہاد میک اپ میں شیکھر بنا ہوا ہے لیکن سونیا اپنی خوشی کو چھپا نہ سکی۔ ہوٹل پہنچنے تک وہ اس کے ساتھ لگی رہی۔ پھر وہ ایک کمرے میں بند ہو گئے۔ دو گھنٹے تک ہمارا آدمی ان کا انتظار کرتا رہا مگر دروازہ نہیں کھلا۔ تقریباً ڈھائی گھنٹے بعد وہ دونوں کمرے سے نکلے۔ ہوٹل سے باہر آنے کے بعد دونوں کے راستے الگ ہو گئے ہمارے جاسوس اب بھی دونوں کی نگرانی کر رہے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ فرہاد شیکھر کے نام سے استنبول پہنچ گیا ہے۔ ہم نے استنبول کے انٹیلی جنس والوں کو بھی آگاہ کر دیا ہے۔ وہ چاہیں تو فرہاد کو گرفتار کر سکتے ہیں۔ ہم اس معاملے سے دور ہی رہتے ہیں۔ فرہاد اور اس کی ٹیم کی کسی عورت کو چھیڑ کر اپنی ساکھ بگاڑنا نہیں چاہتے اور یہی وجہ ہے کہ آج تک ہمارا ان سے کبھی ٹکراؤ نہیں ہوا۔"

انٹرپول کی جانب سے روانہ کردہ اس رپورٹ کو پڑھنے کے بعد ایک فوجی افسر نے کہا: "اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ فرہاد ہمارے ملک میں نہیں ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا: "دوسری بات جو ثابت ہوتی ہے، وہ یہ کہ اُسے اپنے قیدی بیٹے کا کوئی علم نہیں ہے۔"

ایک اور افسر نے کہا: "ایک اور بات ثابت ہوتی ہے۔ استنبول میں جو پارس ہے، وہی اُس کا بیٹا ہے۔ اس بچے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ ترکی کے اس شہر میں فرہاد کی پوری ٹیم موجود ہے اور اب فرہاد بھی پہنچ گیا ہے۔"

اجلاس کے چیئرمین نے کہا: "قیدی پارس کے ساتھ جو عورت ہے، اس کا نام مونا سانچی ہے۔ وہ بھی وادیٔ قاف سے آئی ہے۔ میں نے آج اُسے بلا کر سختی سے سوالات کیے تھے اور اسے جھوٹ بولنے پر سخت سے سخت سزا دینے کی دھمکی دی تھی۔ مشکل یہ ہے کہ ہم براہِ راست اس سے گفتگو نہیں کر سکتے۔ وہ وادی کی مخصوص زبان کے سوا کوئی دوسری زبان نہیں جانتی ہے یہ زبان جاننے والا ہمارا آدمی میری بات اس عورت تک پہنچاتا ہے اور اس کا جواب مجھے سناتا ہے۔ اس کا جواب شروع سے اب تک یہی ہے کہ یہ قیدی بچہ پارس ہے۔ رسونتی اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھتی تھی۔ کبھی کبھی مونا سانچی کی گود میں دے دیا کرتی تھی۔ یہ محض تقدیر کی بات ہے کہ بیماری سے ایک گھنٹا پہلے مونا سانچی اس بچے کو لے کر نہ پہنچی پر نہانے اور کپڑے دھونے گئی تھی۔"

ایک افسر نے کہا: "کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے کہ رسونتی کی خدمت گار پر بھروسا نہیں کرتی تھی۔ بچے کو زیادہ سے زیادہ اپنے پاس رکھتی تھی لیکن بیماری سے ایک گھنٹا پہلے اس نے بچے کو بہت دور جنے تک لے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

ایک اور افسر نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا: "مجھے بھی یہ عورت مونا سانچی فراڈ معلوم ہوتی ہے۔"

اجلاس کے چیئرمین نے کہا: "وہ فراڈ ہو یا نہ ہو اور یہ بچہ پارس ہو یا نہ ہو، اگر ہم اسے بدستور قیدی بنا کر رکھیں تو کیا فرق پڑے گا؟"

ایک اعلیٰ افسر نے جواب دیا: "یہ بچہ غیر اہم ہے۔ فرہاد یہاں سے جا چکا ہے۔ اس کے بعد بھی ہم بچے کو اہمیت دیں تو یہ وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا: "اب تک کی معلومات کے مطابق یہی ثابت ہو رہا ہے کہ ہم بچے کے سلسلے میں وقت ضائع کرتے جا رہے ہیں۔"

ایک اور افسر نے پوچھا: "فرض کیجیے، ہم نے اس بچے سے توجہ ہٹا لی، اُسے آزاد کر دیا یا کہیں دوسری جگہ منتقل کر دیا اور بعد میں ثابت ہوا کہ اصل پارس یہی تھا، تب ہم کیا کریں گے؟"

"بچے کو آزاد نہیں چھوڑا جائے گا، صرف اُسے فوجی بیرک سے ہٹا دیا جائے گا۔ ہم خواہ مخواہ اپنا وقت اس کے لیے صرف کر رہے ہیں۔" اجلاس کے چیئرمین نے کہا: "میں اس نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ بچے کو یہاں سے منتقل کر کے کسی مکان میں رکھا جائے، اس مکان کے اُس پاس ہمارے سیکیورٹی فورس کے مسلح افراد موجود رہیں۔ ان کی ڈیوٹی بدلتی رہے گی اور وہ چوبیس گھنٹے اس بچے کی نگرانی کرتے رہیں گے۔"

"مسٹر چیئرمین! میں آپ کے اس فیصلے سے متفق ہوں۔ جب تک یہ بچہ فوجی بیرک میں رہے گا، ہمارے لیے دردِ سر بنا رہے گا۔ کیا ہمیں یہ اندیشہ نہیں رہتا کہ اس کے ماں باپ اس کے دماغ میں پیغامات بھیجیں گے تو پھر ہمارے فوجی رازوں تک بھی پہنچتے جائیں گے؟"

سب نے تائید میں سر ہلایا اور سب نے اس بات سے اتفاق کیا کہ بچے کا فوجی بیرک میں موجود رہنا مناسب ہے۔ اگر یہ پارس ہے تو کسی وقت بھی ہمارے لیے زبردست خطرہ بن سکتا ہے اور اگر پارس نہیں ہے تو ہم خواہ مخواہ اندیشوں میں گھرے رہتے ہیں۔ لہٰذا اسے یہاں سے منتقل کر دیا جائے۔

میں راجیش کے خیالات پڑھ رہا تھا، اسی وقت رسونتی کی آواز سنائی دی۔ وہ راجیش کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی: "میں تمہارے خیالات پڑھ رہی ہوں اور مجھے پتا چل رہا ہے کہ میرے بیٹے کو کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا۔"

"ہاں، آج صبح پانچ بجے یہاں ایک گاڑی آئے گی۔ پھر پارس اور مونا سانچی کو لے جائے گی۔ میں یہ نہیں جانتا کہ اسے کہاں لے جایا جائے گا۔"

"میں تمہارے ذریعے یہاں کے بیشتر افسران کے دماغوں تک پہنچ چکی ہوں۔ صبح پانچ بجے سے پہلے پارس کے دماغ میں رہوں گی۔ شاید اس کے ذریعے نئے افسران تک پہنچ سکوں۔ پھر ان سے پتا چل جائے گا کہ انھوں نے اسے کہاں پہنچایا ہے۔"

ٹیلیفون کی گھنٹی سے خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ مالا ریسیور اٹھا کر سن رہی تھی۔ نیچے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا ملازم منگل پانڈے کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "بھائی! ایک بج چکا ہے۔ وہ میرا دوست دھن راج کہاں ہے؟ اس سے بات کراؤ۔"

میں نے فوراً ہی مالا سے ریسیور لے کر کہا: "ہیلو، پانڈے۔! میں دھن راج بول رہا ہوں۔"

اس نے چہک کر پوچھا: "یار! تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔ تمہارے نہیں رہنے سے میں خود کو بیوہ کم میرا مطلب ہے خود کو یتیم سمجھنے لگتا ہوں۔ میں آ رہا ہوں۔"

"ایک منٹ ہولڈ کرو۔"

پھر میں نے نیچے بیٹھے ہوئے ملازم کو ڈانٹ کر کہا: "بامو! تم نے اب تک ریسیور کیوں اٹھا رکھا ہے۔ کیوں ہماری باتیں سن رہے ہو؟"

اس نے جلدی سے ریسیور رکھ دیا۔ تب میں نے پانڈے سے کہا: "یار! کیوں رنگ میں بھنگ ڈال رہے ہو۔ آج رات یہاں عیش کرنے دو۔"

وہ معنی خیز انداز میں بولا: "کیا کام بن گیا؟"

"ابھی تو بنا رہا ہوں۔ میرے ہاتھ کی لکیریں کہتی ہیں، اگر اس گھر میں رہ گیا تو صبح تک کام بن جائے گا۔"

"بناؤ، بناؤ۔ صبح تک سنسی اطمینان سے کام بناؤ۔ اب میں ڈسٹرب نہیں کروں گا۔ صبح تمہارے پاس آؤں گا، بتاؤ کتنے بجے آؤں؟"

میں نے مالا سے پوچھا: "منگل پانڈے کو کس وقت بلایا جائے؟"

اس نے ریسیور لے کر کہا: "ہیلو، ڈارلنگ جی! آپ کل ایک بجے میرے ہاں تشریف لائیں گے۔ ہم دوپہر کا کھانا ساتھ کھائیں گے۔"

اس نے کہا: "مالا جی! میرے دوست کو خوش رکھنا کوئی شکایت نہ ہونے پائے۔ اگر وہ خوش ہو تو میں تمہارا کیس ختم کرا دوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

میں نے مالا کی زبان سے کہا: "میں تو انھیں خوش کرنا چاہتی ہوں مگر یہ ہمیشہ سوچ میں گم رہتے ہیں۔ ہمیشہ آپ ہی کا ذکر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں ہمیں یار پانڈے ایسا ہے۔ میرا یار پانڈے ویسا ہے۔ وہ آگے جا کر اتنی ترقی کرے گا، اتنی ترقی کرے گا کہ ہاتھ اٹھا کر آسمان

کو چھوڑے گا۔"

میں خیال خوانی کے ذریعے پانڈے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے منہ پھاڑے، آنکھیں پھاڑے خلا میں تک رہا تھا اور آسمان کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے ہاتھ بڑھا کر ابھی چھو لے گا۔ میں نے ریسیور لے کر اُسے مخاطب کیا، وہ چونک کر بولا۔ "ارے یار! کیوں اتنی حسین عورت کے پاس بیٹھ کر مجھے یاد کرتا ہے۔ بے چاری کا دل ٹوٹ رہا ہے۔ مجھے کل صبح یاد کر لینا ابھی اسی کو یاد کرتا رہ۔ اب میں ریسیور رکھ رہا ہوں۔ کل ایک بجے آؤں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ مالا نے میرے ہاتھ سے ریسیور لے کر رکھتے ہوئے کہا۔ "تم خیال خوانی نہیں کر رہے تھے، جیسے ہی فون آیا، فوراً اٹینڈ کرنے لگے۔"

"فون کی گھنٹی نے چونکا دیا تھا۔ میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ مداخلت ذکر نا مگر فون کی گھنٹی کو کیسے سمجھاتا؟"

اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ ٹھیک تین گھنٹے بعد یعنی پانچ بجے پارس فوجی بیرک سے منتقل کیا جانے والا تھا۔ اب دو بجے گھنٹے کے لیے سونا مناسب نہیں تھا۔ لہٰذا میں پارس اوّل اور جوجو کے پاس پہنچ گیا۔

★★★

بات یہاں تک پہنچی تھی کہ گائی ڈی مورد کو نے پارسن کے سرپرستوں سے کہا تھا، جو مشین کا حصّہ پارس نے چرایا ہے، اسے اس کے حوالے کیا جائے اور جوجو کے سرپرستوں سے کہا تھا کہ مشین کے باقی دو حصّے اس کے حوالے کر دیے جائیں۔ اس طرح وہ تینوں حصّوں کو ملا کر اُسے آزمائے گا۔ اگر وہ ٹرانسفارمیشن کا کامیاب ہوئی اور اس کے ذریعے مورد کو نے اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیت منتقل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی تو پارس اور جوجو کو رہا کر دیا جائے گا۔

میں نے اور پارس نے اس سے مہلت مانگی تھی۔ اس نے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی۔ شرط یہ تھی کہ ہم صبح تک اُسے مشین کے تینوں حصّے واپس کرنے کی ہامی بھر لیں اور چوبیس گھنٹے پورے ہونے سے پہلے وہ حصّے اس کے حوالے کر دیں۔ اگر صبح تک ہم نے ہامی نہ بھری تو اس وقت سے چوبیس گھنٹے پورے ہونے تک پارس اور جوجو کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی جائیں گی۔

پارس اور جوجو کو اس پتھریلے فرش والے قید خانے سے نکال کر آرام دہ کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا تھا، جب دوبارہ وہاں پہنچا تو صبح ہونے میں سات گھنٹے باقی تھے۔ پارس آرام سے سو رہا تھا لیکن جوجو جاگ رہی تھی۔ کبھی پارس کو دیکھ رہی تھی اور کبھی اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگتی تھی۔

اس کے بھائی آرمر نے اچھی طرح سمجھایا تھا کسی مرد سے دوستی نہ کرنا مگر حالات اس کے بس میں نہیں تھے۔ ایک پانچ برس کا مرد اس کے کمرے میں آرام سے سو رہا تھا۔ بھلا ایسے مرد کی موجودگی میں وہ کیسے سو سکتی تھی، وہ بھائی آرمر کی نصیحتوں پر عمل کرنا اپنا اوّلین فرض سمجھتی تھی۔

یہ بات ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ پارس کو کیا بچے، جب یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تو اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اپنے بھائی آرمر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ "میرے بھائی! میں تمھاری لاڈلی بہن جوجو بول رہی ہوں۔"

آرمر نے خوش ہو کر کہا۔ "میری بہن! مجھے معلوم ہوا ہے، تم کیں قیدی بنا کر رکھی گئی ہو۔ کیا بہت پریشان ہو؟"

"جی ہاں۔ ایک بہت بڑا پرابلم ہے۔"

"مجھے فوراً بتاؤ۔ میں تمھارے مسائل حل کر سکتا ہوں۔"

"بھائی! تم نے نصیحت کی تھی کسی سے دوستی نہ کرنا مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی، اگر پانچ برس کا بچہ دوستی کرنا چاہے تو میرا جواب کیا ہونا چاہیے؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "اری پگلی! بچہ تو آخر بچہ ہی ہوتا ہے، تم اس سے دوستی کر سکتی ہو۔۔۔"

وہ بات کرتے کرتے چونک گیا۔ پھر بولا۔ "کیا کہا؟ پانچ برس کا بچہ؟ کہیں وہ پارس تو نہیں ہے؟ کیا تم فرہاد کے بیٹے کی بات کر رہی ہو؟"

"جی ہاں! جب سے میں استنبول آئی ہوں، وہ میرے ساتھ لگا ہوا ہے۔"

"جوجو! یہ فرہاد کی سازش ہے۔ تم اس بچے سے دور رہو۔"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا کیسے دور رہوں۔ جب سے وہ میرے پاس ہے، مجھے مصیبتوں سے بچا رہا ہے، میرے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے رہا ہے۔ ہم دونوں کو ساتھ اغوا کیا گیا ہے اور ایک ہی کمرے میں بند کر دیا گیا ہے۔ وہ تو آرام سے سو رہا ہے، میں اس فکر میں جاگ رہی ہوں کہ مجھے اس کی موجودگی میں سونا چاہیے یا نہیں؟"

"اس کی موجودگی میں سو جاؤ، کوئی ہرج نہیں ہے۔ ہمیں اندیشہ صرف یہ ہے کہ فرہاد اس کے ذریعے تمھیں ٹریپ کرنا چاہتا ہے یا کوئی اور چال چل رہا ہے۔"

"میں نہیں سو سکتی، مجھے شرم آتی ہے۔"

"تم تو سچ مچ پگلی ہو۔ ارے وہ کوئی مرد جوان نہیں ہے۔"

"میں کیا بتاؤں، وہ نوجوان مردوں سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ اکثر میرے حسن کی تعریفیں کرتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرنے لگا ہے۔"

آرمر نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیا بکواس ہے؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ ہمیں اغوا کرنے والے بھی جانتے ہیں۔ ان کے سامنے بھی پارس نے مجھ سے عشق کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ کہتا ہے، اتنی حسین صورت دیکھنے کے بعد اس کے اندر باپ کا خون جوش مار رہا ہے۔"

"پھر تو اس بچے کے پیچھے فرہاد پڑا ہوا ہوگا۔ وہ کمبخت عیاش ہے، حسن پرست ہے۔ اُسے شرم نہیں آتی، اپنے بچے کے ذریعے تمھیں پھانسنا چاہتا ہے۔"

میں نے اُس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "آرمر! تمھیں میرے متعلق اتنے شرمناک خیالات نہیں رکھنے چاہئیں۔ تم اور تمھارے دوسرے بھائی نہایت ہی بے غیرت ہیں۔ انھوں نے مجھے پھانسنے کے لیے اپنی بہن روزانہ کو چارا بنا کر ہندوستان بھیجا تھا۔ میں روزانہ کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ شاید بے غیرتوں کو عزت اور غیرت کا مطلب نہ معلوم ہو۔ وہ مقدس رشتوں کو بھی نہ سمجھتے ہوں۔ اس کے باوجود میں کھلے الفاظ میں کہتا ہوں کہ جو جو میری بیٹی جیسی ہے، آئندہ ایسے خیالات کا اظہار کرو گے تو تمھیں دماغی اذیتیں پہنچاؤں گا۔"

اس نے پوچھا۔ "تم نے اپنے بیٹے کو میری بہن کے پیچھے کیوں لگا دیا ہے؟"

"اس کے لیے بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا اپنے بیٹے سے کوئی دماغی رابطہ نہیں ہے۔ کسی نے اس کے دماغ کو مقفل کر دیا ہے۔ تم خود اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے۔"

"یہ ماننے والی بات نہیں ہے۔ وہ تمھارا بیٹا ہے اور کسی اور نے خیال خوانی کے ذریعے یا تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو مقفل کیا ہوا اور تمھیں پتا نہ ہو تو کیا یہ قابلِ یقین بات ہو سکتی ہے؟"

"میں یقین دلاتا نہیں چاہتا۔ اپنی بہن کو سمجھاؤ کہ وہ آرام سے سو جائے، پتا نہیں اس کے بعد کیسے حالات پیش آئیں گے۔ لہٰذا اسے جسمانی اور دماغی طور پر چاق و چوبند رہنے کے لیے نیند پوری کرنا چاہیے، تم میرے بیٹے کی فکر چھوڑو، اپنی بہن کی فکر کرو۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں جوجو کے پاس آ گیا، وہ کہہ رہی تھی۔ "بھائی! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"کیوں ڈر رہی ہو؟"

"ابھی میں تمھارے دماغ میں تھی، وہاں فرہاد کی آواز سن رہی تھی۔ کیا وہ میرے دماغ میں بھی آئے گا؟"

آرمر کے جواب دینے سے پہلے ہی میں نے ایک سوچ کے ذریعے اسے چونکنے پر مجبور کیا۔ پھر وہ میری مرضی کے مطابق بولی۔ "ارے ہاں بھائی! آپ کے دماغ میں فرہاد مجھے بیٹی کہہ رہا تھا کیا وہ بیٹی کہہ کر مجھے نقصان پہنچائے گا؟"

آرمر الجھن میں پڑ گیا۔ تمام بھائی میرے خلاف جو جو کے دماغ میں زہر بھرنا چاہتے تھے۔ بھلا وہ کیسے اعتراف کرتا کہ بیٹی کہنے والا نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "تم ابھی دُنیا کو نہیں سمجھتی ہو۔ یہ دشمن زبان سے کچھ کہتے ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ اس کے بیٹی کہنے سے کچھ نہیں ہوتا، وہ بہت فریبی ہے۔ اس سے ہوشیار رہنا چاہیے لیکن فکر نہ کرو، وہ تمھارے دماغ میں نہیں آئے گا، میں نے اُسے منع کر دیا ہے۔"

اس کا باپ مجھے منع نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ جوجو کے بچکانہ ذہن کو اسی طرح سمجھایا کرتا تھا اور جوجو بھی اپنے بھائی پر اندھا اعتماد کرتی تھی۔ ہر بات مان لیتی تھی۔ اس نے یہ مان لیا کہ فرہاد دماغ میں نہیں آئے گا۔ تب آرمر اسے سمجھانے لگا۔ "اب تم سو جاؤ۔ پارس سے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ بستر کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "یہاں ایک ہی بستر ہے اور کمبل بھی ایک ہی ہے۔"

آرمر نے کہا۔ "جب وہ گہری نیند میں ہے تو اسے سونے دو۔ اس کا کمبل کھینچ کر اپنے اوپر ڈال لو۔"

وہ بچپن سے بھائی کی بات ماننے کی عادی تھی۔ اس نے یہی کیا۔ بستر پر آ کر آہستہ آہستہ کمبل کو پارس کے اوپر سے کھینچنے لگی۔ پورا کمبل اپنی طرف کرنے کے بعد آہستگی سے لیٹ گئی پھر اسے اپنے اوپر ڈال لیا۔ آرمر نے کہا۔ "تم میری بہت اچھی بہن ہو۔ چلو، آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کو ہدایت دو اور آرام سے سو جاؤ۔"

وہ آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کو ہدایت دینے لگی۔ میں نے آرمر کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ بہن کی طرف سے مطمئن ہو کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا تھا۔ ادھر میں نے پھر جوجو کے پاس پہنچ کر اس کی آنکھیں کھول دیں۔ اُسے سر گھما کر پارس کی طرف دیکھنے پر مجبور کیا۔ اس نے دیکھا، وہ اپنی جگہ سکڑ سمٹا پڑا ہوا تھا۔ سردی اچھی خاصی تھی۔ میں نے جوجو کے دماغ میں سوچ پیدا کی۔ "آہ! بیچارہ کس طرح سردی میں ٹھٹھر رہا ہے۔"

بھائی نے اپنی معصوم بہن کو خود غرضی اور بے حسی کا درس دیا تھا۔ میں اس کی معصومیت کو برقرار رکھنا چاہتا تھا اسی لیے اس کے اندر انسانی محبت کا جذبہ پیدا کر رہا تھا۔ جو معصوم لوگ جنھوں نے کبھی کسی کو نقصان نہ پہنچایا ہو، اُن میں انسانی محبت کے جذبات پیدا کرنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آتی، وہ خود بھی فطرتاً انسان دوست ہوتے ہیں۔ جوجو اپنے اندر انسانی دوستی کے جذبوں کو سمجھتی نہیں تھی، بس ذرا سمجھانے کی ضرورت تھی اور میں یہی کر رہا تھا۔

صرف دس منٹ کے اندر ہی اس کا دل پگھلنے لگا۔ وہ پارس کو اس سردی میں ٹھٹھرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ آہستہ آہستہ کھسکتی

ہوئی اس کے قریب آئی۔ پھر کہیں کا آدھا حصہ آہستگی سے اس کے اوپر ڈال دیا مگر اس سے ذرا دور رہی اور جلدی سے آنکھیں بند کر کے کہنے لگی "اوہ گاڈ میں اپنے دماغ کو ہدایت دے کر سو رہی ہوں یہ اس مرد کو مجھ سے دور رکھنا۔ اگر یہ مجھ کو ہاتھ لگائے تو فوراً میری آنکھ کھل جائے۔"

وہ سہمی سہمی سی اپنے دماغ کو ہدایت دے رہی تھی مگر نیند نہیں آ رہی تھی۔ آخر میں نے اس کے دماغ کو تھپک تھپک کر سلا دیا۔ ابھی صبح ہونے میں تقریباً پانچ گھنٹے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ سونیا اور شیبا ان دونوں کو وہاں سے نکالنے کے لیے کیا کر رہی ہیں، ضرور کچھ کر رہی ہوں گی بلکہ کچھ زیادہ ہی کر رہی ہوں گی۔ اُدھر شارپر بھی اپنے تمام ذرائع استعمال کر رہا تھا۔ میں نے ماسک مین کو مخاطب کیا۔ اُس نے کہا "یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ مجھ سے خود رابطہ قائم کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے، بُری طرح بیمار ہیں؟"

"میں کہہ چکا ہوں، جب تک ٹرانسفارمر مشین کسی فیصلہ کن نتیجے تک نہ پہنچے، میرے اور آپ کے درمیان اعتماد والا رشتہ قائم نہیں ہوگا۔ ہم دوسرے معاملات میں ایک دوسرے کی اب بھی مدد کریں گے اور اب بھی دوست بن کر رہیں گے۔"

"شکریہ فرہاد صاحب! آپ فرمائیں، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں یونہی معلوم کرنے آیا تھا کہ آپ آرمر کو قیدی بنا کر کیا فائدہ حاصل کر رہے ہیں؟"

"جناب! ہم سوچتے کچھ ہیں اور ہوتا کچھ ہے۔ مثلاً ہم آرمر کے ذریعے اس کے بھائیوں کو بلیک میل کر کے مشین کے حصے تک پہنچنا چاہتے تھے۔ لیکن اس حصے کو آپ کے صاحبزادے اُڑا لے گئے۔ بھئی کمال ہو گیا۔ پانچ برس کے بچے نے وہ حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے کہ ہمیں یقین نہیں آتا۔"

"یقین کیوں نہیں آتا۔ جب کہ اُس کے ماں باپ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "جی ہاں، یہ تو میں سمجھ رہا ہوں کہ پیچھے آپ لوگوں کا دماغ کام کر رہا ہے مگر ساری دُنیا تو یہ نہیں جانتی ہے اس لیے سب حیران ہیں۔"

"جو آپ جانتے ہیں، اس کے متعلق گفتگو کریں۔ پارس کو مورد کی قید سے نکالنے کے لیے آپ کیا کر رہے ہیں؟"

وہ کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا "وہ آپ کا بیٹا ہے۔ یہ میرا پہلا فرض ہے کہ میں اسے دشمن کی قید سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کروں۔"

"ماسک مین! مجھے یہی دو غلی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ صاف بات کرو۔ جب کہ جانتے ہو میں دماغ کی گہرائیوں میں پہنچ جاتا ہوں اور دل کی دھڑکنیں سُن لیتا ہوں تم صرف مشین کے اس پہلے حصے کے لیے پارس کو حاصل کرنا چاہتے ہو۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ تم نے پارس کو حاصل کر لیا تو اسے نقصان نہیں پہنچاؤ گے، بلکہ میرے پاس پہنچا دو گے۔ تمہارا مقصد صرف اس مشین کے حصے کو حاصل کرنا ہے۔"

وہ شرمندہ سا ہو کر بولا "آپ سے ہماری کوئی بات چھپ نہیں سکتی پھر آپ کیوں ہماری زبان سے اگلواتے ہیں۔ آپ نے میرے متعلق اتنی اچھی رائے قائم کی ہے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں پارس ہمارا بھی بیٹا ہے۔ جب بھی وہ میرے ہاتھ لگے گا میں اسے صحیح سلامت آپ کے پاس پہنچا دوں گا۔"

"میرے اس سوال کا جواب سوچ سمجھ کر دو۔ کیا تمہارے آدمی اس جگہ تک پہنچ چکے ہیں جہاں پارس اور جوجو کو قید کیا گیا ہے؟"

پہلے تو وہ جھجکنے لگا پھر جلدی سے بولا "یہ بات بھی آپ سے چھپ نہیں سکے گی۔ میں زبان سے ہی کہتا ہوں۔ ان دونوں کو باس فورس کے ایک ساحلی قلعے میں قید کیا گیا ہے۔ وہ قلعہ چوٹی سی پہاڑی کی بلندی پر ہے اس کے باہر بھی گائیڈ ڈی مورد کو کے آدمی دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔"

"کیا اس قلعے کے اندر رہنے والے کسی بھی فرد کی آواز سُنی جا سکتی ہے؟"

"یہ بہت مشکل ہے۔ قلعے میں مختلف نمبر دل کے بہت ٹیلیفون تھے۔ مورد کو نے بیسوں ٹیلیفون کے کنکشن کاٹ دیے ہیں۔ اس سے ہمیں شبہ پیدا ہوا کہ ان دونوں کو وہیں قید کیا گیا ہے۔"

میں نے کہا "آپ کی جو ٹیم اس قلعے تک پہنچنا چاہتی ہے، اس کی راہنمائی یقیناً استنبول کا باس کر رہا ہوگا۔ کیا آپ مجھے اس کی آواز سُنا سکتے ہیں تاکہ میں اُن کی مدد کر سکوں؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "دیکھیے فرہاد صاحب! یہ ٹرانسفارمر مشین کا معاملہ ہے۔ آپ نے خود ہی فرمایا تھا ہم اس معاملے میں ایک نہیں ہوں گے لہٰذا مجھے شرمندہ نہ کریں۔"

"میں ہرگز شرمندہ نہیں کروں گا وہ تو میں نے رسمی طور پوچھ لیا تھا، ورنہ میں جانتا ہوں کہ استنبول کا باس شارکہ ہے۔ میں ابھی اُس کے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

ماسک مین ایک دم سے بوکھلا کر بولا "ارے آپ۔ آپ کیسے آدمی ہیں۔ سب کچھ جانتے ہیں اور خواہ مخواہ میرا مطلب ہے کہ میں شارکہ کی آواز سُنا سکتا ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "جب میں کہہ رہا ہوں کہ خود پہنچ

سکتا ہوں تو آپ آواز سُنانے کی زحمت کیوں گوارا کریں گے۔ آپ آرام فرمائیں۔"

میں شارکہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس قلعے سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے بنگلے میں موجود تھا اپنے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس اہم آدمی سے گفتگو کر رہا تھا، جو قلعے والی پہاڑی تک پہنچ گیا تھا اور آہستہ آہستہ اوپر چڑھتے ہوئے مورد کو کے آدمیوں کو بڑی خاموشی سے ٹھکانے لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ رپورٹ دہ شخص دے رہا تھا جو ماسک مین کی ایک خاص ٹیم کے ساتھ قلعے تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ میں اس خاص آدمی کے دماغ تک پہنچ گیا۔ اس کا نام کچھ اور ہوگا مگر اسے ڈینی کہہ کر مخاطب کیا جاتا تھا۔

ریڈ پاور کا باس ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہا تھا۔ اسی وقت ایک دوسرے ٹرانسمیٹر سے اشاعو موصول ہوا۔ اس نے فوراً ڈینی سے رابطہ ختم کر کے دوسرے ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم کیا۔ ماسک مین کی آواز سُنائی دے رہی تھی "ہیلو شارکہ، کیا فرہاد سے کبھی تمہارا سامنا ہوا ہے یا کسی کے ذریعے اس نے تمہاری آواز سُنی ہے؟"

شارکہ نے کہا "میں پورے یقین سے کہتا ہوں میری آواز اب تک فرہاد یا اس کے کسی ساتھی تک نہیں پہنچ سکی ہے۔"

"لیکن وہ کہہ رہا تھا کہ تمہیں جانتا ہے اور تمہارے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔"

"میں اس بات پر صرف حیرانی ظاہر کر سکتا ہوں اور اب بھی یقین ہے، وہ میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

میں انہیں چھوڑ کر ڈینی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بہت ہی محتاط تھا۔ اپنے آدمیوں سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرتا تھا اور بڑی دھیمی آواز میں گائیڈ کرتا جاتا تھا۔ پتا چلا اب تک اس کے آدمیوں نے چار لیے پہرے داروں کو مار ڈالا ہے جو اسی قلعے سے تعلق رکھتے تھے۔

میں ہارپر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں جاگ رہا تھا اور اپنے بھائی شارپر کی باتیں یاد کر رہا تھا۔ شارپر نے تقریباً دو گھنٹے پہلے اس سے رابطہ قائم کر کے کہا تھا "تمہاری غلطی سے یا تمہاری بیماری کی وجہ سے فرہاد نکل گیا ہے۔ اب وہ ہندوستان بھی چھوڑ چکا ہے۔ استنبول پہنچ رہا ہے میں جوجو کو اس قلعے سے نکالنے کی پوری کوشش کر رہا ہوں۔ اسرائیلی تنظیم سے بہت ہی ذہین سراغ رساں وہاں تک پہنچ رہے ہیں۔ میں تمہیں دو اہم افراد کے دماغوں میں موجود رہ سکو۔"

پھر اس نے دو افراد کی آواز سُنائی تھی، ہارپر ان کے دماغ میں باری باری پہنچ رہا تھا۔ وہ دونوں اسرائیلی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نے ہارپر کو مجبور کیا کہ وہ پھر ان سے دماغی رابطہ قائم کرے، اس طرح میں ان کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ وہ بھی اس قلعے کی پہاڑی کے پاس تھے مگر ان کی پوزیشن دوسری تھی۔ وہ باس فورس کے ساحل کی طرف آ رہے تھے۔ ان کی ٹیم میں مزید بارہ افراد تھے اور وہ بھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے چپکے چپکے اپنے لوگوں کو ہدایات دیتے جا رہے تھے۔

یوں دیکھا جائے تو میں نے بڑی حد تک کامیابی حاصل کر لی تھی۔ ایک تو ماسک مین کے آدمیوں تک پہنچ گیا تھا۔ دوسرے اسرائیلی تنظیم کے اندر بھی مُرنگ بنا لی تھی، یہ سے قلعے کے اندر پارس اور جوجو کے پاس موجود رہ سکتا تھا۔ میری معلومات کے مطابق ابھی دو پارٹیاں ایسی تھیں جہاں تک میری رسائی ممکن نہیں تھی۔ ایک تو سونیا اور شیبا کی پارٹی۔ پتا نہیں وہ کیا کھچڑی پکا رہی تھیں۔ اس کے بعد مسٹر ماسٹر کی ٹیم بھی موجود ہوگی جو اس قلعے تک پہنچنا چاہتی ہوگی اور وہ نیا مسٹر ماسٹر اپنی کارکردگی دکھانے کے لیے جو جو اور پارس کو اپنی گرفت میں لے کر ایک بڑا کارنامہ انجام دینے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہا ہوگا اور اپنے تمام چھوٹے بڑے ذرائع استعمال کر رہا ہوگا۔

میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر بولی "فرہاد! اب سے دس منٹ کے بعد مجھ سے رابطہ قائم نہ کرنا۔ میں صبح کے بعد تم سے گفتگو کر سکتی ہوں۔"

"تم بڑی رازداری سے کام لے رہی ہو لیکن دیکھ لینا، تم سے پہلے میں پارس اور جوجو کو وہاں سے نکال کر دکھاؤں گا۔"

"تم کس لیے آئے ہو؟"

"صرف یہ پوچھنے آیا ہوں، مشین کا پہلا حصہ جو پارس نے حاصل کیا ہے، کیا اس کی نقل مل سکتی ہے؟"

"میں اس کی ہو بہو نقل تمہارے حوالے کر سکتی ہوں۔ تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں اپنی پلاننگ نہیں بتاؤں گا۔ جس وقت مجھے نقل کی ضرورت پڑے تم میرے مطلوبہ آدمی تک اسے پہنچا دینا۔"

"ٹھیک ہے، میں وعدہ کرتی ہوں۔ اب مجھ سے رابطہ قائم نہ کرنا۔ میں اپنے لائن آف ایکشن پر ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ حرکت میں آ چکی ہے اور بہت تک پہنچنے والی ہے۔ یہ ہم دیکھتے آئے ہیں۔ جب بھی وہ عملی اقدامات کرتی ہے تو اس پر آپ ہی آپ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ مجھے ایک ذرا کمتری کا احساس ہوا، کیا وہ مجھ سے سبقت لے جائے گی؟

ہرگز نہیں، میں نے تہیہ کرلیا کہ اس سے پہلے پارس اور جوجو کو وہاں سے نکال لاؤں گا۔ اگر اس نے سبقت حاصل کرلی تو اس کی صرف ایک وجہ ہوگی اور وہ یہ کہ وہ جسمانی طور پر استنبول میں موجود تھی اور میں وہاں سے ہزاروں میل دُور تھا۔ اس کے باوجود میں نے اپنے طور پر کوشش کی اور اس کے لیے مورد کو کے دماغ پر دستک دی۔ اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں خوش آمدید کہتا ہوں، تم فرہاد ہوا شار پر؟"

"میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "ہاہا، بیٹے کے لیے پریشان ہو؟"

"نہیں، میں جوجو کے لیے سودا کرنے آیا ہوں۔"

اُس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا مطلب؟"

"میرا بیٹا گیلے مسان کی طرح ہے۔ تم جتنی سختی سے مٹھی بند کرو گے، اتنی ہی تیزی سے وہ پھسل جائے گا۔ مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔"

"کیا جوجو پسند آگئی ہے؟"

"وہ میری بیٹی ہے۔"

"اوہ آئی سی۔ اُسے بیٹی بنا کر بھائیوں کا دل جیتنا چاہتے ہو؟"

"میں مقدس رشتوں کی آڑ لے کر ایسے اوچھے حملے نہیں کرتا۔"

"چلو مان لیا، کس قسم کا سودا کرنا چاہتے ہو؟"

"پارس نے جو مشین کا پہلا حصہ چرایا ہے، وہ تمہارے حوالے کردوں گا اس کے بدلے جوجو کو میرے حوالے کردو۔"

اُس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "میں کہہ چکا ہوں، پہلے تینوں حصے میرے پاس آئیں گے۔ میں انہیں آزماؤں گا، ان کے ذریعے میرے اندر ٹیلی پیتھی کی صلاحیت منتقل ہوجائے گی، تب میں دونوں کو رہا کردوں گا۔"

"مورد کو! پہلے میری پوری بات سُن لو۔"

"اچھا، سناؤ؟"

"تم جوجو کو میرے حوالے کردو گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ شار پر اور اس کے دوسرے بھائیوں تک کبھی نہیں پہنچ سکے گی۔ حالانکہ میں اسے بیٹی کہہ چکا ہوں۔ اسے کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن اس کے بھائی میرے سامنے کمزور بن کر رہیں گے۔ اس لیے یہ سودا کررہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "میں سمجھ گیا۔ یہ ٹیلی پیتھی کی جنگ ہے، تم اس میدان میں ان بھائیوں کو زیر دست رکھنا چاہتے ہو۔"

"میں اس مشین کا اہم حصہ تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے، میں تینوں حصے ایک ساتھ پارس [illegible] دیکھنا چاہتا ہوں اور انہیں آزمانا چاہتا ہوں۔"

"میری یہ بات نوٹ کرلو۔ تمہارا یہ خواب کبھی [illegible] نہیں ہوگا۔ تم میرے بیٹے پارس کو نقصان نہیں پہنچا سکو گے [illegible] لیے مجھے اس کی فکر نہیں ہے اور اس لیے میں اس کے سلسلے [illegible] سودا نہیں کررہا ہوں۔ مجھے جوجو چاہیے۔ انکار کرو گے تو کوئی [illegible] نہیں۔ مجھے افسوس ہوگا کہ زندگی میں پہلی بار کسی جوان لڑکی کو [illegible] وہ بھی تمہارے ہاتھوں اپنی جان دے بیٹھی۔ میں جوجو کے سلسلے [illegible] افسوس کرسکتا ہوں۔ مگر اسے نقصان پہنچا اور وہ میرے ہاتھ [illegible] مشین کا وہ پہلا حصہ کبھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا، چاہے [illegible] حصے تمہارے حوالے کردے۔ تم کبھی اس مشین کو مکمل نہیں [illegible]

میرا یہ چیلنج ایسا تھا کہ اسے سوچنے اور پریشان ہونے پر [illegible] کرنے لگا۔ یہ پریشانی کی بات تھی کہ وہ دو حصے لے کر کیا کرے گا، جب کہ پہلا حصہ نہیں ملے گا۔ اس پر ستم یہ کہ ایک باپ اپنے [illegible] کی پروا نہیں تھی اور کیوں پروا نہیں تھی، یہ بات مجھے [illegible] تھی لیکن باپ کے لہجے سے ثابت ہورہا تھا کہ پارس گیلے [illegible] طرح اس کے ہاتھ سے نکلنے والا ہے۔

وہ سوچ رہا تھا۔ اسی وقت تواتر سے فائرنگ کی آواز سنائی [illegible] آوازیں دُور سے آرہی تھیں۔ میں نے کہا۔ "مورد کو! اپنے [illegible] سے پوچھ لو، تمہارے اس قلعے کو چاروں طرف سے گھیر اجا [illegible] گھیرنے والی کتنی ہی خطرناک تنظیمیں ہیں۔ اگر ایک دو جوجو [illegible] تو ان مقابلہ کرسکتے تھے، اب دانشمندی یہی ہے کہ دو تین یوں میں سے ایک کا سودا مجھ سے کرلو۔ تمہیں شکست ہوئی تو یہ سودا بہت [illegible] کام آئے گا۔"

"میں اپنے دماغ کے دروازے بند کررہا ہوں، تم [illegible] کے بعد آنا۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل [illegible] جب دس منٹ کے بعد پہنچا تو اس نے پوچھا۔ "اس بات [illegible] ضمانت ہے کہ مشین کا جو حصہ تم میرے حوالے کردو گے، وہ [illegible] ہوگا، اصلی ہوگا۔"

"جب تک اس کے اصلی ہونے کا یقین نہ ہو، اس [illegible] تک جوجو ایسی جگہ رہے گی جس کا علم ہم دونوں کو ہوگا۔ [illegible] کے ذریعے اور تم اپنے مختلف ذرائع سے اس کی نگرانی کرتے [illegible] پھر یہ کہ پارس تمہارے پاس رہے گا۔ میں تمہیں کوئی دھوکا [illegible] دوں گا۔"

وہ قائل ہوگیا۔ میں نے کہا۔ "تم راضی ہو تو جوجو کو اس [illegible] سے نکالو۔"

"تم بہت چالاک ہو۔ یہ سمجھتے ہو کہ میں کسی چور دروازے سے نکال کر لے جاؤں گا۔ تم اس کے ذریعے چور راستوں کو معلوم کرتے جاؤ گے لیکن میں اپنے دماغ کے دروازے بند کرلوں گا۔ پھر جوجو کو کسی دوسری جگہ پہنچانے کے بعد تم سے رابطہ قائم ہو سکے گا۔"

"تم ہر طرح اطمینان کرسکتے ہو۔ مجھے اس قلعے کا چور دروازہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف جوجو کو چاہتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ آدھے گھنٹے بعد تم میرے دماغ میں آسکتے ہو۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں نے یہ چال اس لیے چلی کہ پارس کی طرف سے اطمینان تھا۔ سونیا ایکشن میں تھی اور میں جانتا تھا کہ وہ پارس اور جوجو دونوں کو لے اُڑے گی۔ لہٰذا میں نے جوجو کو اس کی گرفت سے نکال کر اپنی گرفت میں رکھنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ ویسے میں حیران ہو کر سوچتا تھا اس نے کون سی لائن آف ایکشن اختیار کی ہوگی۔ سونیا خداوند کریم کا تخلیق کردہ ایک ایسا ذہن تھا جس کی مثال سامنے رکھ کر انسان حوصلہ کرتا ہے کہ وہ اگر ذہانت سے کام لے تو کائنات کے ہر ذرّے کو تسخیر کرسکتا ہے۔ جب بھی وہ کوئی قدم اُٹھاتی تھی تو کامیابیاں منہ پھیر کر کھڑی ہوجاتی تھیں اور کامیابیاں خود اس کے قدم چومنے چلی آتی تھیں۔ میں پورے یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ دونوں کو نہ صرف وہاں سے نکال لے جائے گی، صرف اتنا ہی نہیں، اپنی کامیابیوں کے معقول ذرائع بھی بتائے گی کہ وہ کس طرح وہاں پہنچی تھی۔

میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ گائیڈی مورد کو مجھ سے سمجھوتا کرنے کے لیے جوجو کو وہاں سے کہاں منتقل کرنے والا ہے۔ لہٰذا میں جوجو کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر میں دُور سے آنے والی مسلسل فائرنگ کی آواز سُن سکتا تھا۔ مختلف تنظیموں کے افراد فائرنگ کرتے ہوئے اس قلعے کے اندر پہنچنے کی سرتوڑ کوشش کررہے ہوں گے۔ مسلسل فائرنگ سے یہی ظاہر ہورہا تھا اگر وہ ایسا کررہے تھے تو بڑی حماقت کررہے تھے۔ اتنی سمجھ تو ہونا چاہیے تھی کہ فائرنگ ہوگی اور مورد کو خطرے کا احساس ہوگا کہ دشمن کس طرح قلعے کے اندر داخل ہوسکتے ہیں تو وہ پہلے ہی دونوں کو کہیں دوسری جگہ منتقل کردے گا۔ لیکن اس ٹرانسفارمر مشین کو حاصل کرنے کا جنون ہر تنظیم کے سرغنہ کے دماغ سے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا تھا۔

میں اس کے خوابیدہ دماغ میں موجود رہا تاکہ گائیڈی مورد کو کہیں منتقل کرنا چاہے تو اس کے ذریعے مزید معلومات حاصل کرسکوں اور تب میں نے وہ تماشا دیکھا جس کی توقع نہیں تھی۔ پارس

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصوں میں

تاریک براعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور عمل کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور ان کے دہشت ناک رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت —— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا —— شقاوت کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اچھالا جاتا تھا عجیب مخلوقات اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حسن و زوال تھا جس نے صحرا کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رکھا تھا —— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی تند گی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

کتابیات پبلی کیشنز

قیمت فی حصہ -/۴۰ روپے، علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

اور جو جو ایک ہی کمبل میں لپٹے ہوئے تھے۔ اُن کے درمیان تقریباً دو بالشت کا فاصلہ تھا۔ اچانک نیند میں پارس کا ہاتھ اپنی جگہ سے اُٹھا اور جو جو کے ہاتھ پر پہنچ گیا۔

جو جو نے سونے سے پہلے اپنے دماغ میں کہا تھا "اوہ گاڈ، مجھے اس مرد سے دُور رکھنا۔ اگر یہ مجھے ہاتھ بھی لگائے تو میری آنکھ کھل جائے۔" چونکہ وہ سمجھی ہوئی تھی اور اپنے دماغ کو ہدایت دے رہی تھی۔ اس لیے اس پر نیند غالب نہیں آ رہی تھی۔ تب میں نے ہی اسے مُیلی پیتی کی نیند مُلا دیا تھا لیکن یہ ہدایت نہیں دی تھی کہ پارس کا ہاتھ اس کے ہاتھ پر آئے تو وہ بیدار ہو جائے۔ حیرت کی بات ہے کہ وہ بیدار ہو گئی تھی۔

لیکن نہیں، یہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی۔ یقیناً شیبا پارس کے دماغ میں موجود تھی، بے شک اس نے ہی یہ حرکت کی تھی۔ اِدھر پارس کے ہاتھ کو جو جو کے ہاتھ پر پہنچایا تھا اور جو جو کو نیند سے بیدار کر دیا تھا۔

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ کہنے لگی: "اے مرد! تجھے شرم نہیں آتی۔ تو سمجھتا ہے میں سو رہی ہوں۔ اس لیے میرا ہاتھ پکڑ رہا ہے۔"

پارس گہری نیند میں تھا۔ جو جو نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر ہاتھ پکڑ کر ہلایا مگر وہ بیدار نہیں ہوا۔ تب اُسے ایک نسوانی آواز سنائی دی: "جو جو، یہ تمھارا ایک معصوم دوست ہے۔ اس پر شبہ نہ کرو۔ بھروسا اعتماد کرو۔"

جو جو نے فوراً ہی سر گھما کر دیکھا۔ اس کے سامنے ایک قد آور عورت کھڑی ہوئی تھی۔ یقیناً وہ اپنی اصلیت نہ بتاتی لیکن جو جو کے ذریعے میں نے اُس کا حوصلہ معلوم کیا اُس سے پتا چل گیا کہ وہ آمنہ تھی۔

آمنہ نے تیزی سے قریب آ کر پارس کو جھنجھوڑ کر اُٹھایا، پھر کہا۔ "بیٹے چلو یہاں سے ابھی نکلنا ہے۔"

اُس نے جو جو کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا: "آؤ جو جو، ہم تمھارے دوست ہیں تمھیں اس قید خانے سے نکالنے آئے ہیں۔"

اسی لمحے جو جو کو اپنے دماغ میں بھائی آرمر کی آواز سنائی دی۔ یقیناً شارپر آرمر کے لہجے میں بول رہا تھا: "جو جو! اس عورت پر بھروسا نہ کرنا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کر چکا ہوں مگر ناکام رہا ہوں، یہ یقیناً فرہاد سے تعلق رکھتی ہے۔ تم اس کے ساتھ ہرگز نہ جاؤ۔"

اچانک پارس نے جو جو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "مسٹر شارپر میں اپنے باپ کی طرف سے بول رہا ہوں۔ اگر تم نے جو جو کو یہاں سے نکلنے سے روکا تو یہ قید ہو کر رہ جائے گی۔ اس کے ذریعے مورد کو تمھیں بلیک میل کرتا رہے گا۔ تم یہ چاہتے ہو کہ تمھاری بہن قربانی کا بکرا بنتی رہے تو میں ایسا ہرگز پسند نہیں کروں گا۔ میں جو جو کو لے جا رہا ہوں اور اسے ہر حال میں یہاں سے لے جاؤں گا۔"

میں نے پارس کا چیلنج سُن کر سمجھ لیا کہ اس کے پیچھے یہ شیبا کا چیلنج ہے۔ میں نے جو جو کے دماغ میں رہ کر شارپر کو مونث مخاطب کرتے ہوئے کہا: "احمق نہ بنو، اس وقت ہماری ذاتی دشمنی کو درکنار کر گے تو بہن کو ہمیشہ کے لیے کھو دو گے اور اگر چاہو گے تو خیال خوانی کے ذریعے اسے جانے سے روک سکو تو یہ ممکن نہ ہو گا۔ اس وقت جو جو کے دماغ میں صرف تم نہیں ہو۔ نہ جانے کتنے مُیلی پیتی جلنے والے موجود ہیں۔ تم اپنی سی کوشش کر کے دیکھ لو۔"

یہ کہتے ہی میں پوری طرح جو جو کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اسے اتنی دھیل دی کہ وہ اپنے موجودہ حالات کو سمجھتی رہے اور یہ دیکھتی رہے کہ فرہاد کی طرف سے آنے والی ایک عورت اور پارس اس کے لیے کتنی جدوجہد کر رہے ہیں۔

اگر میں یہ بیان کروں کہ اچانک آمنہ اس قلعہ میں پہنچ گئی تھی جہاں تک پہنچنے کے لیے دنیا کی خطرناک تنظیمیں سر توڑ کوشش کر رہی تھیں تو یہ ایک مضحکہ خیز بات ہو گی۔ وہ کس طرح وہاں پہنچی پہلے میں اس کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں۔ جو وضاحت میں اب کر رہا ہوں، وہ میں نے بعد میں سونیا سے معلوم کی اور اس نے جو بیان دیا وہ یوں ہے۔

"میں سونیا ایک ناچیز عورت ہوں۔ ایک خاک کا ذرہ ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ اور آخری نبیؐ پر ایمان رکھتے ہوئے اپنے پیر و مرشد بابا فرید واسطی مرحوم کی احسان مند ہوں کہ انہوں نے میری ذہانت کو حیرت انگیز طور پر پالش کیا ہے۔ آج میں دُنیا والوں کے سامنے بے مثال ذہانت کا ایک حیرت انگیز نمونہ بن گئی ہوں۔"

بعد میں سونیا نے بتایا: "فرہاد تم سب اِدھر جاتے ہو، وہ صرف تمھارے مقاصد ہوتے ہیں اور میں اُدھر جاتی ہوں، بدصر مقاصد کی وجوہات ہوتی ہیں اور جہاں سے ان کی بنیاد شروع ہوتی ہے بس یہیں سے میری اور تم لوگوں کی ذہانت کا فرق شروع ہوتا ہے۔ دُنیا کی خطرناک تنظیمیں یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ پارس اور جو جو کو کہاں قید کیا گیا ہے۔ جب انہیں معلوم ہوا تو وہ اس قلعے کو چاروں طرف سے گھیرنے لگے۔ یہ ایک عام سی بات ہے کوئی بھی مجرم ہو، کوئی بھی قانونی تحفظ کرنے والی فوج ہو، وہ ایسے اقدامات کرتی ہے لیکن میں ان سے الگ سوچتی ہوں۔"

واقعی وہ دُنیا والوں سے الگ سوچ رکھنے والی ایک ہی عورت تھی۔ اس نے کہا: "میں نے سب سے پہلے یہ سوچا کہ دنیا میں کوئی ایسا قلعہ نہیں ہے جو تہ خانہ نہ رکھتا ہو، جو چور دروازہ نہ رکھتا ہو، راستے نہ رکھتا ہو۔ یہ سوچ کر میں نے مکمل تعمیرات سے الگ قائم کیا قائم کرنے کے لیے شیبا کی خیال خوانی کام آتی رہی۔ تب پتا چلا جس قلعے میں پارس اور جو جو قید کیے گئے ہیں، وہ کس صدی میں تعمیر ہوا تھا۔ اور کس انجینئر نے تعمیر کیا تھا۔ آج اس کا پوتا استنبول میں موجود ہے۔ میں انجینئر کا نام معلوم کر کے اس کے پوتے کے پاس پہنچ گئی تھی۔ شیبا نے اس کے دماغ سے معلوم کیا قلعے کا راز انجینئر کے خاندان میں سینہ بہ سینہ دفن رہتا ہے۔ ہم نے مُیلی پیتی کے ذریعے اس راز کو ان کے سینے سے نکال لیا۔"

یہ ذہانت کی اعلیٰ ترین مثال ہے کہ جہاں جرائم پیشہ افراد مختلف ہتھکنڈوں سے اس قلعے تک پہنچنے کی کوششیں کر رہے ہوں، وہاں سونیا کا دماغ محکمۂ تعمیرات کی طرف جاتے اور وہ قلعے کے انجینئر کی موجودہ نسل تک پہنچ کر چور راستوں تک پہنچ جائے۔ دنیا کی خطرناک تنظیمیں جب تک اس قلعے میں پہنچنے کے لیے وقت ضائع کرتی رہیں، کارتوس ضائع کرتی رہیں، اپنے منصوبے ضائع کرتی رہیں، اتنی دیر میں اس نے آمنہ کو قلعے کے اندر پہنچا دیا۔

خدایا، ذہانت کیا چیز ہے؟ تو جسے ذہین بنا دے اُس کے سامنے دُنیا کے تمام علوم، دُنیا کے تمام ہُنر، دُنیا کی تمام تنظیمیں دُنیا کے تمام راز اور اس دُنیا سے لے کر کائنات کے ذرّے ذرّے پر ہر چیز اس خداداد ذہانت کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ مُیلی پیتی کی صلاحیت مضحکہ خیز بن کر رہ جاتی ہے۔ اے میرے خالق و مالک، تو نے انسانی ذہانت کو کیا سے کیا بنا دیا ہے۔

آمنہ ایک ہاتھ سے پارس کا ہاتھ پکڑ کر، دوسرے سے جو جو کو کھینچتے ہوئے لے جانے لگی۔ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے سے اور مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے چور دروازے تک پہنچ گئی۔ وہ چور دروازہ ایک مخصوص میکنیزم کے تحت کھلتا تھا۔ آمنہ نے اُسے کھولا، پھر دو بار اسے گزار کر ایک سُرنگ سے چلنے لگی۔

وہ سُرنگ اچھی خاصی چوڑی تھی بلکہ دائرہ نما تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہ تینوں کسی چوب کے اندر سے گزر رہے ہوں۔ اس چوب کے دائیں بائیں کئی شاخیں نکلی ہوئی تھیں، کئی راہداریاں جاتا تو بیٹرک کے لیے اُبھر کر رہ جاتا۔ چونکہ شیبا آمنہ کو گائیڈ کر رہی تھی، اس لیے وہ صحیح راستے سے گزرتی جا رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اچانک آمنہ کو ٹھوکر لگی۔

وہ ٹھوکر نہیں تھی، کسی نے ٹانگ میں ٹانگ اڑا دی تھی۔ وہ اوندھے مُنہ گری۔ اُس کے ہاتھ سے جو جو کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ پارس نے بھی ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ کوئی انجانا شخص جو جو کے مُنہ پر ہاتھ رکھ کر اُسے وہاں سے کھینچتا ہوا لے جا رہا تھا۔ وہ بڑی تیزی سے فرش پر پھسلتا ہوا گیا۔ پھر اُس نے دونوں ٹانگوں کو اُس کی ٹانگوں میں پھنسا دیا۔ آگے بڑھنے والا اوندھے مُنہ گرا۔ جو جو اُس کے ہاتھ سے نکل گئی لیکن اور چار شخص آ گئے تھے۔ آمنہ اُن کے مقابلے پر ڈٹ گئی۔

وہ سب گونگے بنے ہوئے تھے۔ میں کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح اُن کے مُنہ سے آواز نکلے تو ایک آدھ کو میں ٹھکانے لگا دُوں۔ ویسے شیبا بھی آمنہ کے دماغ میں رہ کر ایسے ہی کسی موقع کا انتظار کر رہی ہو گی۔ آمنہ نے سلیقے اور ہُنرمندی سے لڑ رہی تھی کہ وہ چاروں جلد ہی محتاط ہو گئے۔ سنبھل سنبھل کر اُس پر حملہ کرنے لگے۔ اُن کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ حملہ کرنے سے زیادہ خود کو بچانے کی فکر میں مبتلا ہو گئے ہوں۔

مورد کو نے آدھے گھنٹے بعد رابطہ قائم کرنے کے لیے کہا تھا میں دیکھنا چاہتا تھا دونوں بچوں کے اغوا ہونے پر اُس کا ردِعمل کیا ہوتا ہے۔ میں نے اُس کے دماغ پر دستک دی۔ اُسی وقت اُس کے مُنہ پر ایک ٹھوکر لگی۔ یعنی دستک دے کر انتظار کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ انتظار کا دروازہ آپ ہی آپ کھلا ہوا تھا۔ اور وہ ٹھوکر سونیا نے مُنہ پر ماری تھی۔ اس کی ہیٹوں دار کرسی پیچھے کی طرف سرکتی ہوئی چلی گئی تھی۔ پھر ایک دیوار سے جا کر ٹکرا گئی تھی۔

سونیا نے کہا: "مورد کو! تمھیں بڑا ناز ہے کہ تم نمٹتے رہتے ہو۔ اس کے باوجود محفوظ رہتے ہو۔ بڑے سے بڑا جُرم تمھیں قتل کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ کیوں کہ سب کی کمزوریاں تمھارے ہاتھوں میں ہیں۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک دھیل چیئر کے ہتھے سے فائر ہوا۔ سونیا اُچھل کر ایک طرف چلی گئی۔ مورد کو نے کہا: "میں اتنا نادان نہیں ہوں۔ مُجرموں کو یہی تاثر دیتا ہوں کہ مجھے کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ لیکن ایسے بھی سرکش مجرم ہوتے ہیں جو کسی کمزوری کی پروا نہیں کرتے۔ پھانسی کے تختے تک جانے سے نہیں ڈرتے۔ ایسے لوگ کسی وقت بھی حملہ کر سکتے ہیں لہٰذا میں نے کچھ انتظامات کیے ہیں جو اب تمھارے کام آئیں گے۔"

اُس نے پھر فائر کیا، سونیا پھر بچ گئی۔ اُس نے پوچھا: "کب تک بچو گی؟ میں تمھیں اس کمرے سے نکلنے نہیں دُوں گا۔"

سونیا نے دروازے کی طرف دوڑ لگائی۔ جیسے فرار ہونا چاہتی ہو۔ اس نے کُرسی کو دروازے کی طرف کرتے ہوئے دوسرے ہتھے سے فائر کیا لیکن دھوکا کھا گیا۔ یہ بھول گیا کہ سونیا کبھی میدان چھوڑ کر نہیں بھاگتی۔ بے شک اُس نے دروازے کی طرف دوڑ لگائی تھی مگر آدھے راستے سے ہی یکبارگی اُچھل کر اُس کی طرف آئی تھی۔ اور اُس کے مُنہ پر فلائنگ کِک مارتے ہوئے دوسری طرف چلی گئی

تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہیوں دار کرسی سمیت وہ دوسری طرف اُلٹ گیا۔ وہ فضائی قلابازی کھاتی ہوئی واپس اُس کی طرف آئی، مُنہ پر دوسری ٹھوکر ماری۔ پھر اُس کی دونوں ٹانگوں کو پکڑ کر دوسری طرف اُلٹ دیا۔ اس طرح اسے کرسی سے الگ کر دیا۔ اس کرسی کو سیدھا کر کے ایک لات ماری وہ اُس سے دُور ریگتی ہوئی چلی گئی۔

وہ اپنا مُنہ سہلاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے کہا "لو، جتنے انتظامات کیے تھے، وہ تم سے دُور ہو گئے۔"

وہ کراہتے ہوئے بولا "تم کیا چاہتی ہو؟"

"اتنی دیر بعد خیال آیا کہ میں تم سے کچھ چاہنے آئی ہوں۔"

"دیکھو سونیا، میں جان پر کھیل جاؤں گا لیکن پارس اور جوجو کو یہاں سے لے جانے نہیں دُوں گا۔"

"کس زمانے کی باتیں کر رہے ہو، وہ تو چلے بھی گئے۔"

"نہیں۔" اُس نے چیخ کر کہا۔ پھر اُٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ بھول گیا تھا کہ دونوں پاؤں سے معذور ہے۔ اُٹھتے اُٹھتے پھر گر پڑا۔ سونیا نے یکے بعد دیگرے کئی ٹھوکریں مارتے ہوئے کہا "میں نے سوچا تھا تمہارے جیسے معذور آدمی کو ہاتھ بھی نہ لگاؤں مگر تم نے ہمارے بیٹے کو اغوا کر کے بہت بڑی غلطی کی، آج سے تمہاری ساکھ بگڑ جائے گی۔ وہ مجرم جو تم سے ڈرتے تھے، تمہیں حقارت سے دیکھا کریں گے۔ میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گی۔ اس قلعے میں کتنی ہی خطرناک تنظیموں کے افراد داخل ہونے والے ہیں۔ وہ تمہارا عبرتناک انجام دیکھیں گے اور آئندہ ہمارے بیٹے کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کریں گے۔"

وہ اُسے ٹھوکریں مارتے ہوئے بولی "زندہ رہنا چاہتے ہو تو قونسرنگ کے راستے میں جو ہمارے آدمی ہیں، انہیں حکم دو کہ پارس اور جوجو کا راستہ نہ روکیں اور اپنے دماغ کو کھلا رکھیں تاکہ معلوم ہو سکے تم مکاری نہیں کر رہے ہو۔"

میں نے مورکو کی زبان سے کہا "سونیا! اس کا دماغ تو پہلے ہی کھُل گیا ہے۔ اتنی ٹھوکریں پڑی ہیں کہ یہ سانس نہیں روک سکے گا۔ جس کرسی کو تم نے دُور کیا ہے" اس میں ایک مانک لگا ہوا ہے اسی مانک کے ذریعے یہ سرنگ والے پہرے داروں سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔"

میں مورکو کے خیالات پڑھتا جا رہا تھا اور سونیا کو بتاتا جا رہا تھا اُس کے مطابق اس نے کرسی کے ایک ایسے بٹن کو آف کر دیا جس کے ذریعے وہ فائرنگ کیا کرتا تھا۔ پھر اس نے کرسی کو قریب لا کر مانک اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "چلو اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کرو، دیر کرو گے تو لہولہان کرتی جاؤں گی۔"

میں پھر سرنگ کے اندر جوجو کے پاس آ گیا۔ آمنہ نے ان چاروں کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔ پارس اور جوجو کو لے کر وہاں سے جا رہی تھی۔ اچانک ہی کہیں سے فائرنگ کی آواز سُنائی دی۔ ایک شخص سامنے سے آتا ہوا نظر آیا۔ اُس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے پھر نشانہ لیا اور فائر کیا۔ اچانک پارس نے چھلانگ لگائی اور کرسی کے سامنے آ کر اُسے دوسری طرف دھکیلنے کی کوشش کی۔ اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔ گولی لگ چکی تھی آمنہ ان کے ساتھ فرش پر گر پڑی تھی اور پارس کو سنبھال رہی تھی۔ اُس کا لباس لمحہ بھر میں بھیگ رہا تھا۔ وہ گھبرا گئی۔ پانچ برس کا بچہ، گولی لگنے سے اس کی کیا حالت ہو گی، یہ خوب سمجھتی تھی۔ اس نے سینے سے لگا کر کہا "میرے بچے ہمت سے کام لینا۔ میں ابھی میڈیکل پہنچاؤں گی۔"

اس وقت تک وہ ریوالور والا اُن کے سروں پر آ پہنچا تھا۔ وہ کچھ نہ کر سکا، اسی وقت خفیہ اسپیکروں کے ذریعے گانے کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ وہ اپنے آدمیوں سے کہہ رہا تھا "اپنے ہتھیار استعمال نہ کرو، پارس اور جوجو ایک عورت کے جا رہے ہیں۔ ان کا راستہ نہ روکو۔ یہ میرا حکم ہے، اس پر بے چوں عمل کرو۔"

ریوالور والا پیچھے ہٹ گیا۔ آمنہ نے فوراً ہی پارس کو دونوں بازوؤں میں اُٹھایا، وہاں سے دوڑتی ہوئی جانے لگی۔ جوجو آ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں اور وہ کہتی جا رہی تھی "تم نے، تم نے مجھے بچانے کے لیے گولی کھائی۔ پارس تم نہیں میں دُعا کروں گی۔ میں رو رو کر خُدا سے کہوں گی کہ میری تمہیں دے دے۔"

میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا "غضب ہو گیا، پارس گولی لگی ہے۔ فوراً یہاں سے جاؤ۔ آمنہ اکیلی ہے۔"

یہ سُن کر سونیا کا دل دھک سے رہ گیا تھا۔ زندگی میں بار میں نے اسے پریشان دیکھا۔ جیسے وہ بچہ اس کا اپنا ہو۔ اس خود اسے جنم دیا ہو۔ اس سے درد کا گہرا رشتہ ہو۔ وہ ایک جھنجلا کر آئی اور پے در پے مورکو کو ٹھوکریں مارتے ہوئے "کمینے، بدذات، اگر میرے بیٹے کو کچھ ہوا تو میں تجھے مار دوں گی۔"

اس پہیے دار کرسی کے ہتھے کے نیچے ایک چاقو تھا۔ سونیا نے اس چاقو کو نکال لیا اور اُس کی طرف بڑھتے بولی "میں کبھی ہتھیار استعمال نہیں کرتی لیکن اس وقت کروں گی کہ تو سانس نہ روک سکے، بچے کو کچھ ہو گیا تو تیرے دماغ کو کھنڈر بنا دے گا۔"

وہ جنون میں مبتلا ہو گئی تھی۔ پے در پے چاقو

مارے کر رہی تھی کہ وہ جان سے نہ جائے مگر بُری طرح زخمی ہو کر کچھ دیر بے دست و پا رہے۔ میں جوجو کے پاس آ گیا۔ وہ سُرنگ سے نکل چکے تھے۔ آمنہ نے پارس کو پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا۔ جوجو اس کے پاس بیٹھ گئی۔ پھر وہ ڈرائیو کرتی ہوئی تیز رفتاری سے کسی قریبی اسپتال کی طرف جانے لگی۔ گولی پارس کے ایک بازو کو چھیدتی ہوئی گزر چکی تھی۔ خون بُری طرح بہتا جا رہا تھا۔ یہی تشویش کی بات تھی۔ خون کو کسی طرح روکنا تھا اور اس کے لیے فوری طبی امداد کی ضرورت تھی۔

تنویمی عمل کے ذریعے پارس کے دماغ کو لاک کیا گیا تھا مگر اب کمزوری کے باعث میں دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ اس کی تکلیف کو اس کے اندر رہ کر محسوس کر رہا تھا۔ میرا دل ایسا دکھ رہا تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ زندگی میں پہلی بار پتا چلا اولاد کا درد ہر میلے فولاد کو بھی پارہ پارہ کر دیتا ہے۔

وہ پہلے ہی بے ہوش ہو چکا تھا۔ اسپتال پہنچتے پہنچتے اس کی نبض ڈوبنے لگی۔ جوجو کے ذریعے میں نے اسپتال کے تمام اہم ڈاکٹروں کو پارس کے پاس آنے پر مجبور کر دیا۔ شیبا بھی یہی کر رہی تھی۔ ڈاکٹر اس کی حالت دیکھ کر مایوس ہو رہے تھے۔ پھر بھی اُسے بچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ سب سے پہلے اس کا خون بند کرنے اور آکسیجن پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ پھر کہا گیا، اسے مزید خون کی ضرورت ہو گی۔ اس کے لیے اس کے خون کی کمی نہیں ہو سکتی تھی۔ میں اور شیبا ڈاکٹر کے دماغ میں جم کر بیٹھ گئے تھے جو پارس کو عام طور پر ٹریٹ کرتا رہا تھا۔ ہمیں دُشمن کی طرف سے خطرہ تھا، وہ ڈاکٹر کے ذریعے بچے کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔

بعد میں پتا چلا، شارہ اسی کوشش میں تھا۔ وہ جوجو سے کہہ رہا تھا "دیکھو بہن! یہ اچھا موقع ہے۔ دُشمن کو اس سے بُری سزا نہیں ملے گی۔ پارس کی ناک سے گیس سلنڈر کی نلکی نکال لو۔" وہ کمرے کے باہر تھی۔ کھڑکی کے شیشے کے پار دیکھ رہی تھی۔ بستر پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ اسے آکسیجن پہنچائی جا رہی تھی۔ خون بند ہو چکا تھا مگر ابھی وہ خطرے سے باہر نہیں تھا۔

وہ بھائی کی باتیں سُن کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ پھر دروازے کو کھول کر اندر داخل ہوئی۔ وہاں سونیا کھڑی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر پارس کی نبض محسوس کر رہا تھا۔ جوجو وہاں پہنچتے ہی سونیا کو دیکھ کر دونوں مٹھیاں بھینچتے ہوئے بولی "تم مجھے دُشمن کیوں نہیں سمجھتی ہو؟ میں دُشمنوں کی بہن ہوں، میرے دماغ میں کہا جا رہا ہے کہ میں اس کی ناک سے نلکی نکال لوں۔"

یہ کہتے ہی وہ دونوں ہاتھوں سے مُنہ ڈھانپ کر رونے لگی۔ "مجھے فوراً گولی مار دو۔ نہیں تو بھائی میرے دماغ پر قبضہ کر کے مجھ سے ایسا کام لیں گے جس کے بعد میں زندہ نہیں رہوں گی۔ پارس کے ساتھ جان دے دُوں گی۔"

سونیا نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔ پھر تھپک تھپک کر بولی "تم بہت پیاری ہو، ہماری گڑیا ہو۔ روتی ہوئی اچھی نہیں لگتیں ہنستی رہا کرو۔"

ڈاکٹر نے کہا "اگر بچے کو دُشمنوں سے خطرہ ہے تو کسی ایک کو کمرے میں رہنا چاہیے۔ پلیز، یہاں باتیں نہ کریں۔"

آمنہ ڈاکٹر کے ساتھ باہر جانے لگی۔ سونیا نے کہا "جانتی ہو ہم تمہیں کتنا چاہتے ہیں اور تم پر کتنا اعتماد کرتے ہیں؟ اتنا کہ تم پارس کے پاس تنہا رہو گی۔"

یہ کہہ کر اس نے جوجو کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ پھر چلی گئی۔ وہ حیران حیران سی کھڑی تھی۔ آج اُس کی سمجھ میں آ رہا تھا جنہیں دُشمن سمجھتی رہی، وہ دُشمن نہیں ہیں اور جنہیں دوست سمجھتی رہی، وہ اسے خواہ مخواہ دُشمنی سکھاتے رہے۔

میں اور شیبا اپنی اپنی جگہ محتاط تھے۔ شارہ پر کاپ بھی میرے بیٹے تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ صاف و شفاف بستر پر پارس آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔ اسے دیکھ کر جوجو کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ سوچنے لگی۔ اس نے مجھے بچا لیا اور خود موت سے لڑ رہا ہے۔ اس نے مجھے کیوں بچایا؟

وہ ایک ٹک پارس کو دیکھتے ہوئے بستر کے پائنتی آئی۔ پھر فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ دونوں ہاتھوں سے پارس کے پاؤں کو تھام لیا۔ پھر زیرِ لب بولی "تم میرے کون ہو؟"

اس کی آنکھیں بھیگ گئیں "تم میرے کوئی نہیں ہو۔ میں نے تمہارے اُوپر سے کمبل کھینچ لیا تھا۔ میں بہت حقیر ہوں۔ بہت چھوٹی ہوں۔"

وہ پارس کو دیکھتے ہوئے بولی "تم کتنے قدآور لگ رہے ہو۔ مجھے بہت اونچے ہو۔ آج معلوم ہوا اہمیت قد سے نہیں، حوصلوں سے ہوتی ہے۔"

آہ! میں نہیں جانتی تمہاری کتنی سانسیں رہ گئی ہیں۔ میں تمہاری لمبی عمر کی دُعا مانگتی ہوں۔ میں پورے ہوش و حواس میں یہ کریہ عہد کرتی ہوں، تم زندگی کی طرف لوٹ آؤ گے تو صرف تم سے دوستی کروں گی اور مرتے دم تک اپنا بدن کسی کو چھونے نہیں دُوں گی۔

میں تم سے نو برس بڑی ہوں۔ کوئی بات نہیں، نو برس کے بعد تم میرے سامنے پہاڑ بن جاؤ گے۔

میرے مرد! میں قسم کھاتی ہوں، میں تمہاری سربلندی کا انتظار کروں گی اور محبت کی ایک نئی مثال قائم کر دوں گی۔"

خطرہ

ٹل گیا، پارس نے آنکھیں کھول دیں۔

اب نئے خطرات ہمارا محاصرہ کر رہے تھے۔ شاریہ نے دیکھا کہ اپنی بہن جوجو کو آلۂ کار نہیں بنا سکے گا تو وہ دوسری چالیں چلنے لگا۔ اسرائیلی تنظیم کے افراد اس کے حکم کے مطابق قلعے میں داخل ہونے والے تھے۔ اس نے اسرائیلی تنظیم کے سربراہ سے کہا "اب قلعے میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، جوجو اور پارس ڈی کے اسپتال میں ہیں۔ فوراً اسپتال کا محاصرہ کر لو۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ اسپتال کے اندر کی باتیں بتاتا رہوں گا۔ موقع پاتے ہی ان دونوں کو وہاں سے اغوا کر سکتے ہو۔"

دوسری تنظیموں کے افراد ابھی اس بات سے بے خبر تھے۔ وہ قلعے میں داخل ہو رہے تھے۔ وہاں پہنچنے کے بعد انھیں بھی اس حقیقت کا علم ہونا ہی تھا کہ جن کے لیے جان کی بازی لگا کر قلعے میں داخل ہوئے ہیں انھیں پہلے ہی اغوا کر لیا گیا ہے۔ شاید یہ بھی معلوم ہو جائے کہ پارس اور جوجو اسپتال میں مل سکتے ہیں۔

شاریہ کی یہی کوشش تھی کہ دوسری کسی تنظیم کے وہاں پہنچنے تک پارس اور جوجو ہاتھ آ جائیں اور یہ اتنا آسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک تو ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس کی حفاظت کر رہے تھے، دوسرے سونیا اور آمنہ نبض نفیس موجود تھیں کمرے کے دروازے اور کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی تھیں۔ کسی نرس یا ڈاکٹر کو کمرے میں اس وقت جانے کی اجازت دیتی تھیں جب ان کے خیالات پڑھ کر اطمینان ہو جاتا تھا۔

پارس پہلے زندگی اور موت کی کشمکش میں تھا۔ اب... خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے، وہ خطرے سے نکل آیا تھا۔ اس دوران ایسے کئی مواقع آئے جب میں اور شیبا ایک دوسرے سے مخاطب ہو سکتے تھے لیکن ہم انجان بنے رہے۔ ویسے یہ بھید کھل گیا کہ شیبا ترکی میں ہے اور شاید استنبول میں ہی ہے کیوں کہ آہستہ نظروں میں آ گئی تھی۔

سونیا نے کہا "شیبا! تم پارس کی فکر نہ کرو، فرہاد وہاں موجود رہیں گے۔ میں انھیں گائیڈ کرتی ہوں تم قانونی اداروں سے امداد حاصل کرو تاکہ پولیس فورس بھی یہاں موجود رہے۔ کوئی دشمن کمرے تک آنے کی جرأت نہ کر سکے اور نہ اسپتال میں ہتھیار استعمال کر سکے۔"

ہم نے آج تک کسی بھی ملک میں رہ کر پولیس والوں کی امداد حاصل نہیں کی تھی لیکن پارس اور جوجو کی سلامتی کے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا۔ پھر یہ کہ ہم حق بجانب تھے۔ شیبا کہیں بھی خیال خوانی کے ذریعے کسی کے دماغ میں جاتی تو میرے ہی لب و لہجے میں بولتی تھی، وہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کے ذمے دار افراد سے رابطہ قائم کر رہی تھی اور فرہاد کی حیثیت سے کہہ رہی تھی "ڈی کے اسپتال میں میرا بیٹا زیر علاج ہے، دشمن اسے ہلاک کرنا چاہتے ہیں، وہ ہاسپٹل میں ہنگامے کریں گے، ہتھیار استعمال کریں گے۔ تخریبی کارروائی ہوں گی۔ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ وہاں حفاظتی انتظامات کریں۔ ایک لمحے کی دیر اس اسپتال کو کھنڈر بنا سکتی ہے۔"

سونیا کی یہ حکمت عملی کام آئی۔ ایسے وقت جب کہ اسرائیلی خفیہ تنظیم کے افراد اس اسپتال کو چاروں طرف سے گھیر رہے تھے، وہاں کی پولیس پارٹی بھی ہتھیاروں سے لیس ہو کر اسپتال پہنچ گئی تھی۔ پولیس کا افسر سونیا سے گفتگو کر رہا تھا۔ سونیا اسے بتا رہی تھی "اسپتال کے باہر ایسے تخریب کار موجود ہیں جنھوں نے اپنے لباس میں اسلحہ چھپا رکھا ہے۔ فی الحال مریضوں کی عیادت کو آنے والوں پر پابندی لگا دی جائے اور انھیں اسپتال سے دور ہی رکھا جائے۔"

اسی وقت شاریہ نے آرمر کے لبادے میں پولیس افسر سے کہا "یہ عورت آپ لوگوں کا قیمتی وقت ضائع کر رہی ہے۔ باہر ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس کے پاس ہتھیار ہو۔ اس اسپتال میں کچھ نہیں ہوگا۔"

افسر نے کہا "مادام! میرے دماغ میں کوئی یقین دلا رہا ہے کہ آپ ہمارا وقت ضائع کر رہی ہیں۔"

"وہ ہمارا دشمن ہے، وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اسرائیلی خفیہ تنظیم سے اس کا تعلق ہے۔ اس وقت اسپتال کے باہر اسی تنظیم کے افراد موجود ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں یقین دلا سکتی ہوں انھیں فائرنگ پر مجبور کر سکتی ہوں لیکن یہاں بہت سے کمزور دل کے مریض ہیں۔ آپ فائرنگ کا انجام سمجھ ہی سکتے ہیں۔"

ڈاکٹروں نے یہ صورت حال دیکھ کر فیصلہ کیا کہ مریضوں کو کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے۔ سونیا نے کہا "یہ اقدامات مناسب ہیں، انھیں دوسری جگہ منتقل کیا جائے۔ رہ گیا ہمارا بیٹا تو اس کی ہمیں پروا نہیں ہے۔ ہم تو اب تک دوسرے مریضوں کا خیال کر رہے ہیں۔"

شاریہ یہ نہیں چاہتا تھا۔ اس نے پولیس افسر کو دھمکایا "یہاں سے ایک بھی مریض منتقل نہیں ہوگا۔ سب یہاں ہیں میری شرط پوری کر دو، پارس اور جوجو کو میرے حوالے کر دو، پھر یہاں سے چلے جائیں گے اور یہ اسپتال کھنڈر نہیں بنے گا۔ ورنہ تمھارے جیسی دس پولیس پارٹیاں بھی یہاں ہونے والی تخریب کارروائیوں کو نہیں روک سکیں گی۔"

شیبا نے میرے لہجے میں کہا "شاریہ! کیا تم کو اپنی بہن

جوجو کا خیال نہیں ہے؟ کیا وہ فائرنگ کی زد میں نہیں آئے گی؟"

"مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔ وہ تم لوگوں میں رہ کر میری بات ماننے سے انکار کرتی ہے۔ میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ وہ میری بہن ہے اور میں اسے اولاد کی طرح چاہتا ہوں میں اسے یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کروں گا۔"

جب اسپتال کے دار و لبوائے پہلے مریض کو باہر لے جانے لگے تو اس سے پہلے ہی کسی نے کہیں سے فائرنگ کی۔ شاریہ نے پولیس افسر کے دماغ میں پہنچ کر کہا "یہ پہلی وارننگ ہے۔ اس کے بعد جو بھی مریض باہر جائے گا، اس کی سلامتی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

پولیس افسر نے پریشان ہو کر شاریہ کی یہ بات ڈاکٹروں کو سنائی، ایک ڈاکٹر نے غصے سے کہا "یہ ظلم ہے، مریضوں پر حملہ کرنا بدترین درندگی ہے۔"

شاریہ نے افسر کی زبان سے ہنستے ہوئے کہا "درندگی کبھی بہترین نہیں ہوتی۔"

مجھے اچھی طرح علم نہیں تھا کہ کمرے کے باہر کیا مذاکرات ہو رہے ہیں اور شاریہ کس طرح چیلنج کر رہا ہے۔ پھر میں وقفے وقفے سے کبھی سونیا کے پاس اور کبھی پولیس افسر کے دماغ میں جانے لگا تاکہ باہر کے حالات معلوم کر سکوں۔ کمرے کے اندر جوجو اور پارس تنہا تھے۔ جوجو نے پلنگ کے سرے پر بیٹھ کر اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا اور کہہ رہی تھی۔ "میں زندگی میں کبھی نہیں روئی، میرے بھائی مجھے رونے کا موقع ہی نہیں دیتے مگر تم نے رُلا دیا۔"

پارس نے بڑی نقاہت سے مسکراتے ہوئے کہا "میں تمھیں کلی کی طرح مسکراتے اور پھول کی طرح ہنستے دیکھنا چاہتا ہوں، اگر میری وجہ سے تم روتی رہی ہو تو مجھے افسوس ہے۔"

"اب تو میں ہنسنے لگی ہوں، تم اچھے ہو گئے ہو، باڈی وے، تم اتنی شاعرانہ گفتگو کیسے کر لیتے ہو کیا میں سچ مچ اچھی لگتی ہوں؟"

"میں نے اتنی سی عمر میں جو حسین صورت دیکھی، وہ تمھاری ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ تمھاری جیسی اور کوئی نہیں ہوگی۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"میرے باپ کی زندگی میں بھی صرف ایک عورت ایسی آئی جس کے بعد ویسی کوئی دوسری نہ ہو سکی۔ وہ میرے پاپا کی پہلی محبت ہے اور آخری محبت بھی وہی ہوگی۔ اس سے میں نے سمجھا کہ مرد کی زندگی میں صرف ایک ہی عورت آتی ہے، باقی جتنی بھی آتی ہیں وہ آ جاتی رہتی ہیں۔"

"وہ کون ہے پارس؟"

"وہ بند دروازے کے باہر کھڑی ہے اور جب تک وہ وہاں کھڑی رہے گی، موت کسی بھی بہانے کمرے کے اندر نہیں آ سکے گی۔"

دروازہ کھلا، ایک نرس ٹرے میں سوپ لے کر آئی تھی۔ اس نے جوجو سے کہا "بے بی! یہ سوپ بابا کو پلا دو۔"

جوجو نے اسے گھور کر دیکھا اور اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ تھوڑی دیر تک اسے ٹٹولتی رہی۔ نرس نے گھبرا کر پوچھا "تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟"

"کچھ نہیں، اسے یہاں رکھ دو۔ میں نے اطمینان کر لیا ہے اس میں ملاوٹ نہیں ہے۔"

وہ سوپ رکھ کر چلی گئی۔ جوجو نے پارس پر جھکتے ہوئے پوچھا "کیا میں تمھیں سہارا دے کر اٹھاؤں؟"

وہ مسکرا کر بولا "تم سہارا دو گی تو میں آسمان تک پہنچ جاؤں گا۔ ویسے مجھ میں اتنی توانائی ہے کہ خود اٹھ کر بیٹھ سکوں۔"

وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر نیم دراز ہو گیا۔ جوجو نے اس پر ایک نیپکن رکھا، پھر سوپ کا پیالہ اٹھا کر ایک ایک چمچ پلانے لگی۔ پارس نے پوچھا "کیا تم اندازہ کر سکتی ہو کہ باہر خطرات منڈلا رہے ہیں؟"

"میرے اندر ایک بے چینی اور گھبراہٹ سی ہے، مگر تمھارے پاس رہ کر یقین ہوتا ہے، مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ تم پھر میرے لیے ڈھال بن جاؤ گے۔ خدا کے لیے آئندہ ایسا نہ کرنا۔ نہیں تو میں روتے روتے مر جاؤں گی۔"

میں ان کی باتیں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا، جب ہمارے بچے گی کی طرح مسکراتے ہیں اور پھول کی طرح ہنستے ہیں تو یہ دنیا کتنی خوب صورت ہو جاتی ہے۔ ہم ان معصوم بچوں کی زندگی میں تخریب کاری اور دہشت گردی کا زہر کیوں گھولتے ہیں؟ ہم کیا چاہتے ہیں؟ کیا یہ دنیا صرف بارود کا ڈھیر بن جائے؟ کیا معصومیت ہمیشہ کے لیے نابود ہو جائے؟ اور جن کے ہاتھوں میں دنیا کی تمام دولت ہے، دنیا کی تمام طاقت ہے، دنیا کے تمام ذرائع ہیں کیا صرف وہی زندہ رہیں، باقی سب مر جائیں؟

اپنے بچوں کو ہنستے بولتے اور پیار بھری باتیں کرتے دیکھ کر دل چاہتا ہے، اس دنیا سے نفرت، برائی اور جرائم کو ہمیشہ کے لیے مٹا دیا جائے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ٹیلی پیتھی کی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہوئے بھی ہم کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے لوگ جرائم کو ختم نہیں کر سکتے۔ یہ اتنی بڑی شیطانی قوت ہے جو خداوند کریم کے حکم پر سجدے سے انکار کرتی ہے، پھر ٹیلی پیتھی کے سامنے کیا جھکے گی۔

میں کبھی پارس اور جوجو کے پاس ہوتا تھا کبھی کمرے سے باہر پولیس افسر کے دماغ میں پہنچتا تھا یا سونیا کے ذریعے ان کے ارادوں کو سمجھتا تھا۔ شار پر کسی سمجھوتے کے لیے آمادہ نہیں تھا۔ وہ بضد تھا کہ رہا تھا۔ دس منٹ کے اندر پارس اور جوجو کو اس کے حوالے نہ کیا گیا تو یہاں زبردست فائرنگ ہوگی اور دھماکے بھی ہو سکتے ہیں۔

وہ ہماری ایک عادت کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ ایسے موقع پر اس عادت کو حماقت بھی کہہ سکتے ہیں۔ میں اور میری ساتھی عورتیں اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتی تھیں۔ اس وقت سونیا، آمنہ نہتی تھیں۔ شار پر کے لیے ایک مشکل یہ تھی کہ وہ پولیس افسر کے دماغ کو پوری طرح ٹریپ نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ شیبا اس کے دماغ پر مستقل قبضہ جمائے ہوئے تھی۔ اس قبضے کو میں بار بار پہنچ کر مستحکم کرتا رہتا تھا۔ یوں پولیس افسر نے اسپتال کے اندر زرہ کر نیچے اور اوپر کی منزلوں تک جو مورچا بندی کی تھی، شار پر اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے سامنے ایک ہی راستہ تھا کہ اسرائیلی خفیہ تنظیم سے تعلق رکھنے والے فائرنگ کرتے رہیں اور کسی نہ کسی طرح اسپتال میں داخل ہو کر پارس اور جوجو تک پہنچ جائیں۔

ایسے وقت میں نے ماسک مین کو مخاطب کیا اور کہا "تم نے وعدہ کیا تھا کہ میرے بیٹے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لہٰذا میں تمہیں بیٹے تک پہنچا رہا ہوں۔ استنبول کے ہاسپٹل سے فوراً رابطہ قائم کرو اور اس سے کہو ڈی کے اسپتال میں پارس زخمی پڑا ہے اس کے ساتھ جو جوجو بھی ہے۔ شار پر نے اسرائیلی خفیہ تنظیم کے ذریعے اس اسپتال کا محاصرہ کیا ہے۔ تمہارے آدمی وہاں پہنچ کر محاصرہ توڑ سکتے ہیں۔"

"میں ابھی آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں، میری پوری کوشش یہی ہوگی کہ آپ کے بیٹے کو نقصان نہ پہنچے۔"

ترکی کی حکومت ریڈ پاور اور سپر ماسٹر دونوں سے تعلق رکھتی تھی۔ اپنی خارجہ پالیسی اس طرح بنا رکھی تھی کہ جس طرف ضرورت ہوتی اس طرف جھک جاتی تھی۔ میں نے ماسک مین سے رابطہ قائم کر لیا تھا۔ اس کے ذریعے محاصرہ توڑنے والا تھا تاکہ سپر ماسٹر سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ ابھی وہ میرے لیے اجنبی تھا۔ میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ویسے یقین تھا کہ وہ اپنے تمام اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے پارس تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا اور یہی ہوا۔ پولیس ڈپارٹمنٹ کے کئی اعلیٰ افسران سپر ماسٹر کے احسان مند تھے لہٰذا جو پولیس افسر اپنے مسلح سپاہیوں کے ساتھ اسپتال میں مورچا بنائے ہوئے تھا وہ بھی سپر ماسٹر کا وفادار تھا اور وہ کسی بھی لمحے سپر ماسٹر کی تنظیم کے خطرناک افراد کو اسپتال تک پہنچنے کا موقع دے سکتا تھا۔

یوں دیکھا جائے تو ہمارا نقصان تھا۔ سپر ماسٹر کے افراد کو یہاں نہیں پہنچنا چاہیے تھا لیکن موجودہ صورت حال کے پیش نظر انھیں اسرائیلی خفیہ تنظیم کا محاصرہ توڑنا چاہیے تھا۔ جب تک مین کی پارٹی وہاں پہنچتی تو سپر ماسٹر کے آدمیوں کا ٹکراؤ ان سے ہوتا۔ اس طرح وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہ جاتے اور ہم اپنا کام نکالنے کی کوشش کرتے۔ لہٰذا ہم اسی موقع کی تلاش میں تھے۔

شار پر نے دس منٹ کی مہلت دی تھی۔ اس کے بعد ہی فائرنگ شروع ہو گئی۔ اسپتال کے اندر مورچا بنانے والے سپاہیوں نے بھی جوابی فائرنگ کی۔ جتنے ڈاکٹر وہاں موجود تھے وہ کمزور دل کے مریضوں کو توجہ سے اٹینڈ کر رہے تھے۔ سینئر نرسیں بھی ہر مریض کے پاس دوڑتی بھاگتی جا رہی تھیں اور انھیں تسلیاں دیتی جا رہی تھیں۔

یہ فائرنگ چند منٹ تک جاری رہی، پھر اس کا رُخ دوسری طرف بدل گیا کیونکہ اسپتال کو چاروں طرف سے گھیرنے کے لیے ماسک مین کی ٹیم آ گئی تھی۔ اب اسرائیلی خفیہ تنظیم کے افراد کبھی اسپتال کی طرف اور کبھی پیچھے سے آنے والوں کی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ شار پر ان حالات میں اسرائیلی خفیہ تنظیم والوں کے پاس موجود تھا۔ اسی وقت ٹرانسمیٹر کے ذریعے پولیس افسر کو اشارہ موصول ہوا۔ اس نے ٹرانسمیٹر آن کر کے کوڈ ورڈ دہرائے اس کے اعلیٰ افسر نے کہا "سپر ماسٹر کے اہم افراد ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسپتال کی چھت پر اترنے والے ہیں ان کے لیے راستہ صاف رکھو تاکہ پارس اور جوجو کو وہاں سے اٹھا لیا جائے۔ اس کے بعد ہنگامے خود ہی ختم ہو جائیں گے۔"

میں نے افسر کی زبان سے پوچھا "مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ چھت پر اترنے والا ہیلی کاپٹر سپر ماسٹر کا ہے۔ مجھے ان کے کسی آدمی سے متعارف ہونا چاہیے۔"

جواب ملا "جیسے ہی ہیلی کاپٹر کی آواز سنو فوراً چھت پر چلے جاؤ، وہاں تعارف حاصل ہو جائے گا۔"

میں نے یہ باتیں سونیا کو بتائیں، سونیا نے کہا "میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ سپر ماسٹر کے خفیہ آدمی ہیلی کاپٹر کے ذریعے آئیں اور پولیس آفیسر سے تعارف حاصل کریں تاکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان آدمیوں تک پہنچ جائیں۔ کیا سپر ماسٹر اتنا احمق تو نہیں ہو سکتا۔"

"تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"آمنہ اس کمرے کے سامنے رہے گی اور میں چھت کی طرف جاؤں گی۔"

تھوڑے تھوڑے وقفے سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ پھر شار پر نے چیلنج کیا "اگر دس منٹ کے اندر ہمارے آدمیوں کو اسپتال میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی تو ہینڈ گرنیڈ پھینکے جائیں گے۔ اس طرح اسپتال کی عمارت تباہ ہو گی، کوئی مریض زندہ نہیں بچے گا۔"

اس چیلنج کے دوران ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ پولیس افسر وہاں سے دوڑتا ہوا سیڑھیاں چڑھتا ہوا چھت کی طرف جانے لگا۔ شیبا بدستور اس کے دماغ پر قابض تھی۔ جب وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر چلا گیا، تب سونیا نے کہا "آمنہ! یہاں محتاط رہنا، میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے جانے لگی۔ چوں کہ اس کے دماغ میں شیبا بھی موجود رہتی تھی، اس لیے وہ یہ سمجھ نہیں سکتی تھی کہ ابھی اس کے دماغ میں شیبا ہے یا فرہاد۔ اس نے پوچھا "کیا تم موجود ہو؟"

"میں فرہاد موجود ہوں۔"

"تم میرے پاس آتے جاتے رہو اور پارس اور جوجو کو کسی وقت بھی ایکشن کے لیے آمادہ رکھو۔"

ہیلی کاپٹر آہستہ آہستہ چھت کی طرف آ رہا تھا۔ میگا فون کے ذریعے اسرائیلی خفیہ تنظیم کا ایک جاسوس چیلنج کر رہا تھا "ہم وارننگ دے رہے ہیں، ہیلی کاپٹر کو چھت پر نہ اترنے دیا جائے ورنہ ہم بم کے دھماکے کریں گے۔"

میں پچھلی رات اسرائیلی تنظیم کے دو اہم سرغناؤں کے دماغوں تک پہنچ چکا تھا۔ اگرچہ میری موجودگی جوجو اور پارس کے لاشعور میں تھی اس کے باوجود میں ان کے دماغوں تک پہنچنے لگا۔ یوں کہ ان کی طرف سے ہونے والے دھماکے پورے اسپتال کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔

دوسری طرف ریڈ پاور کا باس شاکر اور اس کا اہم ماتحت بھی میری خیال خوانی کی مٹھی میں تھے۔ میں نے ڈینی کے پاس پہنچ کر دیکھا "وہ ان کے عقب میں محاذ بنائے ہوئے تھا۔ میں جونہی کارروائی ادھر کیا جدھر چیلنج کیا گیا تھا۔ میں نے اسے تیار پایا جیسے ہی دھماکے ہونے سے پہلے ہی فائرنگ شروع کر دے۔ چند لمحوں کے بعد یہی ہوا۔ ڈینی اور اس کے آدمیوں نے ادھر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں دشمنوں کو چھت کی طرف گرنیڈ پھینکنے کا موقع نہیں ملا اور ہیلی کاپٹر بخیریت وہاں اتر گیا۔

پولیس آفیسر چھت پر پہنچ چکا تھا۔ سونیا بھی قریب ہی تھی مگر زینے کے ایک حصے میں چھپی ہوئی دیکھ رہی تھی ..... گردش کرتا ہوا پنکھا آہستہ آہستہ تھم رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کا سلائیڈنگ دروازہ ایک طرف کھسکتا ہوا کھل گیا تھا۔ وہاں سے دو مسلح افراد نیچے اتر رہے تھے۔ پولیس آفیسر نے آگے بڑھ کر مصافحہ کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا اور کہا "مجھے ....."

اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گولی نکلی پھر اسے ہمیشہ کے لیے چاٹ گئی۔ آنے والوں میں سے ایک نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور کو اپنی بیلٹ میں اڑس لیا۔ وہ دونوں محتاط نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر انھوں نے ہیلی کاپٹر کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں سے اور چار آدمی نیچے اتر کر آنے لگے۔

سونیا دبے قدموں زینے سے اتر کر نیچے آئی، ایک پاکستانی سے کہا "تمہارے افسر کا ریوالور بے کار ہو گیا ہے، وہ تم سے رائفل مانگ رہا ہے۔"

وہ انکار کر سکتا تھا لیکن میں نے اسے موقع نہیں دیا۔ اس نے چپ چاپ رائفل اور کارتوس اس کے حوالے کر دیے۔ وہ تیزی سے زینے پر چڑھتے ہوئے اوپر جانے لگی۔ آدھے زینے پر پہنچا چلا وہ لوگ اوپر سے نیچے آ رہے ہیں۔ اس نے کہا "فرہاد، ہوشیار رہنا۔ ان میں سے کسی نہ کسی کے حلق سے آواز نکلے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائرنگ شروع کر دی۔ دوسری طرف سے بھی جوابی فائرنگ ہو رہی تھی۔ سونیا کی کوشش یہ تھی کہ اس کی گولی کسی کو ہلاک نہ کرے، زخمی کرے اور ایسا ہی ہوا۔ زخمی ہونے والا زندہ رہتا ہے لیکن تکلیف برداشت نہیں کر سکتا اس لیے وہ تکلیف کی شدت سے چیخنے چلانے اور بڑبڑانے لگا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے اس کے ذریعے ایک قریبی آدمی پر جان بوجھ کر فائرنگ کی ناکام کوشش کی۔ وہ غصے سے جھنجلا کر بولا "کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے، مجھ پر گولی چلا رہے ہو؟" وہ جھنجلاہٹ میں یہ خیال نہ رکھ سکا کہ اپنی آواز سنا رہا ہے۔ اسے اطمینان تھا کہ اس پاس کوئی سننے والا نہیں ہے۔

وہ اسپتال کے اندر پہنچنے کے لیے زینے کے نچلے حصے میں فائرنگ کر رہے تھے۔ ان میں سے کوئی اپنے ہی ساتھی پر فائر کر دیتا تھا جس سے اندازہ ہو گیا کہ وہ سب ٹیلی پیتھی کی زد میں آ گئے ہیں۔ اس طرح ان پر اور زیادہ بوکھلاہٹ طاری ہو گئی۔

اسپتال کے اندر پے در پے فائرنگ کی آواز سن کر شار پر وہاں پہنچا مگر اسے دیر ہو چکی تھی۔ میں نے ہیلی کاپٹر سے

آنے والے آخری آدمی کو بھی ختم کر دیا تھا۔ پھر میں نے آمنہ کے پاس پہنچ کر کہا "پارس کو اُٹھا کر چھت پر لے جاؤ۔ میں جوجو کے دماغ پر قابض رہوں گا۔"

یہی بات میں نے سونیا کو بتائی۔ اس نے کہا "میں یہاں سے ہیلی کاپٹر لے جاؤں گی تم جوجو کے پاس رہو۔"

میں دوسرے ہی لمحے جوجو کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ شارپر، بہن کو اپنی محبت کا واسطہ دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا "اس وقت میرے کام آجاؤ۔ ہم دشمنوں کو شکست دیں گے۔ یہ دشمن تمھیں بے وقوف بنا رہے ہیں۔"

میں نے جوجو کی آنکھیں بند کر دیں تاکہ اس کے ذریعے شارپر یہ نہ دیکھ سکے کہ آمنہ، پارس کو اٹھا کر لے جا رہی ہے، جب وہ چلی گئی تو میں نے اس کی آنکھیں کھول دیں۔ لیکن اسے بستر کی طرف دیکھنے نہیں دیا۔ دروازے کی طرف چلاتا ہوا لے گیا۔ شارپر پوچھ رہا تھا "جوجو! مجھے بتاؤ تم کہاں جا رہی ہو؟ جوجو! میری بہن! میں تمھارا بھائی شارپر بول رہا ہوں۔"

وہ ایسا کہنے کے دوران اس کے سر کو ادھر اُدھر گھما کر اس کمرے کو اور بستر کو دیکھنا چاہتا تھا مگر میں نے موقع نہیں دیا۔ وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ باہر سونیا کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے کہا "اسے سنبھالو۔"

اس نے یکبارگی جوجو کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ اسے اپنے کاندھے پر لادا۔ پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی، زینے پر چڑھتی ہوئی چھت کی طرف جانے لگی۔ میں بدستور جوجو کے دماغ میں تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ شارپر یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ سونیا اسے کہاں لے جا رہی ہے؟

وہ بُری طرح الجھ گیا تھا۔ اِدھر جوجو کے ذریعے کچھ معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ اُدھر اسرائیلی خفیہ تنظیم کے افراد دو طرفہ فائرنگ میں گھر گئے تھے۔ اسپتال کے اندر سے پولیس والے فائرنگ کر رہے تھے اور ان کے عقب سے ریڈ پاور والے گولیوں کی بوچھاڑ کر رہے تھے۔ ان حالات میں شارپر کچھ دیر کے لیے غائب ہو گیا۔ نہ وہ سونیا کے پاس آ رہا تھا، نہ میرے پاس، نہ جوجو کے پاس۔ نہ آمنہ کے پاس اور نہ ہی پارس کے دماغ میں پہنچ رہا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا "وہ تھوڑی دیر کے لیے غائب ہو گیا ہے۔"

"یقیناً اس نے سمجھ لیا ہے کہ ہیلی کاپٹر پر ہمارا قبضہ ہو گیا ہے۔ ہم جوجو اور پارس کو یہاں سے لے جا رہے ہیں۔ وہ اسرائیلی خفیہ تنظیم یا دوسرے ذرائع سے ہمارا تعاقب کرے گا۔"

"تم میرے دماغ سے جاؤ۔ جوجو کے پاس رہنا مگر میرے دماغ میں نہ آنا۔ میں خفیہ لائن آف ایکشن پر کام کر رہی ہوں۔"

میں جوجو کے پاس آ گیا۔ اتنا سمجھ گیا تھا کہ وہ پارس اور جوجو کو راستے ہی میں دوسری جگہ منتقل کرنے کی کوشش کرے گی، چوں کہ وہ شیبا کی مصروفیات کو مجھ سے راز رکھنا چاہتی تھی اس لیے مجھے دماغ سے جانے کے لیے کہا تھا۔

ہیلی کاپٹر چھت سے بلند ہوتا ہوا، پرواز کرتا ہوا جانے لگا۔ دشمن ہیلی کاپٹر کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ دو طرفہ فائرنگ میں گھرے ہوئے تھے۔ سونیا نے خفیہ طریقے سے شیبا کو بتا دیا تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر کہاں اتارنے والی ہے۔ وہ وہاں اپنی کار میں موجود تھی۔ ہیلی کاپٹر وہیں اُترا۔ آمنہ نے پارس کو اپنے شانے پر لاد لیا۔ وہاں سے دوڑتی ہوئی کار کی طرف جانے لگی۔ شیبا نے پچھلا دروازہ کھول دیا تھا۔ آمنہ نے پارس کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ جوجو اس کے پاس بیٹھ گئی، پھر آمنہ اسٹیئرنگ سیٹ کے پاس شیبا کے قریب آ گئی۔ اس کے بعد وہ کار اسٹارٹ ہو کر جانے لگی۔ سونیا نے ہیلی کاپٹر کو زمین سے بلند کیا۔ اب وہ پرواز کرتے ہوئے کسی دوسری جگہ جا کر دوسرے ہیلی کاپٹر میں آنے والے دشمنوں کو بھٹکانے والی تھی۔

میں جوجو کے دماغ میں تھا اور شاید شیبا اس بات کو سمجھتی تھی۔ ہمارے درمیان اہمیت کی ایک عجیب سی دیوار کھڑی ہوئی تھی۔ سونیا نے مجھے منع کیا تھا کہ میں شیبا کو کبھی ہلاک نہ کروں۔ اسے موقع دوں کہ وہ بڑے سے بڑا کارنامہ انجام دیتی رہے۔ اس کے بعد وہ فخر سے خود تمھیں مخاطب کرے لہٰذا میں خاموش تھا۔ اس کے قریب رہتے ہوئے بھی اسے مخاطب نہیں کر سکتا تھا۔

•••

فوجی افسران کے خفیہ اجلاس میں یہ طے پایا تھا کہ صبح پانچ بجے قیدی پارس کو فوجی بیرک سے دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے گا۔ یہ بات مجھے رات دو بجے معلوم ہوئی تھی۔ میں نے فیصلہ کیا، اب تین گھنٹے کے لیے نہیں سوؤں گا۔ پانچ بجے سے پہلے پارس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اتنا وقت گزانے کے لیے میں پارس اوّل اور جوجو کے پاس چلا گیا تھا۔

ان دونوں کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ میں بیان کر چکا ہوں لیکن معاملات پیچیدہ تھے۔ پارس بُری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس لیے میں قیدی پارس کی طرف دھیان نہ دے سکا۔ جب شیبا اور آمنہ، پارس اور جوجو کو بخیریت ایک کار میں سفر کرتے ہوئے جانے لگے تو میں مطمئن ہو کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس وقت صبح کے چھ بج رہے تھے۔ پارس کو منتقل کرنے کا

وقت گزر چکا تھا۔ میں نے فوراً ہی راجیش کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ بے چارہ اس معاملے میں انجان تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ہیرک سے چند غیر معروف فوجی افسران آئے تھے۔ انھوں نے اپنی شناخت کرائی تھی لیکن زبان سے ایک لفظ ادا نہیں کیا تھا۔ اس طرح وہ ایک گاڑی میں پارس کو لے گئے تھے۔ شاید رسونتی بھی ان اجنبی افسران کے دماغ تک پہنچنے میں ناکام رہی تھی۔

میں پارس دوم کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ایک چھوٹے سے بنگلے میں تھا۔ اس وقت برآمدے میں کھڑا ہوا دور تک دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذریعے پتا چلا، بنگلے کے چاروں طرف جو دیواریں ہیں، وہ بہت اونچی ہیں، باہر سے گزرنے والے بنگلے کے اندر دیکھ نہیں سکتے۔ وہ حد بندی لمبائی میں تقریباً چھ سو گز اور چوڑائی میں چار سو گز ہو گی۔ اس کے چاروں گوشوں پر چار اونچے مچان بنے ہوئے تھے جن پر دو دو مسلح جوان پہرا دے رہے تھے۔ حد بندی کے اندر بہت خوب صورت باغیچہ تھا۔ تیرنے کے لیے سوئمنگ پول تھا۔ بنگلے میں اس کے ساتھ مونا سانچی اور فوج کا ایک جونیئر افسر تھا جو پارس کی ضروریات کا خیال رکھنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ مونا سانچی کو حکم دیا گیا تھا کہ وہی کھانا پکایا کرے گی اور بنگلے کی صفائی کیا کرے گی۔ اس کے اور جونیئر آفیسر کے سوا کسی تیسرے کو بنگلے کے احاطے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔

میں نے خیال خوانی ختم کر دی۔ آنکھیں کھول دیں۔ میرے سامنے مالا بیٹھی ہوئی تھی۔ چھت پر بچھی ہوئی چاندنی، اس پر رکھے ہوئے گاؤ تکیے، پھلوں سے بھرا ہوا تھال، دودھ سے بھرا ہوا جگ اور گلاس سب کے سب ویسے ہی رکھے ہوئے تھے اور وہ دبلے چاری میرے انتظار میں بیٹھے بیٹھے رات گزار چکی تھی۔

میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ اس نے نظر یہ جھکا لیں۔ جھکی ہوئی نظروں میں بے پناہ شکایتیں تھیں، وہ زبان سے کچھ نہیں کہہ رہی تھی۔ اس نے موتیے کا ہار جو ڑے میں گوندھ رکھا تھا جو مرجھا رہا تھا — وہ جوڑا کھولنے لگی۔ ہار کو الگ کرنے لگی۔ پھر اس نے مرجھائے ہوئے ہار کو دونوں ہتھیلیوں پر رکھ کر میرے سامنے پیش کیا۔ میں نے اسے اٹھا کر سونگھا۔ پھر کہا "اس میں رات بھر کے انتظار کی خوشبو ہے۔ میرے ساتھ رہو گی تو ایسا ہی ہو گا۔ میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ سورج جس نے تمھاری ارمانوں بھری رات کو سمیٹ لیا ہے، پھر ڈوب جائے گا پھر رات آئے گی۔"

میں کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا مگر چپ ہو گیا۔ سیڑھی پر کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دی۔ مالا نے چونک کر ادھر دیکھا۔ اس کا اندھا باپ چھڑی ٹیکتا ہوا اوپر آ گیا تھا اور پوچھ رہا تھا۔ "مالا! تم کہاں ہو بیٹی؟"

وہ گھبرا کر اُٹھ گئی۔ ہچکچاتے ہوئے کہنے لگی "ڈیڈ! میں یہاں ہوں، یوں ہی تازہ ہوا کھانے آئی ہوں۔"

"میں کب سے تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔ آج تم نے بیڈ ٹی تیار کر کے نہیں دی۔"

وہ بولتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر چونک کر رُک گیا۔ اپنی چھڑی سے ٹٹولتے ہوئے فرش پر بچھی ہوئی دری اور چاندنی کو محسوس کرتے ہوئے بولا "یہ کیا، یہ تو بستر معلوم ہوتا ہے کیا تم رات کو یہاں سو رہی تھیں؟"

"جی، جی ہاں۔ میں گرمی محسوس کر رہی تھی لہٰذا اوپر آ گئی۔"

وہ اندھا خلا میں تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا، پھر اس نے پوچھا "تمھارا وہ مہمان دھن راج کہاں ہے؟"

میں پہلے ہی اُٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ دبے قدموں ذرا پیچھے ہٹ گیا تھا۔ کیوں کہ وہ باتیں کرتا ہوا میری ہی طرف آ رہا تھا۔ وہ مجھے پا نہ سکا لیکن چھڑی نے پھلوں سے بھرے ہوئے تھال تک اسے پہنچا دیا۔ اس نے بیٹھ کر پھلوں کو چھو کر دیکھا۔ ٹٹولنے کے دوران اس کا ہاتھ بھرے ہوئے جگ سے لگا۔ اس نے جگ اٹھا لیا۔ اسے سُونگھا اور سمجھ لیا کہ دودھ ہے۔

اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا، کیا اتنے سارے پھل مالا اکیلی کھائے گی؟ کیا ایک جگ دودھ تنہا پیے گی؟ نہیں نہیں، میری بیٹی ایسی تو نہیں ہے۔ میں اس پر ناز کرتا ہوں۔ میں دنیا والوں سے کہتا ہوں، اندھا ہوں تو کیا ہوا، میری آنکھیں میری بیٹی ہے۔ اس نے چھڑی کو پھر مضبوطی سے پکڑ لیا۔ کہنے لگا "نہیں نہیں، میری بیٹی ایسی نہیں ہو سکتی۔ مجھے اس پر یقین کرنا چاہیے۔"

وہ سوچتا ہوا چھڑی کو ادھر سے اُدھر لے جا کر ٹٹولنے کے انداز میں کچھ سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس وقت میں دبے قدموں چلتا ہوا اپنی چپلوں تک پہنچ گیا تھا تاکہ انھیں پہن کر دور چلا جاؤں مگر اس سے پہلے ہی اس کی چھڑی کا آخری سرا میری ایک چپل میں جا کر پھنس گیا۔ اس نے اسے اٹھا کر اپنے ہاتھوں میں لے کر دیکھا پھر ایسا دنگ رہ گیا جیسے اس کا دم رُک رہا ہو۔

میں نے اور مالا نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر مالا ہچکچاتے ہوئے بولی "ڈیڈ! یہ، یہ میری چپل ہے۔"

"بیٹی! اندھا ضرور ہوں مگر احمق نہیں ہوں۔ اگر مہمان کی یہ چپتل میرے سر پر مارنے کے لیے لائی ہو تو پھر آؤ دیکھوں کرتی ہو، اسے لو اور میرے سر پر اتنا مارو کہ دنیا والوں کے تھوکنے کا احساس نہ رہے۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولی: "ڈیڈ! دراصل بات یہ ہے کہ۔۔۔"

"کوئی بات نہ کہنا۔ تم نے اپنے اندھے باپ کے اعتماد کو دھوکا دیا۔ تم۔۔۔ تم۔۔۔"

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ اُسے اس قدر صدمہ پہنچا تھا کہ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ زبان سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ لوگ تو بینائی رکھ کر اپنوں کی بے حیائی برداشت نہیں کرتے جب کہ وہ اندھا شخص اپنی اندھیری دنیا میں بیٹی کی بے حیائی دیکھ رہا تھا اور شرم سے مرا جا رہا تھا۔ صدمات سے چُور ہو رہا تھا۔ غیرت کے مارے ایک ایک سانس اس طرح ساتھ چھوڑتی جا رہی تھی جس طرح بیٹی نے اس کے اعتماد کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

وہ کچھ اور کہنے کے لیے تھر تھر کانپتے ہوئے اٹھنا چاہتا تھا، اسی دقت دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ مالا ڈیڈ کہہ کر چیختی ہوئی اس کے پاس گئی۔ پھر اسے جھنجھوڑنے لگی۔ وہ بالکل ساکت تھا، چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اس کی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔ اندھی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ مرنے کے بعد بھی وہ دیدے حیرت سے پھیلے ہوئے تھے۔ شاید پوچھ رہے تھے: "کیا بیٹیاں اندھے باپ کے اعتماد کو اسی طرح ٹھیس پہنچاتی ہیں؟"

وہ تھوڑی دیر تک جھنجھوڑ کر باپ کو آواز دیتی رہی۔ پھر اس نے پوچھا: "دیکھو، انھیں دیکھو، کیا ہوگیا ہے؟"

میرا سر شرم سے جھکا ہوا تھا۔ میں نے آہستگی سے کہا: "میں نے ایک غیرت مند کی بیٹی کو ہاتھ لگایا ہے۔ اُس ہاتھ سے اس غیرت مند کو چھیو نہیں سکتا۔ ان کی آنکھیں بند کر دو۔"

مالا انہیں کہہ کر چیختی ہوئی باپ سے لپٹ گئی۔ میں وہاں سے سر جھکا کر سیڑھیاں اُترتا ہوا کمرے میں آگیا۔ ان لمحات میں شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ میں نے ایک شریف گھرانے کی خوشی لوٹی ہے۔

میں نے دوسرا لباس لیا۔ پھر باتھ روم میں جا کر غسل کرنے لگا۔ یہ جو رنگین اور جذباتی کہانیاں ہوتی ہیں، جن میں حُسن ہوتا ہے، شباب ہوتا ہے، رنگینی اور سنگینی رات کے بہکتے ہوئے لمحات ہوتے ہیں تو انھیں پڑھنے میں کتنا لطف آتا ہے۔ اس بات کی طرف دھیان نہیں جاتا کہ ایک شریف گھرانے کی عزت، ایک غیرت مند باپ کی خودداری کو کچل کچل کر اتنی رنگین کہانیاں اور جذباتی افسانے تراشے گئے ہیں۔ ایک ہنسی ہوتی ٹائم کو فون کر کھاتے وقت یہ کون سوچتا ہے کہ مرغی اپنی جان سے گئی، وہ تو جاتی ہی ہے۔

اس کے باپ کی لاش نیچے لائی گئی تھی۔ ٹیلی فون کے ذریعے عزیزوں، رشتے داروں کو اطلاع دی جا رہی تھی۔ میں نے لباس بدل کر وہاں سے نکلتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا: "مالا! میں اس مائی ماحول میں رہوں گا تو ندامت سے مرتا رہوں گا۔ تمھارے پتاجی کا کریا کرم ہو جائے گا تو رات تک واپس آجاؤں گا۔"

وہ روتے ہوئے بولی: "دیکھو فرہاد! ایسی حالت میں چھوڑ کر نہ جانا۔ میرا دنیا میں کوئی نہیں ہے، میرا یہ مان رکھنا کہ اپنی آکر میرے آنسو پونچھو گے۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ راستے میں اخبار فروش دارو نہ منگل پانڈے کا نام لے کر چیخ چیخ کر اخبار بیچ رہے تھے۔ آج کے تمام اخبارات میں منگل پانڈے کی بڑی بڑی تصویریں شائع ہوئی تھیں۔ اس کا یہ کارنامہ بھی بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا تھا کہ اس نے تنہا درجنوں مسلح مجرموں کا مقابلہ کیا ہے۔ اسے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ بنانے کا سرکاری وعدہ کیا گیا تھا اور دہلی میں اس کی رہائش کے لیے سیدکوارٹر کے احاطے میں ایک چھوٹا سا بنگلا الاٹ کیا گیا تھا۔ میں ایک آٹو رکشے میں بیٹھ کر اس بنگلے میں پہنچ گیا۔

اس نے مجھے دیکھتے ہی چیخ مار کر دوڑ لگائی اور آکر لپٹ گیا۔ کہنے لگا: "دیکھو دیکھو، آج کا کوئی اخبار ایسا نہیں ہے جس میں میری تصویر نہ ہو۔ جس میں میرے کارنامے شائع نہ کیے گئے ہوں اور یہ دیکھ رہے ہو، یہ چھوٹا سا بنگلا مجھے مل گیا ہے۔"

میں نے اس کے کان میں کہا: "اپنی خوشی میں یاد رکھنا کہ میں مہا جوتشی نہیں ہوں، تمھیں پھر خوشخبری سنا دوں کہ اس سے بڑی کوٹھی الاٹ کی جانے والی ہے۔"

وہ مارے خوشی کے تڑپ کر بولا: "یار! اتنی خوشخبری مت سناؤ، میرا جی چاہتا ہے، ابھی تمھارے قدموں سے لپٹ جاؤں۔"

ہم دونوں ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے اندر آئے۔ اندر فرش پر اور بڑی سی میز پر اخبارات بکھرے پڑے تھے۔ اس نے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ تمام اخبارات سمیٹ کر ترتیب سے رکھے جائیں اور ہمارے لیے بہترین ناشتا لایا جائے۔

میں نے کہا: "میں ناشتا کرنے کے بعد سو جاؤں گا۔"

اس نے معنی خیز انداز میں میرے بازو پر ہاتھ مارتے ہوئے

کہا: "سمجھ گیا، سمجھ گیا۔ ساری رات جاگتے رہے ہو۔"

"جاگتا رہا مگر ٹرے بجڈی ہو گئی۔"

میں نے مالا کے باپ کے مرنے کی روداد سنائی تو اس نے کہا: "چلو جو ہوا سو ہوا، پہلے یہ بتاؤ، تمھارا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے نا؟"

"یہ پوچھ کر کیا کرو گے؟"

"میں تمھیں زندگی بھر اپنے ساتھ رکھوں گا۔ تمھیں کہیں جانے نہیں دوں گا۔"

"ایسا ظلم نہ کرنا۔ تمھیں کیا معلوم کہ تمھارے ہاتھ کی لکیریں کیا کہہ رہی ہیں۔"

اس نے جلدی سے پوچھا: "کیا کہہ رہی ہیں؟"

"ہمارا تمھارا ساتھ ہمیشہ نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے ساتھ رہے گا تو تمھارے لیے ایک ٹرے بجڈی ہو گی۔"

"ارے ٹرے بڈی کی ایسی کی تیسی۔ میں تمھارے لیے دنیا کی ساری مصیبتیں برداشت کرنے کو تیار ہوں۔ بولو، کیا ٹرے بجڈی ہو سکتی ہے؟"

"میں ایک بار ذرا اچھی طرح ہاتھ دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد بتاؤں گا۔"

اس نے جلدی سے ہتھیلی پھیلا دی۔ میں نے تھوڑی دیر تک غور سے دیکھنے کے بعد کہا: "یہ لکیر کہہ رہی ہے، میں زیادہ تمھارے ساتھ رہوں گا تو تم عورت کے معاملے میں بے حد کمزور ہوتے جاؤ گے۔ ہر بارہ گھنٹے بعد کوئی نہ کوئی تمھاری پٹائی کیا کرے گی۔"

"یار! کیوں مذاق کرتے ہو، میں اتنا بڑا پولیس آفیسر بنتا جا رہا ہوں، کسی عورت کی کیا مجال ہے کہ وہ میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔"

"میں نے لکیروں میں جو دیکھا ہے، وہ بتا دیا۔ یقین کرو یا نہ کرو، تم ضد کرتے ہو تو تمھارے ساتھ رہوں گا مگر نتیجہ تمھارے سامنے آئے گا۔"

"دیکھ یار دھن راج! تو میری ترقیوں کی جتنی باتیں بنا رہا ہے، میں ان پر آنکھ بند کر کے یقین کرتا ہوں مگر یہ عورت کے ہاتھوں پٹائی ہونے والی بات اپنے حلق سے نہیں اُترتی۔ اگر یہ سچ بھی ہوا تو کیا ہے یار، تیرے لیے روز جوتے کھا سکتا ہوں۔"

"پانڈے! اس معاملے میں اچھی طرح غور کر لو، یہ جو شوہر حضرات جوتے کھاتے ہیں تو ان کی تو عزت رہ جاتی ہے۔ اس لیے کہ یہ سب چار دیواری کے اندر ہوتا ہے۔ تمھارا معاملہ گھر کے باہر سڑک پر یا بازار میں ہوا تو کیا عزت رہ جائے گی؟"

اس نے پریشان ہو کر اپنی ہتھیلی کو گھور گھور کر دیکھا پھر کہا: "یہ ہاتھ کچھ میلا ہو گیا ہے۔ اس کو صاف کرنے کا کوئی طریقہ بتاؤ تاکہ اس لکیر سے عورتوں کا صفایا ہو جائے۔"

ہمارے لیے ناشتا آگیا۔ میں نے ناشتا شروع کرتے ہوئے کہا: "تم مقدر کی لکیر مٹا سکتے ہو، مقدر کے لکھے کو نہیں مٹا سکتے۔"

وہ فکر میں مبتلا ہو گیا۔ میں ناشتا کرنے کے بعد اس کے کمرے میں جا کر بستر پر لیٹ گیا۔ پھر پوچھا: "اگر تمھیں اعتراض نہ ہو تو میں دروازہ اندر سے بند کر کے سو جاؤں؟"

"بے شک بند کر لو، کوئی ادھر نہیں آئے گا۔"

میں نے دروازے اور کھڑکیوں کو بند کر دیا۔ بستر پر لیٹ گیا۔ اپنے دماغ کو ہدایت دی اور نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ اس دوران شنکر نے دہلی کے ایک منگے علاقے میں ایک شاندار کوٹھی خرید لی تھی۔ وہاں رانی سردار اور اس کے دوسرے ساتھی پہنچ گئے تھے لیکن سب کا ایک ساتھ رہنا مناسب نہیں تھا، اس لیے رانی سردار نے صرف شنکر کے ساتھ اس کوٹھی میں رہنے کا ارادہ کیا۔ باقی لوگوں سے کہا کہ وہ دوسرے علاقے میں کرائے کا مکان لے کر اپنی ایک سماجی حیثیت بنائے رہیں جب فرہاد سے رابطہ ہو گا تو ان کے مشوروں پر عمل کیا جائے گا۔

وہ سب میرے منتظر تھے، کل کا آدھا دن اور پوری رات گزر گئی تھی۔ میں نے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ وہ میرے لیے کچھ پریشان بھی تھے۔ شنکر، رانی سردار کو دلاسے دے رہا تھا: "آپ اطمینان رکھیں، انھیں کچھ نہیں ہو گا۔ آپ نے خود دیکھا ہے، پولیس فورس دو بار ہمیں گھیر چکی تھی۔ کہیں سے نکلنے کا راستہ نہیں تھا، انھوں نے کتنی آسانی سے نکال دیا تھا۔ بھگوان نے چاہا تو وہ صحیح سلامت آئیں گے۔"

میں شام چار بجے تک گہری نیند سوتا رہا۔ پھر دروازہ کھول کر باہر آیا۔ منگل پانڈے نے کہا: "یار! تم نے تو سونے کی حد کر دی۔ میں ایک بجے سے تمھارے جاگنے کا انتظار کر رہا ہوں۔"

میں نے پوچھا: "خیریت تو ہے؟"

"تم باتھ روم سے آجاؤ، پھر اطمینان سے بات کروں گا۔"

میں باتھ روم میں چلا گیا اور اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا، اسے سرکاری کاغذات کے مطابق اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس بنا دیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی افسر اعلیٰ نے ایک بہت بڑا کیس اس کے حوالے کیا ہے اور وہ یہ کہ رانی سردار نامی ایک ڈاکو عورت اپنے ساتھیوں کے ساتھ دہلی کی طرف آئی ہے۔ اس گروہ کے ساتھ فرہاد دھنا معتبر زمانے سے معلوم ہوا ہے کہ فرہاد یہ ملک چھوڑ چکا ہے لیکن وہ گروہ دہلی کی طرف آتے آتے غائب ہو گیا ہے۔ ان کے کسی ایک آدمی کا بھی سراغ

نہیں مل رہا ہے۔ اب ان کا سراغ لگانے کی ذمے داری منگل پانڈے پر عائد کی گئی تھی۔

وہ سوچ رہا تھا: اگر میں اس گروہ کو ڈھونڈ نکالوں گا تو دہلی میں میری پوسٹنگ پکی ہو جائے گی، میں ہاتھ روم سے باہر آیا۔ اس نے لپک کر میرا ہاتھ تھام لیا۔ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا: "جلدی بتاؤ، کیا میں اس گروہ کو گرفتار کر لوں گا؟"

میں نے انجان بن کے پوچھا: "کس گروہ کی باتیں کر رہے ہو؟"

وہ وہی باتیں بتانے لگا جو میں اس کے دماغ سے پڑھ چکا تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو بغور دیکھتے ہوئے ذرا پریشانی کا اظہار کیا۔ اس نے گھبرا کر جلدی سے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

میں نے بہت ہی مُردہ دلی سے کہا: "تمھیں کامیابی ہوگی۔"

"ارے یار، تو روتے ہوئے کیوں بول رہے ہو، خوش ہو کر بولو۔"

"خوش کیسے ہو سکتا ہوں، کامیابی کے لیے وہی شرط ہے۔"

"کون سی شرط؟"

"یہی کہ ہم دونوں کو ساتھ رہنا ہوگا۔"

"یہ تو خوشی کی بات ہے، میں یہی چاہتا ہوں۔"

"مگر ساتھ رہنے سے وہی عورتوں والی ٹریجیڈی ہوگی۔"

"یعنی کوئی عورت منگل پانڈے جیسے دار و غہ کو مارے گی جب کہ میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس ہو چکا ہوں۔"

"تم چاہے ساری دنیا پر حکومت کرتے لیکن میرے ساتھ رہو گے تو ہر بارہ گھنٹے میں کوئی نہ کوئی عورت تمھاری پٹائی کرے گی۔"

وہ پریشان ہو کر بے اختیار مجھ سے دور ہو گیا۔ مجھے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہنے لگا: "یقین نہیں آتا اگر تم نے جتنی پیشین گوئیاں کیں سب درست ثابت ہوئیں، میں کیا کروں، میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"سیدھی سی بات ہے، کچھ دنوں کے لیے میرا ساتھ چھوڑ دو۔"

"اس گروہ کو گرفتار کیسے کروں گا؟"

"تم صاف صاف کہہ دو، ابھی تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے بلکہ میڈیکل بنیاد پر کچھ دنوں کی چھٹی لے لو۔"

"نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ ابھی میری ترقی کے گُن گائے جا رہے ہیں، اخبارات میری تعریفیں کر رہے ہیں، ایسے میں ایک اور کارنامہ انجام دوں گا تو لوگ میرے دیوانے ہو جائیں گے، مجھے کاندھوں پر بٹھا کر جلوس نکالیں گے۔"

"اور وہ جو بارہ گھنٹے میں عورتیں تمھارا جلوس نکالیں گی، اس کا کیا ہوگا؟"

وہ پریشان ہو کر ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگا، پھر بولا: "کوئی بات نہیں، دیکھا جائے گا۔ میں دیکھوں گا کس عورت میں اتنا دم خم ہے، میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔ تم میرے ساتھ رہو گے اور میں اس گروہ کو گرفتار کر کے دکھاؤں گا۔"

"اگر تم ضد کرتے ہو تو میں ساتھ رہوں گا۔"

"اب جلدی سے بتاؤ، میں انھیں کس طرح گرفتار کر سکتا ہوں۔"

"سیدھی سی بات ہے، وہی طریقہ اختیار کرو جو اب تک کہتے آئے ہو یعنی کسی مجرم کا ہاتھ مجھے دکھا دو۔ میں ان کے گروہ تک پہنچ جاؤں گا۔"

"مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ تمھیں کس کا ہاتھ دکھانا ہے؟"

"پریشان کیوں ہوتے ہو، وہ ہاتھ تمھارے ہاتھوں میں آئیں گے اور تم ان میں ہتھکڑیاں ڈالو گے۔ اس کے لیے ایک کام کرنا ہوگا۔"

"میں ہزار کروں گا، جلدی بتاؤ۔"

"ایسی تمام فائلوں کا مطالعہ کرو جن میں مجرم عورتیں ہیں اور جو بڑی بڑی وارداتیں کرتی ہیں، تم وہ فائلیں لے آؤ، ان کی تصویریں بھی مجھے دکھاؤ۔ پھر ہم وہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"فائلیں درجنوں ہوں گی، یہاں لانا مشکل ہے۔ وہ سب دفتری راز ہوتے ہیں۔"

"صرف مجرم عورتوں کی تصویریں نکال کر لے آؤ، پھر وہاں لے جا کر رکھ دینا۔"

وہ راضی ہو گیا اور اسی وقت ریکارڈ روم کی طرف چلا گیا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا، پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر مالا کو مخاطب کیا۔ وہ رشتے داروں کے درمیان سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک سادہ سی ساری پہنے ہوئے تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ اسے باپ کے مرنے کا بے حد صدمہ تھا۔ صدمہ اس بات کا زیادہ تھا کہ باپ کی موت اس کی وجہ سے ہوئی ہے۔ وہ خود کو ایک مجرم سمجھ رہی تھی۔ میرے مخاطب کرنے پر دل میں ہلکی سی خوشی کی ایک لہر پیدا ہوئی، پھر وہ لہر ڈوب گئی۔ صدمات نے گھیر لیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔ آس پاس بیٹھی ہوئی رشتے کی عورتیں اسے تھپک کر تسلیاں دینے لگی تھیں۔ میں نے کہا: "مجھے افسوس ہے، میں نے پھر رُلا دیا۔"

وہ سوچ کے زعم میں بولی: "نہیں فرہاد نہیں، تمھارے مخاطب

کرنے پر تو دل بھر آیا کہ ابھی کوئی میرا ہے، تم نے وعدہ کیا ہے کہ کریا کرم ہو جانے کے بعد آؤ گے، یہاں سب کچھ ہو چکا ہے۔"

"رشتے داروں کے سامنے آنا مناسب نہیں ہے، میں کل ملاقات کروں گا۔"

"میں بہت ٹوٹ گئی ہوں، کسی کا سہارا چاہتی ہوں اور وہ سہارا تمھارا ہی ہو سکتا ہے، تم یہاں نہیں آ سکتے، میں تمھارے پاس آؤں گی، تم کہاں ہو؟"

"میں تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا۔"

میں واپس آگیا۔ منگل پانڈے دروازہ کھول کر اندر آیا تھا، اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر آہستگی سے کہہ رہا تھا: "یہ تصویریں سمجھا کر لایا ہوں۔ جلدی دیکھو، پھر انھیں واپس لے جا کر رکھ دوں گا۔"

اس نے میرے سامنے والی چھوٹی سی میز پر تصویریں رکھ دیں، دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ میں ایک ایک تصویر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ وہاں پندرہ تصویریں تھیں۔ ان میں زیادہ تر بوڑھی یا ادھیڑ عمر عورتیں تھیں۔ جرائم کی دنیا میں اتنی ہی عمر کو پہنچنے تک پختگی آتی ہے۔ چار یا پانچ تصویریں جوان عورتوں کی تھیں۔ رانی سردار کے سلسلے میں یہ رپورٹ پہلے سے درج تھی کہ وہ ایک جوان عورت ہے، ڈاکا ڈالتے وقت منہ پر نقاب رکھتی ہے، صرف آنکھیں کھلی رکھتی ہے۔ چہرے سے کوئی اس کی عمر کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ صرف اس کے ہاتھ پاؤں، اس کی پھرتی اور اس کی گھڑ سواری سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ وہ ایک جوان عورت ہے۔

میں جوان عورتوں کی تصویریں باری باری دیکھنے لگا اور ایک ایک تصویر کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ جھانکتے جھانکتے ان کے دماغوں تک پہنچنے لگا۔ منگل پانڈے نے کہا: "تم ان لڑکیوں کا چہرہ دیکھ رہے ہو یا لکیریں، چہروں پر لکیریں نہیں ہوتیں۔"

میں نے سر اٹھا کر کہا: "جو بہت بڑا جوتشی ہوتا ہے وہ قیافہ شناس بھی ہوتا ہے۔ انسانی حرکات و سکنات کو خوب سمجھتا ہے۔ اس طرح وہ ساری باتیں ایک جگہ جمع کر کے پیشین گوئی کرتا ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو، کیا میں صرف ہاتھ کی لکیریں دیکھتا ہوں، میں تو تمھارا چہرہ بھی پڑھتا ہوں۔ میں مجرموں کا بھی چہرہ پڑھتا ہوں، کیا تم لوگوں کو ٹریننگ کے دوران یہ نہیں سمجھایا جاتا کہ کس طرح مجرموں کے چہرے کو سمجھنا چاہیے اور ان کی آنکھوں میں جھانک کر ان کے سچ اور جھوٹ کا پتا چلانا چاہیے؟"

وہ تائید میں سر ہلانے لگا۔ میں نے کہا: "مجھے ڈسٹرب نہ کرو، ذرا غور سے ان چہروں کو پڑھنے دو۔"

میں ان تصویروں کو غور سے دیکھنے لگا۔ ایک نوجوان عورت کا نام لارا تھا۔ اس کا تعلق جرمنی سے تھا، وہ ایک ہندوستانی شخص سے شادی کرنے کے بعد دہلی میں رہ گئی تھی۔ انٹیلی جنس والوں کو یقین کی حد تک شبہ تھا کہ وہ بہت بڑے اسمگلر ہے لیکن اب تک کوئی ثبوت ہاتھ نہیں آیا تھا۔

دوسری جوان عورت کا نام جے دیوی تھا۔ وہ بہت ہی ظالم اور سفاک عورت تھی۔ مردوں سے شدید نفرت کرتی تھی۔ اس نے اب تک کتنے ہی مردوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا اور انھیں زندہ بھی جلایا تھا۔ اب سے پانچ برس پہلے وہ ایک غریب عورت تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے لاکھ پتی، کروڑ پتی اور ارب پتی بنتی جا رہی تھی۔ پولیس والوں کے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا۔ اب وہ ایک ارب پتی کی بیوی بن کر زندگی گزار رہی تھی۔

اس کے خلاف تحقیقات نہیں کی جا سکتی تھیں کہ اتنی دولت کیسے ہو گئی، اس کے شوہر ارب پتی کے کئی معقول کاروبار تھے اور وہ حکومت کو اچھا خاصا انکم ٹیکس ادا کرتا تھا لہٰذا جے دیوی کے خلاف جتنی رپورٹیں تھیں، سب کو اس کی تصویر کے ساتھ ایک فائل بنا کر رکھ دیا گیا تھا تاکہ وہ تمام رپورٹیں کسی وقت کام آ سکیں، جہاں تک ایک ارب پتی شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کا تعلق ہے، وہ محض ایک ڈراما تھا۔ اس نے اپنے شوہر سے کہہ دیا تھا: "میرے بستر تک آنے کی جرأت نہ کرنا، میں کسی مرد کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر تم نے مرد انجکشن دکھانے کی حماقت کی تو اربوں کی دولت بھی ہاتھ سے جاتی رہے گی اور تمھاری زندگی بھی۔ دولت تو پھر بھی ہاتھ آ جائے گی، زندگی واپس نہیں آئے گی۔"

میں نے تمام تصویریں دیتے ہوئے کہا: "انھیں واپس رکھ کر آؤ، ہم یہاں سے چلیں گے، میری سمجھ میں کچھ کچھ آ رہا ہے۔"

وہ خوش ہو کر چلا گیا۔ میں جے دیوی کے خیالات پڑھنے لگا۔ ایک بات ہمارے حق میں یہ تھی کہ وہ بھی شملہ گئی ہوئی تھی اور کل ہی دہلی واپس آئی تھی۔ میں نے رانی سردار کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا: "میں نے ہوٹل میں اپنا لباس اتار کر دھوتی اور قمیص پہنی تھی، میرا اتارا ہوا لباس نیلی پتلون اور شرٹ کہاں ہے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی: "میرے پاس ہے، میں اسے حفاظت سے رکھتی ہوں۔"

"میں ایک بتا رہا ہوں، لباس لے کر اُدھر چلی آنا مگر اب سے ٹھیک دو گھنٹے بعد۔"

میں نے اسے بتا دیا۔ یوں تو اس لباس کے بغیر بھی کام چل سکتا تھا لیکن پولیس والے اور انٹیلی جنس والے بھرپور تحقیقات کر رہے تھے۔ ہم نے جہاں سے بلوسات اور دوسری ضروریات کی

چیزیں خریدی تھیں، وہاں کے ایک اسٹور سے یہ رپورٹ ملی تھی کہ پہننے کے لیے کس قسم کے لباس خریدے گئے تھے چوں کہ رانی سردار کے تمام آدمی دھوتی قمیص یا پاجامہ کُرتہ پہنتے تھے اس لیے خاص طور سے پتلون اور شرٹ پر زیادہ توجہ دی گئی۔ وہ ایک ہی شخص کے لیے خریدی گئی تھیں اور وہ میں تھا۔ پتلون اور شرٹ کے سلسلے میں دکان دار نے کہا تھا کہ ایک بلو پتلون اور ایک آف وھائیٹ شرٹ تھی۔ دوسری ایک لائٹ اور نیچ شرٹ اور گہرے کلر کی پتلون تھی۔ لہٰذا ایسی لباس جسے دیوی کے گھر میں پہنچانا چاہتا تھا۔

منگل پانڈے نے واپس آکر کہا "میں نے ساری تصویریں رکھ دی ہیں۔ اب بتاؤ، تم نے کچھ سراغ لگایا، کچھ قیافہ شناسی سے پتا چلا؟"

"وہ جو اربتی کی بیوی ہے، وہی دراصل رانی سردار ہے۔"

"یا تم کیا بات کرتے ہو، ایک اربتی عورت کو ڈاکا ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"دیکھو پانڈے بابو! میں نہیں جانتا مگر اس کا چہرہ بتا رہا ہے، وہ ڈاکا ڈالتی ہے جب اسے گرفتار کرو گے یا اس کا محاسبہ کرو گے، تب پتا چلے گا کہ حقیقت کیا ہے؟"

"مجھے بدنام نہ کرا دینا۔ ایسا نہ ہو کہ اتنی بڑی عورت کے خلاف تحقیقات کرنے جاؤں اور ذلیل ہو کر واپس آؤں۔"

"اسی لیے تو کہتا ہوں، میرے ساتھ چلو۔ ہم کسی نہ کسی بہانے اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھ لیں گے، اس کے بعد ایک دم پکی بات بتاؤں گا کہ وہ ڈاکو ہے یا نہیں۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو، وہ اتنی دولت مند ہے۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ کہیں ڈاکا ڈالے۔"

"اگر تم تقدیر سے لڑنا چاہتے ہو، اپنے مقصد کے خلاف چلنا چاہتے ہو تو تمھاری مرضی، میں جا رہا ہوں۔"

میں نے جانے کے لیے قدم بڑھائے تو وہ ایک دم سے فرش پر بیٹھ کر قدموں سے لپٹ گیا، کہنے لگا "ارے میرے باپ، تو کہاں جاتا ہے، کون تجھے جانے دے گا۔"

اسے پولیس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ایک جیپ دی گئی تھی، ہم اس میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ اس نے پوچھا "کہاں جانا ہے؟"

"ایک شاندار کلب میں چلتے ہیں۔"

"گھاس کھا گئے ہو، ہم اس گروہ کی تلاش میں جا رہے ہیں، رانی سردار کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں اور تمھیں کلب کی سوجھ رہی ہے۔"

"ایسے کلبوں میں چلو جہاں سرکاری افسران آتے ہیں، کیوں کہ وہ سرکاری افسران کو ٹریپ کرتی ہے۔ اپنے جال میں پھنساتی ہے پھر ان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر ڈاکے ڈالتی ہے۔"

ہم نے کچھ وقت اِدھر اُدھر تفریح کرتے ہوئے گزارا۔ پھر رات کے نو بجے آفیسرز کلب میں پہنچے۔ میں پہلے ہی معلوم کر چکا تھا جسے دیوی اس کلب میں آنے والی ہے بلکہ اکثر آیا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ کئی حسین عورتیں تھیں اور ان میں کئی حسین عورتیں افسروں کی بیگمات تھیں۔ اگرچہ منگل پانڈے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس بن چکا تھا لیکن اب تک اعلیٰ افسران کی سطح تک نہیں پہنچا تھا۔ کلب میں اس کا داخلہ ممکن نہیں تھا لیکن اس نے انکوائری کاؤنٹر پر اگر بڑی شان سے کہا "میں اپنے افسر اعلیٰ انسپکٹر جنرل سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

فوراً ہی ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ قائم کرایا گیا۔ منگل پانڈے نے کہا "جنابِ عالی، میں ایک اہم معاملے میں آیا ہوں۔ مجھے اپنے ایک دوست کے ساتھ داخل ہونے کی اجازت دیجیے۔"

"اچھی بات ہے۔"

اسے اندر آنے کی اجازت دی گئی۔ ایک ملازم نے اسے آئی جی تک پہنچایا۔ منگل پانڈے نے اس کے سامنے پہنچتے ہی الرٹ ہو کر سیلوٹ کیا تو اس نے ڈانٹ کر کہا "یہ کلب ہے، آفس نہیں ہے۔ عام آدمی کی حیثیت سے گفتگو کرو اور بتاؤ کیوں آئے ہو؟"

اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا "میں آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اسے دوسرے کیبن میں لے گیا۔ وہاں پانڈے نے آہستگی سے کہا "آپ جانتے ہیں، جسے دیوی کی فائل ہمارے دفتر میں ہے، اس کے خلاف آج تک کوئی ثبوت حاصل نہ ہو سکا۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کل دن کے بارہ بجے تک آپ کو اس کے خلاف ثبوت فراہم کر دوں گا۔ میں اپنے دوست کے ساتھ آیا ہوں۔ مجھے یہاں وقت گزارنے کی اجازت دی جائے۔"

"تم اپنے دوست کو کیوں لائے ہو؟"

"یہ میری عزت کا سوال ہے، جب اس کے ساتھ آ ہی گیا ہوں تو اسے بھی ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے، جاؤ، یہاں میرے اکاؤنٹ میں شراب پی سکتے ہو، کھانا کھا سکتے ہو، جوا کھیل سکتے ہو، جو چاہے کر سکتے ہو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، تم کل بارہ بجے تک اپنا وعدہ پورا کرتے ہو یا نہیں۔"

آئی جی نے اپنی میز پر جا کر ریسیور اٹھا کر کاؤنٹر پر منیجر کو حکم دیا۔ اسے ایس پی منگل پانڈے کو ہر طرح کی سہولیات

فراہم کی جائیں اور اس کے تمام بل میرے نام منتقل کیے جائیں۔"

میں پانڈے کے ساتھ کلب کی ایک میز پر آ کر بیٹھ گیا۔ سامنے ہی اسٹیج پر ایک دلچسپ پروگرام ہو رہا تھا۔ ہماری میز سے تقریباً کچھ فاصلے پر جسے دیوی اپنے بناسپتی ارب پتی شوہر کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، شوہر ایک وقت میں ایک پیگ پیتا تھا، وہ دو پیگ میں سوڈا ملا کر پیتی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کیا۔

اس نے ایک نظر مجھ پر ڈالی، پھر جام اٹھا کر ہونٹوں سے لگایا اور اسٹیج شو کی طرف دیکھنے لگی۔ میں اس کی اپنی سوچ میں کہہ رہا تھا "پتا نہیں، اس میز پر کون بیٹھا ہے۔ بڑا ہی خوب رُو اور پُرکشش ہے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "اونہہ، کوئی مرد میرے لیے پُرکشش نہیں ہوتا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "مگر وہ کیوں اچھا لگ رہا ہے؟"

اس سوچ کے ساتھ ہی اس نے کن انکھیوں سے پھر میری طرف دیکھا۔ میں مسکرا دیا۔ اس وقت پانڈے میرے اور اپنے جام میں شراب ڈال رہا تھا۔ میں نے آہستگی سے کہا "تمھیں یہ تو بتانا بھول ہی گیا، میں کبھی نہیں پیتا۔ پیوں گا تو میرا علم کمزور پڑ جائے گا، کیا تم یہ چاہتے ہو؟"

اس نے فوراً ہی کہا "ہرگز نہیں، تم بالکل نہ پیو۔ تمھارے حصے کا جام میں حلق سے اتار لوں گا۔ میں ابھی تمھارے لیے ایک ٹھنڈی بوتل منگواتا ہوں۔"

میں نے اس کی بجائے اس کے دوران پھر جسے دیوی کے دماغ میں پہنچ کر اپنی طرف دیکھنے کے لیے مجبور کیا۔ اس نے پھر دیکھا تو میں پھر ہولے سے مسکرا دیا۔

وہ سوچنے لگی "معلوم ہوتا ہے، یہ شخص میرا شکار بننے والا ہے۔ بہت دن ہوئے، میں نے اپنے ہاتھوں سے کسی کو قتل نہیں کیا۔ کیا ہرج ہے، اسے پھانس لیا جائے۔"

اس خیال کے ساتھ ہی اس نے ایک گھونٹ بھرا پھر اپنے بناسپتی شوہر کی طرف جھک کر کہا "وہ جو سامنے میز پر خوب رُو جوان نظر آ رہا ہے، میں اسے کوٹھی میں لے کر آؤں گی۔ تم مجھ سے پہلے چلے جاؤ اور خبردار، اپنی خواب گاہ سے باہر نہ نکلنا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کیا کرتی ہو، آج پورے تین مہینے کے بعد تمھیں کسی کو پھانسنے اور اسے قتل کرنے کا خیال کیوں آ رہا ہے؟"

"وہ جوان میری طرف دیکھ کر مسکرا رہا ہے اور یہ میرے لیے ایک چیلنج ہے۔ میں کسی مرد کی عاشقانہ مسکراہٹ برداشت نہیں کر سکتی۔ لہٰذا میں جو کہہ رہی ہوں، وہ کرو۔"

وہ اپنا جام خالی کرنے کے بعد اٹھ گیا۔ اب مجھے اس بات کی فکر تھی کہ کسی طرح پانڈے کو خود سے الگ کیا جائے تاکہ جسے دیوی مجھے پھانسنے کی کوشش کرے تو اس کے ساتھ تنہا جاؤں، کلب کے درمیانی اسٹیج پر بیک شو ہو رہا تھا۔ ایک جادوگر اپنے کرتب دکھا رہا تھا اور ایک رقاصہ موسیقی کی تال پر تھرکتی جا رہی تھی۔ پانڈے اسے دیکھ رہا تھا۔ ناچنے والی کی نظر جب اس کی طرف گئی تو میں نے پانڈے کو ایک آنکھ دبانے پر مجبور کر دیا۔ اِدھر یہ بوکھلا سا گیا کہ آنکھ مارنے کی حماقت کیوں کر دی۔ اُدھر رقاصہ کے چہرے پر ذرا سی ناگواری آئی، پھر مسکرانے لگی کیوں کہ بڑے بڑے افسروں کے درمیان تھی، کسی کو ناراض نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے رقص کرتے کرتے جادوگر کے قریب آ کر کہا "میں اس میز پر بیٹھے ہوئے ایک شخص کو اپنے پاس بلاؤں گی۔"

"ضرور بلاؤ، میں اس کے ساتھ چھومنتر کا کمال دکھاؤں گا۔"

رقاصہ رقص کرتی ہوئی اسٹیج کے قریب آئی۔ پھر ہماری میز کے قریب آ کر پانڈے کے سامنے تھرکنے لگی۔ وہ بوکھلا رہا تھا۔ رقاصہ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دوسرے اس پاس بیٹھے ہوئے افسران تالیاں بجانے لگے۔ پانڈے کو اٹھنا پڑا کیوں کہ بڑے بڑے افسر خوش ہو رہے تھے۔ وہ اسے اپنے ساتھ لبھاتی ہوئی اسٹیج پر لے آئی۔

جادوگر نے کہا "معزز حاضرین! اب آپ کے سامنے جو تماشا دکھاؤں گا، اس کا تقاضا ہے کہ یہاں روشنی کبھی ہوتی رہے اور کبھی بجھتی رہے۔ لہٰذا وقفے وقفے سے اندھیرا ہو گا، اپنی اپنی جیبیں سنبھال کر رکھیے۔ اگر کسی کی جیب سے کوئی چیز چوری ہو جائے تو وہ اسے اسٹیج پر مل جائے گی، چور کو تم پکڑ لیں گے۔"

جادوگر نے اسٹیج سے ذرا فاصلے پر کھڑے ہوئے لائٹ مین کو اشارہ کیا تاکہ وہ اس کے اشارے پر بتیاں جلاتا اور بجھاتا رہے، پھر اس نے دور بیٹھے ہوئے ایک افسر سے کہا "جنابِ عالی! آپ کی اوپری جیب میں کیا ہے؟"

افسر نے کہا "جیب میں گھڑی ہے۔"

"آپ اتنے لوگوں کے سامنے جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ آپ کی جیب تو خالی ہے۔"

اس نے جلدی سے ٹٹول کر دیکھا، جیب میں گھڑی نہیں تھی۔ جادوگر نے کہا "گھبرانے کی بات نہیں ہے، چور اسٹیج پر موجود ہے، یہ دیکھیے۔"

وہ دار و غہ منگل پانڈے کے قریب پہنچ کر اس کی اوپری جیب سے گھڑی نکالنے لگا۔ چاروں طرف سے تالیوں کا شور بلند ہو رہا تھا۔ اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ یکبارگی تاریکی چھا گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس عورت نے دھیمی آواز میں کہا "مجھے آنکھ مار رہے تھے، شرم نہیں آتی؟"

تڑاخ کی آواز سنائی دی۔ پھر روشنی ہو گئی۔ رقاصہ موسیقی کی تال پر رقص کر رہی تھی اور پانڈے اپنا ایک گال سہلا رہا تھا۔ بوکھلا کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ کہیں کسی نے دیکھا تو نہیں۔ اس نے میری طرف دیکھا، میں نے اس کی سوچ میں کہا "گھبرانے کی بات نہیں ہے، میری عزت رہ گئی کیوں کہ اندھیرا تھا۔"

اسی وقت جے دیوی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں بھی مسکراتے ہوئے اٹھنے لگا۔ ادھر پانڈے میری طرف آنے لگا لیکن لڑکی نے ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا پھر محبت سے بولی "ڈارلنگ کیا مجھے چھوڑ کر جاؤ گے؟"

اس نے کہا "سوری، مجھے کام ہے۔ جانے دو۔"

جادوگر نے کہا "جناب! آپ سے بڑے بڑے آفیسر یہاں موجود ہیں اگر وہ اس بات کی اجازت دیں تو آپ یہاں سے جا سکتے ہیں لیکن اجازت کیسے ملے گی جب کہ سامنے بیٹھی ہوئی خاتون کے پرس سے ایک لپ اسٹک غائب ہے۔"

منگل پانڈے پریشان ہو کر جلدی جلدی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ پھر مطمئن ہو کر بولا "دیکھ لیجیے، میرے پاس نہیں ہے۔"

"جی ہاں، آپ ہی کے پاس ہے۔ حاضرین آپ دیکھیں کہ ان کے پاس سے وہ لپ اسٹک کیسے نکلتی ہے۔"

جادوگر نے آکر پانڈے کے منہ پر ہاتھ رکھا پھر کہا "ہاں بھئی ذرا سا منہ کھولو۔ ہاں شاباش منہ کھولو۔"

اس عورت نے رقص کرتے ہوئے کہا "منہ ایسے نہیں کھولے گا بلکہ ایسے کھولے گا۔"

اس نے رقص کرتے ہوئے پانڈے کی گردن پر ایک ہاتھ جمایا تو منہ کھل گیا۔ اس کے ساتھ ہی لپ اسٹک باہر آ گئی۔ چاروں طرف سے تالیوں کا شور گونجنے لگا۔ پھر تاریکی چھا گئی۔ اور تڑاخ کی دوسری آواز سنائی دی۔ اس وقت تک میں کلب سے باہر پارکنگ ایریا میں آ گیا تھا۔ جے دیوی کار کے پاس کھڑی میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا "ہیلو، کیا میں تم سے تعارف حاصل کر سکتا ہوں؟"

وہ ایک ادائے ناز سے مسکراتے ہوئے بولی "میرا خیال ہے، ہم کار میں بیٹھ کر تعارف حاصل کریں گے۔"

میں دوسری طرف سے گھوم کر کار میں آیا پھر اسٹیئرنگ سیٹ کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ کار اسٹارٹ کر کے پارکنگ ایریا سے نکلتی ہوئی مین روڈ پر آ گئی۔ میں نے کہا "مجھے دھن راج گیر" وہ خشک لہجے میں بولی "کہتے ہوں گے، میں زیادہ باتیں پسند نہیں کرتی۔ چپ چاپ چلو۔"

چپ چاپ چلنا میرے حق میں بہتر تھا یوں تو میں اس کے متعلق اچھی خاصی معلومات حاصل کر چکا تھا۔ اب یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ایک ارب پتی اس سے اتنا دبتا کیوں ہے؟ یقیناً اس کی کمزوریاں جے دیوی کے ہاتھ میں تھیں۔ اب سے دو برس پہلے ارب پتی دولت رائے کی بیوی نے خودکشی کر لی تھی۔ ایک بڑے پولیس افسر نے اس کی عزت لوٹی تھی۔ دولت رائے اپنی بے انتہا دولت سے بڑے بڑے افسران کو خرید سکتا تھا لیکن اپنی بے عزتی کا بدلہ نہیں لے سکتا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے کرائے کے قاتل کی خدمات حاصل کیں۔ یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ کرائے کا قاتل جے دیوی کا خاص آدمی تھا۔

اس قاتل کا نام گردھاری لال تھا۔ اس کی اور ارب پتی دولت رائے کی گفتگو ایک کیسٹ میں ریکارڈ ہو گئی تھی کہ کس طرح دولت رائے نے اسے دس ہزار روپے ایک پولیس افسر کو قتل کرنے کے لیے دیے اور وعدہ کیا کہ قتل کرنے کے بعد مزید دس ہزار دیے جائیں گے۔

اس کے لیے طے پایا کہ جیسے ہی پولیس افسر کا قتل ہو گا، دولت رائے کو جائے واردات پر آنا ہو گا اور وہیں رقم کی ادائیگی کرنا ہو گی۔ وہ انتقام کی آگ میں سلگ رہا تھا۔ اسے اپنی بیوی کی موت کا بے حد صدمہ تھا۔ وہ راضی ہو گیا۔ پھر ایک دوسرے ٹیلی فون پر گردھاری نے کہا "سیٹھ جی! آپ دس ہزار لے کر کوٹھی سے باہر آئیں، ہمارا آدمی انتظار کر رہا ہے۔ آپ کا کام ہو چکا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اپنے اطمینان کے لیے دشمن کی مُردہ دیکھ سکتے ہیں۔"

"میں وہاں نہیں آؤں گا البتہ رقم لے کر آ رہا ہوں۔"

دولت رائے رقم لے کر اپنی کار میں بیٹھ کر کوٹھی سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر آیا جہاں اس کا انتظار ہو رہا تھا۔ کار رکتے ہی دو شخص پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئے۔ ایک نے ریوالور کی نال گردن سے لگاتے ہوئے کہا۔ "چپ چاپ چلو اور جہاں اس افسر کو قتل کیا گیا ہے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

وہ گھبرا کر بولا "اس کی کیا ضرورت ہے، میں رقم دے رہا ہوں۔"

"گردھاری نے کہا ہے، تمہیں وہاں چلنا ہو گا۔"

اسے ریوالور کی زد پر جانا پڑا۔ جب وہ اپنے دشمن کی لاش کے پاس پہنچا تو گردھاری نے کہا "سیٹھ جی! یہ ریوالور پکڑ لیجیے اور یہاں کھڑے ہو جائیے۔"

وہ گھبرا کر بولا "تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟"

"ہم جو کہہ رہے ہیں اس پر عمل کرو۔ ورنہ اس لاش کے پاس تمھاری لاش بھی ہوگی۔"

چاروں طرف سے گردھاری کے آدمیوں نے ریوالور دکھانے شروع کیے۔ دلپت رائے نے مجبور ہو کر گردھاری سے وہ ریوالور لے لیا جو خالی تھا۔ گردھاری اور اس کے آدمی باہر چلے گئے لیکن گردھاری کی آواز سنائی دے رہی تھی "دلپت رائے، تم ہاتھ میں ریوالور لیے گھبرا رہے ہو جیسے تم نے اسے قتل کیا ہے۔"

وہ سچ مچ سہما ہوا تھا۔ چاروں طرف گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ریوالور کو دیکھا اور سہم کر اسے لاش کے پاس پھینک دیا۔ وہاں سے دوڑتا ہوا دروازے کے پاس آگیا۔ اس کا خیال تھا دروازہ بند ہوگا اسے باہر جانے کی اجازت نہیں ملے گی لیکن دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا اس مکان سے باہر آیا۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں تھا۔ سامنے اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس میں بیٹھ گیا اور تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے گھر چلا آیا۔ بعد میں پتا چلا کہ اس لاش کے پاس ریوالور کے ساتھ اس کی وڈیو فلم تیار کر لی گئی تھی۔

میں نے شنکر کو مخاطب کیا۔ پھر اس سے پوچھا "کیا جے دیوی کو جانتے ہو؟"

اس نے انکار کیا۔ میں نے کہا "تم لوگ جنگل میں رہ کر ڈاکے ڈالتے ہو اور یہ شہر میں بڑے بڑے ہاتھ مارتی ہے، بڑے بڑے لوگوں کو بلیک میل کرتی ہے۔ ان کے کچھ رازانہ ایک جگہ چھپا کر رکھتی ہے۔ تم گاڑی لے کر کوچۂ دردیشاں میں جاؤ۔ وہاں تمھیں ایک ایسا مکان ملے گا جس کا دروازہ سبز رنگ کا ہے دروازے کے ساتھ والی دیوار پر چار سو بائیس بٹا دو لکھا ہوا ہے۔ اس مکان کے ایک کمرے میں لکڑی کا بہت بڑا صندوق ہے۔ اس صندوق کے اندر جتنے بریف کیس اور اٹیچی وغیرہ ہیں سب اٹھا کر لے آؤ۔"

شنکر نے پوچھا "مکان میں کتنے لوگ ہیں؟"

"وہاں جے دیوی کا خاص آدمی گردھاری رہتا ہے۔ اگر وہ موجود ہو تو اس سے دوستانہ انداز میں گفتگو کرنا۔ میں اسے ٹریپ کروں گا تم اپنا کام کر کے چلے جانا۔"

میں جے دیوی کے ساتھ کار میں بیٹھا اس کی کوٹھی کے

پورچ میں پہنچ گیا۔ وہ کار سے اترتے ہوئے بولی "اندر چلو۔"

میں کار سے نکلا۔ اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا کوٹھی میں داخل ہوا۔ اس نے مجھے ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے لیے کہا اور چلی گئی۔ میں ایک صوفے پر بیٹھ کر شنکر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس کمرے کے سامنے پہنچ گیا تھا اور دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ گردھاری نے دروازہ کھولا۔ پھر ایک دوسرے سے بات ہوئی۔ میں گردھاری کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ پتا چلا وہ مکان میں تنہا ہے۔ میں نے گردھاری کی زبان سے کہا "شنکر! اس وقت میں فریاد و بول رہا ہوں۔ آرام سے اندر آؤ اور اپنا کام کرو۔"

میں نے گردھاری کی ایک الماری کھول کر اس کی دراز میں سے صندوق کی چابی نکالی، اسے شنکر کے حوالے کیا۔ شنکر نے بڑی پھرتی سے صندوق کا تالا کھولا۔ اسے کھول کر اندر کی تمام چیزیں اٹھا اٹھا کر اپنی کار کی ڈکی میں لے جا کر رکھنے لگا۔ جب ساری چیزیں منتقل ہو گئیں تو میں نے کہا "میں اس ہپناٹائز گردھاری کو بٹھا رہا ہوں، تم اسے بند کر کے تالا لگا دو۔"

اس نے یہی کیا۔ گردھاری صندوق کے اندر گیا، باہر تالا لگا دیا گیا۔ شنکر نے باہر سے آ کر دروازے کو بند کیا، کار میں بیٹھا، پھر وہاں سے چلا گیا۔ اس کام میں صرف بیس منٹ صرف ہوئے تھے۔ میں نے گردھاری کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ گھبرا رہا تھا۔ اس کی سانس رک رہی تھی۔ ہوا کی آمد و رفت کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ بہت ہی مضبوط، پرانے زمانے کا صندوق تھا۔ لکڑی اتنی مضبوط تھی کہ اسے گھونسا مار مار کر نہیں توڑ سکتا تھا۔ وہ کسی طرح اپنی جان بچانے کے لیے صندوق پر گھونسے مار رہا تھا۔ لاکھ چلا رہا تھا لیکن سیدھی طرح لات بھی نہیں چل سکتی تھی۔ وہ اس کے اندر سکڑا ہوا تھا۔ ایک ملازمہ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں پھر دماغی طور پر جے دیوی کے ڈرائنگ روم میں حاضر ہو گیا۔

"وہ کہہ رہی تھی "مالکن بلا رہی ہیں۔"

میں اٹھ کر اس کے ساتھ چلتا ہوا اس شاندار کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ایک دروازے پر آیا۔ اس نے مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ میں دروازہ کھول کر اندر گیا۔ بہت ہی خوب صورت خواب گاہ تھی۔ میں چاروں طرف اس کے سجاوٹ کو دیکھنے لگا۔ جے دیوی نے کہا "اچھی طرح دیکھ لو۔ یہ خواب گاہ نہیں، قتل گاہ ہے۔"

میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "یہی سوچ رہا ہوں، یہاں اگر محبت کرنے والوں کا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ کتنا آرام دہ بستر ہے۔ فرش کا قالین اتنا دبیز ہے کہ چلتے وقت پاؤں دھنستے ہیں۔"

"اور یہاں سے تم اپنی جان میں بچ کر جاؤ گے۔"

اس نے میری طرف خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "تمھیں اتنی جرأت کیسے ہوئی کہ میری تمنا کر سکو؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "سنا ہے تمھیں مردوں سے سخت نفرت ہے۔ آج میں تمھیں بتاؤں گا کہ مرد تمھاری جیسی عورت سے کس قدر نفرت کر سکتا ہے۔"

"تم یہ نہ سمجھنا کہ یہاں سے واپس جا سکو گے۔ تمام دروازے مقفل ہو چکے ہیں۔ کھڑکیاں بند ہیں اور یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔"

"یہ تو اور اچھی بات ہے، تمھاری چیخیں باہر تک نہیں جائیں گی۔"

اس نے یکبارگی میری طرف چھلانگ لگائی، لڑنے میں کچھ مہارت رکھتی تھی لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ ہم کون ہیں۔ وہ قلانگ تک مارنے آئی تھی۔ میرے پاس سے گزرتی ہوئی قریب ہی قالین پر دھم سے چاروں شانے چت ہو گئی۔ میں نے پوچھا "کیا قالین پر ہی لیٹے رہنے کا ارادہ ہے؟"

وہ تڑپ کر اٹھی پھر میرے سامنے کھڑی ہو کر پینترا بدلنے لگی۔ اس نے دونوں ہتھیلیاں سخت کر لی تھیں۔ کراٹے کا پوز بنا رہی تھی۔ میں نے کہا "کیوں اپنی نازک سی جان کو تکلیف دیتی ہو۔ تمھاری زندگی میں مرد نہیں، چوہے آتے ہوں گے۔"

اس نے یکبارگی حملہ کیا۔ یہ اس کے خیال کے مطابق اچانک حملہ تھا مگر میں جانتا تھا وہ کیا کرنے والی ہے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھما دیا۔ جب تک وہ پوری طرح گھوم کر میرے سامنے آتی، میں نے اس کے لباس کو پکڑ کر ایک جھٹکا دیا تو وہ دور تک پھٹتا ہوا چلا گیا۔ "تمھیں اپنے حسن و شباب پر بڑا ناز ہے مگر آج دیکھو میں تمھارا کیا حشر کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس پر جھپٹ دیا۔ اس کے حلق سے ہذیانی انداز میں چیخ نکلی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تنہائی میں کوئی تھوکنے والا مرد بھی آئے گا۔ وہ ایک دم سے جھنجلا کر لگے بڑھی۔ میں نے اس کے منہ پر اٹھا ہاتھ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلی گئی۔ وہ محض عورت ہوتی تو میں اس پر کبھی ہاتھ نہ اٹھاتا۔ وہ تو اپنے سامنے سب کو گنا سمجھتی تھی۔ دوسری بار حملہ کرنے آئی تو میں نے ایک ہاتھ سے اس کے جبڑوں کو دبا لیا۔ میری گرفت کافی مضبوط تھی اسے اپنے جبڑے ٹوٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ چیخنے لگی۔ میں نے کہا "تم بھول گئی ہو، یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی "کون ہو تم؟"

"میں وہ نہیں ہوں جو تمھاری خواب گاہ میں پاؤں چاٹتے رہے اور اپنی جان سے جاتے رہے۔ آج میں تمھاری جان لینے آیا ہوں۔"

اس کی آنکھوں سے خوف جھلکنے لگا مگر وہ بہت ہی سرکش اور ضدی تھی۔ اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "ایک عورت سے زور آزمائی کرتے شرم نہیں آتی؟"

میں نے اسے چھوڑ دیا پھر کہا "جو عورت بات سے نہیں مانتی، لات سے مانتی ہے پھر مرد کی طاقت ہوتی کس لیے ہے؟ عورت کو دکھانے کے لیے، جنھوں نے اپنی مردانگی نہیں دکھائی وہ تمھارے ہاتھوں مارے گئے۔"

اس نے اچانک ہی پہنے ہوئے لباس کے اندر سے چاقو نکال لیا۔ ایک جھٹکے سے کھولا اور مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے چاقو والا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اسے گھما کر چاقو کی نوک اسی کے جسم کی طرف لے جانے لگا۔ وہ پوری قوت سے اسے اپنی طرف آنے سے روک رہی تھی۔ میں چاہتا تو پک جھپکتے ہی وہ چاقو اس کے جسم میں پیوست ہو جاتا لیکن میں اسے دکھانا چاہتا تھا کہ وہ کس حد تک زور آزمائی کر سکتی ہے اور کتنی ناکام رہتی ہے۔

جب اسے ناکامی کا یقین ہو گیا اور چاقو کی نوک بالکل اس کے سینے کے قریب آنے لگی تو اس نے مٹھی کھول دی، چاقو چھوڑ دیا۔ میں زیادہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے زور زور سے سانس لینے اور ہانپنے پر مجبور کرنے لگا۔ وہ ادھر سے ادھر دوڑنے لگی۔ دوڑتے دوڑتے ہانپنے لگی۔ کمرے کے اندر مسلسل دس منٹ تک یہ عمل جاری رہا۔ پھر میں نے اسے پکڑ کر بستر پر گرا دیا۔ اسے چاروں شانے چت لیٹنے پر مجبور کیا۔ پھر اسے حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دے۔

اب وہ میرے احکامات سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں اسے ٹیلی پیتھی کی نیند سلانے لگا۔ اس کے دماغ کو پُرسکون بنانے لگا۔ تھوڑی دیر میں ہی وہ گہری نیند سو چکی تھی۔ پھر میں نے وہی طریقہ کار اختیار کیا۔ اس کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بنا لیا۔

جب وہ مکمل طور پر میری معمولہ بن گئی تو میں نے ایک منٹ کے لیے اسے چھوڑ دیا۔ خیال خوانی کے ذریعے رانی سردار سے کہا "شنکر وہاں ہوگا۔ تم میرے دونوں لباس اسے دے دو اور اس سے کہو کوٹھی سے نکل پڑے۔"

جب شنکر میرے دونوں لباس لے کر کوٹھی سے نکلا تو میں نے اسے وجے دیوی کی کوٹھی کا پتا بتایا اور کہا "تم کوٹھی کے قریب ہی میرا انتظار کرنا۔ جب بلاؤں تو اندر چلے آنا۔"

اس کے بعد میں نے جے دیوی کے دماغ کو حکم دینا شروع

کیا۔ اس کے دماغ سے جے دیوی کا نام اور اس کی شخصیت کو مٹانے لگا۔ رانی سردار کا نام اور شخصیت نقش کرنے لگا۔ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد خود کو رانی سردار سمجھنے والی تھی۔

میں نے اس کے دماغ کو مقفل کیا۔ اسے حکم دیا کہ اس کا ذہن اتنا حساس رہے گا کہ وہ پرائی سوچ کی لہر محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی اور کسی بھی سوچ کا اثر قبول نہیں کرے گی جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے اسے مکمل طور پر رانی سردار بنا دیا ہے اور میرے دشمن قیلی پیتھی جاننے والے اسے خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ نہیں کر سکیں گے تو میں نے اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

شنکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم وہیں کھڑے رہو۔ یہاں کا ارب پتی دلیپ رائے تمہارے پاس آئے گا۔ تم وہ دونوں لباس اسے دے دینا۔ اور وہیں میرا انتظار کرنا۔"

پھر میں دلیپ رائے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں بیٹھا پی رہا تھا اور اندر ہی اندر کڑھ رہا تھا۔ ایک عورت اس پر غالب آگئی تھی۔ اس کی تمام دولت کی مالک بننا چاہتی تھی۔ شاید اس کے لیے وہ کسی مناسب موقع پر اسے قتل بھی کر دیتی تاکہ بیوہ کی حیثیت سے تمام دولت سمیٹ سکے۔

میں نے دلیپ رائے کو وہاں سے اٹھایا۔ وہ کوٹھی سے باہر آیا۔ پھر ٹہلنے کے انداز میں احاطے سے باہر جانے لگا۔ وہاں کے ملازم اور چوکیدار اسے سلام کرتے ہوئے ادب سے کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے لیے باہر کا گیٹ کھول دیا گیا تھا۔ وہ ٹہلنے کے انداز میں ایک طرف چلتا گیا۔ پھر میں نے اسے شنکر کے پاس پہنچا دیا۔ اس سے کہا "لباس اسے دے دو اور میرا انتظار کرو۔"

اس نے لباس اس کے حوالے کر دیا۔ دلیپ رائے پھر واپس آیا۔ اس بار کوٹھی کے اندر پہنچ کر جے دیوی کی خواب گاہ کے دروازے تک پہنچ گیا۔ میں سمجھ چکا تھا کہ کس میکنزم کے تحت وہ دروازہ آپ ہی آپ مقفل ہو جاتا ہے اور پھر کھل جاتا ہے۔ اس طرح میں نے دروازے کو کھولا۔ دلیپ رائے اندر آگیا۔ کمرے میں جے دیوی کے ملبوسات کی بہت بڑی الماری تھی۔ اسے کھول کر میرے دونوں لباس ملبوسات کے ڈھیر کے نیچے چھپا دیے پھر میں اس کے ساتھ کمرے کے باہر آیا۔ اسے خوامخواہ باتیں کرنے پر مجبور کرتا رہا اور میں ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلاتا رہا تاکہ دیکھنے والے ملازم یہی سمجھیں کہ ان کا مالک مجھ سے گفتگو کر رہا ہے۔ ہم دونوں پورچ میں آئے۔ پھر کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اس نے کار اسٹارٹ کی۔ وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا احاطے سے باہر آیا اور

اس کی رفتار بڑھاتا ہوا شنکر کے پاس پہنچ کر گاڑی روک دی۔ وہ پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ تب میں نے دلیپ رائے کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ یوں تو اس کا دماغ اس حد تک آزاد تھا کہ وہ اپنے متعلق سوچ سوچ کر پریشان ہوتا تھا۔ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے اور بے اختیار ایسا کرتا چلا گیا تھا۔ میں نے پوچھا "مسٹر رائے، تم جو کچھ اپنی مرضی کے خلاف کرتے آئے ہو اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

اس نے مجھے غور سے دیکھا۔ پھر سر گھما کر پیچھے بیٹھے ہوئے شنکر کو دیکھنے کے بعد بولا "میں سمجھتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں، تم جے دیوی سے خوفزدہ کیوں رہتے ہو۔ اگر تمہیں اس عورت سے نجات مل جائے تو؟"

اس نے ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا "یہ بات ایک خواب معلوم ہوتی ہے۔ میں ایک ایسی پنجرے کے پنچھی میں ہوں جس سے جیتے جی نجات نہیں ملے گی۔"

"تمہاری وڈیو فلم اور آڈیو کیسٹ میں نے اپنے قبضے میں کر لیا ہے اب جے دیوی کے پاس کچھ نہیں ہے۔"

اس نے بے یقینی سے پوچھا "تم نے یہ تمام چیزیں کس طرح حاصل کر لیں؟"

"اس کے دماغ سے معلوم ہو گیا کہ اس نے یہ چیزیں کہاں چھپا کر رکھی ہیں اور جہاں چھپا کر رکھی تھیں وہاں سے میں نے چرا لیں۔"

اس نے ہم دونوں کو باری باری دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تم دونوں مجھے بلیک میل کرو گے؟"

میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "ہم دوست ہیں۔ تم کو بے لوث دوستی کا ثبوت دیں گے۔ گاڑی ڈرائیو کرو۔ تمہارے خلاف جتنے ثبوت ہیں، وہ ابھی تمہارے سامنے ہوں گے۔"

وہ اتنی جلدی ہم پر یقین نہیں کر سکتا تھا اور بے یقینی کا مظاہرہ کر کے دشمنی بھی مول لینا دانشمندی نہ ہوتی۔ لہٰذا اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور ڈرائیو کرنے لگا۔ اس نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کہاں جانا ہے۔ میں اس کے دماغ کو گائیڈ کرتا جا رہا تھا۔ وہ بے اختیار اسی طرف ڈرائیو کر رہا تھا۔ آخر ہم اس کوٹھی میں پہنچ گئے جسے شنکر نے خریدا تھا۔

رانی سردار اور ہمارے دوسرے ساتھی انتظار کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر خوش ہو گئے۔ سر جھکا جھکا کر دونوں ہاتھ جوڑ کر میرا استقبال کرنے لگے۔ میں نے شنکر سے کہا "مسٹر رائے کے خلاف جتنے ثبوت ہیں، وہ لے آؤ اور ان کی وڈیو فلم دکھانے کا انتظام کرو۔"

رانی سردار نے دلیپ رائے کو بڑی عزت سے بٹھایا۔ اس کے سامنے بہترین شراب اور ایک گلاس رکھ دیا۔ اس نے جھجکتے ہوئے میری طرف دیکھا پھر کہا "کیا میں اکیلا پیوں گا؟"

میں نے کہا "میں نہیں پیتا اور میرا لحاظ کرتے ہوئے میرا کوئی ساتھی بھی اسے ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اگر تمہیں شبہ ہے کہ اس میں کچھ ملا ہوا ہے تو ہرگز نہ پیو۔"

وہ کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا "میں شبہ نہیں کر رہا ہوں، جب یہاں تک آگیا ہوں تو ڈرنے کے لیے اور کیا رہ گیا ہے؟"

"مسٹر رائے! جے دیوی کو تم بھی پسند نہیں کرتے اور ہم بھی نہیں کرتے۔ ہم اسے رانی سردار کے کیس میں پھانسنا چاہتے ہیں۔"

میں نے اسے سمجھایا کہ کس طرح تنویمی عمل کے ذریعے اسے رانی سردار بنا دیا گیا ہے۔ کل صبح وہ بیدار ہو گی تو خود کو رانی سردار سمجھے گی۔ جے دیوی کی شخصیت اس کے اندر سے ختم ہو چکی ہے۔ وہ حیرانی سے میری باتیں سن رہا تھا اور یقین کرتا جا رہا تھا کہ ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے ذریعے ایسے تماشے ہو سکتے ہیں۔

"مسٹر دلیپ رائے! کل سے یہ تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھو گے اور تم بھی اس کے ایک کردار رہو گے۔ تم جے دیوی کے خلاف جو کچھ اگل سکتے ہو، اس کی تمہیں پوری آزادی ہو گی، کیوں کہ وہ تمہارے خلاف کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکے گی۔"

تھوڑی دیر بعد شنکر نے کہا "اگر مسٹر رائے ہمارے بیڈ روم میں آنا پسند کریں تو ہم ان کی وڈیو فلم دکھائیں گے۔"

ہم وہاں سے اٹھ کر بیڈ روم میں گئے۔ دلیپ رائے نے وہاں اپنی وہی فلم دیکھی جو اسے دھوکے میں رکھ کر بنائی گئی تھی جس کے ذریعے اسے ایک بہت بڑے پولیس آفیسر کا قاتل ثابت کیا جا سکتا تھا۔ اس فلم کو دیکھ کر اسے پسینہ آنے لگا تھا۔

میں نے کہا "شنکر! یہ فلم ختم کرو اور مسٹر رائے کی چیزیں انھیں واپس کر دو۔"

وہ بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ اسے آڈیو کیسٹ بھی سنایا گیا جس میں وہ گرد دھاری سے ایک پولیس آفیسر کے قتل کا سودا کر رہا تھا۔ یہ ساری چیزیں جب اس کے ہاتھوں میں پہنچ گئیں تو وہ خوشی سے کانپ رہا تھا۔ مجھے اور میرے تمام ساتھیوں کو احسان مندی سے دیکھ رہا تھا اور کہتا جا رہا تھا۔

"مجھ سے کچھ مانگو، مجھ سے کچھ کام لو۔ بولو کیا چاہتے ہو، میں اپنی تجوری کا منہ کھول دوں گا۔ میں اپنے تمام ذرائع استعمال کروں گا اور تمہارا کوئی بڑے سے بڑا کام کرا دوں گا۔"

میں نے کہا "اگر تم ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں اپنی زبان بند رکھو گے۔ کسی سے ہمارے بارے میں ذکر نہیں کرو گے تو اس سے زیادہ دوستی کا ثبوت کوئی اور نہیں ہو گا۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے خود کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔"

اس نے کہا "یہ تو بہت معمولی سی بات ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، یہ راز میرے اندر سے کوئی نہیں اگلوا سکے گا لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا، آپ مجھ پر اتنی مہربانیاں کیوں کر رہے ہیں، ہماری تو کوئی دوستی نہیں اور کوئی شناسائی نہیں ہے۔"

"مسٹر رائے! انسان تھوڑا سا خود غرض ضرور ہوتا ہے۔ ہماری غرض یہی ہے کہ ہم جے دیوی کو قانون کے حوالے کر دیں۔"

دلیپ رائے نے کہا "یہ تو میرے دل کی بات ہے۔ میں اس سلسلے میں ہر ممکن تعاون کروں گا اور اس کے خلاف بیانات دوں گا۔ اب تو مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے۔"

"کل تک پولیس آفیسر اے ایس پی منگل پانڈے گھر کی تلاشی اور جے دیوی کی گرفتاری کا وارنٹ لے کر آئے گا۔ وہ میرا دوست ہے لیکن وہ بھی میری ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔ آپ اس سے ہرگز میرے بارے میں کوئی ذکر نہ کریں۔ منگل پانڈے کو یہ بھی معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ آج رات ہماری ملاقات ہو چکی ہے اور میں کبھی آپ کی کوٹھی میں آیا تھا۔ آپ کے دو چار ملازموں نے دیکھا ہے۔ میں کوشش یہی کروں گا کہ کبھی آپ کی کوٹھی کا رُخ نہ کروں۔"

"میں اپنے ملازموں کو حکم دوں تو وہ تمہارے بارے میں کسی کے سامنے زبان نہیں کھولیں گے لیکن میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ جب تم ایک بار میرے ہاں آچکے ہو تو میری ایک بات مان لو۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"تم میرے بیٹے بن جاؤ۔ میں بیان دوں گا کہ تم میرے مرحوم دوست کے بیٹے ہو جنھیں سات برس بعد اچانک ملاقات ہو گئی، تم رات میرے یہاں آئے۔ اس کے بعد میں نے اپنے ہاں سے جانے کی اجازت نہیں دی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "یہ آپ کی محبت ہے کہ مجھے بیٹا سمجھتے ہیں۔ میں آئندہ ایک بزرگ کی حیثیت سے آپ کی عزت کروں گا۔ ایک بات یاد رکھیے۔ آپ ارب پتی ہیں لیکن میرے پاس کتنی دولت ہے، اس کا کوئی شمار نہیں کر سکتا، دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جتنے ارب پتی اور کھرب پتی ہیں، ان کی دولت پلک جھپکتے ہی میرے قدموں میں آسکتی ہے لہٰذا ہمارے درمیان دولت کا نہیں، صرف محبت کا رشتہ ہو گا۔"

"تم جو چاہو گے، وہی ہو گا۔"

"میں اسی لمحے سے آپ کو انکل کہوں گا اور آپ سے یہ پوچھوں گا کہ ان شہوت کا کیا کر رہے ہیں؟"

"ظاہر ہے انھیں تباہ کر دیا جائے گا۔"

"تو پھر ویر کس بات کی ہے، یہیں انھیں آگ لگا دیں۔"

وہ ہمارے ساتھ کچن میں آیا۔ پھر اپنے ہاتھوں سے آڑو لو اور وڈیو دونوں کیسٹوں کو آگ لگا دی۔ اس کے بعد ہم سے رخصت ہوا۔ اس کے جانے کے بعد شنکر نے کہا "گردھاری کے صندوق سے جو مال لے کر آیا ہوں ان میں ضروری دستاویزات اور دوسروں کے خلاف بہت سے جرائم کے ثبوت ہوں گے، ان کے ذریعے جے دیوی دوسروں کو بلیک میل کرتی ہو گی۔ صرف دو بریف کیس ایسے ہیں جن میں ضروری کاغذات ہیں ورنہ باقی آئٹمز وغیرہ میں ہیرے جواہرات، امریکی ڈالر اور برٹش پاؤنڈ وغیرہ کی گڈیاں بھری ہوئی ہیں۔"

"پھر کیا ہے، عیش کرو، یہ سب مال تم لوگوں کا ہے۔"

رانی سردار نے حیرانی سے کہا "فرہاد تم کتنے سخی داتا ہو۔ اتنی دولت دیکھ کر تو باپ بیٹے کا اور بھائی بھائی کا خون کر دیتا ہے اور تم یہ سب کچھ ہم میں بانٹ رہے ہو۔"

"تم سب میرے اپنے ہو، مجھے کس چیز کی کمی ہے کہ میں اس میں سے کچھ اپنے لیے رکھوں گا۔ ہاں، یہ جان لو کہ میں اپنے لیے کیا رکھنا چاہتا ہوں۔"

سب نے میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا "میں اپنے لیے تم سب کو سمیٹ کر رکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ سب میرے پاس آ کر جھکنے لگے۔ میں نے سب کو روکا تو وہ مجھ سے آ کر لپٹ گئے۔ مالا میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر کہا "میں مصروف تھا، جلد نہیں آ سکا، اب رات بہت ہو گئی ہے، آرام سے سو جاؤ۔ کل ملاقات ہو گی۔"

"میں سو نہیں سکوں گی۔ تھوڑی دیر کے لیے تمھارے پاس آؤں گی۔"

"تمھارے ہاں رشتے داروں کی بھیڑ ہے، ایسے میں اتنی رات کو گھر سے نکلنا دانشمندی نہیں ہے۔"

وہ سوگ منانے کے انداز میں فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا "تم نے کچھ کھایا ہے؟"

وہ چپ رہی۔ میں نے معلوم کر لیا، وہ صبح سے بھوکی تھی۔ میں اسے سناتا تو گھنٹوں لگ جاتے، نہ وہ کھاتی اور نہ ہی سونا چاہتی۔ مجھ سے ملے بغیر اسے نیند کبھی نہ آتی لہٰذا میں اس کے

دماغ پر قابض ہو گیا۔ اسے کچن کی طرف لے گیا۔ آج چولھا نہیں جلا تھا۔ باہر سے کھانے کا کچھ سامان آ گیا تھا، شنکر تھوڑا بہت کھا رہے تھے۔ مالا کو دیکھ کر فوراً اس کے لیے ایک پلیٹ میں کچھ نکالا اور اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ چپ چاپ کھانے لگی۔ پھر پانی پینے کے بعد اپنے بیڈ روم میں آئی، صدر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پلنگ پر آ کر آرام سے لیٹ گئی۔ اس کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ گہری نیند میں تھی۔ میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔

اب منگل پانڈے کی سُنیے، بے چارہ دو چار طمانچے کھانے کے بعد کلب سے بھاگ نکلا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہاں حاضرین نے اسے طمانچے کھاتے ہوئے دیکھا تھا یا صرف ہلاوٹی کمالات پر تالیاں بجا رہے تھے۔ چوں کہ اس نے طمانچے کھائے تھے اور انسلٹ محسوس کر رہا تھا اس لیے یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ اسے بار بار طمانچے پڑنے پر بار بار تالیاں بجائی گئی تھیں۔

وہ بدحواسی میں بھاگتا ہوا دور تک چلا گیا۔ پھر ایک جگہ کھڑا ہو کر ہانپنے لگا۔ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ بہت دور چلا آیا ہے اور وہ طمانچے مارنے والی بھی دو ہو چکی ہے تب اس نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اے بھگوان، میرے پاپ بھوگنے کے لیے مجھے یہی ایک جوتشی ملا تھا۔ میں تیرے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں، یا تو ہاتھ کی لکیریں بدل دے یا جوتشی بدل دے۔"

ایسا کہتے وقت اسے یاد آیا کہ وہ مجھے کلب میں چھوڑ آیا ہے۔ پھر یاد آیا، نہیں، دھن راج جے دیوی کے ساتھ گیا ہے عجیب بے ہودہ جوتشی ہے مجھے مار کھانے کے لیے چھوڑ گیا ہے۔

پھر اسے یاد آیا کہ وہ بدحواسی میں دوڑتا ہوا یہاں تک آ گیا ہے اور اپنی جیپ کلب کے احاطے میں چھوڑ دی ہے۔ اب دھن راج کو تلاش کرنے کے لیے جیپ میں ہی جانا ہو گا۔ یہ سوچ کر وہ کلب کی طرف جانے لگا لیکن ڈرتا بھی جا رہا تھا۔ وہ رقص کرنے والی نگاہوں کے سامنے گھوم رہی تھی۔ پھر اس کے دماغ میں بات آئی، یہ تو ہو چکا ہے۔ بارہ گھنٹے میں ایک بار کسی عورت سے مار کھانے والی بات ہے، ہاتھ کی لکیریں یہی کہتی ہیں یعنی ابھی مجھے طمانچے کھائے ہوئے صرف آدھا گھنٹا گزرا ہے، ساڑھے گیارہ گھنٹے تک کوئی کم بخت مجھے نہیں مار سکے گی، مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔

وہ کلب میں پہنچا۔ وہاں سے اپنی جیپ میں بیٹھ کر جے دیوی کے گھر کے سامنے آیا لیکن اندر جانے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ دماغ میں بات آئی کہ جے دیوی بھی ایک عورت ہے۔ ہو سکتا ہے، اتنی دیر میں ہاتھ کی لکیر کچھ بدل کر دوسری عورت کا بھی ذکر کر رہی ہو، سے وہ پڑھ نہیں سکتا۔ اگر دھن راج ہوتا تو اسے بتا دیتا کہ جے دیوی سے دور رہنا چاہیے یا کوٹھی میں داخل ہونا چاہیے۔

وہ تھوڑی دیر تک شش و پنج میں رہا۔ پھر وہاں سے جیپ دوڑاتا ہوا مالا کی طرف آیا۔ اس نے سوچا۔ مالا سے میرے متعلق پوچھے گا اور وہیں سے جے دیوی کے ہاں فون کر کے مجھ سے گفتگو کرے گا۔ لیکن اس کی کوٹھی کے سامنے پہنچ کر کھوپڑی میں بات آئی۔ مالا بھی تو ایک عورت ہے، آہ، دھن راج کہاں ہے۔ میرے ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر اتنا ہی بتا دیتا کہ مالا کے پاس بھی جانا چاہیے یا نہیں؟

آخر وہ اپنے ہیڈ کوارٹر کے نئے بنگلے میں آ گیا۔ اس کا خیال تھا، دھن راج، مالا کے ہاں ساتھی ماحول میں نہیں جائے گا۔ اسی کے پاس نئے بنگلے میں آئے گا۔ تب وہ پہلی فرصت میں اپنا ہاتھ دکھا کر تعین کرے گا کہ بارہ گھنٹے میں صرف ایک ہی عورت لکھی گئی ہے یا دو چار عورتیں اس کی عزت اتاریں گی؟

میں رات کے دو بجے اس کے پاس پہنچا، وہ نیند سے ہڑبڑا کر اٹھا۔ دروازہ کھولتے ہوئے بولا "دھن راج جلدی کرو، میں نے اندر آتے ہوئے پوچھا "تم اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟"

اس نے دروازے کو بند کیا، کمرے کے دونوں بلب روشن کیے پھر میری طرف ہتھیلی بڑھا دی۔ "میرے بھائی، تم کس قیامت کے جوتشی ہو، جو کہتے ہو وہی ہوتا ہے۔ وہ مجھے تین طمانچے مار چکی تھی۔ چوتھا مارنے والی تھی کہ میں اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر بھاگ نکلا۔ بھگوان کے لیے ہاتھ دیکھو اور بتاؤ۔ مقدر کی وہ بلا ٹل گئی ہے یا نہیں؟"

"میں پہلے ہی بتا چکا ہوں، جب تک ساتھ رہوں گا، ہر بارہ گھنٹے کے اندر کوئی نہ کوئی عورت تمھیں کسی نہ کسی بہانے دو چار ہاتھ دکھائے گی۔ ہو سکتا ہے، اپنے پاؤں سے جوتی بھی نکال لے۔"

وہ ایک دم سے چونک کر پیچھے ہٹا، پھر اکڑ کر بولا۔ "خبردار، میری انسلٹ نہ کرنا۔ کیا میں اتنا ناکارہ ہوں کہ عورت کے جوتے کھاؤں گا۔ میں اس کی گردن مروڑ کر رکھ دوں گا۔"

"تم اپنی تقدیر کی گردن نہیں مروڑ سکتے۔"

وہ بڑی تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "تم کب تک میرے ساتھ رہو گے، کب تک یہ بارہ گھنٹوں کا چکر چلتا رہے گا؟"

"میں کل چلا جاؤں گا، تم پر سے یہ بلائیں ٹل جائیں گی۔"

اس نے آگے بڑھ کر میرے بازو کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ "ہرگز نہیں، میں تمھیں کبھی نہیں جانے دوں گا۔"

"ان بلاؤں کا کیا کرو گے؟"

"اگر ایسے ہی مار کھاتے وقت اندھیرا ہو جایا کرے تو برداشت کرنے کی کوشش کروں گا مگر تمھیں جانے نہیں دوں گا۔ اچھا یہ بتاؤ، تم جے دیوی کے ساتھ گئے تھے؟"

"ہاں، گیا تھا۔"

"کیا تم نے اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھیں؟"

"ہاں، دیکھ لیں، اس عورت کی لکیریں بھی تمھیں یاد کر رہی ہیں۔"

وہ سہم کر بولا "ہرگز نہیں، میں اس عورت کے قریب نہیں جاؤں گا۔"

"پھر گرفتار کیسے کرو گے؟"

اس نے پوچھا "کیا کچھ سراغ ملا؟"

"ہاں، مگر ابھی سے بتاؤں گا تو اسے گرفتار کرنے دوڑ پڑو گے اور ناکام رہو گے۔ وہ بڑے بڑے ذرائع کی مالک ہے، اپنے بچاؤ کے انتظامات کر لے گی۔ لہٰذا اس کی کوٹھی کی تلاشی اور اس کی گرفتاری کا وارنٹ حاصل کرو، تم اپنے اعلیٰ افسر انسپکٹر جنرل، یہاں کے کمشنر اور مجسٹریٹ کی موجودگی میں چھاپا مارو گے تاکہ جو چیزیں برآمد ہوں ان کے چشم دید گواہ وہ تمام ذمے دار افراد ہوں گے۔"

وہ خوش ہو رہا تھا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا ایک کرسی پر لایا، پھر وہاں بٹھاتا ہوا بولا "میں جانتا تھا جب بھی تم جے دیوی کا ہاتھ دیکھو گے تو میرا کام بن جائے گا۔ اب مجھے تفصیل سے بتاؤ، اس کے ہاں سے کس قسم کی چیزیں برآمد ہوں گی؟"

میں نے تھکے ہوئے انداز میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے اور دونوں پاؤں پھیلاتے ہوئے کہا "میں بہت تھک گیا ہوں، کل صبح بتاؤں گا۔"

وہ جلدی سے میرے پاؤں دباتے ہوئے بولا "صبح ہونے میں بہت دیر ہے، مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا "مجھے تو آ رہی ہے۔"

"یار، دوست کی خاطر دوست جان دے دیتا ہے، تم میرے لیے تھوڑی دیر جاگ نہیں سکتے؟"

"اچھی بات ہے، سنو۔ جب تم وہاں چھاپا مارو گے تو اس کی الماری سے فرہاد کے پہنے ہوئے کپڑے برآمد ہوں گے۔"

وہ ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی تیسی نکل آئی تھی "کیا میں فرہاد تک پہنچ جاؤں گا؟"

"اس کے پاس پہنچ کر کیا کرو گے؟"

"جیب میں اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالوں گا اور اسے کھینچتا ہوا عدالت میں لے جاؤں گا تو دنیا کے ہر ملک کے اخبارات میری بڑی بڑی تصویریں شائع کریں گے۔ دنیا کے ہر بڑی دی اسٹیشن سے میرا انٹرویو نشر کیا جائے گا۔ دنیا کے تمام دولت مند بور سے بھر بھر کر نوٹوں کی گڈیاں پیش کریں گے۔ کیوں کہ انھیں فرہاد کی ٹیلی پیتھی سے خطرہ رہتا ہے۔ وہ کسی وقت بھی انھیں کنگال بنا سکتا ہے۔"

"اگر تم اسے گرفتار کرنا چاہتے ہو تو تمھیں یہ دنیا چھوڑنا ہوگی۔"

وہ چونک کر بولا۔ "کیا مطلب؟"

"تمھارے ہاتھ میں ایک ایسی لکیر ہے جو تمھیں خطرے کی طرف لے جانا چاہتی ہے لیکن تم نہیں جاؤ گے۔ ہاں آئندہ ترقیاں کرتے کرتے ساری دنیا میں شہرت حاصل کرنا چاہو گے تب خود بخود اس تباہ کن لکیر کی طرف نکل جاؤ گے وہاں فرہاد سے سامنا ہوگا اور اس کے بعد پھر زندگی سے کبھی سامنا نہیں ہوگا۔"

اس نے ہاتھ جھٹک کر کہا۔ "یار چھوڑو، کیا فرہاد کا قصہ لے بیٹھے ہو۔ مجھے کیا ضرورت ہے میں اس کے چکر میں پڑوں۔ وہاں تو جے دیوی کے بارے میں تم کہہ رہے تھے اس کے پاس فرہاد کے پہنے ہوئے کپڑے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اس کی محبوبہ ہے۔"

"پہلے تھی، اب تو فرہاد اسے چھوڑ کر اس ملک سے جا چکا ہے۔"

"کیا جے دیوی واقعی رانی سردار ہے؟"

"تم وہاں جاؤ گے تو ثبوت مل جائیں گے۔"

"لیکن اتنے بڑے ارب پتی کی بیوی رانی سردار بن کر ٹرک کیوں ڈرائیونگ کرتی تھی؟"

"اسے فرہاد علی تیمور مجبور کرتا تھا۔ وہ چاہتا تھا رانی سردار دوہری زندگی گزارے۔ شہر میں جا کر جے دیوی کی حیثیت سے ایک ارب پتی کی بیوی بن جائے اس نے بڑی چالاکی سے دولت رائے کو پھانس لیا تھا اور اسے جے دیوی کو بیوی تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔"

وہ میری باتیں اتنی توجہ سے سن رہا تھا کہ اس کا منہ کھل گیا تھا اور وہ ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "اگر تم جے دیوی کی زبان کھلوانے میں کامیاب رہے تو وہ اعتراف کر لے گی کہ اس کا اصلی نام رانی سردار ہے۔ فرہاد چاہتا تھا کبھی وہ جنگلوں میں رہے اور کبھی شہر میں تاکہ خود فرہاد کو فالوو سے چھپنا پڑے تو وہ شہر سے بھاگ کر جنگلوں میں پناہ لے سکے اور جنگلوں میں نہ رہ سکے تو پھر شہر کی طرف لوٹ آئے اور ہر حال میں اسے رانی سردار کی طرف سے پناہ ملتی رہے۔"

وہ قائل ہو کر بولا۔ "تم درست کہہ رہے ہو۔ ابھی ایک رات پہلے رانی سردار نے شملہ کی ایک سرائے پر حملہ کیا تھا اس کے ساتھ فرہاد بھی تھا۔ کیوں کہ اس کے خفیہ اڈے کو جب پولیس نے گھیرا تو فرہاد نے ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پولیس پارٹی کو ختم کر دیا تھا اب تمھارے بیان کے مطابق جے دیوی کی الماری میں اس کے اتارے ہوئے کپڑے ہیں تو یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک عورت رانی سردار کے نام سے جنگلوں میں رہتی ہے اور کبھی کبھی ڈاکے ڈالتی ہے اور جے دیوی کے نام سے شہر میں ایک بہت بڑے رئیس کی بیوی کہلاتی ہے۔"

کیا تمھیں معلوم ہے کہ ارب پتی دولپت رائے میرے انکل ہیں؟"

اس نے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں خود نہیں جانتا تھا، جے دیوی کے ساتھ ان کے ہاں گیا تو دولپت رائے نے میرے ماں باپ کے متعلق پوچھا۔ تب پتا چلا میرے پتاجی برج موہن اور دولپت رائے بچپن میں گہرے دوست تھے اور جوانی تک ساتھ رہے تھے۔ پھر حالات نے الگ کر دیا تھا وہ وقتاً فوقتاً ملتے رہتے تھے اور ایک دوسرے کے کام آتے رہتے تھے۔ اب دولپت رائے کا اصرار ہے کہ میں اس کے پاس آ کر رہوں۔ میں نے صاف کہہ دیا ہے، میں اپنے لنگوٹیے یار منگل پانڈے کو نہیں چھوڑ سکتا۔"

منگل پانڈے نے بے چینی سے کسمساتے ہوئے کہا۔ "اب تو مجھے جے دیوی کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو چکا ہے جیسا تم نے کہا ہے، ویسا ہی کروں گا۔ ہر طرح سے مکمل انتظامات کروں گا تاکہ میرے چھاپا مارنے کے بعد وہ میری گرفت سے نہ نکل سکے اور کوئی بھی بڑا پولیس افسر اس عورت کو میری گرفت سے بچانے کی کوشش نہ کر سکے۔ میں سب کچھ کروں گا، بس تم اپنے انکل کے پاس چلے جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ جو بارہ گھنٹے گزر رہے ہیں، اس کے بعد پھر کوئی بلا میری بے عزتی کرنے چلی آئے۔ کیا ضروری ہے کہ بارہ گھنٹے گزرنے کے بعد جو آئے گی وہ اندھیرے میں ہی مجھے طمانچے مارے گی۔ ہو سکتا ہے وہ دن کا وقت ہو، میں تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا یار عجیب بات ہے۔ میں اتنا شدید زور ہوں، میرا اتنا رعب و دبدبہ ہے لیکن میں اپنے

بڑے بڑے افسران کے درمیان بے بس ہو گیا تھا۔ اسی رقاصہ سے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا اور وہ الو کی پٹھی اندھیرا ہوتے ہی طمانچہ مار گئی تھی۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا تھا کہ اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے اور میں روشنی ہونے کے بعد اپنے افسران سے یہ شکایت نہیں کر سکتا تھا کہ وہ مجھ سے بدتمیزی کر رہی ہے۔ اپنی ہی بے عزتی ہوتی۔ اس لیے میں بہت کشمکش میں مبتلا رہا۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ آئندہ بارہ گھنٹوں میں آنے والی بلا کون ہو گی، کہاں ملے گی۔ اور میں کس طرح اس سے نجات حاصل کر سکتا ہوں؟"

میں نے مایوسی سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اس سے نجات ممکن نہیں ہے۔ میں نے کہا، نا، میرا ساتھ چھوڑ دو۔"

"تم تو اپنے انکل کے پاس چلے جاؤ گے۔"

"میں سوچتا ہوں۔ اگر تمھارے چھاپا مارنے سے پہلے انکل کے پاس جاؤں گا تو شبہ ہو سکتا ہے کہ میں تمھارے پاس بھی دیکھا جاتا ہوں اور انکل کے پاس بھی۔ شاید تمھاری ترقی میں میرا ہاتھ ہو گا جب کہ یہ بات کسی پر ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔"

اس نے تائید میں جلدی جلدی سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "تم ہر بات سچ کہتے ہو لیکن میرے لیے وہ بات مصیبت بن جاتی ہے۔ نہ میں تم سے پیچھا چھڑا سکتا ہوں اور نہ ہی جوتے کھانا چاہتا ہوں۔ یہ کم بخت عورتیں میرے مقدر سے کیوں چپک گئی ہیں؟"

میں جماہی لیتے ہوئے کرسی سے اٹھ گیا۔ پھر دوسرے کمرے میں آ کر جوتے اتارے جو لباس پہنا تھا وہی پہن کر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ پانڈے نے سمجھا میں سو رہا ہوں۔ وہ خود سونے کے لیے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پارس دوم کے پاس پہنچ گیا۔

مجھے پتا تھا اتنی رات ہو گئی ہے، وہ سو رہا ہو گا۔ میں صرف اس کے خوابیدہ ذہن سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آج اس کا تمام دن کس طرح گزرا۔ کیا رسونتی آئی تھی یا کوئی اور غیر معمولی بات ہوئی تھی؟

کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوئی تھی۔ رسونتی کئی بار اس کے پاس آئی تھی، تعلیم بھی دیتی رہی تھی اور جہاں اسے رکھا گیا تھا وہاں اس پاس کے ماحول کو سمجھتی بھی رہی تھی۔ میں نے شنکر کے پاس پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ وہ سونے جا رہا تھا، فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "یس سر، میں حاضر ہوں۔"

"رانی سردار اور تمام ساتھیوں کو جمع کرو، میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

صرف ایک منٹ کے اندر سب ڈرائنگ روم میں جمع ہو گئے۔ شنکر نے کہا۔ "فرہاد صاحب میری زبان سے جو کہہ رہے ہیں، اسے توجہ سے سنو۔"

پھر میں آہستہ آہستہ انھیں پارس دوم کے متعلق بتانے لگا جب انھیں پتا چلا کہ اسے فوجی بیرک سے نکال کر کسی دوسری جگہ منتقل کیا گیا ہے تو شنکر نے کہا۔ "ہم اس جگہ کا سراغ لگائیں گے۔ آپ بنگلے کے باہری ڈھانچے کے متعلق بتائیے، اس کی خاص خاص پہچان کیا ہے؟"

"خاص پہچان یہی ہے کہ اس بنگلے کی چار دیواری کے چاروں کونوں پر اونچے مچان بنے ہوئے ہیں، وہاں ہمہ وقت دو دو مسلح پہرے دار موجود ہوتے ہیں۔"

"آپ ہمیں گائیڈ کریں، ہم اس پر عمل کریں گے۔"

"تم سب اس ٹوہ میں رہو کہ وہ پہرا دینے والے سپاہی کب تک ڈیوٹی دیتے ہیں جب ان کی ڈیوٹی ختم ہوتی ہے تو وہ کہاں جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسے ہوں گے جو بیوی بچے والے ہوں گے اور وہ اپنے گھروں میں جاتے ہوں گے۔ جب یہ معلوم ہو جائے تو کسی بہانے ان سے دو باتیں کر لو۔ خواہ اچانک ٹکرا جانے کی صورت میں یا کسی کا پتا پوچھنے کے بہانے....."

شنکر نے کہا۔ "جناب! ہم سمجھ گئے، ہم کسی نہ کسی طرح انھیں بولنے پر مجبور کریں گے اور آپ ان کے دماغوں میں پہنچ جائیں گے۔"

"مجھے یہی طریقہ سمجھ میں آ رہا ہے۔ ہم چوبیس گھنٹے کے اندر اندر آہستہ آہستہ ان سپاہیوں کے دماغوں میں سرنگ بنا سکتے ہیں۔ میری ایک بات اچھی طرح یاد رکھنا، کوئی کام جلد بازی میں نہ کرنا۔ ذرا سی بات پر بھی شبہ ہو تو اس کام سے رک جانا۔ پہلے مجھ سے مشورہ لینا۔ اس کے بعد کوئی قدم اٹھانا۔"

سب نے مجھ سے وعدہ کیا۔ پھر شنکر نے کہا۔ "میں بھی ایک ساتھی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر یونہی تفریح کے لیے نکلتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کسی منگے علاقے میں ایسی کوٹھی نظر آئے جس کے چاروں طرف اونچے مچان بنے ہوں اور وہاں مسلح پہرے دار نظر آتے ہوں۔"

"شنکر تم نے بڑی بھاگ دوڑ کی ہے۔ ابھی آرام سے سو جاؤ۔ یہ کام دوسروں پر چھوڑ دو۔ وہ صبح تک ایسے کسی خاص بنگلے کا سراغ لگائیں گے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اسی طرح آنکھیں بند کیں،

دماغ کو ہدایات دیں، اس کے بعد گہری نیند میں ڈوب گیا۔ اگلے چند روز بڑے سکون سے گزرنے لگے۔ کوئی خاص مصروفیت نہیں تھی، ایک تو پارس اوّل کا بازو زخمی ہوا تھا۔ وہ اور جوجو بخیریت شیبا کی پناہ میں پہنچ گئے تھے۔ سونیا کے متعلق تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا کہ وہ سبلی کاپٹر میں پرواز کرتے ہوئے کس طرح دشمنوں کو بھٹکانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ادھر مجھے سکون مل رہا تھا۔ اُدھر وہ مصائب میں اُلجھتی جا رہی تھی۔ کیوں کہ تمام دشمنوں کی نظروں سے پارس اور جوجو اچانک ہی غائب ہوگئے تھے، ان تک پہنچنے کے لیے صرف سونیا ہی ایک ذریعہ تھی جو انھیں استنبول میں نظر آتی رہی تھی۔

اِدھر پارس دوم کے اطراف سخت پہرا لگا ہوا تھا۔ لشکر کے آدمی ان پہرے داروں تک پہنچنے کی بڑی محتاط کوششیں کر رہے تھے۔ تیسری جانب منگل پانڈے میری ہدایات کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ اس نے افسرانِ اعلیٰ سے درخواست کی تھی کہ جب وہ وجے دیوی کے گھر پر چھاپا مارنا چاہے تو اس وقت صرف پولیس کے اعلیٰ افسران ہی نہیں بلکہ کمشنر اور مجسٹریٹ کی موجودگی بھی لازمی ہے۔

دوسرے پولیس افسران نے اس بات پر اعتراض کیا تھا، طرح طرح کی نکتہ چینی شروع کی تھی، پر جوں کہ منگل پانڈے دو بڑے کارنامے انجام دے چکا تھا، اس لیے اس کی بات مان لی گئی۔ وجے دیوی کی کوٹھی پر چھاپا مارنے کے سلسلے میں جو انتظامات کیے گئے، اس کے لیے پورا ایک دن گزر گیا۔ منگل پانڈے بہت بے چین تھا، وہ جلد سے جلد یہ معاملہ نمٹانا چاہتا تھا تاکہ بارہ گھنٹے گزرنے کے بعد دوسرے بارہ گھنٹے نہ گزریں۔

وہ اسی کوشش میں تھا کہ کسی عورت سے سامنا نہ ہو۔ جے دیوی کے سلسلے میں جو انتظامات ہو رہے تھے، اس دوران کسی عورت سے سامنا ہوتا یا اس سے پوچھ گچھ کی نوبت آتی تو وہ اپنے جونیئر آفیسر کو آگے بڑھا دیتا تھا اور خود وہاں سے دور چلا جاتا تھا۔ ایسے ہی وقت اس کی بیوی کا ٹیلی فون آیا۔ وہ چہک کر بول رہی تھی "سنتے ہیں جی، میں دہلی آگئی ہوں۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "تمھیں آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"واہ! کیسی باتیں کرتے ہیں، بچوں کے ساتھ آئی ہوں، آپ کی اتنی بڑی بڑی تصویریں اخباروں میں چھپ رہی ہیں، بچے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں۔ میں یہاں چاچا جی کے پاس ہوں، آپ جلدی سے آئیے اور ہمیں نئے بنگلے میں لے چلیے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "تم کیا مصیبت بن کر آگئی ہو۔ میں آج کل بہت مصروف ہوں۔ مجرموں کے ایک بہت بڑے گروہ کو پکڑنے والا ہوں۔ میری اور ترقی ہونے والی ہے۔ میں تمھارے پاس نہیں آسکوں گا۔"

"ابھی نہ آئیں۔ کام ہے تو مجبوری ہے مگر شام تک ضرور آجائیں۔"

"میں نہیں آسکوں گا۔"

"کیسے نہیں آئیں گے، بچے بھی آپ کو یاد کر رہے ہم دُکھ مصیبت میں آپ کا ساتھ دیتے رہے۔ آج بھگوان نے اتنی ترقی دی ہے، اتنا نام ہو رہا ہے تو بیوی بچوں کو بھولتے جا رہے ہیں۔ دیکھیے میں سیدھی طرح کہہ دیتی ہوں، شام سے پہلے آجائیں اور اگر نہ آئے تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔"

"میری دھرم پتنی ہو کر میرے پاؤں کی جوتی ہو کر مجھے دھمکی دیتی ہے، جب سے میری ترقی ہو رہی ہے، میں نے عورتوں کے منہ لگنا چھوڑ دیا ہے۔ ٹھیک ہے، ٹھیک ہے میں کوشش کروں گا شام تک آؤں گا۔"

وہ اس قدر مصروف رہا کہ شام تک نہ جا سکا۔ رات کو زیادہ پی لی پھر کھانے کے بعد سو گیا۔ دوسری صبح اس کو خیال آیا تو اس نے کہا "یار دھن راج! بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ بیوی بچے انتظار کرتے ہوں گے۔ میں ان کے پاس جانا ہی بھول گیا۔ چلو، تمھاری بھابی کو لے آتے ہیں۔ جب وہ میری جیپ دیکھے گی تو پورے محلے میں سر اٹھا کر چلے گی۔"

ہم جیپ میں بیٹھ کر اس کے چاچا کے گھر کے پاس پہنچے۔ میں پانڈے کے ذریعے پہلے ہی اپنی بھابی کی آواز سن چکا تھا لہٰذا میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اس وقت اس نے ساری کو اچھی طرح کمرے گرد لپیٹ کر باندھا تھا اور جھاڑو ہاتھ میں لے کر کمرے کی صفائی کر رہی تھی۔ جیپ کا ہارن سن کر وہ بڑا مزے میں آئی۔ اپنے شوہر کو جیپ میں بیٹھا دیکھ کر غصے سے بولی "اچھا۔ تو تم کل آنے والے تھے اور اب ہماری یاد آئی ہے۔"

وہ ایک ہاتھ میں جھاڑو لے کر اپنے انداز میں بات کر رہی تھی، میں نے آہستگی سے کہا "پانڈے ہوشیار، دوسرے بارہ گھنٹے ابھی ختم نہیں ہوئے ہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ جیپ سے اچھل کر نیچے آیا، پھر بولا۔ "اری جا، بڑی آئی جھاڑو مارنے والی۔ تیری جیسی کتنی عورتوں کو میں دیکھ چکا ہوں۔ ہمت ہے تو پکڑ لے مجھے۔"

یہ کہتے ہی اس نے دوڑ لگائی۔ وہ بے چاری زبان کی ذرا تیز تھی مگر کبھی اپنے شوہر پر جھاڑو تو کیا ہاتھ اٹھانے کا

بھی حوصلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اسے بھاگتا دیکھ کر اس کے پیچھے دوڑی "ارے کہاں جاتے ہو، رُک تو جاؤ۔"

اس نے سمجھا جھاڑو مارنے کے لیے رُکنے کو بول رہی ہے۔ اس نے اور تیزی سے دوڑنا شروع کیا۔ میں نے کہا "بھائی! اس کے دماغ کا اسکرو کچھ ڈھیلا ہے۔ جلدی سے جا کر پکڑیے، پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔"

وہ کب چاہتی تھی کہ شوہر ہاتھ نہ آئے۔ اس نے بھی پیچھے دوڑ لگائی۔ اب عورت کو اتنا تو غصہ آتا ہے، شوہر وعدہ خلافی کرے۔ آنے کو کہے اور نہ آئے۔ پھر دوسرے دن آئے اور واپس بھاگنے لگے۔ ایسے میں عورت کی زبان کچھ چلتی ہے۔ ایسے میں وہ دوڑتے ہوئے کہہ رہی تھی "میں کہتی ہوں سیدھی طرح رُک جائیے ورنہ میرے جیسی کوئی بُری عورت نہ ہوگی۔"

یہ بھی ایک چیلنج تھا۔ بھلا وہ کیسے رُک سکتا تھا۔ اس لیے دوڑتا جا رہا تھا۔ اور لوگوں میں تماشا بنتا جا رہا تھا۔ دیکھنے والے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ ایک پولیس افسر وردی میں تھا۔ کچھ لوگ تو اسے پہچانتے ہوئے کہہ رہے تھے "ارے یہ وہی دلیر افسر ہے جس نے تنہا درجنوں مسلح مجرموں کا مقابلہ کیا تھا اور انھیں گرفتار کیا تھا۔"

اس کے جواب میں کوئی کہہ رہا تھا "ہاں بھئی! ایسے دلیر پولیس افسر بھی ہوتے ہیں جو بندوق اور توپ سے نہیں ڈرتے، بیوی کی جھاڑو سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔"

وہ دوڑتے دوڑتے ایک ریڑھے والے سے ٹکرایا۔ اس ریڑھے پر رکھے ہوئے پھلوں اور سبزیوں پر سے گزرتا ہوا دوسری طرف گیا، زمین پر گر کر کراہنے لگا۔ ریڑھے والا وردی سے خوف کھا رہا تھا۔ نقصان کے باوجود دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا کہنے لگا "حجور، مائی باپ، میری غلطی ہے، میں بیچ سڑک پر ریڑھا لے آیا تھا۔"

پانڈے نے دیکھا، بیوی ہاتھ میں جھاڑو لیے دوڑتی چلی آ رہی تھی، جھاڑو والا ہاتھ اٹھائے کہتی جا رہی تھی "میں کہتی ہوں رُک جائیے، رُکتے نہیں تو۔"

وہ بھلا جھاڑو کھانے کیسے رُک سکتا تھا۔ دن دہاڑے اتنے لوگوں کے سامنے اپنی بے عزتی نہیں کرا سکتا تھا۔ لہٰذا پھر بھاگنے لگا۔ میں کوئی سچ مچ نجومی نہیں ہوں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ہر بارہ گھنٹے میں کوئی نہ کوئی عورت اس کی پٹائی کرے گی۔ میں نے سوچا تھا، جو پیشگوئی کر رہا ہوں، اس کے مطابق ایسے حالات پیدا کر دوں گا کہ پانڈے کسی نہ کسی عورت سے ایک دو ہاتھ کھائے اور مجھے پکا نجومی تسلیم کرتا جائے۔

پہلی بار کلب کے اسٹیج پر جو کچھ ہوا، اس میں میری اتنی شرارت تھی کہ میں نے پانڈے کو آنکھ مارنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کے بعد قاصد نے خود اس سے نمٹ لیا تھا۔ اس کے نمٹنے میں میرا ہاتھ نہیں تھا۔

وہ بارہ گھنٹے کب کے پورے ہو چکے تھے۔ اب دوسرے بارہ گھنٹے پورے ہونے والے تھے، ایسے وقت اس کی اپنی بیوی جھاڑو لے کر دوڑ رہی تھی جب کہ وہ جھاڑو سے مارنا نہیں چاہتی تھی لیکن حالات ایسے پیدا ہو گئے تھے۔ وہ آگے جا کر چند عورتوں سے اُلجھ گیا۔ ان میں سے جس عورت سے ٹکرایا تھا، اس نے یکبارگی ہاتھ اٹھا کر زوردار طمانچہ رسید کر دیا پھر ایک دم سے سہم کر پیچھے چل گئی۔ ہاتھ رسید کرنے کے بعد اسے افسر کی وردی نظر آئی تھی۔ وہ فوراً ہی ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگی مگر معافی مانگنے سے کیا ہوتا تھا۔ میری پیشگوئی تو پوری ہو چکی تھی۔

اس کی بیوی جھاڑو لے کر آگئی تھی۔ وہ اپنے شوہر کو طمانچہ مارنے والی پر حملہ کرنا چاہتی تھی مگر دوسری عورتوں نے پکڑ لیا۔ اس کی طرف سے صفائی پیش کرنے لگیں۔ لوگوں کی بھیڑ لگتی جا رہی تھی۔ میں نے پانڈے کی سوچ میں کہا "دوسرے بارہ گھنٹے والی شرط بھی پوری ہو چکی ہے۔ اب کوئی عورت مجھ پر ہاتھ نہیں اٹھائے گی۔ میں خواہ مخواہ اپنی بیوی سے ڈر رہا تھا۔"

یہ سوچتے ہوئے اس نے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ پھر کہا "اری کم بخت! کیا تو سمجھتی ہے، میں تجھ سے ڈر کر بھاگ رہا ہوں۔"

پھر اس نے تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بھائیو، آپ نے ابھی دیکھا، میں اتنی دور سے بھاگتا آ رہا ہوں اور یہ میرے پیچھے جھاڑو لیے دوڑ رہی تھی۔ آپ سمجھ رہے تھے، یہ مجھے مارنا چاہتی ہے اور میں اس سے ڈر رہا ہوں۔ ہرگز نہیں، میں دراصل آپ لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مرد چاہے کتنا ہی شہ زور ہو اور وہ بڑے سے بڑے افسر کی وردی پہن لے اور رعب اور دبدبہ دکھاتا رہے لیکن وہ اپنے گھر میں بیوی سے ضرور ڈرتا ہے۔"

اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "میں جانتا ہوں، آپ میں سے بہت سے مرد ایسے ہیں جنھیں میری یہ بات بُری لگے گی۔ وہ اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے لیکن ٹھنک وہ تسلیم نہ کریں، اس لیے کہ کون ان کے گھر میں جھانک کر دیکھنے آتا ہے کہ اپنی مردانگی دکھانے والے گھر کے اندر کس طرح جوروؤں کی مار کھاتے ہیں۔"

کسی دل جلے مرد نے پوچھا "آپ کو اتنا تماشا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں آپ کو یہ بھی سمجھانا چاہتا ہوں کہ مرد کو صرف پتھر نہیں، کبھی کبھی پھول بن کر رہنا چاہیے۔ اب یہی دیکھیے کہ اس نادان عورت نے مجھے طمانچہ مار دیا۔ میں اتنا بڑا افسر ہوں۔ ابھی اسے حوالات میں بند کر سکتا ہوں۔ ابھی اسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ کر لے جا سکتا ہوں اور کوئی میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتا لیکن نہیں، میں ایک انسان ہوں۔ میں جانتا ہوں اس بے چاری سے غلطی ہو گئی اور میں بھی انجانے میں اس سے ٹکرا گیا۔ دونوں سے بھول ہوئی لہٰذا مجھے اپنی افسری کا رعب نہیں دکھانا چاہیے۔ میں آپ کا خادم ہوں، آپ جیسا انسان ہوں۔"

چاروں طرف سے تالیاں بجنے لگیں۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا "یہ تقدیر کا عجیب مذاق ہے جہاں طمانچے کھاتا ہوں وہاں تالیاں ضرور بجتی ہیں۔"

میں جیپ لے کر پہنچ گیا۔ "بھابی" گاڑی میں بیٹھیے اور بچوں کو بھی ساتھ لے چلیے، میرے دوست پانڈے کو بہت سے اہم کام کرنے ہیں۔ اسے آئندہ تیسرے بارہ گھنٹوں سے بھی گزرنا ہے۔"

میرے آخری فقرے پر وہ ایک دم سے گھبرا گیا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے ایک طرف لے گیا۔ پھر بولا "کیا تم آئندہ بارہ گھنٹے میں بھی میرے ساتھ رہو گے، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں تمہارے بغیر جیے دیوی کو گرفتار کر سکوں؟"

"ہو سکتا ہے، مجھے یہاں سے لے چلو، راستے میں کہیں اتار دینا۔ اس کے بعد خود ہی اپنے معاملات سے نمٹتے رہنا۔ اگر کوئی دشواری پیش آئے تو مجھے مالا کے ہاں یا انکل دلیپ رائے کے ہاں فون کر لینا۔"

میں نے تین دن پہلے جناب شیخ الفارس سے کہا تھا۔ مجھے اعلیٰ بی بی کی ضرورت ہے تاکہ میں اس کی ذہانت سے کام لے کر پارس کو یہاں سے نکال سکوں۔ انھوں نے وعدہ کیا تھا اعلیٰ بی بی کو دوسرے دن روانہ کر دیا جائے گا۔ میں نے بتا دیا تھا کہ اعلیٰ بی بی کو یہاں کاما کماری کے نام سے آنا چاہیے لیکن بعد میں حالات بدل گئے۔ میں جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کرتا تو پہلے ہی معلوم ہو جاتا کہ اعلیٰ بی بی میرا کام نہیں کرے گی بلکہ رسونتی کے کام سے ہندوستان آئے گی۔

جب میں نے رابطہ قائم کیا تو انھوں نے کہا "فرہاد! اچانک ہی رسونتی نے میرے پاس آ کر اپنی خیال خوانی کا راز ظاہر کر دیا ہے۔ وہ بہت الجھی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی، اس کے بیٹے پارس کو فوجی بیرک سے دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا ہے۔ اسے نکالنے کے لیے اعلیٰ بی بی کی ذہانت اور حاضر دماغی چاہیے۔"

شیخ صاحب نے پوچھا "بیٹی، تم کیا چاہتی ہو؟"

"سب سے پہلے تو اس بات کو راز میں رکھنا چاہتی ہوں فرہاد کو بھی نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے پارس کو ڈھونڈ نکالا ہے اور اس کے ساتھ اپنا وقت گزارتی ہوں، اسے وہاں سے نکال لانا چاہتی ہوں، میں اس طرح فرہاد کو سرپرائز دینا چاہتی ہوں۔"

شیخ صاحب نے اس سے وعدہ کیا کہ اس کی یہ باتیں راز میں رہیں گی۔ رسونتی نے کہا "میں چاہتی ہوں، اعلیٰ بی بی ہندوستان جائے۔ یورپ میں ایسے بہت سے ہندو خاندان ہیں، اعلیٰ بی بی کسی خاندان میں ایک ممبر کی حیثیت سے شریک ہو سکتی ہے۔"

فرانس کی انٹیلی جنس سروس میں ایک ہندو افسر بھی تھا جو پچھلے بارہ برس سے ملازمت کر رہا تھا۔ فرانسیسی حکومت کا وفادار بھی تھا۔ جناب شیخ صاحب کی درخواست پر انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے اس ہندو افسر کو طلب کیا۔ اس کا نام روی سُندر تھا۔ وہ تقریباً پچاس برس کا ہو گا۔ اس کی بیوی کو بھی ماں نہ بننے کا بہت صدمہ تھا۔ روی سُندر سے کہا گیا کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ چند ماہ کے لیے ہندوستان چھٹیاں گزارنے جائے گا۔ ان کے ساتھ ان کی ایک جوان بیٹی بھی ہو گی۔ وہ اپنے دھرم کے مطابق اس جوان لڑکی کا کوئی سا بھی نام رکھ سکتا ہے، اگر اسے اعتراض ہو کہ اس کے ملک کے خلاف کوئی تخریبی کارروائی ہونے والی ہے تو وہ جانے سے انکار کر دے، کسی دوسرے کا انتخاب کر لیا جائے گا۔

وہ ایک عرصے سے اس حکومت کا وفادار رہا تھا، اُس کی اور ترقی ہونے والی تھی۔ اس کی بیوی نے کہا "اگر ہمارے ہاں کوئی بیٹی ہوتی تو آج وہ جوان ہوتی۔ کیا ہرج ہے، ہم اس طرح ایک بیٹی کی خواہش پوری کر لیں گے۔"

روی سندر نے کہا "ہم بہت زیادہ دولت مند بننے کے لیے آج سے چھتیس برس پہلے ہندوستان سے نکلے تھے اور پیرس آ گئے تھے۔ کتنی بھاگ دوڑ کے بعد مجھے یہ ملازمت ملی اور میں ترقی کرتا گیا۔ ہم یہاں خوشحال ہیں۔ ہمارا اچھا خاصا بینک بیلنس ہے لیکن اپنے ہی وطن کے خلاف کسی لڑکی کو لے کر جانا کچھ اچھا نہیں لگتا۔"

رسونتی، جناب شیخ صاحب کے ذریعے انٹیلی جنس والوں تک پہنچی تھی، پھر وہاں سے روی سُندر کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ ان کی باتیں سُن رہی تھی۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "مسٹر روی سندر! میں رسونتی تم سے مخاطب ہوں۔ کیا تم میرے

متعلق کچھ جانتے ہو؟"

وہ ایک دم سے پریشان ہو کر بولا "جی ہاں، میں آپ کے اور فرہاد صاحب کے متعلق بہت کچھ سنتا رہتا ہوں۔ ہماری فرانسیسی حکومت آپ لوگوں کی بہت اچھی دوست ہے۔"

"تو پھر تم دشمن کیوں ہو۔ میں بھی ایک ہندوستانی عورت ہوں۔ میں اپنے ملک کے خلاف کوئی تخریبی کارروائی نہیں کروں گی لیکن میری ایک مجبوری ہے۔ مجھے وہاں سے کچھ حاصل کرنا ہے لہٰذا میرا ساتھ دو۔ نہیں دو گے تو ساری زندگی تم دونوں میاں بیوی پاگل خانے میں گزارو گے۔"

وہ بھلا ٹیلی پیتھی کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی جرأت کیسے کر سکتے تھے۔ دونوں میاں بیوی نے خلا میں تکتے ہوئے اپنے ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہا "ہم وہی کریں گے جو تمھارا حکم ہو گا۔"

"دوست بن کر رہو گے تو میں حکم کبھی نہیں دوں گی ہاں، یہ ہمیشہ یاد رکھنا کہ کبھی مجھ سے دشمنی کرنے کے لیے ایک ذرا سی بھی سوچ تم میں سے کسی کے دماغ میں آئے گی اور تم میرے خلاف ہندوستان میں جاسوسی کرو گے تو میں تم زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ ٹیلی پیتھی کی لہریں دنیا کے آخری سرے تک پہنچا کرتی ہیں بلکہ آخری سانس تک کہیں بھی پہنچا نہیں چھوڑتیں۔"

مختصر یہ کہ رسونتی نے اپنا کام بنا لیا۔ میری تازہ ترین معلومات کے مطابق اعلیٰ بی بی دوسرے دن روی سندر اور اس کی بیوی کے ساتھ ان کی جوان بیٹی کماری سپنا بن کر ہندوستان پہنچنے والی تھی۔ میری ٹیم میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں ہیں۔ شیبا نے ایک علیحدہ راستہ اختیار کیا تھا لیکن پارس کے معاملے میں وہ بھی مجبور ہو گئی تھی اور وہ اس سلسلے میں سونیا کی ذہانت کو استعمال کر رہی تھی — ادھر رسونتی نے اعلیٰ بی بی کی ذہانت اور حاضر دماغی کا سہارا لینا شروع کیا تھا۔ یہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والیاں اس قدر غیر معمولی صلاحیت رکھنے کے باوجود سونیا اور اعلیٰ بی بی کی محتاج تھیں۔

شنکما اور رانی سردار سب مل کر پارس دوم کے سلسلے میں کوششیں کر رہے تھے۔ وہ اب تک دو مسلح فوجی جوانوں سے مل چکے تھے، اس ملاقات کے لیے انھوں نے بڑی احتیاط سے کام لیا تھا، چُپ چاپ ان کی نگرانی کرتے کے بعد، پھر تعارف کرنے کے بعد ان کے گھروں تک پہنچ پائے تھے۔ اس کے بعد رانی سردار اور شنکما میاں بیوی کی حیثیت سے ابذوبی کے گھر گئے۔ دروازے پر دستک دینے کے بعد جب وہ آیا تو اس سے پوچھا "کیا اس محلے میں کوئی مکان کرائے پر مل سکتا ہے؟"

اس شخص نے کہا "بھئی، میں فوج کا آدمی ہوں۔ آج چھ مہینے کے بعد بیوی بچوں سے ملنے آیا ہوں۔ آپ مکان کے سلسلے میں کسی اور سے دریافت کریں۔"

اس طرح دوسرے فوجی جوان سے بھی دوسرے انداز میں ملاقات کی گئی۔ میں ایسے وقت ان کے لب و لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کر چکا تھا، وہ فوجی جوان ڈیوٹی کے وقت گونگے بن جاتے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کرتے تھے، خواہ کتنی ہی ضرورت پیش آئے، وہ اعلیٰ افسران کی ہدایات پر عمل کرتے تھے تاکہ ان کی آواز دیوار کو بھی نہ سنائی دے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بولنے کے لیے زبان دی ہے۔ سننے کے لیے کان دیے ہیں۔ دیکھنے کے لیے آنکھیں دی ہیں۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، اسے انسان اچھی طرح استعمال کرنے پر مجبور ہے اور نہ کرے تو عجیب سی بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آدمی زبان رکھ کر گھنٹوں گونگا نہیں رہ سکتا۔ وہ کچھ نہ کچھ بولنا چاہتا ہے۔ کسی سے کچھ نہ بول سکے تو تنہائی میں زیرِ لب بڑبڑانا چاہتا ہے۔ اگر بڑبڑانا پاگل پن کی علامت ہے تو ہولے ہولے گنگنانا چاہتا ہے۔ کسی نہ کسی طرح اپنے حلق سے آواز نکالنا چاہتا ہے۔ زبان ہلانا چاہتا ہے۔ الفاظ ادا کر کے خود سننا چاہتا ہے کہ وہ کس طرح بولتا ہے یا کس طرح گاتا اور گنگناتا ہے۔

ایک وقت میں ایک میدان پر دو مسلح سپاہی ہوا کرتے تھے، اس طرح چار میدانوں پر آٹھ سپاہی ہوتے تھے۔ ان کی ڈیوٹی آٹھ گھنٹے تک رہتی تھی۔ اس کے بعد دوسرے سپاہی ان کی جگہ آ جاتے تھے۔ اس طرح چوبیس سپاہی تھے جو پارس کے سلسلے میں راز دار بنائے گئے تھے اور ان چوبیس سپاہیوں کو سختی سے حکم دیا گیا تھا کہ وہ ڈیوٹی کے بعد سیدھے بیرک میں چلے جایا کریں۔ ان سپاہیوں کو اوّل تو چھٹی نہیں ملتی تھی، اگر کسی مجبوری کے تحت میڈیکل رپورٹ کے مطابق چھٹی دینا پڑ جاتی تو انھیں ہدایت کی جاتی تھی کہ وہ باہر کسی اجنبی سے قطعی گفتگو نہ کریں لیکن کون کہاں تک احتیاط برت سکتا ہے، کہیں نہ کہیں تو لغزش ہوتی ہی ہے۔

جب وہ ڈیوٹی کے بعد بیرک میں جاتے تو ایک دوسرے سے کھل کر گفتگو کرتے تھے، وہاں پورا اطمینان تھا کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کی آواز نہیں سُن سکے گا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ چوبیس سپاہیوں میں سے دو جوان

میرے آلۂ کار بن چکے ہیں اور ان کے ذریعے میں رفتہ رفتہ باقی سپاہیوں کے دماغوں میں بھی پہنچتا جا رہا ہوں۔

رسونتی ابھی اعلیٰ بی بی کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ دوسرے دن پہنچنے والی تھی۔ میں بھی اس کا منتظر تھا۔ خود ہی پارس کے سلسلے میں اقدامات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جب کہ رسونتی مجھے سر پر اٹھا دینا چاہتی تھی۔ اپنے بچے کو ایک بہت ہی خوب صورت انمول تحفہ بنا کر پیش کرنا چاہتی تھی۔ تو میں بھی اس کا مان رکھنا چاہتا تھا۔ اس کی لاعلمی میں اعلیٰ بی بی کی مدد کرنا چاہتا تھا تاکہ اسے زیادہ سے زیادہ آسانیاں فراہم کر سکوں اور وہ پارس کو یہاں سے لے جانے کے سلسلے میں اپنی ذہنی صلاحیتوں کا بھی مظاہرہ کر سکے۔

اُدھر منگل پانڈے کی شہرت کے ڈنکے بجنے لگے تھے۔ تمام اخبارات میں اس کی بڑی بڑی تصویریں اور کارنامے شائع کیے جا رہے تھے۔ اس نے ایک ایسی عورت کو گرفتار کیا تھا جو دُہری زندگی گزار رہی تھی۔ وہ دہلی شہر میں ارب پتی شوہر دولت رائے کی بیوی بن کر رہتی تھی اور یہ بات دولت رائے کو معلوم نہیں تھی۔ دوسری طرف وہ جنگلوں میں رانی سردار بن کر خفیہ اڈوں میں کبھی کبھی وقت گزارتی تھی اور وہاں کے قریبی علاقوں میں ڈاکے ڈالتی تھی۔

اس کارنامے کا سب سے اہم پہلو یہ تھا کہ وہ عورت جو ایک وقت میں وجے دیوی بھی تھی اور رانی سردار بھی، وہ فرہاد علی تیمور کی محبوبہ تھی اور اس کے اشاروں پر دُہری زندگی گزارتی تھی تاکہ فرہاد کو کبھی جنگلوں میں اور کبھی شہروں میں اس کے ذریعے پناہ ملتی رہے۔

منگل پانڈے نے اخبارات کے ذریعے ایک دعویٰ کرتے ہوئے کہا تھا۔ رانی سردار کا کیس اس کے ہاتھوں میں دیر سے دیا گیا۔ اگر ایک دن پہلے یہ کیس مل جاتا تو وہ فرہاد علی تیمور کو بھی گرفتار کر لیتا اور اسے ملک سے باہر جانے کا موقع نہ دیتا۔

میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ جے دیوی کتنے عرصے تک میرے تنویمی عمل کے زیر اثر رہے گی۔ یہ اثر کبھی نہ کبھی تو ختم ہونا تھا۔ اور جب ختم ہوتا اور ایسے وقت میں میں اس کے پاس موجود نہ ہوتا تو وہ سارا بھید اُگل سکتی تھی۔ اس نے آج تک نفرت کی آگ میں جلتے ہوئے نہ جانے کتنے مردوں کو قتل کیا تھا۔ ویسے بھی وہ سزائے موت کی مستحق تھی۔ میں اسے سزا نہ دیتا تو قانون دیتا لہٰذا میں نے ہی اس کے لیے سزا تجویز کی۔

جب اس کے خلاف ثبوت فراہم ہونے لگے اور اسے گرفتار کیا گیا تو اس نے میری مرضی کے مطابق اچانک ہی ایک افسر کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر دھمکی دی "خبردار! کوئی میری طرف نہ آئے ورنہ میں کسی کو بھی گولی مار سکتی ہوں۔"

تمام افسران خوش فہمی میں تھے۔ اسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا۔ وہ مجبور تھی لیکن اس نے دیکھتے ہی دیکھتے ان سب کو مجبور کر دیا تھا۔ ایک افسر نے کہا "جے دیوی! تم زیادہ سے زیادہ ایک دو کو مار سکتی ہو۔ اس کے بعد تمہارا انجام کیا ہوگا؟"

"میں نے اب سے پہلے بے شمار قتل کیے ہیں۔ انجام کے متعلق کبھی نہیں سوچا۔ آج اپنا انجام دیکھ کر سوچ رہی ہوں کہ فرہاد سے دل لگا کر بہت بڑی غلطی کی۔ میں مردوں سے سخت نفرت کرتی تھی لیکن اس نے میرے دماغ کو تسخیر کر لیا اور مجھے اپنا بنا لیا۔ رفتہ رفتہ میں اس سے محبت کرنے لگی۔ وہ بدترین ہرجائی ہے۔ آخر مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

منگل پانڈے نے بڑے افسران کے درمیان سینہ تان کر کہا "رانی سردار! میں دعوے سے کہتا ہوں، اگر حکومت نے مجھے ملک سے باہر فرہاد کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا تو میں اسے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر لاؤں گا۔ ہو سکتا ہے تمہارے ساتھ ہی اسے کسی جیل میں قیدی بنا کر رکھا جائے۔ فی الحال یہ ریوالور پھینک دو ورنہ میں بہت بُرا آدمی ہوں۔"

وہ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولی "جب میں نے اپنی بُری زندگی کو نہیں سمجھا تو تمہارے جیسے بُرے آدمی کو کیا سمجھوں گی۔ بائی دی وے میں کسی کو ہلاک نہیں کروں گی۔ میں خود کو ہلاک کرنے جا رہی ہوں۔ ابھی آخری بار فرہاد کو پکار رہی ہوں، اگر مجھ سے محبت ہے تو وہ میرے دماغ میں آ کر بولے۔ مجھے مرنے سے روک لے۔ مجھے قانون کی گرفت سے نکال کر لے جائے۔ فرہاد، تم کہاں ہو۔ کہاں ہو فرہاد؟ آواز دو۔ آواز دو ورنہ میں اپنے آپ کو گولی مارنے والی ہوں۔"

اس نے دو چار بار مجھے آواز دی۔ اس کے بعد ریوالور کی نال کو کنپٹی سے لگا کر گولی چلا دی۔ یہ تمام تفصیلات اخبارات میں شائع ہوئی تھیں۔ جے دیوی کی موت جس طرح ہوئی اس سے ثابت ہو رہا تھا کہ فرہاد اس ملک میں نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو اسے خودکشی کرنے سے روکتا اور قانون کی گرفت سے نکالنے کی کوشش کرتا۔ یہ بات سب جانتے ہیں اور مانتے بھی ہیں کہ وہ جس سے ایک بار تعلق قائم کرتا ہے اسے بے موت مرنے نہیں دیتا اور نہ ہی قانون کے ہاتھوں میں جانے دیتا ہے۔

رانی سردار اور شنکر وغیرہ کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ ان پر سے رانی سردار کے نام سے ہونے والی ڈکیتی کے سارے الزامات مٹ چکے تھے۔ اب کوئی ان کے ماضی کو کرید نہیں سکتا تھا نہ ہی انھیں کسی موقع پر ڈاکو ثابت کر سکتا تھا۔ وہ معزز شہری کی حیثیت سے زندگی گزار سکتے تھے۔

منگل پانڈے کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ وہ نوجیسے آسمانوں پر اُڑ اجا رہا تھا۔ اسے بڑی بڑی مغلوں میں ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا تھا۔ تمام افسران اس کی عزت بھی کرتے تھے اور اس سے حسد بھی کرنے لگے تھے۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا تھا کہ اسے پچاس ہزار روپے انعام میں دیے جائیں گے۔ میرے کہنے پر انکل دولت رائے نے اسے چُپ چاپ پچاس ہزار روپے اور دیتے ہوئے کہا تھا "یہ رشوت نہیں ہے بلکہ اس بات کا انعام ہے کہ آپ نے مجھے ایک بہت بڑی بلا سے نجات دلائی ہے۔ میں ان پچاس ہزار کا ذکر کسی سے نہیں کروں گا۔"

پانڈے نے وہ رقم رکھ لی تھی۔ سرکار کی طرف سے بھی پچاس ہزار ملنے والے تھے۔ اس طرح وہ پہلی بار خود کو لکھ پتی محسوس کر رہا تھا۔ ایسے وقت مجھے بہت یاد کرتا تھا۔ سوچتا تھا اس میں سے دو چار ہزار روپے دھن راج کو دینا چاہیے بیچارہ غریب آدمی ہے۔ میرے کتنے کام آتا رہا ہے اور شاید آئندہ بھی آئے گا۔

وہ میرے متعلق بہت کچھ سوچتا تھا لیکن مجھ سے ملنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ ملنے کے خیال سے ہی لرز جاتا تھا کہ وہ بارہ گھنٹے والی تقدیر کی شرائط پوری ہوں گی۔ اب تک جتنی عزت کما چکا ہے، وہ عورتوں سے مار کھاتے کھاتے خاک میں مل جائے گی لہٰذا اسے دھن راج سے کبھی ملاقات نہیں کرنا چاہیے۔

میں اس شہر میں رہ کر اپنے تحفظ کا مکمل انتظام کر چکا تھا۔ کوئی میری موجودگی کا شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ رانی سردار وغیرہ پر آنچ نہیں آ سکتی تھی۔ پارس دوم کو وہاں سے نکالنے کے سلسلے میں تقریباً تمام راستے ہموار کر چکا تھا۔ اس سلسلے میں صرف اعلیٰ بی بی کا انتظار تھا۔ استنبول میں شیا، آمنہ اور سونیا ہمارے پارس اوّل کے لیے جدوجہد کر رہی تھیں اور اب دہلی میں رسونتی اور اعلیٰ بی بی کی جدوجہد کا آغاز ہونے والا تھا۔

•••

سونیا پائلٹ کی سیٹ پر بیٹھی ہوئی دور آمنہ کو دیکھ رہی تھی جو پارس کو اپنے شانے پر لادے دوڑتی ہوئی شیا کی کار کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے ساتھ جو جو بھی تھی۔ جب وہ کار میں بیٹھ گئیں اور.... وہ کار اسٹارٹ ہو کر دور جانے لگی تب سونیا نے بھی اسٹارٹ لیا۔ پنکھا پہلے ہی گردش کر رہا تھا۔ پھر اس میں تیزی آ گئی۔ ہیلی کاپٹر زمین سے بلند ہوتا ہوا فضا میں پرواز کرتا ہوا دور جانے لگا۔

ترکی کے دو حصے ہیں، مغربی ترکی یورپ میں ہے اور مشرقی ترکی ایشیا میں۔ ان کے درمیان بحیرۂ مرمر اور باس فورس ہے۔ شیا، آمنہ جو جو اور پارس وغیرہ یورپ والے حصے میں تھے جب کہ سونیا پرواز کرتے ہوئے ایشیائی حصے میں جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس نے دیکھا، چار ہیلی کاپٹر مختلف سمت سے آ رہے تھے۔ وہ ایسے ہی تعاقب کرنے والوں کو جھانسا دینے کے لیے ایشیائی استنبول کی طرف جا رہی تھی۔

اسے ریڈیو وائرلیس سے مخاطب کیا جانے لگا "ہیلو مادام سونیا! اٹنشن پلیز، مادام سونیا! اٹنشن پلیز۔ ہیلی کاپٹر نمبر جی وَن تھری ہنڈرڈ الفرڈ ایئر ویز کمپنی کی ملکیت ہے۔ آپ کی یہ پرواز غیر قانونی ہے۔ آپ سے درخواست کی جاتی ہے، اسے فوراً ہمارے پرائیویٹ پورٹ میں پہنچا دیں۔"

سونیا کے منہ کے سامنے ایک چھوٹا سا مائک تھا۔ وہ آواز اور لہجہ بدل کر بولی "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، میں سونیا نہیں ہوں اور جو ہوں، وہ آپ نہیں جانتے اور نہ ہی میں بتانا چاہتی ہوں۔"

"تم جھوٹ کہتی ہو، تم سونیا ہو۔"

"تمہارے اصرار کرنے سے میرا نام اور میری شخصیت تو نہیں بدل جائے گی۔ ایک بار کہہ چکی ہوں کہ میں مادام سونیا نہیں ہوں۔"

جھلا کر کہا گیا "تم جو کوئی بھی ہو، وہ ہیلی کاپٹر ہماری ملکیت ہے، اسے واپس لاؤ۔"

"میں مجبور ہوں۔ چار ہیلی کاپٹر مجھے چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں۔"

"ان میں سے ایک ہمارا ہے، وہ تمہارا پیچھا کرے گا۔"

"تو پھر اس کے پائلٹ سے کہو، باقی تینوں کو ڈاج دینے کی کوشش کرے۔ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو میں ضرور واپس آؤں گی۔ میں پریشان ہوں، اس وقت میں زمین پر ہوں نہ آسمان پر۔ آخر میں کس طرح پرواز کر رہی ہوں؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "یہ تم کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"میں خود نہیں جانتی، کیا بول رہی ہوں۔ میں ایک اسپتال میں مینٹل کیس کے سلسلے میں لائی گئی ہوں۔ لوگ کہتے ہیں میرا دماغ خراب ہے۔ میں آلٹی سیدھی حرکتیں کرتی ہوں۔ اب یہی دیکھیں کتنے اچھے دماغ والے وہاں فائرنگ کر رہے تھے۔ لوگوں کی جانیں لے رہے تھے۔ مجھے چھت پر یہ ہیلی کاپٹر خالی ملا۔ میں اس میں بیٹھ گئی پھر یہ اُڑنے لگا۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا، مجھے کہاں جانا چاہیے۔"

دوسری طرف سے گھبرا کر پوچھا گیا "اسے تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم اسپتال کے دماغی امراض والے شعبے میں تھیں۔ کیا تم پاگل ہو؟"

"خبردار، مجھے پاگل نہ کہنا۔ میں اچھے اچھوں کو پاگل بنا دیتی ہوں۔ اب یہی دیکھو۔ میں نے کہا "مجھے ہیلی کاپٹر چلانا نہیں آتا" تمہیں یقین آگیا کہ یہ آپ ہی آپ اڑنے لگا ہے۔ آخر تم پاگل ہوئے نا؟" وہ قہقہے لگانے لگی۔ دوسری طرف سے بار بار پوچھا جا رہا تھا "تم اپنی شناخت کراؤ۔ تم کون ہو، تمہارا نام کیا ہے اسپتال کے کس شعبے میں اور کس کمرے میں تھیں؟"

دوسری طرف سے پوچھا جا رہا تھا اور وہ قہقہے لگاتی جا رہی تھی۔ پھر اس نے اچانک مائک والے سوئچ کو آف کیا۔ ریڈیو وائرلیس کے بٹن کو بھی آف کر دیا۔ تین ہیلی کاپٹر قریب آتے جا رہے تھے۔ چوتھا جو سپر ماسٹر سے تعلق رکھتا تھا، وہ سونیا کے ہیلی کاپٹر کے سامنے آگیا تھا اور ڈھال بن کر ہیلی گن کے ذریعے فائر کر رہا تھا۔

آنے والے منتشر ہونے لگے لیکن وہ دو ٹک پھیل کر صرف سونیا کو نہیں بلکہ دوسرے ہیلی کاپٹر والے کو بھی گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے اور دور ہی دور سے فائر کر رہے تھے۔

سونیا تھوڑی دیر تک تماشا دیکھتی رہی، ان کے محاصرے سے بچ کر نکلنے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر مددگار ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس نے بھی فائرنگ شروع کر دی۔ دو طرفہ فائرنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تینوں پھر منتشر ہونے لگے۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور ہیلی کاپٹر کی رفتار بڑھاتے ہوئے ان کے درمیان سے نکلتی چلی گئی۔ ایسے وقت دو طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی اور یہ جوابی فائرنگ کر رہی تھی۔ فضا میں اتنی تیز رفتاری کے دوران صحیح نشانہ بازی مشکل ہوتی ہے۔ سونیا ماہر نہیں تھی لیکن قسمت کی دھنی تھی۔ ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے جب وہ فائر کرنے لگی تو ایک ہیلی کاپٹر کی انجن کی ٹنکی میں کئی بلٹ پیوست ہوئے، پھر کبھی بازی کی آگ بھڑک اٹھی۔

اب تعاقب کرنے والے دور رہ گئے۔ سونیا کے نقطۂ نظر سے تین تھے۔ سپر ماسٹر کا وہ مددگار بھی دوست نہیں تھا۔ اسے گھیر کر اپنے پرائیویٹ پورٹ تک لے جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت سونیا کو شیبا کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے غصے سے کہا "تم کہاں رہ جاتی ہو، کتنی بار سمجھایا ہے۔ ایک ہی وقت میں ہر پہلو پر باری باری نظر رکھو، تم نے مجھے نظر انداز کر دیا تھا۔"

"میں بہت شرمندہ ہوں، اپنے معاملات میں الجھ گئی تھی۔ فی الحال ہم بخیریت قیصری قلعے کی طرف جا رہے ہیں۔ تم سناؤ!"

"میں ریڈیو وائرلیس کے ذریعے گفتگو کر رہی ہوں۔ جن کی طرف کہوں، اس کی طرف خیال خوانی کے ذریعے چلی جانا۔"

یہ کہتے ہی اس نے وائرلیس کو آن کیا، پھر اپنے مائک کو آن کرتے ہوئے بولی "ہیلو ہیلو، میں ایک گمنام مریضہ بول رہی ہوں، جب تک مجھے اپنے مددگار ہیلی کاپٹر والے سے رابطہ قائم کرنے کا موقع نہیں ملے گا، ہم دونوں مل کر دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "تم مریضہ ہو مگر انا ڑی پن میں بڑا کمال دکھا چکی ہو، تم نے ایک ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیا ہے، ہم تمہیں مددگار ہیلی کاپٹر سے رابطہ قائم کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں۔"

انھوں نے طریقہ اور کوڈ ورڈز بتائے۔ اس کے مطابق سونیا نے عمل کیا تو مددگار پائلٹ سے رابطہ قائم ہو گیا۔ سونیا نے کہا "ہیلو، کیا میں صحیح رابطہ قائم کر رہی ہوں؟"

مددگار پائلٹ کی آواز سنائی دی "ہاں، صحیح رابطہ قائم کر رہی ہو، اپنی پوزیشن بتاؤ؟"

سونیا نے شیبا کو مخاطب کر کے پوچھا "کیا تم نے اس کی آواز اور لب و لہجہ کو گرفت میں لیا؟"

"ہاں، میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتی ہوں۔"

"فوراً پہنچو، ہو سکے تو اس ہیلی کاپٹر کو دوسرے ہیلی کاپٹر سے ٹکرا دو۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا ہیلی کاپٹر کی رفتار بڑھاتے ہوئے اسکرین پر تینوں ہیلی کاپٹروں کو دیکھنے لگی۔ ویسے تو ونڈ اسکرین اور سائیڈ اسکرین کے ذریعے تعاقب کرنے والوں کو دیکھ سکتی تھی، لیکن چھوٹے سے اسکرین پر عقب سے آنے والوں کی پوزیشن معلوم نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے دیکھا، اس کا مددگار ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا ایک دشمن ہیلی کاپٹر کے اوپر چلا آیا تھا اور اس سے چند سو گز کے فاصلے پر تھا۔ اچانک اوپر والا ہیلی کاپٹر ایک جھٹکا کھا کر نیچے آیا اور نیچے پرواز کرنے والے ہیلی کاپٹر کے پنکھے سے ٹکرا گیا۔ صرف پنکھے سے ٹکرانا ہی کافی ہوتا ہے، اس کے بعد پرواز قائم نہیں رہتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ہیلی کاپٹر بستی کی طرف جانے لگے۔ اب ان میں سے کسی کے بھی زندہ بچنے کی توقع نہیں تھی۔

چند لمحوں کے بعد ہی شیبا نے آکر کہا "وہ دونوں تباہ ہو چکے ہیں۔ ان میں سے کوئی زندہ نہیں بچا۔"

"تم صرف میرے مددگار ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ میں تھیں، تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ دوسرے زندہ نہیں بچے؟"

"جب ایک ہیلی کاپٹر کے آدمی مر چکے ہیں تو دوسرے

کے بھی مر چکے ہوں گے۔ اگر خوش قسمتی سے کوئی بچ بھی گیا ہو تو... تمہیں کس بات کی فکر ہے؟ اب تم ایک کے مقابلے پر ہو اور آگے بڑھتی جا رہی ہو۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "بہت بولنے لگی ہو، بائی دی وے ایک ہی مقابلے پر ہے، میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

"کیا تم اس کی آواز اور لب و لہجہ سنا نہیں سکتیں؟"

"مجھے اس پائلٹ کا کوڈ اور فریکوئنسی معلوم نہیں ہے۔ تم فکر نہ کرو، میں اس سے نمٹ لوں گی۔ تم اپنے معاملات پر دھیان دو لیکن وقتاً فوقتاً میرے پاس آتی رہو۔"

اب دو ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کر رہے تھے، ایک دوسرے کے آگے پیچھے اپنی تیز رفتاری دکھا رہے تھے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ تعاقب کرنے والے پیچھے ہوتے ہیں لہٰذا سونیا آگے جا رہی تھی اور کوئی مناسب جگہ تلاش کر رہی تھی۔ تب ایسی جگہ نظر آگئی۔

وہ پہاڑی علاقہ تھا۔ اونچی نیچی پہاڑیاں تھیں، بڑے بڑے پتھر دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے نیچے ریت بچھی ہوئی تھی کیوں کہ ان پتھروں اور پہاڑیوں کے بعد سمندر شروع ہوتا تھا۔ سونیا نے ایک جگہ دیکھا، اونچی اونچی چٹانوں کے درمیان اتنی جگہ تھی جہاں ہیلی کاپٹر کو اتارا جا سکتا تھا۔ دوسرا پرواز کرتے کے دوران جب اسے اترتے دیکھا تو فائر نہیں کر سکتا تھا۔ چاروں طرف سے چٹانیں آڑے آسکتی تھیں۔ اچھی طرح سوچ بچار کے بعد وہ ہیلی کاپٹر کو اتارنے لگی۔

دوسرا ابھی پرواز کر رہا تھا۔ ایک دائرے کی صورت میں گھوم کر اپنے لیے اترنے کی مناسب جگہ ڈھونڈ رہا تھا۔ پھر وہ بھی کہیں اترنے لگا۔ سونیا اپنے ہیلی کاپٹر سے نکل آئی تھی۔ چٹانوں کی آڑ لیتے ہوئے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔ ہیلی کاپٹر نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ وہ اس پاس کہیں اتر گیا ہے۔ سونیا کو معلوم نہیں تھا کہ اس ہیلی کاپٹر میں کتنے لوگ سوار ہیں اور کس قسم کے اسلحے سے لیس ہیں۔

ایسے وقت اس کا دماغ بڑی تیزی سے کام کرتا تھا۔ وہ ہر پہلو پر گہری نظر رکھتی تھی، اتنا جانتی تھی کہ دوسرے ہیلی کاپٹر سے اترنے والے چاروں طرف پھیل جائیں گے اور مختلف سمت سے فائرنگ بھی کر سکتے ہیں۔ ان حالات میں ایک ہی بنیادی اور اہم بات تھی کہ وہ دشمنوں کی نظروں میں نہ آئے۔ پہلے وہ دشمنوں کو دیکھ لے، انھیں اچھی طرح سمجھ لے۔ سمجھنے کے لیے کئی طریقے ہوتے ہیں مثلاً دشمن اپنی چال سے، اپنے بدلتے ہوئے چہرے سے، اپنی محتاط طبیعت سے اور اپنے اسلحے سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ وہ کس قسم کا ہے اور کس طرح حملے کرے گا۔

وہ تھوڑی دیر تک کان لگا کر سنتی رہی۔ پھر اپنے ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑتی ہوئی آئی۔ چابی اس کے پاس تھی۔ اس کے باوجود اس نے ہیلی کاپٹر میں کچھ خرابیاں پیدا کیں، پھر وہاں سے اتر کر دوڑتی ہوئی چٹانوں کی آڑ لیتی ہوئی، چھپتی چھپاتی دور نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ آخر بہت دور جا کر رک گئی۔ تھوڑی دیر تک غور کرتی رہی، سمجھتی رہی۔ پھر اس نے اپنا راستہ بدل دیا۔

وہ جیسے ہی راستہ بدل کر ایک چٹان کی آڑ میں آئی، اسے دو مسلح جوان نظر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں جدید ترین رائفلیں تھیں۔ ان رائفلوں پر ٹیلی اسکوپ لگے ہوئے تھے، وہ اس کے علاوہ کئی ہینڈ گرنیڈ کے ہار بنا کر گلے میں پہنے ہوئے تھے، وہ یعنی سونیا اگر کسی چٹان کے پیچھے یا غار میں چھپنے کی کوشش کرتی تو وہ ہینڈ گرنیڈ سے حملے کرتے اور اسے باہر نکلنے پر مجبور کر دیتے۔

وہ دبے قدموں چلتے ہوئے ایک چٹان سے دوسری چٹان کے پیچھے آتی پھر اسی طرح چٹانوں اور بڑے بڑے پتھروں کی آڑ لیتے ہوئے ان سے دور جانے لگی۔ ایک جگہ پہنچ کر وہ ٹھٹک گئی۔ دوسری طرف دو اور مسلح افراد نظر آئے تھے، وہ بھی اسی قسم کے ہتھیاروں سے لیس تھے۔ وہ دو دو کی ٹولی میں دو مختلف سمت سے آئے تھے۔ اس طرح سونیا کو اندازہ ہو گیا کہ وہ کدھر سے آئے ہیں اور ان کے ہیلی کاپٹر نے کہاں لینڈ کیا ہوگا۔

وہ اسی طرف بڑھنے لگی۔ اسے تلاش کرنے والے دوسری طرف پہاڑی کے دامن میں تھے۔ مختلف چٹانوں کی آڑ لیتے ہوئے اسے تلاش کرتے ہوئے اس طرف جا رہے تھے، جہاں سونیا نے اپنے ہیلی کاپٹر کو اتارا تھا۔ یعنی اسے تلاش کرنے والے اس کے ہیلی کاپٹر کی طرف جا رہے تھے اور وہ دشمنوں کے ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ رہی تھی۔

یہ محض تجربات کی بات ہوتی ہے۔ اگر اسے تلاش کرنے والے خرانٹ قسم کے تجربہ کار ہوتے تو وہ بھی سونیا کی طرح محتاط ہو کر پہلے ہر پہلو کا جائزہ لیتے کہ جسے تلاش کر رہے ہیں وہ ہیلی کاپٹر سے اترنے کے بعد کس طرح ان سے چھپنے کی کوشش کرے گی۔ سونیا نے تو اپنے تجربات کی روشنی میں انھیں اچھی طرح پڑھ لیا تھا اور ان کے ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ گئی تھی، وہاں ایک پائلٹ اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ ایک پتھر پر بیٹھا سستا رہا تھا۔ اس نے اپنی رائفل ایک طرف رکھ دی تھی۔ اس کے ہولسٹر میں ایک ریوالور تھا۔ کارتوس کی پیٹی کمر سے بندھی ہوئی تھی اور رائفل کے کارتوس شانے سے لٹکے ہوئے تھے۔

سونیا ریت پر لیٹ گئی۔ پھر آہستہ آہستہ رینگنے لگی۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ فرہاد اور اس کی ساتھی عورتیں ہمیشہ نہتی رہتی ہیں اور دشمنوں پر ہمیشہ بلا بن کر نازل ہو جاتی ہیں۔ پتھر کے قریب پہنچتے ہی اچانک سونیا نے اٹھ کر چھلانگ لگائی پھر اس پائلٹ کو لیے ہوئے پتھر سے لڑھکتے ہوئے ریت پر آ گئی۔ بعد میں اسے پتا چلا کہ جسے محض پائلٹ سمجھتی تھی وہ بہت اچھا باڈی بلڈر اور فائٹر ہے۔ سونیا جو اپنی عادت کے مطابق کسی سے بھی بہت کم ہاتھا پائی کرتی تھی اور آسانی سے کام بنا کر نکل جانے کی کوشش کرتی تھی تاکہ نہ خود زخمی ہو نہ کسی کو زخمی کرے ..... اس وقت وہ مجبور ہو گئی تھی۔ اپنے فائٹر ہونے کا بھرپور مظاہرہ کر رہی تھی۔ رائفل اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی، پائلٹ اسے بھرتی تسلیم کر رہا تھا۔ اسے اتنی فرصت نہیں مل رہی تھی کہ وہ ہولسٹر سے اپنا ریوالور نکال سکتا۔

لڑنے کے دوران بے اختیار منہ سے آہیں اور کراہیں نکلتی ہیں اور جھنجلا کر لڑنے والے گالیاں بھی دیتے ہیں جب اس نے سونیا کو غالب ہوتے دیکھا تو گالیاں دینے لگا۔ شیبا نے کہا "میں موجود ہوں، اگر تم پرانا مانو تو اسے ٹریپ کر لوں۔"

"برا ماننے کی بات ہی نہیں ہے۔ تم دانش مندی دکھانے والی ہو، میں وقت ضائع کرنا حماقت سمجھتی ہوں۔ فوراً اسے ٹریپ کر دو۔"

شیبا اس کے دماغ پر قابض ہو گئی۔ سونیا نے آگے بڑھ کر اس کی جیب سے چابی نکالی۔ ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئی پھر اسے اسٹارٹ کیا۔ پنکھا تیزی سے گردش کرنے لگا۔ اس کی آواز سن کر وہ چاروں تلاش کرنے والے چونک گئے۔ پھر اس طرف دوڑنے لگے لیکن جب تک وہ قریب آئے، ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو چکا تھا۔ ان کے ٹارگٹ سے بھی آگے نکل چکا تھا۔ اس کے باوجود وہ جھنجلا کر فائر کر رہے تھے اور ریت پر پاؤں پٹخ رہے تھے۔ پھر انھوں نے پائلٹ سے اس ہیلی کاپٹر کی طرف جانے کے لیے کہا جسے سونیا لائی تھی۔ وہ سب ایک ساتھ دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے۔ اس ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئے، بعد میں خیال آیا کہ اس کی چابی سونیا لے گئی ہے۔ اس کے علاوہ چند کارتوس بھی غائب ہیں۔ اب وہ سر پیٹنے کے علاوہ کر بھی کیا سکتے تھے۔

استنبول سے انقرہ کا فاصلہ بہت طویل ہے۔ شیبا کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ اسے انقرہ تک جانے، پھر وہاں سے قیصری قلعے تک پہنچنے میں کم از کم ایک رات اور ایک دن لگ جانا تھا۔ اس لیے سونیا نے دشمنوں کے ساتھ ایسی چال چلی تھی، اپنا ہیلی کاپٹر بے کار کر دیا تھا اور ان کا ہیلی کاپٹر لے کر پرواز کرتے ہوئے اس جگہ پہنچ گئی تھی جہاں شیبا ڈرائیو کرتے ہوئے مین شاہراہ پر جا رہی تھی۔ دونوں کے درمیان دماغی رابطہ قائم تھا۔

وہ ایسے علاقے میں پہنچے جو بہت ہی ویران تھا۔ وہاں سے اکا دکا گاڑیاں گزرتی تھیں۔ سونیا نے اس شاہراہ سے بہت دور ہیلی کاپٹر کو اتار دیا۔ شیبا نے بھی کار روک دی تھی پھر اس نے پارس کو اپنے شانے پر لاد لیا۔ وہاں سے دوڑتی ہوئی ہیلی کاپٹر کی طرف آئی۔ جوجو بھی ساتھ تھی۔ شیبا، جوجو اور پارس ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ آمنہ نے کہا "میں کار ڈرائیو کرتے ہوئے قیصری قلعے تک آؤں گی، مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہنا، نہ ہو سکے کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں گی۔"

وہ دوڑتی ہوئی کار کی طرف چلی گئی۔ سونیا نے پھر ہیلی کاپٹر کو اسٹارٹ کیا، وہاں سے پرواز کرتے ہوئے جانے لگی۔ شیبا نے کہا "تم بڑے اچھے موقع پر لینے آئیں کیوں کہ یہاں سے چھ میل کے فاصلے پر ایک پولیس چوکی ہے جہاں سخت چیکنگ ہوتی ہے۔ اگر کوئی زخمی پارس کو دیکھ لیتا تو سمجھ لیتا ہم اسی اسپتال سے آئے ہیں۔ پھر جو جو بھی پہچانی جاتی۔"

جوجو نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ میں نے جب سے استنبول کی زمین پر قدم رکھا ہے، تب سے یوں لگ رہا ہے جیسے ساری دنیا نیچے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

پارس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر کہا "ساری دنیا کو الزام نہ دو، صرف میں پیچھے پڑ گیا ہوں۔"

سونیا اور شیبا دونوں ہنسنے لگیں۔ پارس نے پوچھا "جوجو! ایک بچے کی کتنی مائیں ہو سکتی ہیں؟"

جوجو نے آنکھیں نکال کر کہا "کتابے کا سوال ہے؟ کسی بھی بچے کی صرف ایک ہی ماں ہوتی ہے۔"

"میری چار مائیں ہیں۔"

وہ حیرانی سے بولی "چار؟"

"ہاں، ایک وہ جس نے مجھے جنم دیا ہے، ایک یہ شیبا جو

ہیں جو تمھارے پاس بیٹھی ہیں۔ یہ میری وہ ماں ہیں جو میری سلامتی کے لیے دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھتی ہیں، ہمیشہ میرے دماغ میں موجود رہتی ہیں تاکہ دشمن مجھے نقصان نہ پہنچا سکیں اور میں جو تمھاری حفاظت کرتا آ رہا ہوں، دشمنوں کے مقابلے میں اتنے کارنامے انجام دے رہا ہوں تو اس کے پس پردہ میری شیبا ممی کا ہاتھ ہے، ان کی صلاحیتیں ہیں، ان کی محبتیں ہیں اور ان کا دولگاؤ اور وہ رشتہ ہے جسے کوئی نام نہیں دیا جا سکتا مگر اس بے نام رشتے کے لیے اپنی جان تک قربان کی جا سکتی ہے۔"

شیبا نے بڑی محبت سے پارس کے ہاتھ کو تھام لیا، اپنے سینے سے لگا لیا۔ جوجو نے پوچھا "میری ماں کون ہے؟"

"وہ میری آمنہ ممی ہیں، وہ مجھے لڑنے کا فن سکھاتی ہیں، عجیب و غریب ہتھیاروں کا استعمال سمجھاتی رہتی ہیں۔ اگرچہ میں پوری طرح ریوالور چلانا سیکھ نہیں سکا لیکن چوکی رہ گئی ہے، اسے میری شیبا ممی دماغ میں پہنچ کر پورا کر دیتی ہیں، اس طرح میرا نشانہ کبھی نہیں چوکتا اور لوگ حیران ہوتے ہیں کہ میں اپنی عمر سے بڑا ریوالور کس طرح استعمال کر لیتا ہوں۔"

سونیا خاموشی سے پائلٹ کی سیٹ پر بیٹھی ہوئی ہیلی کاپٹر کو تیزی سے قلعے کی طرف لے جا رہی تھی۔ جوجو نے اپنی سیٹ سے اٹھ کر سونیا کی پشت پر آ کر اپنی دونوں بانہیں پھیلا کر اسے پیچھے سے جکڑ لیا۔ وہ بولی "جوجو یہ کیا کر رہی ہو؟"

"میں پارس کو بتا رہی ہوں کہ اپنی چوتھی ممی کا نام نہ بتائے، یہ نام میرے ہر بھائی کے دماغ میں گونجتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے جب بھی آپ کا نام آتا ہے، میرے بھائی کھانا بھول جاتے ہیں، سونا بھول جاتے ہیں اور سوچتے ہیں، کس طرح مادام سونیا سے ٹکرا کر اپنا کوئی وار فرہاد اور اس کی دوسری ساتھیوں پر کریں۔"

اس نے سونیا کے گال کو چومتے ہوئے کہا "میں بھی آپ کو ممی کہوں گی، میرے بھائی آرمر کہتے ہیں، بیٹی جوجو! اگر کبھی کوئی مصیبت آئے تو کوئی دشمن کام نہیں آتا اور اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیوں کہ مصیبت میں دوست بھی کام نہیں آتے لیکن ایک دشمن کام آ سکتی ہے اور وہ ہے سونیا۔"

سونیا نے پوچھا "تمھارے بھائی آرمر نے یہ بات کیسے کہہ دی جب کہ وہ فرہاد اور اس کی پوری ٹیم کے خلاف تمھارے دماغ میں نفرت کا زہر بھرتے ہیں۔"

بے شک، میرے تمام بھائی ایسا کرتے آئے ہیں لیکن آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں اپنے بھائی شارپر اور ہارپر سے اس کا ذکر نہ کروں اور خدانخواستہ کوئی افتاد آپ پڑے تو میں سونیا کی پناہ میں جا جاؤں۔ وہ کہ بھی مجھے دشمن نہیں سمجھے گی۔ بیٹی سمجھ کر اپنی آغوش میں چھپا لے گی۔"

سونیا نے ایک ہاتھ سے جوجو کے گلابی گلابی گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے کہا "تمھارا بھائی آرمر بہت اچھا ہے، گرگ دشمنی نے اسے مجبور کر دیا ہے۔"

پارس نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ممی کیا میں بھی جوجو کے گال کو تھپتھپا سکتا ہوں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "یو ناٹی بوائے، کوئی شرارت نہیں، چپ چاپ آرام سے لیٹے رہو۔"

شیبا نے کہا "پارس، جوجو ہمارے پاس آ گئی ہے، تمھاری نگاہوں کے سامنے رہے گی۔ تم دونوں بہت اچھے دوست بن کر رہو گے لہٰذا چھ ماہ تک باہر نکلنے نہیں دوں گی۔ تم اچھی طرح ٹریننگ حاصل کرو گے۔ تعلیم حاصل کرو گے۔ اپنے باپ کی طرح دلیر، میری طرح اور اپنی ماں رسونتی کی طرح باصلاحیت، آمنہ کی طرح پُرعزم اعلیٰ بی بی کی طرح حاضر دماغ، پوپی کی طرح بازی گر اور سونیا کی طرح ذہین اور وقت کے تناظر میں بن کر ابھرو گے لہٰذا میری زبان سے اپنی اور جوجو کی چھ ماہ کی قید کی سزا سن لو۔"

جوجو ابھی تک سونیا سے لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "ممّا! آپ ہوں گی تو میں ساری زندگی یہ قید بخوشی قبول کر لوں گی۔"

سونیا نے پھر اس کے گال کو تھپتھپایا اور شیبا سے کہا "آمنہ اس پولیس چوکی سے گزر چکی ہو گی جہاں سخت نگرانی ہوتی ہے۔"

وہ ہیلی کاپٹر کو اڑاتے ہوئے اس شاہراہ تک آ گئی، پھر شیبا سے کہا "تم آمنہ سے کہو کسی ویران علاقے میں کار روک دے تم لوگوں کو پھر اس کار میں سفر کرنا چاہیے۔ دشمن اپنی شکست برداشت نہیں کریں گے۔ اتنے ہیلی کاپٹروں کا نقصان ہو چکا ہے، وہ سیراقاب ضرور کریں گے۔"

ان ہدایات کے مطابق آمنہ نے آگے جا کر کار کو شاہراہ سے موڑ لیا۔ ایک کچے راستے پر ڈرائیو کرتے ہوئے چھوٹی سی پہاڑی کی طرف جانے لگی۔ سونیا اس پہاڑی کے پیچھے ہیلی کاپٹر اتار رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ شاہراہ سے گزرنے والے ایک ہیلی کاپٹر کے مسافروں کو کار میں منتقل ہوتے دیکھ سکیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں کار میں منتقل ہو چکے تھے۔ کار اپنے راستے پر جا رہی تھی اور سونیا تنہا ہیلی کاپٹر میں پرواز کر رہی تھی۔ ہم دن رات دشمنوں سے نمٹتے رہتے ہیں، اس طرح ہمیں اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ کس ٹائپ کے لوگ کس قسم کے

چالیس چلتے ہیں۔ اس طرح سونیا کا یہ اندازہ بھی درست ہوا کہ دو یا تین تعاقب کیا جائے گا۔ پندرہ منٹ کے بعد وہ ٹارگٹ اسکرین پر کئی ہیلی کاپٹروں کو اپنی طرف آتے دیکھ رہی تھی اور وہ مختلف سمتوں سے آرہے تھے۔

وہ سامنے ڈیش بورڈ کو کھول کر اندر کی چیزوں کو دیکھنے لگی۔ وہ سپر ماسٹر کا جدید ترین ہیلی کاپٹر تھا۔ اس کے ونڈ اسکرین اور کھڑکی کے شیشے گہرے رنگ کے تھے۔ باہر سے کوئی اندر والوں کو دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن اس کا پائلٹ باہر والوں کو بہ آسانی دیکھ سکتا تھا۔ اگر موسم کی خرابی کے باعث تعاقب کرنے والے نظر نہ آتے تو انھیں ٹارگٹ اسکرین واضح کر دیتا تھا۔

ڈیش بورڈ کے اندر سے ایک ریموٹ کنٹرولر برآمد ہوا۔ سونیا اسے دیکھنے لگی۔ اس کے ذریعے دور رہ کر بھی ہیلی کاپٹر کو کنٹرول کیا جا سکتا تھا۔ اسے آزمانے کے لیے سونیا نے پائلٹ کی سیٹ چھوڑ دی۔ پچھلی سیٹ پر آگئی۔ ریموٹ کنٹرولر کو آن کر کے اس کے ذریعے..... پرواز کو جاری رکھا۔ جب یقین ہو گیا کہ اس کنٹرولر کے ذریعے وہ بہ آسانی اسے اپنی مرضی کے مطابق اڑا سکے گی تو اس نے پرواز نیچی کر دی۔ ابھی اس کے تعاقب میں آنے والے دور تھے۔ شاید انھوں نے اتنا ہی دیکھا ہوگا کہ وہ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا پہاڑیوں کے درمیان گم ہو گیا ہے۔

ادھر زمین کے قریب پہنچتے ہی سونیا نے کھڑکی کھول کر چھلانگ لگا دی۔ ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے کھڑکی کو بند کیا پھر اس ہیلی کاپٹر کو بلند کر کے ان پہاڑیوں سے دور پہنچانے لگی۔

وہ اسے کنٹرول بھی کر رہی تھی اور دوڑتی ہوئی ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچ کر اوپر چڑھتی جا رہی تھی۔ خود کسی محفوظ بلندی پر پہنچ کر اس ہیلی کاپٹر کو دور تک جاتے ہوئے دیکھنا چاہتی تھی۔

دوسرے ہیلی کاپٹر قریب آرہے تھے۔ سونیا کے ہیلی کاپٹر کا رُخ سمندر کی طرف تھا۔ تعاقب کرنے والے کوشش کر رہے تھے کہ اسے سمندر کی طرف نہ جانے دیں۔ شاید اسے ہیلی کاپٹر سمیت مار کر گرانے کے بعد یقین کرنا چاہتے تھے کہ انھوں نے اس ہیلی کاپٹر کی تباہی کے ساتھ سونیا کی لاش بھی دیکھی ہے۔

ان کے گھیرنے اور حملہ کرنے کا انداز ہی بتا رہا تھا کہ سونیا کا اندازہ درست ہے۔ وہ اسے سمندر سے دور لے جانا چاہتے تھے۔ خشکی کی طرف لا کر تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ گھیرنے والے اس پر فائر نہیں کر رہے تھے۔ سونیا نے تھوڑی دیر تک انتظار کیا پھر اس نے خود ہی ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے ہیلی گن سے فائرنگ شروع کر دی۔ ایسے میں یا تو گھیرنے والوں کو دور رہنا گنا تھا یا جوابی فائرنگ کرنا تھی۔ ان میں سے دو ہیلی کاپٹر والوں نے جوابی فائرنگ کی وہ جان بوجھ کر اپنے ہیلی کاپٹر کو ان کی زد میں لائی۔ آخر وہ آگ کے شعلوں میں لپٹ گیا۔ فضا میں ڈگمگانے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ہی تعاقب کرنے والوں نے اسے سمندر میں ڈوبتے دیکھا۔

وہ تعاقب کرنے والے مختلف تنظیموں کے افراد کو تو دھوکا دے سکتی تھی لیکن سپر ماسٹر یقین نہیں کر سکتا تھا وہ جانتا تھا ہیلی کاپٹر ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے بھی پرواز کرتا ہے اور سونیا ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو اتنی آسانی سے ڈوب کر مر جاتے ہیں کہ نہ ان کا جنازہ اٹھتا ہے نہ کہیں مزار ہوتا ہے اور نہ ہی ان کا کوئی نشان ملتا ہے۔ سونیا جانتی تھی سپر ماسٹر اس بات پر یقین نہیں کرے گا۔ بہر حال اس نے دوسری تنظیم کے افراد کو اپنی موت کا یقین دلا دیا تھا۔

ابھی تعاقب کرنے والے تمام ہیلی کاپٹر سمندر اور ساحل کی طرف پرواز کر رہے تھے اور یقین کرنا چاہتے تھے کہ وہ ڈوب چکی ہے۔ سپر ماسٹر کے ہیلی کاپٹر اسی جگہ پر پرواز کر رہے تھے۔ اس لیے دوسرے بھی چیل کوؤں کی طرح منڈلا رہے تھے۔ دیکھنا چاہتے تھے کہ یہ باقی دو ہیلی کاپٹر کس وجہ سے اب تک وہاں پرواز کر رہے ہیں۔

سونیا پہاڑی کے ایک بلند حصے میں تھی۔ مختلف چٹانوں کی آڑ لے کر اپنی جگہ بدلتی جا رہی تھی تاکہ پہاڑی کی طرف سے گزرنے والے ہیلی کاپٹر کے افراد اسے نہ دیکھ سکیں۔ وہ چھپتی چھپاتی ایسی جگہ پہنچ گئی جہاں آگے بڑھنے کا راستہ نہیں تھا۔ پہاڑی کی پتھریلی دیواریں تھیں۔ اوپر سے ایک وسیع و عریض چٹان چھت کی طرح نیچے کی طرف جھکی ہوئی تھی۔ اس نے ایک طرف گھوم کر دیکھا تو راستہ نظر آیا مگر وہ پہاڑی سے اترنے کا نہیں پہاڑی کے اندر ڈوبنے کا راستہ تھا یعنی وہ ایک غار تھا۔

یہ تعجب کی بات تھی کہ غار عموماً پہاڑوں کے دامن میں یا ذرا بلندی پر ہوتے ہیں لیکن پہاڑی کی چوٹی پر غار کا ہونا ایک عجیب بات تھی۔ پھر یہ کہ اس کی بناوٹ قدرتی نہیں تھی۔ صاف پتا چل رہا تھا اس کی دیواروں کو انسانی ہاتھوں نے تراشا ہے۔

قریب ہی ہیلی کاپٹروں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ وہ کبھی قریب آرہے تھے، کبھی دور جا رہے تھے لیکن سونیا دیکھ نہیں سکتے تھے حالاں کہ وہ چٹانوں کے نیچے بڑی آزادی سے کھڑی ہوئی تھی۔ اس غار کو تراشنے والوں نے بڑی عمدہ جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ ہیلی کاپٹروں اور طیاروں سے پرواز کرنے کے دوران وہ حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ دور سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ اوپری چٹانیں آڑی ترچھی ہیں اور ایک چٹان اوپر چھت کی طرح نیچے آئی ہے

ہیلی کاپٹروں کی آوازیں دور ہوتی جا رہی تھیں۔ سونیا نے دبے قدموں آگے بڑھ کر غار کے اندر دیکھنے کی کوشش کی۔ وہ سمجھ رہی تھی، وہاں کوئی معزز خاندان آباد نہیں ہوگا۔ بعد میں پتا چلے گا کہ وہ آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک گئی ہے۔

دن کی روشنی غار کے اندرونی حصے تک پہنچ رہی تھی۔ وہ بڑی احتیاط سے قدم بڑھاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ راستہ نشیب اور دائرہ نما تھا یعنی وہ چکر دار زینے کی طرح گھومتا ہوا نیچے کی طرف جا رہا تھا۔ شیبا نے اُسے مخاطب کیا۔ "سونیا، تم کہاں ہو؟"

"تم نے بہت اچھے وقت پر رابطہ قائم کیا ہے، مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔"

سونیا اُسے بتانے لگی کہ وہ کس طرح ہیلی کاپٹر کو تباہ کر چکی ہے اور خود بچنے کے لیے پہاڑی کے پیچیدہ راستوں سے گزرتے ہوئے ایک غار کے اندر پہنچ گئی ہے، وہ اپنے حالات بتا رہی تھی پھر یکلخت خاموش ہو کر کچھ سننے لگی، دُور کوئی آواز سُنائی دی تھی۔ شیبا نے کہا۔ "اگر وہ آواز ذرا صاف ہو تو میں اُسے گرفت میں لے سکوں گی۔"

وہ دبے قدموں آگے بڑھنے لگی۔ ہر دو چار قدم کے بعد آواز کچھ واضح ہوتی جاتی تھی۔ پھر ایسا معلوم ہوا، کئی لوگ ہیں جو بہت زیادہ محنت و مشقت کا کام کر رہے ہیں اور ایک ساتھ مل کر ہانپتے جا رہے ہیں اور منہ سے مخصوص قسم کی آوازیں نکال کر کسی کام کے سلسلے میں زور لگا رہے ہیں۔

وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک گئی۔ ایک بڑے پتھر کی آڑ سے نیچے سر جھکا کر دیکھنے لگی۔ وہاں ایک بڑا ہال نظر آیا جہاں سُو یا سوا سو پہلوان قسم کے لوگ دکھائی دے رہے تھے۔ وہ سب ایک ساتھ ایک ہی انداز میں ورزش کر رہے تھے جیسا کہ اکثر کراٹے سیکھنے والے کرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ زمانۂ قدیم کے پہلوانوں کے سے انداز میں ورزش کر رہے تھے۔ اُن کے بدن پر ایک ایک لنگوٹ تھی، سر سے پاؤں تک پسینے میں بھیگے ہوئے تھے۔ شیبا نے کہا۔ "میں تمھارے دریافت جو معلوم کر رہی ہوں، اس سے پتا چلتا ہے، یہاں پہلوانوں کی فوج رہتی ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "اس ہال سے ایک اور راستہ نشیب کی طرف گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے، اس پہاڑ کے اندر ہی اندر نیچے زمین تک مزید لمبے ہال اور رہائشی کمرے ہوں گے۔ اُن سب کے انتظامات کے لیے دفاتر، منیجر کمرے بھی ہوں گے اور پتا نہیں کیا کچھ ہو رہا ہوگا۔"

"سونیا! خواہ مخواہ کسی نئے مسئلے میں اُلجھنا، نئی مصیبتوں کو دعوت دینا، دانشمندی نہیں ہے، واپس چلی آؤ۔"

"شیبا! کو بلس امریکا دریافت کر رہا تھا، اُس کے ساتھ جہاز پر سفر کرنے والے کہہ رہے تھے، پتا نہیں وہ دور نظر آنے والی زمین کیسی ہے، وہاں کون لوگ ہوں گے۔ انسان ہوں گے یا صرف درندے لہٰذا وہاں جانا دانشمندی نہیں ہے۔ اگر اُن کے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے کولمبس واپس ہو جاتا تو امریکا دریافت نہ ہوتا۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میں جانتی ہوں تم ایک بار آگے بڑھنے کے بعد پیچھے ہٹنا نہیں جانتیں۔"

"صرف اتنی سی بات نہیں ہے۔ ہمیں پارس کی سلامتی کے لیے ایسے ہی مزید خُفیہ اڈوں کی ضرورت ہے۔ تمھارا قیصری قلعہ ہمیشہ محفوظ نہیں رہے گا۔ جو جوہر تمھارے ساتھ جا رہا ہے۔ شاید پر اُس کے دماغ میں رہ کر قیصری قلعے کی ایک ایک اینٹ گن سکتا ہے۔ وہاں تم اپنے تمام معاملات کو راز میں نہیں رکھ سکو گی۔"

"اچھی بات ہے۔ آگے بڑھو، میں تمھارے ساتھ رہ کر دیکھتی ہوں، کون سا نیا امریکا دریافت ہونے والا ہے۔"

وہ اُس بڑے سے پتھر کے اوپر چڑھنے لگی۔ وہاں سے ایک چٹان کے اوپر پہنچ گئی۔ ذرا رُک کر آس پاس دیکھنے کے بعد ایک طرف بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ ایسی جگہ پہنچ گئی جہاں سے وہ ہال کا کچھ حصہ دیکھ سکتی تھی مگر کوئی اُسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اُس نے چھوٹے چھوٹے دو پتھر اٹھائے پھر کہا۔ "شیبا توجہ سے سنو، وہ کچھ کہنے والے ہیں۔"

اُس نے کسی کو ناک کا ایک پتھر مارا۔ وہ ورزش کرتے کرتے اُچھل پڑا۔ آس پاس دیکھنے لگا۔ پھر اوپر کی طرف نظریں اُٹھائیں، ہُوٹنگ دینے والے نے سخت لہجے میں پوچھا۔ "تم کیا کر رہے ہو؟"

اُس نے کہا۔ "مجھے کسی نے پتھر مارا ہے۔"

تمام ورزش کرنے والے رک گئے تھے۔ اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک نے کہا۔ "ہم نے اپنے ہاتھوں سے اس ہال کو تراشا ہے۔ اکثر چھت پر سے یا دیواروں پر سے چھوٹے چھوٹے پتھر گرتے رہتے ہیں۔ اگر اوپر سے پتھر گر پڑا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے، کوئی خیبنہ تمھیں اشارے کر رہی ہے۔"

اس بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔ تھوڑی دیر تک وہ قہقہے گونجتے رہے، پھر سبھی یکلخت خاموش ہو گئے۔ کوئی اسپیکر پر ڈانٹ کر کہہ رہا تھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ ایسی کیا بات ہے جس پر قہقہے لگاتے وقت بھول گئے کہ اتنی ساری آوازیں پہاڑی کے باہر تک جا سکتی ہیں؟"

سونیا نے کہا۔ "شیبا! اسپیکر کے ذریعے بولنے والے تک پہنچو۔"

وہ حسب ہدایت پہنچ گئی۔ بولنے والے کا نام فیڈل سامرو تھا۔ وہ ایک بڑی سی میز پر بچھے ہوئے بڑے سے نقشے کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ میز کے اطراف مزید پانچ افراد تھے۔ فیڈل سامرو ہاتھ میں ایک لانبی سی چھڑی تھامے اس نقشے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ کہہ رہا تھا لیکن اُلجھ گیا تھا۔ اپنے سامنے کھڑے ہوئے پانچ افراد کو دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ "آخر سب کے سب پہلوان بیک وقت قہقہے کیوں لگا

رہے تھے، کیا بات ہو گئی تھی؟"

ایک نے کہا "مسٹر سامرو! جانے بھی دیجیے۔ کوئی ہنسی مذاق کی بات ہو گی، ہمیں اپنے کام کی طرف توجہ دینا چاہیے۔"

اُس نے چھتری سے ایک جگہ اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ ہماری پہاڑی ہے۔ ہم یہاں سے پچھلے چھ ماہ میں بیس مرتبہ شام کی فوجوں پر حملہ کر چکے ہیں۔ حملے کرنے کا انداز وہی ایک ہے۔ ہم سمندری راستے کو اختیار کرتے ہیں اور شام کی نیوی فوج سے ٹکراتے ہیں۔ اگر ہم . . . ."

وہ بول رہا تھا، باتیں سُن رہے تھے۔ شیبا اُس کے دماغ کو ٹٹولتی جا رہی تھی جس کے ذریعے پتا چل رہا تھا کہ ترکی اور شام کی سرحدیں جہاں ملتی ہیں، اُسی کے قریب تقریباً تین سو میل کے فاصلے پر وہ پہاڑی ہے وہ خفیہ اڈا ہے جہاں اِس وقت سونیا پہنچی ہوئی تھی۔

ترکی اور ملکِ شام کے درمیان قابلِ ذکر عداوت نہیں ہے۔ ان کے درمیان سرحدی جھڑپیں نہیں ہوتیں۔ پتا چلا! اِس پہاڑی کے خُفیہ اڈّے میں اسرائیلی خطرناک تنظیم کا وہ عملہ موجود ہے، جنھیں بلانڈ کمانڈوز کہا جاتا ہے۔ یعنی یہ سب وہ اندھے جنگجو تھے جو اپنی زندگی کی ذرا برابر وا نہیں کرتے تھے۔ گوریلا جنگ لڑتے تھے۔ اچانک حملے کرتے تھے۔ شام کی سرحدی بستیوں میں پہنچ کر دہشت گردی کا مظاہرہ کرتے تھے پھر چھپ چھپا کر رات کی تاریکی میں واپس آ جاتے تھے۔ یہ بلانڈ کمانڈوز کے افراد دن کو اس پہاڑی سے نہیں نکلتے تھے۔ انھیں رات کی تاریکی میں جنگ کرنے کی تربیت دی گئی تھی۔

فیڈل سامرو نے چھتری کے ذریعے نقشے پر ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اب ہمارے کمانڈوز ان راستوں سے جایا کریں گے۔"

ایک نے سوال کیا "ہم تین سو میل کا فاصلہ نئے راستے سے کس طرح طے کریں گے؟ ہمارے کمانڈوز کے وہاں تک جانے اور واپس آنے میں دن نکل آئے گا۔"

"تین بیلی کاپٹروں کی تاریکی میں آیا کریں گے۔ ہم اُن کے ذریعے آدھے گھنٹے میں شام کی سرحد تک پہنچ جائیں گے۔ وہاں اگر کامیابی ہوں گی تو ان کی فوج سے ٹکراؤ ہو گا ورنہ آس پاس کی بستیوں میں تخریبی کارروائیاں کر کے چلے آئیں گے۔"

واکی ٹاکی کے ذریعے اشارہ موصول ہونے لگا۔ اُس نے اُسے آن کیا۔ پھر دوسری طرف کی آواز سنتے ہی کہا "یس سر! میں حاضر ہوں۔"

دوسری طرف سے کسی نے سخت اور بھاری بھرکم لہجے میں پوچھا "یہ قہقہوں کی آوازیں کیوں آ رہی تھیں؟"

دوسری طرف سے بولنے والا کوئی زبردست اعلیٰ افسر ہو گا، جس کی آواز سنتے ہی وہ سب کے سب اٹینشن ہو گئے تھے حالانکہ وہ سامنے موجود نہیں تھا۔ فیڈل سامرو نے کہا "جناب! کوئی خاص بات نہیں ہے، وہ کسی بات پر ہنس پڑے تھے۔"

دوسری طرف سے گرج کر کہا گیا "یو ٹان سنس۔ سو میں سے سو آدمی کبھی نہیں ہنستے۔ کچھ سنجیدہ ہوتے ہیں، کچھ غمزدہ ہوتے ہیں۔ کچھ اپنے مسائل میں اُلجھے رہتے ہیں لہٰذا سب کے سب بیک وقت نہیں ہنستے، خواہ وہ کتنا ہی قہقہہ آور لطیفہ کیوں نہ ہو۔ اس پر پوری محفل کبھی قہقہہ نہیں لگاتی۔"

فیڈل سامرو نے کہا "سر! آپ کے مشاہدات اور تجربات کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا لیکن اسپتال کے تمام مریض ایک ہی مرض میں مبتلا ہوں تو وہ ایک ہی انداز میں اپنی تکلیف کا اظہار کریں گے کیسی بھی محفل میں تمام لوگوں کا ایک ہی مسئلہ ہو تو وہ اس ایک مسئلے پر ایک طرح سے بولیں گے۔ ایک طرح سے رائے پیش کریں گے کیونکہ دوسری طرح سے وہ مسئلہ دوسرا ہو جاتا ہے۔"

"میرے سامنے فلسفیانہ انداز میں گفتگو نہ کیا کرو۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے بلانڈ کمانڈوز کے جوان برسوں گزر جاتے ہیں، کسی عورت کا چہرہ نہیں دیکھ پاتے۔ ہم انھیں شہری یا گھریلو زندگی گزارنے کی اجازت نہیں دیتے۔ کسی عورت کے قریب جانے پر انھیں سخت سزائیں دیتے ہیں لیکن ان کی فطرت کو اور ان کے جذبات کو دبا نہیں سکتے۔ یوں تو بظاہر وہ اپنی محرومیوں کو برداشت کرتے ہیں لیکن جب عورت کے معاملے میں کوئی ایسی ویسی گفتگو چھڑ جائے یا کوئی لطیفہ سنایا جائے تو بیک وقت قہقہے لگانے لگتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے اندر کی جھڑاس نکالتے ہیں۔"

شیبا نے سونیا کے پاس آ کر کہا "تم کہاں آ کر پھنس گئی ہو۔ یہاں سے فوراً نکلو، یہ سب جانور ہیں، درندے ہیں۔ یہ عورتوں کے بھوکے ہیں اور تم یہاں ایک تنہا عورت ہو۔"

"کام کی باتیں کیا کرو، تم کہاں تک پہنچ چکی ہو؟"

"میں یہاں کے کمانڈو فیڈل سامرو اور اُس کے تین اہم ماتحتوں تک پہنچ چکی ہوں۔"

"اور جو اُنھیں ڈانٹ رہا تھا، اُن کا اعلیٰ افسر ہے، کیا اُس کے دماغ میں پہنچ چکی ہو؟"

"ابھی جا رہی ہوں۔"

"آئندہ کام کی باتیں چھوڑ کر مجھے ڈرانے یا بھاگنے کا مشورہ دینے کی حماقت نہ کرنا۔ دیکھو شیبا! میں بعض حالات میں سختی سے پیش آتی ہوں۔ تمھیں بُرا بھی لگے گا لیکن اِس طرح بزدلی کا مظاہرہ کرو گی، مجھے بھاگنے کا مشورہ دو گی تو زندگی کے عملی میدان میں کس طرح ثابت قدم رہو گی۔"

وہ شرمندگی سے بولی "آئندہ کبھی ایسی حماقت نہیں کروں گی تھامی

کسی بات پر بُرا ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں تمھیں کوئی بوڑھی بزرگ عورت نہیں سمجھتی لیکن جب میں تمھیں دیکھتی ہوں، تمھارے بارے میں سوچتی ہوں تو تمھارے پاؤں زمین پر پاتی ہوں اور تمھارے سر کو آسمان سے لگا ہوا دیکھتی ہوں تو تمھارے سامنے بہت چھوٹی ہو جاتی ہوں۔ اتنی چھوٹی کہ شاید ذرہ بھی اتنا نہ ہو۔"

"میری جان شیبا! تم اپنا وقت برباد کر رہی ہو۔"

"میں ابھی اُس کے دماغ میں پہنچ رہی ہوں۔"

وہ شخص جس کی آواز سُن کر فیڈل سامرو اور دوسرے تمام افسران اٹینشن ہو جایا کرتے تھے، اُس کا نام میک گونیل موس تھا۔ ہم اُسے صرف موس کے نام سے یاد کریں گے۔ وہ وہاں کا پلان میکر اور ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ تھا یعنی اس خفیہ اڈّے کے تمام افراد کا باس تھا۔ کوئی اُس کے حکم کی ذرا خلاف ورزی نہیں کر سکتا تھا۔ ایسی صورت میں پلان میکر اور ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ مسٹر موس کے اپنے بلانڈ کمانڈوز تھے جو نہایت ہی خطرناک تھے۔ انھی کمانڈوز کے قبضے میں وہاں کے تمام اسلحے اور گولہ بارود تھے، یعنی اوپر جن سپاہیوں کو سونیا نے دیکھا تھا وہ زیادہ سے زیادہ پہلی اور دوسری منزل تک جا سکتے تھے۔ جہاں کا انچارج فیڈل سامرو تھا۔ فیڈل سامرو کے نیچے جو تیسری اور چوتھی، پانچویں منزلیں تھیں وہاں کسی کو قدم رکھنے اجازت نہیں تھی۔

اس پہاڑی کے خفیہ اڈّے کو سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ جب ہم کسی عمارت کی منزلوں کو گنتے ہیں تو نیچے سے گننا شروع کرتے ہیں۔ گراؤنڈ فلور، فرسٹ فلور، سیکنڈ فلور، تھرڈ فلور، فورتھ فلور۔ اسی طرح وہ منزلیں اوپر تک جاتی ہیں۔ چونکہ اس پہاڑی کا خفیہ راستہ اُس کی بلندی پر تھا۔ اس لیے اس اڈّے کو اوپر سے گنا جاتا ہے کہ پہلی منزل سب سے اوپر تھی، دوسری نیچے، تیسری اُس کے نیچے۔ اسی طرح چوتھی، پانچویں، بالترتیب نیچے تھیں، آخر میں گراؤنڈ فلور تھا۔ ابھی پتا نہیں تھا کہ گراؤنڈ فلور میں کیا ہے؟

بہرحال سونیا اور شیبا کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ وہاں جو جنگجو افراد ہیں، وہ صرف پہلی اور دوسری منزل تک آتے جاتے ہیں۔ تیسری منزل سے گراؤنڈ فلور تک کیا ہے اور کیا نہیں ہے؟ وہ صرف مسٹر موس اور اُس کے خاص کمانڈوز جانتے تھے۔ آئندہ شیبا بھی جان سکتی تھی۔ مگر افسوس جیسے ہی اُس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور مسٹر موس کے دماغ میں پہنچنا چاہا، اُس نے سانس روک لی۔ خلا میں بکھرتے ہوئے آہستہ آہستہ سانس چھوڑتے ہوئے بولا "کون ہے؟"

اُسے پھر خیال خوانی کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اُس نے سانس روک لی۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح دم سادھے رہا۔ پھر وہ مائک کے بٹن کو آن کرتے اور چیختے ہوئے کہنے لگا "یہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کیسے آ گیا؟ یو فیڈل سامرو ایڈیٹ! ان سب کے بیک وقت قہقہہ لگانے کی وجہ سمجھ میں آ رہی ہے۔ کوئی اُس خفیہ اڈّے تک پہنچ گیا ہے۔ فوراً اُسے تلاش کرو۔ اگر تم نے پندرہ منٹ کے اندر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو گرفتار نہ کیا تو میں تم سب کو خاک میں ملا دوں گا۔"

شیبا نے سونیا کے پاس آ کر کہا "یہ کیا ہو گیا؟"

اُس نے مُسکرا کر کہا "کوئی بات نہیں، ایسا ہوتا ہے۔ اب ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ اُس کے خاص کمانڈوز بھی سانس روکنے کے عادی ہوں گے۔ آئندہ ہوشیار رہنا۔"

"میں ہوشیار رہوں گی مگر خدا کے لیے مجھے بزدلی کا طعنہ نہ دینا۔ ان حالات میں دانشمندی یہی ہے کہ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ یہاں بہت گڑبڑ ہونے والی ہے۔"

"اتنی باتیں نہ کرو۔ فیڈل سامرو کے دماغ میں رہو۔ یہاں کے تمام پہلوان فیڈل سامرو کے احکامات پر عمل کرتے ہیں، تم اس کے ذریعے ان لوگوں کو اپنے قابو میں رکھ سکو گی۔ رہ گئے وہ خفیہ کمانڈوز جو تیسری منزل سے آئیں گے، میں اُن کے متعلق تمھیں گائیڈ کرتی جاؤں گی۔"

فیڈل سامرو اسپیکر کے ذریعے پہلی منزل کے پہلوانوں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا "ابھی تم لوگوں نے جو قہقہہ لگایا تھا، اس کے پیچھے ایک راز ہے اور وہ راز ہے ٹیلی پیتھی۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے درمیان موجود ہے، اُسے تلاش کرو۔ مسٹر موس تم ہماری تقدیر کا فیصلہ سنا دیا ہے۔ ہم نے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو گرفتار کر لیا تو زندہ رہیں گے ورنہ نابود ہو جائیں گے۔"

یہ حکم سنتے ہی تمام پہلوانوں میں کھلبلی مچ گئی۔ وہ فوراً ہی اپنے کمرے میں جا کر لباس پہن رہے تھے۔ اپنے آپ کو ہتھیاروں سے لیس کر رہے تھے۔ ان میں دس پہلوان لباس پہنے بغیر غار کے دہانے کی جانب دوڑتے گئے تاکہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فرار کا راستہ اختیار نہ کر سکے۔

اُن کی بھاگ دوڑ سے پتا چل رہا تھا کہ وہی ایک اوپر کا راستہ آمد و رفت کے لیے ہے جہاں سے سونیا آئی تھی ورنہ اس پہاڑی کے نیچے کوئی راستہ نہیں ہے اور ہو بھی سکتا تھا۔ اس خفیہ راستے کو شاید موس اور اُس کے خاص کمانڈوز جانتے ہوں، بہرحال انھوں نے سونیا کے فرار کا راستہ مسدود کر دیا تھا۔ شیبا اُس کی ہدایت کے مطابق اُن کمانڈوز کے دماغوں میں پہنچتی جا رہی تھی، جن کی آوازیں وہ سن چکی تھی۔ اُس نے ٹریننگ دینے والے اُستاد کو بھی گرفت میں لے رکھا تھا۔

سونیا نے مزید سمجھایا "عین وقت پر کسی کی آواز سننا ہو اور تم ایک ہی دماغ میں رہو تو اُس ایک کے ذریعے دوسرے پر حملہ کر اور وہ بے اختیار کچھ نہ کچھ بولے گا۔ اگر ڈھیٹ ہو گا تو مار کھاتا جائے گا

لیکن ایک موقع پر وہ کراہنے اور کچھ گڑبڑانے یا گالیاں دینے پر مجبور ہو جائے گا۔ تم ایسے طریقہ کار سے ایسے ڈھیٹ لوگوں کے دماغوں تک پہنچ سکتی ہو۔"

اب جو پہلوان پوری طرح لباس پہن کر اور مسلح ہو کر وہاں سے نکل رہے تھے، ان میں سے دو کو شیبا نے باری باری ٹریپ کیا اور انھیں مجبور کیا کہ جہاں سونیا چھپی ہوئی ہے وہاں اپنے اپنے ہتھیار پھینکتے جائیں۔

وہ ایک بڑے پتھر پر چڑھنے کے بعد مختلف چٹانوں سے گزرتی گئی تھی۔ شیبا کے معمول اپنے ہتھیار اس بڑے سے پتھر کے اوپر پھینکتے گئے تھے اور پھینکنے کے دوران انھیں ذرا ہوش نہیں تھا۔ وہ پوری طرح شیبا کے قبضے میں تھے، بعد میں شیبا نے ان کے دماغوں کو آزاد چھوڑا تو وہ بوکھلا گئے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو بھاگتے دوڑتے دیکھ رہے تھے اور خود سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ تھوڑی دیر تک غائب دماغ کیسے ہو گئے تھے۔ اُن کے لیے یہ بات اور زیادہ حیرانی کی تھی کہ اُن کے تمام ہتھیار غائب ہو گئے تھے۔ ایک ہینڈ گرینیڈ بھی اُن کی جیب میں نہیں رہا تھا۔ اُنھیں ٹریننگ دینے والے استاد نے کہا تھا: "اسے پتھروں اور چٹانوں کے پیچھے تلاش کرو، ایسی جگہ بھی دیکھو جہاں پہنچنا دشوار ہوتا ہے۔ کسی بہت بڑے پتھر کے اوپر کسی خطرناک چٹان کے پیچھے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوگا۔"

شیبا ایک ایک پہلوان کو ٹریپ کرتی جاتی تھی اور اُس بڑے سے پتھر کی طرف سے گزارتے وقت ہتھیار اوپر کی طرف پھینکنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ اس طرح تمام ہتھیار سونیا کے پاس جمع ہو رہے تھے۔

اس دوران مسٹر موس نے یقیناً ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیا ہوگا۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ اسرائیلی خفیہ تنظیم کے ہیلی کاپٹر سونیا کا اتفاق کر رہے تھے۔ وہ اسی علاقے میں کہیں گم ہو گئی تھی بلکہ اُس کا ہیلی کاپٹر سمندر میں غرق ہو گیا تھا۔

اس طرح موس نے اندازہ کیا۔ سونیا اُن کے خفیہ اڈے میں پہنچ گئی ہے اور اُس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنا کام دکھا رہے ہیں۔ اُس نے مائک کے ذریعے فوراً ہی اعلان کیا: "رک جاؤ، کوئی اُسے تلاش نہ کرے، سب اپنی اپنی جگہ پہنچ کر مطمئن رہیں۔ خطرہ کم ہو سکتا ہے، مجھے معلوم ہو چکا ہے، ہمارے درمیان کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا جاننے والی نہیں ہے۔ سونیا سے اور میں سونیا سے خود گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

موس کے حکم کی تعمیل ہو رہی تھی۔ تمام پہلوان دوڑتے ہوئے اپنی اپنی جگہ واپس جا رہے تھے، ہال میں پہنچنے کے بعد اپنے کمروں میں گم ہو رہے تھے۔ موس نے کہا: "سونیا! تم جہاں بھی ہو، آزادی سے تیسری منزل پر چلی آؤ، کوئی تمھیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"شیبا نے پوچھا: "کیا تم جاؤ گی؟"

"تم موس کے دماغ پر دستک دو، میری طرف سے گفتگو کرو، اس سے کہو، یہاں کوئی سونیا نہیں ہے۔"

شیبا نے کہا: "میں فرہاد کے لب و لہجے میں گفتگو کروں گی۔"

"بے شک، یہی طریقہ اختیار کرو۔"

شیبا نے موس کے دماغ پر دستک دی۔ اُس نے پوچھا: "کون ہے؟"

"میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ سونیا کے وجود کو بھول جاؤ، صرف میں ہوں اور تم مجھ سے گفتگو کرو گے۔"

"تم یہاں کس طرح پہنچ گئے؟"

"یہی بتا دوں تو سسپنس کیا رہے گا۔ اتنا یقین کر لو، آدمی کی سانس جب تک چلتی رہے اور وہ قبر میں بھی چھپ جائے تو میں وہاں بھی پہنچ جاتا ہوں، بہتر ہے صرف کام کی باتیں کرو۔"

"بات تم شروع کرو گے، اس لیے کہ تم میرے اڈے میں آئے ہو۔"

شیبا نے کہا: "میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ سونیا کے پاس آ کر بولی: "میں اُسے کیا بتاؤں کہ فرہاد علی تیمور اس اڈے تک کس طرح پہنچا ہے اور کیا چاہتا ہے؟"

سونیا نے کہا: "یہ سیودی کمانڈوز ہمارے اسلامی ملک شام کی سرحدوں پر تخریبی کارروائیاں کرتے ہیں۔ سرحدی جھڑپوں کا باعث بنتے ہیں لہٰذا فرہاد ان شیطانی حرکتوں کو ختم کرنے آیا ہے۔"

شیبا نے کہا: "کچھ تو خیال کرو۔ میں بھی یہودی ہوں، مجھے اپنے ملک، اپنی زمین سے محبت ہے۔ اگر وہ کوئی ناجائز کارروائی کریں تو میں ہمیشہ تم لوگوں کے ساتھ ہوں لیکن تم بھی تسلیم کرو کہ تمھارے بعض اسلامی ملک ایسے ہیں جو برائے نام اسلامی ہیں، وہ تمھارے مذہب کو بدنام کر رہے ہیں۔"

"تم نے سیاسی گفتگو شروع کر دی، غلطی میری ہے۔ مجھے شام اور ترکی کی سرحدوں کو سیاسی نقطۂ نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے تھا۔ بہرحال تم فوراً ہی فیصلہ کرو۔ یہ خفیہ اڈا تمھیں چاہیے یا نہیں؟"

شیبا تذبذب میں پڑ گئی۔ اُسے خفیہ اڈے کی ضرورت تھی، لیکن مذہبی اور ملی نقطۂ نظر سے وہ یہودیوں کے حق میں تھی۔ ان سے یہ اڈا چھیننا نہیں چاہتی تھی۔ سونیا نے پوچھا: "تم خاموشی کیوں ہو؟ اُدھر موس تمھارا انتظار کر رہا ہوگا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی: "میں کوئی فیصلہ نہیں سنا سکتی، ایک طرف فرہاد اور تم سب کی محبت ہے۔ تم لوگوں نے مجھے نئی زندگی دی ہے۔ دوسری طرف اپنے ملک و ملت اور اپنے مذہب کا پاس رکھنا ہے۔ میں اس اڈے کے خلاف ایسی کارروائی نہیں کرنا چاہتی کہ یہ بالکل تباہ ہو جائے اور میرے ہم وطنوں کے کام نہ آئے۔"

"ایک طرح سے تم نے فیصلہ سنا دیا۔ تم یہاں سے جاؤ۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"تمھارے سامنے دو راستے ہیں، یا تو اپنے یہودی بھائیوں کو بچانے کے لیے اور اس اڈے کے تحفظ کے لیے ان کی مدد کرو، ان کا ساتھ دو یا چلی جاؤ، میں ان سے تنہا نمٹ لوں گی۔ تم ان کا ساتھ دو، مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ تم دیکھو میں تمھاری خیال خوانی کی صلاحیتوں کا کس طرح مقابلہ کر سکتی ہوں۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی: "سونیا، تم ناراض ہو گئی ہو؟"

"کیا ناراض نہیں ہونا چاہیے؟ کیا یہ خفیہ اڈے میں رہنے والے اسرائیلی خفیہ کمانڈوز شام کی سرحدی بستیوں میں معصوم اور بے گناہوں کو قتل نہیں کرتے ہیں، انھیں اُن کی بستیوں کو چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور نہیں کرتے ہیں، اُن کے گھروں کو نہیں جلاتے ہیں۔ میں سیاسی نہیں، انسانی نقطۂ نظر سے پوچھتی ہوں، کیا یہ اقدامات مناسب ہیں؟ اگر تم مناسب سمجھتی ہو تو اپنے لوگوں کا تحفظ کرو۔ میں تو انھیں فنا کر دوں گی یا خود نابود ہو جاؤں گی۔"

شیبا چپ رہی، اُس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ شاید وہ کش مکش میں تھی یا پھر اپنا مذہبی، ملکی اور ملی جذبہ غالب آ گیا تھا۔ اُس نے سونیا کو کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اُس چٹان کے پیچھے سے نکل کر ادھر اُدھر چھلانگیں لگاتے ہوئے بڑے سے پتھر پر آئی۔ وہاں بہت سے ہتھیار پڑے ہوئے تھے۔ وہ بالکل تنہا ہو گئی تھی۔ میں بھی اُس سے رابطہ قائم نہیں کر رہا تھا اور یہ میرا قصور نہیں تھا۔ خود اُس نے کہا تھا: "فرہاد ہمارے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔ ہم پارس اور جو جو کو محفوظ پناہ گاہ تک پہنچا دیں گے۔ وہاں تک تمھارا پہنچنا گوارا نہیں ہے۔" تب ہی سے میں نے رابطہ ختم کر دیا تھا۔

سونیا تنہا ہو گئی تھی۔ ایسے وقت ہتھیار لازمی ہوتے ہیں۔ اُس کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار نہیں تھا۔ صرف اپنی ذہانت اور مکاری تھی اور مکاری اُسے سمجھا رہی تھی کہ اُسے ہتھیاروں کا استعمال کرنا ہی ہوگا۔ لہٰذا اُس نے رائفل اٹھا لی۔ اُس کے کارتوس کی پیٹی اپنی کمر سے باندھی۔ پھر ایک اسٹین گن لی، اُس کے کارتوس کی بیلٹ کو بھی شانے سے لٹکایا۔ دو ہینڈ گرینیڈ لے کر اپنی دونوں جیبوں میں ٹھونس لیے۔ ایک ہینڈ گرینیڈ اپنے بائیں ہاتھ میں رکھا۔ پھر اُس بڑے سے پتھر سے چھلانگ لگا کر نیچے آئی۔ نیچے ہال میں کھڑے ہوئے کچھ لوگوں نے اُسے دیکھا مگر اپنی جگہ خاموش رہے۔ سونیا نے کہا: "تمھارے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ نے کہا ہے، مجھے تیسری منزل تک جانا ہے کوئی مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بائی دی وے، میں نقصان سے نہیں ڈرتی مرنے سے پہلے یہاں درجنوں کو مار کر جاؤں گی۔"

پتا نہیں، ان سو سوا سو پہلوانوں نے اپنے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ مسٹر موس کے حکم کی تعمیل کی تھی یا سونیا کے رُعب میں آ گئے تھے یا ان کی فطری اور جذباتی ہوس تھی جو سونیا کو دیکھ کر انھیں گم سم رہنے پر مجبور کر رہی تھی۔ برسوں بعد انھوں نے ایک عورت کو دیکھا تھا، کوئی ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا کسی کی باچھوں سے رال

بدنام ترین مُجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمّل تفصیل

قیمت ۳۰ روپے

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

ٹپک رہی تھی اور کوئی اپنا بدن کھجا رہا تھا۔ کچھ پہلوان ایسے تھے جنھوں نے درندوں کی طرح ہانپنا شروع کر دیا تھا۔ اُن کی نظریں صرف سونیا پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ اُن کے سامنے سے گزرتے ہوئے نشیبی راستے پر چلتے ہوئے دوسری منزل کی طرف جا رہی تھی۔ وہاں فیڈل سامرو سے سامنا ہوا۔

"ہیلو مسٹر سامرو!"

فیڈل سامرو نے حیرانی سے پوچھا: "اوہ مادام کیا آپ میرا نام بھی جانتی ہیں؟"

"کیا تم مجھے نہیں جانتے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "آپ کو کون نہیں جانتا۔ میں آپ کو دیکھ کر حیران ہوں۔ بائی دی وے، آپ کی عمر کیا ہوگی؟"

"تمھارا اپنا کیا خیال ہے؟"

"آپ تو سولہ سے زیادہ کی لگتی نہیں ہیں۔"

مَیں فیڈل سامرو کے اِس خیال کے مطابق پہلے ہی سونیا کے متعلق بتا چکا ہوں، اس پر ایک عجیب نہ سمجھ میں آنے والی روحانیت کا اثر ہو رہا ہے۔ جب سے وہ حضرت حشمت بیگ کے حجرے میں آئی تھی تب سے چہرے پر ایسا نور، ایسی رونق آ گئی تھی، جیسے بی بی زلیخا نے اپنے بڑھاپے میں جوانی کی دُعا مانگی ہو۔ اگرچہ سونیا بوڑھی نہیں تھی، بمشکل ستائیس یا اٹھائیس برس کی تھی۔ اب اُسے دیکھ کر کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ وہ سولہ برس سے زیادہ کی ہے۔ وہ سر سے پاؤں تک ایک نوخیز دوشیزہ دکھائی دیتی تھی۔ وہ ظاہر میں بھی ویسی ہی تھی اور باطن میں بھی ویسی ہی ہوگی۔ جب مَیں اُس کے پاس پہنچوں گا تب تصدیق کروں گا۔

وہ دوسری منزل پر پہنچ گئی تھی۔ فیڈل سامرو کے ساتھ اُس کے پانچ اہم ماتحت تھے جو گوریلا جنگ میں ان پہلوانوں کے ساتھ حصّہ لیتے تھے۔ وہ انھیں نظر انداز کرتی ہوئی اس نشیبی راستے سے اُترتی ہوئی تیسری منزل تک پہنچ گئی۔ موس نے اُسے دیکھا تو اُس کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ منہ بھی کھلا رہ گیا۔

اُس نے برسوں سے سونیا کا تذکرہ سُنا تھا۔ برسوں کا مطلب ہے کہ اس کی کچھ عمر گزر چکی ہے اور جو عورت اتنی چالاک اور مکّار ہو، جو ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہو، وہ یقیناً بوڑھی نہ ہوگی تو ادھیڑ عمر کی ضرور ہوگی، جب کہ وہاں ایک نوخیز دوشیزہ دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اُسے ہرگز سونیا تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوتا مگر اُس کے ریکارڈ میں لگی ہوئی تصویر بتا رہی تھی کہ وہ سونیا ہے۔

اُس نے شدید حیرانی سے پوچھا: "تم کون ہو؟"

"مَیں وہی ہوں جسے تم دیکھ رہے ہو، مگر یقین کرنا نہیں چاہتے۔"

وہ بھلا یقین کیسے کر سکتا تھا۔ اُس کے سامنے ایک ایسی دوشیزہ کھڑی ہوئی تھی جسے وہ کھیلنے کی چیز سمجھ سکتا تھا مگر سونیا نہیں سمجھ سکتا تھا۔ وہ اپنے اسٹاف کی طرح خود بھی مجرد زندگی گزار رہا تھا اور برسوں سے عورت کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ اگر کوئی عورت نظر آتی تو اپنے عہدے کا خیال رکھتے ہوئے اُسے جھڑک دیتا تھا۔ اُسے اپنے اسٹاف سے بھی دُور رکھتا تھا اور دُور رکھنے کی صورت میں اُسے گولی مار دیتا تھا یعنی وہ عورت کے معاملے میں قصائی تھا۔

اُس قصائی نے سونیا کے حُسن و شباب کے آگے جھک نہ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اُس نے سونیا کے حُسن و شباب کے آگے جھکنے سے انکار کرتے ہوئے کہا: "مَیں تم سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"مَیں ایسی ہوں کہ مجھے دیکھتے ہی سب سے پہلے تنہائی کا خیال آتا ہے۔ چلو، تمھاری تنہائی بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔"

اُس نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا: "یہ نہ سمجھنا کہ مَیں حسین عورت کے جال میں گرفتار ہو جاتا ہوں۔ مَیں پتھر ہوں اور پتھر کی طرح عورت کو پیس کر رکھ دیتا ہوں۔"

"جب تم ایسا کر سکتے ہو تو بولنے کی کیا ضرورت ہے، مجھے تنہائی میں لے چلو۔"

وہ ایک طرف بڑھتے ہوئے بولا: "میرے ساتھ آؤ۔"

لیکن وہ خود آگے نہ بڑھ سکا۔ اُس کے خاص کمانڈوز نے آ کر اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اُسے اپنے ریوالور اور اسٹین گنوں کی زد میں رکھ لیا۔ پھر اُن کمانڈوز میں سے ایک نے کہا: "سر! ہمیں افسوس ہے، ہم آپ کو سونیا کے ساتھ تنہائی میں جانے نہیں دیں گے۔ ہم پہلے ہی پیشین گوئی کر دیتے ہیں۔ آپ زندہ واپس نہیں آئیں گے۔ اگر آئے تو ہمیں ایسے احکامات دیں گے جن پر عمل کرنا ہمارے اختیار میں نہیں ہوگا کیونکہ ہم جان پر کھیل جانے والے یہودی صرف اپنے ملک و ملّت کے ترازو پر آپ جیسے افسران کے احکامات کو تولتے ہیں۔"

موس نے اُس پاس دیکھتے ہوئے غصّے سے پوچھا: "یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

اُسی شخص نے کہا: "مَیں اِس اعتماد سے بولتا جا رہا ہوں کہ فرہاد علی تیمور میرے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا۔ آپ اِس بات کا خیال رکھیں، جب تک آپ تنہائی کا خیال دل سے نکالتے رہیں گے تب تک ہم آپ کے حکم کے بندے ہیں۔ آپ کو اور مادام سونیا سے جو کچھ پوچھنا ہے، جو گفتگو کرنی ہے، وہ ہماری موجودگی میں کریں۔"

موس نے سونیا کو بڑی حسرت سے دیکھا۔ ایک گہری سانس لی، پھر کہا: "تم سب اپنی جگہ درست ہو، مجھے فخر ہے کہ تم فرض شناس ہو لیکن سونیا ہماری مہمان ہے اور ٹھیک کھانے کے وقت آئی

ہے۔ لہٰذا ہم کھانے پر اس سے گفتگو کریں گے۔"

کمانڈوز میں سے جو شخص بول رہا تھا، اُس نے تسلیم کرتے ہوئے کہا: "یہ مناسب بات ہے۔ سونیا ہماری دشمن سہی مگر مہمان ہے، ہم کھانے پر گفتگو کریں گے۔"

پھر اُس نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیا کہ وہ اپنی آواز نہ سُنائے اور چُپ چاپ جا کر کھانے کا انتظام کرے۔ وہ چلا گیا۔ سونیا کو ایک طرف آرام سے بٹھا دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے ایک دوسرے ہال میں چلنے کے لیے کہا گیا۔ وہاں فرش پر دُور تک چادر بچھی ہوئی تھی اور کھانے کی طرح طرح کی ڈشیں رکھی ہوئی تھیں۔ مسٹر موس اور اُس کے خفیہ کمانڈوز اپنے اپنے ہتھیار سنبھالتے ہوئے کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ سونیا موس کے پاس بیٹھ گئی۔ یورپ اور ایشیا کے بہتیرے ممالک میں کھانے سے پہلے زیرے یا سونف کی شراب پی جاتی ہے۔ اُس کے بعد سُوپ پیا جاتا ہے، پھر کھانا شروع کیا جاتا ہے۔ سونیا نے کہا: "آپ اچھی طرح جانتے ہیں، فرہاد کی ٹیم سے تعلق رکھنے والی کوئی عورت شراب کو ہاتھ نہیں لگاتی۔ لہٰذا مَیں سُوپ سے کھانے کی ابتدا کروں گی۔"

وہ زیرے اور سونف سے کشید کی ہوئی شراب نوش کرنے لگے۔ سونیا نے کہا: "پیتے جائیں اور سوچتے جائیں۔ مَیں نے یہاں آ کر تم لوگوں کے لیے بڑے مسائل پیدا کر دیے ہیں۔"

موس کی خفیہ کمانڈوز کے کمانڈر نے کہا: "ہمارے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ تم یہاں آئی ہو، اب کبھی واپس نہیں جا سکو گی۔"

"کیا مجھے گولی مار دی جائے گی؟"

"ہم اتنے نادان نہیں ہیں۔ ہمیں تمھاری موت سے فائدہ حاصل نہیں ہوگا بلکہ مسائل بڑھتے جائیں گے۔ تمھارے پیچھے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں، وہ اور فرہاد کی ٹیم کے دوسرے افراد اس اڈّے کو ضرور تباہ کریں گے۔"

"مَیں سمجھ گئی، مجھے قیدی بنا کر رکھا جائے گا تاکہ ادھر کوئی حملہ کرنے نہ آئے۔ اِس اڈّے کی تباہی میری بھی تباہی ہوگی۔"

"تم کافی سمجھ دار ہو اگر قیدی بن کر رہنے کے دوران کوئی چالاکی نہیں دکھاؤ گی تو یہ تمھاری اور زیادہ سمجھ داری ہوگی۔"

موس نے کہا: "تمھارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے ہمارے درمیان پہنچ گئے ہیں۔ ہمیں یوں بھی برباد ہونا ہے تو پھر زندہ رہنے اور اپنے اس اڈّے کی حفاظت کرنے کے سلسلے میں کچھ کوشش کیوں نہ کر لیں، تمھیں قیدی بنا کر کیوں نہ رکھیں اور فرہاد وغیرہ کو یہ سمجھا دیں کہ ہم نہ رہے تو تم بھی نہیں رہو گی۔"

ہم تو ڈوبیں گے صنم، تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔"

سونیا اُن کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ مسٹر موس سے باتیں کر رہی تھی لیکن بار بار چور نظروں سے کمانڈو کی طرف دیکھتی تھی۔ نظریں ملتے ہی شرما کر دوسری طرف دیکھنے لگتی تھی۔ کچھ ایسی ادائیں دکھا رہی تھی کہ اُدھر کمانڈو بھی بار بار اُسے دیکھنے اور اس کے متعلق سوچنے پر مجبور ہو رہا تھا۔

شیبا نے کہا: "مَیں ابھی کمانڈر کے دماغ سے آ رہی ہوں، تمھاری چال کامیاب ہو رہی ہے۔"

سونیا نے پوچھا: "تم مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھیں؟"

"مَیں مر سکتی ہوں مگر تمھیں چھوڑ نہیں سکتی۔ مَیں سمجھتی ہوں، دنیا کا ہر مذہب بھاڑ میں جائے، ہر ملک ہمارا ہے، ہر ملک کا باشندہ ہمارا ہے۔ لہٰذا ہمیں انسانی نقطۂ نظر سے سوچنا اور فیصلہ ..... کرنا چاہیے اور میرا فیصلہ یہی ہے کہ خفیہ اڈّوں سے نکل کر گوریلا جنگ لڑنے والے، بستیوں کو تباہ کرنے والے ظالم ہوتے ہیں اور اُن کے خلاف جہاد کرنا ہمارا فرض ہے۔"

"تم کمانڈر کے دماغ میں کیسے پہنچ گئیں؟"

"مَیں سب کے دماغوں میں پہنچ سکتی ہوں۔ یہاں دوسری منزل میں بہت بڑا باورچی خانہ ہے۔ میں مختلف ذرائع سے باورچی کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ پتا چلا، یہ لوگ رات کو خفیہ اڈّوں سے نکل کر صرف سرحدوں پر حملہ نہیں کرتے بلکہ یہاں سے کوکین بھی اسمگل کراتے ہیں تاکہ دوسرے ملکوں میں نشہ عام کیا جائے۔ یہاں کوکین کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ مَیں نے باورچی خانے کے انچارج کو مجبور کیا کہ وہ زیرے اور سونف کی شراب میں کوکین حل کر دے، نتیجہ تمھارے سامنے ہے۔ یہ سب بظاہر نارمل ہیں لیکن اعصاب ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ یہ سانس روکنا چاہیں گے مگر نہیں روک سکیں گے۔"

"تم اس خفیہ اڈّے کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرو۔"

ایک چونکا دینے والی اہم بات یہ ہے کہ ہارپر سے ان کا رابطہ قائم رہتا ہے۔"

سونیا نے کہا: "دونوں بھائی اسرائیلی حکومت کے دوست ہیں۔ ظاہر ہے، ان میں سے ایک نہ ایک بھائی اس خفیہ اڈّے میں اِن کی مدد کے لیے آتا جاتا ہوگا۔"

"ہارپر پچھلے دو دنوں سے غائب ہے، اِن سے کوئی رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ جب سے تم آئی ہو، یہ لوگ اُس سے رابطہ قائم کرنے کے سلسلے میں خاصے پریشان رہتے ہیں۔"

"فرہاد کی طرح تم بھی ہارپر کے دماغ میں پہنچتی ہو۔ ذرا معلوم تو کرو کہ وہ کہاں غائب ہو گیا ہے۔"

"تم تنہا رہ جاؤ گی۔"

"تنہا کوئی نہیں رہتا، خدا ساتھ رہتا ہے، تم جاؤ۔"

وہ ہارپر کے پاس آ گئی۔ پتا چلا، فرہاد نے خود کو ہارپر کے دماغ میں ظاہر کر دیا ہے اور جب سے وہ ظاہر ہوا ہے، ہارپر کی حالت غیر ہے۔ اُسے کسی پل قرار نہیں ہے۔ وہ نیند بھر کر سوتا ہے نہ پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔ اُسے طرح طرح کی فکروں نے گھیر رکھا تھا۔ سب سے پہلے تو اس بات کا ڈر تھا کہ بھائی شارپر کو معلوم ہو گا تو وہ اعتماد کرنا چھوڑ دے گا۔ جس طرح بہن روزانہ اور بھائی آرمر کو نظر انداز کرتا ہے، اسی طرح اُسے بھی نظر انداز کرے گا۔

سب سے زیادہ پریشانی میں مبتلا کرنے والی بات یہ تھی کہ فرہاد اُس کے دماغ میں آتا ہے تو کیا اُس کے تمام چور خیالات پڑھ چکا ہے؟ ظاہر ہے، وہ اُس کے ایک ایک راز سے واقف ہو چکا ہو گا اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ اُس نے ٹرانسفارمر مشین کا دوسرا حصہ کہاں چھپایا ہے؟

یہ ایسی بات تھی جس نے اُسے بے چینی میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ اُس وقت تک آرام اور سکون سے نہیں رہ سکتا تھا جب تک کہ اپنے اس حصے کو دیکھ نہ لیتا۔ وہ حصہ موجود ہوتا تو اس کی طرف سے اطمینان حاصل ہو جاتا۔

اس مقصد کے لیے وہ نیویارک پہنچ گیا۔ وہاں کے ایک قبرستان میں ایک بہت ہی پرانی قبر تھی، جسے کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ شاید اس مرنے والے کا کوئی عزیز دنیا میں نہ رہا ہو لیکن ہارپر نے قبرستان کمیٹی سے رابطہ کر کے خود کو اس کا ایک رشتے دار ظاہر کیا اور اُس کی قبر کو پختہ بنا دیا۔ کتبے پر مرنے والے کا نام لکھوایا "ہیرالڈ ہیری سن"۔ پتا نہیں، بے چارہ ہیرالڈ ہیری سن کون ہو گا۔ اس کی توہڈیاں بھی گل گئی تھیں لیکن قبر میں ٹرانسفارمر مشین کا دوسرا حصہ کبھی گل نہیں سکتا تھا۔

ہارپر اب تک مطمئن تھا، کوئی اس حصے تک پہنچ نہیں سکتا تھا لیکن اُس کے دماغ میں پہنچنے والے سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اُس نے اپنے پانچ ماتحتوں کو حکم دیا "آج آدھی رات کے بعد اس قبرستان میں جانا ہے۔ تم میں سے دو آدمی قبر کھودیں گے۔ باقی تین مسلح افراد اس قبرستان کی ناکا بندی کریں گے۔ ہیرالڈ ہیری سن کی قبر تک کسی کو آنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

ایک نے پوچھا "یہ سرا اگر کوئی مداخلت کرے تو کیا ہم گولی مار دیں؟"

"ہرگز نہیں، جب تک میں حکم نہ دوں، شور مچانے والا کوئی ہتھیار استعمال نہ کرنا۔ میں تم سب کے دماغوں میں آتا جاتا رہوں گا اور مداخلت کرنے والوں سے نمٹتا رہوں گا۔ کوئی مجبوری ہوئی تب گولی چلائی جائے گی۔"

وہ مشین کے حصے کو صحیح سلامت دیکھنے کے لیے بے چین تھا۔ بڑے انتظار کے بعد آدھی رات ہوئی۔ اس کے پانچ آدمی پروگرام کے مطابق قبرستان پہنچ گئے۔ وہ اُن کے سامنے نہیں تھا مگر چھپ کر وہاں پہنچ گیا تھا اور اُن سے دماغی رابطہ قائم کرتا جا رہا تھا۔ وہ لوگ وہاں پہنچتے ہی پختہ قبر کو توڑنے لگے تھے۔ وہ دور کھڑا دیکھ رہا تھا۔ کدال کی ایک ایک ضرب پر اُس کا دل دھڑک رہا تھا۔ وہ دُعا مانگ رہا تھا کہ اس کا حصہ محفوظ ہو۔ جب قبر بالکل ہی ٹوٹ گئی اور لوگ بیلچے سے مٹی ہٹانے لگے تو اُس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔

"میں آ رہا ہوں، اجنبی سمجھ کر گولی نہ چلانا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا اُن کے قریب پہنچ گیا۔ اُس وقت قبر پوری طرح کھل چکی تھی۔ اُس نے ٹارچ کی محدود روشنی ڈالی تو دل دھک سے رہ گیا۔ اُس نے وہ دیکھا جس کی کبھی توقع نہیں کر سکتا تھا۔

یہ ایک انہونی سی بات تھی کہ ٹرانسفارمر مشین کا وہ حصہ نہیں تھا، کسی نے غائب کر دیا تھا اور توقع کے بالکل ہی خلاف اُس قبر میں اُس کی بہن روزانہ کا کٹا ہوا سر رکھا تھا۔ اُس کے ہاتھ سے ٹارچ چھوٹ گئی۔ اُس نے دونوں مٹھیاں بھینچ کر غصے اور جنون میں چیختے ہوئے کہا "فرہاد! تم سے بڑا دغا باز کوئی نہ ہو گا۔ تم نے چپ چاپ میرے دماغ میں پہنچ کر یہاں سے میرا حصہ غائب کر دیا اور میری بہن کا سر کاٹ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ میں تمہارے آگے بے بس لہو ہوں مگر نہیں، جب آدمی بالکل ہی ڈوبنے لگتا ہے تو ہاتھ پاؤں ضرور مارتا ہے اور میں تمہارے خلاف ہاتھ پاؤں مارو ں گا بھائی شارپر کو ساری باتیں بتا دوں گا!"

شاید یہ تمام باتیں بتانے کے لیے سونیا کے پاس آئی تو اس وقت تک اُسے آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا گیا تھا۔ وہ حیرانی سے بولی "سونیا، یہ کیا؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "کم بختوں نے پہلے آرام سے بٹھا کر کھلایا پلایا، اس کے بعد یہاں پہنچا دیا۔ تم اپنی سناؤ۔"

"میں ہارپر کا دماغ پڑھ کر آ رہی ہوں۔ اُس نے ایک قبر میں مشین کا دوسرا حصہ چھپا رکھا تھا۔ وہ غائب ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ اس کی بہن روزانہ کا کٹا ہوا سر رکھا ہے۔"

سونیا نے پوچھتے ہوئے کہا "مشین کے اس حصے کو چرانا ایک الگ بات ہے لیکن چرانے والے نے روزانہ کا کٹا ہوا سر وہاں کیوں رکھا ہے؟"

"ہارپر غصے میں چیخ رہا تھا کہ یہ کام فرہاد کا ہے!"

سونیا نے انکار میں سر ہلا کر کہا "ہرگز نہیں، اوّل تو فرہاد نیویارک میں نہیں ہے۔ وہ خود یہ کام نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی آلہ کار سے کرائے گا جب کہ ہم موجود ہیں پھر روزانہ کا سر کاٹ کر وہاں چھپانا اور کوئی ڈرامائی انداز پیدا کرنا، یہ بالکل ہی بے تکی سی بات ہے۔ ایسا وہی کرے گا جو اس ڈرامے کے پیچھے کوئی خاص مقصد رکھتا ہو۔"

"سونیا! تم ہارپر کے معاملات پر مٹی ڈالو، اپنی فکر کرو۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تمہاری جیسی ہستی آہنی سلاخوں کے پیچھے جا سکتی ہے۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ بڑی بڑی ہستیاں خاک میں مل جاتی ہیں۔ قبر کی کال کوٹھری میں پہنچ جاتی ہیں۔ میں تو صرف آہنی سلاخوں کے پیچھے آئی ہوں۔"

"تم یہاں جسمانی طور پر تنہا ہو، خالی ہاتھ ہو۔"

"دنیا کی پہلی عورت بھی خالی ہاتھ تھی اور آج کی عورت بھی خالی ہاتھ رہتی ہے، دنیا کے تمام ہتھیار مرد کے پاس رہتے ہیں، اس کے باوجود عورت کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔ میں تنہا اور خالی ہاتھ ہوں لیکن ان سب کو اس خفیہ اڈے کی جنت سے نکال کر دکھاؤں گی۔"

△▽△

یہ ایک اتفاق ہی تھا کہ جب شیبا، ہارپر کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کر رہی تھی تو میں بھی اُس کے دماغ میں موجود تھا چونکہ ہم دونوں خاموش تھے، اس لیے ایک دوسرے کی موجودگی سے بے خبر تھے۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ اُس کے دماغ سے اُس وقت چلی گئی تھی جب اُس نے اپنی بہن کے کٹے ہوئے سر کو قبر میں دیکھا تھا اور اُس کی مشین کا حصہ غائب تھا اور وہ میرے خلاف ہڑبڑا رہا تھا۔

میں ہارپر کے دماغ میں موجود رہا تاکہ اُس کا غصہ کچھ سرد ہو تو اپنے طور پر صفائی پیش کروں۔ جب میں نے کام نہیں کیا تھا تو خواہ مخواہ یہ الزام اپنے سر کیوں لیتا؟

وہ کھلی ہوئی قبر سے پلٹ کر اپنی کار کی طرف آیا۔ دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھا۔ اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ وہ چلے جائیں پھر اُس کے ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اُس کا سر غصے اور جنون کی شدت سے پھٹا جا رہا تھا۔ اُس نے ڈرائیور سے کہا "بوتل نکالو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ اُس نے ڈرائیور کرتے ہوئے ایک ہاتھ سے ڈیش بورڈ کے خانے کو کھول کر بوتل اور گلاس کو نکالا اور اپنے مالک کی طرف بڑھا دیا۔ وہ گلاس میں شراب ڈال کر پینے لگا۔ میں نے سوچا۔ ایک آدھ پیگ حلق سے اُتر جائے، اُسے کچھ سکون ملے تو میں مخاطب کروں گا۔ یہ عجیب بات ہے، جیسے لہو کے لوہا کاٹتا ہے اسی طرح دماغ کی گرمی کو شراب کی گرمی دُور کرتی ہے وہ ہانپ رہا تھا اور پی رہا تھا، میرے خلاف سوچتا جا رہا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ اب اپنے بھائی شارپر سے میرے متعلق کچھ نہیں چھپائے گا، صاف صاف کہہ دے گا کہ فرہاد اُس کے دماغ میں آتا ہے۔

اُسی وقت میں نے قہقہہ سُنا۔ پھر اپنی آواز بھی سنی۔ یقیناً کوئی میری آواز اور لب و لہجے میں بول رہا تھا اور وہ بولنے والا شارپر ہی ہو سکتا تھا۔ اُس نے میرے ہی انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو تم میرے خلاف سوچ رہے ہو، تم اپنے بھائی شارپر کو تمام باتیں سچ سچ بتا دینا چاہتے ہو لیکن اس کا انجام جانتے ہو؟"

اُس نے گلاس کی شراب ایک ہی سانس میں حلق سے اتاری، پھر جھلا کر کہا "مجھے انجام کی پروا نہیں ہے۔ بھائی آخر اپنا بھائی ہوتا ہے، دشمن نہیں ہوتا۔ جب اُسے معلوم ہو گا کہ تم نے مجھے فریب کیا ہے تو وہ مجھے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔"

"ہاں، اسی طرح کوشش کرے گا جس طرح اُس نے روزانہ کو بچا لیا۔ کیا تمہارا بھائی شارپر تمہاری بہن کو میرے ہاتھوں سے نہیں بچا سکتا تھا۔ جب میں تمہاری بہن کا گلا کاٹ رہا تھا تو کیا وہ اُس کے دماغ میں رہ کر جدّ و جہد نہیں کر سکتا تھا؟ نہیں ہارپر، سمجھنے کی کوشش کرو۔ جب میں کسی کے دماغ پر قابض ہو جاتا ہوں تو تمہارا بھائی شارپر کیا، تمہارا باپ بھی ہوتا تو میرے راستے میں آنے کی حماقت کبھی نہ کرتا مگر تم سب احمق ہو۔"

میں اپنے ہی لب و لہجے میں شارپر کی باتیں سُن رہا تھا جو ہارپر کو میرے خلاف بھڑکاتا جا رہا تھا۔ میں نے ہارپر کی سوچ میں اپنی طرف سے ایک سوال پیدا کیا۔ تو اُس نے اپنے بھائی کو فرہاد سمجھ کر پوچھا "میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ میری بہن تو گاڑی ڈی مورد کو کی قید میں تھی، تم وہاں کب پہنچے؟ کیسے اُسے قتل کیا؟ اور اُس کی گردن کب نیویارک لا کر اس قبر میں چھوڑ گئے؟"

شارپر نے میری آواز میں کہا "میں اپنا طریقہ کار کسی کو نہیں بتاتا۔"

اُس نے گلاس میں شراب اُنڈیلتے ہوئے کہا "فرہاد! تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ کیا تم اپنی زبان کے پابند نہیں رہتے؟"

وہ پھر میرے انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے بولا "غور کرو تو میں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ مشین کا وہ حصہ اپنے قبضے میں لے کر تم کو تمہارے بھائی شارپر کے غیظ و غضب سے محفوظ رکھا ہے، اب میں تمہارے بھائی سے کہوں گا کہ وہ جب تک تمہاری حفاظت کرتا رہے گا، تمہاری عزت کرتا رہے گا، اُس وقت تک وہ مشین

کا حصّہ کسی اور کے ہاتھ نہیں لگے گا، میرے پاس محفوظ رہے گا۔"

ہارپر نے پوچھا: "اِس سے میرے بھائی کو فائدہ کیا ہوگا؟"

"فائدہ یہ کہ مشین کے دو حصّے ہمارے پاس آ چکے ہیں۔ ایک حصّہ تمھارے بھائی شارپر کے پاس ہے۔ جب تک وہ تینوں ایک جگہ نہیں ہوں گے کسی کا بھلا نہیں ہوگا لہٰذا ہم ایک دوسرے کی بھلائی کے لیے کبھی کبھی تینوں حصّوں کو یکجا کر دیا کریں گے۔ اس مشین سے اپنا اپنا مقصد حل کرنے کے بعد پھر اپنے اپنے حصّے واپس لے جائیں گے۔ ہو سکتا ہے اِس طرح ہمارے درمیان دوستی اور بھائی چارگی بڑھ جائے اور دشمن ختم ہو جائے۔"

اس نے دوسرا گلاس منہ سے لگایا۔ پھر غٹا غٹ پینے کے بعد کہا: "تم باتیں اچھی کر لیتے ہو لیکن میرا نقصان ہو گیا۔ وہ حصّہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔"

"جب تک وہ دونوں حصّے میرے پاس ہیں، یوں سمجھو کہ وہ تمھارے پاس ہیں۔ جاؤ اور اپنے بھائی شارپر سے اعلانیہ کہہ دو کہ فرہاد تمھارے دماغ میں آتا ہے۔ مشین کا دوسرا حصّہ تمھارے پاس سے لے جا چکا ہے۔ پھر دیکھو وہ تمھارے خلاف کیا کرے گا؟ اور میں یقین سے کہتا ہوں، وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ میں تمھاری حفاظت کرتا رہوں گا۔"

اُس پر سُرور طاری ہو رہا تھا۔ اُس نے سر ہلا کر کہا: "اچھی بات ہے۔ میں بھائی شارپر سے کھل کر بات کروں گا اور ابھی جا کر رابطہ قائم کروں گا۔"

اُس نے اپنی رہائش گاہ میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلا کام یہی کیا۔ بوتل ہاتھ سے نہیں چھوڑی لیکن رابطہ قائم کر لیا۔ ہاں، وہ دونوں بھائی آپس میں ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرنے کے لیے مختلف ذرائع استعمال کرتے تھے۔ نیویارک کی رہائشی وہ نرس اُن کا ایک خاص ملازم تھا جس سے ہارپر نے کہا: "بھائی شارپر تمھارے دماغ میں پہنچیں تو اُن سے کہنا کہ فوراً میرے دماغ میں پہنچیں۔ اِسی طرح شارپر اُس ملازم کے دماغ میں پہنچتا تھا اور کہتا تھا: "میں ہارپر سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ اُسے مطلع کرو۔ حالانکہ یہ دکھاوا تھا۔ شارپر کو کسی بھی بہن بھائی سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ وہ سب کے لب و لہجے کو جانتا تھا اور براہِ راست پہنچ جاتا تھا۔

بہرحال وہ آرام سے بیٹھ کر بیتابی سے صرف دس منٹ کے بعد ہی اُسے شارپر کی آواز سنائی دی جو بھائی آرمر کے لہجے میں بول رہا تھا: "ہیلو ہارپر! کیا تم نے مجھے یاد کیا ہے؟"

اُس نے ایک گہری سانس لی۔ چند گھونٹ پیے۔ پھر ہانپتے ہوئے بولا: "بھائی! کیا تمھیں معلوم ہے کہ ہماری بہن روزانہ کو قتل کر دیا گیا ہے؟"

شارپر نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا: "کیا کہہ رہے ہو۔ مجھے اتنی فرصت نہیں ملی کہ میں روزانہ کے پاس جاتا اور وہ مجھے علم ہو جاتا۔ کیا گائی ڈی مورد کو نے اسے قتل کر دیا ہے؟"

"نہیں، اُسے فرہاد نے قتل کیا ہے۔"

شارپر یقیناً اپنی مکاری پر خوش ہوگا کہ اُس نے سارا الزام فرہاد پر عائد کر دیا تھا اور اپنے بھائی ہارپر کو اُلو بنا رہا تھا لیکن اِس مکاری کے نتیجے میں یہ نہیں سمجھ رہا تھا کہ میں اُس کی اصلیت سمجھ رہا ہوں۔ اگر میں اُس کے بھائیوں سے کہوں کہ تمھاری بہن کا قاتل شارپر ہے تو وہ کبھی یقین نہیں کریں گے۔ جو بھائی بہن ایک دوسرے کو اتنا چاہتے ہوں کہ ٹرانسفارمر مشین جیسی اہم چیز کے حصّے کر کے ایک دوسرے میں تقسیم کرتے ہوں، وہ بھلا ایک دوسرے کو کیوں قتل کریں گے؟

میں شارپر کو روزانہ کا قاتل ثابت نہیں کر سکتا تھا۔ اِس کی ضرورت بھی کیا تھی۔ اُسے کسی عدالت میں تو پہنچانا نہیں تھا جہاں بھی وہ میرے ہاتھ آئے گا تو میں اُس سے حساب برابر کر لوں گا۔ فی الحال شارپر نے اپنے بھائی سے پوچھا: "تمھیں یہ کیسے پتا چلا کہ روزانہ کو فرہاد نے قتل کیا ہے؟"

ہارپر جواب دینے سے پہلے ہچکچانے لگا۔ پھر وہ ڈرتے ڈرتے بولا: "بھائی! یہ میری زندگی کی سب سے بڑی ٹریجڈی ہے فرہاد میرے دماغ تک پہنچ گیا ہے۔"

شارپر نے گرج کر پوچھا: "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا وہ کب سے میرے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ چھپ چھپ کر ہمارے متعلق معلومات حاصل کرتا تھا۔ جب وہ ہندوستان کے ایک ہوٹل میں پھنس گیا تھا اور چاروں طرف سے پولیس نے محاصرہ کر لیا تھا، تب اُس نے میرے سامنے کھل کر اعتراف کیا کہ وہ میرے دماغ میں پہنچتا ہے اگر میں نے ہندوستانی پولیس کی مدد کی تو وہ مجھے ذہنی عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ لہٰذا میں مجبور ہو کر اُس کے احکامات کی تعمیل کرنے لگا۔ اور آپ جیسے محبت کرنے والے بھائی سے اصلیت چھپاتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری بہن جان سے گئی اور ہماری ٹرانسفارمر مشین کا دوسرا حصّہ بھی وہ لے گیا۔"

شارپر نے پھر گرج کر کہا: "یہ کیسی بکواس کر رہے ہو۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ پہلا حصّہ اُس کے بالشت بھر کے بیٹے پارس نے حاصل کیا۔ دوسرا باپ نے حاصل کیا۔ کیا اِسی طرح ہم اپنی چیزیں حاصل کریں گے؟ کب تک میں تمھاری حماقتوں کو برداشت کرتا رہوں گا۔ کیا تم روزانہ، جو جوا اور آرمر کی طرح بے دست و پا نہیں ہو گئے ہو؟ میرے لیے بالکل ناکارہ نہیں بن گئے ہو؟"

اِسے کہتے ہیں اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ وہ خود چور تھا قاتل تھا بہن بھائیوں کو مشین کے سلسلے میں اُلو بنا رہا تھا اور جسے اپنے دماغ کا کانٹا سمجھتا تھا وہ اُسے ہمیشہ کے لیے نکال پھینکتا تھا جیسا کہ پہلی بار اُس نے روزانہ کو ختم کر دیا تھا۔ جو بہن بھائی اُس کی کمزوری کا سبب بن رہے تھے، وہ انھیں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق اب جو حصّہ اُس کا نشانہ بننے والا تھا، کیونکہ وہ پوری طرح سونیا اور شیبا کے قبضے میں آ گئی تھی۔ اور وہ اُن کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا بلکہ اُس کا بہت کچھ بگڑنے والا تھا اور وہ اُسے برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

ہارپر نے عاجزی سے کہا: "بھائی! اِس میں میرا کیا قصور ہے؟ سمجھ ہی نہ سکا کہ وہ کس طرح میرے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں جانتا ہوں، تم میری لاعلمی کو تسلیم نہیں کرو گے لیکن ایک سوال کا جواب دو۔ جس وقت فرہاد آپ کے دماغ میں پہنچ جائے اور آپ کو پتا بھی نہ چلے کہ وہ کن راستوں سے آیا ہے تو آپ کیا کریں گے؟ کیا آپ یقین دلائیں گے کہ آپ بے خبر تھے، بالکل انجان تھے؟ آپ کا کوئی قصور نہیں ہے؟"

"زیادہ نہ بولو۔ جو لوگ مجرموں کی طرح پھنس جاتے ہیں، وہ ہی چیخ چیخ کر بولتے ہیں مگر کوئی اُن کی بے گناہی تسلیم نہیں کرتا۔ میں مانتا ہوں تم بے قصور ہو مگر میرے ماننے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا فرہاد تمھارے دماغ میں آنا چھوڑ دے گا؟"

"نہیں بھائی نہیں، وہ آتا ہی رہے گا۔ وہ تو کہہ رہا تھا کہ آپ کو بھی نہیں چھوڑے گا۔ میری حفاظت کرے گا کیونکہ اُس کے پاس ٹرانسفارمر مشین کے دو حصّے ہیں جبکہ تیسرا آپ کے پاس ہے۔ جب تک تینوں ایک جگہ نہیں ہوں گے، آپ میں سے کسی کا بھلا نہیں ہوگا۔"

شارپر نے کہا: "مجھے اپنی بھلائی کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اِس مشین کے ذریعے جو کچھ حاصل کرنا تھا، کر چکا ہوں۔ اب تم لوگوں کے بھلائی کو حاصل کرنا کچھ ضروری نہیں ہے، تم سب ناکارہ ہو اور میرے لیے دردِ سر ہو۔"

ہارپر نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "ہاں، آج میں آپ کے لیے ناکارہ بن گیا ہوں لیکن بھائی، آپ یہ نہ بھولیں کہ کسی وقت ٹیڑی پیڑھی کی ضرورت آپ کے دماغ سے گم ہو سکتی ہے، چونکہ یہ قدرتی نہیں مشینی ذہانت ہے اس لیے ایک بار آپ کا ذہن کسی وجہ سے کمزور ہو جائے اور اطلاعتیں نکل جائیں تو دوبارہ اُس وقت تک نہیں آئیں گی جب تک وہ مشین اپنی مکمل صورت میں نہ ہو اور اُسے مکمل صورت میں لانے کے لیے آپ کو فرہاد کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے۔ اِس سے دو بدتر کرنا ہوگی، تب ہی آپ کا کام بنے گا۔"

شارپر اپنے بھائی ہارپر کی باتوں سے متاثر ہونے والا نہیں تھا۔ اُس کا دوسرا حصّہ بھی اُس نے ہی چُرایا تھا۔ یعنی اُس کے پاس مشین کے دو حصّے تھے، اُس کا بڑا بھائی تھا۔ ہمارے پاس ایک حصّہ تھا۔ ہو سکتا ہے وہ اُس ایک حصّے کو پھر اپنی منت سے بنا کے اور اپنی مشین مکمل کر سکے، لہٰذا وہ میرے سامنے گھٹنے ٹیکنے والی بات کو تسلیم ہی نہیں کر سکتا تھا۔

میں بہت دیر سے خاموش تھا اور شارپر کو مختلف انداز میں بولتے دیکھ رہا تھا۔ پہلے وہ میرے ہی لب و لہجے کو اختیار کر کے اپنے بھائی کو میرے خلاف بھڑکاتا رہا تھا۔ اب اپنے بھائی آرمر کے لہجے میں ہارپر پر رُعب جما رہا تھا۔ ہر طرح سے اپنی برتری ثابت کر رہا تھا۔ تب میں نے کہا: "ہارپر! یہ جو تمھارا بھائی آرمر کے لہجے میں بول رہا ہے، یہ نہایت ہی بدترین بھائی ہے۔ تم لوگ اسے خون کے رشتے سے بھائی سمجھتے ہو اور یہ آہستہ آہستہ تم سب کا خون بہا جائے گا۔ یہی تمھاری بہن روزانہ کا قاتل ہے۔"

ہارپر نے کہا: "نہیں، تم جھوٹ بولتے ہو۔"

شارپر نے بھی آرمر کے لہجے میں کہا: "ہارپر! اس کی باتوں میں نہ آنا۔ یہ ہمیں آپس میں لڑانا چاہتا ہے۔"

میں نے کہا: "شارپر، تم خواہ کچھ کہہ لو۔ میں بہت دیر سے

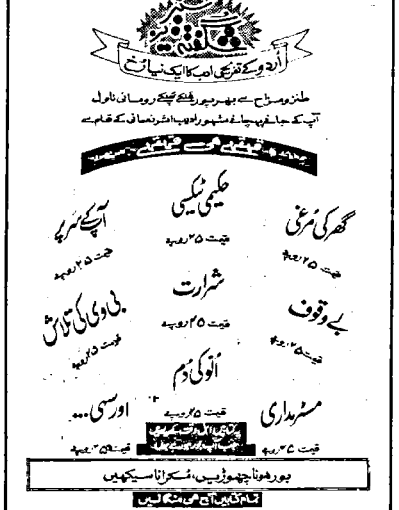

ہار پر کے دماغ میں خاموش ہوں اور تمہاری مکاری دیکھتا آرہا ہوں۔ پہلے تم میرے لب ولہجے میں بول کر اسے بے وقوف بناتے رہے۔ اب آرمر کے لب ولہجے میں بول رہے ہو مگر دونوں ہی روپ میں پکے فراڈ ہو۔ ہار پر اسے تسلیم کرے یا رد کرے میں اسے بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ جس طرح تم نے روزانہ کو اپنے وجود کا پھوڑا سمجھ لیا اور یہ یقین ہو گیا کہ اس بہن کی وجہ سے تم پر آفات آتی رہیں گی اور فرہاد تم پر غالب ہوتا جائے گا تو تم نے اسے قتل کر دیا۔ اس کی گردن کاٹ کر اسی قبر میں پہنچا دی جہاں تمہارا سچا بھائی ہار پر مشین کے اس حصے کو چھپا کر مطمئن تھا۔"

شارپر نے کہا: "مسٹر فرہاد! تم سمجھتے ہو تمہارے بہکانے سے میرا سچا بھائی ہار پر بہک جائے گا؟"

"میں یہ نہیں سمجھتا لیکن اتنا ہار پر کو سمجھا دینا چاہتا ہوں کہ وہ جتنی دیر زندہ ہے اتنی دیر یہ تماشا دیکھ لے کہ روزانہ کے بعد جو جو مرنے والی ہے لیکن اس کا الزام بھی فرہاد کے سر ہوگا۔ اگر ہار پر میں ذرا بھی عقل ہے تو وہ سمجھ لے کہ جب سونیا جو جو کو بیٹی سمجھ کر پناہ دے سکتی ہے تو اسے فرہاد کیسے قتل کر سکتا ہے اور جب جو جو کو بیٹی کہہ دیا تو اس کی بہن کو کیسے قتل کرے گا۔ یہ ایک موٹی سی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ ہار پر سمجھنے کی کوشش کرے۔"

ہار پر کشمکش میں مبتلا ہو گیا تھا اور اسے مبتلا ہونا تھا کیونکہ وہ خود کو ناکارہ سمجھ رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ جس طرح بھائی شارپر نے اپنی بہن روزانہ کو اپنے وجود کا پھوڑا سمجھ لیا تھا اسی طرح اپنے بھائی کو بھی ایک ناکارہ بازو سمجھ کر اسے کاٹ سکتا ہے۔

شارپر اس کے دماغ میں رہ کر اس کی سوچ پڑھ رہا تھا اور اسے سمجھا رہا تھا: "ہار پر! اس کی باتوں میں نہ آؤ، تم میرے خلاف سوچ رہے ہو۔"

جب وہ بھائی شارپر کی حمایت میں سوچنے لگتا تو میں اس کے خلاف بھڑکانے لگتا۔ اس طرح کبھی وہ اُدھر لڑھک رہا تھا کبھی اِدھر لڑھک رہا تھا۔

شارپر نے کہا: "ہار پر! تم کافی پی چکے ہو لیکن ابھی نشہ غالب نہیں آیا ہے۔ تم کبھی مجھ سے کبھی فرہاد سے متاثر ہو رہے ہو۔ لہٰذا دوسری بوتل لے آؤ۔"

وہ کیبنٹ سے ایک اور بوتل نکال کر لے آیا۔ پہلی بوتل میں کچھ شراب بچی ہوئی تھی اسے حلق سے اُتار لیا۔ پھر نئی بوتل سے گلاس بھرنے لگا۔ میں خاموش رہا اور دیکھتا رہا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ کیا کرنے جا رہا ہے۔

ہار پر پی رہا تھا۔ شارپر اسے پلا رہا تھا۔ ایک مقام پر پہنچ کر ہار پر پینے سے انکار کرنے لگا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ جام کو صحیح طرح سے پکڑ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے باوجود شارپر اس کو جام پکڑا رہا تھا، شراب ڈال رہا تھا اور اس کے حلق میں انڈیل رہا تھا۔

ایک آدمی کتنا پانی پی سکتا ہے اور یہاں تو پانی نہیں شراب تھی اور شراب تو وہ چیز ہے جو آدمی کے دماغ کو بے لگام کر دیتی ہے اور جب دماغ ساتھ نہ دے تو جسم ایک ناکارہ سامان کی طرح ہوتا ہے جو کچرا گھر میں پڑا رہتا ہے۔ شارپر نے اس قدر پلائی کہ شراب حلق تک بھر گئی۔ اسے اُبکائی آنے لگی۔

ایسے ہی وقت اُس نے اپنے بھائی ہار پر کی جیب سے رومال نکالا اور اُس رومال کو گولا بنوا کر منہ میں ٹھونس دیا۔ یہ ہار پر خود اپنے منہ میں ٹھونس رہا تھا لیکن اُسے ہوش نہیں تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے اور ایسا کون کرا رہا ہے۔ تب شارپر نے آرمر کے لہجے میں کہا: "میرے پیارے بھائی ہار پر! مجھے افسوس ہے میں اب تمہیں انجام تک پہنچا رہا ہوں۔ اگر فرہاد تمہیں بچا سکتا ہے تو بچا لے۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ وہ تمہیں اپنی ٹیم میں شامل کرے گا کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ ایسا کر سکے گا؟"

وہ بھلا کیا کہہ سکتا تھا۔ اُس کے منہ میں رومال ٹھنسا ہوا تھا حلق تک بھری ہوئی شراب باہر نکلنا چاہتی تھی۔ وہ ہُمک ہُمک کر سانس لے رہا تھا جیسے اب تب میں چھلکنے والا ہو اور چھلکنے کا راستہ نہ مل رہا ہو۔ شارپر کہہ رہا تھا: "ان لمحات میں فرہاد تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔ کیونکہ تم بنا سوچے خیال خوانی کرنے والے ہو۔ میں بھی ایسا نہیں ہوں۔ ہم سب نے مشین کے ذریعے یہ علم حاصل کیا ہے۔ کبھی نہ کبھی، کسی حادثے سے، کسی بیماری سے ہمارا یہ علم ہم سے چھن سکتا ہے اور جب یہ علم ہمارے اندر اتنا ناپائیدار ہے تو بھلا فرہاد اور اس کی ٹیم والے تمہیں اپنے ساتھ کیوں شریک کریں گے؟"

وہ ردِ عمل ہوا جیسے انتظار کر رہا ہو کہ میں کچھ بولوں گا لیکن مجھے بولنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اُسی لمحے ہار پر کو اُبکائی آنے لگی۔ حلق تک بھری ہوئی شراب کو نکلنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ اُبکائی لیتے ہوئے اس کی ناک سے اور آنکھ سے شراب بہنے لگی پھر صرف شراب نہیں تھی اس کے جسم کی اندرونی آلودگی بھی تھی جو شراب میں مل کر ناک اور آنکھ سے بہہ رہی تھی۔ اب کانوں سے بھی نکل رہی تھی۔ وہ دیدے پھاڑے ساکت بیٹھا ہوا تھا۔

تب شارپر نے کہا: "میرے بھائی ہار پر! مجھے معاف کر دینا ہم سب بھائی بہن ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ اپنی جان سے بھی زیادہ چاہتے تھے لیکن ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد ہمیں پتا چلا کہ ہماری جان بہت قیمتی ہوتی ہے اور دنیا میں نام پیدا کرنے کے لیے اپنی جان بھی قربان کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا میں تمہیں قربان کر رہا ہوں۔ میں نے تم

پہلے روزانہ کو مار ڈالا۔ اس کی گردن کاٹ کر تمہاری اس قبر میں لاوی جہاں تم نے مشین کے اس حصے کو چھپا رکھا تھا۔"

وہ ذرا چپ ہوا، پھر بولا: "میں ایک اور بات بتا دوں کہ تمہارا راز میرے لیے راز نہیں تھا۔ میں تم سب کے دماغوں میں جب چاہتا، پہنچ جاتا تھا اور تم لوگوں کے چور خیالات پڑھ لیتا تھا۔ اسی لیے میں نے سب سے پہلے روزانہ کے اس حصے کو چرا لیا جو اس دہری چھت کے درمیان چھپا رکھا تھا۔ روزانہ کا سر تو صرف دن پہلے میں نے اس قبر میں پہنچایا تھا۔"

اُس نے ایک گہری سانس لی، پھر کہا: "میرے بھائی! تم اس دنیا سے جا رہے ہو لیکن یہ تمہارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے کہ تم اپنے بھائی شارپر کے مفادات پر قربان ہو رہے ہو۔"

اُس کے بعد میں شارپر کی باتیں آرمر کے لہجے میں نہیں سن سکا۔ بدنصیب ہار پر کا دماغ گہری تاریکیوں میں ڈوب گیا تھا۔ وہ صوفے پر ٹیڑھا بیٹھے ہی بیٹھے دم توڑ چکا تھا۔ شاید اب بھی اس کی ناک سے، اس کی آنکھوں سے اور اس کے کانوں سے شراب اور جسم کی آلودگی بہہ رہی ہو۔ ایسی بھی عبرت ناک موتیں ہوا کرتی ہیں۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

میں نے آنکھیں کھول کر اپنے ماحول کو دیکھا۔ میں اپنے اربپتی انکل ولپت رائے کی شاندار کوٹھی میں تھا۔ اُس وقت میرے دل و دماغ پر ایک بوجھ سا تھا۔ ایک تو میں نے روزانہ کی کٹی ہوئی گردن دیکھی تھی، جس کا الوداعی مجھ پر آرہا تھا۔ دوسرے میں نے ہار پر کو دم توڑتے ہوئے دیکھا تھا اور وہ ایک عبرت ناک منظر تھا۔ اگرچہ وہ سب میرے دشمن تھے لیکن بعض حالات میں دشمنوں کی موت پر بھی افسوس ہوتا ہے۔

میرا جی چاہتا تھا میں ذرا سی خیال خوانی کر کے کسی سے کوئی بات نہ کروں، بالکل خاموش رہوں۔ اسی وقت اسٹرکام سے اشارہ موصول ہوا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو۔"

دوسری طرف سے انکل ولپت رائے نے کہا: "کوئی مالا نامی لڑکی تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔"

میں نے کہا: "کہہ دیجیے، میں موجود نہیں ہوں۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا حالانکہ مجھے نشے کی ضرورت تھی۔ خود کو گم کر دینا چاہتا تھا لیکن مالا کو اپنے ساتھ زیادہ دور تک لے جانا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے چپ چاپ اُس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اُسے انکل ولپت رائے نے بتا دیا تھا کہ میں موجود نہیں ہوں۔ وہ مایوس ہو کر سوچ رہی تھی، آخر میں کہاں گم ہو گیا ہوں۔ وہ جب بھی سونا چاہتی، اچانک اُسے نیند آجاتی ہے۔ کھانا نہیں چاہتی، پیٹ بھر کر کھا لیتی ہے۔ یقیناً فرہاد خیال خوانی کے ذریعے دماغ میں موجود رہتا ہے اور کھلاتا پلاتا اور آرام سے سُلاتا رہتا ہے، اتنی محبت کرتا ہے لیکن سامنے نہیں آتا۔

تب میں نے اچانک اُسے مخاطب کیا: "مالا! میں تمہارے پاس موجود ہوں۔"

"تم سامنے کیوں نہیں آتے؟"

"میں نہیں آؤں گا۔ یاد کرو، تم نے کہا تھا، اگر میں ایک گھنٹے کے لیے یا ایک رات کے لیے تمہارے پاس آجاؤں تو اس کے بعد تم میری تمنا نہیں کرو گی۔ اُس ایک رات کو تم زندگی بھر یاد رکھو گی۔"

"میں نے ایسا کہا تھا لیکن اب وہ ملاقات ٹوٹ پاتی ہے۔ تمہارے لیے اتنا بے چین کرتی ہے کہ زندگی بے کار سی لگتی ہے تم ملو تو زندگی ہے ورنہ موت سے بدتر ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ اب ہماری ملاقات نہیں ہوگی۔ میں تمہیں نیک مشورہ دیتا ہوں، کسی کو اپنا جیون ساتھی بنا لو اور اچھی زندگی گزارو۔ اگر ایسا نہیں کرو گی تو میں ہمیشہ خیال خوانی کے ذریعے تمہیں ٹریپ کرتا رہوں گا اور تمہیں ایک مئی زندگی گزارنے پر مجبور کر دوں گا۔"

وہ نہیں مان رہی تھی، میں نے کہا: "تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم مجھے کبھی نہیں پا سکو گی، چاہے کہیں بھی تلاش کر لو۔ اگر تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو میری بات مان لو۔ کل کا دن طلوع ہونے تک کوئی جیون ساتھی پسند کر لو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوگی۔ خدا حافظ۔"

وہ مجھے آوازیں دیتی رہی۔ میں اُس کے دماغ میں موجود تھا مگر خاموش تھا۔ پھر وہاں سے چلا آیا۔ اب مجھے کسی کی ضرورت نہیں تھی۔ اعلیٰ بی بی ہندوستان کی زمین پر قدم رکھ چکی تھی۔ وہ طیارے سے اترنے کے بعد اپنے بنا پتی مال اپ کے ساتھ ائیر پورٹ کی عمارت میں آگئی تھی۔ میں نے اُس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اُس نے سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے بولی: "کون ہے؟"

میں نے مخصوص کوڈ ورڈز، ماسک مین، سونیا اور اوروپوں کے لیے مقرر کر رکھے تھے، یہ پرانی بات ہے۔ وہ کوڈ ورڈز میں نے استعمال کرتے ہوئے کہا: "فرہاد، آن زیرو چینل۔"

وہ کیا رگی مسکراتے ہوئے بولی: "اچھا تو میرا انتظار تھا۔ میں سمجھی تم اپنی مصروفیات میں بھول چکے ہو گے۔"

"میری جان! تم بھولنے کی چیز نہیں ہو۔ اسی لیے تو پارکس کے بہانے تمہیں بلایا ہے۔ ایک تیر سے دو شکار ہوں گے تمہاری ذہانت سے میرے بیٹے کا بھلا ہوگا اور تمہاری محبت سے میرا بھلا۔"

"تم کہاں ہو؟"

"پہلے میں معلوم کرلوں کہ تمھارا بنا پتی باپ روی سُندر کس حیثیت سے یہاں آیا ہے۔"

"میں بتاتی ہوں۔ وہ ایک بزنس مین کی حیثیت سے آیا ہے۔ بھارتی سرکار کو یہ نہیں معلوم ہے کہ روی سُندر کا تعلق فرانس کی انٹیلی جنس سے ہے۔"

"تم اپنے نئے والدین کے ساتھ اُن کی رہائش گاہ میں جاؤ۔ اُس کے بعد تم کسی پارک میں اجنبی کی طرح ملاقات کریں گے۔"

"فرہاد! اگر میں نے کسی پُرہجوم ماحول میں تمھیں دیکھ لیا تو برداشت نہیں کرسکوں گی۔ بے اختیار دوڑتی ہوئی تمھاری آغوش میں چلی آؤں گی۔ خدا کے لیے ایسی جگہ کا انتخاب کرو جہاں ہمارے تمھارے درمیان کوئی تیسرا نہ ہو۔"

اعلیٰ بی بی میرے معاملے میں اس قدر جذباتی ہوسکتی ہے، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ "تمھیں کیا ہوگیا ہے۔ سب سے پہلے اپنے حالات اور معاملات پر توجہ دو۔"

وہ جیسے ہوش میں آگئی جیسے اچانک نشہ ٹوٹ گیا ہو۔ وہ اپنے آس پاس کے ماحول کو دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔ "کام کی بات ہو جائے۔ پارس کو جہاں قید کیا گیا ہے، میں وہاں کے تمام مسلح پہرے داروں تک پہنچ چکا ہوں، صرف تمھارا انتظار کررہا تھا۔"

وہ بولی۔ "ابھی تھوڑی دیر کے لیے تم میرے دماغ سے غائب تھے اور میں اپنے ماحول کو دیکھ رہی تھی تب میں نے رسونتی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر رسونتی کے کوڈورڈز کے مطابق اس سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں اُس سے پانچ منٹ بعد گفتگو کروں گی۔ لہٰذا تم سے کہتے آئی ہوں کہ ابھی میرے دماغ میں نہ آؤ۔ پانچ منٹ کے بعد میرا دماغ خود بخود کھلا رہے گا کیونکہ رسونتی وہاں موجود رہے گی اور تمھاری سوچ کی لہریں محسوس نہیں کرسکے گی۔"

پانچ منٹ کے بعد یہی ہوا۔ جب میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچا تو رسونتی اُس سے کہہ رہی تھی۔ "اعلیٰ بی بی! میں نے تمھیں زحمت دی ہے مگر میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اپنے بیٹے کو وہاں سے کیسے نکال سکتی ہوں؟"

"تم اطمینان سے رہو۔ جب مجھے تمھاری خیال خوانی کی ضرورت ہوگی تب تمھاری مدد طلب کروں گی ورنہ اپنی ذہانت سے پارس کو نکال لاؤں گی، وہ ہم سب کا بیٹا ہے۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "تم کہاں سے آغاز کرو گی؟"

"پارس کے اطراف میں جتنے مسلح پہرے دار ہیں، میں اُن تک پہنچوں گی۔ پھر تمھیں اُن کی آواز اور لب و لہجہ سناؤں گی۔ اس کے بعد ہم ایک ٹھوس اور مستحکم منصوبہ بنا کر اس پر عمل کریں گے۔ فی الحال تم میرے پاس سے جاؤ۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "تم مجھے جانے کے لیے کیوں کہہ رہی ہو؟"

"میرے پاس موجود رہو گی تو دماغ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ کوئی بھی دشمن میرے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھ سکتا ہے۔"

"ہاں، یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ اچھی بات ہے، میں جارہی ہوں۔ وقتاً فوقتاً تمھاری خیریت معلوم کرتی رہوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ اعلیٰ بی بی کے بنا پتی والدین روی سُندر اور اس کی دھرم پتنی کے رشتے دار ان کا استقبال کرنے آئے تھے۔ سب ایک دوسرے سے مل کر خوش ہو رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی جیسی حسین بیٹی کو دیکھ کر بے اختیار تعریفیں کرتے جارہے تھے۔ وہ ایک گھنٹے بعد دہلی کے ایک مہنگے علاقے کی ایک بہت ہی شاندار کوٹھی میں پہنچ گئے۔ یہ عجیب اتفاق تھا کہ میرے انکل دلیپ رائے کی کوٹھی کے ٹھیک سامنے اُن کی کوٹھی تھی۔ میں نے کہا۔ "یہ تو کمال ہوگیا۔ تمھیں پتا ہے، میں ٹھیک تمھارے سامنے والی کوٹھی میں ہوں۔"

وہ خوش ہوکر بولی۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں، ابھی میں سامنے والی بالکونی میں آکر بتا سکتا ہوں کہ میں نے کون سا لباس پہنا ہوا ہے مگر میں نہیں آؤں گا۔"

"کیوں نہیں آؤ گے؟"

"اس لیے کہ اعلیٰ بی بی ذہین اور حاضر دماغ سہی مگر عورت ہے کہیں جذبات میں آکر اس نے دوسری تیسری منزل سے چھلانگ لگادی تو ہاتھ پاؤں سے اپاہج ہوجائے گی۔ لہٰذا صبر سے کام لو اور مناسب وقت کا انتظار کرو۔"

"جناب فرہاد صاحب! میں الھڑ دوشیزہ یا نادان چھوکری نہیں ہوں کہ آپ کے لیے چھلانگ لگاؤں اور کسی کام کی نہ رہوں، میں تو تمھارے کام کی رہنا چاہتی ہوں۔"

"میرے ایک سوال کا جواب دو۔ اگر میں ان مسلح پہرے داروں کے دماغوں تک نہ پہنچ پایا تو تم پارس کو کس طرح نکالتیں؟"

"میں تمھارے سوال کا جواب ہوں۔ فی الحال تم سے کوئی مدد حاصل نہیں کروں گی۔ تم جتنے مسلح پہرے داروں تک پہنچ چکے ہو، انھیں اپنے لیے محفوظ رکھو۔ میں دکھاؤں گی کہ پارس کو وہاں سے کس طرح نکال لاتی ہوں۔ تمھیں اعلیٰ بی بی کی ذہانت کا امتحان ضرور لینا چاہیے۔"

میں نے مُسکراتے ہوئے پوچھا۔ "ذہانت کا مظاہرہ کب کرو گی؟"

"آج رات تمھارے ساتھ اور کل سے تمھارے بیٹے کے ساتھ ہوں گی، تم حیرانی سے دیکھتے رہ جاؤ گے۔"

شام ہونے والی ہے، میں ابھی تمھارے گھر سے رابطہ قائم کرتا ہوں اور تمھیں والدین سمیت یہاں بُلاتا ہوں۔"

میں نے انکل دلیپ رائے سے کہا۔ "آپ میری خفیہ سرگرمیوں

کو سمجھتے ہیں۔ سامنے والی کوٹھی میں میری ایک ساتھی ہے۔ وہ باہر سے آئی ہے، میں اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے۔ وہ لوگ اچھے خاصے شناسا ہیں۔ میں انھیں ابھی انوائیٹ کرتا ہوں۔"

اُس نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر رابطہ قائم کیا۔ پھر بڑے ہی دوستانہ انداز میں کہا۔ "یار! تمھارے گھر آنے والے میرے مہمان نہیں ہوسکتے؟"

دوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا گیا۔ "اچھا تو تم جاسوسی کرتے رہتے ہو کہ میرے یہاں کون آتا جاتا رہتا ہے!"

"باتیں نہ بناؤ۔ اپنے مہمانوں کو میرے ہاں لے آؤ۔ رات کا کھانا ساتھ کھائیں گے۔"

"بھئی، وہ لمبے سفر سے آئے ہیں، تھکے ہوئے ہیں، آج ہی انھیں ڈنر پر بُلانا کیا ضروری ہے؟"

"میرا دل چاہتا ہے کہ تم سب کے ساتھ مل کر ذرا وقت گزار لوں۔"

"اچھا، میں مہمانوں سے پوچھتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ "مہمان تو تمھارے ہاں آنے کے لیے ایک پاؤں پر کھڑے ہیں۔"

"ابھی چلے آؤ۔"

اُس نے ریسیور رکھتے ہوئے مُسکرا کر کہا۔ "کام بن گیا۔"

میں نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے ذریعے اُن کے دماغوں تک پہنچ گیا تھا اور کام بنا جارہا تھا ورنہ وہ انکار کرنے والے تھے۔"

"بھئی، تمھارا علم بڑے کمال کا ہے۔ میرا انکم ٹیکس کا معاملہ اُلجھ گیا ہے، کیا تم سلجھا سکتے ہو؟"

"یہ کوئی بڑی بات ہے۔ کل دفتر ہی اوقات میں یاد دلایئے۔ میں اِدھر خیال خوانی کی چٹکی بجاؤں گا، اُدھر کام ہوجائے گا۔"

تھوڑی دیر بعد ایک ملازم نے آکر کہا۔ سامنے والی کوٹھی سے کچھ لوگ آئے ہیں۔"

دلیپ رائے نے کہا۔ "انھیں اندر لے آؤ۔"

ملازم چلا گیا۔ میں نے جاتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے کمرے میں رہوں گا۔"

"تو پھر انھیں کیوں بُلایا ہے؟"

"جسے بلایا ہے، وہ خود چلی آئے گی۔"

میں زینے پر چڑھنا ہوا اوپری منزل کے بیڈ روم میں چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی اپنے ماں باپ اور میزبان کے ساتھ وہاں آئی۔ اُس شاندار ڈرائنگ روم کو مُسکراتے ہوئے دیکھنے لگی جیسے خوش ہو رہی ہو۔ پھر اُس نے کہا۔ "بہت ہی خوب صورت کوٹھی ہے۔"

اُس کے بنا پتی باپ روی سُندر کے عزیز نے کہا۔ "ہمارے دلیپ رائے جی بہت ہی شوقین مزاج ہیں۔ بڑی خوب صورتی سے گھر کو سجا کر رکھتے ہیں۔"

دلیپ رائے نے کہا۔ "بیٹی! تم کوٹھی کے دوسرے کمروں کو دیکھنا چاہو گی؟"

"ضرور دیکھوں گی۔"

دلیپ رائے نے آنے والوں سے کہا۔ "آپ لوگ تشریف رکھیں، میں اپنی بیٹی کو کوٹھی کی سیر کراؤں گا۔"

پہلے وہ اعلیٰ بی بی کو گراؤنڈ فلور کے کمرے دکھاتا پھرا۔ پھر زینے پر چڑھتا ہوا اوپری منزل پر پہنچا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "انکل! آپ کو زحمت ہو رہی ہے۔ آپ مہمانوں سے باتیں کریں، میں خود ہی گھوم پھر لوں گی۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ اسمانی جگہ ہے اور بہت سے کمرے بند ہیں۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "انکل! کچھ تو سمجھا کریں۔ اُسے کسی کمرے کو کھولنے کے لیے چابی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ آپ مہمانوں کے پاس جائیں، پلیز۔"

وہ فوراً ہی مسکراتا ہوا چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی اُس کمرے کے سامنے آئی جہاں میں انتظار کررہا تھا۔ اُس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اور میں اُس کے لیے تڑپ رہا تھا۔ ایک طویل عرصے کے بعد ہماری ملاقات ہورہی تھی۔ وہ اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے آہستہ آہستہ دروازے کو کھول رہی تھی۔ جب مجھ پر نظر پڑی تو دروازے کو پوری طرح کھولنا بھول گئی۔ تڑپ کر آگے بڑھی اور دوڑتی ہوئی میرے پھیلے ہوئے بازوؤں میں آکر سما گئی۔

ایک عرصے کے بعد ملنے والے پہلے ایک دوسرے کو جی بھر کر دیکھتے ہیں۔ ہمیں تو دیکھنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اس طرح کھنچے چلے آئے کہ دیکھنے کے لیے کچھ نہ رہا۔ محسوس کرنے اور سمجھنے کے لیے رہ گیا۔ یہ تو سمجھنے کی بات ہے۔ آنکھوں کے بالکل سامنے آنکھیں ہوں تو جھیل کی گہرائی نظر آتی ہے۔ نگاہوں کے عین مقابل رخسار ہوں تو انار کی سُرخی چھلکتی لگتی ہے، لبوں کے انگارے دہکتے ہیں اور سانسوں سے شعلے لپکتے ہیں۔ کوئی بھی چیز ہو، اگر نگاہوں کے سامنے قریب آجائے تو پوری کی پوری نظر نہیں آتی۔ کبھی اِدھر سے جھلکتی ہے، کبھی اُدھر سے چٹکی بھر نظارہ دیتی ہے۔ قسط وار کہانی کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوکر شوقِ انتظار کو بھڑکاتی ہے۔

ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے میزبان نے اوپری منزل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ ہماری بیٹی اب تک کیا کررہی ہے؟"

روی سُندر نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے، رائے صاحب کی کوٹھی

بہت بڑی اور بہت گہری ہے اور وہ گہرائی میں ڈوبتی جارہی ہے۔"

اس بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔ رات کے کھانے کے بعد اعلیٰ بی بی بظاہر مجھ سے رخصت ہوگئی لیکن تین گھنٹے بعد واپس چلی آئی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اُس کے تمام میزبانوں کو گہری نیند سلا دیا تھا۔ کوئی اُسے دیکھنے یا روکنے والا نہیں تھا۔

میری خواب گاہ میں زیر و بام کی خواب آور ہلکی نیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ٹیپ ریکارڈر سے ہلکی ہلکی موسیقی اُبھر رہی تھی۔ ایئر کنڈیشنر کے سامنے یوڈی کلون اسپرے کر دیا گیا تھا۔ پورا کمرا مسحور کن خوشبو سے معطر معطر تھا۔ ایسے میں ساری دنیا سو رہی تھی اور عمر خیام کی رُباعیاں جاگ رہی تھیں۔ اُس نے پوچھا۔ "تم نے مجھے بُلا دیا تھا؟"

میں نے کہا۔ "ایک خوب صورت شعر ذہن میں نقش رہتا ہے اور موسم کے مطابق دل میں دھڑکتا ہے۔ آج تمہارے دھڑکنے کا موسم ہے۔"

"آہ فرہاد! تم سے ملتے ہی بچھڑنے کا خوف ستانے لگتا ہے۔"

"میں تو عادی ہوگیا ہوں۔ اِدھر کسی مسرت کے گلے لگتا ہوں، اُدھر کوئی نئی مصیبت دستک دینے لگتی ہے لہٰذا کل کی بات کل پر رہنے دو۔ آج کی رات جُدائی کا ذکر نہ چھیڑو۔

آج کی رات سازِ درد نہ چھیڑ
دُکھ سے بھرپور دن تمام ہوئے
اور کل کی خبر کسے معلوم
اب نہ دُہرا فسانہ ہائے الم
اپنی قسمت پہ سوگوار نہ ہو
فکرِ فردا اُتار دے دل سے
عمرِ رفتہ پہ اشکبار نہ ہو
عہدِ غم کی حکایتیں مت پوچھ
ہوچکیں سب شکایتیں مت پوچھ
آج کی رات سازِ درد نہ چھیڑ

یہ میری عادت ہے، مصیبت آئے تو خوب لڑتا ہوں۔ خوشی ملے تو خوب گلے لگتا ہوں۔ ایسے میں ساری دنیا کو بھول جاتا ہوں۔ اپنے ہم سفر کو اپنی ذات میں گم کر دیتا ہوں اور خود اُس کی ذات میں ڈوب ڈوب جاتا ہوں۔" ہم رات کے تین بجے جیتی جاگتی دنیا میں لوٹ آئے۔ میں نے کہا تھا تم نے کہا تھا۔ آج رات میرے ساتھ، اور کل سے میرے بیٹے کے ساتھ، تو تمہارا منصوبہ کیا ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی۔ میری ذات میں گم رہی، پھر بولی۔ "یہ میرا اور رسونتی کا معاملہ ہے۔ کیا تمہارا پوچھنا ضروری ہے؟"

"کیا بتانا ضروری نہیں ہے؟"

وہ آہستہ آہستہ بولنے لگی۔ "رسونتی نے پہلے سوچا تھا تمہیں مریض دے گی۔ اپنے بیٹے کو بہت قابل بنائے گی۔ تم اچانک اپنے قابل بیٹے کو دیکھتے تو حیران رہ جاتے۔ رسونتی کی تعریفیں کرتے لیکن وہ مایوس ہوگئی ہے۔ اُسے پتا چلا ہے کہ تم بھی پارس تک پہنچ گئے ہو۔"

"وہ پاگل ہے۔ اُسے اپنے جیون ساتھی سے مل کر بیٹے کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ میں اُس کا مان رکھنے کے لیے اُس کی خوشی پوری کرنے کے لیے اُسے مخاطب نہیں کرتا لیکن اب اُسے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔"

اعلیٰ بی بی نے بڑے پیار سے ایک ہاتھ مارتے ہوئے پوچھا۔ "کیا۔ بیوی ہی تمہاری طرف آیا کرے۔ تم بیوی کے پاس خود جاؤ گے تو کیا تمہاری مردانگی کو ٹھیس پہنچے گی؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں رسونتی کو دل و جان سے چاہتا ہوں، اُس کی عزت کرتا ہوں۔ وہ میرے بچے کی ماں ہے۔ میں ایک نہیں ہزار بار اُس کے پاس جاؤں گا۔ وہ روٹھے گی، میں اُسے مناؤں گا۔ تم سمجھتی کیوں نہیں؟ میں اُس کا مان رکھنے کے لیے ایسا کرتا آرہا ہوں۔"

"رسونتی کہتی ہے، جس طرح شیبا، آمنہ اور سونیا مل کر پارس اوّل کی حفاظت کر رہے ہیں اور اُسے ایک قابل انسان بنانا چاہتے ہیں، اسی طرح میں اور رسونتی مل کر پارس دوم کی حفاظت کریں گے اور اُسے ایک قابل انسان بنا کر پیش کریں گے۔"

"رسونتی کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ پارس اوّل استنبول میں ہے؟"

"ساری دنیا کو معلوم ہے، اُسے کیسے معلوم نہ ہوتا؟"

"کیا وہ اپنے اُس بیٹے میں دلچسپی نہیں لے رہی ہے۔ کیا اُسے یقین ہے کہ اس شہر میں جو ہے وہی ہمارا اپنا پارس ہے اور دوسرا نقلی ہے؟"

"اس معاملے میں وہ بھی اُلجھی ہوئی ہے۔ سچ پوچھو تو میں بھی یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ حالات ہی ثابت کر سکتے ہیں ورنہ کوئی اصل اور نقل کی تمیز نہیں کر سکے گا۔"

"اس کا فیصلہ بعد میں ہوگا، دونوں ہی ہمارے لیے اہم ہیں۔ جب تک حقیقت کا پتا چلے گا، دونوں سے گہری محبت ہوجائے گی۔ ہم انھیں اپنی اولاد ہی سمجھتے رہیں گے اور ماں باپ کا بھرپور پیار دیتے رہیں گے۔ تم یہ بتاؤ کہ پارس کے سلسلے میں کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"جو کرنے والی ہوں، وہ ضرور بتاؤں گی۔ تم سے نہیں چھپاؤں گی لیکن میری التجا ہے تم ہمارے درمیان نہ آنا۔ چپ چاپ میرے دماغ میں رہ سکتے ہو اور مجھے گائیڈ کر سکتے ہو۔"

ہم بستر سے اٹھ گئے۔ غسل کرنے کے بعد باتھ روم میں آئے

اُس نے کہا۔ "میں کم از کم چار گھنٹے تک نیند پوری کروں گی پھر دہلی شہر کی سیر کو نکلوں گی۔ یہاں کے اہم مقامات اور اہم شاہراہوں کو ذہن نشین کرنا چاہتی ہوں۔"

"اس کے بعد؟"

"شام کے چار بجے حضرت نظام الدینؒ کے مزار پر پارس سے ملاقات ہوگی۔"

میں نے چونک کر اُسے دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ باتھ ٹب میں پہنچ کر صابن سے بھرے ہوئے جھاگ میں ڈوب کر بیٹھ گئی تھی۔ ریشمی بدن پر جھاگ سے کھیلتے ہوئے بول رہی تھی۔ "تم راجیش کو یقیناً جانتے ہوگے؟"

"ہماری پرانی شناسائی ہے۔ وہ رسونتی کے گُرو دیو کا بیٹا ہے، رشتے میں بھائی ہے، میرا بہت اچھا دوست ہے۔"

"جب تم نے دہلی آنے کے لیے کہا اور مجھے پارس کے سلسلے میں تفصیلات معلوم ہوئیں تو میں نے دہلی سے پلاننگ کر لی تھی۔ اس کے مطابق رسونتی سے رابطہ قائم کیا تو میں نے کہا۔ تم راجیش سے مل کر ایک ڈمی پارس تیار کرو۔ میں دہلی پہنچ کر انشاء اللہ چوبیس گھنٹے کے اندر پارس کو قید سے نکال لاؤں گی۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "راجیش ہمارے پارس دوم سے کئی بار مل چکا ہے۔ اُسے اچھی طرح دیکھتا سمجھتا رہا ہے۔ اُس کے قد، اُس کی جسامت، اس کے رنگ و روپ اور اُس کی چال ڈھال کو خوب سمجھتا ہے۔ وہ کوشش کر کے پارس کی ایک کامیاب ڈمی تیار کر سکتا ہے۔"

"وہ ایک اہم عہدے پر اپنی فرائض داریاں پوری کر رہا ہے۔ اُس کے ساتھ سیکیورٹی گارڈز ہوتے ہیں اور اتنا وقت نہیں ہوتا کہ وہ دہلی شہر میں ایک ڈمی پارس تلاش کرتا پھرے۔"

"پھر تمہاری پلاننگ کا کیا ہوگا؟"

"ان دشواریوں کے پیشِ نظر راجیش بہت بڑی قربانی دے رہا ہے۔ وہ ڈمی کے طور پر اپنے بیٹے کو پیش کر رہا ہے۔ اگرچہ اُس کا بیٹا پارس سے تین برس بڑا ہے لیکن قد میں برابر ہے۔ جسامت بھی ویسی ہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہ خطرہ مول لینے والی بات ہے اگر راجیش کے بیٹے کو کچھ ہوگیا تو؟"

"یہی بات رسونتی بھی کہتی ہے مگر راجیش بضد ہے، وہ کہتا ہے، بہن کے لیے سب کچھ کر سکتا ہے۔ اِدھر رسونتی مجھ سے بار بار پوچھ رہی ہے۔ کیا ہم راجیش کے بیٹے کا تحفظ کر سکیں گے؟"

"معاملہ پیچیدہ ہے۔ چلو مان لیا ہم راجیش کے بیٹے کی حفاظت کریں گے لیکن تم ایک ڈمی کے ذریعے اصلی پارس کو اتنی کڑی نگرانی سے کس طرح نکال لاؤ گی؟"

"شام چار بجے جب راجیش کا بیٹا ملے گا، اُس کے ساتھ اپنے پارس کی تصویریں بھی ملیں گی۔ اُس کے مطابق میں راجیش کے بیٹے پر پارس کا میک اپ کروں گی۔"

میں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ "وہ کوئی پلاسٹک سرجری کا ٹھوس میک اپ نہیں ہوگا۔ عارضی میک اپ کسی بھی وقت ظاہر ہوسکتا ہے۔"

"مجھے چند گھنٹوں کے لیے ایک ڈمی پارس کی ضرورت ہے۔ جب تک وہ ڈمی میرے پاس ہوگا، ہمارا اصل پارس فوجیوں کے نگرانی میں شور مچائے گا۔ پریشانی ظاہر کرے گا اور خود کو راجیش کا بیٹا کہے گا۔ دوسری طرف رسونتی ڈمی پارس کے دماغ میں موجود رہ کر اُس سے حیرت انگیز حرکتیں کروائے گی۔ پارس کو قید میں رکھنے والے فوجی افسران کش مکش میں مبتلا ہوجائیں گے۔ باہر آزادی سے گھومنے والا ڈمی پارس ایسے ایسے کارنامے انجام دے گا کہ وہ اُسے اصل سمجھنے پر مجبور ہوجائیں گے۔ دوسری طرف راجیش اپنے بیٹے کی گم شدگی کی رپورٹ پہلے ہی درج کروا چکا ہوگا۔ جب وہ ہمارے اصل پارس کے سامنے جائے گا تو ہمارا پارس راجیش کو پہچانے کہتا ہوا اُس سے لپٹ جائے گا۔ اور کہے گا کہ اُس کا چہرہ بدل دیا گیا ہے۔ کوئی اُس کے دماغ میں کہتا ہے اور کہتی ہے کہ وہ پارس ہے۔ فوجی افسران کو یقین کرنا پڑے گا کہ راجیش کے بیٹے پر پلاسٹک سرجری کی گئی ہے اور اُس کا اصل چہرہ واپس لانے کے لیے کچھ وقت لگے گا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تمہارے اس منصوبے میں خامی نہیں ہے؟"

"پہلے خامی تھی، اب نہیں ہے۔ تم پارس کی نگرانی کرنے والوں کے دماغوں تک پہنچ چکے ہو۔ وہاں کے چند سپاہیوں کے دماغوں میں رہ کر یہ ثابت کر سکتے ہو کہ فرہاد اور رسونتی اُن کے دماغوں میں بھی پہنچ گئے تھے اور انھیں تھوڑی دیر کے لیے غافل بنا دیا تھا۔ اسی غفلت کے دوران وہ اصل پارس کو لے گئے تھے اور راجیش کے بیٹے کو نقلی پارس بنا کر چھوڑ گئے تھے۔"

میں اعلیٰ بی بی کی پلاننگ پر خوب تبصرے کر رہا تھا اور ہر پہلو سے جائزہ لے رہا تھا تاکہ کہیں خامی نہ رہ جائے۔ پلاننگ مکمل ہوئی۔ میں نے کھڑکی کے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔ "صبح ہونے والی ہے، تمہیں جانا چاہیے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میں جب تک نہیں جاؤں گی، ٹی وی چینل کے ذریعے سونے والے بیدار نہیں ہوسکیں گے۔"

ہم نے ایئر کنڈیشنر کو بند کر دیا، کھڑکیاں کھول دیں تاکہ باہر

کی تازہ ہوا طی رہے۔ اعلیٰ بی بی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا: "اگر رسونتی ان پہرے داروں کے دماغوں تک پہنچ جائے تو بہتر ہوگا اور وہ تمہارے ذریعے ہی پہنچ سکتی ہے۔"

میں اور اعلیٰ بی بی کھڑکی کے پاس روبرو تھے۔ خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہم زبان سے بول رہے تھے اُسی وقت اعلیٰ بی بی نے سانس روک لی۔ ایک انگلی سے اپنے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "میرے دماغ میں آجاؤ۔"

پھر اُس نے سانس لیتے ہوئے پوچھا: "کون ہے؟"

رسونتی نے کوڈ ورڈ دُہرائے۔ جواباً اعلیٰ بی بی نے کوڈ ورڈ کے ذریعے رسونتی کو سمجھایا کہ وہ فرہاد کے سامنے موجود ہے لیکن اُسے دماغ سے نہیں جانا چاہیے۔ رسونتی نے پوچھا: "کوئی ضروری بات ہو تو رہوں گی ورنہ چلی جاؤں گی۔"

"میں بہت اہم بات کہنا چاہتی ہوں۔ فرہاد ان پہرے داروں تک پہنچ چکے ہیں جو ہمارے پارس کے چاروں طرف سانپ بن کر موجود ہیں۔"

رسونتی نے بڑی بے اعتنائی سے پوچھا: "تو میں کیا کروں؟"

"بھئی تم ناراض ہو مگر اس میں فرہاد کا کیا قصور ہے؟"

"قصور تو میرا ہے جو اُن کی محبت میں مری جاتی ہوں۔ کیا ان سے اتنا نہیں ہوتا کہ بھولے بھٹکے میری خیریت معلوم کرلیا کریں؟"

"وہ کیسے معلوم کریں، جب کہ تم اپنے پارس کو راز میں رکھنا چاہتی ہو۔ اُسے قابل بنا کر ایک تحفے کے طور پر سرپرائز دینا چاہتی ہو۔"

"اب وہ بات کہاں رہی۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں فرہاد مجھ سے زیادہ پارس کے قریب ہو چکے ہیں، جیسا کہ تم کہہ رہی ہو وہ مجھ سے پہلے پہرے داروں تک پہنچ چکے ہیں۔"

"رسونتی! یہ تم میاں بیوی کی نوک جھونک ہے۔ میں اس معاملے میں کچھ نہیں کہوں گی لیکن پارس کے معاملے میں دونوں کو آپس میں سمجھوتا کرنا چاہیے۔"

میں نے کہا: "اعلیٰ بی بی! تم کس سمجھوتے کی بات کر رہی ہو، سمجھوتا وہاں ہوتا ہے جہاں دشمنی اور اختلافات ہوتے ہیں۔ رسونتی ایک مٹریک حیات اور ایک محبوبہ کی حیثیت سے اہم ہے۔ اس نے میرے لیے پارس جیسے بیٹے کو جنم دیا ہے۔ اس نے میری خاطر اسلام قبول کیا ہے۔ ایک زمانہ جانتا ہے کہ سونیا میری زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے بلکہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے لیکن سونیا سے پوچھا جائے تو وہ کہے گی رسونتی سے زیادہ کسی کی اہمیت نہیں ہو سکتی اور یہ سچ ہے۔ میری آئندہ نسل رسونتی کی مرہونِ منت ہی ہے۔"

یہ کہتے ہی میں نے رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر اُسے مخاطب کیا: "میری جان! میں آگیا ہوں۔"

اُس نے سانس نہیں روکی۔ دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگی، پھر کہنے لگی: "میں نہیں بولوں گی۔ آپ سے کبھی نہیں بولوں گی۔ آپ بڑے بے مروت ہیں، ہرجائی ہیں۔ آپ اتنے بے حس ہیں کہ اپنی شریکِ حیات اور اپنے بچے کا احساس بھی نہیں کرتے۔ دنیاوی معاملات میں دن رات اُلجھے رہتے ہیں، جرائم کی دنیا میں بڑے بڑے خطرناک مجرموں کو للکارنا، انھیں شکست دینا مردانگی ہو سکتی ہے لیکن اپنی آئندہ نسل کو پروان چڑھانے کے لیے اپنی شریکِ حیات سے رابطہ رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے میں ماں ہوں۔ ایک دھرتی ہوں۔ اپنے بچے کو اپنی چھاتی پر ساری عمر بٹھائے رکھوں گی۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے ماں تو زمین بن کر بچے کے قدموں تلے بچھی ہے اور باپ آسمان بن کر سر پر سایہ نہیں کر رہا ہے۔"

وہ کہتی جا رہی تھی، روتی جا رہی تھی۔ میں نے تھوڑی دیر اُسے رونے دیا تاکہ وہ خوب بولے اور دل کی بھڑاس نکال لے پھر میں نے کہا: "یہ بحث کا موقع نہیں ہے۔ ابھی اعلیٰ بی بی کو یہاں سے رخصت ہونا ہے۔ اُس کی موجودگی میں اہم فیصلہ کرنا ہے۔ جہاں تک تم نے مجھے بے حس اور ہرجائی کہا ہے تو میں مانتا ہوں لیکن بے حسی والی بات نہیں مانتا۔ میں دونوں پارس کے پاس ہمیشہ موجود رہا ہوں، تمہاری لاعلمی میں پارس ودم کے پاس بھی آتا جاتا رہا ہوں۔ اُس کی نگرانی کرتا رہا ہوں۔ ایک باپ کی طرح اُس کے لیے راتوں کو جاگتا رہا ہوں اور اہم منصوبے بناتا رہا ہوں جس کے نتیجے میں سخت پہرے کو توڑنے کے قابل ہو چکا ہوں۔ میری جان! آنسو پونچھ لو۔ ہم اپنے بیٹے پارس کو اس قید سے نکال لائیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے یکبارگی چونک کر کھڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "فرہاد! اُدھر سامنے دیکھو کوٹھی میں دیکھو۔ وہاں فوجی حمدان نظر آرہے ہیں۔"

میں نے سر گھما کر دیکھا۔ سامنے والی کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیر اجارہا تھا۔ میں نے کہا: "خطرہ ہے، اعلیٰ بی بی کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہارا راز فاش ہو چکا ہو؟"

رسونتی نے مجھ سے کہا: "کیا آپ سامنے والی کوٹھی میں فون کر کے معلوم کر سکتے ہیں؟"

اُسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے جلدی سے وہاں پہنچ کر ریسور اٹھایا۔ پھر کہا: "ہیلو۔"

دوسری طرف سے انکل ولپت رائے کی آواز سنائی دی۔

"بیٹے غضب ہو گیا۔ تمہاری گرل فرینڈ کے ساتھ آنے والے مسٹر ودی نے اطلاع دی ہے کہ پولیس اور فوج نے مل کر کوٹھی کا گھیراؤ کیا ہے شاید وہ مسٹر ودی پر شبہ کر رہے ہیں اور اُن کے شبہ کرنے کا مطلب ہے کہ تمہاری گرل فرینڈ پر بھی شبہ کیا جا رہا ہے لہٰذا اپنے بچاؤ کی فکر کرو۔"

"میں اپنی گرل فرینڈ کی حفاظت کر لوں گا، آپ یہ بتائیں کہ ہمارے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"تم سے کیا چھپا رہ سکتا ہے، میری کوٹھی میں ایک چور دروازہ ہے، تمہاری گرل فرینڈ کسی کی نظروں میں آئے بغیر وہاں سے گور سکتی ہے اور تم جہاں کہو، اُسے وہاں پہنچا سکتا ہوں۔"

"آپ اس کام کے لیے تیار رہیں۔ کسی وقت بھی مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

میں اعلیٰ بی بی کے بناسپتی باپ مسٹر ودی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُسی وقت رسونتی میرے دماغ میں تھی تاکہ میں جہاں جا رہا ہوں وہاں وہ اُن افراد کے لب و لہجے تک پہنچتی رہے۔

مسٹر ودی اور اُس کی بیوی ڈرائنگ روم میں تھے کوٹھی کو چاروں طرف سے فوجی جوانوں نے گھیر رکھا تھا۔ سب کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ فوجی افسر کہہ رہا تھا: "مسٹر ودی! ہمارے اپنے ذرائع بہت مستعد ہیں اور بڑے معتبر ہیں، ہمیں ان معتبر ذرائع سے معلوم ہو چکا ہے کہ تم فرانس کی انٹیلی جنس سے تعلق رکھتے ہو اور یہاں سیاحت کی غرض سے آئے ہو لیکن اپنے پاسپورٹ اور ویزا فارم میں تم نے اپنے خاص پیشے کا ذکر نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے، تم انڈین گورنمنٹ کو دھوکا دے رہے ہو۔"

مسٹر ودی نے کہا: "آپ غلط الزام دے رہے ہیں۔ کیا اس الزام کو ثابت کر سکتے ہیں؟"

"ہماری انٹیلی جنس میں نادان بچے نہیں ہیں۔ ایسے لوگ ہیں، جو لٹھ گھاٹ کا پانی پی چکے ہیں۔ میں ثابت کر دوں گا کہ آپ فرانسیسی انٹیلی جنس سروس کے ایک جونیئر افسر ہیں لیکن یہ بعد کی بات ہے۔ میں تو اُس عورت کی تلاش میں ہوں جو آپ کی بیٹی بن کر یہاں آئی ہے۔"

مسٹر ودی نے کہا: "وہ حقیقتاً میری بیٹی ہے۔"

"مگر کہاں ہے؟"

"یقیناً اپنے بیڈ روم میں سو رہی ہوگی۔ کیا یہ شریف آدمیوں کو ریلیشان کرنے کا وقت ہے؟ صبح کے پانچ بجنے والے ہیں۔ لوگ گہری نیند سوتے ہیں اور آپ ایسے وقت ہمیں پریشان کر رہے ہیں۔"

"اس پریشانی کی بہت ہی خاص وجہ ہے۔"

مسٹر ودی نے پوچھا: "کیا میں وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟"

"آپ تسلیم کرنا چاہیں تو کر لیں۔ آپ کی بیٹی بن کر آنے والی عورت رسونتی ہے۔"

مسٹر ودی نے چونک کر افسر کو دیکھا۔ پھر کہا: "آپ کیسی مضحکہ خیز بات کر رہے ہیں؟"

"یہ بات آپ کے لیے مضحکہ خیز ہو سکتی ہے، لیکن رسونتی کل آپ کے ساتھ شام کو یہاں پہنچی اور آدھی رات ہونے سے پہلے اپنے بیٹے پارس کو سخت نگرانی سے نکال کر لے گئی۔"

اُس افسر کی بات نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے اعلیٰ بی بی کو دیکھتے ہوئے پوچھا: "یہ افسر کیا کہہ رہا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "صاف بات کہہ رہا ہے، ہمارے پارس کو اتنی کڑی نگرانی سے کوئی نکال کر لے گیا ہے۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ رسونتی نے ایسا کیا ہے۔"

رسونتی نے کہا: "میں تم لوگوں کے پاس ہوں۔ یا اللہ میرے بچے کو اپنی حفاظت میں رکھنا۔ پتا نہیں یہ کیا چکر چل پڑا ہے۔"

میں نے کہا: "ہو سکتا ہے پارس موقع پا کر وہاں سے نکل گیا ہو۔ ہم ابھی اُس کے دماغ میں پہنچتے ہیں۔"

میں نے اور رسونتی نے بیک وقت خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے پارس کے پاس پہنچنے کی کوشش کی۔ جب میں لفظ 'کوشش' استعمال کرتا ہوں تو اس کا مطلب ہوتا ہے خیال خوانی میں ناکامی ہو رہی ہے ایسے وقت دو ہی باتیں ہوتی ہیں یا تو وہ دماغ مردہ ہو چکا ہوتا ہے یا اُسے مقفل کیا جا چکا ہوتا ہے۔ ہم میاں بیوی کوششیں کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کو مخاطب کر رہے تھے۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی: "فرہاد! میرا بچہ کہاں ہے؟ میں اُس کے دماغ میں کیوں نہیں پہنچ سکتی؟"

اور میں رسونتی سے پوچھ رہا تھا: "پہلے تم نے ہی اُس کے دماغ کو مقفل کیا تھا۔ پھر کیا ہو گیا؟ ہم ماں باپ ہوتے ہوئے بھی اُس کے پاس نہیں پہنچ سکتے۔ کون اُسے یہ سب کچھ کر رہا ہے؟ اوہ خدایا، کون اُسے اغوا کر رہا ہے؟"

پہلی بار میرے دل میں درد اٹھا۔ پہلی بار مجھے پتا چلا، اپنا لختِ جگر اغوا کیا جائے تو ماں باپ کے دل پر کیسی قیامت گزرتی ہے۔ رسونتی کی ممتا باؤلی ہو رہی تھی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کس طرح اپنے بیٹے تک پہنچے اور میں بڑے سے بڑے معرکے میں حاضر دماغی کا ثبوت دینے والا بوکھلا گیا تھا۔ بدحواسی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اگر کوئی حواس میں تھی، اگر کوئی حاضر دماغ تھی تو وہ اعلیٰ بی بی تھی اور وہی ہمارے لیے کچھ کر سکتی تھی۔

کوئی

غیر متوقع واقعہ پیش آئے تو ہم جیسے گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے والے کسی طرح بدحواسی میں مبتلا نہیں ہوتے بڑے سے بڑے حوصلوں سے غیر متوقع حالات کا سامنا کرتے ہیں اور حاضر دماغی سے کام لیتے ہیں لیکن اولاد کا معاملہ بڑا جذباتی ہوتا ہے اتنا جذباتی کہ ساری حاضر دماغی اور حوصلے جواب دے جاتے ہیں۔

میرے اور رسونتی کے درمیان ایک اعلیٰ بی بی ایسی تھی جو حاضر دماغی سے کام لے سکتی تھی لیکن وہ بھی اُلجھی ہوئی تھی۔ سامنے والی کوٹھی کو فوجی جوانوں نے گھیر لیا تھا مسٹر روی سے استفسار کر رہے تھے کہ وہ عورت کہاں ہے جو اُن کی بیٹی بن کر آئی ہے اور وہ بیٹی بن کر آنے والی رسونتی ہی ہو سکتی ہے۔

اعلیٰ بی بی نے کہا: "رسونتی تمہیں صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ بیٹے کے لیے جذباتی اور باؤلی ہو جاؤ گی تو کوئی بات سمجھ میں نہیں آئے گی — انشاء اللہ ہمارا پارس صحیح و سلامت رہے گا۔ پہلے میرا یہ الہام حل کرو معلوم کرو یہ آفیسر کن شبہات کی بنا پر سامنے والی کوٹھی کو گھیرے ہوئے ہے اور کیوں مجھ پر رسونتی ہونے کا شبہ کر رہا ہے؟"

"اُسے جہنم میں جانے دو ہم تم پر آنچ نہیں آنے دیں گے، پہلے بیٹے کی فکر کرو۔"

میں نے کہا: "اگر مسٹر روی پر شبہ کیا جا رہا ہے تو کرنے دو۔ ہم بعد میں نمٹ لیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "نہیں فرہاد! ہوش میں رہو۔ ابھی تم دونوں کا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔ میں التجا کرتی ہوں، مجھ پر اعتماد کرو۔ پہلے جس معاملے سے نمٹنا ہے اس پر توجہ دو۔ اس افسر کے دماغ کو پڑھو، وہ مجھ پر رسونتی ہونے کا شبہ کیوں کر رہا ہے؟"

"اگر وہ شبہ کر رہا ہے تو اس کا مطلب ہے تمہیں اُدھر کا رُخ نہیں کرنا چاہیے۔"

"مجھے وہاں جانا چاہیے۔ مجھے مسٹر روی کی حفاظت کرنا چاہیے اس طرح میرے یہاں رہنے کا ٹھکانا محفوظ رہے گا۔"

رسونتی کا دل نہیں مانتا تھا۔ وہ بار بار اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کرتی تھی۔ میں نے افسر کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا یہ آگ شنکر پر نے لگائی ہے۔ مجھے بڑی حیرانی ہوئی۔ شنکر پر کو بھلا کیسے معلوم ہوا کہ مسٹر روی کا تعلق فرانس کی انٹیلی جنس سے ہے؟

میں نے پھر افسر کے دماغ کو کریدنا شروع کیا پتا چلا اس خیال خوانی کرنے والے دوست نے نہیں اتنا ہی بتایا ہے لیکن روی کے فرانسیسی جاسوس ہونے کا ثبوت پیش نہیں کیا ہے۔ میں نے روی کے دماغ میں جا کر کہا: "آپ بالکل پریشان نہ ہوں، یہ صرف شبہ کر رہے ہیں۔ آپ کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اعلیٰ بی بی کے متعلق کہہ دیجیے وہ ہر صبح واکنگ کے لیے باہر نکلا کرتی ہے۔ ابھی آجائے گی۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو تمام باتیں سنائیں۔ اُس نے کہا: "مجھے جانا چاہیے میں پھر کبھی ملاقات کروں گی۔ رسونتی، تم میرے دماغ میں مسلسل رہنے کا وعدہ کرو۔ اپنے بیٹے کی فکر نہ کرو، فرہاد اس کے ساتھ رہیں گے۔"

"میں تمہارے پاس رہوں گی۔"

"میں ابھی بیٹے کا سُراغ لگانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

شنکر اور رانی سردار نے پارس کی نگرانی کی ذمے داری لی تھی۔ وہ اور ہمارے دوسرے آدمی باری باری وہاں ڈیوٹی دیتے تھے اور پہرے داروں کے آنے جانے کا حساب رکھتے تھے۔ میں نے شنکر کو مخاطب کیا اس نے ایک دم سے خوش ہو کر کہا: "بھگوان کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ نے رابطہ قائم کیا، میں آدھی رات سے آپ کے صاحبزادے کے پیچھے دوڑ رہا ہوں۔"

میں نے چونک کر پوچھا: "کیا کہا؟ میرا بیٹا پارس تمہاری نظروں میں ہے؟"

"جی ہاں جناب! میں ان کے پیچھے لگا ہوا ہوں۔"

"تم کہاں ہو؟"

اُس نے جگہ بتائی میں نے کہا: "انتظار کرو، میں ابھی آرہا ہوں۔"

"جناب! انتظار کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ چھوٹے مالک ایک جگہ نہیں رہتے ہیں۔ میں ان کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ ان کے قدموں میں سر پھوڑنے کو تیار ہوں مگر قدم ایک جگہ رُکتے نہیں ہیں۔"

میں نے جلدی جلدی کپڑے اور جوتے پہنتے ہوئے کہا: "پروا مت کرو، پارس کے پیچھے لگے رہو۔ میں تمہارے دماغ میں رہ کر وہاں تک پہنچ جاؤں گا۔"

میں تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کے باہر آیا۔ کار میں آکر اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی۔ وہ نئی کار انسٹل دلیپت رائے نے خاص طور سے میرے لیے خریدی تھی۔ اس دوران شنکر مجھے پارس کے حالات بتاتا جا رہا تھا۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کے احاطے سے نکل گیا۔

شنکر اور اس کا ساتھی رنجیت پچھلی رات بارہ بجے اس بنگلے کے پاس پہنچے تھے جہاں پارس قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ شام سے آدھی رات تک ڈیوٹی دینے والے سنبھو دادا اپنے ساتھی کے ساتھ چلے گئے تھے۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد شنکر اور رنجیت نے ایک جگہ چھپ کر حیرانی سے دیکھا۔ بنگلے کے چاروں طرف اُونچی چار دیواری تھی۔ مین گیٹ پر پہرا دینے والے دو پہرے دار آپس میں لڑ پڑے تھے۔ پھر ایک نے دوسرے پر فائرنگ کی۔ جو زندہ بچ گیا، اُس

نے خود کو اپنی ہی رائفل سے ہلاک کر لیا۔

شنکر اور رنجیت کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔ وہ سمجھ رہے تھے فرہاد صاحب ایسا کر رہے ہیں۔ اس احاطے کے چار گوشوں میں چار اونچے مچان بنے ہوئے تھے۔ ہر مچان پر دو مسلح جوان موجود رہتے تھے وہاں سے دُور دُور تک آنے جانے والوں پر نظر رکھتے تھے۔ اب وہ مچان بھی ویران سے نظر آ رہے تھے۔ پہرا دینے والے جوان نہیں تھے اور اگر تھے تو ٹیلی پیتھی کے بھنور سے غافل ہو گئے تھے۔ پھر شنکر اور رنجیت نے حیرانی سے دیکھا۔ احاطے کے کھلے ہوئے مین گیٹ پر پارس نظر آ رہا تھا۔

وہ آرام سے چلتا ہوا باہر آیا۔ پھر سیدھا ایک طرف جانے لگا۔ جب ذرا دُور نکل گیا تو شنکر اور رنجیت دوڑتے ہوئے اس کی طرف جانے لگے۔ اُسے آواز دینے لگے "چھوٹے مالک! رُک جائیے۔"

اُس نے رُک کر دونوں کو دیکھا۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر بزرگانہ انداز میں کہا "تم لوگوں نے مجھے 'چھوٹے مالک' کہہ کر دل خوش کر دیا۔ بے شک بڑا مالک صرف خدا ہے۔ ہم سب چھوٹے ہیں۔"

وہ پھر لپٹ گیا اور سیدھا چلنے لگا۔ شنکر نے کہا "ہم آپ کے سیوک ہیں، آپ کے خدمت گار ہیں۔ ہم آپ کی نگرانی اور حفاظت کے لیے یہاں راتوں کو جاگتے ہیں۔"

وہ چلتا جا رہا تھا اور ہاتھ اُٹھا کر کہہ رہا تھا "یہ بُری عادت ہے، انسان کو سونے کے وقت سونا اور جاگنے کے وقت جاگنا چاہیے۔ جو جاگنے کے وقت سوتا ہے، وہ کھوتا ہے۔ جو سونے کے وقت جاگتا ہے، اُتو کہلاتا ہے۔"

رنجیت نے ہاتھ جوڑ کر کہا "مالک! آپ تو پہنچے ہوئے ہیں، آخر کس باپ کے بیٹے ہیں؟"

وہ باپ کا بیٹا آرام سے چلتا ہوا اس کار تک پہنچ گیا جسے شنکر نے دُور ایک سڑک کے کنارے پارک کیا تھا۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بولا "پولیس ہیڈ کوارٹر چلو۔"

پولیس ہیڈ کوارٹر کا نام سُنتے ہی شنکر اور رنجیت بوکھلا گئے۔ انھوں نے ہاتھ جوڑ کر پوچھا "آپ وہاں کیوں جانا چاہتے ہیں، وہاں تو آپ کے لیے خطرہ ہی خطرہ ہو گا۔ پلیز گھر چلیے۔"

"جو کہتا ہوں، وہی کرو۔"

اُس نے ایسی سنجیدگی، رعب اور دبدبے سے کہا کہ شنکر فوراً اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ رنجیت اس کے پاس والی سیٹ پر آ گیا۔ پھر اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے ذرا اونچی آواز میں کہا۔

"جناب فرہاد صاحب! آپ اپنے بیٹے کے پاس موجود ہیں، کچھ ہم سے بھی گفتگو کریں۔ ہمیں بھی بتائیں، یہ ماجرا کیا ہے۔ کیا پولیس ہیڈ کوارٹر جانے میں آپ کے صاحبزادے کے لیے خطرہ نہیں ہے؟"

"میرے پاپا کی آواز نہ دو۔ وہ بہت غم زدہ ہیں۔ کسی رنگین محل میں غم غلط کر رہے ہوں گے۔"

وہ دونوں بہت پریشان تھے لیکن حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔ پولیس ہیڈ کوارٹر کی طرف کار ڈرائیو کرتے جا رہے تھے۔ پھر شنکر نے کہا۔

"چھوٹے مالک! اجازت ہو تو ہم ایک فون کر کے اپنے آدمیوں سے گفتگو کر لیں۔"

"اجازت ہے۔"

انھوں نے ایک پبلک کال آفس کے سامنے گاڑی روک دی۔ شنکر نے پھرتی سے دروازہ کھولا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا آفس میں گیا۔ خون کے ذریعے رانی سردار سے رابطہ قائم کر کے بولا "ہمارے چھوٹے مالک آزاد ہو گئے ہیں، ہمارے ساتھ گاڑی میں ہیں لیکن وہ گھر چلنے پر راضی نہیں ہیں، پولیس ہیڈ کوارٹر کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ ہم ان کے حکم سے مجبور ہیں۔ تم ٹیلیفون کے ذریعے فرہاد صاحب سے رابطہ قائم کرو۔ اپنے باقی ساتھیوں کو ہمارے پیچھے لگا دو۔ بھگوان نہ کرے کوئی بُرا وقت آئے تو ہم سب مل کر چھوٹے مالک کی حفاظت کریں گے۔"

وہ فون کرنے کے بعد دوڑتا ہوا اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا کار اسٹارٹ کی اور آگے بڑھ گیا۔ رنجیت نے کہا "چھوٹے مالک! آپ کے پاپا ہمیں بھی خادم نہیں سمجھتے ہیں، اپنے برابر سمجھ کر بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو ایک سوال کروں۔"

"اجازت ہے۔"

"آپ پولیس ہیڈ کوارٹر کیوں جا رہے ہیں؟"

"پولیس والوں کے پاس کیسے لوگ جاتے ہیں؟"

رنجیت نے جواب دیا "جو چور ہوتے ہیں۔"

"تمھارا جواب غلط ہے۔ شنکر چاچا! آپ جواب دیں۔"

شنکر نے خوش ہو کر کہا "واہ چھوٹے مالک! آپ نے مجھے چاچا کہہ کر میرا مان بڑھا دیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ چور اپنی مرضی سے پولیس والوں کے پاس نہیں جاتا بلکہ چور کے خلاف رپورٹ لکھوانے والے جاتے ہیں۔"

پارس نے کہا "شاباش، یہی تجزیے کے سوال کا جواب ہے۔"

شنکر نے حیرانی سے پوچھا "کیا مطلب؟ آپ کسی کے خلاف رپورٹ لکھوانے جا رہے ہیں؟"

اس وقت وہ پولیس ہیڈ کوارٹر کے قریب پہنچ رہے تھے۔ پارس نے کہا "گاڑی ذرا فاصلے پر روکو تاکہ اپنی گاڑی کے ساتھ پولیس والوں کو نظر نہ آؤ۔"

گاڑی رُک گئی۔ رنجیت نے کہا "آپ بہت چھوٹے ہیں، آپ کے رپورٹ لکھانے پر پولیس والے یقین نہیں کریں گے۔

پھر آپ کس کے خلاف رپورٹ لکھوائیں گے؟"

پارس نے ان دونوں کو باری باری دیکھا۔ پھر کہا "تم دونوں کے خلاف۔ تم اپنے آدمیوں کے ساتھ پچھلی دو راتوں سے میری نگرانی کر رہے ہو۔ میں وہاں سے فرار ہو گیا ہوں۔ لہٰذا میرے فرار ہونے میں تم دونوں کا ہاتھ ہے۔ پولیس والوں کا فرض ہے کہ وہ تمھیں گرفتار کر لیں۔"

پھر اُس نے کار کا دروازہ کھول کر باہر آتے ہوئے کہا "انتظار فرماؤ۔"

اُس نے دروازے کو ایک جھٹکے سے بند کیا پھر پولیس ہیڈ کوارٹر کے مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ شنکر اور رنجیت نے جلدی سے کار سے نکل کر پیچھے آتے ہوئے کہا "جناب! ذرا ٹھہریے۔ آپ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہے ہیں۔ ہم آپ کے پاپا کے خاص بندے ہیں۔ آپ کے خدمت گار ہیں۔ پھر آپ ہمارے خلاف رپورٹ لکھوانے کیوں جا رہے ہیں؟"

اُس نے جواب نہیں دیا۔ شنکر اور رنجیت کی سمجھ میں یہی آیا کہ یہ نادان ہے بچکانہ حرکتیں کر رہا ہے۔ بڑوں کا فرض ہے اسے غلطی سے روکا جائے۔ لہٰذا انھوں نے دوڑتے ہوئے آگے اُس کے دونوں طرف سے پکڑ لیا بلکہ جکڑ لیا۔ پھر اُسے اُٹھا کر کار کی طرف دوڑتے ہوئے بولے "نہیں مالک! ہم آپ کو نادانی نہیں کرنے دیں گے۔ آپ خاموشی سے کار میں بیٹھ جائیے اور ہمارے ساتھ چلیے۔"

انھوں نے پارس کو پچھلی سیٹ پر لا کر ڈال دیا۔ دونوں اگلی سیٹ پر آ گئے۔ کار اسٹارٹ کی۔ پھر آگے بڑھ گئے۔ پارس نے کہا "رنجیت! تمھاری پتلون کی پچھلی جیب میں چھوٹی سی نوٹ بک اور ایک پینسل ہے، ذرا مجھے دو۔"

رنجیت نے حیرانی سے پوچھا "آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

پھر وہ مسکراتے ہوئے بولا "سمجھ گیا، سمجھ گیا۔ آپ کے پاپا آپ کو ہمارے بارے میں بتا رہے ہیں۔"

"میں نے پچھلے چوبیس گھنٹوں سے اپنے پاپا کی آواز نہیں سُنی، بہرحال یہ مجھے دو۔"

رنجیت نے جیب سے نوٹ بک اور پینسل نکال کر دی۔

ذرا آگے جا کر شنکر نے کار روک دی۔ پھر کہا "میں ذرا پان لے کر آتا ہوں۔"

وہ سامنے والی دُکان میں گیا۔ جب واپس آیا تو پچھلی سیٹ کی طرف دیکھ کر چونک گیا۔ اُس نے رنجیت سے پوچھا "چھوٹے مالک کہاں ہیں؟"

رنجیت نے پلٹ کر دیکھا، پھر گھبرا کر کہا "ہے بھگوان! یہ ہمارے چھوٹے مالک کہاں چلے گئے۔ میں تو یہیں بیٹھا ہوا تھا، مجھے کچھ پتا ہی نہیں چلا۔"

پچھلی سیٹ پر نوٹ بک کھلی ہوئی رکھی تھی۔ انھوں نے اُٹھا کر دیکھا۔ اس میں لکھا تھا "اسے پڑھتے وقت یقین کر لو کہ میں پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ چکا ہوں اور تم دونوں خطرے میں ہو۔ لہٰذا بھاگو یہاں سے۔"

وہ بھاگنے والوں میں سے نہیں تھے صحیح معنوں میں وفادار اور جاں نثار تھے۔ انھوں نے عہد کر لیا۔ چاہے خود کو قانون کے حوالے کرنا پڑے لیکن وہ چھوٹے مالک کو اپنی نظروں میں رکھیں گے۔ تھوڑی دیر انتظار کریں گے اگر وہ باہر نہ آئے تو پولیس ہیڈ کوارٹر میں گھس جائیں گے۔

اس وقت نمک رانی سردار اور شنکر کے دوسرے ساتھی موٹر سائیکلوں پر وہاں آ گئے تھے۔ ان کے پاس چار موٹر سائیکلیں تھیں۔ دُور ہی دُور سے چھوٹے مالک کی نگرانی کرنے اور تعاقب کرتے رہنے کا یہی طریقہ مناسب تھا کہ وہ سب موٹر سائیکلوں پر سوار رہتے۔ تمام موٹر سائیکلوں میں عمدہ قسم کے سائلنسر لگے ہوئے تھے۔ ڈرائیو کرتے وقت شاید خود کو آواز سُنائی دیتی ہو لیکن آس پاس سے گزرنے والے ان موٹر سائیکلوں کی آواز نہیں سُن سکتے تھے۔

دوسری طرف رانی سردار نے ٹیلیفون کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ اُسے معلوم تھا میں نے انکل دلیپت رائے کے ہاں قیام کیا ہے لیکن پتا چلا دلیپت رائے کے ہاں فون خراب ہو گیا ہے۔ وہ رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی۔ اس سے پہلے میں نے رانی سردار کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ میری گرل فرینڈ اعلیٰ بی بی یہاں پہنچ جائے تو وہ میری طرف رُخ نہ کرے۔ وہ تذبذب میں رہ گئی تھی۔ میرے حکم کے خلاف میری طرف نہیں آ سکتی تھی۔ اسی انتظار میں رہ گئی کہ شاید میں اس سے رابطہ قائم کروں۔

میں شنکر اور رانی سردار کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا تھا کہ آدھی رات کے بعد سے پارس کس طرح جھنجلتا رہا اور کس طرح ان سب کو گھن چکر بنائے رہا لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ پولیس ہیڈ کوارٹر کیوں گیا تھا۔ یہ بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی، میں اسے بیان کر رہا ہوں۔

وہ سیدھے راستے سے ہیڈ کوارٹر میں نہیں گیا تھا، دیوار پھاند کر اندر پہنچا تھا۔ پہرے داروں سے سامنا ہوتا تو خواہ مخواہ بات بڑھتی۔ پھر بڑے پاپڑ بیلنے کے بعد منگل پانڈے تک پہنچ پاتا۔ جب وہ پانڈے کے پاس پہنچا تو وہ چھوٹے سے بنگلے کے ایک بیڈ روم میں خراٹے لے رہا تھا۔

قارئین جانتے ہیں استنبول میں پارس اول کس طرح سونیا کی حکمت عملی، شیبا کی ٹیلی پیتھی اور آمنہ کی ٹریننگ کے ذریعے کارنامے انجام دیتا آیا ہے۔ ہمارے پڑھنے والے یہ سمجھ چکے ہوں گے کہ دہلی میں پارس دوم کے دماغ کو کوئی دشمن کنٹرول کر رہا ہو تو وہ اُسے اتنی آزادی سے اتنی دیر تک زندگی کی سانس لینے دے دیتا، فوراً ہلاک کر دیتا۔ دشمنوں کی قید سے نکلنے کا موقع ہی نہ دیتا۔ لہٰذا یہ بات بالکل صاف ہے کہ پارس دوم کے دماغ میں بھی شیبا موجود تھی اور یہ چالیں شیبا کے پیچھے چھپی ہوئی سونیا چل رہی تھی۔

داستان آگے بڑھانے سے پہلے ایک اور وضاحت کر دوں۔

جب مجھ کو رسوتی اور اعلیٰ بی بی کو معلوم ہوا کہ پارس سخت نگرانی کے باوجود بنگلے سے نکل چکا ہے تو ہم میاں بیوی نے اُس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی اور ناکام رہے تھے۔ بعد میں پتا چلا شیبا نے پارس دوم کو قید سے نکالنے سے پہلے اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے دماغ کو سات گھنٹے کے لیے مقفل کر دیا تھا۔ اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ مجھے اور رسوتی کو پریشان کرے بلکہ وہ شاید پر کچھ پارس دوم سے دور رکھنا چاہتی تھی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیبا اور سونیا پارس دوم تک کیسے پہنچ گئیں۔ کیسے پارس دوم کی آواز اور اُس کے لب و لہجے کو حاصل کیا۔ دراصل بابا صاحب کا ادارہ ہم سب کے لیے ایک بہت بڑی لائبریری کی حیثیت رکھتا ہے، جہاں دُنیا جہاں کے علوم سے تعلق رکھنے والی کتابیں بھی ہیں۔ آڈیو کیسٹ بھی ہیں اور وڈیو کیسٹ بھی ہیں۔ جن کے ذریعے ہم بڑی اہم معلومات حاصل کرتے رہتے ہیں۔ بابا فریڈ واسطی کی حیات میں ہی یہ طے پا گیا تھا کہ میں اور رسوتی جتنے دوستوں اور دشمنوں کی آوازیں اور لب و لہجے سنتے ہیں اُن سب کو آڈیو کیسٹ میں ریکارڈ کر دے بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ کر دیا کریں۔ بابا صاحب کی اس ہدایت پر عمل ہوتا رہا تھا۔ جہاں بہت سے دشمنوں اور دوستوں کی آوازیں ریکارڈ کی گئی تھیں، وہاں راجیش کی آواز بھی بابا صاحب کے ادارے میں موجود تھی۔ شیبا نے جناب شیخ الفارس سے درخواست کی تھی کہ اُسے راجیش کی آواز سُنائی جائے لہٰذا آواز سُنا ہی گئی تھی اور وہ راجیش کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اُس کے پاس پہنچ گئی تھی۔ پھر اُس کے ذریعے پارس کے دماغ کو چھونے میں کیا دیر لگ سکتی تھی اور اب وہ اُسی کے دماغ میں تھی۔

بہرحال یہ بات واضح ہو گئی کہ پارس دوم ہنگل پانڈے کے بنگلے تک پہنچ گیا تھا۔ دروازے اندر سے مقفل تھے لیکن انھیں کھولنا کون سی بڑی بات تھی۔ پانڈے نے خراٹے لینے کے باوجود نیند کی حالت میں اُٹھ کر تمام دروازے کھول دیے تھے۔ پارس دوم کو اندر آنے کا موقع دیا تھا۔ پھر واپس بستر پر آ کر چادر ول شانے تک اوڑھ کر اسی طرح خراٹے لینے لگا تھا۔

پارس نے تھوڑی دیر تک اُسے دیکھا۔ کچھ سوچا، پھر بستر پر چڑھ کر قریب آیا اور اس کے پیٹ پر بیٹھ گیا۔ پانڈے نیند کی حالت میں تھا۔ اُسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ پیٹ پر کافی وزن رکھا ہوا تھا۔ اچانک اُس کی آنکھ کھل گئی۔ پارس نے اُسے گھور کر دیکھا۔ وہ نیم خوابیدہ سا اور نیم بیدار سا تھا۔ ایسے میں پارس نے کہا: "میں ہوں یم راج یعنی ملک الموت۔"

وہ ایک دم سے ساکت ہو گیا جیسے ملک الموت نے اُس کے پیٹ پر سوار ہوتے ہی رُوح قبض کر لی ہو۔ اُس نے فوراً ہی آنکھیں بند کر لیں۔ پارس نے کہا: "آنکھیں بند کرنے سے دُنیا اوجھل ہو سکتی ہے مگر ختم نہیں ہو سکتی۔ حقیقت اپنی جگہ رہے گی۔"

اُس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ خوف زدہ ہو کر بولا: "تم کون ہو؟ میرے پیٹ پر کیوں سوار ہو گئے؟ دیکھو، میرا نام منگل پانڈے ہے۔ کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ سب مجھے..."

پارس نے بات کاٹ کر کہا: "لوگ تمھیں کچھ بھی سمجھتے ہوں۔ دُنیا کا بڑے سے بڑا شعبدہ زورِ موت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔"

"میری سانس رُک رہی ہے۔ بھگوان کے لیے میرے پیٹ کو آزاد کر دو۔"

پارس نے وہاں سے اُٹھ کر پوچھا: "کیا تمھارے مہاجوتشی نے یہ نہیں بتایا کہ موت کسی وقت بھی تم پر حملہ آور ہو سکتی ہے؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا: "مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ میں نے پچھلے چوبیس گھنٹوں سے مہاجوتشی دھن راج کو بُلوا دیا ہے مگر کیا کروں مجبور ہوں۔ اُسے اپنے ساتھ رکھتا ہوں تو کسی دُکھی عورت سے لات جوتے کھاتا ہوں۔ یہ میرے ہاتھ کی لکیریں بڑی ہی جوتا خور ہیں، پتا نہیں میں کیسا مقدر لے کر پیدا ہوا ہوں۔"

"تم تو مقدر کے سکندر ہو۔ کیا فرہاد علی تیمور کو گرفتار نہیں کرو گے؟"

وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا: "تمھارے منہ میں گھی شکر، کہاں ہے فرہاد؟"

"یہ تمھارے سامنے اتنا لمبا چوڑا فرہاد کھڑا ہے اور تمھیں نظر نہیں آتا؟"

پانڈے نے اُسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے پوچھا: "تم؟ فرہاد علی تیمور ہو؟ تعجب ہے، آج تک کسی نے مجھے بتایا اور نہ ہی مجھے معلوم ہو سکا کہ بین الاقوامی شہرت رکھنے والا فرہاد علی تیمور تین فٹ کا آدمی ہے۔"

"میں تین فٹ سے بھی چھوٹا ہوں۔ آدمی خود کو جتنا چھوٹا بنا کر رکھے گا عام دنیا میں اتنا ہی قدآور ہوتا جائے گا۔"

پانڈے تیزی سے چلتا ہوا اپنی وردی کی طرف گیا۔ ہینگر میں وردی کے ساتھ ایک ہتھکڑی لٹکی ہوئی تھی۔ وہ اُسے اُٹھاتے ہوئے بولا: "اگر تم فرہاد علی تیمور ہو تو پہلے سامنے لاؤ میں ہتھکڑی پہناؤں گا۔"

"پہلے اپنے ہاتھ کی لکیریں کسی کو دکھاؤ، وہ بتائے گا تم اتنے قریب ہونے کے باوجود گرفتار کر سکتے ہو یا نہیں؟ کیا فرہاد علی تیمور اتنا احمق ہے کہ تمھارے پاس ہتھکڑی پہننے کے لیے چلا آئے گا؟"

اُس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "آہ، میرے دوست دھن راج تم کہاں ہو؟ میرے پاس آؤ۔ میرے ہاتھ کی لکیریں دیکھو، مجھے بتاؤ میں اس بین الاقوامی شہرت مدرکھنے والے مجرم کو گرفتار کر کے بین الاقوامی شہرت حاصل کر سکتا ہوں یا نہیں؟"

"اگر تمھارا مہاجوتشی موجود ہوتا تو وہ بتاتا کہ فرہاد کو گرفتار کر سکتے ہو مگر تمھیں سخت آزمائشوں سے گزرنا ہوگا۔"

"میں کسی بھی آزمائش سے جان دے کر بھی گزر سکتا ہوں۔"

"پارس دوسرے کمرے میں آگیا۔ منگل پانڈے نے دروازے کو اندر سے بند کرکے سوچا۔ یہ اچھا موقع ہے، مجھے پچھلے دروازے سے نکل کر مسلح سپاہیوں کو ساتھ لاکر فرہاد کے بچے کو گرفتار کرلینا چاہیے۔

اس کے دماغ میں ایک پرانی سوچ پیدا ہوئی۔ فرہاد اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرنا اتنا ہی آسان ہوتا تو اب تک وہ مرکھپ گئے ہوتے پھر پارس تو اس کا بیٹا ہے۔ ممکن ہے، میں اسے ہاتھ بھی نہ لگا سکوں، میرے سپاہی بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔

پانڈے نے اس خیال کو دماغ سے جھٹک کر کہا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ جب مسلح سپاہی ہوں گے، چاروں طرف رائفلیں تان کر اسے بھاگنے کا راستہ نہیں دیں گے تو وہ کیسے گرفت میں نہیں آئے گا؟"

وہ سوچتا ہوا پچھلے دروازے سے نکل گیا لیکن اسی سوچ میں بہتا ہوا اگلے دروازے سے پھر اپنے بنگلے میں داخل ہوگیا۔ اسے پتا ہی نہ چلا۔ دوسرے کمرے میں پارس بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی ٹھٹک گیا۔ پھر وہ کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا۔ "پتا نہیں، میں یہاں کیسے آگیا۔"

پارس نے کہا۔ "تعجب ہے، تم وردی پہننے والے تھے۔ صرف انڈر ویئر میں نظر آرہے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "کوئی بات نہیں۔ میں ذرا کام سے باہر گیا تھا۔ اب وردی پہن کر آیا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں گیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرکے سوچنے لگا۔ یہ کیسے ہوگیا؟ میں پچھلے دروازے سے نکل کر سپاہیوں کے پاس جانا چاہتا تھا۔ اگلے دروازے سے پھر اپنے ہی بنگلے میں کیسے آگیا؟

وہ سوچنے کے دوران وردی پہنتا رہا۔ پوری طرح تیار ہونے کے بعد اس نے سوچا۔ دراصل مجھے اس طرح افسرانہ انداز میں سپاہیوں کے پاس جانا چاہیے تھا۔ میں بھی کیسا احمق ہوں، انڈر ویئر میں نکل گیا تھا۔ اب مجھے جانا چاہیے۔ وہ جھنجلاہٹ بھرکا تیز دوسرے کمرے میں گیا، وہاں سے سیدھا حوالات پہنچایا جائے گا۔"

وہ دبے قدموں چلتا ہوا پچھلے دروازے کو کھول کر باہر نکلا۔ اسے دو مسلح سپاہی نظر آئے۔ انھوں نے اپنے افسر کو دیکھتے ہی الرٹ ہوکر سیلوٹ کیا۔ اس نے حکم دیا۔ "میری جیپ سامنے دروازے پر لاؤ۔"

"دونوں سپاہی وہاں سے چلے گئے۔

وہ بنگلے کے پچھلے حصے سے چلتا ہوا اگلے حصے میں آیا۔ سامنے ہی برآمدے میں پارس کھڑا ہوا تھا۔ ایک سپاہی جیپ ڈرائیو کرتا ہوا آگیا تھا۔ پانڈے نے کہا۔ "آؤ بیٹے، ہم چلتے ہیں۔"

سپاہی اسٹیرنگ سیٹ سے اتر گیا۔ پانڈے نے وہ سیٹ سنبھال لی۔ پارس اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر وہ جیپ وہاں سے

"تمھاری اس بیوی کے بچے کو کوئی نہیں جانتا جسے تم نے دنیا والوں کی نظروں سے چھپا کر رکھا ہے۔"

وہ گڑبڑا کر بولا۔ "تم، تم بالشت بھر کے چھوکرے میری دوسری بیوی کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"جو میرے پاپا جانتے ہیں، وہ میں جانتا ہوں۔ زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک جواب دو، مجھے بیٹا بناؤ گے یا نہیں۔ انکار کروگے تو کھوپڑی ہلا کر رکھ دوں گا۔ پولیس والے مرنے تک یہاں تمھاری لاش دیکھیں گے۔"

وہ بُری طرح سہما ہوا تھا۔ پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ گیا تھا۔ پھر وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔ "میری دوسری بیوی سے کوئی بچہ نہیں ہے۔ تم اس کے بیٹے کیسے بن سکتے ہو؟"

"تمھاری بیوی کے بچہ ہوا تھا لیکن مرگیا۔ لہٰذا جس طرح تم نے بیوی کو چھپا کر رکھا ہے، اسی طرح دنیا والوں سے کہہ سکتے ہو کہ بچے کو بھی چھپا کر رکھا تھا۔"

"جہاں دو رہتی ہے، اس محلے کے لوگ جانتے ہیں، اس کا اتنا بڑا بچہ نہیں ہے۔"

"وہ دہلی سے بیس میل دُور شیو پور نامی گاؤں میں رہتی ہے۔ اس کا نام چمپا پائی ہے۔ اب وہ دہلی آکر رہے گی۔ میں اس کے ساتھ رہوں گا۔ یہاں کے لوگوں کو تسلیم کرنا ہوگا کہ میں چمپا پائی کا بیٹا ہوں اور جن حالات میں انسان گدھے کو باپ بنا لیتا ہے، تم اسی طرح میرے باپ بنو گے۔"

وہ بڑی بے بسی سے بولا۔ "یوں آسمان سے ٹپکنے والا بیٹا میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔ یہ تو سوچو، میری آمدنی محدود ہے۔ میں چمپا پائی کو دہلی میں رکھ کر اس کے اخراجات برداشت نہیں کرسکوں گا۔"

"اخراجات ہم برداشت کریں گے۔"

"چمپا کو یہاں بلا کر رکھنے اور اس کے ماہانہ اخراجات کے سلسلے میں کم از کم گیارہ ہزار روپے خرچ ہوں گے، کیا تم یہ رقم مجھے دے سکتے ہو؟"

"وردی پہن کر باہر نکلو۔ راستے میں تمھیں بیس ہزار روپے مل جائیں گے۔"

اُس نے حیرانی اور بے یقینی سے پارس کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "سمجھ گیا تمھارے پاپا مجھے وہ رقم کہیں سے دلائیں گے۔ جیو میں آزما لیتا ہوں۔" وہ اپنی وردی ہینگر سے اتارتے ہوئے بولا۔ "دوسرے کمرے میں جاؤ، میں لباس تبدیل کرلوں مگر ہمیں کتنی دُور جانا ہوگا؟"

"ہم شیو پور جائیں گے، وہاں سے میں اپنی ماں کے ساتھ آؤں گا اور آپ ہمیں لے کر آئیں گے۔"

کیا میں اتنی رات کو یہاں سے بیس میل دُور جاؤں گا؟"

"کیا بیس ہزار مفت میں حاصل کرنا نہیں چاہتے؟"

"اچھا اچھا، میں وردی پہن رہا ہوں۔ تم باہر جاؤ۔"

وہ ایک دم سے گڑبڑا کر بولا۔ "ارے کیا کہہ رہے ہو۔ میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا۔ انھیں گھونسے مار دوں گا تو کیا لوگ مجھے زندہ چھوڑ دیں گے؟"

"جس بات پر عمل کرنا مشکل ہو بلکہ ناممکن ہو، اسی کی آزمائش کرتے ہیں۔ پھر تم ایسی دیسی عورت کو گھونسا نہیں مارو گے بلکہ کسی بڑے افسر کی بیوی کو، کسی سیاسی لیڈر کی گھر والی کو، کسی بہت بڑی خلم اسٹار کو ایک گھونسا مار دو گے۔ اس کے بعد ہی فرہاد اور اس کا بیٹا تمھارے قابو میں آئے گا۔"

"تمھاری ایسی کی تیسی، میں تو ابھی تمھیں قابو میں کرسکتا ہوں، ابھی تمھاری گردن دبوچ سکتا ہوں۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر پارس پر حملہ کرنے کے انداز میں بڑھا۔ اُدھر پارس نے اُسے گھونسا مارنے کا انداز اختیار کیا۔ دُور ہی سے ایک گھونسا منگل پانڈے کو ایسا لگا جیسے وہ گھونسا اس کے دماغ پر پڑا ہو۔ اُس کا بھیجا ہل کر رہ گیا۔ ایسی تکلیف محسوس ہوئی جو ناقابلِ برداشت تھی۔ اس کے مُنہ سے چیخ نکلنا چاہیے تھی لیکن محسوس ہوا جیسے کوئی انتہائی قوت اُس کا مُنہ دبا رہی ہو تاکہ باہر تک آواز نہ جائے۔

جب سسکی کی تکلیف میں کمی محسوس ہوئی تو اس نے دُور کھڑے ہوئے پارس کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ آخر یہ لڑکا کتنا طاقت ور ہے، ایک گھونسا چلایا اور میں تڑپ کر رہ گیا، جیسے میری کھوپڑی پر قیامت گزر گئی ہو۔ کیسی عجیب بات ہے، اس کے گھونسے کی چوٹ میرے جسم پر، میرے سر پر محسوس نہیں ہوئی بلکہ سر کے اندر محسوس ہوئی تھی۔

پھر اسے خیال آیا۔ وہ ایک بچے کے مقابلے میں فرش پر گر پڑا ہے۔ اس نے جلدی سے اُٹھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم نے سچ مچ گھونسا مارا تھا؟"

"پھر ایک کر تقین دلاؤں؟"

وہ جلدی سے پیچھے ہٹ کر بولا۔ "نہیں، تم یہ بتاؤ کیا ہوا؟"

"میں تمھاری موت بھی ہوں اور زندگی بھی۔ تمھیں فیصلہ کرنا ہوگا کیا میرے پاپا فرہاد علی تیمور کو گرفتار کرنا چاہتے ہو؟"

"یہ شرط بہت کڑی ہے۔"

"لوگ انھیں گرفتار کرنے کے لیے جان کی بازی لگاتے ہیں، اپنا تمام سرمایہ خرچ کرتے ہیں۔ اپنے سارے ذرائع استعمال کرتے ہیں، اور تم بازی ہار جاتے ہو۔ تمھیں تو صرف عورتوں کے سامنے دلیری دکھانا ہے۔"

اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "میں ایسی دلیری نہیں دکھاؤں گا، میں فرہاد علی تیمور کو گرفتار نہیں کروں گا۔"

"تو پھر مجھے بیٹا بناؤ۔"

پانڈے نے چونک کر پوچھا۔ "کیا مطلب؟"

"مجھے ایک محفوظ پناہ گاہ کی تلاش ہے۔ میں تمھارا بیٹا بن کر محفوظ رہ سکتا ہوں۔"

یہ ممکن نہیں ہے، یہاں لوگ میرے تمام پتّی کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔"

آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی ہیڈ کوارٹر سے باہر آئی۔ ذرا دُور نکلنے کے بعد پانڈے نے جیپ روک دی۔ ایک دم سے چونک کر اپنے آس پاس دیکھا، پھر سوچنے لگا۔ میں یہاں کیسے آ گیا؟ میں نے بنگلے کے پچھلے حصّے میں دو مسلح سپاہیوں کو دیکھا تھا، لیکن میں اس بچے کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر یہاں تک آ گیا ہوں۔ ہے بھگوان! اب میری سمجھ میں آ رہا ہے، یہ سب لیلیٰ میتھی کی شرارتیں ہیں۔ میں جب بھی پچھلے دروازے سے نکلنے کی کوشش کروں گا، اگلے دروازے سے اسی پتے کے پاس آ جاؤں گا اور اب تو بنگلے سے آگیا ہوں۔"

جہاں اس نے اپنی جیپ روکی تھی، وہاں سے چند قدم کے فاصلے پر شنکر اور رانی سردار ایک کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے آس پاس دو تین موٹر سائیکلوں پر ان کے آدمی سوار تھے تاکہ پارس نکلے تو اس کا تعاقب کیا جائے۔ وہ بڑی حیرانی سے اسے پولیس افسر کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ وہ جیپ چند قدم کے فاصلے پر رک گئی تھی اور وہ جیپ سے اُتر کر انہی کی طرف آ رہا تھا۔ پہلے تو وہ پریشان ہو گئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ پرمیشور نے انھیں پولیس والوں کے حوالے کر دیا لیکن اپنے دیوتا یعنی مجھ پر اعتماد تھا۔ میں انھیں کسی بھی مصیبت سے محفوظ رکھنے کی طرح نکال سکتا تھا۔ لہٰذا وہ بیٹھے رہے۔

پارس نے آ کر شنکر اور رانی سردار کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "مجھے بیس ہزار کی ضرورت ہے، فوراً دو۔"

وہ فراڈ کا بیٹا تھا۔ کوئی انکار کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ نہ ہی اس پر کسی قسم کا شبہ کر سکتا تھا۔ رانی سردار نے ڈیش بورڈ کے خانے کو کھولا، وہاں پچاس ہزار روپے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے بیس ہزار نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اور رقم بھی ہے، اچھا ہو تو لے جاؤ۔"

"یہ کافی ہے۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا جیپ میں آیا۔ پھر نوٹوں کی گڈی پانڈے کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "گن لو، پورے بیس ہزار ہیں۔"

منگل پانڈے نے حیرانی سے نوٹوں کی گڈی کو دیکھا۔ پھر بولا۔ "تم اس کار کی طرف گئے تھے، وہاں سے اتنی بڑی رقم لے آئے، وہ کس کی کار ہے؟"

"آم کھاؤ، پیڑ نہ گنو، وہ کار ایک چلتا پھرتا بینک ہے۔ جب بھی تمھیں رقم کی ضرورت ہو گی، مل جائے گی۔"

اب پانڈے کو دہلی شہر سے بیس میل تو کیا بیس ہزار میل دُور بھی جانا پڑتا تو بھی انکار نہ کرتا۔ وہ پارس کے ساتھ شیلو پور پہنچ گیا۔ رات کے تین بجے تھے۔ گاؤں میں پولیس کی جیپ داخل ہوئی تو دو تین تک خبر پہنچ گئی۔ سبھی ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے۔ اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے۔ منگل پانڈے نے کہا۔ "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ سب اپنے گھر میں آرام کریں۔"

اس نے چمپا کی کٹیا کے سامنے گاڑی روک دی، وہ دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ پانڈے نے کہا۔ "دیر نہ کرو، جلدی سے ضروری کپڑا لتا لے آؤ، ہمارے ساتھ چلو۔ آج سے تو دہلی شہر میں رہے گی۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ اپنی جھونپڑی کے اندر گئی، تھوڑی دیر بعد ایک گٹھری لے کر باہر آئی۔ پانڈے نے کہا۔ "پیچھے بیٹھ جا۔"

پارس نے کہا۔ "ہرگز نہیں۔ یہ میری ماں ہے۔ میرے ساتھ بیٹھے گی۔"

اس نے ایک طرف سمٹ کر جگہ بنائی تو چمپا خوشی سے کھل گئی۔ اُس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ پھر اُس نے پارس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "میرے بچے! تم کون ہو، جو میرا اتنا مان کر رہے ہو؟"

"میں آپ کا بیٹا ہوں، میرے پاس بیٹھیے، ہم راستے میں باتیں کریں گے۔"

وہ اس کے برابر آ کر بیٹھ گئی۔ جیپ اسٹارٹ ہوئی، پھر گاؤں کے کچے راستے سے گزرتے ہوئے شاہراہ پر پہنچ گئی۔ پانڈے نے کہا۔ "چمپا! دو برس پہلے تیرے ہاں بچہ ہوا تھا جو مر گیا۔ اب تو شہر میں کسی سے بھی کہہ سکتی ہے کہ پانچ برس پہلے ایک بیٹے کی ماں بنی تھی اور وہ بیٹا تیرے پاس بیٹھا ہوا ہے۔"

اُس نے چمپا کو پارس کے متعلق تمام تفصیلات بتا دیں جب اُسے معلوم ہوا کہ فراد کا بیٹا اسے ماں کہہ رہا ہے تو اس نے سینے سے لگا کر بھینچ لیا۔ اس کے سر کو سہلا کر پیشانی کو چومتے ہوئے بولی۔ "میں کتنے نصیبوں والی ہوں، تم میرے بیٹے بن رہے ہو۔ تمھارے لیے مجھے ہزار بار جھوٹ بولنا پڑے تو جھوٹ بول کر تمھاری ماں بننے میں فخر محسوس کروں گی۔ ایک ماں اپنی تمام دعائیں صرف اپنی اولاد کے لیے بچا کر رکھتی ہے۔ میں وہ تمام دعائیں تمھارے لیے خرچ کر دوں گی۔ میرے بیٹے! میں ایک غریب ماں ہوں۔ میرے پاس صرف دعاؤں کا خزانہ ہے۔"

پانڈے نے کہا۔ "تم اپنی مما سے بند کرو۔ مجھے ضروری باتیں کرنے دو۔"

پارس نے کہا۔ "اے میرے بنا سپتی باپ! میں اپنی کسی بھی ماں کو بنا سپتی نہیں کہہ سکتا۔ ماں کیا ہوتی ہے، یہ تمھارے جیسے لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ جب میں نے انھیں ماں کہہ دیا ہے تو سمجھ لو، یہ دنیا کی سب سے محترم ہستی بن گئی ہیں۔ اگر تم ان سے بدتمیزی کرو گے یا کسی پہلو سے توہین کرو گے تو زندہ نہیں رہ سکو گے۔"

چمپا نے پارس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "نہیں بیٹے! یہ میرے سوامی ہیں، میرے بھگوان ہیں۔ ان سے ایسی باتیں نہ کرو۔"

پارس نے اپنے منہ پر سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔ "بھگوان اگر

بھگوان کی طرح رہے تو دنیا اُسے بھگوان کہے گی ورنہ شیطان کہے گی۔ لہٰذا آپ اپنے شوہر کی محبت اور وفاداری میں اپنی توہین برداشت نہ کریں۔ اگر کریں گی تو ایک بیٹا نہیں کرے گا۔"

اس کی آنکھیں خوشی سے چھلک پڑی تھیں۔ وہ رو رہی تھی اور پارس کو سینے سے لگا کر بول رہی تھی۔ "میں جانتی ہوں، کسی عورت کو ایک بیٹا ہو جائے تو وہ دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت ہوتی ہے۔ کیوں کہ وہی بیٹا جوان ہو کر اپنے باپ سے اپنی ماں کے حقوق کے لیے لڑتا ہے اور تم اتنی سی عمر میں میرے لیے لڑ رہے ہو۔ ہائے میرے نصیب اب تک کہاں سوئے ہوئے تھے اور اتنی رات کو کیسے یک بیک جاگ گئے۔ میں حیران ہوں۔"

پانڈے تیزی سے جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔ اُس نے جھنجلا کر کہا۔ "محترم ماں کے محترم بیٹے! یہ تو بتاؤ، اتنی رات کو ہم کہاں مکان تلاش کریں گے، کہاں تم دونوں کو لے جا کر رکھا جائے گا؟"

"تم چلو، ایک مکان کا دروازہ ہمارے لیے کھلا رہے گا۔"

"ضرور کھلا ہو گا۔ جو لڑکا منٹوں میں بیس ہزار لا کر مجھے دے سکتا ہے، وہ کسی کے بھی گھر کے دروازے کو کیا تجوری کے دروازے بھی کھول سکتا ہے۔ اے برخوردار! تم کب تک بیٹے بن کر رہو گے اور باپ بن کر حکومت کرتے رہو گے؟"

"میں زیادہ زحمت نہیں دُوں گا۔ جلد ہی رخصت ہو جاؤں گا۔"

چمپا نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ "بیٹے! یک بیک اتنی ساری خوشیاں دے کر ہمیں چھین لینے کی بات نہ کرو۔ مجھے تھوڑی سی دیر میں یوں لگ رہا ہے جیسے تم سچ مچ میرے بیٹے ہو۔ میں نے سچ مچ تمھیں جنم دیا ہے۔"

"محبت سچی ہو تو ہر بات سچ لگتی ہے۔ میں آپ سے سچ مچ محبت کرتا ہوں یعنی ہر ماں اپنے بیٹے کی بھلائی کے لیے اسے ملک سے دور بھیج دیتی ہے تاکہ وہ صحیح سلامت رہے۔ اچھی تعلیم حاصل کرے۔ اچھا نام پیدا کرے، کیا آپ یہ نہیں چاہتیں؟"

"ایسی بات ہے تو انکار نہیں کروں گی۔ دل پر پتھر رکھ لوں گی۔"

پارس پانڈے کو گائیڈ کرتا رہا تھا۔ پھر وہ گاڑی اس کوٹھی کے سامنے پہنچی جو رانی سردار اور شنکر کی ملکیت تھی۔ وہ دونوں اپنے تمام آدمیوں سمیت پارس کا تعاقب کرتے آ رہے تھے۔ اپنی ہی کوٹھی کے سامنے پہنچتے دیکھ کر پہلے تو حیران ہوئے پھر شنکر جلدی سے اُتر کر اس کی طرف آیا۔ اس سے پہلے ہی پارس جیپ سے اُتر کر بولا۔ "تمھاری کوٹھی کے ساتھ جو بنکی ہے، وہ ہمیں کرائے پر چاہیے۔ بولو، کتنا ایڈوانس چاہتے ہو؟"

شنکر نے حیرانی سے کہا۔ "چھوٹے مالک! یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ یہ سب کچھ آپ کا ہے، ہم آپ کے ہیں۔"

"میں مذاق نہیں، کاروباری باتیں کر رہا ہوں۔ اس جیپ میں بیٹھے ہوئے آفیسر کے پاس بیس ہزار روپے ہیں۔ اس سے پندرہ ہزار لے لو۔ یہ ایکسی کے سلسلے میں ایڈوانس رقم ہو گی۔ باقی کرایہ بھی ادا ہو جائے گا۔"

"مالک! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"ایک بات یاد رکھو۔ میں تمھارا مالک نہیں ہوں۔ میرا نام پارس نہیں بلکہ جے کشن ہے۔ میں چمپا بائی اور منگل پانڈے کا بیٹا ہوں۔"

"مالک! آپ جو بھی کہیں گے، ہم اس سے انکار نہیں کریں گے۔"

"پھر وہی مالک؟"

"سوری، اب جے کشن کہوں گا اور ابھی آپ کے لیے ایکسی کا دروازہ کھولتا ہوں۔"

ذرا سی دیر میں کوٹھی کا مین گیٹ کھل گیا۔ اُس کے بعد ایکسی کا دروازہ بھی کھل گیا۔ پانڈے حیران تھا۔ کبھی پارس کو اور کبھی شنکر وغیرہ کو دیکھتا تھا۔ شنکر نے پارس کے حکم کے مطابق پولیس افسر سے پندرہ ہزار روپے لیے۔ پانڈے نے پارس کو ایک طرف لے جا کر پوچھا۔ "میری اتنی بھاگ دوڑ کا فائدہ کیا ہوا۔ پندرہ ہزار تو ایسے ہی ہاتھ سے نکل گئے۔"

"تمھیں شرم نہیں آتی۔ میں تمھاری دھرم پتنی کو وہاں سے یہاں لے آیا ہوں۔ جب شادی کی ہے تو عورت سے محبت کرنا بھی سیکھو۔"

"وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "معلوم ہوتا ہے جو آج تک نہیں سیکھا وہ تم سکھاؤ گے۔"

"باقی پانچ ہزار میری ماں جی کو دے دو۔ کل یہ شاپنگ کریں گی اور دہلی شہر میں رہنے کے لیے اچھے لباس وغیرہ خریدیں گی۔"

"ارے تو پھر میرے پاس کیا رہے گا؟"

"گھبراتے کیوں ہو، تمھیں بہت کچھ ملے گا مگر صبر کرنا سیکھو۔"

"مجھے صبر کرنے سے کتنی رقم ملے گی؟"

"جتنی زیادہ چاہو گے، اتنی ہی ملے گی۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"کیا تم نے ابھی تک مجھے آزمایا نہیں؟"

"اچھی بات ہے۔ اگر میں کہوں، مجھے ایک لاکھ روپے کی ضرورت ہے؟"

"صبح سورج نکلنے سے پہلے ایک لاکھ مل جائیں گے۔ شرط وہی ہے کہ کسی بڑے افسر کی بیوی کو گھونسا مارو۔"

وہ غصّے سے گھونسا دکھاتے ہوئے بولا۔ "معلوم ہوتا ہے، تم گھونسا کھا کر ہی پیدا ہوئے تھے۔ یہ کیسی بے تکی شرط لگاتے ہو۔ نہ میں ایسا کر سکوں گا اور نہ مجھے اتنی بڑی رقم ملے گی۔"

"کیا اتنی بڑی رقم یونہی مل جاتی ہے۔ کچھ تو مصیبت اُٹھانا ہی

پڑتی ہے۔ پھر اس میں مصیبت کی کیا بات ہے۔ گھونسا اُٹھاؤ اور مُنہ پر جڑ دو پھر بھاگ کر چلے آؤ۔ جیسے ہی یہاں پہنچو گے ایک لاکھ تمہارے سامنے ہوں گے۔"

وہ خلا میں تکتے ہوئے ایک لاکھ روپے کا تصور کرنے لگا۔ اُس نے آج تک تصور ہی کیا تھا۔ اتنے سارے روپے اپنے گھر میں یا اپنی جھولی میں نہیں دیکھے تھے۔ آخر اس نے پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "میرے کیسے نصیب ہیں۔ پہلے وہ ہاتھ کی لکیریں دیکھنے والا دشمن راج ملا تھا۔ اس نے بھی میری ترقی کے لیے ایسی شرطیں لگائیں، مجھے عورتوں سے مار کھانا پڑی۔ اب لاکھوں روپے کے لیے پھر مجھے آزمائشوں میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ نہیں، میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں ایک بہت بڑا پولیس آفیسر ہوں۔ میری عزت ہے، میں اسے خاک میں نہیں ملاؤں گا۔"

پارس نے کہا۔ "مجھے ایک محفوظ پناہ گاہ کی ضرورت تھی۔ میں تمہارا بیٹا بن کر ماں جی کے ساتھ محفوظ رہوں گا۔ تم شام سے پہلے یہاں ضرور آنا کیوں کہ میرا چہرہ بدل چکا ہوگا اور ماں جی کے ملتے ہی میرا نام بھی بدل چکا ہے۔ یاد رکھو میرا نام جے کشن ہے۔"

وہ بڑبڑاتے ہوئے جانے لگا۔ پارس نے کہا۔ "ذرا ایک منٹ، تمہیں ایک لاکھ تو نہیں، پچاس ہزار مل سکتے ہیں۔"

وہ جلدی سے پلٹ کر قریب آتے ہوئے بولا۔ "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں، مگر ایک شرط ہے۔"

وہ اُچھل کر پیچھے چلا گیا۔ تنبیہ کے انداز میں اُنگلی دکھلاتے ہوئے کہا۔ "خبردار، میں گھونسا مارنے والی شرط کبھی پوری نہیں کروں گا۔"

"میری پوری بات سنو۔ وہ شرط آسان ہے۔ تم ایک گھنٹے کے اندر یہ معلوم کر دو کہ اس شہر میں پلاسٹک سرجری کے کتنے ماہرین ہیں؟"

"میں کوشش کروں گا۔"

"تم اس سلسلے میں کسی سے کچھ نہیں پوچھو گے پلاسٹک سرجری کے ماہر کا ذکر کسی سے نہیں کرو گے۔ ورنہ شبہ ہو سکتا ہے کہ فرہاد کا بیٹا پارس پلاسٹک سرجری کے ذریعے دوسرا روپ اختیار کر رہا ہے۔"

"اگر کسی سے نہیں پوچھوں گا تو پتا کیسے چلے گا؟"

"اس کے لیے عقل کی ضرورت ہے۔ کیا یہاں کے کسی بہت بڑے ڈاکٹر کو جانتے ہو؟"

"میں میڈیکل بورڈ کے چیئرمین کو بھی جانتا ہوں۔"

"رسیور اُٹھاؤ اور اس سے رابطہ قائم کرو۔"

اُس نے آگے بڑھ کر رسیور اُٹھایا۔ پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پارس نے کہا۔ "اس سے پلاسٹک سرجری کے کسی ماہر کے متعلق سوال نہ کرنا۔"

"میں فون پر کیا پوچھوں گا؟"

"کچھ نہیں۔ رابطہ قائم ہوتے ہی یقین ہو جائے کہ وہی میڈیکل بورڈ کا چیئرمین بول رہا ہے تو اتنا ہی کہنا صبح ہو چکی ہے۔ اُٹھ جاؤ۔"

پانڈے نے اُسے گھور کر پوچھا۔ "یہ کوئی بات ہوئی۔ وہ شریف آدمی سو رہا ہوگا اور میں اُسے اُٹھا کر صبح ہونے کا پیغام دوں گا؟"

"اگر نہیں دو گے تو پچاس ہزار کیسے ملیں گے؟"

وہ فوراً ہی فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔ دوسری طرف سے ہیلو ہیلو کہا جا رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا ڈاکٹر ہرنام سنگھ موجود ہیں؟"

"میں ڈاکٹر ہرنام بول رہا ہوں۔"

"جناب صبح ہونے والی ہے بستر چھوڑ دیجیے۔"

اس نے رسیور رکھ دیا۔ پھر پوچھا۔ "اس طرح فون کرنے کا فائدہ کیا ہوا؟"

"اس سامنے والی میز پر جاؤ، کاغذ اور قلم رکھا ہوا ہے۔ جو کہتا جاؤں اسے نوٹ کرو۔"

پارس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ پھر وہ آہستہ آہستہ کہنے لگا۔ "ڈاکٹر دیا ساگر، بنگلا نمبر تین گارڈن روڈ، فون نمبر ٹریپل تھری ٹریپل فور۔"

پانڈے نے کہنے کے بعد حیرانی سے پوچھا۔ "کیا یہ پلاسٹک سرجری کا ڈاکٹر ہے؟"

"ہاں، اسے فون کرو۔"

اس نے رسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے کیا کہنا ہے؟"

"وہی کہ صبح ہو چکی ہے بستر چھوڑ دو۔"

پانڈے حیران اور پریشان تھا مگر اس کی ہدایت پر عمل کر رہا تھا۔ اسے پچاس ہزار روپے ملنے والے تھے۔ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوا۔ اُس نے پوچھا۔ "ہیلو، کیا ڈاکٹر دیا ساگر موجود ہیں؟"

"میں دیا ساگر بول رہا ہوں۔"

"بول کیوں رہے ہو۔ بستر چھوڑ کر اُٹھ جاؤ، صبح ہو چکی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ پھر پوچھا۔ "اب کیا کرنا ہوگا؟"

"تم مجھے دیا ساگر کے بنگلے تک پہنچا دو گے۔"

"اس خبر سے کیا چتر مل رہا ہے؟"

"اس چکر میں تمہارا نقصان نہیں، فائدہ ہوگا۔"

یہ کہہ کر وہ ٹیلیفون کے پاس گیا۔ اس نے رسیور اُٹھا کر شنکر سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا۔ "پچاس ہزار کی ضرورت ہے۔ لے آؤ۔"

پانڈے نے حیرانی سے دیکھا۔ جو شخص اس سے اینٹھی کے پندرہ ہزار ایڈوانس لے کر گیا تھا وہ ایک منٹ میں پچاس ہزار لے آیا تھا۔ اسے وہ رقم پیش کر رہا تھا۔ اُس نے جھجکتے ہوئے نوٹوں کی گڈیاں اپنے پاس رکھ لیں۔ پارس نے کہا۔ "مرد کماتا ہے، عورت سنبھال کر رکھتی ہے لہٰذا یہ رقم میری ماں جی کو دے دو۔"

وہ ایک دم سے بھڑک کر بولا۔ "کیا ماں جی، ماں جی لگا رکھا ہے۔ یہ کون سی تمہاری سگی ماں ہے۔ کیوں میری کمائی کے پیچھے پڑ گئے ہو، میں ہرگز نہیں دوں گا۔"

"مسٹر پانڈے، میرے بنا سپتی باپ! میں تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہا ہوں۔ یہ رقم تم ماں جی کے پاس رکھ کر نہیں جاؤ گے تو راستے میں کوئی تم سے چھین لے گا۔"

وہ سینہ تان کر بولا۔ "میرا نام منگل پانڈے ہے۔ کوئی میرا نام لینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ پہلے سب مجھے ڈر و خوف جی کہتے تھے۔ آج ڈی ایس پی کہتے ہیں۔ کسی کی مجال ہے جو مجھ سے یہ رقم چھین کر لے جائے۔"

"جب تمہاری سمجھ میں آئے گا تو وقت گزر چکا ہوگا۔ ٹھیک ہے رقم لے چلو مگر مجھے میری منزل تک پہنچا دو۔"

وہ پانڈے کے ساتھ اینٹھی سے باہر آیا۔ شنکر اور رانی سردار نے پوچھا۔ "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

اس نے چلتے چلتے رُک کر انھیں دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا تمہارے مالک اور کوچ نے تاکید کی ہے کہ وہ کس وقت کہاں جا رہا ہے۔ تمہیں اپنے کام سے کام رکھو۔"

وہ باہر آ کر پانڈے کے ساتھ اس کی جیپ میں بیٹھ گیا۔ شنکر اور رانی سردار بھی دوڑتے ہوئے اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ ان کے پیچھے موٹر سائیکلوں پر دوسرے ساتھی سوار تھے۔ پارس نے ایسا ہنگامہ اٹھا کر وہ سب آدھی رات سے اس کے پیچھے بھاگتے پھر رہے تھے۔ ایسے ہی وقت میں نے شنکر سے رابطہ قائم کیا۔ اُس نے کہا۔ "جناب! ہماری سمجھ میں نہیں آتا، چھوٹے مالک آدھی رات کے کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ اس وقت بھی کہاں جا رہے ہیں، ہم یقین سے نہیں کہہ سکتا۔"

اس پر میں نے کہا تھا کہ وہ صرف تعاقب کرتا رہے اور حالات پر نظر رکھے۔ میں وہاں تک پہنچ جاؤں گا۔ وہ لوگ اس کا تعاقب کرتے ہوئے ڈاکٹر دیا ساگر کے بنگلے تک پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر بعد میں بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ پارس تنہا بنگلے کے اندر جا چکا تھا اور منگل پانڈے وہاں سے رخصت ہو گیا تھا یعنی اب تمہارا ہی ڈاکٹر دیا ساگر سے نمٹنے والا تھا۔ مگر معاملات کیا تھے، ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آئے تھے۔

جس نے جو کچھ پارس اور منگل پانڈے کے متعلق بیان کیا ہے، اس کے بعد میں معلوم ہوا تھا میں نے شنکر اور رانی سردار وغیرہ سے کہا تھا "تم کام کرو، میں یہاں موجود رہوں گا۔"

وہ میرے اتنے وفادار تھے کہ تنہا چھوڑ کر جا نہیں سکتے تھے۔ اُنھوں نے دو آدمی نوکر کے میرے پاس رہ گئے۔ میں نے دونوں کو اس بنگلے کے پچھلے حصے کی طرف بھیج دیا تاکہ دونوں طرف نگرانی ہوتی رہے۔

نگرانی کا عمل بڑا طویل رہا۔ میں نے زندگی میں کبھی ایک جگہ بیٹھ کر اتنا وقت ضائع نہیں کیا۔ یہ میرے اپنے بیٹے کا معاملہ تھا۔ لہٰذا وہیں جم کر بیٹھ گیا تھا۔ دن نکل آیا تھا۔ صبح کے آٹھ بج گئے تھے۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر سونیا کو مخاطب کرتے ہی پارس دوم کا ذکر چھیڑنا چاہا۔ اس نے کہا۔ "فرہاد! ٹھیک نو بجے تم پارس دوم سے دماغی رابطہ قائم کر سکو گے۔ فی الحال مجھے مخاطب نہ کرو۔ پلیز، میری بات کا بُرا نہ ماننا۔ میں بہت مصروف ہوں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ ٹھیک نو بجے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے پارس کے دماغ میں پہنچا تو جگہ مل گئی۔ اب اس کا دماغ مقفل نہیں تھا۔ پہلے میں نے چپ چاپ رہ کر معلومات حاصل کیں۔ وہ پچھلی رات کس طرح اپنی قید سے نجات حاصل کرنے کے بعد کہاں کہاں گھومتا پھرتا رہا اور اس چکر بازی کا کیا مقصد رہا تھا، معلومات حاصل کرنے کے دوران مجھے ڈاکٹر دیا ساگر کی آواز سنائی دی۔ وہ پارس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "ہیلو مائی سن! ہاؤ ڈو یو فیل، تم کیسے ہو؟"

اس نے آنکھیں کھول کر ڈاکٹر کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا۔ "آئی ایم آل رائٹ۔ آپ نے میرا کام کیا ہے۔ اٹس ویری نائس آف یو۔"

میں دیا ساگر کے دماغ میں پہنچ گیا تاکہ وقت ضرورت وہ میرے کام آ سکے۔ ایسے ہی وقت میں نے شیبائی آواز سنی۔ وہ ڈاکٹر سے کہہ رہی تھی۔ "مسٹر ساگر! میں آپ کو ڈاکٹر نہیں، مسٹر کہہ رہی ہوں۔ کیوں کہ پہلے آپ کو سمجھنے میں غلطی کی۔ اپنے بچے کی سلامتی کی خاطر آپ کے بچے کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دی تاکہ میرے پارس کی پلاسٹک سرجری کر سکیں۔ پھر میں نے آپ کے دماغ میں رہ کر رفتہ رفتہ بہت سی معلومات حاصل کیں۔ آپ بہت ہی اچھے انسان ثابت ہوئے ہیں، میں اپنی پچھلی حرکتوں کے سلسلے میں معافی چاہتی ہوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "کوئی بات نہیں، آپ مادام رونتی ہو سکتی ہیں کیوں کہ اس بچے کو پارس کہہ رہی ہیں۔"

"آپ کچھ بھی سمجھ لیں، میں آپ کی احسان مند ہوں، میں دعا کرتی ہوں کسی طرح میں بھی آپ کے کام آ سکوں۔"

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یعنی یہ دعا بھی ہے۔ تم چاہتی ہو مجھ پر کوئی مصیبت نازل ہو اور تم میرے کام آ کر احسان کا بوجھ اُتار سکو۔ مجھے ایسی احسان مندی نہیں چاہیے۔"

اس بات پر وہ بھی اس کے ساتھ ہنسنے لگی۔ اس نے کہا۔ "مادام میں دیش بھگت ہوں، اپنے ملک کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ جب کہ پارس میرے ملک کی ضرورت ہے۔"

"آپ یہ بھی تو سوچیں کہ یہ ایک ماں کا بیٹا ہے، باپ کا

چھپتا ہے اور نہ جانے کتنی آنکھوں کا تارا ہے۔ اس بچے نے تمھاری حکومت کا کچھ نہیں بگاڑا ہے۔ یہ حکومت فراد اور رسونتی کو اس معصوم کے ذریعے بلیک میل کر کے اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتی ہے۔ کیا یہ مناسب بات ہے؟"

"یہ مناسب نہیں ہے، اسی لیے میں نے تمھارا کام کر دیا ورنہ یقین کرو میں اپنے دیش کی خاطر بچوں کو بھی قربان کر سکتا ہوں بہرحال تمھارا یہ راز کسی پر ظاہر نہ کروں گا۔ کسی کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے پارس کے چہرے میں ذرا سی تبدیلی کی ہے۔"

میرے جی میں آیا کہ میں شیبا کو مخاطب کروں مگر میں نے اپنے آپ پر جبر کیا۔ وہ اپنی انا کے مسئلے میں اُلجھی ہوئی تھی خود کو سونیا، رسونتی، اعلیٰ جی جی اور پوری کی سطح پر ثابت کرنا چاہتی تھی۔ میرا فرض تھا کہ میں اس دن کا انتظار کرتا۔ یوں دیکھا جائے تو وہ اپنی صلاحیتوں کو اور مجھ سے وابستہ تمام محبتوں کو ثابت کر رہی تھی۔ میرے دونوں پارس کے کام آ رہی تھی۔ بیک وقت دونوں کا خیال رکھ رہی تھی۔ کبھی پارس اوّل کی طرف دھیان دیتی ہوگی کبھی پارس دوم کی فکر میں مبتلا رہتی ہو گی۔ بیشک اس سلسلے میں سونیا اس کی راہنمائی کر رہی تھی لیکن صرف راہنمائی سے کام نہیں چلتا۔ اگر یہ راہنما کے بتائے ہوئے راستے پر دوسرے چلنا نہ چاہیں یا چلنے کی صلاحیت نہ ہو تو راہنمائی کی آواز ڈھول کا پول ثابت ہوتی ہے۔ یہ شیبا کا عزم تھا، اس کی لگن تھی، اس کی صلاحیتیں تھیں جیسا سونیا کہتی تھی، ٹھیک اسی طرح کامیابی سے عمل کرتی تھی۔

میں منگل پانڈے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اسی طرح دردی میں تھا۔ اب سونے کا موقع نہیں تھا۔ صبح سات بجے ڈیوٹی پر حاضر ہونا تھا۔ وہ اپنے دفتر میں سر پکڑے بیٹھا ہوا تھا۔ پارس نے اسے پہلے ہی سمجھا دیا تھا، پچاس ہزار روپے ماں جی کو دے دیے جائیں ورنہ واپسی میں کوئی اسے لوٹنے لگا اور اس نے بڑے فخر سے کہا تھا، پانڈے کو آج تک لوٹنے والا پیدا نہیں ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ واپسی میں اس کے پچاس ہزار روپے غائب ہو گئے۔ کس طرح غائب ہوئے؟ اسے پتا بھی نہ چل سکا۔ یقیناً یہ شیبا کی شرارت ہوگی، وہ پچاس ہزار روپے واپس شنکر کے پاس پہنچ گئے تھے۔

میں نے اسے مخاطب کیا، "منگل پانڈے!"

وہ ایک دم سے سر اُٹھا کر خلا میں تکنے لگا۔ میں نے کہا، "کسی قسم کی بدحواسی کا مظاہرہ نہ کرنا ورنہ دوسروں کو شبہ ہوگا کہ میں فراد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو سمجھاتے ہوئے کہا، "اے میرے دماغ میں خواہ مخواہ فراد کا خیال کیوں آ رہا ہے۔ یہ میرا دماغ کیا سوچ رہا ہے؟"

"تمھارا دماغ اب فراد کے انداز میں ہی سوچے گا لہٰذا گردنی حماقت نہ کرنا۔ چپ چاپ میری بات سنو۔ تمھارے پچاس ہزار روپے غائب ہو گئے۔ ہم نے میرے بیٹے کی بات نہیں مانی تھی جس کا نتیجہ تمھارے سامنے آیا۔ وہ پچاس ہزار روپے اب بھی تمھیں مل سکتے ہیں۔"

اُس نے بوکھلا کر پوچھا، "وہ کیسے؟"

"یہاں سے اُٹھو اور میونسپل کارپوریشن کے ہیڈ آفس میں جاؤ جس شعبے میں بچوں کا پیدائشی سرٹیفکیٹ تیار ہوتا ہے، وہاں کے ذمے دار افسر سے بات کرو۔ میرے بیٹے کا پیدائشی سرٹیفکیٹ جے کشن کے نام سے بنوا دیں۔ اس سلسلے میں خیال خوانی کے ذریعے تمھاری مدد کرتا رہوں گا۔ کم آن، ہری اپ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا اور اپنی جیپ میں بیٹھتا ہوا بولا، "وہ پچاس ہزار مجھے کب ملیں گے، کہاں ملیں گے؟"

"اس سے پہلے کہ جے کشن کے نام سے برتھ سرٹیفکیٹ تیار ہو، وہ رقم تمھاری جیب تک پہنچ جائے گی۔"

وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا میونسپل کارپوریشن کے ہیڈ آفس کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے شنکر کو مخاطب کیا۔ اس نے فوراً ہی سلام کرتے ہوئے پوچھا، "کیا حکم ہے مالک؟"

"کیا تم نے منگل پانڈے سے پچاس ہزار روپوں کے بارے میں کچھ سنا ہے؟"

"جی ہاں، میرے دماغ میں یہ بات آئی تھی۔ میں نے سمجھا کہ آپ نے حکم دیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ یہ پچاس ہزار پانڈے کو واپس دینے کے لیے میونسپل کارپوریشن کے ہیڈ آفس پہنچو۔"

ڈاکٹر دیا ساگر نے پارس کو دس بجے تک آرام سے لیٹے رہنے کے لیے کہا تھا۔ اِدھر دس بجے تک پارس کا پیدائشی سرٹیفکیٹ تیار ہو پکا تھا۔ اس سرٹیفکیٹ کے مطابق پارس نے آج سے پانچ برس پہلے چمپا بائی کے بطن سے جنم لیا تھا۔ اس کا باپ منگل پانڈے تھا جس نے چمپا بائی سے ایک مندر میں پجاری کے سامنے بیاہ کیا تھا۔

منگل پانڈے نے دو چار دنوں میں کافی شہرت حاصل کر لی تھی اس کے حکم پر ایسا پرانا سرٹیفکیٹ تیار کیا جا سکتا تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے بھی ایسا کر رہا تھا۔ اس سرٹیفکیٹ کے ذریعے یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ پارس جے کشن ہے اور وہ منگل پانڈے جیسے ایک ذمے دار افسر کا بیٹا ہے۔

میں پارس کے پاس پہنچا تو وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ آئینہ دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا، "ڈاکٹر صاحب! میں خود کو نہیں پہچان سکتا۔ دنیا والے مجھے کیا پہچان سکیں گے۔ قانون کے ہاتھ مجھ تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ آئی ایم ویری مچ تھینک فل ٹو یو۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ڈاکٹر نے معافی کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا، "ایک وعدہ کرو۔ مجھے یقین دلاؤ کر تمھارے ماں باپ میرے ملک کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ یہاں سے چپ چاپ نکل جانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کے ملک سے میرا اور میرے ماں باپ کا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔"

میں ڈاکٹر دیا ساگر کے بنگلے سے تھوڑے فاصلے پر ٹرک کے کنارے ایک اسٹیک بار کے سامنے رُکا ہوا تھا۔ کافی کا ایک کپ منگوا کر دھیرے دھیرے چُسکیاں لے رہا تھا۔ اس وقت میں نے خوفناک ٹرک دیکھے۔ ان میں مسلح فوجی جوان بیٹھے اور کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھیار یوں تھے جیسے اب تب میں کسی بھی دشمن پر گولی چلا دے والے ہوں۔

پھر میں نے دیکھا، ایک شخص میری کار کے قریب آ کر اندر غور سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا، "ہیلو مسٹر! آپ کو کس کی تلاش ہے؟"

اس نے پوچھا، "تم کون ہو؟"

"میں دھن راج ہوں۔ ارب پتی دلیپ رائے کا بھتیجا۔ آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ کافی پی رہا ہوں۔ کیا ایک کپ پینا پسند کریں گے؟"

وہ منہ پھیر کر چلا گیا۔ میں اتنی دیر میں سمجھ گیا۔ وہ ایک جاسوس تھا۔ اس کے ذریعے یہ بھی پتا چلا کہ پورے شہر میں جاسوسوں کا جال پھیلا ہوا ہے۔ وہ سب ایک پانچ برس کے بچے کو تلاش کر رہے ہیں۔

میں نے فوراً ہی پارس کے دماغ میں پہنچ کر کہا، "بیٹے! میں تمھارا پاپا ہوں۔"

اس نے پوچھا، "میں کیسے یقین کروں؟"

میں نے فوراً ہی پچھلے مقرر کردہ کوڈ ورڈز دہراتے ہوئے کہا، "ہمارے آنگن میں پھلنے والے گلاب تیرا مالی آیا ہے۔"

اُس نے خوش ہو کر کہا، "پاپا! آپ کی آواز سُن کر مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے۔"

"بیٹے! اس بنگلے کے باہر کتنے ہی فوجی جوان اور جاسوس تمھیں ڈھونڈ نکالنے کی خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ انھیں خوش ہونے کا موقع ہرگز نہ دینا۔ ذرا انتظار کرو۔"

میں بنگلے کے پیچھے ان دو افراد کے پاس پہنچا جو پارس کی نگرانی پر مامور تھے۔ ان کے ذریعے پتا چلا۔ وہ پچھلا راستہ بالکل ویران ہے۔ دُور دُور تک نہ کوئی فوجی جوان نظر آ رہا ہے، نہ ہی کوئی ایسا شخص جس پر جاسوس ہونے کا کوئی شبہ کیا جا سکے۔ میں نے پارس کے پاس آ کر کہا، "تم پچھلے راستے سے نکل جاؤ۔ وہاں میرے دو آدمی موجود ہیں۔ تمھیں موٹر سائیکل پر لے جائیں گے۔"

وہ پچھلے راستے سے چلا گیا۔ میں اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا جب رانی سرزار کے بنگلے میں پہنچا تو پارس انیکسی میں اپنی ماں جی چمپا کے پاس پہنچ چکا تھا۔ وہ ہمارے جن دو آدمیوں کے ساتھ آیا تھا، وہ چمپا کو یقین دلا رہے تھے کہ یہی پارس ہے جو آپ جے کشن کے نام سے اس کا بیٹا بن کر رہے گا۔

پارس نے بھی کہا، "ماں جی! میں وہی بیٹا ہوں جو آپ سے چار گھنٹے پہلے آپ کے پاس تھا اور آپ کو شیوپوری لے کر یہاں آیا تھا۔"

بہرحال اُسے کسی طرح یقین دلایا گیا تو اُس نے پھر اُسے سینے سے لگا لیا۔ میں نے انیکسی میں پہنچ کر پہلی بار اپنے بیٹے کو اپنے روبرو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا تو دل چھل گیا حالانکہ وہ اپنے اصلی رُوپ میں نہیں تھا لیکن اُس کا جسم وہی تھا اور جسم میں دوڑتا ہوا لہو میرا تھا۔ میں نے دونوں بازو پھیلا کر کہا، "بیٹے! میں تمھارا پاپا ہوں۔"

اس نے پلٹ کر پوچھا، "میں کیسے یقین کروں؟"

میں نے پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا، "ہمارے پیارے آنگن میں کھلنے والے گلاب، تیرا مالی آیا ہے اور تیرے سامنے دونوں بازو پھیلائے کھڑا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ دوڑتا ہوا آیا۔ پھر اُچھل کر میری گردن سے دونوں بانہیں لپٹا کر چپک گیا۔ یہ بیٹے سے ملنے کا ایسا مسرت بھرا یقینی لمحہ تھا جو انسان کی زندگی میں بار بار نہیں آتا۔ پہلی بار بیٹا ملا تھا۔ اب اللہ کرے ہمیشہ ساتھ رہے۔

میں نے فوراً ہی رسونتی کو مخاطب کیا، "فوراً میرے دماغ میں آؤ، ہمارا بیٹا ہمارے پاس ہے۔ اس وقت میرے سینے سے لگا ہوا ہے۔ میری دھڑکنوں میں سمایا ہوا ہے۔ تم میرے دماغ میں رہ کر محسوس کر سکتی ہو یا اس کے دماغ میں رہ کر اس کے ذریعے میرے گلے لگتے ہوئے محسوس کر سکتی ہو۔"

وہ مسکراتی ہوئی، شرماتی ہوئی اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچ گئی۔ بیٹا اپنی معصومیت کے ساتھ میرے گلے لگا ہوا تھا۔ اس وقت ہم میاں بیوی اور بیٹے کے دل ایک ساتھ، ایک جگہ دھڑک رہے تھے۔

پھر وہ رونے لگی۔ میں نے پوچھا، "کیا ہوا؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا، مجھے کس حد تک خوش ہونا چاہیے اور کس حد تک ماتم کرنا چاہیے۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"مجھے بے حد خوشی ہے کہ بیٹا صحیح سلامت ہے۔ ہمیں اس کے دماغ میں جگہ مل رہی ہے اور آئندہ ہم اس کی حفاظت کر سکیں گے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ہم جب بھی ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو یہ سب کچھ خیال خوانی کے ذریعے ہوتا ہے۔ ہم کبھی حقیقتاً ایک دوسرے کے سامنے اپنے بیٹے کی موجودگی میں نہیں مل سکے۔"

آخر ایسا کب تک ہوگا فرہاد؟"

وہ پارس کے دماغ میں رہ کر بول رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "ملالہ میں عہد کرتا ہوں، بہت جلد آؤں گا اور پاپا کو بھی ساتھ لاؤں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "دیکھو فرہاد! میرا بیٹا کیسا پُرعزم ہے! اس میں کتنا حوصلہ اور مستقل مزاجی ہے!"

"میں بھی عہد کرتا ہوں اپنے بیٹے کے ساتھ پہلی فرصت میں تمہارے پاس آنے کی کوشش کروں گا۔ ہم یہاں کے حالات سے نمٹ لیں۔ پھر شاید ہمارے سامنے راستہ سیدھا اور صاف ہو اور وہ راستہ ہمیں تمہارے پاس پہنچا دے۔"

وہ اچانک چونک گئی۔ پھر سہم کر بولی۔ "فرہاد! میرا بیٹا اس وقت کہاں ہے؟ کیا یہ محفوظ جگہ ہے؟"

"یہ جگہ اتنی محفوظ ہے کہ قانون کی آنکھیں بھی اسے شبہے کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکیں گی۔"

میں نے اس کے اطمینان کے لیے تمام تفصیلات بتائیں۔ کس طرح ہمارے بیٹے نے ایک پولیس آفیسر کے گھر میں پناہ لی ہے۔ اس کی بیوی کو اپنی ماں بنایا ہے اور میں نے ایک برمنگھم سرٹیفکیٹ جسے کشن کے نام سے حاصل کیا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس کے چہرے پر معمولی سی تبدیلی کر دی گئی ہے۔ کوئی اسے پہچان نہیں سکے گا۔

شنکو اور رانی سردار سے تعلق رکھنے والا ایک شخص تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ اس کے ہاتھ میں اخبار تھا۔ اس نے کہا۔ "جناب! ملک کے تمام اخبارات یہ خبر شائع کر رہے ہیں۔ ریڈیو سے بار بار اعلان کیا جا رہا ہے کہ چند اگزیرہ وجوہات کی بنا پر دس برس تک کے بچوں کو بیرونی ممالک کے سفر کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ان محصور بچوں پر سفر کی پابندی غیر معینہ مدت تک رہے گی۔"

رسوتی نے یہ سن کر کہا۔ "صاف ظاہر ہے ہمارے بیٹے کے سلسلے میں ایسی پابندیاں عاید کی گئی ہیں تاکہ ہم اسے کسی بھی روپ میں یہاں سے نہ لے جا سکیں۔"

"آج سے ایئرپورٹ اور بندرگاہوں پر سخت پابندی ہوگی۔ تین برس سے لے کر دس برس تک کے بچے اس ملک سے باہر نہیں جا سکیں گے۔ انھیں ایئرپورٹ اور بندرگاہوں تک بھی جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "اب کیا ہوگا؟"

"تم بہت جلد پریشان ہو جاتی ہو۔ ان حالات میں پریشان اور خوف زدہ ہونے والا سبھی دانشمندی سے کوئی معقول راستہ تلاش نہیں کر سکتا۔"

"میں سونیا اور اعلیٰ بی بی نہیں ہوں۔ تم بتاؤ، کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں ہوگا۔ پارس جہاں بھی ہے محفوظ ہے۔ کچھ عرصہ یہاں آرام سے رہ سکتا ہے۔ کوئی اس پر شبہ نہیں کرے گا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ ہم دونوں اس کے ساتھ لگے رہیں گے۔ بھلا اس کی مجال ہے کہ وہ ہمارے بیٹے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔"

جب میں نے رسوتی کے سامنے بڑی بڑی باتیں کیں۔ اسے اچھی طرح یقین دلایا تو وہ مطمئن ہو گئی۔ ایسے ہی وقت شیبا کی آواز سنائی دی۔ وہ رسوتی سے کہہ رہی تھی۔ "ان سے کہو، سونیا سے رابطہ قائم کریں۔"

میں نے پارس کو چپا کے حوالے کیا۔ پھر شنکو اور رانی سردار کی کوٹھی میں آ کر ایک کمرے میں آرام سے بیٹھ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ پھر کہا۔ "تم مجھے اپنے دماغ میں آنے سے روک رہی تھیں۔ بہت معذرت تھیں۔ مجھ سے التجا کر رہی تھیں کہ ڈسٹرب نہ کروں۔ اب کیوں بلا رہی ہو؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر۔ بولی۔ "کیا کروں، تمہارے بغیر قرار نہیں آتا۔ تمہاری یاد آتی ہے تو نیند نہیں آتی، بھوک نہیں لگتی۔ میں دیوانی ہو گئی ہوں۔ ابھی پاگلوں کی طرح چیخ رہی تھی۔ فرہاد، میرے فرہاد، میرے فرہاد۔ بس یہی چیخ و پکار سن کر شیبا نے میری دیوانگی کی تمہیں خبر پہنچا دی۔"

"بکواس کرتی رہو گی یا کام کی بات بھی کرو گی؟"

"تم کام کے آدمی کب تھے۔ میرے پاس آتے ہی الزام دینے لگے۔"

"میں جانتا ہوں۔ تم خاص وجوہات کی بنا پر مجھ سے دور رہتی ہو۔"

"پھر الزام کیوں دے رہے تھے؟"

"تم پہ الزام بے وفائی نہیں ہے لایعنی کام کی بات کرو۔"

"میں اور شیبا پارس اڈل کے ساتھ مصروف ہیں۔ رسوتی اور اعلیٰ بی بی پارس دوم کو سنبھال لیں گی۔ تم اپنا وقت کیوں برباد کر رہے ہو۔ ہمارا اصل دشمن شارپ ہے۔ اس کے پاس پہنچنے کی کوشش کرو۔"

"شارپ نے خود کو گمنامی کے فولادی قلعے میں بند کر رکھا ہے۔ ٹیلی پیتھی کی لہریں وہاں تک پہنچ نہیں سکتیں۔ اس گمبخت کے اصل لب و لہجے کو کسی نے نہیں سنا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کوئی گُن بھی نہیں سکے گا۔ وہ اس معاملے میں بہت محتاط ہے۔"

وہ بولی۔ "ازل سے اب تک کوئی انسان محتاط زندگی نہیں گزار سکا۔ اس سے کہیں نہ کہیں چوک ہو جاتی ہے۔ بے احتیاطی انسان کی فطرت ہے۔ تم مجھے کوئی ایسا ایک بڑا انسان بتا دو جس نے ہر اعتبار سے محتاط زندگی گزاری ہو۔ جب تم ثبوت کے طور پر کسی بڑے شخص کا نام پیش کرو گے تو میرا ایک ہی سوال ہوگا کہ وہ محتاط تھا تو موت نے اسے کیسے دبوچ لیا؟"

میں نے اس موضوع پر سونیا سے بحث نہیں کی۔ یہ درست ہے انسان ہر پہلو سے محتاط نہیں رہ سکتا۔ جب موت اس کی زندگی میں راستہ بنا سکتی ہے تو انسان گیا گزرا نہیں ہے، وہ تو ستاروں پر کمند ڈالتا ہے پھر کسی انسان کی کمزوری تک کیوں نہیں پہنچ سکتا؟ کیسے اس محتاط انسان کو غیر محتاط نہیں بنا سکتا؟ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

میں نے سونیا سے پوچھا۔ "کیا تم نے اس سلسلے میں کچھ کیا ہے یا کر سکتی ہو؟"

"میں شیبا سے کہتی ہوں، وہ خیال خوانی کے ذریعے اسرائیلی افسران تک پہنچتی رہے۔ تمھیں یاد ہوگا شارپ نے اسرائیلی افسران سے رابطہ قائم کرنے کے لیے وہاں کے ایک سینئر افسر کو میری ہم کو اپنا ذریعہ بنایا تھا۔ وہ اس کے دماغ میں اب بھی پہنچتا ہے۔ اس کے ذریعے اپنی بات دوسرے افسران تک پہنچاتا ہے۔ اوپر ایسے ہی ایک جونیئر افسر تھا جسن کو ذریعہ بنائے ہوئے تھا لیکن وہ اس دنیا میں نہیں رہا۔ کیا تم کیری ایم کے دماغ میں وقتاً فوقتاً پہنچ کر شارپ کے خلاف کوئی کام کی بات نہیں معلوم کر سکتے؟"

"کر سکتا ہوں، مگر دو عدد پارس میں اُلجھا رہتا ہوں۔"

"کیا ضرورت ہے ہم دونوں کو سنبھالیں گے۔ تم دشمن کی خبر لو۔"

میرے طریقۂ کار میں جو خامی ہے، اسے تسلیم کرتا ہوں اور وہ یہ کہ میں کبھی کبھی اپنے مرکز سے ہٹ جاتا ہوں۔ مجھے یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارا سب سے بڑا اور بظاہر ناقابلِ تسخیر دشمن شارپ ہے۔ ہم ماسک مین، مچر ماسٹر اور دوسری خطرناک تنظیموں سے کسی نہ کسی طرح نمٹ سکتے ہیں جس دشمن تک ہم پہنچ نہ پاتے ہوں ان سے کیسے نمٹا سکتا ہے اور شارپ ایسا ہی دشمن تھا۔ اس نے اپنے آپ کو فولادی قلعے میں بند کر رکھا تھا۔ ہم خیال خوانی کی لہریں کر ہوا کے دوش پر اس قلعے کی دیواروں سے گزر نہیں سکتے تھے۔

سونیا نے کہا۔ "شارپ بہت گہرا ہے لیکن آتش فشاں کے باوجود کتاب کی طرح ایک ایک ورق کر کے بے نقاب ہو رہا ہے سب سے پہلی بات تو یہ کہ وہ کسی کا دوست نہیں ہے۔ کسی کا رشتے دار نہیں ہے۔ اس نے دل و جان سے چاہنے والے بھائیوں اور بہنوں کی بھی پروا نہیں کی۔ اس نے بہن کی گردن کاٹی اور اسے اس قبر میں پہنچا دیا جس میں ایک بھائی نے مشین کے اہم حصے کو چھپا کر رکھا تھا۔ وہ حصہ بھی غائب ہو گیا۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر۔ "وہ بہت شاطر ہے۔ اس نے اپنی بہن روزانہ اور بھائی ہارپر کو بھی تاثر دیا کہ ان کے دماغوں میں میں پہنچ سکتا۔ وہ دیر پہ وہ ان سب کے لہجوں سے واقف تھا۔ چپ چاپ اپنی بہنوں اور بھائیوں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے چھپے ہوئے راز معلوم کرتا رہتا تھا۔ ہو سکتا ہے اس نے ٹرانسفارمر مشین کا کوئی حصہ اپنی بہن اور بھائی کے حوالے نہ کیا ہو۔"

سونیا نے کہا۔ "اس نے پرچم مشین کے تین حصے کیے تھے۔ اپنی بہن روزانہ اور بھائی ہارپر کو ایک ایک حصہ دیا تھا۔ یہ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ جب ہم روزانہ کے خفیہ کمرے میں اس کی دوہری چھت تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے تو اس سے پہلے ہی شارپ نے وہاں سے وہ حصہ غائب کر دیا اور اسے سلطان پاشا کے پاس پہنچا دیا۔ یہ اس کی بدنصیبی ہے کہ وہ ہمارے ہاتھ لگ گیا لیکن ہارپر کے پاس جو حصہ تھا، وہ اُسے اُڑا لے گیا۔"

"اس کی چالیں سمجھ میں آ رہی ہیں۔"

"صرف اس کی چالوں کو سمجھنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ اس کی کمزوریوں کو بھی سمجھنا چاہیے۔ آخر وہ انسان ہے، فرشتہ نہیں ہے۔ اس کی کوئی نہ کوئی کمزوری یقینی ہوگی۔"

میں ذرا دیر خاموش رہا۔ اس نے پوچھا۔ "چپ کیوں ہو گئے؟"

"میں سوچ رہا ہوں۔ شارپ نہایت ہی خود غرض ہے، وہ آہستہ آہستہ بہن اور بھائیوں کو راستے سے ہٹا رہا ہے تاکہ اس کی کوئی کمزوری نہ رہ جائے۔ روزانہ اور ہارپر کے بعد آمر اور جوجو کی باری ہوگی۔"

"آج میں نے اس لیے شارپر کو بحث کا موضوع بنایا ہے۔ میں چاہتی ہوں تم آمر کو ٹریپ کرو۔ اسے ماسک مین کی قید سے نکال کر کسی خفیہ جگہ پہنچاؤ۔ اس پر تنویمی عمل کر کے دماغ کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی باتیں معلوم کرو۔ ہو سکتا ہے ہمیں شارپر کے متعلق کوئی اہم بات معلوم ہو جائے۔"

"ابتدا میں یہ تمام بہن بھائی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کی حیثیت سے سامنے آئے تھے۔ تب میں نے آمر کو ٹریپ کیا تھا۔ اس کے دماغ کی گہرائیوں تک اُسے ٹٹولتے رہنے کی کوشش کی تھی لیکن کوئی کام کی بات معلوم نہ ہو سکی۔"

"یہ بھی تو سوچو جس طرح ہم اپنے ساتھیوں کے دماغوں کو مقفل کر دیتے ہیں، ہو سکتا ہے شارپ نے تنویمی عمل کے ذریعے جوجو اور آمر کے دماغ کو بالکل ہی لاک کر دیا ہو لیکن کتنے عرصے تک ایسا کر سکتا ہے؟ تنویمی عمل کا اثر ایک خاص مدت تک رہتا ہے۔ اس کے بعد زائل ہونے لگتا ہے۔ میں کہتی ہوں تم آمر کو اپنی کوششوں کا مرکز بنا لو۔ ہمارے تجربات شاہد ہیں کہ مایوس کن ناکامیوں کے بعد بھی اچانک کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔"

میں باتوں کے دوران سونیا کے موجودہ احوال کو دیکھ رہا تھا۔ پھر یکبارگی چونک کر بولا۔ "ارے تم تو کسی جیل خانے میں ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں ایک جگہ قید کر دی گئی ہوں۔"

"آخر قصہ کیا ہے۔ تم کہیں قید ہو۔ اور دوسرے موضوع پر اطمینان سے باتیں کر رہی ہو؟"

وہ مجھے بتانے لگی اُس فارمیک کیسے پہنچی تھی ۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں ۔ وہ ترکی کے ایک ایسے ساحلی علاقے میں تھی جو شام کی سرحد سے قریب تھا ۔ وہاں ایک بلند پہاڑی کی چوٹی پر فارمیکا دامنہ تھا جس میں داخل ہونے کے بعد انکشاف ہوا کہ وہ اسرائیلی خفیہ تنظیم کا اڈا ہے اور وہاں سے بلائنڈ کمانڈوز رات کی تاریکی میں نکلتے ہیں ۔ شام کی سرحدوں میں پہنچ کر وہاں کی بستیوں میں تخریبی کارروائیاں کرتے ہیں ۔ پھر صبح ہونے سے پہلے واپس آ جاتے ہیں ۔

اس فارمیکا کے خفیہ اڈے کا انچارج یا ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ یا وہاں کا پلان میکر میک گونل موس تھا ۔ اسی نے سونیا کو آہنی سلاخوں کے پیچھے قید کر رکھا تھا ۔ وہ وہاں کے متعلق بتانے لگی "یہاں اوپری منزل میں تقریباً سو سوا سو پہلوان ہیں جو بلائنڈ کمانڈوز کہلاتے ہیں ۔ دوسری منزل میں اُن کا کمانڈر فیلڈ سارجنٹ اور اہم ساتھیوں کے ساتھ رہتا ہے تیسری منزل میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے ۔ تیسری منزل سے لے کر آخری گراؤنڈ فلور تک میک گونل موس کی حکمرانی ہے ۔ اس کے اپنے الگ خطرناک کمانڈوز ہیں جو اس خفیہ اڈے کے تمام اسلحے پر قابض ہیں ۔"

میں نے پوچھا "تم اتنی آسانی سے کس طرح قید ہو گئیں ؟"

"میں ان کی کمزوریوں کو سمجھ چکی ہوں ۔ یہ ایک طویل عرصے سے مجرد زندگی گزار رہے ہیں ۔ انہوں نے بہت عرصے بعد مجھے دیکھا ہے ۔ میرے لیے ان کے درمیان پھڑپھڑی پک رہی ہے ۔ یہاں کے انچارج میک گونل موس نے مجھے پانچویں منزل میں قید کیا ہے ۔ یہاں صرف اس کے خاص خطرناک کمانڈوز آ سکتے ہیں ۔ موس کی نیت خراب ہے لیکن اس کے کمانڈوز کے چند افراد نے اپنے انچارج کو دھمکی دی ہے اگر وہ میرے قریب آئے گا تو اسے گولی مار دی جائے گی ۔"

میں نے پوچھا "پھر تمہیں کامیابی کی اُمید کیسے ہے ؟"

"پہلے ان لوگوں نے بڑی عزت کے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا تھا ۔ خود بھی پیتے اور کھاتے رہے تھے ۔ اس سے پہلے شیبا نے کچن کے انچارج کو ٹریپ کیا تھا اور ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں اچھی خاصی کوکین حل کر دی تھی ۔ اس فارمیکا کے گراؤنڈ فلور میں کوکین کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے ۔"

"تم کہتی ہو یہاں سو سوا سو پہلوان قسم کے بلائنڈ کمانڈوز ہیں ۔ ان کے علاوہ یہاں کے انچارج میسٹر موس کے خطرناک کمانڈوز بھی موجود رہتے ہیں ۔ لیکن تمہارے آس پاس آنا سنا کیوں ہے ؟"

"بلائنڈ کمانڈوز رات کے گیارہ بجے اپنے دستور کے مطابق شام کی سرحدوں پر حملہ کرنے گئے تھے ۔ اب صبح ہونے والی ہے انہیں معمول کے مطابق واپس آ جانا چاہیے لیکن وہ نہیں آ سکیں گے ۔"

"کیا تم نے کوئی چال چلی ہے ؟"

"ہاں یہ بلائنڈ کمانڈوز عموماً بھری راستوں سے شام کی سرحد تک جاتے تھے ۔ کل سے کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں ۔ ان کے کمانڈر فیلڈ مارشل نے اسرائیلی حکام سے ہیلی کاپٹر کا مطالبہ کیا تھا جس کے نتیجے میں پھپھ ہوا دو بجے چھ ہیلی کاپٹر پہنچے تھے ۔ گیارہ بجے کمانڈوز سے چالیس جوان بحری راستے سے گئے ۔ ان میں کئی ایسے تھے جن کے داغوں میں شیبا پہنچ چکی تھی ۔ وہ جن کشتیوں میں گئے تھے اُن کشتیوں میں شیبا نے اپنے کارکن کے ذریعے ٹائم بم رکھوا دیے تھے ۔ پتا نہیں اُن کا کیا انجام ہوا ہو گا ۔ شیبا بہت دیر سے دہلی میں پارس دوم کے ساتھ مصروف رہی ہے پھر سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے ۔"

"اور جو لوگ ہیلی کاپٹر کے ذریعے شام کی سرحد کی طرف گئے، اُن کا کیا بنا ؟"

"ظاہر ہے، وہاں بھی شیبا کے آلۂ کار موجود تھے ۔ وہ ایک ایک پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر تمام ہیلی کاپٹروں کو یکے بعد دیگرے تباہ کرتی رہی ۔"

"اب کیا پوزیشن ہے ؟"

"موس کے خطرناک کمانڈوز میں سے چار افراد پوری طرح ہوش و حواس میں ہیں ۔ باقی کوکین کے اثر سے یا تو بے ہوش ہو گئے یا ختم ہو چکے ہیں ۔"

اسی وقت ایک شخص کی آواز سنائی دی ۔ وہ آہنی سلاخوں کے پاس آ کر پوچھ رہا تھا "کیا تم رات بھر جاگتی رہیں ؟"

سونیا کی سوچ نے بتایا وہ وہاں کا انچارج میک گونل موس ہے ۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا ۔ اگرچہ وہ سانس روک سکتا تھا لیکن پہلی رات اس کے حلق سے بھی کوکین اتر گئی تھی ۔ جب تمام کمانڈوز رات کو حملہ کرنے گئے تو شیبا نے اسے ٹریپ کر کے اچھی خاصی شراب پلا دی تھی جس کا اثر اب تک تھا ۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے ۔ آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں اور وہ سلاخوں کو تھام کر آہ بھرتے ہوئے کہہ رہا تھا "سونیا میری جان ! میں تمہارے لیے رات بھر سو نہیں سکا ۔ میں کیا کروں ۔ میرے چار آدمی جاگ رہے ہیں ۔ میں کسی فلمی ہیرو کی طرح بیک وقت چاروں سے مقابلہ نہیں کر سکوں گا ۔ مناسب وقت کا انتظار کر رہا ہوں ۔"

سونیا نے اس کے ہاتھ کو تھام کر بڑے جذباتی انداز میں کہا "میں بھی تمہارے انتظار میں رات بھر سو نہ سکی ۔ تمہارے بغیر تڑپ رہی ہوں ۔"

سونیا کی مکاری دیکھ کر مجھے شرارت سوجھی ۔ میں نے اُس کے پاس آ کر کہا "مجھے افسوس ہے لیکن تمہارے دماغ میں نہیں رہ سکتا ۔ میرا دماغی طور پر حاضر رہنا بہت ضروری ہے ۔"

"کوئی بات نہیں ۔ میں اس سے نمٹ لوں گی ۔"

میں موس کے دماغ میں جم کر بیٹھ گیا ۔ اب وہ، وہ نہیں تھا ۔ وہ میں بن گیا تھا ۔ اُس کے دماغ میں صرف میری سوچیں، میرے

ارادے، میرے عزائم اور میرے حوصلے تھے ۔ میں نے سونیا کے ہاتھ کو تھام کر بڑے جذباتی انداز میں کہا "میری جان ! جب تم نے فرہاد کو چھوڑ کر مجھے اپنا لیا ہے تو میں ان چاروں سے لڑ پڑوں گا ۔ ان سب کو ختم کر دوں گا یا خود مر جاؤں گا ۔ تمہارے لیے مر جاؤں گا ۔"

ایسے وقت سونیا نے یقیناً دل ہی دل میں کہا ہو گا "جا کمبخت جلدی مر جا ! ابھی میں اُس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا ۔ اُس نے زبان سے کہا "مائی ڈیئر موس ! تم میری خاطر جان کی بازی لگا رہے ہو ۔ اگر واپس نہ آ سکے تو میں اِسی سلاخوں کے پیچھے رہ جاؤں گی، کم از کم تالے کی چابی تو دیتے جاؤ ۔"

میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا، پھر چپکے سے چابی نکال کر اُس کی طرف بڑھا دی ۔ جیسے ہی سونیا نے چابی لی دُور کھڑے ہوئے ایک مسلح جوان نے للکارتے ہوئے کہا "مسٹر موس ! خبردار چابی نہ دینا ورنہ گولی مار دوں گا ۔"

چابی سونیا کے ہاتھ لگ چکی تھی ۔ وہ یکبارگی چھلانگ لگاتے ہوئے دیوار کی آڑ میں چلی گئی ۔ میں نے موس کی حیثیت سے کہا "ارے ادے چابی کہاں لے جا رہی ہو ۔ مجھے واپس کرو ۔ میں کہتا ہوں چابی واپس کرو ۔"

پھر میں نے سلاخوں کے پاس سے پلٹ کر مسلح جوان سے کہا "میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو، جلدی آؤ ۔ اسے وارننگ دو ۔ چابی نہیں دے گی تو گولی مار دی جائے گی ۔"

وہ دوڑتا ہوا آہنی سلاخوں کے پاس آ گیا ۔ سونیا نظر نہیں آ رہی تھی ۔ اس نے سلاخوں کے درمیان سر لے جا کر دور تک دیکھنے کی کوشش کی تاکہ دیوار کی آڑ میں نظر آ جائے ۔ پھر اس نے کہا ۔ "میں پہلی اور آخری وارننگ دیتا ہوں ۔ محترم نے ۔۔۔"

اس کی بات اُدھوری رہ گئی ۔ میں نے گردن پر ایک گھونسا رسید کیا ۔ اُس کے ہاتھ سے اسٹین گن چھوٹنے لگی ۔ وہ گن آدھی سلاخوں کے اندر تھی اور آدھی باہر ۔ سونیا نے دیوار کی آڑ سے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا ۔ میرا گھونسا پڑنے کے بعد وہ نیم جاں ہو گیا تھا ۔ پٹنا چاہتا تھا یعنی میں نے دونوں ہاتھوں سے دو طرف آہنی سلاخوں کو مضبوطی سے تھام لیا تھا ۔ اسے اپنے اور سلاخوں کے درمیان دبوچ رکھا تھا تاکہ وہ نکل نہ سکے ۔ اس طرح سونیا نے کارتوس کی پیٹی بھی چھین لی ۔

اسی وقت کسی دوسرے کے للکارنے کی آواز سنائی دی ۔ میں نے فوراً ہی اپنے شکار کو چھوڑ دیا پھر پلٹ کر ادھر دیکھا ۔

خطرناک کمانڈوز کے دو اور جوان نظر آئے ۔ وہ پوری طرح مسلح تھے ۔ اگر ان کے پاس ہتھیار نہ ہوتے تب بھی انھوں نے خالی ہاتھ خطرناک داؤ پیچ کے ساتھ لڑنے کی ٹریننگ حاصل کی تھی ۔ ہتھیار ہو یا نہ ہو کمانڈوز ہر حال میں اپنی جنگ جاری رکھتے ہیں ۔ لہٰذا آخری

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

ایجادِ موسیقی

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے

اس کتاب کے مطالعے سے آپ نہ صرف گانا سیکھ سکتے ہیں بلکہ ہارمونیم بجانا بھی آسان ہو جائے گا ۔ آرکسٹرا کے بارے میں بھی آپ کی واقفیت ہو جائے گی

سُر، لے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور موسیقی کے دیگر اسرار و رموز آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب

برِ صغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ :

یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

اب کتاب موسیقی کے استاد کی جگہ بھی کرتی ہے

قیمت : ۶۰/- روپے ○ ڈاک خرچ : ۱۰/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سیدہ مینشن لیمو یا سٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱

سانس تک اپنی شکست تسلیم نہیں کرتے۔

آنے والوں میں سے ایک نے مجھے موس سمجھ کر مخاطب کیا۔ "مسٹر موس! دنیا کے عظیم ترین اور خطرناک ترین جنگجو سپر سالار بھی ہتھیار رکھتے ہوئے عورت سے مار کھا گئے۔ اگر تم سونیا کے سامنے جھک سے ہو تو ہمارے لیے یہ حیرانی کی بات نہیں ہے۔ البتہ افسوس کی بات ہے۔ جسے ہم برسوں سے لیڈر مانتے رہے اُسے اپنے ہاتھوں سے گولی مارنے کا وقت آ گیا ہے۔"

میں نے کہا "گولی مارنے میں دیر نہیں لگے گی لیکن اس سے پہلے ایک حقیقت سُن لو جسے تسلیم نہیں کرو گے۔ پچھلی رات تم لوگوں کے کھانے میں کونین ملائی گئی تھی تم بھی کسی مدنک نشے میں تھے اور سانس نہیں روک سکتے تھے۔ اب ذرا غور کرو، فرار دنے تمہارے دماغوں میں پہنچ کر کیا کچھ معلوم کیا ہو گا؟"

ایک نے کہا "ہمیں اس کی پروا نہیں ہے۔"

"کیا تم مجھے گولی مارنے کے بعد سونیا کو یونہی چھوڑ دو گے؟"

"تمہارا یہ سوال فضول ہے۔"

"تم اپنی حقیقت چھپا رہے ہو، میں جانتا ہوں، میرے بعد تم چار رہ جاؤ گے اور تم چاروں آپس میں لڑو گے۔ ازل سے یہی ہوتا آیا ہے۔ ہم نر و زن اور زمین کے لیے لڑتے آئے ہیں۔ مجھے مارنے کے بعد تم اپنے ساتھیوں کو ہلاک کرنا چاہو گے۔ تمہارے ساتھی تمہیں ختم کرنا چاہیں گے۔ انجام کار ہم میں سے صرف ایک زندہ رہ جائے گا۔"

وہ میری باتیں غور سے سُن رہے تھے۔ میں نے پوچھا "یہ کیا یہ دانش مندی ہو گی کہ ایک زندہ رہے اور وہ سونیا کے ہاتھوں مارا جائے۔ نہیں ہم پانچوں کو زندہ رہنا چاہیے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اچانک فائرنگ ہوئی۔ میں نے سمجھا شاید سامنے والے دونوں مسلح جوان گولی چلا رہے ہیں۔ میں فوراً ہی اچھل کر دوسری طرف چلا گیا۔ اسٹین گن کا ایک برسٹ مکمل ہوا تھا۔ پھر خاموشی چھا گئی تھی۔ میرے سامنے جو دو مسلح جوان آئے تھے، وہ گولیوں کی زد میں آ کر ادھ مرے منہ فرش پر گر پڑے تھے اور ہمیشہ کے لیے ٹھنڈے ہو گئے تھے۔ پھر سونیا کی آواز سُنائی دی "اب پانچ نہیں، تین رہ گئے ہیں۔"

جس شخص کو میں نے سلاخوں کے درمیان دبوچا تھا، وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر تھا۔ پتا چلا، وہ بھی سونیا کا دیوانہ ہے۔ آخر کیوں نہ ہوتا۔ سال میں ایک بار عید کا چاند نظر آتا ہے۔ انہیں تو ایک عورت پانچ برس کے بعد نظر آئی تھی۔ دیوانگی کیوں نہ ہوتی۔ اس نے بجائے کھلے ہوئے چاقو سے مجھ پر حملہ کرتے ہوئے کہا "یہ ممکن نہیں، دو رہیں گے اور آخر کار صرف میں رہ جاؤں گا۔"

میں نے اس کے حملے کو روک لیا تھا۔ ہم دونوں ہی تقریباً بیٹھے تھے۔ اس کے پاس صرف ایک چاقو تھا۔ کمانڈوز کے باقی پانچ رہنے والے چار افراد نے اپنے لیڈر موس کو حکم دیا تھا کہ وہ ہتھیار رہے گا تاکہ کسی وقت سونیا کی طرف جانا چاہے تو اسے گولی ماردی جائے۔

چونکہ اسے ہتھیار رکھا گیا تھا لہٰذا میں بھی اس کے اندر رہ کر خالی ہاتھ تھا اور اس چاقو والے سے مقابلہ کر رہا تھا۔ طرح طرح سے پینترے بدل کر اسے ڈاج دے رہا تھا۔ سونیا سلاخوں کے پیچھے دیوار کی آڑ سے دیکھ رہی تھی۔ وہ چاہتی تو ہم میں سے کسی پر گولی چلا سکتی تھی لیکن اپنے عاشق میک گوئل موس کو زندہ رکھنا چاہتی تھی۔ میں اس کی چالاکیوں کو سمجھتا تھا جب تک وہاں کا آخری آدمی بھی مارا نہ جاتا، وہ اپنے دیوانے کو مرنے نہیں دے گی۔

وہ چاقو والے پر بھی فائر نہیں کر رہی تھی۔ لڑنے کے دوران ہماری پوزیشن بدل جاتی تھی۔ گولی مجھے بھی لگ سکتی تھی۔ بہر حال ہم زندگی اور موت کے درمیان لڑ رہے تھے۔ وہ اگرچہ تنہا تھا مگر بہت ہی خطرناک فائٹر تھا۔ کمانڈوز افراد اپنی ذات میں موت کی طرح ہوتے ہیں۔ جس پر جھپٹ پڑتے ہیں، اس کی زندگی کی ضمانت کوئی نہیں دے سکتا۔ موس اگرچہ خود اچھا فائٹر تھا لیکن وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ اس کے اندر میں سمایا ہوا تھا اور میں اپنے تجربات کی بنیاد پر لڑتے ہوئے یہ تسلیم کر رہا تھا کہ دُنیا بہت وسیع و عریض ہے۔ ہم نے تگ و تاز گھومتے پھرتے اور بھانت بھانت کے دشمنوں سے مقابلہ کرتے رہنے کے باوجود ابھی دُنیا پوری طرح نہیں دیکھی ہے۔ پتا نہیں کیسی کیسی صلاحیتوں والے کیسے کیسے خطرناک لوگ ہماری دُنیا میں موجود ہیں، جن سے سابقہ پڑتا ہے تو صرف خدا یاد آتا ہے۔

وہ چاقو والا غضب کا فائٹر تھا۔ میرے ہوش اُڑا رہا تھا اور میں اپنے بچاؤ کی فکر میں تھا۔ اگر اس کا چاقو تگ جاتا تو موس کا جسم ہمیشہ کے لیے مُردہ ہو جاتا۔ میرا کچھ نہ بگڑتا لیکن میری انا کو ٹھیس پہنچتی۔ آخر مقابلہ تو میں کر رہا تھا۔

جب میں مسلسل اپنا بچاؤ کرنے لگا تو وہ خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ میں صرف بچاؤ کرتا رہوں گا۔ اس پر حملہ نہیں کروں گا۔ یہیں وہ مار کھا گیا۔ میں نے بچاؤ کرتے رہنے کے دوران اچانک اس کے پیٹ میں کُہنی ماری۔ وہ دُہرا ہوا تو میں نے اس کے مُنہ پر ایک ہاتھ رسید کیا۔ وہ سیدھا ہوا تو میں نے چاقو والا ہاتھ تھام کر جوڈو کا داؤ استعمال کیا، جس کے نتیجے میں چاقو ایک طرف گیا اور وہ دوسری طرف۔ میں نے آگے بڑھ کر چاقو اُٹھا لیا۔ اب وہ نہتا تھا۔ سہما ہوا سا چاقو کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس چاقو کو سلاخوں کے درمیان سونیا کی طرف پھینک دیا۔ پھر کہا۔ "ہم سمجھتے تھے، میں صرف اپنا بچاؤ کرتا رہوں گا۔ جوابی حملہ کرنا نہیں آتا ہے۔ آؤ، اب میں تمہیں بتاتا ہوں۔"

پھر میں اُسے بتانے لگا۔ ایک ایک داؤ پیچ سے سمجھانے لگا دُنیا بہت بڑی ہے۔ بتنا وہ سیکھ چکا ہے، اس کے بعد بھی سیکھنے کے لیے بہت کچھ رہ گیا ہے۔ بشرطیکہ وہ دُنیا میں رہ جائے۔

میں آخر پاکستانی ہوں۔ پاکستانی پہلوانوں کے داؤ پیچ سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میری یہ عادت بنے جب میں مغربی فائٹروں سے لڑتا ہوں تو اس دوران اپنے دیسی داؤ پیچ بھی استعمال کرتا ہوں۔ اس وقت میں نے اچانک ہی دیسی داؤ پیچ استعمال کیے تو مقابل بوکھلا گیا۔ اُسے سنبھلنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ پھر میں نے یکبارگی اسے دھوبی پاٹ مارا۔ وہ میرے شانے سے ہوتا ہوا سامنے آ کر فرش پر گرا اور لڑھکتا ہوا آہنی سلاخوں کی طرف گیا۔ اسی وقت سونیا نے اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا اور اُسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

مجھے افسوس ہوا۔ میں اسے خالی ہاتھوں سے ختم کرنا چاہتا تھا لیکن سونیا کا مزاج کچھ اور ہی تھا۔ وہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی یہ جانتی تھی کہ میں موس کے اندر رہ کر لڑ رہا ہوں۔ اس نے میری طرف چابی اور چاقو پھینکتے ہوئے کہا "محتاط رہو اور تالا کھولو۔ دیکھو، دھاگہ نما شخص اچانک حملہ نہ کر بیٹھے۔"

چابی اور چاقو میرے قدموں کے پاس پڑے ہوئے تھے۔ میں نے محتاط نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ایک ہاتھ سے چابی اور دوسرے ہاتھ سے چاقو اُٹھایا۔ پھر آگے بڑھ کر تالے کو کھولا۔ اسے ایک طرف پھینکا اور آہنی دروازے کو کھول دیا۔

وہ بولی "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ کوئی چُھپا ہو گا تو اچانک گولی چلائے گا۔"

"میں ڈھال بن کر رہوں گا۔ تم فوراً میرے پیچھے آ جاؤ۔"

وہ بڑی مکار تھی۔ یہی چاہتی تھی کہ موس کو ڈھال بنا لے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی آہنی سلاخوں کے باہر آئی۔ پھر میرے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ وہاں سے آس پاس دُور تک دیکھنے لگی، کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے میرے کان کے پاس سرگوشی کی "یہاں سے اوپری منزل کی طرف چلو۔ ہم فارسے باہر نکلیں گے۔"

ہم محتاط انداز میں آگے بڑھتے ہوئے پانچویں منزل سے اوپر چڑھتے ہوئے چوتھی منزل پر آئے۔ وہاں بھی سناٹا تھا۔ اس پہاڑی کے اوپری حصے تک یعنی فار کے دہانے تک پہنچنے کے لیے لفٹ یا سیڑھیاں نہیں تھیں۔ نشیبی راستہ تھا جو اُوپر کی طرف بھی لے جاتا تھا۔ ہم دوڑتے ہوئے تیسری منزل پر پہنچے۔ میں سونیا کے آگے آگے تھا۔ اس نے اب تک بھے ڈھال بنا رکھا تھا۔ پھر وہ بولی "ذرا رُک جاؤ، خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ وہ چوتھا اور آخری شخص کہاں ہے؟ پہلے اُسے تلاش کرنا چاہیے۔ وہ کہیں سے بھی اچانک فائرنگ کر کے ہمیں ہلاک کر سکتا ہے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ ہم دونوں پتھر کی آڑ میں بیٹھ گئے۔ اگر ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی راستہ نکلتا تو ہم اُس آخری شخص تک پہنچ سکتے تھے لیکن وہ میرے لیے اجنبی تھا۔ میں نے کبھی اُس کی آواز نہیں سُنی تھی۔ سونیا خاموش بیٹھی کان لگائے ہلکی سی آہٹ کو بھی سُننے کی کوشش کر رہی تھی۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ میں نے بھی محسوس کیا جیسے ہلکی سی آواز سُنائی دے رہی ہے۔ کوئی رُک رُک کر رہا ہے۔ ہم نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر اس نے پوچھا "مسٹر موس! کیا اس تیسری منزل میں اور کوئی موجود رہتا ہے؟"

"میں نہیں جانتا کہ میری خطرناک کمانڈو ٹیم میں سے کتنے مر چکے ہیں اور کتنے زندہ ہیں۔ میں صرف چار کا حساب جانتا ہوں، باقی کو کین کے ذریعے بے ہوش ہو گئے تھے۔ شاید بے ہوش ہونے والوں میں کوئی زندگی کی طرف لوٹ آیا ہو۔"

سونیا اچانک مسکراتے ہوئے میرے قریب ہو کر محبت سے بولی "تم نے میرے لیے جان کی بازی لگائی ہے۔ میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گی۔ ساری زندگی تمہارے ساتھ گزاروں گی۔"

اگر موس اپنے ہوش و حواس میں ہوتا تو سونیا کی اس ادا پر قربان ہو جانے کی کوشش کرتا۔ میں نے بھی یہی کوشش کی تاکہ دیکھوں اسے اسے فریب دینے کے لیے کس مدنک آگے بڑھ سکتی ہے۔ جیسے ہی میں نے کوشش کی وہ الگ ہو کر بولی "ابھی ہم خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ پلیز، یہ معلوم کرو، یہ دھیمی دھیمی سی آواز کہاں سے آ رہی ہے؟"

مجھے سونیا کی اس مکاری سے بے حد خوشی ہوئی۔ وہ اپنی عزت، آبرو کو صرف میرے لیے بچانے کا ہنر جانتی تھی۔ میں نے کہا "انتظام کرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں اس پتھر کے پاس سے رینگتے ہوئے ایک طرف جانے لگا۔ وہ آواز وقفے وقفے سے آ رہی تھی۔ میں نے ایک جگہ رُک کر سُنا۔ وہ کہنے والا تھوڑی دیر تک کچھ کہتا جاتا تھا۔ پھر خاموش ہو جاتا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کی آواز آنے لگتی تھی۔

میں رینگتے ہوئے ایک دیوار کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس کے پیچھے سے آواز آ رہی تھی۔ میں نے آہستہ آہستہ فرش پر سے اُٹھتے ہوئے سر اُٹھا کر دوسری طرف دیکھا۔ کھڑکی کے دوسری طرف ایک دفتر نما کمرہ نظر آیا جہاں بہت سے ٹرانسمیٹر اور ریکارڈ وغیرہ رکھے ہوئے تھے لیکن کوئی بولنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر بھی کوئی بول رہا تھا۔

مجھے بڑی حیرانی ہوئی۔ میں وہاں سے رینگتا ہوا دفتر نما کمرے میں داخل ہوا۔ وہ آواز صاف طور سے سُنائی دینے لگی۔ تب میں نے رُک کر اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لیا اور چند لمحے کے لیے موس کو چھوڑ کر اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ پتا چلا، وہ بولنے والا کمرے میں موجود نہیں تھا بلکہ فار کے دہانے پر بیٹھا ہوا تھا۔ موس ابھی حیرت کے جھٹکے سے سنبھلے بھی نہ پایا تھا کہ میں اُس کی سوچ پڑھ کر واپس آ گیا اور دوبارہ اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔

اس کی سوچ سے پتا چلا میں جس کمرے میں موجود ہوں، وہاں اس

نے ایک ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی سیٹ کر دی ہے اور اس ٹرانسمیٹر کے سامنے ایک ریکارڈر رکھ دیا ہے۔ اس میں اپنی آواز ریکارڈ کر دی ہے۔ وہ ریکارڈر ایک اسپول کی صورت میں تھا۔ بار بار گھومتا تھا اور بولنے والے کی آواز کو دُہرایا جاتا تھا۔ میں توجہ سے سُننے لگا۔ ریکارڈر کہہ رہا تھا: "ہیلو ہیلو میں خطرناک کمانڈوز کا آخری شخص اطلاع دے رہا ہوں۔ پتلے خطرناک بلانڈ کمانڈوز پچھلی رات شام کی سرحد کی طرف گئے تھے وہ صبح پانچ بج کر بیس منٹ تک واپس نہیں آئے۔ جب کہ وہ ہر رات چار بجنے سے پہلے واپس آجاتے ہیں۔ جب سے سونیا اس غار میں آئی ہے خطرات بڑھتے جا رہے ہیں۔ ہمارے خطرناک کمانڈوز کے کئی افراد کوکین کے نشے سے بے ہوش ہو گئے اور کئی مر چکے ہیں۔ جو زندہ رہ گئے ہیں وہ سونیا کے لیے لپک رہے ہیں۔"

میں اس ریکارڈر کے پاس آکر گھومتے ہوئے اسپول کو دیکھ رہا تھا۔ اس میں سے آواز آ رہی تھی: "ہمارا لیڈر میک گوئل موس اس کا دیوانہ ہو رہا ہے لہٰذا میں خطرات کو محسوس کرتے ہوئے اس ریکارڈر کو ٹرانسمیٹر کے سامنے آن کر رہا ہوں۔ یہاں سے فرار کا راستہ صرف ایک ہے لہٰذا میں غار کے دہانے پر بیٹھا رہوں گا۔ جیسے ہی سونیا نظر آئے گی اُسے گولی مار دوں گا۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں وہ مکار عورت کسی کے قابو میں نہیں آتی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ مجھے ہی ہلاک کر دے۔ ایسی صورت میں آپ لوگوں کو فوری طور پر فیصلہ کرنا ہے اس غار کو سلامت رکھا جائے یا تباہ کر دیا جائے۔ اگر اسے جوں کا توں رکھا جائے گا تو سونیا اور اس کے ساتھی یہاں قبضہ جما لیں گے۔ بہرحال آپ بہتر جانتے ہیں۔ میں اپنا فرض ادا کرتے ہوئے غار کے دہانے تک جا رہا ہوں۔"

ریکارڈر کے ذریعے بولنے والے کی آواز ختم ہو گئی تھی لیکن وہ اسپول چوبکھ واپس گھومتا جا رہا تھا اس لیے جو کچھ میں نے سُنا، وہی آواز پھر سُنائی دے رہی تھی تاکہ ریڈیو وائرلیس کے ذریعے اسرائیلی تنظیم یا اسرائیلی ذہنیت کے حامل افراد میں سے کوئی سُن لے تو ضروری اقدامات کر سکے۔ میں نے ٹرانسمیٹر اور ریکارڈر کو آف کر دیا۔ آواز بند ہو گئی۔ دور تک جانے والے پیغام نے دم توڑ دیا۔

میں نے سونیا کے پاس آکر تمام حالات بتائے۔ پھر کہا: "ٹرانسمیٹر اور ریکارڈر کو آف کر چکا ہوں کسی نے یہ پیغام نہیں سُنا ہے تو آئندہ کبھی نہیں سُن سکے گا۔ اگر کسی نے سُن لیا ہے تو یہ غار بہت جلد زبردست دھماکوں سے تباہ ہو جائے گا۔"

سونیا نے موس کا ہاتھ تھام کر کہا: "تم واقعی مجھے دل و جان سے چاہتے ہو۔ میرے سچے عاشق ہو۔ تم نے خطرات مول لے کر میرے لیے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ میں یہاں سے نکلنے کے بعد صرف تمہارے ساتھ زندگی گزار دوں گی۔ فراد تو ایک فراڈ نکلا۔ وعدہ کرو، مجھ سے کبھی فراڈ نہیں کرو گے۔"

میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام لیا۔ پھر مزاحیہ انداز میں کہا: "میری جان! نہ کبھی میں نے فراڈ کیا ہے نہ کروں گا۔ تم جب چاہو، مجھے آزما سکتی ہو۔"

پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچتے ہوئے کہا: "آگے چلو، مجھے اپنی پناہ میں رکھو۔"

وہ مجھے پھر ڈھال بنا رہی تھی، موت کے منہ میں جھونک رہی تھی۔ میں اس کے آگے چلتا ہوا دوسری منزل سے پہلی منزل پر پہنچا۔ اس نے سرگوشی میں کہا: "بس اب رُک جاؤ۔ میں تمہیں بے موت مرنے نہیں دوں گی۔"

موس اپنے ہوش و حواس میں ہوتا تو سونیا کی اس بات پر قربان ہو جاتا لیکن وہ کبھی سمجھ نہ پاتا کہ یہ بھی اس کی مکاری ہے۔ وہ اسے اس وقت تک زندہ رکھنا چاہتی ہے جب تک غار سے باہر نہ نکل جائے۔

وہ فرش پر رینگتی ہوئی مجھ سے آگے نکل گئی۔ اور پتھر کے پاس سے سر نکال کر غار کے دہانے کی طرف دیکھنے لگی۔ اس وقت صبح کی روشنی نمودار ہو چکی تھی۔ باہر اُجالا دکھائی دے رہا تھا۔ غار کا دہانہ کھلے ہوئے منہ کی طرح تھا۔ اس دہانے کے سامنے کوئی نہیں تھا۔ وہ شخص یقیناً کہیں چھپا ہوا سونیا کا انتظار کر رہا ہوگا۔

وہ رینگتی ہوئی میرے پاس آئی۔ پھر سرگوشی میں بولی: "انتظار کرو، میں آرہی ہوں۔"

وہ واپس دوڑتی ہوئی دوسری اور تیسری منزل کی طرف جانے لگی۔ مجھے یقین تھا وہ کوئی چال چلنے والی ہے۔ مگر اس سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ مجھے اسے روکنا چاہیے تھا لیکن کیسے روکتا۔ میں تو موس کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ اسے چھوڑ کر سونیا کے پاس جاتا تو وہ کوئی گڑبڑ کر سکتا تھا۔ میں نے سوچا، وہ واپس آئے گی تو خود ہی پتا چلے گا کہ کیا کرتی پھر رہی ہے۔

تھوڑی دیر بعد آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک کیسٹ ریکارڈ تھا۔ میں نے پوچھا: "یہ کیا ہے؟"

وہ سرگوشی میں بولی: "چپ چاپ دیکھتے رہو۔"

وہ فرش پر رینگتے ہوئے کیسٹ ریکارڈ کے ساتھ آگے نکل گئی۔ اس پتھر کے پاس پہنچی جس کی آڑ سے غار کا دہانہ نظر آ رہا تھا۔ پھر اُس نے ریکارڈ کو آن کرتے ہوئے اسے فرش پر دُور دھکیل دیا۔ وہ ریکارڈ فرش پر پھسلتا ہوا سونیا کی آواز میں چیخ رہا تھا: "میں ہوں سونیا، میں ہوں سونیا، سونیا، سونیا...!"

اس للکار کے ساتھ ہی اچانک وہ آخری شخص غار کے دہانے پر نمودار ہوا۔ اُس نے اسٹین گن سے آواز کی سمت فائرنگ شروع کر دی، اِدھر سونیا نے پتھر کی آڑ سے اپنی اسٹین گن کو استعمال کیا۔ برسٹ کی آواز غار کی محدود فضا میں گونجنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی اس شخص کی آخری چیخیں سُنائی دیں۔ وہ اندھے منہ فرش پر گر کر لڑھکتا ہوا ریکارڈر تک پہنچ گیا جو سونیا کی آواز میں بول رہا تھا۔

اری مکار عورت، تُو کیا ہے؟ تیری ذہانت کیا ہے؟ لوگ یوں تیرا نام سنتے ہی کانپ کانپ جاتے ہیں، ہیں فرہاد علی تیمور اس آخری شخص کی آواز سُن چکا تھا۔ اسے کسی وقت بھی ختم کر سکتا تھا مگر تجھے آزما رہا تھا اور تو نے وہ تماشا دکھایا کہ مجھے حیران کر دیا۔ تیرے آگے مٹی بیچتی کیا چیز ہے، تُو خدا کی عطا کی ہوئی انسانی ذہانت کی وہ مثال ہے جس کے آگے ٹیلی پیتھی اور کالے جادو جیسے علوم اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں۔

وہ میرے پاس آگئی، میں نے تعریفی انداز میں کہا: "تم نے تو کمال کر دیا۔ اس آخری شخص کو ختم کر دیا۔"

وہ میرے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بڑی محبت سے بولی: "تم میری زندگی کے آئندہ ہم سفر ہو۔ میں تمہیں کسی خطرے میں ٹالنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے اس آخری شخص سے خود نمٹ لیا ہے۔ اب خطرہ نہیں ہے۔ ہم آگے بڑھو، میں تمہارے پیچھے چلتی ہوں۔"

وہ مجھے آگے بڑھا رہی تھی۔ اس شخص کے آخری ہونے پر یقین نہیں تھا۔ وہ سوچ رہی تھی، کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔ کسی فریب میں نہیں آنا چاہیے۔ اگر یہ فریب ہوا تو میرے آگے جانے والا مارا جائے گا اور آگے جانے والا میں تھا۔

بہرحال میں آگے بڑھتا ہوا غار کے دہانے تک آگیا۔ وہ میرے پیچھے تھی۔ چاروں طرف محتاط نظروں سے دیکھتی جا رہی تھی۔ دہانے پر پہنچ کر اُسے اطمینان ہوا۔ وہ بولی: "تیزی سے اُترتے ہوئے نیچے چلو۔ یہاں کسی وقت بھی دھماکے ہو سکتے ہیں۔ یہ پہاڑی تباہ ہونے والی ہے۔"

ہم نے دوڑ لگائی۔ ایک دوسرے کے آگے پیچھے دوڑتے ہوئے اس پہاڑی کے دامن میں پہنچے۔ پھر وہاں سے دور ہوتے چلے گئے۔ تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر پہنچنے کے بعد اچانک دھماکا سُنائی دیا۔ ہم اوندھے منہ زمین پر گر پڑے۔ پھر ذرا سر گھما کر دیکھا۔ اس پہاڑی کے نچلے حصے کے کچھ پتھر فضا میں اُڑ رہے تھے۔ یعنی دھماکا نچلے حصے سے شروع ہوا تھا۔ شاید ابھی اور دھماکے ہونے والے تھے۔ ہم وہاں سے اُٹھ کر دوڑنے لگے۔ زیادہ سے زیادہ دُور جانے کی کوشش کرنے لگے۔ ہم اس دوران پہاڑیوں اور ٹیلوں کی آڑ میں رہنے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ دھماکوں سے پہاڑیوں کے پتھر اُڑ کر ہماری طرف نہ آسکیں۔ وہ پتھر بندوق کی گولیوں سے زیادہ مہلک ثابت ہو سکتے تھے۔

دوسرا بار پھر دھماکا ہوا۔ ہم پھر اوندھے منہ گر پڑے۔ کوئی شدید جھٹکا لگنے یا دھماکا سُنائی دے تو دماغ قابو میں نہیں رہتا، دوسرا دھماکا اتنا شدید تھا کہ میں خیال خوانی بھول گیا۔ یہ صرف چند ساعتوں کی بات

معاشرتی جبر کے خلاف زاہدہ حنا کا قلم تیغ برہنہ بن جاتا ہے

اُن کی کتاب

سسکیاں بھرتے ہوئے مظلوموں کے لیے اُن کی تحریریں مرہم کا درجہ رکھتی ہیں

شہر ذات

اُردو افسانے میں زاہدہ حنا کا نام اور کام کسی تعارف کے محتاج نہیں

"زاہدہ کے افسانوں کا یہ مجموعہ مشاہیر ادب اور عوامی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے"

قیمت ۱۶۰/- روپے ڈاک خرچ ۲۰/- روپے
رقم پیشگی منی آرڈر بھیجیں پوسٹ پیڈ ڈاک خرچ معاف

کاتیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے

کتابیات پبلی کیشنز * دوست مینشن نمبر ۲ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱

تھی۔ میں دماغی طور پر حاضر ہونے کے بعد پھر موس کے دماغ میں پہنچا خدا کو یہی منظور تھا کہ تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی موس کے دماغ سے چلا جاؤں۔ کیوں کہ دوبارہ آیا تو وہاں مجھے شارپر کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا: مسٹر موس، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تک ہارپر تم سے رابطہ قائم کرتا رہا۔ میں دوسرے معاملات میں مصروف تھا۔ مجھے افسوس ہے میری مصروفیات کے باعث یہ اہم اڈا ہمارے ہاتھوں تباہ ہو رہا ہے۔ بہرحال میں تمہیں یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔

چونکہ میں نے موس کے دماغ کو چھوڑ دیا تھا۔ اس لیے وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ اتنی دیر تک وہ کہاں تھا اور اب سمندر کے ساحل کے قریب ریت پر سونیا کے ساتھ کس طرح اذیت سے منہ پڑا ہوا ہے۔ میں نے اسے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دیا۔ جب تک شارپر کہتا رہا، اس وقت تک میں نے اس کے دماغ پر پھر قبضہ جما لیا اور اس کی حیثیت سے کہا: کیا واقعی تم ہارپر کے بھائی شارپر ہو۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے؟

"یقین کرنا ضروری نہیں ہے۔ میں تمہیں..."

کہنے والے کی بات ادھوری رہ گئی۔ اچانک وہ کھانسنے لگا۔ بلکہ کھانسنے لگی۔ میں حیرانی سے اس نسوانی کھانسی کو سن رہا تھا۔ ایک نیا انکشاف ہو رہا تھا۔ وہ کھانستے ہوئے اور ہنستے ہوئے بول رہی تھی۔

"کمبخت کھانسی نے کام بگاڑ دیا۔"

سب سے پہلے یہی سوال پیدا ہوا۔ کیا ایک ادھیڑ عمر پیٹی بیتی جانے والی پیدا ہو گئی ہے؟

مگر کیسے؟ کیا یہ علم ایک مذاق بن گیا ہے؟ کیا جو چاہے وہی خیال خوانی کر سکتا ہے؟

پھر بات سمجھ میں آنے لگی۔ میں جو کچھ سمجھ رہا تھا اسے پوری تفصیل کے ساتھ سمجھنے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور اس بولنے والی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایک رومال سے آنکھیں پونچھ رہی تھی۔ ناک صاف کرتی جا رہی تھی۔ شاید نزلہ کا مارا ہو گیا تھا۔ اس عارضی تکلیف نے ہمارے لیے کچھ نئے راستے کھول دیے تھے۔ شارپر تک پہنچنے کے لیے۔

ویسے شارپر جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بہت زیادہ اہمیت نہیں تھی۔ ہماری زندگی میں بے شمار دشمن آئے۔ ہر دشمن اپنی جگہ اپنا جواب تھا۔ اور ہمارے مقابلے پر کم کہ بھی ہمیں لاجواب بنا گیا ایک دن شارپر بھی ہمارے ہتھے چڑھنے والا تھا۔ ابھی پُراسرار بن کر رہنے کے دن تھے۔ اس لیے زندہ تھا۔ کہیں عیش کر رہا ہوگا۔

اصل مسئلہ اس ٹرانسفارمر مشین کا تھا۔ ہمیں فکر تھی وہ کسی اور دشمن کے ہاتھ نہ لگے۔ ورنہ نئی مصیبتیں پیدا ہوں گی۔ جیسا کہ ایک نئی خیال خوانی کرنے والی ہمارے سامنے آ رہی تھی۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں وہ خیال خوانی کرنے والی اسی ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار رہی ہوگی۔

۹

شکاگو کے مقابلۂ حسن میں اوّل آنے والی مورینا پچھلے ایک برس سے مس امریکا کہلا رہی تھی۔ امریکا اور یورپ کے تمام اخباروں اور فیشن پرست رسالوں میں اس کی لاکھوں تصویریں شائع ہو چکی تھیں۔ ایک زمانہ اسے بیوٹی کوئین مورینا کے نام سے جانتا تھا۔ وہ جہاں سے گزرتی تھی، دیوانوں کا ہجوم لگ جاتا تھا۔

یوں تو دنیا کے ہر ملک اور ہر شہر میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین دوشیزہ موجود ہے چونکہ وہ کبھی مقابلۂ حسن میں حصہ نہیں لیتی، اس لیے پس پردہ رہتی ہے۔ جو منظرِ عام پر آتی ہے، اسی کا چرچا بالا ہوتا ہے۔ شمع خانہ کو کوئی نہیں پوچھتا۔ جو شمع محفل میں روشن ہوتی ہے، پروانے اسی کے گرد طواف کرتے ہیں۔

اس کے گرد طواف کرنے والے پروانوں کا عجیب حال تھا۔ کوئی پھولوں کا دستہ پیش کرتا تھا کہ شاید اس کے عوض پھول چھونے کو مل جائے۔ کوئی ہیرے جواہرات کا نذرانہ پیش کرتا تھا اور ہیرے کو ایک پل کے لیے تنہائی میں دیکھنا چاہتا تھا۔ مشہور و معروف رسالوں میں اس کی ایک ایک تصویر دس دس ہزار ڈالر میں فروخت ہوتی تھی۔ اور یہ تصویریں دیوانوں کو اور زیادہ دیوانہ بناتی تھیں۔

سونے پر سہاگہ یہ کہ حسین ہونے کے ساتھ زندہ دل بھی تھی۔ کسی ہنسنے والی بات پر دل کھول کر قہقہے لگاتی تھی۔ کوئی ہنسنے والی بات نہ ہو تو خود لطیفے سنا کر دوسروں کو ہنساتی تھی۔ ایسی شوخ حسینہ پر بھلا کس کا دل نہیں آئے گا۔ لوگ اس کی ایک ایک ادا پر جان دیتے تھے۔

وہ کوئی نادان الھڑ دوشیزہ نہیں تھی۔ بہت ہی تیز طرار تھی۔ اُنگلی ضرور پکڑنے دیتی تھی مگر کلائی تک پہنچنے کا موقع نہیں دیتی تھی۔ پچھلے چند دنوں سے اس نے محسوس کیا کہ ایک شخص اس کے دل و دماغ پر چھا رہا ہے۔ اس نے بارہا اسے دماغ سے نکالنا چاہا مگر وہ بار بار سورج میں چلا آتا تھا۔ وہ اس کی طرف دیکھنا نہیں چاہتی تھی مگر بے اختیار دیکھنے لگتی تھی۔

وہ شارپر تھا۔

کوئی اسے شارپر کے نام سے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔ وہ جارج کارنیل کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ وہ خاندانی رئیس سمجھا جاتا تھا۔ شکاگو کی اونچی سوسائٹی میں بہت معزز کہلاتا تھا۔ کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا تھا۔ لوگ اسے آدم بیزار کہتے تھے۔

اس آدم بیزاری کی وجہ سمجھ میں آتی تھی۔ وہ خود ہی لوگوں سے کتراتا تھا تاکہ عام لوگوں کے سامنے زیادہ بولنا نہ پڑے۔ فریاد، سونیا یا شیبا کسی کے ذریعے اس کی آواز سن کر دماغ میں پہنچ سکتے تھے۔ وہ ایسا کوئی نقطہ مول لینا نہیں چاہتا تھا اس لیے مغرور بن کر رہتا تھا۔

بعض لوگ فولاد کے سینے میں فولاد کا دل رکھتے ہیں کسی عورت سے بھی متاثر نہیں ہوتے۔ کسی بھی تفریح میں حصہ نہیں لیتے۔ ان کے لیے کلبوں میں جانا، ناچنا اور گانا تضیعِ اوقات کے مترادف ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا جنگجو، سپہ سالار اور فولادی سینہ رکھنے والا شہ زور کسی حسینہ کے آگے کمزور ہو جاتا ہے۔ اس کی زلفوں کا اسیر بن جاتا ہے۔ ہماری انسانی دنیا کی ابتدا عورت کے قبضے اور مرد کی کمزوری سے ہوئی ہے۔

شارپر صرف جارج کارنیل کسی عورت کو نظر بھر کر دیکھنا گوارا نہیں کرتا تھا۔ نظر پڑتے ہی نفرت سے منہ پھیر لیتا تھا لیکن مورینا کے حسن و شباب نے اس کے دل میں اپنے لیے سنگ بنا لی تھی۔

اسے بڑی بڑی تقریبات میں شامل ہونے کے دعوت نامے موصول ہوتے تھے۔ وہ کبھی تقریب میں شریک نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن اس نے ایک بہت ہی خوبصورت رسالے میں مورینا کی بہت ہی خوبصورت تصویریں دیکھیں۔ ہر تصویر اپنا جواب آپ تھی وہ ایک ایک تصویر کو دیکھنے کے بعد رسالے کا ورق الٹنا بھول جاتا تھا۔ بعد میں احساس ہوا کہ اس نے مورینا کی صرف چھ تصویریں پورے ایک گھنٹے تک دیکھی ہیں۔ اُسے ایک گھنٹے کے گزرنے کا ذرا بھی احساس نہیں ہوا تھا۔ اور زندگی میں پہلی بار اس نے یوں وقت ضائع کیا تھا۔ اس کا دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا کہ اس نے وقت ضائع نہیں کیا۔ بلکہ زندگی کے خوبصورت لمحات گزارے ہیں۔

پہلے اس نے دل کی دیوانگی پر اعتراض کرنے کی کوشش کی۔ یقین نہیں کرنا چاہتا تھا کہ ایک حسینہ صرف اپنی تصاویر کے ذریعے اسے تسخیر کر سکتی ہے۔ جب وہ کسی نتیجے پر پہنچ نہ سکا تو اس نے پلکیں اس کی آنکھوں میں جھانکنا شروع کیا۔ پھر تصویر کی آنکھوں میں جھانکتے جھانکتے خیال خوانی کی لہریں تصویر والی کے دماغ تک پہنچ گئیں۔

کوئی کسی حسینہ کو دُور سے دیکھ کر ترستا ہے۔ قریب آنے کا موقع ملے تو باہری باہر سے دیکھتا ہے۔ خیال خوانی کا کمال یہ ہے کہ وہ مرد پہنچا دیتی ہے۔ وہ پہلی بار ایک حسینہ کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ وہ ایک بہت ہی خوبصورت رُومانی ناول کا مطالعہ کرنے لگا۔ وہ ایک ماہر سائیکولوجسٹ تھا۔ خشک کتابیں پڑھتا تھا۔ آج پتا چلا کسی ذہین حسینہ کے چور خیالات جذباتی ناول سے کم نہیں ہوتے۔ انھیں پڑھتے ہوئے آدمی آہیں بھرنا سیکھ جاتا ہے۔

وہ مورینا کی خاطر پہلی بار ایک تقریب میں شریک ہوا۔ امریکا کے دُور افتادہ شہروں سے بلکہ جزیروں سے بڑے بڑے دولت مند آئے تھے۔ سب ہی اپنی دولت کی چکاچوند سے مورینا کو متاثر کرنا چاہتے تھے۔ اور اس کی یہ حالت تھی کہ تتلی کی طرح اِدھر سے اُدھر اُڑتی پھر رہی تھی۔ بات بات پر ہنستی کھلکھلاتی تھی۔ ہر ایک سے یوں گھل مل جاتی تھی کہ وہ شخص خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا تھا اور بے تحاشا آنکھوں سے پینے دیکھنے لگتا تھا۔

شارپر سے بھی سامنا ہوا لیکن وہ اپنے مزاج کے مطابق سنجیدہ تھا۔ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا اور دیکھنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ وہ خیال خوانی کی آنکھوں سے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ایک بار مورینا نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی بے نیازی دیکھ کر اپنے ساتھ کھڑے ہوئے ایک دولت مند سے بولی: کچھ لوگ اپنی زندگی کو سنجیدگی اور فلسفوں میں گھول کر پی جاتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ زندگی دوبارہ نہیں ملے گی۔ یہ نہیں سمجھتے کہ حسن اور جوانی، گیت اور سنگیت، رنگ اور روپ، خوشبو و خواب ان سب کے بغیر زندگی نامکمل ہوتی ہے۔ جو ان سے بے نیاز ہوتے ہیں، وہ اپنی زندگی کے آپ قاتل ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر صرف افسوس کیا جا سکتا ہے۔ کم آن، لیٹس ہیو اے انجوائے۔"

آرکسٹرا نئی دُھن بجانے لگا۔ کتنے ہی جوڑے ڈانس فلور پر آ گئے۔ ہر ایک کی خواہش تھی وہ مورینا کے ساتھ چند اسٹیپ ڈانس کر لے لیکن جو اسے رقص کے لیے پکڑتا تھا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ مجبوراً اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر الگ ہونے کی فراخدلی کی جاتی تھی پھر دوسرے کو چانس ملتا تھا۔ ایسے ہی وقت مورینا نے محسوس کیا اس کا دل بار بار اس سنجیدہ اجنبی کی طرف کھنچا جا رہا ہے جس نے اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک اپنے آپ کو سمجھاتی رہی: یہ کیا حماقت ہے، میں بھلا اسے کیوں دیکھوں۔ آخر اس میں کون سی خاص بات ہے۔ وہ میرا آئیڈیل نہیں ہو سکتا۔

دل کو سمجھانے کے باوجود اس نے اپنے ساتھ ڈانس کرنے والے کے شانے سے اوپر دیکھا۔ اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ وہ اسی جگہ کھڑا ہوا نظر آیا۔ بالکل تنہا تھا۔ اس کے دماغ میں خیال پیدا ہوا: اے اجنبی! تو کون ہے؟ تیری تنہائی مجھے پکار رہی ہے۔

مورینا پریشان ہو گئی۔ آج تک اس نے کسی کے متعلق اس انداز میں نہیں سوچا تھا اور نہ ہی ایسے شاعرانہ خیالات رکھتی تھی۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا شاعرانہ خیالات لڑکیوں کو کمزور بنا دیتے ہیں، وہ مجھے بوجھے بغیر بڑی عجلت میں کسی بھی شخص کا انتخاب کر لیتی ہیں۔ بعد میں پچھتاتی ہیں لہٰذا وہ کسی کو پسند کرنے اور زندگی کے گزارنے کے معاملے میں بہت ہی سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانا چاہتی تھی۔

اسے بار بار محسوس ہو رہا تھا کہ احتیاط کے باوجود وہ بے احتیاطی

میں اجنبی کی طرف قدم بڑھانا چاہتی ہے۔ ڈانس فلور پر اپنے پارٹنر کو چھوڑ کر بے اختیار اس کی طرف جانا چاہتی ہے، اس نے اپنے ڈانس پارٹنر سے پوچھا: "وہ شخص کون ہے جو فوارے کے پاس وہائٹ سوٹ میں ملبوس کھڑا ہے؟"

اس کے پارٹنر نے سر گھما کر ادھر دیکھا پھر کہا: "ارے وہ تو بہت ہی معزز شخص ہے، اس کا نام جارج کانیل ہے۔"

"کیا وہ آدم بیزار ہے؟"

پارٹنر نے ہنستے ہوئے کہا: "آدم بیزار بھی ہے اور حوا بیزار بھی سنا ہے اپنے گھر میں بھی کسی عورت کو ملازمہ نہیں رکھتا۔ ہر دولت مند کے پاس ایک حسین پرائیویٹ سیکرٹری ہوتی ہے۔ یہ کسی مرد کو بھی پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر نہیں رکھتا۔"

مورینا نے پوچھا: "کہاں رہتا ہے؟"

"کیا بات ہے ڈارلنگ تم اس میں دلچسپی لے رہی ہو؟ اس سے میرا موازنہ کر کے دیکھو۔ میں لاکھ درجے بہتر ہوں۔ ہر پہلو سے تمہارے قابل ہوں۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔"

اسی وقت آرکسٹرا ڈرامر کے لیے تھم گیا۔ تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ ڈانس کرنے والے اپنی اپنی جگہ واپس آ رہے تھے تب مورینا کو محسوس ہوا جب سے بیوٹی کوئین کی حیثیت سے شہرت حاصل ہوئی ہے تب سے آج ایک شخص ایسا نظر آیا جو اسے نظر انداز کر رہا ہے۔ اس کے حسن و شباب سے متاثر نہیں ہے، یہ بات اسے اچھی لگ رہی تھی۔ یہ سمجھ میں آ گیا تھا کہ وہ شخص لالچی، خود غرض یا خوشامد پسند نہیں ہے۔ وہ ڈانس فلور سے اتر کر اس کی طرف جانا چاہتی تھی۔ لیکن چاہنے والے اتنے تھے کہ اس کی طرف بڑھنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ کوئی بڑھ کر اسے خوشامدانہ انداز میں اس کی تعریفیں کرنے لگتا تھا۔ جب ان سے پیچھا چھڑا کر وہاں پہنچی تو وہ نہیں تھا۔ اس نے دور دور تک نظریں دوڑائیں پھر چلنے والوں سے کتراتی ہوئی ادھر سے ادھر بھٹکنے لگی۔ بڑی دیر بعد احساس ہوا وہ کچھ باؤلی سی ہو گئی ہے۔ خواہ مخواہ اسے تلاش کر رہی ہے جب کہ اسے جانتی بھی نہیں ہے۔

اچانک پریس رپورٹر اور فوٹو گرافروں نے اسے گھیر لیا۔ چاروں طرف سے فلش لائٹ بجلی کی طرح چمکنے اور بجھنے لگی۔ اس کی تصویریں اتاری جا رہی تھیں۔ صحافی حضرات سوال کر رہے تھے۔ سب کے سوالات ایک جیسے تھے کہ وہ کس شخص سے شادی کرنا پسند کرے گی؟

کوئی پوچھ رہا تھا: "مقابلۂ حسن میں اوّل آنے والی کوئی بھی لڑکی کسی امیر ترین شخص کو اپنا لائف پارٹنر بناتی ہے۔ آپ کا ارادہ کیا ہے؟"

اس نے چاروں طرف بجلی کی طرح کوندنے والی فلش لائٹ کو دیکھا۔ پھر کہا: "میں کسی ایسے شخص کو لائف پارٹنر بناؤں گی جو مجھے

دنیا کا عجیب و غریب اور انمول تحفہ پیش کرے گا۔"

وہاں بڑے بڑے امریکی سرمایہ دار موجود تھے۔ کوئی امریکہ کے اس پاس والے جزیروں کا مالک تھا۔ کوئی جہازراں کمپنیوں کا بے تاج بادشاہ تھا۔ کوئی صنعت و تجارت کی دنیا کا شہنشاہ تھا۔ انہوں نے مورینا سے سوالات کرنے شروع کیے: "آخر وہ عجیب و غریب اور انمول تحفہ کیا ہو سکتا ہے؟"

"میں کیسے کہہ سکتی ہوں۔ یہ تو تحفہ دینے والا ہی سمجھ سکتا ہے۔"

"جب تک ہماری سمجھ میں نہ آئے، ہم تمہارے لیے وہ تحفہ کہاں سے لائیں۔ ہمارے پاس دولت ہے، ہم دنیا کے ہر بازار سے ہر عجیب و غریب چیز تمہارے لیے خرید سکتے ہیں۔"

وہ بولی: "کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو دنیا کی ساری دولت خرچ کر کے بھی خریدی نہیں جا سکتیں۔ انہیں سمجھ بوجھ کر چھین لینا پڑتا ہے۔ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو چھین کر بھی حاصل نہیں کی جا سکتیں۔ انہیں حیلہ چالبازیوں سے حاصل کرنا پڑتا ہے۔ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو نہ دولت سے، نہ ذہانت سے اور نہ قوتِ بازو سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ پتا نہیں وہ کیا چیز ہو سکتی ہے۔ شاید میں خواب و خیال کی باتیں کر رہی ہوں لیکن وہ چیز حاصل ہو جائے تو میں بے اختیار کہہ اٹھوں۔ ہاں یہی عجیب و غریب اور انمول تحفہ ہے۔"

شارپر اس محفل سے جا چکا تھا مگر جہاں بھی جا رہا تھا خیال خوانی کے ذریعے مورینا کی سوچ کو پڑھتا جا رہا تھا۔ وہ اخباری رپورٹروں اور بڑے بڑے سرمایہ داروں کے سامنے جو کہہ رہی تھی اسے سنتا جا رہا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا: "بڑی بڑی باتیں کر رہی ہے اسے کوئی نادر یا انمول تحفہ پیش کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میری خیال خوانی کی لہریں اسے کشاں کشاں میرے پاس لے آئیں گی۔"

وہ اپنی سوسائٹی میں ملنے جلنے والوں کو عام طور پر ایسی رہائش گاہ کا پتا بتاتا تھا جو مستقل نہیں تھی۔ مستقل اور خفیہ رہائش گاہ کا علم کسی کو نہیں تھا۔ اس رات وہ اس رہائش گاہ میں پہنچا جس کا علم اس کے سٹاف کو تھا۔ وہ ایسی ہی جگہ مورینا کو بھی بلا سکتا تھا خواہ وہ کتنی ہی حسین اور دلربا ہوا سے خفیہ رہائش گاہ کا پتا نہیں بتا سکتا تھا۔

اس نے خیال خوانی کا ارادہ کیا۔ پھر سوچنے لگا جب وہ آئے گی تو کیا ہو گا؟ وہ تو ایک معمولہ کی حیثیت سے آئے گی، معمولہ کی حیثیت سے نہیں آئے گی۔ اگر وہ فیلی پیتھی کے ذریعے اسے حاصل کرنا چاہے گا وہ بازار سے خریدی ہوئی کوئی چیز لگے گی۔ پھر اس میں وہ محبت اور لگاؤ، وہ کشش، وہ رومانیت کہاں باقی رہے گی جو وہ چاہتا ہے۔

ایک تو شارپر کسی عورت کی طرف مائل نہیں ہوتا تھا۔ اب ایک حسینہ اچھی لگ رہی تھی تو اسے جبراً حاصل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی شدید خواہش تھی کہ دونوں طرف برابر آگ لگی ہو اور ایسے وقت

جان جوکھم میں ڈال کر فائر بریگیڈ کے ہیرو کی طرح آگ بجھاتا چلا جائے۔

ایسا ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ کبھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ پر قابض رہتا۔ کبھی غیر ذاتی لمحات میں بہہ کر اس کے دماغ سے نکل آتا۔ وہ حاضر دماغ ہو کر اس کے حسن و شباب سے متاثر ہونا چاہتا۔ ایسے میں وہ نہ محبوبہ ہوتی نہ معمولہ ہوتی۔ ایک مظلوم کی حیثیت سے اسے ظالم سمجھ کر گالیاں دینا شروع کر دیتی۔ وہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔ اسے پہلی بار معلوم ہوا وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ساری دنیا کو زیر و زبر کر سکتا ہے لیکن اپنی محبوبہ کا دل نہیں جیت سکتا۔ اس کے لیے تو اس کے دل میں گھر بنانا ہوگا۔

تب اس نے مورینا کو اپنے پاس بلانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن اسے ترک نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی چاہت اور اس کے حصول کی تمنا شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ اور یہ معاملہ عشق کی صورت میں رفتہ رفتہ ایک خاص نتیجے تک پہنچنے والا تھا۔

شارپر میرے معاملات میں اُلجھا ہوا تھا کیوں کہ میں اس کا پہلا اور آخری دشمن تھا۔ اس کے علاوہ اسرائیلی حکام سے دوستی بڑھتی جا رہی تھی۔ ان کا اعتماد قائم رکھنے کے لیے وہ ان کے کام آتا رہا تھا پھر ٹرانسفارمر مشین کو حاصل کرنے کے لیے دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں جیسے سر پر کفن باندھ کر نکل پڑی تھیں۔ ایسے میں اُس پر عشق کا بھوت سوار ہو گیا تھا۔ وہ مورینا کو اپنے دل اور دماغ سے جھٹکنا چاہتا تھا لیکن ناکام ہو جاتا تھا۔ جب بھی خیال خوانی سے تھک ہار کر پُرسکون ہو کر لیٹنا چاہتا، بالکل تنہا رہنا چاہتا تو مورینا اس کے خیالوں میں آ جاتی تھی۔

وہ بے اختیار اُس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیتا تھا کہ وہ دوسرے دن صبح سے شام تک کہاں وقت گزارے گی اور جہاں وہ جاتی تھی اُس سے پہلے وہاں پہنچ جاتا تھا۔ مورینا اسے دیکھ کر حیران رہ جاتی تھی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگتا تھا۔ اسے یوں لگتا تھا جیسے قدرت آپ ہی آپ اس اجنبی کو اس سے ملانے کے لیے ہر مقام پر سامنے لے آتی ہے۔

ابھی وہ خیال خوانی کے چکروں سے واقف نہیں تھی۔ بے اختیار اس سے متاثر ہوتی جا رہی تھی۔ پہلی بار اس نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود ہی اسے مخاطب کیا۔ "مسٹر کارنیل! مجھے معلوم ہے آپ بہت ہی خشک مزاج ہیں لیکن دل میں چور چھپا ہو تو آنکھوں سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ آپ مجھے چور نظروں سے دیکھتے ہیں۔"

وہ سٹپٹا کر رہ گیا کیوں کہ دل میں چور تھا۔ اس نے سوچا شاید اس کی چوری پکڑی گئی ہے۔ مورینا ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ "آخر ایسی بھی کیا بے نیازی، کسی سے کترانا، نظریں چرانا عورتوں کو اچھا لگتا ہے، آپ تو مرد ہیں۔"

وہ ہنسنے لگا۔ پھر وہ رفتہ رفتہ بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے۔ دوسری ملاقات میں شارپر نے اس کے ایک ہاتھ کو تھامنا چاہا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی۔ "شاید آپ نے اخبارات اور رسائل میں میرا بیان نہیں پڑھا ہے۔ میں صرف اسی کو لائف پارٹنر بناؤں گی یا دوسرے لفظوں میں اس کے ہاتھ آؤں گی جو مجھے عجیب و غریب اور انمول تحفہ پیش کرے گا۔"

شارپر نے کہا۔ "اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو، پھر حکم دو۔ اس دُنیا کی کون سی انمول چیز چاہتی ہو۔ وہ جہاں ہوگی میں تمہارے سامنے لا کر پیش کر دوں گا۔"

"ایسا فرعونی دعویٰ نہ کرو۔ کیا تم مجھے حاصل کرنے کے لیے تاج محل کو ہندوستان سے اُٹھا کر یہاں لا سکتے ہو؟"

وہ بھینچ کر مُسکراتے ہوئے بولا۔ "یہ نامکمن سی بات ہے ایسی انمول چیز طلب کرو جو ایک انسان کی دسترس میں ہو سکتی ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ میرا آئیڈیل میرے سامنے کوئی ایسی چیز پیش کرے کوئی ایسا تحفہ دے کہ میں اس کے قدموں میں جھک جاؤں۔ اُس کے سامنے زمین بن کر اسے آسمان کی طرح اوڑھ لوں۔"

"تم ایسا کرو اس دنیا کی مشہور ترین انسائیکلوپیڈیا کا مطالعہ کرو اور یہ نوٹ کرتی جاؤ کہ اس میں کتنی عجیب و غریب اور انمول چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر وہ چیزیں اس دُنیا میں موجود ہیں تو میں ان سب کو تمہارے قدموں میں لا کر ڈال سکتا ہوں۔"

مورینا نے حیرانی سے کہا۔ "تم بہت بڑا دعویٰ کر رہے ہو کیا میں بہت بڑا مطالبہ کر دوں؟"

"ضرور کرو۔ اگر تمہارے مطالبے سے تعلق رکھنے والی چیز اس دُنیا میں موجود ہے تو میں تمہارے سامنے پیش کر دوں گا۔"

"کیا تم فرہاد علی تیمور کو میرے سامنے پیش کر سکتے ہو؟"

وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ وہ اس کی محبوبہ تھی اور اس کے رقیب کو چاہتی تھی۔ اس نے مورینا کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ اس سے دُور جا کر اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ رقابت کی آگ میں جھلس رہا تھا۔ اپنے آپ کو سمجھا رہا تھا، صبر کرنا چاہیے۔ اگر یہ میرے دشمن کو چاہتی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ میں اسے دوسرے انداز میں ٹریپ کر سکتا ہوں۔

یہ سوچتے ہی اس نے پلٹ کر ایک قہقہہ لگایا، مورینا نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم کس بات پر ہنس رہے ہو؟"

"اگر میں یہ کہہ دُوں کہ تمہارے سامنے فرہاد علی تیمور کھڑا ہے تو کیا یقین کرو گی؟"

اس نے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ پھر بے یقینی سے کہا۔ "میں بھلا کیسے یقین کر سکتی ہوں۔ تم جارج کارنیل ہو۔"

"میں تمہیں دیوانگی کی حد تک چاہتا ہوں۔ جارج کارنیل سے فرہاد بن سکتا ہوں۔ یقین نہ ہو تو آزما لو۔"

"اگر تم فرہاد ہو تو میرے دماغ کی باتیں پڑھ سکتے ہو۔ اچھا بتاؤ میں کیا سوچ رہی ہوں؟"

پھر وہ سوچنے لگی۔ "فرہاد تم ایک ایسا کردار ہو جسے خوابوں اور خیالوں میں دیکھا جا سکتا ہے حقیقی دُنیا میں یہ ممکن نہیں ہے۔"

شارپر نے اس کی سوچ پڑھنے کے بعد وہی باتیں دُہرائیں، وہ حیران رہ گئی۔ اس نے کہا۔ "حیران کیوں ہوتی ہو جس قدر آزمانا چاہو آزما لو۔ جو سوچتی رہو گی وہی بیان کرتا رہوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ اب بتاؤ میں کیا سوچ رہی ہوں؟"

اس نے آنکھیں بند کر لیں اور سوچنے لگی۔ چند لمحوں کے بعد شارپر نے آگے بڑھ کر اسے دونوں بازوؤں سے تھام کر کہا۔ "تم سوچ رہی ہو۔ اگر میں فرہاد ہوں تو تمہیں اپنی دھڑکنوں سے لگا لوں۔ تم شاید میری زبان نہیں سمجھ رہی ہو، شاید دھڑکنوں کی زبان سمجھ سکو۔"

یہ کہتے ہوئے اُس نے میرے حتے کا مال بمیٹ لیا میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ کس طرح میرے نام سے فائدہ اُٹھا رہا ہے لیکن مورینا بھی کچھ کم چالاک نہیں تھی۔ تھوڑی دیر تک اس کی دھڑکنوں سے لگی رہی۔ جب اُس نے محبت میں پیش قدمی شروع کی تو بیحد برگی الگ ہو کر بولی۔ "فرہاد تم بھول رہے ہو۔ میری ایک شرط ہے۔"

"مجھے یاد ہے۔ میں اس دُنیا کی کوئی نہ کوئی عجیب و غریب اور انمول چیز تمہیں تحفے کے طور پر پیش کروں گا۔"

"اب میں بتاؤں گی تم کیا پیش کر سکتے ہو۔"

"جلدی بتاؤ۔ مجھ سے قریب ہو کر دُور ہو رہی ہو۔ مجھ سے رہا نہیں جاتا۔ پلیز ٹیل می۔"

وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی کچھ دُور ہو گئی پھر مسکراتے ہوئے بولی۔ "مجھے شبہ ہے تم فرہاد نہیں ہو۔"

وہ گڑبڑا گیا۔ پھر جلدی سے سنبھل کر بولا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو۔ میں پھر ثابت کروں؟"

"اگر خیال خوانی کر سکتے ہو تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو، دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "تمہارے سامنے اپنے آپ کو بھول جاتا ہوں۔ بھلا خیال خوانی کیسے یاد رہتی۔ لو اب معلوم کر رہا ہوں۔"

وہ ایک درخت سے ٹیک لگائے، سر اُٹھائے، دُور اُڑتے ہوئے پرندوں کو دیکھ رہی تھی۔ "فرہاد میں پرواز کرنا چاہتی ہوں۔ ایسی پرواز کہ ایک جگہ رہوں اور ساری دُنیا گھوم آؤں۔"

شارپر نے قریب آتے ہوئے کہا۔ "ایسی پرواز تو صرف خیال خوانی کی ہوتی ہے۔"

وہ آنکھیں بند کرتے ہوئے بولی۔ "سنا ہے مَرد بڑے ہرجائی اور فریبی ہوتے ہیں۔ عورت محبت میں اکثر دھوکا کھا جاتی ہے۔ میں چاہتی ہوں میری زندگی میں جو مرد آئے میں اس کی اچھی اور بُری عادتوں سے پوری طرح واقف رہوں۔ میں اپنا دل کھول کر اس کے سامنے رکھ دُوں تو وہ بھی مجھ سے کچھ نہ چھپائے، حتیٰ کہ میں اُس کے چور خیالات بھی پڑھ لیا کروں۔"

"بے شک تم ایک انمول اور عجیب و غریب تحفہ مانگ رہی ہو لیکن یہ کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے کو یہ علم نہیں سکھا سکتا۔"

"تم باتیں بنا رہے ہو۔ صاف کیوں نہیں کہتے، سکھانا نہیں چاہتے۔"

"تم یقین کرو۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"تم جھوٹ کہہ رہے ہو، کیا تم نے رسونتی کو ٹیلی پیتھی نہیں سکھائی، کیا شیبا نے تم سے یہ علم نہیں سیکھا؟"

شارپر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیسی بچوں جیسی باتیں کر رہی ہو۔ رسونتی اور شیبا نے اپنی اپنی محنت سے سیکھا ہے اور اس میں برسوں لگ گئے ہیں۔"

"میں نہیں مانتی، تم جسے اپنی محبوبہ یا بیوی بناتے ہو اُسے ضرور ٹیلی پیتھی سکھاتے ہو۔ میں نے تو یہی سُنا ہے۔"

"تمہاری معلومات ناقص ہیں۔ تم میری ساتھی عورتوں کے متعلق کچھ نہیں جانتی ہو۔ سُنی سُنائی باتوں پر یقین کر کے مجھ سے جھگڑا کر رہی ہو، میری بات کا یقین کرو۔"

"تم کہتے ہو رسونتی اور شیبا نے برسوں کی محنت کے بعد یہ علم سیکھا ہے کیا تم مجھے سکھا سکتے ہو؟"

وہ باتیں کرتے ہوئے کار کی طرف آنے لگے۔ شارپر نے کہا۔ "میں سکھا سکتا ہوں۔ اس کا انحصار سیکھنے والے پر ہے۔ اگر تم مستقل مزاج اور مضبوط قوتِ ارادی کی مالک ہو تو شاید سیکھ لو گی۔"

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "میرا کوئی بھی ارادہ کمزور نہیں ہوتا۔ مجھے بتاؤ، کیا کرنا ہوگا؟"

شارپر نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، پھر کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "سب سے پہلے تمہیں دنیا والوں سے عارضی طور پر تعلق ختم کرنا ہوگا۔ صرف میرے ساتھ رہو گی اور میری ہدایت پر عمل کرتی رہو گی۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"کیا تم اپنے والدین کو چھوڑ کر میرے ساتھ رہ سکو گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "ایک جوان لڑکی جب بے انتہا دولت

حاصل کر رہی ہو، قیمتی ہیرے جواہرات تحفے کے طور پر قبول کر لیتی ہو، اور جس کے لاکھوں چاہنے والے ہوں، وہ والدین یا کسی سرپرست کی پابند نہیں ہوتی۔"

شارپر نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "میں تمہیں ایسی خفیہ جگہ رکھوں گا جہاں سے میری اجازت کے بغیر باہر نہیں نکلا کرو گی۔ جب تک ٹیلی پیتھی کا علم نہ سیکھ لو، تب تک کسی اجنبی مرد یا عورت سے بات نہیں کرو گی۔"

"میں یہ علم سیکھنے کے لیے سخت پابندیاں بھی برداشت کر لوں گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تمہیں فرہاد سے زیادہ دلچسپی ہے یا ٹیلی پیتھی سے؟"

"میں صاف اور سیدھی بات کرتی ہوں۔ اپنی زندگی میں آنے والے کسی بھی مرد کو اچھی طرح سمجھنا چاہتی ہوں۔ لہٰذا ٹیلی پیتھی کا علم میرے لیے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ فرہاد نہیں، کوئی اور ہوں تو؟"

میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر فرہاد ہر جائی اور بے وفا ہے اور تم نہیں ہو تو میرے لیے قابلِ قبول ہو۔ میں تو اپنی زندگی میں آنے والے مرد کو اچھی طرح سمجھنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد ہی کسی کو اپنا سکتی ہوں۔"

اس کا مطلب ہے تم برسوں تک علم حاصل کرتی رہو گی، میں برسوں تک تمہارا انتظار کرتا رہوں گا۔ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو گا۔"

"برداشت کرنا ہی ہو گا۔ ایک بہت ہی دولت مند شخص جنوبی امریکا کا ایک چھوٹا جزیرہ میرے نام لکھ کر دینا چاہتا ہے۔ تم یہ بتاؤ، جب تک وہ جزیرہ میرے نام لکھا نہ جائے، کیا میں اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دوں۔ کیا یہ دانش مندی ہو گی؟"

"پہلے تمہارے نام کا تذلت مکمل ہونے چاہییں۔"

"دستور یہی ہے۔ ہر عورت اپنا تحفظ چاہتی ہے جب تک وہ جزیرہ میرے نام نہیں ہو گا میں اس سے شادی نہیں کروں گی۔ اسی طرح جب تک ٹیلی پیتھی کا علم میرے نام نہیں ہو گا۔ میرے دماغ میں نہیں سمائے گا۔ اس وقت تک میں خود کو تمہارے حوالے کس طرح کر سکتی ہوں۔ جو بات تم ابھی تسلیم کر چکے ہو کیا اس کے برعکس بولنا پسند کرو گے؟"

شارپر کو چپ لگ گئی۔ عورت ذات سے نفرت کرنے والے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اس سے نفرت کرتے ہوئے زندگی گزارنے کے دوران حسن اور اس کی شعریت کو سمجھ نہیں پاتے۔ جب کوئی عورت اچانک ان کی زندگی میں داخل ہوتی ہے تو وہ ہکا بکا سے رہ جاتے ہیں۔ جیسے کوئی انہونی بات ہو رہی ہو، ایسے میں وہ حیران حیران سے دیدے پھاڑے اسے دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا، اس عورت کو کہاں سے دیکھنا شروع اور کہاں تک دیکھے جائیں۔ ایک عرصے بعد یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اسے جہاں تک دیکھتے چلے جائیں، وہ ختم نہیں ہوتی۔ اس کے بعد بھی بہت کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے لیے رہ جاتا ہے۔

شارپر کا یہی حال تھا۔ مورینا اس کے لیے طلسمِ ہوش ربا بن گئی تھی۔ وہ اسے اپنی خفیہ رہائش گاہ میں لے آیا تھا۔ وہاں رہنے، کھانے پینے اور ان ڈور گیمز کے ذریعے دل بہلانے کا تمام سامان موجود تھا۔ ملازمین میں اسے وہاں صرف ایک حبشی غلام نظر آیا جو شارپر کا باڈی گارڈ تھا۔ وہ ایسا قد کو رتھا کہ اُسے دیکھنے کے لیے مورینا کو سر اُٹھانا پڑتا تھا۔ پہاڑ ایسا جسم تھا۔ وہ اس کے سخت بازو کو چھوتے ہوئے بولی "کیا واقعی یہ گوشت پوست کا انسان ہے؟"

حبشی غلام مسکرا کر رہ گیا تھا۔ وہ بہت کم بولتا تھا۔ لیکن جب بولتا تو اس کی آواز میں دبی دبی سی گھن گرج کا احساس ہوتا تھا۔ وہ آواز دل میں اُتر جانے والی تھی۔ شارپر کو چند دنوں میں ہی پتا چل گیا کہ مورینا اس سے متاثر ہو رہی ہے۔

وہ غلام گھانا کے ایک شہر کماشی سے آیا تھا۔ پچھلے ایک برس سے شارپر کا خدمت گار تھا۔ اس کا نام احمد الباقی تھا۔ شارپر اسے غلام باقی کے نام سے بلاتا تھا۔ اس نے ایک رات اسے اپنے کمرے میں بلا کر کہا۔

"غلام باقی، میں تمہارا کیسا آقا ہوں؟"

"آپ مہربان ہیں، مجھ پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔"

"میری اس خفیہ رہائش گاہ کا علم صرف تمہیں ہے۔ مگر تم میرے متعلق سب کچھ نہیں جانتے ہو۔"

"غلام صرف اپنی خدمت گزاری سے کام رکھتا ہے۔"

"میں یہی چاہتا ہوں مورینا سے دُور رہا کرو۔ کم سے کم گفتگو کرو۔ وہ اپنے بیڈ روم میں تنہا ہو تو اندر نہ جایا کرو۔ باہر ہی سے محکم سن کر تعمیل کیا کرو۔"

"جو حکم میرے آقا!"

"اور یہ بات اچھی طرح یاد رکھو۔ میں دل اور دماغ کی باتیں معلوم کر لیتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اسے چور نظروں سے دیکھتے ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "میرے آقا، میں مجبور ہوں۔ وہ جانے کیسی کشش رکھتی ہے۔ خواہ مخواہ دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ حالانکہ میں اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"میں یہ بھی جانتا ہوں تم میرے وفادار ہو، میری عورت پر بُری نظر نہیں ڈالو گے۔ تمہارا دل اور دماغ بہک سکتا ہے۔ تم اسے قابو میں رکھنے کی کوشش کرتے رہو اور یہ کوشش جاری رہنا چاہیے۔ جس دن تمہارے قدم بہکیں گے، وہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہو گا۔"

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ شارپر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اُٹھ کر

اس کمرے کی طرف گیا جو مورینا کے لیے مخصوص تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے دیکھا۔ وہ فرش پر بیٹھی ماڈے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر مومبتی روشن تھی، جس کی لو کو تک رہی تھی۔ شارپر نے بھی ان مرحلوں سے گزر کر ٹیلی پیتھی کا علم نہیں سیکھا تھا لیکن مورینا کو سمجھانے کے لیے اس سے یہ عمل کروا رہا تھا۔ اور یہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اُسے کب تک بہلاتا رہے گا؟

وہ فیصلہ سُنا چکی تھی جب تک یہ علم حاصل نہیں کرے گی اور اس کے خیالات پڑھ کر اس کے اندر اپنی محبت اور وفاداری کا یقین نہیں کرے گی اس وقت تک اسے نہیں اپنائے گی اور نہ ہی اُسے ہاتھ لگانے کا موقع دے گی۔ جب کہ وہ ایک ہی گھر کی چار دیواری میں رہتی تھی۔ دن رات حسن کے جلوے لُٹاتی رہتی تھی۔ اس نے خود ہی اُسے اپنے گھر لا کر اپنے تڑپنے کا سامان پیدا کر لیا تھا۔

اس کے جلوے اور اس کی ادائیں اس وقت ناقابلِ برداشت ہوتیں جب وہ صبح سویرے یوگا کی مشق کرنے کے لیے کھلے لان میں آتی تھی اور مشقیں کرتی تھی۔ اس طرح حسن و شباب کی زاویوں سے آنکھوں کو چکا چوند کرتا رہتا تھا۔ اس پر غضب یہ کہ وہ سوئمنگ پول میں نہانے کے لیے بلندی سے چھلانگیں لگاتی تھی۔ صاف اور شفاف پانی میں کسی جل پری کی طرح تیرتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ شارپر کا دل دھڑک دھڑک کر سوچتا تھا۔ اب نہیں دیکھے گا۔ اسے اب نہیں دیکھے گا۔ اگر دیکھے گا تو بیمار پڑ جائے گا۔

وہ مستقل مزاج تھا۔ اچھی خاصی قوتِ ارادی کا مالک تھا۔ صرف مورینا کا مسئلہ ہوتا تو اسے ایک عرصے تک برداشت کرتا رہتا لیکن بہت سے مسائل تھے۔ سب سے بڑا مسئلہ میں تھا۔ میری ساتھی عورتیں تھیں، جن کے آگے اس کا بول بالا نہیں ہو سکتا تھا۔ ہر لمحہ یہ فکر لاحق رہتی کہیں کسی ذریعے سے میں اس کے دماغ میں نہ پہنچ جاؤں۔

ایسے وقت وہ اپنے بھائی آمر کو کوستا تھا۔ دل ہی دل میں گالیاں دیتا تھا جن دنوں میں زیرِ زمین مصنوعی جنت میں آمر اور اس کے بہن بھائیوں کا قیدی بنا ہوا تھا اور جہاں انھوں نے میرے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اپنے دماغوں میں منتقل کرائی تھیں، اس وقت شارپر نے فیصلہ سُنایا تھا کہ فرہاد کو ختم کر دینا چاہیے لیکن آمر نے اعتراض کیا تھا۔ روزینہ اور ہارپر نے بھی بھائی آمر کی حمایت کرتے ہوئے کہا تھا۔ اگر کسی حادثے یا ناگزیر وجوہات کی بنا پر ہمارے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹ جائے تو ہمیں پھر فرہاد کی ضرورت پڑے گی۔ ابھی یہ ہمارا ابتدائی تجربہ ہے۔ پتا نہیں جو ٹیلی پیتھی کا علم ہم نے اپنے دماغوں میں منتقل کیا ہے وہ کتنے عرصے تک رہے گا۔ لہٰذا جب تک اس علم کی پائیداری کا یقین نہ ہو اس وقت تک فرہاد کو زندہ رکھنا چاہیے۔

وہ مجھے زندہ رکھنے پر مجبور تھے۔ انھیں یقین تھا کہ میں زیرِ زمین قید خانے سے نکل نہیں سکوں گا لیکن سونیا نے ان کی خوش فہمی ختم کر دی تھیں۔ آج میں آزادی سے زندگی گزار رہا تھا اور شارپر دانت کھا رہا تھا کہ مجھے اس وقت ہلاک کیوں نہ کیا گیا۔ بہرحال اس کے

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول

عمران سیریز

پرمود سیریز

عجیب ہنگامے

ایک جلد میں

پانچواں کالم

ریکارڈ کی چوری

ایک جلد میں

موت کا راستہ

صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۷/ ۳۰ روپے

صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۷/ ۳۰ روپے

ڈاک خرچ فی ناول ۷/ ۱۰ روپے — دونوں ناول ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۱۰/ روپے

کتابات پبلی کیشنز ۱۲۲ ریڈیو کالونی کراچی ۱

سامنے بڑے پیچیدہ مسائل تھے۔ ایک طرف وہ اسرائیلی حکام سے دوستی کر رہا تھا۔ ان کے کام آ رہا تھا۔ وہاں بھی اسے وقت بے وقت معروف رہنا پڑتا تھا۔ ایسے میں وہ کچھ تھک جاتا تھا۔ جب سے مورینا اس کی زندگی میں آئی تھی وہ کچھ زیادہ ہی تھکن محسوس کرنے لگا تھا بس ایک ہی خواہش تھی کہ وہ حسینہ اس کی ہو جائے، وہاں کی ساری پریشانیوں کو بھلا دے۔

اس میں ایک اچھی عادت تھی۔ وہ نشہ نہیں کرتا تھا۔ شراب کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ اس ڈر سے کہ بہک جائے گا تو کبھی نہ کبھی فرہاد کے کسی ساتھی کے ہتھے چڑھ جائے گا۔ مورینا کے سلسلے میں وہ شدید اضطراب میں مبتلا ہو جاتا تھا کبھی کبھی پینے کو جی چاہتا تھا تب وہ گھبرا کر سوچتا تھا کہ میری تباہی کا سامان ہو رہا ہے۔ اگر میں نے مورینا کے نشے کو نہ اپنایا تو شراب میں ڈوب جاؤں گا اور تباہ ہو جاؤں گا۔

آخر ایک رات وہ مجبور ہو کر مورینا کے بیڈ روم کے دروازے پر آیا۔ دروازہ بند تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے دیکھا۔ اندر ہلکی موسیقی ابھر رہی تھی اور مورینا اس موسیقی کے تال کے مطابق ہولے ہولے رقص کر رہی تھی۔ ایک بار اس کی ماں نے سمجھایا تھا بیٹی جوانی، دیوانی ہوتی ہے اور یہ کسی غلط مرد کے پاس پہنچا دیتی ہے۔ لہٰذا جب تک صحیح جیون ساتھی کا انتخاب نہ کر لو اس وقت تک کسی کو اپنا ایڈریس نہ بتاؤ کسی کو اپنے خیالوں میں نہ آنے دو۔ کسی ساتھی کی ضرورت محسوس ہو تو اسے دماغ سے جھٹک دو۔ غروب و زر کشن کر دیا بھیجے میں دیر تک چہل قدمی کرتی رہو یا پھر کمرے میں کوئی آرکسٹرا سنتے ہوئے رقص کرتی رہو۔ اتنی دیر تک رقص کرتی رہو کہ تھک کر بستر پر گر پڑو اور تمہیں نیند آ جائے۔

شاپر نے سوچا۔ آج تم میرے بازوؤں میں تھک کر سو جاؤ گی۔ آؤ اور میرے لیے دروازہ کھولو۔

وہ چپ چاپ اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ مورینا رقص کرتے کرتے رک گئی تھی۔ پھر دروازے کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگی۔ اسے ہوش نہیں تھا وہ کیا کر رہی ہے۔ اس نے دروازے کو کھول دیا۔ وہ اندر آتے ہوئے اس کے دماغ کو کنٹرول کر رہا تھا۔ اسے ہدایت دے رہا تھا کہ وہ دروازے کو اندر سے بند کر دے۔

میری اور اس کی خیال خوانی میں ایک بڑا فرق تھا۔ وہ یہ کہ میں چلتے پھرتے، کھاتے پیتے خیال خوانی کرتا تھا۔ دوسری طرف اپنے معمول کو مٹھی میں رکھتا تھا اور اپنا کام بھی کرتا رہتا تھا لیکن شاپر ایک وقت میں ایک ہی کام کر سکتا تھا۔ کسی کے دماغ پر قبضہ جمانے کے لیے کہیں جا کر بیٹھتا تو پھر وہیں بیٹھا رہتا تھا۔ اپنے وجود کو زیادہ حرکت نہیں دے سکتا تھا جہاں کھڑا ہوتا تو کھڑا ہی رہ جاتا۔ جہاں بیٹھا رہتا تو بیٹھا رہ کر خیال خوانی میں مصروف رہتا۔

ٹیلی پیتھی کی ابتدا میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جب میں نے خیال خوانی کی ابتدا کی تو جس سے رابطہ قائم کرتا تھا اسی کے دماغ میں رہ جاتا تھا۔ اور جہاں بیٹھا ہوتا تھا وہیں آنکھیں بند کر لیتا تھا خود کو بالکل ساکت کر لیتا تھا۔ جلد ہی مجھے اس بات کا احساس ہو گا کہ میں ایسا کروں گا تو دنیا والوں کی نظروں میں آسان جاؤں گا۔ لہٰذا ایسی مشق کرنا چاہیے کہ چلتے پھرتے خیال خوانی ہوتی رہے۔ پھر میں نے بہت جلد یہ صلاحیت حاصل کر لی تھی۔ میری طرح روسی بھی ابتدا میں ایک جگہ بیٹھ کر مراقبہ میں چلا جاتی تھی۔ میری پہلی ملاقات اسی انداز میں ہوئی تھی۔ وہ آنکھیں بند کر کے مجھے ٹریپ کرنا چاہتی تھی۔ میں نے چپ چاپ اس کے قریب پہنچ کر اسے قابو میں کر لیا تھا۔ بہرحال اسی طرح شیلا نے بھی ابتدا میں خیال خوانی کی تھی۔ رفتہ رفتہ وہ بھی ہمارا انداز اپنا چکی تھی۔

شاپر ابتدائی دور سے گزر رہا تھا۔ وہ اس بات پر قادر نہیں تھا کہ ایک طرف کسی کے دماغ پر قبضہ جماتا اور دوسری طرف خود کو حرکت میں رکھ سکتا۔ جب مورینا نے اس کے حکم کے مطابق دروازے کو بند کر دیا تب اس نے دونوں ہاتھ بڑھا کر اسے گرفت میں لینا چاہا۔ ایسے وقت مورینا کا دماغ آزاد ہو گیا۔ شاپر نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور اس کا دماغ بھٹک گیا تھا۔ وہ ایک دم سے چونک کر پیچھے ہٹ گئی۔ کبھی شاپر پر کبھی بند دروازے کو دیکھنے لگی پھر بولی "تم یہاں کیسے آ گئے؟"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا "میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولی "اچھا سمجھ گئی۔ تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے غافل بنا دیا تھا۔ مجھ سے یہ دروازہ کھلوایا اور بند کروایا۔ تم سمجھتے ہو میں تمہیں اس بند کمرے سے نکال نہیں سکوں گی۔"

"دیکھو ظالم! تو میرے جذبات کو سمجھو۔"

"میں سوچتی تھی کہ خیال خوانی کے گی تو اپنے محبوب کے چوخیالات پڑھ سکوں گی لیکن جو میری خواب گاہ میں بغیر اجازت آ جائے پھر اس کے چوخیالات پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ میں آخری بار کہہ رہی ہوں یہاں سے چلے جاؤ۔"

اس نے لپک کر مورینا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر پکڑتے ہی اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اسے مائل کرنے لگا کہ وہ بھی گلے لگ جائے۔ وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ بے اختیار آگے بڑھ کر قریب آنے لگی۔ لیکن گلے لگانے کی حسرت ہی رہ گئی۔ شاپر کے گلے میں ایک لاکٹ ہوتا تھا جو ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر تھا۔ اس ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ وہ فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ مورینا آزاد ہو گئی۔ ایک جھٹکے سے اپنی کلائی چھڑا کر دور چلی گئی۔ وہ غصے میں بڑبڑاتے ہوئے کہہ رہا تھا "کیا مصیبت ہے۔ اس وقت کس نے یاد کیا ہے؟"

اس نے لاکٹ کو دو انگلیوں سے تھام کر اپنے کان سے لگا لیا۔ پھر دوسری طرف کی آواز سننے کے بعد ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ ایک ٹرسکا پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں کسی بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مورینا

وہ کھڑی اسے دیکھ رہی تھی تھوڑی دیر بعد وہ آنکھیں کھول کر بولا "ایک ضروری مسئلہ درپیش ہے لیکن میں نے تھوڑی دیر کے لیے ٹال دیا ہے۔ جانتی ہو کیوں؟"

"تمہاری موجودگی خود تمہارے سوال کا جواب ہے مگر میں کوئی بازاری عورت نہیں ہوں۔ مجھے اتنی بڑی دنیا میں صرف ایک ہی مرد ہاتھ لگائے گا اور وہ میری پسند کا ہو گا۔"

"کیا تم مجھے پسند نہیں کرتی ہو؟"

"کیا تم مجھے پسند کرنے کا موقع دے رہے ہو؟ اگر تمہارے یہی کرتوت رہے تو تم سے نفرت کروں گی۔ اگر میرے فیصلے کا انتظار کر سکتے ہو تو چلے جاؤ اور وعدہ کرو کہ آئندہ میری اجازت کے بغیر کمرے میں نہیں آؤ گے۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "میں یہاں سے جاؤں گا تو ساری رات سو نہیں سکوں گا۔ لہٰذا اس نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ اپنی اصلیت ظاہر کر دوں۔"

"کیسی اصلیت؟ تم نے یہ تو بتایا کہ فرہاد نہیں ہو۔ کیا جاسوس گانیلا بھی نہیں ہو؟"

"نہیں، تمہیں اخبارات پڑھنے سے دلچسپی نہیں ہے ورنہ یہ معلوم ہو جاتا کہ چند بہن اور بھائیوں نے مل کر ایک ایسی ٹرانسفارمر مشین ایجاد کی ہے جس کے ذریعے ایک آدمی کے دماغ کی صلاحیتیں دوسرے آدمی کے دماغ میں منتقل ہو جاتی ہیں۔"

"مجھے مشینوں سے دلچسپی نہیں ہے۔ کام کی بات کرو۔"

"تمہارے ہی کام کی بات کر رہا ہوں۔ وہ ٹرانسفارمر مشین میرے پاس ہے۔ میں اس کے ذریعے اپنے دماغ کی ٹیلی پیتھی تمہارے دماغ میں منتقل کر سکتا ہوں۔ سچ ہونے تک تم بڑی آسانی سے خیال خوانی کر سکو گی۔"

اس نے خوش ہو کر شدید حیرانی سے پوچھا "کیا یہ سچ کہہ رہے ہو؟"

"آج میں وہ سچ کہہ رہا ہوں جسے ساری دنیا سے چھپا رکھا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں اس کے تین حصے کیے گئے ہیں۔ ایک حصہ میرے پاس ہے اور باقی دو حصے میری بہن اور بھائی کے پاس۔"

"کیا ایسا نہیں ہے؟"

"میرے پاس مکمل مشین ہے۔ میری بہن اور بھائی کے پاس جو حصے ہیں وہ بھی اہم ہیں۔ انہی حصوں کی نقل ہیں لیکن وہ نامکمل ہیں کیوں کہ تیسرا حصہ میرے ہی پاس ہے۔"

مورینا نے پوچھا "جب تمہارے پاس مکمل مشین موجود ہے تو اس کے دو فاضل حصے کیوں بنائے گئے؟"

"کیا مشین کے فاضل پرزے نہیں بنائے جاتے؟"

"میں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتی۔ کیا صبح تک مجھے خیال خوانی آ جائے گی؟"

"ضرور آ جائے گی۔ میں ابھی انتظامات کرتا ہوں۔"

وہ دوڑتی ہوئی آئی۔ بڑی خوشی سے شاپر کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا پھر اوہ مسٹر ایور اگریٹ۔ تم بہت عظیم ہو یہ بتاؤ میں تمہیں مسٹر کہہ رہی ہوں۔ آخر تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام شاپر ہے مجھے یقین دلاؤ کہ ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد میرا ساتھ نہیں چھوڑو گی۔ میری وفادار رہو گی کسی دوسرے کا تصور بھی نہیں کرو گی۔ خصوصاً فرہاد کے قریب میں نہیں آؤ گی۔"

"میں بڑی بڑی قسمیں کھا کے یقین دلانے کو تیار ہوں۔ بتاؤ تمہیں کیسے یقین آئے گا؟"

"میں ابھی جواب دوں گا۔ ذرا انتظار کرو۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ایک ایسے شخص کے دماغ میں پہنچا جو اس کا خاص بندہ تھا۔ تنویمی عمل کا ماہر تھا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ شاپر اسی شہر میں رہتا ہے اور اس کی ایک خفیہ رہائش گاہ بھی ہے۔ اس نے پوچھا "ہیلو ماسٹر! میں حاضر ہوں۔"

"میں غلام باقی کو بھیج رہا ہوں۔ اس پر تنویمی عمل کرو۔ پھر صبح ہونے سے پہلے اسے رخصت کر دو۔"

"یہی ہو گا ماسٹر۔ باقی ڈی وے کس نوعیت کا تنویمی عمل ہو گا؟"

"میں غلام کے دماغ میں گرہ باندھنا چاہتا ہوں۔ یعنی اس کے دماغ کو اوک کر دینا چاہتا ہوں تاکہ کوئی سوچ کی لہر اسے ٹریپ نہ کر سکے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کتنے عرصے تک اس کے دماغ کو اس طرح مقفل کیا جا سکتا ہے؟"

"میں کوئی بڑا عامل نہیں ہوں۔ کم سے کم سات دنوں کے لیے اسے لاک رکھ سکوں گا۔"

"اتنا کافی ہے۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں ہدایات دیتا جاؤں گا تم اس کے مطابق غلام باقی کے دماغ کو ہدایات دیتے جاؤ گے۔"

وہ اعمالی طور پر حاضر ہوا۔ آنکھیں کھول کر مورینا کو دیکھتے ہوئے بولا "دروازہ کھول دو۔ میں غلام کو بلا رہا ہوں۔"

"کیا خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں نہیں کر سکتے؟"

"میں پہلے بتا چکا ہوں، میں نے اس پر اصلیت ظاہر نہیں کی ہے۔ وہ مجھے جارج کانیل سمجھتا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

مورینا نے دروازے کو کھول دیا۔ پھر کال بیل کے بٹن کو دبا دیا۔ تھوڑی دیر میں ہی غلام حاضر ہو گیا۔ شاپر نے کہا "تم ڈان فرنزو کے پاس جاؤ۔ وہ تم سے جو کہے اس پر بے چون و چرا عمل کرتے رہو۔"

وہ حکم سنتے ہی چلا گیا۔ شاپر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "غلام باقی صبح چار بجے تک واپس آئے گا۔ تم تین بجے تک اچھی طرح نیند پوری کر لو۔ اس کے بعد میں تمہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزاروں گا۔"

"تم نے میرے دل میں عجب طرح کی بے چینی پیدا کر دی ہے،

تین بجے تک صبر نہیں ہوگا۔ کیا یہ کام ابھی نہیں ہو سکتا؟"

"اس کے لیے کسی مددگار کی ضرورت ہے۔ مشین کا ایک حصہ میرے سر سے منسلک ہوگا۔ دوسرا تمھارے سر سے۔ تیسرا آدمی اس مشین کو آپریٹ کرتا رہے گا اور وہ تیسرا آدمی غلام باقی ہوگا۔"

وہ مورینا کے کمرے سے چلا آیا۔ اپنے کمرے میں آکر آرام سے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر پہلے ٹرانسمیٹر کے ذریعے جو پیغام موصول ہوا تھا۔ اس کے مطابق مصروف ہو گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس نے تنویمی عمل کرنے والے ڈان فریزر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا۔ "غلام یہاں پہنچ گیا ہے۔ ایک بستر پر آرام سے بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے ابھی انجکشن لگایا ہے وہ آہستہ آہستہ دماغی اور جسمانی طور پر سست پڑتا جا رہا ہے۔ میں اسے جلد ہی ٹرانس میں لے آؤں گا۔ آپ حکم دیجیے کیا کرنا ہے؟"

"تم اسے ٹرانس میں لاؤ اور اس کے دماغ میں گواہ باندھو۔ یہ تاکید کر دو کہ وہ صرف جارج کارنیل کی آواز کو دماغ میں پہنچانے گا اور اسی کے احکامات کی تعمیل کرے گا۔ کوئی اور سوچ کی لہر ہو تو وہ بے اختیار سانس روک کر اس لہر کو دماغ سے نکال دے گا۔"

"ڈان فریزر، غلام باقی کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بنانے لگا۔ شارپر چپ چاپ فریزر کے دماغ میں رہ کر اس عمل کو دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ اس کی ہدایت کے مطابق اسٹرانس میں لانے کے بعد ہدایات دے رہا تھا کہ سات دنوں تک اس کا دماغ اتنا حساس ہو جائے گا کہ وہ کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی بے اختیار سانس روک لیا کرے گا۔

غلام باقی ایک معمول کی حیثیت سے یقین دلا رہا تھا۔ اس کا دماغ حساس رہے گا اور وہ کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گا۔

پھر عامل نے اسے حکم دیا کہ وہ صرف اپنے آقا جارج کارنیل کی آواز اور لب و لہجے کو پہچانتا رہے گا۔ اس کی سوچ کو دماغ میں آنے دے گا اور اسی کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔

ان احکامات کے بعد عامل نے شارپر کی ہدایات کے مطابق غلام کو حکم دیا کہ آج صبح چار بجے سے وہ جو کچھ دیکھے گا، جو کچھ سنے گا، جو کرے گا یا جو اس سے کرایا جائے گا۔ ان تمام باتوں کو تقریباً چار گھنٹے کے بعد بھول جائے گا۔

ایسے احکامات کا مقصد یہ تھا کہ غلام باقی ٹرانسفارمر مشین کو آپریٹ ضرور کرے لیکن چار گھنٹے بعد ہمیشہ کے لیے بھول جائے کہ اس نے ایسی کسی مشین کو دیکھا بھی تھا۔

تمام ہدایات دینے کے بعد غلام باقی کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ شارپر نے کہا۔ "مسٹر فریزر! یہ رات کے دو بجے تنویمی نیند سے بیدار ہوگا۔ اسے فوراً رخصت کر دینا اور یاد رکھو مجھ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ تمھارے دماغ میں میرے لیے تجسس پیدا ہوتا ہے۔ ایسے تجسس کو دماغ سے نکال دو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔"

"ماسٹر! انسان کے دماغ میں اچھے برے خیال آتے رہتے ہیں۔ وہ ان برے خیالات سے جنگ کرتا رہتا ہے، اسی طرح آپ کے متعلق تجسس پیدا ہوتا ہے اور میں اسے دماغ سے نکالنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ آپ کو یقین دلاتا ہوں، کبھی آپ کا سراغ لگانے کی حماقت نہیں کروں گا۔ مجھے اپنی زندگی عزیز ہے۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آ گیا۔ آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں پھر اپنے دماغ کو ہدایات دیں کہ دو گھنٹے تک گہری نیند سوتا رہے، کوئی غیر معمولی بات ہو تو بیدار ہو۔ اس طرح اس نے خود کو دو گھنٹے کے لیے سلا دیا۔

اگر وہ چاہتا تو مورینا کے بیڈ روم میں جانے کے بجائے اسی طرح دماغ کو ہدایات دے کر خود کو پُرسکون بنا کر آرام سے سو سکتا تھا لیکن یہ اس کی کمبختی تھی۔ آج تک اس نے کسی عورت کو لفٹ نہیں دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک حسینہ اس کی زندگی میں ہلچل مچا رہی تھی۔ وہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سونا بھی بھول گیا تھا، یوں کہنا چاہیے مورینا کو حاصل کرنے کی خواہش نے اسے سب کچھ بھلا دیا تھا۔

دو گھنٹے بعد اس الطمینان کے ساتھ بیدار ہوا کہ مورینا کے خود ورنہ جلد ہی اس کے نام ہو جائیں گے۔ اس نے فوراً ہی عامل ڈان فریزر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ غلام باقی بیدار ہو چکا تھا اور فریزر اسے ایک کیپسول کھلانے کے بعد دودھ کا گلاس پینے کے لیے دے رہا تھا۔ شارپر محتاط رہنا چاہتا تھا۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا جب غلام باقی وہاں سے روانہ ہو گا تو ڈان فریزر اس کا تعاقب نہیں کرے گا۔ اس نے چپ چاپ چور خیالات پڑھنا شروع کیے، یہ یقین ہو گیا کہ اس نے اپنے کسی دوست یا حمایتی کو غلام باقی کے پیچھے نہیں لگایا ہے۔ کوئی اس کی خفیہ رہائش گاہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔

آدھ گھنٹے بعد غلام باقی خفیہ رہائش گاہ کے ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گیا۔ شارپر نے خیال خوانی کی پرواز کی، لہجہ بدل کر اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ غلام نے یک بیک سانس روک لی۔ اس کا مطلب تھا تنویمی عمل کامیاب رہا ہے۔

"تھوڑی دیر بعد شارپر نے اپنے لب و لہجے میں اسے مخاطب کیا، اس نے سانس نہیں روکی۔ کہنے لگا۔ "آقا! میں آپ کی آواز پہچانتا ہوں۔"

"غلام تھوڑی دیر بعد تم ایک عجیب و غریب مشین کو آپریٹ کرنے والے ہو، کیا آپریٹ کرنے کے چار گھنٹے بعد اسے یاد رکھو گے؟"

"میں چار گھنٹے بعد تمام باتیں بھول جاؤں گا۔"

"میرے بیڈ روم میں آ جاؤ۔"

پھر اس نے مورینا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ سو رہی تھی۔ تین بجے بیدار ہونے والی تھی اور تین بجنے والے تھے۔ اس نے اسے جگا دیا۔ "میں شارپر بول رہا ہوں۔ تیار ہو جاؤ اور میرے بیڈ روم میں آ جاؤ۔ بہت جلد تمھاری وہ عجیب و غریب خواہش پوری ہونے والی ہے۔"

"میں ابھی آ رہی ہوں لیکن یاد رکھنا، بیڈ روم میں بلا کر دھوکا نہ دینا۔"

"یہاں غلام باقی موجود ہے گا تمھیں مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

عورتیں کہیں جانے کے لیے تیار ہوتی ہیں تو گھنٹوں لگا دیتی ہیں۔ وہ معاملہ ایسا تھا کہ مورینا پندرہ منٹ کے اندر اس کی خواب گاہ میں پہنچ گئی۔ وہاں غلام باقی بھی موجود تھا۔ شارپر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔"

وہ آگے بڑھتا ہوا اسٹور روم کا دروازہ کھول کر اندر گیا۔ مورینا اور غلام باقی اس کے پیچھے آئے۔ اسٹور روم کے فرش پر ایک بڑا سا چوکور خلا نظر آ رہا تھا۔ شارپر نے کہا۔ "یہ تہ خانے میں جانے کا راستہ ہے یہ راستہ کس طرح کھلتا ہے، کوئی نہیں جانتا۔ تم لوگوں کے آنے سے پہلے میں نے اسے کھول رکھا تھا۔ بہرحال میرے پیچھے چلے آؤ۔"

وہ خلا کے زینے سے اترتا ہوا ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے بعد مورینا اور غلام باقی سیڑھیاں اترتے ہوئے تہ خانے میں پہنچے، وہاں دیواروں کے ساتھ طرح طرح کی مشینیں دکھائی دے رہی تھیں۔ کوئی ٹیکنیکل معلومات رکھنے والا ماہر ان مشینوں کو سمجھ سکتا تھا۔ تہ خانے کے وسط میں دو بستر بچھے ہوئے تھے۔ ہر بستر کے سرہانے ایک عجیب و غریب مشین نظر آ رہی تھی۔ مورینا ایک طرف کھڑی حیرانی سے تک رہی تھی۔ شارپر، غلام باقی کو ان بستروں کے پاس لے جا کر مشین کو آپریٹ کرنے کے طریقے سمجھا رہا تھا۔

پھر اس نے ایک جگہ سے ڈائری اٹھائی۔ اسے کھول کر غلام باقی کو دکھاتے ہوئے کہا۔ "اگر تمھیں یاد نہ رہے کہ کچھ بھول جاؤ تو اس ڈائری کو یہاں سے دیکھنا شروع کر دو۔ تمھیں بھولی ہوئی تمام ہدایات یاد آتی جائیں گی۔ اس کے مطابق تم اسے بخوبی آپریٹ کر سکو گے۔"

تمام باتیں سمجھانے کے بعد اس نے کہا۔ "مورینا! تم اس بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں تمھارے ساتھ والے بستر پر لیٹ رہا ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بستر کے قریب آئی۔ وہ اپنے بستر پر لیٹ گیا تھا۔ غلام باقی اس کے سر پر ایک آہنی کیپ پہنا رہا تھا۔ اس کی ہدایات کے مطابق اس کیپ کو مشین سے منسلک کر رہا تھا۔ پھر اس نے یہی عمل مورینا کے لیٹ جانے کے بعد کیا۔ اس کے سر سے بھی ایک آہنی کیپ منسلک کر دی۔ وہ دونوں آہنی کیپ مختلف تاروں کے ذریعے ایک دوسرے سے مربوط تھیں۔ غلام باقی بستروں کے درمیان کھڑا ہوا تھا اور دونوں مشینوں کو باری باری آپریٹ کر رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں مورینا غافل ہو گئی۔ اسے اپنا ہوش نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے۔ یہی حال شارپر کا تھا۔ اسے بھی اپنے وجود کا احساس نہیں تھا۔ ایسے وقت کوئی بھی مشین آپریٹ کرنے والا اس پر غالب آ سکتا تھا۔ اسے ہمیشہ کے لیے ناکارہ کر سکتا تھا لیکن ایسے ہی وقت کے لیے شارپر نے غلام باقی کو تنویمی عمل کے زیر اثر رکھ چھوڑا تھا تاکہ وہ کوئی دشمنی نہ کر سکے۔

وہ بے چارہ مشین آپریٹ کر رہا تھا۔ کہیں بھول جاتا تو ڈائری کھول کر دیکھنے لگتا تھا۔ پھر اس کے مطابق عمل کرنے لگتا تھا۔ خود نہیں جانتا تھا کہ کیا کر رہا ہے، کیوں کر رہا ہے اور یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کا مقصد کیا ہے۔ وہ اس بات پر حیران نہیں تھا کہ اس کا آقا مشین کے ذریعے بے ہوش ہو چکا ہے۔ وہ تو حکم کا غلام تھا۔ جو کہا جا رہا تھا، وہ اس پر عمل کرتا جا رہا تھا۔ مشین سے منسلک رہنے والے کمپیوٹر کے اسکرین پر دیکھا جا رہا تھا۔ جب اسکرین نے بتایا کہ آپریشن مکمل ہو چکا ہے، مشین کو بند کر دیا جائے تو اس نے تمام متعلقہ بٹنوں کو آف کر دیا۔ دونوں کے سروں سے مشین کے اس حصے کو الگ کر دیا۔ اس کے بعد اطمینان سے ایک جگہ بیٹھ کر ڈائری کھول کر پڑھنے لگا۔ اس کے مطابق کمپیوٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے معلومات حاصل کرنے لگا۔ کمپیوٹر بتا رہا تھا کہ وہ دو گھنٹے بعد بیدار ہو جائیں گے۔

آخر دو گھنٹے گزر گئے۔ سب سے پہلے شارپر کی آنکھ کھلی۔ وہ چند لمحوں تک تہ خانے کی چھت کو تکتا رہا۔ اس نے سر گھما کر مورینا کو دیکھا۔ وہ آنکھیں کھول رہی تھی اور پریشان ہو کر سوچ رہی تھی۔ وہ کہاں ہے؟ کس خیال میں ہے؟ تب اسے یاد آیا کہ وہ ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنے کے لیے ایک تہ خانے میں آئی تھی، ایک بستر پر ریسٹ کی تھی اور اب تک وہیں لیٹی ہوئی ہے۔

اسے شارپر کی سوچ سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہیلو مورینا، اب تم میرے جیسی ہو گئی ہو۔ خیال خوانی کے ذریعے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ سکتی ہو۔"

مورینا نے سر گھما کر شارپر کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "ابھی میں سوچ کے ذریعے تمہارے دماغ میں تھا۔"

"کیا میں بھی تمہارے دماغ میں پہنچ سکتی ہوں؟"

"آزما کر دیکھ لو۔"

"مگر کیسے؟"

"آسان سی بات ہے۔ آنکھیں بند کرو۔ میری آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح سوچو۔ یہ خیال قائم کرو کہ تمہاری سوچ کی لہریں میرے دماغ تک پہنچ رہی ہیں۔"

اس نے ہدایات پر عمل کیا۔ آنکھیں بند کر کے شارپر کا تصور کیا۔ اس کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح یاد کیا۔ پھر اسے تصور میں دیکھتے دیکھتے یوں محسوس کیا جیسے اس کے اندر پہنچ گئی ہے۔ اس کے بستر پر لیٹی ہوئی ہے لیکن وہ دراصل لیٹی ہوئی نہیں تھی۔ اس کے دماغ میں تھی۔ اس کے ذریعے چھت کو تک رہی تھی حالانکہ وہ آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کیا واقعی میں تمہارے دماغ میں پہنچ گئی ہوں؟"

شارپر کی سوچ سنائی دی۔ "ہاں۔ تم میرے دماغ میں ہو۔"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"کیا تم خود کو میرے بستر پر محسوس نہیں کر رہی ہو۔ کیا تم اس چیز کو نہیں دیکھ رہی ہو جسے میں دیکھ رہا ہوں جبکہ تمہاری آنکھیں بند ہیں۔"

"ہاں! ایسا ہو رہا ہے پھر بھی اور یقین کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر آنکھیں کھولو، دو میرے دماغ میں رہ کر حکم دو۔ تم جیسا حکم دو گی۔ اسی کے مطابق میرے ہاتھ پاؤں حرکت کریں گے۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ابھی تک شارپر کے دماغ میں تھی اور اسے حکم دے رہی تھی۔ "تم اپنا دایاں ہاتھ اوپر اٹھاؤ گے۔"

اسی لمحے اس کا دایاں ہاتھ اوپر اٹھ گیا۔ اس نے حکم دیا۔ "تم کروٹ بدل کر میری طرف دیکھو گے۔"

اس نے کروٹ بدلی۔ اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں نہیں جانتا تھا کہ تم کیا سوچ رہی ہو۔ تم نے اپنی سوچ کے ذریعے جو حکم دیا میں نے اس پر عمل کیا۔"

وہ خوشی سے کھلی جا رہی تھی۔ کہہ رہی تھی۔ "میں بہت خوش ہوں لیکن اب بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔ تم خیال خوانی کرتے ہو۔ ہو سکتا ہے، میرے دماغ میں رہ کر تم نے میری سوچ پڑھ لی ہو۔ اس کے مطابق تم نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا ہو۔ اس کے مطابق تم نے میری طرف کروٹ بدل لی ہو۔"

"ہم تہ خانے سے باہر چلیں گے۔ پھر میں تمہارے ذریعے ہونے والی خیال خوانی کا تماشا دکھاؤں گا۔"

وہ تینوں تہ خانے سے نکل آئے۔ شارپر نے دونوں سے کہا۔ "ڈرائنگ روم میں میرا انتظار کرو۔ میں آ رہا ہوں۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد شارپر نے بہت ہی خفیہ میکنزم کے ذریعے اس تہ خانے کے راستے کو بند کر دیا۔ پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے غلام باقی کو حکم دیا کہ وہ اپنے کمرے میں جا کر بستر پر سو جائے۔

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ شارپر نے کہا۔ "تم تنویمی عمل کے مطابق صبح چار بجے کے بعد ہونے والے تمام واقعات بھول جاؤ گے۔ اس مقصد کے لیے تمہیں سو جانا چاہیے۔"

پھر اس نے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر اسے سلا دیا۔ اس کے بعد ڈرائنگ روم میں آ کر بولا۔ "آؤ مورینا! ہم ذرا باہر چلیں۔ صبح کی تازہ ہوا کھائیں گے اور تمہاری ٹیلی پیتھی کا تماشا بھی دیکھیں گے۔"

وہ بہت خوش تھی۔ فوراً ہی اٹھ کر اس کے ہاتھ کو تھام کر بولی۔ "میں اتنی دیر سے خیال خوانی کر رہی تھی؟"

"کیا واقعی؟"

"ہاں! میں تمہارے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہتی تھی۔ تم کیا کر رہے ہو؟"

"پھر تم نے کیا معلوم کیا؟"

"تم ہمیں ڈرائنگ روم میں بھیجنے کے بعد اسٹور روم میں رو گئے تھے۔ تم نے دیوار سے لگے ہوئے ایک فین کو آن کیا۔ وہ الٹا گھوم رہا تھا۔ تم نے سوچ آف کر دیا پھر پنکھے کی جالی میں ہاتھ ڈال کر اس کے بلیڈ کے پیچھے لگے ہوئے ایک بٹن کو دبایا۔ اس کے بعد ہاتھ باہر نکال لیا۔ پھر اسے آن کیا۔ وہ پنکھا سیدھا گھومنے لگا۔ سیدھا گھومتے ہی تہ خانے کا وہ خلا خود بخود پُر ہو گیا جس سے گزر کر ہم گئے تھے اور آئے تھے۔"

شارپر چکرا کر رہ گیا۔ اپنا سر کھجاتے ہوئے اسے حیرانی سے تکنے لگا۔ وہ بھول گیا تھا کہ اسے ٹیلی پیتھی سکھا چکا ہے۔ وہ یوں مطمئن ہو گیا تھا جیسے یہ علم اس کے خلاف استعمال نہیں ہو گا۔ حالانکہ مورینا نے کسی خاص مقصد کے تحت خیال خوانی نہیں کی تھی۔ وہ تو بس مشق کر رہی تھی۔ نیا کھلونا

ہاتھ آئے تو کون نہیں کھیلتا، وہ بھی کھیل رہی تھی۔

شارپر نے کہا۔ "تم تو پیدا ہوتے ہی دوڑنے لگی ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ علم میرے ہی خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا۔ کیا میرے دماغ میں اجازت لے کر نہیں آ سکتی تھیں؟"

"کیا تم اجازت لے کر آیا کرتے ہو؟"

"کیا تمہیں شبہ ہے؟"

"بیشک، عورت وہ چیز ہے کہ مرد اندھا ہو تب بھی اسے چھو کر دیکھنا چاہتا ہے، آنکھیں ہوں تو چھپ چھپ کر دیکھتا ہے اور ٹیلی پیتھی کا علم جاننے والے کو تو میں پکڑ ہی نہیں سکتی۔ میں مردوں کی فطرت کو اچھی طرح جانتی ہوں، تم میرے دماغ میں ضرور چھپ چھپ آیا کرتے ہو۔"

"تم خواہ مخواہ الزام دے رہی ہو۔"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ کیا میرا ایک کام کرو گے؟"

"میں نے اتنا بڑا کام کیا ہے۔ اس کے بعد کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ بولو اور کیا چاہتی ہو؟"

"مجھے فرہاد علی تیمور کی پوری ریکارڈڈ ہسٹری چاہیے۔ میں اسٹڈی کرنا چاہتی ہوں۔"

"اس سے کیا حاصل کرنا چاہتی ہو؟"

"معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ یہ علم کتنے تھنکنڈوں سے استعمال کیا جاتا ہے۔"

"تم وہ ہتھکنڈے سیکھنے کے بعد مجھ پر استعمال کرو گی۔"

"میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ سب سے پہلے یہ معلوم کروں گی کہ چور خیالات کس طرح پڑھے جاتے ہیں پھر میں تمہارے چور خیالات پڑھ کر تمہارے بارے میں اچھی طرح معلومات حاصل کروں گی۔ تمہیں اپنا لائف پارٹنر بنانے سے پہلے یہ ضروری ہے، تمہیں ان کا ٹیسٹ کرنا چاہیے۔"

اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ فرہاد علی تیمور، سونیا اور رسونتی کا مکمل ریکارڈ موجود ہے، تم اسے پڑھ سکتی ہو۔"

وہ اس کے ساتھ بیڈ روم میں آئی۔ شارپر نے ایک الماری کھولی۔ اس میں سے تین عدد موٹی موٹی فائلیں نکالیں۔ پھر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "میں ایک وارننگ دے رہا ہوں، اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ اس میں فرہاد، سونیا اور رسونتی کی تصویریں ہیں۔ ان کی آنکھوں میں جھانک کر ان کے دماغوں میں پہنچنے کی حماقت نہ کرنا۔ وہ پلٹ کر تمہارے دماغ میں آ جائیں گے، جب انہیں معلوم ہو گا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو تو تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ذرا مار ڈالیں گے۔"

مورینا نے تمام فائلیں لیں۔ پھر جانے لگی۔ شارپر نے اس کے بازو کو تھام لیا۔ اپنی طرف کھینچتے ہوئے بولا۔ "کیا اپنا وعدہ بھول گئی ہو؟ تم نے کہا تھا، جو شخص تمہیں دنیا کا عجیب و غریب اور انمول تحفہ پیش کرے گا تم اسے اپنا تو گی کیا میں نے شرط پوری نہیں کی ہے؟"

"میں نے اپنی شرط وضاحت سے سمجھائی تھی۔ بھول گئے ہو تو پھر بتا دوں۔ جب تک تمہاری محبت اور وفاداری پر یقین نہیں آئے گا۔ میں تمہیں ہاتھ لگانے نہیں دوں گی۔ چھوڑو میرا بازو۔"

وہ غصے سے بولا۔ "کیا مجھے بے وقوف بنا رہی ہو۔ اتنا کچھ حاصل کرنے کے بعد ایک اور شرط لگا رہی ہو؟"

"میں پہلے ہی کہہ چکی تھی۔ تمہیں یاد نہ رہا۔ اس میں میرا قصور نہیں ہے۔"

"آخر تم کب میری محبت اور وفاداری کا یقین کرو گی؟"

"ذرا صبر کر لو۔ میں اطمینان سے تمہارے دماغ کو ٹٹول کر دیکھوں گی تم صاف اور کھرے آدمی ہو تو گھبراتے کیوں ہو؟"

وہ ایک جھٹکے سے بازو چھڑا کر چلی گئی۔ شارپر اسے گھور کر دیکھتا رہا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو اس نے ہلتے ہوئے سوچا۔ میں الو کا پٹھا ہوں، در اصل میں مرد نہیں ہوں۔ مرد تو اسے کہتے ہیں جو زبردستی عورت کو دبوچ لیتا ہے، اسے پھٹر پھٹرانے کا موقع بھی نہیں دیتا۔ میں کیا کروں۔ میں نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہیں پکڑا، اس کا ہاتھ پکڑتا ہوں تو اندر ہی اندر کانپنے لگتا ہوں۔ پتا نہیں آگے کیا ہونے والا ہے، عورت سے زیادہ تو میں خوف کھاتا ہوں۔ لعنت ہے مجھ پر۔"

وہ بستر پر گر پڑا۔ اپنے آپ پر لعنت بھیج رہا تھا اور قسم کھا رہا تھا کہ اس مغرور و حسینہ میں دلچسپی نہیں لے گا۔ اسے نظر انداز کرے گا۔ اس کے پاس ٹیلی پیتھی کا ایسا علم ہے جس کے ذریعے وہ دنیا کی حسین ترین عورتوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ بیشک وہ ایسا کر سکتا تھا لیکن دل میں اندیشے گھر کرتے تھے کہ کبھی کسی حسین عورت سے رابطہ قائم کرے گا تو اس کے پیچھے فرہاد چھپا ہو گا۔ اس کمبخت نے تو عشق کرنے کے لیے دنیا کی حسین ترین عورتوں کا ٹھیکا لے رکھا تھا۔ قسمت سے مورینا ہاتھ آئی تھی، وہ اسے

کسی طور چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔

وہ سوچتے سوچتے مورینا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا فرہاد کے متعلق کیا کچھ پڑھتی ہے اور کیا تاثر لیتی ہے اور جس نے ٹیلی پیتھی سکھانے کا احسان کیا ہے۔ اس کے خلاف کیا سوچتی ہے اور کیا کرنا چاہتی ہے۔

اس نے پہلے فرہاد کی ہسٹری شیٹ پڑھی۔ پھر ایک ہی فقرے میں تبصرہ کر ڈالا۔ ”یہ تو نہایت ہی بے وفا آدمی ہے۔ اس سے دور رہنا چاہیئے۔“ سونتی کی ہسٹری شیٹ پڑھنے کے بعد تبصرہ کیا۔ ”یہ پرانے زمانے کی شوہر پرست عورت ہے۔ ایسی بے وقوف عورتیں اس دور میں جنم نہیں لیتیں۔“

اس نے رسونتی کی فائل بھی ایک طرف پٹخ دی۔ سونیا کی فائل کھول کر پڑھی۔ اس پر ایک طرف لکھا تھا۔ ”یہ وہ عورت ہے جو ٹیلی پیتھی نہیں جانتی لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے محتاج رہتے ہیں۔“

سونیا کے متعلق ایسے تعارفی فقرے پڑھ کر وہ آگے توجہ سے پڑھنے پر مجبور ہو گیا۔ اسے پڑھنے کے دوران تقریباً ڈھائی گھنٹے گزر چکے تھے۔ شارپر کو ہمارے معاملات میں مصروف رہنا پڑتا تھا۔ اس لیے وہ مسلسل اس کے دماغ میں نہ رہ سکا۔ ہمارے معاملات میں اُلجھ کر رہ گیا۔ وہ معلوم نہ کر سکا کہ مورینا کس طرح سونیا کی ہسٹری شیٹ پڑھتی جا رہی ہے اس سے متاثر ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے تھنکڈوں کو، اس کی مکاریوں کو بہت گہرائی سے سوچتی اور سمجھتی جا رہی ہے۔ آخر عورت تھی، مرد پر اعتماد نہ ہو تو عورت سب سے پہلے مکاریوں کا سبق سیکھتی ہے۔

تقریباً چھ گھنٹے بعد شارپر کو اتنا وقت ملا کہ وہ مورینا کے دماغ میں جھانک کر دیکھ سکے۔ جب اس نے خیال خوانی کی لہر کو اس کے دماغ تک پہنچایا تو وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ پوچھنے لگی۔ ”کون ہے؟“

اس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے ان نمبروں کی ہسٹری شیٹ پڑھنے کے بعد اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سونا سیکھ لیا ہے۔ شارپر نے پوچھا۔ ”کیا تم نے سونے سے پہلے اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی؟“

”ہاں! اپنے دماغ سے کہا تھا کوئی غیر معمولی بات ہو۔ کوئی میرے کمرے میں یا میرے دماغ میں آئے تو آنکھ کھل جائے۔ لہٰذا آنکھ کھل گئی ہے۔ میں نے بہت کچھ سیکھ لیا ہے۔ اب میں پھر دماغ کو ہدایات دے کر سو رہی ہوں۔ مجھے اُمید ہے، تم ڈسٹرب نہیں کرو گے۔ پلیز گو اوے۔“

وہ واپس آ گیا مگر اندر ہی اندر تلملانے لگا۔ اس نے بڑا زبردست علم اس کے دماغ میں بھر دیا تھا مگر اس کے دل میں اپنی محبت نہیں بھر سکا تھا۔ وہ اس کی طرف مائل نہیں ہو رہی تھی۔ اسے طرح طرح سے ٹٹول رہی تھی۔ آخر اس نے سوچا۔ اس طرح جھنجلانا سراسر حماقت ہے۔ وہ بیدار ہو گی۔ چلتی پھرتی، کھاتی پیتی، ہنستی بولتی رہے گی تو اس دوران اس کے چور خیالات پڑھ لے گا۔

مورینا کا معاملہ کچھ اور ہو گیا تھا۔ سونیا کی ہسٹری شیٹ پڑھنے کے دوران اس نے بہت ہی اہم باتیں نوٹ کی تھیں۔ مثلاً سونیا کہتی تھی۔

”عورت کو اپنے مرد کی چھوٹی سے چھوٹی بات پر توجہ دے کر غور کرنا چاہیے کہ مرد نے ایسا کیا ہے تو کیوں کیا ہے؟ اگر سوتے سوتے بائیں کروٹ سے دائیں کروٹ بدلتا ہے۔ اگر کسی خواب نے اس کو کروٹ بدلنے پر مجبور کیا ہے تو وہ کیا خواب دیکھ رہا تھا؟ عورت اتنی گہرائی تک سوچے اور اپنے مرد کو پڑھنا شروع کرے تو اس کے خواب میں آنے والی عورت تک پہنچ سکتی ہے۔

اگر عورت ایسے پہلوؤں پر بھی نظر رکھے جو مرد کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں یا مرد خوش فہمی میں سوچتا ہے کہ عورت نادان ہے، وہ اس حد تک نہیں سوچ سکتی تو وہ ان پہلوؤں پر غور کرتے ہوئے اسے پوری طرح سمجھ سکتی ہے۔

سونیا کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ناممکن راستے استعمال کرتی ہے اور ناممکن طریقوں پر عمل کرتی ہے۔ ناممکن باتوں پر کوئی یقین نہیں کرتا اور جب وہ اپنے عمل سے یقین دلا دیتی ہے تو دشمن حیران پریشان رہ جاتے ہیں۔

سونیا کہتی ہے، دشمن یا دوست اپنی طرف آنے کا راستہ بند کر دے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اور راستہ نہیں ہے۔ اگر کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آتا تو اس کا مطلب ہے، آنکھیں کمزور ہیں، دماغ کمزور ہے، اپنی صلاحیتیں کمزور ہیں، ورنہ دوسرا خفیہ راستہ ضرور موجود رہتا ہے۔

مورینا اس حد تک پڑھنے کے دوران سوچنے لگی، میں نے شارپر کو دماغ میں آنے سے روک دیا۔ اپنے دماغ کو ہدایت دی اور سو گئی تھی۔ وہ میرے چور خیالات نہیں پڑھ سکا۔ اگر میں اس کی نیند کے دوران چور خیالات پڑھنا چاہوں گی تو وہ بیدار ہو جائے گا۔ یقیناً وہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سوتا ہو گا۔ لہٰذا اس طرح دماغ تک پہنچنے اور چور خیالات پڑھنے کا راستہ ختم ہو چکا ہے۔ کیا اور کوئی راستہ نہیں ہو سکتا؟

ایسے میں سونیا کی یہ بات دماغ میں گونج رہی تھی، دوسرا راستہ یقیناً موجود رہتا ہے جو نظر نہیں آتا جو عورت تھک ہار کر نہیں بیٹھ جاتی اور اپنی کوششیں جاری رکھتی ہے، وہ یقیناً کامیاب ہوتی ہے، اسے دوسرا راستہ ضرور ملتا ہے۔

مورینا دوسرے راستے کو سمجھنے اور اسے اختیار کرنے کے لیے بے چین ہو گئی۔ سونیا کی ہسٹری شیٹ چھوڑ کر اُٹھ گئی۔ اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگی۔ وہ پہلے دو ہفتوں سے شارپر کے ساتھ تھی۔ اسے اب تک جس انداز میں دیکھتی اور سمجھتی آئی تھی، اُن پر غور کر رہی تھی۔

اچانک انکشاف ہوا کہ دوسرا راستہ مل سکتا ہے۔ واقعی ذہانت کو استعمال کرنے کی مشق کی جائے تو کامیابی ہوتی۔ وہ وقت کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد پتا چلا، شارپر دوسرے مسائل میں گھرا ہوا ہے اور خیال خوانی میں مصروف ہے۔ ایسے ہی وقت وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔

یہ نیند کا معاملہ نہیں تھا، وہ اپنے مسائل میں اُلجھا ہوا تھا ایسے وقت وہ کبھی سمجھ نہ سکتا کہ مورینا اتنی چالاکی سے چپ چاپ خیال خوانی کر رہی ہے اور اس کے چور خیالات پڑھ رہی ہے۔

اسے شارپر کے متعلق کتنی ہی ڈھکی چھپی باتوں کا علم ہونے لگا۔ پہلی بات تو یہ کہ اس نے عورتوں کی دنیا میں زندگی نہیں گزاری تھی۔ اس کے متعلق یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ آج ایک کا دیوانہ ہوا ہے تو کل کسی دوسری کا نہیں ہو گا۔

مورینا نے سوچا۔ شیر کے مُنہ کو انسان کا خون لگ جائے تو وہ انسان کو ہی شکار کرتا رہے۔ یہی حال مرد کا ہے۔ ایک بار عورت کی طرف مائل ہو جائے تو اس کے پیچھے ہی بھاگنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ اس کا دیوانہ تھا اور اسی کا ہو کر رہنا چاہتا تھا۔ آئندہ کی باتیں ٹیلی پیتھی کا علم بھی نہیں بتا سکتا۔ کسی وقت بھی انسان کا مزاج بدل جاتا ہے، وہ بدلے ہوئے مزاج کے مطابق کل جو سوچتا رہا تھا۔ اس کے خلاف سوچنے اور عمل کرنے لگتا ہے۔

فی الحال اس نے سوچ لیا کہ شارپر کو اپنا لائف پارٹنر بنائے گی۔ وہ دغا کرے گا تو یہ بھی کرے گی۔ اس کے علاوہ جو معلومات حاصل ہوئی تھیں، وہ نہایت دلچسپ تھیں۔ چونکہ وہ خود ٹیلی پیتھی کی دنیا میں داخل ہو چکی تھی۔ اس لیے شارپر کے دوسرے معاملات سے زیادہ دلچسپی لینے اور معلومات حاصل کرنے لگی۔ سب سے پہلے اس مشین کی اہمیت معلوم ہوئی۔ وہ ٹرانسفارمر مشین ساری دنیا کی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں اسے حاصل کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش کر رہی تھیں اور اپنے اپنے ذرائع استعمال کر رہی تھیں۔ اس نے سوچا، یہ بڑی حیرانی کی بات ہے اور یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے کہ دنیا جس شے کے پیچھے پڑی ہے، وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر ہے، اسے حاصل کرنے میں کتنی دیر لگے گی؟ اسے حاصل کرنے میں کس چیز کی ضرورت ہے؟

اس کے دماغ نے جواب دیا۔ ”بقول سونیا صرف مکارانہ ذہانت کی ضرورت ہے۔“

اس کے اندر طرح طرح کے خیالات پکنے لگے۔ پہلا خیال یہی اُٹھا کہ اس کا جیون ساتھی اس کی ہر بات مانتا رہے۔ اس سے کبھی انکار نہ کرے۔ اس سلسلے میں ایک بات سمجھ میں آئی۔ اگر کوئی انتہائی قسم کا زن مرید ہو، اپنی گھر والی کی ہر جائز اور ناجائز بات مان لیتا ہو تو اسے مار لا کر ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اس کی زن مریدی کے تمام جراثیم شارپر کے دماغ میں منتقل کر دیے جائیں۔ اگر وہ اس بات پر آمادہ ہو گا تو وہ شادی کرے گی ورنہ انکار کر دے گی۔

اسے یہ آئیڈیا بہت پسند آ رہا تھا۔ اسے فرہاں بردار شوہر بنانے کے بعد ٹرانسفارمر مشین کو چرانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ وہ اس کی ہر چیز پر قبضہ جما سکتی تھی۔ اس مشین کو جس طرح استعمال کرنا چاہتی کر سکتی تھی۔

مشین کے سلسلے میں سب سے پہلے اپنی چھوٹی بہن تنانہ کا خیال آیا۔ وہ دو برس چھوٹی تھی۔ اولمپک کے مقابلے میں حصہ لینے کے لیے پچھلے دو برس سے جمناسٹک کی تربیت حاصل کر رہی تھی جو کہ جمناسٹک کی مشقیں کرتی تھی۔ اس لیے اپنی بہن مورینا سے زیادہ پُرکشش جسم رکھتی تھی۔ پہلے مورینا نے سوچا تھا، آئندہ سال اسے مقابلۂ حسن میں پیش کرے گی اور اپنی بہن کو بھی مس امریکا بنائے گی لیکن ٹیلی پیتھی سیکھتے ہی یہ خیال دل سے نکال دیا۔ مقابلۂ حسن میں شریک ہونا اور مس امریکا کہلانا اب ایک سستی سی شہرت لگتی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے تو اسے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گونجتی ہوئی شہرت حاصل ہونے والی تھی۔

مورینا سوچتی تھی، میں ذرا چالاک ہوں، مردوں کے ہتھکنڈوں سے بچنا جانتی ہوں۔ پتا نہیں میری بہن کس حد تک اپنی حفاظت کر سکتی ہے۔ اگر میں اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کر دوں تو کوئی شخص اس کی مرضی کے خلاف اسے ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ میری تنانہ ٹیلی پیتھی کے فولادی قلعے میں محفوظ رہا کرے گی۔

وہ اپنے خیالات سے چونک گئی۔ شارپر اس کے دماغ میں آ کر پوچھ رہا تھا۔ ”یہ تم کیسی کیسی باتیں سوچ رہی ہو؟“

وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اسے ہوش نہیں رہا تھا۔ وہ شارپر کے خیالات پڑھتے پڑھتے اپنے خیالوں میں کھو گئی تھی۔ اسے پتا نہ چلا کہ وہ کب اپنی اُلجھنوں سے نکل کر اس کے دماغ میں آ گیا تھا اور جانے کب سے اس کی سوچیں پڑھ رہا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ”تم اجازت کے بغیر میرے دماغ میں کیوں آئے؟“

”میں اجازت لینے آیا تھا لیکن تم مجھے زن مرید بنانے کے متعلق سوچنے لگیں تو میں ٹھٹک کر تمہارے دماغ میں رہ گیا۔ اجازت لینا بھول گیا اور وہ سارے خیالات پڑھنے لگا جو میرے خلاف تمہارے دماغ میں پرورش پا رہے ہیں۔“

”میں تمہارے خلاف نہیں سوچ رہی ہوں۔ اپنا تحفظ چاہتی ہوں۔“

”اس کے لیے فرماں بردار شوہر بنا کر رکھنا کیا ضروری ہے؟“

”مجھے ایسا جیون ساتھی پسند نہیں ہے جس کی لگام میرے ہاتھ میں نہ ہو۔“

”مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ تمہارے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کرنے سے پہلے تمہارے چور خیالات کو اچھی طرح پڑھنا چاہیے تھا مگر میں حسن و شباب کے جلووں میں گم ہو کر رہ گیا۔ دوسرے لفظوں میں اوبن کر رہ گیا۔“

”کیا میں نے تمہیں کوئی نقصان پہنچایا ہے؟“

”کیا تم ٹرانسفارمر مشین کو چرانے کے شعلق پلاننگ نہیں کر رہی ہو؟“

”میں نے چرانے کے متعلق سوچا ہے، کوئی پلاننگ نہیں کی ہے۔“

جب تم اس حد تک میرے خیالات پڑھ چکے ہو تو دانشمندی کیا ہے؟"

"اب تو دانشمندی عورت کا ہی حصہ رہ گئی ہے۔"

"تم مجھ سے بھرپور تعاون کرو گے تو مشین چرانے کا خیال دماغ میں کبھی نہیں آئے گا۔"

"میں نے کب تعاون سے انکار کیا ہے؟"

"پھر ایسا آدمی تلاش کرو جو بے انتہا زن مرید ہو۔"

وہ گڑبڑا کر بولا "کیا مطلب ہے کیا تم کہتی ہو میں تمہاری یہ شرط منظور کر لوں گا؟ کیا میں کسی زن مرید کے جراثیم اپنے اندر منتقل کر لوں گا؟ ہرگز نہیں، اب میں تمہارے حسن و شباب سے نہیں للچاؤں گا۔ تمہارے فریب میں نہیں آؤں گا۔"

وہ آہستگی سے اٹھ گئی۔ پھر لباس کو اتارتے ہوئے سوچنے لگی۔ "میں نائٹی پہنوں گی۔ تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤں گی۔ بہت تھک گئی ہوں۔"

شار پر اس کے دماغ میں تھلکا سوچ رہا تھا واپس آجائے گا لیکن واپس نہیں آرہا تھا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو جیسے مقناطیس نے اپنی طرف کھینچ لیا تھا سینے کے اندر دل کی دھڑکنیں پاگل ہو رہی تھیں۔ وہ خیال خوانی کرتے کرتے اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔ یوں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنے کمرے سے نکل کر اس کے کمرے کی طرف جا رہا تھا جیسے خواب میں چل رہا ہو۔ خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا وہ اندر آگیا۔

وہ اپنے بستر پر یوں چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی جیسے ایک سدا بہار پھول اپنی شاخ سے بچھڑ کر بکتا جھکتا ہوا عالم بیچ پر پہنچ گیا ہو اور اس پھول کی پنکھڑیاں ادھر ادھر بکھر رہی ہوں اور کسی کو سمیٹنے کے لیے پکار رہی ہوں۔

شار پر کی طبیعت کو سمجھنے کے لیے اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ ان حالات میں کفر پھیلتا ہے اور ایمان روکتا ہے اور کفر میں کافر جوانی شامل ہو تو ایمان کمزور پڑ جاتا ہے۔ ہماری دنیا میں ایمان کے ہاتھوں سسکنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ بہکنے والوں کی تعداد میں شار پر بھی شامل تھا۔ ان لمحات میں وہ خیال خوانی بھول گیا تھا۔ اگر چاہتا تو مورینا کے چور خیالات پڑھ کر سمجھ لیتا کہ وہ کس انداز میں اسے ٹریپ کرنے والی ہے۔ وہ یہ دیکھ کر مطمئن تھا کہ جب کوئی کتاب کھلی ہو تو اسے چھپ کر چوری سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ مرد ہمیشہ عاشقانہ منطق سے مار کھاتا ہے۔

مورینا نے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ پھر اسے دیکھتے ہی انگڑائی ادھوری چھوڑ دی۔ غصے سے بولی "کیوں آئے ہو؟ ابھی تم نے دعویٰ کیا تھا میری ذات کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ تم میرے حسن و شباب سے نہیں للچاؤ گے۔ پھر کس لیے آئے ہو؟"

"میری آمد سے سمجھ لو میں تمہیں کس قدر چاہتا ہوں۔ تمہارا دیوانہ ہوں۔ وہ تو میں نے غصے سے کہا تھا اب کان پکڑتا ہوں آئندہ نہیں کہوں گا۔"

وہ کان پکڑتے ہوئے آگے بڑھ کر بستر کے سرے تک پہنچا پھر ایک ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ مورینا نے اعتراض نہیں کیا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کے گورے گورے ہاتھ کو تھام لیا۔ وہ اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے بولی "اب جاؤ یہاں سے۔"

"کیوں میرے صبر کو آزماتی ہو؟"

"میری تمنا کیوں کرتے ہو؟ بغاوت کرو۔ میرے خلاف کوئی قدم اٹھا کر دیکھو۔"

"میں ایسا نہیں چاہتا۔"

"پھر میں جیسا چاہتی ہوں ویسا کرو۔"

اس نے سر سے پاؤں تک بستر پر بچھی ہوئی مورینا کو دیکھا۔ پھر ایک سرد آہ بھر کر کہا "اچھی بات ہے۔ میں ایسا شخص تلاش کروں گا۔ جو زن مرید ہو۔ تم مجھے جو چاہو وہ بنا لینا مگر ابھی الو نہ بناؤ۔"

اس نے مسکرا کر دیکھا پھر اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا خود کو پیش کرنے لگی۔ اس نے ہاتھ تھام کر کچھ کہنا چاہا اس نے پھر ہاتھ چھڑا لیا۔ کہنے لگی "تم بری طرح کانپ رہے ہو۔"

وہ ہکلاتے ہوئے بولا "تم... میں نے آج سے پہلے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہیں پکڑا۔"

ہاتھ پکڑنے کے لیے مردانگی کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لیے اچھا کھانا پینا چاہیے۔ جاؤ، فریج میں جوس رکھا ہے نکال کر پی لو پھر میرے پاس آؤ۔"

اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ وہ اپنے اندر تراوٹ چاہتا تھا لہٰذا فریج کے پاس آیا۔ اسے کھول کر دیکھا۔ وہاں کھانے پینے کا کافی سامان موجود تھا۔ ایک گلاس میں جوس رکھا ہوا تھا۔ اس نے اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ وہ ایسے وقت میں اپنی خیال خوانی کے ذریعے مورینا کی سازش کو سمجھ سکتا تھا لیکن وہ بھی بلا کی چالاک تھی۔ اس دوران کبھی سرد آہیں بھر رہی تھی۔ کبھی انگڑائیاں لے رہی تھی کچھ ایسی بات کہہ جاتی تھی کہ شار پر کو کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اس نے جلدی جلدی جوس کو حلق سے اتارا گلاس کو رکھا۔ پھر اس کے پاس آگیا۔

وہ کروٹ بدل کر بستر کے دوسرے سرے پر گئی۔ وہاں سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ شار پر نے پوچھا "کیا ہوا؟"

اس نے ریکارڈ کو آن کر دیا۔ موسیقی ابھرنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی وہ سُرتال پر تھرکنے لگی۔ شار پر گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اپنے ہوئے کہہ رہا تھا "آجاؤ۔ پلیز میرے پاس آجاؤ۔"

وہ رقص کرتے ہوئے کہہ رہی تھی "نہیں تم میرے پاس آؤ۔ پہلے ہم رقص کریں گے۔"

وہ بے بسی سے اُٹھ کر پاس آگیا۔ وہ بڑی بے دلی سے ڈانس کرتے آیا تھا لیکن قربت حاصل ہوتے ہی رقص کرنے میں بھی لطف آنے لگا۔

صرف پانچ منٹ کے بعد ہی اسے محسوس ہوا جیسے پاؤں کانپ رہے ہیں۔ وہ مورینا کے ساتھ زیادہ دیر رقص نہیں کر سکے گا۔ وہ بولی۔ "کیا بات ہے تم پھر کانپنے لگے ہو؟"

"پتا نہیں کیوں تھکن سی لگ رہی ہے۔"

"آؤ بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ اس کے ساتھ بستر تک آئی۔ شارپر نے آرام سے لیٹتے ہوئے کہا۔ "تم اُدھر کیوں کھڑی ہو؟"

"پہلے تمہیں آرام آجائے پھر آؤں گی۔"

وہ اپنے سر کو تھام کر بولا۔ "پتا نہیں مجھے کیا ہو رہا ہے۔"

"ایک عورت پہلی بار تمہاری زندگی میں آئی ہے اس لیے ذرا نروس ہو۔ ابھی ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

وہ آنکھیں بند کرتے ہوئے بولا۔ "میں اعصابی کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

"آنکھیں بند رکھو آرام آجائے گا۔"

اس کی آنکھیں بند تھیں۔ مورینا پاس کھڑی تک رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دبے قدموں چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ پھر کمرے سے نکل کر اسے باہر سے بند کر دیا۔ اس نے اگلا قدم اٹھانے سے پہلے خیال خوانی کی پرواز کی۔ غلام باقی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ وہاں چند ساعتوں کے لیے جگہ ملی پھر غلام باقی نے سانس روک لی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔

وہ پہلے ہی شارپر کے چور خیالات پڑھ چکی تھی۔ اس نے ایک تنویمی عمل کرنے والے کے ذریعے غلام باقی کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے شارپر کے بیڈ روم میں آئی۔ پھر اسٹور روم میں پہنچ کر اس نے دیوار سے لگے ہوئے پنکھے کو الٹی طرف چلا دیا۔ وہ تہ خانے کا خلا نمودار ہونے لگا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ پچھلی صبح پہلی بار اس کی زندگی میں ایک عجیب و غریب اور اہم واقعہ پیش آیا تھا۔ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل ہو گئی تھیں۔

آج وہ دوسرا بڑا کارنامہ انجام دینے جا رہی تھی۔ اس کے اندر چھپی چھپی سی گھبراہٹ تھی۔ شاید اسے ناکامی کا خوف تھا۔ جب خوف محسوس ہونے لگا تو وہ تہ خانے میں نہیں گئی۔ وہاں سے دوڑتی ہوئی اپنی خواب گاہ میں آئی۔ شارپر اسی طرح آنکھیں بند کیے چاپ پڑا ہوا تھا۔ اس نے ایک ذرا خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا وہ اپنے آپ سے غافل ہو چکا تھا۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی ایک طرف گئی۔ وہاں فریاد رونق اور سونیا کی فائلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے سونیا کی فائل کو کھول کر اس کی ایک تصویر نکالی۔ اسے خوب غور سے دیکھنے لگی۔ پھر اسے لے کر دوڑتی ہوئی شارپر کے بیڈ روم میں آئی، وہاں سے اسٹور روم میں پہنچی۔ پھر خلا کے زینے پر قدم رکھتے ہوئے سونیا کی تصویر کو دیکھا۔ اسے دیکھ دیکھ کر حوصلہ ہو رہا تھا۔ اندر چھپی چھپی سی گھبراہٹ ختم ہو چکی تھی۔ وہ عزم کر رہی تھی۔ سونیا بھی عورت ہے۔ میں بھی عورت ہوں۔ جب یہ اپنی مکارانہ ذہانت سے بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتی ہے تو میں ایسا کیوں نہیں کر سکتی۔ ایسا ضرور کروں گی۔ میں اس کی تصویر دیکھتی جاؤں گی اور حوصلہ پاتی جاؤں گی۔

وہ زینے سے اترتے ہوئے تہ خانے میں پہنچ گئی۔ وہاں دو بستر نظر آئے تھے بستروں کے سرہانے وہی عجیب و غریب ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی تھی۔ وہ ایک مشین کے قریب آئی۔ کمپیوٹرائزڈ اسکرین کے سامنے ایک ڈائری رکھی ہوئی تھی۔ شارپر نے غلام باقی کو سمجھایا تھا جب وہ مشین کو آپریٹ کرنے کے دوران کوئی بات بھول جائے تو اس ڈائری کے ذریعے معلوم کر سکتا ہے۔

وہ ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ ڈائری کھول کر بڑے اطمینان سے پڑھنے لگی۔ اس کی ایک ایک تفصیل کو نہایت توجہ سے سمجھنے لگی۔ جب کوئی بات سمجھنے میں دشواری پیش آتی تو اسے بار بار پڑھتی تھی اور بار بار سونیا کی تصویر کو دیکھتی جاتی تھی۔ اتنی توجہ اور اتنے عزم سے پڑھنے کے باعث ایک گھنٹا صرف ہوا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ ہر بات اچھی طرح سمجھ گئی ہے تو وہ ٹرانسفارمر مشین کے پاس آئی۔ اس کے ایک ایک کل پرزے کو دیکھ کر یاد کرنے لگی کہ اس نے ڈائری میں کیا پڑھا ہے اور جو پڑھا ہے اس کے مطابق ان کل پرزوں کو کس طرح کس ترتیب سے استعمال کر سکتی ہے۔ وہ لکھی ہوئی ہدایات کے مطابق پوری طرح اس مشین کے استعمال کو سمجھ گئی تو اطمینان سے ڈائری کو بند کر دیا۔ سونیا کی تصویر اٹھائی۔ پھر تہ خانے سے باہر آگئی۔

شارپر نے غلام باقی کو تھوڑی دیر سونے کے لیے کہا تھا۔ اب وہ نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ بستر سے اٹھ کر اپنے مالک کے پاس جانا چاہتا تھا۔ مورینا کو دیکھ کر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ وہ ریشم کی ناٹی میں ایسا قیامت لگ رہی تھی جسے دیکھ کر دل بھی دھڑکتا ہے اور خوف بھی آتا ہے۔ اگر کسی ڈراؤنی فلم میں کوئی مُعینہ روپ بدلتی ہو تو اس سے ڈر بھی لگتا ہے اور اسے آخر تک دیکھنے کو بھی جی چاہتا ہے۔ شاید وہ بلا نہیں ہو۔ بھلا کرنے آئی ہو۔

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "تم نہیں جانتے کہ ایک ہپناٹزم تنویمی عمل کے ذریعہ اثر ہو گئے ہو۔"

وہ سحر زدہ سا ہو کر بولا۔ "میری مالکہ! میں نہیں جانتا آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"تم تنویمی عمل کے سلسلے میں کوئی بات سمجھ بھی نہیں سکو گے۔" پھر وہ دل ہی دل میں بولی۔ "یہ عمل کرنے والے نہیں جانتے عورت کے آگے دنیا کے تمام خطرناک علوم اپنا اثر کھو دیتے ہیں۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے قریب آئی۔ غلام باقی کا سیاہ بدن بلب کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ اس کے شانے چوڑے اور سینہ چٹان تھا۔ بازوؤں کی پھلیاں اُبھری ہوئی تھیں۔ کلائی اتنی پھیلی ہوئی اور مضبوط دکھائی دے رہی تھی جیسے فولاد سے تراشی گئی ہو۔ ہاتھ کے پنجے بھی شکنجے دکھائی دیتے تھے۔ مورینا نے اسے ایک انگلی سے چھو کر دیکھا۔ وہ گوشت پوست کا تھا مگر پتھر لگ رہا تھا۔

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "مالکہ! آپ کیا چاہتی ہیں۔ میرے مالک نے حکم دیا ہے۔ میں آپ سے دور رہا کروں۔"

"بیٹک میں بھی دور رہوں گی۔ کیا تمہیں پتا ہے تمہارے مالک مسٹر کارنیل بیمار ہیں اور بے ہوش ہو گئے ہیں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "مجھے فوراً کسی ڈاکٹر کو طلب کرنا چاہیے۔"

وہ جانا چاہتا تھا۔ مورینا نے کہا۔ "رک جاؤ۔ جب ان کی طبیعت بگڑ رہی تھی اور وہ بے ہوش ہونے والے تھے تو مجھ سے کہا تھا کسی ڈاکٹر کو نہ بلایا جائے۔ یہ خفیہ رہائش گاہ ہے۔ یہاں کوئی نہیں آسکتا۔"

غلام باقی اس بات سے قائل ہو گیا۔ وہ بولی۔ "تمہارے آقا نے مجھے ہدایت کی تھی وہ بے ہوش ہو جائیں تو انہیں اس رہائش گاہ کے تہ خانے میں لے جایا جائے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "تہ خانہ؟"

"تم ایک بار وہاں جا چکے ہو لیکن تنویمی عمل کے ذریعے بھول چکے ہو۔ انھوں نے مجھے بتایا ہے تہ خانے میں جو مشینیں ہیں انھیں کس طرح استعمال کیا جائے اور کس طرح تم ان کے کام آسکتے ہو۔"

"میں اپنے آقا کے لیے جان بھی دے سکتا ہوں۔"

"جان کی نہیں خون کی ضرورت ہے۔"

"میں اپنے بدن کا سارا خون نچوڑ کر آقا کو دے دوں گا۔"

"میرے بیڈ روم میں جاؤ اور انھیں اٹھا کر ان کے بیڈ روم میں لے آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ چند سیکنڈ کے اندر ہی اپنے آقا کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر اس کے بیڈ روم میں آیا۔ وہ اسٹور روم سے جانے والا خفیہ راستہ کھل چکا تھا۔ مورینا نے کہا۔ "میرے پیچھے چلے آؤ۔"

وہ پیچھے چلتا ہوا اسٹور روم کے خلا میں داخل ہوا۔ پھر زینے سے اترتا ہوا تہ خانے میں پہنچ گیا۔ مورینا نے ایک بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں لٹا دو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی پھر وہ بولی۔ "تم دوسرے بستر پر لیٹ جاؤ۔"

وہ چاروں طرف گھوم کر حیرانی سے مشینوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں آقا کے ساتھ برسوں سے ہوں مگر کبھی اس تہ خانے کو دیکھ نہیں پایا۔"

"تمہارا آقا تمہیں بھی نہ بتاتا لیکن اپنی بیماری کے باعث مجبور ہو گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ فوراً طبی امداد پہنچائی جائے۔ لہٰذا اب کوئی سوال نہ کرو فوراً لیٹ جاؤ۔"

اس نے لیٹتے ہوئے سوال کیا۔ "یہاں خون ٹرانسفر کرنے کے آلات نظر نہیں آرہے ہیں۔"

"تمہیں کوئی شبہ ہے تو یہاں آکر کمپیوٹرائزڈ اسکرین پر دیکھو اور اپنا شبہ دور کر لو لیکن اس طرح تم اپنے مالک کی جان کے دشمن بن رہے ہو۔"

"سوری میری مالکہ اب میں سوال نہیں کروں گا۔"

مورینا نے دونوں کے سروں پر باری باری وہ آہنی کیپ پہنائی۔ اس کے بعد مشین کو آپریٹ کرنے لگی۔ پہلے ہی مرحلے میں غلام باقی اپنے آپ سے غافل ہو گیا۔ کمپیوٹرائزڈ اسکرین بتا رہا تھا۔ شارپر پہلے ہی خود سے غافل ہے اسے اس مرحلے سے گزارنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ بڑے اعتماد سے ٹرانسفارمر مشین کو آپریٹ کرتی جا رہی تھی۔ کہیں بھول جاتی تو ڈائری کو پڑھنے لگتی تھی۔ اس آپریشن میں غلام باقی عامل تھا اور شارپر معمول۔ غلام باقی کے باپ دادا برسوں سے انگریزوں کی غلامی کرتے آرہے تھے اور یہی غلامی احمد اباقی کو ورثے میں ملی تھی۔ صدیوں سے پرورش پانے والے غلامی کے یہ جراثیم غلام باقی کے دماغ

سے شار پر کے دماغ میں منتقل ہو رہے تھے۔

نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ اس آپریشن کے بعد جب شار پر کی آنکھ کھلتی تو وہ مورینا کے آگے ادب سے سر جھکا کر پوچھتا "کیا حکم ہے میری مالکہ؟"

اسے کہتے ہیں مکارانہ ذہانت۔ مورینا کی ہسٹری پڑھنے والی عورتیں بڑی حسرت سے سوچیں گی۔ کاش! ایسا کوئی نسخہ ان کے ہاتھ بھی آجاتا۔

☐☐

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ رسونتی نے مجھے مخاطب کیا۔ "یہ تم کس عورت کی ہسٹری معلوم کر رہے ہو؟"

"یہ ایک نیا انکشاف ہے۔ مورینا نامی ایک لڑکی نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ کیا وہ ٹرانسفارمر مشین کہیں مکل موجود ہے؟"

"ہاں اسی لیے ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اگر یہ مشین مورینا اور شار پر کے ہاتھوں میں رہے گی تو برساتی مینڈکوں کی طرح ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے رہیں گے۔"

"یہ تو بڑی تشویش کی بات ہے۔"

"بہرحال ہم دیکھیں گے کہ وہ مشین کس طرح ہمارے ہاتھ لگتی ہے۔ تم بتاؤ کس کام سے آئی ہو؟"

"تم سے لڑنے آئی ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے جہاں پہنچتے ہو، وہیں کے ہو کر رہ جاتے ہو۔ کیا اتنی دیر سے تم نے اپنے بیٹے کی خبر لی؟"

"جب تم اس کے دماغ میں موجود ہو تو مجھے کس بات کی فکر ہے۔ اگر کوئی فکر یا پریشانی ہوگی تو یقیناً تم مجھے بیٹے کے پاس بلا لو گی۔ میں تمہاری وجہ سے مطمئن ہو کر مورینا کے دماغ کو پڑھتا جا رہا ہوں تاکہ وہ مشین جلد سے جلد ہمارے ہاتھ لگ جائے۔"

"میں مانتی ہوں۔ وہ ٹرانسفارمر مشین بہت اہم ہے لیکن ہماری اولاد سے زیادہ اہم نہیں ہو سکتی۔"

"اپنی اولاد کی سلامتی کے لیے اس مشین کو پہلے اہمیت دینا ہوگی۔ بہرحال میں تمہارے ساتھ پارس کے دماغ میں چلتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے تم اعلیٰ بی بی کے پاس جاؤ۔ میں پارس کے پاس رہوں گی اور تمہارا انتظار کروں گی۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "فرہاد! تم رسونتی کو شکایت کا موقع دیتے رہتے ہو۔ کم از کم ایک ماں کے اطمینان کے لیے اس کی اولاد کے پاس آتے جاتے رہنا چاہیے۔"

"تم بھی جذباتی باتیں کر رہی ہو جبکہ ہمارے سامنے بڑے ہی ٹھوس مادی مسائل ہوتے ہیں جن سے نمٹے بغیر نہ تو اپنا تحفظ کر سکتے ہیں نہ ہی اپنی اولاد کا۔"

میں نے مختصر طور پر اسے مورینا کے بارے میں بتایا۔ اس نے بھی حیرانی اور پریشانی سے کہا۔ "یہ بات واقعی تشویشناک ہے۔ اس طرح تو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر روز پیدا ہوتے رہیں گے۔ وہ ٹرانسفارمر مشین بندروں کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے رسونتی کی طرف سے کچھ جذباتی باتیں کہہ دیں۔ تمہیں اس مشین کے حصول کے سلسلے میں بھرپور کوشش کرنا چاہیے۔ اگر دن رات شار پر اور مورینا کے پیچھے لگ جاؤ تو اس کا حصول ناممکن نہیں ہوگا، دشوار ضرور ہوگا۔ اس کے لیے میں، سونیا، رسونتی، شیبا سب اپنے اپنے موجودہ مسائل کو وقتی طور پر بالائے طاق رکھ کر اس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"پہلے پارس کے سلسلے میں بتاؤ تم نے یہاں آکر اب تک کیا کیا ہے؟"

"میں ابھی پارس کے سلسلے میں باتیں کروں گی۔ جب مشین کا ذکر چھڑ گیا ہے تو ہمیں اس کے حصول کے لیے ابھی سے ابتدائی کارروائی شروع کر دینا چاہیے۔"

"ہو سکتا ہے تم کوئی لمبی بحث شروع کر دو۔ رسونتی میرا انتظار کر رہی ہے۔ ٹھہرو میں اسے بلا کر لاتا ہوں۔"

میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ اپنے بیٹے کے پاس تھی۔ میں نے کہا۔ "تھوڑی دیر کے لیے اعلیٰ بی بی کے پاس آؤ۔ ہم کچھ ضروری باتیں کر رہے ہیں۔"

وہ میرے ساتھ چلی آئی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "رسونتی! پارس کی فکر نہ کرو، وہ ابھی محفوظ ہے۔ ہمیں یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ پہلے کون سا کام ضروری ہے۔ میں اس سلسلے میں جو سوچ رہی ہوں جو کرنا چاہتی ہوں، وہ بتاؤں گی لیکن پہلے ہم مشین کے بارے میں باتیں کریں گے۔"

ہم خاموشی سے سن رہے تھے۔ اس نے کہا۔ "فرہاد کو معلوم ہو چکا ہے کہ شکاگو میں شار پر کی وہ خفیہ رہائش گاہ کہاں ہے۔ وہاں ہمارے دونوں شکار موجود ہیں۔ ہمیں پہلی فرصت میں پوپی کو وہاں بھیجنا چاہیے۔"

"اس میں شبہ نہیں، اگر پوپی کو ہماری ٹیلی پیتھی کا تعاون حاصل رہا تو وہ شار پر کی شہ رگ تک پہنچ جائے گی اور اس مشین کو لے کر ہی آئے گی۔"

میں نے بھی اعتراف کیا۔ "وہ بلا کی ضدی لڑکی ہے جو خطرناک تنظیموں کے مقابلے میں کمپیوٹرائزڈ کیا ہوا سرکٹ کر لا سکتی ہے، وہ مشین بھی لا سکتی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "تو پھر یہ ڈن ہے؟"

رسونتی نے کہا۔ "ذرا ٹھہرو! ہماری ساتھیوں میں صرف پوپی ایسی ہے جس کی دہشت سے خطرناک تنظیمیں باباصاحب کے ادارے کی طرف رُخ نہیں کرتیں۔ شار پر بھی محتاط رہتا ہے۔ پوپی وہاں سے نکلے گی تو شار پر کو موقع مل جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "تم بھول رہی ہو۔ فرہاد مورینا کے دماغ تک پہنچ چکے ہیں گویا شار پر تک پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔ ابھی سے انہوں نے وہاں تک معلوم کیا ہے۔ جہاں تک مورینا شار پر کو اپنا غلام بنا رہی ہے۔ اگر وہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے یہ کامیابی حاصل کر لے گی تو ہمیں اطمینان ہے، فرہاد آج نہیں تو کل کسی وقت بھی اس کے ذریعے اس کے عاشق غلام شار پر کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں۔"

میں نے بھی کہا۔ "مورینا نے اب تک شار پر کے دماغ کو اس انداز میں نہیں پڑھا کہ اس کی تمام مصروفیات معلوم کر سکے۔ ہو سکتا ہے، شار پر نے اس کی لاعلمی میں باباصاحب کے ادارے تک پہنچنے کے سلسلے میں کچھ پیش قدمی کی ہو، پوپی کی غیر موجودگی میں اسے کامیاب کر سکتی ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "کچھ تو خطرہ مول لینا ہوگا۔ باباصاحب کا ادارہ ایسا گیا نہیں ہے۔ وہاں ایک سے بڑھ کر ایک باصلاحیت شخص موجود ہے۔ تمہیں اطمینان نہیں ہے تو مجھے ادارے میں واپس جانے دو، وہاں کی ضرورتوں کو گورنانہ کر دوں۔ مشین حاصل کرنے کی مہم وہی سر کر سکتی ہے۔"

رسونتی نے کہا۔ "تم جاؤ گی تو میں تنہا رہ جاؤں گی۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو تم کیا فرہاد تمہارے ساتھ نہیں ہیں؟"

"یہ تو خیال خوانی کی پرواز کرتے ہیں تو پرواز کرتے ہی رہ جاتے ہیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "عام گھر والوں کی طرح جلی کٹی نہ سنو۔ اگر میں کسی سلسلے میں زیادہ مصروف ہو جاؤں گا تو تم میرے دماغ میں آکر واپس اپنی طرف بلا سکتی ہو۔ فی الحال ہمیں اعلیٰ بی بی کے مشورے پر عمل کرنا اور کسی نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔"

"میں نے اعلیٰ بی بی کا مشورہ سن لیا ہے۔ پارس کے سلسلے میں تم نے جو پلاننگ کی ہے، وہ مجھے معلوم ہے۔ تم دونوں باتیں کرو میں بیٹے کی خبر لیتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "پوپی کو ضرور شکاگو جانا ہے۔ پہلے تم بتاؤ کہ پارس کے سلسلے میں کیا کر رہی ہو؟"

"جب سے بھارت سرکار نے یہ پابندی عائد کی ہے کہ دس برس سے کے بچے ملک کے باہر نہیں جا سکیں گے تب سے یہاں بڑے ناراضات ہو رہے ہیں۔ ہر صوبے کے اخبارات چیخ رہے ہیں ایسے ہر کبیر گھرانے سے تعلق رکھنے والے پانچ چھ برس کے بچے ہیں جو کہ کسی مہلک مرض میں مبتلا ہیں، ان کا علاج یورپ کے کسی ملک ہی ہو سکتا ہے۔ اگر بھارت سرکار نے اپنا حکم واپس نہ لیا تو ان بچوں کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔ پھر یہاں سیکڑوں کی تعداد میں ایسے بچے موجود ہیں جو یورپ کے اور امریکا میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، چھٹیاں گزارنے یہاں آئے ہیں۔ اب چھٹیاں ختم ہو رہی ہیں اور ان کا واپس جانا ضروری ہے۔"

میں نے کہا۔ "بیشک یہ اہم نکتے ہیں۔ بھارت سرکار کو اپنا حکم واپس لینا پڑے گا۔"

"میں نے رسونتی کو سمجھایا تھا کہ وہ ریڈیو کی خبریں سنتی رہے اور اخبارات میں شائع ہونے والی سیڈروں کی تصویریں دیکھتی رہے اور ان کے دماغوں میں پہنچتی رہے، اس نے میری ہدایات پر عمل کیا اور بڑی حد تک کامیاب رہی ہے۔ کئی سیاستدانوں کے دماغ میں پہنچ کر یہ بات نقش کر دی ہے کہ بھارت سرکار کو یہ حکم واپس لینے پر مجبور کر دیا جائے۔"

"بے شک تم نے موقع کی مناسبت سے نہایت کامیاب چال چلی ہے۔ انشاء اللہ کل یا پرسوں تک یہ حکم واپس لے لیا جائے گا۔ اس ملک سے تعلیم حاصل کرنے والے اور علاج کروانے والے بے شمار بیمار بچے باہر جائیں گے ان کی بھیڑ میں ہمارا پارس بھی جا سکتا ہے۔"

"اب ہمیں ایسے بچے کو تلاش کرنا چاہیے جو پارس کا ہم عمر ہو۔ اس کے قد اور جسامت سے مناسب رکھتا ہو اور ہمارا پارس پلاسٹک سرجری کے معمولی سے میک اپ کے بعد اس کا ہم شکل بن سکتا ہو۔ پھر ہم اسے بہ آسانی سرحد پار لے جا سکیں گے۔"

"میں رانی سردار اور نشکر وغیرہ سے کہوں گا کہ وہ ایسے بچوں کو تلاش کریں۔ رسونتی بھی خیال خوانی کے ذریعے کسی بچے کو ڈھونڈ نکالے گی۔"

"تم ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں مصروف ہو، مگر پارس کو یہاں سے نکالنے کے لیے تھوڑا سا وقت نکال سکتے ہو تو پارس کے متبادل

تو تلاش کرو۔"

"میں کوشش کروں گا۔"

میں پارس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بہت ہی خوبصورت سے پارک میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ اس پارک میں صرف امیر کبیر گھرانے کے بچے آتے تھے۔ کسی غریب بچے کو کھیلنے کی اجازت نہیں تھی چونکہ ان دنوں منگل پانڈے کے نام کا ڈنڈا بج رہا تھا لہٰذا اسے کہیں بھی جانے کے لیے یا اپنے بچوں کو لے جانے کے لیے خصوصی اجازت نامہ حاصل ہو جاتا تھا۔

رسونتی نے مجھ سے کہا: "ہمارا بیٹا کھلی فضا میں گھومنے پھرنے اور کھیلنے کی ضد کر رہا تھا اور یہ اس کا حق ہے۔ وہ کتنے عرصے سے ایک قیدی کی طرح زندگی گزار رہا تھا۔ میں نے کہا بیٹے تم منگل پانڈے کو مجبور کرو۔ باقی میں سنبھال لوں گی۔"

رسونتی کہہ رہی تھی اور میں سنتا جا رہا تھا اب تک ہمارے بیٹے پارس نے دہلی شہر میں کیسی شرارتیں کی ہیں اور ماں شرارتوں کے لیے اپنی ماں کو مجبور کرتا رہا ہے۔ دراصل شیبا نے پہلے ہی اس کی عادت بگاڑ دی تھی۔ قید خانے سے نجات دلانے کے بعد اسے منگل پانڈے کے پاس پہنچا کر ایسی ایسی حرکتیں کی تھیں کہ پارس دوم کو بھی منوا رہا تھا وہ چاہتا تھا اس کی اپنی ماما رسونتی بھی ایسی شرارتیں کیا کرے اور وہ خوش ہوتا رہے۔

رسونتی اپنے بیٹے کی خوشی کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی۔ لہٰذا اس نے اجازت دے دی۔ وہ جو کرنا چاہے کرتا رہے اس کے پیچھے ماما موجود رہے گی۔

اس مقصد کے لیے پارس نے منگل پانڈے سے رابطہ قائم کیا۔ رابطہ قائم کرنے کے لیے ٹیلیفون کی ضرورت نہیں تھی۔ رسونتی نے فرہاد بن کر منگل پانڈے سے کہا۔

"میرا بیٹا تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔ فوراً اس سے ملاقات کر دیا کسی طرح رابطہ قائم کرو۔"

اس نے فون پر رابطہ قائم کرتے ہوئے پوچھا: "اے میرے بنا بستی بیٹے جے کشن تم مجھے کیوں بلا رہے ہو؟"

"میں اس پارک میں کھیلنا چاہتا ہوں جہاں امیر کبیر گھرانے کے بچے کھیلتے ہیں اور وہاں چاروں طرف مسلح سپاہیوں کا پہرہ رہتا ہے۔ آپ میرے بنا بستی باپ ہی سہی مگر مجھے اس پارک میں ضرور لے جائیے۔"

"ابھی میں معمولی افسر ہوں۔ وہاں نہیں لے جا سکتا۔"

"تمہیں خصوصی اجازت نامہ مل سکتا ہے۔ نہ ملے تو میرے پاپا تمہاری مدد کریں گے۔ تم کوشش تو کرو۔"

اس نے کہا: "دیکھو برخوردار! میں پولیس افسر ہوں۔ اتنے بڑے بڑے کام رشوت کے بغیر نہیں کر سکتا۔"

پارس نے پوچھا: "کیا تمہارے اس ماما جوتشی نے تمہیں رشوت لینے سے منع نہیں کیا تھا؟"

"اس نے منع کیا تھا لیکن یہ نہیں بتایا تھا تمہاری جیسی ننھی بلا میرے گلے پڑ جائے گی۔ تم چمپا کو ماں بنا کر دہلی لے آئے۔ آخر تم کتنے عرصے ہمارے پاس رہو گے۔ کبھی نہ کبھی جاؤ گے۔ اس کے بعد میں چمپا کو دہلی جیسے شہر میں کیسے سنبھالوں گا۔ کیسے اخراجات برداشت کروں گا؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔ میں تمہارے لیے نہ سہی اپنی ماں چمپا کے لیے بہت کچھ کر جاؤں گا۔"

بیٹے نے تو وعدہ کیا اس کی ماں رسونتی نے اس وعدے کو پورا کرنے کے لیے شنکر اور رانی سردار سے رابطہ قائم کیا۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے کہا: "تم لوگ اب تک پارس کے پاپا فرہاد علی تیمور سے رابطہ قائم کرتے رہے۔ آج پارس کی ماں تم سے مخاطب ہے۔"

یہ سنتے ہی وہ سب دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر گھٹنے ٹیک کر فرش پر بیٹھ گئے۔ کہنے لگے: "ہم آپ کے داس ہیں۔ حکم دیجیے ہم اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لیے اپنے جسم کا کون سا حصہ کاٹ کر پھینک دیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تم سب کے چہرے خیالات پڑھ سکتی ہوں اور مجھے یقین ہے تم سب بے انتہا وفادار ہو۔"

شنکر نے کہا: "بڑی مالکن! آپ پہلی بار ہمارے پاس آئی ہیں۔ حکم دیجیے۔ ہم آپ کے لیے کیا کریں؟"

"میرے بیٹے پارس نے چمپا کو ماں کہہ دیا ہے۔ اس کے لیے بیٹے کا حق ادا کرنا چاہتی ہوں۔ اس کی ماں تمہارے ہاں انیکسی میں نہیں رہے گی۔ چوبیس گھنٹے کے اندر اس کے لیے ایک اچھے علاقے میں کوٹھی خرید لو۔ ایک ایسی انڈسٹری کا سودا کرو اور اسے خرید لو جو ماہانہ کم از کم پچاس ہزار کا منافع دیتی ہو۔ یہ کوٹھی، فیکٹری اور منافع سب چمپا کے نام ہو گا۔ اس مقصد کے لیے کسی ایسے کروڑ پتی یا ارب پتی کو تاک لو جو نہایت ظالم اور سفاک ہو جو غریبوں کا خون چوس کر یا اسمگلنگ کے ذریعے تمہارے دیس کو نقصان پہنچا کر کروڑ پتی اور ارب پتی بن گیا ہو میں اس کی بے انتہا دولت کا بہت سا حصہ تم لوگوں کے نام منتقل کر دوں گی۔"

رسونتی اپنے وعدے کے مطابق کبھی بیٹے کے پاس رہتی اور کبھی شنکر کے پاس پہنچ جاتی تھی۔ شنکر نے صرف بارہ گھنٹے کے اندر کتنے ہی سرمایہ داروں سے رابطہ قائم کیا اس کے ذریعے رسونتی نے ان کے ذہن میں پہنچ کر ان کے اندرونی معاملات معلوم کیے۔ تب ایک اسمگلر کے متعلق اس نے کہا: "شنکر! تم صحیح جگہ پہنچ گئے ہو۔ یہ تمہارے ملک کا دشمن ہے۔ میں اور فرہاد صرف اپنے بچے کو یہاں سے لے جانے کے لیے کچھ غیر قانونی حرکتیں کر رہے ہیں لیکن تمہارے دیش کو نقصان نہیں پہنچا رہے ہیں ہم تمہیں اس قابل بنا دیں گے کہ اپنے ملک کی حفاظت کر سکو اور غلط آدمیوں کا محاسبہ کر سکو۔ بہر حال دو گھنٹے بعد اس گروپتی کی کوٹھی میں پہنچو اور اس سے دو کروڑ روپے نقد لے کر چلے آؤ۔ کوئی تمہارے راستے میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔ میری خیال خوانی ڈھال بنتی رہے گی۔"

ادھر منگل پانڈے نے خصوصی اجازت نامہ حاصل کر لیا تھا۔ اس کے ذریعے پارس اس پارک میں چلا آیا تھا جو غریب بچوں کے لیے خواب میں بھی ممنوع تھا۔ وہاں بچوں کے کھیلنے کے لیے آؤٹ ڈور گیمز اور ان ڈور گیمز تھے۔ ان ڈور میں طرح طرح کے وڈیو گیمز شامل تھے۔ رسونتی اپنے بیٹے کے معاملے میں بہت محتاط تھی۔ جب سے وہ پارک میں داخل ہوا تھا اس کے ساتھ لگی ہوئی تھی اور ساتھ کھیلنے والے بچوں کے دماغوں میں پہنچتی تھی۔ ان بچوں کے ذریعے ان کے والدین تک پہنچ جاتی تھی۔ آخر وہ ایک ایسے بچے تک پہنچی جس کا نام گوتم تھا۔ وہ گوتم بدھ کی طرح نہایت ہی معصوم اور سیدھا سادہ تھا۔ کسی کی سازش کو نہ سمجھتا تھا نہ کسی کے خلاف کبھی سوچتا تھا۔ وہ ایک ارب پتی باپ کا بیٹا تھا۔ بے انتہا دولت کے باوجود گوتم کو اتنی عمر میں کینسر کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ لندن کا ایک مشہور و معروف ڈاکٹر اس کا علاج کر رہا تھا۔ وہ ایک ہفتے کے لیے ہندوستان آیا تھا لیکن واپس نہیں جا سکتا تھا۔ بھارتی سرکار نے ایک نیا قانون پاس کر دیا تھا کہ دس برس تک کے بچے باہر نہیں جا سکتے جبکہ وہ مکمل پانچ برس کا تھا۔

کینسر زدہ گوتم کے سلسلے میں سیاسی چالیں چلی جا رہی تھیں، مخالف سیاسی پارٹی گوتم کو ایسا نقصان پہنچانا چاہتی تھی جس سے بھارتی سرکار کے موجودہ قانون کے خلاف ہنگامہ برپا ہو جائے اور پورا ملک موجودہ حکومت کے خلاف ہو جائے کہ اس نے ایسا قانون کیوں پاس کیا جس سے گوتم کی جان گئی۔

ملک میں ہنگامہ آرائی برپا کرنے کے لیے مخالف سیاسی پارٹی نے معلوم کر لیا تھا کہ گوتم کو کارٹیزنگ والا وڈیو گیم پسند ہے لہٰذا اس مخصوص وڈیو گیم سے انھوں نے بجلی کے تاروں کو اس طرح منسلک کیا تھا کہ وہ گیم کھیلنے کے لیے سوئچ کو آن کرتا تو اسے بجلی کا جھٹکا پہنچتا اور وہ ختم ہو جاتا یا ایسی حالت میں اسپتال پہنچایا جاتا کہ بچنے کی توقع نہ رہتی۔ اس سانحے پر اخبارات چیخنا شروع کر دیتے کہ گوتم کو لندن میں فوری طبی امداد کی ضرورت تھی لیکن موجودہ حکومت کے بے تکے قانون کے باعث وہ نہ جا سکا۔ آج بھی بے شمار بچے زندگی اور موت کی کشمکش میں ہیں انھیں فوراً ملک سے باہر بھیجنا چاہیے۔"

اس طرح ایک گوتم کے مرنے سے پورے ملک میں ہنگامے برپا ہو سکتے تھے۔ حکومت کے خلاف بغاوت زور پکڑ سکتی اور اس طرح حکومت سے مخالفت رکھنے والے سیاست دانوں کی بن آتی۔

کمبختوں نے گوتم کے باپ کو فون پر اطلاع کر دی تھی کہ اس کی زندگی ختم ہونے والی ہے۔ یہ سن کر وہ بے چارہ گھبرا گیا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے بیٹے کو آخر کیوں نقصان پہنچایا جائے گا۔ وہ تو اپنی ماں کے ساتھ پارک میں تفریح کے لیے گیا ہوا ہے۔

فون پر اطلاع دینے والے نے کہا: "آپ بڑے دیش بھگت ہیں۔ آپ کو اپنے ملک سے بے انتہا محبت ہے۔ اس دیش کی خاطر اپنے بیٹے کی قربانی دیجیے! اسے مرنے دیجیے۔ اس کی موت سے نیا قانون بدل جائے گا بلکہ یہ حکومت بدل جائے گی۔ کتنے ہی بیمار بچوں کا بھلا ہو گا۔"

اس نے پوچھا: "تم کون ہو؟ کہاں سے بول رہے ہو؟ تم لوگوں کو میرے بچے سے کیا دشمنی ہے؟"

لیکن دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا تھا۔ وہ ارب پتی تھا۔ اس کی پہنچ بہت اوپر تک تھی۔ اس نے نمبر ڈائل کرتے ہوئے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کیا۔ ان سے التجا کی فوراً میرے بچے کی حفاظت کے انتظامات کیے جائیں۔ پھر وہ خود ریوالور لے کر اپنی کار میں بیٹھ کر پارک کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچنے میں کم از کم ایک گھنٹا ضرور لگ جاتا۔ ایک تو وہ جگہ تقریباً آٹھ میل کے فاصلے پر تھی۔ اس کے علاوہ کئی جگہ ٹریفک کے ہجوم سے گزرنا تھا۔

پارس نے کہا: "مسٹر پانڈے! اتنے خوبصورت پارک میں ایک بچے کا قتل ہونے والا ہے۔"

وہ ناگواری سے بولا: "جہاں فرہاد کا بچہ ہو وہاں اور کیا ہو سکتا ہے۔"

"تم مرچیں کیوں چبا رہے ہو؟"

"اور کیا کروں۔ تم نے تو مجھے باڈی گارڈ بنا لیا ہے۔"

"تمہیں اس کا معاوضہ بھی تو ملتا ہے۔"

"کیا خاک ملتا ہے۔ پہلی بار بیس ہزار روپے دیے وہ تمہاری ماں کی رہائش کے لیے انیکسی کے ایڈوانس میں چلے گئے۔ بعد میں جو رقم ملی وہ کسی نے چرا لی۔ کبھی کہتے ہو پچاس ہزار مل سکتے ہیں۔ کبھی کہتے ہو ایک لاکھ مل سکتے ہیں مگر کسی عورت کو گھونسا مارنا ہو گا۔ آخر ایسی بے تکی شرطیں کیوں پیش کرتے ہو؟"

"چلو آج بہادری دکھاؤ تمہیں کم از کم دس ہزار روپے مل جائیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "سچ کہتے ہو؟"

"ہاں جہاں کار چیزنگ گیم ہوتا ہے وہاں گوتم نامی بچے کو ہلاک کرنے کے لیے بجلی کے تار لگائے گئے ہیں۔ جب گوتم کھیلنے جائے گا تو ان تاروں کو چار سو چالیس وولٹ سے منسلک کر دیا جائے گا۔"

"مجھے جلدی بتاؤ۔ ایسا کون کر رہا ہے؟ میں اسے کہاں تلاش کر سکتا ہوں؟"

"کچھ اپنی بھی عقل استعمال کرو۔ جہاں مین سوپر بوٹ بورڈ ہے وہیں وہ شخص پایا جاسکتا ہے۔"

وہ اس طرف تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا بولا "پلیز اپنے باپ سے پوچھ کر بتاؤ۔ اس کی پہچان کیا ہے؟"

"تم میرے باپ سے کیوں پوچھنا چاہتے ہو جبکہ بیٹا موجود ہے۔ وہ شخص بلیو جینز اور ایڈی ڈاس کی بنیان پہنے ہوئے ہے۔"

وہ اُدھر دوڑتا چلا گیا۔ پارس وہاں سے گوتم کے پاس آگیا۔ وہ وڈیو گیم کھیلنے کے لیے کاؤنٹر سے ٹوکن حاصل کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "ہیلو مائی فرینڈ! مجھے جے کشن کہتے ہیں۔"

گوتم نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "میرا نام گوتم ہے۔"

پارس نے کہا "میں بہت دیر سے تمھیں دیکھ رہا ہوں تم بہت اچھے لگ رہے ہو۔ میرا جی چاہا کہ تم سے دوستی کروں۔"

"مجھے خوشی ہے تم مجھے پسند کرتے ہو اور دوست بنانا چاہتے ہو۔"

"تو پھر آؤ۔ میری طرف سے دوستی کی خوشی میں ایک ٹھنڈی بوتل پیو۔"

اس نے ٹوکن دکھاتے ہوئے کہا "میں کھیلنے جا رہا تھا مگر کوئی بات نہیں۔ پہلے دوست کے ساتھ ٹھنڈی بوتل پی جائے گی۔"

پارس نے دوستانہ انداز میں اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا۔ پھر اسے لے کر ٹھنڈی بوتل پلانے چلا گیا۔ اُدھر منگل پانڈے دوڑتا ہوا اور کبھی چلتا ہوا مین سوپر بورڈ کے پاس پہنچا وہاں بلو جینز اور ایڈی ڈاس کی بنیان پہنے ہوئے ایک شخص نظر آیا۔ جس دیوار پر سب سے بڑا مین سوپر بورڈ لگا ہوا تھا اُس کے پیچھے ہی وڈیو گیمز کھیلنے کا بڑا ہال تھا۔ دیوار کے پچھلے حصے میں کارپٹنگ کا گیم ہوا کرتا تھا۔ اس وڈیو گیم سے بجلی کا تار منسلک کر کے دیوار میں سوراخ کر لے کے بعد اسے مین سوپر بورڈ تک پہنچانا آسان ہو گیا تھا۔

منگل پانڈے نے وہاں پہنچتے ہی ریوالور نکال کر کہا "دونوں ہاتھ اٹھاؤ اور گردن کے پیچھے رکھو پھر یہ بتاؤ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"میں یہاں ملازمت کرتا ہوں۔ اپنی ڈیوٹی پر ہوں۔"

"ابھی میں تمھاری ڈیوٹی نکالوں گا۔ چلو اس دیوار کے پاس آؤ۔ دونوں ہاتھ دیوار سے ٹیک کر کھڑے ہو جاؤ۔"

اس نے گھور کر منگل پانڈے کو پھر اس کے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھا۔ اس نے کہا "کیا دیکھ رہے ہو؟ میرا نام منگل پانڈے ہے۔ کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا۔ میں وہ ہوں جس نے تنہا درجنوں مسلح مجرموں سے مقابلہ کیا تم نے اخبارات میں میری تصویریں دیکھی ہوں گی۔"

وہ شخص مرعوب ہو گیا تھا۔ خوفزدہ ہو کر دیوار کے پاس اکڑوں ہاتھ ٹیک کر کھڑا ہو گیا تھا۔ پانڈے نے اس کے پیچھے آکر جیبوں کی تلاشی لی۔ ایک جیب سے ریوالور برآمد ہو گیا۔ اس نے کہا "اچھا تو جیب میں ریوالور رکھ کر ڈیوٹی دیتے ہو؟"

وہ دروازے پر آکر پارک کے ایک ملازم کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "فوراً چار سپاہیوں کو بلا کر لاؤ۔"

ذرا سی دیر میں سپاہیوں کے ساتھ وہاں کا انچارج انسپکٹر بھی پہنچ گیا۔ منگل پانڈے کو دیکھتے ہی اس نے الرٹ ہو کر سیلوٹ کیا۔ پانڈے نے کہا "اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی پہناؤ یہ وڈیو گیمز کھیلنے والے بچوں کو ہلاک کرنے آیا تھا۔ اس کے جرم کا ثبوت وہ بجلی کے تار ہیں جو اس دیوار کے سوراخ سے نکال کر یہاں مین سوپر بورڈ تک پہنچائے گئے ہیں۔"

اسے ہتھکڑی پہنائی گئی۔ پھر مار مار کر پوچھا جانے لگا کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے اور کیا وہ تنہا ہے؟

منگل پانڈے نے کہا "یہ ہرگز تنہا نہیں ہو سکتا۔ دیوار کے اس پار جہاں بچے وڈیو گیم کھیل رہے ہیں، اس کا آدمی موجود ہو گا۔ وہ اُدھر سے اشارہ کرنے والا تھا اور یہ اِدھر سے بجلی کے تار مین سوپر بورڈ سے منسلک کرنے والا تھا۔"

پانڈے کی یہ باتیں سُن کر دوسرے آدمی کی تلاش شروع ہو گئی۔ جیسے گرفتار کیا گیا تھا۔ وہ اپنے ساتھی کا نام و نشان بتانے سے انکار کر رہا تھا۔ اُدھر پارس گوتم کو لے کر سوئمنگ پول کے پاس آگیا تھا۔ وہاں آئسکریم اور ٹھنڈی بوتل کی دکان تھی۔ وہ بوتلیں لے کر پی رہے تھے اور سوئمنگ پول کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ذرا سی دیر میں یہ خبر پھیل گئی کہ ایک مجرم گرفتار کیا گیا ہے، جو بچوں کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ تمام بچوں کے والدین سہم گئے تھے اور اپنے اپنے بچوں کو وڈیو گیمز کے ہال سے باہر نکال رہے تھے۔

گوتم کی ماں اپنے بیٹے کو تلاش کرتی ہوئی سوئمنگ پول کی طرف آرہی تھی۔ اس کے قریب ہی منگل پانڈے بھی تھا۔ وہ پارس کو تلاش کر رہا تھا۔ اچانک گوتم کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ کسی نے جان بوجھ کر یا انجانے میں دھکا دیا تھا۔ وہ سیدھا سوئمنگ پول کے اندر چلا گیا۔ پانی میں ڈوبنے لگا۔ ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے ابھرنے کی کوششیں کرنے لگا۔ اس کی ماں چیخ رہی تھی، سینہ پیٹ پیٹ کر دُہائی دے رہی تھی۔ منگل پانڈے سوئمنگ پول کی طرف جھکا ہوا کہہ رہا تھا "شاباش بیٹے! اِدھر کنارے کی طرف آؤ۔ میں تمھارا ہاتھ پکڑتا ہوں۔"

پارس کو بڑا غصہ آیا۔ ایسے وقت جبکہ اسے خود سوئمنگ پول میں فوطہ لگا کر اسے بچانا چاہیے تھا، وہ اسے صرف حوصلہ دے رہا تھا۔ اچانک ہی پارس نے پیچھے سے ایک لات ماری۔ منگل پانڈے اپنا توازن نہ سنبھال سکا۔ ارے ارے بولتا ہوا ایک دم سے سوئمنگ پول کے اندر چلا گیا۔ وہ چند لمحوں تک بدحواس رہا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ کس طرح پانی میں آگرا ہے۔ پھر اس نے ڈبکیاں لگاتے ہوئے دیکھا۔ کوئی پانی کے اندر نظر آرہا تھا اور وہ گوتم کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ رہا تھا۔ گویا اسے پانی کے اندر دبا کر رکھنا چاہتا تھا۔

رسونتی منگل پانڈے کے دماغ میں موجود تھی۔ پانڈے اس شخص کے بال پکڑ کر تہ پر گھونسا مارنے کی کوشش کرنے لگا۔ پانی کے اندر ہاتھ تیزی سے چل نہیں سکتے تھے۔ پھر بھی اس نے گوتم کو چھڑا لیا لیکن وہ قاتل اس سے اُلجھ گیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے پانی کے اندر اُلٹ پلٹ رہے تھے۔ پانڈے کو زیادہ دیر سانس روکنے کی عادت نہیں تھی لیکن رسونتی کو تھی لہٰذا اس کے ذریعے پانڈے اپنی سانسوں پر قابو پائے ہوئے تھا اور قاتل سے جنگ کر رہا تھا۔

پارک کا ایک ملازم پُول میں چھلانگ لگا کر گوتم کو کنارے لے آیا تھا۔ اس کی ماں اسے سینے سے لگا کر رو رہی تھی۔ پول کے چاروں طرف بھیڑ لگ گئی تھی، لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ صاف و شفاف پانی کے اندر آج کا سب سے دلیر پولیس افسر منگل پانڈے ایک قاتل کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ گوتم کا باپ بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے اعلیٰ حکام سے درخواست کی تھی کہ اس کے بیٹے کی حفاظت کے انتظامات کیے جائیں پھر بھلا فوری اقدامات کیسے نہ ہوتے۔ کتنے ہی مسلح پولیس والے پہنچ گئے تھے۔ پانڈے نے ایک بازو سے اس کی گردن کو پوری طرح جکڑ لیا تھا اور دوسرے ہاتھ اور پاؤں سے تیرتا ہوا اسے کنارے تک لے آیا تھا۔ پول کی سیڑھی کو تھام کر اسے اوپر کی طرف اُٹھاتے ہوئے کہہ رہا تھا "میرا نام منگل پانڈے ہے۔ کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا۔ میں۔۔۔"

اس کی آواز تالیوں کے شور میں گم ہو گئی۔ لوگ نعرے لگا رہے تھے "منگل پانڈے کی جے! منگل پانڈے کی جے!"

پارک میں آنے والے اپنے ساتھ کیمرے بھی لاتے تھے۔ ان کیمروں سے اب پانڈے کی تصویریں اتر رہی تھیں۔ قاتل کو سپاہیوں نے اپنی طویل میں لے لیا تھا۔ گوتم کا باپ، پانڈے سے مصافحہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "مسٹر پانڈے! میں نے اخبارات میں آپ کے متعلق بہت کچھ پڑھا لیکن یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک شخص اتنے بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے۔ آج اپنے بیٹے کی جان بچاتے دیکھ کر آپ پر ایمان لے آیا ہوں۔ شاباش! آپ جیسے پولیس افسران کو دیکھ کر ہمیں اپنے تحفظ کا یقین ہوتا ہے۔ میں صرف زبانی شاباشی نہیں دوں گا۔ اس بھرے مجمع میں اعلان کرتا ہوں، آپ کو دس ہزار روپے نقد انعام کے طور پر دے رہا ہوں۔"

پانڈے اندر ہی اندر خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا لیکن اوپر سے سنجیدگی طاری رکھے ہوئے تھا تاکہ باوقار نظر آتا رہے۔ گوتم کے والدین اسے اور پارس کو اپنے ساتھ لے گئے۔ انھوں نے کوٹھی میں پہنچ کر پھر اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کیا اور منگل پانڈے کی ترقی کے سلسلے میں پُرزور سفارش کی۔ دوسری طرف سے کہا گیا "منگل پانڈے کا سر دیں ریکارڈ منگوایا جا رہا ہے، یقیناً اس دلیر افسر کے سلسلے میں اہم فیصلے کیے جائیں گے۔"

گوتم کے باپ نے پانڈے کو یہ نوید خبر سنائی۔ پھر اسے دس ہزار روپے نقد دیے۔ پانڈے اس سے رخصت ہو کر پارس کے ساتھ باہر آیا۔ اپنی جیپ میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا۔ پھر مین روڈ پر پہنچنے کے بعد گاڑی کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ پارس کو گھور کر دیکھنے لگا۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے؟ کیا میرے وعدے کے مطابق دس ہزار روپے نہیں ملے؟ کیا آئندہ بھی ترقی ہونے والی نہیں ہے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے ان حالات میں خوش ہونا چاہیے یا تمھارا گلا دبا دینا چاہیے۔ تم نے مجھے لات مار کر سوئمنگ پول میں گرایا تھا۔"

"ایک بچے کی لات کھا کر دس ہزار مل سکتے ہیں اور ترقیاں ہو سکتی ہیں تو برا کیا ہے؟"

وہ جھنجلا کر بولا "ارے تو کیا میرے نصیب میں لات گھونسے اور تھپڑ لکھے ہوئے ہیں۔ کیا اس کے بغیر مجھے دولت نہیں مل سکتی، ترقی نہیں ہو سکتی؟"

"یہ اپنے بھگوان سے پوچھو جس نے تمھاری تقدیر لکھی ہوئی ہے۔" رسونتی نے پارس کو وہاں سے نکال لے جانے کے لیے گوتم کا انتخاب کیا تھا۔ وہ دونوں قد اور جسامت میں ایک جیسے تھے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے پارس کے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کی جاتی تو وہ گوتم بن جاتا۔ پھر یہ کہ گوتم کا باپ بڑی دور تک اپنا اثر و رسوخ رکھتا تھا۔ قانون میں تبدیلی ہوتی یا نہ ہوتی۔ وہ اپنے تمام ذرائع استعمال کر کے بیٹے کو لندن پہنچانے کا انتظام کر چکا تھا۔ دوسرے دن کی فلائیٹ سے وہ روانہ ہونے والا تھا۔

میں نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا "کیا گوتم کو تم نے آنکھوں سے دیکھا ہے؟ کیا رسونتی کا انتخاب درست ہے؟"

"میں پوری طرح مطمئن ہوں، ہم پارس کو اس کی جگہ روانہ کر سکتے ہیں۔"

میں نے رسونتی سے کہا "تم پلاسٹک سرجری کے ماہر ڈاکٹر وِدیا ساگر سے رابطہ قائم کرو۔ اس نے ایک بار ہمارے بیٹے کا چہرہ تبدیل کیا تھا۔ آخری بار یہ کام اور کرا لو۔"

"میں اسے جا کر آمادہ کرتی ہوں۔ میرا خیال ہے، وہ ہمارا راز دار رہے گا۔ اس کی صرف ایک ہی شرط ہے کہ ہم اس کے ملک کے خلاف کوئی تخریبی کارروائی نہ کریں یا کسی طرح نقصان نہ پہنچائیں اور ہم ایسا نہیں کر رہے ہیں، صرف اپنے بیٹے کو صحیح سلامت یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں۔"

میں رسونتی کے ذریعے گوتم کے والدین تک پہنچ گیا۔ یہ ایک لمبی داستان ہو گی کہ کس طرح گوتم کے فوٹو البم تک پہنچا۔ اس کی مختلف زاویوں سے اتاری ہوئی تصویریں حاصل کیں۔ ان تصویروں کو اعلیٰ بی بی

ٹلک پہنچایا۔ دوسرے دن اعلیٰ بی بی وہ تصویریں لے کر ڈاکٹر ڈوپاساگر کے پاس پہنچ گئی۔ رسونتی نے اس کام کے لیے اسے راضی کر لیا تھا۔ شنکر اور رانی سردار کی پوری ٹیم میرے اگلے حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار تھی۔ شنکر کے کچھ آدمی گوتم کی کوٹھی کے اطراف پہرا دے رہے تھے۔ پلاننگ یہ تھی کہ ڈاکٹر ڈوپاساگر فلائیٹ کی روانگی سے چھ گھنٹے قبل سرچری کرے گا۔ ادھر ہمارا پارس گوتم بنے گا اور شنکر کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ رسونتی گوتم کے دماغ میں رہے گی اور میں اس کے ملازم کے دماغ میں۔ اس طرح وہ دونوں کوٹھی کے پچھلے حصے سے نکلیں گے۔ ملازم اپنے مالک گوتم کو شنکر کے حوالے کرے گا اور شنکر پارس کو ملازم کے حوالے کر دے گا۔ ملازم اسے لے کر پھر کوٹھی میں آ جائے گا۔

ہم نے اپنے منصوبے کے ہر پہلو پر اچھی طرح غور کر لیا تھا۔ کوئی خلافِ توقع ہونے والی بات سے بھی نمٹنے کے لیے تیار تھے۔ گوتم سے ہماری دشمنی نہیں تھی۔ ہم تو اس بچے کو بہت چاہتے تھے۔ ایک بار ہمارے بیٹے نے اسے دوست کہہ دیا تھا تو وہ ہمارے بیٹے جیسا ہی تھا۔

رسونتی پیرس سے روانہ ہو چکی تھی اور قاہرہ پہنچنے والی تھی۔ ادھر پارس بھی قاہرہ میں اپنی ماں کے پاس پہنچ جاتا تو ہم اعلان کر دیتے کہ گوتم کے والدین کے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ اس کی جگہ فراڈ اپنے بیٹے کو نکال لے گیا ہے۔ ایسی صورت میں گوتم کے باپ کا سختی سے محاسبہ کیا جا سکتا تھا لیکن میڈیکل رپورٹ کے مطابق اصل گوتم کو مزید روکا نہیں جا سکتا تھا۔ اسے اگلی کسی فلائیٹ سے لندن بھیجنا ضروری ہو جاتا بلکہ پارس کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد بھارتی سرکار اپنا قانون واپس لے لیتی اور تمام بچوں کو ملک سے باہر جانے کی اجازت دے دیتی۔

مختصر یہ کہ ہمارا منصوبہ ہر پہلو سے مستحکم تھا۔ ہم بڑی آسانی سے اس پر عمل کر سکتے تھے۔ کوئی ہمارے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتا تھا لیکن قانونِ قدرت کے آگے ہم بے بس ہوتے ہیں۔ فلائیٹ کی روانگی سے چھ گھنٹے پہلے اچانک ہی گوتم پر دورہ پڑا۔ لندن کے ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ بچہ چھ ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکے گا جس میں سے چار ماہ گزر چکے تھے۔ باپ اپنی دولت پانی کی طرح بہاتے ہوئے اس کی زندگی کی میعاد بڑھانا چاہتا تھا۔ شاید اور دو چار مہینے۔ پتاجی لے۔ وہ اپنے بیٹے کی زندگی کے لیے جتنی سانسیں دولت سے خرید سکتا تھا خریدنے کی کوشش کر رہا تھا۔

بڑے بڑے ڈاکٹر گوتم کو اٹینڈ کرنے آ گئے۔ اسے فوری طبی امداد پہنچانے لگے۔ میں اور رسونتی اس بیمار بچے کے دماغ میں تھے اور اس کے اندر کے کرب کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔ وہ بے چارہ ایسے تڑپ رہا تھا کہ ہم سے اس کے اندر رہا نہیں جاتا تھا۔ جی چاہتا تھا وہاں سے بھاگ آئیں۔

اچانک رسونتی رونے لگی۔ "نہیں نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ پہلے گوتم جائے گا۔ پہلے ہر حال میں گوتم جائے گا۔ میں اپنے بچے کے لیے ایک معصوم بچے کی زندگی سے نہیں کھیل سکتی۔"

میں گم صم رہا۔ ہم نے اپنی زندگی میں بے شمار لوگوں کو اچھی حالت میں، بُری حالت میں اور طرح طرح کے مصائب اٹھا کر اذیتیں برداشت کرتے ہوئے مرتے دیکھا ہے لیکن پہلی بار ایک معصوم بچے کو اس طرح کرب میں مبتلا ہوتے، ایڑیاں رگڑتے اور کینسر کے عذاب سے گزرتے دیکھا تھا۔ اس لیے دل بہت دکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر ڈوپاساگر نے پلاسٹک سرجری کی پوری تیاری کر لی تھی، اپنا عمل شروع کرنے والا تھا۔ اسی وقت رسونتی نے کہا۔ "ڈاکٹر بارک جائیے۔ میرا بیٹا گوتم کی جگہ نہیں جائے گا۔"

"مادام! کیا بات ہے؟"

رسونتی بتلانے لگی گوتم کتنے کرب میں مبتلا ہے، اسے فوری طبی امداد پہنچائی جا رہی ہے۔ اس کے باوجود اسے لندن پہنچانا بہت ضروری ہے۔ اس کے خاص معالج ہی اسے آرام پہنچا سکتے ہیں اور اس کی زندگی کی میعاد شاید کچھ بڑھا سکتے ہیں۔

"مگر آپ کا بیٹا یہاں خطرات میں گھرا ہوا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ وہ کسی معصوم کی لاش پر سے گزر کر سرحد پار نہیں کرے گا۔"

"دیوی رسونتی، دھنیا ہو آپ پر! شاباش ہے ایسی ماں پر جو اپنے بچے کی جان بچانے کے لیے اپنے بچے کو خطرات میں چھوڑتی ہے۔ ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں اور میں ایسی مثالی ماں کو سلام کرتا ہوں۔"

میں نے رسونتی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک طیارے کے باتھ روم میں تھی۔ بند دروازے سے ٹیک لگائے دونوں ہاتھوں سے سر تھامے گہری گہری سانسیں لے رہی تھی جیسے ابھی ابھی اس کا اپنا بیٹا پارس کینسر کے عذاب میں مبتلا تھا اور اب ایک ماں کے اہم فیصلے کے بعد اسے زندگی ملنے والی تھی۔

شارپر کی آنکھیں بند تھیں۔ اسے آہستہ آہستہ ہوش آ رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ پتا چلا کہ وہ اپنی ہی رہائش گاہ کے تہ خانے میں ہے۔

اس کے دیدے حیرانی سے پھیل گئے۔ وہ سوچنے لگا، تہ خانے کے بستر پر کیسے آ گیا ہے؟ وہ ہڑبڑا کر اٹھنا چاہتا تھا مگر کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے آہستہ آہستہ ایک کہنی کے بل اٹھتے ہوئے دیکھا، دوسرے بستر پر غلام باقی نظر آیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا ہوا تھا۔ آقا کے اٹھتے ہی فوراً ادب سے کھڑا ہو گیا۔ شارپر نے پوچھا۔ "میں یہاں کیسے آ گیا۔ کیا تم مجھے لائے ہو؟"

"جی ہاں، مالکہ کے حکم پر آپ کو یہاں لایا تھا۔"

شارپر نے ایک دم سے گھبرا کر ٹرانسفارمیشن کی طرف دیکھا۔ وہ مشین اپنی جگہ صحیح سلامت تھی۔ کمپیوٹرائزڈ سکرین کے سامنے وہ ڈائری رکھی ہوئی تھی۔ مورینا نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ غصے سے بولا۔ "تم مجھے یہاں کیوں لائے؟"

"مالکہ نے کہا تھا کہ یہ آپ کا حکم ہے۔"

غلام باقی اسے تمام باتیں بتانے لگا۔ کس طرح مورینا ان دونوں کو یہاں لائی تھی۔ انھیں بستر پر لٹایا تھا اور وہ اس کے حکم پر بے چون و چرا اس لیے عمل کر رہا تھا کہ اپنے آقا کی جان بچانا چاہتا تھا۔ وہ غصے سے تلملا کر بولا۔ "وہ یوفول، مجھے جلدی بتاؤ۔ اس نے مشین کے ذریعے کیا کیا تھا؟"

"میں اس بستر پر لیٹنے کے بعد بے ہوش ہو گیا تھا۔ میں کچھ نہیں جانتا، ہوش میں آنے کے بعد آپ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ نظر نہیں آ رہی تھیں اور میں آپ کو تنہا چھوڑ کر جا نہیں سکتا تھا۔ اب حکم دیجیے، میں کیا کر سکتا ہوں؟"

شارپر نے بیٹھے ہی بیٹھے غصے میں اسے ایک لات ماری۔ وہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔ پہاڑ کی طرح مضبوط اور متحکم تھا۔ کوئی اسے اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتا تھا۔ لات مارنے کے بعد خود اسے تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ وہ جھنجلا کر کہہ رہا تھا۔ "اب کیا کر سکتے ہو۔ میرا سر توڑ دو۔ مجھے مار ڈالو۔ پتا نہیں اس مکار عورت نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔ شاید اس مشین کو استعمال کیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس نے کس مقصد کے لیے استعمال کیا ہے؟"

پھر اس نے چونک کر غلام کو دیکھا اور پوچھا۔ "کیا تم محسوس کرتے ہو تمھارے اندر ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ہے؟"

"آقا! میں ایسی کوئی بات محسوس نہیں کر رہا ہوں۔"

"تم خیال خوانی کرو۔ سوچ کے ذریعے میرے دماغ میں آؤ۔"

"آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ بھلا میں آپ کے دماغ میں کیسے آ سکتا ہوں۔"

شارپر نے پہلے تو اسے گھور کر دیکھا۔ پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے غلام کے دماغ میں اگر معلوم کرنا چاہتا تھا۔ کیا مورینا نے اس کی خیال خوانی کی صلاحیتیں غلام کے دماغ میں منتقل کر دی ہیں؟

لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا۔ "میرا دماغ کمزور ہے۔ میں بے ہوش رہا ہوں۔ مجھے دماغی توانائی کے لیے پہلے کچھ کھانا پینا چاہیے۔ پھر میں غلام کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کروں گا مگر غلام کے دماغ میں ہی کیوں؟ مورینا کے دماغ میں پہنچ کر بھی معلوم کر سکتا ہوں۔ اوہ گاڈ! یہ خوبصورت بلا تو بڑی تیزی دکھا رہی ہے۔ اوہ خدایا! تو نے عورت نام کی کیا چیز پیدا کی ہے۔ مجھے دیوانگی میں پتا ہی نہ چلا کہ میں نے آستین میں سانپ پال لیا۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تیزی سے چلتے ہوئے زینے کی طرف جانا چاہتا تھا مگر پتا چلا، وہ جسمانی طور پر بھی کمزور ہے، ابھی تک بے ہوشی کا اثر باقی تھا۔ غلام نے اسے سہارا دیا۔ وہ دونوں زینے پر چڑھتے ہوئے تہ خانے سے باہر نکلے۔ شارپر نے غلام کو اسٹور روم سے باہر جانے کے لیے کہا۔ پھر دیوار سے لگے ہوئے پنکھے کو اُلٹا گھما کر تہ خانے کے خلا کو پُر کر دیا۔ اپنے بیڈ روم میں آ کر بولا۔ "میرے لیے تازہ پھل اور گرم دودھ میں اوولٹین ملا کر لاؤ۔"

وہ جانے لگا۔ شارپر نے پھر مخاطب کیا۔ "اور سنو، چپ چاپ معلوم کرو مورینا کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے؟"

وہ چلا گیا۔ شارپر نے جب سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا تب سے پہلی بار خود کو بے بس سمجھ رہا تھا۔ اگر یہ علم بحال رہتا تو ابھی خیال خوانی کے ذریعے مورینا کی چالوں کو سمجھ لیتا۔

ایک اندیشہ پیدا ہوا۔ کہیں مورینا نے اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کے علم کو واش آؤٹ نہ کیا ہو۔ اس مشین کے ذریعے علم کو ختم بھی کیا جا سکتا تھا۔ وہ پریشان ہو کر ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ تیزی سے کبھی ادھر آتا، کبھی اُدھر جا رہا تھا۔ ایک جگہ بیٹھنے سے قرار نہیں آ رہا تھا۔ پھر دماغ نے سمجھایا۔ یہ علم واش آؤٹ نہیں کیا گیا ہے۔ غلام کو دوسرے بستر پر لٹایا گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے، وہ مکار حسینہ غلام باقی پر مہربان ہے اور میرے دماغ کی تمام صلاحیتیں اس کے دماغ میں منتقل کر چکی ہے۔

یہ باتیں سمجھ میں آ رہی تھیں مگر ان پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ بھلا مورینا جیسی چالاک عورت کسی مرد کو چاہے گی تو اسے ٹیلی پیتھی کا علم کبھی نہیں سکھائے گی۔ یہ بات شارپر کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اس نے اُلٹا عمل کیا ہوگا۔ غلام باقی کی غلامانہ صلاحیتیں اس کے دماغ میں منتقل کی ہوں گی۔ وہ اس پہلو سے نہیں سوچ رہا تھا۔

غلام ایک ٹرے میں پھل اور اوولٹین ملا ہوا دودھ کا جگ بھر کر لے آیا۔ اس کے سامنے رکھ کر بولا۔ "میں ابھی مالکہ کے متعلق معلوم کر کے آتا ہوں۔"

وہ آقا کے بیڈ روم سے نکل کر مالکہ کے بیڈ روم کی طرف آیا۔ دروازے پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی۔ "آ جاؤ۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ وہ پہلے کی طرح ریشم کی نائٹی میں تھی اور بستر پر بڑی بے ترتیبی سے پڑی ہوئی تھی۔ غلام باقی اسے دیکھتے ہی گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اس سے نظریں چرانے لگا۔ وہ بولی۔ "ادھر آؤ۔"

وہ منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ "مالکہ! آپ نے مجھ سے جھوٹ کہا تھا میرے آقا بیمار نہیں تھے۔ انھیں خون کی ضرورت نہیں تھی۔ انھوں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا جس کے تحت میں انھیں تہ خانے میں لے جاتا

آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

"جب تمہارا آقا یہ سوال کرے گا تو جواب دوں گی۔ تمہارے لیے اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے۔ میں ایک حسین عورت ہوں اور اپنا جیون ساتھی صرف اُسی شخص کو بناؤں گی۔ جسے پسند کروں گی اور میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔"

"اے مالکہ! میں ایک ادنیٰ غلام ہوں۔ پھر بھی انسان ہوں۔ آپ سے التجا کرتا ہوں، مجھے آزمائش میں مبتلا نہ کریں۔"

"کیا تم میرے کسی حکم سے انکار کرو گے؟"

"میں جسمانی اعتبار سے ایک امریکی باشندے کا غلام ہوں لیکن روحانی اعتبار سے مسلمان ہوں۔ میرا آقا کوئی بھی ہو۔ میں اس سے دغا نہیں کر سکتا۔ اس کے اعتبار کو ٹھیس پہنچا کر آپ کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔"

وہ غصے سے بولی۔ "گو شٹ اپ! لوگ مجھے دیکھنے کے لیے ترستے ہیں اور تم مجھے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے، میں تمہاری آنکھیں پھوڑ دوں گی۔"

"میں اندھا ہو کر بھی اپنے آقا کا وفادار رہوں گا۔"

مورینا اسے گھور کر دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ "میں ابھی مجبور ہوں، تمہارے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کر دیا گیا ہے۔ تم سات دن تک اس کے زیر اثر رہو گے جس میں سے ایک دن گزر چکا ہے۔ چھ دن اور گزرنے دو پھر میں تمہارے دماغ پر حکومت کروں گی۔"

"آپ دونوں بار بار تنویمی عمل کی بات کرتے ہیں اور یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"بہت جلد سمجھ جاؤ گے۔"

وہ آنکھ بند کر کے شارپر کے پاس پہنچ گئی۔ اسے پھل کھاتے ہوئے اور دودھ پیتے ہوئے دیکھنے لگی۔ پھر مسکرانے لگی۔ اسے شرارت سوجھ رہی تھی۔ وہ شارپر کے دماغ میں تھی۔ اچانک اس نے ایک گہری سانس لی۔ شارپر دودھ کا ایک گھونٹ نگلنے ہی والا تھا، اچانک ٹھسکا لگا۔ وہ بے اختیار کھانسنے لگا۔ دودھ اس کے منہ اور ناک سے باہر نکل رہا تھا اور وہ اپنے سینے کو سہلاتے ہوئے کھانستے کھانستے جھک رہا تھا۔

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "شارپر! تم ایسے پُراسرار اور فولادی انسان ہو جسے ساری دنیا تلاش کر رہی ہے۔ تمہارے پاس ٹرانسفارمیشن کی انوکھی قوت ہے، اس کے باوجود میری خیال خوانی کے آگے جھک رہے ہو۔ چلو اُٹھو اور میرے بیڈ روم میں آ جاؤ۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ غلام باقی کمرے سے جا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "رک جاؤ۔ میں نے تمہیں جانے کی اجازت نہیں دی ہے۔"

"آقا میرا انتظار کر رہا ہے۔"

"اس سنگھار میز کی طرف جاؤ۔ پھر پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ سنگھار میز کے پاس پہنچ گیا۔ پھر پلٹ کر دیکھا تو اس کا آقا دروازے پر نظر آ رہا تھا۔ مورینا بستر سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اپنا ایک ہاتھ شارپر کی طرف بڑھایا اور پوچھا۔ "تم مجھے کس طرح مخاطب کرو گے؟"

شارپر نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ پھر اس کے آگے ایک گھٹنے کو ٹیکتے ہوئے کہا۔ "میری مالکہ! جو انداز تخاطب آپ کو پسند ہو۔ میں اسی طرح مخاطب کروں گا۔"

"مجھے یہ انداز پسند ہے۔" اس نے بڑے غرور سے گردن اُٹھا کر، سینہ تان کر غلام باقی کی طرف دیکھا۔ وہ شدید حیرانی سے اپنے آقا کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ خداوند کریم نے عورت میں کتنی کشش بھر دی ہے، غلام تو جھکتے ہی ہیں۔ آقا بن کر حکومت کرنے والے بھی جھک جاتے ہیں۔

شارپر گھٹنے ٹیکنے کے بعد اس کے ہاتھ کو چومنا چاہتا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی۔ "اپنی اوقات میں رہو۔"

وہ جلدی سے اُٹھ کر ایک قدم پیچھے چلا گیا۔ مورینا نے کہا۔ "تم نے اپنے غلام کو حکم دیا تھا یہ مجھ سے دور رہا کرے۔ آج تم میرے غلام ہو۔ تمہیں بھی مجھ سے دور رہنا چاہیے۔"

وہ سر جھکائے کھڑا رہا۔ وہ بولی۔ "غلام باقی کہہ رہا تھا۔ اگر میں اس کی آنکھیں پھوڑ دوں، تب بھی اپنے آقا کا وفادار رہے گا۔ تم کیا کہتے ہو۔ اگر میں تمہاری آنکھیں پھوڑ دوں تو؟"

شارپر نے بدستور سر جھکا کر کہا۔ "میں بھی تمہارا وفادار رہوں گا۔"

"شاباش میرا پہلا حکم ہے۔ تم مجھ سے اجازت لیے بغیر کبھی خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ میں نہیں آؤ گے۔"

"میں آپ کے حکم پر عمل کروں گا۔"

"میں سوئمنگ کے لیے جا رہی ہوں۔ الماری سے نیلے رنگ کا اسکرٹ، بلاؤز اور تولیہ نکال کر لے آؤ۔"

وہ کمرے سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی شارپر نے غلام کو حکم دیا۔ "الماری کھولو اور نیلے رنگ کا اسکرٹ اور بلاؤز نکالو۔"

ایک مورینا کا غلام تھا اور دوسرا غلام کا غلام تھا۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ دونوں اس کا لباس اور تولیہ لے کر سوئمنگ پول کی طرف جانے لگے۔ پول کے قریب پہنچ کر شارپر نے اس کا لباس غلام سے لے لیا کیونکہ اسے لانے کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ دونوں پول کے کنارے رک گئے۔ اس کے صاف اور شفاف پانی میں مورینا تیر رہی تھی۔ پانی کا رنگ ہلکا نیلا تھا۔ اس میں وہ چاندی کی مچھلی کی طرح اِدھر سے اُدھر لپک رہی تھی۔ کبھی اُبھرتی تھی، کبھی ڈوب جاتی تھی۔ وہ دونوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ وہ غلام تھے تو کیا ہوا، انسان بھی تھے۔ ان کے سینوں میں دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ عجیب بات تھی، وہ مرد تھے، شہ زور تھے مگر کچھ بھی نہ تھے۔ غلام باقی تو بے پناہ جسمانی قوت کا مالک تھا۔ وہ مورینا جیسی نازک اندام کو ایک مٹھی میں پنجوڑ سکتا تھا لیکن ان میں سے کوئی اس عورت کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ ان کے اندر غلامی کا جو زہر بھرا ہوا تھا، وہ ان کی شہ زوری کو ہلاک کر رہا تھا۔

وہ ایک طرف سے دوسری طرف تیر کر جاتے ہوئے بولی۔ "شارپر! اپنے غلام سے کہو، ٹیلیفون لے آئے۔"

غلام باقی حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ وہ شارپر سے بولی۔ "تم جانتے ہو، میری ایک چھوٹی بہن ہے؟"

"ہاں، تم نے بتایا تھا۔ اس کا نام تنانہ ہے۔"

"آج رات اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کی جائیں گی۔"

"جو حکم میری مالکہ! کیا میں کچھ مشورے دینے کی جرأت کر سکتا ہوں؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اس علم کو کھلونا نہ بنایا جائے۔"

"کیا تم نے یہ کھلونا اپنی چھوٹی بہن کو کھیلنے کے لیے نہیں دیا ہے؟"

"وہ ہم بھائیوں کی سب سے بڑی حماقت تھی۔ اب میں پچھتا رہا ہوں۔"

"میں نہیں پچھتاؤں گی۔ اپنی بہن کی حفاظت کے لیے یہ علم اسے سکھانا چاہتی ہوں۔"

غلام باقی ٹیلیفون اُٹھا کر لے آیا۔ اسے پول کی سیڑھی کے پاس رکھ دیا۔ شارپر نے کہا۔ "آج تم نے کھانا تیار نہیں کیا ہے، باہر سے لنچ لے آؤ۔ میری مالکہ تم کیا کھانا پسند کرو گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "میں اس قدر خوش ہوں کہ بھوک ختم ہو گئی ہے، جو ملے گا کھا لوں گی۔"

وہ غلام باقی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔ "مجھے تھام لو۔"

اس نے ہچکچاتے ہوئے اپنے آقا کی طرف دیکھا۔ آقا نے کہا۔ "میری مالکہ کا حکم ہے، تعمیل کرو۔"

اس نے مورینا کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ بولی۔ "میں تمہیں پول میں اکرا اپنے ساتھ تیرنے کے لیے کہوں گی۔ کیا انکار کر سکو گے؟"

غلام باقی پھر ہچکچاتے ہوئے آقا کو دیکھنے لگا۔ اس نے کہا۔ "تم میری مالکہ کے کسی حکم سے انکار نہیں کرو گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "میں اسے چاہتی ہوں لیکن یہ مسلمان ہے، اسے قریب آنے سے پہلے میرا مذہب قبول کرنا ہو گا۔"

شارپر نے کہا۔ "یہ میرا غلام ہے، تمہارا مذہب قبول کرے گا۔"

غلام باقی نے اس کے خوبصورت ہاتھ کو جھٹک دیا۔ یکبارگی اُٹھ کر بولا۔ "میرے آقا! میں مجبور ہوں۔ جان دے سکتا ہوں، ایمان نہیں دے سکتا۔"

شارپر نے گرج کر کہا۔ "کیا بکواس کر تا ہے۔ تیری اتنی جرأت کہ میرے حکم سے انکار کرے، آج تجھے کیا ہو گیا ہے؟"

"آج سے پہلے آپ نے کبھی میرے دین و ایمان کے خلاف کوئی بات نہیں کہی۔"

مورینا نے کہا۔ "میرے سامنے ایمان کفر میں بدل جاتا ہے۔ اگر تمہارے غلام نے انکار کیا تو میں اسے سخت سزا دوں گی۔"

شارپر نے کہا۔ "غلام باقی! میں تمہیں آخری بار حکم دے رہا ہوں۔ میری مالکہ سے کہہ دو، تم اپنا مذہب چھوڑ دو گے اور ہمارا مذہب اختیار کرو گے۔"

"میں ایسا کہنے سے پہلے اپنی زبان جلا ڈالوں گا۔"

مورینا خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس نے شارپر کو حکم دیا۔ "تمہاری خیال خوانی کی صلاحیت بحال ہو گئی ہو تو اسے سزا دو۔"

شارپر نے خیال خوانی کی پرواز کی، کامیاب ہوا۔ اس کے ساتھ ہی غلام باقی کے دماغ کو شدید جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ ایک دم سے آگے کی طرف جھکتا ہوا پول کے پانی میں گر پڑا۔ مورینا قہقہے لگا رہی تھی۔ غلام بے انتہا جسمانی قوت کا مالک تھا۔ لہٰذا قوت برداشت بھی مضبوط تھی۔ وہ فوراً ہی سنبھل گیا۔ اگر نہ سنبھلتا تو پول میں ڈوب جاتا۔ وہ تیرتا ہوا کنارے کی طرف آیا۔ پھر سیڑھی پر چڑھتا ہوا اوپر کی طرف جانے لگا۔ مورینا نے شارپر کو اشارہ کیا۔ شارپر نے گھور کر غلام باقی کو دیکھا۔ پھر اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ پھر اُلٹ کر پول میں پہنچ گیا۔ ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے خود کو ڈوبنے سے بچانے لگا۔ وہ قہقہے لگا رہی تھی اور پوچھ رہی تھی۔ "کیا بار بار پول میں گرنا اور ڈوب کر مرنا گوارا ہے؟"

وہ خود کو سنبھالنے میں مصروف تھا۔ دماغ کے اندر ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ تیرتا ہوا پھر کنارے والی سیڑھی کی طرف آیا اور اوپر چڑھنے لگا۔ وہ بولی۔ "جاؤ، ہمارے لیے لنچ لے آؤ۔ اس کے بعد تم سے نمٹ لوں گی۔ تم جہاں جاؤ گے، وہاں ذہنی اذیتیں برداشت کرتے رہو گے۔ ایک وقت آئے گا کہ تمہاری برداشت کی قوت کمزور پڑ جائے گی، جب تمہیں یقین ہو جائے کہ عورت کے سامنے ایمان کمزور پڑ جاتا ہے تو میرے پاس چلے آنا۔ میں تمہیں معاف کر دوں گی۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھامے ہوئے تھا اور تکلیف برداشت کرتا ہوا جا رہا تھا۔ اس کے جانے کے بعد مورینا نے کنارے آ کر سیڑھی کے اوپری حصے پر بیٹھ کر فون کا ریسیور اُٹھا لیا۔

نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہوتے ہی چہک کر بولی۔ "ہیلو تنانہ! میری بہن میں بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے بہن نے پوچھا۔ "اوہ مورینا! تم کہاں ہو۔ کبھی کبھی فون پر آواز سنا تی ہو۔ پھر غائب ہو جاتی ہو۔"

"میں تمہیں بھی غائب کرنے والی ہوں۔ جہاں کہہ رہی ہوں، وہاں فوراً چلی آؤ۔ ایک سرپرائز دینا چاہتی ہوں۔ اتنا بڑا سرپرائز آج تک کسی نے کسی کو نہیں دیا ہوگا۔"

"بات کیا ہے، کچھ بتاؤ تو سہی۔"

"بالکل نہیں، تم سیدھی یہاں چلی آؤ۔"

"مگر کہاں آؤں؟"

"تم گھر سے نکلو، کار میں بیٹھو، خود بخود یہاں پہنچ جاؤ گی۔"

تنانہ ہنستے ہوئے بولی۔ "کیا تم نے جادو سیکھ لیا ہے؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ فون پر زیادہ بات نہیں کر سکتی۔ لہٰذا جو کہہ رہی ہوں، اس پر عمل کرو فوراً چلی آؤ۔"

"ابھی آ رہی ہوں۔"

دونوں بہنوں کے درمیان رابطہ ختم ہو گیا۔ شارپر ایک تولیہ لیے مورینا کے پیچھے دست بستہ کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "یہ مجھ پر ظلم ہے۔ میں غلام کی طرح تمہاری ہر بات مانتا ہوں۔ پتا نہیں میرے دماغ کو کیا ہو گیا ہے۔ پہلے جیسی سرکشی نہیں رہی۔ بار بار خیال آتا ہے۔ تم نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے شاید غلام باقی کی غلامانہ عادتوں کو میرے اندر منتقل کر دیا ہے۔"

"میں نے جو بھی کیا ہے، اپنی بھلائی کے لیے کیا ہے۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارا غلام ہوں۔ بس میری آرزو پوری کرو، میری بن جاؤ۔"

"جو مجبور ہوگی، وہ تمہاری بنے گی۔ ہماری دنیا میں یہی ہوتا ہے۔ عورت اگر دولت سے مجبور ہے تو وہ دولت مند کو پسند کرتی ہے۔ کسی فنکار سے مجبور ہے تو کسی فنکار کو قبول کرتی ہے۔ کسی پہلوان سے متاثر ہے تو اسے سب پر ترجیح دیتی ہے۔ میں کیا کروں۔ یہ کمبخت دل اس کالے کلوٹے غلام باقی کے لیے دھڑکتا ہے۔ وہ پہاڑ ہے پہاڑ جیسے تراش کر آدمی بنا دیا گیا ہے۔"

"میں حسد اور رقابت کی آگ میں جل رہا ہوں۔"

"جلتے رہو اور میری تمنا کرتے رہو۔"

"آج تمہاری بہن تنانہ کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کی جائیں گی۔ پلیز! اس کے بعد مجھے اس ٹرانسفارمر مشین سے گزار دو تاکہ ان غلامانہ عادتوں کو میرے دماغ سے نکال ڈالو۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تم اتنے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو، ساری دنیا کو چکر دے رہے ہو۔ مزید یہ کہ اس عجیب و غریب مشین کے مالک ہو اور میری خوشامد کر رہے ہو۔"

"میں مجبور ہوں۔ اس مشین کو آپریٹ کرنے کے لیے کسی بھی قابلِ اعتماد ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں تم پر یا غلام پر اعتماد کر سکتا ہوں۔ فی الحال غلام باقی میرے لیے ناکارہ ہے۔ ہم دونوں ہی تمہارے غلام بنے ہوئے ہیں۔ تم ہی مجھے اس غلامی سے نجات دلا سکتی ہو پلیز!"

"میرا دماغ خراب نہ کرو۔ مجھے خیال خوانی کے ذریعے اپنی بہن کے دماغ میں رہنا ہے اور اسے یہاں لانا ہے۔"

وہ اٹھ کر اپنا لباس لے کر وہاں سے ملحقہ بیڈ روم میں آ گئی۔ پھر لباس پہننے کے دوران خیال خوانی کرتی ہوئی بہن کے دماغ میں پہنچ گئی۔ تنانہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ پتا نہیں کدھر جانا ہوگا۔ آخر مورینا نے اپنا ایڈریس کیوں نہیں بتایا؟ شاید وہ چھپ کر دیکھ رہی ہے اور اچانک سامنے آ کر سرپرائز دینا چاہتی ہے۔ کوئی بات نہیں، میں بھی ڈرائیو کرتی جاؤں گی۔ دیکھتی ہوں، وہ مجھے کہاں ملتی ہے۔

وہ سوچ میں گم ہو گئی تھی۔ خود کا ہوش نہیں رہا تھا کہ کس طرح ڈرائیو کر رہی ہے اور کہاں جا رہی ہے۔ جب کار رک گئی، تب ہوش آیا۔ اسٹیئرنگ کے لفظوں میں مورینا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ خود کو ایک کوٹھی کے پورچ میں دیکھ رہی تھی اور اس کی بہن مورینا کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "کم آن مائی ڈارلنگ سسٹر!"

وہ حیران اور پریشان ہو کر دیکھ رہی تھی۔ بہن نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کار کے باہر کھینچا۔ پھر اسے چومتے ہوئے بولی۔ "یہ ٹیلی پیتھی ہے تمہیں ہوش بھی نہ رہا اور تم یہاں چلی آئیں۔ جانتی ہو میں خیال خوانی کر سکتی ہوں، کسی کے بھی دماغ میں پہنچ سکتی ہوں۔"

تنانہ اسے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ مورینا نے اسے ہلکی سی چپت مارتے ہوئے کہا۔ "میں جو کہوں، اس پر بے چون و چرا یقین کرتی جاؤ۔ میری باتیں اچھی طرح سنتی اور سمجھتی جاؤ۔"

شارپر ان سے دور کھڑا ہوا دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ دونوں ہی ایک دوسرے کا جواب تھیں چونکہ تنانہ کی عمر ذرا کم تھی، اس لیے وہ فتنہ تھی اور مورینا قیامت۔ دونوں کے حسن و جمال میں انیس بیس کا فرق تھا۔ وہ انہیں دیکھتے ہی انیس اور بیس کے بعد کی گنتی بھول چکا تھا۔

دونوں بہنیں کوٹھی کے اندر آئیں۔ مورینا نے بہن کا تعارف شارپر سے کرایا۔ وہ دو دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔ مورینا نے کہا۔ "تمہیں اس طرح کبھی یقین نہیں آئے گا۔ میں ابھی ثبوت دیتی ہوں۔ تم ارادہ کرو کہ اس صوفے پر جا کر نہیں بیٹھو گی اور میں تمہیں بیٹھنے پر مجبور کر دوں گی۔"

تنانہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "واہ! تم میری مرضی کے خلاف مجھ سے کوئی کام کیسے کرا سکتی ہو؟"

"تم ارادہ تو کرو۔"

"چلو، میں نے ارادہ کر لیا۔ میں اس صوفے پر جا کر بیٹھنے کے بجائے تمہارے پیچھے آ کر کھڑی ہو جاتی ہوں۔"

وہ آگے بڑھتی ہوئی بہن کے پیچھے آئی مگر وہاں سے گھومتی ہوئی اسی صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ مورینا نے اس کے دماغ کو بڑی حد تک آزاد رکھا تھا۔ وہ سمجھتی جا رہی تھی کہ بے اختیار اس صوفے پر آ کر بیٹھ گئی ہے۔

مورینا نے کہا۔ "اب تم اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی سے ناک کھجاؤ گی۔"

تنانہ نے ناگواری سے کہا۔ "اوہ سسٹر! یہ بڑی گندی عادت ہے، میں ناک نہیں کھجاؤں گی۔"

دوسرے ہی لمحے وہ بے اختیار ایسا کرنے لگی۔ حیرانی سے بہن کو تکنے لگی۔ پھر یکبارگی اچھل کر کھڑی ہوئی اور دوڑتی ہوئی آ کر بہن کے گلے لگ گئی۔ "اوہ! اٹ از ونڈر فل! تم تو دنیا کی عجیب و غریب اور ناقابلِ شکست عورت بن گئی ہو۔ کیا تم مجھے ایسا بنا سکتی ہو؟"

"میری جان! اسی لیے تمہیں یہاں بلایا ہے۔ آؤ میرے بیڈ روم میں چلو۔"

وہ اسے بیڈ روم میں لے آئی۔ پھر تینوں فائلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ فرہاد، سونتی اور سونیا کی فائلیں ہیں۔ انہیں غور سے پڑھو۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "کیا یہ فرہاد اور اس کی ساتھی عورتوں کی ہسٹری ہے؟"

"ہاں، ان کا تفصیلی ریکارڈ ہے۔ تمہیں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہئیں۔ خصوصاً سونیا کی فائل کو غور سے پڑھنے کی کوشش کرنا۔ میں بعد میں اس پر بحث کروں گی۔"

تنانہ ایک میز کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ سب سے پہلے میرے نام کی فائل نکالی اور اسے کھول کر تصویر دیکھنے لگی۔ مورینا وہاں سے ڈرائنگ روم میں آ گئی اور شارپر سے بولی۔ "یہ غلام باقی کہاں رہ گیا ہے۔ اب تک پلٹ کے کیوں نہیں آیا؟"

"آتا ہی ہوگا۔"

"تم نے اس کے دماغ کو لاک کرا دیا۔ میں اس کی خبر نہیں لے سکتی۔ تم تو معلوم کر سکتے ہو۔"

شارپر دوسرے ہی لمحے خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا غلام باقی کے پاس پہنچا، پھر واپس آ کر بولا۔ "وہ تو اسپتال کے ایک بیڈ پر پڑا ہے۔ کسی گاڑی سے ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔"

مورینا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اسے دو بار دماغی جھٹکے پہنچے ہیں تو دماغ ہی الٹ گیا ہے۔ شہ زوری دھری کی دھری رہ گئی ہے۔ کسی گاڑی سے جا کر ٹکرا گیا۔ اب کیا خیال ہے، کیا تمہیں بھوک نہیں لگ رہی ہے؟"

"ذرا انتظار کرو، میں خود لے آتا ہوں۔"

وہ جانے لگا۔ مورینا نے کہا۔ "ذرا ایک منٹ۔"

وہ رک گیا۔ وہ بولی۔ "تمہیں یاد ہے، میں نے بغیر اجازت اپنے دماغ میں آنے سے منع کیا ہے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ یہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔"

"اور ایک بات یاد رکھو۔ میری بہن تنانہ کے دماغ میں بھی اس کی اجازت کے بغیر کبھی نہ جانا۔"

"میری حسین مالکہ! میں تمہارے حکم سے کبھی انکار نہیں کروں گا۔"

وہ کوٹھی سے باہر آیا — کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر اسے اسٹارٹ کرتا ہوا کہیں سے پلغ لانے کے لیے چل پڑا۔ وہ دونوں بہنوں کے خیالات پڑھنا چاہتا تھا۔ سوچ رہا تھا، نہ جانے اس کے خلاف کیا سازشیں ہو رہی ہیں لیکن دماغ میں غلامی کے جراثیم کافی تعداد میں کلبلا رہے تھے۔ مورینا کا کوئی بھی حکم خواہ اس کے خلاف کیوں نہ ہو، اس پر عمل کرنا وہ اپنا فرض اور ایمان سمجھنے لگا تھا۔

وہ مورینا کے ساتھ پلغ کرنے کے بعد اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔ پھر آرام سے بیٹھ کر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا دوسرے سائل میں الجھتا چلا گیا۔

یہ وہ وقت تھا جب پارس زخمی ہو کر استنبول کے اسپتال میں پہنچ گیا تھا۔ جوجہاس کے بستر کے پاس تھی۔ سونیا اور آمنہ ان بچوں کے سامنے ڈھال بنی ہوئی تھیں اور اسرائیلی خفیہ تنظیم کے مسلح افراد اس اسپتال کا محاصرہ کر رہے تھے۔ شارپر کے سامنے دو اہم مسائل تھے۔ ایک تو وہ اپنی بہن جوجو کو وہاں سے نکال لانا چاہتا تھا۔ دوسرے ہر حال میں پارس کو حاصل کر کے اسے یرغمال بنا کے اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماں باپ کو کمزور بنانا چاہتا تھا۔ وہ تقریباً تین گھنٹے تک اس مسئلے میں الجھا رہا۔ اسے اپنا ہوش نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے، کس حال میں ہے اور کس طرح اس کی ٹرانسفارمر مشین خطرے میں پڑ گئی ہے۔

مورینا کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "آخر یہ غلام باقی کہاں مر گیا۔ کیا اس کی خبر نہیں لو گے؟"

وہ چونک کر بولا۔ "میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے غلام باقی کے دماغ پر دستک دی لیکن اسے جگر نہیں ملی۔ اس نے حیران ہو کر سوچا۔ پھر دوبارہ اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی، اسے پھر ناکامی ہوئی۔ اس نے کہا۔ "مورینا! میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔"

"کیا کہہ رہے ہو! تم نے تنویمی عمل کے ذریعے میرے وہاں جانے کا راستہ روکا تھا۔ کیا اب تمہارا بھی راستہ رک رہا ہے مگر یہ

کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہ تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"وقت کیوں ضائع کرتے ہو۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے تنویمی عمل کرنے والے کے پاس پہنچو اور اس سے پوچھو کہ یہ معاملہ کیا ہے؟"

شارپر نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی لیکن دوسرے ہی لمحے دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ مورینا نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"میں حیران ہوں ڈان فریزر یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ میں اس سے تنویمی عمل کا کام لیا کرتا تھا لیکن اب اس کے دماغ میں بھی جگہ نہیں مل رہی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے ہمارے خلاف سازشوں کا جال بچھایا جا رہا ہے۔ ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "سب سے پہلی احتیاطی تدبیر یہی ہو سکتی ہے کہ ہم ٹرانسفارمر مشین کو کسی دوسری جگہ منتقل کر دیں۔"

مورینا گھڑی دیکھتے ہوئے بولی۔ "یہ کام ایک گھنٹے بعد بھی ہو گا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم پہلے تناسانہ کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کرائیں گے۔ اس کے بعد ٹرانسفارمر مشین کہیں لے جائیں گے۔"

وہ اعتراض کرتے ہوئے بولا۔ "لیکن...."

وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ مورینا نے گھور کر اسے دیکھا۔ پھر کہا۔ "یہ میرا حکم ہے۔"

وہ بے بسی سے ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔"

غلام باقی کو معمولی چوٹیں آئی تھیں۔ وہ آدھے گھنٹے تک اسپتال کے بیڈ پر پڑا رہا۔ مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ وہ اسپتال سے جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت تنویمی عمل کرنے والا ڈان فریزر دکھائی دیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "غلام کہاں جا رہے ہو؟"

"آقا میرا انتظار کر رہا ہو گا۔ میں پیغام لانے کے لیے باہر نکلا تھا کہ حادثے کا شکار ہو گیا۔"

"تم میرے ساتھ چلو گے۔ تمہارے آقا نے حکم دیا ہے تم پر ایک اور عمل کیا جائے۔"

"میں آقا سے پوچھ کر تمہارے ساتھ جا سکتا ہوں۔"

"تم میرے ساتھ چلو۔ میں فون پر بات کرا دوں گا۔"

وہ اسپتال کے کاؤنٹر پر آیا۔ ڈان فریزر نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ملائے۔ پھر کہا۔ "ہیلو مسٹر کارنل! غلام میرے ساتھ جانے کے لیے آپ سے اجازت طلب کر رہا ہے۔"

اس نے ریسیور غلام کو دیا۔ غلام نے ریسیور کان سے لگاتے ہوئے سنا۔ دوسری طرف سے آقا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ڈان فریزر کے ساتھ چلے جاؤ اور اس کے حکم کی تعمیل کرو۔"

"جو حکم میرے آقا!" وہ ریسیور رکھ کر فریزر کی کار میں آ گیا۔ وہ کار تقریباً بیس منٹ تک وہاں کی شاہراہوں اور چھوٹی بڑی گلیوں سے گزرتی رہی۔ پھر ایک محل نما کوٹھی کے پورچ میں آ کر رک گئی۔ غلام نے پوچھا۔ "مسٹر فریزر! یہ تمہاری رہائش گاہ تو نہیں ہے؟"

"یہاں میرے استاد گرامی رہتے ہیں۔ میں تمہیں ان سے ملاؤں گا۔"

وہ اندر آئے۔ کوٹھی بہت ہی شاندار تھی۔ بڑے بڑے کمرے تھے۔ ایک خالی کمرے میں بستر بچھا ہوا تھا۔ ڈان فریزر کے حکم کے مطابق غلام اس پر لیٹ گیا۔ اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے۔ دماغ کو فریزر کے حوالے کر دیا۔ فریزر اپنے مخصوص انداز میں اس پر عمل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ ٹرانس میں آ گیا۔ فریزر نے پوچھا۔ "کیا اسپتال میں تم نے اپنے آقا کو دماغ میں بولتے سنا تھا؟"

"میں نے نہیں سنا تھا۔"

"اب سے چوبیس گھنٹے پہلے جب میں نے تم پر تنویمی عمل کیا تو تمہارے دماغ میں ایک اور گرہ لگا دی تھی۔ اس کا علم تمہارے آقا مسٹر کارنل کو نہیں ہے۔ اس گرہ کے مطابق چوبیس گھنٹے کے بعد تمہارا یہ دماغ اپنے آقا کے لیے بھی پرایا ہو چکا ہے یعنی اس قدر لاک ہو چکا ہے کہ وہ تم سے رابطہ قائم نہیں کر سکے گا۔"

غلام باقی چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کے کان دوسری آوازوں کو نہیں سن رہے تھے۔ وہ صرف اپنے عامل کی آواز سن رہا تھا اور اس کی باتیں سمجھ رہا تھا اور اس کی باتوں کا جواب دے رہا تھا۔

ڈان فریزر نے کہا۔ "تم پر پہلا عمل میں نے کیا تھا۔ اب دوسرے عمل کے ذریعے پہلے عمل کو باطل کر رہا ہوں۔ تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم پہلے عمل سے آزاد ہو گے۔"

غلام باقی نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔ "میں پہلے عمل سے آزاد رہوں گا۔"

"موجودہ عمل کے مطابق تمہارا دماغ اسی طرح مقفل رہے گا تم ایک ہفتے تک کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرو گے۔"

اس نے وعدہ کیا۔ وہ ایسا ہی کرے گا۔ ڈان فریزر نے کہا۔ "میں حکم دیتا ہوں۔ آج سے ایک ہفتے تک تم اپنے آقا مسٹر کارنل یعنی شارپر کی غلامی بھول جاؤ گے۔ اسے اپنا آقا تسلیم نہیں کرو گے۔"

"میں آئندہ ایک ہفتے تک مسٹر کارنل یعنی شارپر کو اپنا آقا تسلیم نہیں کروں گا اور نہ ہی اس کے کسی حکم کی تعمیل کروں گا۔"

"موجودہ تنویمی عمل کا اثر قائم رہنے تک تم میرے غلام رہو گے۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے۔"

غلام باقی نے وعدہ کیا۔ "تنویمی عمل کا اثر قائم رہنے تک میں تمہارا غلام رہوں گا اور تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔"

"تم ایک گھنٹے کے لیے سو جاؤ۔ بیدار ہونے کے بعد تنویمی عمل کو بھول جاؤ گے۔"

وہ سو گیا۔ ایک گھنٹے بعد بیدار ہوا۔ پتنگ کے سرہانے ایک بڑے سے جگ میں دودھ اور بڑے میں کئی طرح کے پھل رکھے ہوئے تھے۔ وہ پھلی رات سے بھوکا تھا۔ پھل کھانے اور دودھ پینے لگا۔ ڈان فریزر نے آ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "تم ایک وقت میں کتنی خوراک کھا سکتے ہو؟"

"میں پانچ آدمیوں کی خوراک تنہا کھا سکتا ہوں۔"

"کیا تم میرے گروگھنٹال یعنی استادِ گرامی سے ملو گے؟"

غلام باقی نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ ڈان فریزر نے کہا۔ "میرے ساتھ چلے آؤ۔"

وہ ساتھ ہو گیا۔ وہ کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے ایک بڑے سے ہال میں پہنچے۔ وہاں دو عدد قد آور بکرے نظر آئے۔ ڈان فریزر نے کہا۔ "یہ میرے گروگھنٹال کا ڈائننگ ہال ہے۔ وہ یہاں کھانا کھایا کرتے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک بھیانک قہقہہ سنائی دیا۔ غلام باقی نے چونک کر چاروں طرف گھومتے ہوئے دیکھا۔ ہال میں قہقہہ گونج رہا تھا۔ پھر ایک دروازہ کھلا۔ ساڑھے چھ فٹ اونچی چٹان کی طرح کوئی شخص نظر آیا۔ سر کے بال شانوں تک بڑھے ہوئے تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی سرخ انگارا جیسی تھیں۔ وہ آنکھیں پھاڑ کر دیکھتا تو یوں لگتا جیسے دو سرخ الاؤ روشن ہو گئے ہیں۔ غلام باقی نے محسوس کیا۔ وہ اس کی آنکھوں میں زیادہ دیر نہیں دیکھ سکے۔ دیکھے گا تو سر تھام کر بیٹھ جائے گا۔ یا اس کی طرف کھنچتا چلا جائے گا۔

وہ ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا ہال میں داخل ہوا۔ اس کا سینہ چٹان کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ بازو اتنے مضبوط اور ایسے لانبے تھے کہ وہ بیک وقت چار آدمیوں کو دونوں بازوؤں میں سمیٹ کر دبوچ سکتا تھا۔ اس نے غلام باقی کو دیکھ کر قہقہہ لگایا۔ پھر ڈان فریزر سے پوچھا۔ "کیا تم اسے میری خوراک دکھانے لائے ہو؟"

"گرو دیو! یہ غلام اب میرا غلام ہے۔ یوں سمجھ لیں آپ کا غلام ہے۔"

اس نے پھر قہقہہ لگایا۔ اس ہال کی چار دیواری میں اس کا قہقہہ دل کی طرح گرج رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "دیکھو غلام باقی! دیکھو میں یا ہوں۔"

اس نے اپنے پاؤں کے نیچے سخت فرش کو دیکھا۔ اس فرش کو ایک پاؤں سے سہلایا۔ پھر دونوں ہاتھ بلند کر کے ایک عجیب طرح کا وحشت ناک نعرہ لگاتے ہوئے اپنے پاؤں کو اٹھا کر فرش پر مارا۔ اس کے ساتھ ہی وہ سخت اور مضبوط فرش اندر کی طرف دھنس گیا۔ پاؤں کے اس پاس کی سیمنٹ تڑخ گئی تھی۔ وہ قہقہے لگاتے ہوئے آگے بڑھا، واقعی ہاتھی کی طرح جھوم رہا تھا۔ غلام باقی بڑے غور سے اس کے قدموں کو دیکھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جہاں اس کے قدم پڑیں گے، وہاں کی زمین دھنس جائے گی لیکن وہ آرام سے چل رہا تھا۔ اور ایک ہاتھ آگے بڑھا کر ایک بکرے سے کہہ رہا تھا۔ "آجا میری خوراک! آ بھی جا۔"

بکرا اس سے دور جانے لگا۔ پھر اپنے پیچھے آنے والے سے بچنے کی خاطر دوڑنے لگا۔ اچانک اس گروگھنٹال نے زور کا ایک وحشت ناک نعرہ لگایا پھر یکبارگی فضا میں چھلانگ لگائی جب فرش پر پہنچا تو بکرا اس کے ایک بازو کے شکنجے میں آ گیا تھا اور جہاں وہ چھلانگ لگانے کے بعد گرا تھا، وہاں کا سخت فرش بھی.... تڑخ گیا تھا۔ غلام باقی اس کی درندگی دیکھ رہا تھا۔ اس نے بکرے کو دبوچنے کے بعد اس کی گردن سے اپنا منہ لگا دیا تھا اور پھر ایک جھٹکے سے سر اٹھایا تو اس کے بڑے بڑے دانتوں کے درمیان بکرے کی گردن کا گوشت، کھال اور نرخرہ دکھائی دیا۔ اس نے ان سب کو ایک طرف تھوک کر کے ہوئے نرخرے سے منہ لگا دیا۔ پھر خون پینے لگا۔ وہ قد آور پہاڑی بکرا آخری بار شدت سے تڑپ رہا تھا لیکن اس درندے کی گرفت سے نکل نہیں پا رہا تھا۔

تھوڑی دیر تک خون پینے کے بعد اس نے بکرے کی دونوں ٹانگوں کو دو مٹھیوں میں جکڑ لیا۔ پھر ایک جھٹکے سے انھیں چیر ڈالا۔ یہ قوتِ بازو کا حیرت انگیز مظاہرہ تھا۔ ٹانگیں چیرتے ہی بکرے کے اندر سے آلودگی خون اور ہڈیاں باہر آ کر کچھ اس پر اور کچھ فرش پر گرنے لگیں۔ خون پینے کے بعد جیسے اس پر خون سوار ہو گیا تھا، اسے غلاظت کا ایک ذرا احساس نہیں تھا۔ وہ بکرے کے پیٹ میں منہ ڈال کر دانتوں سے بوٹیاں نوچ نوچ کر کچی چبانے جا رہا تھا۔

دوسرا بکرا چلا رہا تھا۔ ادھر سے ادھر بھاگ رہا تھا۔ اس ہال سے باہر نکلنے کا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ اچانک گروگھنٹال اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ پھر اس نے دوڑتے ہوئے ایک چھلانگ لگائی۔ فضا میں اچھلتا ہوا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دوسرے کو بھی دبوچ لیا۔ اس کے ساتھ بھی وہی سلوک ہو رہا تھا۔ اس کے نرخرے کو دانتوں سے کاٹنے کے بعد اس کا لہو پی رہا تھا۔ اس کی ٹانگیں چبا رہا تھا۔ اس کے پیٹ میں منہ ڈال کر کچا گوشت چبا رہا تھا۔ اب اس کے حلق سے درندوں جیسی غراہٹ نکل رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ سر کو جھٹک کر زور سے گرجتا تھا اور اس طرح ڈکار لیتا تھا، جیسے درندہ مزید خوراک طلب کر رہا ہے۔

کر رہا ہو۔ پھر وہ غلام باقی کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔ کہنے لگا "اے کیا دیکھتا ہے رے میرا گرو شیطان کا پجاری تھا۔ میں کالی ماتا کا پجاری ہوں۔ میں کالا علم بھی جانتا ہوں اور تو بھی عمل بھی آج میں نے کالے علم سے معلوم کیا ہے۔ وہ ٹرانسفارمر مشین میرے ہاتھ آئے گی اور آج رات آئے گی"۔

اس قدر خون پینے اور کچا گوشت کھانے کے باعث دماغ میں گرمی پیدا ہو رہی تھی۔ وہ اندر ہی اندر اُبل رہا تھا۔ جنون میں مبتلا ہوا تھا۔ ڈان فرینز غلام باقی کا ہاتھ پکڑ کر ہال سے باہر لے آیا۔ دروازے کو بند کر دیا۔ پھر وہ دونوں ایک کھڑکی کے پاس آ کر دیکھنے لگے۔ غلام باقی حیرانی سے سوچ رہا تھا "یہ گرو گھنٹال کون ہے؟ یہ دل تو نہیں ہوں۔ وقت آنے پر اس سے ٹکرا سکتا ہوں لیکن اس کی جسمانی قوت دوسروں کو دہشت زدہ کر دیتی ہوگی اور یہ اس کے کھانے کا کوئی انسانی طریقہ ہے؟ ایسا تو صرف جنگل کے درندے ہی شکار کو چیرتے پھاڑتے اور اس کا لہو پیتے اور گوشت چباتے ہیں۔ پھر یہ کالا علم جانتا ہے۔ ہپناٹزم کا ماہر ہے آخر یہ کون ہے؟"

ہال میں اب دونوں بکروں کی ہڈیاں اور کھال نظر آ رہی تھی۔ گرو گھنٹال سارا کا سارا گوشت کھا چکا تھا۔ اب اُچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ دوڑتا ہوا جا کر کبھی اس دیوار سے کبھی اس دیوار سے ٹکرا رہا تھا۔ ساتھ ہی اس طرح گرج رہا تھا جیسے دیوار توڑ کر نکلے گا اور سامنے آنے والوں کو بھی چیر پھاڑ کر کچا چبا جائے گا۔ ہال میں آنے جانے کا دروازہ لوہے کا بنا ہوا تھا۔ اگر لکڑی کا ہوتا تو ایک ہی ٹکر میں اسے توڑ کر باہر چلا آتا۔

ڈان فرینز بڑے فخر سے اپنے گرو گھنٹال کو دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "یہ بڑے بڑے پُراسرار اور ہیبت ناک علوم جانتا ہے صرف ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے لیے برسوں سے بے چین تھا آج یہ حسرت بھی پوری ہو جائے گی۔ وہ مشین ہمارے پاس آ جائے گی"۔

"مگر یہ تو جنونی درندہ بن گیا ہے۔ مشین کیسے حاصل کرے گا؟"

"یہ ابھی شانت ہو جائے گا۔ تھوڑی دیر تک جنون میں مبتلا رہنے کے بعد اچانک زمین پر گرے گا اور گہری نیند سو جائے گا۔ بیدار ہونے کے بعد یہ ہمیں پلاننگ بتائے گا کہ مشین تک کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ یہ میں نہیں جانتا کہ مشین کیسے حاصل ہوگی لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں میرے گرو گھنٹال کا نام بہرام گنگولی ہے اور بہرام گنگولی نے آج تک ناکامی کا منہ نہیں دیکھا۔ بس چند گھنٹے کی بات ہے۔ آج رات وہ مشین جب ہمارے ہاتھ آئے گی تو دنیا کی خطرناک تنظیمیں اور بڑی بڑی طاقتیں میرے گرو گھنٹال کے قدموں میں ہوں گی"۔

اس دلچسپ داستان کے باقی واقعات اٹھارھویں حصّے میں ملاحظہ فرمائیے۔

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک فسوں کار کا قصہ، جس کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا۔ اس شورہ پشت، شوریدہ سر کا احوال، ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔

بہرام گنگولی

کا اصل نام رام گنگولی تھا۔ وہ کالا علم جاننے والے روایتی جادوگروں کی طرح کوئی جاہل گنوار آدمی نہیں تھا۔ اس نے کلکتہ یونیورسٹی سے ایم اے کیا تھا۔ تعلیم کے دوران پہلوانی بھی کرتا رہا تھا اور کسرت کے ذریعے اپنے جسم کو بناتا سنوارتا اور نکھارتا رہا تھا جس کے باعث آج وہ پہاڑ جیسا قد آور دیو نما انسان دکھائی دیتا تھا۔

وہ بچپن سے کالی ماتا کی بھگتی کرتا آ رہا تھا۔ طرح طرح کا کالا علم جاننے والوں کی خدمت کرتا رہتا تھا۔ ان سے کچھ نہ کچھ سیکھتا رہتا تھا۔ اُنھی چکروں میں رہ کر اس نے جانوروں کا تازہ خون پینا اور کچا گوشت کھانا سیکھ لیا تھا۔ کالا علم سیکھنے کے لیے ایسے ایسے گھناؤنے مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے جنھیں دیکھ کر، پڑھ کر یا سُن کر کراہیت سی محسوس ہوتی ہے۔

وہ کالی ماتا کے قدموں میں اب تک دو درجن کنواری لڑکیوں اور لڑکوں کی گردنیں کاٹ چکا تھا۔ کالا علم جاننے والے عام طور پر گندذہن ہوتے ہیں۔ دماغ سے کام لینا نہیں جانتے۔ اگر ان کے پاس ذہانت ہوتی تو ایسا علم سیکھنے کے بجائے انسانیت کی خدمت کے لیے اچھے سے اچھا علم و ہنر سیکھتے۔ بہرام گنگولی خلافِ توقع بہت ذہین اور چالاک تھا۔ وقت آنے پر عقل سے کام لیتا تھا اور بھرپور ذہانت سے کام لیتا تھا۔

یہ ذہانت علم سے حاصل ہو رہی تھی۔ اسکول کی تعلیم مکمل ہونے تک وہ کالے علوم کے کتنے ہی پُراسرار منتر سیکھ چکا تھا۔ وہ محض عامل، پروفیسر بن کر زندگی گزارنا نہیں چاہتا تھا بلکہ بہت کچھ سیکھنا چاہتا تھا۔ کالج میں داخل ہونے کے بعد اس پر تعویذی عمل سیکھنے کا جنون سوار ہو گیا۔ وہ اسی دُھن میں رہا۔ تقریباً ایک برس چار ماہ کے اندر اس نے یہ علم بھی سیکھ لیا۔ پھر اس میں اتنی ریاضت کی کہ پنٹاڑم جاننے والے بڑے بڑے ماہروں کو پیچھے چھوڑ گیا۔ اُس نے ایم اے کرنے کے بعد بڑے مہذب انداز میں زندگی گزاری۔ وہ اچھے لباس پہنتا تھا۔ اچھی سوسائٹی میں رہتا تھا۔ وہاں کی اونچی سوسائٹی میں بڑے بڑے سرمایہ داروں کو دیکھ کر سوچتا تھا اُسے بے انتہا دولت حاصل کرنا چاہیے۔ یوں کہنا چاہیے کہ اسے بچپن ہی سے طاقت اور دولت حاصل کرنے کا جنون تھا، اسی لیے یہ سب کچھ سیکھتا آیا تھا مگر اس کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔

ان دنوں ٹیلی پیتھی کا خوب چرچا ہو رہا تھا۔ میں اور میری ساتھ عورتیں دنیا کے ہر ملک اور ہر شہر، ہر محفل میں گفتگو کا موضوع بنتے رہتے تھے۔ وہ سوچتا تھا کسی طرح ٹیلی پیتھی کا علم بھی سیکھ لے تو ساری دنیا پر حکومت کر سکے گا۔

اس ارادے کو پورا کرنے کے لیے وہ کالے علم کا سہارا لینے

لگا۔ اپنے مختلف علوم کے ذریعے معلوم کرتا تھا کہ فرہاد علی تیمور اور رستی ان دنوں کس ملک اور کس شہر میں ہیں۔ پھر اس جگہ پہنچ جاتا تھا لیکن جب تک وہ پہنچتا، ہم دوسری جگہ پہنچ چکے ہوتے تھے۔ اس نے کئی بار مجھے اور رستی کو دور ہی سے دیکھا تھا لیکن چھیڑنے کی حماقت نہیں کرتا تھا۔ بہت سمجھ دار تھا۔ پہلے خود کو ہر پہلو سے مضبوط اور مستحکم کر لینا چاہتا تھا۔ اس نے کئی بار سوچا، ایک معصوم اجنبی بن کر ہم سے دوستی کرے، پھر خیال آتا تھا، رستی اور فرہاد خیال خوانی کے ذریعے چور خیالات پڑھ کر اصلیت معلوم کر لیں گے۔ جو جانوروں کا خون پیتا تھا اور کچا گوشت کھاتا تھا، کالی ماتا کے قدموں میں انسانوں کی گردنیں اڑاتا تھا، وہ کس قدر سنگدل اور سفاک ہوگا، اس کا صرف اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس نے کبھی یوگا کی مشق نہیں کی تھی لیکن پہلوانی کے سلسلے میں اتنا دم تھا کہ کئی منٹ تک سانس روک کر کسی سے بھی مقابلہ کر سکتا تھا اور اسے پچھاڑ سکتا تھا۔ ایسے میں خیال خوانی کی لہریں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتی تھیں ــــ اگر پہنچتیں تو وہ بے اختیار سانس روک لیتا۔

اس قدر شہ زور اور ناقابلِ شکست ہونے کے باوجود وہ ہم سے خوف کھاتا تھا۔ اس نے ہمارے متعلق سنا بھی تھا اور یہ بھی دیکھا تھا۔ اب تک ہمارے مقابلے پر یوگا کے کئی ماہر آئے جو کئی کئی منٹ تک سانس روک لیتے تھے۔ ہم نے ایسے سانس روکنے والوں کو سانس کی بیماریوں میں مبتلا کر۔ یا تھا یا ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تھا۔

میں ایک بات بتانا بھول گیا۔ اس نے ایران کے ایک بہت بڑے عامل سے تنویمی عمل سیکھا تھا جس کا نام بہرام تھا۔ وہ اپنے ایرانی استاد سے بہت متاثر تھا، اس نے اپنے نام کے ساتھ استاد بہرام کا نام شامل کر لیا تھا۔ اپنے اصل نام رام کے آگے اس نے 'ب' اور 'گ' کا اضافہ کر کے 'بہرام' بڑھا دیا تھا اور اس طرح بہرام گنگولی بن گیا تھا۔

تعلیم نے اسے سکھایا تھا کہ جاہل اور گنوار جادوگروں کی طرح کنویں کا مینڈک بن کر ایک ہی ملک یا ایک ہی شہر میں نہیں رہنا چاہیے، ساری دنیا میں پھیل جانا چاہیے۔ ویسے بھی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے لیے وہ ہمارے تعاقب میں رہتا تھا۔ جب سے میری ساتھی عورتیں کرمانیں گرفتار ہوئی تھیں، تب سے میری جذوجہد کا مرکز امریکا تھا۔ وہاں کسی نہ کسی ریاست یا کسی شہر میں میری کسی ساتھی کی موجودگی کا سراغ ملتا تھا۔ بہرام گنگولی نے بھی امریکا میں مستقل رہنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ پہلے وہ نیویارک میں تھا۔ پھر شکاگو چلا آیا تھا۔

ہندوستان سے عام طور پر جو سادھو مہاتما و یدراج یا دوسرے روحانی عمل کرنے والے یورپ یا امریکا آتے ہیں تو دھوتی، کرتے یا گیروے رنگ کی چادر میں ملبوس رہتے ہیں تاکہ ان کی علیحدہ شناخت رہے اور مغربی ملکوں کی بکنے اور بھٹکنے والی نسل روحانی تسکین حاصل کرنے کی خاطر ان کے پیچھے چل پڑے۔ بہرام گنگولی نے بھی یہی طریقہ کار اپنایا تھا۔

اس نے چھوٹی سی داڑھی رکھی تھی۔ سر کے بال شانوں تک بڑھا لیے تھے گیروے رنگ کی چادر شانوں پر پڑی رہتی تھی۔ وہ دھوتی کرتے میں کوئی مہاتما دکھائی دینا چاہتا تھا لیکن آنکھیں اتنی خطرناک تھیں کہ دیکھتے ہی ڈر لگتا تھا۔ جو شخص تازہ خون پیتا ہو، کچا گوشت کھاتا ہو اور انسانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیتا ہو، اس کے چہرے سے قدرتی طور پر سفاکی اور درندگی جھلکتی رہتی ہے۔

مغرب کی اونچی سوسائٹی میں امیر، غریب اور مہذب لوگ اس سے کتراتے تھے۔ محض رسمی گفتگو کرتے تھے اور کسی بہانے اس سے دور ہو جاتے تھے لیکن عورتیں ایک بار نظر ملانے کے بعد اسیر ہو جاتی تھیں۔ اس سے ڈرتی تھیں۔ اسے دیکھنا نہیں چاہتی تھیں لیکن اس کی طرف کھنچی آتی تھیں۔

اس نے ایک ملک سے دوسرے ملک جانے، وہاں رہنے اور دولت کمانے کے سلسلے میں کبھی اپنا کالا علم استعمال کیا تھا اور کبھی تنویمی عمل سے کام نکالا تھا۔ جو کام کا آدمی ہوتا، اس پر کالا علم کرتا تھا۔ جب وہ اس کے تابع فرمان ہو جاتا تو اسے کسی خفیہ اڈے میں لے جا کر اس پر تنویمی عمل کرتا تھا۔ اسے آلۂ کار بنا لیتا تھا۔ اگر وہ سرکاری افسر ہوتا تو اس کے ذریعے اس ملک میں مستقل رہنے کا اجازت نامہ حاصل کر لیتا تھا۔ اگر وہ کوئی بے انتہا دولت مند ہوتا تو اس کی تجوری خالی کر دیتا تھا۔ اگر وہ کوئی حسین ترین عورت ہوتی تو اسے سحر زدہ کر کے اپنا اسیر کر لیتا تھا۔

اس نے اب تک اپنے پُراسرار علوم اور پُراسرار قوتوں کو دوسروں پر ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ جس ملک اور جس شہر میں رہتا، وہاں خود کو ایک معزز شہری اور بے انتہا دولت مند کی حیثیت سے متعارف کراتا تھا۔ لوگ اسے مان لیتے تھے۔ کیونکہ اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہ ہوتی تھی۔ بعض اوقات وہ اپنے مقابلے میں اونچی سوسائٹی کے لوگوں کو کسی نہ کسی کمی کا احساس دلا کر احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ اس سے خائف ہونے کے باوجود اسے مانتے تھے اور خود سے برتر تسلیم کرتے تھے۔

دوسروں کو کمی کا احساس دلانے والا خود ایک کمی کے احساس میں مبتلا رہتا تھا اور وہ ٹیلی پیتھی کی کمی تھی۔ اس نے بہت سے دشوار علوم سیکھے تھے۔ ہر دشوار علم سیکھنے کے دوران عزم مصمم کیا تھا کہ اسے سیکھ کر رہے گا یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی کا علم کیوں نہ سیکھ سکا۔ جبکہ تمام طریقے، تمام مراحل درجہ بدرجہ کتابوں میں بتائے گئے تھے۔ اتادوں سے بھی رہنمائی حاصل کی جا سکتی تھی۔ بہرام گنگولی نے یہ سب کیا تھا۔ اس کے باوجود ناکام رہا تھا۔ بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں اور ناکام رہتے ہیں حالانکہ وہ اپنے متعلق پورے یقین سے کہتے ہیں کہ مستقل مزاج ہیں اور مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہیں۔ اس کے باوجود یہ علم سیکھ نہیں پاتے۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اس کی وضاحت ضروری ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ آدمی اپنے متعلق جو رائے قائم کرتا ہے، وہ سو فیصد درست نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنی ذات میں بہت زیادہ خوش فہم ہوتا ہے۔ اپنے اندر چھپی ہوئی کمزوری کو سمجھ نہیں پاتا۔ ایک رائے قائم کر لیتا ہے کہ مستقل مزاج ہے۔ دوسری رائے قائم کر لیتا ہے، مضبوط قوتِ ارادی کا مالک ہے۔ حقیقت کیا ہوتی ہے، یہ خدا جانتا ہے یا وہ ماہر نفسیات جان سکتا ہے جو اس کا نفسیاتی تجزیہ کر سکے۔

اس طرح ایک بات سمجھ میں آتی ہے۔ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہ سمجھنا چاہے کہ یہ علم کیوں نہیں سیکھ پاتا تو اسے سیکھنے کا جو طریقۂ کار ہے، وہ اپنے آپ کو سمجھنے کی ایک بہترین کسوٹی ہو سکتا ہے، یعنی اگر سیکھنے والا اس علم کو سیکھنے کی کسی حد تک پہنچ سکے اور اپنے اندر روحانی پختگی محسوس کر سکے تو اس کا مطلب یہ ہے، وہ مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی کے معاملے میں صرف تیس فیصد کامیاب رہا ہے۔ باقی ستر فیصد کامیابی مولا کے کرم سے ہوتی ہے۔ جو بات خدا کو منظور ہو، وہ ہو ہی جاتی ہے ورنہ نہیں ہوتی۔

میرے بعض پڑھنے والے صرف داستان کے ٹیمپو کو دیکھتے ہیں کہ اس میں کتنا ایکشن ہے، کتنا تجسس ہے، کتنا رومانس ہے اور اب یہ داستان کسی موڑ پر پہنچ کر چونکانے والی ہے لیکن میرا مقصد صرف داستان گوئی نہیں ہے۔ ان حقائق کو بھی پیشِ نظر رکھتا ہے جو میری نظر میں ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں، میری نئی نسل کے کچے ذہن رکھنے والے نوجوان ایک موم بتی روشن کر کے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہیں اور اس پر نظریں مرکوز کر کے اپنے ذہن کو اس پر مرکوز کرنے کی حماقت کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ ان کی عمر کیا ہے؟ ان کی تعلیم کیا ہے؟ ان کا ماحول کیا ہے؟ ان کا مزاج کیا ہے؟ ان کی روح، ان کی طبیعت اور ان کے قدرتی حالات اس عمل کے سیل کھاتے ہیں یا نہیں؟ جو وہ کرنے جا رہے ہیں۔

میں اپنی داستان کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اگلے ماہ سے اس داستان کا بارھواں سال شروع ہو رہا ہے۔ اگر اس کی کھٹی میٹھی گولیوں میں حقیقت کی چاشنی نہ ہوتی تو یہ بارھویں سال میں قدم نہ رکھتی۔ دنیا کی کوئی بھی سچائی ہو وہ قیامت تک چلتی ہے اور جھوٹ چند قدم چل کر فنا ہو جاتا ہے۔

جس وقت یہ رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا، ۱۹۸۸ء کا سال شروع ہونے ہی والا ہوگا۔ آپ حساب لگائیں تو بیسویں صدی کو ختم ہونے میں صرف تیرہ برس رہ گئے ہیں۔ انشاء اللہ ان تیرہ برسوں میں ٹیلی پیتھی کے متعلق سائنٹیفک ریسرچ بڑی کامیابی سے آگے بڑھ چکی ہوگی۔ اس صدی کے اختتام تک ہمارے عالم، ہمارے سائنسدان اس نتیجے تک پہنچ چکے ہوں گے کہ ٹیلی پیتھی کا علم کس قدر آسان طریقوں سے حاصل کیا جا سکتا ہے اور اس کی دشواریوں کو کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آج جو شیشہ نگار پراور اس کے بھائیوں نے ایجاد کی ہے، وہ اس صدی کے اختتام تک عام ہو جائے یا اس کی کوئی اور شکل سامنے آ جائے۔ آپ اپنی آنکھوں سے سائنسی ترقیوں کو دیکھ رہے ہیں۔ آئے دن نئی نئی سائنسی ایجادات ہو رہی ہیں، ان میں ایسی سائنسی ایجادات بھی ہیں جو عام لوگوں سے چھپائی جاتی ہیں۔ ان چھپا کر رکھی جانے والی چیزوں میں ایک میل پیتھی کا علم بھی ہے۔ میں تمام ناخواندہ اور پسماندہ ممالک کی طرف سے اپیل کروں گا کہ اس علم کی تحقیقات کو اور اس کے کامیاب نتائج کو عوام سے نہ چھپایا جائے۔

ان حقائق کو بیان کرنے کے بعد اصل داستان کی طرف آ رہا ہوں۔ ایک زمانہ تھا، جب کالا علم سیکھنے والے یا اس میں مہارت رکھنے والے شمشان گھاٹ یا کسی قبرستان کے آس پاس رہتے تھے۔ لوگ ان کی طرز رہائش اور حلیہ دیکھ کر دہشت میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ انھیں نذرانے پیش کرتے تھے۔ ان سے کسی طرح کی عداوت مول لینے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ آج کے دور میں وہی کالا علم کرنے والے

جسے قارئین آج تک نہیں بھولے

طالوت

۳ حصوں میں (مکمل)

قیمت فی حصہ ۱۵/- روپے | ڈاک خرچ فی حصہ ۵/- روپے

- پُراسرار کہانیوں کے شائقین کے لیے
- طنز و مزاح پسند کرنے والوں کے لیے
- جاسوسی کہانیوں کے پیشتاروں کے لیے

ایک دلچسپ داستان جو آج تک آپ نے نہ پڑھی ہوگی!

کتابی شکل میں تیار ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے منگوائیں

تینوں حصے ایک ساتھ منگوانے پر محصول ڈاک معاف

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۲۳۰ کراچی ۱

جادوگر، عامل اور پروفیسر بن کر کاروباری مرکز میں اپنے دفاتر قائم کرتے ہیں۔ اخبارات میں بڑے بڑے اشتہارات دیتے ہیں۔ جگہ جگہ دیواروں پر ان کے نام لکھے ہوتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ سنگدل محبوبہ کو قدموں میں جھکا سکتے ہیں۔ بے روزگار کو روزگار دلا سکتے ہیں۔ برسوں سے چلنے والے فوجداری مقدمات کو ایک پل میں ختم کر کے مخالف پارٹی کو خون تھوکنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

کالے علوم کے سلسلے میں بہرام گنگولی ایک کامل جادوگر تھا۔ تنویمی عمل میں اتنی مہارت رکھتا تھا کہ اپنی آنکھوں سے ایک بار کسی کو دیکھ لیتا تو اس کا دل اپنی مٹھی میں کر لیتا۔ آواز ایسی بھاری بھرکم اور گونجتی ہوئی سی تھی کہ سامنے والا اپنی بات بھول جاتا تھا۔ اس کے گھٹنے کانپنے لگتے تھے۔ تنویمی عمل کے لیے آواز اور آنکھیں بہت اہمیت رکھتی ہیں اور یہ دونوں ہی خوبیاں اس میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ اس کے باوجود اس نے عامل یا پروفیسر بن کر سستی شہرت حاصل نہیں کی۔

وہ پچیس برس کی عمر سے جرائم کی دنیا میں آہستہ آہستہ اپنا مقام بناتے ہوئے اس سطح تک پہنچ گیا تھا جہاں دنیا کی خطرناک تنظیموں سے ٹکرا سکتا تھا۔ وہ اس سے بھی آگے جانا چاہتا تھا۔ دنیا کے بڑے بڑے مافیا کے سرغناؤں کو اپنے قدموں میں جھکانا چاہتا تھا یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے سامنے بے بس کرنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت اس کے شاگرد ڈان فریزر نے بتایا۔ "گرو مہاراج! ایک پُراسرار شخص نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہہ رکھا ہے کہ میں اس کے ایک آلۂ کار پر تنویمی عمل کروں۔"

بہرام گنگولی کے لیے یہ چونکا دینے والی اطلاع تھی۔ اس نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کس پر تنویمی عمل کرانا چاہتا ہے اور وہ عمل کس نوعیت کا ہوگا۔ اس نے کہا۔ "ڈان! تم نے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا راز نہیں پتا یا ہے۔ اس نے آئندہ تمہارے دماغ کو پڑھا تو معلوم ہو جائے گا تم نے یہ بات مجھے بتائی ہے۔ لہٰذا تمہارے دماغ کو لاک کیا جانا چاہیے۔"

اس نے اپنے شاگرد ڈان فریزر پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ ڈان فریزر کا وہ پُراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والے شخص کے لیے کھلا ہے گا لیکن اس چور خیال پر گرہ پڑی ہوئی ہے کہ فریزر اپنے کسی استاد سے رابطہ قائم رکھتا ہے اور اسے ٹیلی پیتھی والے کے متعلق اطلاع فراہم کرتا ہے۔

گرو گھنٹال کے اس تنویمی عمل کے بعد شارپر یہ معلوم نہیں کر سکا تھا کہ فریزر کا کوئی استاد ہے اور وہ در پردہ کسی سازش میں مصروف ہے؟ اس نے پچھلی رات اپنے غلام کو تنویمی عمل کے لیے بھیجا تھا۔ وہ فریزر سے متعلق تھا۔ اس کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ اسے کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔ دوسری طرف فریزر نے غلام باقی پر تنویمی عمل کرنے کے دوران ایک خامی چھوڑ دی تھی اور شارپر کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے غلام باقی کو تنویمی نیند سونے کا حکم دے دیا تھا۔ جب وہ سو گیا تو شارپر مطمئن ہو گیا تھا۔

اگر اسے شبہ ہوتا اور وہ تھوڑی دیر تک غلام باقی کے دماغ میں موجود رہتا تو پتا چل جاتا کہ فریزر کے بعد اس کا استاد بہرام گنگولی غلام باقی پر تنویمی عمل کر رہا ہے اور اس خامی سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ جو اس کا شاگرد چھوڑ گیا ہے لیکن شارپر کو اس حد تک معلومات حاصل کرنے کی فرصت نہیں تھی۔ وہ دوسرے مسائل میں الجھا ہوا تھا اور سب سے اہم مسئلہ مورینا تھی جو اس کے قریب رہ کر اسے دیوانہ بنا رہی تھی اور اب جنون میں مبتلا کرتی جا رہی تھی۔

بہرام گنگولی نے غلام باقی پر آخری تنویمی عمل کرتے ہوئے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے آقا مسٹر کارنیل کے متعلق پوری تفصیلات بیان کرے اور غلام معمول بننے کے بعد شارپر کے متعلق ایک ایک بات بتاتا چلا گیا تھا چونکہ وہ خود شارپر کو اس کے اصل نام کے ساتھ نہیں جانتا تھا اس لیے نام نہ بتا سکا۔

بہرام گنگولی نے اسے حکم دیا، یہاں سے جانے کے بعد وہ اپنے مالک کے ساتھ رہے گا، وہاں جو کچھ دیکھے گا اسے اپنے دماغ کے چور خانے میں محفوظ رکھے گا۔ ڈان فریزر کے تنویمی عمل کے مطابق بظاہر وہ سب کچھ بھولا رہے گا لیکن جب بہرام اس پر دوبارہ تنویمی عمل کرے گا تو وہ سارے راز بیان کر دے گا۔

مختصر یہ کہ حادثے کے بعد اسی لیے غلام باقی کو وہاں لایا گیا تھا۔ اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا تھا تاکہ شارپر کو بہرام کی سازش کا علم نہ ہو سکے۔ دوسری بار تنویمی عمل کے دوران غلام باقی نے بتا دیا تھا کہ وہ کس طرح تہ خانے میں گیا تھا۔ وہاں دستروی پر مورینا اور شارپر لیٹ گئے تھے اور اس نے اپنے آقا کی ہدایت کے مطابق ڈائری کی مدد سے مشین کو آپریٹ کیا تھا۔

غلام باقی نے یہ بھی بتا دیا کہ وہ دوسری بار تہ خانے میں گیا تھا اس وقت مورینا نے مشین کو آپریٹ کیا تھا۔ وہ سمجھ نہ سکا کہ اس آپریشن کا مطلب کیا ہے لیکن چند گھنٹوں بعد اس نے دیکھا کہ اس کا آقا بالکل غلاموں کے سے انداز میں مورینا کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے۔

بہرام گنگولی نے پوچھا۔ "اس تہ خانے کا راستہ کس طرح گھٹتا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "مجھے نہیں معلوم۔ میں جب بھی تہ خانے میں گیا تو دروازے کو کھلا ہوا پایا۔"

بہرام گنگولی بہت خوش تھا۔ اسے تہ خانے کا پتا چل گیا تھا۔ یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا راستہ شارپر کے بیڈ روم کے ساتھ والے اسٹور روم سے جاتا ہے اور اسی تہ خانے میں وہ حیرت انگیز مشین رکھی ہوئی ہے جس کے لیے ساری دنیا دیوانی ہے۔

اب ایک مسئلہ رہ گیا تھا۔ اسے معلوم کرنا تھا کہ تہ خانے کا راستہ کس طرح کھلتا اور بند ہوتا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے وہ زیادہ وقت برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی شارپر اور مورینا اپنے غلام کے سامنے کبھی تہ خانے کا راستہ نہیں کھولیں گے۔ اسے کھولنے کے لیے عقل سے نہیں، طاقت سے کام لینا ہوگا۔

آپریشن مکمل ہو چکا تھا۔ تنانہ بستر پر ساکت پڑی ہوئی تھی مورینا بڑے پیار سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین تھا ہوش میں آنے کے بعد وہ بھی اس کی طرح خیال خوانی کرنے لگے گی۔

شارپر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اپنے بستر پر سوئے بیٹھے کبھی مورینا کو اور کبھی تنانہ کو دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا میرے دماغ سے ایک بار بڑی بہن نے، دوسری بار چھوٹی بہن نے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کرائی ہیں۔ یہ آئندہ حکم دے سکتی ہے کہ اس کے بوڑھے ماں باپ کے دماغوں میں بھی خیال خوانی کی صلاحیتیں منتقل کرا دی جائیں۔ یہ تو کھیل ہو گیا۔ اس مشین نے مجھے اس کا غلام بنا کر رکھ دیا ہے۔ میں اس سے کیسے نجات حاصل کروں؟

مورینا نے کہا۔ "شارپر! اٹھو، میری بہن کو اٹھا کر تہ خانے سے باہر لے چلو۔"

وہ کبھی چھوٹی سی اینٹی اٹھا کر ادھر سے ادھر نہیں لے جاتا تھا۔ گویا کہ ایک جوان دوشیزہ کو اٹھانے کے لیے کہا جا رہا تھا۔ ایک تو وہ غلام بننے کے بعد انکار نہیں کر سکتا تھا۔ دوسرے سامنے پڑا ہوا بوجھ نہایت ہی خوبصورت تھا۔

وہ بستر سے اتر کر تنانہ کے قریب آیا۔ اسی وقت گلے میں پڑے ہوئے لاکٹ سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ اس نے لاکٹ کو کان سے لگا کر سنا۔ پھر مورینا سے کہا۔ "ایک اہم مسئلہ ہے۔ پہلے معلوم کر لوں، اس کے بعد اسے لے جاؤں گا۔"

"جو کرنا ہے جلدی کرو۔ میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ غلام باقی کئی گھنٹوں سے غیر حاضر ہے۔ ہم کسی ناگہانی مصیبت میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ میں اس سے پہلے اپنی بہن کے ساتھ یہاں سے نکل جانا چاہتی ہوں۔"

"کیا مجھے چھوڑ کر جانا چاہتی ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ تمہیں چھوڑنے کا مطلب ہے، ٹرانسفارمر مشین کو بھی چھوڑ دیا جائے۔ میں ابھی واپس آؤں گی پھر ہم مشین کو کسی دوسری جگہ منتقل کریں گے۔"

شارپر کو ایک بہت ہی اہم مسئلہ درپیش تھا۔ وہ آنکھیں بند کر کے وہاں پہنچ گیا۔ مورینا نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ معلوم کرنا چاہا "آخر وہ کن مسائل سے دوچار رہتا ہے۔"

وہ اسرائیلی حکومت کے ایک سینئر آفیسر کیری ہام کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ وہاں کے حکام سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ہمیشہ کیری ہام کو اپنا ذریعہ بناتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "شارپر! ایک اہم اطلاع ہے، سونیا استنبول کے جنوب مشرق میں سمندر کے ساحل پر ہمارے ایک خفیہ اڈے میں پہنچ گئی ہے۔ میں تمہیں وہاں کے انچارج سٹرمیک گونل کی آواز سنا رہا ہوں۔ تم اس کے پاس پہنچ کر سونیا پر نظر رکھ سکتے ہو۔"

"مجھے وہاں کیا کرنا ہوگا، تم کیا چاہتے ہو؟"

کیری ہام نے کہا۔ "سونیا کو ختم کرنا ہے۔ اس نے ہمارے اڈے کے کتنے ہی اہم آدمیوں کو ایک دوسرے کے ذریعے ہلاک کرا دیا ہے۔ تم اسے زندہ نہ جانے دو۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ ریکارڈر آن ہو گیا تھا، وہاں سے میک گونل ہی کی آواز ابھر رہی تھی۔ شارپر وہ آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ وہ وقت تھا جب سونیا اس خفیہ اڈے میں آہنی سلاخوں کے پیچھے تھی اور اس کے ہاتھ ایک اسٹین گن لگ گئی تھی۔ سلاخوں کے باہر میک گونل موس اس کا دیوانہ بنا ہوا تھا اور اپنے ہی ساتھیوں سے نجات حاصل کر کے کسی طرح سونیا کی قربت حاصل کرنا چاہتا تھا۔

شارپر کے لیے یہ اچھا موقع تھا۔ وہ موس کے دماغ میں رہ کر سونیا کو کسی وقت بھی دھوکے سے ہلاک کر سکتا تھا لیکن مورینا کی آواز نے خیال خوانی کا سلسلہ ختم کر دیا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "تم کسی میک گونل موس کے دماغ میں پہنچ چکے ہو، سونیا وہاں موجود ہے۔ تم تھوڑی دیر بعد بھی اس عورت کو ٹریپ کر سکتے ہو۔ ابھی میرا کام کرو، فوراً تنانہ کو اٹھاؤ۔"

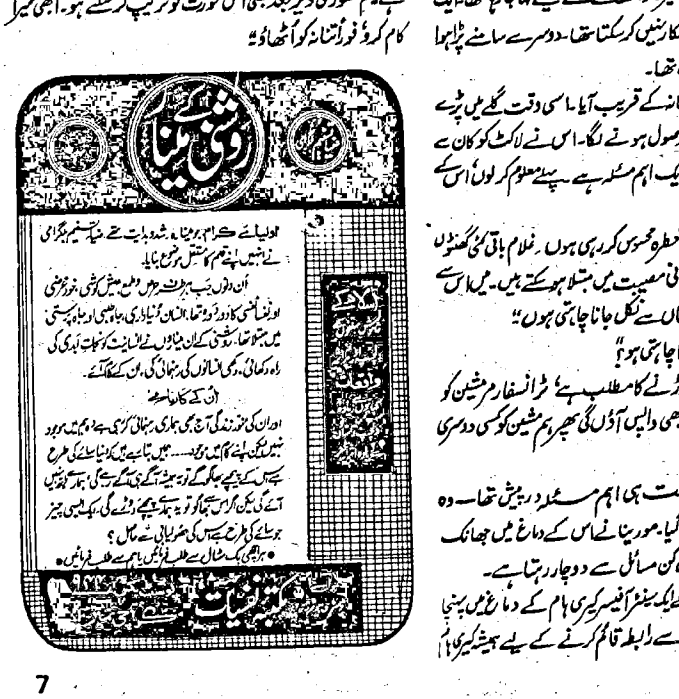
روشنی کا مینار
اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم
شہرہ آفاق کتب
فضائل سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ
فضائل سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا
فضائل سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
فضائل سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ
فضائل سیدنا امام حسن

غلام شارپر نے حکم کی تعمیل کی آگے بڑھ کر دونوں بازوؤں میں خوبصورت سے پھول جیسے بدن کو اٹھا لیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا زینے کی طرف جانے لگا۔

وہ محزدہ سا اسے اٹھائے ہوئے تہ خانے سے باہر آیا۔ پھر کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا پورچ میں آیا۔ وہاں کار کھڑی ہوئی تھی۔ مورینا نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ اس نے تنانہ کو وہاں لٹا دیا۔ پھر دروازے کو بند کر دیا۔ مورینا نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا "میں جب تک واپس نہ آؤں، تم مشین کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔"

"میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"فوراً جاؤ اور تہ خانے کے دروازے کو بند کر دو۔ میں ابھی آ رہی ہوں۔"

وہ پلٹ کر چلا گیا۔ مورینا چابی گھما کر کار اسٹارٹ کرنا چاہتی تھی۔ پتا چلا، وہ چابی کو پکڑ نہیں سکتی ہے۔ پکڑنا چاہتی ہے تو ہاتھ دوسری طرف چلا جاتا ہے۔ اس نے حیرانی سے سوچا: کوئی میرے ذہن میں موجود ہے؟

اس نے فوراً ہی شارپر کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ پتا چلا، وہ حکم کا بندہ تہ خانے کے دروازے کو بند کرنے کے لیے اس پنکھے کو چلا رہا ہے اور ابھی خیال خوانی نہیں کر رہا ہے۔

وہ بڑی حیرانی سے سوچنے لگی: فرہاد یا اس کی کسی ساتھی عورت نے میری آواز کبھی نہیں سنی۔ وہ بھلا میرے دماغ میں کیسے آ سکتے ہیں؟

وہ سوچتے سوچتے چونک گئی۔ یکبارگی پلٹ کر پچھلی سیٹ پر دیکھا۔ تنانہ بیٹھی ہنس رہی تھی۔ پھر آگے بڑھ کر اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر چومتے ہوئے بولی "میری جان میری بہن! تم نے تو کمال کر دیا۔ مجھے بھی ٹیلی پیتھی سکھا دی۔ اب کار اسٹارٹ کر سکتی ہو؟"

مورینا نے اس کے کان پکڑتے ہوئے کہا: "میری بلی! مجھی سے میاؤں ٹیلی پیتھی کا پہلا تماشا میرے ہی ساتھ کر رہی تھیں۔ چلو، سیدھی طرح بیٹھو۔ میں ضروری ہدایات دینا چاہتی ہوں۔"

وہ پچھلی سیٹ سے اتر کر اگلی سیٹ پر آئی۔ مورینا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ مین روڈ پر پہنچ کر بولی "میری چند باتیں اچھی طرح گرہ میں باندھ لو اور ان پر سختی سے عمل کرتی رہو۔"

تنانہ توجہ سے سن رہی تھی۔ مورینا نے کہا: "خود کو زیادہ سے زیادہ ریزرو رکھا کرو۔ جب تک کسی سے ملنا بے حد ضروری نہ ہو جائے اس وقت تک ملاقات نہ کرو۔ اس طرح کم سے کم لوگ تمہاری آواز سنیں گے۔"

تنانہ نے کہا: "میں نے فرہاد، سونیا اور رسونتی کی ہسٹری پڑھی ہے۔ میں سمجھ رہی ہوں، تم کیوں محتاط رہنے کے لیے کہہ رہی ہو۔ میں ضرور ایسا کروں گی۔"

"دوسری بات یہ کہ آج سے ہم بہنیں ایک دوسرے سے دور رہیں گی۔ ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کریں گی، ہمارے درمیان صرف خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم ہوگا۔"

چھوٹی بہن نے پوچھا: "ہم ایک دوسرے کے دماغ میں باتیں کریں گے تو کیا دوسرا خیال خوانی کرنے والا ہمیں گرفت میں نہیں لے سکے گا؟"

"اس کی بھی ایک تدبیر ہے۔ شارپر ہمیشہ اپنے بھائی آرمر کا لباس اختیار کر کے کسی کے دماغ میں پہنچتا ہے۔ ہم دونوں کو ٹی وی اسٹار مارتھا اسمتھ بہت پسند ہے۔ ہم ہمیشہ اس کے ڈرامے دیکھتے ہیں۔ لہٰذا جب بھی ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرنا ہوگا، ہم مارتھا اسمتھ کے لہجے میں باتیں کریں گے۔ اس طرح کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا ہمارے اصل لہجے کو گرفت میں لے کر ہم تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

چھوٹی بہن نے پوچھا: "مورینا! کیا خیال خوانی کرنے والا ہماری لاعلمی میں ہمارا لہجہ معلوم نہیں کر سکتا؟ ہمیں اسی لہجے میں بولنے پر مجبور نہیں کر سکتا؟"

"اکثر نیند کی حالت میں ٹریپ کیا جاتا ہے اور خوابیدہ دماغ کو مجبور کیا جاتا ہے کہ سونے والا اسی لہجے میں بولے۔ کوئی ہم میں سے کسی ایک کو ٹریپ کر کے دوسرے تک پہنچ سکتا ہے۔"

"کیا ہم کسی طرح بچاؤ نہیں کر سکتے؟"

"اگرچہ وہ ٹرانسفارمر مشین بہت ضروری ہے لیکن اس سے پہلے اپنا تحفظ لازمی ہے۔ میں ایک ہپناٹزم کے ماہر کو جانتی ہوں — ہم خیال خوانی کے ذریعے اسے مجبور کریں گے کہ وہ ہم پر باری باری تنویمی عمل کرے۔"

"کیا وہ تنویمی عمل کے ذریعے ہمیں بے بس نہیں کرے گا؟"

"اس کا باپ بھی نہیں کر سکے گا۔ جب وہ تم پر عمل کرے گا تو میں اس کے پاس کھڑی رہوں گی اور اس کے دماغ میں موجود رہوں گی۔ اسے غلط عمل کرنے نہیں دوں گی۔ جب تم تنویمی نیند سے بیدار ہو جاؤ گی اور وہ مجھ پر عمل کرے گا تو تم اس کے دماغ میں موجود رہو گی۔"

تنانہ نے خوش ہو کر کہا: "واہ! اے فنٹاسٹک آئیڈیا۔ مورینا، تم تو بالکل سونیا کے انداز میں ضروری اقدامات کرتی جا رہی ہو۔"

"تمہیں فرہاد، رسونتی اور سونیا وغیرہ کی ہسٹری اور زیادہ توجہ سے پڑھنا چاہیے اور ان کے انداز پر عمل کرنا چاہیے۔"

"اچھا یہ بتاؤ، جب میں تمہارے لب و لہجے کو بھول جاؤں گی تو کس طرح تمہارے دماغ میں آؤں گی؟"

"یہ ایک مسئلہ ہے، بعد میں اس کا حل تلاش کیا جائے گا۔ فی الحال ایک دوسرے کے دماغ میں نہیں آنا چاہیے۔ کوئی ضروری بات ہوئی تو ٹیلیفون پر گفتگو ہوگی لیکن گفتگو کے دوران اسی مارتھا اسمتھ کا لہجہ اختیار کریں گے۔"

اس نے ایک عمارت کے سامنے کار روک دی۔ وہاں کے ایک اپارٹمنٹ میں برنارڈ سلیری نامی ایک عامل رہتا تھا۔ دونوں بہنیں اس کے دروازے پر پہنچ گئیں۔ کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ خود برنارڈ سلیری نظر آ رہا تھا۔ وہ مورینا کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ خوشی سے باچھیں کھل گئیں۔ اس نے کہا: "اوہ مائی لک! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ مس امریکا میرے دروازے پر؟ آؤ، اندر آ جاؤ۔"

دونوں اندر آئیں۔ دروازہ بند ہو گیا۔ اس نے پوچھا: "میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

مورینا نے پوچھا: "کیا تم تنویمی عمل کرنے کے موڈ میں ہو؟"

"موڈ تو ہمیشہ ہی ہوتا ہے تمہارے حکم سے کون کافر انکار کرے گا۔ بولو، کس پر عمل کرنا ہے اور کس مقصد سے کرنا ہے؟"

"یہ میری چھوٹی بہن تنانہ ہے۔ اس پر عمل کرو اور اس کے دماغ سے میری آواز اور لب و لہجے کو بھلا دو۔"

"بس اتنی سی بات؟ لیکن ایسا کیوں چاہتی ہو؟"

"مسٹر برنارڈ! میں تم سے درخواست کروں گی کہ اس سلسلے میں کوئی سوال نہ کرو۔ میں اس کام کا منہ مانگا معاوضہ دوں گی۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا: "تمہارا یہاں آنا کسی معاوضے سے کم نہیں ہے۔ میرے ساتھ ایک تصویر اتروانا۔ یہ تصویر تمام اخبارات اور رسائل میں شائع ہوگی، طرح طرح کے اسکینڈل کھڑے ہوں گے، میری شہرت میں اضافہ ہوگا، پھر میرے گاہکوں میں اضافہ ہوگا۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے دوسرے کمرے میں آئے، وہ کمرہ خالی تھا۔ صرف ایک بستر نظر آ رہا تھا۔ برنارڈ سلیری نے کہا: "میں یہاں اپنے مؤکلوں کو لاتا ہوں، ان کی مرضی کے مطابق تنویمی عمل کرتا ہوں۔ مس تنانہ! آپ آرام سے بستر پر لیٹ جائیں۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیں اور ذہنی طور پر خود کو آمادہ کریں کہ آپ جلد ہی ٹرانس میں آ کر میری معمولہ بن جائیں گی۔"

پھر یہی ہونے لگا۔ دس منٹ کے اندر عمل شروع ہو گیا۔ اس کوئی معمول راضی خوشی خود کو عامل کے حوالے کر دے تو عمل کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا۔ وہ ٹرانس میں آ گئی۔ برنارڈ سلیری نے اپنے بھاری بھرکم لہجے میں حکم دیا: "تنانہ! تم تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اپنی بہن مورینا کی آواز اور اس کے لب و لہجے کو بھول جاؤ گی۔"

تنانہ نے وعدہ کیا۔ اس دوران مورینا، برنارڈ سلیری کے دماغ میں چپ چاپ موجود تھی۔ تنویمی عمل کرنے والے کو پتا ہی نہیں تھا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے خیالات پڑھ رہا ہے۔ وہ اندر ہی اندر سوچ رہا تھا: آخر مورینا ایسا کیوں چاہتی ہے۔ اپنی بہن پر یہ عمل کیوں کرا رہی ہے؟

بہرحال اس نے تنویمی عمل مکمل کیا۔ پھر اسے حکم دیا کہ وہ ایک گھنٹے تک سوتی رہے گی۔ اس نے مورینا کو وہاں سے چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ کمرے سے باہر آ گئے۔ دوسرے کمرے میں بیٹھ کر برنارڈ نے کہا: "مس مورینا! تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ میں اس دنیا میں آدھی صدی گزار چکا ہوں۔ پچیس برس سے تنویمی عمل کر رہا ہوں، آج تک کوئی ایسا موکل نہیں آیا جس نے یہ کہا ہو کہ اس کے دماغ سے کسی کا لب و لہجہ بھلا دیا جائے۔ آخر بات کیا ہے؟"

"میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ سب کچھ بتا دوں گی مگر ایک کام اور کرنا ہوگا۔"

"تم حکم دو، میں کرتا جاؤں گا۔"

"جب تنانہ تنویمی نیند سے بیدار ہو جائے تو یہی عمل مجھ پر بھی کرنا اور میرے دماغ سے تنانہ کی آواز اور لب و لہجہ بھلا دینا۔"

وہ شدید حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولا: "آخر یہ چکر کیا ہے؟"

"میں نے کہا نا، سب کچھ بتا دوں گی۔ پہلے میرا کام کر دو۔"

ایک گھنٹے بعد تنانہ بیدار ہو گئی۔ اسے کھانے کے لیے ایک سیب اور پینے کے لیے ایک گلاس دودھ دیا گیا تاکہ وہ توانائی محسوس کرے۔ اس کے بعد وہی عمل مورینا کے ساتھ کیا گیا۔ اسے بھی ایک گھنٹا تنویمی نیند کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ برنارڈ سلیری تنانہ کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا۔ اس کے سامنے بھی اس نے آنکھیں ظاہر کی۔ تنانہ نے کہا: "جب میری بہن نے سب کچھ بتانے کا وعدہ کیا ہے تو پھر انتظار کرو۔"

اسے مزید ایک گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا۔ مورینا [illegible] سے بیدار ہوئی۔ اسے بھی ایک سیب کھانے کے لیے اور ایک گلاس دودھ پینے کے لیے دیا گیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں آ کر مارتھا اسمتھ کے لہجے میں بولی: "مسٹر برنارڈ! کیا ہم بہنوں کو پندرہ منٹ کے لیے تنہا چھوڑنا پسند کرو گے؟"

برنارڈ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر حیرانی سے پوچھا: "یہ تمہاری آواز اور لہجہ کیسے بدل گیا! تم اپنی آواز میں کیوں نہیں بول رہی ہو؟"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔ تھوڑی دیر کے لیے دوسرے کمرے میں چلے جاؤ۔"

وہ حیران و پریشان کمرے سے چلا گیا۔ مورینا نے دروازے کو بند کیا۔ پھر اپنی بہن کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ کر آہستگی سے بولی: "کیا تم میرے دماغ میں پہنچ سکتی ہو؟"

تنانہ نے آنکھیں بند کیں۔ مورینا کے لب و لہجے کو یاد کرنا چاہا مگر یاد نہیں آ رہا تھا۔ وہ تو مارتھا کے لہجے میں بول رہی تھی لہٰذا وہ مارتھا کے لہجے کو گرفت میں لے کر پرواز کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہنسنے لگی۔ مورینا نے پوچھا: "کیوں ہنس رہی ہو؟"

وہ بھی مارتھا اسمتھ کے لب و لہجے میں بولی: "ابھی میں خیال خوانی

کرتے کرتے مارتھا کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ تمھارا لب ولہجہ یاد نہیں آرہا ہے۔"

مورینا نے کہا: "میں بھی کوشش کرچکی ہوں۔ مجھے بھی تمھارا لب ولہجہ یاد نہیں آرہا ہے۔"

"یعنی ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے ہیں۔"

وہ مارتھا کے لہجے میں بول رہی تھیں۔ مورینا نے کہا: "اب ہمیں ایک دوسرے سے بچھڑنا ہے۔ ہماری ملاقات ہر رات تین بجے مارتھا کے دماغ میں ہوا کرے گی۔ ہم مارتھا کی آواز میں بولنے کے باوجود ایک دوسرے کو پہچان لیا کریں گی اور یقین کرلیں گی کہ ہم سنیں ہی آپس میں بول رہی ہیں۔"

تنانہ نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر مورینا کے سامنے فرش پر گھٹنے ٹیک دیئے۔ بہن کے ہاتھوں کو تھام کر کہا: "میں تم سے جدا نہیں ہونا چاہتی مگر حالات مجبور کررہے ہیں۔ آج سے میں اپنی زندگی کا نیا سفر شروع کررہی ہوں اور وہ بھی بالکل تنہا۔"

"میری جان! خیال خوانی کرتے وقت بہت محتاط رہنا کسی کو شبہ نہ ہونے دینا کہ وہ ٹیلی پیتھی کا شکار ہورہا ہے۔ جب وہ حیران و پریشان ہوکر یہ بات دوسروں کو بتائے گا تو بات دور تک پھیلتی جائے گی۔ فرہاد اور اس کی ساتھی عورتیں شارپر اور دوسرے بے شمار انجانے دشمن ہمارے پیچھے پڑجائیں گے۔ ہمیں تلاش کرتے رہیں گے لہٰذا ہمیں ہر حال میں چھپ کر رہنا ہے۔"

"آخر ہم کب تک چھپ کر رہیں گی؟"

"جب تک ہم ہر طرح سے مضبوط نہ ہوجائیں۔ تم نے جنات شک کی تربیت مکمل کرلی ہے۔ تم سانسوں پر قابو پانا جانتی ہو۔ بہت جلد یوگا میں مہارت حاصل کرسکتی ہو۔ مجھے اس میں وقت لگے گا۔ پھر بھی کوشش کروں گی یا کسی تنویمی عمل کرنے والے کا سہارا لے کر اپنے دماغ کو لاک کردوں گی تاکہ پرائی سوچ کی لہریں ٹریپ نہ کرسکیں۔"

وہ تنانہ کا ہاتھ تھام کر صوفے سے اُٹھ گئی۔ اسے گلے سے لگالیا۔ بہنوں کی دھڑکنیں ایک دوسرے میں گڈمڈ ہورہی تھیں۔ پھر اس نے بہن کی پیشانی کو چوم کر کہا: "میری جان! اب جاؤ۔ ہم بہت جلد اپنی اپنی ذات کو ایک بہت مضبوط قلعہ بنانے کے بعد ملاقات کریں گی۔ تب تک یہ یاد رکھنا۔ ہر رات تین بجے مارتھا اسمتھ کا دماغ ٹھیک ہے؟"

تنانہ نے اسے محبت سے دیکھا۔ اس کے گالوں کو چوما۔ اُلٹے پاؤں دروازے کی طرف جاتے ہوئے اسے دیکھتی رہی۔ پھر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ کھلے ہوئے دروازے سے برنارڈ سلیری نے آکر پوچھا: "یہ کہاں گئی ہے؟"

"تم دروازہ بند کرو اور میرے پاس آکر بیٹھ جاؤ۔"

برنارڈ نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر سامنے والے صوفے پر بیٹھ کر کہا: "میں اب تک تمھیں حسن کی دیوی مس امریکا سمجھتا تھا۔ تم اس سے بھی زیادہ بہت کچھ ہو۔ بہت پُراسرار ہو۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

آج کل اس کا بڑا چرچا ہے۔ فرہاد علی تیمور نے اچھے خاصے سنجیدہ لوگوں کے دماغ خراب کردیے ہیں۔ جسے دیکھو ٹیلی پیتھی کے متعلق تجسس میں مبتلا نظر آتا ہے۔"

"میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔ تم کیا جانتے ہو؟"

"سچ پوچھو تو مجھے بہت دلچسپی ہے۔ میں نے کوشش بھی کی مگر سیکھ نہ سکا۔ ویسے فرہاد اور اس کی ساتھی عورتوں کے متعلق پڑھتا رہتا ہوں۔ ستارہ رہتا ہوں اور کسی نہ کسی ذریعے سے معلومات حاصل کرتا ہوں۔ اب تو ٹرانسفارمر مشین ایجاد کرنے والے مین بھائی پیدا ہوگئے ہیں جو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور دوسروں کو بھی ٹیلی پیتھی سکھا سکتے ہیں لیکن وہ پُراسرار مشین کہاں ہے؟ اس کا علم کسی کو نہیں ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دنیا کی خطرناک تنظیمیں اس مشین کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں۔"

"تم بہت کچھ جانتے ہو۔ اب یہ بتاؤ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے دماغ میں آئے تو اسے کیسے روک سکو گے؟"

"میں مجبور ہوجاؤں گا۔"

"کیا تمھارا تنویمی عمل کسی کام نہیں آسکتا؟"

"میں نے اس پہلو پر غور کیا ہے ـــــ اگر کوئی تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ کو سناٹے بنادے تو پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لوں گا اور وہ لہریں واپس چلی جائیں گی۔"

"کیا اس عمل کے ذریعے تم میرے دماغ کو لاک کرسکتے ہو؟"

"ضرور کرسکتا ہوں لیکن ایک عمل کرچکا ہوں۔ اب چوبیس گھنٹے بعد سنا سب ہوگا۔"

"میں چوبیس گھنٹے بعد ہی تمھارے پاس آؤں گی۔"

"تم اپنے سوالات میں اُلجھا لیتی ہو۔ میرے سوال کا بھی جواب دو۔ تم نے ٹیلی پیتھی کے متعلق کیوں پوچھا؟"

"میں تمھیں اپنا رازدار بنانا چاہتی ہوں۔"

"پھر دیر نہ کرو۔ میں تمھارا رازدار ثابت ہوسکتا ہوں۔"

"میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں اور تمھارے دماغ میں پہنچ سکتی ہوں۔"

وہ ایک دم سے سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔ شدید حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولا: "ایک تو یہ خداداد حسن اس پر ٹیلی پیتھی کا علم! مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے سینٹر ٹیبل پر سے سگریٹ کا پیکٹ اٹھانا چاہا۔ مورینا نے کہا: "تم سگریٹ پینا چاہتے ہو مگر نہیں پی سکو گے۔

میں خیال خوانی کے ذریعے تمھیں اس عمل سے روکوں گی۔"

"میں ضرور پیوں گا۔ دیکھتا ہوں تم کیسے روکو گی۔"

اس نے پیکٹ سے ایک سگریٹ نکالا۔ اسے ہونٹوں کے درمیان رکھنا چاہتا تھا لیکن سگریٹ ناک کے سوراخ میں چلا گیا۔ اس نے جھینپ کر مورینا کو دیکھا۔ پھر مصمم ارادہ کیا۔ سگریٹ کو ہونٹوں کے درمیان دبانے کے بعد لائٹر سے سلگائے گا۔

لیکن دوسری بار وہ ناک کے دوسرے نتھنے میں چلا گیا۔ اس نے جلدی سے سگریٹ کو ناک سے نکال کر دیکھا۔ وہ گندا ہوچکا تھا۔ اس نے ایش ٹرے میں اسے مسل دیا۔ پھر پیکٹ سے دوسرا سگریٹ نکالا۔ اس کی حیرانی کی انتہا نہیں تھی۔ وہ بار بار اسے ہونٹوں کے درمیان لانا چاہتا تھا لیکن ہاتھ بہک جاتا تھا۔ وہ بڑی بے یقینی سے بولا: "کیا یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہورہا ہے؟"

مورینا نے جواب نہیں دیا۔ صرف مسکراتی رہی۔ وہ ایک گہری سانس لے کر اسے حسرت سے دیکھتے ہوئے بولا: "میں تمھارے حسن کا شیدائی ہوں۔ تمھیں حاصل تو نہیں کرسکتا۔ کم از کم تمھارا ہاتھ تھامنا چاہتا ہوں۔"

اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ وہ خوش ہوکر اپنی جگہ سے اٹھا۔ سگریٹ کو ایک طرف پھینک دیا۔ پھر آگے بڑھ کر اس کے سامنے فرش پر گھٹنے ٹیک کر ہاتھ کو تھامنا چاہا لیکن جھکتا ہوا قدموں میں پہنچ کر اس کے پاؤں کو چومنے لگا۔

اس نے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر اس کے پاؤں کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگا: "میں یہاں کیسے آگیا؟"

پھر اس نے سر اُٹھا کر مورینا کو دیکھا۔ وہ ایک شانِ بے نیازی سے مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی: "میں نے اپنے حسن و شباب کو شیطانوں سے محفوظ رکھنے کا علم سیکھا ہے جو میرا ہاتھ تھامنا چاہے گا وہ قدموں میں پہنچ کر پیر چاٹنے پر مجبور ہوجائے گا۔"

اس نے پھر ایک گہری سانس لی۔ اسے حسرت سے دیکھا پھر کہا: "یہ خوش نصیبی کیا کم ہے کہ پاؤں ہی چھونے کو ملے۔ لوگ تو تمھارے دیدار کو ترستے ہیں۔"

"میں تھوڑی دیر تنہا رہنا چاہتی ہوں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا: "میں باہر جارہا ہوں۔ کیا آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھانا پسند کروگی؟"

وہ مسکرا کر بولی: "تم ڈنر کی بات کررہے ہو۔ ہوسکتا ہے مجھے اس اپارٹمنٹ میں رات بھی گزارنا پڑے۔"

وہ خوشی سے ڈھے گیا۔ پھر ایک مسرت بھرا نعرہ لگاتے ہوئے بولا: "ہا ہی آ آ آ۔ ہا۔ آج میں دنیا کا سب سے خوش نصیب انسان ہوں۔"

"اے خوش نصیب انسان! باہر کسی سے جاکر میرا ذکر نہ کرنا۔ اگر تم اپنی پبلسٹی چاہو گے تو میں چلی جاؤں گی۔"

وہ پیچھے ہٹ کر ایک ہاتھ سے کان پکڑ کر بولا: "میں ایسی غلطی نہیں کروں گا کسی سے تمھارا ذکر نہیں کروں گا۔ تم دروازہ بند کرلو۔"

وہ چلا گیا۔ مورینا نے اُٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ واپس صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ اب وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے شارپر کے پاس پہنچنا چاہتی تھی۔ سامنے سینٹر ٹیبل پر سگریٹ کا پیکٹ رکھا ہوا تھا۔ اس نے ایک سگریٹ نکالا پھر لائٹر سے سلگایا۔ اس کے کش لیتے ہوئے ٹرانسفارمر مشین کے متعلق سوچنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی مسکرانے لگی کیونکہ وہ اہم ڈائری اپنے ساتھ لے آئی تھی جس کی رہنمائی میں ٹرانسفارمر مشین کو آپریٹ کیا جاسکتا تھا۔

مورینا زیادہ سے زیادہ سونیا کی طرح چالاک بننے کی مشق کررہی تھی۔ وہ ہر پہلو پر نظر رکھتی تھی۔ جب اپنی بہن تنانہ کو تہ خانے سے نکلی تو اس کے آگے آگے شارپر تھا جو تنانہ کو اُٹھائے چل رہا تھا۔ اس نے چپکے سے وہ ڈائری اٹھا کر رکھ لی تھی۔ یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ کسی نے شارپر کو ٹریپ کیا۔ اُسے مجبور کیا کہ وہ مشین کو آپریٹ کرنا سکھادے تو یہ خیال خوانی کے ذریعے اسے سکھانے نہیں دے گی۔ پھر وہ غلام تھا حکم کا بندہ تھا۔ اپنی مالکہ کی اجازت کے بغیر کسی کو ٹرانسفارمر مشین کے متعلق کوئی بات نہیں بتاسکتا تھا۔

اب وہ ڈائری اس کی گاڑی کے ڈیش بورڈ کے ایک خانے میں رکھی ہوئی تھی۔ غلام باقی تقریباً چھ گھنٹے سے غائب تھا۔ اس کی عدم موجودگی نے خطرے کا احساس پیدا کیا تھا۔ اسی لیے وہ ڈائری چُرا کرلے آئی تھی۔ اپنی بہن کی حفاظت کا سامان بھی کردیا تھا۔ ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے شارپر کے پاس پہنچ گئی۔

اب اُدھر کی سنیے جب مورینا اپنی بہن کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کرانے کے بعد اسے کار میں لے گئی تو شارپر کوٹھی کے اندر گیا۔ سب سے پہلے اپنے بیڈ روم میں گیا۔ پھر اسٹور روم میں پہنچ کر دیوار سے لگے ہوئے پنکھے کو سیدھا چلایا۔ اسے اُلٹا چلانے سے تہ خانے کا خفیہ راستہ کھل جاتا تھا۔ سیدھا چلانے پر بند ہوجاتا تھا۔ اس نے سیدھا چلا کر فرش کی طرف دیکھا۔ راستہ بند ہوچکا تھا۔ اس نے وہاں کے قالین کو برابر کیا پھر بیڈ روم میں آکر بستر پر لیٹ گیا۔ پریشانی سے سوچنے لگا: "آخر میں ایک حسینہ کا غلام کب تک بنا رہوں گا۔ اس نے کہہ دیا ہے کہ جب تک واپس نہیں آئے گی، میں ٹرانسفارمر مشین کو ہاتھ نہ لگاؤں اور میرا دل نہیں چاہتا کہ اسے ہاتھ لگاؤں۔ میرا دل تو مورینا کو ہاتھ لگانا چاہتا ہے۔"

اس کی دیوانگی کا یہ عالم تھا کہ وہ مورینا کے متعلق سوچتا تھا تو سوچتا ہی چلا جاتا تھا اور وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ آج

اس کی سوچ میں اور اس کی دیوانگی میں ذرا سی تبدیلی واقع ہوئی تھی اور وہ یہ کہ مورینا کے ساتھ ساتھ تنانہ بھی اس کی سوچ میں داخل ہو گئی تھی۔

اس نے دونوں بازوؤں میں اسے اٹھایا تھا۔ تہ خانے سے لے کر باہر پورچ تک گیا تھا اور بڑی دور تک خیالوں میں تنانہ کے حسن و شباب تک پہنچتا رہا تھا۔ ان لمحات میں مورینا دور ہو گئی تھی۔ تنانہ دھڑکنوں کے قریب آ گئی تھی۔ اب وہ بڑی حسرت سے سوچ رہا تھا۔ کاش میں ایک گدھا ہوتا اور ساری عمر اسے بیٹھ پر اٹھائے پھرتا۔

وہ سوچنے کے دوران چونک گیا۔ اسے کمرے کے باہر آہٹ سی محسوس ہوئی تھی۔ مورینا نے کہا۔ میں تمہارے دماغ میں ہوں اور میں بھی یہ آہٹ سن چکی ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ شارپر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہے؟"

• میں ہوں غلام باقی۔"

مورینا اور شارپر دونوں نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ ملازم کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر ناکام واپس آ گئے۔ مورینا نے کہا۔ "اس کا دماغ ابھی تک مقفل ہے۔"

شارپر نے کہا۔ تعجب تو یہ ہے کہ میں بھی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے قریب آیا۔ پھر بولا۔ "غلام باقی! اپنے دماغ میں آنے کا راستہ دو یا سچ سچ بتاؤ۔ اب تک کہاں تھے اور کس نے تمہارے دماغ کو لاک کیا ہے؟"

غلام باقی کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اچانک ہی ایک دھماکا سا ہوا۔ دروازے میں ایک شگاف سا پڑ گیا۔ اس شگاف سے ایک ہاتھ اندر آ گیا تھا۔ وہ اتنا مضبوط اور ایسا بھاری بھرکم ہاتھ تھا، جسے دیکھتے ہی یقین ہو گیا کہ اس ہاتھ نے دروازے میں صرف ایک مکا مار کر شگاف پیدا کیا اور چٹخنی تک پہنچ گیا۔

شارپر پہلے تو حیران رہ گیا۔ پھر اس نے جلدی سے جا کر دونوں ہاتھوں سے اس ایک ہاتھ کو پکڑ لیا تاکہ وہ چٹخنی نہ کھول سکے۔ چٹخنی دروازے کے اوپری حصے میں تھی۔ وہ ہاتھ اوپر اٹھ رہا تھا اور اس کے ساتھ شارپر بھی اوپر اٹھتا جا رہا تھا۔ اس نے فوراً اسے چھوڑ دیا۔ گھبرا کر پیچھے چلا گیا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ جب ایک ہاتھ اسے اوپر اٹھا سکتا ہے تو وہ ہاتھ والا کتنا زور آور ہو گا۔

مورینا نے حیرانی سے پوچھا۔ شارپر! یہ کون سی بلا آ گئی ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "معلوم ہوتا ہے میرا وقت پورا ہو چکا ہے شاید فرہاد نے غلام باقی کے ذریعے مجھ تک پہنچنے کا راستہ بنا لیا ہے۔"

مورینا پوچھنا چاہتی تھی۔ کیا فرہاد جسمانی طور پر اتنا شہ زور ہے کہ ایک گھونسا مار کر مضبوط دروازے میں شگاف ڈال سکے؟

وہ ایسے سوالات کر کے وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا۔ شارپر! میری بات توجہ سے سنو۔ اگر کوئی تم پر زور زبردستی کرے اس ٹرانسفارمر مشین کو حاصل کرنا چاہے تو وہاں کا راستہ کبھی نہ بتانا۔ اگر وہ وہاں تک پہنچ جائے تو اس مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ کبھی نہ بتانا۔"

• میں کبھی نہیں بتاؤں گا۔ میں کسی کو نیلی چیتھی کے میدان میں اپنا مقابل بنانا نہیں چاہتا۔"

• تم چاہو یا نہ چاہو، اسے میری وارننگ سمجھو۔ تم میرے غلام بن چکے ہو۔ میرے دماغ میں اجازت کے بغیر نہیں آ سکو گے۔ میں کسی وقت بھی تمہارے دماغ میں پہنچ کر اتنے جھٹکے پہنچاؤں گی کہ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہو گے مگر صرف پاگل کہلاؤ گے۔"

ان کی باتوں کے دوران چٹخنی پیچھے آ گئی تھی۔ دروازہ کھل گیا تھا۔ کھلے ہوئے دروازے پر ایک لحیم شحیم قد آور شخص نظر آ رہا تھا۔ اس کا سر دروازے کی اوپری چوکھٹ سے ٹک رہا تھا۔ وہ اور غلام باقی قد میں برابر تھے مگر جسامت میں وہ اجنبی پھیلا ہوا تھا۔ سر کے بال شانوں تک بڑھے ہوئے تھے۔ وہ دھوتی کرتے اور گیروے رنگ کی چادر میں ملبوس تھا۔ اس نے دروازہ کھولتے ہی اپنی بھاری بھرکم گرجدار آواز میں کہا۔ "جے مہا کالی" تو اپنے داس کو اس کی منزل تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ جو سامنے کھڑا ہے، یہی مجھے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچائے گا۔ تو میری سماشتا کر۔ جے مہا کالی....."

اس کے پیچھے غلام باقی ہاتھ میں کدال لیے کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ڈان فریزر بھی تھا۔ شارپر آنکھیں پھاڑے بہرام گنگولی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے آج تک اتنا لحیم شحیم اور ہیبت ناک آدمی نہیں دیکھا تھا۔ اس کی آنکھیں دیکھتے ہی نظریں جھک گئی تھیں۔ وہ خود کو کمتر محسوس کر رہا تھا۔ اس کے باوجود اس نے ذرا حوصلے سے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

آنے والے نے کہا۔ "میرا نام مہرام ہے۔ باقی تعارف تہ خانے میں ہو جائے گا۔"

شارپر نے پیچھے ہٹ کر پوچھا۔ "تہ خانہ؟ کیسا تہ خانہ؟"

"زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ تمہارے اسٹور روم سے ایک چور دروازہ تہ خانے کی طرف جاتا ہے۔ وہاں کئی طرح کی مشینیں رکھی ہوئی ہیں، مجھے صرف ٹرانسفارمر مشین چاہیے۔"

شارپر نے غصے سے غلام باقی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تو تم انہیں لائے ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا تمہارے جیسا وفادار غلام مجھ سے غداری کرے گا۔"

غلام باقی نے کہا۔ "مسٹر چارلز! میں جو پہلے سے آپ کا غلام تھا، اب کیوں نہیں ہوں، یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ مجھے افسوس ہے میں وفادار ہونے کے باوجود وفاداری نہیں کر سکتا اور بحیثیت مسلمان قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کو تہ خانے کے متعلق کچھ نہیں بتایا ہے۔"

• پھر کدال لیے وہاں کیوں کھڑے ہو، میرے پاس آؤ۔ میرے لیے ڈھال بن جاؤ۔"

• مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے کام نہیں آ سکتا۔ میں ان لوگوں کا ساتھ دینے پر مجبور ہوں۔ شاید مجھ پر کچھ عمل کیا گیا ہے۔"

شارپر نے تائید میں سر ہلا کر ڈان فریزر کو دیکھا۔ پھر کہا۔ جب بھی اپنا آلۂ کار بنا کر بھیجتا تھا، تمہیں اتنی زیادہ رقم دیتا تھا جس کی تم توقع نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی کوئی اتنی بڑی رقم تمہیں ادا کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود تم اس شیطان نما انسان کو میرے مقابل لائے ہو۔ کیا سمجھتے ہو وہ ٹرانسفارمر مشین اتنی آسانی سے ہاتھ آ جائے گی؟"

بہرام گنگولی نے قہقہہ لگایا۔ اس کا قہقہہ بڑا ہی ہیبت ناک تھا۔ پورے کمرے میں ایسے گونج رہا تھا جیسے موت کا فرشتہ اپنی آمد کی خبر دے رہا ہو۔ پھر اس نے کہا۔ ابے او شارپر! میں بھی تجھے جارج کارنیل سمجھتا رہا لیکن تیرے غلام پر تنویمی عمل کرنے کے بعد پتا چلا کہ تیرے پاس کوئی ٹرانسفارمر مشین ہے اور تو نے غلام کے ذریعے اسے آپریٹ کرایا تھا۔ تب میں نے سمجھ لیا تو جارج کارنیل نہیں بلکہ شارپر ہے۔"

• بہرام گنگولی! آخر معلوم تو ہو تم کیا چیز ہو؟"

بہرام نے چاروں طرف گھوم کر بڑے سے بیڈ روم کو دیکھا۔ دیوار کے ساتھ لکڑی کی بہت بڑی بڑی الماریاں اور ریکس وغیرہ نظر آ رہے تھے۔ یہ تمام بھاری بھرکم اشیاء دیواروں سے بریکٹ اور کیلوں کے ذریعے مضبوطی سے جڑی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا۔ "تم دیکھو، میں یہ چیز ہوں۔"

اس نے ایک بڑی سی الماری کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جھٹکا دیا۔ وہ دیوار سے الگ ہو گئی۔ پھر اس نے دونوں بازوؤں میں اسے اٹھایا۔ شارپر شدید حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ مورینا اس کے ذریعے معلوم کر رہی تھی کہ وہ کتنا شہ زور ہے اور کہہ رہی تھی۔ "یہ تو کوئی شیطان ہے، انسان اتنا طاقتور نہیں ہو سکتا۔"

بہرام اس بھاری بھرکم الماری کو دونوں ہاتھوں میں اٹھائے پنے سر کے اوپر لے آیا تھا پھر اسے اپنے سر پر مارنا چاہا۔ صرف چند سیکنڈ میں وہ الماری ٹوٹنے لگی۔ اس کا سر الماری کے اندر گھسنے لگا۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا اور اس الماری کو جگہ جگہ سے توڑ رہا تھا۔ پھر اس نے اسے فرش پر پھینک دیا۔

الماری کا ٹوٹا ہوا حصہ نیچے چلا گیا تھا، سالم حصہ اوپر نظر آ رہا تھا۔ بہرام گنگولی نے اس پر زور سے پاؤں مارا۔ اس کا پاؤں اسی سالم حصے کے اندر دھنس گیا۔ اس نے دوسرا پاؤں بڑھا کر دوسری طرف زور سے مارا۔ اس کا دوسرا پاؤں بھی دھنس گیا۔ پھر اس نے پہلا پاؤں نکال کر دوسری طرف مارا۔ اس طرح وہ الماری کے اندر یوں چل رہا تھا جیسے ملائم کیچڑ میں پاؤں دھنس رہے ہوں اور نکل رہے ہوں۔ وہ نکلتا ہوا الماری کے اس پار چلا گیا۔ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر، سینہ تان کر، گردن کو اکڑاتے ہوئے بولا۔ "سمجھ میں آیا، میں کیا چیز ہوں؟"

شارپر کے ہوش اڑ گئے تھے۔ وہ دیدے پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ مورینا نے کہا۔ حقیقت میں میں نے ایسا انسان آج تک دیکھا نہ سنا۔ چونکہ تمہارے ذریعے دیکھ رہی ہوں اسی لیے یقین کرنا پڑتا ہے۔ اب کیا کرو گے؟"

• میں مر جاؤں گا مگر ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے نہیں دوں گا۔"

• شاباش! یہی حوصلہ رکھو تم نہیں مرو گے۔ جب تک ٹرانسفارمر مشین حاصل نہیں ہو گی، وہ تمہیں زندہ رکھے گا۔"

بہرام گنگولی نے قہقہہ لگایا۔ اس کا قہقہہ بڑا ہی ہیبت ناک تھا۔ پورے کمرے میں ایسے گونج رہا تھا جیسے موت کا فرشتہ اپنی آمد کی خبر دے رہا ہو۔ پھر اس نے کہا۔ ابے او شارپر! میں بھی تجھے جارج کارنیل سمجھتا رہا لیکن تیرے غلام پر تنویمی عمل کرنے کے بعد پتا چلا کہ تیرے پاس کوئی ٹرانسفارمر مشین ہے اور تو نے غلام کے ذریعے اسے آپریٹ کرایا تھا۔ تب میں نے سمجھ لیا تو جارج کارنیل نہیں بلکہ شارپر ہے۔"

• بہرام گنگولی! آخر معلوم تو ہو تم کیا چیز ہو؟"

بہرام نے چاروں طرف گھوم کر بڑے سے بیڈ روم کو دیکھا۔ دیوار کے ساتھ لکڑی کی بہت بڑی بڑی الماریاں اور ریکس وغیرہ نظر آ رہے تھے۔ یہ تمام بھاری بھرکم اشیاء دیواروں سے بریکٹ اور کیلوں کے ذریعے مضبوطی سے جڑی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا۔ "تم دیکھو، میں یہ چیز ہوں۔"

اس نے ایک بڑی سی الماری کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جھٹکا دیا۔ وہ دیوار سے الگ ہو گئی۔ پھر اس نے دونوں بازوؤں میں اسے اٹھایا۔ شارپر شدید حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ مورینا اس کے ذریعے معلوم کر رہی تھی کہ وہ کتنا شہ زور ہے اور کہہ رہی تھی۔ "یہ تو کوئی شیطان ہے، انسان اتنا طاقتور نہیں ہو سکتا۔"

بہرام اس بھاری بھرکم الماری کو دونوں ہاتھوں میں اٹھائے پنے سر کے اوپر لے آیا تھا پھر اسے اپنے سر پر مارنا چاہا۔ صرف چند سیکنڈ میں وہ الماری ٹوٹنے لگی۔ اس کا سر الماری کے اندر گھسنے لگا۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا اور اس الماری کو جگہ جگہ سے توڑ رہا تھا۔ پھر اس نے اسے فرش پر پھینک دیا۔

الماری کا ٹوٹا ہوا حصہ نیچے چلا گیا تھا، سالم حصہ اوپر نظر آ رہا

جیسے جسم کے پرخچے اُڑانے کے لیے خود اسٹور روم میں نہ جانا۔ اپنے ان دو گدھوں میں سے کسی ایک کو بھیج دینا۔ وہ فرش توڑیں یا کسی میکنزم کو غلط طور سے استعمال کریں نتیجہ تمہارے سامنے آجائے گا۔"

بہرام گنگولی جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا شار پر نے ہاتھ اُٹھا کر کہا: "ہاں ایک بات اور جب دھماکا ہو گا تو وہ صرف اس کمرے تک محدود نہیں ہو گا۔ اس کی آواز دور دور تک پہنچے گی پھر سرکاری آدمی یہاں پہنچ جائیں گے اس کے بعد تم سمجھ سکتے ہو ہمارے ساتھ کیا ہو گا۔"

بہرام گنگولی بڑی توجہ سے سُن رہا تھا۔ اسے گھور کر دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں جس سے آنکھیں ملاتا ہوں وہ میرے آگے جھوٹ نہیں بولتا۔ تیری بات سچ ہو سکتی ہے۔"

"اتنی سی عقل تو ضرور ہو گی کہ جس ٹرانسفارمر مشین کو حاصل کرنے کے لیے تمام سُپر طاقتیں اپنا زور صرف کر رہی ہیں اس کی حفاظت کے لیے میں نے کیسے پیچیدہ انتظامات کیے ہوں گے۔"

بہرام گنگولی نے اپنے شاگرد ڈان فریزر کی طرف دیکھا۔ ڈان فریزر نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر بہرام نے کہا: "شار پر! تیری بات سمجھ میں آتی ہے تو نے ضرور کچھ گھپلا کیا ہے۔ اس ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا میں سمجھ کر آیا ہوں۔"

اس نے الماری کو ایک ہاتھ سے اُٹھا کر کھڑا کیا۔ پھر شار پر کی طرف بڑھتے ہوئے بولا: "مگر میں کالی ماتا کا داس ہوں۔ خالی ہاتھ واپس نہیں جاؤں گا۔ وہ مشین نہ ملی تو تجھے لے جاؤں گا۔"

شار پر نے گھبرا کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا: "کیا کہہ رہے ہو تم، تم مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتے۔"

"ابے جا! ایک ہاتھ سر پر رکھوں گا تو تُو زمین میں دھنس جائے گا۔ سنا ہے تُو نے مس امریکا کو اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھا دی ہے۔ اگر وہ مشین تیرے پاس رہی تو تُو دنیا کی تمام حسیناؤں کو یہ علم سکھائے گا اور مردوں کو ان کا غلام بنا کر رکھ دے گا۔"

مورینا نے کہا: "شار پر! یہ شخص بہت ہی خطرناک ہے۔ ہم پہلی بار اس کے سامنے آئے اور اس قدر متاثر ہو گئے خیال خوانی بھول گئے۔ تم اس کے دماغ میں پہنچو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اُس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو وہ قہقہے لگانے لگا۔ مورینا نے کہا: "یہ سانس روکنا جانتا ہے۔ اس کا دماغ بہت حساس ہے۔"

بہرام نے قہقہے لگانے کے دوران کہا: "یہ اُلو کا پٹھا میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔"

شار پر نے سہمے ہوئے انداز میں غصہ دکھاتے ہوئے کہا: "لیونگ بیچ پلیزر خبردار! مجھے اُلو کا پٹھا نہ کہنا۔ میں نازیبا کلمات برداشت نہیں کروں گا۔"

"جب ایک ہاتھ پڑے گا تو تیرا باپ بھی برداشت کرے گا۔"

"تم کتے ہو تمہاری آنکھوں کے سامنے کوئی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ سچ مچ تمہاری آنکھیں غضب ناک ہیں۔ اگر سمجھ سکتے ہو تو میرے حوصلے کو سمجھ لو۔ مر جاؤں گا مگر ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے نہیں دوں گا لہٰذا دوست بن کر ہی کوئی فائدہ اُٹھا سکتے ہو۔ دشمن بنو گے تو صرف میری جان لے سکو گے۔"

بہرام گنگولی نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا: "میرا کالا علم جھوٹ نہیں کہتا۔ مجھے کالی ماتا کی طرف سے یہ گیان حاصل ہوا تھا کہ میں وہ مشین آسانی سے حاصل نہیں کر سکوں گا اور تجھ سے دشمنی نہیں کر سکوں گا۔ یہ بات سچ ہو رہی ہے بہرحال جلدی سے بتا ہم دوست کس طرح بن سکتے ہیں؟"

شار پر نے کہا: "تم کسی کالی مائی کے پجاری ہو یہ سمجھ چکے تھے کہ مشین تک نہیں پہنچ سکو گے پھر میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

"کالی ماتا کی طرف سے گیان حاصل ہوا تھا کہ میں آسانی سے مشین تک نہیں پہنچ سکوں گا مگر دوستی اور صلح صفائی سے حاصل کر سکوں گا لہٰذا دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ میرے جیسا شہ زور تجھے ساری دنیا میں نہیں ملے گا۔ تو مجھے دوست سمجھے یا باڈی گارڈ میرا من جا۔"

شار پر ذرا شیر اور دلیر ہو گیا لیکن مغرور نہیں ہوا وہ سمجھ رہا تھا کہ سامنے جو شخص کھڑا ہے وہ نہایت ہی غیر معمولی قوتوں کا حامل ہے۔ اسے دوست بنا کر رکھنا چاہیے۔ ایک دن وہ صرف باڈی گارڈ بن کر رہ جائے گا اور اسے فرہاد اور اس کی ٹیم سے محفوظ رکھے گا۔

ان تمام باتوں کے پیشِ نظر اس نے کہا: "بہرام! انسان چاہے دوستی کرے یا رشتے داری ہر معاملے میں برتری ہوتی ہے۔ تم جواب دو ہم میں سے کون برتر ہے؟"

"میں جسمانی اعتبار سے برتر ہوں اور تم خیال خوانی کے اعتبار سے۔"

"تم مجھے تسخیر کرنے اور مشین حاصل کرنے آئے تھے مگر ناکام ہو رہے ہو۔ میں اپنی ذہانت سے تمہیں دوست بننے پر مجبور کر رہا ہوں۔ بتا ذہن برتر ہے؟"

"فی الحال تم برتر ہو۔"

"اور جب تک رہوں گا تم میرے لیے کبھی نازیبا الفاظ استعمال نہیں کرو گے۔ میرے حکم کی تعمیل بھی کرو گے۔"

"تم بہت آسان شرائط منوا رہے ہو۔ میں ایسی شرائط بھی تسلیم کرنے کو تیار ہوں جس سے مجھے گالی پڑتی ہو لیکن میں وہ مشین حاصل کرنا چاہتا ہوں کم از کم اپنی حد تک ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے۔"

مورینا اس کے دماغ میں موجود تھی۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولنے لگا: "میں نے ایک حسینہ کو ٹیلی پیتھی سکھا کر معیت مول لی ہے۔ اس کا غلام بن گیا ہوں لہٰذا آئندہ کسی کو یہ علم اس وقت تک نہیں سکھاؤں گا جب تک اپنے تحفظ کا یقین نہ ہو جائے۔"

تمہیں کیسے یقین ہو گا؟"

"میں نے یوگا کی مشقیں کیں۔ ہمیشہ سانس روکنے کی کوشش کرتا تھا لیکن میں ان مشقوں میں ناکام رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں سانس کیوں نہیں روک سکتا۔ کیوں پرانی سوچ کی لہروں کو روک نہیں سکتا۔ تم کسی کالی ماتا کے پجاری ہو۔ سیاہ علم جانتے ہو۔ مجھے اس قابل بنا سکتے ہو کہ میں فرہاد علی تیمور کا راستہ روک سکوں۔"

"اگر میں تمہیں ایسا بنا دوں تو؟"

"میں تمہارے دماغ میں مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم بھر دوں گا۔"

بہرام گنگولی نے خوشی کا ایک نعرہ لگایا مستی میں جھوم کر شار پر کو اُٹھا لیا۔ اسے چھت کی طرف اچھال کر پھر کیچ کر لیا۔ وہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا اور شار پر دہشت زدہ ہو کر چیخ رہا تھا: "کیا مجھے مار ڈالو گے؟ چھوڑو، مجھے چھوڑو۔"

اس نے چھوڑ دیا۔ وہ دھپ سے قالین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اپنی کمر کو سہلاتے ہوئے بولا: "تمہاری خوشی کا اظہار تم تو دوست بن کر بھی مار ڈالو گے۔"

بہرام نے کہا: "میں شرمندہ ہوں۔ آئندہ اتنی خوشی کا اظہار نہیں کروں گا اب ہم دوست بن گئے ہیں۔ تہ خانے میں چلو۔"

"کیا مجھے اتنا احمق سمجھتے ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"پہلے تم مجھے اس قابل بناؤ گے کہ میں فرہاد علی تیمور کا راستہ روک سکوں۔ اس کے بعد تمہیں ٹیلی پیتھی سکھاؤں گا۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے سوچنے کے لیے ایک صوفے پر بیٹھنا چاہا لیکن سنگل صوفے میں اس کی جسامت سما نہ سکی۔ وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بستر پر بیٹھ گیا۔ ڈان فریزر کو دیکھتے ہوئے بولا: "ایسے اداکار دے بچے۔ کچھ تو ہی عقل سے مشورہ دے۔ میں یہ مان گیا صرف طاقت سے کام نہیں چلتا، عقل کی ضرورت ہوتی ہے اسی لیے عقل والے طاقت والوں کو غلام بنا کر رکھتے ہیں۔"

فریزر نے کہا: "میری عقل کہتی ہے جب تک شار پر کو وہ ماخی تو انائی حاصل نہ ہو کہ وہ فرہاد وغیرہ کا راستہ روک سکے اور جب سے تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہ ہو اس وقت تک دونوں کو ایک دوسرے پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"واہ میرے شاگرد تُو نے کمال کی بات کہہ دی۔ میرے حق کوئی اچھا مشورہ دے میں۔ مجھے ایک کالا علم سکھا دوں گا۔"

"اچھا مشورہ یہ ہے کہ شار پر پر اعتماد نہ کیا جائے۔ جب تک دونوں کو اپنے اپنے مطلب کا علم حاصل نہ ہو اس وقت تک دونوں کو ساتھ رہنا ہو گا۔ تم شار پر کے ساتھ رہو یا یہ ہمارے ساتھ چل کر رہے۔"

"مجھے دونوں ہی شرائط نامنظور ہیں۔ میں تمہارے ساتھ رہنے کا عادی ہوں۔ یہ میری بہت ہی خفیہ رہائش گاہ ہے۔ میں تم لوگوں کی حکمت عملی کو مانتا ہوں کہ یہاں تک پہنچ گئے لیکن میں یہاں رہنے کی اجازت نہیں دوں گا اور نہ ہی تم لوگوں کے ساتھ کہیں جا کر رہنا پسند کروں گا۔" شار پر نے کہا۔

فریزر نے کہا: "میرے گرو گھنٹال دیکھ لیا میں نے کتنا مفید مشورہ دیا تھا۔ ہمیں اس پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے یہ ابھی سے اپنی حکمرانی جتا رہا ہے۔ ہمارا کوئی ایسا مشورہ ماننا نہیں چاہتا جس سے دونوں کا بھلا ہو۔"

بہرام نے کہا: "مسٹر شار پر! ہمارے ساتھ چلو۔ تم نہیں جانتے میں کس غضب کا تنہا عامل ہوں۔ اگر میں ایک بار تم پر عمل کر دوں گا تو تم چھ ماہ تک دماغی طور پر توانا اور حساس رہو گے فرہاد جیسے لوگ تمہارے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

وہ آنکھیں بند کر کے مورینا سے بولا: "میری جان، میری مالکہ تم کیا کہتی ہو؟"

"یہ جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ جسمانی طور پر ناقابلِ شکست ہے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے، یہ کالے علم میں کہاں تک پہنچ رکھتا ہے۔ اگر اس نے تمہیں دماغی طور پر توانا اور حساس بنا دیا تو ہمارا کام بن جائے گا۔ میں بھی اسی طرح بننا چاہوں گی لیکن یہ کیسے ہو گا، بعد میں بتاؤں گی۔ ابھی اس کی بات مان لو۔"

"یعنی میں اس کے ساتھ کہیں چلا جاؤں؟"

"کیا ہرج ہے۔ تمہاری ٹرانسفارمر مشین یہاں محفوظ ہے۔ میں بھی اس کی نگرانی کرتی رہوں گی۔ کوئی تمہاری خفیہ رہائش گاہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ یہ تین شخص جو تمہارے سامنے موجود ہیں، یہ بھی کسی کو یہاں تک پہنچنے نہیں دیں گے یعنی تمہیں یہ تین پہرے دار مل گئے ہیں۔ تم ہر طرح سے محفوظ ہو۔ ان کے ساتھ چلے جاؤ یہ میرا حکم ہے۔"

جب حکم تھا تو پھر حکم کا بندہ اس پر عمل کیسے نہ کرتا۔ اس نے کہا: "بہرام! مجھے منظور ہے۔ میں تمہارے ساتھ چل کے رہ سکتا ہوں۔ یا تم میرے ساتھ یہاں رہ سکتے ہو۔ اگر میرے ساتھ رہنا چاہو گے تو تنہا رہو گے۔ میں کسی تیسرے کو برداشت نہیں کروں گا۔"

بہرام گنگولی نے غلام باقی اور ڈان فریزر کو دیکھا۔ پھر ہنستے ہوئے کہا: "مجھے یہاں رہنا منظور ہے اس طرح میں ٹرانسفارمر مشین کے قریب رہوں گا۔ یہ دونوں ابھی جائیں گے۔ فریزر...."

فریزر نے الرٹ ہو کر کہا: "گرو گھنٹال کیا حکم ہے؟"

"تم غلام باقی کے ساتھ جاؤ۔"

مورینا نے کہا: "شارپر! میرا حکم ہے غلام باقی تمہارے پاس رہے گا۔ تمہارے پاس رہے گا تو میں اسے اپنے پاس محسوس کروں گی لہٰذا وہ نہیں جائے گا۔"

اس نے بہرام گنگولی سے کہا: "تمہارا شاگرد فرینزر جا سکتا ہے لیکن غلام باقی یہاں رہے گا۔"

بہرام گنگولی اپنی طاقت کے ذریعے ہر بات منوا سکتا تھا لیکن کوئی مستقل مزاج ہو اور مرنے کے لیے تیار ہو تو اس پر طاقت اثر انداز نہیں ہوتی۔ اسے ڈھٹائی سے مارنا پڑتا ہے۔ وہ بہت زیادہ سمجھ دار نہیں تھا لیکن اتنا ضرور سمجھتا تھا کہ اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم بھرنے کے لیے شارپر کو دوست بنا کر رکھنا ہے اور دوست بنا کر رکھنے کے لیے اس کی ہر جائز اور ناجائز بات کو تسلیم کرنا ہے۔

اس نے اپنے شاگرد ڈان فرینزر کو حکم دیا وہاں سے چلا جائے اور غلام باقی سے کہا اس کے ساتھ ہی جائے۔ اب اسٹور روم کے فرش کو کھودنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ میکینزم کا بہت ہی پیچیدہ نظام تھا جو شہ زور بہرام گنگولی کی سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا۔ اسے عقل یا سمجھ بوجھ کی کدال سے ہی کھود کر وہاں تک پہنچا جا سکتا تھا۔

مورینا شارپر کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی وہاں پیش آنے والے واقعات کو پوری طرح سمجھ رہی تھی۔ بہرام گنگولی کے ساتھ طے ہو چکا تھا کہ غلام باقی بھی شارپر کے ساتھ رہے گا یعنی اب اس خفیہ رہائش گاہ میں تین آدمی رہنے والے تھے۔ ایک شارپر تھا جو ہر حال میں ٹرانسفارمر مشین کو دوسروں کی دسترس سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ دوسرا بہرام گنگولی تھا جو اس مشین سے استفادہ کر کے اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم بھرنا چاہتا تھا۔ تیسرا غلام باقی تھا جو حکم کا بندہ تھا۔ ابھی اس کی پوزیشن واضح نہیں تھی کہ وہ کیا سے کیا ہونے والا ہے۔

ابھی مورینا کی دیوانگی کو کوئی سمجھ نہیں پا رہا تھا اور وہ چاہتی تھی جب تک کوئی سمجھ نہ پائے، وہ غلام باقی کو اپنے لیے کچھ سے کچھ بنا ڈالے۔

شارپر بہت پریشان تھا کہنے لگا: "میں بہت الجھن میں ہوں۔ صحیح طور سے خیال خوانی نہیں کر سکتا۔ کروں گا تو اپنے مسائل سے نمٹ نہیں پاؤں گا۔ میں جانتا ہوں تم نے چپ چاپ میرے دماغ میں رہ کر میرے بہت سے مسائل کو سمجھا ہے۔"

"تم درست سمجھتے ہو۔ یہ بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"ترکی کے جنوب مشرق میں اسرائیل کی خفیہ تنظیم کا ایک بہت ہی اہم اڈا ہے جہاں سونیا پہنچ گئی تھی۔ اس اڈے کا انچارج میک گونل موس ہے۔ تم موس کے دماغ میں جاؤ کسی طرح اسے بچاؤ، ہم اس خفیہ اڈے کو نہیں بچا سکے لیکن اسرائیلی حکمرانوں کا کہنا ہے موس ان کے لیے بہت اہم ہے اسے بچاؤ۔"

شارپر کی فرمائش پر مورینا نے خیال خوانی کی پرواز کی اور موس کے دماغ میں اس وقت پہنچی جب سونیا اس کے ساتھ غار کے دہانے سے نکل آئی تھی اور اس پہاڑی سے اتر کر وہاں سے خاصی دور پہنچ گئی تھی تاکہ دھماکوں کا اثر نہ ہو سکے۔

ایسا ہی ہوا۔ مورینا نے شارپر کا لہجہ اختیار کیا تھا اور موس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی قارئین کو یاد ہو گا ایسے ہی وقت میں دوبارہ موس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی خیال خوانی کو سمجھ رہا تھا جب اسے کھانسی کا جھٹکا پہنچا اور مجھے معلوم ہوا کہ خیال خوانی کرنے والا شارپر نہیں، کوئی عورت ہے تو میں اس کے مبہم سے کوائف میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔

مورینا سگریٹ کی عادی نہیں تھی جب کبھی مسائل میں الجھنے لگتی تو ایک آدھ کش لگا لیا کرتی تھی۔ اس نے موس کے دماغ میں جانے سے پہلے سگریٹ کو ہونٹوں کے درمیان دبایا، لائٹر کے ذریعے سلگایا، ایک گہرا کش لیا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ ایک آدھ بات اس کے دماغ میں کہنے کے بعد اسے کھانسی آنے لگی۔

سگریٹ کا کش لگانے کے باعث ایسا ہوا تھا اور یہ میرے لیے فائدہ مند ثابت ہوا۔ میں نسوانی کھانسی سن کر چونک گیا تھا پھر اس کی باتیں سن کر محتاط ہو گیا۔ سوچنے لگا۔ کیا ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی پیدا ہو گئی ہے؟

مگر کیسے؟ کیا یہ علم ایک مذاق بن گیا ہے۔ کیا جو چاہے، وہ خیال خوانی کر سکتا ہے؟

پھر بات سمجھ میں آنے لگی تھی۔ اسے پوری تفصیل کے ساتھ سمجھنے میں دقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور بولنے والی کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ کھانسی پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایک رومال سے آنکھیں پونچھ رہی تھی۔ ناک صاف کر رہی تھی۔ میں بڑے اطمینان سے اس کے دماغ میں وہ کردہ تمام باتیں معلوم کرتا رہا جو ابھی بیان کر چکا ہوں۔ یہ تمام معلومات حاصل کرنے میں تقریباً دو گھنٹے لگ گئے۔ اب تک شارپر ہمارے لیے ایک فولادی قلعہ بنا ہوا تھا جس کی دیواریں توڑ کر ہم اس کی آواز تک نہیں سن سکتے تھے، اب اس فولادی قلعے کا دروازہ مورینا کھولنے والی تھی۔

میں نے اسے خیال خوانی کی طرف مائل کیا۔ وہ پرواز کرتی ہوئی شارپر کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی۔ پھر ناکام ہو کر واپس آ گئی۔ وہ حیران ہوئی، حیران تو میں بھی ہوا مگر بات سمجھ میں آنے لگی۔

شارپر نے بہرام گنگولی کو پہلی شرط یہی پیش کی تھی کہ اسے فرہاد اور اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ساتھیوں سے محفوظ رکھا جائے یقیناً ہم سے بچائے رکھنے کے لیے اس کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے

لاک کر دیا" یا ہو گا۔ میں نے مورینا کی سوچ میں پوچھا: "کیا شارپر کوئی چالاکی دکھا رہا ہے؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا: "نہیں، میں نے اس کے دماغ میں غلامی کے جذبات بھر دیے ہیں۔ وہ مجھ سے دغا نہیں کرے گا۔ یقیناً بہرام نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنے قابو میں رکھا ہے اور میرے پہنچنے کا راستہ بند کر چکا ہے۔"

"کیا میں بہرام گنگولی کی آواز اور اس کا لب و لہجہ یاد کر سکتی ہو؟"

وہ آنکھیں بند کر کے سوچنے لگی۔ دماغ پر زور دے کر بہرام کی آواز اور لہجہ یاد کرنے لگی۔ پھر اس نے یاد کرتے کرتے پرواز کی۔ بہرام گنگولی کے دماغ تک پہنچی مگر وہ قہقہہ لگانے لگا۔ میں بھی اس کے ذریعے سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "شارپر! کوئی میرے دماغ تک آنا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے تمہاری محبوبہ ہو، ہو سکتا ہے دہارا کو ہماری سن گن مل گئی ہو مگر جو بھی ہے وہ اپنا سامنہ لے کر رہ جائے گا۔ میرا دماغ فولاد کا ہے۔"

اس کے بولنے کے دوران ہمیں دماغ میں رہنے کی جگہ مل گئی تھی۔ اس کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا تھا، وہ کہاں ہے اس کے آس پاس جو لوگ ہیں اور جو چیزیں ہیں، کیا ان کے ذریعے میں ان لوگوں تک پہنچ سکتا ہوں؟

اس نے قہقہہ لگانے کے دوران چند فقرے کہے تھے، دنا ڈینگیں ماری تھیں کہ اس کے فولادی دماغ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ پھر شاید اسے اپنی حماقت کا احساس ہو گیا۔ اس نے سانس روک لی اور ہمیں باہر نکال دیا۔ اتنی سی دیر میں پتا چلا، وہ ایک ایسی گاڑی میں سفر کر رہے ہیں جس کے پیچھے ٹرائلر بندھا ہوا ہے۔ وہ ٹرائلر کمرہ نما تھا۔ وہاں بہرام گنگولی شارپر، ڈان فرینزر اور غلام باقی موجود تھے۔ وہ کہاں جا رہے تھے، یہ معلوم نہ ہو سکا۔ مورینا نے کبھی انھیں کسی ٹرائلر میں محسوس کیا تھا۔ وہ بھی سوچ رہی تھی، یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "کیا یہ لوگ ٹرانسفارمر مشین اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں؟"

وہ ایک دم سے چونک کر کھڑی ہو گئی۔ وہ ڈائری اپنے ساتھ لے آئی تھی، جس کے بغیر کوئی اس مشین کو آپریٹ نہیں کر سکتا تھا اور شارپر اتنی آسانی سے انھیں اس کے متعلق تفصیلات بتانے والا نہیں تھا۔

میں نے مورینا کی سوچ میں کہا: "بہرام گنگولی اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے۔ شارپر کی شرائط کے مطابق اس نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے یقیناً اب شارپر بھی اپنا وعدہ پورا کرے گا اور مشین کو آپریٹ کرنا سکھائے گا۔ اس سے پہلے مجھے اس مشین تک پہنچنا چاہیے۔"

سوال یہ پیدا ہوتا تھا، وہ کس طرح پہنچے گی؟ کبھی اس نے ایسی مہماتی زندگی نہیں گزاری۔ کسی دشمن کے ساتھ نفرت سے تو کیا، کسی دوست کے ساتھ محبت سے بھی نہیں ٹکرائی تھی اور ہم جس انداز میں ٹکراتے ہیں، وہ دیکھ لیتی تو چکرا کر رہ جاتی۔ ابھی تو اس نے صرف ہماری ہسٹری شیٹ پڑھی تھی۔ عملی میدان میں قدم رکھ کر نہ کبھی دیکھا تھا اور نہ ہی کسی معاملے میں خود کسی سے نمٹنے کی نوبت آئی تھی۔

ادھر وہ بھی مشین کو کسی طرح روکنے کے متعلق سوچ رہی تھی لیکن کوئی معقول تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے فوراً برنارڈ سلیری کے ساتھ لے کر نکلنا چاہیے، دو سیٹ کا پٹر چارٹرڈ کرانا چاہیے۔ ایک میں برنارڈ جائے گا، دوسرے میں میں سفر کروں گی۔ شکاگو سے جتنی شاہراہیں مختلف سمتوں میں جاتی ہیں، ہم ان شاہراہوں پر پرواز کریں گے اور دیکھیں گے، ایسی کتنی گاڑیاں ہیں جو اپنے پیچھے ٹرائلر کو کھینچتی لے جا رہی ہیں۔"

اس نے اپنی سوچ میں کہا: "لیکن اس سے فائدہ کیا ہو گا؟"

میں نے اس کی سوچ میں پھر اسے قائل کیا: "جب یہ پتا چلے گا کہ ٹرائلر والی گاڑی کہاں جا رہی ہے تو یہ معلوم ہو گا کہ اس مشین کو کس مقام تک لے جایا جا رہا ہے۔"

"لیکن میں ان کا مقابلہ کیسے کروں گی۔ وہ مشین کیسے واپس لاؤں گی؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "میں تو خواہ مخواہ سوچنے میں وقت ضائع کر رہی ہوں۔ کیا میں ہیلی کاپٹر میں پرواز کرنے کے دوران

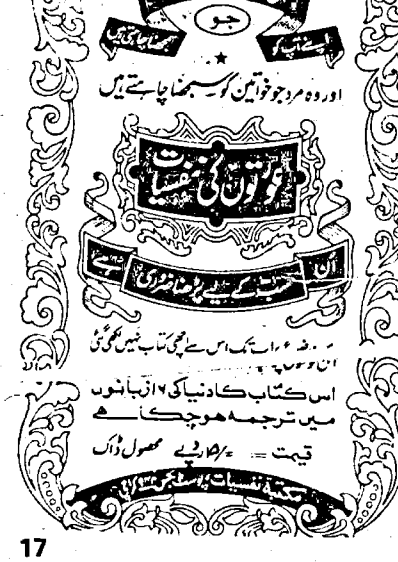

مزید مدایر نہیں سوچ سکتی؟"

وہ قائل ہوگئی۔ فوراً ہی اُٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے برنارڈ دیسائی کو مخاطب کیا: "میری گاڑی میں آؤ۔ میں تم سے ایک ضروری کام لینا چاہتی ہوں۔"

وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکلی، وہ بھی باہر آرہا تھا۔ اس نے پوچھا: "میرے لائق کوئی خدمت ہے؟"

"زبان سے نہ بولو سوچ کے ذریعے باتیں کرو۔ میں تمہارے دماغ میں ہوں۔"

وہ دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ برنارڈ نے اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا: "کہاں چلنا ہے؟"

"تم پھر زبان سے بول رہے ہو۔"

"سوری۔"

"ہم ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرائیں گے۔ میری بات توجہ سے سنو۔ وہ ٹرانسفارمر مشین جس کے ذریعے میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے، اسے کچھ لوگ تجربہ کرنے لے جارہے ہیں۔"

برنارڈ نے پریشان ہوکر پوچھا: "کیا ہم ان کا مقابلہ کریں گے؟"

"انتقامانہ باتیں نہ کرو، وہ بہت ہی خطرناک ہیں۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ مشین کہاں لے جاکر رکھی جائے گی۔"

"ہم ہیلی کاپٹر میں کیا کریں گے؟"

"پرواز کرنے کے دوران تمہیں یہ دیکھتے رہنا ہے کہ ایسی کتنی گاڑیاں ہیں جن کے پیچھے ٹرائلر بندھے ہوئے ہیں اور وہ کہاں جارہی ہیں۔"

"ایسی کئی گاڑیاں ہوسکتی ہیں۔ میں کس گاڑی کا پیچھا کروں گا؟"

"تم شکاگو سے جانے والی ہائی وے پر نظر رکھو گے۔ جتنی گاڑیاں نظر آئیں، اُن کی طرف باری باری جاتے رہو گے۔ ہر گاڑی پر نظر رکھو گے خواہ وہ مختلف سمت کیوں نہ جارہی ہوں۔ ہیلی کاپٹر کے ذریعے تم منٹوں میں ایک گاڑی سے دوسری گاڑی تک پہنچ سکو گے۔"

اس نے کار کے ڈیش بورڈ کو کھول کر نوٹوں کی گڈیاں نکالیں۔ دو گڈیاں اسے دیتے ہوئے کہا: "اسے رکھو۔ اتنی رقم میں تم ہیلی کاپٹر میں بارہ گھنٹے تک پرواز کرسکتے ہو۔ میں تم سے دماغی رابطہ قائم کرتی رہوں گی۔"

"مس مورینا! ہیلی کاپٹر شارٹ ... ..."

"میں بار بار پوچھے کا میں نے ٹرائلر والی گاڑیوں کا تعاقب کیوں کررہا ہوں؟"

"اوّل تو وہ تمہارے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔ دوم یہ کہ اس کی جیب گرم کردینا۔"

وہ میٹروفلائنگ کلب پہنچ گئے۔ وہاں انھوں نے اپنے لیے ایک ایک ہیلی کاپٹر چارٹر کرایا۔ پندرہ منٹ کے اندر ہی وہ وہاں سے پرواز کررہے تھے۔ مختلف شاہراہوں پر نظر دوڑ رہے تھے۔ مورینا سوچ رہی تھی، خاصی دیر ہوچکی ہے۔

میں اس کی سوچ میں کہہ رہا تھا: "کوئی بات نہیں، اگر وہ ٹرائلر والی گاڑی شکاگو سے باہر جارہی ہے تو ان کا سفر طویل ہوگا۔ ہوسکتا ہے وہ گاڑی صبح تک چلتی رہے۔ کہیں نہ کہیں ضرور نظر آئے گی۔"

آدھے گھنٹے کے اندر مورینا نے تین ٹرائلر والی گاڑیاں دیکھیں۔ برنارڈ نے دو گاڑیوں کو ڈھونڈ نکالا۔ اس کا پائلٹ پوچھ رہا تھا: "جناب! کوئی پیچیدہ معاملہ ہے؟ آپ کیوں ہیلی کاپٹر کے ذریعے ان گاڑیوں کو فالو کررہے ہیں؟"

"ہاں، معاملہ پیچیدہ ہے۔ مجھے اپنی بیوی پر شبہ ہے۔ وہ کسی ٹرائلر میں اپنے عاشق کے ساتھ جارہی ہے۔ میں اسے رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتا ہوں۔"

پائلٹ نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا: "شبہ تو مجھے بھی اپنی بیوی پر ہے مگر میں جاسوسی نہیں کرسکتا۔ یہ کتنے افسوس کا مقام ہے ہم دن رات اپنی عورت کو خوش رکھنے کے لیے محنت کریں اور اس سے ہمیں وفا نہ ملے۔"

دوسری طرف پائلٹ بار بار کن انکھیوں سے مورینا کو دیکھتا تھا اور خوش ہوکر کہتا تھا: "میں خوش نصیب ہوں، آج مس امریکا میرے ساتھ بیٹھی ہوئی ہیں۔"

مورینا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے پوچھا: "بائی دی وے آپ کسی ٹرائلر کا تعاقب کیوں کررہی ہیں؟"

"میرے ہزاروں لاکھوں عاشق ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنی تمام دولت میرے نام کرنا چاہتے ہیں لیکن ایک شخص میرا دل چرا کر لے گیا ہے۔"

اس نے ایک سرد آہ بھر کر پوچھا: "وہ خوش نصیب کون ہے؟"

"وہ بہت ہرجائی ہے، کسی دولت مند لڑکی کے ساتھ ایک ٹرائلر میں جارہا ہے۔ میں اسے رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتی ہوں۔"

وہ پھر سرد آہ بھر کر بولا: "قدرت عجب تماشے کرتی ہے۔ ہم جیسے وفا کرنے والے تمہاری جیسی حسینا کی کو منہ تکتے رہ جاتے ہیں اور یہ نفٹ نیس ٹائپ اور جز و زلت کے پیچھے بھاگتے ہیں، تم اُن کے پیچھے بھاگ رہی ہو۔"

وہ ایک کان سے اس کی باتیں سن رہی تھی، دوسرے کان سے نکال رہی تھی۔ دور بستی میں نظر آنے والی گاڑیوں کو دیکھتی جارہی تھی۔ پھر پائلٹ سے کہتی تھی: "ذرا ٹرائلر پر سرچ لائٹ کی روشنی ڈالو۔"

وہ اس کی ہدایت پر عمل کرتا تھا۔ سرچ لائٹ کے ذریعے گاڑی کو صاف طور پر دکھاتا تھا۔ پھر پرواز ذرا اونچی کرلیتا تھا۔ مورینا نے پوچھا: "کیا ٹرائلر والی گاڑیوں کو شبہ ہوسکتا ہے کہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے تعاقب کیا جارہا ہے؟"

پائلٹ نے کہا: "ہاں، شبہ ہوسکتا ہے مگر جس پر تم جان دیتی ہو، وہ تم پر شبہ نہیں کرے گا۔ اکثر پولیس والے مجرموں کو تلاش کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر استعمال کرتے ہیں۔ کیا تمہارا محبوب مجرم ہے؟"

وہ گھور کر بولی: "کیا تم سمجھتے ہو میں ایک مجرم سے عشق کروں گی؟"

"بس مورینا! دل کسی پر بھی آسکتا ہے۔ وہ دولت مند غریب یا مجرم میں تمیز نہیں کرتا۔"

وہ اس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی: "اب دوسری شاہراہ پر چلو جہاں ہم نے دو ٹرائلر دیکھے تھے۔"

وہ حکم کی تعمیل کرتا ہوا دوسری شاہراہ پر جانے لگا۔ میں نے جناب شیخ صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے پوچھا: "خیریت تو ہے؟"

میں نے انھیں مختصر طور پر ٹرانسفارمر مشین کی موجودہ پوزیشن بتائی پھر کہا: "پومی کو امریکا روانہ کریں۔ میں بعد میں آپ سے ابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہوکر انکل ولیپت رائے کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا اور کہا: "میں پہلی فلائٹ سے امریکا جانا چاہتا ہوں۔"

انھوں نے پریشان ہوکر پوچھا: "کیا اتنی جلدی اجازت مل جائے گی؟"

"میں مانتا ہوں، شام ہورہی ہے، تمام دفاتر بند ہوچکے ہیں لیکن دفتر میں ضروری کام کرنے والے بیٹھے رہتے ہیں۔ آپ کاریں بھیج کر روانہ ہوجائیں، میں خیال خوانی کے ذریعے کام بنا جاؤں گا۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق گھر سے چل پڑے۔ ساتھ میں نوٹوں کی بڑی بڑی گڈیاں رکھ لیں۔ میں نے رسونتی سے کہا: "تم انکل ولیپت رائے کے دماغ میں رہو۔ وہ پاسپورٹ اور ویزا کے جن دفاتر میں جارہے ہیں، وہاں خیال خوانی کے ذریعے کام بناتی رہو۔ مجھے پہلی فرصت میں امریکا جانا ہے۔ ٹرانسفارمر مشین ہماری نظروں میں آگئی ہے۔ میں اسے دوبارہ گم نہیں ہونے دینا چاہتا۔"

وہ پریشان ہوکر بولی: "فرہاد! تم ہندوستان سے چلے جاؤ گے تو میرے بیٹے کا کیا ہوگا؟"

"میں جسمانی طور پر جاؤں گا مگر دماغی طور پر بیٹے کے پاس ہی رہوں گا۔ یہاں اعلیٰ بی بی موجود ہے، تم بھی اس کے پاس ہمیشہ موجود رہتی ہو۔ پھر فکر کی کیا بات ہے؟"

وہ تھوڑی دیر چپ رہی۔ پھر بولی: "وہ ٹرانسفارمر مشین بہت اہم ہے۔ ایسے وقت بحث کرنا نہیں چاہتی۔ پتا نہیں اُن کمبختوں نے ایسی مشین کیوں ایجاد کی۔ ہم یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ ہمارے مقابلے میں خیال خوانی کرنے والے پیدا ہوتے رہیں۔ بہرحال تم جاؤ۔ میں یہاں کے معاملات سمجھ لوں گی مگر یاد رکھو، زیادہ دیر میرے بیٹے سے غافل نہ رہنا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں غافل نہیں رہوں گا۔ اگر بہت زیادہ مصروف ہوجاؤں تو کسی بھی مشکل میں تم مجھے بلا سکتی ہو۔"

وہ انکل ولیپت رائے کے پاس چلی گئی۔ میں نے پومی کے دماغ پر دستک دی۔ پہلے تو اس نے سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس چھوڑتے ہوئے بولی: "کون ہے؟"

"میں نے کوڈ ورڈ بتایا تھا۔ فرہاد آن زیرو چینل۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ میں نے کہا: "انشاء اللہ اب ہماری ملاقات جلد ہوگی۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں، شیخ صاحب نے تم سے کچھ کہا ہے؟"

"دیکھ لو، سفر کی تیاری کررہی ہوں۔"

اگرچہ میری کسی ساتھی کو سفر کی تیاریاں کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ جس لباس میں ہوتی ہیں، اسی میں چل پڑتی ہیں۔ ضرورت کے وقت دنیا کے کسی بھی بازار سے اپنے مطلب کی چیزیں حاصل کرلیتی ہیں لیکن دنیا والوں کو دکھانے کے لیے ایک سفری بیگ اور اٹیچی کی ضرورت تھی لہٰذا وہ رسمی تیاریاں کررہی تھی۔ مجھ سے پوچھ رہی تھی: "کیا تم بھی آرہے ہو؟"

"ہماری ملاقات نیویارک میں ہوگی لیکن تمہارا دھیان میری طرف ہے ان معاملات کی طرف نہیں ہے جن کے لیے یہاں سے روانہ ہورہی ہو۔"

"میں ان معاملات کو پوری تفصیل سے سمجھ لوں گی۔ بس اتنا کہہ دو، مجھ سے مل رہے ہو۔ پھر میں پُل صراط سے بھی گزر جاؤں گی۔ تم مجھ سے جتنی توقع کررہے ہو، میں کسی بھی معاملے میں اس سے زیادہ کر دکھاؤں گی۔"

یہ تو میں بھی سمجھتا تھا۔ اگر شارپ ڈان فریزر، غلام باقی اور بہرام گنگوں میں سے کوئی بھی نظر آئے گا تو وہ قبر تک ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ ایک کے ذریعے دوسرے کو، دوسرے کے ذریعے تیسرے کو، تیسرے کے ذریعے چوتھے کو ڈھونڈ نکالے گی۔ وہ دشمنوں کو توبہ کرنا سکھا دیتی تھی۔ مجھے پورا یقین تھا، وہ ضرور مشین تک پہنچے گی اور اسے لے آئے گی۔

میں اسے مشین کے متعلق بتانا چاہتا تھا لیکن خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر دستک ہورہی تھی۔ میں نے اٹھ کر اسے کھولا۔ سامنے اعلیٰ بی بی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اداس نظر آرہی تھی۔ اس نے کہا: "ابھی رسونتی نے بتایا ہے تم جارہے ہو۔"

"ہاں اس نے یہ بھی بتایا ہوگا کیوں جا رہا ہوں۔"

"انکل دلیپ رائے کے ہاں بڑے سکون سے ہو۔ یہاں ہر طرح محفوظ ہو۔ یونہی تو ہر جگہ چھوڑ کر نہیں جا رہے۔ ضرور کوئی اہم کام ہوگا۔"

میں نے ٹرانسفارمر مشین کا ذکر چھیڑنا چاہا، وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "بس کرو، میں پریشان ہوگئی ہوں۔ تم پریشان نہیں ہوتے۔ دن رات بھاگتے رہتے ہو۔ ہر لمحہ خیال خوانی کرتے ہو، تم کبھی نہیں تھکتے مگر میں تھیں کھو کر اتنی تھکن محسوس کر رہی ہوں جیسے وقت سے پہلے بوڑھی ہو چلی ہوں۔"

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "تم نے پہلی ملاقات میں خوف کا اظہار کیا تھا پتا نہیں کب بچھڑ جائیں گے اور اب بچھڑنے کی گھڑی آگئی ہے۔"

میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ رسونتی بڑی سے فراخدل ہو گئی تھی۔ اس نے خود ہی اسے اطلاع دی تھی کہ میں جا رہا ہوں تاکہ وہ آخری بار مجھ سے ملاقات کے لیے پہنچ جائے۔ اس کا دل دکھ رہا تھا مگر وہ مسکرا رہی تھی۔ میری قربت سے نہال ہو رہی تھی اور نڈھال ہو رہی تھی۔ بار بار کہہ رہی تھی۔ "فرہاد! کوئی ایسا طریقہ اختیار کرو کہ جینے میں ایک بار تو ملاقات ہو سکے۔ کیا تمھیں میری یاد بالکل نہیں آتی یا مجھے نظر انداز کرنے کے لیے اس قدر مصروف ہو جاتے ہو کہ میں حرفِ شکایت بھی زبان پر نہیں لا سکتی۔"

"تم سمجھتی ہوئیں تمھیں نظر انداز کرتا ہوں۔ ایسی بات نہیں ہے دراصل میں اتنا مصروف رہتا ہوں اور پھر اتنا تھک جاتا ہوں کہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو جاتا ہوں۔ تم سب مجھے یاد آتی ہو مگر طویل فاصلے مجبور کر دیتے ہیں۔"

"اسی لیے تو کہتی ہوں، فاصلے کم کرنے کا راستہ اختیار کرو۔ تم مجھے بلا سکتے ہو۔ تم جب چاہو گے، میں چلی آؤں گی۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ انکل کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا، وہ واپس آگئے ہیں۔ میں نے بلند آواز میں کہا۔ "میں ابھی آتا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے بڑی مضبوطی سے جکڑ لیا، جیسے کبھی چھوڑنے کا ارادہ نہ ہو۔ وہ اپنی ذہانت اور حاضر دماغی سے نامحکن کو ممکن بنا دیتی تھی۔ شاید تقدیر کو یہی منظور ہوتا تھا اور جب تقدیر کو کوئی بات منظور نہ ہو تو تدبیر کام نہیں آتی۔ کم از کم میرے معاملے میں تو اس کی تدبیر اور حاضر دماغی کسی کام نہیں آ رہی تھی۔

وہ باتھ روم میں چلی گئی تو میں دروازہ کھول کر باہر آیا۔ انکل دلیپ رائے ڈرائنگ روم میں انتظار کر رہے تھے۔ انھوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "آج رات ایک طیارہ لندن تک جا رہا ہے۔ میری بھورسونتی نے کہا تھا میں اس میں سیٹ ریزرو کرا دوں۔ وہاں سے آگے جانے کے سلسلے میں تمھارے شیخ صاحب مدد کریں گے۔"

"اچھی بات ہے انکل۔ میں رات کے دس بجے روانہ ہو جاؤں گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میرے پاس آ کر دونوں شانوں کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "میں بہت بدنصیب ہوں۔ میری بیوی کو ایک ظالم نے مار ڈالا۔ دوسری شادی کی تو وہ بدترین مجرمہ ثابت ہوئی۔ تم نے مجھے تباہ ہونے سے بچایا۔ میری کوئی اولاد نہیں ہے اگر ہوتی تو آج تمھاری طرح جوان ہوتی۔ بیٹے! یہاں سے جانے کے بعد مجھے بھول تو نہیں جاؤ گے؟"

میں نے انھیں گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "انکل! میں آپ کو کبھی نہیں بھول سکتا۔"

"مجھے ایک بات کا دکھ ہے۔ کیا تم بتا سکتے ہو؟"

میں نے ان کی سوچ کو پڑھا پھر کہا۔ "ہاں آپ مجھے بیٹا کہتے ہیں اور میں آپ کو انکل کہتا ہوں۔ آئندہ نہیں کہوں گا۔ میں نے آپ کا دکھ سمجھ لیا ہے میں آپ کو ڈیڈی کہوں گا۔"

وہ مجھ سے الگ ہو کر مجھے چومنے لگے۔ اس وقت ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ رہی تھیں۔ سچ ہے محبت کا کوئی مذہب اور دھرم نہیں ہوتا۔ محبت کسی ملک کی سرحد پر رک نہیں سکتی۔ کوئی پہرے دار اسے روک نہیں سکتا۔ میں نے ان کے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کہا۔ "میں کبھی آپ کو نہیں بھلاؤں گا۔ جب بھی ادھر کا رُخ کروں گا سیدھا آپ کے پاس آؤں گا اور آپ جب بھی ملک سے باہر جائیں گے میرے ہی ساتھ رہیں گے۔"

میں نے شیخ صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ رسونتی نے انھیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ جس طیارے سے آ رہا ہوں وہ لندن تک جانے والا ہے لہٰذا پیرس یا لندن سے دوسرے طیارے میں امریکا تک جانے کا انتظام کر دیا جائے۔

میں نے کہا۔ "میں پیرس میں دوسری فلائٹ ملنے تک قیام کروں گا اور رسونتی کے ساتھ وقت گزاروں گا۔"

میں نے رسونتی کے پاس پہنچ کر کہا۔ "تم تاہرو سے پیرس واپس جاؤ میں وہاں پہنچ رہا ہوں۔"

میں اس دوران مورینا اور برنارڈ سلیری کے دماغ میں پہنچتا رہا تھا۔ ان دونوں کی نظروں میں پانچ ٹرائلر تھے جو مختلف راستوں سے گزر رہے تھے۔ پہلا ٹرائلر مشی گن جھیل کے کنارے والی شاہراہ پر چلتا ہوا ایک چھوٹے سے شہر ملبرگ میں رک گیا تھا۔ وہ چھوٹا سا شہر تھا۔ وہاں آسانی سے معلوم کیا جا سکتا تھا کہ فلاں دن، فلاں تاریخ کو، فلاں وقت کون سا ٹرائلر کہاں آ کر رکا تھا۔

دوسرا ٹرائلر کلازبو سے ہوتا ہوا بٹل کریک پہنچ گیا تھا وہاں پہنچ کر مورینا نے پائلٹ سے کہا۔ "یہاں ذرا دیر رُک جاؤ اور معلوم کرو کہ ٹرائلر کس جگہ پہنچا ہے اور وہاں کیا مال اتارا جا رہا ہے؟"

یہ معلوم کرنے میں تقریباً آدھا گھنٹا گزر گیا۔ مورینا نے پھر پرواز کی۔ پائلٹ اس کا دیوانہ تھا۔ اس کے اشاروں پر چل رہا تھا۔ وہ جہاں کہتی تھی، وہاں پرواز شروع کر دیتا تھا۔ تیسرا ٹرائلر انڈیانا کی طرف جاتا ہوا پٹون کے چھوٹے سے شہر میں رُک گیا تھا۔ وہ بھی چھوٹا سا شہر تھا، وہاں بھی آسانی سے ٹرائلر کے متعلق معلوم کیا جا سکتا تھا لہٰذا مورینا اس طرف چل پڑی جدھر برنارڈ سلیری پرواز کر رہا تھا۔ چوتھا ٹرائلر شکاگو کے شمال مغرب میں میڈیسن شہر میں رک گیا تھا۔ وہ شہر بڑا تھا۔ مورینا نے کہا۔ "یہاں تھوڑی دیر رُک جاؤ معلوم کرو ٹرائلر کہاں گیا ہے اور اس کا سامان کہاں پہنچایا جا رہا ہے؟"

پانچواں ٹرائلر گرین بے کی طرف جا رہا تھا۔ وہ شمال کی طرف تھا اور کافی طویل سفر تھا چنانچہ برنارڈ سلیری میڈیسن رُکی پہنچ کر معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس وقت تک مورینا گرین بے کی طرف جانے والے ٹرائلر کا تعاقب کرتی رہی۔ اس نے صبح چھ بجے تک پانچوں ٹرائلرز کی منزلِ مقصود کا پتا چلا لیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ زندگی میں پہلی بار جاسوسی کی تھی اور کامیابی سے ہر ایک کی منزل اور صحیح مقام کا پتا چلا لیا تھا۔ اس نے برنارڈ سلیری سے کہہ دیا تھا۔ "تم واپس چلو۔ میں تمھارے اپارٹمنٹ میں آ رہی ہوں۔"

برنارڈ سلیری بھی بہت خوش تھا۔ اتنی دیر تک اس کے کام آتا رہا تھا۔ اس کی ہدایات کے مطابق تنہا ہی عمل کرتا رہا تھا۔ وہ ہر ایسا کام کرنا چاہتا تھا جس سے خوش ہو کر مورینا اسے کم از کم اپنا ہاتھ تھامنے کا ہی موقع دے دے۔

وہ وعدے کے مطابق اس کے اپارٹمنٹ میں واپس نہیں آئی۔ ادھر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کی نیت خراب ہو گئی تھی۔ اس نے مورینا کی ہدایت کے مطابق گرین بے کے ایک فلائنگ کلب میں اس ہیلی کاپٹر کو اتارا تھا۔ مورینا معلوم کرنا چاہتی تھی، وہ ٹرائلر کس جگہ رکا ہے اور اس کا مال کہاں منتقل کیا جا رہا ہے۔

وہ پائلٹ کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس مقام پر پہنچی جہاں اس نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس ٹرائلر کو رُکتے دیکھا تھا۔ اس جگہ کا اچھی طرح مشاہدہ کرنے کے بعد جب یقین ہو گیا کہ ٹرائلر والے اس کے قریب ہی ایک چھوٹے سے بنگلے میں پہنچ گئے ہیں تو اس نے کہا۔ "اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔"

پائلٹ نے کہا۔ "یہاں میری ایک کزن رہتی ہے۔ پلیز، کچھ دیر کے لیے چلو، میں تمھیں جلد ہی واپس شکاگو پہنچا دوں گا۔"

مورینا اپنی کامیابی پر اتنی خوش تھی کہ اس نے پائلٹ کے دماغ کو پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی وہ سوچ رہی تھی، ان پانچوں مقامات میں سے کہیں نہ کہیں شکار پر بھی مل جائے گا اور مشن بھی لیکن وہ پریشان تھی کہ وہاں پہنچ کر کیا کرے گی، کس طرح مشن حاصل کرے گی؟

وہ اپنی فکر میں تھی۔ پائلٹ اپنی فکر میں تھا۔ اس نے ایک چھوٹے سے اپارٹمنٹ کے سامنے ٹیکسی رکوا دی۔ پھر کہا۔ "آؤ، تم بھی میری کزن سے مل لو۔"

وہ دونوں اس اپارٹمنٹ کے دروازے پر پہنچے۔ دستک دی تو ایک نوجوان نے دروازہ کھولا۔ اس نے مس امریکا کو اپنے دروازے پر دیکھ کر خوشی سے چیختے ہوئے کہا۔ "اوہ مائی گاڈ! کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں، مس امریکا اور میرے دروازے پر؟"

پائلٹ نے بیکار گی اپنی جیب سے چاقو نکالا۔ پھر اسے کھول کر مورینا کو اندر دھکا دیتے ہوئے بولا۔ "میرے دوست! دروازے کو بند کر دو۔ یہ موقع پھر کبھی ہاتھ نہیں آنے گا۔"

اس کے دوست نے دروازے کو بند کر دیا۔ وہ دونوں اُسے للچائی ہوئی اور ہوس بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے زندگی میں پہلی بار کسی عورت کو دیکھ رہے ہوں حالانکہ انھوں نے بچپن سے اپنی ماں اور بہنوں کو دیکھا ہوگا لیکن مرد کی ظالمانہ فطرت کی ایک بنیادی اور سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ ایسے وقت وہ اپنی ماں بہنوں کو بھلا دیتا ہے، یہ کبھی یاد نہیں کرتا کہ وہ بھی کسی کے شکنجے میں آ سکتی ہیں۔

وہ دو کمروں کا اپارٹمنٹ تھا۔ وہ اسے کھینچتے ہوئے دوسرے

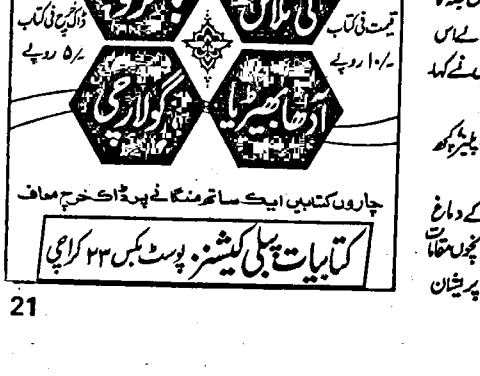

کمرے میں لے گئے۔ اس کی دیواروں پر مورینا کی بڑی بڑی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ انھوں نے ان تصویروں کو یوں ترتیب دیا تھا کہ مورینا کا چہرہ گردن تک تھا، باقی تصویریں کسی اور کی تھیں اس طرح انھوں نے دو دنوں کے گٹھ جوڑ سے مورینا کی اپنی مرضی کی تصویریں بنا ڈالی تھیں۔ انھیں اپنے خواب گاہ کی دیواروں پر چسپاں کر دیا تھا وہ شاید ان تصویروں کو دیکھتے ہوئے سو جاتے تھے۔

وہ تصویریں نشہ تھیں اب وہی نشہ جیتا جاگتا ان کے سامنے ان کے بالکل قریب ان کے ہاتھوں کی پہنچ تک آ گیا تھا پھر بھلا وہ اسے کیسے چھوڑ سکتے تھے؟

مورینا نے ایک بے بس اور مجبور عورت کی طرح پریشان ہو کر کہا "دیکھو میں مس امریکا ہوں تمھارے ملک کی عزت ہوں۔ ساری دنیا میں میرے حسن کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اس طرح امریکا کا نام ہو رہا ہے کیا تم مجھے برباد کر دو گے؟"

"ساری دنیا میں ڈنکا پیٹنے والے یہ سمجھ نہیں پائیں گے کہ دو جوانوں نے مس امریکا کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ لہٰذا پریشان ہونا چھوڑ دو اور گلے لگ جاؤ ورنہ دیکھ رہی ہو۔ ایک کے ہاتھ میں چاقو ہے۔ ان کے بعد پھر دوسرے کے ہاتھ میں چاقو ہوگا اور تم پھر بے بس رہ جاؤ گی۔"

یمنا نے مورینا کے دماغ میں کہا "یہ اچھا موقع ہے انھیں آپس میں لڑا دو۔"

میری آواز اور لب و لہجہ سن کر وہ چونک گئی۔ اس نے پوچھا "میرے دماغ میں کون بول رہا ہے؟"

"میں کوئی بھی ہوں، وقت ضائع مت کرو۔ انھیں آپس میں لڑاؤ۔"

مگر وہ تجسس میں مبتلا ہو گئی تھی۔ پوچھ رہی تھی "کیا تم شارپر ہو؟ لہجہ بدل کر بول رہے ہو؟"

میں سمجھ گیا جب تک اس کا تجسس ختم نہیں ہوگا وہ کوئی عملی قدم نہیں اٹھا سکے گی۔ میں نے کہا "میں فرہاد ہوں بہت دیر سے تمھارے دماغ میں ہوں۔ میں نے ہی تمھیں ہیلی کاپٹر کے ذریعے دشمنوں کا تعاقب کرنے پر مجبور کیا تھا۔ تم اتنی تیز طرار نہیں ہو کہ پانچوں ٹرائمنڈز کے متعلق کامیابی سے سراغ لگا لیتیں۔ یہ سب میری بدولت ہوا ہے۔"

وہ حیران اور پریشان تھی۔ پوچھ رہی تھی "کیا واقعی تم فرہاد ہو؟"

"میں ابھی یقین دلاتا ہوں۔ دیکھوں تم ان دو ہٹے کٹے نوجوانوں سے کس طرح نمٹ سکتی ہو۔"

وہ بولی "یہ کون سی بڑی بات ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے انھیں فنا کر دوں گی۔"

"تم زیادہ سے زیادہ ان کے دماغ کو جھٹکے پہنچاؤ گی۔"

"کیا یہ سزا کم ہوگی؟"

"ان کے لیے بہت بڑی سزا ہوگی لیکن تمھاری ٹیلی پیتھی کا علم ظاہر ہو جائے گا۔ ایسا کام کرو کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے تمھیں اپنے اس علم کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔"

"پھر بتاؤ، کیا کروں؟"

"تم دونوں کے خیالات پڑھتی جاؤ اور دیکھتی جاؤ وہ کس طرح تمھیں گھیرنا چاہتے ہیں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے صرف اتنا ہی کام کرو۔ باقی میں سنبھال لوں گا۔"

اسے باقی کام کے متعلق پوچھنے کی مہلت نہیں ملی۔ وہ دونوں اس کے قریب آ چکے تھے۔ اس نے فوراً ہی پائلٹ کے دماغ کو پڑھا پھر اچانک ہی بیٹھ گئی۔ دونوں نے ایک ساتھ آگے ہاتھ بڑھایا تھا نتیجے کے طور پر دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ میں اس کے اندر تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق وہاں سے اٹھتے ہوئے دونوں کے پیٹ میں گھنیاں ماریں۔ وہ بلبلا کر رہ گئے۔ اگر وہ تنہا ہوتی تو شاید اس کا یہ حملہ اتنا زوردار نہ ہوتا۔ جب وہ پیٹ پکڑ کر جھکے تو اس نے دو گھونسے دونوں کے منہ پر جما دیے۔ وہ اٹک کر پیچھے کی طرف چلے گئے۔

اب وہ حیران حیران سی تھی۔ دونوں کو دیکھ کر سوچ رہی تھی۔ کیا اس کے اندر اتنی جسمانی قوت آ گئی ہے کہ وہ دو جوانوں کا مقابلہ تنہا کر سکتی ہے تب اسے محسوس ہوا جیسے اس کے اندر سونیا سما گئی ہے۔ وہ خود سونیا بن گئی ہے اب ان کی ایسی مرمت کرے گی کہ ساری دنیا میں اس کا نام ہو جائے گا۔

دوسری طرف وہ دونوں بھی حیران تھے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مقابلہ حسن میں اول آنے والی نازک اندام دوشیزہ اس طرح ان کی پٹائی کر سکتی ہے۔ وہ دونوں جھنجلا گئے۔ انھوں نے بیک وقت اس کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ ایک کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس سے بچنے کے لیے ایک طرف ہٹ گئی۔ میں نے اسے گھوم کر ایک لات مارنے پر مجبور کیا۔ وہ لات دوسرے کے منہ پر پڑی۔ وہ ایک طرف الٹ گیا۔ پہلا تو اوندھے منہ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے فرش سے اٹھنے کے دوران جیب سے چاقو نکال لیا۔ اسے ایک کھٹکے سے کھولا۔ مورینا کی جان نکل گئی۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹنے لگی۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟ ابھی تو تم سونیا بن رہی تھیں۔ صرف ایک چاقو دیکھ کر سہم گئی ہو؟"

اسے حوصلہ ہوا۔ وہ تن کر بولی "میں مقابلہ کر لوں گی مگر سمجھ میں نہیں آتا، کس طرح بچنا چاہیے؟"

"فکر نہ کرو صرف ان کے خیالات پڑھتی رہو۔"

میں نے اسے حوصلہ دیا مگر اس پر مجبور سا نہیں تھا۔ لہٰذا میں چاقو والے کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس بار وہ تیزی سے مورینا پر حملہ کرنے آیا، اسی وقت اس کا ساتھی اسے دبوچنے آ رہا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ مورینا چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی اور وہ چاقو اس کے ساتھی کے سینے میں پیوست ہو گیا۔

وہ چاقو پائلٹ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ کبھی اپنے ساتھی کو فرش پر تڑپتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور کبھی وحشت زدہ نظروں سے مورینا کو تک رہا تھا۔ سے غصہ آ رہا تھا۔ ایک تو وہ ہاتھ نہیں آتی۔ دوسرے اس کا ساتھی جان سے جا رہا تھا۔ اس نے غصے سے ایک چیخ ماری۔ پھر چاقو اٹھا کر مورینا کی طرف لپکا۔ بے چاری مس امریکا نے آج تک ایسا خون خرابا نہیں دیکھا تھا۔ وہ تو صرف حسن، موسیقی، گیت، پھول اور شاعری کو سمجھتی تھی۔ پہلی بار اپنی آنکھوں سے ایک شخص کو چاقو کھا کے فرش پر گرتے تڑپتے اور دم توڑتے دیکھ رہی تھی۔

جب پائلٹ نے خون آلود چاقو سے اس پر حملہ کرنا چاہا تو اس کی گھگھی بندھ گئی۔ وہ ایک دم سے دیوار کے ساتھ جا کر ٹکرائی۔ پھر آہستہ آہستہ بیٹھتے ہوئے فرش پر گر پڑی۔ وہ بھ گئی تھی، اب زندہ نہیں بچے گی۔ قاتل اس کے سینے میں چاقو اتار دے گا لہٰذا مرنے سے پہلے بے ہوش ہو گئی۔

اگر میں پائلٹ کے دماغ میں نہ ہوتا تو وہ سچ مچ اسے ختم کر دیتا۔ حسن جب ہاتھ نہ آئے تو ہوس پرست جنون میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ سوچتا ہے جو چیز اس کے ہاتھ نہ آ سکی کسی کے ہاتھ نہ آئے لہٰذا اسے کچل دینا چاہیے، مسل دینا چاہیے، ختم کر دینا چاہیے۔

میں نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ اس کے ہاتھ سے چاقو گرا دیا۔ اسے یہ سوچنے پر مجبور کیا۔ شاید وہ شکست تسلیم کر رہی ہے، اسی لیے فرش پر گر پڑی ہے کہیں بے ہوش نہ ہو گئی ہو۔ اسے دیکھنا چاہیے۔

وہ اس کے قریب آیا۔ اس پر جھک کر دل کی دھڑکنوں کو سمجھنے لگا۔ پھر یقین ہو گیا وہ بے ہوش ہو گئی ہے۔ اس نے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اسے بستر پر لا کر ڈال دیا۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔ ہوس ناک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ایک طرف فرش پر دوست کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ دوسری طرف حسن مجسم بستر پر بچھا ہوا تھا۔ ایک طرف ماتم تھا۔ دوسری طرف مس امریکا کو حاصل کرنے کا اعزاز اسے ملنے والا تھا اور وہ سینہ جیسے بے ہوشی کی حالت میں بھی دعوتِ کر رہی تھی۔ اُدھر جاتا ہے دیکھو یا اِدھر پر دانہ آتا ہے۔

اس نے دوست کی لاش کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ دونوں بہت ہی گہرے دوست تھے اور ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے لیکن وہ مر چکا تھا۔ اب اس سے دوستی نبھانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس جو زندہ تھی اس سے فائدے حاصل کیے جا سکتے تھے۔ وہ بستر کی طرف بڑھنے لگا۔ اسی لمحے اسے دوست کی آواز سنائی دی۔ وہ ہڑبڑا کر رک گیا "کیا مردہ زندہ ہو گیا ہے؟"

اس نے پلٹ کر دوست کی لاش کو دیکھا۔ وہ چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ منہ بھی کھلا ہوا تھا جیسے ابھی دوست کو پکارتے پکارتے رک گیا ہو۔

پائلٹ کا دل خوف سے دھڑکنے لگا۔ اگرچہ وہ مر چکا تھا۔ سینے میں جہاں خنجر پیوست ہوا تھا وہاں سے خون اب بھی بہہ رہا تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک ساکت تھا۔ وہ ہلا نہیں سکتا تھا پھر بول کیسے سکتا تھا۔ وہ تو مر چکا تھا، سچ مچ مر چکا تھا۔

پائلٹ نے اطمینان کی سانس لی۔ سوچا یہ اس کا وہم تھا۔ وہ خواہ مخواہ خوفزدہ ہو رہا تھا۔ یہ سوچ کر وہ پھر مورینا کی طرف بڑھا۔ اسی وقت پھر آواز آئی "دوست! کیا مجھے چھوڑ کر عیش کرو گے؟"

اس بار وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے دوست کو دیکھا، وہ جوں کا توں پڑا ہوا تھا۔ اس بار وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ یہ وہم نہیں ہے۔ اس نے صاف طور سے اپنے مقتول دوست کی آواز سنی ہے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اس کے دماغ میں، اس کے دوست کے لہجے میں بول رہا ہوں۔

اگر وہ غور کرتا تو محسوس کر لیتا، یہ آواز اس کے دماغ کے اندر ہے، باہر نہیں ہے لیکن وہ خوفزدہ تھا۔ ایک تو اس نے قتل کیا تھا۔ مجرمانہ احساس اس پر حاوی تھا۔ پھر ہوس غالب آ رہی تھی۔ وہ کسی طرح اپنی ہوس پوری کر کے جلد سے جلد وہاں سے فرار ہونا چاہتا تھا تاکہ قتل کا الزام عائد نہ ہو۔ ایسے میں اسی مقتول دوست کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ ان حالات میں وہ ٹیلی پیتھی کے متعلق سوچ نہیں سکتا تھا۔ اس کے اندر کا مجرم بُری طرح دہشت زدہ تھا۔

اسے شبہ ہوا۔ شاید دوسرے کمرے میں کوئی چھپا ہوا ہے۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے میں آیا۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ اس نے بیرونی دروازے کو کھولا۔ باہر بھی کوئی نہیں تھا۔ کسی نے اسے قتل کرتے نہیں دیکھا تھا اور اب بھی اسے کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔

وہ مطمئن ہو کر پھر واپس آیا۔ جیسے ہی بستر پر جا کر بیٹھا، مس امریکا کو چھونے کی حسرت رہ گئی۔ اچانک اس کی پیٹھ پر کوئی چیز آ کر لگی۔ وہ ایک دم سے چیخ مار کر پلٹ گیا۔

کمرے میں چھت کی طرف ایک چھوٹی سی چھان بنی ہوئی تھی۔ جس پر فالتو سامان رکھا ہوا تھا وہیں سے، بٹر کا ایک خالی ٹن جانے کیسے گر پڑا تھا اور اسے لگتا ہوا فرش پر آ گیا تھا۔ پائلٹ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے دوست نے کوئی چیز پھینک کر ماری ہو اور پوچھ رہا ہو "کیا تنہا عیش کرو گے؟"

وہ دہشت زدہ ہو کر پلنگ سے دور ہو گیا۔ دوست سے بھی دور ہو گیا۔ سینہ سے بھی دور ہو گیا۔ اب اس میں ہمت نہیں تھی کہ مورینا کو ہاتھ لگاتا۔ میں اس کے اندر کہہ رہا تھا "تم نے مجھے مار ڈالا جسم کو مارنے سے کیا ہوتا ہے روح تو زندہ ہے اور یہ روح تمھارے اندر ہے اور یہ تمھارے اندر بول رہی ہے اور تم اچھی طرح سن رہے ہو۔ یاد رکھو، ہم ہمیشہ مل بانٹ کر کھایا کرتے تھے۔ تم تنہا وہ

ہو۔ تنہا کبھی نہیں کھاؤ گے اگر دوستی نبھانا ہے تو میرے پاس چلے آؤ۔ چاقو فرش پر پڑا ہے۔ اسے سینے میں اتار دو پھر میری روح تمھاری روح کو گلے لگائے گی۔ اس طرح ہم دوستی کی ایک عجیب و غریب مثال قائم کریں گے۔ دنیا کو بتائیں گے کہ مرنے کے بعد بھی دوستوں کی روحیں کس طرح گلے ملتی ہیں۔"

پائلٹ نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ "یو شٹ اپ، یو ڈرٹی ٹسول، کیپ یور سیلف کوائیٹ۔ میں پوچھتا ہوں، تم کیسے دوست ہو، ہم مرنے کے بعد میرے اعصاب پر سوار ہو گئے ہو۔ تم کتنے خود غرض ہو، خود مر گئے اور مجھ جیسے زندہ انسان کو زندگی کا لطف اٹھانے نہیں دیتے۔ اگر تمھاری رُوح اب بھی دیکھ سکتی ہے تو دیکھے۔ امریکا کی حسین ترین عورت میرے سامنے سیج پر پڑی ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے لوگ اپنے چھوٹے بڑے جزیرے اس کے نام لکھ دینے کو تیار ہیں۔ اپنی ساری دولت اس کے نام کرنے کو تیار ہیں اس کی ایک ایک تصویر ایک ایک رسالے میں دس ہزار ڈالر کے عوض چھپتی ہے۔ اس کی تصویریں ہر نوجوان کے بیڈ روم میں سجی ہوئی ہیں اور یہ سراپا میرے سامنے موجود ہے اور تم مجھ سے دوستی کے بجائے دشمنی کر رہے ہو۔ خدا کے لیے چلے جاؤ، میرے اندر سے چلے جاؤ، مجھے مخاطب نہ کرو۔"

میں نے ایک بھیانک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "نہیں میرے دوست! ہم نے اس دُنیا میں بڑی بدمعاشیاں کی ہیں، نہ جانے کتنی مظلوم اور معصوم لڑکیوں کی زندگیاں تباہ کی ہیں۔ اب میں جہنم میں پہنچ چکا ہوں۔ تمھیں بھی اپنے پاس بلا رہا ہوں۔ اگر تم عیش کرو گے تو میرے ساتھ ورنہ کچھ نہیں کر سکو گے۔ میں تمھیں مس لمر لیکا تک پہنچنے نہیں دوں گا۔"

اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ "تمھارا باپ بھی پہنچے دے گا، اگر تمھاری رُوح نے میرا راستہ روکا تو میں تمھاری دوستی پر تھوک دوں گا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ موریتا کی طرف بڑھنا چاہتا تھا مگر دوست کی لاش کے پاس لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس کا منہ ٹھیک دوست کے مُنہ کے پاس پہنچا تھا، اسے یوں لگا جیسے دوست کی رُوح نے اپنے پاس بُلا لیا ہے۔ وہ یکبارگی چیخ کر دوسری طرف کروٹ بدلتے ہوئے، اٹھتے ہوئے دُور بھاگا۔

موریتا کو ہوش آگیا، وہ آنکھیں کھول کر سوچنے لگی "میں کہاں ہوں؟"

میں نے کہا۔ "تم پائلٹ کے ساتھ یہاں آئی تھیں، دو نوجوان تمھاری عزت کی دھجیاں اُڑانا چاہتے تھے اور تم سونیا بننے سے پہلے ہی بے ہوش ہو گئی تھیں۔ خدا کے لیے ہوش میں آؤ اور دیکھو میں نے اب تک کس طرح تمھاری عزت بچائی ہے، اُسے تم سے دُور رکھتا رہا ہوں۔"

وہ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئی، پائلٹ فرش پر پڑا ہوا تھا، لڑھکتا ہوا ایک دیوار سے جا کر لگ گیا تھا۔ اس نے مایوس ہو کر پوچھا۔ "اوہ! تم تو ہوش میں آگئی ہو، میں کتنی دیر سے تمھارے قریب آنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر یہ لاش مجھے آنے نہیں دیتی۔ میرا مُردہ دوست میرے اندر بول رہا ہے، اس کی رُوح مجھے اپنی طرف بُلا رہی ہے مگر میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں، میں قاتل ہوں، مجھے پھانسی ہو جائے کوئی بات نہیں، میں گنہگار بن جاؤں، مجھے سزا دی جائے کوئی بات نہیں لیکن میں فخر سے کہہ سکوں گا کہ میں نے تمھارے حسن و شباب کو حاصل کیا ہے۔"

وہ حقارت سے بولی۔ "تم میری بے ہوشی میں میرے قریب نہ آسکے تو اب کیسے آسکو گے؟"

وہ جھنجلا کر رینگتا ہوا خون آلود چاقو کے پاس گیا۔ پھر اسے اُٹھا کر بولا۔ "اگر میں تمھیں حاصل نہ کر سکا تو ہمیشہ کے لیے مٹا کر رکھ دُوں گا۔ کوئی دوسرا تمھیں حاصل نہیں کر سکے گا۔"

میں نے اس کے اندر بھیانک قہقہہ لگایا، اس کے دوست کی آواز میں کہا۔ "تم نے چاقو پکڑ لیا ہے، اب یہ تمھارے ہاتھ سے نہیں چھوٹے گا، تمھارا دوست تمھیں بُلا رہا ہے، اسے اپنے سینے میں اُتار لو۔"

وہ چیخ مار کر چاقو کو چھوڑنا چاہتا تھا مگر میں نے اُسے چھوڑنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ اس کی اپنی ہی مٹھی میں تھا، اس کی نوک سینہ بسینہ اس کے سینے کی طرف چلی آرہی تھی، وہ روکنا چاہتا تھا مگر ناکام ہو رہا تھا، گھبرا کر کہہ رہا تھا۔ "نہیں، نہیں میرے دوست! میں مرنا نہیں چاہتا، مجھے زندہ رہنے دو، میں تمھارے بغیر کچھ نہیں کروں گا، میں اسے ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا، مجھے زندہ رہنے دو۔"

اس کا ہاتھ رُک گیا مگر چاقو اب تک مٹھی میں تھا۔ میں کہہ رہا تھا۔ "تم نے وعدہ کیا ہے میرے بغیر کچھ نہیں کرو گے، جب تک زندہ ہو گے میرے پاس آنے کا انتظار کرتے رہو گے۔ پھر ہم یہاں جہنم میں عیش کریں گے۔"

اس نے جھنجلا کر چاقو کو ایک طرف پھینک دیا۔ دونوں ہاتھ سر پہ مارتے ہوئے کہنے لگا۔ "میری بھی کیا قسمت ہے میں تو اس لومڑی کی طرح ہوں جس کے سامنے انگور ہیں اور وہ انگوروں تک پہنچ نہیں سکتی، جب پہنچ نہیں سکتی تو کہتی ہے یہ کھٹے ہیں۔ موریتا! تم کتنی خوبصورت ہو، تم بہت مزاج ہو، تم ایسی گہری پڑی دوشیزہ ہو جسے میں دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ آہ! ابھی میں زندہ رہنا

چاہتا ہوں۔"

"اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو مجھے واپس شکاگو لے چلو۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر وہاں سے چلتی ہوئی کمرے سے نکلی۔ پھر دوسرے کمرے سے گزر کر باہر آگئی، پائلٹ کا انتظار کرنے لگی۔ میں نے کہا۔ "تم خیال خوانی کرنا بھول گئی ہو۔ اگر یاد ہے تو دیکھو، پائلٹ کیا کر رہا ہے۔"

اُس نے دیکھا، پائلٹ باتھ رُوم میں گیا تھا، خون آلود ہاتھوں کو اور کپڑوں پر لگے ہوئے خون کے دھبوں کو دھو رہا تھا، پھر وہ سر جھکا کر اس کے پاس آیا، وہ بولی۔ "اس طرح مسکین بنے کیوں کھڑے ہو، آگے بڑھ کر کسی کیسی کو روکو اور فلائنگ کلب چلو۔"

اُس نے ہدایت پر عمل کیا، وہ آدھے گھنٹے کے اندر فلائنگ کلب پہنچنے کے بعد ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہے تھے۔ موریتا سیاہ رنگ کا اسکرٹ اور سُرخ رنگ کا بلاؤز پہنے ہوئے تھی۔ پائلٹ بڑی حسرت سے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت اس کی حالت پر یہی کہا جا سکتا تھا ؎

سُرخ پوشے کہ لبِ بام نظر می آید
نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر می آید

وہ سُرخ لباس میں جو حسینہ بام پر نظر آرہی ہے وہ نہ تو طاقت سے حاصل ہو سکتی ہے، نہ آہ و زاری سے حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی دھن دولت سے اسے اپنایا جا سکتا ہے۔ بس اُسے دیکھ کر صرف آہیں بھری جا سکتی ہیں۔

موریتا نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد! کیا تم موجود ہو؟"

"تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

"جب دماغ میں موجود ہو تو میری سوچیں بھی پڑھ سکتے ہو، میرے خیالات سمجھ سکتے ہو۔"

"سمجھ رہا ہوں، تم مجھ سے خوف زدہ ہو لیکن میں صاف طور پر کہہ دُوں، مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم مجھے جو سمجھتی ہو سمجھتی رہو، میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"سبھی مرد ایسی بے نیازی دکھلاتے ہیں، اگر تمھارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا تو میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

"تم خوش فہمی میں مبتلا ہو۔ میں تمھارے پاس ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کے لیے آیا ہوں۔"

"کیا وہ مشین تم لے جاؤ گے؟"

"کیا میں اسے تمھارے پاس چھوڑ دُوں گا؟ کیا تم بندر کے متعلق جانتی ہو وہ ناریل کھانا نہیں جانتا، جب ایک ناریل اس کے ہاتھ میں آتا ہے تو وہ سمجھ نہیں پاتا کہ اس کے ہاتھ میں ناریل ہے۔ وہ اس سے گیند کی طرح کھیلتا ہے اور کھیلتا ہی رہ جاتا ہے۔ ایک غذا سے محروم رہ جاتا ہے۔ اسی طرح تم اس مشین کے متعلق کچھ نہیں جانتی ہو کہ وہ کتنی دُور تک تباہی پھیلا سکتی ہے، لہٰذا اس کا خیال دماغ سے نکال دو۔"

اسے توہین کا احساس ہوا۔ میں مشین کو اہمیت دے رہا تھا اور اسے نظر انداز کر رہا تھا، اُس نے بڑے فخر سے کہا۔ "ابھی تم نے مجھے دیکھا نہیں ہے۔ صرف دماغ میں آکر محسوس کر رہے ہو۔"

"خدا نہ کرے جو تمھیں کبھی دیکھوں۔"

وہ بھڑک کر بولی۔ "تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

"انسلٹ برداشت کر لو۔ ورنہ میں نے تمھیں دیکھ کر بھی گھاس نہیں ڈالی تو تم توہین کے احساس سے مر جاؤ گی۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "تم میرے متعلق کچھ نہیں جانتے۔"

"میں نے بہت گہرائی تک دماغ کے تہ خانے میں اُتر کر بہت کچھ معلوم کر لیا ہے، یہ تمھاری فطرت کا ایک حصہ ہے۔ تم چاہتی ہو سب تمھیں چاہتے رہیں اور تم انھیں دُھتکارتی رہو۔ تم نے اب تک صرف ایک شخص کو پسند کیا ہے اور وہ ہے غلام باقی، تم اس کی دیوانی ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "اوہ گاڈ! تم کتنی گہرائی تک معلومات حاصل کر لیتے ہو۔ پلیز مجھے یہ طریقہ بتاؤ۔"

"خیال خوانی کرتے کرتے بہت سے تجربات ہوں گے، تم خود سیکھ لو گی۔"

"کیا تم مانتے ہو کہ میں صرف اس کی دیوانی ہوں؟"

"میں اچھی طرح سمجھتا ہوں، تم غلام باقی کی امانت ہو۔ میں تمھیں وہاں تک پہنچاؤں گا بشرطیکہ تم مجھ سے تعاون کرو۔"

"میں دل و جان سے تعاون کروں گی۔ کیا تم غلام کو ابھی میرے پاس پہنچا سکتے ہو؟"

"میں کوئی جادوگر نہیں ہوں۔ وہ جن لوگوں کے درمیان ہے وہاں سے نکالنے میں وقت لگے گا۔"

"کوئی وقت نہیں لگے گا۔ میں ان کے اڈے معلوم کر چکی ہوں۔ پانچ ٹرانسمیٹر پانچ مختلف مقامات پر ہیں، میں وہاں باری باری جاؤں گی تو غلام تک پہنچ جاؤں گی مگر اس کے ساتھ بڑے خطرناک لوگ ہیں، اگر تم میرے ساتھ رہو تو میں ان سے بھی نمٹ لوں گی۔"

میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "میں تمھارے نمٹنے کا انداز دیکھ چکا ہوں، جب پائلٹ خون آلود چاقو لے کر تمھاری طرف بڑھا تو تم بے ہوش ہو گئی تھیں یہی حال رہا تو بہرام گنگوئی ہوشیار ہو جائے گا، تمھاری نظروں میں آتے آتے کہیں گم ہو جائے گا۔ میں بہت محتاط رہ کر ان پانچوں اڈوں تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"وہاں تک میں ہی پہنچا سکتی ہوں۔"

"میں نے تمہارے دماغ میں رہ کر پانچوں اڈوں کے متعلق تمام تفصیلات معلوم کر لی ہیں۔"

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی، خود کو بہت زیادہ کمتر محسوس کرتی رہی۔ عورت جب اپنے حسن سے تشکار نہیں کر سکتی، اپنے شباب سے شب خون نہیں مار سکتی۔ جب اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے متاثر نہیں کر سکتی تو خود کو کمتر محسوس کرتی ہے اور سوچتی ہے، ایسا کون سا حربہ استعمال کیا جائے کہ سامنے والے کو بالکل ہی بے دست و پا کر دے، اس کے آگے خود کو سونپ دے لیکن ایسی کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

وہ مجبور ہو کر بولی۔ "میں جانتی ہوں، تم ساری دنیا پر چھائے ہوئے ہو، میرے حواس پر بھی چھا رہے ہو لیکن کبھی مجھے حاصل نہیں کر سکو گے۔ کیا یہ تمہاری کمتری نہیں ہے کہ میں تمہارے مقابلے میں غلام باقی کو ترجیح دے رہی ہوں۔"

"تم ایسا کہتے وقت مقدر کو بھول رہی ہو جس کے نصیب میں جو ہوتا ہے اسے وہی ملتا ہے۔"

وہ میرے اس طنز پر تلملا گئی۔ اس کے نصیب میں فرہاد علی تیمور نہیں ایک حبشی غلام تھا۔ وہ جھنجلاہٹ میں خیال خوانی بھول گئی، چیخ کر کہنے لگی۔ "تم خود کو کیا سمجھتے ہو، یہ میری اپنی پسند ہے، میں جسے چاہوں اسے اپنے سر کا تاج بنا لوں اور جسے چاہوں، پاؤں کی جوتی بھی نہ بناؤں اور تم وہ ہو جسے میں جوتی بھی نہیں بنانا چاہتی۔"

پائلٹ نے کہا۔ "مس مورینا! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں، کس سے کہہ رہی ہیں، کیوں غصہ دکھا رہی ہیں؟"

وہ چونک گئی۔ اسے احساس ہوا، وہ جھنجلاہٹ میں مبتلا ہو کر بڑبڑانے لگی تھی۔ میں نے کہا۔ "تمہارے بڑے عزائم ہیں، تم سونیا کی طرح ذہین اور مکار بننا چاہتی ہو مگر کبھی نہیں بن سکو گی، تم ذرا سی بات پر جھنجلا جاتی ہو جب کہ سونیا کبھی ایسا نہیں کرتی۔"

"تم چلے جاؤ میرے دماغ سے چلے جاؤ۔"

"مجھے جانے میں کتنی دیر لگے گی لیکن سوچ لو، میں چلا گیا اور پائلٹ کی نیت بدل گئی تب کیا ہو گا؟"

"اس کا مطلب ہے تم مجھ پر خصوصی توجہ دے رہے ہو اور مجھ میں دلچسپی لے رہے ہو۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے تم سے نہیں، غلام باقی سے دلچسپی ہے۔ میرا فرض ہے میں اپنے ایک مسلمان بھائی کی امانت کی حفاظت کروں، سو کر رہا ہوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "ایک غلام اور تمہارا بھائی؟"

میں نے جواب دیا۔ "یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

پھر میں نے اسے انگریزی میں ترجمہ سنایا۔ وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی پھر بولی۔ "اس مشین تک کیسے پہنچو گے؟"

"میں اپنا طریقۂ کار کسی کو نہیں بتاتا۔"

"تم مجھ سے معلومات حاصل کرنے کے بعد خود غرض بن گئے ہو۔"

"میں نے وعدہ کیا ہے تمہیں غلام باقی تک پہنچاؤں گا یا اسے تمہارے پاس لے آؤں گا۔ میں نے تمہارے ذریعے بہتیری معلومات حاصل کی ہیں، تمہیں اس کا انعام ضرور دوں گا۔"

مجھے دماغی طور پر حاضر ہونا پڑا۔ ہندوستان سے روانہ ہونے کے لیے صرف تین گھنٹے رہ گئے تھے، کچھ تیاریاں کرنا تھیں۔ اس دوران میں بار بار مورینا کے پاس جاتا، ہاتھ پائلٹ کوئی دھاندلی نہ کرے۔ اعلیٰ بی بی مجھے ایئرپورٹ تک الوداع کہنے آئی۔ انکل دلپت رائے بھی تھے جنہیں اب میں ڈیڈی کہتا تھا۔ میں نے ان کے گلے لگ کر وعدہ کیا انھیں کبھی نہیں بھلاؤں گا، جب بھی موقع ملا ان کے پاس ضرور آؤں گا۔

انھوں نے مجھے اعلیٰ بی بی سے تنہائی میں ملنے کا موقع دیا۔ وہ بہت اداس تھی۔ میں نے اسے تسلیاں دیں۔ "ہم بہت جلد ملیں گے میں وعدہ کرتا ہوں اب ہماری جدائی کا عرصہ طویل عرصہ کبھی نہیں ہو گا۔ میں تمہاری فرمائش کے مطابق ہر ماہ ایک بار تم سے ملنے کی کوشش کروں گا۔"

اگر وہ ہیرس یا لندن ہوتا تو وہ فوراً ہی گلے لگ جاتی لیکن ایشیائی ملکوں میں ایسا نہیں ہوتا، وہ جبر کرتی رہی اور مجھ سے دور کھڑی رہی۔ میں نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا پھر رخصت ہو گیا۔ ٹھیک دس بجے طیارے نے پرواز کی۔ اب میں پیرس پہنچنے والا تھا، وہاں رونق میرا انتظار کر رہی ہو گی۔ پیرس سے پھر کون سی فلائٹ امریکا جانے کے لیے ملے گی، اس کے متعلق شیخ صاحب بتانے والے تھے۔

میں بعض اوقات کچھ اہم باتیں کہنے سے رہ جاتا ہوں۔ مورینا اور تنانہ نے آپس میں فیصلہ کیا تھا کہ وہ ہر رات تین بجے تھا تھم کے دماغ میں آ کر اس کے لب و لہجے میں باتیں کریں گی لیکن مورینا پچھلی رات ان پانچ ٹرائلروں کا تعاقب کرنے میں اس قدر مصروف رہی تھی کہ وعدے کے باوجود مارتھا تھم کے دماغ میں پہنچ کر اپنی بہن تنانہ سے ملاقات نہ کر سکی۔

اُدھر تنانہ پریشان تھی، مارتھا کے دماغ میں آ کر گھنٹوں اپنی بہن کا انتظار کرتی رہی تھی، کبھی کبھی اس کے دماغ میں مخاطب بھی کیا تھا، چوں کہ وہ مارتھا کی آواز اور لب و لہجے میں مخاطب کر رہی تھی، اس لیے مارتھا حیران تھی کہ وہ خود ایسا کیوں سوچ رہی ہے اور کسے مخاطب کر رہی ہے؟ یہ باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں اور وہ پریشان ہوتی جا رہی تھی۔

دونوں بہنوں نے ٹی وی کی سپر اسٹار کا انتخاب کیا تھا۔ اتفاق سے وہ اس رات شوٹنگ میں مصروف تھی اور جاگ رہی تھی، اس لیے تنانہ اس کی سوچ میں بولتی ہوئی سنائی دے رہی تھی۔ اگر وہ نیند میں ہوتی تو شاید کبھی محسوس نہ کرتی۔ بہرحال، دونوں بہنیں اپنے منصوبے کے مطابق پہلی بار ملاقات نہ کر سکیں۔

تنانہ نے دماغ پر زور دے کر مورینا کے لب و لہجے کو یاد کرنا چاہا مگر ناکام رہی۔ پھر اس نے برنارڈ سلیری کے اپارٹمنٹ میں فون کیا۔ برنارڈ اس وقت پہنچ گیا تھا، اس نے ریسیور اٹھا کر جب تنانہ کی آواز سنی تو کہا۔ "تمہاری بہن مورینا ابھی آنے والی ہے۔"

تنانہ نے پوچھا۔ "اگر میں اپنی بہن سے بات کروں اور فون پر اس کا لب و لہجہ سنوں تو کیا تنویمی عمل کے خلاف اس کی آواز اور لب و لہجہ یاد آ جائے گا؟"

برنارڈ سلیری نے کہا۔ "ظاہر ہے جب تم جاگتی آنکھوں سے جاگتے ذہن سے اپنی بہن کے ساتھ فون پر گفتگو کرو گی۔ اس کی آواز اور اس کا لب و لہجہ سنو گی تو سب کچھ یاد آ جائے گا تنویمی عمل کی شرط یہی ہے کہ اپنی بہن کی آواز اور اس کے لب و لہجے سے دور رہو۔ اس طرح دونوں بہنیں ایک دوسرے کے لیے اجنبی رہیں گی۔"

"اچھا مسٹر برنارڈ، جب میری بہن آ جائے تو تم مجھے اس نمبر پر فون کرنا۔"

اس نے ایک فون نمبر بتایا، پھر کہا۔ "میں تمہارے دماغ کو ملاقات کا مرکز بنا رہی ہوں۔ ہم یہیں تمہارے لب و لہجے میں باتیں کریں گی۔ میں رابطہ ختم کر رہی ہوں۔ یاد رکھو اسی نمبر پر انتظار کرو گی۔"

میں طیارے میں سفر کرنے کے دوران کبھی مورینا اور کبھی برنارڈ سلیری کے دماغ میں جاتا رہتا تھا۔ اگر میں ایسے وقت برنارڈ کے دماغ میں پہنچتا جب تنانہ فون پر گفتگو کر رہی تھی تو بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ اب بھی مورینا کا انتظار کیے بغیر برنارڈ کو اس نمبر پر فون کرنے پر مائل کر سکتا تھا لیکن یہ مناسب نہیں تھا۔ مجھے مورینا کا انتظار تھا۔

آخر وہ آ گئی۔ برنارڈ نے کہا۔ "تمہاری بہن نے فون کیا تھا۔ ابھی میں فون کے ذریعے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ تم میرے دماغ میں رہو جب میں تمہارے آنے کی اطلاع دوں گا تو وہ میرے دماغ میں آ کر میرے لب و لہجے میں گفتگو کرے گی۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے، ذرا دیر میں ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ برنارڈ سلیری نے کہا۔ "مورینا آ چکی ہے۔ تم آ سکتی ہو۔"

دوسرے ہی لمحے تنانہ نے برنارڈ کے لب و لہجے میں مخاطب کیا۔ "ہیلو مورینا، میں تنانہ تم سے مخاطب ہوں۔"

مجھے اس کا لب و لہجہ سن کر مایوسی ہوئی، میں نے سوچا تھا جب برنارڈ اسے فون پر مخاطب کرے گا تو وہ بے اختیار اپنے لہجے میں کچھ نہ کچھ ضرور بولے گی لیکن وہ لہجہ بدل کر بہن سے باتیں کرنے لگی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک باتیں سنتا رہا۔ مورینا اسے بتا رہی تھی کہ کس طرح اس نے پانچ ٹرائلروں کا تعاقب کیا اور کس طرح فرہاد نے دو بدمعاشوں سے اس کی عزت بچائی اور کس طرح فرہاد نے پھر تو ہمیں فرہاد کا احسان مند ہونا چاہیے۔ تنانہ نے کہا۔ "پھر تو ہمیں فرہاد کا احسان مند ہونا چاہیے۔"

مورینا نے پوچھا۔ "کس بات کی احسان مندی؟ بھول کر بھی اس کے احسانوں کے فریب میں نہ آنا۔ وہ اسی طرح پھانستا ہے، پھر عزت سے کھیل کر احسان ماننے والی کو کہیں کا نہیں چھوڑتا۔"

مجھے مورینا پر طیش آ رہا تھا۔ ایک بدنام شخص کی نیکی بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔ میں چپ چاپ سنتا رہا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "تنانہ! تم یہ شہر چھوڑ دو، بہت دور چلی جاؤ، تمہاری آواز اور لب و لہجہ فرہاد تک نہیں پہنچنا چاہیے۔ پتا نہیں وہ کتنے ہتھکنڈوں سے میرے دماغ میں پہنچ گیا ہے لیکن تم ہوشیار رہو گی، اس کے فریب میں نہیں آؤ گی۔"

"میں تو لہجہ بدل کر بول رہی ہوں۔ تم مجھے فرہاد سے دور رہنے کا مشورہ دے رہی ہو۔ میں تمہیں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور رہنے کا مشورہ دیتی ہوں۔ تم بھی سکاگو چھوڑ دو۔ ہم دونوں بہنیں کسی خوبصورت سے شہر کے خوبصورت سے علاقے میں رہیں گی اور گمنامی کی زندگی گزاریں گی۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے صرف اپنی ضروری خواہش پوری کیا کریں گی۔"

"میری بھی یہی خواہش ہے مگر سوچتی ہوں، تمہارے ساتھ رہوں گی تو میری وجہ سے تم مصیبتوں میں گرفتار ہو جاؤ گی۔ شاید پر کو جو خطرناک دشمن لے گئے ہیں، وہ اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھیں گے اور اسے خوش کرنے کے لیے مجھے اس کے پاس پہنچائیں گے۔ میں ان معاملات میں الجھ گئی ہوں، کوشش کروں گی، وہ ٹرانسفارمر مشین میرے ہاتھ لگ جائے اور شاید پر

ہمیشہ میرا غلام بنا رہے۔ اس طرح میں محفوظ رہ سکتی ہوں۔"

"میں تم سے عمر میں بھی چھوٹی ہوں اور عقل میں بھی۔ میں نے فرہاد اور اس کی ساتھی عورتوں کے ریکارڈ پڑھے ہیں تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ فرہاد کا ساتھ دو۔ ہم دونوں کو اس کی ٹیم میں شامل ہو جانا چاہیے۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "اور اس کے ہاتھوں میں کھلونا بن جانا چاہیے۔ جیسے اس کی تمام عورتیں بنی ہوئی ہیں۔ ہم نے اس کا ریکارڈ پڑھا ہے۔ اسے پڑھنے کے باوجود بھی سمجھنے کے لیے بہت کچھ رہ جاتا ہے۔ کوئی کسی کے تمام رازوں سے واقف نہیں ہوتا، پتا نہیں اس میں کیا بات ہے کہ عورتیں اس کی ہوتی ہیں تو اسی کی ہو کر رہ جاتی ہیں جیسے اس نے سحر زدہ کر دیا ہو، انھیں قیدی بنا کر رکھا ہو۔ میں ایسی زندگی کبھی پسند نہیں کروں گی اور نہ ہی تمھیں اس کا مشورہ دوں گی۔"

"بہن مورینا! پہلی بیتی کا علم سیکھ کر جتنی خوشی ہو رہی ہے، اتنی ہی پریشانیاں بھی بڑھتی جا رہی ہیں۔ یوں لگتا ہے، جیسے چاروں طرف سے ناگہانی بلائیں گھیرتی چلی آ رہی ہوں اور ہم بڑی مصیبتوں میں پھنسنے والی ہوں۔"

"میں چاہتی ہوں، تم عزت آبرو سے زندگی گزارو۔ کوئی تمھاری طرف ہاتھ نہ بڑھا سکے۔ میں نے اس حد تک تمھیں قابل بنا دیا۔ اب تمھاری سوجھ بوجھ اور مصلحت اندیشی پر ہے کہ تم کس طرح زندگی گزارتی ہو۔ میں چاہتی ہوں، مجھ سے کسی طرح بھی رابطہ قائم نہ کرو۔ فرہاد بہت چالاک ہے۔ شکر ہے، ابھی تم محفوظ ہو۔ میں چاہتی ہوں، اسی طرح محفوظ رہو اور اس سے دور رہو۔ بلکہ مجھ سے بھی دور رہو۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"تمھاری سلامتی، تحفظ اور تمھاری آزادانہ زندگی کی خاطر کہہ رہی ہوں۔ آئندہ مجھ سے رابطہ قائم نہ کرنا۔ میں رات کے تین بجے مارتھا اسمتھ کے دماغ میں تم سے نہیں ملوں گی۔ ہمیشہ کے لیے یہ سلسلہ ختم سمجھو۔ اگر تقدیر کو منظور ہوا تو دونوں بہنیں زندگی کے کسی موڑ پر پھر مل لیں گی۔"

وہ بہنیں ایک دوسرے سے نامعلوم مدت کے لیے بچھڑنے والی تھیں۔ میں نے سوچا، اگر ایسا ہوا تو میں تناہ تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ جب کہ کسی بھی ٹیلی پیتی جاننے والے تک پہنچنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ وہ نیا خیال خوانی کرنے والا یا والی ہمارے دشمنوں کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔

میں کبھی ان بہنوں کی باتیں سن رہا تھا، کبھی سوچ رہا تھا کہ کسی طرح دوسرے ذرائع سے تناہ تک پہنچنا چاہیے، پھر میں نے نیویارک میں ریڈ پاور کے باس سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے اپنے دماغ میں میری آواز سن کر حیرانی سے پوچھا۔ "جناب! کیا آپ مخاطب کر رہے ہیں؟"

"ہاں! میں فرہاد ہوں۔ تسکاگو کا ایک نمبر نوٹ کرو اور فوراً اس نمبر پر فون کر کے رابطہ قائم کرو۔"

میں نے اسے نمبر بتایا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے پوچھا۔ "جناب! کس سے رابطہ قائم ہوگا۔ مجھے کیا کہنا ہے؟"

"میں دوسری طرف سے بولنے والی کی آواز سننا چاہتا ہوں، تم فون پر کچھ بھی کہہ سکتے ہو۔"

فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "ہیلو!"

میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ریڈ پاور کے باس نے پوچھا۔ "کیا میری سے بات کر سکتا ہوں؟"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "یہاں اس نام کی کوئی لڑکی نہیں ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو یہاں آ کر دوسری لڑکیاں دیکھ سکتے ہیں، آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔"

باس نے رابطہ ختم کرتے ہوئے کہا۔ "جناب فرہاد صاحب! یہ تو لڑکیوں کی دلالی کرنے والی عورت کا نمبر ہے، کیا میں اس سلسلے میں کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟"

"تمھارا شکریہ، کام ہو چکا ہے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر تک اس عورت کے لب و لہجے کو یاد کرتا رہا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بڑبڑاتے ہوئے دوسرے کمرے میں جا رہی تھی۔ اس کمرے میں تین لڑکیاں باہر جانے کے لیے میک اپ کر رہی تھیں۔ اس عورت نے پوچھا۔ "آخر وہ لڑکی کہاں مر گئی؟ سمجھ میں نہیں آتا، اس کا نام تناہ ہے یا میری؟ ایک بار فون آیا تھا، تناہ سے بات کرنا چاہتے ہیں، دوسری بار فون آیا مس میری کہاں ہے؟ آخر وہ کیا بلا تھی؟"

اس کی باتوں سے پتا چلا، ہم سے پہلے بھی کسی نے فون پر تناہ کو تلاش کیا ہے۔ آخر وہ کون ہو سکتا ہے؟ اور یہ کوئی پیچیدہ بات نہیں تھی۔ تناہ کو اس کی بہن مورینا، شارپر اور غلام باقی جانتے تھے۔ اس کے بعد میں نے اس کا نام سنا تھا اور اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا لیکن مجھ سے پہلے شارپر پہنچنے کی کوشش کر چکا تھا۔

کیا شارپر نے تناہ کی آواز پہلے نہیں سنی تھی؟ کیا اس کا لب و لہجہ اسے یاد نہیں رہا تھا؟ بات کچھ ایسی ہی تھی، وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ میں بہت دیر تک تناہ کے ساتھ رہا تھا۔ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتی منتقل کی گئی تھی۔ اس دوران اس نے کئی بار تناہ کی آواز سنی ہوگی۔ اس سے گفت گو بھی کی ہوگی لیکن اس کے لب و لہجے کو یاد نہ رکھ سکا۔

یہ بات یوں سمجھ میں آتی ہے کہ وہ مورینا کا بندۂ بے دام بن چکا تھا۔ اس سے وعدہ کر چکا تھا کہ کبھی تناہ کے دماغ میں نہیں جائے گا لہٰذا اس نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو ذہن سے نکال دیا تھا۔ شارپر کا دماغ یا تو غلامی سے متاثر تھا اور وہ تناہ کو بھلا چکا تھا یا پھر اس کا لب و لہجہ یاد نہیں رہا تھا۔ ایسی کوئی بات ضرور تھی جس کی وجہ سے وہ بھی کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کر کے تناہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔

دوسرا ذریعہ مورینا ہی تھی۔ جس وقت میں برنارڈ سلیری کے دماغ میں رہ کر دونوں بہنوں کی گفت گو سن رہا تھا۔ وہ گفت گو برنارڈ کے لہجے میں ہی ہو رہی تھی۔ ایسے ہی وقت شارپر بھی چپ چاپ وہاں موجود رہا ہوگا تب ہی اسے پتا چلا تھا کہ برنارڈ نے کس نمبر پر فون کرنے کے بعد تناہ سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اس طرح اس نے بھی فون کر کے اس کی آواز سننے کی کوشش کی ہوگی اور ناکام رہا ہوگا۔

وہ تینوں لڑکیاں جو میک اپ کر کے باہر جانا چاہتی تھیں، ان میں سے ایک نے کہا۔ "وہ تناہ بھی یا میری، مگر بہت پُراسرار تھی۔ ہم سمجھ رہی تھیں، وہ دوسرے کمرے میں گئی ہے۔ ہم سمجھ رہی تھیں، وہ ہمارے پاس ہے۔ اس طرح اس نے ہم سب کو چکر دیا پھر اپنے کسی دوست سے فون پر ضروری باتیں کرنے کے بعد چلی گئی۔"

اس عورت نے پوچھا۔ "کیا وہ کسی بوتھے اپنے دوست کو فون نہیں کر سکتی تھی؟"

ایک لڑکی نے کہا۔ "تم بوڑھی ہوتی جا رہی ہو، عقل بھی بوڑھی ہو گئی ہے۔ اس نے اپنے دوست کو یہاں کا ٹیلیفون نمبر بتایا تھا۔ اسی لیے دوسری بار کسی نے اسے فون کیا تھا۔"

"کسی ایک نے نہیں، تین نے کیا تھا۔ پتا نہیں، وہ تینوں ایک ہی تھے یا الگ الگ تھے۔"

وہ عورت سمجھ نہیں سکتی تھی کہ تین بار کیوں فون آیا تھا۔ پہلی بار تو برنارڈ سلیری نے تناہ کو اطلاع دی تھی کہ اس کی بہن مورینا آ گئی ہے، وہ اس کے دماغ میں آ کر باتیں کر سکتی ہے۔ دوسری بار شارپر نے اور تیسری بار میں نے فون کیا تھا لیکن تناہ ہم سب کی توقع سے زیادہ چالاک نکلی جب برنارڈ سلیری نے اسے بتایا کہ اس کی بہن مورینا آ گئی ہے تو وہ ریسیور رکھ کر فوراً ہی اس مکان سے نکل گئی تھی کیوں کہ اب فون پر بات کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے برنارڈ کے دماغ میں رہ کر بہن سے باتیں کر رہی تھی اور یہ باتیں کسی میکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بھی کی جا سکتی تھیں۔ اس نے اس مکان سے دور چلے جانے کے لیے یہ طریقہ کار استعمال کیا تھا اور وہ سو فیصد کامیاب رہی تھی۔ ہم اس کے پاس پہنچتے پہنچتے رہ گئے تھے۔

میں نے مورینا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تمھارے لیے خوش خبری ہے، تمھیں شارپر سے نجات مل گئی ہے۔"

اس نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا وہ مر گیا ہے؟"

"میرے دشمن بڑے ڈھیٹ ہوتے ہیں، جلدی نہیں مرتے۔"

"پھر مجھے نجات کیسے مل گئی ہے؟"

"اسے معلوم ہو گیا ہے کہ میں تمھارے دماغ میں آنے لگا ہوں، لہٰذا وہ تمھارے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔"

"میں اس کی زندگی میں آنے والی پہلی عورت ہوں، وہ میرا دیوانہ ہے، مجھے بھول نہیں سکے گا، میرا پیچھا ضرور کرے گا، چوری سے سہی مگر میرے دماغ میں ضرور آئے گا۔"

"چوری چھپے آنے کی بات نہیں کہہ سکتا، وہ تو اس وقت بھی تمھارے دماغ میں تھا جب تم اپنی بہن سے برنارڈ کے لہجے میں گفت گو کر رہی تھیں اور میرے متعلق بتا رہی تھیں۔ اسی وقت اسے علم ہو گیا، میں تم دونوں کے درمیان آ چکا ہوں۔"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آتی، وہ میرا غلام بنا ہوا تھا۔ میری اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں آ سکتا تھا پھر کیسے آیا؟"

"غلام باقی بھی شارپر کا وفادار غلام تھا لیکن بہرام گوگولی اور ڈان فریزر کے ہتھے چڑھ کر ناحق ہو گیا۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ بہرام گوگولی نے تنویمی عمل کے ذریعے شارپر کو میرے دماغ میں آنے پر مجبور کیا؟"

"یہی بات ہو سکتی ہے۔"

"اب میں چین سے نہیں رہوں گی، یہی سوچ کر پریشان ہوتی رہوں گی کہ شارپر میرے دماغ میں چپ چاپ بیٹھا ہوا ہے۔ میرے ہر خیالات پڑھ رہا ہے۔ اوہ گاڈ! میں اسے کس طرح روکوں؟"

"وہ جس طریقے ہیں اسے مستقل طور پر روکنا چاہتی ہو تو یوگا کی مشقیں کرو۔ سانس روکنے میں مہارت حاصل کر لو گی تو کوئی تمھارے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔"

"یہ بہت مشکل کام ہے، ویسے کوشش کروں گی لیکن جب تک کامیاب نہ ہو جاؤں بے چین رہے گی۔"

"وہ تنویمی عمل کرنے والا برنارڈ سلیری تمھارا دیوانہ ہے۔ اس سے کہو، تمھارے دماغ کو لاک کر دے۔"

وہ اپنے طور پر سوچ رہی تھی۔ "ہاں، میں ایسا ضرور کروں گی، صرف شارپر سے نہیں، فرہاد سے بھی اپنے چور خیالات کو چھپائے رکھنا ہے، میں کسی کو دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔"

ایسا سوچتے وقت وہ بھول گئی تھی کہ میں اس کے دماغ کی یہ سوچ بھی پڑھ سکتا ہوں۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جب میں چلا

جاؤں تو میرے خلاف سوچنا۔"

وہ چونک گئی، پھر بولی "تم میرے دماغ میں کیوں ہو؟"

"ایک اور تو شخبری سنانا چاہتا ہوں۔"

"جلدی سناؤ اور یہاں سے جاؤ۔"

"تمہاری بہن تنانہ..."

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی، وہ ایک دم سے پریشان ہو کر بولی "کیا ہوا تنانہ کو؟ تم اُس کے متعلق کیا جانتے ہو۔ کیا تم اس کے دماغ تک پہنچ گئے ہو؟"

"وہ ہماری خیالی خوانی سے دُور نکل گئی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اوتھینکس گاڈ۔" پھر چونک کر بولی "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں، پہلے شارپ نے اس کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی، برنارڈ سلیری نے جس فون پر رابطہ قائم کیا تھا شارپ اور میں نے اس کے نمبر نوٹ کر لیے تھے لیکن ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی تنانہ جا چکی تھی۔ کہاں گئی کچھ پتا نہیں مل سکا۔"

وہ فخر سے بولی "میری بہن نے جنا سنک کی تربیت حاصل کی ہے ہمیشہ چاق و چوبند رہتی ہے کبھی تم لوگوں کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ اب میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"تم نہ کہو تب بھی مجھے عورت کے پیچھے پھرنا پسند نہیں ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

وہ ذرا چپ رہی پھر اُس نے مخاطب کیا "فرہاد! ایک ضروری بات رہ گئی ہے۔"

میں نے جواب نہیں دیا۔ اس نے پھر پکارا "سیوفرہاد! میری بات سنو۔ میں غلام باقی کے سلسلے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں، مجھے جواب دو پلیز۔"

میں پھر بھی خاموش رہا۔ اس کے چور خیالات پڑھ چکا تھا وہ اُگلوانا چاہتی تھی کہ موجود ہوں یا جا چکا ہوں۔ اس لیے باتیں بنا کر بولنے پر مجبور کرنا چاہتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اسے یقین ہو گیا۔ اس نے ایڈمنٹ کے دوسرے کمرے میں جا کر دیکھا۔ برنارڈ سلیری سو رہا تھا، پچھلی رات سے جاگا ہوا تھا، کافی بھاگ دوڑ کی تھی۔ اس لیے تھک کر نیند میں ڈوب گیا تھا۔ مورینا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ اس کا ارادہ تھا ابھی برنارڈ سلیری کو تنویمی عمل کے لیے کہے گی تاکہ وہ اس کے دماغ کو لاک کر دے۔ پھر اس نے سوچا، بے چارہ تھک ہار کر سو رہا ہے۔ میں نے بھی نیند پوری نہیں کی ہے تھوڑی دیر سو جاؤں پھر تنویمی عمل مناسب رہے گا۔ ہو سکتا ہے اُس وقت تک فرہاد اپنے مسائل میں مصروف ہو جائے۔ میری طرف دھیان نہ دے سکے اور میں تنویمی عمل سے گزر جاؤں۔

میں اسے چھوڑ کر برنارڈ سلیری کے خوابیدہ دماغ میں گیا۔ بڑے ہی مناسب وقت پر پہنچا تھا مجھے وہاں شارپ کی آواز سنائی دی۔ میں نے پہلے کبھی اس کی آواز نہیں سنی تھی۔ چوں کہ برنارڈ کے دماغ میں وہ آسکتا تھا یا میں، لہٰذا وہی تھا اور میں اسے سن رہا تھا۔

وہ اسے نیند کی حالت میں ٹریپ کر رہا تھا۔ اس کے دماغ میں خیال خوانی کے ذریعے یہ بات نقش کر رہا تھا کہ وہ مورینا کے دماغ کو لاک کرنے کے لیے اس پر تنویمی عمل کرے گا۔ اس کے دماغ کو حساس بنا دے گا۔ وہ کسی بھی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گی لیکن رات کے ایک بجے سے دو بجے تک صرف ایک گھنٹے کے لیے اس کا دماغ بے حس رہے گا۔ پرانی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کر سکے گا۔

میں نے یہ بات نقش ہونے نہیں دی چپ چاپ برنارڈ سلیری کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس کے خوابیدہ ذہن سے کہنے لگا۔ "میں یہ بات یاد رکھوں گا مورینا پر ایسا عمل کروں گا کہ وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا کرے گی۔ صرف رات کے ایک بجے سے ایک گھنٹے تک بے حس رہا کرے گی۔"

شارپ اور بہرام گنگولی نے یہ چال چلی ہو گی۔ بڑی کامیاب چال ہوتی۔ ایک گھنٹے کے لیے وہ بے حس ہو جاتی تو اتنی دیر میں شارپ اس کے دماغ سے بہت سی معلومات حاصل کر کے بہرام گنگولی کو بتا دیتا کیوں کہ وہ اس کا تابعدار بنا ہوا تھا۔

پہلی بار شارپ کی آواز سن کر مجھے بے مدخوشی ہوئی تھی جی چاہتا تھا فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کر کے اس کے پاس پہنچ جاؤں تاکہ وہ پھر کبھی پُراسرار بن کر نہ دے سکے لیکن فوراً ہی عقل آگئی۔ بہرام گنگولی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا ہو گا یہی وجہ تھی کہ مورینا خیال خوانی کر کے اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکی تھی، پھر بھلا میں کیسے پہنچ سکتا تھا؟

یوں دیکھا جائے تو شارپ اب بھی پہلے کی طرح پُراسرار تھا۔ کالا عمل اور تنویمی عمل کرنے والے کا تابعدار بن کر پہلے سے زیادہ طاقت ور ہو گیا تھا۔ بہرام گنگولی کے سامنے اس کی حیثیت ثانوی تھی۔ وہ اس کا محتاج تھا اور یہی اُس کی شہ زوری تھی۔ دُنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں اور سپر طاقتیں فی الحال اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھیں۔

ہمارے لیے یہ بات تشویشناک تھی وہ بہرام گنگولی کا تابعدار بن گیا تھا۔ یقیناً اُسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے والا تھا یا اب تک موقع ملا ہو تو شاید گزار چکا ہو۔

رسونتی نے مجھے مخاطب کیا "جناب شیخ صاحب کے پاس پہنچو۔"

میں نے ان کے پاس پہنچ کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

انھوں نے کہا "ہمارے ادارے سے تعلق رکھنے والے جتنے افراد شکاگو اور اس کے قریبی شہروں میں موجود ہیں اُن سے کام لے سکتے ہو۔ میں ان کی آواز میں سُنا رہا ہوں۔"

پھر انھوں نے ایک ریکارڈر کو آن کیا۔ اس کے ذریعے ہمیں مختلف افراد کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ کچھ آوازوں کو میں ذہن نشین کر رہا تھا اور کچھ کو رسونتی کرتی جا رہی تھی تمام آوازوں کو سُننے کے بعد وہ بولی "اب ٹرانسفارمر مشین کی موجودہ پوزیشن بتاؤ۔"

"پانچ مقامات ایسے ہیں جن میں سے کسی ایک جگہ وہ مشین ہے اور مشین کی حفاظت کرنے والے بھی وہیں پائے جا سکتے ہیں۔"

"تم مجھے دو جگہ کا نام بتاؤ میں ادارے کے افراد کو وہاں روانہ کروں گی تم جن کی آوازیں سُن چکے ہو، انھیں باقی تین مقامات کی طرف روانہ کرو۔"

پھر ہم نے یہی کیا۔ مختلف افراد کے دماغ میں پہنچ کر اپنا تعارف کرایا، وہ ہمارا نام سنتے ہی ایٹنشن ہو گئے۔ فوراً عملی اقدامات کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنے لگے۔ میں ان مقامات کے متعلق بتانے لگا۔ جو مقام قریب تر تھا، وہاں تک وہ اپنی کاروں میں جا سکتے تھے۔ ہمارے چاروں افراد نے گرین بے تک جانے کے لیے فوراً ٹیلیفون کے ذریعے ایک ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرایا، پھر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

رسونتی نے کہا "ہمارے یہ افراد زیادہ سے زیادہ ان کا سُراغ لگا سکیں گے لیکن وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے شارپ اور کالا عمل جاننے والے بہرام گنگولی کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ انھوں نے اپنی حفاظت کے لیے بھرپور انتظامات کیے ہوں گے۔"

میں نے کہا "پہلے ان کا پتا چلنے دو۔ جہاں بھی ان کا سُراغ ملے گا ہم وہاں پہنچنے والے افراد کے دماغوں میں رہیں گے اور دیکھیں گے کہ انھوں نے اپنی حفاظت کے سلسلے میں کیسے انتظامات کیے ہیں۔"

"لیکن تو دیر ہو چکی ہو گی وہ اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بہرام کے دماغ میں منتقل کر چکا ہو گا۔"

"اگر وہ ایسا کر چکے ہوں تو ہم صرف افسوس ہی کر سکیں گے۔ بہرام گنگولی کی صورت میں ایک بہت ہی خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے مقابل آجائے گا اُس کے بعد وہ مشین اہمیت رکھتی ہے۔ ہم اسے ہر حال میں حاصل کریں گے تاکہ اور کوئی بہرام گنگولی یہ علم حاصل نہ کر سکے۔"

"ان کا سُراغ ملنے کے بعد ہی ہم کچھ کر سکیں گے، تم چار گھنٹے بعد پیرس پہنچ جاؤ میرا مشورہ ہے تھوڑی نیند پوری کر لو۔"

"میں سونا چاہتا ہوں لیکن ایک ضروری کام رہ گیا ہے۔"

"آدمی سوتا رہتا ہے۔ دُنیا کے ضروری کام ہوتے رہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کاموں کے لیے آدمی سونا چھوڑ دے۔"

"ابھی مورینا نیند سے بیدار ہو گی تو برنارڈ کو تنویمی عمل کے لیے کہے گی۔"

"تم وہاں کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"شارپ نے برنارڈ کے خوابیدہ دماغ کو ٹریپ کرنا چاہا تھا۔ میں نے اُسے ناکام بنا دیا ہے، اب میں چاہتا ہوں، مورینا کا دماغ صبح چار بجے سے پانچ بجے تک بے حس رہے، وہ ہماری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہ کر سکے۔ باقی ہر روز تین گھنٹے تک حساس بنی رہے۔"

رسونتی نے کہا "تم آرام سے نیند پوری کر لو۔ میں اس دوران مورینا کا خیال رکھوں گی۔ تم جو چاہتے ہو وہی ہو گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگا لی۔ پھر سیٹ بیلٹ باندھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ رسونتی نے میرے دماغ کو ہدایت دی کہ میں دو گھنٹے تک سکون سے سوتا رہوں۔ اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔ اس کے بعد وہ خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ کو تھپکتی رہی۔ میں ایک منٹ کے اندر ہی گہری نیند میں ڈوب گیا۔

مجھے سُلانے کے بعد وہ اپنے بیٹے کے پاس آگئی شکر وہاں موجود تھا پارس سے کہہ رہا تھا "چھوٹے مالک! اگر آپ کی ماما ملا پایا آئیں تو مجھ سے رابطہ کرا دیں۔"

رسونتی نے کہا "بیٹے! اس سے کہہ دو میں موجود ہوں۔"

پارس نے شکر سے پوچھا "کیا تم میری ماما سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں!" انھوں نے کہا تھا "ہم آپ کی ماں چمپا کے لیے ایسے انتظامات کر دیں گے وہ آپ کے یہاں سے جانے کے بعد کسی کی محتاج نہ رہے۔"

رسونتی نے شکر کے دماغ میں پہنچ کر کہا "مجھے یاد ہے مگر میں دوسرے معاملات میں مشروف ہو گئی۔ میں نے کہا تھا دو گھنٹے بعد اس اسمگلر کی کوٹھی میں پہنچنا ہے جہاں سے ہم کروڑوں روپے بعد لا سکتے ہیں۔ چمپا کے لیے کسی ایسی انڈسٹری کا سودا کر سکتے ہیں جو اسے ماہانہ پچاس ہزار روپے کا منافع دے سکے۔ بہرحال یہ کام اب ہو سکتا ہے۔"

اس اسمگلر کا نام مراد والٹن تھا۔ نام کے اعتبار سے آدھا مسلمان اور آدھا عیسائی تھا۔ عمل کے اعتبار سے بھی مکمل انسان نہیں تھا۔ وہ چرس سے لے کر ہیرے جواہرات تک کی اسمگلنگ کرتا تھا۔ اس کی دولت کا شمار نہیں تھا۔ حکومت کے کارندے

اسے اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے۔ شمالی ہندوستان کے ایک بہت بڑے علاقے میں وہ سخی داتا کی حیثیت سے مشہور تھا۔ مجبور مسند اور گرے حال بنوا تا تھا۔ یتیم خانے اور آشرم کو لاکھوں روپے چندے کے طور پر دیتا تھا۔ الیکشن کے زمانے میں غریبوں کے لیے کمبل کا منہ کھول دیتا تھا۔ وہ جس پارٹی کی حمایت کرتا تھا، ووٹ اسی کی جھولی میں گرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر آنے والی حکومت اس کے اسمگلنگ کے دھندے کو نظر انداز کرتی تھی۔

وہ کبھی ہندوستان اور کبھی یورپی ممالک میں رہتا تھا۔ اس کی بیوی مستقل پیرس میں رہا کرتی تھی۔ بچے امریکا میں تعلیم حاصل کرتا تھا۔ بچے کی عمر پانچ برس تھی۔ قد اور جسامت میں تقریباً پارس جیسا تھا۔ اس کا نام ٹیپو تھا۔ وہ دوسرے دن کی فلائٹ سے پہلے پیرس اپنی ماں کے پاس جانا چاہتا تھا۔ اس کے بعد تعلیم کی غرض سے امریکا روانہ ہو جاتا۔

رسونتی نے کہا: "شنکر! ایک تیر سے دو شکار ہوں گے۔ ہمارا بیٹا ٹیپو کی جگہ جائے گا۔ تم ٹیلیفون کے ذریعے مراد واٹسن کی کوٹھی میں کسی سے بھی رابطہ قائم کر دینا۔ اس کوٹھی کے اندر تمام لوگوں تک پہنچ جاؤں گی۔"

شنکر نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ وہ اپنے طریقۂ کار کے مطابق مراد واٹسن کی پرسنل سیکرٹری کے دماغ تک پہنچی پھر اس کے ذریعے مراد تک پہنچ گئی۔ جس طرح تم نے تصویریں مختلف زاویوں سے حاصل کی تھیں، اسی طرح اس نے ٹیپو کی تصویریں بھی شنکر تک پہنچا دیں۔ شنکر نے وہ تصویریں ڈاکٹر دتیا ساگر کے حوالے کر دیں۔ رسونتی نے کہا: "ڈاکٹر! میرا بیٹا اس بچے کی جگہ یہاں سے جائے گا۔ کیا پارس اس سے مطابقت رکھتا ہے؟"

ڈاکٹر دتیا ساگر غور سے تصویروں کا مطالعہ کر رہا تھا پھر اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: "کچھ فرق ہے، میں کوشش کروں گا، وہ فرق نہ رہے۔ اپنے بیٹے کو میرے پاس بھیج دو۔"

پارس کو وہاں بھیج دیا گیا۔ رسونتی نے اعلیٰ جی جی کو ساری باتیں بتائیں، اس نے کہا: "تم زیادہ سے زیادہ ٹیپو کے دماغ میں رہو، اس کی باتوں کو، اس کی چال ڈھال کو اور اس کی سنجیدگی یا شرارت کو اچھی طرح دیکھو اور سمجھو۔ اس طرح تم پارس کو ہر پہلو سے ٹیپو بنا کر پیش کر سکو گی۔"

ابھی ٹیپو کی اسٹڈی کرنے کے لیے کافی وقت تھا۔ وہ دوسرے دن روانہ ہونے والا تھا۔ رسونتی موریتا کے پاس پہنچ گئی۔ اس کا دیوانہ بزنارڈ سلیری تنویمی عمل کی تیاریاں کر رہا تھا۔ وہ بستر پر چاروں شانے چت لیٹی تھی۔ رسونتی تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی۔ بزنارڈ اس پر تنویمی عمل کی مشق کرتا رہا۔ اسے ٹرانس میں لا کر اپنی معمولہ بنا تا رہا، پھر اس کے دماغ کو لاک کرنے کے سلسلے میں ہدایت دینے لگا۔ ایسے ہی وقت رسونتی نے مداخلت کی۔

بزنارڈ سلیری کی اپنی سوچ میں کہا: "موریتا! تمہارا دماغ صبح چار بجے سے پانچ بجے تک بے حس رہے گا۔ تم کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کر سکو گی۔ باقی ہر روز تیئیس گھنٹے حساس رہو گی، کسی بھی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرو گی۔"

بزنارڈ سلیری یہ باتیں اپنی زبان سے کہہ رہا تھا اور سوچ رہا تھا: "یہ ایسا کیوں کہہ رہا ہے۔ چار بجے سے لے کر پانچ بجے تک اس کے دماغ کو بے حس کیوں بنا رہا ہے؟"

رسونتی نے پھر اس کی سوچ میں کہا: "مجھے ایسا کرنا چاہیے، اس حصے کو مکمل طور پر ہر طرح سے محفوظ نہیں رکھنا چاہیے۔ یہ ایک گھنٹے کے لیے کمزور ہو گی تو ہو سکتا ہے کبھی کمزور ہو کر میری ہو جائے۔ عورت کو تھوڑا سا محتاج بنا کر رکھنا چاہیے۔"

بزنارڈ سلیری اس بات سے قائل ہو گیا، اسی کے مطابق تنویمی عمل کرتا رہا، پھر اسے ایک گھنٹے تک سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ رسونتی میرے پاس آ گئی۔ میں نیند پوری کر چکا تھا بلکہ تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ اس نے کہا: "تم انشاء اللہ ایک گھنٹے بعد میرے پاس رہو گے۔ فی الحال میں ٹیپو کے پاس جا رہی ہوں۔ اس کی اسٹڈی کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے پوی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ نیویارک پہنچ گئی تھی۔ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا: "ذرا ٹھہرو، میں ابھی تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ان افراد سے رابطہ قائم کرنے لگا جو شنکر پاروتی اور بہرام کو تلاش کر رہے تھے۔ گرین بے میں ہمارے چار سراغ رساں تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: "جناب! آپ نے گرین بے میں جس جگہ کی نشاندہی کی تھی، وہاں وہ ٹرائلر کھڑا ہے۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک بڑا سا بنگلا ہے، وہاں ہم نے ایک بہت ہی قد آور پہلوان نما شخص کو دیکھا ہے، وہ ایشیائی ہے۔ اس کے بال شانوں تک بڑھے ہوئے ہیں۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں بہت ہی غضبناک ہیں۔ اگرچہ ہم نے دور سے دیکھا ہے لیکن وہ بہت ہی خطرناک شخص دکھائی دیتا ہے۔ آپ کے بتائے ہوئے حلیے سے مشابہت رکھتا ہے۔"

"اس بنگلے کی نشاندہی کرتے رہو۔ پوی وہاں پہنچنے والی ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس نے چونک کر کہا: "جناب! اس بنگلے سے ایک نیگرو باہر آ رہا ہے۔ وہ بھی قد اور جسامت میں پہلے والے شخص کے جیسا ہے۔"

میں نے کہا: "وہ یقیناً غلام باقی ہو گا۔ اس پر نظر رکھو۔ اگر وہ کہیں جا رہا ہے تو تعاقب کرو۔"

"جی ہاں، وہ جا رہا ہے۔ ایک جیپ کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ رہا ہے۔"

اس سراغ رساں کے پاس بیٹھے ہوئے ساتھی نے اپنی کار اسٹارٹ کی۔ مجھ سے بات کرنے والے نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے دوسرے ساتھیوں سے رابطہ قائم کرنا شروع کیا۔ میں نے کہا: "اگر یہاں تمہارے کئی ساتھی ہیں اور کوئی خاص اڈا ہے تو اس نیگرو کو اغوا کر لو، اسے چھپا کر رکھو کوئی اس کے سائے تک بھی نہ پہنچ سکے۔"

"جناب! آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہو گی۔ ہم یہی کوشش کریں گے۔"

"اس نیگرو سے مقابلہ نہ کرنا۔ وہ تنہا، چار چھ پر بھاری پڑے گا۔ بہتر ہے اغوا کرنے کے لیے ذہانت استعمال کرو۔"

میں نے پوی کو مخاطب کیا: "ان کا سراغ مل گیا ہے۔ وہ گرین بے کے ساحلی شہر میں ہیں، تمہیں وہاں پہنچنا ہے۔ اب اپنی پوزیشن بتاؤ کس نام سے، کس روپ میں آئی ہو۔ تمہارے پاس کرنسی ہے یا میں بندوبست کروں؟"

"میں فرضی نام سے عارضی میک اپ میں آئی ہوں، وہ نام، وہ میک اپ، پاسپورٹ وغیرہ ختم کر چکی ہوں۔ جناب شیخ صاحب نے ہمارے ادارے کے ایک پرانے انجینئر کا پتا دیا تھا۔ میں یہاں ان کی بھتیجی مہین کی حیثیت سے ہوں۔ مجھے کرنسی کی ضرورت نہیں ہے لیکن خود وہاں پہنچنے کے لیے ہیلی کاپٹر لازمی ہے۔ اس کے لیے کیا کر سکتے ہو؟"

"میں اس سلسلے میں ریڈ پاور والوں سے مدد لینا نہیں چاہتا، انھیں معلوم ہو گا کہ نیویارک سے ایک لڑکی ہیلی کاپٹر میں پرواز کرتی ہوئی گرین بے پہنچی ہے تو سبھی تجسس میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اپنے جاسوس تمہارے پیچھے لگا دیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی بھی تنظیم کو ابھی اس مشن کا علم ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اپنے موجودہ انجینئر بھائی کے ذریعے ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرانے جا رہی ہوں، میرے پاس رہو۔ کوئی قانونی رکاوٹ ہو تو خیال خوانی کے ذریعے اسے دور کر دینا۔"

میں اس کے پاس موجود رہا۔ وہ انجینئر کے ساتھ کار میں بیٹھ کر فلائنگ کلب پہنچی۔ وہاں نقد رقم ادا کی۔ انجینئر نے اپنا نام، پتا اور عہدہ لکھوایا۔ اپنا شناختی کارڈ دکھایا۔ انھیں ہر طرح مطمئن کیا۔ میں بھی خیال خوانی کے ذریعے انھیں مطمئن کرتا رہا۔ آخر ہیلی کاپٹر کا انتظام ہو گیا۔ وہ نیویارک سے روانہ ہو گئی۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے پاس رہا، پھر ان آدمیوں کے پاس پہنچ گیا جو غلام باقی کو اغوا کرنے والے تھے۔

غلام جیپ میں بیٹھ کر ایک ایسے اسٹور میں پہنچا تھا جہاں مشینوں کے کل پرزے فروخت ہوتے تھے۔ وہ جیپ کو ایک طرف پارک کر کے اسٹور کی طرف چلا گیا۔ مجھ سے رابطہ رکھنے والے سراغرساں کے دوسرے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ انھیں پہلے ہی ٹرانسمیٹر کے ذریعے بتا دیا گیا تھا کہ میں غلام باقی کو بڑی سہولت سے اغوا کرنا چاہتا ہوں۔

ان میں سے ایک نے جیپ کے ایک پہیے کی ہوا نکال دی۔ ان کا ایک ساتھی اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ آیا تھا، کچھ سوچ سمجھ کر وہ اسے ساتھ لایا تھا۔ غلام باقی سامان خرید کر جیپ کے پاس آیا۔ پچھلی سیٹ پر سامان رکھا، پھر بیٹھ کر اسٹارٹ کرنا چاہتا تھا مگر پتا چلا، ایک پہیہ بے کار ہو چکا ہے، وہ اتر گیا۔ پریشان ہو کر پہیے کو دیکھنے لگا۔ فاضل پہیہ بھی نہیں تھا۔ اب وہ کسی ٹیکسی میں جانے پر مجبور تھا۔ اسی وقت ہمارا ایک آدمی چھوٹی سی پرچی لے کر اس کے پاس آیا پھر کہنے لگا: "مسٹر! کیا بتا سکتے ہو یہ بنگلا کس جگہ ہے؟"

غلام باقی پریشان تھا۔ کچھ جھنجلایا ہوا تھا لیکن اخلاقی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے اس سے پرچی لی۔ اس پر ایڈریس پڑھا تو چونک کر بولا: "ارے یہ تو ہمارے بنگلے کے قریب ہے۔ مجھے وہیں جانا ہے لیکن پہیہ بے کار ہو گیا ہے۔"

ہمارے سراغ رساں نے کہا: "اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے، میری کار موجود ہے۔ میں وائف کے ساتھ جا رہا ہوں۔ تم پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ، اس طرح میری رہنمائی بھی کر سکو گے اور اپنی منزل تک بھی پہنچ جاؤ گے۔"

غلام باقی کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ شاید وہ اپنے آقاؤں کے حکم کے مطابق جلد سے جلد وہاں پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ سامان اٹھا کر پچھلی سیٹ پر آ گیا۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ غلام نے کہا: "سامنے شاہراہ تک چلو، میں اس کے بعد رہنمائی کروں گا۔"

کار کے شیشے کلر ڈ تھے۔ باہر سے اندر بیٹھنے والے نظر نہیں آتے تھے، اندر والوں کو باہر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ وہ آرام سے پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا پھر چونک پڑا۔ ایک کھٹکے کی آواز کے ساتھ اگلی اور پچھلی سیٹ کے درمیان شیشے کی دیوار ابھرتی ہوئی چھت تک چلی گئی تھی ـــــ وہ شیشہ بہت ہی مضبوط، دبیز اور ناقابل شکست تھا۔ اس نے ہاتھ مارتے ہوئے پوچھا: "یہ کیا حرکت ہے؟"

اسے عجیب سی بُو کا احساس ہوا۔ وہ نہ خوشبو تھی نہ بدبو۔ اس نے گہری سانس لے کر محسوس کرنے کی کوشش کی۔ آخر وہ کیسی بُو ہے؟

سانس لیتے ہی ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے۔ اُس نے جھک کر دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسے کھولنے کی کوشش کی۔ پتا چلا اُسے لاک کر دیا گیا ہے اور اس مقفل دروازوں کو اگلی سیٹ والا ہی کھول سکتا ہے۔

کوئی دُوسرا ہوتا تو فوراً ہی ہاتھ پاؤں چھوڑ دیتا۔ وہ بہت ہی مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ ایک دروازے سے دوسرے دروازے کی طرف پہنچ کر اسے کھولنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے نصف مُردہ ہے اور نصف زندہ ہے اور تھوڑی دیر میں مرنے ہی والا ہے۔ ایسے وقت آدمی خود کو قابو میں رکھ نہیں سکتا۔ جب دماغ کمزور ہو رہا ہو تو جسمانی قوت کام نہیں آتی، وہ تو دماغ کے تابع فرمان رہتی ہے۔

ایسے وقت آدمی یوگا کا ماہر ہو تو سانس نہیں روک سکتا، ذہنی عمل کے ذریعے دماغ کو لاک کیا گیا ہو تو وہ عمل بے اثر ہو جاتا ہے۔ لاک کرنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ دماغ پوری طرح حساس رہے اور پرانی سُپرچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے جبکہ غلام بابا کا دم گھٹ رہا تھا۔ ان لمحات میں اس کا دماغ ایک کتاب کی طرح ورق ورق کھلنے لگا۔

میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن وہ نڈھال ہو رہا تھا، ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ رہے تھے۔ اس نے آخری بار خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ پھر جھٹکے کھاتے اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان لڑھک گیا، وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ ایسی حالت میں مزید معلومات حاصل نہیں کی جا سکتی تھیں۔

میں نے کار ڈرائیو کرنے والے سے کہا: "اسے خفیہ اڈے میں پہنچانے کے بعد اچھی طرح باندھ کر رکھنا ورنہ ہوش میں آنے کے بعد زخمی شیر کی طرح لپکے گا۔"

"آپ اطمینان رکھیں، نہ تو ہم اسے قید سے نکلنے دیں گے اور نہ ہی اس پر کسی کی نظر پڑنے دیں گے۔"

"ایسی دوائیں تیار رکھو جو اعصاب کو یا دماغ کو کمزور بنا لیں۔"

میں سوچنے لگا اُس کے اعضا کا ردِعمل کیا ہو سکتا ہے۔ پھر میں نے کار ڈرائیو کرنے والے سے کہا: "اب یہ ہوش میں آئے تو اس کے سامنے کوئی اپنی آواز نہیں سنائے گا سب گونگے بن کر رہیں گے۔"

میں ہر بات اچھی طرح سمجھا کر واپس پومی کے پاس آ گیا۔ اس دوران ایک گھنٹا گزر چکا تھا۔ اِدھر میں پیرس پہنچ رہا تھا اُدھر وہ گرین بے کے ساحلی علاقے میں قدم رکھ چکی تھی۔ میں نے کہا: "ہم نے غلام کو قابو میں کر لیا ہے۔ ابھی وہ بے ہوش ہے۔ میں نے کچھ معلومات حاصل کی ہیں، انھیں غور سے سُنو۔"

وہ سُننے لگی۔ میں کہنے لگا: "شار پر اور بہرام گن گولی نے ٹرانسفارمر مشین کو اسی بنگلے میں چھپا کر رکھا ہے، جہاں تم پہنچنے والی ہو۔ وہ مشین دستور کے مطابق دو بستروں کے سرہانے نصب کی جانے والی ہے۔ اس سلسلے میں شار پر کو اوزاروں اور چند مَن پُرزوں کی ضرورت تھی۔ اس نے ایک فہرست بنا کر غلام بابا کو دی۔ وہ سامان خریدنے اسٹور تک آیا۔ ایسے ہی وقت اُسے اغوا کر لیا گیا ہے، یعنی ابھی وہ مشین استعمال نہیں ہوئی ہے۔"

پومی نے پوچھا: "اس بنگلے میں کتنے افراد ہیں؟"

"وہاں شار پر، بہرام گن گولی اور ڈان فریزر رہ گئے ہیں۔"

"بہرام گن گولی ایک عرصے سے مجرمانہ زندگی گزار رہا ہے۔ اس کے بے شمار جاں نثار ہوں گے۔ کیا اس نے اپنی حفاظت کے لیے کسی کو نہیں بُلایا ہے؟"

"غلام بابا کے ڈوبتے ہوئے ذہن نے مجھے بتایا ہے، وہاں کوئی غیر ضروری آدمی نہیں ہے اور یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ بہرام جب تک اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل نہیں کرائے گا، اپنے کسی جاں نثار کی نظروں میں اس مشین کو نہیں آنے دے گا۔"

"خدا کا شکر ہے، ابھی وہ علم شیطان گن گولی کے دماغ تک نہیں پہنچا ہے اور اب میں پہنچے بھی نہیں دُوں گی۔"

"پومی تھوڑی دیر کے لیے رابطہ ختم کر رہا ہوں۔ میں پیرس پہنچ چکا ہوں، شیخ صاحب اور رسونتی سے معلوم کروں گا اگلی فلائیٹ کون سی ہے، اس کے مطابق تمھارے پاس پہنچوں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تمام مسافر جہاز سے اُترنے کے لیے اپنا سامان اُٹھا رہے تھے۔ میں نے باتھ رُوم میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا، پھر میک اپ صاف کرنے لگا۔ فرانسیسی حکومت کے اعلیٰ افسران رسونتی کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ انھیں معلوم تھا میں پہنچنے والا ہوں لہٰذا میک اپ تو کیا، کسی پاسپورٹ اور ویزا کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

جب میں باتھ رُوم سے باہر آیا تو مسافر جا چکے تھے۔ ایک ایئر ہوسٹس مجھے تعجب سے دیکھنے لگی۔ میں اپنا بیگ اُٹھا کر جانے لگا اُس نے پوچھا: "مسٹر! کیا آپ وہی ہیں جو اس سیٹ پر تھے؟"

میں نے اپنا پاسپورٹ اسے دیتے ہوئے کہا: "دیکھ لو، میں وہی ہوں۔"

پاسپورٹ پر میری وہ تصویر تھی جس کا میک اپ اُتار چکا تھا۔ میں نے مُسکراتے ہوئے کہا: "ایئر پورٹ میں انٹیلی جنس کے آدمی ضرور ہوں گے، تم چاہو تو میرے خلاف رپورٹ کر سکتی ہو۔"

اس نے پاسپورٹ واپس کرتے ہوئے کہا: "تم خود پھنسو

گے، یہاں تصویر کچھ اور ہے، تم کچھ اور ہو۔"

"کیا میرے پھنسنے کا تماشا نہیں دیکھو گی۔ چلو، ساتھ چلتے ہیں۔"

وہ میرے ساتھ ہو گئی، ہم طیارے سے باہر آئے، اس نے کہا۔ "میں نے ایسا دلیر مجرم نہیں دیکھا۔ اب تمھارا انجام دیکھوں گی۔"

جب ہم عمارت کے اُس حصے میں آئے جہاں داخل ہونے سے پہلے ہر مسافر کو چیک کیا جاتا تھا تو وہ ٹھٹک گئی، وہاں فرانسیسی حکومت کے بڑے بڑے افسران کھڑے ہوئے تھے۔ رسونتی مجھے دیکھتے ہی دوڑتی ہوئی آئی۔ دوسرے افسران میرے پاس آ کر مجھ سے مصافحہ کر رہے تھے۔ ایئر ہوسٹس حیرانی سے مُنہ کھولے مجھے تک رہی تھی۔ دوسروں کی زبان سے فرہاد علی تیمور کا نام سُن کر پیچھے ہٹ گئی تھی، چپ چاپ وہاں سے جا رہی تھی۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا: "جناب! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے آپ اپنے اصل روپ میں تشریف لائیں گے۔ ہم نے آپ کی آمد کو راز میں رکھنے کا مکمل انتظام کر رکھا ہے۔"

بابا فرید اعلیٰ مرحوم کے ادارے کو فرانسیسی حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔ پھر میں نے اپنی خیال خوانی کے ذریعے اس حکومت کے ساتھ اس قدر تعاون کیا تھا کہ سب مجھے چاہتے تھے اور دل سے مانتے تھے۔ ان کی نظروں میں یہ حقیقت بھی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے میں ایک نہیں، تین تین ٹیلی پیتی جاننے والے موجود ہیں جن کی موجودگی میں ان کی حکومت پر کبھی آنچ نہیں آنے دی گی۔

مجھے اور رسونتی کو بڑی عزت اور احترام کے ساتھ سرکاری گیسٹ ہاؤس میں پہنچایا گیا۔ اس گیسٹ ہاؤس کے چاروں طرف دُور دُور تک مسلح فوجیوں کا پہرا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے تک مجھے رسونتی سے ایک لفظ بھی کہنے کا موقع نہیں ملا۔ تمام افسران کی یہی فرمائش تھی کہ میں اصل رُوپ میں رہوں۔ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے، اس لیے وہ میرے اور رسونتی کے ساتھ باری باری تصویریں اُتروانے جا رہے تھے۔ یہ بھی غنیمت تھا تصویریں اتروانے کے بعد مجھ سے گرمجوشی سے مصافحہ کرنے کے بعد رخصت ہو جاتے تھے۔ آتا تو جانتے تھے کہ برسوں بعد بیوی سے مل رہا ہوں لہٰذا تنہائی کا موقع دینا چاہیے۔

سب رخصت ہو گئے، آخر میں شیخ صاحب رہ گئے۔ وہ آدھے گھنٹے تک موجودہ مسائل پر گفتگو کرتے رہے پھر یہ کہہ کر چلے گئے کہ مجھے رات دس بجے والی فلائٹ سے جانا ہے۔ دو یا ڈھائی گھنٹا پہلے آئیں گے پھر ضروری مسائل پر گفتگو کریں گے۔

ان کے جانے کے بعد میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر پلٹ کر دیکھا تو رسونتی سر پر آنچل رکھے، سر جھکائے شرما رہی تھی۔ میں اس کے پاس آ گیا۔ اس کے بازوؤں کو تھام کر مسکراتے ہوئے اُسے دیکھا۔ وہ بدستور شرما رہی تھی اور مُنہ چھپا رہی تھی۔ میں نے اُس کے چہرے کو دونوں ہتھیلیوں میں سجا کر پُوچھا: "جانتی ہو پچھلی بار ہم کب مِلے تھے؟"

وہ جھینپ رہی تھی، میں نے کہا: "ہم اس وقت مِلے تھے جب تم ننھی سی بچی تھیں اور فیڈر سے دُودھ پیا کرتی تھیں۔"

وہ مُنہ چھپا کر ہنسنے لگی۔ بات سچ تھی۔ دشمنوں نے پہلے کوما میں رکھا تھا، پھر کوما سے نکال کر اس کا برین واش کیا تھا۔ اسے ایک ننھی سی بچی بنا دیا تھا۔ وہ عجیب و غریب حالات تھے میرے سامنے میری بھرپور جوان بیوی تھی مگر ذہنی طور پر ننھی سی بچی تھی۔ میں اسے ساتھ لیے برازیل کے جنگلوں میں بھٹکتا رہا تھا۔ بڑے متضاد حالات تھے۔ کبھی شوہر کی حیثیت سے اسے دیکھتا تھا اور کبھی ننھی سی بچی کو آغوش میں لے کر تھپک تھپک کر سُلا دیتا تھا۔

میں نے اس کے چہرے کو ہتھیلیوں کے گلدان میں سجا کر کہا: "اب تم بچی نہیں ہو لیکن یہ تمھارے ساتھ بڑی ٹریجڈی رہی، ان دنوں تم اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھیں۔ ایک بچی کی طرح زندگی گزار رہی تھیں۔ ان حالات میں ماں بننے والی تھیں یہ کتنا بڑا المیہ تھا۔ تم شوہر کی محبت کو اس کے رشتے کو، اس کے تعلق کو نہ سمجھ سکیں۔ تم ماں بن رہی تھیں۔ تب بھی تمھیں اس بات کا ہوش نہیں تھا کہ ماں کیا ہوتی ہے؟ اور اس کی کوکھ سے جنم لینے والا بچہ کیا ہوتا ہے؟"

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں نے اُسے محبت بھرے بازوؤں میں چھپا لیا۔ وہ کہنے لگی: "میں جانتی ہوں، منجانی جب سے تمھاری زندگی میں آئی ہے تم زہر بن گئے ہو، آئندہ کبھی باپ نہیں بن سکو گے۔ میں اس لیے دُوسری بار ماں نہ بن سکی۔ میں اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتی ہوں، ہمارا ایک ہی بیٹا کافی ہے، اس پر کوئی آنچ نہ آئے۔"

میں نے کہا: "اللہ نے چاہا تو کل ہمارا پارس تمھاری گود میں ہو گا۔ جب میں امریکا سے واپس آؤں گا تو ہم میاں بیوی اپنے بچے کے ساتھ بہت اچھا وقت گزاریں گے۔ خواہ وہ اچھا وقت کچھ دنوں کے لیے ہی سہی۔ مگر وعدہ کرتا ہوں، ہم کچھ دنوں تک ساتھ رہیں گے۔ اپنے بچے کو بھرپور محبت دیتے رہیں گے اور ساری مصروفیات کو بھلا دیں گے۔"

ہم نے ان لمحات میں خود کو بھلا دیا۔ ان لمحات میں انکشاف ہوتا ہے کہ بیوی کیا ہے؟

بیوی ہماری نسل کا بوجھ اُٹھانے والی ایک عظیم بار بردار عورت ہوتی ہے۔

موت ہمیں مار ڈالتی ہے۔ بیوی ہمارے بچے کو جنم دے

کر موت کے بعد بھی ہمیں زندہ رکھتی ہے۔ یہ موت کی شکست ہے کہ وہ ہماری بیوی کے سامنے ہمیں مار نہیں سکتی۔

خون سے زیادہ دُودھ کی اہمیت ہے۔ خون تو عورت میں بھی ہوتا ہے مرد میں بھی ہوتا ہے۔ دینا تو وہ چاہے جو کوئی نہ دے سکے اور بیوی ہمارے بچوں کو یہی نایاب دُودھ دیتی ہے جو بازار میں نہیں ملتا۔ اور اگر ملتا ہے تو آئندہ نسلوں کی جسمانی اور دماغی صحت مشکوک کر دیتا ہے۔

بیوی وہ ہے جو رسونتی کی طرح اپنے دھرم کے لیے لڑتی ہے اور لڑتے لڑتے ہمارے مذہب کی طرف جُھک جاتی ہے۔ قدرت نے تمام عورتوں کے رسُتوں کے مقابلے میں بیوی کو زیادہ جُھکنا سکھایا ہے اس لیے وہ جُھکتے جُھکتے ایمان کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔

وہ نہیں سوچتی اُس کا دھرم کیا تھا۔ وہ نہیں سوچتی اس کی اَنا اور خودداری کیا تھی۔ وہ نہیں سوچتی سماج میں اُس کا مان مرتبہ کیا تھا۔ وہ صرف اپنے مرد کے لیے فنا ہو جانا جانتی ہے بعد میں انکشاف ہوتا ہے کہ فنا ہونے کے بعد بھی زندہ ہے۔ اولاد جوان ہو کر باپ کا صرف نام لیتی ہے مگر ماں کی عظمت کو سلام کرتی ہے۔ اس کا جیتا جاگتا ثبوت یہ ہے کہ آپ کسی بھی شہر کے رکشے اور ٹیکسیوں کے پیچھے دیکھ لیں وہاں لکھا ہوا ہوگا "ماں کی دُعا" کبھی آپ نے باپ کی دُعا لکھا ہوا نہیں دیکھا ہوگا۔

گویا عورت بیوی بن کر فنا ہوتی ہے اور ماں بن کر اَمر ہو جاتی ہے۔

رسونتی میرے سامنے سب کچھ بھُول گئی تھی، جیسے ہوش و حواس سے بیگانی ہو گئی تھی۔ اس نے ان لمحات میں پارس کو بھی یاد نہیں کیا۔ عورت شاید اس لیے اولاد کو یاد نہیں کرتی کہ اولاد والا پاس ہی ہوتا ہے وہ بھرپور اعتماد کرتی ہے۔ جب تک تقدیر مہربان ہے جب تک باپ اپنے بچے کا نگہبان ہے، تب تک بچے کا نصیب اپنے تیور نہیں بدلے گا۔

وہ پارس کے سلسلے میں مطمئن تھی۔ اس وقت تک اس کی پلاسٹک سرجری ہو چکی تھی۔ اس نے ٹیپو کا روپ اختیار کر لیا تھا پھر اعلیٰ بی بی اس کی حفاظت کے لیے موجود تھی اور کسی بھی لمحے ہم دونوں اپنے بچے کے پاس پہنچ سکتے تھے۔ اسی لیے رسونتی صرف میری ذات میں گم ہو گئی تھی۔

رات کے آٹھ بجنے لگے۔ رسونتی اُداس ہونے لگی۔ میری روانگی کا وقت قریب آتا جا رہا تھا۔ ہم نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا، اسی وقت جناب شیخ الفارس تشریف لے آئے۔ ہم نے سرکاری گیسٹ ہاؤس کے ڈرائنگ روم میں آگ دیکھا، وہ ایک قاضی صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا "میرا خیال ہے تم دونوں پاک صاف ہو۔ وضو کر سکتے ہو اور سجدہ شکر ادا کر سکتے ہو، لہٰذا میں قاضی صاحب کو لے آیا ہوں۔ رسونتی نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ تم دونوں کا دوبارہ نکاح پڑھا یا جائے گا۔"

رسونتی مارے خوشی کے بے حال ہو گئی۔ فوراً ہی پلٹ کر تیزی سے چلتی ہوئی باتھ روم میں گئی اور وضو کرنے لگی۔ میں نے بھی جا کر وضو کیا پھر پانچ منٹ کے بعد ہم دونوں قاضی صاحب کے سامنے سر جُھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ رسونتی گھونگٹ میں چھپی ہوئی تھی۔ وہ نکاح پڑھا رہے تھے اور ہم نکاح قبول کر رہے تھے۔

ساڑھے آٹھ بجے ہم مذہبی اور قانونی طور پر ازسرِنو میاں بیوی بن گئے۔ قاضی صاحب رخصت ہو گئے۔ جناب شیخ الفارس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "فرہاد! میں نے کہا تھا فلائٹ سے ایک گھنٹا پہلے آؤں گا اور ضروری مسائل پر گفتگو کروں گا۔ مسائل کچھ نہیں ہیں۔ تم سب اپنے اپنے مسائل سے بخوبی نمٹ سکتے ہو۔ میرا مقصد یہی تھا کہ میں تم دونوں کا باقاعدہ نکاح پڑھا دوں۔ تاکہ روزِ محشر خدا کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے تو مجھے شرمندگی نہ ہو۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ میری تمام دُعائیں تم دونوں کے ساتھ ہیں۔"

وہ ہم سے رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ رسونتی دونوں ہاتھوں سے مُنہ ڈھانپ کر رونے لگی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"آج صحیح معنوں میں ہمارا نکاح ہوا ہے۔ آج ہم ایک دوسرے کے شریکِ حیات ہیں لیکن یہ کیسی شادی ہے، کیسا نکاح ہے کہ ہم سُہاگ رات نہیں گزار سکتے۔ تمھاری روانگی کا وقت ہو چکا ہے۔"

اس کی آنسو بھری فریاد سُن کر میرا دل دُکھنے لگا۔ میں نے کہا "نہیں میری جان! ہم سہاگ رات گزاریں گے۔ خواہ قیامت آ جائے۔ جس شریکِ حیات نے مجھے پارس جیسا بیٹا دیا ہے، میں اس کے دل میں کوئی حسرت رہنے نہیں دُوں گا۔ بس چند لمحوں تک انتظار کرو۔"

میں نے ذرا سی حکمرانوں سے یاری باری رابطہ قائم کیا، ان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور آپ لوگوں سے مخاطب ہوں اور پوچھ رہا ہوں اگر میری خاطر طیارہ دو چار گھنٹے لیٹ ہو جائے تو کیا فرق پڑے گا؟"

ہر عہدے دار نے یہی جواب دیا "کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ کے لیے تو جان حاضر ہے۔ آپ جس طیارے میں سفر کرنے والے ہیں، وہ ہمارا اپنا طیارہ ہے۔ ہم اعلان کر دیں گے،

اس میں کوئی خامی پیدا ہو گئی ہے، اسے درست کیا جا رہا ہے تاکہ مسافروں کو سفر کے دوران کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

تمام افسروں نے یہی جواب دیا "کوئی مسافر اعتراض نہیں کرے گا۔ ہر مسافر کو اپنی زندگی عزیز ہوتی ہے وہ یہی چاہے گا کہ سفر سے پہلے ہی طیارے کو اچھی طرح دیکھ بھال لیا جائے۔"

رسونتی میرے دماغ میں تھی میرے ذریعے ان تمام افسران کے جوابات سنتی جا رہی تھی۔ پھر اُس نے پوچھا "کیا مسافروں کو غلط اطلاع دی جائے گی کہ طیارے میں خرابی پیدا ہو گئی۔ خدانخواستہ تم سفر کرتے رہتے اور طیارے میں خرابی پیدا ہو جاتی تو کیا ہوتا؟"

میں اس منطق پر حیران ہو کر اسے تکنے لگا۔ اس نے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ لیے۔ پھر چیختے ہوئے بولی "نہیں، یہ نہیں ہو سکتا، خدایا مجھے معاف کر دے اگر میرا جیون ساتھی سفر کرتا اور اس طیارے میں سچ مچ خرابی پیدا ہو جاتی تب کیا ہوتا؟"

میں اس کی یہ بات سُن کر جانے کیوں لرز گیا۔ وہ پھر چیخ کر بولی "نہیں فرہاد! نہیں، ہرگز نہیں۔ طیارے میں جھوٹی یا سچی خرابی پیدا نہیں ہو گی، کبھی پیدا نہیں ہو گی۔ تم سفر کرنے والے ہو، لعنت ہے ایسی سُہاگ رات پر جو ایک رات کی خوشی کے لیے اس سے اس کا شوہر چھین لے جس طیارے میں وہ سفر کر رہا ہو اس طیارے میں جانی انجانی خرابی پیدا ہو جائے۔ نہیں، یہ کفر ہے، یہ مذاق ہے جو قدرت سے کیا جاتا ہے اور میں ایسا مذاق کر کے اپنی ازدواجی زندگی کو داؤ پر نہیں لگاؤں گی۔ تم یہاں نہیں رُکو گے۔ میں اپنی سُہاگ رات کو تمھاری سلامتی پر قربان کرتی ہوں، تم وقت پر جاؤ گے۔"

اور میں وقت پر روانہ ہو گیا۔ طیارے میں پرواز کرنے کے دوران رسونتی کا چہرہ سامنے تھا۔ اس کی بھیگی ہوئی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ عورت اپنا سب کچھ قربان کر سکتی ہے مگر سہاگ رات کی قربانی نہیں دے سکتی کیوں کہ یہ اس کی جوانی کی پہلی اور آخری خوشی ہوتی ہے، وہ بڑھاپے کی آخری سانس میں بھی جب اس رات کو یاد کرتی ہے تو نوخیز دُلہن کی طرح شرمانے لگتی ہے۔ جس طرح زندگی ایک بار مرتی ہے اسی طرح یہ رات بھی ایک بار آتی ہے۔ رسونتی میری شریکِ حیات تھی میرے بچے کی ماں تھی لیکن اس کے نصیب میں آج تک وہ رات نہیں آئی تھی۔ آج آنے والی تھی مگر اس نے میری سلامتی کے لیے اتنی بڑی خوشی کو قربان کر دیا تھا۔ وہ آخری سانسوں تک میری شریکِ حیات رہے گی۔ لیکن یہ رات اب اس کی زندگی میں کبھی نہیں آئے گی۔

میں تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ اپنے دل اور دماغ سے تمام جذبات کو نکالنے کی کوشش کرتا رہا کیوں کہ اندر جذبات بھرے ہوں تو جیسے غبار بھرا ہوتا ہے، ایسے میں آدمی نہ تو کام کی بات سوچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کام پوری توجہ سے کر سکتا ہے۔

پھر میں نے پوری سے رابطہ قائم کیا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی اس نے کہا "تم چھ گھنٹے سے غائب ہو مگر شکایت نہیں کروں گی۔ بہت عرصے بعد رسونتی سے ملاقات ہوئی ہے۔"

"ہاں، میں چھ گھنٹے تک ساری دُنیا کو بھُول گیا تھا، تم بتاؤ، کیا کرتی رہیں؟"

"اس بنگلے کے قریب ان کی نگرانی کرتی رہی۔ وہاں سے کبھی بہرام گن گولی اور کبھی ایک انگریز باہر آتا تھا، وہ لوگ برآمدے میں کھڑے ہو کر دُور دُور تک دیکھتے تھے پھر پریشان ہو کر چلے جاتے تھے یقیناً انھیں غلام باقی کا انتظار تھا۔"

پوری کے بیان کے مطابق وہ لوگ دو گھنٹے تک پریشان رہے پھر ڈان فریزر باہر آیا۔ بنگلے کے احاطے میں دو گاڑیاں تھیں، ایک تو غلام باقی لے گیا تھا، دوسری کار موجود تھی۔ ڈان فریزر نے اس کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر ڈرائیو کرتا ہوا سڑک پر آیا۔ پوری دُور ہی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ سڑک کے کنارے آ کر کھڑی ہو گئی پھر ایک انگوٹھے سے لفٹ حاصل کرنے کا اشارہ کرنے لگی۔ اس نے دیکھ لیا تھا کچھ اور لوگ فریزر کا تعاقب کر رہے تھے اور وہ یقیناً ہمارے ہی آدمی تھے۔

ڈان فریزر نے دیکھا، ایک حسین نوخیز دوشیزہ سڑک کے کنارے لفٹ مانگ رہی ہے۔ کوئی اور وقت ہوتا تو شاید وہ گاڑی روک دیتا فی الوقت وہ سب پریشان تھے۔ غلام باقی کی گمشدگی نے انھیں خطرے کا احساس دلایا تھا۔ پھر وہ اپنے استاد بہرام گن گولی سے ڈرتا تھا۔ اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے دوران کسی حسینہ میں دلچسپی نہیں لینا چاہتا تھا۔ بہرحال اس نے گاڑی نہیں روکی۔ پوری کے قریب سے تیز رفتاری کے ساتھ گزر گیا۔ پیچھے آنے والی گاڑی بھی اسی طرح گزر گئی..... اس کے پیچھے ایک اور گاڑی آ رہی تھی۔ وہ رُک گئی۔ ایک نوجوان نے دروازہ کھول کر باہر آتے ہوئے کہا "مس پوری! میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتا ہوں۔ کم آن ہری اپ، ورنہ وہ نکل جائے گا۔"

وہ عجلت سے آ کر بیٹھ گئی پھر بولی "یہ ڈان فریزر بھی کسی اسٹور میں جائے گا اور رشین کے کل پُرزے خریدے گا۔"

گاڑی ڈرائیو کرنے والے نوجوان نے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کیا، انھیں بتایا "پوری میرے ساتھ ہے۔ اگر ڈان فریزر بھی کسی اسٹور میں جا کر کل پُرزے خریدے تو اس کا مطلب ہے وہ کل پُرزے نہایت اہم ہیں۔"

دوسری طرف سے جواب ملا "ہم اس کی اہمیت سمجھ رہے

ہیں۔ ہماری کوشش یہی ہوگی کہ ڈان فریزر بھی واپس نہ جاسکے۔"

پومی نے اس کے ہاتھ سے ٹرانسمیٹر لے کر کہا۔ "میں پومی بول رہی ہوں۔ ڈان کو اغوا کرکے کسی دوسری جگہ پہنچایا جائے۔ اُسے غلام باقی کے پاس ہرگز نہ لے جانا۔"

میں پومی کو ان کے متعلق اچھی خاصی تفصیلات بتا چکا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی فریزر نے تنویمی عمل کے ذریعے غلام باقی کو اپنا تابعدار بنایا تھا۔ اگر اغوا کرنے کے بعد دونوں کو ایک جگہ رکھا جاتا تو غلام ضرور اپنے تنویمی عمل کرنے والے سے متاثر ہوتا۔

پومی یہ بھی سمجھ گئی تھی میں نے غلام باقی کے بے ہوش ہونے کے دوران اس کے دماغ سے کچھ معلومات حاصل کی تھیں اگر اُسے علیحدہ رکھ کر اس کے دماغ کو اسی طرح کمزور رکھا جاتا تو مزید معلومات حاصل ہوسکتی تھیں اس لیے اس نے ہمارے آدمیوں سے کہہ دیا تھا ڈان فریزر کو اس سے دُور رکھا جائے۔

ہمیں اس بات کا اطمینان تھا وہ ٹرانسفارمر مشین ابھی اُن کے کسی کام نہیں آئے گی۔ اسے دوبارہ نصب کرنے اور آپریٹ کرنے کے سلسلے میں جن چیزوں کی کمی تھی وہ ان کے پاس نہیں پہنچ رہی تھیں بلکہ ہم پہنچنے نہیں دے رہے تھے ــــ برہام گمنگولی تو ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رکھنے کا فی الحال یہی ایک طریقہ تھا۔

ڈان فریزر نے ایک اسٹور کے سامنے جاکر گاڑی روکی پھر گاڑی سے اُتر کر اسٹور کی طرف جانا چاہتا تھا اسی وقت تعاقب کرنے والوں میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ہیلو، مسٹر! تم جو سامان خریدنے جارہے ہو وہ ہمارے پاس موجود ہے۔"

فریزر نے اُسے گھور کر پوچھا۔ "کیا مطلب؟ تم کیسے جانتے ہو میں کیا خریدنے جارہا ہوں؟"

"تم نے پہلے بھی ایک خریدار آیا تھا ہم نے اس کی جیب کے پیسے سے ہوا نکال دی۔ اُسے اپنے ساتھ جانے پر مجبور کردیا۔"

فریزر نے پریشان ہوکر پوچھا۔ "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم مجھے بھی مجبور کردو گے؟"

"راضی خوشی چلو گے تو مجبور نہیں کیا جائے گا تم دیکھ رہے ہو میرا ہاتھ کوٹ کی جیب میں ہے حالاں کہ اتنی سردی نہیں پڑ رہی ہے پھر بھی ریوالور کو چھپا کر رکھنے کے لیے ہاتھ کو جیب میں رکھنا ہی پڑتا ہے۔"

وہ سہم کر کوٹ کی جیب کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے مجبور کرنے والا کہہ رہا تھا۔ "کیا یہ بتانا ہوگا کہ ریوالور کا رُخ تمہاری طرف ہے؟"

وہ تھوک نگلنے لگا۔ آس پاس دیکھتا بھی جارہا تھا۔ مٹ پاتھ پر اکا دُکا راہگیر نظر آرہے تھے ایک آدھ قریب سے بھی گزر رہا تھا مگر گزرنے والا یہ کیسے جان سکتا تھا کہ کس کی جیب میں ریوالور ہے۔ اور تنویمی عمل جاننے والا ڈان فریزر موت کے سامنے کھڑا ہے۔

وہ مجبور ہوگیا۔ اس کے اشارے پر آگے بڑھتا ہوا ایک کار کے پاس پہنچا۔ اس کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا گیا سیٹ پر پہلے ہی ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچ لیا ریوالور والا بھی اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ دروازہ بند ہوا پھر گاڑی آگے چل پڑی اُسے آبادی سے ذرا دُور ایک چھوٹے سے مکان میں لایا گیا۔ ایک کمرے میں تنہا چھوڑ دیا گیا۔ وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ فرار کا راستہ نہیں تھا۔ ایک ہی دروازہ تھا جو اب کھل رہا تھا۔ وہ دروازے پر پومی کو دیکھتے ہی چونک گیا۔ یاد آیا اس لڑکی نے لفٹ مانگی تھی۔

اس نے پیچھے ہٹ کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟ کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہو؟ دیکھو میرے گرو دیو کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم نہیں، وہ بہت خطرناک ہے۔ ابھی کالے علم کے ذریعے مجھے یہاں سے نکال لے جائے گا۔"

پومی نے کمرے میں آکر کہا۔ "تمہیں گرو دیو پر یقین ہے، پھر بھی خوف سے مرے جارہے ہو، آرام سے بیٹھو۔"

وہ ایک کُرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "کیا تم نے غلام باقی کو اغوا کیا ہے؟"

وہ دوسری کُرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "تم سوال نہیں کروگے، صرف جواب دوگے۔ اس بنگلے میں شارپر اور برہام گمنگولی کے علاوہ اور کون ہے؟"

"میں تمہارے سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

پومی نے ایک جوان کو بُلا کر کہا۔ "ریوالور کی نال کنپٹی سے لگا دو۔ یہ جواب دینے میں ایک لمحے کی بھی دیر کرے تو گولی مار دینا۔"

نوجوان نے ریوالور نکال کر ڈان فریزر کی کنپٹی سے لگا دیا وہ خوف سے لرزنے لگا پھر بولا۔ "وہاں صرف شارپر اور میرے گرو دیو ہیں۔ وہ کسی اور کو اس راز میں شریک نہیں کرنا چاہتے۔"

"کیا اس بنگلے میں ٹیلیفون ہے؟"

"نہیں ہے۔"

"میں نے ٹیلیفون کا تار اس بنگلے کی طرف جاتے دیکھا ہے۔"

وہ بے بسی سے بولا۔ "جب تم نے دیکھا ہے تو پوچھتی کیوں ہو؟"

"اب اس نے غلط جواب دیا تو گولی چلا دینا۔ ہاں تو مسٹر فریزر! جواب دو کیا شارپر نے تمہیں اس مشین کو آپریٹ کرنا سکھایا ہے؟"

"نہیں، شارپر کہہ رہا تھا غلام باقی ایک بار مشین آپریٹ کر چکا ہے۔ اگرچہ وہ تنویمی عمل کے زیر اثر تھا اسے اچھی طرح یاد نہیں ہے لیکن دوبارہ بتایا جائے گا تو یاد آجائے گا۔"

"اب غلام باقی وہاں نہیں رہا؟"

"میرا اُستاد بہرام گمنگولی کہہ رہا تھا مجھے آپریٹ کرنا سکھایا جائے گا لیکن پہلے سامان ضروری تھا اس لیے میں خریداری کے لیے آیا تھا۔ میں کہتا ہوں، میرا اُستاد بہت خطرناک ہے وہ کالے منتروں کا جاپ کرے گا تو ریوالور کی گولیاں پگھل جائیں گی۔ تم سب کے ہاتھ پاؤں شل ہوجائیں گے۔ کوئی میرے سامنے آنکھ اُٹھا کر دیکھ بھی نہیں سکے گا اور میں تم سب کے سامنے سے گزرتا ہوا چلا جاؤں گا۔"

وہ بولی۔ "ہم یہ ڈرامہ، تماشا ضرور دیکھیں گے، فی الحال ٹیلیفون لے آؤ۔"

دوسرے جوان نے ٹیلیفون لاکر سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔ "فریزر! تم چاہو تو اپنے گرو گھنٹال سے بات کرسکتے ہو۔"

وہ بے یقینی سے ایک ایک کا مُنہ تکنے لگا۔ پومی نے نوجوان سے ریوالور لیا پھر پوچھا۔ "کیا تم بات کرنا نہیں چاہتے؟"

وہ جلدی سے کرسی کھسکا کر سینٹر ٹیبل کے قریب آیا۔ پھر ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا جب ڈائلنگ ختم ہوگئی رابطہ قائم ہوگیا دوسری طرف سے آواز سُنائی دی تو ڈان نے جواباً کچھ کہنے کے لیے مُنہ کھولا اسی لمحے پومی نے ریوالور کی نال اس کے مُنہ میں گھسیڑ دی۔ اس کے ہاتھ سے ریسیور لے لیا۔ اپنے کان سے لگا کر سُنا۔ دوسری طرف سے بہرام کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ "ہیلو، ہیلو، ہُوا زدیر، ڈان فریزر! کیا تم ہو؟"

پومی نے کہا۔ "تمہارے شاگرد کے مُنہ میں ریوالور کی نال گھسی ہوئی ہے، کمبخت نکل نہیں رہی ہے۔"

بہرام گمنگولی نے گرج کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں موت ہوں اور تمہارے کان میں سرگوشی کررہی ہوں، غور سے سنو۔ اس بنگلے میں تم دو رہ گئے ہو اور دونوں کی زندگی تھوڑی سی رہ گئی ہے جب تک باہر نہیں نکلو گے زندہ رہو گے باہر نکلتے ہی اپنے غلام اور شاگرد کی طرح لاپتا ہوجاؤ گے اور لاپتا ہونے کو کہتے ہیں جس کا اس دُنیا میں پتا نہ چلے۔"

دوسری طرف سے غرا کر پوچھا گیا۔ "کیا تم کسی تنظیم سے تعلق رکھتی ہو؟ کیا تمہاری تنظیم میں کوئی مرد نہیں ہے؟"

"سُنا ہے تم پاؤں زمین پر مارتے ہو تو زمین دھنس جاتی ہے، میری تنظیم میں جو مرد ہے اس کا نام سنو گے تو پاؤں مارنے سے پہلے ہی دھنس جاؤ گے۔"

"کیوں ڈینگیں مار رہی ہو، بتاؤ تم کون ہو، تمہارا سرغنہ کون ہے؟"

"یہ کوئی بدمعاشوں کی ٹولی نہیں ہے کہ سرغنہ کا لفظ استعمال کیا جائے۔ باقی دو، تین مجبور ہو اور مجبور سوال نہیں کرتے صرف جواب دیتے ہیں۔ بولو، مشین کے سلسلے میں کیا سمجھوتا کرتے ہو؟"

"کیسی مشین؟ تم کس مشین کی بات کررہی ہو؟"

"خواہ مخواہ انجان بن کر وقت ضائع مت کرو۔"

"اس مشین پر تم لوگوں کا سایہ بھی نہیں پڑ سکے گا تم سمجھتی ہو میرے دو آدمیوں کو یرغمال بنا کر مجبور کردو گی۔ میں انھیں تمہاری موت مرنے کے لیے چھوڑ دوں گا۔ یہ مشین میری جان ہے میری زندگی ہے۔"

"تم اپنی جان کو تنہا استعمال نہیں کرسکو گے۔ شارپر بھی کچھ نہیں کرسکے گا۔ اسے آپریٹ کرنے کے لیے ایک تیسرے آدمی کی ضرورت پڑے گی اور وہ تیسرا آدمی اب تمہارے پاس نہیں رہا۔"

"تم کیا سمجھتی ہو میرے پاس غلاموں اور جاں نثاروں کی کمی ہے؟"

"جو بھی غلام یا جاں نثار مشین سے تعلق رکھنے والے کل پُرزے خریدنے آئے گا زندہ واپس نہیں جائے گا۔ اور تم دونوں کے متعلق میں پہلے ہی پیش گوئی کرچکی ہوں۔ زندگی سے بیزار ہونے کے بعد ہی باہر قدم نکالو گے۔"

تھوڑی دیر تک دوسری طرف خاموشی رہی۔ پومی نے کہا۔ "میں جواب کا انتظار کررہی ہوں۔"

بہرام گمنگولی کی گونجتی ہوئی آواز سُنائی دی۔ "میں تھوڑی مہلت چاہتا ہوں، سوچنے کا موقع دو۔"

"بے شک موقع دُوں گی، جب تک کالے منتر پڑھ سکتے ہو پڑھتے رہو۔ میں نے جادو کے متعلق بہت کچھ سُنا ہے کبھی آنکھوں سے دیکھا نہیں ہے، آج دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"میں ڈان فریزر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس سے بھی بات ہوجائے گی لیکن میری ایک بات اچھی طرح یاد رکھنا غلام باقی اور ڈان فریزر سے ہمیں خطرہ نہیں تھا اس لیے ہم نے ان دونوں کو اغوا کیا تھا تمہیں نہیں کریں گے۔ جیسے ہی باہر نکلو گے چاروں طرف سے گولیاں برسنا شروع ہوجائیں گی تاکہ تم غیر معمولی جسمانی قوتوں کا مظاہرہ نہ کرسکو اور نہ ہی کسی اور علم کے سہارے وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوسکو۔ میں ٹھیک چار گھنٹے بعد فون کروں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ڈان فریزر کے مُنہ سے ریوالور کی نال نکال لی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد ادارے کے ایک جوان نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا۔ "پومی! اگر آپ بنگلے کے قریب موجود ہیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

پومی نے پوچھا۔ "کوئی خاص بات ہے؟"

"جی ہاں، ہم جو کچھ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اس پر یقین نہیں کرسکتے۔ پھر بھلا آپ کیسے یقین کریں گی۔"

"پہیلیاں نہ بجھواؤ، سیدھی طرح جواب دو۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "ہم تقریباً دس منٹ سے عجیب و غریب تماشا دیکھ رہے ہیں۔ اس بنگلے کے اگلے اور پچھلے دروازے سے بہرام گنگولی نکلتا ہے اور چند قدم چلنے کے بعد ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے، جیسے غائب ہو گیا ہو یا کسی درخت کے پیچھے چھپ گیا ہو۔ دس منٹ کے اندر تقریباً چھ بہرام گنگولی اس بنگلے سے نکل چکے ہیں اور اسی طرح ہماری نظروں سے اوجھل ہوتے رہے ہیں۔"

پومی نے پوچھا "کیا میں اس بکواس پر یقین کر لوں؟"

"مس، ہم نے پہلے ہی کہا تھا آپ یقین نہیں کریں گی۔ میں بنگلے کے اگلے حصّے کی طرف ہوں۔ میں نے اس دروازے سے تین بہرام گنگولی کو نکلتے دیکھا ہے جو ساتھی بنگلے کے پچھلے حصّے کی طرف نگرانی کر رہے ہیں۔ ان کا بھی یہی بیان ہے۔ انھوں نے تین بہرام گنگولی کو نکلتے دیکھا ہے۔ اس طرح اب تک چھ بہرام نکل چکے ہیں۔"

"چلو، میں مان لیتی ہوں مگر چھ میں سے کوئی تو کہیں جاتا ہوا نظر آیا ہوگا؟"

"یہی تو حیرانی کی بات ہے۔ ہم آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں اور بنگلے سے نکلنے والا بہرام چند قدم چلنے کے بعد گم ہو جاتا ہے۔"

"میں ابھی آ رہی ہوں۔ ٹرانسمیٹر پر بدستور رابطہ قائم کرتے رہو۔"

اس نے ڈان فریزر کو دو جوانوں کے حوالے کیا۔ پھر وہاں سے کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے اس بنگلے کی طرف جانے لگی، راستے میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم ہوتا جا رہا تھا۔ بنگلے کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی محسوس ہوا جیسے موسم اچانک بدل گیا ہے، تیز ہوائیں چلنے لگی ہیں۔ ٹرانسمیٹر پر کہا جا رہا تھا "مس پومی، یہاں اچانک آندھیاں چلنے لگی ہیں۔ درخت یوں لرز رہے ہیں جیسے جڑ سے اکھڑنے والے ہوں۔ گرد کا ایک طوفان ہے۔ بنگلے کے آس پاس کچھ نظر نہیں آ رہا ہے، صرف ایک آواز سنائی دے رہی ہے، کیا آپ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کچھ سن سکتی ہیں؟"

پومی نے اس ٹرانسمیٹر کو کان سے لگا لیا۔ وہاں سے آواز آ رہی تھی "مے مہاکالی! تیرا وچن نہ جائے خالی۔"

ٹرانسمیٹر سے بات کرنے والا خوف زدہ ہو کر کہہ رہا تھا۔ "مس پومی، وہ منحنی تلوار لے کر میری طرف بڑھ رہا ہے۔ پتا نہیں، یہ حقیقت ہے یا وہم ہے مگر وہ میری طرف بڑھا آ رہا ہے۔"

ٹرانسمیٹر سے بات کرنے والے کی آواز کے ساتھ ساتھ بہرام گنگولی کا بھدّی لہجہ بھی سنائی دے رہا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "مے مہاکالی، تیرا وچن نہ جائے خالی۔ تو نے اپنے داس کو ٹرانسفارمر مشین کی بھینٹ دی ہے۔ میں تیرے چرنوں میں انسانوں کی بلی دے رہا ہوں، لے اسے قبول کر۔۔۔"

اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر پر گفت گو کرنے والے کی ایک آخری چیخ سنائی دی۔ پومی نے تصوّر میں دیکھا۔ بہرام گنگولی نے ننگی تلوار اس جوان کی گردن میں اتار دی تھی اور اس کے سر کو تن سے جدا کر دیا تھا۔ ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا تھا۔ پومی ہیلو ہیلو کر کے اسے مخاطب کر رہی تھی مگر جواب نہیں مل رہا تھا، پھر اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ کار کی رفتار بڑھا دی۔

یہ جو کچھ ہو رہا تھا آج کے سائنسی دور میں فی زمانہ کے جوان اس پر یقین نہیں کریں گے اور یقین کرنا بھی نہیں چاہیے کیوں کہ جادو سوڈا واٹر گیس کی طرح ہوتا ہے۔ بوتل کھلتے ہی تیزی سے جھاگ نکلتا ہے پھر وہ بوتل ڈھنڈی پڑ جاتی ہے۔

ہمارے جن پیغمبروں پر آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، ان پر ایمان رکھنے والے تسلیم کرتے ہیں کہ جادو اس دنیا میں ہے۔ اسی لیے حضرت موسیٰ کے مقابلے میں کتنے ہی خطرناک جادوگر آئے اور اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ یہ آسمانی کتابیں ہمیں سمجھاتی ہیں کہ ایمان مضبوط ہو، انسان راستی پر چل رہا ہو تو اس پر جادو اثر نہیں کر سکتا۔

آج بھی ہماری دنیا میں بڑے بڑے جادوگر ہیں جو سمر سرنم جاننے والے باکمال پروفیسر کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ وہ یکمشت حاضرین کے سامنے کھڑے ہو کر سب کی گھڑیوں کا وقت روک دیتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق وقت بدل دیتے ہیں، حاضرین کو اپنی خالی ٹوپی دکھا کر سر پر رکھتے ہیں پھر اسے سر سے اتارتے ہیں تو ٹوپی کے اندر سے کبوتر پرواز کرتے ہیں۔ یہ جادو یا نظر بندی کا کمال ہے۔ ایسی ہی نظر بندی کا کمال بہرام گنگولی کو آتا تھا۔ اس نے جادو کے عجیب تماشے دکھائے۔ اس بنگلے سے یکے بعد دیگرے کئی بہرام گنگولی کو نکالا۔ جب اصل بہرام گنگولی نکلا تو آندھیاں سی چلنے لگیں۔ ہر طرف گرد و غبار چھا گیا اور وہ ننگی تلوار لیے نظر آیا جس نے ٹرانسمیٹر پر گفت گو کرنے والے کی گردن اڑا دی۔

پومی کا جی چاہتا تھا خیال خوانی کی پرواز کی طرح پلک جھپکتے ہی بہرام تک پہنچ جائے مگر یہ ممکن نہیں تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ رفتار بڑھا کر اس بنگلے کے قریب پہنچتی جا رہی تھی قریب پہنچتے ہی اس نے بریک لگانے شروع کیے۔ تھوڑی دور جا کر رک گئی۔ کار رکتے رکتے دوسری طرف گھوم گئی۔ اچھا ہوا کہ گھوم گئی۔ گرد و غبار کے طوفان کے باوجود بنگلے سے ایک گاڑی نکلتی ہوئی نظر آئی تھی جو اسی رخ پر جا رہی تھی اور بڑی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ پومی نے اپنی گاڑی اس کے پیچھے لگا دی۔

اس نے دیکھا جو گاڑی آگے جا رہی تھی، اس کی چھت پر اچھا خاصا سامان بندھا ہوا تھا۔ وہ کیا تھا، دور سے سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا مگر پومی سمجھ سکتی تھی۔ وہ یقیناً ٹرانسفارمر مشین ہوگی۔ اس کے بغیر بہرام گنگولی فرار ہونے کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا۔

پتا نہیں یہ کالے عمل کا نتیجہ تھا یا سچ مچ آندھی چلنے لگی تھی۔ کالے جادو پر یقین رکھنے والے اسے بہرام گنگولی کا کمال سمجھ سکتے تھے اور نہ سمجھنے والوں کے لیے یہ قدرتی حالات تھے جو بہرام کے حسبِ حال تھے۔ ہر طرف گرد و غبار کا ایک طوفان تھا۔ آگے جانے والی گاڑی دھندلی سی نظر آ رہی تھی۔ وہ ہائی وے پر جا رہے تھے۔ اس راستے پر شاذ و نادر ہی گاڑیاں نظر آتی تھیں۔ پومی خطرناک حد تک رفتار بڑھا رہی تھی۔ اس کے باوجود بہرام گنگولی کی گاڑی تک پہنچ نہیں پا رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا وہ بھی آندھی طوفان کی رفتار سے جا رہا ہے۔ بلکہ اس سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ وہ گاڑی کبھی دکھائی دیتی تھی اور کبھی دھند میں چھپ جاتی تھی۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک تعاقب کرتے رہنے کے بعد پتا چلا، آگے جانے والی گاڑی وہ نہیں ہے جس کا وہ پیچھا کر رہی ہے۔ اگرچہ اس گاڑی کی چھت پر بھی سامان تھا مگر وہ سامان کچھ اور تھا۔ بہرام گنگولی کی گاڑی یا تو دوسرے راستوں میں سے کسی پر مڑ گئی تھی یا اسی ہائی وے پر میلوں دور نکل گئی تھی۔ پومی نے رفتار اور بڑھا دی۔ گرد و غبار کے طوفان نے الجھا دیا تھا بلکہ بھٹکا دیا تھا اور بہرام نکل جانے کا موقع دیا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کیا۔ انھیں ہدایت دی، فوراً ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسے تلاش کیا جائے۔ وہ ہائی وے سے جانے والی مختلف سڑکوں میں سے کسی پر ضرور نظر آئے گا۔ اس کی کار کا رنگ نیلا ہے۔ چھت پر سامان بندھا ہوا ہے۔

وہ تھک ہار کر ہائی وے کے ایک ریستوران میں پہنچ گئی۔ وہاں ہلکا سا ناشتا کرنے کے بعد کافی پی رہی تھی۔ ایسے ہی وقت میں اس کے پاس پہنچا وہ تمام روداد سنانے لگی۔ اس کی روداد یکطرفہ تھی۔ ہم نہیں جانتے تھے، دوسری طرف بہرام گنگولی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور وہ کیا کر رہا ہے۔

ایک واقعے کا ہر پہلو سامنے ہو تو بات پوری طرح سمجھ میں آتی ہے۔ ہمیں بعد میں معلوم ہوا، بہرام گنگولی کن مسائل کا سامنا کر رہا تھا لہٰذا جو معلومات بعد میں حاصل ہوئیں، میں ان کا ذکر ابھی کر رہا ہوں۔

اپنی تدبیروں سے کامیاب ہونے والے اکثر ایسے واقعات سے دوچار رہتے ہیں کہ تقدیر کے قائل ہو جاتے ہیں۔ بہرام نے اپنی تدبیروں سے اور اپنی کوششوں سے دنیا کے خطرناک علوم سیکھے۔ ٹیلی پیتھی سیکھنے کی ہزار کوششیں کیں۔ کتنی ہی تدبیریں آزمائیں لیکن تقدیر نے ساتھ نہیں دیا۔ آخر پچھلے دن اسے ٹرانسفارمر مشین کے ساتھ شارپر بھی ہاتھ لگ گیا۔ وہ چاہتا تو پچھلی رات ہی مشین کے ذریعے اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم بھر سکتا تھا لیکن اس کی بدقسمتی تھی، ناکامی کا پہلا سبب شارپر تھا، وہ اچانک ہی بیمار پڑ گیا تھا۔ دوسرا سبب وہ مشین تھی۔ خفیہ تہ خانے سے مشین کو بڑی عجلت میں کھول کر گاڑی میں رکھا گیا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کسی خفیہ تنظیم کے افراد آ سکتے تھے اور مشین کا راز فاش ہو سکتا تھا۔

بہرحال عجلت میں مشین کو منتقل کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے کچھ پُرزے تہ خانے میں رہ گئے یا تہ خانے سے گاڑی تک لانے کے دوران کہیں گر پڑے جس کی وجہ سے وہ مشین فی الحال ناکارہ ہو گئی تھی۔

بہرام کی ناکامی کا تیسرا سبب وہ ڈائری تھی جسے مور نے گنگا تھی۔ اب شارپر ہی اس مشین کو آپریٹ کرنا سکھا سکتا تھا۔ بہرام گنگولی نے کہا: تم کاغذ پر اس مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ پوری تفصیل سے لکھ دو تاکہ غلام باقی اسے پڑھتا رہے اور آپریٹ کرتا رہے۔"

شارپر گرین بے پہنچ کر لکھنے والا تھا مگر شدید بخار میں مبتلا ہو گیا تھا۔ بہرام علاج کے لیے اسے بنگلے سے باہر لے جانا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی کسی ڈاکٹر کو بلانا چاہتا تھا۔ دوا کی دکانوں پر بخار کم کرنے کی مخصوص دوائیں مل جاتی ہیں۔ اس نے وہی دوائیں منگوا کر اسے پلائیں جس کے نتیجے میں وہ چار گھنٹے تک سوتا رہا۔ جب بیدار ہوا تو اسے کچھ کھلا پلایا گیا۔ وہ بہت ہی نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ بہرام نے کہا: تمھاری حالت بہت خراب ہے، کم از کم مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ لکھ دو۔"

"جب وہ مشین مکمل نہیں ہو سکے گی تو آپریٹ کرنے کا طریقہ لکھوا کر کیا کرو گے۔ اس میں جن پُرزوں کی کمی ہے، وہ میں لکھ رہا ہوں، پہلے انھیں منگواؤ۔"

اس نے ان چیزوں کی فہرست تیار کر دی۔ یہ وہی وقت تھا جب غلام باقی پُرزے خریدنے جا رہا تھا اور ہمارے آدمیوں کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ بہرام گنگولی شدید اضطراب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ وہ بار بار شارپر کے پاس آ کر اسے چھو کر دیکھتا تھا۔ بخار تیز ہو گیا تھا۔ اس پر نیم بے ہوشی کی حالت طاری تھی۔ ایسے میں وہ کچھ لکھ نہیں سکتا تھا۔

اس کے لیے نئی پریشانی یہ تھی کہ غلام باقی واپس نہیں آیا تھا۔ اس کا ایک گھنٹے تک انتظار ہوتا رہا۔ اس نے سوچا تھا، جب ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اس کے دماغ میں منتقل کر لے گا تو وہ مشین کو آپریٹ کرنا سیکھ لے گا۔ اب اس کا انتظار ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا، جب ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اس کے دماغ میں منتقل کر لے گا تو وہ مشین کو آپریٹ کرنا سیکھ لے گا۔ اب اس کا انتظار ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا، جب ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اس کے دماغ میں منتقل کر لے گا تو وہ مشین کو آپریٹ کرنا سیکھ لے گا۔ اب اس کا انتظار ہو رہا تھا۔

جائیں گی تو ایک بیڈ پر وہ لیٹے گا' دوسرے پر شارپر اور غلام باقی مشین کو آپریٹ کرے گا لیکن وہ ٹھہرو بھی ہاتھ سے نکل گیا تھا اب لے دے کر ڈان فریزر اس کے پاس رہ گیا تھا۔

وہ شدید اضطراب کے عالم میں منتر پڑھتا جا رہا تھا معلوم کرنا چاہتا تھا کہ غلام باقی کہاں رہ گیا ہے۔ وہ ڈان کو شارپر کے پاس چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے ایک بڑا سا خنجر نکالا پھر دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔

"جے ہنا کالی تیرا وچن نہ جائے خالی۔ میں تجھے رام کرنے کے لیے منتر پڑھتا جا رہا ہوں۔ اب اپنا خون دے رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ مجھ پر آفت آنے والی ہے یا میں کامیاب ہونے والا ہوں؟"

اس نے سامنے والی دیوار سے الماری کو اٹھا کر دوسری طرف رکھ دیا۔ اب دیوار خالی تھی۔ اس نے ایک ایش ٹرے کو اٹھایا۔ پھر اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو خنجر سے زخمی کر دیا۔ لہو کی دھار نکلی اور ایش ٹرے پر گرنے لگی۔ جب وہ ایش ٹرے لہو سے بھرنے لگا تو اس نے اپنی جیب سے کوئی منقوش نکالا اور زخم پر رکھ دیا۔ خون رسنا بند ہو گیا۔ اس نے ایش ٹرے کو اٹھایا۔ دیوار کے پاس آیا پھر لہو میں انگلی ڈبو ڈبو کر دیوار پر کالی ماتا کی تصویر بنانے لگا۔

وہ عجیب وحشی اور درندہ صفت پجاری تھا۔ جنون کی حالت میں کانپ رہا تھا۔ گونجتی اور گرجتی ہوئی غضب ناک آواز میں جے ہنا کالی کا جاپ کرتا جا رہا تھا۔ غضب کی دیوی کو خوش کرنے کے لیے اپنے لہو سے اس کی تصویر بنا رہا تھا۔ آخر اس نے سر سے پاؤں تک اس کی بڑی ہی بھیانک تصویر مکمل کر لی۔

اس نے ذرا پیچھے ہٹ کر کالی ماں کو دیکھا۔ پھر نعرہ لگاتے ہوئے بولا۔ "جے ہنا کالی تیرا وچن نہ جائے خالی تیرا داس تیرے قدموں میں آیا ہے۔ اسے گیان دے۔"

وہ کبھی اونچی آواز میں بول رہا تھا۔ کبھی نیچی آوازیں منتر پڑھتا جا رہا تھا۔ پھر ایک دم سے چپ ہو گیا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ غلام کو شکنجے میں دیکھ رہا تھا۔ اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس نے اغوا کیا ہے اور اسے کہاں باندھ کر رکھا گیا ہے لیکن اس کے آس پاس خون بہتا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ غلام کو واپس لانے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔ خواہ مخواہ خون خرابا ہو گا اور اسے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔

پھر اس نے جے ہنا کالی کا نعرہ لگاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں ڈان فریزر کو پرزے لانے کے لیے بھیج سکتا ہوں؟"

اسے اپنی بند آنکھوں میں ڈان فریزر دکھائی دیا۔ اب وہ شکنجے میں تھا۔ اس کے آس پاس خون بہتا ہوا دکھائی دے رہا تھا لیکن کامیابی کے آثار بھی نظر آ رہے تھے۔ وہ ٹرانسفارمر مشین بہت چھوٹی .... ہو گئی تھی اور بہرام گنگولی کو اپنی گود میں نظر آ رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا مشین حاصل ہو جائے گی۔

اس نے پھر پوچھا۔ "مشین حاصل کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا۔ میری ماں مجھے بتا۔ میں تیرا داس ہوں۔ تیرے سامنے اپنی گردن کاٹ کر رکھ سکتا ہوں۔"

اس نے اپنی بند آنکھوں میں خود کو دیکھا۔ وہ کالی ماں کے سامنے پاؤں کے صرف ایک انگوٹھے کے بل کھڑا ہوا تھا۔ وہ خوشی کا نعرہ لگاتے ہوئے' آنکھیں کھولتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "جے ہنا کالی' میں سمجھ گیا۔ میں تیاری کروں گا۔ کامیابی میرے قدموں میں ہو گی۔"

وہ اور پیچھے ہٹ کر کمرے کے وسط میں کھڑا ہو گیا۔ بلند آواز سے ڈان فریزر کو پکارا۔ چند لمحوں کے بعد ہی بند کمرے کے باہر اس کی آواز سنائی دی۔ "گرو دیو! کیا حکم ہے؟"

"تم ان پرندوں کی فہرست لے کر جاؤ اور انھیں خرید کر لاؤ۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بہرام نے کالی ماں کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ آنکھیں بند کیں پھر ٹانگ ٹانگ پر کھڑا ہوا تھا۔ زیر لب منتر پڑھتا ہوا پنجے کے بل اٹھنے لگا۔ اب وہ پنجے کے بل تھا۔ پھر اس نے منتر کا جاپ شروع کیا۔ اب اس نے چار انگلیاں موڑی تھیں۔ بائیں پاؤں کے صرف ایک انگوٹھے کے بل پر اپنے پورے جسم کا بوجھ ڈالے کھڑا ہوا تھا۔

یہ بظاہر ایک کرتب تھا لیکن اس کا جسم پتا نہیں کتنے من کا ہو گا۔ اتنے وزن کو صرف ایک انگوٹھے سے اٹھائے رکھنا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ محض ایک انگوٹھے پر خود کو اٹھائے رکھنے میں کتنی تکلیفیں برداشت کر رہا تھا' یہ وہی سمجھتا ہو گا۔ وہ غضب وحشت ناک پجاری تھا۔ کالی ماں کو خوش کرنے کے لیے منتروں کا جاپ کرتا جا رہا تھا۔

وقت گزر رہا تھا۔ منتروں کا جاپ کرنے کے دوران اسے پتا چل رہا تھا' ڈان فریزر کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ بنگلے کے آس پاس صرف دو چار ڈشن رہ گئے ہیں۔ اس نے پھر نعرہ لگاتے ہوئے کہا۔ "جے ہنا کالی۔ میں تیرے قدموں میں انسان کی بلی دوں گا۔ باہر نکلتے ہی کسی کا سر تیرے نام سے کاٹوں گا۔"

وہ پھر منتروں کا جاپ کرنے لگا۔ تب اسے محسوس ہوا جیسے اس کے اندر سے وہ خود نکل رہا ہے اور کمرے سے باہر جا رہا ہے۔ شاید اس کا ہمزاد ہو گا۔ وہ ٹرانسفارمر مشین کی ایک اونچی اٹھا کر لے جا رہا تھا اور باہر کھڑی ہوئی ایک گاڑی کی چھت پر رکھ رہا تھا۔ پھر اس نے محسوس کیا' اس کے اندر سے دوسرا بہرام گنگولی نکل رہا ہے۔ وہ بھی ٹرانسفارمر مشین کی دوسری اونچی اٹھا کر لے جا رہا تھا اور گاڑی کی چھت پر رکھ رہا تھا۔ یہ وہی وقت تھا جب ہمارے ایک آدمی نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے پوری کو اطلاع دی تھی کہ یکے بعد دیگرے چھ بہرام گنگولی اس بنگلے سے نکل چکے ہیں اور نظروں سے اوجھل ہوتے جا رہے ہیں۔

بے شک' ہماری دنیا میں جادو ہے لیکن جادو ایک غبارے کی مانند ہے۔ انسانی حوصلے اور ذہانت کے آگے اس غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے۔ پوری یہ سنتے ہی چل پڑی تھی۔ اس کا ایمان تھا کہ وہ اپنے حوصلوں سے اس جادوگر کو منہ توڑ جواب دے گی اور اسے بھاگنے کا موقع نہیں دے گی۔

فی الحال وہ فرار ہونے میں کسی حد تک کامیاب ہو چکا تھا۔ شارپر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لیٹا ہوا تھا۔ اسے بخار نہیں تھا لیکن کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ بہرام گنگولی ڈرائیو کرتا ہوا اگلے حصے میں بڑبڑا رہا تھا۔ "آخر کب تک بیمار پڑا رہے گا۔ میں جان پر کھیل کر شین لے آیا ہوں۔ ہمارے دو آدمی ہاتھ سے نکل گئے۔ مشین کو آپریٹ کرنے والا کوئی تیسرا آدمی نہیں ہے کم از کم مجھے آپریٹ کرنے کا طریقہ سمجھا دے۔ ایک کاغذ پر لکھ کر دے دے کیا تیرے ہاتھوں میں اتنا بھی دم نہیں ہے؟"

شارپر بڑی مشکل سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا۔ "کسی محفوظ جگہ چلو' میں لکھنے کی کوشش کروں گا۔"

اس نے گالی دیتے ہوئے کہا۔ "کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے ۔۔۔ بیس لاکھ۔"

"تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اول تو چلتی گاڑی میں لکھ نہیں سکتا۔ دوسرے لکھنے کے لیے ذہنی یکسوئی کی ضرورت ہے۔ خوب سوچ سمجھ کر وہ طریقہ لکھنا ہو گا۔ ذرا سی بھی غلطی ہو جائے گی تو تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

وہ غراتے ہوئے بولا۔ "تو مجھے نقصان سے ڈرا رہا ہے۔ اپنا کام نکال چکا ہے۔ میں نے تیرے دماغ کو فولاد بنا دیا ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تیرے اندر نہیں آ سکتا لیکن تو میرے لیے کیا کر رہا ہے؟"

"تم میری حالت دیکھ رہے ہو۔ جب بھی ذرا توانائی محسوس کروں گا' سب سے پہلے تمہارا کام کروں گا۔"

مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ شارپر اس حد تک بیمار ہے۔ بہرام گنگولی نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے بہت زیادہ حساس بنا دیا تھا یعنی اپنی زبان میں اس کے دماغ کو فولاد کہتا تھا۔ میری خیال خوانی کی لہریں وہاں تک پہنچ نہیں سکتی تھیں لیکن بیماری اچھے سے اچھے انسان کو کمزور کر دیتی ہے۔ میں ایسی حالت میں اس کی سوچ پڑھ سکتا تھا لیکن میں تو یہی سمجھتا رہا کہ وہ صحت مند ہے اور میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گا۔

یوں بھی میں مختلف مسائل میں بری طرح الجھ جاتا ہوں جس معاملے میں ایک بار ناکام ہوتا ہوں' اسے وقتی طور پر نظر انداز کر دیتا ہوں۔ سوچتا ہوں' بعد میں دیکھا جائے گا۔ عین بعد میں فرصت نہیں ملتی۔ اب بھی یہی ہو رہا تھا۔ پوری نے اپنی تمام روداد سنا دی تھی۔ اگر اس روداد کا دوسرا حصہ معلوم ہوتا تو شارپر اس وقت میری خیال خوانی کی مٹھی میں ہوتا۔

پوری نے کافی کا آخری گھونٹ حلق سے اتارنے کے بعد پوچھا۔ "تم کتنی دیر میں پہنچ رہے ہو؟"

"انشاء اللہ تین گھنٹے کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"

اسی وقت ٹرانسمیٹر کے ذریعے اشارہ موصول ہونے لگا۔ پوری فوراً ہی اٹھ کر ریستوران کے باتھ روم میں چلی گئی۔ دروازے کو بند کر کے اسے آن کیا۔ دوسری طرف کی آواز سنائی دینے لگی۔ ہمارا ایک جوان ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "وہ گاڑی میری نظروں میں آ گئی ہے۔ وہ جیکسن پورٹ جانے والی شاہراہ پر ہے۔"

پوری نے کہا۔ "اس کا تعاقب کرتے رہو۔ میں آ رہی ہوں۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ باتھ روم سے نکلی۔ میں نے کہا۔ "جیکسن پورٹ کی طرف جانے کا مطلب ہے' وہ مشی گن جھیل کے کنارے سفر کرے گا۔ ہو سکتا ہے' اس نے کسی ساحلی شہر میں خفیہ اڈا بنا رکھا ہو۔"

پوری کار میں آ کر بیٹھ گئی تھی۔ اسے اسٹارٹ کرنے تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہی تھی۔ وہ واپس اسی راستے پر جا رہی تھی کیونکہ آگے جا کر جیکسن پورٹ جانے والی شاہراہ پر مڑنا تھا۔ اس نے کہا۔ "فرار! ہم نے بہرام گنگولی کو ہر طرح مجبور کیا ہے۔ وہ مشین استعمال نہیں کر سکے گا۔ مورینا کے پاس جو ڈائری ہے' اسے غائب کر دینا چاہیے' ہو سکتا ہے' ہم سے مات کھانے کے بعد وہ مورینا کی طرف رخ کرے۔"

"مجھے یہ کام بہت پہلے کرنا چاہیے تھا لیکن میں دوسرے معاملات میں الجھ جاتا ہوں۔ اب بھی یہ معاملہ ایسا ہے کہ تمہیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

"اس ڈائری کی خاطر تھوڑی دیر کے لیے چلے جاؤ۔"

"یہی تو بات ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے کہیں جاتا ہوں اور وہ معاملہ طول پکڑ جاتا ہے۔ بظاہر اس سے ڈائری حاصل کرنا معمولی سی بات نظر آتی ہے لیکن معمولی سی بات میں معاملہ کچھ اور ہو جاتا ہے۔ بہرحال میں رسونتی سے کہتا ہوں۔"

میں ذہنی طور پر طیارے میں حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک اس ڈائری کے متعلق سوچتا رہا۔ پھر رسونتی کو مخاطب کیا۔ وہ ٹیوٹ

متعلق اسٹڈی کر رہی تھی اور پارس کو سمجھاتی جا رہی تھی کہ کس طرح لہجہ بدل کر بولنا ہے۔ وہ بہت ہی اہم کام میں مصروف تھی۔ میں اپنے بیٹے کو وہاں سے نکال لانے کے سلسلے میں کوئی کوتاہی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی ماں کو غیر حاضر نہیں رہنا چاہیے تھا۔ رسونتی نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں مورینا سے وہ ڈائری حاصل کرنا ہے۔ تم سے یہ کام لینا چاہتا تھا لیکن پارس کے پاس رہنا بہت ضروری ہے۔ میں خود نمٹ لوں گا۔ تم اپنا کام کرو۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے مورینا کا تصور کیا۔ اس کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کی' دوسرے ہی لمحے میں واپس آ گیا۔ تب یاد آیا' برنارڈ سلیری نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا میں صرف صبح چار بجے سے پانچ بجے تک اس کی سوچیں پڑھ سکتا تھا۔ اس سے پہلے ممکن نہیں تھا۔

میں نے پوجی کے پاس آ کر اسے مورینا پر ہونے والے تنویمی عمل کے بارے میں بتایا۔ وہ بولی: "تم نے چپ چاپ اس کے دماغ سے معلومات حاصل کرنے کے لیے ایک گھنٹے کا وقفہ رکھا۔ اب اس وقت کا خاص خیال رکھنا ہوگا لیکن ایسا نہ ہو اس سے پہلے ہی وہ ڈائری کسی اور کے ہاتھ لگ جائے۔"

"میرا خیال ہے' ایسا نہیں ہوگا۔ اس ڈائری کے متعلق صرف بہرام گنگولی اور شارپر جانتے ہیں۔ ہم ان دونوں کو مورینا کی طرف رُخ کرنے نہیں دیں گے۔"

پوجی اب جیکسن پورٹ جانے والی شاہراہ پر تھی۔ تیزی سے کار ڈرائیو کرتی جا رہی تھی۔ میں نے سوچا۔ اگر غلام باقی کو مورینا کے پاس پہنچا دوں تو اس نیگرو کی دیوانی خوشی سے اور دیوانی ہو جائے گی۔ پھر میں غلام باقی کے ذریعے اس ڈائری کو غائب کر سکوں گا۔

یہ سوچ کر میں نے پھر رسونتی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی: "تم کچھ زیادہ ہی پریشان لگتے ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل میں غلام باقی اور مورینا کو ٹریپ کرنا چاہتا ہوں۔ تم تھوڑے تھوڑے وقفے سے پوجی کے دماغ میں پہنچتی رہو۔ جیسے ہی وہ بہرام گنگولی کے قریب پہنچے' مجھے اطلاع دے دینا۔ بس اتنا ہی کام ہے۔ باقی تم اپنے بیٹے پر توجہ دیتی رہو۔"

میں غلام باقی کے پاس آ گیا۔ وہ اپنے اندر بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ اس کی دماغی توانائی بحال نہیں ہوئی تھی مگر تنویمی عمل کے زیر اثر پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کر رہا تھا۔ بے چینی اسی بات کی تھی کہ کمزوری کے باعث سانس روک کر اس سوچ کی لہر کو دماغ کے باہر دھکیل نہیں سکتا تھا۔ اسے جس خفیہ اڈے میں چھپا کر اور باندھ کر رکھا گیا تھا' وہاں ہمارے دو مسلح جوان تھے۔ میں نے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اس کی دماغی توانائی بحال ہونے والی ہے۔ ایک انجکشن لگاؤ تاکہ اور کچھ دیر کمزور رہے۔"

پھر میں نے غلام کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: "کیا میرے لب و لہجے سے مجھے پہچان سکتے ہو؟"

وہ سوچنے لگا۔ میں نے کہا: "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ لیٹا ہوا تھا۔ ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ آخر مسلمان تھا۔ اس نے بے اختیار سلام کیا حالانکہ میں اس کے آقا کا دشمن تھا اور بھی یہ جانتا تھا' اس کے باوجود اس نے ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنا فرض ادا کیا' میں نے اسے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا: "ہمارے مذہب میں کوئی کسی کا غلام نہیں ہوتا۔ یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"بے شک' جانتا ہوں مگر ہماری قوم ہمیشہ غلام رہی ہے۔"

"دنیا کی کوئی شے ہمیشہ یکساں حالت میں نہیں رہتی۔ نظام قدرت کے مطابق ذرے ذرے میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ تم تو بہت ہی سمجھ دار ہو' تمہارے اندر تبدیلی کیوں نہیں آتی؟"

"جناب! میں نے آپ کا بہت نام سنا ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ کی بہت عزت کرتا ہوں لیکن آپ میرے آقا کے خلاف مجھے بہکا نہیں سکیں گے۔"

"میں جانتا ہوں' تمہاری رگ رگ میں غلامی کا زہر بھرا ہوا ہے۔ تم بہت کام کے آدمی ہو مگر غلامی نے تمہیں کسی کام کا نہیں چھوڑا۔ اب میں تمہیں بہت ہی کارآمد بناؤں گا۔"

ہمارا وہ مسلح جوان ہاتھ میں سرنج لیے کمرے میں داخل ہوا۔ غلام اسے دیکھتے ہی مچلنے اور تڑپنے لگا۔ اسے اس بُری طرح رسّوں سے باندھا گیا تھا کہ وہ نجات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے پوچھا: "فرہاد صاحب! یہ کیا ہے؟"

"کالی مائی کے داس' شیطان کے چیلے نے تم پر تنویمی عمل کے ذریعے غلامی کا زہر بھر دیا ہے۔ میں یہ زہر تمہارے دماغ سے نکال دوں گا۔ تنویمی عمل کے جواب میں تنویمی عمل کروں گا۔"

میرے اشارے پر اس جوان نے غلام باقی کے بازو میں سرنج کی سوئی پیوست کر دی۔ وہ انکار کر رہا تھا۔ سر ادھر سے ادھر ہلا رہا تھا مگر باقی جسم اس طرح رسّوں سے بندھا ہوا تھا کہ وہ ہل نہیں سکتا تھا۔

چند ساعتوں کے بعد ہی وہ مچلنا اور تڑپنا بھول گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے۔ وہ سامنے والی دیوار کو تکنے لگا۔ میری سوچ کی لہروں کو سننے لگا۔ وہ مضبوطی سے بندھا ہوا بیٹھا تھا۔ میں نے کہا: "آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ میرا حکم شاید نہ مانتا لیکن ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ وہ خود ہی لیٹنا چاہتا تھا۔ اس لیے لیٹ گیا۔ میں نے کہا: "اپنے دماغ کو میرے حوالے کر دو۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

"کیا خاک ڈھیلا چھوڑ دوں۔ ہر طرف سے تو بندھا ہوا ہوں۔"

"تم میری بات مانتے رہو' میں رسّیاں کھلوا رہا ہوں۔"

وہ جوان میرے حکم کے مطابق اس کی رسّیاں کھولنے لگے۔ اب وہ اُٹھ نہیں سکتا تھا۔ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے اعصاب کمزور ہو رہے تھے۔ دماغ شل ہو رہا تھا۔ میں نے کہا: "آنکھیں بند کر لو۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کر رہا تھا۔ تمہارا دماغ بہت کمزور ہو چکا ہے۔ اس وقت صرف میری آواز سن رہا ہے اور رفتہ رفتہ دنیا کی تمام آوازوں سے غافل ہو رہا ہے۔"

اس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ اس کی سماعت محدود ہوتے ہوئے صرف میری آواز سن رہی تھی۔ میں تنویمی عمل کے اصولوں کے مطابق اسے ٹرانس میں لا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کی جدوجہد کے بعد وہ میرا معمول بن گیا۔ میں نے کہا: "غلام باقی! تم جس سے متاثر ہو' اس کا نام لو۔"

وہ خوابیدہ لہجے میں بولا: "بہرام گنگولی۔"

"اس نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے؟"

"جی ہاں' کیا ہے۔"

"اس نے تمہارے دماغ کو بہت زیادہ حساس بنایا ہے؟"

"جی ہاں۔ بہت زیادہ حساس بنایا ہے۔"

"میں تم سے پوچھتا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"احمد الباقی۔"

"میں کون ہوں؟"

"میرے عالی فرہاد علی تیمور۔"

"کیا تم معمول کی حیثیت سے اپنے عالی کی ہر بات پر عمل کرو گے؟"

"جی ہاں' میں آپ کی ہر بات پر عمل کروں گا۔"

"میرا پہلا حکم ہے' تم بہرام گنگولی سے متاثر ہونا بھول جاؤ۔"

"میں بہرام گنگولی سے متاثر ہونا بھول جاؤں گا۔"

"تم بہرام گنگولی کے تنویمی عمل سے نکل چکے ہو؟"

"میں بہرام گنگولی کے تنویمی عمل سے نکل چکا ہوں۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں' تم آئندہ کسی کے غلام نہیں بنو گے۔ کسی کی غلامی نہیں کرو گے۔"

وہ میری باتیں دُہرانے لگا۔ میں نے کہا: "تم آئندہ فرہاد علی تیمور کے جاں نثار دوست بن کر رہو گے۔"

اس نے کہا: "میں آئندہ فرہاد علی تیمور کا جاں نثار دوست بن کر رہوں گا۔"

"آئندہ تمہارا دماغ اس قدر حساس ہوگا کہ پرائی سوچ کی لہر محسوس کرتے ہی سانس روک لو گے۔ کسی کو اپنے دماغ میں بولنے نہیں دو گے۔"

وہ پھر میری باتیں دُہرانے لگا۔ میں نے کہا: "جب تمہارے حساس دماغ کو پرائی سوچ کی لہر محسوس ہو تو اس سے کوڈورڈ پوچھ لینا۔ اگر وہ کہے فرہاد آن زیرو چیتل تو اس کے لیے دماغ کے دروازے کھول دینا۔"

وہ میرے احکامات دُہراتا جا رہا تھا اور عہد کرتا جا رہا تھا۔ میرے ایک ایک حکم کی تعمیل کرتا رہے گا۔ میں نے آخر میں کہا: "میں تمہیں سختی سے حکم دیتا ہوں' اپنے دل و دماغ سے غلامی کو بالکل نکال دو۔"

اس نے کہا: "میں سختی سے عہد کرتا ہوں کہ غلامی کو یکسر بھلا دوں گا۔"

میں نے پوچھا: "میں نے اس عمل کے دوران جتنے احکامات تمہیں دیے' کیا سب یاد ہیں؟"

"جی ہاں' سب یاد ہیں۔"

"اس میں سب سے اہم حکم کون سا ہے؟"

وہ چند ساعتوں کے لیے خاموش رہا۔ پھر بولا: "سب سے اہم حکم یہ ہے کہ میں غلامی کو یکسر بھلا دوں اور آپ کا جاں نثار دوست بن کر رہوں۔"

"شاباش! اب تم جاں نثاری اور دوستی کا ثبوت دو اور بتاؤ' بہرام گنگولی اور شارپر کی کمزوری کیا ہو سکتی ہے۔ تم نے کچھ دیکھا ہے' کچھ سمجھا ہے؟"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا: "میری عقل زیادہ کام نہیں کرتی لیکن میں نے بہرام گنگولی کو پریشان دیکھا ہے۔ وہ ایک بار بڑبڑا رہا تھا کہ شارپر بُری طرح بیمار ہے۔ اگر ایسے میں کوئی دشمن اس کے دماغ میں پہنچنا چاہے تو آسانی سے پہنچ جائے گا اور یہ بات بہرام گنگولی کے لیے پریشان کن ہوگی۔"

غلام باقی نے یہ معلومات فراہم کر کے دل خوش کر دیا۔ ہمارا سب سے بڑا دشمن شارپر تھا اور میں ابھی چند لمحوں میں اس کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا۔ یقیناً وہ بیمار تھا اور اب بیمار نہیں ہے' تب بھی اس کا دماغ کمزور ہوگا۔ میری خیال خوانی کی لہروں کو روک نہیں سکے گا۔ میں نے کہا: "باقی! تم نے واقعی وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ اب تم آرام سے دو گھنٹے تک سوتے رہو گے۔ جب نیند سے بیدار ہو گے تو تنویمی عمل کو بھول جاؤ گے۔"

اس نے وعدہ کیا اور رفتہ رفتہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ میں موجود رہا۔ پھر میں نے ایک جوان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: "کیا تمہارے پاس ٹرانسمیٹر ہے؟"

"جی ہاں جناب۔"

"تم اپنے کسی ایسے ساتھی سے رابطہ قائم کرو جو ہیلی کاپٹر کا انتظام کر سکتا ہو۔ غلام باقی دو گھنٹے بعد بیدار ہو گا۔ اسے یہاں سے شکاگو روانہ کر دینا۔ اس کے ساتھ کسی کو جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

میں نے سوچا۔ اور کوئی خاص بات تو نہیں رہ گئی ہے؟ پھر مجھے یاد آیا' میں نے اسی جوان سے کہا تھا" اگر تیسلی کاپٹر حاصل کرنے اور غلام کو شکاگو روانہ کرنے میں دشواری پیش آئے تو پومی سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنا۔"

میں یہ تمام باتیں سمجھانے کے بعد پومی کے پاس آ گیا۔ اسے خوشخبری سنانا چاہتا تھا کہ میں چند دن میں شارپر کے پاس پہنچنے والا ہوں۔ اس وقت تک وہ بہرام گنگولی کے پاس پہنچ چکی تھی۔ میری باتیں سننے کے بعد اس نے کہا" فرہاد اب تم سی جمی سے اس پر سر شخص کے اندر پہنچ سکتے ہو جو خود کو فولادی قلعہ ثابت کرتا رہا تھا لیکن تمہیں میرے پاس موجود رہنا چاہیے۔ بہرام گنگولی زیادہ سے زیادہ پچیس یا تیس گز کے فاصلے پر ہے۔ وہ ایک کھنڈر نما مکان کے سامنے گاڑی روک کر اتر رہا ہے۔ شاید یہ اس کا خفیہ اڈا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا" پومی! جو معلومات تم فراہم کر رہی ہو' میں اس سے زیادہ بتا سکتا ہوں۔ بھئی میں شارپر کے پاس پہنچ رہا ہوں۔ وہاں رہ کر تمہاری رہنمائی کرتا رہوں گا۔ میرا انتظار کرو۔"

وہ ان میں سے نہیں تھی جو ایک جگہ بت بن کر انتظار کرتے رہ جاتے ہیں' وہ کار سے اتر کر تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی اس کھنڈر نما مکان کے پچھلے حصے میں جا رہی تھی۔ میں شارپر کے دماغ میں ایسی سہولت سے اتر گیا جیسے مکھن پر انگلی کا نشان اتر جاتا ہے۔

خدایا تو کیا ہے؟ تیری خدائی کیا ہے؟

تیرے جیسا دکوئی پُراسرار ہو سکتا ہے نہ کوئی برسرِ عام ہو سکتا ہے' تو باطن میں بھی ہے ظاہر بھی ہے۔ تو مخفی بھی ہے' منکشف بھی ہے۔

لیکن ہم انسان تھوڑی سی قوت حاصل کرنے کے بعد فرعون اور نمرود بن جاتے ہیں' خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تیری طرح پُراسرار رہنا چاہتے ہیں' پھر اپنے منہ کی کھاتے ہیں۔

اس شارپر نے کتنا پریشان کیا تھا۔ ساری دنیا کو چونکا کر رکھ دیا تھا۔ ساری دنیا کے جرائم پیشہ افراد' خطرناک تنظیمیں' سپر طاقتیں اس ٹرانسفارمر مشین کو حاصل کرنے کے لیے اسے تلاش کر رہی تھیں اور اب وہ میری مٹھی میں تھا۔ یا خدا' میں تیرا جتنا شکر ادا کروں' کم ہے۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچنے کے بعد خود کو ظاہر نہیں کیا۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بہرام آخر کرنا کیا چاہتا ہے۔ کس طرح خود کو اور مشین کو چھپا کر رکھے گا اور کس طرح پومی کو ڈاج دینے کی کوشش کرے گا۔

وہ ایک کھنڈر نما مکان کے سامنے گاڑی روک کر اتر گیا تھا۔ اس کے سامنے شارپر سے زیادہ مشین اہم تھی۔ مشین کے کئی حصے الگ الگ اٹیچی میں بند کر دیے گئے تھے۔ گاڑی رکتے ہی بہرام گنگولی کے جاں نثار وہاں پہنچ گئے تھے۔ اس کے حکم کے مطابق ایک ایک اٹیچی اٹھا کر اس مکان کے اندر لے جا رہے تھے۔

میں نے شارپر کی سوچ میں کہا" انسان اپنے اقتدار کو حاصل کرنے کے لیے کتنے ہتھکنڈے آزماتا ہے۔ طرح طرح کی چالبازیوں سے کام لیتا ہے۔ پھر بھی وہ ساری زندگی حکومت نہیں کر سکتا۔ اقتدار قائم نہیں رکھ سکتا۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا' میں ایسا کیوں سوچ رہا ہوں؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا" شاید میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ مجھے اپنی ساری زندگی کو یاد کرنا چاہیے اور اپنے اعمال کا حساب کرنا چاہیے۔ کیا میں نے کسی کو ایک پیسے کا فائدہ پہنچایا۔ کیا میں نے اپنے دوستوں کو نقصانات سے بچایا ہے؟

کیا میں نے اپنے خون کے رشتوں کے ساتھ انصاف کیا ہے؟

فرہاد اور اس کی ساتھی عورتیں اور اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں تو دور کی بات ہیں۔ میں نے تو اپنے ہی خون سے بنے ہوئے بھائی اور بہن کو ہلاک کر دیا۔ بہن کی گردن اڑا کر ایک قبر میں پہنچا دی اور اس قبر سے بھائی کا حصہ غائب کر دیا۔"

وہ ان باتوں کو یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں یاد کرا رہا تھا۔ اب وہ خود ہی سوچنے لگا کہ کس طرح اس نے بہن کا سر کاٹ کر قبر میں پہنچا دیا تھا۔ کس طرح بھائی کا ہار پر کوما تی بلائی تھی کہ وہ دم گھٹنے کے بعد مر گیا تھا اور اب کس طرح اپنے بڑے بھائی آرمر اور سب سے چھوٹی بہن جو جو کو راستے سے ہٹا دینا چاہتا تھا لیکن فی الحال مجبور تھا۔

وہ ایسی سوچوں میں گھر کر پریشان ہو گیا تھا بلکہ بوکھلا گیا تھا۔ اس نے ایک دم سے بدحواس ہو کر چیختے ہوئے کہا" بہرام گنگولی ادھر آؤ' میرے اندر کچھ ہو رہا ہے۔ میرا ضمیر مجھے بیدار کرنا چاہتا ہے۔ میں اپنے ضمیر کی بات نہیں مان سکتا۔ میں نے بہت گناہ اور جرائم کیے ہیں' پتا نہیں کیوں مجھے ان سب کا احساس ہو رہا ہے۔ پلیز مجھے اپنے کالے عمل سے بچاؤ' مجھے ضمیر کی بیداری سے دور' بہت دور لے جاؤ۔"

بہرام گنگولی نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا" تم میری زندگی میں بہت اہمیت رکھتے ہو۔ میں نہ تو تمہیں مرنے دوں گا نہ ہی تمہارے ضمیر کو بیدار ہونے دوں گا۔ آؤ' میرے ساتھ۔"

اس نے ہاتھ تھام لیا۔ شارپر اس کا سہارا لے کر گاڑی سے باہر آ گیا۔ بہرام گنگولی اپنے جاں نثاروں سے کہہ رہا تھا" گاڑی سے اتارا ہوا تمام سامان جھیل کے کنارے رکھ دو۔"

میں نے پومی کے پاس پہنچ کر اسے بتایا" تمام سامان جھیل کے کنارے کھا جا رہا ہے۔"

اس نے پوچھا" کیا تم شارپر کے پاس پہنچ گئے ہو؟"

"بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں جا سکتا ہوں۔"

"پھر تو بہرام گنگولی کا باپ بھی اس مشین کو نہیں لے جا سکے گا۔"

شارپر اس کے ساتھ چلتا ہوا اس مکان کے اندر آیا۔ مکان واقعی کھنڈر تھا۔ جگہ جگہ چمگادڑیں اور مکڑی کے جالے تنے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ رات کا اندھیرا چھا گیا تھا۔ بہرام کے جاں نثار ٹارچ کے ذریعے راستہ دکھا رہے تھے۔ شاید اس مکان کا ایک آدھ کمرہ رہنے کے قابل ہو فی الحال تو رہنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بہرام گنگولی اس مشین کی حفاظت کے سلسلے میں بہت پریشان تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا' کوئی لڑکی اس کا پیچھا کرتی ہوئی وہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اگر وہ تنہا ہے تو اسے چٹکی میں مسل دے گا لیکن اس کے پیچھے کوئی خطرناک تنظیم ہے تو وہ مصیبت بن جائے گی' لہٰذا اب وہ مشین کو اپنے کالے عمل کے ذریعے کہیں چھپا دینا چاہتا تھا تاکہ کوئی انسانی آنکھ اسے دیکھ نہ سکے۔

شارپر بیماری کے باعث کمزور ہو چکا تھا۔ خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ بہرام گنگولی نے اس پر جو تنویمی عمل کیا تھا' فی الحال وہ بے کار ہو چکا تھا۔ میں دماغ کی کمزوری کے باعث کسی وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا اور اس وقت بھی پہنچا ہوا تھا۔

ہر ذی شعور یہ تسلیم کرتا ہے کہ قدرت اور مشین میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ قدرت جو صلاحیتیں ہمیں عطا کرتی ہے' وہ پائیدار ہوتی ہیں۔ مشین کے ذریعے ٹارچ تیار کیا جائے یا انارج اگایا جائے' ان سے قدرتی توانائی کبھی نہیں مل سکتی۔ یہی وجہ تھی کہ جب روزانہ کے چہرے کو بگاڑا گیا اور اسے بدصورتی کا احساس ہوا اور اسے دماغی جھٹکا پہنچا تو اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں مٹ گئیں۔ شارپر کے ساتھ دو بار ایسا ہوا کہ وہ خیال خوانی نہ کر سکا۔ ایک تو اس وقت جب ٹرانسفارمر مشین سے اس کے دماغ کو منسلک کیا گیا تھا اور اس کی صلاحیتیں مورینا کے دماغ میں منتقل کی گئی تھیں تو وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد چند گھنٹوں تک خیال خوانی نہیں کر سکا تھا۔ دوسری بار آج بیماری کے باعث خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا لیکن ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کسی وقت بھی بحال ہو سکتی تھیں۔ کیونکہ ابھی تک اسے اپنی بہن روزانہ کی طرح دماغی جھٹکا نہیں پہنچا تھا۔ جس وقت بھی ایسا شاک پہنچتا' ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اس کے دماغ سے مٹ جاتیں۔

بہرام گنگولی اس مشین کو ایسی جگہ چھپا دینا چاہتا تھا جہاں ہم پہنچ نہ سکیں۔ پومی کسی بھی لمحے اس خطرناک جادوگر سے ٹکرانے والی تھی۔ ایسے میں اس کے پاس موجود رہنا لازمی تھا۔ شارپر اپنے تنومند حاشیہ کے ساتھ اس کھنڈر سے گزرتا ہوا ایک ایسے کمرے میں آیا جو نسبتاً صاف ستھرا تھا۔ وہاں وہ آرام سے لیٹ سکتا تھا۔ بہرام گنگولی نے کہا" تم آرام کرو۔ جیسے ہی میں کامیابی حاصل کروں گا' میرے آدمی تمہیں میرے پاس پہنچا دیں گے۔"

میں نے شارپر کی زبان سے کہا" میں کمزوری محسوس کر رہا ہوں' کیا سو جاؤں؟"

"بے شک سو جاؤ۔ اگر تم گہری نیند میں رہو گے تو میرے آدمی تمہیں کاندھے پر اٹھا کر میرے پاس پہنچا دیں گے۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں تمہیں اور مشین کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

میں نے پومی کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ دور ہی دور سے ایک لمبا چکر کاٹ کر اس کھنڈر نما مکان کے پچھلے حصے میں پہنچ گئی تھی۔ اس مکان سے تقریباً پچیس گز کے فاصلے پر جھیل کا کنارا تھا۔ کنارے پر ایک بڑی سی موٹر بوٹ نظر آ رہی تھی۔ پومی نے سمجھا' شاید سامان اسی موٹر بوٹ پر لاد اجائے گا لیکن وہ تمام سامان یعنی تمام اٹیچی اور بڑے بڑے سوٹ کیس جن میں وہ مشینیں رکھی ہوئی تھیں' میدان میں لا کر رکھ دیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بہرام گنگولی آ گیا۔ اس کے جاں نثار وہاں سے چلے گئے تھے۔ اس کے پاس ایک چھوٹا سا بیگ تھا۔ اس نے بیگ کھول کر ایک چھوٹا سا ڈبا نکالا۔ پھر اس میں سے سُرخ سفوف نکال کر اس سامان کے چاروں طرف ڈالنے لگا گویا اس نے سُرخ سفوف کا ایک دائرہ بنایا۔ اس دائرے کے اندر وہ ٹرانسفارمر مشین تھی یعنی وہ کوئی عمل بندی کر رہا تھا۔

پومی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی اور اسے یاد آ رہا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں جناب شیخ الفارس نے اسے سمجھایا تھا۔ بیٹی' جادو ایک حقیقت ہے۔ ایک ایسی حقیقت جسے ہم جھوٹ کہہ سکتے ہیں۔ جھوٹ شیطان سے تعلق رکھتا ہے اور شیطان سے تعلق رکھنے والی ہر بات عارضی اور ناپائیدار ہوتی ہے۔ کسی وقت بھی فنا ہو جاتی ہے لہٰذا جھوٹ سے' شیطان سے اور جادو سے کبھی مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔

جھیل کے کنارے گہری تاریکی تھی۔ کبھی کبھی ٹارچ کی روشنی میں نظر آتا تھا' بہرام وہاں کیا کر رہا ہے' پھر ٹارچ بجھ گئی۔ ساحل اور کھنڈر کے سناٹے میں اس کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ چیخ چیخ کر منتر پڑھ رہا تھا۔ ایک منٹ کے اندر ہی اچانک روشنی کا جھماکا سا ہوا۔ پومی نے حیرانی سے دیکھا۔ اس مشین کے چاروں طرف اس نے سُرخ سفوف کا جو جھیرا کاڑھ لیا تھا' وہ دائرے کی صورت میں الاؤ

کی طرح روشن ہوگیا تھا۔ وہ سنوف سُرخ شعلوں میں بدل گیا تھا اور وہ شعلے زیادہ سے زیادہ بلندی کی طرف بڑھتے جارہے تھے۔ ان کے درمیان بہرام گنگولی گم ہوگیا تھا نہ وہ نظر آرہا تھا اور نہ اٹیچی کیس اور سوٹ کیس دکھائی دے رہے تھے۔ شعلوں کے اس پار ساحل پر کھڑی ہوئی موٹر بوٹ بھی نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی۔

تب پومی کی سمجھ میں آیا' یہ چالبازی ہے وہ اپنی جنتر منتر سے نظر بندی کرنا چاہتا ہے۔ دیکھنے والے کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اس مشین کو لے کر بھاگنا چاہتا ہے' تب اس نے للکارتے ہوئے کہا "بہرام گنگولی! میں تمہارے مقابلے پر تنہا آئی ہوں۔ ان شعلوں کو پردہ بنا کر چھپنے کی کوشش نہ کرو۔ سامنے آؤ۔"

شعلے دھیمے پڑنے لگے۔ اُن کی بلندی ذرا کم ہوئی تو بہرام نظر آنے لگا۔ وہ بڑی بڑی سُرخ آنکھوں سے گھور کر دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا: "تو کون ہے؟"

جواب سُنائی دیا: "ہاہپ ہپ۔" اس کے ساتھ ہی وہ فضا میں اُچھلتے ہوئے کبھی ہاتھوں کے بل کبھی پاؤں کے بل قلابازیاں کھاتی ہوئی دائیں سے بائیں دور تک گئی۔ پھر "ہاہپ ہپ" کی آواز کے ساتھ فضا میں اُچھلی۔ خلا میں ایک قلابازی کھائی' اس کے بعد زمین پر آکر دونوں پاؤں پر کھڑی ہوگئی۔ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ لیے۔ اس کی تنی ہوئی گردن پوچھ رہی تھی: "کیا اب بھی جواب دینا ضروری ہے؟"

وہ غرا کر بولا: "اری تو فرہاد کی جنا سٹک والی ہے۔"

وہ بھیانک انداز میں قہقہہ لگانے لگا۔ پھر بولا: "میرے سلسلے یہ اُچھل کود کام نہیں آئے گی۔ یہ جادو ہے۔ سیاہ جادو۔ میری طرف چھلانگ لگا کر آئے گی تو منہ کے بل گرے گی۔"

اس نے "ہاہپ ہپ" کا نعرہ لگاتے ہوئے پھر فضا میں چھلانگ لگائی۔ اس کی طرف لپکی۔ اس نے "جے مہاکالی" کا نعرہ لگاتے ہوئے اس کی طرف ایک پھونک ماری۔ وہ یکبارگی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح نیچے آکر زمین پر اوندھے منہ گر پڑی۔

شدید تکلیف کا احساس ہوا۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "میں نہ کہتا تھا منہ کے بل گرے گی؟"

وہ سوچ رہی تھی' کیسے گر پڑی۔ آج تک جناسٹک کے خطرناک کرتب دکھانے کے دوران اس سے بھول چوک نہیں ہوئی تھی۔ ایک بار وہ ایسے تنے ہوئے تار پر کرتب دکھا چکی تھی جہاں اوپر نیچے سانپ ہی سانپ دکھائی دے رہے تھے۔ ایسے زہریلے خاصے تنے ہوئے اسٹنی تاروں پر چلنا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ ذرا سی لغزش اسے زہریلے سانپوں کے درمیان پہنچا سکتی تھی۔ بہرحال' اس نے سمجھ لیا کہ خود سے نہیں گری۔ نہ ہی اس سے کوئی غلطی ہوئی۔ اسے شیطانی عمل نے گرایا تھا۔

وہ اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر گھورتے ہوئے بہرام کو دیکھنے لگی۔ وہ قہقہہ لگانے کے بعد پھر منتر پڑھ رہا تھا۔ انداز بتا رہا تھا' منتر پڑھتے ہی پھر اس کی طرف پھونک مارے گا۔ پومی تیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جیسے ہی اس نے پھونک مارنے کی کوشش کی' وہ "ہاہپ ہپ" کرتی ہوئی قلابازی کھاتی ہوئی ایک طرف سے دوسری طرف گئی۔ ایسا کرنے سے پہلے جہاں کھڑی ہوئی تھی' وہاں آگ کے شعلے لپکتے ہوئے آئے تھے۔ پھر بجھ گئے تھے۔ یعنی اس نے پھونک مار کر اسے شعلوں میں لپیٹنا چاہا تھا اور ناکام رہا تھا۔

وہ اُدھر گھوم گیا جدھر وہ کرتب دکھاتی ہوئی گئی تھی۔ اُدھر منہ کر کے منتر پڑھنے کے بعد پھونک ماری مگر وہ "ہاہپ ہپ" کرتی ہوئی دوسری جگہ پہنچ گئی تھی۔ بہرام نے اپنے کالے عمل سے چاروں طرف شعلے بھڑکا دیے تھے۔ وہ دائرہ نما شعلوں کے باہر چکر کاٹ رہی تھی۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر بجلی کی طرح لپک رہی تھی۔ بہرام گنگولی ایک جگہ کھڑا نہیں ہو پاتا تھا کہ دوسری طرف پلٹ کر اسے دیکھنا پڑتا تھا۔

اگر وہ تمام رات اِدھر سے اُدھر پلٹ کر اسے دیکھتا رہتا تب بھی پریشان نہ ہوتا اور نہ ہی تھکن محسوس کرتا۔ پریشانی کی بات یہ تھی کہ وہ منتر پڑھتے پڑھتے بھول جاتا تھا۔ دھیان بٹ جاتا تھا۔ وہ بجلی کی طرح لپکتی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے ابھی آگ کے شعلوں کو پار کر کے اس کے سر پر پہنچ جائے گی۔

اس کی عقل میں یہ بات آئی کہ پومی کی طرف پھونکیں مارنے کے بجائے آگ کے شعلوں کو بلند کرنا چاہیے تاکہ وہ دائرے کے اندر نہ آسکے۔ پھر اس نے یہی کیا۔ زور زور سے منتر پڑھتے ہوئے آگ کے شعلوں کو ہوا دینے لگا۔ انھی لمحات میں اسے ایسا لگا جیسے سر کے پچھلے حصے میں کسی نے لوہے کی سلاخ دے ماری ہو۔ وہ ایک ٹانگ پر کھڑا منتر کا جاپ کر رہا تھا۔ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ سنبھلتے سنبھلتے بھی منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ اسے پومی کی آواز سنائی دی: "میں نے بھی مٹی چٹا دی۔ حساب برابر ہوا۔ اب نیا حساب شروع ہوگا۔"

وہ پھرتی سے اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ سر کے پچھلے حصے کو سہلاتے ہوئے پومی کو حیرانی سے خالی ہاتھ دیکھ کر بولا: "تو نے کس چیز سے حملہ کیا تھا؟"

وہ پینترا بدلتے ہوئے بولی: "جنگ جاری رہی تو تجھے ابھی یقین ہو جائے گا کہ میرے ہاتھ پاؤں بھی کسی ہتھیار سے کم نہیں ہیں۔"

"تو میری غفلت سے فائدہ اٹھا کر اندر آگئی مگر اب تیرے بدن کی راکھ باہر جائے گی۔"

وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر شعلوں پر پھونکیں مارنے لگا۔ شعلے دائرے کی صورت میں بھڑک بھڑک کر بلند ہوتے جارہے تھے۔ اب اُس دائرے کے باہر سے کوئی اندر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ میں پومی کے پاس رہ کر خیال خوانی کی آنکھ سے دیکھ رہا تھا۔ مختلف اٹیچی اور سوٹ کیس میں ٹرانسفارمر مشین کے حصے رکھے ہوئے تھے۔ ان کے طرف پومی اور بہرام گنگولی پینترے بدل رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا: "مجھے یاد آیا' تیری ویڈیو فلم دیکھنے والے تجھے فولادی دوشیزہ کہتے ہیں۔ یہ میرے لیے شرم کی بات ہوگی اگر میں تجھے بائیں ہاتھ سے نہ ماروں۔"

وہ بے شک وشبہ غیر معمولی قوتوں کا حامل تھا۔ اس کا دعویٰ تھا وہ ہاتھوں سے ہاتھی کی سونڈ مروڑ دیتا ہے۔ اور نہتا شیر سے لڑتا ہے۔ وہ شیر کی طرح غراتا ہوا آگے بڑھا۔ اسے لڑنے کا فن آتا تھا۔ اس نے اپنی دانست میں بڑا کامیاب حملہ کیا تھا لیکن پومی وہاں نہیں تھی۔ "ہاہپ ہپ" کی آواز کے ساتھ ہی فضا میں پرواز کرتی اس کے سر کے اوپر سے گزر گئی تھی۔ جب اس نے ناکام حملے کے بعد پلٹ کر دیکھا تو منہ پر زبردست ٹھوکر پڑی۔ وہ تلملا کر رہ گیا۔ اسے تسلیم کرنا پڑا۔ وہ گوشت پوست کی ہے مگر استاد ٹائسن روکی نے اسے فولاد بنا دیا ہے۔

بہرام گنگولی نے کئی حملے کیے لیکن وہ بجلی کی طرح اِدھر سے اُدھر لپکتی تھی۔ وہ ایک بار اسے گرفت میں لے کر ثابت کرنا چاہتا تھا کہ پومی اس کے شکنجے سے نہیں نکل سکے گی' چیونٹی کی طرح مسل جائے گی لیکن وہ ایک بار بھی ہاتھ نہیں آرہی تھی۔ آخر وہ غصے سے ہانپتے ہوئے بولا: "عورت آخر عورت ہوتی ہے۔ مرد کی طرح لڑنا نہیں جانتی۔ اری مرد کی بچی ہے تو ایک جگہ کیوں نہیں لڑتی؟ بندر یا کی طرح اُچھلتی کیوں جارہی ہے؟ میں ایک بار..."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ پومی پانچویں بار اُس کے سر کو ٹوکر مارتی ہوئی گزر گئی تھی۔ ہر بار یہی محسوس ہوتا تھا جیسے لوہے کی سلاخیں پڑ رہی ہیں۔ وہ غیر معمولی قوتِ برداشت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ کوئی اور ہوتا تو سر پر اتنی سلاخیں کھانے کے بعد گر پڑتا۔

تب اس نے چونک کر سوچا: ارے' مجھے مردانگی دکھانا ہے مشین حاصل کرنا ہے۔ یہ چھوکری کرتب دکھا کر اُبھار رہی ہے۔ مجھے مشین کی فکر کرنا چاہیے۔ اس سے بعد میں نمٹ لوں گا۔

اس نے یکبارگی دونوں ہاتھ اُٹھا کر جے مہاکالی کا نعرہ لگایا۔ دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ اس کے جُڑے ہوئے ہاتھوں میں وہ تلوار نمودار ہوئی جس سے وہ کالی ماں کے چرنوں میں انسانی گردنیں کاٹ کر بلی چڑھاتا تھا۔ پومی کی نظریں اس کے ہاتھوں پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ شعلوں کی روشنی میں دائیں بائیں اوپر نیچے تلوار چلاتا ہوا اس کی سفاکی دکھا رہا تھا۔ پھر اس نے یکبارگی حملہ کیا۔

"ہاہپ ہپ" وہ تلوار کی کاٹ سے نکل گئی۔ اس کی دھار سے سوٹ کیس پر پڑی اور اوپر کا چمڑی خول کٹ گیا۔ اندر لوہے کی مشین تھی' تلوار رک گئی ورنہ سوٹ کیس دو حصوں میں تقسیم ہو کر بتاتا کہ پومی تقسیم ہوتے ہوتے رہ گئی ہے۔

بہرام گنگولی سمجھ رہا تھا' وہ لڑکی اس کا وقت ضائع کر رہی ہے۔ شاید اس کے حامی پہنچنے والے ہیں۔ پھر مشین کا حصول دشوار ہو جائے گا۔ یہ سوچ کر اس نے پھر کالا عمل کیا' منتر پڑھتے پڑھتے بائیں پاؤں کے انگوٹھے پر کھڑا ہوگیا۔

پومی نے حیرانی سے دیکھا۔ ایک انگوٹھے پر تمام جسم کا بوجھ اٹھا کر کھڑے رہنا حیرت انگیز کمال تھا۔ یہ حیرانی اور بڑھ گئی جب اس نے بہرام گنگولی کے وجود سے ایک اور بہرام گنگولی کو نکلتے دیکھا دوسرے کے ہاتھ میں بھی تلوار تھی۔

اب مقابلے پر دو تھے۔ مگر حیرانی اور بڑھ گئی۔ بہرام کے وجود سے تیسرا بہرام تلوار لیے نکلا۔ پھر چوتھا' پھر پانچواں۔ اس طرح چھ بہرام گنگولی اسے چاروں طرف سے گھیرنے لگے۔ اُسے اپنے دماغ میں شیخ الفارس کی آواز سنائی دے رہی تھی: "یہ حقیقت نہیں ہے' وجود صرف ایک بہرام گنگولی کا ہے۔ باقی نظر کا دھوکا ہیں۔ پانچ تلواریں نقصان نہیں پہنچائیں گی۔ صرف دہشت زدہ کریں گی۔ محض ایک تلوار سے نقصان پہنچے گا۔"

پومی اُلجھ کر رہ گئی تھی۔ چاروں طرف سے گھیرنے والے بہرام میں سے اصل بہرام کی شناخت مشکل ہوگئی تھی۔ اس کی سلامتی اسی میں تھی کہ وہ اصلی تلوار کو پہچانتی رہے۔ اُسے زیادہ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ سب کے سب اچانک حملے کرنے لگے۔ اس نے ایک آدھ حملے سے بچنے کی کوشش کی۔ پھر اسی میں خیریت نظر آئی کہ آگ کے دائرے سے نکل آئے پھر وہ ایک بہرام کے اوپر سے چھلانگ لگاتی' فضا میں قلابازی کھاتی ہوئی آگ کے دائرے سے باہر آئی لیکن نجات نہیں ملی۔ وہ تمام تلوار بردار بھی باہر چلے آئے۔

وہ عجب مشکل میں تھی۔ اصل اور نقل کی پہچان نہیں ہو رہی تھی۔ وہ متواتر حملے کر رہے تھے۔ پومی بچاؤ کرنے کے دوران ایک تلوار کی زد میں آگئی۔ وہ تلوار اس کے بازو پر آئی پھر بازو اور سینے کو کاٹتی ہوئی گزر گئی۔

ایک لمحے کو یوں لگا جیسے اس کے دو ٹکڑے ہوگئے ہوں لیکن وہ ثابت وسالم تھی۔ خون کی ایک بُوند نہیں نکلی تھی۔ یعنی وہ فریبِ نظر تھا۔ اس پر حملہ کرنے والا اصل نہیں تھا۔ وہ پھر تازہ دم ہو کر جناسٹک کے کرتب دکھانے لگی۔ آئندہ لگنے والی دوسری تلوار اصل ہو سکتی تھی۔ مصیبت یہ تھی' نقل کو بھی اصل سمجھ کر بچاؤ کرنا پڑ رہا تھا۔

تب وہ چونک گئی۔ موٹر بوٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے بھی چونک کر کہا: "پومی تمہارے ساتھ دھوکا ہو رہا ہے۔ فوراً گنتی کرو۔ تمہارے آس پاس کتنے بہرام ہیں؟"

گنے پر پانچ نظر آئے یعنی پانچوں فریب نظر تھے۔ اصل بہرام گنگولی ٹرانسفارمر مشین لے جا رہا تھا۔ وہ فوراً چھلانگیں لگاتی ہوئی آگ کے دائرے میں پہنچی۔ شعلے سرد پڑ رہے تھے۔ دائرے میں رکھا ہوا سامان غائب تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی ساحل پر آئی۔ تاریکی میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ رات کے سناٹے میں دور جاتی ہوئی موٹر بوٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

کوئی جادو نہیں تھا یہ محض نظر بندی کا ہنر تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ نظر بندی کا ہنر بھی جادو کے خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔ بہرحال وہ مشین ہاتھ سے نکل چکی تھی۔

رُور تاریکی میں موٹر بوٹ کی آواز ڈوبتی جا رہی تھی۔ پوری مٹھیاں بھینچے زور زور سے ہانپ رہی تھی۔ وہ ہمیشہ کامیاب ہوتی آئی تھی کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ کبھی شکست نہیں کھائی تھی۔ اس لیے اپنی انسلٹ محسوس کر رہی تھی۔ میں نے کہا: "ناکام ہونا اور شکست کھانا بھی سیکھو۔ اس طرح انسان مغرور نہیں ہو پاتا۔ خدا کو مانتا رہتا ہے۔"

اس نے بڑی بے بسی سے تائید میں سر ہلایا۔ پھر پلٹ کر اُدھر دیکھا جدھر دائرہ نما آگ روشن تھی مگر اب کچھ نہیں تھا۔ وہ دائرہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ٹرانسفارمر مشین بہرام گنگولی لے جا چکا تھا۔ وہ جو پانچ عدد بہرام گنگولی تھے، ان میں سے کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے کہا: "سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا تماشا تھا۔ میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا، سب کچھ میرے سامنے پیش آتا رہا پھر بھی یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"ہم سائنسی دور میں سانس لے رہے ہیں۔ یہ کمالات آج کے دور میں محدود ہو گیا ہے یہ بھی کسی کے سامنے آتا ہے یا کوئی اس کا ذکر کرتا ہے تو دوسرے یقین نہیں کرتے۔ تم بڑے حوصلے سے کالے جادو کو ناکام بناتی رہی ہو۔ بہرام گنگولی تمہیں بھلا نہیں سکے گا۔"

"اسے تو میں بھی نہیں بھلاؤں گی۔ وہ مشین لے کر ہی آؤں گی۔ کیا فوری طور پر ہیلی کاپٹر کا انتظام نہیں ہو سکتا؟"

وہ دوڑتی ہوئی کار کے پاس آئی۔ اس کے ڈیش بورڈ سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر رابطہ قائم کرنے لگی۔ میں شارپر کے پاس آ گیا۔ وہ آرام سے آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا لیکن جاگ رہا تھا۔ اس کے ذریعے میں نے کسی کی آواز سنی۔ پتا چلا، وہ شخص بھی ٹرانسیٹر کے ذریعے باتیں کر رہا ہے دوسری طرف سے جواب دینے والا بہرام گنگولی ہے۔ وہ حکم دے رہا تھا: "شارپر کو فوراً وہاں سے اٹھا کر لے جاؤ۔ وہ فراری جماعت والی بہت خطرناک ہے، اس سے مقابلہ کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ وہ راستے میں آئے تو فوراً گولی مار دینا۔ شارپر کو کسی خفیہ اڈے میں لے جاؤ۔ میں اس سلسلے میں ناکامی برداشت نہیں کروں گا۔ اوور اینڈ آل۔"

ٹرانسیٹر کے ذریعے بات کرنے والے نے اپنے ساتھی کو بہرام کا حکم سنایا، دوسرے نے کہا: "میں گاڑی اس مکان کے قریب لے آتا ہوں۔"

وہ باہر گیا۔ وہاں تین شخص پہرہ دے رہے تھے تاکہ پولیس اڈے کا رُخ نہ کرے۔ میں انھیں آپس میں بات کرنے پر مجبور کرتا رہا اور ان سب کی آوازیں سنتا رہا۔ پھر بلوی کے پاس آ گیا۔ وہ بولی: "اس وقت ہیلی کاپٹر کا حصول مشکل ہے۔ مشی گن جھیل اور گرین بے کے ساحل پر سختی سے چیکنگ ہوتی ہے۔ رات کے وقت ان اطراف میں صرف سرکاری ہیلی کاپٹر پرواز کر سکتے ہیں۔ کسی کو پرواز کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"پروانہ کرو۔ گاڑی میں بیٹھو اور یہاں سے نکل جاؤ۔"

وہ حیرانی سے بولی: "کیا شارپر کو چھوڑ دوں؟"

"تم یہاں سے چلو۔ میں بتا رہا ہوں۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولی: "اب بتاؤ اسے کیوں چھوڑنا چاہتے ہو؟"

"ہم اسے پکڑ کر کیا کریں گے؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو، یہ شخص اتنے دنوں تک پراسرار بنا رہا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسرائیلی ایجنٹوں کو بابا صاحب کے ادارے میں گھسنے کا موقع دیا۔ ہماری راتوں کی نیندیں خراب کرتا رہا اور تم اسے چھوڑ دینا چاہتے ہو؟"

"وہ ہم سے نجات حاصل نہیں کر سکے گا۔ میں نے اس کے دماغ میں جگہ بنا لی ہے۔ اس کے آس پاس جتنے لوگ ہیں، ان سب کی آوازوں اور لب و لہجے کو یاد کر چکا ہوں۔"

"اس کے پاس معمولی آلۂ کار ہیں۔ وہ کسی وقت بھی اپنی جگہ بدل سکتے ہیں۔ ان کی جگہ نئے آ سکتے ہیں۔ شارپر کے دماغ کو چھیڑ تنویمی عمل کے ذریعے لاک کیا جا سکتا ہے۔ تب کیا کرو گے؟"

"جب ایسا ہو گا تب دیکھا جائے گا۔ بہرام مشین لے گیا لیکن وہ شارپر کے بغیر بے کار ہے۔ اسے ہر حال میں اپنے پاس بلائے گا۔ ہم شارپر کے ذریعے ہی بہرام تک پہنچ سکتے ہیں۔"

وہ ڈرائیو کرتی رہی۔ کچھ سوچتی رہی۔ پھر بولی: "ابھی شارپر کا دماغی پورٹ بنا ہوا ہے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں آ جا سکتا ہے۔ یہ اچھا موقع ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے بہرام گنگولی کا طلسم توڑ دو تاکہ اس کا دماغ مقفل نہ رہ سکے۔"

"میں ایسا کرنے والا ہوں، اس کے لیے مناسب موقع دیکھ رہا ہوں۔ جب تک شارپر کمبخت آرام سے جاگ نہیں لیتے گا، میں اس پر یہ عمل نہیں کر سکوں گا۔"

"جب میں بہرام سے مقابلہ کر رہی تھی، تب موقع تھا۔"

"تمہارا مقابلہ بڑا سنسنی خیز تھا۔ وہ کمبخت بار بار کالے علم تماشا دکھا رہا تھا۔ میں یہ سوچ کر تمہارے دماغ میں موجود تھا کہ کسی بھی مصیبت کی گھڑی میں اچانک خود کو ظاہر کر دوں گا۔"

"اگر وہ اپنے کسی عمل سے مجھے مار ڈالتا تو؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کالے عمل سے کوئی کسی کو مار نہیں سکتا۔ اگر ایسی کوئی مثال ملتی ہے تو مرنے والا نہایت بزدل اور پست ہمت ہوتا ہے۔ وہ دہشت زدہ ہو جاتا ہے۔ بعض حالات میں خون کی قے کرتا ہوا مر جاتا ہے۔ جو لوگ غیر متزلزل ایمان رکھتے ہیں، مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہوتے ہیں اور حوصلہ مند ہوتے ہیں، ان پر آج تک کالا جادو اثر نہ کر سکا۔ تازہ ترین مثال خود تمہاری ہے۔ وہ تمہیں ایک نہیں، بیسیوں بہرام گنگولی کے ذریعے دہشت زدہ کرتا رہا، ڈبھاتا رہا لیکن تمہیں جان سے نہ مار سکا۔"

"جب وہ مشین لے کر فرار ہو رہا تھا تو تم نے خود کو ظاہر کیوں نہیں کیا؟"

"اس نے کالے عمل کے ذریعے صرف تمہیں نہیں، مجھے بھی ابھارا تھا۔ میں حیران تھا کہ اصل بہرام گنگولی کون ہے اور اصلی تلوار کون سی ہے۔ بعد میں انکشاف ہوا، تم پانچ کے درمیان گھری ہوئی تھیں۔ چھٹا جو اصلی تھا، وہ مشین لے کر فرار ہو رہا تھا۔ موٹر بوٹ کی آواز سن کر ہمیں اپنی غلطی کا اور اُبھارنے کا احساس ہوا لیکن اس وقت تک دیر ہو چکی تھی۔"

"مجھے اب کہاں جانا ہے؟"

"شکاگو پہنچو۔ میں آ رہا ہوں۔"

"بہرام گنگولی کسی زیرِ زمین اڈے میں پناہ لے گا۔ جب تک ٹیلی پیتھی کا علم اپنے دماغ میں مستقل نہیں کرائے گا خود کو اور مشین کو کسی کی نظروں میں نہیں آنے دے گا۔"

"وہ کہیں بھی روپوش رہے، ہم شارپر کے ذریعے اس تک پہنچ ہی جائیں گے۔ میں جا رہا ہوں۔ مجھے شارپر کے پاس رہنا چاہیے۔ دیکھتا ہوں، اسے کہاں پہنچایا جا رہا ہے۔"

وہ ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لیٹا ہوا تھا۔ اگلی دو سیٹوں پر بہرام کے پانچ آلۂ کار تھے۔ اسے کہیں لے جا رہے تھے۔ میں نے ان کے دماغ کو چھیڑ کر معلوم کر لیا، اسے کہاں پہنچایا جائے گا۔ پھر میں نے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جوان کو مخاطب کیا۔ اس سے کہا: "میں چند ضروری باتیں کر رہا ہوں، انھیں نوٹ کر لو۔"

وہ کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: "بہرام گنگولی کے تین اڈوں کا پتا ملا ہے۔ ابھی یہ لوگ شارپر کو مشی گن جھیل کے ساحل راستے پر لے جا رہے ہیں۔ شمالی حصے میں پہنچ کر جھیل کو پار کریں گے پھر اوٹاوا شہر پہنچیں گے۔ وہاں لنکن اسکوائر سے بیس میل دور چھوٹی سی بستی ہے جہاں میکسیکو کے لوگ زیادہ آباد ہیں۔"

"جناب! میں سمجھ گیا۔ اوٹاوا میں ہمارے جوان موجود ہیں۔ میں ان سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

"بہرام گنگولی کا دوسرا اڈا خلیج ہڈسن کے انتہائی جنوب میں ہے وہاں ایک ساحلی شہر سوسونی میں ایک آبشار کے سامنے میں غار ہے اس غار میں سانپوں کی بہتات ہے لہٰذا لوگ اس طرف نہیں جاتے ہیں۔"

"کیا وہ سانپ زہریلے ہیں؟"

"ان میں سے چند زہریلے ہیں، وہ سب بہرام گنگولی کے پروردہ ہیں۔ وہ سمجھتا ہے زہریلے سانپ ان کو اپنے قابو میں کرنا چاہیے۔"

"پھر تو وہ اسی اڈے میں ٹرانسفارمر مشین لے جائے گا۔"

"تم سب کو محتاط رہ کر دور ہی دور سے تمام اڈوں کی نگرانی کرنا ہے۔ بہرام کو کسی طرح شبہ نہ ہونے پائے۔"

"جناب! اطمینان رکھیں۔ بہرام کبھی ہماری آہٹ بھی نہیں پا سکے گا۔"

"تیسرا اڈا آبنائے ہڈسن کی شمال مشرقی ساحلی بستی میں ہے، یہاں ایک قلعہ نما رہائش گاہ ہے۔"

وہ میرے بتائے ہوئے پتے نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ بہرام گنگولی کے یہ تینوں اڈے کنیڈا میں تھے۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر جناب شیخ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "مجھے کم از کم دو ہیلی کاپٹر کی سخت ضرورت ہے۔ یہاں فلائنگ کلب سے حاصل کرنے میں خاصی دشواری پیش آتی ہے۔"

"میں ابھی فرانسیسی حکمرانوں سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ ان کا سفیر تمہارے لیے آسانیاں فراہم کرے گا تم تھوڑی دیر بعد مجھ سے رابطہ قائم کرو۔"

میں غلام کے پاس آ گیا۔ ہمارے آدمیوں نے اسے شکاگو پہنچا دیا تھا۔ اس کا حلیہ بھی بدل دیا تھا۔ اب وہ بہترین سوٹ میں نظر آ رہا تھا۔ اس کے پاس ہزاروں ڈالر تھے۔ ضرورت پڑنے پر اور مل سکتے تھے۔ وہ ایک بہت ہی مہنگے ہوٹل کے کمرے میں قیام کر رہا تھا۔ بنیادی بات یہ تھی کہ میں نے اس کے دماغ سے غلامی کے جراثیم ختم کر دیے تھے۔ اب وہ ایک آزاد انسان تھا اور آئندہ کسی کی غلامی قبول کرنا اپنی توہین سمجھتا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہیسلوا حمد الباقی! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے اُٹھ کر اٹینشن ہو گیا۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر بولا: "آپ کا غلام حاضر ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "ابھی تمہارا دماغ پڑھ رہا تھا، تم غلامی کو اپنی توہین سمجھتے ہو پھر خود کو غلام کیوں کہہ رہے ہو؟"

"میرے آقا! ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا غلام نہیں ہوتا لیکن تابعدار رہتا ہے۔ آپ کی ذات سے مجھے آزادی نصیب ہوئی، ہمیشہ کی غلامی سے نجات مل گئی۔ میرا دماغ ہمیشہ ایک آزاد انسان

کی طرح سوچے گا مگر اپنے محسن کے کام آنا اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنا میرا فرض ہوگا۔ میں غلام نہ سہی لیکن آپ سے درخواست کرتا ہوں مجھے غلام باقی ہی کہہ کر مخاطب کریں۔ آپ صلاحیتوں کے اعتبار سے اعلیٰ ہیں میں ادنیٰ ہوں۔ اس لحاظ سے آپ کو آقا کہا کروں گا۔"

"اچھی بات ہے یہ بتاؤ مورینا سے رابطہ قائم کیا؟"

وہ ذرا ہچکچانے لگا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"مجھے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

"بلا جھجک کہو ورنہ میں تمہارے خیالات پڑھ لوں گا۔"

وہ اٹک اٹک کر بولنے لگا۔ "دراصل وہ اچھی لگتی ہے۔ کئی بار مجھے بہکانے کی کوشش کرتی رہی لیکن میں دامن بچاتا رہا سوچتا ہوں اس سے رابطہ قائم کروں گا تو وہ پھر وہی حرکتیں کرے گی۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔ وہ خود غرض ہوگی۔ صرف تم سے اپنا کام نکالنے کے لیے محبت کرے گی تو تم بھی خود غرض بن جانا۔ اگر وہ دل سے تمہیں چاہے گی تو تم بھی اس سے وفا کرو گے۔"

میں نے برنارڈ سیسری کے دماغ میں پہنچ کر اس کے اپارٹمنٹ کا فون نمبر معلوم کیا۔ پھر غلام کو بتاتے ہوئے کہا "فون پر رابطہ قائم کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

میں نے پھر شیخ صاحب کو مخاطب کیا۔ انھوں نے کہا۔ "واشنگٹن میں فرانسیسی سفیر سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ میں اس کی آواز سنا رہا ہوں۔"

انھوں نے ریکارڈ آن کیا۔ مجھے ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ میں نے چند فقرے سننے کے بعد کہا "کافی ہے آپ اسے بند کر دیں۔"

میں سفیر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جب اسے مخاطب کیا تو اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "مجھے فون پر پتا چلا کہ زیرو چینل پر گفتگو ہونے والی ہے۔ آپ میرے دماغ میں آئے ہیں۔ میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں اور اپنا دیرینہ پناہ مستروں کا اظہار کرتا ہوں۔"

میں نے بھی اسے رسمی سا جواب دیا۔ پھر کہا۔ "مجھے یہاں دو بیلی کاپٹر کی ضرورت ہے۔ یہ دن رات میرے استعمال میں رہیں گے۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "ہمارا ایک بے انتہا دولت مند شخص یہاں موجود ہے۔ اس کے پاس ذاتی ہیلی کاپٹر ہیں۔ وہ تمہیں مل سکتے ہیں۔"

فرانس کے اس بے انتہا دولت مند کا نام فرانسس فرنانڈو تھا۔ چونکہ دولت کا شمار نہیں تھا اس لیے عرفِ عام میں کنگ فرنانڈو کہلاتا تھا۔ سفیر نے ٹیلیفون کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا۔ "میں ابھی تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ ایک نہایت اہم مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

تمہارا آنا سر آنکھوں پر۔ کیا دو گھنٹے بعد نہیں آ سکتے۔ میں بورڈ آف ڈائریکٹرز کی میٹنگ اٹینڈ کرنے جا رہا ہوں۔ یہ میٹنگ ضروری ہے۔"

"تم چاہو تو دو گھنٹے کے لیے میٹنگ ملتوی کر سکتے ہو۔"

"میرے علاوہ کمپنی کے پانچ ڈائریکٹرز ہیں۔ دو گھنٹے بعد میٹنگ کرنے کے لیے ہر ایک کو قائل کرنا ممکن نہیں ہے۔"

میں نے سفیر سے کہا۔ "آپ بحث نہ کریں۔ اس کے پاس پڑیں۔ وہ آپ کا انتظار کرے گا۔"

میں کنگ فرنانڈو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ریسیور رکھنے کے اٹھنا چاہتا تھا' میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "کیا ہرج ہے' اگر تم تمام ڈائریکٹرز سے دو گھنٹے بعد کا وقت طے کر لو۔ شاید وہ راضی ہو جائیں۔"

وہ اس بات کو مانتا نہیں تھا۔ میں نے اسے ماننے پر مجبور وہ ایک ایک ڈائریکٹر کو باری باری فون پر مخاطب کرنے لگا۔ اُدھر کے مخاطب جواب میں کچھ کہتے تھے۔ میں ان کے دماغ میں پہنچ انھیں راضی ہونے پر مجبور کر دیتا تھا۔ اس طرح وہ پانچوں ڈائریکٹر دو گھنٹے بعد ملنے کے لیے راضی ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد سفیر اس پاس پہنچ گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا تم میٹنگ نہیں گئے؟"

"تمہیں ناراض نہیں کر سکتا تھا۔ پانچوں ڈائریکٹرز کو راضی کر ہے۔ بتاؤ کون سا اہم مسئلہ ہے جس پر تم گفتگو کرنا چاہتے ہو۔"

اس نے فرنانڈو کی آنکھوں میں جھلکتے ہوئے مسکرا ہوئے کہا۔ "اس وقت ہمارا پاکستانی اور فرانسیسی ہیرو ہمارے درمیان موجود ہے۔"

وہ ذرا بدحواس ہو کر بیٹھ گیا۔ حیرانی سے بولا "کیا تم کہنا چا ہو فرہاد صاحب ہمارے درمیان ہیں؟"

"ہاں تم میٹنگ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ فرہاد صا نے کہا' میں تمہارے پاس چلا آؤں۔ تم کہیں نہیں جاؤ گے۔ یہا آ کر دیکھ رہا ہوں تو واقعی میرا انتظار کر رہے ہو۔"

وہ سر کھجا کر سوچنے لگا۔ میں نے مخاطب کیا۔ "مسٹر فرنا میں تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ خوش ہو کر بولا "کیا آپ بول رہے ہیں؟"

"بھئی' اب تک میرے متعلق سفیر صاحب بول رہے میں یقین دلانے کے لیے تمہارے اندر بول رہا ہوں۔"

"فرہاد صاحب! یہ ہمارے سفیر صاحب معاہن کر آئے اگر سیدھی طرح آپ کا نام لیتے تو میں دنیا کے سارے کام چھوڑ میں آپ کا نقصان نہیں چاہتا' اسی لیے آپ کے دماغ

رہ کر فون کرنے پر مجبور کرتا رہا اور آپ پانچوں ڈائریکٹرز سے دو گھنٹے بعد کا وقت لیتے رہے۔"

"اوہ مائی گاڈ! کیا یہ تم فون کروا رہے تھے؟"

سفیر نے کہا۔ "بھئی تم لوگ دماغ میں چپ چاپ باتیں کر رہے ہو اور میں احمقوں کی طرح منہ تک رہا ہوں۔"

میں نے سفیر کے دماغ میں آ کر کہا۔ "اب میں آپ کے ذریعے گفتگو کروں گا۔ آپ کی زبان میری مرضی کے مطابق بولے گی۔"

پھر وہ بولنے لگا۔ "مسٹر فرنانڈو! اس وقت فرہاد علی تیمور سفیر صاحب کی زبان سے بول رہا ہے۔ مجھے دو ہیلی کاپٹرز کی ضرورت ہے۔"

"جب چاہو مل جائیں گے۔"

"وہ دن رات میرے استعمال میں رہیں گے۔"

"ساری زندگی اپنے استعمال میں رکھو۔ کہو تو تمہارے لیے یہاں دو چارٹر فلائنگ کلب کھول دوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ضرورت ہوئی تو تمہیں بھی اُٹھا کر لے جاؤں گا۔ فی الحال دو ہیلی کاپٹرز کافی ہیں۔"

"تم کہاں ہو؟"

"نیویارک پہنچ گیا ہوں۔ اب شکاگو جانا چاہتا ہوں۔"

"مجھے پتا بتاؤ میں ہیلی کاپٹرز لے کر پہنچ رہا ہوں۔ پھر ہم ساتھ ہی شکاگو جائیں گے۔"

"دو گھنٹے بعد تمہاری میٹنگ ہے۔"

"وہ کل بھی ہو سکتی ہے۔"

"تمہیں لاکھوں ڈالر کا نقصان ہوگا۔"

"تمہارے لیے جان دے سکتا ہوں۔ لاکھوں ڈالر کیا چیز ہیں؟"

"خوشی کے مارے کسی کو یہ نہ بتا دینا کہ میں یہاں موجود ہوں۔"

"مجھ سے حماقت کی توقع نہ کرو۔ بس میں آ رہا ہوں۔"

وہ روانگی کے لیے اُٹھ گیا۔ میں سفیر صاحب کا شکریہ ادا کر کے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ابھی یہاں مصروفیات کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا۔ پوری سے ملاقات ہونے والی تھی۔ اُدھر غلام باقی بھی مورینا کے پاس پہنچ گیا ہوگا۔ پھر ہم سب کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہمراہ گنٹولی کے مختلف اڈوں تک پہنچنا تھا میں داستان کے اس حصے کی طرف تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔ ابھی آپ کو سونیا شیا پارٹی' جو جو' رسونتی اور پاری دوم کے متعلق بتانا بھی ضروری ہے۔

ٹیپو اپنے باپ مراد واٹسن کے ساتھ شاپنگ کر رہا تھا۔ اب سے چار گھنٹے بعد ایسے ایک طیارے میں پیرس کے لیے روانہ ہونا تھا۔ تیاریاں مکمل تھیں مگر بیٹے نے باپ سے کچھ اور چیزوں کی فرمائش کی تو وہ خریدنے چلا آیا۔

اسی شاپنگ سینٹر کے باہر ایک کار میں دوسرا ٹیپو بیٹھا ہوا تھا اور وہ ہمارا پارس تھا۔ اس کے ساتھ شنکر' رانی سردار اور ہمارے دو آدمی تھے۔ رسونتی نے شنکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یہ اچھا موقع ہے۔ مراد واٹسن ایک جگہ کھڑا ہوا رومانی ناولوں کا انتخاب کر رہا ہے اس سے بہت دور ٹیپو اپنے لیے چیزیں پسند کر رہا ہے۔ میں ٹیپو کو یہاں لا رہی ہوں۔ تم ہمارے پارس کو وہاں پہنچا دو۔"

پھر اس نے پارس کے پاس آ کر کہا۔ "بیٹے! تمہارا امتحان شروع ہو رہا ہے۔ یہ نیکٹ ٹیپو بننے کے لیے تیار رہو۔"

وہ شنکر کے ساتھ کار سے باہر نکلا۔ اُدھر رسونتی نے ٹیپو کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ پھر اُسے آہستہ آہستہ چلاتی ہوئی اسٹور سے باہر لے آئی۔ شنکر دوسرے دروازے سے پارس کو اسی اسٹور میں اندر لے گیا۔ اصلی ٹیپو کار کے پچھلے دروازے پر آ گیا۔ پھر اندر بیٹھی ہوئی رانی سردار نے اسے ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ اتنے میں شنکر بھی پہنچ گیا۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ بند ہوا۔ کار اسٹارٹ ہوئی۔ پھر وہاں سے آگے چل پڑی۔ رسونتی نے ٹیپو کے دماغ کو ذرا آزاد چھوڑا تو وہ ایک دم سے گھبرا کر آس پاس دیکھنے لگا۔ رانی سردار نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "بیٹے! گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ ہم تمہیں اچھی جگہ لے جا رہے ہیں۔ صرف چھ سات گھنٹے اپنے پاس رکھیں گے۔ پھر تمہارے ڈیڈی کے پاس بھیج دیں گے۔"

وہ چیخ کر بولا۔ "نہیں میں نہیں جاؤں گا۔ تم لوگ کون ہو۔ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

رسونتی نے کہا۔ "شنکر! اسے سنبھالو چیخنے نہ دو لیکن کوئی زیادتی نہ کرنا۔ میں ابھی اپنے بیٹے کی خبر لے کر آتی ہوں۔"

پارس اپنے لیے کھلونے پسند کر چکا تھا۔ مراد واٹسن نے پاس آ کر کہا۔ "ارے تم نے یہ ہوائی جہاز پسند کیا ہے۔ تم تو کہتے تھے' پائلٹ نہیں' ڈاکٹر بنو گے۔"

پارس نے جواب دیا۔ "ڈیڈی! یہ کھلونا ہوائی جہاز ہے کیا آدمی ڈاکٹر بننے کے بعد ہوائی جہاز میں بیٹھتا نہیں ہے کیا جو بچے پائلٹ بننا نہیں چاہتے وہ ہوائی جہاز سے نہیں کھیلتے؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم بہت شریر ہو گئے ہو۔"

اس نے بل ادا کیا۔ پھر کھلونے اُٹھا کر پارس کے ساتھ چلتا ہوا اسٹور سے باہر جانے لگا۔ اسٹور کی سیڑھیاں اترتے ہوئے اس کی نظر پارس کے پاؤں پر پڑی۔ وہ ایک دم سے چونک کر بولا۔ "تم تو سفید کینوس شوز پہن کر آئے تھے۔ یہ کالے جوتے کہاں سے آ گئے؟"

رسونتی سے ایک غلطی ہو گئی تھی۔ آخر بے چاری کتنی باتوں پر دھیان دے سکتی تھی۔ جب ٹیپو اپنے باپ کے ساتھ شاپنگ

کے لیے گھر سے نکلا تو اس نے شنکر سے کہا تھا۔ فوراً فلاں رنگ کے کپڑے اور جوتے پہناؤ۔ وہ شاید یہ کہنا بھول گئی تھی کہ پارس کو سفید کینوس کے شوز پہننے چاہئیں۔ شاید اسی لیے یہ غلطی ہو گئی تھی۔

اس نے پارس کے دماغ میں رہ کر کہا۔ "اوہ ڈیڈ! میں نے چلتے وقت سفید جوتے پہنے تھے لیکن آپ کار کی چابی بھول گئے تھے۔ آپ چابی لینے اپنے کمرے میں گئے تو میں نے اپنے کمرے میں جا کر جوتے بدل لیے۔"

اس نے سوچا۔ شاید ایسی ہی بات ہو۔ وہ اتنی سی بات پر بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ گویا کسی حد تک قائل ہو گیا تھا۔ رسونتی ذرا دیر کے لیے پارس کو چھوڑ کر ٹیپو کے پاس آئی۔ وہ چپ نہیں رہنا چاہتا تھا۔ بعض بچے سہم کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ بعض بے باک ہو جاتے ہیں یا پھر اغوا کرنے والوں کے مقاصد کو نہیں سمجھتے اپنی آزادی کے لیے مچلتے ہیں۔ وہ بھی مچل رہا تھا۔ شنکر نے مجبور ہو کر اس کے منہ پر ٹیپ لگا دیا تھا۔ ایک طرف سے رانی سردار نے اور ایک طرف سے شنکر نے ہاتھ پکڑ لیے تھے۔ بار بار بھاگے جا رہے تھے۔ "دیکھو بیٹا! ہم تم پر ظلم یا زیادتی نہیں کرنا چاہتے۔ صرف چھ سات گھنٹے کی بات ہے۔ تمہیں آرام سے رکھیں گے پھر تمہارے ڈیڈی کے پاس پہنچا دیں گے۔"

رسونتی نے سوچا، جب یہ لوگ ٹیپو کو لے کر کوٹھی میں پہنچیں گے تو میں ٹیپو کے دماغ پر قابض ہو جاؤں گی تاکہ یہ گاڑی سے اتر کر کوٹھی کے اندر جانے تک جد و جہد نہ کرے۔ اس پر دوسری کوٹھی والوں کی نظر نہ پڑے۔ وہ پارس کے پاس آ گئی۔ مراد واٹسن نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کن انکھیوں سے پاس بیٹھے ہوئے پارس کو یعنی اپنے بیٹے ٹیپو کو دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "تمہیں ہندوستان اچھا لگتا ہے یا امریکا؟"

وہ اپنے ایک کھلونے کو دیکھ رہا تھا۔ بے دھیانی میں بول گیا۔ "میں نے تو کبھی امریکا کی صورت ہی نہیں دیکھی۔"

باپ نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر ناگواری سے بولا۔ "وھاٹ نان سنس! تم امریکا میں پڑھتے ہو اور کہتے ہو امریکا کی صورت نہیں دیکھی۔"

رسونتی پریشان ہو گئی۔ اس غلطی کو کیسے درست کرے؟ اس کے سوچنے کے دوران ہی پارس نے جلدی سے کہا۔ "اوہ ڈیڈ! میں اسے امریکا نہیں سمجھتا۔ اتنی ساری ریاستوں کو ملا کر ایک ملک بنایا گیا ہے، اسے کہتے ہیں، یونائٹڈ اسٹیٹس آف امریکا۔ آپ کا سوال غلط ہے۔ آپ کو یہ پوچھنا چاہیے کہ مجھے ہندوستان اچھا لگتا ہے یا اسٹیٹ؟ کیونکہ میں کنیڈا میں رہتا ہوں جسے آپ شمالی امریکا کا کہہ سکتے ہیں۔"

"تعجب ہے۔ تم خاموش رہا کرتے تھے۔ کبھی اتنی باتیں نہیں کرتے تھے۔ کیا مجھ سے بچھڑتے وقت تمہارے اندر چابی بھر گئی ہے؟"

پارس نے ذرا سنجیدہ ہو کر جواب دیا۔ "میں خاموش رہنے کا عادی نہیں ہوں، جب آپ لوگوں کے بارے میں سوچتا ہوں تو چپ کی لگ جاتی ہے۔ سوچتا ہوں، یہ کوئی زندگی ہے۔ ڈیڈی، ہندوستان میں ممی پیرس میں اور میں کنیڈا میں۔"

"تمہاری ممی بار بار کہتی ہیں، میں پیرس آ جاؤں اور میں سوچتا ہوں، ابھی زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی عمر ہے۔ جب بوڑھا ہو جاؤں گا تھک جاؤں گا تو پیرس چلا جاؤں گا۔ یہ ایشیائی ملک صرف کمانے کے لیے ہوتے ہیں۔ رہنے اور عیش کرنے کے لیے یورپ کا ہر ملک بہتر ہوتا ہے۔ تمہاری ممی نے پہلے ہی وہاں ٹھکانا بنا لیا ہے۔"

پارس نے رسونتی کا تصور کیا حالانکہ ابھی تک اس کی صورت نہیں دیکھی تھی لیکن ماں کا تصور ایک نورانی ہیولا ہوتا ہے جسے ماں سے محروم بچے دیکھتے ہیں۔ اس نے بھی نورانی ہیولے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "پتا نہیں میں کب پیرس پہنچوں گا۔ ماما بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

مراد واٹسن نے پھر حیرانی سے کہا۔ "تم اپنی ممی کو ماما کہہ رہے ہو؟"

پارس نے چونک کر کہا۔ "ڈیڈ! اگر میں ماما کہا کروں تو کتنا اچھا لگے گا۔"

"اوہ نو! تمہاری ممی نے ممی کہنا سکھایا ہے۔ وہ یہی انداز تخاطب پسند کریں گی۔"

رسونتی نے چپکے سے پوچھا۔ "میرے بچے تم کیوں خلطیاں کر رہے ہو؟"

"میں نے کون سی غلطی کی ہے؟"

"تم نے وہ کالے جوتے کب پہنے تھے؟"

"کسی نے مجھے سفید جوتے پہننے کے لیے نہیں کہا تھا۔"

"چلو، یہ شنکر کی یا میری غلطی تھی۔ ابھی تم امریکا کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟"

"میں نے کھیلنے کے دھیان میں الٹی بات کہہ دی تھی۔ اسے پھر الٹا سیدھا سمجھا دیا۔"

"یہ ٹیپو کی ممی کو ماما کیوں کہہ رہے تھے؟"

"میں آپ کا تصور کر رہا تھا۔ منہ سے ماما نکل گیا۔"

"بیٹے، یہ بہت اہم موقع ہے۔ آج تمہیں ہر حال میں یہاں سے نکل جانا ہے۔ حاضر دماغ رہا کرو۔ کھیل کی طرف دھیان نہ دو اور میرا تصور بھی نہ کرو۔"

"اگر یہی بات ایک ماں سے کہوں کہ وہ بیٹے کا تصور نہ کرے یا"

"ایک تو تمہیں اتنی سی عمر میں بڑی بڑی کتابیں پڑھا کر پریشان

ہو گئی ہوں، ہر بات کا جواب دیتے ہو۔ کوئی بات تو خالی جانے دیا کرو۔ میں ٹیپو کے پاس جا رہی ہوں، سنبھل کر رہنا، ابھی آ جاؤں گی۔"

وہ ٹیپو کے پاس پہنچی تو دیر ہو چکی تھی۔ اس سے پہلے ہی شنکر اور رانی سردار اسے لے کر کوٹھی میں پہنچ گئے۔ اس کے منہ پر ٹیپ لگا ہوا تھا۔ وہ آواز نہیں نکال سکتا تھا مگر ہاتھ پاؤں سے بدقسمت کر رہا تھا۔ کار سے نکال کر شنکر نے اسے دونوں بازوؤں میں جکڑ لیا تھا۔ اسے کوٹھی میں لے جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت جانے کہاں سے منگل پانڈے پہنچ گیا۔

اسے تو پہنچنا ہی تھا۔ اس کی بیوی چپا انیکسی میں رہتی تھی۔ پھر وہ پارس کا شکریہ ادا کرنے آیا تھا۔ پچھلے دن وہ بچہ اسے لات نہ مارتا۔ وہ سوئمنگ پول میں نہ گرتا۔ گرتم کو دشمن کے ہاتھوں سے نہ بچاتا تو نہ اسے دس ہزار ملتے اور نہ ترقی ہوتی۔ وہ خوشخبری سنانے آیا تھا کہ اسے ایس پی یعنی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس بنا دیا گیا ہے جیسے ہی وہ احاطے میں داخل ہوا اس کی نظر پارس کی طرف گئی۔ شنکر کسی بچے کو دونوں بازوؤں میں جکڑ کر زبردستی کوٹھی کے اندر لے جا رہا تھا۔ رانی سردار دو آدمیوں کے ساتھ کار سے نکل کر بڑی عجلت میں جا رہی تھی۔ ان کے انداز سے پتا چل رہا تھا، وہ گھبرائے ہوئے ہیں یا جلدی میں ہیں۔

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ایسے میں کیا کرنا چاہیے۔ اتنا سمجھتا تھا کہ اس کوٹھی میں رہنے والوں کا تعلق فرہاد سے ہے۔ وہ سوچتا ہوا انیکسی میں آیا۔ وہاں چمپا فرش پر بیٹھی رو رہی تھی۔ اس نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ کیوں رو رہی ہو؟"

"میرے نصیب کھوٹے ہیں۔ ایک بیٹا ملا تھا، وہ بھی بچھڑ گیا۔"

اس نے کوٹھی کے پورچ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اچھا، اب سمجھا۔ وہ لوگ جے کشن کو چھین کر لے گئے ہیں۔"

چمپا نے حیرانی سے پوچھا۔ "کون لوگ؟"

"وہی جو اس کوٹھی میں رہتے ہیں۔ میں نے ابھی دیکھا ہے، وہ زبردستی جے کشن کو اٹھا کر لے جا رہے تھے۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "میرے جے کشن کو کسی نے زبردستی نہیں چھینا۔ اس کی رخصتی کا وقت آ گیا تھا۔ اب وہ اپنی ماں کے پاس جا رہا ہے۔ پھر بھلا میں کیسے روک سکتی تھی۔ وہ میرے گلے لگ کر مجھے پیار کرتا رہا۔ پھر میرے آنسو پونچھ کر رخصت ہو گیا۔"

"وہ کہاں گیا ہے؟"

"پتا نہیں، شنکر وغیرہ اسے لے گئے تھے۔"

"اری یہی تو کہہ رہا ہوں، شنکر اس بچے کو زبردستی کوٹھی کے اندر لے گیا ہے، ذرا میں دیکھوں تو سہی کیا بات ہے؟"

وہ تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کے پورچ میں آیا۔ پھر برآمدے میں پہنچ کر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ ذرا سی دیر میں دروازہ کھل گیا۔ شنکر کے ایک آدمی نے دروازہ کھولا پھر ایس پی کی وردی میں منگل پانڈے کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ دروازہ بند کرتا چاہتا تھا، پانڈے نے اپنی ایک ٹانگ اڑا کر کہا۔ "خبردار! میرا نام منگل پانڈے ہے۔ کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کر سکتا۔"

وہ دروازہ کھولنے والے کو دھکا دیتے ہوئے اندر آیا پھر تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ وہاں ایک بچے کے منہ پر ٹیپ لگا ہوا تھا اور رانی سردار اسے گود میں لے کر پچکار رہی تھی۔ شنکر اسے یکے کر گھبرا گیا۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا۔ لوگ مجھے بڑا دار و غہ کہتے تھے۔ ہا ہا ہا۔ پھر مجھے ڈی ایس پی کہنے لگے۔ ہا ہا ہا۔ آج میں ایس پی بن گیا ہوں کل ڈی آئی جی اور پھر آئی جی بن جاؤں گا اور پھر دیکھتے رہنا۔ ایک دن اس ملک کا پردھان منتری بن جاؤں گا۔"

وہ فاتحانہ انداز میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اندر آیا۔ پھر اپنی ناک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "تم کیا سمجھتے ہو، یہ میری ناک ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ گستے کی ناک ہے۔ دور سے مجرموں کی بو سونگھ لیتی ہے۔ میں تو دور ہی سے سونگھ کر سمجھ گیا تھا، یہاں کسی بچے کو اغوا کر کے لایا گیا ہے۔ ہا ہا ہا۔۔۔"

شنکر نے ذرا قریب آ کر کہا۔ "پانڈے صاحب! ذرا دوسرے کمرے میں تشریف لے چلیں۔ میں۔۔۔"

وہ اس کی بات کاٹ کر گرجتے ہوئے بولا۔ "خبردار! پانڈے نہیں کوئی میرا نام لینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں ایس پی بن گیا ہوں۔"

شنکر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "ایس پی صاحب! ذرا دوسرے کمرے میں چل کر باتیں کریں۔"

"کیوں ہو دوسرے کمرے میں کیوں چلوں؟ چوری کا مال یہاں ہے، یہیں بات ہو گی۔"

"ہم نے اسے کہیں سے چرایا نہیں ہے۔ کسی سے چھین کر نہیں لائے ہیں، یہ فرہاد صاحب کا بیٹا پارس ہے۔"

"مجھے الو بناتے ہو۔ اگر یہ پارس ہے تو اس طرح کیوں چل رہا ہے۔ اس کے منہ پر ٹیپ کیوں لگا ہوا ہے؟"

"اس کے دماغ پر دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ اسے پریشان کر رہا ہے اور ہم اسے قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"میں نہیں مان سکتا۔ فرہاد کے سامنے بھلا اور کون ٹیلی پیتھی جاننے والا پریشان کرے گا۔ تم لوگ گہری چالیں چل رہے ہو۔ معلوم ہے، آج سے تمام طیاروں میں جانے والے بچوں کو سختی سے چیک کیا جائے گا اور ہر طیارے میں ہمارے ملک کا جاسوس سفر کرے گا تاکہ وہ بچے

اپنی اپنی منزلوں تک بخیریت پہنچ سکیں۔ سرکار نے میری بہادری سے خوش ہو کر مجھے امریکا تک سفر کرنے کی اجازت دی ہے۔ میں بھی یہاں کے جاسوسوں کی ٹیم میں موجود ہوں۔ ڈھائی گھنٹے بعد یہاں سے پرواز کرنے والا ہوں لیکن اچھا ہوا۔ جاتے جاتے ایک کارنامہ دکھا کر جاؤں گا۔ اس کے منہ سے ٹیپ کھولو۔ اس کے دماغ پر کسی نے قبضہ نہیں جمایا ہے۔"

اسی وقت رسونتی پہنچ گئی تھی۔ پانڈے کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے دماغ پر قبضہ جما کر اسے چیخنے چلانے اور اپھلنے کودنے پر مجبور کیا۔ پھر شنکر سے کہا۔ "اس کے منہ پر ٹیپ لگا دو۔"

شنکر نے حکم کی تعمیل کی اور ایک ٹیپ لے کر پانڈے کے منہ پر لگا دیا۔ وہ اس کے دماغ میں قہقہہ لگاتے ہوئے بولی۔ "میں ہر دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا میں اس بچے کے دماغ میں تھا۔ اب تیرے دماغ میں ہوں۔"

وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر منہ سے ٹیپ ہٹانا چاہتا تھا مگر رسونتی نے ہٹانے نہیں دیا۔ اس کا ہاتھ ادھر سے ادھر پھسکنے لگا۔ شنکر نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "پانڈے جی! کیا اب بھی یقین نہیں آیا؟"

اس نے منہ سے ٹیپ ہٹا دیا۔ پھر کہا۔ "دوسرے کمرے میں تشریف لے چلیے۔"

منگل پانڈے نے دوسرے کمرے میں آ کر بے بسی سے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا، کیا کوں، ہمارے ملک کے تمام سراغرساں، تمام پولیس والے اور تمام مڑھی انٹیلی جنس والے پارس کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں اور وہ میری نظروں کے سامنے ہے۔ میرا بیٹا بنا ہوا ہے۔ میرے سینے پر مونگ دل رہا ہے اور میں کچھ کر نہیں سکتا۔ اس پر یہ کہ آج میں جاسوسوں کی ٹیم میں شریک ہو کر جا رہا ہوں اور یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ آج ہی کی فلائٹ سے پارس کو بھی روانہ کیا جا رہا ہے۔"

"تو پھر جاؤ اور اپنی سرکار کو رپورٹ دے دو، پارس کو گرفتار کرا دو۔" شنکر نے کہا۔

"اگر ایسا کر سکتا تو میرا نام بین الاقوامی جاسوسوں میں شامل ہو جاتا مگر میں جانتا ہوں، فرہاد میری کھوپڑی گھما کر رکھ دے گا۔ میرا منہ سامنے سے پیچھے ہو جائے گا۔"

"جب تم جانتے ہو کہ پارس کے خلاف کچھ کر نہیں سکتے۔ پھر جاسوسوں کی ٹیم میں کیوں جا رہے ہو؟"

"اس بہانے امریکا تک گھوم کر تو آ جاؤں گا۔"

"تو پھر گھومتے جاؤ۔ اگر تم نے پارس کے خلاف زبان کھولی تو اڑتے ہوئے جہاز سے نیچے ٹپکا دیے جاؤ گے۔"

وہ بے بسی سے بولا۔ "میری کیا مجال ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ چکر کب تک چلے گا۔ پہلے وہ مجھے ملا تو فرہاد کا بیٹا پارس تھا۔ پھر میرا بیٹا جے کشن بن گیا۔ اب میں ایئرپورٹ جاؤں گا تو وہاں کچھ اور بن کر ملے گا۔ ہمارے دھرم میں مرنے کے بعد جنم بدلتے ہیں۔ یہ لڑکا اپنی زندگی میں جنم بدلتا جا رہا ہے۔ ایسا نہ ہو طیارے میں سفر کرتے کرتے میرا باپ بن جائے۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ رسونتی پھر اپنے بیٹے کے پاس پہنچ گئی۔ وہ مراد واٹسن کے ساتھ کوٹھی میں آ گیا تھا۔ اس نے ڈرائنگ روم میں پہنچ کر دیکھا۔ ایک خوبصورت سی عورت کی بڑی سی تصویر دیوار پر لگی ہوئی تھی۔ اس نے تصویر کو دیکھتے ہی ایک فضائی بوسہ اچھال کر کہا۔ "اوہ تمی! مائی سوئٹ ہنی آپ کتنی خوبصورت لگتی ہیں۔"

مراد واٹسن ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ شدید حیرانی سے بولا۔ "کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے؟ میری ماں کو اپنی ماں بول رہے ہو؟"

پارس ذرا سٹپٹا کر رہ گیا۔ مراد واٹسن اسے گھور کر دیکھ رہا تھا پھر اس نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

پارس نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر کہا۔ "ڈیڈی! آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ میں آپ کا بیٹا ہوں۔"

"یو شٹ اپ۔ تم میرے بیٹے ہو تو کیا اپنی دادی کی تصویر کو نہیں پہچان سکے؟"

"اوہ کم آن ڈیڈی! میں تو مذاق کر رہا تھا۔ آپ سیریس ہو رہے ہیں۔"

وہ پارس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آیا۔ پھر اس نے دروازے کو بند کر دیا۔ جلدی سے الماری کھولی۔ اس کی دراز کو کھولا۔ پھر اس میں سے ایک ریوالور نکال کر نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "سچ سچ بتاؤ کون ہو تم؟"

"اس ریوالور کا لائسنس بیٹے کو مارنے کے لیے نہیں ملا ہے۔ اسے رکھ لیجیے۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "تم کون ہو۔ میرے ٹیمپو کی گھنٹو کا انداز بھی ایسا نہیں ہے۔ دیکھو بچے! تم میرے نشانے پر ہو۔ میں کیا پورا ملک جانتا ہے، فرہاد علی تیمور اپنے بیٹے کو یہاں سے لے جانا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ ہم میں سے کسی کے بیٹے کو اغوا کرے گا اور اس کی جگہ اپنے بیٹے کو پہنچائے گا۔ کیا ایسا نہیں ہے؟"

پارس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "ایسا نہیں ہے۔ میں ٹیمپو ہوں اور آپ کا بیٹا ہوں۔"

وہ ٹیلیفون کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "تم میرے نشانے پر رہو گے۔ میں فون کروں گا۔ اس دوران تم نے کوئی چالاکی دکھائی یا تمھارے باپ نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں چشم زدن میں گولی مار دوں گا۔"

اس نے ریوالور کا رُخ پارس کی طرف رکھا۔ ریسیور کو اپنے ایک کان اور شانے کے درمیان دبایا۔ دوسرے ہاتھ سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پھر نمبر ڈائل کرتا ہی چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد احساس ہوا کہ وہ خواہ مخواہ ڈائل کرتا جا رہا ہے۔ اس نے پھر کریڈل پر ہاتھ رکھا۔ پھر سوچ سمجھ کر نمبر ڈائل کیے۔ کسی سے رابطہ قائم ہوا۔ کوئی مشفق میں کہہ رہا تھا۔ "الو کے پٹھے، کیا یہ کیا تو ہی میری بیوی کو فون کرتا ہے؟"

مراد واٹسن نے جلدی سے کریڈل پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر اس نے نمبر ڈائل کرنے کے لیے انگلی رکھی تو انگلی پھسل گئی۔ دوبارہ رکھی تو پھر پھسل گئی۔ اب وہ جلدی جلدی ڈائل کرنے کے لیے انگلی رکھنا چاہتا تھا مگر رکھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ جھنجلا کر ریوالور کو ایک طرف رکھ کے دوسرے ہاتھ کی انگلی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ساتویں بار احساس ہوا کہ وہ بہت زیادہ نمبر ڈائل کر چکا ہے۔ اس نے پھر کریڈل پر ہاتھ رکھا۔ پھر نمبر ڈائل کرنا چاہا۔ اسی وقت محسوس ہوا جیسے ریسیور سے آواز سنائی دے رہی ہے۔ "ہیلو ہیلو۔"

اس نے ریسیور کو غور سے دیکھا۔ پھر اچھی طرح کان سے لگا کر سنا۔ آواز آ رہی تھی۔ "ہیلو ہیلو! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا مگر آواز ابھی تک آ رہی تھی۔ وہ آواز پوچھ رہی تھی۔ "کیا تم میرے بیٹے کو قانون کے حوالے کرنا چاہتے ہو؟"

اس نے جلدی سے پلٹ کر ریوالور اٹھایا۔ پھر پارس کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "فرہاد! میں کہتا ہوں، میرا بیٹا واپس کر دو، ورنہ ابھی اسے گولی مار دوں گا۔"

"تمھیں اجازت ہے۔ لڑکا سامنے کھڑا ہے گولی مار دو۔"

"تم اسے مذاق سمجھ رہے ہو۔ میں تمھاری چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فوراً ٹریگر پر انگلی دبا دی۔ کھٹ کھٹاک کی آواز کے ساتھ ٹریگر دبتا گیا مگر نہ آواز ہوئی، نہ گولی نکلی۔ پارس نے مسکراتے ہوئے جیب سے ہاتھ نکالا۔ اس کی مٹھی بند تھی، جب اس نے کھولی تو اس میں ریوالور کی گولیاں تھیں۔ جب وہ فون کرنے میں مصروف تھا تب ہی رسونتی نے پارس سے کہہ دیا تھا کہ وہ گولیاں نکال لے۔

وہ پھر میرے لب و لہجے میں بولی۔ "اگر اس میں گولیاں ہوتیں تو تم میرے بیٹے کو قتل کر چکے ہوتے۔ اب جواب دو۔ کیا اس حرکت کے بعد تمھارا بیٹا زندہ واپس مل سکتا ہے؟"

وہ پیچ کر بولا۔ "نہیں نہیں، مجھے میرا بیٹا چاہیے۔ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ میں تمھارے بیٹے کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"پھر بھیجا کتا ہوں، ویسا کرتے جاؤ۔ تمھارا بیٹا کسی دوسرے دن کی فلائٹ سے جا سکتا ہے۔ آج ہر حال میں میرے پارس کو جانا چاہیے۔ یہ ظلم ہے، میرے بچے پر ظلم ہے۔"

"تمھارا بچہ تمھیں واپس ملے گا تو اس کے بدن پر ایک بھی نشان بھی نہیں ہو گا۔ کسی نے اسے پھول کی چھڑی سے بھی نہیں مارا ہے۔ وہ بخیریت ہے جب طیارہ پرواز کر کے اس ملک کی سرحد سے نکل جائے گا تو اسے تمھارے پاس پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ سمجھ رہا تھا۔ ان حالات میں سمجھوتا کرنا ہو گا ورنہ بیٹا زندہ نہیں ملے گا لیکن یقین نہیں آ رہا تھا کہ اسے زندہ واپس کیا جائے گا۔ رسونتی نے کہا۔ "بے وقوف! تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا ہم تمھارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے؟ تم نے بین الاقوامی اسمگلروں سے معاہدوں کے کاغذات جو اس خواب گاہ کے ایک چور خانے میں رکھے تھے، انھیں میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے غائب کر دیا۔ یقین نہیں ہے تو دیکھ لو۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ایک تصویر کے پاس گیا۔ اسے ہٹا کر دیکھا۔ وہاں چھوٹی سی آہنی کل لگی ہوئی تھی۔ اسے گھماتے ہی ایک چور خانہ کھلنے لگا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ تمام خانے خالی تھے۔ بریف کیس بھی نہیں تھا اور نوٹوں کی بڑی بڑی گڈیاں بھی غائب تھیں۔ وہ تقریباً دو کروڑ روپے تھے۔ اس نے تیزی سے پلٹ کر پارس کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "میرا بریف کیس کہاں ہے؟"

رسونتی اس کے دماغ میں تھی۔ کہنے لگی۔ "ہم نے پہلے ہی تمھارے دماغ سے غائب کر دیا تھا۔ اگر چاہتے تو تمھارا پول کھول دیتے۔ ذرا سوچو، اس کے بعد کیا ہوتا۔ تمھیں کسی ملک میں رہنے کی اجازت نہیں مل سکتی تھی۔ جہاں بھی جاتے جیل میں زندگی گزارتے۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ "اس کا مطلب ہے، تم مجھے ہر طرف سے ننگا کر دینا چاہتے ہو، ہر طرف سے مار ڈالنا چاہتے ہو۔ پہلے میرا بریف کیس اور نقدی غائب کی۔ پھر میرے بیٹے کو غائب کیا۔ مجھے لاولد بنانا چاہتے ہو۔ مجھے کنگال بنانا چاہتے ہو۔ مجھے مجرم ثابت کر کے جیل بھیجنا چاہتے ہو۔"

"اچھی طرح سوچ لو۔ اگر ان مصیبتوں سے بچنا چاہتے ہو تو بیسا

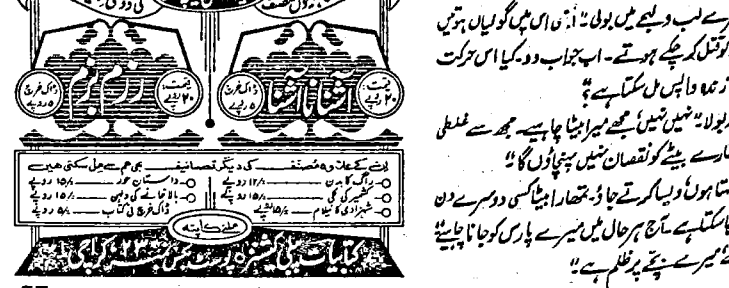
عمر عیار کی دوستی کرتا ہیں شاہ عمر کی
الف لیلیٰ
عمر عیار
انسانہ شاہ
بیتاب
بیتاب
بیتاب

کہا جارہا ہے اس پر عمل کرو۔"

وہ سمندر کی طرح بپھر رہا تھا مگر جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ اس کے آگے کوئی راستہ نہیں تھا۔ اسے ہمارے ہر حکم پر عمل کرنا تھا۔ وہ پارس کو لے کر ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ وہاں کتنے ہی پنچے نظر آئے۔ فوج کا سخت پہرا تھا۔ یقیناً جاسوس بھی سادہ لباس میں گھوم رہے ہوں گے۔ رسونتی مراد واٹسن کے دماغ میں جم کر بیٹھ گئی تھی تاکہ وہ کوئی چالاکی نہ دکھا سکے۔

ایک طرف بچوں کے سامان کی چیکنگ ہو رہی تھی۔ دوسری طرف تمام بچوں کو ایک قطار میں کھڑا کرنے کے بعد آٹومیٹک کیمرے کے سامنے سے گزارا جارہا تھا۔ چند افسران ٹی وی اسکرین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور گزرنے والے بچوں کے چہروں کو ہر زاویے سے دیکھتے اور پرکھتے جارہے تھے۔ ڈاکٹر دیا ساگر نے بڑی مہارت سے پارس کے چہرے پر سرجری کی تھی۔ وہ بخیریت اس کیمرے کے سامنے سے گزر گیا۔ کسی کو شبہ تک نہیں ہوا۔

طیارہ اپنے وقت پر پرواز کرنے لگا۔ اس میں تقریباً پندرہ مسافر پنچے تھے وہ پانچ برس کی عمر سے پندرہ برس کی عمر تک کے تھے۔ ان میں سات بچے ایسے تھے جو پانچ برس سے لے کر آٹھ برس تک تھے لیکن عمروں کا فرق ہونے کے باوجود وہ ایک جیسا تاثر رکھتے تھے۔ انھیں اگر ایک قطار میں کھڑا کیا جاتا تو ان کے قد اور جسامت میں اتنا فرق ہوتا۔ بہرحال ہمارا پارس ان کے درمیان بخیریت سفر کررہا تھا۔ ادھر مراد واٹسن بے قرار تھا۔ جلد سے جلد اپنے بیٹے کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پارس کو رخصت کرنے کے بعد وہ کار میں آکر بیٹھ گیا۔ سونچ کے ذریعے آواز دینے لگا۔ "فرہاد! تم کہاں ہو؟ میں تمہارا انتظار کررہا ہوں۔ مجھے میرا بیٹا اور اہم دستاویزات چاہئیں۔"

رسونتی اپنے بیٹے کے پاس تھی۔ وہ اس وقت تک ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتی تھی جب تک سرحد پار نہ ہو جائے لیکن مراد واٹسن کا بھی خیال رکھنا لازمی تھا۔ وہ کوئی شرارت کرسکتا تھا۔

رسونتی نے مجھے مخاطب کیا: "فرہاد! میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

"کیا بات ہے؟ تم کیوں پریشان ہو؟"

"کچھ عجیب طرح کی بے چینی ہے۔ میری بائیں آنکھ پھڑک رہی ہے۔"

"کیا ضعیف الاعتقادی کی باتیں کررہی ہو۔ ہمارا بیٹا مزے سے سفر کررہا ہے، انشاء اللہ جلد ہی سرحد پار کرلے گا۔"

"میں مراد واٹسن کے دماغ میں جارہی ہوں۔ میرے ساتھ آؤ اور اسے کنٹرول کرتے رہو۔ میں اپنے بیٹے کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔"

اس نے بتایا کہ کس طرح مراد واٹسن کو شبہ ہو گیا تھا۔ اس نے پارس کو ریوالور کی زد پر رکھا تھا اور کس طرح اس نے بیٹے کی جان بچائی اور اہم دستاویزات کے معاملے میں بلیک میل کرتی رہی۔ میں تمام باتیں معلوم کرنے کے بعد مراد واٹسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ رہ رہ کر سوچ کے ذریعے پکارتا جارہا تھا: "مسٹر فرہاد! تم کہاں ہو؟ اپنا وعدہ پورا کرو۔"

"میں موجود ہوں۔ تمھاری جان کیوں نکلی جارہی ہے؟"

وہ غصے سے بولا: "اپنا وعدہ پورا کرو۔"

"ابھی انتظار کرو۔ پہلے اس طیارے کو سرحد پار کرنے دو اور تم ابھی تک یہاں کیوں ہو؟ کیا ایئرپورٹ میں رہنے کا ارادہ ہے؟"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا: "میری سمجھ میں نہیں آتا، مجھے کیا کرنا ہے، کہاں جانا ہے۔ میرا سب کچھ لٹ چکا ہے۔"

"تمھارا بیٹا واپس مل جائے گا۔"

"اور وہ دستاویزات؟"

"وہ تمھارا اعمال نامہ ہیں۔ تم نے کوئی نیک کام نہیں کیا ہے، اسے بھول جاؤ۔"

"اس کا مطلب ہے تم ان کے ذریعے کسی وقت بھی مجھے بلیک میل کرسکتے ہو۔"

"مجھے بلیک میل کرنے کے لیے کسی دستاویز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جس وقت چاہوں گا تمھاری کھوپڑی میں بیٹھ کر تمھارے جرائم تمھاری زبان سے اگلوا دوں گا۔ تم گھر جاکر آرام سے رہو۔ میرا انتظار کرو۔ میں ابھی آؤں گا۔"

پارس طیارے میں منگل پانڈے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ پانڈے نے ایئرپورٹ پر دیکھتے ہی چونک گیا تھا مگر سمجھ نہیں پایا تھا۔ یہ وہی ٹیپو ہے جسے شنکر کے ساتھ کوٹھی میں دیکھا تھا اور جس کے منہ پر ٹیپ لگا ہوا تھا یا یہ پارس ہے جو ٹیپو کے روپ میں جارہا ہے۔

اگر وہ سمجھ بھی لیتا تو کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ بے چارہ بین الاقوامی سطح پر جاسوس بننے جارہا تھا۔ جسے پکڑنا تھا وہ پاس بیٹھا ہوا تھا اور اسے پکڑ نہیں سکتا تھا لیکن یہ تجسس تھا کہ اس کے پاس بیٹھا ہوا بچہ پارس ہے یا ٹیپو۔ اس نے قریب جھک کر بڑی رازداری سے پوچھا: "کیا تم وہ ہو؟"

پارس نے بھی بڑی رازداری سے کہا: "میں وہ ہوں۔"

پانڈے نے اور گہری سرگوشی میں پوچھا: "کون ہو؟"

وہ جواباً گہری سرگوشی میں بولا: "میں وہ ہوں جو تم نہیں جانتے اور جو جانتے ہو وہ نہیں ہوں۔"

پانڈے نے جھنجلا کر کہا: "دیکھو، میرا نام منگل پانڈے ہے۔ کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا۔"

پارس نے کہا: "عورتیں نام نہیں لیتیں، تھپڑ مار دیتی ہیں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ پھر اس کی طرف جھک کر بولا: "ہاں، ہاں سمجھ گیا۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا۔ تم پتہ نہیں کہاں سے سینے پر مونگ دلنے پہنچ گئے ہو۔"

طیارے کی محدود فضا میں اسپیکر کے ذریعے آواز سنائی دی۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! ہمارا طیارہ پینتیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کررہا ہے۔ اب ہم بھارت کی سرزمین چھوڑ کر اپنے پڑوسی ملک پاکستان کی فضائیں پرواز کررہے ہیں۔"

رسونتی نے خوش ہو کر کہا: "اوہ فرہاد! خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ ہمارا بیٹا اس ملک کی سرحد سے نکل چکا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "ہاں، تقریباً چھ گھنٹے بعد وہ تمھاری آغوش میں ہوگا۔"

"تم جاؤ اور ٹیپو کو اس کے باپ کے حوالے کردو۔"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ ذرا اور انتظار کرلو۔"

"نہیں فرہاد! کسی کی گود سے اس کا بچہ نہیں چھیننا چاہیے۔ میں نے بہت مجبوری کی حالت میں ایسا کیا۔ خدا سے دعا ہے آئندہ ایسا نہ کرنا پڑے۔"

میں نے اس کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے شکر سے کہا: "ٹیپو کو فوراً اس کی کوٹھی کے سامنے پہنچا دو۔ تم میں سے کوئی مراد واٹسن کی نظروں میں نہ آئے۔"

وہ فوراً ہی میرے حکم کی تعمیل کے لیے ٹیپو کو لے کر چل پڑے۔ جب میں آدھے گھنٹے بعد مراد واٹسن کے پاس پہنچا تو بیٹا باپ سے مل گیا تھا اور وہ ٹیلیفون کا ریسیور کان سے لگائے بڑے بڑے پولیس اور فوجی افسران کو اطلاع دے رہا تھا: "میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ میرے بیٹے کو اغوا کیا گیا تھا۔ اس کی جگہ فرہاد اپنے بیٹے پارس کو لے کر آیا ہے۔"

میں نے رسونتی کے پاس آکر اسے بتایا کہ کس طرح مراد واٹسن تمام اعلیٰ افسران کو اس فراڈ کی اطلاع دے رہا ہے۔ رسونتی نے پوچھا: "فرہاد! میرا بیٹا خیریت سے میرے پاس پہنچ جائے گا نا؟"

"انشاء اللہ ضرور پہنچے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی: "خواتین و حضرات! ہم آپ کو خوفزدہ نہیں کرنا چاہتے لیکن حقیقت چھپائی نہیں جاسکتی۔ ہمارا یہ طیارہ مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ چند نامعلوم افراد نے پائلٹ روم کو اندر سے لاک کردیا ہے اور پائلٹ کو اپنی مرضی کے مطابق پرواز کرنے پر مجبور کررہے ہیں۔"

یہ سنتے ہی تمام مسافروں میں کھلبلی مچ گئی۔ سب پریشان ہو کر ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہنے لگے۔ کچھ تو گھبرا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ایئرہوسٹس اور اسٹیوارڈ ہاتھ اٹھا اٹھا کر انھیں تسلیاں دے رہے تھے۔ آرام سے بیٹھنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ اسپیکر سے بھی کہا جارہا تھا: "ہم آپ سے حوصلے کی توقع کرتے ہیں۔ انشاء اللہ ہمارا طیارہ بخیریت زمین پر اترے گا اور کسی کو جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

رسونتی نے پریشان ہو کر پوچھا: "فرہاد! یہ کیا ہو رہا ہے میں نہ کہتی تھی، میری بائیں آنکھ پھڑک رہی ہے۔"

"حوصلہ کرو۔ ہمارا بیٹا خیریت سے رہے گا، اسے کچھ نہیں ہوگا۔"

اسپیکر سے کہا جارہا تھا: "خواتین و حضرات! تھوڑی دیر پہلے ہم نے غلط اعلان کیا تھا کہ ہمارا طیارہ بھارت کی سرحد سے نکل چکا ہے۔ ہمیں ایسا اعلان کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ حالانکہ یہ طیارہ بھارت کے اندر ہی پرواز کررہا ہے۔ ہم ایک گھنٹے کے اندر واپس دہلی ایئرپورٹ پہنچ جائیں گے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا: "اوہ رسونتی! ہم زبردست دھوکا کھا گئے۔"

وہ بری طرح بدحواس ہو کر بولی: "یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"وہی جو تم سمجھ رہی ہو۔ تم ماں ہو، سمجھ کر بھی یقین نہیں کرنا چاہو گی لیکن حقیقت نہیں بدلے گی۔ ہائے رے بیٹے پارس کو گھیر نے اور گرفتار کرنے کے لیے یہ چال چلی گئی ہے۔"

علم و دانش و حیرت پر ایک بے حد کارآمد کتاب

ٹیلی پیتھی اور مستقبل بینی

ایک کتاب میں دو کتابیں

اپنا پیغام دوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور ان کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ

قیمت ۱۲/- روپے

ملنے کے پتہ

میں دوسرے ہی لمحے اس بولنے والی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایئر ہوسٹس کے کیبن میں ماتک کے پاس بیٹھی بول رہی تھی۔ اس کے سامنے ایک اسٹین گن تنی ہوئی تھی۔ میں اسٹین گن والے سے نمٹ سکتا تھا مگر کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ ان کا تعلق پائلٹ کیبن سے نہیں تھا۔ میں کسی طرح بھی ان لوگوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا جو پائلٹ کو مجبور کر کے دہلی ایئر پورٹ لے جا رہے تھے۔

رسونتی بھاگی بھاگی پھر رہی تھی۔ کبھی اعلیٰ بی بی کو اطلاع دے رہی تھی۔ کبھی سونیا کے پاس پہنچ رہی تھی۔ کبھی شیبا کو بلا رہی تھی کبھی شیخ صاحب کے پاس پہنچ کر پوچھ رہی تھی: "میں اپنے بچے کو کس طرح ان سے محفوظ رکھوں؟ وہ خطرے میں ہے۔ وہ گرفتار ہو جائے گا۔ پھر وہاں سے نکال لانا بہت مشکل ہو گا۔"

وہ اسے سمجھا رہے تھے: "صبر اور حوصلے سے کام لو بیٹی! میں دعا بھی کرتا ہوں اور دوا بھی کرتا ہوں۔ انشاء اللہ تمہارا پارس صحیح سلامت تمہارے پاس آئے گا۔"

اس کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ پوجی کے پاس بھی پہنچ گئی تھی۔ کہہ رہی تھی: "مشین کو جنم میں ڈالو۔ میرے بیٹے کے پاس آؤ۔ خدانخواستہ اسے کچھ ہو گیا تو میں تم میں سے کسی کو منہ نہیں دکھاؤں گی۔ اپنی جان دے دوں گی۔"

میں نے ڈانٹ کر کہا: "رسونتی! ہوش میں آؤ۔ تمہاری یہ دیوانی حماقت ہم میں سے کسی کو سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دے گی۔"

وہ غصے سے بولی: "تم کب تک سمجھتے رہو گے۔ وہ طیارہ دہلی پہنچنے والا ہے۔ تم ایسے چپ ہو جیسے سانپ سونگھ گیا ہے۔ تم نے ابھی تک کسی کو دھمکی بھی نہیں دی ہے۔ کیا پارس کو گرفتار کیا گیا تو ہم انھیں بڑے سے بڑا نقصان نہیں پہنچا سکتے؟"

"تم صبر اور سکون سے میری بات سنو گی تو کچھ سمجھ میں آئے گا۔ ہم نے ابھی تک یہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ پارس اس طیارے میں ہے۔ اگر اس طیارے میں ہوتا تو ہم بے چین ہو جاتے۔ اسے بچانے کے لیے دھمکیاں دیتے پھرتے۔ اسے بچانے کے لیے بڑے بڑے ذرائع اختیار کرتے لیکن ہماری طرف سے خاموشی ہے۔ ہماری خاموشی انھیں تذبذب میں مبتلا کر رہی ہے۔ تم اب تک جتنے فوجی افسران کے دماغ میں پہنچ چکی ہو، وہاں جا کر دیکھو۔ کیا کھچڑی پک رہی ہے۔ تمہاری بدحواسی سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔"

یہ بات کچھ سمجھ میں آئی۔ وہ فوجی افسران کے دماغوں کو پڑھنے کے لیے چلی گئی۔ مجھے بھی جتنی آوازیں اور سب ولیے یاد تھے، میں ان کے پاس جا کر دیکھنے لگا آخر پارس کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے، اور دہلی ایئر پورٹ پر کیسے سخت انتظامات کیے جا رہے ہیں؟ میں نے ایک اندازے کے مطابق رسونتی سے درست کہا تھا۔ وہ سبھی اس بات سے پریشان تھے کہ ہم میں سے کوئی اس بات کا نوٹس کیوں نہیں لے رہا ہے؟

دوسری پریشانی کی بات یہ تھی کہ وہ وائرلیس ریڈیو کے ذریعے اپنے ان سراغرسانوں سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھے جنھوں نے پائلٹ کو ریوالور اور اسٹین گنوں سے گھیر رکھا تھا۔ اُسے راستہ بدلنے پر مجبور کر رہے تھے۔ انھوں نے جھوٹ کہا تھا کہ وہ طیارہ بھارت کی حدود میں ہی پرواز کر رہا ہے جبکہ وہ بھارت کی ہی نہیں پاکستان کی سرحدیں بھی پار کر چکا تھا۔ یہ ان کے لیے زیادہ پریشانی کی بات تھی۔

پائلٹ اس بات پر بضد تھا کہ وہ طیارے کو واپس نہیں لے جائے گا۔ یہ بین الاقوامی ایئر لائنز کے اصولوں کے خلاف ہے۔ اگر اُسے مجبور کیا گیا تو بھارتی حکومت کے خلاف سخت اقدامات کیے جائیں گے۔

اُدھر بہت کچھ ہو رہا تھا لیکن اچانک ہمارے حق میں پانسا پلٹ گیا تھا۔ رسونتی خوش ہو کر قہقہے لگانے لگی۔ جو فوجی افسران ریڈیو کے ذریعے اپنے سراغرسانوں سے گفتگو کر رہے تھے، ان کے ذریعے ہم ان کے پاس پہنچ گئے تھے جنھوں نے پائلٹ کیبن کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا تھا اور اپنی دانست میں ہر طرح سے محفوظ ہو گئے تھے۔

ان کے لیے مشکل یہ تھی کہ وہ کوئی ہائی جیک کرنے والی خطرناک تنظیم کے لوگ نہیں تھے۔ وہ بھارتی سرکار سے تعلق رکھتے تھے اور کسی بھی طیارے کو ہائی جیک نہیں کر سکتے تھے۔ پائلٹ کو محض دھمکی دے رہے تھے لیکن اُسے قتل نہیں کر سکتے تھے — اس کی جگہ سنبھال نہیں سکتے تھے یا کسی بھی مسافر کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔

وہ تعداد میں تین تھے۔ میں نے رسونتی سے کہا: "تم ریوالور والے کے دماغ پر قبضہ جماؤ۔ میں ایک اسٹین گن والے کے پاس رہوں گا۔ تیسرا جو بچے گا وہ ہم دونوں کے نشانے پر رہے گا۔"

ہم اس حساب سے پائلٹ کیبن کے اندر پہنچ گئے۔ رسونتی نے ریوالور والے کے ذریعے اسٹین گن والے کو دیکھا۔ پھر کہا: "میں رسونتی بول رہی ہوں۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو دو میں سے ایک کام کرو، مجھے مارڈالو یا ہتھیار پھینک دو۔"

وہ حیرانی سے ریوالور والے کو دیکھتے ہوئے بولا: "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

میں نے اسٹین گن والے کی زبان سے کہا: "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ رسونتی نے جو کہا اُس پر عمل کرو۔ ہم دونوں کو مار ڈالو۔ تم ایسے بچو گے تو تمہارے دماغ پر قبضہ جما لیں گے۔ اب چت بھی ہماری ہے پٹ بھی ہماری۔"

وہ پریشان ہو کر اپنے ساتھیوں کو باری باری دیکھنے لگا۔ پائلٹ بھی بار بار سر گھما کر دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا: "زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ہے۔ ہتھیار ڈال دو۔ دروازہ کھولو اور مسافروں کے پاس چلے جاؤ۔"

وہ ہچکچا رہا تھا۔ رسونتی نے کہا: "تمہیں ہتھیار ڈالنا نہیں آتا تو میں سکھا دیتی ہوں۔"

وہ چشم زدن میں اس کے پاس آئی۔ اس کے دماغ پر قبضہ کیا۔ اس کے ہاتھ سے ہتھیار گرائے اور پھر ریوالور والے کے دماغ میں پہنچ کر بولی: "اب دروازہ کھول کر جاؤ ورنہ تمہیں جانے کا ڈھنگ بھی سکھایا جائے گا۔"

وہ دروازہ کھول کر جانا چاہتا تھا۔ میں نے کہا: "ٹھہرو، ابھی تم یہیں رہو۔ رسونتی ہمیں ایک دوسرے کی جگہ لینا ہو گی۔ میں ریوالور والے کے دماغ میں آ رہا ہوں، تم اِدھر آ جاؤ۔"

ہم نے دونوں کو ایک ساعت کے لیے چھوڑا پھر جگہ بدل کر ان کے دماغوں پر قبضہ جما لیا۔ اب میں ریوالور والا تھا اور وہ اسٹین گن والی تھی جس نے ہتھیار پھینکا تھا، میں نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "رسونتی! اسے نشانے پر رکھو اور اسی کیبن میں رہو۔ میں ایئر ہوسٹس کے کیبن میں جا رہا ہوں۔ وہاں چوتھا شکار ہے۔"

میں کیبن کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر کئی ہی عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔ بچے اور زیادہ سہم گئے۔ میں نے ایک ہاتھ اُٹھا کر کہا: "آپ لوگوں کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خطرے سے باہر ہے۔ آپ تمام مسافر بخیریت اپنی اپنی منزل تک پہنچیں گے۔"

میں ان کے درمیان سے گزرتا ہوا ایئر ہوسٹس کے کیبن میں پہنچا۔ وہ اسٹین گن والا وہاں موجود تھا۔ میں نے جاتے ہی کہا: "دوست گڑبڑ ہو گئی۔ ہم ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں آ چکے ہیں لہٰذا تم اپنی آواز سُنا دو۔"

وہ مجھے گھور کر دیکھنے لگا۔ گویا اپنے ساتھی کو دیکھ رہا تھا اور انکار میں سر ہلا رہا تھا۔ میں نے کہا: "اگر بولنے سے انکار کر رہے ہو تو ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاؤ۔"

یہ کہتے ہی میں نے گولی چلا دی۔ وہ اس بات کے لیے تیار نہیں تھا۔ اسے سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ گولی ٹھیک پیشانی میں جا کر پیوست ہوئی اور وہ دھم سے کیبن کی دیوار سے ٹکراتا ہوا کتنی ہی چیزوں کو لیے فرش پر گر پڑا۔ ایئر ہوسٹس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ اُدھر طیارے کے اندر فائرنگ کی آواز سُن کر عورتیں اور بچے چیخنے اور رونے لگے تھے۔

میں نے کیبن سے باہر آ کر ریوالور دکھاتے ہوئے کہا: "خاموش ہو جاؤ۔"

ریوالور کو دیکھتے ہی سب کو چپ سی لگ گئی۔ وہ دہشت زدہ

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ھُوَاجس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، ناگ اس کے بدن کو نوچ دیتی تھی۔

****

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصّوں میں مکمل

قیمت فی حصہ ر/۲۰ روپے ★ ڈاک خرچ فی حصہ ر/۵ روپے

مکمل سیٹ منگانے پر قیمت صرف ر/۸۰ روپے، ڈاک خرچ ر/۶ روپے۔ کل ر/۸۶ روپے کا منی آرڈر روانہ فرمائیں۔ یہ رعایت صرف منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی مل سکے گی۔

کتاب نگر

سے ہو کر مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا: "میں فرہاد علی تیمور ہوں کسی کا دشمن نہیں ہوں۔ چار خطرناک قسم کے لوگ اس طیارے کو اغوا کرنا چاہتے تھے۔ میں ان میں سے ایک کے دماغ پر قبضہ جما چکا ہوں۔ میری بات کا یقین کرو۔ کیبن میں میری بیوی رسونتی نے دوسرے ہتھیار والے کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔"

اسی وقت رسونتی اشین گن کے ذریعے اس شخص کو دھکا دیتی ہوئی باہر لائی جس کے ہاتھ سے ہتھیار گرایا تھا۔ اُدھر سے وہ بولی۔ "میری بہنو اور بھائیو! میں ایک بیوی ہوں، ایک ماں ہوں۔ اس طیارے میں میرا معصوم بچہ سفر کر رہا ہے۔ یہ بدمعاش اسے اغوا کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے تم سب کو پریشان کر رہے تھے۔ ہم نے ان پر قابو پا لیا ہے۔ اب پریشانی کی بات نہیں ہے۔ آپ لوگ آرام سے سفر کریں اور ہنستے بولتے کھاتے پیتے رہیں۔"

جس کے ہاتھ سے ہتھیار گرایا گیا تھا، میں نے اس کے ہاتھ کو پیچھے کی طرف موڑ کر رسّی سے باندھ دیا۔ جس کیبن میں اس کے ساتھی کی لاش پڑی تھی، وہاں اسے دھکیل دیا۔ پھر میں نے رسونتی کو پاس بلا کر اس کے ہاتھ پیچھے سے باندھ دیے۔ اس کے بعد میں نے دو ہٹے کٹے مسافروں کو بلا کر کہا: "میں بھی کیبن میں جا رہا ہوں۔ میرے ہاتھ پاؤں باندھ دو اور اس کیبن کو باہر سے بند کر دو۔ اس کا دروازہ ہرگز نہ کھولنا۔"

انھوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ان تینوں کو کیبن میں بند کر دیا۔ ایئر ہوسٹس نے دروازے کو لاک کر دیا۔ ان کے تمام ہتھیار انٹیوڈ کو دے دیے۔ ہمارے ایسا کرنے سے تمام مسافروں کو اطمینان ہو گیا تھا۔ ایئر ہوسٹس کھانے پینے کی ٹرالی لے کر ان کے درمیان سے گزرنے لگی۔ سب خوش ہو گئے تھے اور ہنسنے بولنے لگے تھے۔ میں نے رسونتی سے کہا: "اگر تم میرے پاس ہوتیں تو میں تمھارے دونوں کان پکڑتا اور پوچھتا، کیا بدحواسی سے مسئلہ حل ہوتا ہے۔ تمھاری کیا حالت ہو گئی تھی۔ تمھیں کچھ احساس ہے؟"

وہ شرمندہ سی ہو کر بولی: "میں کیا کروں۔ خدا نے ایک ہی بیٹا دیا ہے جب سے وہ پیدا ہوا ہے مجھ سے بچھڑتا رہتا ہے۔ آج بھی ایسا لگا جیسے میری گود اُجڑنے والی ہے اور کسی لمحے بھی میرا دم نکل جائے گا۔ مہربان جو ہوا سو ہوا، مجھے شرمندہ نہ کرو۔"

"جتنے ساتھیوں کو پریشان کیا ہے، انھیں تو خوشخبری سنا دو۔"

"ممّا اپنے بیٹے کے پاس رہوں گی۔ پلیز، تم چلے جاؤ۔"

میں نے سونیا، لوہی اور شیخ صاحب وغیرہ کو بتا دیا، پارس خیریت سے ہے۔ انشاء اللہ وہ صحیح سلامت پیرس پہنچ جائے گا۔

سونیا نے پوچھا: "وہ طیارہ استنبول ہو کر جائے گا؟"

"ہاں، تم ایئر پورٹ آ رہی ہو؟"

"میں کیا شیبا وغیرہ بھی پہنچیں گے۔ ہم دوسرے پارس کو دیکھ چاہتی ہیں۔"

"کوئی نئی مصیبت کھڑی کرنا چاہتی ہو؟"

"اس میں نئی مصیبت کی کیا بات ہے؟"

"ذرا سوچو تو سہی۔ وہ دونوں پارس استنبول میں ایک جگہ ہوں گے۔ تم ہو گی آمنہ ہو گی، شیبا ہو گی۔ دشمنوں کے لیے آسانیاں ہی آسانیاں ہوں گی۔"

"کیا دشمنوں کے ڈر سے ہم آپس میں ملنا چھوڑ دیں؟"

"ملنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پورا خاندان ایک ہی جگہ جمع ہو جائے۔ ہم متاط ہو کر فرداً فرداً ملاقات کر سکتے ہیں۔ کیا تم نے اس بات کو نوٹ کیا ہے کہ پچھلے کئی دنوں سے تمام خطرناک تنظیمیں خاموش ہیں۔ کوئی ہمارا نوٹس نہیں لے رہی ہے۔ میں نے کتنی آزادی سے پیرس میں رسونتی کے ساتھ ملاقات کی۔ اس کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارا اور آرام سے امریکا پہنچ گیا لیکن کسی دشمن نے ہمارے راستے میں آنے کی کوشش نہیں کی۔ آخر بات کیا ہے؟"

"تم ایسے پوچھ رہے ہو جیسے میں بھی دشمنوں میں سے ایک ہوں۔ ویسے یہ بات قابلِ غور ہے۔ طوفان اُٹھنے سے پہلے سمندر پُرسکون ہو جاتا ہے۔ یہی سکون تمام تنظیموں نے اختیار کیا ہے۔ پتا نہیں یہ سب کی سب کیا طوفان لے کر اُٹھنے والی ہیں؟"

"اور تم ان کے لیے راستہ ہموار کرنا چاہتی ہو؟"

"تمھیں اعتراض ہے تو پارس، جوجو اور شیبا نہیں آئیں گی۔ چلو میں بھی نہیں آؤں گی۔ ذرا رسونتی سے پوچھ کر دیکھو۔ کیا وہ اپنے دوسرے بیٹے سے ملنا نہیں چاہتی؟"

رسونتی سے ملانا ہے تو پارس اوّل کو پیرس پہنچا دو۔ دونوں بیٹے ایک ساتھ ماں کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

"کل رسونتی پارس سے ملنے کے لیے قاہرہ گئی تھی۔ تم نے اسے پیرس بلا لیا تھا۔ جب وہ ایک بیٹے سے ملنے کے لیے پیرس چھوڑ سکتی ہے تو کیا پارس اوّل سے ملنے کے لیے استنبول نہیں آ سکتی؟"

"یہ کیا بحث لے بیٹھی ہو؟"

"رسونتی سے کہو، مجھ سے بات کرے۔"

میں نے رسونتی سے کہا: "جاؤ سونیا بلا رہی ہے۔"

اس نے سونیا سے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

سونیا نے کہا: "فرہاد صاحب نے حکم دیا ہے، پارس دوم پر تمھارے حقوق ہیں اور اوّل پر ہمارے۔"

رسونتی نے پوچھا: "یہ کیا بات ہوئی؟"

"یہی بات ہو رہی ہے۔ فرہاد نے منع کر دیا ہے کہ ہم استنبول ایئر پورٹ میں اُتر کر پارس دوم کو نہیں دیکھ سکتے۔ بات سچ بھی ہے۔

جب تم نے ماں سے پارس اوّل سے ملنے کی کبھی خواہش ظاہر نہیں کی پھر ہمیں بھی پارس دوم سے نہیں ملنا چاہیے۔"

"سونیا کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں خدا کے بعد تم پر بھروسا کرتی ہوں۔ جب میں نے دیکھ لیا کہ تم میرے پارس اوّل کی محافظ ہو اور شیبا کی بیٹی میرے بچے کے لیے زبردست ہتھیار بنی ہوئی ہے تو میں مطمئن ہو گئی۔ تم یہ بھی جانتی ہو کہ میں پارس دوم کے سلسلے میں کتنے دنوں سے پریشان ہوں۔ کیسی کیسی تدبیریں آزما رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کرم کیا ہے۔ میرا بیٹا میرے پاس آ رہا ہے۔ جب وہ آ جائے گا تو میں اُسے بابا صاحب کے ادارے میں چھوڑ کر پہلی فرصت میں تمھارے پاس آؤں گی اور اپنے بیٹے پارس اوّل سے ملوں گی۔ تم عورت ہو۔ ماں کی تمنا سمجھ سکتی ہو۔ میں پارس اوّل کے لیے کتنی منارکتھی ہوں، اسے زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے۔"

"کیا یہ کہنا ضروری ہے کہ ہم پارس دوم کے لیے کتنی متاثر کتھی ہیں؟"

"تم فرہاد کو کہنے دو۔ ایئر پورٹ پر ضرور آؤ۔ پارس دوم سے ضرور ملاقات کرو۔"

"اگر میں پارس دوم کو کچھ روز کے لیے اپنے پاس رکھ لوں تو؟"

"اں؟" رسونتی ہچکچانے لگی۔ پھر جلدی سے مسکرا کر بولی: "کیوں یک ماں کا امتحان لے رہی ہو؟"

"امتحان کی کیا بات ہے۔ پارس دوم کو میں رکھ لوں گی، پارس اوّل کو تمھارے پاس بھیج دوں گی۔"

"سونیا! خدا کے لیے ایسی چکرانے والی باتیں نہ کرو۔ میں کوئی معقول جواب نہیں دے سکوں گی۔"

"اس میں جواب دینے یا نہ دینے کی کیا بات ہے۔ بھئی، دونوں تمھارے بیٹے ہیں۔ یہ نہ سہی، وہ سہی۔ تمھارے پاس ایک بیٹا آتا یا ہے۔ کیا پارس اوّل کو تمھارے پاس نہیں آنا چاہیے؟"

"میں کب انکار کر رہی ہوں لیکن میری تڑپ کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں بہت عرصے سے پارس دوم کے ساتھ وابستہ رہی ہوں۔ اس کے لیے جدوجہد کرتی رہی ہوں۔ اس کے لیے راتیں جاگتی رہی ہوں۔ اگر میں اندھی ہوتی اور مجھے آنکھیں ملتیں تو سب سے پہلے پارس دوم کو دیکھنے کی خواہش کرتی۔"

"اگر میں یہی ممتا اور تڑپ پارس اوّل کے لیے تمھارے دل میں پیدا کر دوں تو؟"

"آخر تمھارے ارادے کیا ہیں؟ تم کیا چکر چلانا چاہتی ہو؟ خدا کے لیے پارس دوم کو میرے پاس رہنے دو۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا: "میں اور زیادہ چھیڑوں گی تو رونا شروع کر دو گی، ویسے یہ ثابت ہو گیا کہ پارس دوم کے لیے تمھاری ممتا بہت بہت زیادہ ہے۔ اگر کبھی یہ ثابت ہو گیا کہ پارس اوّل تمھارا اپنا بیٹا ہے تب کیا ہو گا؟"

"تب بھی پارس دوم کے لیے میری ممتا میں ایک ذرہ برابر کمی نہیں آئے گی۔"

"رسونتی! میری جان! چھوٹے منہ اتنا تو پوچھ لو کہ پارس اوّل کیسا ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

رسونتی نے رونے کا منہ بنا کر کہا: "فرہاد! یہ سونیا مجھے پریشان کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ میرا بیٹا کیسا ہو گا۔ میں جانتی ہوں بہت اچھا ہو گا۔ بہت آرام سے ہو گا اور بڑی شان سے ہو گا اور بڑی ہی مردانہ وار زندگی کی ابتدا کر رہا ہو گا۔"

پائلٹ نے فلائنگ کِک مارنے سے پہلے ایک ہیبت ناک نعرہ لگایا۔ پھر دوڑتے ہوئے اگر فضا میں چھلانگ لگائی۔ آمنہ کی آواز آئی: "فوراً قلابازی کھاؤ۔"

اس نے فضا میں قلابازی کھانے کی کوشش کی مگر دھپ سے زمین پر آ گرا۔ ایڑی سخت چوٹ آئی تھی۔ وہ حساب نہیں کر سکتا تھا کہ جسم کہاں کہاں سے دُکھ رہا ہے لیکن وہ ہائے نہیں کر سکتا تھا۔ آمنہ سریہ سوار تھی۔ منہ سے ہائے نکلتے ہی ایک ہاتھ جماتی اور کہتی — "مرد کے بچے ہو کر ہائے کہتے ہو۔ میں تمھارا منہ توڑ دوں گی۔"

یہ روز کا معمول تھا۔ پارس اور جوجو کو صبح چار بجے اُٹھایا جاتا تھا۔ ان سے ورزش کرائی جاتی تھی۔ دوڑ لگوائی جاتی تھی۔ جب آمنہ کا یہ کام ختم ہو جاتا تو صبح چھ بجے پارس اور جوجو شمال کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے تھے۔ پلتھی مارتے تھے اور دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لیتے تھے۔ آنکھیں بند کر کے سانس زیادہ سے زیادہ روکنے کی مشقیں کرتے تھے۔ شیبا باری باری ان دونوں کے دماغوں میں پہنچتی رہتی تھی اور سانس روکنے کے سلسلے میں انھیں سہارا دیتی رہتی تھی۔ وہ صرف آدھا گھنٹا پلتھی مار کر یوگا کی مشقیں کرتے ہوئے سانس روکتے تھے۔ اس کے بعد یوگا کے مختلف آسن اختیار کرتے تھے۔ اس دوران پارس سے کوئی بھول ہو جاتی تو جوجو کھلکھلا کر ہنسنے لگتی تھی اور تالی بجا بجا کر کہتی تھی: "میں جیت گئی، میں جیت گئی، تم ہار گئے۔"

پارس پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے شیبا سے کہتا تھا: "ممّی! اس کے اندر سے بچپنا تو نکالیے۔ ایسا نہ ہو، سانس روکتے روکتے بچپنا رہ جائے، سانس نکل جائے۔"

جوجو معصومیت سے بولتی تھی: "نہیں ممّی! سانس رہنے دیجیے، بچپنا نکال دیجیے۔ ان صاحب کو تو میرے بچپنے سے چڑ ہو گئی ہے۔"

شیبا سے سمجھاتی تھی: "بیٹی! جو ہمیشہ بچے اور معصوم بن کر رہتے ہیں، انھیں دنیا والے دھوکا دیتے ہیں۔ نقصان پہنچاتے ہیں۔ ہمیشہ

چالاک اور تیز وطرار بننے کی کوشش کرو۔ دنیا میں کسی شخص کو معصوم نہ سمجھو۔ ہر شخص اپنی معصومیت کے پیچھے مکاری چھپا کر رکھتا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "اس کا مطلب ہے پارس بھی مکار ہے؟"

"ہو سکتا ہے اس عمر میں مکاری ظاہر نہیں ہوتی۔ بڑا ہو گا تو ضرور اپنے باپ کی اصلیت دکھائے گا۔"

جوجو نے پوچھا۔ "آپ کیوں اس پر محبت برسا کرتی ہیں؟ کیوں اتنی اچھی ٹریننگ دے رہی ہیں؟ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ میں آپ کی بیٹی ہوں مجھے اتنی مضبوط بنا دیجیے کہ میں ایک گھونسے میں اس کی ناک توڑ دوں۔"

"جوجو بیگم! میں تیمور خاندان کی ناک ہوں۔ توڑنا آسان نہ ہو گا۔"

شیبا نے ڈانٹ کر کہا۔ "تم دونوں آپس میں جھگڑا کرتے رہو گے تو کیا خاک سیکھ سکو گے۔ اب خاموش رہو۔ جیسا کہہ رہی ہوں ویسا کرتے جاؤ۔"

وہ ایک گھنٹے تک انھیں یوگا کی مشقیں کراتی رہتی تھی۔ اس کے بعد وہ ناشتا کر کے کچھ دیر آرام کرتے تھے۔ پھر انھیں پڑھانے والا استاد پہنچ جاتا تھا۔ شیبا نے بہت چھان پھٹک کے بعد ایک ایسے عالم فاضل کا انتخاب کیا تھا جو اُردو، انگریزی، فرانسیسی، فارسی، عربی اور جرمنی زبانیں بڑی روانی سے بولتا تھا، لکھتا تھا، پڑھتا تھا، سمجھتا تھا اور سمجھا سکتا تھا۔ اسی طرح تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ، علم ریاضی اور سائنسی علوم کے ماہرین کی خدمات حاصل کی تھیں۔ ان تمام استادوں کو پانچ سال کے معاہدے کے مطابق اپنے قیصری قلعے کے اندر رکھا تھا۔ معاہدے کے مطابق یہ تمام استاد قلعے سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ نہ ہی کسی سے مل سکتے تھے۔ شیبا نے ہر استاد کو پچاس ہزار ڈالر پیشگی کے طور پر ادا کیے تھے۔ تعلیم مکمل ہونے کے بعد مزید پچاس ہزار ڈالر ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ وعدہ کیا تھا کہ یہ تمام استاد دنیا کے جس حصے میں جا کر رہنا چاہیں گے وہاں ان کے لیے مکان تعمیر کروائے گی۔ ان کے لیے روزگار مہیا کرے گی۔ جب اتنی بڑی بڑی سہولتیں حاصل ہوں تو بھلا کون پابند ہونا نہ چاہے گا۔ یہ تمام استاد اس قلعے میں رہ کر پارس اور جوجو کو تعلیم دے رہے تھے۔

وہ دن کے بارہ بجے تک تعلیم حاصل کرتے تھے اور جو کچھ حاصل کرتے تھے، وہ ان کے دماغوں میں اس طرح نقش ہو جاتا تھا کہ استاد بھی حیران رہ جاتے تھے۔ وہ کبھی بھولتے نہیں پاتے تھے کہ یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔ استاد انھیں جو کچھ سکھاتے تھے، شیبا چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے سیکھتی رہتی تھی۔ جوجو اور پارس گہری نیند میں ہوتے تو وہ ان کے دماغوں میں پہنچ کر وہی سبق نقش کر دیتی تھی۔ اس کے بعد بھولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

شیبا کا یہ عمل صرف لکھنے پڑھنے تک محدود نہیں تھا۔ آہستہ جو کچھ لکھاتی تھی، اس وقت بھی وہ دونوں کے دماغوں میں باری باری رہتی تھی اور وہ سب ان کے دماغوں میں نقش کرنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔

سونیا ہفتے میں دو دن کے لیے قیصری قلعے میں آتی تھی۔ وہ دو دن جوجو اور پارس پر بڑے بھاری ہوتے تھے کیونکہ وہ چسکرا دینے والے سوالات کرتی تھی۔ ایسے کھیل کھیلتی تھی جس میں صرف ذہانت اور مکاری کی ضرورت ہوتی تھی۔ وہ انھیں سمجھاتی تھی۔ یوں تو ہر تصویر کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ آگے اور پیچھے لیکن چار پہلو بھی ہوتے ہیں۔ آگے، پیچھے، دائیں، بائیں۔ جو زیادہ ذہانت سے کام لیتے ہیں، وہ چھ پہلوؤں پر نظر رکھتے ہیں۔ آگے، پیچھے، دائیں، بائیں، اوپر اور نیچے۔ چونکہ پارس اور جوجو ابھی بچے تھے، اس لیے انھیں بڑی تفصیل سے گویا کہ ہتھے کر کے سمجھاتی تھی۔ دیکھو پیچھے کا مطلب ہے "ماضی جو زندگی گزر گئی اور جو کچھ کیا، اس کی آئندہ تلافی کی جائے۔ آگے کا مطلب ہے مستقبل، مستقبل کے لیے آج اچھے کام کرنے ہیں، دائیں کا مطلب ہے راستی یعنی سیدھا راستہ یعنی ہر کام سیدھا کرنا چاہیے۔ کوئی ٹیڑھا کام نہ ہو۔ بائیں کا مطلب ہے گمراہی۔ نیچے کا مطلب ہے پاؤں تلے زمین یعنی دنیا۔ اوپر کا مطلب ہے آسمان یعنی عاقبت یعنی مرنے کے بعد کی دنیا۔ چونکہ تم چھ پہلوؤں سے واقف رہو گے اس لیے دشمنوں کے چھ طرفہ حملوں سے ہوشیار رہو گے اور ہمیشہ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرتے وقت چھ طرفہ پہلوؤں کو اپنی نظروں میں رکھو گے۔ ان چھ کے علاوہ اور بہت کچھ سمجھنے کے لیے رہ جاتا ہے، خود عمر گزرنے دو، میں تمھیں سمجھاؤں گی۔"

سونیا اسی انداز میں سمجھاتی رہتی تھی۔ وہ بعض اوقات ان کے لگاموں کے سامنے چھوٹی چھوٹی اتنی گیندیں اچھالتی تھی کہ آنکھیں نہیں ٹھہرتی تھیں۔ وہ ہر رنگ کی گیندیں ہوا کرتی تھیں اور وہ کہتی تھی۔ اس میں سے سرخ رنگ کی گیند کو پکڑو۔

پھر وہ کیسٹ ریکارڈر کو آن کرتی تھی۔ ریکارڈر سے آواز ابھرتی تھی اور کوئی شخص یا کوئی عورت تیزی سے بولتی جاتی تھی۔ سونیا پہلے کہہ دیتی تھی۔ "دیکھو پانچ منٹ تک ریکارڈ آن رہے گا۔ اس میں سے کتنی باتیں تم سن سکتے ہو اور ذہن میں محفوظ رکھ سکتے ہو، مجھے فوراً سناؤ۔"

پھر پارس اور جوجو کے سامنے ایک بڑا سا گلوب رکھا جاتا تھا جس میں کئی خانے ہوتے تھے اور ان خانوں سے مختلف بُو ابھرتی تھی۔ کسی میں خوشبو ہوتی تھی، کسی میں بدبو۔ کسی خانے سے انڈے کی بساند آتی تھی۔ کسی خانے سے گوشت کی بُو ابھرتی تھی۔ اگر ایک خانے سے چنبیلی کی خوشبو آتی تو دوسرے خانے سے گلاب کی۔ وہ گلوب تیزی سے گھومتا رہتا تھا اور وہ کہتی تھی۔ "جلدی جلدی بتاؤ کیسی کیسی خوشبوئیں محسوس کر رہے ہو۔ اب کون سی خوشبو ہے۔ اب کون سی بدبو ہے، اب کس چیز کی بساند ہے؟"

ان دونوں کو پلک جھپکنے سے پہلے ہی جواب دینا پڑتا تھا۔ جواب دینے میں ذرا سی تاخیر ہوتی تو گلوب گھوم جاتا تھا۔ خانے بدل جاتے تھے اور بُو بھی بدل جاتی تھی۔

وہ سونیا کو تماکتے تھے۔ بہت پیار کرتے تھے۔ وہ بھی ان سے پیار کرتی تھی لیکن اس کی ٹریننگ سے بے چارے پریشان ہو جاتے تھے۔ بار بار غلطیاں ہوتی تھیں لیکن وہ محبت سے سمجھاتی تھی۔ دس بار غلطیاں کرنے کے باوجود اسے غصہ نہیں آتا تھا۔ وہ مسکراتی رہتی تھی، اس طرح دونوں کا حوصلہ بڑھتا رہتا تھا۔

وہ ان کی قوتِ سماعت کو بڑھانے کے لیے کہتی تھی۔ "اوندھے منہ لیٹ جاؤ۔ زمین سے کان لگا دو اور سنو۔ کیسی آواز آ رہی ہے؟"

دور کہیں سے آہستہ دوڑتی ہوئی آتی تھی۔ پارس کہتا تھا۔ "دھپ دھپ کی آواز آ رہی ہے۔" جوجو کہتی تھی۔ "ہاں، مجھے بھی کچھ ایسی ہی آواز سنائی دی ہے۔"

سونیا انھیں سمجھاتی تھی۔ "جب دھپ دھپ کی آواز آئے تو اندازہ کرو، وہ کتنی دور ہے۔"

پھر وہ اندازہ کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ بتانے لگے کہ یہ آواز کتنے فاصلے پر ہے اور ان کا جواب تقریباً درست ہوتا تھا۔ پھر سونیا نے سمجھایا۔ "جب دھپ دھپ کی آواز آئے تو سمجھو کوئی ہری بھری گھاس پر دوڑتا آ رہا ہے۔ اگر اس دھپ کی آواز میں ذرا سی کرختگی ہو تو سمجھو گھاس نہیں ہے، سوکھی زمین پر دوڑتا آ رہا ہے۔ اگر اس میں تھوڑی سی چُرمُر کی آواز ہو تو سمجھو، سوکھے پتوں پر آ رہا ہے۔ اگر اس چُرمُر کی آواز میں ذرا سی نرمی ہو تو سمجھو، پتے سوکھے نہیں ہیں بلکہ تازہ ہیں یا پھر سوکھے پتے سرسبز و شاداب گھاس میں گڈمڈ ہو گئے ہیں۔"

پھر وہ انھیں چکھنے کی حس بتاتی تھی۔ میٹھا، نمکین، کھارا، کھٹا۔ ان تم کے ذائقوں کو بھی سمجھ لیتے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ تیز تر اور کم تر ذائقے ہوتے ہیں جنھیں حساس لوگ ہی سمجھ پاتے ہیں۔ اگر کسی میں چکھنے کی حس بہت زیادہ ہو تو اسے کوئی زہریلا بے ہوشی کی دوا نہیں پلا سکتا اور نہ ہی کھلا سکتا ہے۔ سونیا ٹریننگ کے دوران دونوں کو ایسی ایسی چیزیں چکھنے پر مجبور کرتی تھی کہ وہ پریشان ہو جاتے تھے لیکن چکھتے تھے اور سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔

وہ صبح بیدار ہونے سے لے کر رات سونے تک تربیت حاصل کرتے رہتے تھے۔ تعلیم اور ہنر سکھانے کے لیے مختلف استاد تھے۔ جنگجو بننے کی تربیت آمنہ دیتی تھی۔ سونیا ان کی ذہانت کو تیز تر کرنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔ ان سب کے مقابلے میں شیبا زیادہ محنت کرتی تھی۔ وہ صبح سے لے کر رات سونے تک ان کے ساتھ لگی رہتی تھی۔ کبھی دوسری مصروفیات میں الجھنا پڑتا تو یہ الگ سی بات ہوتی ورنہ وہ جوجو اور پارس کو چھوڑتی نہیں تھی جو سبق اور جو تربیت وہ حاصل کرتے وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغوں میں نقش کرتی جاتی تھی، جس چیز کا سیکھنا زیادہ دشوار ہوتا اسے وہ رات کے لیے چھوڑ دیتی تھی۔ جب وہ نیند میں ہوتے تو ان کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بناتی تھی۔ پھر کسی دشوار بحث کو یا ہنر کو ہمیشہ کے لیے ان کے ذہنوں میں نقش کر دیتی تھی۔

قلعے کے اندر ایک عمل ناگ کوٹھی تھی۔ اس کے علاوہ دور تک چھوٹے چھوٹے بنگلے تھے۔ ایک وسیع میدان بھی تھا۔ شیبا اپنی کوٹھی میں رہتی تھی۔ بہت کم باہر نکلتی تھی۔ قلعے کی حفاظت کے لیے ایسے پچیس جوانوں کا انتخاب کیا تھا جو ہمیشہ جاں نثار رہ کر سکتے تھے۔ شیبا نے ان کے خیالات پڑھ کر اطمینان کیا تھا۔ ان پچیس جوانوں کا انچارج ایک باڈی بلڈر تھا۔ بڑے ہی خوبصورت کسرتی جسم کا مالک تھا۔ اچھا قد آور تھا۔ شہ زور تھا۔ رائفل شوٹنگ میں کمال حاصل تھا۔ شیبا ابتدا میں اس سے چھپ کر رہتی تھی اور اس کے خیالات پڑھتی تھی۔ پھر مطمئن ہو گئی کہ یہ بھی وفادار رہے گا۔

وقت اور حالات کے ساتھ انسان بدل جاتا ہے، انسان اس لیے بدلتا ہے کہ خیالات بدلتے ہیں۔ خیالات اس لیے بدلتے ہیں کہ نظریہ بدلتا ہے، ارادے بدلتے ہیں۔ نیت بدلتی ہے۔ اس باڈی بلڈر عصمت ہاڈی نے جب ایک آدھ بار شیبا کی جھلک دیکھی تو نیت بدلنے لگی۔

پہلے وہ قلعے میں ایک سپاہی کی حیثیت سے آیا تھا۔ اسے اچھا خاصا معاوضہ مل رہا تھا۔ اس لیے وہ اپنے کام سے کام رکھتا تھا۔ اس نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ قلعے کی مالکہ کون ہے، کہاں سے آئی ہے اور اس کے پاس اتنی دولت کہاں سے آ گئی ہے؟ اور یہ ایک ملکہ کی طرح اس قلعے کی چار دیواری میں کیوں زندگی گزار رہی ہے، باہر کیوں نہیں جاتی اور جب جاتی بھی ہے تو بڑے پُراسرار طریقے سے گزرتی ہے۔ اس کے جانے اور آنے کا علم نہیں ہوتا۔ بعد میں پتا چلتا ہے، وہ گئی تھی۔

جب سے اس نے شیبا کو دیکھا تھا، اس کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ اب جستجو پیدا ہو رہا تھا کہ کس طرح مالکہ پر جال پھینکنا چاہیے۔ محبت سے یا طاقت سے کسی طرح یہ اپنی ہو جائے گی تو وہ اس قلعے کا مالک بن جائے گا۔

وہ آہستہ آہستہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسے حیرانی تھی۔ "یہ دو بچے کہاں سے آئے ہیں۔ انھیں ایسی ٹریننگ کیوں دی جا رہی ہے، جو عام طور پر بچوں کو نہیں دی جاتی۔"

جس کوٹھی میں شیبا' آمنہ' پارس اور جوجو کی رہائش تھی، وہاں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ رات آٹھ بجے کے بعد خادم اور کنیزیں بھی باہر نکل آتی تھیں اور اپنے کوارٹرز میں چلی جاتی تھیں۔ حجمت ہادی کی دانست میں یہ سراسر حماقت تھی۔ رات کو حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہاں کوئی بھی مسٹنڈا جوان آس پاس نہیں ہوتا' ایسے میں کوئی بھی اس محل نما کوٹھی کے اندر گھس سکتا تھا لہٰذا وہ ایک رات اندر گھس آیا۔

اُس نے سوچا۔ اندر صرف آمنہ ہے۔ وہ خواہ کتنی ہی جنگجو مزاج لیکن عورت ہے۔ دو چار ہاتھ کھانے کی تو فرار کا راستہ ڈھونڈے گی۔ اس کا خیال تھا کہ رات کو کوٹھی کے دروازے اندر سے بند رہتے ہیں لیکن اس کی حیرانی کی انتہا نہ رہی جب اس نے دروازے کو کھولنا چاہا تو وہ کھل گیا۔

شیبا دن بھر کی خیال خوانی سے تھک گئی تھی۔ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو رہی تھی۔ اس کی ہدایت ہوتی تھی کہ پوری کوٹھی کے اندر کوئی غیر معمولی بات ہو یا آمنہ' جوجو اور پارس کے علاوہ کوئی قدم رکھے تو اس کی آنکھ کھل جائے' اسی کے مطابق اُس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے حیرانی سے سوچا۔ آخر کیا بات ہو سکتی ہے؟ سلیقے سے ڈسائی ڈی اسکرین تھا۔ اس نے سرہانے بنے ہوئے سوئچ بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن کو دبا دیا۔ اسکرین آن ہو گیا۔ وہاں کوٹھی کے مختلف حصے نظر آنے لگے۔ ایک جگہ حجمت ہادی بھی نظر آ گیا۔ اس نے حیرانی سے زیر لب کہا۔ "اوہ گاڈ! میں اپنے محافظوں کے خیالات پڑھنا بھول جاتی ہوں۔ مجھے وقت بھی نہیں ملتا اور اسے دیکھو کیسے دندناتا چلا آ رہا ہے جیسے اس کے باپ کا گھر ہے۔"

اس نے آمنہ سے رابطہ قائم کیا۔ وہ بولی "کیا بات ہے؟"

"حجمت ہادی ہماری کوٹھی میں گھس آیا ہے۔"

وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ کمرے سے نکلنے لگی۔ شیبا نے کہا۔ "ذرا آرام سے آؤ۔ میں ذرا پڑھوں وہ کیسی نیت سے آ رہا ہے؟"

"چوری کی نیت سے آیا ہو گا اور کس لیے آ سکتا ہے؟"

شیبا تھوڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھتی رہی۔ پھر آمنہ سے بولی۔ "وہ کمبخت میرا دیوانہ ہے۔ میری خواب گاہ تلاش کرتا پھر رہا ہے' تم اس کے سامنے نہ جاؤ۔"

شیبا نے پارس کے دماغ میں جا کر دیکھا۔ اُسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ رات کے دس بجتے ہی بستر پر پہنچ جانا چاہیے۔ خود ہی اپنے دماغ کو ہدایت دینی چاہیے کہ صبح چار بجے آنکھ کھل جایا کرے۔ اب گیارہ بج رہے تھے اور وہ ابھی تک جاگ رہا تھا۔ پلنگ کے ایک سرے پر کھڑا ہوا جوجو سے کہہ رہا تھا۔ "اگر تم مجھے پکڑ لو گی تو میں تمہیں انعام دوں گا۔"

"کیا انعام دو گے؟"

"جو مانگو گی' وہ ملے گا۔"

شیبا نے پوچھا۔ "پارس یہ کیا ہو رہا ہے۔ گھڑی دیکھو' گیارہ بج چکے ہیں' کیا اسی طرح میری ہدایت پر عمل کرتے ہو؟"

"اوہ ممی! کبھی تو کھیلنے کا موقع دیا کریں۔"

"اگر موقع دوں تو کھیلنے کے بعد فوراً سو جاؤ گے؟"

"جی ہاں' ہم دونوں سو جائیں گے۔"

اس نے جوجو سے پوچھا۔ "تمہارا بیڈ روم الگ ہے۔ تم پارس کے پاس کیوں آئی ہو؟"

"اسی نے مجھے بلایا تھا۔ کہہ رہا تھا' ایک اچھی کہانی سنائے گا۔"

"ممی' یہ جھوٹ بولتی ہے۔"

آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ میں ایک دلچسپ کھیل بتا رہی ہوں مگر کھیل کر سو جانا۔"

دونوں نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا کھیل ہے؟"

"ایک شیطان تمہاری ماں کی خواب گاہ میں آنا چاہتا ہے۔ میں اجازت دیتی ہوں تم اس کے ساتھ کھیلو۔"

پارس اچھل کر جوجو کے پاس آیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر دوڑتے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔ کوٹھی بہت بڑی تھی۔ کتنے ہی کمرے کوریڈورز' ڈرائنگ روم' ڈائننگ روم' ٹی وی لاؤنج پتا نہیں کیا کچھ تھا۔ آمنہ' شیبا کے بیڈ روم میں آ گئی تھی۔ وہ اسکرین پر دیکھتے ہوئے پارس کو بتا رہی تھی۔ اسے کس راستے سے گزر کر شیطان سے ملاقات کرنا ہے۔

پھر ملاقات ہو گئی۔ حجمت ہادی اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر بچوں کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ جھینپ کر مسکرانے لگا۔ پارس نے پوچھا۔ "تم اندر کیسے آ گئے؟"

وہ ذرا آگے بڑھ کر بولا۔ "پارس بابا! میں تمہاری ممی سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں ملاقات کرنا چاہتے ہو؟"

"تم بچے ہو' تمہارے سمجھنے کی بات نہیں ہے۔ اچھا ایک بات بتاؤ۔ کیا تمہاری ممی کی شادی ہو گئی ہے؟"

"کیا تم نے یہ سوال اپنی ماں سے کیا تھا؟"

وہ جھینپ گیا۔ ذرا پیچھے ہٹ کر غصے سے دیکھنے لگا۔ پھر خیال آیا' وہ تختے کے ٹھنے مالک کے سامنے ہے۔ اتنے میں شیبا آمنہ کے ساتھ آ گئی۔ وہ ان دونوں کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اس کا خیال تھا' شیبا سے تنہا ملاقات ہو گی تو حال دل بیان کرے گا۔ اس نے پوچھا۔ "تم کس کی اجازت سے آئے ہو؟"

"میں نے آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"وہ بات سب کے سامنے کہو۔"

وہ سوچتے ہوئے ایک ایک کا منہ تکنے لگا۔ شیبا نے کہا۔ "تم تو باڈی بلڈر رہو۔ شہ زور بھی ہو۔ پھر بات کرنے سے ڈرتے کیوں ہو؟"

"جب آپ حوصلہ دے رہی ہیں تو کہتا ہوں کیونکہ یہ بات کل سب کی زبان پر آ سکتی ہے۔"

"تمہید نہ باندھو۔ صاف صاف کہو۔"

"میں آپ کو چاہتا ہوں۔"

وہ بھر رہا تھا' یہ بات سُن کر شیبا کی پیشانی پر بل پڑ جائیں گے۔ آمنہ غصے سے پھر جائے گی اور بچے بھی بُرا سنائیں گے لیکن سب مسکرانے لگے۔ شیبا نے پوچھا۔ "کیا مجھ سے شادی کرو گے؟"

وہ جلدی سے بولا۔ "جی' جی ہاں میں ساری عمر آپ کا محافظ بن کر رہ سکتا ہوں۔ صورت شکل کا بھی بُرا نہیں ہوں۔"

"میری ایک شرط ہے۔ وہ پوری کر دو۔ تم سے شادی کر لوں گی۔"

اس نے جلدی سے پوچھا۔ "کیا شرط ہے۔ میں اپنی جان دے کر بھی پوری کر دوں گا۔"

شیبا آمنہ کے ساتھ چلتی ہوئی ایک بڑے سے صوفے پر آرام سے بیٹھ گئی۔ پھر ایک ہاتھ سے پارس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا بیٹا ہے جب تک اس کی ماں رہوں گی' تمہاری' بیوی نہیں بن سکوں گی۔ اگر بنانا چاہتے ہو تو اس بچے کی گردن مروڑ دو۔"

وہ شدید حیرانی سے بولا۔ "یہ آپ کیا فرما رہی ہیں؟"

"وہی جو تم سُن رہے ہو۔ میری یہ شرط پوری کر دو پھر میں تمہیں قبول کر لوں گی۔"

وہ بے یقینی سے کبھی شیبا کو اور کبھی پارس کو دیکھتا رہا۔ پھر اچانک زور سے ہنستے ہوئے بولا۔ "سمجھ گیا۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا یہ آپ کا بیٹا نہیں ہے۔ بھلا کوئی ماں اپنے بیٹے کے لیے ایسا کہہ سکتی ہے۔ آپ اسے راستے سے ہٹانا چاہتی ہیں تو یہ بہت ہی چھوٹا سا کام ہے۔ میں تو ابھی ہاتھ سے گردن مروڑ کر ایک طرف پھینک دوں گا لیکن یہ یقین کرنا چاہتا ہوں کہ آپ واقعی سنجیدہ ہیں اور اس کے بعد ہماری شادی ہو سکے گی۔"

آمنہ نے کہا۔ "میں اس بات کی گواہ ہوں اور یقین دلاتی ہوں۔ تم اس بچے کے سامنے سے گزر کر آ جاؤ۔ پھر تمہارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔"

"مادام آمنہ! اس کا مطلب ہے تم بچے کی حفاظت کے لیے میرا مقابلہ کرو گی اور مجھے اپنی مالکہ شیبا تک پہنچنے نہیں دو گی۔"

"میں تمہارے سامنے صوفے پر بیٹھی ہوں۔ اسی طرح بیٹھی رہوں گی۔"

وہ اُلجھن میں پڑ گیا تھا۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک بچے کو مارنے کے بعد اتنی دولت مند صورت حاصل ہو جائے گی۔ اس نے پارس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "دیکھو پارس بابا! میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے میں تم پر ہاتھ اُٹھانا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ تم اپنے کمرے میں چلے جاؤ۔"

"جب ممی نے کہہ دیا ہے کہ تمہیں میرے سامنے سے گزرنا ہو گا تو میں کمرے میں کیسے جا سکتا ہوں؟"

جوجو اس کے پیچھے پہنچ گئی تھی۔ اس نے دو انگلیوں سے اس کی پیٹھ پر دستک دی۔ ہادی نے یکبارگی پلٹ کر دیکھا تو اس نازک اندام لڑکی کا ایک گھونسا منہ پر پڑا۔ وہ بھی پارس کے ساتھ ٹریننگ حاصل کرتی تھی تاہم کسی شہ زور کے مقابلے پر آنے کے قابل نہیں تھی لیکن حجمت ہادی کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک نازک اندام کا گھونسا اتنا زبردست ہو گا۔ اس کے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچا تھا۔ یہ بات اس کا باپ بھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ گھونسا جوجو کا تھا اور جھٹکا ٹیلی پیتھی کا۔

پارس بھی حملہ کرنا چاہتا تھا۔ شیبا نے کہا۔ "رک جاؤ۔ جوجو نے پہلا حملہ کیا ہے' اس لیے اب یہی باڈی بلڈر سے مقابلہ کرے گی۔ پارس تم مداخلت نہ کرنا۔"

آمنہ نے ہادی کو طیش دلاتے ہوئے کہا۔ "ایک لڑکی تمہاری پٹائی کر رہی ہے۔"

اس دوران شیبا نے جوجو کے دماغ میں پہنچ کر اُسے سمجھا دیا تھا۔ "خیال خوانی کرتی رہو۔ اپنے مقابل کے دماغ کو پڑھتی رہو۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انداز سے حملہ کر رہا ہے۔"

اِدھر ہادی نے آمنہ کی بات سنتے ہی طیش میں آ کر جوجو کو پکڑنا چاہا جیسے ہی وہ اس کی طرف لپکا' جوجو ایک طرف ہو گئی۔ وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ پلٹتا' پیچھے کمر پر ایک لات پڑی۔ وہ آگے والی دیوار سے جا کر ٹکرایا پھر آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ دماغ جھنجھنا اُٹھا تھا۔ شیبا نے کہا۔ "آج تمہیں معلوم ہو گا کہ میں اپنی کوٹھی کے اندر کوئی پہرے دار کیوں نہیں رکھتی۔ مجھے اپنی حفاظت کی ضرورت کیوں نہیں ہے۔ یہ بچے میرے سپاہی ہیں لیکن افسوس یہ باتیں تم دنیا والوں کو بتانے کے قابل نہیں رہو گے۔"

ہادی نے یکبارگی پلٹ کر غراتے ہوئے جوجو کی طرف دیکھا' اب وہ سمجھ گیا تھا' وہ محض نازک اندام لڑکی نہیں ہے۔ یہ اندر سے فولاد ہے۔ تبھی اس کا ہاتھ پڑتے ہی دماغ کو جھٹکا پہنچتا ہے۔ ابھی یہ سوچنے کا موقع نہیں تھا کہ ہاتھ جسم پر پڑتا ہے اور چوٹ دماغ تک کیوں پہنچتی ہے؟

اس نے یکبارگی پینترا بدل کر جوجو کے منہ پر گھونسا مارنا چاہا۔ اس نے اپنا سر ایک طرف جھکا لیا۔ وار خالی گیا۔ اس نے دوسرا گھونسا اس کے پیٹ پر مارنا چاہا۔ وہ اچھل کر پیچھے ہو گئی۔ اس نے جھنجلا کر لات مارنا چاہی۔ لات ایک طرف گئی۔ جوجو دوسری طرف گئی۔ نہ ہاتھ کام آ رہا تھا' نہ لات کام آ رہی تھی۔ آخر اس نے سر سے پاؤں

تک خود کو استعمال کیا۔ یکبارگی اس پر جھلاہٹ لگ گئی۔ متجسّر ظاہر تھا جو جو اس کے دماغ کو پڑھ رہی تھی کہ وہ کیا کرنے آرہا ہے۔ وہ ایک طرف ہو گئی۔ ہادی منہ کے بل گر پڑا تھا۔

اس بار اس نے اُٹھنے میں جلدی نہیں کی۔ اوندھے منہ پڑا شرم سے سوچنے لگا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں اچھے اچھے فائٹروں کو شکست دیتا ہوں۔ کوئی پہلوان میرے داؤ میں آنے کے بعد بچ نہیں سکتا اور یہ چھپکلی جیسی لڑکی مجھے نیچا دکھا رہی ہے۔ میں کیا کروں۔ کس طرح اسے پکڑوں؟ بدبخت ہاتھ نہیں آرہی۔ یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ میں اب تک اسے ایک ہاتھ بھی نہ مار سکا۔"

شیبا نے پوچھا: "کیا زمین پر پڑے رہو گے؟"

وہ فرش پر گھونسا مارتے ہوئے بولا: "میں تمھیں حاصل کر کے رہوں گا۔ تمھارا یہ حسن، تمھاری یہ جوانی صرف میرے لیے ہے۔"

وہ اُٹھنا چاہتا تھا۔ جوجو نے اس کے منہ پر ایک زوردار ٹھوکر ماری۔ وہ دوسری طرف اُلٹ گیا۔ وہ کہہ رہی تھی: "میری حمی کو ایسا ایسا بولے گا تو ایک لات ماروں گی ہاں۔"

پارس نے ہنستے ہوئے پوچھا: "کیا ابھی نہیں مار رہی ہو۔ لوگ پہلے دھمکی دیتے ہیں پھر مارتے ہیں۔ یہ اُلٹی کھوپڑی پہلے مارتی ہے۔ پھر دھمکی دیتی ہے۔"

ہادی نے سمجھا دونوں بچے ایک دوسرے کو چھیڑنے میں مصروف ہیں۔ اس بار حملہ کامیاب ہوگا۔ بے شک وہ بچے ہی تھے۔ انھیں آپس کی چھیڑ چھاڑ اچھی لگتی تھی اور اس چھیڑ چھاڑ کے باعث دشمن سے غافل بھی ہو گئے تھے لیکن شیبا تو ہوشیار تھی۔ جیسے ہی اس نے جوجو پر حملہ کرنا چاہا، اس نے جوجو کو ایک طرف ہٹا دیا۔ وہ شیشے کی سینٹر ٹیبل پر جا کر گرا۔ شیشہ چکنا چور ہوا۔ اس کی کرہیں سنائی دیں۔ جب اس نے اپنا سر اُٹھایا تو لہولہان ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر جا بہ جا شیشے کی کرچیاں چبھی ہوئی تھیں۔ اس کا منہ کھل گیا تھا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ دیدے ایسے پھٹے ہوئے تھے جیسے کچھ نظر نہ آرہا ہو۔

پھر وہ ڈگمگاتا ہوا اُٹھ گیا۔ پیچھے ہٹتا ہوا دونوں ہاتھ اُٹھاتا ہوا بولا: "میں نہیں جاؤں گا۔"

"کیا اتنی جلدی دنیا سے جاؤ گے؟"

"یہ، یہ لڑکی نہیں، چڑیل ہے۔ میں انسان سے مقابلہ کر سکتا ہوں، کسی چڑیل سے نہیں۔"

شیبا نے پوچھا: "پھر تم لوگ اتنی طاقت کیوں حاصل کرتے ہو؟ کیا عورت کو مارنے اور اسے کچلنے کے لیے؟ تم کیا سمجھ کر میرے پاس آئے تھے؟"

آمنہ نے کہا: "یہ سوچ کر کہ یہاں صرف دو عورتیں رہتی ہیں۔"

پارس نے کہا: "اور دو بچے رہتے ہیں۔"

شیبا نے کہا: "اور تمھیں یقین ہو گیا تھا کہ ہم دوسری عورتوں کی طرح کمزور ہیں، تم ہمیں لوٹتے کھسوٹتے رہو گے اور ہمارے بچے روتے رہیں گے۔"

وہ پلٹ کر جانا چاہتا تھا مگر جوجو نے اس کی ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ شیبا نے کہا: "جب ایک کمزور نظر آنے والی عورت ہاتھ نہیں آتی۔ جوجو کی طرح جو تے مارتی ہے تو تمھاری زبان میں چڑیل کہلاتی ہے۔ آمنہ اسے لے جاؤ، ہمارے قبضے کا ایک چور دروازہ اسے دکھا دو۔ کسی کو پتا نہ چلے کہ ہادی اس کوٹھی میں داخل ہوا تھا اور چور دروازے سے باہر چلا گیا۔"

آمنہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولی: "چلو ہادی! میں تمھیں یہاں سے ہمیشہ کے لیے نکال دوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریوالور نکالا۔ ہادی ایک دم سے گڑبڑا کر پیچھے ہٹا اور دیوار سے جا کر لگ گیا۔ وہ بولی: "تم لوگ ناکام ہونے کے بعد کتنے بزدل ہو جاتے ہو۔ میں تمھیں گولی نہیں ماروں گی۔"

وہ سہما ہوا بے یقینی سے ریوالور کو دیکھ رہا تھا۔ آمنہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اسے ریوالور دیتے ہوئے کہا: "یہ تمھارے لیے ہے۔"

ہادی کا سر چکرا رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے شیبا نے کہا تھا، بچے کی گردن مروڑی جائے۔ یہ بالکل ہی ناقابلِ یقین بات تھی۔ اس کے باوجود اس نے بچے سے مقابلہ کرنا چاہا تو ایک لڑکی نے اُسے عشق کرنے کے قابل تو کیا منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں چھوڑا تھا۔ اب اتنا کچھ ہونے کے بعد آمنہ اسے ریوالور پیش کر رہی تھی۔

اس نے ایک دم سے ریوالور کو جھپٹ لیا۔ جلدی سے اس کے چیمبر کو دیکھا، پوری چھ گولیاں تھیں۔ اس نے گولیاں نکال کر یقین کیا، وہ کھوٹا نہیں تھیں۔ پیچ مچ کی گولیاں تھیں۔ اس نے پھر گولیوں کو چیمبر میں بھر دیا۔ جلدی سے پینترا بدلتے ہوئے دور گیا۔ اس کے بعد جوجو کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا: "آنو کی بچی! میں سب سے پہلے تجھے ختم کروں گا۔"

بات ختم ہوتے ہی ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ فضا میں اُچھلتا ہوا جوجو کے پاس آیا۔ جوجو نے اسے کیچ کیا۔ پھر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی: "مجھے گالی دے رہے تھے۔ تم بہت گندے بچے ہو۔"

پارس نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "اس بچی کو یہ ہاتھی بھی بچہ نظر آرہا ہے۔ پلیز جوجو! ریوالور ہاتھ میں لے کر کچھ تو سمجھ دار بن جایا کرو۔"

آمنہ نے کہا: "گولی نہ چلانا۔ ریوالور اسے واپس کر دو۔"

جوجو نے بُرا سا منہ بنا کر ریوالور اس کی طرف بڑھا دیا۔ ہادی کی کھوپڑی چکرا رہی تھی۔ اس نے جھنجلا کر پوچھا: "میرے ہاتھ سے ریوالور کیسے نکل گیا تھا؟"

آمنہ نے کہا: "چپ چاپ اسے لو اور میرے ساتھ چلو۔"

ہادی نے اسے لے لیا۔ اس بار کسی پر گولی چلانے کا دعویٰ نہیں کیا۔ آمنہ کے ساتھ چلتا ہوا ایک طرف جانے لگا۔ اس کے پیچھے شیبا اور دونوں بچے تھے۔ وہ کوٹھی کے مختلف حصّوں سے گزرتے ہوئے شیبا کی خواب گاہ میں پہنچے۔ شیبا نے ایک جگہ دیوار پر لگے ہوئے بٹنوں میں سے ایک بٹن کو دبا دیا۔ اس کا شاہی طرز کا پلنگ اپنی جگہ سے حرکت کرنے لگا۔ وہ ایک طرف ہٹ رہا تھا اور پلنگ کے سائے میں چھپے ہوئے فرش میں خلا دکھائی دے رہا تھا۔

آمنہ نے کہا: "یہ چور راستہ ہے۔ اس تہ خانے میں اتر کر تم ایک سرنگ سے گزرتے ہوئے اس قلعے کے باہر پہنچ جاؤ گے۔"

پھر اس کی ذہنی رو بہک گئی۔ اس نے یکبارگی اچھل کر دور جاتے ہوئے ان سب کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا: "میں نہیں جاؤں گا۔ میں اس راستے سے نہیں جاؤں گا۔ تم لوگ مجھے تہ خانے میں بند کر دو گے۔ میں وہاں بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔ میں وہاں نہیں جاؤں گا۔"

شیبا کے دماغ پر قابض ہو گئی۔ وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ سر جھکا کر آگے بڑھا اور خلا کے زینے پر قدم رکھتے ہوئے نیچے جانے لگا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو شیبا نے دوسرے بٹن کو دبایا۔ پلنگ سرکتا ہوا پھر اپنی جگہ آگیا۔ اس نے کہا: "آمنہ! میں ہادی کے ساتھ رہوں گی۔ تم ان بچوں کو سونے کے لیے کہو۔"

وہ ایک صوفے پر آرام سے جا کر بیٹھ گئی۔ آمنہ، پارس اور جوجو کے ساتھ ان کی خواب گاہ میں آئی۔ پھر کہا: "تم نے ممی سے وعدہ کیا تھا، ایک اچھا کھیل کھیلنے کے بعد سو جاؤ گے لہٰذا اب سو جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ پارس اور جوجو دو دروازوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے۔ ایک دروازے کے پیچھے جوجو کی خواب گاہ تھی۔ دوسرے کے پیچھے پارس کی۔ انھوں نے رخصت ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو بڑے پیار سے دیکھا۔ پارس نے کہا: "شب بخیر۔"

جوجو نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ پھر جھک کر ہتھیلی کی پشت کو آنکھوں سے لگایا۔ وہ خوش ہو کر پلٹ گئی۔ دروازہ کھول کر اندر آگئی۔ پھر بستر پر گرتے ہی ہتھیلی کی پشت کو دیکھا۔ اُسے اپنے گال سے لگایا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ پھر دماغ کو ہدایت دینے لگی۔

ہادی تہ خانے میں پہنچ کر چاروں طرف گھوم گھوم کر حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ وہاں [illegible] کے بورے رکھے ہوئے تھے۔ ٹین کے ڈبوں میں پیک کیے ہوئے اعلیٰ قسم کے کھانے بھی رکھے تھے۔ یعنی اگر شیبا قلعے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھ ماہ تک بند رہتی تو کھانے پینے کی فکر نہ ہوتی۔

وہ آگے بڑھتا ہوا تہ خانے کے دوسرے ہال میں پہنچا، آنکھیں حیرانی سے کھلی رہ گئیں۔ وہاں جدید قسم کا اسلحہ رکھا ہوا تھا۔ کارتوس کی بھری ہوئی پیٹیاں فرش سے لے کر چھت تک نظر آرہی تھیں۔ اگر دشمن قلعے پر حملہ کرے تو شیبا اپنے آدمیوں کے ساتھ کم از کم ایک ہفتے تک بیرونی امداد کے بغیر جنگ جاری رکھ سکتی تھی۔

اس نے ایک دروازے کو کھول کر دیکھا۔ آگے سرنگ نما راستہ تھا۔ آمنہ نے بتایا تھا، اس راستے سے گزر کر وہ قلعے کے باہر پہنچ جائے گا۔ اس نے سوچا، ان عورتوں نے مجھے زندہ کیوں چھوڑ دیا؟ کیا یہ اتنی احمق ہیں؟ کیا یہ سمجھ نہیں سکتیں کہ میں یہاں سے نکلنے کے بعد اس چور راستے کا ذکر دوسروں سے کروں گا؟ یہ بات راز میں نہیں رہے گی۔ نہیں، نہیں یہ کوئی چال ہے۔ یہ مجھے یہاں سے زندہ نکلنے نہیں دیں گی۔ شاید آگے جا کر راستہ بند ہو جائے گا۔"

شیبا نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ بے اختیار اس راستے پر دوڑتا ہوا جانے لگا۔ اسے پتا نہ چلا، وہ کتنی دور تک دوڑتا جا رہا ہے۔ کتنا فاصلہ طے کر رہا ہے۔ آخر اسے ایک چھوٹا سا ہال نظر آیا۔ وہاں سے ایک زینہ اوپر کی طرف جا رہا تھا۔ وہ زینے پر چڑھتے ہوئے اوپر ایک خالی کمرے میں پہنچا۔ اس کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا..... وہ دروازے سے نکل کر ایک کوریڈور سے گزرتا ہوا دوسرے کمرے میں پہنچا۔ وہ ایک بیڈ روم تھا۔ وہاں شیبا کا پرسنل سیکریٹری ہاشم بیگ آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ اس نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ پھر کہا: "ہادی! یہاں سے فوراً بھاگ جاؤ۔ موت تمھارا پیچھا کر رہی ہے۔"

اس نے اپنے ریوالور کو دیکھا۔ پھر پوچھا: "یہ کیسی بے تکی بات ہے۔ میں جسے چاہوں، اُسے مار سکتا ہوں لیکن اس ریوالور سے کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور تم کہتے ہو موت پیچھا کر رہی ہے۔"

"کیا اب تک تمھاری سمجھ میں نہیں آیا کہ تمھارے پاس صرف چند سانسیں رہ گئی ہیں؟"

شیبا نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ پلٹ کر وہاں سے چلتا ہوا بنگلے سے باہر آگیا۔ اسی طرح تیزی سے دوڑتا چلا گیا۔ شیبا نے اسے تقریباً دو میل تک دوڑایا۔ پھر دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک درخت سے ٹیک لگا کر ہانپنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور کانپ رہا تھا۔ وہ اس قدر تھک گیا تھا کہ اچھی طرح ریوالور کو پکڑ نہیں سکتا تھا۔

شیبا نے پوچھا: "تمھارے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ تم خودکشی

کیسے کرو گے؟ اپنے آپ پر گولی کس طرح چلاؤ گے؟"

وہ اپنے سر کو تھام کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر زار کی تاریکی میں اِدھر اُدھر تکنے لگا۔ سوچنے لگا۔ "یہ آواز کہیں قریب سے آ رہی ہے یا میرے اندر سے اُبھر رہی ہے؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولا۔ "میں سمجھ گیا۔ میں سمجھ گیا۔ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ اب ساری بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ ایک نازک اندام لڑکی نے کس طرح مجھے شکست دی تھی۔ میں کمزور نہیں ہوں، شہ زور ہوں، میں چیلنج کرتا ہوں، دماغ سے نکل جاؤ اور میرے مقابلے پر کسی شہ زور کو بھیجو۔"

"مجھے اتنی فرصت نہیں ہے۔ آخری بات کہنے آئی ہوں۔ اس قلعے کو بڑے ہنر سے حاصل کیا ہے اور بڑی لگن سے ایسے انتظامات کر رہی ہوں کہ یہ قلعہ فولادی قلعہ بن جائے کوئی اس میں داخل نہ ہو سکے۔ تم لوگوں کو اپنے ہاں ملازمت دینے سے پہلے میں نے سوچ لیا تھا کہ تم میں سے کوئی باہر جائے گا تو دنیا سے چلا جائے گا۔"

ہادی نے فوراً ہی ریوالور کو پھینک دیا لیکن دوسرے ہی لمحے پھر دوڑتا ہوا ریوالور کے پاس گیا اور اسے اُٹھا لیا۔ شیبا نے کہا۔ "اب رخصت ہو جاؤ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

اس نے بڑی فرماں برداری سے ریوالور کی نال کو پیشانی سے لگا لیا۔ پھر جیسے ہی ٹھائیں کی آواز زات کے سناٹے میں گونجی، وہ خاکی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ کسی کو جان سے گزارنے کے بعد اس کا چہرہ جوش اور جذبے سے تمتما رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک خلا میں تکتی رہی، پھر اُٹھ کر بستر پر آئی۔ آمنہ کے ساتھ ایک نئی زندگی گزارنے سے پہلے وہ کبھی اس انداز میں دشمنوں سے نمٹا نہیں جانتی تھی۔ رفتہ رفتہ بہت کچھ سیکھ گئی تھی لیکن ابھی ابتدا تھی۔ وہ ایسا کرتے وقت اندر ہی اندر لرزنے لگتی تھی۔

وہ بستر پر لیٹ گئی، آنکھیں بند کر کے خود کو قابو میں رکھنا جانتی تھی۔ ایسے میں ناکام ہوتی تو بے اختیار بند آنکھوں کے پیچھے مجھے دیکھنے لگتی تھی۔ یہ باتیں مجھے بعد میں معلوم ہوئیں، بعض اوقات مجھے تصور میں دیکھتے دیکھتے وہ دماغ کو ہدایات دینا بھول جاتی تھی اور یونہی سو جاتی تھی۔

پھر وہ مجھے بند آنکھوں میں چھپا کر سو گئی۔

ایک بار شیکھر نے میراروں ادا کیا تھا۔ میں نے ہندوستانی فوج اور انتظامیہ کے دوسرے شعبوں کو یہ تاثر دیا تھا کہ فرہاد ہندوستان سے نکل چکا ہے۔ میں نے یہ ثابت کرنے کے لیے شیکھر کو اپنا رول ادا کرنے کے لیے تیار کیا تھا۔ وہ خود ہمارے چاہنے والوں میں سے تھا۔ اس کی بڑی خواہش تھی کہ ہمارے ساتھ رہ کر کچھ کام کرے۔ کچھ دولت کمائے، کچھ شہرت حاصل کرے۔ تب سے وہ استنبول میں سو کے ساتھ تھا۔

وہ طیارے کی آمد سے ایک گھنٹا پہلے سونیا کے ساتھ ایئرپورٹ پہنچ گیا تھا۔ شیکھر کو میک اَپ کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ابھی کسی قابلِ ذکر ہنگامے میں ملوث نہیں ہوا تھا۔ ہمارے کسی دشمن سے ٹکرانے کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔ لہٰذا اسے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ سونیا نے اپنے موجودہ چہرے کی مناسبت سے ایک گھنٹے کے اندر پاسپورٹ تیار کروایا تھا۔ اگر وہ ناکام ہوتی تو ٹیلی پیتھی کے سہارے ایسا کر سکتی تھی۔ بہرحال، اس معاملے میں شیبا کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ شیکھر نے پوچھا۔ "مادام! آپ کب تک واپس آئیں گی؟"

"ہو سکتا ہے کل ہی واپس چلی آؤں۔"

"آپ نے اچانک ہی پارس کے ساتھ پیرس جانے کا فیصلہ کیوں کیا؟"

"تم مجھ سے بہت کچھ سیکھنا چاہتے ہو۔ خود اس بات کا جواب دو۔"

"میں سمجھتا ہوں، آپ اس کے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہیں۔"

"یہی بات ہے۔"

"یہی تو جاننا چاہتا ہوں۔ آپ کو خطرے کا احساس کیسے ہو جاتا ہے؟"

"آنکھیں کھلی رکھو۔ ذہن کھلا رکھو۔ ہمیشہ ہر پہلو پر نظر رکھو تو بات سمجھ میں آ جائے گی۔ دنیا کی کئی خطرناک تنظیمیں خاموش بیٹھی ہیں۔ پارس نے سفر کی ابتدا کی تو اس پر آفت آنے لگی۔ غدا کا شکر ہے، وہ اس مصیبت سے نکل آیا لیکن آئندہ بھی اسے گھیرا جا سکتا ہے۔ کسی کہانی کا آخری سین بہت ہی سنسنی خیز ہوتا ہے۔ کسی راستے کی آخری منزل کا آخری مرحلہ بڑا دشوار گزار ہوتا ہے۔ اسی طرح پیرس شہر سے لے کر باباصاحب کے ادارے تک جو طویل راستہ ہے، وہ پارس اور رسونتی کے لیے انتہائی خطرناک ہو گا۔ میرا وہاں موجود رہنا ضروری ہے۔"

"ایسے کسی مرحلے پر آپ کے ساتھ رہنے کو جی چاہتا ہے۔"

"میں ضرور ساتھ رکھوں گی۔ جو ٹریننگ حاصل کر رہے ہو کرتے رہو۔"

ایئرپورٹ کی عمارت میں کافی بھیڑ تھی۔ یہ معلوم ہو گیا تھا کہ جو طیارہ پہنچنے والا ہے، اسے ہائی جیک کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اب وہ بخیریت استنبول پہنچ رہا ہے۔ سونیا عورتوں اور مردوں کو گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتی جا رہی تھی۔ کئی افراد زیرِ شبہ ہوا تھا۔ اس نے شیکھر کو چپکے سے بتایا تھا کہ اسے کن لوگوں پر کڑی نظر رکھنا چاہیے۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "سونیا! پائلٹ کا دماغ کہہ رہا ہے، وہ کچھ نہ کچھ ہے۔ استنبول میں میڈیکل چیک اَپ کے لیے رک جائے گا۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا پائلٹ آنے والا ہے۔ وہاں سے جو ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈ سفر کریں گے، ان میں سے تم کسی ایک کو مخاطب کرو۔"

"میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی، پائلٹ تبدیل ہو جائے گا لیکن ان حالات میں ایسا ممکن ہے۔"

اس نے شیکھر سے کہا۔ "تم فوراً ہماری رہائش گاہ میں جاؤ۔ وہاں میرا میک اَپ بکس رکھا ہوا ہے، اسے اُٹھا کر لے آؤ۔ شاید مجھے اپنے چہرے پر تبدیلی کرنا پڑے۔"

شیکھر وہاں سے چلا گیا۔ سونیا اس ریٹائرنگ روم کی طرف آئی جہاں ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈ ذخیرہ طیارے کے انتظار میں آرام کرتے تھے۔ اسے روم میں جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اسی وقت دروازہ کھلا تھا۔ ایک ایئر ہوسٹس باہر نکل رہی تھی۔ سونیا نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ایکسکیوزمی! طیارہ کب تک پہنچ رہا ہے؟"

سونیا کے قد، جسامت اور حسن میں ایسی قدرتی دلکشی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ سولہ یا سترہ برس کی نوخیز دوشیزہ لگتی تھی۔ ایئر ہوسٹس جلدی میں تھی۔ کہیں جا رہی تھی۔ یہ سوال بُرا لگا لیکن سونیا پر نظر پڑتے ہی وہ نرم پڑ گئی، جو بھی اسے دیکھتا تھا، اس سے متاثر ہوتا تھا۔ اس سے باتیں کرتا تھا، اسی کا ہو کر رہ جاتا تھا۔ اس نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا تم پہلی بار سفر کرنے جا رہی ہو؟ کیا تمھیں یہ پتا نہیں، فلائنگ چارٹ پر بڑے بڑے حروف سے لکھا ہوتا ہے کون سا طیارہ کس وقت پہنچے گا۔ پھر ڈی اسکرین پر بھی دکھایا جاتا ہے۔ بہرحال، پانچ بجے تک میں طیارے کے اندر تم سے ملاقات کروں گی۔"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ جانے لگا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ ابتدائی سوچ کے ذریعے ہی پتا چل گیا کہ جہاز کے پائلٹ سے اس کا رومانس چل رہا ہے۔ دونوں ہی امریکی ہیں۔ اس کا نام سیلی اینڈرسن تھا۔ وہ ایک بہت بڑی فیملی سے تعلق رکھتی تھی۔ اپنا شوق پورا کرنے کے لیے ایئر ہوسٹس بن گئی تھی۔

پائلٹ کا نام جیکب ہیریسن تھا۔ وہ پچھلے پانچ برس سے امریکی ایئر لائن میں کام کر رہا تھا۔ بھروسے کا آدمی تھا۔ کوئی غلط صحبت نہیں تھی۔ اس کا ریکارڈ اچھا تھا۔ یہ سب کچھ مجھے سیلی اینڈرسن کے دماغ سے معلوم ہوا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی باریں آئی۔ وہاں جیکب بیٹھا پی رہا تھا۔ اس نے ہاتھ سے جام کو چھپاتے ہوئے کہا۔ "میں نے کئی بار کہا ہے، فلائٹ سے پہلے اتنی نہ پیا کرو۔"

وہ بڑی محبت سے اسے دیکھتے ہوئے پھر ہنستے ہوئے بولا۔ "میری جان! وہ گھونٹ رہ گئے ہیں۔ اسے تو پی لینے دو۔"

سیلی نے جام کی باقی شراب کو ایش ٹرے میں انڈیل کر کہا۔ "ہرگز نہیں، چلو اٹھو۔"

میں جیکب کے خیالات پڑھنے لگا۔ سیلی اس کے متعلق درست سوچ رہی تھی۔ وہ اچھے عزائم رکھنے والا جوان تھا۔ زندگی میں کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے غلط صحبت سے پرہیز کرتا تھا۔ میں نے سونیا کے پاس آ کر بتایا۔ "دونوں ہی اچھے کردار کے مالک ہیں۔ ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے ہیں، عنقریب شادی کرنے والے ہیں، ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

اس نے کہا۔ "جب طیارہ یہاں پہنچے گا تو اسے پوری طرح چیک کیا جائے گا۔ طیارے کے مسافر کچھ دیر کے لیے اتریں گے تم ان کے ذریعے وہاں کے اسٹاف تک پہنچو گے۔ پھر چیک کرنے والوں تک بھی پہنچ جاؤ گے۔ رسونتی کو بھی یہی کرنا ہے۔"

میں اور رسونتی برابر پارس کے پاس موجود رہتے تھے اور اس طیارے کے ذمے دار لوگوں تک بھی پہنچتے رہتے تھے۔ آخر وہ ٹھیک وقت پر استنبول کے رن وے پر دوڑتا ہوا ایک جگہ رک گیا، جن مسافروں کا سفر ختم ہو چکا تھا، وہ وہاں اتر رہے تھے۔ طیارے کے باہر ایئرپورٹ کا عملہ موجود تھا۔ ہم ان مسافروں کے ذریعے اس عملے کے انچارج تک پہنچ گئے۔ پھر رفتہ رفتہ ہر اس شخص کے دماغ میں جانے لگے جو اس طیارے کو اندر اور باہر سے چیک کر رہے تھے۔ اس میں اچھا خاصا وقت صرف ہو رہا تھا۔ آخر پرواز کا وقت آ گیا۔ سونیا طیارے میں پہنچ گئی تھی۔ اس کی سیٹ پارس سے دو قطار پیچھے تھی۔ میں نے کہا۔ "ہم نے ہر پہلو پر نظر رکھی۔ کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی جس کے لیے بعد میں پچھتانا ہو۔ اتنی جدوجہد اور جانچ پڑتال کے بعد ہمیں مطمئن ہو جانا چاہیے۔"

رسونتی نے کہا۔ "میں سونیا کی موجودگی سے بالکل مطمئن ہوں۔"

وہ بولی۔ "میں کسی پُراسرار قوت کی مالک نہیں ہوں۔ اگر کچھ ہونا ہے تو وہ ہو گا اور ہونی کو انسان ٹال نہیں سکتا۔"

رسونتی نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"سیدھی سی بات کہہ رہی ہوں۔ ہم تدبیریں کرتے ہیں اور کبھی تقدیر سے مار کھا جاتے ہیں۔ ایسے وقت سونیا بھی کچھ نہیں کر سکے گی۔"

رسونتی کے دل کو متانے کمزور بنا دیا تھا۔ وہ پھر پریشان ہو گئی، کہنے لگی۔ "شیبا سے کہو، وہ بھی یہاں موجود رہے۔"

شیبا کی سوچ سنائی دی۔ "رسونتی! تم مجھے بے حس اور غیر فرض دار نہ سمجھو۔ میں بہت دیر سے موجود ہوں۔ تمھارے ساتھ رہ کر ان لوگوں کے دماغوں میں پہنچتی رہی ہوں جنھوں نے جہاز کو اچھی طرح چیک کیا ہے۔ میں بھی مطمئن ہوں۔ فی الحال کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ آئندہ خدا مالک ہے۔"

پارس بہت خوش تھا۔ جن لوگوں نے طیارے کو ہائی جیک کرنے کی کوشش کی تھی، ان سب کو ایئرپورٹ کی سیکیورٹی فورس کے

حوالے کر دیا گیا تھا۔ باقاعدہ کاغذی کارروائی ہوئی تھی تاکہ ان کا قانونی طور پر حمایتی ہو سکے۔ پارس نے منگل پانڈے سے پوچھا۔

"کیا تم اپنے جاسوسوں کے ساتھ نہیں جاؤ گے؟"

"نہ میں کسی کے ساتھ آیا ہوں اور نہ ہی تمہیں اغوا کرنے کا مجرم ہوں۔ میں ایک عام مسافر کی حیثیت سے امریکا تک سفر کر رہا ہوں۔ آہ ...."

پارس نے پوچھا۔ "اس آہ کا مطلب کیا ہوا؟"

"مجھے وہ مہاجوتشی دھن راج یاد آ رہا ہے۔"

"کیوں یاد آ رہا ہے؟"

"میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، یہاں سے امریکا تک جانے اور واپس آنے کے دوران کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکوں گا یا نہیں؟ اگر میں نے کوئی بڑا کام کر دکھایا تو ساری دنیا میں واہ واہ ہوگی لیکن وہ جوتشی جانے کہاں ہے۔ ابھی ہوتا تو میرے ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر پیشگوئی کرتا۔"

پارس نے کہا۔ "تم نے کہا تھا جب وہ لکیریں دیکھ کر کوئی خوشخبری سناتا ہے تو اس کے پیچھے عورت کا ایک تھپڑ ہوتا ہے۔"

"اسی لیے میں آہیں بھر رہا ہوں۔ وہ کمبخت جوتشی بڑی بڑی خوشخبریاں سناتا ہے لیکن شرط یہی ہوتی ہے کہ وہ ساتھ رہے گا تو کوئی نہ کوئی عورت مجھے تھپڑ مارے گی۔ بھلا یہ بھی کوئی تک ہے۔ میں مرد ہوں مگر میرے مقدر میں مردانگی نہیں ہے۔ اسی لیے یہ مقدر مجھے عورتوں سے مار کھلاتے ہیں۔"

اسی وقت سونیا اپنی جگہ سے اُٹھ کر منگل پانڈے کے پاس پہنچ گئی۔ پہلے تو اس نے پیار سے پارس کی طرف دیکھا منگل پانڈے نے پوچھا۔ "مس کیا بات ہے؟"

سونیا نے اپنا دایاں ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا۔ "پتا نہیں کیوں میری ہتھیلی کھجا رہی ہے۔ جی چاہتا ہے کسی کو ایک زوردار ...."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ منگل پانڈے ایک دم سے گھبرا کر اُٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "لگ کیا مطلب ہے۔ تمہارے ہاتھ میں کھجلی ہو رہی ہے تو میں کیا کروں؟"

سونیا نے کہا۔ "پتا نہیں کیوں مجھ پر عجیب سا دورہ پڑتا ہے، جی چاہتا ہے کسی کو چھیڑ کر جھگڑا شروع کر دوں اور نتیجے میں ایک تھپڑ مار دوں۔"

"مم ... میں تم سے جھگڑا نہیں کروں گا۔"

"میری سیٹ وہ پیچھے ہے، نمبر ہے سی ٹو ایٹ۔ میں سوچ کر آئی ہوں، تم سے اپنی سیٹ پر جانے کے لیے کہوں گی۔ تم انکار کرو گے تو جھگڑا شروع ہو جائے گا۔ پھر میری خواہش پوری ہو جائے گی۔"

پانڈے فوراً ہی اپنی سیٹ سے دور ہو گیا۔ پھر بولا۔ "میں نے کہا، جھگڑا نہیں کروں گا۔ میں تمہاری سیٹ پر جا کر بیٹھ رہا ہوں۔"

وہ جلدی سے چلتا ہوا سونیا کی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔

وہ مسکراتے ہوئے پارس کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے بھی مسکراتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "ہیلو تمہارا آپ سے مل کر بے حد خوشی ہو رہی ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "اچھا تو رسونتی نے تمہیں بتا دیا ہے۔"

"ہاں اور یہ بھی بتایا ہے کہ پہلا پارس آپ کو تمام کتابیں لا مجھے بھی یہی کہنا چاہیے۔"

"اگر تمہاری ماما یہ بات نہ سمجھاتی تو مجھے کیا کہتے؟"

"میں خواہ کچھ بھی کہوں، ماں آخر ماں ہوتی ہے اور آپ تو میرے پیدا کرنے والی ماں سے زیادہ عظیم ہیں۔ انھوں نے مجھے آپ کے متعلق بہت کچھ بتایا ہے۔ مجھے رشتوں کے متعلق جو سب سے پہلا سبق ملا وہ یہ ہے کہ ایک طرف میری ماما کو خون کی ضرورت ہو اور دوسری طرف آپ کو ضرورت ہو تو میں پہلے آپ کو خون دوں گا۔"

سونیا اس پر جھک گئی۔ ایک بازو سے اسے سمیٹا۔ دوسرا ہاتھ سے اس کے چہرے کو تھام لیا۔ پھر چہرے کے ایک ایک حصے کو چومتی چلی گئی۔ پھر اسے آواز سنائی دی۔ "کیا یہ تمہارا بیٹا ہے؟"

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ ایئر ہوسٹس سیلی کھڑی ہوئی کہہ رہی تھی۔ "تمہیں دیکھنے سے پتا ہی نہیں چلتا کہ شادی شدہ ہو اور ایک بچے کی ماں ہو۔"

"میری شادی نہیں ہوئی ہے۔ یہ بچہ بہت پیاری پیاری باتیں کر رہا ہے۔ میں جواب میں اسے پیار کر رہی ہوں۔"

"یاد ہے میں نے کہا تھا طیارے میں ملاقات ہوگی۔ بولو کیا کھانا پینا چاہتی ہو۔ کیوں ماسٹر تم آئسکریم کھاؤ گے؟"

پارس نے کہا۔ "آئسکریم بچے کھاتے ہیں۔"

سیلی نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "اچھا تو تم جوان ہو گئے ہو کیا دھمکی پیش کروں؟"

پارس نے افسوس ظاہر کرنے کے انداز میں کہا۔ "پتا نہیں تم جیسی بچیوں کو ایئر ہوسٹس کیوں بنا دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی بچہ شوخی میں آ کر بچہ کہلانے اور آئسکریم کھانے سے انکار کرے تو کیا اسے دھمکی پیش کی جاتی ہے؟"

سیلی دم بخود رہ گئی۔ معذرت چاہتے ہوئے بولی۔ "مجھے افسوس ہے۔ مجھ سے غلطی ہو گئی لیکن تم واقعی بچے نہیں لگتے۔ بزرگوں کی طرح بولتے ہو۔ کیا میں کوک پیش کروں؟"

اس نے پارس اور سونیا کو کوکا کولا کے دو کین پیش کیے۔ پھر ٹرالی لے کر آگے بڑھ گئی۔ سونیا نے کہا۔ "میری بڑی خواہش تھی تم سے ملوں۔ ملاقات تو ہو گئی لیکن اصلی صورت نہیں دیکھ سکتی۔"

"جب پیرس میں ماما دیکھیں گی تو وہ بھی یہی شکایت کریں گی۔"

"سورج پر پرواز کے دوران یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ پیرس یا استنبول پہنچ کر ان سے بات کر سکیں گی۔"

سونیا سوچتی ہوئی پارس کی طرف آنے لگی، رسونتی پھر رونے لگی تھی۔ میں نے ڈانٹ کر کہا۔ "یہ تم نے کیا لگا رکھا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر پریشان ہو جاتی ہو، دوسروں کو بھی پریشان کر دیتی ہو۔ خاموش رہو۔ اگر خیال خوانی نہیں کرنا ہے تو اپنی جگہ موجود رہو۔ ہم پارس کی حفاظت کے لیے کچھ کرتے ہیں۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ "مجھ سے بھول ہو گئی۔ اب نہیں روؤں گی، مجھے خیال خوانی سے نہ روکو۔ میں اپنے بیٹے کے پاس رہوں گی۔"

"بے شک رہو لیکن ہمیں پریشان نہ کرو۔ سوچنے سمجھنے کا موقع دو۔"

ہماری یہ باتیں سونیا کے دماغ میں ہو رہی تھیں۔ اس نے کہا۔ "فرہاد اور رسونتی غور سے سنو، جو کہہ رہی ہوں، اس پر عمل کرتے رہنا شیبا کیا تم بھی موجود ہو؟"

شیبا نے اپنی موجودگی کا یقین دلایا۔ سونیا نے کہا۔ "میں ایئر ہوسٹس سیلی کو لے کر ایک باتھ روم میں بند ہو جاؤں گی۔ اس باتھ روم کے پاس کوئی بھی آئے تو شیبا تم وہاں موجود رہنا اور اسے دوسرے باتھ روم کی طرف روانہ کر دینا۔ دوسرے یا تیسرے باتھ روم میں کوئی موجود ہو تو اسے جلدی نکلنے پر مجبور کرنا۔"

اس نے رسونتی سے کہا۔ "تم سیلی کے دماغ پر قابض رہو گی تاکہ وہ کسی بات پر اعتراض نہ کر سکے۔"

اس نے مجھ سے کہا۔ "تم یہاں کی دوسری ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈ کے دماغ میں آتے جاتے رہو گے۔ انھیں سیلی کی عدم موجودگی محسوس نہیں ہونے دو گے۔"

اس نے میک اَپ بکس اُٹھا کر چلتے ہوئے کہا۔ "شیبا تم سیلی کو میرے پاس لے آؤ۔"

ہم سب اس کے مشورے پر عمل کرنے لگے۔ اس کے ریکارڈ فائل میں یہ درست لکھا ہوا تھا کہ یہ ایسی ذہین ترین عورت ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے محتاج رہتے ہیں۔ وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد سیلی وہاں پہنچ گئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنی مرضی سے آئی ہے۔ اس کے آتے ہی سونیا نے دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔ سیلی کو آئینے کے پاس اپنے سامنے کھڑے ہونے کے لیے کہا۔ پھر میک اَپ بکس کھول کر اپنے کام میں لگ گئی۔

پتا نہیں، وہ طیارہ کس طرف پرواز کر رہا تھا اور پارس کو لے کر کہاں پہنچانے والا تھا۔ پائلٹ کے دماغ کو لاک کرنے کا مطلب یہی تھا کہ ہمیں پرواز کی سمت معلوم نہ ہو۔ اگر ہم استنبول یا پیرس

اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

سونیا چپ ہو کر سوچنے لگی۔ بیٹا اپنی پیدا کرنے والی ماما کے پاس پہنچ نہیں سکے گا۔ اُسے روحانی طور پر آگہی ملتی تھی کہ مصیبت آنے والی ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا مصیبت کیسے آئے گی، کس کی طرف سے آئے گی، لیکن سمجھ میں نہ آنے کے باوجود بڑا حوصلہ ملتا تھا۔ اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس پر خدا کی خاص رحمت تھی۔ وقت سے پہلے آگہی ملتی تھی۔

ایک گھنٹا گزر گیا۔ رسونتی نے کہا۔ "میں ذرا پائلٹ کے دماغ سے ہو کر آتی ہوں، معلوم کروں، طیارہ یہاں کس وقت پہنچے گا۔"

وہ گئی مگر چند لمحوں بعد گھبرائی ہوئی سی واپس آئی۔ "سونیا، غضب ہو گیا۔ میں پائلٹ کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی۔ فرہاد تم پہنچ کر دیکھو۔"

میں نے بھی پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی۔ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ جب میں نے پہلی بار اس کے دماغ میں جگہ بنائی تو ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اسے پرائی سوچ کی لہروں کا ذرا بھی احساس نہیں ہوا تھا۔ اب اچانک کیسے ہونے لگا!

ظاہر ہے، ہر داؤ کا ایک توڑ ہوتا ہے۔ جب سے ہم نے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا ہے، دشمن اس سے بچاؤ کے نت نئے طریقے اختیار کرتے جاتے ہیں اور یہ طریقہ بھی نے اختیار کر لیا تھا جو ریگا میں مہارت نہیں رکھتا تھا، سانس روکنے کی عادت نہیں تھی، اس کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے ایک گھنٹے کے لیے یا ایک ہفتے کے لیے لاک کر دیا جاتا تھا۔

اس پائلٹ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہوگا اور یہ ہدایت کی گئی ہوگی کہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد وہ عمل کو بھول جائے گا۔ صرف وہ باتیں ذہن میں رہیں گی جو نقش کر دی گئی تھیں یعنی اس کے دماغ میں کہہ دیا گیا ہوگا کہ جب تک وہ طیارے میں نہ جائے، وہاں کی ذمے داریاں نہ سنبھالے، اس وقت تک وہ عام حالت میں رہے گا۔ اس کا دماغ کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کرے گا لیکن طیارے کے پرواز کرتے ہی وہ چند گھنٹوں کے لیے یا چند دنوں کے لیے حساس ہو جائے گا۔ کسی بھی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گا۔ اپنی سوچ کے مطابق پرواز نہیں کرے گا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کر دیا گیا ہوگا کہ طیارے کو کدھر لے جانا ہے اور وہ اُدھر لے جا رہا ہوگا۔

سونیا دوڑتی ہوئی پائلٹ کیبن کے دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولنے کی کوشش کی پتا چلا وہ اندر سے لاک ہے۔ ایک اسٹیورڈ نے آ کر پوچھا۔ "مس آپ دروازہ کیوں کھولنا چاہتی ہیں؟"

"میں پائلٹ سے دو باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

نیویارک کے ذمے دار افسران کو قانون کی دہائی دیتے تو کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ طیارے کے پائلٹ کو زیادہ سے زیادہ دھمکیاں دی جاتیں۔ یہ کوئی جنگی طیارہ نہیں تھا جسے ہر طرف سے گھیر کر کسی خاص جگہ اترنے پر مجبور کیا جاتا۔ یہ مسافر بردار طیارہ تھا۔ اسے دھمکی نہیں دی جاسکتی تھی اور دھمکیوں پر عمل کرتے ہوئے اس طیارے کو مار کر گرایا نہیں جاسکتا تھا اور جو لوگ پارس کو اغوا کر رہے تھے انھیں طیارے کی تباہی سے کون سا مدعا پہنچنے والا تھا۔ پارس اگر انھیں زندہ سلامت مل جاتا تو اچھی بات تھی۔ نہ ملتا تو ان کا کچھ نہ بگڑتا۔ ہماری دنیا اُجڑ جاتی۔

تقریباً چالیس منٹ میں میک اَپ مکمل ہوگیا۔ اب سیلی کے سامنے دوسری سیلی کھڑی ہوئی تھی۔ سونیا آئینے میں خود کو اور سیلی کو دیکھ دیکھ کر میک اَپ کی خامیاں درست کر رہی تھی۔ ہر طرح سے مطمئن ہونے میں اور دس منٹ گزر گئے۔ پھر اس نے اپنا پاسپورٹ نکالا۔ اس کی تصویر کو سامنے رکھا۔ پھر اس کے مطابق سیلی کے چہرے پر میک اَپ کرنے لگی۔ اس کے میک اَپ میں زیادہ وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ سونیا جس لڑکی کے میک اَپ میں سفر کر رہی تھی، اس کا نام میری تھا۔ اس نے آدھے گھنٹے میں سیلی کو میری بنا دیا۔ کوئی بہت غور سے دیکھتا تب اسے شبہ ہوتا ورنہ میک اَپ بڑی حد تک کامیاب رہا تھا۔

ان کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اس نے میک اَپ بکس کو بند کیا۔ پھر پلٹ کر پوچھا: "رسونتی، تم چند لمحوں کے لیے اس کے دماغ کو چھوڑ دو اور شیبا سے کہو میرے پاس آئے۔"

رسونتی نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو سیلی ایک دم سے چونک گئی۔ پہلے اس نے سر جھکا کر سوچا، یا تھرد وم میں کیسے آگئی ہے؟ پھر سر اٹھا کر سونیا کو دیکھا تو ایک دم سے پریشان ہوگئی۔ اس کی ہمشکل سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ اسے پتا نہیں تھا کہ اس کی شکل ب مٹ چکی ہے، وہ کچھ اور نظر آنے لگی ہے۔

وہ حیرت سے چیخنا چاہتی تھی۔ اوّل تو سونیا اسے چیخنے کا موقع نہ دیتی۔ دوم یہ کہ رسونتی اس وقت تک دماغ پر قابض ہوگئی تھی۔ شیبا اگر پوچھ رہی تھی: "سونیا کیا بات ہے؟"

اس نے کہا: "رسونتی، سیلی کے دماغ میں قبضہ جمائے رہے گی۔ تم سیلی کے دماغ کے تہ خانے میں اُترو۔ اس کے متعلق ہر ڈھکی چھپی بات معلوم کرو۔ خصوصاً وہ باتیں جو پائلٹ جیک سے تعلق رکھتی ہیں۔ مجھے تفصیلی معلومات فراہم کرتی رہو۔ میں ایئر ہوسٹس کی ڈیوٹی انجام دینے جا رہی ہوں۔"

وہ باہر نکل گئی۔ سیلی نے میک اَپ بکس کو اُٹھایا، پھر وہاں سے ہٹ کر پارس کے پاس والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نے پارس کو پہلے ہی سمجھا دیا تھا جو تمھارے پاس آکر بیٹھے گی، وہ تمھاری تمام باتیں کو دوسری عورت ہوگی لہٰذا اس سے زیادہ باتیں نہ کرنا۔"

میری ڈیوٹی ختم ہوگئی تھی۔ میں نے اب تک دوسری ایئر ہوسٹ اور اسٹیورڈ وغیرہ کو سیلی کی عدم موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔ اب تو سیلی کی جگہ سونیا ڈیوٹی پر آگئی تھی۔ میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اس نے سیلی کے میک اَپ میں رہنا کیوں ضروری سمجھا؟

لیکن میں اسے ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ایک تو وہ ڈیوٹی پر تھی۔ مسافروں سے مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہی تھی۔ ان کی ہر خواہش کا احترام کر رہی تھی۔ پھر شبانہ روز کر اس کے پاس آتی تھی اور سیلی کے متعلق تفصیلات بتاتی رہتی تھی۔

میں نے خود ہی اندازہ لگایا۔ اگر میں سونیا کی جگہ طیارے پر ہوتا تو کیا کرتا؟ میں بھی کسی اسٹیورڈ کے روپ میں آکر جہاز کے عملے میں شریک ہوجاتا کیونکہ اسٹیورڈ وغیرہ پائلٹ سے قریب تر رہتے ہیں۔ سیلی تو بہت زیادہ قریب تھی۔ اس کی محبوبہ تھی۔ یہ طیارہ جہاں بھی جاکر رُکنے والا تھا، وہاں وہ محبوبہ کی حیثیت سے پائلٹ کے قریب پہنچ سکتی تھی۔

میری داستان میں جب بھی سونیا کا ذکر آتا ہے، میں بے اختیار اس کی تعریفیں کرنے لگتا ہوں۔ ہوسکتا ہے یہ باتیں بعض لوگوں کو ناگوار گزرتی ہوں لیکن میں ایسا بے اختیار کرتا ہوں۔ اس وقت بھی اس کی دور بینی اور تدبّر کا قائل ہو رہا تھا۔ اس نے یقیناً یہ سوچا تھا کہ جن لوگوں نے پائلٹ پر تنویمی عمل کیا ہے، وہ اسے اس وقت تک اپنا آلۂ کار بناتے رہیں گے اور اپنا کام لیتے رہیں گے جب تک اس پر تنویمی عمل کا اثر رہے گا۔ پائلٹ جیک ان کا آلۂ کار سہی لیکن اسے جہاں بھی لے جایا جائے گا، وہ سیلی کی تمنا کرے گا اور یہ ضرور ہے کہ اگر اپنی محبوبہ کو ساتھ رکھنا چاہتا ہے بلکہ سونیا اسے مجبور کرے گی کہ وہ اس کا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتی۔

اب تو یہ آگے چل کر ہی معلوم ہونے والا تھا کہ ہمارے سلسلے کیا پیش آئے گا۔ طیارے میں جو عملہ تھا وہ یہ بتانے سے قاصر تھا کہ جہاز کس طرف پرواز کر رہا ہے اور اب کہاں اترنے والا ہے۔ شیبا بھی سونیا کے پاس پہنچ کر اسے سیلی کے متعلق بتاتی تھی اور کبھی پارس کے ذریعے کھڑکی کے باہر دیکھتی تھی۔ ایک بار اسے پتا چلا کہ پرواز نیچی ہو رہی ہے اور ایک بہت بڑا شہر نظر آرہا ہے۔ اس نے ذرا دیر تک دیکھا۔ پھر ایک دم سے چونک کر سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے بولی: "اوہ گاڈ، سونیا غضب ہوگیا۔ یہ طیارہ اسرائیل پہنچ گیا ہے۔ میں نے پارس کے ذریعے تل ابیب شہر دیکھا ہے۔"

ہم سب پر سکتہ طاری ہوگیا۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسی دلدل میں جا پھنسیں گے جہاں پہلے بھی پھنس چکے تھے اور یہاں سے نکلنے میں خاصا عرصہ لگا تھا۔ اب ہم بیٹے کو وہاں سے بہ سلامت نکال سکیں گے یا نہیں، یہ صرف خدا جانتا تھا۔

شیبا نے دانت پیستے ہوئے کہا: "میں بہبودی ہوں۔ مجھے اپنی قوم سے، اپنے ملک سے محبت ہے لیکن خدا کی قسم اگر پارس کا بال بھی بیکا ہوا تو میں اسرائیل کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گی۔ میں وہاں جا رہی ہوں۔ ذرا ان کی خبر لیتی ہوں۔ سونیا! کیا تم سیلی کے متعلق اور کچھ معلوم کرنا چاہتی ہو؟"

سونیا نے کہا: "نہیں، تم اپنے مشن پر جاؤ۔"

ابھی طیارے کو تل ابیب کی زمین چھونے اور وہاں پارس کو حراست میں لینے کے سلسلے میں کافی کارروائیاں ہونے والی تھیں اور کافی وقت لگنے والا تھا۔ لہٰذا میں پہلے شیبا کا حال بیان کرتا ہوں۔ یہ بتا چکا ہوں کہ شارپر اسرائیلی حکام سے ایک شخص کے ذریعے رابطہ قائم کرتا تھا۔ وہ شخص وہاں کا سینئر افسر تھا اور اس کا نام کیری ہام تھا۔ شیبا نے اس کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا: "ہیلو، میں رسونتی بول رہی ہوں۔"

کیری ہام نے مسکراتے ہوئے کہا: "اچھا مادام رسونتی! آپ کو معلوم ہوگیا کہ بیٹا یہاں پہنچایا جا رہا ہے؟"

"کیا ایک ماں سے بیٹا چھین لینا اتنا آسان سمجھتے ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ بیٹا واقعی تمھارے پاس پہنچ رہا ہے لیکن تم اسے حراست میں رکھ کر کیا کرو گے۔ ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

"تم لوگوں کی وجہ سے ہماری قوم کی ایک بیٹی، جو ٹیلی پیتھی سیکھ چکی تھی، مر گئی۔ تم نے ہماری شیبا کو ہمیشہ کے لیے چھین لیا۔"

"بکواس مت کرو۔ شیبا کو ہم نے نہیں، تم لوگوں کی غلط پالیسی نے چھینا ہے۔ تم لوگوں نے غلط ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دوستی کی۔ آج وہ دوست کہاں ہیں؟"

وہ ذرا پریشان ہوا کیونکہ پچھلے چوبیس گھنٹے سے شارپر نے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ وہاں کے اعلیٰ حکام بار بار کیری ہام سے پوچھ رہے تھے: "شارپر کہاں ہے؟ اس سے کسی طرح رابطہ قائم کرو ورنہ ہمارا مشن ادھورا رہ جائے گا۔"

شیبا نے چپ ہو کر اس کے چہرے کے خیالات پڑھے۔ معلوم کیا، آخر وہ مشن کیا ہے جس کے ادھورا رہ جانے کی بہت زیادہ فکر ہے۔ پتا چلا کیری ہام کو اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم کیونکہ جو خفیہ مشن ہوتے ہیں، اس کے متعلق صرف بلائنڈ کلب کے چند افسران جانتے ہیں۔ یہاں کے حکام بھی ان سے واقف نہیں ہوتے صرف وہی افسران جانتے ہیں جو کسی خاص مشن سے وابستہ رہتے ہیں۔

میں اپنی داستان میں بلائنڈ کلب کے متعلق بتا چکا ہوں یہ اسرائیل کی ایک ایسی خفیہ تنظیم ہے جس کے متعلق وہاں کے اعلیٰ حکام بھی نہیں جان سکتے کیونکہ حکمران بدلتے رہتے ہیں لیکن حکومت کے راز نہیں بدلتے۔ انھیں بلائنڈ کلب کے اندھے کنوئیں میں چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ میں نے اندھا کنواں اس لیے کہا کہ اس بلائنڈ کلب کی گہرائی کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ جب ہم میں سے کوئی اُدھر کا رُخ کرے گا تو میں اس کے متعلق تفصیل بیان کروں گا۔

شیبا نے کہا: "مسٹر ہام! طیارہ تل ابیب ایئر پورٹ پر اترنے ہی والا ہے۔ اس سے پہلے میں یہاں کے ذمے دار لوگوں سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ وہ بات کرنا چاہیں یا نہ چاہیں، ایک بات ان تک پہنچا دینا اور وہ یہ کہ میرے بیٹے کو حراست میں لینے کے لیے کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے۔ اس سے دور ہی رہے۔"

"میں تمھارا یہ پیغام پہنچا رہا ہوں۔"

"اور یہ بھی کہہ دینا کہ میں بات نہ کرنے والوں کو زبان کھولنے پر مجبور کر دوں گی اور خوبصورت پروں میں چُھپ کر رہنا چاہتے ہیں انھیں ان کے لباس میں بھی چُھپنے نہیں دوں گی۔" پھر اس نے ایک ذرا توقف سے کہا: "اور آخری بات یہ کہ مجھ سے بات کرنے کے بعد ہی انھیں شارپر کا پتا ملے گا۔ دیٹس آل۔"

شیبا نے سونیا کے پاس آکر اسے تمام باتیں بتائیں۔ طیارہ رن وے پر رک گیا تھا۔ کھڑکی سے دیکھا جاسکتا تھا، چاروں طرف مسلح فوجی الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ دور دور تک فوجی جوانوں اور ہتھیاروں کے سوا کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ ایئر پورٹ میدانِ جنگ لگتا تھا۔

پارس نے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے کہا: "میرا خیال ہے، آج تک کسی ملک کے سربراہ کا استقبال کرنے اتنی فوج نہ آئی ہوگی جتنی میرے لیے آئی ہے۔"

منگل پانڈے اپنا سامان سمیٹنے کے لیے سیٹ پر آگیا تھا۔ پارس کی بات سن کر بولا: "برخوردار! یہ تمھارے استقبال کے لیے نہیں بلکہ گرفتار کرنے کے لیے آئے ہیں۔ کیا تمھیں ڈر نہیں لگ رہا ہے؟"

پارس نے جواب دیا: "تمھارے جیسے دلیر افسر کے ہوتے ہوئے ڈر کس بات کا؟ اگر وہی سوئنگ والا قصہ دُہراؤں تو تم بہت بڑا کارنامہ انجام دے سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟" وہ گھور کر دیکھتے ہوئے بولا: "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"جب طیارے سے سیڑھی لگا دی جائے تو تم سیڑھی کے اوپر جا کر کھڑے ہو جانا۔ میں پیچھے سے لات ماروں گا۔ تم فوجیوں کے درمیان جا کر گرو گے پھر ان سے بے اختیار اس طرح بات

پر مجبور ہو جاؤ گے جس طرح اس سوئٹنگ پول میں قاتل سے لڑتے رہے تھے۔"

وہ جلدی سے پیچھے ہٹ کر بولا: "اے خبردار! اب کی بار تم لات مارو گے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ میں طیارے کی سیڑھی سے نہیں اتروں گا۔"

"کیا پھلانگ لگانے کا ارادہ ہے؟"

"پہلے تم اتر جاؤ گے، میں آخر میں اتروں گا لیکن یہاں اتر کر کیا کروں گا۔ امریکا جانا چاہتا تھا۔ تقدیر نے کہاں لا کر پھینک دیا۔"

اسی وقت اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی: "خواتین و حضرات! ہم اسرائیل کے پُرفضا شہر تل ابیب میں آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ آپ کی منزل بدل گئی۔ آپ پریشان ہو رہے ہیں لیکن ہم مہمان نوازی کے ذریعے آپ کا دل جیتنے کی کوشش کریں گے۔

ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ آپ میں سے کسی کو جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس شہر میں آپ کو مزید رقم کی ضرورت ہوگی، ہم یہ رقم ہر جانے کے طور پر آپ کو پیش کریں گے۔ آپ تمام مسافر اس شہر میں اس وقت تک قیام کریں گے جب تک انٹرنیشنل ایئر لائنز کارپوریشن سے ہمارا کوئی سمجھوتا نہیں ہو جاتا۔

آپ ہرگز یہ نہ سوچیں کہ ہم نے اس طیارے کو ہائی جیک کیا ہے اور آپ لوگوں کو یرغمال کے طور پر رکھ رہے ہیں، بہرحال یہ ہمارے معاملات ہیں۔ جلد ہی ان سے نمٹنے کے بعد آپ لوگوں کو آپ کی منزل تک پہنچا دیا جائے گا۔"

اسپیکر سے بولنے والا مسافروں کی تسلی اور اطمینان کے لیے بول رہا تھا لیکن پارس کا ذکر نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ دوسرے دروازے سے پائلٹ روم میں پہنچ گیا تھا اور ہلاسے مائک سلسنے رکھ کر بول رہا تھا۔ پائلٹ سیٹ کی پشت سے سر ٹیکے آنکھیں بند کیے پڑا ہوا تھا۔ میں نے ایک بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے پھر سانس روک لی۔ فوراً سیدھی طرح بیٹھ گیا۔ دوسری طرف پائلٹ روم کے بند دروازے کو سونیا ہاتھوں سے پیٹ پیٹ کر جیک کو مخاطب کر رہی تھی۔ کہہ رہی تھی: "جیک! تم خیریت سے تو ہو؟ میں تمہارے لیے پریشان ہوں۔ میرے پاس چلے آؤ یا مجھے اپنے پاس بلا لو۔ تم جانتے ہو میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

وہ سیلی کی آواز سن رہا تھا اور بار بار پریشان ہو کر دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مائک کے سامنے بولنے والے نے کہا۔ "ابھی دروازہ نہ کھولنا۔"

وہ بولا: "سیلی میری منگیتر ہے۔ ہماری شادی ہونے والی ہے۔ میں اس اجنبی ملک میں اسے تنہا نہیں چھوڑوں گا۔"

مائک والے نے کہا: "میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، سیلی کو تمہارے پاس بھیج دیا جائے گا مگر ابھی نہیں۔"

میں اس کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا، وہ حکومت کے ایک اہم شعبے سے تعلق رکھنے والا افسر ہے۔ ایک بار میں یا شبا کے دماغ میں پہنچ گئے تھے۔ دوسرے تمام افسران نے فیصلہ کیا ہے اس مائک والے افسر کا دماغ ہمارے لیے کھل چکا ہے لہٰذا اسے مائک پر بولنا چاہیے۔

اسے یہ ڈیوٹی سونپنے سے پہلے ریٹائر کر دیا گیا تھا۔ اس کا حکومت کے کسی شعبے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ حتیٰ کہ یہ کام سونپتے وقت اسے یہ بھی نہیں بتایا گیا تھا کہ اس طیارے میں پارس آ رہا ہے۔ یہ وجہ تھی کہ اس نے اناؤنسمنٹ کے دوران پارس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ طیارے کو محاصرے میں رکھنے والے فوجی افسران اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے تھے۔

لیکن چند منٹ کے بعد ہی ضرورت پیش آ گئی۔ کیری ہام نے رسونتی کا پیغام اعلیٰ حکام تک اور فوجی افسران تک پہنچا دیا تھا۔ ایک فوجی جوان نے پائلٹ کیبن میں آ کر مائک والے افسر کے ہاتھ میں ایک پرچی تھمائی جسے دیکھ کر وہ مائک کے ذریعے بولنے لگا۔ "ہیلو! ہم مادام رسونتی اور فرہاد علی تیمور سے مخاطب ہیں۔ ہم انھیں یقین دلاتے ہیں، اگر آپ کا بیٹا ہمارے حکم کی تعمیل کرتا رہا تو ہم اسے ہاتھ نہیں لگائیں گے۔"

میں اس کے ذریعے کچھ بولنا چاہتا تھا، اس سے پہلے شیبا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر بولی: "میں رسونتی اس مائک کے ذریعے بول رہی ہوں اور فوجی افسران تک اپنی آواز پہنچا رہی ہوں۔ میرے بیٹے کو کسی بند کمرے میں ہرگز نہ رکھا جائے۔ فرہاد علی تیمور کے شایانِ شان اس سے عمدہ سلوک کیا جائے۔ اگر میرے بیٹے کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھا تو اسرائیل کی سرزمین پر ہر چلنے والے کے پاؤں میں چھالے پڑتے رہیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد ایک اور فوجی جوان ہاتھ میں پرچی لے کر آیا۔ مائک والے افسر نے اسے ہاتھ میں لے کر پڑھا۔ لکھا ہوا تھا۔ "مادام رسونتی اور مسٹر فرہاد علی تیمور! ہم وعدہ کرتے ہیں، آپ کی مرضی کے مطابق پارس بیٹے کو نہایت شاہانہ انداز میں رکھا جائے گا۔ ہم محبت اور دوستی کے ذریعے معاملات نمٹانا چاہتے ہیں۔ آپ لوگوں سے بھی توقع کرتے ہیں کہ جوش میں آ کر کسی کو جانی یا مالی نقصان نہ پہنچائیں۔ شکریہ۔"

ہم نے رسونتی کو ایک جگہ بٹھا دیا۔ وہ بے چاری سیلی کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھی۔ مائک سے جو باتیں ہوتی تھیں، انھیں سن رہی تھی۔ باقی باتیں میں اس کے پاس آ کر بتا دیتا تھا۔ وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی: "میرا بیٹا پھر مجھ سے دور ہو گیا!"

"رسونتی! خدا کا شکر ادا کرو۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

انشاء اللہ ہم اسے جلد یہاں سے نکال لے جائیں گے۔"

"ایسا ہمیشہ ہوتا ہے۔ ہم اسے بچا کر لانا چاہتے ہیں۔ دشمن پھر راستے کی دیوار بن جاتے ہیں۔"

"خدا جو کرتا ہے بہتری کے لیے کرتا ہے۔ یہ تو سوچو ہمارے بیٹے کو اتنی سی عمر میں کیسے کیسے تجربات سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ یہ جوان ہوتے ہوتے گندن بن جائے گا۔"

"اور یہ جوان سے بوڑھا ہوتا رہے گا۔ میں کبھی اس سے مل نہیں سکوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ بے اختیار رونے لگی۔ روتے وقت یہ خیال نہیں کیا کہ کسی کے دماغ پر پوری طرح قابض ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے ساتھ سیلی بھی رونے لگی۔ جب ہم کسی کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیتے ہیں تو ہماری ہر حرکت اس کی حرکت ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ادھر وہ روتے ہوئے آنسو پونچھ رہی تھی ادھر یہ بھی اپنے آنسو پونچھتے جا رہی تھی۔

طیارے کا ماحول ایسا تھا کہ کسی نے رونے پر توجہ نہیں دی، سبھی پریشان تھے۔ کتنی ہی عورتیں منزل سے بھٹکنے کے باعث رو رہی تھیں۔ ان کے بچے بھی ماؤں کا ساتھ دے رہے تھے۔ آس پاس کے لوگ انھیں سمجھا منا کر چپ کرا رہے تھے۔

آخر طیارے کا دروازہ کھل گیا۔ ایک فوجی افسر دو جوانوں کے ساتھ اندر آیا۔ وہ کمپیوٹر کے ذریعے اس طیارے کے مسافروں کے نام اور ان کے سیٹ نمبر معلوم کر چکا تھا۔ لہٰذا وہ سیدھا پیپوگی سیٹ کے پاس آ کر رک گیا۔ پھر الرٹ ہو کر سیلوٹ کرتے ہوئے بولا "ماسٹر پارس! ہم آپ کو اپنے ملک میں خوش آمدید کہتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں، ہماری ذات سے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ آپ کے والدین کی خواہش کے مطابق کوئی آپ کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ کیا آپ ہمارے ساتھ چلنا پسند کریں گے؟"

میں نے اس کے دماغ میں کہا: "بیٹے! ان کے ساتھ چلے جاؤ۔"

میرے بیٹے نے آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا: "ہاں، چلنا تو ہوگا لیکن یہ جو میرے پاس بیٹھا ہے یہ ہندوستانی جاسوس ہے۔ بہت دلیر افسر ہے۔ یہ مجھے گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ پہلے میں اس کو سزا سناؤں گا۔"

فوجی افسر نے کہا: "ہم آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ بے شک آپ اسے سزا سنائیں۔"

منگل پانڈے کی حالت خراب تھی۔ چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ گھگیاتے ہوئے بولا: "میرے بیٹے! کم سے کم میرا یہ احسان تو یاد کر میں نے تجھے ہندوستان میں ایک ماں دی تھی۔ ارے تو مجھے لات مار چکا ہے اور کیا سزا دے گا؟"

فوجی افسر نے ڈانٹ کر کہا: "یو شٹ اَپ! ماسٹر پارس کو سنانے دو۔"

پارس نے اسی طرح آرام سے ٹیک لگا کر کہا: "میں جب یہاں رہوں گا، یہ میرا باڈی گارڈ بن کر رہے گا۔ اپنے ملک واپس نہیں جائے گا۔"

فوجی افسر نے ایک طرف ہٹ کر کہا: "آپ کا حکم سر آنکھوں پر، آپ تشریف لے چلیں۔"

پارس اپنی جگہ سے اُٹھ کر آگے بڑھا۔ فوجی جوان بھی ادھر سے ایک طرف ہٹ رہے تھے۔ اس نے چند قدم چلنے کے بعد پلٹ کر دیکھا۔ پھر منگل پانڈے سے کہا: "تم وہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ فوراً اُٹھ کر بولا: "میں ذرا اپنا سامان اُٹھا لوں۔"

"تم صرف مجھے اُٹھانے کے لیے ہو۔ چلے آؤ۔"

پارس اطمینان سے چلتا ہوا زینے کے اوپری حصے پر پہنچا۔ پانڈے بھی اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے سر اُٹھا کر پوچھا: "زینہ بہت اونچا ہے نا؟"

پانڈے ایک دم سے پیچھے ہٹ کر بولا: "نہیں، ہرگز نہیں۔ میں سمجھ گیا آگے جاؤں گا تو لات پڑے گی اور میں گرتا چلا جاؤں گا۔ ہرگز نہیں، تم آگے چلو۔"

سیلی اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ سر اُٹھا کر دور پار دیکھ رہی تھی۔ پھر رسونتی نے اس کے ذریعے کہا: "فراڈ! اس نے میرے بیٹے کو بھی پریشان کر رکھا ہے مگر بیٹے کو دیکھو کس طرح شرارتیں کر رہا ہے۔ اسے بچاؤ۔ جلدی یہاں سے جائیے۔"

"تم سے تو تمھارا بیٹا زیادہ سمجھ دار ہے۔ اتنی عمر ہو گئی ہے اپنی دنیا دیکھ لی ہے، اتنے مصائب اُٹھا چکی ہو اس کے باوجود معمولی سے پریشان ہو جاتی ہو۔ بیٹے کی طرح ہنسنا بولنا اور زندہ دل رہنا سیکھو۔"

پھر میں نے پارس سے کہا: "یہاں سے جلد نکلنے کی کوشش کرو، تمھاری تمام بھی دوسرے میک اَپ میں ہیں اور یہاں چیکنگ کے مرحلے سے گزرنے کا انتظار کر رہی ہیں۔"

وہ زینے سے اترتے ہوئے نیچے آیا۔ تمام فوجیوں کے لیے اوپر سے احکامات صادر ہوئے تھے کہ شاہانہ طرز پر استقبال کیا جائے لہٰذا اسے دیکھتے ہی تمام فوجی الرٹ ہو گئے۔ افسران سیلوٹ کر رہے تھے اور ایک قطار میں کھڑے ہوئے فوجی اپنی اپنی رائفلیں اُٹھائے نوے ڈگری پر فائر کر رہے تھے۔ اسے ہندوؤں کی زبان سے سلامی دے رہے تھے۔ پارس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا: "پاپا! ایسا شاندار استقبال دیکھ کر جی چاہتا ہے یہیں

رہ جاؤں۔" پھر اس نے آگے بڑھ کر ایک بڑے فوجی افسر سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "مجھے پہلے بتایا ہوتا آپ لوگ اتنے فراخدل ہیں۔ میں پاپا سے کہوں گا، دوسرے پارس کو بھی یہیں ٹرانسفر کر دیں بلکہ پورا خاندان یہاں لے آئیں۔ یہ دن رات کی بھاگ دوڑ سے نجات تو ملے گی۔"

فوجی افسر نے مسکرا کر بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "بیٹے! تمھارا یہ انداز بھی نہیں آیا۔ تم طنزیہ کہہ رہے ہو یا سنجیدگی سے، بہرحال ہمارے دل کی بات کہہ رہے ہو۔"

میں نے رسونتی کے پاس آ کر کہا: "پتا نہیں تم نے میٹا پیدا کیا ہے یا میٹافنہ بوتا ہی جا رہا ہے۔"

وہ بولی: "تم نے مجھے یہ کون سی ڈیوٹی سونپ دی ہے۔ سونیا سے کہو اپنے بیٹے کے پاس جانا چاہتی ہوں، شیبا کو یہاں بھیج دو۔"

میں نے سونیا سے کہا: "رسونتی اپنے بیٹے کے لیے مچل رہی ہے، وہ جہاں جائے گا وہاں ساتھ رہے گی لہٰذا شیبا کو سیلی کے پاس بھیج دو۔"

شیبا نے سیلی کے دماغ میں آ کر کہا: "تم پارس کے پاس جاؤ میں یہاں رہوں گی جانے سے پہلے بتاؤ تم نے وہ تمام باتیں سن لی ہیں جو میں کیری ہام سے کر چکی ہوں؟"

"ہاں فراڈ نے مجھے بتا دیا ہے۔"

"وہاں کے ذمے دار لوگوں سے گفتگو ہو تو میری باتوں کو پیش نظر رکھنا۔ ذرا سا گھبرانا، سونیا بالکس نفیس یہاں موجود ہے۔"

رسونتی اپنے بیٹے کے پاس آ گئی۔ اس سے کہنے لگی: "یہاں سے جلد کی چلو۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں، تمھارے لیے کیسے انتظامات کیے گئے ہیں۔"

پارس نے طیارے کی سیڑھی سے اترنے کے بعد پہلے فوجی افسر سے گفتگو کی تھی۔ اس کے بعد کسی اور فوجی افسر نے اس سے بات نہیں کی۔ اسے اپنی آواز نہیں سنائی۔ سب خاموش رہے۔ جان بوجھ کر گونگے بنتے رہے۔ ایئرپورٹ کی عمارت کے باہر ایک بہت ہی خوبصورت اور مہنگی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے آگے پیچھے فوجی گاڑیاں تھیں۔ اس کار میں پارس کو بٹھایا گیا۔ فوجی افسر اس کے آس پاس بیٹھنا چاہتے تھے، اس نے انکار کیا۔ کہنے لگا: "اگلی سیٹ پر صرف میرا باڈی گارڈ منگل پانڈے بیٹھ سکتا ہے۔"

اسلحہ بند افسران بہت ہی مصلحت پسند تھے۔ کسی بات سے انکار نہیں کر رہے تھے۔ میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ رسونتی وہاں موجود تھی۔ مجھے سونیا کے پاس رہنا چاہیے تھا، شیبا سیلی کے دماغ پر قبضہ جمائے بیٹھی ہوئی تھی۔ انھوں نے پارس کو روانہ کرنے کے بعد پائلٹ جیکب کو طمانچہ مار کر کہا: "اُٹھ کر کھڑا ہو جا۔" وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا: "میں اپنی منگیتر کے بغیر نہیں جاؤں گا۔"

ایک افسر نے حکم دیا: "ایئر ہوسٹس سیلی کو بلایا جائے۔"

سونیا پہلے ہی تیار بیٹھی تھی۔ اس نے سیلی کا سامان اُٹھایا۔ پھر سیڑھی سے اترتے ہوئے پائلٹ جیکب کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور اس کا ہاتھ تھام کر بولی: "اوہ ڈیئر! میں تمھارے بغیر کسی اجنبی جگہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ تم نہ بلاتے تو میں مر جاتی۔"

فوجی افسر نے کہا: "آپ لوگوں کو فوراً یہاں سے چلنا چاہیے۔ مسٹر جیکب! آپ عمارت کے مخصوص راستے سے داخل ہوں گے۔ ہمارے جوان آپ کی رہنمائی کریں گے۔ وہاں کئی پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز موجود ہیں۔ آپ کا انٹرویو لیا جائے گا۔ آپ باقاعدہ انٹرویو نہیں دیں گے جو ضروری سوالات ہوں، ان کا جواب دیتے ہوئے گزر جائیں گے۔"

وہ فوجی جوانوں کی رہنمائی میں ایک مخصوص دروازے سے گزر کر اندر پہنچے، وہاں بڑے سے ہال میں کئی لوگ تھے۔ ان کے آتے ہی فلش لائٹس جلنے بجھنے لگیں۔ تمام رپورٹرز دوڑتے ہوئے قریب آ گئے۔ فوجی جوانوں نے جیکب اور سونیا کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ آنے والوں کو ان سے دور رکھتے جا رہے تھے۔ کوئی پوچھ رہا تھا: "تمھارا نام کیا ہے؟"

"جیکب ہیری سن۔"

"تم نے بین الاقوامی پرواز کے اصولوں کے خلاف ورزی کی ہے۔"

"میں اپنے بس میں نہیں تھا۔"

"کیا آپ اس کی وضاحت کریں گے؟"

وہ بولتا جا رہا تھا اور آگے بڑھتا جا رہا تھا تاکہ ان سے نجات ملتی جائے۔ اس نے جواب دیا: "میں نے محسوس کیا جیسے میرا دماغ اپنے بس میں نہیں ہے۔ کوئی میرے دماغ کو کنٹرول کر رہا ہے اور طیارے کا رُخ بدلنے پر مجبور کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے محسوس کیا میں بالکل گم ہو گیا ہوں۔ اپنی ذات میں نہیں ہوں۔ جب طیارہ یہاں پہنچ گیا تب مجھے ہوش آیا۔ تب پتا چلا کہ میں زندہ ہوں اور اسی طیارے میں پائلٹ کی سیٹ پر موجود ہوں۔"

دوسرے نے سوال کیا: "جس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے آپ کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا، اس نے اپنا تعارف ضرور کرایا ہو گا؟"

"جی نہیں، وہ خاموشی سے آیا اور خاموشی سے چلا گیا۔ میں کہہ نہیں سکتا وہ کون تھا یا تھی؟"

وہ سوالوں کے جواب دیتا ہوا ہال کے سرے پر پہنچ گیا تھا۔ فوجی جوانوں نے اسے دوسرے راستے سے باہر نکال دیا۔ دوسری

طرف پولیس محکمے سے تعلق رکھنے والا ایک افسر اور چند سپاہی تھے۔ انھوں نے جیکب اور سونیا کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے کہا: "تم نے سیلی کے روپ میں اگر بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اب پتا چل رہا ہے ان کی چال کیا ہے۔ جیکب نے جو بیان دیا ہے' اس کے ذریعے یہ لوگ انٹرنیشنل ایئر لائن کے قانون کی زد میں نہیں آئیں گے۔ سارا الزام شارپر پر ہوگا کہ اس نے طیارے کو اغوا کرایا اور اپنے دشمن کے بیٹے کو اسرائیل پہنچا دیا۔"

"تم ماسک مین سے رابطہ قائم کرو۔ اس کے جتنے خفیہ ایجنٹ تل ابیب میں ہیں' ان کے نام اور پتے معلوم کرو۔ مجھے ان میں سے کسی کے ہاں پناہ لینا ہوگی۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

"اور سنو۔ ان ایجنٹوں میں کوئی عورت ہو یا ایسی فیملی ہو جس میں میرے قد و قامت کی عورت ہو تو اچھی بات ہوگی۔"

"تم عورت کہاں سوفیصد لڑکی نظر آتی ہو۔"

"کیا ان حالات میں رومانی گفتگو کرو گے؟"

میں ہنستے ہوئے اس کے دماغ سے چلا آیا۔ پھر ماسک مین کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا: "فرہاد صاحب! میں آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا۔ ابھی پتا چلا ہے' پارس بیٹے کو اغوا کر کے آئل ایبب پہنچا دیا گیا ہے۔"

میں نے کہا: "پارس اور مشین دو الگ چیزیں ہیں۔"

وہ جھینپ کر بولا: "آپ شرمندہ کر رہے ہیں۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں' مشین کے معاملے میں ہم ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ باقی تمام معاملات میں اچھے اور سچے دوست ہیں۔ میں پارس بیٹے کو وہاں سے نکال لانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"فی الحال اپنے تمام ایجنٹوں کے نام اور پتے بتائیں۔"

ماسک مین نے ایک کمپیوٹر کے پاس پہنچ کر اسے آپریٹ کیا۔ اسکرین پر ان تمام ایجنٹوں کے نام اور پتے نظر آنے لگے جو تل ابیب میں موجود تھے۔ وہ انھیں پڑھتا گیا۔ میں لکھتا گیا۔ ان کے نام کے ساتھ یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ ان کے اہم ریکارڈز اور دستاویزات کس الماری کے کس خانے میں رکھی ہوئی ہیں۔ اس نے انٹرکام کے ذریعے حکم دیا: "فلاں الماری کے فلاں خانے سے ٹیپ اسپول نمبر زیرو فوراً لایا جائے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ مجھے تمام ایجنٹوں کی آوازیں سنا رہا تھا۔ میں سنتا جا رہا تھا اور آزمائشی طور پر ایک ایک کے دماغ میں پہنچ کر مطمئن ہو رہا تھا۔ پھر میں نے کہا: "شکریہ! اگر میری ضرورت ہو تو اپنے ایجنٹوں کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا: "تمام معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ اب ان ایجنٹوں کے پاس جا رہا ہوں۔"

"ذرا ٹھہرو۔ پہلے سیلی کے دماغ میں جاؤ۔"

"تم نے شیبا کے پاس جانے سے منع کیا ہے۔"

"میں شیبا کے پاس نہیں' سیلی کے پاس کہہ رہی ہوں۔"

"بات ایک ہی ہے۔ سیلی تو مکمل شیبا بنی بیٹھی ہے۔"

"اسے مخاطب نہ کرو۔ چپ چاپ جاؤ' معلومات حاصل کر کے آؤ۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ان عورتوں کے عجیب نخرے ہوتے ہیں۔ خود کو پُراسرار بنانے اور بڑے سے بڑا کارنامہ انجام دینے کے لیے مجھ سے بات چیت بند کر رکھی تھی۔ اب میں اس کے بالکل قریب تھا۔

میں نے ایک سرد آہ بھری۔ وہ یقیناً چونک گئی ہوگی۔ میں نے کہا: "یہ کم نصیبی ہے۔ زبان رکھتا ہوں بول نہیں سکتا۔ دل رکھتا ہوں دکھا نہیں سکتا۔ میں دیوانہ ہوں جو پاؤں کے بغیر چل کر تیری گلی میں آیا۔ اور نامراد جا رہا ہے۔"

وہ شرما رہی ہوگی' مسکرا رہی ہوگی یا میرا آنا گوارا نہ ہوگا۔ میرے آنے پر اعتراض نہ ہوگا۔ درمیانی کیفیت ہوگی' سمجھ میں آ رہا ہوگا' ایسے وقت چپ رہنا چاہیے۔ کچھ بولنا چاہیے یا سیلی کے دماغ سے چلے جانا چاہیے۔

وہ مجبور تھی۔ سیلی کے دماغ کو چھوڑ نہیں سکتی تھی' ضدی تھی' مجھ سے بولنا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے کہا: "تم نے تھوڑی سی مدت میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں' کہو تو میں گنوا دیتا ہوں۔ ویسے تمھاری نظروں میں وہ کون سا بڑا کارنامہ ہے جس کے بعد تم اپنی قسم توڑ دو گی اور مجھ سے بولو گی؟"

وہ بدستور خاموش تھی۔ میں نے کہا: "سونیا سے شکایت کرنا' وہ غصہ دکھائے گی اور سزا کے طور پر کچھ دنوں کے لیے اپنے دماغ میں میرا داخلہ بند کر دے گی۔ میں پہنچ نامراد جا رہا ہوں۔ خدا حافظ!"

میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ چپ چاپ سیلی کے دماغ میں رہ کر دیکھتا رہا۔ وہ دوسرے مسافروں کے ساتھ طیارے سے باہر آ گئی تھی اور ایک قطار میں کھڑی ہوئی تھی۔ تمام مسافر اپنے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات دکھا رہے تھے۔ ہر مسافر کو چیک کرنے کے بعد اسے کسی نہ کسی ہوٹل کا نام اور پتا بتایا جاتا تھا۔ وہاں اس کے لیے کمرہ ریزرو ہوتا تھا۔ انھیں ایک کارڈ دیا جاتا تھا جسے دکھا کر وہ تل ابیب میں مفت رہائش اختیار کر سکتے تھے۔ کھانے پینے کا بل ادا کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ ہر مسافر کو ذاتی اخراجات کے لیے دو ہزار ڈالر دیے جا رہے تھے۔

سیلی کا پاسپورٹ اور کاغذات چیک کیے گئے۔ پھر مطمئن ہونے کے بعد اسے ایک ہوٹل میں رہائش کے لیے کارڈ اور ذاتی اخراجات کے لیے دو ہزار ڈالر دیے گئے۔ وہ اس مرحلے سے گزر گئی تو میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ سونیا کو بتانے لگا: سیلی کے سلسلے میں اب پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ سخت سیکنگ کے مرحلے سے گزر گئی ہے۔"

لیکن ایسا نہیں تھا۔ میرے آنے کے بعد سیلی اپنا لگیج لینے کے لیے گئی تو یک بیک چونک گئی' چاروں طرف حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی: "میں یہاں کیسے آ گئی۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں اتنی دیر تک کہاں تھی؟"

وہاں اب سیلی کے ساتھ کیا ہو رہا تھا اور سونیا کے سلسلے میں ایسے انکشافات ہونے والے تھے' یہ جاننے کے لیے نہ تو میں موجود تھا اور نہ ہی شیبا۔ اگر وہ موجود ہوتی تو سیلی اپنے ہوش و حواس میں نہ آتی۔

ادھر شیبا مجبور ہو گئی تھی۔ اپنے بیڈ روم میں بیٹھی خیال خوانی کر رہی تھی' اچانک زوردار دھماکے سے دروازہ پٹنے کی آواز سنائی دی۔ پہلے تو اس نے توجہ نہیں دی۔ پھر جو جو کی آواز سن کر اسے چونکنا پڑا۔ وہ کہہ رہی تھی: "ممی جلدی آئیے' پارس بُری طرح زخمی ہو گیا ہے۔"

شیبا کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ خیال خوانی بھول کر تیزی سے دوڑتی ہوئی آئی' کمرے کا دروازہ کھولا۔ پھر جو جو کو جھنجوڑتے ہوئے پوچھا: "کیا ہوا میرے بیٹے کو؟"

"ممی وہ چاقو سے زخمی ہو گیا ہے۔ جلدی چلیے۔"

وہ جو جو کے ساتھ تیزی سے چلتے ہوئے سونیا کے پاس پہنچی پھر بولی: "سونیا آئی ایم سوری۔ میں خیال خوانی کے ذریعے سیلی کے دماغ میں نہیں رہ سکتی۔ میرا بیٹا زخمی ہو گیا ہے۔ میں اس کی دیکھ بھال کے لیے جا رہی ہوں۔"

سونیا نے کہا: "اوہ شیبا! تم نے بہت بڑی غلطی کی۔ سیلی کو چھوڑنا نہیں چاہیے تھا۔"

"میں اسے چیکنگ کے مرحلے سے گزار چکی ہوں ـــــ اب میرے بس میں نہیں ہے۔ میں اپنے بیٹے کو چھوڑ نہیں سکتی۔"

"شیبا! یہ تو موجود' یہاں پارس قید ہو چکا ہے۔ اس کا شاہانہ استقبال کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ پارس دوم زیادہ خطرے میں ہے۔ اسے توجہ کی ضرورت ہے' ہم سب کو توجہ دینا ہوگی۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں پارس کو بے مثال بنانے اور بہت بڑا کارنامہ انجام دینے کے لیے ماں بنتے بنتے بالکل ہی ماں بن گئی ہوں۔ اسے ذرا بھی چوٹ پہنچتی ہے تو میرا کلیجا کانپنے لگتا ہے۔ میرا پارس میری آن ہے جیسے ایک دن فرہاد کے سامنے پیش کر کے اپنا سر فخر سے بلند کر سکوں گی۔ میں جا رہی ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ سونیا نے پریشان ہو کر پوچھا: "فرہاد! تم موجود ہو؟"

"ہاں' میں سیلی کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں سیدھا سیلی کے پاس گیا۔ وہاں جو کچھ ہوا' میں ابھی بتاؤں گا لیکن پارس چونکہ چاقو سے زخمی ہو گیا تھا' اس لیے پہلے اس کے متعلق بتا دینا چاہتا ہوں۔

کوئی خاص پریشانی کی بات نہیں تھی۔ آمنہ اسے چاقو استعمال کرنے اور نظروں کو ایک جگہ مرکوز رکھنے کے سلسلے میں ٹریننگ دے رہی تھی۔ اس سلسلے میں پارس کو سمجھایا جاتا تھا۔ وہ اپنی بائیں ہتھیلی میز پر رکھے' انگلیاں پھیلا دے۔ دائیں ہاتھ میں چاقو پکڑے اور بائیں ہاتھ کی پھیلی ہوئی انگلیوں کے درمیان چاقو کی نوک مارتا جائے۔ یہ ٹریننگ کا ایسا مرحلہ تھا جس میں تربیت پانے والا خود کو زخمی کر لیتا ہے۔

پہلے پہل پارس آہستہ آہستہ چاقو چلاتا تھا۔ ہر انگلی کے درمیان چاقو کی نوک مارتا۔ پھر چاقو اٹھا کر دوسری انگلی کے درمیان وہی نوک پیوست کرتا۔ پھر تیسری انگلی کے درمیان یہی عمل جاری رہتا۔ اس طرح وہ پانچوں انگلیوں کے درمیانی حصے میں چاقو کی نوک مارتا جاتا تھا۔ ابتدا میں یہ عمل سست ہوتا تھا۔ آمنہ کہتی تھی: "رفتار بڑھاتے جاؤ۔ جلدی جلدی چاقو کی نوک انگلیوں کے درمیان چلاتے رہو۔ تمھارے ہاتھ کچھ کہنے پر کوئی بھی انگلی یا ہتھیلی کی پشت زخمی ہو سکتی ہے۔ انسان اپنے بچاؤ کی خاطر محتاط بھی ہو سکتا ہے اور تیز رفتار بھی۔"

پارس نے پچھلے دو دن کی ٹریننگ کے دوران اپنی رفتار میں کچھ اضافہ کر لیا تھا۔ آمنہ کا مطالبہ تھا' رفتار کچھ اور بڑھاؤ۔ تیزی سے چاقو کی نوک ہر انگلی کے درمیان میں مارتے جاؤ اور پھر اسی انداز سے مارتے ہوئے واپس آؤ۔"

تیسرے دن اس کی رفتار خاصی تیز ہو گئی۔ اب آمنہ کہتی تھی: "اس عمل کے دوران میں تمھیں مخاطب کروں گی۔ اگر تم ذرا بھی توجہ ہٹاؤ گے تو زخمی ہو جاؤ گے۔"

اس کے بعد آمنہ نے طویل وقفہ رکھتے ہوئے کئی بار اسے آواز دی۔ بہکانے کی کوشش کی لیکن وہ باپ کا بیٹا جہاں نظریں جمایا تھا' وہاں سے ہلتا نہیں تھا۔ چاقو کو تیزی سے اپنی انگلیوں کے درمیان مارتا جاتا تھا۔

ایک بار آمنہ نے اچانک ہی کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے تیزی سے موسیقی آن کی۔ آرکسٹرا کی آواز ایک دم سے جھنجھناتی ہوئی ابھری لیکن پارس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

ہم اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو پھیلا کر دیکھیں تو پانچ انگلیوں کے درمیان چار خالی جگہ بنتی ہیں۔ پارس نے چھوٹی انگلی سے لے کر انگوٹھے کے درمیان گنتی مقرر کر لی تھی۔ ایک خانہ' دو خانہ' تین خانہ' چار خانہ۔

ایسے وقت وہ دو ہی باتیں جانتا تھا۔ دگا یا وہاں مر کر زندہ رہیں گی اور وہ گنتا جائے گا کسی اور طرف توجہ نہیں دے گا۔ اس طرح وہ چاقو کی نوک مارتے ہوئے گنتا تھا: "ایک، دو، تین، چار۔" پھر پلٹ کر واپس آتا تھا: "چار، تین، دو، ایک۔" پھر سیدھا جاتا تھا: "ایک، دو، تین، چار۔" پھر واپس آتا تھا: "چار، تین، دو، ایک۔"

وہ چاقو مارنے کے سلسلے میں جتنی رفتار بڑھاتا تھا، اتنی تیزی سے گنتا چلا جاتا تھا۔ آمنہ نے اسے ہر طرح آزما لیا تھا۔ اس کی توجہ کسی طرف نہیں بٹتی تھی لیکن ایک بار اچانک ہی جو جو نے دوڑتے ہوئے اگر اسے مخاطب کیا: "پارس۔۔۔"

یہ وہ آواز تھی جو کانوں میں نہیں سیدھی دل میں پہنچتی تھی۔ بہت اچھی لگتی تھی۔ نقار خانے میں طوطی کی آواز سنائی نہیں دیتی لیکن وہ جو جو کی سُریلی آواز جشن کے شور میں بھی سُن سکتا تھا۔ نتیجہ وہی ہوا۔ دھیان ذرا سا بھٹکا اور چاقو ہتھیلی کی پشت میں پیوست ہو گیا۔

آمنہ نے لپک کر چاقو وہاں سے نکالا تو خون بہنے لگا۔ جو جو کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ چند ساعت کے لیے سکتے میں رہ گئی۔ پھر ایک دم سے روتے ہوئے آگے بڑھی اور پارس کی خون آلود ہتھیلی کو لے کر چومنے لگی۔ اپنے چہرے سے لگانے لگی۔ پارس کا لعاب اس کے چہرے پر پھیل رہا تھا۔ وہ رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی: "یہ میں نے کیا کیا۔ میں نے بہت بڑی غلطی کی تم میری وجہ سے دوسری بار زخمی ہو گئے۔ میں بہت خراب لڑکی ہوں۔ میں اچھی نہیں ہوں۔ مجھے مارو۔۔۔"

آمنہ نے ڈانٹ کر کہا: "جو جو! ہاتھ چھوڑو اور الگ کھڑی ہو جاؤ۔"

آمنہ نے ایک شیشی کے ڈھکن کو کھولا پھر پارس کا ہاتھ لے کر اس کے زخم پر کوئی دوا اسپرے کرنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے خون بہنا بند ہو گیا۔ ادھر جو جو اپنی ممی کو آواز دیتی ہوئی بھاگتی چلی گئی تھی۔ پھر شیبا اس کے ساتھ آئی۔ اس نے آتے ہی پوچھا: "کیا ہو گیا میرے بچے کو۔ کیسے زخمی ہو گیا ہے؟"

اس نے پارس کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھینچا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ آمنہ نے پوچھا: "شیبا! کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

وہ غصے سے بولی: "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ بچے کو اتنی خطرناک ٹریننگ دے رہی ہو۔"

"کیا اسے بہت بڑا کارنامہ بنا کر پیش کرنے کا ارادہ نہیں ہے؟"

"جہنم میں گیا کارنامہ۔ میں ایسا کوئی کام نہیں چاہتی جس سے میرے بچے کو نقصان پہنچے۔ پتا نہیں، مجھے کیا ہو گیا خدایا، میرا دل کیوں ممتا سے بھر گیا ہے؟ میں نے اسے دیا ہے لیکن اس کی آہ سنتی ہوں تو مر جاتی ہوں۔"

آمنہ نے پارس کو اس کی گود سے الگ کیا پھر اس کا ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا: "کوئی بڑا زخم نہیں آیا ہے۔ اگر نہیں کھائے گا تو جی دار کیسے بنے گا۔ کیا تم یقین سے کہہ سکتی آغوش میں سمیٹ لینے سے آئندہ کوئی حادثہ پیش نہیں آئے کسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہو گا۔ کسی آزمائش سے نہیں گا۔ اگر تم یقین سے کہہ سکتی ہو تو اسے لے جاؤ اور اسے اپنے میں چھپا کر رکھو یا جذبات کو قابو میں رکھ سکتی ہو تو یہاں چلی جاؤ۔"

شیبا نے ایک نظر پارس پر ڈالی پھر سر جھکا کر چلا۔ آمنہ نے کہا: "پارس! زخم کھانے کے بعد آدمی مر نہیں جاتا تمام زخموں کے ساتھ حالات سے لڑتا ہے۔ جو عمل جاری رکھ اسے رُکنے نہیں دیتا۔ لہٰذا اپنا عمل جاری رکھو گے۔ کیچ اٹ۔۔۔"

اس نے پارس کی طرف چاقو اچھالا۔ اس نے ایک سے کیچ کر لیا۔

اب آپ سیلی اینڈرسن کی روداد سنیے۔ اس کا دماغ ہو چکا تھا۔ وہ بدحواس ہو کر چاروں طرف دیکھ رہی تھی اور چیخ کر اپنے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ یہ صرف آدھے منٹ کی بات پھر مس اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا لیکن دیر ہو چکی تھی، بہ ظاہر ہو چکا تھا۔ وہ جہاں کھڑی ہوئی تھی اس سے کچھ فاصلے سامنے آئینہ تھا جس پر نظر پڑتے ہی وہ چیخ کر پیچھے ہٹ گئی پھر آگے بڑھ کر آئینے میں اپنے چہرے کو ٹٹولتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی: "یہ میں نہیں ہوں۔ یہ میرا چہرہ کیسے بدل میں نہیں ہوں۔ مجھے کیا ہو گیا ہے؟"

یہ کہتے ہی وہ چکرا کر گر پڑی تھی کہتے ہی فوجی افسران جوان دوڑتے ہوئے آئے تھے اسے چاروں طرف سے گھ تھا تاکہ دوسرے لوگ قریب نہ پہنچیں۔ ایک افسر فرش پر کر اسے اٹھا رہا تھا اور جھنجوڑ کر پوچھ رہا تھا: "مس! کیا بات قصص کیا ہو گیا ہے؟"

ایسے وقت میں پہنچ گیا تھا مگر بات بگڑ چکی تھی۔ فوجی اور دوسرے لوگوں نے صاف طور سے دیکھا تھا کہ وہ آئینہ دیکھ گھبرا رہی ہے اور اپنے موجودہ چہرے سے انکار کر رہی ہے۔ ایسے میں اس کے دماغ پر قبضہ جماتا اور اسے پھر مس مری کی ہیئت سے بولنے پر مجبور کرتا تو بات نہیں بن سکتی تھی۔

میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا: "سیلی ظاہر ہو چکی ہے۔ ممتاز ہو۔ میں ریڈ پاور کے ایجنٹوں سے مل کر آتا ہوں۔"

سونیا، پائلٹ جیکب کے ساتھ ایک چھوٹے سے بنگلے میں پہنچ گئی تھی۔ تل ابیب میں ریڈ پاور کے چار ایجنٹ تھے۔ دو جوان لڑکیاں اور دو مرد۔ ایک کا نام نتاشا اور دوسری کا نام روسیلا، تیسرے کا نام واسکو ڈوف اور چوتھے کا نام وانڈرمین تھا۔ میں ان کی آوازیں سننے کے بعد باری باری ان کے پاس پہنچ چکا تھا مگر زیادہ تفصیل معلوم نہیں کی تھی۔ چوں کہ سونیا پناہ لینا چاہتی تھی اس لیے میں نے لڑکیوں کی طرف توجہ دی۔

نتاشا روسی لڑکیوں کا نام ہوتا ہے۔ اگر سونیا اس کے روپ میں رہنا چاہتی تو اسرائیلی انٹیلی جنس والوں کی نظریں اس پر رہتیں۔ اب بھی نتاشا ان کی نظروں میں رہتی ہو گی۔ اس کے برعکس روسیلا تل ابیب میں پیدا ہوئی تھی۔ ماں اسرائیلی یہودی تھی اور باپ روسی یہودی۔ وہ باپ سے زیادہ متاثر تھی۔ جب وہ کالج کی تعلیم سے فارغ ہوئی تو اس وقت ماں باپ مر چکے تھے۔ آج کل اسرائیلی انٹیلی جنس کے چیف مسٹر میلڈر کی پرسنل سیکرٹری تھی۔

وہ ریڈ پاور والوں کے لیے شاید اس لیے جاسوسی کرتی تھی کہ باپ سے بے حد متاثر تھی۔ میں نے مخاطب کیا: "روسیلا!"

وہ چونک گئی، کہیں باہر جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گئی۔ پھر میں نے کہا: "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

وہ زیرلب مسکرائی۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولی: "میں کیسے یقین کر لوں؟"

میں نے کہا: "فرہاد آن زیرو چینل۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے ہمیں کوڈ ورڈز کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے۔ میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ میرے لائق کوئی خدمت؟"

"خدمت ہی خدمت ہے۔ کیا تم اس کوارٹر میں تنہا رہتی ہو؟"

"بالکل تنہا ہوں۔ اس پاس کے تمام کوارٹروں میں انٹیلی جنس سے تعلق رکھنے والا اسٹاف رہتا ہے۔"

"پھر تو بڑی مشکل ہے۔"

"آخر کام کیا ہے؟"

"سونیا تمہاری جگہ لینا چاہتی ہے۔"

"اوہ گاڈ، کیا مادام سونیا موجود ہیں؟"

"ہاں، وہ کسی وقت بھی تمہارے پاس پہنچ سکتی ہے۔"

"یہاں سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ کسی کے ہاں ایک عام وزیٹر بھی آئے تو دوسروں کو پتا چل جاتا ہے۔"

"تم ایسا خفیہ اڈا بتاؤ جہاں ایک طرف سے تم پہنچو دوسری طرف سے سونیا۔ پھر سونیا تمہاری جگہ لے کر تمہارے کوارٹر میں پہنچ جائے۔"

"میرا کیا ہو گا؟"

"اس پر ہم بعد میں بحث کریں گے۔ کیا ایسا کوئی خفیہ اڈا ہے؟"

"ہمارا ایک ساتھی تل ابیب کی مضافاتی بستی میں رہتا ہے۔ اس کا نام وانڈرمین ہے۔ ذرا عیاش طبیعت کا آدمی ہے۔ اس کے مکان میں کوئی نہ کوئی آئی جاتی رہتی ہے بلکہ وہاں دو چار روز قیام بھی کرتی ہے۔"

"اگر تم وانڈرمین کے ہاں قیام کرو گی تو کیا تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی: "جی نہیں، وہ اگرچہ عیاش ہے لیکن کسی پر جبر نہیں کرتا۔ دوستوں سے دوستی نبھاتا ہے۔ ہماری بڑی عزت کرتا ہے۔"

"اس کا پتا بتاؤ اور وہاں پہنچو۔"

اس نے پتا بتا دیا۔ میں نے کہا: "ابھی تمہارے پاس آ کر اہم معلومات حاصل کروں گا۔ خصوصاً اپنے دفتری معاملات کے متعلق معلومات فراہم کرنا تاکہ سونیا کو تفصیل معلوم ہو جائے۔"

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ حالات بدل گئے تھے جب وہ جیکب کے ساتھ چھوٹے سے مکان میں پہنچی تو سپاہی باہر کھڑے ہوئے تھے۔ صرف ایک افسر اُن کے ساتھ اندر آیا تھا اور کہہ رہا تھا: "مسٹر جیکب! آپ ہمارے مہمان ہیں لیکن ایک درخواست ہے، ہماری اجازت کے بغیر کہیں باہر نہ جائیں۔ ہم آپ کے محافظ بن کر ساتھ رہیں گے کیوں کہ خیال خوانی کرنے والوں کی طرف سے آپ کو خطرہ ہے۔"

جیکب نے کہا: "میں سانس روکنے لگا ہوں۔ طیارے میں اور ائیرپورٹ پر کوئی شخص میرے دماغ تک پہنچنا چاہتا تھا، جانے میں نے کیسے محسوس کر لیا اور بے اختیار سانس بھی روک لی۔ اس کے بعد کسی سوچ کی لہر میرے دماغ میں نہیں آئی۔"

آفیسر نے کہا: "مسٹر! میں اس سلسلے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ مجھے جو احکامات ملے ہیں، ان پر عمل کر رہا ہوں اور آپ سے بھی عمل کرا رہا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ آفیسر نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ پھر سنا۔ دوسری طرف سے کہا گیا: "جو حکم دیا جا رہا ہے، اس پر فوراً عمل کرو، ذرا بھی تاخیر نہیں ہونا چاہیے۔"

پائلٹ جیکب کے ساتھ جائیر ہوسٹس ہے اس کو حراست میں لے لو ہاتھ پاؤں اس طرح جکڑ دو کہ وہ حرکت نہ کر سکے۔ حکم کی تعمیل ہوتے ہی مجھے فون پر اطلاع دو۔ وٹیس آل۔"

آفیسر نے ریسیور رکھا پھر فوراً ہی ہوسٹر سے ریوالور نکال کر سونیا کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ہاتھ اوپر کر لو۔ ذرا بھی حرکت نہ کرنا۔"

سونیا سمجھ گئی اُدھر سیل کا راز فاش ہوا ہے۔ ادھر اسے حراست میں لیا جا رہا ہے۔ آفیسر بلند آواز میں سپاہیوں کو کہہ رہا تھا۔ وہ فوراً اندر چلے آئیں لیکن جیکب نے دوڑ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ پھر غصّے سے پوچھا۔ "یہ کیا حرکت ہے؟"

"مسٹر جیکب! مجھے حکم ملا ہے کہ میں اس ایئر ہوسٹس کو گرفتار کر لوں۔"

"جس نے حکم دیا ہے وہ پاگل کا بچہ ہوگا۔ یہ میری حفاظت ہے۔ ریوالور ہٹا لو۔"

آفیسر نے غصّے سے کہا۔ "دروازہ کھولو اور میرے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔"

جیکب سونیا کے سامنے ڈھال بنتے ہوئے بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں طیارہ نیویارک لے جانا چاہتا تھا۔ کل ایب لے آیا۔ ایئر پورٹ پر پریس رپورٹرز کو پتا نہیں کیا کیا جوابات دیے ہیں۔ سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے۔"

سونیا نے موقع پاتے ہی جیکب کو پیچھے سے دھکا دیا۔ وہ جا کر آفیسر سے ٹکرایا۔ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر صوفے پر گر پڑے۔ پھر اس سے پہلے کہ آفیسر اٹھ کر سنبھلتا اس کے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ سونیا اسے نشانے پر رکھتے ہوئے آہستگی سے بول رہی تھی۔ "سپاہی دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔ زندگی چاہتے ہو تو ان سے کہو، باہر چپ چاپ پہرا دیتے رہیں۔ ابھی آنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کی نال کو اس کی پیشانی سے لگا دیا۔ وہ سہم کر بولا۔ "ابھی آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ واپس اپنی ڈیوٹی پر جاؤ۔ ضرورت ہوگی تو بلا لوں گا۔"

دروازے کے باہر خاموشی چھا گئی۔ واپس جاتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سونیا نے اسے بدستور نشانے پر رکھتے ہوئے کھڑکی کے پردے کو ذرا ہٹا کر دیکھا۔ سپاہی دور چلے گئے تھے۔ مکان کے احاطے میں چاروں طرف پہرا دے رہے تھے۔ اس نے پھر حکم دیا۔ "اب ایک سپاہی کو اندر بلاؤ۔"

اس نے پیچھے سے افسر کے کالر کو پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ اسے لے کر دروازے کے پاس چلی گئی۔ اس نے سپاہی کو نام لے کر آواز دی۔ تھوڑی دیر بعد قدموں کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے آہستگی سے کہا۔ "دروازہ کھولو اور اسے اندر بھیج دو۔"

اس نے ہدایت کے مطابق دروازے کو کھولا اور کہا۔ "آ جاؤ۔"

جیسے ہی وہ اندر آیا، سونیا نے ایک جھٹکے سے دروازہ کو بند کیا۔ پھر کہا۔ "ہتھیار پھینک دو ورنہ تمہارے افسر کی جان جائے گی۔"

سپاہی بوکھلا گیا تھا۔ وہ کبھی سونیا کو اور کبھی اپنے افسر کو دیکھ رہا تھا جس کی کنپٹی سے ریوالور لگا ہوا تھا۔ اس نے افسر کے حکم پر ریوالور پھینک دیا۔ سونیا نے دونوں کو اپنے ریوالور سے کور کرتے ہوئے ہتھیار کو اٹھا لیا۔ انھیں لے کر باتھ روم کے پاس آئی۔ دروازہ کھول کر سپاہی کو اندر جانے کے لیے کہا۔ جب وہ چلا گیا تو اس نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ اس کے افسر سے بولی۔ "اب دوسرے کو بلاؤ۔"

یہ عمل باقی تین سپاہیوں تک جاری رہا۔ وہ اسی طرح آواز بلاتی رہی اور باتھ روم میں بند کرتی رہی۔ بے چارہ جیکب پریشان ہو کر پوچھ رہا تھا۔ "سیلی! یہ کیا ہے۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ تم ایسی تو پہلے کبھی نہیں لگتی تھیں۔ آج بڑی پُراسرار لگ رہی ہو۔"

"تم خاموشی سے تماشا دیکھتے رہو۔ میں ان سے نمٹ کر ساری باتیں سمجھا دوں گی۔"

میں اس وقت تک سونیا کے پاس پہنچ گیا تھا اور اپنی آمد کی اطلاع دے کر خاموشی سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ وہ لٹنے کو خوش کہنے اور ہنگامہ برپا کرنے میں نہ تو وقت ضائع کرنا چاہتی تھی نہ ہی اس کے لوگوں کو متوجہ کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنے طریقے پر بڑی کامیابی سے عمل کر رہی تھی۔

چاروں سپاہیوں کے ہتھیار فرش پر پڑے ہوئے تھے اس نے ٹھوکریں مار کر ان ہتھیاروں کو دوسرے کمرے میں پھینک دیا۔ پھر اس کمرے کے دروازے کو بند کر دیا۔ اس کے بعد ریوالور کے چیمبر کو خالی کرتے ہوئے کہا۔ "آفیسر! میں خاموشی پسند کرتی ہوں۔ کوئی شور مچائے تو کان دُکھنے لگتے ہیں لہٰذا تم بھی شور نہ مچاؤ۔ چپ چاپ بند ہو جاؤ۔"

اس نے ریوالور کے تمام بلٹ اپنی جیب میں رکھ لیے۔ آفیسر نے دیکھا، ریوالور خالی ہو گیا ہے تو اچانک اس کی طرف لپکا۔ اسے پکڑنا چاہتا تھا۔ سونیا نے اس کے ایک ہاتھ کو پکڑ کر جھٹکا دیا۔ وہ اس کے پیچھے جاتا ہوا ایک دیوار سے ٹکرا گیا۔

پٹنے سے پہلے ہی اس کی کمر پر لات پڑی۔ اس ٹھوکر کی تکلیف نے پٹنے پر مجبور کیا تو منہ پر گھونسا پڑا۔ وہ اسے سنبھلنے کی فرصت نہیں دے رہی تھی۔ ہاتھ پکڑتے ہوئے جوڈو کا داؤ استعمال کیا تو وہ کمرے کے ایک سرے سے ہو کر الٹتا ہوا، قلابازی کھاتا ہوا دوسری طرف جا کر چاروں شانے چت ہو گیا۔ ریڑھ کی ہڈی بُری طرح دُکھنے لگی تھی۔ وہ چیخنا چاہتا تھا۔ سونیا نے اپنا پاؤں اس کے منہ پر رکھ دیا اور کہا۔ "میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ مجھے خاموشی پسند ہے۔"

وہ اس کے پاؤں تلے مچل رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "اب بار نہیں آئے اور شور مچانا چاہو گے تو میں اس میں ایک بلٹ رکھ رہی ہوں۔"

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک بُلٹ نکالا اور ریوالور کے چیمبر میں رکھنے لگی۔ وہ نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلانے لگا۔ اس نے پاؤں ہٹا کر پوچھا۔ "خاموش رہو گے؟"

اس نے سر ہلایا۔ سونیا نے کہا۔ "جیکب! ٹیپ رول دو۔"

اس نے میز پر رکھے ہوئے ایک اخبار کو اٹھا کر اس کے ایک ورق کا گولا بنایا۔ اسے افسر کے منہ میں ٹھونسنے لگی۔ وہ اوں اوں کر رہا تھا لیکن ریوالور کو دیکھ کر چپ ہو جاتا تھا۔ اس نے جیکب سے رومال لے کر اس کے منہ پر باندھ دیا۔ اسے دھکیلتے ہوئے ایک اسٹور روم میں لے گئی۔ وہاں سے ایک رسّی لے کر ہاتھ اور پاؤں اس طرح باندھ دیے کہ وہ جُھک کر انھیں کھول بھی نہ سکے۔ پھر اسے اسٹور روم میں جھوڑ کر باہر سے بند کر دیا۔

جیکب شدید حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے فراغت پائی تو وہ تعجب سے بولا۔ "سیلی! میں نے تمہارا یہ روپ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آخر معاملہ کیا ہے؟ یہ لوگ تمہیں گرفتار کیوں کرنا چاہتے ہیں؟"

"جیکب! مجھے افسوس ہے، میں تمہاری سیلی نہیں ہوں۔ وہ تمہارے پاس جلد ہی پہنچ جائے گی۔ اگر تم اسے زندہ دیکھنا چاہتے ہو اور خود زندہ رہنا چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے نکلو۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی باہر لے آئی۔ اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا تو پتا چلا، اس کی انگلیاں کسی دوشیزہ کی انگلیوں میں نہیں بلکہ فولادی شکنجے میں پھنسی ہوئی ہیں۔ وہ حیران حیران سا اس کے ساتھ گھسٹتا چلا گیا۔ باہر وہی گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس میں انھیں لایا گیا تھا۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالتے ہوئے بولی۔ "فرہاد! اب بتاؤ کمال جانا ہے؟"

میں اسے ریڈ پاور کے ایجنٹ وانڈرمین کا پتا بتانے لگا۔ اس نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ تقریباً دو میل جانے کے بعد اس نے گاڑی کو ایک جگہ روکا۔ پھر کہا۔ "جیکب! میں نے تمہیں نقصان نہیں پہنچایا ہے اور انشاءاللہ سیلی کو بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ لہٰذا یہاں سے نکلتے ہوئے اسی مکان کے پاس جاؤ اور ان سپاہیوں کو آزاد کر دو۔ اگر تیزی سے دوڑتے ہوئے جاؤ گے اور جلد سے جلد انھیں نجات دلانے کی کوشش کرو گے تو میں دشمن بن جاؤں گی۔"

جیکب دروازہ کھول کر باہر آیا۔ پھر دروازے کو بند کیا۔ سونیا نے گاڑی کو آگے بڑھا دیا۔ تیز رفتاری سے وانڈرمین کے مکان کی طرف جانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم وہاں تک پہنچ جاؤ گی؟"

"میں تل ابیب میں کافی عرصہ رہ چکی ہوں۔ یہاں کے راستوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ تم بتاؤ، آئندہ کے لیے کیا سوچ رکھا ہے؟"

میں نے اسے رومیلا کے متعلق بتایا۔ وہ بولی۔ "یہاں وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً رومیلا سے اہم معلومات حاصل کرو۔"

رومیلا اپنے کوارٹر سے نکل چکی تھی۔ ایک چھوٹی سی کار میں بیٹھ کر وانڈرمین کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "راستے میں کیک اپ کا سامان خرید لو اور اپنے دفتری معاملات کے متعلق بتاتی جاؤ۔ اپنے دوستوں اور شناساؤں کے بارے میں بھی تفصیلات بیان کرتی جاؤ۔"

وہ کہنے لگی۔ "یوں تو مجھے آس پاس کے کوارٹر والے اچھی طرح جانتے ہیں لیکن میں تک چڑھی کہلاتی ہوں۔ کسی سے زیادہ نہیں بولتی پورے اسٹاف کا خیال ہے کہ میں اپنے چیف کی داشتہ ہوں۔"

"کیا یہ درست ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا چیف ساٹھ برس کا بوڑھا ہے مگر خود کو جوان ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مجھ پر ڈورے ڈالتا رہتا ہے۔ میں اسے اپنی اداؤں سے دیوانہ بناتی رہتی ہوں تاکہ ضروری معلومات حاصل ہوتی رہیں۔"

وہ بولتے رہنے کے دوران ایک بہت بڑے اسٹور کے سامنے رُک گئی۔ کار سے نکل کر اندر گئی۔ میک اپ کے مہنگے اور ضروری سامان خریدنے لگی۔ میں اسے گائیڈ کر رہا تھا کہ سونیا کو کن چیزوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ وہ تمام سامان خرید کر پھر کار میں آئی۔ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے وانڈرمین کے دروازے کے سامنے پہنچ گئی۔ وہ انتظار کر رہا تھا۔ آگے بڑھ کر بولا۔ "چلی آؤ۔ مادام سونیا آ گئی ہیں۔"

وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "کیا کسی ٹیکسی میں آئی ہیں؟"

"وہ آتشی ناداں نہیں ہیں کہ ٹیکسی والے کو یہاں تک لاتیں۔ وہ پولیس والوں کی گاڑی میں آئی ہیں۔" انھوں نے گاڑی کو ہٹ

دور چھوڑ دیا ہے اور پیدل یہاں تک آئی ہیں۔"

رومیلا اس کے ساتھ اندر آئی۔ سونیا ایک کمرے میں بیٹھی سیلی کا میک اَپ اتار رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "رومیلا سے مجھے بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ تم میک اَپ کرنے کے دوران اس سے ضروری سوالات کرتی رہو۔ وہ جواب دیتی رہے گی۔ میں ذرا پارس کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

اسی وقت رسونتی نے آکر کہا۔ "میرے پاس آؤدیاں سے کے دو ذمے دار افراد مجھ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے سونیا کو بتایا۔ "رسونتی مجھے پارس کے پاس بلا رہی ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

میں اپنے بیٹے کے پاس پہنچ گیا۔ مجھے اس کے ذریعے وہی شاندار محل نما کوٹھی دکھائی دی جس میں کچھ عرصہ پہلے ڈمی شیبا نے قیام کیا تھا۔ جہاں آمنہ ایک لیڈی باڈی گارڈ کی حیثیت سے پہنچ گئی تھی۔ جس بڑے سے ہال نما ڈرائنگ روم میں شیبا نے ہال کے عہدیدار ملاقات کرتے تھے، اسی ڈرائینگ روم میں آج بھی بہت سے ذمے دار افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ پارس دو مسلح جوانوں کے درمیان اس طرف جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے منگل پانڈے چل رہا تھا۔ جب وہ ڈرائنگ روم میں پہنچا تو تمام افراد اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ دیکھا جائے تو وہ ایک بچہ تھا اور اس کے سامنے اسرائیلی حکومت کے بڑے بڑے عہدے دار اور ذمے دار افراد تھے جو کسی کے سامنے جھکنا نہیں جانتے تھے لیکن ضرورت کی کوئی چیز زمین پر پڑی ہو تو اسے اٹھانے کے لیے جھک جاتے تھے۔ پارس بھی ان کی ضرورت تھا۔ وہ اسے نقصان پہنچاتے تو ان کی پوری قوم اور ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا۔ اگر اسے خوش رکھتے تو ہم سے دوستی کی توقع رکھ سکتے تھے۔ اسی لیے وہ اس کی آمد پر اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے جیسے کسی ملک کا شہزادہ آیا ہو اور وہ اس کی تعظیم کر رہے ہوں۔

اس کے لیے ایک صوفہ مخصوص تھا۔ وہ اس پر بیٹھ گیا۔ اس کے سامنے تمام افراد دائرے کی صورت میں صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پوچھا۔ "ماسٹر پارس! کیا آپ کی ماما اور پاپا موجود ہیں؟"

اس نے جواب دیا۔ "میں آپ لوگوں کے لیے کافی ہوں۔ ضرورت محسوس کروں گا تو انھیں مخاطب کروں گا۔"

اس شخص نے کہا۔ "ہم تسلیم کرتے ہیں، آپ ایک عظیم باپ کے ہونہار بیٹے ہیں۔ ہمارے سوالوں کا بڑی حد تک جواب دے سکیں گے لیکن ہم بہت سے پیچیدہ معاملات میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"آپ گفتگو شروع کریں۔ معاملہ پیچیدہ ہوگا تو وہ آ جائیں گے۔"

جب ڈمی شیبا اس ڈرائنگ روم میں آیا کرتی تھی تو کے ساتھ بھی یہی ہوتا تھا۔ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے افراد گفتگو کرتے تھے۔ اس بات کا اندیشہ نہیں ہوتا تھا کہ ہم ان دماغوں میں پہنچ کر وہاں کے اہم راز معلوم کر سکیں گے۔ وہ بڑے لوگ آکر بیٹھا کرتے تھے، ان کا اس ملک کے اہم رازوں سے تعلق نہیں ہوتا تھا وہ سب جونیئر افسران ہوتے تھے۔ ان سینئر افسران کہیں دور چھپے ہوتے تھے اور مائکروفون کے ذر وہاں سے ساری گفتگو کو سنتے تھے جن سوالوں کے جواب پیچیدہ تھے، وہ وہاں سے جواب ارسال کرتے تھے۔

پارس کے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کو یہ اندیشہ نہیں کہ ہم میں سے کوئی ان کے دماغوں میں پہنچ کر انھیں نقصان پہنچا سکتا ہے یا ان سے کوئی اہم راز معلوم کر سکتا ہے۔ ایک شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "میں بھارتی سفارت خانے کا سیکرٹری ہوں اور یہ سوال کرنے آیا ہوں کہ میرے ملک کے ایک پولیس ا کو آپ نے کیوں اپنے ساتھ رکھا ہے؟"

پارس نے جواب دیا۔ "میں صرف اس ملک کے اہم ذمے افراد سے گفتگو کروں گا۔ بھارت کی بات بھارت میں رہ گئی۔ آپ اس میٹنگ میں ایک غیر ضروری شخص ہیں۔ میں آپ سے درخ کروں گا، فوراً باہر چلے جائیں۔"

ایک اسرائیلی افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "ماسٹر پا بے شک یہ آپ کے لیے غیر ضروری ہیں لیکن ہم سے ان کے سفارتی تعلقات ہیں۔ یہ ہم سے جواب طلب کر رہے ہیں کہ مسٹر منگل پانڈے کو یہاں کیوں روکا گیا ہے؟"

"پھر تو بات بڑھ جائے گی۔ میں سوال کروں گا کہ مجھے پچھ کئی ماہ سے بھارتی سرکار نے حبس بے جا میں کیوں رکھا تھا۔ جہ طیارے میں آ رہا تھا اسے ہائی جیک کرنے کی کوشش کیوں کی بھارتی سرکار کو میری ماما اور پاپا سے کیا دشمنی ہے؟ وہ بے پر غمال بنا کر کیوں رکھنا چاہتے تھے۔ ان تمام سوالوں کے جوا ملنے کے بعد میں منگل پانڈے کو یہاں سے جانے کی اجازت دوں گا۔"

اسرائیلی افسر نے بھارتی سفارت خانے کے سیکرٹری سے کہا۔ "آپ نے جواب سُن لیا ہے۔ آپ جواب میں جو کہنا چاہتے ہیں اس کے لیے کوئی اور وقت مقرر کر لیں۔ ہمیں بھی اپنے معاملات پر گفتگو کرنا ہے۔ پلیز یہاں سے تشریف لے جائیں۔"

وہ شخص وہاں سے چلا گیا۔ مقامی افسر نے کہا۔ "آپ سوالوں کے نہایت معقول جواب دے رہے ہیں۔ کیا آپ کے والدین موجود ہیں؟"

"آپ مجھ سے یہ سوال دوسری بار کر رہے ہیں۔ تیسری بار نہ کریں۔"

وہ افسر جھینپ کر اس پاس بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھنے لگا۔ پارس نے کہا۔ "بات میں شروع کرتا ہوں، ختم آپ کریں اور بات یہ ہے کہ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

ایک شخص اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اپنی ٹائی کی گرہ درست کرتے ہوئے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے بولا۔ "جناب! اس بات کا جواب بہت طویل ہے۔ پھر بھی میں اختصار سے کام لینے کی کوشش کرتا ہوں۔ جس شخص کو تیرنا آتا ہو، وہ کسی نہ کسی طرح ہاتھ پاؤں مار کر کنارے تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے، اسی طرح ہم ہر تک فریاد صاحب سے دوستی نہ کر سکے۔ ہم الٹے سیدھے ہاتھ پاؤں مار کر ان سے دوستی کی ضد کرتے ہیں۔ میں نے لفظ ضد اس لیے استعمال کیا ہے کہ یہ یک طرفہ نہیں ہوگی۔ ہاں ہی سمجھوتا ضروری ہے اور ہم اسی سمجھوتے کے لیے پہلے بھی کئی بار ایسی حرکتیں کرتے رہے ہیں۔ ایک بار مادام سونیا کو ہم نے مہمان بنا کر رکھا۔ دوسری بار شیبا یہاں آئی۔ ہمیں اس کی موت کا بہت صدمہ ہے۔ ہماری قوم کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہماری غلط پالیسیوں کے نتیجے میں ختم ہو گئی۔ تیسری بار ہم نے آپ کو اغوا کیا ہے لیکن آپ دیکھ رہے ہیں، ہم نے آپ کو قیدی نہیں بنایا ہے۔ آپ کی بے حد عزت کر رہے ہیں اور ہمیشہ کرتے رہیں گے خواہ آپ کے والدین سے دوستی ہو یا نہ ہو۔"

"اگر آپ کو اس بات کی پروا نہیں ہے کہ دوستی ہوگی یا نہیں تو پھر مجھے اغوا کرنے کی ضرورت کیا تھی؟"

اس نے جواب دیا۔ "ہم اس طرح ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مسلسل ناکامیوں کے باوجود کس قدر دوستی کے خواہش مند ہیں۔ ہم پہلے کی طرح آج بھی یقین دلاتے ہیں، دوستی سے کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھائیں گے بلکہ ہم زیادہ سے زیادہ ان کی خدمت کریں گے۔"

"آپ جانتے ہیں، ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں، جب آپ کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے بہن بھائیوں کا خاندان موجود ہے تو ہم سے آپ کس بات کی توقع کرتے ہیں؟"

"آپ کے والدین ہم سے دوستی کریں پھر ہم جواب دیں گے۔"

"یعنی اگر ہم دوستی کریں گے تو آپ شارپر اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے خاندان سے قطع تعلق کر لیں گے۔"

"ابھی ہم اس بات کا جواب نہیں دے سکتے۔"

"تمھارے جواب دینے یا نہ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا شارپر موجود ہوگا تو تمھارے دماغ میں چھپے ہوئے جواب کو پڑھ لے گا۔"

"ہمیں ایسے اہم سوالوں کا جواب دوسری طرف سے موصول ہوگا۔ تبھی ہم جواب دے سکیں گے۔ شارپر صاحب کو بھی ہمارا دماغ پڑھ کر مایوسی ہوگی۔"

"شارپر ہمیشہ ایک سینئر آفیسر کیری ہام کے ذریعے یہاں کے حکام سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ کیا وہ اس وقت بھی موجود ہو گا، کیا مسٹر کیری ہام یہاں موجود ہیں؟"

"نہیں مسٹر ہام یہاں نہیں ہیں اور ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ شارپر صاحب خیال خوانی کے ذریعے اس وقت ہمارے درمیان ہیں یا نہیں۔"

ایک دوسرے افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "ہماری گفتگو دوسرا رُخ اختیار کر رہی ہے، ہمیں اپنے موضوع کی طرف آنا چاہیے۔"

پارس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بے شک، آپ دوستی کے موضوع پر کوئی فیصلہ کن بات کرنا چاہتے ہیں، اگر میں اپنے والدین کی طرف سے دوستی کے لیے ہاں کہہ دوں تو مجھے یہاں سے جانے کی اجازت مل جائے گی؟"

"جیسا کہ ہمارے ایک ساتھی نے کہا ہے کہ ہم کوئی فیصلہ کُن جواب نہیں دے سکتے۔ دوسری طرف سے جواب ارسال ہوگا تو آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔"

"میں ابھی جواب چاہتا ہوں، اس لیے آپ اپنے چھپے ہوئے سینئر افسران سے جواب طلب کریں۔"

ایک شخص ٹی وی اسکرین کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ دوسری طرف سے کمپیوٹر کے ذریعے جواب ارسال کیا جاتا تھا۔ اس اسکرین پر تحریری جواب موصول ہونے لگا۔ وہ شخص پڑھ کر سنانے لگا۔ "ماسٹر پارس! ہمیں بے حد خوشی ہے، جو بات آج تک

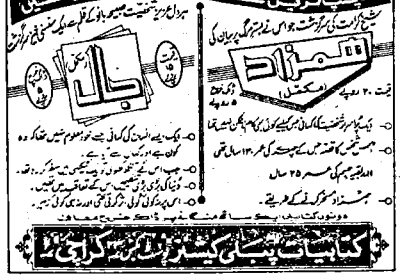

آپ کے والدین نے نہیں کہی، وہ آپ کی زبان سے ادا ہو گئی۔ یعنی آپ دوستی کے سلسلے میں پہلی بار ہاں کہہ رہے ہیں۔ ہم یقین دلاتے ہیں، نہ ابھی آپ ہمارے قیدی ہیں نہ آئندہ رہیں گے۔ اپنے والدین کی طرف سے دوستی کی ضمانت دے دیجیے، ہم آپ کو زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ مہمان رکھیں گے۔ اسرائیل کے اہم مقامات کی سیر کرائیں گے۔ اس کے بعد آپ کو آپ کی ماما اور پاپا کے پاس پہنچا دیں گے۔"

"آپ دوستی کی ضمانت کس طرح چاہتے ہیں؟ آج تک میرے والدین نے کسی سے تحریری معاہدہ نہیں کیا جس سے دوستی کا وعدہ کیا اسے ہر حال میں نبھایا۔"

"کیا آپ بتا سکتے ہیں، ہمیں کس طرح مطمئن کر سکیں گے؟"

پارس چند لمحوں تک خاموش رہا اور سوچتا رہا جیسے بہت سوچ سمجھ کر جواب دے رہا ہو۔ حالاں کہ وہ ہم سے جواب سنتا تھا اور بولتا جاتا تھا۔ پھر وہ بولا۔ "اصل بات یہ ہے کہ ہم بنیادی طور پر ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے ہیں۔ ہمارے اندر بھروسے نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا یا جاننے والی آپ کے ملک میں مستقل قیام کرے گی تو آپ کو یقین نہیں آئے گا۔"

افسر نے جلدی سے کہا۔ "کیوں نہیں جناب! ضرور یقین آئے گا۔"

"جب وہ یہاں آ جائے گی تو آپ کہیں گے یہ ڈمی ہے۔"

اس افسر نے کچھ سوچ کر کہا۔ "آپ کی بات درست ہے۔ جب یہاں شیبا آئی تو ہم مذبذب میں رہے۔ یہ اصل ہے یا نقل ہے۔ آخر وقت تک ہمیں اس کے اصل یا نقل ہونے کا پتا نہ چلا۔ آج بھی اس کے لیے صدمہ اٹھاتے ہیں۔ کبھی سوچتے ہیں شاید وہ زندہ ہے۔ ہمارے لیے زندہ ہے اور ایک دن ڈرامائی انداز میں چلی آئے گی اور ہم حیران رہ جائیں گے۔"

پارس نے کہا۔ "آپ حیران تو ہوں گے لیکن اس پر یقین کبھی نہیں کریں گے۔ کیوں کہ دشمن اسے ڈمی ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ لوگوں کو اٹھاتے رہیں گے اور آپ لے اعتباری کا ثبوت دیتے رہیں گے جیسا کہ پہلے بھی دیتے رہے ہیں۔"

"ہم سے یہ غلطی ہو چکی ہے۔ ہم انکار نہیں کریں گے۔ واقعی ہم دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے الجھ جاتے ہیں۔"

"تو پھر اپنی میں فیصلہ کر لیں اور اگلی میٹنگ میں جواب دیں۔ آپ کس پر بھروسا کر سکتے ہیں؟"

"ہم اپنے سینئر افسران سے جواب طلب کیے بغیر فیصلہ کن انداز میں کہہ سکتے ہیں کہ اگر دوستی کی ضمانت کے طور پر آپ کا کوئی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا یا جاننے والی ہمارے ملک میں مستقل قیام کرے تو ہم شارپر اور اس کی فیملی سے تعلق ختم کر لیں گے۔"

پارس صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک طرف جا سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھتا رہا۔ پھر پلٹ کر دوسر طرف چلتا ہوا دوسری طرف بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھتا رہا۔ کے بعد بولا۔ "آپ لوگ جسے اپنی قوم کی ٹیلی پیتھی جاننے شیبا کہتے ہیں، میں اسی مقدس ہستی کو ممی کہتا ہوں۔"

ایک افسر نے اسے ایسے دیکھا جیسے نادان بچے کو دیکھ ہو پھر کہا۔ "ماسٹر پارس! آپ سے غلطی ہو رہی ہے۔ جو مر ہیں ان کے لیے وہ ہے، استعمال نہیں کرتے۔ "تھا یا تھی" استعما کرتے ہیں۔ آپ کو کہنا چاہیے ہماری قوم کی بیٹی شیبا کو آپ کہا کرتے تھے۔"

"میں آج بھی انھیں ممی کہتا ہوں۔ خدا ان کی عمر درا کرے۔ وہ زندہ ہیں اور جب تک خدا چاہے گا، ان پر کو آنچ نہیں آئے گی۔ وہ زندہ سلامت رہیں گی۔"

وہ ایک دوسرے کو بے یقینی سے دیکھ رہے تھے۔ ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ یہ بات سینئر افسران پہنچ رہی ہو گی۔ وہاں بھی یہی کھلبلی ہو گی۔ کمپیوٹر اسکرین کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے پڑھنا شروع کیا۔ "ماسٹر پارس ہم آپ کی باتیں سن کر حیران ہیں۔ یقین نہیں کرنا چاہتے لیکن یقین ضرور کریں گے کیوں کہ آپ بہت ہی سنجیدہ بچے ہیں۔ نادانی سے کام نہیں لیں گے۔ ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں، آپ کی پشت پر والدین ہیں۔ آپ کوئی غیر ذمے دارانہ گفتگو نہیں کریں گے۔ ایک بار پھر یقین دلائیے کیا ہماری قوم کی بیٹی شیبا زندہ ہے؟"

"بفضلِ ربی وہ زندہ سلامت ہیں۔ میں انھیں یہاں بلا سکتا ہوں۔"

کمپیوٹر اسکرین کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔ "اوپر سے احکامات صادر ہوئے ہیں۔ آپ تمام حضرات ماسٹر پارس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں۔"

کمپیوٹر کے ذریعے یہ سنتے ہی تمام لوگ اپنی جگہ سے اٹھ گئے پھر پارس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر سر کو جھکا لیا۔ وہ شخص کمپیو اسکرین کو دیکھتا ہوا پڑھتا جا رہا تھا۔ "ماسٹر پارس! ہم آپ کو اور آپ کے والدین کو سلام کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی غلطیوں کا شدید احساس ہے۔ ہم نے آپ لوگوں پر بھروسا نہ کرنے کے شدید نقصان اٹھائے ہیں۔ ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتے ہیں، ہم آئندہ آپ کے دشمنوں پر اعتماد نہیں کریں گے۔ آج سے اور اسی لمحے سے ہم شارپر اور اس کی فیملی سے تعلق ختم کر رہے ہیں، خواہ اس کے ذریعے ہمیں کتنی ہی دماغی اذیتیں برداشت کرنا پڑیں لیکن ہم یقین کرتے ہیں آپ کے والدین ہمیں ان سے محفوظ رکھنے کی کوشش حتی الامکان کرتے رہیں گے۔"

پارس نے کہا۔ "میں دوستی کی اس ابتدا میں ایک اور خوشخبری سنانا چاہتا ہوں۔"

وہ سب اسی طرح گھٹنے ٹیکے ہوئے اور سر جھکائے ہوئے تھے۔ پارس نے کہا۔ "پہلے آپ لوگ اپنی جگہ آرام سے بیٹھ جائیں۔"

وہ اٹھ کر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ پھر اس نے کہا۔ "شارپر آپ لوگوں کے دماغوں تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے، وہ ایک لمبی داستان ہے جو میں پھر کبھی آپ کو سناؤں گا یا میری ممی شیبا آ کر سنائیں گی۔ ہمیں یہ دیکھ کر اطمینان ہو گیا ہے کہ آپ نے شارپر کی خیال خوانی کے مقابلے میں ہمیں ترجیح دی اور اس مصیبت سے ذرا نہیں گھبرائے کہ وہ آپ کے لیے عذاب جان بن سکتا ہے جوں کہ آپ لوگوں نے سچائی کا ثبوت دیا اس لیے ہم شارپر کے متعلق سچ سچ بیان کر رہے ہیں۔ آپ لوگوں کو اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے نجات مبارک ہو۔"

کمپیوٹر اسکرین کے ذریعے کہا گیا۔ "ماسٹر پارس! آپ ہمیں پے در پے خوشخبریاں سنا رہے ہیں۔ آپ کے والدین کی دوستی، شیبا کی آمد اور شارپر کے خاتمے پر ہم ہفتوں جشن منائیں گے۔"

"اب میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ کل صبح اس شہر کو دیکھوں گا۔ شام کو پھر میٹنگ ہو گی اور فیصلہ ہو گا کہ دوستی کی ابتدا کب ہو گی اور کیسے ہو گی۔"

ایک افسر نے سوال کیا۔ "کیا آپ ہمیں شارپر کے متعلق کچھ اور بتا سکتے ہیں۔ وہ کیوں ہماری طرف رُخ نہیں کرے گا؟ کیا وہ آپ لوگوں کی قید میں ہے؟"

"اس سلسلے میں بھی کل گفتگو ہو گی۔"

"ایک آخری سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جس طیارے میں آئے، اس کی ایئر ہوسٹس سیلی اینڈرسن کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا۔ کیا یہ شارپر کی کارروائی نہیں تھی؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ میری ممی نے کیا ہے۔"

"ممی؟" سب اسے حیرت سے اور سوالیہ نظروں سے تکنے لگے۔ وہ بولا۔ "میری تین مائیں ہیں۔ میں اپنی پیدا کرنے والی کو ماما کہتا ہوں اور جو ماں میرے دوسرے بھائی پارس کی پرورش کر رہی ہے، اسے ممی کہتا ہوں اور جو ماں سب سے عظیم ہے، اسے مما کہتا ہوں۔ مختصر یہ کہ میری سوتیلی مما نے سیلی کو ٹریپ کیا۔ اس کی جگہ لے کر وہ پائلٹ چیکب کے ساتھ گئیں۔ وہاں پولیس افسر کو ایک کمرے میں بند کیا اب وہ تل ابیب کی ایک ملاکھ عورتوں میں گم ہو چکی ہیں۔"

سب پر سناٹا طاری ہو گیا تھا۔ سب چپ ہو کر اس کا منہ تک رہے تھے۔ پارس نے پھر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "انشاء اللہ ہمارے درمیان دوستی ہو گی لیکن دوستی سے پہلے آپ لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ مجھ جیسے بچے کو امپورٹ کریں گے تو میرے ساتھ ساتھ ایک بلا بھی نازل ہو گی۔ آپ دعا کریں کہ میری مما آپ لوگوں کے لیے بلائے جان نہ بنیں۔"

وہ فوجی جوانوں کے درمیان چلتا ہوا اس کمرے سے نکلے گیا۔ منگل پانڈے بدستور اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ ہماری کوشش یہی تھی کہ اس بار اسرائیلی سرزمین پر کوئی ہنگامہ نہ ہو اور دوستانہ فضا پیدا ہو جائے اور ہم بڑی آسانی سے پارس کو وہاں سے نکال لائیں۔ اب یہ بات کل پر ٹل گئی تھی۔

آئیے، ہم شکاگو چلتے ہیں۔

میں نے غلام باقی کو برنارڈ سلیری کے اپارٹمنٹ کا فون نمبر بتایا تھا کہ وہ مورینا سے رابطہ قائم کر سکے۔ اس نے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے ریسیور برنارڈ سلیری نے اٹھایا تھا۔ پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں احمد الباقی بول رہا ہوں۔ مورینا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

برنارڈ نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مورینا سے پوچھا۔ "کیا تم کسی احمد الباقی کو جانتی ہو؟"

وہ سوچنے لگی۔ اس نے کہا۔ "وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"تم اس سے پھر بات کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرتی ہوں۔ آخر وہ کون ہے؟"

برنارڈ نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا کر کہا۔ "مسٹر احمد الباقی! مس مورینا آپ کو نہیں پہچانتی ہیں۔"

"ریسیور دو۔ پہچان لیں گی۔"

مورینا نے برنارڈ کے دماغ میں رہ کر غلام باقی کی آواز اور لہجے کو سنا تو فوراً پہچان گئی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن باقی نے سانس روک لی۔ ریسیور کے ذریعے کہا۔ "مسٹر برنارڈ! مورینا سے کہو، فون پر بات کرے۔"

وہ ریسیور لے کر بولی۔ "اسے تم غلام باقی ہو؟"

"پہلے غلام تھا۔ اب نہیں ہوں۔ للہ امیر انام احمد الباقی ہے۔"

"کیا تمھارے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے؟"

"ہاں، مجھے غلام سمجھ کر اب نہ کوئی میری زندگی میں آ سکتا ہے نہ دماغ میں۔ البتہ دل کا دروازہ کھلا ہے۔"

"کیا بات ہے؟ بڑے اسمارٹ بن کر بول رہے ہو۔ اتنا تو سمجھتی ہوں، تمھاری پشت پر شارپر اور بہرام کھڑے ہیں۔ شارپر اچھی طرح جانتا ہے، میں تم پر مرمٹی ہوں۔ لہٰذا وہ تمھارے ذریعے مجھ پر جال پھینک رہا ہے۔"

"تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے۔ میں غلامی کے ہر جال سے نکل چکا ہوں اور کسی کا آلۂ کار نہیں ہوں۔"

"میں کیسے یقین کرلوں کہ تم نے ان سے نجات حاصل کرلی ہے۔"

"پہلے مجھے اپنی ذات پر بھروسا نہیں تھا۔ اپنی جسمانی قوت کا اندازہ نہیں تھا جب اسے آزمایا تو ساری زنجیریں توڑ ڈالیں۔"

"تم نے فون کیوں کیا ہے؟"

"تم کہو گی تو آئندہ آواز نہیں سناؤں گا۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں یقین کرنا چاہتی ہوں کہ تم سچ بول رہے ہو۔ اس کے لیے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"منٹ کے حساب سے بتاؤ، میری سچائی کو سمجھنے میں کتنا وقت لوگی؟"

"آدھا گھنٹا کافی ہے۔"

"گھنٹے کے حساب سے نہیں، منٹ کے حساب سے۔"

"یہ کیا ٹک ہے، چلو پانچ منٹ کم کردو۔ جہاں ہو وہاں سے نکل پڑو اور پیدل چلتے رہو۔ اگر قہ سچے ہوئے تو پچیس منٹ بعد ملاقات کروں گی۔"

"لو، دماغ کے دروازے کھول دیے۔ میں یہاں سے نکل رہا ہوں۔"

موریتا نے ریسیور رکھ کر کہا "برنارڈ! میرے ساتھ چلو۔ ڈرائیو کرتے رہو۔ میں دور ہی دور سے غلام باقی کو دیکھنا اور پرکھنا چاہتی ہوں۔"

وہ کار میں آکر بیٹھ گئی۔ اس سے پہلے ہی وہ غلام باقی کے دماغ میں بیٹھ چکی تھی۔ پہلے تو یہ معلوم کرکے تعجب ہوا کہ وہ بہت مہنگے ہوٹل میں قیام کر رہا تھا اور بہترین سوٹ میں ملبوس تھا۔ اس کی جیب میں ہزاروں ڈالر تھے۔ وہ دماغ کی تہ میں پہنچ کر معلوم کرنے لگی۔ آخر یہ سب کچھ اسے کیسے حاصل ہوگیا؟

غلام باقی نے اپنے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا تاکہ وہ من مانی معلومات حاصل کرسکے۔ اسے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ سب کچھ فرہاد نے کیا ہے۔ اسے بہرام گنگولی کے تنویمی عمل سے نکال دیا ہے۔ وہ شارپر کی غلامی سے بھی آزاد ہوگیا ہے۔ غلام باقی نے کہا "موتیا! کیا تمھیں یاد ہے، فرہاد صاحب نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ تمھیں مجھ سے ملائیں گے۔ وہ زبان کے دھنی ہیں، مٹنے کا وقت آچکا ہے۔"

موریتا خیال خوانی کے دوران برنارڈ کی رہنمائی کرتی جا رہی تھی کہ اسے کن راستوں سے گزرنا ہے۔ پھر ایک جگہ غلام باقی پیدل چلتا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے کہا "غلام اُدھر جا رہا ہے۔ تم اتنا ہی فاصلہ رکھو۔ کسی کو شبہ نہ ہو کہ ہم اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"کیا تم اس کے دماغ سے معلوم نہیں کرسکتیں؟"

"بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ وہ میرے دشمنوں کے چنگل سے نکل چکا ہے پھر بھی اطمینان کرنا چاہتی ہوں کہیں شارپر یا بہرام اس کا تعاقب تو نہیں کر رہے ہیں۔"

وہ دور ہی دور سے اس پر نظر رکھتی جا رہی تھی۔ پندرہ منٹ کے بعد وہ اسی ہوٹل کے سامنے رُک گئی۔ گاڑی سے اُتر کر بولی "تم جاؤ، میں آجاؤں گی۔"

غلام باقی تھوڑی دیر تک پیدل چلتا رہا پھر اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "موریتا! پچیس منٹ پورے ہونے والے ہیں۔"

"میں تمھارے ہوٹل کے کمرے میں انتظار کر رہی ہوں۔"

"وہ فوراً ہی ہوٹل کی جانب پلٹ کر تیزی سے چلتے ہوئے بولا "یہ کیسے ممکن ہے، میں نے کمرے کی چابی کاؤنٹر پر جمع کی تھی۔"

"ممکن کیسے نہیں ہے۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کاؤنٹر کلرک کو ٹریپ کیا۔ اس سے چابی لی۔ پھر تمھارے کمرے میں آگئی۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل میں داخل ہوا۔ لفٹ کے ذریعے چوتھی منزل پر پہنچا، پھر اپنے کمرے کے دروازے کو کھلا سامنے بیڈ پر وہ بڑے ہی کافرانہ انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔

وہ جانتی تھی، ایک تو لوگ ایسے ہی اس کے دیوانے ہوتے ہیں۔ اگر اداؤں سے بھر جائے تو وہ دیوانہ وار اچھلا آئے گا۔ اس نے سر گھما کر غلام باقی کو دیکھا تو ایک دم سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ قیمتی سوٹ میں اتنا شاندار لگ رہا تھا کہ دل کھنچا جا رہا تھا۔

وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ امریکا اور یورپ میں بلا کون دل والا تھا جو اس کا دیوانہ نہیں تھا۔ ایک سے ایک گوری رنگت والے ایک سے ایک خوبرو جوان تھے۔ دولت مند تھے اسے عزت اور شہرت کی بلندیوں پر لے جاسکتے تھے لیکن اس کا دل کالے پر آگیا تھا۔

وہ سحر زدہ سی ہو کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے سامنے پہنچ گئی۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ کچھ کمی محسوس ہو رہی تھی وہ اسے چھو کر دیکھنے لگی۔ کچھ پریشان سی لگ رہی تھی۔ غلام باقی نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"تم اچھے لگ رہے ہو لیکن یوں لگتا ہے جیسے اس لباس نے تمھیں چھپا لیا ہے۔"

وہ اس کے بازو اور اس کے سینے کو چھو کر ٹٹول کر بولی "ویسے ہی پتھر ہو مگر نظر نہیں آرہے ہو۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں تمھارے سامنے پورا کا پورا کھڑا ہوا ہوں۔"

"اچھا، یہ کوٹ اتارو۔"

اس نے کوٹ اتار دیا۔ ٹائی بھی اتار دی، وہ بولی "اپنی قمیص بھی اتار دو۔"

اس نے قمیص اتار دی۔ تب اس کا چٹان جیسا کالا بدن چمکنے لگا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر مسکراتے ہوئے بولی "ہاں، مجھے یہی پسند ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے لانبے لانبے ناخن اس کی بنیان میں چبھو دیے، پھر ایک جھٹکے سے اسے پھاڑ دیا۔ اب سیاہ چمکتا ہوا بدن اور زیادہ نمایاں ہوگیا تھا۔ اسے دیکھ کر موریتا کی آنکھیں شرابی ہو رہی تھیں۔ چہرہ تمتما رہا تھا۔ پھر بڑبڑانے لگی "تم میرے ہو۔ میرے وفادار رہو گے۔ سدا میرے غلام رہو گے۔"

غلام باقی نے اس کے دونوں بازوؤں کو مضبوطی سے پکڑا۔ پھر ایک جھٹکے سے الگ کرتے ہوئے کہا "اس خوش فہمی کو دل سے دماغ سے نکال دو۔ میں غلام نہیں، آزاد ہوں اور ایک آزاد انسان کی طرح تم سے محبت کرسکتا ہوں۔ تمھاری غلامی نہیں کرسکتا۔"

موریتا کی انا کو ٹھیس پہنچی۔ کہاں تو ساری دنیا اس کے قدموں میں جھکنے کو تیار تھی اور کہاں یہ سدا کا غلام رہنے والا اسے دھکا دے کر الگ کر رہا تھا۔ وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولی۔ "تمھاری اتنی جرأت، تم اور مجھے دھتکار رہے ہو۔ میں تمھارے دماغ میں زلزلہ پیدا کردوں گی۔"

"دماغ کے دروازے بند ہوچکے ہیں۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی "میں کسی کو چاہتا ہے تو اسے زبردستی حاصل کرلیتا ہے۔ میں عورت ہوں، تمھیں چاہتی ہوں۔ تمھیں زبردستی حاصل کروں گی اور اس کے بعد ٹھوکر مار دوں گی۔"

"ٹھوکر مارنا تو بعد کی بات ہے۔ پہلے حاصل کرکے دیکھو۔"

وہ اسے گھورتی ہوئی ذرا پیچھے ہٹ گئی۔ مقابلہ حسن میں اقلیم آسنے کے لیے اس نے جتنے ہتھکنڈے آزمائے تھے، وہ ایک ایک کرکے اس کے سامنے آزمانے لگی۔ عورت کے متعلق کسی کہانی میں پڑھنا، کسی کی زبان سے سننا یا کسی فلم میں وہ منظر دیکھنا اور بات ہوتی ہے۔ عین نگاہوں کے سامنے وہ منظر ہو تو انسان کا ارادہ ڈگمگانے لگتا ہے۔

غلام باقی آخر انسان تھا۔ قدرت نے موریتا کو ہوشربا حسن اور غضب ناک جوانی دی تھی۔ وہ ایک ماڈل کی طرح زاویہ بدل کر بولی "میرا حسن کیا ہے؟"

وہ سحر زدہ سا ہو کر بولا "جاگتی آنکھوں کا تنویمی عمل ہے۔"

وہ باریک ریشمی پردے کے پیچھے چھپتی اور نکلتی ہوئی بولی۔ "میری ادائیں کیسی ہیں؟"

"بجلیاں ہیں جو ایک بادل سے نکلتی ہیں اور دوسرے میں چھپتی ہیں۔"

وہ ہنستی ہوئی رقص کرتی ہوئی اس کے پاس آئی، پھر بولی "میں بیش بہا خزانہ پیش کردوں تو کیا دو گے؟"

"میں قدرت کا اس سے بھی بیش بہا عطیہ پیش کروں گا جسے محبت کہتے ہیں۔"

"صرف محبت؟"

"وفا بھی۔"

"نہیں منظور نہیں۔ میں خود کو تمھارے سپرد کر رہی ہوں۔ تم خود کو سر سے پاؤں تک میرے حوالے کردو اسی لمحے سے بولو تو میری زبان سے، دیکھو تو میری آنکھوں سے، سوچو تو میرے دماغ سے، چلو تو میرے اشاروں پر۔"

وہ اسے سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔ دل دھڑک دھڑک کر مچل رہا تھا کہ اسے حاصل کرلے لیکن وہ خود پر جبر کرتے ہوئے بولا "تمھاری بات کا جواب برنارڈ سلیری کے اپارٹمنٹ میں دوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "مجھے نادان سمجھتے ہو۔ پہلے مطلب نکالنا چاہتے ہو اور یہاں سے چل کر اس اپارٹمنٹ میں جواب دو گے۔ آخر کیوں؟"

"میں وہیں چل کر بتاؤں گا۔"

"جب تک نہیں بتاؤ گے تمھارے ہاتھ نہیں آؤں گی۔"

اس کا خیال تھا وہ دیوانہ وار آئے گا اور اس کی خوشامد کرے گا لیکن وہ پتھر کے مجسمے کی طرح جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ وہ کن انکھیوں سے دیکھنے لگی۔ اسے غصہ آرہا تھا۔ غلام باقی پر نہیں اپنے آپ پر آرہا تھا۔ کیوں اس کی دیوانی ہوگئی ہے۔ کیوں اسے حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اب بھی اس کا دل دھڑک دھڑک کر اس سیاہ فام محبوب کو پکار رہا ہے مگر زبان سے کہہ نہیں سکتی تھی۔ اپنی انا اور خودداری کو ٹھیس پہنچتی تھی۔

اس کا دماغ اور زیادہ غصے سے کھولنے لگا۔ کم بخت نے اتنا بھی نہیں کہا تھا "میری جان، رُک جاؤ، مجھ سے سمجھوتا کرلو۔" یہ مرد اندر ہی اندر تڑپتے ہیں مگر بولتے نہیں ہیں۔ بولنے سے

ان کی مردانگی کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

وہ جھنجلا کر مٹھیاں بھینچتی ہوئی بولی "کیا تم مرد ہو؟"

"میرا خیال ہے مرد اسے کہتے ہیں کہ آندھی پورے شباب سے آئے اور وہ چٹان کی طرح اپنی جگہ سے نہ ہل سکے۔"

وہ پاؤں پٹختے ہوئے اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "میں تمہارا منہ نوچ لوں گی۔"

اس نے لانبے لانبے ناخن اس کے چہرے کی طرف بڑھائے۔ اس نے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ وہ خود کو چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگی۔ غلام باقی نے اس کی دونوں کلائیاں صرف بائیں ہاتھ سے پکڑی تھیں۔ پھر دائیں ہاتھ سے اس کے گال پر ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گئی۔ ایک دم سے سٹپٹا سی آگئی۔ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ جو غلام تھا اور اسے مالکہ کہتا تھا وہ تھپڑ مار دے گا۔ وہ کہہ رہا تھا "یہ میرے قبیلے کی روایت ہے۔ جو عورت قابو میں نہیں آتی اسے لات اور جوتوں سے سیدھا کیا جاتا ہے۔ ابھی تو میں نے ایک ہلکا ہاتھ جمایا ہے۔"

وہ آگے بڑھنے لگا۔ یہ سہم کر پیچھے ہٹنے لگی۔ پھر اچانک ہی غلام باقی نے اسے پکڑ لیا۔ ایک ہاتھ سے شکنجے میں اس کے بازوؤں کو جکڑ لیا۔ وہ خود کو چھڑانا چاہتی تھی مگر کسمسا کر رہ جاتی تھی۔ تب اسے محسوس ہوا وہ یہی چاہتی ہے۔ اس کے حسن و شباب کی تمنا کرنے والے بھیک مانگتے تھے مگر جو حق دار ہوتا ہے وہ مانگتا نہیں چھین لیتا ہے۔

لیکن وہ چھنتے چھنتے رہ گیا۔ اس نے دونوں بازوؤں میں اسے اٹھا کر بستر کے اوپر پھینک دیا۔ پھر کہا "اب جاؤ۔"

وہ سحر زدہ سی ہو گئی تھی۔ کسی اور ہی دنیا میں پہنچ گئی تھی۔ جب اس نے جانے کے لیے کہا تو طلسم ٹوٹ گیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر بولی "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں تمہاری زبان سے بول نہیں سکتا۔ تمہاری آنکھ سے دیکھ نہیں سکتا، تمہارے دماغ سے سوچ نہیں سکتا اور تمہارے اشاروں پر چل نہیں سکتا لہٰذا ہمارے راستے الگ ہیں۔"

اب اسے غصہ نہیں آ رہا تھا۔ وہ اسے ہر حال میں جیت لینا چاہتی تھی۔ اس نے التجا آمیز لہجے میں کہا "پلیز، میرے پاس آجاؤ۔ میں سمجھ گئی ہوں۔ تمہاری محبوبہ بن کر رہ سکتی ہوں، مالکہ بن کر نہیں رہ سکتی۔"

غلام باقی نے کہا "محبت کرنے والے ایک دوسرے کی بات مانتے ہیں، کیا تم میری ایک بات مانو گی؟"

"تم ہزار باتیں منوا لو مگر میرے پاس آؤ۔"

"نہیں، پہلے وعدہ کرو۔"

"ہاں مانوں گی، جلدی بولو۔"

"تم جو ڈائری شارپر کے تہ خانے سے چرا کر لائی تھیں، میرے حوالے کر دو۔"

"تم کیا کرو گے؟" پھر وہ جھنجلا کر بولی "ڈائری کی ایسی تیسی۔ میں کوئی سوال نہیں کروں گی، دے دوں گی۔"

"مجھے ابھی چاہیے۔"

"کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ کیا یہی تمہاری محبت ہے؟"

"برنارڈ سلیری سے رابطہ قائم کرو۔ اس سے کہو کہ وہ ڈائری لے کر پہنچ جائے۔"

وہ جھنجلا کر بیٹھ گئی۔ مگر زیادہ دیر غصہ دکھا بھی نہیں سکتی تھی مجبور تھی۔ نگاہوں کے سامنے کالا پہاڑ تھا جس سے ٹکرا کر مر جانے کی چاہتا تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ برنارڈ سلیری سے "میرے بیڈ روم میں جو الماری ہے، اس کے اندر ایک سیاہ جلد ڈائری ہے، اسے اسی ہوٹل میں لے آؤ جہاں میں تمہارے کار میں آئی تھی۔"

"میں ابھی لے کر آتا ہوں۔"

"یاد رکھو، وہ ڈائری بہت اہم ہے۔ میں چپ چاپ تمہارے دماغ میں موجود رہوں گی۔ دھوکا دینے کی کوشش کرو گے تو جان سے جاؤ گے۔"

"مورینا! تم جانتی ہو، میں ڈائری کا نہیں، تمہارا دیوانہ ہوں۔ ابھی لا رہا ہوں۔"

مورینا نے آنکھیں کھول کر کالے پہاڑ کو دیکھا پھر کہا "وہ ڈائری لے کر آ رہا ہے۔"

مجھے کئی بار شارپر کے دماغ میں جانے کا موقع ملا۔ اب راستہ کھل گیا تھا۔ میں آئندہ بھی آتا جاتا رہ سکتا تھا لیکن اس پر تنویمی عمل کرنے کا مسئلہ تھا۔ جب سے دماغ میں جگہ ملی تھی اس پر عمل کرنے کا مناسب موقع ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ مجھے ہر طرف دھیان دینا ہوتا تھا۔ ایک طرف غلام باقی مورینا سے ڈائری حاصل کر کے پڑھنے والا تھا اور میں اسے سن کر نوٹ کرنے والا تھا۔ پھر اس ڈائری کو دینا مناسب ہوتا۔

دوسری طرف بومی شکاگو پہنچنے والی تھی۔ میں نیویارک سے اس کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ اسی دوران فرانسیسی سفارت خانے کے ذریعے وہاں کے ایک انتہا درجہ دولت مند فرانڈو سے دوستی ہو گئی تھی اس نے کہا تھا میں نیویارک میں انتظار کروں۔ وہ ہیلی کاپٹر میں آ رہا ہے۔

میں دو عدد ہیلی کاپٹر ہمیشہ اپنی تحویل میں رکھنا چاہتا تھا

اس نے کہا "دو کیا، درجنوں ہیلی کاپٹر فراہم کر دے گا۔ اسے مجھ سے ملنے کی بڑی تمنا تھی۔ میں نے کہہ دیا تھا "مسٹر فرنانڈو! میرے ہوٹل پہنچ کر ڈسٹرب نہ کرنا۔ میں ضروری خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ جیسے ہی فرصت ملے گی خود تمہارے پاس ویٹنگ روم میں چلا آؤں گا۔ ویسے بھی تمہیں نیویارک پہنچنے میں ایک گھنٹا لگے گا اور شاید ایک گھنٹے سے پہلے مجھے فرصت مل جائے۔"

بہرام گنگولی کے آلۂ کار شارپر کو ہپناٹزم کے ذریعے گن ہیل پار کرنے کے بعد اغوا والے آئے تھے۔ وہاں سکن اسکوائر سے تقریباً بیس میل کے فاصلے پر ایک بستی تھی جہاں زیادہ تر میکسیکو کے لوگ آباد تھے۔ شارپر کو لے جانے والے بھی میکسیکو سے تعلق رکھتے تھے جب سے وہ بخار میں مبتلا ہوا تھا، اسے باقاعدہ علاج کرانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ بہرام گنگولی اسے لیے لیے بھاگا پھر رہا تھا۔ اب اس کے آلۂ کار اسے چھوٹی سی بستی میں لے آئے تھے۔ اس وقت بھی اسے ہلکا سا بخار تھا۔ ایک بستر پر لٹا دیا گیا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے ان آلۂ کاروں سے کہا "مجھے دو گھنٹے سونے دو۔ باہر سے دروازہ بند کر دو۔ کوئی مداخلت نہ کرے۔"

وہ لوگ چلے گئے، باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ تب میں اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلانے لگا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تو اس کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے تسخیر کرنے لگا۔ اسے اپنا معمول بنانے لگا۔ بیماری کے باعث اس کا دماغ کمزور ہو گیا تھا۔ اس کے ارادے کمزور ہو گئے تھے۔ بہرام گنگولی نے اس پر جو تنویمی عمل کیا تھا وہ کمزور پڑ گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بڑی آسانی سے میرا معمول بن گیا تھا۔

میں نے پہلا سوال کیا "بہرام گنگولی تمہیں کہاں لے جانا چاہتا تھا؟"

وہ سحر زدہ لہجے میں بولا "مجھے معلوم نہیں ہے۔"

"کیا اس نے اپنا آئندہ پروگرام نہیں بتایا تھا؟"

"وہ صرف اتنا کہہ رہا تھا کہ مشین کے ذریعے اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھر دی جائیں۔"

"میں جانتا ہوں، اس مشین کو استعمال کرنے کا موقع نہیں مل سکا، پھر بھی اطمینان کے لیے پوچھ رہا ہوں، کیا بہرام گنگولی کی یہ خواہش پوری ہو گئی ہے؟"

"اس کی یہ خواہش ابھی پوری نہیں ہوئی ہے۔"

"کیا تم نے اسے مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ لکھ کر دیا ہے؟"

"مجھے لکھنے کا موقع نہیں ملا۔"

"اس نے اپنے تنویمی عمل کے اثر کی مدت کیا بتائی تھی؟"

"اس کے مطابق ایک ہفتے تک زیر اثر رہنے والا تھا۔"

"اب میں تمہارا عامل ہوں، تم کس کے زیر اثر رہو گے؟"

"تم میرے عامل ہو، میں تمہارا معمول بن کر رہوں گا۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں، تم بہرام گنگولی یا کسی بھی فرد کو مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ نہیں بتاؤ گے۔"

"میں بہرام گنگولی یا کسی بھی شخص کو مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ نہیں بتاؤں گا۔"

"بہ حالت مجبوری بتانا پڑے تو طریقۂ کار میں کچھ خامیاں چھوڑ دو گے۔"

اس نے وعدہ کیا "مجبوری کی حالت میں وہ کچھ خامیاں چھوڑ دے گا۔" میں نے سوال کیا "تمہارے علاوہ مشین آپریٹ کرنا اور کون جانتا ہے؟"

"مورینا جانتی ہے اور میرا بھائی آرمر۔"

میں آرمر کا نام سن کر چونک گیا۔ اسے بالکل ہی بھلا دیا تھا۔ مشین کے سلسلے میں یہ بات ذہن میں نہیں آئی تھی کہ آرمر بھی آپریٹ کرنا جانتا ہوگا۔ میں نے کہا "تم اپنی بہنوں اور بھائیوں سے بظاہر دلی و جان سے محبت کرتے رہے لیکن انھیں فریب دیتے رہے۔ ان سے یہ بات چھپائی کہ تمہارے پاس مشین مکمل صورت میں موجود ہے۔ روزانہ اور ہارپر کے پاس جو دو حصے تھے کیا وہ اصلی تھے؟"

"ہاں، انھیں میں اپنی مشین کا فاضل حصہ سمجھتا تھا۔ تمہیں سوچ کر ان کے حوالے کر دیا تھا کہ میری مشین میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تو وہ حصے ان سے حاصل کر لوں گا۔ میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ ان میں سے کسی کے پاس مشین اپنی مکمل صورت میں نہ ہو۔"

"تم نے بہنوں اور بھائیوں سے اور کیا بات چھپائی؟"

"میں نے ایک دوسرے سے تمام باتیں چھپائیں۔ مثلاً روزانہ کے بیڈ روم سے مشین کا وہ حصہ چرا کر لے گیا اور اسے خبر نہ ہونے دی۔ میں نے اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے روزانہ کی گردن کٹوائی اور اسے اس قبر میں پہنچا دیا جہاں ہارپر نے اپنا حصہ چھپا کر رکھا تھا۔"

"روزانہ کا حصہ ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے، ہارپر کا حصہ کہاں ہے؟"

"وہ بھی میری شکاگو والی خفیہ رہائش گاہ کے تہ خانے میں تھا۔ بہرام گنگولی اسے جلدی میں چھوڑ آیا ہے۔ میں نے بھی زیادہ اہمیت نہیں دی کیوں کہ وہ ایک فاضل حصہ تھا۔"

"تم نے اپنی بہنوں اور بھائیوں کو اور کیا دھوکے دیے؟"

"میں نے اپنے بھائی آرمر کو دھوکے میں رکھا ہے اسے یہ نہیں بتایا کہ روزانہ کی گرومن میں نے کٹوانی شیو کریم میں نے شراب پلا پلا کر مار ڈالا اور جو جو....."

وہ کہتے کہتے رُک گیا میں نے کہا "بات پوری کرو تم نے جوجو کے ساتھ کیا دھوکا کیا ہے؟"

وہ بچپن سے بچہ کانہ ذہن رکھتی تھی۔ میں چاہتا تو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے کسی ذہین ترین عورت کی ذہانت اس کے دماغ میں منتقل کر سکتا تھا لیکن بھائی آرمر کی تسلی کے لیے اسے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دیں اور اس بات کو دوسرے وقت کے لیے ٹال دیا کہ جوجو کو بعد میں ذہین بنایا جائے گا پھر میں نے اس کا موقع آنے نہیں دیا۔"

میں نے کہا "میں حکم دیتا ہوں، تم ایک ہفتے تک میرے تنویمی عمل کے زیر اثر رہو گے۔ اگر بہرام گنگولی تم پر عمل کرنا چاہے تو تم بظاہر معمول بن جاؤ گے لیکن اس کے عمل کا اثر نہیں لو گے۔"

اس نے وعدہ کیا کہ میرے حکم کی تعمیل کرے گا۔ میں نے کہا "دو گھنٹے کے لیے آرام سے سو جاؤ، بیدار ہونے کے بعد اس تنویمی عمل کو بھول جاؤ گے۔"

اس نے وعدہ کیا "میں دو گھنٹے تک سوتا رہوں گا، بیدار ہونے کے بعد تنویمی عمل کو بھول جاؤں گا۔"

پھر میں نے اسے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس کے ایک آلۂ کار کے دماغ میں آ کر کہا "میں شارپر بول رہا ہوں، مجھے گہری نیند آ رہی ہے۔ میں دو گھنٹے تک سوتا رہوں گا۔ ٹھیک دو گھنٹے بعد یہاں کے کسی تجربے کار ڈاکٹر کو لے آنا بیرا باقاعدہ علاج ہونا چاہیے۔"

اب میں دماغی طور پر حاضر ہونا چاہتا تھا۔ کنگ فرنانڈو میرا انتظار کر رہا ہو گا لیکن اسی وقت ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس آلۂ کار نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا تو دوسری طرف سے بہرام گنگولی کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا "کیا شارپر کو خیریت سے پہنچا دیا گیا ہے؟"

"یس سر! مگر وہ بدستور بیمار ہیں۔"

"فوراً کسی اچھے ڈاکٹر کو بلا کر علاج کراؤ۔"

"ابھی وہ ہمارے دماغ میں بول رہا تھا کہ دو گھنٹے تک سوتا رہے گا اس کے بعد ڈاکٹر کو بلا کر علاج کروایا جائے۔"

"کیا ابھی شارپر تمہارے دماغ میں موجود ہے، کیا میری آواز سن رہا ہے؟"

میں نے شارپر کے لب و لہجے میں اس آلۂ کار کے ذریعے کہا "ہاں، میں شارپر بول رہا ہوں۔ بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں، خیال خوانی کرتے وقت تکلیف ہوتی ہے۔ میں بڑی مشکل سے باتیں کر رہا ہوں۔ مجھے دو گھنٹے کے لیے جانے دو۔ اس کے بعد کسی ڈاکٹر سے کنسلٹ کروں گا۔"

وہ جھنجلا کر بولا "تمہاری بیماری مجھے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ کم از کم مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ تو لکھ دو۔"

"میں آنکھیں کھول نہیں سکتا۔ خیال خوانی کی پرواز نہیں کر سکتا، تکلیف محسوس کر رہا ہوں اور تم اپنے مطلب کی بات کر رہے ہو کیا تمہیں میری تکلیف کا ذرا احساس نہیں ہے؟"

"اچھا اچھا، زیادہ مت بولو۔ دو گھنٹے بعد اُٹھ کر ڈاکٹر سے کنسلٹ کرنا۔ دوائیں کھاتے ہی طریقۂ کار لکھ دینا۔"

"ضرور لکھوں گا۔ اب میں سو رہا ہوں۔ زیادہ خیال خوانی نہیں کر سکتا۔"

میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ٹرانسمیٹر سے بہرام گنگولی کا رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے اور ابھی کہاں چھپا ہوا ہے۔ پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ہوٹل کے کمرے سے نکل کر نیچے ویٹنگ ہال میں آیا تو کنگ فرنانڈو ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مجھے پہچان نہیں سکتا تھا۔ میں اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ بہت ریزرو رہنے والا شخص تھا۔ کسی بھی اجنبی کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس نے گھور کر دیکھا۔ میں نے ذرا جھک کر رازدارانہ انداز میں کہا "خوب صورت لڑکیاں ہیں، کیسے تو دکھاؤں۔"

اس نے مجھے حقارت سے دیکھا پھر کہا "تم جیسے لوگ بڑے بڑے ہوٹلوں میں آ جاتے ہیں اور ہمارا وقت برباد کرتے ہیں مجھے لڑکیوں کے دلالوں سے سخت نفرت ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا دوستانہ انداز میں خوب صورت لڑکیاں پیش کرنا دلالی ہے؟"

وہ غصے سے بولا "کیا دلالی نہیں ہے؟"

"تو پھر تم اپنے ہیلی کاپٹر میں خوب صورت لڑکیاں کیوں لائے ہو؟"

یہ سن کر وہ چونک گیا مجھے حیرانی سے تکنے لگا۔ میں نے کہا "تم اپنے ایک نئے دوست کو خوش کرنے اور اس سے دوستی کرنے کے لیے لڑکیاں پیش کرنے والے ہو۔"

وہ جھینپ کر بولا "تم کون ہو؟"

"پہلے اس بات کا اعتراف کرو کہ دوستانہ انداز میں لڑکیاں پیش کرنا دلالی نہیں ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "چلو اعتراف کرتا ہوں۔ اب بولو تم کون ہو؟"

"میں تمہارا وہی دوست ہوں جس کا انتظار کر رہے ہو۔"

وہ ایک دم سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں بھی اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ پھر دونوں بازو پھیلا دیے۔ وہ مجھ سے گلے لگ کر بولا۔ "فرہاد! تم نے تو مجھے چکرا کر رکھ دیا تھا۔"

"کیا میں نے تمہیں غلط سبق دیا ہے؟"

"نہیں یار! سچ کہہ رہے تھے۔ لڑکیاں خواہ پیشہ ورانہ انداز میں پیش کی جائیں یا دوستانہ انداز میں، وہ ایک طرح کی دلالی ہوتی ہے۔"

پھر وہ مجھ سے الگ ہو کر بولا "یار تم تو خاصے حسن پرست ہو۔ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا "یہی سوچ کر تم نے میرے لیے دو حسین ترین لڑکیوں کا انتخاب کیا ہے۔ بہتر ہوتا پہلے تم میری ہسٹری پڑھ لیتے یا میرے کسی قریبی جاننے والے سے معلومات حاصل کر لیتے۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"میں اس انداز میں کبھی کسی کے ساتھ وقت نہیں گزارتا نہ بازار سے لڑکیاں خریدتا ہوں نہ انھیں کسی کے ذریعے تحفے کے طور پر قبول کرتا ہوں۔"

اس نے بڑی بے تکلفی سے میرے سینے پر ایک ہاتھ مارتے ہوئے کہا "تمہارے کردار کا یہ پہلو مجھے پسند نہیں ہے۔ ایک تو تم شراب نہیں پیتے، دوسرے لڑکیوں کے متعلق یہ پابندی عائد کر دی۔ یار! کیسے مزہ آئے گا۔ ہم کیسے رنگین لمحات گزاریں گے؟"

"فرنانڈو! دس حسین لڑکیاں نہ ہوں۔ ایک وقت میں صرف ایک چاہنے والی محبوبہ ہو تو اس کے ساتھ کتنے حسین لمحات گزرتے ہیں۔"

"کیا ایسی کوئی ہے؟"

"ہے، اسی لیے تو میں دوسری لڑکیوں کے لیے توبہ کر رہا ہوں۔ خدا کے لیے مجھے معاف کرو۔ ہم دوسرے موضوع پر گفتگو کریں گے۔"

"تمہارا دوسرا موضوع میں جانتا ہوں۔ تم ہیلی کاپٹر کے لیے پوچھو گے۔ میں نے دو عدد کا انتظام کر دیا ہے۔ اور ضرورت ہو تو بولو۔"

"دو ہی کافی ہیں۔"

اس نے بُرا سا منہ بنا کر پوچھا "ہمارا وقت کیسے گزرے گا؟"

"مجھے تمہاری پریشانی دور کر کے خوشی ہو گی۔"

"یار! تم میری دولت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ میں چاندی کا جوتا اٹھاتا ہوں۔ ہر پریشانی کے منہ پر مارتا ہوں۔ وہ دور ہو جاتی ہے۔"

"بڑا بول مت بولو۔ تمہارے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں ایک ڈائریکٹر ایسا ہے جو تمہارے لیے دردِ سر بنا ہوا ہے۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہو، میں تو بھول ہی گیا تھا تم خیال خوانی کے ذریعے اتنی دور تک پہنچ سکتے ہو جس کی ہم توقع نہیں کر سکتے۔ چلو، میں تمہیں اپنی پریشانیوں کے متعلق بتاؤں گا۔"

"تم مجھے کیا بتاؤ گے، میں تمہاری پریشانیوں کے متعلق اتنا کچھ بتاؤں گا کہ تم خود بھی تک اسے سمجھ نہیں پائے ہو۔"

میں نے کاؤنٹر پر جا کر بل ادا کیا۔ کمرے سے اپنا بیگ منگوایا پھر فرنانڈو کے ساتھ باہر آ کر اس کی کار میں بیٹھ گیا۔ اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا "یہاں کے ایک فلائنگ کلب میں ہیلی کاپٹر موجود ہے۔ ہم اس میں شکاگو جائیں گے۔"

میں نے کہا "فرنانڈو! تمہارے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں ایک ڈائریکٹر ہے جس کا نام رابرٹ ویلی ہے۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا "تمہاری معلومات غلط نہیں ہو سکتیں، تم مجھ سے یہ کہو گے کہ اس کی ایک بیٹی کا نام انجیلا ہے۔ وہ بھری جوانی میں بیوہ ہو گئی اور میرے اس سے تعلقات ہو گئے ہیں۔"

"صرف تعلقات نہیں ہوئے بلکہ وہ تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

"یہ درست ہے۔"

"تم نے آج تک شادی نہیں کی اور نہ ہی کرنا چاہتے ہو۔ تم اپنی ایک بھتیجی سے بہت پیار کرتے ہو۔ مرنے سے پہلے اپنی دولت اور جائداد اس کے نام کرنا چاہتے ہو لیکن انجیلا نے تمہارے بچے کی ماں بننے کا دعویٰ کر دیا ہے اور اس کا باپ رابرٹ تمہیں مجبور کر رہا ہے کہ اس سے شادی کرو ورنہ وہ تمہارے بزنس کے اہم راز فاش کر دے گا۔ جس کے بعد تمہیں کروڑوں ڈالر کا نقصان ہو سکتا ہے۔"

"ہاں یار! یہ تو بہت پریشانی کی بات ہے۔ میں نے انجیلا کو بڑی بڑی آفر دی ہیں۔ اس سے کہا ہے کہ وہ بچے کا حمل ختم کر دے۔ میں اسے اپنے کاروبار میں حصے دار بنا لوں گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "جب وہ بیوی بن کر تمہارے کاروبار کی تمام آمدنی حاصل کر سکتی ہے تو حصے دار بننے کی حماقت کیوں کرے گی۔"

"ہاں، میرے بورڈ آف ڈائریکٹرز کا وہ ڈائریکٹر رابرٹ بھی اس بات کو خوب سمجھتا ہے۔ اس نے فون پر بس ایک ہی بات کہہ دی ہے کہ میں جلد سے جلد انجیلا سے شادی کا اعلان کروں ورنہ بات بگڑ جائے گی۔"

ہم فلائنگ کلب پہنچ گئے۔ وہاں وہ دو حسین لڑکیاں تھیں جنھیں فرنانڈو نے میرے لیے منتخب کیا تھا۔ بلاشبہ وہ بہت ہی حسین اور پُرکشش تھیں۔ میں نے کہا "انھیں رخصت کردو۔ ہم ہیلی کاپٹر میں ذاتی قسم کی گفتگو کریں گے۔ تیسرے کو سننا نہیں چاہیے۔"

اس نے اپنے بریف کیس سے نوٹوں کی دو گڈیاں نکالیں۔ دونوں لڑکیوں کو ایک ایک گڈی دے کر کہا "تمھاری ضرورت نہیں ہے۔ جاسکتی ہو۔"

ہم ہیلی کاپٹر میں آکر بیٹھ گئے۔ فرنانڈو نے اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے زمین سے بلند کیا۔ پھر فضا میں اچھی خاصی بلندی پر پہنچ کر بولا "یار تم سب کچھ جانتے ہو لیکن اس کا کوئی حل بتاؤ۔ میں انجیلا اور اس کے باپ کے جال سے نکلنا چاہتا ہوں۔"

"جال میں تم خود پھنسے ہو۔ تمھارے لیے حسین ترین عورتوں کی کمی نہیں تھی۔ تمھیں انجیلا پر ہاتھ رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"بس کیا بتاؤں، حماقت ہی سمجھو۔ ویسے عورت بیوہ ہونے کے بعد کچھ زیادہ ہی حسین اور پُرکشش ہوجاتی ہے۔ کم بخت نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا تھا یا پھر شراب کا نشہ تھا جو اس کی طرف لے گیا تھا۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوا بُرا ہوا۔ اب بھلا کیسے ہوگا؟"

میں مسکرانے لگا۔ اگرچہ فرنانڈو کی اس روداد کا تعلق بظاہر میری داستان سے نہیں تھا لیکن کچھ نہ کچھ تھا۔ میں اس کے کام آکر ہی امریکا جیسے ملک میں زیادہ سے زیادہ سہولتیں حاصل کرسکتا تھا جب کہ ماسک میں سے اب محدود تعلقات رہ گئے تھے۔ میں اپنے بہت سے رازوں میں ریڈ پاور والوں کو شریک نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے کنگ فرنانڈو میرے لیے بہت اہم ہوگیا تھا۔

اس نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ پھر کہا "میری حالت پر مسکرا رہے ہو، کوئی جواب کیوں نہیں دیتے؟"

"اس لیے مسکرا رہا ہوں کہ تمھاری پریشانیاں پہلے ہی دور کرچکا ہوں۔"

وہ ایک دم سے خوش ہوکر بولا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"جب مجھے دوست کہا ہے تو دوستی پر شبہ کبھی نہ کرنا۔"

"آئی ایم سوسوری، بھئی مجھے معاف کرنا۔ میں خوشی میں بھول گیا تھا کہ کس سے بات کررہا ہوں۔ مجھے بتاؤ تم نے کس طرح میری پریشانی دور کردی ہے۔ کیا مجھے انجیلا اور اس کے باپ سے نجات مل جائے گی؟"

ہیلی کاپٹر تیز تیز ڈگمگانے لگا۔ ذرا نیچے کی طرف جانے لگا۔ اس نے بڑی مہارت سے اسے سنبھال لیا۔ میں نے پوچھا "یہ کیا ہوگیا تھا؟"

"میں خوشی سے کانپنے لگا تھا۔ ہیلی کاپٹر بھی کانپنے لگا۔ مجھے فوراً بتاؤ کیسے نجات ملے گی؟ اگر قسطوں میں خوشخبری سناؤ گے تو مارے خوشی کے ہیلی کاپٹر نیچے گر پڑے گا۔"

"کیا یہ تمھارے ساتھ تیسری سزا ہوگی؟"

"بھئی میرا دل الرٹ پلٹ رہا ہے۔ جلدی بتاؤ کیا کرو تم کیسے نجات دلاؤ گے؟"

"پہلے تم انجیلا اور اس کے باپ کے متعلق اصل بات سنو جسے تم نہیں جانتے لیکن سنانے سے پہلے ایک شرط ہے۔"

"اوہ، تم بہت زیادہ سسپنس پیدا کررہے ہو۔ بھئی تمھاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔ بولو، کیا بات ہے؟"

"میں جتنی خوشخبری سناتا جاؤں، اس کے جواب میں ہیلی کاپٹر کو ذرا بھی نہیں ڈگمگانا چاہیے۔ تم مجھے بخیریت شکاگو پہنچاؤ گے اگر خود کو اس قابل نہیں سمجھتے ہو تو جگہ بدل لو۔ میں اس کی پروا جاری رکھوں گا۔"

"نہیں یار، میں سنبھال کر چلاؤں گا۔ تم بتاؤ، اصل بات کیا ہے؟"

"یہ ہے کہ انجیلا اور اس کا باپ دونوں تم سے فراڈ کررہے ہیں۔ وہ تمھارے بچے کی ماں نہیں بنے گی۔"

"کیا؟" اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ میں نے کہا "منہ بند کرکے دیکھو، ہیلی کاپٹر کو سنبھالو۔"

اس نے کہا "میں خود اسے لے کر لیڈی ڈاکٹر کے پاس گیا تھا۔ وہ ڈاکٹر میری برسوں کی شناسا ہے۔ مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔"

"تو پھر میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"

"بھئی میں کان پکڑتا ہوں۔ تمھیں جھوٹا کیسے کہہ سکتا ہوں تم تو اندر گھس کر صحیح بات معلوم کرلیتے ہو۔"

"صحیح بات یہ ہے انجیلا نے اس لیڈی ڈاکٹر کو دس ہزار ڈالر دیے ہیں۔ اس نے ایک دن میں اتنی رقم کبھی نہیں کمائی ہوگی پھر بھلا انجیلا کے حق میں کیسے رپورٹ نہ دیتی؟"

"اب سارا کھیل میری سمجھ میں آگیا۔ انجیلا جھوٹ موٹ میرے بچے کی ماں بننے کا دعویٰ کررہی ہے۔ اس کا باپ مجھے

دھمکیاں دے رہا ہے کہ اس کی عزت نہیں رکھی جائے گی اس کی بیٹی سے شادی نہیں کی جائے گی تو وہ میرے بزنس کے اہم راز فاش کردے گا۔"

وہ کہتے کہتے چپ ہوگیا۔ سوچنے لگا۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

"میں اس مکار عورت سے کبھی شادی نہیں کروں گا لیکن اس کا باپ میرے کاروبار میں رازدار ہے۔ وہ اپنی دھمکی پر قائم رہے گا۔ اس کا بھی کچھ نقصان ہوگا لیکن اس سے کئی گنا زیادہ نقصان میرا ہوگا اور وہ مجھے ضرور نقصان پہنچائے گا۔"

"میں کہہ چکا ہوں، دو گھنٹے بعد تمہیں اس سے نجات مل جائے گی۔ وہ کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تم اسے ختم کردو گے؟"

"میں خواہ مخواہ کیوں اس کی زندگی سے کھیلوں۔ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس کے بعد بھی کچھ حقائق ہیں جنہیں تم نہیں جانتے۔"

"میرے دوست! میری جان! جلدی جلدی بتاؤ تم نے تو میری زندگی میں آتے ہی دشمنوں کا پانسا پلٹ دیا۔"

"قصہ یوں ہے کہ جب تم انجیلا سے شادی کرلیتے تو وہ شادی کے دوسرے یا تیسرے دن زینے کے اوپر سے جان بوجھ کر گرتی۔ تم اسے پھر لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے جاتے اور وہ رپورٹ دیتی کہ بچہ ضائع ہوچکا ہے۔"

وہ دانت پیس کر بولا: "معلوم ہوتا ہے، مکاری ان باپ بیٹی پر اکر ختم ہوگئی ہے۔"

"اور آگے سنو۔ انجیلا کے باپ نے تمہارے لیے ایک ایسی دوا رکھ چھوڑی ہے جو دماغ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ انجیلا تمہاری ناواقفیت میں وہ دوا کھلاتی رہتی اور تم رفتہ رفتہ ذہنی مریض بنتے جاتے۔ پھر کاروبار سنبھالنے کے قابل نہ رہتے۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز میں یہ فیصلہ ہوتا کہ تمہاری جگہ انجیلا کو بٹھایا جائے۔ وہ تمہارا کاروبار سنبھالے گی۔ اس طرح سمجھ سکتے ہو کہ تمہاری دولت اور جائداد کا کیا حشر ہونے والا تھا۔"

"اوہ گاڈ! فرہاد، تم میرے لیے فرشتہ بن کر آئے ہو۔ اب جلدی سے بتاؤ، مجھے کس طرح نجات ملے گی؟"

"ابھی بتاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کیں اور انجیلا کے باپ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کھانے سے پہلے پینے میں مصروف تھا اور اسی قسم کی پلاننگ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے کے سلسلے میں سر جوڑ کر غور کر رہا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر پوچھا: "فرنانڈو! انجیلا کا باپ کھانے سے پہلے بہت کم پیتا ہے۔ کھانے کے بعد دس بجے سے پینا شروع کرتا ہے پھر رات کے دو بجے تک پیتا رہتا ہے۔ اس کے بعد سو جاتا ہے لیکن آج تو وہ کچھ زیادہ ہی پی رہا ہے۔"

"تمہیں میری بات کا جواب دینا چاہیے، تم کس کے بارے کی بات کر رہے ہو۔ کبھی کبھی وہ اصول کے خلاف بھی پینے لگتا ہے۔"

"میں ابھی آکر بات کرتا ہوں۔"

میں پھر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اسے وہاں سے اٹھ کر الماری کی طرف لے گیا۔ الماری کے ایک خانے میں وہ دوا رکھی ہوئی تھی جو فرنانڈو کو دماغی مریض بنانے کے لیے لگائی گئی تھی۔ اس نے وہ دوا اٹھائی۔ حالاں کہ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کہ یہ دوا کیوں اٹھا رہا ہے لیکن وہ میرا تابع فرمان تھا۔ جو میں کہتا تھا وہ کرتا جاتا تھا۔ وہ واپس اپنی جگہ آکر بیٹھ گیا۔ اب جام میں شراب تھی اس میں شیشی کی دوا انڈیل رہا تھا۔ ساتھ پریشان ہوتا جا رہا تھا کہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟

جب میں نے وہ جام اس کے ہاتھ میں تھمایا اور اسے پینے پر مجبور کیا تو وہ نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلانے لگا لیکن میں نے اس کے ہاتھ سے جام کو چھوٹنے نہیں دیا۔ اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ پھر اس میں جو کچھ تھا، وہ اس کے حلق میں اترتا چلا گیا۔

پینے کے بعد وہ گہرا سانس اٹھنا چاہتا تھا۔ ٹیلی فون کے پاس جانا چاہتا تھا۔ طبی امداد حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کے ہاتھ سے دوسرا جام بنا لیا۔ اس میں بھی تھوڑی سی دوا انڈیل دی اور اسے پینے پر مجبور کیا۔ اس کے ہاتھ سے تیسرا جام بنانے کا ارادہ تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ اس کا دماغ کمزور ہوگیا ہے۔ وہ اس قابل نہیں ہے کہ میں اسے کنٹرول میں رکھوں۔ جو دوا تھوڑی تھوڑی کر کے وہ چار دھیموں میں فرنانڈو کے حلق سے اتارنا چاہتا تھا اس کی آدھی سے زیادہ شیشی میں نے ایک ہی سپ میں خالی کرا دی تھی۔ ظاہر ہے، جلد ہی نتیجہ ظاہر ہونا تھا اور وہ ظاہر ہونے لگا۔ اس کے ہاتھ سے جام چھوٹ گیا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر سامنے والی میز پر اوندھے منہ گر پڑا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر فرنانڈو سے کہا: "میں تمہیں دو گھنٹے بعد نجات دلانا چاہتا تھا لیکن ابھی نجات مل گئی ہے۔"

"تم پھر تجسس میں مبتلا کر رہے ہو۔"

"اس نے تمہیں دماغی مریض بنانے کے لیے جو دوا رکھی تھی، وہ میں نے اسے زبردستی پلا دی ہے۔ اب اس کا دماغ الٹ گیا ہے۔ وہ کاروبار کرنے اور بورڈ آف ڈائریکٹرز میں اپنے کے قابل نہیں رہا۔"

فرنانڈو خوشی سے چیخ کر دونوں ہاتھ میری طرف بڑھا کر گلے لگنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے پھر پائلٹ کی سیٹ پر جما دیا۔ اس کے دماغ کو ذرا آزاد چھوڑ کر کہا: "معلوم ہوتا ہے، آج تم مجھے مار کر ہی رہو گے۔ خدا کے لیے کہیں ہیلی کاپٹر اتارو۔ اب نہ میں تمہارے کام آؤں گا اور نہ ہی کوئی خوشخبری سناؤں گا۔"

وہ شرمندہ سا ہو کر بولا: "یار! مجھے گدھا سمجھ کر معاف کردو۔ مجھے اتنی ساری خوشیاں دے کر ناراض ہو جاؤ گے تو میں مر جاؤں گا۔"

"اور اتنی ساری خوشیوں کے نتیجے میں ہیلی کاپٹر نیچے گر پڑا تو بہت اچھا لگے گا۔"

"میں اس لمحے دل و جان سے دعا مانگ رہا ہوں کہ خدا میری زندگی بھی نہیں دے دے۔"

پوپی نے ایک ہوٹل میں کمرا ریزرو کرا لیا تھا۔ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا: "دو عدد دیسی کا پیٹر کا انتظام ہو چکا ہے۔ میں شکار گو پہنچ رہا ہوں۔"

"کیا میں وہ ڈائری حاصل کرنے برنارڈ سلیری کے اپارٹمنٹ میں جاؤں؟"

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ اسے غلام باقی نے حاصل کرلیا ہے۔"

"میں بور ہو رہی ہوں۔"

"دراصل تمہیں ناکامی برداشت کرنے کی عادت نہیں ہے، اس لیے غیر شعوری طور پر جھنجلاہٹ میں مبتلا ہو۔ کمرے سے نکلو اور ہوٹل کے ڈانس فلور پر جاؤ۔ خوب انجوائے کرو۔ دوسروں کے ساتھ ہنسنے بولنے میں خود کو گم کردو۔ انشاء اللہ ہم کل صبح ہیلی کاپٹر میں فلائی کریں گے اور بہرام گنگولی تک پہنچ جائیں گے۔"

"شار پر کا کیا بنا؟"

"میں نے اسے اپنا معمول بنا لیا ہے۔ وہ بہرام گنگولی کے طلسم سے نکل چکا ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی ہے کہ وہ مشین آپریٹ کرنے کا صحیح طریقہ نہ بتائے اگر بتانے پر مجبور ہو تو کہیں خرابی چھوڑ دے اور وہ ایسا ضرور کرے گا۔"

"اس کا مطلب ہے، بہرام گنگولی جب شار پر سے مایوس ہوگا تو مورینا کی طرف رُخ کرے گا کیوں کہ وہ مشین آپریٹ کرنا جانتی ہے۔"

"وہ یقیناً ایسا کرے گا۔"

"فرہاد! کیا اسے شبہ نہیں ہے کہ تم شار پر کے دماغ میں پہنچ گئے ہو؟"

"میں نے اس کے آلۂ کار کے ذریعے اس سے شار پر بن کر گفتگو کی۔ بظاہر تو ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی۔ ہو سکتا ہے، شبہ کر رہا ہو اور ظاہر نہ کرتا ہو۔"

"ایسی حالت میں وہ مورینا کی طرف رُخ کر چکا ہوگا۔ خود نہیں آئے گا لیکن اس کے آدمی مورینا کو اغوا کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"میں زیادہ فکرمند نہیں ہوں۔ غلام باقی اس کے پاس ہے۔"

"تم مجھے ڈانس فلور پر جا کر دل بہلانے کو کہہ رہے ہو لیکن میرا دل کام میں لگتا ہے، جتنی زیادہ مصروف رہتی ہوں، اتنی ہی زیادہ خوش رہتی ہوں۔ کیا میں اس کے اپارٹمنٹ کی طرف جاؤں؟ کسی طرح معلوم کروں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ شاید اس اپارٹمنٹ کے آس پاس میں بہرام گنگولی کے آدمیوں کو تشکار کرسکوں۔"

"تم ہمیشہ ایکشن میں رہنا چاہتی ہو، یہ اچھی بات ہے، ٹھیک ہے جاؤ۔ وہاں پہنچتے ہی میں تمہارے پاس چلا آؤں گا۔"

کنگ فرنانڈو بار بار کن انکھیوں سے میری طرف دیکھتا تھا، جب میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تو اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا: "خیال خوانی کر رہے تھے؟"

میں نے چند سیکنڈ میں اس کی سوچ پڑھی پھر کہا: "تم چاہتے ہو میں انجیلا کے باپ کے پاس جاؤں اور معلوم کروں، وہ پاگل کا بچہ واقعی پاگل ہوا ہے یا نہیں؟"

وہ مسکرانے لگا۔ میں انجیلا کے باپ کے پاس پہنچا۔ اس کے دماغ میں بڑا انتشار تھا۔ کوئی سوچ ایک جگہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ وہاں عجیب طرح کی سنسناہٹ تھی۔ کبھی کبھی یوں لگتا جیسے ایک ہانڈی میں چھوٹے چھوٹے کنکر بھر کر اسے ہلایا جا رہا ہو اور بے شمار آوازیں پیدا ہو رہی ہوں۔ وہ اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ اپنی ذات سے بے گانہ ہو چکا تھا۔ خود کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ اب اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، اس کے آس پاس کون لوگ ہیں، یہ میں نہیں سمجھ سکتا تھا کیوں کہ اس کے ذریعے میں کسی کی آواز بھی نہیں سن سکتا تھا۔ جب دماغ درست نہ ہو تو کانوں میں پڑنے والی آوازیں نہ وہ سمجھ سکتا ہے نہ اس کا دماغ ہیں سمجھا سکتا ہے۔

میں نے فرنانڈو کو اس کی کیفیت بتائی۔ اس نے پوچھا: "کیا انجیلا کے پاس جا کر معلوم کرسکتے ہو؟"

"میں نے ابھی تک انجیلا کی آواز نہیں سنی ہے۔ اس کے متعلق جتنے حقائق بتائے ہیں، وہ میں نے اس کے باپ کے ذریعے

معلوم کیے ہیں۔"

"اگر میں اس سے فون پر بات کروں تو کیا تم اس کے دماغ میں پہنچ جاؤ گے؟"

"بے شک پہنچ جاؤں گا اور اس کے متعلق مزید معلومات حاصل کر سکوں گا۔"

ہم آدھے گھنٹے میں شکاگو کے فلائنگ کلب پہنچ گئے۔ دوسرا ہیلی کاپٹر میرے لیے تیار تھا۔ فرنانڈو مجھے اس ہیلی کاپٹر کے اندر لے گیا۔ کہنے لگا "یہ لیئسٹ ماڈل ہے۔ اس میں ہر طرح کی سہولتیں ملیں گی۔ ہر سیٹ کے ساتھ ایک پیراشوٹ ہے۔ خطرے کے وقت بلندی سے چھلانگ لگا سکتے ہو۔ اس کی بیرونی باڈی بلٹ پروف ہے۔ یہ سامنے اسکرین پر ٹارگٹ بنا ہوا ہے۔ اس پاس کے دشمن طیاروں یا ہیلی کاپٹروں کو اس ٹارگٹ میں دیکھ کر صحیح نشانہ لے سکتے ہو۔ چوں کہ پرائیویٹ ہیلی کاپٹروں اور طیاروں کو خطرناک اسلحہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے اس لیے یہ ہیلی کاپٹر ابھی اسلحے سے خالی ہے لیکن صبح سویرے میرے آدمی یہاں چوری چھپے آئیں گے، پھر یہاں جتنی گنیں ہیں ان میں بلٹ اور ایرو بلٹ سے بھر دیں گے۔ ایرو بلٹ سے تم کسی بھی ہیلی کاپٹر کی پٹرول کی ٹنکی میں سوراخ کر سکتے ہو۔

یہ ٹرانسمیٹر ہے۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں ایک کارڈ رکھا ہوا ہے جس میں مجھ سے رابطہ قائم کرنے والی فریکوئنسی لکھی ہوئی ہے۔ اس خانے میں ایک لاکھ ڈالر نقد رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں اسپیشل پے منٹ کارڈز ہیں۔ ان میں سے تم کوئی بھی کارڈ کسی بنک میں لے جا کر جتنی رقم بھروگے تمہیں مل جایا کرے گی۔ کوئی تم سے یہ سوال نہیں کرے گا کہ یہ کارڈ تمہارے پاس کہاں سے آئے۔"

اس نے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر کہا "تم یہاں بیٹھے بیٹھے کہیں بھی ڈائل کر سکتے ہو۔"

اس نے ڈائلنگ کی پھر ذرا انتظار کرنے کے بعد بولا۔ "ہیلو انجیلا!"

دوسری طرف سے انجیلا کے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "اوہ فرنانڈو! غضب ہو گیا۔ میرے ڈیڈی اچانک پاگل ہو گئے ہیں۔"

فرنانڈو نے مسکراتے ہوئے حیرانی کا اظہار کیا۔ "یہ اچانک کیسے ہو گیا؟"

"پتا نہیں، جہاں وہ بیٹھ کر شراب پی رہے تھے، وہاں ایک ایسی دوا رکھی ہوئی تھی جو استعمال کرنے کے بعد دماغ پر برا اثر ڈالتی ہے۔ کئی ملازموں نے ڈیڈی کو بڑی مشکل سے قابو کیا۔ پھر ڈاکٹر نے آ کر معائنہ کیا۔ اب انھیں اسپتال پہنچا دیا ہے۔ میں وہاں جانے والی ہوں۔ کیا تم آ رہے ہو؟"

فرنانڈو نے جواب دینے سے پہلے میری طرف دیکھا۔ ہم نے سوچ کے ذریعے کہا "آج اس سے آخری ملاقات کر واؤ جو وصول کرنے ہو، سود سمیت وصول کر لو۔"

دوسری طرف سے انجیلا نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو گئے۔ کیا آ رہے ہو؟"

"ہاں۔ آج دل چاہتا ہے، تمہارے ساتھ رات گزاروں لیکن تمہارے گھر میں ٹریجڈی ہو گئی ہے۔ لہٰذا میں نہیں آؤں گا خوامخواہ موڈ خراب ہو گا۔"

"تم بہت خود غرض ہو، کیا میرے دکھ درد میں شریک نہیں ہو گے؟"

"شریک تو ہو جاؤں گا لیکن تمہارے پاس اگر دل قابو میں نہیں رہے گا۔"

"چلے آؤ، میں تمہیں بور نہیں ہونے دوں گی۔"

"اچھی بات ہے، میں پہنچ رہا ہوں۔"

اس نے رسیور رکھ کر کہا "تمہارے کہنے سے میں نے اس کے پاس جانے کا وعدہ تو کر لیا لیکن تمہیں چھوڑ کر کیسے جاؤں گا؟"

"میں کہیں بھاگا نہیں جا رہا ہوں، پھر ملاقات ہو گی ہی بھی ڈسٹرب نہ کرو۔ میں ضروری معلومات حاصل کر رہا ہوں۔"

میں انجیلا کے پاس پہنچ گیا۔ دس منٹ کے بعد واپس آ کر بولا "فرنانڈو! تم بہت ذہین بزنس مین ہو لیکن عورت کے معاملے میں گدھے ہو۔"

"یہ تو میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ جو غلطی ہو گدھا سمجھ کر معاف کر دو۔ آخر بات کیا ہے؟"

"تم انجیلا کی باتوں میں آ کر اس کے باپ پر اندھا اعتماد کرنے لگے تھے۔ اس نے اب تک پانچ کروڑ ڈالر کا غبن کیا ہے۔ اس کالے دھن کو انجیلا نے ایسی جگہ چھپا کر رکھا ہے جہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا۔"

"کیا تم بھی نہیں؟"

"میں تو پہنچ چکا ہوں۔"

وہ پھر خوشی سے کانپتے ہوئے دونوں بازو پھیلا کر مجھ پر آ کر لد گیا۔ اپنی دانست میں گلے مل رہا تھا۔ میں نے کہا "اب میں تمہیں کوئی خوشخبری نہیں سناؤں گا۔"

وہ جلدی سے الگ ہو کر بولا "کیوں، مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟"

"تم بے قابو ہو جاتے ہو۔ یہاں سے خوشی خوشی ہیلی کاپٹر ب جاؤ گے، راستے میں اگر میں نے کوئی ابھی بات سنا دی تو جان ے جاؤ گے۔ خدا کا شکر ہے کہ میں بخیریت زمین پر پہنچ کا ہوں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، اب خود کو قابو میں رکھوں گا۔ کیا بری اتنی بڑی رقم مجھے واپس مل جائے گی؟"

"تم یہاں سے اپنی رہائش گاہ میں جاؤ گے۔ وہ اپنے ریف کیس میں تمام رقم لے کر خود تمہارے پاس آئے گی اور تمہارے حوالے کر دے گی۔"

وہ بچوں کی طرح تالیاں بجا کر ہنستے ہوئے بولا "یعنی تم اسے بلی پیتھی کے ڈنڈے مار مار کر میرے پاس پہنچاؤ گے۔"

"ہاں، وہ اس کے علاوہ ایسے اہم کاغذات بھی لے کر آئے گی جنھیں دیکھ کر تم حیران رہ جاؤ گے۔ اگر وہ کاغذات اس کے پاس رہ جاتے تو تم بھی طرح تباہ ہو جاتے۔"

اس نے میرے بازو کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے پوچھا "وہ کاغذات کیسے ہیں؟"

میں نے اس کے ہاتھ کو جھٹک دیا۔ پھر کہا "اب میں زوردار طمانچہ مارو ں گا۔ ہمارے ملک میں گدھے کو ڈنڈے مارے جاتے ہیں، میں طمانچے پر اکتفا کر لوں گا۔"

"یار! تم مجھے جوتے مارلو مگر بتاؤ وہ کاغذات کیا ہیں؟"

"ابھی نہیں بتاؤں گا۔ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ خوشی کے مارے کسی حادثے کا شکار ہو جاؤ گے۔"

وہ میرے ساتھ فلائنگ کلب کے دفتر میں آیا۔ وہاں اس ہیلی کاپٹر کو عارضی طور پر میرے نام کیا۔ کاغذی کارروائی ہوئی۔ اس کے بعد ہم باہر آئے۔ اس کی ایک شاندار مرسیڈیز کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "یہ گاڑی تمہارے لیے ہے۔ میں دوسرے ہیلی کاپٹر میں جا رہا ہوں۔ مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہنا۔ دیکھو اگر مجھ سے ملے بغیر کہیں غائب ہو جاؤ گے تو میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا لیکن تمام عمر تمہاری جدائی کا صدمہ سہتا رہوں گا اور شاید وقت سے پہلے مر جاؤں گا۔"

میں نے مسکرا کر کہا "فرنانڈو! اتنے جذباتی نہ بنو۔ جاؤ اور انجیلا سے اپنی رقم اور اہم کاغذات وصول کرو۔ میں رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، پھر ڈرائیو کرتا ہوا اس ہوٹل میں پہنچ گیا جہاں پومی نے کمرہ ریزرو کرایا تھا۔ میں نے کاؤنٹر پر جا کر اپنا اور پومی کا فرضی نام پوچھا۔ کاؤنٹر کلرک نے چابی میرے حوالے کر دی۔ میں اس کمرے میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کر کے بستر پر لیٹ گیا۔ یہ کمرہ پومی نے ہمارے لیے ریزرو کرایا تھا۔ مجھے پہلے اس کے پاس پہنچنا چاہیے تھا لیکن ڈائری سب سے زیادہ اہم تھی لہٰذا میں باقی کے پاس آ گیا۔

وہ مورینا کو دیکھ رہا تھا۔ اس حسینہ کا گلاب جیسا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ تھک ہار کر سو گئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا، کیا انسان اسی کے لیے دیوانہ ہوتا ہے۔ کس طرح آتشی انار کی طرح بلندی تک چنگاریاں چھوڑتا ہے پھر آہستہ آہستہ سرد پڑ جاتا ہے۔ یہ عورت کیا ہے۔ اس کے لیے مرد دنیا سے لڑتا ہے اور یہ مرد ہے جس کے لیے عورت اپنا تن من سب کچھ ہار جاتی ہے پھر گہری نیند سو جاتی ہے۔

میں نے اسے مخاطب کیا "باقی! فلسفہ بعد میں سوچنا۔ وہ ڈائری کھولو اور مجھے پڑھ کر سناؤ۔"

وہ ڈائری اٹھا کر کھولنے لگا۔ میں نے کاغذ اور قلم سنبھال لیا تھا۔ وہ پڑھ کر سنانے لگا۔ میں سن سن کر لکھنے لگا۔ وہ بڑے کام کی ڈائری تھی۔ دنیا کی سب سے عجیب و غریب ایجاد کو آپریٹ کرنے کی ایک ایک تفصیل کو میری طرف منتقل کرتی جا رہی تھی۔ جب اس نے شروع سے آخر تک سب کچھ لکھوا دیا تو میں نے کہا "وہ شاندار کی ڈائری ہے۔ اس میں کچھ اہم یادیں لکھی ہوں گی۔ تم ورق الٹتے جاؤ اور پڑھتے جاؤ۔ میں سن رہا ہوں۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق ورق الٹ الٹ کر پڑھنے لگا۔ اس تہ خانے میں ٹرانسفارمر مشین کے علاوہ جو دوسری مشینیں رکھی ہوئی تھیں، ان کے متعلق کچھ ٹیکنیکل باتیں لکھی ہوئی تھیں جن سے مجھے دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے کہا "باقی! تم نے

لاکھوں قارئین کے دلوں کی دھڑکن

محی الدین نواب

کی ۱۰ سنسنی خیز کہانیوں کا مجموعہ

ایمان کا سفر

منگوانے کا پتہ

مکتبہ نفیسہ

پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴۳ کراچی

قیمت ۴۰ روپے

شائع ہو چکا ہے!

قریبی کتب فروش سے طلب کریں یا براہ راست منگوائیں

ٹرانسفارمر مشین کو آپریٹ کرنے کے سلسلے میں جو طریقہ مجھے لکھوایا ہے صرف اتنے صفحات اس ڈائری سے نکال لو اور انھیں ابھی جلادو۔"

وہ فوراً ہی بستر سے اٹھ گیا۔ میں نے اسے ہدایت کی تھی، وہ میری ہدایت کو حکم سمجھتا تھا، فوراً اس کی تعمیل کرتا تھا۔ اس نے وہ تمام کاغذات اس ڈائری سے نکال لیے۔ پھر باتھ روم میں جاکر انھیں جلایا اور اس کی راکھ کموڈ میں ڈال دی۔ پھر فلش کے ذریعے بہادی۔

وہ اس کام سے فارغ ہوکر باتھ روم سے باہر آیا، دروازے کو بند کیا، پھر بستر پر لیٹنا چاہتا تھا کہ اسی وقت محسوس ہوا جیسے کمرے کے دروازے کو کھولنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس نے سوچا۔ "خطرہ ہے۔"

میں نے کہا۔ "تم درست سوچ رہے ہو، تم نے دروازے کو اندر سے لاک کیا ہے، باہر سے کوئی کھولنے کی کوشش کررہا ہے۔ پہلے یہ بتاؤ مورینا کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟"

"میرے آقا! اگر یہ مجھ سے وفا کرے گی تو میں ساری زندگی اس سے نباہ کروں گا۔"

"تو پھر اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو۔ بہرام گنگولی اپنے آدمیوں کے ذریعے مورینا کو اغوا کرانے کی کوشش کرے گا۔ تم اس کی حفاظت کروگے لیکن اپنی حفاظت کو مقدم سمجھوگے، میں تمھیں زندہ سلامت دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے تمھاری ضرورت پڑے گی۔"

"میرے آقا! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں کسی نہ کسی طرح بدآپ کے لیے ضروری ثابت ہوسکتا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔ وہاں چار شخص نظر آئے۔ وہ فوراً ہی اندر آگئے۔ ان میں سے ایک دروازے کے پاس کھڑا ہوگیا۔ باقی تین، باقی اور مورینا کے سرہانے آگئے۔ ایک کے دائیں ہاتھ میں ریوالور تھا، بائیں ہاتھ میں ایک چھوٹی سی پرچی تھی، اس نے وہ پرچی باقی کی طرف بڑھادی، باقی نے لے کر پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا۔ "مورینا جو ڈائری سے شارپ کے رہائشی تہ خانے سے لے کر آئی ہے، وہ ہمارے حوالے کی جائے کسی طرح کی حیل وحجت میں وقت ضائع کروگے تو گولی ماردی جائے گی۔"

باقی نے سرہانے کی میز کی طرف اشارہ کیا۔ ریوالور والے نے ادھر دیکھا، سیاہ رنگ کی ڈائری رکھی تھی۔ اس نے لپک کر اسے اٹھالیا۔ اسے کھول کر دیکھا۔ شارپ کا نام لکھا تھا۔ اسے ڈائری کے سلسلے میں اور بھی نشانیاں بتائی گئی ہوں گی پہلے

وہ مطمئن ہوا پھر ورق الٹنے کے دوران بے اختیار بول پڑا۔ "اس کے ورق پھٹے ہوئے ہیں۔"

باقی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم بڑے محتاط ہو کر آئے تھے لیکن اپنی آواز سنا رہے ہو۔"

وہ چونک گیا۔ سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ مورینا کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ اجنبیوں کو، ریوالور سمیت دیکھ کر سہم گئی تھی۔

میں نے کہا۔ "باقی! میں خواہ مخواہ خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کروں گا۔ انھیں اسی کشمکش میں رہنے دو کہ میں تمھارے ساتھ ہوں یا نہیں ہوں؟"

میری بات سمجھتے ہی اس نے اچانک ریوالور والے کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ اس کا ہاتھ خالی ہوگیا۔ ریوالور اڑتا ہوا مورینا سے ذرا فاصلے پر گرا۔ اس نے فوراً ہی اٹھ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اتنی دیر میں دوسرے شخص نے ریوالور نکال لیا تھا اور دھمکی دینا چاہتا تھا کہ مورینا اور باقی اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں ورنہ گولی ماردے گا۔

لیکن مورینا کو دیکھتے ہی وہ دھمکی دینا بھول گیا۔ ریوالور پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ باقی نے اس پر بھی ایک ٹھوکر ماری، ریوالور اڑتا ہوا گیا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے باؤلنگ ہورہی ہے اور ٹھیک وکٹ پر آرہی ہے۔ دوسرا ریوالور بھی مورینا کی وکٹ پر آیا۔ اس نے اسے بھی اٹھالیا لیکن آنے والے اور حملہ کرنے والے اپنی جگہ ساکت کھڑے رہ گئے تھے۔ سب کے سب وکٹ کو دیکھ رہے تھے۔ تب اسے احساس ہوا۔ وہ چیخ مار کر پھر کمبل میں گھس گئی۔

باقی نے ڈائری اٹھا کر ایک کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "اسے لینے آئے ہو، اب جاؤ۔"

اس نے ڈائری لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس کے کئی ورق پھٹے ہوئے ہیں۔"

مورینا جب اسے لے کر آئی تو ورق پھٹے ہوئے تھے، زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ بار بار کمبل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جہاں وہ چھپی ہوئی تھی، دونوں ریوالور بھی چھپے ہوئے تھے مگر صاف پتا چل رہا تھا، وہ سب نشانے پر ہیں۔ انھیں مجبوراً وہ ڈائری لے کر جانا پڑا۔ وہ ایک ایک کرکے کمرے سے نکل گئے۔ باقی نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔

میں نامراد جانے والوں کے ساتھ تھا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے ہوٹل کے باہر آئے پھر اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ میں ان کے درمیان خاموش رہ کر ان کا ایک اور اڈا معلوم کرسکتا تھا۔ میں پوری کے پاس آگیا۔ اس نے چار اجنبیوں و باقی کے کمرے میں جاتے دیکھا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی، یہ لوگ یا تو مورینا کو اٹھا کر لے جانے کی کوشش کریں گے یا باقی کے ہاتھوں مارکھا کر لوٹیں گے یا ہوسکتا ہے، باقی پر بھاری پڑیں اور مورینا کو اغوا کرنا پرابلم ہوجائے تو صرف ڈائری لے کر بھاگ جائیں۔ بہرحال وہ ان کا انتظار کررہی تھی۔ جب وہ باہر آکر کار میں جانے لگے تو یہ بھی ان کا تعاقب کرنے لگی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا وہ لوگ ڈائری لے جارہے ہیں؟"

میں نے مختصر طور پر کہا۔ "ڈائری کے خاص اوراق جلادیے گئے ہیں۔ کمرے میں جاکر انھیں خاصی مایوسی ہوئی، نامراد واپس جارہے ہیں۔ میں ان کے درمیان ہوں۔ تم بھی آتی رہو۔ ان کے کسی اور اڈے کا پتا چل جائے گا۔"

میں پھر ان کے درمیان پہنچ گیا۔ ان کے جس ساتھی نے اپنی آواز سنائی تھی، وہ پچھلی سیٹ پر اپنے دو ساتھیوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "یقین کرو، میں نے جان بوجھ کر آواز نہیں نکالی تھی۔"

اس کے جواب میں کسی نے کچھ نہیں کہا۔ وہ بولا۔ "پھٹی پرانی ڈائری دیکھ کر میں جھنجلا گیا تھا، بے اختیار بول پڑا تھا۔ اسی وقت یاد نہیں رہا کہ گونگا بن کر رہنا ہے۔ بھئی، ابھی ہم گونگے بن کر نہیں رہے کیونکہ عادت نہیں۔ کسی سے بھی بھول چوک ہوسکتی ہے۔"

اس کے دائیں طرف بیٹھے ہوئے ساتھی نے جیب سے چاقو نکال کر ایک کھٹکے سے کھولا۔ وہ تڑپ کر اس کی طرف گھوم گیا اور غصے سے بولا۔ "کیا ارادہ ہے تمھارا؟ مجھے کمزور نہ سمجھنا۔"

بات ختم ہوتے ہی اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ بائیں طرف بیٹھے ہوئے ساتھی نے چاقو پیوست کردیا تھا۔ اسے دوسری طرف سے حملے کی توقع نہیں تھی۔ وہ جی دار تھا۔ چاقو پیوست ہونے کے باوجود اس کی طرف پلٹا لیکن دائیں طرف والے نے اس کے جسم میں چاقو اتار دیا۔ وہ ان کے درمیان پھنس گیا تھا، ایک کا وار روکنا چاہتا تھا تو دوسری طرف سے حملہ ہوتا تھا، دوسری طرف روکنے کی کوشش کرتا تو پہلی طرف سے چاقو جسم میں اترجاتا تھا۔ وہ تڑپ رہا تھا، پھڑپھڑا رہا تھا۔ آخر ٹھنڈا پڑ ہی گیا۔ گاڑی شہر سے باہر جانے والی شاہراہ پر تیز رفتاری سے جارہی تھی۔ اچانک بریک کی آواز رات کے سناٹے میں دور تک چیختی ہوئی گئی۔ گاڑی ایک لمحے کو رکی، پھر لڑھکتا ہوا زخمی کھلا۔ اس میں سے ایک مردہ جسم لڑھکتا ہوا باہر آیا۔ فرش پر اگر چاروں شانے چت ہوا۔ پھر گاڑی آگے بڑھتی ہوئی اسی تیز رفتاری سے جانے لگی۔

چونکہ وہ ایک شہر کو دوسرے شہر سے ملانے والی شاہراہ تھی، اس لیے گاڑیوں کی کافی آمدورفت تھی، وہاں سے گزرنے والوں نے بیچ سڑک پر لاش کو دیکھا ہوگا مگر کسی نے گاڑی نہیں روکی۔ ہوسکتا ہے، دور جاکر ٹیلیفون کے ذریعے پولیس کو اطلاع دی ہو۔ میں نے پوری کے پاس آکر کہا۔ "اب میں ان کے درمیان نہیں رہ سکتا۔"

پوری ان کے تعاقب میں تھی۔ اپنی گاڑی کی ہیڈ لائٹس کے ذریعے اگلی گاڑی سے کسی کو کار سے نکل کر لڑھکتے ہوئے اور سڑک پر اگر تڑپتے ہوئے دیکھا تھا لیکن وہ بھی نہیں رکی تھی، لاش سے کترا کر ڈرائیو کرتی ہوئی، رفتار بڑھاتی ہوئی ان کے پیچھے جارہی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں اس مرنے والے کے دماغ میں تھا۔ وہ یہ برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ بہت محتاط ہیں، اپنے ایک ساتھی کو مار کر پھینک دیا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "یعنی تمھاری ٹیلی پیتھی کو سڑک پر پھینک کر چلے گئے۔"

"یہی سمجھو۔ تم ان کے اڈے تک پہنچ سکتی ہو۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جارہا ہوں۔"

"کہاں جارہے ہو؟"

"کنگ فرنانڈو ہمارے لیے بہت کام کررہا ہے۔ مجھے بھی اس کا تھوڑا سا کام کرنا ہے، ابھی آجاؤں گا۔"

میں نے فرنانڈو کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ انتظار کررہا تھا۔ میں نے کہا۔ "وہ تھوڑی دیر میں پہنچنے والی ہے۔"

میں انجیلا کے پاس آگیا۔ اس کے دماغ پر قابض ہوکر اس کے ہاتھ میں ایک اٹیچی پکڑائی۔ پھر آدھر لے گیا جہاں اس نے کالا دھن چھپا کر رکھا تھا۔ وہ تمام نقد رقم اٹیچی میں بھرنے لگی۔ پھر اسے اٹھا کر آئرن سیف کے پاس آئی۔ اسے کھول کر تمام اہم کاغذات نکال کر اٹیچی میں رکھنے لگی۔ یہ کام کرنے کے بعد اس نے آئرن سیف بند کیا۔ اٹیچی کو بھی بند کیا۔ پھر ملازم کو آواز دے کر بلایا۔ اس کے آنے پر حکم دیا۔ "اٹیچی کو کار کی ڈکی میں رکھو۔"

ملازم نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آگئی۔ گاڑی اسٹارٹ کرنے کے بعد فرنانڈو کی رہائش گاہ کی طرف جانے لگی۔ وہاں سے بیس منٹ کا فاصلہ تھا۔ میں نے اسے فرنانڈو کے پاس پہنچا دیا۔ اس کی زبان سے کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ اس اٹیچی میں جتنا مال ہے، سب نکال کر آئرن سیف میں رکھ لو۔ جلدی کرو۔ مجھے دوسری جگہ بھی مصروف رہنا ہے۔"

اس نے فوراً ہی اٹیچی کھولی۔ تمام مال اور اہم کاغذات اٹھا کر آئرن سیف میں رکھے۔ انجیلا نے اٹیچی بند کردی۔ میں نے اس کے

ذرا لیے کہا: "میں اسے واپس اس کی رہائش گاہ میں پہنچا رہا ہوں تم پچیس منٹ بعد فون کر کے اسے اپنے پاس بلا لینا۔"

میں نے اسے واپس پہنچا دیا۔ وہ کار سے اُتر کر، ڈگی کھول کر خالی اٹیچی لے کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ فلازم نے کہا۔ "میں اٹیچی اٹھا لیتا ہوں۔"

میں نے اس کی زبان سے کہا: "نہیں، میں خود لے جاؤں گی۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں آ گئی جہاں سے اٹیچی نکالی تھی۔ وہیں لے جا کر رکھ دی۔ پھر آرام سے بستر پر لیٹ گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی۔ اسے کچھ ہوا تھا؟ لیکن کیا ہوا تھا؟ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "میں نے آنکھیں بند کی تھیں تھوڑی دیر کے لیے شاید نیند آ گئی تھی۔"

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ اب وہ کچھ بھی سوچتی رہے، میرا کام ہو چکا تھا۔ وہ کبھی سمجھ نہیں پائے گی کہ پانچ کروڑ ڈالر اور وہ اہم کاغذات کہاں چلے گئے۔

میں نے فرنانڈو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اب تم اسے فون کر سکتے ہو۔ تم نے جو کچھ اس سے حاصل کیا ہے، اس کا ذکر کبھی نہ کرنا۔ ہمیشہ انجان بن کر رہنا۔"

"فرہاد! میں تمہارے بارے میں سوچ سوچ کر حیران ہوں، تم کیا چیز ہو؟"

"اس چیز کے بارے میں سوچو جسے بلا رہے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "ہاں، اس ذلیل عورت کو صبح ہوتے ہی دھندکار دوں گا۔"

"کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس سے بات بڑھنے کا امکان ہو۔ صبح ہوتے ہی تم دو چار مشہور و معروف ڈاکٹروں کو بلاؤ گے۔ انجیلا سے کہو گے یہ سب مستند ڈاکٹر ہیں۔ ان میں سے کوئی یہ کہہ دے کہ تم ماں بننے والی ہو تو میں ابھی شادی کا اعلان کر دوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "ہاں، یہ تدبیر اچھی ہے۔ اس طرح اس کے ہوش اُڑ جائیں گے۔ وہ مزاحمت نہیں کرائے گی۔ شاید بھاگ جائے گی۔ دوسرے حربے استعمال کرنے کے لیے اپنے گھر پہنچے گی تو اہم کاغذات نہیں ملیں گے۔ باپ کا سہارا پہلے ہی ٹوٹ چکا ہے۔ وہ اب پاگل خانے میں ہی زندگی گزارے گا۔ فرہاد میری جان...."

میں نے بات کاٹ کر کہا: "بس زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں دوسری جگہ مصروف ہوں۔"

میں پومی کے پاس آ گیا۔ سوچا تھا جلد سے جلد آنے کی کوشش کروں گا لیکن ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔ وہ تینوں اپنے چوتھے ساتھی کو قتل کرنے کے بعد ایسی شاہراہ سے گزر رہے تھے جہاں گاڑیوں کی آمد و رفت تھی۔ اس لیے تعاقب کا شبہ نہیں ہوا۔ وہ اپنے طور پر مطمئن تھے کہ بولنے والے کو ختم کر دیا ہے۔ اب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغ تک کہیں نہیں پہنچ سکتا۔

وہ ایک مال گودام کے احاطے میں داخل ہو گئے۔ پومی نے باہر گاڑی روک دی۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی، وہاں ایک لمبا چوڑا سائن بورڈ لگا ہوا تھا جس پر لکھا تھا: "البرٹ اینڈ البرٹ کمپنی، شکاگو نارتھ۔"

اس نے کار واپس موڑ لی۔ کافی لمبی ڈرائیونگ تھی، اس دوران میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا: "میں آ رہی ہوں، تم ٹیلیفون ڈائریکٹری میں البرٹ اینڈ البرٹ کمپنی کا نمبر دیکھو وہاں کسی بولنے والے سے رابطہ ہو گا۔ پھر تمہیں کڑی سے کڑی ملتی جائے گی۔"

"میرا خیال ہے اب تم شہر میں داخل ہونے والی ہو۔"

"ہاں، ایک بات یاد رکھو، اس لمحے سے میرے دماغ میں نہ آنا۔ آؤ گے تو سانس روک لوں گی۔"

"یہ پابندی کیوں؟"

وہ مسکراتے ہوئے، ذرا شرماتے ہوئے بولی: "بس یونہی، تم صبح تک میرے دماغ میں نہیں آؤ گے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "اچھی بات ہے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سرہانے رکھی ہوئی ٹیلیفون ڈائریکٹری کے اوراق الٹنے لگا۔ جلدی نمبر مل گئے اور جلد ہی رابطہ بھی قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی: "ہیلو! البرٹ اینڈ البرٹ کمپنی۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا اور بولنے والے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گودام کا انچارج تھا۔ اس نے دو چار بار ہیلو ہیلو کہا۔ پھر ریسیور کو گھور کر کریڈل پر رکھتے ہوئے دوسری طرف سے فون کرنے والے کو گالی دینا چاہتا تھا، اس سے پہلے ہی میں نے اس کی زبان دانتوں کے درمیان دبا دی۔ وہ نڈھال کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر ہائے ہائے کرنے لگا۔ میں نے اس کے دماغ میں سوچ پیدا کی: "ابھی سیاہ رنگ کی گاڑی میں کون لوگ آئے تھے؟"

وہ جواباً سوچنے لگا: "اور کون ہو سکتے ہیں، وہی چھٹے ہوئے بدمعاش ہوں گے۔ باس نے انھیں سر پر چڑھا رکھا ہے۔ کام کاج کرتے نہیں ہیں۔ شراب پیتے اور عیاشی کرتے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی باس کے کسی کام سے جاتے ہیں، پھر واپس آ جاتے ہیں۔"

میں نے چپ چاپ معلوم کیا، اس کے سامنے پڑی ہوئی میز پر فائلوں اور کاغذات کے حوالے سے کوئی ایسا ضروری کام ہے جس کے لیے باس سے رابطہ قائم کرنا پڑے۔ وہ سوچنے لگا۔ گودام نمبر تین کا ایئر کنڈیشنر بار بار خراب ہو جاتا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا اور میں اس سے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کروا رہا تھا۔ پھر باس سے رابطہ قائم ہوا۔ وہ گودام نمبر تین کے سلسلے میں شکایت کرنے لگا۔ دوسری طرف سے باس نے سخت لہجے میں کہا: "اس کے لیے مجھے ڈسٹرب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ گودام کے انجینیر اور کنٹریکٹر سے بات کرو۔"

میں باس کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ وہ بہرام گنگولی کو جانتا تھا۔ میں اس سے زیادہ معلوم نہ کر سکا۔ دروازے پر دستک ہونے لگی۔ میں اٹھ کر قریب گیا۔ پھر دستک سنائی دی۔ میں نے پوچھا: "کیا تم ہو؟"

"ہاں، دروازہ کھولو۔"

میں کھول کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ اندر آئی، دروازے کو بند کر دیا۔ پھر اس سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ ہم ایک طویل مدت کے بعد ایک دوسرے کے روبرو آئے تھے۔ وہ جنسی شک کی ملکہ تھی ایسا خوب صورت جسم تھا جو خیالوں اور خوابوں میں نہیں بنتا۔ اس کے لیے برسوں کی ریاضت درکار ہوتی ہے اور اس نے بڑی لگن اور جان لیوا محنت کی تھی۔ ہم چند لمحوں تک خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، پھر وہ بولی: "ہیلو۔"

میں انتہائی سے چونک گیا۔ مسکراتے ہوئے بولا: "تمہاری کیا تعریف کروں۔ الفاظ نہیں مل رہے ہیں۔ کسی فلائنگ کمپنی کے الفاظ میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔ بے مثال حُسن، باکمال دوشیزہ۔"

میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا۔ میں نے سر جھکا کر اسے تعظیم دی۔ اس نے جلدی سے ہاتھ چھڑا لیا۔ دور ہٹ گئی پھر مجھ سے کترا کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وارڈ روب کے پاس گئی۔ اسے کھولا۔ اپنے لیے لباس نکالا پھر مجھ پر ایک نظر ڈال کر مسکراتے ہوئے باتھ روم میں چلی گئی۔

میں نے باتھ روم کے دروازے کے قریب آ کر سنا۔ شاور سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں اطمینان سے آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ ابھی اس کے آنے میں دیر تھی۔ لہٰذا البرٹ اینڈ البرٹ کمپنی کے باس کے پاس پہنچ گیا۔ اس کا نام البرٹ تھا۔ کاروبار کے سلسلے میں بہرام گنگولی سے دوستی ہو گئی تھی۔ بہرام اس کے زیر زمین خفیہ گودام میں کوکین اور چرس کا ذخیرہ کرتا تھا۔ اس گودام سے مال سپلائی ہونے کی صورت میں البرٹ کو بھی اس کی آمدنی میں حصہ ملتا تھا۔

اس کی سوچ سے پتا چلا۔ آج مس امریکا یعنی مورینا کو اس زیر زمین گودام میں لا کر قید کیا جائے گا پھر مناسب موقع دیکھ کر وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا۔

اس سلسلے میں اس کے چار بدمعاش گئے تھے اور تین واپس آئے تھے۔ انھوں نے رپورٹ دی: "باس، بہرام گنگولی نے سختی سے ہدایت کی تھی، کوئی آواز نہ سنائے مگر وہ کم بخت بول پڑا تھا۔ اس کے ذریعے فرہاد ہم سب کے دماغوں میں آ سکتا تھا۔ آپ کے پاس بھی پہنچ سکتا تھا۔ لہٰذا ہم نے اسے راستے میں ختم کر دیا۔"

اس نے پوچھا: "کیا مورینا تنہا تھی؟"

"نہیں، ایک نیگرو اس کے بیڈ روم میں تھا۔ وہ اچھا فائٹر معلوم ہوتا ہے۔ دو بار لاتیں چلا کر دو ریوالور ہاتھ سے نکال دیے۔"

البرٹ نے غصے سے کہا: "ریوالور ہاتھ سے نکلتے ہی تم لوگوں کا دم نکلنے لگا۔ بزدلوں کی طرح بھاگ آئے۔"

"ہم صرف ٹیلی پیتھی کے خوف سے چلے آئے۔ وہ ہمیں ریوالور کی زد پر رکھ کر بولنے پر مجبور کر سکتے تھے، نہ بولتے تو گولی مار دیتے۔ ہماری ہر طرح شکست تھی۔ اس لیے چلے آئے۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ میں اتنا احمق نہیں ہوں، جب تم لوگوں نے اپنے ساتھی کو ختم کر دیا تو پھر کس بات کا خطرہ رہ گیا تھا۔"

"آپ ہماری بات نہیں سمجھ رہے ہیں۔ ہمارے دونوں ریوالور ان کے پاس چلے گئے تھے۔ ہم کیا کر سکتے تھے؟"

البرٹ نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد پوچھا: "کیا تم لوگوں کا تعاقب کیا گیا تھا؟"

"ہمارا تعاقب کون کر سکتا تھا۔ وہ نیگرو کے ساتھ بیڈ روم میں تھی۔ کسی تیسرے نے ہمیں نہیں دیکھا۔ ہوٹل میں جن لوگوں نے دیکھا وہ ہمیں وزیٹرز سمجھتے رہے۔ ہوٹل سے نکل آنے کے بعد بھی ہم نے بار ہا عقب نما آئینے میں دیکھا، ہمیں کسی خاص گاڑی پر شبہ نہیں ہوا۔"

"تم لوگوں نے بھری پُری شاہراہ پر اسے قتل کیا، اگر پولیس پیچھے پڑ جاتی تو؟"

"ہم اس طرح کا رُخ نہ کرتے۔ پولیس کو ڈاج دینے کی کوشش کرتے۔ اگر پکڑے جاتے تب بھی آپ پر آنچ نہ آتی۔ آپ جانتے ہیں، ہم کتنے ڈھیٹ ہیں، جو بات جائے اندر ہوتی ہے اسے کوئی

اگلوا نہیں سکتا۔"

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں بہرام گنگولی کو کیا جواب دوں گا۔ اس سے مجھے لاکھوں کا فائدہ ہوتا ہے۔ ایک عرصے بعد اس نے ہمارے سپرد ایک کام کیا۔ وہ ہم نہ کر سکے۔ تم لوگوں کی وجہ سے کتنی شرمندگی ہوگی۔"

"آپ اس سے تھوڑی سی مہلت لیں۔ ہم مورینا کو ضرور اٹھا لائیں گے۔"

"اپنے ایک آدمی کو ہوٹل اور دوسرے کو برنارڈ کے اپارٹمنٹ کی طرف بھیج دو۔ وہ لوگ اس پر نظر رکھیں گے۔ وہ اُلو کی پٹھی بس امریکا میں کرایک کالے سے دل لگا رہی ہے۔ ہم گوروں کا منہ کالا کر دیا ہے۔ ہم امریکیوں کی کیسی اِنسلٹ ہو رہی ہے، اسے ذرا احساس نہیں ہے۔"

وہ تینوں غسل کرنے اور لباس بدلنے چلے گئے کیوں کہ ان کے کپڑوں پر خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے۔ تیسرا ساتھی جو کار ڈرائیو کر رہا تھا، وہ کار کے اندرونی حصوں سے تمام دھبوں کو پانی سے دھونے گیا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد بہرام گنگولی نے فون کے ذریعے البرٹ سے رابطہ قائم کیا۔ پوچھا۔ "میرے کام کا کیا بنا؟"

البرٹ نے اسے مختصر حالات بتائے۔ وہ جھنجلا کر بولا۔ "اتنا سا کام تم نہ کر سکے، ڈینگیں مارتے تھے کہ تمہارے آدمی بہت تیز طرار ہیں۔ بہت اچھے فائٹر ہیں، بڑے جاں نثار ہیں۔"

"بہرام خوامخواہ غصہ نہ دکھاؤ۔ حالات کو سمجھو تم نے ان کے دلوں میں ٹیلی پیتھی کا خوف پیدا کر دیا تھا حالاں کہ وہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو اس بولنے والے کے دماغ پر قبضہ جما لیتا۔ اس کو کبھی قتل نہ ہونے دیتا۔"

"تم نہیں جانتے، وہ لوگ کتنے چالاک ہیں۔ چُپ چاپ دماغ میں رہتے ہیں، اپنی موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیتے۔"

"میں مانتا ہوں لیکن بولنے والا مارا جا رہا ہو تب وہ چُپ رہ کر کیا کرے گا۔ جب کہ اس کے بعد اسے باقی تینوں کے دماغ میں جگہ نہیں مل سکتی تھی اور نہ ہی مل سکی۔"

"ہو سکتا ہے اس وقت کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ ہو مگر غلام باقی ان کے ساتھ مل گیا ہے۔ انھوں نے پہلے اسے اغوا کیا۔ پھر شاید تنویمی عمل کے ذریعے اپنے بس میں کر لیا ہے۔"

"بہرام، تمہاری یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کسی کو غلام بنانے کے بعد کیا اتنی آزادی سے چھوڑا جا سکتا ہے کہ وہ سب سے منگے ہوٹل میں رہے اور امریکا کی سب سے حسین عورت کے ساتھ وقت گزارے۔"

"فرہاد علی تیمور اپنے کام آنے والوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ کرتا ہے اور جو کرتا ہے اس کے پیچھے کوئی خاص مقصد ہوتا ہے۔ وہ چاہتا تو اس معمولی غلام کو مورینا کے پاس اپارٹمنٹ میں بھیج سکتا تھا لیکن اسے منگے ہوٹل میں رکھنے اور وہاں مورینا کو بلانے میں جو بات ہوگی، وہ ابھی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ فی الحال اتنا ہی سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مورینا کا تحفظ ہوٹل میں کر سکتا ہے اپارٹمنٹ میں نہیں۔"

"جب وہ ہوٹل میں تحفظ کر رہا تھا تو اس نے بولنے والا کے ذریعے ہمارے آدمیوں کو نقصان کیوں نہیں پہنچایا۔ پلیز بہرام میری بات تسلیم کر لو۔ فرہاد اس نیگرو کے ساتھ نہیں ہے۔"

"اگر نہیں ہے تو پھر کسی دوسرے مسئلے میں الجھا ہوگا۔ تمہارے آدمیوں کو یہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ کسی وقت بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے لہٰذا بچاؤ کی صرف ایک صورت ہے کہ وہ گونگے بن کر رہیں۔"

"اچھی بات ہے، اب میرے آدمیوں سے حماقت نہیں ہوگی۔ مورینا کو کب تک اٹھوا رہے ہو؟"

"آج وہ ہوشیار رہیں گے۔ کل کسی وقت اسے ضرورت خانے والے گودام میں پہنچا دوں گا۔"

"کل دن کے ایک بجے تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ یہ خیال ہے، مورینا کو اغوا کرنے کے لیے اتنا وقت کافی ہے۔"

ان کی گفتگو ختم ہو گئی۔ ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں سوچ رہا تھا، اچھا ہی ہوا کہ میں نے بولنے والے کے دماغ کو نہیں چھیڑا اور پوپی البرٹ اینڈ البرٹ کینچی کے احاطے میں نہیں گئی۔ اس طرح یہ خاموش رہ کر البرٹ کے دماغ سے معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کل ایک بجے فون پر کیا بات کرے گا اور مورینا کو کہاں لانے کا حکم دے گا۔

میں نے خیال خوانی ختم کر دی۔ آنکھیں کھول کر دیکھا، کمرے میں نیم تاریکی تھی۔ ایک عجیب سی مست کر دینے والی خوشبو پھیل رہی تھی۔ پوپی نے تیز روشنی بجھا دی تھی اور ایک کمزور سی لائٹ آن رکھی تھی۔ اس روشنی میں وہ دھندلی سی لگ رہی تھی۔ ریکارڈر میں ایک کیسٹ رکھ کر آن کر رکھا تھا۔ چند لمحوں کے بعد ہی پاپ میوزک کی ملی جلی آواز سنائی دی۔ بہت ہی خوب صورت سا آرکسٹرا تھا۔ اس کے سُر کے ساتھ پوپی کا بدن تھرکنے لگا۔ پہلے سمجھ میں آیا، وہ رقص کر رہی ہے۔ پھر سمجھ میں آیا، جمناسٹک کے مختصر سے لباس میں یوگا کے مختلف آسنوں کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ روشنی کم تھی۔ تاریکی زیادہ تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے روشنی صرف وہاں ہے جہاں وہ موجود ہوتی ہے۔ اندھیرے میں شمع کی لو کی طرح دکھائی دیتی ہے۔ پھر یوگا کا آسن بدل کر دوسری طرف چلی جاتی ہے۔

کمال یہ تھا کہ وہ موسیقی کی تال کے مطابق عمل کر رہی تھی۔ اس کے میٹھے مُردوں کے مطابق بدن کے خوب صورت زاویے بنا رہی تھی۔ ابھی نگاہ ایک زاویے پر ٹھہرتی نہ تھی کہ دوسرا زاویہ بدل جاتا تھا۔ وہ جمناسٹک والی اپنے مخصوص انداز کے ساتھ میری زندگی میں آ رہی تھی۔ وہ ایک عرصے سے میرے لیے تڑپ رہی تھی۔ میں نے کئی بار کوشش کی، کئی مقامات ایسے آئے جہاں ہم مل سکتے تھے لیکن حالات نے ہمیں جدا کر دیا۔ ایک، دوسرے کے سامنے آنے کا بھی موقع نہیں دیا۔

میرا کیا ہے۔ میں خیال خوانی میں وقت گزار لیتا تھا۔ مجھے تنہائی کا احساس کم ہوتا تھا لیکن وہ تنہا رہتی تھی۔ اس کی نگاہوں میں اس کے خوابوں میں، اس کے ارادوں میں، میں ہی میں تھا۔ وہ میرے بغیر تنہائی دور نہیں کر سکتی تھی۔ اسے آج کا انتظار تھا۔ وہ آج آگیا تھا مگر جلوہ نمائی کے تقاضے باقی تھے۔ وہ یوگا کے مختلف آسنوں، زاویوں سے جلوہ آرا تھی اور مجھے تڑپا رہی تھی۔

وہ نہیں مل رہی تھی۔ اِدھر سے اُدھر پارے کی طرح پھسل رہی تھی۔ اس کی دوستی اور دشمنی میں صرف اتنا فرق تھا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھوں سے بچنے کے لیے ہاپ ہاپ کی آواز نکالتی تھی، بچتی بھی تھی اور ان کے چھکے بھی چھڑاتی تھی۔ میرے ساتھ دوستی تھی، اس لیے وہ آواز نہیں تھی مگر چکے چھڑا رہی تھی۔ پسینہ پسینہ کر رہی تھی۔ آخر میں نے مجبور ہو کر وعدہ خلافی کی اور اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ میرا خیال تھا، وہ سانس روک لے گی لیکن اس نے دروازہ کھلا رکھا۔ عورت خواہ کتنا ہی تڑپائے، کتنا ہی کترائے اپنے آدمی کے لیے ایک چور دروازہ ضرور کھلا رکھتی ہے۔

وہ زبان سے کچھ بولنا نہیں چاہتی تھی، اسی لیے اتنی دیر سے خاموش تھی۔ اب سوچ کے ذریعے اظہارِ حال کا موقع آیا تو وہ شرمانے اور منہ چھپانے لگی۔ فولادی ضربوں سے دشمنوں کے قدم اکھاڑنے والی پوپی ایسے وقت نمکول عورت بن گئی تھی۔ ایسی بات نہیں ہے کہ عورت تیز و طرار نہیں ہوتی۔ ضرور ہوتی ہے لیکن ایسے مرحلے پر اپنی چوکڑی بھول جاتی ہے، پوپی جمناسٹک کے کرتب بھول گئی تھی۔

ہم بڑی رات تک جاگتے رہے۔ کچھ جگ بیتی سنتے رہے، کچھ سناتے رہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے باتی کو بتا دیا کہ بہرام گنگولی ہر حال میں مورینا کو حاصل کرنا چاہتا ہے لہٰذا وہ ہوشیار رہے۔

اس نے کہا۔ "میرے آقا! آپ مجھے گائیڈ کریں۔ کیا کرنا چاہیے؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے پوپی سے کہا۔ "بہرام گنگولی کل دن کے ایک بجے البرٹ کو فون کرے گا۔ اس وقت تک مورینا کو ہر حال میں اغوا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ میں چاہتا ہوں تم مورینا کے ساتھ رہو۔"

"ہرگز نہیں، اس قدر انتظار کرنے کے بعد ملے ہو اور اب چاہتے ہو، میں مورینا کے پاس چلی جاؤں۔"

"پہلے میری پوری بات سنو۔ باقی میرے ساتھ رہے گا۔ میں کل صبح اس کے ساتھ بہرام گنگولی کے خفیہ اڈوں کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ ہیلی کاپٹر لے کر جاؤں گا اور شام تک واپس آ جاؤں گا۔ دن کے وقت میں اور وہ ساتھ رہیں گے۔ شام سے صبح تک تم میرے ساتھ رہو گی۔"

"میں بڑی سے بڑی مہم میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں لیکن۔"

"یہ وقت بھی آ جائے گا۔ ابھی مورینا کو تمہاری جیسی ساتھی کی ضرورت ہے۔ تم اس کی حفاظت کر سکو گی۔ دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے سکو گی۔ باقی جسمانی طور پر بہت طاقتور ہے، کچھ سمجھ دار بھی ہے لیکن ہم جن حالات سے گزرتے ہیں، ان کا اسے تجربہ نہیں ہے۔ وہ میرے ساتھ رہے گا تو کچھ ٹریننگ حاصل کر لے گا۔"

وہ بے دلی سے بولی۔ "اچھی بات ہے۔ تم کہتے ہو تو صبح مورینا کے پاس چلی جاؤں گی۔"

"مورینا ہم سب کے لیے اہم ہے۔ وہ مشین آپریٹ کرنا جانتی ہے۔ ہم اسے بہرام کے ہاتھ لگنے نہیں دیں گے۔ اسی میں ہماری جیت ہے۔"

"ہم کب تک اس کے پہرے دار بن کر رہیں گے؟"

"صرف ٹرانسفارمر مشین ہاتھ آنے تک۔"

"ساری دنیا اس کے پیچھے پڑی ہے۔ وہ اتنی آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گی۔ کوئی نہ کوئی ہمارے آڑے آتا رہے گا۔ کوئی ایسا راستہ نکالو کہ مورینا کسی ایک جگہ محدود ہو جائے۔ وہاں سے باہر نہ نکلے۔ نہ کوئی اسے دیکھ سکے نہ پکڑ سکے۔"

"فی الحال یہ ممکن نہیں ہے۔ مورینا جیسی آزاد لڑکی کسی ایک مکان میں بند ہو کر نہیں رہے گی۔ بہر حال یہ بعد کا معاملہ ہے۔ ابھی رات کا ایک بجا ہے۔ تم ٹھیک چار بجے یہاں سے نکلو گی اور مورینا کے پاس جاؤ گی۔ باقی میرے پاس آ جائے گا۔"

"کیا بہرام گنگولی کے آدمی غلام اور مورینا کی نگرانی نہیں کر رہے ہوں گے؟"

"بے وقوف کر رہے ہیں۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچ سکتا ہوں۔"

میں نے غلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "تم چار بجے وہاں سے نکلو گے اور میرے پاس آجاؤ گے۔ پومی وہاں پہنچے گی اور کل شام تک مورینا کے ساتھ رہے گی۔ یہ بات اپنی دیوانی محبوبہ کو اچھی طرح سمجھا دو کوئی گڑبڑ نہ کرے ورنہ بہرام اسے اٹھا لے جائے گا۔"

ملی نے رابطہ ختم کر دیا۔ پومی نے کہا: "یہ بہرام ہے کیا چیز؟ میں بچپن سے ایسے جادوگروں کو دیکھتی آرہی ہوں جو اسٹیج پر آکر حیرت انگیز جادوئی کمالات دکھاتے ہیں اور تماشائیوں سے داد وصول کرتے ہیں۔"

میں نے کہا: "کالا جادو محض دہشت میں مبتلا کرنے والی چیز ہے۔ تم نے زندگی میں پہلی بار اس جادوگر سے ٹکرا کر خود یہ تجربہ کیا ہے، دہشت انسان کو مارتی ہے جادو نہیں مارتا۔ اگر تم دہشت میں مبتلا ہو جاتیں تو اس کے ہاتھوں ماری جاتیں کوئی بھی دیکھنے والا یہی کہتا کہ ایک بہرام کے چھ بہرام ہو گئے تھے اور چھ نے مل کر تمہیں مار ڈالا بات کچھ ہوتی مگر کچھ اور ہی بنا دی جاتی جبکہ پانچ بہرام فریب نظر تھے۔ وہ دکھائی دیتے تھے مگر ان کا وجود نہیں تھا۔ ان کی تلوار تمہارے جسم کے آر پار ہو گئی لیکن تم زندہ ہو۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ تلوار کا بھی کوئی وجود نہیں تھا۔ وہ محض ڈرانے اور دھمکانے کی چیز تھی۔"

"میں یہی سوچ رہی ہوں۔ یہ دو ٹکے کا جادوگر ہمیں کتنے دنوں سے پریشان کر رہا ہے اور اتنی اہم مشین کے لیے ہمیں دوڑا رہا ہے۔"

"فکر نہ کرو انشاء اللہ کل ہم بہرام تک پہنچ جائیں گے۔"

وہ چھت کی طرف دیکھتی ہوئی کچھ سوچ رہی تھی۔ پھر کہا: "کوئی بات کھٹک رہی ہے کئی دنوں سے کھٹک رہی ہے۔"

"آخر کیا بات ہے؟"

"ایک معمولی جادوگر جو جسمانی طور پر غیر معمولی قوت کا حامل ہے مگر ہمارے سامنے ہے کیا؟ میرے مقابلے پر آکر فرار ہو گیا۔ مشین لے کر بھاگ گیا لیکن جو بات کھٹک رہی ہے وہ یہ کہ دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں کہاں سو گئی ہیں؟"

"یہی سوال مجھ سے سونیا نے کیا تھا۔"

"ظاہر ہے یہ کھٹکنے والی بات ہے۔ ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے، جب تمام خطرناک تنظیمیں اور سپر طاقتیں اس ٹرانسفارمر مشین کے پیچھے پڑ گئی تھیں۔ اس مشین کے ایک حصے کو پڑانے کی ابتدا شیبا نے اپنے پارس سے کرائی تھی۔ اس کے بعد وہ تمام تنظیمیں پارس کے پیچھے پڑ گئی تھیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ سر پٹ گئیں۔ سب اپنی اپنی پناہ گاہوں میں چلی گئیں۔ نہ کوئی پارس کے پیچھے پڑا ہے نہ ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کی فکر میں ہے اور نہ ہی کوئی ہماری طرف توجہ دے رہا ہے بلکہ ہمیں غیر اہم سمجھ رہا ہے۔"

"سونیا نے بڑے پتے کی بات کہی تھی کہ میں اور رستی بار گھل کر بہرس میں ملے۔ یہ بات دور دور تک پہنچی ہوگی۔ اس سے پہلے ہم جہاں بھی ملنا چاہتے تھے، دنیا کی ساری دشمن قوتیں ہمارے پیچھے پڑ جاتی تھیں۔ پیرس میں ایسا نہیں ہوا۔ اگر پیرس حکومت نے ہماری حفاظت کے سلسلے میں بڑے سخت انتظامات کیے تھے لیکن دشمن طاقتیں اور سپر پاورز ایسے انتظامات کو کب خاطر میں لاتی ہیں، ویسے یہ بات تشویش ناک ہے کہ سب خاموش ہیں۔ پتا نہیں کیا گل کھلانے والے ہیں۔"

پومی نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا: "اوہ گاڈ! ڈھائی بجنے والے ہیں۔ کل شام تک بھٹکنے کے لیے صرف ڈیڑھ گھنٹہ رہ گیا ہے۔ دوسروں کی باتیں جاننے دو، ہم اپنی باتیں کریں گے۔"

جو واقعہ اور جو حکایت اپنے آپ پر بیتتے ہے اسے آپ بیتی کہتے ہیں۔ میں بھی چاہتا تھا۔ وہ بھی چاہتی تھی کہ ہم دونوں پر وقت اس طرح بیتے کہ ہم ساری زندگی یاد رکھیں۔

جب چار بجنے میں صرف پندرہ منٹ رہ گئے تو وہ اٹھ کر جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔ البرٹ کے ان تین آدمیوں میں سے ایک اس ہوٹل کے سامنے والے بس اسٹاپ پر موجود رہتا۔ وہ کبھی بار میں جا کر ایک آدھ پیگ پیتا تھا۔ پھر ٹہلنے لگتا تھا۔ بار بار ہوٹل کی طرف دیکھتا جاتا تھا۔ اگر وہاں سے مورینا اور غلام نکلتے ہوئے دکھائی دیتے تو اس کی جیب میں چھوٹا سا ٹرانسمیٹر تھا جس کے ذریعے وہ اپنے لوگوں کو اطلاع دے سکتا تھا۔ پھر اس کے پاس موٹر سائیکل تھی۔ اپنے خاص لوگوں کے پہنچنے تک ان کا تعاقب کر سکتا تھا۔ سارے انتظامات مکمل تھے۔

میں نے غلام باقی کے پاس پہنچ کر دیکھا، وہ ہوٹل سے نکلنے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ میں نے کہا: "انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے پومی سے پوچھا: "مورینا کے ساتھ اسی ہوٹل میں رہو گی یا اسے دوسری جگہ لے جاؤ گی؟"

"میرا خیال ہے مورینا کو اس ہوٹل میں نہیں رہنا چاہیے۔ خواہ مخواہ نگرانی ہو رہی ہے۔"

"تم گاڑی لے کر نکلو۔ ہوٹل کے سامنے والے بس اسٹاپ کے پاس جا کر رک جاؤ۔ مورینا اور غلام باقی تمہاری کار میں آکر بیٹھ جائیں گے۔"

اس نے پوچھا: "اور وہ نگرانی کرنے والا کہاں ہے؟"

"اسی جگہ ہے جہاں تم گاڑی روکو گی۔"

وہ حیرانی سے بولی: "یہ کیا کہہ رہے ہو! کیا وہ مجھے..."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر ہنسنے لگی: "اوہ سوری، میں بھول

گئی تھی، تم خیال خوانی کے ذریعے اسے اپنی گرفت میں رکھو گے اور وہ ہمیں دیکھ نہیں سکے گا۔ دیٹس دی رئیل تھنگ۔"

وہ بڑے پیار سے رخصت ہو گئی۔ میں نے غلام باقی سے کہا: "مورینا کو فوراً تیار کرو۔ اسے بھی یہاں سے نکلنا ہے۔"

جب غلام نے اسے یہاں سے چلنے کے لیے کہا تو وہ نخرے کرنے لگی: "میں اتنی جلدی کیسے تیار ہو سکتی ہوں۔ میک اپ میں بڑا ٹائم لگتا ہے۔ ساری دنیا مجھے جانتی ہے۔ میری ایکسٹرنل بیوٹی میں کوئی فرق آئے گا تو کل کے اخبارات میری موجودہ تصویریں چھاپنے کے لیے ضمیمہ شائع کریں گے، طرح طرح کے اسکینڈل کھڑے کریں گے۔ اسکینڈل کھڑا کرنے کے لیے تمہارا میرے ساتھ رہنا ہی کافی ہے۔"

غلام باقی نے کہا: "باتیں نہ بناؤ، تم خطرے میں ہو۔ اس وقت اپنے حسن کے متعلق کچھ نہ سوچو۔ اپنی جان بچاؤ۔ جان ہے تو جہان ہے۔"

وہ آنکھوں سے دیکھ چکی تھی کس طرح چار اجنبی کمرے میں گھس آئے تھے اور ڈائری کا مطالبہ کر رہے تھے۔ غلام نے اچھی طرح سمجھا دیا تھا، ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ بہرام کو ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہے جو مشین آپریٹ کرنا جانتی ہو اور یہ وہی کر سکتی تھی۔

مورینا مجبور ہو کر جلدی جلدی میک اپ کر کے لباس تبدیل کرنے لگی۔ ادھر میں پومی کے پاس موجود رہا۔ جب وہ ہوٹل کے قریب پہنچنے لگی تو میں نے غلام سے کہا: "چلو، مورینا کے ساتھ نکل پڑو۔"

ان کے پاس کوئی بھاری بھر کم سامان نہیں تھا۔ وہ کمرے سے نکل گئے۔ اسے لاک کیا۔ پھر نیچے آکر کاؤنٹر پر چابی جمع کی بل ادا کیا۔ وہاں سے پلٹ کر باہر آنے لگے تو میں اس نگرانی کرنے والے کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں نے اسے دوسری طرف پلٹا دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ایک ڈبل پیگ طلب کر رہا تھا۔ بار کیپر نے اس کی فرمائش کے مطابق ڈبل پیگ سامنے لا کر رکھ دیا۔ پومی کی گاڑی وہیں قریب آکر رک گئی تھی۔ میں نے غلام باقی کو گاڑی کا نمبر بتا دیا تھا۔ اگر اسے نمبر یاد نہ رہتا تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ پومی نے دور ہی سے ایک نیگرو اور ایک حسین امریکی عورت کو دیکھ کر پہچان لیا۔ ہاتھ ہلا کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ دونوں اس کی طرف چلے آئے۔ غلام باقی نے احتیاطاً گاڑی کا نمبر پڑھا پھر مسکرا کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا: "مجھے آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

چونکہ میں نے پومی کو بھیجا تھا، اس لیے وہ اسی طور پر خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ ابھی تک وہ پومی کے متعلق یا میری ساتھی عورتوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا بلکہ میرے بارے میں بھی برائے نام معلومات تھیں۔

مورینا، پومی کے ساتھ اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ غلام پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔ پھر گاڑی اسٹارٹ ہو کر وہاں سے جانے لگی۔ جب بہت دور نکل گئی تو میں نے نگرانی کرنے والے کا پیچھا چھوڑ دیا۔ اسے نہ میرے آنے کا احساس ہوا نہ جانے کا۔ وہ ڈبل پیگ میں پانی ملا کر پی رہا تھا تاکہ نشہ زیادہ نہ ہو اور وہ صبح تک نگرانی کرتا رہے۔ میں نے اس فرماں بردار کو اس کی ڈیوٹی دینے کے لیے چھوڑ دیا۔

مورینا بار بار پومی کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا: "میں نے فرہاد، رستی اور سونیا کی ہسٹری پڑھی ہے۔ ان میں بار بار پومی کا ذکر آیا ہے۔ کیا تم وہی ہو؟"

"ہاں میں وہی ہوں۔"

مورینا معلوم کرنا چاہتی تھی، پومی کون ہے اور فرہاد کی ٹیم میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی، اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ پومی کو جیسے ہی پرانی سوچ کی لہر کا احساس ہوا، اس نے پوچھا: "کون ہے؟"

مورینا نے سوچ کے ذریعے کہا: "دوست ہوں، دشمن نہیں۔"

پومی نے ہنستے ہوئے کہا: "جب دوست ہو اور پاس بیٹھی ہوئی ہو تو زبان سے گفتگو کرو۔"

مورینا جھینپ گئی۔ اس سے نظریں چراتے ہوئے ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ پھر بولی: "کیا تمہیں پرانی سوچ کی لہریں محسوس ہو جاتی ہیں؟"

"یہ تم دیکھ رہی ہو۔"

"تم نے کیسے معلوم کیا، میں ہی سوچ کے ذریعے بول رہی ہوں۔"

"فرہاد، رستی اور شیبا میرے دماغ میں آنے سے پہلے کوڈ ورڈز مہر لاتے ہیں اور وہ کوڈ تمہیں معلوم نہیں ہیں۔"

"ان کے علاوہ کوئی اور بھی خیال خوانی کے ذریعے آسکتا ہے۔ تم نے مجھے کیسے تاڑ لیا؟"

"فی الحال کوئی ایسا خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ شار پر بہار ہے۔ اس کا بھائی آرمر اپنی ذات میں محدود رہنے والا آدمی ہے۔ وہ خواہ مخواہ خیال خوانی نہیں کرتا۔ اور ایک خیال خوانی کرنے والی جو جو ہے جو بہت ہی معصوم ہے، وہ میرے دماغ میں آتی تو میں اسے پہچان لیتی۔ بہرحال میں نے تمہیں پہچان لیا۔"

پومی نے اس ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی جہاں میرا قیام تھا۔ غلام شکریہ ادا کرتے ہوئے گاڑی سے اتر گیا۔ پومی مورینا کو لے کر چلی گئی۔ غلام میرے کمرے میں آیا۔ مجھے دیکھتے ہی آگے بڑھ کر گھٹنے ٹیکنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا: "خبردار اسید سے کھڑے رہو۔

تم مسلمان ہو۔ خدا کے سامنے جھکتے ہو کبھی کسی انسان کے سامنے نہ جھکنا۔"

اس نے سر کو جھکا لیا۔ ادب سے کھڑا رہا۔ میں نے پوچھا۔

"کیا اسی طرح کھڑے رہو گے، میں تمہیں پہلے ہی سمجھا چکا ہوں۔ تم میرے غلام نہیں ہو۔ یہاں آؤ اور بستر پر لیٹ جاؤ۔"

اس نے شدید حیرانی سے مجھے دیکھا۔ پھر کہا۔ "کیا میں آپ کے ساتھ بستر پر لیٹ جاؤں؟"

میں نے پوچھا۔ "کیا محمود و ایاز ایک صف میں نماز نہیں پڑھتے تھے؟ کیا دو مسلمان ایک بستر پر سو نہیں سکتے؟"

"میرے آقا! آپ بہت گریٹ ہیں۔"

"ایک بات یاد رکھو۔ آئندہ کبھی میری تعریف نہ کرنا۔"

"میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور پوچھو۔"

"آپ کا کوئی ملازم تو ہوگا؟"

"میرے تو بموں میں دنیا کی ساری دولت ہے لیکن میرا ایک بھی ملازم نہیں ہے کیونکہ میں کسی انسان کو اپنے سے کمتر نہیں سمجھتا۔ یہی تمہیں کوئی حکم دوں گا اور تم اس کی تعمیل کرو گے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں تمہارا آقا اور تم میرے ملازم ہو۔ میں ایک دوست بن کر تم سے کوئی کام کرنے کے لیے کہوں گا اور تم اسے کرو گے۔ اس لیے کرو گے کہ میں عمر میں تم سے بڑا ہوں۔ تجربے میں بڑا ہوں۔ صلاحیتوں میں بڑا ہوں۔ تمہارا فرض ہے میری بات مانتے رہو۔ میرے حکم کی تعمیل کرتے رہو اور میرا فرض ہے کہ تمہیں زیادہ سے زیادہ باصلاحیت بنانے کی کوشش کروں۔"

وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ جب نظریں ملتیں تو عقیدت سے نگاہیں جھک لیتا تھا۔ میں نے کہا۔ "اب وقت ضائع نہ کرو۔ صبح ہونے والی ہے۔ ہمیں تھوڑی سی نیند پوری کرنا ہے۔ پھر اہم معاملے میں مصروف رہنا ہے۔ چلو بستر پر آ کر لیٹ جاؤ۔"

وہ بہت مجبور ہو کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا بستر کے سرے پر جھجکتے ہوئے بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔ "میں نے تمہارے دماغ کو پرانی سوچ کی لہروں کے لیے لاک کر دیا ہے صرف میری سوچ کی لہر تم قبول کر سکتے ہو۔"

میں نے اسے خیال خوانی کے ذریعے بستر پر لٹا دیا۔ اس نے آنکھیں بند کیں۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ آٹھ بجے تک سوتا رہے گا۔ پھر آنکھ کھل جائے گی۔ میں نے تھوڑی دیر میں ہی اسے سلا دیا۔ پھر خود آرام سے لیٹ کر آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایات دیں۔ اس طرح صبح آٹھ بجے تک سونے کا ارادہ کر کے گہری نیند میں ڈوب گیا۔ ادھر پوجی فلائنگ کلب گئی تھی۔

ہمارے لیے ایک ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ دوسرا ہیلی کاپٹر فرنانڈو گیا تھا لیکن وعدے کے مطابق صبح ہونے سے پہلے واپس پہنچ چکا تھا لہٰذا دوسرا بھی ہمارے لیے موجود تھا۔

وہاں میں نے اور پوجی نے جو فرضی نام اختیار کیا تھا، اس کے مطابق کنگ فرنانڈو نے وہ نام فلائنگ کلب میں درج کرا دیے تھے۔ اس نے دونوں ہیلی کاپٹروں کو عارضی طور پر ہمارے نام دیا تھا۔ اس سلسلے کے تمام کاغذات میرے اور پوجی کے پاس تھے۔ پوجی نے اپنے کاغذات دکھائے تو اسے جانے کی اجازت مل گئی۔ مورینا نے پوجی کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم اسے اڑا سکتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "اگر نہ اڑا سکی تو ہم دونوں گر پڑیں گی۔ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا؟"

"ایسی بات نہ کرو، مجھے ڈر لگتا ہے۔ میں ابھی زندہ رہنا چاہتی ہوں۔"

"کیا تمہیں زندگی سے بہت پیار ہے؟"

"اپنی زندگی سے کسے پیار نہیں ہوتا۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اور ان سے تعلق رکھنے والوں کو زیادہ دلچسپی نہیں ہوتی۔ یہ بات ہمارے دماغوں میں اٹل ہوتی ہے کہ کاتبِ تقدیر نے ہمارے نام جتنی عمر لکھ دی ہے، ہم اس سے تک ضرور جئیں گے۔ اس سے پہلے موت بھی نہیں مار سکے گی۔"

جب ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا تو پوجی نے ریسیور اٹھا کر کنگ فرنانڈو کے مخصوص نمبر ڈائل کیے۔ فرنانڈو اس نمبر پر خاص لوگوں سے باتیں کرتا تھا۔ اس وقت صبح کے پانچ بج چکے تھے۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ فون کی گھنٹی چیخ رہی تھی۔ وہ اٹھنا نہیں چاہتا تھا۔ آخر اس نے جھنجلا کر ریسیور اٹھایا۔ پھر پوچھا۔ "کون ہے؟ کیا یہ کوئی فون کرنے کا وقت ہے؟"

"اگر ایسے وقت فرہاد فون کرے تو؟"

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ پھر بولا۔ "لیکن آواز تو کسی دوشیزہ کی لگ رہی ہے؟"

"میں فرہاد کی وہی گرل فرینڈ ہوں جس کا ذکر وہ تم سے کر چکا ہے۔"

"اچھا تم پوجی ہو۔"

"میں مس امریکا کے ساتھ آ رہی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "کیا مس امریکا میرے ہاں آ رہی ہے؟"

"ہاں مگر وہ دوسرے کی امانت ہے، نیت خراب نہ کرنا۔ فرہاد شاید ابھی نیند میں ہیں۔ بیدار ہونے کے بعد تمہیں بتائیں گے کہ مورینا ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ ہم اسے چھپا کر رکھنا چاہتے ہیں لہٰذا اس سلسلے میں تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔"

"فرہاد کے لیے جان حاضر ہے۔ میں تم دونوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں اسے اچھی طرح چھپا کر رکھوں گا۔ کوئی اس کی پرچھائیں بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ ابھی ایک گاڑی فلائنگ کلب بھیج رہا ہوں۔"

"تم کہتے ہو، مورینا پر کسی کی نظر نہیں پڑے گی لیکن اینجیلا تمہارے ساتھ ہے۔ کیا وہ ہمیں نہیں دیکھے گی؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "میری رہائش گاہ دس ہزار گز کے رقبے پر پھیلی ہوئی ہے۔ میری مرضی کے بغیر رہائش گاہ کے ایک حصے کی خبر دوسرے حصے تک نہیں پہنچ سکتی۔ اینجیلا گہری نیند میں ہے۔ تم دونوں یہاں آؤ گی تو اسے خبر نہیں ہوگی۔ اطمینان رکھو۔ میں فرہاد کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

ادھر شارپر کا باقاعدہ علاج ہوا تھا۔ رات بھر میں طبیعت سنبھل گئی تھی۔ دواؤں نے زبردست اثر دکھایا تھا۔ صبح ہوتے ہوتے وہ خیال خوانی کے قابل ہو گیا تھا۔ بہرام گشو کو ہر دو چار گھنٹے بعد اس کی خیریت دریافت کرتا تھا۔ صبح اس نے کہا۔ "ٹرانسمیٹر بند کر دو۔ میں سوچ کے ذریعے بات کر سکتا ہوں۔"

اس نے دماغ میں آنے کی جگہ دی۔ خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا تم چلنے پھرنے کے قابل ہو؟"

"کسی حد تک چل پھر سکتا ہوں۔ جسمانی کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ لمبا سفر نہیں کر سکوں گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ فوراً کاغذ قلم لے کر بیٹھو اور مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ پوری تفصیل سے لکھ دو۔"

"میں لکھ رہا ہوں لیکن یہ تحریر بہت اہم ہوگی۔ تمہارے پاس کون پہنچائے گا؟"

"لکھنے کے بعد دماغی رابطہ قائم کرو۔ پھر بتاؤں گا۔"

وہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میز کے پاس آیا۔ پھر کرسی پر بیٹھ کر کاغذ قلم سنبھال کر لکھنے لگا۔ میں اور غلام باقی ٹھیک آٹھ بجے بیدار ہو گئے۔ میں نے باتھ روم میں جانے سے قبل شارپر کی خیریت معلوم کی۔ اس وقت وہ لکھنے میں مصروف تھا۔ میں نے کہا۔ "غلام باقی! میری پتلون کی جیب میں وہ کاغذات ہیں جن پر مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ لکھا ہوا ہے۔ فوراً لے آؤ۔"

وہ میری جیب سے کاغذات نکال کر لے آیا۔ میں نے کہا۔ "مجھے ذرا دیر ہوگی۔ تم باتھ روم جا سکتے ہو۔"

میں کبھی شارپر کے دماغ میں جاتا تھا، کبھی حاضر دماغ ہو کر اپنے لکھے ہوئے کاغذات کو پڑھتا رہتا تھا۔ وہ بالکل اسی طرح لکھتا جا رہا تھا لیکن ایک آدھ جگہ خامیاں بھی چھوڑتا جا رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔ مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ اچھی طرح جاننے کے باوجود ایک آدھ جگہ غلطی کیسے کر رہا ہے؟

میں نے اس کے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ یہ بات اسے یاد نہیں رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جو کچھ نقش کیا تھا وہ اسی کے مطابق ناداستگی میں عمل کرتا جا رہا تھا۔

میں نے وہ کاغذات اپنی جیب میں رکھ لیے۔ شارپر پوری تفصیل لکھنے کے بعد بہرام سے رابطہ قائم کرنے والا تھا اور ابھی یہ طے پانے والا تھا کہ مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ جن کاغذات پر لکھا ہوا ہے، وہ کاغذات بہرام تک کس طرح پہنچائے جائیں گے اور یہ بہت اہم بات تھی۔

میں شارپر کے دماغ میں تھا اور وہ کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ لکھنے کے بعد اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بہرام نے پہلے تو سانس روک لی پھر پوچھا۔ "کون ہے؟"

"میں شارپر ہوں۔ میں نے لکھ لیا ہے لیکن بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "تم عورتوں سے بھی گئے گزرے ہو۔"

شارپر نے بھی ناگواری سے جواب دیا۔ "مجھے لعنے نہ دو میں پچھلے چوبیس گھنٹوں سے بخار میں مبتلا رہا ہوں۔ تم خود غرض ہو۔ مجھے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر بھاگتے رہے۔ تمہیں صرف مشین کی فکر تھی۔ میرے علاج کی فکر نہیں تھی۔"

"بحث نہ کرو۔ اس طرح آپس میں کشیدگی پیدا ہوتی ہے۔"

"میں بھی بحث نہیں کرنا چاہتا۔ آرام سے جا کر لیٹنا چاہتا ہوں۔ بولو، یہ کاغذ کس کے حوالے کیا جائے؟"

"میں کسی پر بھروسا نہیں کروں گا۔ ہو سکتا ہے دشمن ہماری تاک میں ہوں، تمہاری نگرانی کر رہے ہوں۔ وہاں سے جو بھی شخص نکلے گا، اس کا تعاقب کیا جائے گا۔ میں ایسی جگہ ہوں جہاں کسی کو پہنچنے کا موقع نہیں دوں گا۔ لہٰذا تم وہ کاغذ پڑھ کر سناؤ۔ میں سنتا جاؤں گا اور لکھتا جاؤں گا۔"

میں نے ایک گہری سانس لی، میں یہ بھول گیا تھا کہ جو طریقہ میں نے غلام باقی کے ساتھ اختیار کیا تھا، یعنی وہ پڑھ رہا تھا اور میں لکھ رہا تھا۔ یہی طریقہ دشمن بھی اختیار کر سکتا ہے۔ میری یہ خوش فہمی ختم ہو گئی کہ کسی شخص کے ذریعے میں اس کے خفیہ اڈے تک پہنچ سکتا ہوں۔

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اب کیا کرنا چاہیے؟ اس طرح ہم کبھی بہرام تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ پتا نہیں کہ بحث مشین کے ساتھ کہاں چھپا بیٹھا ہے۔ جب تک اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل نہیں کرائے گا، وہاں سے نہیں نکلے گا۔

اگر میں اس تحریر کے ذریعے نہ پہنچا تو آئندہ شارپر کے ذریعے پہنچ سکتا تھا کیونکہ شارپر کے دماغ سے ٹیلی پیتھی اس کے

دماغ میں منتقل ہونے والی تھی۔ تیسرا ذریعہ مورینا تھی۔ مورینا کے ذریعے بھی یہی عمل ہو سکتا تھا جس طرح میں اس تحریر کے معاملے میں ناکام ہو رہا تھا۔ ہو سکتا تھا آئندہ بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔ ہو سکتا ہے شارپر کو بے ہوش کرنے کے بعد بہرام گنگولی کے پاس پہنچایا جاتا تب میں شارپر کی غفلت کے دوران اس کے خفیہ اڈے تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

ہم مورینا کی حفاظت کر رہے تھے لیکن آنے والے حالات کیا ہوں گے، یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا۔ صرف اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ ہمیں کئی دنوں سے پے در پے ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔ ایک تو اتنی جدوجہد کے بعد مشین ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ دوسرے ہمارا بیٹا پارس اسرائیل پہنچا دیا گیا تھا۔ ان ناکامیوں کے پیش نظر میں مناسب وقت کا انتظار نہیں کر سکتا تھا۔

شارپر ادھر گہری گہری سانس لے رہا تھا اور بڑی مشکل سے خیال خوانی کرتا ہوا وہ تحریر پڑھ کر سنا رہا تھا۔ ابھی اس نے ایک ہی حصہ سنایا تھا کہ میں نے اسے اور گہری گہری سانس لینے پر مجبور کیا۔ وہ نڈھال سا ہو کر میز پر جھک گیا۔ بہرام نے پوچھا: "خاموش کیوں ہو گئے۔ لکھواتے کیوں نہیں؟"

"میں محسوس کر رہا ہوں زیادہ دیر خیال خوانی نہیں کر سکوں گا۔ بہت تھک گیا ہوں۔ جسم کے ساتھ ساتھ دماغ بھی بکھرا ہوا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا: "ارے تم کہیں مر ہی نہ جاؤ۔ کسی طرح یہ طریقہ لکھوا دو۔"

"یو شٹ اپ۔ تم بہت خود غرض ہو۔ میں جا رہا ہوں۔ بستر تک جانا بھی میرے لیے دوبھر ہو رہا ہے۔"

میں نے شارپر کو وہاں سے اٹھا دیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دیوار کا اور الماری کا سہارا لیتا ہوا بستر تک آیا۔ پھر بے دم سا ہو کر گر پڑا۔ ایسی حالت میں دماغی رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ میں جانتا تھا، ادھر بہرام گنگولی بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا ہوگا اور جھنجلاہٹ میں مبتلا ہوگا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسی طرح گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا: "بہرام ذرا انتظار کرو۔ میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

وہ ذرا نرم پڑ کر بولا: "اچھی بات ہے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ تمہارے پاس جو دوائیں رکھی ہیں، انہیں استعمال کرو۔ جلد ہی توانائی محسوس کرو گے۔"

میں اس کے دماغ سے اگیا۔ شارپر واقعی کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ میں نے اسے کچھ اور کمزور بنا دیا تھا تاکہ تحریر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہونے پائے۔ میں چاہتا تو اسے دوائیں استعمال نہ کرنے دیتا لیکن ابھی اسے زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس مکان کے دوسرے کمرے میں وہ لوگ موجود تھے جو شارپر کو یہاں لائے تھے۔ میں بہت پہلے ہی ان سب کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ ان میں سے ایک نے ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا، اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ وہ اسے آپریٹ کرنے لگا۔ دوسری طرف بہرام گنگولی کو قرار نہیں تھا۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے پوچھ رہا تھا: "شارپر کی طبیعت کیسی ہے؟"

"باس! ہم کھڑکی سے جھانک کر دیکھتے رہتے ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے وہ میز پر جھکا ہوا کچھ لکھ رہا تھا۔ اب بستر پر آ کر گر پڑا ہے۔"

"فوراً کمرے میں جاؤ اور اسے دوائیں کھلاؤ۔"

"ہم نے دیکھا ہے، وہ ابھی دوائیں استعمال کر رہا تھا۔"

"اب کیا کر رہا ہے؟"

"آنکھیں بند کیے پڑا ہوا ہے۔"

"اس کے پاس جاؤ اور پوچھو کیا بات کرنے کے قابل ہے؟"

وہ ٹرانسمیٹر لیے شارپر کے پاس آیا۔ اسے آواز دی۔ شارپر نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ ٹرانسمیٹر بڑھاتے ہوئے بولا: "باس تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے ٹرانسمیٹر ہاتھ میں لیا۔ پھر کہا: "بہرام! میری حالت بہت خراب ہے۔ میں ابھی لکھوا نہیں سکوں گا۔ تم بہت بے چین ہو تو اپنے آدمی سے کہو، وہ ٹرانسمیٹر سامنے رکھ کر پڑھتا ہے اور تم لکھتے رہو۔"

بہرام نے کہا: "میں نہیں چاہتا، کوئی اس کاغذ کو پڑھے اور مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ یاد کرے۔ وہ کاغذ کہاں ہے؟"

"میز پر پڑا ہوا ہے۔"

"اوہ شارپر! تم بہت بے پروا ہو۔ اتنی اہم چیز وہاں چھوڑ رکھی ہے۔"

"میری جان پر بنی ہوئی ہے، اب میں اپنے سوا کسی کی پروا نہیں کر سکتا۔"

"میرے آدمیوں سے کہو، میز پر سے کاغذ کو اٹھائیں، اسے پڑھے بغیر تہ کریں اور تمہاری جیب میں لا کر رکھ دیں۔"

شارپر نے یہی حکم دیا۔ ٹرانسمیٹر والے نے میز پر سے کاغذ کو اٹھا کر تہ کیا پھر اس کی جیب میں لا کر رکھ دیا۔ شارپر نے کہا: "یہ کاغذ میری جیب میں آ گیا ہے۔ فار گاڈ سیک! مجھے آرام کرنے دو ورنہ کام بگڑ جائے گا، دماغ اور زیادہ کمزور ہو جائے گا پھر میں خیال خوانی نہیں کر سکوں گا۔"

"ہے ما کالی! میں اپنے نصیبوں سے لڑ رہا ہوں۔ تجھے خوش کرنے کے لیے انسانوں کی بلی دے رہا ہوں پھر بھی یہ ٹیلی پیتھی کا علم مجھ سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ سنو شارپر! میں زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے کا وقت دیتا ہوں۔ آرام کرو اور میرے دماغ میں آ کر وہ طریقہ لکھواؤ۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ شخص ٹرانسمیٹر لے کر کمرے سے چلا گیا۔ شارپر نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے اسے تھپک تھپک کر آدھے گھنٹے کے لیے سلا دیا۔ میں اس آدھے گھنٹے میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد غلام کے ساتھ نکل پڑا۔ غلام نے کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ میں نے اسے فلائنگ کلب چلنے کے لیے کہا۔ پھر رسونتی کو مخاطب کیا۔ وہ تل ابیب میں اپنے بیٹے کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ میں نے کہا: "تمہیں اطمینان ہونا چاہیے، بٹیا خیریت سے ہے، اللہ نے چاہا تو اسے ذرا سی خراش نہیں آئے گی۔ تم گھنٹے دو گھنٹے کے لیے بیٹے کو چھوڑ دو۔"

"کیا کام ہے؟"

"میں ہیلی کاپٹر میں پائلٹ کی سیٹ پر رہوں گا۔ ایسے میں خیال خوانی نہیں کر سکتا۔ تم شارپر کے پاس رہو، وہاں جو کچھ ہوتا ہے، مجھے اس سے باخبر رکھو۔"

"اچھی بات ہے۔ مجھے وہاں کے حالات بتاؤ۔"

میں اسے تمام حالات بتانے لگا۔ اس نے سننے کے بعد کہا: "پہلے میں شیبا کے پاس جا رہی ہوں۔ اسے پارس کے پاس بھیجوں گی پھر میں شارپر کے پاس جاؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے پومی کے حالات معلوم کیے۔ وہ فرنانڈو کے ہاں آرام سے تھی۔ میں نے کہا: "میں شاید دو گھنٹے تک خیال خوانی نہ کر سکوں۔ کوئی ضروری بات ہو تو مورینا سے کہنا، مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرے۔"

ہم فلائنگ کلب پہنچ گئے۔ وہاں میں نے ضروری کاغذات دکھائے۔ کچھ ضروری کاغذی کارروائیاں ہوئیں پھر مجھے وہ ہیلی کاپٹر لے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ دس منٹ بعد ہی ہم اس میں پرواز کر رہے تھے۔ میں غلام باقی کو ہیلی کاپٹر کے اندرونی نظام کے متعلق بتاتا جا رہا تھا اور یہ بھی سمجھاتا جا رہا تھا کہ کس طرح اسے پائلٹ کی سیٹ پر آ کر پرواز کرنا چاہیے۔

آدھے گھنٹے بعد رسونتی نے کہا: "فرہاد! اس مشین کو آپریٹ کرنے کا جو طریقہ ایک کاغذ پر لکھا ہوا تھا، وہ کاغذ شارپر کی جیب میں نہیں ہے۔"

"وضاحت سے بتاؤ۔"

"جب شارپر نیند سے بیدار ہوا تو ایک ڈاکٹر اس کے معائنے کے لیے آیا تھا۔ میں ایسے وقت موجود تھی۔ ڈاکٹر اسٹیتھسکوپ کے ذریعے اس کے سینے پر ادھر سے ادھر ہاتھ رکھ کر معائنہ کر رہا تھا۔ اسی وقت اس نے بڑی صفائی سے کاغذ نکال لیا۔ شارپر کو شاید پتا نہ چلا لیکن میں نے اس کے دماغ میں رہ کر یہ حرکت دیکھ لی۔"

میں نے کہا: "اس کا مطلب ہے، وہ ڈاکٹر نہیں بلکہ بہرام کا بھیجا ہوا آدمی تھا۔"

"یہی بات ہے۔ وہ گونگا بنا ہوا تھا جبکہ ڈاکٹر مریضوں سے ان کی حالت پوچھتے ہیں، کچھ باتیں کرتے ہیں۔ تسلیاں دیتے ہیں لیکن وہ زبان نہیں کھول رہا تھا۔ جب اس نے شارپر کی جیب سے وہ کاغذ نکالا اور اپنی جیب میں رکھنے لگا تو شارپر نے میری مرضی کے مطابق اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پوچھنے لگا: "تم کون ہو، تم نے میری جیب سے وہ کاغذ کیوں نکالا ہے؟"

ڈاکٹر نے اشارے سے چپ رہنے کے لیے کہا۔ پھر اپنی جیب سے ایک پرچی نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔ شارپر نے لے کر پڑھا۔ میں نے اس کے ذریعے معلوم کیا، کاغذ پر ٹائپ کی ہوئی تحریر تھی اور وہ تحریر بہرام کی طرف سے تھی۔ اس نے لکھا تھا: "یہ میرا خاص آدمی ہے، اسے کاغذ لے جانے دو۔ بولنے پر مجبور مت کرو۔"

تحریر کے نیچے بہرام کا نام لکھا ہوا تھا۔ شارپر نے جلدی سے آٹھ کردوسروں کو آوازیں دیں اور ڈاکٹر کا گریبان پکڑ کر پوچھا۔ میں کیسے یقین کروں، اسے بہرام نے لکھا ہے۔ دوسرے کمرے سے بہرام کے آلۂ کار دوڑتے ہوئے آئے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر شارپر کی جیب سے ایک کاغذ نکال کر لے جا رہا ہے تو انہوں نے اسے ریوالور کے دستے پر رکھ لیا۔ اس نے ایک اور پرچی نکال کر ایک شخص کو دی۔ اس میں پیغام لکھا ہوا تھا: "اگر بات بگڑ جائے تو مجھ سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرو۔"

رسونتی نے مجھ سے کہا: "اب وہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہا ہے۔ ڈاکٹر گونگا بنا ہوا ہے اور وہ کاغذ لے جائے گا۔ میں اس کا تعاقب کس طرح کر سکتی ہوں؟"

"تم نے وہاں کتنے آدمیوں کی آوازیں سنی ہیں؟"

"دوسرے کمرے سے آنے والے دو آدمی بول رہے تھے۔"

"ایک کے دماغ پر قبضہ جماؤ اور اسے باہر لے جاؤ۔ اگر ڈاکٹر کسی گاڑی میں آیا ہے تو مجبوری ہے کاغذ لے جانے دو۔ صرف گاڑی کا رنگ، اس کا ماڈل اور اس کا نمبر یاد کر لو۔ میں ایک گھنٹے بعد وہاں پہنچنے والا ہوں۔ شاید اس کے متعلق کچھ معلوم کر سکوں۔"

وہ ایک شخص کے دماغ پر قابض ہو گئی۔ اسے کمرے سے باہر لے گئی۔ وہ مکان کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا بیرونی دروازے پر آیا۔ باہر گلی میں بچے کھیل رہے تھے۔ رسونتی اس کے ذریعے دیکھ

رہی تھی۔ ایک بچہ بہت شریر تھا۔ اچانک اسے ایک تدبیر سوجھی اس نے اس آدمی کے ذریعے اس بچے کو مخاطب کیا۔ بچہ بات کرنے لگا۔ رسونتی نے فوراً ہی اس شخص کو واپس مکان میں پہنچا دیا۔ اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ وہ اپنے ہوش و حواس میں بھی تھا اور یہ سمجھ رہا تھا جیسے وہ اپنی مرضی سے گیا تھا اور وہاں سے واپس آیا ہے۔

اور شارپر کے آس پاس پہرا دینے والے لوگ ایسا کرتے آئے تھے۔ کبھی مکان کے باہر جا کر دور دور تک دیکھتے تھے پھر اندر آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ یہ اُن کی ڈیوٹی تھی لہٰذا اس شخص کو شبہ نہیں ہوا کہ کسی ٹیلی پیتھی والے نے اسے اندر سے باہر اور پھر باہر سے اندر پہنچا دیا ہے۔

رسونتی اس بچے کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پہنچا دیا۔ دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اس بچے کو دونوں سیٹوں کے درمیان چھپ کر رہنے پر مجبور کیا۔ وہ کوئی دس برس کا بچہ تھا۔ عادتاً بہت شریر تھا۔ اسے یہ اچھا لگ رہا تھا۔ اُدھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے تصدیق ہو گئی تھی کہ بہرام گنگولی نے اس جعلی ڈاکٹر کو اسی مقصد کے لیے بھیجا ہے لہٰذا اسے کاغذ دے جانے دیا جائے۔

وہ ڈاکٹر اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ دروازے کو بند کیا۔ پھر اسے اسٹارٹ کرنے کے بعد تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا چلا گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد گاڑی کی رفتار آہستہ ہونے لگی۔ بچہ سر اُٹھا کر دیکھنا چاہتا تھا لیکن رسونتی نے ایسا نہیں کرنے دیا۔ ذرا دیر بعد ہی اس جعلی ڈاکٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی "ہیلو ہیلو، سائنٹ گائی کالنگ، ہیلو ہیلو سائنٹ گائی کالنگ۔"

رسونتی کو معلوم ہو گیا کہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو ہو رہی ہے۔ وہ اب جعلی ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ سکتی تھی لیکن بچے کے پاس رہی۔ اس بات کا اندیشہ تھا کہ وہ اُٹھ کر سیٹ پر بیٹھ جائے گا یا کوئی شرارت کرے گا۔ اس جعلی ڈاکٹر کو دوسری طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ پھر کہہ رہا تھا "ہیلو ہیلو، کسی اندیشے کی بات نہیں ہے۔ میں نے ایک ذرا زبان نہیں کھولی۔ کسی نے میری آواز نہیں سُنی۔ حتیٰ کہ کھانسنے اور کھنکارنے کی آواز بھی کوئی نہیں سُن سکا۔ پہلے اندیشہ تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان پہرے داروں کے دماغوں میں سے ہو سکتے ہیں جو شارپر کے آس پاس ہیں لیکن ان میں سے کسی نے مجھے بولنے پر مجبور نہیں کیا اور میں عقب نما آئینے میں دیکھ رہا ہوں، کوئی گاڑی میرے تعاقب میں نہیں ہے۔"

اس نے بار بار یقین دلانے کے بعد پوچھا "مجھے بتایا جائے اس کاغذ کو کہاں پہنچانا ہے؟"

بڑی دیر بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ کوئی عورت کہہ رہی تھی "اوٹاوا اساؤتھ، اسٹریٹ نمبر تھرٹی فور میں جاؤ، لیے گرین بنگلو کا دروازہ کھلا ہو گا۔ دیٹس آل۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ رسونتی اس بچے کو چھوڑ کر ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا بستی کی پیچیدہ گلیوں سے گزر کر بڑی شاہراہ پر پہنچ رہا تھا۔ دوسری گاڑیاں تیزی سے گزر رہی تھیں۔ ابھی اس کے گزرنے کے لیے سگنل نہیں ملا تھا۔ اُدھر وہ بچہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ڈاکٹر نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی لیکن رسونتی نے فوراً پلٹنے کا موقع نہیں دیا۔ اس نے دوبارہ دھیرے سے سر گھما کر دیکھا۔ اس وقت تک بچہ نکل چکا تھا۔ سڑک کا دروازہ کھلا نظر آ رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے کہا "تعجب ہے، دروازہ کیسے کھل گیا؟"

اس نے اگلی سیٹ سے اُٹھ کر پیچھے دیکھا۔ کوئی نظر نہیں آیا۔ وہ بچہ اتنی دیر تک کار میں سفر کرنے کی وجہ سے بہت خوش تھا۔ اچھلتا کودتا اپنی بستی میں واپس جا رہا تھا۔ رسونتی نے ڈاکٹر کی سوچ میں کہا "ہو سکتا ہے، میں نے اچھی طرح دروازہ بند نہ کیا ہو۔"

وہ پچھلے دروازے کو اچھی طرح بند کر کے اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سگنل مل رہا تھا۔ گاڑی اسٹارٹ کی۔ آگے بڑھ گیا۔ رسونتی پھر اس کے پاس آ کر یہ باتیں بتانے لگی۔ میں نے خوش ہو کر کہا "تم نے ایک بچے کے ذریعے اس کا تعاقب کر کے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "پھر انعام دو۔"

"کیا چاہتی ہو؟"

"مجھے اپنے بیٹے کے پاس جانے دو۔ اتنی لمبی ڈیوٹی نہیں کروں گی۔"

"تم بیٹے کے لیے پاگل ہو۔ اچھا جاؤ۔ پہلے اس عورت کے دماغ میں پہنچو جو ٹرانسمیٹر پر جواب دے رہی تھی۔ اگرچہ پرواز کے دوران مجھے خیال خوانی نہیں کرنا چاہیے لیکن میں چند سیکنڈ کے لیے تمہارے ساتھ اس کے دماغ میں پہنچ کر واپس آ جاؤں گا۔"

اس نے ایسا ہی کیا۔ میں اس کے ذریعے اس عورت کے دماغ میں پہنچا۔ اس کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ پھر واپس آ کر بولا "ایک کام اور کرو۔ شیبا کے پاس جاؤ۔ اسے بھی ڈاکٹر اور اس عورت کے بارے میں پہنچاؤ۔ پھر چلی جانا۔"

"فرہاد! آج کل شیبا بہت نخرے کر رہی ہے۔ دوسرے پارس کے ساتھ اس طرح لگی ہوئی ہے کہ ہم میں سے کسی کی طرف دھیان ہی نہیں دیتی۔ نہ وہ ہمارے کام آنا چاہتی ہے۔"

"شکایت کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔ تم بھی اپنے پارس کے ساتھ اسی طرح لگی رہتی ہو، تمہیں میرا کام کرنے کی کبھی فرصت نہیں ملتی۔"

"مجھ میں اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ میں شادی شدہ ہوں۔ میں نے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے۔ اس نے ابھی تک شادی نہیں کی، جنم دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اس کے اندر ممتا کہاں سے آ گئی؟"

میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ میں جانتا تھا، شیبا کس طرح دل کی گہرائیوں سے پارس اوّل کو چاہتی ہے اور اس کے لیے ایسی ماں بن گئی ہے جو اپنے بچے کو دنیا کا عظیم ترین انسان بنانا چاہتی ہے اور یہ کارنامہ وہ میرے لیے انجام دے رہی ہے۔ تاکہ میں اس کی صلاحیتوں کا اعتراف کروں، اس بات کو تسلیم کروں کہ اس نے صحیح معنوں میں صرف مجھ سے محبت نہیں کی، میرے بیٹے کو بھی بھرپور ممتا دی ہے۔ اب یہ بات میں رسونتی سے صاف طور پر نہیں کہہ سکتا تھا۔

میں نے کہا "اگر وہ پارس اوّل کے لیے بھرپور ممتا دے رہی ہے تو اس میں تمہارا ہی بھلا ہے۔ تم اس بحث میں نہ پڑو۔ وہ نخرے کرتی ہے تو کرنے دو۔ اسے اتنا بتا دو، میں ایک گھنٹے کے اندر اوٹاوا پہنچنے والا ہوں۔ اس کے بعد وہاں کے معاملات خود سنبھال لوں گا۔ پھر وہ اپنے بیٹے پارس اوّل کے ساتھ لگی رہے۔"

"اچھی بات ہے۔ جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں ایک گہری سانس لے کر دور بستی کی طرف دیکھنے لگا۔ ہم اوٹاوا کے قریب پہنچ رہے تھے۔ دو عدد پارس نے یوں تو سبھی کو اُلجھا کر رکھ دیا تھا لیکن ان کی ماؤں نے مجھے زیادہ اُلجھایا ہوا تھا۔ رسونتی اپنے بیٹے کے پاس چلی گئی تھی۔ شیبا بہ حالتِ مجبوری تھوڑی دیر کے لیے پارس اوّل کو چھوڑ کر آئے گی لیکن اس کے نخرے یہ تھے کہ مجھ سے براہِ راست رابطہ نہیں رکھے گی اور نہ ہی مجھے بتائے گی کہ وہ جعلی ڈاکٹر اور اس ٹرانسمیٹر پر بولنے والی کے پاس پہنچ کر کیا کچھ معلومات حاصل کر رہی ہے۔ وہ یہ سب کچھ سونیا کو جا کر بتائے گی اور مجھے سونیا سے معلوم کرنا ہو گا۔

ہر شہر کے فلائنگ کلب میں فرنانڈو کی کاریں موجود رہتی تھیں تاکہ ہیلی کاپٹر سے اُتر کر کسی ٹیکسی وغیرہ کا منتظر نہ ہونا پڑے میں نے غلام سے کہا "تم کار ڈرائیو کرو۔ ہمیں میکسیکن سٹی جانا ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے کچھ معلومات حاصل کر رہا ہوں۔"

وہ اطمینان سے ڈرائیو کرنے لگا۔ میرے سامنے دو ٹارگٹ تھے۔ ایک جعلی ڈاکٹر اور دوسری وہ عورت جس نے ڈاکٹر کو گرین بنگلو میں جانے کی ہدایت کی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ عورت بھی کچھ اہمیت رکھتی ہے لیکن میں پہلے ڈاکٹر کے پاس پہنچنا تاکہ اس کا کاغذ کے لین دین کے بارے میں معلوم کر سکوں۔

وہ ڈاکٹر گرین بنگلو سے واپس آ چکا تھا۔ وہ کاغذ کسی کے حوالے کر چکا تھا۔ اب جس کے بھی حوالے کیا ہو گا، میں اس کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا کیونکہ وہ گرین بنگلو سے باہر آ گیا تھا۔ اسے دوبارہ واپس لے جانا تو دشمنوں کو شہ ہو سکتا تھا۔

ویسے شیبا عین وقت پر پہنچ ہو گی۔ اس نے معلوم کیا ہو گا کہ وہ کاغذ کس کے حوالے کیا گیا تھا اور جس کے حوالے کیا ہو گا، شاید اس کے دماغ تک پہنچ گئی ہو۔ یہ بعد میں معلوم کیا جا سکتا تھا۔ میں اس ٹرانسمیٹر پر بولنے والی عورت کے پاس پہنچ گیا ـــــ وہ ایک لیڈی ڈاکٹر تھی۔ دماغی امراض کے علاج میں اسپیشلسٹ تھی۔ پہلے تو میں نے سوچا۔ کہاں پہنچ گیا ہوں۔ وہ ایک اسپتال کے کوریڈور سے گزرتی ہوئی اپنے چیمبر کی طرف جا رہی تھی۔ میں سہولت سے اس کے دماغ کو پڑھنے لگا پتا چلا، اس کا بہرام گنگولی سے تعلق ہے پچھلی رات سے وہی شارپر کے علاج کے لیے نسخے لکھ رہی تھی۔ وہ خود شارپر کا معائنہ کرنے اس جگہ نہیں آئی تھی۔ کوئی دوسرا ڈاکٹر تھا۔ اس نے شارپر کے متعلق رپورٹ پیش کی تھی اور اس رپورٹ کے مطابق اس نے شارپر کو ایسی دوائیں دی تھیں کہ صبح تک اس کی طبیعت سنبھل گئی تھی اور وہ خیال خوانی کے قابل ہو گیا تھا۔ بہرحال شارپر کو موجودہ خفیہ اڈے سے نکال کر جس جگہ پہنچایا جانے والا تھا، وہاں اس لیڈی ڈاکٹر کو بھی اس کے پاس رہنا تھا۔

میں نے غلام باقی سے کہا "گاڑی کسی جگہ پارک کرو۔ ابھی ہم اس بستی میں نہیں جائیں گے۔"

اُس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ پہلے ارادہ تھا، شارپر کو وہاں سے اغوا کر کے لے جاؤں گا، اس طرح میرے ہاتھ میں دو زبردست مہرے ہوتے۔ شارپر اور مورینا دونوں ہی مشین آپریٹ کرنا جانتے تھے اور دونوں بہرام کے ہاتھ اس وقت تک نہ آتے جب تک میری گرفت مضبوط رہتی۔

اب اسے اغوا کرنے سے پہلے بہت سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانا تھا۔ پہلے اس لیڈی ڈاکٹر کے متعلق پوری معلومات حاصل کرنا تھیں کہ میں اس کے دماغ میں رہ کر شارپر کو اس کے حوالے کر کے کیا فائدے حاصل کر سکتا ہوں۔ اس لیڈی ڈاکٹر کا نام مینی واکر تھا۔ وہ تیس برس کی تھی لیکن خود کو بنا سنوار کر رکھتی تھی۔ اچھی خوبصورت تھی۔ دیکھنے میں بیس برس سے زیادہ کی نہیں لگتی تھی۔ ظاہر ہے بہت زیادہ پُرکشش ہو گی اس لیے دیکھنے والے اس کی عمر کا اندازہ کم ہی کرتے ہوں گے۔ جرائم کی دنیا میں ایسی ہی عورتیں کامیاب ہوتی ہیں جو اپنی عمر کو زبان سے کم نہیں بتاتیں بلکہ ورزش اور یوگا کے ذریعے سچ مچ اسمارٹ اور حسین بن کر رہتی ہیں۔

وہ کسی نامعلوم شخص کے لیے کام کرتی تھی۔ اس سے کبھی سامنا نہیں ہوا تھا لیکن اس کی آواز سُنی تھی۔ اس کے احکامات پر

عمل کرتی تھی۔ اس شخص نے اُسے پستی سے اُٹھا کر بلندی پر پہنچا دیا تھا۔ وہ ایک ناکام ڈاکٹر تھی۔ دماغی امراض کے علاج کے سلسلے میں اسپیشلسٹ نہیں تھی۔ اس شخص نے اسے اسپیشلسٹ کی باقاعدہ سند دلائی تھی۔ اسے وہاں کے بہت بڑے اسپتال کی لیڈی ڈاکٹر بنا دیا تھا۔ ویسے یہ سب کچھ دکھاوے کے طور پر تھا۔ اندرونی بات یہ تھی کہ اسے اس شخص کی طرف سے دس ہزار ڈالر ماہانہ ملتے تھے۔ رہائش کے لیے ایک بنگلا مفت ملا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت سی کار بھی تھی۔ اس کے علاوہ بھی جس چیز کی ضرورت ہوتی وہ مل جاتی تھی' جو مسئلہ ہوتا حل ہو جاتا تھا اور یہ وہی شخص کرتا تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا' تمہیں اپنی زندگی میں سب کچھ ملے گا' کبھی مجھے دیکھنے یا میرے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ بلندی سے پستی کی طرف ایسے پھینکوں گا کہ دوسری سانس نہیں لے سکو گی۔

لیڈی ڈاکٹر مینی واکر کے خیالات پڑھ کر معلوم ہو رہا تھا، ہمارے مقابلے پر کوئی پُراسرار شخص آ رہا ہے اور ہم ایسے پُراسرار دشمنوں سے تنگ آ چکے تھے۔ اگر اس ٹرانسفارمیشن کا مسئلہ نہ ہوتا اور یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ اب یکے بعد دیگرے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے رہیں گے تو ہم ان سارے معاملات سے کنارہ کش ہو جاتے۔ میں کم از کم ایک طویل عرصہ رسوائی اور اپنے بچوں کے ساتھ گزارتا۔ بچوں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دیا تھا مگر دو ہو گئے تھے۔ جب بہرام گنگولی جیسا دو ٹکے کا جادوگر خود کو ایک سے چھ بنا سکتا ہے تو قدرت میرے لیے ایک سے دو بچے کیوں نہ بناتی۔ انسان کی صناعی اور قدرت کی صناعی میں یہی فرق ہے' وہ چھ عدد فریب نظر تھے اور میرے دو عدد زندہ حسین حقیقت تھے۔

وہ مشین آپریٹ کرنے والا کاغذ لیڈی ڈاکٹر کے پاس پہنچنے والا تھا اور اس کے ہاتھ سے اس پُراسرار شخص تک جانے والا تھا۔ میں نے لیڈی ڈاکٹر مینی واکر کے خیالات کچھ اور توجہ سے پڑھے۔ اس کے دماغ کی کچھ اور گہرائی میں اتر کر پتا چلا۔ شارپر نے جس کاغذ پر مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ لکھا ہے' وہ کاغذ لیڈی ڈاکٹر کے پاس نہیں پہنچے گا' صرف اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی پہنچے گی اور اصل کاغذ بہرام گنگولی کے پاس جائے گا۔

یہ کوئی چکر تھا۔ اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کیوں کرائی جا رہی تھی اور وہ کاپی لیڈی ڈاکٹر کے پاس پہنچنے والی تھی۔ یعنی لیڈی ڈاکٹر کی پشت پر جو نامعلوم شخص تھا، وہ بہرام گنگولی سے تعاون کر رہا تھا۔ اس کے لیے ایسے آدمی فراہم کر رہا تھا جو شارپر کی حفاظت بھی کر سکیں اور اس کے تحریر کردہ کاغذ کو اس کے پاس پہنچا سکیں لیکن یوں تعاون کرنے کے دوران وہ نامعلوم شخص اس کی

فوٹو اسٹیٹ کاپی اپنے پاس منگوا رہا تھا۔

اب کوئی نیا اور پیچیدہ چکر چل پڑا تھا۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر پوچھا: "شیبا کی رپورٹ سناؤ؟"

"تم لیڈی ڈاکٹر مینی واکر کے دماغ میں پہنچ کر تمام معلومات حاصل کر سکتے ہو۔ جہاں تک میرا خیال ہے تم نے اس جعلی ڈاکٹر کے ذریعے کچھ معلوم نہیں کیا ہے۔ شاید دیر سے پہنچے ہو گے۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔ کیا اس جعلی ڈاکٹر کے بارے میں کوئی اہم بات ہے؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ وہ گرین بنگلو میں گیا تھا۔ وہاں اس شخص سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے شارپر کا تحریر کردہ کاغذ اس کے حوالے کر دیا۔ پھر واپس چلا گیا۔ شیبا اس شخص کے دماغ میں بھی پہنچ گئی تھی۔ وہ کاغذ دوسرے کمرے میں گیا تھا۔ وہاں اس نے فوٹو اسٹیٹ کاپیاں بنائی تھیں۔ پھر اس نے اصلی تحریر کو ایک لفافے میں رکھا تھا اور اس لفافے پر یہ پتا لکھا تھا: مسٹر گنگولی، تھرٹی سیون کینیڈی ایونیو موسوری سٹی۔"

میں سمجھ گیا۔ میں نے بہرام گنگولی کے جو تین اڈے کینیڈا میں دریافت کیے تھے ان میں سے یہ دوسرا اڈا تھا۔ خلیج ہڈسن کے انتہائی جنوبی ساحل پر ایک شہر تھا جس کا نام موسوری تھا۔ اہم شہر کے کینیڈی ایونیو میں ہاؤس نمبر تھرٹی سیون میں گنگولی رہتا ہوگا۔

اس لفافے پر لکھے ہوئے ایڈریس کے مطابق وہاں تک پہنچنا کچھ مشکل نہ تھا۔ میں نے اس کے آلۂ کاروں کے ذریعے یہ معلومات حاصل کی تھیں۔ موسوری شہر سے ذرا فاصلے پر ایک آبشار تھا۔ اس آبشار کے سائے میں غار تھا اور اس غار میں سانپوں کی بہتات تھی۔ اندازہ تھا کہ بہرام گنگولی شاید انہی سانپوں والے غار میں رہتا ہے۔ بہرحال یہ تو موسوری شہر پہنچ کر ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

میں نے غلام سے کہا: "واپس فلائنگ کلب چلو۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر واپس فلائنگ کلب کی طرف موڑتے ہوئے پوچھا: "میرے آقا! کیا میں کچھ پوچھ سکتا ہوں؟"

"میرے ساتھ رہ کر آزادی سے گفتگو کیا کرو۔"

"ہم یہاں شارپر کو اغوا کرنے آئے تھے۔ پھر واپسی کا مطلب کیا ہے؟"

"مجھے بہرام گنگولی کے ٹھکانے کا علم ہوا ہے۔ شارپر سے زیادہ بہرام اہم ہے۔ اس نے جہاں پناہ لی ہے' وہاں چھاپا مارنا چاہتا ہوں۔"

آدھے گھنٹے بعد ہم اپنے ہیلی کاپٹر میں پرواز کر رہے تھے۔ میں نے غلام باقی کو پائلٹ سیٹ پر بٹھا دیا تھا اور اسے عملی تربیت دے رہا تھا۔ اگرچہ یہ غیر قانونی تھا لیکن مجھے اپنے آپ پر اعتماد تھا۔

میں خیال خوانی کے ذریعے غلام باقی کے دماغ کو کنٹرول میں رکھوں گا۔ وہ کوئی غلطی نہیں کر پائے گا اور ایسا ہی ہو رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھا' ایک پائلٹ کے فرائض انجام دیتے ہوئے میرا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ میں نے کہا: "اپنے کام کی طرف توجہ دو ورنہ یہ کچھ نہیں سکھ سکے گا۔" پھر میں نے پوپی سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے کہا: "میں نے وعدہ کیا تھا' ہم تمام دن ایک دوسرے سے الگ رہیں گے' آج کوا ہی ہوٹل میں آ کر ملیں گے۔ شاید ایسا نہ ہو سکے۔ بہرام گنگولی کے نئے اڈے کا علم ہوا ہے۔ ایسی صورت میں تمہیں مایوس بھی نہیں کر سکتا' تم میرے ساتھ بڑی سے بڑی مہم میں شریک ہونا چاہتی تھیں۔ اب وقت آ گیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "کیا واقعی؟"

"ہاں' تم اپنے ہیلی کاپٹر کے ذریعے موسوری فلائنگ کلب پہنچو۔"

"میں ابھی یہاں سے نکل رہی ہوں۔"

"اس سے پہلے اس بات کا یقین کر لو کہ میرے دوست فرنانڈو کے ہاں مورینا ہر طرح محفوظ ہے اور کسی کی نظروں میں تو نہیں آئے گی۔"

"میں ابھی فرنانڈو سے بات کرتی ہوں۔"

"وہ میں کر لوں گا۔ تم مورینا کو سمجھا دو کہ جب تک تم واپس نہیں آؤ گی' وہ رہائش گاہ سے باہر نہیں نکلے گی اور نہ ہی کسی کی نظروں میں آئے گی۔"

میں فرنانڈو کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا: "بھئی تم سے بڑی ذمے داری والا کام لینا ہے۔"

"تم مجھ سے جان مانگو' اگر نہ دوں تو یہ غیر ذمے داری ہوگی۔"

"میں اتنی قربانی نہیں چاہتا۔ مورینا تمہارے ہاں مقیم ہے۔ پوپی ابھی وہاں سے نکلنے والی ہے۔ تمہیں ساری مصروفیات چھوڑ کر اسی رہائش گاہ میں رہنا ہے اور مورینا پر نظر رکھنا ہے تاکہ وہ کسی کی نظروں میں نہ آئے اور نہ ہی اس رہائش گاہ سے باہر نکلے۔"

"میں اس کی نگرانی کروں گا اور کوشش کروں گا کہ وہ میرے قابو سے باہر نہ ہونے پائے۔"

"وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے' ہو سکتا ہے اس کی ذہنی رو بہک جائے اور وہ تمہیں ٹریپ کر کے نکلنا چاہے۔ میں موسوری شہر میں یا آس پاس ہی کے علاقوں میں رہوں گا۔ تم کسی طرح بھی مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنا۔ میری بھی یہ کوشش ہوگی کہ میں وقتاً فوقتاً تمہارے پاس آ کر مورینا کے حالات معلوم کرتا رہوں۔ وٹس آل' پھر ملاقات ہوگی۔"

ہم موسوری شہر کے فلائنگ کلب میں پہنچ گئے۔ میں نے وہاں سے ایک کار میں بیٹھ کر کینیڈی ایونیو کی طرف جاتے ہوئے کہا: "غلام باقی! تم یہاں کے بہترین ہوٹل میں میرے اور پوپی کے نام کمرہ ریزرو کرا دو۔ اپنے لیے دوسرا کمرہ ریزرو کرا سکتے ہو۔ بہرام گنگولی تمہیں اچھی طرح پہچانتا ہے لہٰذا تم کچھ دیر کے لیے مجھ سے الگ رہو۔ میں تنہا اس کے اڈے کی طرف جاؤں گا۔"

"میرے آقا! میرا دل نہیں چاہتا کہ آپ کو وہاں تنہا جانے دوں۔ کیا میک اپ کے ذریعے میری صورت نہیں بدل سکتی؟"

"صورت بدل جائے گی پھر بھی تم نیگرو رہو گے اور بہرام گنگولی کسی بھی نیگرو کو دیکھ کر بدک جائے گا۔"

میں نے اسے ایک جگہ اتار دیا۔ پھر بہرام گنگولی کی طرف تنہا جانے لگا۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے کے بعد اتنی سمجھ تو ضرور آ گئی تھی کہ سیدھا اس پتے پر نہیں پہنچنا چاہیے۔ پہلے دور ہی دور سے معلومات حاصل کرنا چاہئیں۔ لہٰذا میں نے تھرٹی سیون کینیڈی ایونیو سے بہت دور ایک جگہ کار کو چھوڑ دیا۔ پھر پیدل اس طرف چلنے لگا۔ بہرام گنگولی اور اس کے آدمی مجھے صورت شکل سے پہچان نہیں سکتے تھے۔ ایک عام راہ گیر سمجھ کر نظر انداز کر دیتے۔ میں نے ایک ٹیکسی کو روکا پھر اسے کینیڈی ایونیو چلنے کے لیے کہا۔ میرا خیال تھا' وہ کوئی رہائشی علاقہ ہوگا اور وہاں بڑی بڑی کوٹھیاں ہوں گی۔ وہاں پہنچ کر پتا چلا، وہ ایک کاروباری علاقہ ہے اور تھرٹی سیون کی کوئی کوٹھی نہیں بلکہ دس منزلہ عمارت ہے' اس پر بڑے بڑے حرفوں سے لکھا ہوا تھا: "دی گریٹ انشورنس کمپنی۔"

میں نے وہاں پہنچ کر دیکھا۔ اچھے خاصے لوگوں کا ہجوم تھا۔ لوگ عمارت کے اندر آ جا رہے تھے۔ وہ کسی نہ کسی معاملات میں مصروف تھے۔ ان میں نیگرو عورتوں اور مردوں کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ میں نے غلام باقی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ہوٹل میں ریزرویشن کرانے کے بعد تھرٹی سیون میں چلے آؤ۔ یہ دس منزلہ عمارت ہے اور کاروباری جگہ ہے۔ نیگرو اچھی خاصی تعداد میں دکھائی دے رہے ہیں' تم بہترین سوٹ پہن کر' آنکھوں پر عینک لگا کر چلے آؤ۔ مجھ سے دور ہی دور رہنا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

میں نے اندر ہال میں آ کر دیکھا۔ ایک طرف بڑے بڑے زینے اوپر جاتے ہوئے دکھائی دیے۔ دوسری طرف کئی لفٹ کے دروازے تھے۔ دیواروں پر بڑے بڑے بورڈ نصب کیے ہوئے تھے۔ جن میں پہلی منزل سے لے کر دسویں منزل تک کے دفاتر کے نام اور ان دفاتر میں بیٹھنے والے عہدیداروں کے بھی نام لکھے ہوئے تھے۔

میں انہیں پڑھنے لگا۔ اس طرح اندازہ ہو رہا تھا' وہ عمارت ایک ہی کمپنی کی ملکیت تھی' وہاں کوئی دوسرا کاروبار نہیں ہوتا تھا۔ پہلے اور دوسرے فلور پر انشورنس پالیسی سے تعلق رکھنے والے دفاتر تھے تیسری اور چوتھی منزل میں اسی کمپنی نے ایک بہت بڑا بلک قائم کیا تھا۔ پانچویں منزل سے دسویں منزل تک مختلف مالک کے پالیسی

ہولڈروں اور کاروباریوں سے تعلق رکھنے والے دفاتر تھے۔ میں وہ تمام بورڈ پڑھنے کے دوران اندازہ کر رہا تھا کہ شارپر کی جو تحریر بذریعہ ڈاک تھرٹی سیون کینیڈی ایونیو میں بھیجی جا رہی ہے وہ کس دفتر میں پہنچے گی۔ اس لیے چوتھے بورڈ کو پڑھنے کے دوران بڑی بوریت ہو رہی تھی۔ بعض اوقات ایسا اکتا دینے والا کام بھی کرنا پڑتا ہے آخر نتیجہ اچھا ہی نکلتا ہے پھر مجھے دسویں منزل پر بہرام گنگولی کا نام نظر آگیا۔

میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جو ہم سے چھپتا پھر رہا ہے اور خاص طور پر مشین کو چھپاتا پھر رہا ہے اس کا نام یوں جلی حرفوں میں دسویں منزل کے خانے میں نظر آئے گا۔ ایشیائی ممالک میں جو لوگ پالیسی ہولڈرز تھے اور اس انشورنس کمپنی سے یا اس کے بنک سے قرضہ لے کر امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کر رہے تھے ان ایشیائی لوگوں کا تعلق دسویں منزل سے تھا اور وہاں کا ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ بہرام گنگولی تھا۔

یہ سوچ کر کھوپڑی گھوم جاتی تھی کہ بہرام آخر ہے کیا چیز؟ پہلے تو پتا چلا کوئی دو ٹکے کا جادوگر ہے لیکن اچھا خاصا گجو بیوٹ بھی ہے۔ تنویمی عمل میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اسے غیر معمولی علوم حاصل کرتے رہنے کا خبط ہے۔ اسی لیے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے دیوانہ ہو رہا تھا لیکن موسوتی شہر میں ایک انشورنس کمپنی سے اس کا تعلق ہوگا اور وہ ایشیائی ممالک کے پالیسی ہولڈرز اور بزنس مین افراد تعلق رکھتا ہوگا' یہ میں کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کیونکہ یہ معاملات بہرام کی دنیا سے بالکل مختلف تھے۔

پومی ہیلی کاپٹر میں آ رہی تھی۔ میں نے اسے یہاں کے حالات بتائے پھر کہا: "بہرام گنگولی تمہیں پہچانتا ہے۔ اپنے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کر لو اور اس عمارت کے اندر گھومتی پھرتی رہو۔ کوئی تم سے کچھ نہیں پوچھے گا۔ یہاں ہزاروں افراد اوپر سے نیچے آتے جاتے دکھائی دے رہے ہیں۔"

"میں انشاء اللہ آدھے گھنٹے کے اندر پہنچ جاؤں گی۔"

میں ایک جگہ آرام سے بیٹھ گیا۔ پھر کنگ فرنانڈو سے رابطہ قائم کرنے کے بعد پوچھا: "مورینا کہاں ہے؟"

"اپنے بیڈ روم میں ہے۔"

"کیا دی گریٹ انشورنس کمپنی سے تمہارا کوئی تعلق ہے؟"

"ہاں' جب خلیج ہڈسن سے چھوٹی کشتیوں میں ہمارا مال جاتا ہے تو وہ انشورنس کمپنی ہمارے مال کی ضمانت دیتی ہے۔"

"کیا تمہارا ایشیائی ممالک سے کوئی تعلق ہے؟"

"نہیں' بائی دی وے تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میرا دشمن اسی انشورنس کمپنی کی عمارت میں کہیں چھپا ہوا ہے

دسویں منزل میں جو دفاتر ہیں' وہ ان کا اچار ہے' مجھے وہاں تک پہنچنے کا بہانہ چاہیے۔"

"یہ بات ہے تو پہلے کہا ہوتا۔ میرے ایک اسسٹنٹ منیجر کا تعلق برسا سے ہے۔ اس نے وہاں انشورنس پالیسی لی ہے۔"

"اپنے اسسٹنٹ منیجر سے فون پر بات کرو اور اس سے معلوم کرو۔ انشورنس پالیسی کے سلسلے میں کوئی چھوٹا بڑا پرابلم ہے' وہ مجھے بتائے تاکہ اس بہانے میں اپنے مطلوبہ آدمی تک پہنچ سکوں۔"

فرنانڈو نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر اپنے منیجر سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے انشورنس پالیسی کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا: "اس سلسلے میں کوئی پرابلم تو نہیں ہے لیکن انشورنس کی رقم جمع کرنے کا وقت آگیا ہے۔"

فرنانڈو نے پوچھا: "کتنی رقم جمع کرو گے؟"

"دو ہزار ڈالر۔"

"اپنا پالیسی نمبر بتاؤ۔ میرا ایک آدمی وہ رقم جمع کرا دے گا۔ تم سے اس سلسلے میں پوچھا جائے تو کہہ دینا..."

میں نے اسے آگے کہنے سے روک دیا۔ میرے دماغ میں بات آئی' فرنانڈو کے اسسٹنٹ منیجر کا تعلق بہرام سے ہے' اس سلسلے میں پومی کو پیش قدمی کرنا چاہیے۔ میں نے فرنانڈو سے کہا: "اس سے کہو' اگر انشورنس کمپنی سے کوئی پوچھ گچھ ہو تو... وہ کہہ دے کہ اس نے رقم جمع کرنے کے لیے اپنی لیڈی سیکرٹری کو بھیجا ہے۔"

یہ بات فرنانڈو نے اسے سمجھا دی۔ میں نے اس سے رابطہ ختم کر کے پومی کو مخاطب کیا۔ وہ موسوتی شہر پہنچ گئی تھی۔ فلائنگ کلب سے نکل کر ایک ٹیکسی کے ذریعے میری طرف آ رہی تھی۔ میں نے اسے موجودہ حالات سمجھائے۔ پھر کہا: "تم اس کی لیڈی سیکرٹری بن کر دسویں منزل میں جاؤ گی اور کسی نہ کسی طرح بہرام گنگولی تک پہنچنے کی کوشش کرو گی۔"

غلام باقی بھی اس عمارت میں آگیا تھا۔ میں نے کہا: "ہم سے دور رہو اور اوپر سے نیچے آتے جاتے گھومتے پھرتے رہو۔"

تھوڑی دیر بعد پومی پہنچ گئی۔ اس نے عمدہ لباس پہنا ہوا تھا۔ بہت ہی خوبصورت اور اسمارٹ لگ رہی تھی۔ میں نے کہا: "تم اوپر چلو' میں آ رہا ہوں۔"

ہم مختلف لفٹوں میں آگے پیچھے دسویں منزل پر پہنچے۔ میں لفٹوں کے ویٹنگ ہال میں بیٹھ گیا۔ ایک رسالہ لے کر پڑھنے لگا۔ پومی اس کاؤنٹر پر گئی جہاں رقم جمع کی جاتی تھی۔ اس نے اسسٹنٹ منیجر کی انشورنس پالیسی کا کوڈ نمبر بتایا۔ پھر کہا: "میں پیسے کی رقم جمع کرانے آئی ہوں۔"

کاؤنٹر کلرک نے کہا: "آپ ذرا انتظار کریں۔ میں فائل لے کر آتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ پومی نے کہا: "ایک پرابلم ہے' مجھے اسسٹنٹ منیجر صاحب کو دو ہزار ڈالر جمع کرنے کے لیے دیے تھے لیکن یہاں آ کر پتا چلا اس میں دو سو ڈالر کم ہیں۔"

"اس میں پرابلم کی کیا بات ہے۔ آپ پوری رقم لے کر کل تشریف لے آئیں۔"

"میں بار بار نہیں آ سکوں گی۔ یہ دو سو ڈالر آئندہ قسط میں ادا کر دوں گی۔"

"آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔ یہ سراسر اصول کے خلاف ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا۔"

"آپ کے انچارج ایسا کرنا چاہیں تو کوئی روک نہیں سکے گا۔ میں مسٹر گنگولی سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"وہ بہت بڑے اور مصروف آدمی ہیں۔ دو سو ڈالر کی خاطر آپ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کریں گے۔ آپ کو مایوسی ہوگی۔"

"پلیز' مجھے ایک بار ان سے ملاقات کرنے کا موقع دیں میں انھیں سمجھا لوں گی۔"

کاؤنٹر کلرک نے انٹر کام کا بٹن دبانا چاہتا تھا۔ پومی نے کہا: "ذرا ایک منٹ۔"

کلرک نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی: "دو سو ڈالر بہت معمولی سی بات ہے۔ اگر ان سے یہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے مسٹر گنگولی سے ملنا چاہتی ہوں تو مجھے بھی شرمندگی ہوگی۔ آپ صرف اتنا کہہ دیں کہ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔"

اس نے انٹر کام کے ذریعے اپنے منیجر سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا: "سر! ہمارے ایک پالیسی ہولڈر مسٹر کارساما کی سیکرٹری مسٹر گنگولی سے ملنا چاہتی ہیں۔"

منیجر نے پوچھا: "کیوں ملنا چاہتی ہیں؟"

"ان کا پرسنل پرابلم ہے۔ ان سے ہی ڈسکس کریں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں معلوم کرتا ہوں۔"

میں پومی کے ذریعے ہر ایک کے دماغ میں پہنچتا جا رہا تھا۔ منیجر نے براہ راست بہرام گنگولی سے رابطہ قائم کیا۔ مجھے اس کی آواز سنائی دی۔ جب اسے پتا چلا کوئی لیڈی سیکرٹری ملنا چاہتی ہے تو اس نے کہا: "بھئی کنگ فرنانڈو بہت بڑا آدمی ہے' جب اس کے منیجر کی سیکرٹری ملنا چاہتی ہے تو آنے دو۔"

منیجر نے پوچھا: "سر! کس دفتر میں بھیجا جائے؟"

"میرا آدمی آ رہا ہے۔ اس سیکرٹری کو گائڈ کرے گا۔"

میں نے پومی کو یہ باتیں بتائیں۔ پھر کہا: "منیجر نے پوچھا تھا' تمہیں کس دفتر میں بھیجا جائے؟ اس کا مطلب ہے' یہاں بہرام گنگولی کے ایک سے زیادہ اڈے ہیں۔ میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں لہٰذا تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

جب میں ویٹنگ ہال سے نکل کر پومی کے پاس پہنچا تو ایک شخص اسے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ پومی جانے لگی۔ میں ان سے پیچھے کچھ فاصلے پر تھا۔ جب وہ لفٹ کے پاس پہنچے اور اس شخص نے لفٹ کے دروازے کو کھولا تو پومی کے پیچھے میں بھی تیزی سے اندر چلا آیا۔ گائیڈ کرنے والے نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پومی نے کہا: "یہ میرے ساتھ ہیں۔"

"مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ اکیلی آ رہی ہیں۔"

"یہ تمہارے کاؤنٹر کلرک اور منیجر کی غلطی ہے۔"

گائیڈ نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر دروازے کو بند کر دیا۔ اس نے ایک لیبل بٹن کو دبا دیا جس پر یو جی لکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کے دماغ سے معلوم کیا۔ یو جی کا مطلب انڈر گراؤنڈ تھا۔ یعنی وہ ہمیں گراؤنڈ فلور سے بھی نیچے کہیں لے جا رہا تھا۔ یہ بات میں نے پومی کو بتا دی۔ پھر غلام سے کہا: "واپس میری کار کی طرف جاؤ' اسے لے کر عمارت کے سامنے کہیں پارکنگ ایریا میں انتظار کرو۔ ہم جلدی آ سکتے ہیں یا ہماری واپسی میں دیر بھی ہو سکتی ہے۔ میں تم سے بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔"

لفٹ ایک جگہ پہنچ کر رک گئی۔ گائیڈ ہماری طرف دیکھے بغیر کھلے ہوئے دروازے سے گزرتا چلا گیا۔ وہ دروازہ اسی طرح کھلا رہ گیا تھا۔ ہم تھوڑی دیر وہاں کھڑے دور تک نظر آنے والے بڑے سے ہال کو دیکھتے رہے تھے۔ وہ ہال ایسا ہی تھا جیسا کہ عموماً تہ خانوں میں ہوا کرتا ہے۔ درمیان میں کئی جگہ موٹے موٹے ستون تھے۔ آگے بہت کچھ نظر آنے والا تھا۔ ہم لفٹ سے نکل آئے۔ ہمارے نکلتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔

وہ تہ خانہ گودام کے طور پر استعمال ہوتا ہوگا۔ وہاں بہت سی لکڑیوں کی پیٹیاں اور ٹین کے ڈرم رکھے ہوئے تھے۔ دو محراب نما دروازے دکھائی دیے جن کے دوسری طرف بھی تہ خانے کے دوسرے حصے ہوں گے' ہم آگے بڑھتے بڑھتے رک گئے۔ ہال کے درمیان میں وہ اٹیچیاں اور سوٹ کیس رکھے ہوئے تھے جن میں ٹرانسفارمر مشین کے مختلف حصے لائے گئے تھے۔ یہ چیزیں ہم نے مشی گن جھیل کے ساحلی علاقے میں بہرام گنگولی کے پاس دیکھی تھیں اور اب یہاں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے اور پومی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر وہ مسکرا کر بولی: "یہ شرط لگاتی ہوں' یہ اٹیچیاں اور سوٹ کیس خالی ہیں۔"

ظاہر ہے وہ اتنی اہم مشین یونہی تو ہمارے حوالے نہیں کر دے گا۔"

وہ سامان ایک بڑی سی ٹرالی پر رکھا ہوا تھا۔ ہم نے اب تک

زبان نہیں کھولی تھی۔ دماغی رابطے پر گفتگو کر رہے تھے۔ وہ بولی: "ان چیزوں کی موجودگی بتا رہی ہے کہ بہرام میری اصلیت سے واقف ہے۔"

"پوئی ہمیں زبان سے گفتگو کرنا چاہیے۔ وہ کہیں بیٹھا ہوا ہمارے بولنے کا انتظار کر رہا ہوگا۔ ہمیں خاموش پا کر سب سے پہلا خیال اسے آئے گا کہ ہم خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کر رہے ہیں۔"

پوئی نے زبان سے پوچھا: "تھارا کیا خیال ہے۔ ان سوٹ کیس اور اٹیچیوں میں کیا ہو سکتا ہے؟"

میں نے پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا: "تم مجھے پہیلیاں بجھوا رہی ہو۔ پتا نہیں کہاں لا کر پھنسا دیا ہے۔ یہ کون سی جگہ ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "جب مجھ سے عشق کر رہے ہو تو یہ بھی دیکھو کہ عاشق کتنے دشوار مرحلوں سے گزرتا ہے۔"

وہ بڑے ناز و انداز سے میرے پاس آئی۔ میں نے پوچھا: "کسی مرحلے پر جان چلی جائے گی تو عشق کا فائدہ کیا ہوگا؟"

"تم دم توڑتے وقت کہنا۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم۔ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس ویران سے ہال میں تالیوں کی آواز گونجنے لگی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ بہرام گنگولی کہہ رہا تھا: "اری تُو تو بڑی پٹاخہ ہے پھر میرے پیچھے پیچھے چلی آئی؟"

ہم گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے بول رہا تھا: "اس بار ایک مرغا پھانس کے لائی ہے۔ کون ہے یہ؟"

"یہ کون ہے؟ اسے دیکھو گے تو سمجھ لو گے اور دیکھنے کے لیے تمہیں سامنے آنا ہوگا۔"

"کیا اس نے بھی تیری طرح میک اَپ کر رکھا ہے؟"

"اگر ڈینشنگ کریم مل جائے تو ہم دونوں اپنا میک اَپ اتار کر صورت دکھا دیں گے۔"

"تو میک اَپ اتارنے کی بات کرتی ہے۔ کھال اتارنے کا سامان بھی مل جائے گا۔ اپنے سیدھے ہاتھ والے دروازے کو کھول کر چلی جا۔"

وہ میرا ہاتھ پکڑ کر دروازے کے پاس آئی۔ پھر اسے کھول کر دیکھا۔ اُدھر بھی ایک بڑا سا ہال تھا۔ اسی طرح لکڑی کی پیٹیاں اور ٹین کے ڈرم رکھے ہوئے تھے۔ ایک زینہ اوپر کی طرف جاتا ہوا دکھائی دیا — ایک دیوار پر واش بیسن لگا ہوا تھا۔ اس کے اوپر چھوٹا سا ریک تھا۔ جس پر منہ ہاتھ دھونے کے لیے کچھ سامان تھا۔ قریب جانے پر پتا چلا، وہاں ڈینشنگ کریم بھی رکھی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے یہ تہ خانے میں ایسی چیزیں رکھی نہیں جاتیں۔ جب پوئی نے میک اَپ اتارنے کی بات کہی، تب بہرام کا کوئی آدمی فوراً ہی اسے رکھ کر گیا ہوگا۔ شاید اسی زینے سے اوپر گیا ہو۔ پوئی واش بیسن کے پاس جا کر میک اَپ اتارنے لگی۔ مجھ سے بھی قریب آنے کے لیے کہا۔ میں نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا: "تم تو سچ مچ میک اَپ اتار رہی ہو مگر میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔"

وہ بولی: "مائی ڈیئر عاشق! یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ میں ظاہر کر رہی ہوں کہ ہم دونوں میک اَپ میں ہیں۔"

میں وہاں ایسا کردار بن گیا جو پوئی کے عشق میں گرفتار ہو کر چلا آیا تھا اور وہ مجھ جیسے کسی خاص مقصد کے لیے لائی تھی جو میں نے اپنے چہرے سے میک اَپ اتارا تو آئینے میں صاف طور سے فرہاد علی تیمور دکھائی دے رہا تھا۔ پھر تالیوں کی آواز سنائی دی۔ ہم آئینے میں دیکھ کر میک اَپ اتار چکے تھے۔ تولیے سے چہرہ خشک کر رہے تھے۔ اسی آئینے میں دور زینے پر کھڑا ہوا بہرام گنگولی دکھائی دیا جو تالیاں بجانے کے بعد کہہ رہا تھا: "اری چسنڈال چھوکری! تو فرہاد کو ساتھ لائی ہے؟"

میں حیرانی سے اس کے قد اور جسامت کو دیکھ رہا تھا۔ ایسے لانبے لانبے ہاتھ پاؤں اور پھیلے ہوئے پنجے تھے کہ بڑے سے بڑے شہ زور کو دبوچ لیتا تو وہ نکل نہ پاتا۔ وہ دھوتی اور کرتہ پہنے ہوئے تھا۔ شانے پر گیروے رنگ کی چادر پڑی ہوئی تھی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا: "پوئی! تم کسی مسٹر گنگولی سے ملنے آئی تھیں، یہ تو کوئی ہندوستانی سادھو دکھائی دیتا ہے۔"

وہ بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پوئی نے آگے بڑھ کر کہا: "بہرام گنگولی! اس رات تم مجھ سے بچ کر نکل گئے۔ آج میں فرہاد علی تیمور کو ساتھ لائی ہوں۔ تمھاری بہتری اسی میں ہے کہ وہ مشین ہمارے حوالے کر دو۔"

اس نے باری باری ہم دونوں کو دیکھا۔ پھر کہا: "لڑکی! میں نے تجھے تو آزما لیا ہے۔ ذرا دیکھوں، یہ تیرا فرہاد کتنے پانی میں ہے۔"

پھر اس نے زینے کے اوپری حصے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ٹونی! مائیکل! اِدھر آؤ۔"

دو صحت مند فائٹر قسم کے آدمی نظر آئے۔ وہ زینے سے اترتے ہوئے بہرام گنگولی کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ بہرام نے کہا: "فرہاد کا چوکھٹا تمھارے سامنے ہے۔ اب یہ سچ مچ فرہاد ہے یا نہیں، اس سے اگلواؤ۔"

وہ دوڑتے ہوئے میری طرف آئے لیکن قریب پہنچنے سے پہلے ہی پوئی نے اچھل کر ایک فلائنگ کِک ماری۔ ایک کو زمین پر گرایا۔ دوسرا میری طرف پہنچا۔ میں نے اناڑیوں کی طرح دونوں ہاتھ اٹھا کر اس کے حملے کو روکنا چاہا مگر مار کھا کر پیچھے چلا گیا۔ بہرام گنگولی

نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "بس کرو۔ واپس آ جاؤ۔"

پوئی کی لات کھا کر گرنے والا جوابی حملہ کرنے کے لیے جھپٹا تھا مگر باس کا حکم سُن کر پیچھے ہٹ گیا۔ بہرام کہہ رہا تھا: "یہ کیا، اس کا باپ بھی فرہاد نہیں ہو سکتا؟"

میں نے پوئی سے کہا: "یہ گدھے کا بچہ ہے۔ بھلا میرا باپ فرہاد کیسے ہو گا جبکہ میں فرہاد ہوں۔ کیا اس کا باپ بہرام گنگولی ہو سکتا ہے جبکہ یہ خود بہرام ہے۔ پوئی! تم نے راستے میں ٹھیک ہی کہا تھا کہ یہ گدھے کا بچہ ہے۔"

"یو شٹ اَپ۔ تم دونوں گدھے ہو۔ اگر ذرا بھی عقل ہوتی تو اس ہال میں۔ کھلے ہوئے سوٹ کیسوں اور اٹیچیوں کو کھول کر دیکھنے میں تھارے ہاتھ آ جاتی۔"

پوئی نے کہا: "یقیناً ان میں مشین کے مختلف حصے ہوں گے لیکن ایسا نقلی مال بازار میں بہت ملتا ہے۔"

بہرام نے سر ہلا کر کہا: "اس کا مطلب ہے خیال خوانی کے ذریعے حقیقت معلوم کر لی گئی ہے۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا تم لوگوں کو کس طرح ہمارے اہم اقدامات کا پتا چل جاتا ہے۔ تم کس طرح یہاں تک پہنچ گئیں؟"

"ہم یہاں سوال و جواب کے لیے نہیں آئے ہیں۔ مشین ہمارے حوالے کر دو۔"

"ورنہ کیا ہوگا؟"

پوئی نے ایک قلابازی کھائی۔ پھر اس کے منہ سے آواز نکلنے لگی: "ہاپ ہپ!" وہ کبھی ہاتھوں کے بل، کبھی پاؤں کے بل قلابازیاں کھا رہی تھی۔ کبھی فضا میں قلابازی کھاتے ہوئے بہرام گنگولی کے آگے سے پیچھے پہنچ رہی تھی۔ وہ بار بار پلٹ کر کبھی آگے، کبھی پیچھے، کبھی دائیں کبھی بائیں دیکھتا تھا۔ پھر اس نے گرج کر کہا: "میں کہتا ہوں، یہ تماشا بند کرو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی منہ پر ٹھوکر پڑی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا ہال کے وسط میں آ گیا۔ اس نے ایک ہاتھ منہ پر رکھ لیا۔ پوئی ایک قلابازی کھا کر اس سے ذرا دور دونوں پاؤں پر کھڑی ہو گئی۔ پھر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی: "یاد آیا۔ اس رات کیسی آہنی سلاخیں منہ پر پڑتی رہی تھیں۔ تم کب تک ایک لڑکی سے لاتیں کھاتے رہو گے؟"

اس کے ماتحت نے ریوالور نکال کر کہا: "اگر تم نے حرکت کی تو قلابازیاں کھانے سے پہلے ہی گر پڑو گی۔"

وہ بولی: "یہ کھلونا جیب میں رکھ لو۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں، یہاں کوئی گولی نہیں چلا سکے گا۔ فائرنگ کی آواز اوپر پہنچے گی۔ اس عمارت میں ہزاروں لوگ ہیں، پولیس والے بھی موجود ہیں، گولی چلا سکتے ہو تو لڑ کر چلاؤ۔"

اس نے پھر جمناسٹک کے کرتب دکھانا شروع کیے۔

"ہاپ ہپ" کی آواز کے ساتھ بہرام گنگولی کی طرف جاتی تھی مگر اس سے کترا کر ریوالور والے کی طرف آتی تھی۔ وہ اسے نشانے پر لینا چاہتا تو بجلی کی طرح لپکتی ہوئی دوسری طرف پہنچ جاتی تھی۔ کبھی اس کے اوپر سے قلابازی کھا کر پیچھے جاتی تھی۔ ایک بار جب اس نے پلٹ کر دیکھا تو ایک ٹھوکر پڑی۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر میری طرف آیا۔ میں نے فوراً ہی اسے کیچ کر لیا۔

اب بہرام گنگولی میرے نشانے پر تھا لیکن وہ خوفزدہ نہیں تھا۔ کہنے لگا: "یہ میرے لیے بھی کھلونا ہے۔ تم بھی فائر نہیں کر سکو گے کیونکہ آواز اوپر تک جائے گی۔"

میں نے کہا: "تم نے میرے متعلق درست اندازہ لگایا ہے۔ میں فرہاد نہیں ہوں لیکن فرہاد صاحب میرے دماغ میں بول رہے ہیں۔ ان کا مشورہ ہے، میں فائرنگ کی گونجتی ہوئی آواز کی پروا نہ کروں۔ تمھیں اس قدر زخمی کر دوں کہ تم سانس روکنے کے قابل نہ رہو۔ پھر وہ تمھارے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔ پولیس والے آئیں گے تو انھیں تھارا تمام کچا چٹھا سنائیں گے اور انھیں تمھارے تمام خفیہ اڈوں تک پہنچا دیں گے۔ بولو اب کیا کہتے ہو؟"

وہ پریشان نظر آنے لگا تھا۔ ساری چوکڑی بھول گیا تھا۔ کالا جادو بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اپنی بے پناہ جسمانی قوت سے بھی کام نہیں لے سکتا تھا۔ وہاں اس کی حفاظت کے لیے درجنوں غنڈے تھے مگر انھیں اپنی مدد کے لیے بلا بھی نہیں سکتا تھا۔

اکثر ایسا ہوتا ہے ہمارے مقابلے میں بڑے شہ زور آتے ہیں۔ بڑے پُراسرار مجرم ہنگامے برپا کرتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے ساری دنیا ان کی مٹھی میں ہو۔ وہ جب چاہیں گے پاؤں تلے سب کو روند ڈالیں گے۔ وہ ہماری راتوں کی نیندیں اڑا دیتے ہیں۔ ہمیں وقت پر کھانے پینے کا موقع نہیں دیتے۔ دن رات مسائل میں الجھائے رکھتے ہیں لیکن جب ہمارے ہاتھ آتے ہیں تو حقیر چیونٹی ثابت ہوتے ہیں۔

جس طرح ظالم کی عمر بہت کم ہوتی ہے اسی طرح اس کے ظلم کی عمر بھی بہت کم ہوتی ہے۔ جب وہ پوری ہو جاتی ہے تو اس کا غرور جھک جاتا ہے۔ اس کا ظلم مٹ جاتا ہے۔ حالات اسے مجبور کر دیتے ہیں۔ قدرت اس کی کمر توڑ دیتی ہے، وہ اس قدر مجبور ہو جاتا ہے کہ اپنی دولت، اپنی قوت، اپنی ذہانت اور اپنی غیر معمولی صلاحیتیں استعمال کرنے کے قابل نہیں رہتا جیسا کہ بہرام گنگولی میرے ایک ریوالور کے سامنے بے بس ہو گیا تھا۔ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ ایک گولی چلے گی، وہ زخمی ہو گا پھر سانس لینا بھول جائے گا۔ ایک تو فرہاد اس کے دماغ میں گھس آ جائے گا۔ دوسرے وہ دھیان گیان سے منتر کا جاپ نہیں کر سکے

گا۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے منتروں کو بھی بھلایا جائے گا۔

لیکن ہم اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھے کہ مشین کے سلسلے میں اتنے عرصے سے کھیلے جانے والے ڈرامے کا یہ آخری سین ہے۔ اب بہرام گنگولی مر جائے گا اور مشین ہمارے ہاتھ آجائے گی۔

کیا ایسا ہی ہوگا؟ نہیں، وہ دنیا کی عجیب و غریب ایجاد تھی۔ اس کے ذریعے جتنے کند ذہن اور ظلمی قسم کے لوگ ہیں ان کے دماغوں میں دوسروں کی صلاحیتیں بھری جا سکتی تھیں۔ دوسروں کے دماغ کے راز چرا کر اپنے دماغ کی تجوری میں چھپائے جا سکتے تھے۔ اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا جا سکتا تھا۔ وہ مشین ایسی تھی جو انسان کو فرعون اور شیطان بنا سکتی تھی اور ساری دنیا کو اس کے قدموں میں جھکا سکتی تھی۔

بہرام دونوں ہاتھ میری طرف بڑھا کر فائرنگ سے روکنے کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ "رک جاؤ، ٹھہر جاؤ، دیکھو ابھی گولی نہ چلانا میری بات سن لو۔"

میں نے کہا۔ "فرہاد صاحب کہہ رہے ہیں گولی چلانے کے بعد بھی تم سے باتیں کی جا سکتی ہیں۔ ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے، صرف زخمی کریں گے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس تہہ خانے میں ایک آواز گونجنے لگی۔ "بہرام، رام، رام، رام" میں نے تمہیں پہلے ہی سمجھایا تھا، تھا تھا تھا ان کے سامنے آکر نہ ٹکراؤ، اؤ، اؤ، اؤ...."

اس بولنے والے کی آواز کی بازگشت عجیب سی تھی۔ کانوں میں بج رہی تھی۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا اس نے سانس روک لی۔ پھر ہنستے ہوئے کہا۔ "فرہاد، ہاد، ہاد، ہاد۔ اتنی بھی جلدی اچھی نہیں ہوتی، تی، تی، تی۔ پہلے بہرام گنگولی سے تو نمٹ لو۔ او، او، او، او۔"

میں نے ناگواری سے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ پھر بلند آواز سے کہا۔ "فرہاد صاحب کہہ رہے ہیں، اپنے بولنے کا یہ ڈرامائی انداز بند کرو۔ مائیک سے منسلک رہنے والی ایکو مشین کو الگ کر دو۔"

ساؤنڈ سسٹم میں ایک آلہ ایسا ہوتا ہے جسے مائک سے منسلک کر دیا جائے تو بولنے والے کی آواز چاروں طرف گونجتی ہے اور بار بار کانوں سے ٹکراتی ہے چند سیکنڈ کے بعد ہی پھر اس بولنے والے کی آواز آتی۔ اب بازگشت نہیں تھی۔ سیدھی اور صاف آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "فرہاد! میں اچھی طرح سمجھتا ہوں، تم کسی دشمن سے ٹکرانے کے لیے سامنے نہیں آؤ گے تمہاری ہسٹری مجھے زبانی یاد ہے۔ کئی بار فرہاد علی تیمور کو گرفتار کیا گیا۔ اسے ہلاک بھی کیا گیا۔ بعد میں انکشاف ہوا، دشمنوں نے بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر ڈمی فرہاد کو ہلاک کیا ہے۔ یا اسے قیدی بنا کر رکھا ہے۔

آج پھر بہرام گنگولی سے ٹکرانے اور ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کے لیے تمہاری ڈمی آئی ہے اور ہمیشہ کی طرح تم اس کے دماغ میں موجود ہو۔"

"تم دھوکا کھا رہے ہو۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ میں اپنے چہرے پر مستقل اور عارضی میک اپ کرتے کرتے تنگ آگیا ہوں اب اصلی روپ میں رہنے لگا ہوں۔"

"کیا تم مجھے اتنا نادان سمجھتے ہو، تم میک اپ کرتے کرتے تنگ آسکتے ہو، اپنی زندگی سے بیزار نہیں ہو سکتے۔ زندگی تمہیں بھی بہت عزیز ہے اور تم سے زیادہ تمہاری چاہنے والیوں کو عزیز ہے وہ تمہیں مرنے نہیں دیں گی۔"

میں نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں شطرنج کا مانا ہوا کھلاڑی ہوں۔ ایسی چالیں چلتا ہوں کہ مقابل کے ہوش اڑ جاتے ہیں، جب تم یہاں سے واپس جاؤ گے تو تمہارے بھی ہوش اڑ جائیں گے۔ تب تمہاری سمجھ میں آئے گا، شطرنج کے کس کھلاڑی سے پالا پڑا ہے۔"

پھر اس نے بہرام گنگولی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "مسٹر گنگولی، جب میں تمہیں آواز دیتا ہوں تو تم کیا کہتے ہو؟"

بہرام گنگولی نے سیدھی طرح کھڑے ہو کر گرو کی طرح الرٹ ہو کر کہا۔ "میں کہتا ہوں یس ماسٹر!"

آواز آئی۔ "فرہاد! تم نے سنا۔ یہ مجھے یس ماسٹر کہتا ہے۔ اگر وائی ای ایس سے یس ماسٹر کہتا ہے تو اس کے معنی ہیں، جی ہاں میرے آقا۔ اور اگر انگریزی حرف ایس کہتا ہے کہ ایس ماسٹر تو تم سمجھ لو کہ میں کون ہوں۔"

میں نے پوی کو دیکھا۔ پھر خلا میں تکتے ہوئے بولا۔ "اچھا تو تم سپر ماسٹر ہو۔"

"ہاں مگر وہ نہیں جو تمہاری زندگی میں آچکے ہیں۔ ٹکرا کر فنا ہو چکے ہیں۔ میں کچھ اور ہوں۔ دوسرے احمقوں کی طرح یہ دعویٰ نہیں کروں گا کہ پُراسرار ہوں، بہت خشہ زور ہوں۔ بڑے بڑے ذرائع کا مالک ہوں۔ نہیں میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ میں صرف شطرنج کا کھلاڑی ہوں اور اپنے مقابل کو ہر حال میں مات دینا جانتا ہوں۔ اسی لیے تمہارے مقابل آنے سے پہلے میں نے یوگا میں مہارت حاصل کی اور...."

وہ بول رہا تھا۔ اس کی ایک بات میرے دماغ میں چبھ رہی تھی کہ جب میں یہاں سے واپس جاؤں گا تو اس کی شطرنجی چال کے مطابق میرے ہوش اڑ جائیں گے۔ آخر وہ کیسی چال چل رہا ہے؟ میں نے اسی طرح بہرام گنگولی کو نشانے پر رکھا تھا اور خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اپنے ساتھیوں کی خیریت معلوم کر رہا تھا۔ پہلے میں نے غلام باقی کو دیکھا۔ وہ بخیریت تھا۔ باہر گاڑی میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ موریا میرے دوست فرنانڈو کے ہاں محفوظ تھی۔ میں نے رسوتی سے رابطہ قائم کیا۔ اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کی، سونیا کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ اسے کوئی پریشانی تو نہیں ہے لیکن ہر طرف سے اطمینان بخش جواب ملا۔

اطمینان کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ہمارے تمام مسائل ختم ہو چکے ہیں۔ پارس جب تک وہاں مہمان قیدی بنا ہوا تھا، ہمارے مسائل بڑھنے ہی والے تھے۔ ٹرانسفارمر مشین جب تک ہمارے ہاتھ نہ آتی اس وقت تک نئے نئے ٹیلی پیتی جاننے والے پیدا ہوتے رہتے اور بنیادی بات یہ کہ میں اپنی چاہنے والی عورتوں کے ساتھ کسی ملک، کسی شہر یا کسی پُرسکون علاقے میں ایک اطمینان بخش زندگی نہیں گزار سکتا تھا۔ جب تک ٹیلی پیتی کا خطرناک ہتھیار ہمارے پاس تھا، دشمن ہمیں سکون سے کبھی بیٹھنے نہ دیتے۔

پوی نے مجھے جھنجوڑتے ہوئے پوچھا۔ "تم کہاں کھو گئے ہو؟"

میں نے چونک کر کہا۔ "وہ فرہاد صاحب مجھ سے ضروری باتیں کر رہے ہیں۔ ان کا مشورہ ہے میں بہرام گنگولی کو زخمی کر دوں۔"

میری بات سنتے ہی سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ "مسٹر فرہاد! آپ اسے مشورہ دینے سے پہلے میری بات پر توجہ فرمائیں، بہرام گنگولی کو زخمی کر کے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ پہلی بات تو یہ کہ فائرنگ کی آواز اور تک جائے گی۔ پولیس والے آئیں گے۔ قانونی کارروائیاں شروع ہوں گی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر جتنے راز آپ معلوم کریں گے اور جس طرح اسے قانون کے حوالے کریں گے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں بعد میں اسے جیل سے نکال لاؤں گا۔"

"آخر تم سپر ماسٹر ہو۔ وسیع ذرائع کے مالک ہو۔ اس ملک کے نادیدہ حکمران ہو۔ تم بہت کچھ کر سکتے ہو لیکن آدمی کی فطرت ہے وہ دوسرے کے رازوں کو جاننے کے لیے بیتاب رہتا ہے لہٰذا فرہاد علی تیمور اس مغرور جادوگر کے دماغ میں ضرور پہنچے گا۔ اس کا فیصلہ تم کر کے کیسے پہنچنا چاہیے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "بہرام! اسی لمحے سے فرہاد علی تیمور کے لیے دماغ کے دروازے کھلے رکھو۔ یہ جب بھی آنا چاہیں کبھی انکار نہ کرو۔"

"یس ماسٹر! میں آپ کے حکم سے انکار نہیں کر سکتا، یہ میرے دماغ میں پہنچ کر سارے منتر بھلا دے گا۔ میرے بارے میں بہت کچھ معلوم کر لے گا۔"

"یہ چپ چاپ آکر معلوم کرے تو اس میں تمہاری بھلائی ہے ہم فرہاد کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ اس وقت تک تمہاری کمزوریوں سے فائدہ نہیں اٹھائے گا جب تک تم اس سے چھیڑ نہیں کرو گے۔

یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا کے تمام مجرموں کے راز معلوم کر سکتا ہے لیکن نہیں کرتا اور جن کے راز معلوم کرتا ہے انھیں کبھی بلیک میل نہیں کرتا۔ فرہاد ہمارا دشمن ہے مگر ہم اس کی خوبیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "فرہاد صاحب فرما رہے ہیں ان کی تعریفیں کر کے انھیں خوش نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی وہ اس بات پر یقین کر سکتے ہیں کہ یہاں سے جانے کے بعد جب بہرام گنگولی نظروں سے اوجھل ہو جائے گا اور کسی پناہ گاہ میں چھپ جائے گا تب بھی اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھے گا۔"

بہرام گنگولی نے کہا۔ "جب ایس ماسٹر نے حکم دیا ہے تو وعدہ کرتا ہوں اپنا دماغ تمہارے لیے ہمیشہ کھلا رکھوں گا۔"

میں نے کہا۔ "سپر ماسٹر! میں تم سے مخاطب ہوں، مجھے اس بات کی ضمانت چاہیے کہ میں چوبیس گھنٹے تک کسی وقت بھی اس کے پاس پہنچتا رہوں گا۔"

"ابھی اس بات کی ضمانت دی جائے گی۔ ذرا انتظار کرو۔"

میں اور پوی لکڑی کے ڈبوں پر بیٹھ گئے۔ ہم سے زیادہ وزن بہرام گنگولی لکڑی کے ایک ڈبے پر بیٹھنا چاہتا تھا لیکن اس کے وزن سے لکڑیاں کراہنے لگیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے ٹوٹ گئیں۔ وہ ڈبے کے اندر دھنس گیا، بڑی مشکل سے اٹھا۔ میں اس کے متعلق پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کمبخت غیر معمولی جسمانی قوتوں کا مالک ہے اور وزن بھی غیر معمولی ہے، جب غصے میں پاؤں مارتا ہے تو وہاں کی زمین دھنس جاتی ہے، اگر فرش پختہ ہو تو وہ تڑخ جاتا ہے۔

وہ جتنے رعب اور دبدبے سے ہماری زندگی میں آیا تھا، اس سے اندازہ ہوتا تھا، یہ شخص اپنی غیر معمولی صلاحیتوں اور جسمانی قوتوں کے باعث جرائم کی دنیا میں سرفہرست ہوگا لیکن کیسے ہو سکتا تھا؟

ہم اور آپ حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے۔ ہماری دنیا میں دو ہی بڑی طاقتیں ہیں۔ ایک سپر ماسٹر، دوسرا ماسک مین۔ ان کے پاس ساری دنیا میں حکومت کرنے کے تمام لوازمات ہیں۔ یہ دونوں قدرت نئی سائنسی ایجادات کے مالک ہیں۔ جدید ترین خطرناک ہتھیار ان کے پاس ہیں۔ ان کے پاس دنیا کی سب سے مضبوط بحری، بری اور فضائی افواج ہیں۔ چٹگیز اور ہٹلر کو گرج کر بولتے تو ساری رعایا کانپنے لگتی تھی۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین صرف چھینکتے ہیں تو دنیا لرز جاتی ہے۔ یہ دنیا اس طرح ان کے پاؤں تلے ہے کہ یہ ایک سرے پر کھڑے ہو کر تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک دنیا کے دوسرے سرے پر جا کر گرتا ہے۔

ان دو طاقتوں کی مختصر سی تعریف کے بعد یہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ بہرام گنگولی جیسے مجرموں کی طاقت اور غیر معمولی صلاحیتیں خریدی جاتی ہیں۔ یہ دونوں طاقتیں مجھے آج تک اسی لیے چین سے کہیں

بیٹھنے نہیں دیتیں کہ میں بکنے سے انکار کرتا ہوں۔ ان کی دنیا میں رہ کر میں اور میرے ساتھی جتنے عرصے سے جی رہے ہیں' یہ اللہ کا کرم ہے ورنہ شارپر نے بھی میرا طریقۂ کار اختیار کیا تھا بکنے سے انکار کرتا رہا تھا۔ ان سے روپوش رہتا تھا۔ خود کو پُراسرار بنائے رکھتا تھا اور اپنی بات منوانے کی کوشش کرتا تھا لیکن اس کی حکمت عملی نہ ہونے کے برابر تھی جس کے نتیجے میں آج وہ بہرام گنگولی کی قید میں تھا اور اس کا دماغ میری مٹھی میں تھا اور ہم دونوں سے الگ پُراسٹر بھی اس کے بہت قریب تھا۔ اس ملک کے چپے چپے پر اس کی نادیدہ حکمرانی تھی۔ وہ جب چاہتا شارپر کو اس کی جگہ سے اٹھوا سکتا تھا لیکن واقعی وہ شطرنج کا کھلاڑی تھا۔ بے مہری اور جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرتا تھا۔ اس نے شارپر کو ہمارے لیے چارہ بنا کر رکھا تھا۔ ہمیں پتا نہیں کس طرح اُلجھاتا جا رہا تھا۔ یہ تو بعد میں معلوم ہونے والا تھا۔ آخر وہ شارپر پر کیوں ہاتھ نہیں ڈال رہا ہے، بہرحال فی الحال سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔

تھوڑی دیر بعد دو آدمی اس تہ خانے میں آئے۔ ان میں ایک ڈاکٹر تھا۔ دوسرا اس کا اسسٹنٹ جو بیگ اُٹھائے ہوئے تھا۔ ڈاکٹر نے میرے پاس آکر انجکشن کی شیشی دکھاتے ہوئے کہا "آپ اسے پڑھ کر فرہاد صاحب کو سنائیں' انھیں معلوم ہوگا کہ یہ کس طرح اعصاب کو کمزور کرتی ہے۔"

میں نے وہ شیشی لے کر پڑھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد سر ہلا کر کہا "فرہاد صاحب اس سے مطمئن ہیں۔"

ڈاکٹر نے اپنے اسسٹنٹ سے کہا "انجکشن تیار کرو۔"

وہ انجکشن تیار کرنے لگا۔ بہرام گنگولی نے پریشان ہو کر کہا "ایس ماسٹر! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے، کیا مجھے جسمانی طور پر کمزور بنا دیا جائے گا۔ کیا میں سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہوں گا؟"

سپر ماسٹر کی آواز آئی "بہرام! تم اچھی طرح جانتے ہو' میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔ تم نے آج کے دور کی سب سے اہم اور عجیب و غریب ایجاد کو میرے پاس پہنچایا ہے۔ میں تمہیں تباہ ہونے نہیں دوں گا۔ اس انجکشن کا اثر آٹھ دس گھنٹے تک رہے گا۔ اس کے بعد تمہاری توانائی بحال ہونے لگے گی۔"

انجکشن تیار ہو چکا تھا۔ بہرام گنگولی تھوک نگلتا ہوا ڈاکٹر کی طرف اور کبھی سرنج کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سپر ماسٹر نے کہا۔

"مسٹر فرہاد تم نے چوبیس گھنٹے کی ضمانت طلب کی تھی۔ میں آٹھ دس گھنٹے کے لیے آپ کو مطمئن کر رہا ہوں۔ اگر آپ اس عرصے میں اس کے مکمل خیالات نہ پڑھ سکے اور اس نے رازوں سے واقف نہ ہو سکے تب اسے مزید آٹھ دس گھنٹوں کے لیے کمزور بنا دیا جائے گا۔"

ڈاکٹر بہرام گنگولی کے بازو میں انجکشن لگا چکا تھا۔ میں یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ ایس ماسٹر نے پوچھا "مسٹر فرہاد! مس پوری اور تمہاری یہ ڈمی کس راستے سے جانا پسند کریں گے؟"

"ہم زینے سے اوپر جائیں گے لیکن ابھی نہیں۔"

"کیا اور کچھ رہ گیا ہے؟"

"میں پہلے انجکشن کا ری ایکشن دیکھوں گا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اطمینان کروں گا پھر اپنے ساتھیوں کو جانے کے لیے کہوں گا۔"

انجکشن لگنے کے دوران بہرام گنگولی ٹین کے ڈرم پر بیٹھا ہوا تھا۔ صرف ایک منٹ کے بعد ہی وہ کمزوری محسوس کرنے لگا۔ اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ دونوں مٹھیاں کبھی بند کر رہا تھا کبھی کھول رہا تھا۔ پھر اُٹھ کر ٹہلنا چاہتا تھا مگر ٹین کے ڈرم کو تھام کر جھک گیا۔ وہ سیدھی طرح کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔

چند سیکنڈ کے بعد وہ گہری سانس لے کر فرش پر بیٹھ گیا۔ کبھی بے چینی سے اپنے سینے پر ہاتھ پھیرنے لگا اور کبھی سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کھینچنے لگا۔ وہ انکار میں سر ہلا کر کہہ رہا تھا "نہیں' نہیں میں اس قدر کمزور نہیں ہو سکتا۔ یہ میری توہین ہے۔ بہرام گنگولی بہت شہ زور ہے۔ اسے اس قدر کمزور نہیں ہونا چاہیے ایس ماسٹر! یہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟"

وہ آہستہ آہستہ لیٹ گیا۔ ایک کروٹ بدل کر گھٹنے موڑ لیے پھر اپنے سر کو گھٹنوں کی طرف جھکانے لگا۔ وہ اپنے آپ میں سمٹتا جا رہا تھا۔ جیسے بہت بلندی سے گرنے کے بعد پستی میں پہنچ کر حقیر سا رہ گیا ہو۔ ایسے وقت میں بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ سوچ رہا تھا "آہ! میں اسی دن کے لیے فرہاد سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا۔ برسوں سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ دور ہی دور سے پُراسرار کا علم حاصل کرنے کے لیے للچا رہا تھا۔ پھر ایس ماسٹر نے میرے سامنے ٹرانسفارمر مشین کا چارہ ڈالا۔ مجھے لالچ دیا کہ میں اسے حاصل کروں گا تو ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں میرے دماغ میں بھر جائیں گی' بس اسی علم کو حاصل کرنے کی دیوانگی نے آج مجھے اس حال کو پہنچایا ہے۔"

ابھی اس کے دماغ کو بہت دور تک پڑھنا تھا۔ میں نے ایس ماسٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں نے تمہاری بات مان لی تھی۔ بہرام کو گولی نہیں ماری۔ زخمی نہیں کیا۔ تمہارا یہ کام کا آدمی ہمیں سلامت ہے صرف اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو گیا ہے اور تمہیں اطمینان ہے کہ یہ آٹھ دس گھنٹے بعد پھر تمہارے کام کے قابل ہو جائے گا۔"

"کیا تم اس کے دماغ کو پڑھ رہے ہو؟"

"میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اطمینان حاصل کیا ہے۔ اب اپنے ساتھیوں کو عمارت سے باہر پہنچاؤں گا تاکہ تمہارا کوئی آدمی نقصان نہ پہنچائے۔ پھر بہرام کے دماغ میں واپس آکر تفصیلی معلومات حاصل کروں گا۔"

میں نے پوری کے ساتھ زینے پر چڑھتے ہوئے ریوالور کے چیمبر سے تمام گولیاں نکال لیں۔ انھیں جیب میں رکھا' ریوالور کو اسی تہ خانے میں پھینک دیا۔ ہمارے وہاں سے زندہ سلامت لوٹ آنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ہمارے ہاتھ ریوالور آگیا تھا۔ سپر ماسٹر چاہتا تو اس ریوالور کے باوجود ہمیں نکلنے نہ دیتا۔ وہ صرف پوری کو اپنی قید میں رکھ کر اسے یرغمال بنا کر ہم سے نہ اپنی باتیں منوا سکتا تھا اور نہ ہی کوئی فائدہ حاصل کر سکتا تھا۔ اس کے برعکس میں' روشنی اور شیطانی پیتھی کی صلاحیتوں کے ذریعے اس کا جینا حرام کر سکتے تھے۔ وہ شطرنج کا کھلاڑی بڑی سہولت سے چالیں چل رہا تھا۔ نہ خود کو ظاہر کرتا تھا نہ ہمیں چیلنج کرتا تھا۔ نہ اپنی طاقت کا غرور دکھاتا تھا۔ اس وقت شطرنج کی بساط پر فرسہ کی جگہ وہ ٹرانسفارمر مشین لگی ہوئی تھی۔ وہ اسے حاصل کر کے' اسے استعمال کر کے اس سے ذاتی طور پر استفادہ کرنے کے بعد شاید ہمارے سامنے کھل کر آنا چاہتا تھا۔

ہم بخیریت عمارت سے باہر آگئے۔ میں نے پوری کے ساتھ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر غلام باقی سے کہا "ہم ٹیکسی میں جا رہے ہیں۔ ہمارے پیچھے چلے آؤ۔"

یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ ایس ماسٹر کے آدمی ہماری نگرانی کریں گے۔ اس لیے میں نے غلام باقی کو فی الحال خود سے دور رکھا تھا۔ ہم تھوڑی دیر تک آگے پیچھے چلنے والی گاڑیوں کو دور دور تک دیکھتے رہے۔ جب یقین ہو گیا کہ تعاقب نہیں ہو رہا ہے تو ہم نے ٹیکسی ایک جگہ رکوائی۔ اس کا کرایہ ادا کیا۔ پھر غلام باقی کو اپنے پاس بلا لیا۔ میں سمجھ رہا تھا یہ بچکانہ احتیاطی تدابیر ہیں۔ ایس ماسٹر کو تو یہ بھی معلوم ہو گا کہ ہم کس کا ہیلی کاپٹر استعمال کر رہے ہیں اور کہاں سے کہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔

اپنی کار میں بیٹھنے کے بعد پوری نے پوچھا "فرہاد! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"بڑی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ میں نے ایس ماسٹر کو یونہی کہہ دیا تھا کہ واپس آکر بہرام کا دماغ پڑھوں گا لیکن اس کی چال کچھ کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ مجھے مورینا اور شارپر کے پاس موجود رہنا چاہیے۔ ٹرانسفارمر مشین ہاتھ آنے کے بعد وہ دونوں ایس ماسٹر کے لیے اہم ہو گئے ہیں۔"

"تو پھر جلدی کرو۔ پہلے مورینا کی خبر لو۔"

"نہیں' ابھی میں ایس ماسٹر کو ڈاج دینے کے لیے بہرام کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ بالکل صحیح وقت پر پہنچا تھا۔ ایس ماسٹر اسپیکر کے ذریعے مجھے مخاطب کر رہا تھا "مسٹر فرہاد! آپ اپنے ساتھیوں کو عمارت کے باہر چھوڑ چکے ہیں۔ اب تو آپ کو بہرام کے خیالات پڑھنے چاہئیں۔"

میں نے کہا "ایس ماسٹر! اگر تم مجھے اسی طرح مخاطب کرتے رہے تو میں مسلسل توجہ سے خیالات نہیں پڑھ سکوں گا۔ پلیز' ڈسٹرب نہ کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں نے اسے یقین دلایا کہ مسلسل توجہ سے خیالات پڑھتا رہوں گا اور کسی طرف دھیان نہیں دوں گا۔ بہرام گنگولی تہ خانے کے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ ایس ماسٹر مجھے ڈسٹرب نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے مورینا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے دوسری بار دستک دیتے ہی کہا "میرے دماغ میں آؤ۔"

وہ آگئی۔ میں نے کہا "میں بھی سانس روک کر تمہیں باہر کر سکتا ہوں۔ کبھی تو حالات کی نزاکت کو سمجھا کرو۔ اس وقت تم خطرے میں ہو۔ تمہیں کسی دوسری جگہ پناہ لینا چاہیے۔ بہرحال ابھی میرے دماغ میں رہو۔ میں فرنانڈو سے بات کر رہا ہوں۔"

میں نے کنگ فرنانڈو کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "کیا تمہارے پاس کوئی ایسا ٹھکانہ ہے جہاں پولیس اور انٹیلی جنس والے نہ پہنچ سکیں؟"

اُس نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ پولیس اور انٹیلی جنس والے میرے یہاں کیوں پہنچیں گے؟"

"میرا سب سے بڑا دشمن ایس ماسٹر' مورینا کو وہاں سے اغوا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے وہ اپنے ذرائع کے مطابق پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو استعمال کرے گا۔ ان کے سامنے تم مجبور ہو جاؤ گے۔"

"تم درست کہتے ہو۔ میں ان پولیس والوں سے ہمیشہ دور ہی رہتا ہوں۔ ایسا کرو' مورینا سے کہہ دو وہ گاڑی لے کر یہاں سے نکل پڑے۔ میں تمہیں ایک ایڈریس بتاتا ہوں۔ تم مورینا کو وہاں پہنچا دو۔"

مورینا نے کہا "مسٹر فرہاد! میں جا رہی ہوں۔"

"بیشک جاؤ مگر میرے لیے دماغ کے دروازے کھلے رکھو اور اس بات کا یقین رکھو' ابھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن تمہارے دماغ میں نہیں آئے گا۔"

"کیا شارپر نہیں آسکتا؟"

"وہ بیمار ہے۔ کمزور ہے۔ خیال خوانی کی پرواز نہیں کر سکے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم جب چاہو آسکتے ہو۔"

وہ کوٹھی کے پچھلے دروازے سے نکلی۔ کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے کے پچھلے گیٹ سے نکل گئی۔ میں نے کہا۔

"ڈرائیو کرتے وقت عقب نما آئینے میں دیکھتی رہو۔ میں تمہارے ذریعے معلوم کروں گا تعاقب ہو رہا ہے یا نہیں؟"

وہ میری ہدایت پر عمل کرتی رہی اور مجھے اطمینان ہوتا رہا۔ اُدھر ایس ماسٹر کو بھی اطمینان ہو گیا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا میں ہرام گلی کے دماغ میں موجود رہوں گا۔ ایسے میں مورینا کو اغوا کیا جائے تو میں اسے بچانے کے لیے نہیں آسکوں گا۔

یہی وجہ تھی کہ کنگ فرنانڈو کی کوٹھی کے اطراف پہرا دینے والے پولیس اور انٹیلی جنس کے لوگ سامنے والے گیٹ کی طرف آگئے تھے۔ انھیں ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایس ماسٹر کی طرف سے ہدایت مل رہی تھی۔ فوراً احاطے میں پہنچ کر کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے اور کسی کو باہر جانے کی اجازت نہ دی جائے تاوقتیکہ مورینا ہاتھ نہ آجائے۔"

میں نے مورینا کو سمجھایا: "تم کسی ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں جاؤ۔ وہاں سے میک اَپ کا سامان اور اپنے لیے کچھ لباس وغیرہ خرید و۔ پھر کسی ہوٹل کا ایک کمرہ ریزرو کراؤ۔ میں تمہارا میک اَپ کروں گا تمہارا حلیہ بدلنے کے بعد ہی وہاں سے کسی دوسری جگہ پہنچاؤں گا۔"

وہ بولی: "کیا تم میرا میک اَپ کرنے آؤ گے؟"

"میں خیال خوانی کے ذریعے تمہیں گائیڈ کروں گا۔ تم خود یہ کام کرلو گی۔"

"یہ باتیں سمجھانے کے بعد میں کنگ فرنانڈو کے پاس آیا۔ اس کے سامنے انٹیلی جنس کا ایک افسر اور اس کے دو ماتحت کھڑے ہوئے تھے۔ افسر کہہ رہا تھا: "مسٹر فرنانڈو! آپ بہت معزز ہیں۔ آپ نے کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا ہے تاہم آپ کے ہاں جو ایک مہمان لڑکی ہے اور جسے مس امریکا کہلانے کا اعزاز حاصل ہے، ہم اسے لینے آئے ہیں۔"

فرنانڈو نے کہا: "آپ تشریف رکھیں، ویسے آپ نے آنے میں دیر کر دی۔ وہ تھوڑی دیر پہلے کہیں گئی ہے۔ شاید تھوڑی دیر بعد واپس آجائے۔"

آفیسر نے ہنستے ہوئے کہا: "ہم نے آپ کی کوٹھی کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ابھی ایک منٹ پہلے محاصرہ توڑ کر یہاں آئے ہیں۔ وہ اتنی جلدی کہیں نہیں جاسکتی۔ کیا آپ ہمیں تلاشی لینے کی اجازت دیں گے؟"

میں نے کہا: "فرنانڈو! بحث نہ کرنا۔ اجازت دے دو۔"

"یہ آپ کا گھر ہے، جہاں چاہیں تلاش کر سکتے ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ سے ایک خفیہ پناہ گاہ کا پتا معلوم کیا پھر اس سے رخصت ہو کر شارپر کے متعلق سوچنے لگا۔ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں وہ بہت اہم تھا۔ میں بیک وقت مورینا اور شارپر کو نہیں بچا سکتا تھا۔ رسوتی پارس کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ میں نے اچانک ہی شیبا کے دماغ پر دستک دی۔ اس سے پہلے کہ وہ سوالی روکنی' میں نے کہا: "شارپر، شارپر، شارپر..."

یہ کہنے کے بعد میں شارپر کے دماغ میں آگیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے اس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی: "ہیلو شارپر! اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

وہ بولا: "میں کیا بتاؤں۔ کبھی طبیعت سنبھلتی ہے، کبھی بگڑتی ہے۔ یہ لوگ اچھی طرح علاج کرانے کا موقع نہیں دے رہے ہیں۔ مجھے اِدھر سے اُدھر گھماتے پھر رہے ہیں۔ پھر پتا نہیں، مجھے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر کہا: "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ ابھی دوسرے معاملات میں بُری طرح مصروف ہوں۔ شارپر کی طرف دھیان نہیں دے سکتا۔ مختصر طور پر بتا رہا ہوں — وہ ٹرانسفارمر مشین ایس ماسٹر کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اب وہ مورینا یا شارپر کو کسی طرح حاصل کر کے اس مشین سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور یہ نہیں ہونا چاہیے۔"

میں بول رہا تھا۔ وہ اس کے دماغ میں خاموشی سے سُن رہی تھی۔ پھر میں نے کہا: "میں تمہیں براہِ راست مخاطب نہیں کر سکتا۔ تم نے یہ حق مجھ سے چھین لیا ہے لیکن اتنا کرو کہ آمر کو شارپر کے دماغ میں لے آؤ۔ اس سے ان جرائم کا اعتراف کراؤ جن کا تعلق اس کی بہن اور بھائیوں سے ہے۔ اس کے بعد شارپر کا فیصلہ تم خود کرو۔ یا تو اسے ختم کر دو۔ یا ان اغوا کرنے والوں سے نجات دلاؤ اور اسے کسی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچا دو۔ میں جا رہا ہوں۔ کوئی ضروری بات رہ گئی ہو تو شارپر کے دماغ میں بلا لینا۔"

میں نے شارپر کے دماغ پر پوری طرح قبضہ نہیں جمایا تھا۔ جب اُسے آزاد چھوڑا تو وہ ایک دم سے تڑپ کر کہنے لگا: "نہیں! میں نہیں مروں گا۔ مجھے زندہ چھوڑ دو۔ میں قسم کھاتا ہوں، اگر وہ مشین ایس ماسٹر کے پاس ہے تو اسے کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

میں اس کے دماغ سے جا چکا تھا۔ یہ باتیں مجھے بعد میں معلوم ہوئیں جب میری طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ کہنے لگا: "تم میرے دماغ میں کون ہو جو فرہاد سے باتیں کر رہی تھیں۔ کیا تم مادام رسوتی ہو؟ کیا شیبا ہو؟ کوئی بھی ہو، میری بہن ہو۔ مجھے بھائی سمجھ کر زندہ رکھو میں ساری زندگی تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔"

شیبا نے کہا: "روزانہ تمہاری بہن تھی۔ تم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"

وہ پریشان ہو کر بولا: "وہ، وہ تو میں نے مجبور ہو کر ایسا کیا تھا۔ بہن کا رشتہ بہت مقدس ہوتا ہے۔ اس کے سامنے مجبور نہ کیا جاتا ہے بہن کو نہیں۔"

"وہ آوارہ اور بدچلن تھی۔ اپنے مطلب کے لوگوں کو خوبصورتی کے جال میں پھانستی تھی۔"

"تم نے بھی فرہاد کو پھانسنے کے لیے اپنی بہن کا جال پھینکا تھا اس وقت تمہیں غیریت آئی تھی؟"

"میں التجا کرتا ہوں، پچھلی باتیں بھول جاؤ۔ مجھے معاف کر دو۔ میں تمہارے بہت کام آؤں گا۔"

اسے موت کا یقین ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ سوچ کے ذریعے بولتے بولتے تڑپ کر زبان سے بولنے لگا۔ اسے اغوا کرنے والے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ زبان سے پوچھ نہیں سکتے تھے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ کیوں اس قدر سہما ہوا ہے، کس سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ جانتے تھے، زبان کھولتے ہی ٹیلی پیتھی کا شکار ہو جائیں گے۔

شارپر کے ساتھ ٹریجڈی یہ تھی کہ وہ ان اغوا کرنے والوں سے بھی مدد حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود ان میں سے دو اشخاص نے ریوالور نکال لیے تھے۔ پھر انھیں چلتی ہوئی گاڑی کے باہر پھینک دیا۔ تیسرے کے پاس چاقو تھا۔ اس نے چاقو بھی پھینک دیا۔ اب وہ مطمئن تھے۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے ہتھیار انھی پر استعمال نہیں کرا سکتے تھے۔

شارپر نے اپنے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے گڑگڑا کر کہا: "مجھے بچاؤ، میری جان بچاؤ، تم مجھے جہاں بھی لے جا رہے ہو، وہاں تک میں زندہ نہیں جاسکوں گا۔ وہ نہیں چاہتے کہ میں ایس ماسٹر کو مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ بتاؤں۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ میرے دماغ کی ٹیلی پیتھی ایس ماسٹر کے دماغ میں منتقل ہو۔ تم سب خاموش کیوں ہو؟ میرے بچاؤ کی تدبیر کرو۔ اگر تم نے مجھے بچا لیا تو میں ایس ماسٹر کے کام آؤں گا اور اگر فرہاد یا اس کی ساتھی نے بچا لیا تو میں ان کا غلام بن جاؤں گا۔ مجھے زندگی چاہیے۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

ایک نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا: "کیسے؟ ہم تمہارے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"کسی میڈیکل شاپ کے سامنے گاڑی روکو۔ کسی ڈاکٹر سے رجوع کرو یا خود ایسا انجکشن لے آؤ جسے لگاتے ہی میں بے ہوش ہو جاؤں۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بے ہوشی کے دوران نہ میرے پاس آسکے گا، نہ مجھے مار سکے گا۔ اس وقت تک تم مجھے ایس ماسٹر کے پاس پہنچا دو گے۔ تمہارا ماسٹر یقیناً میری حفاظت کرے گا۔ اسے میری ضرورت ہے۔"

اس کمبخت نے بڑی اچھی تدبیر بتائی تھی۔ اس کی یہ چال معلوم کرنے کے لیے میں وہاں نہیں تھا اور شیبا آمر کے پاس چلی گئی تھی تاکہ اسے شارپر کے دماغ میں بلا لائے۔ آمر اب تک ماسک میں کی قید میں تھا۔ اگر وہ آزاد ہوتا تو ایس ماسٹر اسے بھی حاصل کرنے کی کوشش کرتا کیونکہ وہ بھی ٹرانسفارمر مشین آپریٹ کرنا جانتا تھا۔ اُو اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی مفقل کرائی جاسکتی تھی۔

شیبا نے آمر کو مخاطب کیا: "ہیلو آمر! کیا تمہیں اپنے بھائی کی خبر ہے؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا: "میری خبر کون لے رہا ہے۔ کوئی مجھے پوچھنے والا نہیں ہے۔"

"کیا شارپر تمہارے پاس کبھی نہیں آتا؟"

"اسی بات کا صدمہ ہے۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جاسکتا، مگر وہ آسکتا ہے۔ اس میں قصور میرا ہے۔ میں بہت شراب پیتا ہوں۔ کوئی بھی میرے دماغ میں چلا آتا ہے۔ اسی لیے وہ مجھ سے دور رہتا ہے۔ اچھی بات ہے، بعض اوقات اپنی جان بچانے کے لیے خون کے رشتوں کو بھی چھوڑ دینا پڑتا ہے۔"

"اور تمہارے بھائی کی پالیسی یہ ہے کہ اپنی جان بچانے کے لیے خون کے رشتوں کو بھی مار ڈالنا چاہیے۔"

"ایسی بات نہ کہو۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے مگر ہم بہن بھائیوں کے خلاف کبھی سوچ نہیں سکتا۔"

"آمر! آج شارپر کا دماغ کھلی کتاب کی طرح ہے۔ میں شیبا، تمہیں اپنی آواز اور لب و لہجہ سنا رہی ہوں۔ میرے دماغ میں آؤ اور میرے ذریعے وہاں پہنچ کر خود اپنی آنکھوں سے تماشا دیکھ لو۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا: "کیا تم میرے بھائی شارپر تک مجھے پہنچا سکتی ہو؟"

"ہاں، کسی کا آخری وقت آگیا ہو تو اس کے رشتے داروں سے اسے ملانا نیکی ہے اور میں یہ نیک کام کر رہی ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولا: "تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

"کیا میں تمہارے دماغ میں آؤں؟"

"صرف پانچ منٹ صبر کرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ کوٹھی کی بالکونی میں آکر دیکھا۔ اس وقت جوجو اور پارس کسی ٹریننگ سے نہیں گزر رہے تھے۔ ان کے کھیلنے کا وقت تھا اور وہ قلعے کے بہت بڑے باغ میں تھے۔ پارس بھاگ رہا تھا اور جوجو اس کو مارنے کے لیے دوڑ رہی تھی۔ شیبا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا: "جوجو! ایک جگہ آرام سے بیٹھو اور خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ میں آؤ۔"

"میں نہیں آؤں گی۔ میں نے اتنا خوبصورت گلدستہ بنایا تھا۔ پارس چھین کر بھاگ رہا ہے۔"

میں جانتی ہوں، وہ گلدستہ تم نے پارس کے لیے ہی بنایا ہے۔ فرق یہ ہے کہ تمھیں پیش کرنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ چھین کر لے گیا۔ کب تک بچی بنی رہو گی؟"

پھر شیبا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا: "پارس بیٹے! ایک سنجیدہ معاملہ ہے، اس کا گلدستہ واپس کر دو اور اسے ایک جگہ بیٹھ کر خیال خوانی کرنے دو۔"

پارس نے گلدستہ اس کی طرف پھینک دیا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ جوجو نے اسے زبان نکال کر چڑاتے ہوئے گلدستے کو اٹھایا۔ پھر ایک جگہ گھاس پر آرام سے بیٹھ گئی۔ آنکھوں کو بند کیا۔ اس کے بعد شیبا کے پاس پہنچ گئی۔ شیبا نے کہا: "میں تمھارے بھائی شارپر کے پاس جا رہی ہوں۔ جس آواز اور لب و لہجے کو یاد کر رہی ہوں، تم اسے اپنی یادداشت میں محفوظ کرتے ہوئے چلی آؤ۔"

پھر اس نے آمر کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میں شیبا بول رہی ہوں۔ اب تم آ سکتے ہو۔"

آمر نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ شیبا کے دماغ میں پہنچا۔ اس طرح وہ تینوں شارپر کے پاس آ گئے۔ اس وقت ان کی گاڑی ایک جگہ رکی ہوئی تھی۔ اس کے دماغ سے پتا چلا کہ وہ اپنی مرضی سے بے ہوشی کا انجکشن لگانا چاہتا ہے تاکہ کوئی دماغ میں نہ آ سکے۔ یہ انجکشن لینے کے لیے گاڑی سے کوئی باہر نکل کر گیا تھا۔ آمر نے مخاطب کیا۔ "میرے بھائی شارپر! میں تمھارا بھائی آمر بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے تڑپ کر اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے لپٹ کر بولا: "نہیں تم فرہاد ہو۔ تم مجھے جان سے مارنے آئے ہو۔"

آمر نے پوچھا: "کیا فرہاد تمھاری جان کا دشمن ہے؟"

"سبھی میرے دشمن ہیں۔ اگر میں ایس ماسٹر کے کام آؤں گا تو فرہاد مجھے مار ڈالے گا تاکہ وہ مشین دوبارہ استعمال نہ ہو سکے اور اس کے ذریعے ایس ماسٹر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہ کر سکے اور اگر میں فرہاد کا ساتھ دوں گا تو ایس ماسٹر مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

وہ بولتے بولتے چپ ہوا تو آواز سنائی دی: "شارپر! میں شیبا بول رہی ہوں۔ تمھاری زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہے پتا نہیں کس کے ہاتھوں مارے جاؤ۔ لہٰذا اپنے گناہوں کا اعتراف کر لو۔"

شارپر نے گاڑی کی کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے خوش ہو کر کہا: "وہ آ رہا ہے۔ وہ انجکشن لے کر آ رہا ہے۔ میں بے ہوش ہو جاؤں گا۔ میں اعتراف نہیں کروں گا۔ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ میں نے کسی بہن یا بھائی کو قتل نہیں کیا ہے۔"

اسے جوجو نے مخاطب کیا: "بھائی شارپر! میں تمھاری سب سے چھوٹی لاڈلی بہن جوجو بول رہی ہوں۔"

"میں کسی بہن کو نہیں جانتا۔ چلی جاؤ یہاں سے شیبا کو اور فرہاد کو لے کر چلی جاؤ۔ بھائی آمر! میرے دشمنوں سے میرے دماغ خالی کر دو۔ دیکھو اب مجھے انجکشن لگے گا۔ میں بے ہوش ہو جاؤں گا۔ میں تھوڑی دیر زندہ رہوں گا۔"

وہ شخص آ گیا۔ دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے شارپر کو کاغذ کی ایک پرچی بڑھائی۔ شارپر نے جلدی سے لے کر اسے پڑھا تھا، سامنے جو جنرل اسٹور ہے، وہاں برائے نام دوا ملتی ہے۔ ہمارا مطلوبہ انجکشن یہاں نہیں مل سکتا۔ آگے چھ میل کے فاصلے پر ایک آبادی ہے وہاں شاید مل جائے۔"

شیبا نے ہنستے ہوئے کہا: "دیکھ لیا شارپر! تقدیر بھی تمھارا ساتھ نہیں دے رہی ہے۔ چھ میل بہت ہوتے ہیں۔ میں تمھیں سانس روکنے پر مجبور کر دوں گی، تم اس وقت تک سانس نہیں لے سکو گے جب تک میں نہ چاہوں اور میں نہیں چاہوں گی۔"

آمر نے پوچھا: "بہن شیبا! تمھیں میرے بھائی سے کیا دشمنی ہے؟"

اپنے بھائی سے کہو: "جو سچ ہے وہ اگل دے۔"

شارپر ادھر سے ادھر پہلو بدل رہا تھا۔ کبھی گاڑی کے باہر دیکھ رہا تھا، کبھی اپنے آس پاس بیٹھنے والوں سے پوچھ رہا تھا کہ کتنی دیر میں وہاں پہنچیں گے۔"

شیبا نے کہا: "تمھیں کسی سے جواب نہیں ملے گا۔ میلوں کا سفر میں کروں گی اور تمھیں ایک میل سے آگے نہیں جانے دوں گی۔ تم چھ میل تک پہنچنا چاہتے ہو تو خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرو۔"

وہ سمجھ گیا تھا، اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ شیبا اسے چھ میل تک نہیں جانے دے گی۔ وہ اس سے پہلے کسی طرح بے ہوش ہو کر اس سے نجات حاصل نہیں کر سکے گا۔ آخر وہ شکست خوردہ انداز میں بولا: "بھائی آمر! میں تم سب کا مجرم ہوں۔"

آمر نے کہا: "چپ ہو جاؤ۔ جو اپنے ہوتے ہیں، جو ہمارے پیارے ہوتے ہیں، ان کا ہر گناہ معاف ہوتا ہے۔ میں کچھ سنے بغیر تمھیں معاف کر رہا ہوں۔"

شیبا نے کہا: "آمر! تم ایک طویل زندگی گزار چکے ہو مگر جوجو کو ابھی اس دنیا میں رہنا ہے۔ اچھوں کو اور بروں کو سمجھنا ہے۔ تم اس کا اعتراف نہیں سنو گے۔ اسے کچھ بولنے نہیں دو گے تو تمھاری بہن کو کیسے معلوم ہو گا کہ کون اپنا تھا اور کون بیگانہ۔ کون دوست تھا اور کون دشمن۔"

جوجو نے کہا: "بھائی آمر! میں وہ باتیں سننا چاہتی ہوں جو میں نہیں جانتی۔ مجھے میری ممی عقل سکھاتی ہیں کہ دوسروں کے معاملات میں زیادہ دلچسپی نہ لو لیکن جو بات اپنی ذات سے تعلق رکھتی ہو اس

کے متعلق ضرور معلوم کرو۔ میرے بھائی شار پر کا تعلق مجھ سے ہے۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے، میرا بھائی کیا ہے اور کیسا ہے؟"

شیبا نے کہا۔ "مسٹر آرمر! تم اور جوجو خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہو اب ٹیلی پیتھی کی دوسری ٹیکنک استعمال کرو اور اس کے دماغ کی تہ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کرلو۔ یہ سانس نہیں روک سکے گا اور تم لوگوں سے اپنے چور خیالات چھپا نہیں سکے گا۔"

جوجو اس کے دماغ کی تہ میں اتر کر چور خیالات پڑھنے لگی۔

آرمر نے کہا۔ "میں ان سب سے عمر میں بڑا ہوں۔ باپ کا درجہ رکھتا ہوں اور باپ بالآخر اپنی اولاد کو معاف کر دیا کرتے ہیں۔ میں نے معاف کیا اب میں جارہا ہوں شار پر! تم جیسے بھی تھے اور جیسے بھی ہو میری دعائے خلا تمھیں معاف کرے۔"

آرمر کی بات ختم ہوتے ہی جوجو کے رونے کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے، جوجو؟ تم اچانک کیوں رونے لگی ہو؟"

وہ روتے روتے بولی۔ "بھائی آرمر! اگر مجھ کو سونیا تما اور شیبا تمی پناہ نہ دیتیں۔ مجھے بیٹی نہ بناتیں تو یہ میرا بھائی مجھے بھی بہن روزانہ کی طرح مار ڈالتا۔ اس نے روزانہ کی گردن کاٹ کر اس قبر میں چھپائی تھی جس میں بھائی ہارپر نے مشین کا اپنا حصہ چھپایا ہوا تھا۔ پھر اس نے بھائی ہارپر کو اتنی شراب پلائی، اتنی پلائی کہ اس کا دم نکل گیا۔ یہ بھائی نہیں، قصائی ہے۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ شیبا نے جھک سے بچکارتے ہوئے کہا۔ "جوجو! صبر کرو۔ تمہیں ایک طویل زندگی میں نہ جانے کیا کچھ دیکھنا ہے، حوصلہ رکھو۔ صبر سے کام لو اور پارس کے ساتھ کھیلو۔"

جوجو چلی گئی تو شیبا نے مخاطب کیا۔ مسٹر آرمر! مجھے افسوس ہے۔ تم کچھ سننا نہیں چاہتے تھے مگر تمھیں اس بہن نے سنا دیا جسے تم بیٹی سمجھتے ہو۔ ایک معصوم بچی کی زبان سے تم نے اپنے بھائی کے جرائم کی مختصر سی داستان سن لی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہوئے اب بھی زندہ رہنا چاہیے؟"

آرمر کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ شیبا نے تھوڑی دیر کے لیے شار پر کو چھوڑا۔ پھر آرمر کے پاس پہنچ کر دیکھا تو وہ جس جگہ قید کیا گیا تھا، وہاں بیٹھا رو رہا تھا۔ رومال سے آنسو پونچھتا جارہا تھا۔ پھر شراب کی بوتل کھول کر منہ سے لگانے لگا۔ شیبا نے پوچھا۔ "کیا شراب میں غم گھول کر پینے سے دنیا بدل جاتی ہے؟ سچائی بدل جاتی ہے؟ یہاں جو ہتھار رہتا ہے، کیا وہ آئندہ نہیں ہوتا؟ کیا تمھیں اپنی بہن جوجو کے لیے زندہ نہیں رہنا ہے؟"

اس نے دو چار گھونٹ لیے۔ پھر بوتل سامنے رکھ کر سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "یہ ٹیلی پیتھی بڑی بلا ہے۔ یہ ایسا علم ہے جو انسان کو زندگی نہیں موت دیتا ہے اور جب تک موت نہیں آتی، پریشانیاں ہی پریشانیاں ملتی ہیں۔ نہ رات کو سکون سے نیند آتی ہے نہ کھانے کے وقت بھوک لگتی ہے۔" وہ ذرا دیر کو چپ ہوا، دو چار گھونٹ لیے پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "میری بہن شیبا! میں تمھارا اور فرہاد کا جتنا بھی احسان مانوں کم ہے۔ تم لوگوں نے میری بہن کو بیٹی بنا کر رکھا ہے۔ میں جانتا ہوں تم لوگوں کو بھی سکون نصیب نہیں ہوتا اور نہ ہوگا۔ تم سب خود سر ہو۔ آزادانہ مزاج رکھتے ہو۔ کسی کی غلامی قبول نہیں کرسکتے۔ کسی طاقت کی طرف جھک نہیں سکتے۔ اس لیے آخری سانس تک اسی طرح دوڑتے بھاگتے اور ہانپتے رہو گے۔"

اس نے بوتل کو منہ سے لگایا۔ دو چار گھونٹ لیے پھر سلنے رکھ کر بولا۔ "لیکن میں نے کیا کیا ہے؟"

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "مجھے قید کرنے والو! بتاؤ میں نے کیا کیا ہے؟ کیا میں نے کسی کی بہن بیٹی کی طرف بری نظر ڈالی ہے؟ کیا میں نے کسی کی کمائی چھین لینے کی کوشش کی ہے؟ کیا میں نے کسی کو گالی دی ہے؟ کیا میں نے اپنی ٹیلی پیتھی سے آج تک کسی ایک شخص کو بھی نقصان پہنچایا ہے؟ میں تو ایک گوشہ نشین ہوں۔ جب اپنے گھر میں تھا تب بھی ایک کمرے میں دن رات بیٹھا پیتا رہتا تھا۔ کبھی اپنی بہن جوجو کی خوشی پوری کرنے کے لیے اسے سیر و تفریح کے لیے لے جاتا تھا۔ پھر گھر کی چار دیواری میں قید ہو جاتا تھا۔ میں کسی سے ملاقات نہیں کرتا تھا۔ میں نے آج تک کسی سے دوستی نہیں کی اور کسی سے دشمنی بھی نہیں کی۔ پھر مجھ سے کیوں دشمنی کی جارہی ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تک ہانپتا رہا پھر بوتل اٹھا کر بولا۔ "کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ اس بات کا کوئی دشمن جواب نہیں دے گا۔ میں جانتا ہوں اور شیبا تم بھی سن لو اور فرہاد کو بھی سنا دینا۔ یہ ٹیلی پیتھی ہارگا دشمن ہے۔ آج تم لوگ ایک خوشحال گھریلو زندگی گزارنا چاہو تو کبھی نہیں گزار سکو گے۔ میں کسی سے دوستی اور دشمنی نہ کروں تب بھی اسی طرح قید میں رکھا جاؤں گا۔ اگر آزاد کر دیا گیا تو کوئی دوسرا مجھے قیدی بنالے گا۔ شار پر ختم ہو جائے گا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے بعد مجھے حاصل کرنے کے لیے بڑی طاقتوں کے درمیان رسہ کشی شروع ہو جائے گی۔"

اس نے بوتل کو منہ سے لگایا، منٹ ڈیڑھ منٹ کئی گھونٹ پیے پھر گہری گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔ "میں ابھی مرجانا چاہتا ہوں مگر اپنی بہن، اپنی بیٹی جوجو کی محبت مجھے زندہ رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ میرا دل اس کے لیے تڑپتا ہے۔ میں اپنی آخری سانس تک صرف شراب پینا اور اپنی بہن کی طویل العمری کے لیے دعائیں مانگنا چاہتا ہوں۔ اسی طرح دعائیں مانگتے اور شراب پیتے ہوئے موت کی آغوش میں چلا جانا چاہتا ہوں۔ شیبا! چلی جاؤ، غدا تم پر ہمیشہ مہربان رہے۔ تم نے

میری بیٹی کو پناہ دی ہے۔ خدا تمھیں تمام شیطانوں سے دور، اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ جاؤ، چلی جاؤ۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، بعد میں آکر دیکھنا، دشمن آئندہ مجھے کس طرح تماشا بناتے ہیں۔"

شیبا کو شار پر کے پاس آنا پڑا۔ شاید انھوں نے اتنی دیر میں چھ میل کا فاصلہ طے کرلیا ہو۔ وہ وہاں پہنچی تو واقعی گاڑی ایک جگہ رکی ہوئی تھی۔ کوئی شخص انجکشن خرید نے گیا ہوا تھا۔ مجھے اچانک پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

آواز سنائی دی۔ "شار پر، شار پر، شار پر..."

میں شار پر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ شیبا کہہ رہی تھی۔ "یہ ہم سے بچنے کے لیے ان آدمیوں کے ذریعے بے ہوشی کا انجکشن لگوا رہا ہے۔ ایک شخص وہ انجکشن خرید نے گیا ہے۔ وقت بہت کم ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں تو اس کا فیصلہ تم پر چھوڑ چکا تھا۔"

"آخری فیصلہ میں نہیں کروں گی، میں جارہی ہوں۔"

میں نے شار پر سے کہا۔ "ہم جب تک اس دنیا میں جیتے ہیں ایک دوسرے سے کچھ لیتے دیتے اور چھینتے جھپٹتے رہتے ہیں۔ تم نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جبراً میرے دماغ سے ٹیلی پیتھی اپنے دماغ میں منتقل کرائی تھی۔ اب میں تمھارے اندر سے زندگی کو موت کی طرف منتقل کر رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کی سانس روک دی۔ وہ تڑپ کر سانس لینا چاہتا تھا مگر دماغ پوری طرح میرے قبضے میں تھا جب میں اجازت دیتا تبھی وہ ایسا کرسکتا تھا۔ وہ ادھر سے ادھر مچلنے لگا۔ اسے اغوا کرنے والے پکڑ رہے تھے۔ اپنے درمیان دبوچ رہے تھے۔ وہ سانس لینے کے لیے ہمک رہا تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر اندازہ ہو سکتا تھا کہ سانس نہیں آرہی ہے۔ وہ زندہ رہنے کی آخری ناکام کوشش کر رہا ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا دم نکل گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ جسم ساکت ہوگیا۔ میں نے یہ سب کچھ محسوس کیا۔ پھر یکبارگی دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس کے مردہ دماغ نے میری سوچ کی لہروں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس دنیائے فانی میں ہر چیز کا اختتام ہے۔ یہ داستان بھی چلتے چلتے اپنے آخری حرف پر دم توڑ دے گی۔ ہو سکتا ہے اس آخری حرف سے پہلے میں آخری سانس چھوڑ دوں۔ ویسے جب تک عمر طبعی ہے تب تک دشمن آخری سانس چھوڑتے جارہے ہیں۔

پارس کے ساتھ اسرائیلی افسران کی دوسری میٹنگ کا وقت آگیا۔ پہلی میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ فرہاد سے دوستی قائم ہوگی۔ دوستی کی ضمانت کے لیے شیبا اسرائیل آئے گی اور انھیں شار پر سے نجات [illegible]

شیبا اسرائیل جانے پر اعتراض کر رہی تھی۔ اس نے سونیا سے کہا۔ "مجھ سے پوچھے بغیر یہ فیصلہ کیوں کیا گیا؟"

سونیا نے سمجھایا۔ "تم اہم فیصلے مجھ پر چھوڑ دیتی ہو پھر اس فیصلے پر کیوں اعتراض کر رہی ہو؟"

"کیا یہ تمھارا فیصلہ ہے؟"

"ہاں تم سے پوچھے بغیر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ تمھارا وطن ہے۔ تم وہاں جاؤ گی جہاں پیدا ہوئی تھیں۔ جہاں تم نے بچپن سے جوانی کا زمانہ گزارا ہے۔ اس مٹی سے تمھاری روح کی وابستگی ہے، وہاں تمھاری قوم کے لوگ ہیں۔ وہاں تم نے ٹیلی پیتھی کا غیر معمولی علم حاصل کیا ہے۔ یہ تمھارا فرض ہے کہ تم اپنی قوم اور اپنے ملک کے کام آؤ۔ ہم میں اور یہودیوں میں کبھی دوستی نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس تم یہودی ہو اور ہماری ایسی دوست کہ ہم پر اندھا اعتماد کرتی ہو، ہم بھی تم پر آنکھ بند کر کے بھروسا کرتے ہیں۔ تم ہی ایک ایسی ہستی ہو جو وہاں رہ کر ہمارے درمیان دوستی بھی قائم رکھ سکتی ہو اور اسے پائیدار بھی بنا سکتی ہو۔"

"تم تو کہتی تھیں کہ بار ہا دوستی کر کے دیکھ لی۔ ہمیشہ وہاں سے چالبازیاں اور مکاریاں سامنے آئیں اور تم لوگوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی؟"

"یہ ہمارا تجربہ تھا۔ تم نے ہمارا بیان سنا ہے۔ اس سلسلے میں تمھارا کوئی ذاتی تجربہ نہیں ہے۔ ہم چاہتے ہیں تم وہاں رہ کر اپنی آنکھوں سے دیکھو اور سمجھو، ہماری دوستی کے درمیان کہاں خلل پڑتا ہے، کون آگ لگاتا ہے۔ کون ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرتا ہے۔ اگر کوئی غلط فہمی پیدا نہیں کرتا، اگر کوئی دوسرا آگ نہیں لگاتا، آگ ہمارے درمیان ہی بھڑکتی ہے تو یہ دیکھو کہ ہم میں سے کون بھڑکاتا ہے۔ تمھارا ذاتی تجربہ بہت اہم ہوگا۔ تمھیں وہاں جانا چاہیے۔"

"سونیا! میرے منصوبوں کا کیا ہوگا؟ میں پارس کو ایک حیرت انگیز غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک، ایک مثالی انسان بنانا چاہتی تھی۔ قیصری قلعے کی چار دیواری میں رہ کر یہ کام کتنے آرام اور سکون سے کرتی آرہی تھی۔ کیا اپنے لوگوں میں جانے کے لیے اپنے بیٹے کو چھوڑ دوں؟"

"ماں اپنے بیٹے کو کیسے چھوڑ سکتی ہے؟"

وہ حیرانی سے بولی۔ "کیا میں پارس کو اسرائیل لے جاؤں، دونوں پارس کے وہاں رہنے سے کیا ہماری تمام کمزوریاں ان کے ہاتھ نہیں آجائیں گی؟"

"وہ پارس وہاں نہیں رہیں گے۔ ایک تمھارے ساتھ جائے گا، دوسرا واپس آجائے گا۔"

"اس طرح میرا بیٹا ان کا مہمان قیدی بن کر رہ جائے گا۔"

"ہم ان سے شرائط منوائیں گے۔ ان شرائط کے مطابق ہی ہمیں آزادی حاصل رہے گی۔"

"کیا وہ مان لیں گے؟"

"نہیں مانیں گے تو بات ختم ہو جائے گی۔ دوستی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔"

شیبا نے پوچھا۔ "فرض کرو، وہ تمام شرائط مان لیں۔ میں اپنے بیٹے کو ساتھ لے جاؤں۔ وہاں رہوں لیکن جو حیثیت یہاں دے رہی ہوں، کیا وہاں بھی دے سکوں گی؟"

"تل ابیب دنیا کے بہترین شہروں میں سے ہے۔ اسرائیل دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ وہاں ہمارے پارس کو بہت کچھ کھانے کے لیے کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔"

شیبا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی۔ "اچھی بات ہے، میں تمہارے کہنے سے مان لیتی ہوں لیکن ایک شرط پر اپنے بیٹے کو ساتھ لے جاؤں گی۔ میرے ساتھ تم بھی رہو گی۔"

"میں تو اسرائیل میں موجود ہوں۔ پارس اوّل ہم دونوں کی آن کا مسئلہ ہے۔ میں تم دونوں کو بے یار و مددگار کبھی نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "ہائے سونیا! یہ بات پہلے ہی ہو جاتی تو میں اتنا جھگڑا نہ کرتی۔ تمہارے ساتھ تو میں جہنم میں بھی رہ سکتی ہوں۔"

"کیوں مجھے جہنمی بنا رہی ہو؟"

شیبا کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ اُدھر قتل اہیب میں پارس کی رہائش گاہ بدل گئی تھی۔ اسے ایک بہت بڑے بنگلے میں منتقل کیا گیا تھا۔ اس بنگلے کو اس کی عمر کے مطابق سجایا گیا تھا۔ ایک بڑے سے کمرے کو اس کے لیے لائبریری بنایا جا رہا تھا۔ دنیا جہان کی کتابیں منگوا کر رکھی جا رہی تھیں۔ دوسرے کمرے میں بہت مہنگے اور بہترین کھلونے سجا کر رکھے گئے تھے۔ تیسرے کمرے میں وڈیو گیمز کی ڈیسپیاں تھیں۔ اسی طرح ہر کمرے میں اس کی دلچسپیوں کا زیادہ سے زیادہ سامان کیا گیا تھا۔

منگل پانڈے نے حیرانی سے ایک ایک کمرے میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا نام منگل پانڈے ہے۔ میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے لیکن اتنے کھلونے کبھی نہیں دیکھے۔"

پارس نے کہا۔ "یہ تمہارے کھیلنے کے لیے ہیں۔ انہیں پتا نہیں ہے میری ماما اور میرے پاپا دماغ میں آکر مجھے ایسی تعلیم دیتے ہیں جو میری عمر سے زیادہ ہے۔ ایسی باتیں سمجھاتے سکھاتے اور میرے دماغ میں نقش کرتے ہیں جو کسی عالم فاضل کے دماغ میں ہوتی ہیں۔ وہ بے چارے نہیں جانتے کہ یہ ظاہر چھوٹا نظر آتا ہوں، حقیقتاً بہت بڑا ہوں اور تم جو بڑے نظر آتے ہو چھوٹے سے ہو لہٰذا یہ کھلونے تمہارے لیے ہیں۔"

"میں پہلے ہی سوچ رہا تھا۔ تم نے ہندوستان میں مجھے اپنا پاپا بنایا تھا۔ ایک دن میرے باپ بن جاؤ گے۔ ارے میرے باپا مجھے معاف کر دے، مجھے میرے دیس واپس جانے دے۔"

"میں نے تمہیں تمہاری بھلائی کے لیے ہی روک رکھا ہے۔"

"کیسی بھلائی؟"

"اپنے ملک میں پولیس افسر بن کر دلیری دکھانا کوئی بڑی بات نہیں۔ کیا تم اسرائیل میں دلیری نہیں دکھاؤ گے۔ کیا یہاں نام پیدا نہیں کرو گے۔ کیا بین الاقوامی شہرت حاصل نہیں کرو گے؟"

پارس بولتا جا رہا تھا اور وہ سُن کر خوشی سے کھلتا جا رہا تھا۔ اس کی باچھیں پھیل گئی تھیں۔ دانت نکل آئے تھے۔ وہ جلدی سے گھٹنے ٹیک کر بولا۔ "کیا پانچ کمہ رہے ہو؟"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہاں، یہاں ایک عورت ہے۔"

"پھر وہی عورت؟" وہ ایک دم سے اُلٹ کر پیچھے کی طرف گرا۔ پھر جلدی سے اُٹھ کر بولا۔ "ہرگز نہیں۔ میں یہاں ایسی کوئی دلیری نہیں دکھاؤں گا۔ میری بھی کوئی عزت ہے۔"

"میں تمہاری عزت بڑھانے کی بات کر رہا ہوں، پہلے پوری بات تو سنو۔ میں نے اس بنگلے میں ایک عورت دیکھی ہے۔ اس سے دوستی کرو۔"

وہ جلدی سے قریب آکر رازدارانہ انداز میں بولا۔ "کیسی ہے؟ جوان ہے یا بوڑھی؟ خوبصورت ہے یا بدصورت؟"

"کسی بوڑھی عورت سے دوستی کر کے کوئی اہم کارنامہ کیسے کا موقع ملا تو کیا انکار کر دو گے؟"

اس نے نہیں کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر بولا۔ "ہرگز نہیں، میں بوڑھی اور بدصورت عورت سے بھی دوستی کر لوں گا مگر یہاں کچھ بڑے بڑے کارنامے ضرور انجام دوں گا۔"

"وہ عورت جو اس بنگلے میں ہے، خوبصورت بھی ہے، جوان بھی ہے۔ اس سے دوستی کرو گے تو میری ماما اور پاپا تمہارے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔ پھر اس کے ذریعے دوسروں تک پہنچیں گے۔ جہاں بھی کوئی راز کی بات ہوگی، کوئی جرم کہیں ہو رہا ہوگا تو تمہیں آگاہ کر دیا جائے گا اور تم مین وقت پر جا کر مجرم کو رنگے ہاتھوں پکڑ لو گے۔"

وہ سُن رہا تھا۔ خوش ہو رہا تھا۔ پھر پارس کے ہاتھ کو پکڑ کر چومتے ہوئے پاؤں کو چھوتے ہوئے بولا۔ "ہمارے کرشن بھگوان بھی ایسے ہی تھے۔ بالکل ایسا ہی قد تھا۔ بڑی شرارتیں کرتے تھے مگر لوگوں کا بھلا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کرشن بھگوان تمہارے روپ میں آگئے ہیں۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ پانڈے نے جلدی سے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ باہر ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ادب سے سلام کرتے ہوئے کہا۔ "ماسٹر پارس! میٹنگ کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔"

پارس نے کہا۔ "آج کی میٹنگ میں دو خواتین کی شمولیت ضروری ہے۔ ایک خاتون کے ذریعے میری ماما اور دوسری خاتون کے ذریعے میری شیبا آنٹی گفتگو کریں گی۔ اب تم جاؤ، میں پندرہ منٹ میں آرہا ہوں۔"

وہ شخص چلا گیا۔ پارس نے کہا۔ "مسٹر پانڈے! میرا لباس نکالو۔"

اس کے لیے چند گھنٹوں میں بہترین لباس تیار کرائے گئے تھے۔ پانڈے نے اسے ایک عمدہ سوٹ پہنایا۔ اس نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "مسٹر پانڈے! کچھ ایکٹنگ کرنا بھی سیکھو، خود کو ایسے ظاہر کرو جیسے تمہیں عورتیں اچھی لگتی ہیں۔ آج کی میٹنگ میں جو خواتین شریک ہو رہی ہیں، تم ان میں دلچسپی لو گے ان سے میٹنگ کے علاوہ بھی ملنے کی خواہش ظاہر کرو گے۔"

پارس تیار ہو گیا۔ منگل پانڈے نے اس کے لیے کمرے کا دروازہ کھولا۔ باہر دو مسلح فوجی کھڑے تھے۔ انہوں نے پارس کو دیکھتے ہی الرٹ ہو کر سیلیوٹ کیا۔ پھر فوجی انداز میں آگے بڑھ کر دوسری طرف رُخ بدل لیا۔ گویا اسی طرف پارس کو جانا تھا۔ پارس ان کے درمیان آکر کھڑا ہو گیا۔ وہ آگے چلنے لگے۔ ان کے پیچھے منگل پانڈے چل رہا تھا۔ میٹنگ ہال میں پہنچنے سے پہلے دو خواتین نظر آئیں۔ وہ بھی اُدھر جا رہی تھیں۔ پارس کو دیکھ کر رُک گئیں۔ ادب سے سر جھکا کر سلام کیا۔ ایک فوجی افسر نے کہا۔ "ماسٹر پارس! آپ کے حکم کے مطابق ان دو خواتین کو میٹنگ میں شریک کیا جا رہا ہے۔"

پارس نے پلٹ کر پانڈے کو دیکھا اور کہا۔ "میرا باڈی گارڈ ان کے ساتھ بیٹھے گا۔"

پانڈے ان کے پاس چلا گیا۔ پارس، فوجیوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ وہ سب ایک بڑے سے ہال میں داخل ہو گئے۔ اس ہال میں بیٹھنے والوں کی ترتیب اسمبلی ہال جیسی تھی۔ ان کے سامنے ایک بڑے سے اسٹیج پر پارس کے لیے شاہانہ طرز کا صوفہ رکھا ہوا تھا۔ اس سے ذرا فاصلے پر دونوں طرف تین تین صوفے رکھے ہوئے تھے۔ پارس کے آتے ہی سب اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اسٹیج پر آیا۔ ہاتھ اٹھا کر سب کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "میں نے یہاں دو خواتین کی شمولیت کے لیے کہا تھا۔ وہ یہاں موجود ہیں چونکہ ان کے ذریعے میری دو ماؤں گفتگو کریں گی لہٰذا وہ اس اسٹیج پر آمنے سامنے بیٹھیں گی۔ منگل پانڈے کو خیال خوانی کے ذریعے سمجھایا گیا کہ جہاں تین صوفے رکھے ہیں، وہ درمیانی صوفے پر بیٹھ جائے۔ وہ خواتین سے پہلے جا کر بیٹھ گیا جس کے نتیجے میں دونوں عورتوں کو اس کے آس پاس بیٹھنا پڑا۔ باقی تین صوفوں پر سینئر افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ آج کی میٹنگ کی کارروائی ریکارڈ کرنے کے لیے بڑے انتظامات کیے گئے تھے۔ دو ٹی وی کیمرے نظر آرہے تھے۔ فلمبندی کی مناسبت سے روشنیوں کا انتظام تھا۔ ایک طرف ساؤنڈ ریکارڈنگ مشین تھی۔ جہاں پارس کے لیے شاہانہ طرز کا صوفہ تھا۔ اس کے قریب ہی ایک بڑا سا ٹی وی رکھا ہوا تھا تاکہ اس کے اسکرین پر پارس میٹنگ کی کارروائی خود بھی دیکھتا رہے۔

میں نے اس کے پاس آکر کہا۔ "بیٹے! میں بہت مصروف ہوں لہٰذا میرا کام جلدی ختم کرو تاکہ واپس جا سکوں۔"

بیٹے نے اُٹھ کر تمام حاضرین پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "خواتین و حضرات! آج کی اس میٹنگ میں میری دو مائیں اور میرے پاپا موجود ہیں۔ آپ لوگوں کو یہ یقین دلانا ضروری ہے کہ میری شیبا آنٹی بفضلِ خدا حیات ہیں لیکن وہ کسی ایک خاتون کی زبان سے بولیں گی تو آپ کو شبہ ہوگا کہ میری ماما بول رہی ہیں۔ اگر دونوں خواتین بیک وقت بولیں گی تو آپ سمجھیں گے ایک کی زبان سے ماما اور دوسری کی زبان سے پاپا بول رہے ہیں۔ اسی لیے یہاں میرے پاپا بھی موجود ہیں تاکہ میرے دائیں طرف بیٹھے ہوئے افسر کی زبان سے وہ بھی بولتے رہیں۔ یہ تینوں بیک وقت بولیں گے۔ آپ اپنی تسلی کے لیے انہیں تاکید کریں کہ ان میں سے کوئی بھی خود بولنے کی کوشش نہ کرے، اپنی زبان بند رکھے۔ ہم ان تینوں کو بیک وقت بولنے پر مجبور کر دیں گے لیکن پہلے یہ تینوں اپنی اپنی آوازیں سنائیں۔"

وہ تینوں اپنی اپنی آوازیں سنانے لگے۔ اس وقت تک ساؤنڈ انجینئر نے تینوں کے سامنے مائک لا کر رکھ دیے تھے تاکہ

زندگی زندگاں کے لیے ایک نمانہ گزیدہ کی خوں رنگ سرگزشت

ایک مقبول سلسلہ

بابر زماں خاں کی آپ بیتی، جگ بیتی

قیمت فی حصہ پر ۲۰ روپے ڈاک خرچ پر ۵/۲ روپے

کتابی صورت میں شائع ہو گئی ہے۔

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

تینوں کے بولنے کے باوجود ان کی آوازیں الگ الگ ریکارڈ ہوسکیں۔ جب ساری تیاریاں مکمل ہوگئیں تو پارس نے کہا۔ "یہ تینوں خاموش ہیں۔ ہر نٹوں کو آپس میں بھیجنے رکھا ہے، یہ کچھ نہیں بولیں گے لیکن میرے نمبر تک بولتے ہی بولنے لگیں گے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے ایک دو تین کہا۔ اس کے ساتھ ہی وہ تینوں بیک وقت بولنے لگے۔ سینئر افسر کی زبان سے میں بول رہا تھا۔ باقی دو عورتوں کی زبان سے شیبا اور رسونتی بول رہی تھیں۔ اس وقت نہ ہمیں جوجو کا خیال تھا اور نہ ہی اسرائیلی افسران کو خیال آیا کہ ایک اور لڑکی ہمارے پاس خیال خوانی کرنے والی ہے شاید وہ شیبا کی جگہ دوسری عورت کی زبان سے بول رہی ہو۔ بہرحال اس وقت ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ نہ انھوں نے شبہ کیا اور نہ ہی ہم نے اتنے سنجیدہ معاملے میں جوجو کو یاد کیا۔

ہم تینوں پندرہ سیکنڈ تک ان کے دماغوں میں بولتے رہے پھر خاموش ہوگئے۔ پارس نے ساؤنڈ ریکارڈ سٹ سے کہا۔ "آپ حاضرین کو ان کی آوازیں الگ الگ سنائیں۔"

میں نے پارس اور رسونتی سے کہا۔ "میں جارہا ہوں۔ ضرورت ہو تو بلا لینا۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ الگ الگ آواز سن رہے تھے۔ پہلے میری آواز سنائی دی۔ میں اس افسر کی زبان سے کہہ رہا تھا۔ "میرے بیٹے نے پہلی میٹنگ میں دوستی اور خیر سگالی کے جذبات کا ثبوت دیا ہے آج ہم اسے عملی جامہ پہنائیں گے۔ میں دوسرے معاملات میں بہت مصروف ہوں فی الحال اس میٹنگ میں شریک نہیں رہ سکتا۔ ان خواتین کی صورت میں رسونتی اور شیبا موجود رہیں گی۔ خدا حافظ۔"

دوسری آواز سنائی گئی۔ رسونتی کہہ رہی تھی۔ "میں آپ کے ساتھ پہلی میٹنگ میں بھی شریک تھی۔ پچھلے روز جو کچھ طے پایا تھا ہم آج اس پر عمل کرنے کے سلسلے میں ایسا طریقۂ کار اختیار کریں گے کہ ہمیں آپس میں ایک دوسرے سے کوئی شکایت نہ آج ہو اور نہ آئندہ ہوسکے۔"

تیسری آواز کا ٹیپ سنایا گیا۔ شیبا کہہ رہی تھی۔ "میں ایک طویل عرصے کے بعد اپنی قوم کے لوگوں سے مخاطب ہوتے وقت بے پناہ خوشی محسوس کر رہی ہوں۔ جب ہمارے بیٹے پارس نے میری آمد کے سلسلے میں یقین دلایا ہی دیا ہے تو میں انکار نہیں کروں گی۔ میں آپ لوگوں کے درمیان آرہی ہوں۔ کب آرہی ہوں، اس کا فیصلہ آج کی میٹنگ میں ہو جائے گا۔"

پورا ہال تالیوں کے شور سے گونجنے لگا۔ لوگ اٹھ کر کھڑے ہوگئے تھے اور شیبا کو آنے سے پہلے ہی خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ اسی طرح چند سیکنڈ تک خوشیوں کا اظہار کرنے کے بعد سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ پارس نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ مگل پاٹھک ایک خاتون کی طرف جھکا ہوا سرگوشی میں باتیں کر رہا تھا اور خاتون مسکرا رہی تھیں۔

دوسری خاتون نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "معزز حضرات! ابھی ہمارا پارس بیٹا آپ کو ٹرانسفارمر مشین اور شارپر کے متعلق بتائے گا۔ میں تھوڑی دیر کے لیے غیر حاضر رہوں گی پھر آپ کے درمیان آجاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ خاتون بیٹھ گئی۔ شیبا بھی جا چکی تھی۔ پارس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر سامنے اسٹیج کے سرے پر آکر کہا۔ "ٹرانسفارمر مشین کی کہانی بہت طویل ہے۔ میں مختصر طور پر بتا رہا ہوں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں اور سپر طاقتیں اور تمام بین الاقوامی سطح کے مجرم اس مشین کو حاصل کرنے کے لیے تلے ہوئے تھے۔ کیا کچھ کر رہے ہیں۔ ہم نے بھی بہت کچھ کیا ہے۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ پھر بولا۔ "استنبول میں میرے بھائی پارس نے مشین کے ایک حصے کو سب سے پہلے حاصل کیا تو جیسے الٹی دنیا میں ہلچل مچ گئی کہ ایک ننھا سا بچہ اتنا بڑا کارنامہ کیسے انجام دے سکتا ہے لیکن آپ کو یہ سن کر حیرانی ہوگی، وہ مشین کا ایک فاضل حصہ تھا، مشین نہیں تھی۔ شارپر ساری دنیا کو دھوکا دیتا رہا، اس کے پاس پہلے ہی ایک مکمل مشین موجود تھی۔"

یہ حیران کر دینے والی بات تھی۔ اس لیے حاضرین میں سے کچھ لوگ ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں کچھ نہ کچھ کہنے لگے۔ پارس نے کہا۔ "وہ مشین ایک عجوبہ ہے، جس کے ہاتھ آجائے، اس کے لیے کارآمد ہے اور باقی کے لیے مصیبت ہے۔ ابھی آپ اور ہم سبھی پریشان ہیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اس مشین نے پہلے پانچ عدد ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے۔ ایک آرمر، دوسرا شارپر، تیسرا ہارپر، پھر ان کی بہن روزانہ اور جوجو۔ ان میں جوجو ایسی ہے جو ذہنی طور پر بچی ہے۔ خیال خوانی برائے نام کرسکتی ہے مگر کسی سنجیدہ معاملے میں حصہ نہیں لے سکتی۔ اس کے برعکس ان کی بہن روزانہ بہت ہی تیز و طرار تھی۔ میں کہہ رہا ہوں، تھی۔ اس لیے کہ اب نہیں ہے۔ اس کے اپنے بھائی شارپر نے اسے قتل کر دیا۔ ہارپر کو بھی اسی طرح ٹھکانے لگا دیا۔ وہ سگا بھائی ہو کر یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بہن اور بھائی اس کے لیے کسی وقت بھی عذاب جان بن جائیں اور ان کے ذریعے فرار وغیرہ اس کے دماغ تک پہنچ جائیں۔

وہ اپنی معصوم بہن جوجو کو بھی ٹھکانے لگانا چاہتا تھا لیکن وہ ہماری پناہ میں آگئی ہے۔ انشاء اللہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ شارپر کو اتنا موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے بڑے بھائی آرمر کو بھی ٹھکانے لگاتا۔ جب اسے اپنی بہنوں اور بھائیوں سے زیادہ خطرہ محسوس ہونے لگا تو وہ ایک ایک کر کے سب کو ختم کرنے لگا۔ ایسے ہی وقت ریڈ پاور کے آدمیوں نے آرمر کو اغوا کر لیا۔ اب وہ ماسک مین کا قیدی بنا ہوا ہے۔"

اس بات پر بھی حاضرین میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ اس نے کہا۔ "یہ ٹرانسفارمر مشین پانچ بہن اور بھائیوں کو ٹیلی پیتھی کا علم دیتی تو اتنی تشویش کی بات نہ ہوتی کیونکہ ان میں سے دو ختم ہو چکے ہیں۔ تیسری بہت معصوم ہے اور بالکل بے ضرر ہے۔ وہ ہمارے پاس ہے چوتھا آرمر بہت ہی جھلا مانس ہے۔ اس نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اس نے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی تھی۔ نہ کسی کو دوست بناتا تھا نہ کسی کو دشمن۔ اس کے باوجود اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔

اگرچہ ایک طرف دو ٹیلی پیتھی جاننے والے یعنی روزانہ اور ہارپر مر چکے ہیں تو دوسری طرف اس مشین نے دو اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پیدا کر دیا ہے۔"

اس بات پر پھر حاضرین میں ہلچل مچ گئی۔ وہ سب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، پارس کو ایک ٹک دیکھنے لگے۔ اس نے کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، وہ مشین ہم سب کے لیے عذاب جان ہے۔ وہ جب تک رہے گی، ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ آپ لوگوں نے مس امریکا یعنی مس مورینا کا نام سنا ہوگا، وہ اور اس کی بہن تنانہ نے شارپر کو ٹریپ کر کے اس مشین سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کر لی ہیں۔ تنانہ یہ صلاحیتیں حاصل کرنے کے بعد اچانک کہیں گم ہوگئی ہے لیکن مورینا ہمارے پاس ہے۔"

اس بات پر سب خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ اس نے کہا۔ "یہ بھی ایک لمبی کہانی ہے کہ کس طرح مورینا نے شارپر کو ٹریپ کیا۔ سنا ہے، وہ بلا کی حسین ہے شاید اسی لیے مس امریکا ہے۔ شارپر بہت محتاط زندگی گزارتا تھا لیکن مورینا کو دیکھنے کے بعد احتیاط دھری کی دھری رہ گئی جو تیر سے اور تلوار سے نہیں مرتے انھیں عورت کے حسن و شباب کی ایک جھلک مار دیتی ہے۔ آپ کے سامنے زندہ مثال موجود ہے۔ آپ میرے باڈی گارڈ کو دیکھیں یہ حضرت کس طرح خواتین میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

اس بات پر زوردار قہقہے گونجنے لگے۔ کئی سیکنڈ تک قہقہے بند نہیں ہوئے تھے۔ رسونتی نے اس کے دماغ میں کہا۔ "بیٹے! یہ بری بات ہے۔ سنجیدہ مسائل پر گفتگو کرتے وقت چھیڑ چھاڑ قسم کرنا چاہیے۔ تم بات کو کہاں سے کہاں لے جا رہے ہو، چلو میں تمھیں اصل موضوع کی طرف لا رہی ہوں۔"

پھر وہ رسونتی کی مرضی کے مطابق بولنے لگا۔ "محترم حاضرین! ہماری زندگی میں بہرام گنگولی نامی ایک نیا مجرم آیا۔ وہ اس قدر ہیبت ناک اور غیر معمولی جسمانی قوت کا مالک ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے شارپر کو ٹریپ کیا اور مشین کے ساتھ اسے اغوا کر لیا۔ بہرام گنگولی کے امریکا میں کئی خفیہ اڈے ہیں۔ جن سے پتا چلا کہ یہ بہت ہی خطرناک مجرم ہے اور اپنے پیچھے بہت بڑا سنڈیکیٹ رکھتا ہے۔ بعد میں یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ وہ سپر ماسٹر کا آلۂ کار تھا اور آپ لوگوں کو یہ سن کر مایوسی ہوگی کہ وہ ٹرانسفارمر مشین اب سپر ماسٹر کے پاس پہنچ چکی ہے۔"

تمام حاضرین کو چپ سی لگ گئی۔ ابھی چند منٹ پہلے قہقہے گونج رہے تھے۔ اب ماتمی سکوت طاری ہوگیا تھا۔ پارس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "زندگی آنسوؤں اور قہقہوں کا کھیل ہے۔ آپ پھر قہقہے لگا سکتے ہیں، یہ سن کر کہ وہ مشین سپر ماسٹر کے لیے بالکل بے کار ہے کیونکہ اس مشین کو آپریٹ کرنے والی مورینا ہمارے پاس ہے اور آرمر ریڈ پاور کا قیدی بنا ہوا ہے، اس طرح کوئی بھی مشین آپریٹ کرنے والا سپر ماسٹر کے ہاتھ نہیں آسکتا۔"

ایک آفیسر نے اٹھ کر سوال کیا۔ "ماسٹر پارس! آپ شارپر کو بھول رہے ہیں۔"

"مجھے شارپر اچھی طرح یاد ہے اور بے چارہ یاد رہے گا۔ میں نے پچھلی میٹنگ میں آپ سے وعدہ کیا تھا۔" آپ لوگوں کو اس سے نجات مل جائے گی لہٰذا ہمیشہ کے لیے نجات مل چکی ہے۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔"

ایک اور افسر نے اٹھ کر پوچھا۔ "کیا سپر ماسٹر اس مشین کو، اس کی ساخت کو، اس کی ٹیکنک کو ماہرین کے ذریعے سمجھ نہیں سکتا؟ کسی بھی چیز کا تجزیہ کیا جائے تو اس کی ایک ایک بات الگ الگ سمجھ میں آجاتی ہے، اسی طرح مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ بھی سمجھ میں آجائے گا۔"

پارس نے کہا۔ "بیشک وہ ماہرین کے ذریعے مشین کا طریقۂ کار سمجھ سکتا ہے لیکن ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کرسکتا۔ وہ شارپر کو اسی مقصد کے لیے اغوا کر رہا تھا لیکن وہ راستے ہی میں مر گیا۔ مورینا کو اغوا کرنا چاہتا تھا۔ میرے پاپا اس سلسلے میں اسے کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ ہمارے پاس جو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں انھیں اغوا کرنے اور ان کی صلاحیتیں اپنے دماغ میں منتقل کرنے کے سلسلے میں سپر ماسٹر کو لوہے کے چنے چبانا پڑیں گے۔ ہاں، ایک آرمر ہے جو ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر اسے ماسک مین نے اچھی طرح سنبھال کر رکھا اور اسے کسی کے ہاتھ لگنے نہ دیا تو سپر ماسٹر اس مشین کو لے کر بیٹھا ہی رہ جائے گا۔"

ایک افسر نے اٹھ کر کہا۔ "معافی چاہتا ہوں ماسٹر پارس!

سپر ماسٹر اس سے فائدہ ضرور اٹھائے گا۔ اس مشین کو سمجھنے کے بعد ایسی ہی دوسری مشین ضرور تیار کروائے گا تاکہ ایک اس کے ہاتھ سے نکل جائے تو دوسری محفوظ رہے۔ ایک فائدہ تو اس کا یہ ہوا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ سوریا امریکا میں ہے۔ وہ اپنے علاقے کے پیچیدہ پر جاسوسی آلات کے ایسے جال بچھادے گا کہ کسی نہ کسی وقت وہ ضرور گرفت میں آئے گی۔ تیسری بات یہ کہ آپ تنانہ کو بھول رہے ہیں۔ بیشک، وہ گم ہوگئی ہے لیکن اس بات کا امکان ہے کہ وہ سپر ماسٹر کے ہتھے چڑھ سکتی ہے۔"

"یہ ساری باتیں میری ماما اور میرے پاپا کے ذہن میں ہیں۔ وہ ہر ممکن کوشش کریں گے کہ سپر ماسٹر کے پاس کوئی مشین ہے تو اسے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نصیب نہ ہو۔ اگر اس کے نصیب سے کوئی مل گیا تو ہم آپ کیا کر سکتے ہیں۔ صرف جد و جہد ہی کر سکتے ہیں۔ کامیابی کی امید رکھ سکتے ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

وہ افسر بیٹھ گیا۔ دوسرے افسر نے اٹھ کر کہا۔ "ماسٹر پارس! ہم دوستی کے موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے بے چین ہیں۔ آپ نے جو کچھ شار پر اور ٹرانسفارمر مشین کے متعلق بتایا ہے ان میں سے بہت سی باتیں خوش کن ہیں اور بہت سی تشویش ناک۔ اس موضوع پر ہم بعد میں بحث کریں گے۔ کیا ہم دوستی کے موضوع پر گفتگو شروع کر سکتے ہیں؟"

ایک عورت نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "پارس بیٹے! تم بیٹھ جاؤ۔ میں تمہاری ممی بول رہی ہوں۔"

پارس اپنے صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔ اس خاتون نے اسٹیج کے سرے پر آ کر کہا۔ "میں شیبا! آپ کی قوم کی بیٹی آپ سے مخاطب ہوں۔"

پھر ایک بار سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ تھوڑی دیر تک تالیوں کا شور گونجتا رہا۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ شیبا نے کہا۔ "جیسا کہ آپ جانتے ہیں، ہم جس مذہبی پیشوا کو بہت محترم اور معزز سمجھتے تھے، اس نے مجھے مایوس کیا۔ وہ میری ماما کو قتل کرانا چاہتا تھا۔ اس کی جگہ میرا پاپ قتل ہو گیا۔ اس محترم پیشوا نے جتنی غلطیاں کیں اور جس طرح مجھے گمراہ کیا، میں اس کے نتیجے میں اپنی قوم سے الگ ہو گئی۔ آج اس بات پر فخر محسوس کرتی ہوں اور خوشی کا اظہار کرتی ہوں کہ پھر آپ لوگوں کے درمیان آ رہی ہوں۔"

پھر تالیوں کے ذریعے خوشی کا اظہار کیا گیا۔ شیبا نے کہا۔ "مجھے فخر اس بات پر ہے کہ میں آپ کے ہاں تنہا نہیں آ رہی ہوں۔ آپ کے پاس تین اور ٹیلی پیتھی جاننے والے لا رہی ہوں۔ فرہاد، رسونتی اور جوجو۔"

سب کے سب اٹھ کر تالیاں بجانے لگے اور خوشی کے نعرے لگانے لگے۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میری تقدیر مجھے فرہاد کی ٹیم میں لے گئی اور یہ بہت اچھا ہوا۔ میں نے وہاں جا کر بہت کچھ دیکھا۔ میں نے وہاں بے غرض دوستی اور بے لوث محبت کے جو جذبات دیکھے، محسوس کیے اور پھر اپنائے، وہی میں آپ کے لیے لا رہی ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ جب میں آپ کے پاس آؤں گی تو آپ بھی فرہاد اور اس کی پوری ٹیم سے اسی طرح بے غرض دوستی اور بے لوث محبت کا ثبوت دیں گے۔"

ہر طرف سے آواز آنے لگی۔ "بیشک بیشک، ہم بے غرض دوستی اور بے لوث محبت کریں گے اور مرتے دم تک کرتے رہیں گے۔ بیشک، بیشک۔"

"جیسا کہ میں کہہ چکی ہوں، اپنے ساتھ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے لا رہی ہوں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ سب بہ نفس نفیس یہاں آئیں گے۔ البتہ دو آئیں گے اور باقی دو خیال خوانی کے ذریعے ہمارے درمیان موجود رہا کریں گے۔ اس طرح آپ لوگوں کے پاس چار خیال خوانی کرنے والوں کی طاقتیں ہوں گی۔"

یہ ایسی باتیں تھیں کہ ہر بات پر تالیوں کا شور گونجنے لگتا تھا۔ ہر طرف سے خوشیوں کا اظہار ہونے لگتا تھا۔ شیبا نے کہا۔ "میرے معزز ہم وطنو! جیسا کہ آپ جانتے ہیں، پارس ایک نہیں، دو عدد ہیں اور یہ خدا بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کون سا پارس اپنی ماں رسونتی اور اپنے باپ فرہاد کا بیٹا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی ان کا بیٹا ہو مگر یہ دونوں پارس اتنے ڈرامائی انداز سے ہمارے سامنے آئے اور ہم پر اپنی معصومیت کا جادو جگایا، ہمیں متاثر کیا۔ ہمارے دلوں میں اتنی محبت بھر دی کہ ہم دونوں پارس کو اصلی سمجھتے ہیں اور کسی کو بھی نقلی کہتے وقت دل کی گہرائیوں سے دکھ محسوس کرتے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ "بات یہ ہے کہ ایک پارس رسونتی کی زیر نگرانی رہتا ہے جو ابھی آپ کے سامنے موجود ہے، ہم اسے پارس دوم کہتے ہیں۔ میں پارس اوّل کی پرورش کر رہی ہوں۔ اسے تعلیم و تربیت دے رہی ہوں۔ میں نے اس عرصے میں اس قدر اس کے لیے ممتا محسوس کی ہے کہ اس سے ایک منٹ کے لیے بھی الگ نہیں رہ سکتی۔"

اس نے چپ ہو کر ایک سرے سے دوسرے سرے تک حاضرین کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "اب مسئلہ یہ ہے کہ میں اپنے پارس اوّل کو ساتھ کیسے لاؤں جبکہ یہاں پارس دوم پہلے سے موجود ہے اور اگر یہ موجود ہے تو میں اپنے بیٹے کو چھوڑ کر نہیں آ سکتی۔"

پورے ہال میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ بولی۔ "میں صرف اس شرط پر آؤں گی کہ میرے ساتھ پارس اوّل آئے گا اور پارس دوم یہاں سے چلا جائے گا۔"

سب لوگ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ سرگوشیوں جیسی بھنبھناہٹ پورے ہال میں گونج رہی تھی۔ شیبا نے کہا۔ "آپ اپنے طور پر فیصلہ نہیں کر سکیں گے کیونکہ یہاں ہونے والی تمام کارروائیوں

کو دوسری طرف ٹی وی اسکرین پر دیکھا جا رہا ہے۔ ہماری باتیں سنی جا رہی ہیں۔ دنیا سے حتمی فیصلہ سنایا جائے گا۔ میں اس سے پہلے وضاحت کر دوں۔ میری اس بات میں کوئی فریب نہیں ہے۔ آپ کو اپنی قوم کی بیٹی پر اعتماد کرنا چاہیے۔ آپ کے بھروسے کے لیے پہلے میں یہاں آؤں گی، اپنے ساتھ جوجو کو لاؤں گی۔ اس طرح آپ کے ہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والی قوتیں موجود ہوں گی۔ اس کے بعد پارس دوم یہاں سے جائے گا اور پارس اوّل میرے پاس آئے گا۔"

ایک افسر نے اٹھ کر کہا۔ "میں بڑی معذرت سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ کے اس فیصلے سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ پارس دوم ہی اصل پارس ہے؟"

شیبا نے کہا۔ "اصل اور نقل کی بات کرنے سے ہمیں دکھ پہنچتا ہے۔ لہٰذا اس کو نہ چھیڑا جائے۔ میں آپ لوگوں کے اطمینان کی خاطر پہلے یہاں آ رہی ہوں۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر کمپیوٹر کے ذریعے ٹی وی اسکرین پر دوسری طرف سے جواب موصول ہونے لگا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "مس شیبا سے بحث نہ کی جائے۔ ان کی ہر شرط منظور ہے لیکن ایک سوال ہے۔ پہلے بھی ہم ڈمی شیبا کی وجہ سے دھوکا کھا گئے تھے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اب جو شیبا ہمارے پاس آ رہی ہے، وہ ہماری اپنی ہوگی؟"

شیبا نے کہا۔ "اس کے لیے اعتماد کرنا ہوگا۔ کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ پھر دوستی کا مطلب پابندی نہیں ہوتا۔ جب میں جوجو اور پارس اوّل کے ساتھ آؤں گی تو کسی کی پابندی میں نہیں رہوں گی۔ میرے لیے اس ملک کی سرحدیں کھلی رہیں گی۔"

وہ ذرا چپ رہ کر بولی۔ "آج سے پہلے بھی فرہاد سے دوستی ہوتے ہوتے رہ گئی اور ایسا اس لیے ہوا کہ ہمارے درمیان اعتماد کمزور رہا۔ جب تک ہم ایک دوسرے پر بھروسا کرنا نہیں سیکھیں گے، اس وقت تک دوستی ناممکن ہے۔"

وہ اسٹیج کے ایک سرے سے دوسرے سرے پر جاتے ہوئے اور حاضرین کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ پارس دوم کو اغوا کر کے، اسے یرغمال بنا کر ہمیں دوستی پر مجبور کیا جا سکتا ہے تو اس سے پہلے بھی آپ بہت کچھ کر چکے ہیں اور ہمیشہ ناکام رہے ہیں۔ اس بار بھی انشاء اللہ آپ کو ناکامی ہوگی۔ ہم جب چاہیں گے، پارس دوم کو یہاں سے نکال کر لے جائیں گے لیکن..."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ذرا تجسس پیدا کرتے ہوئے حاضرین پر ایک نظر ڈالی۔ پھر کہا۔ "لیکن اس بار ایک فرق ہوگا۔ اب سے پہلے کئی بار آپ لوگ فرہاد، رسونتی اور سونیا سے ٹکراتے رہے۔ اس بار پارس دوم کو قیدی بنا کر رکھنے کے سلسلے میں اپنی ہی قوم کی بیٹی شیبا سے ٹکرانا ہوگا اور میں قسم کھاتی ہوں۔ اگر ہمارے درمیان دوستی نہ ہوئی اور میں نے ان مسلمانوں پر یہ ثابت نہ کیا کہ یہودی دوستی کرنے کے قابل ہیں تو خدا کی قسم، میں پارس دوم کو مکھن کے بال کی طرح یہاں سے نکال کر لے جاؤں گی۔"

ٹی وی اسکرین پر کمپیوٹر کے ذریعے جواب موصول ہونے لگا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "مس شیبا! آپ جذبات میں آ رہی ہیں۔ اس کے باوجود آپ نے بہت اچھی بات کہہ دی کہ آپ مسلمانوں کے سامنے یہودیوں کو دوست نواز ثابت کرنا چاہتی ہیں۔ اس کے لیے ہم آپ کے ساتھ ہر ممکن تعاون کریں گے۔"

"مس شیبا! جب ہم ضمانت کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہمیں فرہاد یا اس کی ٹیم پر بالکل اعتماد نہیں ہے۔ بیشک ہے۔ کچھ ہم اعتماد کرتے ہیں، کچھ انھیں کرنا چاہیے۔"

"تم کہتی ہو، جب یہاں آؤ گی تو پارس دوم یہاں سے چلا جائے گا۔ اس کے بعد تمہارا بیٹا پارس یہاں آئے گا۔ ہم کہتے ہیں اس کی قطعی ضرورت نہیں ہے، ہم تمہارے آنے سے پہلے ہی کل صبح تک پارس دوم کو یہاں سے روانہ کر دیں گے۔ ہمیں تم پر اعتماد ہے لیکن کچھ ہم پر بھی تو بھروسا کرو۔"

شیبا نے پوچھا۔ "آپ کس قسم کا بھروسا چاہتے ہیں؟"

"جیسا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے، مادام سونیا قاہرہ میں موجود ہیں لیکن روپوش ہیں۔ ہم چاہتے ہیں، وہ ہماری معزز مہمان بن کر رہیں۔ جیسے ہی وہ خود کو ظاہر کریں گی، ہم پارس کو یہاں سے بحفاظت پہنچا دیں گے۔"

رسونتی یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔ جب انھوں نے یہ یقین دلایا کہ بیٹا فوراً ہی ماں کے پاس پہنچ جائے گا تو وہ تڑپ گئی۔ فوراً ہی شیبا کے دماغ میں آکر بولی۔ "پلیز، خدا کے لیے ان کی بات مان لو۔ میرے بیٹے کو میرے پاس پہنچا دو۔"

"رسونتی! ذرا صبر و تحمل سے کام لو۔ یہ باتیں بظاہر دوستانہ ہیں لیکن ان کے پیچھے کیا سیاسی چالیں ہیں، یہ میری اور تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ چلو، پہلے سونیا سے پوچھتے ہیں۔"

اس نے حاضرین سے کہا۔ "میں چند منٹ کی اجازت چاہتی ہوں۔ کچھ مشورہ کرنے کے بعد آپ کو جواب دوں گی۔"

وہ اور رسونتی، سونیا کے پاس پہنچ گئیں۔ یوں بھی رسونتی جب اس اجلاس کے حاضرین کو مخاطب کرتی یا اپنے بیٹے کے ذریعے بولتی تھی تو شیبا یہ ساری باتیں سونیا کو اگر بتا دیتی تھی اور جب شیبا بولتی تھی تو سونیا کو اگر بتا دیتی تھی۔ اس طرح سونیا کو اس کارروائی کا پورا علم تھا۔ رسونتی نے کہا۔ "سونیا! خدا کے لیے میری ممتا کا خیال کرو۔ وہ کہہ رہے ہیں،

اگر تم خود کو ظاہر کر دو گی تو میرا بیٹا پارس فوراً ہی میرے پاس پہنچا دیا جائے گا۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "پریشان کیوں ہوتی ہو؟ جب بیٹے کو تمہارے پاس پہنچانے کی شرط یہی ہے کہ مجھے ظاہر ہونا پڑے اور ان کا قیدی بننا پڑے۔ اگر بدنصیبی سے دوستی نہ ہو اور پھر ان کی طرف سے طرح طرح کی سزائیں بھگتنا پڑیں تو میں حاضر ہوں۔ ابھی یہاں سے ٹیلیفون کے ذریعے بتا دیتی ہوں کہاں چھپی ہوئی ہوں۔"

اس نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن رسونتی نے ریسیور پکڑنے نہیں دیا۔ خیال خوانی کے ذریعے روک دیا۔ "ٹھہر جاؤ، میں پاگل ہو گئی ہوں۔ دیوانی ہوں، ممتا کی ماری ہوں۔ اپنے بچوں کی محبت میں دوسروں کو بھول جاتی ہوں اور تم دوسری کب ہو تم تو میری ذات کے اندر ہو۔ تم وہ عورت ہو جس نے میری خاطر دلسن بن کر بھی مزہاد سے نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا تھا۔ صرف اس لیے کہ تم میری سوکن نہیں بننا چاہتی تھیں۔ سونیا! میں تمہیں مرتے دم تک سلام کرتی رہوں گی۔ آج میرے سامنے آزمائش کی گھڑی ہے، میں تمہارے لیے اپنے بیٹے کو بھی قربان کر سکتی ہوں۔ میں ان کی یہ شرط کبھی تسلیم نہیں کروں گی کہ تمہیں ظاہر ہونا چاہیے۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "رسونتی! میں تمہیں بھڑکا رہی تھی ورنہ ہمیں یہی کرنا چاہیے۔ پارس کو پہلی فرصت میں یہاں سے روانہ کر دینا چاہیے۔ میری فکر نہ کرو۔"

"کیوں نہ کروں؟"

"کیا تم نے زندگی میں کسی سے عقیدت رکھی ہے؟"

"ہاں، میں جناب شیخ الفارس کی بہت زیادہ عقیدت مند ہوں۔ انھوں نے میرے اندر ایسی روحانی قوت پیدا کی ہے کہ میں پتا نہیں کیا سے کیا ہو گئی ہوں۔"

سونیا نے کہا۔ "پھر ذرا سوچو۔ میں بابا فرید واسطی صاحب کی لاڈلی ہوں مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ جب تک وہ زندہ رہے اپنی تنہائی میں صرف مجھے بلاتے رہے۔ وہ ایک باپ تھے۔ بزرگ تھے۔ ایک بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ انھوں نے جب سے میری پیشانی کو چوما ہے، میں ذہانت کی بلندیوں پر اڑ رہی ہوں۔ مجھے ان سے بے پناہ عقیدت ہے اور میرا ایمان ہے کہ جو پیشگوئی انھوں نے کی ہے، وہ درست ثابت ہو گی اور ان کی پیشگوئی ہے کہ تم لاکھ فرہاد کی شریکِ حیات سہی لیکن اس کے آخری وقت صرف میں ساتھ رہوں گی اور یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ جب تک فرہاد کا آخری وقت نہیں آئے گا، اس وقت تک کوئی مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کوئی مجھے مار نہیں سکتا اور جب مجھے ایک مخصوص وقت تک زندہ رہنا ہے تو پھر تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔ میں خود تمہاری مدد کروں گی۔ تم یہاں سے جاؤ۔"

رسونتی رونے لگی۔ سونیا نے کہا۔ "یہ کیا بچکانہ پن ہے۔ سا کبھی دلیر عورت نہیں بنو گی۔"

"دلیری کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تمہیں خطرات میں جھونک دوں۔"

سونیا نے کہا۔ "رسونتی! ایک بات بتاؤ، ابھی تمہارا پلان میں ہے۔ تم چھ بیس گھنٹے اس کے ساتھ لگی رہتی ہو تاکہ کوئی مرحلہ آئے تو اس کے لیے ڈھال بن سکو۔ جب پارس یہاں سے چلا جائے گا اور میں تمہارے ساتھ جاؤں گی تو کیا تم زیادہ سے زیادہ وقت میرے ساتھ نہیں رہو گی۔ کیا میرے لیے ڈھال نہیں بنو گی؟"

"خدا کی قسم بنوں گی۔ تمہارے سوا کسی کی طرف توجہ نہیں دوں گی۔"

"تو اسی جذبے سے جاؤ۔ پارس ان لوگوں میں اکیلا ہے۔ فوراً جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا نے پوچھا۔ "شیبا! تم موجود ہو؟"

شیبا نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "ہاں، موجود ہوں۔"

"تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیوں گہری سانس لے رہی ہو؟"

"سونیا! تم بہت عظیم عورت ہو۔"

"میری عظمت کے گن کیوں گا رہی ہو؟"

"انجان نہ بنو۔ عورت کی فطرت کو اچھی طرح سمجھتی ہو۔ ہر عورت چاہتی ہے، اس کا ایک چاہنے والا ہو اور وہ صرف اسے چاہے۔ اگر سوکن نے آنے تب بھی اسے چاہتا رہے۔ اس کے بچوں کو چاہتا رہے اور دل و جان سے چاہتا رہے۔ یعنی عورت میں دو خبیث ترین خواہشات ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مرد کی محبت صرف اسے ملے، دوسرے اولاد کی محبت ملے لیکن تم کیسی عورت ہو کہ تم نے رسونتی کی خاطر فرہاد کی سہاگن بننے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد سے اب تک اپنی ممتا کو کچل رہی ہو۔ تم چاہتیں تو فرہاد کے بچوں کی ماں بن سکتی تھیں لیکن تم اتنی بڑی قربانی دے رہی ہو جو شاید ہی کوئی عورت دے سکے۔"

"شیبا! تم بھی رسونتی کی طرح جذبات میں بہہ رہی ہو۔ یہ جذباتی باتوں کا وقت نہیں ہے۔ ہمیں اہم مسائل پر گفتگو کرنا ہے۔ جاؤ اور اس اجلاس میں اعلان کر دو کہ پارس کو صبح سے پہلے چارٹرڈ طیارے کے ذریعے پیرس میں رسونتی کے پاس پہنچا دیا جائے۔ سونیا خود کو ظاہر کر دے گی۔"

رسونتی، پارس کے دماغ میں آ کر خاموش تھی۔ شیبا کا انتظار کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس خاتون کے دماغ میں آ کر بولی۔ "معزز حاضرین! میں شیبا آپ سے مخاطب ہوں۔ سونیا سے مشورہ کرنے گئی تھی۔ اس وقت شام کے پانچ بجے ہیں۔ اگر آپ صبح ہونے سے پہلے پارس کو کسی چارٹرڈ طیارے کے ذریعے پیرس پہنچا دیں تو پارس کے روانہ ہونے سے پہلے ہی سونیا خود کو ظاہر کر دے گی۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر ڈی اسکرین پر کمپیوٹر کے ذریعے جواب موصول ہونے لگا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "ہمیں منظور ہے۔ کل صبح سے پہلے ایک مخصوص طیارے میں پارس کو پیرس پہنچا دیا جائے گا لیکن ہماری بھی ایک شرط ہے، پارس کی روانگی سے کم از کم دو گھنٹے قبل مادام سونیا کو ہمارے سامنے آنا چاہیے۔"

شیبا نے کہا۔ "یہ شرط منظور ہے۔"

ایک افسر نے اٹھ کر کہا۔ "آج کی اس میٹنگ میں دوستی کا ایجنڈا زیادہ اہم رہا ہے۔ اس ایجنڈے کے تحت جو باتیں ہمارے فیصلے کے مطابق سامنے آئی ہیں، وہ یہ ہیں۔ ہماری قوم کی بیٹی مس شیبا یہاں تشریف لا رہی ہیں اور ان کے ساتھ ایک اور خیال خوانی کرنے والی ہستی جو جوجو بھی ہو گی۔

دوسری بات یہ کہ دو خیال خوانی کرنے والی ہستیاں ہمارے ہاں بنفسِ نفیس موجود رہیں گی۔ باقی فرہاد اور رسونتی خیال خوانی کے ذریعے ہمارے درمیان رہا کریں گے۔ اس طرح ہمیں چار ٹیلی پیتھی کی قوتیں حاصل رہیں گی۔

تیسری بات یہ کہ آپس میں اعتماد بحال رکھنے کے لیے پارس دوم کی یہاں سے روانگی سے مادام سونیا خود کو ظاہر کر دیں گی۔ یہ ہمارا وعدہ ہے کہ مادام سونیا ایک معزز مہمان کی حیثیت سے رہیں گی۔ کیا مادام رسونتی اور مس شیبا کو ابھی کے مطابق یہ تمام فیصلے منظور ہیں؟"

رسونتی نے پارس کے ذریعے کہا۔ "منظور ہیں۔" شیبا نے بھی اسے منظور کیا۔ پھر اس افسر نے کہا۔ "ہم ٹرانسفارمر مشین کے حصول کے سلسلے میں کل ایک میٹنگ میں بحث کریں گے۔ میں اپنے افسرانِ بالا سے پوچھ رہا ہوں۔ کیا یہ میٹنگ برخاست کر دی جائے یا کوئی اہم بات رہ گئی ہے؟"

تھوڑی دیر بعد ٹی وی اسکرین پر جواب موصول ہونے لگا۔ "ابھی ہم نے ایک طیارہ مخصوص کیا ہے۔ وہ اب سے چار گھنٹے بعد پارس کو لے جائے گا۔ مادام سونیا کو وعدے کے مطابق دو گھنٹے پہلے ظاہر ہو جانا چاہیے۔"

شیبا نے کہا۔ "سونیا اپنا وعدہ پورا کرے گی۔"

اجلاس برخاست ہو گیا۔ رسونتی خوشی سے کھلی جا رہی تھی۔ کہہ رہی تھی۔ "بیٹے! اب جلدی چلو اور سفر کی تیاری کرو۔"

منگل پانڈے نے پارس کے ساتھ اس کے کمرے میں پہنچ کر کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا، مجھے خوش ہونا چاہیے یا نہیں۔ اس میٹنگ سے پہلے میں اپنے ملک واپس جانا چاہتا تھا مگر تم نے مجھے عورتوں میں اُلجھا دیا۔ وہ دونوں مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہی تھیں۔ انھوں نے مجھے اپنے فون نمبر بھی دیے ہیں اور وعدہ کیا ہے، میں جب بھی انھیں بلاؤں گا۔ ان کے ساتھ کہیں گھومنے پھرنے کی فرمائش کروں گا، وہ فوراً چلی آئیں گی۔"

پارس نے کہا۔ "ہندوستان میں تمہاری ایک نہیں، دو بیویاں ہیں۔"

وہ ذرا جھینپتے ہوئے بولا۔ "اب میں آپ کو کیا سمجھاؤں۔"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔ پیرس چلنے کی تیاری کرو۔"

"میں مانتا ہوں، پیرس میں آپ کی ماما اور پاپا مجھے دلیری دکھانے اور کارنامے انجام دینے کا موقع دیں گے لیکن ہم اسرائیل آ گئے ہیں۔ یہاں بھی میرا ایک آدھ کارنامہ ہو جاتا تو شہرت میں اضافہ ہی ہوتا۔"

"تمہیں اتنا ہی شوق ہے تو میرے ساتھ نہ جاؤ، دوسرا

کالی کہانیاں

☆ جرائم
☆ جادو
☆ ارواح
☆ شیطان ازم
☆ ذہانت
☆ فطانت
☆ اسرار
☆ طنز و مزاح

★ ایک افسانوی کردار جو زندہ ہو گیا تھا۔
★ ایک حیرت انگیز قدیم جزیرہ اپنی ہیئت بدل سکتا تھا۔
★ ایک مجہول سا آدمی جس کے پاس پچاس بلین ڈالر کا نقشہ تھا۔
★ وہ شخص جس نے حیاتِ ابدی کا راز پا لیا تھا۔
★ ایک پُراسرار پرندہ جس کے پاس ماورائی طاقتیں تھیں۔
★ ایک قلم جس کے اندر ایک جن بند تھا۔
★ وہ انتشاری مجرم جس نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔

قیمت :- ۱۲ روپے

خوف، سسپنس اور تجسس کے ۲۶ شاہکار

عجیب کہانیاں ○ فطین کہانیاں ○ زبردست کہانیاں

مکتبہ نفسیات ○ پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ ○ کراچی

پارس آرہا ہے اس کے ساتھ رہو اور کارنامے انجام دیتے رہو۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "دراصل میں یہی چاہتا ہوں۔ دیکھو نا میں اچانک چلا جاؤں گا تو وہ بے چاریاں بہت مایوس ہوں گی۔"

رسونتی اور شیبا اس دوران تمام فتے دار افسران کے ذہنوں میں جاتی رہیں۔ چپ چاپ معلوم کرتی رہیں کہ پارس کو وہاں سے روانہ کرنے کے سلسلے میں کیا کیا جا رہا ہے۔ دونوں کو خیال خوانی کے ذریعے اطمینان ہو رہا تھا۔ پارس کے لیے سچ مچ خیالہ مخصوص کر دیا گیا تھا۔ ٹھیک دو گھنٹے پہلے شیبا نے ایک فتے دار افسر سے کہا۔ "سونیا سی ویو ہوٹل کے ویٹنگ روم میں انتظار کر رہی ہے اس کے لیے گاڑی بھیج دیں۔"

"کیا ہم مادام کو پہچان سکیں گے؟"

"جی ہاں وہ اپنے اصلی روپ میں ہے۔"

سونیا اس ہوٹل کے ویٹنگ روم میں بیٹھی کھڑکی کے پار سمندر کا نظارہ کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد چار گاڑیاں ہوٹل کے سامنے آکر رکیں۔ وہ کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔ ان میں کوئی فوجی گاڑی نہیں تھی۔ آنے والے بہت ہی عمدہ لباس میں تھے اور بڑے ہی مہذب نظر آتے تھے۔ انھوں نے ویٹنگ روم میں آکر سونیا کو پہچان لیا۔ ادب سے کھڑے ہو کر کہا۔ "مادام! ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

سونیا نے اٹھ کر ان لوگوں سے مصافحہ کیا۔ پھر ان کے ساتھ آکر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ کار صرف اس کے لیے مخصوص تھی۔ ایک ڈرائیور اسے چلا رہا تھا۔ آگے پیچھے گاڑیوں میں اس کے میزبان تھے۔ اسے کسی دوسری کوٹھی میں پہنچایا گیا۔ سونیا نے وہاں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔ "کیا پارس یہاں ہے؟"

"جی نہیں وہ دوسرے بنگلے میں ہے۔ آپ نے ہمیں بہت کم وقت دیا ہے ماسٹر پارس کی روانگی کو اب پونے دو گھنٹے رہ گئے ہیں اور آپ سے بہت سی اہم باتیں کرنا ہیں۔"

وہ ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے کہا۔ "ہمارے درمیان ابھی اعتماد کی فضا بحال ہو رہی ہے لیکن مکمل اعتماد قائم نہیں ہوا ہے اس لیے آپ ہماری بات کا یقین نہ کریں۔ ہمارے ماہرین آپ کو چیک کرنا چاہتے ہیں۔ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ اپنے اصلی روپ میں ہیں یا میک اپ میں کوئی اور ہے۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں سامنے بیٹھی ہوں جس طرح اطمینان کرنا چاہتے ہیں کر لیں۔ ویسے آج سے پہلے بھی ڈی فراڈ اور ڈی شیبا کو اچھی طرح چیک کیا گیا تھا اور تمھارے ماہرین نے یہ رپورٹ دی تھی کہ پلاسٹک سرجری کا میک اپ نہیں ہے۔"

اس وقت تک دو ماہرین کمرے میں آگئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "آپ درست فرماتی ہیں۔ پلاسٹک سرجری اتنی ایڈوانس ہو چکی ہے کہ اب پلاسٹک اور انسانی کھال کے ریشوں میں تمیز کرنا بہت دشوار ہو گیا ہے۔ پھر بھی ہم اپنی تسلی کر لینا چاہتے ہیں۔"

وہ اپنے آلات نکال کر سونیا کے چہرے کا بغور معائنہ کرنے لگے۔ چند لمحے بعد ایک نے ذرا جھجکتے ہوئے کہا۔ "مادام! آپ کو ذرا تکلیف ہوگی۔"

"میں جانتی ہوں آپ میرے چہرے کی تھوڑی سی جلد کاٹنا چاہتے ہیں۔ میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

"واقعی آپ حوصلے والی عورت ہیں اور ہم سے بھرپور تعاون کر رہی ہیں۔"

ایک ماہر نے تیز دھار کا آلہ نکالا۔ پھر سونیا کے دائیں کان کے نیچے سے ذرا سی جلد کاٹ کر نکال لی۔ پھر اس جگہ کی مرہم پٹی کر دی۔ اس کے بعد وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔ سونیا کے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے پوچھا۔ "مادام! آپ یہاں آنے کے بعد کہاں وقت گزار رہی تھیں؟"

"جو وقت گزر چکا ہے، اس کے بارے میں سوال نہ کیا جائے میں جہاں بھی تھی، یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ اب آپ کے درمیان ہوں اور کھلی کتاب کی طرح ہوں۔ ابھی میری سچائی ثابت ہو جائے گی۔"

آدھے گھنٹے کے اندر ہی دونوں ماہرین نے رپورٹ دی کہ چہرے پر پلاسٹک سرجری نہیں ہے۔ یہ مادام سونیا کا اصلی چہرہ ہے۔ وہاں جو باتیں ہو رہی تھیں اور رپورٹیں سنائی جا رہی تھیں، دوسری طرف بھی اعلیٰ افسران بیٹھے سن رہے ہوں گے۔ یقیناً وہ اٹھ گئے ہوں گے۔ اتنی مکمل رپورٹ ملنے کے بعد بھی بھروسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے کیونکہ بہت پہلے سجاد کے چہرے کا بھی اسی طرح معائنہ کیا گیا تھا۔ اس کے چہرے کی جلد کو بھی کاٹ کر میڈیکل رپورٹ حاصل کی گئی تھی کہ اس میں پلاسٹک سرجری شامل نہیں ہے اور یہ اصل چہرہ ہے۔

یہ رپورٹ حاصل کرنے کے بعد وہاں بیٹھے ہوئے افراد اٹھ کر چلے گئے۔ سونیا اس ڈرائنگ روم میں تنہا رہ گئی۔ پانچ منٹ کے بعد ہی اسے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر دیکھا۔ اس کوٹھی کے چاروں طرف مسلح فوجی پھیل رہے تھے اور ڈیوٹی دینے کے لیے اپنی اپنی جگہ الرٹ ہو گئے تھے۔ پھر وائرلیس پر وہ شک سنائی دی۔ سونیا نے چیک کر کہا۔ "کم ان۔"

دروازہ کھلا اور ایک فوجی جوان نظر آیا۔ اس نے کہا۔ "مادام سونیا! ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، ماسٹر پارس کا طیارہ صبح سے پہلے پرواز نہیں کر سکے گا۔ کچھ مسائل حل طلب رہ گئے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ ہم آپ کے ذریعے مسٹر فراڈ، مادام رسونتی اور مس شیبا سے اس اجلاس میں شریک ہونے کی درخواست کر رہے ہیں۔ آپ سے بھی درخواست ہے کہ ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں۔"

سونیا آگے بڑھی۔ وہ پلٹ کر جانے لگا۔ کمرے کے باہر آگے پیچھے چار مسلح فوجی جوان کھڑے ہوئے تھے۔ سونیا ان کے درمیان چلتے ہوئے ایک بڑے سے ہال میں پہنچی جہاں وہی افراد نظر آئے تھے جو اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ وہ ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "مادام سونیا! آپ کی آمد ہمارے لیے باعثِ مسرت بھی ہے اور باعثِ پریشانی بھی۔ ہمارے ماہرین کی رپورٹ سے ثابت ہو چکا ہے آپ مادام سونیا ہیں لیکن اس سے پہلے ہم کئی بار ایسی رپورٹوں سے دھوکا کھاتے رہے ہیں۔ کیا آپ کی دانست میں ایسا اور کوئی طریقہ ہے جس سے آپ کو سونیا ثابت کر سکیں۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "اب تک دنیا کی بے شمار چھوٹی بڑی بیماریوں کا علاج دریافت ہو چکا ہے لیکن شک کا کوئی علاج ابھی تک دریافت نہیں ہو سکا۔"

"کیا آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں؟"

"ہاں موجود ہیں۔"

"کیا اس سے پہلے ڈی سونیا اور ڈی فراڈ کو یہاں بھیج کر ہمیں دھوکا نہیں دیا گیا؟"

"ہم اسی وقت دھوکا دیتے ہیں جب ہم سے دشمنی کی جاتی ہے جس دور کی آپ بات کر رہے ہیں، اس دور میں جو سوک آپ لوگوں کی طرف سے ہوا، جواباً ہم نے بھی وہی طریقہ کار اختیار کیا۔"

افسر نے کہا۔ "آج بھی ہمارا طریقہ دوستانہ نہیں تھا۔ ہم نے جبراً پارس کو اغوا کیا اور یہاں لے آئے گیا جواباً ہمیں دھوکا دینے کی کوشش نہیں کی جا رہی ہے؟"

"خدا بہتر جانتا ہے۔ ہم نے اب تک کوئی دھوکا نہیں دیا ہے اور نہ ہی ایسا کوئی ارادہ ہے، ہاں آپ کا رویہ بدلا تو پھر ہم ضرور سوچیں گے۔"

"کیا آپ خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ سچ سچ بتا سکتی ہیں کہ اصل پارس کون ہے؟"

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر سچ سچ کہتی ہوں، ہم میں سے کوئی اصل پارس کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "تو پھر سچ کیا ہے؟"

"ہمارے پاس جو پارس ہے یہی اصلی ہے۔ یہی مادام رسونتی مسٹر فراڈ کا بیٹا ہے۔ ہمیں دھوکا دیا جا رہا ہے۔ وہاں سے کسی ڈمی پارس کو یہاں لایا جائے گا۔ اس سے پہلے اسے وہاں بلوایا جا رہا ہے۔ کیا ہم اتنے نادان ہیں؟"

دوسرے افسر نے کہا۔ "پچھلے دو اجلاس میں ہمیں یقین دلایا گیا کہ شیبا زندہ ہے لیکن نہیں وہ زندہ نہیں ہے۔ پچھلے اجلاس میں دو عورتیں ساتھ ساتھ بول رہی تھیں اور ہمیں یہ تاثر دیا جا رہا تھا کہ ایک کے ذریعے مادام رسونتی اور دوسری کے ذریعے شیبا بول رہی ہے لیکن یہ بھی سراسر دھوکا تھا۔ دوسری عورت کے ذریعے شیبا نہیں جو جو بول رہی تھی۔"

سونیا نے کہا۔ "آپ لوگوں نے جو جو کہا دیکھا نہیں ہے۔ شاید کی زبانی شاید کچھ سنا ہو۔ وہ بے حد معصوم ہے اور سنجیدہ معاملات میں ایسی گفتگو نہیں کر سکتی جیسی کہ شیبا اس عورت کے ذریعے کر رہی تھی۔"

"چلو ہم مان لیتے ہیں، وہ جو جو نہیں تھی لیکن مورینا ضرور تھی کیونکہ مورینا فراڈ کے قبضے میں ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "تعجب ہے، پچھلے اجلاس میں جب شیبا اس عورت کے ذریعے بول رہی تھی تو اس کی ایک ایک بات پر آپ تالیاں بجا رہے تھے۔ خوشی کے نعرے لگا رہے تھے۔ اس وقت آپ نے یہ اعتراض کیوں نہیں کیا؟"

ایک نے جواب دیا۔ "ہم بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ہمیں شیبا کے زندہ رہنے کی خبر ملی تو ہم دیوانے ہو گئے۔ ہمیں اس بات پر فخر ہونے لگا کہ ہماری قوم کی ٹیلی پیتھی جاننے والی بیٹی یہاں آگئی ہے اور اس وقت ہم سے مخاطب ہے لیکن اجلاس کے بعد ہمارے اعلیٰ افسران نے یہ نکتہ اٹھایا کہ دوسری عورت کے ذریعے شیبا نہیں جو جو بول رہی تھی اور اگر جو جو نہیں تو پھر مورینا بول رہی تھی۔"

سونیا نے پوچھا۔ "آپ کو کیسے یقین آئے گا کہ شیبا زندہ ہے؟"

دوسرے نے جواب دیا۔ "ہمارے پاس کوئی ایسی مشین تو نہیں ہے کوئی ایسی ایکسرے مشین نہیں ہے جس کے ذریعے ہم اصل شیبا کو پہچان سکیں۔ آپ لوگوں نے اپنی اپنی ڈمیاں بھیج کر ماضی میں کتنے فریب دیے ہیں کہ اب یقین کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

سونیا آرام سے سیٹ کی پشت سے لگ گئی۔ پھر بولی۔ "اس کا مطلب ہے تم لوگوں میں پہلے سے بے یقینی تھی۔ جب میں نے خود کو ظاہر کر دیا تو یہ بے یقینی ظاہر کر رہے ہو۔ ہمارے درمیان جو دوستی قائم ہونے والی تھی، اسے اب مشکوک بنا رہے ہو۔"

"مادام! دوستی یونہی نہیں ہو جاتی۔ اس کے لیے اپنا خون بہا کر بھی اعتماد قائم کرنا پڑتا ہے اور اعتماد کے بغیر کوئی رشتہ پائیدار نہیں رہ سکتا۔"

"آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ مطلب کی بات کریں۔"

"جو پارس ہمارے پاس ہے، وہ ہمارے ہی پاس رہنے دیں اگر شیبا کا کوئی وجود ہے تو وہ یہاں چلی آئے۔"

"شیبا اپنے پارس کو چھوڑ کر نہیں آسکے گی۔"

وہاں بیٹھے ہوئے کئی لوگ ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا: "یہ کیسی بچکانہ بات ہے شیبا کی شادی نہیں ہوئی، اس نے کسی بچے کو جنم نہیں دیا اور ایسی متاکہ اسے چھوڑ کر نہیں آئے گی۔ مادام سونیا! آپ کی زبان سے یہ بچوں جیسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔"

دوسرے شخص نے کہا: "چلیے ہم اس پر بحث نہیں کریں گے کہ شیبا زندہ ہے یا نہیں — اگر زندہ ہے تو وہ اپنے بیٹے پارس کے ساتھ جہاں ہے وہیں آرام سے رہے۔ یہ چونکہ مادام رسونتی کا بیٹا ہے اور ہمارے پاس ہے، اس لیے شیبا کی جگہ مادام رسونتی یہاں آجائیں اور اپنے بیٹے کے ساتھ رہیں۔"

سونیا نے پوچھا: "یعنی یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے کہ ہمارا پارس دوم یہاں سے نہیں جائے گا اور آپ ہمیں لے جانے نہیں دیں گے۔"

"یہ زور زبردستی والی بات ہوگی اور ہم ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔ ہم دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

"دوستی کا لفظ تم لوگوں کی زبان سے زیب نہیں دیتا۔ ہم نے اپنے طور پر بہت کوششیں کرلیں مگر تمھیں دوست نہ بنا سکے اور نہ شاید کبھی بنا سکیں۔"

شیبا نے ایک عورت کے ذریعے کہا: "میں شیبا ہوں۔ تم لوگوں کے یقین نہ کرنے کے باوجود خدا کے فضل و کرم سے زندہ سلامت ہوں۔ دوستی کے لیے فرہاد اور اس کی ساتھی عورتوں کے دل کتنے کشادہ ہیں، یہ تم جیسے تنگ دل اور تنگ نظر نہیں سمجھ سکتے۔ انھوں نے مجھے راضی خوشی تمھارے پاس بھیج دینے کا فیصلہ کیا تاکہ میں اپنی قوم کے ساتھ رہوں۔ اپنے وطن کی خدمت کروں اور یہاں رہ کر آپس میں دوستی اور اتحاد کو مضبوط کرتی رہوں لیکن تم لوگوں نے یہ ثابت کردیا کہ یہودی کبھی مسلمانوں کے اچھے دوست نہیں ہوسکتے۔"

"یہ مسلمانوں نے ثابت کیا ہے کہ وہ ہمارے دوست نہیں بن سکتے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

شیبا نے پوچھا: "کیا مسلمانوں نے تمھارے کسی بچے کو اغوا کیا ہے اور اسے یہ غمال بنا کر تمھیں مجبور کررہے ہیں کہ ان کے دوست بن جاؤ؟ تم چوری بھی کرتے ہو، سینہ زوری بھی کرتے ہو؟"

رسونتی نے دوسری عورت کے ذریعے کہا: "اگر تمھاری نیت صاف ہوتی اور ارادے نیک ہوتے تو میرے بیٹے کو اغوا نہ کرتے کسی اور ملک کی زمین پر ہم سے ملاقات کرتے۔ تم ایک بار دوستی کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہم اپنے قدموں سے چل کر تمھارے پاس چلے آتے لیکن تم نے جارحانہ اقدام کیا ہے۔ یہ مت سوچو کہ میرے بیٹے کو یرغمال بنا کر ہمیں مجبور کردو گے۔ خدا کی قسم اگر اس پر ذرا بھی آنچ آئی تو آہنی دیواروں کے پیچھے بیٹھے ہوئے تمھارے افسران بالا میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ میں تم لوگوں کو صرف چھ گھنٹے کی مہلت دے رہی ہوں۔ چھ گھنٹے بعد ہم تمھارے یورینیم کے ذخیرے اور پلانٹ کو تباہ کرکے رکھ دیں گے۔ تمھاری بحری، بری اور فضائی فوج کا کوئی راز، راز نہیں رہے گا۔ ساری دنیا یہ تماشا دیکھے گی کہ اس ملک کی فوج آپس میں کس طرح لڑتی ہے۔ تمھاری فوجیں ایک دوسرے سے لڑ کر خود ہی تباہ و برباد ہو جائیں گی۔"

ایک افسر نے کہا: "ہم تسلیم کرتے ہیں، ایسا ہوسکتا ہے پہلے صرف ایک ٹیلی پیتھی کی طاقت تھی۔ ایک فرہاد علی تیمور تھا اب مورینا اور جو جو سمیت تمھارے پاس پانچ ٹیلی پیتھی کی قوتیں ہیں تم اتنی دھمکیاں اس لیے دے رہی ہو کہ ہم دہشت زدہ ہو کر فرہاد ہی پارس کو آزاد کردیں لیکن آپ تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھیں اگر ہم نے اسے آزاد نہ کیا؟ اگر ہم نے اپنی تباہی و بربادی کا انتظام تمھارے بیٹے کے لیا۔ اگر سونیا کو بھی ہلاک کردیا تب کیا ہوگا؟ کیا پارس سے زیادہ قریبی رشتہ کوئی اور ہے؟"

"میں مانتی ہوں، پارس ہماری جان ہے، زندگی ہے۔ ہم سب کا لاڈلا ہے۔ ہم اس کے بدن پر ایک ہلکی سی خراش بھی برداشت نہیں کرسکتے۔ پھر اس کی ہلاکت کیسے برداشت کریں گے لیکن میں ماں ہوں، جب سے میں نے بیٹے کو جنم دیا ہے تب سے اسے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ اغوا ہوتے دیکھ رہی ہوں۔ کبھی وہ میری گود میں مستقل نہیں رہا۔ میں اس کی جدائی کا زخم آج تک سہتی آرہی ہوں۔ اگر خدا کو یہی منظور ہے کہ میرا بیٹا تمھارے ہاتھوں مارا جائے تو میں اللہ کی رضا پر راضی ہوں، اس کی جدائی کا دکھ ساری زندگی جھیل لوں گی مگر تمھارا قوم مٹی میں مل جائے گی۔ میری اس بات کو دھمکی نہ سمجھو، چھ گھنٹے بعد یہاں قیامت آنے والی ہے۔"

مورینا میری ہدایات پر عمل کررہی تھی۔ میک اپ کا سامان خرید کر ہوٹل کے کمرے میں آگئی تھی۔ دروازہ بند کرنے کے بعد بڑے سے آئینے کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ میک اپ کا سامان نکال نکال کر سامنے رکھ رہی تھی۔ میں اسے بتا رہا تھا کہ کون سی چیز کس وقت استعمال کرنا ہے اور کس طرح استعمال کرنا ہے۔

وہ باتھ روم میں گئی۔ منہ ہاتھ اچھی طرح دھونے کے بعد تولیے سے خشک کرکے آئینے کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس کے بعد میری ہدایات کے مطابق میک اپ کرنے لگی۔ اس نے پوچھا: "شارپر کی طبیعت کیسی ہے؟"

"اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔"

وہ میک اپ کرتے کرتے رک گئی۔ آئینے میں حیرت سے دیکھتے ہوئے بولی: "کیا واقعی؟ سین وہ تو صحت مند تھا۔ ایک دن کی بیماری سے یہ مرگیا؟"

"ٹیلی پیتھی بیماری نہیں، بلا ہے۔ ہم سب کو مارتی رہتی ہے ہم میں سے کچھ لوگ مرجاتے ہیں، کچھ مرنے کے لیے رہ جاتے ہیں۔"

"تم کہنا چاہتے ہو، ٹیلی پیتھی سیکھنے والے جلد ہی مرجاتے ہیں؟"

"ہاں، عام آدمی کا پیچھا موت کرتی ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا پیچھا صرف موت نہیں، دنیا جہان کے دشمن بھی کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے جلد موت آجاتی ہے۔"

"تم مجھے ڈرا رہے ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو تم ایک عرصے سے کس طرح زندہ ہو؟"

"ہمارے ساتھ کاتب تقدیر کی مہربانی ہے۔ ہم تدبیر کرتے ہیں، تقدیر ساتھ دیتی رہتی ہے۔"

"وہ کیسے مرگیا؟"

"اپنی غلط حکمت عملی کی وجہ سے۔ وہ صرف زندہ رہنے کی خواہش کرتا تھا مگر زندہ رہنے کی تدبیر نہیں کرسکتا تھا۔ ایس ماسٹر کے پاس پہنچ کر اسے بھی ٹرانسفارمیشن کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم سکھانا چاہتا تھا۔ اگر میں اسے ڈھیل دیتا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت بڑے دشمن کا اضافہ ہوجاتا لہٰذا میں نے اسے ختم کردیا۔"

وہ سہم کر بولی: "ایس ماسٹر میرے پیچھے پڑگیا ہے۔ اگر وہ مجھے اغوا کرے گا تو کیا مجھے بھی مار ڈالو گے؟"

"تمھیں مارنا ہوتا تو یوں بچانے کی فکر نہ کرتا۔ جو میرے اپنے ہیں اور مجھ سے محبت کرتے ہیں، میں ان کے لیے جان کی بازی لگا دیتا ہوں۔ تم میرے لیے پرائی نہیں ہو۔ تم غلام باقی سے محبت کرتی ہو اور غلام باقی مجھ سے محبت کرتا ہے، جب تک محبت کا یہ سلسلہ سچائی اور وفاداری سے قائم ہے گا تم تمھیں دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچنے کے بعد بھی نہیں ماریں گے۔ تمھیں کوہاں سے صحیح سلامت نکال لانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔"

وہ پریشان ہوکر بولی: "میں نے کیا علم سیکھ لیا ہے یہ تو میرے لیے مصیبت بن گیا ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں، یہ سب کے لیے مصیبت بن جاتا ہے۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولی: "میں اپنی سین کو بہت چاہتی ہوں — اسے بھی دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ علم سکھا دیا۔ پتا نہیں وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔"

"جب تک وہ ذہانت سے کام لیتی رہے گی۔ اپنے علم کو چھپا کر رکھے گی۔ دوسروں پر ظاہر نہیں کرے گی، اس وقت تک محفوظ رہے گی۔"

"میں نے بڑی غلطی کی۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے لہجے کو اپنے دماغ سے بھلا دیا۔ اگر یاد ہوتا تو اسے ہوشیار رہنے کے لیے کہتی۔"

"یہ تم نے دانشمندی کا ثبوت دیا تھا۔ اچھا ہوا کہ اس کے لب و لہجے کو بھول گئی ہو، یاد کروگی تو کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے ذریعے تنانہ تک پہنچ جائے گا۔"

وہ سوچتی رہی اور میری ہدایات کے مطابق میک اپ کرتی رہی۔ پھر اس نے پوچھا: "کیا دوسرے تنویمی عمل کے ذریعے پہلے تنویمی عمل کا توڑ ہوسکتا ہے؟"

"بیشک ہوسکتا ہے جیسا کہ میں نے غلام باقی اور شارپر پر کیا ہے لیکن جس پر پہلے تنویمی عمل کیا گیا ہو، وہ یا تو بیمار ہو یا کسی نہ کسی طرح اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہو۔ میں نے غلام باقی کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا اور شارپر تو خود ہی بیمار پڑا ہوا تھا۔ ان دونوں کو اپنا معمول بنانے اور بہرام کا طلسم توڑنے میں مجھے دشواری پیش نہیں آئی۔"

"کیا ایک تنویمی عمل کرنے والا میرے دماغ سے تنانہ کی آواز اور لب و لہجے کو معلوم کرسکتا ہے؟"

"جب تک تم دماغی اور جسمانی طور پر صحت مند رہو گی کوئی تم پر تنویمی عمل نہیں کرسکے گا۔ پھر یہ کہ برنارڈ سلیری نے تمھارے دماغ کو اچھی طرح لاک کیا ہے کوئی خیال خوانی کے ذریعے وہاں نہیں پہنچ سکے گا۔ تم فی الحال ہر طرح سے محفوظ ہو تمھیں ابھی چھپا کر رکھنے کا مسئلہ ہے اسی لیے یہ روپ بدلا جارہا ہے۔ تمھیں کچھ اداکاری بھی کرنا ہوگی۔ اپنا لہجہ بدل کر دوسروں سے بولنا ہوگا۔ تمھیں صورت شکل سے اور آواز و لب و لہجے سے اچھے خاصے لوگ پہچانتے ہیں۔"

وہ سوچ کے ذریعے باتیں کررہی تھی۔ حیرانی سے آئینے میں دیکھتے ہوئے خوش ہوکر بولی: "اوہ گاڈ، میں تو بالکل ہی بدل گئی ہوں۔ چہرہ کچھ سے کچھ ہوگیا ہے۔ اب مجھے میک اپ کرنا آگیا ہے۔"

چونکہ وہ اناڑی تھی، اس لیے میک اپ میں دو گھنٹے لگ گئے۔ کھڑی ہوگئی۔ ذرا دور جاکر آئینے میں دیکھتے اور ہنستے ہوئے بولی: "میں خود کو نہیں پہچان رہی ہوں۔ اوہ کتنا اچھا لگ رہا ہے۔ اپنے اندر چھپ گئی ہوں، اپنے آپ سے آنکھ مچولی کھیل رہی ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "فوراً لباس تبدیل کرو۔ میں جارہا ہوں۔ پندرہ منٹ کے بعد آؤں گا۔"

اس نے لباس تبدیل کرنے کے لیے دماغ کے دروازے بند کرلیے، میں نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے خوش ہوکر پوچھا: "ہیلو فرہاد صاحب! فرمائیے کیسے یاد کیا؟"

"آپ کو تمام حالات کا علم ہوگا؟" میں نے کہا۔

"اسرائیل میں جو کچھ ہوتا ہے وہ مجھے معلوم ہے، یہاں امریکا میں آپ کی بھاگ دوڑ سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

"یہاں ٹرانسفارمیشن کا چکر ہے۔ آپ کو یہ سن کر افسوس ہوگا کہ وہ مشین ایس ماسٹر کے ہاتھ لگ گئی ہے۔"

ماسک مین کو زبردست شاک پہنچا۔ وہ پریشان ہوکر بولا۔

"اوہ نو! یہ تو بہت برا ہوا۔"

"وہ مشین حاصل کرنے کے باوجود اسے اپنے فائدے کے لیے استعمال نہیں کرسکے گا۔"

"کیوں نہیں کرسکے گا؟"

"اس کے لیے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے جس کے دماغ سے یہ علم وہ اپنے دماغ میں منتقل کرا سکے۔ میں نے شارپ کو ختم کردیا ہے۔"

وہ خوش ہوکر بولا۔ "اوہ تھینکس گاڈ!" اس نے تو ناک میں دم کردیا تھا۔ آخر اپنے انجام کو پہنچ گیا۔"

"اس مشین کے متعلق ضروری باتیں یاد رکھو۔ تین افراد اس مشین کو آپریٹ کرنا جانتے ہیں۔ ایک میں، دوسری مورینا، تیسرا آرمر جو آپ کی قید میں ہے۔ ہم تینوں میں سے کوئی بھی ایس ماسٹر کے ہاتھ لگے گا تو وہ پہلی فرصت میں یہ علم حاصل کرلے گا۔"

"یہ اچھا ہی ہوا کہ میں نے اب تک آرمر کو قید میں رکھا ہے۔"

"اسے آپ قیدی بنا کر نہ رکھیں، مہمان بنا کر رکھیں۔ اسے ہر طرح کا عیش و آرام ملنا چاہیے۔ صرف اتنی احتیاط رکھیں کہ جہاں اسے رکھا جائے وہاں پر نہ بھی پر نہ مار سکے۔"

"میں ایسے انتظامات کرچکا ہوں۔ آپ کی سفارش پر اسے زیادہ سے زیادہ سہولتیں دوں گا۔"

"مشین کے بارے میں دوسری بات سنیے۔ ایس ماسٹر تجربہ کار میکینک اور ماہرین کے ذریعے اسے آپریٹ کرنے کا طریقہ معلوم کرسکتا ہے۔ جب مشین کا تجربہ کیا جائے گا، ایک ایک پُرزے کو سمجھا جائے گا، اس کے فنکشن کے متعلق معلوم ہوگا تو طریقہ بھی معلوم ہوجائے گا۔ اس میں کچھ وقت لگے گا۔ بہرحال، اسے مشین آپریٹ کرنا آجائے گا۔"

"یہ بات تشویش ناک ہے۔"

"اس سلسلے میں تیسری بات یہ ہے کہ اس کے پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ آرمر آپ کے پاس ہے۔ مورینا اور جو جو سیرے پاس ہیں۔ باقی رسوتی اور شیبا خود اپنی حفاظت کرنا جانتی ہیں۔"

وہ بات سنتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ اس کے اندر کھلبلی پیدا ہوگئی تھی۔ کیونکہ وہ ایک سُپر پاور تھا۔ اس کے مقابلے میں ایک سُپر پاور ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والا تھا۔ اگر ایسا ہوجاتا تو وہ ماسک مین سے کئی گنا برتر اور طاقتور ہوجاتا۔ سب سے اہم بات یہ کہ خیال خوانی کے ذریعے رفتہ رفتہ سرنگ بناتا ہوا ماسک مین کے ملک کے ایک ایک راز تک پہنچ سکتا تھا۔

وہ پریشان ہوکر بولا۔ "فرہاد! کچھ کرو۔ وہ مشین اس کے پاس نہیں رہنا چاہیے۔"

"میں اسی لیے امریکا میں ہوں۔ فی الحال ہمیں مورینا کو چھپا کر رکھنا ہے۔ ابھی وہ ایک آپ میں ہے۔ گیٹ اَپ چینج کردیا ہے۔ اب مجھے ایک خفیہ پناہ گاہ کی ضرورت ہے جو آپ ہی کے ذریعے حاصل ہوسکتی ہے۔"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میرے پاس محفوظ اور خفیہ پناہ گاہیں ہیں۔ سپر ماسٹر کا دھیان بھی کبھی ادھر نہیں جائے گا۔"

"میں ایسی ہی کسی پناہ گاہ میں مورینا کو چھپا دینا چاہتا ہوں۔"

"میں باس کو حکم دے رہا ہوں۔ وہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرے گا۔ آپ کو مختلف پناہ گاہوں تک پہنچائے گا، جو جگہ پسند ہو مورینا کو چھپا دیں۔"

"ماسک مین! اس سلسلے میں ایک بات کا تصفیہ ابھی ہوجائے۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"ہم مشین کے معاملے میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ وہ مشین جب بھی ہاتھ آئے گی وہ قسمت کا دھنی ہوگا۔ دوسرے معاملات میں ہم دوست ہیں اور دوست رہیں گے لہٰذا مورینا کو بھی چھپا کر رکھوں اسے آپ اغوا نہیں کریں گے اور کسی دوسری جگہ مجھ سے چھپا کر نہیں رکھیں گے۔"

"آپ کیسی باتیں کررہے ہیں۔ میں کبھی آپ کو دھوکا نہیں دوں گا۔ مجھے ایسا کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ میرے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والا آرمر موجود ہے۔"

مورینا کے سلسلے میں اس سے دھوکا نہیں ہوسکتا تھا اور اگر ہو بھی جاتا تو ہمیں ان حالات سے نمٹنا آتا ہے۔ یہ بعد کی باتیں تھیں۔ فی الحال مورینا کو چھپانے کے لیے ماسک مین کا تعاون لازمی تھا۔ اس نے پوچھا۔ "فرہاد صاحب! کیا ایس ماسٹر سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے؟"

"صرف اس کی آواز سُنی ہے۔ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ سانس روک لیتا ہے۔"

"میں آپ کو اس کے گھر تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔"

میں نے جلدی سے پوچھا۔ "وہ کیسے؟ کیا آپ اسے جانتے ہیں؟"

"وہ شطرنج کا مانا ہوا کھلاڑی ہے۔ اس کے متعلق اتنی ہی معلومات ہیں کہ وہ بچپن سے شطرنج کھیلتا آرہا ہے۔ یہ اس کا خاندانی مشغلہ ہے۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن کے ذریعے اس کے ماضی تک پہنچ سکتا ہوں۔ میرے آدمی اس کے متعلق معلومات فراہم کررہے ہیں کہ پچھلے تیس برس میں کتنے شطرنج کے مانے ہوئے کھلاڑی مختلف ٹورنامنٹ میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ ان کے نام اور پتے معلوم ہونے کے بعد ہم اس لائن پر چلیں گے کہ شطرنج کا کون سا کھلاڑی سیاست

ں حصہ لیتا رہا ہے پھر رفتہ رفتہ امریکا کی سیاست میں بہت بڑا دار ادا کرنے لگا ہے۔ ایسا ہی کوئی آدمی آج کا سپر ماسٹر ہے۔"

"آپ بہت دور تک معلومات حاصل کررہے ہیں۔ انشاء اللہ ں کے گھر تک مجھے پہنچا دیں گے۔ میں اس دن کا انتظار کروں گا۔ پ اپنے باس کو حکم دیں کہ میرے لیے خفیہ اڈے، جانباز فائٹر، اریں اور ہیلی کاپٹر وغیرہ ہر دم تیار رکھے۔ کسی وقت بھی کسی چیز کی ورت پڑ سکتی ہے۔"

میں نے مورینا کے پاس آکر دیکھا۔ وہ لباس تبدیل کرکے بار ہوچکی تھی۔ میرا انتظار کررہی تھی۔ آئینے کے سامنے گھوم گھوم ر دیکھ رہی تھی۔ خود کو ایک نئی دوشیزہ کے روپ میں دیکھ کر خوش ورہی تھی۔ میں نے کہا۔ "اسی کمرے میں انتظار کرو۔ میں تھوڑی دیر ے لیے دماغی طور پر حاضر رہوں گا۔ اپنے معاملات نمٹاؤں گا۔ ھر تمہیں یہاں سے لے چلوں گا۔"

ہماری کار بہت پہلے ہی فلائنگ کلب کے قریب پہنچ گئی ھی۔ غلام باقی نے گاڑی روک دی تھی۔ وہ میرا انتظار کررہا تھا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہوکر کہا۔ "ہم ہیلی کاپٹر کے ذریعے نہیں جائیں گے۔"

"پھر؟" پومی نے پوچھا۔ "کیا ہم شکاگو نہیں جائیں گے؟"

"نہیں۔ تم جانتی ہو، ایس ماسٹر یہاں جو چاہے کرسکتا ہے۔ اس نے مورینا کو حراست میں لینے کے لیے پولیس اور انٹیلی جنس والوں و فرنانڈو کے ہاں بھیجا تھا۔ اگر ایک منٹ کی تاخیر ہوجاتی تو مورینا رفتار ہوجاتی۔ اب وہ ایک ہوٹل میں ہے۔ میک اَپ ہوچکا ہے۔ ہاں سے نکلنے کو تیار ہے لیکن ہم ہیلی کاپٹر استعمال نہیں کریں گے تو یس ماسٹر کے سراغ رساں ہم پر نظر رکھیں گے۔ وہ جانتے ہیں، فرنانڈو ہماری پشت پر ہے اور اس کے ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے والے فرہاد کے ہی آدمی ہوسکتے ہیں۔"

میں نے پومی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "تم اپنے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کروالو اور لباس تبدیل کرلو۔"

غلام میرے حکم پر ڈکی سے ایک بیگ نکال کر لے آیا۔ میں نے کہا۔ "تم یہاں سے جاؤ، گھومتے پھرتے رہو۔ میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ تم جہاں رہو گے وہاں تمہارے لیے گاڑی پہنچ جائے گی۔"

وہ چلا گیا۔ ہماری کار کے شیشے کھرڈے تھے۔ باہر والوں کو نظر نہیں آسکتا تھا، اندر کیا ہو رہا ہے۔ ہمارے بیگ میں ریڈی میڈ میک اَپ تھا۔ پومی نے سامان نکال کر میک اَپ شروع کیا۔ آئینہ دیکھتے ہوئے اپنی بھویں ڈراموئی کرلیں۔ آنکھوں کے دونوں کناروں کے پاس ایک پتلا سا ربڑ لگا لیا، یہ ربڑ چہرے کی جلد کو ایک طرف ذرا کھینچ لیتا تھا۔ اس طرح اس کی دونوں آنکھیں ذرا ذرا سی کھنچ گئیں۔ آنکھیں بدلنے سے انسان کا چہرہ بھی بڑی حد تک بدل جاتا ہے۔

اس نے ناک کے دونوں نتھنوں میں چھوٹے چھوٹے سے اسپرنگ لگائے جس سے ناک پھیل گئی۔ پھر اس نے بالوں کی وگ اپنے سر پر رکھی۔ اِدھر میں نے اپنے چہرے پر مونچھ اور داڑھی کا اضافہ کیا۔ آنکھوں پر سیاہ گاگلز چڑھا لیے۔ جو کوٹ پہنا ہوا تھا، وہ دو رنگوں کا تھا۔ اگر اسے اُلٹ کر پہنا جاتا تو وہ نیلے رنگ کا ہوجاتا۔ پومی نے بیگ سے اپنا لباس نکالتے ہوئے کہا۔ "اُدھر منہ کرو۔"

میں نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم کار سے نکلے تو کوئی ہمیں پہچان نہیں سکتا تھا۔ تہ خانے میں بہرام گنگو کے ساتھ جتنے آدمیوں نے ہمیں دیکھا تھا، وہ بھی ہمیں دیکھ کر دھوکا کھا جاتے۔ جن سراغرسانوں کو ہمارا لباس اور حلیہ بتایا گیا تھا، وہ ہم تک پہنچ نہ پاتے۔ میں نے وہ بیگ سنبھال لیا تھا۔ ہم پیدل چل رہے تھے۔ پومی نے پوچھا۔ "کتنی دور جائیں گے؟"

میں نے کہا۔ "ایک گاڑی آنے والی ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ماسک مین سے کہہ دیا تھا۔ فلائنگ کلب سے ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر وہ گاڑی کھڑی ہوگی۔ اس کا رنگ اور نمبر مجھے معلوم ہے۔"

میں نے چلتے ہوئے غلام باقی کو مخاطب کیا اور پوچھا۔ "تم جہاں ہو، وہاں کی اہم نشانی بتاؤ اور انتظار کرو۔"

"اس وقت میں ایلائنٹر تھیٹر کے سامنے ہوں۔"

"وہیں رک جاؤ۔"

میں نے ریڈ پاور کے باس سے کہا۔ "میرا نیگرو ساتھی ایلائنٹر تھیٹر کے پاس کھڑا ہوا ہے۔ وہاں گاڑی بھیج دو۔"

اس نے مجھے گاڑی کا رنگ اور نمبر بتایا جو میں نے غلام باقی کو بتا دیا۔ اس وقت تک ہم اپنی کار کے پاس پہنچ گئے تھے۔ میں نے دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تم ڈرائیو کرو گی۔"

اس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے غلام باقی کو مخاطب کیا لیکن زبان سے بھی بولتا رہا تاکہ پومی سُن لے۔ میں نے اس سے کہا۔ "اس شہر سے سات میل دور ہائی وے پر گوگو ہوٹل ہے، تم اس ہوٹل کے سامنے گاڑی روک کر گاڑی ہی میں بیٹھے رہو گے۔ ایک شخص آکر تمہاری گاڑی کا دروازہ کھولے گا۔ پھر تمہیں ہوٹل کے کمرے میں پہنچا دے گا۔ کمرے میں دو چار لوگ ہوں گے جو تمہارا حلیہ تبدیل کریں گے اور تمہیں چور دروازے سے باہر کردیں گے۔ ہم بھی وہیں پہنچ رہے ہیں۔ وہاں کے دوسرے کمرے میں ہمارا بھی حلیہ تبدیل کیا جائے گا۔ ہم بھی چور دروازے سے نکلیں گے۔"

میں نے پومی کی طرف دیکھا۔ وہ بولی۔ "میں اسی طرف جا رہی ہوں۔"

"ذرا سُست رفتاری سے چلو، میں ابھی مورینا کے ساتھ ہوں گا۔ گوگو ہوٹل کے سامنے پہنچ کر مجھ سے مخاطب ہوسکتی ہو۔"

میں نے مورینا کے پاس آکر کہا۔ "یہاں سے نکلو۔ کمرے کا دروازہ بند کرنا۔ لاک نہ کرنا۔ چابی وہیں چھوڑ دو۔"

"چابی تو کاؤنٹر پر جمع کی جاتی ہے۔"

"تم وہ مورینا نہیں ہو جو کاؤنٹر سے چابی لے کر کمرے میں آئی تھی؟ تم کوئی وزیٹر ہو۔ کسی سے ملنے آئی تھیں؟ اب واپس جا رہی ہو۔ تم سے کوئی چابی کے متعلق نہیں پوچھے گا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "اوہ گاڈ! میں بھول ہی گئی تھی کہ میں کوئی دوسری لڑکی بن گئی ہوں۔"

وہ کمرے سے نکل آئی پھر لفٹ میں پہنچی۔ وہاں سے گراؤنڈ فلور پر آئی۔ لفٹ سے نکلنے کے بعد کاؤنٹر کے قریب پہنچتے ہوئے بولی۔ "کوئی مجھے پہچان تو نہیں رہے گا؟"

"تم اندر سے مورینا ہو اس لیے اندیشے میں مبتلا ہو۔ تمہیں میک اپ کرنے اور روپ بدلتے رہنے کی عادت ہو جائے گی تو بڑی دلیری سے کسی بھی جان پہچان والے کے سامنے کھڑے ہو کر گفتگو کرو گی۔ نہ تمہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ تمہیں پہچان سکے گا۔ آج بھی کوئی نہیں پہچان سکتا۔ دیکھو میں نے تمہیں باتوں میں لگا کر کاؤنٹر کے پاس سے گزار دیا ہے۔ تم باہر آگئی ہو۔ اب آگے بڑھ کر پارکنگ ایریا میں دیکھو۔ ایک سفید رنگ کی کار کے پاس ہلکی نیلی وردی پہنے ہوئے ایک ڈرائیور ہے۔ تم اس کے سامنے پہنچو۔ وہ تمہارے لیے گاڑی کا دروازہ کھول دے گا۔"

اس نے ایسا ہی کیا۔ جیسے ہی اس کے قریب پہنچا ڈرائیور نے ادب سے سلام کیا۔ پھر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔ "اوہ مرزا! یہ سب کہانیوں جیسا لگ رہا ہے یوں لگتا ہے جیسے میں کوئی جاسوسہ ہوں اور دشمنوں سے چھپتی پھر رہی ہوں۔ بڑا مزہ آرہا ہے۔"

"یہی ہو رہا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ کہانی نہیں تمہاری زندگی کی حقیقت ہے۔"

"میں کہاں جا رہی ہوں۔ یہ کس کی کار ہے۔ تم اتنی جلدی سارے انتظامات کیسے کر لیتے ہو؟"

"یہ باتیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائیں گی۔ ابھی کام کی بات سنو۔ یہ کار تمہیں فلائنگ کلب پہنچائے گی۔ وہاں دو شخص تمہاری گاڑی کے پاس آئیں گے۔ کار کا دروازہ کھولیں گے۔ تم ان کے ساتھ چلی جانا۔ وہ تمہیں ہیلی کاپٹر میں کہیں لے جائیں گے۔"

"کہاں لے جائیں گے؟ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"تم اپنے دماغ کے دروازے میرے لیے کھلے رکھو گی تو میں تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا۔ تمہیں جہاں لے جایا جا رہا ہے مجھے اس جگہ کا علم نہیں ہے۔ میں تمہارے ہی ذریعے وہاں کا پتا ٹھکانا معلوم کر سکتا ہوں۔"

"یعنی ڈرنے کی بات نہیں ہے؟"

"پیٹر! اپنے دل سے ڈر نکال دو۔ تم نے نیل پیتھی سیکھنے کے لیے اپنے لیے ایسی زندگی گزارنے کا راستہ اختیار کر لیا ہے جس پر چلنا تمہارے اختیار میں نہیں ہے۔ حالات تمہیں کہیں سے کہیں پہنچاتے رہیں گے۔ تم کب تک ڈرتی رہو گی؟"

گاڑی ایک فلائنگ کلب کے پاس پہنچ کر رک گئی۔ دو شخص گاڑی کے پاس آئے۔ ایک نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ مورینا باہر آئی۔ انھوں نے ادب سے سلام کیا اور آگے جانے لگے۔ وہ ان کے پیچھے چلنے لگی۔ تینوں ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ اسی وقت پولی نے مخاطب کیا۔ میں نے کہا۔ "مورینا! میں تمہارے پاس آرہا ہوں گا۔ تمہیں پھر سمجھاتا ہوں۔ اپنے دل سے ڈر نکال دو۔ دلیر بن کر رہو۔ میں بہت جلد غلام باقی کو تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔"

میں اسے تسلیاں دے کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ہانگ کانگ کے گوگو ہوٹل کے سامنے رُکی ہوئی تھی۔ ایک شخص نے آکر دروازہ کھولا۔ کار سے باہر آئے۔ پھر اس کے ساتھ چلتے ہوئے ہوٹل کے اندر پہنچے۔ وہاں سے لفٹ کے ذریعے چوتھی منزل پر پہنچ کر ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ کمرے کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

ہر کام سہولت سے مگر تیزی سے ہوتا جا رہا تھا۔ وہاں میک اپ کا سامان اور ہمارے لیے مختلف لباس رکھے ہوئے تھے۔ میک اپ کرنے والے بھی موجود تھے۔ ایک شخص نے جوان جوڑے کی تصویریں دکھائیں۔ ان کی تصویریں مختلف زاویوں سے اتاری گئی تھیں۔ ان کے مطابق ہمارا میک اپ شروع ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "جناب! ان دونوں کی آوازوں کا کیسٹ بھی ہے۔ کیا آپ سننا چاہیں گے؟"

"تھوڑی دیر بعد سنوں گا۔ پھر ان کے متعلق سب کچھ معلوم کر لوں گا۔ تم جو کچھ جانتے ہو وہ بتاؤ۔"

اس نے بتایا۔ "لڑکی کا نام انامیریا ہے اور جوان کا نام جے ہے۔ یہ دونوں کیپ ٹاؤن کے رہنے والے ہیں۔ کل ان کی شادی ہوئی ہے۔ انھوں نے ہنی مون منانے کے لیے نیاگرا آبشار کے پاس ایک کاٹیج ریزرو کرایا تھا۔ ان کا تعلق ریڈ پاور سے ہے۔ ہمارے باس نے انھیں نیویارک بلا لیا ہے۔ جب آپ نیاگرا کے کاٹیج میں پہنچیں گے تو ان کا میریج سرٹیفکیٹ اور ان سے تعلق رکھنے والے تمام اہم کاغذات وہاں موجود ہوں گے۔"

میں نے پولی سے کہا۔ "میں مورینا کی خبر لیتا رہوں گا۔ تم انامیریا کی آواز سنو تاکہ اس کا لب ولہجہ اور گفتگو کا انداز اختیار کر سکوں۔ میں باقی معلومات اس کے دماغ سے حاصل کر لوں گا۔"

اس شخص نے ریکارڈر قریب لا کر رکھا۔ اس میں انامیریا کی آواز کا کیسٹ لگا گیا۔ پھر اسے آن کر دیا۔ میں نے مورینا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہی تھی۔ مجھے دماغ میں محسوس کر کے مسکرانے لگی۔ میں نے کہا۔ "تمہاری مسکراہٹ بتا رہی ہے، دل سے ڈر نکل گیا ہے۔"

وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولی۔ "دراصل میں نے ایسی زندگی کبھی نہیں گزاری۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی، ایسے حالات سے دو چار ہونا پڑے گا۔ تم لوگوں کی طرح میرا دل بھی رفتہ رفتہ مضبوط ہو جائے گا۔ باقی کہاں ہے؟"

"اس کا حلیہ بھی بدل گیا ہے۔ وہ بہت جلد تم سے ملے گا۔"

"میں نے ایک آدھ بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ سانس روک لیتا ہے۔ فی الحال کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ اسی لیے تو میں نے بھی اپنے دماغ کو تمہارے لیے آزاد چھوڑا ہوا ہے۔ پھر وہ میرا راستہ کیوں روک سکتا ہے؟"

"وہ صرف میرے کوڈ ورڈز سن کر دماغ کے دروازے کھولتا ہے۔ میں اسے سمجھا دیتا ہوں۔ تم چند سیکنڈ بعد اس سے سوچ کے ذریعے گفتگو کر سکو گی۔"

میں نے غلام باقی سے پوچھا۔ "کیا تم مورینا کو بھی دماغ میں نہیں آنے دیتے ہو؟"

"آپ نے میرے اور اس کے درمیان کوڈ ورڈز مقرر نہیں کیے ہیں، اس لیے احتیاطاً سانس روک لیتا ہوں۔"

"فی الحال کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ تم مورینا کے ساتھ کوڈ ورڈز مقرر کر لو۔ اس کے مطابق سوچ کے ذریعے گفتگو کرو۔"

میں اسے سمجھا کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ہمارے چہروں پر میک اپ ہو رہا تھا۔ میری آنکھیں بند تھیں۔ ریکارڈر سے ابھرنے والی انامیریا کی آواز میرے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ میں وہ آواز سنتے سنتے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کل ہی دلہن بنی تھی۔ اپنے دُلھا کے ساتھ تھی۔ میں فوراً واپس آگیا۔

میں نے آنکھیں کھول کر آئینے میں دیکھا۔ میک اپ کرنے والے بڑی مہارت سے چہرہ تبدیل کر رہے تھے۔ میں تصویر کے مطابق جے دالرمپل بنتا جا رہا تھا۔ پولی تقریباً انامیریا بن چکی تھی۔ میں ریڈ پاور کے باس کے پاس گیا۔ وہ اس بنگلے میں تھا جہاں مورینا پہنچنے والی تھی۔ میرے مخاطب کرنے پر باس نے کہا۔ "جناب! ابھی میرے آدمیوں نے اطلاع دی ہے مس مورینا کا جو بوائے فرینڈ ہے، وہ نیگرو ہے۔"

"ہاں، یہ میں بتانا بھول گیا تھا۔"

"اس کا نیگرو ہونا ہمارے لیے پرابلم پیدا کرے گا۔ آپ جانتے ہیں یہاں آئے دن نسلی فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ گورے لوگوں کو کالوں سے عداوت ہے اور کالوں کو گوروں سے نفرت ہے۔ ریڈ پاور کی ایک بہت ہی قابل عورت لیڈی ہیلنا اس بنگلے میں رہتی تھی۔ اس کا ایک جوان عاشق تھا۔ ہم نے سوچا تھا مورینا اور اس کے بوائے فرینڈ کو اسی روپ میں یہاں رکھیں گے۔"

"میں دشواری سمجھ گیا۔ لیڈی ہیلنا کا فرینڈ گوری چمڑی والا ہے لہٰذا میرا ساتھی غلام باقی وہاں مورینا کے ساتھ بنگلے میں نہیں رہ سکے گا۔"

"بنگلے کے کوارٹر میں تین نیگرو ملازم ہیں جن میں ایک مرد اور دو عورتیں ہیں۔ ہم اس مرد کی جگہ غلام باقی کو ایڈجسٹ کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے یہی سہی۔"

"آپ غلام باقی اور مورینا کو سمجھا دیجیے۔ اس علاقے میں وہ مالکہ اور ملازم کی حیثیت سے رہیں گے۔ ان میں بے تکلفی ہونی یا کسی کو شبہ ہو کہ ایک گوری عورت کسی کالے آدمی کے ساتھ رہتی ہے تو یہاں بھی فسادات شروع ہو جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "یہ بڑا پرابلم ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے دیوانے ہیں اور کوئی بھی غلطی کر سکتے ہیں۔ میں کہاں تک ان کی نگرانی کروں گا۔"

وہ کچھ سوچ کر بولا۔ "نسلی فسادات انگلینڈ اور امریکا میں ہوتے ہیں۔ کیا مورینا کسی دوسرے ملک میں نہیں رہ سکتی؟"

میں نے مورینا کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ "موجودہ حالات میں تمہارا ایک نیگرو کے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔ کیا تم غلام باقی کے ساتھ پیرس جا سکتی ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "ضرور جاؤں گی۔"

میں نے ریڈ پاور کے باس سے کہا۔ "آپ دونوں کو پیرس روانہ کر دیجیے۔"

"میں انتظامات کر رہا ہوں۔ غلام باقی سے کہہ دیجیے، میرے آدمیوں کے ساتھ نیویارک چلا آئے۔ مورینا بھی یہاں پہنچ جائے گی۔"

میں نے غلام باقی سے کہہ دیا، اسے نیویارک جانا ہے۔ ادھر ہمارا میک اپ ہو چکا تھا۔ پولی کے سامنے انامیریا کی تصویریں تھیں اور میرے سامنے جے دالرمپل۔ ہم آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر ہر زاویے سے کبھی تصویروں کو دیکھ رہے تھے اور کبھی اپنے آپ کو۔ پھر میں نے اطمینان ظاہر کیا۔ اسی وقت دماغ میں سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ رسونجی کی آواز سنائی دی۔ "فراد! تمہیں معلوم ہے، میں نے اسرائیلی حکام کو چیلنج کیا ہے۔ تین گھنٹے گزر چکے ہیں، باقی تین گھنٹوں میں ہیں ہر اس شخص کے دماغ تک پہنچ سکتا ہے جس کے ذریعے ہم انھیں ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکیں۔"

"اب تک تم نے اور شیبا نے کچھ نہ کچھ تو کیا ہی ہوگا؟"

"ہم بہت ہی اہم لوگوں کے دماغوں تک پہنچ چکے ہیں۔

اس کے باوجود ابھی بہت کچھ کرنا ہے یہاں تمہاری موجودگی ضروری ہے۔ اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر میرے بیٹے کے پاس آؤ۔"

"میں سونیا کے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

سونیا کا دماغ ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مرکز بن گیا۔ میں نے پوچھا۔ "رسونتی نے جو چیلنج کیا ہے، اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

"اور دو چار گھنٹے بعد اگر پوچھتے تو اچھا ہوتا۔ جب اس نے اتنا بڑا چیلنج کیا تھا تو تمہیں فوراً میرے پاس آنا چاہیے تھا۔ یہ نہ کہنا بُری طرح مصروف تھے۔ یہ سُنتے سُنتے کان پک گئے ہیں۔"

"میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"تم کیا کر رہے تھے؟"

"عیاشی کر رہا تھا۔"

"منہ پھلا کے جواب دے رہے ہو؟"

"کام کی بات کرو۔"

رسونتی نے کہا۔ "فرہاد! اس وقت یہ باتیں اچھی نہیں ہیں۔"

"تم عورتوں کو جو کرنا ہے وہ کرتی رہو۔ مجھے جو کرنا ہوگا کروں گا۔"

"سونیا کی بات پر ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ اکثر لوگ ایسے ہی مصروف ہو کر اپنی اولاد سے غافل ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے یہی معلوم ہے کہ ٹرانسفارمیشن کے لیے تم کس طرح دن رات مصروف رہتے ہو لیکن اس سے بھی اہم بیٹا ہے۔"

"بیٹے کا حوالہ نہ دو۔ آج تک اسی لیے گھریلو زندگی نہ گزار سکا۔ دشمن حالات اس کی اجازت نہیں دیتے۔ اگر میں تمہاری طرح بیٹے سے لگا رہ سکتا تو ایک گھر بھی بنا سکتا تھا۔ بہرحال بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ میرا خیال ہے مائک مین کے آدمیوں کے ذریعے تم اور شیبا اہم افسران تک پہنچ چکی ہو۔"

"ہم ایسا کر چکے ہیں لیکن سونیا کہتی ہے، چھ گھنٹے سے پہلے ہی میرے مطالبات تسلیم کر لیے جائیں گے۔ میرے بیٹے کو یہاں سے جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔"

میں نے کہا۔ "یہ بڑی بی بڑی اللہ والی ہیں۔ ان کی پیشگوئیاں ہمیشہ درست ہوتی ہیں۔ پھر گھبرانے کی کیا بات ہے؟"

میری بات ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ سونیا نے کہا۔ "کم اِن۔"

دروازہ کھلا۔ وہاں دو فوجی افسر کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا۔ "مادام! ہم دوستی کے نئے جذبے سے آئے ہیں۔ کیا آپ ہال میں چلنا پسند کریں گی جہاں میرے سے گفتگو ہوگی؟ آپ کو اسٹر پارس کے ساتھ یہاں سے روانہ کر دیا جائے گا۔"

اس نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے۔ میں تمہاری کسی میٹنگ میں

شریک نہیں ہو سکتی۔ پہلے پارس کو یہاں سے لے جاؤں گی، بعد میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری میٹنگ میں شریک ہو سکتے ہیں۔"

دونوں افسران نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ جھجک رہے تھے۔ سونیا نے کہا۔ "اپنے پردہ نشین اعلیٰ افسران سے کہہ دیں، بابا فرید واسلی صاحب کے ادارے سے ایک چارٹرڈ طیارہ یہاں آئے گا۔ ہم اس میں جائیں گے چونکہ ہمارے درمیان اعتماد کا فقدان ہے لہٰذا ہم تمہارے طیارے میں سفر نہیں کریں گے۔"

دونوں افسران چلے گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ سونیا نے کہا۔ "رسونتی! اپنے صاحب سے کہو کہ بڑی بی کی پیشگوئی درست ہے۔ میں کوئی کمال نہیں کرتی۔ حالات کا جائزہ لے کر بات کرتی ہوں۔ اب سے پہلے بھی ہم نے ایک بہت بڑا چیلنج کیا تھا۔ اس کے مطابق تل ابیب کے جنریٹر کو بم کے دھماکوں سے اڑا دیا تھا۔ اس کے نتیجے میں پورا شہر تاریکی میں ڈوب گیا۔ عجب طرح کی دہشت پھیل گئی۔ وہ پھر ایسا نہیں چاہیں گے۔ سیدھی سی بات ہے، دنیا کا کوئی ملک ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اپنے اہم راز چھپا کر نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ہمارے گرد پوپ میں خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ایک کو ہلاک کر دیں گے تو باقی خیال خوانی کرنے والے پورے ملک میں زلزلہ پیدا کر دیں گے۔ بائی دی وے، تمہارے بڑے صاحب کو میری پیشگوئی سے بہت دکھ پہنچا ہے۔"

میں نے کہا۔ "بڑھاپے میں یہ علم کام آئے گا، ایک طوطے کے ساتھ دکان کھول کر بیٹھ جانا۔ خاصی آمدنی ہوگی۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "کیا تم دونوں لڑتے ہی رہو گے، کوئی کام کی بات نہیں کرو گے؟"

سونیا نے کہا۔ "کام کی بات ہمارے دشمن کر رہے ہیں۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ سونیا نے کہا۔ "دیکھا۔ پھر کام کی بات کرنے آ گئے۔" پھر اونچی آواز میں بولی۔ "کم اِن۔"

دروازہ کھلا۔ وہی دو فوجی افسر نظر آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "مادام! آپ خاص طیارہ منگوا سکتی ہیں۔ جب چاہے جائیں لیکن طیارے کے آنے تک ہماری میٹنگ میں شریک ہو جائیں پلیز انکار نہ کریں۔"

سونیا نے کہا۔ "میٹنگ میں جتنے حضرات شریک ہوتے ہیں وہ سب نمائشی ہوتے ہیں۔ نہ ان کی باتوں میں کوئی وزن ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اپنے طور پر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ فیصلہ کرنے والے سات پردوں کے پیچھے رہتے ہیں۔ ان سے کہو۔ اتنے بڑے ہال میں میٹنگ کرنا ہماری آوازیں ریکارڈ کرنا اور کیمروں کے ذریعے دستاویزی فلم تیار کرنا فضول سی باتیں ہیں۔ اگر ضروری بات کرنا چاہتے ہیں تو وہ چپ کر بھی کمپیوٹر کے ذریعے کر سکتے ہیں۔ یہاں میرے سامنے مائک اور مانیٹر ٹی وی رکھ دیا جائے۔ جب میں چلی جاؤں گی تو فرہاد، رسونتی اور شیبا کسی ٹی وی کے ذریعے اسی طرح گفتگو کر لیں گے۔"

وہ افسر پھر چلے گئے۔ اس دوران رسونتی نے جناب شیخ الفدا سے کہہ دیا تھا کہ طیارہ وہاں سے روانہ کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد فوجی جوانوں نے سونیا کے کمرے میں مائک اور مانیٹر ٹی وی لا کر رکھ دیا۔ میں نے بیزار ہو کر کہا۔ "ان لوگوں کو میٹنگ کرنے کی بیماری لگ گئی ہے۔ پتا نہیں اب کیا بکواس کرنا چاہتے ہیں۔"

انھوں نے مائک کو سونیا کے سامنے رکھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر ٹی وی رکھ دیا گیا۔ پھر اسے آن کر کے کمرے سے باہر چلے گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ سونیا نے مائک کو آن کرنے کے بعد کہا۔ "ہیلو! میں اپنی آواز سُنا سکتی ہوں۔ آپ فرمائیں کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

اسکرین پر جواب موصول ہونے لگا۔ "مادام سونیا! ہم آپ کے ذریعے فرہاد، رسونتی اور شیبا سے معذرت چاہتے ہیں۔ پچھلی میٹنگ میں ہمارے درمیان تلخیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ ہمارے درمیان جو بے اعتمادی ہے، اس سے ہم دونوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہمیں بہت زیادہ نقصان پہنچتا بلکہ ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا اور آپ لوگوں کا نقصان بہت کم ہوتا۔ پھر بھی نقصان زیادہ ہو یا کم، نقصان ہی ہوتا ہے۔"

اسکرین پر دو جوابی تحریریں مٹ گئیں۔ اب دوسری تحریریں ابھرنے لگیں۔ "آپ نے ہمارا فیصلہ سن لیا ہے۔ آپ اسٹر پارس کو جب چاہیں یہاں سے لے جا سکتی ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم آپ پر بھرپور اعتماد کر رہے ہیں۔ کیا آپ کی جانب سے بھی ایسا ہی کیا جائے گا؟"

سونیا نے کہا۔ "بیشک، ہم زبان کے پابند ہیں۔ جو کہتے ہیں، وہ ضرور کرتے ہیں۔ کل شام تک شیبا یہاں پہنچ جائے گی۔ بائی دی وے دوطرفہ اعتماد یونہی قائم نہیں ہوتا، جب تک طاقت کا توازن نہ ہو، کسی کو کسی سے خوف نہ ہو، دوستی کے معاملے میں لچک پیدا نہیں ہوتی۔"

ابھی ٹی وی اسکرین سادہ تھا کیونکہ سونیا بول رہی تھی، دوسری طرف وہ سُن رہے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ہمارا آپ کا معاملہ مختلف ہے۔ آپ طاقت کا توازن چاہتے تھے۔ اس لیے پارس کو، مجھ کو اور شیبا وغیرہ کو یہاں رکھنا چاہتے تھے تاکہ ہم قیدی مہمان بن کر رہیں۔ ہمارے اطراف اتنا سخت پہرا ہو کہ ہم یہاں کی سرحد پار نہ کر سکیں اور آپ اپنی باتیں ہم سے منوا سکیں۔ بہرحال آپ نے دیکھ لیا۔ رسونتی جیسی ممتا کی ماری عورت نے اپنے بیٹے کو قربان کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ میں بھی جان دینے کو تیار تھی لیکن یہ طاقت کا توازن نہیں تھا۔ ہم صرف دو تھے اور یہاں تمہاری پوری قوم نیست و نابود ہونے والی تھی۔ لہٰذا آئندہ اس بات کو یاد رکھنا کہ اعتماد خوف سے پیدا ہوا ہے، دوستانہ جذبے سے نہیں۔"

اسکرین پر جواب موصول ہونے لگا۔ وہاں لکھا تھا۔ "آپ کی باتیں بڑی تلخ ہیں مگر ہم حقیقت سے انکار نہیں کریں گے۔ ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ وعدے کے مطابق کل شام تک مس شیبا یہاں تشریف لائیں گی۔ کیا ہم ان کے لیے خصوصی طیارہ روانہ کر دیں؟"

"جی ہاں، شیبا کو اپنی قومی ایئر لائن کے طیارے میں سفر کرتے ہوئے خوشی ہوگی۔ آپ اسے اگلے پرسوں بھیج دیں۔"

میں نے کہا۔ "اب سارے معاملات طے ہو چکے ہیں، میری ضرورت نہیں رہی، میں جا رہا ہوں۔ کوئی اہم بات ہو تو بلا لینا۔"

میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ہم نے لباس تبدیل کر لیا تھا، میرے سامنے انامیر پارکھڑی ہوئی تھی اور پوپی کے سامنے جے والٹر دکھائی دے رہا تھا۔ ہمارے لیے جو سوٹ کیس لائے گئے تھے، انھیں کھول کر دیکھا۔ میرے سوٹ کیس میں بہترین جوڑے اور میری ضرورت کا سامان تھا۔ اسی طرح پوپی کے لیے الگ سوٹ کیس میں بہترین ملبوسات اور ضرورت کی چیزیں تھیں۔ ہم ہوٹل کے پچھلے دروازے سے نکل کر ایک کار میں بیٹھ گئے، وہاں سے ہمارا نیا سفر شروع ہو گیا۔

ادھر سونیا کو اپنے چارٹرڈ طیارے کے لیے ساڑھے تین گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا۔ جب اطلاع دی گئی کہ طیارہ پہنچ گیا ہے تو وہ پارس کے ساتھ ایک کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ منگل پانڈے کو وہاں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اب اسے شیبا کے ہمراہ آنے والے پارس کے ساتھ رہنا تھا۔ شیبا، سونیا۔ رسونتی اور پارس کے دماغوں میں موجود تھیں تاکہ کوئی خطرے کی بات ہو تو فوراً بچاؤ کی تدبیر کی جا سکے۔

جب وہ پارس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر ایئر پورٹ کی طرف روانہ ہوئی، تب ہی شیبا نے گھبرا کر کہا۔ "میں جا رہی ہوں۔ یہاں قلعے میں اچانک فائرنگ شروع ہو گئی ہے۔"

وہ چل گئی۔ ذرا دیر بعد آ کر بولی۔ "سونیا! رسونتی! یہاں خطرہ ہے، ہمارے قیمتی قلعے پر حملہ ہوا ہے۔ کئی ہیلی کاپٹر زمیں دار کر رہے ہیں اور پیراشوٹس کے ذریعے حملہ آور قلعے کے اندر اتر رہے ہیں۔"

سونیا نے کہا۔ "اوہ خدایا! یہ کیا ہو گیا۔ دیکھو شیبا! تمہاری کامیابی یہی ہوگی کہ تم اپنے حواس میں رہو۔ اگر بدحواسی کا مظاہرہ کیا تو دشمن غالب آ جائیں گے اور رسونتی! اسرائیلی افسران کو یہ پتا نہ چلے کہ شیبا پر کیا افتاد آ پڑی ہے ورنہ وہ یہی سوچیں گے کہ یہ کل یہاں نہیں آ سکے گی۔ لہٰذا مجھے اور پارس کو روک لیا جائے گا۔"

شیبا چلی گئی۔ رسونتی نے کہا۔ "میں تمہیں اور پارس کو چند سیکنڈ کے لیے چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ ابھی آتی ہوں۔"

وہ میرے پاس آ کر بولی۔ "شیبا خطرے میں ہے۔ اس کے

قلعے پر اچانک بڑے پیمانے پر حملہ کیا گیا ہے۔ تم فوراً وہاں پہنچو۔"

وہ اطلاع دے کر چلی گئی۔ میں پارس اوّل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تڑاتڑ فائرنگ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اسپیکر کے ذریعے آمنہ بول رہی تھی: "شیبا! جوجو اور پارس کو لے کر اپنے بیڈروم میں رہو۔ خطرہ بڑھتے ہی چور دروازے سے نکل جانا۔"

شیبا نے آمنہ کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میں بزدل نہیں ہوں۔ تمہیں خطرے میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ جوجو اور پارس میرے بیڈروم میں محفوظ ہیں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے دیکھ رہی ہوں، کہاں کیا ہو رہا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "دیکھو، سانس نہ روکنا، میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، آخر یہاں کیا ہو رہا ہے اور یہ کون لوگ ہیں۔ تمہارے ذریعے چند لوگوں تک پہنچنے کے بعد دماغ سے چلا جاؤں گا۔"

وہ بالکونی میں آ کر دیوار کی آڑ سے دیکھنے لگی۔ باہر تاریکی میں اچھی طرح دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ قلعے کے اندر اچھی خاصی روشنی کا انتظام تھا لیکن آمنہ نے مکمل اندھیرا کرا دیا تھا۔ بہت سے پیراشوٹ سے اترنے والے زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی گولیوں کا نشانہ بن گئے تھے مگر کچھ ایسے بھی تھے جو صحیح سلامت اتر آئے تھے۔ شیبا کے مسلح آدمیوں سے ان کا باقاعدہ مقابلہ ہو رہا تھا۔ پارس اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اور جوجو کو جھنجوڑ کر جگانا چاہتا تھا۔ شیبا نے پلٹ کر کہا۔ "اسے سونے دو۔"

میں نے حیرانی سے کہا: "کیا تم ان حالات میں جوجو کو سلائے رکھنا چاہتی ہو؟"

"مجبوری ہے۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ دو گھنٹے کی نیند پوری کرے گی۔"

"یہ عمل کیوں کیا تھا؟"

"سونیا کا مشورہ تھا۔ میں ابھی تفصیل بتا نہیں سکتی۔"

وہ دوڑتی ہوئی پارس کے پاس آئی پھر آمنہ کو مخاطب کرتے ہوئے بولی: "جوجو کا کیا ہو گا؟"

آمنہ نے کہا: "اسے سونے دو۔ تم پارس کو لے کر تہ خانے میں چلی جاؤ۔ حالات بگڑیں گے تو میں جوجو کو لے کر وہاں پہنچ جاؤں گی۔"

شیبا نے کہا: "تم مجھے کیوں بھگانا چاہتی ہو۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمہیں تنہا چھوڑ دوں گی؟"

"شیبا! حالات کو سمجھا کرو۔ تم تہ خانے میں رہ کر بھی خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں سے لڑ سکتی ہو۔ میرا ان کے روبرو رہ کر جنگ کرنا لازمی ہے۔ ہم دونوں میں بہت فرق ہے۔ جو کہہ رہی ہوں، وہ کرو۔ اس وقت تمہارا دماغ کام نہیں کرے گا۔"

میں نے کہا: "آمنہ درست کہہ رہی ہے۔ تم پارس کو لے کر تہ خانے میں جاؤ۔ میں آمنہ کے ساتھ رہوں گا اور جوجو کی حفاظت کروں گا۔"

میں آمنہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سانس روکنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا: "میں فرہاد ہوں۔ کوئی بھی دشمن مقابلے پر آئے تو اس پر گولی چلانے سے پہلے کسی طرح بولنے پر مجبور کرنا۔"

وہ ایک تاریخی قلعہ تھا۔ اس کے چاروں طرف بہت اونچی اور مضبوط دیواریں تھیں۔ پہلے زمانے کی توپ کے گولے ان دیواروں کو توڑ نہیں سکتے تھے۔ اس کے باوجود وہ قلعہ پہلے زمانے کی چیز تھا۔ یہ مضبوط دیواریں کسی کام نہیں آتیں۔ دشمن طیاروں اور ہیلی کاپٹروں سے آ رہے ہیں اور پیراشوٹ کے ذریعے اندر پہنچ جاتے ہیں۔

آمنہ میری ہدایت پر عمل کرنا چاہتی تھی لیکن دشمن موقع نہیں دے رہے تھے۔ وہ کسی طرح شیبا کے جانبازوں کا محاصرہ توڑ کر اس عمل نما کو میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ جہاں شیبا نے پارس، جوجو اور آمنہ کے ساتھ رہائش اختیار کی ہوئی تھی۔ ان کے انداز سے پتا چل رہا تھا وہ شیبا یا پارس یا دونوں کو اغوا کرنا چاہتے ہیں یا دونوں کو ختم کر دینا چاہتے ہیں تاکہ ایک ٹیلی پیتھی کی قوت کم ہو یا پھر پارس کو اغوا کر کے وہ اپنے لیے دشوار یاں پیدا کرنا چاہتے تھے۔

پیراشوٹ سے اترنے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ بہت زبردست حملہ تھا۔ جانباز گولی کھا کھا کر گر رہے تھے۔ کچھ زخمی ہو رہے تھے، کچھ ان کا مقابلہ کر رہے تھے۔ میں نے کہا: "آمنہ! فوراً اندر جاؤ۔ دشمن غالب آ رہے ہیں۔ جوجو کو اٹھا کر لے چلو۔"

وہ دوڑتی ہوئی کوٹھی کے بیرونی دروازے تک آئی۔ اس کی طرف تڑاتڑ فائرنگ ہونے لگی۔ وہ اوندھے منہ گر پڑی۔ پھر فرش پر رینگتی ہوئی جانے لگی مگر حملہ آور بھی دوڑتے آ رہے تھے۔ وہ پھر اٹھ کر بھاگنے لگی۔ مصیبت یہ تھی کہ اب تک کسی بھی حملہ آور کی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ ظاہر ہے، وہ شیبا جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے قلعے پر حملہ کرنے آئے تھے، وہ دم توڑتے وقت بھی آواز نہ نکالنے کی کوشش کرتے اور اسی میں ان کی کامیابی تھی۔

آمنہ ان سے آگے نکل گئی تھی۔ ایک کمرے میں جا کر اس نے الماری کو پوری طاقت سے دھکیل کر گرا دیا۔ پھر اس کے پیچھے بیٹھ کر آنے والوں پر گولیاں چلانے لگی۔ یکے بعد دیگرے کئی حملہ آور گولیاں کھا کر گرے جو بچے، وہ دائیں بائیں چھٹ گئے۔ کوٹھی کے دوسرے حصے سے گزرتے ہوئے شیبا وغیرہ کو تلاش کرنے لگے۔

آمنہ وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی بیڈروم میں پہنچی جو جوجو آنکھیں بند کیے بے خبر سو رہی تھی۔ اس نے اسٹین گن کو شانے سے لٹکایا اور اس کی طرف بڑھی تاکہ اسے کاندھے پر لاد کر چور دروازے کی طرف چلی جائے۔ اسی وقت ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ آمنہ کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ اچھل کر فرش پر گر پڑی، پھر جلدی سے سنبھلنے کی کوشش کی۔ گولی کا زخم اچھے اچھوں کو مار ڈالتا ہے، یہ غنیمت تھا کہ گولی بازو کو چھیدتی ہوئی گزر گئی تھی۔ اس نے دوسرے ہاتھ کے سہارے اٹھنے کی کوشش کی پھر دوسری گولی لگی۔ وہ تڑپ کر ذرا اچھلی۔ پھر فرش پر گر پڑی۔ آنے والے چھ تھے۔ ان میں سے ایک نے جیب سے ایک بڑی سی تصویر نکالی۔ اسے دیکھتے ہوئے جوجو کو دیکھا۔ پھر مطمئن ہو کر تصویر جیب میں رکھی۔ اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ ایک نے آگے بڑھ کر جوجو کو اٹھایا اور اپنے کاندھے پر لاد لیا۔

آمنہ موت سے لڑ رہی تھی۔ میں اس کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ اس کے اندر رہ کر اس کی قوتِ برداشت میں اضافہ کر رہا تھا۔ اس نے اچانک ہاتھ بڑھا کر جانے والے کی ٹانگ پکڑ لی۔ وہ لڑکھڑایا۔ جوجو سمیت گرنا چاہتا تھا مگر دوسرے نے جوجو کو سنبھال لیا۔ اسے لے کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ آمنہ نے فرش پر رینگتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ وہ بیکبارگی فرش پر چاروں شانے چت ہوئی۔ پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ اب میں اس کے ذریعے نہ کچھ دیکھ سکتا تھا اور نہ اغوا کرنے والوں کا تعاقب کر سکتا تھا۔ میں شیبا کے پاس آگیا۔ وہ تہ خانے کے چور دروازے کے پاس کھڑی کان لگا کر سن رہی تھی۔ آمنہ کے ذریعے وہ بھی سب کچھ دیکھ رہی تھی جب وہ بے ہوش ہو گئی تو یہ تڑپ کر چور دروازے سے نکلنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت میں نے اسے روک دیا: "خبردار! ایسی غلطی نہ کرنا۔"

"نہیں میں جاؤں گی۔ وہ جوجو کو لے جا رہے ہیں۔"

"وہ صرف جوجو کے لیے نہیں، تمہارے اور پارس کے لیے بھی آئے تھے۔ تمہیں کوٹھی میں تلاش کر رہے ہیں۔ تم تنہا ان کا مقابلہ کیسے کرو گی جبکہ وہ اپنی آواز بھی نہیں سنا رہے ہیں۔ ان حالات میں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار بالکل بے کار ہے۔ تمہیں اس تہ خانے سے نہیں نکلنا چاہیے۔"

میں نے اسے باتوں میں لگا کر چور دروازے سے زینے کے ذریعے نیچے اتار دیا اور تہ خانے میں پہنچا دیا۔ وہ چونک کر بولی: "ارے! میں باتوں ہی باتوں میں یہاں چلی آئی تو وہاں آمنہ بے ہوش ہو گئی ہے، اسے فوراً طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

"شیبا! کیا تم نے اتنا عرصہ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر یہی ٹریننگ حاصل کی ہے کہ ایسے وقت اپنے حواس بجا نہ رکھ سکو اور عقل سے کام نہ لے سکو۔ اگر اپنے کسی کے کو اغوا کیا جا رہا ہے اور اپنا کوئی سگا زخموں سے چور ہو کر بے ہوش ہو گیا ہے تو ایسے جذباتی لمحوں میں خود کو دشمنوں کے سامنے پیش نہیں کرنا چاہیے۔ وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ آمنہ کی طرح تمہارے کتنے ہی جانباز زخمی پڑے ہوں گے۔ ان سب کو طبی امداد کی ضرورت ہو گی۔"

وہ جھنجلا کر "نہیں نہیں" بولتی ہوئی، زینے پر چڑھتی ہوئی کہنے لگی: "نہیں! آمنہ میری بہن ہے۔ میری موجودگی میں غفلت کی علامت ہے۔ وہ نہ ہوتی تو میں اتنے کارنامے انجام نہ دے سکتی۔ میں جاؤں گی۔ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر جاؤں گی۔"

وہ چیختی چلاتی زینے پر چڑھتی ہوئی چور دروازے کے پاس پہنچی۔ اسی لمحے میں نے دماغ کو جھٹکا دیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ اپنا توازن سنبھال نہ سکی۔ نیچے گری اور زینے پر سے لڑھکتی ہوئی تہ خانے میں آ کر پارس کے قدموں پر رک گئی۔ پارس نے جلدی سے جھک کر اسے سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا: "ممی! کیا ہو گیا آپ کو، کیا ہو گیا؟"

وہ دماغی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے غصے سے بولی: "فرہاد! آئی ہیٹ یو، میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ سخت نفرت کرتی ہوں۔ اب تمہیں کبھی دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ سانس روکنا چاہتی تھی مگر روک نہ سکی۔ میں نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اس کا اثر تھوڑی دیر تک قائم رہتا تھا۔ میں نے کہا: "تم مجھ سے لاکھ نفرت کرو، مگر میں تمہیں حرام موت مرنے کے لیے دشمنوں کے سامنے جانے نہیں دوں گا۔"

وہ فرش پر بیٹھتے ہوئے بولی: "میں ضرور جاؤں گی۔"

پارس نے پوچھا: "ممی کیا آپ پاپا سے جھگڑا کر رہی ہیں؟"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی: "ہاں بیٹے! دشمنوں نے جوجو کو اغوا کیا ہے، اسے کہیں لے جا رہے ہیں۔ آمنہ بری طرح زخمی ہے۔ بے ہوش ہو چکی ہے لیکن تمہارے پاپا مجھے وہاں جانے نہیں دیتے۔"

پارس نے فوراً اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ پھر دوڑتا ہوا سیڑھیاں چڑھتا ہوا جانے لگا: "جوجو کو نہیں میں جوجو کو نہیں جانے دوں گا۔ وہ بہت اچھی ہے۔ کسی کو اس سے کیا دشمنی ہے۔ میں ان کا راستہ روک لوں گا۔"

شیبا نے کہا: "تم نے مجھے تو دماغی جھٹکا پہنچا کر اوپر سے نیچے گرا دیا۔ اب ذرا بیٹے کو دماغی جھٹکا پہنچاؤ۔"

"شیبا! وہ بچہ ہے، ٹیلی پیتھی کا جھٹکا برداشت نہیں کر سکے گا ورنہ میں اسے بھی روک دیتا۔ خدا کے لیے اسے روکو۔ اس کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ ہو سکتا ہے وہ دشمنوں کے ہاتھ آ جائے۔ کیا تم اسے دشمنوں کے حوالے کرنا چاہتی ہو؟"

وہ تڑپ کر چیخ پڑی: "پارس! خبردار، دروازہ نہ کھولنا، دوسری طرف نہ جانا۔"

وہ پلٹ کر بولا: "ممی! میں جاؤں گا۔ جوجو کو لے کر آؤں گا۔"

"بیٹے! وہ اسے لے جا چکے ہیں۔ تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ میرے اچھے بیٹے! میری بات مان لو۔ دیکھو دروازہ نہ کھولنا۔"

وہ اُٹھتے ہوئے آہستہ آہستہ دیوار کا سہارا لے کر زینے پر چڑھتے ہوئے اسے سمجھا رہی تھی۔ منا رہی تھی میں نے کہا۔ "واہ ری قوت! جب میں نے تمھاری جان بچانے کے لیے دراسی زیادتی کی تو مجھ سے نفرت کرنے لگیں۔ جو بات میں سمجھا رہا تھا، وہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی لیکن بیٹا جانے لگا تو ماں بن کر سمجھنے لگیں کہ باہر خطرہ ہے۔ بیٹے کو نہیں جانا چاہیے۔"

وہ جھنجلا کر بولی: "چلے جاؤ یہاں سے۔ میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔ تم کیوں آئے ہو میرے دماغ میں؟ میں نے منع کیا تھا۔ پھر بھی آ گئے۔ میرے دماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ آئندہ کبھی نہ آنا۔"

"مس شیبا! مجھے تمھارے دماغ میں قدم رنجہ فرمانے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ اگر تمھاری یادداشت ذرا بھی اچھی ہے تو یاد کرو، پہلی بار تم ہی نے میرے دماغ میں آ کر تین بار سونیا کا نام لیا تھا۔ سونیا، سونیا، سونیا۔ یعنی مجھے سونیا کے پاس فوراً پہنچنا چاہیے۔"

"میں بہت مجبور ہو کر آئی تھی۔"

"جب تم نے منع کیا تھا تو میرے دماغ میں کیوں آئی تھیں اور جب میں آ رہا ہوں تو اتنے نخرے کیوں دکھا رہی ہو۔ میں جا رہا ہوں اور کبھی نہیں آؤں گا۔ خدا حافظ۔"

میں اسے چھوڑ کر پارس کے دماغ میں آ گیا۔ یہ سوچ کر دکھ ہو رہا تھا کہ ہم جوجو کی خبر نہیں لے سکتے تھے۔ پتا نہیں، انجانے دشمن اسے کہاں لے جا رہے ہوں گے۔ ویسے دشمن انجانے نہیں ہو سکتے تھے۔ شیبا کے قلعے پر حملہ کرنے کا مطلب صاف سمجھ میں آ رہا تھا۔ ایس ماسٹر کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ شارپر میرے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ مورینا کو میں نے چھپا دیا تھا۔ رسونتی بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ تھی۔ وہ مجھے بھی اغوا کر سکتا تھا لیکن اسے یقین نہیں تھا کہ میں اصل فرہاد ہوں۔

بہرحال اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ آرمر ماسک مین کی قید میں تھا۔ لے دے کر شیبا اور جوجو رہ گئی تھیں۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ قلعے پر اتنا بڑا حملہ کرے گا۔ پیراشوٹ کے ذریعے آدمیوں کو اتارے گا اور ٹیلی پیتھی جاننے والیوں کو وہاں سے اُٹھا کر لے جائے گا۔ شیبا اگر تہ خانے میں نہ جاتی تو وہ بھی پارس کے ساتھ دشمنوں کے ہاتھ لگ جاتی۔

میں نے رسونتی سے کہا: "سونیا کے پاس آؤ۔"

وہ پارس کے پاس تھی، سونیا کے پاس آ گئی۔ میں نے کہا: "بڑی تشویش ناک خبر ہے۔ جوجو کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ آمنہ زخموں سے چور ہو کر بے ہوش ہو گئی ہے۔ ہم خداوند کریم سے اس دلیر اور جانباز عورت کی زندگی اور سلامتی کی دعا ہی مانگ سکتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ ہونقوں

تم شیبا کے پاس جاؤ۔ وہ پارس اوّل کے ساتھ تہ خانے میں ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے سونیا کو بتایا: "یہ ایس ماسٹر کی کارروائی تھی۔"

"واقعی وہ شطرنج کا کھلاڑی ہے۔ اس نے بساط پر کئی مہرے پھیلا رکھے تھے۔ اس نے ایک طرف تمھیں شارپر کے معاملے میں الجھایا۔ دوسری طرف مورینا کی حفاظت پر مجبور کیا تاکہ اس کی چال کو نہ سمجھ سکو اور تمھارا دھیان اس طرف نہ جائے کہ قلعے پر بھی حملہ ہو سکتا ہے۔"

"کیا تمھیں اس بات کی توقع تھی؟"

"توقع نہیں تھی مگر اتنا جانتی تھی کہ ایس ماسٹر شیبا اور جوجو کو حاصل کرنا چاہے گا۔ یہی سوچ کر میں نے شیبا کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی کے خوابیدہ دماغ کو ٹریپ کر دے۔ اپنا معمول بنائے اور دماغ کو بائسکل لاک کر دے۔ بہرحال، وہ اپنی چالیں چل رہا ہے۔ ہم اپنی چل رہے ہیں۔ اس بار جس پیر ماسٹر سے پالا پڑا ہے، اس سے ٹکرانے کے لیے نہ تو جسمانی طاقت کام آئے گی اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار۔ وہ شطرنج کا کھلاڑی ہے۔ اس کے سامنے ہمیشہ حاضر دماغ رہ کر ہی جیتا ہو گا کہ وہ کیسی چالیں چل رہا ہے اور موجودہ چال کے نتیجے میں دوسری کی چالیں کیا ہوں گی۔"

سونیا پارس کے ساتھ طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ تقریباً تین گھنٹے بعد پیرس پہنچنے والی تھی۔ رسونتی کو بڑی مدت کے بعد اس کا بیٹا ملنے والا تھا۔ وہ اسے اپنے سینے سے لگا کر خوب پیار کرنے والی تھی۔ اسی لیے مطمئن ہو کر شیبا کی خبر لینے گئی تھی۔ اس نے شیبا سے کہا: "ہوش و حواس میں رہو۔ قلعے میں جو ڈاکٹر اور کمپاؤنڈر روعیوں ہیں ان کے دماغ میں پہنچو۔ انھیں فوراً آمنہ کے پاس پہنچاؤ۔"

شیبا کو عقل آ گئی۔ اسے پہلے ہی ایسا کرنا چاہیے تھا مگر وہ جذبات میں بہہ رہی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ڈاکٹر کو آمنہ کے پاس پہنچنے پر مجبور کیا۔ وہ اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ دواؤں کا بیگ لے کر نکلا۔ ڈرتا بھی جا رہا تھا۔ کہیں سے آنے والی اندھی گولی اسے ختم نہ کر دے لیکن اب خاموشی تھی۔ کہیں سے فائرنگ نہیں ہو رہی تھی۔ پھر وہ ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں تھا۔ آخر اس کو مٹھی کے اندر پہنچ گیا۔

وہاں کی طویل خاموشی بتا رہی تھی کہ حملہ آور واپس چلے گئے ہیں۔ دشمنوں نے پوری کوٹھی میں شیبا اور پارس کو تلاش کیا ہو گا۔ پھر زیادہ دیر ٹھہر بھی نہیں سکتے تھے۔ انھیں یقیناً شیبا، جوجو اور پارس کی تصویریں دی گئی تھیں تاکہ ان تینوں کو اغوا کیا جا سکے۔ اسی لیے جوجو کو اُٹھانے سے پہلے اس شخص نے تصویر دیکھی تھی۔ اسے اطمینان ہو گیا تھا کم از کم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہاتھ لگ گئی تھی۔

ڈاکٹر بیڈ روم میں پہنچ کر آمنہ کا معائنہ کر رہا تھا۔ ایک گولی بازو کو چھیدتی ہوئی نکل گئی تھی۔ دوسری کمر میں پیوست ہوئی تھی۔ اسے فوراً نکالنا ضروری تھا۔ ڈاکٹر نے کہا: "اسٹریچر لاؤ اور اسپتال میں لے چلو۔" اس قلعے کے اندر ایک چھوٹا سا اسپتال قائم کیا گیا تھا جس میں آپریشن کے سلسلے میں ہر سامان موجود تھا۔ جب انھوں نے قلعے میں نادیدہ دشمنوں سے نمٹنے کے لیے جنگی تیاریاں مکمل کر لی تھیں تو زخمیوں کا علاج کرنے اور ان کا آپریشن کرنے کے لیے بھی لازمی تھا۔ بہرحال آمنہ کو اسٹریچر پر ڈال کر فوراً ہی آپریشن تھیٹر میں پہنچایا گیا۔ رسونتی اور شیبا خیال خوانی کے ذریعے یہ کارروائی دیکھ رہی تھیں۔ پھر شیبا نے کہا: "دشمن جا چکے ہیں۔ اب خطرہ نہیں ہے۔ تمھیں تہ خانے سے نکلنا چاہیے۔"

اس وقت تک میں بھی پہنچ گیا تھا۔ میں نے رسونتی سے کہا: "میں شیبا کو مخاطب کرنا نہیں چاہتا۔ تم اسے مشورہ دو، وہ پارس کے ساتھ چور دروازے سے دوسری طرف نکل جائے۔ دوسری طرف ایک چھوٹا سا بنگلا ہے جس میں اس کا سیکرٹری ہاشم بیگ رہتا ہے۔ وہاں کا ریڈیو سب کچھ ہے۔ اس کے ذریعے وہ پارس کو لے کر نکل سکتی ہے۔ اگر قلعے میں رہے گی تو دوبارہ حملہ ہو سکتا ہے۔ وہ صرف جوجو کو لے گئے ہیں۔ کسی وقت انھیں شیبا کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

رسونتی نے کہا: "تم قلعے میں نہیں رہو گی اور نہ ہی آمنہ کے پاس جاؤ گی۔ میں اور فرہاد آمنہ کی پوری خبر رکھیں گے۔ تم پارس کو لے کر چور راستے سے سیکرٹری ہاشم بیگ کے پاس جاؤ اور اس کی کار میں بیٹھ کر انقرہ پہنچنے کی کوشش کرو۔ کل تمھیں تل ابیب جانا ہے۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ میری جوجو اغوا کر لی گئی ہے۔ میری آمنہ یہاں زخموں سے چور پڑی ہے اور تم کہتی ہو میں تل ابیب چلی جاؤں۔"

"تم کہیں بھی جاؤ گی تو خیال خوانی کے ذریعے سب کے دماغوں میں مدد ہو گی۔ سب کے پاس پہنچو گی جو جو ابھی تنویمی نیند میں ہے اس لیے ہم اس کے دماغ کو چھیڑنا نہیں چاہتے۔ تھوڑی دیر بعد پتا چل جائے گا وہ کہاں ہے اور کہاں پہنچائی جا رہی ہے۔ اتنا تو اطمینان ہے کہ کوئی اسے جانی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

اور پارس چل رہا تھا: "میں جوجو کے پاس جاؤں گا۔ ممی پلیز، جوجو کو کسی طرح حاصل کریں۔ ان سے چھڑا کر لے آئیں۔"

رسونتی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "بیٹے! ایسی ضد نہ کرو۔ جوجو پوری نہ ہو سکے، جوجو ہمارے پاس آئے گی لیکن ذرا وقت لگے گا۔"

پارس نے پوچھا: "کیا آپ میری ماما ہیں؟"

"ہاں۔"

"کیا آپ نے مجھے جنم نہیں دیا ہے؟"

رسونتی ذرا چپ ہوئی پھر بولی: "ہاں بیٹے! میں نے جنم دیا ہے۔"

"آپ جھوٹ بولتی ہیں۔ اگر میں آپ کا بیٹا ہوتا تو آپ ایک بار ضرور میرے پاس آتیں۔ ضرور مجھے بیٹا کہہ کر پکارتیں۔ آپ ماں کے رشتے سے میرے پاس نہیں آئی ہیں۔ اتفاقات آپ کو لے آئے ہیں۔"

"بیٹے! ایسی باتیں نہ کرو۔"

"آپ میرے پاس آ گئیں۔ یہی بہت بڑا احسان ہے۔ میں آج کی رات یاد رکھوں گا۔ کسی بہانے تو آپ کی آواز سنی۔ آپ کا مامتا بھرا لہجہ سننا جو صرف میرے بھائی پارس کے لیے ہے، میرے لیے نہیں ہے۔"

"بیٹے! تمھارے لیے بھی ہے۔ میری مجبوری کو تم نہیں سمجھ سکتے۔ میں نے تمھاری خبر اس لیے نہیں لی کہ تمھاری ممی اچھی طرح دیکھ بھال کر رہی ہیں۔ تمھیں بہت اچھی تعلیم و تربیت دے رہی ہیں۔ تمھیں کتنا اچھا شعور دیا ہے۔ اس عمر میں اتنی گہری باتیں کرتے ہو۔ ادھر تمھارے بھائی کے پاس کوئی نہیں تھا۔ اس لیے میں وہاں رہتی ہوں اور اتنی مصروف رہتی ہوں کہ تمھارے پاس آنے کا موقع نہیں ملتا۔ اور بیٹے! ہم پر برا وقت آ پڑا ہے۔ آزمائش کی گھڑیاں ہیں۔ ایسے وقت ایسی جذباتی باتیں نہ کرو۔ تم میری ممتا کا امتحان لو گے تو میں عقل سے کوئی کام نہیں کر سکوں گی۔"

"میں آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا مگر ایک بات کہہ چاہتا ہوں۔"

"ہاں، ضرور کہو۔"

"ماما! جب ایک عرصے کی جدائی کے بعد ماں باپ اپنے کے پاس آتے ہیں تو کوئی اچھا سا کھلونا لے کر آتے ہیں۔ آج آ خالی ہاتھ آئی ہیں لیکن وعدہ کیجیے، جتنی جلدی ممکن ہو گا آپ دوسری میں میرے لیے کھلونا لائیں گی۔"

"بیٹے! تم کیا چاہتے ہو؟ کیا پسند کرتے ہو؟ میں دنیا جہان منگے کھلونے مہیا کر سکتی ہوں۔"

"مجھے صرف ایک چاہیے۔"

"ضرور لاؤں گی۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے صرف جوجو چاہیے۔"

رسونتی نے تعجب سے پوچھا: "جوجو؟"

"ہاں، ماما! وہ اتنا پیارا کھلونا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اب تک ایسا بنایا نہ ہو گا۔ وہ ہنستی ہے تو ساری دنیا ہنستی ہے۔ وہ روتی ہے تو میں اسے گدگدا کر چھیڑ چھیڑ کر ہنسانے کی کوشش کرتا ہوں۔ میرا دل کہتا ہے، وہ صرف ہنسنے کے لیے پیدا ہوئی ہے اور میں اسے ساری زندگی ہنستا رہوں گا۔"

رسونتی نے کہا: "میرے بچے! میرے لال! وہ تمھیں اتنی پسند ہے۔ وہ دنیا کا ایک نایاب کھلونا ہے تو میں اپنے بیٹے کے لیے

اسے ضرور حاصل کروں گی' چاہے اس کے لیے ایس ماسٹر کو بڑے سے بڑا چیلنج کرنا پڑے۔"

میں نے کہا۔ رسونتی آئندہ اس طرح کے چیلنج نہ کرنا۔ اوّل تو یہ بات مصدقہ نہیں ہے کہ ایس ماسٹر نے ہی اسے اغوا کیا ہے اور اگر اس نے ہی ایسا کیا ہے تو ہم انشاءاللہ جوجو کو وہاں سے نکال لائیں گے۔ تمھیں صبر و تحمل سے کام لینا ہوگا۔"

عجب حالات تھے۔ میں رسونتی کو صبر و تحمل سکھا رہا تھا اور رسونتی شیبا کو صبر کرنا سکھا رہی تھی کہ وہ ابھی آمنہ کے پاس نہ جائے۔ پارس کو نے کر چور راستے سے گزر جائے اسے ہر حال میں دوسرے دن تل ابیب پہنچنا تھا۔ شیبا' پارس کے ساتھ چور راستے سے گزرتے ہوئے بولی "رسونتی! آمنہ ہوش میں آئے گی تو میرے متعلق کیا سوچے گی؟"

"وہ خوش ہوگی کہ تم بخیریت یہاں سے نکل گئی ہو۔ پھر آمنہ تنہا نہیں ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس سے گفتگو کروں گی۔ فرہاد اس سے باتیں کریں گے۔ اسے حوصلہ ہوگا کہ ہم نے ساتھ نہیں چھوڑا ہے۔"

رسونتی نے اسے سمجھا منا کر پارس کے ساتھ اس قطعے سے نکال دیا۔ انھیں ہاشم بیگ تک پہنچا دیا۔ ہاشم بیگ نے انھیں دیکھتے ہی کہا۔ "میڈم! میں بہت پریشان تھا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر رہا تھا مگر کوئی اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔ آمنہ صاحبہ کہاں ہیں؟"

شیبا نے اسے مختصر حالات بتا دیے۔ ہاشم بیگ نے کہا۔ "جب آپ کہتی ہیں کہ جوجو کو اٹھانے والے نے اس کی تصویر دیکھی تھی اور پھر اسے اٹھا کر لے گیا ہے تو دشمن آپ کو بھی یقیناً پہچانتے ہوں گے۔ آپ یہاں بیٹھ کر حلیہ تبدیل کر لیں پھر میں آپ کو لے چلوں گا۔"

وہ ریڈی میڈ میک اَپ کے ذریعے اپنا حلیہ بدلنے لگی۔ ہاشم بیگ نے کہا۔ "میڈم! ایک بات ذہن میں آ رہی ہے۔ آپ کو رات کے وقت کار میں سفر نہیں کرنا چاہیے۔ دشمن کہیں بھی راستہ روک سکتے ہیں۔ میں آپ کو ہائی وے پر چلنے والی بس میں بٹھا دوں گا۔ آپ عام مسافروں کی طرح پارس بیٹے کے ساتھ سفر کریں گی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ آپ جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی اتنے بڑے قطعے کی مالک عام مسافروں کی طرح بس میں سفر کر رہی ہے۔"

شیبا کو اس کا یہ آئیڈیا پسند آیا۔ بہر حال وہ اپنے اور پارس کے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کرنے کے بعد ہاشم بیگ کے ساتھ کار میں بیٹھ کر تکلی پھر ایک بس اڈے پر پہنچ کر الفقرہ جانے والی بس میں سوار ہو گئی۔

رسونتی آمنہ کا آپریشن کرنے والے ڈاکٹر کے دماغ میں تھی۔ میں شیبا کے پاس تھا۔ حالانکہ شیبا نے مجھے اپنے پاس آنے سے منع کیا تھا۔ اگر اسے پتا چلتا کہ میں ہوں تو وہ سانس روک لیتا۔ رسونتی کو اپنے دماغ میں سمجھ رہی تھی۔ میں عاشقانہ انداز میں الگ کے پاس نہیں تھا۔ اس کی حفاظت کرنا میرا فرض تھا۔ الفقرہ پہنچنے تک کوئی ایسی بات ہو سکتی تھی جہاں فوری طور پر فیصلہ کر کے کوئی مناسب اقدام کرنا پڑتا اور رسونتی ایسا نہ کر سکتی۔ اس لیے میں نے اسے ڈاکٹر کے پاس بھیج دیا' خود شیبا کے پاس موجود رہا۔

ہاشم بیگ کے بنگلے میں اپنا حلیہ بدلنے کے بعد اس نے پوچھا۔ "رسونتی! کیا یہ ٹھیک ہے؟"

میں نے رسونتی کے لب و لہجے میں کہا۔ "ہاں' چلے گا۔ رات کا وقت ہے۔ کوئی اتنی توجہ نہیں دے گا' خدانخواستہ کوئی پہچاننے والا آئے گا تو میں موجود ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔"

"جب وہ بس میں آرام سے بیٹھ کر پارس کے ساتھ سفر کرنے لگی تو میں نے رسونتی سے کہا۔ "وہ پتا نہیں کب الفقرہ پہنچے گی۔ میں اتنی دیر اس کے پاس نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا تم جاؤ۔ میں ڈاکٹر کے پاس ہوں۔"

ڈاکٹر نے آمنہ کے جسم سے گولی نکال لی تھی۔ مرہم پٹی ہو چکی تھی اور اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ آمنہ خطرے سے باہر ہے۔ میں نے رسونتی کو بتایا۔ رسونتی نے شیبا کو بتایا۔ شیبا نے سونیا کو بتایا۔ بہر حال ہم سب نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ ہماری ایک بہترین ساتھی آمنہ بچ گئی تھی اور اللہ نے چاہا تو سلامت رہ سکتی تھی۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد شیبا نے بتایا کہ جوجو کی تنویمی نیند پوری ہو چکی ہے ہم سب نے ایک ساتھ اس کے دماغ میں خیال خوانی کی چھلانگ لگائی' وہاں پہنچ کر دیکھا۔ وہ آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی اس کے ذریعے پتا چل رہا تھا' وہ بستر کسی طیارے میں ہے۔ یعنی بیلی کاپٹر سے آنے والوں نے اسے اغوا کرنے کے بعد کسی طیارے میں منتقل کر دیا تھا۔

وہ خود کو تنہا پا کر اور طیارے میں دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی۔ گھبرا رہی تھی۔ شیبا نے کہا۔ "میری بیٹی! میری جوجو! میں تمھارے پاس ہوں۔ دیکھو' رسونتی بھی موجود ہے۔ ہم سب تمھارے پاس ہیں۔ گھبرانا نہیں۔ ہمت سے کام لینا۔ تم بہت دلیر لڑکی ہو۔"

وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔ "پارس کہاں ہے؟"

یہ سوال سن کر ہمارے دل میں درد سا اٹھا۔ دونوں میں کتنی محبت تھی۔ اُدھر وہ اس کے لیے تڑپ رہا تھا۔ اِدھر یہ سب سے پہلے کسی کا نام لیتی تھی تو وہ پارس کا ہی نام ہوتا تھا۔

یہ بات ہر ذی شعور جانتا ہے۔ محبت اور ہوس میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ پارس پانچ برس کا تھا اور جوجو اس سے نو برس بڑی تھی۔ اس کے باوجود ذہنی طور پر پکی تھی۔ ان دونوں کی محبت میں معصومیت اور تقدس کے ساتھ ساتھ شرارتیں تھیں۔ یہ شرارتیں اگرچہ رومانیت کی طرف اشارہ کرتی تھیں۔ تاہم اس میں ہوس کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اگر اس سے کوئی یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ فرہاد کا بیٹا بھی عاشق مزاج ہے اور پانچ برس کی عمر سے عشق کرنے چلا ہے تو یہ سوچنے والے کی سراسر نادانی ہے۔

ہاں' جوجو پارس کی محبت' اس کی جاں نثاری سے متاثر ہو کر کہتی ہے۔ "یہی وہ مرد ہے جس کے متعلق بھائی آرمر نے کہا تھا۔ مردوں سے دور رہنا تو اب میں دور نہیں رہوں گی۔ اس کے پہاڑ بننے کا انتظار کروں گی۔" یہ جوجو کی اپنی سوچ ہے۔ وہ اپنی عمر کے مطابق نادانستگی میں تمام تر معصومیت کے ساتھ ایسا سوچتی ہے اگر پارس کھیل ہی کھیل میں اس کی ہتھیلی کی پشت کو چوم لیتا ہے اور ہنستا ہوا چلا جاتا ہے اور جوجو اس ہتھیلی کو اپنے گالوں سے لگاتی ہے تو یہ جوجو کے اندر چھپی ہوئی وہ رومانیت ہے جسے وہ شعوری طور پر خود سمجھ نہیں پاتی۔

شیبا اور رسونتی اس کے اندر حوصلہ پیدا کر رہی تھیں۔ جوجو بستر پر بیٹھ گئی تھی۔ اسے ایک اسٹیورڈ نظر آیا۔ وہ ٹرالی میں کھانے پینے کی بہت سی چیزیں لے کر آیا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بس جوجو! میں جانتا ہوں تم خیال خوانی کرتی ہو۔ میرے دماغ میں آنا چاہو گی۔ ناکام رہو گی۔ تو تمھارے بڑے میرے دماغ میں آنا چاہیں گے۔"

پھر اس نے ہنستے ہوئے اور ٹھینگا دکھاتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں اپنی سانس روک لیتا ہوں۔ آزمائش شرط ہے۔"

شیبا نے اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی اور ناکام رہی۔ پہلے تو اس نے سانس روک لی۔ پھر ہنستے ہوئے کہا۔ "دیکھا میں نہ کہتا تھا۔ کوئی نہ کوئی میرے دماغ میں آنے کی کوشش کرے گا اور ناکام رہے گا۔ بہر حال آنے جانے والے آتے جاتے رہتے ہیں تم کچھ کھا لو۔ ذرا توانائی حاصل ہوگی۔"

وہ بستر پر بیٹھے ہی پیچھے ہٹ کر بولی۔ "میں نہیں کھاؤں گی۔ میں پارس کے ساتھ کھاؤں گی۔"

اسٹیورڈ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "ہمارے آدمیوں کی یہی کوشش تھی' تمھارے ساتھ پارس کو بھی لایا جائے۔ پارس کی ممی کو بھی لایا جائے لیکن پتا نہیں وہ کہاں چھپ گئے تھے یا کیسے فرار ہو گئے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ خیر ان باتوں کو جانے دو۔ کچھ کھا لو۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ نہیں کھاؤں گی۔ زیادہ بولو گے تو پلیٹیں اُٹھا کر تمھارے منہ پر دے ماروں گی۔"

شیبا نے سمجھایا۔ "بیٹی! تمھیں کم از کم دودھ میں اوولٹین ملا کر پینا چاہیے۔"

"آپ جانتی ہیں' میں پارس کے بغیر نہ کھاتی ہوں نہ پیتی ہوں۔"

"یہی تو بُری عادت ہے۔ کبھی حالات بدلتے بھی ہیں۔ ایسی مصیبتیں نازل ہوتی ہیں کہ اپنے اپنوں سے بچھڑ جاتے ہیں۔ ان حالات میں اپنے دل کو مضبوط رکھنا پڑتا ہے۔"

اس نے شیبا کے خوب سمجھانے منانے پر دودھ میں اوولٹین ملایا۔ پھر شیشے کے اس چھوٹے سے مگ کو اپنے ہونٹوں سے لگایا لیکن ایک گھونٹ نہیں پیا۔ فوراً ہی رکھ کر رونے لگی۔ "پارس کہاں ہے؟ مجھے بتائیے۔ پارس کہاں ہے۔ مجھے تو اس کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی ہے۔"

رسونتی اسے سمجھانے لگی۔ "پارس تمھارے پاس جلدی آئے گا بلکہ تم اس کے پاس پہنچ جاؤ گی۔ اچھی بچی کی طرح اسے پی لو۔"

وہ ضد کر رہی تھی۔ آخر میں نے پارس کے لب و لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو جوجو! کیا میری آواز سن رہی ہو؟"

وہ ایک دم سے خوش ہو گئی۔ آنکھیں پھاڑ کر خلاء میں تکتے ہوئے بولی۔ "ارے پارس! یہ تو تمھاری آواز آ رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں تمھیں ایک سرپرائز دینا چاہتا ہوں۔ تم سمجھتی تھیں' تمھی خیال خوانی جانتی ہو۔ ممی نے مجھے سمجھایا تھا کہ میں یہ صلاحیت ظاہر نہ کروں۔ اچانک کسی دن تمھیں سرپرائز دوں گا آج تمھیں ضد کرتے دیکھ کر مجبور ہو گیا۔ اس لیے تمھارے دماغ میں آیا ہوں۔ چلو دودھ میں اوولٹین پی لو۔"

وہ ٹھنک کر بولی۔ "نہیں پیوں گی۔ جاؤ' میں تم سے بات نہیں کروں گی۔ تم نے مجھ سے خیال خوانی والی بات کیوں چھپائی؟"

"تم سے چھپانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تمھارے پاس عقل نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو سمجھ لیتیں۔ جب میں پلٹھی مار کر بیٹھا ہوں اور شمع کی لَو کو دیکھتے ہوئے اپنے دماغ کو صرف ایک خیال کی طرف مرکوز کر لیتا ہوں تو سمجھنا چاہیے کہ میں ٹیلی پیتھی سیکھ رہا ہوں۔"

وہ روٹھ کر بولی۔ "میں نہیں سمجھ سکتی تھی تم سمجھا سکتے تھے تم نے مجھ سے یہ بات کیوں چھپائی؟"

"بہت سی باتیں سرپرائز دینے کے لیے چھپائی جاتی ہیں۔ بس آج تو بتا دیا ہے۔ کیوں اتنے غصے دکھا رہی ہو۔ دودھ نہیں پیو گی تو میں دماغ سے چلا جاؤں گا۔"

وہ جلدی سے مگ اٹھا کر بولی۔ "نہیں عبرار! نہ جانا۔ میں پی رہی ہوں۔"

وہ پینے لگی۔ رسونتی نے میرے دماغ میں آ کر کہا۔ "تم نے بہت اچھا طریقہ استعمال کیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "بچوں کے ساتھ بچہ بننا پڑتا ہے۔"

شیبا نے جوجو کے ذریعے اسٹیورڈ سے پوچھا۔ "اسے کہاں

لے جا رہے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا: "میں بھلا کہاں لے جا سکتا ہوں اسے، مقدر لے جا رہا ہے۔"

"تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا: "پاپی پیٹ کے لیے کام کر رہا ہوں۔"

"کیا تم سیدھی طرح جواب نہیں دو گے؟"

"میرا جواب بالکل سیدھا سادہ ہے۔"

شیبا نے جھنجلا کر پوچھا: "یہ کس ملک کا طیارہ ہے؟"

"جب طیارہ زمین سے اڑ جاتا ہے تو نہ زمین پر رہتا ہے نہ آسمان پر، وہ ملکِ عدم کا طیارہ ہو جاتا ہے۔"

میں نے رسونتی سے کہا: شیبا کو منع کرو۔ خواہ مخواہ سوالات کر کے جھنجلاہٹ میں مبتلا ہو رہی ہے۔ وہ اسٹیورڈ مسخرہ ہے۔ اسی انداز میں جواب دیتا رہے گا۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکے گا۔"

اسٹیورڈ نے کہا: "جوجو! تم اتنی حسین اور معصوم ہو۔ تمھارے چہرے پر جھنجلاہٹ اچھی نہیں لگتی۔"

"میری تمی کو غصہ آ رہا تھا۔ وہ جھنجلا کر بول رہی تھیں۔ اب نہیں بولیں گی۔ تم بتاؤ کسی کی بہن یا بیٹی کو اٹھا کر لے جانا اچھی بات ہے کیا تمھیں پتا نہیں ہے اللہ میاں گناہ دیتے ہیں۔"

اسٹیورڈ ہنسنے لگا۔ شیبا نے کہا: "میں اس لڑکی کو ذہانت کی باتیں سمجھاتی ہوں۔ یہ سمجھتی بھی ہے لیکن قدرتی طور پر وہ بچی بن جاتی ہے۔"

رسونتی نے کہا: "یہ بے چاری کیا جانے کہ ظالموں کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہوتا، یہ خدا سے ڈراتی ہے۔ یہ سب کو اپنی ہی طرح معصوم اور خدا سے ڈرنے والا سمجھتی ہے۔"

میں نے ماسک مین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ایک بری خبر ہے۔"

"میں نے تو اچھی خبر سنی ہے، مادام سونیا، مسٹر پارس کو لے کر سی ایبیس سے نکل گئی ہیں اور پیرس پہنچنے والی ہیں۔ پھر بری خبر کیسی؟"

"جوجو کو اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"کیا؟" وہ چونک پڑا۔ اسے اغوا کا مقصد سمجھ میں آ گیا تھا۔

میں نے کہا: "اغوا کرنے والے خاموش ہیں لیکن بات واضح ہے۔ ایس ماسٹر کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے یا والی کی ضرورت ہے۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "تم نے شارپر کو ختم کر دیا۔ موریتا کو چھپا دیا۔ وہ مادام رسونتی اور مس شیبا پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ اس لیے ایک نادان لڑکی کو اٹھا لے گیا۔ کیا وہ ایس ماسٹر تک پہنچ گئی ہے؟"

"ابھی تو طیارے میں سفر کر رہی ہے۔"

"فرہاد صاحب! اسے ایس ماسٹر تک پہنچنے سے روکو، ورنہ غضب ہو جائے گا۔ وہ شخص ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر کے شیطان بن جائے گا۔"

"جوجو کو وہاں تک پہنچنے سے روکنا ہمارے بس میں نہیں رہا۔ وہ بڑی احتیاط سے کام لے رہا ہے۔ ہمیں طیارے میں موجود افراد تک پہنچنے کا بھی موقع نہیں مل رہا ہے۔"

"وہ زیادہ دیر خود کو چھپا نہیں سکے گا۔ جوجو وہاں پہنچے گی تو اپنے اس کے ذریعے وہاں کے ماحول اور لوگوں کو دیکھ سکیں گے، شاید کسی کے ذہن میں پہنچنے کا موقع مل جائے۔"

"ہم اسی امید پر جوجو کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔"

"میں ریڈ پاور کے باس کو حکم دیتا ہوں۔ امریکا میں ہمارے جتنے آدمی ہیں اور جتنے ذرائع ہیں ان سب کو استعمال کیا جائے اور معلوم کیا جائے کہ جوجو کو کس ایئرپورٹ پر اتارا جا رہا ہے۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ اسرائیل کے سینئر آفیسر کو پیغام کو مخاطب کیا۔ اس نے فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا: "فرہاد صاحب! آپ میرے پاس آئے ہیں۔ خیریت تو ہے؟"

"آپ فوراً اپنے اعلیٰ حکام کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں کہ ٹرانسفارمر مشین ایس ماسٹر کے پاس پہنچ گئی ہے۔ اس نے جوجو کو اغوا کیا ہے۔ اگر ہم سب نے مل کر جوجو کو نہ روکا تو وہ کل تک ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لے گا۔"

"جناب! آپ میرے پاس موجود رہیں۔ میں ابھی پیغام بھیج رہا ہوں۔ جواب موصول ہوتا ہے گا۔"

اس نے کیسپو لڑکے کے ذریعے پیغام ارسال کیا۔ وہ پیغام کسی دوسری جگہ پہنچا۔ وہاں سے تمام اعلیٰ حکام اور فوجی دار افسران تک پیغام پہنچایا گیا۔ اس کے بعد ہی کیری ہام کے سامنے رکھے ہوئے مانیٹر ٹی وی پر جواب موصول ہونے لگا: "فرہاد صاحب کا پیغام موصول ہوا ہے۔ جوجو کا اغوا ہونا اور ایس ماسٹر تک پہنچنا ہم سب کے لیے تشویش کی بات ہے۔ پلیز فرہاد صاحب! آپ ہمیں جوجو کی موجودہ پوزیشن بتائیں۔"

میں نے کیری ہام سے کہا: "اس وقت وہ کسی طیارے میں سفر کر رہی ہے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وہ طیارہ کہاں اتارا جائے گا اور جوجو کو کہاں پہنچایا جائے گا۔"

ٹی وی اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی: "اگرچہ ہمیں جوجو کی منزل معلوم نہیں ہے تاہم کوشش کی جا سکتی ہے۔ امریکا میں ہمارے جتنے بھی ایجنٹ ہیں، وہ سب مختلف شہروں کے چھوٹے بڑے ایئرپورٹ پہنچیں گے اور کسی خصوصی طیارے پر نظر رکھیں گے۔ ہماری یہی کوشش ہوگی کہ جوجو ایس ماسٹر تک پہنچنے نہ پائے۔ مسٹر فرہاد! کیا موجودہ

رت حال شیبا کی آمد پر اثر انداز ہوگی؟"

"ہرگز نہیں، شیبا اپنے وعدے کے مطابق تل ابیب پہنچے گا۔"

"ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں، جوجو کو ایس ماسٹر سے دور رکھنے کے لیے اپنے تمام ذرائع استعمال کریں گے۔"

میں نے ان سے بھی رابطہ ختم کر دیا۔ یہ بات یقینی تھی کہ کبھی خطرناک تنظیمیں اور سپر طاقتیں ایس ماسٹر کو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کرنے دیں گی۔ اسے روکنے کے لیے جی جان کی بازی لگا دیں گی۔ اپنا اثر و رسوخ اور تمام ذرائع استعمال کریں گی۔ ادھر ہم بھی محتاط تھے۔ جوجو کے ذریعے دیکھنا چاہتے تھے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ یقیناً ٹرانسفارمر مشین تک پہنچائی جانے والی تھی۔ ایسے ہی وقت ہم اس مشین کو بھی وہاں سے پار کرنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔

ہم چھ گھنٹے تک بہت مصروف رہے کبھی جوجو کے پاس رہتے تھے کبھی اسرائیلی ایجنٹوں کے پاس پہنچتے تھے۔ کبھی ماسک مین کے انتظامات کا جائزہ لیتے تھے۔ آخر وہ طیارہ ایک جگہ اترنے لگا۔ میں ماسک مین سے رابطہ قائم رکھتا تھا۔ رسونتی اسرائیلی ایجنٹوں کے پاس جاتی تھی۔ ہم نے انھیں بتایا کہ طیارہ اترنے والا ہے۔

تمام ایئرپورٹ پر خفیہ ایجنٹ اور جاسوس جانے کہاں کہاں چھپے ہوئے دوربینیں لگا کر کسی طیارے کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سب کی رپورٹ یہی تھی کہ انھیں وہ خصوصی طیارہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔

وہ طیارہ رک گیا تھا۔ پائلٹ کیبن کا دروازہ کھل گیا تھا۔ جوجو کو وہاں لایا گیا۔ ایک دروازہ کھولا گیا۔ نیچے سیڑھی لگائی گئی۔ جب وہ طیارے سے باہر آ کر سیڑھی سے اترنے لگی تو ہم نے دیکھا، وہ کوئی ویران سی جگہ تھی۔ جہاز کو اتارنے کے لیے دور تک پہلے ہی سے ایک پختہ سڑک بنائی گئی تھی۔ ہم دوسروں تک اطلاع پہنچاتے جا رہے تھے۔ انھیں بتا رہے تھے کہ وہ جگہ کیسی ہے، کہاں طیارہ اتارا گیا ہے اور طیارے کے پاس چار عدد گاڑیاں ہیں۔ ایک گاڑی میں جوجو کو بٹھایا گیا ہے۔ باقی اس گاڑی کے آگے پیچھے چل رہی ہیں۔

ہم نے جوجو کے ذریعے دو گاڑیوں کے نمبر بھی پڑھ لیے تھے اور ان کے رنگ بھی بتا دیے تھے۔ ہماری رپورٹ سننے کے بعد ماسک مین اور اسرائیلی تنظیم کے خصوصی ہیلی کاپٹر پرواز کرنے لگے تھے لیکن وہ کتنی دور تک پرواز کر سکتے تھے۔ امریکا مشرق سے لے کر مغرب تک اور جنوب سے لے کر شمال تک کئی ہزار میل کے رقبے تک پھیلا ہوا تھا۔

ہم ماسک مین کے آدمیوں اور اسرائیلی ایجنٹوں کو زیادہ دیر تک گائیڈ نہ کر سکے۔ جوجو کو گاڑی میں بٹھانے کے بعد اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی تاکہ ہم اس کے ذریعے راستوں کی نشاندہی نہ کر سکیں۔ ہم صرف اتنا بتا سکتے تھے کہ ان کی گاڑیاں جس راستے سے گزر رہی ہیں، وہاں اب دوسری گاڑیوں کے گزرنے کی آواز بھی سنائی دیتی ہے۔ کبھی کبھی ہیوی ٹریفک کی آواز بھی آتی ہے لیکن ہماری یہ رہنمائی کام نہیں آ رہی تھی۔ آخر کار وہ گاڑیاں کہیں پہنچ کر رک گئیں۔ میں اس دوران کبھی کبھی پارس کا رول ادا کرتا تھا۔ جوجو کے دماغ میں اپنے بیٹے کی آواز اور لب و لہجے میں بولتا تھا اور وہ بہلتی رہتی تھی۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو وہ پارس کے لیے مچلنا شروع کر دیتی۔ ہماری کسی بات پر عمل نہ کرتی۔ اسے کار سے اتار کر دو آدمیوں نے ہاتھ پکڑ کر سہارا دیا۔ اسے کسی عمارت کے اندر لائے۔ پھر آنکھوں سے پٹی ہٹا دی گئی۔ ان گاڑیوں کو یقیناً گیراج میں پہنچا دیا گیا ہوگا تاکہ تلاش کرنے والوں کی نظروں میں نہ آ سکیں۔

ہم نے تمام بھاگ دوڑ کرنے والوں کو سمجھا دیا اب وہ اپنی کاروں اور بسلی کاپٹروں میں ایندھن ضائع نہ کریں۔ جوجو چار دیواری کے اندر پہنچا دی گئی ہے۔ وہاں تک کسی کا پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ ہم جوجو کے ذریعے یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہاں کسی خاص نشانیاں معلوم کر سکیں یا کوئی ایسا شخص ہو جس کے دماغ میں پہنچ سکیں۔ پھر وہاں کے متعلق بڑی معلومات حاصل ہو سکتی تھیں۔

ایک خاص بات یہ معلوم ہوئی کہ جہاں وہ پہنچائی گئی ہے اس عمارت میں بھی ایک تہ خانہ ہے۔ ظاہر ہے ٹرانسفارمر مشین جیسی اہم چیز کو چھپانے کے لیے تہ خانہ لازمی ہوتا ہے۔ جوجو کے آگے پیچھے دو شخص چل رہے تھے۔ وہ ان کے درمیان چلتی ہوئی ایک چور دروازے سے گزر کر زینے سے اترتی ہوئی بڑے سے ہال میں پہنچی۔ وہاں پہنچ کر احساس نہیں ہوتا تھا کہ وہ تہ خانہ ہے۔ اچھی خاصی روشنی کا انتظام تھا۔ وہاں دو شخص نظر آئے۔ جب ایک نے مخاطب کیا تو پتا چلا، وہ ایس ماسٹر ہے۔ اس نے مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر جوجو سے مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پھر کہا: "میں تمھیں پاکر بہت خوش ہوں۔ تم میری بیٹی کی ہم عمر ہو۔ میں تمھارے باپ جیسا ہوں۔ یہ عجیب سی بات ہے، آج بیٹی باپ کو وہ دولت دینے آئی ہے جو دنیا کی کوئی ہستی کسی کو نہیں دے سکتی۔"

جوجو نے میری مرضی کے مطابق کہا: "اور یہ بھی عجیب بات ہے، آج تک کسی نے ایسی لڑکی کو اغوا نہیں کرایا ہوگا جسے بیٹی سمجھتا ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "تمھاری زبان سے ٹیلی پیتھی جاننے والے بول رہے ہیں۔"

ہم جوجو کے ذریعے اس تہ خانے کا جائزہ لے رہے تھے۔ ایک طرف شیشے کا بڑا سا کیبن تھا۔ اس دھندلے شیشے کے

پیچھے کوئی شخص ایزی چیئر پر بیٹھا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بھی کوئی اہم آدمی ہوگا جو اس طرح پُراسرار انداز میں شیشے کے کیبن کے اندر خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔

اس شیشے کے کیبن سے تقریباً دس گز کے فاصلے پر دو بستر بچھے ہوئے تھے۔ ان کے سرہانے وہی ٹرانسفارمر شین، کمپیوٹر اور ٹی وی وغیرہ دکھائی دے رہے تھے۔ دوسرا شخص اس مشین کو اچھی طرح چیک کر رہا تھا۔ ایس ماسٹر نے کہا: "مسٹر فرہاد! تمہیں یہ معلوم کر کے افسوس ہوگا کہ ہم نے مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ معلوم کر لیا ہے۔ ہمارے پاس دنیا کے بہترین دماغ ہیں۔ بہترین ماہرین ہیں۔ ہم ابھی ثابت کر دیں گے کہ ہم اس مشین کے اہل ہیں۔"

اس نے حکم دیا: "انہیں لایا جائے۔" پھر جوجو کو ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ یہ خانے کے آخری سرے پر ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ وہ کھل گیا۔ دو شخص کسی کو دونوں طرف سے جکڑ کر لا رہے تھے۔ وہ آنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جبراً گھسیٹے لا رہے تھے۔ پھر انھوں نے اسے ایک بستر پر لٹا دیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں رسّی سے باندھ دیے۔ اس طرح جکڑ دیا کہ وہ ہل نہیں سکتا تھا۔ اس کے منہ پر ٹیپ لگا ہوا تھا۔ اگر وہ بولنے کے قابل ہوتا تو ہم اس کے دماغ میں پہنچ سکتے تھے۔

ایس ماسٹر نے کہا: "مسٹر فرہاد! ابھی یہ بندھا ہوا ہے۔ اس کے منہ سے ٹیپ ہٹایا جا سکتا ہے۔ یہ بولے گا۔ تم اس کے اندر پہنچ گے لیکن ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکو گے کیونکہ یہ بستر سے اُٹھ نہیں سکے گا۔ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا لیکن ہم اسے گونگا ہی رکھیں گے۔"

میں نے کہا: "میں سمجھ گیا۔ یہ یقیناً اتنا اہم آدمی ہے اور ایسے رازوں سے واقف ہے کہ ہم اس کے دماغ میں پہنچتے ہی بہت کچھ معلوم کر لیں گے۔"

ایس ماسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا: "ایسی باتیں بڑی جلدی سمجھ لیتے ہو۔ بہرحال یہ میرے شعبے سے تعلق رکھنے والا بہت اہم شخص ہے بہت اہم رازوں کا امین ہے۔ ہمیں پتا چلا کہ یہ درپردہ ماسک مین سے معاملات طے کر رہا تھا۔ یہ بہت لالچی ہے زیادہ سے زیادہ دولت مند بننا چاہتا ہے۔ اسی لالچ نے آج اس بستر تک اسے پہنچا دیا ہے۔ یہ اچھا ہوا کہ صرف معاملات طے ہو رہے تھے۔ ابھی ہمارے بہت سے راز ماسک مین کی طرف منتقل نہیں ہوئے تھے اور اب کبھی ہو نہیں سکیں گے۔ ہم اسے زندہ رکھیں گے مگر یہ کسی کو کچھ بتانے کے قابل نہیں رہے گا۔"

اس نے حکم دیا: "دوسرے کو لاؤ۔"

پھر وہی دروازہ کھلا۔ دو شخص کسی کو دونوں طرف سے پکڑ کر لانے لگے۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا۔ ان کی گرفت میں اچھل اچھل کر رہا تھا: "ادھر سے نہ پکڑو! گدگدی ہو رہی ہے۔"

ایس ماسٹر نے کہا: "بے چارہ پاگل ہے۔ اس کے بدن کو کہیں سے بھی پکڑو تو گدگدی محسوس کرتا ہے۔ نہ اپنی باتیں سمجھتا ہے اور نہ کچھ کسی کو سمجھا سکتا ہے۔"

ان آدمیوں نے اس پاگل کو دوسرے بستر پر لٹا کر اسے بھی باندھ دیا۔ سرہانے کھڑا ہوا شخص ان کے سروں پر آہنی کیپ پہنا رہا تھا اور انھیں ٹرانسفارمر شین سے منسلک کر رہا تھا۔

ایس ماسٹر نے کہا: "میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ پتا نہیں اس انجینئر نے کہاں تک مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ معلوم کیا ہے۔ اس نے جو کچھ بھی معلوم کیا ہے، اس کا ابھی مظاہرہ کر رہا ہے۔ اگر یہ کامیاب رہا تو پھر مجھ پر اور جوجو پر یہی عمل کیا جائے گا۔ اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں میرے دماغ میں منتقل کی جائیں گی۔"

وہ شخص مشین آپریٹ کر رہا تھا۔ اس دوران میں ماسک مین کے پاس جاتا تھا۔ رسونتی اسرائیلی ایجنٹوں کے پاس پہنچ رہی تھی۔ شیبا سونیا کو بتاتی جا رہی تھی۔ یعنی ہم تینوں جو دیکھ رہے تھے، اس کی کمنٹری کرتے جا رہے تھے۔ ہماری کمنٹری سننے والے تمام لوگ تجسس میں مبتلا تھے۔ پتا نہیں کیا ہونے والا ہے۔ کیا وہ شخص کامیابی سے مشین کو آپریٹ کر لے گا یا کیا ایس ماسٹر ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کر لے گا؟

وہ آپریشن مکمل ہو گیا۔ ٹی وی اسکرین پر کمپیوٹر کے ذریعے پتا چل رہا تھا، ایک کی صلاحیتیں دوسرے کے دماغ میں منتقل ہو رہی ہیں۔ دونوں کو کم از کم ایک گھنٹے تک سونے دیا جائے گا۔

یہ ایک گھنٹا بھی ہمارے لیے قیامت تھا۔ ایک ایک سیکنڈ ایک ایک منٹ بھاری ہو رہا تھا مگر ایسا لگ رہا تھا جیسے پورا ایک گھنٹا کبھی نہیں گزرے گا۔ کمپیوٹر مشین کے ذریعے ٹی وی اسکرین نے جو بتایا تھا اس سے ثابت ہو رہا تھا کہ مشین کو کامیابی سے آپریٹ کیا گیا ہے۔

ایک گھنٹا گزر گیا۔ وہ دونوں نیند سے بیدار ہو گئے۔ پاگل تو پہلے ہی پاگل تھا۔ مگر دوسرا ہوش مند بھی کچھ پاگل سا لگ رہا تھا۔ وہ آنکھیں کھولنے کے بعد اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ چاروں طرف ایسے دیکھ رہا تھا جیسے اس جگہ کو پہلی بار دیکھ رہا ہو۔ ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس کے بازو کو تھام لیا تو وہ ہنسنے لگا۔ جلدی سے بازو چھڑا کر بولا: "ادھر ہاتھ نہ لگاؤ۔ گدگدی ہوتی ہے۔"

پہلے پاگل نے ہنستے ہوئے کہا: "میری طرح اسے بھی گدگدی ہوتی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "مسٹر فرہاد! تم اس شخص کے دماغ میں جا سکتے ہو جس کے منہ پر ٹیپ لگا یا گیا تھا مگر اب یہ بول رہا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہاں عجیب سناٹا تھا۔ وہ جس کی بات سنتا تھا اسے سمجھتا تھا مگر وہ بات فوراً ہی دماغ میں گم ہو جاتی تھی یا دنیں رہتی تھی۔ پھر وہ جو کہتا تھا وہ بات بھی کہنے کے بعد بھول جاتا تھا۔ مثلاً اس نے ابھی کہا تھا۔ ہاتھ لگانے سے گدگدی ہوتی ہے۔ یہ بات وہ بھول گیا تھا اور جب یہ بھول گیا تھا تو وہ اہم راز اسے کیسے یاد رہ سکتے تھے؟

یعنی وہ شخص کامیابی سے مشین آپریٹ کر چکا تھا۔ ایک شخص کا پاگل پن دوسرے کے دماغ میں منتقل کر چکا تھا۔ اب جوجو کے دماغ سے ایس ماسٹر کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کرنے والا تھا۔ ہماری کمنٹری سن کر سب پریشان تھے۔ ماسک مین اور اس کے ملک کے حکمران اور اسرائیلی حکمران سب اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ گئے تھے۔ کوئی سکون سے بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ سب اضطراب میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اِدھر سے اُدھر ٹہل رہے تھے۔ ایک دوسرے سے مشورے لے رہے تھے۔ ہمیں مشورے دے رہے تھے۔

کچھ کرو۔ فرہاد! رسونتی! شیبا! صرف تم تین ہی ایسے ہو کہ اسے روک سکتے ہو۔ اگر سپر ماسٹر کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل ہو گئی تو قیامت آ جائے گی۔

ہم اپنی بے بسی ظاہر کر رہے تھے۔ ویسے کر بھی کیا سکتے تھے۔ جوجو کو بستر پر لٹا دیا گیا تھا۔ دوسرے بستر پر ایس ماسٹر آ کر لیٹ گیا تھا۔ وہ آواز دے رہی تھی: "پارس! تم کہاں ہو؟ میرے پاس آؤ۔ تم پاس رہتے ہو تو لگتا ہے ساری دنیا میرے پاس ہے۔"

میں نے پارس بن کر کہا: "میں تمہارے پاس ہوں۔ ایسے وقت تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔"

"تم باتیں کرتے رہو تو مجھے ڈر نہیں لگے گا۔"

مشین آپریٹ کرنے والا ان کے سروں پر آہنی کیپ پہنا چکا تھا۔ انھیں مشین سے منسلک کر رہا تھا۔ دوسری طرف ماسک مین اور اسرائیلی حکام ہم سے التجا کر رہے تھے: "فرہاد! رسونتی! شیبا! یہ قربانی پیش کرنے کا وقت ہے اب ایک ہی راستہ رہ گیا ہے۔ جوجو کو ختم کر دو۔ وہ شیطان ٹیلی پیتھی کے خواب دیکھا رہا ہے۔"

ہم انھیں جواب دے رہے تھے: "جوجو ہماری بیٹی ہے — ہمارے وجود کا ایک حصہ ہے۔ ہم مر جائیں گے مگر اسے بھول کر بھی نہیں ماریں گے۔ اب تو وہی ہوگا۔ جو مقدر میں لکھا ہے۔"

جوجو مشین سے منسلک ہوتے ہی غافل ہو گئی تھی۔ ہم سب سونیا کے دماغ میں آ گئے تھے۔ جب تک وہ ہوش میں نہ آتی ہم وہاں کے حالات معلوم نہیں کر سکتے تھے۔ آخری بار ہم نے یہی دیکھا تھا کہ بہ خانے میں موجود رہنے والے دوسرے ماتحت چلے گئے تھے۔ ایک مشین آپریٹ کرنے والا رہ گیا تھا۔ دوسرا شیشے کے کیبن میں وہ پُراسرار شخص بیٹھا تماشا دیکھ رہا تھا۔

مگر صاحبو! اصل تماشا اب شروع ہونے والا تھا۔

ششم

یوں ہے کہ سونیا نے شیبا سے کہا تھا۔

"موجودہ حالات کا اچھی طرح جائزہ لو۔ تمہیں پتا چلے گا، جوجو کے لیے خطرات بڑھتے جا رہے ہیں۔"

شیبا نے جواب دیا تھا: "میں جوجو اور پارس کو قلعے میں بند رکھتی ہوں۔ کوئی اندر نہیں آ سکتا۔"

"ایسی بات نہ کہو۔ چرانے والے آنکھوں سے سُرمہ بھی چرا کر لے جاتے ہیں۔"

"تم کس خطرے کی طرف اشارہ کر رہی ہو؟"

"کیا تمہیں نہیں معلوم۔ سپر ماسٹر کی سب سے بڑی ضرورت ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا یا والی ہے۔ وہ شارپ کے پیچھے پڑا ہوا تھا مگر فرہاد نے اُسے ختم کر دیا اور مورینا کو بھگا لے جا رہا ہے۔ سپر ماسٹر تم پر اور رسونتی پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ آدمز ماسک مین کی قید میں ہے۔ صرف جوجو ایسی ہے جس کی طرف وہ ہاتھ بڑھا سکتا ہے۔"

"تم کیا سمجھانا چاہتی ہو؟"

سونیا نے کہا: "اگر کبھی سپر ماسٹر نے جوجو کو اُٹھا لے جانے کی کوشش کی تو ہم اُس سے بھی اسی طرح نمٹ سکتے ہیں، جس طرح اسرائیلی حکام سے نمٹ رہے ہیں۔ اگر ہم نے اُسے بھی دھمکی دی کہ اُس کے یورینیم کا ذخیرہ، ایٹمی پلانٹ اور بڑی بڑی سائنسی لیبارٹریاں تباہ کر دی جائیں گی تو وہ اپنے کان پکڑنے لگا اور جوجو کو واپس کر دے گا۔"

شیبا نے پوچھا: "پھر خطرہ کس بات کا ہے؟"

"ذرا عقل سے کام لیا کرو۔ جتنی دیر وہ جوجو کو قید رکھے گا، اتنی دیر میں وہ اُس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اپنے دماغ میں منتقل کر لے گا۔ لہٰذا جوجو کے پاس یہ صلاحیت نہیں ہونا چاہیے۔"

بات سمجھ میں آ گئی تھی۔ شیبا نے اُس رات جوجو کے سونے کے بعد اُس کے خوابیدہ دماغ کو ٹریپ کیا تھا۔ اُسے اپنی معمولہ بنایا تھا۔ پھر اُس کے دماغ میں یہ گرہ باندھ دی کہ وہ کم از کم ایک ہفتے تک خیال خوانی کی صلاحیتیں بھول جائے گی۔ اگر کوئی تنویمی عمل کرنے والا اُسے اپنی معمولہ بنائے اور اس سے سوال کرے کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کیا ہوئیں تو وہ اُس کی معمولہ بن کر بھی یہ جواب دے گی کہ شیبا نے اپنے عمل کے ذریعے خیال خوانی کی صلاحیت کو بالکل ہی مٹا دیا ہے۔ اب اُس کی سوچ کی لہریں کبھی کسی کے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گی۔

سونیا نے بڑا ہی معقول مشورہ دیا تھا اور شیبا نے بروقت یہ قدم اٹھایا تھا۔ جس وقت قلعے پر حملہ ہوا، جوجو تنویمی نیند پوری کر رہی تھی۔ اُسے اغوا کرنے والے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے خالی کر دی گئی ہے۔ مَیں نے شیبا اور پارس کو اُسی تہ خانے میں چھپنے پر مجبور کیا تھا۔ شیبا جذبات میں آکر وہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔ مَیں نے مجبور ہو کر اُسے دماغی جھٹکے پہنچائے تھے، اُسے بڑی دیر تک تکلیف میں مبتلا رکھا تھا اور میں ایسا کرنے پر مجبور تھا ورنہ وہ دشمنوں کے ہاتھ لگ جاتی تو آج وہ تماشا نہ ہوتا جو اب پیش آنے والا تھا۔

جوجو اور ایس ماسٹر اپنے اپنے بستر پر آنکھیں بند کیے پڑے تھے۔ کمپیوٹر نے بتا دیا تھا کہ مشین کا عمل پورا ہو چکا ہے۔ ایک کے دماغی صلاحیت دوسرے میں منتقل ہو گئی ہے۔ لہٰذا اب انھیں ایک گھنٹے تک سوئے دیا جائے۔ ہم کمنٹری کرتے جا رہے تھے۔ مَیں، مسک مَین کے پاس جا تھا۔ رسونتی اسرائیلی ایجنٹوں سے رابطہ رکھے ہوئے تھی اور شیبا سونیا کے پاس جا کر تمام حالات بتا رہی تھی۔

مسک مین اور اسرائیلی حکام ہماری طرف سے مایوس ہو گئے تھے۔ غصہ دکھا نہیں سکتے تھے۔ ہم نے اُن کی بات نہیں مانی۔ اُن کے مشورے کے مطابق ہم نے جوجو کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ اُن کی دانست میں جوجو ختم ہو جاتی تو ٹیلی پیتھی کا قصہ ہی ختم ہو جاتا۔ ایس ماسٹر کے ایک ماہر نے مشین کو آپریٹ کرنا سیکھ لیا تھا۔ اس کے باوجود اُسے کچھ حاصل نہ ہو سکا

اسرائیلی حکام، مسک مین اور دنیا کی کتنی ہی خطرناک تنظیمیں اس انتظار میں تھیں کہ صبح ہوتے ہی تک ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو گا۔ ایسے میں ہم نے خوش خبری سنائی، ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ ایس ماسٹر کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل نہیں ہو گی۔

یہ خوش خبری سُن کر سب ہی چونک گئے۔ سبھی نے نئے سرے سے دلچسپی لینے لگے اور پوچھنے لگے۔ ایسا کیوں نہیں ہو سکے گا؟ کیا مشین میں خرابی پیدا ہو گئی ہے؟ کیا آپریٹ کرنے والے سے غلطی ہو گئی ہے؟

ہم نے جواب دیا: "ایسی کوئی بات نہیں، سیدھی سی بات ہے۔ ہم نے جوجو کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں مٹا دی ہیں۔"

اس سے زیادہ کمنٹری کی ضرورت نہیں پڑی۔ سبھی مارے خوشی کے ہپ ہپ ہُرّے بولتے ہوئے اچھل پڑے تھے۔ ہر جگہ ایک دوسرے سے مصافحہ کیا جا رہا تھا، ایک دوسرے کو گلے لگایا جا رہا تھا۔ ایک گھنٹے بعد ایس ماسٹر جس ناکامی کا منہ دیکھنے والا تھا، اُس کی پیشگی خوشیاں منائی جانے لگی تھیں لیکن وہ گھنٹا گزر نہیں رہا تھا۔ وہ لوگ خوشیاں بھی منا رہے تھے اور اُن لمحات کا انتظار کر رہے تھے جب وہ آپریشن بیڈ پر غفلت کے بعد آنکھیں کھولے گا۔

سب ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے: "کیا نتیجہ نکلے گا؟"

"کیا وہ جوجو کی طرح لڑکی بن جائے گا؟"

سب ہنسنے لگے۔ ہم نے کہا: "ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔ اس لیے کہ ایک کے دماغ کی صلاحیت دوسرے میں منتقل ہوتی ہے، جسمانی صلاحیتیں منتقل نہیں ہوتیں اور نہ ہی جسمانی تبدیلی عمل میں آتی ہے۔"

ہر طرف سے ایک ہی سوال پوچھا جا رہا تھا: "ایس ماسٹر کا کیا بنے گا؟"

ہم نے کہا: "ابھی ہم کچھ نہیں بتا سکیں گے۔ جب وہ غفلت سے بیدار ہو گا۔ اُٹھ کر بیٹھے گا تو جو دیکھے جائیں گے، اُس کی کمنٹری سناتے جائیں گے۔"

قیامت آتی تو گزر جاتی مگر وہ ایک گھنٹا نہیں گزر رہا تھا۔ اُسے گزارنے کے لیے اسرائیلی حکام نے خود کو ذرا مصروف رکھنا احکامات صادر کیے کہ کل شیبا کے استقبال کی تیاریاں کی جائیں۔ کل ابیب کو دُلہن کی طرح سجایا جائے اور ایسے رنگا رنگ پروگرام ترتیب دیے جائیں کہ شیبا انھیں کبھی نہ بھلا سکے۔

مسک مین مواصلاتی سیارے کے ذریعے ایس ماسٹر کو مبارکباد دیتے ہوئے اپنے ملک میں آنے کی دعوت دے رہا تھا اور اس پیغام کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر وہ ریفنس نفیس نہ آئے تو خیال خوانی کے ذریعے ہم سب کے دماغوں میں ضرور تشریف لائے۔

ایک گھنٹا پورا ہونے سے پہلے ہی یہ طنزیہ پیغام ایس ماسٹر کے شعبے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ انھیں اس بات کا اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ جوجو سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے، اب انھیں مورینا کی فکر تھی۔ ہر طرف سے یہی پوچھا جا رہا تھا: مورینا کہاں ہے؟ اُسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟ ذرا سی غلطی ہو گی تو وہ ایس ماسٹر کے ہتھے چڑھ جائے گی۔ مسک مین کو معلوم تھا کہ مورینا اپنے ماشق غلام باقی کے ساتھ پیرس کی طرف سفر کر رہی ہے۔ وہ کہہ رہا تھا: "فرہاد صاحب! آپ جانتے ہیں، میرے پاس آرمر موجود ہے، مَیں آپ سے کبھی دغا نہیں کروں گا اور مورینا کو اغوا کرنے کی حماقت نہیں کروں گا لیکن آپ اس سلسلے میں باخبر رہیں اور میری خدمات حاصل کرتے رہیں۔ ہم ایک دوسرے کے تعاون سے مورینا کو کامیابی کے ساتھ کہیں نہ کہیں چھپا دیں گے۔"

میں نے کہا: "پیرس پہنچنے کے بعد کوئی پرابلم نہیں رہے گی۔ آپ جانتے ہیں، وہاں ہمارا ادارہ ہے۔ ہم مورینا کو اُس اڈے

کی چار دیواری سے نکلنے نہیں دیں گے۔"

اسرائیلی حکام رسونتی سے پوچھ رہے تھے: "مورینا کہاں ہے؟ پلیز! اُسے چھپائے رکھنے کے سلسلے میں ہماری خدمات حاصل کریں۔"

رسونتی انھیں وہی جواب دے رہی تھی جو مَیں مسک مین کو دے رہا تھا۔ آخر وہ ایک گھنٹا گزر گیا۔ اب ہم جو کچھ دیکھ رہے تھے، وہی رابطہ قائم کرنے والوں کو سُنا رہے تھے۔ پہلے جوجو کی آنکھ کھلی، اس کے چند سیکنڈ بعد ایس ماسٹر بھی بیدار ہو گیا۔ دونوں آنکھیں کھول کر چھت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پہلے اُن کی سمجھ میں نہیں آیا وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ پھر ساری باتیں سمجھ میں آگئیں۔ جوجو اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اُدھر ایس ماسٹر نے بیٹھتے ہوئے جوجو کو دیکھا۔ پھر اپنے سر کو سہلانے لگا۔ جوجو نے پوچھا: "پارس! تم کہاں ہو؟ مَیں کب سے شور مچا رہی ہوں، میرے پاس آؤ، مجھے اکیلے ڈر لگتا ہے۔"

ایس ماسٹر نے اپنے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا: "یہ پارس کون ہے؟ اس کا نام سُن کر میرا دل دھڑکنے لگا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے، مَیں اسے دیکھوں، اُس کے پاس جاؤں یا اُسے اپنے پاس بلاؤں۔"

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، پارس جوجو کے دل میں، اُس کے دماغ کی تہ میں، اُس کے لاشعور اور تحت الشعور میں بسا ہوا ہے۔ وہ جاگتی ہے تو پارس کو پوچھتی ہے، سونے سے پہلے پارس کو دیکھ کر سوتی ہے، اُس کے ساتھ کھاتی پیتی ہے، اُس کے ساتھ وقت گزارتی ہے۔ وہ نہ ہو تو اُسے دنیا ایک بہت بڑا قبرستان لگتی ہے جہاں اُسے کوئی زندہ نظر نہیں آتا، صرف وہ پارس کی زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔

وہ پارس کے متعلق اتنی شدت سے سوچتی ہے کہ وہ سوچ اُس کے دماغ کا ایک اہم حصہ بن گئی ہے۔ چونکہ وہ اہم حصہ بن گئی ہے اس لیے وہ بھی بڑا انفارمر مشین کے ذریعے ایس ماسٹر کے دماغ میں منتقل ہو گئی۔ اب وہ پارس کے سلسلے میں متعجس تھا۔ سوچ رہا تھا: کیا میرا دل اُسی پارس کے لیے کھنچا جا رہا ہے، جو فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے؟

جوجو نے اُسے گھور کر دیکھا، پھر کہا: "خبردار! میرے پارس سے دوستی نہ کرنا۔ وہ صرف میرا دوست ہے۔"

ایس ماسٹر نے کہا: "دوستی تو بہت اچھی چیز ہے۔ ہم تینوں دوست بن کر رہ سکتے ہیں۔"

جوجو خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے بولی: "ہرگز نہیں، تم بہت ظالم ہو۔ مَیں نے یہاں تمھارے ظلم کا تماشا دیکھا ہے۔ تم نے ایک پاگل کے دماغ کی تمام خرابیاں دوسرے ہوش مند کے دماغ میں منتقل کرا دی تھیں اور اُسے بھی پاگل بنا دیا تھا۔"

ایس ماسٹر یہ سُن کر حیرانی سے تک رہا تھا، پھر اُس نے کہا: "ہاں، مجھے یاد ہے، مَیں نے ایسا کیا تھا۔ توبہ توبہ! یہ تو بہت بُری بات ہے۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اللہ میاں گناہ دیتے ہیں۔"

رسونتی نے کہا: "یا حیرت! یہ تو جوجو کی طرح معصوم بن گیا ہے۔"

کمنٹری ہم نے دُور تک پہنچائی، تمام لوگ حیرانی سے پوچھ رہے تھے: "کیا واقعی؟ کیا سُپر ماسٹر جوجو کی طرح معصوم بن گیا ہے؟ کیا اُس کی ظالمانہ فطرت ختم ہو گئی ہے؟"

ہم نے جواب دیا: "ابھی ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ وہ آپریشن کے بعد غفلت سے بیدار ہو کر جو کچھ کہہ رہا ہے، جو کر رہا ہے، وہ باتیں ہم آپ تک پہنچا رہے ہیں۔ آئندہ اُس کی ظالمانہ فطرت غالب آئے گی یا جوجو کی معصومیت؟ ہمیں بھی اس سوال کے جواب کا انتظار ہے۔"

اِدھر ہم نے اس شخص کو بھلا دیا تھا جو شیشے کے کیبن میں بیٹھا تھا۔ ہم نے جوجو کے ذریعے اُسے جب سے دیکھا تھا، تب سے وہ خاموش تھا۔ دھندلے شیشے کے اُس پار دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا۔ پھر اچانک ہی وہ بولنے لگا۔ اُس کی آواز تہ خانے کے ہال میں گونج رہی تھی حالانکہ وہ بہت دھیمی آواز میں بول رہا تھا۔ ایس ماسٹر کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا: "تم جب سے بیدار ہوئے ہو، اس لڑکی کے ساتھ بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو، خواہ مخواہ وقت ضائع ہو رہا ہے۔ ثابت کرو کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں تمھارے دماغ میں منتقل ہو گئی ہیں۔"

ایس ماسٹر نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اپنی سوچ کی لہریں کسی کے دماغ میں پہنچانا چاہتا تھا تاکہ خیال خوانی کی پرواز کی اور شیشے کے کیبن میں بولنے والے کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ اُس بولنے والے کو بھی علم نہیں تھا کہ مَیں خیال خوانی کے ذریعے اُس کے پاس آنا چاہتا ہوں، مجھے اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا یعنی جو آواز ہم تک پہنچ رہی تھی، اس آواز والے کا کوئی وجود ہمیں نہ تھا۔

ایسا ہماری زندگی میں پہلے بھی ہو چکا ہے۔ ایک مجرم نے جو بہترین ساؤنڈ ریکارڈسٹ تھا، ایسے آلات استعمال کیے تھے جو انک کے پاس بولنے والے کی آواز کو اسپیکر تک پہنچتے پہنچتے تبدیل کر دیتے تھے۔ بولنے والے کی آواز اور لب و لہجہ کچھ سے کچھ ہو جاتا تھا۔ یہی سسٹم اس شیشے کے کیبن کے اندر بھی تھا جو شخص بول رہا تھا اُس کی اپنی آواز کیبن کے اندر تک محدود تھی اور وہ آواز مائک سے ٹکراتی تھی۔ وہاں سے گزر کر اسپیکر تک آتی

تھی لیکن درمیان میں مختلف آلات کی کارکردگی اُسے تبدیل کر دیتی تھی۔

وہ پوچھ رہا تھا: "کیا بات ہے ایس ماسٹر! کیا تم خیال خوانی نہیں کر سکتے؟"

ایس ماسٹر نے کہا: "میں کر سکتا ہوں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مجھ میں یہ قوت ہے، لیکن طریقہ کار یاد نہیں آ رہا ہے۔"

جوجو نے ہنستے ہوئے اُس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اتنا بڑا آدمی ہو گیا ہے اور خیال خوانی کرنا نہیں آتی۔ اے بزرجمہر، جس کے دماغ میں پہنچنا ہو، پہلے اُس کا تصور کرو۔ پھر اُس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کرو۔ پھر پوری توجہ اور یقین کے ساتھ سوچ کر اپنے خیال کی لہریں پرواز کرتی ہوئی اُس کے دماغ تک پہنچ رہی ہیں۔ تم اُسے دیکھ رہے ہو۔ اُسے باہر سے بھی دیکھ رہے ہو، اندر سے بھی دیکھ رہے ہو۔ اس کے بعد خود محسوس کرو گے کہ اس کے دماغ میں پہنچ چکے ہو۔"

شیشے کے کیبن میں بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: "ایس ایم! بڑے شرم کی بات ہے۔ ایک لڑکی تمہیں طریقہ سکھا رہی ہے جبکہ ٹیلی پیتھی کے متعلق بازار میں ہزاروں کتابیں دستیاب ہیں۔ فریاد کے ریکارڈ میں تم بہت کچھ پڑھ چکے ہو۔ اب خاموش کیوں بیٹھے ہو خیال خوانی کرو۔ اس تہ خانے کے دوسرے حصّے میں بہرام گنگولی انتظار کر رہا ہے۔ اُس کے دماغ کے دروازے کھلے ہیں، اُسے یہاں بلاؤ۔"

جب سے ایس ماسٹر بیدار ہو کر بولنے لگا تھا، تب سے سونیا نے شیبا کو مشورہ دیا تھا کہ اُس کے دماغ میں جم کر بیٹھ جاؤ اور اس کی تہ میں پہنچ کر جتنے راز معلوم کر سکتی ہو، معلوم کرتی رہو اور اہم باتوں کو نوٹ کرتی رہو۔ یہی بات اُس نے رسونتی کو سمجھائی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ شیشے کے کیبن میں بیٹھنے والے کے پاس پہنچ نہیں سکتا اور جوجو کے پاس رہنا ضروری نہیں ہے تو میں بھی ایس ماسٹر کے دماغ میں آ گیا۔ ٹرانسفارمرمشین کے عمل سے گزرنے کے بعد آدمی تھوڑی دیر تک جسمانی اور دماغی طور پر کمزور رہتا ہے، اس لیے سانس روک نہیں سکتا۔ وہ ہمیں اپنے اندر محسوس کر رہا تھا۔ پریشان ہو رہا تھا اور جلد سے جلد خیال خوانی کا مظاہرہ کر کے اس شخص کو مطمئن کرنا چاہتا تھا جو شیشے کے کیبن کے اندر تھا۔

اس کی سوچ نے ہمیں وہ بتایا جو ہم پہلے سے جانتے تھے لیکن ہم نے اس پر توجہ نہیں دی تھی یعنی سپر ماسٹر کبھی کسی معاملے میں عملی طور پر سامنے نہیں آتا۔ فرنٹ لائن میں ایک اور سپر ماسٹر ہوتا ہے جو کسی بھی معاملے میں پیش پیش رہتا ہے۔ جو ایس ایم ہماری مٹھی میں تھا وہ فرنٹ لائن میں رہنے والا سپر ماسٹر تھا اور جو اصل ایس ماسٹر تھا وہ شیشے کے کیبن میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہی شطرنج کا کھلاڑی تھا اور وہی اب تک اتنی گہری چالیں چلتا آیا تھا۔ اب

اُس نے سخت لہجے میں پوچھا: "کیا بات ہے ایس ایم! تم خیال خوانی نہیں کر رہے ہو، فوراً جواب دو۔ کیا تم سانس روک سکتے ہو؟ کیا تم اپنے دماغ میں کسی کو محسوس کر رہے ہو؟"

"ہاں ہاں، میں سانس روک سکتا ہوں۔ خیال خوانی بھی کر سکتا ہوں مگر پہلے کبھی نہیں کی، اس لیے بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

سپر ماسٹر نے شیشے کے کیبن کے اندر سے کہا: "بہرام گنگولی کو یہاں بھیج دو۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی تہ خانے کا دروازہ کھلا۔ وہاں سے وہ قد آور پہاڑ جیسا ڈیل ڈول والا بہرام نظر آیا۔ وہ ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا شیشے کے کیبن کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "بہرام گنگولی! تمہارا ایس ماسٹر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ یہ مجھ سے جھوٹ بول رہا ہے۔ اس حقیقت کو چھپا رہا ہے کہ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ مجھے یہ تجربہ بہت مہنگا پڑ رہا ہے۔ اسے فوراً ختم کر دو۔"

بہرام گنگولی نے ہچکچاتے ہوئے اپنے ایس ماسٹر کو دیکھا۔ شیشے کے کیبن سے آواز آئی: "اگر تم اس ملک میں زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کرنا چاہتے ہو تو میرے حکم کی تعمیل کرو۔ اسے فوراً ہلاک کر دو، پتا نہیں، خیال خوانی کرنے والے کیا کچھ معلوم کر رہے ہیں۔"

ایس ماسٹر بستر سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ پیچھے ہٹتے ہوئے بول رہا تھا۔ "نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ میرے دماغ میں رہ کر کوئی کچھ معلوم نہیں کر سکتا۔ تم لوگوں کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔ مجھے ہلاک کرنے کے بعد میں پچھتاؤ گے۔"

ایس ماسٹر! تھوڑی دیر پہلے تم نے اپنے ہی شعبے کے ایک اہم آدمی کو زندہ رکھا مگر اُسے مُردوں سے بدتر کر دیا۔ اسے پاگل بنا دیا لیکن تمہاری ناکامی کی سزا موت ہے۔"

اس وقت تک بہرام گنگولی نے آگے بڑھ کر اُسے دبوچ لیا تھا۔ ایس ماسٹر طاقتور تھا۔ اُس نے اُس کے پنجے سے نکلنے کی بڑی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ بہرام گنگولی نے اسے ایک ہاتھ سے دبوچ کر دوسرے ہاتھ سے سر کو تھام رکھا تھا۔ پھر اُس نے ایک زور کا جھٹکا دیا۔ کڑاک کی ایک زوردار آواز سنائی دی اور اُس کی گردن ٹوٹ گئی۔ ہم خیال خوانی کرنے والے ایک جھٹکے سے باہر آ گئے۔ اب اس کا دماغ ہمیں قبول نہیں کر سکتا تھا۔

بہرام گنگولی نے اُس کے مُردہ جسم کو فرش پر پھینک دیا۔ پھر شیشے کے کیبن کے پاس آ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ میں نے جوجو کے ذریعے کہا: "سپر ماسٹر! کیا یہ بتانا ضروری ہے کہ ہم نے بیس منٹ کے اندر تمہارے ایس ایم کے دماغ میں رہ کر کیا کچھ معلوم کیا ہے۔ ہم لمبی بات کرنا نہیں چاہتے۔ اتنا بتا دیں کہ ہمیں پلک جھپکتے میں اس انڈر گراؤنڈ اسٹور میں پہنچ سکتا ہوں، جہاں یورینیم کا ذخیرہ کیا گیا ہے۔ رسونتی بھی اتنی ہی جلدی تمہاری سب سے بڑی سائنس لیبارٹری کے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچ سکتی ہے اور شیبا نے اُس خفیہ ایمونیشن ورکشاپ میں سُرنگ بنالی ہے، جہاں جدید طرز کے میزائل تیار ہو رہے ہیں۔"

وہ چپ چاپ سُن رہا تھا۔ میں ان تمام شعبوں کے اعلیٰ اور ذمے دار افسران کے نام اور ٹیلی فون نمبر بتا رہا تھا اور دعویٰ کر رہا تھا: "ہم ان نمبروں کے ذریعے اُن کے دماغوں تک پہنچ چکے ہیں۔ اب تم بتاؤ، پہلے کہاں دھماکا کیا جائے۔ اگر کوئی دھماکا منظور نہیں ہے تو جوجو کو نہایت آرام اور سہولت سے تل ابیب پہنچا دو۔ اگر اُس کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی آئی تو تمہارے انڈر گراؤنڈ خفیہ اڈوں میں ایٹمی دھماکے ہونے لگیں گے۔"

شیشے کے کیبن سے بھرائی ہوئی آواز سنائی دی: "مسٹر فرہاد! ٹائم کتنے قیمتی ہیں، ہم سمجھ لیتے۔ تم لوگ جس ملک میں جا ہو قیامت برپا کر سکتے ہو۔ لوگ پہلے زمانے میں تلوار سے ڈرتے تھے، پھر بندوق سے ڈرنے لگے، پھر بم سے، اُس کے بعد ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے۔ آج کا سب سے خطرناک ہتھیار ٹیلی پیتھی کو دہشت میں مبتلا رکھتا ہے، خصوصاً بڑی طاقتوں کو۔"

وہ مطمئن ہو کر بول رہا تھا: "اس علم سے پہلے ایٹم بم نے جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی میں قیامت برپا کی تھی۔ آج بھی کوئی ملک ایٹم بم بناتا ہے تو پوری دنیا چیخ اٹھتی ہے اور اعتراضات کرنے لگتی ہے۔ ہم اگر چاہیں تو دنیا کے تمام ملکوں کو تباہ کر دیں، صرف بڑی طاقتیں اور اُن کے ملک میں رہنے والے باشندے زندہ رہیں لیکن ہم بے پناہ قوتوں کے مالک ہونے کے باوجود چھوٹے ملکوں کو تباہ و برباد نہیں کرتے۔ ہاں، انھیں اپنا غلام بنا کر رکھتے ہیں۔ جو غلام نہ بننا چاہے اُسے بڑی بڑی امداد دے کر اپنا محتاج بنا لیتے ہیں۔ اسے سیاست کہتے ہیں۔ تمام چھوٹے ملکوں کو زندہ رکھ کر ہم وہاں سے خام مال حاصل کرتے ہیں۔ اُن ملکوں میں اپنے ہاں سے تیار کی ہوئی کاریں، ہیلی کاپٹر، طیارے، بحری جہاز اور ہتھیار فروخت کرتے ہیں۔ دوسری بڑی طاقت کے خلاف محاذ بنانے کے لیے اُن ملکوں میں فوجی اڈے قائم کرتے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا: "مختصر یہ کہ تم اپنی بے پناہ قوتوں سے ہمیں تباہ و برباد کر کے کچھ حاصل نہیں کر سکو گے اور ہم سُپر طاقتیں کملانے کے باوجود جوجو جیسی ایک بچی کو ہلاک نہیں کر سکیں گے کیونکہ ہم نادان نہیں ہیں۔ ہم کمزوروں کو مارتے نہیں ہیں۔ اپنے مقصد کے لیے زندہ رکھتے ہیں۔ تم مجھے اپنے مقصد کے لیے ہماری سلامتی کی بات کرو۔ تباہی سے کچھ نہیں بنے گا۔"

میں نے کہا: "جو بات ہم کہہ چکے ہیں، وہی تم کہہ رہے ہو، مگر گھما پھرا کر کہہ رہے ہو۔ مقصد سلامتی اور تحفظ ہے۔ تم اپنی سلامتی چاہتے ہو اور ہم جوجو کی۔"

"بے شک، جوجو کو ابھی روانہ کیا جائے گا لیکن جب یہ ہمارے پاس آ چکی ہے تو تم لوگوں سے ایک ذرا سی رعایت چاہتے ہیں، ہمارا ایک بات مان لو۔"

"جوجو کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو ہم مان لیں گے۔"

"ہم اس پر تنویمی عمل کرانا چاہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس کے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ جائیں۔ جو چیز ہماری تحویل میں ہے اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہمیں ہے۔"

"اگر تم جوجو پر تنویمی عمل کرانے کے بعد اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال کر سکتے ہو تو بے شک فائدہ اٹھا لو۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تنویمی عمل کے دوران تم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مداخلت نہیں کرے گا۔"

"وہ تو ہم کریں گے ضرور کریں گے۔ جوجو پر ہونے والا کوئی بھی عمل ناکام بنائیں گے۔ ہم یہ کیوں چاہیں گے کہ ہماری اس بچی پر کوئی ایسا ویسا عمل کیا جائے۔ یہ اتنی معصوم ہے کہ ہم اسے ٹیلی پیتھی کی مکمل نہیں ہونے دیتے۔ اسی لیے اس کی صلاحیتیں ختم کر دی ہیں تاکہ یہ اپنی عمر، اپنے مزاج اور اپنی ذہانت سے زیادہ کوئی علم اپنے پاس نہ رکھ سکے۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "مجھے یہی خدشہ تھا، تنویمی عمل کراؤں گا تو تم لوگوں کی طرف سے مداخلت ہو گی، لہٰذا جوجو ہمارے کسی کام نہیں آ سکتی۔ میں اسے ابھی روانہ کرنے کا حکم دے رہا ہوں۔"

پھر اُس نے اپنے خاص آدمی کو حکم دیا: "جوجو کو چارٹرڈ طیارے میں بڑے آرام سے تل ابیب پہنچا دیا جائے۔"

تھوڑی دیر بعد ہی چار مسلح جوان آئے۔ اُن میں سے ایک نے کہا: "مس جوجو! ہم آپ کے خادم ہیں، آپ کو ایئر پورٹ تک لے جائیں گے، وہاں سے آپ طیارے میں سفر کریں گی اور تل ابیب پہنچ جائیں گی۔"

اس کے بولتے ہی میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اطمینان ہو رہا تھا کہ کوئی دھوکا نہیں ہو گا۔ وہ کہہ رہا تھا: "میرے دماغ کے دروازے کھلے ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی وقت بھی میری نیت کو پڑھ سکتے ہیں۔"

میں نے جوجو سے کہا: "بیٹی! یہاں سے اُٹھو۔ ان کے ساتھ

جادوگر نے کی بات نہیں ہے۔" پھر میں نے اُس کے ذریعے اُس مسلح جوان سے کہا: "مسٹر جہاں تمھاری ڈیوٹی ختم ہوتی ہے اور دوسرکی ڈیوٹی شروع ہوتی ہے' اس کی آواز بھی سنائی جائے۔"

"آپ کو لے جانے والے طیارے کا عملہ آپ کے سامنے آئے گا اور باتیں کرے گا۔"

وہ اُٹھتے ہوئے بولی: "پارس کہاں ہے؟"

میں نے اُس کے دماغ میں پارس کو آواز دی: "بیٹے پارس! اِدھر آؤ' جو بُلا رہی ہے۔"

پھر میں پارس کے لب و لہجے میں بولا: "میں آگیا۔ تم مجھے ذرا بھی کام نہیں کرنے دو گی۔ اس وقت میں ریاضی کا ایک مشکل سوال حل کر رہا ہوں۔ جب تم طیارے میں پہنچو گی تو میں تمھارے ساتھ سفر کروں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "کیا تم میرے ساتھ آ رہے ہو؟"

"میں جسمانی طور پر نہیں، دماغی طور پر آتا رہوں گا۔"

وہ خوش ہو کر اُن مسلح افراد کے ساتھ چلنے لگی جو اس طرف سے اطمینان ہوتے ہی میں نے آمنہ کی خبر لی۔ یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ اُس کے جسم سے گولی نکال لی گئی ہے، وہ خطرے سے باہر ہے' وہ آرام سے بستر پر سو رہی تھی۔ میں نے اُس کے خوابیدہ دماغ سے معلوم کیا۔ قلعے کے ڈاکٹر اور دوسرے ملازم جو زندہ رہ گئے تھے' وہ پھر سے انتظامات سنبھال رہے تھے، اس کی پوری طرح دیکھ بھال کر رہے تھے۔ شیبا خیال خوانی کے ذریعے اُس کی خبر لیتی رہتی تھی۔ ابھی وہ سفر کرنے کے قابل نہیں ہوئی تھی ورنہ شیبا کے پاس فقرہ پہنچا دیا جاتا۔

اور ادھر شیبا پارس اوّل کے ساتھ ایک ہوٹل کے کمرے میں رات گزار رہی تھی، دوسرے دن اسرائیلی ایئر لائن کے طیارے سے سفر کرنے والی تھی۔ تیسری جانب رسونتی اپنے پارس کو سینے سے لگا کر چوم رہی تھی۔ ماں بیٹا ایک مدّت کے بعد ملے تھے۔ رسونتی اُسے دیکھتی جا رہی تھی مگر دیکھتے رہنے سے بھی جی نہیں بھرتا تھا۔ تو وہ بار بار اُس کی بلائیں لیتی تھی۔ اس کی طویل عمری کی دعائیں مانگتی تھی۔ اُس کے پیر پہنچتے ہی رسونتی بابا صاحب کے ادارے میں آ گئی تھی پھر سچا صاحب سے کہا تھا: "آج سے میرا بیٹا آپ کے حوالے ہے' اسے تعلیم میں دے رہی ہوں، ہنر آپ سکھائیں گے موجودہ دور کے تقاضے کے مطابق اسے فولاد بننا ہے لہٰذا میں آپ سے درخواست کروں گی کہ میرے بیٹے کو ماسٹر والٹور وکی کے حوالے کر دیا جائے۔"

مودینا اور غلام باقی طیارے میں سفر کر رہے تھے۔ دوسری صبح پیرس پہنچنے والے تھے۔ میں اگر چاہتا تو مودینا اور غلام باقی کو بھی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیتا، لیکن مودینا قابلِ اعتماد نہیں تھی۔ ابھی اُسے کچھ عرصے تک آزمانا ضروری تھا۔ آج جو اُس کا مزاج ہوتا ہے، وہ کل نہیں رہتا۔ مودینا خود پرست تھی۔ اُسے اپنے حسن و شباب پر بڑا ناز تھا۔ ایسی عورتیں کبھی ایک مرد کے ساتھ نہیں گزارتیں۔ اپنے حسن کی داد پانے کے لیے عاشق بدلتی رہتی ہیں۔ بہرحال یہ آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ اُس میں مستقل مزاجی اور وفاداری ہے یا نہیں۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن پر آپ ہی آپ اعتماد قائم ہو جاتا ہے۔ اُن میں ایک غلام باقی تھا۔ میرا دل کہتا تھا کہ یہ وفادار اور جاں نثار ساتھی ثابت ہوگا لیکن اُسے بھی ادارے سے دور رکھنا تھا۔ اُسے مودینا کے ساتھ کچھ روز ہوٹل یا کاٹیج میں رہنے دینا تھا۔

ہم نے بڑی کامیابی سے پارس دوم کو قتل یا یب سے نکال کر رسونتی کے پاس پہنچا دیا تھا اور جو جو شیبا کے پاس قتل ابیب پہنچنے والی تھی۔ ابھی ہر طرف سے عارضی طور پر اطمینان تھا، لہٰذا اسی بات کا تجزیہ کرنا چاہیے کہ اتنی بھاگ دوڑ کے بعد ہم نے کیا پایا اور کیا کھویا؟

ہم سے مشین کھو گئی اور سب سے اہم چیز وہی تھی۔ ولے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم نے اپنے بچوں کو دشمنوں کے چنگل سے نکال لیا۔ اگر مجھے رسونتی کی ممتا کا خیال نہ ہوتا تو پارس کو کبھی بھی تل ابیب سے جانے نہ دیتا۔ اُس کی جگہ میں نے پارس اوّل کو شیبا کے ساتھ بُلا لیا تھا۔ دیکھا جائے تو میں نے پھر ایک بیٹے کو دشمنوں کے حوالے کر دیا تھا۔

لیکن بات ایسی نہ تھی۔ یہ اچھی طرح سمجھ میں آ گیا تھا کہ دشمن ہمیں براہِ راست نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ دنیا کی کوئی خطرناک تنظیم ہو، کوئی سپر پاور ہو، یہ الزام اپنے سر نہیں لے گی کہ فرہاد کو یا اُس کے ساتھیوں کو اُن سے نقصان پہنچا ہے۔ کوئی اپنے ملک کو تباہ کرنا نہیں چاہتا تھا اور نہ اپنے اہم ملکی راز ہمارے ذریعے کسی دوسری جگہ منتقل کرانا چاہتا تھا۔ یہی اندیشے تھے کہ اسرائیلی حکام نے فوراً پارس کو جانے کی اجازت دے دی اور سپر ماسٹر نے بھی جو جو کو رہا کر کے دانش مندی کا ثبوت دیا تھا۔

دشمنوں کے لیے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ اب نہ اکیلا ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا۔ رسونتی میری زندگی میں آئی تو تعداد دو ہو گئی۔ پھر شیبا نے تعداد بڑھا دی۔ اس کے بعد جو جو آئی۔ جو جو کے بعد مودینا۔ اب ہم چار تھے۔ مودینا پر بھروسا نہیں تھا۔ جو جو کے دماغ سے یہ صلاحیت مٹائی نہیں گئی تھی، مُعطّل کی گئی تھی۔ وہ کسی بھی آڑے وقت ہمارے کام آ سکتی تھی اور ایک بار بہت ہی مشکل وقت میں ہمارے کام آ بھی چکی تھی۔ بہرحال وہ ہمارے کسی بھی ساتھی کو نقصان پہنچاتے تو ہر چار طرف سے خیال خوانی

کے حملے ہوتے۔ جنھیں روکنا دشمنوں کے بس کی بات نہ ہوتی۔

اُن کی سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ کون اصلی فرہاد اور کون اصلی شیبا ہے اور کون ڈمی ہے۔ وہ اتنی بار دھوکے کھا چکے تھے کہ اب نقل کو اصل سمجھنے لگتے تھے اور اصل کو نقل سمجھ کر نظر انداز کر دیتے تھے۔ آج ٹرانسفارمر مشین سپر ماسٹر کے پاس تھی۔ آئندہ کسی اور کے ہاتھوں میں پہنچ سکتی تھی لیکن سب کو یہ فکر لاحق تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف میرے ہی گروپ میں ملیں گے۔ اگر ہم میں سے کسی کو جلا حاصل کیا گیا تو اسی طرح وقت سے پہلے اُن کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیت مٹا دی جائے گی یا بھلا دی جائے گی۔

موجودہ صورتِ حال سے ظاہر ہوتا تھا، اب ہمارے درمیان امن و امان قائم ہو گیا ہے، کوئی ہمیں دشمن بن کر نہیں چھیڑے گا اور ہم جوابی کارروائی نہیں کریں گے۔ اب دن رات کی بھاگ دوڑ ختم ہو چکی ہے۔ مجھے چوبیس گھنٹے خیال خوانی میں مصروف نہیں رہنا ہوگا اور میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ایک پُرسکون گھریلو زندگی گزار سکوں گا۔

اسے کہتے ہیں دیوانے کا خواب۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ٹیلی پیتھی ایک بلا ہے جو علم کھاتا ہے وہ مارا جاتا ہے جو زندہ رہتا ہے عذاب میں رہتا ہے۔ جب ایک ملک کوئی بڑی طاقت حاصل کر لیتا ہے تو دوسرا ملک بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے سامنے کسی کو برتر تسلیم نہیں کر سکتا۔ ٹیلی پیتھی کے حوالے سے ہم سپر پاور تھے اور کوئی ہماری برتری تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔ اب وہ بظاہر ہمارے دوست تھے۔ اپنے اپنے ملک میں ہمارے لیے بڑی بڑی سہولتیں فراہم کر سکتے تھے لیکن ہمیں کھو کھلا کرنے' ہمیں آہستہ آہستہ ختم کر دینے کے لیے وہ اندر ہی اندر یقیناً سرنگ بنا رہے ہوں گے۔

پہلے شیبا پارس کے ساتھ تل ابیب پہنچی، وہاں کے اعلیٰ حکام نے بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ اب کوئی پردے میں چھپا ہوا نہیں تھا۔ یہ سب جان گئے تھے اور مان گئے تھے کہ ہم جب چاہیں اُن کے خفیہ اڈوں تک اور اُن کے فتے دار افسران تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر بے چارے اعلیٰ افسران چھپ کر کیا کرتے، لہٰذا وہ کھُل کر سامنے آ گئے تھے۔ پتا چلا، ایک گھنٹے بعد جو جو پہنچنے والی ہے۔ شیبا ایئر پورٹ پر ہی رُک گئی۔ وی آئی پی روم میں اُس کا انتظار کرنے لگی۔ اُن کا استقبال کرنے والوں میں منگل پانڈے بھی شامل تھا۔ شیبا نے مسکرا کر اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "ہیلو مسٹر پانڈے! مجھے آپ جیسے دلیر افسر سے مل کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔"

ایک اسرائیلی عہدے دار نے کہا: "بھارتی سرکار ہم سے مسٹر منگل پانڈے کا مطالبہ کر رہی ہے۔ میں حیران ہوں کہ آخر یہ کتنے دلیر ہیں۔"

شیبا نے کہا: "آپ میری خاطر بھارتی سرکار سے درخواست کریں کہ مسٹر پانڈے کو کچھ عرصے اسرائیل میں رہنے دیا جائے اور انھیں یہاں کی انٹیلی جنس میں ایک اعزازی عہدہ دیا جائے۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں، یہ آپ کے لیے بھی بڑے بڑے کارنامے انجام دیں گے اور اپنی دلیری سے حیران کر دیں گے۔"

انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ بھارتی سرکار سے درخواست کریں گے۔ منگل پانڈے یہاں جتنا عرصہ رہنا چاہیں رہ سکتے ہیں اور انھیں اعزازی عہدہ بھی دیا جائے گا۔"

منگل پانڈے خوش ہو کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اُس کے کان میں آواز آئی: "لیکن میں تمھیں دلیری دکھانے کا موقع نہیں دوں گا۔"

اُس نے چونک کر سر گھمایا۔ صوفے کے پیچھے پارس کھڑا ہوا تھا۔ شیبا نے مسکراتے ہوئے کہا: "پانڈے! یہ ہمارا بیٹا ہے پارس اوّل۔"

پانڈے نے جلدی سے اُٹھ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "مجھے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔"

پارس نے کہا: "مگر مجھے نہیں ہو رہی ہے۔ میں مصافحہ نہیں کروں گا۔ تمھارے ہاتھ گندے ہیں۔"

وہ جھینپ کر جلدی سے ہاتھ کو اپنے ہی لباس سے صاف کرتے ہوئے بولا: "آپ اپنے بھائی کی طرح شریر ہیں۔"

پارس نے پوچھا: "کیا تم کبھی کسی بچے کو آپ کہتے ہو؟"

"جی ہاں، آپ کو آپ کہہ رہا ہوں۔"

"میری بات چھوڑو۔ اچھی طرح سوچ کر بتاؤ، آج تک کبھی کسی بچے کو آپ کہا ہے؟"

اُس نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "کبھی نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے تم مجھے خوشامدانہ انداز میں آپ کہہ رہے ہو، اگر دیر افسر ہو تو مجھے بھی تم کہو۔ کسی فرہاد کے بیٹے سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

اس بات پر وہاں بیٹھے ہوئے تمام اعلیٰ افسران اور بڑے بڑے عہدے داران واہ واہ کرنے لگے' تالیاں بجا کر داد دینے لگے۔ "واہ ماسٹر پارس! کتنی سچی اور کھری بات کہہ رہے ہو۔ دلیر افسر کو تمھارے باپ سے بھی نہیں ڈرنا چاہیے۔"

پارس نے چٹکی بجا کر کہا: "ہاں، یہ ہوئی نا بات۔ مسٹر پانڈے! ان سب کے سامنے کہو کہ تم میرے باپ سے بھی نہیں ڈرتے ہو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا: "ماسٹر پارس! یہ گستاخی میں کیسے کر سکتا ہوں، کہیں مجھے مروانا چاہتے ہو؟"

پارس نے پانڈے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تمام حاضرین سے کہا: "بے چارہ شرمار ہا ہے۔ پلیز، آپ میں سے کوئی کہہ دے کہ میرے باپ سے نہیں ڈرتا۔"

اس بات پر سبھی کے چہروں سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کوئی کھنکارنے لگا۔ کوئی سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ کوئی پہلو بدلنے لگا۔ شیبا نے کہا: "پارس! یہ کیا شرارت ہے، چپ چاپ بیٹھو۔"

"اوہ ممی! چپ چاپ بیٹھنے کا کام تو پاپا کرتے ہیں۔ آپ ہی تو کہتی ہیں جہاں جگہ ملتی ہے، بیٹھ جاتے ہیں، خیال خوانی کرتے کرتے بارھواں سال گزار رہے ہیں۔"

سب لوگ مسکرانے لگے۔ شیبا نے ڈانٹ کر کہا: "اب کچھ بولو گے تو میں جوجو کا جہاز تل ابیب تک پہنچنے نہیں دوں گی راستے ہی سے واپس کر دوں گی۔"

اُس نے زوردار قہقہہ لگایا، پھر کہا: "واہ ممی! ایک تو آپ میرے دماغ میں دنیا جہاں کے علوم ٹھونستی رہتی ہیں۔ پھر یہ سمجھ کر ڈرا بھی رہی ہیں کہ طیارے کو واپس بھیج دیا جائے گا جب کہ یہ بین الاقوامی قوانین کے خلاف ہے۔ کوئی بھی طیارہ اس وقت تک واپس نہیں ہو سکتا یا راستہ نہیں بدل سکتا جب تک موسم انتہائی خراب نہ ہو۔"

شیبا منہ چھپا کر مسکرانے لگی۔ ایک اعلیٰ عہدے دار نے پوچھا: "کیا تم نے پارس کو اس قدر ذہین بنایا ہے؟"

وہ پارس کو دیکھتے ہوئے بولی: "میری خیال خوانی اسے ایک شاہکار بنا تی جا رہی ہے۔ ٹیلی پیتھی بہت اچھا علم ہے اگر اسے صرف ماں باپ سیکھ سکیں تو اپنے بچوں کے دماغ میں ذہانت کوٹ کوٹ کر بھر دیں۔ خیال خوانی کا یہی فائدہ ہے لیکن ہماری دنیا میں کیا ہوتا ہے۔ ہم ایٹمی قوت سے، بجز زمینوں کو زراعت کے قابل بنا سکتے ہیں لیکن ہم انسانوں اور ملکوں کو تباہ کرتے ہیں۔"

سب تائید میں سر ہلانے لگے۔ شیبا نے کہا: "اگر کوئی ہمیں دشمن بن کر نہ چھیڑے۔ ہمیں گوشۂ تنہائی میں پُرسکون گھریلو زندگی گزارنے کا موقع دے تو ہم صرف اپنے بیٹے پارس ہی کو نہیں دنیا کے تمام کُند ذہن بچوں کو بھی نہایت ذہین بنا سکتے ہیں۔ یہ دنیا ہمارے بچوں کی ہے۔ یہاں جو کچھ ہے ہمارے بچوں کو ملنا چاہیے لیکن بڑے اُن کا حق چھینتے اور چھینتے رہتے ہیں۔ یہ کیسا دوغلا پن ہے کہ آپ اُن کے ننھے ہاتھوں میں کتاب دیتے ہیں اور پھر انھیں مار ڈالنے کے لیے ایٹم بم تیار کرتے ہیں۔"

مجھے بھی فرصت تھی، اس لیے میں کبھی پارس اوّل اور کبھی منگل پانڈے کے دماغ میں رہتا تھا اور اُن کے ذریعے دو مردوں کی باتیں سنتا تھا۔ میں وہاں موجود رہنے والے چار مسلح افراد کو تک بھی پہنچ گیا تھا۔ ابھی پانچویں تک پہنچنے نہیں پایا تھا کہ منگل پانڈے کے ذریعے دیکھا، وہ پانچواں مسلح فرد آہستہ آہستہ اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال رہا تھا۔ چونکہ میں اُس کے دماغ تک پہنچ نہیں سکتا تھا اس لیے میں نے دوسرے مسلح گارڈ کو دیکھا جو چلاتے ہوئے اُس کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔ ریوالور نکالنے والے نے جھنجلا کر پوچھا: "یہ کیا طریقہ ہے۔ تم ادھر کیوں چلے آئے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا: "اوہ سوری، میں ذرا باتھ روم کی طرف جانا چاہتا تھا مگر آفیسر سے اجازت لینا ہو گی۔"

اُس نے کہا: "تم جہنم میں جاؤ مگر میرے سامنے سے تو ہٹ جاؤ۔"

اتنی سی دیر میں میں نے اُس کے خیالات پڑھ لیے۔ وہ ایک اعلیٰ عہدے دار کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ جیسے ہی سامنے والا مسلح گارڈ وہاں سے ہٹا، وہ پھر ہولسٹر سے ریوالور نکالنے لگا۔ اس وقت میں منگل پانڈے کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس کے ذریعے گلدان اٹھا کر اُس کے ہاتھ کی طرف زور سے پھینکا۔ جب نشانہ صحیح ہو تو کامیابی کیسے نہ ہو۔ ریوالور اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اتنی دیر میں منگل پانڈے اُچھل کر جمناسٹک کے انداز میں قلابازی کھاتا ہوا اُس کے قریب پہنچا۔ اُس کے مُنہ پر ایک گھونسا مارا۔ پھر کیا، پھر پیٹ پر ایک گھونسا مارا۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے جھکا تو ٹھنے نے اُسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر فرش پر پٹخ دیا۔ پھر اس کے اوپر چڑھ کر اس کا گلا دباتے ہوئے پوچھا: "تم نے مسٹر نکولس کا نشانہ لیا تھا، بولو کیوں؟"

وی آئی پی روم میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ شیبا کی آمد پر دستاویزی فلم تیار کرنے کے لیے کیمرے اپنا کام کر رہے تھے۔ اُن کا رخ منگل پانڈے کی طرف ہو گیا تھا۔ اب اُس کا کارنامہ کیمرے کی آنکھ سے ریکارڈ ہو رہا تھا۔ مسلح گارڈز اور بہت سے افسران اُن کے قریب آ گئے تھے۔ میں اُس قاتل کو بولنے پر مجبور کرنے لگا۔ وہ بے اختیار بولنے لگا: "نہیں۔ ۔ ۔ میں نکولس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ چھوڑ دو مجھے، چھوڑ دو۔ مجھے دس ہزار ڈالر کی ضرورت ہے، مجھے حالات میں اسے قتل کرنا ہے۔"

مسلح افراد نے اُسے قابو میں کر لیا تھا۔ اچھی طرح جکڑ لیا تھا۔ ایک وفادار افسر نے پوچھا: "تم مسٹر نکولس کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟"

شیبا نے کہا: "افسر کو جواب بالکل صحیح دینا۔ غلط بولو گے تو میں تمہارے دماغ سے صحیح بات معلوم کر لوں گی۔"

وہ تھوک نگل کر کہنے لگا یعنی میں اس سے کہلوانے لگا۔

"مسٹر نکولس نے ایسے سپاہیوں اور افسروں کی ایک ٹیم خفیہ طور پر بنائی ہے جس کا علم ہمارے باس کو نہ ہو سکا۔ جب جج سے بھرا ہوا

ب مرحد پار کر کے تل ابیب کی طرف آ رہا تھا تو مسٹر نکولس کی اس نے اُسے پکڑ لیا اور اس کے ذریعے وہ ہمارے باس تک پہنچ ئے اور اُسے بھی گرفتار کر لیا۔"

وہ پھر تھوک نگل کر بولا: "اسرائیل کی حدود میں چوری استعمال رنے والے کو سخت سزائیں دی جاتی ہیں اور اسمگل کرنے والے و سزائے موت دی جاتی ہے۔ ہمارے باس کو بھی سزائے موت ہو گی، س سے پہلے ہم دہشت پھیلانا چاہتے ہیں۔ ہم مسٹر نکولس کو قتل رکے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ باس کو سزا سنائی گئی تو فیصلہ سنانے والے جج کو بھی اسی طرح ہلاک کر دیا جائے گا۔ اس طرح دہشت پھیلے گی، آئندہ کوئی اسرائیلی افسر ایمانداری سے اسمگلروں کو گرفتار نہیں کر سکے گا۔"

اس کے بیان کی روشنی میں مسٹر نکولس نے بہت بڑے اسمگلر کو گرفتار کیا تھا لہٰذا تمام افسران اُس کی طرف دیکھ کر تالیاں بجانے لگے۔ نکولس تیزی سے آگے بڑھتا ہوا منگل پانڈے کے پاس گیا، پھر اُس کے دونوں ہاتھوں کو چوم کر کہا: "بے شک، یہ جان کی بازی لگانے والا دلیر شخص ہے۔ مس شیبا، میں سب کے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ آج سے مسٹر منگل پانڈے انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ کے اعزازی افسر ہوں گے اور انھیں ہر طرح کی سہولتیں میسر ہوں گی۔ انھیں ہر طرح کے ہتھیار دیے جائیں گے۔ ان کے لیے ٹرانسمیٹر اور گاڑیاں مہیا کی جائیں گی۔ یہ جب چاہیں گے، جہاں چاہیں گے اسرائیلی حدود میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے پرواز کر سکیں گے۔ انھیں کل صبح تک خصوصی اپائنٹمنٹ لیٹر مل جائے گا۔"

منگل پانڈے کی باچھیں کھل گئی تھیں۔ وہ ہر طرف مسکرا مسکرا کر دیکھ رہا تھا اور ہجرت سے پہلیس فوٹو گرافرز اُس کی تصویریں اتار رہے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ صرف اسرائیلی اخبارات میں ہی نہیں، بلکہ دنیا کے تمام اخبارات میں اس کی دلیری اور کارنامے سے تعلق رکھنے والی تصویریں شائع ہوں گی اور ہو سکتا ہے جو وڈیو فلم تیار کی جا رہی تھی، تل ابیب میں بھارتی سفیر اُس کا مطالبہ کرے اور اُسے بھارت روانہ کرے تاکہ وہاں بھی ایک بھارتی افسر کا کارنامہ عوام کو دکھایا جا سکے۔

اُسی وقت اعلان ہوا۔ جوجو کا طیارہ آ گیا ہے اور اب رَن وے پر اترنے والا ہے۔ وہ سب وی آئی پی روم سے نکلے۔ شیبا، پارس اوّل اور منگل پانڈے ایک کار میں بیٹھ گئے۔ آگے پیچھے دیگر گاڑیوں میں دوسرے اعلیٰ افسران تھے۔ وہ سب جوجو کے استقبال کے لیے جا رہے تھے۔ شیبا کی آمد پر اسرائیلی قومی ترانہ بجانے والا آرکسٹرا گروپ رَن وے پر موجود تھا۔ جب جوجو کا طیارہ رَن وے پر اترا کر رکا تو وہ آرکسٹرا قومی دھن بجانے لگا۔ وہ کھڑکی سے پارس کو دیکھ کر ہاتھ ہلا رہی تھی، پھر دوڑتی ہوئی دروازے کے پاس آ گئی تھی۔ ایئر ہوسٹس نے اُسے روکتے ہوئے کہا: "ایزی، مس جوجو! ذرا صبر کریں، ابھی دروازہ کھلے گا، سیڑھی لگے گی پھر آپ نیچے جائیں گی۔"

وہ دوڑتی ہوئی پھر قریبی کھڑکی کے پاس آئی، وہاں سے ہاتھ ہلا کر چیخنے لگی: "پارس! تمہیں نہ جانا۔ میں آ گئی ہوں، بس آ رہی ہوں، دیکھ لو، اتنی طرح دیکھ لو، میں آ گئی ہوں۔"

اُس وقت تک دروازہ کھل گیا۔ وہ دوڑتی ہوئی دروازے تک آئی۔ ابھی سیڑھی نہیں لگی تھی۔ وہ دروازے کے قریب آ رہی تھی۔ دروازے سے اور سیڑھی سے تقریباً ایک ڈیڑھ گز کا فاصلہ ہو گا۔ اُس نے ایئر ہوسٹس کو ایک طرف دھکا دیا۔ یکبارگی چھلانگ لگائی اور دروازے سے سیڑھی پر پہنچ گئی۔ اگر وہ عام سی سیڑھی ہوتی تو کوئی بات نہ تھی لیکن اس سیڑھی کو پھولوں سے سجایا گیا تھا، جہاں جہاں وہ قدم رکھتی وہاں وہاں کھلے ہوئے گلاب خوشبو لٹاتے رہتے۔ جوجو کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی کہ اُس کے استقبال کے لیے کتنے پھول بچھائے گئے ہیں اور کتنے اعلیٰ حکام اور عہدے داران پھولوں کے ہار لیے ہوئے کھڑے ہیں۔ کتنے افسران ہیں جو پھولوں کی پتیاں نچھاور کرنے والے ہیں، اُسے کسی بات سے غرض نہیں تھی۔ جھلانگ لگانے کے بعد سیڑھی پر آئی تو اپنا توازن قائم نہ رکھ سکی، اُس کا پاؤں پھسلا، شیبا کے حلق سے چیخ نکلی: "اری باؤلی، کیا پاگل ہو کہیں بھاگا جا رہا ہے؟"

پھر اُس نے فوراً ہی اُس کے دماغ میں آ کر اُسے ریلنگ کو پکڑ کر سنبھلنے کا موقع دیا۔ وہ سنبھل گئی۔ جلدی سے سیڑھی سے اتر کر دوڑتی ہوئی پارس کی طرف آنے لگی۔ درمیان میں کئی اعلیٰ حکام اور افسران پھولوں کے ہار لیے ہوئے کھڑے تھے۔ وہ انھیں دھکا دیتی ہوئی، ایک طرف ہٹاتی ہوئی، دوڑتی ہوئی اچانک ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ وہاں کا فرش چکنا تھا۔ گرتے ہی پھسلتے ہوئے پارس کے قدموں میں پہنچ گئی۔

پارس نے آسمان کی طرف دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعائیہ انداز میں کہا: "یا اللہ! ہم تیری کسی نعمت کو جھٹلا نہیں سکتے۔ تُو نے میرے باپ کو بھی ایسی چاہنے والی نہ دی ہو گی، میرے پاپا کے پاس سب ہی ہوش مند ہیں۔ تُو نے ایک دیوانی میرے نام لکھ دی۔"

پھر وہ گھٹنے ٹیک کر جھک گیا۔ اسے سہارا دیتے ہوئے بولا: "تمھیں پتا ہے، یہ ایئر پورٹ کا فرش ہے۔ تمہارا بستر نہیں ہے، خدا کے لیے اٹھو۔ تماشا نہ بنو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر ہتھیلی مار کر بولی: "پارس! بڑا مزہ آیا تھا۔ وہ آدمی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے میرے دماغ سے ٹیلی پیتھی حاصل کرنا چاہتا تھا مگر جب نیند سے بیدار ہوا تو میری طرح بولنے لگا اور

تمہیں یاد کرنے لگا۔ میں نے کہا: "جبروار! پارس میرا دوست ہے۔ میں نے ٹھیک کہا نا، کیا تم مجھے چھوڑ کر اُس سے دوستی کرو گے؟"

پارس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ یک بیک قہقہے لگاتے ہوئے بولی: "مگر تم بیحنگے سے دوستی کرو گے وہ تو مر چکا ہے۔ ایک بہت لمبا چوڑا آدمی آیا تھا اُس نے اُس کی گردن پکڑ کر توڑ دی اور وہ دھم سے مر گیا۔"

شیبا اُس کے پاس آکر کان پکڑتے ہوئے بولی: "جو جو باتیں کب عقل آئے گی۔ کچھ پتا ہے یہاں اعلیٰ حکام کھڑے ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے عہدے داران ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو جلد سے جلد سپر باور بننے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور یہ تمہیں ہار پہنانے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں اور تم پارس سے باتیں کر رہی ہو۔"

شیبا نے کان پکڑ کر اُٹھا دیا۔ پھر افسران کی طرف دیکھتے ہوئے بولی: "سو... سوری، یہ ابھی بچی ہے یونہی شوخی کرتی رہتی ہے۔ آپ اسے ہار پہنا سکتے ہیں۔"

وہ آگے بڑھ کر اُسے ہار پہنانے لگے۔ ایک ہار پہناتا تھا، وہ ہار اُتار کر پارس کے گلے میں ڈال دیتی تھی۔ پھر کوئی دوسرا ہار پہناتا تھا تو وہ دوسرا ہار بھی پارس کو پہنا دیتی تھی۔ پھر وہ ہنستے ہوئے بولی: "پارس! ایسا لگ رہا ہے جیسے یہ گڈے گڑیا کی شادی کر رہے ہیں۔ ہار پہناتے جا رہے ہیں۔ کیا ہماری شادی ہو رہی ہے؟"

اس لمحے ہم اس داستان کو پڑھنا بھول جائیں اور سوچیں کہ ہمارے بچے کتنے معصوم ہوتے ہیں۔ وہ آپس میں شادی کرنے کی بات کرتے ہیں لیکن اس کے لیے گڈے گڑیا کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور یہ الفاظ اس بات کے گواہ ہیں کہ بچے اندر سے کتنے فرشتہ صفت ہوتے ہیں۔

اگر دنیا کے تمام بڑے اور ذمے دار لوگ ایک منٹ کے لیے یہ سوچیں کہ انھیں صرف اقتدار کے لیے نہیں لڑنا ہے، حکمراں پارٹی کی کرسیاں چھیننے کے لیے نہیں لڑنا ہے، صرف ایسے منصوبوں پر کام کرنا ہے جن کے ذریعے بچوں کو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں، تحفظ حاصل ہوتا ہے، اُن کی نگاہوں کے سامنے پھول ہی پھول کھلتے ہیں اور ہر طرف محبتیں ہی محبتیں ملتی ہیں تو یہ دنیا کتنی خوب صورت ہو جائے گی اور ہماری آنے والی نسلیں بڑے فخر سے ہمارا نام لیتی رہیں گی۔

وہ ٹرانسفارمر مشین اُسی تہ خانے میں رکھی ہوئی ہے۔ اگر سپر ماسٹر کو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا والی نہیں ملے گی تو مشین اسی طرح رکھی رہے گی، وقت گزرتا جائے گا۔ اُسے تلاش کرنے والے مرتے رہیں گے اور نئے تلاش کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے لیکن کوئی اس مشین تک نہیں پہنچ سکے گا۔

اُس تہ خانے تک پہنچنے کا راستہ اتنا پیچیدہ تھا اور اتنے سخت حفاظتی انتظامات تھے کہ وہاں تک کسی کا پہنچنا تقریباً ناممکن تھا۔ صرف چند افراد ایسے تھے جو اس تہ خانے کے راستے کو سمجھتے تھے، وہ تہ خانہ اندر ہی اندر بہت دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اُسے تنہا سپر ماسٹر نے نہیں بنایا ہوگا۔ جن انجینئروں نے اُس کا ڈیزائن تیار کیا اور اُسے جن مزدوروں سے مکمل کرانے کا کام لیا گیا اُن سب کو یا تو ختم کر دیا گیا ہوگا یا ہمیشہ کے لیے گونگا بہرا بنا کر کہیں چھوڑ دیا گیا ہوگا کیونکہ وہاں صرف ٹرانسفارمر مشین ہی نہیں تھی۔ یورینیم کا ذخیرہ بھی تھا۔ جدید ترین میزائلوں کے نقشے اور فارمولے تھے اور بہت کچھ تھا۔ سپر ماسٹر کو اسی بات کی فکر تھی کہ جو جو افراد کرانے کے بعد وہ نقصان میں رہا ہے، جتنی دیر میں بہرام گنگولی اگر ایس ماسٹر کو ہلاک کرتا، اتنی دیر میں ہم نے بہت کچھ معلوم کر لیا تھا۔ اُسے شبہ تھا اور یہ حقیقت تھی کہ ہم نے بہت کچھ معلوم کر لیا تھا۔ اگرچہ ہم نے جو جو کے سلسلے میں دھمکی دی تھی کہ ہم اُس کے اہم رازوں سے واقف ہیں اور اُس کے تمام خفیہ اڈوں کو تباہ کر سکتے ہیں لیکن ہم نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ معلومات ایس ماسٹر کے دماغ سے حاصل کی ہیں۔ یہ بات کہنے سے زیادہ سمجھنے کی تھی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف ایک ایس ماسٹر کے محتاج نہیں رہتے۔ وہ پتا نہیں کتنے ممالک کے اہم رازوں سے واقف ہیں اور دن رات کتنے خفیہ اڈوں کے انچارج اور عہدے دار اُن تک پہنچتے رہتے ہیں۔ وہ ایسی بات کے لیے ہمارے دشمن تھے کہ اُن کا کوئی راز راز نہیں رہتا تھا۔ ٹیلی پیتھی کا آتش فشاں پہاڑ ہر ملک میں تھا۔ کسی وقت بھی یہ آتش فشاں پھٹ پڑتا تو اُس ملک کو تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔

بہرام گنگولی کے ہاتھوں ہلاک ہونے سے پہلے ایس ماسٹر کے دماغ نے ہمیں بتایا تھا اُس تہ خانے کے چار انچارج ہیں۔ اُن میں سے ایک سپر ماسٹر تھا باقی تین انچارج بلیک شپ ون، بلیک شپ ٹو اور بلیک شپ تھری کہلاتے تھے۔ وہ اُن چاروں کے اصل نام اور پتے ٹھکانے نہیں جانتا تھا۔ ہم نے سپر ماسٹر کے سامنے دعویٰ کیا تھا کہ ہم بڑے اہم لوگوں کے نام، پتے اور فون نمبر جانتے ہیں اور اُن کے دماغوں میں پہنچے ہوئے ہیں تو یہ بات درست تھی لیکن یہ چاروں ابھی تک ہماری ٹیلی پیتھی سے محفوظ تھے۔

اب میں اُن چاروں کا ذکر کروں گا حالانکہ ابھی اُن کے متعلق کچھ نہیں جانتا بعد میں جو کچھ معلوم ہوا وہ واقعات ابھی پیش کرتا ہوں۔ اس طرح قارئین کو یہ معلوم ہوگا کہ اِدھر ہم تقریباً ایک برس سے کس قدر اطمینان سے زندگی گزار رہے ہیں، اُدھر ہماری ناواقفیت میں مشین کے متعلق کیسی کیسی کھچڑیاں پک رہی ہیں اور وہ کس طرح ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھوں تک پہنچ رہی ہے۔

سپر ماسٹر کا نام جیکی گومز تھا۔ وہ دس برس پہلے شطرنج کا سب سے بڑا چیمپئن کہلاتا تھا۔ جب اُس نے سیاست میں حصہ لیا تو ٹورنامنٹ بھی کھیلنا چھوڑ دیا۔ اپنی پچھاتی ہوئی بساط پر سیاسی مہروں کو چلنے لگا اور کامیاب ہوتا گیا۔ اگر وہ چاہتا تو امریکا کا صدر بننے کے لیے الیکشن لڑ سکتا تھا اور کامیاب بھی ہو سکتا تھا لیکن وہ حکمران بننا نہیں چاہتا تھا بلکہ حکمرانوں کو چلانے والی مشینری کا ایک اہم پُرزہ بننا چاہتا تھا۔ آخر وہ اپنی جدوجہد میں کامیاب ہو کر سپر ماسٹر بن گیا تھا۔

ملک کے صدر اور سپر ماسٹر میں یہ فرق تھا کہ صدر اپنے ملک کے اہم رازوں کو نہیں جانتا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یورینیم کا ذخیرہ، میزائلوں کے نقشے اور فارمولے کس تہ خانے میں چھپا کر رکھے جاتے ہیں جبکہ سپر ماسٹر سب کچھ جانتا تھا۔ یہ عہدہ حاصل کرنے کا یہ فائدہ ہوا کہ ٹرانسفارمر مشین اُس کے قبضے میں آگئی تھی۔

لیکن اُس تہ خانے تک وہ تنہا نہیں جا سکتا تھا۔ وہاں جانے کے لیے باقی تین افراد کی منظوری لازمی تھی جو بلیک شپ کہلاتے تھے۔ اُن میں ایک کا نام ڈمی کورا تھا۔ وہ فوج میں جنرل رہ چکا تھا۔ اس حوالے سے جنرل ڈمی کورا کہلاتا تھا۔

جنرل ڈمی کورا بہت حساس ذہن رکھتا تھا۔ وہ اس قدر حساس تھا کہ ہلکی سے ہلکی آہٹ بھی سُن لیتا تھا۔ زمین سے کان لگا کر بتا دیتا تھا کہ ایک فرلانگ دور ایک بائیسکل سوار آ رہا ہے، دو میل دور سے سُن کر بتا دیتا تھا کہ آدمی آ رہا ہے، گھوڑا آ رہا ہے، کتا آ رہا ہے یا کوئی گاڑی آ رہی ہے۔ اُس کے چھونے کی حس اتنی تیز تھی کہ وہ کسی شخص کو یا کسی چیز کو چھو کر اُس کا درجۂ حرارت بتا سکتا تھا۔ وہ ستاون برس کا بوڑھا تھا۔ مگر جوانوں سے زیادہ چاق و چوبند نظر آتا تھا۔ ہر صبح ایک میل کی دوڑ لگاتا تھا۔ اس عمر میں آنکھوں کی بینائی حیرت انگیز تھی، رات کو گھپ تاریکی میں دور کی چیز پہچان لیتا تھا۔

دوسرے بلیک شپ کا نام جم کلارک تھا۔ چونکہ فوج میں کرنل رہ چکا تھا، اس لیے کرنل جم کہلاتا تھا۔ وہ تمام پرانے اور جدید طرز کے ہتھیاروں کو استعمال کرنا جانتا تھا۔ نشانے کا سچا تھا۔ اندھیرے میں آواز کی سمت پہچان کر دشمن کو گولی مار دیتا تھا۔

تیسرے بلیک شپ کو میجر برائٹ کہتے تھے۔ وہ میکینکل انجینئر تھا، کتنی ہی پیچیدہ مشین ہو اُسے کھول کر اُس کے فنکشن کو معلوم کر لیتا تھا۔ پھر اُسے دوبارہ جوڑنے کے بعد بڑی کامیابی سے آپریٹ کرتا تھا۔ تہ خانے میں اُسی نے مشین آپریٹ کی تھی۔

یہ تین بلیک شپ اور ایک سپر ماسٹر ایسے شخص تھے

دلچسپ ترین سلسلے کتابی شکل میں

ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز مگر گمنام

شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی

شہزاد (مکمل)

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۵ روپے

جال (مکمل)

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۵ روپے

- ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلیے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
- اُس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۳۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال
- ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔
- ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔
- جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا۔
- دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
- اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔

دونوں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز بوسٹ بکس ۱۲۳ کراچی ۱

جو اس تہ خانے کے انچارج تھے۔ وہاں کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ صرف وہ چار آدمی تہ خانے میں جا سکتے تھے کسی پانچویں کو اجازت نہیں ہوتی تھی۔ جس منگلے میں جوجو کو لایا گیا تھا اور وہاں کے جو راستے سے تہ خانے میں پہنچایا گیا تھا، اس منگلے میں مسلح فوجیوں کا سخت پہرا ہوتا تھا۔ انھیں پوری اجازت تھی کہ انچارج کے علاوہ کوئی پانچواں آدمی نظر آئے تو اُسے بے دریغ گولی مار دی جائے۔

جس دن جوجو کو لایا گیا اُسی دن سُپر ماسٹر نے خصوصی اجازت حاصل کی تھی۔ تجربے کے لیے چند لوگوں کی ضرورت تھی، اس لیے انھیں بھی تہ خانے میں پہنچایا گیا تھا۔

گو یہ اس بات کی گنجائش تھی کہ ٹرانسفارمر مشین کو آزمانے کے لیے اس کی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کے لیے خصوصی اجازت مل جاتی تھی اور یہ بڑی دلچسپ بات تھی کہ جو لوگ اجازت دیتے تھے، وہ خود اُس تہ خانے میں نہیں جا سکتے تھے۔ کبھی معائنے کے لیے یا کسی قسم کا شبہ ہونے پر دُور کرنے کے لیے انھیں بھی سُپر ماسٹر اور تینوں بلیک شیپ سے اجازت حاصل کرنا پڑتی تھی، یعنی سب ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج تھے۔

مَیں نے یہ تمہید پیش کی اور چاروں کا مختصر سا تعارف بھی پیش کیا۔ اب اصل داستان کی طرف آتا ہوں۔

جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں، سُپر ماسٹر شیشے کے کیبن میں تھا۔ اُس نے جوجو کی رہائی کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد وہ کیبن فرش میں دھنستا جا رہا تھا۔ دراصل وہ ایک لفٹ تھی جو تہ خانے کے اس فرش سے ہو کر نیچے والے تہ خانے میں پہنچ گئی تھی اور اس کیبن کی چھت اس فرش کے برابر ہو گئی تھی جہاں جوجو موجود تھی۔ اِدھر وہ کیبن نیچے والے تہ خانے میں پہنچا، اُدھر تینوں بلیک شیپ یعنی جنرل ڈیکورا، کرنل جم اور میجر برائٹ آ موجود ہوئے۔ سُپر ماسٹر شیشے کے کیبن سے نکل آیا۔ وہ چاروں تیزی سے چلتے ہوئے اُسی تہ خانے کے ایک کمرے میں پہنچے۔ اس کمرے میں انسانی ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ وہ سب شراب کے کیبنٹ کے پاس آئے، اُسے کھول کر اپنی اپنی پسند کی شراب نکالی پھر گلاس میں ڈال کر ہونٹوں کا ذائقہ بدلنے کے لیے ہلکا پھلکا کچھ کھا پی کر صوفوں پر آ کر بیٹھ گئے۔ جنرل ڈیکورا نے کہا: "آج کا تجربہ ناکام رہا۔"

میجر برائٹ نے کہا: "ہم اسے ناکامی نہیں کہہ سکتے۔ مَیں نے بڑی کامیابی سے مشین کو آپریٹ کیا تھا۔ دو بار آپریٹ کرنے کے بعد یہ تجربہ ہوا کہ ہتھیار ہو یا مشین، اُنھیں چلاتے چلاتے ہی چلانا آتا ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "مَیں شطرنج کی چال چلتا ہوں۔ میرا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ ہم سب کو خطرہ لاحق ہے۔ اِس ایس ماسٹر کو ہلاک کرنے میں جتنا وقت لگا اُتنی دیر میں وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت راز معلوم کر چکے ہیں۔ شاید ہمارے بارے میں بھی معلوم کیا ہو۔"

جنرل ڈیکورا نے کہا: "کیسی باتیں کرتے ہو۔ ایس ماسٹر اصل نام اور پتا ٹھکانا نہیں جانتا تھا۔"

کرنل جم نے کہا: "ٹھیک ہے وہ نہیں جانتا تھا۔ آج ہمیں آئندہ اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ تجربے کے وقت کوئی ایسا آدمی استعمال نہ کریں جو اہم رازوں سے واقف ہو۔"

"ہم ایسی احتیاطی تدابیر ضرور کریں گے لیکن ہمیں ٹیلی پیتھ جاننے والوں سے خود کو محفوظ رکھنا ہے۔ ہم چاروں بہت اہم ہیں۔ اگر وہ خیال خوانی کرنے والے ہمارے دماغوں تک نہیں پہنچ پائیں گے تو وہ کبھی اس مشین تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔" سُپر ماسٹر بولا۔

جنرل ڈیکورا نے کہا: "یہ درست ہے۔ خیال خوانی کرنے والوں سے محفوظ رہنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے کہ ہمیں بھی یہ مہارت حاصل ہو۔"

سُپر ماسٹر نے اپنے گلاس خالی کرتے ہوئے کہا: "ہم شراب پینے والوں کے لیے یوگا میں مہارت حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اگر ٹرانسفارمر مشین ایجاد نہ ہوتی تو ہمارے ٹیلی پیتھی سیکھنے کا چانس بھی نہ ہوتا کیونکہ نشہ کرنے والے شمع کی لَو پر نظریں جما کر وہ دھیان گیان نہیں کر سکتے جو اس علم کا تقاضا ہے۔ یہ ٹرانسفارمر مشین گاڈ بلیسنگ ہے۔ اس کے ذریعے ہم اپنے دماغ کو بہت حساس بنا سکتے ہیں اور خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی فوراً دیدہ کے لیے سانس روک کر انھیں باہر کر سکتے ہیں۔ بے شک ہم شراب پیتے ہیں لیکن بیس پچیس سیکنڈ تک تو سانس روک سکتے ہیں۔"

ایک نے سوال کیا: "کیا وہ خیال خوانی کرنے والے بیس پچیس سیکنڈ بعد نہیں آئیں گے؟"

سُپر ماسٹر نے کہا: "اس کا فائدہ یہ ہے کہ ہمارا دماغ حساس ہو گا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکیں گے۔ اگر کوئی راز کی بات کر رہے ہیں تو وہ بات اس وقت نہیں کریں گے۔ آئندہ کے لیے ٹال دیں گے۔ اگر وہ پندرہ بیس سیکنڈ بعد ہمارے دماغ میں آئیں گے تو ہم سانس لیتے ہی پھر دس پندرہ سیکنڈ کے لیے سانس روک سکتے ہیں۔ اس طرح ہم سانس روکتے رہیں گے، وہ باہر جاتے رہیں گے۔"

جنرل ڈی کورا نے سینہ تان کر کہا: "اس عمر میں بھی میری سانسیں قابو میں رہتی ہیں۔ مَیں روز صبح ایک میل لمبی دوڑ لگاتا ہوں، ایک منٹ تک سانس روک لیتا ہوں۔ اگر اس مشین کے ذریعے میرا دماغ حساس ہو جائے تو کوئی بھی میرے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔"

میجر برائٹ نے کہا: "ہمیں پہلی فرصت میں ایسا آدمی یہاں لانا ہے جو سانس روکنے میں ماہر ہو۔ ہم اُس کے احساس کی قوت کو مَین کے ذریعے اپنے دماغ میں منتقل کر سکتے ہیں۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "ایسے آدمی کو ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے۔ برام گنگولی موجود ہے۔"

سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ برام تہ خانے میں موجود ہے۔ اگر اُسے دوسرے تیسرے دن لانا پڑے گا تو اُس کے لیے خصوصی اجازت کی ضرورت پڑے گی چونکہ آج موجود ہے لہٰذا آج ہی اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اُس رات انھوں نے یہی کیا۔ پھر اُس تہ خانے کے اُس حصے میں آئے جہاں مشین رکھی ہوئی تھی اور دو بستر بچھے ہوئے تھے۔ وہاں برام گنگولی کو بھی لایا گیا۔ میجر برائٹ مشین کے پاس کھڑا ہو گیا۔ برام گنگولی کو ایک بستر پر لٹایا گیا، دوسرے بستر پر پہلے سُپر ماسٹر آ کر لیٹ گیا۔ مشین آن کر دی گئی۔ جب کمپیوٹر نے بتایا کہ عمل مکمل ہو گیا ہے تو اُسے آف کر دیا گیا۔ اُنھیں ایک گھنٹا سونے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ جب وہ بیدار ہوئے تو سُپر ماسٹر بستر سے اُٹھ گیا اور جنرل ڈیکورا آ کر لیٹ گیا۔ پھر مشین کا عمل شروع ہوا۔ اس عمل کے شروع میں جو عامل اور معمول ہوتے تھے، دونوں پر غفلت طاری ہو جاتی تھی۔ برام گنگولی پر ہر گھنٹے دو گھنٹے کے بعد غفلت طاری ہو رہی تھی یعنی اس میں انسان کمزور ہو جاتا ہے۔ اُس کا دماغ بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ یہ اندیشہ تھا کہ اس کے دماغ کی کمزوری دوسروں میں منتقل ہو جائے گی لیکن وہ بے پناہ جسمانی قوتوں کا مالک تھا اور حیرت انگیز قوتِ برداشت رکھتا تھا، اس لیے اُس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ وہ تینوں اس آپریشن سے گزر گئے۔ آخر میں میجر برائٹ نے کہا: "اب تم میں سے کسی ایک کو یہ مشین آپریٹ کرنا چاہیے۔ مَیں طریقہ بتا رہا ہوں اور یہ بہت آسان ہے۔ یہاں مَیں نے ایک کاغذ پر لکھ دیا ہے۔ اگر آپ کہیں بھولیں تو اس کاغذ پر دیکھ لیں، بھولی ہوئی بات یاد آ جائے گی۔"

اُس نے کرنل جم کو مشین آپریٹ کرنا سکھایا۔ اس میں کافی وقت صرف ہوا لیکن میجر برائٹ کا بھی کام ہو گیا۔ برام گنگولی کے دماغ میں جو احساس کی قوت تھی، وہ اس میں بھی منتقل ہو گئی تھی۔ برام نے کہا: "مَیں اس مشین کو دیکھتا ہوں تو سینے سے ایک سرد آہ نکلتی ہے۔ مُدتِ ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے ایک عرصے سے بے چین ہوں لیکن کچھ حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ اب یہ مشین ہاتھ آ گئی ہے تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں مل رہا ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "ایک دن ہم اُسے بھی یہاں لے آئیں گے۔"

تین دن کے بعد سُپر ماسٹر نے تینوں بلیک شیپ کو اپنے ہاں کاک ٹیل پارٹی دی۔ اس پارٹی میں صرف وہی چار تھے کوئی پانچواں نہیں تھا۔ جب شراب کا دَور شروع ہوا تو کرنل جم نے کہا: "مَیں پچھلی رات نیند میں بڑبڑا رہا تھا۔ میری والف نے جب یہ بات کہی تو مجھے یقین نہیں آیا۔ وہ جانتی تھی کہ مجھے یقین نہیں آئے گا، لہٰذا اُس نے میری بڑبڑاہٹ کو ریکارڈ کر لیا تھا۔ مَیں نے اُسے سُنا تو حیران رہ گیا۔ مَیں برام گنگولی کی طرح کوئی منتر پڑھ رہا تھا۔"

یہ بات سُن کر تینوں پریشان ہو گئے۔ سُپر ماسٹر، جنرل ڈیکورا اور میجر برائٹ اپنے اپنے گھر تنہا سوتے تھے۔ اُن کے ساتھ بیوی بچے نہیں تھے، کہیں گئے ہوئے تھے لہٰذا کسی نے اُن کی بڑبڑاہٹ نہیں سُنی ہو گی لیکن کرنل جم کا بیان ظاہر کر رہا تھا کہ اُن کے دماغوں میں بھی برام گنگولی کے منتر سما گئے ہیں۔

میجر برائٹ نے کہا: "مجھے کل سے یوں لگ رہا ہے جیسے مَیں بہت طاقتور ہو گیا ہوں۔ کسی بھی چیز کو پکڑ کر توڑنے مروڑنے کو جی چاہتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے برام گنگولی کتنا طاقتور ہے جب وہ زمین پر پاؤں مارتا ہے تو اُس کے پاؤں دھنس جاتے ہیں۔ مَیں نے بھی یہ آزمانے کے لیے فرش پر پاؤں مارا تو فرش کا کچھ نہیں بگڑا، میرے پاؤں کی ہڈیاں دُکھنے لگیں۔ لیکن میرے اندر یہ خواہش پیدا ہوتی رہتی ہے کہ مَیں اپنی قوت کا مظاہرہ کروں۔ پھر مَیں نے اخروٹ دانت میں لے کر اُسے توڑنا چاہا۔ وہ بڑی مشکل سے ٹوٹ تو گیا لیکن ابھی تک میرے دانتوں میں درد ہو رہا ہے۔"

سُپر ماسٹر نے پریشان ہو کر کہا: "مَیں بھی کچھ ایسا ہی محسوس کرتا ہوں۔ مجھے برام گنگولی کی طرح جلدی غصہ آ جاتا ہے۔"

جنرل ڈیکورا نے کہا: "یہ کوئی تشویش ناک بات نہیں ہے۔ اگر بے خیالی میں ہم منتر پڑھ لیتے ہیں یا قوت کا مظاہرہ کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے یا ہمیں خواہ مخواہ غصہ آتا ہے تو کوئی بات نہیں ہم برداشت کریں گے لیکن یہ باتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ برام گنگولی کے احساس کی قوت بھی ہمارے دماغوں میں آ گئی ہے چونکہ ہمارے اندر کوئی پرائی سوچ کی لہر نہیں آ رہی ہے، اس لیے ابھی ہمیں آزمانے کا موقع نہیں مل رہا ہے لیکن ثبوت مل رہا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کا آپریشن کامیاب رہا ہے۔"

انھوں نے اپنے اپنے گلاس بھرے۔ پھر چاروں گلاسوں کو ٹکراتے ہوئے کہا: "یہ جام اس مسرت کے ساتھ کہ ہمیں خیال خوانی کرنے والوں سے کسی حد تک تحفظ مل گیا ہے۔"

وہ گلاس ہونٹوں سے لگا کر پینے لگے۔ سُپر ماسٹر نے کہا: "ہم نے پہلی بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے، ابھی بہت کچھ حاصل کرنا ہے لیکن ایک تشویش کی بات ہے۔ ہمیں اس پر غور کرنا ہے اور کسی اچھے نتیجے تک پہنچنا ہے۔"

"کون سی تشویش ناک بات ہے؟"

سُپر ماسٹر نے کہا: "ہماری بری، بحری اور فضائی افواج کے بڑے بڑے افسران خفیہ طور سے رابطہ قائم کر رہے ہیں۔ میرے پاس آ کر بڑے رازدارانہ انداز میں کہتے ہیں کہ اس مشین کے ذریعے انھیں بھی ٹیلی پیتھی سکھائی جائے۔ سینٹ کا چیئرمین بھی یہی کہہ رہا تھا۔ اب اس ملک کے اتنے بڑے بڑے دنتے دار اعلیٰ افسران ایسی بات کہیں گے اور ہم بردباد ڈالیں گے تو ہم مشکل میں پڑ جائیں گے کیا یہ مناسب ہے کہ ان سب کو ٹیلی پیتھی سکھا دی جائے؟"

کرنل جم نے کہا: "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ آئے گا اور ہم اُس کے ذریعے اس علم کو اپنے دماغ میں منتقل کرائیں گے تب دوسروں کے بارے میں سوچیں گے۔"

جنرل ڈیکورا نے کہا: "کرنل! ہمیں سُپر ماسٹر کی باتوں پر غور کرنا چاہیے۔ آج ہمارے پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے لیکن کوئی نہ کوئی ہتھے چڑھے گا۔ ہم جان پر کھیل کر بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس مشین تک ضرور لے آئیں گے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے، کیا ایک سرے سے آخری سرے تک تمام افسران کو ہم ٹیلی پیتھی سکھاتے چلے جائیں گے؟ کیا یہ کوئی کھیل ہو گیا ہے۔ یہ تو اتنی بڑی طاقت ہے کہ اسے کوئی بانٹنا نہیں چاہتا۔ ہم چاروں میں اتحاد ہے ہم فراخدلی سے ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ہم یہ علم آپس میں بانٹ لیں گے لیکن دوسروں کو اجازت نہیں دے سکتے۔ آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

سُپر ماسٹر نے کہا: "میں نے یہ بات اسی لیے چھیڑی ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی کے علم کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھیں گے۔ کسی پانچویں تک نہیں پہنچنے دیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے، ہمیں اپنی فوج سے، اپنی سینٹ اور اپنی اسمبلی کے عہدے داران سے عداوت مول لینا ہوگی؟"

"ایسا وقت آنے والا ہے۔"

میجر برائٹ نے کہا: "ایسا وقت آنے سے پہلے ہمیں اس مشین سے پورا پورا فائدہ اٹھا لینا چاہیے۔ میرے ذہن میں ایک آئیڈیا ہے۔"

سب اُسے دیکھنے لگے۔ اُس نے کہا: "ہم چاروں میں الگ الگ خوبیاں ہیں۔ سُپر ماسٹر بہترین چالیں چلنا جانتا ہے۔ جنرل ڈیکورا میں اپنی صلاحیتوں کے علاوہ ایک اور صلاحیت کا اضافہ ہو جائے گا۔ پھر میں میکینکل انجینئر ہوں۔ بڑی سے بڑی مشینوں کو کھول کر جوڑنا اور اُن کے فنکشنز کو سمجھنا میرے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ میری یہ صلاحیتیں بھی جنرل ڈیکورا میں منتقل ہو جائیں گی۔"

جنرل ڈیکورا خوش ہو کر اُس کی باتیں سن رہا تھا۔ میجر برائٹ نے کہا: "میں تمھارا آئیڈیا سمجھ گیا ہوں، ٹھیک اسی طرح جنرل ڈیکورا کے پاس جو دیکھنے، سُننے، چھونے اور سونگھنے کی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں وہ میرے، تمھارے اور کرنل جم کے دماغ میں منتقل کر دی جائیں گی۔ ہپ ہپ ہُرّے، پھر تو مزہ آ جائے گا۔ ہم سب ایک دوسرے کی صلاحیتیں اپنا لیں گے۔"

جنرل ڈیکورا نے کہا: "ہم چار الگ الگ شخص ہیں، جب ہم کی صلاحیتیں ہر ایک کے دماغ میں منتقل ہوں گی تو ہم فوراً ان دن کہلائیں گے؟"

سب نے اس بات پر قہقہہ لگایا۔ پھر گلاس بھرے گئے۔ میجر برائٹ نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر سُپر ماسٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "میں نے خصوصی اجازت نامے کے لیے یہ درخواست لکھی ہے۔ اس میں یہ پریشانی ظاہر کی گئی ہے کہ ٹرانسفارمر مشین میں کبھی کبھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا اسے پوری طرح کارآمد بنانے کے لیے کم از کم ایک ہفتے تک تہ خانے میں جانا ضروری ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "دیری گڈ۔ اس کا مطلب ہے اگر ہمیں اجازت مل گئی تو ہم روزتہ خانے میں جائیں گے اور روز ایک آدمی کی صلاحیت دوسرے میں منتقل کرتے رہیں گے اس طرح کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔"

میجر برائٹ نے کہا: "ہماری کامیابی اسی صورت میں ہے کہ ہمیں کم از کم ایک ہفتے تک روز تہ خانے میں جانے کی خصوصی اجازت مل جائے۔"

"اجازت کیسے نہیں ملے گی۔ میں سُپر ماسٹر ہوں سُپر ماسٹر۔"

اس بات پر سب نے خوشی کا نعرہ لگایا پھر آپس میں گلاس ٹکرائے اور پینے لگے۔ اُسی وقت ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہونے لگا۔ سُپر ماسٹر نے اُن سے کہا: "سب خاموش رہیں، میں بات کر رہا ہوں۔"

اُس نے چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کو اٹھا کر آن کیا۔ پتا چلا دوسری طرف سے بہرام گنگولی بول رہا تھا۔ سُپر ماسٹر نے ناگواری سے منہ بناتے ہوئے کہا: "ابھی تمھیں مخاطب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"جناب! مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میرے دماغ کی صلاحیتیں آپ لوگوں کے دماغ تک منتقل ہوئی ہیں یا نہیں؟"

اُس نے طنزیہ انداز میں کہا: "ہاں، تمھارے سارے منتر بھی منتقل ہو گئے ہیں۔"

"جناب! میں اصل بات پوچھ رہا ہوں۔ میں تنویمی عمل کا بہت بڑا ماہر ہوں۔ کیا اس عمل کی صلاحیتیں آپ لوگوں میں منتقل ہوئی ہیں؟"

وہ سب چونک گئے۔ سُپر ماسٹر نے کہا: "ہم نے تو ادھر دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ ہمیں کیسے معلوم ہو گا کہ ہم تنویمی عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟"

"آپ اس کے طریقۂ کار کو اچھی طرح سمجھ لیں، اس کے بعد

تنویمی عمل کر کے دیکھیں۔"

انھوں نے بہرام گنگولی کو دوسرے دن ایک خفیہ اڈے میں بلایا۔ اُس نے بڑی تفصیل سے انھیں ایک ایک بات سمجھائی۔ پھر خفیہ اڈے کے باہر گیا اور دو واشنگ مشین کو اپنے بازوؤں میں دبوچ کر لے آیا۔ انھیں ریوالور دکھا کر بستر پر لیٹنے کے لیے کہا گیا۔ جنرل ڈیکورا نے اُس کے پاس آ کر کہا: "ہم تمھیں قتل نہیں کریں گے۔ تمھیں کچھ انعام دے کر ہی یہاں سے رخصت کریں گے لیکن جو کہتے ہیں اُس پر خاموشی سے عمل کرو۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ دماغ پر کسی قسم کا بوجھ نہ ڈالو ورنہ کنپٹی سے لگے ہوئے ریوالور سے گولی چل جائے گی۔"

وہ بے چارہ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر چاروں شانے چت لیٹا رہا۔ جنرل ڈیکورا تنویمی عمل کے اصولوں کے مطابق اس پر عمل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ شخص ٹرانس میں آ گیا۔ اُس کا معمول بن گیا۔ جنرل ڈیکورا نے اُس سے کہا: "میں تمھارا عامل ہوں اور تم میرے معمول ہو۔"

اُس شخص نے کہا: "آپ میرے عامل ہیں، میں آپ کا معمول ہوں۔"

"جو حکم دوں گا اُس پر عمل کرو گے۔"

"آپ جو حکم دیں گے اُس پر عمل کروں گا۔"

"تم ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سوتے رہو گے۔ بیدار ہونے کے بعد باہر جاؤ گے اور پھر کسی تیز رفتار بھاری بھرکم گاڑی کے سامنے آ کر خودکشی کر لو گے۔"

اُس شخص نے یہی بات دُہرائی۔ پھر اُسے تنویمی نیند سُلا دیا گیا۔ دوسرے کمرے میں دوسرا شخص لیٹا ہوا تھا۔ سُپر ماسٹر نے اُس پر تنویمی عمل کرنا چاہا مگر ناکام رہا۔ بہرام گنگولی نے کہا: "مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ آپ کامیاب نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اس عمل کے لیے آواز میں رُعب اور دبدبہ لازمی ہے جنرل ڈیکورا صاحب، کرنل جم صاحب اور میجر برائٹ صاحب فوج سے تعلق رکھتے ہیں، اُن کی آواز میں رُعب اور دبدبہ ہے۔ اس لیے یہ تینوں کامیاب رہیں گے۔ آپ کے دماغ میں تنویمی عمل کرنے کی صلاحیتیں ہونے کے باوجود آپ نہیں کر سکیں گے۔ میں اسی لیے دو آدمی پکڑ لایا تھا۔ ورنہ آزمائش کے لیے ایک ہی کافی ہے۔ جب آپ میں سے کوئی ایک تنویمی عمل کر سکتا ہے تو سب کر سکتے ہیں۔"

ایک گھنٹے بعد وہ شخص تنویمی نیند سے بیدار ہوا، پھر وہاں سے اُٹھ کر جانے لگا۔ انھوں نے اُسے نہیں روکا۔ وہ سب اُس خفیہ اڈے کی اوپری منزل پر آ گئے اور وہاں سے اُسے باہر جاتے ہوئے دیکھنے لگے۔ ذرا فاصلے پر ہی ایک شاہراہ تھی، جس پر گاڑیاں دوڑ رہی تھیں۔ ایک ہیوی ٹرک دُور سے چلا آ رہا تھا۔ وہ شخص سڑک کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس پر کیا عمل کیا گیا ہے، اُسے کیا کرنا ہے لیکن جیسے ہی ٹرک قریب آیا، اُس نے ایک معمول کی حیثیت سے چھلانگ لگائی اور اس کے سامنے آ کر اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دیا۔

یہ دیکھتے ہی وہ چاروں خوش ہو کر ایک دوسرے سے معانقہ کرنے لگے، انھیں پھر ایک بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے بعد اُن کے حوصلے بڑھ گئے۔ سُپر ماسٹر نے یہ اجازت حاصل کر لی کہ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں وہ ایک ہفتے تک تہ خانے میں جا سکتے ہیں۔

پہلے دن تہ خانے میں یہ بحث چل پڑی کہ پہلے کس کی صلاحیتیں کس کے دماغ میں منتقل کی جائیں گی۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ سُپر ماسٹر کی شطرنجی چالوں کو پہلے اُس کے دماغ میں منتقل کیا جائے۔ سُپر ماسٹر نے کہا: "کیا میری چالیں سیکھ کر مجھ پر آزمانا چاہتے ہو۔ یہ بے اعتمادی کی باتیں کیوں ہو رہی ہیں؟"

جنرل ڈیکورا نے کہا: "بات بے اعتمادی کی نہیں ہے، ہمیں آئندہ کے لیے ایک طریقۂ کار اختیار کرنا ہے تاکہ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ آئے تو اس وقت ہمارے درمیان ایسا کوئی جھگڑا نہ ہو کہ پہلے کس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کی جائے لہٰذا آج ہی یہ فیصلہ ہو جائے کہ ہمیشہ قرعہ اندازی کی جائے گی۔ جس کا نام پہلے آئے گا، پہلے اُس کے دماغ میں کسی کی بھی صلاحیت منتقل کی جائے گی۔ اسی طرح جب ٹیلی پیتھی جاننے والا آئے گا تو اس وقت بھی قرعہ اندازی ہو گی اور اس شخص کے دماغ میں پہلے ٹیلی پیتھی منتقل کی جائے گی، جس کے نام قرعہ نکلے گا۔"

یہ طریقۂ کار طے ہونے کے بعد قرعہ اندازی کی گئی۔ سب سے پہلے سُپر ماسٹر کا نام عامل کی حیثیت سے اور جنرل ڈیکورا کا نام معمول کی حیثیت سے آیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سُپر ماسٹر کی دماغی صلاحیتیں جنرل ڈیکورا کے دماغ میں منتقل کی جائیں۔ لہٰذا اس کے مطابق ان دونوں کو بستر پر لیٹنا پڑا اور مشین آپریٹ کرنے والا وہی میجر برائٹ تھا۔ جب یہ عمل پورا ہو گیا اور کمپیوٹر کی ہدایت کے مطابق انھوں نے ایک گھنٹے کی نیند پوری کر لی تو اس قرعہ اندازی کے مطابق دوسرے دن جنرل ڈیکورا کی صلاحیتوں کو سُپر ماسٹر کے دماغ میں منتقل کیا جانا تھا لیکن یہ آنے والے کل کی بات تھی۔ انھوں نے طے کیا تھا کہ روزانہ دو بار مشین آپریٹ کی جائے گی۔ لہٰذا دوبارہ پھر قرعہ اندازی ہوئی۔ اس بار کرنل جم کا نام عامل کی حیثیت سے اور میجر برائٹ کا نام معمول کی حیثیت سے نکلا۔ اس حساب سے مشین کو سُپر ماسٹر نے آپریٹ کیا۔ اُن کے پاس میجر برائٹ کا لکھا ہوا طریقۂ کار موجود تھا۔ لہٰذا انھیں کوئی دشواری نہیں ہو رہی تھی۔

مختصر یہ کہ وہ روز دو بار مشین آپریٹ کرتے تھے اور

ایک دوسرے کی صلاحیتیں عامل اور معمول بن کر منتقل کرتے جاتے تھے۔ یہ کام دن کو ہو رہا تھا اور اُن کی شامیں ایک دوسرے کے ہاں گزر رہی تھیں۔ وہاں وہ ایک دوسرے کے سامنے ٹرانسفارمر مشین کی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ مثلاً سپرسائٹر وہاں بیٹھے بیٹھے مونگ پھلی کو بتا رہا تھا۔ "باہر جاؤ، اس بنگلے کے پیچھے بہت دُور ایک گنّا نظر آئے گا۔ بنگلے کے سامنے کچھ فاصلے پر ایک ایسے شخص کی بُو آ رہی ہے جس نے کئی دن سے غسل نہیں کیا ہے۔"

اُس کی باتیں سُن کر دوسرے ساتھی بنگلے کے آگے اور پیچھے گئے۔ اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ بہت دُور ایک گنّا سڑک کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اور بنگلے کے سامنے سے ایک ایسا شخص گزر رہا تھا جو میلے جیکٹ کپڑے پہنے ہوئے تھا اور دُور ہی سے پتا چلتا تھا کہ اُس نے کئی دن سے غسل نہیں کیا ہو گا۔

انھوں نے ٹرانسفارمر مشین کو زبانی آپریٹ کرنا نہیں سیکھا تھا، تحریر دیکھ دیکھ کر اُسے آپریٹ کرتے تھے لیکن جب سے میجر برائٹ عامل بنا تھا اور اُن کے دماغوں میں اس کی صلاحیتیں منتقل ہوئی تھیں، اُنھیں مشین آپریٹ کرنا آ گیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر زبانی بتاتے تھے کہ مشین کو شروع سے آخر تک کس طرح آپریٹ کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی وہ بھُول بھی جاتے تھے۔ میجر برائٹ انھیں لکھوا دیتا تو یاد آ جاتا تھا۔ اس بات پر انھوں نے توجہ نہیں دی کہ مشین کے سلسلے میں وہ کیوں اٹک جاتے ہیں یا کبھی کوئی چیز بھُول جاتے ہیں۔ سپرسائٹر نے سرسری طور پر یہ شکایت کی، میجر برائٹ نے کہا: "مشین آٹو مشین ہوتی ہے۔ کمپیوٹر سے غلطی ہو جاتی ہے تو ٹرانسفارمر مشین سے بھی کوئی بھُول چُوک ہو جاتی ہو گی۔"

اُس نے تینوں کو مطمئن کر دیا تھا۔ اس قصّے کا دلچسپ پہلو یہ تھا کہ ان چاروں میں میجر برائٹ کو سب سے زیادہ اہمیت تھی جسمانی کے لحاظ سے سپرسائٹر سب سے برتر تھا لیکن صلاحیتوں کے اعتبار سے سب ایک دوسرے کے برابر ہو گئے تھے لیکن قصّہ کو اور تھا۔

میجر برائٹ میکنیکل انجینئر تھا، مشینوں کے ایک ایک کل پُرزے سے واقف تھا اور کیسی ہی پیچیدہ مشین ہو، اُسے آپریٹ کر لیتا تھا۔ وہ در پردہ اپنے تینوں ساتھیوں کو دھوکا دے رہا تھا۔ میں یہ بات ذرا وضاحت سے سمجھا دوں۔ ٹرانسفارمر مشین میں دو بُوں تو کئی بٹن اور کل پُرزے تھے جن کی کارکردگی کا خیال رکھنا پڑتا تھا لیکن دو سب سے اہم تھے ایک بٹن پازیٹو تھا یعنی مثبت اور دوسرا نیگیٹو یعنی منفی۔ اگر ایک بستر پر عامل لیٹا ہو اور دوسرے پر معمول اور صرف پازیٹو یعنی مثبت بٹن دبایا جائے تو عامل کے جتنے مثبت خیالات اور مثبت صلاحیتیں ہیں، وہ سب معمول میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ میجر برائٹ نے جو طریقۂ کار لکھ کر دیا تھا اُس میں یہ اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ نیگیٹو یعنی منفی بٹن کو ہرگز نہ دبایا جائے۔ صرف پازیٹو بٹن کو دبایا جائے جب کہ سپرسائٹر اس مشین کو آپریٹ کرنے آتا تو تحریر کے مطابق صرف پازیٹو بٹن دباتا اور یہ ایسے وقت ہوتا تھا جب میجر برائٹ ایک معمول بن کر بستر پر لیٹا ہوتا تھا۔

اور جب دوسرے عامل اور معمول بن کر بستر پر لیٹے ہوتے اور مشین کو آپریٹ کرنے کی ذمّے داری میجر برائٹ پر ہوتی تو وہ پازیٹو کے ساتھ ساتھ نیگیٹو بٹن بھی دبا دیتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ عامل کی مثبت صلاحیتوں کے ساتھ منفی صلاحیتیں بھی دوسرے میں منتقل ہو جاتی تھیں۔

بہرام گنگولی کی مثبت صلاحیتیں یعنی احساس کی قوت اور توہّم کے علاوہ منفی صلاحیتیں منتر جنتر اور غصّہ بخشا مخواہ طاقت کا مظاہرہ، چوٹ پڑنا پن بھی اُن کے دماغوں میں منتقل ہو گیا تھا۔ اگرچہ میجر برائٹ نے بھی ان منفی صلاحیتوں کا اعتراف کیا تھا لیکن حقیقت یہ نہیں تھی۔ جب بہرام گنگولی کی صلاحیتیں میجر برائٹ کے دماغ میں منتقل کرنے کی بات آئی تو سپرسائٹر نے اُسی طرح مشین آپریٹ کی جس طرح اُس نے طریقۂ کار لکھ کر دیا تھا یعنی صرف مثبت بٹن دبایا گیا تھا۔ میجر برائٹ کے دماغ میں بہرام گنگولی کی صرف مثبت صلاحیتیں منتقل ہوئی تھیں۔

اس ٹرانسفارمر مشین میں ایک اور بٹن ایسا تھا جس کے متعلق وہ تینوں نہیں جانتے تھے۔ وہ بٹن مدّت کا تعیّن کرتا تھا کہ جو صلاحیتیں دوسرے میں منتقل کی جا رہی ہیں، اُن کی مدّت کیا ہو گی، عارضی یا دائمی۔ جب میجر برائٹ کو عامل بن کر بستر پر لیٹنا پڑا اور اُس کی صلاحیتیں دوسروں میں منتقل ہونے لگیں تو اُس نے عارضی والے بٹن کو دبا دیا تھا یعنی اُس کی جو بھی صلاحیتیں دوسروں میں منتقل ہو رہی تھیں، وہ پائیدار نہیں تھیں۔ دو چار روز یا دو چار ہفتوں میں ختم ہو جانے والی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب وہ تینوں میجر برائٹ کے دماغ سے حاصل ہونے والی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے تھے تو کبھی کبھی اٹکنے لگتے تھے، بھُول بھی جاتے تھے۔ میجر برائٹ انھیں یاد دلاتا تھا اور باتیں بناتا تھا کہ کبھی کبھی مشین میں کوئی گڑبڑ ہو جاتی ہے۔

جب سے میجر برائٹ کے دماغ میں سپرسائٹر کی شطرنجی چالیں منتقل ہوئی تھیں، تب سے اُس کے دماغ میں یہ آئیڈیا آیا تھا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کو اچھی طرح سمجھ گیا ہے، اگر چُپ چاپ اپنے کمرے میں بیٹھ کر اس مشین کا ڈیزائن بنا کر رکھے اور اس کی ایک ایک تفصیل نوٹ کر کے رکھے تو وہ ایسی ہی دوسری مشین تیار کر سکتا ہے۔ یہ خیال دماغ میں آتے ہی اُس نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا۔

سپرسائٹر کی چالیں دوسروں کے دماغوں میں بھی منتقل ہوئی تھیں۔ یہ بات جنرل ڈیکورا بھی سوچ رہا تھا۔ اگر وہ ٹرانسفارمر مشین

ب بار کھول کر جوڑے تو اُسے بھی اس مشین کو کھولنا، جوڑنا، اس ایک ایک پُرزے کو نوٹ کرنا، اُس کو ڈیزائن کرنا آ جائے گا۔

اس طرح وہ ایک دوسری مشین تیار کر سکتا ہے۔

مشکل یہ تھی کہ وہ مشین کو کھولتا، پھر جوڑتا تو دوسرے شبہ ے کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے، اس کے ارادے کیا ہیں۔ وہ کسی کو یں مبتلا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اُس کا سیدھا سا راستہ یہ تھا کہ وہ یکل انجینئر میجر برائٹ کو اپنا رازدار بنا لے۔

اُس نے اس مقصد کے لیے میجر سے خفیہ ملاقات کی۔ اُسے سمجھایا۔ رکوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ لگ جائے اور ہم اُس فانے تک نہ پہنچ سکیں تو مشین سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ ہرہ ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ لہٰذا مارے پاس ایک ایکسٹرا مشین ہونا چاہیے۔"

میجر برائٹ نے کہا: "کیا یہ بات سپرسائٹر اور کرنل جم بھی لتے ہیں؟"

"نہیں، یہ میرا آئیڈیا ہے، اگر ہم ذرا چالاکی سے کام لیں تو مشین صرف میرے اور تمھارے پاس رہ سکتی ہے اور جو اصل مشین ہے، اُسے ہم بگاڑ دیں گے، کوئی اُسے استعمال نہیں کر سکے گا۔"

میجر برائٹ نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "میرے دماغ میں بھی یں آئیڈیا پکّے ہاتھا لیکن میرے وسائل اتنے وسیع نہیں ہیں، میں مشین کے اخراجات پورے نہیں کر سکتا اور نہ ہی اُس کا ضروری سے سامان حاصل کر سکتا ہوں۔"

جنرل ڈیکورا نے کہا: "اس کی فکر نہ کرو۔ تمھیں ہر چیز مہیا کر دی جائے گی۔"

"میری ایک شرط ہے۔"

"تم ہزار شرطیں پیش کرو، میں تسلیم کروں گا۔"

"مشین ایک نہیں، دو تیار ہوں گی اور تم دو مشینوں کے اخراجات برداشت کرو گے۔ ہمارے پاس ایک ایک مشین ہو گی تو ہم آپس میں جھگڑا نہیں کریں گے۔ ایک دوسرے کو دھوکا نہیں دیں گے۔"

"تم درست کہتے ہو۔ جب ہمارے پاس ایک ایک مشین ہو گی تو ہم ایک دوسرے سے دشمنی نہیں کریں گے۔"

اُن کے درمیان یہ بات طے پا گئی۔ کرنل جم کے دماغ میں بھی یہ بات پک رہی تھی، آخر اُس کے دماغ میں بھی تو سپرسائٹر کی چالیں منتقل ہوئی تھیں۔ اُس نے بھی اُسی طرح میجر برائٹ سے خفیہ ملاقات کی اور خفیہ معاہدہ کیا۔ میجر برائٹ نے کہا: "میں ایک نہیں، دو مشینیں تیار کر دوں گا تاکہ ہم ایک دوسرے سے مشین کے لیے جھگڑا نہ کریں۔"

وہ بھی اس بات پر آمادہ ہو گیا۔ انھوں نے یہ چال بازیاں سپرسائٹر کے دماغ سے حاصل کی تھیں۔ پھر سپرسائٹر کیسے پیچھے رہ جاتا۔

اُس نے بھی میجر برائٹ سے خفیہ ملاقات کی۔ اُس سے کہا: "تم جانتے ہو، میں کتنے وسیع ذرائع کا مالک ہوں۔ اس مشین کو تیار کرنے کے لیے تمھیں ایسی سہولتیں فراہم کروں گا جو دوسرا نہیں کر سکتا۔"

میجر برائٹ نے کہا: "میں کسی دوسرے کے ساتھ یہ مشین تیار کرنے کی حماقت نہیں کروں گا لیکن میری ایک شرط ہے۔"

"ایک نہیں، ہزار شرطیں پیش کرو، میں تسلیم کروں گا۔"

"ایک نہیں، دو مشینیں تیار ہوں گی، ایک تمھارے پاس ہے گی اور ایک میرے پاس، تاکہ ہم مشین کے معاملے میں ایک دوسرے کو دھوکا نہ دے سکیں۔"

سپرسائٹر نے بھی اس شرط کو منظور کر لیا۔ وہ تینوں اپنی اپنی دانست میں بڑی چالیں چل رہے تھے مگر اصل چال باز میجر برائٹ تھا۔ جب سے سپرسائٹر کی چال بازی اُس کے دماغ میں منتقل ہوئی تھی، وہ کچھ زیادہ ہی شاطر اور مکّار ہو گیا تھا۔ ہر ایک کو اُس کی جگہ مطمئن کرتا جا رہا تھا۔

وہ رات کو گھر آنے کے بعد چار ڈیزائن بناتا تھا۔ ایک ڈیزائن اصلی ہوتا تھا اور باقی تین نقلی ہوتے تھے۔ وہ اس بات کا پورا خیال رکھتا تھا کہ نقلی ڈیزائن پر کسی کو شبہ نہ ہونے پائے اور اصلی کسی کے ہاتھ نہ لگے۔ اُسے ایک اصلی ڈیزائن تیار کرنے میں دس دن لگ گئے۔ کیونکہ اُس کے ساتھ ساتھ نقلی ڈیزائن بھی تیار کرنے پڑتے تھے اور نقلی ڈیزائن پر بھی بہت زیادہ محنت ہوتی تھی۔ آخر کار وہ چار ڈیزائن تیار ہو گئے۔ اُس نے اصل کو چھپا لیا اور باقی تین کو تینوں میں الگ الگ خفیہ ملاقات کے دوران تقسیم کر دیا۔

ہر ڈیزائن کے ساتھ ایک فہرست تھی جس میں اخراجات کا تخمینہ دیا گیا تھا اور جن چیزوں کی ضرورت تھی، اُن کی تفصیل دی گئی تھی۔ وہ تینوں اپنے اپنے ذرائع استعمال کر کے وہ چیزیں حاصل کرتے تھے۔ اس میں ایک دلچسپ بات یہ تھی کہ اُن تینوں کے ڈیزائن نقلی تھے مگر جن چیزوں کی فہرست بنائی گئی تھی، وہ اصلی تھیں۔ اُس نے سوچ لیا تھا، مشین تیار کرتے وقت اندر سے اصلی پُرزے غائب کر دے گا اور نقلی پُرزے لگا دے گا۔

اُسے اس سلسلے میں بڑی محنت کرنا پڑ رہی تھی، تینوں کو الگ الگ مطمئن کرنا پڑ رہا تھا۔ الگ الگ خفیہ ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ پھر اُن کے لیے تین الگ خفیہ اڈّے قائم کیے تھے جہاں اُن کے حصّے کی مشینیں تیار ہو رہی تھیں اور اصلی مشین وہ اپنے گھر میں تیار کر رہا تھا۔

تقریباً ایک ماہ بعد جنرل ڈیکورا نے دیکھا، خفیہ اڈّے میں دو مشینیں تیار ہو گئی تھیں۔ ایک اُس کے اپنے لیے، دوسری میجر برائٹ کے لیے۔ اُس نے کہا: "ہمیں اس مشین کو آزمانا چاہیے۔ کسی کے دماغ کی صلاحیت کسی دوسرے میں منتقل کرنا چاہیے۔"

میجر برائٹ نے کہا: "فی الحال تم اپنی مشین کہیں رکھ کر چھپا دو۔ میں اپنی مشین لے جا رہا ہوں۔ موقع ملتے ہی ہم کسی کو پکڑ لائیں گے پھر اُس کے ذریعے مشین کو آزما لیں گے۔"

جنرل ڈیکورا مطمئن ہو کر اپنی مشین لے گیا۔ اُس کے ساتھ دن اور وقت مقرر ہو گیا تھا کہ کس وقت اس مشین کو آزما دیا جائے گا۔ اُس نے سپر ماسٹر اور کرنل جم کے ساتھ بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ اُنھیں ایک ایک مشین دے دی اور اُن کے سامنے ایک ایک نقلی مشین لے لی اور الگ الگ دن اور وقت مقرر کر لیا کہ کس دن وہ اپنے ہاں اس مشین کی کارکردگی کا مظاہرہ کرے گا۔

وہ بڑی شاطرانہ چالیں چل رہا تھا۔ اُس کے گھر میں اصل مشین رکھی ہوئی تھی۔ جب جنرل ڈیکورا اُس کے ہاں مشین کو آزمانے کے لیے آیا تو اُس نے اصلی مشین کے ذریعے اُس کی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ دو عامل اور معمول کو رکھا گیا۔ اس مشین نے بڑی کامیابی سے اپنے نتائج پیش کیے۔ جنرل ڈیکورا مطمئن ہو کر چلا گیا۔

سپر ماسٹر اور کرنل جم کے ساتھ بھی مختلف دن اور وقت مقرر کیا تھا۔ اُس نے اُنھیں بھی مطمئن کر دیا۔ وہ تینوں اپنی اپنی جگہ خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ وہ ٹرانسفارمر مشین صرف اُن کے اور میجر برائٹ کے پاس ہے۔ باقی دو ساتھی اس سے محروم ہیں۔

اب نئی چال چلنے کا وقت آیا۔ سپر ماسٹر نے پھر اُس سے خفیہ ملاقات کی اور کہا: "ہم ایک میٹنگ میں جنرل ڈیکورا اور کرنل جم کو بُلائیں گے۔ پھر یہ طے کریں گے کہ جب تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ نہیں آتا، اس مشین کو قابلِ عمل نہیں رہنا چاہیے۔ اس کے اندر سے کچھ ایسے پُرزے نکال دیے جائیں جن کے بعد کوئی اُسے استعمال نہ کر سکے۔ صرف ہم چار آدمی ہی اُسے ہینڈل کر سکیں۔ جب جنرل ڈیکورا اور کرنل جم اس بات پر راضی ہو جائیں گے تو یہ طے پائے گا کہ اس مشین سے جتنے پُرزے نکالے جائیں گے وہ ہم چاروں میں برابر تقسیم کر دیے جائیں گے تاکہ ایک ساتھی کے بغیر باقی تین ساتھی اس مشین کو قابلِ استعمال نہ بنا سکیں۔"

یہ فیصلہ سبھی مان لیتے کیونکہ سبھی کو یہ خوش فہمی تھی کہ اُن کے اپنے اپنے گھر میں ایک مشین رکھی ہوئی ہے۔ اگر تہ خانے کی مشین کے پُرزے نکلتے ہیں تو نکلتے رہیں۔ پھر اُن میں سے کچھ پُرزے اُن کے ہاتھ بھی آ جاتے۔ فکر کی بات نہیں تھی۔ شیشے کی گیند تو نہیں تھی۔ بہرحال وہ تینوں اس بات پر آمادہ ہو گئے۔ اس کے مطابق انھوں نے پھر خصوصی اجازت نامہ حاصل کیا۔ اُس تہ خانے میں گئے۔ مشین کو کھولا گیا۔ اُس کے کچھ پُرزے نکالے گئے اور چاروں میں برابر برابر تقسیم کر دیے گئے۔ پھر اس مشین میں نقلی پُرزے لگا دیے گئے جو کسی کام نہیں آ سکتے تھے۔

میجر برائٹ کی چال بازی قابلِ داد تھی۔ اُس کے مقابلے میں وہ تینوں بھی کچھ کم چال باز نہیں تھے لیکن اُس نے اتنی عمدہ پلاننگ کی تھی کہ کسی کو اُس پر شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ تینوں کو ایک ایک نقلی مشین دے کر مطمئن کر دیا گیا تھا اور اُدھر اصلی مشین کو ناکارہ بنانے کے لیے اُس کے پُرزے نکال کر چاروں میں تقسیم کر دیے تھے۔ اپنے حصے میں جو پُرزے رکھے تھے، وہ سب سے زیادہ اہم تھے۔ اُن کے بغیر ٹرانسفارمر مشین کسی کام کی نہ رہتی۔ ان پُرزوں کی عدم موجودگی میں کوئی مکینک نہ انھیں سمجھ سکتا تھا نہ اُن کا ڈیوائن تیار کر سکتا تھا اور نہ ہی کسی فیکٹری میں تیار کرا سکتا تھا۔

مشین کا مرحلہ طے ہو گیا تھا۔ اب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ اُن کی فہرست میں فرہاد علی تیمور، رسونتی، شیبا جوجو، مورینا اور آرمر تھے۔ انھوں نے میرا نام کاٹ دیا تھا۔ وہ میرے متعلق یقین سے نہیں کہہ سکتے تھے کہ جو میرا اصلی چہرہ ہے، وہ اصلی ہے بھی یا نہیں؟ اتنی بار میری ڈی سے دھوکا کھا چکے تھے کہ اب ایسی حماقت کرنا نہیں چاہتے تھے لہٰذا میرا نام ہی کاٹ دیا تھا۔

میرے بعد جوجو کا نام کٹا ہوا تھا۔ انھیں بتایا گیا تھا کہ اُس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہمیشہ کے لیے مٹا دی گئی ہیں لہٰذا انھوں نے جوجو کو بھی فہرست سے نکال دیا۔ مارک مین کے ملک میں ہیڈ کوارٹر کے جو میکرسٹ ایجنٹ تھے انھیں خاص طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ وہ آرمر کا پتا لگائیں، اُسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ سُراغ ملتے ہی اُسے وہاں سے اغوا کر کے سپر ماسٹر کے پاس پہنچا دیا جائے۔

اُن کی فہرست میں تین عورتیں رہ گئی تھیں، رسونتی، شیبا اور مورینا۔ اگر اُن میں سے کوئی اُن کے ہاتھ لگ جاتی تو وہ فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اپنے دماغ میں منتقل کر سکتے تھے۔ اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ ہم اُنھیں کوئی نقصان پہنچانے کی دھمکی دیں گے۔ جب اُن کا تعلق کسی ملک سے، کسی تنظیم سے نہ ہوتا تو انھیں کسی نقصان کی پروا نہ ہوتی۔ وہ تو ذاتی طور پر خیال خوانی کی صلاحیتیں حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بہرام گنگولی کے ذریعے اُن کے دماغ بہت زیادہ حساس ہو گئے تھے۔ وہ ہماری سوچ کی لہروں کو باہر نکال دیتے۔ انھیں ہر طرح سے اطمینان حاصل ہو گیا تھا۔

وہ چاروں اپنے اپنے حصے کی مشین حاصل کرنے تک اپنی حفاظت کے لیے بھی راز داری سے انتظامات کر رہے تھے۔ سپر ماسٹر جانتا تھا جب تک وہ اس معمے پر ہے، دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اُس کے آلۂ کار موجود رہیں گے۔ عہدہ ہاتھ سے نکلنے کے بعد وہ کسی پر حکم نہیں چلا سکے گا۔ انھیں اپنی حفاظت کے لیے استعمال نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا چُپ چاپ اپنا ایک الگ تنظیم قائم کر رہا تھا۔ اسی طرح جنرل ڈیکورا اور کرنل جم بھی یہی کر رہے تھے۔ میجر برائٹ نے کہا: "دوستو! ہم نے ایک دوسرے کے تعاون سے دنیا کی عجیب و غریب مخلوق حاصل کر لی ہے۔ اب ہمیں ایک دوسرے سے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن حکومت ہمیں کسی دن بھی ہمارے عہدوں سے برطرف کر سکتی ہے۔ تہ خانے میں پڑی ہوئی ناکارہ مشین کا بھوت کسی دن بھی کھل سکتا ہے۔ میں اس سے پہلے ہی یہاں سے چلا جانا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں اپنا استعفا پیش کر چکا ہوں۔"

سپر ماسٹر، جنرل ڈیکورا اور کرنل جم نے کہا: "میجر! ہم خود کہنے والے تھے کہ تمھیں استعفا پیش کر کے اس ملک سے چلے جانا چاہیے۔ جب مشین کے ناکارہ ہونے کا راز کھلے گا تو ہم صاف طور پر کہہ سکتے ہیں کہ یہ میجر برائٹ کی ذمے داری تھی۔ ہمیں کیا معلوم کہ میجر برائٹ اِس مشین کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔"

میجر برائٹ نے ہنستے ہوئے کہا: "سارا الزام میرے سر تھوپنا چاہتے ہو، لیکن مجھے پروا نہیں ہے۔ میں یاروں کا یار ہوں۔ تم لوگوں کی خاطر یہ الزام اپنے سر لے لوں گا۔"

اُس کا استعفا منظور کر لیا گیا۔ اُس نے مشین کو کھول کر اُس کے مختلف حصے مختلف سوٹ کیسوں اور اٹیچیوں میں رکھ دیے تھے۔ گھر میں جو ضروری سامان تھا، وہ بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا باقی یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ پہلے مشین کو کہیں چھپا کر آئے گا، پھر گھر کا سامان لے جائے گا۔ اس کے بعد وہ اپنی ویگن کار میں بیٹھ کر رخصت ہو گیا۔

وہ سب جانتے تھے، اُن کے ہاتھوں میں ایک غیر معمولی مشین ہے۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل ہونے کے بعد وہ اور غیر معمولی بن جائیں گے۔ ایسے میں ساری دنیا اُن کے پیچھے پڑ جائے گی۔ لہٰذا پہلے سے ہی اپنی حفاظت کے انتظامات ہو رہے تھے۔ میجر برائٹ درپردہ انتظامات کرتا رہا تھا۔ مشین کو کھولنے کے بعد اُس کے کئی حصے ہو گئے تھے۔ وہ سب سوٹ کیس اور اٹیچیوں میں رکھے ہوئے تھے۔ اتنا سامان لے کر اس ملک کی سرحد سے نکلنا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ وہ کسی بلیک پورٹ سے نکل کر ہی دوسرے ملک جا سکتا تھا، لیکن اس میں بھی خطرہ تھا۔ کسی بھی بلیک پورٹ پر خطرناک مجرموں سے ٹکراؤ ہو سکتا تھا اور مشین ہاتھ سے نکل سکتی تھی لہٰذا اُس نے سب سے پہلے مشین کو چھپا کر رکھنے کا انتظام کیا تھا۔

وہ ایسی مملو منا کوٹھی خریدنا چاہتا تھا جس میں تہ خانہ ضرور ہو۔ لیکن ایسی کوٹھی نہیں مل رہی تھی جس نے فی الحال ایک ایسا مکان خریدا تھا جس کے پیچھے ایک خاص قبیلے کا قبرستان تھا۔ اُس مکان میں رہنے والے مرنے کے بعد وہیں دفن کیے جاتے تھے۔ وہاں ایک بڑھیا اور بوڑھا رہ گیا تھا۔ دونوں میاں بیوی مکان کو بیچ کر میکسیکو جا رہے تھے۔ میجر برائٹ نے اس مکان کو جعلی نام سے خرید لیا۔ خریدنے کے لیے اپنے ایک دستِ راست کو سامنے رکھا۔ اُس نے جعلی وارنر بن کر کاغذات پر دستخط کیے۔ اس طرح میجر برائٹ اس مکان کا اور پیچھے والے قبرستان کی زمین کا مالک بن گیا۔

اُس نے مکان خریدنے کے علاوہ اور دو اہم کام کیے تھے۔ ایک تو پلاسٹک سرجری کے ڈاکٹر سے چہرے کی سرجری کے سلسلے میں وقت مقرر کر رکھا تھا۔ دوسرے ایک نئی ویگن کار خرید کر کرائے کے گیرج میں رکھ دی تھی۔ وہ اپنے تینوں ساتھیوں سے رخصت ہو کر ویگن کار میں گیا تھا۔ دس میل جانے کے بعد اُس گیرج تک پہنچا۔ وہاں اپنی ویگن کار کھڑی کی۔ اُس کا سامان نئی ویگن کار میں منتقل کیا۔ اُس کے بعد پرانی ویگن میں بیٹھ کر پچیس میل دُور ایک چھوٹے سے ٹاؤن میں پہنچا۔ گاڑی کو ایک جگہ چھوڑ دیا۔ وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس پھر اپنے گیرج کی طرف آیا۔ ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر رخصت کیا۔ پھر نئی ویگن کار میں بیٹھ کر اپنے نئے مکان میں آیا۔ وہاں اُس نے تمام مشین کے حصے اور اپنی ضرورت کا سامان کمروں میں رکھا، تالا لگایا۔ وہاں سے پیدل چلتا ہوا کچھ دُور گیا۔ پھر وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پلاسٹک سرجری کے ڈاکٹر جیمز ہولڈن کے پاس پہنچ گیا۔

ڈاکٹر جیمز ہولڈن اُس کا بچپن کا ساتھی تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھے۔ جیمز ہولڈن مجرمانہ زندگی گزار رہا تھا۔ مجرموں کے چہرے پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل کرتا تھا۔ اُن سے بھاری معاوضہ وصول کرتا تھا۔ سرجری سے پہلے یہ طے ہو جاتا تھا کہ چہرہ کس قسم کا ہو گا یا کس سے مشابہت رکھتا ہو گا۔ پہلے ہی اُس چہرے کا ایک خاکہ بنا لیا جاتا تھا۔ اس کے بعد سرجری ہوتی تھی۔ سرجری کے بعد جو چہرہ تبدیل ہوتا تھا، اُس کی تصویر اتارنے کے لیے ڈاکٹر جیمز ہولڈن نے خفیہ انتظامات کر رکھے تھے۔ اُن مجرموں کو پتا نہیں چلتا تھا۔ چہرہ تبدیل ہونے کے دس منٹ بعد ہی ان مجرموں کو اُن کے نئے چہروں کی تصویریں مل جاتی تھیں اور جیمز ہولڈن وارننگ دیتا تھا: "اگر اپنے نئے چہروں کو راز میں رکھنے کے لیے مجھ جیسے راز دار کو ختم کرنے کی کوشش کرو گے تو یہ تصویریں قانون کے محافظوں تک پہنچ جائیں گی۔ میں پہلے ہی ایسے انتظامات کر لیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس لاکر کو کھولا جائے گا جو میرے نام سے ہے۔"

مختصر یہ کہ وہ مجرموں کو بلیک میل نہیں کرتا تھا۔ صرف اپنی حفاظت کے لیے ایسا کہتا تھا۔ میجر برائٹ نے کہا: "میں تمھارے ہتھکنڈوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں تمھیں نئے چہرے کی تصویر اُتارنے نہیں دوں گا۔ اپنے چہرے کا خاکہ خود بناؤں گا اور

بالاشک سرجری کرتے وقت تمہارے سامنے پیش کروں گا اور وہ جو خفیہ کیمرے ہیں اُنہیں ہٹا دیے جائیں گے۔ میں تمہارا دوست ہوں، یہ نہ سمجھنا کہ مفت کام کرا دوں گا۔ تم معاوضہ لینا چاہو گے تو معاوضہ دوں گا یا میرے ساتھ ہمیشہ وفادار دوست بن کر رہو گے تو تمہیں ایک غیر معمولی چیز دوں گا۔"

"وہ کیا؟"

"میرے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ ہم دونوں اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر جیمز ہولڈن تیار ہو گیا تھا۔ اُس نے معاوضہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اُس نے قسمیں کھائیں کہ وہ ہمیشہ وفادار ساتھی بن کر رہے گا اور دونوں ایک ایسی خفیہ تنظیم بنائیں گے، ایسے جاں نثار محافظ رکھیں گے کہ اُن پر کبھی آنچ نہیں آنے دی گی۔ بہرحال میجر برائٹ نے پہلے ہی سے معاملات طے کر لیے تھے۔ لہٰذا پلاسٹک سرجری ہو گئی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں، اُس نے اپنے ہاتھوں کی دس انگلیوں کی بھی سرجری کرا لی تاکہ وہ پہلی انگلیوں کے نشانات کے ذریعے کبھی پکڑا نہ جائے۔ اُس کے سر کے بال سُرخی مائل سنہرے تھے۔ اُس نے بالوں کو سیاہ کر لیا۔ وہ اس تبدیلی کے سلسلے میں ڈاکٹر جیمز ہولڈن کے ہاں ایک دن اور ایک رات رہا۔ دوسرے دن وہ دونوں اُس نئے مکان میں گئے۔ اب مشین کو چھپانے کا مسئلہ تھا اور یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں رہا تھا۔ دونوں دوست شام کو بیٹھ کر خوب پیتے رہے، مستقبل کے لیے منصوبے بناتے رہے پھر رات ذرا گہری ہوئی تو انھوں نے باہر کی بتیاں بجھا دیں، کدال اور بیلچہ لے کر قبرستان میں گئے پھر ایک پرانی قبر کھودنے لگے۔ انھیں یہ کام کرنے کی عادت نہیں تھی۔ پسینہ پسینہ ہو رہے تھے جو پی تھی، اُس کا نشہ اُترتا جا رہا تھا، وہ بوتل مُنہ سے لگا کر دو چار گھونٹ بھرتے کے بعد پھر کھودنے اور بیلچے سے مٹی ہٹانے میں مصروف ہو جاتے تھے۔

آخر وہ قبر کھل گئی۔ اندر ایک سڑا ہوا لکڑی کا تابوت تھا جس میں دیمک اور جانے کیسے کیسے کیڑے لگے ہوئے تھے۔ لکڑی کمزور ہو گئی تھی۔ اندر انسانی ڈھانچا پڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے پوچھا "کیا ڈھانچا اور تابوت کی لکڑیاں بھی باہر نکالنا ہوں گی؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔"

"پھر چلو، وہ مشین یہاں لے آئیں۔"

میجر برائٹ نے ایک ریموٹ نکالا جس پر سائنسر لگا ہوا تھا۔ پھر کہا: "یہ قبر مشین کے لیے نہیں ہے۔ وہ بے چاری تو خاموش رہتی ہے۔ تم بولتے رہتے ہو، کہیں بھی بول سکتے ہو، کسی سے بھی بول سکتے ہو۔"

وہ مسکرا کر بولا: "کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ اپنے دوست کو ہلاک کرو گے؟"

"میرے دوست بے اقتدار اور برتری کی خواہش بہت کمینی ہوتی ہے، اسے حاصل کرنے کے لیے خون کے رشتوں کو بھی ختم کر دیا جاتا ہے تم تو زبان کے رشتے دار ہو اور مجرموں کی زبان پر کبھی بھروسا نہیں کیا جاتا۔"

وہ پلٹ کر بھاگنا چاہتا تھا، اُس نے گولی چلا دی۔ آخر فرینکلن تھا، نیم تاریکی کے باوجود نشانہ لگا سکتا تھا۔ پھر جنرل ڈیکورا کی صلاحیتیں اُس کے دماغ میں منتقل ہو چکی تھیں، لہٰذا دوسری گولی بھی خطا نہیں گئی۔ وہ تڑپ کر گرا، جو قبر کھود دی تھی، اُس کے کنارے سے میجر برائٹ نے اُسے ایک ٹھوکر ماری تو وہ لڑھکتا ہوا قبر کے اندر گیا۔ یہ کہا دت اسے ہی وقت کے لیے ہے کہ آدمی اپنی قبر خود کھودتا ہے۔

اُس رات میجر برائٹ نے بڑی محنت کی، بعد میں اسے دو قبر کھودنا پڑی۔ وہاں اُس نے مشین کو لے جا کر چھپا یا۔ بات صرف چھپانے کی حد تک نہیں تھی۔ ان دو قبروں کو کم از کم آٹھ دس سال پرانا نظر آنا چاہیے تھا۔ اس کے لیے وہ پہلے ہی سیمنٹ، ریت وغیرہ کا انتظام کر چکا تھا۔ اُس نے دونوں قبروں کو پہلے پختہ بنایا، اُن پر اچھی طرح گارا ڈالا۔ پھر اپنے کمرے میں آ کر سو گیا۔ صبح آٹھ بجے اُٹھ کر اُس نے دونوں قبروں کو جا کر دیکھا۔ وہ پختہ اور مضبوط ہو گئی تھیں۔ اس مکان اور قبرستان کے چاروں طرف اونچی چار دیواری تھی۔ باہر سے دیکھ لیے جانے کا اندیشہ نہیں تھا۔ اُس نے تیزاب کی ایک بوتل کھولی، پھر اُس میں سے تھوڑا تھوڑا تیزاب دونوں قبروں پر چھڑکنے لگا، جہاں تیزاب کے قطرے گرتے تھے وہاں کی سیمنٹ تھوڑی گلنے لگتی تھی۔ اُس نے بوتل کو بند کر دیا۔

پھر اُس نے بیلچے کو اٹھایا، اس سے تھوڑی تھوڑی مٹی لے کر دونوں قبروں پر ڈالنے لگا۔ وہ مٹی تیزاب کے ساتھ پختہ قبر پر جمتی جا رہی تھی جیسے برسوں سے مٹی جمی ہو۔ تیزاب کے اثر سے سیمنٹ کا رنگ اُڑ گیا تھا، کوئی انھیں دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ دو قبریں پچھلی رات ہی پختہ کی گئی ہیں۔

اُس نے دن کے بارہ بجے تک یہ کام مکمل کر لیا۔ ہر طرف سے اطمینان ہو گیا۔ مشین چھپا دی گئی تھی، کوئی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا تھا اور کوئی اُسے صورت و شکل سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ پچھلے کئی دنوں سے وہ ایک مخصوص آواز اور لب و لہجے میں بولنے کی مشق کر رہا تھا۔ یہ مشق جاری تھی اور وہ کامیاب ہوتا جا رہا تھا۔

مجرم اپنا جرم چھپانے کے لیے ہر پہلو، ہر نکتے پر غور کرتا ہے۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر وہ اطمینان سے بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا کہ کیا ایسا پہلو ہے، جو میری کمزوری بن سکتا ہے؟

بہت سوچ بچار کے بعد یاد آیا کہ اُس نے یہ مکان خریدا ہے۔ اگر اُس کے تینوں ساتھی دشمن بن کر اُسے تلاش کرو گے [illegible] یہ پہلو چھپا نہیں رہے گا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین چھپانے کے لیے ضرور [illegible] نوٹی مکان یا کوٹھی وغیرہ خریدے گا۔ میجر برائٹ بہت ہوشیار

ہو سکتا ہے کہ مشین کسی قبر میں چھپائی گئی ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک اس پہلو پر سوچتا رہا پھر اُس نے ٹرانسمیٹر [illegible] اپنے دست راست کو مخاطب کیا۔ اُسے حکم دیا: "آج [illegible] کسی عورت کو یہاں کرائے دار کے طور پر لاؤ۔ اگر وہ بیوہ ہو، [illegible] والی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ اُس کے ساتھ کسی مرد کو نہ ہونا [illegible] ہے اور نہ ہی کسی مرد سے اُس کے تعلقات ہونے چاہئیں۔ میں [illegible] ہوں، تمہیں یہ مکان خالی ملے گا۔ آج شام تک کرائے دار کو [illegible] ہونا چاہیے۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر کو بند کیا، اپنے سوٹ کیس کو کھول کر ریڈی میڈ [illegible] اپ کے لیے داڑھی اور مونچھیں نکالیں۔ آئینے کے سامنے کھڑا ہو [illegible] اپنے چہرے پر لگایا۔ آنکھوں پر ایک عینک چڑھائی، سر پر [illegible] رکھا پھر اپنا تمام سامان اُٹھا کر گاڑی میں رکھ دیا۔ وہاں سے [illegible] اُس دفتر میں پہنچا جہاں جائداد خریدنے اور بیچنے والوں کے [illegible] رجسٹر میں درج ہوتے تھے اور اُن کے کاغذات پر مُہریں لگائی [illegible] تھیں۔ وہ سیدھا سیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کے پاس پہنچا۔ اُس نے کہا: "تشریف رکھیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا: "خدمت تو میں کرنے آیا ہوں۔"

اُس نے بریف کیس کھول کر نوٹوں کی گڈیاں نکالیں پھر اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا: "یہ دس ہزار ڈالر ہیں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ڈالر کی دھوم ہے۔ سب اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اکثر یہ ڈالر کام نکالنے کے کام آتا ہے، خود چل کر آپ جیسے افسروں کے پاس پہنچ جاتا ہے۔"

"بہت دلچسپ آدمی ہو، ویسے کام کیا ہے؟"

"آج سے پندرہ دن پہلے ایک مکان کسی نے بیچا اور کسی نے خریدا۔ آپ کے رجسٹر میں خریدنے اور بیچنے والے کا نام اور تاریخ وغیرہ درج ہے۔ میں چاہتا ہوں، وہ نام مٹا دیا جائے۔"

"نام تو مٹ جائے گا لیکن وہ جگہ خالی رہے گی۔ وہاں کس کا نام لکھا جائے گا؟"

"آپ پہلے یہ گڈیاں سنبھال کر رکھ لیجیے، ڈالر کو بڑی جلدی نظر لگتی ہے۔ کیا آپ پسند کریں گے کہ اُن پر کسی کی نظر پڑے؟"

اُس نے گڈیاں اٹھا کر اپنے بریف کیس میں رکھ لیں۔ پھر پوچھا: "ہاں بتاؤ، رجسٹر میں کس کا نام ہو گا؟"

میجر برائٹ نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا: "وہ مکان میں نے ایک لاکھ دس ہزار ڈالر میں خریدا ہے۔ دیکھنے میں پلانا سا ہے مگر چھ ہزار مربع گز زمین اُس کے ساتھ ہے۔ اتنا مہنگا مکان آپ کے نام ہو گا۔"

وہ افسر ایک دم سے چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ پوچھنے لگا: "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ کس کا مکان ہے، میرے نام کیسے ہو گا؟"

میجر برائٹ نے مکان کے کاغذات نکال کر اُس کے سامنے رکھ دیے، وہ تھوڑی دیر تک کاغذات کا مطالعہ کرتا رہا پھر پریشان ہو کر بولا: "آخر بات کیا ہے، یہ میرے نام کیوں کیا جائے گا اور بھلا میں اپنے نام کیوں کروں گا؟"

"ایک لاکھ دس ہزار ڈالر کا مکان آپ کو مفت مل رہا ہے، کیا آپ لینے سے انکار کریں گے؟"

"آخر اس میں گھپلا کیا ہے۔ ضرور کوئی پیچیدہ معاملہ ہے؟"

"آپ میرے ساتھ ابھی چل کر وہ مکان دیکھ لیں۔ اگر کسی قسم کا شُبہ ہو تو بے شک آپ انکار کر دیں۔"

افسر نے پوچھا: "آپ مکان میرے نام کریں گے لیکن بدلے میں دس ہزار نقد جو میں؟"

"وہ بھی آپ کے۔"

وہ حیرانی سے بولا: "کمال ہے! میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟"

"پہلے آپ میرے ساتھ چل کر اپنے شکوک و شبہات دور کر لیں۔"

اتنی بڑی دولت اور جائداد ہاتھ آ رہی تھی بھلا وہ کب پیچھے ہٹنے والا تھا۔ فوراً اُٹھ کر اُس کے ساتھ ہو گیا۔ اپنی کار میں آ کر بیٹھا پھر اسٹارٹ کرتے ہوئے اُس مکان کی طرف جانے لگا۔ میجر برائٹ نے کہا: "میں آپ کی پریشانی دُور کر دوں۔ کچھ دشمن میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں میں بہت دولت مند ہوں، کہیں چھپنے کے لیے کوئی مکان خرید بھی سکتا ہوں لہٰذا وہ خریداری کے کاغذات دیکھنے کے لیے آپ کے دفتر ضرور آئیں گے۔"

وہ اس مکان میں پہنچ گئے۔ افسر نے اُسے اندر اور باہر سے اچھی طرح دیکھا پھر قبرستان کو دیکھتے ہوئے بولا: "یہ سب کیا ہے؟"

"میں نے جن سے خریدا تھا، یہ اُن کے عزیزوں اور بزرگوں کی قبریں ہیں۔ انھوں نے درخواست کی تھی کہ کم از کم ایک برس تک ان قبروں کو ہموار نہ کروں۔ یہاں کوئی باغ یا خیمہ نہ لگاؤں، میں نے اُن سے وعدہ کیا تھا لیکن اب حالات بدل گئے ہیں۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ ہو سکے تو آپ ان کی خواہش کا احترام کیجیے اور یہ قبریں ایک برس تک یونہی رہنے دیں۔"

"مجھے تو لگتا ہے جیسے ان قبروں میں اسمگلنگ کا مال چھپایا گیا ہے۔"

یہاں کدال اور بیلچہ دونوں ہی موجود ہیں۔ میں کدال سے کھودتا ہوں۔ آپ بیلچے سے مٹی ہٹاتے جائیں۔ جس قبر کو دیکھنا چاہیں، دیکھ سکتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "نہیں، میں تو مذاق کر رہا تھا۔ اتنی قبریں کھودنے میں کئی دن لگ جائیں گے۔"

"آپ اطمینان سے ایک ایک دن، ایک ایک قبر کھود کر دیکھتے جائیں لیکن اس رجسٹر سے میرے نام کو مٹنا چاہیے۔ اس کی جگہ کسی دوسرے کا نام آنا چاہیے اور کوئی دوسرا آپ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔"

وہ واپس دفتر کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "اچھی بات ہے، میں تمہارا یہ کام کر دیتا ہوں لیکن ان قبروں کو کھود کر دیکھتا رہوں گا۔"

بے شک، ضرور دیکھیں لیکن یہ قبریں جیسی ہیں ویسی ہی کر دیں، کیونکہ جس بوڑھے جوڑے سے میں نے اسے خریدا ہے وہ یہاں کبھی بھی ضرور آیا کرے گا۔ ہمیں اُن کا دل نہیں توڑنا چاہیے۔"

"میں ایسا ہی کروں گا۔"

وہ دفتر پہنچ گئے۔ وہاں افسر نے وہ رجسٹر منگوایا۔ اپنی دراز کھول کر ایک شیشی نکالی۔ اُس میں ایک ایسا لوشن تھا جو کسی بھی تحریر پر پھیر دیا جاتا تو وہ مٹ جاتی تھی۔ کاغذ پہلے کی طرح سادہ ہو جاتا تھا۔ اُن کاغذات پر جہاں میجر برائٹ نے فرضی نام لکھوایا تھا وہ مٹا دیا گیا۔ اُس پر افسر کا نام لکھ دیا گیا۔ اسی طرح رجسٹر میں بھی تبدیلی آ گئی، جہاں فرضی خریدار کے دستخط تھے، وہاں افسر نے اپنے دستخط کر دیے۔ اس طرح کام پکا ہو گیا۔ میجر برائٹ نے اُس سے مصافحہ کیا۔ پھر رخصت ہو کر اپنی گاڑی میں آیا۔ اُس کے رنگین شیشے چڑھائے پھر ٹرانسمیٹر نکال کر اپنے دست راست کو مخاطب کیا۔ پوچھا۔ "کسی عورت کا بندوبست ہوا؟"

"جناب، ابھی کر رہا ہوں۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ وہ مکان اسی طرح خالی رہنے دو۔ میں نے دوسرے کے نام کر دیا ہے۔ اب اُدھر کا رُخ نہ کرنا۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر بند کر کے اطمینان کی گہری سانس لی۔ اب اتنا پکا کام ہو گیا تھا کہ وہ تینوں اُسے کبھی تلاش نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی ٹرانسفارمر مشین تک پہنچ سکتے تھے۔ اُس نے اب تک کتنے ہی کام کے آدمی جمع کر لیے تھے۔ آئندہ بھی ایک مضبوط اور خطرناک تنظیم کی تشکیل کے لیے ایسے لوگوں کو تلاش کرنا تھا اور سب سے اہم تلاش ایک ٹیلی پیتھین جاننے والے کی تھی۔

اب ذرا اُن تینوں کی روداد سنیے۔ سُپر ماسٹر، جنرل ڈیکورا اور کرنل جم زیادہ دنوں تک خوش نہ رہ سکے۔ میجر برائٹ دوسرے دن اپنا سامان لینے نہیں آیا۔ اُس کی جگہ جس افسر کی تقرری ہوئی تھی، اُسے وہ بنگلہ ملنے والا تھا لیکن وہاں میجر برائٹ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ اُس کا استعفا منظور کرنے والوں نے اُس کے نام نوٹس بھیجا لیکن نوٹس کہاں پہنچتا؟ جبکہ وہ لاپتا تھا۔ آخر اوپر سے یہ احکامات صادر کیے گئے کہ اُس کا تمام سامان اٹھا کر سرونٹ کوارٹر میں لاک کر دیا جائے جب وہ آئے گا تو لے جائے گا۔ وہ بنگلہ نئے آفیسر کے لیے کھول دیا جائے۔

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "وہ ہمارا ایک اچھا ساتھی تھا۔ پتا نہیں کہاں چلا گیا۔ اگر اجازت ہو تو ہم امانت کے طور پر اس کا تمام سامان رکھ لیتے ہیں۔"

اُنھیں اجازت مل گئی۔ کرنل جم اپنے ساتھ ایک بڑا سا ٹرک لے کر آیا۔ مزدور سامان اٹھا کر اس پر لادنے لگے۔ جب ایک اسٹور روم کو کھولا گیا تو کرنل جم حیران رہ گیا۔ وہاں تین عدد ٹرانسفارمر مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔ اُس نے جلدی سے دروازے کو بند کر دیا پھر فون کے ذریعے جنرل ڈیکورا کو اطلاع دی۔ جنرل ڈیکورا نے یہ سُپر ماسٹر تک پہنچائی۔ وہ دونوں دوڑے چلے آئے۔ یہ فوری طور پر سمجھ میں نہیں آیا کہ تین عدد ٹرانسفارمر مشینیں اسٹور روم میں کیوں پڑی ہیں؟

سُپر ماسٹر نے پوچھا۔ "کیا اُس نے چار عدد مشینیں بنائی تھیں ایک اپنے ساتھ لے گیا، تین کو یہاں لاک کر گیا؟"

"وہ اتنا نادان نہیں ہے کہ اتنی اہم مشینیں چھوڑ کر چلا جائے گا۔ میرا خیال ہے یہ مشینیں ناکارہ ہیں۔ اُس کے کام کی نہیں تھیں، اسی لیے چھوڑ گیا ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "ہم یہاں اس سلسلے میں بحث نہیں کر سکتے۔ ان مشینوں کو لاد واؤ اور اپنے گھر لے چلو۔"

وہ تینوں مشینیں جنرل ڈیکورا کے گھر دوسرے سامان کے ساتھ پہنچ گئیں۔ وہ تینوں اپنی اپنی پسند کی بوتلیں اٹھا کر بیٹھ گئے۔ پھر سُپر ماسٹر نے پوچھا۔ "آخر یہ کیا چکر ہے؟"

تینوں کے دلوں میں چور تھے۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ سوچ رہا تھا۔ میں نے میجر برائٹ کے ساتھ دو ٹرانسفارمر مشینیں بنائیں، ایک خود رکھی، دوسری برائٹ کو دی۔ برائٹ اپنی مشین لے گیا۔ یہ تینوں مشینیں کہاں سے آ گئیں؟

جنرل ڈیکورا نے کہا۔ "میجر برائٹ نے ٹرانسفارمر مشین کا جو نقشہ بنایا ہے اور جتنی ڈیٹیلز کاغذات میں لکھی ہوئی ہیں، اُن سب کی بلیو پرنٹ بنائی جائے، ہم اس بلیو پرنٹ کے ذریعے کسی بہت بڑے مکینک سے رابطہ کریں گے اور اس سے یہ معلوم کریں گے کہ یہ تینوں مشینیں بالکل ہی ناکارہ ہیں یا کارآمد ہو سکتی ہیں۔"

"ہم کسی مکینک کے ذریعے ان مشینوں کے بارے میں ضرور معلوم کریں گے لیکن یہ بھی معلوم کرنا بہت ضروری ہے کہ یہ تین مشینیں کیوں ہیں، کہاں سے آ گئی ہیں، کیسے تیار ہوئی ہیں؟ کیا میجر برائٹ ہم میں سے کسی کے ساتھ مل کر یہ کام کر رہا تھا۔ ایک ایک ٹرانسفارمر مشین بنانا تو بہت کام ہوتا رہا تھا۔ آخر میں وہ کامیاب ہو گیا۔ باقی ناکارہ مشینوں کو چھوڑ گیا اور کارآمد مشین اٹھا کر لے گیا۔"

کرنل جم نے کہا۔ "یہ کہنا غلط ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کام میں شریک تھا۔ ہو سکتا ہے اُس نے کسی اور کو راز دار بنایا ہو؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مشین تیار کرنے کے لیے اُس کے پرزوں کی اور حصّوں کی ڈھلائی کرنا ہوتی ہے، وہ ہر جگہ نہیں ہو سکتی، وہ صرف ہم اور تم اپنے اپنے ذرائع سے کرا سکتے ہیں۔ میجر برائٹ نے یہ کام بہت کم مدت میں کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے، بڑی جلدی اور بڑی آسانی سے سہولتیں فراہم کی گئی ہیں اور یہ ہم میں سے کوئی بھی کر سکتا ہے۔"

"آخر تم اس بات پر کیوں زور دے رہے ہو کہ ہم اُس کے ساتھ شریک تھے؟"

"اگر ہم نے غلطی کی ہے اور ہماری غلطی سے میجر برائٹ فائدہ اٹھا کر جا چکا ہے تو اب بھی ہم سنبھل سکتے ہیں۔ ہم پچھلی غلطیوں سے تہیہ کر کے متحد ہو کر اُسے تلاش کر سکتے ہیں۔ آخر وہ جائے گا کہاں؟ اتنی جلدی اتنا بڑا ملک چھوڑ نہیں سکتا۔ مشین کے کئی حصّے ہیں۔ وہ تمام حصّوں کو لے کر سرحد پار نہیں جا سکتا۔ بلیک پورٹ سے بھی جائے گا تو اُس کے لیے خطرہ ہے لہٰذا وہ اس ملک میں ہے اور میں اُسے چوہے کے بل سے بھی کھینچ نکالوں گا۔"

جنرل ڈیکورا نے سُپر ماسٹر سے کہا۔ "تم درست کہتے ہو۔ تمہاری طرح ہم بھی بڑے ذرائع کے مالک ہیں۔ ہم بھی اُسے کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ نکالیں گے۔ آخر وہ بچ کر کہاں جائے گا لیکن یہ بات ملخ سے نکال دو کہ ہم میں سے کسی نے سازش کی ہے اور اُس کا اس سلسلے میں ساتھ دیا ہے۔"

کرنل جم نے کہا۔ "وہ تنہا یہ کام کر رہا تھا۔ اُس کی پشت پر کوئی مضبوط ہاتھ تھا۔ وہ چپ چاپ نقشہ بناتا تھا۔ سامان تیار کرواتا تھا اور مشین کے حصّوں کو اسمبل کرتا تھا۔ اس طرح اُس نے تین ناکارہ مشینیں بنائیں اور چوتھی میں کامیاب ہو گیا جس میں کامیاب ہوا اُسے لے کر چپ چاپ نکل گیا۔"

وہ تینوں غلطیاں کر چکے تھے۔ اُن کا اعتراف کرنے کے لیے تیار نہیں تھے، ہاں، اگر اعتراف کرنے سے ٹرانسفارمر مشین ملنے کا یقین ہوتا تو ایسا کر لیتے۔ وہ خواہ مخواہ ایک دوسرے کی نظروں میں گرنا نہیں چاہتے تھے۔ بہرحال اس مشین کے نقشے کا ایک بلیو پرنٹ تیار کیا گیا۔ خفیہ طور پر ایک بہت تجربہ کار مکینک سے رابطہ قائم کیا گیا۔ اُس سے کہا گیا۔ "یہ نقشہ ہے اور ان کاغذات میں اس کی تفصیل ہے اور یہ تین عدد مشینیں ہیں۔ ان کو اچھی طرح کھول کر جانچ پڑتال کرو، یہ کس کام کے لیے بنائی گئی ہیں؟"

میجر برائٹ کی جگہ جو نیا میکینکل انجینئر آیا تھا، اُس نے پہلے ہی دن تہ خانے میں جانے کی اجازت حاصل کی۔ اس ٹرانسفارمر مشین کو دیکھا۔ اُس کے نقشے اور اُس کی تفصیلات کا جائزہ لیا لیکن جب آزمائشی طور پر آپریٹ کرنا چاہا تو مشین اسٹارٹ نہیں ہوئی۔ اُس کی خرابیوں کو سمجھنے کے لیے اُسے کھولنا پڑا۔ کھولنے کے بعد انکشاف ہوا کہ اس کے اندر جو پرزے ہیں وہ اس مشین سے تعلق نہیں رکھتے ہیں اور نہ ہی اس نقشے میں اُن کا کوئی ذکر ہے اور جن کاغذات میں اُن پرزوں کی تفصیل لکھی گئی ہے اُن سے یہ مطابقت نہیں رکھتے ہیں۔ صاف ظاہر ہو گیا کہ بہت بڑا فراڈ کیا گیا ہے اور اب وہ مشین کسی کام کی نہیں رہی ہے۔

یہ زبردست نقصان تھا۔ اُسے حکمران برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ فوج کے اعلیٰ افسران نے سُپر ماسٹر، جنرل ڈیکورا اور کرنل جم سے جواب طلب کیا۔ بھلا وہ کیا جواب دیتے۔ وہ ایک ہی بات کہتے تھے۔ "مشین کا تعلق میجر برائٹ سے تھا۔ وہ کیا کرتا تھا، ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ جیسا سمجھاتا تھا ہم سمجھ لیتے تھے۔ اُس نے دو بار کامیاب تجربے کیے، ہم سب مطمئن ہو گئے۔ آپ تمام لوگ بھی مطمئن تھے لیکن بعد میں اُس نے چکر چلایا اور ہمیں اس کا علم نہ ہو سکا۔"

ایک ڈنڈے دار افسر نے کہا۔ "اسی طرح اُس خفیہ تہ خانے سے ہمارے اہم راز بھی چوری ہو گئے تب بھی آپ لوگ یہی کہیں گے کہ چوری چھپنے کی ہے، آپ اس کے ذمے دار نہیں ہیں۔"

دو دنوں تک اُن تینوں کے خلاف سخت کارروائی ہوتی رہی، پھر آخری فیصلے کے مطابق تینوں کو اُن کے عہدوں سے برطرف کر دیا گیا۔ یہ فیصلہ سنانے سے پہلے ہی جو جب اُن سے جواب طلبی ہو رہی تھی تو جنرل ڈیکورا اچانک روپوش ہو گیا تھا۔

اُس کی روپوشی کی ایک وجہ یہ تھی کہ اُس نے بھی خفیہ طور سے ایک میکینکل انجینئر سے رابطہ قائم کر کے اپنی مشین اُس کے سامنے رکھ دی تھی۔ بلیو پرنٹ بھی موجود تھا۔ اُس انجینئر نے مشین کو کھول کر وہی رپورٹ دی جو میجر برائٹ کی جگہ آنے والے افسر نے دی تھی۔ جب یقین ہو گیا کہ میجر برائٹ اُسے بھی دھوکا دے گیا ہے تب اُس نے قسم کھائی کہ اُس سے انتقام ضرور لے گا۔

اُس کی روپوشی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اتنے اہم عہدوں سے نکالے جانے کے بعد لوگ سرکاری طور پر روپوش کر دیے جاتے ہیں۔ پتا نہیں، ان اہم عہدے داروں کی جو بڑے بڑے رازوں سے واقف ہوتے ہیں، آئندہ زندگی کیسے گزرتی ہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد جب اُن کا ریکارڈ صاف ستھرا ہوتا ہے تو انھیں ایک جگہ نظر بند کر دیا جاتا ہے۔ ریکارڈ خراب ہو تو انھیں کہیں غائب کر دیا جاتا ہے۔ سنا ہے انھیں سزا دینے کے لیے کوئی انجکشن وغیرہ لگا کر پاگل بنا دیا جاتا ہے اور پاگل خانے کے خصوصی وارڈ میں رکھا جاتا ہے۔ جہاں سخت پہرا ہوتا ہے۔ اگر اتنا بڑا عہدے دار کوئی بہت بڑی غلطی کرے، کسی بہت

بڑے جرم کا مرتکب ہو تو سزائے موت بھی دی جاتی ہے۔

فی الحال انھیں سزا کے طور پر عہدے سے الگ کر دیا گیا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ سپرماسٹر اور کرنل جم سے کہا گیا تھا کہ وہ تہ خانے میں جائیں اور نئے عہدے داروں کو وہاں کا چارج سونپ دیں۔ وہ حکم کی تعمیل کے لیے تہ خانے میں آئے، وہاں شیشے کے کیبن میں ایک شخص بیٹھا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی سمجھ میں آ گیا، یہ نیا سپرنٹنڈنٹ ہے۔

اُس کی آواز سنائی دی: "دو دن پہلے تم اِس کرسی پر تھے، آج میں ہوں۔ ہو سکتا ہے، آنے والا کل مجھے بھی تمھاری جگہ پہنچا دے۔ یہ صرف مقدر کی بات نہیں ہوتی۔ انسان کی حکمت عملی بھی کچھ ہوتی ہے۔ آج تک بننے سپرماسٹر آئے، اُن میں گراہم ہارڈ لے سب سے کامیاب رہا۔ وہ برسوں پُراسرار بن کر فریاد کی نیندیں اُڑاتا رہا۔ اُس نے سونیتا، سونیا اور مرجانہ جیسی ناقابلِ شکست عورتوں کو کوما میں پہنچا دیا۔ مرجانہ کہلاتی تھی، اُس کی زندگی کو موم کی طرح پگھلا کر رکھ دیا، بیشک وہ فریاد کو اپنے قابو میں نہ کر سکا۔ یہ اُس کی ناکامی تھی۔ ناکام ہونا اور بات ہے، تم لوگوں کی طرح غدار ہونا اور بات ہے۔"

سپرماسٹر اور کرنل جم نے کہا: "ہم غدار نہیں ہیں۔ ہمارا فیصلہ ہو چکا ہے۔ آپ کام کی بات کریں۔ ہم یہاں چارج دینے آئے ہیں۔"

"اس سے پہلے ہی میں نے چارج سنبھال لیا ہے، تم لوگوں کے سلسلے میں ابھی آخری فیصلہ سُنایا نہیں گیا کیونکہ جنرل ڈیکورا فرار ہو گیا ہے۔ وہ کہاں جائے گا۔ کمبخت چاہتا ہے اس کے ساتھ بچّو ہے بلّی کا کھیل کھیلا جائے تو ہمیں ہی، ویسے تم دونوں کا آخری وقت آ چکا ہے۔"

وہ ذرا چونک گئے۔ شیشے کے کیبن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"یہاں تم دونوں کی باتیں ریکارڈ ہو رہی ہیں لہٰذا سچ سچ بیان دو۔ ٹرانسفارمر مشین کیسے ناکارہ ہو گئی اور میجر برانٹ کہاں ہے؟"

"ہم نہیں جانتے، قسم کھا کر کہتے ہیں، ہمیں مشین کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔"

نئے سپرماسٹر نے آواز دی: "بہرام گنگولی۔"

تہ خانے کا دروازہ کھل گیا۔ اس دروازے پر قد آور پہاڑ جیسا بہرام گنگولی دونوں ہاتھ کمر پر رکھے، پاؤں پھیلائے کھڑا تھا۔ نئے سپرماسٹر نے کہا: "ان سے مشین کے بارے میں حقیقت اُگلواؤ۔"

وہ ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اُن کی طرف آنے لگا۔ دونوں پیچھے ہٹتے ہوئے بولے: "نہیں، یہ ظلم ہے، یہ سراسر ظلم ہے۔ دوسرے کے جرم کی سزا ہمیں مل رہی ہے۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔"

نئے سپرماسٹر نے کہا: "بہرام! انھیں جان سے مار لو لیکن ایسی پٹائی کرنا کہ یہ زندہ رہنے کے لیے سچ بولنے پر مجبور ہو جائیں۔"

وہ بہرام گنگولی کے فولادی شکنجے سے بچنے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ سپرماسٹر نے کہا: "بہرام! تم میرے وفادار تھے، بیشک میں سپرماسٹر نہیں رہا لیکن انسان کو اپنی وفاداری نہیں بھولنا چاہیے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "میں تمھارا نہیں، اِس حکومت کا وفادار ہوں۔ مجھے تم سے نہیں، اس حکومت سے مراعات حاصل ہوتی ہیں، جو نیا سپرماسٹر آئے گا، میں اُسی کا وفادار رہوں گا۔ تمھاری بھلائی اِسی میں ہے کہ مار کھانے سے پہلے سچ اُگل دو ورنہ تم اپنی سپرماسٹری کے دَور میں دیکھ چکے ہو، میرے ہاتھ کسی کو بچ کر جانے نہیں دیتے۔"

وہ باتیں کرتے کرتے انھیں دوڑانے لگا۔ یہ اُس کا کھیل تھا۔ زندہ جانوروں کو دوڑا دوڑا تا تھا پھر اچانک لگا کر انھیں دبوچ لیتا تھا، پھر اُن کی گردن مروڑ کر نرخرے پر دانت رکھ کر ایسے کاٹتا تھا کہ ذبح کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ وہ دونوں تو انسان تھے۔ اس سے کب تک بچ سکتے تھے۔ اُس نے دونوں کو بیک وقت دبوچ لیا۔ وہ گڑگڑا کر کہنے لگے: "ہم بتائیں گے، ضرور بتائیں گے۔ ہم جو کہیں گے، سچ کہیں گے اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہیں گے۔"

بہرام نے انھیں نہیں چھوڑا لیکن گرفت ڈھیلی کر دی۔ وہ جلدی جلدی بولنے لگے۔ ساری داستان شروع سے آخر تک سنانے لگے۔ اس جرم کا اعتراف کر لیا کہ وہ میجر برانٹ کے ساتھ مل کر نئی ٹرانسفارمر مشین بنانا چاہتے تھے بلکہ برانٹ نے بنا لی ہے اور اُسے لے کر کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ اور یہ تہ خانہ چھوڑنے سے پہلے ٹرانسفارمر مشین کو بگاڑ چکا ہے کوئی اب اُسے قابلِ استعمال نہیں بنا سکے گا۔

جب ساری باتیں اُگل دی گئیں تو نئے سپرماسٹر نے کہا: "تم خود اپنی غداری کا اعتراف کر چکے ہو، تم لوگوں نے اتنی اہم ٹرانسفارمر مشین کو ناکارہ بنا دیا اور میجر برانٹ کو دوسری مشین لے جانے کا موقع دیا۔ بات صرف مشین کی نہیں ہے اور بہت سے راز تم لوگوں کے دماغوں میں ہیں۔ آج اس مشین کے معاملے میں غداری کی اگر دوسرے رازوں کے معاملے میں بھی کر سکتے ہو لہٰذا تم لوگوں کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ بہرام گنگولی، اپنا کام پورا کرو۔"

اس کے ساتھ ہی سپرماسٹر اور کرنل جم کی چیخیں تہ خانے میں گونجنے لگیں۔ شیشے کا وہ کیبن آہستہ آہستہ فرش میں دھنستا جا رہا تھا۔ پھر کیبن کی اوپری چھت فرش کے برابر ہو گئی۔ وہ کیبن کے ساتھ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تہ خانے کے نچلے حصّے میں اگر ٹی وی اسکرین پر دیکھنے لگا۔ وہ بہرام گنگولی کی گرفت میں تڑپ تڑپ کر مر رہے تھے۔ آخر اُن کا تڑپنا ختم ہو گیا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ بہرام نے انھیں فرش پر پھینک دیا۔ نئے سپرماسٹر نے مائک کے ذریعے کہا: "لاشیں وہاں سے لے جاؤ۔ اپنا کارڈ سوئچ کرو اور باہر نکل جاؤ۔"

وہ خاموش رہ کر ٹی وی اسکرین پر اُسے دیکھتا رہا۔ جب حکم کی تعمیل ہو گئی تو اُس نے ٹی وی اور مائک کو آف کر دیا۔

جنرل ڈیکورا اپنے حفاظتی انتظامات کے مطابق ایک خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا۔ اب اُسے مستقل طور پر چھپ کر رہنا تھا اور مستقل چھپنے کے لیے چہرہ بھی ہمیشہ کے لیے تبدیل کرنا تھا۔ دورِ حاضر میں سرجری کی نئی تیکنک نے یہ مسئلہ نہایت آسان کر دیا تھا۔ جنرل ڈیکورا کے لیے یہ اور بھی آسان یوں تھا کہ پلاسٹک سرجری کرنے والا اُس کا اپنا داماد تھا۔ اس نے فرار ہونے کے بعد پہلا کام یہی کیا تھا، فون پر اپنے داماد کو ہدایت دی کہ پلاسٹک سرجری کا تمام ضروری سامان تیار رکھے۔ میرا ایک آدمی آ رہا ہے۔ تم سامان کے ساتھ چلے آنا۔

ڈیکورا اچھی طرح جانتا تھا، اُس کا داماد نہایت سچّا، ایماندار اور محبِّ وطن ہے اس لیے اُس نے حقیقت نہیں بتائی۔ جب وہ خفیہ رہائش گاہ میں پہنچا تو اُس نے کہا: "مائی سن! میں حکومت کے ایک خفیہ کام سے غیر ملک جا رہا ہوں، ایک سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری لازمی ہے۔ میں نے اس کام کے لیے تمھیں منتخب کیا ہے۔ آؤ ایک ایسا چہرہ بنا دو کہ میری عمر بھی کم نظر آئے اور کوئی مجھے کسی طرح بھی پہچان نہ سکے۔"

اُس نے خوش ہو کر کہا: "آپ واقعی وطن کے لیے اس عمر میں بھی خطرات سے کھیلتے ہیں۔ مجھے خوشی ہے، میں یہ کام اپنا قومی فرض سمجھ کر کروں گا۔"

اور وہ قومی فرض سمجھ کر کرتا رہا۔ ہلکی پھلکی سرجری ایک گھنٹے میں ہو جاتی ہے لیکن اُس نے کئی گھنٹے لگائے۔ بڑی محنت سے کام کیا۔ اسے ایسا خوبصورت بنایا کہ وہ تیس برس کا جوان دکھائی دینے لگا۔ ہاتھوں پر بھی سرجری کی تاکہ کہیں سے بڑھاپا نہ جھلکے۔ اس طرح انگلیوں کی بھی سرجری ہو گئی۔ ان انگلیوں کے پچھلے نشانات ختم ہو گئے، نئے بن گئے۔

جنرل ڈیکورا نے قدِ آدم آئینے کے سامنے اپنا جائزہ لیا۔ پھر اُس کے شانوں کو تھپکتے ہوئے کہا: "شاباش مائی سن! تم نے میری مشکل آسان کر دی۔ اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔ اگر میں تمھارے سامنے ایک مجرم کی حیثیت سے آ جاؤں تو کیا کرو گے؟"

وہ مسکرا کر بولا: "میں کبھی آپ کو مجرم تسلیم ہی نہیں کروں گا۔"

"میں سنجیدگی سے پوچھ رہا ہوں۔ اگر تمھیں یہ معلوم ہو کہ میں مفرور ہوں اور قانون کے محافظ مجھے تلاش کر رہے ہیں تو کیا کرو گے؟"

"آپ لیرا کے فادر ہیں۔ میں بھی آپ کو فادر ہی کی جگہ سمجھتا ہوں لیکن ہم وطن ہے میں اور وطن ہم سے ہے، ہمارا ملک ایک سپر پاور ہے۔ اس میں ہماری ایمانداری اور محبِّ الوطنی شامل ہے۔ اگر آپ مجرم کی حیثیت سے سامنے آئیں گے تو میں آپ کو قانون کے حوالے کر دوں گا۔"

"ہو سکتا ہے، تم مجھے قانون کے حوالے نہ کر سکو اور خود جان سے جاؤ۔"

"کوئی بات نہیں، ایک اعلیٰ مقصد کے لیے بڑی خوشی سے جان دے دوں گا۔"

"تو پھر تم جان دے ہی دو۔"

"یہ آج آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟"

"اپنے دائیں بائیں دیکھو۔"

اُس نے سر گھما کر پہلے دائیں پھر بائیں دیکھا۔ دو شخص ریوالور لیے کھڑے ہوئے تھے۔ ریوالور کی نالوں پر سائلنسر لگے ہوئے تھے۔ اُس نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیا مذاق ہے؟ کیا اب تک جو باتیں ہوتی رہیں، وہ سچ ہیں، آپ سنجیدگی سے یہ کہہ رہے تھے؟"

"کیا میں نے کبھی تم سے مذاق کیا ہے؟"

"لیکن آپ تو محبِّ وطن تھے۔ مجرم کیسے بن گئے؟ کیا واقعی قانون کے محافظ آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ کس جرم کے سلسلے میں مفرور ہیں؟"

"یہ ایک لمبی داستان ہے۔ میں نے جرم کیا ہے۔ اپنے عہدے سے ہٹا دیا گیا ہوں۔ مجھے سزائے موت ہونے والی تھی مگر میں نے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ اس سلسلے میں تم نے بڑی مدد کی، اسے یاد رکھوں گا۔ اس احسان کے بدلے میں تمھیں کچھ دے تو نہیں سکتا البتہ لینے پر مجبور ہوں۔ تمھیں یہاں سے زندہ نہیں جانا چاہیے۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ جانتے ہیں، آپ کی بیٹی مجھے کتنا چاہتی ہے۔ آپ کی بیٹی نے میرے لیے ایک بچّے کو جنم دیا ہے۔ میں آپ کا داماد ہوں، آپ کی بیٹی کا شوہر ہوں۔ آپ کے نواسے کا باپ ہوں اور آپ مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں؟"

"تم بھی تو اپنے سُسر کو قانون کے حوالے کرنا چاہتے تھے۔ میں جانتا ہوں یہاں سے زندہ جاؤ گے تو ضرور ایسا کرو گے۔ یہ پلاسٹک سرجری میرے لیے بے کار جائے گی۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ آپ اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کو بیوہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"ابھی یقین دلاتا ہوں۔"

اُس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ ٹھائیں ٹھائیں کی پھنسی پھنسی آواز کے ساتھ گولیاں چلیں۔ وہ اُچھل کر فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔ دو گولیاں اور اُس کے جسم میں اُتار دی گئیں۔ ذرا سی دیر میں وہ ساکت ہو چکا تھا۔

جنرل ڈیکورا نے جو کیا، وہ نئی بات نہیں تھی۔ انسانی تاریخ میں ہزاروں لاکھوں بار ایسا ہوتا رہا ہے۔ باپ بیٹے کو قتل کر کے، بیٹا باپ کو قتل کر کے، سُسر داماد کو اور داماد سُسر کو قتل کر کے حکمرانی کا تاج پہنتے رہے ہیں۔ جنرل ڈیکورا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "آج میری بیٹی بیوہ ہو گئی۔ کوئی بات نہیں، دو چار دن آنسو بہائے گی، آخر

جوان ہے۔ لمبی عمر پڑی ہے۔ ایک نیا جیون ساتھی تلاش کرے گی۔ اُس کے لیے زندگی گزارنے کے ذرائع محدود نہیں ہیں۔ وہ ہنستی کھیلتی، اپنے پوتوں کے ساتھ زندگی گزار لے گی، واما داآخر کیا ہے۔ وہ تو پھر پرائے گھر سے آئی ہے۔ کوئی بات نہیں، ایک اور آجائے گی۔"

اُس کے دونوں ماتحت لاش چھپانے گئے تھے۔ وہ اپنے نئے چہرے کے ساتھ صرف اُن دونوں کے سامنے آنا تھا۔ انھیں برسوں سے آزماتا آرہا تھا۔ وہ قابلِ اعتماد تھے۔ اس کے باوجود وہ چاہتا تھا، نئے چہرے کے ساتھ کوئی نہ پہچانے۔ اُس نے پلاسٹک سرجری سے پہلے ہی ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ایک خاص ماتحت کو حکم دیا تھا "میرا حکم غور سے سنو اور اس پر عمل کرو۔ پائلٹ اسٹریٹ کے بنگلا نمبر چار کے سامنے رہو۔ وہ چار گھنٹے بعد اس بنگلے میں رہنے والے دو اشخاص ایک بڑا سا بنڈل لے کر باہر نکلیں گے۔ اُسے سفید کار کی ڈکی میں رکھیں گے۔ جب وہ بنگلے سے نکلنے والے ہوں گے تو میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اشارہ دوں گا۔ کوئی بات نہیں کروں گا۔ صرف اشارہ ملے گا۔ تم کار کے انجن کے پاس ایک طاقت ور ٹائم بم رکھو گے۔ اس کی بلاسٹنگ کے لیے بیس منٹ کا وقت مقرر کرو گے۔ پھر وہاں سے چلے جاؤ گے۔ اس کے بعد کبھی اُس کوٹھی کی طرف رُخ نہیں کرو گے۔"

جب اُس کے ماتحت داماد کی لاش کو پلاسٹک کے تھیلے میں پیک کرنے لگے تو اُس نے پوچھا۔ "کتنی دیر میں یہاں سے نکلو گے؟"

ایک نے کہا۔ "سر! پانچ منٹ لگیں گے۔"

جنرل ڈیکورا نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اشارہ پہنچا دیا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا، پردے کی آڑ سے دیکھا، اس کا خاص ماتحت سفید کار کے پاس پہنچ چکا تھا اور اُس کا بونٹ اٹھا کر انجن پر جھک گیا تھا۔ ڈیکورا کبھی اُدھر اور کبھی اِدھر دیکھ رہا تھا۔ ٹھیک پانچ منٹ بعد وہ دونوں لاش اٹھانے لگے۔ اُدھر کام مکمل نہیں ہوا تھا۔ ڈیکورا نے کہا۔ "ذرا ٹھہرو، میرے چند سوالوں کے جواب دو، کیا ڈکی میں صرف لاش رکھی جائے گی؟"

"نو سر! ہم نے پورچ میں سیب کے کئی ٹوکرے رکھے ہیں۔ لاش کو ڈکی میں رکھنے کے بعد اس ڈکی کو سیبوں سے بھر دیں گے۔ اقل تو ہم ایسے راستوں سے گزریں گے، جہاں کوئی چیک پوسٹ نہ ہو اور نہ ہی کسی کو شبہ ہو۔ اگر کسی نے شبہ کیا اور ڈکی کھول کر دیکھنا چاہا تو اُسے صرف سیب ہی نظر آئیں گے۔"

ڈیکورا کن انکھیوں سے کھڑکی کے پار دیکھ رہا تھا۔ اُس کا خاص ماتحت اپنا کام کر چکا تھا اور وہاں سے جا رہا تھا۔ اُس نے اپنے ماتحتوں سے کہا۔ "میں تم لوگوں کے کام سے بہت خوش ہوں، واپس آؤ گے تو تمھیں انعام ملے گا۔"

وہ دونوں لاش اٹھا کر چلے گئے لیکن انعام لینے کبھی واپس نہ آسکے

دوسرے دن کے اخبارات میں ایک ایسی کار کی تصویر شائع ہوئی تھی جس کے پرخچے اُڑ گئے تھے۔ اس میں تین آدمیوں کی لاشیں تھیں۔ تیسرے کے متعلق خیال تھا کہ اُس کے جسم میں چار گولیاں اتاری گئی تھیں۔ اُن کے چہرے اس قدر بگڑ گئے تھے کہ شناخت ممکن ہی نہیں تھی۔

جنرل ڈیکورا نے بوتل کھول کر منہ سے لگائی۔ اب وہ محفوظ تھا۔ کوئی اُسے نئے چہرے سے پہچان نہیں سکتا تھا، اور جتنے بھی وفادار ماتحت تھے، انھیں اُس کی آواز سُن کر حکم کی تعمیل کرنا تھی۔ اُس کا پہلا مقصد یہی تھا کہ جلد سے جلد میجر برائٹ کو تلاش کیا جائے۔ اُسے تلاش کرنے کے لیے چند اہم باتوں کا خیال رکھنا تھا۔

پہلی بات، اس نے بھی خود کو چھپانے کے لیے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی ہوگی یا اس کا موقع نہ ملا ہو تو عارضی میک اپ میں ہوگا۔

دوسری بات، اُس کے پاس بہت بھاری سامان ہے اور اُسے چھپانے کے لیے کوئی محل نما کوٹھی خرید چکا ہوگا۔ اگر وہ مالی مشکلات میں ہوگا تو سامان کو کسی قبرستان میں چھپانے کی کوشش کرے گا۔

تیسری بات، بعض اسمگلروں کے پاس ایسی گاڑیاں ہوتی ہیں جن کے پچھلے حصے پر لوہے کی پلیٹ ہوتی ہے۔ اس پلیٹ اور گاڑی کے پچھلے حصے کے درمیان اتنی جگہ ہوتی ہے کہ اسمگلنگ کا مال چھپایا جاتا ہے۔ وہ بھی اپنا سامان اسی طرح چھپا کر رکھ سکتا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ یہاں کے تمام ایئر پورٹ کی اُس کے آدمیوں کو چوبیس گھنٹے نگرانی کرنا چاہیے۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ یہاں کی کس ریاست میں جا کر پناہ لے گا۔ اُسے ڈھونڈ نکالنے میں ایک دن بھی لگ سکتا ہے اور ایک سال بھی لیکن اُس کی تلاش بند نہیں کرنا ہے، وہ ایک نہ ایک دن ضرور ملے گا۔

ڈیکورا نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ "وہ کوئی محل نما کوٹھی خرید چکا ہوگا، جہاں تہ خانہ ہو سکتا ہے۔ تم لوگ ہر ضلع کے اُس دفتر میں جاؤ جہاں جائداد کی خرید و فروخت کے سلسلے میں اندراج ہوتا ہے۔ پچھلے ایک مہینے میں جتنے نئے بڑے مکانات، بنگلے اور کوٹھیاں خریدی گئی ہیں، ان سب کے نام پتے نوٹ کر کے لے آؤ۔"

جنرل ڈیکورا ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہدایات دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "تمھارے پاس ستر آدمی ہیں، جنھیں میں منہ مانگی تنخواہ دیتا ہوں۔ تم انھیں اچھی طرح سمجھا دیا یا کرو۔ اُن کا ہر مطالبہ پورا کرو۔ لیکن کام پورا لیا کرو۔ انھیں چوبیس گھنٹے سے زیادہ سونے کی اجازت نہیں دینا ہے۔ ساتویں گھنٹے سے وہ اٹھ کر کھڑے ہو جائیں اور اپنے کام سے لگ جائیں۔ اگر یہ لوگ تندہی سے تلاش کریں گے تو ہم

ت جدا سے ڈھونڈ نکالیں گے۔ انھیں ایسے ویران قبرستانوں میں بھی جانا ہے جہاں لاشیں چھپا کر لائی جاتی ہیں اور قبرستان کے کارکنوں کو بوتلیں دے کر انھیں قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ تم بھی اُن کارکنوں کو بوتلیں دو گے تو اُن قبروں کا سراغ ضرور مل جائے گا اور ہر قبر کو کھود کر دیکھا جا سکے گا۔"

جنرل ڈیکورا روز اُن سے پوچھتا تھا اُن کے کاموں کا حساب بتاتا تھا۔ وہ کس طرح کام کر رہے ہیں، کیسے تلاش کر رہے ہیں، اگر کوئی کوتاہی کرتا تو اُسے وارننگ دی جاتی، ایسے دو افراد تھے جنھیں دو بار وارننگ دی گئی تھی، تیسری بار گولی ماری دی گئی تھی۔

وہ فوج میں جنرل رہ چکا تھا۔ جانتا تھا، اپنے ماتحتوں کو کس طرح اپنی کمانڈ میں رکھنا چاہیے۔ یہاں بھی اُس نے وہی فوجی انداز اختیار کیا تھا جس کے نتیجے میں اسے روز اطلاع ملتی تھی کہ فلاں ریاست کے فلاں ضلع میں، فلاں شہر میں اتنے مکان فروخت ہوئے، خریدنے والوں کے نام اور پتے بھی معلوم ہوتے جا رہے تھے۔ اس کے مطابق اُس کے ماتحت وہاں پہنچتے تھے۔ پہلے دور ہی دور سے نگرانی کرتے تھے۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ خریدنے والے کا قد کیا ہے، جسامت کیسی ہے۔ اُس کی چال میں نوجوں جیسا انداز ہے یا نہیں؟ یہ ساری باتیں جنرل ڈیکورا نے اپنے آدمیوں کو سمجھا دی تھیں کہ میجر برائٹ جنابھی بھیس بدل لے، وہ ایک فوجی کے انداز میں چلے گا۔ اُس کے قد اور جسامت کے بارے میں بھی بتایا گیا تھا۔ وہ خود اپنی گاڑی میں ایسے مقامات تک پہنچتا تھا۔ دُور ہی دُور سے اُن کی نگرانی کرتا تھا۔ اس طرح اپنے لوگوں کی کارکردگی بھی دیکھتا جاتا تھا۔

اس طرح سات ماہ گزر گئے۔ ایک دن اچانک ایسے مکان کی اطلاع ملی، جسے انہی تاریخوں میں خریدا گیا تھا۔ جب میجر برائٹ ان سے رخصت ہوا تھا، اس سلسلے میں جس جس نے جنرل ڈیکورا کو چونکایا تھا، وہ یہ تھی کہ مکان کے پچھلے حصے میں چھوٹا سا قبرستان ہے۔ اس مکان میں برسوں سے ایک خاندان آباد تھا۔ اُن کے عزیز و اقارب اور بزرگوں کو مرنے کے بعد وہاں دفنایا جاتا تھا۔

ایک بات مایوس کُن تھی اور وہ یہ کہ جسٹر اراسمن کے سب سے بڑے آفیسر نے اُسے خریدا تھا۔ سوال پیدا ہوتا تھا کیا وہ افسر میجر برائٹ سے ملا ہوا ہے؟ یہ کوئی ناممکن بات نہیں تھی، دونوں میں گٹھ جوڑ ہو سکتا تھا۔

ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ میجر برائٹ نے اس افسر کی عدم موجودگی اور لاعلمی میں وہاں کی کسی قبر میں مشین کو چھپا دیا ہو۔

اُس کے ماتحت نے بتایا۔ "وہ مکان ہمیشہ ویران رہتا ہے۔ دن کو ایک بار وہ افسر نظر آیا تھا۔ کسی ٹھیکیدار سے مکان کے سلسلے میں کوئی بات کر رہا تھا۔ شاید اسے توڑ کر دوسرا بنوانا چاہتا ہو۔ اس کی مرمت کرانا چاہتا ہو۔"

جنرل ڈیکورا نے حکم دیا۔ "آج سے تم ہر رات اپنے آدمیوں کے ساتھ اُس قبرستان میں جاؤ گے اور ایک ایک قبر کھود کر دیکھو گے۔ جس نے ایک بہت ہی ہوشیار آدمی کو اپنا آلۂ کار بننے پر مجبور کر دیا ہے، اُس کا نام مارک میلن ہے چونکہ وہ مکان ویران رہتا ہے اس لیے رات نو بجے کے بعد وہاں سناٹا اور ویرانی چھا جاتی ہوگی، میں نے وہ جگہ دیکھی ہے۔ چاروں طرف اونچی چار دیواری ہے، آس پاس سے گزرنے والے اندر دیکھ نہیں سکیں گے لہٰذا ہر رات دس بجے میرا وہ نیا آلۂ کار مارک میلن وہاں پہنچ جایا کرے گا۔ تم سب اس کے احکامات کی تعمیل کرو گے، تمھارے کام کی رپورٹ مجھے مارک میلن سے ملتی رہے گی۔"

اُس شام جنرل ڈیکورا نے آئینے کے سامنے بیٹھ کر عارضی میک اَپ کیا تاکہ موجودہ چہرہ پہچانا نہ جا سکے۔ میک اَپ کرنے کے لیے زیادہ محنت کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ رات کے وقت کوئی پہچان نہیں سکتا تھا پھر بھی اُس نے اچھا خاصا میک اَپ کر لیا۔ ٹھیک دس بجے مارک میلن بن کر اُس مکان کے پچھلے حصے میں پہنچ گیا جہاں اُس کے آدمی منتظر تھے، اُن قبروں کی کھدائی ہونے لگی۔ ایک وقت میں چار قبریں کھودی جا رہی تھیں، وہ ہر قبر کے پاس جا کر دیکھتا جاتا تھا۔ ہر قبر سے برآمد ہونے والے ڈھانچے اور سڑی ہوئی لکڑی کے تابوت ظاہر کر رہے تھے کہ انھیں دفنائے برسوں گزر گئے ہیں۔ جب دسویں قبر کھودی گئی تو وہاں غیر معمولی بات تھی۔ اُس قبر میں برسوں پرانا انسانی ڈھانچا تھا۔ لیکن اس پر ایک اور ڈھانچا تھا جس کا گوشت پوری طرح نہیں گلا تھا، کیڑے آج بھی اُسے کھا رہے تھے۔ اُس قبر میں ٹارچ کی روشنی میں بار بار دیکھا گیا، وہاں مشین کے چھپانے کی گنجائش نہیں تھی۔ اس قبر پر پھر مٹی ڈال دی گئی۔

کھودنے کا کام جاری رہا۔ جب بارھویں قبر کھودی گئی تو جنرل ڈیکورا وہاں پہنچ گیا۔ قبر کے اندر ایک بہت پرانا ڈھانچا تھا۔ قبر خالی تھی، وہ ننھے سیکرٹر سونگھنے لگا۔ اُس کے سونگھنے کی غیر معمولی حس بتا رہی تھی، وہاں کوئی غیر معمولی بات ہے۔

وہ ٹارچ لے کر قبر میں اتر گیا، جھک کر ڈھانچے کو دیکھنے لگا، پھر اور جھک کر اس ڈھانچے کو سونگھنے لگا۔ اُسے ہلکی ہلکی گریس کی بُو محسوس ہو رہی تھی۔

اسی مرحلے پر میجر برائٹ مات کھا گیا۔ ہوا یوں تھا کہ اُس نے ٹرانسفارمر مشین کے کل پُرزوں میں ہر جگہ گریس لگائی تھی تاکہ مٹی میں دفن ہونے کے بعد اسے زنگ نہ لگے۔ پھر اُسے بلاسٹک کے تھیلے میں لپیٹ دیا گیا تھا۔ پلاسٹک کے بعد جس قبر میں ابھی ڈیکورا اُترا ہوا تھا، اُسی قبر کے اندر ہی اندر اُس نے ایک طرف کی دیوار کو کھود لیا تھا۔ مشین وہاں آسانی سے چھپ گئی تھی۔ پھر اُس نے قبر کی اس اندرونی

دیوار کو مٹی سے بھر دیا تھا لیکن وہ گریس اس پلاسٹک میں بھی لگی ہوئی تھی جس میں وہ مشین لپیٹی گئی تھی، میجر برائٹ کے ہاتھوں میں بھی گریس لگی ہوئی تھی۔ وہ ہاتھ اُس ہڈی کے ڈھانچے پر بھی لگتے رہے ہوں گے جو وہاں پڑا ہوا تھا۔ اگر ڈھانچے پر مٹی آ کر گرتی تو شاید گریس ختم ہو جاتی لیکن وہ ڈھانچا ٹوٹے ہوئے تابوت میں مٹی سے محفوظ تھا۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا "اس ڈھانچے اور ٹوٹے ہوئے تابوت کو نکال کر باہر ڈال دو۔"

فوراً حکم کی تعمیل کی گئی۔ اُس نے حکم دیا "اس قبر کی اندرونی دیوار کو آہستہ آہستہ کھود دو۔"

وہ قبر میں اُتر کر اندرونی دیوار کو آہستہ آہستہ کھودنے لگے۔ ذرا سی کھدائی کے بعد وہ مشین برآمد ہو گئی۔ جنرل ڈیکورا کی خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا۔ سات مہینے بعد اتنی بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی آج وہ اپنے زمانے کا سکندرِ اعظم تھا۔ اپنی دانست میں ساری دنیا کو مٹھی میں لے رہا تھا۔

اُس کے آدمیوں نے مشین کو گاڑی میں لاکر رکھ دیا۔ پھر اُس کے حکم کے مطابق اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر چلے گئے۔ وہ اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے بنگلے میں آیا۔ کار سے اُتر کر پہلے باہر کی بتیاں بجھائیں۔ اندر کی بتیاں پہلے ہی بجھی ہوئی تھیں۔ اُس نے ڈبی کھول کر اُس مشین کو اٹھایا۔ اگرچہ وہ بھاری تھی لیکن وہ کسی نہ کسی طرح اُسے اٹھا کر اپنے بیڈروم تک لے گیا۔ پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ باہر آ کر اس کار کی جعلی نمبر پلیٹ اتار کر وہاں اصلی نمبر پلیٹ لگا دی۔ وہ ہلکے نیلے رنگ کی کار تھی۔ اُس نے چار انچ چوڑے سیاہ اسٹکر کی لانبی پٹی اس کار میں چپکائی تھی۔ وہ اُس کار کا ڈیزائن لگتی تھی۔ اُس نے ایسی تین پٹیاں چپکائی تھیں۔ دو سیاہ اور ایک سفید۔ اُس نے ان پٹیوں کو نکال دیا۔ اب وہ صرف ہلکے نیلے رنگ کی کار تھی۔ اس کے ماتحت بھی اس کار کو اس کے رنگ سے اور نمبر پلیٹ سے نہیں پہچان سکتے تھے۔

اُس نے بنگلے کے باہر کی بتیاں روشن کر دیں۔ دروازے کو اندر سے بند کر کے بیڈروم میں آیا۔ پھر بیڈروم کے دروازے کو بھی اندر سے بند کر دیا۔ اُس خواب گاہ کے ساتھ ایک اسٹور روم تھا۔ اُس نے دروازہ کھولا۔ وہاں پہلے سے ریت اور سیمنٹ کی بوریاں رکھی ہوئی تھیں۔ اُس نے کدال سے کام شروع کیا۔ بے چارے میجر برائٹ نے بھی اسی طرح محنت کی تھی۔ آج یہ کر رہا تھا۔ پتا نہیں اس کا کیا انجام ہونے والا تھا۔

فی الحال وہ اپنی حد و جہد میں کامیاب تھا۔ صبح ہونے سے پہلے اُس نے مشین کو وہاں چھپا دیا تھا۔ اس کے اوپر بوسے کی سلاخیں رکھیں۔ اُن کے اوپر لکڑی کی پٹیاں رکھیں۔ یوں راج مستری کا کام کرتے ہوئے اُس فرش کو پہلے کی طرح برابر کر دیا۔

اُس نے یہ کام ایسے کیا تھا جیسے مالی باغ میں پودا لگانے کے لیے بیج بو رہا ہو۔ مٹی برابر کر رہا ہو۔ اس اُمید پر کہ یہاں ایک پودا ہو گا پھر وہ تناور درخت بن کر پھل دے گا۔ اُس نے کامیابی کی خوشی میں بوتل کھولی، منہ سے لگا کر غٹا غٹ پیا۔ پھر ایک لمبی سانس لے کر بولا "اب ایک ہی تلاش رہ گئی ہے۔ ہائے، کہاں ہو میری پٹلی پتیلی جاننے والی، میں تمہارے پاس پہنچنے ہی والا ہوں۔"

اُس نے پھر بوتل منہ سے لگائی اور غٹا غٹ پینے لگا۔

کاتبِ تقدیر نے میرے نام کچھ عرصے کا آرام و سکون لکھ دیا تھا۔ میں اور پوپی بہت پہلے ہی امریکا سے واپس آ گئے تھے۔ ماسٹر لیونارڈ اور پارس کے ساتھ پیرس شہر میں تھا۔ ہمارا بنگلا ایک خوب صورت جھیل کے کنارے تھا۔ وہاں فرانسیسی حکومت کی طرف سے حفاظت کے مکمل انتظامات تھے۔ اس کے علاوہ سونیا، اعلیٰ بی بی، پوپی اور وائسورو کی ہمارے بنگلے سے کچھ دُور مختلف کاٹجوں میں رہتے تھے۔ یہ ایسی فولادی دیواریں تھیں، جنھیں دشمن پھلانگ کر نہیں آ سکتے تھے۔

بہت عرصے بعد پیرس پہنچتے ہی میں نے سونیا سے خاص طور پر ملاقات کی۔ سُنا تھا اُس پر عجب انکشاف آیا ہے۔ وہ ایک خونخوار جنگجو لگتی ہے۔ دیکھا تو اُسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ قدرت کا کمال تھا۔ بزرگانِ دین کی صحبت میں رہ کر اُس میں ایسی روحانیت پیدا ہو گئی تھی جس نے اُس کے چہرے پر ایک عجیب سا نور پیدا کر دیا تھا جس پر ہر دیکھنے والا مسحور ہو جاتا تھا۔ زندگی میں پہلی بار میں نے اُسے دیکھ کر اُس کے لیے ہوس محسوس نہیں کی، دل نے مچل کر اتنا کہا کہ محبت سے آغوش میں لے لیا جائے لیکن اُس نے ہاتھ لگانے نہیں دیا۔ دُور ہو کر بولی "مجھ سے فاصلہ رکھو۔"

میں نے پوچھا "کیا تم سونیا نہیں ہو؟"

"ضرور ہوں۔"

"کیا مجھ سے محبت نہیں کرتی ہو؟"

"ضرور کرتی ہوں۔"

"کیا تم میرے دل کی دھڑکنوں سے نہیں لگتی رہی ہو؟"

"وہ لگن اور تھی، یہ لگن اور ہے۔ میں تم سے محبت کرتی رہوں گی، لیکن پھولوں کو چھونا، چٹکی میں لینا اور مسلنا کیا ضروری ہے؟"

"کیا تم وہ پھول ہو جو میرے مزار پر چڑھے گا؟"

وہ گھونسا دکھا کر بولی "بکواس مت کرو، منہ توڑ دوں گی تمھیں شرم نہیں آتی، جاؤ اپنی بیوی کے پاس۔"

پارس دوڑتا ہوا آیا۔ "پتا پا، پتا پا، میں دور سے دیکھ رہا تھا، آپ کو گھونسا مارنے والی تھیں۔ میں نے سوچا، ایسے نازک موقع پر ہی آپ کو بچا سکتا ہوں۔"

سونیا نے اُسے گود میں اٹھا کر چومنے کے بعد کہا "تم نے کم از کم بچا لیا ہے۔ تمھارے پاپا گھر کا راستہ بھول گئے ہیں۔ ان کی انگلی پکڑ لے جاؤ۔"

پارس نے میری انگلی پکڑ کر اپنی ماما کے پاس پہنچا دیا۔ ان کے ہمراہ دو عید اور بہرات شبِ برات تھی۔ میں نے امریکا سے وقت رسوتی سے وعدہ کیا تھا کہ جلد ہی اُس کے ساتھ ایک بار پھر سکون زندگی گزاروں گا۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ موقع دیا تھا۔ رسوتی خیال خوانی کرنے نہیں دیتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ اپنی ذات میں مروف رکھتی تھی۔ اگر میں خیال خوانی کرنا چاہتا تو وہ کہتی "چپ چاپ بیٹھو، میرے بیٹے کے ساتھ کھیلتے رہو۔ تم جس کی خیریت معلوم کرنا چاہتے ہو، جس کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو، مجھے بتاؤ، میں ابھی معلوم کر لیتی ہوں۔"

میرا بیٹا بھی مجھے مصروف رکھتا تھا۔ ایک تو قدرتی طور پر ہی تھا، پھر ہم سب ٹیلی پیتی جاننے والے اُس کی ذہانت میں اضافہ کرتے جا رہے تھے۔ اُسے مختلف علوم سکھانے کے لیے ہم وقت کی پابندی کے ساتھ آتے تھے۔ وائسورو کی ہمارے بنگلے کے قریب ایک کوچ میں تھا۔ اُسے ہلکی پھلکی ٹریننگ حاصل ہوتی رہتی تھی۔ دونوں پارس پر برابر توجہ دی جا رہی تھی۔ دونوں کو ایک جیسی تربیت، ایک جیسا ہنر، ایک جیسا علم سکھایا جا رہا تھا۔ اب یہ اُن دونوں کی ذہانت پر تھا کہ کون کس سے زیادہ سیکھ جاتا ہے۔

اِدھر شیبا تل ابیب میں شہزادیوں کی طرح زندگی گزار رہی تھی۔ آمنہ کے زخم بھر گئے تھے۔ وہ بھی اُس کے پاس پہنچ گئی تھی۔ فی الحال وہی پارس اوّل کو ٹریننگ دیا کرتی تھی۔ لیکن یہ ہم نے طے کر لیا تھا کہ کچھ عرصے بعد دونوں بیٹوں کو باباصاحب کے ادارے میں وائسورو کی کے حوالے کر دیا جائے گا تاکہ وہ سب کچھ سیکھ سکیں، جو اُس نے مرجانہ اور پوپی کو سکھایا تھا اور آخر کار اُنھیں فولاد بنا کر پیش کیا تھا۔

تل ابیب میں جو جو اور پارس کی شرارتیں عروج پر تھیں۔ وہ ہمارا بیٹا تھا اور انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ میں اُس کے ساتھ بھی زیادہ سے زیادہ وقت گزاروں۔ اس سلسلے میں ہم سب نے مشورہ کیا۔ سونیا نے کہا "فرہاد اور سونتی تل ابیب چلے جائیں اور شیبا وہاں سے چل آئے۔ وہ یہاں پارس دوم کے ساتھ کچھ عرصہ گزارے گی۔ اُدھر تم دونوں پارس اوّل کے ساتھ رہ سکو گے۔ اس طرح اُسے ماں باپ کا پیار ملے گا۔"

ہم نے یہ فیصلہ شیبا کو سنایا۔ وہ راضی ہو گئی اور جب اسرائیلی حکام کو یہ پتا چلا کہ شیبا یہاں سے جا رہی ہے اور رسوتی اور فرہاد آئے ہیں تو انھوں نے بے حد خوشی کا اظہار کیا اور ہمارے استقبال کی تیاریاں کرنے لگے۔ شیبا نے اس عرصے میں اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی قوم کو، اپنے ملک کو بہت سے فائدے پہنچائے تھے لیکن یہ صاف طور سے کہہ دیا تھا کہ ہم میں سے کوئی سیاسی معاملات میں ملوث نہیں ہو گا اور نہ ہی اس سلسلے میں کوئی مدد کرے گا۔ البتہ وہ ملک و قوم کی ترقی کے لیے سماج اور معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے بڑے بڑے ممالک سے باہمی سمجھوتا کرانے میں خیال خوانی کے ذریعے مدد کرتی تھی۔ اُنھیں اسرائیلی حکام کے مطالبات منظور کرنے پر مجبور کرتی تھی اور اس کا علم دوسرے ممالک کو نہیں ہوتا تھا۔

جب سے شیبا آئی تھی، ملک میں جرائم پیشہ افراد کی سرگرمیاں تقریباً معدوم ہو گئی تھیں۔ اسمگلر سرحدوں کی طرف جاتے ہوئے کتراتے تھے۔ منگل پانڈے نے ایک سال کے اندر خطرناک مجرموں کے دو گروہ اور دو خطرناک اسمگلروں کو گرفتار کرایا تھا اور انھیں گرفتار کرنے کے سلسلے میں بڑی دلیری کا مظاہرہ کیا تھا۔ اُس کا نام اسرائیل سے لے کر ہندوستان تک گونج رہا تھا چونکہ وہ بین الاقوامی شہرت حاصل کرنا چاہتا تھا لہٰذا طے پایا کہ وہ شیبا کے ساتھ پیرس آئے گا اور یورپ کے تمام ممالک میں بڑے بڑے کارنامے سرانجام دے گا۔

شیبا، منگل پانڈے کے ساتھ پیرس آ گئی۔ میں اور رسوتی تل ابیب پہنچ گئے۔ ہماری آمد پر پورے شہر کو دُلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ وہاں کے تمام حکام اور ذمے دار افسران ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے۔ جوجو اور پارس بھی آئے تھے۔ بھلا ہمارا بیٹا ہمارے استقبال کے لیے کیوں نہ آتا لیکن جوجو اس کا ہاتھ کھینچتے ہوئے بار بار کہیں چل کر کھیلنے کے لیے کہہ رہی تھی۔ وہ اُس کا ہاتھ جھٹک کر کہہ رہا تھا "آج میری ماما اور پاپا سے پہلی ملاقات ہو رہی ہے، تم نہیں جانتیں، میرے اندر کتنی مسرتیں بھری ہوئی ہیں۔"

"تمھیں ضرور خوش ہونا چاہیے، تمھارے ماما پاپا جو آئے ہیں، میں نے تو اپنے ماں باپ کو آج تک نہیں دیکھا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو، کیا جی تمھاری ماں نہیں ہیں؟"

"نہیں۔"

"کیا میری ماما اور پاپا جو آ رہے ہیں، یہ تمھارے ماں باپ نہیں ہیں؟"

"ہو سکتے ہیں مگر انھوں نے مجھے کبھی بیٹی کہہ کر نہیں پکارا۔"

"تمھیں بیٹی بھی کہیں گے اور خوب پیار بھی کریں گے انھیں آنے تو دو۔"

"اگر یہ بیٹی سمجھتے ہیں تو خود میرے پاس آئیں گے۔"

وہ اس سے ہاتھ چھڑا کر چلی گئی۔ اس وقت ہمارا طیارہ رَن وے پر رُک گیا تھا۔ سیڑھیاں لگائی جا رہی تھیں۔ جوجو ذرا دُور جا کر اس اسٹیج پر بیٹھ گئی جہاں اگزٹ والے قومی دھن بجا رہے تھے۔

جوجو کو کھٹا کھانے کی عادت تھی۔ شیبا اور آمنہ اُسے کبھی محبت سے اور کبھی ڈانٹ کر سمجھاتی تھیں، کھٹا نہیں کھانا چاہیے۔ وہ اُن کی بات مان تو لیتی تھی لیکن چھپ کر تھوڑا اسٹوف پورا کر لیتی تھی۔ اِس وقت بھی اُس کی جیب میں لیموں کی کٹی ہوئی پھانکیں رکھی تھیں۔ اُس نے ایک پھانک نکالی، اُسے دہان پر رکھا تو کھٹے پن کو محسوس کرتے ہی ایک چٹخارا لیا۔ اسٹیج پر ساز بجانے والے اُسے دیکھ رہے تھے۔ اُن میں سے دو ساز ندے چانک رُک گئے مُنہ سے ساز ہٹا کر رومال سے رال پونچھنے لگے۔

جوجو نے دیکھا تو ہنستے ہوئے کہا: "ارے کیسے لالچی ہیں، رال ٹپک رہی ہے۔"

تمام ساز ندے پریشان تھے۔ کھٹی چیز کو دیکھ کر سبھی کے مُنہ میں پانی آتا ہے۔ کتنے ہی ساز ندے برداشت کر رہے تھے۔ ماندر ہی ماندر پانی اُبل رہا تھا اور بجاتے رہنے کی کوشش کر رہے تھے، جوجو کوئی معمولی لڑکی نہیں تھی۔ اُسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے۔ ستم یہ کہ وہ ان کی طرف مُنہ کر کے لیموں چاٹنے اور چٹخارے لینے لگی تھی۔

اِدھر میں رسونتی کے ساتھ نزدیک پہنچ گیا تھا۔ اوپر ایک سیلی کاپٹر پرواز کر رہا تھا۔ وہاں سے ہم پر پھولوں کی بارش ہو رہی تھی۔ رسونتی تیزی سے اُترتی ہوئی آئی پھر دوڑ کر پارس کو بازوؤں میں اُٹھا لیا۔ اُسے سینے سے لگا کر چومنے لگی۔ مَیں وہاں کے اعلیٰ حکام اور افسران سے مصافحہ کرنے لگا۔ اُسی وقت پتا چلا، قومی دُھن بجانے والا آکسٹرا بے سُرا ہو گیا ہے۔ دو افسران غصّے میں آگے بڑھتے ہوئے اسٹیج کی طرف آئے۔ اتنے اہم موقع پر آکسٹرا بے سُرا بجانے کی سزا بد میں دی جا سکتی تھی، ابھی انھیں ڈانٹنے کا ارادہ تھا۔ اس سے پہلے ہی ایک ساز ندے نے کہا: "جناب، ہمارا قصور نہیں ہے، آپ ذرا اس جوجو کو دیکھیں۔"

اُنھوں نے اُسے دیکھا تو سٹپٹا کر رہ گئے، سمجھ میں نہیں آیا، کیا کریں۔ ایک نے آگے بڑھ کر کہا: "بے بی! پلیز آپ ہمارے ساتھ چلیں، آپ کی ماما اور پاپا آئے ہیں۔"

مَیں اور رسونتی خیال خوانی کے ذریعے سمجھ گئے تھے، یہ جوجو کی حرکتیں ہیں۔ ہم اُن افسران سے معذرت چاہتے ہوئے سیدھے اسٹیج کی طرف گئے۔ وہ کسی کی بات نہیں سُن رہی تھی۔ لیموں چاٹ رہی تھی اور ایک ہاتھ سے دوسرے لیموں کی پھانک سازندوں کی طرف بڑھا رہی تھی۔ بے چارے افسران کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے۔ بے قومی ترانہ ہمیں سُنا بھی نہیں سکتے تھے۔ ان حالات میں یہ عمل تھا وہ ساز ندے رہ رہ کر رومال سے اپنا مُنہ پونچھتے جاتے تھے۔ میں نے پاس آ کر کہا: "بیٹی! کیا ہم سے ناراض ہو؟"

اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ پارس نے کہا: "یہ میرے پاپا ہیں۔"

وہ آگے بڑھ کر آئی۔ میرے سامنے کھڑے ہو کر سر جھکا کر بولی: "باپ کیسے ہوتے ہیں، مَیں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان سے کس طرح ملتے ہیں، مَیں نہیں جانتی۔"

مَیں نے اُس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اپنی طرف کھینچا اور سینے سے لگا لیا۔ اُس کی پیشانی کو چُوم کر کہا: "باپ اسی طرح ملتے ہیں اپنی بیٹی کی پیشانی کو چُومتے ہیں اور دل سے اس کی خوشحالی کے لیے دعائیں مانگتے ہیں۔"

رسونتی نے اُس کے پھول جیسے چہرے کو دونوں ہتھیلیوں میں لے کر کہا: "ماشاءاللہ، ہماری بیٹی کتنی خوب صورت ہے۔"

اُس نے چھوٹی انگلی سے اپنی آنکھ سے کاجل لیا۔ پھر اُس کی پیشانی پر لگا کر بولی: "تمھیں نظر نہیں لگے گی۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ دیکھو یہاں کے ذمّے دار لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ ہمیں ان کی طرف توجہ دینا چاہیے، نہیں تو وہ ہمارے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے۔"

ہم پھر استقبال کرنے والوں کے درمیان آ گئے۔ ایک اعزازی دستے، تمام اعلیٰ حکام اور افسران سے تعارف کرا رہا تھا۔ وہ پہلے ہی شیبا کی آمد پر کھل کر سامنے آ گئے تھے۔ اب مجھ سے بھی پردہ نہیں تھا۔ مسکراتے ہوئے بے پناہ مسرّتوں کا اظہار کر رہے تھے۔ اپنی آواز مُنا کر یہ ثابت کر رہے تھے کہ انھیں ہم پر اعتماد ہو گیا ہے۔

ان سے زیادہ ہمارا اعتماد مستحکم تھا۔ اس لیے پہلے شیبا کو بھیجا اور لب رسوتی کے ساتھ خود یہاں آ گیا۔ صرف اس بات کا خیال رکھا کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک جگہ نہ ہوں۔ اس لیے شیبا ہمارے آنے سے پہلے چلی گئی۔ اِدھر ہم دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے اُدھر شیبا اور مورینا تھیں۔ ایک برس گزرنے کے بعد بھی ہم دونوں پر پوری طرح اعتماد نہیں کر رہے تھے۔ کیونکہ وہ متلوّن مزاج تھی، غلام باقی سے بے حد محبت کرتی تھی لیکن یہ محبت بیڈ روم تک ہوتی تھی، اس کے ساتھ باہر نکل کر گوری چمڑی والوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس کرتی تھی۔ لوگ ایک حسین عورت کو ایک نیگرو کے ساتھ دیکھتے تھے۔ کچھ کہتے تو نہیں تھے لیکن اُن کی آنکھوں سے حیرانی ظاہر ہوتی تھی یا وہ طنزیہ انداز میں مسکراتے تھے۔ مورینا نے ایک بار پریشان ہو کر کہا: "مجھے کسی پلاسٹک سرجری کے ماہر سے ملنا چاہیے۔"

غلام باقی نے پوچھا: "کیوں؟"

"مَیں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں، کیا سر سے پاؤں تک تمھاری جراحی ہو سکتی ہے۔ تمھاری جلد کالی سے گوری ہو سکتی ہے؟"

"اگر میرا کالا رنگ پسند نہیں ہے تو مجھ پر مرتی کیوں ہو؟"

وہ دل سے مجبور تھی۔ کئی بار سوچا، اسے چھوڑ دے مگر کسی اور دل نہیں آتا تھا۔ ایک سے ایک گورے رنگ کے خوبرو صحت مند ان اُس کے قریب آنا چاہتے تھے۔ امریکا سے لے کر یورپ تک برترین لوگ اُس کے دیوانے تھے۔

وہ غلام باقی کے ساتھ پیرس، لندن، میونخ اور روم وغیرہ کی سیر کرتی رہی۔ کہیں ایک ماہ، کہیں دو ماہ تک عیش کرتی رہی، پھر اپنے وطن کی یاد ستانے لگی۔ غلام باقی سے اصرار کرنے لگی: "ہمیں امریکا واپس جانا چاہیے۔"

"مَیں اس سلسلے میں اپنے آقا سے اجازت لوں گا۔"

وہ چڑ کر بولی: "کیا تم بالکل ہی غلام ہو گئے ہو۔ اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر سکتے؟"

"مَیں آزاد ہوں۔ اپنی مرضی سے کچھ بھی کر سکتا ہوں لیکن اپنے آقا کے حالات کو سمجھتا ہوں۔ اُن کی مرضی کے مطابق عمل کرنا چاہتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ دشمن ہم پر شب خون ماریں۔ تمھیں اٹھا کر لے جائیں اور مَیں دیکھتا ہی رہ جاؤں۔"

"آخر مَیں کب تک میک اَپ میں چھپی رہوں گی۔ میرا اپنا ایک قدرتی حُسن ہے۔ میرے چہرے نے میری قدرتی خوب صورتی نے مجھے ایک اونچا مقام دیا ہے۔ مجھے مس امریکا بنا دیا ہے، لوگ مجھے اس چہرے سے پہچانتے ہیں، اِس چہرے سے کوئی نہیں پہچانتا۔"

"ایک بات تم بھول رہی ہو، جس چہرے کے حُسن نے تمھیں مس امریکا بنا دیا ہے اور جس چہرے کے حُسن کو ساری دنیا پہچانتی ہے، اُس حُسن کو موت بھی پہچانتی ہے۔ جب تک موجودہ روپ میں ہو، زندہ ہو، اس بات کو بھولنا نہیں چاہیے۔"

وہ بے بسی سے بولی: "مجھے چھپ کر رہنا ہی ہو گا، لیکن ہم امریکا تو جا سکتے ہیں۔ مجھے اس رُوپ میں کوئی نہیں پہچانے گا۔"

"وہاں میرا تمھارا ساتھ دشمنوں کو شبہے میں مبتلا کرے گا۔ یہاں تم گوری چمڑی والوں کے درمیان میرے ساتھ رہتے ہوئے احساسِ کمتری میں مبتلا ہوتی جا رہی ہو۔ وہاں تمھارے امریکی گورے مجھے تمھارے ساتھ برداشت نہیں کریں گے۔"

"کیا مَیں کبھی اپنے وطن نہیں جا سکوں گی؟"

"جس دن میرا ساتھ چھوڑو گی، وطن جانے کا راستہ آسان ہو جائے گا۔"

اور یہی حقیقت تھی۔ اسے اپنے لوگ یاد آتے تھے۔ اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا تھا، کس قدر پذیرائی ہوتی تھی۔ ایسا ہوتا ہے جو چیز دُور ہو، اُس کی کشش زیادہ ہوتی ہے اور جو قریب ہو، اُس کی کشش رفتہ رفتہ کم ہونے لگتی ہے۔ غلام باقی ایک برس سے اُس کے ساتھ تھا، اس لیے اپنی کشش کھو رہا تھا۔

اب وہ اکثر تنہا باہر جایا کرتی تھی، کوشش کرتی تھی، ساتھ میں فیگرو محبوب نہ ہو۔ وہ بھی سوچتا تھا، بے چاری کیا کرے، اپنی خود پرستی اور حُسن پرستی سے مجبور ہے۔ اُس کی نفسیات کو سمجھتے ہوئے ڈھیل دینا چاہیے باہر نکلنے کے لیے تنہا چھوڑ دینا چاہیے۔

وہ ہم سے دُور رہتے تھے۔ کبھی سیکڑوں میل اور کبھی ہزاروں میل کی دُوری ہوتی تھی۔ مَیں نے خیال خوانی کے ذریعے مشورہ دیا: "بے شک آزاد چھوڑ دو مگر دُور ہی دُور سے نگرانی کرو۔ ایسا نہ ہو، غلط ہاتھوں میں پڑ جائے۔"

مَیں خیال خوانی کے ذریعے اُس کی نگرانی نہیں کر سکتا تھا، وہ کمبخت سانس روک لیتی تھی۔ جب اُس کے تنویمی عمل کرنے والے ہپناٹزم سلیری نے اُس پر عمل کیا تھا تو مَیں نے اس میں ایک گھنٹے کی گنجائش رکھی تھی۔ صبح چار بجے سے پانچ بجے تک اس کا دماغ حساس نہیں رہتا تھا اور وہ پرائی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ مَیں نے یہ گنجائش اپنے لیے رکھی تھی تاکہ کسی وقت اُس کے چور خیالات پڑھ سکوں۔ ویسے اب تک پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ وہ ہمارے ساتھ ٹھیک چل رہی تھی۔ اب اُس کا دماغ پھر رہا تھا۔ امریکا جانے کی ضد کر رہی تھی۔ غلام باقی کے ساتھ رہ کر وہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہو رہی تھی، سونیا نے مشورہ دیا: "اب اُسے ڈھیل نہیں دینا چاہیے۔ آج صبح چار بجے اُس کے دماغ میں پہنچو، نئے سرے سے تنویمی عمل کرو۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دو کہ ہمارے ساتھ وفادار رہے گی۔ غلام باقی کے ساتھ رہ کر احساسِ کمتری میں مبتلا نہیں ہو گی اور امریکا جانے کا ارادہ ترک کر دے گی۔"

مَیں اس رات بارہ بجے تک جاگتا رہا۔ دس بجے تک قوتِ بارس نے سونے نہیں دیا۔ مَیں نے اور رسونتی نے اُسے بہلا پھسلا کر سُلایا پھر بارہ بجے تک رسونتی نے نہیں سونے دیا۔ اُس کے بعد بولی: "تم سو جاؤ، مَیں تمھیں ساڑھے تین بجے جگا دوں گی۔"

"میں خود دماغ کو ہدایت دے کر جاگ سکتا ہوں۔ تمھیں جگانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"بس میرا ہی چاہتا ہے کہ تم سوتے رہو، مَیں جاگتی رہوں اور تمھیں دیکھتی رہوں۔"

مَیں نے اُسے محبت سے سمیٹ لیا۔ پھر مجھے کچھ خیال آیا۔ مَیں نے چونک کر کہا: "ارے، مجھے چار بجے بیدار ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

اُس نے پوچھا "کیوں؟"

"برنارڈ سلیبری نے امریکا میں اُس کے لیے یہ وقت مقرر کیا تھا یعنی جب امریکا میں صبح کے چار بجیں گے تو اسرائیل میں صبح کے نو یا دس بج رہے ہوں گے۔ ہمیں اسی کے مطابق مورینا کے دماغ میں پہنچنا ہوگا۔"

اُس رات ہم سو گئے۔ صبح اطمینان سے بیدار ہوئے۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد امریکا کے وقت کے مطابق اُس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ کوشش کا مطلب یہ ہوا کہ ہم پہنچ نہیں پائے۔ اُس نے سانس روک لی تھی۔ ہم نے پھر دس پندرہ منٹ بعد کوشش کی، پھر اُس نے سانس روک لی۔ آدھے گھنٹے کے بعد بھی ہمیں ناکامی ہوئی۔ میں نے فوراً علام باتی کو مخاطب کیا اور پوچھا "مورینا کہاں ہے؟"

"میرے آقا، وہ پچھلی رات ایک کلب میں رات گزارتے گئی تھی۔ اب صبح کے دس بج رہے ہیں لیکن واپس نہیں آئی۔ میں اُسے تلاش کرنے کے لیے نکلا ہوں۔ روم ایک بہت بڑا شہر ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہاں تلاش کروں۔"

"میں نے کہا تھا کہ اُس کی نگرانی کرتے رہو۔"

"آقا، میں اُس کے پیچھے لگا رہا۔ وہ ایک ایسے کلب میں گئی تھی جس کا مالک انگلینڈ سے تعلق رکھنے والا انگریز ہے۔ اُسے کالوں سے سخت نفرت ہے اس لیے اُس نے اپنے کلب میں کالوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا ہے۔ کسی نے مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں دی۔ میں کل رات سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"اب تو یہی صورت ہے کہ گاڑی میں بیٹھو اور شہر کا چکر لگاتے رہو۔ دیکھو وہ کہاں پائی جا سکتی ہے۔"

میں کافی پی رہا تھا۔ ادھوری چھوڑ کر اُٹھ گیا۔ رمونتی نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"معلوم ہوتا ہے، اب مجھے پھر گھر سے بے گھر ہونا پڑے گا۔ مورینا اچانک غائب ہو گئی ہے۔"

"اوہ خدایا! یہ بیٹھے بیٹھے پریشانی شروع ہونے لگی ہے۔ آپ یہاں کے افسران سے کچھ تعاون حاصل کریں۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی، وہاں کے اعلیٰ افسران کو مخاطب کرتے ہوئے مورینا کے متعلق بتانے لگا۔ "وہ اٹلی گئی تھی۔ روم شہر میں تھی اور کل رات سے غائب ہے۔ اس شہر میں آپ کے جتنے ایجنٹ ہیں، اُنھیں حکم دیجیے کسی طرح اُسے تلاش کریں۔"

افسران نے پوچھا۔ "اُس کی کوئی تصویر ہے؟"

"مس امریکا مورینا کو سب جانتے ہیں، دنیا کے ہر رسالے میں اُس کی تصویریں شائع ہو چکی ہیں۔ ان دنوں وہ میک اپ میں رہتی تھی۔ کل سے غائب ہونے کا مطلب ہے کہ وہ میک اپ میں نہیں رہے گی۔ اگر کسی نے اُسے اغوا کیا ہے تو دوسرے میک اپ میں کہیں لے جائیں گے۔ اگر وہ کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ گئی ہے تو وہ میک اپ اُتار دے گی۔ اُسے سلیقے سے میک اپ کرنا نہیں آتا ہے اور وہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ کبھی نہیں رہ سکے گی۔ اُسے اپنی جان کا خطرہ ہے لہٰذا کسی انا ڈی کی طرح میک اپ کرے گی اور دور سے پہچان لی جائے گی۔"

"اچھی بات ہے، ہم کوشش کرتے ہیں۔"

پھر میں نے ماسک مین کو بھی اطلاع دی۔ اُسے پوری تفصیل بتائی۔ اُس نے کہا۔ "آپ اطمینان رکھیں۔ ہمارے آدمی اسے ڈھونڈ نکالنے کی پوری کوشش کریں گے۔"

"میرا خیال ہے، اب میرا اطمینان ختم ہو رہا ہے۔ پھر مجھے گھر سے نکلنا ہوگا۔"

"فرہاد صاحب، ایک اہم اطلاع ہے۔ ہمیں پتا چلا ہے سپر ماسٹر تبدیل ہو چکا ہے۔"

کیا یہ بات معتبر ذرائع سے معلوم ہوئی ہے؟"

"ہاں جب کوئی نیا سپر ماسٹر آتا ہے تو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک اُس کے تمام خاص ایجنٹوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ نئے سپر ماسٹر نے چارج سنبھالا ہے۔ اب اس کے احکامات جاری ہوں گے۔ آئندہ وہ سابقہ سپر ماسٹر کی آواز نہیں سن سکیں گے۔"

میں نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، اُس کی آواز کبھی سنائی نہیں دے گی یعنی وہ مر گیا یا مار ڈالا گیا ہے۔"

"ہاں کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جنھیں سمجھنے میں وقت لگتا ہے۔ اب ہمیں دیکھیے کہ ایک سال اور دو مہینے گزر گئے ہیں، اب تک ٹرانسلیٹر مشین کی کوئی سن گن نہیں ہے۔ وہ اس مشین سے فائدہ اٹھانے کے لیے کسی ٹیلی پیتی جاننے والے کو نہیں چھیڑ رہے ہیں، اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟"

"واقعی یہ سوچنے کی بات ہے۔ اُن کے آدمی اس مشین کو آپریٹ کرنا سیکھ چکے ہیں۔ ہم نے جوجو کے ذریعے اُن کا کامیاب تجربہ دیکھا ہے۔ میرا خیال ہے اب وہ ہم سے براہِ راست چھیڑ نہیں کریں گے۔ بالواسطہ خطرناک تنظیموں کے ذریعے ہم میں سے کسی خیال خوانی کرنے والے کو پکڑ کر لے جائیں گے اور اپنا کام نکالیں گے لیکن ایسا نہیں ہو رہا ہے۔"

"میں تو سوچنے کی بات ہے۔ وہ خاموش کیوں ہیں؟"

"کیا اس خاموشی کی وجہ آپ کی سمجھ میں آتی ہے؟"

"تین باتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ مشین میں خرابی پیدا ہو گئی ہے اور وہ دوڑ نہیں ہو رہی ہے۔ دوسری بات یہ کہ شاید وہ مشین اُن کے ہاتھ سے بھی نکل گئی ہے۔ تیسری بات یہ کہ مشین اُن کے

ہے مگر وہ صبر سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اطمینان سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو شکار کرنے والے ہیں۔ آپ لوگوں کو عیش و آرام میں مبتلا کیا جا رہا ہے تاکہ آپ کی غفلت سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ دنیا کی موجودہ گمشدگی یہی ثابت کر رہی ہے۔ وہ پھر میدانِ عمل میں آ گئے ہیں لیکن براہِ راست نہیں آئے ہوں گے۔ مورینا تک پہنچنے کے بعد ہی حقیقت معلوم ہو گی۔"

اس سلسلے میں سونیا اور اعلیٰ بی بی سے دماغی رابطہ قائم تھا۔ ان کے ساتھ شیبا بھی موجود تھی۔ میں نے کہا۔ "مجھے امریکا جانا ہوگا۔ جوجو کو جس تہ خانے میں لے جایا گیا تھا وہ امریکی سرکار کا بہت ہی اہم خفیہ اڈا ہے۔ سونیا، تم اندازہ کرو، ایسے خفیہ سرکاری اڈے کہاں ہو سکتے ہیں؟"

وہ بولی۔ "واشنگٹن کے آس پاس کے علاقوں میں ہو سکتے ہیں۔"

"بالکل درست، میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

وہ بولی۔ "صرف سوچنے اور اندازہ کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ جوجو کو تہ خانے سے رہا کیا گیا تو اُس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اُسے تہ خانے سے نکالا گیا، فلائنگ کلب پہنچنے کے بعد اُس کی آنکھوں سے پٹی کھول دی گئی تھی۔ جوجو سے معلوم کرو، وہاں اُس نے کوئی ایسی بات دیکھی جو اُسے یاد ہو۔"

میں نے فوراً ہی جوجو کو اپنے پاس بُلایا۔ اُسے اپنے پاس بٹھا کر پوچھا۔ "بیٹی، تم کتنی ذہین ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "بہت ذہین ہوں، پارس سے زیادہ عقل مند بھی ہوں۔"

"اچھا یاد کرو، جب تمھاری آنکھوں پر پٹی باندھ کر تمھیں ایک فلائنگ کلب میں پہنچایا گیا تھا۔ وہاں آنکھوں سے پٹی کھول دی گئی تھی، کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی جو ابھی تک یاد ہو؟"

"ہاں، بہت سی چیزیں دیکھیں۔ وہاں دور دور تک تین اسلی کاپٹر کھڑے ہوئے تھے اور ایک ہوائی جہاز تھا جس میں میں بیٹھ کر آئی تھی۔"

"بیٹے، ایئر پورٹ اور فلائنگ کلبوں میں تو ایسے ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹر ہوتے ہی ہیں، کسی ایسی چیز کو یاد کرو جو تمھیں اچھی لگی ہو یا جسے دیکھ کر تمھاری ممی یا پاپا کو یاد کیا ہو یا جسے دیکھ کر تمھیں بے اختیار ہنسی آئی ہو۔"

"میں تو پارس کے پاس پہنچنے کے لیے بے چین تھی۔ بھلا مجھے ہنسی کیسے آ سکتی تھی۔"

"اچھا چلو، کوئی ایسا آدمی دیکھا تھا جس کی صورت شکل کچھ عجیب سی ہو یا اس میں کوئی خاص بات ہو؟"

"پاپا، میں اتنے سارے لوگوں کو کیسے دیکھ سکتی تھی۔ مجھے تو کار سے اُتار کر وہ سیدھے ہوائی جہاز کے اندر لے گئے تھے۔"

"ہوائی جہاز پر چڑھتے وقت کسی کو دیکھا تھا؟"

وہ سوچنے لگی۔ پھر ایک دم سے خوش ہو کر چٹکی بجاتے ہوئے بولی۔ "دیکھا تھا، ایک جہاز رَن وے پر چلتا ہوا آ رُک رہا تھا، ایک شخص دونوں ہاتھ میں کچھ پکڑے ہوئے سگنل دے رہا تھا۔"

میں نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "بیٹے، تمام ایئر پورٹ میں طیارے اترتے ہیں اور رَن وے پر دوڑتے ہوئے آتے ہیں، پھر رکتے ہیں۔ وہاں ایک شخص سگنل دینے والا ہوتا ہے۔ یہ کوئی یاد رکھنے والی بات نہیں ہے۔"

"ہے پاپا! بڑے مزے کی بات ہے۔ وہ دونوں ہاتھ اُٹھا کر سگنل دے رہا تھا۔ میں نے دیکھا، اُس کا ایک ہاتھ چھوٹا تھا اور ایک ہاتھ بڑا۔"

میں نے اُس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا۔ "ماشاء اللہ ہماری بیٹی کتنی ذہین ہے، کتنی باتیں یاد رکھ لیتی ہے۔ اب ذرا یاد کر کے بتاؤ، اس کا کون سا ہاتھ چھوٹا اور کون سا بڑا تھا۔"

وہ سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد بے بسی سے بولی۔ "پاپا، یاد نہیں آ رہا ہے۔"

"اچھا کوئی بات نہیں، جاؤ کھیلو۔"

وہ اُچھلتی کودتی چلی گئی۔ میں اُسے جاتے دیکھتا رہا اور سوچتا رہا۔ قدرت کے کھیل بھی عجیب ہوتے ہیں۔ وہ گڑیا جیسی لگتی تھی۔ پندرہ برس کی ہو گئی تھی۔ اچھا قد نکالا تھا۔ آمنہ اور شیبا نے اُسے صحت مند بنا کر رکھا تھا لیکن دماغی طور پر بچی تھی۔ انھوں نے اُسے بہت کچھ سکھانے سمجھانے اور پڑھانے کی کوشش کی۔ وہ سمجھتی بھی تھی مگر کچھ دنوں میں بھول جاتی تھی۔

یہ شاید ماں باپ سے محروم ہونے کا نتیجہ تھا۔ وہ آمر سے بہت پیار کرتی تھی۔ اُسے باپ کی طرح سمجھتی تھی۔ یہ عجیب سی بات تھی کہ آمر کے متعلق کوئی بھی بات ہو، وہ کبھی نہیں بھولتی تھی۔ اُسے ایسے یاد رکھتی تھی جیسے اُس کی ہر بات دل اور دماغ میں اُتر جاتی ہو۔ آمر کے بعد پارس اُس کی زندگی میں آیا تھا۔ اُس کی وجہ سے دو بار زخمی ہوا تھا۔ ایک بار زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہا تھا۔ وہ اس قدر متاثر ہو گئی تھی کہ اس کے بارے میں کوئی بات ہوتی تو فوراً یاد آ جاتی تھی۔ انسان محبت کا بھوکا ہوتا ہے۔ محبت سے ہر بات یاد رکھتا ہے اور نفرت سے ساری دنیا کو بھلا دیتا ہے۔

میں نے آنکھیں بند کر کے کنگ فرہاند و کا تصور کیا۔ اُس کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ پھر اُسے مخاطب کیا۔ اُس نے پوچھا۔ "یار! تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟ جانتے ہو میں ایک ایک دن گنتا ہوں اور ہر روز سوچتا ہوں، تم میرے دماغ میں آ کر محبت سے پکارو گے۔ پورا ایک سال اور دو مہینے گزر چکے ہیں۔ میں نے تمھارے جیسا بے مروت

آج تک نہیں دیکھا؟"

"اور نہ کبھی دیکھو گے۔ بولتے جا رہے ہو، یہ نہیں پوچھو گے کہ کیوں یا کیا ہے؟"

"کوئی مطلب ہوگا۔ ایک بار مچھی طرح پھنسا کر چلے گئے یہاں کی حکومت میرے پیچھے پڑ گئی ہے، طرح طرح کے سوالات کیے جاتے ہیں، کیا وہ اصلی فرہاد علی تیمور رہتا ہے؟ اُس سے کب ملاقات ہوئی؟ کہاں ملاقات ہوئی؟ کیسے ملاقات ہوئی؟ میں ہر سوال کا جواب دیتا ہوں۔ لیکن ہفتے دو ہفتے بعد پھر انٹیلی جنس کا کوئی آدمی پہنچ جاتا ہے اور پوچھتا ہے، فرہاد کے متعلق کوئی تازہ ترین اطلاع دے سکتے ہو؟"

"اب سوال کیا جائے تو کہہ دینا۔ فرہاد پھر تمہارے پاس آنے لگا ہے۔"

"کیا تم آ رہے ہو؟"

"میرا ایک کام ہو جائے تو ضرور آؤں گا۔"

"تم ہزار کام بتاؤ، میں جان پر کھیل کر کر دوں گا۔"

"تم امریکا کے شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک ہر جگہ بیل کاپٹر میں پرواز کرتے ہو۔ وہاں کے تمام فلائنگ کلبوں میں آتے جاتے ہو، کیا تم نے کسی فلائنگ کلب میں ایسے سنگل مین کو دیکھا ہے جس کا ایک ہاتھ چھوٹا اور ایک ہاتھ بڑا ہو؟"

"تمہیں اُس سے کیا کام پڑ گیا؟"

"میرے سوال کا جواب دو۔ کیا ایسا کوئی شخص ہے؟"

"ہاں، ہے۔"

"کس فلائنگ کلب میں ہے؟"

"کیناس سٹی میں ایک فلائنگ کلب ہے جس کا نام دی فلائنگ برڈز ہے۔ وہ وہاں ملازم ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: "میری جان، تم نے میرا کام آسان کر دیا ہے۔ میں کل تک تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

"کس فلائٹ سے آ رہے ہو؟"

"میرے لیے کسی ایئرپورٹ پر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود تمہارے پاس پہنچوں گا یا اپنے پاس بلاؤں گا۔ انٹیلی جنس والے تمہاری نگرانی کر رہے ہوں گے۔ ہمیں ایک ساتھ دیکھ لیا تو میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"فرہاد، میں بہت پہنچا ہوا ہوں۔ میرے پاس ایسے ایسے بنگلے اور کوٹھیاں ہیں جہاں خود چھپ جاؤں یا دوسروں کو چھپا دوں تو انٹیلی جنس والے قیامت تک نہیں پہنچ سکیں گے، تم آؤ تو سہی۔"

"آ رہا ہوں۔ انتظار کرو۔"

میں نے رسونتی سے پوچھا: "تم نے فرانسیسی افسران سے رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ہاں، وہ پوچھ رہے ہیں کس نام سے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کیے جائیں؟"

میں نے ان سے رابطہ قائم کر کے پوچھا: "میں کیناس سٹی جا رہا ہوں۔ کیا میں وہاں کسی ایسے شخص کے روپ میں رہ سکتا ہوں جس سے وہاں رشتے دار ہوں یا وہ ایسی حیثیت رکھتا ہو کہ انٹیلی جنس والے خواہ مخواہ اُس کے پیچھے نہ پڑ جائیں؟"

"آپ آدھے گھنٹے بعد رابطہ قائم کریں۔ ہم کسی ایسے شخص کے متعلق معلومات حاصل کر رہے ہیں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر رسونتی سے کہا: "تم اسرائیلی افسران کو اطلاع دو۔ میں پیرس جانا چاہتا ہوں۔ دو چار گھنٹے کے اندر میری روانگی کا انتظام کر دیا جائے۔"

میری باتیں سُن کر وہ اداس ہو گئی۔ میں نے پوچھا: "یہ کیا پاگل پن ہے، کیا ہمیں کبھی بچھڑنا نہیں ہے اور بچھڑنے کے بعد کبھی ملنا نہیں ہے؟"

اُس نے میرے سینے پر سر رکھ دیا، پھر کہا: "میں ابھی سٹیبا سے بات کرتی ہوں، اُسے یہاں آنے کے لیے کہوں گی۔ آپ کے ساتھ پیرس جاؤں گی، کم از کم وہاں تک ساتھ رہے گا۔"

میں نے اُسے پیار سے دیکھا۔ اُس کے لیے میں ہوتا تو مجھے کہیں جانے نہ دیتی۔ جہاں جاتا وہاں ساتھ لگی رہتی۔ بیویوں کی یہی خوبیاں ہیں۔ ذرا عقل سے نہیں سوچتیں کہ اپنے آدمی سے کبھی کبھی طویل فاصلہ رکھنا چاہیے تاکہ وہ اس کے متعلق سوچے۔ دور رہ کر اُس کی طلب کرے اور کھونٹے سے بندھے ہوئے بیل کی طرح پھر اپنے بچھڑے کی ماں کے پاس چلا آئے۔

ہمیں مورینا کا سراغ نہیں مل رہا تھا اور یہ پریشانی کی بات تھی۔ پتا نہیں وہ کمبخت کہاں گم ہو گئی تھی۔ کس کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک اُس کے متعلق سوچتا رہا۔ اُسے تصور میں دیکھتا رہا۔ پھر سوچا ایک بار اور کوشش کرنا چاہیے، شاید اُس کے دماغ میں جگہ مل جائے۔

یہ سوچ کر میں نے پرواز کی پھر اُس کے دماغ میں پہنچ ہی گیا۔

"ہیلو مورینا، میں بول رہا ہوں، میری آواز پہچان رہی ہو؟"

"تم فرہاد علی تیمور ہو۔"

"تم کہاں ہو؟"

"میں کہاں ہوں، مجھے نہیں معلوم۔"

"تم آنکھیں کھولو۔ میں تمہارے ذہن کے معلوم کر لوں گا۔"

"میں آنکھیں نہیں کھول سکتی۔"

"کیوں نہیں کھول سکتیں؟"

وہ چُپ رہی۔ میں نے پوچھا: "تمہارے آس پاس انسان نہیں ہیں، کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے؟"

"میں انسانوں کی جیتی جاگتی دنیا میں ہوں لیکن کسی کی آواز نہیں سُن سکتی۔"

"کیوں نہیں سُن سکتیں؟ کیا تم پر کسی نے تنویمی عمل کیا ہے؟"

"ہاں، جب تم کسی پر تنویمی عمل کرتے ہو تو اپنے معمول کو تراش کے بعد اُسے حکم دیتے ہو۔ اے میرے معمول! تمہاری آنکھیں بند ہیں گی، تم دنیا کو نہیں دیکھو گے۔"

میں نے کہا: "ہاں، ہم اسی طرح عمل کرتے ہیں۔"

"پھر تم اپنے معمول کو حکم دیتے ہو دنیا کی کوئی آواز نہیں سنو گے۔ تم اپنے عامل کی آواز تمہارے کانوں تک پہنچے گی۔"

"ہاں، ہم اپنے معمول کے کان بھی بند کر دیتے ہیں تاکہ وہ صرف ہماری آواز سُن سکے۔"

"اسی طرح جس نے مجھ پر تنویمی عمل کیا ہے اُس نے مجھے حکم دیا ہے، جیسے ہی میں پرائی سوچ کی لہر اپنے دماغ میں محسوس کروں فوراً اپنی آنکھیں بند کر لوں پھر میرے کان خود بہ خود بند ہو جائیں گے تاکہ میرے دماغ میں آنے والے کہنہ تو میرے ذریعے کچھ دکھائی دے اور نہ کچھ سنائی دے۔"

میں نے آج تک کسی پر ایسا عمل نہیں کیا تھا۔ دراصل یہ ترکیب کبھی میرے دماغ میں نہیں آئی تھی۔ اپنوں کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ایسا عمل کیا جاتا ہے۔ دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں آتے ہی معمول کی آنکھیں فوراً بند ہو جاتی ہیں اور اُس کے کان دنیا کی تمام آوازوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ جس نے بھی اس پر عمل کیا تھا، وہ کوئی بہت ہی گھاگ عامل ہوگا۔

"کیا تمہیں اغوا کیا گیا ہے؟"

"مجھے کسی نے اغوا نہیں کیا ہے۔"

"کیا تم اپنی مرضی سے اس تنویمی عمل کرنے والے کے ساتھ جا رہی ہو؟"

"میں اُسے پسند کرتی ہوں۔ اس کا رنگ گورا ہے۔ میں اُس کے ساتھ سر اٹھا کر چلتی ہوں۔ غلام باقی کے ساتھ چلتے وقت میرا سر جھک جایا کرتا تھا۔"

"کیا تنویمی عمل کرنے والے نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ تم میرے ہر سوال کا جواب دیتی رہو؟"

"جو سوال میری ذات سے تعلق رکھتا ہے، اُس کے متعلق جواب دوں گی۔ کسی دوسرے کے متعلق میں کچھ نہیں جانتی۔ پوچھو گے تو بہری اور گونگی بن جاؤں گی۔"

"کیا تنویمی عمل کرنے والے نئے عاشق کا نام بتا سکتی ہو؟"

وہ چُپ رہی۔ میں نے دوسری بار پوچھا، وہ بدستور خاموش رہی۔ اُس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا، دوسرے کے متعلق کوئی بھی سوال ہوگا تو وہ گونگی اور بہری بن جائے گی اور ڈوب گئی تھی۔

بہر حال جو ہوا، بُرا ہوا۔ وہ ہاتھ سے نکل چکی تھی، خدا معلوم کہاں پہنچنے والی تھی۔

میجر برائٹ اس مشین کو ایک قبر میں چھپانے کے بعد مطمئن نہیں ہوا تھا۔ اُس نے مجبوری کی حالت میں ایسا کیا تھا۔ یہ سوچ رکھا تھا جیسے ہی اُسے چھپانے کی معقول جگہ ملے گی، وہ وہاں سے نکال لائے گا۔ اس بات کا بھی اطمینان تھا کہ ایک برس تک مکان کے پیچھے والا قبرستان ہموار نہیں کیا جائے گا۔ اس کے پاس رقم کی کمی نہیں تھی۔ ذرائع بھی اچھے خاصے تھے، وہ اپنے ذرائع بڑھاتا جا رہا تھا۔ اپنے جاں نثار مافیا والوں کی تعداد میں بھی اضافہ کرتا جا رہا تھا۔

جنرل ڈیکورا کی طرح اس کا بھی وہی طریقۂ کار تھا۔ نیا روپ اختیار کرنے کے بعد وہ اپنے کسی بھی ماتحت کے سامنے نہیں آتا تھا۔ کسی کو اُس کی رہائش گاہ کا علم نہیں تھا۔ دو ماہ بعد اُس کے ایک دست راست نے اطلاع دی: "ایک خفیہ اڈا ہمارے ہاتھ لگ سکتا ہے، لیکن اُس کا مالک ہمارا راز دار رہے گا۔ وہ بھی اپنی کچھ اہم چیزیں وہاں چھپایا کرتا ہے۔"

میجر برائٹ نے پوچھا: "کیا وہ بہت شاطر ہے۔ کیا ہم رفتہ رفتہ اس کے اڈے پر قبضہ نہیں جما سکتے؟"

"اُس کے پاس بھی کچھ کام کرنے والے لوگ ہیں، کافی خطرناک ہیں مگر ہمارے آدمی بھی کچھ کم نہیں ہیں، مناسب موقع دیکھ کر اسی خفیہ اڈے میں اُنہیں دفن کر دیا جائے گا۔"

اُس نے کہا: "اچھی بات ہے۔ میرا ایک خاص ماتحت مسٹر میکی تمہارے ساتھ جائے گا اور اس خفیہ اڈے کے مالک سے معاملات طے کرے گا۔"

دوسرے دن میجر برائٹ نے اپنے چہرے پر عارضی میک اپ کیا۔ کرائے پر ایک کار حاصل کی، پھر مسٹر میکی بن کر اپنے دست راست سے ملا۔ اُس کے ساتھ ایک بنگلے کے سامنے پہنچا، گاڑی روکی، پھر دونوں اندر گئے۔ وہاں کسی ادھیڑ عمر کے تجربہ کار شخص سے ملنے کی توقع تھی۔ لیکن ایک صوفے پر ایک نہایت حسین عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس نے ایک سگریٹ سلگا کر کش لیا، پھر دھواں چھوڑتے ہوئے بولی: "آؤ میاں میٹھو۔"

میجر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ بولی: "میں تمہارا نام اور پتا پوچھ کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکوں گی کیونکہ نام اور پتے جعلی ہوتے ہیں۔ دھوکا دینے والے ہر حال میں دھوکا دے جاتے ہیں، تم خود ہی بتاؤ، تم پر کس حد تک بھروسا کیا جائے؟"

میجر برائٹ نے کہا: "یہ سوال مجھے کرنا چاہیے۔ تم کس حد تک بھروسا کر سکتی ہو اور کیسے کر سکتی ہو؟"

"اس سوال کا جواب ہمارا باس دے گا۔ تم میں سے کوئی ایک

آدمی اُس سے مل سکتا ہے۔"

میجر برائٹ نے کہا۔ "میں اس سے ملاقات کروں گا۔"

"کیا تمھارے پاس اپنی گاڑی ہے؟"

"میں نے کرائے پر حاصل کی ہے۔"

"بہت چالاک ہو۔"

"ہمارے دھندوں میں چالاکی لازمی ہے۔"

"تم یہاں سے اپنی کار میں بیٹھ کر جاؤ گے۔ تمھارے سامنے سیٹ ٹیبل پر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا ہے۔ میں یہاں سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے گائیڈ کروں گی۔ تم انھی راستوں پر چلتے ہوئے اُس خفیہ اڈے تک پہنچو گے۔"

میجر برائٹ نے میز پر رکھے ہوئے چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کو اُٹھا لیا۔ وہ بولی۔ "کیا تم کبھی جیل گئے ہو؟"

"میں نے ایسا موقع آنے ہی نہیں دیا۔"

"کیا پولیس والوں کو تم پر بشبہ ہوتا ہے؟"

"شاید ہوتا ہو، میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔"

"سوسائٹی میں تمھارا کیا مقام ہے؟"

"میں خود کو گمنام رکھتا ہوں۔"

"کیا بُرے وقت پر اپنے بچاؤ کے لیے مستحکم ذرائع بھی استعمال کر سکتے ہو؟"

"میرا خیال ہے، ہر سپاہی کو تلوار اٹھانے سے پہلے ذرہ بکتر پہن لینا چاہیے۔ بائی دی وے، تم نے میرے باس کے متعلق کچھ نہیں پوچھا، صرف میرے متعلق سوال کر رہی ہو۔"

"تم میرے باس سے ملنے جا رہے ہو، اس لیے تمھارے متعلق جاننا ضروری سمجھتی ہوں۔ تم جا سکتے ہو۔"

وہ اپنی کرائے کی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ چونکہ اُسے تنہا جانے کے لیے کہا گیا تھا، اس لیے دست راست چلا گیا تھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا مین روڈ پر آیا۔ پھر اُس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے پوچھا۔ "مجھے کدھر جانا ہے؟"

"ایسٹ اینڈ پولیس چوکی کی طرف جاؤ۔"

اُس نے کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "اس کا مطلب ہے مجھے سرحد پار کرنا ہے۔"

"ہاں، وہاں سے آگے دس میل تک جانا ہوگا۔ کیا تمھاری کار میں کوئی غیر قانونی چیز ہے؟"

"ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔"

"اگر ہوتی تو تم پولیس چوکی والے سے کیسے نمٹ سکتے تھے؟"

"میں چوری کا مال لے جانے سے پہلے سوچتا ہوں۔ یوں راستے میں سوچتا ہوا نہیں جاتا۔"

"تمھیں راستے میں بھی سوچنا چاہیے۔ ہمارے دھندے میں کسی وقت بھی شامت آ سکتی ہے۔ بائی دی وے کوئی گڑبڑ ہوئی تو میرا حوالہ دے دینا۔ مجھے حادثہ کرنا کہتے ہیں۔"

وہ پولیس چوکی تک پہنچ گیا۔ امریکا میں ایک مدبر استدعا دوسری ریاست تک جانے کے لیے پولیس چوکیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہاں تلاشی لی جاتی ہے۔ میجر برائٹ کے پاس کرائے کی کار تھی۔ اُس میں کوئی ایسا سامان نہیں تھا جو قابلِ گرفت ہوتا۔ اس نے بڑے اطمینان سے ڈکی کی چابی دے دی۔ جب تلاشی لینے والوں نے اُسے کھولا تو وہاں کوکین سے بھرے ہوئے پلاسٹک کے تھیلے رکھے ہوئے تھے۔ وہ اطمینان سے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ انسپکٹر نے آ کر کہا۔ "مسٹر باہر نکلو، تمھارے جیسا دیدہ دلیر اسمگلر پہلی بار دیکھا ہے۔ دن دہاڑے کوکین اسمگل کر رہے ہو اور اطمینان سے تلاشی لینے کے لیے چابی بھی دے دیتے ہو۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر باہر آیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ڈکی کے پاس پہنچا تو کوکین سے بھرے ہوئے تھیلے دیکھ کر ہوش اڑ گئے۔ اُس نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں بالکل نہیں جانتا۔ یہ کسی نے مجھے پھانسنے کے لیے ایسا کیا ہے؟"

دوسرے آفیسر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مجرم گرفتار ہونے کے بعد ایسی ہی باتیں کرتے ہیں۔"

اُس نے اپنے پاس کھڑے ہوئے انسپکٹر کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ "دیکھو، اوّل تو میں نہیں جانتا یہ سامان میری ڈکی میں کیسے آیا۔ ویسے میں مادام کرینا کا آدمی ہوں۔"

انسپکٹر نے اُسے چونک کر دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔ "مادام کا یہاں نام نہ لو۔ انھوں نے تمھیں بھیج کر بڑی بھول کی ہے۔ انھیں چاہیے تھا پہلے مجھ سے رابطہ قائم کر لیتیں۔ اب کچھ نہیں ہو سکے گا۔"

"کیوں نہیں ہو سکے گا؟"

"وہ جو آفیسر ڈکی کے پاس کھڑا ہوا ہے، بالکل نیا ہے۔ مادام کرینا کو جانتا نہیں ہے اور کسی سے رشوت قبول نہیں کرتا ہے۔"

"مجھے کسی طرح بچا لو، میں تمھیں مالا مال کر دوں گا۔"

"کس طرح بچا سکتا ہوں؟ تم نے بڑی حماقت کی۔ چابی نکال کر تلاشی لینے کے لیے دے دی۔ اگر وہ چابی تمھارے ہاتھ میں ہوتی تو فوراً اسے اسٹارٹ کرتے اور کار لے کر فرار ہو جاتے۔ میں تعاقب کرنے تمھارے پیچھے آتا اور تمھیں فرار ہونے کا موقع دے دیتا لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔"

کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اُسے حوالات میں پہنچا دیا گیا۔ پولیس اسٹیشن میں طرح طرح کے سوالات کیے گئے۔ پتا چلا کرائے کی کار ہے۔ اُس کی جیبوں کی تلاشی لی گئی۔ تلاشی لینے والا بہت ہی تجربہ کار تھا۔ اُس نے چونک کر اُسے دیکھا۔ پھر پیچھے ہٹ کر غور سے دیکھا۔ اس کے بعد میز کے پاس گیا۔ اپنی دراز کھول کر ایک مدوّب نکالا۔ قریب آ کر اس کے چہرے کا معائنہ کرنے لگا۔ میجر بہت مشکل میں پڑ گیا تھا، سمجھ گیا، اب میک اپ کا بھانڈا زور پھوٹے گا۔

اور بھانڈا پھوٹ گیا۔ اُس نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ "اس کے چہرے پر میک اپ ہے۔ صاف کرو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ چہرہ صاف ہو گیا۔ ان حالات میں وہ کسی مادام کرینا پر الزام عائد نہیں کر سکتا تھا، خود کو معصوم ظاہر نہیں کر سکتا تھا کوئی معصوم اور غیر متعلق شخص اس طرح میک اپ کر کے پولیس والوں کا دھوکا نہیں دیتا۔ اُس سے پوچھا گیا، وہ کون ہے، کہاں رہتا ہے اور کس کے لیے کام کرتا ہے؟

اُس نے جواب دیا۔ "میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ اس دنیا میں میرا کوئی اپنا نہیں ہے۔ میں چھوٹے موٹے دھندے کرتا ہوں۔ کبھی کسی بڑے سنڈیکیٹ میں معمولی آلۂ کار کے طور پر کام مل جاتا ہے۔ مجھے ایک عورت نے اپنے پاس بلایا تھا اور کہا تھا، کرائے کی گاڑی لے کر آؤ۔ تمھارے لیے اچھی آفر ہے۔ میں وہاں گیا تو ایک بہت ہی خوب صورت عورت سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے اپنا نام مادام کرینا بتایا اور ایک شخص کے پاس جانے کے لیے کہا۔ میں نے اُس کا پتا پوچھا تو بتانے سے انکار کر دیا۔ کہنے لگی میرے پاس ٹرانسمیٹر رہے گا۔ اس کے ذریعے مجھے گائیڈ کیا جائے گا اور میں اُس شخص تک پہنچ جاؤں گا لیکن پولیس چوکی سے آگے نہ بڑھ سکا۔ پتا چلا، جب میں مادام کرینا سے باتیں کر رہا تھا تو اس کے آدمیوں نے میری کار کی ڈکی میں کوکین لاکر رکھ دی تھی۔"

بہت سے چھوٹے بڑے جرائم کے سلسلے میں مادام کرینا کا نام آتا رہتا تھا لیکن اُس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملتا تھا اس لیے پولیس اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتی تھی۔ میجر برائٹ اس کی جگہ پکڑا گیا تھا، اُسے چھ مہینے قید کی سزا سنائی گئی۔ جب سے وہ مشین اُس کے ہاتھ لگی تھی، وہ بھانت بھانت کے مجرموں کو خرید رہا تھا۔ انھیں اچھا خاصا معاوضہ دے کر ایک سنڈیکیٹ بنانا چاہتا تھا۔ وہ فوج میں رہ چکا تھا، جانتا تھا، کس طرح ایک فوج ترتیب دی جاتی ہے اور اسے کس طرح اپنی کمانڈ میں رکھا جاتا ہے۔ اس منصوبے کے ابتدائی مرحلے میں اس کے پاس پچاس جاں نثار تھے جنھیں مختلف طریقوں سے آزما رہا تھا۔ انھیں آزمانے کا صرف دو مہینے تک ہی موقع ملا تھا کہ اچانک قانون کی گرفت میں آ گیا۔ اُسے ذرا بھی شبہ ہوتا تو وہ مادام کرینا کے قریب میں نہ آتا۔ دراصل اسی کو تجربہ کہتے ہیں۔ جب تک آدمی ٹھوکر نہیں کھاتا، اُسے وقت پر سنبھلنا بھی نہیں آتا۔

اُسے یہ ٹھوکر مہنگی پڑی تھی۔ چھ ماہ بعد جب وہ جیل سے نکلا تو پہلا نقصان یہ ہوا کہ اُس کا موجودہ پلاسٹک سرجری والا چہرہ سب کی نظروں میں آ گیا تھا، اخبارات میں بھی شائع ہو چکا تھا۔ لہٰذا اب وہ سنڈیکیٹ کے لوگوں سے بھی چھپ کر نہیں رہ سکتا تھا۔ بے شک وہ اُسے باس کی حیثیت سے نہ پہچانتے لیکن ایک سزا یافتہ مجرم کی حیثیت سے ضرور پہچان لیتے۔ وہ اس چہرے کے ساتھ معزز لوگوں کی سوسائٹی میں بھی نہیں جا سکتا تھا۔

رہائی پانے کے بعد سب سے پہلے مادام کرینا کا ایک آدمی اُس کے پاس آیا، پھر بولا۔ "تمھارے ساتھ جو کچھ ہوا، مادام کو اس کا افسوس ہے، وہ اس کی تلافی کرنا چاہتی ہیں۔ تمھارے ہر طرح کام آنا چاہتی ہیں۔"

وہ چھ ماہ تک جیل کے اندر مادام کرینا کو یاد کرتا رہا تھا اور غصے سے پیچ و تاب کھاتا رہا تھا۔ ساتھ ہی قسمیں بھی کھاتا رہا تھا کہ اُسے زندہ نہیں چھوڑے گا یا اس طرح بے نقاب کرے گا کہ معزز سوسائٹی کے لوگ پھر کبھی اُسے مادام نہیں کہیں گے یا وہ ساری زندگی جیل میں گزار دے گی یا اس کے قدموں میں بیٹھے گی۔

اُس نے انکار نہیں کیا۔ اس شخص کے ساتھ ایک بہت بڑی کوٹھی میں پہنچا۔ مین گیٹ پر ہی نیم پلیٹ پر مادام کرینا کا نام لکھا ہوا تھا۔ کوٹھی کے بیدر کتنے ہی مرد اور خوب صورت عورتیں ملازم کے طور پر اِدھر اُدھر آتے جاتے اور کام کرتے ہوئے دکھائی دیے۔ وہاں کے رکھ رکھاؤ سے پتا چل رہا تھا وہ اونچی سوسائٹی میں کس قدر معزز اور دولت مند سمجھی جاتی ہوگی۔

جب وہ اندر آیا تو اُسے دو عورتوں نے دو طرف سے تھام لیا، پھر مسکراتے ہوئے ایک طرف لے جانے لگیں۔ اُس نے پوچھا۔ "مادام کہاں ہیں؟"

ایک ہنستے ہوئے بولی۔ "ایسی بھی کیا بے صبری ہے۔"

دوسری عورت نے ہنستے ہوئے اُسے ایک آئینے کے سامنے کھڑا کر دیا، پھر کہا۔ "پہلے اپنا حلیہ دیکھو، داڑھی بڑھی ہوئی ہے، کپڑے ایسے ہیں کہ مادام کے ملازم بھی نہیں پہنتے ہوں گے لہٰذا پہلے غسل کرو، لباس تبدیل کرو۔ تازہ دم ہو جاؤ، اس کے بعد مادام سے ملاقات ہو جائے گی۔"

وہ دونوں اُسے ایک بیڈ روم میں لے آئیں۔ ایک نے بڑی سی الماری کھولتے ہوئے کہا۔ "اس میں ہر سائز کے لباس موجود ہیں، جوتے بھی ہر سائز کے ہیں۔ باتھ روم میں نہانے کا سامان موجود ہے، شیو بھی کر سکتے ہو اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو کال بیل کا بٹن دبا دینا۔ ہم میں سے کوئی بھی حاضر ہو کر تمھاری ضرورت پوری کر سکتی ہے۔"

وہ دونوں ہنستی کھلکھلاتی ہوئی دروازے تک گئیں۔ پھر ایک نے

پلٹ کر کہا۔ "اور ہاں، وہ سامنے والی دیوار پر دیکھو۔ کتنا بڑا اسکرین ہے، اگر تم اپنے بستر کی دائیں طرف والی میز کا سبز بٹن دبا دو گے تو اس میں مادام نظر آئیں گی۔ سرخ بٹن دبا دو گے تو اسکرین کُبجہ جائے گا۔"

وہ پتا نہیں کیوں ذرا ذرا سی بات پر ہنستی تھیں، جیسے وہ کارٹون نظر آ رہا ہو۔ وہ اسی طرح ہنستی کھلکھلاتی چلی گئیں۔ اس نے بستر کے سرے پر بیٹھ کر سبز بٹن کو دبا دیا۔ اسکرین روشن ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی مادام کریتا دکھائی دی۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "ہیلو مسٹر میکی! مجھے دیکھنے کے لیے اتنے بے تاب ہو؟"

میجر برائٹ نے پوچھا۔ "کیا میری آواز بھی تمھارے پاس پہنچ رہی ہے؟"

"بیشک، ہم دور ہیں لیکن ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں۔ تم نے اپنا حلیہ نہیں بدلا اور اسکرین پر مجھے دیکھنے لگے۔"

"پہلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ بُری بات ہے۔ آدمی کو نفاست پسند ہونا چاہیے۔ صاف ستھرا رہنے کی عادت ڈالو۔ پہلے حلیہ بدلو۔ دیکھو، میں کتنی حسین لگ رہی ہوں۔"

وہ تخلیقِ ناز و ادا سے خود کو دکھانے لگی۔ اس کے پس منظر میں ایک بڑا سا بیڈ روم تھا۔ بہت ہی خوبصورت شاہانہ طرز کا پلنگ تھا۔ آرام و آسائش کی ہر چیز موجود تھی۔ شراب کی بوتلیں بھی دکھائی دے رہی تھیں اور وہ بوتل کی طرح کھلتی جا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "تم آج سے چھ ماہ پہلے میرے پاس سے مٹنے آئے تھے۔ میں نے تمھیں وہاں تک پہنچانے کی کوشش کی لیکن تمھارا مقدر خراب تھا۔ بہرحال آج تم مل سکتے ہو۔"

پھر اس نے ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "نائی ڈیئر ڈان! آ جاؤ، بے چارہ تمھیں دیکھنا چاہتا ہے۔"

اس نے اسکرین پر آتے ہی مادام کریتا کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس کی ذات میں دلچسپی لینے لگا۔ یعنی جان بوجھ کر میجر برائٹ کو نظر انداز کرنے لگا۔ میجر اسے بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ وہ دیکھنے کی چیز تھا۔ جسمانی اعتبار سے باڈی بلڈر دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے بازوؤں کی مچھلیاں ایسی اُبھری ہوئی اور بھری بھری تھیں جیسے ہر کولیس کی تصویر میں دکھائی دیتی ہیں۔ اسی طرح بہت سخت چٹانی سینہ تھا۔ ایسا خوبصورت جسم بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ اس پر وہ قد آور تھا۔ قدرت نے اس کے ساتھ بڑی فیاضی سے کام لیا تھا۔ چہرہ اتنا پُرکشش تھا کہ عورتیں اسے ایک بار دیکھنے کے بعد کبھی بھلا نہیں ہوں گی۔ اس کے وجود میں آنکھیں سب سے زیادہ قابلِ ذکر تھیں۔ عورتوں کے لیے ہرنی کی آنکھوں کی مثال دی جاتی ہے۔ اس کی آنکھیں ہرن جیسی تھیں۔ دیکھنے میں معصوم تھیں لیکن جب اس نے مسکراتے ہوئے میجر برائٹ کی طرف دیکھا تو وہ چیتے کی طرح تیز اور دل میں اتر جانے والی محسوس ہوئیں۔ وہ معصوم آنکھیں مسکرا رہی تھیں مگر خونخوار لگ رہی تھیں۔

اس نے تھوڑی دیر تک مادام کریتا میں دلچسپی لی۔ پھر اسے اُٹھا کر بستر پر پھینک دیا۔ پلٹ کر بولا۔ "ہیلو مسٹر گنام! میں بہت جلد تمھارا نام الم تمھاری پوری ہسٹری معلوم کر لوں گا۔"

اتنی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی تھی اور آواز کیا تھی، جیسے کوئی سی گھن گرج تھی۔ سیدھی دل میں اگر بجتی تھی۔ اچھی بھی لگتی تھی اور خوابیدہ محسوس ہوتا تھا۔ ایسی غیر معمولی آواز اور غیر معمولی آنکھوں کا حامل شخص تخلیقی عمل کا ماہر ہوتا ہے۔

وہ اسکرین پر نظر آنے والا پنجوں کے بل اُچھل رہا تھا۔ پھر اُچھلتے اُچھلتے اس نے یکبارگی خواب گاہ کی محدود فضا میں چھلانگ لگائی۔ فرش اور چھت کے درمیان قلابازی کھائی، سیدھا ہوا دام کریتا کے پاس بستر پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ کریتا کے حلق سے چیخ نکلی۔ یہ خوشی کی چیخ تھی۔ اس کے بعد وہ ہنسنے لگی۔

میجر برائٹ نے غصّے سے دیکھا۔ پھر سُرخ بٹن کو دبا دیا۔ اسکرین بجھ گیا۔ وہ دونوں بے حیائی کی حد تک لگاہوں کے سامنے سے ہٹ گئے۔ اس نے آئینے کے سامنے آ کر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ کئی دنوں کا بیمار لگ رہا تھا۔ حلیہ بدلنا ضروری تھا۔ وہ باتھ روم میں چلا گیا۔

وہ شیو کرنے اور غسل کرنے کے بعد تازہ دم ہو گیا۔ کمرے میں الماری کھولی۔ اپنے سائز کا لباس نکالا۔ پہننے لگا۔ وہ دونوں عورتیں غائب ہو چکی تھیں۔ کھانے پینے کا سامان لے کر آ گئیں۔ پہلے اس نے سوچا تھا حلیہ بدل کر کپڑے پہن کر یہاں سے نکل جائے گا۔ کھانا دیکھ کر بھوک کا احساس ہوا۔ جب کھانے بیٹھا تو دماغ کام کرنے لگا۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو شخص لڑکی پر نظر آیا تھا، وہی اصل باس ہے۔ اسے کسی طرح قابو میں کر کے اپنا بعد الم بنایا جائے اور نہ بنا سکے تو دوست بنایا جائے۔ وہ شخص بہت کام آ سکتا تھا۔ وہ اس سلسلے میں بہت سوچ سمجھ کر پلاننگ کرنا چاہتا تھا۔

کھانے کے بعد اسے کمزوری کا احساس ہوا۔ تھکن محسوس ہو رہی تھی۔ جی چاہتا تھا کھاتے ہی لیٹ جائے لیکن کھانے سے پہلے ہی وہ آہستہ آہستہ لیٹ گیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ دماغ بیدار تھا۔ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، سمجھ رہا تھا لیکن جہاں لیٹ گیا تھا، وہاں سے اُٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

وہ سوچنے لگا۔ "مجھے کیا ہو گیا ہے؟ اٹھنا کیوں نہیں چاہتا۔ کم از کم ہاتھ پاؤں تو ہلا سکتا ہوں۔"

اس نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو موڑنا چاہا، مٹھی باندھنے کی کوشش کی مگر ایسا کچھ نہ ہوا۔ وہ ساکت پڑا رہا۔ جسم ایک ذرا حرکت کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ دماغ میں عجیب سی سنسناہٹ تھی لیکن وہ سوچنے کے قابل تھا۔ آنکھوں کے سامنے ہر چیز صاف دکھائی دے رہی تھی۔ کانوں سے بھی سنائی دے رہا تھا۔ اتنی سی بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ کھانے پینے کی چند ایسی ضرور کچھ ملا دیا گیا تھا جس کے نتیجے میں اس کی یہ حالت ہو رہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح لیٹا رہا۔ پھر دو شخص ایک اسٹریچر لے کر آئے۔ ایک نے قریب آ کر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی۔ پھر دونوں نے اسے اٹھا کر اسٹریچر پر ڈال دیا۔ اب اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن سمجھ میں آ رہا تھا کہ اسٹریچر اٹھا لیا گیا ہے۔ اسے کہیں لے جایا جا رہا ہے۔ وہ اندر ہی اندر تڑپ رہا تھا۔ کسی طرح ہاتھ کو آنکھوں تک لے جا کر پٹی ہٹانا چاہتا تھا لیکن ہاتھ تو کیا، وہ انگلی بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔

اب وہ پچھتا رہا تھا۔ سوچ رہا تھا، حیل سے رہا ہوتے ہی اسے قبرستان کی طرف جانا چاہیے تھا۔ پہلے اپنی مشین کو دیکھنا چاہیے تھا۔ اگرچہ یقین تھا کوئی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا پھر بھی اطمینان کے لیے وہاں ایک نظر ڈال کر چلا آتا پھر آئندہ بھی اطمینان رہتا لیکن پتا نہیں وہ کہاں پھنس رہا تھا اور کب وہاں سے نجات ملنے والی تھی۔

اسٹریچر کو کہیں رکھ دیا گیا۔ پھر دونوں نے اسے اٹھا کر ایک بستر پر ڈال دیا۔ آنکھوں سے پٹی ہٹا دی۔ اس کے بعد اسٹریچر اٹھا کر چلے گئے۔ وہ دیدے گھما کر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ کمرہ خالی تھا۔ صرف وہی ایک چھوٹا سا بستر تھا جہاں اسے لٹایا گیا تھا۔ کمرے کی دیواریں سفید تھیں۔ دروازے اور کھڑکیوں پر لگے ہوئے پردے بھی سفید تھے، وہاں کوئی دوسرا رنگ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ذرا دیر بعد دروازہ کھلا۔ پھر وہی شخص نظر آیا جسے وہ اسکرین پر دیکھ چکا تھا۔ اس نے سیاہ لباس پہنا ہوا تھا۔ سر پر سیاہ رنگ کا مسکارف بندھا ہوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا قریب آیا۔ میجر برائٹ اسے دیکھنا نہیں چاہتا تھا لیکن گہری خاموشی اتنی دیر تک رہی کہ وہ بے چین ہو گیا۔ سوچنے لگا، آخر وہ آنے والا خاموش کیوں ہے؟ اسے دیکھنا چاہیے۔

اس نے دیکھنے کے لیے دیدے گھمائے اور جب اسے دیکھا تو جیسے رگ و پے میں آنے والے کی آنکھوں میں دھنس گئیں۔ وہاں سے نکل نہ سکیں۔ وہ دیدے گھما کر دوسری طرف دیکھنا چاہتا تھا مگر دیدے بھی ساکت ہو گئے تھے۔ آنے والے کی بڑی بڑی آنکھیں اس کے حواس پر چھا رہی تھیں۔ وہ کچھ بول نہیں رہا تھا مگر یوں لگتا تھا جیسے آنکھیں بول رہی ہیں اور اس کے پورے وجود کو اپنی نادیدہ مٹھی میں جکڑ رہی ہیں۔

چند سیکنڈ کے بعد ہی محسوس ہوا جیسے غنودگی طاری ہو رہی ہے، آنکھیں بند ہونا چاہتی ہیں۔ اسی وقت اس کی بھاری بھرکم حاکمانہ آواز سنائی دی۔ "تم اپنی آنکھیں کھلی رکھو گے۔"

اس کا حکم دماغ میں پتھر کی طرح لگا۔ اس کی بند ہوتی ہوئی آنکھیں ایک دم سے کھل گئیں۔ جو غنودگی غالب آ رہی تھی، وہ ختم ہو گئی۔ وہ بے اختیار بے بسی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا جا رہا تھا۔ اب اس پر سحر طاری ہو رہا تھا۔ کمرے کی محدود فضا میں اسے اس عامل کے سوا کچھ اور نظر نہیں آ رہا تھا۔ یوں کہنا چاہیے عامل بھی نظر نہیں آ رہا تھا، صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ پھر ان آنکھوں نے کہا۔ "بولو۔ میں حکم دیتا ہوں، بولو۔ اپنے بارے میں بولو اور جو سچ ہے صرف وہی بولو۔"

میجر برائٹ کے ہونٹ لرزنے لگے۔ پھر زبان کھل گئی۔ وہ بے اختیار بولنے لگا۔ اگرچہ وہ سمجھ رہا تھا کہ بولنا نہیں چاہیے۔ اپنے بارے میں کوئی بات نہیں بتانا چاہیے۔ اپنا اصل نام تک نہیں بتانا چاہیے۔ اپنا کام تک نہیں بتانا چاہیے خصوصاً اس مشین کے متعلق نہیں بتانا چاہیے لیکن وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ بولتا جا رہا تھا۔ پتا نہیں، وہ ایک منٹ تک بولتا رہا یا ایک گھنٹے تک بولتا رہا، صبح سے شام تک بولتا رہا۔ اسے کچھ ہوش نہیں تھا۔ اچانک وہی دھیمی دھیمی سی گھن گرج والی آواز سنائی دی۔ "بس خاموش ہو جاؤ۔"

وہ یکبارگی چپ ہو گیا۔ زبان ساکت ہو گئی۔ ہونٹ بند ہو گئے۔ اس آواز نے حکم دیا۔ "آنکھیں بند کر لو۔ صبح تک آرام سے سوتے رہو۔"

اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ نیند میں ڈوب گیا۔ وہ صبح تک آتی گہری نیند میں رہا کہ ایسے میں کوئی قتل کر دیتا تو اسے پتا نہ چلتا۔ جب آنکھ کھلی تو اس نے خود کو اسی بیڈ روم میں پایا جہاں کھانے کے بعد بے حد کمزور ہو گیا تھا۔ آنکھ کھلنے کے بعد وہ چند سیکنڈ تک چپ چاپ پڑا رہا۔ سوچ رہا تھا کہاں آیا تھا اور اس پر کیا گزرتی رہی تھی۔ پھر اسے یاد آیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں بے کار ہو گئے تھے۔ پورا جسم جیسے فالج زدہ تھا۔ حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سوچتے ہی اس نے سب سے پہلے ہاتھ ہلانے کی کوشش کی تو اس کا ہاتھ اُٹھ گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر دیکھنے لگا۔ اس نے پھر پاؤں ہلائے۔ اب وہ حرکت کر سکتا تھا۔ اس نے اطمینان کی گہری سانس لیتے ہوئے آنکھیں بند کیں، وہ تو سمجھ بیٹھا تھا جیسے آدھا مر چکا ہے، صرف سوچنے سمجھنے کی حد تک زندہ رہ گیا ہے مگر اب وہ ایک مکمل زندہ انسان تھا۔

بیڈ روم کا دروازہ کھلا۔ دو عورتیں ہنستی کھلکھلاتی ہوئی اندر آئیں۔ ان کے ہاتھوں میں دودھ اور پھلوں کی ٹرے تھی۔ انھوں نے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "پھل کھاؤ اور دودھ پیو۔ پہلے جیسی توانائی محسوس ہو گی۔ ایک گھنٹے بعد اسکرین پر باس سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

وہ چلی گئیں۔ اس نے ایک سیب کھایا، ایک گلاس دودھ پیا۔ پھر باتھ روم میں چلا گیا۔ اب اسے یاد آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا اور جو کچھ ہوتا رہا اس پر پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے اپنی پوری ہسٹری اس عامل کو سنا دی تھی۔

جن دنوں وہ سپر اسٹار، جنرل ڈیکوراڈر کرنل جم کے ساتھ ٹرانسمشین کو استعمال کر رہا تھا تو سب سے پہلے بہرام گنگو نی کے تخریبی عمل کی صلاحیتیں انھوں نے اپنے اپنے دماغ میں منتقل کرائی تھیں اور بہرام گنگو نے انھیں عملی طور پر بتایا تھا کہ کس طرح کسی پر تخریبی عمل کیا جاتا ہے۔ پچھلی رات اس پر جو عمل کیا گیا، وہ اس کے لیے نئی بات تھی۔ اس عامل نے زبان سے کوئی سوال نہیں کیا تھا، بس حکم دیا تھا کہ بولو۔ اپنے بارے میں سچ سچ بولو اور وہ بولتا چلا گیا تھا۔ کوئی اسے مجبور نہیں کر رہا تھا۔ کوئی اسے چابک نہیں مار رہا تھا۔ کوئی اس کا گلا نہیں دبا رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ خود بخود بولتا جا رہا تھا بس وہ خوف ناک آنکھیں تھیں جو اس کے حواس پر چھا گئی تھیں۔

چھائی ہوئی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ نہیں بولے گا تو وہ اُنھیں اس کے لیے موت بن جائیں گی۔

وہ تحمل کر رہا تھا اور ٹھنڈے دماغ سے سوچ رہا تھا کہ اس حال سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا ہے۔ اب اس کی آنکھوں کا سحر باقی نہیں ہے مگر وہ آنکھیں دماغ سے چپکی ہوئی ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ کہیں چھپ کر دیکھ رہا ہے کچھ بھی ہو وہ اس کے حواس پر بُری طرح چھا گیا تھا۔

اس نے کمرے میں اگر لباس تبدیل کیا ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔ اس نے پلنگ پر بیٹھ کر سبز رنگ کے بٹن کو دبایا۔ سامنے دیوار پر بڑا سا اسکرین روشن ہو گیا۔ وہی بیڈ روم کا منظر تھا۔ مادام کریسنا مسکراتے ہوئے بول رہی تھی "ہیلو مسٹر برائٹ ہم تو چھپے رستم نکلے۔ جس ٹرانسفارمر مشین کے لیے ساری دنیا دیوانی ہے اسے تم نے چھپا رکھا تھا۔"

"ہاں میں سمجھ رہا ہوں کہ اب میرا کوئی راز تم لوگوں سے چھپا ہوا نہیں ہے لہٰذا اپنی فرصت میں اسے قبر سے نکال لینا چاہیے۔"

"میجر برائٹ تمھیں یہ سُن کر افسوس ہو گا کہ وہ مشین کوئی نکال کر لے گیا ہے۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ تم جھوٹ بول رہی ہو۔ مجھے سے فراڈ کیا جا رہا ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ سے معلومات حاصل کی گئیں۔ پھر مجھے سلا دیا گیا۔ میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ تم لوگوں نے کل رات ہی اس مشین کو وہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ چھپا دیا ہے۔"

مادام کریسنا نے چند کاغذات اُٹھائے۔ وہ کاغذات پورے اسکرین پر دکھائی دے رہے تھے۔ اس کی تحریر صاف پڑھی جا سکتی تھی۔ مادام کی آواز سنائی دے رہی تھی "دیکھو اور غور سے پڑھو۔ یہ مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ ہے۔ تم نے تنویمی عمل کے دوران سارے طریقے بتائے اور ہم نے اسے نوٹ کر لیا۔ تمھارے کہنے کے مطابق وہ مشین ہمارے پاس ہوتی تو پھر تمھیں زندہ رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ مشین بھی ہمارے پاس نہیں۔ طریقہ بھی ہمیں آگیا تھا۔"

وہ چپ رہا۔ مادام کریسنا اسکرین پر نظر آ رہی تھی۔ وہ آئرن سیف کھول کر اس کا کاغذ کو رکھ رہی تھی۔ پھر اسے لاک کر رہی تھی۔ وہ پلٹ کر بولی۔ "میجر برائٹ تمھیں زندہ رکھنے کی چند وجوہات ہیں۔ انھیں سُن لو اور ہمیشہ یاد رکھو۔ پہلی بات یہ کہ ہمیں اس مشین کو تلاش کرنا ہے معلوم کرنا ہے کہ اسے کون وہاں سے لے گیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ تم بہت اعلیٰ درجے کے میکینکل انجینئر ہو۔ کسی بھی مشین کی رگ رگ کو سمجھ لیتے ہو۔ ہمیں تمھارے جیسی آدمی کی ضرورت ہے۔ تیسری اور اہم بات یہ ہے کہ تم مفرور ہو۔ اس حکومت کے اہم رازوں سے واقف ہو۔ قانون کے محافظوں کو تمھاری تلاش ہے تم نے اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرا لی ہے۔ کوئی تمھیں نہیں جانتا صرف میں جانتی ہوں اور ہمارا باس آئرن ہارڈی جانتا ہے۔ آئندہ تم اس وقت تک زندہ رہو گے اور محفوظ بھی رہو گے جب تک ہمارے وفادار غلام رہو گے۔ اگر تم نے ہمارے کسی حکم کی تعمیل سے انکار کیا تو ہم کچھ نہیں کریں گے۔ میں مادام کریسنا ایک معزز شہری ہوں۔ حُبّ الوطن ہوں۔ میں تمھیں اپنے وطن کے رکھوالوں کے حوالے کر دوں گی۔ اس طرح میں اونچی سوسائٹی میں اور حکومت کی نظروں میں اور زیادہ معزز ہو جاؤں گی۔"

وہ کم کم ہو کر اس کی باتیں سُن رہا تھا۔ بری طرح پھنس گیا تھا۔ ان لوگوں سے عداوت رکھنا سراسر حماقت ہوتی۔ یہ بات برداشت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ ایک علیٰحدہ سنڈیکیٹ کا پکا باس تھا اور یہ اسے اپنا غلام بنا رہے تھے۔ کہاں آسمان پر پہنچنا چاہتا تھا اور کہاں زمین کی پستیوں میں پھینکا جا رہا تھا۔

مادام کریسنا کی باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا وہ فراڈ نہیں کر رہے ہیں۔ مشین پہنچ کوئی اٹھا لے گیا ہے۔ مگر کون لے جا سکتا ہے؟ اس نے پوچھا۔ "کیا وہ قبر کھلی ہوئی تھی؟"

"صرف وہی نہیں۔ اس پاس کی کتنی قبریں کھودی گئی تھیں اور اسی طرح چھوڑ دی گئی تھیں۔ تم نے تنویمی عمل کے دوران کہا تھا ایک قبر ایسی ہے جس کی بغلی دیوار کو کھود کر تم نے مشین چھپائی تھی۔ باس نے اس قبر کو خاص طور پر دیکھا۔ اس کی بغلی دیوار کھڑی ہوئی تھی لیکن مشین نہیں تھی۔ اس قبر کی حالت بتا رہی تھی کہ اسے ایک یا دو دن کے اندر ہی کھودا گیا ہے۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگا "کون ایسا کر سکتا ہے۔ سپر مائنڈ؟ کرنل جم؟ یا جنرل ڈیکورا؟"

مادام کریسنا نے کہا "تمھارے تنویمی بیان کے مطابق ان تین ساتھیوں میں سے کسی نے مشین پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ ہم نے تمھاری زبان سے تینوں کا نام اور پتا ٹھکانا معلوم کر لیا ہے۔ کل تمام رات ہم اور ہمارے آدمی معروف رہے۔ پتا چلا ان تینوں کو عہدوں سے برطرف کر دیا گیا ہے۔ وہ کہاں گئے یہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ چھ ماہ قبل اخبارات میں جنرل ڈیکورا کی تصویریں شائع ہوئی تھیں۔ اسے مفرور قرار دیا گیا تھا۔ اسے تلاش کرنے یا اس کا پتا ٹھکانا بتانے والوں کو انعام دینے کا بھی اعلان کیا گیا تھا۔ کیا تم بتا سکتے ہو وہ قانون کی نظروں میں مفرور کیوں ہے۔ اس نے کیا جُرم کیا ہے۔ کیا تم لوگوں نے اس تہ خانے میں ٹرانسفارمر مشین کے ساتھ جو سلوک کیا اور ایک نئی مشین تیار کی، اس کا علم حکومت کو ہو چکا ہے؟"

"شاید یہی بات ہے۔ میرے چلے آنے کے بعد جو دوسرا میکینکل انجینئر میری جگہ آیا ہو گا اس نے بھانڈا پھوڑ دیا ہو گا کہ وہ مشین بے کار ہے شاید اس طرح وہ سب قانون کی زد میں آ گئے ہوں گے اور جنرل ڈیکورا گرفتار ہونے سے پہلے ہی فرار ہو گیا ہو گا۔"

مادام کریسنا نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ سپر مائنڈ اور کرنل جم قید خانے میں ہیں یا انھیں ایسی سزا دی گئی ہے جس کا علم عوام کو نہیں ہو سکتا۔ جنرل ڈیکورا زندہ ہے آزاد ہے اور کہیں چھپا ہوا ہے۔ ہم فرض کر لیتے ہیں وہ بھی تمھاری طرح ایک سنڈیکیٹ بنانا چاہتا تھا۔ اس کے پاس اچھے خاصے

دنیا کا کون ایسا مجرم ہے جو ٹیلی پیتھی سیکھنا نہ چاہتا ہو۔ آئرن ہارڈی بھی چاہتا تھا۔ میجر برائٹ سے تنویمی عمل کے ذریعے سب کچھ اگلوانے کے بعد اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ اب وہ اپنی ایک خفیہ رہائش گاہ میں جا کر بیٹھ گیا تھا۔ اس رہائش گاہ کا علم مادام کریسنا کو بھی نہیں تھا۔ اس نے اپنے خاص ماتحتوں کو حکم دیا۔ اس لنک میں جتنے مجرم ہیں سب سے ملاقات کروا دو اور یہ معلوم کرتے رہو کہ کون کس کے لیے کام کرتا ہے۔ اُن سے ضرورت مند بن کر ملاقات کرو کہ تم بھی کسی کے لیے کام کرنا چاہتے ہو وہ ضرور تمھیں کسی نہ کسی کے پاس پہنچائیں گے بلکہ کسی ایسے گروہ میں پہنچائیں گے جس کا علم ہی میں قیام عمل میں آیا ہو۔"

آئرن ہارڈی نے کہا "خاص طور پر ایسے گروہ یا تنظیم کے متعلق معلوم کرو جس کا سرغنہ کسی کے سامنے نہ آتا ہو۔ پُراسرار بن کر گوشۂ گمنامی میں رہتا ہو اور چھپ کر احکامات صادر کرتا ہو۔ اس طرح وہ کم از کم اپنی آواز سنتا ہو گا لہٰذا اس آواز کو ریکارڈ کرنے کی کوشش کرو۔ مجھے صبح و شام رپورٹ ملنا چاہیے کہ تم لوگ اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو۔"

اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ پھر دیوار پر لگے ہوئے بڑے سے ٹی وی اسکرین کو دیکھا۔ قریب ہی میز پر ایک بڑا سا ٹیلیفون سیٹ رکھا ہوا تھا۔ اس نے بٹن کو آن کیا۔ پھر ڈائل کے بٹن کو دبانے لگا۔ اس نے ایک سبز رنگ کے بٹن کو دبایا۔ سامنے والا اسکرین آن ہو گیا۔ ایک بڑا سا کمرہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ پھر کوئی شخص آیا۔ اس نے اپنے ٹیلیفون سیٹ کے ماؤتھ اور اسپیکر کو آن کر دیا۔ اس کے بعد پلٹ کر بولا۔ "ہیلو آئرن۔"

اِدھر والے نے کہا "ہیلو ہارڈی۔"

اگر اس وقت کوئی ان دونوں کو دیکھ لیتا تو حیران رہ جاتا۔ اِدھر بھی وہی آئرن ہارڈی تھا اور اُدھر اسکرین پر بھی وہی آئرن ہارڈی نظر آ رہا تھا لیکن اسکرین والے نے اِدھر والے کو آئرن کہہ کر مخاطب کیا تھا اور آئرن نے اُدھر والے کو ہارڈی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب تک جس نے میجر برائٹ پر تنویمی عمل کیا تھا اور مادام کریسنا کے ساتھ نظر آ رہا تھا، اس کا نام ہارڈی تھا۔ دونوں نے اپنا نام ملا کر آئرن ہارڈی رکھا ہوا تھا۔ پتا نہیں وہ دونوں جڑواں بھائی تھے یا اتفاقیہ ہمشکل تھے یا دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا نقال تھا۔ وہ دونوں کیسے عجوبے تھے یہ بعد میں معلوم ہونے والا تھا۔

آئرن نے کہا "میں نے میجر برائٹ سے حاصل ہونے والی تمام معلومات کمپیوٹر کو فیڈ کر دی تھیں۔"

اسکرین پر نظر آنے والے ہارڈی نے کہا "میں نے مانیٹر ڈ پر وہ پوری تفصیل پڑھ لی ہے۔"

"میجر برائٹ کی زبان سے مورینا، اس امریکا کا نام سُن کر مجھے آیا۔ اب سے کوئی چھ سات ماہ پہلے وہ ایک نیگرو کے ساتھ دیکھی گئی تھی

اخباروں اور رسالوں میں اس کا تذکرہ ہوا کہ اتنی حسین عورت نے ایک کالے کو گوروں پر ترجیح دی ہے اور اس کے ساتھ راتیں کالی کرتی ہے۔ اس کے بعد مورینا یہاں سے غائب ہوگئی۔ ایک آدھ بار کسی اخبار میں یہ پڑھا گیا کہ مورینا گمنامی کی زندگی گزار رہی ہے یا پھر یہ ملک چھوڑ کر چلی گئی۔"

ٹی وی پر نظر آنے والے ہارڈی نے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں ایسا ان نسلی فسادات کی وجہ سے وہ نیگرو فرینڈ کے ساتھ ملک سے باہر گئی ہے۔ ایسا یہاں کی کتنی ہی عورتوں اور مردوں نے کیا ہے۔ جو کالے مرد جالے ہاں کی گوری عورتوں سے شادی کر چکے تھے، بچوں کے باپ بن چکے تھے۔ وہ بڑے بڑے شہر چھوڑ کر چھوٹے علاقوں میں چلے گئے، جہاں فسادات نہیں ہوتے۔ اور جو دولت مند ہیں وہ ملک سے باہر جا چکے ہیں۔"

آئرن نے کہا۔ "میں یورپ جا رہا ہوں۔ وہ نیگرو کے ساتھ گئی ہے تو انگلینڈ نہیں جائے گی۔ فرانس، جرمنی، اٹلی اور ترکی جیسے شہروں میں ہوگی۔ میں وہاں جاؤں گا، باہر اس عورت پر نظر رکھوں گا، جو نیگرو کے ساتھ دیکھی جائے گی۔ وہاں ہمارے آدمی بھی ایسی عورتوں کو تاڑتے رہیں گے۔ تم اپنے آدمیوں کو امریکا کے جنوبی جزیروں میں بھیج دو، خصوصاً جزیرہ ہوائی پر نظر رکھو۔ دولت مند عورتیں اور مرد وہاں ہنی مون کیشن کے لیے جاتے ہیں۔ میں آج رات تک کسی بھی فلائٹ سے چلا جاؤں گا۔ یہاں کی ذمے داریاں تم سنبھالو گے، جنرل ڈیگورا کو ڈھونڈ نکالنا تمہاری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔"

ہارڈی نے مسکرا کر کہا۔ "میرے ہنر اڑ! طمینان سے جاؤ، جنرل ڈیگورا نے اس مشین کو تمہارے نکالا ہے۔ میں مشین حاصل کیے بغیر جنرل کو قبر میں جانے نہیں دوں گا۔"

ان دونوں کا مشترکہ نام آئرن ہارڈی تھا۔ میں ایک ہی نام سے دو شخص کا ذکر کروں گا تو پڑھنے والے الجھ جائیں گے لہٰذا میں ایک کو آئرن۔ ہارڈی کہوں گا اور اسکرین پر نظر آنے والے مشکل کو اس کا ہمزاد کہا کروں گا۔ آئرن ہارڈی اس رات اپنے منصوبے کے مطابق وہاں سے روانہ ہوا۔ دوسرے دن پیرس پہنچ گیا۔ ان دنوں ہم سب پیرس میں تھے۔ صرف خیبا پاریس اور جوجو کے ساتھ تل ابیب میں تھی۔ ہم بڑے عیش و آرام سے تھے۔ کون جانتا تھا دشمن اپنی چالوں میں مصروف ہیں اور ہمارے بہت قریب ہیں۔ آئرن ہارڈی اور اس کے آدمی یورپ کے ہر ملک، ہر شہر میں مورینا کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ ہر ایسی عورت کا محاسبہ کرتے تھے جو کسی نیگرو کے ساتھ دیکھی جاتی تھی۔ آئرن ہارڈی بہت ہی مستقل مزاج تھا۔ مسلسل ناکامی سے مایوس ہونا نہیں جانتا تھا۔ اب اس کی زندگی کا مقصد یہی رہ گیا تھا۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے ہاتھ آجائے اور وہ ایک بار یہ علم سیکھ لے پھر کچھ اور سیکھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

وہ پانچ ماہ تک یورپ کے ہر ملک، ہر شہر میں گھومتا رہا۔ اپنے آدمیوں کو ادھر سے اُدھر دوڑاتا رہا۔ آخر ٹائل کے ہر روم میں اس کی نظر مورینا پر پڑ گئی۔ وہ بیک اپ میں تھی۔ پہچانی نہیں جا سکتی تھی لیکن اس کے ساتھ ایک نیگرو اس کی شناخت بن گیا۔ عارضی میک اپ اور پلاسٹک سرجری میں فرق یہ ہے کہ پلاسٹک سرجری سے چہرے کی ہیئت بناوٹ بھی بدل جاتی ہے اور عارضی میک اپ میں صرف چہرہ بدلتا ہے چہرے کی ساخت نہیں بدلتی۔ مورینا نے اپنا چہرہ تبدیل کیا تھا لیکن بیئر اسٹائل وہی تھا کیونکہ وہ اسے بہت پسند تھا۔ پھر اس کی ہزاروں تصویریں رسالوں میں شائع ہو چکی تھیں۔ ملکۂ حسن کے متعلق ایک ایک تفصیل شائع ہوئی تھی۔ جس طرح درزی کپڑوں کا ناپ لیتا ہے اسی طرح رسالے والے اس کے سینے، اس کی کمر اور اس کے کولھے وغیرہ کا ناپ بھی لکھتے تھے۔ اس کے دیوانے اس کے قد اور اس کی جسامت سے بھی اس کا اندازہ کر سکتے تھے اور آئرن ہارڈی تو دیوانوں سے زیادہ دیوانہ تھا۔ ایک تو وہ حسینہ اپنی ذات میں کچھ کم نہیں تھی، دوسرے ٹیلی پیتھی کا علم اسے دینے والی تھی۔

اس نے پہلی نظر میں ہی اندازہ کر لیا کہ یہی مورینا ہو سکتی ہے۔ وہ دور ہی دور سے نگرانی کرنے لگا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو بھی حکم دیتا رہا کہ مورینا اور اس نیگرو کے اطراف اپنا حصار تنگ رکھیں لیکن انھیں شبہ نہ ہونے دیں۔

اِدھر مورینا اور غلام باقی کے تعلقات کی بنیاد ہل چکی تھی۔ وہ اکثر تفریح کے لیے تنہا نکلتی تھی۔ اس کی نگاہیں دور دور تک بھٹکتی تھیں کوئی ایسا ساتھی ملے جو غلام باقی کا جواب ہو اور جسے پا کر وہ اس کالے کو بھول جائے۔ اس کے ہزاروں دیوانے تھے۔ وہ کسی کو بھی اپنا کر ساری زندگی عیش کرتی۔ پیشۂ مورینا جیسی عورتیں زیادہ سے زیادہ دولت چاہتی ہیں لیکن دولت سے زیادہ غلام باقی جیسے مردوں پر مرتی ہیں۔

پھر اسے ایک ایسا ہی مرد نظر آگیا۔ وہ کیسینو میں بیٹھی پتے کھیل رہی تھی۔ زیادہ سے زیادہ رات گزار کر جانا چاہتی تھی تاکہ غلام باقی کے ساتھ کم سے کم وقت گزارنے وہاں اس پر نظر پڑی۔ وہ غلام باقی جیسا قد اور پنا جیسا تھا۔ بہت ہی خوبصورت کسرتی بدن تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے غلام باقی نے اپنے کالے جسم پر گوری چمڑی کی سرجری کرا لی ہو اور اسے نئے سرے سے دیوانہ بنانے آگیا ہو۔

اب پتے کھیلنے میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ بازی چل رہی تھی اور وہ جان بوجھ کر ہارا جا رہا تھا تاکہ کھیل ختم ہو جائے۔ اُدھر وہ چاروں طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے کسی کو تلاش کر رہا ہو، وہ جان بوجھ کر ایسا کر رہا تھا تاکہ مورینا بھی اسے دیکھے اور کسی حد تک متاثر ہو۔ پھر وہ وہاں سے جانے لگا۔ مورینا نے فوراً پتے پھینک کر کہا۔ "سوری، مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔"

وہ اپنا ہارا رقم اُٹھا کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے پیچھے جانے لگی۔ دونوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ وہ کیسینو سے نکل کر اس کے انڈر گراؤنڈ پارکنگ گیراج میں جا رہا تھا۔ جب وہ گیراج میں داخل ہوگیا تو یہ بھی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اندر آئی۔ دیکھنا چاہتی تھی، وہ کس گاڑی کی طرف جا رہا ہے۔ اسی وقت کسی نے اس کی کنپٹی سے ریوالور لگا دیا۔ پھر کہا۔

ہی حرکت کرو گی تو گولی مار دوں گا۔"

ہم سب نے مورینا کو اچھی طرح سمجھایا تھا۔ خواہ کچھ ہو، کبھی سر عام خوانی کا مظاہرہ نہ کرنا۔ اگر جان پر بن آئے یا اور کوئی مجبوری ہو تو اس میں خیال خوانی کرنا کہ کسی کو شبہ نہ ہو۔ اس وقت واقعی جان پر بن آئی موت سیدھی آکر اس کی کنپٹی سے لگ گئی تھی۔ اس نے پھر بھی حوصلہ ئے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

اس کے ساتھ ہی خیالات پڑھنا چاہتی تھی لیکن اس نے سختی سے ذہن پر قبضہ جما لیا۔ ریوالور دور پھینک دیا لیکن اپنی جگہ کھڑی رہی۔ ابھی بات کی پریکٹس نہیں تھی کہ خیال خوانی کے دوران کس طرح حرکت کرتے ہنا چاہیے۔ وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ فوراً حاضر دماغ ہو کر ریوالور کی طرف جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت ایک گھونسا ریوالور والے کے کنپٹی پر زا۔ وہ جہاں تھی، وہیں رک گئی۔ وہی قد آور خوبرو جوان ریوالور والے کی پٹائی رہا تھا۔ وہ دو چار ہاتھ کھاتے ہی وہاں سے بھاگ گیا۔ یہ بالکل فلمی سین تھا اور یہ ڈراما آئرن ہارڈی نے ہی ترتیب دیا تھا تاکہ مورینا کے سلسلے میں تصدیق ہو سکے اور اس نے خیال خوانی کا مظاہرہ کر کے ڈشن کے ہاتھ سے ریوالور گرا کر ثابت کر دیا تھا کہ وہی ٹیلی پیتھی جاننے والی مورینا ہے۔

مار کھانے والا ماحت بھاگ گیا تھا۔ جب وہ اس کی طرف پلٹا تو وہ اس کے چہرے کو اور خصوصاً اس کی آنکھوں کو دیکھتی ہی رہ گئی۔ ان آنکھوں میں ہرنی کی سی معصومیت اور چیتے کی سی چمک اور درندگی تھی۔ یہ دل لگ رہا تھا جیسے وہ کھینچی جا رہی ہے۔ وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر بولا۔ تمہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچا؟"

اس کا ہاتھ لگتے ہی وہ کانپنے لگی تھی۔ اسے پتا نہ چلا کہ کس طرح اس سے جا کر لگ گئی تھی۔ وہ حیرانی سے سوچ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کیوں جھانک رہی ہوں۔ اپنی نظریں کیوں نہیں ہٹا لیتی۔

وہ اس کی بات کا جواب بھی نہ دے سکی۔ اس کی آواز میں ایسی ویسی گھن گرج تھی جو سیدھی دل میں اترتی تھی اور دیر تک بجتی رہتی تھی۔ اس نے کہا۔ پھر یوں لگا جیسے وہ زبان سے نہیں آنکھوں سے بول رہا ہو۔ "میں تمہارے دل کی دھڑکنیں سن رہا ہوں۔ تمہارا بدن کانپ رہا ہے۔ تم سر سے پاؤں تک صرف ایک ہی تمنا کر رہی ہو کہ میں تمہیں گرفتار کر لوں۔"

وہ سچ مچ گرفتار ہونا چاہتی تھی مگر وہ قوا سے پکڑ نہیں رہا تھا۔ چھوڑ چکا تھا۔ پیچھے ہٹ رہا تھا لیکن عجب بات تھی۔ اس نے نگاہوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ وہ جب سے سامنے آیا تھا تب سے نگاہیں ہٹا نہیں سکی تھی۔ شاید اسی کو گرفتاری کہتے ہیں۔ اس نے اسی گھن گرج سے کہا۔ "آؤ میرے ساتھ ساتھ چلی آؤ۔"

وہ گھوم کر جانے لگا۔ یہ اس کے پیچھے ایسے چلنے لگی جیسے خواب دیکھ رہی ہو اور نیند کی حالت میں چل رہی ہو۔ چونکہ وہ آگے چل رہا تھا، اس لیے یہ اب اس کی پشت کو دیکھ رہی تھی جیسے وہاں بھی اس کی آنکھیں ہی دکھائی دے رہی ہوں اور بول رہی ہوں۔ "چلی آؤ۔ میرے پیچھے پیچھے چلی آؤ تمہارے لیے دروازہ کھل گیا ہے۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ بیٹھ گئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ وہ دوسری طرف سے گھوم کر اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر آگیا۔ پھر گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ سیٹ کے پیچھے ایک ننھی سی سرچ لائٹ تھی، وہ آن ہو گئی۔ اس نے کہا۔ "مورینا میری طرف دیکھو۔"

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ سرچ لائٹ کی روشنی میں وہی طلسمی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ انھیں دیکھتے ہی پھر گم ہو گئیں۔ وہاں سے ہٹ نہ سکیں۔ وہی گھن گرج والی سرگوشی سنائی دی۔ "تم نے گیراج میں خیال خوانی کا مظاہرہ کیا تھا؟"

"ہاں، میں اپنا دفاع کرنا چاہتی تھی۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔"

"تم مورینا ہو؟"

"ہاں، میں مورینا ہوں۔"

"وہ نیگرو کہاں ہے؟"

"ہوٹل کے کمرے میں ہوگا۔"

"کیا تمہارا اتنا قب نہیں کرتا؟"

"کرتا ہے، آج بھی کر رہا تھا۔ میں ایک ایسے کلب میں داخل ہوگئی جہاں کالوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ میں اس کلب میں آکر ایک پیگ پینے کے بعد دوسرے دروازے سے نکل کر اس کیسینو میں چلی آئی تھی۔"

"کیا تمہارا دماغ حساس ہے۔ تم سانس روک لیتی ہو؟"

"ہاں، میں پرانی سوچ کی لعنتوں کو محسوس کر لیتی ہوں۔"

"کیا فرہاد، رستمی اور رقیبا تمہارے دماغ میں آتے ہیں؟"

"صرف فرہاد دماغی رابطہ قائم کرتا ہے، میں اسے آنے کی اجازت دیتی ہوں۔"

"کیا فرہاد ابھی تمہارے دماغ میں آسکتا ہے؟"

"وہ جب چاہے آسکتا ہے لیکن میں نہیں آنے دوں گی۔"

"کیوں نہیں آنے دو گی؟"

"میں نے سوچ لیا تھا کوئی تمہارے جیسا خوبرو جوان ملے گا تو میں اسی لمحے اپنے دماغ میں فرہاد کا داخلہ بند کر دوں گی ورنہ وہ میرے چور خیالات پڑھ لے گا اور سمجھ لے گا کہ میں غلام باقی کو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔"

"تم اپنی مرضی سے میرے ساتھ آرہی ہو؟"

"تم مجھ سے پوچھتے ہو۔ یہاں تو میرا اول، آخر، ظاہر، باطن، میرا جسم سب تمہارا ہو گیا ہے۔ آج سے میرے ارادے، میری آرزوئیں اور میری خوابی تمام راتیں تمہارے لیے وقف ہو کر رہ گئی ہیں۔"

"تم میرے ہر جائز اور ناجائز حکم کی تعمیل کرو گی؟"

"میں تمہارے ہر جائز اور ناجائز حکم کی تعمیل کروں گی۔"

"اب ہماری گاڑی رُک رہی ہے۔ تم یہاں سے نکل کر میرے ساتھ چلتی رہو گی لیکن یہ نہیں سمجھ پاؤ گی کہ کہاں ہو۔ کہاں جا رہی ہو۔ تمہیں میری آنکھ کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔"

وہ اس بات کو تسلیم کر رہی تھی کہ اب صرف اس کی آنکھیں ہی آنکھیں دکھائی دے رہی ہیں۔ باقی سارا چہرہ نیقاب ہو چکا ہے۔ وہ کار سے نکل کر دوسری طرف سے گھوم کر آیا۔ پھر اس کے لیے دروازہ کھول کر اپنا ہاتھ بڑھایا۔ وہ ہاتھ تھام کر باہر آئی پھر ساتھ چلنے لگی۔ وہ اگر سمجھنا چاہتی کہ کہاں ہے اور کہاں جا رہی ہے تو شاید سمجھ جاتی لیکن اپنے ساحر کے سوا نہ کچھ دیکھنا چاہتی تھی نہ سمجھنا چاہتی تھی۔

وہ بے خودی کے عالم میں چلتی ہوئی کسی کمرے میں آئی۔ پھر وہاں آرام سے بستر پر لیٹ گئی۔ اب وہ اس کے سامنے آگیا۔ چہرے کے سامنے چہرہ اور آنکھوں کے سامنے آنکھیں تھیں۔ وہ ان آنکھوں سے چپک کر رہ گئی تھی۔ وہ جو بول رہا تھا وہ سن رہی تھی۔ جو کہہ رہا تھا وہ کر رہی تھی۔

اب سے پہلے برنارڈ سلیری نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن موجودہ ساحر کا طریقۂ کار بالکل مختلف تھا۔ وہ تو پہلی نظر میں دل کو قابو میں کر لیتا تھا۔ پھر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنا حکم منواتا تھا۔ اس نے حکم دیا: "آئندہ تم سانس نہیں روکو گی۔ ہاں مگر تمہارا ذہن حساس ہے گا۔"

اس نے کہا: "آئندہ میں سانس نہیں روکوں گی لیکن میرا ذہن حساس ہے گا۔"

"تم پرانی سوچ کی لہر محسوس کرتے ہی آنکھیں بند کر لو گی اور تمہارے کان اس پاس کی آوازوں سے بہرے ہو جائیں گے۔"

اس نے وعدہ کیا: "ایسا ہی ہو گا۔"

"تم میری بیماری یا کسی کمزوری کے دوران کبھی میرے دماغ میں نہیں آؤ گی۔"

"میں تمہاری بیماری یا کسی کمزوری کے دوران کبھی تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گی۔"

"تم مجھ سے کبھی غداری نہیں کرو گی۔ زندگی بھر میری تابعدار بن کر رہو گی۔"

اس نے وعدہ کیا: "وہ زندگی بھر اس کی تابعدار بن کر رہے گی اور کبھی اُس سے غداری نہیں کرے گی۔"

اُس نے کہا: "اب تم میری آنکھوں میں نہیں دیکھو گی۔ تمہاری آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی ہیں۔ تم صبح تک گہری نیند سوتی رہو گی۔"

اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو گئیں۔ وہ نیند میں ڈوب گئی تھی۔ آئرن ہارڈی وہاں سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ پھر اس نے ایک ہوٹل کا نمبر ڈائل کرنے کے بعد پوچھا: "کیا کمرہ نمبر ٹو فورٹی فور میں گیسٹ آگئے ہیں؟"

جسٹ اے منٹ، ابھی بتاتا ہوں۔"

پھر آواز آئی: "جی ہاں، کیا آپ کسی سے بات کرنا چاہتے ہیں؟"

"پلیز، مادام کریسنا سے رابطہ کرا دیں۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی کریسنا کی آواز سنائی دی: "ہیلو۔"

آئرن ہارڈی نے پوچھا: "تم کب آئی ہو؟"

"ابھی ایئر پورٹ سے سیدھی چلی آ رہی ہوں۔"

"کیا وہ لڑکی ساتھ آئی ہے؟"

"ہاں، ابھی کمرے میں موجود ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آ رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دوسرے کمرے میں جھانک کر دیکھا، مورینا گہری نیند میں تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کاریڈور سے باہر آگیا۔ میرفی دروازے کو باہر سے لاک کرنے کے بعد کار میں بیٹھ کر اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا لاٹیلے کے کمرہ نمبر دو سو چوبیس میں پہنچ گیا۔ وہاں مادام کریسنا ایک لڑکی کے ساتھ موجود تھی۔ دونوں اُٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ آئرن ہارڈی نے ذرا قریب آ کر لڑکی کو دیکھا۔ پھر کہا: "ذرا آہستہ آہستہ چاروں طرف گھومتی جاؤ۔"

وہ اس کے حکم کے مطابق آہستہ آہستہ چاروں طرف گھومنے لگی۔ ہرزاویے سے خود کو دکھانے لگی۔ اس نے مطمئن ہو کر کہا: "ٹھیک ہے تم اور جسامت میں مورینا جیسی ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

لڑکی نے کہا: "نینسی وان۔"

"نینسی، تم اپنا میک اَپ اتار دو۔ یہاں سے سیدھی ہیرالڈ کے پاس پہنچو۔ تمہارے پاس رقم ہے؟"

"یس سر، میں ہیرالڈ تک بہ آسانی پہنچ جاؤں گی۔"

وہ آئینے کے سامنے جا کر میک اَپ اتارنے لگی۔ مادام کریسنا نے نینسی کی بڑی بڑی تصویریں نکالیں۔ آئرن ہارڈی نے کہا: "ٹھیک ہے، ابھی وہ سو رہی ہے۔ چھ بجے بیدار ہو گی۔ دو گھنٹے کے اندر ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو جائے گی۔ دس بجے تک اس پر فینسی کا میک اَپ ہو جائے گا۔ ہیرالڈ کو فون کر دو۔ کل دوپہر تک کسی بھی فلائٹ میں میرے اور مورینا کے لیے سیٹ ریزرو ہو جائے۔ تمہیں بھی سیٹ مل جائے تو اچھی بات ہے ورنہ بعد میں آ سکتی ہو۔"

مادام کریسنا نے مسکرا کر پوچھا: "کیا اب مورینا پر دل آ گیا ہے؟"

اس نے یکبارگی مادام کریسنا کے جبڑوں کو ایک ہتھیلی کے شکنجے میں لے لیا۔ وہ مسکرانا بھول گئی۔ وحشت زدہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ گرفت اتنی مضبوط تھی جیسے ابھی جبڑے ٹوٹ جائیں گے۔ اس نے بڑی سفاکی سے کہا: "کام کے وقت کام کی بات کرو ورنہ کسی کام کی نہیں رہو گی۔"

یہ کہہ کر اس نے دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی سیدھی ٹیلیفون کے پاس آ کر گری۔ پھر اسے تکلیف سے کراہنے کی جرأت بھی نہ ہوئی۔ جلدی سے ریسیور اٹھایا اور ہیرالڈ سے رابطہ قائم کرنے لگی۔ اُدھر امریکا میں ہمزاد ہارڈی کو اطلاع مل گئی تھی کہ آئرن اپنے ساتھ نینسی وان کو لا رہا ہے۔ نینسی وان کا مطلب تھا مورینا آ رہی ہے۔ اب اسے مشین کے سلسلے میں اپنی کوششوں کو اور تیز

اِدھر چار پانچ مہینوں میں اس نے جنرل ڈیکورا کو تلاش کرنے میں نہیں چھوڑی تھی۔ اس کے آدمی تمام مجرموں سے ملتے تھے۔ ان کے دوسرے گروہ میں شامل ہوتے تھے تاکہ اس گروہ کے باس کا پتا معلوم ہو سکے لیکن جنرل ڈیکورا تک رسائی نہیں ہو رہی تھی۔

میجر برائٹ ہر رات ہمزاد ہارڈی کے ایک خاص اڈے پر حاضری دیتا۔ وہاں سب لوگ دن بھر کی رپورٹ پیش کرتے تھے۔ ہمزاد ہارڈی بیٹھا ان کی رپورٹ سنتا رہتا تھا۔ وہ چار آلہ کار ایسے بھی تھے جو کسی نہ کسی گروہ میں جاتے تو پاکٹ ریکارڈر کے ذریعے ان کی آواز بھی ریکارڈ ہو جاتی تھی۔ ایسے ہی ایک آلہ کار نے جب ایک ریکارڈ کی آواز سنائی تو میجر برائٹ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا: "میں اس آواز کو لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں۔ یہ جنرل ڈیکورا بول رہا ہے۔"

ہمزاد ہارڈی کو امید کی کرن نظر آئی۔ اس نے آواز ریکارڈ کرنے والے کارندے سے پوچھا: "ٹوٹی، یہ آواز تم نے کیسے ریکارڈ کی؟"

"باس، میں نے ایک شخص سے دوستی کی جو ایک ایسی تنظیم میں کام کر رہا ہے جسے قائم ہوئے ابھی پورا ایک سال بھی نہیں گزرا۔ میں نے جس سے دوستی کی وہ بہت پیتا ہے اور عورتوں کا رسیا ہے۔ میں نے اسے خوب پلائی، خوب کھلایا اور اس بات پر آمادہ کر لیا کہ آئندہ جب بھی ٹیلیفون یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس کی آواز سنے تو جیب میں ریکارڈر رکھے اور اسے ریکارڈ کر لے۔ مانے یہ آواز آج ہی ریکارڈ کی ہے۔ میں فوراً آپ کے پاس لے آیا۔ مجھے دشی ہے کہ میری کوشش کامیاب رہی۔"

ہمزاد ہارڈی نے حکم دیا: "تم میں سے جتنے لوگ جنرل ڈیکورا کی تنظیم میں شامل ہو سکتے ہو، ہو جاؤ اور اندر ہی اندر سرنگ بناتے رہو۔ اس سلسلے میں کوئی جلد بازی نہ کرو۔ کوئی غلطی نہ ہونے پائے۔ یہ ایسا منصوبہ ہے جس میں کسی کی غلطی برداشت نہیں کی جائے گی۔ فوراً گولی ماردی جائے گی لہٰذا جنرل ڈیکورا کی تنظیم میں شامل ہونے کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب کرو جو بہت محتاط اور ذہانت سے کام لیتے ہیں۔"

اس نے میجر برائٹ کو رُکنے کے لیے کہا۔ باقی تمام لوگوں کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔ وہ سب جانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد میجر برائٹ نے اپنے آس پاس دیکھا۔ پھر خود کو تنہا پا کر بولا: "معلوم ہوتا ہے آج میری خاص ضرورت پڑ گئی ہے۔"

ہمزاد ہارڈی نے کہا: "میری تابعداری کرنے والے مجھے باس کہتے ہیں یا سر کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ تم نے آج تک ایسا انداز تخاطب اختیار نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے خود کو ابھی تک ہم سے برتر سمجھتے ہو یا برابر۔"

"میں ایک فوجی افسر رہ چکا ہوں۔ ہمیشہ سینہ تان کر چلتا ہوں۔ کسی کے سامنے جھکنا نہیں جانتا۔ پھر یہ کہ میں نے اپنی ایک تنظیم بنانے کی کوشش کی تھی۔ تقدیر نے ساتھ نہیں دیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تمہارے سامنے جھک جاؤں۔ میں تم میں سے کسی سے بھی کم نہیں ہوں۔"

تم یہ ثابت کر دو کہ ہمارے لیے بہت کارآمد ہو تو ہم تمہیں اپنے برابر بٹھائیں گے۔ پھر ہمارے درمیان کوئی کمتر اور برتر نہیں ہو گا۔"

"میں کام کا آدمی ہوں۔ اگر وہ مشین تم لوگوں کو حاصل ہو جائے گی تو میں تمہارے لیے بہت اہمیت اختیار کر جاؤں گا۔ ہو سکتا ہے اس میں کوئی خرابی پیدا ہو یا اسے آپریٹ کرنے میں کوئی دشواری ہو، کوئی ایسی گڑبڑ ہو جائے جسے میں ہی سمجھ سکتا ہوں اور میں ہی اسے دور کر سکوں گا۔"

"میں مانتا ہوں لیکن تم ہمارے لیے اس سے بھی زیادہ کر سکتے ہو۔"

"پہیلیاں بجھوانے کی کیا ضرورت ہے۔ صاف اور سیدھی بات ہونا چاہیے۔"

"تمہارے پاس اس مشین کا نقشہ تھا، اس کی پوری تفصیلات بھی تھیں۔ پھر تم نے اس مشین کو کئی بار کھولا اور جوڑا تھا۔ کیا پھر ایک بار نئی مشین تیار نہیں کر سکتے؟"

یہ اہم سوال تھا۔ میجر برائٹ بہت تجربہ کار ماہر تھا۔ کسی بھی پیچیدہ مشین ہو، اسے ایک بار دیکھ کر سمجھ لیا کرتا تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کے ساتھ تو وہ کئی بار کھیل چکا تھا۔ اسے اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو ایک نئی مشین تیار کر سکتا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا: "اگر میرے لیے یہ آسان ہوتا تو کیا اب تک جنرل ڈیکورا کو تلاش کرتا؟"

"دشواری کیا ہے؟"

"میں نے مشین کے ساتھ اس کا نقشہ اور اس کی تفصیلات بھی پلاسٹک کے تھیلے میں رکھ کر قبر میں چھپائی تھیں۔ جنرل ڈیکورا مشین کے ساتھ وہ کاغذات لے گیا ہے۔"

"میجر برائٹ، تم نے میں بنا رہے ہو۔ اس مشین کو اتنی بار کھول چکے ہو اور جوڑ چکے ہو، اس کی نقلیں بھی بناتے رہے ہو اور اصل بھی بنا لیا ہے، کیا وہ نقشہ تمہارے ذہن میں نقش نہیں ہو گیا؟"

"مسٹر گناہ، وہ ٹرانسفارمر مشین کچھ اتنی پیچیدہ ہے کہ تم وہ نقشہ دیکھ لو تو تمہارا سر چکرا کر رہ جائے۔ میں نے ایک اصل مشین بنائی، باقی پانچ نقل بنائیں۔ اصل اور نقل کا نقشہ میرے دماغ میں گڈمڈ ہو گیا ہے۔ پھر اتنی پیچیدگی ہے کہ شاید میں دوبارہ اس کا نقشہ تیار نہ کر سکوں۔"

"میجر برائٹ، تم نے لفظ 'شاید' استعمال کیا ہے۔ اس سے اُمید بندھ رہی ہے۔ اگر کوشش کرو تو کامیاب ہو سکتے ہو۔ آخر کوشش کرنے میں حرج کیا ہے۔ ہم تمہارے لیے تمام آسائشیں مہیا کریں گے۔ تم ملک کے جس حصے میں چاہو گے، وہاں تمہاری عمدہ رہائش کا انتظام ہو گا۔ تمہاری ہر جائز ناجائز ضرورت پوری کی جائے گی۔ مشین کے سلسلے میں بھی جو ضرورت ہو گی، ہم پوری کرتے رہیں گے۔ تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دیں گے۔"

میجر برائٹ نے ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا: "اس طرح آپ مجھے ایک گوشے میں بٹھا دینا چاہتے ہیں جبکہ میں جنرل ڈیکورا تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"اسے ہم ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"جب ڈھونڈ نکالو گے تو دوسری مشین تیار کرنے کی دردسری کیوں

مول لینا چاہتے ہو۔ پہلے وہ مشین ہمارے ہاتھ آنے دو۔"

ہمزاد ہارڈی نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "ہمارے ہاتھ آنے دو کا مطلب کیا ہوا؟ کیا وہ مشین تمہارے بھی ہاتھ لگے گی؟ میجر برائٹ! اس خیال کو ہمیشہ کے لیے دل اور دماغ سے نکال دو۔ اس مشین تک ہمارے سوا کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ تمہیں کسی گوشے میں بٹھا کر ایک مشین تیار کروانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ تم اس معاملے سے دور رہو اور ایک نئی مشین تیار کرنے میں مصروف ہو جاؤ۔ میں تمہیں زیادہ سے زیادہ ایک ماہ کا وقت دوں گا۔ اگر تم نے وہ مشین تیار کر لی تو اپنی طبعی عمر تک زندہ رہو گے اور عیش کرتے رہو گے ورنہ تمہاری زندگی صرف ایک ماہ کی ہوگی۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

وہ "تمہیں بھیج کر بولا۔" یہ ظلم ہے زیادتی ہے۔ مجھ سے زبردستی کام نہیں لیا جا سکتا۔ میں تمہارا کام نہیں کروں گا۔ میں تمہارا نہ بعد رہا نہیں ہوں' تم مجھے سمجھتے کیا ہو؟"

وہ غصے سے چیخ رہا تھا مگر اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ تب اسے احساس ہوا وہ بہت دیر سے ہذیانی انداز میں چیخ رہا ہے اور جواب دینے والا کوئی نہیں ہے۔ شاید وہ جا چکا ہے اور اس اعتماد سے آزاد چھوڑ گیا ہے کہ وہ نافرمانی نہیں کر سکے گا۔ غداری کرے گا تو اسے میجر برائٹ کے حوالے سے قانون کے حوالے کر دیا جائے گا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر آہستہ آہستہ بیٹھنے لگا جیسے کسی گمنام شخص کی بچھائی ہوئی دلدل میں دھنستا جا رہا ہو۔

طیارہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ میں کھڑکی کے باہر بادلوں کو دیکھ رہا تھا۔ ایئر ہوسٹس کی سریلی آواز نے پوچھا۔ "آپ کیا پینا پسند کریں گے؟"

میں نے سر گھما کر دیکھا، وہ ایک ٹرالی پر شراب کی بوتلیں اور ٹھنڈے مشروبات لے کر آئی تھی۔ طیارے پر سفر کرنے والے بچے کوک اور سیون اپ پی رہے تھے۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "بچوں کے ساتھ بچہ بننے کو جی چاہتا ہے۔ ایک کوک پلا دو۔"

اس نے کوکا کولا کا ایک ٹن میرے حوالے کر دیا۔ اس طیارے کے تمام مسافر تقریباً مغربی ممالک سے ہی تعلق رکھتے تھے' اس لیے سبھی شراب پینے والے تھے۔ کتنے ہی منچلے ایسے تھے جو اپنی محبوباؤں کو آغوش میں لیے ہوئے تھے۔ وہاں کوئی اعتراض کرنے والا نہیں تھا کیونکہ ان کی تہذیب یہی تھی۔

اس طیارے میں ملادام کریتا بھی سفر کر رہی تھی۔ وہ آئرن ہارڈی اور مورینا کے ساتھ نہیں جا سکی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا' ملادام کریتا کون ہے۔ میں آئرن ہارڈی اور اس کے ہمزاد کے متعلق بھی کچھ نہیں جانتا تھا بلکہ سپرنٹنڈنٹ جنرل ڈیکورا' کرنل جم اور میجر برائٹ کے درمیان جو تماشے ہو چکے تھے' ان سے بھی بے خبر تھا۔

طیارے میں ملادام کریتا پر نظر پڑی ہوگی لیکن میں نے توجہ نہیں دی اور نہ ہی اس کے خیالات پڑھے۔ دن رات کتنی ہی حسین عورتیں نگاہوں کے سامنے سے گزرتی ہیں۔ میں سب کے خیالات پڑھ نہیں سکتا۔ تقدیر ساتھ ہمارا ساتھ دیتی ہے۔ کسی نہ کسی کو ہم سے یوں ٹکرا دیتی ہے کہ اس سے سلسلہ جوڑتے جوڑتے ہم اصل دشمن تک پہنچ جاتے ہیں۔

اس بار بھی قدرت کو منظور ہوتا تو میں کسی نہ کسی بہانے ملادام کریتا تک پہنچ جاتا۔ اس کی آواز سنتا' اس کے دماغ میں پہنچتا' تمام حالات معلوم کرتا۔ پھر مشین تک نہ سہی مورینا تک پہنچنا آسان ہو جاتا لیکن قدرت کو یہ منظور نہیں تھا۔ ہم نیویارک تک ہم سفر رہے اور اجنبی رہے پھر ہمارے راستے جدا ہو گئے۔ حالانکہ منزل ایک ہی تھی۔ ہم دونوں ہی کینسا اس سٹی جا رہے تھے۔ مجھے وہاں تک جانے کے لیے ماسک مین کی طرف سے ایک ہیلی کاپٹر مل گیا تھا۔

میں نے راستے میں خیال خوانی کے ذریعے کنگ فرنانڈو سے رابطہ کیا۔ اس نے کہا۔ "بھئی! میں بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ کب پہنچ رہے ہو؟ مجھے تو تم نے ہیلی کاپٹر بھیجنے سے بھی منع کر دیا تھا۔"

"تمہاری بھلائی کے لیے منع کیا تھا ورنہ انٹیلی جنس والے پیچھے پڑ جائیں گے اور مجھے بھی تمہارا ساتھ دینا شروع کر دیں گے۔"

"تم کہاں ہو؟"

"ہیلی کاپٹر میں ہوں۔ تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ تمہاری خفیہ رہائش گاہ کا پتا اچھی طرح یاد ہے۔ میں موقع دیکھ کر کسی طرح چھپ چھپا کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا مگر ذرا صبر سے انتظار کرو۔"

میں کینسا اس سٹی پہنچ کر فوراً ہی فرنانڈو تک نہ پہنچ سکا۔ پہلے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ پھر تفریح کے خیال سے نکل گیا تاکہ معلوم ہو سکے' میری نگرانی ہو رہی ہے یا نہیں؟

کئی گھنٹوں کی آوارہ گردی کے بعد یقین ہو گیا' کوئی میرا تعاقب نہیں کر رہا تھا۔ میں چپکے سے فرنانڈو کے پاس آ گیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی دوڑتا ہوا آیا۔ پھر گلے سے لگ گیا۔ "یار! تم اتنے عرصے کے لیے نہ جایا کرو۔ اداسی لیے میں شادی نہیں کرتا۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا تم نے مجھ سے شادی کی ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل جب میں کسی کو چاہتا ہوں تو بہت ٹوٹ کر چاہنے لگتا ہوں۔ پھر اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے زندگی میں صرف دو ہستیوں سے محبت کی ہے۔ ایک میری بھتیجی ہے جس کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ دوسرے تم ہو۔ بھتیجی سے تو اس کے ہاسٹل میں جا کر ملاقات کر لیتا ہوں لیکن تمہیں کہاں ڈھونڈتا پھروں گا۔ بیوی ہوتی تو مجھے چھوڑ کر چلی جاتی۔ میں اس کا تعاقب کرتا رہتا۔ وہ میری نظروں میں رہتی لیکن تمہارا تعاقب کیسے کروں۔ تم جاتے ہو تو ڈھونڈنے سے خواب میں بھی نہیں ملتے۔"

میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ "بہت کروگر جذبات میں ڈوب کر نہ کرو۔ بعد میں بہت دکھ ہوتا ہے۔"

ہم ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ اس نے پوچھا۔ "اب کیا پروگرام ہے؟"

"معاملہ بڑا گمبھیر ہے۔ مورینا ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ میں یقین کے ساتھ آیا ہوں کہ اسے اغوا کر کے یہیں لایا گیا ہوگا۔"

"اسے کیسے ڈھونڈو گے؟"

"ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ جو کوکینا اس سٹی کے آس پاس کسی خفیہ ٹھکانے پر لایا گیا تھا۔ اس مشین سے تعلق رکھنے والے مجرم یہیں نزدیک یا دور کے علاقوں میں ہوں گے۔ مگر اسی ریاست میں ہوں گے۔"

میں اندازہ کر رہا تھا مگر یہ بات درست تھی۔ میری لاعلمی میں سے آئرن ہارڈی بڑی تیزی سے جنرل ڈیکورا تک پہنچنے کی کوششوں میں مصروف تھا جب وہ مورینا کو لے کر یہاں پہنچا تو یہ خوشخبری ملی کہ اس کے آدمی جنرل ڈیکورا تک پہنچ گئے ہیں بلکہ اس کی تنظیم میں بھی شامل ہو گئے ہیں۔

آئرن ہارڈی نے اپنے ہمزاد سے کہا۔ "جب ڈیکورا کا کیسٹ مل گیا ہے تو پھر پریشانی کی کیا بات ہے۔ ہماری مورینا اس کی آواز سنے گی اور خیال خوانی کے ذریعے دماغ میں پہنچ جائے گی۔ وہ کیسٹ فوراً لاؤڈ سپیکر پر سنا دو۔"

مورینا بہت خوش تھی۔ آئرن ہارڈی کے ساتھ لگی رہتی تھی۔ اب غلام ہاتی یاد نہیں آتا تھا۔ اس کے سامنے ایک کیسٹ ریکارڈر رکھا گیا پھر وہی کیسٹ اس میں رکھ کر آن کیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جنرل ڈیکورا کی آواز سنائی دینے لگی۔ جنرل ڈیکورا کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ روپوش رہ کر اپنے ماتحتوں کو اپنی اصلی آواز میں احکامات سنایا کرتا تھا اور موجودہ روپ میں آزادانہ زندگی گزارنے کے لیے آواز اور لہجہ بدل کر بولتا تھا۔ اس وقت کیسٹ سے جو آواز آ رہی تھی، وہ اس کی اپنی تھی' اپنا لہجہ تھا۔ مورینا تھوڑی دیر تک سنتی رہی پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لیتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے دماغ میں جیسے ہی پہنچی' اس نے سانس روک لی۔

وہ آنکھ کھول کر آئرن ہارڈی کو دیکھنے لگی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ بولی۔ "میں وہاں تک پہنچ رہی تھی مگر اس نے سانس روک لی۔"

آئرن ہارڈی نے پریشان ہو کر کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" میجر برائٹ نے تخریبی عمل کے دوران جو بیان دیا تھا' اس کے مطابق سپرنٹنڈنٹ کرنل ہم اور جنرل ڈیکورا کے دماغوں میں صلاحیتیں عارضی طور پر منتقل کی گئی تھیں۔ ہمزاد گنگوں کی یہ سانس روکنے والی صلاحیت اور اس کے حساس دماغ کی خوبیاں جنرل ڈیکورا کے دماغ میں ہمیشہ قائم رہنے والی نہیں تھیں۔ پھر جنرل ذہنی طور پر کس طرح سانس روک لیتا ہے۔"

اس کا ہمزاد اسکرین پر نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔ وہ فوج میں جنرل رہ چکا ہے۔ آج بھی حیرت انگیز طور پر صحت مند ہے۔ ہو سکتا ہے' سانس روکنے کی مشقیں کر رہا ہو۔"

آئرن ہارڈی نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ سانس روکنے کی مشق نہیں کر رہا ہے تو کسی تخریبی عمل کے ذریعے اپنے دماغ کو حساس بنا لیا ہوگا۔ آج کے دور میں کوئی بات ناممکن نہیں رہی۔"

اس کے ہمزاد نے کہا۔ "میری جان! مورینا کی خیال خوانی نے جنرل ڈیکورا کو چونکا دیا ہوگا۔ ذرا اس نکتے کو یاد رکھنا۔"

جنرل ڈیکورا چونک گیا تھا۔ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ "یہ آج اتنے عرصے بعد کون میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے؟"

پھر اس نے خود ہی جواباً سوچا۔ "فراڈ! روتی یا شیبا ہو سکتے ہیں یا پھر کوئی خطرناک تنظیم ہے۔ کوئی سپر پاور ہے جس نے کسی خیال خوانی کرنے والے کو قابو میں کر لیا ہے۔ اب اسے مشین کی ضرورت ہے اور اس نے کسی طرح میرا سراغ لگا لیا ہے۔ مجھے فوراً یہ جگہ چھوڑ دینا چاہیے۔"

وہ بری طرح گھبرا گیا تھا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی تھی کہ خطرہ اس پاس منڈلا رہا ہے۔ اس نے جلدی جلدی ضروری سامان اٹیچی میں رکھا۔ ایک ریوالور کو لوڈ کیا۔ اسے جیب میں رکھا۔ پھر ایک انگوٹھی پہنی۔ اس نے خاص طور پر یہ انگوٹھی بنوائی تھی۔ اس کے اوپری حصے کا ڈیزائن ایسا تھا جیسے کوئی بند کلی ہو۔ نیچے ایک ننھا سا بٹن تھا' وہ دوسری انگلی کے ناخن سے اس بٹن کو دباتا تو اوپر والے حصے سے ایک سوئی نکل آتی پھر وہ جس کے بدن میں چبھتی اس کی تمام رگوں میں زہر پھیلا دیتی۔ اسے شکل سے دو چار سانس لینے کا بھی موقع نہ دیتی۔ اس نے اوپری جیب میں ایک قلم رکھا۔ وہ قلم بھی اسی قسم کا تھا۔ اس میں ایک ایسا بٹن تھا جسے دباتے ہی ایک زہریلی سوئی نکل کر اپنے ٹارگٹ تک پہنچتی تھی۔

وہ اسی قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر وہاں سے نکلا۔ کوٹھی کے تمام دروازوں کو لاک کیا۔ پھر گاڑی میں بیٹھ کر دوسری رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ جگہ بدلنے کا مقصد یہ تھا کہ انتہائی دشمن اسے موجودہ رہائش گاہ میں گھیرتے اور وہ مارا جاتا تو اسٹور روم کی کھدائی کے بعد وہ مشین ضرور

یہ ہیجان کے مشہور ایجنٹ کرنل جم کی مقبول ترین کتابیں ہیں!

آئندہ ماہ کے ناول

کرنل پرویز سیریز نمبر ۳۰

میں الاؤ فی سائنس پر ہنسی کھیل خیز مہم

ڈکارتی لاشیں

کیا واقعی پکار سکتی ہیں۔ جی ہاں! لاشیں پکار رہی تھیں۔ اس عمارت میں زبردست دھماکہ ہوا اور طرفہ تباہی پھیل گئی۔ سنسناتی ہوا کا ایک جھکڑ نے گھر کے حصے حصے کر دیے۔ عجیب بات یہ تھی کہ ایک بھی لاش ٹکڑوں کی زد میں نہیں آئی تھی!!!

کرنل پرویز سیریز نمبر ۳۱

خوفناک دہشت میں ڈوبی ہوئی ہولناک ناول

جہنم کی بلائیں

فیصل زیدی اور سندھ بھائی جہنم کی بلاؤں کے نرغے میں پھنس گئے۔ اس دیرینہ خوفناک ایک بہت بڑا خطرہ آ رہا تھا اور سندھ بھائی کو اپنی موٹی میں بھر کے لے گیا۔ سندھ بھائی کا کیا حشر ہوا یہ بات تو ناول پڑھ کر ہی معلوم ہو سکتی ہے!!!

قابوط سیریز نمبر ۱۰

قیمت فی کتاب ۱۰/- روپے

قابوط سیریز نمبر ۱۱

مزاح، تجسس اور جاسوسی سے بھرپور

مسٹر چکنم

وہ عجیب شخص تھا جو سر کے بل چلا کرتا تھا۔ ہر کسی کی طرح بھرتا تھا۔ قابوط بھی اس کے بھرے میں شریک ہو گیا۔ پھر گروہ در گروہ لوگ بھرتے گئے۔ آخر سب ہی بھرنے لگے۔ قہقہوں کا طوفان تو آپ نے پڑھ ہی لیا ہوگا۔ ڈال دیا اور مزید تبصرہ آپ پڑھ لیں!!!

قابوط سیریز نمبر ۱۲

قدم قدم پر چونکا دینے والا ناول

تیسرا روپ

اس کے تین روپ تھے اور تینوں ایک دوسرے سے مختلف اور منفرد۔ انسپکٹر رشید نیا اور ہولناک جرم کی تلاش میں۔ سنجیدہ ماحول ہو گیا۔ اسے اغوا کرنے والے کون لوگ تھے۔ قصور۔ اغوا اور پھر قوت نمبر ۱۰۰ کی

پڑھ کتابیات پبلی کیشنز، اردو بازار، کراچی ۱

برآمد ہوتی۔

وہ کسی دوسری جگہ جاکر دشمنوں سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا اور اس امید پر زندہ رہنا چاہتا تھا کہ ایک دن کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی ہاتھ آئے گی تو یہ المناک علم حاصل کرے گا اور اگر ایسا نہ ہوا اور وہ مر گیا تو اس رہائش گاہ تک کوئی پہنچ نہیں سکے گا۔ اگر پہنچے گا بھی اس کی موت کے بعد کوئی اسے خریدے گا تو یہ کبھی نہیں جان سکے گا کہ اسٹور روم کے فرش کے نیچے کیا ہے۔

وہ شہر سے باہر تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے کاٹج میں آیا اس کاٹج کے آس پاس خوبصورت سا باغیچہ تھا۔ پیچھے ایک بڑا سا اندھا کنواں تھا۔ ایک پرانے زمانے کی پن چکی تھی۔ ہوا کے بہاؤ پر پنکھے کی طرح اس کے دو بلیڈ گھومتے رہتے تھے۔ امریکا جیسے ترقی یافتہ ملک میں ان چیزوں کا اب تصور نہیں کیا جاتا لیکن یہ چیزیں پرانے زمانے کی یادگار کے طور پر یونہی چھوڑ دی گئی تھیں۔

اس نے کاٹج میں اپنا سامان رکھا۔ شام ہو رہی تھی۔ پینے کو جی چاہ رہا تھا لیکن وہاں چاروں طرف اداسی اور ویرانی تھی۔ دور دور تک نظریں دوڑاؤ تو کوئی ایک آدھ آدمی دکھائی دیتا تھا۔ شہر میں رہنے کا عادی تھا اس لئے پھر کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، اسے اسٹارٹ کیا اور شہر کی طرف چل پڑا۔ ادھر میجر برائٹ نے اپنے چہرے پر عارضی میک اپ کر لیا تھا۔ وہ آئرن ہارڈی اور اس کے آدمیوں کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اگر ان کا تابعدار بن کر رہے گا تو وہ اسے کہیں نہ کہیں جا کر قید کر دیں گے اور مشین کا نقشہ بنانے پر مجبور کرتے رہیں گے۔ یوں بھی انہوں نے ایک ماہ کا وقت دیا تھا۔ اگر وہ مشین تیار نہ کرتا تو یقیناً مار ڈالا جاتا۔ فوری طور پر کسی پلاسٹک سرجری والے کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے اس نے عارضی طور پر خود کو میک اپ کے ذریعے چھپا لیا تھا۔

ریکریشن کلب میں بڑے بڑے ڈاکٹر اور انجینئر وغیرہ شام کو گزارنے آتے تھے۔ وہ اسی ارادے سے آیا کہ شاید وہاں کوئی پلاسٹک سرجری کا ماہر نظر آجائے تو اس سے دوستی ہو سکے اور پھر ایک بار اپنا چہرہ تبدیل کرنے کے لیے کوئی ٹھوس منصوبہ بنایا جا سکے۔

اس نے پارکنگ ایریا میں جا کر اپنی کار روکی۔ انجن کو بند کیا پھر دروازہ کھول کر نکلنا ہی چاہتا تھا کہ ٹھٹک گیا۔ اس کے قریب ایک اور کار آکر رکی تھی، اس میں سے ایک شخص نکل رہا تھا۔ اس کے قد اور جسامت کو دیکھ کر یکبارگی ایسا لگا جیسے جنرل ڈیکورا کو دیکھ رہا ہو لیکن وہ صورت شکل سے کوئی اور تھا۔ میجر برائٹ اپنی کار میں بیٹھا رہا۔ اسے جاتے دیکھتا رہا اور اسے دیکھ دیکھ کر دل دھڑکتا رہا۔ وہ بہت بڑے فوجی افسر کے سے انداز میں چل رہا تھا۔

میجر برائٹ نے دروازے کو نہ کھولا۔ جھٹ سے ٹرانسمیٹر کو نکالا۔ پھر اپنے دست راست سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بولا "ہماری منزل نظر آگئی ہے۔ تم لوگ بہت دنوں سے بے کار بیٹھے ہو۔ فوراً اپنی اپنی گاڑیوں میں نکل پڑو۔ ریکریشن کلب کی طرف آؤ۔ ایک کار کا فلاور اس کار کا رنگ، اس کا ماڈل نوٹ کر لو۔ وہ کار جہاں بھی جائے گی، اس کے آگے پیچھے دور تک چلتے رہو تاکہ اسے تعاقب کا شبہ نہ ہو۔ میں پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

اس نے کار کا نمبر، رنگ اور ماڈل بتایا۔ پھر ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ اسے ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ کر کار اسٹارٹ کی۔ اسے اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا کلب کے احاطے سے نکلا۔ دس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد ایک بہت بڑے ڈپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے رک گیا۔ کار سے اتر کر اندر گیا۔ وہاں اس نے ایک ٹائم پیس خریدا۔ پوری طرح اس کی چابی بھر کر ذرا دور کھتے ہوئے اسے سنا۔ ٹک ٹک ٹک ٹک کی آواز مسلسل آرہی تھی۔ وہ اسے لے کر پھر اسی کلب کے احاطے میں واپس آیا۔ گاڑی کو ٹھیک اسی جگہ پارک کیا۔ اپنی کار سے نکل کر دور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پارکنگ ایریا میں صرف گاڑیوں والے آتے تھے پھر اپنی گاڑیاں کھڑی کر کے چلے جاتے تھے۔

وہ سُلگتا ہوا جنرل ڈیکورا کی کار کے پاس آیا۔ کوئی اسے دیکھنے والا نہیں تھا۔ اس نے جلدی سے بونٹ کو اٹھایا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ٹائم پیس تھا، اس نے جھک کر اس ٹائم پیس کو انجن کے پاس رکھ دیا پھر بونٹ کو گرا دیا۔ ایک قدم پیچھے ہٹ کر کان لگا کر سننے لگا۔ ٹک ٹک ٹک کی آواز نہیں آرہی تھی۔ وہ مطمئن ہو کر کلب کے اندر آگیا۔ دروازے پر کھڑے ہو کر دور تک نظریں دوڑائیں، جنرل ڈیکورا ایک میز پر کسی عورت کے ساتھ تھا۔ اس کے ساتھ ہنستے بولتے ہوئے پی رہا تھا۔ کتنے ہی جوڑے آرکسٹرا کی دھن پر ڈانس کر رہے تھے۔ اس نے سوچا، اگر یہاں بیٹھ کر پیے گا تو جنرل ڈیکورا کسی وقت بھی اٹھے گا اور ڈانس کرنے والوں کی بھیڑ سے گزرتا جائے گا تو نظر نہیں آئے گا۔

اس نے ایک بوتل خرید لی۔ اسے لے کر اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے کھول کر منہ سے لگایا۔ دو چار گھونٹ پیے۔ پھر ایک طرف رکھ کر اپنی جیب سے ریوالور نکالا۔ اس کے چیمبر کو چیک کیا۔ پھر واپس جیب میں رکھ لیا۔ پھر اس نے دو چار گھونٹ پیے۔ بوتل کو ایک طرف رکھ کر ڈیش بورڈ کے خانے سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ اپنے دست راست کی مصروفیات کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اس سے کہا "اپنے آدمیوں سے کہہ دینا اس گاڑی کا صرف تعاقب کریں اور یہ دیکھیں کہ کہاں جاتی ہے اور کہاں رکتی ہے۔ اس کے بعد تم لوگ آگے نکل جاؤ گے، گاڑی والے کو نہیں چھیڑو گے۔"

اس نے ٹرانسیٹر رکھ دیا۔ پھر پینے لگا۔ ادھر یہ پی رہا تھا۔ ادھر کلب کے اندر وہ [illegible]

نے والی تھی، ہتھیار ہاتھ میں لے کر لڑنے سے پہلے وہ اپنی اپنی بوتل لڑ رہے تھے۔ یا تو نشہ انھیں پٹخ دیتا یا وہ بوتل کو خالی کر کے پھینک دیتے۔ ویسے دونوں میں فرق یہ تھا کہ میجر برائٹ بہت ہی اضطراب میں مبتلا تھا۔ بے چینی سے بار بار کلب کے دروازے کی طرف دیکھتا تھا۔ اُسے دل ہی دل میں گالیاں دیتا تھا۔ پتا نہیں وہ کب آئے گا اور اپنے ٹھکانے تک اسے پہنچائے گا۔ اس کے برعکس جنرل ڈیکورا بہت اطمینان سے ایک حسین عورت کے ساتھ پینے میں مصروف تھا۔ اسے خبر تھی کہ باہر نکلنے کے بعد اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ انسان کو پہلے سے موت کی خبر نہیں ہوتی۔ وہ جنرل ڈیکورا کی طرح تھوڑی دیر تک ہی سہی، بے فکری سے عیش تو کر لیتا ہے۔

آخر دو گھنٹے بعد وہ باہر نکلا۔ میجر برائٹ نے اسے دیکھتے ہی اپنی کار کا دروازہ بند کیا۔ بوتل بھی بند کی۔ اسے ایک طرف سیٹ پر پھینکا۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے آہستہ آہستہ اسے پارکنگ ایریا سے نکالنے لگا۔ ادھر جنرل ڈیکورا جھومتا ہوا اپنی کار کی طرف جا رہا تھا۔ وہ اپنی کار کے پاس پہنچ کر رُک گیا۔ جیب سے چابی نکالنے لگا۔ پھر چابی سے دروازہ کھولنے کے لیے جھکا تو ایک دم سے چونک گیا۔ کان لگا کر سننے لگا۔ جلدی سے آگے بڑھ کر بونٹ کے پاس گیا۔ پھر اس سے کان لگا کر سنتے ہی وہاں سے چیختے ہوئے بھاگنے لگا "بھاگو! بھاگو! پارکنگ ایریا سے دور بھاگو۔ کسی نے میری کار میں ٹائم بم رکھ دیا ہے۔"

میجر برائٹ مسکرانے لگا۔ اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ وہ جنرل ڈیکورا ہے جو دور کی آوازیں بھی سن لیتا ہے۔ ایک عام آدمی اس ٹک ٹک کو کبھی نہ سن پاتا جو کار کے انجن کے پاس سے آرہی تھی اور بونٹ گرا ہوا تھا۔ ایسے میں آواز باہر نہیں آرہی تھی لیکن ڈیکورا نے سن لی تھی۔

کلب کے باہر ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ سب ادھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے۔ پولیس والے پہنچ گئے تھے لیکن کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ جنرل ڈیکورا کی کار کے قریب جاتا۔ پولیس والوں نے سامنے والے مین روڈ کو بھی بند کر دیا تھا کیونکہ دھماکا ہوتا تو سامنے والی سڑک تک اس کا اثر ہو سکتا تھا۔ سب دہشت میں مبتلا تھے اور بہت دور تک چلے گئے تھے۔ آدھا گھنٹا گزر گیا۔ کچھ نہیں ہوا۔ پھر اور آدھا گھنٹا گزر گیا تو ایک پولیس والے نے حوصلے سے کام لیا، دوڑتا ہوا گیا۔ پھر بونٹ کو کھول کر دیکھا تو اسے ایک ٹائم پیس نظر آیا۔ اس نے اٹھا لیا۔ الٹ پلٹ کر دیکھا، پھر ہاتھ اٹھا کر بولا "یہ تو ایک معمولی گھڑی ہے، کسی نے شرارت کی ہے۔"

میجر برائٹ کار ڈرائیو کرتا ہوا مین روڈ پر آگیا تھا۔ سڑک کے کنارے رُک کر جنرل ڈیکورا کا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اُس کی کار احاطے سے نکلی۔ پھر سڑک پر دوڑتی ہوئی اس کے قریب سے گزرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ وہ بڑے اطمینان سے اس کے پیچھے جانے لگا۔ یہ فکر نہیں تھی کہ وہ آگے جا کر کہیں گم ہو جائے گا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اسے اطلاع مل رہی تھی۔ اس کا دست راست بڑی کامیابی سے اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔

پھر اسے اطلاع ملی کہ جنرل شہر سے باہر ایک چھوٹے سے بنگلے کے احاطے میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کا تعاقب کرنے والا بنگلے سے بہت دور آگے جا کر رک گیا تھا۔ میجر برائٹ کو گائیڈ کرتا جا رہا تھا۔ آخر میجر نے اس بنگلے کے قریب پہنچ کر گاڑی روک دی۔ وہاں سے پیدل بنگلے کے احاطے تک آیا۔ بڑا سا مین گیٹ بند تھا۔ وہ وہاں سے چلتا ہوا دوسری طرف گیا۔ پھر ایک جگہ احاطے کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گیا۔

میجر سے یہی ایک غلطی ہو گئی۔ دو گھنٹے پہلے اس نے جنرل کی کار میں ٹائم پیس رکھا تھا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ دور کی آواز سن لیتا ہے لیکن احاطے کی دیوار سے کودتے وقت بھول گیا کہ 'دھپ' کی آواز جنرل کے کانوں تک پہنچ سکتی ہے۔ اچانک کاٹج کے اندر سے گرج دار آواز سنائی دی "ہینڈز اپ۔ خبردار! ذرا بھی حرکت ہوئی تو گولی مار دوں گا۔ جلدی بتاؤ، کون ہو تم؟"

میجر کودنے کے بعد جہاں پہنچا تھا، وہیں زمین پر دبک کر وہ گیا۔ منزل تک پہنچنے کی خوشی میں ایک حماقت کر بیٹھا تھا۔ وہ لیٹے ہی لیٹے بڑی آہستگی سے رینگتے ہوئے جگہ بدل رہا تھا۔ دوسری طرف جنرل برآمد

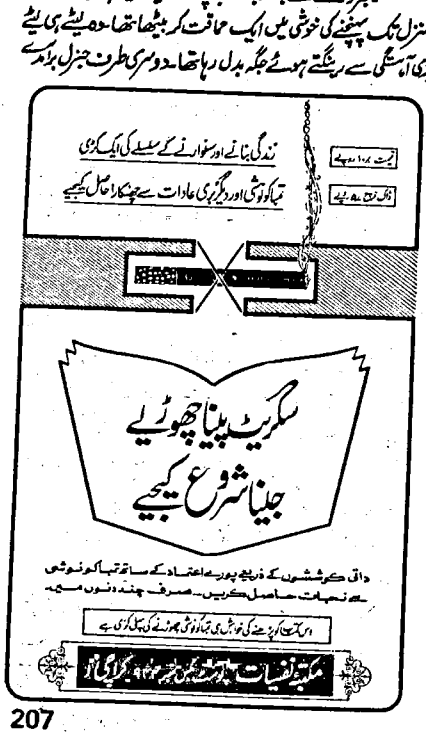

میں رینگتا ہوا آگیا تھا اور فرش سے کان لگا کر سن رہا تھا۔ واقعی اس کے سننے کی حس حیرت انگیز تھی۔ اس نے اندازہ کر لیا کہ اڈا صحافی کی دیوار کے پاس کوئی زمین پر رینگ رہا ہے۔ اس نے کروٹ لی، فرش پر اوندھا ہوا پھر اسٹین گن سے تڑاتڑ فائرنگ شروع کر دی۔ لیکن جتنی دیر میں وہ کروٹ لے کر اوندھا ہوتا اتنی دیر میں میجر زمین سے اٹھ کر دوڑتا ہوا کاریڈور کے پیچھے جا رہا تھا۔ اگر وہ ذرا بھی دیر کرتا تو جنرل کی گولیوں سے کبھی بچ نہ پاتا۔

جنرل اٹھ کر تیزی سے کاریڈور کے اندر گیا۔ وہاں سے دوڑتا ہوا پچھلے دروازے پر آیا۔ اس کا دشمن بھاگتا ہوا اندھے کنوئیں کی منڈیر کے پیچھے چھپا گیا تھا۔ تاریکی میں ایک دوسرے کو دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ صرف آواز یا آہٹوں سے سمت پہچانی جا سکتی تھی۔ جنرل زمین پر لیٹ کر رینگتے ہوئے اندھے کنوئیں کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت میجر نے کہا۔ "یہ میری بدنصیبی ہے کہ میں تمہاری آہٹ بھی نہیں سن سکتا۔ تم میری آواز سن کر پہچان سکتے ہو تو پہچان لو۔ ہم کبھی بہترین دوست تھے۔ مشین نے ہمیں دشمن بنا دیا۔ اگر تم چاہو تو ہم پھر دوست بن سکتے ہیں۔"

جنرل ڈیکورا نادان نہیں تھا۔ اگر اس کی بات کا جواب دیتا تو اب میں سنسناتی ہوئی گولیاں آتیں۔ وہ رینگتا ہوا کنوئیں کی منڈیر کے پاس آگیا۔ اُسے منڈیر کے دوسری طرف آہٹ سُنائی دی۔ اُس نے آہٹ کی سمت تڑاتڑ فائرنگ کی۔ پھر کہا۔ "میجر! بُوچیٹ! تم نے مجھے جعلی مشین دی تھی۔ آدمی ایک ہی آزمائش میں پہچانا جاتا ہے۔ تم دوست نہیں، سانپ ہو اور سانپ کو کبھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن میجر نے آواز کی سمت فائرنگ شروع کر دی۔ رات کے سناٹے میں دور تک فائرنگ کی آواز جا رہی ہوگی۔ کسی وقت بھی قانون کے محافظ وہاں پہنچ سکتے تھے۔ اُن دونوں کو اپنی زندگی اور موت کا فیصلہ جلد ہی کرنا تھا۔ دونوں کو فائرنگ سے بچنے کے لیے کنوئیں کی منڈیر مل گئی تھی۔ اسی لیے دونوں کے حملے ایک دوسرے پر ناکام ہو رہے تھے۔

کچھ دیر تک گہری خاموشی رہی۔ میجر برائٹ دم سادھے بیٹھا ہوا تھا۔ اپنی پوزیشن نہیں بدل سکتا تھا۔ جنرل ڈیکورا بھی سمجھ رہا تھا کہ دشمن قریب ہے۔ اگر پوزیشن بدلنے کی آہٹ ہوگی تو دوسری طرف سے گولی چلے گی۔ ویسے وہ ساری رات تو بیٹھے نہیں رہ سکتے تھے۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ آخری برائٹ نے قریب پڑے ہوئے ایک پتھر کو اٹھایا پھر اُسے منڈیر کے دائیں طرف پھینکا۔ گہری خاموشی میں اس پتھر نے دھماکے کی آواز پیدا کی۔ اس کے ساتھ ہی تڑاتڑ فائرنگ کی آواز گونجنے لگی۔ دوسری طرف سے بھی ٹھائیں ٹھائیں گولیاں چل رہی تھیں۔ پھر ایک پتھر ستائی دی۔ منڈیر پر ایک اور اندھے منہ گرا۔ اس کے بعد اُلٹ کر کنوئیں کی اندھی گہرائی میں چلا گیا۔ مگر وہ کون گیا؟

موت کے اس اندھے کنوئیں میں بھانے والا میجر برائٹ تھا۔

اور اسے ہی مرنا چاہیے تھا۔ وہ تھوڑی دیر پہلے ایک غلطی کر چکا تھا۔ یہ ابھی طرح جانتے ہوئے کہ جنرل ڈیکورا نیم تاریکی میں دور تک دیکھ کر کسی کو پہچان سکتا ہے۔ زمین سے کان لگا کر بتا سکتا ہے، ایک فرلانگ کے فاصلے پر ایک یا ایک سے زیادہ لوگ گزر رہے ہیں۔ کسی شخص کو یا کسی چیز کو چھو کر اس کا درجۂ حرارت بتا دیتا تھا۔ کسی چیز کو سونگھ کر بتا دیتا تھا کہ انسان آرہا ہے، جانور آرہا ہے یا کوئی گاڑی رفتار مشین کے ذریعے یہ ساری خوبیاں میجر برائٹ میں بھی منتقل ہو گئی تھیں لیکن آدمی اکثر اپنی طبعی عمر سے پہلے مرتا ہے کہ وہ غلطی کرتا ہے۔

اس نے جنرل ڈیکورا کو بے نقاب کرنے کے لیے بہت اچھا طریقہ اختیار کیا تھا۔ اس کی کار کے انجن کے پاس ٹائم بم رکھ دی تھی اور یہ معلوم کر لیا تھا کہ دور سے ٹک ٹک کی آواز سننے والا ڈیکورا ہی ہے گمراہ کرنا کچھ معلوم کرنے کے بعد پہلی غلطی یہ ہوئی کہ وہ بڑے آرام سے کاریڈور کے احاطے میں داخل ہو گیا تھا اور جنرل کی دور سے سننے والی صلاحیت کو بھول گیا تھا۔

وہ اپنی پہلی غلطی سے بچ گیا۔ جنرل نے آہٹ کی سمت گولی نہیں چلائی۔ پہلے وہ یہ جاننا چاہتا تھا، کاریڈور کے احاطے میں کون آیا ہے۔ اس طرح میجر برائٹ کو جان بچانے کا موقع مل گیا۔ وہ قدموں سے چلنے کے بجائے لیٹ گیا تھا اور لڑھکتا ہوا اندھے کنوئیں کی طرف گیا تھا۔ اتنی چالاکی دکھانے کے باوجود اس نے دوسری غلطی کی۔ پتھر اٹھا کر جنرل ڈیکورا کی طرف پھینکا۔ اس کا خیال تھا، جیسے ہی پتھر اس کے قریب گرے گا وہ اندھیرے میں اسی طرف گولی چلائے گا۔

یہ اس کی سب سے بڑی بھول تھی۔ جنرل ڈیکورا اتنا حساس تھا کہ وہ آہٹ سے بتا دیتا تھا، پتہ کھڑک رہا ہے، انسان کے پاؤں کی آہٹ ہے یا کسی جانور کے پاؤں کے کھُر ہیں۔ زمین پر ہلکی چیز گری ہے یا بھاری؟ اور میجر برائٹ کے مقابلے میں وہ پتھر بہت ہلکا تھا۔ جنرل ڈیکورا نے چالاکی سمجھ لی تھی، فوراً ہی اسٹین گن کا رُخ منڈیر کے اس حصّے کی طرف کیا تھا جہاں وہ چھپا ہوا تھا۔ چوں کہ اسٹین گن تھی، اس لیے وہ دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں فائرنگ کرتا چلا گیا۔ ایسے میں میجر برائٹ نے اُٹھ کر ریوالور سے گولیاں چلائیں تو اسے مسلسل فائرنگ کی زد میں آنا پڑا اور وہ آگیا۔ گولیاں کھا کر منڈیر کے اوپر جھکا پھر اُلٹ کر اندھے کنوئیں میں چلا گیا۔

جنرل ڈیکورا سر جھکائے کنوئیں کی گہرائی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ دن کے وقت بھی اس کی گہرائی نظر نہیں آتی تھی، اب تو تاریکی تھی لیکن وہ بے ساختہ ایسا کر رہا تھا۔ یقین کرنا چاہتا تھا کہ ایک من مرتم ہو چکا ہے۔

میجر برائٹ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں سب سے زیادہ ہم تھا۔ وہ اس مشین کی رگ رگ سے واقف تھا۔ اگر وہ گوشۂ تنہائی میں بیٹھ جاتا، پھر سے اس کا نقشہ بناتا اور اس سلسلے میں اس کے لیے سہولتیں فراہم کی جائیں تو وہ ایک نئی مشین تیار کر سکتا تھا۔

دیکھا جائے تو وہ دو ہی شخص مشین بنا سکتے تھے۔ ایک شارپر اور دوسرا میجر برائٹ اور دونوں ہی ختم ہو چکے تھے۔ ان دونوں کی موت سے نئی مشین بنائے جانے کا اندیشہ ختم ہو چکا تھا۔ مگر ہاں، ایک اندیشہ تو تھا ہی، مشین کا مکمل نقشہ اور اس کی پوری تفصیلات جو مختلف کاغذات میں درج تھیں، وہ اس مشین کے ساتھ پلاسٹک کے تھیلے میں لکھی ہوئی تھیں جہاں جنرل ڈیکورا نے اسے چھپا رکھا تھا۔

شارپر اس مشین کا موجد تھا اور موجد بہت کم ہوتے ہیں جب ایک چیز تیار ہو جائے تو اس کا نقشہ دیکھ کر اس کی تفصیلات معلوم کر کے پھر ویسی ہی چیز دوبارہ بنائی جا سکتی ہے۔ میجر برائٹ بہت ہی ذہین اور تجربہ کار انجینئر تھا لیکن وہ دنیا میں ایک ہی نہیں تھا اور بھی کئی تجربہ کار اور ذہین انجینئر ہو سکتے تھے آئندہ جس کے ہاتھ بھی وہ نقشہ لگے گا، مشین دوبارہ تیار ہو سکے گی۔

وہ تھوڑی دیر تک تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کنوئیں میں دیکھتا رہا پھر وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا کاریڈور میں آیا۔ وہ اپنے ساتھ بہت سا سامان لایا تھا تاکہ کچھ عرصہ وہاں گزار سکے۔ لیکن یہاں آتے ہی دشمن پیچھے پڑ گئے تھے۔ برائٹ کی موت کے بعد وہ اس خوش فہمی میں نہیں رہ سکتا تھا کہ میجر تنہا آیا ہوگا۔ یقیناً اس کے بھی کچھ کام کرنے والے ہوں گے جنھوں نے اس کاریڈور کو دیکھا ہوگا۔ پھر سب سے زیادہ خطرہ اس سے تھا جو آج اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا اور اس نے بے اختیار سانس روک لی تھی۔

آئرن ہارڈی کے حکم پر مورینا نے خیال خوانی کی پرواز کی تھی اور جنرل ڈیکورا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ پھر واپس آکر بتایا تھا کہ اس کا دماغ حساس ہے اور وہ سانس روک لیتا ہے اس کی اس حرکت نے جنرل ڈیکورا کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ خیال خوانی کوئی بھی کرے پہلا خیال فرہاد علی تیمور کی طرف جاتا ہے اور یہ وہشت طاری ہو جاتی ہے کہ وہاں ایک نہیں، تین خیال خوانی کرنے والے ہیں کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی وقت اسے گھیر لیں گے۔

اس نے ایک چھوٹی سی اٹیچی کھولی، اس میں اپنا بہت ضروری سامان رکھنے لگا۔ باقی سامان وہیں چھوڑ دیا۔ کاریڈور کے سامنے گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی بھی تعاقب کرنے والوں کی نظروں میں آئی ہوگی۔ فی الحال مجبوری تھی۔ اسی میں شہر تک جانا تھا اور وہاں جا کر گاڑی تبدیل کرنا تھی۔

وہ ڈوانیو کرتا ہوا کاریڈور کے احاطے سے باہر آیا۔ پھر مین روڈ پر پہنچ کر رفتار تیز کی۔ سو گز کے فاصلے پر پہنچتے ہی اس نے رفتار سست کر لی۔ وہاں ایک کار کھڑی ہوئی دکھائی دی۔ وہ میجر برائٹ کی کار تھی۔ وہ یہاں گاڑی چھوڑ کر پیدل چلتا ہوا کاریڈور کے احاطے میں پہنچا تھا۔ ویسے جنرل ڈیکورا کو معلوم نہیں تھا کہ یہ میجر کی کار ہے۔ اس کے باوجود خطرہ محسوس ہوا۔ اس نے سوچا، میجر برائٹ کے بعد اس کے ساتھی گاڑی روک کر پیدل کاریڈور کی طرف گئے ہیں۔ فائرنگ کی آواز دور تک گئی ہوگی اور وہ یقیناً میجر کی حفاظت کے لیے اُدھر دوڑ گئے ہوں گے۔ یہ سوچ کر اس نے اپنی گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔ کچھ دور جا کر اسے روکا، پھر ٹیلیفون لے کر اُتر گیا۔ سڑک کو چھوڑ کر دوڑتا ہوا دوسری سمت جانے لگا۔

یوں دیکھا جائے تو فی الحال اسے کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن جو مجرمانہ زندگی گزارتے ہیں، وہ ہمیشہ دہشت میں مبتلا رہتے ہیں۔ اُدھر میجر برائٹ نے مرنے سے پہلے اپنے دستِ راست سے کہہ دیا تھا کہ جنرل ڈیکورا کا تعاقب کیا جائے لیکن اسے چھیڑا نہ جائے، صرف دیکھا جائے کہ وہ کہاں جاتا ہے۔

میجر کے دستِ راست نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ اس نے دیکھ لیا تھا، وہ کہاں جاتا ہے پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع دے دی تھی۔ اس کے بعد اس کی ڈیوٹی ختم ہو گئی تھی۔ اب کوئی جنرل ڈیکورا کی نہ تو نگرانی کر رہا تھا، نہ ہی تعاقب کر رہا تھا لیکن کاریڈور کے سوگز کے فاصلے پر ایک کار دیکھ کر ڈیکورا خوف زدہ ہو گیا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا، اسے چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس لیے اس نے اپنی گاڑی بھی چھوڑ دی۔ صرف اٹیچی لی اور سڑک چھوڑ کر ایک فارم میں دوڑتا چلا گیا۔

اس نے چند خفیہ اڈے بنا رکھے تھے جہاں وہ محفوظ رہ سکتا تھا لیکن رات کو سکون سے سو نہیں سکتا تھا۔ رہ رہ کر چونک جاتا تھا۔ گہری نیند کبھی نہ آتی تھی۔ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی اس کی شہ رگ تک پہنچ گیا ہے۔

وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے محفوظ تھا۔ کوئی اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس نے اپنی آواز، لب و لہجہ بدل لیا تھا۔ اونچی سوسائٹی

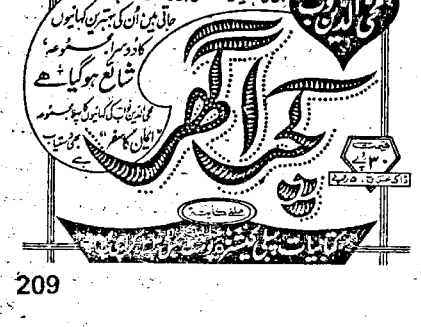

میں جاتا تھا۔ اس کے بعد کار ڈرائیو کرتے وقت یا کسی کلب یا کسی تقریب میں وقت گزارتے وقت محتاط نظروں سے چاروں طرف دیکھتا رہتا تھا کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا ہے، کوئی اسے پہچان تو نہیں رہا ہے؟

آخر وہ فوج میں جنرل رہ چکا تھا۔ بزدل نہیں تھا وہ کبھی اتنا خوف زدہ نہ ہوتا لیکن مورینا کی خیال خوانی نے اس کا سکون درہم برہم کر دیا تھا۔ یہ فکر اسے کھا رہی تھی کہ آخر وہ کون ہے جو اس کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہائے ری، ٹرانسفارمر مشین، تُو آدمی کو کہاں تک دوڑائے گی۔ یہ جو آدمی ہوتا ہے یہ بہت ضدی ہوتا ہے۔ اسے جس بات سے روکو اسے کرنے کے لیے جنت سے نکل جاتا ہے۔ اسے موت کی دھمکی دو تو یہ قبر تک پہنچ جاتا ہے لیکن اپنی ضد سے باز نہیں آتا اور انسان کی یہی ضد نت نئے تماشے دکھاتی ہے۔ ابھی جنرل ڈیکورا جانے کتنے جہان لبوا تماشوں سے گزرنے والا تھا۔

★

میں کنگ فرنانڈو کی ایک ایسی خفیہ رہائش گاہ میں تھا جہاں انٹیلی جنس والے بھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ فرنانڈو بہت پہلے ہی اس رہائش گاہ میں آ کر چھپ گیا تھا تاکہ میرا استقبال کر سکے اور میرے ساتھ کچھ وقت گزار سکے۔ اگر وہ بعد میں آنا چاہتا تو میں اس کی اجازت کبھی نہ دیتا کیوں کہ انٹیلی جنس والے اس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے اور دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ فرہاد سے کب اور کیسے ملاقات کرتا ہے؟

میں نے اس سے پوچھا "تم میری خاطر یہاں آ کر چھپ گئے ہو۔ کیا انٹیلی جنس والوں کو یہ تشویش نہیں ہوگی کہ تم کہاں غائب ہو گئے ہو اور جب تم نمودار ہو گے تو وہ تم سے کیسے کیسے سوالات کریں گے؟"

اس نے کہا "میں نے سوریج رکھا ہے، وہ مجھ سے پوچھیں گے، میں کہاں تھا۔ میں کہوں گا یہ بزنس کے معاملات ہیں اور ایسے معاملات ہیں جنھیں میں تفصیل سے کسی انٹیلی جنس والے کے سامنے بیان نہیں کر سکتا اور نہ ہی حکومت کو بتا سکتا ہوں۔ میں ہر سال دس لاکھ ڈالر انکم ٹیکس ادا کرتا ہوں۔ اس کے بعد حکومت کو میرے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ اگر کسی قسم کا شبہ ہو تو انٹیلی جنس والے مجھ سے معلوم کرتے پھریں۔ جب میں گرفت میں آ جاؤں گا میرا جرم ثابت ہو جائے گا تو میں خود کو قانون کے حوالے کر دوں گا۔"

وہ فطرتاً بہت ہی زندہ دل تھا۔ میرے لیے اس کا دل دریا نہیں، سمندر تھا۔ میں جو چاہتا اس سے منوا سکتا تھا۔ اس نے خفیہ رہائش گاہ میں زیادہ بھیڑ نہیں لگائی تھی۔ ایک بہت ہی قابلِ اعتماد باورچی تھا جو ہمیں نہایت لذیذ کھانے کھلاتا تھا اور دو حسین لڑکیاں تھیں۔

فرنانڈو نے کہا "تمھاری بہت بری عادت ہے، ایک گھونٹ بھی نہیں پیتے۔ جو بزدل ہوتے ہیں وہ نشے سے ڈرتے ہیں۔ تمھیں فرہاد علی تیمور کس نے بنا دیا، کون کہتا ہے تم دلیر ہو؟"

وہ نشے میں بہت کچھ بول جاتا تھا اور میں ہنس کے ٹال دیتا تھا کیوں کہ وہ بہت ہی صاف دل کا آدمی تھا۔ میرے لیے کسی وقت بھی جان کی بازی لگا سکتا تھا۔ وہ پیتے ہوئے بُرا سا منہ بناتا تھا۔ تنہا پیتا تھا اور اکثر کہتا تھا "تم اوّل درجے کے نالائق مسلمان ہو۔ کیا میں نے مسلمانوں کو دیکھا نہیں ہے۔ وہ یورپ سے لے کر امریکا تک شراب پانی کی طرح پیتے ہیں۔ پھر بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ تم کس قسم کے مسلمان ہو جو پرہیز کرتے ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "فرنانڈو! اسلام تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ تم اس بحث میں نہ پڑو۔ کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات تو بس یہی دو حسین ترین لڑکیاں رہ گئی ہیں۔ میں نے سوچ سمجھ کر ان کا انتخاب کیا ہے لہٰذا ان کے ساتھ اچھا وقت گزارو۔"

"کیا تم مجھے خیال خوانی کا موقع نہیں دو گے۔ مجھے اپنے معاملات سے نمٹنے نہیں دو گے۔ جانتے ہو، مورینا دشمنوں کی گرفت میں آ گئی ہے۔ پتا نہیں، وہ اس سے کس طرح کام لے رہے ہوں گے۔ مجھے جلد از جلد اس کا سراغ لگانا ہے۔"

اس نے کہا "کام بھی کرو، آرام بھی کرو۔ طیش بھی دکھاؤ، عیش بھی کرو، یہی زندگی ہے۔"

مجھے جب بھی خیال خوانی سے فرصت ملتی تھی، وہ کم بخت مجھے عیش و مسرت میں ڈبو دیتا تھا۔ وہ کہتا تھا "مجھے یاد کرو گے اور میں چاہتا ہوں، جب بھی مجھ سے دور جاؤ تو مجھے ہی یاد کرتے رہو۔ تم تو مجھ سے ایک برس دو مہینے کے لیے جدا ہوئے تھے۔ جانے کیوں مجھے یہ خوش فہمی ہے کہ میں ہمیشہ کے لیے جدا ہو جاؤں یا مر جاؤں تو تمھاری آنکھ میں میرے لیے آنسو نمودار آئیں گے۔"

وہ جذباتی باتیں کرتا تھا اور رونے لگتا تھا۔ نشے کی زیادتی اسے اچھا خاصا کارٹون بنا کر رکھ دیتی تھی۔ بہرحال مجھے اس سے بڑے فائدے حاصل ہو رہے تھے میں اس کی خفیہ رہائش گاہ میں محفوظ تھا۔ کسی کی نظر مجھ پر نہیں پڑ سکتی تھی۔ کوئی مجھ پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں آرام سے بیٹھ کر خیال خوانی کرتا تھا۔ منصوبہ بناتا تھا اور مجھے یقین تھا کہ میں بہت جلد مورینا تک پہنچ جاؤں گا۔

اس ملک میں میرے کام آنے والوں میں ریڈ پاور کے لوگ بھی تھے اور اسرائیلی ایجنٹ بھی شامل تھے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے جو حکم دیتا تھا وہ عمل کرنے کے لیے فوراً دوڑ پڑتے تھے۔ اور میرے اطمینان کی حد تک اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس کے باوجود ہم ابھی تک یہ معلوم نہیں کر سکے کہ مورینا کو ان لوگوں نے اغوا کیا ہے اور اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے۔ یہ سوچ سوچ کر پریشانی بڑھ جاتی تھی کہ اغوا کرنے والوں نے مورینا کے ذریعے اس ٹرانسفارمر مشین

کے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہ کر لیا ہو۔ اگر ایسا ہو گیا ہے تو اس کا مطلب ہے، ہماری دنیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کچھ اور تعداد بڑھ گئی ہے۔

ایک رات کھانے کے بعد میں بستر پر آیا تو اچانک پرانی چوٹ کی لہروں کا احساس ہوا۔ میں نے فوراً سانس روک لی۔ پھر ذرا سا سانس لیا تاکہ روسونتی یا شیاہوں تو مخصوص کو دور دور ڈرا دا کر سکیں۔ مجھے آمر کی آواز سنائی دی "مسٹر فرہاد! میں بول رہا ہوں۔"

"مسٹر آمر! میں کیسے یقین کروں، یہاں شبہات یقین میں بدل رہے ہیں، شاید نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔"

"ان حالات میں شبہ ضرور ہوتا ہے۔ میں جا رہا ہوں، آپ بلا تاخیر میرے پاس چلے آئیں۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک بہت ہی کشادہ سجے سجائے بیڈ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا "تم نے کیسے یاد کیا؟"

"میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کی سفارش پر کمشنر مین نے مجھے اتنے خوب صورت بنگلے میں منتقل کر دیا ہے، ویسے میں اب بھی قیدی ہوں لیکن اسپیشل پرزنر ہوں۔ میرے پینے کے لیے عمدہ اور مہنگی شراب مہیا کی جاتی ہے اور یہ کمرا آپ دیکھ ہی رہے ہیں کتنا خوب صورت ہے۔ مجھے کتنے آرام سے رکھا گیا ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "تم خوش ہو؟"

"میں پوچھتا ہوں، مجھ پر یہ مہربانی کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ تم اس کے بھائی ہو جسے ہم بیٹی کہتے ہیں۔"

"صرف یہی یا اور کچھ؟"

"اگر تمھیں کسی بات کا شبہ ہے تو بلا جھجک بیان کرو۔"

"یہاں خفیہ طور پر کچھ افسران آتے ہیں، یقیناً وہ ماسک مین کے آدمی ہیں۔ مجھے اس بات پر قائل کر رہے ہیں کہ میں اس مشین کا نقشہ تیار کر دوں۔ انھیں معلوم ہے، شیمن ہم تین بھائیوں نے بنائی تھی۔ بے شک اس میں شارپر کا زیادہ ہاتھ تھا لیکن اس کا نقشہ اور اس کی ساری تفصیلات ہم نے دیکھی ہیں، ہم نے پڑھی ہیں۔ ہم اس مشین کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں لہٰذا ماسک مین کا خیال ہے کہ میں اس کا نقشہ تیار کر سکتا ہوں۔"

"تمھارا اپنا کیا خیال ہے؟"

"میں مشین کے متعلق سب کچھ بھول چکا ہوں۔ اگر یاد ہوتا تب بھی اس کا نقشہ کاغذ پر نہ بناتا اور جو نقشہ میرے دماغ میں بنتا، میں شراب پی پی کر اسے نشے میں بہا دیتا۔"

"تم جو کہہ رہے ہو، وہ میرے دل کی باتیں ہیں۔ تمھیں یہی کرنا چاہیے۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "میں ایک قیدی کی زندگی گزار رہا ہوں۔ جب آزاد تھا تب بھی دنیا والوں سے بے خبر تھا۔ آج بھی بے خبر ہوں۔ میں نہیں جانتا، کہاں کیا ہو رہا ہے لیکن یہ خبر سُن کر میرے دل پر بجلی گر پڑی تھی کہ دشمنوں نے جو جو اغوا کیا ہے۔ پھر یہ سُن کر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ تم لوگوں نے اُسے دیکھتے ہی دیکھتے ہوائی دلائی اور اپنے پاس بلا لیا میں اپنے دشمنوں کی سلامتی اور طویل عمری کی دعائیں مانگتا رہتا ہوں۔ تم لوگوں کے دم سے جو جو کی زندگی بھی ہے اور عزت آبرو بھی۔"

"مسٹر آمر! تمھیں اب اپنی ذات کے خول سے نکلنا چاہیے۔ دنیا کو دیکھنا چاہیے۔ کم از کم ان معاملات میں بھرپور حصہ لینا چاہیے جو تمھاری بہبود سے تعلق رکھتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "عجیب بات ہے۔ میں دنیا کو چھوڑنا چاہتا ہوں اور دنیا والے مجھے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ یہ لوگ ضد کر رہے ہیں کہ میں مشین کا نقشہ بناؤں۔ ابھی ایک گھنٹا پہلے انھوں نے ایک کیسٹ سنایا۔ اس میں کچھ لوگوں کی آوازیں ریکارڈ کی گئی تھیں۔ کیسٹ سنانے والے افسر نے کہا۔ جن کی یہ آوازیں ہیں وہ سپر ماسٹر کے ملک سے تعلق رکھتے ہیں، وہاں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ ان میں سے دو آوازیں ایسی ہیں جنھیں سُن کر تمھیں ان کے دماغوں میں پہنچنا ہے۔ ہمیں شبہ ہے کہ ٹرانسفارمر مشین انھی آدمیوں میں سے کسی کے پاس ہے۔"

آمر نے اُن سے پوچھا "آپ کو یہ شبہ کیسے ہوا؟"

"ہمارے کچھ خفیہ ذرائع ہیں۔ ان ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ سپر ماسٹر پھر تبدیل ہو چکا ہے۔ اب کوئی نیا آیا ہے۔ پرانا لاپتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ٹرانسفارمر مشین ان کی تحویل میں ہے لیکن وہ استعمال نہیں کر رہے ہیں، کیوں نہیں کر رہے ہیں، یہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ ٹرانسفارمر مشین ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے یا پھر اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے یا کسی نے چرالی ہے۔"

"یعنی آپ ان دو آدمیوں کی آوازیں سنا رہے ہیں جن پر شبہ ہے کہ انھوں نے ٹرانسفارمر مشین چرائی ہے؟"

"ہاں، ابھی ہمارا یہی اندازہ ہے۔ امریکا میں مجرموں کی چھوٹی بڑی بے شمار تنظیمیں ہیں جو چھوٹی بڑی وارداتوں کی مرتکب ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں سے دو سنڈیکیٹ ایسے ہیں جن کے سرغنہ کی آواز ہمارے آدمیوں نے ریکارڈ کر لی ہیں۔ اب تم وہ آوازیں سُن کر ان کے دماغ میں پہنچ کر تصدیق کر سکتے ہو کہ ہمارا اندازہ کس حد تک درست ہے۔"

انھوں نے کیسٹ کو آن کیا۔ وہ دو آوازیں سنائیں۔ ان میں سے ایک آواز جنرل ڈیکورا اور دوسری میجر براٹ کی تھی۔ مجھے یا آمر کو یا آوازیں سنانے والوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ جن کی یہ آوازیں ہیں، وہ کبھی جنرل ڈیکورا یا میجر براٹ کہلایا کرتے تھے۔ آواز سنانے والے نے پہلے میجر براٹ کی آواز سنائی پھر کہا "پہلے تم اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھو یہ کون ہے، کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

آمر مجھے یہ تمام باتیں سُنا رہا تھا۔ اس نے کہا "مسٹر فرہاد! ان

کی فرمائش پر میں نے وہ آواز سنی۔ خیال خوانی کی پرواز کی لیکن میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں مجھے اس کا دماغ نہیں ملا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا، مر چکا ہے۔"

آرمر نے یہی بات ماسک مین کے آدمیوں کو بتائی پہلے تو وہ یقین نہیں کر رہے تھے۔ پھر انھوں نے کہا: "ابھی بات ہے۔ اب دوسری آواز سنو۔"

دوسری آواز سننے کے بعد آرمر نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی اس کے دماغ میں پہنچا مگر فوراً واپس آگیا، کیوں کہ اس نے سانس روک لی تھی۔ آرمر مجھے جو باتیں سنا رہا تھا اس کے مطابق میجر برانڈ مر چکا تھا اور جنرل ڈیکو سانس روک لیتا تھا۔ ماسک مین کے بھیجے ہوئے افسران نے کہا: "مسٹر آرمر! تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم ان لوگوں تک پہنچ چکے ہو لیکن ہم سے چھپا رہے ہو۔"

آرمر نے کہا: "جو سچ ہے، وہ میں نے کہہ دیا۔ اگر تم جھوٹ سمجھ رہے ہو تو مجھے گولی مار دو۔ تم اور تمھارے بڑے دیکھ ہی رہے ہیں کہ مجھے زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

ریڈ پاور کے افسران مایوس ہو کر چلے گئے تھے۔ آرمر نے مجھ سے کہا: "فرہاد صاحب! میں سچ کہتا ہوں، پہلے جس کی آواز سنی، وہ مر چکا ہے، دوسری بار جس کی آواز سنی، وہ سانس روک لیتا ہے۔ اگر پہلا نہ مرتا اور دوسرا سانس نہ روکتا اور ان کے پاس وہ ٹرانسفارمر مشین ہوتی تب بھی میں یہی کہتا کہ وہ دونوں مر چکے ہیں یا سانس روک لیتے ہیں۔ یہ کبھی نہ بتاتا کہ انھوں نے کہیں مشین چھپا رکھی ہے، وہ جہاں بھی چھپی ہو، خدا کرے وہاں سے کبھی نہ نکل سکے۔"

میں نے کہا: "میری بھی یہی دعا ہے لیکن جب سے مورینا کو اغوا کیا گیا ہے تب سے یہ تشویش بڑھتی جا رہی ہے۔ ٹرانسفارمر مشین سے شاید ان اغوا کرنے والوں کے پاس ہے اور انھوں نے مورینا کے ذریعے یہ علم حاصل کر لیا ہے۔"

"ایسی بات نہ کرو۔ مجھے یہ دنیا تاریک نظر آتی ہے۔ شیطان ہی شیطان دکھائی دیتے ہیں اور ہمارے معصوم بچے ان کے چنگل میں نظر آتے ہیں۔ میں جو جو کو لہولہان دیکھتا ہوں، خدایا! اس وقت ہم تینوں بھائیوں کو موت کیوں نہ آئی جب ہم مشین کی تیاریوں میں دن رات مصروف تھے۔ اپنی کامیابیوں پر خوش ہوتے جا رہے تھے۔ مستقبل کی ذرا فکر نہ تھی کہ آئندہ اس مشین سے کتنے شیطان پیدا ہوں گے۔"

اس نے خلا میں تکتے ہوئے کہا: "فرہاد! ان سب کو مار ڈالو جو مشین تک پہنچتے ہیں۔ ان سب کو ختم کر دو جو ٹیلی پیتھی سکھانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اگر مورینا اغوا کی گئی ہے تو اسے بھی ختم کر دو اگر کسی کے ہاتھ میں مشین آگئی ہے اور وہ مجھے بھی اغوا کر کے لے جانا چاہیں تو تم مجھے بھی سا ڈالنا۔ ذرا لحاظ نہ کرنا۔ اگر کوئی شیطان جو جو کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھنا چاہے تو جو جو کو بھی..."

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ بات اس کے حلق میں اٹک گئی۔ وہ جو جو کو بہن نہیں، بیٹی سمجھتا تھا۔ اس قدر ٹوٹ کر پیار کرتا تھا کہ جو بھی کسی سے نہ کیسا ہوگا۔ وہ مجھ سے التجا کر رہا تھا میں ہر اس خیال خوانی جاننے والی ہستی کو مار ڈالوں جو ٹرانسفارمر مشین تک پہنچائی جائے اور ان کے ذریعے کوئی شیطان علم حاصل کرنا چاہے۔ میں سب کو مار ڈالوں لیکن جو جو کا نام آتے ہی اس کی آواز اٹک گئی، حلق میں آنسو بھر گئے، وہ دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگا۔ اس کے سوا وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اسی نے بھائیوں کے ساتھ مل کر وہ مشین بنائی تھی اور وہی اس کا بچاؤ برقرار کر رہا تھا۔

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ پھر ایک اسرائیلی ایجنٹ سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے رپورٹ حاصل کی۔ اس نے کہا: "جناب! کینیا اس سٹی سے پانچ میل دور ایک چھوٹی سی بستی ہے جہاں دور دور پر کچا مکان ہیں۔ پہلی رات وہاں ایک کاٹیج میں زبردست فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ پولیس والے معلوم کرنے پہنچ رہے ہیں کہ کن لوگوں نے فائرنگ کی تھی۔ کاٹیج کھلا ہوا پایا گیا۔ ایک بیڈ روم میں بستر پر سامان بکھرا پڑا تھا۔ درانہ کپڑے اور شیونگ وغیرہ کا سامان تھا۔ یہ اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ کسی نے کسی کو قتل کیا۔ پھر بڑی عجلت میں وہاں سے فرار ہو گیا۔ اپنی تمام چیزیں سمیٹ کر نہ لے جا سکا۔"

میں نے پوچھا: "اتنی لمبی رپورٹ سنانے کا مقصد کیا ہے؟ ایسی وارداتیں تو ہر ملک اور ہر شہر میں ہوا کرتی ہیں۔"

"جناب! اس کی خاص وجہ ہے جس کاٹیج کے پیچھے واردات ہوئی وہاں ایک اندھا کنواں ہے۔ کنوئیں کی منڈیر پر خون کے دھبے پائے گئے۔ یہ نتیجہ اخذ کیا جا رہا ہے کہ قاتل نے کسی کو ریوالور یا اسٹین گن سے قتل کیا اور اسے اندھے کنوئیں میں پھینک دیا۔ پولیس والے بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ کنوئیں میں اور کیا ہو سکتا ہے۔ ہائی ڈی ڈے زہریلی گیس بھی ہو سکتی ہے۔"

"تمھاری اس رپورٹ کا مقصد سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کتنے ہی گھروں کے پیچھے اندھے کنوئیں ہوتے ہیں اور قاتل کسی کو قتل کر کے کنوئیں میں پھینک دیتا ہے۔"

"مخاطب بات یہی ہے کہ کاٹیج کے پیچھے اندھا کنواں ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ٹرانسفارمر مشین اس اندھے کنوئیں میں چھپائی گئی ہو۔"

میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے بڑے کام کی بات بتائی تھی۔ اگر اندھے کنوئیں کی تہ میں زہریلی گیس نہیں ہوگی تو کسی نے وہ ٹرانسفارمر مشین چھپائی ہوگی۔ یہ بات میں نے اس رپورٹ دینے والے ایجنٹ سے نہیں کہی اور نہ ہی اس کی تائید کی۔ بلکہ مخالفت کرتے ہوئے کہا: "میں تمھارے خیال سے اتفاق نہیں کرتا۔ تم چاہو تو اپنی تسلی کے لیے وہاں رہ کر معلوم کر سکتے ہو کہ اندھے کنوئیں سے کیا نکلنے والا ہے؟"

میں نے یہ کہنے کو تو کہہ دیا مگر یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہاں سے مشین ہو اور اگر برآمد ہو تو اسرائیلی ایجنٹ، ماسک مین کے آدمی یا اور کے لوگ وہاں موجود ہوں۔ میں نے اس ایجنٹ سے پوچھا: "بات کل رات ہوئی تھی کیا ابھی تک اس کنوئیں کی گہرائی کے متعلق کچھ معلوم کیا گیا؟"

"پولیس والوں کا خیال ہے، کنوئیں میں اترنا موت کو دعوت دینا ہے۔ لہٰذا پہلے مہم جو افراد کی ایک چھوٹی سی ٹیم ترتیب دی گئی، اس کے پوری طرح ہتھیاروں سے لیس ہو کر کنوئیں میں اترنے گئے ہیں۔ ابھی کچھ نتیجہ معلوم نہیں ہو سکا۔"

"میں انتظار کر رہا ہوں۔ کسی وقت بھی رابطہ قائم کر کے نتیجہ معلوم کر لوں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ ابھی میں اندھیرے میں تھا۔ میں نہیں جانتا تھا وہ ٹرانسفارمر مشین سپر ماسٹر کے اس تہ خانے میں بگاڑی گئی تھی، اب کبھی کام نہیں آئے گی اور سابقہ سپر ماسٹر اور کرنل جم مارے گئے ہیں۔ میں ان کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ آرمر کے ذریعے پتا چلا کہ بعض ایسے ہیں جن کے پاس مشین ہو سکتی ہے۔ جن میں سے ایک مر چکا ہے اور دوسرا سانس روک لیتا ہے۔ ان حالات میں یہی اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ وہ مشین اسی طرح خفیہ تہ خانے میں رکھی ہوئی ہے اور نیا سپر ماسٹر یا کوئی اور ہے یا پھر اس شخص کے پاس ہے جو سانس روک لیتا ہے۔ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ مشین اندھے کنوئیں کی تہ میں چلی گئی۔ اگر واں ہوئی تو قاتل اس مشین کے بغیر وہاں سے فرار نہ ہوتا۔ اتنا بھاگا ہوگا کہ دیر تک فائرنگ کی آواز گونجتی رہی ہے۔ اس پاس کے لوگ کو وہاں ہونے والی واردات کی خبر ہو چکی ہے۔ پولیس والے بھی پہنچ گئے۔ پھر اندھے کنوئیں سے لاش نکال کر تفتیش کرنا چاہیں گے تو وہ ٹرانسفارمر بھی برآمد ہوگی۔ وہ قاتل جس نے ایک قتل کیا اور نہ جانے اس سے پہلے کتنے قتل کیے ہوں گے، وہ مشین کو یونہی چھوڑ کر نہیں جائے گا۔

میں نے ماسک مین سے رابطہ قائم کیا۔ اسے بتایا کہ کینیا اس سٹی سے پانچ میل کے فاصلے پر ایک کاٹیج کے پیچھے واردات ہوئی ہے۔

اس نے کہا: "مجھے معلوم ہے۔ میرے دو آدمی پولیس رپورٹر کی حیثیت سے وہاں موجود ہیں۔ ہماری نظر اس اندھے کنوئیں پر ہے۔"

"جتنی جرائم پیشہ تنظیمیں ہوں گی، سب کی نظریں اسی کنوئیں پر ہوں گی۔ کیا ایسے مقام پر تھا جہاں میری ٹیلی پیتھی کام نہیں آ سکتی تھی جہاں ذہانت اور سراغ رسانی کی ضرورت تھی۔ اس لیے فرنانڈو سے کہہ دیا: "اب یہاں سے نکل رہا ہوں، پتا نہیں کب واپسی ہوگی لیکن رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔"

اتنے بڑے ملک میں وہ میرا بہت بڑا مددگار تھا۔ اس کے ذریعے ہر طرح کی سہولتیں حاصل ہو جاتی تھیں۔ میں نے میک اَپ کیا، ایک لباس پہنا۔ اس کے اوپر اوور کوٹ، پھر فیلٹ ہیٹ سر پر رکھی، آنکھوں پر چشمہ چڑھا لیا۔ اس طرح میں کسی انگریزی فلم کا جاسوس دکھائی دے رہا تھا۔ بس ہونٹوں میں ایک سگار کی کمی تھی۔

فرنانڈو نے میرے لیے جو کار منگوائی تھی، وہ بہت مہنگی اور غیر معمولی تھی۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھنے کے بعد ہر کام بٹن دبانے سے ہو جاتا تھا۔ در وازے خود بخود لاک ہو جاتے تھے۔ شیشے خود بخود چڑھ جاتے تھے۔ گیئر بھی آٹومیٹک تھے۔ کار کے شیشے اور ہیرونی باڈی بلٹ پروف تھی۔ سامنے ہی ڈیش بورڈ پر ایک چھوٹا سا اسکرین تھا۔ مختلف بٹنوں کو دباتے رہنے سے کار کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے کا منظر دکھائی دینے لگتا تھا۔

اس خفیہ رہائش گاہ سے نکلنے کے بعد میری دوسری حیثیت تھی۔ میں فرنانڈو کا نیا جنرل منیجر تھا۔ میرے رہنے کے لیے اسی شہر میں ایک عالی شان بنگلا تھا۔ اس کے جنرل منیجر کی حیثیت سے میرا شناختی کارڈ بن چکا تھا۔ تمام ضروری کاغذات بھی موجود تھے۔ مورینا اور مشین تک پہنچنے کے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ میں مختلف ہوٹلوں، کلبوں اور قمار خانوں میں جاتا رہوں۔ قمار خانوں میں نچلے درجے سے لے کر اونچے درجے کے مجرموں تک سے سامنا ہوتا رہتا ہے۔ بڑے بڑے کلبوں میں سوسائٹی کے بڑے بڑے معزز مجرم پائے جاتے ہیں اور ہوٹلوں میں بین الاقوامی سطح پر کام کرنے والے ایجنٹ مختلف ممالک سے آتے رہتے ہیں۔ اس دن سے میرا یہی کام رہ گیا تھا۔ دن کے وقت کسی نہ کسی بڑے ہوٹل میں ناشتا کرتا تھا۔ کسی دوسرے ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھاتا تھا۔ رات کو کلبوں میں وقت گزارتا تھا پھر رات کے دس گیارہ بجے کسی نہ کسی قمار خانے میں پہنچ جاتا تھا۔

مجھے جس پر شبہ ہوتا تھا، اس سے کسی بہانے بات کرتا تھا، پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کر لیتا تھا۔ میں نے چار دنوں میں نہ جانے کتنے چھوٹے بڑے مجرموں کے دماغوں کو کھنگال ڈالا۔ بھانت بھانت کے مجرم تھے، ان کے متعلق عجیب و غریب معلومات حاصل ہوئی تھیں لیکن کوئی آدمی ایسا نہیں ملا تھا جو مجھے مورینا یا اس مشین تک پہنچا سکتا۔

میں پانچویں دن ڈنر کے لیے ایک کلب میں پہنچا۔ میرے لیے مشکل یہ تھی کہ میں پی نہیں سکتا تھا۔ وہاں ہر کلب، ہر ہوٹل اور قمار خانے میں لوگ پیتے تھے بے تحاشا پیتے تھے۔ ایسے ماحول میں نہ پینے والے کو عجیب نظروں سے دیکھا جاتا تھا بلکہ اسے عجوبہ سمجھا جاتا تھا۔ میں نے اس کا حل تلاش کر لیا تھا۔ وھسکی سنہرے رنگ کی ہوتی ہے۔ میں ایک بوتل میں سنہرے رنگ کا مشروب رکھتا تھا۔ کسی بھی کلب میں پہنچ کر ڈبل پیگ کا آرڈر دیتا تھا پھر کسی ایسی میز پر بیٹھتا تھا جس کے قریب خوب صورت پودوں کے گملے ہوتے تھے۔ میرا ایک گلاس میں ڈبل پیگ لا کر رکھ دیتا تھا۔ میں محتاط نظروں سے ہر طرف دیکھتا تھا۔ جب یقین ہوتا کہ کوئی مجھے نہیں دیکھ رہا ہے تو میں چپکے سے وہ شراب گملے میں ڈال دیتا، اس کے بعد جیب سے چھوٹی سی بوتل نکالتا تھا۔ اس کا شروب تھوڑا

سا گلاس میں ڈالنے کے بعد ذرا کھنگال کر پھر گلے میں پھینک دیتا تھا۔ اس طرح شراب کا وہ گلاس کسی حد تک دُھل جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ مشروب گلاس میں ڈالتا پھر بوتل بند کر کے جیب میں رکھتا اور ایک گھونٹ پینے کے بعد دوسرا گھونٹ پینے میں کئی کئی منٹ لگا دیتا تھا تاکہ اس گلاس میں دیر تک شراب نظر آتی رہے اور کوئی مجھے شراب نہ پینے والا عجوبہ نہ سمجھے۔

میں نے سنہرے مشروب کا ایک گھونٹ لینے کے بعد کلب کے ماحول کا جائزہ لیا۔ ان ڈور گیم کھیلنے والے دوسرے حصّے میں تھے۔ میں جہاں تھا وہاں میزیں بھی ہوئی تھیں۔ وہاں محبت کی، کاروبار کی اور سیاست کی باتیں کرنے والے لوگ اپنی اپنی عورتوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کچھ میزیں خالی بھی تھیں۔ حسین عورتیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ رہی تھیں اور میزیں بھر رہی تھیں۔ ایسے ہی وقت میں نے ایک نہایت حسین لڑکی دیکھی۔ میں نے کیا سبھی نے سر گھما کر اس کی جانب دیکھا۔ اسے دیکھنے کی وجہ ایک اور تھی۔ اس کے پیچھے ایک بہت ہی قد آور باڈی بلڈر نظر آیا۔ میں نے غلام باقی کا بہت ہی خوب صورت کسرتی جسم دیکھا تھا۔ آج اس باڈی بلڈر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے کھڑے ہونے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اس حسین لڑکی کا باڈی گارڈ ہو۔

وہ چاروں طرف یوں نظریں دوڑا رہی تھی جیسے کسی خالی میز کی تلاش میں ہو۔ کوئی میز خالی نہیں تھی۔ دو میزیں ایسی تھیں جن پر صرف ایک ایک شخص نظر آ رہا تھا۔ ایک میں تھا۔ میری میز کے اطراف تین کرسیاں خالی تھیں۔ دوسرا ایک ادھیڑ عمر کا شخص تھا جو مجھ سے ذرا فاصلے پر تھا۔ وہ بھی تنہا تھا۔ دنیا میں حسینا ؤں کی کمی نہیں ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک حسن جلوہ تار ہتا ہے لیکن اس لڑکی میں ایسی کوئی بات تھی جو مجھے بار بار دیکھنے پر مجبور کر رہی تھی۔ میں اس وقت سمجھ نہیں پایا۔ صرف اسے دیکھتا رہا کہ اس کے قدم کس طرف اٹھنے والے ہیں۔

مجھے خوش فہمی تھی، وہ میری طرف آئے گی لیکن وہ ادھیڑ عمر کے شخص کے پاس پہنچی، مسکرا کر کچھ کہنے لگی۔ اس شخص نے اخلاقاً اٹھ کر کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے ساتھ آنے والے باڈی بلڈر نے کرسی کو تھام کر ذرا کھسکایا، وہ لڑکی بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے ساتھ آنے والے کو دیکھا۔ پھر کچھ کہا۔ باڈی بلڈر نے یوں سر جھکایا جیسے حکم کی تعمیل پر رضامند ہو۔ اس کے بعد وہ پہلوانوں کے سے انداز میں چلتا ہوا اس دروازے کے پاس پہنچا جہاں سے لڑکی کے ساتھ داخل ہوا تھا۔ پھر وہاں دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

یہ انداز بتا رہا تھا کہ اس لڑکی میں کوئی خاص بات ہے یا تو وہ بہت ہی امیر ترین باپ کی بیٹی ہے یا پھر ایسی زندگی گزار رہی ہے جس کے لیے ایسے پہلوان نما باڈی گارڈ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ وہ مسکرا کر اس بوڑھے سے باتیں کر رہی تھی۔ اس کی مسکراہٹ، اتنی پیاری، اتنی دل نشیں تھی کہ وہ نرس ہوتی تو بیمار اُٹھ کر بیٹھ جاتے۔

ہمارے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ میں اس کی یا بوڑھے کی آواز سُن نہیں سکتا تھا۔ اتنی دور سے ان کی آنکھوں میں جھانک نہیں سکتا تھا۔ اپنی جگہ سے اُٹھ کر وہاں جانا اور ان کے ساتھ بیٹھنے کی درخواست کرنا مناسب نہیں تھا۔ اگر وہ دوشیزہ یا وہ بوڑھا جرائم کی دنیا سے تعلق رکھتے ہوں گے تو مجھ پر شبہ کر سکتے تھے پھر اس باڈی گارڈ کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ لڑکی کے قریب کسی کو پھٹکنے نہیں دے گا۔

ویٹر نے اگر مجھ سے پوچھا "سر! کچھ اور چاہیے؟"

میں نے جیب سے دس دس ڈالر کے پانچ نوٹ نکالے۔ پھر بیرے کو اشارہ کیا۔ وہ میرے قریب جھک گیا۔ میں نے وہ نوٹ اسے دیتے ہوئے کہا "وہ جو حسین لڑکی بوڑھے کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے اور جس کا باڈی گارڈ دروازے پر کھڑا ہوا ہے اگر تم ان کے متعلق کچھ معلومات حاصل کر سکو تو ایسے ہی پانچ نوٹ اور دوں گا۔"

ویٹر نے کہا "اس بوڑھے کا نام آرتھر ہے مجھے پورا نام یاد نہیں آ رہا ہے۔ میں رجسٹر دیکھ کر بتا دوں گا۔"

"صرف پورا نام ہی نہیں، اس کا پورا ایڈریس اور جس کار میں آیا ہے، اس کا نمبر بھی بتاؤ گے۔"

"یس سر! میں ابھی آ کر بتاؤں گا۔"

"تم نے لڑکی کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔"

"سر! یہ آج پہلی بار یہاں آئی ہے۔ ہم بھی اس کے باڈی گارڈ کو دیکھ کر حیران ہیں۔ دیکھیے، کیسا غضب کا آدمی ہے۔ دیکھ کر ہی ڈر لگتا ہے۔"

"کلب میں آنے والے کا ڈنر پر اپنا نام پتا درج کرانے میں دستخط کرتے ہیں، تب یہاں آتے ہیں۔ تم اس لڑکی کے متعلق معلوم کر کے آؤ۔ اس کی کار کا نمبر بھی نوٹ کر لو۔ دیکھو، بہت رازداری سے کسی کو شبہ نہ ہونے پائے۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میں آپ کا کام ہوشیاری سے کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ اس نے پندرہ منٹ کے اندر ہی تمام معلومات فراہم کر دیں۔ اس بوڑھے کا پورا نام آرتھر ڈوگلس تھا۔ اس کی کار کا نمبر بھی معلوم ہو گیا۔ حسین دوشیزہ کا نام جیسی نیلسن تھا۔ چوں کہ کلب میں آنے والے ہر شخص کا نام لکھوانا ضروری ہوتا تھا لہٰذا باڈی گارڈ کا نام بھی لکھوایا گیا تھا اور اس کا نام پیٹر ہال تھا۔

میں نے ویٹر سے کہا "تم اس باڈی گارڈ کے پاس جاؤ، اس سے کہو میں اسے اپنی میز پر کھانے کی دعوت دے رہا ہوں۔"

ویٹر میرے حکم کے مطابق اس کے پاس گیا۔ پھر بولا "سر! اس بالکونی والی میز پر ایک صاحب تنہا بیٹھے ہیں، وہ آپ کے ساتھ کھانے میں خوشی محسوس کریں گے۔"

باڈی گارڈ پیٹر ہال نے گھور کر میری طرف دیکھا، پھر ویٹر کو وادی سے دیکھا اور بولا "میری شہزادی بڑی فراخدل ہے۔ میرے کے ساتھ بیٹھ کر کھانا چاہوں تو وہ خوشی محسوس کرے گی لیکن میں اپنی یت پہچانتا ہوں، اسی لیے دروازے پر کھڑا ہوں۔ اس شخص سے کہہ یا میرے ذریعے شہزادی تک پہنچنے کی حماقت نہ کرے۔"

میں اس کی آواز سُن چکا تھا لیکن اس کا ہیولائی جسم بتا رہا تھا کہ ں کا دماغ حساس ہو سکتا ہے، وہ پرائی سوچ کی لہر محسوس کرتے ں سانس روک سکتا تھا۔

ویٹر نے اسے مخاطب کیا تھا اور میری وجہ سے مخاطب کیا فالہٰذا اسے خیال خوانی کے سلسلے میں مجھ پر شبہ ہو سکتا تھا۔

میں نے شہزادی جیسی نیلسن کو ذرا توجہ سے دیکھا۔ بہت ی خوب صورت جسم تھا۔ معلوم ہوتا تھا، وہ بھی صبح شام ورزش نے کی عادی ہے۔ ہو سکتا ہے یوگا کی مشقیں کرتی ہو۔ اس کے دماغ میں جانا مناسب نہیں تھا۔ میں نے اپنی میز کے ویٹر کو اس کی یز کے ویٹر سے بات کرنے پر مجبور کیا۔ اس طرح میں دوسرے ویٹر ے ذریعے ان کی میز تک پہنچ گیا۔ وہ کھانے کا آرڈر لے رہا تھا جیسی ہا رہی تھی "مسٹر آرتھر آپ آرڈر ضرور دے رہے ہیں، میں پانچ منٹ میں ں گی۔"

"مس جیسی! آپ خلاف اصول باتیں کر رہی ہیں، آپ میری یر پر ہیں، میری مہمان ہیں۔ اگر آپ نے ادائیگی کی تو میں انسلٹ محسوس ں گا۔"

میں نے آرتھر کی آواز سُن لی۔ وہ بوڑھا تھا اگرچہ اچھا صحت مند نظر آتا تھا لیکن اس عمر میں توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ سانس روک سکے گا اور اس کا دماغ حساس ہو گا۔ میں نے اس کے لب ولہجے کو ذہن میں دہرایا، پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچا لیکن دوسرے ہی لمحے واپس چلا آیا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔

میں نے بڑی جلدی کی تھی اور اسی جلدی میں غلطی کر بیٹھا تھا۔ آرتھر گھبرا رہا تھا۔ پریشان ہو رہا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا تھا۔ جیسی کچھ کہہ رہی تھی۔ اب تو میں دور ہی سے انھیں دیکھ سکتا تھا۔ ایک کے دماغ میں پہنچ کر غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دوسری کے دماغ میں جا کر دوسری غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں نے دیکھا، وہ بوڑھا اٹھنا چاہتا تھا۔ لڑکی نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ شاید جانا چاہتا تھا اور وہ روک رہی تھی۔ انداز کچھ سمجھانے کا تھا جیسے اس کی پریشانی پوچھ رہی ہو۔ اچانک اُٹھ جانے کی وجہ معلوم کرنا چاہتی ہو اور اسے تسلیاں بھی دے رہی ہو۔ وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر ایسا اشارہ کر رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو، دل گھبرا رہا ہے، طبیعت خراب ہو رہی ہے اور وہ جانا چاہتا ہے۔ آخر وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس دوران وہ بار بار چاروں طرف دیکھتا جاتا تھا جیسے کسی نادیدہ دشمن کو ڈھونڈ نکالنا چاہتا ہو۔ پھر وہ میری سے قدم بڑھاتا ہوا دروازے تک پہنچا۔ اندر گ کر ایک نظر اس کے باڈی گارڈ پیٹر ہال پر ڈالی، پھر دروازے کے باہر چلا گیا۔ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

جیسی اتنی حسین تھی کہ اسے تنہا دیکھ کر کوئی بھی لفٹ لینے آ سکتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ مشروب کا وہ گلاس ہاتھ میں لیے اس کی میز کے پاس آیا، پھر مسکرا کر بولا "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

اس نے مجھے دیکھا، پھر مسکرا بولی "میں تمھیں بیٹھنے کی اجازت نہ دوں تو تمھارا دل ٹوٹ جائے گا لہٰذا بیٹھ جاؤ۔"

میں شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کرسی پر بیٹھ گیا جسے آرتھر خالی چھوڑ گیا تھا۔ وہ بولی "کیا تم کوئی جادو جانتے ہو؟"

میں نے پوچھا "یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟"

"میں دیکھ رہی ہوں، ادھیڑ بوڑھا پریشان ہو کر بلکہ خوف زدہ ہو کر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی تم آ گئے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "میری دعا میں بہت اثر ہے۔ میں ایک بوڑھے کو تمھارے ساتھ دیکھ کر گڑگڑا رہا تھا۔ جوانی پر بڑھاپے کا سایہ نہیں پڑنا چاہیے۔ میں نے کئی بار آزمایا ہے، جب دل کسی گمراہیوں سے کوئی دعا مانگتا ہوں تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ میں حیران ہوں، اس وقت بھی دعا قبول ہو چکی ہے، وہ اُٹھ کر چلا گیا ہے۔"

وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے بولی "عجیب بات ہے، میں بھی دل کی گہرائیوں سے کوئی دعا مانگتی ہوں تو فوراً قبول ہو جاتی ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا تم بھی دعا مانگ رہی ہو؟"

"ہاں جب کوئی خوبرو جوان میرے پاس آتا ہے تو میں کہتی ہوں، یہ جوان گفتار کے غازی ہوتے ہیں۔ باتوں ہی باتوں میں دل توڑ کر لے جاتے ہیں۔ خدایا! ایسے جوانوں سے محفوظ رکھ۔"

یہ کہتے ہی وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"میری دعا قبول ہو چکی ہے۔ میں جا رہی ہوں، ڈونٹ مائنڈ اینڈ ڈونٹ بی سو فولش ٹو فالو می۔ شب بخیر میرا پیچھا کرنے کی حماقت نہ کرنا۔"

وہ ایسا نہ کہتی تب بھی میں اس کا تعاقب نہ کرتا۔ اس کے باڈی گارڈ کو خواہ مخواہ طیش دلانا دانشمندی نہیں تھی۔ ان کے نام اور پتے معلوم ہو چکے تھے۔ میں بعد میں وہاں تک پہنچ سکتا تھا۔ میں نے ویٹر کو کھانے کا آرڈر دیا۔ پھر ان کے متعلق سوچنے لگا۔ مجھے انتظار تھا۔ میں کچھ وقت گزارنے کے بعد جیسی اور اس کے باڈی گارڈ کے دماغ میں پہنچنے والا تھا۔

اچانک میں نے سانس روک لی، پھر آہستہ آہستہ سانس

لینے لگا۔ اگر رسونتی یا شیبا ہوگی تو کوڈورڈز کے ساتھ آئے گی۔ میں نے چند سیکنڈ تک انتظار کیا۔ اتنی دیر تک میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا رہا۔ پھر میں نے سانس روک لی۔ یہ مورینا کی چال ہو سکتی تھی۔ وہ کسی تنویمی عامل کے ہاتھوں میں کھیل رہی تھی۔ شاید اسی کے حکم کے مطابق میرے متعلق معلومات حاصل کرنے آئی ہوگی۔

دیر میرے سامنے کھانے کی ڈشیں رکھ رہا تھا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے اپنی پلیٹ میں ذرا سا سوپ لیا۔ آہستہ آہستہ پیتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے مورینا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جیسے ہی پہنچا اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے دماغ میں ایسا سناٹا چھا گیا جیسے وہ قبر کی تنہائی میں ہو اور کوئی آواز سنائی نہ دیتی ہو۔ وہ تنویمی عمل کے اثر سے وقتی طور پر بہری ہو گئی تھی۔ میں نے مخاطب کیا۔ "ہیلو مورینا!"

اس نے کہا۔ "ہیلو فرہاد!"

"تم ابھی میرے دماغ میں آئی تھیں۔"

"میں نہیں آئی تھی۔"

"جھوٹ مت بولو۔ تم اس تنویمی عامل کے اشاروں پر چل رہی ہو۔ وہ تمہارے ذریعے معلوم کرنا چاہتا ہے، میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔"

"فرہاد! میں تمہیں پہلے ہی کہہ چکی ہوں، میرے دماغ میں آ کر میرے متعلق کوئی بات کرو گے تو جواب ملے گا کسی اور کے متعلق گفتگو کرو گے تو گونگی بہری بن جاؤں گی۔"

"میں صرف تمہارے متعلق سوال کرتا ہوں۔ تم ابھی ایک فرضی نام سے کلب میں آئی تھیں۔"

"میں نہیں آئی تھی۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔"

"تم کب تک میرے دماغ میں رہو گے؟"

"میں تمہارے ہی متعلق سوال کر رہا ہوں۔ تم کہاں ہو؟"

"میں وہاں ہوں جہاں اندھیرا ہے، سناٹا ہے، خاموشی ہے۔ نہ کچھ دکھائی دیتا ہے نہ کچھ سنائی دیتا ہے۔"

میں اس پر لعنت بھیج کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ آہستہ آہستہ موجودہ حالات پر غور کرنے لگا۔ اگر مورینا سچ کہہ رہی تھی اور وہ میرے دماغ میں نہیں آئی تھی تو تھوڑی دیر پہلے کون آیا تھا؟

بہت دیر ہو گئی۔ اب میں جیسی کی خبر لینا چاہتا تھا۔ میں نے اس کا تصور کیا۔ اس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کر کے جیسے ہی پہنچنا چاہا، واپس چلا آیا۔ اس نے بھی سانس روک لی تھی۔

یا حیرت! کیا ابھی مورینا اپنے عاشق باڈی گارڈ کے ساتھ یہاں آئی تھی؟ جیسی کے سانس روکنے پر پہلے تو یہی خیال آیا کہ وہ میک اپ میں تھی۔ اس بوڑھے کو کسی وجہ سے پھانسنا چاہتی تھی جس کی جگہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ پھر اس کے جانے کے بعد خود اٹھ کر چلی گئی تھی۔ لیکن نہیں ذرا غور کرنے سے بات سمجھ میں آئی۔ وہ مورینا نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ اسے اغوا کرنے والے سمجھتے تھے۔ میرے دماغ میں اول تو کوئی آئیں گی اور آئے گا تو معلومات حاصل نہیں کر سکے گا۔ مورینا اور اس کا عامل ایسی بچکانہ حرکت نہیں کر سکتے تھے۔

اب جیسی پُراسرار بن گئی تھی۔ وہ کہاں سے آئی اور کہاں گئی تھی؟ کیا اس نے کلب کے رجسٹر میں صحیح نام اور پتا لکھوایا ہوگا؟ پتا معلوم ہو بھی جاتا۔ میں کسی وقت بھی وہاں تک پہنچ جاؤں گا یا پھر اس کے دماغ میں جگر گل جائے گی لیکن جو دماغ تک نہ آنے دیتا ہو، وہ گھر تک آنے کا پتا کیسے دے گی؟

موجودہ حالات میں مورینا میرے دماغ میں آنے کی حماقت نہیں کر سکتی تھی۔ آرمر اجازت لے کر آتا تھا۔ شیبا اور رسونتی آ ہی کوڈورڈز استعمال کرتی تھیں۔ میں نے جو جو کے دماغ میں بھی پہنچ کر دیکھ لیا۔ وہ میرے پاس نہیں آئی تھی۔ اب دو ہی باتیں سمجھ میں آ رہی تھیں۔ ایک تو یہ کہ مورینا کے ذریعے وہ ٹرانسفارمر مشین اس عامل کے ہاتھ آ گئی ہے۔ اس نے یہ علم سیکھ لیا ہے اور خیال خوانی کر رہا ہے۔

دوسری بات یہ کہ وہ مشین کسی کے ہاتھ نہیں آئی ہے۔ ہمارے علاوہ ایک اور خیال خوانی کرنے والی ہستی رہ گئی ہے جو ہم سے دو ہے اور ہمارے لیے اجنبی ہے۔ وہ کون ہے؟

میرے حساب سے جیسی بن کر آنے والی نانہی ہو سکتی تھی۔

★

جنرل ڈیکورا بہت پریشان تھا۔ ایک برس چار ماہ گزر چکے تھے اور اس مشین سے کوئی فائدہ اٹھانے کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے بلکہ نت نئی مصیبتیں گلے پڑ رہی تھیں۔ اگرچہ وہ حوصلہ ہارنے والا نہیں تھا۔ بہت ہی مستقل مزاج اور مضبوط قوتِ ارادی کا مالک تھا لیکن بعض اوقات پریشان ہو کر سوچتا تھا۔ آخر کب تک یہ چکر چلتا رہے گا؟

جب سابقہ میجر ماسٹر کرنل جم اور میجر براٹ کے ساتھ مل کر کام کرنے کا سمجھوتا ہوا تھا اور وہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ایک دوسرے کی صلاحیتیں اپنے اپنے دماغوں میں منتقل کرا رہے تھے، اسی وقت وہ سمجھ گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی ایسا علم ہے جسے جو کوئی بھی حاصل کرنا چاہے گا، وہ اس میدان میں کسی دوسرے کو نہیں آگے نہ دے گا۔ کیوں کہ یہ انسان کی ازلی فطرت ہے۔ وہ محبت تقسیم کر سکتا ہے، دولت تقسیم کر سکتا ہے لیکن اقتدار تقسیم نہیں کر سکتا۔ وہ تنہا حکومت کرنا چاہتا ہے۔ ان چار میں سے ہر ایک کی خواہش یہی ہوگی کہ وہ باقی تین سے برتر رہے۔

یہی سوچ کر اس نے میجر براٹ سے خفیہ معاہدہ کیا تھا۔ ٹرانسفارمر مشینیں دو عدد بنائی گئیں۔ اس کم بخت میجر براٹ نے دو کیا چھ عدد بنائیں۔ پانچ نقلی اور ایک اصلی اور اصلی لے کر فرار ہو گیا۔ یہ تو قسمت نے ساتھ دیا کہ اصلی مشین پھر اس کے ہاتھ لگ گئی اور میجر براٹ مارا گیا۔ یقیناً سابقہ میجر ماسٹر اور کرنل جم بھی مارے گئے ہوں گے۔ اگر زندہ ہوتے تو ان کی کوئی نہ کوئی سن گن ملتی رہتی لیکن اُدھر سے بالکل خاموشی تھی۔ یقیناً وہ مر گئے ہوں گے۔

بہرحال وہ تینوں سے نبٹ حاصل کرنے کے بعد بڑے اطمینان سے ایک پُراسرار شخص بن کر آہستہ آہستہ ایک تنظیم قائم کر رہا تھا۔ اسے ہر پہلو سے مضبوط بنانا چاہتا تھا۔ شین حاصل کرنے کے تقریباً چار پانچ ماہ بعد اسے خیال آیا کہ جو خاص ماتحت اور آلۂ کار اس کا کام کر رہے ہیں، ان کی وفاداریوں کو پختہ کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان پر وقتاً فوقتاً تنویمی عمل کیا جائے اور ان کے اندر کی بات معلوم کی جائے۔

ان چاروں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جو سیلاعلم اپنے دماغ میں منتقل کیا تھا، وہ بہرام گنگولی کا سانس روکنے کا عمل اور تنویمی عمل تھا۔ جہاں تک سانس روکنے کی بات ہے، وہ محسوس کر رہا تھا کہ اب اس کی سانسیں قابو میں نہیں رہتی ہیں۔ بھلا کیسے رہتیں؟ وہ شراب پیتا تھا اور خوب پیتا تھا۔ اس نے سوچا۔ کوئی بات نہیں۔ یہ ہنر نہ سہی، مگر تنویمی عمل تو آتا ہی ہوگا۔ لہٰذا اس نے آزمائش کے طور پر اپنے ایک آلۂ کار کو چپ چاپ اپنی رہائش گاہ میں آنے کا حکم دیا۔ وہ بے چارا آیا تو اسے ایک کمرے میں جانے کا حکم دیا۔ وہ کمرے میں پہنچا۔ وہاں ایک بستر بچھا ہوا تھا۔ جنرل ڈیکورا اتنے عرصے بعد پہلی بار کسی ایک آلۂ کار کے سامنے آیا تھا۔ اس کے بغیر وہ تنویمی عمل نہیں کر سکتا تھا۔

وہ آلۂ کار بستر پر لیٹ گیا۔ جنرل ڈیکورا نے کہا۔ "اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دو اور میری طرف دیکھو۔ اپنے دماغ میں یہ خیال قائم کر لو کہ تم ذہنی طور پر خود کو میرے حوالے کر رہے ہو۔ میں جو کہوں گا تم اس کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

وہ اس کے حکم کے مطابق اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے۔ جنرل ڈیکورا نے کہا۔ "تم میری آنکھوں میں دیکھ رہے ہو۔ اب تمہاری آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی ہیں۔"

اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں بند کر لیں۔ جنرل ڈیکورا نے کہا۔ "اب تمہاری آنکھیں بند رہیں گی۔ بند آنکھوں کے پیچھے تم مجھے تصور میں دیکھتے رہو گے۔ میری آنکھیں تمہارے حواس پر مسلط رہیں گی۔ تمہارے کان دنیا کی کوئی آواز نہیں سنیں گے، صرف میری آواز سنتے رہیں گے۔"

وہ اسی طریقے سے عمل کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے محسوس کیا، اس کا معمول بے حس و حرکت بستر پر پڑا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

اس کے ہونٹوں میں لرزش پیدا ہوئی پھر اس نے کہا۔ "ہاں، سن رہا ہوں۔"

"کیا تم میرے معمول ہو؟"

"میں آپ کا معمول ہوں۔"

"کیا تم میری ہر بات کا درست جواب دو گے؟"

"میں آپ کی ہر بات کا درست جواب دوں گا۔"

"سچ سچ بتاؤ، کیا تم میرے وفادار ہو؟"

"میں آپ کا وفادار اور جاں نثار ہوں۔"

"کیا تمہارے دماغ میں کبھی یہ بات نہیں آتی کہ کسی طرح چھپ کر میرا سراغ لگانا چاہیے میں کون ہوں اور کہاں رہتا ہوں؟"

"میرے دماغ میں کبھی ایسی بات نہیں آتی۔ میں نمک حرام نہیں ہوں۔"

جنرل ڈیکورا اپنے اطمینان کے لیے طرح طرح کے سوالات کرتا رہا اور اس کے جواب سے مطمئن ہوتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "اب تم ایک گھنٹے کے لیے سو جاؤ گے۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد میری شکل و صورت بھول جاؤ گے۔ یہاں سے چپ چاپ اٹھ کر جاؤ گے اور ایک میل جانے کے بعد اس رہائش گاہ کا پتا بھول جاؤ گے۔"

وہ آنکھیں بند کیے اسی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ جنرل ڈیکورا تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر دبے قدموں چلتا ہوا دروازے تک گیا۔ دروازہ کھول کر جانے سے پہلے اس نے پلٹ کر دیکھا تو ٹھٹک گیا۔ وہ تنویمی نیند سونے والا اپنی ناک کھجا رہا تھا۔ ڈیکورا نے غصے سے دروازے کو بند کیا، پاؤں پٹختا ہوا اس کے قریب آیا۔ پھر گرج کر بولا۔ "ابے او اُلو کے پٹھے! تو تنویمی نیند سو رہا ہے تو ناک کیسے کھجا رہا ہے؟"

باس کی گرجدار آواز سن کر وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر بیٹھ گیا پھر ہکلاتے ہوئے بولا۔ "م... میں کوشش کر رہا تھا مگر نیند نہیں آ رہی تھی۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا تو میرا معمول نہیں بنا تھا؟"

"باس! معمول تو اسے کہتے ہیں جو اپنے باس کے ہر حکم پر عمل کرے۔ میں تو سونے جا رہا تھا کہ آپ کا معمول ہوں، پھر آپ مجھے کیوں سُلانا چاہتے ہیں؟"

ڈیکورا نے اس کے منہ پر ایک اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ "جاؤ یہاں سے نکل جاؤ فوراً بھاگ جاؤ۔"

وہ اچھل کر بستر سے نیچے آیا پھر دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ ڈیکورا نے گرج کر کہا۔ "رُک جاؤ۔"

وہ سہم کر رُک گیا۔ اس نے حکم دیا۔ "تم یہاں سے سیدھے چلڈرن پارک میں جاؤ گے۔ وہاں تم سے ایک اہم کام لیا جائے گا۔"

وہ بیس باس کتا ہوا پلٹ گیا پھر تیزی سے چلتا ہوا بنگلے سے باہر نکل گیا۔ ڈیکورا نے دوسرے کمرے میں آ کر کھڑکی سے دیکھا۔ وہ جا رہا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر اٹھایا۔ اپنے دست راست سے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا۔ "تمہارا آلۂ کار ٹوٹی چلڈرن پارک میں ہے۔

اس سے کوئی سوال کیے بغیر گول مار دو۔ میں اس کی موت کی خبر سننا چاہتا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ چوں کہ ٹونی اس بنگلے میں آ چکا تھا۔ اسے دیکھ چکا تھا۔ اس پر تنویمی عمل کا اثر نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا اس سے پہلے کہ وہ جنرل ڈیکورا کے بارے میں کسی سے کچھ کہتا' اس کا مر جانا بہتر ہوتا۔ تقریباً چالیس منٹ کے بعد اس کے دست راست نے اطلاع دی۔ وہ ختم ہو چکا ہے۔

وہ کتنی مصیبتوں کو ختم کر سکتا تھا۔ ٹرانسفارمر مشین نئی نئی مصیبتیں پیدا کرتی جا رہی تھی۔ وہ اسے حاصل کرنے سے پہلے ہی مجیر برائٹ سے زبردست دھوکا کھا چکا تھا۔ اس کم بخت نے مشین کو غلط طریقے سے آپریٹ کیا تھا جس کے نتیجے میں جتنی بھی صلاحیتیں دماغ میں منتقل ہوئی تھیں' وہ سب عارضی تھیں۔ نہ وہ سانس روک سکتا تھا۔ نہ تنویمی عمل کر سکتا تھا۔ نہ سپر ماسٹر کی طرح شطرنجی چالیں سوچ سکتا تھا۔ اگرچہ وہ کند ذہن نہیں تھا۔ اپنے طور پر ذہین اور حاضر دماغ تھا لیکن ذہین ہونا اور بات ہے' چالاک ہونا اور بات ہے۔ یہ چالاکی اسے سپر ماسٹر کے دماغ سے حاصل ہوئی تھی۔ وہ بھی ختم ہو چکی تھی۔

اب اپنے دشمنوں اور ٹارگٹوں کو ختم کرنے سے کیا ہو سکتا تھا۔ مشین سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہا تھی۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہاتھ نہیں آ رہی تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح مورینا تک پہنچا جا سکے۔ لے دے کے ایک مورینا ہی رہ گئی تھی۔ وہ فراڈ اور سونتی اور شیامک تک پہنچنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اور مراسک مین کی قید میں تھا۔ لہٰذا وہ مورینا کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا کہ آخر مس امریکا کہاں غائب ہو گئی ہے؟

ایک صبح وہ بیدار ہوا تو اپنے اندر عجیب سی تبدیلی محسوس کی۔ اس میں ایک عجیب سی خود اعتمادی پیدا ہو گئی تھی۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا' وہ تنویمی عمل کر سکتا ہے۔ اس کا دماغ بہت حساس ہے۔ کوئی پرائی سوچ کی لہر آئے تو سانس روک سکتا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک اپنے متعلق سوچتا رہا۔ پھر سر کو جھٹک کر بڑبڑانے لگا۔ کیا حماقت ہے۔ پتا نہیں' میں کیوں ایسا سوچ رہا ہوں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر باتھ روم میں گیا۔ وہاں سے نکل کر کچن میں آیا۔ چوں کہ بالکل تنہا زندگی گزارتا تھا' اس لیے صبح کی چائے اور ناشتا خود تیار کرتا تھا۔ باقی دو وقت ہوٹلوں میں کھایا کرتا تھا۔ جب وہ جوانی میں ایک معمولی سپاہی تھا تو کسی حد تک چولھے ہانڈی کا کام کر لیا کرتا تھا لیکن افسر بننے کے بعد ترقی کرتے ہوئے جنرل کے عہدے تک پہنچتے پہنچتے یہ سارے کام بھول گیا تھا۔ اسے کام کرنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ اب پُراسرار زندگی گزارنے کے دوران ضرورت محسوس ہوئی تو وہ اچھی طرح اپنے لیے ناشتا تیار نہیں کر سکتا تھا لہٰذا بسکٹ' ٹوسٹ اور جیلی وغیرہ سے گزارا کر لیا کرتا تھا۔ اس روز وہ کچن میں آیا تو اس نے اپنے لیے

دو انڈوں کے پوچ بنائے' کوئی انا ڈی انڈوں کا پوچ نہیں بنا سکتا۔ یا تو زردی ٹوٹ جاتی ہے یا بہت زیادہ پک جاتی ہے لیکن اس نے بڑی عمدگی سے پوچ تیار کیے۔ اس میں بڑی مناسبت سے نمک اور کالا مرچ کا چھڑکاؤ کیا۔ کھاتے وقت اسے بڑا لطف آیا۔ پھر اس نے چائے بنائی تو ایک گھونٹ پی کر حیران رہ گیا۔ اتنی بہترین چائے اس نے پہلے کبھی نہیں بنائی تھی۔ اسے یوں لگتا رہا جیسے اس کے اندر کوئی انجانی قوت ہے جو اس سے یہ کام اتنی عمدگی سے کراتی جا رہی ہے۔

اس نے چائے پینے کے دوران سوچا۔ مجھے امریکا سے باہر جا کر رہنا کوئی تلاش کرنا چاہیے۔ وہ یورپ کے کسی ملک میں ہو سکتی ہے۔

پھر اس نے سوچا۔ اوہ تو' میں یورپ کے کون کون سے ملک میں اسے تلاش کرتا پھروں گا۔ پھر میرے پاس کام کرنے والے اتنے آدمی نہیں ہیں۔ دوسرے ممالک میں نئے آدمیوں سے کام لینا ہو گا۔ پتا نہیں' وہ قابل اعتماد ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

پھر اس کے دماغ نے کہا۔ قابل اعتماد ہو سکتے ہیں۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے ان کے اندر پہنچ جاؤں گا۔ اگر وہ وفادار ثابت ہوئے تو کام لوں گا ورنہ جس طرح ٹونی کو ختم کیا تھا' اسی طرح انھیں بھی ختم کر دوں گا۔

اس نے پھر سوچا۔ یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ مجھے تنویمی عمل نہیں آتا ہے۔ میں ایک بار آزما چکا ہوں۔ دوسری بار حماقت کروں گا تو پھر کسی کے سامنے جا کر عمل کرنا ہو گا۔ وہ مجھے شکل و صورت سے پہچانے گا پھر ناکامی کے بعد اسے بھی ختم کرنا ہو گا۔ آخر میں کیوں کسی کی زندگی سے کھیلوں؟

وہ ایک پیالی سے زیادہ نہیں پیتا تھا۔ اس روز اس نے دوسری پیالی بنائی۔ چائے بہت عمدہ تھی۔ بار بار پینے کو جی چاہتا تھا۔ وہ پی رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کال بیل کی آواز سن کر چونک گیا۔ وہاں صرف ایک ملازمہ صفائی کے لیے آتی تھی۔ وہ ہر کام اپنے ہاتھ سے کر سکتا تھا۔ مگر پورے بنگلے کی صفائی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے لیے ایک ملازمہ ضروری تھی۔ اس نے بیرونی دروازے کو کھول دیا۔ وہ سر جھکا کر اندر آئی۔ اس نے دروازے کو بند کر دیا۔ یہ روز کا معمول تھا۔ وہ چپ چاپ آتی تھی۔ اپنا کام کرتی تھی اور چلی جاتی تھی۔ اسے جنرل ڈیکورا کی حیثیت سے کبھی پہچان نہیں سکتی تھی۔

وہ پھر ڈائننگ ٹیبل پر آ کر بیٹھ گیا۔ دوسری پیالی سے ایک ایک گھونٹ پینے لگا۔ اس دوران وہ کام کی بات سوچنا چاہتا تھا۔ لیکن بار بار اس کا دھیان اسی ملازمہ کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے اندر یہ شدید خواہش پیدا ہو رہی تھی کہ اسے اس ملازمہ پر تنویمی عمل کرنا چاہیے۔

وہ پریشان ہو گیا۔ آخر یہ خواہش کیوں پیدا ہو رہی ہے۔ وہ کیوں دوبارہ تنویمی عمل کی صلاحیتوں کو آزمانا چاہتا ہے؟ اس نے کبھی اس ملازمہ سے بات نہیں کی تھی۔ بہت ضرورت ہوتی تو اسے ہدایات دیتا تھا کہ ایسا کام کرنا چاہیے۔ ویسا کام کرنا چاہیے۔ اس کے بعد دونوں کے درمیان خاموشی رہتی تھی۔

وہ دوسری پیالی ختم کرتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ دل ہی دل میں فیصلہ کرنے لگا۔ کیا اسے تنویمی عمل کرنا چاہیے؟

وہ فیصلہ کر رہا تھا لیکن اس کے اندر جیسے پہلے ہی فیصلہ ہو چکا تھا۔ وہ اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ وہ صفائی میں مصروف تھی۔ پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ ایک نوجوان بیوہ تھی۔ اپنے ایک بچے کی خاطر اب تک دوسری شادی نہیں کی تھی ورنہ اب شادی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ جنرل ڈیکورا نے کمرے میں قدم رکھتے ہوئے کہا۔ "ادھر آؤ۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی۔ اس نے حکم دیا۔ "بستر پر لیٹ جاؤ۔"

وہ ذرا شرمائی' ذرا مسکرانے لگی۔ اس کی سمجھ میں آیا۔ بوڑھا صاحب کا دل آ گیا ہے۔ وہ چپ چاپ پنگ پر لیٹ گئی۔ ڈیکورا پلنگ کے سرے پر آیا۔ پھر بولا۔ "اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دو اور میری آنکھوں میں دیکھتی رہو۔"

وہ اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ وہ فوجی انداز میں بڑے رعب سے حکم دے رہا تھا۔ "تم میری آنکھوں میں دیکھتی رہو گی اور دیکھتے دیکھتے آنکھیں بند ہو جائیں گی۔"

تھوڑی دیر بعد اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ تنویمی عمل کے طریقوں کے مطابق اسے ٹرانس میں لانے لگا۔ اس سے بھی یہی کہتے رہے گا کہ وہ بند آنکھوں کے پیچھے صرف اسے دیکھ رہی ہے اور اس کے کان دنیا کی آوازوں کو نہیں سن رہے ہیں' صرف اس کی آواز سن رہے ہیں۔

اس نے پانچ منٹ کے بعد محسوس کیا' وہ بالکل ساکت ہو گئی ہے اور ٹرانس میں آ گئی ہے۔ اس کی معمولہ بن کر اس کے احکامات کی تعمیل کر سکتی ہے۔ اس نے آزمائش کے طور پر اس سے چند سوالات کیے اور معقول جواب سنتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تم میرے متعلق کیا سوچتی ہو؟"

اس نے کہا۔ "تم بہت پُراسرار ہو۔ ہمیشہ خاموش رہتے ہو۔ میں نے آج تک اس بنگلے میں تمھارا کوئی ملاقاتی نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا ہے تم گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کیے ہوئے ہو۔"

"تم میرے متعلق کیوں سوچتی ہو؟"

"یونہی تجسس پیدا ہوتا ہے اور میں سوچنے لگتی ہوں۔"

"میں تمھاری نگرانی نہیں کرتا۔ تم پورے بنگلے کی صفائی کرتی رہتی ہو۔ کیا تمھارا جی نہیں چاہتا کوئی چیز چرا کر لے جاؤ؟"

"ہاں' کرسمس قریب ہے۔ میں اپنے بچے کے لیے ڈھیر سارے کھلونے اور نئے کپڑے خریدنا چاہتی ہوں۔ میں نے کئی مرتبہ کھلونے تکیے کے نیچے بڑے بڑے نوٹ دیکھے لیکن کبھی چرانے کی نیت نہ ہوئی۔ آج میں سوچ کر آئی تھی کم از کم ایک نوٹ چرا کر لے جاؤں گی اور اپنے بچے کے لیے بہت ساری چیزیں خریدوں گی۔"

"میں حکم دیتا ہوں۔ تم ایک گھنٹے تک تنویمی نیند پوری کرو گی۔ بیدار ہونے کے بعد یہ بھول جاؤ گی کہ تم پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔"

"میں یہ بھول جاؤں گی کہ مجھ پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔"

"تمھارے بیدار ہونے کے بعد میں اس کمرے میں نہیں رہوں گا۔ تم چپ چاپ میرے تکیے کے نیچے سے پانچ سو ڈالر نکال کر لے جاؤ گی۔"

"میں چپ چاپ تکیے کے نیچے سے پانچ سو ڈالر چرا کر لے جاؤں گی۔"

"اب تم سوتی رہو۔ ایک گھنٹے بعد بیدار ہو جاؤ گی۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ تنویمی نیند میں ڈوب گئی تھی۔ ڈیکورا تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے پاس گیا۔ وہاں سے بھی پلٹ کر دیکھا۔ کہیں یہ بھی ناک نہ کھجانے' یا ایسی بات نہیں تھی۔ وہ بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔ وہ کمرے سے باہر آ گیا۔ بڑے بے چینی سے ایک گھنٹا گزارنے لگا۔ جب اس کے بیدار ہونے کا وقت آیا تو وہ بیڈ روم کے باہر ایک کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اندر سے پڑے ہوئے ڈراسا سرکا دیا تھا تاکہ باہر سے دیکھ سکے۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔

وہ چھت کو تک رہی تھی۔ پھر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اس کے انداز سے پتا چل رہا تھا جیسے مالک کے بستر پر وہ خود کو پا کر حیران پریشان ہو رہی ہے۔

وہ فوراً ہی بستر سے اتر گئی۔ چاروں طرف متاثر نظروں سے دیکھنے لگی۔ پہلے اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر کھڑکی کی طرف نظر دوڑائی۔ ڈیکورا فوراً ایک طرف ہٹ گیا۔ پھر ذرا آگے بڑھ کر جھانکنے لگا۔ اب وہ آہستہ آہستہ بستر کی طرف آ رہی تھی اور تکیے کے پاس جھک رہی تھی۔ اس نے تکیے کو اٹھا کر دیکھا۔ وہاں سو سو ڈالر کے کئی نوٹ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے پانچ نوٹ نکال کر اپنے گریبان میں چھپا لیے۔

جنرل ڈیکورا کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا۔ اسے بہت غصہ آ رہا تھا۔ وہ ڈرائنگ روم کی طرف جاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ یہ کم بخت چور ہے' نئے ایمان ہے۔ اسے سخت سزا دینا چاہیے۔

لیکن اس کا دماغ سمجھا رہا تھا۔ وہ چور نہیں ہے۔ حالات نے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ ایک ماں ہے' اپنے بچے کو کرسمس کی خوشیاں دینا چاہتی ہے۔

کرسمس کی خوشیوں کے لیے چوری کرنا جائز تو نہیں ہے۔

وہ تنویمی عمل کے دوران اعتراف کر چکی ہے' اس سے پہلے بھی کئی بار سرہانے نوٹ دیکھ چکی ہے لیکن کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ آج اس کے ساتھ جو مجبوری ہے' اسے سمجھنا چاہیے اور پانچ سو ڈالر اس خوشی

میں انعام دینا چاہیے کہ تنویمی عمل کامیاب رہا ہے۔"

وہ بھول گیا تھا کہ عمل کامیاب رہا ہے۔ وہ اس کے احکامات پر تعمیل کرتی جا رہی ہے۔ جب وہ ڈرائنگ روم میں آئی تو دیکھ رائنے اس کی طرف طنزیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "ہیپی کرسمس!"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ سہم کر اسے تکنے لگی۔ پھر جلدی سے مسکراتے ہوئے بولی: "تھینک یو۔ ہم غریبوں کی خوشیاں تو یہی ہیں کہ کرسمس کے دن دوسروں کو خوشیاں مناتے دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں۔"

"کیا تمہیں کچھ رقم کی ضرورت ہے؟"

"جی نہیں، شکریہ!"

"کیا گھر کا سارا کام ہو چکا ہے؟"

"جی ہاں، میں جا رہی ہوں۔"

"تم ابھی کہاں سے آ رہی ہو؟"

"آپ کے بیڈ روم سے۔"

"وہاں کیا کر رہی تھیں، جب کہ ایک گھنٹا پہلے بھی وہاں سے موجود تھیں؟"

وہ ایک دم سے گھبرا گئی۔ پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ پھر جلدی سے اس کے قدموں پر گر کے رونے لگی۔ "مالک! مجھے معاف کر دیجیے، مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ میں نے زندگی میں کبھی ایسا کام نہیں کیا، مگر اپنے بچے کی خوشیوں کے لیے چور بن گئی۔"

اس نے گریبان سے سو سو کے پانچ نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے۔ ڈیجو رائنے پوچھا: "کیا تمہیں کسی نے چوری کرنے کے لیے کہا تھا؟"

"مجھے کون چوری کرنے کے لیے کہہ سکتا ہے۔ میں بُرے لوگوں کی صحبت سے دور رہتی ہوں تاکہ میرے بچے پر بُرا اثر نہ پڑے۔"

"میں تھوڑی دیر پہلے اپنے بیڈ روم میں گیا تھا، تم وہاں گہری نیند سو رہی تھیں۔"

وہ پھر گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے سامنے فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ کہنے لگی: "مجھے معاف کر دیجیے، میری سمجھ میں نہیں آتا میرے ساتھ کیا ہوا تھا۔ کیسے نیند آ گئی تھی، کیسے میں بستر پر جا کر سو گئی تھی۔"

"کوئی بات نہیں، اُٹھ جاؤ۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی طرف نوٹ بڑھائے تو اس نے کہا: "تم سچی اور ایماندار ہو، میرے پیچھے آؤ۔"

وہ سہمے ہوئے انداز میں اس کے پیچھے چلنے لگی۔ پھر اس کے بیڈ روم میں آئی۔ اس نے اپنے بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "وہاں جاؤ اور تکیے کے نیچے جتنے نوٹ پڑے ہیں، اٹھا لو۔"

وہ حیرانی اور بے یقینی سے دیکھنے لگی۔ اس نے کہا: "میرا منہ کیا تک رہی ہو۔ یہ میرا حکم ہے۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بستر کے پاس گئی۔ تکیے کو ہٹایا، ڈھیر سارے نوٹ تھے کم از کم چار پانچ ہزار ڈالر ضرور ہوں گے۔ اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ان نوٹوں کو اٹھاتے ہوئے پوچھا: "مالک! کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟"

"نہیں، میں تمہاری سچائی سے خوش ہوں۔ جاؤ اپنے بیٹے کے ساتھ کرسمس کی خوشیاں مناؤ۔ آج میں بھی خوش ہوں، بہت خوش ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے کمرے سے باہر چلا گیا۔ ملازمہ حیران اور پریشان تھی، نوٹوں کو تہ کر کے کچھ گریبان میں رکھ رہی تھی۔ کچھ جیبوں میں ٹھونس رہی تھی۔ اتنے نوٹ تھے کہ آج رکھنے کے لیے جگہ نہیں تھی۔

جنرل ڈیجو رائنگ روم میں آ کر اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ خوشی سے کانپ رہا تھا اور سوچ رہا تھا: "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے، اچانک کھوئی ہوئی صلاحیتیں پھر واپس کیسے آ گئی ہیں؟"

اب اس کے اندر یہ ترغیب پیدا ہو رہی تھی کہ امریکا سے باہر جانا چاہیے۔ یورپ کے ملکوں میں مورینا کو تلاش کرنا چاہیے۔ اب وہ کسی بھی اجنبی ملک میں کسی بھی اجنبی شخص کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا آلۂ کار اور وفادار بنا سکتا تھا۔

اس نے ٹرانسفارمر مشین کے متعلق سوچا۔ اس کے دماغ نے کہا: مشین کی فکر نہیں کرنا چاہیے۔ وہ اسٹور روم کے فرش میں اس طرح چھپی ہوئی ہے کہ کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ میں ساری دنیا گھوم کر آ جاؤں گا۔ وہ مشین وہاں محفوظ رہے گی۔

وہ اس بات پر حیران تھا کہ جس بات کا فیصلہ کرنے سے ہچکچاتا تھا، دماغ میں آپ ہی آپ اس فیصلے کا اہم نکتہ سامنے آ جاتا تھا۔ اور وہ قائل ہو جاتا تھا کہ اسے ایسا کرنا چاہیے۔ پہلے وہ باقاعدہ ناشتا نہیں کرتا چاہتا تھا اس نے خلافِ توقع بہت ہی عمدہ انڈے کا پوچ بنا کر ناشتا کیا۔ پھر وہ کسی پر بھی تنویمی عمل نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا دماغ اسے کشاں کشاں اس عمل کی طرف لے گیا۔ اب وہ ملک سے باہر نہیں جانا چاہتا تھا۔ لیکن سمجھ رہا تھا اس کے اندر کوئی ایسی قوت پیدا ہو گئی ہے جو اسے بے اختیار کامیابی کی طرف لے جا رہی ہے۔ لہٰذا اب اُسے یورپ جا کر مورینا کو تلاش کرنا چاہیے۔

اس نے دوسرے ہی دن یورپ جانے والی کسی بھی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کرانے کی کوشش کی مگر دو دن بعد اسے ایک فلائٹ میں جگہ ملی۔ ان دو دنوں میں اس نے اپنے دستِ راست کو بلایا۔ وہ پہلی بار اس کے سامنے آیا اور اس پر تنویمی عمل کیا جو کامیاب رہا۔ اس کا دستِ راست تنویمی نیند پوری کر کے چپ چاپ چلا گیا تھا۔ اسے نہ تو اپنے باس کا چہرہ یاد رہا تھا اور نہ یہ یاد رہا تھا کہ وہ باس سے کس رہائش گاہ میں آیا تھا اور اس پر کس طرح تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ وہ سب کچھ بھول گیا تھا اس طرح جنرل ڈیجو کو یقین ہو گیا کہ اس کا دستِ راست بہت ہی وفادار اور جاں نثار ہے اور اسے کبھی دھوکا نہیں دے گا۔

روانگی سے پہلے اس نے ملازمہ کو بُلا کر چار ہفتے کی پیشگی تنخواہ دی۔ اسے چھٹی کرنے کے لیے کہا۔ پھر وہاں سے یورپ کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے راستے میں سوچا: میں تلاش کرنے کا آغاز کہاں سے کروں گا۔ کس طرح کروں گا کس طرح اسے پہچان سکوں گا؟

اس کے دماغ میں خیال پیدا ہوا: مورینا کسی نیگرو کے ساتھ زندگی گزار رہی ہے۔

اس نے تعجب سے سوچا: یہ بات میرے دماغ میں کیسے آئی ہے، بھلا وہ کسی نیگرو کے ساتھ کیوں رہے گی؟

اس کے دماغ نے کہا: میں نے شاید کسی اخبار میں پڑھا ہے۔ آج کل وہ ایک نیگرو میں دلچسپی لے رہی ہے اور ملک سے باہر جانے والی ہے۔

حالاں کہ اس نے کسی اخبار میں پڑھا نہیں تھا۔ چوں کہ ان دنوں بہت مصروف رہا تھا۔ پریشان بھی تھا۔ مختلف مسائل میں اُلجھا ہوا تھا اس لیے سوچا: شاید ہفتوں یا مہینوں پہلے کسی اخبار میں پڑھا ہو اور بھول گیا ہو اور اب یہ بات یاد آ رہی ہو۔

اسے کبھی کبھی شبہ ہوتا تھا: کہیں کوئی میرے دماغ میں گھسا ہوا تو نہیں ہے جو خود کو ظاہر نہیں کر رہا ہے لیکن اپنی مرضی کے مطابق بھی سے عمل کرا رہا ہے۔

ایسی سوچ کے جواب میں دوسری سوچ پیدا ہوتی: میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ بھلا کون میرے دماغ میں آ سکے گا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کو معاف نہیں کرتے۔ اگر کوئی میرے دماغ میں آتا تو سب سے پہلے مشین کے متعلق معلومات حاصل کرتا پھر مجھے مار ڈالتا۔ میرے گھر میں گھس کر، فرش توڑ کر وہ مشین نکال کر لے جاتا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

وہ پہلے پیرس پہنچا۔ وہاں اس نے دو دن تک پورے شہر کا چکر لگانے کے بعد ایک کام کے آدمی کو تلاش کیا۔ اس پر عمل کر کے اسے اپنا آلۂ کار بنایا۔ پھر اسے بھی حکم دیا: "تم اٹلی جاؤ۔ روم شہر میں دو چار کام کے آدمی تلاش کرو تاکہ وہ اس لڑکی کو تلاش کر سکیں۔ میں بھی وہاں پہنچ رہا ہوں۔"

وہ دوسرے دن روم پہنچا۔ وہاں پہنچنے کے چھ گھنٹے بعد ہی دماغ میں خوامخواہ یہ بات آنے لگی: مجھے واپس جانا چاہیے، مورینا یہاں نہیں ہے، اسے کوئی اغوا کر کے امریکا لے گیا ہے۔ مجھے یہاں نہیں رہنا چاہیے۔

پہلے تو اس نے اس خیال کو دماغ سے جھٹک دیا، باہر جانے کی تیاری نہ کی تاکہ پورے روم شہر کا چکر لگائے اور اپنے اڈے کاروں سے رابطہ بھی قائم کرتا رہے مگر باہر جانے سے پہلے بار بار یہ خیال دماغ میں آ رہا تھا: مجھے ابھی امریکا جانے والی پہلی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کرانا چاہیے۔

وہ آئینے کے سامنے تیار ہو رہا تھا۔ اس نے جھنجلا کر اپنے عکس کو گھونسا دکھاتے ہوئے کہا: "میں تمہارا منہ توڑ دوں گا، اُلو کے پٹھے۔ فوج میں جنرل رہ چکے ہو اور دماغ اتنا کمزور ہے کہ یہ جیسے نچاتا ہے ویسے ناچتے ہو۔ تمہارا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ تمہاری اپنی مستقل مزاجی نہیں ہے۔ تم اپنی پلاننگ پر عمل نہیں کر سکتے۔ خوامخواہ امریکا سے یہاں چلے آئے اور یہاں سے واپس امریکا بھاگنا چاہتے ہو۔"

اس نے ہیئر برش پھینک کر آئینے کے عکس کو مارتے ہوئے کہا: "میں نہیں جاؤں گا۔ سمجھے، میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔"

وہ پوری طرح تیار ہو کر وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ دماغ میں خیال آیا، اگر مورینا سچ مچ اغوا کر لی گئی ہے اور امریکا پہنچائی جا رہی ہے تو اسے اغوا کرنے والے اب مشین کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جائیں گے۔ ہو سکتا ہے وہ میرے متعلق پہلے سے کچھ جانتے ہوں اور میری عدم موجودگی میں میری رہائش گاہ تک پہنچ جائیں اور تمام بنگلے کا فرش کھود کر اس مشین تک پہنچ جائیں۔

یہ سوچتے ہی وہ لرز گیا۔ یہ تو خواب میں بھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا کہ کوئی اس مشین کو ہاتھ لگا رہا ہے۔ ابھی وہ مطمئن تھا کہ کوئی اس رہائش گاہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا لیکن مورینا کو واقعی اغوا کیا گیا ہے اور اسے امریکا پہنچایا جا رہا ہے تو اس مشین کے لیے خطرہ پیدا ہو گیا تھا اور ایسی صورت میں اسے پہلی فلائٹ سے امریکا جانا چاہیے تھا۔

وہ تھک ہار کر بستر کے سرہانے بیٹھ گیا۔ کبھی دماغ میں خیال آتا تھا کبھی وہ آتا تھا۔ کبھی وہ اِدھر جاتا تھا کبھی اُدھر جاتا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، آخر کون سا راستہ اختیار کرے کہ مورینا ہاتھ لگ جائے، مشین سے فائدہ اٹھا لے۔ اس کے بعد وہ اسے سمندر میں لے جا کر پھینک دے گا۔

وہ اپنے کمرے سے نکلا۔ تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل کے کاؤنٹر تک آیا۔ وہاں اپنی چابی دے کر جانا چاہتا تھا کہ رُک گیا۔ قریب ہی کھڑے ہوئے دو اشخاص میں سے ایک شخص نے مورینا کا نام لیا تھا۔ وہ سگریٹ سُلگانے کے بہانے رُک گیا۔ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا

تھا۔ "وہ یہاں سے روانہ کر دی گئی ہے۔"

دوسرے نے کہا۔ "باس کا خیال ہے اسے لے جانے والے امریکا لے گئے ہیں۔"

پہلے شخص نے کہا۔ "یہ کیا چکر ہے، سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر ایک عورت بہت زیادہ حسین ہے اور مس امریکا کہلاتی ہے تو یہ بڑی بڑی طاقتیں اس کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہیں؟"

جنرل ڈیکورا نے سگریٹ کا کش لے کر دھواں چھوڑا پھر ایک گہری سانس لے کر ان دونوں پر سرسری نظر ڈالتا ہوا باہر آیا۔ ہوٹل کی کار میں بیٹھ کر سیدھا ایئر لائن کے دفتر میں گیا۔ اپنے لیے پہلی فلائٹ میں سیٹ حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا، جانے کس نے مورینا کو اغوا کیا ہے؟ جانے وہ اسے کہاں لے جا رہا ہے لیکن میرے دماغ میں یہ بات کیسے آ گئی کہ اسے اغوا کیا گیا ہے اور اسے امریکا لے جایا جا رہا ہے۔ یہ تو ایک اتفاق تھا کہ میں نے کاؤنٹر کے پاس کھڑے ہوئے ان دو آدمیوں کی باتیں سن لیں اور میرے دماغ میں آنے والے خیال کی تصدیق ہو گئی لیکن میرے دماغ میں ایسے خیالات کیسے آ جاتے ہیں؟

وہ جتنا سوچتا تھا اتنا ہی الجھتا چلا جاتا تھا۔ کبھی کبھی اپنے دماغ کے اندر آوازیں دیتا تھا۔ "تم کون ہو؟ میرے دماغ میں خاموش کیوں ہو؟ اگر خیال خوانی کے ذریعے مجھ تک پہنچ گئے ہو تو باتیں کرو۔ اگر دوست ہو تو دوستی کرو۔ دشمن ہو تو مجھے مار ڈالو مگر اضطراب میں مبتلا نہ کرو۔"

وہ بولتا تھا اور جواب کا انتظار کرتا تھا لیکن کوئی اس کے اندر نہیں بولتا تھا۔ وہ مجبور ہو کر انتظار کرنے لگتا تھا۔ گڑگڑانے لگتا تھا۔ "پلیز میرے اندر کی بے چینی کو سمجھو۔ اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے گھر میں ٹائم بم چھپا دیا گیا ہے اور وہ اسے تلاش کرتا ہے اور تلاش کرنے کے بعد بھی وہ بم نہ ملے اور اس کی بلاسٹنگ کا وقت قریب آ جائے تو اس کی کیا حالت ہو گی۔ یہی حال میرا ہے، تم ایک ٹائم بم کی طرح میرے اندر چھپے ہوئے ہو۔ ایسا لگتا ہے، جیسے موت کا دھماکا ہونے ہی والا ہے۔ جیسے تم مجھے اچانک موت کی پستی میں دھکیل دو گے۔ اس سے اچھا ہے کہ مجھے پہلے سے بتا دو۔"

وہ اپنے اندر بڑبڑاتا جاتا تھا مگر جواب نہیں ملتا تھا۔ آخر وہ واپس اپنی خفیہ رہائش گاہ میں آ گیا۔ آتے ہی سب سے پہلے اس نے اسٹور روم میں جھانک کر دیکھا۔ اس کا فرش جوں کا توں تھا۔ جو چیز جہاں رکھی ہوئی تھی، وہیں موجود تھی۔ اسے اطمینان ہوا کہ مشین محفوظ ہے۔ وہ ایک صوفے پر آ کر آرام سے بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اپنے دماغ کے اندر پکارنا شروع کیا لیکن جواب نہیں ملتا تھا۔ دماغ کے اندر کا سناٹا بولتا تھا، کوئی ہو گا تو جواب ملے گا۔ جب نہیں ہے تو بڑبڑاتے رہنے سے کیا فائدہ۔ اگر وہ اسی طرح چلتے پھرتے لوگوں کے درمیان بھی بڑبڑانے لگا تو پاگل کہلائے گا۔

وہ رفتہ رفتہ مطمئن ہونے لگا کہ دماغ میں کوئی نہیں ہے، صرف وہم ہے۔ اس نے مشین کے ذریعے تنویمی عمل کی جو صلاحیتیں حاصل کی تھیں، وہ وقتی طور پر کمزور پڑ گئی تھیں، اسی لیے وہ ایک شخص پر تنویمی عمل کرنے میں ناکام رہا تھا۔ اس کے بعد وہ صلاحیتیں پھر بحال ہو گئی تھیں اور یہ شاید اس لیے ہے کہ اب وہ اپنی صحت کا بہت زیادہ خیال رکھنے لگا ہے۔ پھر صبح اٹھ کر دوڑ لگاتا ہے۔ اس طرح پہلے جیسی پریشانی نہیں ہے۔ دماغ میں پہلے سے زیادہ توانائی محسوس ہوتی ہے اور یہ خیال غلط ہے کہ کوئی اس کے اندر بیٹھ کر اس کے دماغ کو توانا بنا رہا ہے اور چپ چاپ ساری معلومات حاصل کر کے شاید اسے نقصان پہنچانا چاہتا ہے جب کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔

وہ یورپ سے واپس آنے کے بعد صرف چوبیس گھنٹے تک مطمئن رہ سکا۔ اس کے بعد پھر اطمینان غارت ہو گیا۔ یہ وہ لمحات تھے جب آئرن ہارڈی نے مورینا کو ایک کیسٹ سنایا تھا۔ اس کیسٹ کی آواز اور لب و لہجہ سن کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی تھی اور جنرل ڈیکورا کے دماغ تک پہنچ رہی تھی۔ وہ دماغ میں آنے والی تو نہ آ سکی۔ واپس چلی گئی لیکن ڈیکورا کا سکون برباد ہو گیا۔ وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔ وحشت زدہ نظروں سے کبھی دائیں، کبھی بائیں، کبھی آگے، کبھی پیچھے دیکھتا تھا۔ کوئی آ گیا ہے؟ کون آ گیا ہے؟"

اس پر عجیب طرح کی دہشت طاری ہو گئی تھی۔ وہ کبھی کھڑکی کے پاس جا کر باہر دیکھتا تھا۔ ہاتھ میں ریوالور مضبوطی سے پکڑے رہتا تھا۔ ایک ایک کمرے میں جا کر محتاط نظروں سے دیکھتا تھا۔ کون ہے؟

جب کوئی نظر نہیں آیا تو اس نے جھنجلا کر ریوالور کو فرش پر پٹخ دیا۔ بڑبڑانے لگا۔ "میں پاگل ہوتا جا رہا ہوں۔ میں پاگل ہو گیا ہوں۔ میرے حساس دماغ نے پرائی سوچ کی لہر محسوس کی تھی اور میں نے اسے روک لی تھی۔ کوئی میرے اندر آنا چاہتا تھا۔ مجھے اندر تلاش کرنا چاہیے میں اپنے گھر کے اندر تلاش کر رہا ہوں۔ مجھے کیا ہو گیا ہے، کیا میں پاگل ہو گیا ہوں۔ کیا اب میں کسی کام کا نہیں رہا۔ میرا دماغ اب کام نہیں کر رہا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کوئی اس کی آواز اور لب و لہجے کو کیسے بھول سکتا ہے؟

اس کے دماغ نے کہا۔ سیدھی سی بات ہے۔ میں اپنے آٹھ کاروں کی اصل آواز میں احکامات سناتا ہوں۔ وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ سی آئی اے کار نے میری آواز ریکارڈ نہیں کی ہو گی اور ریکارڈ کرنے کے بعد ایسا خیال خوانی کرنے والے کے پاس نہیں پہنچائی ہو گی؟

یہ بات سمجھ میں آتے ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جلدی سے اپنا ضروری سامان سمیٹ کر گاڑی میں رکھا۔ اس کا دماغ اسے سمجھا رہا تھا۔ تمہیں فوری طور پر یہ رہائش گاہ چھوڑ دینا چاہیے۔ جو دماغ تک پہنچ سکتا ہے، وہ گھر تک بھی پہنچ سکتا ہے لہٰذا اسے گھر کا پتا نہیں معلوم ہونا چاہیے۔

وہ وہاں سے فرار ہو کر کینساس سٹی سے پانچ میل دور ایک ہائی وے میں پہنچا تھا جہاں میجر برانڈ سے ٹکراؤ ہوا تھا۔ پھر نتیجے کے طور پر میجر کنوئیں کے اندر پہنچ گیا تھا۔ وہ کاٹیج میں بھی قیام نہ کر سکا۔ ضروری سامان سمیٹ کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ اس نے کینساس سٹی میں اپنے رہنے کے لیے تین اڈے بنائے تھے۔ ایک وہ تھا جہاں اس نے شین چھپا کر رکھی تھی۔ دوسرا وہ کاٹیج تھا جہاں اب وہ رہ نہیں سکتا تھا۔ تیسری جگہ پہنچنے سے پہلے اس نے اپنی گاڑی ایک جگہ چھوڑ دی تھی۔ ضروری سامان لے کر پیدل چلتا ہوا بہت دور گیا تھا پھر وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنی تیسری رہائش گاہ تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے تینوں رہائش گاہوں کے لیے تین مختلف نام سے اپنے شناختی کارڈ بنوائے تھے۔ تیسری رہائش گاہ میں اس کا نام آرتھر ڈگلس تھا۔

اور یہ وہی آرتھر ڈگلس تھا جسے میں نے کلب میں ایک میز پر تنہا دیکھا تھا۔ بعد میں جیسی اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ آئی تھی، پھر اس سے اجازت حاصل کر کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ یہاں میری وجہ سے جنرل ڈیکورا عرف آرتھر کا سکون برباد ہوا تھا۔ جب میں نے دیٹر کے ذریعے اس کی آواز سنی اور دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے فوراً سانس روک لی تھی۔ گھبرا کر اٹھ گیا۔ جیسی کے روکنے کے باوجود وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں وہاں کیا کرتا رہا، یہ بیان کر چکا ہوں کہ اب جنرل ڈیکورا کے نقطۂ نظر سے داستان سنا رہا ہوں۔ بہرحال وہ گھبرا کر ہوٹل سے نکلا تھا پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر ڈرائیو کرتا ہوا تیسری رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں بھی اس کا دل گھبرا رہا تھا۔ وہ یہی سوچ رہا تھا کسی نے اسے کلب میں دیکھا ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی ہے اور ناکام رہا ہے۔ کیا اس ناکام رہنے والے نے تیسری رہائش گاہ تک اس کا تعاقب نہیں کیا ہو گا؟

وہ بہت محتاط تھا۔ کار ڈرائیو کرتے وقت عقب نما آئینے میں برابر دیکھتا رہا تھا۔ کسی پر تعاقب کا شبہ نہیں ہوا تھا۔ اس کے باوجود خوفزدہ تھا۔ پچھلے پانچ دنوں میں یہ کسی نے دوسری بار اس کے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی۔ ابھی تک ایک ہی بات اطمینان بخش تھی کہ وہ سانس روک لیتا ہے کسی کو دماغ میں آنے نہیں دیتا۔ اس بات نے اس پہلو سے بھی مطمئن کیا کہ اس کے دماغ میں کوئی چھپا نہیں رہ سکتا۔ اگر کوئی آنا چاہتا تو اس کے لیے بھی اسی طرح دماغ حساس ہوتا اور وہ سانس روک لیتا۔ کوئی اس کے دماغ میں نہیں ہے۔ یہ قدرت کی دین ہے۔ اس کے دماغ میں آپ ہی آپ توانائی کا اضافہ ہوا ہے اور وہ بہت حساس ہو گیا ہے اور اب تنویمی عمل کر سکتا ہے اور ہر آنے والی نئی مصیبت کا سامنا کر سکتا ہے، دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے سکتا ہے۔

وہ اس انداز میں سوچتا جا رہا تھا اور مطمئن ہوتا جا رہا تھا۔ یوں دیکھا جائے تو وہ ابھی خطرے سے دور تھا۔ مورینا اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔ نہ ہی اس کا سراغ لگا سکتی تھی اسی طرح میں نے اسے آرتھر سمجھ کر دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اور ناکام رہا تھا۔ میں بھی اس کی اصلیت نہیں جانتا تھا اور نہ ہی مجھے اس کی رہائش گاہ کا علم تھا جہاں شین چھپا کر رکھی گئی تھی۔

جب ہم ڈیلی پیتھی جاننے والے ناکام رہے تھے تو کوئی تیسرا اس کے پاس کیسے پہنچ سکتا تھا۔ اس لحاظ سے وہ فی الحال محفوظ تھا لیکن دہشت نے اسے آدھا کر دیا تھا۔ اگرچہ اب بھی دماغ سمجھا رہا تھا، اسے حوصلے سے کام لینا چاہیے۔ کوئی اس کے سائے تک نہیں پہنچ سکے گا لیکن اطمینان نہیں ہوتا تھا۔ بس یہی فکر کھائے جاتی تھی، کون اس کے دماغ تک پہنچ رہا ہے؟ کس نے اس کی آواز سن لی ہے؟

اس کے دماغ نے کہا۔ اس طرح میں گھل گھل کر مر جاؤں گا۔ وہ مشین میرے کسی کام نہیں آئے گی مجھے اب ایک نیا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

وہ سوچنے لگا۔ نیا راستہ کیا ہو سکتا ہے؟

پھر اس کے دماغ نے کہا۔ مجھے اعلان کر دینا چاہیے کہ تمہارا شکار مشین میرے پاس ہے۔

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر آئینے میں دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا میرا دماغ چل گیا ہے۔ کیا میں خود کو ظاہر کر کے موت کو دعوت دوں؟"

دماغ نے سمجھایا۔ مجھے سکون سے اس پہلو پر غور کرنا چاہیے کہ میں خود کو ظاہر نہ کروں۔ اپنا نام بھی نہ بتاؤں۔ کسی فرضی نام سے، اشارے کنائے میں یہ ظاہر کرنا شروع کر دوں کہ مشین میرے پاس ہے اور میں کسی ایسے فرد یا گروہ سے سمجھوتا کر سکتا ہوں جو میرے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی مہیا کرنے کا یقین دلائے۔

وہ اس خیال سے الجھنے لگا۔ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ دماغ

نے پھر سمجھایا۔ مجھے ابھی طرح ٹھنڈے دماغ سے غور کرنا چاہیے۔ اگر میں فرضی نام سے یہ اعلان کروں گا تو جس شخص یا جن تنظیم کے قبضے میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی ہوگی، وہ مجھ سے ضرور رابطہ کریں گے۔

جنرل ڈیکو رانے سوچا، لیکن کیسے رابطہ قائم کریں گے جب کہ میں فرضی نام سے اعلان کروں گا؟

"سیدھی سی بات ہے۔ یہ کام اخبارات کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ اشتہارات کے کالم میں نمایاں طور پر یہ اعلان شائع کیا جائے کہ ہمارے پاس ایک مشین ہے جو ایک چیز کو دوسری جگہ منتقل کر دیتی ہے۔ اگر کسی کے پاس کوئی ایسی غیر معمولی چیز ہو جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرانا چاہتا ہو تو اخبارات کے انہی کالم میں اپنا نام، پتا یا کم از کم فون نمبر شائع کرے۔ اس سے رابطہ قائم کر کے تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔"

جنرل ڈیکو راغلام میں تکیے لگا کر سوچنے لگا۔ اتنی عمدہ تدبیر میرے دماغ میں کیسے آ رہی ہے؟ یہ میرا دماغ مجھے کیا کیا سمجھاتا رہتا ہے؟ آخر اسے اس قدر سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی قوت کیسے حاصل ہو گئی ہے۔ مجھ میں اتنی دماغی توانائی کہاں سے آ گئی ہے؟"

دماغ نے کہا۔ "میں اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں۔ میں کوئی غیر معمولی بات نہیں سوچ رہا ہوں۔ فوج کا جنرل رہ چکا ہوں۔ مجھ میں بھی ذہانت ہے بھالا کی ہے۔ میں ایسی باتیں سوچ سکتا ہوں۔ لہٰذا جو سوچ رہا ہوں، اس پر فوراً عمل کرنا چاہیے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے دست راست سے رابطہ قائم کیا۔ وہ بہت قابل اعتماد تھا۔ اس کی آواز اس کے ذریعے دشمنوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ کسی اور کی شرارت تھی۔ اس نے حکم دیا۔ "میں ایک اعلان اخبارات میں شائع کرانا چاہتا ہوں۔ اسے نوٹ کر لو۔"

وہ کاغذ قلم لے کر نوٹ کرنے لگا۔ جنرل ڈیکو راتے کہا۔ "اس اعلان کا عنوان ہوگا۔ ٹرانسفارمر مشین۔ اس کا مضمون کچھ یوں ہوگا۔ میرے پاس ایک مشین ہے جو کسی چیز کو ایک خانے سے دوسرے خانے میں منتقل کر دیتی ہے۔ اگر کسی کے پاس ایسی کوئی غیر معمولی چیز ہو جسے وہ ایک خانے سے دوسرے خانے میں منتقل کرانا چاہے تو اخبار میں اپنا نام، پتا یا کم از کم فون نمبر شائع کرا دے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر کے تفصیلی معاملات طے کروں گا۔"

اس نے مختصر سے مضمون کی اشاعت کا حکم دے کر ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ وہ رفتہ رفتہ اس بات کا قائل ہو رہا تھا کہ آج کل دماغ میں جو باتیں پیدا ہوتی ہیں، وہ فائدہ پہنچاتی ہیں۔ اخبارات میں یہ مضمون شائع ہوگا تو مورینا کو اغوا کرنے والے ضرور مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں گے یا وہ اخبارات میں اپنا کوئی عارضی پتا یا ایسا ٹیلیفون نمبر شائع کرائیں گے جس کے ذریعے ان سے رابطہ قائم ہو سکے گا۔

اب سوال پیدا ہوتا تھا۔ صرف رابطہ قائم کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ اگر وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو پیش کریں گے تو مجھ سے مطالبہ کیا جائے گا کہ میں ٹرانسفارمر مشین لے کر آؤں اور میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں کسی پر کسی کا سایہ نہیں پڑنے دوں گا۔ پھر اتنا چکر چلانے کا فائدہ کیا ہوگا؟

اس کے دماغ نے کہا۔ "چکر چلنے دو۔ بات بنے گی، آتا تو معلوم ہو گا کہ رابطہ قائم کرنے والے کس شہر کا یا فون نمبر کس رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہو گا کہ خیال خوانی کرنے والی ہستی مجھ سے کتنی دور ہے؟"

وہ قائل ہو گیا۔ دماغ بڑے پتے کی بات کہتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ خیال خوانی کرنے والی اور کوئی بھی ہستی ہو جو کہیں چھپی ہو۔ ظاہر نہ ہونا چاہتی ہو اور اس کے ذریعے کوئی دوسرا خیال خوانی سیکھنا چاہتا ہو۔

پھر دماغ میں بات آئی۔ بے شک خیال خوانی کرنے والی صرف ایک لوریا نہیں ہے۔ اس کی ایک بہن بھی ہے جو کہیں گم ہو گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی دوسری پارٹی اس کی بہن کو ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں پیش کرنا چاہے۔

وہ دماغ میں آنے والی باتیں سمجھ رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا۔

دوسرے دن کے کئی اخبارات میں ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں وہ مضمون شائع ہوا۔ اگر وہ اپنا پتا شائع کراتا تو اس کے پاس نہ جانے کتنے ٹیلیفون آتے اور کتنے مجرم اس کے دروازے پر موجود ہوتے۔ اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیتے۔ اگر مشین نہ ملتی تو اس کے ٹکڑے ہو جاتے۔ وہ اسے آپس میں تقسیم کر کے لے جاتے۔

بہر حال، وہ مضمون اب نئے ہنگاموں کو جنم دینے والا تھا۔

★

میں اطمینان سے کھانا کھا رہا تھا۔ کسی بات کی جلدی نہیں تھی جیسی اور اس بوڑھے آرتھر کا پتا اور ان کے کار نمبر وغیرہ معلوم ہو چکے تھے۔ یہ بات میرے لیے نہایت دلچسپ تھی کہ دونوں کے ہی دماغ خیال تھے اور انھوں نے میری سوچ کی لہروں کو روک دیا تھا۔

میں نے کھانا ختم کر کے کافی طلب کی۔ ویٹر کافی کی ٹرے لے آیا پھر جھک کر آہستگی سے بولا۔ "ایک اطلاع ہے۔"

میں نے جیب سے دس ڈالر کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ خوش ہو کر اسے لیتے ہوئے بولا۔ "مس جیسی یہاں سے نکل کر کلوٹز کلرک سے آپ کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔ کلرک نے اس کے سامنے رجسٹر رکھ دیا جس پر آپ نے اپنا نام اور پتا لکھا تھا۔"

میں بے اختیار مسکرانے لگا۔ اسے یقین تھا کہ میں ہیرو پیا ہوں اور اس کی ٹوہ میں لگا ہوا ہوں لہٰذا وہ بھی میرے متعلق تصدیق کرانا چاہتی تھی کہ میں امریکا کے ایک بہت بڑے بزنس مین کنگ فرنانڈو کا جنرل منیجر ہوں یا نہیں اور اس میں جو رہائشی پتا اور فون نمبر لکھا ہے وہ درست ہے یا فرضی؟

میں نے کھانے کا بل ادا کیا۔ پھر کلب سے نکل کر کار میں بیٹھے ہوئے سوچتا رہا۔ پہلے کدھر جانا چاہیے۔ جیسی محتاط تھی۔ اس کے مقابلے میں آرتھر غیر محتاط تھا۔ اس نے مجھے کلب میں نہ تو دیکھا تھا، نہ ہی شبہ کر سکتا تھا کہ میں نے ہی خیال خوانی کی ہوگی لہٰذا میں اسی بوڑھے کی طرف جانے لگا۔ اس کی رہائش گاہ ایسی جگہ تھی جہاں ٹریفک برائے نام ہوا کرتی تھی۔ پھر رات کا وقت تھا۔ میں آرام سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ ایک جگہ سڑک کے کنارے پولیس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ میں قریب جا کر رک گیا۔ کار سے اتر کر اس کے قریب پہنچا، وہ اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھا وسکی پی رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "ایکس کیوزمی، مجھے ذرا گائیڈ کر دیں۔ پناما اسٹریٹ جانا چاہتا ہوں۔"

"آگے جا کر دائیں مڑ جاؤ۔ کچھ دور جانے کے بعد پولیس کار نظر آئے گی، وہاں سے تمھیں رہنمائی حاصل ہو جائے گی۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ بوتل اٹھا کر منہ سے لگانا چاہتا تھا مگر اسی حالت میں ساکت رہ گیا۔ میں نے اس کی اوپری جیب میں ہاتھ ڈال کر اس کا شناختی کارڈ نکالا پھر اس کے دماغ تو آزاد چھوڑ کر بولا۔ "بہت بہت شکریہ۔"

وہ پریشان ہو کر اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل کو دیکھ رہا تھا، اور سوچ رہا تھا۔ کیا میں کچھ غافل ہو گیا تھا؟

میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔ "جناب! میں آپ کا شکریہ ادا کر رہا ہوں۔"

وہ چونک کر بولا۔ "اوہ ویٹس آل رائٹ۔"

اس نے پھر بوتل منہ سے لگالی۔ میں اپنی کار میں آیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گیا۔ مجھے پناما اسٹریٹ نہیں جانا تھا۔ اس سے وہ شناختی کارڈ حاصل کرنا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد میں آرتھر کے بنگلے کے سامنے تھا۔ گیٹ بند تھا۔ چوکیدار نے قریب آ کر پوچھا۔ "آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "گیٹ کھولو، مجھے مسٹر آرتھر سے کچھ کام ہے۔"

"سوری جناب! وہ سو رہے ہیں۔"

میں نے کارڈ نکال کر اسے دکھایا۔ وہ جلدی سے سلام کر کے پیچھے ہٹ گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے آگے بڑھ کر میرے لیے گیٹ کھول دیا۔ میں ڈرائیو کرتا ہوا اندر گیا۔ پورچ میں گاڑی روکی پھر دروازے پر آ کر کال بیل کے بٹن کو دبا دیا۔ اندر کہیں گھنٹی بجنے کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ ذرا انتظار کر کے میں نے پھر بٹن دبا دیا۔ وہ خیال خوانی کے بعد بری طرح گھبرایا ہوا تھا۔ اتنی جلدی باہر نہیں آ سکتا تھا۔ تیسری بار بٹن دبانے کے بعد دروازے کی سائیڈ ونڈو سے نظر آیا۔ قریب آ کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟ اس وقت کیا چاہتے ہو؟"

"اے مین فرام انٹیلی جنس۔"

یہ کہتے ہوئے میں نے وہ کارڈ نکال کر کھڑکی کے شیشے کر دیا۔ اس نے اسے غور سے دیکھا۔ پھر دروازے کو کھولتے ہوئے کہا۔ "قانون کے محافظوں سے تعاون کرنا ہمارا فرض ہے لیکن آپ کا بھی فرض ہے کہ اتنی رات کو ہماری نیند خراب نہ کریں۔ کیا صبح ملاقات نہیں ہو سکتی تھی؟"

"میں اس یقین کے ساتھ آیا ہوں کہ تم جاگ رہے ہو گے۔"

اس نے ناگواری سے پوچھا۔ "کیا مجھے اپنی نیند کا ثبوت دینا ہوگا؟"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں اسی کلب میں تھا جہاں سے تم اٹھ کر آئے ہو۔"

وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ میرا منہ تکنے لگا۔ میں نے کہا۔ "پولیس والوں سے سوچ سمجھ کر جھوٹ بولنا چاہیے۔ تمھارے ہاں بیٹھنے کی جگہ تو ہوگی؟"

وہ چونک کر بولا۔ "ہاں، ہاں، ضرور، اندر آ جاؤ۔"

میں ایک کمرے میں آ کر چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ "آپ کو کسی کی تلاش ہے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جس کی تلاش ہوتی ہے، میں سیدھا اس کے پاس پہنچ جاتا ہوں۔ پچھلی رات شہر سے پانچ میل دور ایک کاٹیج کے پیچھے زبردست فائرنگ ہوئی۔ اس فائرنگ میں ایک آدمی مر گیا۔ دوسرا زندہ رہ گیا۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو، میرا اس فائرنگ سے کوئی تعلق ہے؟"

"میرے کچھ کہنے سے پہلے خود کہہ دو۔ میں پہلے وارننگ دے چکا ہوں، پولیس والوں سے سوچ سمجھ کر جھوٹ بولنا چاہیے۔"

وہ بری طرح خوف زدہ تھا مگر ڈھیٹ بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے بڑی ڈھٹائی سے کہا۔ "شیرف! تم غلط جگہ آئے ہو۔ غلط آدمی کا محاسبہ کر رہے ہو۔ اگر میرے خلاف کوئی ثبوت ہے تو پیش کرو ورنہ میرا وقت برباد نہ کرو۔"

"تم پچھلی رات واردات کی جگہ موجود تھے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ میں وہاں سے گزر رہا تھا لیکن میں نے فائرنگ کی آواز نہیں سنی۔ ہو سکتا ہے، فائرنگ سے پہلے یا فائرنگ کے بعد میرا گزر ہوا ہو لیکن آپ ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"اس سے پہلے کہ جرم ثابت ہو جائے، میں چاہتا ہوں تم خود سچ سچ کہہ دو۔"

"میں کیا کہہ دوں؟ آپ مجھ سے کیا کہلوانا چاہتے ہیں؟"

"وہی جو تم مجھ سے کہنا نہیں چاہتے۔"

"آپ بات کو الجھا رہے ہیں۔"

"مسٹر آرتھر! جب تم کلب سے اٹھ کر جا رہے تھے تو ایک گنوار آدمی نے تمھیں فون کیا۔ اس نے تمھارا نام اور پتا لکھوایا۔ اس کے بعد کہا تم پچھلی رات ہونے والی واردات کا ایک اہم کردار ہو اور تمھارا تعلق ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہے۔"

یہ سنتے ہی وہ دھپ سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے تکنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ "اب کیا ہوا، خاموش کیوں ہو گئے۔ حقیقت سامنے آ رہی ہے؟"

"ہاں، جو حقیقت ہوگی اُسے تسلیم کروں گا لیکن میرا تعلق یہ بھی جاننے والوں سے نہیں ہے، بلکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اس نے مجھے کلب میں پریشان کیا۔ میں وہاں سے اُٹھ کر چلا آیا۔ اس کے بعد شاید اس نے تمہیں بھیجا ہے۔"

"شکریہ مسٹر آرتھر! تم نے یہ تو تسلیم کیا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کسی نہ کسی طور تمہارا تعلق ہے۔ چلو کوئی تمہیں پریشان کر رہا ہے لیکن کیوں پریشان کر رہا ہے؟ ظاہر ہے تم کسی معاملے میں خاص اہمیت رکھتے ہو۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ معاملہ کیا ہے؟"

"معاملہ صرف اتنا ہے کہ میں یوگا کا ماہر ہوں، سانس روک لیتا ہوں، پرانی سوچ کی لہریں میرے دماغ میں نہیں آسکتیں، ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ سے یہی عداوت رکھتے ہیں، وہ میرے خیالات پڑھ نہیں سکتے۔"

"وہ کون سے خیالات ہیں جو وہ پڑھنا چاہتے ہیں؟"

"اگر میں انھیں خیالات پڑھتے دیتا تو تمہیں بھی بتا دیتا۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"ویل مسٹر آرتھر! اب مجھے جانا چاہیے۔"

"آپ یہاں سے جا کر مجھ پر بڑا کرم کریں گے۔"

"جانے سے پہلے اتنی نصیحت کر دوں اس رہائش گاہ کو چھوڑنے کی حماقت نہ کرنا۔ تمہاری نگرانی ہو رہی ہے۔"

وہ اور زیادہ پریشان ہو گیا مگر بڑی ڈھٹائی کا ثبوت دے رہا تھا۔ میں آگے آگے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا پھر پلٹ کر بولا۔ "میرے جانے کے بعد اس پہلو پر غور کرنا کہ روپوش رہ کر زندگی گزار رہے ہو تو اسے روپوشی نہ رہی، کم از کم میں روبرو آگیا ہوں، جلد ہی پھر آؤں گا۔"

میں تیزی سے چلتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ وہ جلدی سے میرے پاس آگیا۔ پھر کار کی کھڑکی سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا تم واقعی ٹیلی جنس سے تعلق رکھتے ہو؟"

"کیا تمہیں کارڈ دیکھنے کے بعد بھی شبہ ہے؟"

"میں نے کیسا اس سٹی میں آج تک کسی پولیس والے کے پاس نئی منگی گاڑی نہیں دیکھی۔ یہ منگی بھی ہے اور کچھ غیر معمولی بھی لگتی ہے۔"

"تم گاڑی کے متعلق نہیں، اپنے متعلق زیادہ سوچو تو زیادہ محفوظ رہ سکو گے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو میں غیر محفوظ ہوں؟"

"میں نادان نہیں ہوں۔ کوئی نادان ہوتا تو وہ بھی تمہارے برے سے خوف اور پریشانی کو پڑھ لیتا۔"

وہ کار کی کھڑکی سے پیچھے ہٹ گیا جیسے اپنے چہرے کو اور اپنے خوف اور پریشانی کو چھپا رہا ہو۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کی اور وہاں سے چل پڑا۔ اس کے بعد مجھے جیسی کی رہائش گاہ کو بھی دیکھ لینا چاہیے تھا لیکن وہاں جانے سے پیٹر پال دیوار بن جاتا۔ اس سے لازمی ٹکراؤ ہوتا اور میں ٹکراؤ نہیں چاہتا تھا۔ ان کے متعلق چُپ چاپ معلومات حاصل کرنے میں دانش مندی تھی۔

واپس جاتے وقت سڑک کے کنارے وہی پولیس کار نظر آئی۔ وہ پولیس افسر گاڑی سے نکل کر باہر کھڑا ہوا تھا۔ ابھی تک اس کے ہاتھ میں بوتل تھی۔ وہ بوتل سے منہ لگانا چاہتا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ جیسا تھا، ویسا ہی ساکت کھڑا رہ گیا۔ میں نے قریب آکر گاڑی روکی۔ اسے اپنی طرف آنے دیا۔ پھر اس کا شناختی کارڈ اس کی اوپر والی جیب میں رکھ دیا۔ گاڑی کو آگے بڑھا دیا۔ کچھ دور جا کر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پھر ایک بار چونک گیا۔ سوچنے لگا۔ ابھی اسے کیا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل کو دیکھا۔ اسے یاد تھا کہ وہ بوتل کو منہ سے لگانے جا رہا تھا۔ شاید تھوڑی دیر کے لیے رُک گیا تھا یا دماغی طور پر غافل ہو گیا تھا یا نشہ چڑھ رہا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا اب زیادہ نہیں پیے گا۔

میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر دروازہ کھولا۔ اندر آکر اسے لاک کیا۔ پھر تیز تیز چلتا ہوا اپنے بیڈ روم میں پہنچا۔ آرام سے بیٹھ کر جوتے اُتارے، لباس تبدیل کیا۔ اس کے بعد تھکے ہوئے انداز میں آکر بستر پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

میں نے سر گھما کر ٹیلیفون کی طرف دیکھا۔ یہ رہائش گاہ میرے لیے بالکل نئی تھی۔ کوئی مجھے پہچانتا نہیں تھا۔ ابھی تک میں نے کسی کو اپنا ٹیلیفون نمبر نہیں دیا تھا، ہاں، جیسی یہ نمبر فوٹ کر کے لے گئی تھی، ہو نہ ہو اسی کا فون ہو سکتا ہے۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا پھر کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو!"

غلاف توقع دوسری طرف سے بھاری بھرکم مردانہ آواز سنائی دی۔ "ہیلو، کون بول رہا ہے؟"

میں نے کہا۔ "فون تم نے کیا ہے، تم بتاؤ کون بول رہے ہو؟"

"میں مسٹر جونی اسمارٹ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "میں جونی اسمارٹ بول رہا ہوں۔"

"ویل مسٹر اسمارٹ! ڈونٹ ٹرائی ٹو بی سو اسمارٹ (اچھی بات ہے مسٹر اسمارٹ! زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو)"

"اپنے اس فقرے کا مطلب بھی سمجھا دو۔"

"ایک طرف آرتھر خوف زدہ ہے، دوسری طرف وہ پولیس آفیسر حیران و پریشان ہے، تم دوسروں کے پیچھے جاتے وقت بھول جاتے ہو کوئی تمہارا بھی پیچھا کر رہا ہے۔"

"میں یہ کبھی نہیں بھولتا مگر تم ایک بات بھول رہے ہو۔"

"وہ کیا؟"

"ہولڈ آن کرو۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے رسیور کو ایک طرف رکھ دیا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں دوسرا ٹیلیفون تھا۔ میں نے اس کا رسیور اٹھا کر جیسی کے نمبر ڈائل کیے۔ وہاں سے انگیج کی ٹون مل رہی تھی یعنی اس نمبر پر کوئی بات کر رہا ہوگا یا پھر رسیور کان سے لگا کر انتظار کر رہا ہوگا۔ مجھے پہلے ہی شبہ ہو گیا تھا جیسی کے گھر سے ہی یہ فون کیا جا رہا ہے اور اس کا باڈی گارڈ آواز بدل کر بول رہا ہے۔

میں نے وہ رسیور رکھ دیا۔ بیڈ روم میں آکر پہلے والے رسیور کو اٹھا کر کہا۔ "مسٹر پیٹر پال! ناؤ جونی اسمارٹ رئی پیٹ یور سیتین ڈونٹ ٹرائی ٹو بی سو اسمارٹ۔ (مسٹر پیٹر پال! اب جونی اسمارٹ تمہارا فقرہ دہرا رہا ہے کہ زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو) ایک باڈی گارڈ کو اس کی حد میں رہنا چاہیے۔"

میں نے رسیور رکھ دیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا، جیسی اور پیٹر پال کو آخر کیسے معلوم ہوا کہ میں نے آرتھر کو خوف زدہ کیا ہے جب کہ آرتھر ان کے لیے اجنبی تھا۔ پھر یہ کیسے پتا چلا کہ پولیس آفیسر حیران و پریشان ہے۔ کیا جیسی اور پیٹر پال پولیس افسر کے پاس گئے تھے یا اگر گئے تھے تو انھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ پریشان تھا جب کہ اس کے شناختی کارڈ کے جیب سے نکلنے اور واپس جیب میں پہنچ جانے کا علم اسے نہیں تھا۔ اگر میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور چند سیکنڈ کے لیے اسے ساکت کر دیا تھا تو یہ اس کے لیے کوئی پریشانی کی بات نہیں ہو سکتی تھی کیوں کہ وہ نشے کی حالت میں تھا اور اگر وہ پریشانی ظاہر کرتا کہ چند سیکنڈ کے لیے غافل ہو گیا تھا تو نشہ کرنے والے کی بات کا کوئی یقین نہ کرتا۔ پھر جیسی اور پیٹر پال کو کیسے یقین ہو گیا تھا؟

ٹیلیفون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا کان سے لگایا پھر [illegible]

جیسی کی سُریلی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "باڈی گارڈ تو اس کی حد میں رہنا چاہیے اور مجھے؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تمہارا محسن لامحدود ہے، یہ کسی حد میں نہیں رہ سکتا۔ وہاں سے یہاں تک آسکتا ہے۔"

"اپنے پاس بلانے کا انداز کیا خوب ہے۔"

میں نے کہا۔ "کلب میں کھانے کے دوران میں نے بے اختیار سانس روک لی تھی۔"

اس نے کہا۔ "میں نے بھی کلب سے نکل کر کار میں جانے کے دوران بے اختیار سانس روک لی تھی۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ بھی ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ "شاید میں تمہیں پہچان رہی ہوں۔"

"تم شاید کا لفظ استعمال کر رہی ہو اور میں یقین کے ساتھ تمہیں پہچان رہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "اوہ تو، فار گاڈ سیک، خدا کے لیے سچ مچ نہ پہچان لینا۔ مجھے بڑا مان ہے کہ میں خود کو روپوش رکھ سکتی ہوں۔"

"چلو، میں تمہارا مان رکھ لیتا ہوں۔ مجھے روپوش رہ کر پُراسرار رہنے کا شوق نہیں ہے۔ مجبوری کی حالت میں خود کو چھپا لیتا ہوں پھر ظاہر ہو جاتا ہوں۔"

"مجھے کلب میں کچھ شبہ ہوا تھا مگر میں یقین کرنا چاہتی تھی اب جیسے جیسے یقین ہو رہا ہے میرا دل خوشی سے دھڑک رہا ہے۔ کیا میں اتنی بڑی ہستی تک پہنچ رہی ہوں۔ میں ایسا سوچتے وقت خود کو ایک چھوٹی سی بچی محسوس کر رہی ہوں۔"

"انسان اپنے قد سے نہیں اپنے عمل سے چھوٹا اور بڑا ہوتا ہے۔ ابھی میں تمہارے متعلق زیادہ جانتا نہیں ہوں، جب جان لوں گا پہچان لوں گا تو بتا دوں گا کہ تم چھوٹی ہو یا بڑی۔"

"ایک بات کہوں؟"

"ضرور کہو، میں سن رہا ہوں۔"

"میں اپنے اطمینان کے لیے تمہارے دماغ میں آنا چاہتی ہوں۔"

"دروازہ کھلا ہے جلی آؤ۔"

میں نے رسیور رکھ دیا۔ بستر پر چاروں شانے چت ہو کر چھت کو تکنے لگا۔ مجھے پرانی سوچ کی لہریں محسوس ہو رہی تھیں اور میں مسکرا رہا تھا۔ میرا خیال تھا وہ میرے دماغ کی تہ تک پہنچے گی اور میرے بہت اسمارٹ راز معلوم کرنے کی کوشش کرے گی لیکن ذرا دیر بعد ہی وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں نے کہا۔ "تم ہنستی ہو تو امرت رس کی پھوار محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح نہ ہنسا کرو۔ کوئی اٹھا کر لے جائے گا۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی۔ "یہ تعریف کر رہے ہو یا بددعا دے رہے ہو۔ باقی دی لُسے آج میں بہت خوش ہوں۔ تمہارے دماغ میں آکر ایسا لگتا ہے جیسے میں نے سب کچھ پا لیا ہے۔ میں ایک طویل عرصے سے اپنی حفاظت تنہا کرتی آرہی ہوں۔ آج لگتا ہے جیسے ایک محفوظ قلعے میں پہنچ گئی ہوں۔"

"تم بہت پہلے بھی آسکتی تھیں۔"

"میں پہلے خود اعتمادی پیدا کرنا چاہتی تھی۔ جب میری سسٹر مورینا کو تمہارے پاس پناہ مل سکتی ہے تو مجھے کیوں نہ ملتی لیکن میں نے سوچ لیا تھا تمہارہ کہ اپنی صلاحیتوں کو خوب نکھاروں گی، جب کسی مصیبت میں اس طرح پھنس جاؤں گی کہ نکلنا ناممکن ہو جائے گا تب خیال خوانی کے ذریعے تمہیں آواز دوں گی۔ خدا کا شکر ہے میرے پاؤں ٹیلی پیتھی کے میدان میں مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔ ابھی تک کوئی مجھے اکھاڑ نہیں سکا۔ یہ میرے لیے فخر کی بات ہے، میں مدد مانگنے کے لیے تمہارے پاس سر جھکا کر نہیں آئی مگر یہ بھی میرے لیے فخر کی بات ہوگی کہ کبھی ناکام ہوئی تو تمہارے ہی پاس سر جھکا کر آؤں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں تمہارے جیسی خوددار لڑکی کو سر جھکا کر نہیں آنے دوں گا۔ کوشش کروں گا، تم میرے پاس آؤ یا دشمن کے پاس

میں جاؤ تو سر اُٹھا کر ہی جاؤ۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی "فرہاد! کیا تمھیں شبہ نہیں ہے کہ میں تمھیں باتوں میں لگا کر تمھارے دماغ کی تہ میں اُتر رہی ہوں اور اہم باتیں معلوم کر رہی ہوں۔"

میں برسوں سے ٹیلی پیتھی کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ پرائی سوچ کی لہریں میرے دماغ کے کس حصّے میں ہیں۔ ایسے وقت میں محتاط رہتا ہوں کہ ناواقفیت میں ایسی بات نہ سوچوں جو راز فاش کر دے۔ میں اس سے باتیں کر رہا تھا اور محتاط تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی میں اس کی باتوں سے بہل رہا ہوں۔

بات کچھ اور تھی۔ جب سے ٹرانسفارمر مشین کا چکّر چلا تھا، کسی وقت بھی کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو سکتا تھا۔ ایسی صورت میں دانشمندی یہی تھی کہ جو ٹیلی پیتھی سیکھ لئے اسے دشمن بنانے کے بجائے اپنا دوست بنا لیا جائے۔ اسے اپنے اعتماد میں لے لیا جائے۔ اسی لیے میں نے مورینا کو اپنے اعتماد میں لیا تھا۔ اس کے بعد تناںہ کو اعتماد میں لے رہا تھا۔

میں نے اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا "صرف میرے دل میں وسعت نہیں ہے، دماغ میں بھی ہے۔ جب میری زندگی میں پہلی بار ٹیلی پیتھی جاننے والی رسوتی آئی تو میں نے اسے تمھاری طرح ہی آزادی دی۔ اس کے بعد شیبا آئی، وہ بھی میری دوستی اور فراخدلی کی قائل ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے مورینا کو موقع دیا۔ اسے اپنی ٹیم میں شامل کیا۔ مجھے افسوس ہے، وہ مستقل مزاج نہ نکلی۔ دشمنوں کے ہاتھ لگنے سے پہلے ہی وہ غلام باقی کو چھوڑ دینا چاہتی تھی۔ کسی نئے ساتھی کی تلاش میں تھی اور اسی تلاش نے اسے دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچا دیا۔"

وہ نادم ہو کر بولی "فرہاد! پلیز، مورینا کے بارے میں زیادہ مت بولو۔ مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ کچھ بھی ہو، وہ میری بہن ہے۔ مجھے بہت پیاری ہے۔ اگر وہ عمر میں مجھ سے بہت زیادہ بڑی ہوتی تو میں اسے ماں کہتی۔ بے شک، وہ غلطیاں کرتی آ رہی ہے لیکن ہمارا تھا فرض ہے کہ اسے سنبھالنے کی کوشش کریں۔"

"مجھے مورینا سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں آج بھی اسے دشمنوں کے چنگل سے نکال لانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن دشمن نے کچھ اس طرح تنویمی عمل کیا ہے کہ وہ میرے قابو میں نہیں آ رہی ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں، تم یقیناً ایسا کر رہے ہو گے۔ میں بھی یہی کر رہی ہوں۔ میں بھی اس کے پاس جاتی ہوں لیکن وہ میرے قابو میں نہیں آ رہی ہے۔"

میں نے پوچھا "تم دونوں بہنوں نے برنارڈ سلیری کے ذریعے کیا عمل کروایا تھا۔ اپنے اپنے دماغ میں ایک دوسرے کے لیے بھلا دیا تھا پھر تمھیں مورینا کا لعجہ کیسے یاد آ گیا؟"

"وہ تنویمی عمل دیرپا نہیں تھا۔ اب ہم دونوں بہنیں ایک دوسرے کے لب و لہجے کو یاد کر لیتی ہیں۔"

"کیا وہ تمھارے دماغ میں نہیں آتی؟"

"بے شک آتی ہے لیکن میں اس کے ساتھ وہی سلوک کرتی ہوں جو وہ میرے ساتھ کرتی ہے یعنی جب میں اس کے پاس پہنچتی ہوں تو وہ آنکھیں بند کر لیتی ہے۔ اس کے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ وہ تنویمی عمل کے زیر اثر ہے۔ جب میرے پاس آتی ہے تو میں سمجھ لیتی ہوں، وہ اپنے عامل کے اشارے پر میرا سراغ لگانا چاہتی ہے حالاں کہ مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرنے والی بہن ہے لیکن دشمن کے ہاتھوں دشمن بن چکی ہے۔ میں ایسے میں اسے کچھ معلوم کرنے کا موقع نہیں دیتی۔ اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیتی ہوں۔"

"تم میرے دماغ میں کتنی دیر رہو گی؟"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تم مجھے بھگا رہے ہو؟"

"اب میں تمھارے پاس آنا چاہتا ہوں۔ بھئی، میں نے تمھیں مہمان رکھا۔ کیا تم مجھے مہمان نہیں بناؤ گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں جا رہی ہوں۔ میرے دروازے پر کوئی دستک نہیں لگی ہے۔"

دروازے پر تو یہی دستک لگی ہوتی ہے! اندر آنا منع ہے، لیکن ممانعت نہیں تھی۔ میں سیدھا اس کے دماغ میں یوں پہنچ گیا جیسے دروازے پر لکھا ہو۔

"آؤ صنم، جاؤ صنم، گھر تمھارا ہے۔"

وہ بستر پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ تکیے میں منہ چھپا رہی تھی اور سسکا رہی تھی۔ میں نے کہا "جب خرگوش کو چھپنے کی جگہ نہیں ملتی تو وہ کہیں بھی منہ چھپا لیتا ہے اور سمجھتا ہے، شکاری اسے نہیں دیکھ رہا ہے۔ بھئی، میں شکاری نہیں ہوں۔ دوست ہوں۔ چلو دوست بھی نہ سہی، ایک اجنبی مہمان ہوں۔ خوش آمدید تو کہو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ وہ بات بات پر ہنستی تھی، اس کی ہنسی میں خوبصورتی تھی۔ ابھی میں نے اسے آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا، دیکھنے سے پہلے ہی عادت سے مجبور ہو کر اس اَن دیکھی خوبصورتی سے متاثر ہو رہا تھا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ دنیا کی کوئی بھی ہستی اگر ہنستی ہوئی نظر آئے تو سب سے زیادہ خوب صورت لگتی ہے۔

وہ کبھی ہنس رہی ہے، کبھی منہ چھپا رہی ہے، کبھی کھلکھلا رہی ہے، کبھی اس کروٹ ہو رہی ہے، کبھی اُس کروٹ۔ جب تک مخملی بستر پر ریشمی جوانی لوٹ پوٹ ہوتی رہے، پارے کی طرح مچلتی رہے تب تک میں اس کی نہایت ہی دلچسپ داستان آپ کو سنا دوں کیوں کہ اب وہ میری داستان سے منسلک ہو چکی ہے۔

★

یہ اس وقت کی بات ہے جب تناںہ نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا، اس کا سہرا اس کی بہن مورینا کے سر تھا۔ وہ اپنی چھوٹی بہن کو بہت چاہتی تھی، اس کی خواہش تھی کہ دنیا اس کے حسن و شباب پر بُری نظر نہ ڈالے اور اسے جبراً اپنی ہوس کا نشانہ نہ بنائے، یہی سوچ کر اس نے بہن کو بھی ٹیلی پیتھی کے علم سے مالا مال کر دیا تھا۔

وہ دن تھا اور آج کا دن، تناںہ اپنی بہن مورینا کو ماں سے زیادہ چاہتی تھی۔ اگر اس کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ ٹپکتا تو یہ اپنے جسم کا سارا خون نچوڑ کر رکھ دیتی اور یہی کہتی کہ اب بھی اس نے بڑی بہن کی محبت کا حق ادا نہیں کیا ہے۔ یہ بڑی بہن کی محبت تھی جس نے تناںہ کو خود سر، خود مختار بنا دیا تھا اور اس میں خود اعتمادی سے جینے کا حوصلہ پیدا کیا تھا۔

دونوں بہنیں ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہونا چاہتی تھیں لیکن ٹیلی پیتھی کا علم بڑا جان لیوا ہوتا ہے۔ کسی وقت بھی دونوں کو ایک ساتھ ختم کر سکتا تھا۔ لہٰذا وہ ایک دوسرے سے دور ہو گئیں تاکہ بیک وقت کوئی اُن پر حملہ نہ کر سکے۔ اگر ایک پر مصیبت آئے تو دوسری اس کے کام آئے۔ کام آنے کے سلسلے میں انھوں نے طے کیا تھا کہ تنویمی عامل برنارڈ سلیری کے ذریعے ایک دوسرے کے لب و لہجے کو بھلا دیں گی۔ گویا ایک دوسرے کی حفاظت کے لیے ایک دوسرے کو بھول جائیں گی، صرف ایک مخصوص وقت میں ٹی وی کی مشہور اداکارہ مارتھا اسمتھ کے دماغ میں آئیں گی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گی اور ایک دوسرے کے حالات معلوم ہونے کے بعد رخصت ہو جائیں گی۔ اگر کسی پر کوئی مصیبت آئے گی تو اُسی وقت معلوم کر لیں گی کہ مصیبت کہاں سے آ رہی ہے، کیوں آ رہی ہے اور اس کا حل کیا ہو سکتا ہے۔

دونوں بہنوں نے بڑی احتیاطی تدابیر اختیار کی تھیں لیکن حالات اتنی تیزی سے بدل رہے تھے کہ انھیں کبھی مارتھا اسمتھ کے دماغ میں آ کر ایک دوسرے سے ملاقات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ نتیجہ صاف ظاہر تھا کہ اس کے علاوہ دونوں بہنیں کہیں ملاقات نہیں کر سکتی تھیں۔ ایک دوسرے کی آواز اور ایک دوسرے کا لب و لہجہ بھولی ہوئی تھیں۔ تناںہ تو بہر حال گمنامی کی زندگی گزار رہی تھی لیکن مورینا میں امریکا کے نام سے بہت مشہور تھی۔ اخباروں اور رسالوں میں اس کی تصاویر شائع ہوتی تھیں۔ تناںہ اس کی تصویر دیکھتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں جھانکتی تھی پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تو وہ سانس روک لیتی۔ پہلے ایک آدھ بار اس نے سانس روک کر پھر سانس لیتے ہوئے پوچھا تھا۔ کون ہے؟ وہ سمجھتی تھی، شاید شارپر اس کے دماغ میں آ رہا ہے۔ تناںہ سمجھتی "میں تمھاری بہن ہوں۔ میری آواز پہچانو۔"

لیکن وہ آواز نہیں پہچان سکتی تھی، اس کے دماغ پر بھی برنارڈ سلیری نے تنویمی عمل کیا تھا کہ وہ اپنی بہن تناںہ کی آواز اور اس کا لب و لہجہ بھول جائے گی۔ جب بھول ہی گئی تھی تو بہن کے یاد دلانے سے اسے یاد نہیں آ سکتا تھا۔

وہ مورینا سے جُدا ہونے کے بعد اتنی دور چلی گئی تھی کہ فوراً واپس نہیں آ سکتی تھی۔ وہ خود کو چھپائے رکھنے کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ حاصل کرنے کی خاطر بہت مصروف ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا، بہن آج اسے دماغ میں آنے نہیں دیتی ہے، کوئی بات نہیں، وہ جلد ہی اپنی رہائش کا معقول انتظام کر کے برنارڈ سلیری کے اپارٹمنٹ کی طرف جائے گی اور اس سے ملاقات کرے گی، لیکن جب اُسے فرصت ہوئی اور اُس نے اُدھر کا رُخ کیا تو تین ماہ گزر چکے تھے۔ اس وقت تک مورینا وہاں سے جا چکی تھی۔ برنارڈ سلیری کو بھی اس کے متعلق کچھ علم نہیں تھا۔

لڑکی جوان ہو، حسن کی دولت سے مالا مال ہو، اداؤں سے بھرپور ہو تو اُسے گھورنے جانے والے ہر دوسرے تیسرے قدم پر مل جاتے ہیں۔ پہلے تناںہ گھر سے نکلتی تھی تو بہت محتاط رہتی تھی۔ اندر سے کچھ سہمی ہوئی ہوتی تھی کہ کہیں کسی ویران گلی یا راستے میں غنڈے شرارت نہ کریں۔ خود کو کسی حد تک محفوظ رکھنے کے لیے اس نے جاپانی سٹائل کا کورس مکمل کیا تھا۔ جوڈو، کراٹے بھی سیکھتی رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ اکیلی ہو گی اور غنڈے پانچ دس ہوں گے تو وہ کیا کر لے گی؟ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسا علم حاصل ہو جائے گا، جس کے ذریعے پانچ دس تو کیا، غنڈوں کی پوری فوج کو اپنے سامنے جھکا سکے گی۔

بہن سے بچھڑنے کے بعد وہ اس لحاظ سے خوش تھی کہ ایک لڑکی ہو کر مرد کی طرح تنہا زندگی گزار سکتی ہے۔ وہ پہلے دن جینز اور جیکٹ میں ملبوس تھی۔ دوسرا کوئی لباس نہیں تھا جیب میں صرف سو ڈالر تھے۔ سر چھپانے کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی لیکن اسے یقین تھا کہ یہ ساری دنیا اس کی دونوں مٹھیوں میں ہے۔

شام کا وقت تھا۔ جھٹ پٹا محسوس ہو رہا تھا، وہ ہلکا سا ناشتا کرنے کے لیے ایک ریستوران میں آ گئی۔ وہاں عورتوں اور مردوں کا ہجوم تھا۔ پاپ موسیقی کی تیز دھن میں قہقہے گونج رہے تھے۔ شراب کے پیالے کہیں کھنک رہے تھے، کہیں چھلک رہے تھے۔ سوسائٹی گرل جیسی عورتیں منچلے نوجوانوں سے بے تکلف ہو رہی تھیں، اور ان کی جیبیں ہلکی کرتی جا رہی تھیں۔ تناںہ نے ایک ٹرے اٹھائی۔ سیلف سروس کے طور پر اپنے لیے سینڈوچز لیے، کافی کی پیالی لی پھر ایک میز پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ ایک گوشے میں تھی تاکہ سب سے الگ تھلگ رہ کر چُپ چاپ کھاتی رہے، کافی پیتی رہے اور سوچتی رہے کہ اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔ ایسے سوچنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہاں داخل ہوتے ہی تمام لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بن گئی تھی، تین چار منٹ کے بعد جوان اس کی میز پر آ گئے۔ ایک نے اس پر جھکتے ہوئے کہا "ہائے۔"

وہ چُپ چاپ سینڈوچز کھاتی رہی اور کافی پیتی رہی۔ دوسرے نے کہا "جوانی شراب میں ڈبونے کے لیے ہوتی ہے اور اس عمر میں تم کافی پی رہی ہو۔"

وہ پہلے ہی فیصلہ کر چکی تھی، کوئی ہنگامہ نہیں کرے گی۔ کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گی جس سے ٹیلی پیتھی کا عام مظاہرہ ہو اور وہ نادیدہ دشمنوں کو صرف نگاہوں کا مرکز بن جائے۔

وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی جس نے ابھی آواز سنائی تھی۔ وہ ایک

یک سیدھا ہو کر اپنے ساتھیوں سے بولا۔ "یہ بے چاری اپنے کسی مسئلے پر غور کر رہی ہے۔ ہمیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔ چلو یہاں سے۔"

دوسرے نے کہا۔ "یار تم عجیب ہو۔ ابھی دعویٰ کر کے آئے تھے اسے اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔ یہ اچانک ارادہ کیسے بدل گیا یار؟"

اس نے پریشان ہو کر کچھ سوچا۔ تنانہ کو دیکھا۔ پھر اس کی مرضی کے مطابق بولا۔ "آخر ہم انسان ہیں۔ کبھی کبھی ہمارے اندر بھی شرافت کروٹ لیتی ہے۔ ہم یہاں کی ہر حسین لڑکی کو جبراً اپنے کوارٹر میں لے جا سکتے ہیں، لیکن کسی تنہا لڑکی کو اس کے حال پر چھوڑ دینا بہت بڑی مردانگی ہے۔ چلو یہاں سے۔"

وہ دونوں اس کے حکم پر چلتے تھے لہٰذا اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہ کافی پینے لگی۔ ذرا دیر بعد ہی دو غور میں آ کر اس کے آس پاس بیٹھ گئیں۔ دونوں نے بہت گہرا میک اپ کیا ہوا تھا۔ مگر کچھ پھپانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ ایک نے تنانہ کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے یاد پڑتا ہے، میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے۔"

تنانہ نے کہا۔ "دیکھا ہوگا۔"

دوسری عورت نے پوچھا۔ "کیا تم میڈم سلوا کی اجازت سے آئی ہو؟"

"میں کسی میڈم سلوا کو نہیں جانتی۔"

"اس علاقے میں دھندا کرنے سے پہلے میڈم کو جان لو اور پہچان لو۔ اس کی اجازت کے بغیر یہاں ایک قدم بھی نہیں چل سکو گی۔ ایسے غائب کر دی جاؤ گی کہ پولیس والے بھی سراغ نہیں لگا سکیں گے۔"

"میں تمہاری میڈم سے ضرور ملوں گی۔"

"بائی دی وے، تمہیں یہاں آنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اتنی حسین ہو، کم عمر ہو، تمہیں تو ہزاروں روپے ماڈلنگ میں مل جایا کریں گے۔"

"میں تم دونوں کے مشوروں پر غور کروں گی۔ پلیز مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

"کچھ مغرور بھی لگتی ہو۔"

ایک شخص میز کے قریب آ گیا، اسے دیکھتے ہی دونوں عورتیں اُٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ اس نے گھور کر کہا۔ "کیوں ایک سیدھی سادی لڑکی کو پریشان کر رہی ہو۔ چل جاؤ یہاں سے۔"

وہ دونوں چپ چاپ چلی گئیں، اُس نے پوچھا۔ "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔"

تنانہ اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ جسامت میں اتنا پھیلا ہوا تھا کہ آدمی سے زیادہ بلڈوزر دکھائی دے رہا تھا۔ چہرے سے چھٹا ہوا بدمعاش لگ رہا تھا لیکن معصوم بننے کی انتہائی کوشش کر رہا تھا۔ تنانہ نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

وہ اس کے قریب ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟"

"کیا تم پولیس والے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "نہیں، بس یونہی پوچھ رہا ہوں۔ تمہارے جیسی حسین لڑکی ایسے ریستوران میں نہیں آتی۔ میں نے ان جیسی بدمعاشوں کو دیکھا تھا، سوچ رہا تھا اگر وہ شرارت کریں گے تو ان کی پٹائی کروں گا۔ قسمت اچھی تھی جو چپ چاپ چلے گئے۔"

تنانہ نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تنہا ان تینوں کی پٹائی کر سکتے ہو؟"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولا۔ "ارے یہ تین کیا ہیں۔ میرے پاس اتنی دولت ہے کہ میں ایسے تین سو غلام رکھ سکتا ہوں۔"

وہ باتوں کے دوران اس کے اندر کی باتیں معلوم کر رہی تھی، اگر اسے خیال خوانی نہ آتی، تب بھی اتنا تو سمجھ ہی لیتی کہ کوئی ایک جوان اور خوبصورت لڑکی کے پاس کیوں آتا ہے اور کیا چاہتا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا اگر تم قبول کرو تو میں بہت بڑی آفر دے رہا ہوں۔ تمہیں دیکھی دس ہزار ڈالر ملا کریں گے۔ تم میری پرسنل سیکریٹری بن کر رہو گی۔"

تنانہ اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکی۔ وہ خوش ہو گیا۔ چڑیا پھنس رہی تھی۔ وہ اور زیادہ بولنے لگا۔ "میرے پاس رہو گی تو عیش کرو گی، تمہارے لیے ایک کار اور ایک چھوٹا سا بنگلا ہوگا۔"

وہ بولتا جا رہا تھا اور وہ سمجھتی جا رہی تھی کہ اس کی ایک طرف کی جیب میں دس ہزار ہیں اور دوسری طرف کی جیب میں دو ہزار۔ اس نے چند ساعت کے لیے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے اسی طرح بولتے رہنے پر مجبور کیا۔ پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر دس ہزار روپے کی گڈی نکالی، اسے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اور اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ اسی طرح بولتا جا رہا تھا۔ پھر یک بیک رُک گیا۔ تنانہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "سوری، پتا نہیں، میں کیا کچھ بولتا رہا ہوں۔ دراصل تمہیں دیکھ کر کوئی بھی ہوش میں نہیں رہ سکتا۔ بولو کیا ارادہ ہے؟"

"آج تم نے آفر دی ہے۔ میں آج ہی جواب نہیں دے سکتی۔ کل ملاقات کروں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تم کل کی بات کر رہی ہو۔ یہ شنکا گو کا سب سے بدنام علاقہ ہے۔ یا ہر رات کا اندھیرا پھیل چکا ہے۔ یہاں ایک سے ایک خطرناک جرم رہتا ہے۔ وہ تمہیں میرے پاس واپس آنے کا موقع ہی نہیں دیں گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے بولی۔ "مجھے افسوس ہے، میں اتنی بڑی آفر اتنی جلدی قبول نہیں کر سکتی۔"

وہ کوئی جواب سنے بغیر جانے لگی۔ وہ دانت پیستے ہوئے اُسے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا، آخر کہاں جائے گی، میں اس علاقے سے باہر جانے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔ آج آدھی رات سے پہلے یہ میرے بیڈ روم میں ہوگی۔

وہ ریستوران سے باہر نکلی۔ تھوڑی دیر اس ماحول میں رہنے کے بعد خیال پیدا ہوا۔ کیوں نہ ایسے مجرموں کو اپنا آلۂ کار بنایا جائے۔ یہ سچ ہے کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ جرائم سے بھری ہوئی دنیا میں زندہ رہنے کے لیے مجھے انھی مجرموں سے دوسرے مجرموں کو کاٹنا چاہیے۔

وہ ایک اسٹال کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ شام کو شائع ہونے والے تمام اخبارات اسٹال کے اسٹینڈ پر لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک ایسا اخبار خریدا، جس میں زیادہ تر جرائم کی رپورٹ شائع ہوتی تھیں اور چھوٹے بڑے

یوں کے متعلق معلومات حاصل ہوتی تھیں۔

اس نے اخبار خریدا۔ پھر ایک ٹیکسی روک کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ سے ایک ہوٹل کا پتا بتایا اور اخبار کھول کر دیکھنے لگی۔ وہ تنہائی اور فرصت ے وقت اسے پڑھنا چاہتی تھی۔ بظاہر اسے کھولے ہوئے تھی تاکہ دلیلی ہنرداری کی آفر دینے والے کے متعلق معلوم کر سکے۔ پتا چلا، یہ ٹیکسی ڈرائیور اسی کا آدمی ہے۔ اسی کے بتلانے کی طرف اسے لے جا رہا ہے۔ اس نے اخبار کو تہ کرتے ہوئے کہا۔ "سامنے جو بڑی سی دکان ہے وہاں گاڑی روکو۔ مجھے ایک ضروری چیز خریدنا ہے، صرف ایک منٹ میں آ جاؤں گی۔ تمہیں میٹر سے زیادہ دوگنی۔"

وہ دکان کے سامنے رک گیا۔ یہ پچھلی سیٹ سے نکل کر تیزی سے چلتی ہوئی دکان کے اندر گئی۔ جیب میں دس ہزار ڈالر تھے۔ اس نے اپنے لیے خوبصورت لباس خریدے اور ضرورت کی دوسری چیزیں خریدتی رہی۔ دکان کے دوسرے حصّوں میں جا کر باہر ٹیکسی والے کو دیکھتی رہی، وہ اپنی گاڑی سے نکل آیا تھا، وہ کبھی دکان کے سامنے آ کر کھڑا ہوتا تھا۔ کبھی ایک شوکیس کے پاس جاتا تھا، کبھی دوسرے شوکیس کے پاس جا کر اس کے آر پار اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ آخر وہ دکان کے اندر آ گیا۔ مسکراتے ہوئے بولا۔ "لائیے، میں کچھ سامان اُٹھا کر لے چلوں۔"

تنانہ نے بل ادا کیا۔ پھر سامان کے ساتھ پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی۔ اس کے بعد اپنی منزل کی طرف چلنے لگا۔ کچھ دور جانے کے بعد تنانہ اس کے دماغ پر قابض ہو گئی۔ اس نے ایک ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہ دروازہ کھول کر اپنا سامان اُٹھانے لگی۔ ہوٹل کا بوائے دوڑتا ہوا آیا۔ پھر اس کا تمام سامان اُٹھانے لگا۔ اس نے دروازے کو بند کر دیا۔ گاڑی پھر آگے بڑھ گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک اس ٹیکسی کو جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ ابھی خیال خوانی کی ابتدا تھی چلتے پھرتے کسی کے دماغ میں مستقل نہیں رہ سکتی تھی جبکہ اس نے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ جب وہ دور نکل گیا تو اس نے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا مگر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھنے کا موقع نہیں دیا۔ ایسی حالت میں ہر شخص سوچتا ہے، وہ تھوڑی دیر تک دماغی طور پر کیسے غافل ہو گیا تھا۔ تنانہ نے اُسے سوچنے دیا پھر تیزی سے چلتی ہوئی ہوٹل کے اندر آئی۔ اپنے لیے ایک کمرا لیا۔ وہاں اس نے اپنا نام صوفیہ آکلن لکھایا۔ اسے کمرے کی چابی مل گئی۔ وہ ہوٹل کے بوائے کے ساتھ لفٹ کے ذریعے ساتویں منزل پر پہنچ گئی۔ اپنے کمرے میں آئی پھر وارڈ روبائے کو ٹپ دے کر رخصت کر دیا۔ دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ اور آرام سے صوفے پر بیٹھ کر سوچنے لگی، صرف نام بدلنے سے کام نہیں چلے گا۔ موریتا مس امریکا کی حیثیت سے بہت مشہور تھی۔ شنکا گو میں تنانہ کو اس کی بہن کی حیثیت سے لوگ جانتے تھے۔ اسے سونیا کی طرح میک اپ کر کے چہرہ بدلنا نہیں آتا تھا اور وہ سب کچھ سیکھنا چاہتی تھی لیکن اس کے لیے نہیں پُرسکون رہائش کی ضرورت تھی۔

وہ اخبار کھول کر پڑھنے لگی۔ ان صفحات میں پچھلے جرائم کا ذکر تھا کہ مجرم کس طرح پکڑے گئے۔ کس طرح ان پر مقدمات چل رہے ہیں یا کس طرح مجرموں کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ پھر تازہ ترین واردات کی بھی خبریں شائع کی گئی تھیں۔

ایک صفحے پر دو عورتوں کی تصویریں تھیں۔ ایک کا نام ویلی وارڈ اور دوسری کا نام پامیلا آرک تھا۔ دونوں پر الزام تھا کہ وہ ڈاکے ڈالتی ہیں۔ اُنھوں نے پانچ قتل کیے ہیں۔ مقدمے کے دوران انھیں بڑی شہرت حاصل ہوئی تھی۔ پولیس اور اینٹی جنس والے بھرپور کوششوں کے باوجود ان کے خلاف کوئی الزام ثابت کرنے میں ناکام رہے تھے۔ آج صبح ان دونوں کو باعزت طور پر بری کر دیا گیا تھا۔

تنانہ کبھی ان کے متعلق پڑھ رہی تھی۔ کبھی تصویریں دیکھتی جا رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ یہ دُنیا مردوں کی ہے۔ عورتوں کو جرائم کی دنیا میں لانے والے بھی مرد ہوتے ہیں۔ انھیں کسی نہ کسی طرح مجبور کرتے ہیں، اغوا کر کے بازاروں میں پہنچا دیتے ہیں۔ یورپ کا کوئی ملک، امریکا کی کوئی اسٹیٹ، کوئی شہر ایسا نہیں ہے، جہاں کے کلب اور قمار خانے عورتوں کے بغیر چلتے ہوں۔ وہاں عورتیں ضروری ہوتی ہیں اور اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے انھیں مجبوراً جرائم کی طرف دھکیلا جاتا ہے۔ اور تو اور اسکول جانے والی معصوم لڑکیوں کو بھی یہ درندے نہیں چھوڑتے۔ تنانہ نے سوچا اگر میں خطرناک عورتوں کی ایک تنظیم قائم کروں تو یہ ڈھکی چھپی ہوئی عورتیں دوسری عورتوں کا تحفظ کریں گی اور میرے بھی کام آتی رہیں گی۔

اس نے ویلی وارڈ اور پامیلا آرک کی تصویروں کو باری باری غور سے دیکھنا شروع کیا۔ ان کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ اس طرح وہ پہلے ویلی کے دماغ میں پہنچی۔ اگرچہ قتل اور ڈکیتی کے سلسلے میں دونوں پر مقدمات چلتے رہے تھے لیکن دونوں کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ پامیلا کینساس سٹی میں رہتی تھی۔ ویلی سینٹ لوئیس کی رہنے والی تھی۔ کینساس سٹی میں اکثر واردات کرتی تھی پھر اپنے شہر چلی جاتی تھی۔

ویلی اس وقت اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سامنے مختلف صوفوں پر چار آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا تعلق ایک بہت ہی مشہور رسالے سے تھا۔ اس رسالے کا کروڑ پتی مالک بھی بیٹھا ہوا تھا، اس سے کہہ رہا تھا۔ "مس ویلی، تم نے دو مہینوں میں کافی شہرت حاصل کی ہے۔ میں اپنے رسالے میں تمہارا ایک سنسنی خیز انٹرویو شائع کرنا چاہتا ہوں۔ اگر انٹرویو کے ساتھ کچھ خاص تصاویر بنوانے پر راضی ہو جاؤ تو پچیس ہزار ڈالر دوں گا۔"

ویلی نے مقارت سے دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہیرے کا سودا چھتکے کے مول کرنے آئے ہو۔ کیا تم مجھے ناداں سمجھتے ہو۔ بدنام زمانہ میگزین پلے بوائے کی طرف سے ایک لاکھ ڈالر کی آفر ہے۔ لیکن میں اپنی بے لباس تصویریں شائع نہیں کرانا چاہتی، نہ میں کوئی ماڈل گرل ہوں، نہ ہی کوئی پیشہ کرنے والی ہوں۔"

ویلی اپنے سامنے بیٹھے ہوئے مرد سے گفتگو کر کے سمجھ لیتی تھی، وہ کتنے پانی میں ہے اور کتنی دور تک اس کا ساتھ دے گا۔ وہ اندازہ کر رہی تھی اور تنانہ اس شخص کے دماغ میں رہ کر معلوم کر رہی تھی کہ وہ دولت مند ہے مگر کنجوس ہے۔ ویلی پر اس کا دل آ گیا ہے۔ وہ بول رہا تھا۔ "میرا اخبار پبلیسٹی کے لیے بہت اچھا ہے۔ تمہاری تصویریں چھپنے سے تمہیں بہت فائدہ ہوگا۔ ہزاروں لوگ تمہیں دیکھیں گے۔ تمہارے مداح بن جائیں گے۔ تمہیں فلموں میں کام ملنے لگے گا۔ ٹیلی ویژن پر تمہارے انٹرویو ہوں گے۔ تم ایک بڑی اسٹار بن جاؤ گی۔"

سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ میں نے جو پیشکش کی ہے، اس کی رقم میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ کیا ہم تنہائی میں تھوڑی دیر بات کر سکتے ہیں؟"

"بے شک، میرے بیڈروم میں آجائیں۔"

وہ دونوں بیڈروم میں آگئے۔ اُس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم اپنے ہی بیڈروم میں بلاتی ہو یا ہمارے بیڈروم میں بھی آسکتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تنہائی ملتے ہی مطلب کی بات پر آگئے۔"

"میں کاروباری آدمی ہوں۔ وقت ضائع نہیں کرتا۔"

"مجھ پر جو مقدمہ چل رہا تھا، اس کی تفصیل تمھیں معلوم ہے۔ جس دولت مند نے مجھے اپنی خواب گاہ میں بلایا تھا، وہ دوسری صبح مُردہ پایا گیا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "پہلی بات تو یہ کہ کوئی تمھیں قاتل ثابت نہیں کر سکا۔ دوسری بات یہ کہ قاتلوں کے تیور کچھ اور ہوتے ہیں، ان کے انداز کچھ اور ہوتے ہیں۔ تم میں یہ باتیں نہیں ہیں۔ تیسری بات یہ کہ میں کوئی اناڑی نہیں ہوں۔ تمھیں گلے سے لگاؤں گا مگر گردن تک نہیں پہنچنے دوں گا۔"

اس نے بریف کیس کھول کر نوٹوں کی پانچ چھوٹی گڈیاں نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ پچیس ہزار ہیں۔ میرے ساتھ چلو، ڈرائنگ روم میں باقاعدہ ایگریمنٹ ہوگا۔ لیکن وہ ایگریمنٹ صرف انٹرویو اور تصویروں کے سلسلے میں ہوگا۔ اس کے بعد میں تمھیں اور پچیس ہزار دوں گا۔"

ویلی نے مسکرا کر نوٹوں کی گڈیاں لیں۔ پھر انھیں بستر پر پھینک کر کہا۔ "اپنی گاڑی اور ڈرائیور چھوڑ جاؤ، میں دو گھنٹے بعد پہنچ جاؤں گی۔"

"مس ویلی! میں بڑی محبت سے دارلنگ دے رہا ہوں۔ اپنے ساتھ ایک ننھا سا ہتھیار بھی نہ لانا، بلکہ پرس بھی لانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ پلنگ کی طرف گئی۔ اس کے سرہانے والی میز سے ایک پرچی نکالی، پھر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک معروف لیڈی ڈاکٹر کا نسخہ ہے۔ میں اس کے مطابق دوائیں استعمال کر رہی ہوں۔ اس میں دو دوائیں ملیریا کی ہیں جنھیں میں رات کے ایک بجے استعمال کرتی ہوں، اگر تمھیں اعتراض ہو تو مجھے افسوس ہے، میں نہیں آسکوں گی۔ مجھے اپنی زندگی عزیز ہے۔ پہلے اپنا علاج کراؤں گی۔"

"تمھیں کیا ہوا ہے؟"

"جو بھی ہوا ہے، تمھیں تشویش میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ میں دوائیں لے کر آؤں گی۔ ہماری سوسائٹی کی ہر عورت کے پاس ایک پرس لازمی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ چلتے پھرتے ہونٹوں کی سُرخی درست کرتی ہے، چہرے پر لیپ کرتی ہے۔ اپنے تاثرات پر فائل کرتی ہے۔ تم لوگوں کی نظروں میں خوب سے خوب تر نظر آنے کے لیے پرس بے حد لازمی ہے۔ لہٰذا میں خالی ہاتھ نہیں آؤں گی۔ باقی دی وے، جب میں تمھارے دروازے پر آؤں تو اچھی طرح چیک کر لینا۔ پھر داخل ہونے کی اجازت دینا۔"

وہ فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے، آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "آل رائٹ باٹ اِز ڈن۔"

وہ اسے پکڑنا چاہتا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی۔ "پلیز ڈونٹ ٹچ می، ابھی ہمارا ایگریمنٹ نہیں ہوا ہے۔"

"لیکن میں پچیس ہزار دے چکا ہوں۔"

"یہ رقم ہلانے کے لیے ہے، ہاتھ لگانے کے لیے نہیں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "اچھی بات ہے۔ میں اپنی گاڑی اور ڈرائیور چھوڑ کر جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ تنانہ اسے چھوڑ کر پامیلا کے پاس پہنچی اور بالکل صحیح وقت پر پہنچی۔ اس وقت وہ سہمی ہوئی سی ایک دیوار کے ساتھ چپک گئی تھی۔ اس کے سامنے تین ہٹے کٹے جوان تھے۔ ایک نوجوان ریوالور دکھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "ہم اسے استعمال نہیں کرنا چاہتے۔ اتنا طاقتور گھر لیا ہے۔ اگر شور مچاؤ گی اور ہم کوئی خطرہ محسوس کریں گے تو مجبوراً اس کی گولیاں تمھارے خوبصورت جسم میں اتار دیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

ریوالور والے نے کہا۔ "تم نے جیسے قتل کیا، وہ میرا باپ تھا۔"

دوسرے نے کہا۔ "تم نے اس کے ایک ہفتے بعد جیسے قتل کیا، وہ میرا بہنوئی تھا۔ تم نے میری بہن کو بیوہ بنا دیا، اس کا گھر اُجاڑ دیا۔ میرے بہنوئی کو قتل کرنے سے پہلے اس کی بہت بڑی جائداد اپنے نام کھسوالی۔"

ریوالور والے نے کہا۔ "میرا باپ جس بیڈروم میں مردہ پڑا ہوا تھا، وہاں کی تجوری کھلی ہوئی تھی۔ ایک اندازے کے مطابق اس میں پانچ لاکھ ڈالر تھے۔ تم نے پوری تجوری کا صفایا کر دیا۔"

وہ بولی۔ "یہ ثابت ہو چکا ہے کہ میں جائے واردات پر موجود نہیں تھی، میرا دونوں قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو، ہم جیسا کہتے ہیں، اس پر عمل کرو۔ ہم اس کرسی پر بیٹھا کر تمھارے ہاتھ پاؤں باندھ دیں گے اور پورے مکان کی تلاشی لیں گے۔ چوری کی ہوئی رقم اور جائداد کے کاغذات یہیں کہیں رکھے ہوں گے اور اگر نہ بھی ہوئے تو میں قانونی طور پر یہ کاغذات لایا ہوں، ان میں تمھارے دستخط ہوں گے۔ اس کی رُو سے تم میرے بہنوئی کی اس جائداد سے محروم ہو جاؤ گی جو وہ تمھارے نام لکھ گیا ہے۔"

وہ چُپ چاپ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ اس کے ہاتھ پیر باندھنے لگے وہ دل ہی دل میں تلملا رہی تھی اور سوچ رہی تھی: میں نے آج تک کسی کو معاف نہیں کیا۔ جو مجھے ایک طمانچہ مارتا ہے، میں اُسے ایک ٹھوکر میں قبر تک پہنچا دیتی ہوں۔"

وہ انتقاماً ایسا سوچ رہی تھی اور پریشان ہو رہی تھی، اس نے نقد رقم اور جائداد کے کاغذات قالین کے نیچے چھپا کر رکھے تھے۔ تنانہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پامیلا کو اس کی جائداد کے کاغذات اور تمام رقم کے ساتھ بچانا ضروری تھا اور خیال خوانی کا مظاہرہ بھی نہیں کرنا تھا۔

وہ فوراً اپنی جگہ سے اُٹھی، کمرے سے نکلی، اُسے لاک کیا، لفٹ کے ذریعے نیچے آئی، کاؤنٹر پر چابی جمع کی۔ پھر پورچ سے باہر آکر تھوڑی دور جانے کے بعد ایک ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو گئی۔ وہاں سے اس نے پولیس ڈپارٹمنٹ کے ایمرجنسی شعبے میں فون کیا۔ فوراً ہی جواب ملا۔ "ہیلو، کیا بات ہے؟"

"میں ایک ٹیلیفون بوتھ سے بول رہی ہوں۔ ابھی سامنے والی بیکری سے کچھ خرید رہی تھی، وہیں میں نے دو آدمیوں کو باتیں کرتے ہوئے سنا کہ ابھی کینیاس سٹی میں پامیلا آرک کو قتل کیا جائے گا۔"

حیرانی سے پوچھا گیا۔ "کون پامیلا آرک؟"

"وہی جس کا مقدمہ چلتا رہا اور جسے آج بری کر دیا گیا۔"

اس نے پامیلا کے گھر کا پتا نوٹ کرایا پھر کہا۔ "آپ فوراً اس کی حفاظت کریں۔ اس مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیں۔ ان دو اجنبیوں کی باتوں سے پتا چلا ہے، پامیلا کو قتل کرنے تین آدمی جائیں گے۔"

"کیا وہ اجنبی وہاں موجود ہیں؟"

"وہ ابھی ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر کہیں جا چکے ہیں۔"

"کیا تم فراڈ کر رہی ہو؟"

"پلیز اُسے فراڈ نہ سمجھیں۔ آپ اپنے وسیع ذرائع سے فوراً میری بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ اس نے فون کا ریسیور رکھا۔ بوتھ سے باہر آئی، اسی طرح جلتی ہوئی کاؤنٹر پر پہنچی۔ اپنے کمرے کی چابی لی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کمرے میں تھی۔ وہاں پہنچ کر اس نے اسی پولیس افسر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اتنی دیر میں اس نے کینیاس سٹی کے پولیس ڈپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کر لیا تھا اور پامیلا کے گھر کا پتا بھی بتا چکا تھا۔ وہاں کی پولیس حرکت میں آگئی تھی۔ تنانہ یہاں سے مطمئن ہو کر پھر پامیلا کے پاس پہنچ گئی۔

وہ کچھ سوچ سمجھ کر ہی کرسی پر بیٹھ گئی تھی تاکہ اسے باندھ دیا جائے۔ کیونکہ جہاں وہ بیٹھی ہوئی تھی، اسی جگہ قالین کے نیچے سو سو ڈالر کے نوٹ بکھرے ہوئے تھے۔ جائداد کے کاغذات بھی وہیں رکھے ہوئے تھے۔ وہ تینوں کمرے کی ایک ایک چیز کو اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے، اتنے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ سب چونک گئے۔ فون کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر اُنھوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک نے پامیلا کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے کہا۔ "سوچ سمجھ کر فون پر بات کرنا۔ اگر کسی کو اشارہ کیا یہاں بلایا تو ہم گولی مار دیں گے۔"

دوسرے نے ریسیور اٹھا کر اپنے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا۔ "ہیلو، ہیلو، ہم مس پامیلا آرک سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے ریسیور پامیلا کے کان سے لگا دیا۔ پھر اشارے سے کہا۔ "بولو۔"

ایک جوان پامیلا کے سر سے سر لگا کر ریسیور سے آنے والی آواز سن رہا تھا۔ وہ بولی۔ "ہیلو، میں پامیلا بول رہی ہوں۔"

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم خطرے میں ہو۔ کیا یہ درست ہے؟"

وہ فوراً سمجھ گیا، ریوالور والے نے گھور کر دیکھا۔ تو وہ جلدی سے بولی۔ "نہیں، میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔"

وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "ہم سامنے والے بنگلے سے بول رہے ہیں۔ پولیس نے چاروں طرف سے تمھارے مکان کو گھیر لیا ہے۔ اگر خطرے میں نہیں ہو تو مکان سے باہر آجاؤ۔"

ایک نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر پامیلا سے سرگوشی میں کہا۔ "اُسے جواب دو، تم بیمار ہو، باہر نہیں آسکتیں۔"

پامیلا نے کہا۔ "کیسی باتیں کرتے ہو، شام تک سب نے مجھے اچھی طرح چلتے پھرتے دیکھا ہے۔ یہ بیان کام نہیں آئے گا۔"

"جو ہم کہہ رہے ہیں، وہ کہتی جاؤ۔"

اس نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا لیا۔ پامیلا نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے، میں باہر نہیں آسکتی، بیمار ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "بیماری کی پروا نہ کرو، تم جیسے ہی باہر آؤ گی، ہم تمھیں اسپتال لے جائیں گے۔"

ریوالور والے نے سر کے اشارے سے نہیں کہنے کے لیے حکم دیا۔

وہ بولی۔ "میں نہیں آسکتی۔ آپ مجبور نہ کریں۔"

دوسرے نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر تینوں ایک دوسرے کو تشویش بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "یہ پولیس یہاں کیسے پہنچ گئی؟" ریوالور والا آہستہ آہستہ چلتا ہوا کھڑکی کے پاس گیا۔ پردے کو ذرا سا ہٹا کر باہر کی طرف دیکھا۔ وہاں پہنچ پہنچ پولیس والے نظر آرہے تھے۔ ایسے ہی وقت تنانہ صرف چند سیکنڈ کے لیے اس کے دماغ پر قابض ہوئی۔ اس نے ریوالور سے کھڑکی کے شیشے کو توڑا۔ پھر وہاں سے فائر کیا۔ تنانہ نے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے ساتھیوں نے چونک کر پوچھا۔ "یہ کیا حماقت کی تم نے؟"

پہلے تو وہ سٹپٹایا۔ پریشان ہوا کر اس نے ایسا کیوں کیا۔ پھر ڈھیٹ بن کر بولا۔ "اور کیا کرتا؟ پولیس والوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، ہمیں فائرنگ کرتے ہوئے یہاں سے نکلنا ہوگا۔"

فائرنگ ہوتے ہی پولیس والے گھیرا تنگ کرنے لگے تھے۔ انھوں نے ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے کہا۔ "ہمیں معلوم ہوا ہے تم تعداد میں تین ہو، یہاں سے فرار ممکن نہیں ہے۔"

وہ تینوں دوڑتے ہوئے مکان کے پچھلے دروازے کی طرف گئے۔ ایک نے دروازے کو ذرا سا کھول کر دیکھنا چاہا۔ اسی وقت کسی نے زور کی لات ماری۔ تینوں لڑکھڑا کر پیچھے گئے۔ پولیس والوں نے ٹھائیں ٹھائیں کی دہشت زدہ کرنے والی آواز کے ساتھ چھت کی طرف فائرنگ کی تاکہ تینوں محفوظ رہیں اور زندہ گرفتار کیے جا سکیں۔ ریوالور والا پلٹ کر بھاگنا چاہتا تھا، آفیسر نے مجبور ہو کر اس کی ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا، پھر پولیس والے دندناتے ہوئے اندر آئے۔ ان کا کھیل ختم ہو چکا تھا۔ پامیلا محفوظ تھی، تنانہ نے اس کے بہت سے راز معلوم کر لیے تھے۔ اب اسے کسی وقت بھی اپنی آلۂ کار بنا سکتی تھی۔ لہٰذا خیال خوانی کے ذریعے ویلی کے پاس پہنچ گئی۔

وہ پچیس ہزار ڈالر وصول کرنے کے بعد اس کے گھر پہنچ گئی تھی۔ مزید پچیس ہزار وصول کرنا چاہتی تھی۔ ارادہ تھا اس کی تجوری میں اور جو کچھ ہوگا، اس کی بھی صفائی کر کے جائے گی۔ اس کے پرس میں دواؤں کی دو چھوٹی شیشیاں تھیں جنھیں وہ رات کے ایک بجے استعمال کرنے کی غرض سے لائی

تھی۔ لیکن ایک کشمکش کی دوا اپنے شکار کے حلق تک پہنچانا چاہتی تھی۔

وہ جانتی تھی، ایسے لوگ عورتوں کو اپنے گھر میں بلا کر موڈ میں آنے کے لیے پیتے ہیں، ایک نہیں کئی پیگ پیتے ہیں۔ وہ کسی نہ کسی جام میں دوا گھول سکتی تھی۔ ویسے وہ بہت ہوشیار تھا۔ اس نے ولی کو گھر کے اندر بلانے سے پہلے اس کے پرس کو چیک کیا تھا۔ اب اس کے ساتھ بیٹھ کر پی رہا تھا۔ اپنے جام کو نگاہوں کے سامنے ہی رکھتا تھا۔ جس بوتل سے پی رہا تھا، اُسے بگاڑ ادھر سے اُدھر نہیں ہونے دیتا تھا۔ جب ولی اسے اُٹھا کر اپنے لیے جام بناتی تو وہ غور سے دیکھتا تھا۔ اور جب کسی کام سے اُٹھ کر جاتا ہوتا تو ایک ہاتھ میں بوتل پکڑ لیتا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ سے جام اُٹھا کر جس کام سے جاتا تھا، وہ کر کے واپس آجاتا تھا۔

وہ پریشان ہوگئی۔ اُس کا داؤ نہیں لگ رہا تھا۔ ایسے میں تنانہ نے مشکل آسان کردی، وہ آدھی بوتل پینے کے بعد اُٹھ گیا۔ کہنے لگا "میں باتھ روم سے آتا ہوں۔"

وہ لڑکھڑاتا ہوا باتھ روم میں گیا پھر دروازے کو بند کر لیا۔ ولی نے بڑی پھرتی سے وہ دوا نکالی۔ وہ ادھورا جام چھوڑ کر گیا تھا۔ اس نے دوا کے چند قطرے اس میں ٹپکا دیے۔ پھر شیشی پرس میں رکھ لی۔

وہ باتھ روم کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ ڈگمگاتے ہوئے اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "یہ جونشہ ہوتا ہے آدمی کو الو بنا دیتا ہے۔ میں اتنی دیر سے بڑا محتاط تھا۔ اچانک ترنگ میں اُٹھا اور باتھ روم میں چلا گیا۔ کہیں تم نے میری شراب میں کچھ ملایا تو نہیں ہے؟"

ولی نے اپنا جام اس کے سامنے رکھ دیا۔ پھر اس کا جام اُٹھاتے ہوئے بولی۔ "تمھیں شبہ ہے تو میری شراب تم پیو۔ تمھاری شراب میں پیتی ہوں۔"

اس نے ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے ہاتھ سے اپنا جام لیتے ہوئے بولا۔ "میں نے پی ضرور ہے مگر ابھی ہوش میں ہوں۔ ہو سکتا ہے تم نے اپنے جام میں کچھ ملایا ہو اور اب بہانے سے میری طرف بڑھا رہی ہو۔ پلو اپنا ہی جام اُٹھاؤ۔"

وہ جان بوجھ کر ہچکچانے لگی جیسے واقعی یہ غلطی کر بیٹھی ہو اور اب اپنے جام میں سے ایک گھونٹ بھی نہیں پینا چاہتی ہو۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "آخر پکڑی گئی نا، میں اُڑتی چڑیا کے پر گن لیتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے جام کو ہونٹوں سے لگایا۔ پھر غٹاغٹ خالی کر دیا۔ جام کو میز پر رکھتے ہوئے بولا۔ "تم نے ابھی تک نہیں پی۔"

ولی نے اپنے جام کو اُٹھایا۔ پھر اسے ہونٹوں سے لگا کر خالی کر دیا۔ کہنے لگی۔ "جو لوگ خود کو بہت زیادہ عقلمند سمجھتے ہیں، وہ کبھی عقل کا کام نہیں کرتے اور جنھیں احمق سمجھا جاتا ہے، وہ کبھی کبھی عقل مندی کا ثبوت دیتے ہیں۔ تم لوگ عورتوں کو احمق ہی سمجھتے ہو نا؟"

وہ دھپ سے صوفے پر گر پڑا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر ہاتھوں کو بیچ کر اپنے سامنے غور سے دیکھنے لگا۔ جیسے کچھ نظر آرہا ہو۔ پھر کہنے لگا۔ "سب کچھ نظر آرہا ہے، یہ کیسی عجیب سی بات ہے! ابھی میں اتنے نشے میں تھا۔ اور اب کچھ محسوس نہیں ہو رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے میں نے ایک گھونٹ بھی نہیں پی ہے۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہوا۔ پھر بولا۔ "اے، تم نے نشے کو پانی کرنے والی دوا تو نہیں ملا دی؟"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہوا تھا، دوسرے ہی لمحے لڑکھڑا کر صوفے پر گر پڑا۔

وہ اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے بولی۔ "مجھے مردانے میں اچھے نہیں لگتے۔ جو کچھ سامنے ہوتا ہے اسے مدہوشی میں دیکھتے ہیں اور اسے خواب سمجھتے ہیں لیکن میں تمھارے سامنے خواب بن کر نہیں رہنا چاہتی۔"

وہ ٹیپ ریکارڈر کے پاس گئی۔ پھر اسے آن کیا۔ کمرے کی خاموشی میں ایک بہت ہی درد بھری موسیقی کی آواز ابھرنے لگی۔ وہ بولی۔ "میں یہ کیسٹ چھپا کر لائی تھی۔ جہاں جاتی ہوں اسے اپنے ساتھ لے جاتی ہوں۔ ذرا توجہ سے سنو۔"

وہ اُدھر دیکھنے لگا۔ اچانک ہی کسی کی چیخ سنائی دی۔ پھر مردانہ قہقہے گونجنے لگے۔ کوئی عورت چیخ رہی تھی، تڑپ رہی تھی، فریاد کر رہی تھی۔ لیکن وحشی درندوں کے قہقہے اس کی فریاد پر غالب آرہے تھے۔ پھر وہ فریاد آہوں اور سسکیوں میں ڈوبنے لگی۔ ڈوبتے ڈوبتے آخر گم ہوگئی۔

ولی نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "یہ جو آواز تم نے سنی، میری تھی اور جو موسیقی سن رہے ہو، یہ میری پسندیدہ دُھن ہے۔ میں ایک رات اس دُھن کو ریکارڈ کر رہی تھی۔ اچانک کچھ درندے میرے کمرے میں گھس آئے۔ تم نے میری چیخیں سنی ہیں، یہ چیخیں میرے پڑوسی بھی سنتے رہے تھے۔ لیکن وہ اس علاقے کے بہت بڑے بدمعاش سے ٹکرانے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ یہ چیخیں اپارٹمنٹ کے سامنے سے گزرنے والے سپاہیوں نے بھی سنی ہوں گی لیکن وہ کان بند کر کے چلے گئے، کیونکہ انھیں بہرا بن کر رہنے کی فیس مل چکی تھی۔"

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں اپنے اندر کچھ عجیب سی بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔ تم نے کچھ پلایا ہے۔ اور۔ اور تم یہ کیسٹ کیوں سنا رہی ہو؟"

"اس لیے کہ آج میں آنسو نہیں بہاؤں گی، نہ چیخوں گی، نہ چلاؤں گی، نہ فریاد کروں گی لیکن تم قہقہے بھی نہیں لگا سکو گے۔ تم انسان ہو، انسان ہی رہو گے، درندے نہیں بن سکو گے۔ اگر بن سکتے ہو تو آؤ، مجھے بتاؤ تم کتنے شہ زور ہو؟"

وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی بستر کے پاس آئی۔ پھر اس پر چاروں شانے چت ہو گئی۔ اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ ہاتھ کے اشارے سے بلانے لگی۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "میں محسوس کر رہا ہوں جیسے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے ہیں۔ میرے اندر کوئی جذبہ نہیں اُبھر رہا ہے۔ مجھے کمزوری کا احساس ہو رہا ہے۔ تم نے کیا کیا ہے، سچ سچ بتاؤ، تم نے کیا کیا ہے؟"

وہ نفرت سے اُٹھ کر بولی۔ "وہی جو اُس رات نہ کر سکی۔ کیونکہ اس رات میں ایک معزز گھرانے کی شریف زادی تھی۔ اب میں یہ کیسٹ اپنے ساتھ لیتی ہوں۔ تم جیسے لوگوں کو سُناتی ہوں اور پوچھتی ہوں، آخر تم لوگوں کا پیٹ یوں نہیں بھرتا؟ تم لوگوں کی ہوس پوری کرنے کے لیے بے شمار بازاری عورتیں ہیں۔ پھر تم شریف زادیوں کی زندگی کیوں برباد کرتے ہو؟ تمھیں اپنی مردانگی پر اتنا غرور کیوں ہو؟ اور غرور ہے تو پھر وہاں کیوں بیٹھے ہو۔ ذرا اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر تو دکھاؤ؟"

اس کی باتیں سُن کر اسے طیش میں آنا چاہیے تھا۔ آخر مرد تھا اور مرد کو کمزور پر غصہ دکھانے اور اس پر چھا جانے کا حق ہوتا ہے۔ وہ جوش میں آکر اُٹھ گیا۔ دونوں پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ مگر یوں لگ رہا تھا جیسے طویل بیماری کے بعد بستر سے اُٹھ کر کھڑا ہوا ہے۔ دوسرے ہی لمحے وہ بیٹھ گیا۔ اس کے گھٹنے کانپ رہے تھے۔ کمر میں زور نہیں رہا تھا۔ کھڑے رہنے کے لیے گھٹنے اور کمر کی مضبوطی لازمی ہے۔ وہ خود کو کھڑا رکھنا چاہتا تھا مگر ناکام ہو رہا تھا۔

وہ بولی۔ "میں اپنے شکار کو قتل نہیں کرتی۔ اسے زندہ رکھتی ہوں لیکن کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑتی۔ آئندہ تم کسی عورت کو صرف اپنے بیڈ روم کی چیز نہیں سمجھو گے۔ ادھر آؤ، میں تمھیں بستر تک پہنچا دوں۔"

وہ اس کے قریب آئی۔ ہاتھ بڑھا کر اسے سہارا دیا۔ وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر آہستہ آہستہ ڈگمگاتے ہوئے کسی طرح بستر پر پہنچ گیا۔ وہ بولی۔ "یہ جوانی کا بستر تمھارے لیے بڑھاپے کا بستر بن گیا ہے۔ تم سہارے کے بغیر یہاں اکڑ کر لیٹ بھی نہیں سکتے۔ ویسے صبح ہو کر اُٹھو گے تو خود کو تازہ دم محسوس کرو گے۔ چلتے پھرتے، ہنستے بولتے رہو گے لیکن آئندہ کسی عورت کو بازاری نظر سے نہیں دیکھ سکو گے۔"

وہ اُسے سُلا کر اس کی تجوری پر ہاتھ صاف کرنا چاہتی تھی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ولی نے پوچھا۔ "کیا اس وقت تمھارا فون آنے والا تھا؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ کاروباری آدمی ہوں۔ کوئی بھی فون کر سکتا ہے۔ پلیز تم اٹینڈ کرو، کہہ دینا سو رہا ہوں۔"

"تم بڑے عزت دار آدمی ہو۔ تھے۔ بیڈ روم میں میری آواز سنائی دے گی تو کیا تمھاری عزت پر حرف نہیں آئے گا؟"

"پلیز، آواز بنا کر بولو۔ خود کو اس گھر کی گورنس بتاؤ۔ کوئی شبہ نہیں کرے گا۔"

ولی نے آگے بڑھ کر ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے تنانہ بول رہی تھی۔ "ہیلو مس ولی! تم مجھے نہیں جانتی ہو، لیکن میں تمھاری رگ رگ کو پہچانتی ہوں۔"

"کون ہو تم؟"

"تمھارا درد جانتی ہوں اس لیے ہمدرد ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "کیا میں ریسیور رکھ دوں۔"

"اسے رکھنے کے بعد یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گی۔"

"کیا مطلب؟"

"میرے مشوروں پر عمل کیے بغیر اس کی تجوری کھولنے کی حماقت نہ کرنا۔"

تنانہ نے ایک نمبر بتاتے ہوئے کہا۔ "اسے ذہن نشین کر لو تجوری اسی نمبر سے کھلے گی۔ لیکن کھلتے ہی اندر ہاتھ نہ ڈالنا۔ اس کے اندر کی کسی چیز کو ہاتھ لگاتے ہی بجلی کا جھٹکا لگے گا اور وہ ہاتھ اس وقت تک تجوری سے نہیں چھٹے گا، جب تک تمھاری جان نہیں نکلے گی۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ کہہ رہی ہو؟"

تجوری کو تبرز کے ذریعے کھولنے کے بعد ذرا دور ہٹ جانا پھر اس کے اندر کوئی چھوٹی سی چیز پھینک دینا۔"

"چلو مان لیا، اس کے اندر وفی حصے میں کرنٹ دوڑ رہا ہے، اسے کس طرح بند کیا جا سکتا ہے؟"

"جہاں وہ لیٹا ہوا ہے، اس پلنگ کے نچلے حصے میں سرہانے کی طرف ایک بٹن ہے، اسے آف کر دو۔ اس کے بعد تجوری کی ہر چیز تمھاری ہو گی۔"

"میں ابھی آزماتی ہوں۔ لیکن تم کون ہو؟"

تنانہ نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "ریسیور رکھتے کے بعد دس منٹ تک انتظار کرنا۔ جب وہ سو جائے تب تجوری کی طرف جانا۔"

"میں پوچھتی ہوں، تم کون ہو؟"

جواب سنائی دیا۔ "ہمدرد۔" اس کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا۔

وہ ہیلو، ہیلو کہہ کر پکارتی رہی۔ پھر اس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ گھڑی دیکھ کر دس منٹ تک انتظار کرنے لگی۔ تنانہ اس شخص کو تو جنونی نیند سُلا رہی تھی۔ وہ دس منٹ سے پہلے ہی گہری نیند میں ڈوب گیا۔ وہ اطمینان سے جلتی ہوئی آہنی سیف کے پاس گئی۔ پھر تنانہ نے جو نمبر بتایا تھا، اس کے مطابق اسے کھولنے لگی۔ اسے یقین نہیں تھا، کوئی اجنبی عورت یوں اس کو اتنا قیمتی مشورہ دے گی۔ بس اس کی ایک ہی بات دل کو لگ رہی تھی کہ وہ عورت ہے لہٰذا اس کی ہمدرد ہے۔

آئرن سیف کا پٹ فوراً ہی کھل گیا۔ ولی اندر رکھی ہوئی دولت کو حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی۔ نوٹوں کی کئی گڈیاں تھیں۔ بھیروں کا جگمگاتا ہوا ہار اور کئی دوسرے قیمتی زیورات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے پلنگ کے سرہانے رکھے ہوئے سگریٹ کیس کو اُٹھایا۔ پھر تجوری سے ذرا فاصلے پر کھڑے ہو کر اسے پھینکا جیسے ہی وہ اندر پہنچا، روشنی کا ایک بھماکا سا ہوا۔ ولی کی اوپر کی سانس اُوپر رہ گئی۔ فون پر ملنے والی اطلاع سو فی صد درست تھی۔ اگر وہ ہاتھ ڈالتی تو واقعی دم نکلنے کے بعد ہی ہاتھ وہاں سے نکلتا۔

وہ تیزی سے چلتے ہوئے پلنگ کے سرہانے آئی۔ نیچے لیٹ گئی۔ پھر کوڑ بدل کر دیکھا نیچے ایک ننھا سا سُرخ لب روشن تھا۔ اس کے پاس ہی ایک بٹن تھا۔ اس نے بٹن کو دبایا تو سُرخ روشنی بجھ گئی۔ سبز نظر آنے لگی۔ وہ دوبارہ کوڑ بدل کر نیچے سے نکلی، اُٹھ کر کھڑی ہوئی پھر پلنگ کے سرہانے سے لائٹر اُٹھا کر تجوری کے قریب پہنچ کر اسے

اندر کی طرف پھینکا۔ اس بار روشنی کا جھماکا نہیں ہوا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر تجوری کے اندر لے جا کر جھنجھناتے ہوئے ہیروں کے ایک نیکلس کو اُٹھا لیا۔ کوئی خطرہ نہیں تھا، وہ محفوظ تھی۔ اس نے اُسے اٹھا کر اپنے پرس میں رکھا۔ پھر تجوری کے باقی مال پر ہاتھ صاف کرنے لگی۔

تنانہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس نے ریسیور اُٹھا کر آپریٹر سے کہا۔ "ہوٹل کے کسی ٹریولنگ ایجنٹ سے رابطہ قائم کراؤ۔"

تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "میں کل صبح کسی فلائیٹ سے کینساس سٹی جانا چاہتی ہوں۔"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "جسٹ اے منٹ۔"

وہ انتظار کرنے لگی۔ پھر کہا گیا۔ "کل ایک بجے کی فلائیٹ سے سیٹ مل جائے گی۔"

"ٹھیک ہے کنفرم کرو اور میرے کمرے میں آ کر رقم لے جاؤ۔" رابطہ ختم ہو گیا۔ اس نے ہوٹل کے ملازم کو بلا کر دس ڈالر کا نوٹ دیا۔ پھر کہا۔ "مجھے کینساس سٹی سے شائع ہونے والا کوئی اخبار چاہیے، اس میں سے جو باقی بچے تم رکھ لو۔"

وہ چلا گیا۔ تنانہ اخبار کے ذریعے معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کینساس سٹی میں کتنے مکانات برائے فروخت ہیں اور وہ کن علاقوں میں ہیں۔ اسے ایک بات کھٹک رہی تھی، وہ بہت کم عمر نظر آتی تھی۔ پھر تنہا تھی۔ بہت بڑی جائداد خریدے گی تو فروخت کرنے والا اسے شبہے کی نظر سے دیکھے گا۔ بات پولیس اور انٹیلی جنس تک پہنچ سکتی تھی۔ اس کی خفیہ نگرانی ہو سکتی تھی، انٹیلی جنس والوں کو اپنے پیچھے لگانا دانش مندی نہ ہوتی۔ وہ رفتہ رفتہ اس بات کی تہ تک پہنچ سکتے تھے کہ ایک کم سن لڑکی اتنی دولت اور جائداد ٹرسٹی بیٹھی کے ذریعے حاصل کر رہی ہے۔

اس نے ایک گہری سانس لی۔ ٹرسٹی بیٹھی جیسا غیر معمولی علم حاصل کرنے کے بعد بھی اس دنیا میں عورت تنہا رہ کر کچھ نہیں کر سکتی۔ اسے کسی نہ کسی مرحلے پر مرد کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اب اسے ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو ذرا عمر رسیدہ ہو، تجربے کار ہو اور اس کے پرسنل سیکریٹری کے فرائض انجام دے سکتا ہو۔

وہ خیالات سے چونک گئی، دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ اس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

آواز سنائی دی۔ "میں ٹریولنگ ایجنسی سے آیا ہوں۔ آپ کینساس سٹی جانا چاہتی ہیں؟"

اس نے دروازہ کھول دیا۔ اسے اندر بلایا۔ ہوٹل کا ملازم اخبار لے آیا تھا۔ اس نے اخبار لے کر دروازہ بند کر دیا۔ ٹریولنگ ایجنٹ کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر اس سے رقم لوٹا کر پرس سے نوٹ نکال کر گننے اور مطلوبہ رقم اس کے حوالے کر دی۔ وہ کاغذ قلم سنبھالتے ہوئے بولا۔ "مس آپ کا نام؟"

"صوفیہ آرگن۔"

اس نے نام لکھنے کے بعد پوچھا۔ "آپ کینساس سٹی کہاں جانا چاہتی ہیں؟"

"کیا یہ بتانا ضروری ہے؟"

"آپ ایک اسٹیٹ سے دوسری اسٹیٹ جا رہی ہیں۔ آپ کو یہاں کا اور وہاں کا مکمل پتا لکھوانا ہوگا۔"

وہ ٹیلنٹ کے انداز میں اس سے ذرا دور ہو گئی۔ پھر پلٹ کر بولی۔ "میں کون ہوں، کہاں سے آئی ہوں، میرا پتا ٹھکانا کیا ہے۔ مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔ میں سب کچھ بھول چکی ہوں اور جو بھول چکی ہوں، اسے یاد نہیں کرنا چاہتی۔"

"کیا اپنے گھر سے ناراض ہو کر آئی ہو؟"

"مجھے اپنا کوئی گھر یاد نہیں ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے بولا۔ "بے بی! میں تمہیں ہوٹل کے باہر دو بار دیکھ چکا ہوں۔ پتا چلا، تم نے یہاں قیام کیا ہے۔ شبہ ہوا شاید تم گھر سے بھاگ کر آئی ہو یا تمہارے ساتھ ایسا کوئی پرابلم ہے کہ تم دوسروں سے چھپ رہی ہو۔"

وہ بولی۔ "مسٹر.....؟"

"مجھے مورگن کہتے ہیں۔"

"مسٹر مورگن! میں ذرا باتھ روم سے آتی ہوں۔ تب تک آپ سوچ کر بتائیں، میں یہاں سے وہاں کیسے جا سکتی ہوں۔"

وہ باتھ روم میں آ گئی۔ دروازے کو بند کر لیا۔ پھر اس کے خیالات پلٹنے لگے۔ وہ پریشان ہو کر پھر کرسی پر بیٹھ گیا تھا اور سوچ رہا تھا، پتا نہیں، یہ کون ہے۔ کہاں بھٹک رہی ہے، ایسا سوچتے وقت اسے اپنی جوان بیٹی یاد آ گئی تھی۔ ایک دشمن کے بیٹے نے اُسے اپنے عشق میں گرفتار کر لیا تھا اور اسے بھگا کر لے گیا تھا۔ بیٹی نے فون پر کہا تھا۔ "ڈیڈی! میں اپنی پسند کے نوجوان کے ساتھ یہاں آ گئی ہوں، شادی کر رہی ہوں۔ میں جانتی ہوں آپ اسے دشمن سمجھتے ہیں۔ اس لیے شادی پر اعتراض کریں گے۔ اگر اعتراض نہ ہو تو اگلے سنڈے کو آ جائیے۔ میں دلہن بننے والی ہوں۔"

وہ اگلے سنڈے دلہن نہ بن سکی۔ اخبار میں اس کی تصویر شائع ہوئی تھی اور یہ خبر تھی کہ کچھ نامعلوم لوگوں نے اسے بڑی اذیتیں پہنچا کر قتل کیا ہے اور اس کی لاش ایک گٹر میں پائی گئی ہے۔

تنانہ نے ایک سرد آہ بھر کر سوچا۔ اس دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو جو مکمل طور پر خوش اور مطمئن ہو، ورنہ ہر شخص کے ساتھ ایک المناک کہانی ہوتی ہے۔ وہ روزانہ دو چار آدمیوں کے خیالات پڑھتی رہے تو اس حساب سے دنیا والوں کو پڑھتے پڑھتے عمر گزر جائے، ان کے کام آتے آتے زندگی ختم ہو جائے لیکن یہ دُکھ درد ختم نہیں ہوں گے۔

کمرے میں مورگن سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ تنانہ کو دیکھ کر بیٹی کا غم تازہ ہو گیا تھا۔ وہ کینساس سٹی کا رہنے والا تھا۔ جوانی میں ایک لڑکی سے محبت ہو گئی تھی۔ اس لڑکی کا ایک اور طلب گار تھا لیکن شادی مورگن سے ہوئی۔ یہاں سے دشمنی کی ابتدا ہوئی۔ ناکام ہونے والے رقیب نے مورگن کو پھر کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیا۔ اس کے کاروبار کو تباہ کر دیا۔

طرح طرح سے مصائب میں مبتلا کرتا رہا۔ آخر اس نے مجبور ہو کر کینساس کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہا اور شکاگو میں رہنے لگا۔ جب وہ یہاں آیا تو بیٹی برس کی تھی۔ جس بیوی کے لیے اتنا کچھ ہوا تھا، وہ مر چکی تھی۔ یہاں وہ کچھ عرصے تک سکون سے رہا لیکن بیٹی کے جوان ہوتے ہی دشمن کی طرف سے دو طلب گار تھے، ایک کے ساتھ شادی ہو گئی، دوسرا دشمنی پر اُتر آیا لیکن دشمنی بھی کیا دشمنی کہ انسان، انسان کا جینا حرام کر دے۔ ایک ذرا سی بات کے لیے اس کا گھر تباہ کر دے۔ اسے اپنا شہر، اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کر دے اور دشمنی آئندہ نسل تک قائم رکھے۔ بیٹی جوان ہوئی تو کسی نوجوان کے ذریعے سے ٹریپ کیا۔ اس معصوم لڑکی کو محبت کے جال میں پھنسایا۔ اسے گھر سے بھاگنے پر مجبور کیا۔ پھر اس کا جو انجام ہوا، اسے باپ آج بھی سوچتا تھا تو حقیقت سے نظریں چُرانے کے لیے آنکھیں بند کر لیتا تھا۔ اس کے باوجود بیٹی کی لاش ایک گٹر میں دکھائی دیتی تھی۔

تنانہ باتھ روم سے باہر آئی۔ مورگن نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر کہا۔ "میں تمہاری زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا۔ ایک بزرگ کی حیثیت سے مشورہ دیتا ہوں۔ گھر واپس چلی جاؤ۔ یہاں ٹریولنگ ایجنٹ ایک نہیں بے شمار ہیں۔ کسی دوسرے سے اپنا ٹکٹ منگوا لو۔"

"مسٹر مورگن کیا تم اس دنیا میں تنہا ہو؟"

"پہلے ایک بیوی اور ایک بیٹی تھی۔ بیوی مر گئی۔ بیٹی گھر سے بے گھر ہو گئی۔ میرے دشمنوں نے اسے بُری طرح اذیتیں دے دے کر مار ڈالا؟"

"تم اسی لیے نہیں چاہتے کہ میں تنہا بھٹکتی رہوں۔"

"تم سمجھ دار ہو۔"

"کیا میں دوسرے ایجنٹ کے ذریعے کینساس سٹی جاؤں گی تو تنہا نہیں رہوں گی۔ کیا مجھے اگلے کسی موڑ پر کوئی دشمن نہیں ملے گا؟"

"جب تم یہ سمجھتی ہو تو کیوں تنہا ہو؟"

"تم مجھے بیٹی بنا لو تو تنہائی دور ہو جائے گی۔"

اس نے چونک کر اُسے دیکھا۔ پھر آہستہ آہستہ اُٹھتے ہوئے بولا۔ "نہیں بیٹی، نہیں، میں بہت کمزور باپ ہوں۔ میں ایک کی حفاظت نہیں کر سکا تو دوسری کی ذمے داری کیسے قبول کر سکتا ہوں۔"

"میں اپنی حفاظت خود کروں گی۔ مجھے صرف سہارا چاہیے۔ دنیا والے تمہارے ساتھ دیکھ کر مجھے تنہا نہیں سمجھیں گے۔"

"ہاں جب تک بیٹی میرے سائے میں تھی، کوئی کچھ نہیں کہتا تھا۔ جب وہ مجھے چھوڑ کر گئی تو ایک محفوظ پناہ گاہ سے نکل گئی۔ تم بھی چلی جاؤ گی۔ غنڈے بدمعاش تمہیں اغوا کر لیں گے تو میں کیا کر سکوں گا؟"

"میں اپنی حفاظت خود کر لوں گی۔ مجھے صرف اپنے سر پر ایک سایہ چاہیے۔"

"بیٹی! تم غنڈوں، بدمعاشوں کو کھیل سمجھ رہی ہو۔ ان سے تو پولیس والے بھی پناہ مانگتے ہیں۔"

وہ اس کے قریب آیا۔ پھر سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "مجھے معاف کرنا، جب میں یہ سوچتا ہوں کہ اپنی بچی کی حفاظت نہ کر سکا تو شرم سے مر جاتا ہوں۔ میں دوسری بار شرمندہ نہیں ہونا چاہتا۔"

یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس پہنچا، وہاں رک گیا۔ جیسے کشمکش میں مبتلا ہو، جیسے اپنی بیٹی جیسی ایک جوان لڑکی کو بے یار و مددگار چھوڑنا نہ چاہتا ہو۔ اس کے باوجود حوصلہ نہ پاتا ہو۔

پھر اس نے دروازے کو کھول دیا۔ باہر جانا چاہتا تھا۔ مگر ٹھٹک گیا۔ کھلے ہوئے دروازے کے سامنے وہی شخص کھڑا ہوا تھا جس کی جیب سے تنانہ دس ہزار ڈالرز نکال کر لائی تھی۔ وہ اسے دیکھتے ہی ذرا پیچھے ہٹ گئی۔ مورگن نے اس شخص سے پوچھا۔ "مسٹر جیرالڈ! تم یہاں کیسے آئے ہو؟"

وہ کمرے میں کھڑی ہوئی تنانہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "جیرالڈ کسی کے دروازے پر نہیں آتا جسے چاہتا ہے اپنے ہاں بلا لیتا ہے۔ مگر اس لڑکی نے مجھے آنے پر مجبور کر دیا۔"

مورگن نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔ "دیکھو جیرالڈ! تم شہ زور ہو، تمہارے پاس طاقت بھی ہے، دولت بھی ہے لیکن یہ لڑکی کمزور ہے، تنہا ہے، اسے معاف کر دو۔ اس کا پیچھا چھوڑ دو۔"

اس نے مورگن کو ایک طرف دھکا دیا۔ پھر اندر آ کر دروازے کو بند کر لیا۔ اس کے بعد آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "تم میری توقع سے زیادہ چالاک اور پُھرتیلی ثابت ہوئیں، میری طرف کوئی دیکھنے کی جرأت نہیں کرتا اور تمہاری نظر میری جیب تک پہنچ گئی۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی۔ "تم کیا کہہ رہے ہو، میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"تم یہ بھی کہو گی کہ مجھے پہچانتی نہیں ہو، مجھے کبھی دیکھا نہیں ہے۔"

"بے شک، میں نے دیکھا ہے۔ تم مجھے ایک ریستوران میں پھانسنا چاہتے تھے لیکن میں نے انکار کر دیا۔ یہاں آ گئی تو تم یہاں تک میرا پیچھا کرتے ہوئے پہنچ گئے ہو۔"

مورگن نے ان دونوں کے درمیان آ کر تنانہ کے سامنے ڈھال بنتے ہوئے کہا۔ "دیکھو جیرالڈ! میں ایک نظر میں لڑکیوں کو پہچان لیتا ہوں، یہ معصوم ہے، اکیلی ہے، اس کا دنیا میں کوئی نہیں ہے، تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ پلیز، یہاں سے چلے جاؤ، اسے ہاتھ لگانے کے متعلق بھی نہ سوچو۔"

"اور اگر میں سوچوں تو؟"

"تو پھر مجھ سے برداشت نہیں ہوگا، تمہیں میری لاش پر سے گزر کر اس کے پاس پہنچنا ہوگا۔"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "کیا تم نہیں جانتے، کیا پولیس والے نہیں جانتے کہ میں کتنی لاشوں پر سے گزر چکا ہوں۔"

"وہ ناداروں کی لاشیں ہوں گی کوئی ان کا حساب کرنے والا نہیں ہوگا۔ لیکن اس لڑکی کا حساب کرنے والا میں ہوں، میں نے اسے بیٹی کہا ہے اور کوئی باپ اتنا بے غیرت نہیں ہو سکتا کہ اس کے سامنے

بیٹی کو میلی نظر سے دیکھے اور وہ خاموش تماشائی بن کر رہے۔"

جیرالڈ نے [redacted] پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا، وہ لڑکھڑاتا ہوا ذرا دور گیا۔ پھر سینٹرل ٹیبل پر اوندھے منہ گر پڑا۔ تنانہ نے اس کے دماغ میں بیٹی کا تصور پیش کر رکھا تھا۔ اس کے دماغ میں بار بار بول رہی تھی۔ "ڈیڈی! مجھے بچالو۔ ڈیڈی! میں پھر ایک بار گننے والی ہوں۔ میں پھر ایک بار مرنے والی ہوں۔ مجھے بچالو ڈیڈی! پلیز مجھے بچالو۔"

اتنی دیر میں جیرالڈ نے تنانہ کی گردن دبوچ لی تھی اور پوچھ رہا تھا۔ "کہاں ہیں میرے دس ہزار ڈالر، میں تیرے جسم کی ایک ایک بوٹی سے رقم وصول کروں گا۔"

وہ جان سے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے خوفزدہ کرنے کے لیے گردن دبوچ رہا تھا۔ پھر تنانہ کون سی خوفزدہ ہونے والی تھی۔ وہ اس کے بھی دماغ میں پہنچ کر معلوم کر سکتی تھی کہ وہ کیا چاہتا ہے اور کیا کرنے والا ہے جب گردن پر ہاتھ کا دباؤ زیادہ پڑتا تو وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی قوت کو زائل کر دیتی تھی۔ ہاتھوں کا دباؤ بھی کم ہو جاتا تھا۔ پھر وہ مورگن کے دماغ میں پہنچ کر اس کی بیٹی بن کر چیخنے لگتی تھی۔ ایسے ہی وقت مورگن نے پیچھے سے آکر جیرالڈ کے بالوں کو مٹھی میں لے کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے آیا تو اس کے پیٹ میں ایک گھونسا پڑا۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا جھکا، تو منہ پر دوسرا گھونسا پڑا۔ وہ الٹ کر پیچھے فرش پر گر پڑا۔ لڑھکتا ہوا ذرا دور گیا۔ پھر سر اٹھا کر حیرانی سے دیکھنے لگا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مورگن جیسا سیدھا سادا، شریف آدمی اس پر اس انداز میں حملہ کر سکتا ہے۔

اتنی سی دیر میں تنانہ نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ جیرالڈ اچانک کس طرح اٹھ کر حملہ کرنے والا ہے۔ وہ غصے سے تلملاتا کھڑا ہوا، ایک کمزور آدمی کے ہاتھ سے مار کھانے کے بعد اس کی بوٹی بوٹی کر دینا چاہتا تھا۔ اس نے فرش پر سے اٹھتے ہی ایک چھلانگ لگائی۔ اس کے قریب آکر ایک گھونسا مارنا چاہا۔ تنانہ نے مورگن کو جلدی سے بٹھا کر اٹھا دیا۔ اس کے بیٹھنے سے جیرالڈ کا گھونسا خالی گیا۔ اٹھنے سے مورگن کا گھونسا منہ پر پڑا۔ اب مورگن کا حوصلہ بڑھتا جا رہا تھا۔ تنانہ اس کی سوچ میں کہہ رہی تھی۔ "انسان جب نیک شریف رہتا ہے، لوگ اس کی شرافت کو کمزوری سمجھتے ہیں۔ آج ایک بیٹی کے لیے میں بدمعاشوں کے لیے بدمعاش بن چکا ہوں۔"

تنانہ اس کے دماغ میں بولنے کے دوران جیرالڈ کو ذرا دیر کے لیے بھول گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اٹھ کر مورگن پر بھرپور حملہ کیا۔ وہ مار کھا کر پیچھے جاتا ہوا بستر پر گر پڑا۔ اس کے بعد ہی تنانہ نے پھر اسے سنبھال لیا۔ مورگن نے اسے دونوں ٹانگوں پر رکھ کر اوپر کی طرف اچھالا۔ وہ الٹ کر بستر کے دوسری طرف جا گرا۔ فوراً ہی جھنجلا کر اٹھا۔ وہاں سے اس پر چھلانگ لگائی لیکن مورگن ایک طرف ہٹ گیا، وہ اوندھے منہ فرش پر آیا جیسے ہی اٹھا، مورگن نے اس کے منہ پر لات ماری پھر اسے مارتا ہوا دروازے تک لے گیا۔ تنانہ نے دروازہ کھول دیا تھا۔ اس نے ایک اور لات ماری تو وہ لڑکھڑاتا ہوا باہر گیا پھر بالکونی کی ریلنگ سے ٹکرا گیا۔ اب تو مورگن کے دماغ میں مقتول بیٹی کے لیے جذبات تازہ ہو گئے تھے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے بیٹی ابھی زندہ ہے، بدمعاش اسے نوچنا کھسوٹنا چاہتے ہیں اور وہ اس کی حفاظت کر رہا ہے۔ بدمعاشوں کو مار رہا ہے۔ اور وہ مارا ہوا اسے بالکونی سے سیڑھی کی طرف لے گیا۔ پھر وہاں سے ایک لات ماری تو وہ سیڑھی پر لڑھکتا ہوا نیچے جانے لگا۔ اس وقت تک ہوٹل میں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ منیجر نے پولیس والوں کو بلا لیا تھا۔ سب دور کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے اور اس بات پر حیران تھے کہ جیرالڈ جیسے بدمعاش کو ایک سیدھا سادہ ٹریولنگ ایجنٹ مار رہا ہے بلکہ بُری طرح اس کی پٹائی کر رہا ہے۔

جیرالڈ کو اب تک خوش فہمی تھی کہ وہ مورگن پر غالب آجائے گا۔ اور اسے ایسا سبق سکھائے گا کہ آئندہ اس کے سامنے سر نہ اٹھا سکے۔ بلکہ اسے اپاہج بنا کر چھوڑ دے گا۔ جب ہوٹل والوں کے سامنے بھی پٹائی ہونے لگی اور پولیس والے آگئے تو اس نے فوراً ریوالور نکال کر کہا۔ "خبردار! اگر حرکت نہ کرنا، کوئی میری طرف ہتھکڑی لے کر بڑھے گا تو میں مورگن کو گولی مار دوں گا۔"

پولیس والے اپنا اپنا ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھ چکے تھے۔ لیکن ڈرے تھے۔ جانتے تھے ادھر یہ گولی چلائیں گے ادھر وہ مورگن کو ختم کر دے گا۔ تنانہ نے مورگن کے دماغ میں کہا۔ "میں تین تک گنتی گنوں گا۔ تین بولتے ہی اس کے ریوالور پر ٹھوکر مارو گے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے کہا۔ "ایک، دو۔" اس کے تین کہنے سے پہلے ہی تنانہ منیجر الڈ کے دماغ میں پہنچ گئی تھی، ریوالور کو اس کی گرفت میں ڈھیلا کر دیا تھا۔ اُدھر اُس نے تین کہتے ہی ٹھوکر ماری۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر اڑتا ہوا ایک پولیس والے کے قدموں تک پہنچ گیا۔ دوسرے سپاہی دوڑتے ہوئے آنے لگے۔ وہ غصے میں چھلانگ لگاتے ہوئے مورگن کے پاس آیا۔ پھر ایک گھونسا مارنا چاہا۔ یہ اس کی بدقسمتی تھی۔ اس کے اٹھنے کی صلاحیتیں کام نہیں آرہی تھیں۔ مشکل سے دو چار حملے کامیاب ہوئے تھے ورنہ وہ برابر مار کھا رہا تھا۔ اس نے پھر آخری بار مار کھائی۔ اس کے ساتھ ہی سپاہیوں نے اگر اسے چاروں طرف سے جکڑ لیا۔ مورگن نے بیان دیا۔ "میں ایک ٹریولنگ ایجنٹ ہوں۔ یہاں اپنی کلائنٹ سے فضائی سفر کے متعلق باتیں کر رہا تھا کہ یہ اکثر پریشان کرنے لگا۔"

جیرالڈ نے چیختے ہوئے کہا۔ "اس لڑکی نے میرے دس ہزار ڈالر چرا لیے ہیں۔"

تنانہ نے کہا۔ "تم جیسے بدمعاشوں کو جو لڑکی پسند آتی ہے، تم اسے اپنا مقروض بنا لیتے ہو۔ پولیس والوں کے سامنے اپنی طاقت سے حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا جھوٹے الزامات لگا کر مجبور کر دیتے ہو کہ وہ تمہارے سامنے جھک جائے۔ لیکن میں تمہارے سامنے جھکنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

پھر وہ پولیس افسر سے بولی۔ "جیسا کہ مسٹر مورگن نے بیان دیا ہے، میں کل صبح کی فلائیٹ سے جا رہی ہوں۔ لہٰذا جو قانونی کارروائی ہے، اسے

تنانہ نے کہا۔ "میں تمہیں اپنی زندگی کا ایسا راز بتا رہی ہوں، جو کسی اور کو نہیں بتا سکتی۔ میں تمہاری وہ بیٹی ہوں، جو تمہارے خیالات کو حقیقت میں بدلنے آئی ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "کیسے چور خیالات؟"

"ہاں، تم بہت مجبور ہو کر سوچتے ہو نا کہ تمہیں کہیں سے غیبی طاقت حاصل ہو جائے یا دولت حاصل ہو جائے۔ تاکہ تم اپنے دشمنوں سے انتقام لے سکو۔"

وہ ذرا جھینپ کر دوسری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "ایسا تو ہر کمزور آدمی سوچتا ہے۔"

"صرف سوچنے سے کچھ نہیں ملتا۔ کچھ پانے کے لیے حوصلہ کرنا پڑتا ہے۔ عملی اقدامات کرنے پڑتے ہیں۔"

وہ ذرا چپ ہوئی پھر بولی۔ "اس وقت تم سوچ رہے ہو، لڑکی ٹھیک کہتی ہے۔ آج تک مجھ میں عملی قدم اُٹھانے کا حوصلہ نہیں تھا۔ آج میں وہی حوصلہ پا رہا ہوں جو یہ لڑکی بیان کر رہی ہے۔"

"وہ چونک کر بولا۔ "تمہیں کیسے پتا کہ میں کیا سوچ رہا ہوں؟"

"تم خاموش ہو کر کچھ اور سوچو تو میں بتا دوں گی۔"

"کیا یہ لڑکی جادو جانتی ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں جادو نہیں جانتی۔ ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں، میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے جیرالڈ کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ اسے واپس جانے پر مجبور کر سکتی تھی۔ لیکن میں اس کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ پہلے میں نے سوچا، تمہارا حوصلہ آزماؤں گی۔ میری حفاظت پر آمادہ ہو جاؤ گے تو خیال خوانی کے ذریعے تمہاری مدد کروں گی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں نے اپنی طاقت اور صلاحیت سے جیرالڈ کا مقابلہ نہیں کیا؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ تم نے اپنی بھرپور صلاحیتوں اور طاقت کا مظاہرہ کیا۔ جہاں تمہارے لیے خطرہ پیش آتا تھا، وہاں میں نے مدد کی۔ مثلاً تم ریوالور کی زد میں تھے۔ میں نے تمہیں قائل کیا کہ تم تین تک گنتے ہی اس کے ہاتھ پر ٹھوکر مارو گے۔ اِدھر تم نے تین تک گنا۔ اُدھر میں نے ریوالور پر اس کی گرفت ڈھیلی کر دی۔"

"کیا تم نے صرف ایک بار میری مدد کی؟"

"لڑائی کے دوران جب بھی اس نے بھرپور حملہ کرنا چاہا، میں نے تمہاری حفاظت کی۔ جب وہ پھلانگ لگا کر تمہارے پاس آیا تو میں نے فوراً تمہیں ہٹا دیا۔ وہ فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔ اسی طرح دو چار بار میں نے تمہاری مدد کی، ورنہ تم نے خود اس کا مقابلہ کیا ہے۔ حوصلہ تمہارا تھا، طاقت تمہاری تھی۔ صرف میں لڑائی کے انداز کو سمجھ رہی تھی۔ اس کے مطابق تمہاری حفاظت کرتی جاتی تھی جس کے نتیجے میں تمہارا حوصلہ بڑھتا جاتا تھا، اور تم خود اس پر

سلے کرتے جاتے تھے۔"

"یعنی ہم دونوں نے مل کر جیرالڈ کو نیچا دکھایا ہے؟"

"ہاں، اور ہم دونوں مل کر رہیں گے تو دشمنوں کو نیچا دکھاتے رہیں گے۔"

"تم مجھے خود غرض نہ سمجھو تو میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور کہو۔"

"کیا تم مجھے میری بیٹی کے قاتلوں تک پہنچا سکتی ہو، کیا ہم دونوں مل کر ان سے انتقام لے سکتے ہیں؟"

"میں چشم زدن میں ایسا کر سکتی ہوں، لیکن ہمیں اطمینان سے کام کرنا چاہیے۔ یہ میرا وعدہ ہے، تم اپنی بیٹی کے قاتلوں سے گن گن کر بدلے لوگے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "پھر تو میں ساری زندگی تمہارے ساتھ رہوں گا۔ ساری عمر تمہاری خدمت کرتا رہوں گا۔"

"خدمت کا لفظ استعمال کر کے مجھے شرمندہ نہ کرو، میں تمہیں اپنا بزرگ بنا کر ساتھ رکھنا چاہتی ہوں۔"

"میں اسی لمحے سے تمہارے ساتھ ہوں۔ کیا تمہارا کیسنو سٹی جانا ضروری ہے؟"

"یہاں شکاگو میں میرے بوڑھے والدین ہیں۔ میں یہاں رہوں گی تو دشمن کسی نہ کسی طرح میرا ان سے ناتا معلوم کرنے کے بعد انھیں پریشان کر سکتے ہیں۔ لہٰذا میں یہ شہر چھوڑ دینا چاہتی ہوں۔"

"کیا بوڑھے والدین تمہارے لیے پریشان نہیں ہوں گے۔"

"تم ان کا پانٹوٹ کر لو۔ ہر مہینے یا ہر مہینے ان کے لیے ایک معقول رقم بھیجتے رہو۔ اور میری خیریت سے مطمئن کرتے رہو۔ میں انھیں بڑھاپے میں ہر طرح کا سکھ دوں گی۔ لیکن وہ ہم دو بیٹیوں کو کبھی نہیں دیکھ سکیں گے اور اسی میں ان کی بھلائی ہے۔"

"کیسنو سٹی میں میرا ایک کاٹیج ہے جو برسوں سے بند پڑا ہے کیا تم وہاں رہنا پسند کرو گی؟"

"فی الحال رہوں گی، لیکن تم وہاں جاتے ہی میرے لیے شہر کے اندر اور باہر دو چار بنگلے اور کوٹھیاں خرید دو گے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "دو چار بنگلے اور کوٹھیاں؟ جانتی ہو اس کے لیے کم از کم پچاس لاکھ ڈالر کی ضرورت ہو گی؟"

"میں اس سے بھی زیادہ دوں گی۔"

وہ کوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "میں سمجھ گیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاصل کرو گی مگر تعجب ہے کہ کس طرح اتنی رقم حاصل ہو گی؟"

"کل ہم یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد تم آنکھوں سے دیکھتے رہو گے۔"

دوسرے دن وہ کیسنو اس سٹی پہنچ گئے۔ برسوں سے بند پڑا ہوا کاٹیج گرد اور مکڑی کے جالوں سے اٹا ہوا تھا۔ مورگن نے کہا۔ "تم ایک روز ہوٹل میں قیام کرو۔ میں کچھ آدمی لگا کر اس کی صفائی کروا لیتا ہوں۔ اسے پوری طرح تمہاری رہائش کے قابل بنا تا ہوں۔ پھر تم یہاں چلی آنا۔"

اس نے کہا۔ "تم کچھ آدمی اس کام کے لیے لگاؤ اور خود میرے کام سے لگ جاؤ۔ اخبارات میں جائداد کی خرید و فروخت کے سلسلے میں جو اشتہارات دیکھے تھے ان سب سے رابطہ قائم کرو۔ میں تمہارے دماغ میں رہوں گی۔ ہم ایک دوسرے سے مشورہ کرتے رہیں گے اور اپنے مطلب کے بنگلے اور کوٹھیاں خریدتے رہیں گے۔"

"لیکن تم نے ابھی تک رقم کا انتظام نہیں کیا ہے؟"

"سب ہو جائے گا فی الحال یہ پانچ ہزار ڈالر رکھو۔"

اس نے رقم لیتے ہوئے کہا۔ "تم سے جو رقم ملے گی، میں ہر ہفتے اس کا حساب پیش کرتا رہوں گا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "اتنی زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے، جب بھی میرا جی چاہے گا میں تمہارے دماغ سے حساب معلوم کر لوں گی۔ اور تمھیں پتا بھی نہیں چلے گا۔"

وہ جھینپ کر بولا۔ "میں بھول جاتا ہوں کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

مورگن نے کرائے پر ایک کار حاصل کی۔ پھر مختلف اسٹیٹ ڈیلروں سے ملاقاتیں کرنے لگا۔ ان کے ساتھ جا جا کر فروخت ہونے والے بنگلوں کو اندر اور باہر سے دیکھتا تھا۔ تنانہ اس کے دماغ میں رہ کر اپنی پسند اور ناپسند کا اظہار کرتی رہتی تھی۔ ایک ڈیلر نے مورگن کے پاس کرائے کی کار دیکھ کر طنزیہ انداز میں کہا۔ "مسٹر! آپ جس بنگلے کے متعلق معلومات حاصل کر رہے ہیں، اس کی قیمت پچیس لاکھ ڈالر ہے۔ ایک خریدار ابھی پانچ لاکھ ڈالر ایڈوانس کے طور پر ادا کرنے والا ہے۔"

مورگن نے پوچھا۔ "کیا تمہارا خیال ہے میں اتنی رقم ادا نہیں کر سکتا؟"

"پہلے اپنے لیے ایک گاڑی تو خرید لیں۔ پچیس ہزار کی گاڑی خریدنے کے بعد ہی پچیس لاکھ ڈالر کے بنگلے کا خواب دیکھنا مناسب ہو گا۔"

ان باتوں کے دوران وہی خریدار پانچ لاکھ ڈالر ایڈوانس دے کر آ گیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا کاغذات تیار ہیں؟"

"پیشگی رقم کے سلسلے میں کاغذات تیار ہیں۔ باقی قانونی کارروائی اور مکمل رقم کی ادائیگی کے بعد کاغذات مکمل ہو جائیں گے۔"

اس نے پراپرٹی کیس کھول کر دکھایا۔ اس میں نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ ڈیلر نے اس رقم کو گننا شروع کیا۔ پھر مطمئن ہو کر وہ کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ دونوں نے دستخط کیے۔ معاملہ طے ہو گیا۔ پیشگی رقم ادا کرنے والا دوسرے دن آنے کو کہہ کر چلا گیا۔ ڈیلر نے مورگن سے کہا۔ "مسٹر! اسے کہتے ہیں اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے۔ یہ ڈالر کا کھیل ہے۔ آپ کسی چھوٹے موٹے ڈیلر کے پاس جائیں اور کوئی چھوٹا موٹا سا مکان خرید لیں۔"

مورگن نے کہا۔ "آپ ڈیلر کہلاتے ہیں مگر آپ کو ڈیلنگ نہیں آتی۔ ہر خریدار کے ساتھ کیسا سلوک ہونا چاہیے۔ خواہ وہ کتنا ہی معمولی خریدار کیوں نہ ہو۔"

وہ اٹھ کر باہر آ گیا۔ اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسٹارٹ کیا ہی چاہتا تھا۔ تنانہ نے کہا۔ "ابھی نہ جانا، ذرا انتظار کرو۔ کار کی پچھلی کھڑکی کا شیشہ نیچے کر دو۔"

وہ ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ڈیلر پراپرٹی کیس لیے برآمد ہوا۔ اپنی کار کی طرف جانے لگا۔ پھر اچانک پلٹ کر اس کی طرف آیا۔ کار کے پچھلے دروازے کے پاس رک کر وہ پراپرٹی کیس کھول کر اس میں سے نوٹوں کی گڈیاں نکال نکال کر کھڑکی کے ذریعے پچھلی سیٹ پر پھینکنے لگا۔ جب اس نے تمام گڈیاں پھینک دیں۔ پراپرٹی کیس خالی ہو گیا تو اسے بند کر کے اپنی کار میں جا کر بیٹھ گیا۔ خالی پراپرٹی کیس اپنے ساتھ والی سیٹ پر رکھ دیا۔ اطمینان سے کار اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔ مورگن حیرانی سے آنکھیں پھاڑے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ بار بار پلٹ کر پچھلی سیٹ پر بھی دیکھتا تھا۔ وہاں نوٹوں کی گڈیاں اس طرح بکھری ہوئی تھیں جیسے کوئی کچرا پھینک کر چلا گیا ہو۔ وہ حیرت سے سوچ رہا تھا، اوہ گاڈ! یا ٹیلی پیتھی ایسے کمالات دکھاتی ہے؟

تنانہ کی آواز سنائی دی۔ "سوچنے اور حیران ہونے میں وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً یہاں سے نکل چلو۔"

آخر وہ کب تک حیران ہوتا۔ اس کے کام سے جہاں جاتا تھا، ٹیلی پیتھی کے حیرت انگیز کمالات دیکھتا تھا۔ وہ تنانہ کے ساتھ دوپہر کو کیسنو سٹی پہنچ گیا۔ دوسرے دن دوپہر تک اس کے پاس ستر لاکھ ڈالر جمع ہو چکے تھے۔

اگر وہ دولت حاصل کرنے کے خواب دیکھتا، دولت مند بننے کی دعائیں مانگتا تو اپنی حیثیت کے مطابق خواب دیکھتا، اپنی حیثیت کے مطابق دعائیں مانگتا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس جیسے ایک معمولی آدمی کو چوبیس گھنٹے میں ستر لاکھ ڈالر مل سکتے ہیں۔ اس نے ان دو خواتین کو بھی دیکھا تھا جو حالیہ مقدموں کی وجہ سے بہت مشہور ہو گئی تھیں جن میں ایک کا نام ویلی اور دوسری کا نام پامیلا تھا۔ وہ دونوں آدھی رات کے بعد نیند کی حالت میں چلتی ہوئی آئی تھیں۔ انھوں نے نقد رقم کے علاوہ زیورات بھی تنانہ کو دیے تھے۔ پھر چپ چاپ چلی گئی تھیں۔

تنانہ نے دوسرے دن ٹیلی فون کے ذریعے ویلی سے رابطہ قائم کیا۔ ویلی نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"مجھے اپنی ایک سیسل یا بزنس پارٹنر سمجھ لو۔"

ویلی نے تعجب سے پوچھا۔ "بزنس پارٹنر؟ میں تو کوئی کاروبار نہیں کرتی۔ پھر تم کس بات کی پارٹنر ہو۔"

"تم تو غضب کا کاروبار کرتی ہو۔ سرمایہ نہیں لگاتیں اور سرمایہ حاصل کر لیتی ہو۔ تم نے ایک رات پہلے کسی کی خواب گاہ میں جا کر جو کچھ حاصل کیا، میں نے وہ تین حصے وصول کر لیا ہے۔ ایک حصہ تمہارے پاس چھوڑ دیا ہے۔"

"تم کون ہو؟ کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"ویلی! تمہارے ڈرائنگ روم میں ایک صوفہ ہے جس کے نچلے حصے میں چھ لاکھ ڈالر اور جگمگاتے ہوئے ہیروں کا ایک ہار اور مختلف قسم کے زیورات رکھے ہوئے تھے۔"

ویلی یہ سن کر حیران ہو رہی تھی۔ تنانہ کہہ رہی تھی۔ "تم جتنی سمجھ دار ہو، اتنی ہی احمق بھی ہو۔ سمجھ داری یہ ہے کہ تم نے اتنی بڑی رقم اور قیمتی زیورات ڈرائنگ روم کے صوفے میں چھپا کر رکھے۔ کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جہاں عام ملاقاتی آ کر بیٹھتے ہیں، وہاں مال چھپا کر نہیں رکھا جاتا۔ میں تمہاری ذہانت کی داد دیتی ہوں لیکن حماقت یہ ہے کہ تم زیورات چرواتی ہو جنھیں خود استعمال نہیں کر سکتیں۔ جگمگاتے ہیرے کا وہ ہار استعمال کرو گی تو پکڑی جاؤ گی۔ لہٰذا میں نے یہ ساری چیزیں لے لی ہیں تمہاری ضرورت کے لیے صرف دو لاکھ ڈالر چھوڑ دیے ہیں۔"

ویلی ریسیور پھینک کر دوڑتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ صوفے کو ایک طرف گرا کر اس کے نچلے حصے کو دیکھا نچلے حصے میں پٹڑا منڈھا ہوا تھا لیکن زپ کے ذریعے علیحدہ ہو سکتا تھا۔ اس نے زپ کو ایک طرف سرکایا۔ پھر ہاتھ ڈال کر دیکھا تو صرف دو لاکھ ڈالر ہی ہاتھ آئے، باقی سارا مال غائب ہو چکا تھا۔ وہ بے اختیار چیخ پڑی۔ "نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ کوئی میری کمائی پر ہاتھ صاف نہیں کر سکتا۔ بھلا یہاں کون آ سکتا ہے، کیسے آ سکتا ہے، اسے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ میں نے مال کہاں چھپا کر رکھا ہے۔"

پھر وہ چونک کر کھڑی ہو گئی۔ دوڑتی ہوئی بیڈ روم میں آئی۔ ریسیور اٹھا کر چیختے ہوئے بولی۔ "تم کون ہو؟"

"تم یہ سوال تیسری بار کر رہی ہو۔ میں جواب دے چکی ہوں۔ اپنی سہیلی سمجھ لو یا بزنس پارٹنر۔"

"میں تمھیں قتل کر دوں گی۔"

"فون پر قتل کی دھمکی نہیں دیتے۔ یہ بات ریکارڈ ہو سکتی ہے۔"

"مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ ایک بار میرے سامنے آ جاؤ، میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"ابھی تم غصے میں ہو، عقل کی باتیں سمجھ میں نہیں آئیں گی لہٰذا پھر رابطہ قائم کروں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دوسری طرف سے ویلی 'ہیلو، ہیلو' کہتی ہوئی چیخ رہی تھی۔ اسے گالیاں دے رہی تھی، غصے سے تلملا رہی تھی۔ اس کا اتنا بڑا نقصان ہوا تھا۔ وہ اس نقصان کو اتنی جلدی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ تنانہ نے اسے برداشت کی عادت ڈالنے کے لیے چھوڑ دیا۔

پھر اس نے پامیلا سے رابطہ قائم کیا۔ "ہیلو، میں تمہاری ایک سہیلی اور بزنس پارٹنر بول رہی ہوں۔"

پامیلا نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"نام سیسل ہے۔ کام بزنس میں پارٹنر شپ۔"

"کیسا بزنس! میں کوئی کاروبار نہیں کرتی۔"

"غضب کا کاروبار کرتی ہو، مجال ہاتھ آتا ہے، اسے قالین کے نیچے

چھپا کر رکھتی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی: "تم کون ہو؟"

"کہا نا، تمھارے کام میں شریک ہوں، تمھارے مال میں شریک ہوں۔ میں نے قالین کے پیچھے تمھاری جائداد کے کاغذات اور ایک لاکھ ڈالر چھوڑ دیے ہیں، باقی چار لاکھ لے آئی ہوں۔"

یہ سنتے ہی پامیلا کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا، وہ دوڑتی ہوئی قالین کے ایک سرے تک آئی۔ پھر اسے پکڑ کر دوسری طرف الٹنے لگی۔ اسے الٹتی پلٹتی گئی۔ اسے سو سو ڈالر کے نوٹوں کی چار گڈیاں اور جائداد کے کاغذات نظر آئے۔ اس نے قالین کو اور الٹنا شروع کیا۔ اس کے الٹنے سے کرسیاں، صوفے، سینٹر ٹیبل اور دوسری چیزیں بھی الٹتی جا رہی تھیں لیکن باقی رقم نظر نہیں آ رہی تھی۔ فون پر بولنے والی کی بات درست تھی، چار لاکھ ڈالر غائب ہو چکے تھے۔

وہ ہانپ رہی تھی۔ جھنجلا رہی تھی۔ غصے سے ریسیور کی طرف دیکھ رہی تھی جو میز پر سے لٹک کر جھول رہا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی آئی، ریسیور اُٹھا کر چیخنے لگی: "تم کون ہو؟ یہاں کیسے آئی تھیں، میں نے مال کہاں چھپایا ہے، تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"وہ کوئی چھپانے کی جگہ نہیں تھی۔ تین غنڈوں نے تمھیں کرسی سے باندھ کر کرسے کی تلاشی لی۔ ان کا دھیان قالین تک نہیں پہنچا۔ وہ اناڑی تھے۔ اگر چالاک مجرم ہوتے یا پولیس والے ہوتے تو قالین اُلٹ کر ضرور دیکھتے۔"

"میں پوچھتی ہوں، تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"مجھے تمھارے ہر معاملے کی خبر رہتی ہے۔ اگر میں وقت پر پولیس والوں کو اطلاع نہ دیتی اور وہ وقت پر نہ پہنچتے تو وہ تینوں ناکام ہونے کے بعد تمھیں قتل کر دیتے۔ ایک بات یاد رکھو۔ میں حرام کی کمائی نہیں کھاتی، محنت کرتی ہوں۔ کام آتی ہوں، پھر اپنے کام کا معاوضہ لے جاتی ہوں۔ میں نے تمھاری جان بچائی۔ اس کے عوض چار لاکھ ڈالر لے گئی ہوں۔ آئندہ بھی اسی طرح کام آتی رہوں گی۔"

"تم کون ہو؟ میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے۔ تم مجھ سے کبھی نہیں مل سکو گی لیکن ہم ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔"

"مجھے تم سے کوئی کام نہیں لینا ہے۔ میں کہتی ہوں میری رقم واپس کرو، میں اتنا بڑا نقصان برداشت نہیں کروں گی۔"

"بڑی ناشکری ہو۔ تمھاری جان بچ گئی اور میں نے بچائی۔ اس کا حساب نہیں کرو گی۔ کیا چار لاکھ ڈالر تمھاری جان سے زیادہ قیمتی ہیں؟"

"انسان دولت کے لیے جیتا ہے، دولت کے لیے مرتا ہے۔ میں چار لاکھ ڈالر کے لیے مرنا پسند کروں گی، مگر تمھیں زندہ نہیں کروں گی۔ ایک بار میرے سامنے آؤ۔ میں تمھیں خاک میں ملا کر رکھ دوں گی۔"

"میں احمق نہیں ہوں۔ جب چھپ کر رہنے سے بڑی بڑی زمینیں مل سکتی ہیں تو سامنے آنے کی حماقت کیوں کروں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اسی شام ڈیلی اور پامیلا دونوں نائٹ کلب میں وقت گزارنے کے لیے آئیں۔ انھیں اپنے نقصانات کے سلسلے میں بہت صدمہ تھا۔ وہ غم غلط کرنے کے لیے پی رہی تھیں۔ دونوں نے فیصلہ کیا تھا کہ ان کا مال ہڑپ کرنے والی سامنے آ جائے تو وہ سزائے موت کی پروا کیے بغیر اسے قتل کر دیں گی۔

پامیلا سوچ رہی تھی، اپنی اوپر اپنی رہی تھی۔ اسے آواز سنائی دی: "ہیلو، پامیلا!"

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ سارہ جون نظر آئی۔ وہ بھی جرائم کی دنیا سے تعلق رکھتی تھی۔ پامیلا نے اسے سامنے دیکھ کر حیرت سے پوچھا: "ارے سارہ تم کہاں ہو آج کل؟"

"پہلے یہ بتاؤ، تمھارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ پتا چلا ہے ایک رات پہلے تمھارے ہاں تین غنڈے گھس آئے تھے۔ تمھیں قتل کرنا چاہتے تھے کہ پولیس عین وقت پر پہنچ گئی۔"

"ہاں، جان بچ گئی ورنہ پامیلا تمھیں یہاں نظر نہ آتی۔"

"تم بڑے بڑے ہاتھ مارنا چاہتی ہو۔ اس لیے جان کا خطرہ رہتا ہے۔ میں کہتی ہوں، چھوٹا موٹا دھندا کرو۔ آمدنی کم ہوتی ہے لیکن جان کا خطرہ نہیں رہتا۔"

"تم آج کل کیا کر رہی ہو؟"

"میرے ساتھ آؤ۔ میں بتاتی ہوں۔"

وہ سارہ جون کے ساتھ کلب کے اس حصے میں گئی جہاں صرف خاص لوگ ہی جا سکتے تھے۔ وہ کلب کے مالک کا ایک پرائیویٹ کمرا تھا۔ سارہ نے ایک مسلح پہرے دار سے کہا: "جاؤ، باس سے کہو، میں آئی ہوں۔"

وہ اندر گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد آ کر بولا: "باس نے تمھیں تنہا بلایا ہے۔"

وہ بولی: "پامیلا! تم ذرا انتظار کرو، میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ کمرے کے اندر گئی۔ پندرہ منٹ کے بعد واپس آئی۔ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ کہنے لگی: "میرے ساتھ گھر چلو، میں تمھیں نیا دھندا سکھاؤں گی اور خوب پلاؤں گی۔"

"ہاں، میں پینا چاہتی ہوں۔ غم غلط کرنا چاہتی ہوں۔ آج میں نے بہت بڑا نقصان اٹھایا ہے۔"

وہ دونوں کلب سے باہر آ کر کار میں بیٹھ گئیں۔ راستے میں پامیلا نے اسے بتایا کہ کس طرح اس کے لاکھوں ڈالر چوری ہو گئے ہیں اور چوری کرنے والی ان کی طرح کوئی عورت ہے۔ سارہ نے ساری روداد سن کر کہا: "عورت ہے تو ہم سے بچ کر کہاں جائے گی۔ ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

وہ ایک چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں پہنچ گئیں۔ دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ پھر سارہ نے اپنی میکسی اتارتے ہوئے کہا: "میں اسکاٹنگ کا دھندا کر رہی ہوں۔ ایک طرف سے چرس لے جاتی ہوں۔ کلب کے باس کو دیتی ہوں۔ وہاں سے پیمنٹ لے کر آتی ہوں۔ مجھے ایک ٹرپ کے پانچ ہزار ڈالر ملتے ہیں۔"

جب اس نے میکسی اتاری تو پامیلا نے حیرانی سے دیکھا، اس کے

پلاسٹک کا ایک خول ہلکے کی طرح بندھا ہوا تھا۔ اس نے اس ہلکے کو ٹے سے الگ کیا۔ اندر نوٹ بھرے ہوئے تھے۔ وہ بولی: "جب ے ساتھ کلب کے باس کے پاس گئی تو اس میں چرس بھری ہوئی نے مال اس کے حوالے کیا اور دام لے کر آ گئی۔"

"لیکن یہ تو بڑے بڑے نوٹ ہیں۔ آخر تم کتنا مال لے گئی تھیں؟"

سارہ جون خوشی سے نوٹوں کو دیکھ رہی تھی۔ اُٹھا اُٹھا کر گن رہی تھی۔ گننے میں اس کی مدد کر رہی تھی۔ پھر وہ دونوں حیرت زدہ رہ گئیں۔ د لاکھ ڈالر تھے، وہ ایک ٹرپ میں زیادہ سے زیادہ تیس چالیس ہزار کا مال لے جاتی ہے، مصنوعی پیٹ میں کبھی ڈیڑھ لاکھ ڈالر کی توقع نہیں کر سکتی تھی۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سارہ نے آگے بڑھ کر ریسیور اُٹھایا "ہیلو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی: "ہیلو، میں تمھاری سہیلی یا بزنس پارٹنر ہی ہوں۔"

سارہ نے حیرت سے پوچھا: "سہیلی و بزنس پارٹنر؟ آخر تم کون ہو؟"

"اتنی جلدی تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ پامیلا تمھارے پاس ہے، اس سے پوچھ لو۔"

سارہ نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا: "کوئی مجھ سے فون پر بات ی ہے اور کہتی ہے وہ میری سہیلی اور بزنس پارٹنر ہے اور تم اس کے ے میں جانتی ہو۔"

پامیلا نے ایک دم سے جھپٹ کر ریسیور اس سے چھین لیا۔ پھر چیخ ا چاہتی تھی: "اُلو کی پٹھی تم یہاں بھی پہنچ گئیں۔"

لیکن وہ بول نہ سکی۔ اس سے پہلے ہی اس کی زبان دانتوں کے درمیان اور وہ تھملا کر رہ گئی۔ سارہ نے ریسیور لے کر پوچھا: "تم کون ہو، کیا ی ہو؟ تم نے میری سہیلی کے چار لاکھ ڈالر ہڑپ لیے۔ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"میں محنت کرتی ہوں، تب معاوضہ لیتی ہوں، تم جس وقت باس کے ے میں گئیں، میں وہاں چھپی ہوئی تھی۔ تم چالیس ہزار کا مال لے کر گئی تھیں، بڑھ لاکھ ڈالر لے کر آئی ہو۔ اس کا مطلب ہے ایک لاکھ دس ہزار زیادہ ہو۔ اسی میں میرا حصہ ہے۔ ایسی آمدنی کے تین حصے میرے ہوتے ہیں۔ اب ایسے کہ اس رقم میں میرا حصہ ستر پچھتر ہزار ڈالر سے زیادہ نہیں بنتا اور ہزار کی گنتی اپنے نہیں کرتی۔ لہٰذا جب تمھارے پاس دو چار لاکھ ڈالر جمع ہو یں گے تو میں اپنا حصہ تم سے لے جاؤں گی۔"

"تم بہت اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہی ہو۔ میرے اپارٹمنٹ میں ے کے بعد واپسی کا راستہ نہیں ملے گا۔"

"تم میری فکر نہ کرو۔ میں آؤں گی اور اپنا حصہ لے جاؤں گی۔ مگر اس دو چار دن لگیں گے۔ اس عرصے میں تمھارا کام کرتی رہوں گی۔ تمھارے ڈلی پیٹ میں لاکھوں ڈالر آتے رہیں گے۔ مجھے یقین ہے تم عقل سے لو گی۔ ایک ٹرپ میں پانچ ہزار کمانے سے بہتر ہے کہ تمھارے حصے میں چالیس ہزار آیا کریں۔ تم صرف بڑھتی ہوئی آمدنی کو دیکھو، ناداں عورت کی طرح اس حسد اور جلاپے میں مبتلا نہ ہو کہ میں تمھارے مقابلے میں زیادہ رقم لے جایا کروں گی۔ سو فار، پھر ملیں گے۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ سارہ نے جھنجلا کر ہیلو، ہیلو کہا۔ پھر ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ پامیلا نے پوچھا: "کیا وہ اپنا حصہ مانگ رہی تھی؟"

"وہ جانتی کہاں ہے، حکم دیتی ہے۔ بڑی بڑی باتیں کرتی ہے کہ ہزار کی گنتی نہیں جانتی۔ جب میرے پاس دو چار لاکھ ہو جائیں گے تب یہاں آئے گی اور اپنا حصہ لے جائے گی۔ آنے دو اس کو۔ میں اسے زندہ نہیں جانے دوں گی۔"

پامیلا نے چٹکی بجا کر کہا: "یہ اچھا موقع ہو گا۔ میں بھی تمھارے اپارٹمنٹ پر نظر رکھوں گی۔ دیکھوں گی، کون یہاں چھپ کر آتی ہے اور تمھیں لوٹ کر جانا چاہتی ہے۔ میں اپنی رقم سود کے ساتھ وصول کروں گی۔"

سارہ نے پوچھا: "جب وہ تمھارے گھر میں داخل ہوئی اور اتنی بڑی رقم لے گئی تو تمھیں کوئی خبر نہ ہو سکی؟"

"میں بے خبر سو رہی تھی، اس نے میری غفلت سے فائدہ اُٹھا لیا۔ اس بار کامیاب نہیں ہو سکے گی۔"

"ہاں پامیلا! تم رات کو میرے پاس رہا کرو۔ وہ کہہ رہی تھی، دو چار دن میں میرے پاس دو چار لاکھ ہو جائیں گے۔ تب وہ لینے آئی گی۔ میں کیسے یقین کروں کہ وہ میرے لیے بھی کچھ چھوڑ جائے گی۔ جب چور ہے تو پوری طرح صفایا کر کے جائے گی۔"

پامیلا نے کہا: "بے شک وہ چور ہے، مکار ہے۔ ہمیں لوٹ رہی ہے لیکن اس کی تعریف ضرور کرنا چاہیے۔ وہ اپنی زبان کی پابند ہے۔ دھندے میں ایماندار ہے۔ بے ایمان ہوتی تو میرے پاس ایک لاکھ ڈالر چھوڑ کر نہ جاتی۔ ایک لاکھ کوئی معمولی رقم تو نہیں ہوتی۔"

سارہ شکست خوردہ انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی: "اگر وہ اتنی ایماندار ہے کہ ہمارا حصہ چھوڑ جاتی ہے تو پھر کوئی نقصان نہیں ہے۔ میں روز ایک ٹرپ کرتی ہوں اور پانچ ہزار ڈالر کماتی ہوں۔ وہ مجھے روزانہ تیس چالیس ہزار کی آمدنی کرائے گی پھر بُرائی کیا ہے؟"

"اگر ہم اسے چوری کرتے ہوئے پکڑ لیں تو میرے چار لاکھ ڈالر وصول ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

سارہ جون نے کہا: "ہاں، وہ کون ہے، کہاں رہتی ہے اور کس طرح گھروں میں گھس کر لوگوں کو لوٹ لیتی ہے، اس کا سراغ لگانا ہی ہو گا۔"

ڈیلی ایک قمار خانے کے بار میں بیٹھی پی رہی تھی وہ بھی تیسمیں کھا رہی تھی کہ اسے لوٹنے والی سامنے آ جائے تو زندہ نہیں چھوڑے گی خواہ اسے پھانسی پر چڑھنا پڑے یا بجلی کی کرسی پر بیٹھنا پڑے۔ رات کے دس بجے شور ہوا: "پرنس آ رہا ہے، پرنس....."

ڈیلی نے سر گھما کر دیکھا۔ ایک خوبرو نوجوان دو حسین عورتوں کو ساتھ لیے ہنستا ہوا چلا آ رہا تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ بڑا زبردست شاد پرست ہے۔ تاش کی گڈی ہاتھ میں آتی ہے تو بازی بھی اس کے ہاتھ آ جاتی ہے۔ جب سے

قمار خانے میں جاتا ہے، صبح ہونے تک دو چار لاکھ ہار کیا جیت کر ہی اٹھتا ہے۔ پرنس صیتاؤں کو ساتھ لیے یوں چل رہا تھا جیسے حسین میلہ لکھیوں کے سامنے سے چل رہا ہو۔ ویلی پر نظر پڑتے ہی وہ چلتے چلتے رُک گیا۔ ویلی کو دیکھنے لگا پھر حسین عورتوں کو چھوڑ کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "میں نے تمہاری تصویر اخباروں میں دیکھی تھی، اگر میں بھول نہیں رہا ہوں تو تم مس ویلی وارڈ ہو۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ ویلی نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "مجھے ایک بار دیکھنے والے کبھی نہیں بھولتے۔ پھر تصویر دیکھنے کے بعد تم کیسے بھول سکتے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "جو عورت مجھے پسند آجاتی ہے میں اسے قمار خانے میں اپنے ساتھ بٹھاتا ہوں۔ دوسری صبح اپنی جیت کا ایک حصہ اسے دیتا ہوں.... آج تم میرے ساتھ بیٹھنا پسند کرو گی؟"

"سوری، آج میں تنہا رہنا چاہتی ہوں۔ پھر سہی۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "میں صرف ایک بار کہتا ہوں۔ اس کے بعد کبھی عورت کی خوشامد نہیں کرتا۔"

یہ کہتے ہوئے پرنس نے اپنی جیب سے بایاں ہاتھ نکالا تو اس کے ساتھ ہی کار کی چابی نیچے گر پڑی۔ چابی خود نہیں گری تھی، تنانہ نے گرائی تھی۔ وہ کاؤنٹر کے پاس کھڑے ہو کر ایک پیگ پینے کے بعد اپنی حسین ساتھیوں کے ساتھ سیلا گیا۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ بار کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے ہوئے شخص نے ریسیور اُٹھا کر ہیلو کہا۔ پھر دوسری طرف کی آواز سُن کر ریسیور ویلی کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "مس تمہارا فون۔"

وہ ریسیور کو کان سے لگاتے ہوئے بولی۔ "ہیلو۔"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "میری آواز سُن کر ریسیور نہ رکھنا۔ اسی وقت تین لاکھ ڈالر تمہاری مٹھی میں آسکتے ہیں۔"

وہ اس کی آواز سننے کے بعد واقعی ریسیور رکھ دیتی، لیکن تین لاکھ کی بات سُن کر پوچھا۔ "تم کوئی فراڈ کرنا چاہتی ہو؟"

"سیدھی سی بات کہہ چکی ہوں۔ میں ایک بزنس پارٹنر ہوں۔ تمہیں تین لاکھ کا بزنس دے رہی ہوں۔ بعد میں اپنا حصہ لے جاؤں گی۔"

ویلی کو غصہ آرہا تھا لیکن تین لاکھ کی رقم میں بڑی کشش تھی۔ اس نے غصے کو ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔ "وہ رقم کہاں ہے؟"

"تمہارے قدموں کے پاس۔"

اس نے بے اختیار نظریں جُھکا کر دیکھا۔ وہاں کار کی چابی پڑی ہوئی تھی۔ ریسیور سے آواز آئی۔ "اس چابی کو اٹھا لو۔ ابھی پرنس جیفرسن تمہارے پاس آیا تھا۔ یہ اس کی کار کی چابی ہے۔ وہ جُوا کھیلنے کے لیے تین لاکھ نقد لے کر آیا ہے۔ وہ ابھی تھوڑی دیر بیٹھ کر پیسے گا۔ رات کا کھانا کھائے گا۔ اس کے بعد کاسے تین لاکھ ڈالر نکال کر قمار خانے کے کاؤنٹر سے ٹوکن حاصل کرے گا جتنی جلدی ہو سکے چابی لے کر اندر گراؤنڈ گیراج میں جاؤ۔ میں کار کا نمبر بتا رہی ہوں۔"

وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کے قدموں کے پاس کسی کی کار کی چابی گری ہوئی ہے۔ اور اس کا نمبر میں تین لاکھ ڈالر رکھے ہوئے ہیں لیکن وہ پوچھ نہیں سکتی تھی۔ آس پاس پینے والے بیٹھے ہوئے تھے قریب ہی بار کاؤنٹر کے پیچھے وہ شخص کھڑا ہوا ایک گاہک کو ڈبل پیگ بنا کر دے رہا تھا۔ ویلی نے پرس کھول کر دس ڈالر کا نوٹ نکالا۔ اپنے آخری پیگ کی قیمت وہاں رکھی۔ پھر جھک کر کار کی چابی اُٹھاتے ہوئے وہاں سے چلنے لگی۔ اندر گراؤنڈ گیراج میں بے شمار کاریں ترتیب سے کھڑی ہوئی تھیں۔ تنانہ نے اسے خبر بتا دیا تھا۔ وہ ٹھیک اس کار کے پاس پہنچی۔ کار کا دروازہ کھولا۔ پھر ڈیش بورڈ کے خانے کو کھول کر دیکھا فون پر ملنے والی اطلاع درست تھی۔ نوٹوں کی گڈیاں بتا رہی تھیں کہ وہ تین لاکھ سے کم نہیں ہیں۔ زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ وہ جلدی سے گڈیاں نکال کر گننے لگی۔ پرس چھوٹا پڑ گیا تھا۔ اس نے اپنا اسکارف کھولا پھر اس میں تمام رقم رکھ کر اچھی طرح لپیٹ لیا۔ کار کی چابی کو اسٹیرنگ کے کی ہول میں لگا دیا۔ اور باہر نکل کر دروازے کو بند کر دیا۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی اپنی کار کے پاس آئی۔ اس میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر ڈرائیو کرتی ہوئی انڈر گراؤنڈ گیراج سے نکل کر میں روڈ پر آئی اور تیزی سے گھر کی طرف جانے لگی۔

اب وہ سوچ رہی تھی۔ "تین لاکھ ڈالر کہاں چھپا کر رکھے جا سکتے ہیں۔" وہ فون پر اطلاع دینے والی خود کو سہیلی اور بزنس پارٹنر کہنے والی ضرور اپنا حصہ لینے آئے گی۔ آج کی رات بھر جاگتی رہوں گی دیکھوں گی کہ وہ کب آتی ہے اور کیسے آتی ہے۔

اس نے گھر پہنچ کر رقم الماری میں رکھی۔ ابھی وہ سوچنا چاہتی تھی کہ اس کے لیے محفوظ جگہ کون سی ہو سکتی ہے۔

تنانہ نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے خود غرض نہیں بننا چاہیے۔ خود کو بزنس پارٹنر کہنے والی اگر اپنا حصہ لے جاتی ہے تو مجھے بھی حصہ دیتی ہے۔ اگر وہ ایک رات میں تین لاکھ کا بزنس دیتی ہے اور اس میں سے مجھے پچاس ہزار ڈالر حصے میں ملتے ہیں تو کیا بُرا ہے۔ اگر ہر روز اتنی آمدنی ہو تو میں کروڑ پتی اور ارب پتی بن جاؤں گی۔"

اس نے سوچا۔ "جب میں تنہا اور رات کر سکتی ہوں۔ تنہا کما سکتی ہوں تو کسی کو بزنس پارٹنر بنانے کی کیا ضرورت ہے؟"

تنانہ نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔ "کیا میں ایک رات پہلے اس کی تجوری سے لاکھوں ڈالر اور ہیرے موتی سے جڑے ہوئے زیورات لا سکتی تھی۔ کیا مجھے معلوم تھا کہ تجوری کھولتے ہی بجلی کا جھٹکا لگتا ہے۔ یہ اطلاع تو اسی نے ٹیلیفون پر دی تھی، اسی نے تجوری کھولنے کا منتر بتایا تھا۔ کیا ابھی مجھے پتا چل سکتا تھا کہ پرنس جیفرسن کی کار میں تین لاکھ ڈالر رکھے ہوئے ہیں اور کار کی چابی میرے قدموں میں پڑی ہوئی ہے۔"

وہ جواباً کچھ نہ کہہ سکی اسے قائل ہونا پڑا کہ وہ جو کچھ کما رہی ہے اس کے پیچھے اس سہیلی بزنس پارٹنر کا ہاتھ ہے۔ وہ فون کی گھنٹی سُن کر چونک گئی۔ فوراً ہی دماغ میں بات آئی اس سہیلی بزنس پارٹنر کا فون ہو سکتا ہے نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔"

دوسری طرف سے ایک غرّاتی ہوئی نسوانی آواز سنائی دی۔ "کیا تم آواز سے پہچانی سکتی ہو؟"

ویلی نے پریشان ہو کر کہا۔ "ہاں، تم کٹی کوئین ہو، مگر مجھے کیوں فون ہے؟"

"آج کل تم بڑے ملے ہاتھ مار رہی ہو۔"

"تمہیں کسی نے غلط اطلاع دی ہے۔"

"ویلی مجھ سے اُڑنے کی کوشش نہ کرو۔ میں اپنے علاقے میں دو رسو کمانے والی عورتوں کو نظر انداز کر دیتی ہوں۔ مگر تم تو ہزاروں لاکھوں پہنچ گئی ہو۔ کیا تم مشہور و معروف رسالے کے مالک اینڈریو تھامسن پھر نہیں گئی تھیں۔ کیا تم نے اس کی تجوری کا صفایا نہیں کیا ہے؟"

"وہ جھوٹ بولتا ہے۔"

"وہ سچ بولتا ہے۔ پولیس والوں کو رپورٹ نہیں دے سکتا۔ اس کی مجبوریاں ہیں۔ جس چوری کی رپورٹ پولیس کو نہیں دی جاتی، وہ مجھے مل جاتی ہے۔ اینڈریو تھامسن نے مجھے پچاس ہزار ڈالر کی آفر دی ہے، اگر میں اس کا تمام مال واپس دلوا دوں۔ لہٰذا انھیں صرف دو گھنٹے کی مہلت دیتی ہوں اس کا تمام مال سمیٹ کر ایک اٹیچی میں رکھو اور میرے آدمیوں کا انتظار کرو۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں، میرے پاس اس کا مال نہیں ہے۔ تمہارے آدمی خالی ہاتھ واپس جائیں گے۔"

"میرے آدمی کبھی خالی ہاتھ نہیں جاتے۔ مال نہ ملا تو تمہیں لے جائیں گے۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ وہ "ہیلو، ہیلو" کہہ کر کہتی رہی۔ پھر ریسیور رکھ کر سوچنے لگی۔ ایک اور نئی مصیبت آگئی تھی کہ کٹی کوئین علاقے کی بہت ہی بدنام عورت تھی۔ کتنے ہی خطرناک غنڈے اس کے اڈوں پر ڈاکے ڈالتے تھے۔ لڑکیوں کو اٹھا لے جاتے تھے جس کے حافظہ سن بن جاتے تھے۔ اس کی جان لے کر ہی ملتے تھے۔

ویلی کے گھر میں وہ مال نہیں تھا جو اینڈریو تھامسن کے گھر سے لائی تھی لیکن ابھی اس میں کے تین لاکھ ڈالر موجود تھے۔ اور وہ رقم بھی تھی جسے اس نے اس کے حصے کے طور پر چھوڑ گئی تھی۔ وہ جلدی جلدی تمام رقم سمیٹ کر سوٹ کیس میں رکھنے لگی۔ اتنی بڑی رقم چھپانے کی کوئی خاص جگہ نہیں تھی۔ اس نے سوچا، فی الحال سیدھی ریلوے اسٹیشن جائے گی۔ وہاں لیکر لاکر کے کرمال اس میں رکھ دے گی۔ کٹی کوئین کے آدمی اسے نہیں چھوڑیں گے ل برآمد نہ ہونے پر اس کی پٹائی کریں گے طرح طرح سے اذیتیں دیں گے برداشت کر لے گی لیکن اتنی بڑی رقم ان کے حوالے نہیں کرے گی۔

اس نے ریلوے اسٹیشن پہنچ کر ایک لاکر حاصل کیا۔ وہاں اٹیچی رکھی سے بند کیا۔ پھر چابی اپنے پرس میں رکھ لی۔ اب چابی کو چھپانے کا مسئلہ تھا اس نے ادھر اُدھر دیکھا تو اسے ذرا فاصلے پر پامیلا نظر آئی۔ اس کے ساتھ مارہ جون کھڑی ہوئی تھی۔ وہ تینوں آپس میں دوست نہیں تھیں لیکن پیشے کے اعتبار سے ایک دوسرے کو خوب جانتی اور پہچانتی تھیں۔ ویلی نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے تمہیں کٹی کوئین پریشان کر رہی ہے۔"

پامیلا نے چونک کر پوچھا۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"تمہارے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی ہے۔ پھر میں نے آج صبح کا اخبار پڑھا ہے۔ تین غنڈے تمہیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ پولیس عین وقت پہنچ گئی۔ غنڈوں کا بیان ہے کہ تمہارے پاس لاکھوں ڈالر ہیں۔ اور زمین جائداد کے کاغذات ہیں۔ جب اتنی دولت ہے تو یقیناً کٹی کوئین کی نظر تم پر ہو گی۔ اور وہ اپنا حصہ وصول کرنا چاہتی ہو گی۔"

پامیلا اس کی باتیں سن رہی تھی اور اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "جیسے جوتا کاٹتا ہے، وہی جانتا ہے کہ تکلیف کہاں ہو رہی ہے اور کتنی ہو رہی ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے تم بھی یہی تکلیف محسوس کر رہی ہو۔"

"ہاں ایک اینڈریو تھامسن نامی شخص نے میرے خلاف کٹی کوئین کے کان بھرے ہیں۔ میں بھی لاکھوں ڈالر کی مالک ہوں۔ اس نے وارننگ دی ہے کہ میں وہ تمام مال ایک اٹیچی میں رکھ کر اس کے آدمیوں کا انتظار کروں اور اگر ایسا نہیں کروں گی تو مجھے اُٹھوا لیا جائے گا۔"

مارہ جون نے کہا۔ "میرے ساتھ بھی یہی مصیبت ہے۔ کٹی کوئین نے فون کیا تھا میں پانچ ہزار ڈالر روزانہ کما رہی ہوں لہٰذا مجھے بھی غنڈہ ٹیکس ادا کرنا چاہیے۔"

"یعنی ہم تینوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں اور اس کشتی کو کٹی کوئین ڈبونا چاہتی ہے۔"

پامیلا نے کہا۔ "اب ہمارے سامنے اس چابی کا مسئلہ ہے۔ ہمیں اپنے اپنے لاکر کی چابی کہاں چھپانا چاہیے؟"

ویلی نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "بعض اوقات ہم بہت ہی بے بس ہو جاتی ہیں۔ نہ اپنی حفاظت کر سکتی ہیں نہ اپنے مال کی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہاں جائیں۔ دنیا بہت چھوٹی لگتی ہے۔"

وہ تینوں باتیں کرتی ہوئی ریلوے اسٹیشن سے باہر آئیں پھر ایک چھوٹے سے بار میں آکر بیٹھ گئیں۔ اپنے لیے ایک ایک پیگ کا آرڈر دیا۔ آج رات وہ تینوں محفوظ نہیں تھیں لیکن اپنے اپنے لاکر کی چابیاں کہیں چھپا دینا چاہتی تھیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، کہاں چھپانا چاہیے۔

وہ آہستہ آہستہ پی رہی تھیں اور سوچ رہی تھیں، پھر تینوں ہی چونک گئیں۔ کاؤنٹر پر رکھا ہوا ٹیلیفون بج رہا تھا، جیسے خطرے کی گھنٹی سنا رہا ہو، جیسے کہہ رہا ہو۔ کٹی کوئین سے بچ کر جانا ناممکن ہے۔

بار مین نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "ہیلو" پھر دوسری طرف کی آواز سُن کر تینوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "جی ہاں، یہاں تین عورتیں بیٹھی ہیں۔"

وہ تینوں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ وہ دوسری طرف کی باتیں سن کر بولا۔ "کیا تمہارے نام ویلی، پامیلا اور مارہ ہیں؟"

تینوں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ اس نے ویلی کی طرف ریسیور

بڑھا دیا۔ اس نے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا "ہیلو، تم کون ہو؟"

آواز سنائی دی۔ "بزنس پارٹنر۔ تمھاری سہیلی، تمھاری محافظ جب میں تم لوگوں کے مال میں سے حصہ لیتی ہوں تو تمھاری حفاظت کی ذمہ داری بھی مجھ پہ ہے۔ اپنے اپنے لاکر کی چابیاں اپنے گلے میں لٹکا لو۔ جیسے نیکلس پہنتے ہیں تاکہ دور سے کٹی کوئین کو نظر آئیں۔ میں تم تینوں کو یقین دلاتی ہوں، اس کا کوئی آدمی تمھیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکے گا۔"

ویلی نے خوش ہو کر پامیلا اور سارہ سے کہا۔ "وہی سہیلی ہے بزنس پارٹنر کہتی ہے ہماری حفاظت کرے گی اور مشورہ دے رہی ہے، ہمیں اپنے اپنے لاکر کی چابیاں گلے میں لٹکا لینا چاہئیں تاکہ دور سے کٹی کوئین کو نظر آئیں اور وہ دھوئی کر رہی ہے کہ اس کا کوئی آدمی ہمیں ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔"

پامیلا نے حیرانی سے پوچھا۔ "اور تم یقین کر رہی ہو، کیا تم نہیں جانتیں کٹی کوئین کس بلا کا نام ہے اور اس کے غنڈے کیسے سفاک قاتل ہیں۔"

ویلی نے کہا۔ "تم اس نادیدہ بلا کو نہیں جانتیں۔ وہ جو کہتی ہے، کر بھی گزرتی ہے۔"

پامیلا نے کہا۔ "میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ بھی میرے ساتھ جو کہتی آئی ہے، وہی کرتی آئی ہے لیکن یہ نہ بھولو، وہ ایک عورت ہے اور کٹی کوئین کے پاس غنڈوں کی ایک پوری فوج ہے۔"

ریسیور سے آواز آئی۔ "میں تم لوگوں کی باتیں سن رہی ہوں۔ میری بات کا یقین کر دیا نہ کرو۔ میں ہر حال میں تمھاری حفاظت کروں گی، کیونکہ تم تینوں سے آئندہ مجھے بہت کچھ حاصل کرنا ہے۔"

پامیلا نے ریسیور لے کر پوچھا۔ "کیا تم ہماری حفاظت کے سلسلے میں کوئی ضمانت دے سکتی ہو؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم تینوں بُری طرح پھنسی ہوئی ہو، میری بات نہیں مانو گی تو کٹی کوئین کی بات ماننا ہوگی۔ بہرحال جو بہتر سمجھتی ہو وہ کرو۔ میں جو بہتر سمجھتی ہوں، وہ کر رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا۔ پامیلا نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ "اس نے فون رکھ دیا ہے۔ میں ابھی اس پر بھروسا نہیں کر سکتی۔ فی الحال میری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ آج رات ہم تینوں کو ایک ساتھ رہنا چاہیے۔"

سارہ نے کہا۔ "ایک سے تین بھلے۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں۔"

ویلی نے جام کو میز پر زور سے رکھتے ہوئے کہا۔ "دل میں ایسی دہشت ہے کہ شراب بھی پانی لگتی ہے۔"

پامیلا نے ذرا دور کھڑے ہوئے بارمین کو دیکھا۔ وہ ایک بوڑھا آدمی تھا۔ اس نے ویلی اور سارہ سے سرگوشی میں کہا۔ "اگر ہم اپنی اپنی چابیاں اس بوڑھے کے پاس امانت کے طور پر رکھ دیں تو کیا حرج ہے۔ دو گھنٹے گزرتے ہی والے ہیں۔ کٹی کوئین کے آدمی ہمیں کہیں نہ کہیں پکڑ لیں گے۔ کم از کم ہماری چابیاں تو محفوظ رہیں گی۔"

ویلی نے بوڑھے بارمین کو قریب بلا کر کہا۔ "تم صورت شکل سے رحم دل نظر آتے ہو۔ ہم مصیبت میں گرفتار ہیں۔ کچھ بدمعاش ہمارا پیچھا کر رہے ہیں، کیا ہماری ایک چیز امانت کے طور پر رکھو گے؟"

"اگر میں تمھارے کام آ سکتا ہوں تو ضرور آؤں گا اور تمھاری امانت کو جان سے زیادہ عزیز رکھوں گا۔"

تینوں نے اپنی اپنی چابیاں اس کے ہاتھ پر رکھ دیں۔ اس نے کہا۔ "یہ تو ریلوے لاکر کی چابیاں ہیں۔"

"ہاں، ہم نے وہاں ضروری سامان چھپا کر رکھا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "معلوم ہوتا ہے، مجھ پر بھروسا کرنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ بہرحال میں تم لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔"

وہ شراب کا بل ادا کر کے نکلیں۔ پھر ریلوے کے پارکنگ ایریا میں پہنچیں لیکن اپنی گاڑیوں کے پاس چند بدمعاش قسم کے لوگوں کو دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔ ایک نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم تینوں گھڑی دیکھنا بھول گئی ہو۔ دو گھنٹے پورے ہو چکے ہیں۔ کیا شرافت سے چلنا پسند کرو گی یا جبر کیا جائے؟"

ویلی نے پوچھا۔ "تم لوگ کون ہو؟"

"انجان بن کر چھٹکارا حاصل نہیں کر سکو گی۔ تمھارے چاروں طرف جو لوگ کھڑے ہیں، اُن کے ہاتھ اوور کوٹ کی جیبوں میں ہیں، ریوالور کا رُخ تم تینوں کی جانب ہے۔ زندہ رہنا چاہتی ہو تو چل کر اس گاڑی میں بیٹھو۔"

وہ مجبور اور بے بس تھیں۔ سر جھکا کر ان کے درمیان چلتی ہوئی گاڑی کے اندر بیٹھ گئیں۔ پھر وہ گاڑی چل پڑی۔ ان کے آگے پیچھے ریوالور والے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "تم ریلوے اسٹیشن کے لاکر کے پاس نظر آئی تھیں۔ یقیناً مال وہیں چھپایا ہے، چابیاں کہاں ہیں؟"

تینوں کا جواب ایک ہی تھا کہ ان کے پاس لاکر کی چابیاں ہیں اور نہ ہی انھوں نے کچھ چھپایا ہے۔ ان کا سفر آدھے گھنٹے تک جاری رہا۔ وہ شہر کے مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے ایک بڑے سے ورکشاپ کے سامنے پہنچے، اس کے گیٹ میں داخل ہونا چاہتے تھے، اسی وقت پولیس گاڑیوں کا سائرن سنائی دیا۔ راستے کے دونوں جانب سے گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی چلی آ رہی تھیں۔ ورکشاپ کا چوکیدار بڑا سا گیٹ کھولنا چاہتا تھا، اس سے پہلے ہی گاڑیوں نے اس وگین کار کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پولیس والے بڑی پھرتی سے نکل کر ریوالور دکھاتے ہوئے کہنے لگے۔ "خبردار! کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ اپنے اپنے ہاتھ اٹھا کر سب باہر آ جاؤ۔"

ایک نے گاڑی سے باہر آ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم اس ورکشاپ میں کام کرتے ہیں۔"

پولیس افسر نے کہا۔ "تم ان تین عورتوں کو اغوا کر کے لا رہے ہو۔"

ابھی وہ سب کے سب باہر نہیں آئے تھے۔ ایک نے چپ چاپ ریوالور دکھاتے ہوئے ویلی، پامیلا اور سارہ سے کہا۔ "اگر کسی نے ہمارے خلاف بیان دیا تو ہم قانون سے نہیں ڈریں گے، فوراً گولی مار دیں گے چلو، باہر نکل کر کہہ دو تم تینوں اس ورکشاپ میں ملازمت کرتی ہو۔"

وہ یکے بعد دیگرے باہر آ کر ہاتھ اٹھاتے گئے۔ پامیلا نے خوف سے رُکتے ہوئے کہا۔ "ہم یہاں ملازمت کرتی ہیں۔ آپ خواہ مخواہ ہم پر شک کر رہے ہیں۔"

افسر نے تمام بدمعاشوں کو ریوالور کی طرف منہ کر کے ہاتھ دیوار سے لگا کر کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ وہ حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔ پولیس والے ان کی تلاشی لے رہے تھے۔ پھر تین آدمیوں کی جیبوں سے تین ریوالور برآمد ہوئے۔ افسر نے پوچھا۔ "اچھا تو تم ریوالور کے زور پر ورکشاپ میں مزدوری کرتے ہو؟"

ویلی نے کہا۔ "انھوں نے ہمیں دھمکی دی تھی کہ ہم ان کے خلاف بیان دیں گے تو یہ ہمیں گولی مار دیں گے۔"

افسر نے کہا۔ "ہم نے بھی گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ تمھارے چہرے سے پہچان گئے تھے کہ تم پر جبر کیا جا رہا ہے۔"

ایک شخص نے کہا۔ "آفیسر، ہماری بھی بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان تینوں نے انڈیلو تھامسن کے گھر چوری کی ہے اور چوری کا مال ریلوے لاکر میں چھپایا ہے۔ یقین نہ ہو تو ان سے چابی طلب کریں اور لاکر کھلوا کر دیکھیں۔"

ان چاروں بدمعاشوں کو ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔ افسر نے ویلی سے پوچھا۔ "کیا تم تینوں اپنی بے گناہی کے ثبوت میں لاکر کی چابیاں دے سکتی ہو؟"

وہ اگرچہ مجرمانہ زندگی گزار رہی تھیں لیکن قانون کے محافظوں کے سامنے کی جرأت نہیں کر سکتی تھیں۔ ویلی نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہمیں ان بدمعاشوں سے خطرہ تھا، اس لیے ہم نے اپنی چابیاں بارمین کے پاس امانت کے طور پر رکھ دی تھیں۔"

"لاکر میں کیا رکھا ہوا ہے؟"

پامیلا نے جلدی سے کہا۔ "ہمارا کچھ ضروری سامان ہے۔"

وہ سب پولیس والوں کے ساتھ اس بار میں پہنچے جہاں چابیاں امانت کے طور پر رکھی گئی تھیں۔ بارمین نے وہ چابیاں انھیں واپس کر دیں۔ وہ تینوں اندھیرے اندر گھبراہٹ کی ہوئی تھیں۔ جھوٹ کہہ دیا تھا مگر اب لاکر کھلنے پر سچ ظاہر ہونے والا تھا۔ انھیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تنانہ انھیں اپنے جھوٹ پر قائم رہنے کے لیے مجبور کر رہی ہے۔

وہ لاکر کے پاس آئے۔ پھر باری باری پامیلا اور ویلی کے لاکر کو کھول کر دیکھا۔ پامیلا کے لاکر میں ایک گڑیا، کچھ کپڑے اور عورتوں سے متعلق رکھنے والا کچھ ضروری سامان رکھا ہوا تھا۔ ویلی کے لاکر میں بھی کچھ اسی قسم کی چیزیں تھیں جو اصل مال رکھا تھا، وہ غائب ہو چکا تھا۔

آفیسر نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ معمولی سا سامان لاکر میں کیوں رکھا ہے؟"

ویلی نے تنانہ کی مرضی کے مطابق کہا۔ "ہم ان بدمعاشوں کو دھوکا دینا چاہتے تھے اور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے آخر یہ ہمارے پیچھے کیوں پڑے ہیں۔ پتا چلا انھیں کسی نے ہمارے بارے میں غلط اطلاع دی ہے اور یہ ہم پر چوری کا الزام لگا رہے ہیں۔"

پولیس والوں نے ان تینوں کو چھوڑ دیا۔ بدمعاشوں کو پکڑ کر لے گئے۔ ان کے جانے کے بعد پامیلا نے مایوسی سے کہا۔ "یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ پولیس والوں سے نجات مل گئی۔ ان لوگوں سے چھٹکارا بھی نصیب ہو گیا۔ لیکن ہمارا مال غائب ہو گیا۔"

ویلی نے کہا۔ "میرا دل کہتا ہے کہ مال غائب نہیں ہوا ہے۔ اس میں سے ہمارا حصہ پوری ایمانداری کے ساتھ ملے گا۔"

پامیلا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "یہ تو ہمیں نے بھی آزمایا ہے، چور لٹیرے بھی گھر چلتے ہیں۔ شاید وہ نادیدہ عورت ٹیلی فون پر ہم سے باتیں کرنا چاہتی ہو۔"

وہ تینوں اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر سیدھی پامیلا کے گھر پہنچیں۔ دروازہ کھولا۔ پھر بیڈ روم میں پہنچ کر دیکھا جمال ٹیلی فون رکھا ہوا تھا، وہ تین لفافے نظر آئے۔ تینوں پر تینوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ انھوں نے کھول کر دیکھا تو پامیلا کے لفافے میں اس کے زمین و جائداد کے کاغذات کے ساتھ ایک لاکھ چالیس ہزار ڈالر تھے۔ ویلی کے لفافے سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار ڈالر برآمد ہوئے اور سارہ جون کے لفافے سے چالیس ہزار ڈالر نکلے۔ یعنی ان تینوں کے پاس ان کا حصہ پہنچ گیا تھا۔ پھر فون کی گھنٹی سنائی دی۔ پامیلا نے لپک کر ریسیور اُٹھایا، پھر کہا۔ "ہیلو، میں پامیلا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "کیا خوش ہو؟"

"ہم بہت خوش ہیں۔ واقعی تم نے وعدے کے مطابق ہماری حفاظت کی ہے۔ ہمیں ان غنڈوں سے بچایا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ہماری چابیاں اس بارمین کے پاس تھیں پھر۔۔۔"

دوسری طرف سے بات کاٹ کر کہا گیا۔ "زیادہ سوالات نہ کیا کرو۔ اپنے کام سے کام رکھو اور دیکھتی رہو کہ تمھارا حصہ ایمانداری سے ملتا ہے یا نہیں۔"

"تم زبان کی دھنی ہو جو کہتی ہو، وہ کرتی ہو۔ ہم تم سے ملنا چاہتی ہیں۔"

"یہ حسرت تم سب کے دل میں رہے گی مگر ملاقات کبھی نہیں ہو سکے گی۔"

"دیکھو! ریسیور نہ رکھنا۔ ایک خدشہ اور مٹا دو۔ کیا کٹی کوئین کے آدمی دوبارہ ہمیں پریشان نہیں کریں گے؟"

"صبح ہونے تک کٹی کوئین کے غبارے سے ہوا نکل چکی ہوگی۔ کوئی تمھاری طرف رُخ نہیں کرے گا۔ آرام سے سو جاؤ۔"

پامیلا نے اطمینان کی سانس لے کر ریسیور رکھ دیا۔ پھر ویلی اور سارہ کو فون پر ہونے والی گفتگو کے متعلق بتانے لگی۔ وہ سن رہی تھیں اور خوش ہو رہی تھیں اور دل ہی دل میں تسلیم کر رہی تھیں کہ وہ نادیدہ بزنس پارٹنر جو بھی ہے، جیسی بھی ہے، ان کے لیے ایماندار ہے اور انھیں ہر مصیبت سے محفوظ رکھنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔

تنانہ اسی وقت کٹی کوئین کے دماغ میں پہنچ گئی تھی، جب وہ ویلی کو دھمکی دے رہی تھی اور اسے دو گھنٹے کی مہلت دے کر کہہ رہی تھی کہ اگر

اس نے پچھلی رات کا لوٹا ہوا تمام مال اس کے حوالے نہ کیا تو اس کے آدمی اسے اُٹھا لے جائیں گے۔

اس نے سوچا تھا کٹی کو مین کے دماغ میں پہنچ کر اسے اتنا موقع نہیں دے گی کہ وہ اپنے غنڈے دیلی کے لیے روانہ کر سکے۔ لیکن اس کے دماغ میں پہنچ کر ارادہ بدل دیا۔ وہ ایک بہت ہی خفیہ اڈے میں تھی اور وہ ایسا محفوظ اڈا تھا جس کی تنانہ کو ضرورت تھی۔ اس نے اسی لمحے فیصلہ کر لیا کہ آہستہ آہستہ وہ کٹی کو مین کے قدم وہاں سے اکھاڑ دے گی اور خود اس اڈے کی مالکہ بن جائے گی۔ اسی لیے اس نے ریلوے اسٹیشن کے قریب ہارمین کے دماغ پر قبضہ جما کر چابی حاصل کی۔ لاکر سے تمام سامان غائب کیا۔ پھر چابی واپس ہارمین کے پاس پہنچا دی۔ دوسری طرف پولیس کو اطلاع دی کہ چند غنڈے تین عورتوں کو اغوا کر کے فلاں جگہ پہنچا رہے ہیں۔

وہ ان معاملات سے نمٹ کر سیدھی اس اڈے میں پہنچی۔ اگرچہ جان کا خطرہ تھا تاہم اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیا تھا، کٹی کو مین کے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔ جتنے بھی تھے ان کی آواز اور لہجے کو سن لیا تھا۔ اس نے وہاں قدم رکھنے سے پہلے فون پر رابطہ قائم کیا۔ "ہیلو کٹی کو مین! میں اپنے آدمیوں کی گرفتاری کی خبر سن چکی ہو گی۔"

"تم کون ہو؟"

"میں ان عورتوں کی محافظ ہوں جن سے تم غنڈہ ٹیکس وصول کرنا چاہتی تھیں۔ میں نے ہی تمہارے آدمیوں کو گرفتار کرایا ہے۔"

"اچھا تو تم کسی جاسوسی ناول کا پُراسرار کردار ہو۔ اپنا تعارف نہیں کراؤ گی؟"

"تم تعارف کی بات کر رہی ہو۔ میں خود تمہارے سامنے پہنچ رہی ہوں۔"

کٹی کو مین نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "نادان بچی لگتی ہو۔ میں جہاں ہوں، وہاں قانون کے محافظ تو کیا موت بھی نہیں پہنچ سکتی۔"

"اسے ہڑاہول کہتے ہیں۔ دنیا کی کوئی جگہ موت سے خالی نہیں ہے۔ بہاں کے ذرّے ذرّے پر فنا کی مہر لگی ہوئی ہے۔ کٹی! اس دنیا میں ایک آتا ہے، ایک جاتا ہے۔ تمہارے بھی چل چلاؤ کا وقت آچکا ہے۔ مجھے تم سے زیادہ اس جگہ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا وہ جگہ تم سے حاصل کرنے کے لیے آرہی ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ مورگن نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "کہاں چلنا ہے؟"

"چلتے رہو۔ خود ہی منزل تک پہنچ جاؤ گے۔"

دوسری طرف کٹی پریشان تھی۔ وہ اپنے تین قابلِ اعتماد محافظوں سے انٹرکام پر کہہ رہی تھی۔ "تم تینوں کے سوا کوئی اس خفیہ اڈے کو نہیں جانتا ہے۔ جسے بھی یہاں لایا جاتا ہے، اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی جاتی ہے۔ پتا نہیں فون پر بات کرنے والی کون تھی۔ آواز سے نوخیز لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ ویسے کوئی بچی ہوئی بدمعاش ہو سکتی ہے۔ ڈنگیں مار رہی تھی کہ یہاں پہنچنے والی ہے۔ کیا تم میں سے کوئی بتا سکتا ہے، وہ کہاں تک درست کہہ رہی تھی؟ اور اگر واقعی یہاں پہنچ جائے تو تم تینوں کیا کرو گے؟"

ایک نے کہا۔ "اوّل تو ہم یقین نہیں کر سکتے کہ اس خفیہ اڈے کے خفیہ چور دروازوں کا راز کوئی معلوم کر سکتا ہے۔ اگر کسی طرح راز فاش ہو جائے اور کوئی یہاں آئے تو ہم اسے زندہ نہیں جانے دیں گے۔ آج اس آنے والی کو پہلے زندہ تمہارے سامنے پیش کریں گے پھر تمہارے فیصلے کے مطابق عمل کریں گے۔"

مورگن کار ڈرائیو کرتا ہوا شہر سے باہر چھ میل دور ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچ گیا۔ ایک طرف پہاڑی تھی، دوسری طرف دریا بہتا تھا۔ بہت ہی خوبصورت جگہ تھی۔ دور دور تک کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ وہاں دولت مند لوگ تفریح کی غرض سے آتے تھے۔ ہر سمت رنگینیاں بکھری دکھائی دیتی تھیں۔ وہ جگہ کبھی ویران رہتی تھی اور کبھی حسین عورتوں سے آباد ہو جاتی تھی۔ اس پہاڑی پر پچاس فٹ کی بلندی پر کٹی کو مین کا کاٹیج تھا۔

دراصل وہ غار کا دہانہ تھا۔ کچھ عرصہ پہلے کٹی کو مین نے اپنی دولت سے اس دہانے پر کاٹیج بنا لیا تھا جس کے نیچے میں اب غار نظر نہیں آتا تھا۔ صرف وہ کاٹیج دکھائی دیتا تھا۔ جن مزدوروں اور کاریگروں نے وہ کاٹیج چور دروازوں کے ساتھ بنایا تھا، انھیں کٹی نے قتل کرا دیا تھا۔ مورگن نے کاٹیج کے سامنے گاڑی روک دی۔ پھر پلٹ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ "بے بی! میں بھول جاتا ہوں کہ تم سے کچھ پوچھنا نہیں چاہیے۔ کمال ہے، میں آپ ہی آپ ڈرائیو کرتا ہوا یہاں پہنچ گیا!"

وہ دروازہ کھول کر اترتے ہوئے بولی۔ "تم جا سکتے ہو۔"

"کیا واپس نہیں جاؤ گی؟"

"میرے دشمن واپس پہنچا دیں گے۔ تم یہاں رہو گے تو مجھے خیال خوانی کے ذریعے تمہارا خیال بھی رکھنا پڑے گا۔"

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ کاٹیج کے برآمدے پر مسلح چوکیدار کھڑا ہوا تھا۔ تنانہ کو دیکھتے ہی بولا۔ "یہاں کوئی نہیں ہے، تم کس سے ملنا چاہتی ہو؟"

اسے جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ گھور کر دیکھ رہی تھی۔ چوکیدار نے سر کو جھکا لیا۔ وہاں سے گھوم کر دروازے کی طرف گیا۔ جیب سے چابی نکالی۔ پھر اسے کھول دیا۔ وہ ایک عرصے سے وہاں چوکیداری کرتا تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی مالکہ کٹی کو مین جب اپنے تین باڈی گارڈ کے ساتھ کاٹیج میں جاتی ہے تو وہاں کیا کرتی ہے۔ کیا کاٹیج کے پیچھے بھی کوئی راستہ ہے؟

وہ چوکیدار اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اسے حکم تھا عجیب کٹی اپنے آدمیوں کے ساتھ کاٹیج میں داخل ہو جائے تو وہ باہر سے دروازے کو مقفل کر دیا کرے۔ کسی بھی آنے والے کو جواب دے کہ وہاں کوئی نہیں رہتا۔ تنانہ نے کھلے ہوئے دروازے سے اندر آتے ہوئے کہا۔ "دروازے کو باہر سے لاک کر دو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ بھی یہی چاہتی تھی کہ مسلح چوکیدار کو اس کاٹیج کے اندرونی معاملات کا علم نہ ہو۔ اس نے بند کاٹیج کے پہلے کمرے کو گھوم کر دیکھا۔ نہایت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ پھر وہ دوسرے کمرے میں آئی۔ وہاں سے ایک کوریڈور میں پہنچی۔ کوریڈور کے آخری سرے پر اندھیرا تھا۔ وہاں کوئی شخص دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑا ہوا تھا۔ وہ اپنے قد اور جسامت کے لحاظ سے پہاڑ نظر آرہا تھا۔ اس نے کہا۔ "بے بی! ہم سونچ بھی نہیں سکتے تھے، تم خود آؤ گی۔ میں تمہاری اس جرأت پر حیران ہوں۔"

"تم مجھے بے بی کہہ رہے ہو تو پھر اس بچی کو جانے کا راستہ دو۔"

"راستہ کہاں ہے؟"

"تمہارے پیچھے ہے۔"

"میرے پیچھے دیوار ہے۔"

"دیوار کے پیچھے غار ہے۔"

"تعجب ہے، تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"ایسے سوال کبھی کسی سے نہ کرو جن کے جواب کی توقع نہ ہو۔"

"کیا یہ بھی سوال نہ کروں کہ کاٹیج کا دروازہ باہر سے لاک تھا۔ تم نے چوکیدار سے کیسے کھلوایا، کیسے اندر آئیں؟"

"کٹی نے کہا تھا کہ موت بھی یہاں نہیں پہنچ سکتی۔ کیا موت سے یہ کوئی پوچھتا ہے، کس طرح وہ تالا کھول کر آگئی؟"

"تمھیں کٹی کو مین سے کیا دشمنی ہے؟"

"وہ ایک دلّالہ ہے، مجبور عورتوں کی کمائی کھاتی ہے۔ اس کے برعکس میں اپنے کام آنے والی عورتوں کی کمائی نہیں کھاتی۔ ان کے اندر حوصلہ پیدا کرتی ہوں، انھیں نہ تو کوئی خرید سکتا ہے، نہ ان سے کوئی کچھ چھین سکتا ہے۔ تمھاری ماں، بہن، بیٹی ہے تو میری بات کو سمجھائے بغیر سمجھ لو۔"

اس کے سامنے جو پہاڑ جیسا شخص کھڑا ہوا تھا، وہ پیٹر پال تھا۔ تنانہ کے خیالات پڑھ کر سمجھ گئی تھی، وہ اس سے متاثر ہوتا جا رہا ہے۔ وہ مسکراتے ہوئے ایک طرف ہٹ گیا۔ کہنے لگا۔ "بے بی! میں پہلی نظر میں تمھیں پسند کرنے لگا ہوں۔ تمھیں راستہ معلوم ہے تو راستہ نہیں روکوں گا۔ تمھاری دلیری کی انتہا دیکھوں گا۔"

سامنے والی دیوار سے ایک ٹیلی فون چسپاں تھا۔ ریسیور ہک سے لٹک رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ڈائل کرنے کے لیے کئی بٹن دکھائی دے رہے تھے۔ وہ آگے بڑھ کر ریسیور کو اٹھانے کے بعد مخصوص نمبروں کے بٹن دبانے لگی۔ صرف چھ نمبر دباتے ہی اچانک کھٹ کا سا سنائی دیا۔ دیوار کا ایک حصہ ایک طرف سرکنے لگا۔ پیٹر پال نے کہا۔ "تم حیران کر رہی ہو۔ یہ نمبر کٹی کو مین کے صرف تین باڈی گارڈ جانتے ہیں۔ تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

اس نے مسکرا کر دیکھا۔ پھر کھلے ہوئے دروازے سے اندر جاتے ہوئے بولی۔ "تم پھر وہی سوال کر رہے ہو جس کا جواب صرف دوستوں کو دیا جاتا ہے۔"

وہ کہنا چاہتا تھا۔ "بے بی! میرا دل تمھارا دوست بنتا جا رہا ہے؛ لیکن اس نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ اس کے پیچھے چلنے لگا۔ تنانہ ایک غار میں پہنچ گئی تھی۔ چاروں طرف اونچی نیچی پتھروں کی دیواریں تھیں، وہ اس غار سے گزرتی ہوئی دائیں طرف مڑ گئی، وہاں پتھروں سے تراشا ہوا ایک بڑا سا ہال تھا۔ اسپیکر کے ذریعے کٹی کو مین کی آواز سنائی دی۔ وہ سخت لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ "پیٹر پال! یہ کیا حماقت ہے۔ تم نے اس لڑکی کو یہاں آنے کیوں دیا؟"

"میڈم! سچ بات تو یہ ہے کہ میں نے زندگی میں پہلی بار اتنی کم سن اور دلیر لڑکی دیکھی ہے جو نہایت کامیابی سے اس خفیہ اڈے تک پہنچ گئی ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، آئندہ کیا ہونے والا ہے؟"

"جب تمھارے جیسا محافظ ہتھیار ڈال دے تو اور کیا ہو گا؟ کیا تم میری تباہی چاہتے ہو؟"

"ابھی آپ کے پاس زبردست باڈی گارڈ ہیں۔ ان سے کہہ دیجیے کہ اس کا راستہ روک لیں۔"

"کیا تم چیلنج کر رہے ہو۔ کیا تم اس کا ساتھ دے رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں، میں صرف تماشائی بن کر رہوں گا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر اس ہال کے ایک طرف کا دروازہ کھلا۔ دو پہلوان قسم کے باڈی گارڈ نظر آئے۔ ان کے پیچھے کٹی کو مین دکھائی دی۔ وہ تنانہ کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے، آگے بڑھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "تم بالشت بھر کی چھوکری یہاں تک چلی آئی ہو، آخر تم کون ہو؟"

"تم نے کہا تھا کہ موت بھی یہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ میں تمھیں بتانے آئی ہوں، وہ پہنچ چکی ہے۔"

"تم اپنے قد سے اونچی بات کر رہی ہو۔"

پھر اس نے اپنے ایک باڈی گارڈ کو اشارہ کیا۔ اس نے اپنا ریوالور کٹی کو مین کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "جسے چیونٹی سے مسلا جا سکتا ہے، اس کے لیے ریوالور استعمال کرنا سراسر حماقت ہے۔"

پھر اس نے تنانہ کی طرف پلٹ کر ایک ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لاؤ بے بی! اپنا وہ ہاتھ میرے ہاتھ میں دو جس سے چور دروازہ کھول کر آئی ہو، تم آئندہ اپنے گھر کا دروازہ بھی نہیں کھول سکو گی۔"

تنانہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ دونوں کی انگلیاں آپس میں گڈمڈ ہو گئیں۔ باڈی گارڈ پنجہ لڑانے کے انداز میں ایک جھٹکا دے کر اس کی انگلیاں موڑنا چاہتا تھا مگر پتا چلا، وہ ہوشیار ہے، اسے موڑنے نہیں دے رہی ہے۔ اس نے ذرا سی طاقت کا مظاہرہ کیا تو پتا چلا لڑکی نازک اندام ہے لیکن اچھی خاصی قوت کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ وہ آسانی سے اس کا پنجہ موڑ نہیں سکے گا۔ یہ اس کے لیے بڑی شرم کی بات تھی۔ وہ تو اسے چٹکی میں مسلنے آیا تھا۔ اس نے پوری قوت کا مظاہرہ کیا۔ اسے دھکیلتے ہوئے پیچھے لے جانے لگا۔ رہی اس کی خوش فہمی تھی کہ وہ اسے دھکیل رہا تھا۔ وہ خود ہی پیچھے ہٹتے ہوئے اچانک نیچے گری۔ پھر دونوں پاؤں پر رکھ کر اسے پیچھے کی طرف اچھال دیا۔ وہ اچھلتا ہوا پتھریلی دیوار سے

جا کر ٹکرایا تو آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ تنانہ نے یہ داؤ استعمال کرتے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر سر کو زور سے دیوار کے ساتھ ٹکرا دیا تھا۔ وہ چکرا کر اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔ تنانہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "کتیا! اب دوسرے کو بھیجو۔"

وہ ریوالور کے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی۔ "میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ تم بہت خطرناک لڑکی ہو۔ دکھائی کچھ دیتی ہو اور اندر سے کچھ اور ہو۔ تم میری موت بن کر آئی ہو۔ لو، میں تمہاری موت بن رہی ہوں۔"

اس نے ٹریگر دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی اور اس کے مقابلے پر آکر فرش پر گرنے والا ایک دم سے تڑپنے لگا۔ گولی اس کے شانے پر لگی تھی۔ دوسری بار ٹھائیں کی آواز گونجی اور وہ تڑپتے تڑپتے ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ اب کتیا کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ اپنے ہی آدمی کو کیسے مار ڈالا؟

وہ اچانک قہقہہ لگانے لگی۔ پیٹر پال حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ حیرانی اسی بات کی تھی کہ کتیا کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور تنانہ اطمینان سے کھڑی ہوئی تھی جیسے ریوالور نہیں گھلونا ہو۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "میں نے بار ڈالا اپنے آدمی کو اپنے ہی ہاتھ سے مار ڈالا۔ اسے کہتے ہیں، موت۔ اب میں تسلیم کرتی ہوں کہ موت کیسے آتی ہے لیکن میں مرنے سے پہلے سب کو مار ڈالوں گی۔"

اس نے اچانک پلٹ کر اپنے دوسرے باڈی گارڈ پر فائر کیا۔ وہ اس بات کے لیے تیار نہیں تھا۔ فائرنگ کی زد میں آگیا۔ تڑپ کر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے دیوار سے جا کر لگ گیا۔ گولی صبح نشانے پر لگی تھی وہ کھڑا نہ رہ سکا۔ اوندھے منہ فرش پر گر کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ پیٹر پال نے فوراً ہی ریوالور نکال کر گولی چلا دی۔ کتیا کے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا۔ وہ بولا۔ "تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ اس لڑکی کو موت کے روپ میں دیکھ کر ہماری جان کی دشمن ہو گئی ہو لیکن میں مرنا نہیں چاہتا تمہارے حصے کی موت آئی ہے، تم مرو۔"

وہ فائر کرنا چاہتا تھا لیکن انگلی ٹریگر کو نہ دبا سکی۔ اس نے حیرانی سے اپنے ریوالور کو دیکھا۔ پھر فائر کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ تنانہ نے کہا۔ "پیٹر پال، تم کو گولی نہیں چلا سکو گے۔ اسے اپنی موت آپ مرنے دو۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "لیکن ایسی کیا بات ہے۔ میری انگلی کام کیوں نہیں کر رہی ہے؟"

تنانہ نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ کتیا کو ٹھور کر دیکھ رہی تھی۔ اسے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ کتیا کا دایاں ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے ریوالور کو اٹھا لیا۔ پھر اس کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگاتے ہوئے بولی۔ "اب میری سمجھ میں آگیا ہے اس دنیا میں سدا کوئی اپنے مقام پر نہیں رہ سکا۔ دوسروں کے لیے جگہ خالی کرنا پڑتی ہے لہٰذا میں اس لڑکی کے لیے جگہ خالی کر رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلا دی۔ پھر دھڑام سے فرش پر گر پڑی۔

پیٹر پال گم سم کھڑا تنانہ کو دیکھ رہا تھا۔ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا، یہ غیر معمولی قوتوں کی مالک ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر کوئی ہتھیار استعمال نہیں کر سکتا اور ہتھیار کے ہوتے ہوئے بھی کوئی اس سے لڑ نہیں سکتا۔ یہ اپنے شکار کو اپنے ہاتھوں سے نہیں مارتی، اُسے خود مرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ ایسی شہ زور بلا کو پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ اوگاڈا کنٹی کس طرح اپنے ہی ہاتھوں حرام موت مر گئی۔

وہ سوچ رہا تھا اُسے دیکھ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب یوں آرہا تھا جیسے بے اختیار اس بے پناہ شخصیت کے آگے گھٹنے ٹیک رہا ہو۔ اس نے تنانہ کے سامنے پہنچ کر دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھ لیے، سر کو جھکا لیا۔ پھر جھکتے ہوئے اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔

★

میں تنانہ کے خیالات پڑھتا جا رہا تھا۔ اس نے بڑے اعتماد سے مجھے اپنے دماغ میں جگہ دی تھی۔ ایسی بے باک لڑکی میں نے پہلی بار دیکھی جو اپنے خود خیالات پڑھنے کی آزادی دے رہی تھی۔ ورنہ لڑکیاں فطری طور پر اپنے نازک جذبوں کو اپنے آئیڈیل سے چھپائے رکھتی ہیں۔ میں نے کہا۔ "تم تو کھلی ہوئی کتاب ہو۔"

وہ بولی۔ "میں جس کے لیے دُنیا میں آئی ہوں، اس کے لیے کھل رہی ہوں۔ اس کتاب کو کھولنے کی جرأت کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔"

تنانہ کے قدم کینیسا سٹی میں مضبوطی سے جمے ہوئے تھے۔ وہ کٹی کو مین کے خفیہ اڈے کی مالکہ بن چکی تھی۔ اس کے علاوہ تین اور رہائش گاہیں تھیں جہاں وہ مختلف حیثیتوں سے رہ سکتی تھی۔ دبی، پامیلا اور سارہ جون کے علاوہ اور کئی چھٹی ہوئی بدمعاش عورتیں اس کی آلۂ کار بن گئی تھیں۔ تنانہ کے دماغ سے پتا چلا، وہ جنرل ڈی کو رانک کیسے پہنچی تھی۔ وہاں تک پہنچنے کا راستہ نہایت آسان تھا۔ جن دنوں جنرل اپنی ٹرانسفارمیشن کے ساتھ روپوش ہو گیا تھا تو سرکار کی طرف سے اس کے خلاف اخبارات میں تصویریں شائع کرائی گئی تھیں، اسے مفرور مجرم اور قانون کا مطلوب قرار دیا گیا تھا۔ تنانہ نے ایک اخبار میں اس کی تصویر دیکھی تھی پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی دماغ میں پہنچ گئی تھی۔

اگرچہ سرکار نے اسے مفرور مجرم قرار دیا تھا۔ لیکن ٹرانسفارمیشن کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ تنانہ کو مجرم آلۂ کاروں کی ضرورت تھی لہٰذا اس نے جنرل کے دماغ میں جگہ بنائی۔ تب پتا چلا اس جنرل کے پیچھے ٹرانسفارمیشن چھپی ہوئی ہے۔

جنرل ڈی کو را پوری طرح اس کے قبضے میں تھا لیکن کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی کی موجودگی سے بے خبر تھا۔ اسے خوش فہمی تھی کہ وہ ایک تنظیم کا سرغنہ ہے کسی کا آلۂ کار نہیں ہے۔ جب کہ وہ معمولی آلۂ کاروں سے بھی گیا گزرا تھا۔ تنانہ جب چاہتی اس سے انڈوں کا پوشع اور چائے بنوا لیتی تھی۔ وہ اس کی مرضی سے مورینا کو تلاش کرنے یورپ گیا تھا اور اسی کی مرضی سے واپس آکر اپنے خاص ماتحت کو حکم دیا تھا کہ اخبارات میں ٹرانسفارمیشن کے متعلق اعلان چھپوایا جائے۔

جب دوسرے دن کے اخبارات لوگوں کے ہاتھوں میں آئے تو تشویش اور دلچسپی رکھنے والی خطرناک تنظیمیں اور جرائم پیشہ افراد چونک گئے۔ سپر ماسٹر نے خفیہ طور پر احکامات جاری کیے۔ "امریکا میں جتنی ریاستیں ہیں، جتنے شہر ہیں جتنے ٹیلی فون ایکسچینج ہیں، وہاں وہ تمام گفتگو ریکارڈ کی جائے جو ٹرانسفارمیشن سے متعلق ہو اور یہ سراغ لگایا جائے کہ بات کرنے والے کس اسٹیٹ کے کس شہر سے یا کس ٹیلی فون ایکسچینج سے تعلق رکھنے والے علاقے سے بول رہے ہیں۔"

ہم نہیں جانتے تھے، سپر ماسٹر جنرل ڈی کو را کو گھیرنے کیلئے کیسے انتظامات کر رہا تھا۔ یہ باتیں بعد میں معلوم ہوئیں۔ اسی طرح آئرن ہارڈی نے تمام ملاقاتیں ترک کر دی تھیں۔ مورینا کو ہر لحظہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اسے سمجھاتا رہا کہ اس شخص کے دماغ میں جاتی رہا کرو جس کی آواز کیسٹ کے ذریعے سنی گئی ہے۔ وہ اس کی ہدایات پر عمل کرتی تھی لیکن ڈی کو را کے دماغ میں نہیں ملتی تھی۔ وہ فوراً سانس روک لیتا تھا۔

آئرن ہارڈی یقین سے کہتا تھا، وہ مشین اسی سانس روکنے والے کے پاس ہے۔ اب اُمید ہو چلی تھی کہ فون کے ذریعے رابطہ قائم ہونے پر شاید مورینا کے دماغ میں پہنچ سکے۔ اس نے دوسرے دن کے اخبارات میں کچھ اس طرح کا مضمون چھپوایا۔ "تمہارے پاس مشین ہے، ہمارے پاس مال ہے، ایک خلائی سے دوسرے خلائی میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ فون نمبر نیچے درج ہے ہم سے فوراً رابطہ قائم کرو۔"

اسی دن کے اخبارات میں ماسک مین کی جانب سے بھی ایسا ہی مضمون شائع کرایا گیا۔ "تمہارے پاس مشین ہے، ہمارے پاس مال ہے۔ مال کو ہمارے خلائی سے اپنے خلائی میں منتقل کرانا چاہتے ہو تو نیچے ایک درجن فون نمبر درج ہیں، جس نمبر پر چاہو رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

آئرن ہارڈی کے پاس مورینا تھی۔ ماسک مین کے پاس آرمر تھا۔ اسرائیلی حکام نے شیبا سے درخواست کی۔ "تم اگر تعاون کرو تو ہم اس مشین تک پہنچ سکتے ہیں۔"

شیبا نے جناب شیخ الفارس سے ہدایت چاہی۔ شیخ صاحب نے کہا۔ "جو ہو چکتے ہیں اُسے ہونے دو، جانے دو۔ وہ مشین فرہاد اور تنانہ کی دسترس میں ہے، تم کسی خطرے کا اندیشہ نہ کرو۔"

شیبا نے اسرائیلی حکام سے کہا۔ "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہ مشین تمہارے ہاتھ لگ جائے، اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟"

اسرائیلی حکومت کی طرف سے بھی اخبارات میں ایسا ہی مضمون شائع ہوا۔ "تمہارے پاس مشین ہے، مگر ہمارے مال کے بغیر بے کار ہے۔ ہمارا مال اپنی طرف منتقل کرنا چاہتے ہو تو مندرجہ ذیل ٹیلیفون نمبر پر رابطہ قائم کرو۔"

یہ تین اشتہارات سمجھ میں آتے تھے۔ ہر ایک کے پاس مال تھا لیکن ایسے بے شمار اشتہارات تھے، جن میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ ان کے پاس بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی موجود ہے۔ لہٰذا ٹرانسفارمیشن والے کو فوراً ان سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔

ایک اشتہار شائع کرانے والے نے تو انتہا کر دی۔ اس نے دعویٰ کیا تھا۔ "تمہارے پاس ٹرانسفارمیشن ہے، ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والی تنانہ ہے۔ تم جب چاہو گے، تم سے دماغی رابطہ قائم کرے گی۔ لہٰذا ہم سے فوراً رابطہ قائم کرو۔"

تنانہ یہ اشتہار پڑھتے ہی ہنسنے لگی۔ ہنسی کے ترنم سے اس کا چہرہ گلاب کی طرح کھل جاتا تھا۔ اس کا بدن ہنسی کی ہر تال پر پھول کی پنکھڑیوں کی طرح کھلتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے موت جسم سے روح کھینچ لیتی ہے، ویسے ہی وہ بلا کی ہنسی سینے سے دل کھینچ لیتی تھی۔

وہ ہنستے ہنستے بولی... "کیا دیکھ رہے ہو؟ اب یہی کہو گے نا، یوں نہ ہنسا کرو، کوئی اٹھا کر لے جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "اب نہیں بولوں گا کیونکہ تمہاری ہنسی مجھے یہاں اٹھا لائی ہے۔"

وہ اور کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں نے کہا۔ "جس اشتہار کو پڑھ کر ہنس رہی ہو، اس کے سنجیدہ پہلو پر غور کرو۔"

"بھلا اس کا سنجیدہ پہلو کیا ہو گا؟"

میں نے کہا۔ "آج تک کسی بھی خطرناک تنظیم نے تمہارا نام نہیں لیا تھا۔ سپر ماسٹر، ماسک مین، اسرائیلی حکام وغیرہ یہ جانتے ہیں کہ مورینا نے اپنی ایک بہن کے دماغ میں یہ علم منتقل کرایا تھا۔ مگر وہ بہن کہاں ہے؟ اسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ وہ کہیں روپوش ہے یا اب اس دُنیا میں نہیں رہی، کسی کو تمہارے سلسلے میں زیادہ جستجو نہیں رہی۔"

تنانہ نے کہا۔ "اس کی وجہ صاف طور پر سمجھ میں آتی ہے۔ ہماری دُنیا میں کافی ٹیلی پیتھی جاننے والے لوگ موجود ہیں۔ دن رات ان سے نمٹنا پڑتا ہے۔ کسی کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ ایک روپوش ہونے والی لڑکی کو تلاش کرے۔ میں نے کبھی کھل کر ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کیا، کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اس لیے میں ان کے لیے نہ ہونے کے برابر ہوں۔"

"لیکن اب کسی نے دعویٰ کیا ہے کہ تنانہ کے دماغ سے ٹیلی پیتھی منتقل کرائے گا۔ طویل گمنامی کے بعد تمہارا نام سُن کر سبھی چونک جائیں گے۔ یہ سب ہی چاہتے ہیں کہ اب کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہ ہو اور آج کے اشتہار میں تم پیدا ہو چکی ہو۔"

پھر ہنسنے لگی۔ "میں اتنی بڑی ہوں، تمہارے دل کی دھڑکنوں تک سے آتی ہوں اور کہہ رہے ہو آج پیدا ہوئی ہوں۔"

وہ ہنستے ہنستے سنجیدہ ہو گئی۔ مجھ سے الگ ہو کر بولی۔ "یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ دبی اور پامیلا جیسی چالیس تیز طرار عورتیں میری آلۂ کار ہیں۔ وہ میری مدد سے مشکل ترین واردات میں کامیابیاں حاصل کرتی ہیں۔ ناممکن باتوں کو ممکن بنا لیتی ہیں۔ ان سب کی ایک مشترکہ حیرانی یہ ہے کہ میں ان کے گھروں سے اپنا حصہ کس طرح لے جاتی ہوں۔ اب میرا نام عام ہو گا تو وہ یقین کی حد تک شبہ

کریں گی۔ مجھے اپنی ناریہ سہیل اور بزنس پارٹنر سمجھیں گی، جہاں جائیں گی، وہاں میرا ذکر کرنے بیٹھیں گی۔ اس طرح خطرناک تنظیم کے لوگ میری تنظیم میں سرنگ بنانا شروع کردیں گے۔"

"اب تمھاری کھوپڑی میں بات آئی ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کے لیے جس طرح لوگ پہلے مودینا کے پیچھے پڑے ہوئے تھے، اسی طرح اب تمھارے پیچھے پڑجائیں گے۔"

کسی کم بخت نے غلط دعویٰ کیا تھا کہ تنانہ اس کے پاس ہے۔ بے شک اس نے جھوٹ کہا تھا مگر یہ جھوٹ اب تنانہ کو مہنگا پڑنے والا تھا۔

دوسری طرف آئرن ہارڈی، مانک مین اور اسرائیلی حکام جنرل ڈی کوا کے سامنے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیش کرنا چاہتے تھے۔ دیکھنا یہ تھا کہ جنرل ان سب سے کیسے نمٹے گا اور کسی سے ٹیلی پیتھی کا سودا کرنے کے لیے کون سا طریقہ کار اختیار کرے گا۔

نہ جانے وہ مشین آنے والے لمحات میں کیا گل کھلانے والی تھی۔

آدھی

صبح منصوبے کے مطابق اقدامات کرنے تو صحیح نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ جنرل ڈی کورا نے تنانہ کے منصوبے کے مطابق اخبارات میں اشتہار چھپوایا تھا۔ اب توقع سے زیادہ ہی جوابات موصول ہو رہے تھے، یوں لگتا تھا ہر دعویٰ کرنے والے کے گھر میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ ہر شخص ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کے لیے اپنے ہاں ایسا علم جاننے والے کو پیدا کر چکا تھا۔

تنانہ کا منصوبہ یہ تھا کہ اشتہار کے جواب میں جو لوگ جنرل ڈی کورا سے رابطہ قائم کریں گے، وہ جنرل کے دماغ میں رہ کر اُن لوگوں تک پہنچ جائے گی۔ اس کی بہن مودینا اُسے اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتی تھی۔ آئرن ہارڈی نے اُس پر عجیب طرح کا سحر پھونک دیا تھا۔ مودینا اُس کے لیے ساری دنیا کو حتیٰ کہ اپنی عزیز ترین بہن تنانہ کو بھی بھلا چکی تھی۔

تنانہ چاہتی تھی، ان اشتہارات کے جواب میں جنرل سب سے پہلے آئرن ہارڈی سے رابطہ قائم کرے تاکہ بہن مودینا تک پہنچنے کا کوئی وسیلہ ہاتھ آئے۔ میں نے کہا: "ایسی بے چینی کیا ہے۔ جنرل ہر ایک سے رابطہ قائم کرے گا۔ تم خاموش تماشائی بنی دیکھتی رہو۔"

تنانہ نے کہا: "ایک بے چینی ہو تو صبر کروں۔ میں یہ بھی جلد سے جلد معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کس کمبخت نے مشین تک پہنچنے کے لیے میرے نام کا اعلان کیا ہے۔"

"یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ فی الحال کام کی بات کرو۔ ہم دونوں کو جنرل ڈی کورا کے دماغ میں باری باری رہنا چاہیے۔"

"یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔"

"مسئلہ ہے۔ تم نے جانے جنرل پر کیسا عمل کیا ہے۔ میرے پہنچتے ہی سانس روک لیتا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "میں نے تنویمی عمل کے ذریعے اُس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی ہے کہ وہ صرف میری آواز اور لب ولہجے کو محسوس نہیں کرے گا۔ باقی تمام پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گا۔ میں سمجھتی ہوں یہ تمھارے لیے مسئلہ نہیں ہے۔ جب میں اس کے دماغ میں پہنچوں گی دروازہ کھلا رہے گا۔ تم بھی چپ چاپ چلے آنا۔"

"چلو ایسا بھی کر کے دیکھ لیتے ہیں۔"

اُس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں اُس کے پیچھے پیچھے چلا۔ وہ جنرل کے دماغ میں پہنچی، میں بھی پہنچا، اُسی لمحے اُس نے سانس روک لی۔ ہم دونوں باہر آگئے وہ حیرانی سے بولی: "فرہاد! یہ کیا ہوا؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "اسے تجربہ کہتے ہیں، تم نے تنویمی عمل کے ذریعے اُس کی کھوپڑی میں صرف اپنے لیے جگہ بنائی ہے، وہ اتنی سب کو محسوس کر لیتا ہے۔ پھر میں اُس کے پاس تنہا جاؤں یا تمھارے ساتھ، وہ ہر حال میں محسوس کرے گا۔"

"اب کیا ہوگا؟"

"وہی جو ہوتا آیا ہے۔ تم اُس کے دماغ میں رہو گی۔ میں تمھارے دماغ سے اُس کی باتیں معلوم کرتا رہوں گا، لیکن آج رات اُس کے خوابیدہ دماغ کو تم پھر ٹریپ کرو گی اُس پر دوبارہ تنویمی عمل کرو گی، اُسے میرا لب ولہجہ سنا دو گی اور حکم دو گی کہ آئندہ وہ میری سوچ کی لہروں کو بھی محسوس نہ کرے۔"

"ٹھیک ہے آج رات میں ہوگا۔"

وہ جنرل کے پاس پہنچ گئی۔ وہ بہت پریشان تھا۔ سوچ رہا تھا آج پھر میرے دماغ میں کسی نے آنے کی کوشش کی ہے۔ اچھا ہوا میں نے سانس روک لی۔ پتا نہیں یہ کون میرے پیچھے پڑ گیا ہے یا پڑ گئی ہے۔"

تنانہ نے اُس کی سوچ میں کہا: "باقی دی دے مجھے پردا نہیں کرنا چاہیے۔ میں سانس روک لیتا ہوں، وہ ہمیشہ ناکام واپس جایا کرتا ہے یا کرتی ہے۔ مجھے اپنے معاملات پر توجہ دینا چاہیے۔"

اُس نے قائل ہو کر کہا: "یقیناً کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہ چاہتا ہے کہ میں ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں کسی سے رابطہ قائم نہ کروں، کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے پاس نہ بلاؤں۔ یہ علم اپنے دماغ میں منتقل نہ کروں۔ وہ مجھے ڈسٹرب کر رہا ہے۔ کسی نہ کسی طرح رکاوٹ بننا چاہتا ہے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ اشتہار کے جواب میں آنے والے تمام ٹیلیفون نمبر نوٹ کر چکا تھا۔ اُس نے ٹیلی فون کا کنکشن جوڑنے اور توڑنے کے چند ضروری لوازمات لیے۔ پھر ایک پرانی سی گاڑی میں بیٹھ کر شہر سے دور نکل آیا۔ چند کلو میٹر جانے کے بعد ایک ایسے راستے پر مڑ گیا جو تعمیر یا ویران سا تھا۔ کبھی کبھی کوئی گاڑی گزرتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ اُس نے ٹیلی فون کے ایک پول کے سامنے گاڑی روک دی۔ ڈکی سے ایک رسّی سیڑھی نکالی، اُسے کھول کر

ن کے پول کی بلندی تک اوپر اچھالا۔ پھر مختلف آلات کے ساتھ تا ہوا اوپر پہنچ گیا۔ اگر وہ اپنی رہائش گاہ سے یا کسی ٹیلی فون بوتھ سے کرتا تو اُسے ڈیٹیکٹ کر لیا جاتا۔ سراغ لگانے والے اس کے پہنچ جاتے۔

اُس نے تار جوڑنے کے بعد ایک ٹیلی فون نمبر پر رابطہ قائم کیا اور واز بدل کر کہا: "میں اشتہار کے مطابق گفتگو کر رہا ہوں، میرے پاس ہے، اگر تم مال والے ہو تو اپنا تعارف کراؤ۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا: "کیا تم اپنا مکمل تعارف کرا سکتے ہو؟"

جنرل نے کہا: "میں سوال نہیں، جواب چاہتا ہوں۔"

"تمھارا جواب ہی ہمارا جواب ہوگا۔"

"جب تک تم پر اعتماد نہیں ہوگا میں اپنا نام اور پتا نہیں بتاؤں گا۔"

"ہمارا بھی یہی جواب ہے۔ تمھاری ٹرانسفارمر مشین جتنی اہم ہے، ہی ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی اہم ہے۔ تمھیں اندیشہ ہے میں دھوکا ہوگا اور مشین اُڑا لے جاؤں گا۔ مجھے بھی اندیشہ ہے تم دھوکے سے ال اُڑا لے جاؤ گے۔"

"پھر بات کیسے بنے گی؟"

"اخبار میں تم نے آفر دی تھی۔ تمھارے ذہن میں کوئی معقول طریقہ کار ا چاہیے۔"

"میں پہلے تمھارے متعلق اچھی طرح چھان بین کروں گا، پھر مطمئن ہونے بعد تمھیں ایک خفیہ اڈے میں بلاؤں گا۔"

"جہاں بلاؤ گے وہاں پہنچ جاؤں گا، لیکن پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے میں اپنا اصل نام اور پتا نہیں بتاؤں گا۔ تم کیسے چھان بین کرو گے؟"

جنرل نے کہا: "فی زمانہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے تم متعلق کچھ نہیں بتاؤ گے تو میں دوسری پارٹی سے معاملات طے وں گا۔"

"کوئی بھی پارٹی ہو، اعتماد قائم ہونے کے بعد ہی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے لے کو تمھارے پاس لائے گی۔"

جنرل نے ہنستے ہوئے کہا: "ایک پارٹی ایسی ہے جو تمھیں اور ن سے دلچسپی رکھنے والی ہر تنظیم کو چونکا دے گی۔ اُس پارٹی کا نام نہ ہے؟"

دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا: "تنانہ؟ کیا مودینا کی بہن بات کر رہے ہو؟"

"ہاں مودینا کی بہن۔ کیا مودینا تمھارے پاس ہے؟"

"ہاں، پھر تو ہم رشتے دار ہو گئے۔ ایک بہن میرے پاس ہے، سری بہن سے تمھارا رابطہ ہو رہا ہے۔ کیا وہ تم پر اعتماد کرتی ہے؟"

"مجھے شک کرتی ہے۔ اُس کے پیچھے کوئی پارٹی کھڑی ہے، لال وغیرہ ہیں ہے؟"

"کیا تم مجھے دلال کہہ رہے ہو؟"

"رشتے دار کہہ نہیں سکتا، دلال کہوں تو برا مانتے ہو۔ تم سے معاملات طے نہیں ہوں گے۔"

"ویکٹو رابطہ ختم نہ کرنا۔ مودینا اپنی بہن سے ملنا چاہتی ہے۔ ہم دونوں بہنوں کو ملا کر محبت اور دوستی کا مضبوط رشتہ قائم کر سکتے ہیں۔ یقین کرو، تمھیں دوسروں سے دھوکا ہوگا۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک ناقابلِ شکست ٹیم بنا سکتے ہیں۔"

"ایسا ہے تو اپنا نام اور پتا بتاؤ۔"

"بتا سکتا ہوں۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ہماری باتیں کوئی اور نہیں سن رہا ہے؟"

"میں ایسی جگہ سے فون کر رہا ہوں جہاں سے ہمیں کوئی ڈیٹیکٹ نہیں کر سکتا۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے کہیں بھی پہنچ جاتے ہیں۔ کوئی تمھارے ذریعے میری اصلیت معلوم کر سکتا ہے۔ مسٹر اَن نون! تمھارے طریقۂ کار میں کمزوری ہے۔ میری ایک بات مان لو۔"

"منوا سکتے ہو تو منوا لو۔"

"تم دماغ کے دروازے صرف اتنی دیر کھلے رکھو جتنی دیر تنانہ تم سے گفتگو کرے۔ ویسے زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ مودینا اپنی بہن کا لب ولہجہ بھول گئی ہے۔ تمھارے دماغ سے سنتے ہی بہن کے پاس پہنچ جائے گی۔ دو بچھڑی ہوئی بہنوں کو ایک دوسرے سے ملانا بہت بڑی نیکی ہے۔"

"میں یہ نیکی ضرور کروں گا۔ تنانہ سے رابطہ قائم ہوگا تو اُس سے کہوں گا کہ اپنی ایک تصویر اخبار میں شائع کرا دو۔ مودینا اس تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر بچھڑی ہوئی بہن کے پاس پہنچ جائے گی۔"

"تم بہت کہنے ہو۔"

"کمینگی تم سے سیکھ رہا ہوں۔ مشین کے معاملات پر غور کرتے کرتے مجھے نیکی سکھانے لگے تھے۔ تمھارے جیسے چالباز سے کوئی سودے بازی نہیں ہوگی۔"

جنرل ڈیکورا نے رابطہ ختم کر دیا۔ تنانہ نے کہا: "فرہاد! یہ وہی شخص ہے، جس کے قبضے میں میری بہن ہے۔"

"تمھاری بہن اتنی معصوم نہیں ہے۔ عورت بقائمِ ہوش و حواس مرد کے قبضے میں رہتی ہے۔ حقیقتاً مرد کو ساری عمر اپنے قبضے میں رکھتی ہے۔"

"کام کی بات کرو۔ میں نے اس شخص کی آواز سنی ہے۔ اُس کے دماغ میں جا رہی ہوں۔"

"میں خدا حافظ نہیں کہوں گا۔ تم چشم زدن میں واپس آنے والی ہو۔"

میری بات درست نکلی۔ وہ گئی اور مایوس ہو کر واپس آگئی۔ میں نے کہا: "اُس شخص نے مودینا پر عجیب و غریب انداز میں تنویمی عمل کیا ہے۔ ایسا شخص مضبوط اعصاب، صحت مند جسم اور غیر معمولی قوتوں کا حامل ہوگا۔

وہ اس اعتماد سے براہِ راست جنرل سے گفتگو کر رہا تھا کہ کوئی اُس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"کیا میں اپنی بہن تک نہیں پہنچ سکوں گی؟" اُس نے میرے اندر غیر معمولی صلاحیتیں پیدا کیں۔ آج میں تم سے دوستی کرنے کے قابل ہو گئی۔ کیا ہم اُسے اس شخص سے نجات نہیں دلا سکتے؟"

"نجات دلائیں گے تو وہ کسی تیسرے عاشق کے پاس جا بسے گی۔ جس عورت کو اپنے حسن و شباب پر ناز ہوتا ہے، وہ پاؤں کی جوتی کی طرح عاشق بدلتی رہتی ہے۔"

"میری بہن کے خلاف بولو گے تو جھگڑا کر لوں گی، وہ جیسی بھی ہے میری بہن ہے۔ میری ماں ہے۔ میں اُس کے لیے جان دے دوں گی یا دشمنوں سے اُس کی جان چھڑا دوں گی۔"

"طیش میں نہ آؤ۔"

"میں تم سے بات نہیں کروں گی۔"

"اچھا بھئی غلطی ہو گئی۔ تمھاری بہن نیک پروین ہے، میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"آج سے تم میری اجازت کے بغیر میرے دماغ میں نہیں آؤ گے۔"

"ارے اچانک یہ پابندی کیوں؟"

"میری مرضی۔"

"کیا اتنی جلدی مجھ سے دل بھر گیا؟"

"فضول باتیں مت کرو۔ میں آخری سانس تک تمھاری رہوں گی۔ میرے دماغ میں آنے کی پابندی اُس وقت تک ہے گی جب تک اپنی بہن کو دشمن کے قبضے سے نکال نہیں لاؤں گی۔"

"میں تمھارا ساتھ دوں گا۔"

"سوری، میں تنہا یہ کام کروں گی۔"

"خود اعتمادی اچھی چیز ہے، مگر اپنے چاہنے والے کو بھی اعتماد میں لینا چاہیے۔"

"یہ کام مجھے اپنے بل پر کرنے دو۔ کہیں ٹھوکر کھا گئے گی۔ کسی مصیبت سے نکل نہیں سکوں گی تو تمھیں ہی آواز دوں گی۔"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ مجھ پر پابندی عائد کرنے سے پہلے ٹرانسفارمر مشین کو برباد کر دو۔"

"کر دوں گی۔ مجھ پر بھروسا کرو۔"

"جب تک میں تمھارے دماغ میں آزادی سے آ جا رہا، مجھے بھروسا تھا۔ اب میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تم کسی موقع پر غلطی کر بیٹھو گی اور وہ مشین دوسرے کے ہاتھ لگ جائے گی۔"

"ایسا نہیں ہو گا۔"

"ایسا ہو سکتا ہے۔ تم کوئی سنجوسی نہیں ہو۔ آئندہ کیا ہو گا اور کیا نہیں ہو گا ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔"

وہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی، پھر شکست خوردہ انداز میں بولی "ہمرو سے دل لگانے کا یہی ایک نقصان ہے، خواہ مخواہ اس کی بات کے آگے جھکنا پڑتا ہے۔ ٹھیک ہے آج ہم جنرل ڈی کورا کے ساتھ مصروف ہیں، رات کو بھی اس پر تنویمی عمل کر کے ضروری باتیں معلوم کر لیں گے۔ جیسے ہم اس خفیہ رہائش گاہ میں جائیں گے اور اُس مشین کے کچھ پرزے نکال کر اپنی جیب میں بانٹ لیں گے۔ کوئی اُسے چرا کر لے جائے گا تو وہ اُس کے کام نہیں آئے گی۔ ہم بھی ایک دوسرے سے وہ خاص پرزے حاصل کیے بغیر مشین کو استعمال نہیں کر سکیں گے۔"

میں نے اس سلسلے میں بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ سوچا اُس کے کچھ پرزے حاصل کرنے کے بعد انھیں ضائع کر دوں گا، بعد میں کہہ دوں گا کہ وہ کہیں گم ہو گئے ہیں۔ میں اگر چاہتا تو نا کو دھوکے میں رکھ کر پوری مشین کو ناکارہ بنا سکتا تھا لیکن تنانہ کو ناراض کرنا دانشمندی نہیں تھی۔ ایک تو وہ مورنیا کے برعکس میری بے حد وفادار تھی۔ میں اُس کے خیالات اچھی طرح پڑھ چکا تھا۔ دوسرے تنانہ کی آمد سے میری ٹیم میں ایک اور خیال خوانی کرنے والی کا اضافہ ہو گیا تھا۔ آئندہ یہ اضافہ دشمنوں کے لیے دھماکا ثابت ہونے والا تھا۔

تنانہ نے کہا۔ "ہم خواہ مخواہ اپنی باتوں میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ میں جنرل کی خبر لیتی ہوں، لیکن تم میرے دماغ میں نہیں آؤ گے، وہاں جو کچھ ہو گا میں تمھیں آ کر بتاتی جاؤں گی۔"

"اور تب تک میں تمھارا منہ تکتا رہوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "یہ منہ تمھیں بہت پسند ہے، تکتے رہو۔"

وہ جنرل ڈی کورا کے پاس چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد آ کر بولی "بازی پلٹ رہی ہے۔ جنرل کی شامت آ گئی ہے۔"

تنانہ کے بیان کے مطابق جنرل نے مورنیا کے عاشق سے رابطہ ختم کر دیا تھا۔ دوسرے نمبر پر رابطہ قائم کرنے سے پہلے اُس نے بول کی بلندی سے دُور دُور تک نظریں دوڑائیں، کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ پول کے قریب سے ایک گاڑی گزر رہی تھی۔ گاڑی والوں نے اس پر شبہ نہیں کیا تھا۔ اُسے ٹیلی فون کے تار چیک کرنے والا سرکاری لائین مین سمجھا ہو گا۔

اُس نے دوسرے نمبر پر رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "ہیلو، کیا تم شین کے متعلق بات کرنا چاہتے ہو؟"

"کیا تمھارے پاس مال ہے؟"

"میں ہر معاملے میں مالا مال ہوں۔ سیدھی اور صاف بات سنو، میرا تعلق سُپر ماسٹر سے ہے۔"

جنرل یہ سنتے ہی رابطہ ختم کرنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف سے کہا گیا "رابطہ ختم کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ جیسے ان تمام ٹیلی فون لائنوں کی نگرانی ہو رہی ہے جو ویران علاقوں سے گزر رہی ہیں۔ تم بارہ زون کے ایک ویران علاقے سے بول رہے ہو۔ دُور دُور تک نظریں دوڑا لے ہو، تمھیں کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ کمال ہے جنرل، تم نے یہ نہیں سوچا کہ قانون کے محافظ جھاڑیوں کے پیچھے اور گھنے درختوں میں بھی چھپے رہ سکتے ہیں۔ تم جیسے ہی پول سے نیچے اُترو گے، تمھیں گرفتار کر لیا جائے گا۔"

اُس نے گھبرا کر دور تک دیکھا۔ جھاڑیاں اور درخت خاموش تھے۔ اُس نے ڈھٹائی سے کہا۔ "تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے، میں جنرل نہیں ہوں۔"

جواب ملا۔ "نیا سُپر ماسٹر تمھاری رگ رگ سے واقف ہے۔ سابقہ سُپر ماسٹر اپنے ساتھی کرنل ہم کے ساتھ مارا گیا ہے۔ تم چار ساتھی تھے، تیسرا میجر برائٹ اور چوتھے تم، جنرل ڈی کورا! تم لاکھ پلاسٹک سرجری کر لو تمھیں پہچاننا مشکل نہیں رہا کیونکہ میجر برائٹ کی لاش اندھے کنوئیں سے برآمد ہو چکی ہے۔ چار میں سے تم تنہا رہ گئے ہو۔"

وہ سُن رہا تھا اور دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا کہ بُری طرح پھنس چکا ہے۔ وہ دوسری طرف سے کہہ رہا تھا۔ "ہمیں اس بات سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے کہ تم جنرل ڈی کورا ہو یا نہیں۔ تھوڑی دیر پہلے ٹیلی فون پر ہونے والی گفتگو نے ثابت کر دیا ہے کہ مشین تمھارے پاس ہے اور ہمیں تمھاری نہیں، مشین کی ضرورت ہے۔ پول سے اُتر جاؤ، تمھارا پول اب گل چکا ہے۔"

اب وہ ساری زندگی اوپر بیٹھا نہیں رہ سکتا تھا۔ نیچے تو اُترنا ہی تھا۔ اُس نے اُتر کر دیکھا۔ جھاڑیوں کے پیچھے سے مسلح سپاہی نمودار ہو رہے تھے۔ دو درجن کے گھنے درختوں سے بھی سپاہی کود کر نیچے آ رہے تھے۔ اُس نے چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھا۔ جلدی سے گاڑی میں بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کیا۔ وہ تین اطراف سے گھیرے میں تھا۔ ایک سمت فرار کے لیے دکھائی دی۔ اُس نے پوری رفتار سے گاڑی دوڑائی۔ کچھ دُور گیا، پھر ایک دھماکا ہوا۔ ہینڈ گرینڈ پھینکا گیا تھا۔ اسٹیئرنگ پر رکھا ہاتھ بہک گیا۔ گاڑی رُکے اُدھر بھٹکی سیدھی ہو رہی تھی۔ اُس نے گاڑی سے نکل کر دونوں ہاتھ اُٹھا لیے۔ عقل آ گئی کہ دوسرے ہینڈ گرینڈ سے گاڑی تباہ ہو گی، وہ بھی سلامت نہیں رہے گا۔

اُس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ گئیں۔ تنانہ نے کہا۔ "فرہاد، چاہتا کیا اور کیا ہو گیا؟"

"جو ہو رہا ہے، خوب ہو رہا ہے۔ جب وہ مشین کے متعلق بتانے پر در ہو گا تو دیکھا جائے گا۔"

"اسے مجبور ہونے دو، بتانے دو، ہمارا کیا بگڑے گا۔ اسٹور روم کی کسی کو مشین نہیں ملے گی۔"

"میں چاہتا ہوں کہ جنرل آخری وقت تک اسی خوش فہمی میں مبتلا رہے۔ کسی کے سامنے زبان نہ کھولے۔"

"اس کا فائدہ کیا ہے؟"

"نقصان پوچھو، اگر کسی کو مشین اسٹور روم میں نہیں ملے گی تو تمام خطرناک تنظیمیں تم پر شبہ کریں گی۔ کیونکہ تمھارا نام اخبارات میں آ چکا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جنرل ڈی کورا نے بڑے اعتماد سے کہا ہے کہ تنانہ اس پر اعتماد کرتی ہے۔ تم میری پیشین گوئی یاد رکھو۔ انھیں مشین نہ ملی تو سب تمھاری تلاش میں نکل پڑیں گے اور تمھاری لاتعلقانہ کارروائیاں اُن کا ذریعہ بنتی رہیں گی۔"

"کیا مصیبت ہے۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی پھر جنرل ڈی کورا کے پاس چلی گئی۔ جنرل ڈی کورا تقریباً ایک برس چار ماہ پہلے فرار ہوا تھا اور اب گرفتار ہو چکا تھا۔ ای خفیہ اڈے میں اُسے پہنچایا گیا، جہاں کبھی جوجو کو لایا گیا تھا اور جہاں وہ ٹرانسفارمر مشین تھی جسے جنرل ڈی کورا، میجر برائٹ، کرنل ہم اور سابقہ سُپر ماسٹر نے تباہ کر دیا تھا۔

اُس نے خفیہ تہ خانے میں نئے سُپر ماسٹر کو دیکھا اور نہ دیکھنے کے برابر دیکھا، کیونکہ وہ دُھندلے شیشوں کے کیبن میں تھا۔ صرف اُس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ تنانہ نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اُس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی، پھر میرے پاس آ کر بولی "فرہاد میں نئے سُپر ماسٹر کی آواز سُن رہی ہوں مگر وہ آواز اور وہ لہجہ اُس کے دماغ تک نہیں لے جا رہا ہے۔"

میں نے اُسے سمجھایا "نیا سُپر ماسٹر ایک ایسے مائک کے سامنے بول رہا ہے، جہاں سے اُس کی آواز مختلف آلات سے گزرتی ہے اور تبدیل ہو کر اسپیکر کے ذریعے سنائی دیتی ہے، اُس کا اصل لب و لہجہ نہ تمھارے کانوں تک پہنچے گا نہ تم اُس کے دماغ تک پہنچ سکو گی۔"

سر حال اُدھر سپر ماسٹر کہہ رہا تھا۔ "جنرل ڈی کورا، تم مجرم بننے کے بعد جنرل کہلانے کے مستحق نہیں رہے۔ اس کے باوجود تمھیں ایک معزز شہری کی حیثیت دی جاتی ہے بشرطیکہ تم پھر ایک بار حکومت سے وفاداری کی قسم کھاؤ اور اپنی وفاداری کا ثبوت دو۔"

جنرل نے شکست خوردگی سے کہا۔ "میں بہک گیا تھا۔ جرائم کے راستوں پر نکل گیا تھا۔ میں نے غداری کی۔ میں مجرم ہوں، یقیناً مجھے سزا ملنا چاہیے اور وہ موت کی ہی سزا ہو سکتی ہے۔ لیکن مجھے زندگی سے بہت پیار ہے، جتنی زندگی رہ گئی ہے اسے پورا کرنا چاہتا ہوں۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "تمھیں سزائے موت نہیں ہو گی، طبعی عمر تک زندہ رکھا جائے گا۔ تمھارے لیے زندگی کی تمام سہولتیں مہیا کی جائیں گی، بولو اور کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ میں وہ ٹرانسفارمر مشین یہاں لے آؤں گا، لیکن . . ."

وہ کہتے کہتے رُک گیا۔ سُپر ماسٹر نے کہا۔ "اپنی بات پوری کرو۔"

اُس نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن مجھے یقین دہانی چاہیے

کہ ہمارے پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا والی ہے۔"

"تم اِس کی فکر نہ کرو۔"

"جناب! سب سے پہلی فکر یہی ہے۔ آپ کسی خوش فہمی میں نہ رہیں، میں اپنی زبان سے بتاؤں گا کہ مشین کہاں چھپا رکھی ہے تو دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کان لگائے بغیر سُن لیتے ہیں۔ وہ میرے دماغ میں نہیں آسکتے۔ لیکن آپ کی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی کو دماغ میں آنے کی اجازت دوں گا۔ اس طرح وہ مشین کے متعلق چُپ چاپ معلومات حاصل کرے گی۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے ایسا انتظامات کرے گی کہ دشمن دیکھتے رہ جائیں گے اور مشین یہاں پہنچ جائے گی۔"

"ڈی کورا! تمھاری باتوں میں وزن ہے، کیا تم مشین کی موجودہ پوزیشن لکھ کر دے سکتے ہو؟"

"بات زبان سے نکلے یا تحریر سے، وہ پرائی ہو جاتی ہے۔ یہ راز صرف ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک پہنچے گا۔ وہ مشین کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے ہی بحفاظت لائی جاسکتی ہے۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔"

وہ ایک دم اتوقف سے بولا۔ "مجھے زندگی عزیز ہے جتنی زندگی رہ گئی ہے اُسے عیش و آرام سے گزارنا چاہتا ہوں۔ مجھے مجبور نہ کیا جائے اور میں مجبور ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں آپ کے پاس ہوں تو سمجھیے مشین بھی آپ کے پاس ہے۔ اب آپ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی فکر کریں۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "ہم تمھارے تعاون سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں تک لا سکتے ہیں۔ ہم نے اخبارات میں دیکھا ہے کتنے ہی لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ اُن کے پاس یہ علم جاننے والی ہستی ہے۔ اُن تمام لوگوں کے فون نمبر تمھارے پاس ہیں۔ تم ایک سے رابطہ قائم کر چکے ہو، یہاں بیٹھ کر باقی لوگوں سے معاملات طے کرو۔ شاید کسی سے کوئی بات بن ہی جائے۔"

"میں آپ کی ہر خدمت کے تیار ہوں۔"

"لیکن اب تم ڈی کورا کی حیثیت سے نہیں، میرے نمائندے بن کر بات کرو گے۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے۔"

اُس نے آرام سے بیٹھ کر ایک فون نمبر ڈائل کیا۔ اس فون کے ساتھ ایک بڑا سا اسپیکر منسلک تھا۔ سُپر ماسٹر دُور کیبن میں بیٹھ کر دوسری طرف سے ہونے والی گفتگو سُن سکتا تھا۔ دوسری طرف سے کسی نے پوچھا۔ "ہیلو، کیا تم مشین کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہو؟"

ڈی کورا نے کہا۔ "ہاں میں وہی ہوں۔"

"پلیز ذرا ہولڈ آن رکھیں۔"

تھوڑی دیر بعد آواز سنائی دی۔ "ہیلو، میں ماسک مین بول رہا ہوں، اگر واقعی تمھارا تعلق مشین سے ہے اور تمھیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام یاد ہیں تو یہ ضرور معلوم ہوگا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آدمی میرے پاس ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

ماسک مین نے کہا۔ "میں نے اپنا تعارف کرایا ہے، تم اپنا تعارف کراؤ۔"

"میں سُپر ماسٹر کا نمائندہ ہوں۔ آپ کو یہ خوش خبری سنانا چاہتا ہوں کہ ٹرانسفارمر مشین ہمیں واپس مل گئی ہے۔"

"میں سُپر ماسٹر کو مبارک باد دیتا ہوں۔ فی الحقیقت ہم دو سُپر پاورز ہیں۔ ایک سُپر پاور کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والا آدمی ہے، دوسرے سُپر پاور کے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ یعنی ہمیشہ کی طرح ہمارے درمیان طاقت کا توازن ہے۔ آئندہ بھی یہ توازن برقرار رکھنے کے لیے ہم ایک دوسرے کے کام آسکتے ہیں۔"

"ہم کس طرح ایک دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟"

"سیدھی سی بات ہے کسی غیر جانبدار علاقے میں سُپر ماسٹر وہ مشین لائے گا، میں آدمی کو لے کر آؤں گا۔ اس مشین کے ذریعے میرے کچھ آدمی اور سُپر ماسٹر کے کچھ آدمی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کریں گے۔ اس کے بعد مشین کے دو حصے کیے جائیں گے۔ ایک حصہ میں لے جاؤں گا تاکہ سُپر ماسٹر مکمل مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج نہ بنالے۔"

"ہم آدھی مشین لے گیا، اس کا ایک پُرزہ بھی کسی کے ہاتھ نہیں لگنے دیں گے، تمھاری کوئی شرط منظور نہیں ہے۔ ہمیں اور بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے مل سکتے ہیں۔ بے شک تم سُپر پاور ہو۔ اب سُپر ماسٹر ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم سے زیادہ طاقتور بننے والا ہے۔"

ڈی کورا نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے بعد اسرائیلی ایجنٹ سے رابطہ قائم ہوا۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ مشین سُپر ماسٹر کے پاس ہے تو اُس نے خوش ہو کر کہا۔ "یہ تو ہمارے گھر کی بات ہوگئی۔ امریکیوں اور میدویدیو لا کا جنم جنم کا گٹھ جوڑ ہے۔ ہم اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو نیویارک لائیں گے اُس کے ذریعے ہمارے اور تمھارے چند آدمی ٹیلی پیتھی . . ."

ڈی کورا نے بات کاٹ کر کہا۔ "مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، ہم جانتے ہیں شیبا تمھارے پاس ہے۔ شیبا کو نیویارک بلانے کا مطلب ہے، ہم فرہاد کو اپنے سرپرستوں کے حوالے کر لیں۔ سو سوری ہم یہ خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہیں۔"

اُس نے مزید کچھ کہے سنے بغیر رابطہ ختم کر دیا۔ پھر سُپر ماسٹر سے کہا۔ "جیسا کہ سب ہی جانتے ہیں مہورینا نے اپنی ایک بہن کے دماغ میں بھی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کرائی تھیں۔ اُس کی بہن کا نام تنانہ ہے۔ ایک نامعلوم پارٹی نے دعویٰ کیا ہے کہ تنانہ اُن کے پاس ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ لڑکی حالات کی ماری ہے اور ایسی ویسی پارٹی کے ہاتھ لگ گئی، اگر

اسے ہاتھ آجائے تو کسی خطرناک تنظیم سے معاملات کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "ایسی بات ہے تو وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً اُس سے بات کرو۔"

اُس نے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا۔ "میں مشین والا ہوں، تم کس کی بات کرو۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "ہم نے مال کے سلسلے میں صاف طور پر اخبارات میں لکھ دیا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی تنانہ ہمارے پاس ہے۔ تم جہاں مشین لاؤ گے وہاں ہم تنانہ کو لے آئیں گے۔"

اُس کی آواز سنتے ہی ادھر تنانہ نے خیال خوانی کی بمباری کی۔ اُس کے دماغ میں پہنچی۔ اُس نے فوراً سانس روک لی، یہ فوراً ڈی کورا کے پاس آگئی۔ وہ سانس روکنے والا کہہ رہا تھا۔ "مجھ سے چالبازی ہو رہی ہے۔ تمھارے پاس مشین ہو یا نہ ہو مگر ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک ہستی ضرور موجود ہے۔ تم جھوٹا اشتہار دے کر ہمیں ٹریپ کرنا چاہتے ہو۔"

ڈی کورا نے ناگواری سے پوچھا۔ "یہ کیا بکواس ہے؟"

"بکواس تم کر رہے ہو۔ کیا ابھی تم میں سے کسی نے خیال خوانی نہیں کی؟ اگر میں سانس نہیں روکتا تو تم لوگ میری اصلیت معلوم کر لیتے۔"

"مسٹر! تمھاری اس بات میں کتنی صداقت ہے؟ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو تم میں سے کسی کو گھاس نہ ڈالتے۔ کیا واقعی تمھارے دماغ میں کوئی آنا چاہتا تھا؟"

"ہاں! آنا چاہتا تھا۔ میں پوچھتا ہوں، کوئی اب سے پہلے کیوں نہیں آیا۔ تم سے رابطہ ہوتے ہی اُس نے میری آواز کیسے سُن لی؟ اگر تم سچے ہو تو یقین کرو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بڑی خاموشی سے تمھارے اندر چھپا ہوا ہے۔"

"یہ ناممکن ہے، کوئی میرے اندر نہیں آسکتا۔ میں پرائی موجوں کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں اور پھر فوراً ہی سانس روک لیتا ہوں۔"

"اگر تمھارے قریب ابھی کوئی دوسرا موجود ہے تو پھر خیال خوانی کرنے والا اُس کے دماغ میں ضرور رہتا ہے۔"

ڈی کورا نے پریشان ہو کر سُپر ماسٹر کی جانب دیکھا۔ اس وقت وہ خانے میں وہی اُس کے قریب تھا۔ سُپر ماسٹر کیبن کے اندر سے ساری باتیں سُن رہا تھا۔ وہ بھی پریشان ہو گیا تھا۔ سوچ رہا تھا "یہ ناممکن تو نہیں ہے کوئی میرے دماغ میں جگہ بنا سکتا ہے مگر مجھے یقین نہیں آتا۔"

پھر اُس نے بلند آواز میں کہا۔ "ڈی کورا! وہ شخص فون پر کچھ اس کر رہا ہے۔ میں ٹرانسفارمر آلات کے ذریعے اپنی آواز سنتا ہوں، کوئی میرے دماغ میں نہیں آسکتا۔ اس سے کہو، وہ تنانہ کے متعلق بات کرے۔"

اس شخص نے کہا۔ "بات تو ختم ہو چکی ہے، تمھارے درمیان کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی ثابت کرتی ہے کہ وہ تم سب کو اُلو بنا رہا ہے۔ وہ کسی کو مشین استعمال کرنے کا موقع نہیں دے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم نے جہاں مشین چھپائی ہو، وہ اب وہاں موجود نہ ہو۔ اگر موجود ہو تو وہ اُسے ناکارہ بنا چکا ہو۔"

اُس کی باتیں دل کو لگ رہی تھیں۔ ڈی کورا اور سُپر ماسٹر دونوں ہی تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ وہ شخص کہہ رہا تھا۔ "میرا ایک مشورہ ہے پہلے مشین کی خبر لو۔ میری ایک بات یاد رکھنا، اگر وہ مشین موجود نہ ہو تو سمجھ لینا، یہ دھاندلی صرف فرہاد کی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اُس کے مخالف خیال خوانی کرنے والے پیدا ہوتے رہیں۔ اگر مشین ہو تو مجھ سے معاملات طے کر لینا، میں انتظار کروں گا۔"

اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب اُن کے اندر بے چینی سی پیدا ہو گئی تھی۔ ڈی کورا نے کیبن کی طرف دیکھتے ہوئے سُپر ماسٹر سے پوچھا۔ "کیا ہماری گفتگو کوئی تیسرا سُن رہا ہے؟"

"نہیں۔ اِس تہ خانے میں میری اجازت کے بغیر کوئی نہیں آسکتا۔"

"سُپر ماسٹر! کیا تم تسلیم نہیں کرو گے کہ ہم میں سے کسی کے دماغ میں کوئی موجود ہے؟"

"تمھارے دماغ میں ہو سکتا ہے۔"

"میرا دماغ حساس ہے، تمھارا نہیں ہے۔"

"وہ شخص جھوٹ کہتا ہے، کوئی اُس کے دماغ میں نہیں گیا تھا۔ وہ ہمیں اُلجھا رہا ہے۔"

"ہمیں اُلجھا کر اُسے کیا ملے گا۔ وہ تو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پیش کرنا چاہتا تھا۔ وہ ہمارے کام آنے والا تھا۔ اُسے خطرہ محسوس ہوا تو وہ ہم سے کترا گیا۔ وہ بھی خوف زدہ ہے کہ فرہاد اُس کی تنانہ کو نہ لے اُڑے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "اُس شخص کی سچائی ثابت ہو سکتی ہے، اگر ہم مشین کی خبر لیں۔ فرہاد شیطانی دماغ کا نام ہے۔ وہ سمندر کی تہ میں اور پاتال میں پہنچ کر چھپی ہوئی چیزیں نکال لاتا ہے۔"

"میں اندیشوں میں گھر گیا ہوں، ایسا ہو سکتا ہے۔"

"سوچنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ خاموشی سے ایک کاغذ پر لکھ کر بتاؤ، وہ مشین کہاں ہے۔ میں وہاں مسلح فوجیوں کا سخت پہرا لگاؤں گا۔ ایک چیونٹی بھی اُدھر سے نہیں گزر سکے گی۔"

ڈی کورا کے اندر اندیشے جنم لے رہے تھے۔ وہ مشین کو ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا۔ تنانہ نے اُس کی سوچ میں سمجھایا۔ "میں خواہ مخواہ ہی پریشان ہو رہا ہوں۔ فون پر بات کرنے والا کوئی چال باز ہے۔ اُس کے دماغ میں کوئی نہیں آیا تھا۔ وہ چاہتا ہے میں اُس کی باتیں سچ مان لوں۔"

کے خفیہ مقام تک جاؤں اور وہ شخص بھی تعاقب کرتا ہوا پہنچ جائے۔ نہیں مجھے عقل سے کام لینا چاہیے۔ میری سلامتی اسی میں ہے کہ میں سپر ماسٹر کو اپنی خواب گاہ کے اسٹور روم میں لے جاؤں۔"

ادھر تنانہ اُسے سمجھا رہی تھی۔ اُدھر سپر ماسٹر مذکر رہا تھا۔ "میں کہتا ہوں کاغذ پر لکھ کر دو۔ مشین کہاں ہے، یا مسلح فوجیوں کے ساتھ جاؤ، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

پتا نہیں وہ شخص کون تھا، جو تنانہ کا حوالہ دے کر معاملات طے کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے ایک تو روپوش رہنے والی تنانہ کو عام کر دیا تھا۔ دوسرے یہ اندیشہ پیدا کر دیا تھا کہ شاید وہ مشین اپنی جگہ پر موجود نہیں ہے۔

آخر ڈی کورا مجبور ہو گیا۔ وہ مسلح فوجیوں کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آیا۔ اُس کی ہدایت پر اسٹور روم کے فرش کو کھودا گیا۔ وہاں کچھ نہ تھا۔ فرش کے نیچے خالی گڑھا تھا۔ وہاں مشین اہم کاغذات کے ساتھ چھپائی گئی تھی۔ کھودا پہاڑ نکلا چوہا کے مصداق، وہاں سے ایک چوہا بھی نہ نکلا۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے ڈی کورا کا گریبان پکڑ کر ایک جھٹکا دیتے ہوئے کہا: "ہم سے فراڈ کرتے ہو۔ ہمارے جوانوں کو ایسی جگہ کھودنے کے لیے کہا، جہاں پہلے ہی خالی گڑھا تھا۔ بتاؤ، وہ مشین کہاں ہے؟"

ڈی کورا کا سر چکرا رہا تھا۔ اتنی اہم مشین ہاتھ سے نکلنے کے بعد اُس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے کہا: "آفیسر! اگر میں فراڈ ہوں، تو کیا گریبان پکڑنے سے مشین کی صحیح جگہ بتا دوں گا؟"

افسر نے فوراً ہی اُسے چھوڑ دیا۔ پھر کہا: "تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔ ہمیں مشین تک لے چلو۔"

"میں بھی یہی مشورہ دیتا ہوں، اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ مجھے سپر ماسٹر کے پاس لے چلو۔"

اُسے پھر اُسی تہ خانے میں لایا گیا۔ اس بار مزید تین افسران تھے۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں، اس تہ خانے کے چار اندراج ہوتے تھے۔ پہلے سابقہ سپر ماسٹر، جنرل ڈی کورا، کرنل جم اور میجر براٹ تھے۔ اب اُن کی جگہ نئے سپر ماسٹر کے ساتھ تین نئے عہدیدار آ گئے تھے۔ ڈی کورا نے کہا: "میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ مشین میرے قبضے سے نکل چکی ہے۔ تم لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔ لیکن مرنے سے پہلے تم تینوں کو یہ اہم راز بتا دوں کہ نیا سپر ماسٹر تمہارے لیے خطرناک ہے۔ یہاں سے فون پر لیک پارٹی سے گفتگو ہوئی تھی۔ اُس نے دعویٰ کیا تھا کہ فرہاد میرے یا میرے قریب والے کے دماغ میں موجود ہے۔ میں سانس روک لیتا ہوں۔ سپر ماسٹر ایسا نہیں کر سکتا۔ سات پردوں میں چھپنے سے کیا ہوتا ہے۔ فرہاد تو ٹرانسفارمر ساؤنڈ سسٹم کی دیواریں توڑ کر بھی دماغوں میں پہنچ جاتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے گرج کر کہا: "یہ جھوٹ بولتا ہے۔ میں نے اسے گرفتار کرایا۔ اب اسے موت کی سزا ملنے والی ہے۔ یہ مرتے وقت مجھ سے انتقام لینے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے۔ میرے دماغ میں کوئی نہیں آ سکتا۔ کوئی نہیں آ سکتا۔ یہ غدار ہے، اس کی باتوں میں نہ آؤ۔"

"بے شک، میں نے غداری کی، لیکن مرنے سے پہلے اپنے ملک کی بھلائی کے لیے کہتا ہوں، سپر ماسٹر بدل دو۔ ورنہ فرہاد اس کے اندر رہ کر تم پر حکمرانی کرے گا۔"

وہ تینوں عہدیدار، وہاں کوڈ ورڈ میں بلیک شپ کہلاتے تھے۔ ایک بلیک شپ نے کہا: "سپر ماسٹر! اس کی باتیں کہاں تک درست ہیں، اس کا فیصلہ خفیہ عدالت میں ہوگا۔ فی الحال تم مشکوک ہو، لہٰذا عدالتی فیصلہ ہونے تک یہ کرسی چھوڑ دو۔"

سپر ماسٹر کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کیبن سے باہر آیا۔ پہلے اُس نے ڈی کورا کو گھور کر دیکھا۔ پھر تینوں بلیک شپ سے کہا: "عدالتی کارروائی کے دوران جج اور جیوری ہوں گے، اُن تمام لوگوں کے سامنے مجھے ٹرانسفارمر آلات کے بغیر بولنا ہوگا۔ سب ہی میری آواز اور لب و لہجہ سُن لیں گے۔ سپر ماسٹر کی راز داری ختم ہو چکی ہے۔ میں نہیں جانتا پہلے کوئی میرے دماغ میں تھا یا نہیں، مگر اب آسانی سے آ سکے گا۔"

تنانہ نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اُسے بڑی آسانی سے سپر ماسٹر کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ میرے پاس آ کر ہنستے ہوئے بولی: "اس معلوم شخص نے میرے نام کا اشتہارات میں حوالہ دیا، مجھ سے دشمنی کی مگر ایک طرح سے دوستی بھی کی۔ میں اُس کم بخت کے غلط اندازے کے باعث سپر ماسٹر تک پہنچ گئی ہوں۔"

میں نے کہا: "یہ کوئی کامیابی نہیں ہے۔ اب وہ سپر ماسٹر نہیں رہے گا۔ ایک عام آدمی بن جائے گا۔ لہٰذا ایک عام آدمی کے ساتھ وقت ضائع نہ کرو۔"

"کیا جنرل ڈی کورا کو چھوڑ دیا جائے؟"

"وہ تمہارا رشتے دار نہیں ہے، اُسے چھوڑ دو۔ وہ ہر حال میں مرے گا۔"

"ہم تمام دن جنرل ڈی کورا کے ساتھ لگے رہے۔ آخر فائدہ کیا ہوا۔ جب کہ ہم مشین پہلے ہی حاصل کر چکے ہیں۔"

"فائدہ یہ ہوا کہ ہمیں کچھ اہم معلومات حاصل ہو گئیں۔ یہ معلوم ہوا کرنیل سپر ماسٹر اپنی کرسی چھوڑ چکا ہے۔ اب کوئی دوسرا سپر ماسٹر آئے گا۔ ٹرانسفارمر مشین اور ٹیلی پیتھی کے موضوع پر جنرل ڈی کورا کی اہمیت ختم ہو چکی ہے۔ ہمارے لیے اس کا جینا مرنا برابر ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اب تمہاری آزادی اور اطمینان کے دن ختم ہو چکے ہیں۔"

"میں سمجھ رہی ہوں، یہ بات چھپی نہیں رہے گی کہ مشین پھر کہیں گم ہو گئی ہے۔ سپر ماسٹر موجود ہو یا نیا، وہ سب تم پر شبہ کریں گے۔ دوسری تنظیم والے مشین اُڑا لے جانے کا الزام مجھ پر رکھیں گے۔ اس طرح سب ہی میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔ مجھے اب اپنی آئندہ کارروائیوں کے لیے ایک ہی جون دوڑ رہا ہے۔ آج تم نے مشین کے لیے فریب دیا، کل اپنی بہن کی طرح محبت کے سلسلے میں بھی فریب دے سکتی ہو۔"

"نہیں! کبھی نہیں، میں مر جاؤں گی مگر تمہارے سوا کسی کو منہ نہیں لگاؤں گی۔ مجھے غلط نہ سمجھو۔ مجھ پر مور یتا کی محبتوں کا قرض ہے۔ ایک بار یہ قرض اتار لینے دو۔ میں ایک بار اُس کے کام آؤں گی۔ پھر تمہارے ساتھ وفاداری اور ایمانداری سے رہنے پر مجبور کروں گی۔ اگر وہ مان جائے گی تو یہ میری اور اس کی خوش نصیبی ہوگی۔ اگر پھر غلط راستے پر جائے گی تو میں صبر کر لوں گی۔ آئندہ کبھی اس کی حمایت نہیں کروں گی۔ پلیز فرہاد، مجھے غلط نہ سمجھو۔ تمہاری نظروں میں یہ میری غلطی ہے، صرف اسی ایک غلطی کو معاف کر دو۔"

"میں بہن کے لیے تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ یہی بات تم پہلے بھی کہہ سکتی تھیں لیکن پہلے تم نے دھوکا دیا۔ تمہیں یقین تھا کہ تم اپنی من مانی کرنے کے بعد معافی مانگو گی تو میں معاف کر دوں گا۔ خوش ہو جاؤ کہ میں نے معاف کر دیا ہے۔"

وہ بے یقینی سے بولی: "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ صورت سے تو تم ناراض لگتے ہو۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "تم سے کیسے ناراض ہو سکتا ہوں۔ تم نے تو بڑا زبردست سبق سکھایا ہے کہ عورت کی محبت اور وفاداری کی قدر کرنا چاہیے لیکن وہ چاہے کتنی ہی وفادار ہو، اس پر اندھا اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔"

"دیکھو! خفا ناراض ہوئے نا؟ اب مجھ پر بھروسا نہیں کرو گے؟"

"صاف بات ہے۔ مرتے دم تک کسی عورت پر بھروسا نہیں کروں گا۔"

"میں پھر بھی تم سے پیار کرتی رہوں گی۔ تم پر جان دیتی رہوں گی۔"

"میں تمہاری مہربانیوں کا شکریہ ادا کرتا رہوں گا۔"

"ناراض ہو کر تو نہ جاؤ۔"

"میں دنیا سے نہیں جا رہا ہوں، ضرورت ہو تو آواز دے دینا، چلا آؤں گا۔"

میں نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑایا۔ تیزی سے چلتا ہوا دروازے تک آیا۔ پھر پلٹ کر کہا: "میں نے ابھی دعویٰ کیا تھا کہ میں گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکا ہوں، مگر آج کہتا ہوں، عورت کے گھاٹ سے پینے والا نہ دین کا رہتا ہے نہ دنیا کا۔ آج فرہاد علی تیمور مشین کے سلسلے میں تم سے دھوکا کھا کر جا رہا ہے۔"

یہ کہتے ہی میں نے کمرے سے نکل کر دروازے کو زوردار آواز سے بند کیا۔ ہی کی رہائش گاہ سے باہر آیا۔ غصے سے کار میں بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کیا۔ پھر ڈرائیو کرتے ہوئے احاطے سے باہر نکل آیا۔ اس کے بعد مین روڈ پر پہنچتے ہی مسکرانے لگا۔

اس میں کیا شک ہے، میں نے صرف گھاٹ گھاٹ کا پانی نہیں پیا۔ دوسروں کو بھی پلایا ہے۔ جب میں نے تنانہ کے ساتھ اس مشین کو

"یہ ہوئی عقل کی بات۔ اب دوسری عقل مندی دکھاؤ۔ یہاں سے ٹھو اور خفیہ رہائش گاہ میں چلو۔ ہم ابھی اس مشین کے پُرزے نکالیں گے۔"

وہ بیٹھی رہی۔ مجھے خاموشی سے تکتی رہی۔ میں نے پوچھا: "کیا اپنا بدھ پورا نہیں کرو گی؟ تم جانتی ہو، میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ ہر پیش آنے والے خطرات کو محسوس کر لیتا ہوں۔ ہمیں اس مشین کے پُرزوں کو آپس میں بانٹ لینا چاہیے۔"

"فرہاد! بے شک تم بہت تجربہ کار ہو۔ میرا ایمان ہے، میں کوئی غلطی کروں گی تو تم مجھے سنبھال لو گے اور تمہارے مشورے کے بغیر کوئی قدم اٹھاؤں گی تو مجھے معاف کر دو گے۔"

"صاف صاف بولو۔ کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"ہم دونوں نے جہاں مشین لے جا کر رکھی تھی، میں نے وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کرا دی ہے۔"

میں نے اُسے ناگواری سے دیکھا، پھر کہا: "تم تمام دن میرے ساتھ رہیں۔ پھر مشین دوسری جگہ کیسے پہنچ گئی؟"

"میں نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے باڈی گارڈ پیٹر پال کو حکم دیا تھا کہ وہ مشین کو دوسری جگہ چھپا دے اور فی الحال مجھے بھی اس کے متعلق کچھ نہ بتائے۔"

میں نے کہا: "تمہیں خدشہ تھا، میں تمہارے دماغ میں آ کر پھر مشین کی موجودہ جگہ معلوم کر لوں گا۔"

اُس نے جواب نہیں دیا۔ مجرموں کی طرح سر جھکائے بیٹھی رہی۔ میں نے کہا: "اگر تمہارا سر ندامت سے جھک رہا ہے تو ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ پیٹر پال سے پوچھو اور مجھے بتاؤ، مشین کہاں ہے؟"

"مت پوچھو، خدا کے لیے مت پوچھو۔ میں اپنی بہن کو اُس خطرناک عامل سے نجات دلاؤں گی۔ مور یتا سحر زدہ ہے۔ میں ایک دن ایک دن اُسے اپنے ساتھ لاؤں گی۔ تنویمی عمل کے ذریعے پہلے اُس کا برین واش کروں گی۔ آج تک اُس کے دماغ میں جو عمل کیے گئے ہیں، اُن سب کو دماغ سے دھو ڈالوں گی۔ ہو سکتا ہے ٹیلی پیتھی بھی دھل جائے۔ ایسے وقت مجھے ٹرانسفارمر مشین کی ضرورت ہوگی۔ ایک دن مور یتا نے اُس مشین کے ذریعے مجھے یہ علم سکھایا تھا۔ آئندہ میں اُس کا برین واش کر کے دوبارہ اُسے یہ علم سکھاؤں گی۔ یہ میرا فرض، میری محبت ہے، بہن کے لیے جذبات ہیں۔ خدا کے لیے ہم بہنوں کے راستے میں نہ آؤ۔ اس مشین کے حصول سے باز آ جاؤ۔"

میں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا: "میں تم دونوں بہنوں کے راستے میں نہیں آؤں گا، لہٰذا مجھے جانا چاہیے۔"

وہ فوراً ہی اُٹھ کر گلے کا ہار بن گئی: "اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

"تنانہ! تمہارے حسن و شباب کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا، میں یہ بھول گیا تھا کہ تم دونوں بہنوں کی رگوں میں ایک ہی خون دوڑ رہا ہے۔ آج

ایک رہائش گاہ میں منتقل کیا تھا، تب ہی اُس کی نظر سیاہ کرد و اہم چیز سے نکال لیے تھے۔

وہ دونوں پُرنیے دریائے مسوری کی تہہ میں ہوں گے۔

طیارہ بادلوں کے دوش پر پرواز کر رہا تھا۔ غلام باقی آرام سے ایک سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ایئر ہوسٹس نے اُس پر جھکتے ہوئے مُسکرا کر پوچھا۔ "تمام مسافر پی رہے ہیں، تم پیاسے کیوں ہو؟"

غلام باقی نے حسین ہوسٹس کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں صرف شراب سے نہیں شباب سے بھی پرہیز کرتا ہوں۔ ذرا فاصلہ رکھ کر بات کرو۔"

وہ "اوہ نو" کہہ کر چلی گئی۔ میں نے اُسے مخاطب کیا۔ "باقی!"

"میرے آقا!" وہ ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"ایک مورنیا کے چلے جانے سے تم مُسکرانا بھول گئے ہو۔"

"میں کیا کروں مجھے عورتوں سے سخت نفرت ہو گئی ہے۔"

"کیا میں بھی رسوتنی اور سونیا سے نفرت کرنا شروع کر دوں؟"

"میرے آقا! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ کی تمام چاہنے والیاں محبت اور وفا کی دیویاں ہیں۔"

"یعنی تم مانتے ہو کہ عورتوں میں محبت اور وفا ہوتی ہے۔ سب ہی مورنیا جیسی نہیں ہوتیں۔"

"مانتا ہوں میرے آقا! آئندہ کسی عورت سے نفرت نہیں کروں گا۔ ہمیشہ خوش دلی سے مُسکرا کر بات کروں گا۔ لیکن کسی سے دل لگانے کی طاقت نہیں کروں گا۔"

"یہ تمہاری مرضی ہے لیکن ہر حال میں خوش مزاجی لازمی ہے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ نے یہ نہیں بتایا مجھے امریکا پہنچ کر کیا کرنا ہے۔ وہاں کن حالات سے گزرنا ہے، کچھ معلوم ہو جائے تو میں ذہنی طور پر پہلے سے تیار رہوں گا۔"

"مورنیا امریکا میں ہے۔"

"شاباش! تم مورنیا سے کوئی دلچسپی نہیں رکھو گے، لیکن اُس کے دیوانے کی ایکٹنگ تو ضرور کرو گے؟"

"ضرور کروں گا۔ اس کا مقصد بتا دیجیے۔"

"جس نے مورنیا کو اغوا کیا ہے، وہ تمہیں کیسنو سٹی میں دیکھ کر پدک جائے گا۔ مورنیا ابھی اُس کے لیے جان سے زیادہ قیمتی ہے۔ وہ نہیں چاہے گا کہ تم جوابًا اُسے اغوا کرو۔ وہ تمہیں نقصان پہنچانے کے لیے براہِ راست یا بالواسطہ ٹکرائے گا۔ میں چاہتا ہوں، وہ اپنے بِل سے نکلے اور میری نظروں میں آ جائے۔"

"سمجھ گیا۔ میں وہاں پہنچ کر مورنیا۔ مس امریکا کے لیے آہیں بھروں گا۔"

"تمہیں لندن ایئر پورٹ پر مورنیا کی بہت سی تصویریں ملیں گی۔ تم کیسنو سٹی کے ہوٹلوں اور جگہوں میں وہ تصویریں دکھا کر اُس کا پتا ٹھکانا پوچھا کرو گے۔"

"اُس بلا کی تصویریں مجھے چپکتی رہیں گی مگر میں اپنے پاس رکھوں گا کیا مجھے لندن پہنچ کر جہاز سے اُترنا ہوگا؟"

"نہیں، ایک بین الاقوامی شہرت رکھنے والا جاسوس مسٹر پانڈے تل ابیب سے لندن پہنچ چکا ہے۔ وہاں سے وہ تمہارے ساتھ امریکا تک سفر کرے گا اور تمہیں مورنیا کی تصویریں دے گا۔"

"یہ مسٹر پانڈے اپنا آدمی ہے؟"

"اپنا خاص آدمی ہے۔ بس دیکھنے کی چیز ہے۔ اُسے تمہاری تصویر دکھائی گئی ہے وہ تمہیں مورنیا کی تصویریں دے کر اجنبی بن جائے گا۔ میں جا رہا ہوں۔ ذرا دیکھوں، وہ انٹرنیشنل جاسوس کیا کر رہا ہے۔"

غلام باقی کا طیارہ لندن پہنچنے ہی والا تھا۔ اس سے پہلے میں مسٹر پانڈے کے پاس گیا۔ وہ امریکا جانے والے مسافروں کے ساتھ ویٹنگ ہال میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر نہایت قیمتی سوٹ تھا۔ مگمّائی کی جیسے اس کی گردن تن گئی تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ گردن جھکائے گا تو نکٹائی کی گرہ چبھ جائے گی۔ اسے دکھانے کے لیے وہ اپنا سر رنگلے کی طرح اٹھائے رکھتا تھا جو کہ دن بہ دن شہرت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ لہٰذا مکمل طور پر جاسوس نظر آنے کے لیے اُس نے پائپ پینا شروع کر دیا تھا۔ اس وقت بھی اُس کے ہونٹوں کے درمیان پائپ دبا ہوا تھا اور وہ آنکھیں سکیڑ کر دُور تک بیٹھے ہوئے مسافروں کو یُوں دیکھ رہا تھا جیسے خطرناک مجرموں کو تاڑ رہا ہو۔ نہ جانے کس کی شامت آنے والی تھی۔

ایک شخص نے قریب آ کر پوچھا۔ "آپ جاسوس مسٹر پانڈے ہیں؟"

پھر اُس شخص نے اپنی ساتھی کو آواز دی۔ "روزی! کم آن۔ ہری اَپ، یہ جاسوس مسٹر پانڈے ہیں۔"

ایک لڑکی تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ اُس کے شانے سے کیمرا لٹک رہا تھا۔ مسٹر پانڈے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ روزی نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ نے تل ابیب میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیے ہیں۔ میں ایک امریکی رسالے میں کرائم رپورٹر ہوں۔ پلیز، مجھے چند تصویریں اُتارنے کی اجازت دیجیے۔"

مسٹر پانڈے نے اُس کے گورے گورے ہاتھ کو ہاتھ میں لے کر مصافحہ کرنے کا چانس لیتے، ہوئے کہا۔ "ذرا جلدی تصویریں اُتار لیں۔"

"جلدی کیوں؟"

وہ سرگوشی میں بولا۔ "کسی سے نہ کہنا۔ میں ایک بین الاقوامی مجرم کا پیچھا کر رہا ہوں۔"

"میں کسی سے نہیں کہوں گی۔"

وہ کیمرا سنبھال کر تصویریں اُتارنے لگی۔ دائیں بائیں سے دوسرے لوگ بھی تصویریں اُتارنے لگے۔ ویٹنگ ہال میں چہ چا ہو رہا تھا کہ جاسوس

مسٹر پانڈے وہاں موجود ہے۔ وہ دراصل کسی مجرم کا پیچھا نہیں کر رہا تھا، یونہی دھونس جمانے کے لیے کہہ رہا تھا۔ بھلا ایک لڑکی کے پیٹ میں یہ بات کیسے رہتی۔ بات ایک کان سے دوسرے کانوں تک پہنچتی چلی گئی۔ ایک شخص نے گھبرا کر مسٹر پانڈے کی طرف دیکھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے کامیاب میک اَپ کے باوجود ایک ہندوستانی جاسوس اُسے تاڑ لے گا۔

مجرم ٹونی بیکر بدنام زمانہ اسمگلر اور قاتل تھا۔ اُس نے پریشان ہو کر سوچا۔ کیا مسٹر پانڈے نے مجھے پہچان لیا ہے یا اس فلائیٹ سے کوئی اور مجرم سفر کرنے والا ہے جسے یہ جاسوس تاڑ رہا ہے۔"

ٹونی بیکر نے ایسا سوچتے وقت مسٹر پانڈے کو دیکھا۔ یہ اتفاق ہی تھا، ٹھیک اُسی وقت مسٹر پانڈے نے پائپ کا کش لے کر دھواں اُڑاتے ہوئے ٹونی بیکر کو دیکھا۔ میں مسٹر پانڈے کے دماغ میں تھا۔ ٹونی بیکر نے گھبرا کر دوسری طرف منہ پھیر لیا تھا۔ مجھے شبہ ہوا۔ میں نے کہا۔ "پانڈے! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ شاید تمہیں شکار ملنے والا ہے۔ اب تمہارا دماغ جو کہتا ہے وہ کرتے جاؤ۔"

اُس نے میری مرضی کے مطابق دونوں ہاتھ اُٹھا کر تمام فوٹو گرافروں سے کہا۔ "مجھ ناچیز کی تصویریں اُتارنے والی خواتین و حضرات! تمہاری غیور مزہ نہیں دے گی۔ میں کسی کو ساتھ لے کر پوز بنوانا چاہتا ہوں۔"

وہ بڑی شان سے چلتا ہوا ٹونی بیکر کے پاس آیا۔ وہ پریشان ہو کر کھڑا ہو گیا۔ پانڈے نے کہا۔ "آؤ ہم تصویر بنوائیں۔"

ٹونی نے ذرا پیچھے ہٹ کر کہا۔ "نہیں، مجھے تصویر اتروانے سے دلچسپی نہیں ہے۔"

میں نے پانڈے سے کہا۔ "اسے باتوں میں اُلجھاؤ۔"

پانڈے نے کہا۔ "بھئی تم تو لڑکیوں کی طرح شرما رہے ہو، اگر تم معزز شہری ہو تو مجھ جیسے جاسوس کے ساتھ تصویر اُتروانے میں فخر محسوس کرنا چاہیے۔"

پھر اُس نے فوٹو گرافروں سے کہا۔ "اِدھر آؤ۔ ذرا ان کے شرمانے اور کترانے کی تصویریں اتارو۔"

میں نے کہا۔ "پانڈے! اس کا اصل نام ٹونی بیکر ہے۔ یہ جعلی نام اور پاسپورٹ کے ذریعے سفر کر رہا ہے۔ میک اَپ میں ہے۔ اب تم اپنا کام دکھاؤ۔"

فوٹو گرافر اُن کی تصویریں اُتار رہے تھے۔ مسٹر پانڈے نے کہا۔ "اب ذرا ٹھہرو، ان صاحب کا میک اَپ اتارنے کے بعد تصویریں اُتاری جائیں گی۔"

ٹونی بیکر ایک دم سے اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ پھر ریوالور نکالتے ہوئے بولا۔ "خبردار! کوئی اپنی جگہ سے ہلے گا تو گولی مار دوں گا۔ اور تم... تم جاسوس مسٹر پانڈے! میں نے سُنا تھا، تم بے حد خطرناک ہو۔ آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بلا سے میں گرفتار ہو جاؤں اور موت کی سزا پاؤں۔ تمہیں مار ڈالنے کے بعد میرے دوسرے مجرم سبھی کو معاف کر دیں گے۔"

اُس نے ڈیگر دبانا چاہا مگر نہ دبا سکا۔ پانڈے نے اشارہ سمجھ لیا۔ اُس نے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر دُور جا گرا۔ وہ ریوالور کی طرف جانا چاہتا تھا۔ مسٹر پانڈے اس کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔ بجلی کی طرح لپکا۔ ایئر پورٹ کی سیکیورٹی فورس نے انھیں گھیر لیا۔ سیکیورٹی فورس کے افسر نے پوچھا۔ "کیا ثبوت ہے کہ یہ مسافر مجرم ہے؟"

پانڈے نے کہا۔ "آپ کو زیادہ محنت نہیں کرنا پڑے گی صرف اس کے چہرے پر وینیشنگ کریم لگا دیجیے۔ اس کا اصل چہرہ سامنے آ جائے گا۔"

مسٹر پانڈے کے مشورے پر عمل کیا گیا۔ وینیشنگ کریم لگوائی گئی۔ اُس کے چہرے پر لگائی گئی پھر تولیے سے پونچھا گیا۔ افسر نے حیرانی سے کہا۔ "ارے! یہ تو بدنام زمانہ اسمگلر اور قاتل ٹونی بیکر ہے۔"

مسٹر پانڈے اور ٹونی بیکر کی تصویریں اُتاری جانے لگیں۔ پانڈے نے کہا۔ "ٹونی بیکر! یہ ایک جاسوس کی بدنصیبی ہے کہ اُس کی تصویریں ہمیشہ بدمعاشوں کے ساتھ اُتاری جاتی ہیں۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ کسی شریف آدمی کے ساتھ میری تصویر اُتاری گئی ہو۔"

ذرا سی دیر میں ایئر پورٹ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاسوس کے کارنامے کی دھوم مچ گئی تھی۔ ہر ایک کی زبان پر مسٹر پانڈے کا نام تھا اور پانڈے کی گردن اور تن گئی تھی تاکہ مُکٹائی کی گرہ نظر آتی رہے۔ اُس نے باقاعدہ جاسوس نظر آنے کے لیے سپر سے پائپ سُلگا لیا تھا اور اسٹیم انجن کی طرح بھک بھک دھواں چھوڑتا جا رہا تھا۔ جیسے یہ کوئی علامت ہو کہ وہ مجرموں کو پکڑتا ہے اور دھوئیں کو چھوڑتا جاتا ہے۔

کوئی ایک گھنٹے بعد وہ اسی طیارے میں سفر کر رہا تھا، جس میں غلام باقی موجود تھا۔ میں نے اُن دونوں کو ٹوائلٹ کی طرف ایک ساتھ بھیجا۔ پہلے مسٹر پانڈے ٹوائلٹ میں گیا۔ وہاں مورنیا کی تصویروں کا لفافہ چھوڑ کر آ گیا۔ اس کے بعد غلام باقی گیا اور وہ لفافہ لے کر اپنی سیٹ پر پہنچ گیا۔ وہ لفافہ بیگ میں رکھنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "دیوانے کی اداکاری اسی لمحے سے شروع کرو۔ مورنیا کی تصویریں دیکھو اور آہیں بھرو۔"

وہ جھنیپ کر بولا۔ "میرے آقا! میرے ساتھ والی سیٹ خالی ہو گئی تھی۔ لندن سے ایک عورت یہاں آئی ہے۔ نہ جانے کیوں یہ مجھے بار بار دیکھتی ہے۔ مجھے اس کی موجودگی میں مورنیا کی تصویر دیکھ کر آہیں بھرتے ہوئے شرم آئے گی۔"

"تمہاری زندگی میں ایسے کئی مرحلے آئیں گے جب تمہیں بے شرم بننا پڑے گا۔ نہیں ہو گے تو کام بگڑ جائے گا۔ اگر تم کام بگاڑنا چاہتے

ہو تو کوئی بات نہیں۔"

"نہیں میرے آقا! میں آپ کا کام بگاڑنے سے پہلے مر جانا پسند کروں گا۔"

"تو پھر شروع ہو جاؤ۔"

وہ بیگ سے تصویریں نکال کر دیکھنے لگا۔ پاس بیٹھی ہوئی حسینہ ذرا قریب ہو کر دیکھنے لگی۔ غلام باقی نے مورنیا کی ایک تصویر کو دیکھ کر سرد آہ بھری۔

پاس بیٹھی ہوئی حسینہ ہنسنے لگی۔ "یہ تو مس امریکا مورینا ہے تم تو اس کے دیوانے لگتے ہو۔"

غلام باقی نے پوچھا۔ "کیا تم بتا سکتی ہو مورنیا مجھے کہاں مل سکتی ہے؟"

وہ پھر ہنسنے لگی۔ "یہ مس امریکا ایسی جگہ ہے، جہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔"

"اس کا مطلب ہے تم جانتی ہو یہ کہاں ہے۔"

"پورے امریکا کی پولیس اور نجانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے تلاش کر رہے ہیں، مگر یہ نہیں ملتی۔ اسی مناسبت سے میں نے کہا کہ یہ ایسی جگہ ہے جہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ خیال خوانی کرنے والے اسے تلاش کر رہے ہیں؟"

"شاید تم اخبارات اور رسالے نہیں پڑھتے۔ مس امریکا کے متعلق عجیب عجیب سی کہانیاں شائع ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے ٹیلی پیتھی والی بات محض کہانی ہو۔ مگر وہ حسین ہے، مس امریکا ہے اگر ٹیلی پیتھی والے بھی اسے ڈھونڈ رہے ہوں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی۔"

میں نے کہا۔ "غلام باقی! اس عورت کا تعلق مورنیا یا اس کے اغوا کرنے والے سے نہیں ہے۔ وقت ضائع نہ کرو، امریکا پہنچنے تک نیند پوری کر لو۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ میں نے اسے خیال خوانی کے ذریعے سُلا دیا۔ اس کے پاس بیٹھی ہوئی حسینہ نے کہا۔ "میں نے پڑھا تھا کہ مس امریکا کسی نیگرو پر مرمٹی ہے۔ کیا تم وہی نیگرو ہو؟"

اُسے جواب نہیں ملا وہ نیگرو خراٹے لے رہا تھا۔

نیویارک پہنچنے پر پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافروں نے منگل پانڈے کو گھیر لیا۔ چاروں طرف سے فلیش لائٹس بجلی کی طرح چمکنے لگیں۔ ہر طرف سوالات کر رہے تھے۔ "آپ نے لندن میں بدنام زمانہ اسمگلر اور قاتل ٹونی بیکر کو میک اپ میں کیسے پہچان لیا؟"

منگل پانڈے نے جواب دیا۔ "آپ ایک جاسوس سے ایسے سوالات کر رہے ہیں جیسے کسی قصائی سے پوچھا جائے کہ وہ بھیڑ اور بکری کو کیسے پہچان لیتا ہے۔ اس کا تعلق اس ٹریننگ سے ہے جو میں نے اپنے بھارت دیس میں حاصل کی ہے۔"

کئی رپورٹرز نے سوال کیا۔ "آپ پہلی بار امریکا تشریف لائے ہیں، کیا یہاں آنے کا کوئی خاص مقصد ہے؟"

پانڈے نے کہا۔ "جی ہاں، میں ایک عرصے سے ٹرانسفارمیشن کا جرم چاہتا آ رہا ہوں۔ میں نے سوچا اس مشین کا قصہ ہی ختم کر دینا چاہیے لہٰذا میں یہاں آیا ہوں تو اب وہ مشین کسی کے پاس نہیں رہنے دوں گی۔ میں اسے ایک ہنستے کے اندر اپنے ملک ہندوستان لے جاؤں گا۔"

ایک نے سوال کیا۔ "کیا آپ کو امریکی سرکار اس بات کی اجازت دے گی؟"

پانڈے نے سوال کیا۔ "ابھی وہ مشین جس کے قبضے میں ہے کیا امریکی سرکار نے اُسے اجازت دے رکھی ہے؟ یہ احمقانہ سوال ہے۔ آپ لوگ اس وقت کا انتظار کریں جب وہ مشین میرے ہاتھ آئے گی اور وہ وقت زیادہ دُور نہیں ہے۔"

منگل پانڈے کا یہ بیان شام کے اخبارات میں شائع ہوا تو ٹین سے دلچسپی رکھنے والی تمام تنظیموں میں ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ یہ بیان نئے سُپر ماسٹر کے لیے بھی ایک چیلنج تھا کہ ایک ہندوستانی جاسوس کس طرح مشین تک پہنچتا ہے اور کیسے ہندوستان لے جاتا ہے۔

تمام خطرناک تنظیمیں محتاط ہو کر منگل پانڈے کی نگرانی کرنے لگیں۔ اس کے بیان سے تنانہ چونک گئی تھی کیونکہ مشین اُس کے پاس تھی۔ اُس نے مجھ سے پوچھا۔ "فرہاد! یہ منگل پانڈے کون ہے؟ اخبارات اور رسالے والے اس کی تعریفیں کرتے نہیں تھک رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے یہ کینیا مس مٹی میں قدم رکھتے ہی مشین تک پہنچ جائے گا۔"

میں نے انجان بن کر کہا۔ "میں نے بھی منگل پانڈے کے متعلق سنا ہے۔ بہتر ہے تم اُس کی تصویر دیکھ کر اُس کے دماغ میں پہنچ جاؤ۔ ساری معلومات حاصل ہو جائیں گی۔"

میں جانتا تھا تنانہ اُس کے دماغ میں پہنچ کر بھی اس سے ہمارا تعلق معلوم نہیں کر سکے گی۔ پانڈے کو یہاں روانہ کرنے سے پہلے ہی شیبا نے اُس پر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ ہمیں کھلی آنکھوں سے اور بیدار ذہن سے پہچانے گا لیکن کبھی یہ نہیں سوچے گا کہ اس سے ہمارا کوئی تعلق ہے۔ اس طرح تنانہ مورنیا یا اور کوئی خیال خوانی کے ذریعے پانڈے سے ہمارا تعلق معلوم نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ وہ ہمارے متعلق کبھی نہ سوچتا۔ اور آدمی سوچ کے ذریعے ہی خیال خوانی کرنے والوں کے ہاتھوں پکڑا جاتا ہے۔

تنانہ نے اس کی تصویر دیکھ پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دماغ میں پہنچی۔ منگل پانڈے نے فوراً سانس روک لی۔ وہ واپس آ کر بولی۔ "فرہاد! وہ سانس روک لیتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "ظاہر ہے، اتنا بڑا جاسوس ہے، کچھ غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہوگا۔"

منگل پانڈے یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ یقیناً شیبا نے تنویمی عمل کے ذریعے اُس کے دماغ کو حساس بنایا ہوگا۔

تنانہ نے پوچھا۔ "فرہاد! تمھارا کیا خیال ہے۔ کیا وہ مشین تک پہنچ جائے گا۔ پلیز کچھ تو مشورہ دو۔"

میں نے کہا۔ "سوری، اُس مشین نے میرے اور تمھارے درمیان حلہ پیدا کر دیا ہے۔ جب تم اپنی بہن کی محبتوں کا قرض اُتار دو گی اور ب تمھاری محبت صرف میرے لیے ہوگی تو میں مشین کے سلسلے ں بات کروں گا۔ ابھی دوسری بات کرو۔"

وہ غصے سے بولی۔ "تم کیا سمجھتے ہو میں تمھاری محتاج ہوں۔ ں اپنی مشین اور اپنی بہن کی حفاظت کر سکتی ہوں۔ میں جاسوس منگل پانڈے و فنا کر دوں گی۔"

"جب تم ایسا کر سکتی ہو تو اس طرح کیوں چیخ رہی ہو۔ مجھے اپنا لا کرنے دو۔ میرا وقت ضائع نہ کرو۔ پلیز، یہاں سے جاؤ۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی۔ "تم خود غرض ہو، ہر جائی ہو، مجھ سے اچھی طرح کھیل کر دل بھر گیا تو بے رُخی دکھا رہے ہو۔"

"تم اتنی حسین، اتنی دل نشین، اتنی پیاری سی ہو کر تم سے کبھی دل نہیں بھر سکتا۔ میں ہر سانس میں تمھاری تمنا کرتا رہوں گا۔ دوسری بات کرو۔"

میری زبان سے اس انداز میں اپنی تعریف سُن کر وہ دوسری باتیں بھول گئی، اس نے میٹھی ناراضگی کا اظہار کیا اور دماغ سے چلی گئی۔ اب اسے منگل پانڈے کی طرف سے فکر ہو گئی تھی۔ صرف اسے ہی نہیں، مشین سے دلچسپی رکھنے والے ہر فرد کی سوچ یہی تھی۔ کیا منگل پانڈے اس بار بھی اپنے کارنامے سے حیرت زدہ کر دے گا؟

جو لوگ ایسا سوچ رہے تھے، وہ کسی نہ کسی بہانے پانڈے کے قریب ہو کر معلوم کرنا چاہتے تھے، آخر وہ کس طرح مشین تک پہنچتا ہے۔ یوں قریب آنے والوں میں ایک لیڈی کرینا بھی تھی، اسے آئرن ہارڈی نے بھیجا تھا۔ اس وقت تک میں لیڈی کرینا اور آئرن ہارڈی کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ لیکن جب کرینا نے ہوٹل کے ایک کمرے میں آ کر پانڈے کو مخاطب کیا تو مجھے کرینا اور پھر آئرن ہارڈی کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں دیر نہیں لگی۔

میں اپنے منصوبے میں کامیاب رہا تھا۔ کرینا کے دماغ تک پہنچتے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ مورنیا خطرناک تنویمی عامل آئرن ہارڈی کے قابو میں ہے۔ کرینا نے ہوٹل کے کمرے میں آ کر کہا۔ "ہیلو مسٹر منگل پانڈے! میرا تعلق ایک امریکی رسالے دی اسٹائل سے ہے۔ ہمارے رسالے میں جرائم کے متعلق مضامین شائع ہوتے ہیں۔ کیا ٹرانسفرمیشن کا تعلق جرائم کی دُنیا سے ہے؟"

منگل پانڈے نے جواب دیا۔ "ہر وہ چیز جو دنیا میں تباہی پھیلاتی ہو، جرائم بلکہ بدترین جرائم سے تعلق رکھتی ہے۔"

کرینا نے کہا۔ "میں آپ کی فین ہوں۔ آپ کے کارنامے شوق سے پڑھتی ہوں۔ کیا آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھانا پسند کریں گے؟"

پانڈے نے مسکرا کر کہا۔ "میں یقین سے کہتا ہوں، وہ رات کا کھانا کسی ہوٹل میں نہیں کسی رہائش گاہ میں ہوگا۔"

"یقیناً میں اپنی رہائش گاہ میں بلا رہی ہوں۔"

"میں پوری تیاری کے ساتھ رات کے آٹھ بجے حاضر ہو جاؤں گا۔"

"پوری تیاری کا مطلب کیا ہوا؟"

"بھئی، میں جاسوس ہوں، ایک ریوالور اور چند جاسوسی آلات کے ساتھ آؤں گا۔ مجھے کسی وقت بھی ایسی چیزوں کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "آپ ضرور ایسی تیاریوں کے ساتھ آئیں۔ میں صاف دل کی عورت ہوں۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے چلی گئی۔ اس کے بعد بہرام گنگولی آیا۔ اس نے پانڈے کو گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

پانڈے نے جواب دیا۔ "میرا نام آج کے تمام اخبارات میں ہے۔ جاؤ پہلے اخبار پڑھ کر آؤ۔"

بہرام گنگولی نے غراتے ہوئے کہا۔ "میں تمھارا نام جانتا ہوں۔ نام معلوم ہوتے ہی میں نے تمھارا ڈاکٹر تیار کیا تھا۔ پھر میں نے منتروں کے ذریعے دیوی ماتا کو رام کیا۔ تب پتا چلا تم پر کئی اَن دیکھے سائے ہیں، جو تمھاری حفاظت کرتے ہیں، تم غیر معمولی قوتوں کے حامل ہو، بتاؤ تم کون ہو؟"

"تم کون ہو؟"

"میں بہرام گنگولی ہر موجودہ سُپر ماسٹر کا وفادار ہوں، میں نے سابقہ سُپر ماسٹر کو وارننگ دی تھی کہ جنرل ڈی کوراپر کسی کا سایہ ہے۔ یہ سایہ سُپر ماسٹر کو لے ڈوبے گا۔ میرا علم اور دیوی ماتا کا گیان غلط نہیں ہوتا۔ لیکن سُپر ماسٹر نے میری بات نہیں مانی جس کے نتیجے میں اسے پاگل خانے بھیج دیا گیا ہے۔ اب نیا سُپر ماسٹر ہے، جب میں نے اسے تمھارا ڈاکٹر بتایا تو وہ تم سے دوستی کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔"

پانڈے نے پوچھا۔ "میرا ڈاکٹر کیا کہتا ہے۔ ذرا میں بھی تو سنوں۔"

بہرام گنگولی نے کہا۔ "تم سُپر ماسٹر سے دوستی کر کے ہمیشہ عیش کرتے رہو گے۔ تمھارا ڈاکٹر بتا رہا ہے، وہ مشین تمھارے ذریعے دوسروں تک پہنچے گی۔ وہ دوسرا سُپر ماسٹر بھی ہو سکتا ہے۔"

پانڈے نے کہا۔ "فرہاد، ماسک مین اور اسرائیلی ایجنٹ بھی ہو سکتے ہیں۔"

بہرام نے کہا۔ "کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا یہ کامیابی تمھارے ذریعے سُپر ماسٹر کو ملنا چاہیے۔"

"مسٹر گنگولی! کیا یہ مانتے ہو کہ ہر مرد ہو کر چھپتے ہیں، وہ بزدل ہوتے ہیں یا مجرم؟"

"بے شک بزدل یا مجرم چھپتے ہیں۔"

"اور میں جاسوس ہوں، ہر چھپی ہوئی چیز کو باہر نکال لاتا ہوں۔ سُپر ماسٹر مجھ سے کوئی لین دین چاہتا ہے تو چھپ کر نہ رہے، ورنہ میں اسے بھی سات پردوں سے نکال لاؤں گا۔"

وہ غرا کر بولا۔ "تو بہت بڑا بول بولتا ہے۔ یہ ہاتھ دیکھ رہا ہے ایک

سر پر رکھ دوں تو زمین میں دھنس جائے گا۔"

"ارے بڑے بھائی! میں شریف جاسوس ہوں۔ تمہارے جیسے دیو سے مار پیٹ نہیں کروں گا۔ تمہیں دیکھ کر یقین ہوگیا کہ سپر ماسٹر کی کھوپڑی میں مغز نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو وہ میرے پاس صلح صفائی والے آدمی کو بھیجتا۔ جاؤ پہلوانی کرو۔ میرا وقت ضائع نہ کرو۔"

بہرام گنگولی نے اس کے جبڑوں کو ایک ہاتھ کے شکنجے میں لیا پھر اسے اُوپر اٹھاتا گیا۔ وہ گھبرا کر بولا۔ "ارے۔ رے یہ تو محال ہوگیا۔ کبھی میری ماں نے بھی ایک ہاتھ سے نہیں اٹھایا تھا۔ دیکھو اُوپر سے چھوڑ نہ دینا، میں کمزور ہڈی کا آدمی ہوں۔"

پھر اس نے سوچ کے ذریعے مجھے مخاطب کیا۔ "فریاد صاحب! بھگوان کے لیے اس دیو سے بچائیے۔ یہ میرا کچومر نکال دے گا۔"

"میں نے آج تک نہیں دیکھا، آدمی کا چومر کیسا ہوتا ہے، نکالنے دو۔"

"ارے جناب! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟"

"جاسوس کو کبھی مار بھی کھانا پڑتی ہے۔ جتنی لات جوتے کھاؤ گے، بچے اور ڈھیٹ جاسوس بنتے جاؤ گے۔"

بہرام گنگولی نے اسے سر سے بلند کیا۔ پھر ایک عرف پھینک دیا۔ وہ قالین پر گر کر کراہنے لگا۔ "ہائے میں مرگیا۔ ہائے میری کمر۔"

میں نے پوچھا۔ "پانڈے! وہ دوا کہاں ہے جو ایسے موقعوں کے لیے ہوتی ہے؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "میری جیب میں ہے۔"

"اسے دروازے کی طرف پھینک دو اور بہرام گنگولی سے دوستی کرو۔"

اس نے بہرام کی نظر بچا کر دوا پھینکی، پھر کہا۔ "میں ایک شرط پر دوستی کرسکتا ہوں۔"

"میں ناکام واپس نہیں جاؤں گا۔ تجھ سے ہر شرط پر دوستی کروں گا۔"

"ذرا بیل بجا کر ویٹر کو بلاؤ۔"

اس نے بیل بجائی، پھر پوچھا۔ "کیا شرط پوری ہوگئی؟"

"ارے، بیل بجانے کی بھی کوئی شرط ہوتی ہے۔ تم نے میرا جوڑ جوڑ ہلا دیا ہے۔ دوستی اسی شرط پر ہوگی کہ تم میرے بدن کی مالش کرو۔"

وہ غرا کر بولا۔ "تجھے مالش کرنے کو کہہ رہا ہے..... اُلو کے پٹھے، میں سپر ماسٹر کا دایاں ہاتھ ہوں۔"

"تو بائیں ہاتھ سے مالش کرو۔ جب تک میں اُٹھ کر بیٹھنے کے قابل نہیں ہوں گا دوستی نہیں ہوگی۔"

بہرام نے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا... اس کا زائچہ کہہ رہا تھا، دوستی لازمی ہے۔ یہ شخص مشین تک پہنچے گا۔ دوستی ہوگی تو مشین سپر ماسٹر تک پہنچے گی۔ وہ مجبور ہوکر اس کے بدن کی مالش کرنے لگا۔ ویٹر کے آنے پر منگل پانڈے نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

ویٹر نے نام بتایا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پانڈے نے دو ٹھنڈی بوتل کا آرڈر دیا۔ بہرام گنگولی نے کہا۔ "میں نہیں پیوں گا۔"

"پھر دوستی نہیں ہوگی۔"

وہ غصے سے بولا۔ "میں مالش تو کر ہی رہا ہوں۔"

"جب ایک ساتھ بوتل نہیں پیئو گے تو دوستی کیسے ہوگی؟"

وہ گھونسا دکھا کر بولا۔ "پی لوں گا۔"

ویٹر جانے لگا۔ جب وہ دروازے کے پاس پہنچا تو میں نے اس سے فرش پر پڑی ہوئی پلاسٹک کی شیشی اٹھوالی۔ وہ دوا لے کر چلا گیا۔ بہرام گنگولی مالش کر رہا تھا اور غصے سے پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔

"گدھے کے بچے! میں بہت خطرناک آدمی ہوں، قتل کرنا میرا مشغلہ ہے۔ میں کالی ماتا کے چرنوں میں لوگوں کی گردنیں کاٹتا ہوں۔ میں پاؤں زمین پر مارتا ہوں، تو زمین دھنس جاتی ہے، اور تو مجھ سے مالش کروا رہا ہے۔"

"گنگولی بھائی! پاؤں زمین پر کیوں مارتے ہو، زمین دھنس جائے تو تمہیں ایک پیسہ نہیں ملتا۔ مالش کا دھندا کرو، چار پیسے کما لو گے۔"

وہ شیر کی طرح دہاڑتے ہوئے بولا۔ "میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔"

"پھر سپر ماسٹر کے پاس کیسے لے جاؤ گے؟"

بہرام گنگولی سختی سے ہونٹ بھینچ کر مالش کرنے لگا۔ میں اس دوران ویٹر کے ساتھ لگا رہا۔ اس کے ذہن سے میں نے ایک بوتل میں دوا کے چند قطرے ٹپکائے۔ وہ ان بوتلوں کو ٹرے پر رکھ کر لایا۔ پانڈے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ دونوں آمنے سامنے صوفوں پر آگئے۔ ویٹر چلا گیا۔ پانڈے نے میری مرضی کے مطابق ایک بوتل اٹھائی، ٹرے پر ایک رہ گئی تھی جسے بہرام گنگولی نے اُٹھا لیا۔ اسے جلدی جلدی پیتے ہوئے بولا۔ "تم نے میرا بہت وقت برباد کیا ہے۔ جلدی بیرا اور چلو۔"

پانڈے نے بوتل خالی کرنے کے بعد اُٹھ کر کہا۔ "چلو۔"

بہرام گنگولی سر تھام کر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "یہ تو نے کیسی بوتل پلائی ہے۔ میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔ تو ایک سے بھلے دو نظر آرہے ہیں۔"

"گنگولی بھائی! ابھی سر ٹھیک ہوجائے گا۔ مگر دماغ کمزور رہے گا۔ آدمی خواہ کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو، وہ کمزور دماغ سے جسمانی قوت کا مظاہرہ نہیں کرسکتا۔ پہلے میں تمہاری طرح شہ زور نہیں تھا۔ اب طاقت کا توازن قائم ہوگیا ہے۔ چلو اٹھو۔ دو، دو ہاتھ ہوجائیں۔ میں تمہارے تمام دانت حلق میں اتار دوں گا۔"

وہ غصے سے اُٹھ کر بولا۔ "میں تجھے دوست بنانا چاہتا ہوں تو تو سر پر چڑھ رہا ہے۔ اب تجھے زبردستی اُٹھا کر لے جاؤں گا۔"

اب اس کا سر نہیں چکرا رہا تھا۔ وہ خود کو نارمل محسوس کر رہا تھا مگر یہ محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ دماغ میں کوئی موجود ہے۔ پرائی سوچوں کو سمجھ لینے والی غیر معمولی حس ختم ہوگئی تھی۔ اس نے پانڈے کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا چاہا۔ وہ اُچھل کر پیچھے چلا گیا۔ اس نے غصے سے چھلانگ لگائی۔ پانڈے پھر ایک طرف ہوگیا۔ بہرام اوندھے منہ فرش پر آیا۔ میں اِدھر

یا تھا کہ وہ کس انداز میں حملہ کرے گا۔ اِدھر میں حملہ ہوتے ہی پانڈے ہا تھا۔ اس نے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ بہرام گنگولی تو میں کے احساس ا گیا۔ ایک درندے کی طرح غراتا ہوا وہ فرش پر سے اُٹھا۔ اسے پڑنے ے دوڑا، پھر جنون میں آکر دوڑتا چلا گیا۔ وہ باہر نہیں آرہا تھا۔ اسے سے اُدھر نچا رہا تھا۔ پھر وہ اُسے دوڑاتا ہوا باہر لے آیا۔

باہر بالکونی تھی، نیچے بڑا سا ڈائننگ ہال تھا۔ پانڈے نے بالکونی ک کے پاس آکر بہرام کے منہ پر تھوک دیا پھر تو وہ حد سے باہر ہوگیا۔ شے پاگل ہوکر شیر کی طرح گرجتا ہوا چھلانگ لگانے کے انداز میں پر آیا۔ وہ بیٹھ گیا۔ بہرام ریلنگ سے ٹکرا کر آدھا اِدھر آدھا اُدھر پانڈے نے اس کی دونوں ٹانگیں اٹھا کر دوسری طرف اُلٹا دیا۔

نیچے دور تک بچھی ہوئی لمبی چوڑی میز پر کسی تقریب کے سلسلے ا سجا ہوا تھا۔ وہ اُوپر سے آکر میز پر ایک دھماکے سے گرا۔ اس کے ے کا پنجے کے برتن، جگ اور گلاس چُور چُور ہوگئے۔ میز کے ٹکڑے ئے۔ وہ اندر فرش کی طرف گیا۔ جو میز پر پہنچ مار کر بھاگنے لگیں۔ دوسرے بھی حواس باختہ تھے۔ نہ جانے کانچ کے کتنے گلاس اور برتن ٹوٹ کر ے جسم میں پیوست ہوگئے تھے۔ وہ سر سے پاؤں تک لہو میں بھیگ ا تھا۔ اس کے باوجود جنون میں مبتلا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ بھے یہاں آنے سے پہلے اپنے ستارے بھی دیکھ لینا چاہیے تھے۔ اب زت اسی میں ہے کہ میں بے ہوش ہوجاؤں۔"

"نہیں۔" وہ درندے کی طرح غراتا ہوا اُٹھنے لگا۔ لوگ سہم کر دور ٹنے لگے، بہت سے لوگ اُوپر دیکھ رہے تھے۔ وہ بالکونی کی ریلنگ کے س دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ "میں ہوں انٹرنیشنل جاسوس منگل پانڈے۔ میں یہاں کی انتظامیہ کو وارننگ دیتا ہوں۔ آئندہ یہ شخص یہاں نظر آیا تو میں اس کے ساتھ ہوٹل والوں کا بھی علیحدہ بگاڑ دوں گا۔"

یہ وارننگ دے کر وہ بالکونی سے چلا گیا۔ بہرام گنگولی تیزی سے اُٹھ کر زینے کی طرف جا رہا تھا۔ ہوٹل کے تمام ملازم اسے گھیرنے اور منع کرنے لگے، لیکن وہ اُوپر پانڈے کی طرف جا رہا تھا۔ تمام ملازموں نے اسے چاروں طرف سے جکڑ لیا۔ وہ کسی کے بس کا نہیں تھا۔ ایک ایک کو اُٹھا کر پھینک رہا تھا۔ اتنے میں پولیس آگئی۔ وہ پولیس کے قابو میں بھی نہ آتا لیکن اسے کئی ریوالوروں کی زد میں رکھ لیا گیا تھا۔

لیڈی کرینا ابھی اسی ہوٹل میں تھی۔ اس نے منگل پانڈے سے رخصت ہونے کے بعد بہرام گنگولی کو اس کمرے میں جاتے دیکھا تھا۔ مورینا نے تنویمی عمل کے دوران آئرن ہارڈی کو اپنی پوری ہسٹری سنائی تھی۔ اس نے بہرام گنگولی کا بھی ذکر کیا تھا اور جیسا ہیبت ناک حلیہ بیان کیا تھا، ویسے حلیے کے آدمی کو ہوٹل میں دیکھ کر لیڈی کرینا ٹھٹک گئی تھی — کاؤنٹر پر جاسوس سے ملاقات کرنے والوں کا نام اور پتا لکھا جاتا تھا۔ یہ ہدایت منگل پانڈے نے دے رکھی تھی۔ بہرحال کرینا نے کاؤنٹر سے آکر بہرام گنگولی کا نام پڑھ لیا۔ پھر وہ وہیں بیٹھ کر انتظار کرنے لگی۔

مورینا کے بیان کے مطابق بہرام گنگولی سپر ماسٹر کا قابل اعتماد ماتحت تھا۔ کرینا سوچ رہی تھی: "اگر میں بہرام سے دوستی کرلوں تو اس پہاڑ کے ساتھ میری راتیں روشن ہوجائیں گی۔ پھر میں اس کے ذریعے سپر ماسٹر کی اہم باتیں آئرن ہارڈی تک پہنچاؤں تو وہ مجھے اور مالا مال کرتا ہے گا۔"

اس نے ہوٹل میں بیٹھ کر آئرن ہارڈی کو فون کیا۔ اسے تمام باتیں بتانے کے بعد پوچھا۔ "کیا میں بہرام گنگولی سے دوستی کرلوں؟"

"اگر تم اس سے دوستی کرنے میں کامیاب ہوجاؤ تو تمہیں منہ مانگا انعام دوں گا۔"

"جاسوس کا کیا ہوگا؟"

"اسے میرے آدمی ٹھیکرے لے آئیں گے۔"

ایسے ہی وقت دھماکا سنائی دیا تھا۔ آئرن ہارڈی نے پوچھا۔ "یہ آواز کیسی ہے؟"

لیڈی کرینا حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی کہنے لگی۔ "آئرن! مجھے آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آرہا ہے۔ اس جاسوس نے پہاڑ جیسے بہرام گنگولی کو اُٹھا کر گراؤنڈ فلور پر پھینک دیا ہے۔"

آئرن ہارڈی نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے جاسوس جسمانی طور پر ہماری گرفت کا آدمی ہے۔"

کرینا نے کہا۔ "کیا خاک ہے۔ جاسوس منگل پانڈے جسمانی طور پر تہ، موٹا اور بھدا ہے۔ وہ تمہارے اور بہرام کے سامنے حقیر سی ہستی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے، اس نے کس طرح بہرام کو اُوپر سے نیچے پھینک دیا۔"

"زیادہ کنفیوز نہ کرو، بہرام کے پاس جاؤ۔"

"اسے پولیس لے جا رہی ہے۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ سپر ماسٹر کا آدمی ہے۔ پولیس اسٹیشن پہنچنے سے پہلے ہی چھوٹ جائے گا اس کا پیچھا کرو۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ لیڈی کرینا بھی ریسیور رکھ کر جانا چاہتی تھی مگر ہوٹل کے دروازے کی جانب دیکھتے ہی چونک گئی۔ جلدی سے ریسیور اُٹھایا۔ پھر غیر ڈائل کیے۔ چند لمحوں کے بعد آئرن ہارڈی کی آواز سنائی دی۔ کرینا نے کہا۔ "میں بول رہی ہوں۔"

غصے سے پوچھا گیا۔ "کیا آج تمہیں بولنے کا مرض ہوگیا ہے؟"

"ایک بہت اہم اطلاع ہے۔ میں غلام باقی کو دیکھ رہی ہوں۔ وہ ہوٹل میں داخل ہوکر کاؤنٹر کی طرف جا رہا ہے۔"

"کیا؟ غلام باقی اور یہاں؟ تم تھوڑی دیر کے لیے رُک جاؤ۔ معلوم کرو وہ یہاں کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

کرینا ریسیور رکھ کر کاؤنٹر کے پاس آئی۔ غلام باقی کاؤنٹر گرل کو مورینا کی تصویر دکھا رہا تھا۔ کاؤنٹر گرل نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اسے کون نہیں جانتا، یہ تو مس امریکا ہے۔"

نگ نے کہا۔ "باقی دشمن کا ایک مہرہ تمہارے قریب ہے۔ تم اس سے انجان رہو، مخواہ اغوا کرنے والے کو چیلنج کرو۔"

غلام باقی نے کاؤنٹر گرل سے تصویر لیتے ہوئے کہا۔ "تم نے شاید اخباروں اور رسالوں میں پڑھا ہوگا کہ مورینا ایک نیگرو کی دیوانی ہوگئی ہے، وہ نیگرو میں ہوں۔"

"اچھا!" لڑکی نے حیرانی سے کہا۔

"ہاں، میں اسے پیرس سے لیا گیا تھا۔ ایک شیطان اغوا کر کے پیرس لے آیا ہے۔ میں اسی کی تلاش میں آیا ہوں، اس شیطان کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اپنی مورینا کو واپس لے کر رہوں گا۔ وہ میری ہے، میری رہے گی۔"

اس نے جیب سے سو ڈالر کا ایک نوٹ نکال کر کاؤنٹر گرل کے ہاتھ میں رکھتے ہوئے کہا۔ "میں ہوٹل انٹرکام کے روم نمبر دو سو تین میں ایک ہفتے تک رہوں گا۔ اگر تمہیں مورینا کا پتا ملے تو ٹیلیفون پر فوراً اطلاع دینا۔ میں سو ڈالر اور دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ کریسنا پھر پبلک کال کاؤنٹر پر آئی۔ ریسیور اٹھا کر رابطہ قائم ہونے کے بعد کہا۔ "غلام باقی ایک دیوانے کی طرح مورینا کو تلاش کر رہا ہے اور چیلنج کر رہا ہے کہ اغوا کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"ہُوا ہوا؟"

"کیا تم اس نیگرو کی آمد سے پریشان ہو؟"

"میں ایسے دس غلام باقی کو بچوڑ کر رکھ دوں گا لیکن اس کے پیچھے فرہاد کی ٹیلی پیتھی جاننے والی پوری ٹیم ہے۔ میں جان دے دوں گا لیکن مورینا کو نہیں جانے دوں گا۔ میرے سر پر خطرہ منڈلا رہا ہے۔"

"ہوٹل انٹرکام کے روم نمبر دو سو تین میں اس کا قیام ہے۔"

"آج ہوٹل میں اس کا آخری دن ہوگا۔ تم ہر ام ٹوٹی کی خبر لو۔"

ان کے درمیان رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے غلام باقی سے کہا۔ "تمہارے لیے تیر کمان پر چڑھ گیا ہے۔ کسی بھی اندھیرے سے آسکتا ہے۔ ہوٹل پہنچ کر وہاں کے کسی بھی ملازم سے بات کرو۔ میں اس کے ذریعے کچن اسٹاف تک پہنچوں گا۔ تاکہ کوئی تمہارے کھانے پینے کی چیز میں زہر نہ ملا دے۔"

غلام باقی کو مارنے کے لیے جتنے پوشیدہ ذرائع استعمال کیے جاسکتے تھے، میں ان سب پر نظر رکھنے لگا۔ اگر آئرن ہارڈی یا اس کے آدمی سامنے آکر حملہ کرتے تو غلام باقی ان کے قابو میں کبھی نہ آتا۔ ایک گھنٹے بعد میرا شبہ درست نکلا۔ غلام نے چائے کا آرڈر دیا۔ کچن کے انچارج نے قہوہ خود تیار کیا، اس میں ایک زہریلا سفوف حل کیا۔ پھر ایک بیرے کو چائے کی ٹرے دینا چاہتا تھا، میں نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ اس انچارج کو وہ چائے پینے پر مجبور کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کی موت کی خبر کچن سے باہر نکلی۔ انتظامیہ اس بات کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہاں قیام کرنے والوں کو معلوم ہوتا کہ اتنے بڑے اور معتبر ہوٹل کے کچن میں زہریلی چائے تھی تو لوگ وہاں کا پانی بھی نہ پیتے، بلکہ ہوٹل چھوڑ دیتے۔

میں نے اپنی خفیہ رہائش گاہ کے فون کا ریسیور اٹھایا۔ آئرن ہارڈی سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اس کی آواز سنتے ہی کہا۔ "تم دماغ میں آنے نہیں دو گے اس لیے فون کو ذریعہ بنایا ہے۔"

"کون غفار علی تیمور؟"

"ہاں، میں تمہارے ہر معاملے کے قریب تر ہوں۔ اسی لیے کچن کے انچارج نے میرے آدمی کے حصے کا زہر پی لیا ہے۔"

اُسے چُپ لگ گئی۔ میں نے کہا۔ "میری پہلی اور آخری وارننگ ہے، تمہارا کوئی آدمی غلام باقی کے قریب نہ جائے۔ دانش مندی یہی ہے کہ مورینا کو آزاد کر دو۔ میں تو کھل کر سامنے آگیا ہوں۔ روسنتی اور شیبا کی ٹیلی پیتھی کس طرح سرنگ بنا رہی ہے، یہ معلوم ہوگا تو اس وقت تک تمہارے ہوش اُڑ چکے ہوں گے۔"

یہ کہتے ہی میں نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے ہوش اُڑانے کے لیے اتنا ہی کہہ دینا کافی تھا۔ غلام باقی نے وہ ہوٹل چھوڑ دیا۔ تاکہ اس پر اچانک کہیں سے حملہ نہ ہوسکے۔ میں نے اسے خفیہ رہائش گاہ کا پتا بتا کر کہا۔ "پورے شہر میں بھٹکتے پھرو۔ جب یقین ہو جائے کہ تعاقب نہیں ہو رہا ہے تو میرے پاس چلے آنا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ اسی وقت پرانی سوزش کی لہر محسوس ہوئی۔ مورینا کی آواز آئی۔ "سانس نہ روکنا۔ میں ہوں۔"

"واپس جاؤ۔ میں آرہا ہوں۔"

میں نے سانس روک لی۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ آئرن ہارڈی رابطہ ختم ہونے کے بعد مورینا کو میرے پاس بھیجے گا۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مورینا کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ انتظار کر رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں اور کان بہرے ہوگئے تھے۔ میں نے کہا۔ "تم اس حالت میں مجھے آئرن ہارڈی تک پہنچنے نہیں دو گی اور وہ تمہیں میرے دماغ میں بھیج کر میرا کھٹکا نہیں معلوم کرسکے گا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں یہ کہنے آئی تھی کہ آئرن ہارڈی مجھے تمہارے حوالے کرنے کے متعلق سنجیدگی سے غور کر رہا ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"میں یقین دلاتی ہوں، وہ دو دن کی مہلت چاہتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، اسے دو دن کے اندر مشین تک پہنچ جانے کا یقین ہے۔"

"تم کہاں کی بات کہاں لے جاتے ہو۔"

"بات کو جہاں پہنچنا تھا، وہاں پہنچ گئی۔ اس اطلاع کا شکریہ میرے دماغ میں نہ آنا۔ جگہ نہیں ملے گی۔"

میں واپس آگیا۔ مورینا میری بات آئرن ہارڈی کو پہنچا رہی ہوگی۔ وہ یہ سُن کر اور بوکھلا جائے گا کہ مجھے اس کے مشین تک پہنچنے کا علم ہو رہا ہے۔

ہی موقعوں پر بڑے بڑے مجرم کوئی غلطی کر بیٹھتے ہیں۔

میں نے تنانہ کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پوچھا۔ "کون فرہاد! مرو، میں آرہی ہوں۔"

میں واپس آگیا۔ یہ جانتا تھا کہ وہ مجھے اپنے دماغ میں ٹھہرنے نہیں دے گی۔ نہ جانے بہن کے لیے کیا کرتی پھر رہی تھی۔ مجھ سے چُھپا رہی تھی۔ وہ میرے پاس آکر بولی۔ "کیسے یاد کیا؟"

"میں ابھی مورینا سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ بے چاری اپنے عاشق آئرن ہارڈی کے لیے پریشان ہے۔ جا کر بہن کو تسلیاں دو۔ میں بھی تمہیں زیادہ دیر اپنے دماغ میں نہیں رہنے دوں گا۔ لب جاؤ۔"

"ذرا ٹھہرو۔"

"کیا تم مجھے اپنے پاس ٹھہرنے دیتی ہو؟"

میں نے سانس روک لی۔ وہ باہر ہوگئی۔ پھر جھلا کر آئی۔ "اے میں تم سے سمجھ لوں گی۔ بتاؤ ابھی کہاں ہو، میں آکے جھگڑا کروں گی۔"

"میرا موجودہ پتا نہ پوچھو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، آئرن ہارڈی مجھ تک پہنچنے کے لیے کون کون سے راستے اختیار کرتا ہے، تم اس کے لیے راستہ نہ بنو۔"

میں نے اسے دماغ سے نکال دیا۔ ابھی اس کی بہن کی پریشانی کا ذکر کیا تھا۔ وہ اس کے پاس جاسکتی تھی۔ میں نے چند لمحوں تک انتظار کیا پھر مورینا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے سانس نہیں روکی، نہ ہی مجھے محسوس کیا دماغ کا دروازہ پہلے سے کھلا ہوا تھا، کیونکہ تنانہ وہاں موجود تھی اور پوچھ رہی تھی۔ "مورینا! کیا تم پریشان ہو؟"

مورینا کی آنکھیں اسی طرح بند تھیں، کان بہرے تھے۔ وہ بہن کو بھی یہ جاننے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی کہ آئرن ہارڈی کے کس خفیہ اڈے میں رہتی ہے۔ اس نے تنانہ سے پوچھا۔ "تمہیں یہ خیال کیسے پیدا ہوا کہ میں پریشان ہوسکتی ہوں؟ کیا فرہاد نے تم سے کہا ہے؟"

تنانہ ہنستے ہوئے بولی۔ "فرہاد میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا میں تمہارے مشورے کے مطابق شروع سے گمنام زندگی گزار رہی ہوں۔"

"مجھے خوشی ہے، تم میرے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے خطرناک لوگوں سے بہت دور اطمینان بخش زندگی گزار رہی ہو۔"

"لیکن اب تمہاری خاطر مجھے منظرِ عام پر آنا ہوگا۔"

"میری خاطر کیوں؟"

"میں تم سے چھوٹی ہوں، مگر نادان نہیں ہوں۔ جب تمہارے پاس آتی ہوں، تمہاری آنکھیں بند ہو جاتی ہیں، کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں، اپنی حفاظت کے لیے ایسا کرتی ہوں۔"

"تم مجھے بہلا رہی ہو۔ میں یقین سے کہتی ہوں، تم پر کسی نے سحر کیا ہے۔ یا تو یہ عمل کے زیرِ اثر بے اختیار اندھی اور بہری ہو جاتی ہو۔"

"تم کئی بار یہ بات کہہ چکی ہو۔ آج میں نے آئرن ہارڈی سے تمہارا ذکر کیا تھا۔"

تنانہ نے انجان بن کر پوچھا۔ "یہ آئرن ہارڈی کون ہے؟"

"تمہارے بہنوئی ہیں۔"

"کیا شادی ہوچکی ہے؟"

"ابھی نہیں، مگر ہو جائے گی۔"

"جب تک نہ ہو کسی کو میرا بہنوئی نہ کہو۔ مجھے شرم آتی ہے۔ میں نے اخبارات میں ایک نیگرو کے ساتھ اسکینڈل پڑھا ہے۔ مورینا! تم ایسی بدنام زندگی کیوں گزار رہی ہو؟"

"میں نے نیگرو کے ساتھ جذباتی غلطی کی تھی مگر آئرن ہارڈی کے ساتھ دلی رشتہ ہے۔ ہم جلد ہی شادی کرنے والے ہیں۔"

"وہ کبھی شادی نہیں کرے گا۔ کرے گا بھی تو محض تمہاری ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھائے گا۔ جس دن مشین حاصل ہوگی، وہ تمہاری خیال خوانی کی صلاحیتیں اپنے دماغ میں منتقل کرے گا۔ پھر تمہیں دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکے گا۔"

"چُپ ہو جاؤ تنانہ! میں آئرن ہارڈی کے خلاف ایک لفظ سننا پسند نہیں کرتی۔ تم نہیں جانتیں، وہ کتنا شہ زور اور سخت ہے۔ فرہاد کو ایک چٹکی میں مسل سکتا ہے۔ تمہیں بھی آئرن ہارڈی کی پناہ میں رہنا چاہیے۔ جب وہ ٹیلی پیتھی سیکھے گا تو ہم تین خیال خوانی کرنے والے فرہاد کے خیال خوانی کرنے والوں کے مقابلہ پر آئیں گے۔ اس کی دھتم دھونے والی شہرت کو فنا کر دیں گے۔"

تنانہ نے کہا۔ "میں تمہاری بہن ہوں۔ تمہارا ساتھ ضرور دوں گی۔ بتاؤ ہماری ملاقات کب اور کہاں ہوسکتی ہے؟"

"تم کسی وقت بھی گھر سے چل پڑو۔ اپنے دماغ کو میرے لیے آزاد چھوڑ دو۔ میں تمہیں اپنے پاس لے آؤں گی۔"

"نہیں مورینا! میں جب تک آئرن ہارڈی کے متعلق خود چھان بین نہیں کروں گی، اس وقت تک تمہارے پاس نہیں آؤں گی۔ آؤں گی تو اجنبی لوگوں کے درمیان اُلجھ کر رہ جاؤں گی۔"

"میں تمہاری بہن ہوں، اجنبی نہیں ہوں۔"

"تم خود اپنے لیے بیگانی ہو۔ تمہیں پتا نہیں ہے کہ کسی نے تم پر تنویمی عمل کے ذریعے مکمل قبضہ جما لیا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اپنی آنکھیں کھولو، اپنے کانوں کو حساس بناؤ۔ مجھے اپنے آس پاس کی آوازیں سننے دو۔ اگر تم سحر زدہ نہیں ہو تو اپنے دماغ کو میرے لیے آزاد کر دو۔ جہاں ہو وہاں سے نکل پڑو۔ میں تمہیں اپنے پاس لے آؤں گی۔"

"تنانہ تم اپنی عمر سے زیادہ چالاکی کی باتیں کر رہی ہو۔"

"مورینا! یہ تم نہیں، آئرن ہارڈی کی زبان بول رہی ہے۔ اگر تم ہوش میں ہو تو میری چالاکی پر فخر کرتیں۔"

"میری بہن، مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

"میں بھی پوچھنے آئی ہوں، تم پریشان کیوں ہو؟"

"فرہاد میرا مطالبہ کر رہا ہے۔ وہ اپنی پوری ٹیم کے ساتھ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اگر میں اپنی خفیہ پناہ گاہ سے نکل کر تمہارے پاس آنے کے لیے دماغ کو آزاد چھوڑ دوں گی تو وہ میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے قیدی بنا لے گا۔"

تنانہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر بولی۔ "فرہاد سے بچ کر میرے پاس آنے کا ایک راستہ ہے۔"

"یہ راستہ ہر پہلو سے محفوظ ہو گا تو ضرور آؤں گی۔"

"میں آج رات تم پر تنویمی عمل کروں گی۔ تمہارے دماغ میں یہ نقش کر دوں گی کہ تم صرف میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گی۔ باقی دوسری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گی۔"

مورینا نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے تم جب چاہو گی، میرے خیالات پڑھتی رہو گی اور مجھے پتا نہیں چلے گا۔"

"تو کیا ہوا۔ میں تمہاری بہن ہوں۔"

"نہیں، آئرن ہارڈی کو یہ منظور نہیں ہے۔"

"پھر ان لوگ نے تمہیں سحر زدہ کر رکھا ہے۔ تم بہن سے زیادہ اسے اہمیت دیتی ہو۔"

"میں سحر زدہ نہیں، عجمت زدہ ہوں۔ اسے دیوانگی کی حد تک چاہتی ہوں۔ ایسا کوئی راستہ اختیار نہیں کروں گی، جس سے اسے نقصان پہنچے۔"

"ہمارے درمیان یونہی بحث جاری رہے گی۔ میں جا رہی ہوں، میری طرف سے آئرن ہارڈی کو کہنا، اگر وہ مشین میرے پاس آ جائے تو وہ تمہیں کیسے پابند رکھ سکے گا۔ کیا وہ پھر بھی تمہیں میرے پاس نہیں آنے دے گا۔ میں یقین سے کہتی ہوں، تم آئرن ہارڈی کو ٹیلی پیتھی سکھاتے خود ہی میرے پاس دوڑی آؤ گی۔"

"تم بھی بچی ہو اور مشین بچوں کا کھیل نہیں ہے تنانہ!"

"اچھی بات ہے، بہت جلد معلوم ہو گا۔ میرے ہاتھ کتنے لمبے ہیں۔ میں جا رہی ہوں۔ سو فار سی یو اگین۔"

تنانہ کے ساتھ ہی بھی اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ مجھے اس کی باتیں سُن کر بہت خوشی ہو رہی تھی۔ اگرچہ اس نے مشین کے سلسلے میں مجھے دھوکا دیا تھا تاہم وہ بہن پر بھی بھروسا نہیں کر رہی تھی۔ آئرن ہارڈی کے فریب میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ مورینا کو اپنے پاس آنے کے لیے کہہ رہی تھی اور یہی میں چاہتا تھا۔ اسے آئرن ہارڈی کے کسی خفیہ اڈے سے نکالنا ضروری تھا ورنہ اس اڈے تک پہنچنے کے لیے مشکل پاڑے کا راستہ ہموار ہو رہا تھا۔

میں بہرام گنگولی کے پاس آ گیا۔ دوا کے دو تین قطرے چوبیس گھنٹے تک اثر دکھاتے تھے۔ بہرام غیر معمولی قوتِ برداشت رکھتا تھا۔ اس لیے میں نے اس کی بوتل میں چھ قطرے ٹپکائے تھے۔ واقعی اس نے دوا کے زہریلی شدت کو برداشت کر لیا۔ اب دماغی طور پر تاریل تھا۔ صرف وہ غیر معمولی طور پر حساس نہیں لگتا تھا اور مجھے محسوس نہیں کر رہا تھا۔

اس کے دماغ نے بتایا، وہ پولیس والوں کے ساتھ ہوٹل سے چلا آیا تھا۔ اگر وہ اپنا خصوصی شناختی کارڈ دکھاتا تو پولیس والے اس سے دور ہٹ کر سلام کرتے لیکن وہ گہری سنجیدگی سے سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ ایک چھوٹے قد کا موٹا، بھدا سا آدمی اسے مارتا رہا اور اس کے خطرناک حملوں سے بچاتا رہا۔ یہ ناممکن سی بات ہے۔ یقینی طور پر شبہ ہو رہا تھا کہ اس جاسوس کے پیچھے ٹیلی پیتھی کام کرتی رہی تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میں فضول سی بات سوچ رہا ہوں۔ صرف میرے جیسے لمبے سوچنے لوگ شہ زور نہیں ہوتے۔ چھوٹے قد کے لوگ بھی حیرت انگیز جسمانی قوتوں کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ منگل پانڈے نے بھرے ہوٹل میں کیا ہے۔ البتہ لڑنے سے پہلے ذرا چالاکی دکھائی ہے۔ بوتل میں کوئی ایسی چیز ملا کر مجھے پلائی ہے جس کے بعد میں باقاعدہ لڑنے کے قابل نہیں رہا۔ مجھے خواہ مخواہ غصہ آ رہا ہے۔"

وہ قائل ہو کر سوچنے لگا۔ "ہاں اب یاد آ رہا ہے۔ وہ مجھ پر حملہ کرتا تھا، غصہ زیادہ دلاتا تھا۔ ایک بار اس نے منہ پر ٹھوکر ماری۔ دوسری بار میرے منہ پر تھوک دیا۔ اوہ میں کیا کروں، اب بھی غصے سے لرز رہا ہوں۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "بس یہی غصہ مجھے لے ڈوبا۔ آخر میں ایسے وقت عقل سے کام کیوں نہیں لیتا۔ قہر و غضب میں باندھا کیوں جاتا ہوں۔ بعد میں اپنی شرمندگی چھپانے کے لیے سوچتا ہوں۔ مجھے کسی انسان نے نہیں، ٹیلی پیتھی نے شکست دی ہے۔"

میں نے رفتہ رفتہ اس کے دماغ سے یہ بات نکال دی کہ منگل پانڈے کے پیچھے ٹیلی پیتھی کام کر رہی ہے۔ وہ پولیس اسٹیشن پہنچ کر ایک جگہ سر جھکائے ہوئے بیٹھا تھا۔ ایک پولیس افسر نے اسے مخاطب کیا۔ "تم کسی لیڈی کرینا کو جانتے ہو؟"

وہ غرا کر بولا۔ "میں کسی عورت سے دوستی نہیں کرتا۔"

"ابھی اس لیڈی کا فون آیا ہے۔ وہ تمہاری ضمانت کے لیے آ رہی ہے۔"

بہرام گنگولی نے سوچا۔ "کون ہو سکتی ہے۔ کیا سپرنٹنڈنٹ چاہتا ہے کہ میں اپنا اسپیشل شناختی کارڈ نہ دکھاؤں۔ اُدھر ہی اُدھر اس معاملے کو ختم کر دیا جائے۔ بہرحال مجھے انتظار کرنا چاہیے۔"

اس نے انتظار کیا۔ بیس منٹ کے بعد لیڈی کرینا آئی۔ وہ عورتوں سے دوستی نہیں کرتا تھا۔ لیکن دل ضرور بہلاتا تھا۔ اسے دیکھ کر دل ہی دل میں کہا۔ "زبردست عورت ہے۔ ایسی صحت، ایسا نظارہ کبھی کبھی دیکھنے کو ملتا ہے۔"

وہ قریب آ کر مسکراتے ہوئے بولی۔ "ہیلو، میں کرینا ہوں۔"

اس نے مصافحے کے لیے اپنا ہاتھ پیش کیا۔ بہرام گنگولی نے اس کے ہاتھ کو صہایا۔ چاول کا ایک دانہ بتا دیتا ہے کہ پوری ہانڈی پک چکی ہے۔

نے ایک جھٹکے سے کھینچ کر اسے اپنے دونوں بازوؤں میں دبا لیا۔ وہ بولی سے کیا کرتے ہو؟ یہ پولیس اسٹیشن....."

بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس کے ہونٹ بند ہو گئے۔ ایک سرنے سخت لہجے میں کہا۔ "اے مسٹر! اسے چھوڑو اور ہمارے سوالوں جواب دو۔"

اس نے جواب دیا۔ "جو مجھے پسند آ جاتی ہے، میں اسے نہیں چھوڑتا اس سے محبت کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتا۔ ویسے تمہارے سوالوں کا جواب ہے۔"

اس نے اپنا اسپیشل کارڈ دکھایا۔ سب الرٹ ہو کر سلام کرنے لگے۔ کرینا کو ایک شانے پر لاد کر ان کے درمیان سے گزرتا ہوا بڑے افسر کے رے میں آیا۔ افسر نے غصے سے اُٹھ کر پوچھا۔ "کون ہو تم؟ یہ کسے ائے ہو؟"

اس نے اسپیشل کارڈ افسر کو دیا۔ ایک ہاتھ سے اس کے میز پر رکھے ہوئے لکھنے پڑھنے کے کاغذات اور ٹیلی فون کو سمیٹ کر نیچے پھینکا۔ خالی میز پر کرینا کو پٹخ دیا۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگی، مگر مسکرانے لگی۔ کیونکہ اس سے بہت سے اہم کام نکالنے والی تھی۔ بہرام نے افسر سے اپنا کارڈ لے کر کہا۔ "آفیسر ناؤ لیو میٹ آؤٹ۔"

اس نے بڑے افسر کو باہر کر کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ وہاں کے تمام سپاہیوں کو اور ذمے دار افسروں کو چُپ لگ گئی تھی۔ کرینا کے چیخنے اور فریاد کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ پریشان ہو رہے تھے۔ پولیس محکمہ اس کھلی دھاندلی سے بدنام ہونے والا تھا۔ بڑے افسر نے انٹیلی جنس کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کیا۔ اسے پوری روداد سنائی پھر بتایا۔ "بہرام گنگولی از اے آفیسر آف اسپیشل ڈیوٹی فار سپرماسٹر۔"

ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے کہا۔ "میں ابھی سپرماسٹر سے بات کرتا ہوں۔"

سپرماسٹر سے براہِ راست گفتگو نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ رپورٹ نائب سپرماسٹر کو پہنچائی گئی۔ وہاں سے سپرماسٹر کے پاس کمپیوٹر کے ذریعے خبر پہنچی۔ اس وقت تک بڑے افسر کا دروازہ کھل چکا تھا۔ اندر سے لیڈی کرینا کی مردہ سی آواز آ رہی تھی۔ "سؤر کے بچے! میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تو آدمی نہیں، شیطان کی اولاد ہے۔"

وہ مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا باہر آیا۔ بڑے افسر نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "سر! یہ آپ نے کیا کیا؟ لیڈی کرینا بہت پہنچی ہوئی عورت ہے۔ وہ ہم سب کو کھلی عدالت میں کھینچ لائے گی۔"

بہرام گنگولی نے غرا کر دیکھا۔ افسر جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔ اسی وقت ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ بہرام گنگولی نے جیب میں ہاتھ رکھا۔ تیزی سے چلتا ہوا ایک کمرے میں گیا۔ دروازے کو بند کر کے جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر آپریٹ کرتے ہوئے بولا۔ "یس سر! بی جی اٹینڈنگ سر!"

سپرماسٹر کی آواز سنائی دی۔ "گدھے کے بچے! کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"کچھ نہیں سر! ایک پٹاخہ تھی، میرے پاس خود ہی پھٹ پڑنے آئی تھی۔ میں نے اس کی ساری بارود نکال دی۔"

"یوں نان سنس۔ وہ خطرناک عورت ہے۔ کتنی ہی بھیانک وارداتیں میں اسی پر شبہ ہوتا ہے، لیکن وہ اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑتی۔ تمہاری اس حماقت کے باعث کل کے اخبارات سپرماسٹر پر بھی کیچڑ اُچھالیں گے۔"

"سر! اُس جاسوس منگل پانڈے نے مجھے غصے اور جنون میں مبتلا کر دیا تھا۔ ایسے میں اس عورت کی چیختی ہوئی جوانی نے میری کھوپڑی اُلٹ دی۔ میں نے غم غلط کیا تو سب کچھ غلط ہو گیا۔"

"بکواس مت کرو۔ لیڈی کرینا کے پاس جاؤ۔ جب زیادتی کی ہے تو اور کرو، اُس سے اقبالِ جُرم کراؤ۔ پھر پولیس والے اس سے نمٹ لیں گے۔ اگر ناکامی ہو تو اسے ختم کر دو، اس کی لاش چھپا دی جائے گی اور یہ بات پولیس اسٹیشن سے باہر نہیں جائے گی۔"

میں ان باتوں کے دوران سپرماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ یہ میری بہت بڑی کامیابی تھی۔ سپرماسٹر کو پورا یقین تھا کہ بہرام گنگولی کا دماغ فولاد ہے۔ وہاں تک کوئی خیال خوانی کرنے والا پہنچ نہیں سکتا۔ اسی لیے وہ اکثر بند کمرے میں بہرام گنگولی سے رُو در رُو گفتگو کرتا تھا۔ اس وقت ٹرانسمیٹر استعمال کیا جاتا تھا تاکہ کوئی تیسرا اس کی آواز نہ سُن سکے۔ آدمی موت سے یا مصیبت سے بچنے کے لیے بڑی بڑی احتیاطی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ لیکن موت اور مصیبت کسی نہ کسی راستے سے ضرور آتی ہیں۔ آخر سپرماسٹر بھی مصیبت آ ہی گئی۔

میں نے اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی۔ اب لیڈی کرینا کے پاس آ گیا۔ اس کی حالت قابلِ دید تھی۔ اس میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ اُٹھ کر بیٹھ سکتی۔ وہ ابھی تک اسے گالیاں دے رہی تھی۔ انسان خواہ کتنا ہی درندہ بننا چاہے، مگر وہ تھوڑا بہت انسان ضرور رہتا ہے۔ بہرام گنگولی میں نام کو انسانیت نہیں تھی۔ وہ اسے دانتوں سے چبانا رہا تھا۔ کرینا کا نصف سے زیادہ جسم زخموں سے چور تھا۔ لہو میں بھیگ رہا تھا۔ کوئی دوسری ہوتی تو دم توڑ چکی ہوتی۔ وہ بڑے دل گردے والی عورت تھی لیکن دوبارہ بہرام گنگولی کو کمرے میں دیکھ کر کانپ گئی۔ وہ دوسرے افسران سے کہہ رہا تھا۔ "باہر جاؤ۔"

وہ چلے گئے۔ اس نے دروازہ بند کیا تو وہ دہشت زدہ ہو کر چیخنے لگی۔ "میں مر جاؤں گی، چلے جاؤ، اب میں مر جاؤں گی۔"

اس نے دانت پیس کر پوچھا۔ "زندہ رہنا چاہتی ہو؟"

اس کے دونوں تھرتھراتے ہوئے ہاتھ اُوپر اٹھے، وہ ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "مجھے معاف کر دو، اس بار میں زندہ نہیں بچوں گی۔"

"ایک ہی شرط پر چھوڑ سکتا ہوں۔ آج تک جتنے جرائم میں ملوث ہو اس کی پوری ہسٹری بیان کرو۔ یہ بیان تم لکھتی جاؤ گی، بولتی جاؤ گی اور یہ

آڈیو ٹیپ میں ریکارڈ ہوتا جائے گا۔"

"میں کسی جرم میں ملوث نہیں ہوں۔"

وہ اس پر جھک گیا۔ وہ نہیں سمجھتی تھی کہ اس کی سرگرمیوں کا علم ہو چکا ہے۔ اس درندے نے گورے بدن کے ایک حصے پر دانت گاڑ دیے۔ پھر ایک چھوٹی سی بوٹی نوچ کر لے گیا۔ ظلم کی اس انتہا پر اس کے حلق سے فلک شگاف چیخ نکلنا چاہتی تھی۔ لیکن اس کا منہ فولادی ہاتھ کے شکنجے میں آگیا تھا۔ وہ مچھلی کی طرح پھڑپھڑا رہی تھی۔ یہ اطمینان سے کچی بوٹی چبا رہا تھا۔ آخر وہ کب تک فولادی پنجے میں تڑپتی رہتی۔ پہلے ہی سے کمزور ہو چکی تھی۔ اب بالکل ہی نڈھال ہو گئی۔

ہرام گنگولی نے ایک طرف تھوکتے ہوئے کہا۔ "میں پوچھتا جاؤں گا اور ہر انکار پر بوٹیاں نوچتا جاؤں گا۔"

وہ رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔ ہرام نے منہ پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔ وہ جلدی سے ہانپتے ہوئے بولی۔ "میں بیان دوں گی۔ فار گاڈ سیک، تم دور چلے جاؤ۔ میں ابھی بیان دوں گی۔"

ہرام گنگولی نے دروازہ کھول کر ایک افسر سے کہا۔ "تم اسے فوری طبی امداد پہنچاؤ۔"

اس نے دوسرے افسر سے کہا۔ "یہ تحریری اور تقریری بیان دے رہی ہے۔ لکھنے اور ریکارڈ کرنے کا تمام سامان فوراً لاؤ۔"

وہاں کا تمام عملہ بھاگ دوڑ میں مصروف ہو گیا۔ اسے طبی امداد پہنچائی گئی۔ اس کا بیان لیا گیا۔ میں ایک خاص مقصد کے لیے اتنی دیر لیڈی مرینا کے ساتھ لگا رہا۔ میں جانتا تھا وہ آئرن ہارڈی کی وفادار ہے۔ اپنے بیان میں اس کا اور مورینا کا ذکر نہیں کرے گی۔ میں نے اس کی دماغی رو بہکا دی۔ وہ بے اختیار دونوں کا ذکر کرنے لگی۔ آئرن ہارڈی کے جتنے خفیہ اڈے تھے، اُن کے مکمل پتے نوٹ کرانے لگی۔

ہرام گنگولی نے پھر خفیہ طور سے رابطہ قائم کیا۔ سپر ماسٹر سے کہا۔ "آپ مجھے گدھا کہتے ہیں۔ میں نے لیڈی مرینا پر ظلم کر کے مورینا کو ڈھونڈ نکالا ہے۔"

سپر ماسٹر نے چونک کر بے یقینی سے پوچھا۔ "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"تھوڑی دیر میں اس کا تحریری اور ریکارڈ کیا ہوا بیان آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ وہ نہیں جانتی کہ آئرن ہارڈی نے مورینا کو کس اڈے میں چھپا رکھا ہے۔ لیکن وہ جتنے اڈوں کے متعلق جانتی ہے، ان کے پتے نوٹ کرا دیے ہیں۔ ہم نے ہر اڈے کے محلِ وقوع کا خاکہ تیار کر لیا ہے۔"

"شاباش گنگولی! تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ مورینا ہاتھ آگئی تو تمھیں یہاں کتنی جاگیروں، مختلف انعامات اور اعزازات سے نوازا جائے گا۔ وہ تمام پتے فوراً نوٹ کراؤ۔ ہماری خفیہ فوج کی ایک ٹیم تمھارے پاس پہنچ رہی ہے۔ یہ فوجی پولیس اسٹیشن کے کسی سپاہی اور افسر کو باہر نہیں جانے دیں گے۔ ٹیلی فون کے تمام رابطے ختم کر دیے جائیں گے۔ یہ تمام عملہ اس وقت تک پولیس اسٹیشن میں نظر بند رہے گا جب تک آئرن ہارڈی کے خفیہ اڈوں پر چھاپے پڑتے رہیں گے۔"

یہ تمام باتیں مجھے بعد میں معلوم ہوئیں۔ میں ابھی ان کا ذکر کر رہا ہوں۔"

ایک بڑے سے آئینے کے سامنے بیٹھی مارے بیٹھا تھا۔ اور اپنے س کی آنکھوں کو گھور رہا تھا۔ جو اُنا مکس بھی اسے گھور کر دیکھ رہا تھا اور طرح کا عامل تھا۔ اس طرح وہ جھجھتی ہوئی نگاہوں کے خنجروں کو تیز تر تھا۔ اس وقت مورینا اس کے دماغ میں بول رہی تھی۔ "آئرن بھی تنانہ تی۔ وہ ٹی کر رہی تھی، مشین اس کے پاس ہے۔"

آئرن نے کہا۔ "اگرچہ یہ پختہ دعویٰ ہے۔ تاہم کسی حد تک یقین کرنا پڑے نہیں بڑے پُراسرار انداز میں غائب ہوتی ہے۔ کسی گدھے کے ہاتھ سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے، اتفاقیہ تنانہ کے ہاتھ لگ گئی ہو۔"

"وہ مجھے اپنے پاس بلا رہی ہے۔"

"تم اسے اپنے احسانات کا واسطہ دو۔ اسے اپنے پاس آنے پر مجبور کرو۔"

"تم نہیں جانتے، وہ بہت ہی مضبوط قوتِ ارادی کی مالک ہے۔ بات کا ارادہ کر لیتی ہے تو اس سے باز نہیں آتی۔"

اسی وقت پاس رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے ے آپریٹ کیا۔ اس کے ماتحت کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ا میں بلیو کیمپ سے بول رہا ہوں۔ مسلح فوجیوں نے چاروں طرف سے ت کو گھیر لیا ہے۔ اور اب عمارت میں داخل ہو رہے ہیں۔"

آئرن اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ فوجیوں کو اس عمارت سے کیسے ہوا؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فون کی گھنٹی چیخنے لگی۔ اس نے ٹرانسمیٹر ے ذریعے کہا۔ "انھیں تہ خانے تک نہیں پہنچنا چاہیے۔ میں بھی کالے ں گا۔"

فون کی گھنٹی چیخ رہی تھی۔ اس نے ٹرانسمیٹر آف کیا۔ ریسیور اُٹھا کر منہ سے دہاڑتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہے؟"

"سرا فوجیوں نے ہماری رہائش گاہ کو گھیر لیا ہے۔ وہ اندر آگئے ہیں۔ پ تک پہنچنے ہی والے ہیں۔"

وہ بُری طرح بدحواس ہو گیا تھا۔ ابھی تو صرف دو جگہ فوجی کارروائی ں اطلاع ملی تھی۔ آئندہ اور ہوش اُڑانے والے تھے۔ اس نے ریسیور رکھ کر ما۔ "مورینا! تم سُن رہی ہو؟"

"ہاں، سُن رہی ہوں۔"

"ہارڈی کو فوراً خطرے سے آگاہ کرو اور مسلسل میرے دماغ میں ہو۔ ں یہاں سے نکل رہا ہوں۔ جلد ہی تمھارے پاس پہنچوں گا۔"

وہاں سے فرار ہونے کے لیے ایک چور راستہ تھا۔ وہ ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ اب چور راستے تک پہنچنے کے لیے ایک وریڈور کو عبور کرنا ضروری تھا۔ اس نے آہستگی سے دروازہ کھول کر دیکھا۔ وریڈور میں فوجی جوان دکھائی دیے۔ ایک جوان نے للکار کر کہا۔ "ہالٹ۔"

آئرن نے اسی لمحے میں چھلانگ لگائی۔ ایک کمرے کے دروازے سے دوسرے کمرے کے دروازے تک پہنچا۔ اس دوسرے کمرے میں چور دروازہ تھا۔ لیکن مقدر کی خرابی تھی۔ وہاں پہلے ہی فوجی موجود تھے۔ دو جوانوں نے اسے نشانے پر رکھ لیا۔ اسے دیوار کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ اٹھانے پر مجبور کیا۔ اس کی تلاشی لی۔ ایک ریوالور اور ننھا سا ٹرانسمیٹر ہاتھ آیا۔ آئرن بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ فوجی ہر طرح کے ہتھیاروں اور آلات کے ساتھ آئے تھے۔ ایک ڈیٹیکٹو آلے کے ذریعے تہ خانے یا چور دروازے کا سراغ لگا رہے تھے۔

موجودہ صدی کی سائنسی ایجادات انسان کو اُوپر لے جائیں تو چاند ستاروں تک پہنچا دیتی ہیں۔ نیچے لے جائیں تو سمندر کی گہرائیوں اور زمین کی تہوں میں اتار دیتی ہیں۔ اُس سراغ رساں آلے نے چور دروازے کی نشان دہی کر دی ــــ اس دروازے نے انھیں ایک سرنگ تک پہنچایا۔ پھر ایک لیے حصے میں لے گیا، جہاں افیون اور چرس کا ذخیرہ تھا۔

آئرن مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ اس کے ارادے فولادی ہوتے تھے۔ اس کی حاضر دماغی نے سمجھا دیا۔ مقابلہ کرنا نادانی ہو گی۔ لہٰذا وہ ڈرامہ بنا کھڑا رہا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ چکی تھیں۔ ایک فوجی افسر نے کہا۔ "مختلف شہروں میں تمھارے جتنے خفیہ اڈے ہیں، سب کا محاصرہ بیک وقت کیا گیا ہے۔ تمھارا ایک آدمی بھی بچ کر نہیں جائے گا۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "تم اتنے بڑے وخیرے کے ساتھ پکڑے گئے ہو۔ اگر اب بھی ہم سے تعاون کرو اور حکومت سے وفاداری کا ثبوت دو تو تمھیں رہا کر دیا جائے گا۔"

"میں ثبوت کیسے دے سکتا ہوں؟"

"اپنے ملک کو دوسرے سپر پاور کے مقابلے میں ایک ناقابلِ شکست سپر پاور بنانے کے لیے مورینا کو ہمارے حوالے کر دو۔"

آئرن نے حیرانی سے پوچھا۔ "کون مورینا؟"

"انجان بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم ایک خطرناک عامل ہو۔ تم نے تنویمی عمل کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والی مورینا کو اپنے بس میں کر رکھا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "آپ قصے کہانیوں کی باتیں کر رہے ہیں۔ میں ایک اسمگلر ہوں۔ کالے دھندے کرتا ہوں۔ جیتی جاگتی حقیقت کی دنیا میں رہتا ہوں۔ میں اس بات پر یقین ہی نہیں کرتا کہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے کسی کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے اور آپ ہیں کہ کسی خیال خوانی کرنے والی کو میری ذات سے وابستہ کر رہے ہیں۔"

اسی وقت مورینا نے سوزش کے ذریعے کہا۔ "آئرن! فوجی میری رہائش گاہ تک بھی پہنچ گئے ہیں اور مجھے حراست میں لے لیا ہے۔"

آئرن نے کہا۔ "حوصلے سے کام لینا۔ کبھی مورینا ہونے کا اعتراف نہ کرنا۔ نہ ہی کبھی مجبور ہو کر خیال خوانی کا مظاہرہ کرنا۔ زیادہ گھبراہٹ ہو تو تصور میں میری آنکھوں کو دیکھتی رہنا۔ تم اپنے اندر توانائی محسوس کرتی رہو گی۔"

میں سپر ماسٹر کے پاس رہ کر معلومات حاصل کر رہا تھا۔ فوجی کارروائی

کے سلسلے میں اسے ایک ایک پل کی رپورٹ مل رہی تھی۔ وہ کمپیوٹر اور مونیٹر ٹی وی کے سامنے رپورٹ پڑھتا جا رہا تھا۔ پہلے اطلاع ملی کہ لاکھوں ڈالر کی افیون اور چرس کے ساتھ آئرن پکڑا گیا ہے۔ مجھے اس کی گرفتاری سے زیادہ ان عورتوں سے دلچسپی تھی، جو مختلف اڈوں میں تھیں اور نوجیوں کی حراست میں آ رہی تھیں۔ یوں تو بہت سی عورتیں تھیں لیکن چھ مختلف اڈوں سے ایسی چھ حسینائیں برآمد ہوئیں جو آئرن کی خاص دلچسپیاں تھیں۔ ان میں سے ایک مورینا ہو سکتی تھی۔

فوجی افسران اینٹی میک اپ لینس کے ذریعے ہر عورت کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے دس عورتیں میک اپ میں تھیں۔ کوئی نہ کسی بڑے جرم کے سلسلے میں مطلوب تھیں۔ میک اپ کے ذریعے خود کو چھپائے ہوئے تھیں۔ لیکن ان میں مس امریکا نہیں تھی۔

فوجی افسران نے اس پہلو کو خاص اہمیت دی تھی کہ مورینا کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے چھپایا گیا ہوگا۔ اینٹی میک اپ لینس کے ذریعے اسے ڈھونڈ نکالنا ممکن نہ ہوگا۔ لہٰذا وہ ہر عورت کو اہمیت دے رہے تھے۔ اور بھی کو سخت پہرے میں رکھے ہوئے تھے۔

ٹمک نے مورینا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے کہا "تمہاری مشکلات بڑھتی جائیں گی۔ آئرن اب تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکے گا۔ اپنی سلامتی اور بہتری چاہتی ہو تو مجھ پر بھروسا کرو۔ آنکھیں کھولو۔ مجھے اپنے آس پاس کی جگہ کو دیکھنے اور سمجھنے دو۔ میں ہر حال میں تمہیں وہاں سے نکال لے جاؤں گا۔"

وہ بولی "آنکھیں کھولنا اور آس پاس کی آوازیں سننا میرے اختیار میں نہیں ہے۔"

"تم یہ تو بتا سکتی ہو کہ اس وقت کس خفیہ پناہ گاہ سے گرفتار کی گئی ہو؟"

"پرانی سوئزرے کی لہر دماغ میں آتی ہے تو میں سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ ایسا لگتا ہے میں نیند میں ہوں اور انسان نیند میں اپنے ماحول اور اپنی جگہ کو بھول جاتا ہے۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا "اپنی حفاظت کے لیے کسی طرح بھی مجھ سے تعاون کرو۔ اچھا دیکھو، میں ابھی جا رہا ہوں۔ میرے جاتے ہی تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی۔ تم اپنے ماحول کو دیکھنے سمجھنے لگو گی۔ لہٰذا فوراً ایک کاغذ پر حرف "ایم" لکھ دو۔"

وہ بولی "تمہارے جاتے ہی آنکھ کھلے گی تو میں خیال خوانی کی باتیں بھول جاؤں گی۔ میرے ساتھ ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ خیال خوانی کرنے والے سے باتیں کرتے وقت میں اپنی دنیا کی ہر بات بھول جاتی ہوں۔ ٹیلی پیتھی کا رابطہ ختم ہونے کے بعد مجھے اپنی دنیا نظر آتی ہے۔ مگر خیال خوانی کرنے والا یاد نہیں رہتا، نہ ہی اس کی باتیں یاد رہتی ہیں۔ مجھے حرف "ایم"، لکھنا یاد نہیں رہے گا۔"

مجھے یقین تھا وہ جھوٹ بول رہی ہے اگر وہ آنکھ کھولنے کے بعد بھول جاتی تھی تو ہماری باتیں کس طرح آئرن کو سناتی تھی۔ میں بھی ایک ضدی ہوں۔ میں نے کبھی اس کے دماغ میں رہ کر زبردستی نہیں کی تھی۔ اب یہی راستہ رہ گیا تھا کہ ایک بار زبردستی کوئی بات منوا کر دیکھوں۔ شاید کامیابی ہو۔

میں نے پوچھا "یہ بتا دو، کس رنگ کا لباس پہنے ہوئے ہو؟"

"میں بھول گئی ہوں۔"

"تم اپنے ہاتھ سے اپنے چہرے کو چھو سکتی ہو؟"

"ہاں، یہ کر سکتی ہوں، مگر تمہیں اس سے کیا ملے گا؟"

"مجھے کچھ حاصل ہو یا نہ ہو، تم چھو کر دکھاؤ۔"

وہ اپنا ایک ہاتھ اپنے رخسار تک لے گئی۔ اسی لمحے میں نے صرف چند ساعتوں کے لیے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا اور اسے لانبے ناخنوں سے اپنے رخسار پر خراشیں ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں دماغ سے باہر آ گیا۔ فوراً ہی ان چھ اڈوں پر چھاپا مارنے والے افسروں تک ہماری باری باری پہنچنے لگا۔ جہاں سے آئرن کی چھ خاص داشتائیں گرفتار کی گئی تھیں۔ ان میں سے تین گونگی تھیں۔ ایک افسر کے دماغ سے پتا چل گیا کہ گونگی حسینہ نے ابھی اپنے رخسار پر ناخنوں سے خراشیں ڈالی ہیں۔

ٹمک نے سب سے پہلے خداوند کریم کا شکر سادا کیا۔ "میرے مالک! تو نے مجھے ایسے موقعوں پر ذہانت اور حاضر دماغی سے کام لینے کا سلیقہ دیا ہے۔ میں تیرا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں۔"

جس گونگی حسینہ کے رخسار پر خراشیں پڑی تھیں، اس کے متعلق وہاں کی کنٹرول نے بتایا۔ اس کا نام باربرا گویل ہے۔ وہ رہائش گاہ اسی کے نام کی تھی۔ آئرن نے باربرا کے نام اس رہائش گاہ کے مالکانہ حقوق لکھوائے تھے۔ پاسپورٹ میں اس کی تصویر اسی نام سے تھی۔ مالکانہ حقوق کی کاغذی کارروائی اور پاسپورٹ وغیرہ پچھلے تین ماہ میں تیار ہوئے تھے۔ مورینا بھی تقریباً تین ماہ سے آئرن کے قبضے میں تھی۔ ویسے باربرا کو مورینا کی حیثیت سے پہچاننے کے لیے اس کا زخمی چہرہ ہی کافی تھا۔

ایک افسر نے پوچھا "یو باربرا، ہم کیسے یقین کریں تم گونگی ہو؟"

وہ چیخ دی۔ افسر نے کہا "میں پیدائشی گونگوں کو بھی بولنے پر مجبور کر دیتا ہوں۔ اس حسینہ کو بجلی کے جھٹکے پہنچاؤ، یہ بھی بولے گی۔"

تھوڑی دیر بعد اسے پے در پے بجلی کے جھٹکے پہنچائے گئے۔ وہ ہر بار ذبح کی جانے والی بکری کی طرح چیختی تھی مگر چیخنے کا انداز گونگوں جیسا تھا۔ منہ سے ایک لفظ ادا نہیں ہوتا تھا۔ بناوٹی گونگے خواہ کتنے ہی مضبوط اعصاب کے مالک ہوں، ایسے میں بے اختیار بول پڑتے ہیں مگر وہ بول نہیں پا رہی تھی۔

اس کے پس پردہ حقیقت کو سمجھنے کے لیے بہت زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں تھی۔ جو آئرن خاموش آنکھوں کے ذریعے تنویمی عمل کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا تھا۔ جس کے زیر اثر خیال خوانی کے دوران مورینا کی آنکھیں بند ہو جاتی تھیں، کان بہرے ہو جاتے تھے، پھر زبان کیسے نہ گنگ ہوتی؟

بعد میں یہ حقیقت کھل گئی۔ آئرن نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ تنہائی میں صرف آئرن سے باتیں کرے گی۔ کسی تیسرے کی موجودگی میں اس کی زبان سے ایک حرف بھی ادا نہیں ہوگا۔ یہ تنویمی عمل کا ہی اثر تھا کہ بجلی کے جھٹکے کھانے اور انتہائی کوشش کرنے کے باوجود وہ ایک لفظ بھی بول نہیں پائی تھی۔

ان حالات میں سوچا جائے تو مورینا قابل رحم تھی۔ اگرچہ اس نے میرے ادار غلام باقی کو فریب دیا تھا۔ اسے ٹھوکر آئی تھی، لیکن اسے بہت سزا مل چکی تھی۔ غلام باقی میرے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں نے کہا "اٹھو، تیار ہو جاؤ۔ ہم بھی مورینا کو واپس لانے کی کوشش کریں گے۔"

باقی نے لباس تبدیل کیا۔ ایک ریوالور جیب میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "خالی ہاتھ رہو۔ ایسی چیزیں ہمیں دشمنوں سے حاصل ہو جاتی ہیں۔"

وہ باہر گاڑی چیک کرنے چلا گیا۔ میں نے ایک چھوٹی سی سرنج اور انجکشن کی ڈبیہ لی۔ یہ بے ہوشی کی دوائی کی تھیں۔ ایک ڈبیہ میں رکھ کر جیب میں رکھ لیا۔ پھر رسونتی کو مخاطب کیا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا "میں یاد آ گئی؟"

میں نے کہا "مورینا کا سراغ مل گیا ہے۔ میں غلام باقی کے ساتھ اسے حل کرنے جا رہا ہوں۔ تم میرے پاس اور شیبا غلام باقی کے پاس مسلسل رہو گی۔ یہ بات شیبا سے کہہ دو۔ جناب شیخ صاحب سے کہو، وہ ہاں کے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کریں۔ ہمیں یہاں کسی وقت بھی ہیلی کاپٹر اور ایک خصوصی طیارے کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے چلی گئی۔ میں کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ غلام باقی ڈرائیو کرنے لگا۔ میں نے کنگ فرنانڈو کو مخاطب کیا۔ وہ خاموشی سے چہک کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "کوئی بکواس نہ کرنا۔ میں بہت مصروف ہوں۔ ایگل فلائنگ کلب میں ایک ہیلی کاپٹر تیار رکھو۔ مجھے ابھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

وہ شراب کا بھرا ہوا گلاس غٹاغٹ پی رہا تھا۔ پھر فضا میں گھونسا لہرا کر بولا "ایسا خود غرض، مطلب پرست فرہاد! تو نے میرا جینا حرام کر دیا ہے۔ اپنے عشق میں مبتلا کر کے دن رات انتظار کراتا ہے۔ میں تجھ سے پیار نہیں کروں گا۔ ہرگز نہیں...."

میں نے اسے بڑبڑانے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس کے دماغ سے معلوم ہو چکا تھا کہ ایک ہیلی کاپٹر تیار ہے اور وہ مجھے جس کہنی سنانے کے بعد اپنے خاص قابل اعتماد پائلٹ کو روانہ کرے گا۔ رسونتی نے آ کر کہا۔ "شیبا، باقی کے پاس موجود ہے۔"

میں نے کہا "اس سے کہو، وہ تھوڑی دیر میرے دماغ میں تمہارے ساتھ رہے۔ میں جن لوگوں کے پاس پہنچ رہا ہوں، ان کے لہجے کو یاد رکھے۔"

رسونتی گئی، پھر واپس آ کر بولی "ہم دونوں موجود ہیں۔"

میں ان دو افسروں کے پاس پہنچا۔ جنہوں نے مورینا عرف باربرا کو بجلی کے جھٹکے پہنچائے تھے۔ وہاں مورینا کے علاوہ پانچ عورتیں تھیں جو اس کی خدمت کے لیے وقف تھیں۔ ان سب کو سخت نگرانی میں رہائش گاہ سے نکال کر دو الگ الگ گاڑیوں میں بٹھایا جا رہا تھا۔ میں ایک افسر کو اس گاڑی کے ڈرائیور کی طرف لے گیا جس میں مورینا بیٹھی ہوئی تھی۔ رسونتی اور شیبا نے اس افسر کے ذریعے ڈرائیور کی آواز بھی سن لی۔ فوجی نے وہاں کا ایک راستہ عارضی طور پر بند کر دیا تھا۔ میں نے باقی سے کہا "تم دوسرے راستے سے فورڈ ایونیو کی کراسنگ تک چلو۔"

میں نے رسونتی سے کہا "شیبا اب غلام باقی کے ساتھ رہے گی۔ ہماری گاڑی فورڈ ایونیو کی کراسنگ پر رکے گی۔ غلام باقی ایک ٹیکسی والے سے بات کرے گا۔ شیبا اس ٹیکسی ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر بیٹھ جائے گی۔ تم مورینا والی گاڑی کو ٹیکسی سے ذرا فاصلے پر رکواؤ گی۔ باقی اس گاڑی سے مورینا کو، ٹھاکر ٹیکسی میں لے آئے گا۔"

میں بلند آواز سے کہہ رہا تھا تاکہ غلام باقی بھی سنتا رہے۔ میں نے اسے انجکشن کی ڈبیہ دی۔ رسونتی مورینا والی گاڑی کے پاس پہنچ گئی تھی — پہلے ہم اس کراسنگ پر پہنچے۔ غلام باقی کار سے اتر کر چلا گیا۔ شیبا اس کے ساتھ تھی۔ میں اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گیا۔ خیال خوانی کی پرواز کر کے اس افسر کے پاس پہنچ گیا جو گاڑی کے پچھلے حصے میں مورینا کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں مزید دو عورتیں اور تین مسلح فوجی جوان تھے۔

گاڑی اچانک کراسنگ کے پاس رک گئی۔ افسر نے میری مرضی کے مطابق ایک فوجی جوان سے اسٹین گن مانگی۔ وہ حکم کا بندہ تھا۔ اپنی گن دے دی۔ افسر نے چیک کیا۔ پھر یکبارگی ٹریگر دبا کر برسٹ فائر کرنے لگا۔ عورتیں چیخنے لگیں، دو فوجی مارے گئے۔ جس نے گن دی تھی، وہ افسر پر جھپٹ پڑا۔ میں اس افسر کے اندر کود کر لڑنے لگا۔ پچھلے دروازے کو کھولنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

اسی وقت باہر سے کسی نے فائرنگ کی۔ دروازے کا لاک کھلتے ہی وہ کھل گیا۔ باہر کا منظر دھواں دھواں سا تھا۔ دو مسلح اشخاص نے فائرنگ کی تھی۔ وہ لڑنے والا افسر اپنے فوجی جوان کے ساتھ مر گیا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر حیرانی سے دیکھا۔ میں نے سوچا کیا اور کیا ہو رہا تھا۔

اس کراسنگ پر ہر طرف سفید سا دھواں پھیلا ہوا تھا۔ ٹریفک رک گیا تھا۔ لوگ دھندلے سے نظر آ رہے تھے۔ یقیناً مورینا کو اغوا کرنے والے اور لوگ بھی تھے۔ انھوں نے دھوئیں کے بم پھینکے تھے۔ ان کے ہی آدمیوں نے فائرنگ کر کے گاڑی کے پچھلے دروازے کا لاک توڑا تھا۔ میں نے اس گاڑی کے ڈرائیور کے پاس پہنچ کر کہا "رسونتی تم جاؤ۔ غلام باقی کو ادھر بھیجو۔ مورینا ہاتھ سے نکلنے نہ پائے۔"

ڈرائیور میری مرضی کے مطابق اپنی گن لے کر گاڑی سے باہر نکلا۔ پھر دوڑتا ہوا پچھلے حصے کی طرف گیا۔ ایک شخص مورینا کو کاندھے پر لاد کر بھاگ رہا تھا۔ ڈرائیور کی فائرنگ سے لڑکھڑا کر گرا۔ مورینا کو دوسرے نے سنبھال

لیا۔ تیسرے نے ڈرائیور پر تڑاتڑ گولیاں برسائیں۔ انجام کار ڈرائیور بھی میری خیال خوانی سے ہمیشہ کے لیے نکل گیا۔

میں غلام باقی کے دماغ میں پہنچا۔ وہ دھوئیں میں بھٹک رہا تھا۔

میں نے کہا۔ "فوراً میرے پاس آؤ۔ راستہ نہ ملے تو یہاں سے دور نکل جاؤ۔ کہیں سے بھی اندھی گولی آسکتی ہے۔"

پھر میں نے باقی کا انتظار نہیں کیا۔ کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے دھوئیں کے دبیز بادلوں سے نکلا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا مورینا کو کس گاڑی میں لے جایا جا رہا ہے۔ اس راستے پر بے شمار گاڑیاں گڈمڈ ہو گئی تھیں۔ کسی کو آگے یا پیچھے جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ میں ریورس گیئر پر گاڑی کو چلاتا ہوا پھر دھوئیں کے بادلوں میں آیا۔ اسے تیزی سے مخالف سمت گھمایا، پھر ڈرائیو کرتا ہوا اس راستے پر آیا، جس پر ہم پہلے آئے تھے۔ آگے جانے والی گاڑیوں کے برابر ہو کر دیکھتا گیا۔ شاید کسی میں مورینا نظر آجائے۔ مگر وہ ہاتھ سے نکل گئی تھی۔

رسونتی نے پوچھا۔ "یہ کیا ہو گیا فرہاد؟"

میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "کوئی ضروری تو نہیں کہ کامیابی ہمیشہ فرہاد علی تیمور کے قدم چومتی رہے۔"

شیبا کی آواز آئی۔ "رسونتی! میں ابھی مورینا کے دماغ میں گئی تھی۔ وہ کم بخت اندھی اور بہری ہو جاتی ہے۔ میں نے اسے سمجھایا۔ ہم اس کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ ہمیں دشمن سمجھتی ہے۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "فرہاد! تمہارا کیا خیال ہے، اسے کس نے اغوا کیا ہے؟"

"آئرن کے ہم زاد ہارڈی نے یا تنانہ نے۔"

"تم تنانہ سے معلوم کر سکتے ہو۔"

"میں کوشش کرتا ہوں۔ تم دونوں آرام کرو۔ باقی سے کہہ دو، وہ رہائش گاہ میں میرا انتظار کرے۔"

میں نے تنانہ کو مخاطب کیا۔ اس نے سانس روک لی۔ پھر میرے پاس آکر بولی۔ "فرہاد! پلیز میرے پاس نہ آؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں ایک خوش خبری سناؤں گی۔"

"اچھا تو مورینا کو تم لے جا رہی ہو؟"

"میں ابھی کچھ نہیں بتاؤں گی، پلیز میرا انتظار کرو۔"

وہ چلی گئی۔ مجھے تشویش میں مبتلا کر گئی۔ ابھی جس انداز میں مورینا کو اغوا کیا گیا تھا، اس سے ظاہر ہے، یہ تنانہ کے اکیلے کے بس کی بات نہیں تھی۔ کیا وہ کسی گروہ سے مل گئی تھی؟ یا کوئی خطرناک تنظیم اسے اپنے اعتماد میں لے چکی ہے۔ دونوں صورتوں میں کوئی گروہ اس کی خیال خوانی سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ جب وہ بہن کا برین واش کر کے ٹرانسفارمر مشین کا استعمال کرے گی تو وہ گروہ اس مشین اور خیال خوانی کرنے والی بہنوں کے قریب ہو گا۔ حالات بتا رہے تھے کہ تنانہ اپنی تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے۔

مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ وہ کیا کرتی پھر رہی تھی۔ بعد میں معلوم ہوا میں اسے ابھی تفصیل سے بتا رہا ہوں۔ میرے پاس کم بخت ایسے کردار آتے رہتے ہیں، جو میرے ساتھ میرے پڑھنے والوں کو بھی الجھاتے رہتے ہیں۔ بہرحال میں سلجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

جب تنانہ نے پہلی بار مجھے بغیر اجازت اپنے دماغ میں آنے سے منع کیا تب ہی میں سمجھ گیا تھا، وہ اپنی بہن کی خاطر الٹی سیدھی چالیں چلے گی۔

ایک بار مورینا نے اس سے کہا تھا۔ "تنانہ! اگر تم واقعی میری بہن ہو تو مجھے یقین دلاؤ کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے تمہارا رابطہ نہیں ہے۔ پہلے مجھے مطمئن کرو، میری قسم کھاؤ کہ فرہاد سے تمہاری دوستی یا شناسائی نہیں ہے۔"

تنانہ مجھے دل و جان سے چاہتی تھی۔ مجھ سے دوستی توڑ نہیں سکتی تھی، بہن کو چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ اس نے جھوٹی قسم کھائی۔ "میری بہن! فرہاد کو میرے وجود کا بھی علم نہیں ہے۔ بلکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا جاننے والی یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ میں زندہ بھی ہوں یا مر چکی ہوں۔ یہ صرف تم جانتی ہو۔"

اُدھر اس نے بہن کو یقین دلایا، اِدھر مجھ سے التجا کی کہ میں بغیر اجازت اس کے دماغ میں نہ آؤں۔ کہیں ایسا نہ ہو، میں دماغ میں رہوں، اُدھر سے مورینا آکے جاری باتیں سن لے اور ہمارے تعلقات کو سمجھ لے۔

وہ مورینا کو بھی کو اپنے دماغ میں رہنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ یہ اس کی دانش مندی تھی۔ مورینا اگر باتوں کے دوران معلوم کر سکتی تھی کہ بہن کہاں رہتی ہے؟ اور فرہاد سے چور تعلقات ہیں۔ اُدھر مورینا سحر زدہ تھی ہم سب کو آنے کی اجازت دیتی تھی، مگر اندھی اور بہری بن جاتی تھی۔

ایک بار میں نے مورینا کے دماغ میں پہنچ کر دونوں بہنوں کی باتیں سنی تھیں۔ تنانہ اسی بات پر بضد تھی کہ مورینا کو آئرن ہارڈی کے تنویمی سحر سے نکلنے کے لیے بہن کے پاس آنا چاہیے۔ پھر اس نے انکشاف کیا۔ "بہن مونیا! وہ ٹرانسفارمر مشین میرے پاس ہے۔ اگر آئرن ہارڈی اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو پہلے تمہیں تنویمی سحر سے آزاد کرے۔"

آئرن نے مورینا کے ذریعے کہلوایا۔ "اوّل تو مجھے یقین نہیں ہے کہ اتنی اہم مشین اکیلی تنانہ حاصل کر لے گی۔ اور اگر یہ درست ہے تو پہلے میرا نمائندہ تنانہ کے نمائندے سے ملاقات کرے گا۔ یا کوئی ایسا طریقۂ کار متعین کریں گے جو دونوں کے لیے قابلِ قبول ہو۔"

تنانہ نے کہا۔ "مجھے منظور ہے۔ میری جانب سے جو لڑکی نمائندہ بن کر آئے گی، اس کا نام۔ اپ میلا ہے۔"

مورینا نے کہا۔ "آئرن کی طرف سے جو نمائندہ آئے گا۔ اس کا نام جان ہارڈلے ہے۔"

"ایک بات اچھی طرح سے یاد رکھو، میری طرف سے آنے والی پامیلا یوگا کی ماہر ہے۔ تم اس کے دماغ میں نہیں جا سکو گی۔ کوئی اہم بات [illegible] ہو۔"

ان نمائندوں کی ملاقات کے لیے ایک ہوٹل کا کمرہ ریزرو کروایا گیا۔ تنانہ، پامیلا کے نام۔ وہ خود وہاں گئی۔ اپنے نرس میں ایک ایسی دوا رکھی

کھانے یا پینے کی چیز میں ملا کر دیتی تو وہ نمائندہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوتا۔ وہ اس پر تنویمی عمل کرتی۔ پھر اسے معمول بنا کر آئرن ہارڈی کے پاس بھیج دیتی۔ اس طرح وہ مورینا اور آئرن کی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ سکتی تھی۔

اس نے سوچا تھا، "مورینا کا سراغ ملتے ہی میں فرہاد کو آزادی سے دماغ میں آنے کی اجازت دے دوں گی۔ وہ میری کارکردگی پر خوش ہو گا اور مورینا کو وہاں سے نکال لانے میں میری مدد کرے گا۔"

اس کی پلاننگ عمدہ تھی لیکن دشمن کو خاندان سمجھنا سب سے بڑی غلطی ہے۔ اس نے ہوٹل کے کمرے میں آئرن کے نمائندے مسٹر جان ہارڈلے سے ملاقات کی۔ وہ قد آور، صحت مند اور نہایت خوبرو شخص تھا۔ آنکھوں پر گاگلس پہنے ہوئے تھا۔ اس نے قریب آکر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ تنانہ نے مصافحہ کیا۔ اسی وقت وہ آنکھوں سے سیاہ گاگلس ہٹا کر بولا۔ "میں تمہیں دغا بھی نہیں دے سکتا تھا، یہاں ایک حسین دوشیزہ سے ملاقات ہو گی۔"

تنانہ نے مسکرا کر دیکھا تو دل کی دھڑکن اچانک ہی تیز ہو گئی۔ پہلے تو وہ سمجھا، مصافحہ کرنے والا ہاتھ اجنبی ہاتھ کی گرفت میں جکڑ گیا ہے۔ پھر مجھے میں آیا، اس کی آنکھیں اجنبی کی آنکھوں میں پیوست ہو گئی ہیں۔ اس نے وہاں سے نظریں ہٹانے کی کوشش کی۔ اجنبی نے کہا۔ "تم میری آنکھوں میں دیکھتی رہو گی۔ یہ آنکھیں تمہاری دُنیا ہیں، یہ آنکھیں تمہاری کل کائنات ہیں۔ تم کائنات سے باہر نہیں جا سکو گی۔"

اور پھر وہ نظریں ہٹانے میں ناکام رہی تھی۔ اس نے آج تک ایسی آنکھیں نہیں دیکھی تھیں۔ جو پہلی نظر میں ہی جکڑ لیتی ہیں۔ یوں لگ رہا تھا، آنکھیں نہیں، بلکہ آنکھیں حکم صادر کر رہی تھیں۔ "بیٹھ جاؤ۔"

وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ بھی ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔ تاکہ نگاہیں ایک دوسرے سے اسی طرح پیوستہ رہیں۔ پھر اُن بھرّاں آنکھوں نے پوچھا۔ "تمہارا نام؟"

وہ آنکھوں کی کائنات میں تنہا تھی، اور تنہا آدمی اپنے آپ سے جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ بے اختیار بولی۔ "تنانہ۔"

"تم نے فرضی نام کیوں اپنایا تھا؟"

"میں سوچ کر آئی تھی، تم پر تنویمی عمل کروں گی۔ تمہیں اپنا معمول بنا کر اپنی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ جاؤں گی۔"

"یہی میں سوچ کر آیا ہوں۔ کیا تم میری معمولہ ہو؟"

"ہاں، میری کائنات میں تم ہی تم ہو۔ میں تمہاری معمولہ ہوں۔ مگر تم کون ہو؟"

"میرا نام ہارڈی ہے۔ میرے ہم زاد آئرن نے مورینا کو اپنی آنکھوں کے جال میں گرفتار کیا تھا۔ آج سے تم میری قید میں رہو گی۔ میری آنکھوں کو ہمیشہ دیکھو گی۔ جب بھی یہ آنکھیں تمہیں بلائیں گی، تم ساری دنیا چھوڑ کر میرے پاس چلی آؤ گی۔"

"میں تمہارے قدموں میں مر جاؤں گی۔"

"اب اپنے متعلق بولتی جاؤ۔"

وہ بولنے لگی۔ اپنے ہوش سنبھالنے کی عمر سے لے کر آج تک کی تمام اہم باتیں بتانے لگی۔ اس نے بتایا، تقریباً پچاس کے قریب تیز طرار عورتیں اس کی آئرلینڈ میں، اس شہر میں اس کی چار خفیہ رہائش گاہیں ہیں۔ اس نے ایک خفیہ اڈا کئی کوٹین سے چھین لیا ہے۔ فرہاد علی تیمور سے کن حالات میں ملاقات ہوئی۔ اب اس سے ولی اور جذباتی تعلقات ہیں۔ پچھلے دن سے اس نے فرہاد پر پابندی لگا رکھی ہے۔ وہ بغیر اجازت کے اس کے دماغ میں نہیں آسکتا۔ تنانہ اُن شیطانی آنکھوں کے سامنے اپنے آپ کو بھول گئی تھی۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین کے متعلق بھی بتا دیا۔

ہارڈی نے پوچھا۔ "فرہاد تمہاری خفیہ رہائش گاہ میں دیکھ چکا ہے۔ کیا وہ مشین تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"فرہاد کو اس جگہ کا علم نہیں ہے، جہاں وہ مشین چھپائی گئی ہے۔ میرا رازدار صرف میرا باڈی گارڈ پیٹر پال ہے۔"

"کیا تم ابھی باڈی گارڈ کے ساتھ آئی ہو؟"

"ہاں، وہ میرے ساتھ دن رات رہتا ہے۔ ابھی ہوٹل کے ویٹنگ روم میں ہو گا۔"

"تم اس کمرے سے نکلنے کے بعد باڈی گارڈ کو رخصت کر دو گی۔ پھر مجھے اس ٹرانسفارمر مشین تک لے جاؤ گی۔ کسی حیل و حجت کے بغیر اسے میرے حوالے کر دو گی۔"

"تمہارا ہر حکم میرے اندر خنجر کی طرح اُترتا ہے۔ میں تعمیل کروں گی۔"

"میں نے سوچا تھا، ہم دو بھائیوں کے پاس تم دو بہنیں رہا کر دو گی۔ لیکن فرہاد پہلے ہی تم پر ہاتھ صاف کر چکا ہے۔ میں تمہاری جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو فرہاد کے پاس چھوڑ نہیں سکتا۔ تم میرے حکم پر جان دو گی۔"

"میں جان دوں گی۔"

"میں تمہیں ایک ہفتے کی زندگی دے رہا ہوں۔ ٹرانسفارمر مشین کو آپریٹ کرنے اور ہم دو بھائیوں کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی منتقل کرانے کے دوران شاید تمہاری ضرورت پڑ سکتی ہے۔ لہٰذا ٹھیک ایک ہفتے بعد آج ہی کے دن خودکشی کر لو گی۔"

"میں ایک ہفتے کے بعد آج ہی کے دن خودکشی کر لوں گی۔"

"تم اپنے آخری لمحے تک فرہاد سے بدستور محبوبانہ انداز میں ملتی رہو گی۔ اسے شبہ نہیں ہونے دو گی کہ کسی نے تمہیں تنویمی سحر میں جکڑ رکھا ہے۔"

"میں فرہاد کو شبہ کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔"

"تم ٹرانسفارمر مشین میرے حوالے کرنے کے بعد مجھے بھول جاؤ گی۔ تمہیں میرا نام بھی یاد نہیں رہے گا۔ تم غیر شعوری طور پر میری آنکھوں کے زیر اثر رہو گی۔ مورینا جب بھی میری آنکھوں کا حوالہ دے کر جو کہے گی تم اس پر عمل کرو گی۔"

وہ حکم دے رہا تھا۔ تنانہ اس کے ہر حکم پر عمل کرنے کا عہد کر رہی تھی۔ پھر ہارڈی نے اپنی چبھتی ہوئی نظریں اس پر سے ہٹا لیں۔ تنانہ نے ایک گہری سانس لی، جیسے منوں بوجھ اُتر گیا ہو۔ پھر اُس کا سر صوفے کی پشت

سے ٹک گیا۔ آنکھیں بند ہوگئیں۔ ہارڈی کھڑکی کے پاس آیا۔ اسے کھول کر جیب سے ننھا سا ٹرانسمیٹر نکال کر آپریٹ کرنے لگا۔ کھڑکی کے باہر دور تک پھیلا ہوا شہر دکھائی دے رہا تھا۔ رابطہ قائم ہونے پر اس نے کہا۔ "آئرن! خوش ہو جاؤ۔ میں ٹرانسفارمر مشین لے کر آرہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آئرن کی آواز سنائی دی۔ وہ خوشی سے نعرہ لگا رہا تھا۔ ہارڈی نے کہا۔ "تنانہ میرے تخلیقی سحر میں ہے۔ تم پوری تفصیل غور سے سنو۔ اس جگہ کا ایڈریس نوٹ کرو۔ جہاں وہ مشین ہے۔ اگر کوئی غیر متوقع بات ہو جائے۔ میں ایک گھنٹے کے اندر مشین دلا سکوں تو تم پوری تیاری کے ساتھ وہاں پہنچ جانا۔"

ہارڈی اپنے ہم زاد آئرن کو تفصیل سے پوری روداد سناتا رہا۔ پھر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تنانہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے تخلیقی نیند سو رہی تھی۔ وہ اس کے پاس آکر اس کے کان میں آہستہ آہستہ بولنے لگا۔

"ہارڈی کی آنکھیں تمہیں حکم دے رہی ہیں۔ بیدار ہو جاؤ۔ بیدار ہو جاؤ اور احکامات کی تعمیل کرو۔"

اس نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھول دیں۔ پھر ایک بھرپور انگڑائی لی۔ جیسے پورے بدن سے نیند کا خمار نکال رہی ہو۔ اس نے ہارڈی کی آنکھوں کو دیکھا۔ پھر سر جھکا کر ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا۔ "وٹنگ روم میں مسٹر پیٹر پال ہیں۔ پلیز انھیں رسیور دیجیے۔"

تھوڑی دیر بعد پیٹر پال کی آواز سنائی دی۔ تنانہ نے کہا۔ "میں مسز جان ہارڈے کے ساتھ کسی کام سے جا رہی ہوں۔ ابھی تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ تم جاؤ۔"

پیٹر پال نے کہا۔ "لیکن مادام! آپ کا حکم تھا میں کسی حال میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔"

وہ سخت لہجے میں بولی۔ "نو آرگومنٹس، میں حکم دے رہی ہوں۔ جاؤ یہاں سے۔"

"آل رائٹ مادام!"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ہارڈی نے آنکھوں پر سیاہ عینک لگالی۔ دس منٹ انتظار کیا تاکہ پیٹر پال چلا جائے۔ پھر وہ تنانہ کے ساتھ ہوٹل کے باہر آیا۔ اسے اپنی گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر خود اسٹیرنگ سیٹ سنبھال لی۔ ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کے احاطے سے نکلا۔ تنانہ کے بتائے ہوئے پتے کی سمت کار دوڑاتے ہوئے بولا۔ "تم خیال خوانی کے ذریعے پیٹر پال کو جانے کا حکم دے سکتی تھیں، پھر فون کیوں استعمال کیا؟"

وہ بولی۔ "پتا نہیں کیوں میرے دماغ میں بات آئی کہ فون پر ہاروی گارڈے ہونے والی گفتگو تمھیں بھی سننا چاہیے۔ خیال خوانی کی باتیں تم سن نہیں سکو گے۔ ویسے ہم ابھی کہاں جا رہے ہیں؟"

"ایسی جگہ جہاں تمھارے اور پیٹر پال کے سوا کوئی نہیں جا سکتا۔"

وہ پندرہ منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہاں پہنچ گئے۔ تنانہ نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں تمھیں اس شگاف کے اندر نہیں جانے دوں گی۔"

ہارڈی نے سیاہ عینک اتاری۔ وہ ساکت رہ گئی۔ اس نے کہا۔ "تم جب بھی انکار کرنا چاہو گی، تمھیں یہ آنکھیں یاد آجائیں گی۔"

"مجھے ان آنکھوں سے رہا کرو۔ میں انکار نہیں کروں گی۔"

ہارڈی نے نظریں ہٹالیں۔ دونوں کار سے اتر کر شگاف کے اندر آئے۔ وہاں ایک کمرے میں بڑی سی تصویر تھی جو اصل میں چور دروازہ تھی۔ اس کے پیچھے ایک خفیہ کمرہ تھا۔ تنانہ نے مشین کو چار مختلف سوٹ کیسوں میں لاک کر دیا تھا۔ جب ہارڈی اس کے ساتھ خفیہ کمرے میں پہنچا تو ایک دم سے چونک گیا۔ چاروں سوٹ کیس ایک کے اوپر ایک رکھے ہوئے تھے اور ان سب کے اوپر پیٹر پال بیٹھا ہوا تھا۔

ہارڈی نے سخت لہجے میں پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں اپنی مالکہ کا وفادار ہوں۔ مالکہ نے حکم دیا۔ ہوٹل سے چلے جاؤ۔ یہ نہیں کہا، مجھے کہاں جانا چاہیے۔ لہٰذا یہاں آگیا۔"

تنانہ نے کہا۔ "میں پھر حکم دیتی ہوں۔ یہاں سے چلے جاؤ۔"

"حکم کی تعمیل سے پہلے میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں، پیٹر پال کسی بے حیا کا باڈی گارڈ نہیں رہتا۔ اگر فرہاد صاحب کے بعد تم اس شخص کو اپنا رازدار اور تنہائیوں کا ساتھی بنا رہی ہو تو میں ابھی اس ملازمت کو ٹھکرا دوں گا۔"

تنانہ نے کہا۔ "تم غلط سمجھ رہے ہو۔ مسٹر جان ہارڈے نے مجھے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔ میں بے حیا نہیں ہوں۔ میرا حکم مانو اور چلے جاؤ۔"

"میری مالکہ نے کہا تھا، بہت مجبور ہو کر فرہاد صاحب سے مشین کو چھپا رہی ہو۔ آئندہ اپنی بہن مورینا کو حاصل کرنے کے بعد فرہاد صاحب ہی اس مشین کو آپریٹ کریں گے۔ میرے مالک کے سوا کوئی اور شخص یہاں نہیں آئے گا۔ پھر یہ کیسے آگیا؟"

وہ غصے سے بولی۔ "تم فرہاد کے نہیں، میرے ملازم ہو، جاؤ یہاں سے۔"

ہارڈی نے کہا۔ "یہ یہاں سے زندہ جائے گا تو ہمارے لیے مصیبت بن جائے گا۔ میں نے....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی پیٹر پال نے فضا میں چھلانگ لگاتے ہوئے ایک قلانگ لگ ماری۔ وہ لڑھکتا آتا ہوا چور دروازے سے گزرتا ہوا کمرے میں آیا۔ پھر پیٹر پال کے مقابلے پر ڈٹ گیا۔ اپنی آنکھوں سے سیاہ عینک اتار کر ایک طرف پھینکتے ہوئے بولا۔ "لڑنے والا اپنے مقابل کی آنکھوں میں دیکھتا ہے۔ تم بھی دیکھو۔"

پال نے اس کی آنکھوں کو دیکھا۔ اسے کچھ کمزوری کا احساس ہوا۔ دماغ نے سمجھایا۔ "یہ کسی جادوگر کی آنکھیں ہیں۔ مجھے نہیں دیکھنا چاہیے۔"

اس نے جلدی سے دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ ہارڈی نے ایک گھونسا رسید کیا۔ پھر دوسرا اور تیسرا گھونسا مارتے ہوئے کہا۔ "ہاتھ ہٹاؤ مردوں کی طرح آنکھیں ملا کر مقابلہ کرو۔"

پال نے اچانک کراٹے کا ایک ہاتھ رسید کیا۔ ہارڈی کا منہ دائیں گھوم گیا۔ اس نے کراٹے کا دوسرا ہاتھ مارا۔ منہ بائیں طرف گھوم گیا، پھر اس نے دم کر کے ایک لات ماری۔ بڑی بھنچی ہوئی لگ تھی۔ ہارڈی کی باچھوں سے خون کی دھار بہنے لگی۔ وہ ایک کرسی سے ٹکرایا پھر دوسری طرف اُلٹ کر فرش پر چلا گیا۔

دونوں کا قد چھ فٹ سے اوپر تھا۔ دونوں صحت مند فولادی جسم کے مالک تھے۔ ہارڈی ایک مانا ہوا فائٹر تھا۔ اپنی طلسمی آنکھوں سے بھی کام لیا کرتا تھا۔ آج اُسے تسلیم کرنا پڑا، پیٹر پال سیر پر سوا سیر ہے۔ وہ آنکھوں سے بچ کر حملے کرے گا تو اسے صرف جسمانی قوت اور داؤ پیچ سے شکست دینا ممکن نہ ہوگا۔

پیٹر پال نے ہانپتا بدلتے ہوئے کہا۔ "اُٹھو۔ اپنی آنکھوں کو حوالدار کے لیے بچا کر رکھو۔ میرے ساتھ مردوں کی طرح مقابلہ کرو۔"

ہارڈی نے اب جم کر مقابلہ کیا۔ دونوں پاگل ہاتھیوں کی طرح ٹکرا رہے تھے۔ بھوکے شیر کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے۔ پھر مقابلہ برابر رہا۔ ہارڈی زخموں سے چور ہو رہا تھا۔ اس نے گرج کر کہا۔ "تنانہ میری یہ حکم دیتی ہیں، اسے ختم کر دو۔ اپنا پرس کھولو۔"

تنانہ کے حواس پر آنکھیں چھا گئیں۔ اس نے بڑی پھرتی سے پرس کھول کر ریوالور نکالا۔ اپنے باڈی گارڈ کا نشانہ لیا۔ لیکن ایک ٹھوکر پڑتے ہی ریوالور ہاتھ سے نکل گیا۔ ہارڈی نے دوڑ کر اسے بچ کرنا چاہا۔ اُس کے پیٹ پر ٹھوکر لگی۔ وہ سنبھلتے سنبھلتے تنانہ سے ٹکرایا۔ تنانہ دیوار سے ٹکرائی۔ آگے سے پیار سے ہارڈی کا لوجو۔ پیچھے سے دیوار کی سختی نے اسے پیس کر رکھ دیا۔ وہ بے ہوش ہو کر فرش پر آگئی۔

پال نے ٹھائیں سے فائر کیا۔ ہارڈی کی ران میں ایک گولی پیوست کرتے ہوئے بولا۔ "میں نے کبھی قتل نہیں کیا۔ ایسے موقعوں پر دشمن کو تعاقب کرنے کے قابل بھی نہیں چھوڑتا۔"

اس نے دوسری گولی دوسری ران میں اتار دی۔ ہارڈی فرش پر گر کر تڑپ رہا تھا۔ پال تیزی سے خفیہ کمرے میں گیا۔ جب واپس آیا تو اس کے دونوں بغل میں دو سوٹ کیس اور دونوں مٹھیوں میں اور دو سوٹ کیس تھے۔ ریوالور کی گولیاں ہارڈی کے جسم میں آگ لگا رہی تھیں۔ کوئی اور ہوتا تو بلنک بے ہوش ہو جاتا۔ وہ ایک لرزتا ہوا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "رُک جاؤ۔ میں تمھیں مالا مال کر دوں گا۔ تمھیں کسی کا باڈی گارڈ بن کر نہیں رہنا پڑے گا۔ رُک جاؤ۔ میری بات مان لو۔ رُک جاؤ۔"

مگر وہ چلا گیا۔ دو منٹ کے بعد واپس آیا۔ ہارڈی تکلیف کے باوجود ہوش ہو کر بولا۔ "میں جانتا تھا تم آؤ گے۔ میں تمھیں نقد دس لاکھ ڈالر دوں گا۔ تمھارے دوسرے مطالبات بھی پورے کروں گا۔"

وہ بولتا رہا۔ پال اپنی بے ہوش مالکہ کو دونوں بازوؤں میں اُٹھا کر لے گیا۔ وہ غصے سے گالیاں بکنے لگا۔ پھر بکتے بکتے آواز مردہ ہو گئی۔ وہ نڈھال سا ہو کر فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ تھوڑا وقت گزرنے کے بعد بہت سارے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ آئرن ایک گھنٹا انتظار کرنے کے بعد اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا تو اس کا ہم زاد بے ہوش ہو چکا تھا اور فرش پر لہولہان پڑا تھا۔

تنانہ کو ہوش آیا تو اس نے خود کو اپنے بیڈ روم کے آرام دہ بستر پر پایا۔ وہ آہستگی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ "کیا میں خواب دیکھ رہی تھی؟ کیا جو کچھ ہوا وہ ایک خواب تھا؟"

اسے گزرے ہوئے واقعات یاد آرہے تھے۔ جو کچھ ہوا وہ اس کے منصوبے کے خلاف ہوا۔ وہ مشین کسی کے حوالے نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے باوجود دماغ سمجھا رہا تھا جو ہوا بُرا ہوا۔ ایک باڈی گارڈ پیٹر پال کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس نے پال کو مخاطب کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ وہ طویل بے ہوشی کے بعد ہوش میں آئی تھی۔ ابھی دماغ کمزور تھا۔ وہ خیال خوانی نہیں کر سکتی تھی۔

اسی وقت اس کا چیف سیکریٹری مورگن ایک ٹرالی کے ساتھ آیا۔ ٹرالی میں تازہ پھل، خشک میوے اور دودھ، اولٹین وغیرہ سب کچھ تھا۔ مورگن نے کہا۔ "بیٹی، تم کمزور ہو گئی ہو، کچھ کھا کر دودھ پی لو۔"

"میں یہاں کیسے پہنچ گئی۔ پال کہاں ہے؟"

"وہ تمھیں چھوڑ کر کہیں گیا ہے۔ بڑی جلدی میں تھا۔"

"اوہ مسٹر مورگن! وہ ٹرانسفارمر مشین لے گیا ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو بیٹی! نہیں، نہیں اس کی وفاداری پر شبہ نہ کرو۔"

"وہ مشین ایسی ہے کہ پیدائشی وفاداروں کو بھی غدار بنا دیتی ہے۔"

"ایسا ہے تو خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرو۔ وہ مشین کہاں لے گیا ہے؟"

"ابھی میرا دماغ کمزور ہے۔ اس کا سراغ لگانے کے لیے مجھے نارمل ہونا پڑے گا۔ کچھ کھانا پینا ضروری ہے۔"

وہ پھل کھانے اور دودھ پینے لگی۔ مورینا نے اُسے مخاطب کیا۔

"سانس نہ روکنا۔ میں تمھاری بہن مورینا ہوں۔"

"سانس کیا خاک روکوں گی۔ تمھاری ہی خاطر وہ مشین ہاتھ سے نکل گئی۔ دماغ مالک کمزور ہو گیا۔ ابھی خیال خوانی کی کوشش کر رہی تھی، سر دُکھنے لگا۔"

"مجھے سب معلوم ہو چکا ہے۔ آئرن اور ہارڈی کے آدمیوں نے تمھاری تمام خفیہ رہائش گاہوں اور کیبن کوئین کے اڈے میں پیٹر پال کو تلاش کیا ہے۔ وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ تم سوچ کر بتاؤ۔ وہ کہاں چھپ سکتا ہے۔ ویسے ہمارے آدمیوں نے شہر کے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کی ہے۔ وہ باہر نہیں جا سکے گا۔"

تنانہ نے پریشان ہو کر کہا۔ "مجھے ڈر ہے، کہیں وہ مشین لے کر فرہاد کے پاس نہ پہنچ جائے۔"

مورینا نے پوچھا۔ "تم نے ہارڈی کی آنکھوں کو فرہاد کا پتا کیوں

نہیں بتایا؟"

تنانہ کے حواس پر پھر دبی آنکھیں چھا گئیں۔ اس نے کہا: "فرہاد نے اپنی رہائش گاہ تک کبھی پہنچنے نہیں دیا۔ پھر یہ ان آنکھوں کو پتا کیسے بتاتی؟"

"تم پیٹر پال کی آواز اور لب و لہجہ یاد کرو۔ میں اس کے لب و لہجے کو یاد کر دوں گی۔ پھر تنانہ بن کر اسے مخاطب کروں گی۔ کچھ تو معلوم ہو گا وہ ڈیل نمک حرام کہاں مر رہا ہے۔"

تنانہ سر جھکا کے آنکھیں بند کر کے پیٹر پال کا تصور کرنے اور اس کے لب و لہجے کو دہرانے لگی۔ اس نے خود کو ہکا بکا سا محسوس کیا۔ پھر خوش ہو کر بولی: "میں خیال خوانی کر سکتی ہوں، ابھی میں پال کے پاس پہنچی تھی۔ اس نے سانس روک لی۔"

اس نے پھر پال کو مخاطب کیا۔ وہ بولا: "میری مالکہ! میں حاضر ہوں۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ تنانہ نے پھر مخاطب کیا۔ "یہ کیسی حرکت ہے؟"

"میری مالکہ! میرے فون کا انتظار کرو۔"

اس نے پھر دماغ سے نکال دیا۔ تنانہ جھنجلا گئی۔ مورینا نے کہا۔ "کم بخت بہت چالاک ہے۔ میں نے چپکے سے معلوم کیا، وہ ایک پارک میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں سمجھ رہی تھی وہ مشین کے پاس ہو گا۔"

دس منٹ کے بعد فون کی گھنٹی سنائی دی۔ تنانہ ریسیور اٹھا کر بولی۔ "ہیلو"

آواز سنائی دی۔ "میری مالکہ! میں حاضر ہوں۔"

"فون کے ذریعے کیوں بات کر رہے ہو؟"

"تمہاری بھلائی کے لیے۔ میں دماغ کا دروازہ تمہارے لیے کھولوں گا تو کوئی دوسرا مچھکے سے آ کر مشین کا ٹھکانا معلوم کر لے گا۔"

"صرف میں تمہارے دماغ میں آؤں گی۔"

"سوری، تم قابلِ اعتماد نہیں رہیں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"تمہارے ساتھ آنے والے اجنبی نے تم سے کہا کہ ہارڈی کی آنکھیں یاد کرو اور مجھے ختم کر دو۔ تم بیچ میں مجھے ختم کرنے لگی تھیں اور تب ہی میں سمجھ گیا تھا، تم اپنی بہن کی طرح سحر زدہ ہو گئی ہو۔ ان حالات میں صرف ایک شرط پر بھروسا کر سکتا ہوں۔"

"بولو، کیا شرط ہے؟"

"تم فرہاد صاحب کو تمام حالات سے آگاہ کرو، یا مجھے ان کا پتا بتاؤ۔ وہ تمہیں ضرور شیطانی آنکھوں کے طلسم سے نکال لیں گے۔ جب تم نارمل ہو جاؤ گی تو میں پہلے کی طرح تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔"

"تم فرہاد کو اس معاملے میں نہ لاؤ۔"

"یعنی تم دشمنوں کو ترجیح دے رہی ہو۔"

"یہ تم فرہاد کے وفادار کب سے بن گئے؟"

"میں صرف تمہارا وفادار ہوں۔ اگر فرہاد صاحب تمہیں نقصان پہنچائیں گے تو تمہاری خاطر ان سے بھی ٹکرا جاؤں گا۔ لیکن یہ میرا ایمان ہے کہ تمہیں موجودہ دلدل سے فرہاد صاحب ہی نکال سکتے ہیں۔"

تنانہ سوچ میں پڑ گئی۔ مورینا نے کہا۔ "اس سے کہو، ابھی فرہاد صاحب اس سے دماغی رابطہ قائم کریں گے۔ پھر میں فرہاد کے لب و لہجے میں اس سے بات کروں گی۔"

پیٹر پال نے پوچھا: "میری مالکہ! خاموش کیوں ہو؟ میرے لیے خطرہ بڑھ رہا ہے۔ دشمن خاص ذرائع سے معلوم کر سکتے ہیں کہ میں کہاں سے بات کر رہا ہوں۔ بہتر ہے، تم ریسیور رکھ دو۔ اب میں بہت دور کسی دوسرے علاقے میں جا کر فون کروں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب کی بار تنانہ اور مورینا کو آدھے گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا۔ پھر فون کی گھنٹی سنائی دی۔ تنانہ نے جلدی سے ریسیور اٹھا کر غصے سے پوچھا: "کیا یہ تم ہو؟ تم نے اتنی دیر انتظار کیوں کرایا۔ کیا میں تمہاری ملازمہ ہوں؟"

"تم ناحق تناؤ میں آ رہی ہو۔ میں ریسیور رکھ کر تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا مشین کے خفیہ مقام تک گیا۔ مشین کے چاروں حصوں کو یکجا کیا۔ پھر ان کے درمیان ایک ٹائم بم رکھ دیا۔"

تنانہ نے چیخ کر پوچھا۔ "ٹائم بم؟ آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ دشمن مجھے کسی بھی ٹیلی فون بوتھ میں ٹھہرنے کی حماقت نہیں کریں گے۔ تم یہ بات ان شیطانی آنکھوں والوں تک پہنچا دینا۔ میں نے ٹائم بم کی بلاسٹنگ کے لیے پچاس منٹ کا وقت سیٹ کر دیا ہے۔ اگر کسی نے مجھے گرفتار کیا اور میں پچاس منٹ سے پہلے وہاں نہ پہنچا تو ایک زبردست دھماکہ ہو گا اور مشین کے پرزے پرزے ہو جائیں گے۔"

مورینا غصے سے چیخ کر بولی۔ "تنانہ! یہ تم نے کس کمینے... کو باڈی گارڈ بنایا ہے۔ اس سے کہو، فوراً جائے اور ٹائم بم کو آف کر دے۔"

تنانہ نے کہا۔ "پال! ابھی فرہاد صاحب تم سے دماغی رابطہ قائم کریں گے۔ تم فوراً جا کر ٹائم بم کو آف کر دو۔"

"میں جا رہا ہوں۔ لیکن میرے دماغ میں کوئی بھی فرہاد صاحب بن کر بول سکتا ہے۔ اس لیے میں اُن کے رُوبرو گفتگو کر کے اپنا یقین کر دوں گا۔ وٹس آل۔"

اس نے فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ دونوں بہنیں تلملا کر رہ گئیں۔ اُدھر ہارڈی کی رائفلوں سے گولیاں نکال دی گئی تھیں۔ وہ اپنے ہی ایک پرائیویٹ اسپتال میں پڑا ہوا تھا۔ اگر ایک بھائی زخمی ہوتا تھا تو قدرتی طور پر دوسرا بھائی زخموں سے اٹھنے والی ٹیسوں کو محسوس کرتا تھا۔ دوسری طرف آئرن اپنے زخمی ہم زاد کی تکالیف محسوس کر رہا تھا اور بار بار بستر پر گر جاتا تھا۔ مورینا آئرن کے لیے پریشان تھی۔ اگر وہ مشین ہاتھ آ جاتی تو دونوں بھائی اپنی ساری دُکھ بیماری بھول جاتے۔ لیکن مشین تھی کہ خراب ہوتی جا رہی تھی۔

پیٹر پال کسی کو اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتا تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی پوچھتا تھا: "کیا فرہاد صاحب کا پتا بتا رہی ہو؟"

جواب میں کوئی دوسری بات کہی جاتی تھی تو وہ سانس روک لیتا تھا۔ سحر دینے کے لیے کوئی پتا دیا جا سکتا تھا۔ جب وہاں پہنچتا تو اسے چاروں طرف سے گھیر لیا جاتا۔ لیکن اس نے پہلے ہی خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی کہ وہ جب بھی فون کرنے یا ملاقات کرنے خفیہ پناہ گاہ سے نکلے گا تو مشین ٹوٹا ٹائم بم سے منسلک کر کے آئے گا۔

دونوں بھائیوں اور دونوں بہنوں کے لیے بڑی مشکل ہو رہی تھی۔ وہ مشین گلے میں ہڈی کی طرح اٹک گئی تھی نہ اسے نگلا جا سکتا تھا نہ اُگلا جا سکتا تھا۔ یوں دو دن اور دو راتیں گزر گئیں۔ ہارڈی کے زخم اتنی جلدی بھر نہیں سکتے تھے، لیکن تکلیف کم ہو گئی تھی۔ وہ پہیوں والی کرسی پر بیٹھ کر اور ہم زاد آئرن اپنے پیروں سے چل کر اِدھر اُدھر جانے کے قابل ہو گئے تھے۔ ایسے ہی وقت یہ دھماکہ خیز اطلاع ملی کہ فوج نے آئرن کے تمام خفیہ اڈوں کو گھیر لیا ہے۔

آئرن چاروں طرف سے گھر گیا تھا۔ ان کے خلاف بیان دینے والی لیڈی کرینا کا ہارڈی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لہٰذا وہ گرفتاری سے بچ گیا۔ آئرن نے مورینا کو سمجھایا: "تم تنانہ اور ہارڈی سے رابطہ قائم کرو۔ فوجی جوان تمہیں دو ہی راستوں میں سے کسی ایک راستے سے لے جائیں گے۔ ہارڈی اپنی جان تمہارے پیچھے گا۔ تنانہ ان کے ساتھ رہے گی۔ راستے میں فوجیوں سے چھین کر نجات دلائے گی اور ہارڈی کے ایک خفیہ اڈے میں پہنچائے گی۔ تنانہ کو ہارڈی کے آدمیوں کے ساتھ رہنا چاہیے کسی مرحلے پر اس کی ٹیلی پیتھی بھی کام آ سکتی ہے۔"

آئرن اور ہارڈی کا یہی خفیہ آپریشن تھا جس نے میرے آپریشن کو ناکام بنا دیا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تنانہ اپنی بہن کی طرح سحر زدہ ہو کر میرے خلاف آپریشن میں حصہ لے گی۔ جب میں نے اس کے دماغ پر دستک دی تو اس نے کہا: "فرہاد! پلیز ابھی چلے جاؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں ایک خوش خبری سناؤں گی۔"

وہ بہت خوش تھی۔ اسے مشین کے جانے کی پروا نہیں تھی۔ کیونکہ پیاری بہن مل گئی تھی۔ وہ دو مسلح جوانوں کے ساتھ اپنی گاڑی میں آئی۔ پتا چلا، فائرنگ اور جوابی فائرنگ کے دوران اس کی گاڑی کا ایک پہیہ بے کار ہو گیا ہے۔ وقت کم تھا۔ مخالف پارٹی کا خوف تھا۔ وہ فوراً ہی مورینا کے ساتھ گاڑی سے نکل۔ دھوئیں کے دبیز بادلوں سے گزرتے ہوئے ایک کار کے پاس پہنچی۔ اس کا بھالا دروازہ کھول کر مورینا کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اس کے مسلح ساتھی نے پھرتی سے اگلا دروازہ کھولا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کو ریوالور کی زد پر رکھ کر بولا۔ "فوراً چلو، ورنہ گولی مار دوں گا۔"

اس شخص نے پائپ کو منہ میں دبایا۔ اسے اطمینان سے سلگایا۔ تنانہ نے غصے سے کہا۔ "گاڑی چلاؤ، ورنہ کھوپڑی میں زلزلہ پیدا کر دوں گی۔"

اس نے پائپ سے ایک کش لیا۔ پھر دھواں چھوڑتے ہوئے پلٹ کر بولا۔ "انٹرنیشنل جاسوس منگل پانڈے کی گاڑی مرضی سے چلتی ہے خاموش بیٹھے رہو۔"

▼

یہ جو واقعات پیش آ رہے تھے، ان واقعات کے دوران اسحٰق مشین اور مورینا کے لیے دوسری جگہ بھی بہت کچھ ہو رہا تھا۔ اس کے متعلق بھی سنیے۔ ابھی یہ سمجھنا مشکل تھا کہ وہ مشین اور دو بہنیں کس خوش نصیب کے ہاتھ لگیں گی۔

سپر ماسٹر کو اطلاع مل گئی تھی کہ اتنی خاموشی اور رازداری سے چھاپے مارنے کے باوجود ناکامی ہو رہی ہے۔ خطرناک تر یہی عمل جاننے والا آئرن گرفتار ہو چکا ہے۔ لیکن مورینا جو اصل مہرہ تھی، اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے سپر ماسٹر نے بڑے سخت احکامات جاری کیے تھے۔ پورے ملک میں ریڈ پاور سے تعلق رکھنے والوں کو عارضی طور پر گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ماسک مین سے کہہ دیا گیا تھا کہ آج بارہ گھنٹے تک اس کا کوئی طیارہ یا ہیلی کاپٹر کسی ایئر پورٹ میں نہیں آئے گا۔ اور نہ ہی کسی فلائنگ کلب سے پرواز کرے گا۔ اسرائیلی ایجنٹوں پر بھی یہی پابندی عائد کر دی گئی تھی۔

میرے متعلق تنگ فرنانڈو پر شبہ تھا۔ اسے اس کی رہائش گاہ میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ اس کی تمام ٹرانسپورٹ اور ہیلی کاپٹروں کو سرکاری تحویل میں لے لیا گیا تھا۔ اس طرح سپر ماسٹر نے مجھے حاصل ہونے والی سہولتوں کو یکسر ختم کر دیا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کی عائد کردہ پابندیوں کا توڑ کرتا جا رہا ہوں۔

جب مورینا میرے ہاتھ سے نکل گئی اور تنانہ نے مجھے دماغ میں آنے سے روک دیا تو مجھ میں آیا، اسے دماغی جھٹکے پہنچاؤں۔ لیکن اس سے کچھ حاصل نہ ہوتا۔ ایک تو وہ بار بار سانس روکتی، دوسرے مورینا اسے سنبھالتی۔ اگر یہی سلوک مورینا سے کرتا تو تنانہ اسے سنبھالتی۔ ہو سکتا تھا، ان کے مسلح ساتھی انھیں بے ہوش کر دیتے۔ پھر میری ٹیلی پیتھی کام نہ آتی۔

سب سے اہم بات یہ کہ میں تنانہ کو نقصان پہنچا کر دشمن نہیں بنانا چاہتا تھا۔ وہ صرف مورینا کی محبت میں عارضی طور پر مجھ سے الگ ہوئی تھی۔ پھر میری ہی طرف لوٹ کر آنے والی تھی۔ میں نے سوچا۔ مجھے صبر کرنا چاہیے۔ اور سپر ماسٹر کے طریقۂ کار کو سمجھنا چاہیے۔ کہ اب وہ مورینا تک کیسے پہنچے گا۔

میں سپر ماسٹر کے پاس پہنچا۔ وہ ٹرانسمیٹر پر ہیرام گنگلی سے کہہ رہا تھا۔ "جب تمہارا علم یہ کہتا ہے کہ ہم جاسوس منگل پانڈے کے ذریعے مشین تک پہنچ سکتے ہیں تو تم مورینا کے لیے کیوں بھاگ رہے ہو؟ اس جاسوس کے ساتھ سائے کی طرح لگے رہو۔"

اس نے کہا "سر! میرا علم غلط نہیں کہتا۔ میں گھوم پھر کر دوبارہ منگل پانڈے کے پاس پہنچ رہا ہوں۔ ابھی میں نے اسے ہوٹل کی ایک رینٹل کار میں دیکھا ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ اس کار کی پچھلی سیٹ پر مورینا دکھائی دی تھی۔"

میں اور سپر ماسٹر دونوں ہی چونک گئے۔ اس نے پوچھا "مجھے بتاؤ کن راستوں سے وہ کار گزر رہی ہے۔ تم اسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دینا۔"

اب سپر ماسٹر اپنے تمام ذرائع سے منگل پانڈے کی کار کو گھیرنے والا تھا۔ میں نے فوراً کار اسٹارٹ کی۔ پھر اس کی طرف دوڑ لگاتے ہوئے کار سے پہلے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سانس روکنے والا تھا۔ مخصوص کوڈ ورڈز سن کر بولا۔ "میں بڑی دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔ میری کالیں بھی جاننے والوں سے مالا مال ہے۔ ساتھ میں ایک ریوالور والا بھی ہے۔"

میں نے پانڈے کے ذریعے کہا۔ "تنانہ! تمھیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ یہ کار ڈرائیو کرنے والا میرا آدمی ہے۔"

ریوالور والے نے کہا۔ "شٹ اپ۔ جدھر کہا جا رہا ہے۔ اُدھر چلتے رہو۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر ریوالور کو کھڑکی کے باہر پھینک دیا۔ پھر اس کے ذریعے کہا۔ "مورینا اور تنانہ! میں نے اب تم پر کوئی زبردستی نہیں کی۔ لیکن اب اندازہ ہو رہا ہے کہ ایک بہن کی طرح دوسری بہن بھی آئرن ہارڈی کی چال میں آگئی ہے..... تنانہ تم میری ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور دشمنوں کا ساتھ دیتی ہو۔"

وہ ذرا چپ رہی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہارڈی کو بتایا۔ کہ ان کی کار پر فرہاد کا قبضہ ہو چکا ہے۔ ہارڈی نے کہا۔ "فرہاد کے ساتھ جاؤ۔ مجھے اطمینان ہے۔ تم دونوں بہنوں کی وفاداریاں ہم دونوں بھائیوں کے لیے ہمیشہ رہیں گی۔ ہم تمھارے ذریعے فرہاد تک پہنچ سکیں گے۔"

تنانہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا تم فرہاد کو نقصان پہنچاؤ گے؟ نہیں ایسا کرو گے تو میں مر جاؤں گی۔"

"میں تمھارے فرہاد کو بھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تمھاری طرح اسے بھی دوست بناؤں گا۔ لیکن خبردار اسے ابھی ہماری دوستی کے متعلق کچھ نہ بتانا۔"

میں نے پوچھا۔ "تنانہ تم خاموش کیوں ہو؟ کیا دماغ میں آؤں؟"

وہ چونک کر بولی۔ "آں۔ نہیں۔ پلیز دماغ میں نہ آؤ۔ میں سوچ رہی ہوں، تم نے اس کار یوا اور پھینک کرا بچا ہی کیا۔ اسے بھی رخصت کر دو۔ اور ہم بہنوں کو کسی محفوظ مقام تک پہنچا دو۔"

میں خوش ہو گیا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ در پردہ کیا ہو رہا ہے۔ اور دشمن کس طرح ان بہنوں کے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ "پانڈے اگلا سگنل کراس کر کے گاڑی روکو میں آ رہا ہوں۔"

پھر میں ہرام گنگولی کے پاس آیا۔ وہ کامیابی سے منگل پانڈے کا تعاقب کر رہا تھا۔ ان دو گاڑیوں کے درمیان کئی اور گاڑیاں تھیں۔ میں نے اس کے ذہن کے ساتھ لگا ہوں کو بھی بھٹکایا۔ اس کے ہاتھ سے اسٹیئرنگ بہک گیا۔ وہ ساتھ والی کار سے ٹکرایا۔ دوسری کار تیسری کار سے ٹکرائی۔ پھر آگے پیچھے والی کاریں کچھ علاقے کا شکار ہوئیں، کچھ رُک گئیں۔ اتنی دیر میں میری کار پانڈے کی کار کے آگے رُک گئی تھی۔ دونوں بہنیں دوڑتی ہوئی میری کار میں آئیں۔ میں گاڑی آگے بڑھا کر رفتار بڑھاتا چلا گیا۔

پیچھے رُک جانے والا ٹریفک بحال ہو گیا تھا۔ ہرام تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا آیا۔ پانڈے اپنی کار سے نکل کر قریب ریستوران میں جانا چاہتا تھا۔ وہ گرج کر بولا۔ "ہالٹ۔ اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔"

پانڈے نے سر گھما کر دیکھا۔ ہرام اپنی گاڑی سے نکل کر آ رہا تھا۔ پانڈے نے پوچھا۔ "تمھارے ہاتھ میں ریوالور نہیں ہے۔ پھر تم نے مجھے ہالٹ کیوں کیا؟"

ہرام نے کار کے اندر جھانکنے کے بعد پوچھا۔ "مورینا کہاں ہے؟"

"کیا یہ تمھاری بہن کا نام ہے؟"

"میں تمھارا منہ توڑ دوں گا۔ میں نے اسے اس کار کی پچھلی سیٹ پر دیکھا تھا۔"

"اے بھائی گنگولی! تم خواہ مخواہ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔ مجھے کسی مورینا سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ جب کہ میں صرف ٹرانسفارمر مشین کے عشق میں یہاں آیا ہوں۔"

ہرام گنگولی ذرا نرم پڑ گیا۔ کار کی پچھلی سیٹ کی طرف دیکھ کر بولا۔ "بے شک تم میرے علم کے مطابق مشین تک پہنچ گئے۔ میں تمھارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن میں نے تمھاری کار میں مورینا کو دیکھا تھا پلیز میرے دوست بن جاؤ۔ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔"

"میں ہماری تمھاری نئی دوستی کی قسم کھاتا ہوں۔ میں نے کسی مورینا کا سایہ تک نہیں دیکھا ہے۔ میرے ایک ماتحت جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ جس شخص کے پاس مشین ہے، وہ سامنے والے ریستوران کے بار میں پی رہا ہے۔ مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔"

ہرام نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "جب مشین والا ریستوران میں ہے تو یہاں وقت ضائع کیوں کر رہے ہو، جلدی چلو۔"

وہ پانڈے کو ایک بغل میں دبوچ کر اسی طرح ریستوران کے دروازے پر آیا۔ "ارے چھوڑو مجھے۔ عقل سے کام لو۔ مشین والا تمھاری گود میں اتنا بڑا بچہ دیکھ کر بدک جائے گا۔"

اس نے پانڈے کو زمین پر کھڑا کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟"

"میں اسے صورت شکل سے نہیں پہچانتا ہوں۔ مگر اس کی مخصوص عادتوں سے پہچان لوں گا۔ اگر تم اسی طرح سوالات کرتے رہے تو وہ نکل جائے گا۔"

وہ دونوں ریستوران میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک جانب پینے والوں کا کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔ باقی دو رنگ ڈانسنگ ہال نظر آ رہا تھا۔ نوجوان لڑکیاں اور ان کے بوائے فرینڈز کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ سگریٹ اور سگار کے دھوئیں سے ماحول دھندلا رہا تھا۔ کھانے والے میزوں کے اطراف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پینے والے بھی بھرا ہوا گلاس لے کر کسی عمری جوانی کے ساتھ میز پر آ جاتے تھے۔ وہیں پیٹر پال بھی تھا۔

پانڈے نے تو یونہی مشین والے کے متعلق جھوٹ کہہ دیا تھا۔ وہ جھوٹ اس کی نادانستگی میں سچ ہو رہا تھا۔ اس نے پیٹر پال کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور نہ ہی کبھی اس کے متعلق کچھ سنا تھا۔ لیکن پال اسے دیکھتے ہی چونک گیا۔ پہلے دو دنوں سے انٹرنیشنل جاسوس منگل پانڈے کی تصویریں اخبار میں چھپ رہی تھیں۔ اس کا بیان چلی حکومتوں میں شائع ہوا تھا کہ وہ اس ملک میں ٹرانسفارمر مشین کا قصہ تمام کرنے آیا ہے اور جلد ہی اس مشین کو یہاں سے لے جائے گا۔

منگل پانڈے نے پال کو دیکھا۔ دونوں کی نظریں ٹکرائیں، پال نے فوراً منہ گھما لیا۔ پانڈے آخر پولیس والا تھا۔ نظریں چرانے والے کو مجرم سمجھتا تھا۔ ہرام گنگولی نے پوچھا۔ "کیا وہ نظر آیا؟"

پانڈے نے ناگواری سے کہا۔ "میرا بھوک سے بُرا حال ہے کچھ کھانے پینے دو۔ نظریں دوڑانے دو... وہ یہاں ہے تو مجھ سے بچ کر نہیں جائے گا۔"

وہ دونوں ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ ہرام نے بہترین کھانوں کا آرڈر دے کر کہا۔ "تم چاہو تو پورا ریستوران کھا لو۔ مگر اسے جلدی ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کرو۔"

منگل پانڈے نے اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے کہا۔ "وہ جو بار کاؤنٹر کے ساتھ لگا کھڑا ہے۔ تمھارے جیسا لمبا تڑنگا ہے۔ اسی پر مجھے شبہ ہے۔"

میز پر کھانے کی ڈشیں رکھی جا رہی تھیں۔ ہرام نے کہا۔ "اس سے باتیں کرو۔ ہو سکتا ہے، تمھارا شبہ درست ہو۔"

پانڈے نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا۔ "دنیا کی کوئی بھی مشین انسان کے پیٹ سے زیادہ اہم نہیں ہے۔ مجھے پیٹ بھرنے دو۔"

کتنی ہی لڑکیاں اور لڑکے پانڈے کو دیکھ رہے تھے۔ کوئی دو دو سے سرگوشیاں کر رہا تھا۔ کہ دیکھو ہاتھ ہلاتی تھی۔ کوئی قریب آ کر پوچھتی تھی۔ "آپ مسٹر منگل پانڈے ہیں نا؟"

وہ فخر سے سر ہلا کر جواب دیتا تھا۔ "ہاں، میں ہی وہ جاسوس ہوں۔"

ایک لڑکی نے پوچھا۔ "کیا یہ واقعی درست ہے؟ کیا ایسی کوئی مشین ہے جو ایک آدمی کی صلاحیتیں دوسرے کے دماغ میں منتقل کر دیتی ہے؟"

وہ لقمہ چباتے ہوئے بولا۔ "اگر ایسی مشین نہ ہوتی تو میں بھی یہاں نہ ہوتا۔ میں وہ مشین حاصل کرنے ریستوران میں آیا ہوں۔"

لڑکیاں خوش ہو کر تالیاں بجانے لگیں۔ ہرام گنگولی نے غصے سے کہا۔ "تم کیسے گدھے جاسوس ہو۔ وہ مشین والا سنتے ہی تو یہاں سے بھاگ جائے گا۔"

پیٹر پال وہاں سے جانے ہی والا تھا۔ ہرام جلدی سے اُٹھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ پھر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے ہرام گنگولی کہتے ہیں۔ اور تمھاری تعریف؟"

پال نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم مجھ سے تعارف حاصل کرنا کیوں چاہتے ہو؟"

"ہم دونوں قد آور اور ہیولائی جسم کے مالک ہیں۔ باقی یہاں سب مچھر ہیں۔ میں شیر ہوں۔ آخر شیر سے ہی دوستی کر سکتا ہوں۔"

"تم مجھ سے دوستی کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"تم عجیب آدمی ہو۔ سوال کیے جا رہے ہو۔ اپنا نام تو بتاؤ، کون ہو، کہاں رہتے ہو؟"

"اگر میں نہ بتاؤں تو؟"

ہرام گنگولی نے جیب سے کارڈ نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔ "آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی۔ تمھاری بہتری اسی میں ہے کہ مجھے مشین تک لے چلو۔"

"تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں مشینوں کا ڈیلر نہیں ہوں۔"

ہرام نے دور بیٹھے ہوئے پانڈے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "وہ بہت پہنچا ہوا جاسوس ہے۔ دور سے ہی الاقوامی اسمگلروں کو بھانپ لیتا ہے۔ جس پر انگلی رکھ دیتا ہے، وہ ضرور مجرم ثابت ہوتا ہے اور اس نے تم پر انگلی رکھ دی ہے۔"

پال نے غصے سے کہا۔ "وہ کوئی پاگل کا بچہ ہے۔ تم اتنے بڑے افسر ہو کر اس کی باتوں میں آ گئے ہو۔ تمھیں اسپیشل ڈیوٹی دینے والا بھی پاگل ہی ہوگا۔"

"ہاں، وہ بہت ہی خطرناک پاگل ہے۔ وہ تمھارے ساتھ کیسا سلوک کرے گا، یہ تمھیں حوالات میں پتا چلے گا۔"

"میں چننے کو تیار ہوں۔ مگر کسی شبہے کی بنا پر حوالات میں نہیں رکھ سکو گے۔"

ایسے وقت میں دونوں بہنوں کو لے کر اپنی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا۔ میرے یقین کے مطابق کوئی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ میں نے مطمئن ہو کر سوچا۔ اب منگل پانڈے اور غلام باقی کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔ جب میں پانڈے کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا۔ ہرام گنگولی اس کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ پھر میں ہرام کے پاس آیا۔ تو مجھے پیٹر پال کی آواز سنائی دی۔ وہ ہرام کے ساتھ قریبی پولیس اسٹیشن جانے کو تیار تھا۔

میں نے پال کو مخاطب کیا۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "میری مالکہ! تم فرہاد صاحب کی آواز بنا کر بول رہی ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ میں نے تعجب سے سوچا۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ پال تو تنانہ پر جان دیتا ہے۔ اس کا وفادار اور جاں نثار ہے۔ پھر تنانہ سے کیوں کترا رہا ہے۔ اس کی بات سے پتا چلا کہ وہ اس سے رابطہ قائم کرنا چاہتی ہے۔ مگر وہ دماغ میں جگہ نہیں دیتا ہے۔ اسے شبہ ہے کہ

میری آواز میں اسے دھوکا دے کر بات کرنا چاہتی ہے۔

میں نے پھر اسے مخاطب کیا "دیکھو میں سانس نہ روکنا۔ اتنا بتا دو میں خود کو فریبا دکھیے ثابت کر سکتا ہوں؟"

اس نے کہا "اگر تم فریاد ہو تو تنانہ سے ہو شیار رہو..... وہ اپنی بہن کی طرح دشمنوں سے سحر زدہ ہو گئی ہے۔ میں نے مشین کو دوسری جگہ چھپا دیا ہے۔ صرف تمہیں راز دار بنا سکتا ہوں۔ مگر یقین ہونا چاہیے کہ یہ تم ہی ہو۔"

"میں آدھے گھنٹے بعد تم سے رابطہ قائم کر کے بتاؤں گا کہ ہم روبرو کہاں مل سکتے ہیں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ مورینا اور تنانہ ایک بیڈ روم میں آرام کرنے گئی تھیں۔ میں نے دبے قدموں بیڈ روم کے قریب آ کر کھڑکی سے دیکھا۔ ایک صوفے پر دوسری پلنگ پر سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کا سکوت ظاہر کر رہا تھا کہ دونوں خیال خوانی میں مصروف ہیں۔

میں آئرن کا لب ولہجہ سن چکا تھا۔ مورینا کی خیال خوانی سے یقین ہو گیا اس کے دماغ کا دروازہ کھلا ہو گا۔ یہ یقین درست تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مگر اس ایک دماغ سے بولنے والا خود کو کبھی آئرن اور کبھی ہارڈی ظاہر کر رہا تھا۔ میں پہلے وضاحت کر دوں کہ ایسا کیوں ہو رہا تھا۔

آئرن اور ہارڈی کی آواز اور لب ولہجے میں ایک ذرا فرق نہیں تھا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا ایک کے لب ولہجے کو اپنا لیتا تو بیک وقت دونوں کے پاس پہنچتا۔ جس طرح ریڈیو سے کبھی بیک وقت دو اسٹیشنوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اسی طرح مجھے مورینا اور تنانہ کے بیک وقت بولنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ مورینا کے جواب میں آئرن اور تنانہ کے جواب میں ہارڈی بولتا تھا۔

بہر حال یہ بھید کھل گیا کہ تنانہ بھی ان کے تنویمی سحر میں پھنس چکی ہے..... دونوں بہنوں نے دونوں ساحروں کو میری خفیہ رہائش گاہ کا پتا بتا دیا تھا۔ ان بہنوں کو سمجھایا جا رہا تھا کہ ابھی فوجیوں سے بچنے کے لیے فریاد کی پناہ میں رہو۔ اسے معلوم نہ ہو کہ تنانہ سحر زدہ ہو چکی ہے۔ موقع ملتے ہی دونوں بہنیں آ جائیں گے۔ فریاد سے دوستی کریں گے اور ان بہنوں کو لے جائیں گے۔

تنانہ کہہ رہی تھی "دیکھو دھوکا نہ دینا۔ فریاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

ہارڈی نے کہا "اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا جس طرح تم نے میری آنکھوں سے دوستی کی ہے، اسی طرح فریاد بھی ان آنکھوں کا دوست بن کر ہی رہے گا۔ جہاں وہاں پہنچے تو دو۔ فوجیوں کی سرگرمیاں نرم پڑتے ہی ہم آ جائیں گے۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ایک گہری سانس لی۔ تنانہ کو ڈھیل دے کر ایک زبردست دھوکا کھا چکا تھا۔ دشمنوں کو موجودہ رہائش گاہ کا علم ہو گیا تھا۔ ویسے اب بھی کچھ گزرنے کی گنجائش تھی۔ میں دونوں کو اس رہائش گاہ کے تہ خانے میں قید کر سکتا تھا۔ لیکن اس کے لیے مناسب طریقۂ کار اختیار کرنا تھا۔ تاکہ وہ دونوں ہمارے دشمنوں کو تہ خانے تک نہ بلا سکیں۔

میں ڈرائنگ روم میں آ کر ٹہلنے لگا۔ اتنے میں غلام باقی آ گیا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "زبان سے گفتگو نہیں ہو گی۔ میں سوچ کے ذریعے بول رہا ہوں۔"

میں نے اسے بتایا کہ یہاں دو لڑکیاں بہنیں موجود ہیں۔ اور ہمارے لیے مصیبت بن گئی ہیں۔ باقی نے کہا "میرے آقا! انھیں فوراً بے ہوش کر دینا چاہیے۔"

"میں یہی سوچ رہا تھا۔ تم آ گئے ہو، یہ کام آسان ہو جائے گا۔ میں دوسرے بیڈ روم میں جا کر تنانہ کو بلاؤں گا۔ تم مورینا کے پاس چلے جانا کہ خیال خوانی کا موقع نہ دینا۔"

میں ہال سے سیدھا بیڈ روم میں گیا جہاں دونوں بہنیں تھیں۔ میں نے دور ہی سے آواز دی۔ "تنانہ! تم کہاں ہو؟"

وہ کمرے سے باہر آ گئی۔ میں نے کہا "مورینا کو آرام کرنے دو۔ آؤ ہم کچھ ضروری باتیں کریں۔"

وہ میرے ساتھ دوسرے بیڈ روم میں آ گئی۔ میں نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا "تم نے یہ اندازہ کر لیا ہو گا کہ یہاں کا ہر کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "ہاں، یہ بہت ہی محفوظ پناہ گاہ ہے۔"

"میں نے تمہارے باڈی گارڈ پیٹر پال سے دماغی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"میں بھی کوشش کرتی ہوں۔ مگر وہ سانس روک لیتا ہے۔"

"وہ ایسا کیوں کرتا ہے تنانہ؟"

اس نے میرے قریب آ کر بانہوں کا ہار پہناتے ہوئے کہا "میں مورینا کو حاصل کرنے کے لیے پریشان تھی۔ اب مجھے اطمینان ہے لہٰذا اب یہ بتا رہی ہوں کہ پیٹر پال فداءِ نمک حرام نکلا۔ فرانسفارمر مشین لے کر کہیں روپوش ہو گیا ہے۔"

"میں اس مشین تک پہنچ سکتا ہوں۔"

"سچ؟" وہ خوش ہو کر گھبل بننا چاہتی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھوں کو گردن سے ہٹایا۔ پھر دھکا دے کر بستر پر گراتے ہوئے کہا "وہ تمہارا باڈی گارڈ ہو کر مجھے مشین تک پہنچا رہا ہے۔ پھر تم سے نمک حرامی کیوں کر رہا ہے؟ سیدھی اور سچی بات کرو۔ اب میں تم سے دوستی قائم کرنے کے لیے دھوکا نہیں کھاؤں گا۔"

وہ بستر سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ خوشامدانہ لہجے میں بولی "اگر پیشین تک پہنچ رہا ہے تو دیر نہ کرو۔ اسے حاصل کرو، میں مورینا کو آئرن کے سحر سے نکالنا چاہتی ہوں۔"

میں نے ایک اُلٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ دوسری طرف

گھوم گئی۔ پھر میں نے کہا "تم خود سحر زدہ ہو، بہن کو اس دلدل سے نکالنے نہیں اور خود دھنستی چلی گئیں۔ چلو خیال خوانی کرو اور اپنے پیارے کو بتاؤ کہ یہ خفیہ رہائش گاہ اب اسے خالی ملے گی۔ فریاد کے پاس خفیہ قید خانوں اور تہ خانوں کی کمی نہیں ہے۔ اب وہ دونوں بھائی تم دونوں بہنوں تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

وہ بھڑک کر بولی "کسی کو میرا یار کہہ کر گالی نہ دو۔ تمہارے سوا کسی کا نام میرے نام کے ساتھ کبھی نہیں آئے گا۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ میں اشرف آنکھوں کو مانتی ہوں۔ ان کی پوجا کرتی ہوں۔ ان کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتی۔ تم مجھے سحر زدہ کہہ لو، مگر میں سحر زدہ نہیں ہوں۔ ان آنکھوں کی عقیدت مند ہوں۔ یوں سمجھ لو، میں نے ایک نیا مذہب اختیار کیا ہے اور بے اختیار ان آنکھوں کے سامنے جھکتی رہتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ بولی "ہاں، آواز آ رہی ہے۔ اب تم سے چھپانے کے لیے کچھ نہ رہا۔ میں ان آنکھوں سے گفتگو کر رہی ہوں۔"

پھر اس نے مخاطب کیا "ہارڈی! میں تمہارے دماغ میں تنہا نہیں ہوں۔ فریاد بھی ہے۔ پال نے میری تمہاری دوستی کا بھید کھول دیا ہے، اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ فریاد کو اپنا دوست بنا لو۔"

ہارڈی نے کہا "ہیلو مسٹر فریاد! مجھے پیٹر پال کھٹک رہا تھا میں جانتا تھا، اس کے ذریعے میرے اور تنانہ کے رابطے کا علم تمہیں ہو جائے گا۔ سب سے پہلے یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے تمہاری محبوبہ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔"

میں نے کہا "بے شک یہ جسمانی طور پر محفوظ ہے۔ مگر ذہنی طور پر تمہاری کنیز بن چکی ہے۔"

"مسٹر فریاد! یہ دوستانہ لہجہ نہیں ہے۔"

"میں تمہاری یہ خوش فہمی ختم کر دوں گا کہ تمہاری آنکھیں مردوں کو غلام بنا سکتی ہیں۔ اپنی آنکھیں سنبھال کر رکھو، یہ میری امانت ہیں۔ جس روز سامنا ہو گا، انھیں نکال کر لے جاؤں گا۔"

وہ بولا "تنانہ! تم میرے انصاف سے کھیلو۔ میں دوست بنانا چاہتا ہوں، یہ دشمن بن کر چیلنج کر رہا ہے۔ تم میری آنکھوں کا تصور کرو اور اسے دوستی کے لیے آمادہ کرو۔"

میں نے کہا "ہارڈی! یہ تنانہ کی آخری خیال خوانی ہے۔ میں دونوں بہنوں کو غائب کرنے کے تمام انتظامات مکمل کر چکا ہوں۔ اس رہائش گاہ سے نکلنے میں صرف پانچ منٹ لگیں گے۔"

یہ کہتے ہی میں نے تنانہ کو ایک ہاتھ رسید کیا۔ اس کی آنکھیں کھل گئیں، وہ گرنے والی تھی، میں نے اسے پکڑ لیا۔ پھر ایک بھرپور کراٹے کا ہاتھ اس کے سر پر مارا۔ سر پر جیسے ہتھوڑا لگا ہو۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ وہ چکرا کر میرے بازوؤں میں آئی۔ پھر بے ہوش ہو گئی۔

دوسرے بیڈ روم میں مورینا سر جھکائے ہوئے بیٹھی ہوئی تھی۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر اس نے سر اٹھایا۔ پھر غلام باقی کو دیکھتے ہی حیرت اور گھبراہٹ سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ باقی نے کہا "یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ حلق پھاڑ پھاڑ کر اپنا اطمینان کر لو۔"

اس کی گھبراہٹ ختم ہو گئی۔ وہ مسکرا کر بولی "مجھے ہاتھ لگانے سے پہلے فریاد سے پوچھ لو۔ اب ہم سب دوست بن گئے ہیں۔"

باقی نے ایک تھپڑ مارتے ہوئے کہا "میں نے قسم کھائی ہے کسی عورت سے دوستی نہیں کروں گا۔"

وہ اپنی توہین پر تلملا گئی۔ پاؤں پٹخ کر بولی "کمینے! کالے کتے! تو نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ آئرن تجھے زندہ نہیں چھوڑے گا اور اس سے پہلے میں تجھے....."

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر باقی کے دماغ میں چھلانگ لگا کر اسے زبردست جھٹکا پہنچانا چاہا۔ اس نے فوراً سانس روک کر دوسرا تھپڑ رسید کیا۔ اس کا منہ دوسری طرف گھوم گیا۔ وہ بستر پر اوندھے منہ گر پڑی۔ پھر وہیں پڑی رہی۔ باقی نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنے لگی۔ باقی نے کہا "تم خیال خوانی کرنا چاہتی ہو، مگر نہیں کر سکو گی۔ اپنے کسی یار کو نہیں بلا سکو گی۔"

اس نے دو چار ہاتھ جمائے، پھر کہا "میں بہت ہلکے ہاتھ دکھا رہا ہوں تاکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم کتنی بے بس ہو۔ مجھ پر ٹیلی پیتھی کا بھید استعمال نہیں کر سکتیں۔ جس کے لیے مجھے چھوڑا، اسے یہاں بلا نہیں سکتیں مجھے یقین ہے، تم نے اسے یہاں کا پتا پہلے ہی بتا دیا ہے۔ لیکن جب تک وہ یہاں آئے گا، تمہیں دوسری جگہ پہنچا دیا جائے گا۔"

اس نے باتوں کے دوران خیال خوانی کے ذریعے تنانہ کو بلانا چاہا، مگر اتنی مار پڑ چکی تھی کہ دماغ کمزور ہو گیا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پاس والے کمرے میں بہن کے پاس بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ ہر طرح سے بے بس ہو گئی ہے تو یکبارگی اس سے لپٹ گئی۔ اپنے حسن و شباب کا چارا ڈال کر اسے رجھانے کی کوشش کرنے لگی۔

غلام باقی نے اسے دھکا دیا۔ وہ الگ ہوئی پھر اس کے قدموں میں آ کر لوٹنے لگی۔ باقی نے ایک پاؤں اس کے منہ پر رکھ کر دبا دیا۔ تو وہ تکلیف سے تڑپنے لگی۔ اس نے کہا "اسی طرح ایک کالے کے پیروں میں رہو۔ بیوی کو مین ہس امریکا کی یہی اوقات ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی، منہ دوسری طرف گھوما، پھر بے ہوش ہو گئی۔

پیٹر پال کسی شہ زور کے سامنے جھکنا نہیں جانتا تھا۔ بہرام گنگولی سرکاری افسر بن کر آیا تھا۔ قانون کا احترام لازمی تھا، اس لیے وہ پولیس اسٹیشن تک جانے پر راضی ہو گیا۔ بہرام نے مگل پانڈے کو بھی اپنے

ساتھ چلنے پر مجبور کیا۔ وہ تینوں قریبی تھانے میں آئے۔ بہرام گنگولی نے انھیں حوالات میں بھیجا۔ پھر ایک کمرے میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے سپرمارسٹر سے باتیں کرنے چلا گیا۔

آہنی سلاخوں کے پیچھے پیٹر پال نے گھور کر منگل پانڈے کو دیکھا۔ پھر ناگواری سے پوچھا۔ "تم نے اس سرپھرے افسر کو میرے پیچھے کیوں لگایا ہے؟"

پانڈے نے کہا۔ "وہ میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ وہ ستاروں کی چال دیکھ کر یقین سے کہہ رہا ہے کہ مشین میرے ذریعے حاصل ہوگی۔ میں نے تو اس مشین کی صورت تک نہیں دیکھی ہے مگر وہ ضد کر رہا تھا۔ میں نے پیچھا چھڑانے کے لیے کہہ دیا، مشین تمھارے پاس ہے۔"

پال نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا تم بھی کوئی علم جانتے ہو؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہا ہا ہا۔ میں شکار کی بُو سونگھنے والا شکاری کتا ہوں۔ محض ایسا آدمی بننے سے کیا فائدہ جو کسی کام نہ آئے۔ اس سے اچھا ہے آدمی کتا بن جائے۔ میری طرح بڑے بڑے کارنامے تو انجام دے سکتا ہے۔"

"میں پوچھتا ہوں، تم نے مشین کے سلسلے میں مجھے کیوں پھنسایا ہے؟"

"میرے پھنسانے سے کیا ہوتا ہے؟ اگر تمھارے پاس مشین نہیں ہے، تو تمھارا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"تمھیں دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ تم بین الاقوامی شہرت رکھنے والے جاسوس ہو۔"

"اگر یقین نہیں ہے تو مشین کے سلسلے میں ڈرتے کیوں ہو؟"

منگل پانڈے کا جواب دینے کا انداز کچھ ایسا تھا کہ پال الجھتا جا رہا تھا۔ وہ بار بار خود کو سمجھاتا تھا۔ "یہ جاسوس کوئی جادوگر نہیں ہے۔ یہ مجھ پر محض شبہ کر رہا ہے۔ لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کم بخت کو مجھ پر ہی کیوں شبہ ہو رہا ہے؟"

تھوڑی دیر بعد ایک پولیس افسر چار سپاہیوں کے ساتھ آیا۔ آہنی دروازہ کھول کر بولا۔ "چلو ہیڈ کوارٹر میں تمھاری طلبی ہے۔"

وہ دونوں سپاہیوں کے نرغے میں وہاں سے نکلے۔ پال کے جی میں آ رہا تھا۔ ان سپاہیوں کو مار پیٹ کر نکل جائے۔ یہ اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔ لیکن اس طرح مشین کے سلسلے میں شبہ اور بڑھ جاتا۔ ابھی ایک شہر کی بات ہے۔ بعد میں وہ مفرور کہلاتا۔ پھر پورے ملک کی پولیس اسے تلاش کرتی پھرتی۔ دشمن پہلے ہی اس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ ان حالات میں اسے مسلسل چھپ کر رہنا پڑتا اور وہ مستقل ایسی زندگی نہیں گزار سکتا تھا۔

اسے اور پانڈے کو ایک گاڑی کے پچھلے حصے میں بٹھایا گیا۔ دروازے کو باہر سے بند کر دیا گیا۔ اندر گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ گاڑی کے اس حصے میں ایک چھوٹی سی کھڑکی یا روشن دان بھی نہیں تھا۔ وہ دونوں اچانک ہی کھانسنے لگے۔ انھیں سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ پال دروازے کو پیٹنے اور لاتیں مارنے لگا۔ لیکن جلد ہی پانڈے کی طرح نڈھال ہو گیا۔ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتے کرتے گر پڑا۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ پھر اسے ہوش نہ رہا۔

مجھے پتا نہیں تھا، اُن پر کیا گزر رہی ہے۔ ان بہنوں نے ہمیں اُبھار کر رکھ دیا تھا۔ انھیں کہیں مناسب جگہ چھپا کر رکھنے کا مسئلہ تھا۔ ایک تہ خانہ اسی رہائش گاہ میں تھا۔ لیکن دشمن تہ خانے کا سراغ لگا سکتے تھے۔ میں نے گنگ فرنانڈو سے کہا۔ "مجھے کسی خفیہ پناہ گاہ کی ضرورت ہے۔"

اس نے کہا۔ "میری جان! دیکھ رہے ہو، تمھاری خاطر مجھے میرے ایک بنگلے میں نظر بند کر دیا گیا ہے۔ کوئی بات نہیں، دوستی میں ایسی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ایک بہترین پناہ گاہ کا پتا نوٹ کرو۔"

میں نے پتا نوٹ کیا۔ غلام باقی نے گیرج سے ایک ویگن کا رکالی۔ اس نے مورینا اور میں نے تنانہ کو بازوؤں میں اٹھایا۔ ویگن کی پچھلی سیٹوں پر انھیں لٹا دیا۔ پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔ فرنانڈو نے مجھے بتا دیا تھا کہ کئی پناہ گاہ کے دروازے چابیوں کے بغیر کس طرح کھولے جاتے ہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد اطمینان ہو گیا۔ اس پناہ گاہ کا تہ خانہ ایئر کنڈیشنڈ تھا۔ ہم نے دونوں بہنوں کو وہاں پہنچا دیا۔

وہ ابھی بے ہوش پڑی ہوئی تھیں۔ ذرا ہوش میں آتے وقت میں تنانہ کے دماغ پر قبضہ جما کر پھر اسے سُلانے والا تھا تاکہ اس کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے متاثر کر دوں۔ اور یہ معلوم کروں کہ اس نے ہارڈی کو میرے اور اپنے کتنے راز بتائے ہیں۔

میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ ہوش میں آنے والی تھی۔ مجھے منگل پانڈے اور پیٹر پال کا خیال آیا۔ اگرچہ وہ مشین مکمل نہیں تھی تاہم بہت اہم تھی۔ اس کے ساتھ ایک ایسا نقشہ تھا جسے دیکھ کر کوئی ماہر سمجھ لیتا کہ اس کے کتنے پُرزے غائب ہیں اور انھیں دوبارہ کس حساب سے بنایا جا سکتا ہے۔

میں نے باقی سے پوچھا۔ "میں نے تمھیں انجکٹ کرنے والی دوا اور سرنج دی تھی۔"

"جی ہاں، میرے پاس موجود ہے۔"

"جب یہ دونوں ہوش میں آئیں تو انھیں کھانے پینے کے لیے ضرور کچھ دینا لیکن پہلے رسّیوں سے اچھی طرح باندھ دو۔ تاکہ انجکشن لگانے میں دشواری نہ ہو۔"

میں اسے ضروری ہدایات دے کر منگل پانڈے کے پاس پہنچا۔ وہ ایک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ بہت کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ جب اس کے دماغ سے پتا چلا کہ پیٹر پال کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا گیا ہے تو میں فوراً پال کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک خالی کمرے میں بستر پر پڑا ہوا تھا۔ میرے پہنچنے سے چند سیکنڈ پہلے بہرام گنگولی نے اس کے بازو میں ایک دوا انجکٹ کی تھی جس کے نتیجے میں وہ اعصابی کمزوری محسوس کر رہا تھا۔

یہی جو سلوک میں دو بہنوں کے ساتھ کرنے والا تھا، وہی وہ میرے دو آدمیوں کے ساتھ کر رہا تھا۔ پانڈے کو محض بے ہوش کر کے لایا گیا تھا۔

اسے پال سے دور کہیں رکھا گیا تھا۔ اِدھر بہرام گنگولی اس کے بازو میں دوا انجکٹ کرنے کے بعد کہہ رہا تھا۔ "اب تمھاری تمام ہیلوانی قوتیں اور تمھاری مستقل مزاجی ختم ہو رہی ہے۔ تم میری آنکھوں میں دیکھتے رہو گے اور میری گونجتی ہوئی آواز کو اپنے حواس پر مسلط ہونے دو گے۔"

پیٹر پال انتہائی کمزوری محسوس کرنے کے باوجود بہرام کی آنکھوں میں دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن کمزوری وہ بلا ہے جو آدمی کو کسی کام کا نہیں رہنے دیتی۔ اسے اپنا کوئی راز چھپانے کا حوصلہ نہیں دیتی۔ بہرام گنگولی اسے اپنا معمول بنانے کے بعد مشین کا پتا پوچھنے والا تھا۔ تنویمی عمل کے مقابلے میں ٹیلی پیتھی بہت تیز رفتار ہوتی ہے۔ میں نے فوراً ہی پال کے کمزور دماغ سے معلومات حاصل کیں۔ پھر اپنی پناہ گاہ سے نکل پڑا۔

کار ڈرائیو کرنے کے دوران میں کبھی کبھی پال کے دماغ میں جھانکتا تھا۔ اور اسے بہرام کے تنویمی عمل سے بچائے رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ اگر میں ایک جگہ جم کر بیٹھ جاتا اور پال کے دماغ پر قبضہ جما لیتا تو اس پر کسی عمل کا اثر نہ ہوتا۔ مگر میرے پاس جم کر بیٹھنے کا وقت نہیں تھا۔ میں تیزی سے کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا اور تنویمی عمل کے دوران محض مداخلت کر رہا تھا۔ تاکہ بہرام دیر سے مشین کا پتا معلوم کر سکے۔

مختصر یہ کہ میں مشین تک پہنچ گیا۔ وہ چار سوٹ کیس کھول کر دیکھے۔ مشین موجود تھی۔ لیکن اس کے کاغذات نہیں تھے۔ میں نے اُس جگہ کی تلاشی لی۔ زیادہ وقت نہیں تھا۔ سپرمارسٹر کے آدمی کسی وقت بھی وہاں پہنچ سکتے تھے۔ میں مشین لے کر اپنی پناہ گاہ میں آ گیا۔

غلام باقی نے میری ہدایات پر عمل کیا تھا۔ مورینا اور تنانہ کے بازوؤں میں دوا انجکٹ کی تھی۔ وہ دونوں اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ کم از کم بارہ گھنٹے تک خیال خوانی نہیں کر سکتی تھیں۔ میں نے تنانہ کو دیکھا۔ وہ بستر پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تہ خانے کی چھت کو تک رہی تھی۔ مورینا اس تہ خانے کے دوسرے حصّے میں تھی۔ میں نے پوچھا۔ "تنانہ! کس حال میں ہو؟"

اس نے سر گھما کر مجھے دیکھا۔ پھر بڑی کمزوری محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے تم سے ایسی دشمنی کی اُمید نہیں تھی۔"

"تم آستین کا سانپ بن رہی تھیں۔ مجبوراً مجھے بھی بننا پڑا۔"

"کیا تمھیں میری ذات سے کوئی نقصان پہنچا ہے؟"

"تم ان آنکھوں سے سحر زدہ ہو، تمھیں پتا نہیں چلتا ہے کہ کس طرح مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی رہی ہو۔ تم نے اپنے دماغ میں آنے کی پابندی عائد کی۔ دوسری طرف ہارڈی کے فریب میں آ گئیں۔ میں اس بات سے بے خبر رہا۔ تم مورینا کو فوجیوں سے نجات دلانے کے لیے میرے خلاف ہارڈی کا ساتھ دے رہی تھیں۔ پھر تم نے اسے میری خفیہ رہائش گاہ کا پتا بتا دیا۔ اگر پیٹر پال بروقت صحیح صورتِ حال سے آگاہ نہ کرتا تو ابھی میں آئرن اور ہارڈی کی قید میں ہوتا۔ یا ان کے بُزدلانہ حملوں سے مارا جاتا اور تم پوچھ رہی ہو کہ تمھاری ذات سے مجھے کیا نقصان پہنچا ہے؟ بہتر ہے یہ بحث ختم کرو۔ یہ باتیں تمھاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔"

"تم مجھے کمزور بنا کر کیوں رکھنا چاہتے ہو؟"

"تم اسی کمزوری میں ان آنکھوں کا تصور کرو۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد بولی۔ "وہ آنکھیں مجھے بلا رہی ہیں۔ مجھے ہارڈی کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ وہ میرے پاس آنا چاہتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اسی لیے کمزور بنا کر رکھا ہے۔ تم اس کے دماغ میں نہیں جا سکو گی۔"

"کیا تم مجھے ہمیشہ روکتے رہو گے؟"

"ہمیشہ کے لیے روک دوں گا۔ ٹرانسمارسٹر مشین تمھارے سرہانے رکھی ہوئی ہے۔ میں تمھارا اور مورینا کا برین واش کروں گا۔ تم بہنوں کے دماغ ننھے بچوں کی طرح خالی ہو جائیں گے۔ وہ طلسمی آنکھیں تمھاری زندگی سے ہمیشہ کے لیے مٹ جائیں گی۔"

"نہیں فریڈ! ایسا ظلم نہ کرو۔ میں نے اپنا تن من سب کچھ تمھیں دیا ہے۔ میری وفا کا کچھ تو صلہ دو۔"

"اگر تم اب بھی وفادار ہو تو بتاؤ اس مشین کے کاغذات کہاں ہیں؟"

"مشین کے ساتھ ہیں۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"میں سچ بول رہی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ آنکھیں بند کرو۔ میں تمھیں سُلا رہا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کی آنکھیں بند کر دیں، اسے تھپک تھپک کر سُلایا۔ پھر اس کے خوابیدہ دماغ سے معلوم کیا۔ اس نے پہلے تو مجھ پر پابندی عائد کی تھی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ میں بغیر اجازت نہیں آ سکوں گا تو اس نے پیٹر پال کو رازدار بنایا۔ وہ مشین دوسری جگہ چھپا

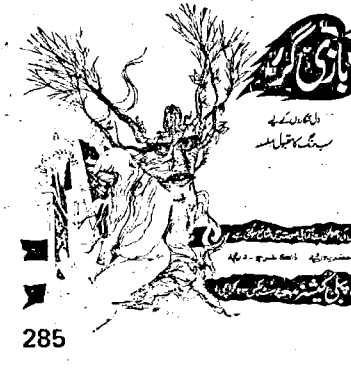

دی۔ لیکن اس سے پہلے وہ کاغذات اپنے پاس رکھ لیے۔ پیٹر پال کو بھی ان کاغذات کی ہوا لگنے نہیں دی۔ یہ اس کی دانش مندی تھی۔ مشین کے سلسلے میں باڈی گارڈ پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

لیکن اس کی توقع کے خلاف ہارڈی کی آنکھوں نے اس سے سب کچھ اگلوالیا۔ مشین تو پال لے کر فرار ہو گیا۔ وہ کاغذات ہارڈی کے ہاتھ لگ گئے۔ خود تناند نے مضروب ہو کر ان کاغذات کو ہارڈی کے حوالے کر دیا۔ اور یہ بات بھول گئی۔ بھولنے کے بعد ہی سمجھ رہی تھی کہ کاغذات کے سلسلے میں مجھ سے جھوٹ نہیں بول رہی ہے۔

میں نے کہا۔ "تناند اس وقت تمھارا دماغ پوری طرح میرے قابو میں ہے۔ تم میری معمولہ ہو۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گی۔"

"میں تمھارے ہر حکم کی تعمیل کروں گی۔"

"میں حکم دیتا ہوں۔ ہارڈی کی آنکھوں کو بھول جاؤ۔"

"میں کیسے بھول جاؤں۔ میں تمھارے قبضے میں ہوں۔ میرا دل تمھارے لیے دھڑکتا ہے۔ مگر دماغ پر وہ آنکھیں مسلط رہتی ہیں۔ میں معمولہ بن کر تم سے جھوٹ نہیں کہوں گی۔"

"شاباش، تم بہت اچھی ہو۔ اب آرام سے چھ گھنٹے تک سوتی رہو۔"

میں اُسے تنویمی نیند سُلانے کے بعد سوچنے لگا۔ وہ آنکھیں میرے تنویمی عمل کے باوجود اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہیں۔ اس کا ایک ہی راستہ رہ گیا ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دونوں بہنوں کا برین واش کیا جائے۔ اس طرح ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کے ساتھ وہ آنکھیں بھی ان کے دماغوں سے دُھل جائیں گی۔ بعد میں ان کے دماغ کو ان کی عمر کے مطابق نارمل بنایا جا سکتا ہے۔

میں اب تک ٹرانسفارمر مشین کے خلاف تھا۔ ہاتھ آتے ہی اسے تباہ کر دینا چاہتا تھا۔ مگر اب اس کی افادیت معلوم ہو رہی تھی۔ آج دشمنوں نے دو بہنوں کو سحر زدہ کیا ہے۔ کل میری کسی ساتھی عورت کو بھی کر سکتے تھے۔ اتنے گہرے اور خطرناک عمل سے نکالنے کے لیے وہ مشین لازمی تھی۔ پھر آئرن اور ہارڈی بھی میرے ہتھے چڑھ سکتے تھے۔ میں اس مشین کے ذریعے ان کے برین واش کر کے آنکھوں کے طلسم کو ہمیشہ کے لیے ختم کر سکتا تھا۔ وہ مشین آئندہ میرے دونوں پارس کے بہت کام آ سکتی تھی۔ اگرچہ اس کے نقصانات بھی تھے، مگر ایسے بے شمار فائدے تھے جو وقت کے ساتھ ساتھ ظاہر ہونے والے تھے۔

ہر پہلو سے جائزہ لینے کے بعد مجھے وہ دو اہم پُرزے یاد آئے، جنھیں میں نے مشین سے نکال لیا تھا۔ اور انھیں دریائے مسوری میں ڈبو دیا تھا۔ ویسے مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ میں نے دریا کے کس حصے میں پہنچ کر انھیں پانی میں ڈالا تھا۔ چونکہ وہ لوہے کے وزنی پُرزے تھے لہٰذا وہ سیدھے اسی جگہ تہ میں گئے ہوں گے۔ وہ کہیں بہہ کر نہیں جا سکتے تھے۔

میں نے غلام باقی کو اُن پُرزوں کے متعلق بتایا۔ اُس نے بتایا۔ "آج کل دریا لبالب بھرا ہوا ہے۔ تیس چالیس فٹ کی گہرائی ہو سکتی ہے اگر گیس سلنڈر اور غوطہ خوری کا تمام سامان مل جائے، تو میں وہ پُرزے نکال لاؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے، میں ذرا پانڈے کی خبر لے لوں۔ پھر کچھ کرتا ہوں۔ ویسے تمھارا باہر جانا مناسب نہیں ہوگا۔ ٹرانسفارمر مشین کے تمام دیوانے موریتا کے نیگرو دیوانے کو پہچان کر تعاقب کر سکتے ہیں اور یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔"

میں منگل پانڈے کے پاس آیا۔ بہرام گنگولی اُس مشین کو حاصل کرنے گیا تھا۔ اس کے ساتھ اچھی خاصی فوج تھی مگر مقدر میں ناکامی تھی۔ وہ غصے سے پیچ و تاب کھاتا ہوا واپس آیا۔ سُپر ماسٹر نے کہا۔ "میں دیکھ رہا ہوں تمھارا علم بھی درست تھا اور پیٹر پال معمول بن کر جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ میں حیران ہوں۔ اتنی جلدی کون وہاں سے مشین لے گیا ہے؟"

بہرام نے کہا۔ "پال نے اپنے ہوش و حواس میں رہ کر تناند اور فرہاد کو بھی وہ جگہ نہیں بتائی تھی۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ جس وقت پیٹر پال کو تم نے عصابی کمزوری میں مبتلا کیا، اسی وقت خیال خوانی کرنے والے نے جگہ معلوم کی اور ہم سے پہلے پہنچ گیا۔"

"فی الحال خیال خوانی کرنے والی دو پارٹیاں ہیں۔ فرہاد، رسونتی اور شیبا۔ دوسری دو بہنیں ہیں۔ اُنھوں نے ہارڈی کو بتایا ہوگا۔ وہ مشین لب فرہاد یا ہارڈی کے پاس ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "لیڈی کرینا اپنے بیان میں یہ واضح کر دیتی کہ آئرن اور ہارڈی دو الگ شخص ہیں تو ہم آئرن کو گرفتار کرتے وقت ہارڈی کو بھی ڈھونڈ نکالتے۔"

بہرام نے کہا۔ "سر اپیٹر پال نے تنویمی عمل کے دوران بتایا ہے کہ ہارڈی کے دونوں پاؤں زخمی ہیں۔ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہے۔ بے شک وہ ایک جگہ بیٹھ کر بھی اپنے آدمیوں کے ذریعے وہ مشین حاصل کر سکتا ہے۔ شہر کے تمام چھوٹے بڑے اسپتالوں میں ہارڈی کو تلاش کرنا ہوگا۔ مختلف ذرائع سے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ دو پاؤں کا زخمی کس علاقے میں ہو سکتا ہے۔ پھیلے دو دن کے اندر کس نے کس دکان سے دو بہتیوں والی کرسی خریدی ہے۔"

وہ اب ہارڈی کے پیچھے پڑ گئے تھے اور آئرن کو ٹارچر چیمبر میں لے جا کر طرح طرح سے اذیتیں دے کر ہارڈی اور موریتا کے متعلق سوالات کر رہے تھے۔ منگل پانڈے بھی ان کا قیدی تھا۔ اس سے بھی سختی سے پوچھا جا رہا تھا۔ "تمھیں کیسے معلوم ہوا تھا کہ مشین پیٹر پال کے پاس ہے؟"

پانڈے نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "مشینوں میں جو گیس لگائی جاتی ہے، میں اس کی بُو چند قدم کے فاصلے سے سونگھ لیتا ہوں۔ ریسوران میں پال کے قریب سے گزرتے وقت وہی بُو محسوس ہوئی۔ میں نے اندازہ لگایا اور بہرام گنگولی کو بتا دیا۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ اب بھی کوئی ایسا شخص میرے پاس سے گزرے، جس کے پاس مشین ہو تو میں سونگھ کر بتا دوں گا۔ یہ اور بات ہے، وہ شخص دوسری مشینوں سے تعلق رکھتا ہو، مختصر یہ کہ میں مشین کی نہیں گیس کی بُو سونگھتا ہوں۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "گنگولی! منگل پانڈے بہت کام کا آدمی ہے۔ اسے قیدی نہ بناؤ۔ دوست بنا کر ساتھ رکھو۔ یہ فرہاد اور ہارڈی کے قریب سے گزرتے ہی انھیں پہچان لے گا۔"

منگل پانڈے اب ٹھاٹ باٹ سے رہنے والا تھا۔ اس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں نے فرناڈو کو مخاطب کیا۔ ایک جگہ نظر بند رہنے کے باعث کوئی مصروفیت نہیں رہی تھی۔ اس لیے وہ بے تحاشا پی رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "بس کرو، مر جاؤ گے۔"

وہ بولا۔ "اچھا ہے، مر جاؤں۔ اے سنگدل! تُو میری قبر پر تو آئے گا۔"

"دیکھ لو، میری دوستی کتنی مہنگی پڑتی ہے۔"

"مجھے حکومت کی طرف سے ہونے والی سختیوں کی پروا نہیں ہے۔ یہ میری لاش پر سے بھی گزر کر تمھاری خفیہ پناہ گاہ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ بلکہ میری جان کوئی ایسی صورت نکالو کہ کبھی تمھاری صورت نظر آ جایا کرے۔"

"ذرا سُپر ماسٹری سرگرمیاں کم ہونے دو۔ میں تم سے ضرور ملوں گا۔ فی الحال یہ بتاؤ، غوطہ خوروں کے متعلق تمھاری کیا معلومات ہیں؟"

"دریائے مسوری کے ساحلی علاقوں میں دور دور تک کئی اسکول ہیں جو غوطہ خوری کی ٹریننگ دیتے ہیں اور غوطہ خوری کے لیے تمام سامان بھی فراہم کرتے ہیں۔"

"ٹیلی فون ڈائریکٹری دیکھ کر کسی ایک اسکول کا نمبر بتاؤ؟"

"کیا میں فون کروں؟"

"نہیں، تمھارا ٹیلی فون ڈیٹیکٹ کیا جا رہا ہے۔ تم ایک غوطہ خور سے بات کرو گے۔ سُپر ماسٹر یہاں تمام غوطہ خوروں کے پیچھے پڑ جائے گا۔ مجھے صرف نمبر بتا دو۔"

اس نے ڈائریکٹری دیکھنے کے بعد دو اسکولوں کے نمبر بتائے۔ غلام باقی نے ریسیور اٹھا کر ایک اسکول سے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "وی آر دی انڈر واٹر ٹریننگ اسکول پلیز۔"

میں نے اشارہ کیا۔ غلام باقی نے ریسیور رکھ دیا۔ اب میں اس ٹرینر کے دماغ میں تھا جو معقول معاوضہ لے کر غوطہ خوری کی تربیت دیتا تھا۔ وہ ایک سلاخچے کے عرشے پر بیٹھا ہوا تھا۔ ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر کہہ رہا تھا۔ "یہ کسی نے تیسری بار شرارت کی ہے۔"

اس کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔ "کوئی لڑکی چھیڑ رہی ہوگی۔"

"چھیڑنے والی کو معلوم ہونا چاہیے، میں چار بچوں کا باپ ہوں۔"

"وہ فون پر تمھاری عمر کا اندازہ نہیں کر سکتی اور کر بھی لے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ عجیب زمانہ آ گیا ہے۔ آج کل کی لڑکیاں بیوی بچوں والے مرد کی تمنا کرتی ہیں۔"

میں باتیں سُن رہا تھا اور چُپ چاپ اس کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا۔ وہ بیوی بچوں کے ساتھ اپنی ذاتی لانچ میں رہتا تھا۔ بیوی بچے نیاگرا فال دیکھنے اور وہاں کی سیر کرنے گئے تھے۔ شام ہو رہی تھی۔ وہ ایک دوست کے ساتھ ۔۔۔ اسے زیادہ پینے سے روک دیا۔ اس نے دوست سے معذ۔۔۔ معافی مانگ کر مجھے بھی یاد آیا ہے۔ ایک غوطہ خوری سکھانے والے ۔۔۔ ہاں مدعو کیا ہے۔ وہاں نہ گیا تو شکایت ہوگی۔"

دوست نے گلاس خالی کیا۔ پھر اُٹھتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک جانے کی تیاری کرو۔ میں چلتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ ٹرینر نے اپنے اسسٹنٹ کو بلا کر کہا۔ "موٹر بوٹ چیک کرو۔ میں ڈائیونگ کے لیے جاؤں گا۔"

وہ حکم دے کر اپنے کیبن میں آیا۔ غوطہ خوری کا لباس نکال کر پہننے لگا۔ میں نے کہا۔ "باقی! اپنے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کرو۔ ہم باہر جا رہے ہیں۔"

میں نے اسے بتایا کہ اسے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کس مقام تک جانا ہے۔ پھر میں ٹرینر کے دماغ میں آیا۔ وہ حیرانی سے بیٹھا سوچ رہا تھا۔ "میں نے یہ غوطہ خوری کا لباس کیوں پہن لیا ہے۔ میں تو آرام سے بیٹھ کر پی رہا تھا۔ اور وہ میرا دوست واسٹن کہاں چلا گیا؟"

وہ اس کے آگے سوچ نہ سکا۔ میں نے پھر اس پر قبضہ جما لیا۔ اس وقت تک میں کار کی پچھلی سیٹ پر آ گیا تھا۔ غلام باقی نے ریڈی میڈ میک اپ سے کام چلایا تھا۔ اب وہ ڈرائیو کرتا ہوا میرے بتائے ہوئے مقام تک جا رہا تھا۔

ٹرینر کے اسسٹنٹ نے اطلاع دی، موٹر بوٹ تیار ہے۔ وہ بوٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس کا ماتحت بوٹ چلا رہا تھا۔ اور وہ میری مرضی کے مطابق ماتحت کو گائیڈ کر رہا تھا۔ میں نے جس حصے میں وہ پُرزے ڈبوئے تھے، وہاں سے میکس فیکٹر والوں کا بڑا سا نیون سائن دکھائی دیتا تھا۔ بوٹ وہاں پہنچ کر رُک گئی۔ ماتحت اُس ٹرینر کی پُشت پر گیس سلنڈر باندھنے لگا۔ ٹرینر نے سر سے گردن تک واٹر پروف ماسک پہنا۔ ہاتھ میں ٹارچ لی، پھر پانی میں اُتر گیا۔

یہ اچھا ہوا کہ وہ پُرزے پھینکنے کے لیے مجھے دریا ہی ملا۔ اگر سمندر قریب ہوتا اور پُرزے وہاں پھینکے جاتے تو انھیں ڈھونڈ نکالنا بہت مشکل ہوتا۔ دریا کی گہرائی ایک غوطہ خور کے لیے بڑے کام تھی۔ وہ تہ میں پہنچ کر آدھ گھنٹے تک بھٹکتا رہا۔ پھر ٹارچ کی روشنی میں وہ پُرزے نظر آ گئے۔ اگر دریا کی تہ دلدلی ہوتی تو ان پُرزوں کا حصول تقریباً ناممکن ہوتا۔ بہرحال وہ دریا کی سطح پر اُبھرا۔ موٹر بوٹ میں آیا۔ چہرے سے ماسک اتارنے کے بعد اپنے ماتحت سے بولا۔ "وہ جو میکس فیکٹر کا نیون سائن نظر آ رہا ہے، ٹھیک اسی سمت چلو۔"

بوٹ اسٹارٹ ہو کر اسی سمت آئی۔ میں ساحل پر کھڑا ہوا تھا۔ وہ بوٹ سامنے آ کر آیا۔ اس نے دونوں پُرزے میرے حوالے کیے۔ میں نے نوٹوں کی بھاری گڈی اس کے ہاتھ میں رکھی۔ اسے بوٹ پر واپس بھیجا۔ جب وہ بوٹ دور نکل گئی تو میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر اپنے

دی۔ لیکن اس سے پہلے وہ کاغذات کاغذات کی ہوا لگنے نہیں دی۔ "اجرو ہی پوٹ میں کیسے آگیا اور یہ لباس..."

میں باڈی گارڈ پر پھر وہ ہاتھ میں نوٹوں کی گڈی رکھ کر آگے کچھ کہنا چاہتوں گیا۔ اس لیکن اس نے کہا "سر آپ اپنی مرضی سے یہاں آئے۔ پانی میں گئے، اگلوالیا۔ مشینی لہجے کے کچھ پرزے نکالے۔ ساحل پر بکھرے ہوئے ایک گئے۔ خود ان کو پرزے دیے۔ نوٹوں کی یہ گڈی لی۔ اور اب یوں حیران میں جیسے بات ہو۔ جواب ہے۔ بیدار ہوتے ہوں۔"

میں ٹرینر کو اس کے حال پر چھوڑ کر کار کی پچھلی سیٹ پر آ گیا۔ باقی نے کار اسٹارٹ کی پھر واپسی کے راستے پر چل پڑا۔ میں نے آرام سے بیٹھ کر۔

خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا۔ دونوں بہنیں گہری نیند میں تھیں۔ اگر بیدار ہوتیں، تب بھی تہ خانے سے نہ نکل پاتیں، اور نہ ہی وہ صبح تک خیال خوانی کے قابل ہو سکتی تھیں۔

ہم کسی روک ٹوک کے بغیر اپنی پناہ گاہ میں پہنچ گئے۔ میں نے وہ پرزے مشین کے جس حصے سے نکالے تھے، وہیں گاڈیے سلام باقی نے مودینا کی ڈائری کے اہم اوراق پھاڑنے کے بعد انھیں حفاظت سے نہیں رکھا تھا۔ مشین آپریٹ کرنے کے طریقے اچھی طرح یاد کرنے کے بعد انھیں جلا دیا تھا۔ اس کے باوجود مشین سے منسلک رہنے والے کمپیوٹر کو آن کیا۔ اس کمپیوٹر کو جتنی یادداشتیں فیڈ کی گئی تھیں، سب کا مطالعہ کیا۔ تناسانہ نے اس کے اہم کاغذات ہارڈ ڈسک کے حوالے کیے تھے۔ اگرچہ ان کی ضرورت نہیں تھی، تاہم میں ہارڈ ڈسک کے پاس پہنچ گیا۔

وہ زخمی ہونے کے باعث مجھے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ البتہ آئرن ضرور محسوس کر لیتا۔ ان کا ایک ہی لب ولہجہ تھا۔ سوئچ کی لہر کسی ایک کے دماغ میں جاتی تو دوسرا بھی محتاط ہو جاتا تھا۔ لیکن میرا مقدر ساتھ دے رہا تھا۔ سپر ماسٹر کے خاص ٹارچر چیمبر میں آئرن کو ایسی اذیتیں پہنچائی گئی تھیں جن کے نتیجے میں اس کا دماغ کمزور ہو گیا تھا... دونوں بھائی مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کر سکتے تھے۔

میں تھوڑی دیر تک چپ چاپ اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ پھر اس کی سوچ میں کہا "تناسانہ نے جو کاغذات دیے ہیں، مجھے اب تک ان کا مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ابھی ذرا اطمینان ہے۔ انھیں کھول کر دیکھنا چاہیے۔"

اس نے ایک الماری کے خفیہ خانے سے وہ کاغذات نکالے، جو اس کو خود چلاتا ہوا میز کے پاس آیا۔ پھر اس پر مشین کا نقشہ پھیلانے لگا۔ اس کے بعد اس نے دوسرے کاغذات نکالے۔ ان میں مشین کو آپریٹ کرنے کے طریقے لکھے ہوئے تھے۔ ادھر غلام باقی ان طریقوں کو زبانی بول رہا تھا۔ میں اسے سن کر ہارڈ ڈسک کے ذریعے وہی باتیں ان کاغذات میں دیکھتا جا رہا تھا۔ پھر میں نے مطمئن ہو کر کہا "شاباش باقی! تمھاری یادداشت قابلِ رشک ہے۔ تمھیں ان کاغذات کا ایک ایک لفظ یاد ہے۔"

ہم نے مشین کے دونوں حصوں کو دو بستروں کے سرہانے نصب کر لیا۔ فی الحال برین واشنگ کے لیے ایک حصے کو آپریٹ کرنا تھا۔ اس مشین کے ذریعے برین واشنگ کا یہ پہلا تجربہ ہونے والا تھا۔ ہم نے پہلے تجربے کے لیے مودینا کو بستر پر لا کر ڈال دیا۔ وہ بیدار ہو چکی تھی۔ اس آپریشن سے گزرنا نہیں چاہتی تھی۔ مجبوراً اسے بستر سے باندھنا پڑا۔ اس کام سے فارغ ہو کر باقی نے اس کے سر پر آہنی کیپ پہنائی۔ پھر کمپیوٹر کے پاس آ کر مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔

اس دلچسپ داستان کے باقی واقعات
انیسویں حصّے میں ملاحظہ فرمائیے۔

سسپنس ایجنسٹ کا مقبول سلسلہ

دیوتا

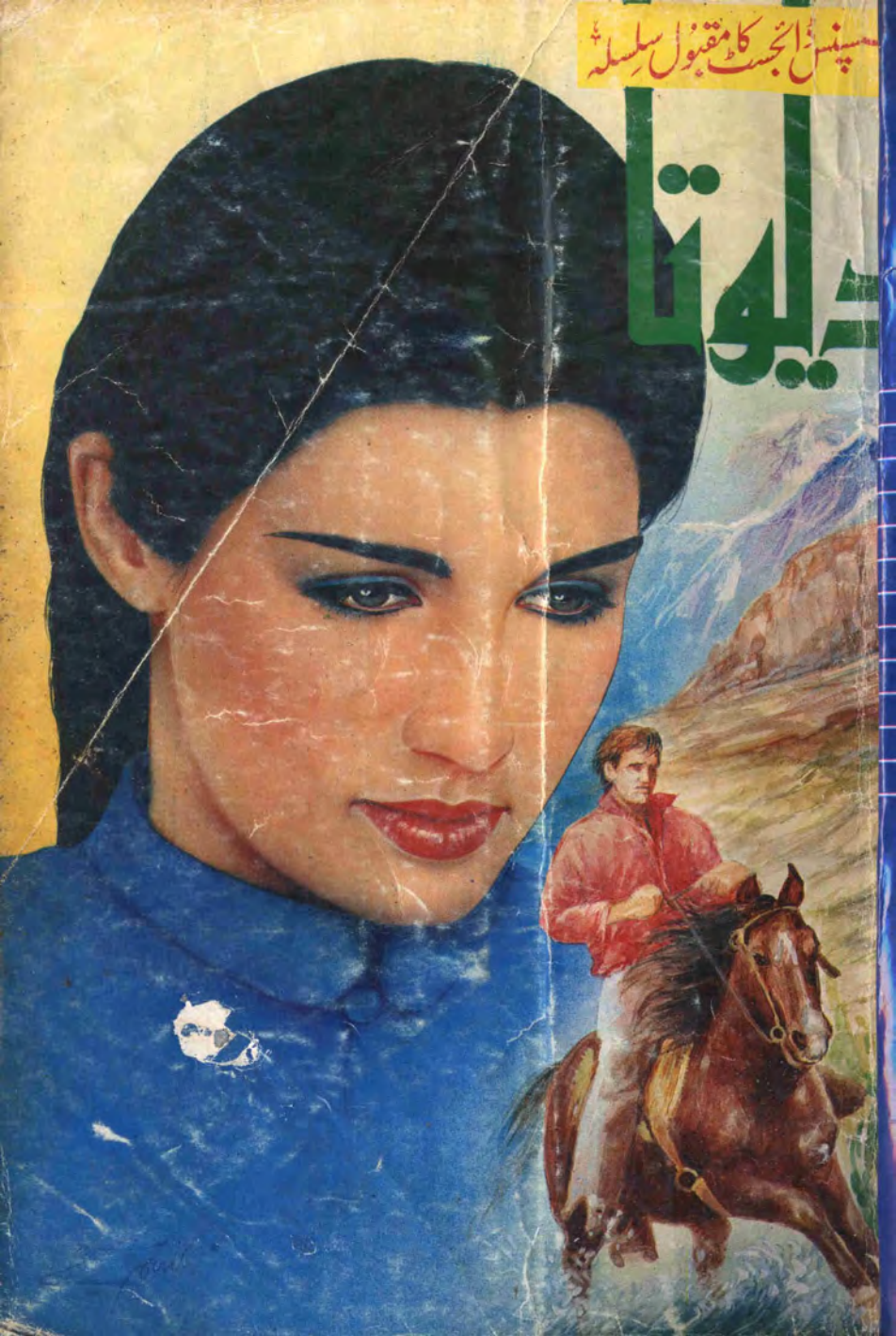

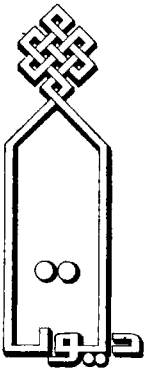

میں مانیٹر ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ وہاں تحریر کے ذریعے معلوم ہو رہا تھا کہ مورینا بے ہوش ہو گئی ہے اور درجہ بہ درجہ برین واشنگ کے مرحلوں سے گزر رہی ہے۔ باقی بہت بھٹر بھٹر کر اور سونچ سمجھ کر آپریٹ کر رہا تھا۔ جب کمپیوٹر نے بتایا کہ اس کی ذہنی سطح ایک بچے کی ذہنی سطح کے برابر ہو گئی ہے تو اس نے مشین کو آف کر دیا۔

میں نے گھڑی دیکھی۔ رات کے نو بجے تھے۔ باقی نے مورینا کے سر سے کیپ ہٹائی۔ پھر اسے اُٹھا کر تہ خانے کے دوسرے حصے میں لے جا کر لٹا دیا۔ پھر اس نے پوچھا "کیا تنانہ کو لایا جائے؟"

میں نے کہا "مورینا کو بیدار ہونے دو۔ میں اس آپریشن کا نتیجہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

باقی تہ خانے سے باہر گیا۔ ایک تھرماس میں کافی اور کچھ کھانے کی چیزیں لے آیا۔ ہم نے بھوک مٹائی۔ پھر میں نے کافی پینے کے دوران جناب شیخ صاحب کو مخاطب کر کے تمام حالات بتائے۔ پھر کہا۔ "یہ مشین دشمنوں کے ہاتھ لگے تو نقصان دہ ہے۔ ورنہ ہم اس سے بہتیرے فائدے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟"

انھوں نے جواب دیا "انسان کا ایجاد کردہ کوئی سا بھی ہتھیار اپنے پاس ہو تو اپنی حفاظت کا ضامن ہوتا ہے۔ دشمن کے ہاتھ میں ہو تو خطرہ بن جاتا ہے۔ جب سے وہ مشین ایجاد ہوئی ہے، تب سے کسی ایک کے ہاتھ میں نہیں رہی۔ یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ تمھارے ہاتھ میں بھی رہے گی۔ یہ شیطانی مکعب ہے۔ اسے ضائع کر دو۔ اگر دل نہیں مانتا ہے تو اس کے کچھ پُرزے ہمیشہ نکال کر کہیں چھپا دیا کرو۔ اسے مکمل حالت میں کبھی نہ رکھو۔"

"میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گا۔"

"تم ایک بات بھول رہے ہو۔ ہارڈی کے پاس جو کاغذات ہیں، ان کے ذریعے کوئی ماہر دوسری مشین تیار کر سکتا ہے۔"

"میں ابھی انھیں ضائع کرتا ہوں۔"

میں نے کافی کا آخری گھونٹ پیا۔ پھر ہارڈی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے ایک ماتحت سے پوچھ رہا تھا "کیا رپورٹ ہے؟"

ماتحت نے جواب دیا "میں نے ابھی طرح معلوم کیا ہے۔ مسٹر آرمن کو اسی شہر کے کسی حوالات یا جیل میں نہیں رکھا گیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں بڑی رقمیں خرچ کی ہیں۔ ایک پولیس افسر دعوئی سے کہتا ہے کہ مسٹر آرمن کو سپر ماسٹر کے ٹارچر چیمبر میں پہنچایا گیا ہے۔ اور وہ چیمبر کہاں ہے، یہ کوئی نہیں جانتا۔"

دوسرے ماتحت نے کہا "پولیس اور فوج کے جوان آپ کو بھی تلاش کر رہے ہیں۔ جناب آپ اپنی فکر کریں۔ ان کے پاس ایسے آلات ہیں جن کے ذریعے وہ تہ خانوں اور چور راستوں کا سراغ لگا لیتے ہیں۔"

ہارڈی نے پریشان ہو کر میٹر پال کو گالی دی۔ جس نے دونوں پاؤں سے معذور بنا دیا تھا۔ وہ وہیل چیئر یا کسی ماتحت کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے تمام ماتحتوں کو وہاں سے جانے کے لیے کہا۔ پھر سوئچ میں ڈوب گیا۔ وہیل چیئر کو چلاتا ہوا الماری کے پاس آیا۔ اس کے چور خانے سے مشین کے اہم کاغذات نکالتے ہوئے سوچنے لگا۔ "میں یہ کاغذات کیوں نکال رہا ہوں۔ اوہ گاڈ! میں بے اختیار ایسا کر رہا ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر ہاتھ روک رہا تھا مگر وہی کر رہا تھا جو میں چاہتا تھا پھر وہ اپنی پوری قوتِ ارادی سے کام لینے لگا۔ میں نے وہیل چیئر دوسری طرف گھمانے پر مجبور کیا۔ وہ الماری میں کاغذات واپس رکھنا چاہتا تھا۔ آخر مجھے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمانا پڑا۔ وہ گھوم کر وہیل چیئر کو چلاتا ہوا میز کے پاس آیا۔ پھر کاغذات میز پر رکھ کر ماتحت کو آواز دی۔ اس کے آنے پر حکم دیا "حویا سلائی لاؤ۔"

حکم کی تعمیل ہوئی۔ ایک منٹ کے اندر ماچس مہیا کر دی گئی۔ ہارڈی نے خود ہی کاغذات کو آگ لگا دی۔ پھر اپنے ماتحت سے کہا۔ "جانتے ہو یہ ٹرانسفارمر مشین کے اہم کاغذات ہیں۔ فرہاد میرے دماغ میں رہ کر انھیں جلا رہا ہے۔ کیا تم آگ بجھا سکتے ہو؟"

یہ سنتے ہی وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ فوراً رُک گیا۔ ہارڈی نے ایک دم سے چیخ کر کہا۔ "یہ آگ کس نے لگائی ہے.....؟ جلدی بجھاؤ۔"

وہ وہیل چیئر کو تیزی سے چلاتا ہوا آیا۔ ماتحت نے اسے ایک لات ماری۔ کرسی کا پہیہ واپس گھومتا ہوا پیچھا گیا۔ کرسی دیوار سے ٹکرائی۔ پھر واپس آئی۔ ماتحت نے پھر لات مارتے ہوئے کہا۔ "ہارڈی! میں تمھیں لات مارتا رہوں اور ناچتی کرسی ہے۔"

وہ کرسی سے گر پڑا۔ فرش پر رینگتے ہوئے کاغذات کی طرف آنے لگا۔ چیخ چیخ کر دوسرے ماتحتوں کو بلانے لگا۔ کئی لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے جس نے آواز سنائی، میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر مجھے پاس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ دوسرے نے اسے پکڑ لیا۔ میں نے تیسرے کے ذریعے ہارڈی کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ "کاغذات جل چکے ہیں۔ اپنے ماتحتوں سے لات جوتے کھانے کے بعد تمھیں سٹڈم سے مر جانا چاہیے۔"

وہ جنون کی حالت میں فرش پر ہاتھ مار رہا تھا۔ گالیاں دے رہا تھا۔ میں اس کے دانتوں تلے زبان لے آیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے تلملا گیا۔ میں نے کہا۔ "اب گالی نکلے گی تو زبان آدھی کٹ جائے گی۔"

وہ غصے سے ہانپتے ہوئے بولا۔ "اگر میں زندہ رہ گیا تو یہی بُرا وقت تم پر لاؤں گا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تمھیں پتھی سیکھنے کی حسرت اب بھی ہے؟"

"ہاں ہے اور مرتے دم تک رہے گی۔ تم یہ کاغذات جلا کر سمجھتے ہو۔ اب کوئی تھیلی پتھی جاننے والا پیدا نہیں ہوگا۔ میں دھوکا کرتا ہوں، میرے خاندان میں ابھی ایسے افراد ہیں، جو یہ علم حاصل کر لیں گے۔"

میں اس کا چیلنج سُن رہا تھا۔ اور اس کے دماغ کی تہ میں اُتر کر مزید معلومات حاصل کر رہا تھا۔ مجھے تسلیم کرنا پڑا۔ اس کا دعویٰ درست ہو سکتا ہے۔

دراصل ہم اتنے الجھاوے میں میجر برائٹ کو بھول گئے تھے۔ آئرن نے اُسے ٹریپ کیا تھا۔ اُسے اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کرنے کے بعد اس سے مشین کا مکمل نقشہ بنوایا تھا۔ اسے آپریٹ کرنے کے تمام طریقے اور مختلف تفصیلات لکھوالی تھیں۔ میجر برائٹ اپنے ہوش و حواس میں ایسا کرنے سے انکار کرتا تھا۔ لیکن خود فراموشی کے عالم میں وہی کام کرتا جاتا تھا۔

اگر میجر برائٹ مارا نہ جاتا تو اب تک ان کے لیے مشین تیار کر چکا ہوتا۔ ہارڈی کے دماغ نے بتایا، مشین کا وہ تمام نقشہ اور تمام تفصیلات اس کی ایک بہن سلارا اور ایک بھائی جارج فری مین کے پاس ہیں۔ ان چار بہن بھائیوں نے ایک بہت ہی ذہین اور تجربے کار مکینک کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اور یہ طے کیا تھا کہ جب تک مشین تیار نہیں ہو گی، سلارا اور جارج فری مین اس مکینک کے ساتھ روپوش رہ کر اپنی کوششوں میں مصروف رہیں گے۔ اور اپنے بھائیوں آئرن اور ہارڈی سے بھی کوئی رابطہ نہیں رکھیں گے۔

اس کا مطلب تھا میں، آئرن اور ہارڈی کے ذریعے سلارا اور جارج فری مین تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اور اس کا یہ مطلب بھی تھا کہ ٹرانسفارمر مشین شیطان کی آنت بن رہی ہے۔ ہم جتنا اسے کاٹ رہے ہیں، یہ لمبی ہوتی جا رہی ہے۔ اب تک ہماری یہ کامیابی رہی کہ ہم نے موجودہ مشین کے ذریعے نئے خیال خوانی کرنے والوں کو پیدا نہیں ہونے دیا۔ مورینا اور تنانہ نے اس سے استفادہ حاصل کیا تھا۔ آج میں نے ان کے دماغ سے یہ علم دھو ڈالا۔

ہارڈی نے مجھے چیلنج کر کے خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی۔ میں نے جنابِ شیخ صاحب کو یہ باتیں بتائیں۔ انھوں نے کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، یہ شیطانی چکر ہے۔ جب ہماری دُنیا میں ایک بُرائی پیدا ہوتی ہے تو پھر وہ کبھی نہیں مرتی۔ اس کے برعکس بڑھتی اور پھیلتی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نئی ایک جگہ ٹھہر گئی ہے۔ اسے رولوں دوال رکھنے والے گنتی کے لوگ رہ گئے ہیں۔ میری دُعا ہے وہ دوسری مشین تیار نہ ہو۔ تم محتاط رہو۔ اپنی مشین کو کبھی مکمل نہ رہنے دو۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ مورینا کے رونے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ تنانہ نے باقی کے ساتھ تہ خانے کے دوسرے حصے میں جا کر دیکھا۔ وہ ننھی بچی کی طرح ہاتھ پاؤں پھینک کر رو رہی تھی۔ باقی نے پوچھا۔ "کیوں رو رہی ہو؟"

وہ جواب نہیں دے رہی تھی۔ رونے کے دوران اس کا دائیں ہاتھ کا انگوٹھا منہ میں آیا اور وہ یک لخت چُپ ہو گئی۔ انگوٹھا چوسنے لگی۔ میں نے سر جھکاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "اسے بھوک لگی ہے۔ دودھ اور فیڈر کا بندوبست کرو۔"

ایک بچۂ اظہار کے لیے دُنیا کی کوئی زبان نہیں جانتا۔ اپنے آس پاس کی چیزوں کو اور لوگوں کو رفتہ رفتہ پہچانتا ہے۔ مورینا بھی دن، مہینے اور سال گزرتے رہنے کے دوران دوبارہ شعوری عمر کو پہنچنے والی تھی۔ اگر ہم اسے یونہی چھوڑ دیتے تو وہ بڑھاپے میں جوانی کا شعور حاصل کرتی۔ جذبے جوان ہوتے اور جسم بوڑھا ہو چکا ہوتا لیکن ہم نے پہلے ہی طے کر لیا تھا۔ دونوں کی برین واشنگ کے بعد ان کو ذہنی طور پر نارمل بنائیں گے۔

غلام باقی باہر گیا۔ آدھے گھنٹے بعد دودھ بنا کر ایک فیڈر میں لے آیا۔ اسے مورینا کے منہ میں دے کر بولا۔ "میں نے دو فیڈر خریدے ہیں۔ تنانہ کو بھی ضرورت پڑے گی۔"

وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ ہم نے تنانہ کی بھی برین واشنگ کی۔ اسے مقررہ وقت تک سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس نے بھی بیدار ہونے کے بعد ننھی بچی جیسی حرکتیں شروع کر دیں۔ اس رات ہمیں نئے تجربات سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ دو جوان بچیاں جاگیں سونے نہیں دے رہی تھیں۔ بھوک مٹانے کا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ وہ فیڈر سے دودھ پی لیتی تھیں۔ اپنی جسامت کے لحاظ سے بار بار پیتی تھیں۔ لیکن اس کے بعد کا مسئلہ پریشان کن ہو گیا۔ ہم پہلے سوئچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان بچیوں کے بہلانے کے لیے پھلیا اور نیپی وغیرہ کی ضرورت ہو گی۔ ہم نے ناک پر رومال رکھ لیے۔ تہ خانے سے باہر آ کر باقی نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔ "میرے آقا! ہمیں یہ دن بھی دیکھنا تھے۔ ان کی صفائی کیسے ہو گی؟"

"میں خود پریشان ہوں۔ ان کی برین واشنگ کرتے وقت خیال تک نہ آیا کہ ان حالات سے گزرنا ہو گا۔"

باقی نے پوچھا۔ "کیا انھیں جلد از جلد نارمل حالت میں نہیں لایا جا سکتا؟"

"اتنی جلدی ٹرانسفارمر مشین سے دوبارہ گزارنا ان کے لیے خطرناک ہو گا۔ کم از کم بارہ گھنٹے کا وقفہ ہونا چاہیے۔"

"بارہ گھنٹے بعد ہی سہی، مگر تہ خانے میں جائیں گے کیسے؟"

"تم گاڑی لے کر جاؤ اور کسی گٹر صاف کرنے والے کو پکڑ لاؤ۔"

وہ بے چارہ گیا۔ بڑی دیر تک بھٹکنے کے بعد ایک شرابی ہاتھ آیا۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ تاکہ وہ ہماری پناہ گاہ اور تہ خانے کو یاد نہ رکھ سکے۔ کیونکہ وہ صفائی کے سلسلے میں کئی بار تہ خانے کے اندر اور باہر جاتا رہا۔ میری خیال خوانی نے کبھی وہ کام نہیں کیا تھا جو اس رات شرابی کے دماغ میں رہ کر کرنا پڑا۔ بہر حال کام ہونے کے بعد میں نے شرابی کو اسی تہ خانے میں سُلا دیا۔ کسی وقت بھی اس کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔

ہم نے تہ خانے میں پرفیوم اسپرے کیا۔ وہیں چار گھنٹے تک نفیس پوری کی۔ میرا دماغ نیند کی حالت میں بدستور محتاط رہا۔ اگر کسی طرف سے بھی خطرہ پیش آتا تو آنکھ کھل جاتی۔ دونوں بچیوں نے اتنی مہربانی کی کہ ہمیں چار گھنٹے تک آرام سے سونے دیا۔

میں نے اس شرابی کے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ جب تک میں دماغ میں نہ آؤں، وہ سوتا ہی رہے گا۔ میں نے صبح چھ بجے بیدار ہو کر باقی سے کہا۔ "باہر جاؤ اور کسی راہبہ کو پکڑ لاؤ۔"

"راہبہ؟ کیا آپ ان بہنوں کو راہبہ بنائیں گے۔"

"ہاں، صبح کا وقت ہے۔ کسی بھی گرجا گھر میں جا کر کسی ایک راہبہ سے بات کرو۔ پھر اپنی گاڑی میں جا کر بیٹھ جاؤ۔ وہ خود تمھارے پاس آ جائے گی۔"

وہ میرے حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ پچھلی رات سے ہم یہ آسانی اپنا ہر کام کرتے جا رہے تھے۔ ایک راہبہ کو ٹریپ کر کے لانا بھی کچھ مشکل نہ تھا۔ ہم نے اس کی ذہنی توانائی اور اس کے پاکیزہ خیالات مورینا کے ذہن میں منتقل کر دیے۔ اسے مقررہ وقت تک سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ راہبہ کے بیدار ہونے پر اسے خیال خوانی کے ذریعے گرجا گھر پہنچا دیا۔ لیکن اس وقت تک گرجا کے منتظم نے اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرا دی تھی۔ واپسی پر اسے وہاں کے راہبوں، راہباؤں اور پولیس والوں نے گھیر لیا۔ فادر نے پوچھا۔ "تم کہاں تھیں؟"

وہ بے چاری پریشان ہو کر آس پاس یوں دیکھ رہی تھی، جیسے خواب دیکھ رہی ہو۔ پولیس افسر نے پوچھا۔ "کیا تم سے کسی نے زیادتی کی ہے؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں سو رہی تھی یا جاگ رہی تھی۔ ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے سحر زدہ کر دیا ہو۔"

افسر نے چونک کر پوچھا۔ "کیا تمھارا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا؟"

"میں کیسے بتاؤں، میں کس عالم میں تھی۔"

"اچھی طرح سوچ سوچ کر بتاؤ۔"

پچھلے دن سے پولیس اور فوج کے جوان ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں سرگرمیاں دکھا رہے تھے۔ آئرن کو گرفتار کرنے کے بعد ہارڈی اور مورینا کو تلاش کر رہے تھے۔ ایسے وقت راہبہ نے سوچ سوچ کر کہا۔ "مجھے یاد آتا ہے، میں نے صبح ایک نیگرو کی کسی بات کا جواب دیا تھا۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔ ایک خواب کا سا عالم تھا۔ جیسے میں کسی کار میں جا رہی ہوں۔ کسی ویران سے مکان میں ہوں۔ مجھے کسی مشین سے منسلک کر دیا گیا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں آ رہا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوتا رہا؟"

راہبہ کا اتنا ہی بیان کافی تھا۔ یہ بیان سُپرنٹنڈنٹ تک پہنچ گیا۔ میں نے کہا۔ "باقی اب تنانہ کے لیے کسی دوسری عورت کو حاصل کرنا مشکل ہو گا۔ ہمیں اب باہر نہیں جانا چاہیے۔"

"پھر تنانہ کا کیا ہو گا؟"

"اس کے دماغ میں تمھاری دماغی صلاحیتیں منتقل ہو سکتی ہیں۔ میں مشین آپریٹ کروں گا۔"

ہماری پناہ گاہ سے باہر پورے شہر میں پھر ایک بار ہلچل مچ گئی تھی۔ سُپرنٹنڈنٹ کے حکم کے مطابق شہر کے تمام نیگرو کو پکڑ کر اس راہبہ کے سامنے لایا جا رہا تھا۔ جو لائے جا رہے تھے ان میں سے کوئی نہیں تھا۔ آخر کسی پرانے رسالے سے مورینا اور غلام باقی کی تصویر مل گئی۔ راہبہ کو وہ تصویر دکھائی گئی۔ وہ غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "ایسا ہی نیگرو تھا۔ مگر کچھ فرق تھا۔ آنکھیں بالکل ویسی ہی ہیں۔ ناک اور جبڑے ذرا مختلف ہیں۔"

ایشیائی جنس کے ایک افسر نے کہا۔ "پھر تو وہ غلام باقی ہی ہے۔ پلاسٹک میڈیک اپ کے ذریعے تھوڑی سی تبدیلی کی جا سکتی ہے۔"

بہرام گنگولی نے کہا۔ "مشین کے سلسلے میں فریاد پر بھی شُبہ کیا جا سکتا ہے۔ میں آئرن کے دماغ کو کھنگال چکا ہوں۔ مشین دونوں بھائیوں کے پاس نہیں ہے۔ غلام باقی بلاشُبہ فریاد کا آدمی ہے۔ یہ لوگ مشین کے ساتھ اسی شہر میں کہیں چھپے ہوئے ہیں۔"

میں پچھلی رات سے تہ خانے میں مصروف تھا۔ ادھر آئرن کو اتنی اذیتیں پہنچائی گئی تھیں کہ اس کا دماغ کمزور ہو کر بہرام گنگولی کے اختیار میں آ گیا تھا۔ بہرام نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے معمول بنا کر پوچھا۔ "ٹرانسفارمر مشین کے بارے جو کچھ جانتے ہو، بیان کرو۔"

آئرن نے کہا۔ "وہ مشین جنرل ڈی کوڈ کے پاس تھی۔ تنانہ اور فریاد نے اسے چُرا کر دوسری جگہ چھُپا دیا۔ تنانہ اپنی بہن کو ہمارے سحر سے نکالنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے مشین ضروری تھی۔ جب کہ فریاد اس مشین کو تباہ کر دینا چاہتا تھا۔"

بہرام نے پوچھا۔ "تمھیں یہ ساری باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

اس نے جواب دیا۔ "میرے ہم زاد ہارڈی کو قسمت سے موقع مل گیا۔ تنانہ ایک ہوٹل میں اس سے ملی اور اس نے آنکھوں سے سحر زدہ ہو کر یہ ساری باتیں بتائیں، جو میں بیان کر رہا ہوں۔"

بہرام نے سوال کیا۔ "جب تمھیں معلوم ہوا کہ مشین تنانہ کے پاس ہے تو اسے حاصل کرنے کے لیے تم نے کیا کیا؟"

"کچھ نہیں کرنا تھا۔ ہم سے پہلے ہی وہ مشین اس کا باڈی گارڈ پیٹر پال لے گیا تھا۔ پھر ہمیں اس سلسلے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔"

"کیا وہ مشین تمھارے ہم زاد ہارڈی کے پاس ہو سکتی ہے؟"

"میں یقین سے کہتا ہوں، اس کے پاس نہیں ہے۔"

"ہارڈی کا پتا بتاؤ؟"

آئرن نے ایک معمول کی حیثیت سے اپنے ہم زاد کا پتا بتا دیا۔ بہرام نے کہا۔ "لیڈی کرینا کے بیان کے مطابق تم نے ایک بار میجر برائٹ کو ٹریپ کیا تھا۔ اور اس سے اہم معلومات حاصل کی تھیں۔ اس بارے میں وضاحت سے بیان کرو۔"

آئرن نے وضاحت سے بتایا، کس طرح میجر برائٹ سے مشین کا نقشہ اور تفصیلات معلوم کی گئی ہیں۔ اور ان کی روشنی میں کہیں بڑی رازداری سے دوسری مشین تیار کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ یہ ایک دھماکا خیز اطلاع تھی۔ بہرام نے کُرید کُرید کر آئرن سے سوالات کیے۔ اس کی بہن سلارا اور جارج فری مین کا حُلیہ، پتا ٹھکانا، زمین جائداد، شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ کے متعلق پوچھتا رہا۔ آئرن کا ایک ہی جواب تھا۔ "میری بہن سلارا اور بھائی جارج فری مین نے اپنا یہ نام اور پچھلے تمام حوالے ختم کر دیے ہیں۔ پچھلے دو ماہ سے ہمارا ان سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ وہ مشین کے سلسلے میں کامیاب ہونے کے بعد ہی منظرِ عام پر آئیں گے۔"

چونکہ ٹرانس میں آنے والا معمول کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اپنے عامل سے کوئی بات نہیں چُھپاتا، اس لیے آئرن کی باتوں پر بھروسا کرنا پڑا۔

صُبح ہونے سے پہلے ہارڈی کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے بیان دیا۔ "میں تقریباً مشین تک پہنچ چکا تھا۔ پیٹر پال نے گولیاں چلا کر مجھے دونوں پاؤں سے معذور کر دیا۔ تنانہ نے جو ابھی کاغذات دیے تھے، انھیں فریاد نے خیال خوانی کے ذریعے آ کر جلا ڈالا۔"

ان تمام بیانات کی روشنی میں یہ ثابت ہو گیا کہ مشین اور دونوں بہنیں فریاد کے قبضے میں ہیں۔ سُپر ماسٹر نے بہرام کو اپنے پاس بلا کر کہا۔ "گنگولی! تم پیچھے جا رہے ہو۔ تم نے مشین سے تعلق رکھنے والے پیٹر پال، آئرن اور ہارڈی سب کو گرفتار کیا۔ بس آخری کوشش کر ڈالو۔ فریاد اس شہر سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ میں نے شہر کے چاروں طرف مسلح فوجیوں کی آہنی دیوار کھڑی کر دی ہے۔ وہ فضائی اور دریائی راستوں سے بھی نہیں جا سکے گا۔ میں اس کم بخت کے لیے چپے چپے پر بارود بچھا رہا ہوں۔ میں تمھیں خصوصی اختیارات کے یہ کاغذات دے رہا ہوں۔ ان کے ذریعے تم کسی بھی گھر میں گھس کر تہ خانے اور چور راستوں کا سراغ لگا سکتے ہو۔"

میں نے کہا۔ "باقی ہمارے اطرف گھیرا تنگ ہو رہا ہے۔ ہم تہ خانے میں بھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ مشین کو چاروں سوٹ کیس میں پیک کر دو۔"

تنانہ ٹرانسفارمر مشین کے آپریشن سے گزر چکی تھی۔ ابھی سو رہی تھی۔ مورینا کچھ دیر میں بیدار ہونے والی تھی۔ اس شرابی کو میں نے اب تک سُلا رکھا تھا۔ ہم مشین پیک کرنے کے بعد چاروں سوٹ کیس گیراج میں لے آئے۔ فرناٹو نے مجھے جو مخصوص کار دی تھی، اس کی ڈکی میں چاروں سوٹ کیس رکھ دیے۔ میں نے وہی دو پُرزے پھر نکال لیے تھے۔ انھیں لے کر باغیچے کے ایک گوشے میں آیا۔ وہاں تھوڑی سی گھڈائی کی۔ پھر پلاسٹک کی تھیلی میں لپٹے ہوئے پُرزوں کو وہاں چُھپا کر مٹی برابر کر دی۔

غلام باقی گیراج میں انتظار کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا ہم یہاں سے جا رہے ہیں؟"

"میں اس کار میں جا رہا ہوں۔"

"راستوں کی سخت چیکنگ ہو رہی ہے۔ فوجی جوان کار کی ڈکی کھول کر دیکھ سکتے ہیں۔"

"میں بچ نکلنے کی کوشش کروں گا۔ تم اندر جاؤ۔ مورینا بیدار ہو گئی۔ اس میں یقیناً ایک راہبہ کی سادگی اور سچائی پیدا ہو چکی ہو گی۔ فی الحال تم اس سے نفرت نہ کرنا۔ اس کے ساتھ یہاں سے نکل کر قریبی پولیس اسٹیشن چلے جاؤ۔ خود کو قانون کے حوالے کر دو۔ اس کے بعد میں تمھیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

تنانہ اور اُس شرابی کا کیا ہو گا؟"

"تمھارے جانے کے بعد وہ بھی یہاں سے نکل جائیں گے۔"

میں نے کار گیراج سے نکالی، پھر وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔ باقی میری ہدایت کے مطابق تہ خانے میں آیا۔ مورینا بستر پر بیٹھی پریشانی سے سوچ رہی تھی۔ "میں کہاں ہوں، یہ کون سی جگہ ہے؟"

وہ بستر سے اُٹھ کر تہ خانے کے دوسرے حصّے میں آئی۔ اپنی بہن تنانہ کو دیکھ کر یاد آیا کہ دونوں بہنیں فریاد کے ساتھ کسی پناہ گاہ میں آئی تھیں۔ پھر اسے جبراً ٹرانسفارمر مشین کے عمل سے گزارا گیا تھا۔ اس نے سوچا۔ "کیا فریاد اور غلام باقی نے میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم کر دی ہیں۔"

وہ خیال خوانی کی کوشش کرنے لگی۔ اتنے میں غلام باقی کی آواز سنائی دی۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

اس نے پلٹ کر دیکھا، پھر پوچھا۔ "تم نے ہم بہنوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟"

"تمھیں آئرن اور ہارڈی کے سحر سے نکالا ہے۔ ٹیلی پیتھی تم دونوں کے لیے عذابِ جان بن گئی تھی۔ ہم نے اس عذاب سے بھی تمھیں نجات دلا دی۔"

مورینا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔"

باقی نے کہا۔ "تم تو بہت مغرور اور تنک مزاج ہو۔ کیا ہماری اس حرکت پر غصّہ نہیں آ رہا ہے؟"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی باقی کے سامنے آئی، پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "میرے بچّے! ہم سب فانی ہیں۔ غصّہ اور غرور انسان کو وقت سے پہلے مار ڈالتا ہے۔"

پھر اس نے سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا۔ "مسیح اعظم! ہمیں صبر کی توفیق دے۔ جو چیز ہم سے چھن جائے، اس پر افسوس نہیں کرنا چاہیے۔"

ٹرانسفارمر مشین نے کرشمہ دکھایا تھا۔ وہ راہبہ کے انداز میں سوچ رہی تھی۔ اور بول رہی تھی۔ میں نے شرابی کو جگایا۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ مورینا اور باقی کو دیکھ کر بولا۔ "میں کہاں ہوں؟"

باقی نے کہا۔ "تم نے رات کو زیادہ پی لی تھی۔ بھٹک کر یہاں آ گئے تھے۔ اب یہاں سے جاؤ۔ پولیس آنے والی ہے۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا تہ خانے سے باہر چلا گیا۔ میں نے کہا۔ "باقی! پولیس اسٹیشن جانا ضروری نہیں ہے۔ وہیں سے فون پر رابطہ قائم کرو۔ فوجی جوان دوڑے چلے آئیں گے۔ مگر تھوڑا انتظار کر لو۔ تنانہ کو بیدار ہونے دو۔"

باقی نے وقت گزارنے کے لیے مورینا سے پوچھا۔ "کیا تمھیں پچھلی تمام باتیں یاد ہیں؟"

"بے شک، بھلا یاد کیوں نہیں رہیں گی؟"

"کیا تمھیں یاد ہے، تم ننھی سی بچی بن گئی تھیں؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میری طرح ہر عورت پہلے بچی ہوتی ہے۔"

"لیکن تم پچھلی رات بچی بن گئی تھیں۔ ہم نے تم دونوں بہنوں کا بچپن واش کیا تھا۔"

"کیا ہو گا۔ بے ہوشی میں عمر کا کتنا حصّہ گزر جاتا ہے، یہ معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح مجھے برین واشنگ کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے۔"

"تم ابھی کیا محسوس کر رہی ہو؟"

"مُنہ تحوڑ کو بہت ہلکی پھلکی محسوس کر رہی ہوں۔ یوں لگتا ہے جیسے مُنہ نے نیا جنم لیا ہے۔"

"آئرن کی آنکھیں یاد آتی ہیں؟"

"آئرن؟" وہ سوچنے لگی۔ اس کا تصوّر کرنے لگی۔ پھر بولی۔ "ہاں، بڑی خطرناک آنکھیں ہیں۔ میں کبھی اس کے سامنے نہیں جاؤں گی۔"

"تمھیں جانا چاہیے۔ تم تو اس سے عشق کرتی ہو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "انسان خطا کا پُتلا ہے۔ خداوند یسوع ہم سب کو معاف کرے۔ میں گناہ گار ہوں۔ اب میں ساری زندگی راہبہ بن کر عرقِ ندامت میں گزاروں گی۔"

باقی نے کہا۔ "کتنے نیک خیالات ہیں۔ خدا ہر بیوی کو تمھیں کو ایسے نیک اور پارسا خیالات عطا کرے۔ آمین۔"

ایک گھنٹے بعد تنانہ بیدار ہو گئی۔ مورینا اور باقی اسے خاموشی سے تکنے

یادگار نفسیاتی و علمی کتابیں

ان کتابوں کا مطالعہ آپ کی شخصیت کے نکھار نے، آپ کو صحت مند رکھنے اور کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے مددگار ثابت ہو گا۔

ٹیلی پیتھی، مقبول عام	۱۲/-	دست شناسی کے نئے رُخ	۱۲/-
ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات	۱۵/-	تحریر اور شخصیت	۱۰/-
ہپناٹزم	۱۲/-	مسائل اور حل	۱۵/-
ہپناٹزم کے عملی طریقے	۱۵/-	باغبیری	۶/-
ہپناٹزم کی جدید تحقیقات	۱۵/-	چھ حیرت انگیز علوم	۱۰/-
ذاتی ہپناٹزم	۱۰/-	احساس کمتری	۱۰/-
خوابوں کے اسرار	۱۰/-	سگریٹ نوشی چھوڑیے	۱۰/-
عورتوں کی نفسیات	۲۰/-	کامیابی	۱۰/-
مقناطیسیت	۱۲/-	کراٹے	۲۵/-
ازدواجی نفسیات	۲۵/-	مٹاپا اور اس کا سدباب	۱۰/-
خوف و شرم اور اس کا سدباب	۲۵/-	امتحان میں کامیابی	۱۰/-
ظرافت کمزوری اور اس کا سدباب	۱۰/-		

اندرونِ ملک ڈاک خرچ ایک یا دو کتابوں کا ۵/- روپے۔
۳ یا ۴ کتابوں کا ۶/- روپے ہو گا۔ رقم صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجیں

بیرونِ مُلک اخراجات

بیرونِ ملک ڈاک خرچ، مشرقِ وسطیٰ ۲۰/- روپے فی کتاب، یورپ، مشرقِ بعید ۳۰/- روپے فی کتاب، آسٹریلیا و امریکا ۴۰/- روپے فی کتاب
رقم پیشگی بذریعہ ڈرافٹ ارسال فرمائیں۔ کسی قسم کی نقد رقم لفافے میں نہ رکھیں۔ ڈرافٹ اس نام پر بنوائیں۔

MAKTABA NAFSIAT A/C 688 H. B. L
MANSFIELD STR. BR. KARACHI

لگے۔ وہ ٹرانسفارمر مشین کا ردِعمل دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ تھوڑی دیر تک بستر پر پڑی رہی، کچھ سوچتی رہی۔ پھر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ مورینا اور باقی اس کے سامنے آگئے۔ مورینا نے پوچھا۔ "ہیلو تنانہ! ٹھیک ہو نا؟"

وہ زرد نقاہت سے مسکرا کر بولی۔ "ٹھیک ہوں۔ ذرا کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔"

غلام باقی نے کہا۔ "تہ خانے سے باہر چلو۔ تازہ پھل کھاؤ گی اور دودھ پیو گی تو توانائی بحال ہو جائے گی۔"

اس نے بستر سے اُتر کر ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ "میرے آقا کہاں ہیں؟"

"آقا؟" باقی نے تعجب سے پوچھا۔ "کون آقا؟"

تنانہ نے کہا۔ "وہی جو تمھارے ہیں، وہ میرے بھی آقا ہیں۔ میں ان کی باندی ہوں۔ اپنی کھال کے جوتے بنا کر انھیں پہنا سکتی ہوں۔"

"یا حیرت!" باقی نے پوچھا۔ "تم میرے آقا فرہاد صاحب کو پوچھ رہی ہو؟"

"اور کون ہو سکتا ہے میرا آقا؟ بتاؤ نا کہاں ہیں وہ؟"

باقی نے کہا۔ "کوئی آقا اپنے غلام اور باندی کو بتا کر نہیں جاتا۔ وہ بھی مجھے بتا کر نہیں گئے۔ اتنا ضرور کہا ہے کہ ہم خود کو قانون کے محافظوں کے حوالے کر دیں۔"

تنانہ نے کہا۔ "جب میرے آقا کا حکم ہے تو ہم بھی تعمیل کریں گے۔"

مورینا نے کہا۔ "مگر میں حوالات میں نہیں، چڑیا گھر میں جانا چاہتی ہوں۔"

باقی نے کہا۔ "جنت میں گھر بنانے کی اتنی جلدی بھی نہ کرو۔ ہماری دنیا کے لوگ تمھیں چڑیا گھر تک پہنچنے دیں تو ضرور چلی جانا۔"

اس نے تنانہ کے آگے پھل اور دودھ وغیرہ رکھ کر ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا۔ "میں آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم کون ہو؟"

"میرا نام غلام باقی ہے۔ مورینا اور تنانہ میرے پاس ہیں۔"

"پلیز ہولڈ آن۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی بہرام گنگولی کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "کون ہو تم؟"

باقی نے جواب دیا۔ "تمھارا باپ۔ یونان سنس، جب میں نے ایک بار اپنا نام بتا دیا ہے تو بار بار کیوں پوچھتے ہو؟"

وہ غصّے سے تلملا کر بولا۔ "میں تمھارا سر توڑ دوں گا۔ اپنا پتا بتاؤ۔"

"ایسا کون احمق ہے جو سر تڑوانے کے لیے پتا بتائے گا۔"

"میں کہتا ہوں، میرا وقت ضائع نہ کرو۔"

"وقت تم ضائع کر رہے ہو تاکہ میں جس نمبر سے بات کر رہا ہوں، وہ ڈیٹیکٹ ہو جائے۔ پھر یہ معلوم کرنا آسان ہو جائے گا کہ یہ فون کس بنگلے میں ہے۔ لیکن نہیں، تم بہت غصّے میں ہو، یہاں پہنچتے ہی مجھ سے بدتمیزی کرو گے۔ لہٰذا میں مورینا اور تنانہ کو لے کر جا رہا ہوں۔"

بہرام گنگولی نے جلدی سے چیخ کر کہا۔ "خبردار! کہیں نہ جانا۔ میرا مطلب خبردار نہیں ہے۔ میں التجا کر رہا ہوں۔ اپنا پتا بتاؤ اور انتظار کرو۔"

"کیا واقعی التجا کر رہے ہو؟ کیا ہاتھ بھی جوڑ رہے ہو؟"

"ہاں، میں ہاتھ جوڑ کر التجا کر رہا ہوں۔"

غلام باقی نے اسے پتا بتا دیا۔ صرف پندرہ منٹ میں بہرام اچھی خاصی فوج کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیرنے کے بعد ایک افسر نے بلند آواز سے کہا۔ "مسٹر باقی! تم تینوں ہاتھ اُٹھا کر باہر آجاؤ۔ اگر یہاں اور کوئی چھپا ہوا ہے تو اسے بھی یہی حکم دیا جاتا ہے۔"

غلام باقی نے تنہا باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "جب میں نے خود ہی یہاں آنے کی دعوت دی ہے تو تم لوگ اس قدر تکلفات سے کام کیوں لے رہے ہو؟"

دوسرے افسر نے پوچھا۔ "مورینا اور تنانہ کہاں ہیں؟"

"میں تنہا یہ دیکھنے آیا ہوں کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ اگر بُرا ہوا تو جواباً بہت بُرا ہوگا۔"

"تُو غلام کے بچّے! ہمیں دھمکی دے رہا ہے۔"

بہرام گنگولی گالیاں دیتے ہوئے باقی کی جانب بڑھنا چاہتا تھا، پیچھے کھڑے ہوئے افسر نے ریوالور نکال کر اس کی ٹانگ میں گولی ماری۔ بہرام لڑکھڑا کر گرا۔ گولی گھٹنے کو توڑتی ہوئی نکل گئی تھی۔ وہ بڑا جیالا تھا۔ تڑپ کر اٹھا۔ گولی مارنے والے افسر کو گالی دینا چاہتا تھا، اس نے دوسری ٹانگ میں گولی ماری۔ اس وقت تک دوسرے افسر کے حکم پر فوجی جوانوں نے فائرنگ کرنے والے افسر کو دونوں طرف سے جکڑ لیا تھا۔

دوسرے افسر نے ریوالور نکال کر کہا۔ "ایک کو پکڑو گے تو دوسرا افسر گولی مارے گا۔ جب تک بہرام کے منہ سے گالیاں نکلتی رہیں گی، فرہاد اس کے جسم میں ایک ایک گولی اتارتا جائے گا۔"

میرا نام سنتے ہی سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ میں نے دوسرے افسر کی دہاڑ سنی۔ "اس گرم دماغ والے آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی کو لے جاؤ۔ کسی ٹھنڈے دماغ والے افسر کو بلاؤ۔"

بہرام گنگولی اب اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسری ٹانگ میں پیوست ہونے والی گولی انگارے کی طرح دہک رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ غیر معمولی قوتِ برداشت کا مالک تھا۔ ایک زخمی درندے کی طرح زمین پر لوٹ رہا تھا۔ کئی جوانوں نے اسے قابو میں کیا۔ اسے سپرمارسٹر کا حکم سنایا گیا۔ کہ فی الحال اسے زیرِ علاج رہنے کے لیے چھٹی دی جا رہی ہے۔ لہٰذا ان معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔ وہ سپرمارسٹر کا حکم سُن کر مجبور ہو گیا۔ وہاں سے ایک ایمبولینس میں چلا گیا۔

دوسرے افسر نے کہا۔ "مسٹر باقی! ہم دوستانہ ماحول میں باتیں کریں گے۔"

غلام باقی چند افسران کے ساتھ اس بنگلے کے ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں مورینا اور تنانہ موجود تھیں۔ ان کا تعارف افسروں سے کرایا گیا۔ باقی نے کہا۔ "آپ اپنے جوانوں کو حکم دے سکتے ہیں کہ وہ پورے بنگلے کی تلاشی لیں اور تہ خانے میں بھی جا کر مطمئن ہو جائیں۔"

فوجی جوان اپنے افسر کے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ ایک اور افسر نے پوچھا۔ "مس مورینا! آپ اور مس تنانہ خیال خوانی کرتی ہیں؟"

مورینا نے جواب دیا۔ "پچھلی رات تک کر سکتی تھیں۔ فرہاد نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ہمارے دماغ کو تیلی پیتھی سے خالی کر دیا ہے۔"

"وہ ٹرانسفارمر مشین کہاں ہے؟"

"فرہاد صاحب لے گئے ہیں۔"

"وہ یہاں سے کب گئے؟"

"تقریباً دو گھنٹے ہو چکے ہیں۔"

"سنا ہے، مشین کافی بڑی ہے۔ وہ اسے کیسے لے گئے ہیں؟"

"مشین کے چار حصّے کیے گئے ہیں۔ انھیں چار سوٹ کیسوں میں رکھ کر کار کی ڈکی میں لے گئے ہیں۔"

"مسٹر باقی، تم مسٹر فرہاد کے وفادار ہو؟"

تنانہ نے کہا۔ "میں بھی وفادار ہوں۔"

مورینا نے کہا۔ "میں صرف فرہاد کی نہیں، ساری انسانیت کی خدمت کرنا چاہتی ہوں، اس لیے راہبہ بننا چاہتی ہوں۔"

افسر نے مورینا کو نظر انداز کر کے تنانہ اور باقی سے پوچھا۔ "تم دونوں سے وفاداری کا دعویٰ کرتا ہے۔ پھر فرہاد صاحب کے متعلق جو رپورٹ دے رہے ہو، اسے ہم سچ کیسے مان لیں۔"

"آپ کو ماننا ہوگا، کیونکہ دو گھنٹے پہلے مشین یہاں تھی، اب نہیں ہے۔ اور فرہاد صاحب بھی نہیں ہیں۔ باقی ہم تین موجود ہیں۔ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ فرہاد صاحب مشین لے گئے ہیں اور اسے لے جانے کے لیے کار استعمال کی ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "ابھی مسٹر فرہاد نے بہرام صاحب کو گالیاں دینے کی سزا دی ہے۔ کیا وہ یقین دلا سکتے ہیں کہ مشین ان کے پاس ہے۔"

میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ مجھے مشین کے متعلق یقین دلانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں تم لوگوں کے درمیان مسلسل نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اپنی جگہ مصروف ہوں۔ البتہ میرے ساتھیوں کو خطرہ لاحق ہوگا تو میں ان کی حفاظت کے لیے پہنچ جاؤں گا۔ میں جا رہا ہوں۔"

باقی نے کہا۔ "آفیسر! میرے آقا کو بار بار یہاں آنے کی زحمت نہ دو۔ ہم جو بیان دے رہے ہیں، وہ غلط نہیں ہے۔"

افسر نے کہا۔ "اگر تمھارا بیان بالکل درست ہے تو سچ کہنے میں بھی کوئی مصلحت ہوگی۔"

باقی نے کہا۔ "مورینا راہبہ بن کر جنت میں جانا چاہتی ہے۔ ہم سچ بول کر جانا چاہتے ہیں۔ بھلا ہم مورینا سے پیچھے کیوں رہیں گے۔ کیوں تنانہ؟"

"اور نہیں تو کیا۔ یہ یقین نہیں کرتے تو نہ سہی۔ ہم تو سچ بولتے رہیں گے۔"

افسر نے کہا۔ "اب تک ٹرانسفارمر مشین جسے مٹی دیتی رہی، وہ اسے کروڑوں سے چھپاتا رہا مگر تم لوگ فرہاد صاحب کا بھید کھول رہے ہو۔"

باقی نے کہا۔ "صرف اتنا ہی نہیں، کار کا ماڈل اور نمبر وغیرہ بھی نوٹ کر لو۔"

افسر نے فوراً ہی نوٹ کیا۔ پھر ٹرانسمیٹر سے ہدایات دینے لگا کہ فلاں ماڈل اور نمبر کی گاڑی جہاں نظر آئے اسے گھیر لو۔ پھر اس نے کہا۔ "مسٹر باقی! اگر یہ کار پکڑی گئی تو اس کے ساتھ مسٹر فرہاد بھی پکڑے جائیں گے۔"

"بے شک پکڑے جائیں گے۔"

"ہُوں، اس کا مطلب ہے، مسٹر فرہاد کوئی زبردست کچرا چلا رہے ہیں۔"

"یہ تو وہی بتا سکتے ہیں۔"

افسر نے جوانوں کو حکم دیا۔ "ان تینوں کو گاڑی میں بٹھاؤ۔"

دوسرے نے کہا۔ "سر! ہم نے پورا بنگلا اور تہ خانہ دیکھ لیا ہے۔ یہاں کوئی قابلِ گرفت چیز نہیں ہے۔"

ایک فوجی جوان ہتھکڑی لے کر آگے بڑھا۔ باقی نے کہا۔ "آفیسر! ہتھکڑی لگائی جائے گی تو یہاں تم سب ایک دوسرے کو گولی مارنا شروع کر دو گے۔ بولو کیا منظور ہے؟"

افسر نے ہتھکڑی لگانے سے منع کیا۔ تینوں کو گاڑی کے پچھلے حصّے میں پہنچایا گیا۔ میں دوسری جگہ مصروف تھا۔ میں نے پچھلی رات سے منگل پانڈے کی خبر نہیں لی تھی۔ اس کی طرف سے قدرے اطمینان تھا۔ سپرمارسٹر اور بہرام کو یقین تھا کہ اسی کے ذریعے مشین ہاتھ آئے گی۔ لہٰذا اسے خاص مہمان بنا کر رکھا گیا تھا۔

ویسے سپرمارسٹر درپردہ یہ معلومات حاصل کر رہا تھا کہ منگل پانڈے کی ہندوستان میں کیا حیثیت تھی۔ اور وہ امریکا پہنچنے کس طرح انٹرنیشنل جاسوس بن گیا تھا۔ ایک سراغ رساں نے رپورٹ دی تھی کہ انڈین ایئر لائنز کے جس طیارے میں منگل پانڈے سوار ہوا تھا، اس میں پارس بھارت

صبیحہ بانو

کے مکتلی سنسنی خیز ناولٹ

چھلاوا

اردو میں سب سے زیادہ شائع ہونے والی سرگزشت

سے فرار ہو رہا تھا۔ وہ طیارہ اغوا کر کے تل ابیب پہنچایا گیا تھا۔ وہاں جس طرح پارس، سونیا اور شیبا وغیرہ کو شاہی مہمان بنا کر رکھا گیا تھا، اسی طرح منگل پانڈے کو بھی وی آئی پی حیثیت دی گئی تھی۔ اس سلسلے میں شُبہ ہے کہ پانڈے کو فرہاد کی سرپرستی حاصل ہے۔ یا پھر منگل پانڈے نے تل ابیب میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیے تھے۔ اس لیے اسرائیلی حکام اس کی قدر کرتے تھے۔ اور اپنے ہاں ایٹیلی جنس میں ایک اعزازی عہدہ دیا تھا۔

رپورٹ پیش کرنے والے سراغ رساں کی دو باتیں اہم تھیں۔ ایک تو یہ کہ فرہاد نے کسی خاص مقصد کے تحت پانڈے کو ٹیکسا س بھیجا ہے، دوسری بات یہ کہ اسرائیلی ایٹیلی جنس میں اعزازی عہدہ حاصل کرنے کے بعد وہ اسرائیلی حکام کے ایما پر مشین حاصل کرنے آیا ہے۔

اس رپورٹ نے منگل پانڈے کو مشکوک بنا دیا تھا۔ سُپر ماسٹر نے سوچا اس کی اصلیت معلوم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ بہرام تنویمی عمل کے ذریعے اندر کی ساری باتیں اگلوا لے گا۔ بہرام گنگو لی ایک فوجی ٹیم کے ساتھ جگہ جگہ مشین کے لیے چھاپے مار رہا تھا۔ دوسرے دن پتا چلا فرہاد نے خیال خوانی کے ذریعے فوجی افسر کے ہاتھوں اسے دونوں ٹانگوں سے معذور بنا دیا ہے۔ ایسی حالت میں وہ کسی پر تنویمی عمل کے قابل نہیں رہا تھا یعنی وہ منگل پانڈے سے اس کے اندر کی بات نہیں اگلوا سکتا تھا۔

سُپر ماسٹر جانتا تھا، گولیاں لگنے اور کافی مقدار میں خون بہنے کے بعد بہرام اپنے دماغ میں خیال خوانی کرنے والوں کو محسوس نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا اس نے بہرام سے تمام رابطے ختم کر دیے تھے۔ جہاں وہ تنہائی میں اکسن سے ملتا تھا، وہ جگہ منقفل کرا دی تھی۔ جس اسپتال میں وہ زیرِ علاج تھا، وہاں احکامات پہنچا دیے تھے کہ نہ وہ سُپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے اور نہ ہی خصوصی اختیارات سے وہ آئندہ کام لے سکے گا۔

جب میں منگل پانڈے کے پاس پہنچا تو وہ ایک بستر پر بندھا پڑا تھا اور غصّے سے پوچھ رہا تھا۔ "میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟"

ایک عورت مسکراتے ہوئے اس کمرے میں آئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک سرنج تھی۔ اس نے کہا۔ "تم پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔"

وہ تھوک نگلتے ہوئے بولا۔ "لیکن یہ سرنج کس لیے ہے؟"

"جو مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہوتے ہیں، وہ ٹرانس میں نہیں آتے۔ تم نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ یقیناً تم بھی مضبوط قوتِ ارادی رکھتے ہو۔ لہٰذا انجکشن کے ذریعے تمھارے اعصاب کو کمزور بنایا جائے گا۔"

اس عورت نے ایک ہاتھ بڑھا کر اُس کی آستین چھاڑ ڈالی۔ بازو کو ٹٹول کر دیا۔ وہ رسّیوں میں جکڑا ہوا تھا کسمساتے ہوئے بولا۔ "ٹھہرو۔ پہلے بہرام کو بلاؤ۔ وہ میرا دوست ہے۔ جب میں سچ بولنے کا وعدہ کروں گا تو وہ مجھ پر تنویمی عمل نہیں کرے گا۔"

"بہرام اسپتال میں ہے۔ یہ عمل کوئی اور کرے گا۔"

اس عورت نے سوئی بازو میں پیوست کر دی۔ سرنج کی دوا اس کے جسم میں منتقل کر کے وہاں سے چلی گئی۔ چند لمحوں بعد ہی وہ کمزوری اور گھبراہٹ محسوس کرنے لگا۔ میں نے اس عورت کے دماغ سے معلوم کیا۔ ایک نئے عامل کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ اس عامل نے نائب سُپر ماسٹر کو یقین دلایا تھا کہ وہ منگل پانڈے کی اصلیت کھول کر رکھ دے گا۔

تھوڑی دیر بعد وہ عامل کمرے میں آیا۔ اس نے پوچھا۔ "پانڈے! مجھے پہچانتے ہو؟"

پانڈے نے بڑی کمزور سی آواز میں کہا۔ "میں تمھیں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ تمھاری کسی عورت نے مجھے کمزور بنا دیا ہے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ جگر ان کے لیے مجھے طبّی امداد پہنچاؤ۔"

عامل نے کہا۔ "میں ایک طرح کا ڈاکٹر ہوں۔ اپنے عمل سے علاج کروں گا۔ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ جیسا کہتا ہوں، ویسے ہی کرتے جاؤ۔ میری آنکھوں میں دیکھو۔"

وہ دیکھنے لگا۔ عامل اسے ٹرانس میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں پانڈے کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا اور اس کی زبان سے یوں کہہ رہا تھا، جیسے عامل سے متاثر ہوتا جا رہا ہوں۔ آخر اسے یقین ہو گیا کہ میں اس کا معمول بن چکا ہوں۔

اس نے پوچھا۔ "تمھارا اصل نام کیا ہے؟"

پانڈے نے جواب دیا۔ "اصل نام میرے ماں باپ جانتے ہیں اور وہ مر چکے ہیں۔"

"تمھارا فرہاد سے کیا تعلق ہے؟"

"میرا تعلق رسونتی دیدی سے ہے۔ ہم دونوں بھارت کے رہنے والے ہیں۔ وہ میری دیدی ہیں۔ اس رشتے سے فرہاد میرے جیجا جی ہیں۔"

"کیا تمھیں فرہاد نے یہاں بھیجا ہے؟"

"میری دیدی نے بھیجا ہے۔"

"فرہاد کہاں ہے؟"

"جب میں لندن سے روانہ ہوا تھا تو وہ بابا صاحب کے کمرے میں بیمار پڑے ہوئے تھے۔"

"تم میرے معمول ہو، ہر سوال کا صحیح جواب دو گے۔"

"میں تمھارا معمول ہوں۔ ہر سوال کا صحیح جواب دوں گا۔"

"یہاں اب تک کی رپورٹ کے مطابق فرہاد مختلف لوگوں کے دماغ میں بولتا ہے اور وہ نفسِ نفیس موجود ہے۔"

"وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں بیمار ہیں۔ یہاں ان کی ڈمی ہے۔ میری رسونتی دیدی میرے جیجا جی کی ڈمی کو گائیڈ کرتی ہیں۔ غلام باقی اور تنانہ کے وفاداروں کے دماغ میں فرہاد رہن کر لیتا ہے۔"

"اب سے تین گھنٹے پہلے جو شخص کار کی ڈکی میں مشین لے گیا، کیا وہ ڈمی فرہاد ہے؟"

"میں نہیں جانتا کون اپنی کار میں مشین لے گیا۔ لیکن وہ خود کو فرہاد کہتا ہے تو بے شک ڈمی ہو گا۔"

"تم مشین تک پہنچنے کا دعویٰ کیسے کرتے ہو؟"

"رسونتی دیدی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھے مشین تک پہنچائیں گی۔ میری دیدی زبان کی دھنی ہیں۔ وہ مجھے ضرور مشین تک پہنچائیں گی۔"

"کیا اس تنویمی عمل کے وقت تمھاری دیدی موجود نہیں ہیں؟"

"نہیں، وہ پچھلی رات سے دوسری جگہ مصروف ہیں۔"

"تم اپنی دیدی کی دوسری مصروفیات کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"میں زیادہ نہیں جانتا۔ دیدی صرف اتنا کہہ کر گئی تھیں کہ وہ مورینا اور تنانہ کا برین واش کرنے والی ہیں۔"

"میرے تنویمی عمل کے بعد تم رسونتی سے کیا کہو گے؟"

"میں اپنی دیدی سے جھوٹ نہیں بولتا۔ میں انھیں بتاؤں گا کہ ایک انجکشن کے ذریعے مجھے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا گیا۔ پھر مجھ پر تنویمی عمل کیا گیا۔"

"تم میرے معمول ہو۔ میں سختی سے حکم دیتا ہوں، تم اس تنویمی عمل کو بھول جاؤ گے۔"

"میں تمھارا معمول ہوں۔ اس تنویمی عمل کو بھول جاؤں گا۔"

"اس عمل سے پہلے جو انجکشن دیا گیا تھا، اسے بھی بھول جاؤ گے۔"

میں نے پانڈے کی زبان سے اس کے حکم کو دُہرایا۔ جب اسے اطمینان ہو گیا تو اُس نے اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ منگل پانڈے کی آنکھیں بند تھیں۔ میں نے پوچھا۔ "کہو یہ تنویمی عمل کیسا رہا؟"

"فرہاد صاحب! آپ نے اسے خوب اُلّو بنایا ہے۔ مگر میں کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

"فکر نہ کرو۔ انجکشن کا اثر عارضی ہے۔ نیند پوری کرنے کے بعد پہلے کی طرح توانائی محسوس کرو گے۔ اب سو جاؤ۔"

میں نے اسے ایک گھنٹے کے لیے سُلا دیا۔ پہلے یہ خیال نہیں آیا تھا کہ میں خود کو سُپر ماسٹر کے سامنے ڈمی ثابت کروں۔ ویسے بھی میرے تمام شوشن مجھے رُوبرو پا کر میرے اصلی فرہاد ہونے کا یقین نہیں کرتے تھے۔ وہ میری ڈمی سے بار بار دھوکا کھا چکے تھے۔

ادھر غلام باقی، تنانہ اور مورینا کو گرفتار کرنے والے افسران بھی یہی شُبہ کر رہے تھے کہ کار کی ڈکی میں مشین لے جانے والا اصل فرہاد ہوتا تو باقی وغیرہ کبھی اس کی نشاندہی نہ کرتے۔ پھر ایسے ہی وقت انھوں نے پانڈے پر تنویمی عمل کیا تو مجھ خود کو ڈمی ثابت کرنے کا بھرپور موقع مل گیا۔

اب انھیں اس ڈمی فرہاد کی تلاش تھی جو اپنے ساتھ مشین لے گیا تھا۔ انھوں نے شہر کو چاروں طرف سے بند کر دیا تھا۔ فوج یوں پھیلی ہوئی تھی جیسے کسی بہت بڑے قلعے کا محاصرہ کر چکی ہو۔ کوئی شخص کسی کھیت یا جنگل جھاڑیوں سے بھی گزر کر نہ باہر جا سکتا تھا۔ نہ اندر آ سکتا تھا۔ دریائی راستے سے کوئی کشتی یا لائٹ شہر سے باہر نہیں جا سکتی تھی۔ تمام فلائنگ کلب بند کر دیے گئے تھے۔ کسی ہیلی کاپٹر یا طیارے کو پرواز کی اجازت نہیں تھی۔

جب یہ معلوم ہوا کہ مشین کسی کار کی ڈکی میں لے جائی گئی ہے تو پورے شہر میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ کسی کو گلی میں نکلنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ اگر ہوٹل، کلب، سینما یا تھیٹر کھلے ہوتے، تو مجھے چھپنے میں دشواری نہ ہوتی۔ شہر میں جتنے اجنبی ہو سکتے تھے انھیں کسی بھی پولیس اسٹیشن پہنچ کر رپورٹ دینے کی تاکید کی گئی تھی۔ ایسی حالت میں مجھ اجنبی کو کسی گھر میں جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ ویسے اب کہیں چھپنے کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔ میں اپنے تمام ضروری کام نمٹا چکا تھا۔

میں نے ایک افسر کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمھاری پولیس چوکی کے قریب پہنچ رہا ہوں۔ میرے استقبال کے لیے نکل آؤ۔"

یہ اطلاع ملتے ہی وہاں کھلبلی مچ گئی۔ افسر کا حکم ملتے ہی تمام پولیس اور فوج کے جوان رائفلیں اور مختلف قسم کی گنیں سنبھالتے ہوئے چوکی کے سامنے والے راستے کو روکنے کے لیے محاذ بنانے لگے۔ افسران یہ جانتے تھے کہ جب فرہاد خود کو حوالے کرنے آ رہا ہے تو اس کے لیے پولیس وغیرہ کچھ ضرورت نہیں ہو گی۔ لیکن وہ اپنی ڈیوٹی اور ڈسپلن سے مجبور تھے۔

میں کار ڈرائیو کرتا ہوا ٹھیک چوکی کے سامنے آ کر رُک گیا۔ میرے اطراف دور تک تمام ہتھیار تنے ہوئے تھے۔ میں تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا۔ اُدھر بھی سب اپنی اپنی جگہ ساکت تھے۔ پھر میں دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ اطمینان سے چلتا ہوا نشانے پر رکھے ہوئے ہتھیاروں کے درمیان سے گزرتا ہوا افسران کے پاس آیا۔ ایک افسر نے پوچھا۔ "کیا تم فرہاد ہو؟"

میں نے کہا۔ "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، میں فرہاد ہوں۔"

"وہ مشین کہاں ہے؟"

"میرے پاس ایک چلتی پھرتی مشین ہے، جسے کار کہتے ہیں۔ وہ اُدھر کھڑی ہے۔"

"تمھارے ساتھیوں نے بتایا ہے کہ مشین کار کی ڈکی میں ہے۔"

"کمال ہے کار سامنے کھڑی ہے۔ کار کے ساتھ ڈکی بھی ہے۔ تمھیں جا کر دیکھنا چاہیے، یا سوال کرنا چاہیے۔"

دو افسر فوراً ہی سپاہیوں کے ساتھ کار کے پاس گئے۔ اس کی ڈکی کھولی۔ اچھی طرح جھانک کر دیکھا۔ کار کے اندر بھی نظر ڈالی، پھر وہاں سے چیخ کر کہا۔ "یہاں تو مشین نہیں ہے۔"

"تو میں کیا کر سکتا ہوں؟"

وہ تیزی سے قریب آئے۔ ایک غصّے سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میں نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے روکتے ہوئے کہا۔ "غصّے میں زبان سے گالی نکل جاتی ہے اور گالیاں دینے والے ہرام گنگو لی کا حشر تم لوگوں نے دیکھ لیا ہے۔ لہٰذا بات کرتے وقت دماغ ٹھنڈا رکھو۔"

میں وہاں سے پلٹ کر وفتر میں آیا۔ پھر آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ تمام افسران میرے پیچھے چلتے ہوئے آئے۔ ایک افسر نے کہا۔ "تم

ملزم ہو، کرسی پر نہیں بیٹھ سکتے۔ کھڑے ہو جاؤ۔"

میں نے کہا۔ "آفیسر! تم نے مجھے کرسی سے اٹھنے کے لیے کہا ہے، تمھاری سزا یہ ہے کہ تم میرے سامنے کرسی پر نہیں بیٹھو گے۔"

وہ حقارت سے بولا۔ "تم اور مجھے کرسی پر بیٹھنے سے روکو گے۔ ذرا میں بھی دیکھوں، تم کیا چیز ہو۔ اونہہ۔۔۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا سامنے والی کرسی کے پاس گیا پھر میری طرف دیکھ کر بیٹھنا ہی چاہتا تھا کہ پیچھے کھڑے ہوئے ایک افسر نے میری مرضی کے مطابق کرسی ہٹا دی۔ وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ میں جانتا تھا ایسے وقت بے اختیار اس کے منہ سے گالیاں نکلیں گی۔ اس سے پہلے ہی میں نے اس کی زبان دانتوں کے درمیان کر دی۔ وہ تلملا کر رہ گیا۔ پیچھے سے کرسی ہٹانے والے افسر کو گھونسا دکھانے لگا۔ وہ صرف گھونسا ہی دکھا سکتا تھا۔ زبان سے کچھ کہنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

پیچھے کھڑے ہوئے افسر نے کہا۔ "میں نے بے اختیار کرسی کھسکائی تھی۔ ظاہر ہے مسٹر فرہاد نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ میں آپ تمام فنے دار افسران کو سپر ماسٹر کا حکم یاد دلانا چاہتا ہوں۔ ہمیں سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ ہم مسٹر فرہاد اور ان کے ساتھیوں کو اپنی طرف سے شکایت کا موقع نہ دیں۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "یہ درست ہے، ہم صرف اپنی ڈیوٹی پوری کریں گے۔ اور مسٹر فرہاد سے درخواست کریں گے کہ وہ مشین ہمارے حوالے کر دیں۔"

میں نے کہا۔ "وہ ایسی مشین نہیں ہے جسے راضی خوشی کسی کے حوالے کیا جائے۔ تم لوگوں نے شہر کے اندر اور باہر اتنا سخت پہرہ لگایا ہے، کہ ایک چیونٹی بھی تمھاری آنکھ بچا کر نہیں جا سکتی۔ مشین تو بہت بڑی چیز ہے۔ میں اسے نکل نہیں سکتا۔ مشین اسی شہر میں ہو گی۔ جاؤ ڈھونڈ نکالو۔"

یہ ایک زبردست چیلنج تھا۔

میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ مشین سچ مچ اسی شہر میں تھی۔

لیکن کہاں تھی؟

وہ اس شہر کی زمین کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک کھودتے چلے جاتے، وہ برآمد نہ ہوتی۔ غوطہ خوروں کی فوج دریا کی ابتدا سے انتہا تک گہرائیوں میں ڈوبتی ابھرتی رہتی۔ مگر مشین کا ایک پرزہ بھی نظر نہ آتا۔

میں نے کوئی سبیل کا پٹرول یا طیارہ بھی استعمال نہیں کیا تھا۔

پھر وہ مشین اسی شہر میں کہاں ہے؟

یہ صرف ذہانت کا کھیل ہے۔ یہ ایسی ذہنی آزمائش ہے جس میں دشمن ناکام رہیں گے۔ میں دوستوں سے بھی پوچھتا ہوں، وہ ذرا غور کریں، اپنی ذہانت کو آزمائیں اور بتائیں، میں نے اسی شہر میں وہ مشین کہاں لے جا کر چھپا دی ہے؟

آخر وہ ٹرانسفارمر مشین فرہاد کے پاس

پہنچ گئی ہے۔

یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی جا رہی تھی۔ جو سپر طاقتیں اور تنظیمیں بظاہر ہماری دوستی کا دم بھرتی تھیں، وہ مجھے مبارک باد دینے کے لیے بے چین ہو گئیں۔ انھوں نے بابا صاحب کے ادارے میں جناب شیخ الغدارس کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا۔ "ہمیں یقین ہے اب وہ ٹرانسفارمر مشین منفی سوچ رکھنے والوں کے ہاتھ نہیں آئے گی اور بابا کے دائرے میں محفوظ رہے گی۔"

گویا وہ مبارک باد دینے کے بہانے معلوم کرنا چاہتے تھے کہ مشین کہاں چھپا کر رکھی جائے گی۔ پھر یہ خبر پھیلی کہ سپر ماسٹر نے مجھے کہیں نظر کر رکھا ہے۔ اس خبر نے مشین کی پوزیشن مشکوک کر دی۔ اب طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہونے لگیں۔ اگر میں سپر ماسٹر کی کسٹڈی میں ہوں تو مشین بھی سپر ماسٹر کے پاس ہی ہو گی۔

مالک مین اور اسرائیلی حکام کا خیال تھا کہ میں نے مشین پہلے پار کر دی ہے۔ خود کو وہاں سے نکال نہ سکا اس لیے ان کی حراست میں ہوں۔ تمام بڑے بڑے ممالک اور بڑی بڑی تنظیموں کے جاسوس شہر کے آس پاس بھٹک رہے تھے۔ کسی کو اس شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی اور نہ ہی کوئی شخص اس شہر سے باہر آ سکتا تھا۔ گرفتاری کے بعد بھی اس شہر میں کرفیو نافذ رہا۔ اس شہر سے تمام دنیا کا رابطہ ختم کر دیا گیا تو سبھی کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ مشین بھی سپر ماسٹر کے ہاتھ نہیں آئی ہے۔ اگر اس کے پاس ہوتی تو اس شہر کو قرنطینہ نہ کر رکھا جاتا۔

اس شہر نے سب کو تجسس میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اندر کیا ہو رہا ہے، یہ باہر کی دنیا والے جاننے کے لیے بے چین تھے۔ مالک مین، شیخ الغدارس سے رابطہ قائم کر کے روستی سے بات کرنا چاہتا تھا۔ اسرائیلی حکام شیبا سے التجا کر رہے تھے کہ وہ فرہاد سے رابطہ قائم کرے اور معلوم کرے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ کیا مشین کے سلسلے میں سپر ماسٹر اور فرہاد کے درمیان کوئی سمجھوتا ہو رہا ہے۔ کوئی ایسی بات ضرور ہے جس کی وجہ سے اس شہر کو دنیا بھر پر ساری دنیا سے کاٹ کر الگ کر دیا گیا ہے۔

لوگوں کا یہ اندازہ درست تھا۔ سپر ماسٹر اب سمجھوتا کرنے پر آمادہ تھا۔ اس کے حکم سے مجھے اسی بنگلے میں نظر بند کیا گیا تھا جس کے تہ خانے میں میں نے مشین کے ذریعے مورینا اور تنانہ کی برین واشنگ کی تھی۔ میری اس رہائش گاہ کی بار بار تلاشی لی گئی تھی۔ اس کے ہر حصے کے فرش کو کھود کر دیکھا گیا تھا۔ جنگلے کے باہر باغیچے کا جتنا احاطہ تھا وہاں کی زمین بھی کھود دی گئی تھی۔ یہاں انھیں چھوٹی سی کامیابی حاصل ہوئی۔ مشین کے دو پرزے میں نے اسی باغیچے کے ایک گوشے میں چھپا دیے تھے لہٰذا کھدائی کے دوران وہ پرزے برآمد ہو گئے۔

اب وہ پرزے اسی ٹرانسفارمر مشین سے تعلق رکھتے تھے یا نہیں، اس کی تصدیق مجھ سے کرائی گئی۔ وہ پرزے میرے سامنے پیش کیے گئے۔ میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بے شک یہ میں نے چھپائے تھے اور ان کا تعلق ٹرانسفارمر مشین سے ہی ہے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "مسٹر ڈی! ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہو چکا ہے کہ تم فرہاد نہیں ہو۔ فرہاد کی ڈمی ہو۔ ہم تمھارے ذریعے مسٹر فرہاد سے پوچھنا چاہتے ہیں، آخر وہ مشین کو ہم سے کیوں چھپا رہے ہیں اور اسے چھپا کر وہ کیا حاصل کر لیں گے جب کہ اس شہر سے باہر ایک تنکا بھی لے جانا ممکن نہیں ہے۔ جس طرح ہم نے وہ پرزے برآمد کیے ہیں، اسی طرح پوری مشین برآمد کر لیں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں فرہاد نہیں ہوں؟"

دوسرے افسر نے کہا۔ "یہ ہمارا موضوع نہیں ہے۔ تم مشین کے سلسلے میں فرہاد صاحب سے بات کرو اور ہمیں جواب دو۔"

میں نے کہا۔ "فرہاد صاحب کہہ رہے ہیں، وہ دو پرزے فاضل تھے جنھیں وہاں چھپایا گیا تھا اور نہ پوری مشین اپنی جگہ موجود ہے۔"

"وہ جگہ کہاں ہے؟"

"یہ فرہاد صاحب ہی جانتے ہیں۔"

"ہم فرہاد صاحب سے ہی پوچھ رہے ہیں۔"

"ذرا ٹھہرو۔ میں پوچھ کر بتاتا ہوں۔"

میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "وہ کہہ رہے ہیں، جو لوگ اتنے نااہل ہوں کہ پورے شہر کو ساری دنیا سے کاٹنے اور کرفیو نافذ کرنے کے باوجود مشین تلاش نہ کر سکیں، ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں مشین کبھی نہیں پہنچنا چاہیے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "مسٹر فرہاد ہماری انسلٹ کر رہے ہیں۔"

"یہ تم لوگوں کی عزت افزائی ہے کہ وہ تم سے بات کر رہے ہیں ورنہ ان معاملات پر تمھارے بڑے ہی ان سے گفتگو کر سکتے ہیں۔"

"ہمارے بڑے براہِ راست گفتگو نہیں کریں گے۔ ہم ان کے نمائندے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ٹیلی پیتھی کے ذریعے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔ سچ اور جھوٹ پکڑ لیے جاتے ہیں۔ تم لوگوں کا تعلق پولیس، ایسپائنج جنس اور فوج کے دوسرے شعبوں سے ہے جب کہ فرہاد صاحب صرف ایسے ہی نمائندوں سے بات کریں گے جن کا تعلق سپر ماسٹر کی ریزرو آرمی سے ہو گا۔"

میرے آس پاس بیٹھے ہوئے افسران مجھے گھور رہے تھے اور سوچ رہے تھے۔ مجھ پر ان کا بس نہیں چل سکتا ورنہ اپنے اختیارات استعمال کر کے مجھے اذیتیں پہنچاتے تھے طرح طرح سے تشدد کر کے مشین تک پہنچنے کی ضرور کوشش کرتے لیکن انھیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے جن دنوں سپر ماسٹر نے جو کچھ کیا تھا اور اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنا چاہا تھا ہم نے اسے وارننگ دی تھی۔ انھیں بتایا تھا کہ کس طرح ان کے تمام اہم فوجی افسران کے دماغوں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کا کوئی بھی خفیہ اور اہم راز جاننے لیے راز نہیں ہے۔ ہم ان کے یورینیم کے سب سے بڑے ذخیرے کو پل بھر میں تباہ کر سکتے ہیں اور اس کے علاوہ جو نقصانات پہنچا سکتے ہیں، اس کے بعد وہ ملک سپر طاقت نہیں رہے گا بلکہ دوسری سپر طاقت کا محتاج ہو جائے گا۔

یہ دھمکیاں ہم نے جو جو کے لیے دی تھیں جو دشمنوں کی بہن تھی اور جسے ہم نے بیٹی بنایا تھا۔ وہ اب بھی مجھے اصلی فرہاد نہیں سمجھ رہے تھے لیکن یہ جانتے تھے کہ ایک ڈمی کے لیے بھی ہم جان کی بازی لگا دیتے ہیں اور جو وارننگ دیتے ہیں، اس پر ضرور عمل کرتے ہیں لہٰذا وہ تمام افسران مجبور اور بے بس تھے۔ میری طرف انگلی اٹھا کر بھی گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔

غلام باقی، مورینا اور تنانہ کو دوسری رہائش گاہ میں نظر بند رکھا گیا تھا۔ وہاں بھی کئی افسران ان کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے اور طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ ایک افسر نے پوچھا۔ "مس مورینا! ہم کیسے یقین کریں کہ تمھارے دماغ سے خیال خوانی کی صلاحیتیں مٹ چکی ہیں۔"

مورینا نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا۔ "خداوند یسوع ہم سب کو جھوٹ بولنے سے باز رکھے اور سچ بولنے کی توفیق دے۔ میں اب خیال خوانی نہیں کر سکتی۔"

دوسرے افسر نے پوچھا۔ "تنانہ! تم کیا کہتی ہو؟"

تنانہ نے جواب دیا۔ "وہی جو میری بہن کہہ رہی ہے۔ اس سے پہلے بھی ہم اپنا مکمل بیان دے چکے ہیں اور وہ بیان ہر پہلو سے درست ہے۔"

ایک اور افسر نے پوچھا۔ "مسٹر غلام باقی! ہر ایکشن کا ایک ری ایکشن ہوتا ہے۔ ایک شخص اگر پہلی منزل سے سفر شروع کرتا ہے۔ دوسری منزل تک آتا ہے تو کوئی بات اسے ری ایکشن پر مجبور کر سکتی ہے اور اسے دوسری منزل سے پہلی منزل پر واپس لا سکتی ہے۔"

غلام باقی نے مسکرا کر کہا۔ "آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس طرح مورینا اور تنانہ کے دماغ سے مشین کے ذریعے صلاحیتیں مٹا دی گئی ہیں وہ صلاحیتیں دوبارہ واپس بھی لائی جا سکتی ہیں۔"

"بے شک میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔"

باقی نے کہا۔ "لیکن ان کے دماغوں میں دوبارہ وہ صلاحیتیں واپس لانے کے لیے مشین کہاں ہے؟"

ایک افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے کے انداز میں کہا۔ "ہمارا تو خیال ہے، یہ ایک لمبا فراڈ ہے۔ وہ مشین مسٹر فرہاد کے ہاتھ نہیں آئی ہے۔ اگر ان کے ہاتھ آئی ہوتی تو اب تک ہمارے ہاتھ آ چکی ہوتی۔ ہم دو دن سے گھر گھر کی تلاشی لے رہے ہیں کوئی گلی کوچہ نہیں چھوڑا۔ اس شہر کی تمام گاڑیوں کو اندر سے اچھی طرح جھانک کر دیکھ لیا کسی خفیہ خانے کو نظر انداز نہیں کیا۔ نہ ہی کسی تہ خانے کو چھوڑا۔ وہ مشین اس شہر میں ہوتی تو ہمارے ہاتھ ضرور لگتی۔ میں یقین سے کہتا ہوں، مورینا اور تنانہ کی خیال

خوانی کی صلاحیتیں مشین کے ذریعے نہیں بلکہ مسٹر فرہاد نے تنویمی عمل کے ذریعے مٹائی ہیں اور یہ صلاحیتیں انھیں دوبارہ تنویمی عمل کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہیں۔"

مورینا نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا: "ہمیں جسمانی اور دماغی تواناتی دینے والا وہ قادرِ مطلق ہے۔ کوئی مشین کوئی انسانی عمل کسی کو کچھ نہیں دیتا۔"

تنانہ نے کہا: "آفیسر! تم چاہو تو اپنے اطمینان کے لیے ہمیں تنویمی عمل سے گزار سکتے ہو۔"

ایک افسر نے کہا: "ہم یہی چاہتے ہیں مسٹر غلام باقی! تم اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔ ہم مورینا اور تنانہ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

باقی وہاں سے اٹھ کر ایک کمرے میں چلا گیا۔ دو افسروں نے مورینا کے پاس آ کر کہا: "تم ہمارے ساتھ چلو۔"

دوسرے دو افسروں نے یہی بات تنانہ سے کہی۔ تنانہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے ساتھ چلتے ہوئے ایک بیڈ روم میں آئی۔ وہاں ایک افسر اور دو مسلح فوجی جوان تھے۔ ان کے درمیان ہارڈی نظر آ رہا تھا۔

دوسری طرف مورینا جس کمرے میں پہنچی، وہاں آٹرن مسلح فوجیوں کے درمیان دکھائی دیا۔ کمرے کے وسط میں دو کرسیاں ایک دوسرے کے بالکل سامنے اور بالکل قریب رکھی ہوئی تھیں۔ ایک کرسی پر مورینا کو بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ دوسری پر آٹرن بیٹھ گیا۔ اس طرح وہ دونوں ایک دوسرے کے بالکل قریب اور بالکل آمنے سامنے ہو گئے یعنی اتنے سامنے کہ مورینا آٹرن کی آنکھوں میں صاف طور سے دیکھ سکتی تھی۔

یہ وہی ظالم آنکھیں تھیں جو پہلی نظر میں ہی حواس پر چھا جاتی تھیں۔ دیکھنے والے کو اپنی گہرائیوں میں ڈبو لیتی تھیں، پھر اسے نکلنے کا موقع نہیں دیتی تھیں۔ ان آنکھوں سے ایک بار چپکنے کے بعد وہاں سے نجات حاصل نہیں ہوتی تھی۔ آٹرن کو گرفتار کرنے کے بعد طرح طرح سے اس پر تشدد کیا گیا تھا۔ طرح طرح سے اذیتیں پہنچائی گئی تھیں۔ اسے جسمانی اور دماغی طور سے کمزور بنایا گیا تھا تاکہ بہرام گنگولی اس پر تنویمی عمل کر سکے۔

آٹرن اور ہارڈی دونوں بھائی زبردست قوتِ ارادی کے مالک تھے۔ ان کی مستقل مزاجی کے سامنے کوئی تنویمی عمل کامیاب نہیں ہو سکتا تھا لیکن جسم کمزور ہو جائے، دماغ ساتھ نہ دے تو انسان پہاڑ نہیں رہتا۔ ایک ذرّے کی طرح حقیر ہو جاتا ہے۔ بہرام گنگولی نے اسے حقیر بنانے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے اندر کی ساری باتیں اگلوائی تھیں۔

آٹرن نے معمول بننے کے بعد انکشاف کیا تھا کہ اس نے اپنی آنکھوں کے ذریعے مسیحر برانٹ کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنایا تھا۔ اس نے ان کے لیے مشین کا پورا نقشہ تیار کیا تھا۔ اس کی تفصیلات بھی لکھ دی تھیں۔ بہرام گنگولی نے ایک عامل کی حیثیت سے حکم دیا تھا: وہ نقشہ اور تمام تفصیلات جہاں بھی ہیں، اس جگہ کی نشاندہی کرو۔

آٹرن نے جواب دیا تھا: "ہماری بہن سلارا اور ایک اور بھائی جارج فری مین اس نقشے کے مالک و مختار ہیں۔ ہم نے وہ تمام اہم کاغذات ان کے حوالے اپنی مرضی سے کیے ہیں اور یہ طے پایا ہے کہ جب تک میری وہ بہن اور بھائی ایک اور ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے میں کامیاب نہ ہوں، اس وقت تک ہم سے کوئی رابطہ نہ رکھیں اور روپوش رہ کر زندگی گزارتے رہیں لہٰذا ہمیں اپنی بہن سلارا اور بھائی جارج فری مین کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہے اور نہ ہی ان سے کوئی رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ کوئی بھی شخص تنویمی عمل کے زیرِ اثر رہ کر معمول بننے کے بعد کبھی جھوٹ نہیں کہتا لہٰذا ابراہم گنگولی اور سپر ماسٹر کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ اب کوئی سلارا نامی لڑکی اپنے بھائی جارج فری مین کے ساتھ اس مشین کو تیار کرنے میں مصروف ہے۔ اس کے لیے کسی بہت بڑے بینک کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ یہ محض سپر ماسٹر کے سامنے نہیں بلکہ ساری دنیا کے سامنے خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اب دوسری ٹرانسفارمر مشین تیار ہو سکتی تھی۔ سپر ماسٹر یقیناً سلارا اور جارج فری مین کو تلاش کرنے کی مہم کا آغاز کر چکا ہو گا اور انھیں ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہو گا۔

اسے صرف مشین کی نئی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا جاننے والی کی بھی ضرورت تھی لہٰذا وہ مورینا اور تنانہ کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ دونوں بہنوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہمیشہ کے لیے مٹا دی گئی ہیں۔ وہ اپنا اطمینان کرنا چاہتا تھا اس لیے آٹرن اور ہارڈی کو وہاں بھیجا گیا تھا تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے پھر ایک بار ان بہنوں کو سحر زدہ کر کے حقیقتِ حال معلوم کر سکیں۔

اس مقصد کے لیے مورینا کو آٹرن کے روبرو بٹھا دیا گیا تھا تاکہ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہے اور حقیقت اگلتی رہے۔ مورینا نے ایک بار اس کی آنکھوں میں دیکھا، پھر سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے بولی: "خداوند یسوع ہر عورت کو شیطانی آنکھوں سے محفوظ رکھے۔"

آٹرن نے کہا: "نظریں اٹھاؤ اور میری آنکھوں میں دیکھو۔"

مورینا نے کہا: "آٹرن! ہم دونوں گنہگار ہیں۔ اگر ہم چرچ میں جا کر اپنے گناہوں کا اعتراف کریں، توبہ کریں، معافی مانگیں تو ہمیں معافی مل سکتی ہے۔ ہم ایک اچھی، پاکیزہ زندگی گزار سکتے ہیں۔"

آٹرن نے کہا: "میں دیکھنا چاہتا ہوں تمھاری آنکھوں میں کتنی پاکیزگی ہے۔ اگر ہو گی تو میں تمھارے ساتھ چرچ ضرور جاؤں گا اور ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔"

مورینا نے خوش ہو کر نظریں اٹھائیں اور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ان آنکھوں نے اسے پھر ایک بار جکڑ لیا۔ اس کے سینے سے ایک آہ نکلی: "ہائے! یہ تو وہی آنکھیں ہیں جو میری رگ رگ میں لہو کی طرح دوڑتی ہیں، یہ مجھے پیار بھی کرتی ہیں، مجھ سے تکرار بھی کرتی ہیں ہائے! یہ کیسی مہربان، کیسی ظالم آنکھیں ہیں۔ محبت کرتے کرتے ظلم کرتی ہیں اور ظلم کرتے کرتے محبت کرنے لگتی ہیں۔ میں تو ان آنکھوں کے لیے ساری دنیا لٹا دوں۔ یہ اشارہ کریں تو اپنے حسن و شباب کو راکھ کر ڈالوں۔"

آٹرن نے کہا: "ان آنکھوں کے لیے جان نہ دو۔ اپنی زبان دو، جو کہو گی سچ کہو گی۔"

مورینا کو محسوس ہو رہا تھا۔ وہ زبان سے نہیں، آنکھوں سے بول رہا تھا کیوں کہ وہ صرف آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے کا کوئی اور حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا: "ہاں، میں زبان دیتی ہوں۔ جو کہوں گی سچ کہوں گی۔"

"تو پھر بتاؤ مجھ سے بچھڑنے کے بعد تم پر کیا گزری؟"

وہ بولنے لگی بے اختیار اسے یاد آتا جا رہا تھا۔ اور وہ بولتی جا رہی تھی: "مجھے مسلح فوجی پکڑ کر لے گئے تھے۔ ایک گاڑی کے پچھلے حصے میں بٹھایا تھا۔ پھر آگے جا کر وہ گاڑی رک گئی۔ وہاں فائرنگ ہوئی، دھماکے ہوئے۔ پھر میں نے اپنی بہن تنانہ کو دیکھا۔ وہ مجھے پکڑ کر ایک طرف بھاگتی جا رہی تھی۔ ہم ایک کار میں آ کر بیٹھ گئے لیکن وہ کار آگے نہیں بڑھ رہی تھی۔ پتا چلا کسی نے اس کے پہیے کو بے کار کر دیا ہے۔"

وہ آٹرن کی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی اور بول رہی تھی: "پھر تنانہ مجھے اس کار سے نکال کر دوسری کار میں لے آئی۔ ہم اس کار والے کو ٹیلی پیتھی اور ریوالور کے ذریعے اپنی مرضی کے مطابق آگے بڑھنے کے لیے کہہ سکتے تھے لیکن وہ سانس روک لیتا تھا۔ ریوالور والا بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ فرہاد نے اس کے ہاتھ سے ریوالور باہر پھینک دیا تھا۔ پھر ہم دونوں بہنوں کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کیا۔ وہ ہمیں ایک خفیہ رہائش گاہ میں لے گیا۔ وہاں ہم بہنوں نے آٹرن اور ہارڈی سے خیالی رابطہ قائم کیا اور انھیں بتایا کہ فرہاد ہمیں کہاں لے آیا ہے لیکن ایسے ہی وقت فرہاد بھی چوکنا ہو گیا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پیٹر پال سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اس سے پتا چلا کہ تنانہ، ہارڈی کی آنکھوں سے سحر زدہ ہے اور اس کے اشاروں پر چل رہی ہے اور فرہاد کو دھوکا دے رہی ہے۔

یہ معلوم ہوتے ہی اس نے ہمیں انگشتن کے ذریعے کمزور بنا دیا۔ ہمیں خیال خوانی کے قابل نہ چھوڑا۔ اب ہم آٹرن اور ہارڈی کو اپنی موجودہ حالت نہیں بتا سکتے تھے۔ اس طرح وہ ہمیں دوسری پناہ گاہ میں لے گیا۔ وہاں اس نے مشین کے ذریعے پہلے ہمارا برین واش کیا۔ ہمیں کچھ پتا نہیں ہے۔ غلام باقی نے بتایا کہ ہم برین واشنگ کے بعد بالکل نتھی بچی بن گئی تھیں۔ اس کے بعد ہمیں پھر سے نارمل بنانے کے لیے وہ ایک راہبہ کو پکڑ لائے تھے اور اس کے دماغ کی تمام سوچیں، صلاحیتیں میرے دماغ میں منتقل کر دی گئی تھیں۔"

آٹرن نے پوچھا: "کیا تنانہ کو بھی اس راہبہ کے ساتھ ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا تھا؟"

"نہیں، راہبہ کو واپس بھیج دیا گیا تھا۔ دوسری کسی عورت کو وہاں لا کر تنانہ کو نارمل بنانے کا موقع نہیں تھا لہٰذا اس کے لیے غلام باقی کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا۔ تنانہ کے دماغ میں غلام باقی کی سوچ اور صلاحیتیں ہیں۔"

آٹرن نے کہا: "میری آنکھیں حکم دیتی ہیں، اگر تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے یا مشین کے ذریعے برین واشنگ کی گئی ہے تو تم اپنی سابقہ صلاحیتوں کو یاد کرو۔"

"مجھے یاد نہیں آ رہی ہیں۔"

"جس طرح تمھیں میری یہ آنکھیں یاد آ گئی ہیں، اسی طرح سوچو اور یاد کرو۔ تمھیں خیال خوانی آتی تھی، تم کسی کا لب و لہجہ یاد کر کے اس کی آواز سن کر یا اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچ جاتی تھیں، سوچو، کس طرح پہنچا کرتی تھیں؟"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی جا رہی تھی، پریشان ہو کر سوچتی جا رہی تھی۔ یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ پھر وہ مجبور ہو کر بولی: "مجھے افسوس ہے، کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔"

"کیا تم میری آنکھوں سے پہلے کی طرح متاثر ہو؟"

"ہاں، میں پہلے کی طرح متاثر ہوں اور ان آنکھوں کے حکم پر کسی کو قتل بھی کر سکتی ہوں۔"

"جب ان آنکھوں سے پوری طرح متاثر ہو تو خیال خوانی کیوں نہیں یاد آ رہی ہے؟"

"میں سمجھ نہیں سکتی، ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

"اچھی بات ہے۔ اب کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لو اور تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔"

مورینا نے پیچھے ہو کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے گہری نیند میں ڈوب گئی۔ آٹرن نے اٹھ کر افسروں سے کہا: "اس نے جو کچھ کہا ہے وہ حرف بہ حرف درست ہے۔ میری آنکھوں میں ڈوب جانے کے بعد میرے معمول کے دماغ میں جھوٹ اور فریب نام کی کوئی چیز نہیں رہتی۔ وہ صرف سچ کو سمجھتا ہے اور سچ بولتا ہے۔"

ایک افسر نے کہا: "اس کا مطلب ہے، یہ اب ہمارے کسی کام کی نہیں رہی؟"

"ہاں، فرہاد نے بڑی چالبازی دکھائی ہے، وہ چاہتا تو صرف تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغ سے خیال خوانی مٹا دیتا لیکن اسے اندیشہ تھا کہ مجھ جیسے تنویمی عمل کرنے والے دوبارہ ان لڑکیوں کے دماغ پر چھا جائیں گے اور اپنے عمل کے ذریعے بھولی ہوئی خیال خوانی یاد دلائیں گے تو شاید یاد آ جائے۔"

آٹرن نے مورینا پر نظر ڈالتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی: "دراصل فرہاد ان کے دماغ سے ہماری آنکھوں کا سحر بھی ختم کر دینا چاہتا تھا۔ اسی لیے اس نے پوری طرح برین واشنگ کی۔ ان کے دماغ سے ہر چیز مٹا دی۔ ان کے دماغ کو ننھے بچوں کی طرح معصوم بنا دیا۔ اس کے بعد انھیں ان کی عمر کے مطابق پھر نارمل حالت میں لے آیا۔ بہرحال اب

"مدینہ سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے، یہ میرے کسی کام نہیں آئے گی۔"

کمرے میں بیٹھے ہوئے افسران نے مورینا کا تمام بیان ریکارڈ کر لیا تھا۔ وہ کیسٹ ریکارڈر لے کر دوسرے کمرے میں آئے۔ وہاں تانیہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے سو رہی تھی۔ وہ بھی ہارڈی کی آنکھوں سے سحر زدہ ہو کر اپنا بیان دے چکی تھی۔ کیسٹ ریکارڈر دیکھ کر دونوں بہنوں کا بیان سُنا گیا۔ تانیہ نے بھی وہی کہا تھا جو مورینا کہہ چکی تھی، اس طرح ان افسران کو یقین آ گیا کہ دونوں ہی بہنیں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے محروم ہو چکی ہیں۔ ان دونوں کے کیسٹ سُپر ماسٹر کے پاس روانہ کر دیے گئے۔

مجھے اطلاع دی گئی کہ سپر ماسٹر مجھ سے براہِ راست گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات میں نے پہلے ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لی تھی۔ اس کا گفتگو کرنے کا وہی طریقہ ہوتا جو ہم پہلے بھی دیکھ چکے تھے یعنی وہ دھندلے شیشوں کے کیبن میں بیٹھا ہوتا۔ مائک کے ذریعے بولتا اور اس کی آواز مائک اور اسپیکر کے درمیان مختلف آلات سے گزرتے ہوئے بدلتی جاتی۔ اس کا لب و لہجہ بھی بدل جاتا۔ پھر مجھ جیسے خیال خوانی کرنے والے اس لب و لہجے کو گرفت میں لے کر بھی سُپر ماسٹر کے دماغ تک نہ پہنچ پاتے۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اس کے دماغ میں بہت پہلے ہی پہنچ چکا ہوں اور اس کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے راز سے واقف ہوتا رہتا ہوں۔ اس کے حکم کے مطابق میری رہائش گاہ میں ایک بڑے اسکرین والا ٹی وی اور کمپیوٹر وغیرہ لا کر رکھے جا چکے تھے۔ ہماری گفتگو کمپیوٹر کے ذریعے ہونا تھی۔ نہ وہ زبان سے کچھ بولتا، نہ میں جواباً اپنی زبان استعمال کرتا۔ ادھر سے وہ کمپیوٹر کے ذریعے جو سوال کرتا وہ سوال میرے سامنے والے ٹی وی اسکرین پر ابھر آتا پھر میں اپنے کمپیوٹر سے جواب دیتا تو اُدھر ٹی وی اسکرین پر میرا جواب تحریر کی صورت میں ابھر جاتا۔

جب تمام انتظامات مکمل ہو گئے تو میں رات کے آٹھ بجے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا۔ مانیٹر ٹی وی کی آن کیا تو اس کے اسکرین پر سُپر ماسٹر کی طرف سے تحریر ابھری: "ویل مسٹر فرہاد علی تیمور! مجھے یقین ہے تم اپنی ڈمی کے دماغ میں موجود رہ کر میری باتیں سنتے اور ان کا معقول جواب مجھے دیتے رہو گے۔ اگر میرے یقین کے مطابق تم موجود ہو تو یہ ہماری پہلی ملاقات ہے۔ میں اس پہلی ملاقات میں تمہارے مذہب اور تمہاری تہذیب کے مطابق السلام علیکم کہتا ہوں۔"

میں نے کمپیوٹر کے ذریعے جواب ارسال کیا: "ہمارے دین میں سلام اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ ہم اپنوں پر سلامتی بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں، تم پر سلامتی ہو۔ جواب میں کہا جاتا ہے، وعلیکم السلام یعنی تم پر بھی سلامتی ہو۔ تمہیں اپنے سلام کا جواب سننے کے لیے انتظار کرنا پڑے گا۔ میں کسی عالم دین سے رجوع کروں گا اور ان سے پوچھوں گا کہ کیا کسی دشمن کو جواباً کہا جا سکتا ہے کہ تم پر سلامتی ہو اور اگر کہا جا سکتا ہے تو اس کا مطلب ہو گا کہ دشمن سلامت رہے گا۔

اس کی سلامتی کے ساتھ دشمنی کی بھی عمر بڑھتی جائے گی جب کہ دشمنی کو بڑھنا نہیں، مرنا چاہیے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "میں دشمن بن کر نہیں، دوست بن کر سلام کر رہا ہوں۔"

"دوستی زبان سے نہیں، عمل سے ہوتی ہے اور تمہارا کوئی عمل دوستانہ نہیں ہے صرف سلام دوستانہ ہے جسے سیاست کہتے ہیں۔"

"میں دوستی کا ثبوت کس طرح پیش کر سکتا ہوں؟"

"مجھے اور میرے ساتھیوں کو یہاں سے جانے دو۔ کیوں کہ تم ہم سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"ہماری اس ملاقات کے اختتام پر تمہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے جانے کی اجازت ہو گی۔ کوئی تمہارا راستہ نہیں روکے گا۔ کیا یہاں سے جانے کے بعد میری دوستی پر یقین کر لو گے؟"

"سُپر ماسٹر! یہ تمہاری دوستی نہیں بلکہ مجبوری ہے۔ اس سے پہلے بھی تم نے مجبور ہو کر جوجو کو رہا کیا تھا۔ صاف اور سیدھی بات سُن لو تم کوئی بہت بڑی قربانی دے کر ہی دوست ہونے کا ثبوت دے سکتے ہو۔"

"میں بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہوں، بولو، مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

"جب میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے جاؤں تو ہمارے سامان کی چیکنگ نہ ہو۔"

میری اس بات نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ مجھے فوراً ہی جواب نہیں ملا۔ دوسری طرف خاموشی رہی۔ پھر اسکرین پر اس کا جواب اُبھرا: "کیا تم مجھے پندرہ منٹ کی مہلت دے سکتے ہو؟ ٹھیک پندرہ منٹ بعد تمہیں مخاطب کروں گا۔"

میں نے کہا: "پندرہ منٹ کیا، پندرہ سال کی بھی مہلت دے سکتا ہوں اور انتظار کر سکتا ہوں۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ میں نے ٹی وی اسکرین اور کمپیوٹر کو آف کر دیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی اور سُپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میری یہ بات بڑی معنی خیز تھی کہ یہاں سے جاؤں تو میرے سامان کو چیک نہ کیا جائے جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ میں اپنے ساتھ مشین چھپا کر لے جاؤں گا۔

سُپر ماسٹر کے آس پاس تین افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کوڈ روز میں بلیک شیپ کہلاتے تھے۔ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں وہ تینوں سُپر ماسٹر کے اہم مشیر بھی تھے اور اس ٹرانسفارمر مشین سے دوسرے معنوں میں گہرا تعلق رکھتے تھے۔ یعنی ان میں ایک بلیک شیپ بہت ہی تجربے کار کیمک تھا۔ سابقہ بلیک شیپ میجر براٹ کی طرح وہ ہر طرح کی مشینوں کو کھول کر جوڑ سکتا تھا۔ ان کا نقشہ دیکھ کر نئی مشین بنا سکتا تھا اور کسی بھی مشین کو کسی کی رہنمائی کے بغیر آپریٹ کر سکتا تھا۔

گویا مشین کے معاملے میں صرف سُپر ماسٹر کو حتمی فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا تھا۔ اسی طرح وہ تینوں بلیک شیپ بھی ذاتی طور پر یا انفرادی طور پر کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے تھے۔ ان تینوں کو آپس میں مشورے کرنے پڑتے تھے۔ ایک دوسرے سے متفق ہونا پڑتا تھا۔ تب وہ کوئی ایک فیصلہ کر پاتے تھے۔ اس وقت سُپر ماسٹر اور تینوں بلیک شیپ کو میری یہ بات کھٹک رہی تھی۔ ان چاروں کو یقین تھا کہ میں وہ مشین چھپا کر لے جانا چاہتا ہوں اسی لیے یہ شرط عائد کر رہا ہوں کہ میرے سامان کی چیکنگ نہ کی جائے۔

ایک بلیک شیپ نے کہا: "ہو سکتا ہے وہ مشین نہ لے جا رہا ہو، صرف ہماری دوستی آزمانا چاہتا ہو۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "ہمیں ہر حال میں اسے دوست بنانا ہو گا۔"

ایک اور بلیک شیپ نے کہا: "فرہاد کا وجود ہی ہمارے مزاج کے خلاف ہے اور وہ بھی ہمیں ایسا ہی سمجھتا ہے۔ ہمارے درمیان دوستی ممکن نہیں ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "کیسی باتیں کرتے ہو، یہودی اور مسلمان آگ اور پانی ہیں۔ ان میں کبھی میل نہیں ہو سکتا۔ اس کے باوجود فرہاد اور شیبا کی دوستی نے پوری یہودی قوم کو دوست بنا لیا ہے۔ شیبا آج کل تل ابیب میں ہے۔ اسرائیلی حکومت کا کوئی بھی اعلیٰ افسر خیال خوانی کرنے والوں سے نہیں چھپتا ہے۔ سب کھل کر شیبا، رسونتی اور فرہاد سے گفتگو کرتے ہیں۔ جب یہودی اور مسلمان میں اتنی گہری دوستی ہو سکتی ہے تو پھر فرہاد اور ہمارے درمیان کیوں نہیں ہو سکتی؟ ہمیں کسی نہ کسی طرح اس کا دل جیتنا ہو گا۔"

"کیا دل جیتنے کے لیے تم اسے مشین لے جانے کی اجازت دینا چاہتے ہو؟"

سُپر ماسٹر نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا: "وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ پندرہ منٹ بعد اسے جواب دینا ہو گا۔ ہم صرف ایک بات کا فیصلہ کریں، وہ مشین لے جا رہا ہو یا نہ لے جا رہا ہو۔ ہماری دوستی آزمانا چاہ رہا ہو ہمیں دھوکا دے رہا ہو۔ ہر حال میں ہم اسے کسی چیکنگ کے بغیر جانے کی اجازت دے سکتے ہیں یا نہیں؟"

ان کے درمیان تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ سب ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور سوچتے رہے۔ پھر ایک بلیک شیپ نے کہا: "ہم اسے جانے کی اجازت دیں گے۔ وعدہ کریں گے کہ اس کے سامان کی چیکنگ نہیں کی جائے گی لیکن دور ہی دور سے بھانپنے کی کوشش کریں گے کہ آخر وہ اپنے ساتھ کس طرح کا سامان لے جاتا ہے یعنی سامان ہلکا ہے یا بھاری، کم ہے یا زیادہ۔ پھر ہم یہاں سے ایئر پورٹ تک الیکٹرونک آلات کا جال بچھا دیں گے وہ جس راستے سے گزرے گا ہمیں ان آلات کے ذریعے پتا چل جائے گا کہ اس کے سامان میں صرف کپڑے اور ضروریات زندگی کی چیزیں ہیں یا فولادی مشین۔"

ایک بلیک شیپ نے کہا: "میں تم سے اتفاق کرتا ہوں ہم خفیہ الیکٹرونک آلات کے ذریعے اس کے سامان کو چیک کر سکتے ہیں، جیسے ہی یقین ہو جائے گا کہ وہ مشین لے جا رہا ہے تو ہم اسے گرفتار کر لیں گے اور مشین ہمارے قبضے میں آ جائے گی۔"

ایک بلیک شیپ نے پوچھا: "کیا ان حالات میں وہ پہلے کی طرح بڑی بڑی دھمکیاں نہیں دیں گے؟"

سُپر ماسٹر نے کہا: "سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم ان کے کسی آدمی کو نقصان پہنچائیں گے تب ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ٹرانسفارمر مشین خان کی نہیں ہے۔ نہ انھوں نے اسے ایجاد کیا ہے، نہ اس کے مالکانہ حقوق ان کے پاس ہیں۔ یہ مشین کسی کی ملکیت نہیں ہے۔ جو حاصل کرے گا وہی اس کا مالک ہے۔ ایسی صورت میں فرہاد اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے جو بھی جوابی کارروائی ہو گی، وہ مشین کو واپس حاصل کرنے کے سلسلے میں ہو گی۔ ہمیں نقصان پہنچانے کے لیے نہیں۔"

"لیکن وہ الزام دے سکتا ہے کہ ہم نے اس کی شرط نہیں مانی۔ شرط ماننے کا جھوٹا یقین دلایا اور اس طرح مشین کو اپنے قبضے میں کر لیا۔"

"وہ مشین جھوٹ اور فریب سے ہی حاصل ہو سکتی ہے فرہاد بھی ہمیں اس سلسلے میں فریب دیتا آ رہا ہے۔ اسی شہر میں اس نے کہیں اسے چھپا رکھا ہے۔ ہمارے ہی ملک میں ہمارے ہی فوجیوں کے درمیان رہ کر ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔ یہ تو کھلا چیلنج ہے۔ کوئی بھی کسی کو دھوکا دے اور مشین حاصل کر لے۔"

پندرہ منٹ پورے ہو گئے۔ میں نے کمپیوٹر اور مانیٹر ٹی وی کو آن کیا۔ سُپر ماسٹر کی تحریر ابھری۔ وہ کہہ رہا تھا: "ہمیں تمہاری شرط منظور ہے۔ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے جا سکتے ہو۔ تمہارے کسی سامان کی چیکنگ نہیں ہو گی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: "پھر تو واقعی تم دوستی کا ثبوت دے رہے ہو اگر میں کسی چیکنگ کے بغیر یہاں سے چلا گیا تو سمجھو آئندہ بہت سے معاملات میں تمہارے کام آؤں گا اور خود کو ایک بہترین دوست ثابت کروں گا۔"

"مسٹر فرہاد! میں چاہتا ہوں، ہم دوستی کی ابتدا ٹرانسفارمر مشین سے کریں۔"

میں نے پوچھا: "وہ کس طرح؟"

اس نے جواب دیا: "مشین تمہارے پاس ہے، تمہارے پاس ہی رہے مگر اس سے ہمیں بھی فائدہ پہنچنا چاہیے۔"

سُپر ماسٹر! تم یقین کرو یا نہ کرو، اس مشین سے میں خود فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا تو دوسروں کو کیوں فائدہ پہنچاؤں گا۔ میں تو اسے پہلی فرصت میں تباہ کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے وقت نہ ملا۔ تم نے شہر میں اتنی سخت پابندیاں عائد کی ہیں کہ ایک چیونٹی بھی ادھر سے اُدھر نہیں ہو سکتی، لہٰذا مجھے مجبور ہو کر مشین کو چھپا دینا پڑا۔ آئندہ جیسے ہی موقع ملے گا میں اسے

وہاں سے نکال کر تباہ کر دوں گا۔ کسی کے کام نہیں آنے دوں گا۔ میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ ہماری دنیا میں کسی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہو۔"

"تمھاری یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی کہ تمھیں مشین چھپانے کا موقع ملا اسے تباہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔"

"وہ مشین فولاد کی سہی، کاغذ کی نہیں ہے اسے دونوں ہاتھوں سے پرزہ پرزہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسے ختم کرنے کے لیے آگ میں گلانا بہت ضروری ہے یا پھر ایسا طاقت ور بم ہو جس کے دھماکے سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں جنھیں کوئی جوڑ نہ سکے۔"

"اگر تم یہی چاہتے ہو تو ہم تمھیں موقع دیتے ہیں۔ تم کہیں بھی جا کر جتنی آگ جلا کر اس مشین کو جلانا چاہتے ہو جلا سکتے ہو۔ تمھارے راستے میں کوئی نہیں آئے گا۔"

میں نے جواب دیا۔ "کیا خوب مذاق کرتے ہو۔ مجھے مشین گلانے کی اجازت دے رہے ہو اور شہر میں کرفیو نافذ کیا ہوا ہے۔ اگر تم مشین کی تباہی کے سلسلے میں اتنے ہی فراخدل ہو تو کرفیو ہٹا لو۔ شہر سے تمام پابندیاں ہٹا لو۔ لوگوں کو باہر جانے اور باہر والوں کو اندر آنے کی اجازت دو۔ شہری زندگی کو پوری طرح بحال کر دو۔ پھر اس مشین کو آگ میں جلانے کی سہولت حاصل ہو جائے گی۔ میں کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر یہ کام کر لوں گا۔"

"میں تمھاری یہ خواہش بھی پوری کر سکتا ہوں لیکن دشمنوں سے خطرہ ہے وہ کسی نہ کسی طرح اس مشین تک پہنچ سکتے ہیں۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں، کوئی تمھارے راستے کی دیوار نہیں بنے گا۔ تم اس مشین کو آگ میں جھونک دو۔"

"پھر تو یہ بات رہنے دو۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ مشین کو جہنم میں جانے دو۔ وہ جہاں ہے وہیں پڑی رہے گی۔"

"تم ہمیں شدید تجسس اور اضطراب میں مبتلا کر رہے ہو۔ آخر وہ کہاں پڑی ہے۔ وہ کون سی جگہ ہے جو ہمیں نظر نہیں آ رہی ہے؟"

"یہ ملک تمھارا، یہ شہر تمھارا۔ یہاں کے لوگ، یہاں کے گھر تمھارے یہاں کا چپہ چپہ تمھارا ہے اور تم مجھ سے پوچھ رہے ہو وہ جگہ کہاں ہو سکتی ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے۔ کوئی اور بات کرو۔"

"تو بات یہاں تک پہنچی کہ مشین جہاں پڑی ہے وہیں پڑی رہے گی اور تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے جا رہے ہو۔"

"جی ہاں، جا رہا ہوں کسی چیکنگ کے بغیر۔"

"تمھارے کتنے ساتھی ہیں؟"

"یہ ایک اہم سوال ہے۔ یوں تو بظاہر غلام باقی، مورینا اور تنا میرے ساتھ ہیں لیکن ایک اور ساتھی ہے جو اپنی حکمتِ عملی سے بہرام گنگولی تک پہنچ چکا تھا۔ اگر بہرام گالیاں نہ بکتا تو میں اسے دونوں ٹانگوں سے معذور نہ کرتا۔ بہرحال اس کا فائدہ یہ ہوا کہ میں نے بہرام کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کر لیا تھا کہ میرے اس ساتھی پر تنویمی عمل کیا جائے گا اور اس کی اصلیت معلوم کی جائے گی لہٰذا اس پر تنویمی عمل کرنے سے پہلے ہی بتا دوں کہ وہ انٹرنیشنل جاسوس منگل پانڈے میرا آدمی ہے۔"

سپر ماسٹر پہلے ہی کسی تنویمی عمل کرنے والے کے ذریعے منگل پانڈے کی حقیقت معلوم کر چکا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے وہ تمھارا آدمی ہے لہٰذا تم اسے اپنے ساتھ لے سکتے ہو۔"

میں نے کہا۔ "کل صبح منگل پانڈے یہاں سے ایک سوٹ کیس لے جائے گا۔ جب وہ یہاں سے نکل جائے گا تو دوسرا سوٹ کیس تبدیل کیا جائے گا۔ اس طرح ہم یکے بعد دیگرے چار سوٹ کیس یہاں سے لے جائیں گے۔"

میں کمپیوٹر کے ذریعے جواب دے رہا تھا اور اس کے دماغ میں پہنچ کر بھی اس کی سوچ پڑھتا جا رہا تھا۔ کچھ روز پہلے بہرام گنگولی نے پیٹر پال کو کمزور بنا کر اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس سے مشین کا پتا ٹھکانا معلوم کیا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ مشین کہاں ہے اور کس طرح چار سوٹ کیسوں میں رکھی ہوئی ہے لیکن اس سے پہلے ہی میں نے مشین کو وہاں سے اٹھا لیا تھا۔ ویسے یہ بات سپر ماسٹر کو یاد تھی کہ مشین چار حصوں میں تقسیم ہو کر چار سوٹ کیسوں میں پیک کی گئی ہے میں نے بھی یہی کہا تھا کہ میرے ساتھی یکے بعد دیگرے چار سوٹ کیس یہاں سے لے جائیں گے۔ اب توشے کی گنجائش نہیں رہی تھی کہ میں یہاں سے مشین لے جانا چاہتا ہوں۔

سپر ماسٹر نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ مسٹر منگل پانڈے کو کل صبح تمھارے پاس بھیج دیا جائے گا۔ پانڈے تمھارے پاس سے ایک سوٹ کیس لے کر بیلی کاپٹر میں یہاں سے کسی دوسرے شہر جا سکتا ہے پھر وہاں سے کسی طیارے کے ذریعے جہاں جانا چاہے اسے آسانی ہوگی۔ اب یہ بتا دو، تمھارا دوسرا ساتھی کب روانہ ہوگا؟"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، جب خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہو گا کہ پانڈے بخیریت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ چکا ہے تو دوسرے ساتھی کو یہاں سے روانہ کروں گا۔"

"یعنی پانڈے کی روانگی کے کوئی بارہ یا چوبیس گھنٹے بعد دوسرا ساتھی روانہ ہوگا؟"

"ہاں، ایسا ہی ہوگا۔ اب رابطہ ختم کرتا ہوں۔ کل صبح سات بجے پھر اسی ٹی وی اور کمپیوٹر کے ذریعے ملاقات ہوگی۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا لیکن میں نے دماغی رابطہ قائم رکھا ایک بلیک شیپ اس سے کہہ رہا تھا۔ "یہ بات الٹ گئی۔ ہم نے سوچا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے گا تو ایک ساتھ سب سامان لے جائے گا اور پکڑا جائے گا لیکن وہ تو یکے بعد دیگرے یہاں سے سوٹ کیس روانہ کرے گا۔ اگر ہم نے پہلے سوٹ کیس کو پکڑ لیا تو باقی تین سوٹ کیس ہمارے

ہاتھ نہیں آئیں گے۔ وہ ہوشیار ہو جائے گا اور چھپی ہوئی مشین اسی طرح چھپائے رکھے گا۔"

ایک بلیک شیپ نے پوچھا۔ "کیا راستے میں وہ سوٹ کیس بدلا نہیں جا سکتا؟ کسی طرح اس جاسوس کو دھوکا دیا جا سکتا ہے۔"

"کیوں بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ اس کے دماغ میں فرہاد، رسونتی اور شیبا بھی موجود رہیں گے۔"

سب نے آخر اس بات سے اتفاق کیا کہ پہلے ہی سوٹ کیس کو پکڑ لیا جائے، اسے جانے نہ دیا جائے۔ اس طرح مشین کا ایک حصہ ان کے ہاتھ آ جائے گا۔ باقی مشین فرہاد کے لیے بھی بے کار ہو گی۔ وہ اسے استعمال کرنے کے لیے سپر ماسٹر کا محتاج رہے گا۔

ایک بلیک شیپ نے کہا۔ "اس طرح فرہاد سے سمجھوتا کیا جا سکتا ہے کہ جب بھی مشین کو استعمال کرنا ہو گا ہم اپنا اپنا حصہ ایک جگہ لائیں گے۔ اسے ملا کر مشین مکمل کریں۔ اگر ان کا ایک آدمی ٹیلی پیتھی سیکھے گا تو ہمارا بھی ایک آدمی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرے گا۔ یہ ٹھیک ہے منگل پانڈے کو وہ سوٹ کیس لے کر نکلنے دو۔ ہم اسے اپنے قبضے میں لے لیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا کے جتنے علوم حاصل کرنے کی توفیق دی ہے وہ علوم مثبت اور منفی دونوں طرح کے اثرات رکھتے ہیں۔ یہ انسان کے ہاتھ میں ہے کہ وہ اپنے حاصل کردہ علم کو مثبت طریقے سے استعمال کرے یا منفی انداز میں۔ تادمِ تحریر دنیا کا کوئی علم ہو یا کوئی ایجاد ہو وہ انسانی بھلائی کے لیے منظرِ عام پر آئی لیکن انسان نے اپنی برتری اور زیادہ سے زیادہ اقتدار حاصل کرنے کے لیے اس علم کو یا اس ایجاد کو تخریبی معاملات میں استعمال کیا۔

ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے انسانی فلاح و بہبود کے لیے بہت سے کام کر سکتے ہیں۔ کند ذہن افراد کو ذہین بنا سکتے ہیں۔ دشمنوں کی سازشوں کو بے نقاب کر سکتے ہیں، جو لوگ دماغی مریض ہیں ان کے دماغوں میں پہنچ کر انھیں ذہنی طور پر صحت مند بنا سکتے ہیں لیکن اس کے برعکس ٹیلی پیتھی کو اقتدار حاصل کرنے کا زبردست حربہ سمجھ لیا گیا ہے۔ کوئی ایک دوسرے پر یقین نہیں کرتا کہ اس کا مقابل ٹیلی پیتھی کو صرف مثبت انداز میں استعمال کرے گا حالاں کہ ہمارے مثبت طریقۂ کار کا ثبوت ان کے سامنے ہے۔ میں، رسونتی اور شیبا دنیا کے تمام بڑے ممالک کے اہم رازوں سے واقف ہیں۔ ہم ایک دوسرے کا پول ایک دوسرے کے سامنے کھول سکتے ہیں۔ ساری دنیا میں اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے انھیں تباہ و برباد کر سکتے ہیں جن ذرائع کے بل بوتے پر وہ سپر طاقتیں کہلاتی ہیں، ان ذرائع کو نیست و نابود کر سکتے ہیں لیکن ہم نے آج تک ایسا نہیں کیا۔

لیکن مڈل انسفار مر مشین حاصل کرنے کے بعد وہ ایسا چاہتے ہیں۔ اپنے اقتدار کو اور زیادہ مضبوط اور اپنے سپر پاور کے ٹائٹل کو اور زیادہ اہم اور دہشت ناک بنانا چاہتے ہیں۔ سپر ماسٹر کے لیے وہ مشین زندگی اور موت کا مسئلہ بن گئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ مشین اسی شہر میں ہے لیکن کہاں ہے؟ اگر وہ اسے ڈھونڈ نہ سکا تو وہ سپر ماسٹر بھی نہ رہ پاتا اور وہ مشین ہاتھ آ جاتی تو اس کا عہدہ ایک طویل مدت کے لیے پائیدار ہو جاتا۔ چونکہ وہ ملکی سیاست میں اہم رول ادا کرتا تھا، ملک کے اندرونی اور بیرونی معاملات کا ذمے دار تھا لہٰذا اسے اس بات کی قوی امید تھی کہ مشین حاصل ہوتے ہی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں سب سے پہلے اسی کے دماغ میں منتقل کرائی جائیں گی تاکہ اس کے ذریعے ملک اور مستحکم ہو۔

فی الحال وہ مشین دیوانے کا خواب تھی، نیند میں دکھائی دیتی تھی یا آنکھیں بند کر کے سوچو تو نظر آتی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی اپنے خالی ہاتھ دیکھنے کو رہ جاتے تھے۔ سپر ماسٹر نے وعدہ کیا تھا۔ اب میں قیدی نہیں ہوں اور جہاں چاہوں جا سکتا ہوں۔ اس نے اپنے وعدے کے مطابق میری رہائش گاہ سے پہرا اٹھا دیا تھا۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ سپر ماسٹر کے دماغ سے معلوم کیا تو پتا چلا، آس پاس کی کوٹھیوں میں جاسوس اور مسلح فوجی جوان موجود ہیں اور چھپ کر میری نگرانی کر رہے ہیں۔

میں نے رات کے دس بجے ایک سوٹ کیس لیا، پھر اس بنگلے سے نکل کر اس کے گیراج میں آیا۔ دروازہ کھول کر اندر گیا۔ پھر اسے بند کر لیا۔ ایسے وقت میری خیال خوانی جاری تھی۔ سپر ماسٹر کو اطلاع مل گئی تھی کہ میں ابھی ایک سوٹ کیس لے کر بنگلے سے نکلا ہوں اور گیراج میں گیا ہوں۔

سپر ماسٹر اور دوسرے تمام افسران تجسس میں مبتلا ہو گئے تھے کہ میں گیراج میں کیا کر رہا ہوں۔ میں نے ایک گاڑی کا بونٹ اٹھا کر چند اوزاروں کی مدد سے انجن کو کھول کر نکال لیا تھا۔ گاڑی چھوٹی تھی، انجن بھی چھوٹا سا تھا۔ ایک سوٹ کیس میں آ گیا۔ میں نے گاڑی کے چند پرزے بھی سوٹ کیس میں رکھ لیے۔ پھر گیراج کے دروازے کے کھول کر نکلا۔ اسے باہر سے بند کیا۔ اس کے بعد اپنے بنگلے میں آ کر تمام کمروں کی بتیاں بجھاتا ہوا بیڈ روم میں آیا۔ سوٹ کیس کو پلنگ کے نیچے رکھ کر بیڈ روم کی لائٹ بھی آف کر دی۔ صرف ایک زیرو پاور کا بلب روشن تھا۔ میری نگرانی کرنے والے سپر ماسٹر سے اجازت لے رہے تھے کہ وہ گیراج کا دروازہ کھول کر دیکھنا چاہتے ہیں۔ سپر ماسٹر نے انکار کرتے ہوئے کہا۔ "اس بنگلے کے احاطے میں قدم نہ رکھنا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لے گا کہ تم میں سے کوئی گیراج کی طرف گیا تھا۔ وہ سوٹ کیس جب تک ایئر پورٹ تک نہیں پہنچ جاتا اس وقت تک کسی کو بھی چھیڑا نہیں جائے گا۔ تم سب دور ہی دور سے نگرانی کرتے رہو۔ وہ رات کے کسی بھی حصے میں باہر جا سکتا ہے۔"

میں آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ اپنے دماغ کو ہدایات دیں

اور نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ وہ بے چارے رات بھر میرے بنگلے کے آگے پیچھے نظریں جمائے جاگتے رہے۔ انھیں یقین ہو گیا تھا کہ شین اسی بنگلے کے احاطے میں کہیں ہے۔ حالاں کہ انھوں نے اس احاطے کی ایک ایک اینٹ زمین کھود ڈالی تھی، وہاں کے بالشتیے کو بھی بنا دیا تھا۔ ان کے پاس جدید ترین سراغ رساں آلات تھے جن کے ذریعے وہ چور راستوں اور تہ خانوں کا سراغ لگا لیتے تھے۔ اگر تہ خانہ نہ ہو اور فرش کے نیچے کوئی شین یا شین کا پرزہ چھپایا گیا ہو تو وہ آلات اس کی بھی نشاندہی کر دیتے تھے۔ اس کے باوجود انھوں نے تمام زمین کھود ڈالی تھی، اب ان کی نظر گیراج پر تھی۔ وہ سوچ رہے تھے۔ شاید میں نے شین کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے گیراج میں اس طرح چھپایا ہے کہ عام لوگوں کی نظر اُدھر نہیں جاتی ہوگی۔ وہ یہاں سے جانے والا پلاسوٹ کیس پکڑنے کے بعد اس گیراج کو پھر ایک بار اچھی طرح کھنگالنا چاہتے تھے۔

صبح سات بجے کمپیوٹر کے ذریعے پھر سپر ماسٹر سے گفتگو ہوئی۔ اس نے کہا: "مسٹر فرہاد! میں نے وعدے کے مطابق منگل پانڈے کو روانہ کر دیا ہے۔ وہ تمھارے پاس پہنچنے ہی والا ہوگا۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس نے کہا: "آج منگل پانڈے جا رہا ہے، کل آپ چلے جائیں گے پھر کس طرح آپ سے رابطہ قائم ہوگا؟"

میں نے جواب دیا: "جس طرح ابھی میری ایک ڈمی کے ذریعے رابطہ قائم ہو رہا ہے۔ میری یہ ڈمی بھی چلی جائے گی تو اس کی جگہ میرا کوئی نمائندہ ہوگا۔ وہ بھی اسی طرح کمپیوٹر کے ذریعے تم سے رابطہ قائم کرے گا اور میں اس کے ذریعے بولتا رہوں گا۔"

"مسٹر فرہاد! میں آپ سے دوسری شین کے مسئلے پر بات کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا: "وہ دوسری شین بے شک پہلی شین سے زیادہ مصیبت بن جائے گی، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

اس نے کہا: "آئرن اور ہارڈی نے دوسری شین کے سلسلے میں جو بیانات دیے ہیں، وہ آپ نے یقیناً ہارڈی کے دماغ سے سُن لیے ہوں گے۔"

"میں سب کچھ سُن چکا ہوں۔ ان کی بہن سلارا اور بھائی جارج فری مین دوسری شین بنانے میں مصروف ہیں اور کسی دن بھی کوئی دھماکا خیز خبر سننے کو مل سکتی ہے۔"

"اگر تم ہم سے تعاون کرو تو ہم دوسری شین بننے سے پہلے ہی سلارا اور جارج فری مین تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں اس سلسلے میں ہر وقت تعاون کے لیے تیار ہوں۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "میں نے سوچا ہے، آئرن اور ہارڈی کو آزاد کر دوں، وہ جہاں جاتے ہیں، جانے دوں لیکن ان کا دن رات تعاقب ہوتا رہے۔ اگر ہمارے جاسوس ان کے پیچھے رہیں گے تو انھیں شبہ ہو جائے گا، خیال خوانی کے ذریعے ان کی نگرانی ہوتی رہے گی تو انھیں ہم پر کبھی شبہ نہیں ہوگا۔"

"شاید تم بھول گئے ہو کہ آئرن اور ہارڈی دونوں ہی نزدیک قوتِ ارادی کے مالک ہیں۔ یوگا میں حیرت انگیز مہارت رکھتے ہیں، کئی کئی منٹ تک سانس روک سکتے ہیں۔"

"میری قید سے رہا ہونے کے بعد وہ سانس نہیں روک سکیں گے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو کہ انھیں اپنے دماغ میں پرانی سوچ کی لہروں کا احساس ہی نہیں ہوگا۔"

"کیا تم کسی طرح ان کے دماغ کو کمزور بنا رہے ہو؟"

"ہاں، آج کل ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں ایسی دوائیں ملائی جاتی ہیں جن کے اثرات سے دماغ رفتہ رفتہ کمزور ہو گا لیکن انھیں احساس نہیں ہوگا۔ جب انسان کے حواس خمسہ یکے بعد دیگرے کمزور ہوتے جاتے ہیں تو اس وقت تک احساس نہیں ہوتا جب تک کہ ان حواس کو آزمایا نہ جائے، مثلاً اگر چکھنے کی حس کمزور پڑ جائے تو جب تک وہ شخص کڑوی نمکیلی چیز کو نہیں چکھے گا اس وقت تک اس کی سمجھ میں نہیں آئے گا کہ اس کی یہ حس کمزور ہو گئی ہے۔ اسی طرح کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے ذہنی اذیتیں پہنچائے گا تب اسے پتا چلے گا کہ خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ میں پچھلے سے آجاتے ہیں اور پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے والی اس کی غیر معمولی توانائی ختم ہو چکی ہے۔"

"اگر تم نے اس حد تک انھیں کمزور بنا دیا ہے تو انھیں آزاد کر دینا ہی دانش مندی ہوگی۔ وہ جہاں جانا چاہیں جانے دیا جائے۔ میں ان کی نگرانی کروں گا۔"

"صرف نگرانی سے کام نہیں چلے گا۔ آپ وعدہ کریں کہ وہ جہاں جائیں گے آپ ان کے متعلق ہمیں بتاتے رہیں گے تاکہ ہم بھی ان سے باخبر رہیں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، وہ کہیں بھی جائیں گے یا کسی بھی طرح اپنی بہن اور بھائی سے رابطہ قائم کریں گے تو میں ان کے دماغ میں دیدہ کر جو کچھ معلوم کروں گا، وہ تمھیں بتاتا جاؤں گا۔"

منگل پانڈے میرے پاس آگیا۔ میں نے وہ سوٹ کیس اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا: "میں تمھارے ساتھ ایک فلائنگ کلب تک چلوں گا، وہاں سے تم ایک ہیلی کاپٹر میں شکاگو جاؤ گے پھر ایک طیارے میں نیویارک پہنچو گے۔ اس کے بعد نیویارک سے پیرس کے لیے تمھیں ایک طیارے میں سیٹ ریزرو ملے گی۔"

پھر میں نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا: "سُپر ماسٹر! میں پانڈے کے ساتھ نکل رہا ہوں۔ اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ فلائنگ کلب تک ہمارے لیے کرفیو رہے۔"

اس نے کہا: "میری ایک گاڑی تم دونوں کو وہاں تک لے جائے گی اور مسلح فوجی تمھارے ساتھ رہیں گے تاکہ راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔"

میں سمجھ رہا تھا، وہ کیسی چالیں چل رہا ہے۔ ٹیلی پیتھی اللہ تعالیٰ کی وہ دین ہے جو خوش قسمتی سے مجھے، رسونتی کو اور شیبا کو حاصل ہوئی ہے۔ باقی جتنے بھی منظرِ عام پر آئے اور گئے، وہ سب ٹرانسفارمر مشین کے مرہونِ منت رہے۔ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا اسی لیے میں اِدھر اُدھر سے پتا ہوا کسی نہ کسی طرح سُپر ماسٹر کے دماغ تک پہنچ گیا تھا اور اب بیٹھے بیٹھے اس کی تمام چالوں کو سمجھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی طرف سے بھیجی ہوئی گاڑی آگئی — مسلح فوجی ہماری گاڑی کے آس پاس تھے۔ اس فوجی گاڑی میں الیکٹرونک آلات کا خفیہ نظام تھا جو نظر نہیں آتا تھا لیکن مجھے تو سُپر ماسٹر کی دماغی آنکھوں سے سب دکھائی دے رہا تھا۔

ان خفیہ الیکٹرونک آلات کے ذریعے یہ معلوم ہو گیا کہ منگل پانڈے جو سوٹ کیس لے جا رہا ہے، اس میں فولادی مشین کا کچھ حصہ ہے۔ اس شین کی ساخت کیا ہے اور وہ مشینی حصہ کس مشین سے مطابقت رکھتا ہے، یہ تو بعد میں معلوم ہو سکتا تھا۔ ابھی اتنا ہی معلوم ہوا کہ کسی شین کا کچھ فولادی حصہ ایک سوٹ کیس میں لے جایا جا رہا ہے۔ بس اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ یہ معلومات سپر ماسٹر تک پہنچائی گئیں۔ سپر ماسٹر نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے احکامات دیے: "فوراً حملہ کیا جائے۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا: "منگل پانڈے! ہوشیار ہو، یہاں دھماکے ہوں گے۔ اپنی طرف کا دروازہ کھول دینا اور باہر کی طرف چھلانگ لگا دینا لیکن دھماکوں کا انتظار کرو۔"

تھوڑی دیر بعد ہی فضا میں کچھ ہیلی کاپٹروں کی آوازیں سنائی دیں، کئی تین یا چار ہیلی کاپٹر تھے جو ہمارے اوپر سے پرواز کرتے ہوئے بمباری کر رہے تھے۔ دھواں اٹھ رہا تھا۔ میری ہدایت کے مطابق، منگل پانڈے نے دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ اس کے پیچھے میں نے بھی چھلانگ لگا دی۔ ہم دونوں باہر آکر گرے پھر دھوئیں کے درمیان دوڑتے ہوئے ایک طرف بھاگنے لگے۔

سپر ماسٹر کی پلاننگ میں تھوڑا سا کچا پن رہ گیا تھا۔ وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ باہر سے چند دشمنوں نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے حملہ کیا اور وہ سوٹ کیس لے گئے لیکن ان حملہ آوروں کے خلاف جوابی کارروائی کرنے کے لیے اس پاس فوجی منظر نہیں آ رہے تھے جب کہ کرفیو کے اعلان کے بعد فوجی گشت کرتے رہتے ہیں۔

ملک نے اور منگل پانڈے نے ایک عمارت میں جا کر پناہ لی، دور سے دیکھا، ہیلی کاپٹر نیچے اُتر گئے تھے۔ وہاں سے چند نقاب پوش فائرنگ کرتے ہوئے اس کار کی طرف آئے جس میں منگل پانڈے سوٹ کیس لیے بیٹھا ہوا تھا۔ سوٹ کیس وہاں موجود تھا۔ وہ اسے لے کر دوڑتے ہوئے ہیلی کاپٹر میں گئے۔ وہ ہیلی کاپٹر بھی پرواز کرنے لگے۔ بڑی ہی بچکانہ پلاننگ تھی۔ اب تک کوئی فوجی ان کے راستے میں رکاوٹ بننے نہیں آیا تھا۔ جب وہ ہیلی کاپٹر پرواز کرتے ہوئے بند ہو کر واپس جانے لگے تب اچانک اِدھر اُدھر سے فوجی نمودار ہونے لگے اور.... ہوائی فائر کرنے لگے۔ لیکن وہ فائرنگ ایسی ہی تھی جس سے ان ہیلی کاپٹروں کو نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جب وہ ہیلی کاپٹر نظروں سے اوجھل ہو گئے تو میں نے ایک افسر کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ہم فلاں عمارت میں پناہ لیے ہوئے ہیں۔ ہمیں بحفاظت ہماری رہائش گاہ تک پہنچا دیا جائے۔"

وہ افسر چند مسلح فوجیوں کے ساتھ اس عمارت میں آیا۔ پھر ہمیں ایک گاڑی میں بٹھا کر لے جانے لگا۔ میں نے پوچھا: "یہ کیا ہو گیا؟"

افسر نے شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "ہمیں افسوس ہے، ہم نے پورے شہر میں کرفیو نافذ کر دیا۔ ہر طرح کی پابندیاں لگا دیں۔ کوئی شخص اپنے گھر سے نکل نہیں سکتا تھا۔ اس کے باوجود دشمن ہیلی کاپٹر میں آئے اور مسٹر منگل پانڈے کا سوٹ کیس لے کر چلے گئے۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا: "آخر وہ کون ہو سکتے ہیں؟"

افسر نے کہا: "ہم خود حیران ہیں کہ وہ کہاں سے آئے اور کہاں چلے گئے؟"

ہم اپنی رہائش گاہ کے احاطے میں پہنچے۔ میں نے دیکھا، میرے گیراج کا تالا ٹوٹا ہوا تھا، دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے گاڑی رکوائی پھر گیراج میں جا کر دیکھا۔ اس احاطے میں پہلے ہی کئی افسران اور فوجی جوان موجود تھے۔ ایک افسر نے کہا: "جناب! جب ہمیں معلوم ہوا کہ یہاں کچھ نامعلوم لوگوں نے آپ کے گیراج کا تالا توڑا ہے تو ہم یہاں آئے لیکن دیر ہو چکی تھی۔ وہ جا چکے تھے جب ہم نے گیراج میں داخل ہو کر دیکھا تو اس گاڑی کا بونٹ اٹھا ہوا تھا اور اس کا انجن غائب تھا۔ کچھ پُرزے بھی غائب ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا، وہ چوری کرنے والے، تالا توڑنے والے اس گاڑی کا انجن اور چند پُرزے کیوں لے گئے؟"

"میں اس بات کا جواب دوں گا۔ اپنے سپر ماسٹر سے کہو۔ مجھ سے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرے۔"

میں پانڈے کے ساتھ اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوا۔ بیڈ روم میں آکر بیٹھ گیا جہاں کمپیوٹر اور سیٹلائٹ ٹی وی وغیرہ موجود تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر سُنا۔ دوسری طرف سے اسی افسر نے کہا: "آپ مانیٹر ٹی وی آن کریں، سپر ماسٹر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے کمپیوٹر اور ٹی وی کو آن کر دیا۔ سپر ماسٹر کی تحریر اسکرین

پڑا بھڑنے لگی۔ "مسٹر فرہاد! میں آپ سے اور مسٹر پانڈے سے سخت شرمندہ ہوں۔ ہماری اتنی احتیاطی تدابیر کے باوجود انجانے دشمن اپنا کام کر گئے ہیں۔"

"جی ہاں، دشمنوں نے بیک وقت دو جگہ آپریشن کیا۔ اُدھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے اگر بموں کے دھماکے کیے۔ ہمیں بھاگنے پر اور سوٹ کیس چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اِدھر میرے گیراج کا تالا توڑ کر دروازہ کھول کر نہ جانے کیا کچھ کرتے رہے۔"

سپر ماسٹر نے حیرانی کا اظہار کیا۔ "کیا گیراج میں آپ کا کوئی ضروری سامان تھا۔ آخر دشمنوں کو اس کی سُن گُن کیسے مل گئی؟"

"میرے دشمن بڑے پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ دیکھو نا۔ انھیں یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ منگل پانڈے ایک سوٹ کیس لے جا رہا ہے۔ انھیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کس وقت میں پانڈے کے ساتھ ہوں گا تو انھیں میرا گیراج خالی ملے گا اور وہ بڑی سہولت سے تالا توڑ کر وہاں کی تلاشی لے سکیں گے۔"

"کیا تم نے گیراج چیک کر لیا۔ کیا وہاں تمہارا تمام سامان محفوظ ہے؟"

"میرا وہاں کچھ سامان ہی نہیں تھا۔ میں پچھلی رات ایک سوٹ کیس لے کر گیراج میں گیا تھا اور ایک گاڑی کا چھوٹا سا انجن کھول کر اور کچھ پُرزے نکال کر سوٹ کیس میں رکھ لیے تھے۔"

سپر ماسٹر نے بے یقینی سے پوچھا۔ "کمال ہے، آپ نے ایسا کیوں کیا۔ آپ کو اس گاڑی کے انجن کی ضرورت کیا تھی؟"

"مجھے نہیں، منگل پانڈے کو ضرورت تھی۔ بھارت میں اس کی ایک پرانے ماڈل کی گاڑی ہے۔ وہ یہاں سے نئے ماڈل کی گاڑی کا انجن لے جا کر اس میں لگانا چاہتا تھا۔"

"کیا مسٹر پانڈے جو سوٹ کیس لے جا رہے تھے، اس میں کوئی اہم چیز نہیں تھی۔ صرف یہی گاڑی کا انجن تھا؟"

"جی ہاں، بھلا اہم چیز کیا ہو سکتی ہے۔ میں اتنا نادان تو نہیں ہوں کہ ٹرانسفارمر مشین یوں سوٹ کیسوں میں یہاں سے روانہ کرتا رہوں گا۔"

سپر ماسٹر کو چپ لگ گئی۔ ٹی وی اسکرین سادہ ہو گیا تھا۔ میری بات سے یقیناً اسے دماغی جھٹکا پہنچا ہو گا اور وہ یہ شاک برداشت کر رہا ہو گا۔ اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد ان کے ہتھے میں ایک گاڑی کا چھوٹا سا انجن آیا تھا۔ اسی وقت اسے خفیہ ذرائع سے اطلاع مل رہی تھی کہ اس کی جس خفیہ ٹیم نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے حملہ کر کے وہ سوٹ کیس حاصل کیا تھا اسے کھول کر دیکھ لیا گیا ہے اور اس میں سے وہی کچھ برآمد ہو رہا ہے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو سپر ماسٹر! تم خاموش کیوں ہو گئے؟"

"میں تمہاری چالبازی کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ تم نے سوٹ کیس لے جانے والوں کو زبردست دھوکا دیا ہے۔"

"جی ہاں۔ مشین ایسے ہی ہاتھوں میں رہنا چاہیے جو اس کی حفاظت کرنا جانتے ہوں۔"

"بے شک تم یہ ثابت کر رہے ہو۔ میں حیران ہوں کہ تم نے اتنی بڑی مشین کہاں چھپا رکھی ہے؟"

"میرے سامنے کسی چیز کی حساسیت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ وہ مشین خواہ کتنی ہی بڑی ہو، میں نے اسے سُرمہ بنا کر کسی کی آنکھوں میں چھپا دیا ہے۔"

"ہم جانتے ہیں، تم نے پولیس، انٹیلی جنس اور فوجیوں کو حیران اور پریشان کر دیا ہے۔ کسی چیز کو تلاش کرنے میں پسینہ نکلتا ہے۔ تم نے تیل نکال کر رکھ دیا۔ آج ہمارے ملک کے بڑے بڑے عہدے دار، فوجی اور رسول افسروں کا ایک اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ اس اجلاس میں تمہارے متعلق ایک بہت اہم فیصلہ کیا جانے والا ہے۔ وہ ایک بہت ہی اہم تاریخی فیصلہ ہو گا۔ میں جلد ہی تمہیں ایک خوشخبری سنانے والا ہوں۔"

"میں اس خوشخبری کا انتظار کروں گا۔ فی الحال ہماری روانگی کے سلسلے میں کیا ہو سکتا ہے؟"

"ہماری طرف سے پوری آمادی ہے۔ تمہاری ڈمی اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے کسی وقت بھی جا سکتی ہے۔ تم روانگی کا وقت بتا دو۔ اس بار ہماری فضائی فوج کے جوان ان کی حفاظت کریں گے۔"

"ابھی پانچ منٹ میں بتاتا ہوں کہ ہم یہاں سے کب روانہ ہو رہے ہیں۔"

میں نے تنانہ کو مخاطب کیا۔ اس سے کہا۔ "میں یہاں سے جا رہا ہوں، تم یقیناً اپنی بہن کے ساتھ رہنا پسند کرو گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "میں تمہیں کیسے چھوڑ سکتی ہوں، میرا تو رُواں رُواں تمہاری طرف کھنچا جاتا ہے۔ مگر تم ملتے نہیں ہو۔ کیا میں تمہیں یاد نہیں آتی، میری پیار بھری تنہائی کا کوئی لمحہ یاد نہیں آتا؟"

"مجھے کام کے وقت صرف کام یاد رہتا ہے۔ جو سوال کر رہا ہوں اُس کا جواب دو۔"

"تم جانتے ہو، میں تمہاری اور مورینا کی محبت کے درمیان الجھی ہوئی ہوں۔"

"اچھی طرح جانتا ہوں۔ اسی مورینا کی خاطر تم نے مجھے کئی بار دھوکے دیے جس کے نتیجے میں تم دونوں کے دماغوں سے بیلی پیتھی ختم کر دی گئی۔ وہ مشین بھی تم لوگوں کے ہاتھ نہیں آئی۔ بیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے سے پہلے تم نہیں جس مقام پر تھیں، اسی مقام پر واپس آ گئی ہو۔ بہتر ہے، اپنی اپنی پسند سے شادی کر کے اچھی گھریلو زندگی گزارو۔"

"میں مورینا کو کسی اچھے ماحول میں چھوڑ کر تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔"

"میرے ساتھ میرا سایہ بھی ہمیشہ نہیں رہتا۔ تم کیسے رہ سکو گی؟"

میرا مشورہ مان لو اور مورینا کے ساتھ جہاں جانا چاہو چلی جاؤ، یہاں تمہیں کوئی نہیں روکے گا۔"

اس کے بعد میں نے اس کا جواب نہیں سُنا۔ منگل پانڈے سے کہا۔ "تیار ہو جاؤ۔ تمہیں ابھی چلنا ہے۔" پھر میں نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "میں یہاں سے پانڈے کے ساتھ آدھے گھنٹے بعد روانہ ہو جاؤں گا۔ تم وہاں سے غلام باقی کو روانہ کر دو۔ ہم تینوں اس شہر سے نکل جانا چاہتے ہیں۔"

اس نے معنی خیز سوال کیا۔ "کیا تمہارے ساتھ زیادہ سامان ہو گا؟"

میں نے اس کی توقع کے خلاف جواب دیا۔ "ہم تینوں خالی ہاتھ جائیں گے۔ ایک تنکا بھی یہاں سے نہیں لے جائیں گے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا ٹرانسفارمر مشین بھی یہاں چھوڑ جاؤ گے؟"

"وہ فی الحال یہیں رہے گی۔"

"فرہاد! تم حیران کر رہے ہو۔"

"کیا اب میں رابطہ ختم کر دوں؟"

"ذرا ٹھہرو، یہ بتا دو یہاں سے جانے کے بعد پھر تمہارا کون سا نمائندہ ہم سے رابطہ قائم کرے گا؟"

"شہر سے نکلنے کے بعد میں اسی ملک میں رہوں گا۔ ٹرانسفارمر مشین چھوڑ کر نہیں جا سکوں گا۔ لہٰذا مجھ سے ہی رابطہ رہے گا۔"

"ایک اور بات بتا دوں۔ میں نے آئرن ہارڈی کو آزاد کر دیا ہے، وہ بھی اس شہر سے باہر جا رہے ہیں۔ تم جب چاہو ان کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کر سکتے ہو۔"

"میں ان پر توجہ دیتا رہوں گا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ آدھے گھنٹے بعد میں منگل پانڈے کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوا۔ اسی طرح فوجی گاڑیاں ہمارے آگے پیچھے چلتی رہیں۔ ہم بغیر بریت فلائنگ کلب پہنچ گئے۔ غلام باقی ہم سے پہلے پہنچا ہوا تھا۔ ہمیں رخصت کرنے والے افسروں میں سے ایک معتمر افسر نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر فرہاد! میں تمہاری صلاحیتوں کا قائل ہوں۔ تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں۔ اس طرح خالی ہاتھ جاتے دیکھ کر تمہارے یقین اور اعتماد پر رشک آ رہا ہے۔ یعنی تم نے اس مشین کو ایسی جگہ چھپا رکھا ہے جہاں تمہارے اعتماد کے مطابق کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ لیکن تمہاری صلاحیتوں کا اس قدر قائل ہونے اور تمہاری قدر کرنے کے باوجود ایک سرکاری افسر کی حیثیت سے دُعا کروں گا کہ میں اس مشین تک پہنچ جاؤں۔"

میں نے ہنستے ہوئے مصافحہ کیا۔ اس دوران میں نے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے بات کی تھی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اطمینان کیا تھا کہ کوئی سازش تو نہیں ہے۔ ہیلی کاپٹر کو پوری طرح چیک کر لیا گیا ہے۔ کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے۔ تب میں غلام باقی اور منگل پانڈے کے ساتھ اس میں سوار ہو گیا۔ اس شہر سے نکلتے وقت یوں لگ رہا تھا جیسے ہم ایک طویل مدت سے قرنطینہ میں تھے۔ ہمیں کوئی متعدی مرض لاحق تھا اسی لیے ہمیں ایک شہر کی حدود میں پابند کر دیا گیا تھا۔ اور اب ہم شفا پا کر وہاں سے نکل رہے تھے۔ افسوس سپر ماسٹر اپنی پوری فوج کے ساتھ بیمار پڑ گیا تھا۔ پتا نہیں کب تک اس شہر کو ساری دنیا سے کاٹ کر الگ رکھنا چاہتا تھا۔

*

شیبا اور آمنہ تنہا رہ گئی تھیں۔ ہمارے منصوبے کے مطابق دونوں پارس بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیے گئے تھے۔ وہاں وہ شیخ الفارس کے سائے میں رہ کر اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کر رہے تھے۔ ماسٹر واٹسن روکی انھیں فولاد بنانے کے ابتدائی مرحلے سے گزار رہا تھا۔ شیبا کا دل اپنے پارس کے بغیر نہیں لگتا تھا۔ جو جو، پارس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی لہٰذا وہ بھی چلی گئی تھی۔ شیبا ان دونوں سے ملنے کے لیے ہفتے میں ایک بار تل ابیب سے پیرس جاتی تھی۔ ایک دن اور ایک رات جو جو اور پارس کے ساتھ گزارتی تھی، پھر دوسرے دن واپس آ جاتی تھی۔

وہ تل ابیب میں کافی مصروف رہتی تھی۔ وہاں کے بڑے بڑے عہدے داروں کے ہاں کسی نہ کسی تقریب میں شریک ہوتی تھی، پھر کسی نہ کسی اہم معاملے میں ان عہدے داروں سے خفیہ ملاقاتیں بھی کرتی تھی۔ فی الحال ہر اہم معاملے کی تان ٹرانسفارمر مشین پر آ کر ٹوٹتی تھی۔ آخر میں یہی پوچھا جاتا تھا۔ "مسٹر فرہاد کب تک وہ مشین وہاں سے نکال لائیں گے؟"

شیبا جواب دیتی تھی۔ "ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ ہمیں اس مشین کی ضرورت نہیں ہے اس لیے اطمینان سے جہاں پڑی ہے، پڑی رہنے دو۔" میں نے جواب دیا ہے۔"

"سسٹر فرہاد نے اس کے متعلق تمہیں کچھ بتایا ہو گا؟"

"نہ وہ ایسی باتیں بتاتے ہیں، نہ میں پوچھتی ہوں۔"

"شیبا تم جانتی ہو، ہم سب تمہیں بیٹی مانتے ہیں اور جو بات بہتر سمجھتے ہیں، وہ تمہارے کانوں تک پہنچا دیتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "اسی لیے تو میں یہاں رہتی ہوں۔ یہاں سب میرے اپنے ہیں اور جو اپنے نہیں ہیں، وہ بزرگ بھی مجھے بیٹی کی طرح مانتے ہیں اور مجھے اچھے اچھے مشورے بھی دیتے ہیں۔"

ایک عہدے دار نے کہا۔ "تمہیں اس مشین کے متعلق معلوم کرنا چاہیے کہ اسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ فرض کرو، خدانخواستہ فرہاد کو کچھ ہو جائے۔ خدانخواستہ کوئی دشمن اس پر غالب آ جائے۔ اس کے دماغ کو ناکارہ بنا دے اور وہ بھول جائے کہ مشین کہاں چھپا کر رکھی گئی ہے تو پھر تم میں سے کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"یہی بات میں اپنے متعلق سوچتی ہوں۔ اگر خدانخواستہ میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں۔ کوئی مجھے اغوا کر لے۔ میرے دماغ کو توہمی

عمل کے ذریعے تسخیر کرلے اور یہ معلوم کرلے کہ فرہاد نے مجھے اس مشین کے بارے میں کیا کچھ بتایا ہے تو اس طرح مشین کا راز فاش ہو جائے گا۔"

ایک اور عہدے دار نے کہا: "دونوں طرح سے ہی نقصان ہے لہٰذا فرہاد کے علاوہ بھی کسی کو مشین کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے۔"

"آپ اطمینان رکھیں، ہم سب جناب شیخ الفارس صاحب کے عقیدت مند ہیں، ان سے کوئی بات نہیں چھپاتے، کیوں کہ ان کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں پہنچ سکتا۔ انھیں خدانہ کرے کسی طرح بھی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ اس لیے فرہاد نے انھیں مشین کے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے۔"

اعلیٰ حکام میں سے ایک نے پوچھا: "شیبا! کیا تمھیں یقین ہے کہ ٹیکساس سٹی میں مسٹر فرہاد ہی سرگرم عمل ہیں؟"

شیبا نے پوچھا: "پھر اور کون ہو سکتا ہے؟"

"تم جانتی ہو، اسرائیلی انٹیلی جنس میں ذہین سراغ رساں ہیں۔ انھوں نے معلومات حاصل کی ہیں، ٹیکساس سٹی میں مسٹر فرہاد کے ڈمی ہے۔"

"یہ ہو سکتا ہے۔"

"تم ہم سے کچھ چھپا رہی ہو۔"

"یقین کریں، میں کچھ نہیں چھپا رہی ہوں، اتنا تو آپ لوگوں نے دیکھ لیا ہے کہ فرہاد سے میرا براہِ راست کوئی رابطہ نہیں ہے۔ میں فرہاد کے معجوباؤں میں شامل نہیں ہونا چاہتی۔ اس لیے ان سے ہمیشہ دور رہتی ہوں اور رسونتی وغیرہ کے ذریعے ان سے کوئی اہم بات کرتی ہوں۔ کوئی ضروری بات نہ ہو تو میں ان کے کسی معاملے سے دلچسپی نہیں رکھتی۔"

اسرائیلی حکام اور شیبا کی قوم کے دوسرے لوگ اس بات سے خوش تھے کہ وہ میری معجوباؤں میں شامل نہیں ہے اور خود کو مجھ سے بچائے رکھتی ہے بلکہ مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ یہ بات ان کے حق میں جاتی تھی ہو سکتا تھا آئندہ کبھی ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہو جاتا تو شیبا اپنی قوم اور اپنے ملک کی حمایت میں میرے خلاف کھڑی ہو سکتی تھی۔

ابھی ایسے آثار نہیں تھے لیکن امید پر دنیا قائم ہے اور وہ ہم سے یہی امید لگائے بیٹھے تھے کہ کبھی نہ کبھی تو ہمارے درمیان اختلاف ہو گا یہ پوری دنیا دو غلی سیاست کی لپیٹ میں ہے، ہر ملک کا حکمران اپنے مفاد کے لیے دوستی کرتا ہے، ان کے درمیان وہی لوگ زندہ رہ سکتے ہیں جو حکمت عملی سے کام لیتے رہتے ہیں۔

شیبا اپنے ٹائم ٹیبل کے مطابق ہفتے کی صبح تل ابیب سے روانہ ہوئی۔ آمنہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی تھی، ان کے لیے ایک طیارہ مخصوص تھا جو انھیں پیرس پہنچاتا تھا پھر دوسرے دن تل ابیب واپس لے آتا تھا۔ ماسک مین نے رسونتی سے رابطہ قائم کیا۔ اسے بھی مشین کی فکر اور جستجو تھی، اس نے کہا: "مادام! میں نے اپنے تمام ذرائع استعمال کیے کہ کسی طرح فرہاد صاحب سے رابطہ قائم ہو لیکن وہ شاید مجھ سے ناراض ہیں۔"

رسونتی نے کہا: "بھلا آپ سے کیا ناراضگی ہو سکتی ہے، آپ تو بُرے وقت میں ہمارے کام آتے ہیں، ہاں مشین کے بارے میں ذرا سا اختلاف ہے لیکن اس اختلاف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدانخواستہ ہمارے درمیان ناراضگی یا کشیدگی پیدا ہو جائے۔ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"میں بھی دوسروں کی طرح حیران ہوں۔ آخر وہ مشین اسی شہر میں ہے تو پھر کسی کو نظر کیوں نہیں آتی؟"

"جب کوئی چیز ہو اور نظر نہ آئے تو ایسے وقت آپ کیا رائے قائم کر سکتے ہیں؟"

"میں سوچ سوچ کر تھک گیا ہوں، یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ فریبِ نظر کا معاملہ ہے جس طرح مسمریزم یا کالا جادو جاننے والے نظر بندی کرتے ہیں اور آنکھوں کے سامنے رکھی ہوئی چیز منظروں سے اوجھل کر دیتے ہیں، اسی طرح مسٹر فرہاد نے کوئی ایسا عمل کیا ہے، مشین موجود ہوتے ہوئے بھی کسی کو نظر نہیں آ رہی ہے۔"

رسونتی نے کہا: "آپ اچھی طرح جانتے ہیں، ہمارے پاس صرف خیال خوانی کا علم ہے۔ ہم نے کالا جادو جیسا منحوس علم نہیں سیکھا اور نہ ہی مسمریزم جانتے ہیں، یہ بھی نہیں جانتے کہ کس طرح سامنے والے کی نظر کو فریب دیا جاتا ہے اور وہ دیکھتے ہوئے بھی کچھ دیکھ نہیں پاتا۔ ہمارے پاس ایسا کوئی علم نہیں ہے۔"

"یہ سب کچھ نہیں ہے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ مشین بھی اس شہر میں نہیں ہے۔"

"اور میں پوری سچائی سے کہتی ہوں کہ اسی شہر میں ہے، ہم کسی مناسب موقع پر اسے وہاں سے نکال لائیں گے تو سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ لوگ پھر ایک بار فرہاد کی ذہانت کے قائل ہو جائیں گے۔"

سپر ماسٹر ماسک مین اور اسرائیلی حکام کے علاوہ اور نہ جانے کتنے مشین کے دیوانے تھے جو ٹیکساس شہر کے باہر کسی مناسب موقع کے انتظار میں تھے اور سوچ رہے تھے، انھیں اس شہر میں داخل ہونے کا موقع مل جائے تو شاید وہ مشین کو ڈھونڈ نکالیں اور ایسا موقع بھی مل گیا تھا۔ سپر ماسٹر نے آخر کار اس شہر سے مصاحرہ اٹھا لیا، کرفیو ختم کر دیا۔ وہاں کی شہری زندگی پہلے کی طرح بحال ہو گئی لیکن فوج برابر گشت کر رہی تھی اور اس تاک میں تھی کہ شاید کوئی دیوانہ اس مشین تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے۔

پہلے صرف سپر ماسٹر کے لیے یہ چیلنج تھا کہ وہ ایک شہر کے اندر مشین کو ڈھونڈ نکالے، اب شہری زندگی بحال ہو گئی تھی، لوگ باہر سے آ رہے تھے، دوسری سپر طاقتوں اور خطرناک تنظیموں کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں تھی لہٰذا اب اس مشین کو ڈھونڈ نکالنے کا چیلنج سب

کے لیے تھا۔

دو دن اور دو راتیں گزرنے کے بعد سب نے اپنی ناکامی کا اعتراف کر لیا۔ سب کی متفقہ رائے یہی تھی کہ مشین اس شہر میں نہیں ہے، فرہاد نے شہر کی ناکا بندی کرنے والوں کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے وہاں سے پار کر دیا۔ البتہ وہ مشین اسی ملک میں ہے۔ اگر وہ ملک سے باہر لے جانے میں کامیاب ہو جاتا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں نہ رہتا۔

انسان بڑا ضدی ہے۔ وہ سانپ کے پھن سے زہر مہرہ نکال لاتا ہے، سمندر کی گہرائیوں میں ڈوب کر موتی حاصل کرتا ہے اور پاتال میں پہنچ کر زلزلوں کی خبر لاتا ہے، پھر اس کے سامنے مشین کیا چیز ہے۔ اب اس مشین کو حاصل کرنے کے لیے وہ پتا نہیں کیسی کیسی چالیں چلنے والے تھے۔ ایسے ہی وقت اطلاع ملی کہ شیبا جس طیارے سے آ رہی تھی، وہ طیارہ اپنی روٹ لائن لیتی خط پرواز سے ہٹ گیا ہے اور پتا نہیں کس سمت جا رہا ہے۔

وہ جب بھی تل ابیب سے پیرس آتی تھی، وہاں کے ذمے دار افسران اس کا استقبال کرتے تھے اور اسے بہ حفاظت بابا صاحب کے ادارے تک پہنچاتے تھے۔ اس بار ان افسران کو کنٹرول ٹاور سے اطلاع ملی کہ شیبا جس طیارے میں آ رہی ہے، وہ کہیں گم ہو گیا ہے۔

ان افسران نے فوراً ہی ٹیلیفون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں جناب شیخ الفارس صاحب کو مخاطب کیا اور کہا: "طیارے کے پائلٹ سے ہمارا رابطہ نہیں ہو رہا ہے، اب ایک ہی راستہ ہے، مادام رسونتی خیال خوانی کے ذریعے شیبا کو مخاطب کر کے معلوم کریں اور پلیز ہمیں بتائیں کہ آخر وہ طیارہ کہاں جا رہا ہے؟"

رسونتی نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر شیبا کے پاس پہنچ گئی۔ شیبا نے اپنے دماغ میں پرانی سوچ کی لہر محسوس کرتے ہی پوچھا: "کون؟"

رسونتی نے کوڈ ورڈ دُہرائے، پھر پوچھا: "تمھارا طیارہ کدھر جا رہا ہے؟"

شیبا نے کھڑکی کے پار دیکھا پھر کہا: "میرا خیال ہے، میں اب تب میں پیرس پہنچنے والی ہوں۔ میں ابھی پائلٹ کے پاس پہنچتی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر کچھ معلوم نہ کر سکی۔ وہ بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس نے کو پائلٹ کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی، پھر سانس لیتے ہوئے بولا: "مادام شیبا! دوسری بار میرے دماغ میں آنے کی حماقت نہ کرنا۔ مجھے زیادہ سانس روکنے کی عادت نہیں ہے۔ اتنا بتا دوں کہ دوسری بار کسی نے بھی میرے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی تو پائی سوچ کا لہر کو محسوس کرتے ہی میں جہاز کو تباہ کر دوں گا، دھیان آیا۔"

اس نے سانس روک لی۔ شیبا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی، رسونتی نے کہا: "یہ تو بُرا ہوا، پتا نہیں تم کس کے دام میں آ گئی ہو میں ابھی آتی ہوں۔"

رسونتی نے مجھے اطلاع دی، میں نے کہا: "تم شیبا کے پاس رہو، میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں سپر ماسٹر کے دماغ میں تھا اور اس کی چالوں کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے ایک خفیہ تنظیم بنائی تھی، اس کا نام بلائنڈ فورس رکھا تھا۔ اس بلائنڈ فورس میں دس ایسے فوجی جوان تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ انھیں اس مشن پر بھیجا جا رہا تھا کہ جب شیبا تل ابیب سے پیرس کی طرف پرواز کرے تو اس کے طیارے کو اغوا کر لیا جائے۔

لیکن سپر ماسٹر ابھی یہ منصوبہ بنا رہا تھا۔ ابھی اس کی بلائنڈ فورس وہاں سے روانہ نہیں ہوئی تھی اور مجھے رسونتی نے اطلاع دی تھی کہ وہ طیارہ اغوا ہو چکا ہے۔ یہ عجیب اتفاق تھا، جو پلاننگ سپر ماسٹر کے دماغ میں تھی، وہ کسی اور کے بھی دماغ میں تھی اور اس نے سپر ماسٹر سے پہلے ہی طیارے کو ہائی جیک کرنے میں سبقت حاصل کر لی تھی۔

میں آمنہ کے پاس آیا، وہ سانس روکنا چاہتی تھی، میں نے کہا: "فرہاد کان زیرو چینل۔"

وہ شیبا سے بولی: "فرہاد میرے پاس موجود ہے۔"

میں نے آمنہ کی زبان سے کہا: "اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عقل دیتا ہے، پتا نہیں، وہ عورتوں کو کیوں نہیں دیتا۔ میں نے اور جناب شیخ الفارس نے سختی سے منع کیا تھا، جب تک مشین کا مسئلہ حل نہ ہو جائے، رسونتی کو بابا صاحب کے ادارے میں اور شیبا کو تل ابیب میں رہنا چاہیے۔ وہاں سے نکلنا خطرے سے خالی نہ ہو گا، ایسے ہی خطرات کا احساس کرتے ہوئے دونوں پارس کو بابا صاحب کے ادارے تک محدود کر دیا گیا ہے، مگر تم عورتوں کی تمنا مسائل پیدا کر دیتی ہے، اگر پارس کو مہینے، دو مہینے تک نہ دیکھا جاتا تو کیا فرق پڑ جاتا؟"

شیبا نے کہا: "رسونتی! اپنے میاں سے کہو مجھے عورتوں کی طرح جلی کٹی نہ سنائیں۔"

میں نے کہا: "میں صرف شیبا کو نہیں کہہ رہا ہوں، اگر رسونتی اپنے پارس سے دور ہوتی تو وہ بھی یہی حماقت کرتی۔ اس سے ملنے کے لیے ضرور اپنی پناہ گاہ سے نکلتی اور اس طرح دشمنوں کے جال میں پھنس جاتی۔"

شیبا نے کہا: "تم خدا کا شکر ادا کرو، تمھاری بیوی محفوظ ہے مجھے پھنسنے دو۔"

"پھنسنے ہی کا شوق ہے تو کیا میں دشمنوں سے بُرا ہوں؟"

شیبا نے آمنہ سے کہا: "سانس روک لو۔"

آمنہ نے سانس روکی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے شیبا کے دماغ میں پہنچ گیا، چوں کہ وہاں پہلے سے رسونتی موجود تھی، اس لیے دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا، میں نے رسونتی سے کہا: "یہ پارس کی کنواری ماں

بہت تک چڑھی ہے۔"

رسونتی نے کہا: "تم اسے کیوں چھیڑ رہے ہو؟"

شیبا نے کہا: "کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ کسی کو مصیبت میں دیکھ کر مذاق اڑاتے ہیں لیکن میں مجبور اور بے بس نہیں ہوں۔ اپنے سوال سے کہہ دو، میرے معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ اگر میں دشمنوں کے جال میں آگئی ہوں تو اس جال کو توڑنا بھی جانتی ہوں اور میں تنہا ایسا کر کے دکھا سکتی ہوں۔"

رسونتی نے کہا: "شیبا! تم جوش میں آکر ایسے دعوے نہ کرو۔ میں جانتی ہوں، تم کوشش کرو گی اور قسمت نے تمہارا ساتھ دیا تو تنہا بھی دشمنوں کے چنگل سے نکل آؤ گی لیکن کیا تم ہمیں بے مروت اور بے حس سمجھتی ہو؟ کیا ہم تمہارے پھنسنے اور پھنس کر نکلنے کا تماشا چپ چاپ دیکھتے رہیں گے؟"

میں نے کہا: "ہم اچھی طرح جانتے ہیں، شیبا کو کیوں اغوا کیا جا رہا ہے۔ اغوا کرنے والے ٹرانسفارمر مشین کا مطالبہ کریں گے۔ جہاں میں نے اسے چھپایا ہے، وہاں سے نکالنے پر مجبور کریں گے۔"

شیبا نے کہا: "میں ابھی سے کہہ دیتی ہوں، چاہے میری جان چلی جائے، وہ ٹرانسفارمر مشین دشمنوں کے حوالے نہ کرنا۔"

رسونتی نے کہا: "تم مشین کی بات کرتی ہو، ہم تمہیں زندہ سلامت واپس لانے کے لیے اپنی اولاد کو بھی دشمنوں کے حوالے کر سکتے ہیں، تم فضول باتیں نہ کرو۔ جہاں تمہارا دماغ کام نہ کرے، وہاں خاموشی اختیار کرو۔ ان حالات میں جو ہمیں کرنا ہوگا، وہ کریں گے، دیکھتی جاؤ، آگے کیا ہوتا ہے۔"

کوپائلٹ کی آواز اسپیکر کے ذریعے سنائی دی: "مس شیبا اور مس آمنہ سیفٹی بیلٹ باندھ لیں، طیارہ اُترنے والا ہے۔"

آمنہ نے سیفٹی بیلٹ باندھتے ہوئے کھڑکی کے پار دیکھا جہاز کی پرواز نیچی ہو رہی تھی۔ دور تک سمندر ہی سمندر دکھائی دے رہا تھا۔ ایک منٹ کے بعد ہی خشکی کا کچھ حصہ نظر آیا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ طیارہ کسی جزیرے میں اُتر رہا ہے۔ شیبا نے دوسری طرف کی کھڑکی کے پاس جا کر سیفٹی بیلٹ باندھ لیا تھا۔ رسونتی، شیبا کے ذریعے اور میں آمنہ کے ذریعے اس جزیرے کو دیکھ رہے تھے۔ ہم وہاں کی خاص خاص چیزوں کو دیکھ کر معلوم کرنا چاہتے تھے کہ دنیا کے نقشے میں وہ جزیرہ کہاں ہوگا۔ وہاں کے خاص درخت، وہاں کے مخصوص پرندوں کو دیکھ کر وہاں کے خاص جغرافیائی حالات کو سمجھ کر اس جزیرے تک پہنچا جا سکتا تھا۔

ہم نے وہاں گھنے جنگلات دیکھے۔ طیارہ ان جنگلوں کے درمیان ایک کشادہ سڑک پر اتر رہا تھا۔ وہ سڑک دور دور تک ویران تھی۔ اب تک نہ کوئی انسان کا بچہ دکھائی دیا تھا اور نہ ہی کوئی مکان نظر آیا تھا۔ طیارہ اس کشادہ سڑک پر دوڑتے دوڑتے ایک جگہ رُک گیا۔

دن کا وقت تھا، ہم شیبا اور آمنہ کے ذریعے دور تک دیکھ سکتے تھے لیکن دور تک گھنے جنگلات ہی دکھائی دے رہے تھے۔ درخت اتنے گھنے تھے کہ ایک کے بعد دوسرا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اسکرین کے ذریعے آواز سنائی دی: "مس شیبا! ہمیں معلوم ہے اب تک اس علاقے میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج آگئی ہوگی۔ تم سب اس جزیرے کو دریافت کر لینے کی فکر میں ہو گے۔ ہم خود ہی بتا دیتے ہیں، یہ جزیرہ اسرائیل کے مغربی سمندر سے لے کر سسلی کے ساحل تک ہزاروں میل کے درمیان کہیں ہے اور جہاں بھی ہے، وہاں تمہارے کسی بھی آدمی نے پہنچنے کی کوشش کی یا دوسروں کو اس کی نشاندہی کرائی تو تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

میں نے آمنہ کے ذریعے دیکھا، کھڑکی کے باہر ایک ویگن کار اور ایک جیپ آکر کھڑی ہو گئی تھی۔ طیارے سے سیڑھی لگا دی گئی تھی۔ دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ ایک شخص جیپ سے اُتر کر میگافون کے ذریعے کہہ رہا تھا: "مس شیبا! خوش آمدید۔ یہاں تمہیں شخص یوگا کا ماہر ملے گا۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کسی کام نہیں آئے گی۔ ہمیں امید ہے تم اپنی باڈی گارڈ آمنہ کے ساتھ سہولت سے آکر گاڑی میں بیٹھ جاؤ گی۔"

وہ دونوں طیارے سے اتر گئیں۔ انھیں چھ مسلح افراد نے نرغے میں لے لیا۔ وہ ان کے درمیان چلتی ہوئی ویگن کار میں آکر بیٹھ گئیں۔ وہ تمام مسلح افراد آپس میں بڑی آزادی سے باتیں کر رہے تھے۔ ان کی یہ بے باکی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ اس کے باوجود شیبا نے ایک کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ رسونتی نے دوسرے کے دماغ میں کوشش کی اور میں نے تیسرے کے دماغ میں۔ انھوں نے سانسیں روک لیں پھر قہقہے لگانے لگے۔

ان میں سے ایک نے میگافون والے سے کہا: "خیال خوانی کرنے والے ہمارے دماغوں میں آرہے ہیں اور بے چارے ناکام واپس جا رہے ہیں۔"

میگافون والا آہستہ آہستہ چلتا ہوا ویگن کار کی کھڑکی کے پاس آیا، پھر شیبا کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا: "یوں تو میرا پیدائشی نام کچھ اور ہے، مگر تم مجھے اَن نون کہہ سکتی ہو۔ یعنی نہ جانا ہوا۔ نہ پہچانا ہوا۔ میں خود کو بھی نہیں جانتا۔ خود کو بھی پہچاننا بھول گیا ہوں، پہچانوں گا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے دور تک میری پہچان کر لیں گے۔"

شیبا نے کہا: "مسٹر اَن نون! کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات مسٹر فرہاد کی سمجھ میں آچکی ہوگی۔ اگر میری زبان سے سننا ضروری ہے تو پھر سُن لو۔ ہمیں ٹرانسفارمر مشین چاہیے۔ اس سلسلے میں فرہاد سے مذاکرات ہو سکتے ہیں۔ ہمارا ایک نمائندہ امریکا میں ہے، فرہاد اس کی آواز سُن لے پھر اس سے دماغی رابطہ قائم کرے۔ ہمارے درمیان دوستانہ سمجھوتا ہو گا تو تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

تم آرام سے فرہاد کے پاس پہنچا دی جاؤ گی۔ فرہاد مشین ہمارے حوالے کر دے گا۔"

آمنہ نے کہا: "فرہاد ہمارے دماغ میں موجود ہے، تم اپنے نمائندے کی آواز سناؤ۔"

مسٹر اَن نون نے ایک ماتحت کو اشارہ کیا۔ وہ جیپ کی پچھلی سیٹ سے ایک کیسٹ ریکارڈر اٹھا کر لایا۔ پھر اسے شیبا کے سامنے رکھ کر آن کر دیا۔ وہاں سے ایک شخص کی آواز اُبھرنے لگی۔ شیبا، رسونتی اور میں آواز کو سن رہے تھے، پھر شیبا نے کہا: "اتنا ہی کافی ہے۔" رسونتی اور فرہاد، تمہارے نمائندے سے رابطہ قائم کریں گے۔"

اس نے ریکارڈر کو آف کر دیا۔ میں نے اس کے نمائندے کو مخاطب کیا۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا، میں نے کہا: "میں فرہاد بول رہا ہوں، کسی مسٹر اَن نون نے تمہاری آواز سنائی ہے۔"

اس نے مسکرا کر کہا: "مسٹر فرہاد، تم میرے پاس آنے والے ہو، اس کا مطلب ہے، شیبا ہمارے لیڈر اَن نون کے پاس پہنچ گئی ہے۔"

"کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات بہت مختصر ہے۔ صرف اتنا بتا دو، وہ مشین کہاں چھپائی ہے؟"

"وہ جہاں بھی ہے، وہاں تک تم میں سے کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ صرف میں ہی اسے نکال کر لا سکتا ہوں۔"

"ہمیں مشین چاہیے۔"

"تو پھر مشین لینے کی بات کرو۔ یہ پوچھو، اسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟"

"اسے چھپانے کا انداز نہایت ہی عجیب و غریب ہے۔ سب تجسس میں مبتلا ہیں، کسی کو یقین نہیں آرہا ہے کہ وہ ٹیکساس سٹی میں ہے، کیا یہ درست ہے؟"

"وہ اسی شہر میں ہے لیکن کسی کو نظر نہیں آسکے گی۔"

"مشین تو ہم ہر حال میں وصول کریں گے لیکن یہ بھی جاننا چاہیں گے کہ اسے اتنی کامیابی سے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟"

"مسٹر اَن نون سے کہو، وہ شیبا کو پیرس روانہ کر دے، میں وہ مشین تمہارے حوالے کر دوں گا اور یہ بھی بتا دوں گا کہ وہ اب تک کہاں چھپا کر رکھی گئی تھی۔"

"مسٹر فرہاد! پہلے ہم مشین حاصل کریں گے، پھر اسے اس جزیرے میں لے جائیں گے جہاں شیبا قید کی گئی ہے۔ پھر شیبا کے دماغ سے ہمارے اہم آدمیوں کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل ہو گئی، اس کے بعد اسے رہا کر دیا جائے گا۔"

"کیا خوب پلاننگ ہے! کیا تم لوگوں کو معلوم ہے، میں ٹیکساس سٹی سے خالی ہاتھ باہر آیا ہوں؟"

"ہم یہ جانتے ہیں۔"

"تو پھر یہ اندازہ بھی ہو گیا ہوگا کہ مشین جہاں بھی ہے، وہاں سے نکال لانا اتنا آسان نہیں ہے۔ مناسب موقع دیکھ کر ہی اسے نکالا جا سکتا ہے۔ مجھے تم لوگوں کی شرط منظور ہے۔ میں اس مشین کو نکالنے کے بعد تمہارے ساتھ یا مسٹر اَن نون کے کسی بھی آدمی کے ساتھ اس جزیرے میں آؤں گا۔"

"تم وہاں کبھی قدم نہیں رکھ سکو گے۔"

"تو پھر تم لوگ کبھی اس مشین کو استعمال نہیں کر سکو گے کیوں کہ میں ہی اسے آپریٹ کرنے کا طریقہ جانتا ہوں۔"

"تم شیبا سے کہہ دو کہ وہ مسٹر اَن نون کو مشین آپریٹ کرنے والی بات بتائے۔"

میں نے کہا: "جب میں اور شیبا تمہارے مسٹر اَن نون سے براہِ راست گفتگو کر سکتے ہیں تو پھر تمہاری کیا ضرورت ہے۔ تم کس بات کے نمائندے ہو؟"

"میری ڈیوٹی اتنی ہے کہ میں اس مسئلے پر تبادلۂ خیال کروں اور کوئی مسئلہ اُلجھ جائے تو اسے مسٹر اَن نون پر چھوڑ دوں۔ دوسری ڈیوٹی یہ ہے کہ مشین کے معاملے میں ہمارے درمیان سمجھوتا ہو جائے تو میں تمہارے ساتھ رہا کروں تاکہ مشین کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے وقت ہمیں اطمینان رہے کہ ہمارے ساتھ کوئی فراڈ نہیں ہو رہا ہے۔"

رسونتی ہماری باتیں سُن کر شیبا کو بتا رہی تھی، اُدھر شیبا اور آمنہ ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر سفر کرتے ہوئے ایسی جگہ پہنچ گئی تھیں جہاں دو لکڑی کے کاٹیج نظر آرہے تھے۔ ایک کاٹیج ان دونوں کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ ان کے آس پاس اتنا گھنا جنگل تھا کہ وہاں کا جغرافیہ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

شیبا نے مسٹر اَن نون کو بلا کر میرے اور نمائندے کے درمیان ہونے والی گفتگو کا خلاصہ سنایا اور کہا: "مشین کو آپریٹ کرنے کے لیے یہاں فرہاد کی موجودگی لازمی ہوگی۔"

مسٹر اَن نون نے کہا: "ہم نادان بچے نہیں ہیں، فرہاد کو یہاں قدم بھی نہیں رکھنے دیں گے، اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ فرہاد خیال خوانی کے ذریعے ہمیں مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ سکھا دے، وہ طریقہ تم ہمیں لکھ کر دو گی۔ ہمارا ایک ماہر اس تحریر کو پڑھ کر مشین کو آپریٹ کرے گا۔ اگر آپریشن میں کامیابی ہوئی، تمہارے دماغ کی ٹیلی پیتھی ہمارے دماغ میں منتقل ہو گئی تو ہم تمہیں پیرس بھیج دیں گے اور اگر کوئی فراڈ ہوا تو تمہارا کیا حشر ہوگا یہ بار بار کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ مسکراتا ہوا اٹھا، پھر شاہانہ انداز میں چلتا ہوا ان کے پاس سے جانے لگا۔ اس لکڑی کے کاٹیج کا فرش بھی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ چلتے وقت کھٹ کھٹ کی آواز گونجتی تھی اور مسٹر اَن نون کے رعب اور دبدبے میں اضافہ کرتی تھی۔

وہ کاٹیج بتا نہیں کتنے برسوں کا تعمیر کیا ہوا تھا۔ لکڑی کے تختے پرانے ہو گئے تھے۔ شیبا اور آمنہ اگر جوتے اتار کر دبے قدموں چلنا چاہتیں

تو فرش پر بچھے ہوئے پرانے تختے کراہنے لگتے۔ وہاں ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتے وقت ہر حال میں آواز اُبھرتی تھی اور باہر سے سننے والوں کو پتا چل جاتا تھا کہ کون کہاں جا رہا ہے؟

شیبا نے پریشان ہو کر کہا: "پتا نہیں یہ کون لوگ ہیں، کس ملک سے یا کس خطرناک تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں؟"

رسونتی نے کہا: "ہماری زندگی میں طرح طرح کے دشمن آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ یہ بھی کوئی نیا شیطان ہے۔ کچھ عرصے تک اپنی دہشت طاری کرے گا، ہمیں مجبور کرے گا، ہر طرح سے پابند کرے گا، ہو سکتا ہے مشین کے معاملے میں کسی حد تک کامیاب ہو جائے لیکن ہم اسے ناکام بنانے کی جی جان کی بازی لگا دیں گے۔"

میں نے کہا: "رسونتی! یہ کوئی نیا شیطان نہیں ہے۔ اگر کوئی نیا دشمن ہوتا یا کوئی نئی تنظیم ہوتی تو اس کے پاس اتنے وسیع ذرائع نہ ہوتے کہ وہ ایک ملک کے طیارے کو ہائی جیک کر کے ایک ایسے جزیرے میں لاتا جو ابھی ویران نظر آ رہا ہے لیکن یہ جزیرہ کسی نہ کسی ملک سے تعلق رکھتا ہوگا، اس کا کوئی تو مالک و مختار ہوگا، امریکا میں اس کا ایک نمائندہ ہے اور نہ جانے کتنے ایجنٹ اور آلۂ کار ہوں گے۔ ٹرانسفارمر مشین کو وہاں سے یہاں تک لانے کے سلسلے میں بہت ہی خفیہ انتظامات کی ضرورت ہوگی۔ ایسے بیل کاپٹر اور طیارے لازمی ہیں جنھیں وہ فوراً استعمال میں لا کر مشین کو وہاں سے یہاں منتقل کر سکے۔ اتنے وسیع ذرائع کا مالک ہونا کسی ایک شیطان یا اس کی تنظیم کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ بڑے بڑے ملکوں اور سپر طاقتوں کا کھیل ہے۔ یہ مسٹر اَن نون یقیناً کسی سپر طاقت کا یا کسی بہت ہی خطرناک تنظیم کا سپر ایجنٹ ہے اور ان کے لیے کام کر رہا ہے۔"

شیبا نے کہا: "یہ بات سمجھ میں آتی ہے، سپر ماسٹر مائنڈ مین، اسرائیلی حکام اور دوسری خطرناک تنظیم کے لوگ خود کو ظاہر نہیں کریں گے انھیں ہم سے خطرہ ہے، ہم زبردست انتقامی کارروائی کر سکتے ہیں لہٰذا وہ غیر جانبدارانہ کہ ہماری دوستی کی قسمیں کھا کر ایک ایسے مہرے کو آگے بڑھا رہے ہیں، ہم جس کا تعلق ان سے ثابت نہ کر سکیں۔"

ہماری باتوں کے دوران شیبا اور آمنہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کاٹیج سے نکل رہی تھیں، ران کے قدموں تلے لکڑی کا فرش کُوں کُوں کر کی آواز سے کراہتا جا رہا تھا، جس طرح کال بیل کا بٹن دبانے سے مکان کے اندر رہنے والے باہر آ کر دروازہ کھولتے ہیں، اسی طرح وہ فرش بھی کال بیل کی طرح تھا جسے سُن کر باہر والے ہوشیار ہو جاتے تھے اور اس کاٹیج کے سامنے آ جاتے تھے۔ جب وہ دونوں کاٹیج کے برآمدے میں آئیں تو مسلح آزاد دور دور تک کھڑے ہوئے دکھائی دیے۔ ایک شخص نے اپنی داڑھی کھجاتے ہوئے کہا: "نہ جانے کتنی نہیں معلوم، ہم میں سے کوئی شراب نہیں پیتا اور نہ ہی شباب سے دلچسپی رکھتا ہے، ہم عورتوں سے میلوں دور بھاگتے ہیں، اگر ہم میں سے کسی کو

پسند کرنے کے لیے کاٹیج سے باہر آئی ہو تو مایوسی ہوگی۔"

دوسرے نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا: "یار! فرہاد سے تعلق رکھنے والیاں کسی اور کو پسند نہیں کریں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک شیبا نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس سے پہلے کہ وہ سانس روکتا اس نے ایک جھٹکا دیا، وہ چیخ مار کر اچھلا اور پیچھے ایک درخت سے ٹکرا گیا۔ شیبا نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا، پے در پے کئی دماغی جھٹکے پہنچائے۔ اس کے دوسرے ساتھی اسے سنبھال رہے تھے، پوچھ رہے تھے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ دور ایک کاٹیج کے دروازے پر مسٹر اَن نون نظر آیا۔ اس نے پوچھا: "کیا بات ہے، یہ کیوں چیخ رہا ہے؟"

شیبا نے کہا: "مسٹر اَن نون! یہ مجھ سے بدتمیزی کر رہا تھا، میں نے اسے سزا دی ہے، تم یہ نہ سمجھنا، ہم بے بس اور مجبور ہیں اگر ہمارے مزاج کے خلاف کبھی کسی نے کوئی بات کی تو ہم نے بڑے بڑے یوگا کے ماہروں کے دماغ الٹ دیے ہیں، تم لوگوں کی حیثیت ہی کیا ہے۔"

مسٹر اَن نون اس کی باتیں سُن رہا تھا اور بار بار اپنے اس مسلح ماتحت کو دیکھ رہا تھا، پھر اس نے تعجب سے پوچھا: "یہ تو سانس روک لیتا ہے، تم اس کے دماغ میں کیسے پہنچ گئیں؟"

شیبا نے کہا: "یہ اپنی گندی باتوں میں مست ہو رہا تھا اور اپنی مستی میں بے خبر ہو رہا تھا۔ اس کی بے خبری سے میں نے فائدہ اٹھایا۔ ایک بات یاد رکھو، کوئی بھی انسان ہمیشہ باخبر نہیں رہتا۔ ہمیشہ اپنی ذات پر توجہ نہیں دے سکتا۔ اسے دوسرے معاملات میں مصروف ہونا پڑتا ہے۔ ایسی ہی مصروفیات میں بے خبری کے دوران میں ایک بار خیال خوانی کی چھلانگ لگاؤں۔ اچانک دماغ میں پہنچ کر جھٹکا پہنچاؤں تو سانس روکنے والے کو موقع نہیں ملتا۔ وہ دوسری بار سانس روکنا چاہتا ہے اس سے پہلے ہی دوسرا جھٹکا پہنچاتی ہوں، پھر یوگا کی مہارت دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ مسٹر اَن نون! تمھارے ساتھ بھی یہی ہو سکتا ہے۔"

اَن نون تشویش بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا، پھر اس نے کہا: "مادام شیبا! تم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو، زیادہ سے زیادہ بیک وقت تین آدمیوں کو دماغی جھٹکے پہنچا سکتے ہو، یہاں ہم کئی ہیں، تین تمھارے عذاب میں مبتلا ہوں گے، باقی تم دونوں کو گولیوں سے بھون کر رکھ دیں گے، مجھے یقین ہے کہ رسونتی اور فرہاد کو تمھاری موت منظور نہیں ہوگی۔"

آمنہ نے کہا: "ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، اسی لیے تم میں سے کسی ایک، دو یا تین کو دماغی جھٹکے نہیں پہنچانا چاہتے، ہم نے یہاں عارضی طور پر شکست تسلیم کر لی ہے، تمھارے قیدی بن گئے ہیں لیکن تم سب کو اپنی حد میں رہنا ہوگا، اگر یہ حد پار کر کے ہمارے قریب آنے کی کوشش کی یا ہمارے مزاج کے خلاف کوئی بات ہوئی تو ہم یہ نہیں سوچیں گے کہ ہمارے شکار ایک ہیں، تین ہیں یا تین ہزار، جو بھی ٹیلی پیتھی کی زد میں آئے گا اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے اور مسٹر ان نون، سب سے پہلے تمھیں ختم کریں گے۔"

شیبا نے کہا: "تمھیں یقین نہیں ہے تو جاؤ اور اپنے طور پر بہت زیادہ محتاط رہنے کی کوشش کرو، دن رات خود پر توجہ دیتے رہو، تمھیں پتا چلے گا کہ تم ایسا نہیں کر سکو گے، تمھیں کسی سوچ میں جھٹکنا ہوگا۔ تمھیں کسی کام میں مصروف رہنا پڑے گا، تمھیں بھی مصروفیت کے دوران اپنی ذات کو بھلانا ہوگا اور ایسا بے اختیار ہوتا ہے اور جب بھی ایسا ہوگا تو ہماری سوچ کی لہریں تمھارے دماغ کا کباڑا کر دیں گی۔"

اس نے دور ہی سے ہاتھ اٹھا کر کہا: "ٹھیک ہے، ٹھیک ہے تمھارے مزاج کے خلاف کوئی کچھ نہیں بولے گا، میں ابھی تمھارے سامنے اپنے آدمیوں کو حکم دے رہا ہوں اور تم دیکھو کہ میرے حکم دینے کا انداز کیا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے برآمدے کی ریلنگ سے ٹکی ہوئی ایک گن کو اٹھایا، اسے چیک کیا۔ اس کے سیفٹی پن کو ہٹایا، پھر دور کھڑے ہوئے اس شخص کا نشانہ لیا جسے ابھی دماغی جھٹکے پہنچائے گئے تھے، اپنے لیڈر کے ہاتھ میں گن دیکھتے ہی دوسرے مسلح جوان دور ہٹ گئے تھے۔ شیبا کے مزاج کے خلاف بولنے والا ابھی تک دونوں ہاتھوں سے سر تھامے دماغی تکلیف کو برداشت کر رہا تھا۔ اسی وقت ٹھائیں سے ایک گولی چلی اور اس کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا، وہ کیکر گی اچھل کر گھاس پر گرا، پھر ذرا تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ مسٹر اَن نون نے گن کو اسی ریلنگ سے ٹکا کر رکھتے ہوئے، پھر گرجتے ہوئے کہا: "میں کسی کی غلطی برداشت نہیں کروں گا اور غلطی کے سلسلے میں وارننگ بھی نہیں دوں گا، جاؤ، اس کی لاش مٹی میں دبا دو۔"

پھر اس نے شیبا کی طرف پلٹ کر کہا: "مادام! میں نے اسے اس لیے گولی مار دی کہ اس کا دماغ کمزور ہو گیا تھا۔ تم اس کے اندر پہنچ کر کچھ معلومات حاصل کرنے کی ضرور کوشش کرتیں اور میں یہ موقع نہیں دے سکتا۔"

یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا، اپنے کاٹیج کے اندر جانا چاہتا تھا پھر رک گیا، شیبا کی طرف گھوم کر بولا: "اس جزیرے میں تمھیں ہر طرح کی آزادی ہوگی، تم کاٹیج سے نکل کر جہاں جانا چاہو گی جا سکو گی، جزیرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چہل قدمی کر سکو گی لیکن چند باتوں کو یاد رکھنا، تم دونوں کسی سے بات نہیں کرو گی، یہاں تمھیں گونگے بہرے یا پھر یوگا کے ماہر ملیں گے، یہاں چاروں طرف مسلح افراد کا دن رات سخت پہرہ رہے گا، کوئی بحری یا فضائی راستے سے یہاں نہیں آ سکے گا، اس چھوٹے سے جزیرے میں میرے پانچ ہزار فوجی ہیں، جن کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں، وہ ہر وقت چوکس رہتے ہیں، ان پانچ ہزار فوجیوں میں ایک ہزار جاسوس ہیں جو اس بات کی نگرانی کر رہے ہیں کہ ہمارے باقی فوجی گونگے بہرے بن کر رہتے ہیں یا نہیں۔ ان میں سے کوئی بھی کسی ضرورت سے زبان کھولتا ہے تو اسے فوراً گولی مار دی جاتی ہے یہاں تمھارے اس پاس چند مسلح جوان ہیں جنھیں بولنے کی اجازت ہے کیوں کہ یہ یوگا میں مہارت رکھتے ہیں، تمھاری ٹیلی پیتھی کا اثر ان پر نہیں ہوگا اور جس پر ہوا تم نے دیکھ لیا کہ میں نے اُسے گولی مارنے میں دیر نہیں کی۔"

رسونتی شیبا کے پاس موجود تھی۔ ہم نے طے کر لیا تھا کہ باری باری شیبا اور آمنہ کے پاس رہیں گے۔ جب رسونتی رہے گی تو میں دوسری جگہ مصروف رہوں گا۔ ان دونوں کے اغوا ہونے پر اسرائیلی حکام پریشان تھے۔ وہ کچھ زیادہ ہی بوکھلائے ہوئے تھے، بار بار کہہ رہے تھے: "ایک ہماری قوم کی بیٹی تھی، اسے بھی اغوا کر لیا گیا، ہم اس اغوا کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے، چند گھنٹوں میں معلوم کر لیں گے کہ اسے کون لے گیا ہے اور کہاں لے گیا ہے۔"

میں نے انھیں بتا دیا تھا کہ اسرائیل کے مغربی ساحل سے لے کر سسلی کے ساحل تک جو جزائر ہیں انھی میں سے کوئی ایک جزیرہ ہے جہاں شیبا اور آمنہ کو قید کیا گیا ہے۔

اسرائیلی حکام نے وعدہ کیا کہ ایک گھنٹے کے اندر مجھے ساری معلومات فراہم کر دیں گے۔ یہ بتائیں گے کہ یہاں سے وہاں تک جتنے جزائر ہیں ان کی ملکیت ہے اور کتنے ایسے آباد جزیرے ہیں جن کے مالکان ارب پتی سرمایہ دار یا بڑے بڑے مین الاقوامی اسمگلر ہیں۔

مسٹر اَن نون کے جس نمائندے سے امریکا میں مجھ سے گفتگو کی تھی، میں گفتگو کرنے کے دوران اس کے دماغ کی تہ میں بھی جھانکتا رہا تھا اور اس کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا تھا، معلوم ہوا کہ وہ مسٹر اَن نون کو صورت شکل سے نہیں پہچانتا، صرف نام سے جانتا ہے، وہ فلوریڈہ ٹیکساس سٹی کے قریب ہی سینٹ لوئیس نامی ایک چھوٹے سے ٹاؤن کا بہت بڑا غنڈہ تھا۔ بڑے بڑے سفاک مجرم اس کے ماتحت تھے، مسٹر اَن نون نے دس لاکھ ڈالر کے عوض اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اس کی ڈیوٹی یہ تھی کہ وہ میرا پتا ٹھکانا معلوم کر کے اپنے آدمیوں کے ساتھ میری نگرانی کرتا رہے، ٹیکساس سٹی پر بھی نظر رکھے، جب بھی میں وہاں سے مشین نکال کر لاؤں تو وہ اپنے آدمیوں کو لے کر میرے ساتھ کسی بلیک پورٹ تک آئے تاکہ وہاں سے وہ مشین بہ آسانی اسمگل ہو سکے۔

یہ ایک اتفاق کی بات تھی کہ میں بھی ٹیکساس شہر سے نکلنے کے بعد سینٹ لوئیس آ گیا تھا، وہیں قیام کر رہا تھا۔ سپر ماسٹر نے میری رہائش گاہ میں کمپیوٹر بھیج دیا تھا تاکہ اس سے رابطہ قائم رہے۔ شیبا کے اغوا ہونے کے بعد تو دن رات مجھ سے رابطہ قائم کرتا تھا اور پوچھتا تھا:

وہ کہاں ہے؟ کن لوگوں نے اسے اغوا کیا ہے؟" میں نے اسے بھی جزیرے کے متعلق بتا دیا تھا اور مسٹر ان نون کا نام بھی اسے سنا دیا تھا اس نے بھی یہ دعویٰ کیا تھا کہ ایک گھنٹے کے اندر معلوم کیے لیتا ہے کہ شیبا کہاں لے جائی گئی ہے اور اس جزیرے کا مالک کون ہے۔

ایک گھنٹے بعد سپر ماسٹر اور اسرائیلی حکام نے اپنا دعویٰ پورا کر دکھایا۔ ان کی معلومات کے مطابق اس جزیرے کا مالک ایک ... ارب پتی تاجر آئی آئی فرگوسن تھا۔ مسٹر آئی آئی فرگوسن نے ایک ہفتہ پہلے اس جزیرے کو فروخت کر دیا تھا۔ موجودہ خریدار کا نام سن کر ہم سب چونک گئے۔ اب قانوناً اس جزیرے کا مالک جارج فری مین تھا۔ یہ معلوم ہوتے ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر آسٹرن کے دماغ میں پہنچا۔ اب دونوں بھائیوں کا دماغ فری پورٹ کی طرح تھا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا وہاں پہنچ سکتا تھا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا آخر آسٹن ہارڈی اور اس کے بہن اور بھائی کیا اتنے دولت مند ہیں کہ ایک جزیرہ خرید سکتے ہیں اور وہاں پانچ ہزار مسلح افراد کی ڈیوٹی لگا سکتے ہیں اور امریکا میں سیکڑوں ایجنٹوں کی پرورش کر سکتے ہیں۔ آخر ہزاروں لوگوں کے اخراجات وہ کیسے برداشت کرتے ہوں گے۔ پھر اتنے خدائع کے مالک کیسے ہو گئے کہ وہ جب چاہتے ٹرانسفارمر مشین کو وہاں سے لانے کے لیے سیلی کاپٹر اور طیارے کا فوراً انتظام کر سکتے؟

آسٹرن اور ہارڈی دونوں کی سوچ نے بتایا، وہ بے شک بہت دولت مند ہیں۔ ایک ٹرانسفارمر مشین کی تیاری کے اخراجات برداشت کر سکتے ہیں لیکن اتنے بھی دولت مند نہیں ہیں کہ ایک جزیرہ خرید کر وہاں پانچ ہزار مسلح افراد کی پرورش کر سکیں۔

میں نے کمپیوٹر کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا: "آپ لوگوں کی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی۔ جارج فری مین نے وہ جزیرہ ضرور خریدا ہے لیکن اس کی پشت پر کسی بہت بڑے ملک کا ہاتھ ہے۔ بڑی سپر طاقت کا ہاتھ ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ ہم وہ مشین برآمد نہ کر سکے۔ اب دوسری سپر طاقتیں ایسی چالیں چل رہی ہیں تاکہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کو الزام نہ دے سکو۔ ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہ کر سکو اور وہ دوسروں کو مہرہ بنا کر اپنا کام کر جائیں۔"

"میں نے پوچھا: "ایسا کون کر سکتا ہے؟"

"مجھے تو ساسک مین پر شبہ ہے۔"

"نہیں سپر ماسٹر! وہ ایسی چال نہیں چلے گا۔"

"کیوں نہیں چلے گا؟"

"اس کے پاس ایک خیال خوانی کرنے والا آدمر موجود ہے۔ جس خطرناک تنظیم میں یا سپر طاقت کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والا یا جاننے والی نہیں ہے اسی نے شیبا کو اغوا کرایا ہے۔ وہ ایک تیر سے دو شکار کھیل رہا ہے۔ ایک تو شیبا کو اغوا کیا۔ دوسرے اسے یرغمال بنا کر ہمیں مجبور کر رہا ہے کہ ہم وہ مشین برآمد کریں۔ اسے اس کے پاس لے کر جائیں۔ وہ شیبا کے ذریعے اپنے دماغوں میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کرا لیں گے۔ اس کے بعد شیبا کو ہمارے حوالے کر دیں گے۔"

"مسٹر فرہاد! کیا تم کسی طرح جارج فری مین کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے؟"

"میری تو پوری کوشش یہی ہو گی لیکن وہ موم کا مجسمہ نہیں ہو گا۔ اپنے بھائیوں آسٹن اور ہارڈی کی طرح سخت جان ہو گا۔ فولادی ارادوں کا مالک ہو گا۔ ایسے لوگوں کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرنے کے بعد ہی ٹریپ کیا جا سکتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "وہ مشین ابھی ہمارے ملک میں ہی ہے۔ تمہارے بیان کے مطابق ٹیلسا سٹی میں ہے۔ مسٹر فرہاد! اسے یہیں رہنا چاہیے۔ ہم اسے تلاش نہ کر سکے لیکن ہماری خواہش ہے کہ تم فی الحال اسے یہاں سے نکال کر لے جانے کی نادانی نہ کرو۔ چاروں طرف سے جال پھینکے جا رہے ہیں۔ ہم اس کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ مشین کو حاصل کرنے کے لیے کتنی طاقتیں خفیہ طور پر سرگرم عمل ہوں گی۔"

"مجھ سے نادانی کی توقع مت کرو۔ جب وہ مشین پوری طرح محفوظ ہے تو میں اسے وہاں سے بھلا کیوں نکالوں گا؟"

"تم پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ شیبا کو اسی لیے اغوا کیا ہے۔ تم بہت جلد مجبور ہو جاؤ گے۔"

"ذرا میری مجبوری کا تماشا دیکھتے رہنا۔ میں اپنے مخالفوں کو کس طرح مجبور کرتا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے خوش ہو کر کہا: "میں جانتا ہوں تم بہت ذہین ہو۔ حاضر دماغ ہو۔ پھر اس پر ٹیلی پیتھی کا کمال حاصل ہے۔ مسٹر فرہاد! میں تمہیں جلد ہی ایک خوشخبری سنانا چاہتا تھا۔ حالاں کہ جلد نہ سنا سکا بہر حال دیر آید درست آید۔ ہمارے ملک کے تمام اعلیٰ حکام، تمام فوجی جنرل، کرنل اور دوسرے تمام افسران اور عہدے داران نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں اس ملک کا سپر ماسٹر بنایا جائے۔"

میں نے بے اختیار قہقہہ لگایا پھر کمپیوٹر کے ذریعے یہ الفاظ اس کی طرف نشر کیے: "ہا، ہا، ہا، ہا۔"

"سپر ماسٹر نے پوچھا: "ہا، ہا، ہا کیا ہے؟"

"تمہاری بات پر بے اختیار قہقہہ لگا رہا ہوں۔ یہ کمپیوٹر میرا قہقہہ نہیں روک سکے گا اس لیے ہا ہا کے الفاظ پیش کر رہا ہوں لیکن اتنے بڑے عہدے کی پیش کش پر ہائے ہائے کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا: "کیا تم میری بات کو مذاق سمجھ رہے ہو؟"

"میں بات کو مذاق نہ سمجھوں۔ تب بھی بات مذاق کی ہے۔"

وہ غلط کہہ رہا تھا کہ اس ملک کے اعلیٰ حکام، فوجی جنرل، کرنل اور دوسرے اعلیٰ افسران اور عہدے داران نے متفقہ طور پر مجھے سپر ماسٹر بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ سپر ماسٹر نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ پس پردہ چلا جائے گا۔ اور بظاہر مجھے سپر ماسٹر بنا کر تمام اختیارات مجھے سونپ دے گا جب کہ مجھے سپر ماسٹر بنانے کا اختیار اسے حاصل نہیں تھا لیکن وہ جانتا تھا یاں کے اعلیٰ حکام اور تمام ذمے دار افسران اس کی اس حکمت عملی کو اچھی طرح سمجھ لیں گے اعتراض نہیں کریں گے اور مجھے ایک نمائشی سپر ماسٹر بنا کر رکھیں گے۔ اس طرح جب میں ملک کی داخلہ اور خارجہ پالیسیوں کا ذمے دار بن جاؤں گا بہت سی ذمے داریاں مجھ پر عائد کر دی جائیں گی تو میں وہ ٹرانسفارمر مشین ان کے سامنے لے آؤں گا۔

انھیں اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ میں سپر ماسٹر بن کر ان کے اور بہت سے رازوں سے واقف ہو جاؤں گا۔ وہ سب اچھی طرح جانتے تھے کہ میں ہر بڑے ملک کے بڑے بڑے رازوں سے واقف ہوں۔ کوئی بات مجھ سے چھپی نہیں رہتی اور جب چھپی نہیں رہتی تو مجھے نمائشی سپر ماسٹر بنانے میں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ میں نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا: "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہاں کے اعلیٰ حکام نے تاریخی نوعیت کا یہ چونکا دینے والا فیصلہ کیا ہے۔ مجھے بھی اس کے جواب میں تاریخی نوعیت کا چونکا دینے والا فیصلہ سنانا چاہیے اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ میں ٹیلی پیتھی کی دنیا کا سپر ماسٹر ہوں۔ اس عہدے سے نیچے گر کر کسی ایک ملک کا سپر ماسٹر بننا گوارا نہیں کروں گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے کمپیوٹر اور ٹی وی اسکرین کو آف کر دیا۔

☆

آرمر سر جھکائے .... بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں قلم تھا۔ سامنے میز پر ڈائری کھلی ہوئی تھی۔ وھسکی کی بوتل بھی کھلی ہوئی تھی۔ گلاس میں شراب کا سونا چھلک رہا تھا۔ وہ ایک گھونٹ پیتا تھا۔ پھر لکھنے لگتا تھا۔ وہ لکھ رہا تھا: "میں آرمر ہوں، ایک ایسا مُردہ ہوں جو زندگی کو چھوڑنے کے بعد بھی بدقسمتی سے سانسیں لے رہا ہے اور یہ میری سانسیں کوئی مقصد نہیں رکھتی ہیں۔ میں جانور کی طرح کھاتا ہوں، پیتا ہوں، سوتا ہوں اور جاگتا ہوں۔ شاید اسی لیے مالک مین نے میرے گلے میں پٹا ڈال کر زنجیر پہنا دی ہے اور اپنے اس قلعے میں بند کر رکھا ہے۔

مجھے یاد نہیں ہے، میں یہاں کب سے قید ہوں۔ شاید صدیاں گزر گئی ہیں۔ مجھے دنوں کا حساب نہیں آتا۔ بس یہ گزرتا ہوا دن میری نظروں میں ہوتا ہے۔ جو دن گزر چکے ہیں وہ میرے لیے مر چکے ہیں۔ اور جو آنے والے دن ہیں ان کا مجھے یقین نہیں ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے میں پیتے پیتے اچانک ہی آخری ہچکی لوں گا اور ختم ہو جاؤں گا۔ شاید اس کے بعد مردہ ہو کر سانس نہ لے سکوں۔

یہ فرہاد کی مہربانی ہے جس کی سفارش پر ساسک مین نے مجھے آہنی سلاخوں کے پیچھے نہیں رکھا ہے۔ مجھے کھانے کے لیے بہترین کھانا، پینے کے لیے دنیا کی بہترین شراب اور پہننے کے لیے عمدہ لباس ملتا ہے۔ ساسک مین اپنی ہر مہربانی کے بعد کہتا ہے، میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ بنا دوں۔ اس کی تفصیلات لکھوں لیکن میں کیا لکھوں۔ میں تو سب کچھ بھلا دینا چاہتا ہوں۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف چند ہستیاں ہیں جن کے نام اور چہرے مجھے یاد ہیں۔

پہلا چہرہ میری معصوم بہن جوجو کا ہے جسے میں بیٹی کہتا ہوں، دوسرے چہرے فرہاد، رسونتی، شیبا اور سونیا دیوی کے ہیں، جن کی مہربانیوں سے میری بہن جوجو پر کوئی آنچ نہیں آئی ہے اور خدا نے چاہا تو آئندہ بھی وہ ان کے سائے میں محفوظ رہے گی۔ بس ان چند ہستیوں کے سوا مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔ جب میں اس دنیا کے تمام انسانوں کو بھلا چکا ہوں تو کسی مشین کو کیا یاد رکھوں گا؟

یہ مشین کسی دیوانے بڑے ظالم اور ضدی ہیں۔ یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ اتنی طویل قید کے باوجود میں ان کے کسی کام نہیں آ رہا ہوں، میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ انھیں امید ہے بلکہ یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن تھک ہار کر میں ان کے مطالبات کے آگے سر جھکا دوں گا۔ شاید میری کوئی کمزوری ان کے ہاتھ آ جائے گی لیکن میں فرہاد کو دعائیں دیتا ہوں اور آخری سانس تک دعائیں دیتا رہوں گا۔

اگر آج میری جو جو کہیں اور ہوتی تو یہ ظالم شیطان اسے

اس نے گلاس میں پھر شراب انڈیلی۔ گلاس ہاتھ میں لے کر اٹھا۔ ڈگمگاتے ہوئے ایک طرف بڑھتے ہوئے، آہستہ آہستہ گھومتے ہوئے اس چار دیواری کو دیکھنے لگا۔ زور زور سے کہنے لگا "اسٹیک میں! میں سب جانتا ہوں، سب سمجھتا ہوں۔ اس وقت تم کہیں بیٹھے مجھے کسی انگریز پر دیکھ رہے ہو، میری آواز سن رہے ہو اور میری باتیں ریکارڈ کر رہے ہو لیکن میں نہیں بولوں گا۔ مشین کے سلسلے میں ایک لفظ نہیں بولوں گا۔"

اس نے گلاس کو منہ سے لگایا۔ دو گھونٹ پیے، پھر ایک گہری سانس لے کر بولا "تم ظالم ہو۔ پینے کا مزہ یہی ہے کہ نشہ آہستہ آہستہ ہمارے اندر بولتا رہے لیکن آج تم نے میری شراب کو دو آتشہ بنا کر چند منٹوں میں نشے کی شدت پیدا کر کے بڑا ظلم کیا ہے۔ پینے اور مدہوش ہونے کے اصول کے خلاف ہے۔ ارے ظالم! میں تو روز گھونٹ گھونٹ زہر پیتا آرہا ہوں۔ تو نے یکبارگی زہر پلا دیا ہے۔ چلو کوئی بات نہیں۔ کل کا سورج والا آج مر جائے گا۔"

اس نے گلاس کو ہونٹوں سے لگا لیا۔ دور سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کئی سیلی کاپٹروں کے گردش کرتے ہوئے پنکھوں کا شور بھی سنائی دے رہا تھا۔ پھر زبردست دھماکے ہونے لگے جیسے رات کے اندھیرے میں ان دیکھے طیارے بمباری کرتے ہوئے گزر رہے ہوں۔ آرمر نے ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر دیا۔ پھر اسے فرش پر زور سے پٹختے ہوئے کہا "تم کیا سمجھتے ہو، بمباری کر کے گولیاں چلا کے مجھے میری پیاس مٹانے سے پہلے مار ڈالو گے۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔۔۔"

وہ ڈگمگاتا ہوا میز کے پاس آیا۔ بوتل کی گردن اپنی مٹھی میں پکڑی، پھر اسے اٹھا کر منہ سے لگایا۔ دو گھونٹ پینے کے بعد کہا "اب اس بوتل کو مجھ سے کوئی نہیں چھڑا سکتا۔ چلو! گولیاں!"

بالکل قریب ہی کھڑکیوں سے ایک گولی چلنے کی آواز گونجی۔ اس کے ساتھ ہی کوئی زینے کے اوپری حصے سے لڑھکتا ہوا نیچے آیا اور آرمر کے قدموں کے پاس پہنچ کر تھم گیا۔ وہ مر چکا تھا۔ آرمر ڈگمگاتا ہوا ذرا پیچھے گیا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے کے بعد پہچان گیا۔ وہ مارک مین کے بیان کے مطابق بہت تجربہ کار کلینک تھا۔ کسی بھی نقشے کو دیکھ کر اس کے مطابق مشین تیار کر سکتا تھا۔ وہ اکثر آرمر کے پاس آیا کرتا تھا۔ اس کے پاس بیٹھ کر پیتا تھا۔ ہنستا بولتا تھا اور۔۔۔ باتوں باتوں میں مشین کا ذکر لے بیٹھتا تھا۔ آج وہ ایک گولی کھا کر ہمیشہ کے لیے موت کی آغوش میں پہنچ گیا تھا۔ اسے زندگی میں کیا ملا؟ مشین نہیں ملی، ایک گولی ملی اور بس۔

دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا، مارک مین زینے کے اوپری حصے میں تھا۔ دوڑتا ہوا زینے سے اترتا ہوا اس کی طرف آرہا تھا اور چیختے ہوئے کہہ رہا تھا "آرمر! جلدی کرو، خیال خوانی کے ذریعے فرہاد کو مخاطب کرو، اسے بتاؤ کہ ہم خطرے میں ہیں، کسی نے اچانک اس قلعے پر حملہ کیا ہے، شاید وہ ہمیں اغوا کرنا یا مار ڈالنا چاہتے ہیں۔"

آرمر ڈگمگاتا ہوا ایک طرف گیا، پھر ہنستے ہوئے بولا "مارک مین کا ملک ایک فولادی قلعہ کہلاتا ہے۔ سب کہتے ہیں یہ آسمان والا ہے، فولاد کی دیوار ہے، اس دیوار کے پیچھے مارک مین کا ملک کس طرح ترقی کر رہا ہے اور وہ سائنسی دور میں کتنا آگے ہے، وہ چاند کے بعد کس طرح ستاروں پر کمند ڈال رہا ہے، یہ راز باہر کی دنیا والے نہیں جان سکتے اور ایسے فولادی قلعے میں کوئی پہنچ گیا ہے، کوئی مجھے یہاں سے لے جانا چاہتا ہے، میرے لیے کیا فرق پڑتا ہے، یہ قید نہ سہی، وہ قید سہی۔"

وہ بوتل کو منہ سے لگا کر پینے لگا۔ اب اس میں کھڑے ہونے کی بھی سکت نہیں تھی۔ بُری طرح ڈگمگا رہا تھا۔ لڑکھڑاتے ہوئے میز پر جھک رہا تھا۔ ادھر سے اُدھر ہو رہا تھا۔ مارک مین نے اسے جھنجوڑتے ہوئے کہا "ہوش میں آؤ، ہم خطرے میں ہیں، میرے لیے نہ سہی، اپنے لیے نہ سہی، اپنی بہن جوجو کے لیے فرہاد کو مخاطب کرو، ہو سکتا ہے کوئی تمہاری بہن کو بھی اسی طرح اغوا کرنا چاہے اور اسے تمہاری کمزوری بنا دے، معصوم جوجو موت کے دہانے پر نظر آئے گی تو تم مجبور ہو کر مشین کا سارا راز اگل دو گے۔"

آرمر کا سر گھوم رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے در و دیوار گھوم رہے تھے۔ اسے نشہ تیزی سے چڑھ رہا تھا۔ وہ اب تب میں گرنے ہی والا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا لیکن اپنی بیٹی جیسی بہن کا ذکر سنتے ہی اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی۔ اتنی مدہوشی کی حالت میں بھی دماغ نے سمجھایا۔ اپنی بہن کے لیے ضرور فرہاد کو اطلاع دینا چاہیے۔

وہ میز پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ وہاں سے پھسلتا ہوا کرسی کے پاس آیا۔ اس پر بیٹھتے ہوئے، مارک مین کو دیکھتے ہوئے ہاتھ نچاتے ہوئے بولا "میں ابھی فرہاد کو مخاطب کرتا ہوں۔"

مارک مین جلدی سے قریب آکر بولا "دیر نہ کرو، دشمن ہمارے سر پر پہنچ چکے ہیں۔"

آرمر نے آنکھیں بند کیں۔ میر التصور کیا لیکن اس کے نشیلے دماغ میں میر التصور ادھر سے اُدھر ڈول رہا تھا۔ ایک جگہ ٹھہر نہیں پاتا تھا۔ اس نے میری آواز اور لب و لہجہ یاد کرنے کی کوشش کی تو کانوں میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ میر الب و لہجہ جیسے بھی یاد آیا، اسی کے مطابق اس نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ خیال خوانی کی پرواز کر رہا ہے یا نشے میں اڑتا جا رہا ہے۔ مارک مین نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کا سر میز پر ٹک گیا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ پہلے تو مارک مین نے یہی سمجھا کہ وہ آنکھیں بند کر کے خیال خوانی میں مصروف ہے، پھر اس نے جھنجوڑ کر پوچھا "تم فرہاد کو مخاطب کر رہے ہو؟ کیا فرہاد صاحب میرے دماغ میں آکر مجھے کچھ کہنے کا موقع دینا چاہتے ہیں، مجھے جلدی بتاؤ۔"

وہ آرمر کو جھنجوڑ رہا تھا لیکن جواب نہیں مل رہا تھا۔ تب پتا چلا وہ نشے میں مدہوش ہو گیا ہے یا بے ہوش ہو گیا ہے۔ مارک مین نے وہ نشے میں مدہوش ہو گیا ہے یا بے ہوش ہو گیا ہے۔ مارک مین نے پیچھے ہٹ کر فوراً ریوالور نکالا اور کہا "نہیں آرمر! نہیں تم میرے ملک کے کام نہیں آئے تو کسی کے کام نہیں آؤ گے۔ کوئی تمہیں یہاں سے نہیں لے جا سکے گا۔ میں تمہیں زندہ نہیں رہنے دوں گا، یہاں آنے والے تمہاری لاش ہی لے جا سکیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے آرمر کا نشانہ لیا۔ ٹھائیں سے گولی چلی لیکن وہ گولی آرمر کو نہیں، مارک مین کو لگی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر ذرا پیچھے گیا۔ دوسری گولی اس کے سینے میں آکر پیوست ہوئی۔ وہ اچھل کر فرش پر گرا۔ پھر تڑپنے تڑپنے ٹھنڈا ہو گیا۔

مارک مین مر گیا۔ اس نے ایک طویل مدت تک اپنے ملک کی خدمت کی تھی اور ایک طویل عرصے سے میرا دوست چلا آرہا تھا۔ وہ بُرے وقتوں میں میری مدد کرتا رہا تھا۔ کاش میں ایسے وقت ان کے قریب موجود رہتا۔ مجھے تو ان واقعات کا کوئی علم نہیں تھا۔ یہ جو کچھ ہو رہا تھا، اس کے متعلق مجھے بعد میں معلوم ہوتا رہا۔

آرمر اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ اسے کچھ پتا نہ چلا، کون وہاں آیا تھا؟ کس نے مارک مین کو گولی ماری تھی؟ اور اسے اٹھا کر کس طرح لے گیا تھا؟ پھر وہ انجانے ہم سفر کے ساتھ کس منزل کی طرف جا رہا تھا اور کتنی دیر تک یہ سفر جاری رہا تھا؟ نہ آرمر کو ہوش تھا نہ مجھے اس کی خبر تھی۔ میں بہت کم اس کی طرف توجہ دیتا تھا۔ اس نے خود کو اتنا غیر ضروری بنا لیا تھا کہ کبھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ کبھی اس کا خیال نہیں آتا تھا، جو کبھی ضد کرتی کہ بھائی آرمر کہاں ہیں تو میں رسوتی یا شیبا اس کے پاس آجایا کرتے تھے۔ ادھر پچھلے کئی دنوں سے ہماری بے پناہ مصروفیات نے آرمر کے متعلق سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔

ہم شیبا کے معاملات میں مصروف تھے۔ جب سپر ماسٹر اور اسرائیلی حکام کو یہ معلوم ہوا کہ جارج فری مین نے اس جزیرے کو خریدا ہے اور اسی نے یقیناً شیبا کو اغوا کیا ہے تو انھوں نے یہ بات پریس تک پہنچائی۔ دوسرے دن کے اخبارات میں جارج فری مین پر بہت سے الزامات عائد کیے گئے۔ ان میں سے ایک الزام یہ کہ اس نے شیبا کو اغوا کیا ہے۔ اسرائیلی طیارے کو بھی کہیں چھپا دیا ہے یا اسے تباہ کر دیا ہے۔ وہ ایک جزیرے کا مالک بن کر شیبا کو وہاں قیدی بنا کر فرہاد علی تیمور کو بلیک میل کر رہا ہے تاکہ فرہاد شیبا کی رہائی کے لیے ٹرانسفارمر مشین اس کے حوالے کر دے۔

جارج فری مین کے خلاف طرح طرح سے زہر اگلا گیا تھا۔ دوسرے دن کے اخبارات میں جارج فری مین کی طرف سے تردیدی بیان شائع ہوا کہ یہ سارے الزامات غلط ہیں، اس نے کوئی جزیرہ نہیں خریدا ہے، وہ شیبا کے نام سے واقف ہے لیکن نادان نہیں ہے، فرہاد علی تیمور کی کسی بھی ساتھی کو اغوا کرنے کی حماقت نہیں کرے گا۔ جب بھی کچھ کرے گا تو اپنا داماد سمجھ کر صرف اپنے کام سے کام رکھے گا اور وہ اپنا کام کر رہا ہے۔ بہت جلد دنیا والوں کو ایک دوسری ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے چونکانے والا ہے۔

آئرن اور ہارڈی کے بھائی جارج فری مین نے باقاعدہ پریس کانفرنس میں یہ بیان نہیں دیا تھا۔ اس نے کسی اخبار والے کو خط بھیج کر کسی اخبار والے سے ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کر کے انھیں یہ بیان شائع کرنے پر مجبور کیا تھا۔ جو مجبور نہیں ہونا چاہتے تھے، ان کے پریس دفاتر میں بموں کے دھماکے ہوئے اور اس دن کا اخبار وہ شائع نہ کر سکے۔

میں نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "سپر ماسٹر! پول کھل گیا ہے، کسی بڑے ملک یا کسی سپر طاقت نے جارج فری مین کے نام سے وہ جزیرہ خریدا ہے۔ اس خریدنے والے کو معلوم ہے کہ جارج فری مین اور اس کی بہن سلارا ایک نئی ٹرانسفارمر مشین بنانے میں مصروف ہیں۔ جارج فری مین کے نام سے سپر ماسٹر اور فرہاد علی تیمور کی پوری ٹیم واقف ہے لہٰذا اس نے جزیرے کو خریدنے، شیبا کو اغوا کرنے کے سلسلے میں جارج فری مین کا نام استعمال کیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے میری تائید کی "بے شک، یہ بات ہمیں پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھی جو بہن بھائی ٹرانسفارمر مشین جیسی چیز تیار کر رہے ہیں، وہ نادان نہیں ہوں گے۔ جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو جاتے اس وقت تک نظر عام پر نہیں آئیں گے۔"

"مسٹر فرہاد! آج کا اخبار مسٹر آن نون نے بھی دیکھا ہو گا اب وہ تم پر زیادہ سے زیادہ دباؤ ڈالے گا تاکہ تم مشین اس کے پاس پہنچا سکو اور اس کے لیے وہ شیبا پر ظلم و تشدد کرنے سے باز نہیں آئے گا۔"

میں نے بڑے اعتماد سے کہا "میں ایسا کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "آخر تم اتنے اعتماد سے یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"مختلف معاملات میں میرا مختلف طریقۂ کار ہوتا ہے۔ جلد ہی تمہیں معلوم ہو گا کہ میں کس طرح مسٹر آن نون کا مطالبہ پورا کرتا ہوں اور شیبا کو وہاں سے نکال کر لے جاتا ہوں۔"

"کیا تم شیبا کو رہائی دلانے کے لیے ٹرانسفارمر مشین اس کے حوالے کر دو گے؟"

میں اس کے سوال کا جواب نہ دے سکا۔ مجھے اپنے دماغ میں آرمر کی آواز سنائی دی "مسٹر فرہاد! میں آرمر بول رہا ہوں۔"

میں نے پوچھا "ہیلو آرمر! کیسے ہو؟ تمہیں وہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"بھائی فرہاد! جہاں تم نے میری سفارش کی تھی، میں وہاں

نہیں ہوں کسی دوسرے کا قیدی بن چکا ہوں۔"

میں نے چونک کر پوچھا "کسی دوسرے کا قیدی؟ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"بھائی! مجھے کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔ پچھلی رات نہ جانے کیا کچھ ہوتا رہا۔۔۔۔ میں پی رہا تھا۔ مجھے کم سے کم مقدار میں تیز سے تیز تر نشہ ہوتا جا رہا تھا۔ یقیناً میری وھسکی میں کچھ ملایا گیا تھا۔"

"آرمر! یہ شراب انسان کو کسی کام کا نہیں چھوڑتی۔ دیکھ لو نتیجہ تمہارے سامنے ہے، اس شراب نے تمہیں اپنی جو جو سے چھڑا دیا۔ تمہیں اس قابل نہیں چھوڑا کہ تم اپنی بیٹی جیسی معصوم بہن کی حفاظت کر سکو جب کہ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی جیسا خطرناک ہتھیار موجود ہے۔"

وہ میری بات پر ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا۔ میں نے کہا "اس شراب کا دوسرا بڑا نتیجہ یہ ہے کہ تم ایک کی قید سے نکل کر دوسرے کی قید میں پہنچ رہے ہو۔ تم نہیں جانتے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے کیوں کہ تم نے ساری دنیا سے ناتا توڑ لیا ہے۔"

آرمر نے کہا "سچ کہتے ہو، میں تو اخبار تک نہیں پڑھتا۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھے دنیا کے کسی بھی کونے کی کوئی خبر مل سکے۔"

"آرمر! ایک خبر ایسی ہے کہ اب تمہیں خبردار ہو جانا چاہیے۔ ٹرانسفارمر مشین کا مسئلہ بہت ہی نازک مرحلے پر ہے۔ ایک نامعلوم دشمن نے یا کسی سپر طاقت نے شیبا کو اغوا کیا ہے۔ مجھے بلیک میل کیا جا رہا ہے کہ میں تم لوگوں کی تیار کردہ ٹرانسفارمر مشین ان کے حوالے کر دوں ادھر دوسری پارٹی نے تمہیں اغوا کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارے ذریعے مجھے بلیک میل کریں گے۔ اگر میں ان کی بات نہیں مانوں گا تو وہ تمہیں مار ڈالنے کی دھمکی دیں گے۔"

آرمر نے تڑپ کر کہا "بھائی فرہاد! مجھے مرنے دو۔ میں مر جاؤں گا مگر خبردار، وہ ٹرانسفارمر مشین دشمنوں کے حوالے نہ کرنا۔ کیا وہ تمہارے پاس ہے؟"

"ہاں میرے پاس ہے لیکن میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا کیوں کہ تم ہماری بیٹی کے بھائی ہو۔ جو جو کی آنکھ سے تمہارے لیے ایک آنسو بھی ٹپکے گا تو وہ آنسو ہمارے دل پر گرے گا۔"

آرمر نے کہا "آہ! میں کہاں آ کر پھنس گیا۔ کن جذبوں نے مجھے گھیر لیا۔ میں جو جو کی آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ تم بھی نہیں دیکھ سکتے اور دشمن ہماری اس کمزوری کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ فرہاد! میں کیا کروں؟"

"صبر کرو اور دیکھتے رہو۔ دشمن کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔"

"میں قدموں کی چاپ سن رہا ہوں۔ شاید وہ لوگ آ رہے ہیں۔"

"پردانہ کرو۔ میں تمہارے دماغ میں موجود رہوں گا۔ تم اپنی خیال خوانی کی پرواز بند کر دو۔ میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

وہ میرے دماغ سے چلا گیا۔ میں نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔

"سپر ماسٹر! ایک نئی پریشان کن اطلاع ہے۔ کچھ نامعلوم لوگوں نے آرمر کو ماسک مین کی قید سے چھڑا لیا ہے۔ اسے اپنا قیدی بنا لیا ہے۔ اب آگے کیا ہونے والا ہے، میں کچھ دیر بعد بتاؤں گا۔"

میں نے کمپیوٹر اور ٹی وی کو آف کر دیا۔ پھر آرمر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گہری تاریکی میں کہیں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی جب اس کی آنکھ کھلی۔ اسے ہوش آیا تو اس نے ایسی ہی گہری تاریکی دیکھی تھی۔ یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ پہلی بار سچ مچ مر چکا ہے اور اس وقت اسی تاریکی میں ہے اور یہ قبر بہت تنگ ہے۔ وہ کسی تابوت میں لیٹا ہوا ہے۔ اس نے ادھر اُدھر ہاتھ مارا تو تابوت محسوس نہیں ہوا۔ قبر بہت تنگ تھی۔ وہ رینگتے ہوئے ہاتھ سے ٹٹولتے ہوئے ادھر سے اُدھر چلنے لگا۔ بہت دور تک جانے پر دیواریں محسوس ہوتی رہیں۔ ایسے وقت اس نے پریشان ہو کر مجھے مخاطب کیا تھا۔ اب میں اس کے پاس تھا۔ جب اس نے قدموں کی چاپ سُنی تو اسے ہلکی سی روشنی کا احساس ہوا۔ اس نے ایک طرف دیکھا، کہیں دروازہ تھا۔ اس دروازے کے نیچے سے روشنی کا کچھ حصہ اندر کی طرف آ رہا تھا۔ میں نے کہا "آرمر میں تمہارے پاس ہوں، تم رینگتے ہوئے اس دروازے کی طرف چلے جاؤ۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ دروازے کا نچلا حصہ کچھ اوپر کی طرف اٹھا ہوا تھا یعنی نچلے حصے میں اتنی جگہ تھی کہ وہاں سے کھانے کی ٹرے گزر کر آرمر تک پہنچ سکتی تھی۔ اس کے پاس ایک بڑی سی ٹرے آئی۔ اس میں کھانے کا سامان تھا۔ پھر دوسری طرف سے کسی نے کہا "مسٹر آرمر! کھاؤ اور خود کو توانا رکھنے کی کوشش کرو۔ جب تو اتنا مضبوط محسوس ہو اور خیال خوانی کر سکو تو فرہاد کو مخاطب کرنا۔"

آرمر نے پوچھا "تم کون ہو۔ میں اس وقت کہاں ہوں؟"

"ہم کوئی بھی ہیں اور تم جہاں کہیں بھی ہو، خیریت سے ہو۔ زندہ سلامت ہو۔ آئندہ بھی اپنی سلامتی کے لیے ہمارے احکامات کی تعمیل کرتے رہو۔"

"میں فرہاد کو کیوں مخاطب کروں۔ اس سے کہنا کیا ہے؟"

"اس سے کہو، تم ہماری قید میں ہو۔ اگر اس نے ٹرانسفارمر مشین ہمارے حوالے نہ کی تو ہم تمہیں مار ڈالیں گے۔"

"میرے مرنے سے فرہاد کو یا کسی کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

"زبردست نقصان پہنچ سکتا ہے، ہم جانتے ہیں جو جو کو تم کس قدر چاہتے ہو اور جو جو تمہارے لیے کتنا تڑپتی ہے۔ اگر اسے تمہاری بے وقت اور حرام موت کی خبر ملے گی تو وہ رو رو کر اپنی جان دے دے گی۔ ہمیں یقین ہے کہ فرہاد، روستی یا شیبا تمہاری بہن کو کبھی مرنے نہیں دیں گے اس کے مرنے کا تصور بھی گوارا نہیں کریں گے۔ اتنا ہی نہیں، اس کی آنکھ میں آنسو کا ایک قطرہ بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ تم ذرا فرہاد کو اپنی موجودہ پوزیشن تو بتاؤ۔"

"فرہاد میرے پاس موجود ہے اور تمہاری باتیں سن رہا ہے۔"

دوسری طرف سے ہنسنے کی آواز آئی۔ پھر اس نے کہا "اگر فرہاد موجود ہے تو اس سے کہو میرے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کرے۔"

فرہاد اتنا نادان نہیں ہے۔ میں خود ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ جب میں تمہارے دماغ میں نہیں پہنچ پا رہا ہوں اور تم بے باکی سے میرے سامنے گفتگو کر رہے ہو تو یقیناً یوگا کے ماہر ہو یا تمہارے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے حساس بنا دیا گیا ہے۔"

آرمر درست کہہ رہا تھا۔ اس کے باوجود میں نے اس شخص کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی پھر ہنستے ہوئے کہا "اچھی طرح جانتے ہوئے بھی میرے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔"

"میں نے نہیں، شاید فرہاد نے تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کبھی کسی پر اعتماد نہیں کرتا، جب تک خود عملی طور پر مطمئن نہ ہو جائے۔"

"اسے اطمینان ہو چکا ہوگا کہ وہ میری اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں آ سکے گا۔ اس سے کہو دس منٹ کے بعد میرے دماغ میں جگہ مل جائے گی۔"

میں نے انتظار کیا۔ اس دوران کمپیوٹر کے ذریعے کہا "سپر ماسٹر! میرا اندازہ درست نکلا۔ آرمر کو اغوا کرنے والی پارٹی بھی ٹرانسفارمر مشین کا مطالبہ کر رہی ہے، یہ مطالبہ پورا نہ ہونے کی صورت میں وہ آرمر کو مار ڈالیں گے اور ہم جو جو کی خاطر اسے مرنے نہیں دیں گے۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "آخر یہ دوسری پارٹی کہاں سے آ گئی؟ یہ کون لوگ ہیں؟"

"دس منٹ بعد شاید مجھے کچھ معلوم ہو سکے۔"

"مسٹر فرہاد! یہ مشین کے دیوانے بڑھتے جا رہے ہیں، اپنے چالیں چلتے جا رہے ہیں۔ ایک نے شیبا کو اغوا کیا۔ دوسرے نے آرمر کو۔ یہ شیبا اور آرمر دونوں ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں ان کے ذریعے وہ ٹرانسفارمر مشین حاصل کر کے متوقع کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور نہ جانے کتنی خطرناک تنظیمیں ہیں جو اس ٹرانسفارمر مشین کی تاک میں ہوں گی۔"

بے شک بہت سی بلائیں سر اٹھائے چھینکے کو دیکھ رہی ہوں گی، لیکن چھینکے کی طرف چھلانگ لگاتے ہی دودھ گر جاتا ہے۔ ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے والے مخالفین کو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی حاصل نہ ہوتے لیکن شیبا کی نادانی نے ایک مخالف کو کسی حد تک کامیابی سے ہم کنار کیا ہے۔ اگر شیبا اپارس کی محبت میں مبتلا نہ ہو کر تل ابیب سے پیرس تک سفر نہ کرتی تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتے۔ دوسرا آرمر ہے۔ اس کے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ماسک مین کی قید سے کوئی اسے چھین کر لے اڑے گا۔"

"یہی تو سوچنے کی بات ہے کہ جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے وہ ہو جاتا ہے۔ تم اس بات سے بے حد مطمئن ہو گے کہ کوئی روستی کو اغوا نہیں کر سکے گا کیوں کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے لیکن ہماری تمہاری توقع کے خلاف کوئی اسے بھی اغوا کر سکتا ہے۔ شاید تم نہیں جانتے۔ میں جانتا ہوں۔ ماسک مین کا مک واقعی فولادی قلعہ ہے۔ کوئی دشمن وہاں جا نہیں سکتا اور اگر چلا جائے تو زندہ واپس آ نہیں سکتا۔ گویا یہ کہ کسی نے آرمر کو وہاں سے اغوا کر لیا ہے، بابا صاحب کا ادارہ ماسک مین کے مک کی طرح فولادی قلعہ نہیں ہے، روستی کو کسی وقت بھی اغوا کیا جا سکتا ہے۔ تم وہیں بیمار پڑے ہو۔ پھر دشمنوں کے لیے آسانیاں اور سہولتیں ہر قدم پر ہیں۔"

میں نے کہا "سپر ماسٹر! تم درست کہتے ہو۔ ہماری توقع کے خلاف بہت کچھ ہو سکتا ہے لیکن میں روستی کو اغوا نہیں ہونے دوں گا۔ میں اپنی جگہ بہت محتاط ہوں۔ یہ لو، دس منٹ پورے ہو چکے ہیں۔ ذرا آرمر کو اغوا کرنے والی پارٹی کے سربراہ یا وہاں کے باس یا لیڈر سے گفتگو کر کے آتا ہوں۔"

میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جس نے دروازے کے نچلے حصے سے آرمر کو کھانے کی ٹرے پہنچائی تھی۔ اس نے مجھے دماغ میں محسوس کیا اور کہا "باس! فرہاد میرے دماغ میں ہے۔"

اس کے باس نے مسکراتے ہوئے مخاطب کیا "ہیلو مسٹر فرہاد! کیا تم یقین دلا سکتے ہو کہ یہ تمہی ہو؟"

میں نے اس شخص کی زبان سے کہا "اگر یقین کرنا چاہتے ہو تو اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔ میں، روستی اور شیبا، تینوں تمہارے دماغ میں باری باری آئیں گے اور بیک وقت بھی آئیں گے۔ جیسا تم چاہو گے ویسے ہی تمہیں یقین دلائیں گے۔"

"چلو یقین ہو گیا۔ یہ بتاؤ، آرمر کو زندہ دیکھنے کے لیے کیا کر سکتے ہو؟"

"میں تمہاری توقع کے خلاف بہت لمبی چوڑی تمہید نہیں باندھوں گا۔ نہایت مختصر الفاظ میں کہتا ہوں، وہ ٹرانسفارمر مشین تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

باس نے خوش ہو کر کہا "زندہ باد فرہاد علی تیمور! تم واقعی دانش مند ہو۔"

"تھوڑی دانش مندی کا ثبوت تم بھی دو۔ آرمر کو حبس بے جا سے نکال کر آرام سے رکھو۔ اس کی ہر ضرورت پوری کرو۔"

اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا "مسٹر آرمر کو تہ خانے سے نکال کر ایک آرام دہ کمرے میں لے جاؤ اور ان کی ہر ضرورت پوری کرو۔"

وہ شخص حکم کی تعمیل کے لیے چلے گئے پھر اس نے مجھ سے پوچھا "ہاں تو مسٹر فرہاد، وہ مشین میرے پاس کب پہنچ رہی ہے؟"

"پہلے اپنا تعارف تو کراؤ۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "تعارف کا مطلب ہے اپنی تعریف کروں بھلا میں کس قابل ہوں اور جب کسی قابل نہیں ہوں تو اپنے

بارے میں کیا بتاؤں۔ میرا کوئی سا بھی نام ہو سکتا ہے۔ ہم زندگی کے ایک موڑ پر مل رہے ہیں۔ دوسرے موڑ پر ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائیں گے پھر ایک دوسرے سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا لہٰذا میرا کوئی سا بھی نام رکھ لو۔"

"تم بہت بولتے ہو۔ ایکس وائی زیڈ، کوئی سا بھی نام بتا دو۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں کہوں کہ مسٹر ایکس ہوں تو یہ جاسوسی ناولوں کا سا نام ہو جاتا ہے۔ وائی مجھے پسند نہیں ہے کیوں کہ وائی لکھتے وقت اس کی دُم نیچے لٹکتی ہے۔ اور زیڈ سب سے آخری لفظ ہے اور میں ہمیشہ اوّل رہتا ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا میں چلا جاؤں؟"

اس نے جلدی سے کہا۔ "ارے نہیں، میں تو ذرا تفریح کے موڈ میں ہوں، چوں کہ تم مخاطب کرنے کے لیے کوئی نام معلوم کرنا چاہتے ہو لہٰذا مجھے "سرپاس" کہہ سکتے ہو کیوں کہ میں تمھیں مشین کے معاملے میں سرپاس کرنے والا ہوں (سبقت لے جانے والا ہوں)۔"

"تم سے پہلے بھی ایک سرپاس کرنے والا آ چکا ہے۔ وہ ٹرانسفارمر مشین کی ڈلیوری ایک جزیرے میں چاہتا ہے، تم کہاں چاہتے ہو؟"

اس کا ہنستا ہوا منہ لٹک گیا۔ اس نے ناگواری سے پوچھا۔ "یہ کیا بات ہوئی۔ کیا تم اسے بھی مشین ڈلیور کرو گے اور مجھے بھی، کیا تمھارے پاس دو مشینیں ہیں؟"

"مشین تو ایک ہی ہے لیکن محبت اور دوستی کے رشتے دو طرف ہیں۔ ایک طرف شیبا گرفتار کی گئی ہے، دوسری طرف آرمر۔ یہ دونوں ہمارے لیے اہم ہیں۔ ہم ان میں سے کسی کو دشمن کی قید میں نہیں چھوڑ سکتے۔ دونوں کو رہا کرائیں گے لہٰذا اس کا ایک ہی راستہ رہ گیا ہے، مشین کے دو حصے کیے جائیں۔ آدھی مشین شیبا کی رہائی کے لیے اور آدھی آرمر کی رہائی کے لیے تم لوگوں کے پاس ڈلیور کر دی جائے۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔ میں آدھی مشین لے کر کیا کروں گا؟"

"اُدھر وہ مسٹر اَن نون بھی یہی سوال کرے گا۔ ادھر ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم پوری ایک مشین کسی ایک کو ڈلیور کر کے صرف ایک کو رہا کرائیں گے تو دوسرے کا کیا بنے گا؟"

"یہ تمھارا مسئلہ ہے، مجھے مشین چاہیے۔"

"دوسرا بھی یہی کہے گا کہ یہ میرا مسئلہ ہے۔ اسے مشین چاہیے لہٰذا میں پہلے اپنے نسلے کو دیکھوں گا۔ جب ایک کو پوری مشین ڈلیور کر کے کسی دوسرے کو دشمن کی قید میں چھوڑنا اور اس کی ہلاکت کو ملحوظ کرنا پڑے گا تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ میں اپنی ایک آنکھ کو بچاؤں گا اور دوسری آنکھ پھوڑ ڈالوں گا اور ایسا تو کوئی پاگل بھی نہیں کرے گا۔"

وہ میری اس بات پر الجھ کر رہ گیا تھا۔ یہ بات ماننے والی تھی کہ میں اپنے کسی رشتے سے دشمنی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک کو گلے لگا کر دوسرے کو مرنے کے لیے چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ اس نے ذرا دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "تم شیبا کی فکر نہ کرو۔ میں اسے جزیرے سے نکال لاؤں گا، مشین میرے پاس ڈلیور کر دو۔"

"ڈلیوری کہاں لو گے؟"

"میں تمھاری ایک جائی پہائی جگہ بتا رہا ہوں۔ یہاں کبھی تمھارے دوستوں کا پورا قبیلہ آباد تھا۔ ان کی حکومت تھی یہاں تمھاری رسوائی اور سونیا کافی عرصے تک آباد رہی ہیں، یہاں تمھاری زندگی میں بڑے انقلاب آئے۔ کتنے ہی محبت کے رشتے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے۔"

"مسٹر سرپاس! تم بہت زیادہ بولتے ہو کیا تم وادیٔ قاف میں ہو؟"

"خوب سمجھے برادر! اور کیسے نہ سمجھتے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں ثباتہ، مرجانہ اور ٹارٹر بلیا جیسے ساتھی ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے اور تمھاری دوسری چاہنے والیوں کو کو ماما میں پہنچا دیا گیا تھا۔ میں نے اسی جگہ کا انتخاب کیا ہے یہاں تمھیں عبرت حاصل ہو گی۔ فرہاد علی تیمور کتنا ہی زور آور اور طاقت ور سہی۔ وادیٔ قاف میں اس کی کمر توڑ دی گئی تھی اور اب بھی مشین ڈلیور کرتے وقت کوئی فریب کیا گیا تو اس بار تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی صرف کمر نہیں سر بھی توڑ میں گے۔ میں اس ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے یا تو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر دوں گا یا ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنی دنیا سے ہمیشہ کے لیے مٹا دوں گا۔"

"میں کتنی بار یاد دلاؤں کہ تم بہت زیادہ بولتے ہو، تمھیں مشین چاہیے مل جائے گی لیکن مجھے اس بات کی ضمانت چاہیے کہ شیبا کو تم جزیرے سے نکال لاؤ گے۔"

"کس طرح کی ضمانت چاہتے ہو؟"

"پہلے تم شیبا کو اس جزیرے سے نکال لو جس دن تم اسے وادیٔ قاف لے کر آؤ گے اسی دن میں ٹرانسفارمر مشین لے کر وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "ارے نہیں فرہاد علی تیمور تم یہاں آنے کی زحمت گوارا نہ کرنا۔ ہم نہیں چاہتے کہ مشین کے ساتھ مصیبت چلی آئے۔"

"جب اس مصیبت کی کمر ایک بار توڑ چکی ہے تو ڈرتے کیوں ہو، دوسری بار تم توڑ دینا۔"

"نہیں، سیدھی سی بات ہے، میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ تم مشین ڈلیور کرو گے۔ اسے ہمارے آدمی یہاں لائیں گے۔"

"چلو یہی سہی۔ ہمارے درمیان یہ بات طے پا گئی کہ تم ادھر جزیرے سے شیبا کو لاؤ گے۔ ادھر میں تمھارے آدمیوں کے ذریعے مشین وہاں پہنچا دوں گا۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم نے بڑی آسانی سے میری تمام باتیں مان لی ہیں۔ آخر بات کیا ہے؟"

"عجیب مصیبت ہے، بات مان لو تب بھی تم لوگوں کو مجھ سے دُور لگتا ہے۔ بھئی سیدھی سی بات ہے، مجھے مشین سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں ہر حال میں شیبا اور آرمر کی رہائی چاہتا ہوں اور بس۔"

"ہمارے درمیان یہ بھی طے ہو جانا چاہیے کہ مشین آنے کے بعد کس طرح ہم شیبا اور آرمر کے ذریعے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اپنے ساتھیوں میں منتقل کرائیں گے۔ اس کے بعد کس طرح ہم تمھارے دونوں ساتھیوں کو یہاں سے رہائی دے کر تمھارے کسی مقام تک پہنچائیں گے۔"

"اس میں معاملات طے کرنے کی کیا بات ہے۔ مشین حاصل کرنے کے بعد جو بھی میں آئے کرتے رہنا، جتنی ٹیلی پیتھی اپنے ساتھیوں میں منتقل کرانا ہے کراتے رہنا۔ مجھے یقین ہے تم بہت ہی شریف آدمی ہو اور میرے دونوں ساتھیوں کو وہاں سے بہ حفاظت روانہ کر دو گے۔ اب اس سلسلے میں کوئی بات نہیں ہو گی۔ میں تمھارے اس آدمی کے دماغ میں اتار دوں گا اور معلوم کر تا رہوں گا کہ تم شیبا کو اس جزیرے سے نکال لانے میں کامیاب ہو چکے ہو یا نہیں۔ جیسے ہی کامیاب ہو گے، میں اپنی مشین کی ڈلیوری کا وقت بتا دوں گا۔ ویٹس آل۔"

میں اس آدمی کی کھوپڑی سے واپس آ گیا۔ دوسری طرف رسوتی مسٹر اَن نون سے یہی بات کہہ رہی تھی۔ "ہم مناسب موقع دیکھتے ہی مشین اس شہر سے نکال کر تمھارے پاس پہنچانے والے تھے لیکن اب دوسرا بیک میل کرنے والا آ گیا ہے، تم نے آج کا اخبار پڑھا ہو گا؟"

مسٹر اَن نون نے کہا۔ "ہاں پڑھا ہے۔ کوئی کم بخت آرمر کو اڑا لایا ہے۔ کچھ بھی ہو، مشین میرے پاس آئے گی۔"

"ہمارے لیے آرمر اور شیبا ایک جیسے ہیں، ہم کسی کو چھوڑ نہیں سکتے۔ دونوں کو قید سے چھڑانے کے لیے مشین کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ہو گا۔ آدھی مشین تمھارے پاس اور آدھی مسٹر سرپاس کے پاس جائے گی۔"

"بکواس مت کرو۔ میں آدھی مشین لے کر کیا کروں گا۔ مجھے پوری چاہیے۔"

"ہمیں بھی شیبا اور آرمر دونوں چاہئیں۔"

اس نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد کہا۔ "اچھی بات ہے، میں دیکھ لوں گا۔ وہ کم بخت سرپاس کتنے پانی میں ہے، میں آرمر کو وہاں سے نکال لاؤں گا۔"

"اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ جس دن تم آرمر کو جزیرے میں شیبا کے پاس لاؤ گے، ہم مشین وہاں پہنچا دیں گے۔"

شیبا نے خوش ہو کر کہا۔ "رسوتی، یہ حکمت عملی خوب رہی۔ اب مسٹر اَن نون اور مسٹر سرپاس مرغوں کی طرح ایک دوسرے کو چونچیں مارلیں گے۔"

میں موجودہ حالات کا ہر پہلو سے جائزہ لینے لگا۔ شیبا اور آرمر کو اغوا کرنے والوں کے درمیان رسہ کشی شروع ہو گئی تھی۔ وہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ مکمل مشین حاصل کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والے یا جاننے والی کو کسی ایک پارٹی کے پاس ہونا چاہیے۔ اب مسٹر سرپاس کسی نہ کسی طرح شیبا کو جزیرے سے لانے کی کوشش کرے گا اور مسٹر اَن نون آرمر کو وادیٔ قاف سے نکال لانے کے لیے اپنے آخری تمام ذرائع استعمال کرے گا۔ ہمارے لیے بڑے مواقع پیدا ہو گئے تھے۔ اگر مسٹر اَن نون منظم طریقوں سے وادیٔ قاف میں داخل ہونے اور آرمر کو لانے کی کوشش کرے گا تو اس دوران اس کے آدمیوں کی بھیڑ میں میری ساتھیوں کو بھی وادیٔ قاف میں قدم رکھنے کا موقع مل جائے گا۔ اسی طرح مسٹر سرپاس جزیرے میں منظم طریقے سے آنا چاہے گا تو اس کے ساتھ ساتھ ہمارے لیے بھی راستہ نکل آئے گا۔ پھر شیبا جزیرے سے وادیٔ قاف تک جائے یا آرمر وادیٔ قاف سے جزیرے تک پہنچایا جائے، اس طویل سفر کے دوران ہم راستے ہی میں بازی پلٹ سکتے تھے۔ اب یہ حالات پر تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ ہوتا کیا ہے اور ہم کرتے کیا ہیں؟

اگرچہ ہمارے لیے بہت سے مواقع پیدا ہو رہے تھے لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل تھی کہ شیبا اور آرمر دشمنوں کے چنگل میں ہیں، انھیں ذہنی اور جسمانی طور پر نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ دشمن... مشین حاصل کرنے میں ناکام ہوتے تو ان کی جان بھی لے سکتے تھے۔ ایسے وقت ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے کیوں کہ وہ کسی ملک کے سربراہ نہیں تھے۔ وہ کوئی سپر ماسٹر، ماسک مین یا السرکی حکام نہیں تھے۔ وہ کن بڑے ملکوں یا کن سپر طاقتوں کے لیے کام کر رہے تھے اور ان کے لیے اہم مہرہ بنے ہوئے تھے، یہ ہم نہیں جانتے تھے۔ ان حالات میں شیبا اور آرمر کی زندگی خطرے میں تھی، آئندہ ہم کسی وقت بھی بہت بڑا نقصان اٹھا سکتے تھے۔

شیبا اور آمنہ کو جزیرے میں بڑی حد تک آزادی تھی۔ وہ جب چاہتی تھیں کاٹیج سے نکل کر گھومنے پھرنے کے لیے دور دور تک چلی جاتی تھیں۔ جزیرے کا رقبہ تقریباً سو کلو میٹر ہو گا۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے لیے موٹر سائیکلیں اور جیپ گاڑیاں تھیں لیکن ان دونوں کو کسی گاڑی میں بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی۔ مسٹر اَن نون نے کہا تھا، جتنی دور تک پیدل جا سکتی ہو، ضرور جاؤ۔ کوئی نہیں روکے گا مگر یاد رکھو یہاں خار دار جھاڑیاں بھی ہیں، ایک بہت ہی خطرناک دلدل ہے، ایک بار آدمی کا پاؤں چلا جائے تو پھر وہاں سے نکلتا نہیں۔ زہریلے سانپ بھی ہیں جن کے ڈسنے کے بعد پانی مانگنے کی مہلت نہیں ملتی۔

وہ دونوں اندھیرا ہونے کے بعد کاٹیج سے نہیں نکلتی تھیں، دن کی روشنی میں جہاں جاتی تھیں وہاں محسوس کرتی تھیں کہ نگرانی ہو رہی ہے۔ کہیں کہیں اونچے درخت کی کسی شاخ پر کوئی مسلح شخص

نظر آجاتا تھا کہیں کوئی بہت دور موٹر سائیکل پر جاتا ہوا دکھائی دیتا تھا کسی سے سامنا ہو جاتا تو وہ خود کو گونگا اور بہرہ ثابت کرتا تھا۔ ایسے میں آمنہ ناگواری سے کہتی تھی "اگر فرہاد اور رسونتی مجھے اجازت دیں تو میں ان کم بختوں کو بولنا سکھا دوں گی۔"

شیبا اسے سمجھاتی تھی "صبر و تحمل سے کام لو۔ ایسے وقت غصہ تھوک دیا کرو۔"

ایک بار آمنہ نے ایک گونگے مسلح شخص کے منہ پر تھوک دیا۔ وہ موٹر سائیکل پر چلا آرہا تھا۔ یہ دونوں جیل قدمی کر رہی تھیں۔ گھنے جنگل کے ایک حصے سے گزر رہی تھیں۔ موٹر سائیکل پر دو افراد تھے، وہ بڑی شان سے انھیں نظر انداز کرتے ہوئے گزرنا چاہتے تھے۔ ایسے ہی وقت آمنہ نے گاڑی چلانے والے کے منہ پر تھوک دیا۔

عورت پیار سے پتھر بھی مارے تو پھول کی طرح لگتا ہے لیکن منہ پر تھوکے تو جیسے گولی لگتی ہے۔ اس کے ہاتھ سے موٹر سائیکل کا ہینڈل بہک گیا۔ گاڑی ادھر سے اُدھر ہوئی، ایک تناور درخت سے ٹکرائی پھر دونوں موٹر سائیکل سے اچھل کر دو طرف جا گرے۔

شیبا نے پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟"

آمنہ نے کہا "تم نے ہی تو کہا تھا، غصہ تھوک دیا کرو۔ مجھے غصہ آیا میں نے تھوک دیا۔"

موٹر سائیکل چلانے والے کے منہ سے بے اختیار گالیاں نکل رہی تھیں۔ ایک عورت کے تھوکنے سے مردانگی کو ٹھیس پہنچ رہی تھی۔ ایسے میں آدمی لاکھ گونگا بننا چاہے پھر بھی بول پڑتا ہے۔ شیبا بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ دوسرا بھی غصے میں تلملا کر حملہ کرنے آیا۔ مسٹر اَن نون کی طرف سے اجازت تھی کہ اگر یہ قیدی حدود سے بڑھنا چاہیں، کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو جوابی کارروائی کی جا سکتی ہے۔ ان کی تھوڑی بہت پٹائی کر کے یہ سمجھایا جا سکتا ہے کہ اس جزیرے میں نہ ان کی ٹیلی پیتھی کام آئے گی نہ ان کی شہ زوری۔

شیبا اس سے نمٹ رہی تھی جس نے گالیاں دے کر اسے اپنی آواز سنائی تھی۔ دوسرا ابھی تک گونگا بنا ہوا تھا۔ اس نے حملہ کیا تو آمنہ نے جوابی حملہ کرتے ہوئے کہا "اسی وقت کا انتظار تھا، کوئی تو اس جزیرے میں مرد کا بچہ ہو جو آمنہ کا سامنا کرے۔"

اس کا مقابل بہت اچھا فائٹر تھا۔ اس نے ایک کامیاب حملہ کیا مگر جواب میں مار کھاتا گیا۔ اسی وقت شیبا نے اسے روک دیا "آمنہ ادھر آجاؤ۔ اپنی انرجی ضائع نہ کرو۔ اس کا ساتھی بھی اس سے نمٹے گا۔"

جس کا دماغ شیبا کی مٹھی میں آگیا تھا، اس نے اچانک ہی اپنے ساتھی پر چھلانگ لگائی۔ اسے ایک فلائنگ کک ماری۔ اس کے ساتھی نے غصے سے تلملا کر پوچھا "کیا تھا، دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

اس نے کہا "ہاں، خراب ہو گیا ہے۔ ابے احمق، تو کیا جانے عورت کیا چیز ہوتی ہے۔ جب یہ محبت کرتی ہے تب بھی دو دوستوں کو لڑاتی ہے۔ منہ پر تھوکتی ہے۔ تب بھی لڑاتی ہے۔ چل آ ہم لڑتے ہیں۔"

ادھر دوسرے ساتھی نے بھی فلائنگ کک لگانے کے بعد پوری آواز سنا دی تھی۔ شیبا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ ایسی صورت میں دو افراد کو لڑتے رہنے سے خواہ مخواہ وقت ضائع ہوتا۔ شیبا نے پہلے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی جیب سے کاغذ اور قلم نکلوایا۔ اس کے ہاتھ سے لکھوایا "ہم نے شیبا اور آمنہ کو چھیڑا تھا۔ جس کے نتیجے میں یہ سزا مل رہی ہے۔"

اس نے ایک کاغذ پر یہ لکھنے کے بعد اپنا قلم اور دوسرا کاغذ اپنے ساتھی کی طرف بڑھا دیا۔ اس کا ساتھی ایسے وقت شیبا پر حملہ کر رہا تھا۔ شیبا چونک کر دوسرے کے دماغ میں مصروف تھی اس لیے آمنہ نے حملہ کرنے والے کو سنبھال لیا۔ دو چار ہاتھ اسے جمائے۔ دو چار ہاتھ خود کھائے۔ اتنے میں شیبا اس کے دماغ میں پہنچ گئی، وہ شاکڈ ہو گیا۔ اس نے بھی اپنے ساتھی کے ہاتھ سے قلم لے کر لکھا "میں نے شیبا اور آمنہ کو چھیڑا تھا جس کے نتیجے میں یہ سزا مل رہی ہے۔"

ایسے وقت رسونتی نے کہا "میں موجود ہوں، میں نے دونوں کے دماغوں کو پڑھ لیا ہے، یہ کم بخت سبھی کرائے کے ٹٹو ہیں۔ ان میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کس نے ان کی خدمات حاصل کی ہیں اور کون انھیں منہ مانگی رقم دے کر اس جزیرے میں لے آیا ہے۔"

شیبا اور رسونتی نے ایک ایک شخص کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ دونوں نے ایک ساتھ ریوالور نکالا۔ ایک ساتھ ایک دوسرے کو نشانہ بناتے ہوئے ٹریگر دبا دیا۔ ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی۔ پھر دونوں ہی اچھل کر زمین پر گر پڑے۔ ایسے گرے کہ پھر اُٹھ نہ سکے۔

آمنہ نے دونوں کی مٹھی میں ان کا تحریر کردہ کاغذ پکڑا دیا۔ مٹھی سختی سے بند کر دی۔ اس کے بعد موٹر سائیکل سنبھالی۔ شیبا پیچھے آ بیٹھ گئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ انھیں جزیرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے لیے ایک گاڑی مل گئی تھی۔

موٹر سائیکل فراٹے بھرتی ہوئی جانے لگی۔ کہیں کہیں اونچے درختوں کی شاخوں پر کھڑے ہوئے مسلح افراد نے انھیں دیکھا تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے مسٹر اَن نون کو اطلاع دی۔ مسٹر اَن نون نے کہا "انھیں اپنے جزیرے کو دیکھنے کا موقع نہ دو، فوراً گرفتار کر لو اور دیکھو، انھیں زیادہ نقصان نہ پہنچے ورنہ ٹرانسفارمر مشین نہیں ملے گی۔"

وہ جہاں سے گزر رہی تھیں، تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کسی خفیہ اسپیکر کے ذریعے یہ میگا فون کے ذریعے وارننگ دی جا رہی تھی کہ وہ فوراً رک جائیں، موٹر سائیکل چھوڑ دیں اور کاٹیج واپس آجائیں۔"

لیکن وہ چل پڑی تھیں، رکنے والی نہیں تھیں۔ مسٹر اَن نون کے فوجی جگہ جگہ جال بنائے بیٹھے تھے۔ وہ جن محاذوں کے قریب سے گزرتی تھیں، ان کی طرف فائرنگ ہوتی تھی۔ فائرنگ کرنے والوں کی کوشش یہی تھی کہ انھیں گولی نہ لگے۔ موٹر سائیکل کا پہیہ بے کار ہو جائے۔

فائرنگ کرنے والوں کا مقصد یہ بھی تھا کہ وہ دونوں کسی ایک جگہ ٹھہرنے نہ پائیں اور اس جگہ کو اچھی طرح سمجھنے نہ پائیں۔ خوف سے آگے بڑھتی چلی جائیں، وہ بھی مجبور تھیں، تنہا اتنے فوجیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھیں۔ اس کے باوجود انھوں نے جگہ جگہ سے گزرتے ہوئے بہت کچھ دیکھ لیا تھا اور بہت کچھ سمجھ لیا تھا۔ رسونتی بھی ان کے دماغ میں رہ کر دیکھتی اور سمجھتی جا رہی تھی۔

انھوں نے کئی ایسے بیرکس دیکھے جہاں مسٹر اَن نون کے فوجی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر آرام کرتے تھے، سوتے تھے، تھکن اتارتے تھے پھر ڈیوٹی پر آجاتے تھے۔ ایک ایسی گودام نما چار دیواری دیکھی جس کے اندر بہت بڑا جنریٹر تھا۔ اس جنریٹر سے پورے جزیرے میں بجلی سپلائی کی جاتی تھی۔ مختلف مقامات پر ایسے بڑے بڑے پانی کے ٹینک نظر آئے جن کے ذریعے تمام فوجیوں کو پینے کا پانی سپلائی کیا جاتا تھا۔ یہی پانی شیبا اور آمنہ بھی پیتی تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی گودام نما چار دیواریاں مختلف مقامات پر نظر آئیں جن کے متعلق اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ ان چار دیواریوں میں راشن کا اور اسلحے کا ذخیرہ ہے۔

آمنہ نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہوا تھا۔ اس نے ایک بہت ہی ہذیانی ٹریننگ سینٹر سے تربیت حاصل کی تھی۔ اپنے محبوب کے شانہ بشانہ گوریلا جنگ لڑتی رہی تھی۔ وہ جانتی تھی..... کس طرح گولیوں کی بوچھاڑ سے گزرنا چاہیے کس طرح ٹارگٹ سے دور رہنا چاہیے۔ وہ اسی طرح دور رہتی ہوئی گزرتی رہی۔ آخر پورے جزیرے کا چکر لگا کر اپنے کاٹیج کے سامنے آئی تو مسٹر اَن نون غصے میں غراتا ہوا انھیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے پاس بہت سے مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے جیسے حکم کے منتظر ہوں۔ جیسے ان کا باپ مسٹر اَن نون ایک آنکھ کا اشارہ کرے تو وہ ان عورتوں کو گولیوں سے بھون ڈالیں۔

آمنہ نے کہا "مسٹر اَن نون! جس طرح میں نے غصہ تھوک دیا تھا تم بھی تھوک دو تمھیں معلوم ہو چکا ہو گا کہ تمھارے دو آدمیوں نے ہمارے ساتھ کیسی بدتمیزی کی تھی۔"

مسٹر اَن نون نے وہ تحریر کردہ کاغذات دکھاتے ہوئے کہا "مجھے ان سرنے والوں کی مٹھیوں سے یہ کاغذات ملے ہیں لیکن میں کیسے یقین کروں کہ انھوں نے تمھیں چھیڑا تھا یا تم دونوں نے انھیں چھیڑا تھا۔"

شیبا نے کہا "بڑے بھولے بادشاہ ہو۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر ہم چھیڑنے پر آئیں تو سب سے پہلے تمھیں چھیڑیں گے۔ تم سے نمٹیں گے۔ یہ تمھارے چمچے اور کرائے کے گوریلے ہمارے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں؟"

"جب تم مجھ سے نمٹنے آؤ گی تو میں سمجھ لوں گا۔ فی الحال تم نے ہمارے دو آدمی مارے ہیں اور تمام جزیرے کے لوگوں کو پریشان کیا ہے۔ میرے حکم کے خلاف تم نے ایک گاڑی استعمال کی ہے۔ لہٰذا تمھیں اس کی سزا ملے گی۔ تم دونوں کو ہلاک نہیں کیا جا سکتا لیکن گولیوں سے زخمی کیا جا سکتا ہے۔ تم دونوں کو اپاہج بنایا جا سکتا ہے۔"

"ہماری طرف گولیاں چلانے سے پہلے یہ سوچ لینا، ایسی خیال خوانی کرنے والی نہیں ہوں۔ میرے پیچھے رسونتی اور فرہاد ہیں۔ میں گولیوں سے زخمی ہو کر ناکارہ ہو جاؤں گی لیکن وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تمھارا بیچا نہیں چھوڑیں گے۔"

"وہ میرا کیا بگاڑ لیں گے جب کہ میں سانس روک لیتا ہوں۔"

"بے شک، تم سانس روکنے کی خوش فہمی میں مبتلا رہو لیکن رسونتی اور فرہاد تمھارے پیچھے لگے رہیں گے۔ ایک بار رسونتی تمھارے دماغ میں آنا چاہے گی، تم سانس روکو گے تو کتنی دیر تک؟ دوسری بار سانس لینا چاہو گے تو فرہاد تمھارے دماغ میں آئے گا۔ تم پھر سانس روکو گے میں پھر وہی سوال کر دوں گی۔ آخر کتنی دیر تک؟ جب سانس لوگے تو اپنے دماغ میں رسونتی کو پاؤ گے دو چار بار سانس روکنے کے بعد تمھارے اندر حوصلہ نہیں رہے گا تم دونوں خیال خوانی کرنے والوں میں سے کسی کو بھی جھٹکا پہنچانے سے روک نہیں سکو گے۔"

اس نے غصے سے کہا "اگر وہ میرے پیچھے لگیں گے تو میں تمھیں جان سے مار ڈالوں گا۔"

"تم ایک خیال خوانی کرنے والی کو مارو گے، باقی دو سے کیسے پیچھا چھڑاؤ گے؟"

مسٹر اَن نون بڑی درندگی سے شیبا کو گھورتے ہوئے دیکھنے لگا۔ وہ سمجھ رہا تھا، ہر لمحے سانس نہیں روک سکے گا اور ہمیشہ محتاط نہیں رہ سکے گا۔ اچانک کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں گھس سکتا ہے اور جتنی دیر سانس روکنے میں لگے گی، اس سے پہلے ہی وہ دماغی جھٹکا پہنچا سکتا ہے۔ اب اگر وہ بہت زیادہ محتاط رہا تب بھی کتنی دیر تک؟ آخر اسے سانس تو لینا ہی پڑے گی، جب بھی سانس لے گا، فرہاد اور رسونتی دونوں ہی اس کے دماغ کے دروازے پر کھڑے ہوئے ملیں گے۔

وہ شیبا کو گھور کر دیکھتا جا رہا تھا اور اپنے حالات کے مطابق سوچتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "تم دونوں عورتیں تک محدود رہو گی۔ آئندہ یہاں سے باہر نہیں جا سکو گی۔ زیادہ زیادہ برآمدے میں آسکو گی۔ ناؤ گو ان سائیڈ دی کاٹیج۔"

وہ کاٹیج کے اندر چلی گئیں لیکن اب انھیں کاٹیج کی حدود

پابند رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ موٹر سائیکل پر سوار ہو کر پورے جزیرے کا چکر لگا کر کافی اہم معلومات حاصل کر چکی تھیں اور وہ معلومات میرے اور رسونتی کے دماغ تک پہنچ چکی تھیں۔

دوسری جانب وادیٔ قاف کے متعلق معلومات حاصل کرنا تھیں۔ یوں تو ہم وہاں کے چپے چپے سے واقف تھے لیکن وہاں کچھ تبدیلیاں ہو سکتی تھیں۔ قارئین کو یاد ہو گا، جب وادیٔ قاف میں زبردست طریقے سے بمباری ہوئی تھی وہاں مرجانہ، بلباو وغیرہ سب موجود تھے اور سبھی بمباری کی نذر ہو گئے تھے۔ کوئی زندہ نہیں بچا تھا صرف رسونتی کو کوما میں ڈال کر دوسری جگہ پہنچا دیا گیا تھا اور پارس لیسا گم ہوا تھا کہ آج ملنے کے بعد بھی اس کی صحیح شناخت نہیں تھی بہت عرصے بعد ہمارا ایک آدمی آرمر وہاں پہنچا تھا۔ ہم اس کے ذریعے نئی تبدیلیوں کے متعلق معلوم کر سکتے تھے۔

وہ اپنی عادت سے مجبور تھا۔ اسے کھانا ملے یا نہ ملے پینے کے لیے شراب ضروری تھی۔ میں نے پوچھا "تم کیوں پیتے ہو؟"

وہ پیتے ہوئے پھر ہنستے ہوئے بولا "کیا تم کسی آدمی سے یہ سوال کر سکتے ہو کہ تم کیوں جیتے ہو؟ میں تم لوگوں کی طرح انسان ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تم لوگوں کے لیے جینا ضروری ہے، میرے لیے پینا ضروری ہے۔ تم سانس نہیں لو گے تو مر جاؤ گے۔ میں ایک گھونٹ نہیں بھروں گا تو فنا ہو جاؤں گا۔"

"کیا تم نے کبھی یہ سوچا تھا کہ تمہاری بہن جوجو کی جان پر مصیبت آ سکتی ہے؟"

"پہلے سوچتا تھا اور اپنے آپ کو کوستا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کا ڈیزائن کیوں بنایا۔ کیوں میرے دماغ میں یہ بات آئی۔ پھر شاہ یار اور ہار پر میرے پیچھے پڑ گئے کہ اسے مکمل ہونا چاہیے جب یہ مکمل ہو گئی تو ہم سب نے مٹی پتیھی کا علم حاصل کیا۔ تب میں نے اپنے بھائیوں سے اور اپنی بہن سے کہا جو بہت معصوم ہے، اس کا ذہن بچگانہ ہے، اس کے باوجود اسے مٹی پتیھی کا علم سکھا دیا جائے تاکہ کچھ تو اپنی حفاظت کر سکے مگر میرے بہن بھائی اعتراض کر رہے تھے لیکن میں نے ضد کر کے یہ علم جوجو کو سکھا دیا۔ اس طرح مجھے کچھ اطمینان ہوا کہ اس کی جان پر کوئی مصیبت آئے گی تو یہ شاید اپنا تحفظ کر سکے گی۔"

میں نے کہا "لیکن ایسا نہیں ہوا۔"

"ہاں، وہ آج بھی ویسی ہی بچی ہے۔ بچگانہ ذہن رکھتی ہے۔ میں بتاؤں، فرہاد کہ میں کیوں پیتا ہوں؟"

"ہاں، بتاؤ۔"

"میرا ضمیر مجھے اندر سے مارتا ہے۔ مجھ سے بار بار پوچھتا ہے، تم نے ٹرانسفارمر مشین کیوں بنائی؟ میں نے یہ کیوں نہ سوچا کہ یہ مشین ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے زیادہ خطرناک ہو گی اور یہ میرے اپنے ہی بہن بھائیوں کو لے ڈوبے گی۔"

اس نے ایک سرد آہ بھری "آہ ہمارا انجام دنیا والوں کے سامنے ہے میری بہن روزانہ ماری گئی۔ میرے بھائی ہار پر اور شاہ یار پہلے ہی مر گئے۔ ان کے مرتے مرتے یہ انکشاف ہوا کہ ٹرانسفارمر مشین نے اپنے ہی بہن بھائیوں کا خون سفید کر دیا تھا۔ شاہ یار ہمارا اپنا سگا بھائی آہستہ آہستہ ہم سب کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ یہ ایسی دل توڑنے والی بات تھی کہ میں اور زیادہ پینے لگا۔ اپنا غم غلط کرنے کے لیے۔"

"اگر مرا چاہے جتنا بھی غم غلط کرو، وہ غلط ہی رہتا ہے صحیح نہیں ہو پاتا۔ تمہاری گرفتاری کی خبر سن کر جوجو کی آنکھ سے جو آنسو بہیں گے، کیا ایک شرابی بھائی کا بھیگا ہوا دامن ان آنسوؤں کو پونچھ سکتا ہے؟"

"نہیں میرے بھائی! اسے میری گرفتاری کی خبر نہ سنانا، ورنہ وہ روتے روتے جان دے دے گی۔"

"تم شاید یہ نہیں جانتے کہ شیبا نے تنویمی عمل کے ذریعے جوجو کے دماغ سے خیال خوانی بھلا دی تھی۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں، تنویمی عمل کا اثر زیادہ دیر تک نہیں رہتا، وہ اثر ختم ہو چکا ہے، جوجو خیال خوانی کرنے لگی ہے، کسی وقت بھی تمہارے پاس آ کے تو تمہارے حالات معلوم کر لے گی، ہمیں بتانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"میرے بھائی! اسے بھلا پھسلا کر رکھو، میری طرف توجہ دینے کا موقع نہ دو۔"

"تم کب تک اپنی بہن اور اپنے آپ سے چھپتے رہو گے میں تمہارے پاس ایک آخری فیصلہ کرنے آیا ہوں۔"

"کیسا فیصلہ؟"

"تم سمجھتے ہو، فرہاد، رسونتی، شیبا، سونیا اور آمنہ وغیرہ ایک مضبوط قلعے کی دیواریں ہیں۔ ان کے اندر کوئی پہنچ نہیں سکتا اور جوجو کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تم نے دیکھ لیا، ایک بار جوجو اغوا کر لی گئی۔ ہم پھر اسے بچا کر لے آئے۔ اس بار وہ اغوا نہیں کی گئی ہے تمہیں اغوا کیا گیا ہے۔ اب تمہارے ذریعے اسے تکلیف پہنچائی جائے گی۔ ہم سب کو ذہنی اذیتوں میں مبتلا کیا گیا ہے۔ ہم دن رات سوچ رہے ہیں۔ اگر ہم نے تمہیں وہاں سے نہ نکالا اور جوجو کو تمہاری سلامتی کا یقین نہ ہوا تو وہ رو رو کر جان دے دے گی لہٰذا ہم نے طے کیا ہے کہ تم اپنی رہائی کا مسئلہ خود حل کرو گے۔"

"میں خود کو اس قید سے کس طرح نجات دلا سکتا ہوں؟"

"شراب چھوڑو گے تو نجات کے کتنے ہی راستے نظر آ جائیں گے۔"

"مجھ سے شراب نہ چھڑاؤ، میں مر جاؤں گا۔"

"تم شراب نہیں چھوڑو گے تو جوجو مر جائے گی۔"

"ایسا نہ کہو۔"

"ہمارے ایسا نہ کہنے سے حقیقت بدل نہیں سکے گی، جو ہونا ہے وہ تو ضرور ہو گا۔"

"تم آخر چاہتے کیا ہو؟"

"اپنی بہن کو بیٹی کی طرح چاہتے ہو، اس کے لیے جان تک دے سکتے ہو تو کیا شراب نہیں چھوڑ سکتے۔ جب چھوڑ دو گے تو ہم بتائیں گے تمہیں کیا کرنا ہے اور کس طرح وہاں سے نکلنا ہے۔"

"میرے بھائی! مجھے اس آزمائش میں مبتلا نہ کرو مجھے یوں لگتا ہے شراب چھوڑوں گا تو مر جاؤں گا۔"

"دشمنوں کے ہاتھوں مرنے سے بہتر ہے شراب چھوڑ کر مر جاؤ اگر زندہ رہ گئے تو بہن کے سامنے فخر سے سر اٹھا کر کہہ سکو گے تم اس کے محافظ ہو، کوئی اس کے ذریعے بلیک میل کرنا چاہے تو تم اس سے فنا کر سکتے ہو۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے کہا "میں شام تک انتظار کروں گا۔ تم نے شراب چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا تو اچھی بات ہے ورنہ ہم جو جو تمہارے بارے میں بتا دیں گے، وہ خود ہی خیال خوانی کے ذریعے تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔"

"نہیں، خدا کے لیے ایسا نہ کرنا۔"

"آرمر! ایک بات یاد رکھو، ہم تمہیں میدانِ عمل میں ضرور لائیں گے جس طرح شراب کی بوتل کے سامنے بیٹھ کر گھونٹ گھونٹ زہر پی رہے ہو، ہم تمہیں نہیں دیں گے۔ تم ٹرانسفارمر مشین ایجاد کرنے کے مجرم ہو، تمہارا ضمیر تمہیں مار رہا ہے، تم اپنے ضمیر کو اسی طرح مطمئن کر سکتے ہو کہ اب اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کے ذریعے دکھی انسانوں کے کام آؤ میں جا رہا ہوں پھر شام کو آؤں گا۔"

جب میں شام کو پہنچا تو وہ ٹہل رہا تھا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "تم نے تو مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے۔ شراب بھی چھڑائی تو شام کے وقت، جب کہ یہی وقت پینے کا ہوتا ہے۔ ادھر جام بھرتا ہے، ادھر شام مہربان ہوتی ہے۔ تمام فکر و غم اور رنج و پریشانی کو آہستہ آہستہ مٹاتے ہوئے مدہوشی کی نیند سلا دیتی ہے۔"

"کسی بھی بری عادت کو چھوڑتے وقت دل کو مارنا پڑتا ہے۔ خواہشات کا خون کرنا پڑتا ہے۔ ایسی بری عادت جو بیل کی طرح لپٹ گئی ہو، اس سے پیچھا چھڑانا پڑتا ہے۔ جو لوگ نفاست پسند ہوتے ہیں وہ پیاس کی شدت سے مر جاتے ہیں مگر گٹر کا پانی نہیں پیتے۔"

"مجھ پر کوئی ایسا عمل کرو کہ شراب کا دھیان نہ رہے۔"

"تم خود یہ عمل کر سکتے ہو، ایک موم بتی روشن کرو، اسے سامنے رکھ کر پالتی مار کر بیٹھ جاؤ، اس کی لو پر اپنی نظریں جما لو اور صرف ایک خیال قائم کرو۔"

"کون سا خیال قائم کروں؟"

"تم پہلے موم بتی روشن کرو۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ایک موم بتی روشن کی، اسے تپائی پر رکھا، پھر اس سے کچھ فاصلہ رکھ کر فرش پر پالتی مار کر بیٹھ گیا پھر اس نے پوچھا "اب بتاؤ، کون سا خیال قائم کروں؟"

"شمع کی لو کو دیکھتے رہو اور سوچتے رہو، یہ نور ہے اور اسی سے خدائے بزرگ و برتر کا ظہور ہے۔ یہ نور میرے دل اور دماغ پر چھا رہا ہے اور آہستہ آہستہ میرے دل اور دماغ پر جمی ہوئی تاریکی اور میل کو دھو رہا ہے۔ میں عالمِ موجودات میں نہیں ہوں، کوئی آواز میرے کانوں میں نہیں آئے گی اور آنے والی آوازیں رفتہ رفتہ معدوم ہو جائیں گی۔ میں صرف شمع کی لو کو تک رہا ہوں، باقی دنیا کا ہر منظر میری آنکھوں سے اوجھل ہو رہا ہے۔ میں نور کو دیکھ رہا ہوں، نور میرے چاروں طرف پھیل رہا ہے۔ مجھے یہ درس دے رہا ہے کہ دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ انسان چاہے تو اپنی ہر بری عادت کو چھوڑ سکتا ہے۔ دنیا کے ہر رشتے سے منہ موڑ سکتا ہے۔ صرف ایک خدائے بزرگ و برتر کی ذات سے لو لگا کر اپنے ضمیر کو مطمئن کر سکتا ہے۔ اے ربِ جلیل میں تیرے حضور میں آیا ہوں، مجھے نجات دے، تمام برائیوں سے نجات دے۔ مجھے توفیق دے تمام نیکیوں کی توفیق دے، مجھے اس قابل بنا دے کہ میں اپنی معصوم بہن جوجو کا محافظ بن کر رہ سکوں۔"

وہ میری ہدایات کے مطابق بولتا رہا۔ میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ مسٹر اَن نون اور مسٹر ہر پاس سے میرا رابطہ رہا کرتا تھا۔ ایک بار مسٹر ہر پاس نے کہا "فرہاد صاحب! اگر آپ ہم سے تعاون کریں تو ہم مس شیبا کو وہاں سے لا سکتے ہیں۔"

"میں ہر طرح تعاون کے لیے تیار ہوں۔"

"آپ ہمیں اس جزیرے کے متعلق پوری تفصیل بتائیں۔"

مجھے اس جزیرے کے متعلق جو کچھ معلوم تھا وہ میں نے بتا دیا۔ دوسری طرف مسٹر اَن نون نے بھی مجھ سے سبھی فرمائش کی۔ میں نے کہا "رسونتی اور سونیا وادیٔ قاف میں زیادہ عرصہ رہ چکی ہیں انہیں جو کچھ معلوم ہے وہ میں بتا رہا ہوں۔"

مجھ سے تمام تفصیلات سننے کے بعد مسٹر اَن نون نے کہا "اصل تفصیلات یہ ہونا چاہئیں کہ ان کے اسلحہ کا ذخیرہ کہاں ہے؟ پانی اور بجلی کہاں سے سپلائی ہوتی ہے؟"

میں نے دوسرے دن یہ تفصیلات بتانے کا وعدہ کیا۔ دوسری صبح آرمر سے رابطہ قائم ہوا۔ اس نے خوش ہو کر کہا "میرے بھائی! میں کل رات بڑے سکون سے سویا۔ ابھی خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں۔ اب یہ عمل جاری رکھوں گا۔"

میں نے کہا "میں یہاں مسٹر ہر پاس کے جس نمائندے کو گفتگو کا ذریعہ بناتا ہوں، تم اس کے دماغ میں جاؤ، فرہاد بن کر باتیں کرو۔"

"مجھے اس سے کیا کہنا چاہیے؟"

"تم اس سے کہو، آرمر ذرا باہر کی ہوا کھانا چاہتا ہے۔ اسے

گھومنے پھرنے کی اجازت ملنا چاہیے۔"

آرمر نے اس نمائندے کو مخاطب کیا۔ پھر اس کے ذریعے مسٹر سرپاس سے کہا۔ "میں باہر جانا چاہتا ہوں۔ اس وادی کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔"

مسٹر سرپاس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مسٹر فرہاد! صاف کیوں نہیں کہتے کہ آرمر کو وادی کی سیر کرانے کے بہانے یہاں کی تمام معلومات میرے دشمن کو پہنچانا چاہتے ہو۔"

آرمر نے کہا۔ "تم خوش فہمی میں مبتلا ہو شیبا کو اغوا کرنے والا، معمولی ذرائع کا مالک نہیں ہے۔ اس نے خلائی سیارے کے ذریعے وادیٔ قاف کی تصویریں اتار لی ہیں۔ وہ جانتا ہے، تمہارے اسلحے کا ذخیرہ کہاں ہے اور کن مقامات سے بجلی اور پانی سپلائی ہوتا ہے۔"

"ہوں، اگر اس نے خلائی سیارے سے یہاں کی تصویریں اتار لی ہیں تو اس کا مطلب ہے وہ کسی سپر طاقت کا بھیجا ہے۔"

"یہ تو رفتہ رفتہ معلوم ہوگا کہ تم دونوں کس کے بھیجے ہوئی الحال آرمر کو اجازت دو۔ وہ جب چاہے اپنے کاٹیج سے نکل کر کہیں بھی تفریح کے لیے جا سکتا ہے۔"

مسٹر سرپاس نے زیادہ بحث نہیں کی۔ اسے اجازت دے دی گئی۔ آرمر لباس تبدیل کر کے باہر آیا تو اس کی سواری کے لیے ایک گھوڑا تیار تھا۔ وہ گھوڑے پر بیٹھ کر ایک گھنٹے تک وادی کے مختلف علاقوں سے گزرتا رہا اور میں اس کے ذریعے بہت کچھ دیکھتا رہا۔

آرمر نے فرہاد بن کر گفتگو کی تھی اور گفتگو کے دوران بے اختیار یہ کہہ دیا تھا کہ مسٹر اَن نون نے خلائی سیارے کے ذریعے وادیٔ قاف کی تصویریں اُتار لی ہیں۔ یہ خیال میرے ذہن میں نہیں آیا تھا۔ اب میں سوچ رہا تھا، ایسا ممکن ہے۔ اگر مسٹر اَن نون اور مسٹر سرپاس کی پشت پر سپر طاقتیں ہیں تو خلائی سیارے کے ذریعے ایک دوسرے کے علاقے کی سراغ رسانی کرنا اور اہم مراکز کی تصویریں اتارنا کوئی بڑی بات نہ ہوگی۔ ہو سکتا ہے ان دونوں کو وہاں کی تصویریں حاصل ہو گئی ہوں اور وہ مجھے بتانا نہ چاہتے ہوں۔ مجھے تاریکی میں رکھ رہے ہوں تاکہ میں ان کے وسیع ذرائع کے متعلق نہ سوچوں، وہ مجھے... اندھیرے میں رکھنے کے لیے ایک دوسرے کے علاقوں کے متعلق مجھ سے پوچھ رہے تھے اور میں انھیں بتا رہا تھا۔ بہرحال میں نے اسی طرح انجان رہ کر مسٹر اَن نون کو بھی وادیٔ قاف کے متعلق بتا دیا۔

جزیرے پر پہلا حملہ مسٹر سرپاس کی طرف سے ہوا۔ اس کے کئی طیاروں نے آدھی رات کے بعد پرواز کی۔ پیراشوٹ کے ذریعے اپنی گوریلا فوج اتار دی۔ وہ تمام گوریلے تیراکی کے لباس میں تھے۔ ان کی پشت پر گیس سلنڈر بندھے ہوئے تھے تاکہ طیارے سے چھلانگ لگانے کے بعد جزیرے میں نہ پہنچ سکیں اور سمندر میں پہنچ جائیں تو پانی کے اندر ہی اندر تیر کر جزیرے کے ساحل تک پہنچ سکیں۔

کئی گوریلے سپاہی مارے گئے۔ جزیرے کے چاروں طرف شکن تو میں نصب تھیں۔ مسٹر اَن نون کے سپاہیوں نے ایک طیارہ تھا۔ پیراشوٹ کے ذریعے اُترنے والے گوریلے بدقسمتی سے محاذوں پر پہنچے تھے جہاں پہلے ہی مسٹر اَن نون کے آدمی موجود تھے۔ انھیں سنبھلنے سے پہلے ہی گولیوں سے بھون کر رکھ دیا گیا۔ ستائیس گوریلے سمندر میں جا گرے تھے۔ اگرچہ وہ پانی کے اندر ہی اندر ہوئے ساحل پر پہنچے تھے لیکن سرچ لائٹ کی زد میں آتے ہی مارے گئے تھے۔

اچھی خاصی تعداد میں ایسے گوریلے بھی تھے جو صحیح سلامت جزیرے کے مختلف حصوں میں پہنچ گئے تھے۔ ایک دوسرے سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر رہے تھے اور سامنے آنے والے دشمنوں سے مقابلہ بھی کرتے جا رہے تھے۔ مسٹر اَن نون نے شیبا اور آمنہ کے کاٹیج کے اطراف تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر زبردست محاذ بنایا تھا۔ فوجی نقطۂ نظر سے ایسے انتظامات کیے کہ پرندہ بھی کاٹیج کی طرف پَر نہیں مار سکتا تھا۔

دوسری طرف گوریلے بھی پرندے بن کر آ رہے تھے۔ انھوں نے بھی پورا انتظام کر رکھا تھا۔ اپنے ساتھ فلائنگ کاٹیٹ لے کر آئے تھے۔ وہ کاٹیٹ کے ذریعے پرواز کرتے ہوئے آتے تھے اور پیراشوٹ گرینڈ پھینکتے ہوئے گزر جاتے تھے۔ اِدھر محاذ کمزور ہوتا گیا۔ اُدھر فلائنگ کاٹیٹ والے بھی گولیوں کا نشانہ بن کر گر پڑتے تھے۔ ایک ٹرانسفر مرشین کے لیے بے شمار لوگ حرام موت مرے۔ ایک فلائنگ کاٹیٹ والے نے کاٹیج کے قریب ہینڈ گرینیڈ گرایا۔ اچھا خاصا دھماکا ہوا۔ میں نے فوراً ہی مسٹر سرپاس کے نمائندے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارے آدمی کاٹیج کی طرف دھماکے کر رہے ہیں۔ شیبا کو نقصان پہنچ سکتا ہے اپنے آدمیوں کو روکو۔"

مسٹر سرپاس نے کہا۔ "محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ ہم نے اپنے آدمیوں کو سمجھا دیا ہے شیبا کو زندہ سلامت لانا ہے۔ جنگ آخر جنگ ہوتی ہے۔ کہیں سے آنے والی اندھی گولی شیبا کو لگ سکتی ہے۔ اس میں ہم قصوروار نہیں ٹھہرائے جا سکتے۔"

"مسٹر سرپاس! اس خوش فہمی میں نہ رہنا۔ تم اس طرح گولیوں کا بہانہ کر کے شیبا کو مار نہیں سکو گے۔ اگر اسے کچھ ہوا تو تمہیں تمام عمر خواب بن کر رہ جائے گی۔"

میں آمنہ کے پاس آ گیا۔ وہاں رسونتی پہلے سے موجود تھی۔ شیبا برآمدے میں آ کر چیختے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "مسٹر اَن نون! اب ہمیں ہتھیار دے دو۔ ہماری زندگی خطرے میں ہے۔"

مسٹر اَن نون اپنے کاٹیج سے نکل کر دوڑتا ہوا ان کے برآمدے میں آیا اور کہنے لگا۔ "تمہیں خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ تمہاری حفاظت کی ذمے داری مجھ پر ہے۔ میں تم دونوں پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ یہاں آنے والوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک فلائنگ کاٹیٹ والا کاٹیج کے سامنے ہی آ کر گرا۔ مسٹر اَن نون کے کئی سپاہیوں نے اسے جا کر دبوچ لیا۔ وہ گولی کھا کر گرا تھا۔ ابھی اس میں جان باقی تھی۔ مسٹر اَن نون نے چیختے ہوئے کہا۔ "خبردار! اسے جان سے نہ مارنا۔ اس کے ہتھیار چھین لو پھر اسے یہاں لے آؤ۔"

اس نے پلٹ کر کہا۔ "مس شیبا! تمہاری بڑی مہربانی ہوگی۔ اس کے دماغ میں جھانک کر معلوم کرو، یہ کہاں سے آیا ہے اور..."

شیبا نے بات کاٹ کر کہا۔ "سیدھی سی بات ہے یہ لوگ مسٹر سرپاس کے آدمی ہیں۔"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں لیکن معلوم کرنا چاہتا ہوں، جزیرے میں کتنی فوج اتاری گئی ہے اور یہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کس فریکوئنسی پر بات کرتے ہیں۔"

اس زخمی کو اٹھا کر برآمدے میں لایا گیا۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ شیبا نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ خاموش رہا۔ مسٹر اَن نون نے شکاری چاقو نکال کر اس کی ٹوک کو گولی کے زخم پر رکھتے ہوئے کہا۔ "اب تو ضرور بولو گے۔"

وہ تکلیف کی شدت سے چیخنے اور بڑبڑانے لگا۔ شیبا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہاں سے معلومات حاصل کرتے ہوئے جو کہتی گئی وہ مسٹر اَن نون کا ایک آدمی نوٹ کرتا گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی بھی بتائی اور کوڈ ورڈز بھی پھر کہا۔ "اس جزیرے میں دو سو گوریلے اتارے گئے ہیں۔ ستانیس کشتی سمندر میں ڈوب گئے ہیں۔ کتنے اب تک مارے گئے ہیں۔ اور کتنے زندہ ہیں، اس کا حساب یہ جاسوس نہیں رکھ سکتا۔"

مسٹر اَن نون نے حکم دیا۔ "اس زخمی کی مرہم پٹی کرو اور اسے اچھی طرح باندھ کر رکھو۔"

پھر اس نے شیبا سے کہا۔ "کیا تم میرے کاٹیج میں چلنا پسند کرو گی۔ ابھی میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے ان کے آدمیوں سے رابطہ قائم کروں گا۔ تم ان کی آواز سن کر ان کی پوزیشن ہمیں بتا سکتی ہو۔"

شیبا اور آمنہ اس کے ساتھ دوسرے کاٹیج میں آئیں۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ مسٹر اَن نون نے ٹرانسمیٹر کو آن کیا۔ پھر اس کی فریکوئنسی پر رابطہ قائم کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کوڈ ورڈز دُہرائے اور کہا۔ "میں بنجامن بول رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

دوسری طرف سے بھی کوڈ ورڈز دُہرائے گئے۔ اس نے کہا۔ "میں وکی بول رہا ہوں۔"

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ وکی کے دماغ تک پہنچ کر اس پر قبضہ جما لیا۔ پھر اسے بولنے سے روک دیا۔ ایک ذرا وقفے کے بعد بولا۔ "ہیلو، ہیلو، بنجامن! ابھی میں نے اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ اسی لیے سانس روک لی تھی۔ ابھی بات کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ دیٹس آل۔"

وکی نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اِدھر شیبا نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "مسٹر اَن نون! تم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے خود ہی سُن لیا کہ وہ یوگا کاما ہر ہے۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ سوسوری میں اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کر سکتی۔"

اُدھر میں نے وکی کے دماغ کو آماد کرتے ہوئے کہا۔ "ہیلو وکی! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر ایک طرف اندھیرے میں تکنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ "تمہارے مسٹر سرپاس نے ایسے وقت کے لیے کیا ہدایات دی ہیں۔ اگر میں دماغ میں آؤں تو تمہیں کیا کرنا چاہیے۔ کیا مر جانا چاہیے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "ہاں، ہمیں حکم ہے کہ ہم اپنی جان دے دیں۔"

"تم لوگ کیوں اپنی جانیں دے رہے ہو؟ تمہیں کیا مل رہا ہے؟"

"ہم تو پہلے بھی مرنے ہی والے تھے۔ مشرقی جرمنی کی ایک جیل میں تھے۔ ہمیں سزائے موت سنائی گئی تھی۔ ایک مہربان نے ہمیں وہاں سے فرار ہونے کا موقع دیا۔ اس نے کہا۔ مرنا ہے تو کچھ کر کے مرو۔ تم میں سے جو بھی ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے میں میری مدد کرے گا میں اسے مالا مال کر دوں گا۔ وہ دنیا کے جس حصے میں جا کر رہنا چاہے گا وہاں اسے ایک معزز شہری کی طرح زندگی گزارنے کی آزادی دی جائے گی۔ ہم نے اس کی بات مان لی۔ اس شخص نے ہمیں مسٹر سرپاس کے حوالے کر دیا۔"

"اگر میں تمہیں ماروں یا تم خود ہی مسٹر سرپاس کی وفاداری میں خودکشی کر لو تو تمہیں کیا حاصل ہوگا۔ وہ سزائے موت جو تم جیل کی چار دیواری میں پانے والے تھے وہ یہاں جزیرے میں پا ڈالو گے۔"

"ہاں، مرنا تو کہیں بھی ہے۔"

"حرام موت نہیں مرنا چاہیے۔ میں تمہیں زندہ رکھ سکتا ہوں۔ اگر تم مجھ سے وفاداری کرو۔"

"میں نے زندہ رہنے کے لیے اس انجانے شخص سے وعدہ کیا۔ اب پھر زندہ رہنے کے لیے تم سے بھی وفاداری کا وعدہ کر لوں لیکن میری وفاداری مشکوک رہے گی۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں جب تک تم میری حفاظت کرتے رہو گے میں بے وفائی نہیں کروں گا۔ ہاں اگر تم سے زیادہ کوئی طاقت ور آ گیا اور اس نے مجھے موت کی دھمکی دی تو میں اس کا وفادار بن جاؤں گا۔"

"میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ تم اپنے دوسرے ساتھیوں سے رابطہ قائم کرو۔ میں انھیں بھی اپنا بنانا چاہتا ہوں۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے رسونتی اور شیبا سے کہا۔

یہ ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر رہا ہے۔ دوسری طرف سے ہونے والی گفتگو سنو اور ان کے دماغوں میں پہنچ کر اسی طرح انھیں ٹریپ کرو جس طرح میں نے وکی کو کیا ہے۔"

میں نے آمر کو بھی بلا لیا اب ہم چار خیال خوانی کرنے والے وکی کے مختلف ساتھیوں کے دماغوں میں پہنچتے رہے۔ انھیں ٹریپ کرتے رہے۔ اور انھیں سمجھاتے رہے۔ "فی الحال جنگ بند کر دو۔ اکاڈکا دشمنوں پر حملے کرو۔ انھیں ختم کرنے کے بعد ان کی وردی پہن لو۔ اس طرح دور سے کوئی دشمن کی حیثیت سے پہچان نہیں سکے گا۔ جو قریب آئے اس سے نمٹ لیا کرنا۔"

ہم نے صبح تک تقریباً پندرہ افراد کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا لیا کچھ اور بھی تھے جو ہمارے قابو میں نہیں آئے۔ ہم نے ان کے ٹرانسمیٹروں کو تباہ کر دیا تاکہ وہ ان کے ذریعے اپنے گوریلا لیڈر سے رابطہ قائم نہ کر سکیں۔ پھر انھیں جنگ لڑنے کے لیے آگے بڑھا دیا تاکہ وہ ہمارے ہاتھوں سے نہ مریں۔ لڑتے لڑتے خود مریں یا ان نون کے آدمیوں کو مار دیں۔ دونوں ہی صورتوں میں ہمارے دشمن ختم ہوتے۔

آمر زیادہ دیر ہمارے ساتھ نہ رہ سکا۔ اس نے یکبارگی چونک کر کہا۔ "بھائی فرہاد! ہماری وادی میں دھماکے ہو رہے ہیں مجھے یہاں دماغی طور پر حاضر رہنا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے مسٹر ان نون نے وادی پر جوابی حملہ کیا ہے۔"

رسونتی نے کہا۔ "میں اور شیبا یہاں دشمنوں کو سنبھال لیں گے۔ آپ آمر کے ساتھ جائیں۔"

میں اور آمر وہاں پہنچے تو واقعی زبردست دھماکے ہو رہے تھے۔ تڑتڑ فائرنگ کی آوازیں چاروں طرف گونج رہی تھیں طیارہ شکن توپیں آسمان کی طرف آگ برسا رہی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک طیارہ تباہ ہو گیا تھا۔ میں جیسے ہی خیال خوانی کی پرواز کر کے وہاں پہنچا کتنے ہی مسلح افراد دوڑتے ہوئے آمر کے پاس آ گئے۔ کہنے لگے۔ "یہاں سے فوراً چلو تمھارے لیے خطرہ ہے۔"

وہ اسے دونوں طرف سے پکڑ کر زبردستی دوڑاتے ہوئے باہر آئے۔ وہاں ایک فوجی ٹرک کھڑا ہوا تھا اس میں آمر کو بٹھایا گیا۔ پھر وہ ٹرک تیزی سے دوڑتا ہوا جانے لگا۔ آمر نے پوچھا۔ "تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

ایک مسلح شخص نے جواب دیا۔ "ہم تمھاری حفاظت کر رہے ہیں۔ تم ہمارے لیے جان سے بھی زیادہ قیمتی ہو۔"

میں نے اس بولنے والے شخص کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی پھر مسکرا کر کہا۔ "تم خیال خوانی کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ سکتے ہو۔ میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

وہ فوجی ٹرک فارم کے دہانے کے سامنے رک گیا۔ آمر کو سے اتار کر گھسیٹتے ہوئے، دوڑاتے ہوئے وہ لوگ غار کے اندر گئے۔ یہ وہی غار تھا جہاں ایک بار مرجانہ اور ٹارٹر بیا کے زبردست جنگ ہوئی تھی اور وہ صبح سے شام تک بلکہ رات تک ایک دوسرے سے لڑتے رہے تھے اور ہار ماننے کے تیار نہیں تھے۔ آمر کے ذریعے اس غار کو دیکھ کر مجھے مرجانہ یاد آئی۔

غار کے باہر طیاروں اور توپوں کی ایسی گھن گرج تھی جیسے ایک بڑے ملک نے دوسرے بڑے ملک پر ہوائی حملہ کیا ہو۔ آدھے گھنٹے میں وادی کھنڈر کا نمونہ بن گئی۔ وہاں بجلی اور پانی کا جو ذخیرہ تھا وہ تباہ کر دیا گیا تھا۔ اسلحے کے ذخیروں پر بمباری تھی۔ اسی لیے بہت زیادہ تباہی پھیل گئی تھی۔ کوئی سپر طاقت یا کوئی ملک یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ یہ سب کچھ ان کی طرف سے ہوا ہے بلکہ وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔ "یہ کیا تماشا ہے؟ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ایسا کیوں ہو رہا ہے یہ تو مسٹر ان نون اور مسٹر سپر پاس ہی بتا سکتے ہیں۔ ان دونوں کو کہیں طلب کیا جائے اور انھیں ایک جگہ بٹھا کر معلوم کیا جائے کہ آخر یہ ٹرانسفارمر مشین کے لیے ایسی تباہیاں کیوں پھیلا رہے ہیں؟"

ماسک مین نے کہا۔ "وادی قاف ہماری سرحد پر ہے۔ وہاں بمباری ہو رہی ہے تو ہمارے لیے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "اور مسٹر ان نون کا جزیرہ ہمارے علاقے میں ہے۔ ہمارے لیے بھی خطرات بڑھ گئے ہیں۔"

اسی ماسک مین کو قتل کر دیا گیا تھا جس سے میرا دماغی رابطہ قائم ہوتا تھا۔ اب نیا ماسک مین میرے لیے اجنبی تھا۔ اس نے جناب شیخ الفارس تک میرے لیے یہ پیغام بھیجا تھا کہ ہمارا اور فرہاد کا اسی طرح دوست رہے گا جس طرح سابقہ ماسک مین سے دوستی قائم رکھی تھی۔

جناب شیخ الفارس نے ماسک مین کے پاس جوابی پیغام بھیجا۔ سابقہ ماسک مین کی بے وقت موت پر تعزیت کی اور نئے ماسک مین کو اس کے عہدے پر مبارک باد دی اور کہا۔ "اگر آپ ہم سے تعاون کرنا چاہتے ہیں تو کسی طرح آمر کو وادی قاف سے نکال کر ہمارے پاس پہنچا دیں۔ وہ ہمارا آدمی ہے۔"

دوسری طرف اسرائیلی حکام زور و شور سے احتجاج کر رہے تھے۔ بڑی طاقتوں سے کہہ رہے تھے۔ "شیبا! ہماری قوم کی بیٹی ہے جزیرے سے رہائی دلا کر ہمارے پاس پہنچایا جائے۔"

سپر طاقتیں مسٹر ان نون اور مسٹر سپر پاس پر دباؤ ڈال رہی تھیں انھیں دھمکیاں دے رہی تھیں اور مسٹر ان نون اور مسٹر سپر پاس ہوا میں ہاتھ لہرا کر کہہ رہے تھے۔ "ہمیں دھمکیاں نہ دی جائیں۔ اگر کسی نے بھی ہم پر حملہ کیا تو ہم شیبا اور آمر کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

مسٹر ان نون نے کہا۔ "میں چوبیس گھنٹے کے اندر وہ ٹرانسفارمر مشین حاصل کر سکتا تھا لیکن اس کم بخت سر پاس نے میرے راستے میں دیوار کھڑی کر دی۔ وہ آمر کو اغوا کر کے اس مشین کے دو حصے کرانا چاہتا ہے۔"

مسٹر سپر پاس نے کہا۔ "یہی بات میں ان نون کے خلاف کہتا ہوں۔ اگر وہ ٹرانسفارمر مشین کو مکمل حالت میں دیکھنا چاہتا ہے تو شیبا کو ہمارے حوالے کرے یا کوئی تیسری جگہ مقرر کرے جہاں ہم شیبا اور آمر کو لے کر آئیں اور فرہاد وہاں اپنی ٹرانسفارمر مشین پہنچا دے۔"

جب تیسری جگہ کی بات عملی توسیع میں پڑ گئی۔ اس مشین کے لیے تمام سپر طاقتیں اور دوسرے بڑے ممالک اپنے اپنے ملک میں جگہ دے سکتے تھے۔ مسٹر ان نون اور مسٹر سپر پاس کو دعوت دے سکتے تھے کہ وہ شیبا اور آمر کو ان کے ہال لے آئیں اور فرہاد مشین وہاں پہنچا دے لیکن وہ ایسی حماقت کرنا نہیں چاہتے تھے۔ شیبا اور آمر جس ملک میں بھی پہنچائے جاتے، میں ان سے ان کی رہائی کا مطالبہ کر سکتا تھا اور انھیں میرے مطالبات تسلیم کرنا پڑتے۔ اگر وہ ہمارے دونوں ساتھیوں کو یرغمال بنا کر مشین کا مطالبہ کرتے تو یہ مطالبہ انھیں بہت مہنگا پڑتا۔

اسی لیے مسٹر ان نون اور مسٹر سپر پاس جیسے دو اجنبی ہمارے سامنے آئے تھے۔ ان کی پشت پر یقیناً بڑے بڑے ممالک ہوں گے لیکن ہم کسی کو الزام نہیں دے سکتے تھے۔ ان کے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔ آخر سپر ماسٹر نے کہا۔ "جیسا کہ ساری دنیا جانتی ہے وہ ٹرانسفارمر مشین اس وقت میرے ملک کے ایک شہر میں ہے۔ اسے کسی دوسری جگہ لے جانا مناسب نہیں ہے بلکہ شیبا اور آمر کو یہاں پہنچا دیا جائے اور فرہاد سے سمجھوتا کیا جائے کہ وہ مسٹر ان نون اور مسٹر سپر پاس کے ایک ایک آدمی کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کرے اسی طرح ہم بڑے ممالک کے لیے بھی ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس مشین کے ذریعے پیدا کرے۔ اس کے بعد ہم شیبا، آمر اور اس مشین کو فرہاد کے حوالے کر دیں گے۔"

کوئی اس تجویز کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ سبھی شبہ ظاہر کر رہے تھے۔ جس دن شیبا اور آمر سپر ماسٹر کے ملک پہنچیں گے وہ اپنے وعدے سے پھر جائے گا۔ فرہاد سے گٹھ جوڑ کرے گا۔ اپنے ملک کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرے گا اور شاید وہ مشین پھر فرہاد کے حوالے کرے گا۔ کوئی بھی ملک ہو وہ مشین میرے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائے تو کوئی میرے ہاتھوں نقصان اٹھانے کی حماقت نہ کرتا۔

ان حالات میں یہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ تیسری جگہ کوئی نہ کوئی ایک جگہ یا تو جزیرے میں رکھیں یا وادی قاف میں رکھا جائے۔ اور وہیں مشین منگوائی جائے۔ جب تک وہ دونوں کسی معقول فیصلے پر متفق نہیں ہوں گے اس وقت تک وہ ایک دوسرے پر حملے نہیں کریں گے۔ انھیں آئندہ ایسے زبردست حملوں سے روکنے کے لیے سپر ماسٹر نے اپنے جنگی بحری بیڑے اس جزیرے کے اطراف پہنچا دیے تھے۔ ماسک مین اپنی سرحد کی حفاظت کی خاطر وادی قاف کے چاروں طرف محاصرہ کر رہا تھا۔ دونوں سپر طاقتوں کے محاصرے کے بعد یہ خطرہ ٹل گیا تھا کہ آئندہ مسٹر ان نون اور مسٹر سپر پاس ایک دوسرے پر حملے کر سکیں گے۔

ویسے ان کے درمیان زبانی جنگ جاری تھی۔ مسٹر ان نون نے الزام دے رہا تھا کہ جو گوریلے رات کی تاریکی میں اتارے گئے تھے ان میں سے کئی زندہ ہیں اور اس جزیرے میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس کے آدمیوں کو نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مسٹر سپر پاس بھی الزام دے رہا تھا کہ مسٹر ان نون کے بھی گوریلے اس کی وادی میں گھس آئے ہیں۔ ان کی شناخت کرنا مشکل ہے کیوں کہ فرہاد اور اس کے ساتھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان گوریلوں کی کامیابی سے چھپنے میں مدد کر رہے ہیں۔

میں نے کہا۔ "یہ تمام بے بنیاد الزامات ہیں۔ آئندہ کسی ثبوت کے بغیر مجھ پر کوئی الزام عائد نہ کرنا۔ میں اپنے ساتھیوں کی رہائی چاہتا ہوں۔ جلد سے جلد فیصلہ کرو۔ میں کہیں بھی وہ مشین پہنچانے کے لیے تیار ہوں۔"

دو سپر طاقتوں کی مداخلت کے بعد اب وادی قاف اور جزیرے پر ہوائی حملے نہیں ہو رہے تھے۔ لیکن اندر ہی اندر گوریلا جنگ جاری تھی وقت گزرتا جا رہا تھا۔ شیبا اور آمنہ کو اغوا ہوئے تقریباً چھ ماہ ہو چکے تھے۔ ان کے کسی ایک فیصلے پر متفق ہونے تک ہم بظاہر بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ ان سے شیبا اور آمر کا تقاضا کر رہے تھے، لیکن جتنی دیر ہو رہی تھی، اتنا ہی ہمیں فائدہ پہنچ رہا تھا۔ جزیرے اور وادی قاف میں ان کے آدمی مرتے جا رہے تھے اور انھیں دن رات کوئی نہ کوئی بڑا نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔

ہم نے ابتدا میں جن گوریلوں کو ٹریپ کیا تھا وہ اس دوران یکے بعد دیگرے مر چکے تھے۔ ان کی جگہ ہم نے نئے لوگوں کو ٹریپ کیا تھا۔ وہ اسی جزیرے سے تعلق رکھتے تھے۔ مسٹر ان نون کے آدمی تھے۔ سانس روکنا جانتے تھے لیکن مقابلے میں زخمی ہونے کے بعد وہ ہماری خیال خوانی کا راستہ نہیں روک سکتے تھے۔ ایسے میں انھیں اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا لینا کوئی مشکل نہیں تھا۔

آخر یہ چکر کب تک چل سکتا تھا۔ دشمن کب تک نقاب اوڑھ کر رہ سکتے تھے۔ اچانک ایک دن ایک سپر طاقت کا بھید کھل گیا۔ میں اور آمر خیال خوانی کے ذریعے ولوی قاف میں مصروف رہتے تھے، وہاں ہم نے چار مسلح افراد کو اپنے قابو میں کیا ہوا تھا۔ وہ چاروں مسٹر سپر پاس کے خاص آدمی تھے۔ سر پاس ان پر شبہ نہیں کر سکتا تھا اور وہی لوگ ہماری خیال خوانی کی زد میں آ کر چھپ چھپ کے حملے کرتے تھے۔ آمر کو

اس غار سے نکال کر پھر اس کی پہلی رہائش گاہ میں پہنچا دیا گیا تھا ایک بات میرے دماغ میں کھٹک رہی تھی کہ آمر کو جب غار میں لے جایا گیا تو اسے غار کے اندرونی حصے تک کیوں نہیں جانے دیا گیا۔ وہاں ضرور کوئی خاص بات ہے۔

ہم نے چار آدمیوں کو ٹریپ کرنے کے بعد اسی غار میں بھیجا۔ اگرچہ وہ چاروں مسٹر سرپاس کے خاص آدمی تھے، لیکن غار کے اندرونی حصے تک پہنچتے ہی ان کا راستہ بھی روک دیا گیا۔ راستہ روکنے والوں سے زبردست مقابلہ ہوا۔ ہمارے دو ٹریپ کیے ہوئے آدمی مارے گئے۔ دو پکڑ گئے۔ انھوں نے مقابلہ کرنے والوں کو ختم کیا، پھر روتے ہوئے اندرونی حصے میں گئے۔ کسی نے دور ہی سے للکار کر کہا۔ "پلٹ" وہ رُک گئے۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "خبردار! ایک قدم بھی آگے بڑھو گے تو پاؤں تلے بچھی ہوئی بارودی سرنگ پھٹ پڑے گی۔"

ان میں سے ایک نے کہا۔ "ہم مسٹر سرپاس کے آدمی ہیں، تم کون ہو؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "اگر سرپاس کے آدمی ہو تو یہ فائرنگ کیسی تھی؟"

میرے معمول نے جواب دیا۔ "کچھ لوگ فائرنگ کرتے ہوئے آئے تھے۔ یقیناً انھیں خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا ہوگا۔ ہم نے آنے والوں کو ختم کر دیا۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کیا تم تنہا ہو؟"

"جی ہاں، میں بالکل تنہا ہوں۔"

"ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ اٹھا کر چلے آؤ، لیکن قدم آگے بڑھانے سے پہلے کوڈ ورڈز دُہرا دو۔"

اس نے کوڈ ورڈز دُہرائے۔ پھر دونوں ہاتھ اُٹھا کر بڑھتا ہوا غار کے اندرونی حصے کی طرف جانے لگا۔ اس کے دماغ پر آمر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ میں اس کے ساتھی کے دماغ میں تھا۔ وہ دبے قدموں پیچھے چلا آ رہا تھا یعنی آمر کے قبضے میں رہنے والا خالی ہاتھ تھا اور میرے قابو میں رہنے والا ہاتھ میں گن لیے بالکل مستعد تھا۔ میں چاہتا تو اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا لیکن اس طرح بات بگڑ جاتی۔ وہ بولنے والا سانس روکنے میں مہارت رکھتا ہوگا۔

دونوں ہاتھ اُٹھا کر آگے جانے والا غار کے ایک موڑ پر پہنچا۔ پھر جیسے ہی وہ موڑ کو کراس کرنا چاہتا تھا، ویسے ہی تڑاتڑ فائرنگ ہوئی۔ وہ گولیوں کی زد میں آ کر اُچھل کر گرا۔ لیکن پیچھے آنے والے نے اپنی گن سے فائرنگ کی۔ گولیاں چلاتے وقت غار کے ایک حصے سے دوسرے حصے تک پہنچا۔ دوسری طرف کسی کی چیخ سُنائی دی۔ اسی وقت میں نے کہا۔ "کھل جا سم سم۔"

اور اس پُراسرار شخص کے دماغ کا دروازہ کھل گیا۔

بڑی دور سے چالیں چلی گئی تھیں۔ کوئی چھ ماہ سے آمر کو مسٹر سرپاس نے اپنا قیدی بنایا تھا۔ چھ ماہ پہلے وہ ماسک مین کا قیدی تھا۔ ایک طویل عرصے تک اسے قیدی بنائے رکھنے کے بعد یقین ہو گیا ہوگا کہ آمر سے اُس وقت تک کوئی فائدہ اٹھایا نہیں جا سکتا جب تک کہ اس کے ذریعے فرہاد کو کمزور نہ بنایا جائے۔

ماسک مین میرا اچھا دوست رہا تھا۔ وہ مجھے دھوکا نہیں دے سکتا تھا کہ میں مشین اس کے حوالے نہ کروں گا تو وہ آمر کو سزائے موت دے گا۔ ایک تو وہ میرا دوست تھا۔ دوسرے اس کے پیچھے پہنچے ہوئے دوسرے اعلیٰ حکام ہماری خیال خوانی سے خوف زدہ تھے۔ ہمارے ہاتھوں نقصان نہیں اٹھانا چاہتے تھے۔

تب انھوں نے دوسری چال چلی۔ میرے بہترین دوست ماسک مین کو گولی مار دی یعنی ایک مشین کی خاطر انھوں نے اپنے ہی ملک کے سب سے ذہین، محنتی اور وفادار شخص کو ہلاک کر دیا۔ وہاں سے آمر کو اغوا کرنے کا ڈراما کیا گیا۔ ہمیں یہ تاثر دیا گیا کہ انھوں لوگ حملہ کر رہے ہیں۔ انھوں نے ماسک مین کو قتل کیا ہے اور آمر کو لے جا رہے ہیں۔

اس سارے ڈرامے کے پیچھے نئے ماسک مین کا ہاتھ تھا۔ اس نے ماسک مین کا عہدہ سنبھالنے سے پہلے اپنے طور پر کارنامہ انجام دینے کے لیے نئے لوگوں کی ایک تنظیم بنائی تھی۔ جن کے متعلق سابق ماسک مین بے چارہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کے ملک کے حکام ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کے لیے اسے بڑے کے منہ میں دھکیلنے والے ہیں۔

میجر ابراہام واسکونوف نئے ماسک مین کا دست راست تھا۔ وہ فوج میں رہ چکا تھا۔ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر ملک کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتا رہا تھا۔ اس ڈرامے کو پلے کرنے کے لیے اسے مقرر کیا گیا۔ اسی نے اس علاقے پر حملہ کیا جہاں آمر کو قید کیا گیا تھا۔ وہاں سے وہ آمر کو اغوا کر کے وادیٔ قاف میں لے آیا۔ اور اپنے نمائندے کے طور پر کسی مسٹر سرپاس کو سامنے رکھا تاکہ کبھی بھی رابطہ ہو تو میں زیادہ سے زیادہ مسٹر سرپاس تک پہنچ سکوں، اس کے پیچھے چھپے ہوئے لوگوں تک نہ پہنچ پاؤں۔

جرائم کی دنیا میں ہر شخص کو کامیابی سے چھپ کر رہنے کی خوش فہمی رہتی ہے۔ اب چھپنے کا سلسلہ یوں ہے کہ ماسک مین نے خود کو چھپانے کے لیے اپنے دست راست میجر ابراہام واسکونوف کو آگے بڑھایا۔ میجر ابراہام واسکونوف نے خود کو چھپانے کے لیے مسٹر سرپاس کو اپنے آگے کیا۔ مسٹر سرپاس نے خود کو چھپانے کے لیے ایک اور نمائندہ مقرر کیا۔ میں اس کے دماغ میں جا کر آمر کی رہائی کا مطالبہ کیا کرتا تھا اور سرپاس اس کے ذریعے مجھے جواب دیا کرتا تھا۔

بہرحال اب طلسم ٹوٹ چکا تھا۔ غار کے اندرونی حصے میں جس پُراسرار شخص کو گولی لگی، اس کا نام میجر ابراہام واسکونوف

وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ ایک گولی اس کے شانے کو توڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔ دوسری گولی نے اس کے قدم اکھاڑ دیے تھے اور وہ زمین پر گر پڑا تھا۔ اب اس میں اُٹھنے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ کراہ رہا تھا اور غصے میں گالیاں دے رہا تھا۔ اکثر لوگوں کو غصے میں گالیاں بکنے کی عادت ہوتی ہے۔ جو لوگ گالیاں نہیں بکتے وہ شدید تکلیف میں مبتلا ہو کر کچھ نہ کچھ ضرور بڑبڑاتے ہیں۔ میں اس کے دماغ میں دبیز تک خاموش بیٹھا رہا اور دور تک معلومات حاصل کرتا رہا۔

وہ تکلیف سے تڑپ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "کیا یہ فرہاد علی تیمور کی سازش ہے؟ کیا وہ اس طرح میرے دماغ تک پہنچ رہا ہے۔ کیا وہ پہنچ رہا ہے؟"

وہ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے کروٹ لے کر وہ ایک ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ ماسک مین تک رپورٹ پہنچانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ سے رپورٹ پہنچانے کا طریقہ کار بھی معلوم کر لیا۔ وہ ماسک مین کے آپریشن روم کے ایک انچارج سے رابطہ قائم کرتا تھا۔ اس سے جو کچھ کہتا تھا، وہ انچارج کمپیوٹر کے ذریعے ماسک مین کو تمام رپورٹ پہنچاتا تھا۔

وہ زمین پر اوندھا ہو گیا۔ ایک شانہ بُری طرح زخمی تھا۔ وہ دوسرے شانے اور بازو کی مدد سے گھسٹنے لگا، ٹرانسمیٹر کی طرف جانے لگا۔ میں نے بھی اس کے دماغ میں رہ کر اپنی طرف سے توانائی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اسے وہاں تک پہنچانا میرے لیے بھی ضروری تھا۔ وہ زمین پر گھسٹنے کے دوران خود کو یقین دلا رہا تھا کہ اس کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ اسے گولی مارنے والا یقیناً مسٹر ان نون کا کوئی آدمی ہے۔ جو غار کے اس حصے تک گھس آیا ہے۔

آخر وہ اس ٹرانسمیٹر تک کسی طرح پہنچ گیا۔ بڑی مشکل سے اُٹھ کر ایک اُونچی جگہ بیٹھ کر ٹرانسمیٹر آپریٹ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے ہیلو ہیلو کہہ کر کوڈ ورڈز دُہرائے۔ دوسری طرف سے بھی کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہوا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں میجر ابراہام واسکونوف بول رہا ہوں۔ بُری طرح زخمی ہو گیا ہوں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "کیا پھر وادی پر حملہ کیا گیا ہے؟"

"نہیں، میرا خیال ہے مسٹر ان نون کے گوریلا جوان کسی طرح اس غار میں گھس آئے ہیں۔ میں نے صرف دو مسلح جوانوں کو دیکھا ہے۔ ایک کو میں نے گولی ماردی۔ دوسرے نے مجھے زخمی کر دیا ہے۔"

"اور وہ دوسرا کہاں ہے؟"

"مجھے ابھی تک اس کی آواز سنائی نہیں دی ہے اور نہ ہی وہ دوبارہ حملہ کرنے کے لیے میری طرف آیا ہے۔ اس کا مطلب ہے، وہ بھی میری گولی کا نشانہ بن چکا ہے۔"

دوسری طرف سے پریشان ہو کر کہا گیا۔ "میجر! تم نے ہمیں اُلجھن میں ڈال دیا ہے۔ کیا یہ فرہاد کی شرارت نہیں ہو سکتی؟"

"میں بہت دیر سے زخمی ہوں۔ مجھے ابھی تک کسی خیال خوانی کرنے والے نے نہیں چھیڑا ہے۔"

"کیا تمھیں معلوم ہے کہ خیال خوانی کرنے والے بول کر نہیں آتے؟"

میجر نے غصے اور تکلیف سے تڑپ کر کہا۔ "تم مجھے فرہاد سے خوف زدہ نہ کرو۔ میں فوج کا آدمی ہوں۔ مجھے یوگا میں مہارت حاصل ہے۔ میں فرہاد کو اپنے دماغ سے دھکے دے کر نکال سکتا ہوں۔"

"کیا اس حالت میں تم سانس روک سکتے ہو؟ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتے ہو؟"

"میں اس حال میں بہت دور سے یہ گھسٹتا ہوا ٹرانسمیٹر تک آیا ہوں۔ ابھی تک طبی امداد کے بغیر سانس لے رہا ہوں۔ تم سے رابطہ ختم کرنے کے بعد غار سے باہر جانے کا بھی حوصلہ رکھتا ہوں۔"

"میجر زیادہ دلیری نہ دکھاؤ۔ وہیں آرام کرو۔ میرے بعد سرپاس سے رابطہ قائم کرو۔ وہ تمھیں طبی امداد پہنچائے گا۔ وٹیس آل۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ میں اس دوسرے شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ "کیا میجر پر بھروسا کیا جائے؟ کیا وہ زخمی ہونے کے بعد بھی خیال خوانی کرنے والے کو محسوس کر لے گا۔ جبکہ یہ ممکن نہیں ہے۔ ہم نے تو یہی سُنا ہے کہ فرہاد اور اس کے ساتھی کسی بھی یوگا کے ماہر کو زخمی کرنے کے بعد اس کے دماغ میں آسانی سے پہنچ جاتے ہیں۔"

وہ ٹہلتا ہوا کمپیوٹر کے پاس آیا۔ سوچنے لگا۔ "اگر فرہاد میجر کے دماغ میں پہنچ چکا ہے تو اب کوئی راز راز نہیں رہا۔ اس نے معلوم کر لیا ہوگا کہ آمر کو اغوا کرنے اور اس کے ذریعے فرہاد کو کمزور بنانے کا منصوبہ بنانے والا اور اس پر عمل کرنے والا ماسک مین ہے۔"

وہ کمپیوٹر خاص طور پر ماسک مین کے لیے مخصوص تھا۔ اس کے ایک بٹن کو دبانے سے دوسری طرف ماسک مین کو اشارہ موصول ہوتا تھا اور وہ مانیٹر ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر دوسری طرف سے ارسال کی جانے والی رپورٹ کو پڑھتا رہتا تھا۔

وہ شخص کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ اپنے طور پر رپورٹ دینا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں نے اس کے ذریعے کمپیوٹر کو اپنی طرف سے رپورٹنگ فیڈ کی اور ماسک مین کو مخاطب کیا۔

"ہیلو ماسک مین! میں فرہاد علی تیمور تمھیں مخاطب کر رہا ہوں۔ تمھارا میجر ابراہام واسکونوف زخمی ہو چکا ہے۔ تمھارے آپریشن روم کے انچارج کو میں نے خیال خوانی کی گرفت میں لیا ہے اور اس کے ذریعے یہ الفاظ تم تک پہنچا رہا ہوں۔ اس وقت رسوختی تمھاری سب سے بڑی سائنس لیبارٹری کے انچارج سائنسدان کے دماغ

میں موجود ہے۔ شیبا نے تمھارے خفیہ میزائل کے اڈوں کو خیال خوانی کے ذریعے سنبھال رکھا ہے۔ تمھاری فوج کے فیلڈ مارشل کا دماغ آمر کی مٹھی میں ہے اور میں تمھارے انچارج کو چھوڑنے کے بعد یورینیم کے سب سے بڑے ذخیرے تک پہنچ جاؤں گا۔

ماسک مین! میں تمھیں پہلی اور آخری وارننگ دے رہا ہوں۔ جہاں جہاں ہم نے خیال خوانی کے ذریعے اپنا قبضہ جما رکھا ہے، وہاں خطرے کا سگنل نہ دینا۔ کیونکہ سگنل ملتے ہی وہاں کے تمام انچارج کے ذریعے پتا چل جائے گا اور اس کے ساتھ ہی جو تباہی پھیلے گی اس کے نتیجے میں تم سپر پاور تو نہیں رہو گے البتہ سڑک کے بھکاری بن جاؤ گے اور دوسرے ممالک سے ہاتھ پھیلا کر ایڈ مانگتے پھرو گے۔

اب اپنی گھڑی دیکھو۔ اس وقت میری گھڑی میں صبح کے سات بجے ہیں۔ اگر ایک گھنٹے کے اندر یعنی آٹھ بجے سے پہلے آمر کو بخیریت بابا صاحب کے ادارے میں نہ پہنچایا گیا تو ہم چار دن تمھارے اہم مرکز میں ٹیلی پیتھی کا سونامی آن کر دیں گے۔

ایک گھنٹا، یاد رکھو صرف ایک گھنٹا۔ اس کے بعد تمھارے پورے ملک میں قیامت آنے والی ہے۔ میری اس تجویز پر بڑی احتیاط سے عمل کرو۔ آمر کو بہت رازداری سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچاؤ اور وادیٔ قاف میں ایک ڈمی آمر کو رکھو۔ مسٹر اَن نون کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تمھارا پول کھل چکا ہے اور آمر وادی سے جا چکا ہے۔ یہ بات کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے باقی ایک گھنٹے بعد۔ وَیٹس آل۔"

میں نے انچارج کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ رسونتی، شیبا اور آمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم سب جناب شیخ صاحب کے پاس پہنچو۔ میں آرہا ہوں۔"

چند لمحوں کے بعد ہی ہم سب جناب شیخ الفارس کے دماغ میں تھے۔ میں انھیں موجودہ کامیابی کے متعلق مختصر طور پر بتا رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ "ابھی تو میں نے انھیں دھمکی دی ہے لیکن اب آپ ہیں ان لوگوں کی آوازیں سُنائیں۔ تاکہ رسونتی، شیبا اور آمر اپنا اپنا ڈیوٹی پر موجود رہ سکیں۔"

تمام بڑے بڑے ممالک کے راز صرف اسی وقت تک راز رہ سکتے ہیں، جب تک کوئی ان راز داروں کے دماغ تک نہ پہنچے۔ اب جتنے بھی فوجی جرنل، کرنل اور خفیہ سیاسی لیبارٹری کے سائنسدان وغیرہ ہیں اور جتنے خطرناک میزائلوں اور ایٹم بم کے ذخیروں کے انچارج ہیں، وہ سب گوشہ نشینی اختیار نہیں کر سکتے۔ انھیں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اپنی سوسائٹی میں رہنا پڑتا ہے۔ کسی نہ کسی طور پر لوگوں سے تعلقات رہتے ہیں۔ ہم طویل عرصے سے خیال خوانی کرتے آرہے ہیں اور ایک طویل عرصے سے ایسے لوگوں کا محاسبہ کرتے آرہے ہیں اور ان کے دماغوں میں پہنچتے رہتے ہیں۔ چونکہ ہر ایک کے لب ولہجے کو یاد نہیں رکھا جا سکتا، اس لیے ہر ایک کے دماغ میں پہنچنے کے بعد ان کی آواز اور لب ولہجے کو ریکارڈ کر لیتے ہیں۔ یہ تمام ریکارڈ بابا صاحب کے ادارے میں موجود ہے۔ جناب شیخ الفارس ہماری مطلوبہ آوازوں اور لب ولہجے کو سنانے لگے۔ رسونتی نے سائنس لیبارٹری کے انچارج سائنسدان کی آواز سُنی اور اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ شیبا نے میزائلوں کے اڈے تک رسائی حاصل کر لی۔ آمر نے فیلڈ مارشل کی آواز اور لب ولہجہ سُنا اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسی طرح مجھے یورینیم کے ذخیرے تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ جناب شیخ صاحب نے فرانس کے حکام سے خفیہ طور پر رابطہ قائم کیا اور انھیں بتایا کہ ایک گھنٹے کے اندر آمر کو وادیٔ قاف سے یہاں پہنچایا جائے گا۔ اس سلسلے میں رازداری بہت ضروری ہے۔

وہاں کے اعلیٰ حکام نے یقین دلایا۔ "ہم خفیہ انتظامات کر رہے ہیں۔ پیرس کے ایئرپورٹ سے بابا صاحب کے ادارے تک ایسے انتظامات کیے جائیں گے کہ کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔ اور مسٹر آمر بخیریت آپ تک پہنچ جائیں گے۔"

میں نے ایک گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ ماسک مین نے آدھے گھنٹے کے اندر ہی آمر کو وادیٔ قاف سے روانہ کرنے کے انتظامات کر دیے۔ آمر کے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کی گئی تاکہ وہ پہچانا نہ جا سکے۔ جب وہ وہاں سے طیارے میں روانہ ہوا تو میں نے اسی آپریشن روم کے انچارج کے ذریعے پھر ماسک مین کو مخاطب کیا۔ "ہیلو ماسک مین! مسٹر آمر کی روانگی ہو گئی ہے اب اس کی ڈیڈ کے لیے کیا کر رہے ہو؟ میں یہاں مانیٹر ٹی وی پر جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد جواب موصول ہوا۔ "ہمارے پاس آمر کی تصاویر ہیں۔ جب اس کا میک اَپ مکمل ہو جائے گا تو اسے آمر کا لب ولہجہ آپ ہی سکھا سکتے ہیں۔"

"جو میرا کام ہے وہ میں کروں گا۔ مجھے آمر کے پیرس پہنچنے کا انتظار ہے۔ جب وہ بخیریت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ جائے گا تو میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں بات ختم کرنا چاہتا تھا کہ پیجر سے اشارہ موصول ہوا۔ "ابھی بات ختم نہ کی جائے۔" پھر ٹی وی اسکرین کے ذریعے ماسک مین نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! ہم جاننے میں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے کہیں بھی پہنچ جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ دُنیا کا ہر ملک آپ لوگوں سے خوف زدہ ہے لیکن یہ بات بھی شبہ پیدا کرتی ہے کہ شاید یہ محض دھوکا ہو۔ دیکھیے آپ نے جتنی دھمکیاں دی ہیں، میں نے اس کے جواب میں شبہ ظاہر نہیں کیا بلکہ آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آمر کو یہاں سے روانہ کر دیا۔ اب میں اپنے اطمینان کے لیے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کیا واقعی آپ ہمارے تمام اہم مراکز تک پہنچ چکے ہیں؟"

میں نے جواب دیا۔ "ماسک مین! میں ابھی ثبوت پیش کرتا ہوں۔ تمھاری سب سے بڑی اور خفیہ سائنس لیبارٹری کا انچارج سائنسدان بائیں کان کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ تم ابھی فون کے ذریعے معلوم کرو۔ تمھاری فوج کا فیلڈ مارشل اس وقت باتھ روم میں ہے۔ جہاں میزائل کو اسٹور کیا گیا ہے، وہاں کوئی خاص پریشانی کی بات نہیں ہے لیکن جہاں ایٹم بم اسٹور کیے گئے ہیں، وہاں کے ایئر کنڈیشنر میں پچھلی رات سے کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ بے چارے انچارج کو ہر گھنٹا، آدھا گھنٹا بعد انڈر گراؤنڈ اسٹور کا ٹمپریچر چیک کرنا پڑتا ہے۔ جس انڈر گراؤنڈ ہال میں یورینیم کا ذخیرہ کیا گیا ہے، وہاں جانے کے دو آہنی دروازے ہیں۔ وہ دروازے نمبروں سے کھلتے ہیں۔ ان کے نمبر نوٹ کرو۔"

میں نے وہ نمبر بھی بتا دیے۔ ماسک مین کی طرف سے جواب موصول ہوا۔ "پلیز! ایک منٹ انتظار کریں، میں ابھی آپ سے گفتگو کرتا ہوں۔"

میں نے ایک منٹ انتظار کیا۔ اس دوران اس نے اپنے ذرائع استعمال کرتے ہوئے میری فراہم کی ہوئی معلومات کی تصدیق کی۔ واقعی ایک سائنس دان کے بائیں کان میں تکلیف تھی۔ فیلڈ مارشل اس وقت باتھ روم میں تھا۔ ایٹم بم کے انڈر گراؤنڈ اسٹور میں ٹمپریچر چیک کیا جا رہا تھا اور یورینیم کے ذخائر تک پہنچنے کے لیے جن آہنی دروازوں کو کھولنے کے لیے مخصوص نمبر استعمال کیے جاتے تھے، وہ میرے بتائے ہوئے نمبر تھے۔

ایک منٹ بعد ہی مانیٹر ٹی وی سے ماسک مین کی تحریر اُبھری۔ "مسٹر فرہاد! آپ مجھے نہیں دیکھ رہے ہیں لیکن میں یہیں پوچھ رہا ہوں کہ واقعی آپ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام لوگ بہت ہی خطرناک ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، آئندہ ہم سے کوئی ایسی غلطی نہیں ہوگی، جس کے باعث آپ طیش میں آجائیں یا ہمارے دشمن بن جائیں۔"

میں نے کہا۔ "ہمارا آدمی ہمیں واپس مل گیا۔ اس لیے ہم دشمنی نہیں کریں گے۔ تمھارے ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، لیکن اب تمھارے دوست بھی نہیں رہیں گے۔ سابقہ ماسک مین کے ساتھ ہماری دوستی کا دور بھی ختم ہو چکا ہے۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ دو گھنٹے بعد آمر بخیریت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا۔ جناب شیخ الفارس، سونیا، رسونتی اور پومی نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ سونیا نے کہا۔ "مسٹر آمر! ہم نے جوجو کو آپ کی آمد کے متعلق نہیں بتایا ہے۔ اگر یہ بتا دیتے تو وہ پاگل پورے ادارے کو سر پر اُٹھا لیتی۔ بار بار سوالات کرتی پھر آگ کود آرہے ہیں، کس جہاز سے آرہے ہیں۔ اب تک کیوں نہیں آئے ہیں؟ میں پارس کے ساتھ جاؤں گی اور پائلٹ کو گولی مار دوں گی۔"

یہ باتیں سُن کر سب ہنسنے لگے۔ رسونتی نے کہا۔ "آپ میک اَپ اُتار لیں۔ پھر ہم جوجو کے پاس چلتے ہیں۔"

ایک بڑے سے کمرے میں پارس اوّل اور پارس دوم ایک دوسرے کے مقابل پینترے بدل رہے تھے اور ایک دوسرے کو غرّاتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ واشو ودکی ذرا فاصلے پر کھڑا ہوا کہہ رہا تھا۔ "شاباش، اسی طرح دیکھتے رہو اور موقع کی تاک میں رہو۔ اگر کسی کی نظر چوک جائے گی تو دوسرے کا حملہ کامیاب ہو جائے گا۔"

وہ دونوں جیسے شیر کے بچے تھے۔ اپنے شکار پر سے نظر ہٹانا نہیں چاہتے تھے۔ اچانک پارس اوّل نے غصوم کر حملہ کیا لیکن پارس دوم خود کو بچا کر دوسری طرف نکل گیا۔ جوجو اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ غصّے سے پارس دوم کو گھونسا دکھاتے ہوئے بولی۔ "اے تم میرے پارس کے حملے سے کیوں بچتے ہو، کیا تھوڑی سی مار نہیں کھا سکتے؟"

پارس اوّل نے کن انکھیوں سے جوجو کو دیکھا۔ لب ہی نظر ہٹانا اس کی غلطی تھی۔ پارس دوم نے پینترا بدل کر اس کے منہ پر کِک ماری، وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا، پھر سنبھل گیا۔ اس کی باچھوں سے خون رِسنے لگا تھا۔ جوجو دیکھتے ہی تڑپ گئی۔ دونوں کے درمیان آکر دونوں ٹھڈیاں پھینک کر پارس دوم سے بولی۔ "شرم نہیں آتی۔ میرے پارس کو لات مارتا ہے۔ کیا تیک بچے اسی طرح لڑائی جھگڑا کرتے ہیں؟"

واشو ودکی ہنسنے لگا۔ پارس اوّل نے جوجو کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "اگر تم اسی طرح بولتی رہیں تو میں مار کھاتا رہوں گا۔ اری پگلی! وہ دشمن نہیں، میرا اپنا بھائی ہے۔ ہم پریکٹس کر رہے تھے۔ لڑنا سیکھ رہے ہیں اور لڑنے کے دوران چوٹیں آتی ہی ہیں۔"

جوجو نے پاؤں پٹخ کر کہا۔ "نہیں، تم بھی اس کے منہ پر گھونسا مارو۔ اس کے منہ سے خون نکالو۔ اگر دونوں بھائی ہیں، دشمن نہیں ہیں تو دونوں کے منہ پر برابر کی ٹھوکر لگنا چاہیے۔ دونوں کے منہ سے خون نکلنا چاہیے۔"

پارس اوّل نے کہا۔ "اگر تم چاہتی ہو کہ حساب برابر ہو تو خدا کے لیے خاموش رہو۔ میں نے یہاں آنے سے پہلے تمھیں ٹیپ دیا تھا، وہ کہاں ہے۔"

جوجو نے اپنی جیب سے چھوٹی سی ٹیپ ریل نکال کر کہا۔ "یہ ہے۔"

پارس نے اسے لیا۔ اس میں سے ٹیپ کا چھوٹا سا ٹکڑا نکالا۔ پھر اسے جوجو کے منہ پر چپکا دیا۔ پھر کہا۔ "میں حکم دیتا ہوں، جب تک یہ ٹیپ نہ نکالوں، تم اپنے ہاتھ سے نہ نکالنا۔"

اب وہ منہ سے کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر رہ گئی۔ ماسٹر واشو ودکی نے کہا۔ "بیٹے پارس! یہ مناسب نہیں ہے۔ میں جوجو کو اسی لیے آنے دیتا ہوں کہ یہ کچھ نہ کچھ بولتی رہے اور تم میں سے کسی نہ کسی کا دھیان بٹتا رہے۔"

پارس دوم نے ہنستے ہوئے کہا۔ "انکل ماسٹر! یہ پگلی میرا دھیان نہیں بٹا سکے گی۔"

پارس اوّل نے کہا۔ "مَیں دُنیا کی ساری آوازوں سے بہرا ہو سکتا ہوں، لیکن اس کی ایک آہ سُن کر چونک جاتا ہوں۔ یہ پگلی مجھے بھی پاگل بنا دیتی ہے۔"

پھر اس نے پارس دوم سے کہا۔ "آؤ چھوٹے بھائی! اس بار دیکھیں، کون کس پر کامیاب حملہ کرتا ہے۔"

وہ دونوں پھر پینترے بدلنے لگے۔ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حملے کرنے لگے، لیکن دونوں ہی حاضر دماغ اور پھُرتیلے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے آنکھوں میں بھانک کر ارادہ پڑھ لیتے ہوں کہ اب مقابل کس انداز میں حملہ کرے گا اور یہ سب کچھ داشورو کی کا سکھایا ہوا تھا۔

پارس دوم پینترا بدلنے کے دوران جوجو کے ذرا قریب سے گزرا تو اس نے زور سے اُون کی آواز نکالی۔ پارس دوم کی نظر ذرا سی بھٹک گئی۔ بس اتنی سی دیر میں منہ پر کراٹے کا ایک ہاتھ پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر ذرا پیچھے گیا تو پارس اوّل نے گھوم کر ایک لات ماری۔ جوجو خوشی سے اُچھل اُچھل کر تالیاں بجانے لگی۔ اس کے بند ہونٹوں سے اُوں اُوں کی آواز نکل رہی تھی۔ جیسے وہ تعریفیں کر رہی ہو۔

ایسے ہی وقت وہ چونک گئی۔ اسے اپنے بھائی آمر کی آواز سُنائی دی۔ اس نے گھوم کر دروازے کی طرف دیکھا۔ بیچ بیچ بھائی آمر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس سونیا، رسونتی پوری اور جناب شیخ الفارس وغیرہ تھے۔ آمر نے محبت سے دونوں بازو پھیلا دیے اور اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ اتنے عرصے بعد باپ جیسے بھائی کو دیکھ کر تڑپ گئی۔ اس کے منہ سے عجیب طرح کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ وہ بھائی سے ملاقات کی خوشی میں بند ہونٹوں کے پیچھے بہت کچھ بول رہی تھی، لیکن اس کی بولی کوئی نہیں سمجھ رہا تھا۔

رسونتی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ اسی طرح اُوں آں کرتی رہے گی لیکن اپنے منہ پر سے ٹیپ نہیں ہٹائے گی۔"

آمر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اپنے بھائی سے ملنے کی خوشی میں بھُول گئی ہے۔ لو مَیں ہٹائے دیتا ہوں۔"

آمر نے ٹیپ ہٹانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ وہ تڑپ کر اس سے الگ ہو گئی۔ انکار میں سر ہلانے لگی۔ بھائی نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم نہیں چاہتیں کہ تمھارے ہونٹ کھُل جائیں۔ تم آزادی سے بول سکو؟"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے ایک قدم اور پیچھے ہٹ گئی۔ سونیا نے مُسکرا کر کہا۔ "اب جا بے اِدھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے منہ اپنے ہاتھ سے منہ کھولے گی، نہ کسی کو کھولنے دے گی۔"

آمر نے حیرانی سے پوچھا۔ "آخر بات کیا ہے؟"

رسونتی نے کہا۔ "ابھی ہم باہر سے ان کی حرکتیں دیکھ رہے تھے اور باتیں سُن رہے تھے۔ آپ کو یاد ہو گا، ابھی میرے بیٹے پارس اوّل نے اس کے منہ پر ٹیپ چپکاتے ہوئے کہا تھا کہ یہ اپنے ہاتھ سے ٹیپ الگ نہ کرے۔ وہ خود اسے ہٹائے گا اور اب تو واقعی قیامت بھی آجائے تب بھی لڑکی کسی کو ٹیپ ہٹانے نہیں دے گی۔ اس طرح گونگی بنے رہی گی۔"

پارس اوّل نے قریب آکر جوجو کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "کیوں مجھے بدنام کر رہی ہو، یہ ٹیپ ہٹا لو۔"

وہ انکار میں سر ہلانے لگی۔ آخر پارس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے منہ سے ٹیپ ہٹا دیا۔ وہ خوشی سے چیخ مار کر اپنے بھائی کی طرف بڑھ گئی۔ "اوہ بھائی آمر! یہ تم ہو۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ اتنے عرصے بعد مَیں اپنے بھائی کو، اپنے باپ کو دیکھ رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ پھر ایک بار بھائی سے لپٹ گئی۔ آمر نے اس کو پیار سے تھپکتے ہوئے کہا۔ "مَیں نے سُنا تھا تم پارس اوّل کو بہت چاہتی ہو، اب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں یہ چاہت سے بھی کچھ زیادہ ہی ہے۔ خُدا تمھیں ہمیشہ خوش رکھے۔"

مَیں نے کہا۔ "آمر! تمھیں کتنی خوشی حاصل ہو رہی ہے؟"

"بھائی فرہاد! کچھ نہ پوچھو۔ ایسا لگتا ہے جیسے مجھے نئی زندگی مل گئی ہے۔"

"تمھیں نئی زندگی اور اپنی بہن جوجو مبارک ہو۔ بہن کی پاکیزہ محبت کے حوالے سے اپنی زندگی کو بھی کسی قدر پاکیزہ بناؤ۔ شراب کا تصور تک نہ کرو۔ جب بھی پینے کے لیے دل مچلنے لگے تو میری ہدایات پر عمل کرو۔ شمع روشن کر کے بیٹھ جاؤ یا مراقبے میں رہنے کی کوشش کرو۔ خدا نے چاہا تو تمام برائیاں رفتہ رفتہ دور ہو جائیں گی۔"

مَیں دعائیہ طور پر حاضر ہوا۔ پھر مَیں نے اس آپریشن روم کے انچارج کے ذریعے مالک مَین کو مخاطب کیا۔ کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "شکریہ مالک مَین! آمر بخریت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا ہے۔"

مالک مَین نے کہا۔ "فرہاد صاحب! آپ پچھلی بار بہت غصّے میں گئے تھے۔"

"مجھے یاد نہیں ہے۔"

"آپ نے کہا تھا، اب ہم سے دوستی نہیں ہو سکتی۔ پلیز آپ طیش میں نہ آئیں۔ جو غلطی ہو چکی ہے، ہم آئندہ اس کی تلافی کرتے رہیں گے۔ ہر طرح آپ کے کام آئیں گے، آپ ہمیں خدمت کا موقع دیں۔ ہم آپ کا دل جیتنے کی کوشش کریں گے۔"

"یہ بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی ڈی آمر کے متعلق بتاؤ۔"

"ہم نے ڈی کو وادیٔ قاف میں پہنچا دیا ہے۔ آپ مسٹر ہیاس کے ذریعے اس ڈی کی آواز سُن سکتے ہیں اور اسے اپنے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔"

"استعمال تو تم ہی لوگ کرو گے، صرف منصوبہ میرا ہو گا۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"اپنے سر پاس کو حکم دو، وہ مسٹر اَن نون سے سمجھوتا کرے۔"

اس پر راضی ہو جائے کہ وہ آمر کو لے کر خود جزیرے میں آرہا ہے۔"

"مَیں آپ کا یہ حکم ابھی سر پاس تک پہنچا دیتا ہوں۔ ویسے مَیں نے کہہ دیا ہے، وہ آپ کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھے گا اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرے گا۔ بائی دی وے، ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور پوچھو۔"

"کیا آپ مسٹر اَن نون کی بھی حقیقت معلوم کر چکے ہیں۔ آخر وہ کس کے لیے کام کر رہا ہے؟"

"وہ بھی تمھارے ہی جیسے بڑے ملک والوں کے لیے کام کر رہا ہو گا۔ مَیں جلد ہی اس کے پیچھے چھُپی ہوئی بڑی طاقتوں کو بے نقاب کر دوں گا۔"

میرے منصوبے کے مطابق مسٹر سر پاس اور مسٹر اَن نون کے درمیان مذاکرات ہونے لگے۔ مسٹر اَن نون کے نمائندے نے امریکا میں مجھ سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "فرہاد صاحب! دو پارٹیوں کے درمیان سمجھوتا ہو رہا ہے۔ مسٹر آمر کو جزیرے میں لایا جائے گا۔ آپ کے دونوں ساتھی یعنی آمر اور شیبا وہاں موجود رہیں گے۔ آپ مشین لے جانے کے انتظامات کریں بلکہ ہم پر انتظامات کی ذمّے داری ڈال دیں تو یہ ہمارے لیے خوشی کی بات ہو گی۔ مَیں بڑے بڑے ذرائع کا مالک ہوں۔ مشین کو کسی نہ کسی طرح جزیرے تک پہنچا دوں گا۔"

"تمھیں زحمت نہیں ہو گی۔ مَیں اپنا جوتا خود پہنتا ہوں، خود اُٹھاتا ہوں۔ تمھیں میرے پیچھے جاسوس بنا کر رکھا گیا ہے۔ تم آرام سے جاسوسی کرتے رہو۔"

یہ خبر پھیلنے لگی کہ دو پارٹیوں کے درمیان سمجھوتا ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں دو باتوں پر بحث ہو رہی ہے۔ ایک تو یہ کہ مسٹر سر پاس، آمر کو وہاں بھیج کر ٹھوس ضمانت چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ دھوکا نہیں ہو گا۔ دوسرے یہ کہ مشین کے ذریعے سب سے پہلے کس آدمی کے دماغ میں ٹیل پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کی جائیں گی۔"

تمام بڑے ممالک اور تمام خطرناک تنظیموں کو اس بات کی فکر نہیں تھی کہ دونوں میں سمجھوتا ہو سکے گا یا نہیں۔ بات چل پڑی تھی، اس لیے سمجھوتے کی پوری اُمید تھی۔ اب ان کی ساری توجہ مجھ پر تھی۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ مَیں نے ٹیکساس شہر کی حدود میں وہ مشین کہاں چھُپائی ہے اور اسے کس طرح برآمد کریں گا۔

سُپر ماسٹر نے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر فرہاد! اس مشین کو باہر لانے کا وقت آگیا ہے۔ آج کل مَیں ان دو پارٹیوں کے درمیان مکمل سمجھوتا ہو جائے گا۔ وہ کسی ایک فیصلے پر متفق ہو جائیں گی۔ آپ کس طرح مشین کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں، مَیں آپ سے پوری طرح تعاون کے لیے تیار ہوں۔"

"یہ تمھارا ملک ہے۔ اگر مجھے ایک ننھی سی سوئی کو چھُپا کر لے جانا ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ مشین تو بہت بڑی ہے۔ چار حصّوں میں ہے اور چار سوٹ کیسوں میں ہے۔ اتنی بڑی اور بھاری چیز آپ کے تعاون کے بغیر نہیں لے جا سکوں گا۔"

اس نے خوش ہو کر کہا۔ "مَیں ہر طرح سے آپ کے کام آؤں گا، مجھے بڑی خوشی ہو گی۔"

"کس بات کی خوشی ہو گی، جبکہ مشین سے فی الحال کوئی فائدہ آپ کو نہیں پہنچ رہا ہے۔ وہ تو جزیرے میں پہنچ جائے گی۔"

اس نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "آپ کا فائدہ میرا فائدہ ہے۔ آپ اس مشین سے نجات حاصل کر کے اپنی شیبا اور آمر کو حاصل کر لیں گے۔ یہ صرف آپ کے لیے نہیں میرے لیے بھی خوشی کی بات ہے۔"

سُپر ماسٹر اب تک اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ مَیں اس کے دماغ میں نہیں ہوں اور نہ کبھی پہنچ سکتا ہوں۔ وہ بڑے اطمینان سے منصوبے بنا رہا تھا کہ جب مَیں یہاں سے مشین نکال کر لے جانا چاہوں گا تو کس طرح اس پر قبضہ جمایا جائے گا۔ وہ اس سے پہلے بھی مجھے دھوکا دے چکا تھا۔ مَیں منگل پانڈے کے ذریعے مشین کو وہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔ اس نے وعدہ کیا تھا، میرے کسی سامان کی چیکنگ نہیں ہو گی، لیکن جب یقین ہو گیا کہ مشین یہاں سے جا رہی ہے۔ تو منگل پانڈے کو روکنے کی کوشش کی گئی۔ بعد میں اسے مایوسی ہوئی۔ اس بار اسے یقین تھا کہ مَیں شیبا اور آمر کو رہا کرانے کے لیے اب سچ مچ مشین وہاں سے لے جاؤں گا۔

وہ مشین سب کے لیے ایک معما بن گئی تھی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، اسے آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی ہے۔ آخر مَیں نے کون سا جادو کیا ہے کہ وہ کسی کو نظر نہیں آرہی ہے۔ مَیں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ وہ سانس روکنا چاہتی تھی۔ مَیں نے کہا۔ "فرہاد آن زیرو چینل۔"

اس نے مسکرا کر کہا۔ "کیسے یاد کیا ہے؟"

"تمھاری ضرورت ہے۔ سفر کی تیاری کرو۔"

"کیا وہ مشین نکال رہے ہو؟"

"شیبا کو ہر حال میں اس جزیرے سے لانا ہے۔ اب تم فیصلہ کرو، مشین کو نکالنا چاہیے یا نہیں؟"

"مَیں اپنا فیصلہ سُنا دوں گی، یہ تو بتاؤ آخر اسے کہاں چھُپایا ہے؟"

"مَیں تم لوگوں سے کوئی بات نہیں چھُپاتا، لیکن شیخ صاحب

نے حکم دیا تھا کہ مشین کے متعلق اپنے عزیز ترین ساتھی کو بھی کچھ نہ بتایا جائے۔ دشمن کسی وقت بھی اس ساتھی کو ٹریپ کر کے معلوم کر سکتے ہیں۔"

"میں شکایت نہیں کر رہی ہوں۔ اب اسے نکالنے کا وقت آگیا ہے اس لیے پوچھ رہی ہوں۔"

"میں نے ایسی جگہ رکھا ہے جہاں کبھی کسی کا دھیان نہیں جا سکتا۔ تلاش کرنے والے کبھی وہاں ڈھونڈنے نہیں جائیں گے۔"

"پہیلیاں نہ بجھاؤ۔ صاف طور سے کہو۔ کہاں ہے وہ؟"

"وہ پُرسا سٹر کے گھر میں ہے۔"

سونیا نے حیرانی سے چیخ کر پوچھا۔ "کیا؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب تم خود ہی غور کرو۔ پُرسا سٹر ایک ایسا عہدے دار ہے جس کے گھر کی تلاشی لینے کی کوئی جرأت نہیں کر سکتا۔ کوئی شبہ نہیں کر سکتا کہ وہ مشین وہاں چھپائی جائے گی۔"

پھر میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ساری دنیا تمھاری مکاری سے ڈرتی ہے۔ کیا میں تم سے کچھ کم ہوں؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "سبھی مجھے شیطان کی خالہ کہتے ہیں، لیکن میں تمھاری خالہ تو نہیں ہوں؟"

اس بات پر ہم دونوں ہنسنے لگے۔ پھر وہ بولی۔ "فرہاد! اس مشین کو تم نے کس طرح چھپایا ہے، ذرا تفصیل سے بتاؤ، اب اسے کس طرح نکالو گے؟"

"یہ تمھیں معلوم ہے کہ میں پُرسا سٹر کے دماغ میں جگہ بنا چکا ہوں۔ اس کے تمام منصوبوں کو سمجھ لیتا ہوں۔ جس رات میں وہ چاروں سوٹ کیس لے کر کار کی ڈکی میں رکھ کر اپنی پناہ گاہ سے نکلا تو میرے ذہن میں پہلے سے یہ بات تھی کہ میرا اگلا قدم کیا ہوگا اور اس اگلے قدم کے لیے میں پہلے ہی پُرسا سٹر کو ٹریپ کر چکا تھا۔ یہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ اپنی رہائش گاہ میں تنہا ہے اور تھوڑی دیر بعد ریڈی میڈ میک اَپ کا سہارا لے کر باہر جانے والا ہے تاکہ اپنے فوجی جوانوں کی سرگرمیوں کا جائزہ لے سکے۔

اِدھر وہ اپنی رہائش گاہ سے نکلا، اُدھر میں اپنی گاڑی میں پہنچ گیا۔ اس کا صرف ایک ملازم تھا جو اس کی عدم موجودگی میں گھر کی نگرانی کرتا تھا۔ میں اس کی آواز سُن چکا تھا۔ ایک رات پہلے ہی نیند کی حالت میں اپنا معمول بنا کر اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ ایک خاص وقت میں اپنے دماغ کے اندر خاص قسم کی آوازیں سُنے گا اور ان کے مطابق عمل کرتا رہے گا۔ میں نے اسی خاص وقت کے مطابق حکم دیا کہ وہ پُرسا سٹر کی رہائش گاہ سے نکل کر میری کار کی طرف آئے۔ وہ آگیا۔ میں نے ڈکی کھولی۔ اسے دو سوٹ کیس تھمائے۔ باقی دو سوٹ کیس میں نے اُٹھا لیے۔ پھر

اس کے ساتھ چلتا ہوا پُرسا سٹر کی رہائش گاہ میں داخل ہوا۔ اس کے بیڈ روم میں پہنچ کر اسٹور روم کو کھولا اور وہاں وہ چاروں سوٹ کیس لے جا کر رکھ دیے۔

اس کا ملازم اب تک میرا معمول ہے وہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر رہے گا۔ اور جب بھی اسٹور روم کی صفائی کرنے جائے گا۔ تو ان چاروں سوٹ کیسوں کو دیکھنے کے باوجود اسٹور روم سے باہر نکلتے وقت بھول جائے گا۔"

سونیا نے پوچھا۔ "آخر اس پر تنویمی عمل کا اثر کتنے دنوں تک رہے گا؟"

"تم صرف اس ملازم کی بات پوچھ رہی ہو جبکہ دوسری رات میں نے پُرسا سٹر کو بھی نیند کی حالت میں اپنا معمول بنا لیا تھا۔ اب وہ خود بھی میرے تنویمی عمل کے زیرِ اثر رہتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کا بیڈ روم اور اسٹور روم ہے، اسے بھی وہاں جانا پڑتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ چار سوٹ کیس اس کی نظروں میں آجائیں۔ لہٰذا اب وہ اس کی نظروں میں آتے ہوئے بھی نہیں آتے۔ وہ اسٹور روم میں جاتا ہے۔ انھیں دیکھتا ہے، لیکن ایسے ہی جیسے کوئی کچرا پڑا ہو۔ پھر وہ باہر نکل آتا ہے کبھی ان چاروں سوٹ کیسوں کی طرف دھیان نہیں دیتا۔"

"لیکن ایسا کب تک ہوگا؟"

"میں نے جناب شیخ صاحب کی ہدایت کے مطابق اب تک رسونتی اور شیبا کو مشین کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ اب انھیں بتاؤں گا کہ کس طرح میں ہر پندرہ دن میں پُرسا سٹر اور اس کے ملازم کو تنویمی عمل کے زیرِ اثر رکھتا ہوں۔ آج کے بعد میرے علاوہ شیبا اور رسونتی بھی ان دونوں پر تنویمی عمل کیا کریں گی۔ اس طرح میرا کام آسان ہو جائے گا۔"

"آئندہ بھی تنویمی عمل جاری رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم اس مشین کو فی الحال وہاں سے نہیں نکالو گے۔"

"کیا ضرورت ہے۔ وہ اُس جگہ محفوظ پڑی ہوئی ہے۔"

"کیا تم نے یہ سوچا کہ پُرسا سٹر تبدیل ہو سکتا ہے اس کی جگہ کوئی دوسرا آسکتا ہے؟"

"جہاں وہ مشین چھپائی گئی ہے، وہ سرکاری رہائش گاہ ہے۔ پُرسا سٹر تبدیل ہو کر اسی رہائش گاہ میں آئے گا۔ اسی سرکاری ملازم سے باتیں کرے گا۔ وہ ملازم اس رہائش گاہ میں آنے والوں کو پُرسا سٹر کی حیثیت سے نہیں جانتا ہے۔ اسے یہ معلوم ہے کہ ایک بہت بڑا فوجی افسر اس بنگلے میں اگر رہتا ہے۔ وہ ملازم ہٹ آنے والے نئے پُرسا سٹر کا خدمت گار رہے۔ اس کے علاوہ میں نے موجودہ پُرسا سٹر کے ذریعے دو تک معلومات حاصل کی ہیں کہ کس طرح پُرسا سٹر کی تقرری ہوتی ہے اور کتنے لوگ اس بورڈ میں شامل ہوتے ہیں جہاں کسی کو پُرسا سٹر بنانے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ میں اس بورڈ کے تمام ممبران کے دماغوں تک پہنچ چکا ہوں۔ آئندہ وہ جسے بھی نیا پُرسا سٹر مقرر کریں گے، میں ان کے ذریعے اس نئے پُرسا سٹر کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا۔"

سونیا میری باتیں سنتی رہی اور سوچتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "مجھے مشین چھپانے کی وہ جگہ کچھ زیادہ پسند نہیں ہے۔ ابھی تو وہ محفوظ ہے۔ آئندہ غیر محفوظ ہو سکتی ہے، لیکن میں یہ بھی نہیں کہوں گی کہ اسے وہاں سے نکال لاؤ۔ اس کے چاروں حصوں کو وہاں سے لانا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ فی الحال اسے وہیں رہنا چاہیے۔ اب بتاؤ، مجھے کیا کرنا ہے؟"

میں اسے اپنا منصوبہ بتانے لگا۔ وہ غور سے سُنتی رہی۔ اس منصوبے پر بحث کرتی رہی۔ آئندہ ہم بڑے آرائشی حالات سے گزرنے والے تھے۔ اسی ملے منصوبے کے ہر پہلو پر تقریباً ایک گھنٹے تک بحث کرتے رہے۔ پھر مطمئن ہو گئے۔ میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔

ٹیکساس شہر کی حدود میں جتنے فوجی جوان اور فوجی افسر مشین کو تلاش کرنے میں کوشاں رہتے تھے، ان میں سب سے اہم افسر بہرام گنگولی تھا۔ جو زخمی ہونے کے بعد اسپتال پہنچ گیا تھا۔ میں نے ایک رات اسے بھی اپنا معمول بنایا تھا۔ اس پر اسی طرح تنویمی عمل کرنے کے بعد یہ باتیں اس کے دماغ میں بھی طرح نقش کر دی تھیں کہ اس کی رہائش گاہ کے سٹور میں چار عدد سوٹ کیس بھی ہیں جنھیں وہ دیکھے گا مگر نظر انداز کرتا رہے گا۔ کبھی ان کی طرف دھیان نہیں دے گا۔

اس کارروائی میں سال بھر گزر چکا تھا۔ بہرام گنگولی کو اپنا معمول بنائے رکھنا ضروری تھا۔ اس لیے میں اس کے زخم بھرنے کا موقع نہیں دیتا تھا۔ ڈاکٹروں کے ذریعے کوئی ایسی دوا استعمال کرا دیتا تھا یا ایسی دوا لگوا دیتا تھا کہ زخم پھر ہرے ہو جاتے تھے۔

اگرچہ میں ٹیکساس شہر سے نکل آیا تھا، لیکن اسی ملک میں تھا اور کبھی فرصت سے بیٹھ نہیں پاتا تھا۔ شیبا اور آمر کو رہائی دلانے کی خاطر مشین کے سلسلے میں ہمہ وقت مصروف رہتا تھا۔ کوئی نہ کوئی چال چلنا پڑتی تھی۔ اس دوران میں نے چار عدد سوٹ کیس بہرام گنگولی کی رہائش گاہ میں پہنچا دیے تھے۔ ان سوٹ کیسوں میں مختلف مشینوں کے کچھ حصے رکھے ہوئے تھے۔ یہ کام کرنے کے لیے مجھے بہرام گنگولی کے ایک خاص ملازم کو بھی ٹریپ کرنا پڑا تھا۔ یعنی ایک طرف پُرسا سٹر اور اس کے ملازم کو اور دوسری طرف بہرام گنگولی اور اس کے ملازم کو ٹریپ کیا تھا۔ اب بہرام گنگولی کو مزید بیمار اور اپنا معمول بنائے رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اب یہ سلسلہ ختم ہونے والا تھا۔

دوسرے دن اعلان ہو گیا کہ مسٹر ان نون اور مسٹر سپراس کے درمیان مکمل سمجھوتا ہو گیا ہے۔ مسٹر سپراس دوسرے دن دس بجے سرٹیفکیٹ کے ساتھ دلدوی تاثر سے روانہ ہوں گے اور دو بجے تک جزیرے میں پہنچ جائیں گے۔ لہٰذا مسٹر فرہاد علی تیمور کو وعدہ پورا کرنا چاہیے اور اس مشین کو کل دو بجے تک جزیرے میں پہنچا دینا چاہیے۔

میں نے پُرسا سٹر کو کمپیوٹر کے ذریعے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے آدمیوں کے ساتھ ٹیکساس شہر سے نکل آیا تھا، لیکن اب اس مشین کے لیے دوبارہ وہاں جانا پڑ گیا۔ کیا مجھے اجازت ہے؟"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ آپ کو میرے ملک کے کسی حصے میں بھی آزادی سے آنے جانے کی اجازت ہے۔"

"میں آج شام کو ٹیکساس پہنچ جاؤں گا۔ کل صبح کی فلائیٹ سے ایجنسز جانا چاہتا ہوں۔ وہاں سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے جزیرے تک جاؤں گا۔ کیا آپ میرے لیے ایک چارٹرڈ طیارے اور ایک ہیلی کاپٹر کا بندوبست کر سکتے ہیں؟"

"تمھارے کہنے سے پہلے ہی سارے انتظامات ہو چکے ہیں۔ میں نے کچھ اور ایسے انتظامات کیے ہیں کہ تم وہاں سے ٹیکساس آؤ گے اور ٹیکساس سے جزیرے تک جاؤ گے تو اپ سیٹلائٹ کے ذریعے مجھ سے رابطہ رہے گا۔ میں تمھیں ٹی وی اسکرین پر دیکھ سکوں گا۔ اور تم مانیٹر ٹی وی پر اپنی باتوں کا جواب سُن سکو گے۔"

وہ مجھے اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلا رہا تھا اور میں اس کے دماغ سے سمجھ رہا تھا۔ اس نے ٹیکساس سٹی میں خفیہ طور پر سراغ رسانوں کا جال بچھا رکھا تھا تاکہ میں جہاں سے بھی مشین روانہ کروں تو وہ جگہ دیکھ لی جائے تاکہ آئندہ وہاں نہ چھپا سکوں۔ جب وہ چار سوٹ کیس برآمد ہو جائیں گے تو پُرسا سٹر کے آدمی کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔ صبر و تحمل سے ان چاروں سوٹ کیسوں کے ایئر پورٹ تک پہنچنے کا انتظار کریں گے۔ میں بورڈنگ کارڈ لے کر دوسری طرف جاؤں گا۔ میرے یہ چاروں سوٹ کیس بگیج ہال سے گزریں گے۔ وہاں انھیں چپکے سے کھول کر دیکھا جائے گا کہ ٹرانسفارمر مشین ہے تو ان پر قبضہ جما لیا جائے گا۔

میرا سامان بگیج روم میں چیک کرنے کے لیے چار ایسے فوجی افسران کو مقرر کیا گیا تھا جن کے مطابق انھیں پورا یقین تھا کہ نہ ہی میں نے ان کی صورت کبھی دیکھی ہے اور نہ آواز سُنی ہے۔ ان چاروں فوجی افسروں کا تعلق صرف پُرسا سٹر سے تھا۔ صرف پُرسا سٹر ہی ان سے گفتگو کرتا تھا اور یہی اس کی کم بختی تھی کہ میں اس کے دماغ کے ذریعے ان چاروں افسروں تک پہنچ چکا تھا۔

میں شام کو ٹیکساس پہنچ گیا۔ وہاں پُرسا سٹر کی جانب سے میری رہائش گاہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ میری وہی گاڑی جو کنگ فرنانڈو نے بھیجی تھی اسے ایئر پورٹ بھیجا گیا تھا۔ میں اس گاڑی میں بیٹھ کر رہائش گاہ تک پہنچا تھا پھر آرام کرنے لگا۔ باہر دور دور تک پتا نہیں کتنے جاسوس سادہ لباس میں نگرانی کر رہے ہوں گے اور اس تاک میں ہوں گے کہ میں کسی وقت بھی نکل کر مشین تک جاؤں گا۔

میں رات دس بجے تک آرام سے کھاتا پیتا رہا۔ رسونتی، شیبا، آمر اور سونیا سے اپنے منصوبوں کے ہر پہلو پر بحث کرتا رہا۔ سونیا

بہت پہلے ہی پیرس سے روانہ ہو چکی تھی۔ میں ہر طرح سے مطمئن ہو کر ہدایات دینے کے بعد سو گیا۔

دوسرے دن صبح سات بجے بیدار ہوا۔ صبح کی ضروریات سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ پھر اپنے نو بجے اس رہائش گاہ سے نکلا۔ اپنی کار میں بیٹھ کر سیدھا بہرام گنگولی کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ جب اسے خبر ملی کہ میں اس کے گھر آیا ہوں۔ تو وہ حیران رہ گیا۔ بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کی خواب گاہ میں پہنچ کر پوچھا۔ "کیسے ہو؟"

"چھ ماہ سے گولیوں کا زخم زہریلا ہوتا جا رہا ہے۔ بڑی تکلیف ہوتی ہے، لیکن اس سے زیادہ تکلیف تمہارے آنے پر ہوئی ہے۔ جانتے ہو، کیوں؟"

"میں سُن رہا ہوں۔ تم بولو۔"

"میرا سب سے پہلا، سب سے آخری اور سب سے زہریلا دشمن میرے گھر آیا اور میں اس کے مقابل دونوں پاؤں پر کھڑا نہیں رہ سکتا۔"

"کوئی بات نہیں بہرام! ابھی تمہاری زندگی ہے اور زندگی کے کسی موڑ پر میرے سامنے اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر آؤ گے۔ ذرا ٹیلی فون یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے سُپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرو۔ اس سے کہو کہ وہ اپنی آواز نہ سنائے، لیکن میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہ سُنتا رہے۔"

بہرام گنگولی نے کسی سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے کہا۔ "میں بہرام بول رہا ہوں۔ اس وقت فرہاد علی تیمور میرے سامنے میرے کمرے میں موجود ہے اور وہ کچھ کہنا چاہتا ہے اور جو کہنا چاہتا ہے اسے سُپر ماسٹر کو بھی سُنانا چاہتا ہے۔ لہٰذا ایسے انتظامات کرو کہ یہاں کی بات وہاں تک پہنچ جائے۔"

تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "مسٹر بہرام گنگولی! سُپر ماسٹر از آن دی لائن۔ مسٹر فرہاد سے کہو، گفتگو شروع کرے۔ سُپر ماسٹر سُنتا رہے گا۔"

میں نے کہا۔ "بہرام گنگولی! جب میں یہاں سے چلا ہوں گا تو تمہارے زخم بھرنے لگیں گے اور تم اپنے پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل ہو جاؤ گے۔"

بہرام نے پوچھا۔ "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"صاف ظاہر ہے۔ ڈاکٹر جو دوائیں تمہیں دیتے تھے، میں ان میں تبدیلی کر دیا کرتا تھا۔ اب ایسا نہیں کروں گا۔"

اس نے غرا کر پوچھا۔ "تم ایسا کیوں کر رہے تھے؟"

"ذرا تحمل سے سنو۔ تم نے ایک بار میرے آدمیوں کو گالیاں دی تھیں جس کے نتیجے میں تمہیں گولی مارنا پڑی، پاؤں سے معذور کر دینا پڑا۔ اس طرح میں دو مقاصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ایک تو تمہیں جسمانی طور پر معذور کر دینا، دوسرے یہ کہ تمہیں معذور بنا کر تمہارے دماغ کو کمزور بنا کر میں ہر پندرہ دن کے بعد تمہارے دماغ کو کمزور بناتا رہوں گا۔ اس طرح تمہارا دماغ کمزور ہوتا جائے گا۔ تم اپنے آدمیوں سے گالی گلوچ کرنا بھول جاؤ گے۔ تمہارے دماغ کی کمزوری سے میں فائدہ اٹھاؤں گا۔ تمہارے دماغ میں اپنی مرضی کے خیالات ٹھونستا رہوں گا۔ اب سمجھ گئے؟"

بہرام نے غرا کر کہا۔ "تم نے مجھے دھوکا دیا۔ تم نے مجھے دھوکا دیا۔"

"ہاں، میں نے تمہیں دھوکا دیا۔ اب تم کیا کر لو گے؟"

"میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا۔"

"ایسا کرنے کی کوشش کرو۔ میں تمہارے دماغ کو کمزور بنا کر تمہیں اپنا غلام بنا لوں گا۔ تم میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے۔ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤ

"مجھے واپس رہائش گاہ تک پہنچنے میں ایک گھنٹا لگے گا۔ اس سے پہلے میری ایک وارننگ سپر ماسٹر تک پہنچا دو۔ میں جس طیارے میں جا رہا تھا اور جو سیٹ نمبر مجھے اس بورڈنگ کارڈ میں مل چکا تھا۔ میں اسی سیٹ پر بیٹھ کر اسی طیارے میں جاؤں گا اور جب تک نہیں جاؤں گا وہ طیارہ اسی رن وے پر کھڑا رہے گا۔ خواہ مجھے یہاں سے جانے میں ہفتہ، مہینہ یا سال لگ جائے۔ اگر یہ طیارہ یہاں سے حرکت کرے گا تو اس کی ذمے داری آپ لوگوں پر عائد ہوگی۔ میں آ رہا ہوں۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ سیکورٹی آفیسر کے دفتر سے نکل کر ویٹنگ روم سے گزرتا ہوا ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر جانے لگا۔ یہ ٹیکساس شہر مشین کے سلسلے میں ایک اہمیت اختیار کر رہا تھا۔ اب اسی شہر میں نئے معاملات زیر بحث آنے والے تھے۔ اور نئے لرزہ خیز واقعات جنم لینے والے تھے۔ میں اسی رہائش گاہ میں واپس پہنچ گیا۔ وہاں سپر ماسٹر سے گفتگو کرنے کے انتظامات کر دیے گئے تھے۔ میں نے کمپیوٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے سپر ماسٹر سے کہا۔ "سوری! ابھی فرہاد صاحب اور رسونتی صاحبہ جزیرے میں مصروف ہیں۔ میں آپ کی باتوں کا معقول جواب نہیں دے سکوں گا۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "آپ نے فون کے ذریعے دھمکی کیوں دی؟"

"میں نے نہیں، فرہاد صاحب نے دی اور چلے گئے۔ ظاہر ہے، وہاں شیبا اور آمر اور زیادہ مصائب میں گرفتار ہونے والے ہیں۔ وہاں سب کو مشین کا انتظار ہوگا۔ جب تک مشین نہیں پہنچے گی، شیبا اور آمر کی رہائی ممکن نہ ہوگی اور جب تک مشین یہاں سے نہیں جائے گی، وہ طیارہ بھی رن وے سے حرکت نہیں کرے گا۔ اگر کرے گا تو بہت دور نہیں جا سکے گا۔ تمام مسافروں کے ساتھ تباہ ہو جائے گا۔ یقین نہ ہو تو اس چیلنج کو آزما کر دیکھ لو۔ اب فرہاد کا انتظار کرو اور مجھے آرام کرنے دو۔ وٹس آل۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی اور آمنہ کے پاس پہنچ گیا۔ مسٹر ان نون کو اطلاع ملی تھی کہ آمر پہنچنے ہی والا ہے۔ اس نے بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے تھے اور یہ صاف طور سے کہہ دیا گیا تھا کہ آمر جس ہیلی کاپٹر میں آ رہا ہے، وہ جزیرے کے عین وسط میں آئے گا، لیکن جزیرے کی زمین پر نہیں اترے گا۔ کچھ بلندی پر رہے گا۔ آمر اور مسٹر سر پاس سیڑھی کے ذریعے نیچے اتریں گے۔ کسی تیسرے شخص کو اترنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر واپس چلا جائے گا۔

شیبا اور آمنہ ایک گاڑی میں مسٹر ان نون کے ساتھ بیٹھ کر جزیرے کے وسط میں آئی تھیں۔ وہاں گھنے جنگلات کے درمیان ایک کھلا میدان سا تھا۔ وہیں ہیلی کاپٹر آنے والا تھا۔ میں نے آمنہ

کے ذریعے دیکھا۔ چاروں طرف مسلح جوان تیار کھڑے ہوئے تھے۔ بلندی پر بھی وہ نظر آ رہے تھے۔ کئی جگہ طیارہ شکن توپیں نصب کی جا رہی تھیں۔ یعنی اس جزیرے کے حصے میں آنے والا کوئی ہیلی کاپٹر یا طیارہ بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔ اور کوئی شخص وہاں اترنے کے بعد اس سے فرار نہیں ہو سکتا تھا۔

پھر دور کہیں سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دینے لگی۔ سب لوگ ہوشیار ہو گئے۔ آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک ہیلی کاپٹر دور سے گھومتا ہوا آ رہا تھا۔ اس کا پائلٹ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ "مسٹر ان نون! ہم پہنچ رہے ہیں۔ آپ بتائیں ہیلی کاپٹر کو کہاں پہنچانا ہے؟"

مسٹر ان نون نے کہا۔ "ہمارا ایک سگنل میں دونوں ہاتھ میں جھنڈیاں لیے تیار کھڑا ہے۔ اس کے قریب آ کر نیچی پرواز اور سیڑھی کو زمین کی طرف لٹکا دو۔ ہمارے آنے والے مہمانوں کو، ان کی تعداد دو سے زیادہ نہ ہو۔"

پائلٹ نے کہا۔ "آپ کو یہ سن کر اور زیادہ اطمینان ہوگا دو نہیں، صرف ایک مہمان آ رہا ہے۔ مسٹر سر پاس اچانک بیمار ہو گئے ہیں۔ آپ مسٹر آمر کا استقبال کریں۔"

اتنے میں وہ ہیلی کاپٹر قریب آ چکا تھا۔ سگنل مین کی طرف نیچی پرواز کر رہا تھا۔ سیڑھی نیچے کی طرف لٹکا دی گئی تھی۔ سگنل سر اوپر کو اٹھے ہوئے تھے۔ آمر مستعبل سنبھل کر سیڑھی سے اتر رہا تھا۔ نیچے کی طرف آ رہا تھا۔ اس نے کینوس کی جیکٹ، جینز پتلون اور جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ سر پر ہیلمٹ تھا۔ تیزی سے گھومتے ہوئے پنکھے کی وجہ سے آس پاس کے درخت شور مچا رہے تھے۔ جیسے آندھی چل رہی ہو۔ گرد بھی پھیلتی جا رہی تھی۔ وہاں کا ماحول دھندلا گیا تھا۔ مسٹر ان نون اور اس کے مسلح آدمی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہیلی کاپٹر سے اترنے والے آمر کو دیکھتے جا رہے تھے۔ پھر وہ کود کر زمین پر آ گیا۔ ہیلی کاپٹر کی سیڑھی اوپر جانے لگی۔ وہ پرواز کرتا ہوا وہاں سے دور چلا گیا۔ گرد کا دھندلکا چھٹنے لگا۔ آمر کے سامنے میدان کے وسط میں وہ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اپنے سر کی جانب لے جا کر ہیلمٹ کو اتارا اور پھر اسے ایک طرف پھینکا تو سب ہی چونک گئے۔ سونیا اپنی زلفوں کو جھٹک کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی ہوئی تھی۔

شیبا نے اسے دیکھتے ہی زوردار قہقہہ لگایا۔ آمنہ نے بلند آواز سے کہا۔ "مسٹر ان نون! ابھی مسٹر فرہاد میرے دماغ میں کہہ رہے ہیں، ہماری لُنت میں ٹرانسفارمر مشین کا مطلب ہے سونیا۔ وہ سونیا جو دشمنوں کو زندگی سے موت کی طرف ٹرانسفر کرتی ہے۔ اسے روک سکتے ہو تو روک لو۔ آج یہ تمہارے بیچ چھپی ہوئی سپر طاقت کو پردے سے باہر ٹرانسفر کرنے آئی ہے۔

بظاہر

یہ حماقت تھی۔ سونیا کو اس جزیرے میں نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔ ہم اچھی طرح جانتے تھے، وہاں کتنے سخت انتظامات تھے۔ جزیرے کے چاروں طرف شین گنیں اور طیارہ شکن توپیں نصب تھیں۔ مسٹر ان نون نے آرمر کا استقبال کرنے کے لیے اور بھی سخت حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ جس میدان میں سونیا اکیلی کھڑی ہوئی تھی، وہاں چاروں طرف کلاشنکوفیں اور شین گنیں نظر آ رہی تھیں۔ سونیا لاکھ قسمت کی دھنی سہی، اس نے بارہا اپنی طرف آنے والی موت کا رُخ پھیر دیا تھا لیکن اس بار موت کہیں ایک دو طرف سے نہیں، چاروں طرف سے آ رہی تھی، وہ بس جگہ بڑی شان سے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی تھی، وہیں اس کی قہر بن سکتی تھی لیکن ہم نے بھی اپنے طور پر کچھ انتظامات کیے تھے۔ سونیا نامعاند موت کے جزیرے میں چھلانگ نہیں لگائی تھی پچھلے ایک برس دو ماہ سے شیبا اور آمنہ اس جزیرے میں قید تھیں۔ اس جزیرے میں ہم نے وادیٔ قاف سے آنے والے پندرہ گوریلوں کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنایا تھا، وہ پندرہ افراد اس طویل عرصے میں مارے گئے تھے لیکن اسی طویل عرصے میں ہم نے مسٹر ان نون کے آدمیوں کو اپنا فرماں بردار بنانا شروع کیا تھا۔ جو بھی ہماری ٹیلی پیتھی کی زد میں آتا، ہم اسے سمجھاتے تھے کہ اسے ان نون کی وفاداری کرتے ہوئے حرام موت مرنے نہیں دیں گے۔ اس کی حفاظت کریں گے اور اگر اس نے انکار کیا تو ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے مارا جائے گا۔ اس طرح ہم نے رفتہ رفتہ چالیس مسلح افراد کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا لیا تھا۔

ان چالیس میں سے کچھ کا تعلق اس گودام سے تھا جہاں اسلحے کا ذخیرہ کیا گیا تھا۔ کچھ کا تعلق طیارہ شکن فوجی دستوں سے تھا۔ اس جزیرے میں تقریباً پچیس شین گنیں تھیں جن میں سے دس شین گنیں ہمارے وفاداروں کے پاس رہا کرتی تھیں۔

اور تو اور مسٹر ان نون کے دو خاص باڈی گارڈ جو اس کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے، وہ ہمارے اپنے آدمی بن چکے تھے۔ ہم اگر چاہتے تو مسٹر ان نون کو بہت پہلے ختم کر چکے ہوتے یا اس کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جاتے لیکن اس طرح شیبا اور آمنہ کے لیے خطرات پیدا ہو جاتے۔ ہم بڑی سہولت سے جزیرے میں دور تک سرنگ بناتے چلے جا رہے تھے۔ جس بڑی طاقت نے بھی مسٹر ان نون کی خدمات حاصل کی تھیں، اس نے بڑی دانش مندی کا ثبوت دیا تھا۔ ان نون بہت ہی محتاط رہنے والا شخص تھا۔ اس کے کاٹیج میں اس کے دونوں باڈی گارڈ بھی داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ کچن میں وہ خود جاتا تھا۔ ایک پیالی چائے بھی خود بنا کر پیتا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ ہم اس کے کسی آدمی کو ٹریپ کر کے اس کے کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی ایسی دوا ملا سکتے ہیں جو اس کے دماغ کو کمزور بنا دیتی۔

یہی وجہ تھی کہ ہم نے ایک برس دو ماہ میں وادیٔ قاف میں ماسک مین کے طلسم کو توڑ دیا تھا۔ اس جزیرے کے اندر دور تک اپنے قدم جما لیے تھے۔ صرف مسٹر ان نون کے اندر پہنچنے میں ناکام رہے تھے لیکن اب اس کی بھی شامت آ گئی تھی۔

اس نے دور کھڑی ہوئی سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد تمہاری جیسی بھیڑ بکریوں کو پالتا ہے پھر اپنا کام نکالنے کے لیے ہم قصائیوں کے سامنے دھکیل دیتا ہے۔ خود دور بیٹھا آرام سے تماشا دیکھتا رہتا ہے۔ کیا تم لوگوں کو اپنی حماقت کا احساس نہیں ہوتا؟"

"قصائی ہو تو فرہاد کی بھیڑ کو فوراً ذبح کر دو۔ کہیں میں بھیڑ سے بھیڑیا نہ بن جاؤں۔"

"میری آنکھ کے ایک اشارے پر میرا ایک ادنیٰ سا سپاہی تمہیں گولی مار دے گا۔ تم نے آج تک ناقابلِ شکست ہونے کا حیرت انگیز ریکارڈ قائم کیا ہے۔ اپنی مکاریوں سے خوفناک تنظیموں کو دہشت زدہ کر رکھا ہے۔ یہ سب کچھ پل بھر میں فنا ہو جائے گا لیکن میں تمہیں زندگی کی تھوڑی سی سانسیں خیرات کر رہا ہوں۔ بازی میرے ہاتھ میں ہے، دنیا کی تمام سپر طاقتیں اور تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہاں سے تمہیں زندہ سلامت نہیں لے جا سکیں گے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "تم مجھے کچھ دیر کیوں زندہ رکھنا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارے ذریعے فرہاد سے پوچھ رہا ہوں۔ اس نے وعدہ خلافی کیوں کی؟"

سونیا نے کہا۔ "اس نے وعدہ پورا کیا ہے۔ میں ٹرانسفارمر مشین ہوں، تمہارے پیچھے چھپی ہوئی سپر طاقت کو ٹرانسفر کر کے سامنے لاؤں گی۔ اب دیکھو میں اسے کس طرح بے نقاب ہونے پر مجبور کرتی ہوں۔"

سونیا نے اپنی دونوں مٹھیاں بند کیں، انھیں فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ "ان مٹھیوں میں دس انگلیاں ہیں۔ میں ایک ایک انگلی اٹھاؤں گی اور جزیرے پر باری باری قیامت گزرے گی۔"

پھر اس نے کہا۔ "ون..."

اس کے ساتھ ہی اس نے ایک انگلی اٹھائی۔ دور دور تک کھڑے مسلح افراد کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ اس کے "ون" کہنے کے چند سیکنڈ بعد ہی ایسا لرزہ خیز دھماکا ہوا کہ جزیرے کی زمین لرزنے لگی۔

یہ میں نے اور سونیا نے پہلے ہی طے کر لیا تھا کہ کس طرح مسٹر ان نون پر دہشت طاری کی جائے گی۔ اسلحے کے گودام پر ڈیوٹی دینے والے دو شخص ہمارے وفادار تھے۔ میں نے ان کے ذریعے ایسے انتظامات کیے تھے کہ ادھر سونیا ایک کے اور اُدھر پلا دھماکا شروع ہو، ان میں سے ایک وفادار نے آدھ گھنٹا پہلے ہی اسلحے کے گودام میں جا کر جگہ جگہ پٹرول چھڑک دیا تھا۔ کچھ کپڑے پٹرول میں بھگو کر اِدھر اُدھر پھینک دیے

تھے۔ جب دھماکا ہوا تو پیٹرول میں آگ لگی پھر وہ آگ پورے اسلحے کے گودام میں پھیلتی چلی گئی۔ یکے بعد دیگرے دھماکے ہونے لگے۔ مسٹر اَن نون نے چیخ کر کہا "یہ میرے خلاف سازش ہے۔ فرہاد کسی سپر طاقت کے ساتھ مل کر بڑے منظم حملے کر رہا ہے۔ میں شیبا کو اور سونیا کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں حکم دیتا ہوں۔۔۔"

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ بات ادھوری رہ گئی۔ پیچھے کھڑے ہوئے دونوں باڈی گارڈز میں سے ایک نے ریوالور اس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا "سر! میں مجبور ہوں ـــــ یہ ریوالور میں نے نہیں فرہاد نے رکھا ہے اور وہی گولی بھی چلوا دے گا۔ لہٰذا حکم دو کہ سونیا، شیبا اور آمنہ پر کوئی آنچ نہ آئے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ اس کے جاسوس یکے بعد دیگرے دوڑتے آ رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے "پورا اسلحے کا گودام تباہ ہو رہا ہے۔ وہاں پھیلی ہوئی آگ پر قابو پانا ممکن نہیں ہے۔"

سونیا نے کہا "ابھی میں نے ایک انگلی اٹھائی ہے، جب دوسری اٹھاؤں گی تو اس جزیرے کی تمام طیارہ شکن توپیں سمندر میں جا گریں گی۔ بولو یہ تماشا بھی دکھاؤں؟"

میں خیال خوانی کے ذریعے کبھی سونیا کے پاس اور کبھی مسٹر اَن نون کے باڈی گارڈ کے پاس موجود رہتا تھا۔ شیبا وہاں جسمانی طور پر موجود تھی لیکن وقفے وقفے سے خیال خوانی کرتی ہوئی ان وفاداروں کے پاس پہنچ رہی تھی جو طیارہ شکن توپوں کے چار اہم مورچوں کو تباہ کرنے کے لیے بالکل تیار تھے۔ انھیں صرف ہمارے حکم کا انتظار تھا۔

ہم نے اسلحے کے گودام کو تباہ کر کے مسٹر اَن نون کی کمر توڑ دی تھی لیکن وہ اتنی جلدی یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ ایسی تباہی آ چکی ہے۔ اس کے اپنے جاسوس اس کی تصدیق کر رہے تھے۔ وہ ابھی کشمکش میں تھا کہ سونیا نے دوسری انگلی اٹھا کر کہا "لو۔۔۔"

اس کے ساتھ ہی شیبا، رسوتی اور آمر ان تمام وفادار دل کے پاس پہنچ گئے جو طیارہ شکن توپوں کے چار اہم مورچوں کو نشانے پر رکھے ہوئے تھے۔ ان کی طرف سے حکم ملتے ہی انھوں نے حملہ شروع کر دیا۔ ان توپوں کا رُخ سمندر کی طرف تھا۔ اس کا رُخ موڑنے میں جتنی دیر ہوتی، اتنی دیر میں جزیرے کے اندرونی حصّے سے مشین گنوں سے حملے ہونے لگے۔ ان توپوں کی نگرانی کرنے والے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کے اپنے آدمی کبھی ان پر ٹوٹ پڑیں گے، جس کے نتیجے میں وہ اپنی جانیں گنوا بیٹھے تھے۔

ذرا سی دیر میں ایک جاسوس نے موٹر سائیکل پر تیزی سے آتے ہوئے دور سے چیختے ہوئے کہا "سر! ہماری وہ طیارہ شکن توپ جو پہاڑی چٹان کے اوپر رکھی ہوئی تھی، اسے سمندر میں پھینک دیا گیا ہے۔"

پھر ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اَن نون نے ٹرانسمیٹر پر بات کرتے ہوئے کوڈ ورڈ دہرائے۔ پھر پوچھا "کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے اطلاع ملی، ان کی دو طیارہ شکن توپیں مختلف پہاڑیوں پر سمندر کے رُخ پر چھپا کر رکھی گئی تھیں، انھیں سمندر میں پھینک دیا گیا ہے۔

اسی طرح اسے چوتھی طیارہ شکن توپ کے بھی سمندر میں گرنے کی اطلاع ملی۔ سونیا نے کہا "میں پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ طیارہ شکن توپیں سمندر میں جا گریں گی۔ کیا اب میں تیسری انگلی اٹھاؤں؟"

اَن نون نے جلدی سے ہاتھ اٹھا کر کہا "نہیں! رُک جاؤ۔ میں مان گیا۔ تم لوگوں نے جنگی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ پہلے اسلحے کا گودام تباہ کیا اور اب طیارہ شکن توپوں کو سمندر میں گرا رہے ہو۔ اب ہمارے پاس محدود اسلحہ رہ گیا ہے۔ باقی طیارہ شکن توپیں بھی تباہ ہو جائیں گی تو ہوائی حملوں کے لیے راستہ کھل جائے گا۔"

سونیا آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "اگر تمھیں مزید تباہی منظور نہیں ہے تو آؤ، دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ۔"

اس نے سامنے پہنچ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا، پھر اَن نون نے پوچھا "کیا یہ دوستی ہمیں ٹرانسفارمر مشین تک پہنچائے گی؟"

"بے شک پہنچائے گی لیکن اس کے لیے ہمارے درمیان کچھ سودے بازی ہو گی۔"

اَن نون نے کہا "مجھے منظور ہے۔"

اس نے سونیا سے ہاتھ ملایا۔ اب سے پہلے اَن نون کو شاید نہیں معلوم تھا کہ گرم جوشی سے کس طرح مصافحہ کیا جاتا ہے۔ آج پتا چلا، گرم جوشی اسے کہتے ہیں کہ مصافحہ کرتے ہی ہاتھ گرم ہو جائے، ایک ہلکی سی جُھنجھناہٹ کا احساس ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہاتھ گرم ہوا پھر وہ حرارت دماغ تک پہنچ گئی۔ وہ کھڑے ہی کھڑے ایک طرف گرنے لگا تھا، دونوں باڈی گارڈز نے اسے سنبھال لیا۔ میں نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی، پھر دماغ میں پہنچ کر اس میں اتنی توانائی پیدا کی کہ وہ دونوں پیروں پر کھڑا رہنے کے قابل ہو گیا۔ میں نے اس کے ذریعے بلند آواز سے کہا "ہم نے آپس میں دوستی کر لی ہے لہٰذا تم سب اپنے اپنے محاذ کی طرف جاؤ۔ ہم کامیابی کی طرف جائیں گے۔"

اس کے حکم سے دو گاڑیاں قریب آ کر رُک گئیں۔ وہ ایک گاڑی میں سونیا اور اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جس لمحے میں اس کا دماغ کمزور ہوا تھا، اس لمحے سے لے کر اس کے گاڑی میں جا کر بیٹھنے تک صرف پانچ منٹ گزرے تھے۔ ان پانچ منٹوں میں ہم نے اس کے پیچھے چھپے ہوئے مکاروں کو اچھی طرح پہچان لیا۔

آخر وہ اعلیٰ حکام بے نقاب ہو گئے۔

اسرائیلی حکومت کے اہم شعبوں سے تعلق رکھنے والے اعلیٰ حکام ایک لمبی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک طرف دیوار پر بڑی سی اسکرین تھی۔ اس پر کمپیوٹر کے ذریعے تحریر ابھر رہی تھی اور وہ معلوم کر رہے تھے کہ جزیرے میں کیا ہو رہا ہے۔

جب سے ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ان کی دوستی ہوئی تھی، وہ ہمارے سامنے بے نقاب ہو گئے تھے۔ ہم سے نہ چھپتے تھے نہ ہمارے سامنے گونگے بہرے بنتے تھے۔ انھوں نے ہمارے سامنے جیسے دل کھول کر رکھ دیے تھے۔ شیبا اس بات سے بہت خوش تھی۔ وہ سونیا، رسوتی اور جناب شیخ الفارس سے بار بار کہہ چکی تھی "میری قوم کے لوگ اپنی زبان کے دھنی ہیں۔ اپنی طرف سے دوستی نبھانا خوب جانتے ہیں۔"

میں، رسوتی، شیبا اور سونیا سبھی تل ابیب جا چکے تھے۔ ہم سے واقعی کوئی نہیں چھپتا تھا، صرف بلانڈ کلب والے ایسے تھے جنھیں ہم نہیں جانتے تھے بلکہ وہاں کے اعلیٰ حکام بھی ان کے متعلق شاید ہی جانتے ہوں۔ میں نے پہلے دونوں اسرائیلی حکومت کے زیرِ سایہ ایک بلانڈ کلب کا ذکر کیا تھا۔ یہی بلانڈ کلب اہم مسائل کے حل پیش کرتا تھا، اہم منصوبے بناتا تھا اور ان منصوبوں پر عمل کرنے کے طریقۂ کار متعین کرتا تھا۔

بلانڈ کلب والوں نے ہی اسرائیلی حکام کو مشورہ دیا تھا کہ دہلی سے پیرس جانے والے پارس کو جہاز سمیت اغوا کرنا چاہیے۔ اس بات پر فرہاد اور اس کی ساتھی عورتیں تلملائیں گی، جھگڑا کریں گی لیکن دور رس نتائج سمجھتا ہو جائے گا۔ بلانڈ کلب والوں نے دوستی کرنے کا طریقۂ کار منتخب کر دیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح اسرائیلی حکام سے ہماری دوستی ہو گئی تھی۔

بلانڈ کلب کے ممبران غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے۔ انھوں نے ہماری دوستی سے پہلے ہی وہ جزیرہ ایک سرمایہ دار سے خرید لیا تھا، وہاں ایسے مسلح جنگجو افراد کو جمع کر رہے تھے جو دنیا میں بالکل تنہا تھے، لڑنے کے ماہر تھے۔ ان پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار اثر نہیں کر سکتا تھا اور جو لڑنے کے ماہر نہیں تھے لیکن بہترین صلاحیتیں رکھتے تھے، انھیں بھی اس جزیرے میں لا کر رکھا گیا تھا۔ انھیں اچھی خاصی ٹریننگ دی جاتی تھی۔ یہ سب کچھ مسٹر اَن نون کر رہا تھا۔ بلانڈ کلب والوں نے اسے ان معاملات کے لیے منتخب کیا تھا۔

یہ ساری تیاریاں اسرائیلی نمائندے سے ہو رہی تھیں۔ بلانڈ کلب والوں نے اپنے حکام کو یقین دلایا تھا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین ہمارے ہاتھ آئے گی۔ اس بارے میں نہ وہ کچھ بتائیں گے اور نہ اس معاملے میں اسرائیلی حکام یا عوام کو شامل کریں گے ـــ اعلیٰ حکام اچھی طرح سمجھتے تھے کہ بلانڈ کلب کے منصوبے کبھی ناکام نہیں ہوتے۔ جب ہر ماہ کروڑوں ڈالر کہیں خرچ کیے جا رہے ہیں تو یقیناً وہ مشین ہمارے ہی ہاتھ آنے والی ہے۔

میں نے جس روز مشین کو جزیرے میں پہنچانے کا وعدہ کیا تھا، اسی روز وہ تمام اعلیٰ حکام ایک لانبی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے اس بڑی سی اسکرین کی طرف دیکھ رہے تھے اور تازہ ترین معلومات حاصل کر رہے تھے۔ وہ اب بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ جزیرہ بلانڈ کلب والوں نے حاصل کیا ہے اور مشین حاصل کرنے کے لیے وہ سارا کھیل کلب والے کھیل رہے ہیں۔ ویسے وہ اتنے نادان بھی نہیں تھے، سمجھ رہے تھے کہ جب مشین جزیرے میں پہنچائی جا رہی ہے اور اس سلسلے میں بلانڈ کلب والے بالکل خاموش ہیں تو انھیں کسی حد تک یقین ہونے لگا تھا کہ مشین ان کے ہی ہاتھ آنے والی ہے۔

وہ بظاہر شیبا کے اغوا پر چیخ رہے تھے۔ بڑی طاقتوں کو لعن طعن کر رہے تھے لیکن یہ بھی سوچ رہے تھے کہ اگر مشین حاصل کرنے کے لیے شیبا کو اغوا کیا گیا ہے تو کوئی بات نہیں، وہ ایسی ہزاروں شیباؤں کی قربانی دے سکتے ہیں۔ بے شک کلب والوں نے بہت ہی ذہانت سے منصوبہ بنایا تھا۔ وہ ایک طرف شیبا کو اغوا کر کے مشین حاصل کر رہے تھے، دوسری طرف معصوم بنے ہوئے تھے۔ جب مشین حاصل ہو جاتی اور ان کے قبضے میں آ جاتی تو وہ شیبا کے ذریعے اپنے خاص آدمیوں کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی منتقل کر لاتے۔ اس وقت تک وہ انجان اور معصوم بنے رہتے۔ اسی طرح شیبا کی واپسی کے لیے چیخ و پکار کرتے رہتے۔ بڑی طاقتوں کو لعن طعن کرتے رہتے کہ ان کی قوم کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی اغوا کی گئی ہے اور اس کی بازیابی کے لیے بڑی طاقتیں کچھ نہیں کر رہی ہیں۔

جب شیبا کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر اپنے خاص آدمیوں کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی منتقل کرانے کے بعد انھیں کامیابی کا یقین ہو جاتا تب وہ انکشاف کرتے کہ یہ ساری چالیں اسرائیلی حکام کی جانب سے تھیں اور اس کی کامیابی کا سہرا بلانڈ کلب والوں کے سر ہے۔ اس انکشاف کے بعد اگر شیبا ناراض ہوتی تو ان کا کچھ نہ بگڑتا۔ وہ شیبا کو قید کر دیتے یا سزائے موت دے دیتے۔ رہ گئے فرہاد اور رسوتی تو ان کے مقابلے پر ان کے کتنے ہی آدمی ٹیلی پیتھی سیکھ چکے ہوتے۔ مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنانے کے لیے ٹرانسفارمر مشین ان کے پاس ہمیشہ موجود رہتی۔

ہم چھوٹے بڑے تمام ممالک کے رازوں سے واقف رہنے کے باوجود سیاست سے دور رہتے ہیں۔ اس کے باوجود دوسرے ہمیں سیاسی معاملات میں گھسیٹتے رہتے ہیں۔ پہلے ہم ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطانوں کو پیدا ہونے سے روک دینا چاہتے تھے۔ ان لوگوں کی سیاست نے ہمیں سمجھایا کہ ٹرانسفارمر مشین کو برباد نہیں کرنا چاہیے۔ اسے کسی طرح بھی حفاظت سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دینا چاہیے۔ ہم اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے

والے شیطان نہیں بلکہ صحیح معنوں میں ایسے انسان پیدا کریں گے جو انسانیت کی خدمت کر سکیں گے۔

ہماری زندگی دشمنوں سے جنگ کرتے ہوئے گزر رہی تھی۔ ہم دونوں پارس کے متعلق سوچا رکھا تھا کہ ان کے ساتھ ایسا نہیں ہو گا۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی سیکھ لیں گے تو اپنی زندگی کو صرف دکھی انسانیت کے لیے وقف کر دیں گے۔

بہر حال یہ بعد کی باتیں ہیں۔ اس وقت تو اس لانبی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے اسرائیلی حکام ڈی اسکرین کے ذریعے تازہ ترین معلومات حاصل کر رہے تھے اور دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے۔ پھر ان کی خوشی... اچانک ہی نابود ہو گئی۔ پتا چلا، جس ہیلی کاپٹر کے ذریعے آرمر جزیرے میں اتارا جانے والا تھا اس کی جگہ سونیا پہنچ گئی ہے۔ سونیا کا نام ہی ایک زلزلہ ہوتا تھا۔ کجا یہ کہ وہ مشین سے پہلے وہاں پہنچ گئی تھی، پھر زلزلے کیوں نہ آتے۔ تھوڑی دیر بعد ہی پتا چلا کہ وہاں لرزہ خیز دھماکے ہو رہے ہیں۔ جزیرے کے ایک بڑے حصے میں سرخ آگ کے شعلے اور سیاہ دھوئیں کے بادل دکھائی دے رہے تھے۔

بلائنڈ کلب والے پچھلے دس ماہ سے خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے۔ چپ چاپ اسرائیلی خزانے سے کروڑوں ڈالر لیتے جا رہے تھے۔ جب انھوں نے شیبا کو اغوا کیا تب بھی اسرائیلی حکام کو کچھ نہ بتایا۔ جب آرمر دوسروں کے ذریعے اغوا کیا گیا تو اس وقت بھی خاموش رہے۔ آرمر اور شیبا کے سلسلے میں سمجھوتا ہوتا رہا کہ انھیں وادیٔ قاف یا جزیرے میں ایک جگہ رکھ کر فرہاد سے مشین منگوائی جائے۔ ایسے وقت بھی کلب والے خاموش رہے پھر پتا چلا کہ مسٹر اَن نون اور مسٹر مرباس کے درمیان سمجھوتا ہو گیا ہے اور آرمر جزیرے میں پہنچایا جا رہا ہے لیکن جب آرمر کی جگہ سونیا پہنچ گئی اور وہاں دھماکے ہونے لگے تو اچانک ہی اسکرین پر یہ تحریر ابھری کہ بلائنڈ کلب والے اعلیٰ حکام سے مخاطب ہو رہے ہیں۔

تمام اسرائیلی حکام اپنی اپنی جگہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ یقیناً کوئی اہم اطلاع ملنے والی تھی اور وہ اہم اطلاع یہ تھی کہ جزیرے کا ماسٹر اَن نون ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں آ چکا ہے اور بلائنڈ کلب والے بازی ہار چکے ہیں۔ اب یہ بھید جلد ہی کھلنے والا ہے کہ شیبا کے اغوا میں بلائنڈ کلب والوں کا ہاتھ ہے۔ اب فرہاد، رسونتی، شیبا اور سونیا وغیرہ کا غصہ اسرائیلی حکام پر اُترے گا۔

یہ اطلاع ملتے ہی ان پر یوں سکتہ طاری ہو گیا جیسے وہ جیتے جی مر گئے ہوں۔ اب ان کی آنکھوں کے سامنے موت کی تاریکی تھی۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے، شیبا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان سب کے دماغوں میں پہنچے ہوئے ہیں۔ کوئی کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے، وہ ٹیلی پیتھی کے دوش پر آنے والی موت سے نہیں چھپ سکیں گے۔

ایک اعلیٰ افسر نے کمپیوٹر کے ذریعے غصّے کا اظہار کیا: "بلائنڈ کلب والوں سے مخاطب ہوں۔ کیا انھیں اس حماقت کا احساس ہے ان کی غلط پلاننگ کی وجہ سے ہم سب موت کے منہ میں جانے والے ہیں۔ یہاں کا ایک اعلیٰ عہدے دار، فوج کا ایک اعلیٰ افسر بھی ہے۔ کلب والوں کے ہاتھوں زندہ نہیں بچے گا۔"

بلائنڈ کلب والوں کی طرف سے جواب ملا: "ہم نے کوئی غلط پلاننگ نہیں کی۔ یہ فرہاد کی زندگی میں پہلا موقع آیا تھا جب اس کی ساتھی عورتیں ایک برس دو ماہ تک جزیرے میں قیدی کی زندگی گزار رہی تھیں۔ وہ انھیں وہاں سے نکالنے میں ناکام رہا تھا۔ ہماری پلاننگ کے باعث تمام سپر طاقتیں حیران اور پریشان ہو گئی تھیں اور سب یقین تھا کہ ہم کامیاب ہونے والے ہیں اور ہم کامیاب ہو رہے تھے ایسے میں ناکامی مقدر بن جائے تو ہماری پلاننگ میں کوئی کھوٹ نہیں نکالا جا سکتا۔"

کلب والوں کی جانب سے دوسری تحریر ابھری: "ہم پیش کش کرنے والے خطرات سے آگاہ کرتے ہیں، آپ لوگ حفاظتی انتظامات کر کے حکومت کے مختلف شعبوں کے جتنے اعلیٰ حکام ہیں، وہ فوراً استعفا دیں اور ان کی جگہ ایسے افراد کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور دی جائے جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ ہوں۔ جو یوگا کے ماہر ہوں یا کم از کم ان کے متعلق اتنا یقین ہو کہ فرہاد اور اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ساتھیوں نے کبھی ان کی آواز اور لب لہجہ نہ سنا ہو اور نہ ہی ان کی آوازوں تک پہنچ سکتے ہوں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کمپیوٹر کے ذریعے جواب دیا کہ "بلائنڈ کلب والوں کا دماغ چل گیا ہے۔ یہ سیاسی معاملات ہیں، پاک چھکتے ہیں سیاسی تبدیلیاں نہیں آ سکتیں، تم لوگ اپنے منصوبوں کی ناکامی کی سزا ہم لوگوں کو دے رہے ہو، ہمیں اقتدار سے ہٹانا چاہتے ہو۔"

دوسرے اعلیٰ حاکم نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا: "ہم اتنی آسانی سے اقتدار نہیں چھوڑیں گے۔ شیبا کو تم لوگوں نے اغوا کیا، فرہاد کو تم لوگوں نے بلیک میل کیا۔ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ ہم فرہاد، شیبا اور رسونتی کے سامنے اپنی صفائی پیش کریں گے۔ وہ نادان نہیں ہیں۔ وہ اتنا تو سمجھ ہی لیں گے کہ تم لوگوں کی چالبازیوں میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔"

بلائنڈ کلب والوں کی جانب سے کہا گیا: "فرہاد اتنا تو سمجھ ہی لے گا کہ اسرائیلی خزانے سے وہ جزیرہ خریدا گیا اور وہاں ہزاروں مسلح افراد کی پرورش کی گئی۔ یہ جو بھی ڈراما کھیلا گیا وہ دولت اسرائیل کے بل پر کھیلا گیا ہے۔"

دولت اور اقتدار کی ہوس بُری ہوتی ہے۔ دنیا کا کوئی بھی اقتدار شخص اپنی کرسی چھوڑنا نہیں چاہتا، خواہ اس کرسی پر بیٹھے بیٹھے اس کی جان ہی کیوں نہ نکل جائے۔ اب ان تمام اعلیٰ حکام کو ہمارا انتظار تھا۔ وہ سمجھ رہے تھے، بھید کھلتے ہی ہم ان کی طرف لپکیں گے۔ ان کے دماغوں میں زلزلے پیدا کریں گے۔ ان کی حکومت کو نقصان پہنچانا چاہیں گے۔ اگر خود کو اور حکومت کو بچانے کے لیے گڑگڑا کر معافی مانگنا پڑے تو وہ معافی تو کیا ہمارے قدموں میں گر جائیں گے، ہر ممکن طریقے سے اپنی صفائی پیش کریں گے۔ ہمیں قائل کریں گے کہ یہ صرف بلائنڈ کلب والوں کی غلطی تھی اور اس غلطی میں ان کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔

وہ ہمیں موم کرنے، ہم سے معافی مانگنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے، ہمارا انتظار کر رہے تھے اور وہ انتظار تھکا دینے والا تھا۔ ہم ان کی طرف نہیں آ رہے تھے۔ مٹی کہ ان کی قوم کی بیٹی شیبا بھی ان ہم ان کی طرف نہیں آ رہے تھے۔ مٹی کہ ان کی قوم کی بیٹی شیبا بھی ان ہم ان کے کوئی رابطہ قائم نہیں کر رہی تھی یہ ایسی بات تھی جس سے اور زیادہ تجسس پیدا ہو رہا تھا اور دہشت طاری ہوتی جا رہی تھی۔

فی الحال ان سے رابطہ قائم کرنا ضروری نہیں تھا۔ ہم چپ چاپ اسرائیل کے اہم فوجی اسلحہ خانوں اور وہاں کے اعلیٰ حکام کے متعلق معلوم کر رہے تھے کہ وہاں کوئی تبدیلی ہو رہی ہے یا نہیں؟ شیبا وہاں زیادہ عرصے رہ کر آئی تھی، وہاں کے متعلق ہم سے زیادہ جانتی تھی۔ وہ ایک ایک اہم افسر اور حاکم کے دماغ میں جاتی تھی۔ اس کے ذریعے ہم بھی وہاں پہنچتے تھے اور اپنا جال بچھاتے تھے۔ ہمیں ان سے اپنی شرائط منوانا تھیں۔ اگر وہ نہ مانتے تو انھیں تھوڑا بہت نقصان پہنچا کر ماننے پر مجبور کر دیتے۔

ہم نے مسٹر اَن نون کو اس کے کاٹیج میں نظر بند کر دیا تھا۔ اسرائیلی حکام اور بلائنڈ کلب والوں سے نمٹنے کے تمام انتظامات مکمل کرنے کے بعد اَن نون سے کہا: "بلائنڈ کلب کے کسی بھی ممبر سے رابطہ قائم کرو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی، اگر نہ کرتا تو ہم اس کے دماغ پر قبضہ جما کر ایسا کرنے پر مجبور کر دیتے۔ بہر حال اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی کو مخاطب کیا، دوسری طرف سے جواب ملا: "مسٹر اَن نون! پہلی اطلاع کے مطابق تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے شکنجے میں ہو۔ اگر یہ درست ہے تو اس کا مطلب ہے کہ میری آواز وہ بھی سن رہے ہوں گے، ہم جانتے ہیں کہ ہمارا بھید کھلنے کے بعد وہ کیسی کیسی انتقامی کارروائیاں کر سکتے ہیں۔ بہر حال سمجھوتے کی کوئی گنجائش ہوئی تو ہم ان سے درخواست کریں گے کہ ہم سے دوستی نہ سہی تو دشمنی بھی نہ کریں، اپنی جو شرائط منوانا چاہیں، ہم تیار ہیں۔"

میں اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچا۔ پتا چلا، بلائنڈ کلب کے ممبران سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، وہ ایک کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا ہوا ہے اور اس کمپیوٹر کے ذریعے بلائنڈ کلب کے ممبران کو یہ ساری رپورٹ پہنچا رہا ہے، مسٹر اَن نون نے ہماری مرضی کے مطابق کہا: "مسٹر فرہاد کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس جزیرے سے تمام جنگ جُو افراد ہٹا لیے جائیں۔ اسلحے کا گودام تباہ ہونے کے بعد جتنی طیارہ شکن توپیں اور مشین گنیں ہیں، وہ سب کاٹیج کے سامنے لا کر ڈھیر کر دی جائیں۔"

کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا ہوا شخص یہ ساری باتیں بلائنڈ کلب کے ممبران تک پہنچا رہا تھا۔ وہاں سے کمپیوٹر کے ذریعے جواب موصول ہوا: "ہمیں فرہاد کی یہ شرط منظور ہے۔ دوسری شرط بیان کی جائے۔"

مسٹر اَن نون نے پھر میری مرضی کے مطابق کہا: "جب تمام ہتھیار ایک جگہ ڈھیر کر دیے جائیں گے تو ان کا ایک طیارہ آئے گا، اس میں شیبا، آمنہ اور سونیا یہاں سے روانہ ہو جائیں گی۔ ان دو شرائط پر فوری عمل لازمی ہے۔ دیر ہو گی اور انھیں نقصان پہنچے گا تو سمجھ لیں نتیجہ کیا ہو گا۔ اَن کی دوستی کی آڑ میں تم لوگوں نے فائدہ اٹھانا چاہا، انھوں نے بھی تمھاری دوستی کی آڑ میں تمھارے اتنے رازوں سے واقفیت حاصل کر لی ہے کہ جب ان رازوں کا انکشاف کریں گے تو تمھارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا ہوا شخص ٹرانسمیٹر کے ذریعے مسٹر اَن نون سے کہنے لگا: "بلائنڈ کلب کے ممبران کو دونوں شرائط منظور ہیں۔ ان پر فوری عمل کرو۔ اپنے آدمیوں کو حکم دو کہ باقی تمام ہتھیار لا کر کاٹیج کے سامنے پھینک دیں، عادم سونیا، شیبا اور آمنہ کے لیے جو طیارہ آئے اُسے جزیرے میں اُترنے سے کوئی نہ روکے اور نہ ہی ان کی روانگی کے وقت کوئی چھیڑ چھاڑ کی جائے۔"

مسٹر اَن نون ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے جزیرے کے اندر پھیلے ہوئے مسلح سپاہیوں اور اہم فوجی افسروں کو حکم دینے لگا کہ وہ اپنے ہتھیار کاٹیج کے سامنے لا کر ڈال دیں۔ شیبا نے جناب شیخ الفارس صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ہماری روانگی کا وقت آ چکا ہے، طیارہ روانہ کیا جائے۔"

فرانس کا ایک طیارہ بہت پہلے ہی روانہ کر دیا گیا تھا۔ اس کا پائلٹ ایتھنز کے ایئر پورٹ پر ہمارے حکم کا منتظر تھا۔ جناب شیخ صاحب نے کہا: "بیٹی شیبا! میں اس پائلٹ کی آواز سن رہا ہوں۔ تم اس کے دماغ میں پہنچ کر حکم دو، وہ چلا آئے گا۔"

انھوں نے پائلٹ کی آواز سنائی۔ شیبا نے خیال خوانی کی پرواز کی، پھر اس پائلٹ کے پاس پہنچ کر کہا: "میں شیبا بول رہی ہوں — جزیرے میں ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ طیارہ لے آؤ، یہاں کوئی باقاعدہ ایئر پورٹ نہیں ہے۔ تم پرواز کے دوران جزیرے کے گھنے جنگلوں کے درمیان ایک چوڑا پختہ راستہ دور تک جاتا ہوا دیکھو گے، اسی راستے پر جہاز اتارنا ہو گا۔ تم جہاں بھی اُترو گے ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔"

جزیرے میں مسٹر اَن نون کے احکامات کی تعمیل ہو رہی تھی۔ اس کے مسلح افراد گاڑیوں میں آ رہے تھے۔ مشین گنیں اور دوسرے جدید ہتھیار لا کر کاٹیج کے سامنے ڈال رہے تھے۔ طیارے کے پائلٹ سے ہمارا رابطہ قائم تھا۔ سونیا نے چھ گاڑیاں لیں۔ ایک میں وہ مسٹر اَن نون، دو نوں باڈی گارڈ، شیبا اور آمنہ کے ساتھ بیٹھ گئی۔ جزیرے میں ہمارے تقریباً چالیس وفادار تھے جن میں سے تیس باقی بچے تھے۔ وہ تمام جانباز پانچ گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ شیبا اور سونیا کا قافلہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔

میں کبھی چپ چاپ سپر ماسٹر کے پاس پہنچتا تھا کبھی ملک میں سے رابطہ قائم کرتا تھا اور کبھی اسرائیلی حکام کے پاس پہنچتا تھا۔ ان تمام دشمنوں پر نظر رکھنا بہت ضروری تھا۔ وہ کسی وقت بھی سونیا، شیبا اور آمنہ کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔

سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر پتا چلا، خلائی سیارے کے ذریعے اس جزیرے کی تصویریں اتاری جا رہی ہیں۔ ان تصویروں کے ذریعے پتا چلا کہ آرمر کی جگہ سونیا پہنچی تھی اور دھماکے ہو رہے تھے بے درپے کئی دھماکوں کے بعد بالکل خاموشی چھا گئی تھی۔ پتا نہیں وہاں کیا ہو رہا تھا۔ جو کچھ بھی ہو رہا تھا وہ خلائی سیاروں کے ذریعے معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا اور یہ بات ہمارے حق میں تھی۔ دشمنوں کو اس بات کا علم نہ ہو سکا کہ میری تین ساتھی عورتیں وہاں سے روانہ ہو رہی ہیں۔

سپر ماسٹر بار بار کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ اپنے آدمیوں کو میرے پاس بھیجنا چاہتا تھا اور ان کے ذریعے پوچھنا چاہتا تھا "فرہاد صاحب کو مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی فرصت کب ملے گی؟"

میں جواب دیتا تھا "ابھی جزیرے میں مصروف ہیں، جیسے ہی فرصت ملے گی رابطہ قائم ہو جائے گا۔"

اسی رات دس بجے شیبا، آمنہ اور سونیا اپنے ساتھیوں جانبازوں کے ساتھ پیرس بخیریت پہنچ گئیں۔ ان جانبازوں کے لیے حکومت فرانس نے پہلے ہی رہائشی انتظامات کر لیے تھے اور شیخ صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ ان کے لیے ایک نئی بستی آباد کرنے کے لیے ایک چھوٹا سا علاقہ مخصوص کر دیا جائے گا۔ اَن نون کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا گیا کہ اب تم نہ گھر کے رہے اور نہ گھاٹ کے جہاں چاہو جا سکتے ہو اور دیکھو کہ اب تمہیں کون قبول کرتا ہے؟"

دوسرے دن فرانسیسی اخبارات میں یہ چونکا دینے والی خبر شائع ہوئی کہ شیبا اور آرمر بخیریت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئے ہیں۔ جزیرے کا مسٹر اَن نون اور وادیٔ قاف کا مسٹر پہلوان جوڑ اما پائے کر رہے تھے فرہاد علی تیمور نے اس کا ڈراپ سین کر دیا ہے

اب اس جزیرے اور وادیٔ قاف میں اُلّو بول رہے ہیں۔

یہ خبریں پڑھنے کے بعد سپر ماسٹر نے پھر رابطہ قائم کیا۔ بار بار میں نے کمپیوٹر کے ذریعے اس کی بات سنی۔ وہ پوچھ رہا تھا "خبر درست ہے؟ دو اجنبی دشمنوں نے جزیرے اور وادیٔ قاف پر زبردست محاذ بنا رکھا تھا۔ کیا واقعی مسٹر فرہاد اپنے ساتھیوں شیبا اور آرمر کو وہاں سے نکال کر لے گئے ہیں؟"

میں نے کمپیوٹر کے ذریعے جواب دیا "ہاں، مسٹر فرہاد نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا ہے۔ تم نے شیبا اور آرمر کو وہاں مار ڈالنے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔"

سپر ماسٹر نے کہا "مسٹر فرہاد! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"جو تم سے کیا وہی کہہ رہا ہوں۔ میرا ڈی یہاں سے چار سو ٹن لے جا رہا تھا۔ تم لوگوں نے اس پر قبضہ جما لیا۔ اسے جزیرے تک پہنچنے نہیں دیا جس کے نتیجے میں شیبا کو ہلاک کیا جا سکتا تھا۔ آرمر بھی مارا جاتا۔ تمہارا کچھ نہ بگڑتا، فائدہ ہی فائدہ ہوتا۔ کیوں کہ مشین والنسٹ میں وہ ٹرانسفارمر مشین تمہارے ہاتھ آ گئی تھی۔"

"ہم جانتے تھے، تمہارے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ بہت ذہین اور حاضر دماغ ہو، کسی نہ کسی طرح انھیں وہاں سے نکال لے جاؤ گے۔ خوامخواہ مشین ان کے ہاتھ آ جاتی۔ اس لیے ہم نے اس پر قبضہ جما لیا۔ اور یہ بات تم نے ہی کہی تھی کہ اس مشین کا مالک کوئی ہے جس کے ہاتھ آ جائے، وہ اسی کی ملکیت ہو گی۔ اسے حاصل کرنے کے لیے دوست دشمن ہو رہے ہیں اور دشمن دوست بن رہے ہیں۔ بھی دشمن سے دوست ہونے پھر اس مشین پر قبضہ جمانے کے لیے دوست سے دشمن بن گئے۔ آج وہ مشین ہمارے پاس ہے لیکن یقین دلاتے ہیں کہ ہم دشمن نہیں ہیں آج بھی تمہارے دوست ہیں۔"

میں نے کہا "ہاں، دشمن کیسے ہو سکتے ہو، ابھی تو اس مشین آپریٹ کرنے کے لیے ہماری ضرورت ہو گی اور تمہارے پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ تم اس ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دوسروں کے بہت سے علوم اپنے دماغوں میں منتقل کرا سکتے ہو لیکن ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں ہو گا۔ اس کے لیے ہمارا تعاون درکار ہے اور ہمارا تعاون حاصل کرنے کے لیے دشمنی نہیں کرو گے۔ اس طرح دوستی کا یقین دلانے کے لیے ناکام کوشش کرو گے۔"

"تم صاف لفظوں میں کہہ رہے ہو کہ دوست بنانے کی کوشش ناکام ہو گی۔"

"وہ تو ہو چکی ہے۔"

اس کی طرف سے جواب موصول ہوا "پلیز، ذرا ایک منٹ انتظار کرو۔"

اسکرین خاموش ہو گئی، پھر ایک منٹ سے پہلے ہی سپر ماسٹر کی طرف سے تحریر اُبھری "مسٹر فرہاد! یہ کیا؟ ہمارے ماہرین کہہ رہے ہیں، وہ کمپنی ٹرانسفارمر مشین نہیں ہے بلکہ ٹرانسفارمر مشین ہے ہی نہیں، مختلف مشینوں کے کچھ حصے چاروں سوٹ کیس میں رکھ دیے گئے ہیں۔"

"تمہارے ماہرین درست کہہ رہے ہیں۔"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے، جب انھوں نے یگچ ہال میں اس مشین کو چیک کیا اور اس کے کاغذات پڑھے تو وہیں تصدیق کر دی کہ وہ ٹرانسفارمر مشین ہے۔"

"انھوں نے یگچ ہال میں تصدیق کی اور گھر پہنچ کر تردید کر رہے ہیں پھر میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں؟"

"آخر تم کیا چکر چلا رہے ہو؟"

"تم لوگوں کو کب عقل آئے گی، میں نے واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ مجھے ٹرانسفارمر مشین کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ضرورت نہیں ہے تو میں اسے اس جگہ سے کیوں نکالوں گا جہاں وہ محفوظ ہے۔"

"کیا تم اعتراف کرتے ہو کہ تم نے مشین کے سلسلے میں دھوکا دیا ہے؟"

"اس سلسلے میں دوستی، دشمنی، دھوکا، فریب سب جائز ہے، تم کیا سمجھتے ہو کہ مجھے تمہارے فریب کا علم نہیں ہے؟ پہلی بار مشکل پانچ سے جب یہاں سے اپنا سوٹ کیس لے جا رہا تھا تب تمہارے ہی آدمیوں نے اس پر حملہ کیا۔ یہ بات میں یقین سے کہتا ہوں میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ دوسری بار اس مشین کو تمہاری نظروں کے سامنے لے جاتا اور یہ یقین کر لیتا کہ تم لے جانے کا موقع دو گے۔"

"میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ تمہیں مشین کی ضرورت نہیں ہے اور تم اسے میرے ہی ملک میں چھپا کر ہمیشہ کے لیے وہیں چھوڑ دو گے۔"

"اب تک چھوڑا ہوا ہے۔ کل تک شیبا اور آرمر کی زندگی خطرے میں تھی۔ انھیں بچانے کے لیے مشین کو نکالنا ضروری تھا۔ ایسے وقت بھی میں نے اسے نہیں نکالا۔ اپنے ساتھیوں کو بچا کر لے گیا۔ میرے تمام دشمنوں کو اس بات کا یقین ہو جانا چاہیے کہ وہ مشین کبھی حاصل نہیں کر سکیں گے اور میرے ساتھیوں کو اغوا کر کے نقصان اٹھائیں گے۔ انھیں کبھی کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔"

"کیا تم بتانا پسند کرو گے کہ کن لوگوں نے شیبا اور آرمر کو اغوا کیا تھا؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والا آرمر ملائشیا میں کے پاس تھا اور شیبا اسرائیلی حکام کی پناہ میں تھی۔ دونوں نے ایک ہی طرح کی چال چلا۔ ملائشیا میں نے اپنی ہی خفیہ فورس کے ذریعے آرمر کو اغوا کرا کے اسے وادیٔ قاف میں بھیج دیا تاکہ میں یہ ثابت نہ کر سکوں کہ یہ نئے ملائشین کی چال ہے بے چارہ پرانا ملائشین اس سلسلے میں مارا گیا ہے۔ دوسری طرف اسرائیل میں بلائنڈ کلب والوں نے بھی یہی چال چلی۔ ہم ثابت نہیں کر سکتے تھے کہ انھوں نے ہی اپنی قوم کی بیٹی شیبا کو اغوا کرایا ہے اور اسے یرغمال بنا کر مشین حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر میں ان کے مطالبوں کے مطابق مشین ان کے حوالے کر دیتا تو آئندہ کبھی ان چالبازوں کو بے نقاب نہیں کر سکتا تھا۔"

"مسٹر فرہاد! ایک تو تم نے ہمیں مشین کے سلسلے میں دھوکا دیا، دوسرے ہمارے اس طیارے کو ابھی تک رَن وے پر روک رکھا ہے۔"

"میں نے اس طیارے کی نگرانی نہیں کی۔ اپنے معاملات میں مصروف رہا، تم چاہتے تو طیارے کو وہاں سے اڑا کر لے جا سکتے تھے۔"

"ہمارا دماغ خراب نہیں ہوا ہے، ہم جانتے ہیں، بعد میں تم انتقامی کارروائی کرتے اور ہم تمہاری ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی نقصان اٹھانا نہیں چاہتے۔"

"تو پھر اچھے بچوں کی طرح اس جہاز میں میرے باقی ساتھیوں کے لیے بھی سیٹیں، ریزرو کرا دو، وہ اسی طیارے میں یہاں سے جائیں گے، کیا تم انھیں روکنا چاہو گے؟"

اس کی کیا مجال تھی۔ اچھی طرح جانتا تھا، ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح ہر ملک کے سماجی، اقتصادی سیاسی اور فوجی رازوں سے واقف ہوتے ہیں اور کس طرح پلک جھپکتے ہی بڑے سے بڑا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

میرے تمام دشمن اسی بات پر تلملاتے ہیں کہ ہم ان کی گرفت میں آنے کے بعد بھی ان کے قابو میں نہیں رہتے، وہ ہمیں کوئی سزا نہیں دے سکتے۔ میں ڈی کی حیثیت سے اس کے ملک میں تھا اور جب تک اس کے ملک میں رہتا وہ مجھے گولی نہیں مار سکتا تھا۔ وہ اپنی دانست میں ایک ڈی کو مار کر اپنے ملک کو بہت بڑا نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ مختصر یہ کہ میں غلام باقی اور منگل پانڈے کے ساتھ بخیریت امریکا سے پیرس چلا آیا۔

میں نے مورینا اور تنانہ کو وہیں چھوڑ دیا۔ مورینا تو پہلے ہی ہمارے کام کی نہیں تھی، ہم اس پر کبھی بھروسا نہیں کر سکتے تھے اور جہاں تک بھروسے کی بات تھی تنانہ نے بھی میرے اعتماد کو دھوکا دیا تھا۔ اگرچہ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ وہ مجھے بے حد چاہتی تھی لیکن بہن کی محبت سے مجبور تھی اور بہن کی محبت میں آ کر اس نے ایسی ایسی حماقتیں کی تھیں کہ میں وقت پر نہ سنبھلتا تو وہ ٹرانسفارمر مشین آسرن اور ہارڈی کے ہاتھوں میں چلی جاتی۔ پھر ہمارے مقابلے

پر نیلی پتی جاننے والے دو زبردست شیطانوں کا اضافہ ہو جاتا تاہم آج بھی دل و جان سے مجھے چاہتی تھی لیکن ایک نادان عورت کی محبت نے مجھے جو سبق سکھایا تھا اس کے بعد میں دوسرا عبرتناک سبق سیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے بابا صاحب کے ادارے میں چند روز قیام کیا پھر رسوتی کے ساتھ پیرس آگیا۔ پیرس میں بھی سونیا شیبا کو پوی اپنے دونوں پارسی والنٹیرز کی اور دوسرے تمام چاہنے والوں سے ملاقات ہوتی رہی۔ ان سے مل بیٹھنے اور ہنسنے بولنے میں بہت اچھا وقت گزرتا تھا۔

وہاں دو باتیں ہمارے زیر بحث رہتی تھیں۔ ایک تو یہ کہ اسرائیلی حکام کو کس طرح عبرتناک سبق سکھایا جائے۔ دوسرے یہ کہ ٹرانسفارمر مشین امریکا سے یہاں کیسے لائی جائے۔ شیبا نے کہا "میں اپنی قوم کے لوگوں کے دوغلے پن سے مایوس اور شرمندہ ہوں۔ پہلے میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھی کہ مسلمان اور یہودیوں میں دوستی نہیں ہو سکتی۔ جناب شیخ صاحب! آپ نے آخری حد تک دوستی نباہنے کی کوشش کر لی۔ ایک نہیں کئی بار ہمارے درمیان دوستی ہوئی اور ہم ان سے دھوکا کھاتے رہے۔ آئندہ میں کبھی اپنی قوم کے لوگوں سے دوستی کرنے کو نہیں کہوں گی لیکن ایک بات کی التجا کرتی ہوں۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا "تم ہماری بیٹی ہو۔ ہم تمہارے بزرگ ہیں۔ ہمارے سامنے خاکسار بن کر التجا نہ کرو۔ بیٹی بن کر دل کی بات کرو۔"

اس نے کہا "مجھے سرزمین اسرائیل سے محبت تھی۔ ہے اور رہے گی۔ میں وہاں پیدا ہوئی۔ پلی بڑھی۔ وہیں سے ٹیلی پتھی کا علم حاصل کیا۔ میں نہیں چاہوں گی کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس زمین پر کوئی تباہی آئے۔"

میں نے کہا "ہم اسرائیلی حکام کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے اور نہ ہی تمہاری قوم کے لوگوں کی برائی چاہیں گے۔ انھوں نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا اور ہمارے ساتھ جو دھوکا کیا اس سلسلے میں جو بہتر سمجھو کرو۔ ہم میں سے کوئی تمہارے کسی فیصلے سے انکار نہیں کرے گا۔"

"میرے لوگوں کے لیے اتنی مراعات ہوگی کہ ہم ان سے کوئی تعلق نہ رکھیں بلکہ رابطہ ہی قائم نہ کریں۔ ہمارے ساتھ انھوں نے جو کیا، اس سلسلے میں بھی کوئی بات نہ کریں۔ وہ سمجھ لیں گے کہ اب ہم سے دوستی تو کیا دور کی شناسائی بھی ممکن نہیں رہی۔"

اس کی اس تجویز کو سب نے پسند کیا۔ جناب شیخ صاحب نے کہا "ٹیلیفون کے ذریعے، ٹرانسمیٹر کے ذریعے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی رابطہ قائم نہیں کرے گا۔ اگر تمہارے لوگ ہمیں مخاطب کریں تب بھی ہم کوئی جواب نہیں دیں گے۔ ہماری طرف سے تم ہی باتیں کرو گی اور جو مناسب سمجھو گی وہی کرو گی۔"

مجھے دشمنوں سے اتنی لمبی چھٹی پہلے کبھی نہیں ملی تھی۔ جنیوا میں تقریباً سات برس تک پیرس لندن فرینکفرٹ اور روم میں گمنام رہ کر سکون سے وقت گزارتا رہا۔ پھر میں نے امریکا کا ارادہ کیا۔ رسونتی نے پوچھا "کیا تمہارا جانا ضروری ہے؟"

"جب تک وہ ٹرانسفارمر مشین وہاں چھپی ہوئی ہے میرا دل اس کی فکر رہے گی۔ میں کسی بھی طرح اسے نکال لانا چاہتا ہوں۔ اس لیے پھر ایک نئے روپ میں امریکا جاؤں گا۔"

رخصت ہونے سے پہلے میں نے ہر ایک کے ساتھ ایک دو دو گھنٹے گزارے۔ رومی کی خواہش تھی کہ میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں۔ میں نے وعدہ کیا جیسے ہی اس کی ضرورت ہوگی اسے بلا لوں گا۔ رسونتی نے پندرہ منٹ کے لیے ملاقات کی۔ مجھ سے کہا "تم یا وہ لوٹ کر واپس نہیں ہوتا۔ ہم گھنٹا بھر تک ساتھ رہیں گے تو بھی شدت اختیار کر لے گی۔ مجھ پر بزرگان دین کا سایہ ہے۔ میں نفس کو ماننے کی عادت ڈالتی ہوں۔ لہٰذا تمہارے ساتھ زیادہ نہیں رہ سکتی۔"

اعلیٰ بی بی سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا "کیا مجھے بھول گئے ہو؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "یادوں کا ایک موسم ہوتا ہے۔ آج کل تمہاری یادیں ساون کی بدلیوں کی طرح گھر گھر کر آ رہی ہیں۔"

وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولی "تم نے اس مشین کو چھپانے میں اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ اب اس مشین کو لانے کے لیے میری ذہانت کو آزما کر دیکھو۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "یقیناً وہاں تمہاری ذہانت ہی کام آئے گی۔ میں تمہیں ضرور بلاؤں گا۔"

شیبا مجھ سے ملنے نہیں آئی۔ مجھے اس کے پاس جانا پڑا۔ وہ بیمار تھی۔ میں نے پوچھا "کیسی ہو؟"

وہ نقاہت سے مسکراتے ہوئے بولی "جانے والے کو رخصت تک چھوڑنے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس تم میرے دروازے پر آئے۔"

"میں تو ایک زمانے سے تمہارے دروازے پر ہوں۔ تمہیں احساس نہیں ہے۔"

اس نے نظریں جھکا لیں۔ میں نے اس کی پیشانی کو چھو کر نبض دیکھنے کے لیے اس کی کلائی تھام لی۔ پھر پوچھا "یہ بخار ہے یا جذبوں کی حرارت ہے؟"

اس نے ایک بازو اپنے چہرے پر رکھ لیا۔ مجھ سے نظریں ملانے کی حسینوں کی ایسی ہی ادائیں مارتی ہیں۔ میں نے ذرا جھک کر اس سے کہا "میں جا رہا ہوں۔ قبصری قلعے میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

وہ اور زیادہ منہ چھپا کر بولی "میں نہیں آؤں گی۔"

میں نے سمجھایا "تمہاری قسم پوری ہو چکی ہے۔ تم نے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ اس سے بڑا کارنامہ کوئی ہو نہیں سکتا۔ تم نے میرے بیٹے پارس کو اتنی کم عمری میں تراش خراش کر ہیرا بنا دیا ہے۔"

"تم میرا دل رکھنے کے لیے کہہ رہے ہو۔"

"تمہارا دل تو کب سے رکھا ہوا ہے۔ میرا بھی دل رکھ لو۔ بات مان جاؤ۔ میں انتظار کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں چلا آیا۔ اپنے دونوں بیٹوں سے صبح و شام فون پر رابطہ رکھتا تھا۔ ان کی کارکردگی دیکھتا رہتا تھا۔ ماسٹر والٹسورو کی واقفیت بڑے بیٹے سے انھیں فولاد بنانے کی منزل تک لے جا رہا تھا۔ آثار بتا رہے تھے کہ میرے دونوں بیٹے انشاء اللہ دشمنوں کے لیے لوہے کے چنے ثابت ہوں گے۔

میں نے طے کر لیا تھا اپنی روانگی کو فرانسیسی حکمرانوں اور دیگر افسران سے چھپایا تھا۔ رسونتی سے کہہ دیا تھا کہ پیرس پہنچ کر کسی ہوٹل میں قیام کروں گا اور امریکا جانے والی کسی فلائیٹ میں سیٹ ریزرو کراؤں گا لیکن پیرس پہنچتے ہی میری منزل بدل گئی۔ میں الفقرہ کے لیے روانہ ہو گیا۔

میں نے سفر کے دوران شیبا کو مخاطب کرنا چاہا تو سیدھا دماغ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکی۔ اسے تیز بخار تھا۔ ایسی حالت میں نہ تو اس کا دماغ حساس تھا اور نہ ہی وہ سانس روک سکتی تھی۔ میں کبھی اپنوں کے دماغ میں بغیر اجازت نہیں جاتا۔ اگر جاؤں تو فوراً مخاطب کرتا ہوں لیکن اسے مخاطب نہ کر سکا۔ پہلے تو یہ سوچ کر رہ گیا کہ اس نے سانس کیوں نہیں روکی۔ مجھے بغیر اجازت آنے کیوں دیا؟

چند لمحوں میں معلوم ہو گیا کہ وہ تیز بخار میں مبتلا ہے۔ میں نے ان چند لمحوں میں اس کی سوچ کا کچھ حصہ بھی پڑھ لیا۔ وہ اپنی قوم کے منفی سوچ رہی تھی۔ جناب شیخ صاحب نے فیصلہ اس پر چھوڑ دیا تھا اس اعتماد سے کہ شیبا ہماری ہے، ہماری ہی رہے گی اور کوئی ایسا فیصلہ نہیں کرے گی جس سے ہمیں نقصان پہنچے۔

لیکن وہ کشمکش میں تھی۔ کبھی اپنی قوم اور سرزمین اسرائیل سے متاثر ہوتی تھی۔ سوچتی تھی، میں وہاں پیدا ہوئی، میں نے وہاں پرورش پائی، تعلیم حاصل کی، عروج حاصل کیا۔ میں اپنے لوگوں کو کیسے الزام دوں کہ انھوں نے مجھے اغوا کر کے ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کی غلطی کی۔ اگر میں اپنی قوم کے نقطۂ نظر سے دیکھوں تو یہ غلطی نہیں بلکہ حکمت عملی تھی۔ اغوا ہونے کے بعد اگر میری جان بھی چلی جاتی تو کیا ہوتا۔ میری قوم کو وہ ٹرانسفارمر مشین ملتی۔ میری جگہ کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہو جاتے۔ اس کے بعد میری قوم کو ایسا عروج حاصل ہوتا کہ اس کے سامنے تمام سپر طاقتیں ایک ذرّے کی طرح حقیر ہو جاتیں۔

مثلاً اس کے دماغ میں چپ چاپ بیٹھا اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ مجھے اس کی سوچ پر حیرانی نہیں تھی۔ میں پاکستانی ہوں، اپنے وطن میں نہیں رہتا۔ دنیا کے کسی بھی حصے میں رہتا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ میں پاکستانی نہیں ہوں۔ مجھے اپنی پاک زمین سے محبت تھی، ہے اور رہے گی۔ میری پہلی اور آخری خواہش یہ ہے کہ میں مروں تو مجھے ارض وطن کی آغوش ملے۔

پھر مذہبی اعتبار سے میں اوّل مسلمان ہوں، آخر مسلمان ہوں۔ انسانیت کے رشتے سے ہر مذہب کی عزت کرتا ہوں اور ہر مذہب کے لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں اور کرتا رہتا ہوں لیکن جب میرے دین ایمان کی بات آئے تو میرا جھکاؤ میرے ہی دین کی طرف ہوگا۔ اسی طرح شیبا قوم یہود کی حمایت میں سوچ رہی تھی۔ یہ کوئی تعجب کی بات تو نہیں تھی۔

ابھی وہ کشمکش میں تھی۔ اگرچہ اپنے لوگوں کی حمایت میں سوچ رہی تھی لیکن ہماری مخالفت نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ سب سے پہلے تو جناب شیخ صاحب سے بہت متاثر تھی۔ وہ بچپن سے بیمار رہنے والی ایک دبلی پتلی سی لڑکی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں آنے کے بعد جناب شیخ صاحب نے اس کا علاج کیا تھا۔ وہ بہترین ڈاکٹر بھی تھے اور روحانی معالج بھی۔ انھوں نے اسے جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند بنا دیا تھا۔ پھر مجھ سے اور میری ساتھیوں سے بے حد محبتیں ملتی رہی تھیں۔ ہم سب اس کے برے وقتوں میں کام آتے رہے تھے۔ وہ ہمیں کبھی بھلا نہیں سکتی تھی۔

اس وقت وہ تیز بخار میں مبتلا تھی اور دو طرفہ محبتوں کے درمیان الجھی ہوئی تھی۔ میں سوچ رہا تھا، اگر وہ اسی طرح آئندہ بھی... کشمکش میں مبتلا رہی تو اپنے لوگوں کی طرف جھکاؤ زیادہ ہو سکتا ہے۔ بے شک اسے ہم سے اور بابا صاحب کے ادارے سے بے انتہا محبتیں ملیں لیکن وہ محبت، وہ رکھاؤ اور وہ خصوصی اپنائیت نہیں ملا جسے پا کر عورت اپنے ماں باپ، اپنے بھائی بہن، اپنے رشتے داروں اور اپنے تمام لوگوں کو حتمی کر پورے طور پر بھول جاتی ہے۔

وہ مجھے چاہتی تھی بے انتہا چاہتی تھی لیکن میں نے اس کی چاہت کا بھرپور جواب نہیں دیا تھا جب وہ میرے ساتھ ہندوستان میں ہر مہم میں شریک رہنا چاہتی تھی تو میں نے اسے وہاں سے واپس کر دیا تھا۔ یہی بات اس کے دل کو لگ گئی تھی اور وہ میری نظروں میں اپنا مقام بنانے کے لیے بڑے سے بڑا کارنامہ انجام دینے کے لیے عارضی طور پر اگ ہو گئی تھی۔ دیکھا جائے تو اس نے یہ سب کچھ مجھے جیتنے کے لیے کیا۔ اب میری باری تھی کہ میں اسے جیت لوں اور یہ وقت کا تقاضا بھی تھا۔ اگر میں اسے جیتنے میں دیر کرتا تو دنیا میں مجھ سے بھی زیادہ گبرو جوان ہیں جو اسے متاثر کر سکتے ہیں اور متاثر کرنے والوں میں کوئی یہودی ہیرو بھی ہو سکتا ہے۔ اسے ہیروئن بنا کر اپنی قوم میں واپس

لے جاسکتا ہے۔

میں انقرہ پہنچ گیا۔ وہاں ایک رات ہوٹل میں قیام کیا۔ دوسری صبح معلوم ہوا، شیبا کا بخار اُتر گیا ہے۔ وہ جناب شیخ صاحب سے کہہ رہی تھی: "میں کچھ روز بالکل تنہا رہنا چاہتی ہوں۔"

شیخ صاحب نے کہا: "تم چاہو تو تم اس ادارے کے ایک دور افتادہ گوشے میں تمھاری رہائش کا انتظام کر دیتے ہیں۔ وہاں کوئی تمھارے پاس نہیں آئے گا، تمھاری تنہائی میں مداخلت نہیں کرے گا۔"

"آپ اجازت دیں تو میں قیصری قلعے میں جا کر کچھ دن رہنا چاہتی ہوں۔"

آمنہ نے کہا: "تمھاری یہی خوشی ہے تو چلو، میں تمھارے ساتھ پہلے بھی تھی، اب بھی رہوں گی۔"

شیبا نے اس کے ہاتھ کو تھام کر کہا: "تم نے میرا بہت ساتھ دیا ہے لیکن تمھیں میرے پاس نہیں رہنا چاہیے۔ میں بالکل تنہا جاؤں گی۔ محافظ کے طور پر غلام باقی کو بھی ساتھ لے جاؤں گی۔"

اس کا علاج بڑی توجہ سے ہو رہا تھا۔ شام تک وہ بستر سے اٹھ کر چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی۔ دوسرے دن صبح کی فلائیٹ سے انقرہ روانہ ہو گئی۔ غلام باقی اس کے ساتھ تھا مگر دور ہی سے اس کی نگرانی کر رہا تھا۔ اسے شیبا کی حیثیت سے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا اس نے عارضی میک اَپ کر رکھا تھا۔ پھر میں بھی خیال خوانی کے ذریعے اس کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس کے باوجود بعد میں پتا چلا کہ کچھ اور لوگ بھی اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔

یہ کھیل جو اب شروع ہو رہا تھا، اس کا تعلق بھی ٹرانسفارمر مشین سے تھا۔ وہ مشین تمام دشمنوں کے لیے ایک معمّا بن گئی تھی۔ وہ یہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھے کہ مشین اسی ٹیکساس سٹی میں کہیں چھپا کر رکھی گئی ہے۔ اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے شہر میں کرفیو لگوا دیا گیا تھا۔ تمام لوگوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ کوئی اپنے گھر سے نہیں نکلتا تھا پھر گھر گھر کی تلاشی لی گئی۔ بعد میں پتا چلا، فرہاد نے تمام فوجیوں کو خیال خوانی کے ذریعے چکر دے کر اس مشین کو بہرام گنگولی کی رہائش گاہ میں چھپا دیا تھا۔ اگرچہ وہ مشین بھی اصلی نہیں تھی لیکن چھپانے کا طریقہ بتا دیا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے واقعی بڑی سے بڑی مشین کو آنکھوں کا سرمہ بنا کر کہیں بھی اسمگل کر سکتا ہے اور اس نے یقیناً مشین کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا ہے۔

دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں اور تمام بڑے ممالک کے جاسوس دور ہی دور سے بابا صاحب کے ادارے کی نگرانی کر رہے تھے۔ وہ دن رات کی یہ رپورٹ اپنے سربراہوں کو پہنچاتے رہتے تھے کہ اس ادارے میں کون آ رہا ہے، کون جا رہا ہے؟ ایسے ہی وقت شیبا اگرچہ عارضی میک اَپ میں گئی تھی لیکن اس کی بھی نگرانی ہو رہی تھی۔ میں بھی اس سے پہلے عارضی میک اَپ میں نکلا تھا۔ دشمن میری بھی تاک میں ہوں گے۔ مجھ پر کی کوشش کر رہے ہوں گے کہ میں کون ہوں؟ اور کہاں جا اور کیا کرتا پھر رہا ہوں؟ فی الحال مجھے دشمنوں کی کسی بھی سر علم نہیں تھا۔

جب وہ انقرہ پہنچی تب پتا چلا، اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ وہ انقرہ پہنچنے کے بعد وہاں سے ایک پرائیویٹ میں قیصری ٹاؤن جانا چاہتی تھی۔ ہائی وے پر تقریباً بارہ گھنٹے اس نے کئی بار خیال خوانی کی کوشش کی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اور کمزوری کے باعث ابھی ٹیلی پیتھی کا ذریعہ استعمال نہیں کر غلام باقی اس سے دور ہی دور رہتا تھا۔ وہ مجبور ہو کر اس کے آ گئی۔ اس سے بولی: "میں یہاں سے تنہا سفر نہیں کروں گی۔ رات ہو جائے گی لہٰذا تم میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھو گے۔"

انھوں نے ایئرپورٹ سے ایک کار کرائے پر حاصل کی غلام باقی نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ وہ پیچھے بیٹھ گئی۔ میں اس کے پاس پہنچ کر خیریت معلوم کرتا رہتا تھا۔ میں نے بھی اس اعتراض نہیں کیا کہ اسے غلام باقی کے ساتھ ہونا چاہیے اور یہی کی غلطی تھی۔

پچھلے دنوں موریناسے عشق کے سلسلے میں غلام باقی تصاویر اخبارات میں چھپتی رہی تھیں پھر وہ مشین کے سلسلے میں ساتھ رہا تھا۔ اس طرح میرے ساتھی کی حیثیت سے اس کا نام دور تک پہنچا ہوا تھا۔ اگرچہ اس نے شیبا کا باڈی گارڈ بننے کے ہلکا سا میک اَپ کر رکھا تھا لیکن وہ نیگرو تھا۔ اپنا رنگ اپنی اور اپنی جسامت نہیں چھپا سکتا تھا۔ پھر شیبا نے کرائے پر وہ کار کرنے کے لیے رجسٹر پر لکھوایا تھا کہ وہ قیصری ٹاؤن کے قریب قلعے میں جا رہی ہے یوں دشمنوں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ وہ ہے۔ جب سے سپر ماسٹر نے قیصری قلعے پر حملہ کر کے جو کو اغوا تھا، تب سے یہ بات کھل گئی تھی کہ شیبا قیصری قلعے کی مالکہ ہے۔

میں صبح سے قیصری ٹاؤن پہنچا ہوا تھا۔ وہیں شیبا کا انتظ رہا تھا اور وہ غلام باقی کے ساتھ انقرہ سے دوپہر کو روانہ ہوئی رات کے کوئی نو دس بجے اپنے قلعے میں پہنچنے والی تھی۔ میں نے شام بجے پھر اس کی خیریت معلوم کی۔ پتا چلا، اس کی گاڑی کو آگے بڑھنے روک دیا گیا۔ میں نے غلام باقی سے پوچھا: "کیا معاملہ ہے؟"

اس نے کہا: "میرے آقا! تھوڑی دیر پہلے ایک گاڑی چلا قریب سے گزری تھی۔ اس کے بعد ہی ہماری گاڑی کا ایک پہیہ ہو گیا۔ میں نے گاڑی سے اُتر کر دیکھا تو پتا چلا، انھوں نے سائلنسر ہوئے ریوالور سے گولی چلا کر اسے بے کار کر دیا ہے۔"

"ڈکی کھول کر فاضل پہیہ نکالو۔"

ہم سے بڑی غلطی ہوئی۔ اس کار کو کرائے پر حاصل کرتے وقت ڈکی کھول کر دیکھی نہیں اور نہ ہی یہ پوچھا کہ اس کے ساتھ فاضل پہیہ ہے یا نہیں؟"

"اس کا مطلب ہے، گاڑی آگے نہیں بڑھے گی؟"

"یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ پہیہ بے کار کرنے والے واپس کیوں نہیں آئے؟ ہمارے آس پاس دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ دو گاڑیاں مخالف سمتوں سے گزر چکی ہیں، وہ میرے اشارہ کرنے پر بھی نہیں رُکیں۔"

میں نے کہا: "تمھیں زیادہ انتظار نہیں کرنا ہوگا۔ دشمن مددگار کے طور پر پہنچیں گے اور اپنی گاڑیاں روکیں گے۔ شاید وہ تم دونوں کو لفٹ دینا چاہیں گے۔"

میں نے شیبا سے پوچھا: "تمھاری طبیعت کیسی ہے؟"

"ابھی تو ٹھیک ہوں، لیکن راستے میں رات گزارنا پڑی تو کہیں بیمار نہ پڑ جاؤں۔"

"میں گاڑی لے کر آ رہا ہوں۔ تم سے رابطہ رکھوں گا۔ اگر کوئی لفٹ دینا چاہے تو اسے باتوں میں لگائے رکھنا۔ میرے اندازے کے مطابق کوئی دو ڈھائی گھنٹے میں تمھارے پاس پہنچوں گا۔ ہمارے درمیان کافی طویل فاصلہ ہے، پھر بھی جلدی پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

میں اسی باتوں کے دوران وہاں سے چل پڑا تھا۔ تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور ان کے دماغوں میں جھانک کر خیریت معلوم کرتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد خیریت نہیں رہی، ان کے قریب ایک گاڑی آ کر رُکی۔ اسے ایک شخص ڈرائیو کرتا آیا تھا، اگلی سیٹ پر ایک عورت اور ایک مرد نظر آ رہے تھے۔ اس مرد نے گاڑی سے اُتر کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

غلام باقی نے کہا: "ہماری گاڑی کا ایک پہیہ بے کار ہو گیا ہے۔ ہم اپنے ایک ساتھی کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"میں آپ دونوں کو قریبی شہر تک پہنچا سکتا ہوں۔"

شیبا نے مسکرا کر کہا: "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ ہم اپنے ساتھی کا انتظار کریں گے۔"

میں چاہتا تو اس آنے والے اجنبی کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا لیکن وہ دشمن بھی ہو سکتا تھا۔ اگر وہ سائلنسر روک لیتا تو اس بات میں کوئی شبہ نہ رہتا کہ وہی شیبا ہے اور اس کے پیچھے رہنے والے خیال خوانی کر رہے ہیں۔

اس شخص نے کہا: "میں تو انسانی ہمدردی کے جذبے سے پوچھ رہا ہوں۔ رات ہو چکی ہے، آس پاس جنگل ہی جنگل ہے۔ کیا تم لوگوں کے پاس اپنی حفاظت کے لیے کوئی ہتھیار ہے؟"

غلام باقی نے اپنے دو بھاری تھا اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جب ہمیں پیدا ہوا تو میرے خدا نے مجھے یہ دو ہتھیار دیے۔ اس کے بعد تیسرے ہتھیار کی ضرورت نہیں پڑی۔"

اس شخص نے مسکراتے ہوئے پیچھے ہٹ کر کہا: "بے شک بے شک! انسان کو اپنے بازوؤں پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

وہ کار کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ وہ کار اسٹارٹ ہوئی۔ اس نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا۔ "میں نے سُنا ہے، یاد نہیں کس سے سُنا ہے، بگو کہنے والے قسم کھا کر کہتے ہیں کہ فرہاد اور اس کے ساتھی کبھی اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھتے۔"

کار اسٹارٹ ہو کر تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ ہمارے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ جانے والا اشارہ دے گیا تھا۔ دشمن ہماری ایک ایک بات اور ایک ایک عادت پر نظر رکھتے ہیں۔ اور اسے یاد بھی رکھتے ہیں۔ جانے والے نے غلام باقی سے اگلوا لیا تھا کہ وہ اور شیبا نہتے ہیں۔ انھوں نے شیبا کو پہچاننے کے لیے اب تک جتنے ثبوت مہیا کیے ان میں سے پہلا ثبوت تو یہ تھا کہ ایک نیگرو اس کے ساتھ تھا۔ اور وہ نیگرو غلام باقی ہی ہو سکتا تھا۔ دوسرا ثبوت یہ تھا کہ وہ قیصری قلعے میں جا رہی تھی، تیسرا ثبوت یہ تھا کہ وہ دونوں نہتے تھے اور فرہاد کے ساتھی ہمیشہ خالی ہاتھ رہتے ہیں۔

تھوڑی دیر میں ایک بڑی سی ویگن کار آئی۔ اس میں عورتیں ہی عورتیں تھیں۔ وہ ویگن ان کی کار سے ذرا آگے جا کر رُک گئی۔ پھر غلام باقی نے حیرانی سے دیکھا۔ اس کے چاروں دروازوں سے عورتیں ہی عورتیں نکل رہی تھیں۔ وہ تعداد میں دس بارہ ہوں گی۔ ان میں سے ایک نے شیبا کے قریب آ کر پوچھا: "کیا گاڑی میں خرابی ہو گئی ہے؟"

شیبا نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بولی: "تم چاہو تو میں تمھیں شہر تک پہنچا سکتی ہوں۔ میرا نام زیبا پاشا ہے۔ میں انقرہ کے ڈپٹی میئر احمد پاشا کی بیٹی ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ شیبا نے بھی اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "سوری، میں یہاں اپنے ساتھی کا انتظار....."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ اچانک ہی بے ہوش ہو کر زیبا کے اوپر آ گری۔ اسے دو عورتوں نے سنبھال لیا۔ شیبا کے ساتھ وہی حربہ استعمال کیا گیا تھا جو جزیرے میں سونیا نے مسٹر ان ون کے ساتھ کیا تھا۔ مصافحہ کرتے وقت اسے انگوٹھی سے نکلنے والی ایک ننھی سی سوئی چبھا دی تھی۔ جس کے ذریعے اعصاب کمزور کرنے والی دوا انجیکٹ ہوتی ہے۔ شیبا کے بھی اعصاب کمزور ہو گئے تھے۔ اسے بے ہوش نہیں ہونا چاہیے تھا۔ لیکن پچھلے دنوں سے وہ بخار میں مبتلا رہی تھی۔ خاصی کمزور ہو گئی تھی، اس لیے خود کو سنبھال نہ سکی۔ اپنے قدموں پر کھڑی نہ رہ سکی۔ زیبا پر آ گری تھی۔

غلام باقی کو دوسری عورتوں نے گھیر رکھا تھا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ پھر شیبا سے پوچھا: "مادام! آپ کو کیا ہو گیا؟"

وہ اس کی طرف آنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت ایک عورت اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر جھول گئی۔ دوسری عورت پیچھے سے آکر اس کی طرف آنا چاہتا تھا مگر زیبا پاشا کی ساتھیوں نے اسے گھیر رکھا تھا۔ وہ ان سے بچ کر شیبا کی طرف جانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن عورتوں کے ہجوم نے اسے اس طرح گھیرا ہوا تھا کہ اس کے لیے ان کا حلقہ توڑ کر نکلنا مشکل ہو گیا۔ غلام باقی جیسے دیو نما شخص کے لیے دس پندرہ آدمیوں کے شکنجے سے نکلنا بھی کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اس کے فولادی ہاتھ پیر حرکت میں آجاتے تو کوئی بھی اپنے قدموں پر کھڑا نہیں رہ سکتا تھا لیکن سب سے بڑی مشکل اس کے لیے یہ تھی کہ اسے گھیرنے والی سب کی سب عورتیں تھیں اور وہ عورتوں کے ساتھ اُلجھنا کسی صورت میں بھی پسند نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی اس کا ایک ہاتھ برداشت نہیں کر سکتی تھی مگر مجبوری یہ تھی کہ وہ انھیں ہاتھ لگانے کو تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ ہاتھ لگانا تو بڑی بات ہے۔ جب سے اس نے مورینا سے دھوکا کھایا تھا وہ صنفِ نازک کے سائے سے بھی بچ کر چلنے لگا تھا۔ وہ عجیب کشمکش میں گرفتار تھا۔ جدھر رُخ کرتا تھا وہ مکھیوں کے چھتے کی طرح اکٹھا کر اس کی راہ میں حائل ہو جاتی تھیں۔ آگے بڑھنا چاہتا تھا تو اس کی طرف یلغار کر دیتی تھیں اور وہ گھبرا کر پیچھے ہٹنے لگتا تھا۔ آخر عاجز آکر مجھے مخاطب کر کے پوچھا: "میرے آقا! آپ ہی کچھ مدد کریں۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں؟"

میری طرف سے جواب نہیں ملا۔ وہ سمجھ گیا میں ابھی شیبا کے دماغ میں موجود ہوں۔ اس نے غرّا کر ان عورتوں کی طرف دیکھا اور پھر اس کا دماغ بُری طرح کھول اٹھا۔ اس نے ساری احتیاط بالائے طاق رکھ کر آگے بڑھ کے ایک عورت کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا: "سُور کی بچیو! تم سب کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟ کون تمھیں لایا ہے؟"

اس نے بالوں کو اتنی سختی سے جکڑ رکھا تھا کہ اس عورت کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ وہ تڑپ تڑپ کر کہہ رہی تھی: "میں نہیں جانتی میں کسی کو نہیں جانتی۔"

غلام باقی نے اس کے منہ پر ایک اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ ناک سے اور باچھوں سے خون بہنے لگا۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس نے اسے زمین پر پھینک دیا۔ پھر دوسری کی طرف بڑھا۔ وہ اٹھ کر بھاگنا چاہتی تھی، باقی نے اس کی ٹانگ پکڑ لی۔ پھر اسے ٹانگ کے طرف سے پکڑے ہوئے گول گھماتے ہوئے بولا: "جلدی بتا ڈور نہ میں چکر دیتا ہوا اتنی دور پھینکوں گا کہ وہاں سے زندہ واپس نہیں آؤ گی۔"

وہ چیخ چیخ کر کہنے لگی: "میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ خدا کی قسم کھاتی ہوں۔ ہم کسی کو نہیں جانتے۔ ایک دولت مند نے ہم لوگوں کو پانچ پانچ ہزار ڈالر دیے ہیں۔ کام صرف یہ ہے کہ ایک مرد کو گھیر کر کچھ دیر کے لیے آگے بڑھنے سے روکے رکھنا ہے۔ ہم سب فقرہ کی فولاد ہیں۔ اسی لیے شاید اس نے ہمیں کرائے پر حاصل کیا تھا۔"

دوسری عورتیں سہمی ہوئی دور کھڑی تھیں۔ وہ بھی چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں: "یہ سچ کہہ رہی ہے۔ ہم بہت ہی معمولی درجے کی طوائفیں ہیں کبھی مہینے میں پانچ سو ڈالرز کما لیتے ہیں۔ اتنے سے کام کے پانچ ہزار ملے تو ہم خوشی خوشی تیار ہو گئے۔ ہم اپنی ضرورت سے مجبور ہو کر آئی ہیں۔"

غلام باقی ایک عورت کو ٹانگ سے پکڑے ہوئے تھا اور وہ مرے رہا تھا۔ اسے پھینکنا چاہتا تھا میں نے کہا: "اسے چھوڑ دو۔ یہ عورتیں سچ بول رہی ہیں۔"

وہ ندامت سے بولا: "میرے آقا! میں شرم سے مر جاؤں گا مادام میری حفاظت میں تھیں اور میں ان کی حفاظت نہ کر سکا۔"

"خوامخواہ جذباتی نہ بنو۔ ہم بھی کسی نہ کسی مرحلے میں ناکام ہوتے ہیں اس میں شرمندگی کی کیا بات ہے۔ ومیں انتظار کرو۔ کسی گاڑی میں لفٹ مل جائے گی تو قیصری ٹاؤن چلے آنا۔ ورنہ میں واپس آنے کی کوشش کروں گا۔ ابھی راستے میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ وگن مجھے نظر آتی ہے یا نہیں؟"

میں پھر شیبا کے دماغ میں آگیا۔ اس پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ اس کی سوچیں بے ترتیب تھیں۔ میں صحیح طور پر معلوم نہیں کر سکا تھا کہ وہ وگن کے اندر کس حالت میں ہے۔ اس کے آس پاس بیہوش ہوئی کوئی عورت بول رہی تھی۔ اس کی آواز مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی تھی کیوں کہ شیبا کا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا۔ میں اس کے ذریعے دوسری بولنے والی کی باتیں صاف الفاظ میں سُن نہیں سکتا تھا۔

میرا خیال تھا میں شیبا کے ذریعے ان راستوں کو سمجھ جاؤں گا جہاں سے وہ لے جائی جا رہی تھی یا اس کے آس پاس بیہوش ہوئی عورتوں کی گفتگو سے کچھ اندازہ کر سکوں گا لیکن شیبا کی بیداری اور کرنٹ نے مجھے ہر طرح سے کمزور بنا دیا تھا۔

میں نے سونتی کو مخاطب کر کے کہا: "پھر ہمارے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔ شیبا کو اغوا کیا جا رہا ہے۔"

اُس نے فوراً ہی جناب شیخ الفار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "میں آپ کے دماغ میں رہ کر فرہاد سے گفتگو کر رہی ہوں۔ پھر ایک مصیبت آگئی ہے۔ شیبا کو اغوا کیا جا رہا ہے۔"

وہ شیخ صاحب کے دماغ میں رہ کر مجھ سے بولی: "کیا سراغ لگا سکتے ہو کہ ایسا کون کر رہا ہے؟"

"میں ہر طرح سے مجبور ہوں۔ شیبا پچھلے دنوں سے بیمار ہے پھر اُسے اعصابی طور پر کمزور بنایا گیا ہے۔ وہ اپنے آپ میں نہیں اس پر نیم بے ہوشی طاری ہے۔ اس کا دماغ بھی کسی طرح بھی کام نہیں کر سکے گا۔ تم جناب شیخ صاحب سے مشورے کرو۔ شیبا کے پاس آتی جاتی رہو۔ شاید کچھ پتہ چل جائے۔ میں اس کی طبیعت سنبھل جائے۔ میں آپ سے مخاطب ہو رہا ہوں۔"

میں نے اُسے مخاطب کیا۔ اُسے شیبا کے متعلق بتایا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا: "یہ ٹیلی پیتھی ہمارے لیے عذابِ جان ہے۔ جب تک یہ علم ساتھ رہے گا، دشمن کبھی ہمیں چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے۔ میں اب شیبا کے پاس آتا جاتا رہوں گا۔ تم مجھے گائیڈ کرتے رہو کہ اس سلسلے میں کیا کرتے رہنا چاہیے؟"

میں اسی ٹائی ٹے پر کار ڈرائیو کرتا چلا جا رہا تھا حتیٰ کہ میں غلام باقی کے پاس پہنچ گیا۔ مجھے راستے میں وہ وگن نظر نہیں آئی تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ انھوں نے راستہ بدل دیا ہے۔ باقی نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر کہا: "واپس چلو۔ ہم دیکھیں گے کہ ٹائی ٹے سے کتنے راستے مختلف سمت گئے ہیں۔ جب تک شیبا کی طبیعت نہیں سنبھلے گی، ہمیں اسی راستے پر بھٹکنا ہو گا۔"

رسونتی نے مخاطب کیا: "فرہاد! جناب شیخ صاحب کہہ رہے ہیں کہ شیبا کا پتا چل ہی جائے گا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ پہلے ٹرانسفارمر مشین کی خبر لے لیں۔ وہاں سے ہٹا دو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں سپر ماسٹر کے پاس جا رہا ہوں۔"

ادھر جانے سے پہلے میں نے پھر ایک بار شیبا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اب اس کے ذریعے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس کے دماغ میں رسونتی کہہ رہی تھی: "شیبا! اپنے آپ کو سنبھالو۔ ہوش میں آؤ۔ ہمیں گائیڈ کرو۔ دیکھو، ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ تمہیں اس ملک میں کہیں دُور لے جایا جا رہا ہے۔ پلیز، حوصلہ کرو۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔"

وہ بے حد کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ جناب شیخ صاحب نے نہایت مناسب مشورہ دیا تھا۔ اب اس مشین کو وہاں سے ہٹانے کی فکر کرنی تھی۔ اگر شیبا ہمارے ہاتھ نہ آئی تو دشمن اس سے مشین کا راز اگلوانے کا ہر ممکن طریقہ اختیار کریں گے۔ فی زمانہ سب سے آسان طریقہ تنویمی عمل ہوتا ہے جس کے ذریعے اندر کی چھپی ہوئی بات زبان پر لائی جاتی ہے۔

میں سپر ماسٹر کے پاس پہنچا۔ وہ گہری تاریکی میں آنکھیں پھاڑے کروکیڈ رہا تھا۔ پتا چلا کہ اسے ایک تاریک کمرے میں قید کر دیا گیا ہے۔ اب وہ سپر ماسٹر نہیں رہا ہے۔ اس سے تمام رابطے ختم کر دیے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی دُوسرا آگیا ہے۔ سپر ماسٹر کوئی بھی ہو، وہ اسی سرکاری بنگلے میں کیوں نہ قیام کرتا تھا۔ اس کا وہی خاص ملازم ہوتا تھا جس کے دماغ میں میں پہنچ چکا تھا۔ میں اس ملازم کے پاس پہنچا۔ پتا چلا۔ وہ چونکہ بوڑھا ہو چکا تھا اس لیے اسے ریٹائر کر دیا گیا ہے۔ وہ کسی سپر ماسٹر کو اور اس کی معمولات کو نہ جانتا تھا نہ سمجھتا تھا۔ اس لیے اسے ملازمت سے ہٹانے کے بعد عام شہری زندگی گزارنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

اس ملازم کی سوچ نے بتایا کئی فوجیوں نے اچانک ہی اس بنگلے کو گھیر لیا تھا جہاں وہ ملازمت کرتا تھا پھر اس بنگلے کی تلاشی لی گئی تو اسٹور رُوم سے چار سُوٹ کیس برآمد ہوئے۔ اس ملازم سے پوچھا گیا۔ اس نے کہا۔ "جناب! میں ان سُوٹ کیسوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ میں بارہا اسٹور رُوم میں گیا ہوں لیکن کبھی یہ سُوٹ کیس نہیں دیکھے۔"

وہ برسوں کا ایمان دار اور وفادار ملازم تھا۔ سپر ماسٹر بھی وفادار تھا لیکن اس کے متعلق شبہ ہو گیا تھا کہ میں اس کے دماغ میں پہنچ چکا ہوں۔ ملازم کے بیان سے اس کی تصدیق ہو رہی تھی۔ یہ ثابت ہو رہا تھا کہ فرہاد نے ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے ذریعے ملازم کے دماغ کو تسخیر کیا۔ پھر اسی طرح سپر ماسٹر کے دماغ کو بھی اپنے قابو میں کر لیا۔ وہ دونوں فرہاد کے زیرِ اثر رہے ہیں۔ جب بھی وہ اسٹور رُوم میں جاتے رہے، وہ چار سُوٹ کیس نظر آتے رہے اور انہیں وہ نظر انداز کرتے رہے۔

مگر اب وہ مشین میری دسترس میں نہیں رہی تھی۔ انہیں دو بڑی کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔ سب سے بڑی کامیابی یہ کہ ٹرانسفارمر مشین اُن کے ہاتھ آگئی تھی۔ دوسری کامیابی یہ کہ سپر ماسٹر کی کمزوری معلوم ہو گئی تھی۔ وہ الزام دے رہے تھے کہ فرہاد جب اس کے دماغ میں آتا تھا تو اس نے یہ بات اپنے اعلیٰ حکام سے کیوں چھپائی۔ سپر ماسٹر قسمیں کھا رہا تھا کہ فرہاد اس کے دماغ میں نہیں آتا ہے لیکن اب اس کی بات نہیں مانی جا سکتی تھی۔ جس طرح میں ہر اہم گفتگو کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے اسٹور رُوم میں ایک نقلی مشین رکھ چکا تھا۔ اسی طرح وہ سوچ رہے تھے کہ میں نے سپر ماسٹر کے دماغ پر بھی قبضہ جما کر اصلی مشین اس کے اسٹور رُوم میں چھپا رکھی تھی۔

میں اس سلیکشن کمیٹی کے ممبران تک باری باری پہنچنے لگا جنھوں نے سپر ماسٹر کا انتخاب کیا کرتے تھے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے دُور تک جال بچھا رکھا تھا۔ اس سلیکشن کمیٹی تک پہنچ گیا تھا جہاں سے سپر ماسٹر منتخب ہو کے آتا ہے لیکن وہ بہت زیادہ محتاط ہو گئے تھے۔ سلیکشن کمیٹی کے ان پانچ ممبروں کو بھی اُن کے عہدے سے ہٹا دیا تھا۔ نئے ممبران

آئے تھے اور وہ کون تھے؟ یہ معلوم کرنے کے لیے مجھے پھر نئے سرے سے جدوجہد شروع کرنا تھی۔

میں نے جناب شیخ صاحب سے آکر کہا: "وہ مشین ان لوگوں نے ڈھونڈ نکالی ہے۔ سپر ماسٹر بھی تبدیل کر دیا گیا ہے۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا: "تم یہاں آکر سات برس تک مطمئن رہے۔ اپنے لوگوں کے ساتھ وقت گزارتے رہے۔ مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ میں دعا کر رہا تھا تمہاری زندگی میں اسی طرح سکون رہے اور تم اپنوں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارو لیکن تمہارا ایک دن کا آرام مستقبل کے سکون کو حرام کر دیتا ہے اور کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدل دیتا ہے۔"

میں نے کہا: "میں اس طویل عرصے میں کئی بار سپر ماسٹر کے دماغ میں گیا.... وہاں کسی تبدیلی کا امکان نہیں تھا۔ پھر میں مطمئن ہو گیا تھا اور چاہا آخر زندگی بھر خیال خوانی تو نہیں کر سکتا۔ جب اپنے تمام لوگوں کے درمیان ہوں تو حاضر دماغ رہنا چاہیے اور یہ حاضر دماغی اب مہنگی پڑ رہی ہے۔"

"بے شک وہ نادان نہیں ہیں۔ انہوں نے اس بات کا اندازہ لگا یا کہ ایک جعلی مشین بہرام گنگولی جیسے اہم آدمی کے گھر میں چھپائی جا سکتی ہے تو اصلی مشین بھی کسی ایسے اہم شخص کے ہاں چھپائی گئی ہے جہاں اب تک تلاشی نہیں لی گئی ہے۔ لہٰذا انھوں نے تمام اہم شخصیتوں اور اہم عہدے داروں کے گھروں کی تلاشی لی ہوگی۔ ان میں سپر ماسٹر کا گھر بھی شامل تھا اور وہ مشین وہاں سے برآمد کر لی گئی۔"

رسونتی نے میرے پاس آکر کہا: "فرہاد! میں برابر شیبا کے ساتھ لگی رہی لیکن کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ آخر اُسے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟"

"پریشان ہونے سے کچھ نہیں ہوگا۔ اسے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دو۔ دشمن ہم میں سے کسی کو نقصان پہنچانے سے پہلے بہت کچھ سوچتے ہیں۔ اپنا نقصان نہیں برداشت کر سکتے لہٰذا شیبا کو جسمانی اور ذہنی طور پر نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ اسے کس مقصد کے لیے اغوا کیا گیا ہے؟"

"یہ ایک ہی پارٹی کا کھیل معلوم ہوتا ہے۔ مشین نئے سپر ماسٹر کی تحویل میں پہنچ گئی ہے۔ اس کی بلائنڈ فورس والے اسے اغوا کر سکتے ہیں۔"

"یہ بہت بُرا ہوا۔ مشین بھی ہاتھ لگ گئی۔ شیبا بھی ہاتھ لگ رہی ہے۔ اس طرح وہ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کریں گے۔"

"اعلیٰ بی بی کو امریکا جانے کے لیے کہو۔ وہ اپنے ان چالیس آدمیوں کے ساتھ جائے جنھیں ہم چالیس چور کہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے، وہ مشین جہاں بھی ہوگی، وہ چالیس چور اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

امریکا میں گرین کارڈ کے بغیر زیادہ عرصہ رہنا ایک مشکل کام تھا۔ اعلیٰ بی بی کے چالیس چوروں کو وہاں جانا تھا لیکن ہمارے لیے امریکا جانا ایسے ہی تھا جیسے ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں جانا ہو۔ بابا صاحب کے ادارے سے کامیاب ہو کر جانے والی طالبات اور طلبا کئی برسوں سے دنیا کے مختلف ملکوں میں حاکم، وزارت یا کاروبار کر رہے تھے، کوئی ڈاکٹر، کوئی میکینک، کوئی انجینیر اور کوئی سائنس دان تھا۔ ان کے حکم پر وہ امریکا سے واپس آسکتے تھے اور ان کے پاسپورٹ پر اصلی کے چور ان کے میک اَپ میں جا سکتے تھے۔

پھر یہ کہ پاسپورٹ، ویزا اور گرین کارڈ بعض شعبوں سے جو لیے جاتے ہیں وہاں تک خیال خوانی کے ذریعے رسائی حاصل کرنا اور ان افسروں کو اپنی مٹھی میں لے کر گرین کارڈ جاری کرانا ہمارے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

رسونتی نے اعلیٰ بی بی کے پاس آکر کہا: "فرہاد کی تجویز ہے کہ اپنے چالیس چوروں کے ساتھ امریکا جانا چاہیے۔ وہ مشین انتہائی رازداری سے چھپا کر رکھی گئی ہوگی۔ اسے تلاش کرنا ایک دو کے بس کی بات نہیں ہے۔ تمہارے چالیس چور اس مشین کے اطراف اپنا گھیرا تنگ کر سکتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے خوش ہو کر کہا: "خدا کا شکر ہے۔ بیٹھے بیٹھے دماغ کو زنگ لگ رہا تھا۔ میں یقین دلاتی ہوں، وہ مشین یا تال میں چھپ جائے یا سمندر کی تہ میں پہنچائی جائے یا کسی خلائی اسٹیشن میں لے جا کر رکھ دی جائے، میرے چور وہاں تک ضرور پہنچیں گے۔"

رسونتی کے جانے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا پھر بولا: "اب تو خوش ہو؟"

وہ بہت خوش تھی۔ اس نے کہا: "میں تمہارے ساتھ کتنی ہی مہمیں کامیاب رہی ہوں۔ پچھلی بار ہندوستان میں ناکام رہی۔ مجھے اس کا افسوس ہے۔ اب اس کی تلافی کروں گی۔ وہ مشین یہاں ضرور لا کر دوں گی۔ اگر نہ لا سکی تو اسے تباہ کر دوں گی۔ دشمنوں کو اسے استعمال کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔"

"تم کب جا رہی ہو؟"

"ابھی معلوم کرتی ہوں، جس فلائیٹ سے سیٹ مل جائے گی اسی سے چلی جاؤں گی۔"

"تمہارے چالیس چوروں کا کیا ہوگا؟"

"میرے آٹھ چور پہلے ہی امریکا میں ہیں۔ بتیس مختلف ممالک میں ہیں۔ میں ابھی شیخ صاحب سے جا کر ملاقات کرتی ہوں۔ وہ ان سے رابطہ قائم کریں گے۔ امریکا جانے کے سلسلے میں ان کے مسائل معلوم کریں گے۔ میرے چوروں میں کچھ ایسے ہیں جو چھپ کر امریکا پہنچیں گے اور وہاں کسی دوسرے کے میک اَپ میں گرین کارڈ بھی حاصل کر لیں گے اور جو چھپ کر نہ جا سکے وہ ہمارے ان ساتھیوں کے میک اَپ میں جائیں گے جو امریکا میں پہلے ہی مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر ہم اپنی کوششوں میں ناکام رہے تو تم، رسونتی اور آمر شیلی ٹیلی پیتھی کے ذریعے گرین کارڈ جاری کرا سکو گے۔ بہرحال میں آج یا کل کسی بھی فلائیٹ سے روانہ ہو جاؤں گی۔"

"تم کب پہنچ رہے ہو؟"

"میں شیبا کے لیے پریشان ہوں۔ جیسے ہی اس کی خیریت معلوم ہوگی، میں چلا آؤں گا۔ تم وہاں پہنچ کر اپنا کام شروع کر دو۔"

ہم نے ہیلی کاپٹر کی آواز سے اندازہ کیا تھا کہ شیبا کو اس میں لے جایا جا رہا ہے۔ تقریباً تین گھنٹے بعد میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اب ہیلی کاپٹر کی آواز نہیں آرہی تھی۔ وہ بے ہوشی میں تھی۔ کسی گاڑی کے ٹرالر میں آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی سفر کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: "شیبا! کیسی طبیعت ہے؟"

"ٹھیک ہوں لیکن یہ نئے حالات پریشان کر رہے ہیں۔ پتا نہیں یہ کون لوگ ہیں؟"

"ہمیں یقین کی حد تک شبہ ہے کہ سپر ماسٹر کے آدمی تمہیں لے جا رہے ہیں۔"

"سپر ماسٹر کے آدمی امریکا لے جائیں گے لیکن اتنی جلدی سفر کیسے ختم ہو گیا؟"

"ان کا اپنا کوئی طریقۂ کار ہوگا۔ انھوں نے تمہیں کہیں چھپانے کے لیے کسی صحرا یا ملک میں خفیہ اڈا بنایا ہوگا۔ پھر موقع اور سہولت دیکھ کر تمہیں سپر ماسٹر کے پاس پہنچا دیں گے۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟"

میں نے اسے بتایا: "وہ ٹرانسفارمر مشین سپر ماسٹر کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اب اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے یا والی کی ضرورت ہے لہٰذا وہ تمہیں لے جا رہا ہے۔"

وہ بولی: "ایسا کتنی بار ہو چکا ہے ہم ایک دوسرے کے قریب آئے مگر قریب نہیں ہوئے۔ اس سے پہلے ہی حالات نے جُدا کر دیا۔ اس بار بھی یہی ہو رہا ہے۔"

"ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں تو ہو رہی ہوں۔ ایسے وقت دیبی اسفندیار کی پیشگوئی یاد آرہی ہے۔ انھوں نے ایک بار میری قسمت کا حال بتاتے ہوئے کہا تھا میں جسے دل کی گہرائیوں سے چاہوں گی، وہ مجھے نہیں ملے گا۔ اسے پانے کے لیے مجھے اپنا رویّہ، اپنا راستہ اور اپنے نظریات وغیرہ سب بدلنے ہوں گے۔"

"چلو یہی سہی۔ مجھے پانے کے لیے اپنا راستہ بدل دو۔"

"یہی سوچ رہی ہوں۔ وہ کون سا راستہ ہو سکتا ہے جس پر چل کر میں تمہارے پاس پہنچ سکتی ہوں؟"

"ذرا یہ معلوم ہو جائے دو کہ تم کن لوگوں کی قید میں ہو اور کہاں ہو، پھر کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی آئے گا۔"

میں نے اسے تسلیاں دیں۔ پھر دس پندرہ منٹ کے بعد آنے کا وعدہ کر کے دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ دس منٹ کے بعد رسونتی نے آکر کہا: "جناب شیخ صاحب کے پاس آجاؤ۔"

میں اُن کے پاس آیا۔ انھوں نے کہا: "ابھی تھوڑی دیر پہلے سپر ماسٹر نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ بڑی طویل گفتگو ہوئی۔"

میں نے کہا: "یقیناً وہ فرنٹ لائن کا سپر ماسٹر ہوگا۔ اصل تو اس کے پیچھے چھپا ہوتا ہے۔ کیا اس نے بتایا کہ ایک ہفتے پہلے والا سپر ماسٹر اب نہیں رہا۔"

"نہیں، اس قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ انہیں ٹرانسفارمر مشین مکمل صورت میں مل گئی ہے۔ اس کے دو پُرزے نہیں تھے لیکن وہ پُرزے پہلے ہی تمہاری ٹیکسی والی رہائش گاہ کے باغیچے سے انہیں مل گئے تھے۔"

"انہیں مشین مل گئی۔ اِدھر شیبا اغوا کر لی گئی۔ اب وہ اور کیا چاہتا ہے؟"

"ہم سے دوستی چاہتا ہے۔ کہہ رہا تھا۔ اُسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے۔ میں نے اس سے کہا: شیبا کو اغوا کرانے کے بعد پھر کسی کی فرمائش کر رہے ہو۔ اس پر اس نے قسم کھا کر کہا کہ اس نے یا اس کے کسی آدمی نے شیبا کو اغوا نہیں کیا ہے۔"

"کیا ہم اس کی قسم پر یقین کر لیں؟"

"دشمن آخر دشمن ہوتا ہے۔ اگر وہ سچ بولتا ہے تو اس کے پیچھے بھی کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے، وہ شیبا کو اغوا کرنے کی بات ہم سے چھپا رہا ہو تاکہ ہم خیال خوانی کے ذریعے کوئی انتقامی کارروائی نہ کر سکیں۔"

"آپ نے اُسے کیا جواب دیا؟"

"میں نے کہہ دیا ہے۔ اگر وہ شیبا کی بازیابی میں ہماری مدد کرے اور اسے ہم تک پہنچا دے تو ہم اس کے کام آنے کے متعلق سوچیں گے۔"

فرنٹ لائن کے سپر ماسٹر نے کہا: "آپ ہمارے کام آنے کے متعلق سوچیں گے یعنی ہمیں ٹال رہے ہیں۔ ہمارے کام آنے کا وعدہ نہیں کر رہے ہیں؟"

جناب شیخ صاحب نے کہا: "ایک دوسرے کے کام آنے کے سلسلے میں پہلے شرائط طے ہوں گی، اس بات کا یقین دلایا جائے گا کہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے کام آئے گا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور تمہاری ٹرانسفارمر مشین ہماری نظروں میں آئے گی تو ہم خیال خوانی کے ذریعے کوئی چکر نہیں چلائیں گے۔ اس کے بعد ہم کام آنے کا وعدہ کریں گے۔"

"تو پھر ابھی یہ ساری باتیں طے ہو سکتی ہیں۔"

"ابھی ہم شیبا کے لیے پریشان ہیں۔ اس کی بازیابی..... تم ہمیں اس کا سراغ لگا سکتے ہو؟"

"جناب شیخ صاحب! آپ سے بچکانہ باتوں کی توقع نہیں تھی

اگر ہم نے شیبا کا سراغ لگا لیا اور یہ معلوم کر لیا کہ وہ کہاں ہے اور اسے وہاں سے کس طرح آپ کے پاس پہنچایا جا سکتا ہے تو اسے ہم اپنے پاس نہیں لے آئیں گے۔"

جناب شیخ صاحب نے جواب دیا۔ "میں یہی چاہتا ہوں کہ اس کا سراغ ملے تو آپ اس کو اپنے ہاں لے جانے کی کوشش کریں۔"

"اوہ، اب آپ کی بات سمجھ میں آئی۔ آپ میں اُن اغوا کرنے والوں سے ٹکرانا چاہتے ہیں اور ہمارے ٹکراؤ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ آپ ہم سے کس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں؟"

جناب شیخ صاحب مجھے سپر ماسٹر کی باتیں تفصیل سے سنا چکے تھے۔ میں نے کہا۔ "جب تک شیبا کے متعلق معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کہاں ہے، اس وقت تک میں سپر ماسٹر کی طرف نہیں جا سکوں گا۔"

میں نے پھر شیبا کی خبر لی۔ اب اس کی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی گئی تھی۔ ایک ڈاکٹر اس کا معائنہ کرنے کے بعد اس کے لیے نسخہ تجویز کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا اس مکان کی بناوٹ سے، ڈاکٹر کے لباس یا اس کے حلیے سے اندازہ کر سکتی ہو کہ تمہیں کہاں لے کر رکھا گیا ہے؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے میری آنکھوں سے پٹی کھولی گئی تو میں نے خود کو اس بیڈ روم میں پایا۔ ڈاکٹر یہاں موجود ہے۔ اس کے ساتھ ایک آدمی ذرا دُور کھڑا ہوا ہے۔ یہ لوگ خاموش ہیں۔ اپنی آواز نہیں سنا رہے ہیں۔"

"ڈاکٹر سے کہو تم باہر ٹہلنا چاہتی ہو۔ اندر حبس ہو رہا ہے، طبیعت گھبرا رہی ہے۔"

شیبا نے یہی بات ڈاکٹر سے کہی۔ دُور کھڑے ہوئے شخص نے قریب آ کر ایک کاغذ پر کچھ لکھا۔ پھر اسے شیبا کی طرف بڑھا دیا۔ میں نے شیبا کے ذریعے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔ "مادام! آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ لہٰذا کمرے میں رہنا چاہیے۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے اس بنگلے کے تمام دروازوں اور کھڑکیوں پر گھنٹیاں لگا دی گئی ہیں۔ آپ باہر کا منظر نہیں دیکھ سکیں گی۔ یہ ایک ویران علاقہ ہے۔ اس بنگلے کے آس پاس سے کوئی نہیں گزرتا ہے۔ آپ کسی کی آواز بھی نہیں سُن سکیں گی۔ آپ سے گزارش ہے اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ ڈاکٹر کی تجویز کردہ دوائیں استعمال کریں اور خوب کھا پی کر اپنی جان بنائیں۔"

وہ چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد اس کے لیے دوائیں آ گئیں۔ کھانے کے لیے تازہ پھل اور پینے کے لیے دودھ اور لیٹن لا کر رکھ دیا گیا۔ پھر یہ تمام چیزیں لانے والے باہر چلے گئے۔ دروازے کو باہر سے بند کر دیا گیا۔ میں نے کہا۔ "فی الحال یہی بہتر ہے، فکر اور پریشانی چھوڑ دو۔ خوب کھاؤ پیئو، دوائیں استعمال کرو، تمہاری خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس آنا چاہئیں۔"

میں بھی جی چاہتی ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے بغیر یوں لگ رہا ہے جیسے ہتھیار کے بغیر دشمنوں کے نرغے میں ہوں۔"

وہ کچھ کھانے کے لیے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ سامنے ہی ایک قدِ آدم آئینہ تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی اُس نے چونک کر اپنے چہرے کو جھریوں سے بھرا ہوا دیکھا۔ "اوہ فراڈ! ان لوگوں نے میرا میک اَپ اُتار دیا ہے۔ یہ میرا اصلی چہرے کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔"

"یہ تو ہونا ہی تھا۔ عارضی میک اَپ بڑی آسانی سے اُتر جاتا ہے۔ تم آرام کرو۔ میں آدھے گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس وقت میں غلام باقی کے سامنے الفقرہ میں تھا۔ وہاں سے ہیرس جانا چاہتا تھا تاکہ غلام باقی بابا صاحب کے ادارے میں چلا جائے اور میں حالات کے مطابق فیصلہ کروں کہ شیبا کی طرف جانا چاہیے یا امریکا اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر مشین کا سراغ لگانا چاہیے؟

ہم الفقرہ پہنچ کر ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن گئے تھے۔ ایک ہی ہوٹل میں قیام کیا تھا مگر دو الگ الگ کمروں میں تھے۔ دشمنوں نے شیبا کے ساتھ غلام باقی کو بھی پہچان لیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ذریعے میں بھی پہچانا جاؤں۔ ہوٹل پہنچنے کے بعد میرا خیال درست نکلا۔ اب وہ غلام باقی کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ اگر انھوں نے ہوٹل میں اُسے دیکھا تھا تو وہ یہاں بھی پہنچ سکتے تھے۔ اگر میں تمہیں بہن بنا لوں تنہا ان کی نظروں میں آیا ہوں گا اور اگر ان کے سامنے تم بھی میرے ساتھ نہیں کھاؤ گی؟"

اس نے چونک کر دیکھا پھر گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے باقی نے رات کے نو بجے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا، پھر گھبرائی سے پوچھا۔ "کیا ہوا! کیا تمہیں بہن کا رشتہ پسند نہیں ہے؟"

"میرے آقا! میں محسوس کر رہا ہوں میری نگرانی ہو رہی ہے۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔ "نہیں نہیں، مجھے بہن نہ کہنا مرد

"فکر نہ کرو۔ میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے رابطہ قائم کیا کروں گا۔" اگلی زبان سے بہن کا رشتہ ایک گالی سا لگتا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ بہن بھائی کا رشتہ تو بہت مقدس

وہ ہوٹل کے دوسرے کمرے سے بات کر رہا تھا۔ میں نے ریسیو رکھ دیا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "جناب! روم سروس۔"

میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دروازے کے باہر تنہا کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے کھانے کا آرڈر دیا تھا۔ وہ ایک ٹرالی پر کھانا لے کر آئی تھی۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ وہ ٹرالی کو دھکیلتی ہوئی کمرے میں آئی۔ اس دوران میں اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ وہ کسی کی آلۂ کار نہیں تھی۔ ایک سیدھی سادی سی جوان اور خوب صورت عورت تھی۔ ایک بچے کی ماں تھی۔ اس کا شوہر اسے چھوڑ کر کہیں چلا گیا تھا۔ وہ ہوٹل میں ملازمت کر کے عزت آبرو کے ساتھ اپنی زندگی گزار رہی تھی۔ اس ہوٹل میں زیادہ تر عیش پرست لوگ آتے تھے۔ وہاں کا ایک والوں نے اکثر اسے بڑی بڑی پیش کشیں کی تھیں۔ لیکن اُن کی کوئی

میں نے اُسے بھٹکانا نہ سکی تھی۔

اس نے کھانے کی ٹرالی میز اور صوفے کے درمیان لا کر پوچھا۔ "سر! اپنی سروس؟"

میں نے پوچھا۔ "تمہاری ڈیوٹی کب ختم ہوتی ہے؟"

"ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے۔ میری جگہ ایک لڑکی آئی ہے۔ وہ بھی اصلی چہرے کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔"

"اس تبدیل کر رہی تھی۔ میں نے سوچا، آپ نے دیر سے آرڈر دیے ہیں، لہٰذا میں ہی کھانا پہنچا دوں۔"

"جب ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے تو آؤ سامنے بیٹھو۔ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔"

"سوری سر! میں ملازمہ ہوں۔ آپ کے ساتھ بیٹھ کر نہیں کھا سکتی۔"

"ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد تم ملازمہ نہیں رہیں۔"

"پھر بھی میں کسی اجنبی کے ساتھ نہیں بیٹھتی۔"

"یہ اجنبیت ختم ہو سکتی ہے۔"

"نہیں جناب! میں اُن لڑکیوں میں سے نہیں ہوں۔ آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔"

"ہاں، دراصل سمجھ کی بات ہے۔ مرد یہی غلط سمجھتا ہے۔ اگر وہ تنہائی کی نظروں میں آیا ہوگا اور اگر لڑکی سے تعاقب کیا ہوگا تو پھر مجھے بھی تم میرے ساتھ نہیں کھاؤ گی؟"

اس نے چونک کر دیکھا پھر گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے

"میرے آقا! میں محسوس کر رہا ہوں میری نگرانی ہو رہی ہے۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔ "نہیں نہیں، مجھے بہن نہ کہنا مرد

"فکر نہ کرو۔ میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے رابطہ قائم کیا کروں گا۔" اگلی زبان سے بہن کا رشتہ ایک گالی سا لگتا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ بہن بھائی کا رشتہ تو بہت مقدس

وہ ہوٹل کے دوسرے کمرے سے بات کر رہا تھا۔ میں نے ریسیو رکھ دیا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "جناب! روم سروس۔"

میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دروازے کے باہر تنہا کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے کھانے کا آرڈر دیا تھا۔ وہ ایک ٹرالی پر کھانا لے کر آئی تھی۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ وہ ٹرالی کو دھکیلتی ہوئی کمرے میں آئی۔ اس دوران میں اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ وہ کسی کی آلۂ کار نہیں تھی۔ ایک سیدھی سادی سی جوان اور خوب صورت عورت تھی۔ ایک بچے کی ماں تھی۔ اس کا شوہر اسے چھوڑ کر کہیں چلا گیا تھا۔ وہ ہوٹل میں ملازمت کر کے عزت آبرو کے ساتھ اپنی زندگی گزار رہی تھی۔ اس ہوٹل میں زیادہ تر عیش پرست لوگ آتے تھے۔ وہاں کا ایک والوں نے اکثر اسے بڑی بڑی پیش کشیں کی تھیں۔ لیکن اُن کی کوئی

وہ چیخ کر بولی۔ "نہیں ہوتا۔ سب فراڈ ہوتا ہے۔ وہ میری زندگی میں آیا تھا۔ پہلی بار اس نے بھی مجھے بہن کہا تھا۔ بھائی بن کر میرا اعتماد حاصل کیا تھا۔ پھر اُس نے ایک رات میری مجبوریوں سے فائدہ اٹھا لیا ..... اب میں لوگوں کو یہی بتاتی ہوں کہ میری شادی ہو چکی ہے۔ میرا آدمی بیرونِ ملک کام کرنے گیا ہے۔ آج میرا بچہ پانچ برس کا ہو چکا ہے۔ وہ پوچھتا ہے، ماما! دُنیا کے تمام بچوں کے باپ ہوتے ہیں۔ میرے پاپا کہاں ہیں؟ میں اسے کیا جواب دوں؟ تم مرد کسی معصوم لڑکی پر جال پھینکنے کے لیے غلط رشتہ کیوں قائم کرتے ہو؟ نہیں نہیں، مجھے بہن نہ کہنا۔ مجھے گالی نہ دینا۔ یہ گالی تمہیں بھی پڑے گی۔"

وہ تیزی سے پلٹتی ہوئی گئی، دروازے کو ایک جھٹکے سے کھولا۔ پھر باہر نکل گئی۔ میں خالی دروازے کو دیکھتا رہ گیا۔ ایک منٹ تک

یاد نہیں رہا کہ میں اسے خیال خوانی کے ذریعے واپس بلا سکتا ہوں۔ جو کچھ بھی وہ کہہ گئی تھی، اس سے کسی بھی حساس مرد کو شرمندگی ہو سکتی تھی اور میں شرمندہ سا تھا۔

پھر میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے کسی کے خلوص پر شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔"

وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ یہ الفاظ دیگر میں نے اس کے قدم روک دیے، وہ سمجھ رہی تھی، اسے شرمندگی روک رہی ہے۔ اس نے ایک شریف آدمی کو کھری کھری باتیں سنائی تھیں۔

وہ واپس آنے لگی۔ اُسے اپنے فرض کا بھی احساس تھا۔ وہ ہوٹل کی ملازمہ تھی۔ وہاں قیام کرنے والوں کو خوش رکھنا اس کی ڈیوٹی تھی اگرچہ وہ کسی کی غلط بات ماننے کی پابند نہیں تھی۔ تاہم کسی کو کسی قصور کے بغیر باتیں سنانا بھی نامناسب تھا۔

وہ کمرے میں آئی، پھر سر جھکا کر بولی۔ "میں معافی چاہتی ہوں جلالے غصے میں کیا کہہ چکی ہوں۔"

"میں یوں معاف نہیں کروں گا۔ اگر واقعی شرمندہ ہو تو پندرہ منٹ بعد دو پیالی کافی لے آؤ اور میرے ساتھ بیٹھ کر ایک پیالی کافی نوش کرو۔"

وہ سر جھکا کر چلی گئی۔ میں نے کھانے کے دوران فرانس کے ایک اعلیٰ حاکم سے رابطہ قائم کیا اور کہا۔ "آپ الفقرہ میں اپنے سرکاری یا غیر سرکاری نمائندے کو ہدایت دیں کہ مجھے جس چیز کی ضرورت ہو، وہ فوراً مہیا کر دی جائے۔"

"میں ابھی حکم دیتا ہوں۔ آپ اس کا ٹیلی فون نمبر نوٹ کر لیں۔"

اس نے ٹیلی فون نمبر بتایا۔ میں نے یاد کر لیا۔ پھر تھوڑی دیر انتظار کیا۔ اس حاکم کے دماغ میں موجود رہا۔ وہ ہاٹ لائن پر اپنے الفقرہ کے ایک نمائندے کو ہدایت دے رہا تھا کہ مسٹر فراڈ پہلے ٹیلی فون پر گفتگو کریں گے۔ پھر تمہارے دماغ میں آ کر بولیں گے۔ وہ جو بھی حکم دیں، اس کی فوراً تعمیل کی جائے۔"

میں اس کے دماغ میں رہ کر اس نمائندے کی آواز بھی سن چکا تھا۔ ٹیلی فون پر گفتگو کی ضرورت نہیں تھی چونکہ اسے یہی ہدایت کی گئی تھی اس لیے میں نے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا۔ پھر اس سے کہا۔ "میں دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔" اس کے بعد ریسیور رکھ دیا۔

چند لمحوں کے بعد ہی اس نے اپنے دماغ میں میری آواز سن کر کہا۔ "جناب! مجھے ہدایت کی گئی ہے۔ آپ حکم دیں، میں تعمیل کروں گا۔"

میں نے ہوٹل کا نام اور کمرہ نمبر بتلاتے ہوئے کہا۔ "اپنے ایک خاص آدمی کو یہاں بھیج دو۔ میں اسے ہدایات دوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی اسے روانہ کر رہا ہوں۔"

وہ کافی کی ٹرے لے کر آئی۔ درمیانی میز پر اسے رکھ کر کافی بنانے لگی۔ میں اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کر چکا تھا۔ پھر بھی میں نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ آہستگی سے بولی "ثمینہ۔"

"ثمینہ! اگر تمہیں اچانک کہیں سے دولت مل جائے تو کیا کرو گی؟"

اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا، پھر کہا "میں خواب نہیں دیکھتی۔"

"دیکھا کرو۔ خواب دیکھنے سے زندگی کی ویرانی میں پھول کھلتے ہیں۔ اپنے لیے نہ سہی اپنے بچے کے لیے خواب دیکھا کرو اور سوچو اس کی پرورش کرنے، اسے اعلیٰ تعلیم دلانے اور اس کا مستقبل خوشگوار بنانے کے لیے تمہیں زیادہ سے زیادہ دولت کی ضرورت ہوگی۔ مجھے غلط نہ سمجھنا۔ میں تمہیں بہن کہہ چکا ہوں۔ ایک شخص نے بھائی بن کر دھوکا دیا ہے۔ میں اس کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"تم اس ہوٹل میں ملازمت نہ کرو، یہاں بھانت بھانت کے لوگ آتے ہیں، تم پر بُری نظر ڈالتے ہیں، تم اُن سے دامن بچاتی ہو لیکن جوان ہو، خوب صورت ہو، آخر کب تک بچو گی؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں پہلے کپڑے سلائی کرتی تھی۔ چھوٹے بچوں کے لیے نت نئے سوٹ تیار کر کے بازار میں فروخت کرتی تھی لیکن اس سے گزارا نہیں ہوتا تھا۔ اس شہر میں بڑی بڑی ریڈی میڈ گارمنٹس کی فیکٹریاں ہیں۔ ان میں جدید مشینیں ہیں۔ بے شمار کام کرنے والے مرد اور عورتیں ہیں۔ وہ ان مشینوں کے ذریعے بہترین مال تیار کرتے ہیں۔ میرے ہاتھ کے سلے ہوئے کپڑے اچھے داموں فروخت نہیں ہوتے، اس لیے مجبور ہو کر میں اس ہوٹل میں ملازمت کرنے لگی ہوں۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔ ثمینہ نے جا کر دروازہ کھولا، اور پوچھا "آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟"

آنے والے نے کہا "اس کمرے میں جو بھی صاحب رہتے ہیں، میں اُن سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے اس کی آواز سُن کر اس کے خیالات پڑھے۔ وہ فرانسیسی نمائندے کی طرف سے آیا تھا۔ میں نے کہا "ثمینہ، آنے دو۔"

وہ اندر آگیا۔ میں نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر کہا "ثمینہ! ان کے لیے ایک بہت بڑی گارمنٹس فیکٹری قائم کرنا ہے۔ تم کام کی کسی کمرشل ایریا میں ایک پلاٹ حاصل کر کے لیدر گارمنٹس تیار کرنے کی جدید ترین مشینیں ہیرو ون ملک سے منگواؤ۔"

وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا "یہ میری بہن ہے، کسی چھوٹے علاقے میں نہیں رہے گی۔ کل صبح تک کسی اچھے علاقے میں اس کے لیے ایک بنگلا خرید دو۔ میرا بھانجا اسکول جاتا ہے۔ اس کے لیے ایک کار ضروری ہے۔ فیکٹری کا کام شروع ہونے اور دولت کی صورت پیدا ہونے تک ثمینہ کے اکاؤنٹ میں ایک لاکھ ڈالر فیکٹری قائم کرنے کی تمام فرقی داری تم پر ہے۔ تم ثمینہ سے رابطہ رہو گے اور اس کے مطابق کام کرتے رہو گے۔"

وہ دھیمے سے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ میں نے جو کچھ سُن رہی ہے، سچ ہے۔ اُسے یہ خواب سا لگ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "جناب! کیا آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں؟"

میں نے کہا "تم اپنے گھر کا پتا بتاؤ۔"

"میں نہیں بتاؤں گی۔"

"تم بتاؤ گی۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بولنے لگی۔ آنے والا شخص اُسے نوٹ کرنے لگا۔ پھر میں نے کہا "تم خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے شیبا تک پہنچنا چاہتا تھا۔ پھر محسوس کیا جو ہدایات میں نے دی ہیں، ان پر عمل کرنا شروع کر دو۔"

وہ مجھے سلام کر کے چلا گیا۔ ثمینہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا "تم اس لیے حیران ہو کہ خواب نہیں دیکھتی ہو۔ ایسا ہوا تھا۔ میں ٹیلی فون کی طرف بڑھا مگر قدم ڈگمگانے لگے۔ میں خواب جیسی سچائی سامنے آتی ہے تو اسے دیکھ کر بھی یقین نہیں آتا۔ یہ حقیقت ہے۔ تم گھر جاؤ، اپنا سامان پیک کرو۔ کل صبح تمہیں اپنے بچے کا مستقبل سنوارنا ہے۔"

میں نے پیالی اٹھا کر کافی کا پیالا گھونٹ لیا، پھر کہا "تم ایک شریف عورت ہو۔ تم نے ہوٹل کے اس غلیظ ماحول میں بھی اپنا دامن بچا رکھا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ آئندہ اس ماحول میں رہو۔ جب میں نے تمہیں بہن کہا ہے تو اس رشتے کے تقدس کو کسی طرح بھی نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر بولی "میں جا رہی ہوں۔ جب ہو گا تو میں اپنے بچے کے ساتھ آؤں گی اور تمہارے قدموں پر سر رکھ لیکن ابھی تم میرے لیے اجنبی ہو۔ ناقابلِ اعتبار ہو۔ میں عورت ہوں۔ میں فریب میں نہیں آنا چاہتی۔ میری کوئی بات بُری لگے تو مجھے معاف کر دینا۔"

وہ کمرے سے چلی گئی۔ اس کے جھٹکے کی پیالی میں کافی تھی۔ میں نے اسے پینے پر مجبور نہیں کیا۔ اس نے صاف لفظوں میں کہا تھا کہ جب تک مجھ پر بھروسا نہیں ہو گا، میں اس کے لیے اجنبی ہوں گا۔ میں اس بار بھی میں کافی پینے آئی تھی۔ اس کی پیالی ویسے ہی رہ گئی تھی۔ اس نے اسے منہ نہیں لگایا تھا۔ اس کے باوجود وہ بے قصور اور انجان تھی۔ میری کافی میں کسی نے مضر رساں دوا ملائی تھی۔ یہ میں بعد میں معلوم نہ کر سکا۔ ایک اندازہ تھا۔ ثمینہ کی ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد جو لڑکی اس کی جگہ ڈیوٹی پر آئی تھی، شاید وہی دشمنوں کی آلۂ کار تھی۔

میں نے آپریٹر سے کہا تھا کہ وہ غلام باقی کے کمرے سے رابطہ قائم کرائے۔ آپریٹر نے جواب دیا تھا "پلیز ایک منٹ انتظار کریں۔ اس کے بعد ہی میرے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا تھا۔ بعد میں اس ریسیور سے کچھ آوازیں سنائی دی تھیں۔ شاید رابطہ قائم ہو گیا تھا اور غلام باقی دوسری طرف سے مجھے مخاطب کر رہا تھا یا پھر رابطہ قائم نہیں ہوا تھا اور آپریٹر معذرت چاہتے ہوئے کچھ کہہ رہا تھا۔ بہرحال یہ تو بعد میں معلوم ہو گیا کہ غلام باقی سے رابطہ قائم نہیں ہوا تھا..... اگر ہوتا تو وہ تیر کی طرح میرے پاس پہنچتا۔ پتا نہیں وہ کہاں تھا اور اس پر کیا گزر رہی تھی؟ یہاں تو مجھ پر جو گزر رہی تھی، اس کا علم مجھے نہیں تھا۔ میں تو حیات بدست موت کے مصداق زندہ تھا اور کہیں مُردہ پڑا ہوا تھا۔

وہ رات گزر گئی۔ دوسرے دن مجھے ہوش آیا۔ میں نے رسوتی کی آواز سُنی۔ بڑی نقاہت سے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

"یہیں ہوں، تم کہاں ہو؟ پچھلی رات سے بے ہوش پڑے ہو، ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو، یہ کون سی جگہ ہے؟"

میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ وہ ہوٹل کا کمرہ نہیں تھا۔ میں ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ ایک وسیع و عریض خواب گاہ تھی جہاں کا قیمتی سامان اور اس کی آرائش دیکھ کر گمان ہوتا تھا کہ وہ کسی بادشاہ سلامت کی خواب گاہ ہو سکتی ہے۔ دشمن بڑے سسٹم والے ہوتے ہیں۔ شمنی کرتے ہیں مگر آرام سے رکھتے ہیں اور جو دشمن آرام سے رکھتا ہے، اس کی دشمنی بڑی دوغلی ہوتی ہے۔ یعنی نقصان بھی کرتا ہے اور آرام پہنچا کر مجھ سے فائدہ بھی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ مجھے آرام سے رکھ کر مجھ سے کیا فائدے حاصل کرنا چاہے گا۔ اِدھر رسوتی میری سوچ پڑھ رہی تھی اور میرے ذہن کے اس بیڈ روم کے متعلق معلومات حاصل کر رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "یہاں سے باہر نکلو تب معلوم ہو گا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔"

میں آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرا سر چکرانے لگا۔ درد دیوار ادھر سے ادھر ڈولتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ اس نے کہا "بہتر ہے، تھوڑی دیر آرام کر لو۔"

میں پلنگ کے سرہانے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، پھر بولا "شیبا کو اسی طرح کسی خواب گاہ میں بند کیا گیا تھا۔ وہ باہر نکلنا چاہتی تھی لیکن اسے اجازت نہیں ملی۔ وہاں کے کھڑکی دروازے بند تھے۔ یہاں بھی یہی نظر آرہا ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد چلنے پھرنے کی کوشش کروں گا۔ تم شیبا کے متعلق بتاؤ۔"

"اعتبار ہوں۔ میں اپنی پیالی اٹھا کر پینے لگا۔

"سلیم اور گناہوں کو ختم کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ ایک مرنے کوئی غلطی کی ہے تو دوسرا اس کی تلافی کرنے کی کوشش کرے۔ اگر ایک عورت نے کسی مرد کو دھوکا دیا ہے تو دوسری عورت اس سے وفا کرے۔ اس طرح اگر بُرائی ختم نہ بھی ہو تو اس کے مقابلے میں نیکی ہوتی جائے گی۔ پلڑا برابر ہے گا تو یہ اندیشہ نہیں رہے گا کہ بُرائی ہمیشہ غالب آتی رہے گی۔ جب دوسرے دن ثمینہ کو میرے نیک عمل کا یقین آئے گا تو اس میں بھی حوصلہ پیدا ہو گا۔ وہ بھی آئندہ کسی نہ کسی کے کام آتی رہے گی۔"

میں نے پیالی ختم کر کے اسے ایک طرف رکھا۔ صوفے سے ٹیک لگا کر جوابات میں نے دی ہیں، ان پر عمل کرنا شروع کر دو۔"

یہ ایک آخری فقرہ سنائی دیا۔ اس کے بعد میرے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ میرا خیال تھا میں خود کو سنبھال سکتا ہوں۔ میں نے آنکھیں ڈالر آجائی اور تمہیں یقین ہو جائے کہ میں تمہارا مذاق نہیں اڑا رہا ہوں۔ تمہارے اکاؤنٹ میں ایک لاکھ بلند کر دیں، اپنی تمام قوتوں کو یکجا کر کے سنبھلنے کی کوشش کرنے لگا لیکن موجودہ ملازمت سے استعفیٰ دے دینا۔ ابھی مجھ پر بھروسا نہ کرو۔ اس وقت میں کھڑکیوں کے بل فرش پر آ گیا تھا۔ سر زمین کی طرف جھک رہا تھا، دونوں ہاتھ بھی قالین پر ٹیکے ہوئے تھے۔ میں اٹھنا چاہتا تھا مگر اٹھ نہیں سکتا تھا۔ ریسیور ہاتھ سے چھوٹنے کے بعد لٹک رہا تھا۔ اِدھر سے اُدھر جھول رہا تھا۔ اس میں سے آواز آرہی تھی لیکن اب میری سماعت آتنی کمزور ہو گئی تھی کہ میں آواز نہیں پہچان سکتا تھا۔ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ آپریٹر کی آواز ہے یا غلام باقی کی۔

ایک زمانہ میری ٹیلی پیتھی سے خوف زدہ ہے، ایک دُنیا مجھے شعبدہ باز تسلیم کرتی ہے اور یہ شعبدہ زور اس وقت فرش پر گھٹنے اور ہاتھ ٹیکے ہوئے تھا اور اتنا کمزور ہو چکا تھا کہ اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکتا تھا۔ مجھے یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ میں کس وقت فرش پر چھکے چھکے اوندھے منہ گر پڑا۔ قدرت اشارہ دیتی ہے کہ دنیا کا ہر شعبدہ باز ایک نہ ایک لمحہ منہ کے بل گرتا ہے جو کبھی نہیں گرتا جسے کبھی زوال نہیں آتا وہ قائم و دائم رہنے والی ذات صرف خدا کی ہے۔

دشمن اپنا کام کر چکے تھے۔ جس ہوٹل میں قیام کرتا ہوں، وہاں بھی اپنی طرف سے بہت محتاط تھا۔ میرے کھانے پینے کی چیزیں میں کوئی نقصان دہ ملاوٹ نہ ہو۔ اس بار بھی میں آپریٹر تک پہنچ چکا تھا اور مطمئن بھی ہو چکا تھا۔ ثمینہ میرے ساتھ

"میں کئی بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کر چکی ہوں، لیکن وہ سانس روک لیتی ہے۔"

میں نے حیرانی سے کہا۔ "یہ کیا بات ہوئی! وہ بھلا کیوں سانس روکے گی؟"

"ہم سب حیران ہیں، وہ ایسا کیوں کر رہی ہیں۔ جناب شیخ صاحب کہتے ہیں، اس کے ساتھ کچھ زیادتی ہو رہی ہے۔ اسے سانس روکنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔"

"بھلا کوئی سانس روکنے کے سلسلے میں کیسے مجبور کر سکتا ہے۔ یہ تو شیبا کے اپنے اختیار میں ہے۔"

"تم بھول رہے ہو۔ ہو سکتا ہے اس پر تعویذی عمل کیا گیا ہو۔ کسی عامل نے اسے اپنی معمولہ بنا کر یہ سختی سے حکم دیا ہو کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی وہ سانس روک لیا کرے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ اس طرح اس عامل نے شیبا سے ہم سب کا رابطہ ختم کر دیا ہے۔ ہم اس کے متعلق معلومات حاصل نہیں کر سکیں گے۔"

"فرہاد! کیا پھر ہمارے ساتھ وہی چال چلی جا رہی ہے۔ پہلے شیبا کو اغوا کر کے جزیرے پہنچایا گیا اور آمر کو وادی قاف۔ اس بار بھی شیبا کو اغوا کیا گیا ہے۔ آمر کی جگہ تم ان کے ہاتھ آ گئے ہو۔"

"دشمن اتنے نادان نہیں ہیں۔ وہ اتنی گھسی پٹی چالیں نہیں چلیں گے۔ بات کچھ اور ہے۔ ابھی میرا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔ میں کچھ توانائی حاصل کر لوں۔ پھر اس معاملے پر غور کروں گا۔ اگلی بی پی سے رابطہ قائم کرو۔ میرے موجودہ حالات بتاؤ اور اس کے متعلق رپورٹ دو کہ وہ مشین تک پہنچنے کے لیے کیا کر رہی ہے؟"

رسونتی نے بیزاری سے کہا۔ "مشین کو جہنم میں جانے دو۔ مجھے تمہاری فکر ہے۔ دشمنوں کی قید میں ہو اور اپنی فکر چھوڑ کر دوسروں کی باتیں کر رہے ہو۔"

"مجھے فکر کیا کرنا ہے۔ دیکھ ہی رہی ہو، دشمنوں نے آدم سے رکھا ہوا ہے یقیناً کوئی مقصد ہے ورنہ وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔ پہلی فرصت میں گولی مار دیتے۔ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہ ہوتا کہ کس بڑے ملک نے یا کس سپر طاقت نے مجھے ہلاک کیا ہے۔"

"جناب شیخ صاحب بھی کہہ رہے تھے کہ تمہیں زندہ رکھنے کے پیچھے دشمنوں کا کوئی خاص مقصد ہے اور وہ اسی پہلو پر سوچ رہے ہیں کہ تمہیں زندہ رکھنے والے دشمن کون ہو سکتے ہیں؟"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ "پہلے ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا پھر سیدھا لیٹ گیا۔ رسونتی نے کہا۔ "یا تیں نہ کرو۔ آرام سے سو جاؤ۔ دوبارہ اٹھنے کے بعد شاید تازہ دم ہو سکو۔"

پتا نہیں کم بختوں نے مجھے کافی میں کس قسم کی دوا ملا کر دی تھی، اب تک کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ رسونتی کے بولتے بولتے آنکھ لگ گئی۔ میں پھر غافل ہو گیا۔ مجھے کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ گزرتا جا رہا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو میں نے رسونتی اور آمر کی باری باری سنی۔ وہ میرے لیے بہت پریشان تھی۔ تھوڑی تھوڑی میں آتی جاتی رہی تھی۔ آمر نے کہا۔ "میرے بھائی! تمہیں بتائے گھنٹے تک سوتے رہے ہیں۔ بہن رسونتی بہت پریشان ہیں۔ میں بھی رہا ہوں۔ پریشانی سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ مجھے امید ہے تم چلنے پھرنے کے قابل ہو گے تو خود ہی وہاں سے نکلنے کا راستہ بنا لو گے۔"

میں نے پوچھا۔ "شیبا سے رابطہ قائم ہوا؟"

"اس کی طرف سے مایوسی ہو رہی ہے۔ مجھے میں نہیں آتا ہے پہنچتے ہی سانس کیوں روک لیتی ہے؟"

میں نے کہا۔ "مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ خواب گاہ کا دروازہ کی طرح بند ہے۔ کوئی نظر نہیں آ رہا ہے، مجھے اب اٹھنا ہی پڑے گا۔"

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ادھر ادھر نظر دوڑائی تو فیلڈ والی میز پر کھانے کا بہت سا سامان نظر آیا۔ دودھ سے بھرا ہوا ڈبہ، ابلے انڈے، تازہ پھل اور خشک میوے دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے ہی ایک گلاس میں دودھ ڈال کر دو گھونٹ پیا۔ پھر اس میں سے حل کیا۔ اس کے بعد ایک سیب اٹھا کر چباتے ہوئے ایک ایک گھونٹ پینے لگا۔ رسونتی کہہ رہی تھی۔ "خدا کا شکر ہے تمہیں کھا رہا ہے یقیناً اب توانائی بحال ہو گی۔"

میرے کھانے کے دوران خواب گاہ کا دروازہ کھلا تھا۔ گھنٹے بعد میں نے دو آدمیوں کی صورتیں دیکھیں۔ ایک کے منہ پر داڑھی ہوئی تھی۔ آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا۔ دوسرے نے خواب گاہ میں ہوتے ہی کہا۔ "ہیلو مسٹر فرہاد! کیسی طبیعت ہے۔ دیکھو ہمیں تمہارا خیال ہے۔ تمہارے جیسے شہ زور کو کمزور دیکھ کر ڈاکٹر لے آیا ہوں۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اس نے سانس روک لی۔ چہرہ سانولا مسکرا کر بولا۔ "اچھا شاید مادام رسونتی میرے دماغ میں پہنچنا چاہتی یا آمر ہو گا اور وہ تم پر جان دینے والی شیبا بھی ہو سکتی ہے۔ ہاں تو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے لیکن افسوس وہ میرا بگاڑ سکیں گے۔"

اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر نے ڈاکٹر فرہاد صاحب کچھ کھا پی لیں تو ان کا معائنہ کر لینا۔"

مجھے یاد آیا۔ شیبا بھی اسی طرح نیم بے ہوشی کی حالت میں آنے کے بعد اسے کچھ کھانے پینے کو دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر نے معائنہ تھا اس کے لیے نسخہ تجویز کیا تھا لیکن اسے کچھ ایسی دوا میں دی گئی کہ وہ پھر سو گئی تھی۔ اب میں سونا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے اور پلیٹن کا ایک گلاس ختم کرنے کے بعد کہا۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھے کسی ڈاکٹر یا دوا کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم جانے مہمان ہو۔ تم سے زیادہ ہم جانتے ہیں کہ تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر کی دوائیں تمہیں استعمال کرنا چاہئیں۔"

"کیا تم زبردستی استعمال کراؤ گے؟"

"میری کیا مجال کہ فرہاد جیسی ہستی سے کوئی بات منوانے کے لیے جبر کروں۔"

میں نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا، پھر پوچھا۔ "کیا شیبا تم لوگوں کی قید میں ہے؟"

"ہاں، سنا تو ہے وہ اسی محل کے کسی حصے میں ہے۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"وہ ملنا چاہے گی تو ضرور ملاقات ہو جائے گی۔"

"میں اس سے پوچھنا چاہتا ہوں، کیا ملاقات کے لیے اس سے اجازت لینا ہو گی؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس خواب گاہ سے باہر تم قدم نہیں رکھ سکو گے۔ یہاں کے تمام مسلح افراد گونگے بہرے ہیں۔ وہ کچھ بولنا نہیں جانتے صرف گولی چلانا جانتے ہیں۔ خواب گاہ کے دروازے سے تمہارا ایک پاؤں نکلے گا تو گولی تمہارے ایک پاؤں میں لگے گی۔ دو پاؤں نکلیں گے دو گولیاں لگیں گی۔ اپنے پورے وجود کے ساتھ نکلو گے تو میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ کتنی گولیاں تمہیں چھلنی کر دیں گی۔"

میں نے اس کی باتوں کے دوران دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ بند تھا۔ اندر کی طرف چٹخنی وغیرہ نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو میں اسے لگا کر دروازے کو بند کرتا پھر اس کی اتنی پٹائی کرتا کہ وہ سانس روکنا بھول جاتا۔ ہم سب پریشان تھے کہ شیبا رابطہ قائم کیوں نہیں کر رہی ہے۔ رسونتی اور آمر اس کے پاس پہنچنا چاہتے ہیں، وہ سانس روک لیتی ہے۔ ایسے میں معلوم ہوا کہ وہ اس محل میں ہے تو میں اس سے ملنے کے لیے بے چین ہو گیا۔

میں نے اس شخص کو گھور کر دیکھا، پھر پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "میں تمہارے لیے ایک اسٹرینجر ہوں، ایک اجنبی۔"

میں نے کہا۔ "تم سے پہلے ایک اور اجنبی آیا تھا جو خود کو مسٹر فن کہتا تھا اور تم مسٹر اسٹرینجر بن رہے ہو، آخر تم لوگ مشین کے لیے ایسا ہرکارہ کھیل کب تک کھیلتے رہو گے۔"

اس نے پوچھا۔ "تم کس مشین کی بات کر رہے ہو؟"

"واہ! کیا تجاہل عارفانہ ہے۔ آج دنیا کا ہر مجرم ٹرانسفارمر مشین کے متعلق جانتا ہے اور تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔"

"مسٹر فرہاد! ہمیں کسی مشین سے دلچسپی نہیں ہے۔ ہم صرف مادام شیبا کے غلام ہیں، ان کے حکم کے بندے ہیں۔"

"اگر ایسا ہے تو جاؤ اور شیبا سے کہو، میں ملنا چاہتا ہوں۔"

"ہم مادام کے پاس جا کر کچھ نہیں کہہ سکتے۔ وہ ہمیں بلا کر بہت کچھ کہہ سکتی ہیں۔ ہم ان کے حکم کے مطابق تمہیں یہاں لے آئے ہیں، جب ان کا دوسرا حکم ملے گا تو اس پر عمل کریں گے۔ اس وقت تک انتظار کرو۔"

پھر اس نے ڈاکٹر سے کہا۔ "واپس چلو۔ مسٹر فرہاد علاج کرانا نہیں چاہتے، ہم یہ رپورٹ مادام کے سامنے پیش کر دیں گے۔"

وہ ڈاکٹر کے ساتھ واپس چلا گیا۔ میں پھر تنہا رہ گیا۔ وہاں گھڑی تھی نہ کیلنڈر۔ یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ کتنا وقت اور کتنے دن گزرتے جا رہے ہیں۔ رسونتی نے ایک دن کہا۔ "یہ کوئی عجیب سا چکر چل رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں، شیبا کے حکم سے تمہیں لایا گیا ہے اور یہ سب اس کے حکم کے بندے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اپنے طور پر خیال قائم کرنے سے پہلے بہت سے پہلوؤں پر غور کرنا ہو گا۔ یہ خواب گاہ بہت وسیع و عریض ہے۔ بالکل شاہانہ طرز کی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ پہلے شیبا کے پاس کوئی محل نہیں تھا، اس کی احکامات کی تعمیل کرنے والے غلام نہیں تھے۔ شیبا اس محل میں اپنی مرضی سے نہیں آئی تھی۔ حالات ہمارے سامنے ہیں۔ اسے جبراً اغوا کیا گیا تھا۔ آخری بار جب میں اس کے دماغ میں تھا تو میں نے اسے جسمانی اور ذہنی طور پر بے حد کمزور اور مجبور پایا تھا۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں تھی۔ سانس بھی نہیں روک سکتی تھی۔"

رسونتی نے کہا۔ "اور اب یہی شیبا ہمارے آنے پر سانس روک لیتی ہے، آخر وہ ایسا کیوں کر رہی ہے۔ کیا اس کی نیت پہلے سے یہی تھی کہ وہ ایک دن ہمارا ساتھ چھوڑ دے گی۔ پہلے بھی ہم اس کی مرضی کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں جاتے تھے۔ وہ سانس روک لیتی تھی۔ پھر ہمیں آنے جانے کی اجازت دیتی تھی۔ ہو سکتا ہے، اس نے اندر ہی اندر، چپکے ہی چپکے اپنے وفادار بنائے ہوں۔ یہ محل خریدا ہوا بہت ممکن ہے جن دنوں وہ تل ابیب میں رہ رہی تھی، ان دنوں وہاں اپنی قوم کے لوگوں سے کوئی سمجھوتا کر لیا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے اس وقت بھی وہ تمہارے ساتھ اپنے ملک کے کسی شہر میں ہو۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس نے خود کو اغوا کرنے کا ڈراما پہلے کیا ہو اور اس کے بعد تمہیں بھی اغوا کرا لیا ہو۔"

"رسونتی! ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے مگر ہمیں جلد بازی میں شیبا کے خلاف نہیں سوچنا چاہیے۔ پہلے دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا تھی، آج کیا ہے اور آئندہ کیا کرنا چاہتی ہے؟"

"تم نہیں مانو گے لیکن میں کہتی ہوں، وہ اپنا سودی رنگ دکھا

رہی ہے۔"

"یہودی قوم میں بھی مائیں ہوتی ہیں۔ ان ماؤں کے سینے میں بھرپور ممتا ہوتی ہے۔ کیا تم یہ بھول سکتی ہو کہ اس نے ہمارے پارس کو کیسی بھرپور ممتا دی ہے۔ اسے کتنی محنت سے ہیرے کی طرح تراشا ہے۔"

"میں مانتی ہوں۔ صرف یہودی قوم میں نہیں، دنیا کی ہر قوم میں مائیں ہوتی ہیں اور ان کے سینوں میں بھرپور ممتا ہوتی ہے لیکن ایک بات یاد رکھو، ہر ماں کے دل میں صرف اپنی اولاد کے لیے ممتا ہوتی ہے۔ وہ دوسرے بچوں سے ضرور پیار کرتی ہے لیکن جب آزمائش کی گھڑی آتی ہے تو ممتا کا پلڑا اپنے بچے کی طرف جھکتا ہے۔"

"شیبا کی اپنی کوئی اولاد نہیں ہے۔"

"نہیں ہے تو ہو جائے گی۔ تمہارے بیٹے نے اس کے سینے میں ممتا کا رنگ بھر دیا ہے۔ اب وہ تم سے اپنا بیٹا ضرور چاہے گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم یہ بھول رہی ہو کہ منحنی کا زہریلا رگوں میں دوڑ رہا ہے۔"

"میں تمہاری ہمدرد ہوں — اس حقیقت کو میں جانتی ہوں۔ شیبا تو نہیں جانتی ہے۔"

"اگر وہ تمہارے خیال کے مطابق یہودی رنگ دکھا رہی ہے تو میں اسے اپنی میڈیکل رپورٹ سنا دوں گا۔"

"میں یقین سے کہتی ہوں، شیبا اس وقت تمہارے دماغ میں موجود ہے۔"

"ہو سکتا ہے، جب وہ سانس روک لیتی ہے تو اس کا مطلب ہے خیال خوانی کی توانائی بھی حاصل ہو چکی ہے۔ میں شیبا سے کہوں گا وہ مجھ سے بات کرے۔"

"جب تک میں تمہارے پاس رہوں گی، وہ نہیں بولے گی۔ لہٰذا میں جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا تھا۔ اٹھ کر ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا۔ ایک کھڑکی کے پاس جا کر اسے کھولنا چاہا۔ پتا چلا، وہ باہر سے بند ہے۔ وہ شاہانہ طرز کی وسیع و عریض خواب گاہ چاروں طرف سے بند تھی لیکن بند نہیں تھا۔ ایئر کنڈیشنر لگا ہوا تھا۔ اب میرا دماغ سوچنے سمجھنے کے قابل ہو رہا تھا۔ اس ایئر کنڈیشنر کو دیکھتے ہی خیال آیا کہ میں افریقہ یا مشرق وسطیٰ کے کسی ملک میں ہوں۔ یورپ کے تمام ملکوں میں ابھی خاصی سردی پڑ رہی تھی۔ جہاں مجھے پہنچایا گیا ہے، وہ گوئی گرم خطہ ہے۔ اسی لیے ایئر کنڈیشنر کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔

میں نے چونک کر شیبا کی آواز سنی۔ وہ میرے دماغ میں کہہ رہی تھی۔ "تم ٹھیک سوچ رہے ہو۔ اس خطے میں گرمی پڑ رہی ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں یہ بھی ٹھیک سوچ رہا تھا کہ تم میرے دماغ میں بہت پہلے سے ہو۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں تم یہ آنکھ مچولی کیوں کھیل رہی ہو؟"

"میں پہلی بار اُس وقت تمہارے دماغ میں آئی جب رسمی باتیں کر رہے تھے۔ میں نے سوچا میاں بیوی کے درمیان مداخلت نہیں کرنا چاہیے اس لیے واپس چلی گئی۔"

"ہم تمہارا ہی ذکر کر رہے تھے۔ تمہیں واپس نہیں جانا چاہیے تھا۔"

"میرے متعلق تمہاری شریک حیات کی رائے بہت کڑی ہے، جو میرے متعلق اچھی رائے نہ رکھتا ہو یا نہ رکھتی ہو، میں اس کی موجودگی میں کچھ بولنا نہیں چاہتی۔"

"شیبا! سمجھنے کی کوشش کرو۔ تمہارے رویے نے انہیں شک میں مبتلا کر دیا ہے۔ ان کی غلط فہمی دور کرو۔ وہ جب بھی تمہارے دماغ میں آتی ہے، تم سانس کیوں روک لیتی ہو؟"

"میں صرف تم سے تعلق رکھنا چاہتی ہوں اور بس۔"

"اچانک ایسی کیا بات ہو گئی۔ تم میری ساتھیوں سے کیوں بدظن ہو گئی ہو۔ چلو میری کوئی ساتھی نہ سہی، تم خیال خوانی کے ذریعے جناب شیخ صاحب سے تو رابطہ قائم کر سکتی ہو۔"

"میں نے کہا نا، میں صرف تم سے تعلق رکھتی ہوں۔"

"صرف مجھ سے تعلق رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ پارس سے تعلق نہیں ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ وہ تمہارا خون ہے۔ میں اسے اولاد کی طرح چاہتی ہوں۔"

"تم کہاں ہو؟"

"اسی محل میں۔"

"تعجب ہے۔ اتنے قریب ہو اور مجھ سے دور رہ کر بات کر رہی ہو۔"

"تم بے حد کمزور تھے۔ تمہیں آرام کی ضرورت تھی۔ میں نے تمہیں تاکید کی تھی کہ کوئی تمہیں ڈسٹرب نہ کرے۔ اب تم ڈاکٹر کے علاج کے بغیر ہی صحت مند ہو چکے ہو۔ میں بلاؤں تو ضرور میرے پاس آ جاؤ گے۔ کیا آ رہے ہو؟"

"سنا ہے اس خواب گاہ کے باہر میری موت کا سامان ہو گیا ہے؟"

"کوئی تمہاری طرف انگلی بھی نہیں اٹھائے گا۔ اطمینان سے غسل کرو، لباس تبدیل کرو، پھر کمرے سے باہر نکل آؤ۔"

"کہاں آؤں؟"

"تمہاری رہنمائی ہوتی رہے گی۔"

"اچھی بات ہے، ایک گھنٹے بعد آ رہا ہوں۔"

وہاں کی ایک ایک الماری میں میرے لیے عمدہ سوٹ اور طرح طرح کے ملبوسات تھے۔ ہر لباس کی مناسبت سے جوتے، جرابیں اور نکٹائیاں وغیرہ تھیں۔ میں نے ایک لباس اپنے لیے منتخب کیا اور باتھ روم میں چلا گیا۔ میں جانتا تھا، ایسے وقت شیبا موجود ہو گی تو بھاگ جائے گی اور میں اسے بھگانا چاہتا تھا کیوں کہ اس کی مخالفت میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے اور میں ان خیالات کو دماغ میں جگہ دے کر اسے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

شیبا کے انداز گفتگو سے صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ اس محل کی مالکہ ہے اور یہاں کے تمام مسلح افراد اس کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ مجھے اس بات کی حیرانی نہیں تھی کہ میرے ناپ کے ملبوسات اور جوتے وہاں موجود تھے۔ دنیا کی تمام بڑی خطرناک تنظیمیں، تمام بڑے مافیا میں جہاں جہاں میرا ریکارڈ ہے، وہاں میرے جوتوں کا سائز بھی لکھا ہوا ہے۔ دراصل حیران کر دینے والی بات یہ تھی کہ شیبا کو اپنے اغوا ہونے کا کوئی غم نہیں تھا۔ اس نے یہاں پہنچتے ہی شاہانہ انداز کی زندگی شروع کر دی تھی۔

میں نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ پھر اس خواب گاہ سے باہر نکلا۔ ایک کشادہ راہداری میں بہت سے مسلح افراد نظر آئے۔ مجھے دیکھتے ہی کم از کم ایک درجن کنیزوں نے سلام کیا۔ پھر وہ میرے دونوں طرف آ کر کھڑی ہو گئیں۔ میرے آگے ایک خوب صورت کنیز تھی۔ اس نے کہا۔ "میرے آقا! تشریف لائیے۔"

وہ آگے بڑھی۔ میں تمام کنیزوں کے درمیان چلنے لگا۔ وہ پتا نہیں کتنا وسیع و عریض محل تھا۔ شاہانہ طرز تعمیر کا بہترین نمونہ تھا۔ یوں لگتا تھا میں چلتا رہوں گا اور اس کا آخری سرا نہیں آئے گا۔ بہرحال وہ بڑا سا دروازہ آ گیا جس کے پیچھے شیبا کی خواب گاہ تھی۔ وہاں کھڑی ہوئی کنیزوں نے مجھے دیکھتے ہی جھک کر سلام کیا اور پھر دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھلتے ہی جیسے ہزار داستان کے اوراق کھلنے لگے۔ وہ خواب گاہ کیا تھی، دور تک الف لیلوی نظارہ تھا۔ ایک کنیز سرسارگ کے تاروں کو چھیڑ رہی تھی۔ موسیقی مدھم مدھم سُروں میں بکھر رہی تھی۔ کھلے ہوئے دروازے پر کتنی ہی رقاصائیں رقص کر رہی تھیں اور رقص کے انداز میں مجھے خوش آمدید کہتے ہوئے اندر آنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا خواب گاہ میں داخل ہوا۔ خواب گاہ کے وسط میں ایک بڑا سا دائرہ نما پلیٹ فارم تھا۔ وہ پلیٹ فارم بہت ہی دھیرے دھیرے دائرے کی صورت میں گھوم رہا تھا۔ اس پر ایک شاہانہ طرز کا پلنگ تھا۔ پلنگ کے اطراف ہلکے آسمانی رنگ کا باریک ریشمی پردہ تھا۔ اس پردے کے پیچھے ایک دلہن سر جھکائے بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔

میں رقاصاؤں کے درمیان چلتا ہوا اس اسٹیج پر آیا۔ اس باریک ریشمی پردے کے پیچھے شیبا سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی، دلہن کی طرح سجی بنی ہوئی تھی۔ اس قدر حسین لگ رہی تھی کہ اس پر سے نظریں ہٹانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اب سے پہلے بھی وہ مبتی سنورتی رہی تھی لیکن لڑکیاں خواہ کتنا ہی سنگھار کر لیں، دلہن کے روپ میں کچھ اور ہی بات ہوتی ہے۔ شاید یہ بات ہوتی ہے کہ دلہن بن کر وہ صرف ہماری ملکیت بن جاتی ہے۔

یا حیرت! یہ کیا ہو رہا تھا۔ ہم دونوں اغوا کیے گئے تھے لیکن وہ اتنے شوق سے دلہن بنی بیٹھی تھی جیسے اسی مقصد کے لیے اغوا ہونا پسند کیا ہو۔ تمام رقاصائیں اسی انداز میں رقص کرتے ہوئے خواب گاہ سے باہر جانے لگیں۔ سُرسنگیت کے تاروں کو چھیڑنے والی بھی اُٹھ گئی۔ ذرا سی دیر میں خواب گاہ خالی ہو گئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ میں ریشمی پردے کو ہٹا کر اس کے قریب بستر پر بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "یہ کیا ماجرا ہے؟ کیا ہم اپنے گھر میں ہیں؟"

اس نے شرماتے ہوئے، مسکراتے ہوئے سر کو اور جھکا لیا۔ پھر میرے دماغ میں آ کر بولی۔ "جیسے میری زبان نہیں کھلے گی۔ میں سوچ کے ذریعے صرف اتنی گزارش کرتی ہوں کہ کوئی ایسا ویسا سوال نہ کرو۔ یہاں میں ہوں، تم ہو، میری بات ہو، تمہاری بات ہو اور کسی کا ذکر نہ ہو۔"

"میں بہت الجھن میں گرفتار ہوں۔ تمہارے متعلق کیا رائے قائم کروں؟"

"لوگ اپنی بیویوں کے بارے میں کیا رائے قائم کرتے ہیں؟"

"بیوی!" میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا؟"

"مطلب بھی سمجھ میں آ جائے گا۔ پہلے یہ بتاؤ نکاح اسلامی طریقے پر ہونا ضروری ہے یا ہم یہودیوں کا طریقہ بھی قابل قبول ہو گا تمہارے لیے؟" شیبا نے شرماتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کیا چکر چلا رہی ہو تم؟ مجھے صاف صاف کیوں نہیں بتاتیں، قصہ کیا ہے اور یہ نکاح، دلہن وغیرہ کا کیا ڈھونگ ہے؟" میں غصے سے چیخ پڑا۔

"ارے تم اسے ڈھونگ کہہ رہے ہو۔ میری زندگی اور موت کا مسئلہ تمہیں ڈھونگ نظر آ رہا ہے؟" وہ شرم و حیا چھوڑ کر مجھے غصے سے گھورتے ہوئے بولی۔

"اور پھر کیا ہے یہ سب کچھ؟" میں نے بھی ترکی بہ ترکی کہا۔ "یہ تم

پرا چانک کیسا دورہ پڑا ہے؟ اس قید خانے میں کوئی ہوش مند ایسی باتیں کر سکتا ہے بھلا؟"

"قید خانہ ہے یہ تمھارے لیے، میرے لیے تو یہ وہ بندھن ہے جس کی میں ہمیشہ سے متمنی تھی۔" وہ بولی "تم تو خواہ مخواہ ہی غصہ کھا رہے ہو حالانکہ بات صرف اتنی سی ہے کہ جن لوگوں نے مجھے اور تمھیں یہاں لا کر یکجا کیا ہے، وہ چاہتے ہیں ہم یہاں شادی کر کے باقاعدہ شوہر اور بیوی کی حیثیت سے رہیں۔ یہ کوئی دو چار روز کا ساتھ تو ہے نہیں کہ کسی نہ کسی طرح وقت گزار کے اپنی اپنی راہ لیں۔ ہمارے میزبانوں نے یہاں جو آسائشیں مہیا کی ہیں ہمارے لیے یہ عارضی نہیں ہیں، یہ انتظام ہمارے مستقل طور پر یہیں رہنے کے لیے کیا گیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں اب ہم ماضی کی تمام تلخ و شیریں یادیں فراموش کر کے اپنا گھر بسا لیں اور دنیا کے تمام بکھیڑوں سے دور یہاں پُرسکون اور پُرآسائش زندگی گزاریں۔ ہنگامے ہم نے بہت کر لیے، اب کچھ اپنی آئندہ نسلوں کی بھی فکر کرنا چاہیے ہمیں۔"

اس بار ایک بالکل ہی نئی صورت حال سے دوچار ہوا تھا۔ اس سے پہلے بھی دشمن مجھ پر حاوی ہو چکے تھے مگر انھوں نے مجھے بے دست و پا بنانے کی ایسی کوئی تدبیر نہیں کی تھی۔ دشمنی کا یہ انداز بڑا ہی انوکھا اور دل خوش کُن تھا۔ شیبا کو اپنی دلہن بنانے کا تصور میرے لیے نیا نہیں تھا۔ میں برسوں سے یہ خواب دیکھتا آ رہا تھا۔ اب اس طرح مجھے اس کی تعبیر مل رہی تھی تو مجھے کیا انکار ہو سکتا تھا۔ رہا زندگی بھر یہاں رہنے کا مسئلہ تو یہ بعد کی بات تھی۔ یہ تو وقت ہی بتا سکتا تھا کہ ہمارا مستقل کیا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے نئے میزبانوں کی خواہش کا احترام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

میں نے کہا "یہ تو بڑے مہربان لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ میری دلی مراد پوری کرنا چاہتے ہیں پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر بتا دو کہ کارِ کس طریقے پر کرنا پسند کرو گے؟" شیبا نے خوش ہو کر کہا۔

"خالص اسلامی طریقے پر، کسی مسلمان اور مستند قاضی کے ہاتھوں سے یہ بندھن بندھنا چاہیے۔" میں نے جواب دیا۔

پتا نہیں اس نے مجھے اور میرے نئے کتنے برسوں کے بعد پایا تھا۔ ابھی حساب کرنے کا موقع نہیں تھا۔ ہم ایک طویل عرصے سے ایک دوسرے کے مطلوب تھے۔ اگر طلب اچانک پوری ہو جائے تو خواب جیسا لگتا ہے۔

شیبا نے ان لمحات کے لیے کیا نہیں کیا۔ اگر ایک لڑکی اپنے گھر میں اپنے رشتے داروں کے درمیان مجبور ہو، بے بسی کی زندگی گزار رہی ہو تو اس گھر سے بھاگ جانا چاہتی ہے لیکن بھاگنے کے لیے باہر کسی کا سہارا تلاش کرتی ہے۔ کوئی اس کا ہاتھ تھامنے والا مل جاتا ہے تو وہ اپنے گھر سے نکل جاتی ہے۔ یہی حال شیبا کا تھا۔ اس نے اپنی محنت سے تیلی پیچھی کا علم حاصل کیا لیکن ربی اسفند یار کی مٹھی میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے اس کی تیلی پیچھی کا ذکر اپنے حکام سے بھی نہیں کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ شیبا اپنی ماں کے پاس بھی نہ جائے اس کا دنیا میں کوئی نہ ہو تاکہ وہ صرف ربی اسفند یار کو سب کچھ سمجھ لے۔ اس کے لیے اس نے اس کی ماں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔

قصہ بہت طویل ہے، میرے قارئین شیبا کی داستان خود اس کی زبانی سُن چکے ہیں۔ اس کا کوئی گھر نہیں تھا۔ وہ ربی اسفند یار کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ رفتہ رفتہ اس پر یہ انکشاف ہونے لگا کہ ربی اسفند یار کیسی چالیں چل رہا ہے تب وہ اپنے لیے راہِ نجات تلاش کرنے لگی۔ ایسے وقت میں اس کے سامنے آیا۔ محبت اور وفا سے اس کا دل جیتنے لگا۔ حالات نے ایسی کروٹ لی کہ شیبا بالآخر میرے کے اداسے میں پہنچ گئی۔ وہاں بھی اسے اپنوں کا پیار ملتا رہا۔ جناب صاحب نے اسے اپنی خاص توجہ سے جسمانی اور ذہنی طور پر صحت مند بنایا۔ وہاں رہ کر وہ تیلی پیچھی کے علم کے ساتھ زندگی گزارنے کا سلیقہ سیکھتی رہی۔ طرح طرح کے ہنر بھی سیکھنے کی کوشش کرتی رہی۔ میں ان سارے مرحلوں میں اس کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ وہ سب کچھ میرے لیے کر رہی تھی، اپنے علم و ہنر کے ذریعے میرے شایانِ شان بننا چاہتی تھی۔ اس کے لیے وہ ایک بار ہم سے جدا بھی ہو گئی۔ پارس اس کے ہاتھ آیا تو اس نے میرا دل جیتنے کے لیے اسے بھرپور ممتا دی۔ وہ آخر بھی اسے اپنی اولاد کی طرح دل و جان سے چاہتی تھی۔

شیبا نے جب سے اپنے ملک کی زمین چھوڑی تھی۔ اسے لوگوں سے منہ موڑ اتھا سب سے وہ جو کچھ بھی کرتی آئی تھی صرف دل جیتنے کے لیے اور آخر آج اس نے مجھے سر سے پاؤں تک جیت لیا تھا۔ اور یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ اصل جیت کس کی ہوئی تھی۔

خواب گاہ میں خاموشی چھا گئی۔ اس کی سیاہ زلفیں بکھری ہوئی تھیں۔ ان بکھری ہوئی کالی بدلیوں میں اس کا چاند سا چہرہ چھپ گیا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا "شیبا!"

اس نے شرما کر ایک ہاتھ سے منہ چھپا لیا۔ میں نے کہا "اب میں تمھارا ہو چکا ہوں، کیا ہم دونوں اسی مقصد کے لیے اغوا کیے گئے ہیں؟"

"نہیں! اغوا سے ہمارے اس مقصد کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میری بات پوچھتے ہو، خود اپنی بات کہو، کیا تم یہ پسند کرو گے کہ دشمن تمھیں ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پہنچا دے؟"

"ہرگز نہیں، لیکن یہ سب کیا ہے؟"

"یہ میری آرزوئیں ہیں۔ میری وہ خواہشات ہیں جو برسوں سے لپکی جا رہی تھیں۔ جب میں نے تمھارے بیٹے کو پہلی بار اپنے سینے سے لگایا تو میرا دل ممتا سے دھڑکنے لگا۔ پہلی بار میرے اندر یہ خواہش شدت اختیار کرنے لگی کہ تمھارے ایک ایسے ہی بیٹے کی ماں بنوں۔ میں دیکھتی آئی ہوں، تم دنیا کے ایک ہیرے سے دوسرے ہیرے تک جاتے ہو لیکن پلٹ کر سیدھے رسونتی کے پاس جاتے ہو اور اس لیے جاتے ہو کہ وہ تمھارے بیٹے کی ماں ہے۔ بے شک میں کہیں بھی جاتا ہوں، پلٹ کر اسی کے پاس آتا ہوں لیکن اس کی صرف یہی ایک وجہ نہیں ہے۔ رسونتی ایک محبت کرنے والی شریکِ حیات ہے، وہ کئی بار دشمنوں کے ہاتھ لگی۔ ان کے بہکانے میں آئی، مجھ سے عارضی طور پر دشمنی کی۔ پھر اسے عقل آ گئی، اس نے بار بار بُرے وقتوں میں میرا ساتھ دیا۔ سونیا، اعلیٰ بی بی، تم اور پوپی بھی دن رات میرے کام آنے کے لیے تیار رہتی ہو۔ ہر نازک مرحلے میں ساتھ دیتی ہو۔ میں تم سب کو بے حد چاہتا ہوں اور اس چاہت میں کوئی تفریق نہیں ہے، محبت نہ ناپ کر کی جاتی ہے نہ تول کر۔ میرا دل صرف رسونتی کے لیے نہیں، تم سب کے لیے دھڑکتا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تم دو بار پیرس آئے اور دونوں بار رسونتی کے ..... کا ٹیکہ لے کے تمھارے ..... آس پاس سونیا، اعلیٰ بی بی اور پوپی وغیرہ موجود تھیں۔ میں بھی یہ تماشا دیکھتی رہی۔ تم ہمارے پاس کبھی کبھی آتے تھے، دو چار باتیں کرتے تھے، پھر چلے جاتے تھے۔ مجھے احساس ہونے لگا کہ ہم سب تمھاری بیوی کی باڈی گارڈز ہیں۔ تمھارے دونوں بچوں کی آیائیں ہیں۔"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟"

"یہی باتیں کڑوی لگتی ہیں لیکن تم ان سچائیوں سے انکار نہیں کر سکو گے۔ جو کچھ کہہ رہی ہوں، اس کا معقول جواب نہیں دے سکو گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے رسونتی کے خلاف محاذ بنا لیا ہے؟"

"میں رسونتی کی دشمن نہیں ہوں۔ اس کے خلاف محاذ نہیں بنا رہی ہوں بلکہ اس کی طرح خوش نصیب بننا چاہتی ہوں۔"

"خوش نصیبی اور بدنصیبی قدرت کے کھیل ہیں۔ میں تمھیں ایک بات صاف طور پر بتا دوں کہ دنیا کی کوئی عورت میرے بچے کی ماں نہیں بن سکے گی۔"

"میں نے تمھارے دماغ میں رہ کر رسونتی سے ہونے والی گفتگو سُن لی ہے۔ تم کسی میڈیکل رپورٹ کا ذکر کر رہے تھے۔ ہو سکتا ہے وہ میڈیکل رپورٹ درست ہو لیکن دنیا کا کوئی بھی طبی قانون قدرت کے قانون سے افضل، برتر اور قوی نہیں ہو سکتا۔ انسان کوشش کرتا ہے اور کوشش کے دو ہی نتائج ہوتے ہیں۔ کامیابی یا ناکامی۔ اگر کامیابی ہوئی تو میری گود میں اپنا بچہ دیکھ کر تمھیں خوشی ہو گی؟"

"ضرور خوشی ہو گی لیکن کاش تم مسلمان ہو جاتیں۔"

"یہ کوئی ضروری نہیں، دنیا میں ایسی ہزاروں مثالیں ہیں کہ دو مختلف مذہب کے مرد اور عورت اپنے اپنے مذہبی قوانین کے مطابق شادی کرتے ہیں اور میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزارتے ہوئے اپنے اپنے مذہب سے بھی وابستہ رہتے ہیں۔"

"ہم لوگ صرف مسلمان عورت سے شادی کرتے ہیں۔ اگر وہ عورت مسلمان نہ ہو تو اسے اپنے دین کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"تم یہ باتیں نہ کرو۔ میں نے ایسے ہزاروں مسلمان دیکھے ہیں جن کی بیویاں ہندو ہیں، عیسائی اور یہودی ہیں۔ دونوں اپنے اپنے مذہب کے پابند ہیں اور میاں بیوی کی طرح زندگی گزارتے ہوئے درجنوں بچوں کے والدین بھی بن چکے ہیں۔ مجھے اس بات کی پروا نہیں ہے کہ دنیا کیا کہتی ہے، دین کیا کہتا ہے۔ میں صرف محبت کرتی ہوں اور تمھاری پرستش کرتی ہوں اور تمھارے بچے کی ماں بننا چاہتی ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "تم سے بحث کرنا فضول ہے جب کہ یہ پورا یقین ہے تم کبھی ماں نہیں بن سکو گی۔"

"جب یقین ہے تو بحث نہ کرو۔ یہ مجھ پر چھوڑ دو اور میری صرف اتنی سی بات یاد رکھو عورت بہت ہی نازک ہوتی ہے مگر اپنے ارادوں میں چٹان ہوتی ہے۔ ناممکن کو ممکن بنا کر رکھ دیتی ہے۔"

"چلو، میں نے تسلیم کر لیا کہ تم چٹان ہو اور ایک دن ناممکن کو ممکن بنا دو گی۔ اب میرے سوال کا جواب دو۔ ہم کہاں ہیں۔ یہ کون سا ملک ہے؟"

"میں اپنے میکے میں ہوں اور تم اپنے سسرال میں۔"

میں نے چونک کر پوچھا "کیا ہم آل ابیب میں ہیں؟"

وہ مسکرانے لگی۔ میں فوراً ہی بستر سے اُٹھ کر اس سے دور کھڑا ہو گیا۔ پھر پوچھا "کیا تم ان کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہو جنھوں نے تمھیں اغوا کیا۔ چھ ماہ تک جزیرے میں قید رکھا؟"

اس کی مسکراہٹ بجھ گئی۔ وہ اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی "غلطی انسانوں سے ہوتی ہے۔ ان پر غصہ آتا ہے، ہم انھیں سزا بھی دیتے ہیں مگر ہمیشہ کے لیے چھوڑ نہیں دیتے۔"

"اس کا مطلب ہے تم نے یہاں کے اعلیٰ حکام سے سمجھوتا کر لیا ہے؟"

"میں آسانی سے جھکنے والی عورت نہیں ہوں۔ تم سے مشورہ کیے بغیر کبھی کوئی سمجھوتا نہ کرتی مگر مجبوری آڑے آگئی۔ مجھے ایسا کرنا ہی پڑا۔"

"آخر وہ کیسی مجبوری تھی کہ تم نے مجھ سے مشورہ تک نہیں لیا؟"

"تمھاری زندگی، بچانے کا سوال تھا۔ تم کیا سمجھتے ہو اب تک زندہ رہتے؟ ذرا سوچو۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں، تمام بڑے ممالک، تمام سیر طاقتیں تھیں پہلی فرصت میں گولی مار دینا چاہتی ہیں لیکن تمھارے قتل کا الزام اپنے سر لینا نہیں چاہتیں۔ یہ حوصلہ میری قوم کے لوگوں نے کیا تھا۔ انھوں نے مجھے اغوا کرنے کے بعد پوچھا، میں تمھاری زندگی چاہتی ہوں یا موت۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے تم انقرہ میں ہو، جس ہوٹل میں کافی پی کر بے ہوش ہوئے وہاں اتنی زحمت اٹھائی نہ جاتی۔ سائلنسر لگے ریوالور سے چپ چاپ تمھیں گولی مار کر ختم کر دیا جاتا کہ کسی کو یہ پتا نہ چلتا کہ کس نے گولی ماری ہے۔"

وہ بول رہی تھی۔ میں سُن رہا تھا اور اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ درست کہہ رہی تھی۔ دشمنوں کو یقین ہو چکا تھا کہ میں اصلی فرہاد علی تیمور ہوں۔ پوری طرح تصدیق کرنے کے بعد وہ گولی مارنے میں ذرا بھی دیر نہ کرتے۔ میں نے پوچھا "تم نے کس قسم کا سمجھوتا کیا ہے؟"

"ان کی پہلی شرط یہ ہے کہ میں ہمیشہ ان کے پاس رہوں۔ میرے یہاں پیدا ہونے، یہیں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا۔ مجھ پر ان کا حق ہے۔ میں نے یہ حق کبھی تسلیم نہیں کیا۔ میں صرف تمھیں چاہتی ہوں۔ تمھارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں، لیکن میں کیا کروں۔ انھوں نے صاف کہہ دیا تھا۔ اگر میں ان کی شرائط تسلیم نہیں کروں گی، تو یہاں تمھاری لاش آئے گی۔"

میں نے پوچھا "ان کی دوسری شرط کیا ہے؟"

"وہ کہتے ہیں، میں تمھارے ساتھ دوست بن کر نہ رہوں۔ ایک مسلمان کے ساتھ اس حیثیت میں رہنے سے ہماری پوری قوم کی توہین ہوتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں۔ وہ بالکل درست کہتے ہیں۔ بحیثیت عورت میں خود اپنی توہین محسوس کرتی ہوں۔"

میں نے کہا "پھر تو انھوں نے یہ شرط بھی رکھی ہوگی کہ تمھارا شوہر بننے کے لیے مجھے اپنا دین چھوڑنا ہوگا۔"

"وہ جانتے ہیں، تم ضدی ہو۔ جان سے جاؤ گے مگر ایمان سے نہیں جاؤ گے۔ تم مسلمان رہو گے۔ میں یہودی رہوں گی اور ہم اپنے اپنے مذہب کے مطابق ..... میاں بیوی بن کر رہیں گے۔"

"تم یہ بات کتنی آسانی سے کہہ رہی ہو۔ کیا فرہاد علی تیمور ساری عمر تمھارے ساتھ تل ابیب میں رہے گا؟"

"مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ میں نہیں کہہ رہی ہوں۔ ان کی شرائط بیان کر رہی ہوں۔ انھوں نے مجھے یہ سب کچھ تسلیم کرنے پر مجبور کیا۔ میں کس دل سے یہ کہہ دیتی کہ وہ تمھیں گولی مار دیں۔"

"میں جانتا ہوں تمھاری محبت کو، تمھاری مجبوریوں کو سمجھتا ہوں اور تمھاری مجبوریوں کو تسلیم کرتا ہوں لیکن سوچو، یہ کتنی زبردست چال ہے۔ وہ مجھے کبھی زنجیر نہ پہنا سکے۔ اب تمھاری دیوانہ وار محبت سے فائدہ اٹھا کر، شادی کی زنجیروں میں جکڑ کر تمام عمر قیدی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ کیا تم بھی یہی چاہتی ہو؟"

"دنیا کی ہر عورت یہی چاہتی ہے کہ وہ تمام عمر اپنے مرد کو اپنا قیدی بنا کر رکھے لیکن یہ نہیں چاہتی کہ اس کے پیار کا قیدی دوسروں کے سامنے مجبور ہو۔"

"ان کی تیسری شرط کیا ہے؟"

"وہ کہتے ہیں، سونیا، علی بی بی، پومی اور والشور وکی اسرائیل کی سرزمین پر قدم نہ رکھیں۔ فی الوقت ساری دنیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف ہمارے ہی ساتھی ہیں۔ لہٰذا ہماری قوم کے کسی فرد کو یا ہمارے ملک کی کسی چیز کو بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے نقصان نہ پہنچے۔ کوئی غیر ملکی جاسوس یا کوئی تیس مار خاں تمھیں رہائی دلانے کی کوشش نہ کرے۔ اگر کوئی شخص ایسی کوشش کرے گا تو تم پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا جائے گا۔ تمھیں ایسی اذیتیں پہنچائی جائیں گی کہ تم خود اپنی زبان سے موت کی بھیک مانگو گے اور اگر بہت زیادہ خطرہ محسوس ہوا تو تمھیں اذیتیں پہنچانے کی زحمت بھی نہیں اٹھائی جائے گی۔ پلک جھپکتے ہی ختم کر دیا جائے گا۔ اب تم ہی بتاؤ میں ایسا سمجھوتا نہ کرتی تو کیا کرتی؟ ایک سوالیہ کہاوت ہے کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی؟ یہ بات مجھ پر صادق آ رہی تھی۔ میں ہمیشہ اسرائیلیوں کی جیت کو ہار میں بدل دیتا تھا۔ جب بھی وہ ہمارے کسی آدمی کو اغوا کرتے یا کسی اور طرح بے بس کرنے کی کوشش کرتے تو ہم تُرپ چال چلتے تھے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نقصان پہنچانے کی دھمکی دیتے تو وہ دوستی پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ اس بار ہمارے پاس کوئی تُرپ کا پتا نہیں تھا۔ میں ان کی چال میں آ گیا تھا۔ انھوں نے پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ کر یہ یقین کر لیا تھا کہ میں اصلی فرہاد علی تیمور ہوں، تب مجھے قیدی بنایا تھا۔ جناب شیخ صاحب اپنے ادارے کے باصلاحیت افراد کو میرے لیے استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ میری کوئی ساتھی عورت میری رہائی کے لیے کوشش کرنے کی حماقت نہیں کرنا چاہے گی۔ اسرائیلی حکام نے یہ فیصلہ کر لیا تھا، چاہے پورا ملک تباہ ہو جائے، ساری قوم نیست و نابود ہو جائے، وہ فرہاد کو بھی نابود کر دیں گے۔

حالانکہ یہ چھوٹا سا ملک ہے۔ برسرِ اقتدار رہنے والے حکام اپنے ملک اور اپنی پوری قوم کو تباہ کرنے کا حق نہیں رکھتے اور وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن وہ مجھے اذیتیں پہنچاتے تو وہ میری تمام ساتھی عورتیں اذیتوں میں مبتلا ہو جاتیں، ذہنی کرب سے دوچار ہوتی رہتیں۔ ان حالات میں میری رہائی کے لیے فوری اقدامات کیے جا سکتے تھے۔ اب میرے لوگوں کو مناسب موقع کا انتظار کرنا تھا۔

میں شیبا کی باتیں سن رہا تھا اور اسی دائرہ نما پلیٹ فارم پر اِدھر اُدھر ٹہلتے ہوئے اپنے موجودہ حالات پر غور کر رہا تھا۔ میری دماغی توانائی بحال ہو چکی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ان حالات میں سب سے پہلے سونیا سے بات کرنا چاہتا تھا۔ میں ذرا کامیاب ہوا، اس کے دماغ میں پہنچا، لیکن پھر تھک ساگیا۔ میں نے کہا "سونیا! ابھی میں خیال خوانی کی کوشش کر رہا ہوں۔ جلد ہی آؤں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میرے سر میں درد ہونے لگا تھا۔ میں نے سوچا، آج تمام رات اچھی طرح آرام کرنا چاہیے۔ انشاء اللہ صبح خیال خوانی کے قابل ہو جاؤں گا۔ ایسا سوچتے وقت میں نے چونک کر شیبا کی طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ "تم نے بڑی اہم باتیں کی ہیں، لیکن یہ باتیں میرے دماغ میں اگر بھی کر سکتی تھیں۔"

"میں ایسا نہیں کر سکتی۔ جو حضرات دوسری طرف ہماری گفتگو سُن رہے ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ ہم رُوبرو بولتے رہیں۔"

میں تھکن محسوس کرتے ہوئے پلنگ کے سرے پر بیٹھ گیا۔ وہ میرے پاس آ کر بولی۔ "آرام سے لیٹ جاؤ، تم نے ڈاکٹر کو واپس کر کے اچھا نہیں کیا۔ تمھیں علاج کرانا چاہیے۔ دوائیں استعمال کرنا چاہئیں۔"

"ڈاکٹروں اور دواؤں کی ضرورت بیماروں کو ہوتی ہے۔ میں خدا کے فضل سے بالکل ٹھیک ہوں۔"

"چلو بیمار نہ سہی، پریشان تو ہو، آرام سے آنکھیں بند کر کے لیٹ جاؤ، میں تمھارا سر دبا دیتی ہوں، تمھیں نیند آ جائے گی۔"

میں نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں، اس کے سوا کر بھی کیا سکتا تھا۔ ہر طرف سے مجبور تھا۔ دماغ کمپیوٹر نہیں تھا کہ فوراً ہی یہاں سے نجات حاصل کرنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں آ جاتی اور میں اس پر عمل شروع کر دیتا۔ یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ اس بار میں بُری طرح پھنس گیا تھا۔ یہاں سے نکلنے کے لیے نہ جانے کتنے دن، کتنے ہفتے، کتنے مہینے، بلکہ خدانخواستہ کتنے سال لگنے والے تھے۔

اسی ملک میں، اسی شہر تل ابیب میں کئی بار سونتی آئی۔ ایک برس پہلے میں آیا اور ہم جب بھی یہاں آئے تو بڑی دھوم دھام سے ہمارا استقبال کیا گیا۔ ہم پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں، ہمارے لیے قومی ترانے بجائے گئے۔ وہاں کے اعلیٰ حاکم اور دوسرے عہدے دار ہمارے استقبال کے لیے پیش پیش رہے۔ یہ وہی شہر تھا، یہاں وہی حکمران اور عہدے دار تھے، لیکن پچھلے کئی ماہ سے کوئی مجھ پر پھینکے ہی نہیں آیا تھا۔ اب انھیں میری طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں ان کا ایک مجبور اور بے بس قیدی تھا۔ وہ جس وقت چاہتے، مجھے ٹھکانے میں مسل ڈالتے۔

میں دوسری صبح بیدار ہوا تو پہلے جیسی توانائی محسوس کی۔ جی چاہتا تھا، باہر جا کر کھلی فضا میں دوڑ لگاؤں، میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر گھما کر دیکھا، شیبا غسل کر کے باتھ روم سے نکل رہی تھی، اپنے گیلے بالوں کو نچوڑ رہی تھی۔ میں اس کے صاف و شفاف اور نکھرے نکھرے حُسن کو دیر تک دیکھتا رہ گیا۔ اسے دیکھ کر یہ بھی یاد آیا کہ میں اپنی حسین محبوبہ کے ساتھ ایک خواب گاہ میں قید ہوں، اپنی مرضی سے باہر نہیں نکل سکتا۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ سونیا کا تصور کیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا "کون فرہاد؟"

"ہاں، خدا کا شکر ہے کہ پھر خیال خوانی کرنے لگا ہوں۔ تمھیں سارے حالات کا علم ہو چکا ہوگا۔"

"رسونتی کے ذریعے ایک ایک پل کی خبر مل رہی ہے۔ نئی دُلہن مبارک ہو۔"

"تم طعنے دینے سے باز نہیں آؤ گی۔"

"تم اپنی اوچھی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ یہاں سے امریکا جانے کی بات کہہ کر نکلے تھے۔ پیرس پہنچ کر راستہ بدل دیا۔ ادھر چُپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے شیبا کو سمجھا دیا کہ وہ قیصری قلعے پہنچ جائے تاکہ محبت کی پینگیں بڑھائی جا سکیں۔ اب دیکھ لیا، اپنی عیاری کا انجام؟"

"میں تم سے جلی کٹی سننے نہیں آیا ہوں۔"

"میں تو ضرور سناؤں گی، تمھیں منظور ہے تو میرے پاس آؤ، ورنہ چلے جاؤ مگر جانے سے پہلے ایک بات یاد رکھو، تم پر جو بھی عذاب نازل ہوتا ہے، وہ اس لیے نہیں کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

"جب آدمی کے پاس کوئی کام نہیں ہوتا تو وہ نصیحتیں کرتا پھرتا ہے۔ تم اس وقت بہت ہی بے بس اور مجبور ہو، میرے لیے کچھ کر نہیں سکتیں۔ یہودیوں نے میرے اطراف اتنا سخت پہرا بٹھا دیا ہے کہ ایک چیونٹی بھی محل میں داخل نہیں ہو سکتی۔ تم میں سے کوئی اس ملک کی سرزمین پر قدم نہیں رکھ سکتا۔ تم سب مجبور ہو۔ مجبوری میں جھنجلا کر سوچ رہی ہو کہ میں نے فلاں قدم کیوں اٹھایا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو یہ مصیبت نہ آتی، اگر میں پیدا نہ ہوتا تو میرے لیے یہ دنیا نہ ہوتی اور نہ ہی دُنیا کی مصیبتیں ہوتیں۔ جُوتا اس لیے کاٹتا ہے کہ ہم پہنتے ہیں۔ اگر ہم ننگے پاؤں رہیں تو جُوتے کو کیا پڑی ہے کہ ہمیں کاٹے۔ ذرا سوچو، تم لوگوں کو پیدا ہونے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ جب پیدا ہو چکی ہو تو تم ہمیں کاٹ رہی ہو۔ عجب مذاق ہے۔ ایک عورت کاٹتی ہے، دوسری نصیحت کرتی ہے۔"

"بکواس بند کرو اور یہاں سے جاؤ۔"

"مجھے تمھارے پاس آنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔"

"میں بھی تمھیں سمجھاتی ہوں، آئندہ میرے پاس ہرگز نہ آنا، میں

تمھارے لیے کچھ نہیں کروں گی۔"

"تم کر بھی کیا سکتی ہو۔ بہت مجبور ہو، یہاں قدم رکھو گی تو دشمن مجھے گولی مار دیں گے۔ میں تم سے یہی کہنے آیا ہوں، اگر تمھارے دل میں میری محبت جوش مارے تو ادھر آنے کی حماقت نہ کرنا، میں تمھارے حماقتوں کے باعث مرنا نہیں چاہتا۔ ایک بات یاد رکھو، مرد کو زنجیریں توڑنے کے لیے عورت کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

"خدا کے لیے میری ایک بات مان لو۔ آئندہ مجھ سے کبھی رابطہ قائم نہ کرنا، یہ تمھارا احسان ہوگا۔"

"میں یہ احسان ضرور کروں گا، مطمئن رہو۔"

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ بظاہر ہم نے جھگڑا کیا تھا اور ایک دوسرے سے نہ جانے کتنے عرصے کے لیے رابطہ ختم کر دیا تھا لیکن میں سمجھ رہا تھا۔ وہ بڑی مکار ہے، کسی خاص مقصد کے تحت مجھ سے رابطہ ختم کر رہی ہے۔ میں گرفتار ہو جاؤں اور وہ سکون سے بیٹھی رہے یہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ میرے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تو تکلیف اسے ہوتی ہے۔ وہ اس تکلیف سے نجات حاصل کرنے کے لیے ضرور کچھ کر رہی ہوگی۔

ایک برس گزر رہا تھا۔ میں نے آسمان نہیں دیکھا تھا۔ میں نے پہلے کسی دشمن کی قید میں اتنا طویل عرصہ نہیں گزارا تھا۔ اس وسیع و عریض محل کے اندر ہر طرح کی آزادی تھی۔ میں شیبا کے ساتھ جہاں چاہتا تھا جا سکتا تھا۔ لیکن تنہا اپنے کمرے سے نکلنے پر پابندی تھی۔ محل کے اندر ہر طرح کی تفریح کا سامان موجود تھا ٹی وی اور وی سی آر تھا۔ اگر میں شہ زوروں کا مقابلہ دیکھنا چاہتا تو بڑے بڑے پہلوان آکر کشتی لڑتے تھے۔ جو ڈوکراٹے کا مظاہرہ کرتے تھے۔ ماہر نشانے باز جمناسٹک کے کرتب دکھاتی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا، اسرائیلی حکام مجھے اس محل میں قید کر کے مطمئن ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد نہ مجھ سے کچھ لینا چاہتے ہیں نہ دینا چاہتے ہیں اور یہ کوئی ماننے والی بات نہیں تھی۔ وہ مجھے قید کرنے کے بعد ضرور کوئی بڑا مفاد حاصل کر رہے تھے۔

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ "شیبا! یہاں تمھارے ہر حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔ تمھارے جوتے میں۔ وہ تمھاری ہر بات مانتے ہیں۔ خدا کے لیے ان سے اجازت لو کہ میں کم از کم آسمان دیکھ سکوں۔"

"میں آج ان سے ملاقات کروں گی اور اس بات کی اجازت لوں گی کہ محل سے باہر پھیلے ہوئے گارڈن میں چہل قدمی کی اجازت دی جائے۔"

وہ اکثر محل سے نکل کر اعلیٰ عہدیداران سے ملنے جاتی تھی۔ ایسے وقت میں اس کے دماغ میں رہ کر ان کے عہدے داروں کی باتیں سن سکتا تھا لیکن وہ دماغ میں آنے نہیں دیتی تھی۔ فوراً سانس روک لیتی تھی، مجھ سے التجا کرتی تھی۔ "اگر کوئی بات رازداری سے کرنا ہو تو میرے تمھارے دماغ میں آجایا کروں گی، مگر میرے دماغ میں آنے کی ضد نہ کرنا۔"

"اس کا مطلب ہے تم مجھ سے بہت کچھ چھپا رہی ہو۔"

"مجھ پر شبہ نہ کرو۔ میں تمھیں سمجھا نہیں سکتی، میرے دماغ کیا ہو گیا ہے۔ میں کسی بھی پرانی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوں۔ سوچتی ہوں، پھر سانس لے کر اس سوچ کی لہر کو موقع دوں گی لیکن میرا دماغ نہیں مانتا۔ میں پھر دوسری بار سانس روک لیتی ہوں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے، میں نہیں جانتی۔"

"یقیناً تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ کسی عامل نے تمھارے دماغ کی یہ بات نقش کر دی ہے کہ کسی بھی پرانی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گی۔ پھر کبھی اسے دماغ میں آنے کا موقع نہیں دو گی۔"

"شاید یہی بات ہے۔"

"شاید نہیں، یقیناً یہی بات ہے۔ اگر کسی نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے تو اس کا عمل صرف یہیں تک محدود نہیں ہوگا۔ اس کے آگے بھی ہوگا۔ دماغ میں بہت سی ایسی باتیں نقش کرائی ہوں گی، جو بعد میں تمہیں لفظ بہ لفظ یاد ہوں گی اور انہیں فائدے ہی فائدے حاصل ہوتے رہیں گے۔ سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ وہ تمھیں کس طرح ٹریپ کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ اپنے ہاتھوں میں کھلونا بنائے ہوئے ہیں۔"

وہ کسی اعلیٰ افسر سے ملنے چلی گئی۔ جب بھی وہ محل سے باہر جاتی میں بیرونی دروازے تک بھی اسے رخصت کرنے نہیں جاتا تھا۔ جاتا تو مجھے صرف آسمان ہی نہیں، اطراف کا ماحول بھی دکھائی دیتا۔ اندیشہ تھا کہ میں وہاں کی نشاندہی کروں گا تو مجھے رہائی دلانے کے لیے اطراف سے کئی ٹن، ہزاروں لوگ پہنچ جائیں گے۔

شیبا باہر جاتی تھی اور میں چار دیواری میں اس کا انتظار کرتا تھا جیسے کوئی گھر والی شام تک اپنے گھر والے کا انتظار کر رہی ہو۔ ایسا ہونے لگا تھا کہ مجھے اپنے حالات پر ہنسی آجاتی تھی۔ میں نے روستی کو مخاطب کر کے ہوئے کہا۔ "تمھارا شبہ غلط تھا، شیبا نہ ہم سے بدظن ہے اور نہ ہی مخالفت میں اپنے لوگوں کا ساتھ دے رہی ہے، دراصل اسے تنویمی عمل کے ذریعے ٹریپ کیا گیا ہے۔ وہ ان کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے۔"

"چلو یہی سہی۔ لیکن اب وہ قابل اعتبار نہیں رہی۔"

"ہاں، ان حالات میں وہ جو بھی کرے گی اپنے ملک اور اپنی قوم کی بھلائی کے لیے کرے گی۔ خواہ اس میں ہمارا کتنا ہی نقصان ہو رہا ہو۔"

"تمھیں اس سے بھی محتاط رہنا چاہیے۔"

"میں محتاط ہوں لیکن یہ احتیاط کسی کام نہیں آئے گی۔ وہ جو کچھ کر رہی ہے، دانستہ نہیں، نادانستہ کر رہی ہے۔ اس کے بڑے جو کہتے ہیں وہی کر رہی ہے۔ یقیناً تنویمی عمل میں یہی بات نقش کرائی گئی ہے کہ اس کے بڑے جو احکامات صادر کریں، وہ ان پر بے چون و چرا عمل کرتی رہے۔"

"سال گزر رہا ہے اور تم باہر نکل نہیں پا رہے ہو۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں خود کسی کال کوٹھڑی میں بند ہو گئی ہوں۔"

"ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ میں یہاں سے نکل آؤں گا۔ سونیا کیا کر رہی ہے؟"

"وہ تو دو دن پہلے یہاں سے جا چکی ہے۔ جناب شیخ صاحب سے کہہ گئی ہے کہ وہ کچھ عرصے کے لیے روپوش ہو رہی ہے۔ مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ سے چار دن بعد اس سے رابطہ قائم کروں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اور مجھ سے کہا ہے، میں اس سے رابطہ ہی قائم نہ کروں۔"

"جب سے وہ گئی ہے، میرا دل بہت مطمئن ہے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے تم آج یا کل میرے پاس آنے ہی والے ہو۔"

"میں مانتا ہوں، سونیا ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے۔ لیکن میرا معاملہ اتنا آسان نہیں ہے۔ بہت ہی سخت پہرا ہے۔ اس بار یہ لوگ بہت محتاط ہیں۔ محل میں جن افسران کی ڈیوٹی ہوگی، وہ یقیناً سانس روکنا جانتے ہوں گے۔ یہاں ڈیوٹی دینے والے مسلح افراد کو بھی شہری زندگی سے الگ رکھا گیا ہوگا۔ یہ کسی سے ملتے نہیں ہوں گے۔ ڈیوٹی کے بعد تنہا وقت گزارتے ہوں گے۔ پتا نہیں، انھوں نے کیسی کیسی احتیاطی تدابیر کی ہوں گی۔ پورے وقت آنے پر ہی معلوم ہوگا۔ اس بار سونیا کو بھی معلوم ہوگا کہ دشمن کیا ہوتے ہیں۔"

چار گھنٹے بعد شیبا واپس آگئی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"ابھی تمھیں محل سے نکلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ میں نے بہت ضد کی تو افسروں نے وعدہ کیا ہے، تین ماہ بعد تمھیں تھوڑی سی آزادی مل سکے گی۔"

"تین ماہ بعد کیوں؟"

"تین ماہ بعد ہماری شادی ہے۔ لوگ شادی کے بعد ہنی مون منانے کے لیے کسی پُرفضا مقام کا انتخاب کرتے ہیں۔ ہمیں ہنی مون منانے کے لیے اس محل کی چھت پر جانے کی اجازت مل جائے گی، وہاں سے تم آسمان دیکھ سکو گے۔"

میرا اپنی بے بسی پر مسکرا کر رہ گیا۔ اب تو وہ جیسا چاہتے تھے، اسی پر عمل کرنا تھا اور وہیں زندگی کے تب و روز گزارنے تھے۔ اس دوران میں کبھی کبھی اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرتا رہا۔ اس کے تمام چالیس چور امریکا پہنچ گئے تھے۔ وہ سب ان خفیہ محکموں میں پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے، جن سے پیٹر ماسٹر کا تعلق رہتا ہے۔ اعلیٰ بی بی ان پانچ اہم مجرموں کا سراغ لگا رہی تھی جو پیٹر ماسٹر کا انتخاب کرتے ہیں۔ روستی وقتاً فوقتاً ان سے رابطہ قائم کرتی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا تھا۔ "جب میں ان پانچ مجرموں تک پہنچ جاؤں تو روستی میرے ذریعے ان کے دماغوں تک پہنچ سکے گی۔"

یہ اعلیٰ بی بی کی ذہانت اور صحیح منصوبہ بندی تھی۔ وہ جس سمت جا رہی تھی، اسی سمت چلتے چلتے ایک دن مشین تک پہنچنے والی تھی۔ تقریباً دو ماہ بعد میں نے پھر اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا اور پوچھا۔ "مشین کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے حیرانی سے کہا۔ "فرہاد! ابھی تو تم مجھ سے پوچھ کر گئے ہو۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"کیا میں تم سے اتنے اہم معاملات میں مذاق کروں گی؟ ابھی تم میرے دماغ میں آئے تھے۔ میں نے پوچھا۔ تو تم نے اپنا کوڈ ورڈ دہرایا۔ فرہاد آن ذیرو چینل۔ مجھے یقین ہو گیا۔ میں نے اپنی کارکردگی کے سلسلے میں پوری رپورٹ سنا دی۔"

"اوہ، ہمارے ساتھ زبردست دھوکا ہو رہا ہے۔ میرے کوڈ ورڈز کو ہمارے ساتھیوں میں شیبا جانتی ہے۔ اس نے یہ کوڈ ورڈز دہرا کر فرہاد بن کر تم سے معلومات حاصل کی ہیں۔ تمھیں یہ تو معلوم ہو ہی چکا ہوگا کہ وہ تنویمی عمل کے ذریعے ٹریپ کی گئی ہے اور اپنے بڑے لوگوں کے احکامات کے مطابق ہمارے خلاف ایسی حرکتیں کر رہی ہے۔"

"ہم کبھی کبھی بے پروائی اور نادانی کا ثبوت دیتے ہیں۔ جب ہمیں پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ٹریپ کی گئی ہے تو ہمارے درمیان بہت سی تہہ لیاں ہو جانا چاہیے تھیں۔ جو باتیں شیبا کو معلوم ہیں انھیں یکسر بدل دینا چاہیے تھا۔ بہرحال میں نے شیبا کو کوئی خاص رپورٹ نہیں سنائی ہے۔ اس سے بہبودیوں کا بھلا نہیں ہوگا۔ تم کوڈ ورڈز ڈیل لو اور مجھے بتاؤ آئندہ کس طرح رابطہ قائم ہوگا؟"

اسی وقت خواب گاہ کا دروازہ کھلا۔ شیبا نظر آئی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "شیبا آ رہی ہے۔ میں بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔"

"بعد میں رابطہ قائم کرو گے تو میں اُلجھ جاؤں گی تم ہو شیبا۔ اللہ میں کوڈ ورڈز بتا رہی ہوں، اسی کے مطابق رابطہ قائم کرنا۔ تم میرے دماغ میں آتے ہی کہو گے۔ 'فرہاد کم ان ٹو یور مائنڈ اِف یو ڈونٹ مائنڈ۔'"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ شیبا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا خیال خوانی میں مصروف تھے؟"

میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔ "تم کہاں گئی تھیں؟"

"میں میڈیکل چیک اپ کے لیے گئی تھی۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "طبی معائنے کے لیے گئی تھیں؟ کیا تم بیمار ہو؟"

اس نے سر جھکا لیا۔ شرماتے ہوئے مسکرانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "آخر بات کیا ہے؟"

وہ قریب آئی، مجھے دیکھا۔ نظریں ملتے ہی پھر شرما کر سر جھکا لیا۔ میں اس کی شرمیلی اداؤں سے محظوظ ہو رہا تھا۔ آخر اس نے آہستگی سے کہا۔ "میں ماں بننے والی ہوں۔"

میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ آدمی جس بات کو سننے کی کبھی خواب میں بھی توقع نہ کرتا ہو اور وہی بات سنا دی جائے تو چونکنا ہی پڑتا ہے۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ شرماتے ہوئے بولی۔ "میری دعائیں قبول ہو گئی ہیں۔ میں جب بھی پارس کو اپنی گود میں لے کر پیار کرتی تھی اور تمہیں تصور میں دیکھتی تھی تو سوچتی تھی، کیا میں تمہارے بچے کی ماں نہیں بن سکتی؟ کیا میں اسے گود میں نہیں کھلا سکتی؟ آج اس سوال کا جواب مل گیا ہے۔ لیڈی ڈاکٹر نے اچھی طرح چیک کرنے کے بعد یقین دلایا ہے کہ میری مراد پوری ہونے والی ہے۔"

میں ایک قدم پیچھے ہٹ کر سر سے پاؤں تک اسے دیکھنے لگا۔ وہ انہونی بات کہہ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "اس لیڈی ڈاکٹر کو مغالطہ ہوا ہے۔ اس سے کہو، اچھی طرح چیک اپ کرے۔ اگر وہ مطمئن ہے تو دوسری ڈاکٹر سے رجوع کرو۔ میں نہیں چاہتا، تم کسی خوش فہمی میں مبتلا رہو۔ میں ایک زہریلا آدمی ہوں۔ کبھی باپ نہیں بن سکوں گا۔ پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ باہر مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان ایک شخص چلتا ہوا اندر آیا۔ پھر اس نے کہا۔ "فرہاد! تم نے یہاں آ کر ڈاکٹر سے علاج کرانے اور دوائیں کھانے سے انکار کیا تھا۔ اگر انکار نہ کرتے تو ہم تمہارا بھی اچھی طرح معائنہ کراتے اور اس بات کا یقین کرنا چاہتے کہ واقعی تم باپ بن سکتے ہو یا نہیں۔ لیکن آج جس ڈاکٹر نے مادام شیبا کا چیک اپ کیا ہے، وہ کوئی اناڑی نہیں ہے، وہ یقین سے کہتی ہے کہ تم باپ بننے والے ہو۔"

"میں نے بھی جن ڈاکٹروں سے اپنا طبی معائنہ کرایا ہے، وہ کوئی اناڑی نہیں تھے۔ ڈیڈ کے مانے ہوئے مشہور و معروف ڈاکٹر تھے۔ جن کا تجربہ کبھی جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ انہوں نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ میری رگوں میں جو خون دوڑ رہا ہے۔ اس میں موجود سے زہر کے اثرات ہیں۔ ان اثرات کے باعث میں کبھی باپ بن سکوں گا۔"

اس نے شیبا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے ڈاکٹروں کا تجربہ بیان کر دیا ہے۔ جبکہ مادام شیبا کی حالت تجربے کی نفی کر رہی ہے۔ کیا تم یہ کہو گے کہ تمہارے ڈاکٹر یہ کہہ رہے ہیں اور مادام شیبا جھوٹ کہہ رہی ہیں؟ کیا تم مادام پر جھوٹ کا الزام لگانا چاہتے ہو؟"

میں نے تڑپ کر کہا۔ "نہیں، میں شیبا کو آج سے نہیں برسوں سے جانتا ہوں، یہ مر سکتی ہے، مگر یہ جیا نہیں بن سکتی۔"

شیبا نے کہا۔ "میں نے اب تک تمہیں اپنے دماغ میں داخل ہونے سے روکا ہے۔ تم آؤ، میں کوشش کروں گی کہ سانس نہ روک سکوں۔ اگر ہوئی تو میں اپنے بڑے لوگوں سے التجا کروں گی کہ وہ میرے ساتھ تعاون کریں۔ میں کم از کم فرہاد کو اپنے اندر داخل ہونے کی اجازت دینا چاہتی ہوں کہ تم اچھی طرح میرے خیالات کو محسوس کر سکو کہ میں کتنی سچی ہوں۔ ایک ماں اپنے اندر ابتدائی مراحل میں جو کچھ محسوس کرتی ہے، وہی تم میرے دماغ میں رہ کر محسوس کر لو گے، یقین آ جائے گا۔"

آنے والے شخص نے کہا۔ "مادام شیبا! ہم بھی اپنے بڑوں سے یہی درخواست کریں گے کہ آئندہ مسٹر فرہاد تمہارے دماغ میں آ کر یہ کہیں کہ اب وہ تمہارے سامنے نہیں آ سکیں گے اور وہ تمہیں ان کے پاس آنے کی اجازت ملے گی۔"

میں نے چونک کر پوچھا۔ "اب یہ پابندی کیوں عائد کی جا رہی ہے؟"

"تمہارے بیان کے مطابق اگر تم زہریلے ہو تو مادام کو تم سے دور رہنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے تمہارے زہر کا اثر پہلے ہو، اب ہو جائے۔"

شیبا نے کہا۔ "ہاں فرہاد! مجھے تمہاری باتوں سے ڈر لگ رہا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میرے بچے کو کوئی نقصان پہنچے۔"

"اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے؟"

"میں نے طبی معائنے کے بعد یہی بات ڈاکٹر سے کہی تھی کہ ڈاکٹر اور میرے بڑے کہتے ہیں، مجھے احتیاطاً تم سے الگ رہنا چاہیے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟ اس قید خانے میں ایک تم ہی تو ہو جس کے ساتھ وقت گزر جاتا ہے۔ میں تنہا کیسے رہوں گا؟"

آنے والے شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔ "جیسے دُنیا کے دوسرے قیدی رہتے ہیں۔ تم اپنے خُدا کا شکر ادا کرو کہ قید میں رہنے کے لیے تمہیں ایک عالی شان محل تمام آسائشوں کے ساتھ ملا ہے۔"

پھر اس نے شیبا کی طرف بھٹکتے ہوئے ادب سے کہا۔ "مادام! اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

وہ اُٹھے قدموں جاتے ہوئے مجھے محبت اور حسرت سے دیکھنے لگی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی تو اس نے سانس روک لی۔ پھر اچانک۔ "فرہاد! کیا ابھی تم آنا چاہتے تھے؟"

"ہاں، تم سانس نہ روکو۔"

میں نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس نے پھر بے اختیار سانس روک لی۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر بولی۔

"میں کیا کروں، میں مجبور ہوں۔ تم میرے سب کچھ ہو۔ میرے جسم و جان کے مالک ہو۔ کیا میں تمہیں دماغ میں آنے سے روک سکتی ہوں، مگر کیا کروں، آپ ہی آپ سانس رُک جاتی ہے۔"

پھر یُن نے اپنے دماغ میں محسوس کیا، وہ سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی۔ "فرہاد! یہ میرے لیے کتنا خوشی کا موقع ہے، میں تم سے ڈھیر ساری باتیں کرنا چاہتی ہوں، اپنی باتیں، اپنے سہانے مستقبل کی باتیں۔ لیکن میں مجبور ہوں۔ یہاں سے جانے کے بعد تم سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کروں گی۔ پھر تمہارے اندر آ کر خوب خوب باتیں کروں گی۔"

وہ افراد کے ساتھ چلی گئی۔ میں شدید الجھنوں میں مبتلا ہو گیا۔ وہ بہت خوش تھی اور میں بہت پریشان تھا۔ میں ایسی عورتوں سے رشتہ قائم نہیں کرتا، جن کے متعلق شبہ ہو کہ وہ بے وفا اور بے حیا ہوں گی۔ شیبا کو صرف میں نہیں، میرے تمام ساتھی دوست جناب شیخ صاحب اور دوسرے لوگ آزماتے آئے تھے اور یہ سب یقین سے کہہ سکتے تھے کہ شیبا کسی مرد کو مجبور ہو کر ہم سے دشمنی تو کر سکتی ہے، لیکن کوئی سی بھی مجبوری ایک مرد کو داغ دار نہیں بنا سکتی۔

میں نے رسونتی کو مخاطب کیا۔ پھر کہا۔ "میں عجیب الجھن میں گرفتار ہوں۔ ایک انہونی بات ہو رہی ہے۔"

"کیسی انہونی بات؟"

"شیبا ماں بننے والی ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں یہاں کی ایک مصروف اور تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر کی رپورٹ پیش کر رہا ہوں۔"

"نہیں فرہاد! میں نہیں مان سکتی۔"

"میں بھی نہیں مانتا، مگر ہم شیبا کے کردار پر شک بھی نہیں کر سکتے۔"

"نہیں" اگرچہ اس نے تمہارے پاس آ کر میری جگہ لی ہے مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ صرف میں تمہارے بچے کی ماں ہوں۔ شیبا میرے اس فخر کو ٹھیس پہنچا رہی ہے۔ وہ بھی تمہارے بچے کی ماں ہونے کا دعویٰ کر رہی ہے۔ مجھے اس سے شدید نفرت ہونا چاہیے لیکن نفرت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں کسی عورت کو غلط الزام دوں۔ اسے بدکردار کہنا شروع کر دوں۔ وہ ان عورتوں میں سے ہے جو زندگی میں صرف کسی ایک کو پسند کرتی ہیں اور انھیں پا لینا چاہتی ہیں۔ نہ پانے کی صورت میں تنہا زندگی گزار کے مر جانا پسند کرتی ہیں۔ یہ باتیں سُن کر میں بھی سوچنا میں پڑ گئی ہوں، کہیں تمہاری میڈیکل رپورٹ غلط نہ ہو۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔ دُنیا کے مانے ہوئے ایک نہیں دو تجربے کار ڈاکٹروں نے میرا معائنہ کیا۔ ہاں یہ ضرور مانتا ہوں، کبھی کبھی قدرت تمام طبی سچائیوں کو جھٹلا دیتی ہے اور اپنی قدرت کا تماشا کھاتی ہے۔ شاید یہ وہی تماشا ہے۔"

"کچھ بھی ہو، مجھے یہ سن کر بہت دُکھ ہو رہا ہے۔"

"میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ میں یا تم یا اور کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انہونی بھی ہو جاتی ہے۔ اگر میرے ڈاکٹر یہ کہہ دیتے کہ ان کی میڈیکل رپورٹ میں تبدیلی کی ذرا سی بھی گنجائش ہے تو میں محتاط ہو جاتا۔ شیبا کی سہرات مانتا، لیکن میرا بچہ دشمن کے پاس ہے یہ کبھی نہ مانتا۔ ایک پارس کا تجربہ کافی ہے۔ اس بچے نے جتنی صعوبتیں اٹھائیں اور جس طرح وہ ہم سے دور رہ کر دوسرے ہاتھوں میں جا تا رہا، اس سے خاصا تجربہ ہو چکا ہے۔ دشمن میری اولاد کو میری سب سے بڑی کمزوری بنا سکتے ہیں۔ خُدا کا شکر ہے، اب دونوں پارس چودہ برس کے ہو چکے ہیں۔ پھر بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ ہیں، اس ادارے سے باہر میرا کوئی اور بچہ ہو اور وہ دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچے بلکہ دشمنوں کے گھر میں جنم لے، میں ایسا کوئی جذباتی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔"

"میں جناب شیخ صاحب کے پاس جا رہی ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا۔ "فرہاد کم ان ٹو یور مائنڈ اِف یو ڈونٹ مائنڈ۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "اب سے کوئی دو گھنٹے پہلے شیبا میرے دماغ میں آئی تھی۔ میں نے پوچھا، کون ہے؟ اس نے جواباً کہا۔ فرہاد آن زیرو چینل، تب میں نے سخت لہجے میں کہا۔ شیبا! ان اوچھی حرکتوں سے باز آ جاؤ۔ ہم نے کوڈ ورڈز تبدیل کر کے تمہاری چوری پکڑ لی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ واپس چلی گئی۔"

میں نے کہا۔ "ایک پریشان کن خبر ہے۔"

میں نے شیبا کے ماں بننے کی خبر سنائی۔ وہ بھی حیران ہو کر بولی۔ "جو بات غیر متوقع اور حیران کن ہوا سے ہم قدرت کا کرشمہ ہی کہہ سکتے ہیں۔"

قی الحال شیبا دشمنوں کی آلۂ کار ہے' اس کے باوجود اُسے موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ تمہارے اور شیبا کے ڈاکٹروں کی رپورٹ میں کوئی گڑبڑ ہے' میرا مشورہ ہے' تم پھر اپنا طبّی معائنہ کرا سکتا ہے اس دوران تمہارے اندر تبدیلیاں واقع ہوتی ہوں۔"

"جب میں نے شیبا کی زبان سے یہ خبر سنی تو پہلا خیال یہی آیا کہ اپنا طبی معائنہ کرانا چاہیے لیکن ایک بات کھٹکنے لگی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "میں جانتی ہوں، دشمنوں کے شہر کا کوئی ڈاکٹر دوستانہ رپورٹ نہیں دے گا۔ تم وہاں سے نکلنے کے بعد ہی کسی ملک میں پہنچ کر اپنا معائنہ کرا سکتے ہو۔"

"بیشک یہی بات ہے لیکن یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی ہے۔ دو ماہ گزر چکے ہیں۔"

"تم سونیا سے لوٹتے وقت بچ کے کیوں بن جاتے ہو؟ اس نے کہا دماغ میں نہ آؤ اور تم نے اس سے رابطہ ہی ختم کر دیا۔"

"کیا تمہیں اس کی کوئی خبر ہے؟"

"اب سے چھ ہفتے پہلے اس نے میرے ایک چور کو طلب کیا تھا جیسا کہ تم جانتے ہو، ہم نے کم از کم ایک درجن ایسے افراد کو تمہاری طرح ٹریننگ دی ہے جو تمہارے لب و لہجے میں گفتگو کر سکتے ہیں۔ اور تمہاری ہر عادت کو اپنا سکتے ہیں۔ ایسا ہی میرا ایک چور ہے جو پچھلے دو برس سے تل ابیب میں ایک معزز شہری کی حیثیت سے رہتا آیا ہے۔ میں اسے بلانا چاہتی تھی۔ سونیا نے منع کر دیا۔"

"اس کا مطلب ہے، سونیا تل ابیب پہنچ چکی ہے۔"

"تم مجھ سے ہی مطلب پوچھ رہے ہو۔ اس سے رابطہ کیوں نہیں قائم کرتے؟"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں دماغی طور پر سوچتا رہا۔ سونیا کو تصور میں دیکھتا اور مسکراتا رہا۔ اس سے پہلے کہ میں اس کے دماغ میں پہنچوں' یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھ سے رابطہ ختم کرنے کے بعد وہ کیا کرتی رہی تھی اور کس طرح تل ابیب پہنچ گئی تھی۔

✡

اگر وہ چاہتی تو سیدھی طرح کہہ دیتی۔ فرہاد! کچھ عرصے تک میرے دماغ میں نہ آنا اور نہ ہی یہ معلوم کرنا کہ میں کیا کرتی پھر رہی ہوں۔ میں اس کی یہ بات مان لیتا لیکن وہ سیدھی نہیں تھی۔ بہت ٹیڑھی تھی۔ ہمیشہ ٹیڑھا راستہ اختیار کرتی تھی۔ اسی لیے اس نے جھگڑا کیا۔ پھر اس کے نتیجے میں اپنے پاس آنے سے منع کر دیا۔ اس کے خیال کے مطابق جب شیبا پر تنویمی عمل کیا گیا تھا تو میرا بھی کھانے پینے کی چیزوں میں دوائیں

ملا کر میرے دماغ کو کمزور بنا کر مجھ پر بھی تنویمی عمل کیا جا سکتا تھا۔ میرے دماغ سے معلوم کیا جا سکتا تھا کہ سونیا کہاں ہے اور کس طرح پہنچنے کے جتن کر رہی ہے۔ وہ بہت مکار تھی۔ اس نے سفر پر روانہ ہونے سے ہر طرح کا رابطہ ختم کر دیا تھا۔

صرف اتنا ہی نہیں' اس نے جناب شیخ صاحب کو بھی یہ بتایا تھا کہ ادارے سے نکلنے کے بعد وہ کہاں جائے گی اور کیا کرے گی۔ رسونتی سے بھی کہہ دیا تھا کہ وہ چار دن بعد رابطہ قائم کرے۔ وہ اس سے تنہا نہیں گئی تھی۔ اپنے ساتھ ایک طالبہ کو لے گئی تھی' طالبہ بھی اسی طرح تیز طرار تھی اور زبردست نقالی کرتی تھی۔ سونیا کو اس نے نقش کر لیا تھا۔ اسی کی طرح اٹھتی بیٹھتی، چلتی، پھرتی اور اسی کے لہجے میں بولتی تھی اور آئندہ وہی سونیا کا رول ادا کرنے والی تھی۔

وہ دونوں ادارے سے نکل کر پیرس پہنچیں، اس نے فرانسیسی اعلیٰ افسر کو اپنا رازدار بنا رکھا تھا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے یہ طے تھا کہ وہ اعلیٰ افسران دونوں کی رہائش کا انتظام کرے گا اور چپکے سے مخصوص انتظامات کرے گا۔ رفتہ رفتہ سونیا کی جگہ وہ طالبہ میک اپ آجائے گی اور سونیا طالبہ کے میک اپ میں اچانک کہیں روپوش ہو جائے گی۔

ایسا کرنے کا مقصد یہ تھا کہ بابا صاحب کے ادارے سے والوں اور اس ادارے میں داخل ہونے والوں کی نگرانی ہوتی رہے۔ تجربہ ہم سب کو ہو چکا تھا۔ میرے اور شیبا کے ادارے سے نکلنے کے بعد نگرانی ہوتی رہی تھی۔ اس کے نتیجے میں ہم برے پھنسے تھے۔ سونیا چاہتی تھی' اس کی نگرانی کرنے والے اُسے پیرس میں دیکھتے رہیں اور مطمئن ہوتے رہیں۔

وہ چار دنوں تک طالبہ کے ساتھ نئی رہائش گاہ میں رہی۔ سیر و تفریح کے لیے نکلتی رہی۔ دونوں خوب گھومتے پھرتے اور موج کرتے رہے۔ اس دوران وہ اس بات کا خاص خیال رکھتی تھی کہ نگرانی ہو رہی ہے یا نہیں؟ یہ بات یقینی تھی' نگرانی یقیناً ہو رہی تھی۔ چار دنوں کے بعد رسونتی نے اس کے دماغ پر دستک دی پھر پوچھا "سونیا کیا ہو رہا ہے؟"

"تمہارا ہی انتظار کر رہی ہوں۔ ایک کام کرو۔ ادارے کے اپنے کے نام معلوم کرو جو مختلف امتحانات میں کامیاب ہونے کے بعد اگر کر کے برسوں سے اسرائیل میں کہیں ملازمت کر رہے ہوں۔"

"میں ابھی وہ نام پڑھ کر سناتی ہوں۔"

رسونتی نے ایسے افراد کی فہرست طلب کی۔ ادارے کے ذمہ شخص نے وہ فہرست مہیا کی۔ اس نے وہ نام پڑھ کر سنائے۔ نے کہا یہ ایسے افراد کے نام سنائے جو فرہاد سے مشابہت رکھتے ہوں

ایک شخص کا نام ایڈی کریمر تھا۔ اس نے تین برس پہلے ادارے سے امتحانات پاس کیے تھے اور ایک فرسٹ کلاس کی حیثیت سے ڈپلومہ حاصل کیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے سے طلبا و طالبات کامیاب ہوتے تھے۔ انھیں فرانس کی کسی یونیورسٹی سے ڈگریاں حاصل ہوتی تھیں کسی کو یہ معلوم نہیں ہو پاتا تھا کہ وہ طالبات طلبا بابا فرہاد واسطی کے ادارے سے کبھی تعلق رکھتے تھے اور وہیں سے امتحانات پاس کیے ہیں۔ ایڈی کریمر ڈپلومہ حاصل کرنے کے بعد تیونیارک گیا تھا۔ وہاں اس نے خود کو یہودی ظاہر کیا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ جب تل ابیب میں چند انجینیروں کی ضرورت پیش آئی تو تیونیارک سے آنے والی درخواستوں کو ترجیح دی گئی۔ اس طرح ایڈی کریمر انجینیر بن کر تیونیارک سے تل ابیب پہنچ گیا۔ وہ پچھلے دو برس سے ایک قابلِ اعتماد انجینیر کی حیثیت سے نذدگی گزار رہا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں اس کا تعلق اعلیٰ بی بی کے شعبے سے تھا۔ وہاں رہ کر اس نے سراغ رسانی کی ٹریننگ حاصل کی تھی کہ غیر ملکوں میں جا کر کس طرح اپنے قدم جمانے چاہئیں' کس طرح میک اپ کرنا چاہیے اور کس طرح وہاں کے اہم رازہ حاصل کرنا چاہئیں۔ اس طرح وہ چالیس چوروں کی فہرست میں بھی شامل کیا گیا تھا۔

سونیا نے اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد کہا "ہونہہ! تم اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرو اور اس سے کہو، اس کا ایک چور ایڈی کریمر امریکا نہیں جائے گا۔ اسے تل ابیب میں رہنا چاہیے' ہم اس سے کام لیں گے۔"

"میں اعلیٰ بی بی سے کہہ دوں گی۔"

"دوسری بات یہ کہ ایڈی کریمر کی آواز کا کیسٹ سنو اور اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرو کہ آج کل وہ کیا کر رہا ہے؟ کہیں وہاں کی انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں مشکوک تو نہیں ہے؟ اس نے شادی کی ہے یا نہیں؟ اگر کی ہے تو اس کی بیوی کے متعلق تفصیلات معلوم کرو۔"

رسونتی نے اعلیٰ بی بی سے کہہ دیا' امریکا میں اس کے چالیس چوروں میں سے ایک کم رہے گا۔ تل ابیب والا اس کے پاس نہیں آئے گا پھر اس نے ایڈی کریمر کی آواز کا کیسٹ سنا اور اس کے پاس پہنچ گئی۔ اپنا تعارف کرایا تو اس نے ادب سے کہا "مادام رسونتی' یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے پاس آئی ہیں۔ فرمایئے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"اگر میں کہوں، تمہیں قربانی کا بکرا بننا ہے؟"

"آپ حکم دیجیے' میں بن جاؤں گا۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے فرہاد علی تیمور تل ابیب میں ہے؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟ وہ کہاں ہیں' میں ابھی ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"وہ ایک قیدی کی حیثیت سے ہیں۔ وہاں کی سرکار نے یہ بات ساری دنیا سے چھپا رکھی ہے۔ شیبا اور فرہاد علی تیمور کو اغوا کیا گیا تھا' انھیں اسرائیل قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔"

"ہم فرہاد صاحب کے دیوانے ہیں، یہ سن کر دکھ ہو رہا ہے کہ انھیں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ آپ حکم دیجیے؟"

"تم بڑی کامیابی سے فرہاد کی نقل کر لیتے ہو۔"

"جی ہاں، مجھے خاص طور پر ٹریننگ دی گئی تھی۔"

"شاید سونیا تل ابیب پہنچنے والی ہے۔ اس نے پوچھا ہے' کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟"

"نہیں، یہاں دو چار لڑکیاں میری نظروں میں ہیں۔ وہ مجھے پسند بھی کرتی ہیں۔ میں اس سلسلے میں شیخ صاحب سے مشورہ لینا چاہتا تھا۔"

"فدا ٹھہرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

رسونتی نے سونیا کے پاس آ کر کہا "ایڈی کریمر نے ابھی شادی نہیں کی ہے' وہ اس سلسلے میں سوچ رہا ہے۔"

سونیا نے کہا "اس سے کہو، میں اس کی بیوی بننا چاہتی ہوں۔"

رسونتی نے چونک کر پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"جو کہہ رہی ہوں' اس سے کہہ دو اور اس سے پوچھ کیا کہ اب میں اس کی کسی لڑکی سے دوستی ہے؟"

"ہاں، وہ کہہ رہا تھا تین چار لڑکیاں اس کی نظروں میں ہیں اور وہ لڑکیاں اسے چاہتی بھی ہیں۔"

"پھر تو کام بن رہا ہے۔ اس سے کہو، کسی ایسی لڑکی کا انتخاب کرے جو مجھ سے قد اور جسامت میں مشابہت رکھتی ہو۔ اگر ایسی کوئی لڑکی اس کی نظر میں ہے تو اس سے دو دن کے اندر شادی کرے اور ہنی مون منانے کے لیے سوئٹزرلینڈ روانہ ہو جائے۔ میں وہاں شادی شدہ جوڑے سے ملاقات کروں گی' اس کی بیوی کو وہاں سے غائب کیا جائے گا۔ میں اس کی جگہ لے کر ایڈی کریمر کے ساتھ تل ابیب جاؤں گی۔"

رسونتی نے ایڈی کریمر کے پاس پہنچ کر سونیا کا منصوبہ پوری تفصیل سے سمجھایا تو اس نے کہا "مادام سونیا کے قد اور جسامت سے مشابہت رکھنے والی ایک لڑکی ہے۔ اس کا نام رینی ہے۔ وہ یہاں کے ایک مشہور انجینیر کی بیٹی ہے۔ میں اسے شادی کے لیے آمادہ کروں گا۔"

"کیا یہ شادی دو دن کے اندر ہو جائے گی۔ کیا لڑکی والے مان جائیں گے؟"

"میں علمِ نجوم سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتا ہوں۔ مردوں کے مقابلے میں عورتیں زیادہ اپنے مستقبل کے لیے فکرمند ہوتی ہیں کوئی ہاتھ دیکھنے والا مل جائے تو بڑے شوق سے اپنا ہاتھ پیش کرتی ہیں۔ میں نے کتنی ہی لڑکیوں کے ہاتھ تھام کر انھیں مستقبل کے حسین خواب دکھائے ہیں۔ رینی سے بھی اسی طرح دوستی ہوئی تھی۔ اب میں کہوں گا کہ اس کے اور میرے ہاتھ کی لکیریں شادی کے سلسلے میں ملتی ہیں۔ ہم ایک ہفتے کے اندر شادی کر لیں تو شادی کے چند ماہ بعد ہی میری ترقی ہوگی' اگر ہم دو دن کے اندر شادی کر لیں تو ہماری قسمت کے ستارے اور زیادہ چمکیں گے اور ہماری ساری زندگی عیش و عشرت میں گزرے گی۔"

"لڑکی تو یقیناً راضی ہو جائے گی۔ شاید اس کے گھر والے فوری شادی پر رضامند نہ ہوں۔"

"اسی لیے میں نے دو دن کے بجائے ایک ہفتے کی بھی گنجائش رکھی ہے اس کے گھر والے دو دن میں راضی نہ ہوئے تو وہ ایک ہفتے میں ضرور راضی کر لے گی۔"

"تم مجھے ریتی کی آواز کب سناؤ گے؟"

"ابھی لیجیے میں اس سے ٹیلیفون پر گفتگو کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے، تھوڑی دیر بعد ہی دوسری طرف سے ریتی کی آواز سنائی دی۔ ایڈی کریمر بڑے ہی رومانی انداز میں گفتگو کرنے لگا۔ دوسری طرف سے وہ جواباً ہنستے مسکراتے ہوئے بول رہی تھی۔ رسونتی نے کہا "ایڈی! اتنا ہی کافی ہے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ رہی ہوں۔ تم شادی کے سلسلے میں کوشش کرو۔"

رسونتی ریتی کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے ذاتی اور خاندانی معاملات کے متعلق تفصیل سے معلومات حاصل کرنے لگی۔ ایڈی کریمر نے جب اُسے بتایا کہ دو دن میں شادی کرنے سے کتنی خوش نصیبی حاصل ہو گی اور ایک ہفتے کے اندر شادی کرنے سے کس طرح ملازمت میں ترقی ملے گی۔ تو وہ دو دن میں شادی کے لیے راضی ہو گئی تھی مگر گھر والے اسے گڑیا گڈے کا کھیل نہیں سمجھتے تھے اس نے ضد کی تو بالآخر پانچویں دن شادی ہو گئی۔ ان پانچ دنوں میں رسونتی برابر ریتی کے ساتھ لگی رہی تھی اور سونیا کے پاس آ کر اس کے رشتے داروں کے نام پتے، ٹھکانے، ان کی عادات اور ان کے مزاج کے متعلق تفصیل سے بتاتی جاتی تھی۔ سونیا تمام اہم باتیں نوٹ کرتی تھی اور انھیں یاد کر لیتی تھی۔

اس نے پانچویں دن طالبہ پر اپنا میک اَپ کیا۔ خود طالبہ کے روپ میں آئی۔ پھر وہاں کے اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا "اب وقت آ گیا ہے میں یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں۔" پہلے سے منصوبہ بنایا ہوا تھا۔ اس کے مطابق جہاں سونیا نے رہائش اختیار کی ہوئی تھی، وہاں فساد کرا دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں پولیس والوں نے گولیاں چلائیں اور فسادیوں کو گرفتار کرنے لگے۔ ایسے میں جو نگرانی کرنے والے تھے وہ دور بھاگ گئے تاکہ انہیں فسادی سمجھ کر گرفتار نہ کیا جا سکے۔ ایسے ہی وقت سونیا اس رہائش گاہ سے چپ چاپ نکل گئی۔

طالبہ کے میک اَپ میں پہلے ہی پاسپورٹ وغیرہ تیار تھا۔ اس کے لیے ایک فلائٹ میں سیٹ ریزرو تھی۔ وہ دوسرے دن سوئٹزرلینڈ روانہ ہو گئی۔ اُدھر ایڈی کریمر شادی کے دوسرے دن ریتی کے ساتھ ہنی مون منانے روانہ ہوا۔ شادی کی تقریب میں ریتی کی اچھی خاصی تصویریں اتاری گئی تھیں۔ اس نے ایک کیسٹ ریکارڈ تیار کرتے ہوئے کہا "ریتی! آج ہم نئی زندگی کی ابتدا کر رہے ہیں! اس کیسٹ میں ہم دونوں کی آوازیں ریکارڈ ہوتی جائیں گی اور یہ ہمارے لیے یادگار کیسٹ ہو گا۔ ہم سوئٹزرلینڈ میں بھی اسی طرح اپنی آواز ریکارڈ کرتے رہیں گے اور تصویریں بھی اتارتے جائیں گے۔"

ریتی کے لیے اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی تھی کہ یہ ساری باتیں یادگار لمحات میں گم ہو جائیں اور وہ کبھی کبھی ان کیسٹوں کو سن کر اور تصویروں کو دیکھ کر ان یادگار لمحات میں گم ہو جائے۔ ایڈی کریمر نے سوئٹزرلینڈ پہنچ کر ہوٹل سے خفیہ طور پر ملاقات کی اور وہ تصویریں اور کیسٹ اس کے حوالے کر دیے۔ سونیا ان تصویروں کو میک اَپ کرنے کے نقطۂ نظر سے دیکھتی رہی تھی۔ اچھی طرح اسٹڈی کرتی رہی تھی۔ کیسٹ میں ریتی کی آواز اور لہجہ سن کر اس کی نقل کرتی رہی تھی۔ ایڈی کریمر اسے سیر و تفریح کے بہانے باہر لے جاتا تھا تاکہ سونیا اسے چلتے پھرتے اور باتیں کرتے دیکھتی رہے۔ اس کے پاس ایک ویڈیو کیمرہ تھا جس کے ذریعے اس کی متحرک فلمیں تیار ہوتی تھیں۔ یہ فلمیں بھی سونیا کے پاس پہنچ جاتی تھیں۔ وہ اپنی ڈیوٹی اسکرین میں دیکھ کر اس کی ہر ادا کو ذہن نشین کرتی تھی اور اس کی کاپی نقل کرتی جاتی تھی۔

ایک ہفتے بعد اس نے اپنے چہرے پر ریتی کا میک اَپ کیا۔ پھر رسونتی سے کہا "فرانس کے اعلیٰ افسر سے کہہ دو، کل صبح سات بجے تک آفس ہالی کلب کے قریبی گراؤنڈ میں ہیلی کاپٹر کو پہنچنا چاہیے یہاں سے ریتی کو روانہ کیا جائے گا۔"

اس اعلیٰ افسر سے یہ طے ہو چکا تھا کہ ریتی ہیلی کاپٹر کے ذریعے پیرس پہنچے گی تو اسے کسی طرح رازداری سے ایک ایسے قید خانے میں پہنچایا جائے گا جہاں اسے ایک نامعلوم مدت تک چھپا کر رکھا جائے گا۔

ایڈی کریمر نے پروگرام کے مطابق صبح پانچ بجے ریتی کو نیند سے جگایا۔ پھر کہا "چلو تیار ہو جاؤ۔ ہم کلب گراؤنڈ میں جا کر سورج طلوع ہونے کا منظر دیکھیں گے۔"

وہ نیند سے اٹھنا نہیں چاہتی تھی ..... ایڈی نے اسے اٹھنے پر مجبور کر دیا ..... وہ ساڑھے چھ بجے تک لباس وغیرہ بدل کر تیار ہو گئی۔ وہاں سے کلب گراؤنڈ تک بیس منٹ کا راستہ تھا۔ وہاں ہیلی کاپٹر بھی پہنچ گیا تھا۔ سونیا بھی موجود تھی۔ وہ اپنی کار سے اتر کر ان کے قریب آئی۔ ریتی اپنی کار سے اتر کر اسے حیرانی سے دیکھنے لگی۔ پھر جلدی سے پرس کھول کر چھوٹا سا آئینہ نکالا۔ کبھی اپنے چہرے کو اور کبھی سونیا کے چہرے کو تکنے لگی۔ سونیا نے مسکرا کر کہا "مجھے کیا دیکھتی ہو، میں ریتی ہوں۔ مسز کریمر۔"

اس نے غصے سے کہا "تم جھوٹ بولتی ہو۔ میں مسز کریمر ہوں۔ تم کون ہو، کہاں سے آئی ہو، کیا چاہتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میرا نام سونیا ہے۔ شاید یہ نام تم نے سنا ہو اور اگر نہ بھی سنا ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آج سے میں سونیا نہیں، ریتی یعنی مسز کریمر ہوں، وہ ہیلی کاپٹر تمہارے لیے آیا ہے۔"

اس نے پریشان ہو کر ایڈی کریمر کو دیکھا۔ ایڈی نے کہا "ہاں ریتی! ہماری سرکار نے مادام شیبا اور مسٹر فرہاد علی تیمور کو قید کر لیا ہے، ہم انھیں چھڑانا چاہتے ہیں، تم اس سلسلے میں ہمارے ساتھ تعاون کرو۔ چپ چاپ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر پیرس چلی جاؤ۔ وہاں تمھیں آرام سے رکھا جائے گا۔"

"پاؤں پٹخ کر بولی "میں نہیں جاؤں گی، کیا تم مذاق کر رہے ہو۔ کیا تم نے اسی لیے شادی کی، کیا تم اسی لیے یہاں ہنی مون منانے آئے ہو؟"

"تم درست کہہ رہی ہو۔ ہمارا وقت ضائع نہ کرو، ہیلی کاپٹر میں بیٹھ جاؤ۔ ورنہ زبردستی بٹھا دیا جائے گا۔"

اُسی وقت ہیلی کاپٹر سے دو مسلح جوان آ گئے تھے۔ انھوں نے ریتی کو گن پوائنٹ پر رکھا، وہ مجبوری اور بے بسی سے رونے لگی۔ ایڈی نے کہا "میں تمھیں چاہتا ہوں۔ تم میری بیوی ہو۔ میں اپنا ایک فرض ادا کر رہا ہوں۔ اگر تم واقعی مجھے دل و جان سے چاہتی ہو تو یک بیوی کا فرض ادا کرو۔ میری بات مان لو اور چپ چاپ چلی جاؤ۔"

وہ سر جھکا کر ان مسلح افراد کے درمیان چلتی ہوئی ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں ہی وہ ہیلی کاپٹر زمین چھوڑ کر فضا میں پرواز کرتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ سونیا اور ایڈی نے دوسرے دن کی فلائٹ میں تل ابیب کے لیے سیٹ ریزرو کرائی۔ پھر روانگی تک وہ ایڈی کریمر کے ساتھ ریتی کی طرح چلتی پھرتی، ہنستی بولتی رہی، اس کے گھر والوں کے متعلق تفصیلی گفتگو کرتی رہی تاکہ ہر بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ ایک البم میں ریتی کے تمام رشتے داروں کی تصویریں موجود تھیں، دوسرے دن وہ ایڈی کریمر کے ساتھ تل ابیب پہنچی تو کتنے ہی رشتے دار اس کے استقبال کے لیے آئے تھے۔ وہ ریتی کے باپ سے ملی، اس کی ماں کے گلے لگ گئی۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کس رشتے دار کے ساتھ کس طرح ہونی کا مظاہرہ کرنا چاہیے کس کے ساتھ سرد مہری سے پیش آنا چاہیے وہ بڑی خوش اسلوبی سے ریتی کا رول ادا کرتے ہوئے ایڈی کریمر کے ساتھ اس کے گھر پہنچ گئی۔

یہودیوں نے چیلنج کیا تھا کہ سونیا نے اگر اسرائیل کی سرزمین پر قدم رکھا تو مجھے گولی مار دی جائے گی۔ دشمن بھول جاتے ہیں۔ ہزار بار منہ کی کھاتے ہیں۔ پھر بھول جاتے ہیں کہ وہ سونیا کو چیلنج کر رہے ہیں اور انھیں اپنی ہی سرزمین پر ہر چیلنج کا منہ توڑ جواب ملتا رہا ہے۔ اس بار بھی جب انکشاف ہو گا کہ سونیا کتنی مکاری سے تل ابیب پہنچ گئی تھی تو وہ ہمیشہ کی طرح تلملاتے رہ جائیں گے۔ اس کے خلاف کوئی جوابی کارروائی کرنے کا وقت گزر چکا ہو گا۔

وہاں پہنچ کر اس نے بیماری کا بہانہ کیا۔ ایک لیڈی ڈاکٹر سے ملاقات کی۔ ایسے وقت رسونتی اس کے پاس موجود تھی، وہ لیڈی ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا۔ اس کے لیے ایک نسخہ لکھتے ہوئے کہا تمھیں کوئی خاص بیماری نہیں ہے۔ تم نے ایک اجنبی مرد کو شوہر بنا کر نئی زندگی کی ابتدا کی ہے، ان حالات میں بعض لڑکیاں کشمکش میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ انہیں میکے کی محبت کھینچتی ہے اور شوہر کا پیار بھی بلاتا ہے۔ ایسے میں وہ خود کو بیمار محسوس کرنے لگتی ہیں۔ تمھیں آرام کی ضرورت ہے، زیادہ ہجوم میں جانے سے پرہیز کرو۔"

لیڈی ڈاکٹر کی یہ رپورٹ ریتی کے تمام رشتے داروں تک پہنچ گئی۔ اس کے رشتے دار شادی کے سلسلے میں میاں بیوی کو اپنے یہاں مدعو کرنا چاہتے تھے۔ طرح طرح کی تقریبات کا اہتمام کرنے والے تھے لیکن میڈیکل رپورٹ کے پیشِ نظر سونیا نے سب سے معذرت چاہی اور کہا "میں مہینے دو مہینے آرام کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد آپ لوگوں کی خوشی پوری کر دوں گی۔"

اس نے احتیاطاً ایسی چال چلی تھی۔ اگرچہ وہ ریتی کے تمام رشتے داروں سے تصویروں کے ذریعے واقف ہو گئی تھی لیکن ریتی کی کچھ ایسی سہیلیاں بھی ہو سکتی تھیں جن کی تصویریں اس کے پاس نہ ہوں، وہ اچانک کسی تقریب میں مل جاتیں اور وہ انھیں پہچان نہ پاتی تو بھید کھل جاتا..... اسی لیے اس نے خود کو تقریبات سے دور رکھ کر گھر کی چار دیواری میں محدود کر لیا۔ رسونتی سے کہا "ایڈی کریمر کے دماغ میں آتی جاتی رہو۔ فرہاد کو جس عمل میں قید کیا گیا ہے اس عمل کا انچارج ایک اعلیٰ افسر ہے۔ ایڈی اس سے کسی طرح رابطہ قائم کرے گا۔ تم اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرو۔"

"تم کہتی ہو تو میں اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کروں گی لیکن وہ اتنے نادان نہیں ہوں گے۔ ہو سکتا ہے وہ افسر سانس روک لیتا ہو۔ اس طرح بھید کھل جائے گا۔"

سونیا نے ایڈی کریمر سے کہا "افسر کا سراغ لگانے کے بعد اس کے گھر کا فون نمبر معلوم کرو اور فون کے ذریعے اس کی گھر والی سے یا اس کے گھر کے کسی فرد سے رابطہ قائم کرو، وہ اعلیٰ افسر یوگا کا ماہر ہو سکتا ہے۔ اس کا پورا خاندان تو نہیں ہو سکتا۔"

اس اعلیٰ افسر کا سراغ لگانا مشکل نہیں تھا۔ وہاں کے افسران بڑی رازداری سے کام لے رہے تھے۔ ایک ہفتے بعد ایڈی کریمر نے معلوم کر لیا کہ وہ افسر کون ہے، کہاں رہتا ہے اور اس کا فون نمبر کیا ہے۔ رسونتی نے کہا "ایڈی! میں تمھارے پاس موجود ہوں۔ رابطہ قائم کرو۔"

اس نے ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیے۔ پھر انتظار کیا۔ کسی نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں؟"

ایڈی کریمر نے ریسیور رکھ دیا۔ رسونتی اس بولنے والے کے

دماغ میں پہنچ گئی وہ گھر کا ملازم تھا' اعلیٰ افسر کی بیگم نے پوچھا' کس کا فون ہے؟"

ملازم نے کہا" پتا نہیں کون تھا شاید لائن کٹ گئی ہے۔"

رسونتی بیگم صاحبہ کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے ذریعے بڑی اہم معلومات حاصل ہوئیں۔ مثلاً یہ کہ وہ افسر کس وقت اس محل میں جاتا ہے اور کب واپس آتا ہے۔ ڈیوٹی سے فارغ ہونے کے بعد بھی محل سے تعلق رکھنے والے جونیئر افسران اس کے پاس آتے ہیں۔ کوئی چھٹی کی درخواست لے کر آتا ہے، کوئی ڈیوٹی کا وقت بدلنے کی درخواست کرتا ہے۔ کسی نہ کسی کام سے متعلقہ افراد آتے جاتے رہتے ہیں۔

سونجانے یہ تمام رپورٹ سننے کے بعد کہا" رسونتی تمہیں بہت زیادہ محنت کرنا ہوگی۔ ہمیشہ ملازم اور بیگم کے دماغ میں آتے جاتے رہنا ہوگا تاکہ دوسرے جونیئر افسران کے دماغوں تک پہنچ سکو۔"

جونیئر افسران کے متعلق بھی یہی خیال تھا' وہ بھی یونگا کے ماہر ہو سکتے تھے۔ محل کے اطراف فولادی پہرا بٹھانے کے لیے یقیناً غیر معمولی افراد کا انتخاب کیا گیا ہوگا۔ خواہ وہ افسران چھوٹے ہوں یا بڑے۔

اس گھر کی بیگم اور ملازم کے ذریعے یہ معلوم ہوا کہ وہاں آنے والے تمام جونیئر افسران نہ شراب پیتے ہیں نہ سگریٹ۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا تھا کہ انھیں سانس روکنے میں مہارت حاصل ہے۔ سونیا نے رسونتی کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا' کسی بھی معاملے میں جلد بازی نہ کرے۔ نہایت اطمینان اور سہولت سے مناسب وقت کا انتظار کرتی رہے۔ اس لیے وہ انتظار کرتی رہی' اس نے بے دھڑک کسی کے دماغ میں جانے کی حماقت نہیں کی۔

وہ اکثر بیگم صاحبہ کے دماغ میں موجود رہتی۔ ایک بار وہ نہانے کے لیے گئی تو رسونتی نے اس کے ذریعے دکاندار کے دماغ میں جگہ بنائی' اتفاق سے وہ دکاندار نشے میں تھا۔ اس موقع سے رسونتی نے فائدہ اٹھایا اور ہماری ایک مطلوبہ دوا اس کے ذریعے بیگم صاحبہ کی باسکٹ میں پہنچا دی۔ بیگم صاحبہ نے گھر پہنچ کر اس دوا کو دیکھا تو سمجھ میں نہیں آیا یہ کہاں سے آگئی لہٰذا اسے اٹھا کر ایک جگہ رکھ دیا۔ اس دوا کو بھی استعمال کرانے میں رسونتی نے جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ وہ ہر روز نوکر اور بیگم کے ذریعے اس محل کے متعلق معلومات حاصل کرتی رہی اور یہ معلومات سونیا تک پہنچاتی رہی۔ اس دوران ایڈی کو مرنے دو جونیئر افسران کے گھر کا پتا اور فون نمبر معلوم کر لیا تھا۔ فون کے ذریعے ان سے رابطہ بھی قائم کیا تھا۔ رسونتی وہاں بھی ان جونیئر افسران کے گھر والوں تک پہنچ گئی تھی اور اسی طرح وہاں بھی اعصاب کمزور کرنے والی دوائیں پہنچا چکی تھی۔

اتنے مراحل سے گزرتے گزرتے اور دو ماہ گزر گئے۔ بھیم شیبا کا چکر چل پڑا تھا۔ اگرچہ یہ کوئی معیوب بات نہیں تھی۔ لیکن میری اولاد دشمنوں کے ملک میں اور قید خانے میں رہتی تو وہ مجھے اور زیادہ کمزور بنا سکتے تھے۔ میری اولاد کو ہمیشہ یرغمال بنا کر رکھو۔ اعلیٰ بی بی نے مجھ سے کہا تھا' مجھے سونیا سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔ تو میں ذرا ہچکچانے لگا تھا۔ مجھے معلوم تھا' ان حالات میں وہ کس طرح غصہ دکھائے گی۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ ایک مرد ہوں' کسی سے نہیں ڈرتا لیکن بعض حالات میں سونیا سے ڈرتے وقت میری مردانگی کو ٹھیس نہیں پہنچتی بلکہ اچھا لگتا ہے' اس سے اور زیادہ محبت ہو جاتی ہے۔ میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ پھر کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ خدا کے لیے اب مجھے کوئی طعنہ نہ دینا۔ میں تمہارے ہر اظہار سے واقف ہوں۔"

"میں کچھ نہیں کہوں گی کیونکہ میں جانتی ہوں' اب پیچیدہ مسائل سامنے آئیں گے۔ وہ بچہ جس کی ماں شیبا ہوگی اور جو دشمن کے ہاتھ میں ہوگا۔ اب تم بتاؤ۔ کیا تمہیں یہاں سے رہائی دلانے کی کارروائی کی جائے یا بچے کے پیدا ہونے کا انتظار کیا جائے تاکہ باپ بیٹے دونوں کو ایک ساتھ آزاد کرایا جا سکے۔"

"تم شیبا کو بھول رہی ہو۔ کیا اسے رہا نہیں کرانا چاہتیں؟"

"میرے یہاں آنے کا کوئی مقصد ہے ورنہ میں پیرس میں رہ کر بھی یہ سارے انتظامات کر سکتی تھی۔ میں سب سے پہلے تمہیں یہاں سے نکالنا چاہتی ہوں۔ شیبا کو یہاں رہنا چاہیے۔ جب تم آزاد ہو جاؤ گے تو وہ ہمیں بلیک میل نہیں کر سکیں گے۔ ہماری کسی کمزوری سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے' وہ شیبا کو مارنا چاہیں گے۔ ہم کہیں گے' تم اپنی قوم کی بیٹی کو مارنا چاہتے ہو' بیشک مارو۔ تمہاری پوری قوم نابود ہو جائے گی۔ شیبا کے ساتھ میرا بچہ بھی ہوگا۔ وہ اسے بھی ہماری کمزوری نہ بنائیں گے۔"

"میں شاید یہ کہنا بھول گئی کہ تمہارے بعد میں سب سے پہلے بچے کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کروں گی۔ بہر حال میرے دماغ میں آتے رہو۔ میں کوشش کر رہی ہوں کہ کل تک ایک ڈمی فرہاد تمہاری جگہ پہنچے اور تم وہاں سے نکل آؤ۔"

ایڈی کو میرا اپنے دفتر سے دو دن کی چھٹی لے چکا تھا۔ اسے گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں جانا تھا۔ اس لیے وہ میرا میک اپ کرنے لگا۔ رسونتی نے مجھے اور آمر کو اس محل کے انچارج اعلیٰ افسر کی' بیوی کے دماغ تک پہنچایا۔ پھر دو جونیئر افسران کے گھر تک پہنچایا۔ اس طرح ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک سنیئر افسر اور باقی دو جونیئر افسروں کے گھروں میں پہنچ گئے۔ ہم تینوں نے اس رات ان تینوں کی بیگمات کے ذریعے ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں وہ دوائیں حل کرائیں۔ انھیں نادانگلی میں حل کرایا' میں سنیئر افسر کی والدہ کے ہاتھ تھام کر بولی۔ "آیئے بستر پر لیٹ جایئے۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر بستر تک آئی۔ وہ آرام سے لیٹ گیا اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ بیوی اس کے سر کو سہلانے لگی۔ ذرا دیر بعد ہی اس کے خراٹے سنائی دینے لگے۔ میں اس کی والدہ کے ذریعے خراٹوں کو سنتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد جب اچھی طرح یقین ہو گیا کہ وہ سو چکا ہے تو میں نے اللہ کا نام لیا۔ پھر چپکے سے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ نیند کی حالت میں پُرسکون تھا۔ اعصابی کمزوری محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس کا خواہیدہ دماغ بتا رہا تھا' وہ اس محل کا انچارج ہے۔ ڈیوٹی کے وقت محل کے سامنے ایک گیسٹ ہاؤس میں رہتا تھا۔ وہاں رہنے کے دوران محل کی نگرانی کرتا تھا۔ اس کے ماتحت تقریباً دو سو مسلح افراد تھے جن میں بیس جونیئر افسران تھے۔ خود اس کی طرح ایک سنیئر انچارج افسر تھا۔ جب میرا معمول افسر ڈیوٹی ختم کرتا تھا تو اس دوسرے افسر کی ڈیوٹی شروع ہوتی تھی۔ اسی طرح جونیئر افسران کی ڈیوٹی بدلتی رہتی تھی۔ پہلے میں ان تمام لوگوں کی ڈیوٹی کی نوعیت' ڈیوٹی کے اوقات اور دیگر تفصیلات معلوم کر رہا تھا تاکہ بعد میں ہم سے کوئی بھول چوک نہ ہو۔

بیس جونیئر افسران میں سے صرف چار ایسے تھے جو محل کے اندر جا سکتے تھے۔ ان چاروں میں سے دو ہماری ٹیلی پیتھی کی زد میں آ چکے تھے۔ جن کے دماغوں میں رسونتی اور آمر اس وقت پہنچے ہوئے ہوں گے۔ وہ جس وقت بھی چاہتے تھے' سرپرائز وزٹ کے لیے محل میں داخل ہوتے تھے تاکہ اچانک معائنہ کر کے کسی سے ہونے والی غلطی پکڑی جا سکے۔

محل کی چار دیواری بہت اونچی تھی۔ اگر دیوار پھاند کر کوئی اندر داخل ہوتا تو بجلی کے تاروں سے چپک کر رہ جاتا۔ محل کے چاروں طرف دیوار سے تقریباً دو گز کے فاصلے پر بجلی کے تار خفیہ طور سے لگائے گئے تھے۔ ان کا مین سوئچ اسی گیسٹ ہاؤس میں تھا جہاں دو سنیئر افسران باری باری ڈیوٹی پر آتے تھے۔ محل کے اندر آنے اور باہر جانے والے صرف بائیس افراد تھے۔ باقی سب کے سب محل کے اندر قیام کرتے تھے۔ ان کی رہائش کا معقول انتظام تھا۔ وہ دن رات وہاں رہتے تھے اور اپنے وقت پر ڈیوٹی دیتے تھے اور آرام کرنے کے وقت آرام کرتے تھے لیکن انھیں محل کے احاطے سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔

دو سنیئر اور باقی جونیئر افسران محل کے احاطے میں داخل ہونے سے پہلے آفیسر آن ڈیوٹی کو فون کے ذریعے اطلاع دیتے تھے کہ وہ ٹھیک کتنے بجے' کتنے منٹ اور کتنے سیکنڈ پر احاطے کے مین گیٹ کے سامنے پہنچ رہے ہیں۔ لہٰذا خفیہ بجلی کے تاروں کا سوئچ تھا۔ اس کے ذریعے دوا کا رد عمل دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پتا چلا' وہ کمزوری محسوس کر رہا ہے۔ اس کی والدہ نے پوچھا" کیا بات ہے؟"

"پتا نہیں تم نے آج کیسا کھانا بنایا ہے۔ طبیعت کچھ عجیب سی ہو رہی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے چونک کر اپنی بیوی کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "میں تمہیں پہلے ہی سمجھا چکا ہوں' میرے گھر میں کوئی ایسی بات نہ ہو جس پر مجھے شبہ ہو جائے۔"

"آپ جب سے اس محل میں ڈیوٹی کر رہے ہیں' شکی مزاج ہوتے جا رہے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں' میں کھانے پینے کی چیزوں میں کچھ ملا کر دوں گی؟"

"دے سکتی ہو۔ دانستہ نہ سہی نادانستگی میں دے سکتی ہو۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں ٹریپ کر کے تمہارے ذریعے مجھے نقصان پہنچانا چاہیں گے اور تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا۔"

"میں کہتی ہوں' بہت ہو چکی ڈیوٹی۔ اب ریٹائر ہو جاؤ۔ وہ ریٹائر نہ کریں تو استعفا دے دو۔ ہماری شادی کو تیس برس گزر چکے ہیں۔ آپ نے پہلے کبھی مجھ پر کسی بات کے لیے شبہ نہیں کیا۔ جب سے یہ ڈیوٹی شروع ہوئی ہے' ذرا ذرا سی بات پر شبہ کرتے ہیں۔ مجھے یہ بالکل اچھا نہیں لگتا۔ میں یوں محسوس کر رہی ہوں جیسے میرا محبت کرنے والا شوہر مجھے اجنبی یا دشمن سمجھنے لگا ہے۔ اب میں محبت اور اعتماد کے قابل نہیں رہی۔"

وہ ڈائننگ ٹیبل سے اٹھتے ہوئے بولا" تم خواہ مخواہ جذباتی ہو رہی ہو۔ میں بیڈ روم میں جا رہا ہوں۔ میرے لیے کافی لے آؤ۔"

"آپ بہت زیادہ کام کرنے لگے ہیں۔ تھک جاتے ہیں۔ اب آپ بیڈ روم میں کافی پئیں گے۔ کوئی افسر ملنے آئے گا تو ڈرائنگ روم میں اس سے باتیں کریں گے۔ خود کو اور زیادہ تھکاتے رہیں گے۔ اس وقت دس بجنے والے ہیں۔ آپ کو سو جانا چاہیے۔"

وہ اس سے باتیں کرتی ہوئی بیڈ روم تک آئی۔ سنیئر آفیسر ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گیا۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچتے ہوئے انداز میں سامنے والی دیوار کو تکنے لگا۔ اس کی والدہ نے پوچھا" کیا آپ نے بلڈ پریشر چیک کرایا تھا؟"

"مجھے موقع نہیں ملا۔"

"یہی بے پروائی آپ کو وقت سے پہلے بوڑھا اور کمزور بنا دے گی۔ پھر آپ شبہ کرتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کو میرے ذریعے فریب کر سکتے ہیں۔"

سنیئر افسر کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ وہ اپنے شوہر کا ہاتھ

آف کر دیا جائے اور انھیں اندر آنے کی اجازت دی جائے اسی طرح احاطے سے باہر جانے والے افسروں کو صرف ایک منٹ کی مہلت دی جاتی تھی۔ اس ایک منٹ میں تاروں کا سوئچ آف کیا جاتا تھا اور وہ باہر نکل جاتے تھے۔ ایک منٹ کے بعد محل کے چاروں طرف پھر بجلی آن ہو جاتی۔

وہ بائیس افسران جو محل کے اندر آتے اور باہر جاتے تھے، وہ بھی پوری طرح آزاد نہیں تھے۔ انھیں بند گاڑی میں احاطے کے اندر پہنچایا جاتا تھا۔ ان تمام کی رہائش گاہیں فوجی بیرکس میں تھیں۔ انھیں اسی بند گاڑی میں بیرک تک واپس لایا جاتا تھا اور ان کی گاڑی کے آگے پیچھے کئی مسلح افراد چار گاڑیوں میں موجود رہتے تھے۔

میں نے دوسرے سنیئر افسر کا نام، پتا اور فون نمبر معلوم کیا پھر سونیا کو بتایا۔ اس نے وہ فون نمبر نوٹ کر لیا۔ میں نے کہا۔ "محل کے اطراف اتنا سخت پہرہ ہے کہ ایک کیڑا بھی رینگتا ہوا جائے گا تو بجلی کے تاروں سے چیک جائے گا۔ پھر کوئی بہروپیا یا اجنبی بھی اتنی جرأت نہیں کر سکتا۔ اگر تم کسی کو میرے یا افسر کے میک اپ میں یہاں بھیجنا چاہو گی اور خدانخواستہ اس سے کوئی بھول چوک ہو گئی تو یہ لوگ مجھے پہلی فرصت میں گولی مار دیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "تم نے ابھی صرف محل کے باہر کے حالات بتائے ہیں، پتا نہیں اندر اور کتنی سختی ہو گی۔ میں اپنا ارادہ بدل رہی ہوں۔ ایڈی کریمر کو تمھارے روپ میں ابھی روانہ نہیں کیا جائے گا۔ ہم پہلے محل کے اندر اور باہر ایک ایک فرد کی اچھی طرح اسٹڈی کریں گے۔ پھر کوئی ٹھوس منصوبہ بنائیں گے۔"

میں پھر سنیئر افسر کے دماغ میں آ گیا۔ محل کے اندرونی حالات معلوم کرنے لگا۔ پتا چلا۔ محل کے چاروں طرف جتنے بیرونی دروازے کھڑکیاں اور روشندان ہیں، ان کے ساتھ پختہ دیواریں چن دی گئی ہیں تاکہ اندر رہنے والوں کو باہر کے منظر دکھائی نہ دیں۔ وہ سنیئر افسر محل کے بیرونی دروازے سے اندر داخل ہوتا ہے تو پختہ دیوار دکھائی دیتی ہے۔ وہ دیوار کے ایک طرف چلتا ہوا ایک دروازے کی طرف آتا ہے۔ وہاں مسلح پہرے دار ہوتے ہیں۔ وہ اس کے لیے دروازہ کھولتے ہیں تب وہ محل کے اندر پہنچتا ہے۔

محل کے اندر یوں تو کئی چھوٹے بڑے کمرے ہیں لیکن چار وسیع و عریض خواب گاہیں ہیں۔ چاروں خواب گاہیں بالکل ایک جیسی ہیں۔ ان میں سامان بھی ایک جیسا ہے۔ ایک خواب گاہ میں جو سامان جس جگہ رکھا ہے، باقی تین خواب گاہوں میں بھی وہ سامان ٹھیک اسی جگہ رکھا ہوا ہے۔ سنیئر آفیسر کبھی معائنے کے لیے جاتا ہے تو خود چکر اکر رہ جاتا ہے کہ ابھی کس خواب گاہ میں تھا اور دوسری بار کس خواب گاہ میں پہنچ رہا ہے۔

صرف یہی نہیں، ان خواب گاہوں کے اطراف جتنے راہ داری ہیں، وہ بھی ایک جیسے ہیں۔ تمام مسلح افراد ایک رنگ کی وردی پہنتے تھے اور وہاں کام کرنے والی کنیزوں کے لباس بھی ایک ڈیزائن اور ایک رنگ کے ہوتے تھے۔ سنیئر افسر جب ان کے چہروں کو غور سے نہیں دیکھتا تھا تب تک پتا نہیں چلتا کہ وہ اسی راہ داری سے گزر رہا ہے یا وہ کوئی مختلف راہ داری۔

محل کے اس طرز تعمیر سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ اس کے بنانے والے نے بھول بھلیاں بنایا گیا ہے، تاکہ کوئی باہر کا آدمی میری راہ داری سے گزر رہا ہے یا وہ کوئی مختلف راہ داری ہے۔ اس کے لیے آئے تو بھول بھلیوں میں الجھ کر رہ جائے۔ سنیئر افسر صرف خواب گاہوں میں داخل ہوتا تھا، جہاں میں یا شیبا نہیں ہوتے تھے۔ ہر خواب گاہ کے باہر ایک بڑا سا ٹی رکھا ہوتا تھا۔ اسے ان کے اندر کا سارا منظر دکھائی دیتا تھا۔ یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ خواب گاہ کے اندر کوئی ہے یا نہیں ہے۔ اگر ہے تو وہ کس حصے میں ہے اور کیا کر رہا ہے۔

میں نے سنیئر آفیسر کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا۔ "کیا وہ ٹی صرف چاروں خواب گاہوں کے باہر رکھے ہیں یا اور بھی کہیں سے دیکھا جاتا ہے۔"

اس کی سوچ نے بتایا۔ ہر خواب گاہ میں خفیہ کیمرے نصب ہیں۔ ان کے ذریعے میری حرکات و سکنات کو دیکھا جاتا ہے۔

میں اب تنہا رہتا تھا، اس لیے انھیں شبہ تھا کہ میں کسی کی مدد سے فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔ لہٰذا وہ کیمرے .... وہاں موجود رہیں گے تو مجھے دیکھا جاتا رہے گا۔

میں نے یہ بات سونیا کو بتائی۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی۔ "یہاں خواب گاہ کی چھت اور دیواروں میں طرح طرح کے ڈیزائنوں میں کہیں کیمرے چھپے ہوئے ہیں۔ ان کو تلاش کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے، لیکن اگر کیمروں کو ناکارہ بنانے کی کوشش کروں گا تو انھیں پتا چل جائے گا۔ پھر وہ پریشان ہو کر بولی۔ "میرا منصوبہ کام نہیں آئے گا۔ ہر طرف ٹی وی کیمرے چاہتی تھی، ایڈی کریمر کو تمھارے میک اپ میں کسی طرح وہاں دوں، لیکن وہ جائے گا اور تم وہاں سے نکلو گے تو یہ سارا منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔

"میری جان تو خدا کے ہاتھ میں ہے' وہی مارنے والا ہے وہی بخشنے والا ہے۔"

"میں نے ان سے پہلے ہی کہہ دیا تھا، تم کبھی نہیں مانو گے۔ میں تمہارا یہ جواب انہیں سنا دوں گی۔"

وہ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد رخصت ہوگئی خوابگاہ کا دروازہ بند کر دیا گیا، میں پھر وہاں کی چار دیواری میں قید کر دیا گیا۔ اب مجھے وحشت سی ہو رہی تھی۔ میں بھول گیا تھا کہ کھلی فضا میں ہوا کیسے چلتی ہے۔ پھول کیسے کھلتے ہیں۔ چار دیواری کے باہر انسانوں کی دنیا کیسی ہوتی ہے جیسے وہ سب پرانی باتیں ہو گئی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میں یہیں پیدا ہوا ہوں اور یہیں مر جاؤں گا۔

ایک ہفتے بعد پھر خوابگاہ کا دروازہ کھلا۔ اس بار کئی مسلح افراد تھے۔ سب کی رائفلیں اور اسٹین گنیں میری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے ساتھ آنے والے افسر نے کہا: "مسٹر فرہاد علی تیمور! تم نے بہت آرام کر لیا' بہت حرام کی کھا چکے۔ اب ذرا کام کو ٹھکری کی ہوا کھانے چلو۔"

رسونتی اس وقت میرے پاس موجود تھی۔ پریشان ہو کر بولی: "یہ کمبخت اب کیا چاہتے ہیں؟"

"ظاہر ہے ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں مجھ سے کام لینا چاہتے ہیں، میں انکار کر رہا ہوں۔ یہ مجھ سے زبردستی کریں گے۔"

میں چپ چاپ ان کے درمیان آیا۔ ان سب کے ہاتھوں میں خطرناک ہتھیار تھے' اس کے باوجود وہ مجھ سے سہمے ہوئے تھے۔ اسٹین گنوں اور رائفلوں کی نالیں اس طرح میری طرف کٹے ہوئے تھے کہ ذرا بھی خطرہ محسوس ہوگا تو گولی مار دیں گے۔

میں ان کے درمیان چلنے لگا۔ رسونتی بہت پریشان تھی۔ کہنے لگی۔ "کیا میں سونیا کو جا کر بتاؤں؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "اسے بتانے سے کیا ہوگا، وہ یہاں آ تو نہیں جائے گی۔"

"مگر یہ کیا ہو رہا ہے۔ پتا نہیں یہ لوگ تمہیں کہاں لے جا رہے ہیں۔ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟"

"خدا کا شکر کرو اس محل سے باہر نکلنے کا موقع تو ملے گا' ذرا دیکھتی رہو۔ آگے آگے کیا ہوتا ہے۔"

وہ مجھے دوسری خوابگاہ میں لے آئے۔ میں پہلی بار دوسری خوابگاہ میں آیا تھا' اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں واپس اپنی اسی خوابگاہ میں پہنچ گیا ہوں۔ ایک ذرا فرق نہیں تھا' میری خوابگاہ میں جو سامان جیسے رکھا ہوا تھا' ویسا ہی سامان یہاں بھی اسی جگہ رکھا ہوا تھا' ہاں فرق صرف اتنا تھا کہ میں نے لباس تبدیل کرنے کے بعد اپنا اتارا ہوا جوڑا پلنگ پر ڈال دیا تھا' وہ لباس یہاں پلنگ پر نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسی سے خیال آتا تھا کہ یہ دوسری خوابگاہ ہے۔ پھر اس بات کی تصدیق ہو گئی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لیتے ہوئے اس خوابگاہ کے اسٹور روم میں لے گئے۔ وہاں کھلا ہوا تھا۔ تہ خانے میں جانے والی سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں۔

وہ افسر اپنے مسلح آدمیوں کے ساتھ اسی تہ خانے سے محل میں آیا تھا۔ تب ہی وہ پہلے سے کھلا ہوا تھا۔ میں نے سینئر آفیسر کے لہجے سے اچھی طرح پڑھ لیا تھا۔ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہاں کی زمین میں کہیں تہ خانے کا راستہ ہے' وہاں کے حکام یا بلاسٹڈ کمپنی کے آدمی ملازمت کر رہے تھے کہ باہر ڈیوٹی دینے والے افسران کو وہاں کے حالات معلوم نہیں تھے۔ وہ محل میں داخل بھی ہوتے تھے تو راہداریوں سے گزرتے ہوئے ٹی وی اسکرین پر خوابگاہ کے اندر کا منظر دیکھ لیتے تھے' یہ کبھی نہیں دیکھ سکتے تھے کہ کسی خوابگاہ کے اسٹور روم میں کوئی راستہ بھی ہے۔

کچھ افراد تہ خانے کی سیڑھی سے اتر کر نیچے گئے۔ کچھ اوپر ہی بندوقیں لیے ہوئے تھے' پھر مجھے اترنے کے لیے کہا گیا۔ آگے بھی موت تھی پیچھے بھی موت میں چپ چاپ تہ خانے میں پہنچ گیا۔ اندر بہت کشادہ جگہ تھی۔ ایک طرف ایک سرنگ نما راستہ دور تک چلا گیا تھا۔ میں نے رسونتی سے کہا: "اتنی طویل قید سے تنگ آ گیا ہوں۔ اب تو یہاں سے بھاگوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کچھ کرنے سے پہلے سونیا سے مشورہ لو۔"

"میرے لیے کوئی کچھ نہیں کر سکے گا' مجھے ہی ہاتھ پاؤں مارنا ہوں گے۔"

میں نے پھر ایک بار سرنگ نما راستے کی طرف دیکھا' وہاں اندھیرا تھا۔ اگر میں کوشش کروں اور اسے مارنے کی دھمکی دوں تو شاید مسلح افراد کو قابو میں کر لوں اور اسے بچانے کے لیے مجھ پر حملہ نہ کریں۔

رسونتی نے تڑپ کر کہا: "فرہاد! ایسا نہ کرو، وہ تمہیں مار ڈالیں گے۔"

وہ افسر میرے آگے آگے چل رہا تھا' اسے اطمینان تھا' میں کوئی حرکت نہیں دکھاؤں گا کیونکہ چاروں طرف ہتھیار ہی ہتھیار رستے تھے لیکن میں فیصلہ کر چکا تھا۔ میں نے یکبارگی اس کے ہولسٹر پر ہاتھ ڈالا، ریوالور نکالا' پھر بجلی کی طرح ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ کر کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھتے ہوئے کہا: "اگر کوئی گولی مار دی گئی تو پہلے تمہیں ہی ہتھیار پھینک دو۔ اگر اپنے افسر کی زندگی چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک دو۔"

وہ افسر بری طرح سہم گیا تھا' گھبرایا ہوا سا اپنے آدمیوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے کئی آدمی نے ہتھیار نہیں پھینکا تھا' میں نے گرج کر کہا: "ہتھیار پھینک دو۔ میں زیادہ نہیں کہوں گا۔ صرف تین تک گنوں گا۔ تین کہتے ہی گولی مار دوں گا۔" میرے چاروں طرف خاموشی چھائی رہی۔ سب ہتھیار مجھے نشانے پر رکھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: "ایک۔"

ان میں سے ایک نے کہا: "دو۔"

میں نے چونک کر اسے دیکھا تو دوسرے نے کہا: "تین۔ اب مارو۔"

میں ہچکچانے لگا، اسے مار ڈالتا تو پھر وہاں سے فرار ہونا

کسی کو یرغمال بناتا پھر بھی میں نے ڈھٹائی سے کہا: "کیا تم سمجھتے ہو، میں تمہیں گولی نہیں مار دوں گا۔ تم لوگوں کی گنتی سے کچھ نہیں ہوگا۔ میں گن رہا ہوں۔ ایک کہہ چکا ہوں۔ اب دو کہتا ہوں۔"

پھر میرے تین کہنے سے پہلے ہی ایک نے رائفل اٹھا کر ٹریگر دبا دیا۔ دھماکے سے آواز آئی اور گولی اس افسر کی پیشانی کو توڑتی ہوئی نکل گئی، اس کا جسم بیساختہ ڈھیلا پڑ گیا۔ میں نے بھی اپنی گرفت ڈھیلی کی تو وہ میرے بازو سے نکل کر فرش پر گر پڑا۔

دوسری بار دھماکوں کی آواز سنائی دی۔ وہ گولی میرے ہاتھ پر لگی۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ مجھے عقل آ گئی کہ ایک افسر کی زندگی مجھ سے زیادہ قیمتی نہیں ہے' مجھے قید میں رکھنے اور فرار ہونے سے باز رکھنے کے لیے ایسے درجنوں افسروں کو گولی مار سکتے تھے۔

لیکن عقل دیر میں آئی' تیسری گولی چلی اور میری ٹانگ میں لگی' میں لڑکھڑا کر گرنے لگا۔ چوتھی گولی میرے سینے سے ہوتی ہوئی گزر گئی۔ میں فرش پر گرنے لگا۔ روتی ہوئی میرے دماغ میں چیخ رہی تھی: "یہ کیا ہو رہا ہے فرہاد! میں تمہارے لیے کیا کروں؟ ان میں سے کوئی اپنی آواز نہیں سنا رہا ہے۔ میں تمہیں کیسے بچاؤں۔ اوہ خدایا، یہ کیا ہو رہا ہے، بھائی آ مر جلدی آؤ۔ فرہاد کے پاس ہو، میں سونیا کے پاس جا رہی ہوں۔"

مجھے تین گولیاں لگی تھیں۔ ان میں سے ایک میرے ہاتھ کو چھید کر گزری تھی، دوسری بازو سے آر پار ہوئی تھی' تیسری بھی ٹانگ سے آر پار ہو گئی تھی' اگر کوئی حیاتی جیسی گولی مجھے لگ جاتی تو میں برداشت نہ کر سکتا۔ بے ہوش ہو جاتا۔ فی الحال کئی گولیاں کھانے کی سکت تھی۔ شاید وہ بھی یہی سمجھ رہے تھے۔ اس لیے چوتھی بار فائرنگ کی آواز سنائی دی اور وہ گولی میری دوسری ٹانگ میں پیوست ہو گئی' پھر مجھے برداشت نہ ہو سکا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے میرے اندر آگ لگ گئی ہے، ایسی شدید تکلیف تھی کہ بیان سے باہر تھی۔ برداشت سے باہر تھی۔ میں یہ سمجھتے ہی دیکھتے بے ہوش ہو گیا۔

میں نے پہلی بار گولیاں نہیں کھائی تھیں۔ اب سے پہلے بھی کئی گولیاں میرے جسم میں پیوست ہو چکی تھیں۔ برازیل کے ایک چھوٹے سے شہر میں مجھ پر سب سے زیادہ گولیاں برسائی گئی تھیں۔ چاروں طرف سے فائرنگ ہوئی تھی' میں بھی اندھا دھند گولیاں برسا رہا تھا۔ میں بچ گیا تھا لیکن زندگی ہو تو انسان بظاہر مر مرتا ہے لیکن اندر قدرتی حرارت موجود ہوتی ہے' اس قدرتی حرارت نے مجھے دوبارہ زندگی دی۔ اس بار بھی مجھے یقین تھا کہ دشمن مجھے جان سے نہیں مارے گا۔ البتہ بری طرح زخمی کریں گے' موت کے دہانے تک پہنچا دیں گے پھر رہا کرا کے واپس لانے کی کوشش کریں گے کیونکہ میری موت ان کی موت ہو گی۔ جب سونی سونیا اور جناب شیخ صاحب بازی میں ہار جائیں گے تو پھر ہیرو یوں کو کیسے زندہ چھوڑیں گے؟ انہیں نیست و نابود کرنے کیلئے سونی اور مر کی صلاحیتیں ہی کافی تھیں۔

میری بے ہوشی کے دوران وہ دونوں خیل خانی کے ذریعے اسرائیلی حکام اور یہودی اکابرین کے پاس فوراً فوراً پہنچ رہے تھے اور انہیں چیخ کر یہ رہے تھے، ان سے کہہ رہے تھے: "تم نے آسمانی کتابوں میں قیامت کا ذکر پڑھا ہوگا' سمجھا ہوگا مگر دیکھا نہ ہوگا۔ اب قیامت آ رہی ہے۔ تمہاری سیاسی، فوجی اور سماجی زندگی دیکھتے ہی دیکھتے نیست و نابود ہونے والی ہے۔ ہم صرف فرہاد کو زندہ رکھنے کی خاطر خاموش تھے۔ تمہارے آدمیوں نے اس پر گولیاں چلا کر تم سب کے لیے موت کا پروانہ لکھ دیا ہے' ہم انتظار کر رہے ہیں، اگر وہ ہوش میں نہ آیا۔ خدانخواستہ اس کی سانس اکھڑ گئی تو اسرائیل کی سرزمین سے تم سب کے قدم اکھڑ جائیں گے، کوئی ہمیں نہیں روک سکے گا۔"

یہودی اکابرین سمجھ رہے تھے ان کی شامت آ گئی ہے' اگرچہ انہوں نے بڑے ہی بلند و بانگ دعوے کیے تھے کہ وہ فرہاد کو کبھی نہیں چھوڑیں گے' اگر کوئی اسے رہائی دلانے کی کوشش کرے گا تو اسے زندہ یہاں سے نہیں لے جا سکے گا، پہلی ہی فرصت میں فرہاد علی تیمور کو گولی مار دی جائے گی' تاوان اس کے لیے نہیں پوری قوم کی تباہی کا خطرہ مول لینا پڑے۔ ان کے دعوے کے مطابق خطرہ پیش آ گیا تھا۔ وہ مجھے زندہ رکھ کر یرغمال بنائے رکھنے کی ہر ممکن کوششوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

مختصر یہ کہ انہیں اپنی اپنی جان بچانے کے لیے میری جان بچانا فرض تھا اور مجھے بچانے کے لیے وہ کوئی فراڈ نہیں کر سکتے تھے' انہوں نے پوری سچائی سے میرا علاج کرایا۔ ایک ماہر سرجن نے میرے جسم سے گولیاں نکالیں' مجھے منزوم کے مطابق خون دیا گیا۔ پھر میں ہوش میں آ گیا۔

گویا مجھے پھر ایک بار نئی زندگی ملی تھی' آنکھ کھلنے کے بعد میں نے اسی تہ خانے کو دیکھا۔ میں آہنی سلاخوں کے پیچھے ایک معمولی سے بستر پر پڑا ہوا تھا۔ مجھے اپنے آس پاس کئی ڈاکٹر نظر آئے' ان میں سے دو ایک سینئر اور تجربہ کار ڈاکٹر تھے' باقی ان کے اسسٹنٹ تھے۔ چار نرسیں بھی تھیں۔ اگرچہ انہوں نے مجھے قید خانے میں ہی رکھا تھا لیکن پوری توجہ سے زندگی کی طرف واپس لا رہے تھے۔

رسونتی کی آواز سنائی دی: "اوہ فرہاد! خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے' تم ہوش میں آ گئے۔ میں ابھی نماز پڑھ کر آ رہی ہوں، میں نے گڑگڑا کر دعائیں مانگی تھیں، بیشک وہ پاک پروردگار دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ میرا سہاگ سلامت ہے۔ بھروسہ میں سجدۂ شکر ادا کر کے آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی' نا رسنے کہا: "میرے بھائی! یہ یہودی تو کبل بن گئے ہیں۔ کسی طرح تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتے۔ وہ ہمیں گڑگڑا کر کہہ رہے تھے کہ ہم ان کے خلاف ٹیل پیتھی کا ہتھیار استعمال نہ کریں۔ وہ تمہیں ضرور زندہ رکھنے کی کوشش کریں گے۔ خداوند یسوع کی مہربانیوں سے تم ہوش میں آ گئے ہو' آنکھیں کھول دی ہیں، اب ہمیں اطمینان ہو رہا ہے۔ میرے بھائی! تم واقعی حوصلہ مند ہو۔ ایک طویل عرصے سے نہ جانے کتنی جدوجہد میں مصروف ہو' طرح طرح کے مصائب برداشت کرتے ہو' کتنی ہی اذیتیں

سستے ہو، کیسے کیسے خطرناک دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیتے ہو، خود ان کے دام میں آتے ہو، بار بار موت کے بھیانک ارادوں سے لڑتے ہوئے زندگی کی طرف واپس آتے ہو۔ میرا دل چاہتا ہے، میں اب زیادہ سے زیادہ دن زندہ رہوں اور تمہاری طرح حوصلہ مند ہو کر اپنی بہن جو کو صحیح معنوں میں محافظ بن جاؤں۔"

میں اس کی پوری باتیں سن نہ سکا۔ اگرچہ ہوش میں آگیا تھا لیکن بے حد کمزور تھا۔ زیادہ دیر آنکھیں کھلی نہ رکھ سکا۔ مجھ پر غنودگی طاری تھی، میں آرمر کی باتیں سنتے سنتے کب سو گیا، مجھے پتا نہ چلا۔

رسونتی یہودی اکابرین سے میرا مطالبہ کر رہی تھی۔ ان سے کہہ رہی تھی۔ فرہاد کی توانائی بحال ہوتے ہی اسے رہا کر دیا جائے۔

وہ جواباً پھر اکڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: "فرہاد ہمارے پاس رہے گا۔ مادام رسونتی تم نے دیکھ لیا ہے، ہم اسے گولی مارنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ ایک بار گولیاں مارنے کے بعد اسے دوبارہ زندگی کی طرف لے آئے ہیں۔ اگر تم اور آرمر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں نقصان پہنچانا چاہو گے تو ہم مرتے مرتے فرہاد کو بھی لے ڈوبیں گے۔ لہٰذا وہ ہمارے پاس یرغمال کے طور پر رہے گا۔"

"آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ جو چاہتے ہیں، وہ کئی بار کہہ چکے ہیں پھر سنتا چاہتی ہو تو سنو۔ ہمیں وہ ٹرانسفارمر مشین چاہیے، اگر وہ نہیں ملے گی اور تم اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جاؤ گی تو فرہاد کبھی رہائی حاصل نہیں کر سکے گا۔ وہ یہاں شیبا کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارے گا جس طرح ہم نے خود سر شیبا کو اپنے قابو میں کر لیا ہے، اسی طرح فرہاد پر بھی تنویمی عمل کر کے اسے اپنے کام کا آدمی بنا سکتے ہیں اور بڑی آسانی سے مشین حاصل کر سکتے ہیں۔"

رسونتی نے سونیا سے کہا: "مجھے جس بات کا اندیشہ تھا وہی ہونے والا ہے۔ میں سوچ رہی تھی، کہیں وہ لوگ فرہاد کو کمزور بنا کر شیبا کی طرح اس پر تنویمی عمل نہ کریں۔ اب وہ کمزور ہے۔ اس پر کسی وقت بھی عمل کیا جا سکتا ہے اور اسے اپنا معمول بنا کر رکھا جا سکتا ہے۔"

سونیا نے کہا: "اس کا سیدھا سا راستہ یہی ہے کہ تم اور آرمر اپنی اپنی ڈیوٹی کا وقت مقرر کر لو۔ اس کے دماغ میں باری باری موجود رہو۔ کبھی اسے تنہا نہ چھوڑو۔ جب بھی کوئی تنویمی عمل کرنا چاہے تو اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لو اور کسی بھی عامل کو اس پر اثر انداز نہ ہونے دو۔"

اس روز سے رسونتی اور آرمر پوری مستعدی سے اپنے فرائض انجام دینے لگے۔ وہ مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔ میں کبھی ہوش میں آتا تھا، کبھی گہری نیند میں ڈوب جاتا تھا لیکن دونوں تک سی سلسلہ رہا، جب میری طبیعت سنبھلنے لگی تو ایک عامل میرے پاس آیا۔ اس نے اپنے طور پر بھرپور کوشش کی۔ بعد میں اس نے اسرائیلی حکام سے کہہ دیا: "میں مجبور ہوں۔ اس کے دماغ پر ٹیلی پیتھی جاننے والے بُری طرح قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ یہ پراسس نہیں ہو سکے گا۔"

اس عامل سے کہا گیا کہ وہ وقتاً فوقتاً کوشش کرتا رہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے پہلے سے موجود نہیں رہ سکتے کبھی نہ کبھی رسونتی یا آرمر کو نیند آ سکتی ہے یا کسی اور وجہ سے بھی وہ تھوڑی دیر کے لیے ہٹ سکتے ہیں، ایسی ہی غفلت کے لمحات میں فرہاد کو معمول بنایا جا سکتا ہے۔

ایک طرف وہ تھے اور ان کا عامل۔ دوسری طرف رسونتی اور آرمر تھے ان کے درمیان رسہ کشی ہو رہی تھی۔ میرے چاہنے والے میرا کوئی کام بناتے جا رہے تھے، نہ ہی ماہ گزرنے کے بعد شیبا کے اغوا والا واقعہ رسونتی نے کہا: "فرہاد! اس وقت وہ سانس نہیں روک سکتی، آرمر اس کے پاس موجود ہے، وہ شیبا کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ یہ اس کے پڑھنے کا بہترین موقع ہے۔"

میں نے کہا: "دیر نہ کرنا۔ اگر آرمر کسی وجہ سے غافل ہو گیا یا مجبوری آڑے آگئی تو وہ شن اپنی چال میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"میں زیادہ وقت نہیں لوں گی۔ صرف پندرہ منٹ میں آ جاؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے اس کا انتظار کیا۔ وہ ٹھیک پندرہ منٹ بعد واپس آگئی۔ میں نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

"شیبا فراڈ نہیں کر رہی ہے۔ اس کے دماغ کی تہیں اس کے خلاف چغلی کھا رہی ہیں۔ وہ سچ مچ تمہیں دل و جان سے چاہتی ہے۔ یہ خدا کی قدرت کو مانتی ہوں لیکن اس بات سے اب تک انکار کرتی رہی ہے۔ اس کے چغلی خیالات پڑھنے کے بعد تسلیم کرتی ہوں۔ قدرت کبھی کبھی تماشے بھی دکھاتی ہے۔"

ایک گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ شیبا ایک بیٹے کی ماں بن گئی۔ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا، مجھے ذرا خوشی نہیں ہو رہی تھی۔ افسوس میں پریشان ہو کر سوچ رہا تھا، اس بچے کے مستقبل کا کیا ہوگا۔ گھر میں پیدا ہوا ہے۔ آہ، پیدا نہ ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔

میرے ایسا سوچنے سے تقدیر اپنا فیصلہ نہیں بدلتی۔ بستر سے اتر کر قید خانے کی چار دیواری میں ادھر سے اُدھر میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ رسونتی نے کہا: "خوامخواہ پریشان ہو۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے؟"

ایک ماہ بعد شیبا یہودی سلاخوں کے باہر ان کا ایک بوڑھا اور اس کے ساتھ شیبا تھی۔ شیبا کی گود میں ایک ننھا سا بچہ تھا۔ ان کے کئی مسلح افراد تھے۔ انہوں نے شیبا کو آہنی سلاخوں کے قریب اجازت نہیں دی، وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی، اس نے دور ہی دیکھ لیا: "تمہارا بیٹا ہے۔"

میں سلاخوں کے پیچھے گم سم کھڑا کبھی شیبا کو اور کبھی

میری بچی! فرہاد صاف طور پر تمہارے پیچھے کو ٹھکرا رہا ہے، تم سے نفرت ظاہر کر رہا ہے، خدا تمہیں عقل دے۔ میرے ساتھ چلو۔"

وہ سر جھکا کر ربی کے ساتھ چل گئی، تھوڑی دیر بعد رسونتی نے آ کر کہا: "میں نے ربی کی تمام باتیں سنی تھیں اور یہ باتیں جناب شیخ صاحب کو جا کر سنائی تھیں۔"

"وہ کیا کہتے ہیں؟"

"وہ واضح الفاظ میں کہتے ہیں، تم خطاکار ہو، گنہگار ہو۔ اسی لیے بابا فرید اسلمی مرحوم نے اپنی زندگی میں کہا تھا۔ فرہاد علی تیمور میرے ادارے میں قدم نہیں رکھے گا۔"

مجھے یہ بات سن کر سخت برا لگا، اپنی توہین کا احساس ہوا۔ شاید اس لیے کہ میں ایک غیر معمولی علم جانتا ہوں۔ آخر میں بھی کچھ ہوں لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا، بابا فرید اسلمی مرحوم کی حیثیت ہی ایسی تھی کہ میں ان کے سامنے ایک ذرہ تھا۔ ٹیلی پیتھی کا غیر معمولی علم جاننے کے باوجود مجھے کبھی ان کے دیدار نصیب نہیں ہوئے جبکہ سونیا کو ان کے سامنے زانوئے ادب طے کرنے کا شرف حاصل ہوتا رہا تھا۔

میں نے جناب شیخ صاحب کی یہ شکایت تسلیم کر لی کہ میں خطاکار ہوں، گنہگار ہوں اس لیے مجھے قدرت کی طرف سے ایسی سزائیں ملتی رہتی ہیں لیکن یہ بہت بڑی سزا تھی۔ میرا بیٹا یہودی بن کر پرورش پائے، یہ میرے لیے ڈوب مرنے کی بات تھی۔

میرے زخم بھرنے میں تین ماہ لگ گئے، مکمل توانائی حاصل کرنے میں چار ماہ گزر گئے، اس کے بعد میں پھر خیال خوانی کرنے کے قابل ہو گیا لیکن انسان خواہ کتنا ہی قابل ہو جائے، کتنی ہی غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کر لے لیکن جب تک ذہانت تیز تر نہیں ہوتی اور وقت پر حاضر دماغی سے کام لینا نہیں آتا اس وقت تک کوئی بات نہیں بنتی، اب ایسی بات بھی نہیں ہے کہ میرے ہاں حاضر دماغی کی کمی ہے۔ اعلیٰ بی بی اپنی مثال آپ ہے۔ سونیا مگدری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اس کے باوجود ہم میں سے کسی کی تدبیر کام نہیں آ رہی تھی۔

ایک دن اچانک انکشاف ہوا کہ تدبیر کام آ رہی ہے جن دنوں میں زخمی ہو کر بے دست و پا بستر پر پڑا ہوا تھا، انہی دنوں اعلیٰ بی بی بڑی خاموشی سے تل ابیب پہنچ گئی تھی۔ وہ اور سونیا، رسونتی کو گاہے بگاہے ٹیلی کر رہی تھیں۔ رسونتی ان کے مشوروں کے مطابق میرے دماغ میں برابر بھرتی تھی اور تل ابیب کے ان معروف اور تجربہ کار ڈاکٹروں کے لب و لہجے کو یاد کرتی تھی۔ ادھر ایڈی کریمر نے ان ڈاکٹروں کے نام پتے اور فون نمبر معلوم کر لیے تھے، وہاں بھی رسونتی اور آرمر نے وہی طریقہ کار استعمال کیا جو ہم نے سنیئر اور جونیئر ڈاکٹروں کے گھروں تک پہنچنے کے سلسلے میں کیا تھا، ان کے گھر والوں کے ذہن ان ڈاکٹروں کو بھی اعصاب شکن دوائیں استعمال کرائی گئیں، ان کے دماغوں میں پہنچنے کے بعد پتا چلا کہ ان دو ڈاکٹروں میں سے ہر ڈاکٹر کی دو خاص نرسیں ہیں،

صبح ایک ڈاکٹر اپنی نرسوں کے ساتھ میرے معائنے کے لیے آتا تھا اور دوا تجویز کرتا تھا۔ شام کو دوسرا ڈاکٹر اپنی دو نرسوں کے ساتھ آتا تھا۔ عنصر یہ کہ ان ڈاکٹروں کے ذریعے ان کی نرسوں تک پہنچنا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ ان سب کے دماغوں میں پہنچنے کے بعد ان کی تصویریں حاصل کرنا اور ان کا روپ اختیار کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

جب شام کی ڈیوٹی والا ڈاکٹر اپنے ہسپتال سے نرسوں کے ساتھ نکلا تو رسونتی اس کے دماغ پر قبضہ جمائے بیٹھی تھی۔ ڈاکٹر اس کی مرضی کے مطابق کار ڈرائیو کرتے ہوئے ایسے کاتیج میں پہنچا جہاں پہلے ہی ایڈی کریمر اس کے روپ میں موجود تھا اور اعلیٰ بی بی اور سونیا نرسوں کے روپ میں تھیں۔ ان تینوں کو اس کاتیج میں قید کر دیا گیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ پر ٹیپ لگا دیے گئے۔ آرمر خیال خوانی کے ذریعے ان کی نگرانی کرنے لگا۔ اس طرح وہ تینوں ڈاکٹر اور نرسوں کے روپ میں ایک ایسے مکان تک پہنچے جہاں مسلح فوجیوں کا پہرہ تھا۔ اس مکان کے اندر سے سرنگ نما راستہ میرے قید خانے تک آتا تھا۔ اس مکان کے باہر فوجی افسر نے ان سے کوڈ ورڈ پوچھا۔ ایڈی کریمر نے کوڈ ورڈز اور وہ تمام طریقے اختیار کیے جو ڈاکٹر اپنی نرسوں کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ اس طرح وہ تینوں بآسانی میرے پاس پہنچ گئے۔ ایڈی کریمر کے ہاتھ میں دواؤں کا بیگ تھا لیکن اس بیگ میں دواؤں کی جگہ میک اپ کا سامان رکھا ہوا تھا۔

ان کے منصوبوں کے مطابق مجھے ڈاکٹر کے میک اپ میں آنا تھا اور اتنی جلدی میک اپ کرنا بچوں کا کھیل نہیں تھا لیکن ہم رات کے وقت نیم روشنی اور نیم تاریکی سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ ڈاکٹر سانولے رنگ کا تھا۔ میں نے اپنے چہرے کا صرف رنگ تبدیل کیا۔ ڈاکٹر کے بیگ میں وہ لباس بھی تھا جو ایڈی کریمر ڈاکٹر کے روپ میں پہن کر آیا تھا۔ میں آہنی سلاخوں والی دیوار کے پاس گیا۔ وہاں لباس تبدیل کیا۔ اس دوران ایڈی کریمر میری جگہ جا کر اوٹھ کر لیٹ گیا۔

سونیا اور اعلیٰ بی بی نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ اس منصوبے کی سب سے بڑی کمزوری یہی تھی کہ میں ڈاکٹر کا مکمل میک اپ نہیں کر سکتا تھا اس کا وقت ہی نہیں مل سکتا تھا لیکن میں اگر پکڑا جاتا تو میرے ساتھ اعلیٰ بی بی اور سونیا بھی گرفتار ہو جاتیں۔ اس طرح دشمنوں کے ہاتھ اور مضبوط ہو جاتے۔ میرے تابہم میرے ان کے ہاتھ میں ہوتے اور ہم ان کے سامنے دم نہ مار سکتے تھے۔

لیکن بہت مجبور ہو کر میری ساتھیوں نے یہ قدم اٹھایا تھا۔ میری گرفتاری کو دو برس ایک ماہ گزر چکے تھے۔ کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ بس اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ اس پار یا اس پار زندگی یا موت۔ دشمن کی غلامی یا ہمیشہ کی آزادی۔

میں نے سر پر فلیٹ ہیٹ رکھ کر اسے پیشانی پر جھکایا۔ کوٹ کے کالر کھڑے کر لیے۔ آہنی سلاخوں کے پاس آ کر گارڈ کو آواز دی۔ گارڈ چار مسلح فوجیوں کے ساتھ آیا۔ اس نے آہنی سلاخوں والے دروازے کا تالا کھولا۔ پھر میں باہر آنے کا راستہ دیا۔ میں دو نرسوں کے درمیان ان کے درمیان سے گزرتا ہوا سرنگ کے راستے سے جانے لگا۔ پہرہ دھوکا تھا۔ جانے والے قدم پر کیا گل کھلنے والا تھا۔

ہم تینوں سرنگ کے آخری حصے میں پہنچے۔ پھر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس مکان میں داخل ہوئے۔ اس قید خانے سے نکلنے کا راستہ ایک ایسے کمرے میں کھلتا تھا جہاں ایک فوجی افسر ڈاکٹر اور نرسوں کا انتظار کرتا تھا۔ اس کے ساتھ دو چار مسلح سپاہی ہوتے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی پوچھا: "ہیلو ڈاکٹر! قیدی کیسا ہے؟"

میں نے ڈاکٹر کی آواز اور لب و لہجے میں کہا: "وہ بڑی حد تک صحت یاب ہو چکا ہے۔"

میرے اتنا کہتے ہی سونیا نے اچانک جان بوجھ کر ٹھوکر کھائی۔ گرتے گرتے سنبھلنے کے لیے اس فوجی افسر کا سہارا لیا۔ سہارا لینے کے بازو میں اپنی وہی زہریلی انگوٹھی کی سوئی آبجیکٹ کر دی۔ یہ وہی تھی جسے اس نے جزیرے میں مسٹر ان ٹون پر آزمایا تھا۔ یہ اس کا حربہ تھا پھر بھلا آفیسر اعصابی کمزوری میں مبتلا کیسے نہ ہوتا۔ اس کا فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتا تھا لیکن فوری طور پر دماغ اس حد تک کمزور جاتا تھا کہ دشمن پرائی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ رسونتی اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ میں نے کہا: "کم آن آفیسر! کیا آپ میرا میری گاڑی تک چلنا گوارا کریں گے۔"

اس نے رسونتی کی مرضی کے مطابق کہا: "ہاں ضرور۔ کیوں نہیں" میں آفیسر کے ساتھ مکان سے باہر آیا۔ پھر اس کے شانے تھپکنے لگا۔ اب کوئی فوجی مجھ سے یہ نہیں پوچھ سکتا تھا کہ میرا فلیٹ ہیٹ جھکا ہوا کیوں ہے۔ کالر کیوں کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کا آفیسر میرے ساتھ جا رہا تھا جب وہ آفیسر مطمئن تھا تو پھر بھلا دوسرے فوجی کیا کہتے نہ ہوتے۔ وہ کار کے دروازے تک آیا۔ میں نے فوراً دروازہ کھولا، اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ سونیا اور اعلیٰ بی بی پیچھے بیٹھ گئیں۔ کار سنبھال کر میں نے آفیسر کو ہاتھ ہلا کر گڈ بائی کہا۔ کار اسٹارٹ کی۔ کار کی رفتار بڑھتا ہوا وہاں سے دور ہوتا چلا گیا۔ آرمر نے میرے دماغ میں آ کر پوچھا۔ "میرے بھائی! کوئی مشورہ دینا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔ "کیا وہ ڈاکٹر اور دونوں نرسیں اسی طرح بندھے ہوئے ہیں؟"

"آپ اطمینان رکھیں۔ وہ اسی طرح بندھے ہوئے ہیں۔ وہ کسی سے باہر اپنی آواز بھی نہیں پہنچا سکیں گے۔"

"تم رسونتی سے کہو کہ آفیسر کے دماغ میں سلسلہ کسی کو کوشش کرنے کا موقع نہ دے۔ میں تھوڑی دیر بعد اس قائم کروں گا۔"

آرمر چلا گیا۔ ہم اس کاتیج میں پہنچے جہاں ڈاکٹر اور دونوں نرسوں کو باندھ کر رکھا گیا تھا۔ ہم ان کے کمرے میں نہیں گئے۔ دوسرے کمرے میں پہنچے۔ جہاں دوسرا روپ اختیار کرنے کے لیے ایک مرد اور دو عورتوں کی تصویریں تھیں۔ ان کی آواز کے کیسٹ اور ان کے متعلق تفصیلی رپورٹ بھی موجود تھی۔ سونیا اور ایڈی کریمر نے ان تمام چیزوں کا اطمینان پہلے ہی کر رکھا تھا۔ رات کے گیارہ بجے جانے والی فلائیٹ میں ان تینوں کے نام سے سیٹیں ریزرو تھیں۔ اور ان ناموں کے تین ٹکٹ وہاں رکھے ہوئے تھے۔ میں نے رسونتی سے کہا: "اس وقت آٹھ بجکر پچیس منٹ ہوئے ہیں۔ ہماری فلائیٹ گیارہ بجے ہے۔ کیا تم اتنا وقت تک اس افسر کو اپنے قابو میں رکھ سکو گی؟"

"میں پوری کوشش کر رہی ہوں۔ میں نے اس کے دماغ کو کسی حد تک ڈھیل دی ہوئی ہے۔ یہ اپنی ڈیوٹی میں مصروف ہے لیکن وہ کر سوچا ہے۔ ابھی اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ وہ ڈاکٹر اور نرسوں کے ساتھ مکان کے باہر ان کی گاڑی تک کیوں گیا تھا۔ اور اچانک ہی کمزوری کیوں محسوس کرنے لگا ہے۔ وہ اس کمزوری کی اطلاع اپنے بڑے کو دینا چاہتا ہے اور میں اسے باز رکھتی ہوں۔ اسے اس کی اپنی سوچ میں ہی سمجھاتی ہوں۔" ایسا کبھی کبھی ہو جاتا ہے۔ مجھے اعصابی کمزوری کو دور کرنے کی دوا استعمال کرنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے دوا میں استعمال کرنے دو۔ وہ اتنی جلدی اعصابی کمزوریوں پر قابو نہیں پا سکے گا۔ میں آرمر کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ اس کی موجودگی سے تمہیں ریلیف ملے گی۔ مسلسل خیال خوانی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

میں نے آرمر سے کہا: "اب ان بندھے ہوئے ڈاکٹر اور.... نرسوں کی نگرانی ضروری نہیں ہے ہم یہاں موجود ہیں۔ تم رسونتی کے پاس جاؤ۔"

میں میک اپ میں مصروف ہو گیا ہم جس کا روپ اختیار کر رہے تھے ان کی جگہ یہاں سے جانے کے لیے انہیں ٹرپ کرنے کی ضرورت نہیں تھی وہ تینوں راضی خوشی ہمیں یہاں سے جانے کا موقع دے رہے تھے۔ دراصل ہمارے ساتھ ان کا ایک اہم مفاد وابستہ تھا۔ وہ تینوں ایک ملک کے سیکرٹ ایجنٹ تھے۔ اسرائیل سے ایک اہم راز چرا کر لے جا رہے تھے۔ دنیا کے بڑے جرائم پیشہ افراد ہوں، مراغ رساں ہوں، یا سیکرٹ ایجنٹ ہوں۔ وہ خیال خوانی کرنے والوں سے چھپے نہیں رہ سکتے تھے۔ رسونتی اور آرمر نے انہیں ڈھونڈ نکالا تھا۔ اور سونیا کو ان کے پاس پہنچا دیا تھا۔ سونیا نے یہ معاملات ان سے طے کیے تھے کہ جو راز وہ یہاں سے لے جا رہے ہیں اس سلسلے میں پکڑے بھی جا سکتے ہیں۔ اگر یہی راز خیال خوانی کرنے والے لے جائیں تو راستے میں کہیں بھی چیکنگ ہو، ان چیک کرنے والوں کو خیال خوانی کے ذریعے گمراہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ راز آسانی سے لے جایا جا سکتا ہے۔

وہ ایجنٹ اور اس کی دونوں عورتیں سونیا کی اس پیشکش پر خوش ہو گئی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ اتنا اہم راز ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے بڑی آسانی سے ان کے ملک تک پہنچ جائے گا۔ ایسے یہ اعلیٰ بی بی کا منصوبہ تھا۔ ذہانت اعلیٰ بی بی کی تھی اور عمل سونیا کا تھا۔ ہم اس منصوبے پر اس یقین کے ساتھ عمل کر رہے تھے کہ بہت زیادہ دشواریاں پیش نہیں آئیں گی۔

ہم اپنے دس بجے وہاں سے نکلے۔ میں نے رسونتی سے کہا —

"اب صرف گھنٹے دو گھنٹے کی بات ہے تم آفیسر کا پیچھا چھوڑ کر آدھمکو ڈاکٹر اور نرسوں کے پاس پہنچ جاؤ۔"

ہم سیدھے اس سیکرٹ ایجنٹ کے پاس پہنچے۔ وہاں اس کی دو ساتھی عورتیں موجود تھیں۔ ہم نے ان تینوں کو کرسیوں پر بٹھا کر مضبوطی سے باندھ دیا۔ منہ میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے ٹیپ لگا دیا۔ اعلیٰ بی بی نے ان سے ماسٹر فلم لے کر ڈکس ان ہیلر کے اندر چھپا لی۔ ڈکس ان ہیلر ایک ایسا کیپسول ہے جسے لوگ زکام کے وقت اپنے نتھنوں سے لگا کر سونگھتے ہیں۔ چونکہ وہ عام استعمال میں آنے والا کیپسول ہوتا ہے، اس لیے اس پر شبہ ہوتا نہ ہی اسے چیک کیا جاتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے شبہ ہوتا تو ہم شبہ کرنے والوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے چیکنگ سے باز رکھ سکتے تھے۔ ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ اس ایجنٹ کو سمجھا دیا کہ وہ تینوں تقریباً تین چار گھنٹوں تک بندھے رہیں گے۔ پھر ہم یہاں کے انٹیلی جنس والوں کو اطلاع دیں گے کہ ہم نے انہیں گن پوائنٹ پر مجبور کر کے رسیوں سے باندھ کے ان کے پاسپورٹ اور کاغذات استعمال کیے ہیں۔ اب اسرائیلی سرحد سے بخیریت نکل آنے کے بعد انہیں اطلاع دے رہے ہیں۔

بہرحال ہم گیارہ بجے بخیریت طیارے میں پہنچ گئے۔ کسی کو ہم پر شبہ نہیں ہوا۔ جب طیارے نے پرواز کی تو میں نے رسونتی سے کہا "مبارک ہو جاؤ۔ میں بہت عرصے کے بعد دشمنوں کی قید سے نکل کر آ رہا ہوں اب مزید دو گھنٹے اس افسر کو اپنے قابو میں رکھو۔ دراصل وہی بنیادی مہرہ ہے۔ اگر وہ تمہارے قابو سے نکل کر شور مچائے گا کسی شبے کا اظہار کرے گا تو وہ تہ خانے میں جائیں گے۔ پھر ایڈی کریمر کو دیکھ کر بھید کھل جائے گا۔ ایسے میں وہ بڑے وسیع پیمانے پر تلاش شروع کر سکتے ہیں۔ یہاں سے پرواز کرنے والے طیارے کو فوجی طیارے کے ذریعے گھیر سکتے ہیں۔ ہمارے لیے خطرات پیدا کر سکتے ہیں۔"

"میں سب سمجھتی ہوں، تم اطمینان سے آؤ۔ میں افسر کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

جناب شیخ صاحب کو معلوم ہو چکا تھا کہ ہم آ رہے ہیں۔ میں نے فرانسیسی حکام سے رابطہ قائم کیا۔ انہیں اپنی آمد کے متعلق بتایا اور ان سے درخواست کی کہ وہ ہمارے لیے ایک ہیلی کاپٹر اسٹینڈ بائی

کردیں۔ انہوں نے مجھے رہائی کی سبار کہا دی اور یقین دلایا صرف ہیلی کاپٹر نہیں آئے گا بلکہ ہماری حفاظت کے سلسلے میں ایتھنز سے پیرس تک اور پیرس سے بابا صاحب کے ادارے تک خفیہ انتظامات کیے جائیں گے۔

ہم اسرائیلی سرحد پار کر چکے تھے۔ خطرے کے امکانات کم سے کم ہوتے جا رہے تھے۔ رسونتی اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتی تھی جب تک کہ ہم بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ نہ جاتے۔ میں نے اس سے کہا۔ میں ادارے میں نہیں آؤں گا۔ پیرس سے امریکا روانہ ہو جاؤں گا۔"

اس نے پوچھا۔ "کیوں نہیں آؤ گے کیا مجھ سے ملنا نہیں چاہتے؟"

"ایسی بات نہیں۔ تم پیرس آ جاؤ۔ وہاں تھوڑی دیر کے لیے ملاقات ہو جائے گی۔"

"میں سمجھتی ہوں۔ جناب شیخ صاحب نے تم پر بڑی سخت تنقید کی تھی۔ تم بدلا مان گئے ہو۔"

"بدلا ماننے کی بات نہیں ہے۔ جناب شیخ صاحب ہم سب کے لیے محترم ہیں۔ بہت عرصے بعد مجھے اس بات کا احساس ہوا ہے۔ بابا فرید واصلی مرحوم مجھے ادارے میں دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا مجھے وہاں قدم نہیں رکھنا چاہیے۔"

"فرہاد! ہم سب کے لیے یہ ادارہ ایک محفوظ پناہ گاہ ہے۔ تم نے جذباتی انداز میں وہاں نہ آنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیا تم اپنی عادتیں نہیں بدل سکتے۔ کیا تم گنا ہوں سے باز نہیں آ سکتے ہو۔"

"میں کوشش کر رہا ہوں، جس دن کامیاب ہو جاؤں گا اس دن ضرور آؤں گا۔ فی الحال بحث نہ کرو۔"

ہم ایتھنز پہنچ گئے۔ وہاں سے ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر پیرس آ گئے۔ وہاں رسونتی مجھ سے ملنے آئی تھی۔ ہم دو گھنٹے تک ساتھ رہے۔ پھر وہ سونیا کے ساتھ ادارے میں واپس چلی گئی۔ فرانسیسی افسران نے میرے اور اعلیٰ بی بی کے لیے ایک طیارے میں سیٹ ریزرو کرا دی تھی۔ جب ہر طرح سے اطمینان ہو گیا کہ اب کوئی اسرائیلی چال کامیاب نہیں ہو گی تو میں نے رسونتی اور آرسر کو ساتھ لے کر خیال خوانی کے ذریعے باری باری دونوں کے حکام کو ذہنی جھٹکے پہنچانے شروع کیے اور ان سے کہتے گئے۔ "اب میری باری ہے۔ میں فرہاد دہلی تیمور تمہاری قید سے رہائی پا کر پیرس پہنچ گیا ہوں۔"

رسونتی اور آرسر بھی خود کو فرہاد کہتے ہوئے انہیں چیک کر رہے تھے۔

"وہ قید خانے میں موجود قیدی کو گولی مار کر دیکھیں، وہ ہمارا ایک ساتھی ہے، اسے ذرا بھی آنچ آئے گی تو ہم تمہارے پورے ملک کو جہنم بنا دیں گے۔"

پورے ملک میں ہلچل مچ گئی تھی۔ تمام اعلیٰ حکام، یہودی اکابرین، فوجی اور سول افسران دہشت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ قید خانے میں جو قیدی ہے وہ ایٹمی کریئر ہے اور فرہاد وہاں سے جا چکا ہے۔ میں نے کہا۔ "دو برس ایک مہینے تک تمہارا قیدی وہاں اب ایک ایک لمحے کا حساب لوں گا۔"

انہوں نے گڑگڑا کر کہا۔ "فرہاد! تم بہت کچھ کر سکتے ہو کیا تم میں نہ آؤ۔ ہوش سے کام لو۔ شیبا تمہارے بیٹے کے ساتھ ہمارے پاس ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا اب بھی دھمکی دو گے کہ میرے بیٹے کو ہم بنا جائے گا۔"

"تمہارے اس سوال کا جواب شیبا دے گی۔ اسے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

تھوڑی دیر بعد ہی شیبا کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا۔ "تم سے باتیں کرنے کے دوران یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہو گی کہ میں کس جگہ ہوں۔ اتنی دیر میں تمہارے آدمی پھر مجھے گھیرنے کی کوشش کریں گے۔"

"تم یہاں کے لوگوں کو میرے آدمی یا میرے آپریٹر کہہ سکتے ہو۔ میں اگر تنویمی عمل کے زیر اثر نہ رہتی تو تمہیں اپنے دماغ میں آنے دیتی مگر کیا کروں، جیسے ہی کوئی آتا ہے، میں بے اختیار سانس روک لیتی ہوں۔"

"کچھ میٹھی میٹھی باتیں بار بار نہ کہو۔ کام کی بات کرو۔ تمہاری پوری تنظیم تباہی کے دہانے پر ہے۔"

"کیا تم میری قوم کی تباہی چاہو گے؟"

"کیا تم میری بیٹے کو یہودی بنا دو گی؟"

"یہ میری مرضی نہیں ہے۔ مجھے تو اس بات کا افسوس ہے کہ تم اور اپنے بچے کو چھوڑ کر چلے گئے ہو۔ تمہیں اپنی رہائی پر یہ خوشی تھی۔"

"میں آنا دو لاکھ تم دونوں کو رہائی دلا سکتا ہوں۔"

"تم بھول رہے ہو۔ میں ان لوگوں کے زیر اثر ہوں۔ ان کی مرضی کے بغیر تم لاکھ کوشش کرو۔ میں بچے کو لے کر نہیں آؤں گی بلکہ وہ ہمارے پاس آنے پر مجبور کر دوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیسی بچکانہ بات کر رہی ہو۔ اب مجھے مجبور نہیں کر سکتا۔"

"تم مجبور ہو چکے ہو۔ اب ہوا طلاع تمہیں دینے والی ہوں۔ اس کے لیے ناقابل برداشت ہو گی۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"ذرا بابا صاحب کے ادارے میں کسی سے رابطہ قائم کرو اور پوچھو کیا تمہارا پاسل اوّل وہاں موجود ہے؟"

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ جناب شیخ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "پاسل اوّل کہاں ہے؟"

انہوں نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ سوال کیوں کر رہے ہو، ہمارے ادارے میں ہی ہے۔"

"نہیں، مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ شیبا چیلنج کر رہی ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔"

"میں پورے یقین سے کہتی ہوں کہ پاسل کے اغوا میں صرف میرا ہاتھ ہے اور میں اسے اغوا نہیں کہتی۔ میں اس کی ماں ہوں۔ میں نے اسے ایک جگہ حفاظت سے پہنچا دیا ہے۔"

"شیبا! تم نے سر سے تنویمی عمل کے زیر اثر ہو۔ تمہارے دماغ میں یہ بات تلقین کرائی گئی ہے کہ تم پاسل کو اغوا کرو گی اور میرے سامنے یہی بیان دو گی کہ اس کی ماں ہو اور ماں نے اپنے بیٹے کو بلایا ہے۔ اور ماں بیٹے کے معاملے میں یہودی اکابرین کا ہاتھ نہیں ہے۔"

"تم کچھ بھی سمجھو۔ پاسل اوّل میرا بیٹا ہے۔ میں نے اس کی پرورش کی ہے۔ میں نے اسے تراش خراش کر ہیرا بنایا ہے۔ میں اس کی دشمن نہیں ہوں۔ وہ رسونتی کے پاس نہیں، میرے پاس رہے گا۔ میں ایک نہیں، دو بیٹیوں کی پرورش کروں گی اور دونوں میں کوئی فرق نہیں رکھوں گی۔ تفریق تم کرتے ہو۔ تمہارے دل میں کھوٹ ہے۔ اپنے بیٹے پاسل کے لیے تلملا رہے ہو اور جیسے میں نے غم دیا ہے، جیسے وہ تمہارا بیٹا نہیں ہے، تمہارا خون نہیں ہے۔"

"زیادہ بحث نہ کرو۔ تمہاری اس چال کا مطلب صاف طور پر یہی ہے کہ میں پاسل اوّل کے لیے پھر تل ابیب آؤں اور تمہارے یہودی اکابرین کے سامنے گھٹنے ٹیک دوں۔"

"یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ میں تمہیں یہاں نہیں بلاؤں گی۔ ہم نیویارک میں اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔"

نیویارک کا مطلب ہے تم مجھے یہودیوں کے درمیان ہی رکھو گی۔ وہ شہر تو دشمن اسرائیل ہے۔ وہاں کا سپر ماسٹر میرا جانی دشمن ہے، وہ کبھی برداشت نہیں کرے گا کہ میں اس کے ملک میں قدم رکھوں۔ اور ٹرانسفارمیشن کے لیے خطوبن جاؤں۔ تم مجھے آزمائش میں مبتلا کر رہی ہو۔ دیکھو شیبا، دشمنی کی راہ پر نہ چلو۔ پاسل اوّل کو واپس ادارے میں پہنچا دو۔"

شیبا نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "یہ ممکن نہیں ہے۔ یاد رکھو فرہاد! اگر میرا بیٹا یہاں یہودی بنایا گیا تو میں تمہارے بیٹے پاسل اوّل کو بھی یہودی بنا دوں گی۔ وہ میرے زیر اثر ہے اور زیر اثر رہے گا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے دونوں بیٹے مسلمان رہیں تو دونوں میں سے ایک جگہ کا انتخاب کرو۔ تل ابیب آؤ یا نیویارک پہنچو۔"

میں شدید اضطراب کے عالم میں سر پٹخ رہا تھا۔ وہ بڑی گہری چالیں چل رہے تھے۔ میری پوری نسل کو یہودی بنانے کا خطرناک منصوبہ بنا چکے تھے اور اس پر عمل کرتے جا رہے تھے۔ اور میں دو برس ایک مہینے تک ان کی قید میں رہنے کے بعد بھی جیسے آزاد نہیں ہوا تھا۔ مجھے رہائی نہیں ملی تھی۔ میں ان کے ناپاک عزائم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ایک بے بس قیدی تھا۔

مسیحا

شیبا ہوں۔ قوم یہود کی مایہ ناز بیٹی ہوں۔ آج فرہاد کی داستان پڑھنے والوں کی نظروں میں میرا کردار مشکوک ہو رہا ہے۔ میں نادانستگی میں اپنی مرضی کے خلاف فرہاد کی دشمن بنتی جا رہی ہوں۔ اگر میں نے اپنی صفائی پیش نہ کی تو میں بے وفا اور مطلب پرست کہلاؤں گی جس نے اپنے مطلب کی خاطر فرہاد سے جھوٹی محبت کی، اس کے بچے کی ماں بنی اور اسی بچے کو بلیک میل کا ذریعہ بنا کر اپنے محبوب شوہر سے دشمنی کر رہی ہوں۔

نہیں میں یہ الزام اپنے سر لینا نہیں چاہتی۔ اس لیے یہ ڈائری لکھ رہی ہوں۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ میری تحریر کسی طرح فرہاد تک پہنچ جائے۔ اس وقت میں تنویمی عمل کے زیر اثر نہیں ہوں۔ لیکن پھر بھی ایک حد تک مجھ پر اثر ہے۔ اس خطرناک عامل نے میرے دماغ میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو وہ مجھ پر عمل کرے گا اور میں راضی خوشی اس کی معمولہ بن جایا کروں گی۔ آج مہینے کی دو تاریخ ہے لیکن وہ تنویمی عمل کے لیے میرے پاس نہیں آیا ہے اس لیے میں اس کے اثر سے آزاد ہوں۔ اگر فرہاد، رسونتی یا اژدر میرے دماغ میں آنا چاہیں تو بڑی آسانی سے آسکتے ہیں۔ پچھلے ڈھائی برس سے وہ یہی دیکھتے آرہے ہیں کہ میں سانس روک لیا کرتی ہوں۔ انھیں دماغ میں آنے نہیں دیتی لہٰذا وہ مجھ سے مایوس ہو چکے ہیں۔

ایسے وقت میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس پہنچ سکتی ہوں لیکن یہ میری بدنصیبی ہے کہ آج میں بیمار ہوں۔ رات کا ایک بج رہا ہے۔ میں اپنی خواب گاہ میں اکیلی ہوں۔ میرا بیٹا جیسن ہارون دوسرے کمرے میں آیا کے پاس ہے۔ یہ لوگ میرے بیٹے کو میرے پاس آنے نہیں دیتے۔ جب وہ بھوکا ہوتا ہے تب ہی اسے میرے پاس لاتے ہیں۔ میں اپنے بچے کو سینے سے لگا کر اپنی بھرپور ممتا اس کے وجود میں منتقل کرتی ہوں جب وہ سو جاتا ہے تو ڈیوٹی پر حاضر رہنے والی اسے میرے پاس سے لے جاتی ہے۔ میں اسے روک نہیں سکتی۔ اس کے ساتھ مسلح لیڈی گارڈز ہوتی ہیں۔

ان لیڈی گارڈز کو اوپر سے احکامات مل چکے ہیں کہ مجھ پر تنویمی عمل کا اثر کبھی ختم ہو سکتا ہے۔ جب تک دوسری بار تنویمی عمل نہ کیا جائے، اس وقت تک میری سختی سے نگرانی ہوتی رہے۔ میرے سامنے کوئی بات نہ کرے اور میرے بچے کو میرے قریب نہ رہنے دیں۔ ہو سکتا ہے فرہاد یا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی اس بچے کو نقصان پہنچائیں یا اسے اغوا کرا دیں یا اسے مار ڈالیں تاکہ آئندہ اس بچے کو بہودی بنانے کی دھمکی نہ دی جا سکے۔

میں نہیں جانتی وہ عامل اس ماہ وقت مقررہ پر کیوں نہیں آیا۔ ہو سکتا ہے وہ خود بیمار پڑ گیا ہو یا سمجھتا ہو کہ میری بیماری کی حالت میں مجھ پر تنویمی عمل کرنا نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کوئی الہام ہے جس نے عامل کو میرے پاس آنے سے روک دیا ہے۔

"آہ فرہاد! اس سے اچھا موقع پھر نہیں ملے گا۔ تم کہاں ہو آجاؤ۔"

میں بڑی دیر سے فرہاد، رسونتی اور آدم کا انتظار کر رہی تھی جب وہ نہیں آئے تو میں احتیاطاً یہ ڈائری لکھنے بیٹھ گئی۔ میں سوچتی ہوں، میری یہ تحریر کسی طرح فرہاد تک پہنچ جائے۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ میرے آس پاس سخت پہرا ہے۔ میرا کوئی ہمدرد غم گسار نہیں ہے۔ میری خدمت کرنے والی کنیزیں، میرے بچے کی دیکھ بھال کرنے والی آیائیں، میرا علاج کرنے والی لیڈی ڈاکٹر، ان کی سب عورتیں ہیں لیکن ایک عورت کی ہمدرد نہیں ہیں۔ میں ان میں سے کسی کو راز دار نہیں بنا سکتی۔

اگر کوئی مجھ سے ہمدردی کرے گی، میری راز دار بن جائے گی تو اس کی ہمدردی اور میری راز داری صرف یہاں کی چار دیواری تک رہے گی۔ کیوں کہ ان میں سے کوئی عورت یہاں سے باہر جاتی ہے تو اس کی سختی سے چیکنگ ہوتی ہے۔ وہ میری اس تحریر کو یہاں سے باہر نہیں لے جا سکے گی۔ اگر فرض کر لوں کہ وہ یہاں سے نکل بھی گئی تو کل صبح تک ضرور مجھ پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔ وہ راز میرے اندر کی بہت سی باتیں اگلوانے کے ساتھ یہ بھی معلوم کر لے گا کہ میں نے آج رات ڈائری لکھی تھی، اور اسے کسی کے حوالے کیا تھا۔ آہ، اب میرا کوئی راز، راز نہیں رہ سکتا۔ مجھ سے ہمدردی کرنے والی بھی بے موت ماری جائے گی۔

پھر میں کیوں لکھ رہی ہوں؟ کس کے سامنے صفائی پیش کر رہی ہوں؟ کوئی سننے والا نہیں ہے۔ جب کوئی سننے والا نہ ہو اپنا دکھ سنانے والا نہ ہو تب ہم بہت روتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے آنسو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ مگر آنسو بہانے سے دل کا غبار دھل جاتا ہے۔ اسی طرح میں لکھ کر اپنا غبار نکال رہی ہوں۔ خواہ یہ میرے فرہاد تک پہنچے یا نہ پہنچے ایک دم توڑتی ہوئی سی امید ہے شاید فرہاد خود ہی میرے پاس پہنچ جائے۔

میں نے فرہاد کو ٹوٹ کر چاہا ہے۔ اتنا ٹوٹ کر کہ میں نے اپنوں سے رشتے توڑ دیے، اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔ اس کی خاطر اپنے ملک کو خیرباد کہہ دیا۔ ایسا کرنے سے مجھے نئی زندگی ملی۔ فرہاد کی قربت اور چاہت ملتی رہی۔ پھر میں نے اس کے دل میں اپنی محبت کو راسخ کرنے کے لیے اس کے پارس کو اپنے کلیجے سے لگا لیا۔

پارس کے لیے میری محبت کبھی نمائشی نہیں رہی۔ میں نے اسے دل و جان سے چاہا ہے۔ میری ممتا اس کے لیے ہے اور میرا

خون کا کھلا ثبوت خود پارس ہے۔ ہاں، ایک بات کا اعتراف کرتی ہوں۔ جب بھی میں اسے کلیجے سے لگاتی، اسے چومتی تو میرے اندر سے آواز آتی، کیا میری گود میں فرہاد کا وہ ننھا پارس نہیں ہوگا جسے میں جنم دوں گی؟ جب میں اس کے بچے کی ماں بنوں گی تو اس کی چاہت اور محبت میرے لیے اور بڑھ جائے گی۔

دراصل میں رسونتی کو دیکھتی تھی۔ فرہاد کہیں بھی جاتا تھا کسی سے بھی دل لگاتا تھا لیکن پلٹ کر رسونتی کے پاس آتا تھا، شاید اس لیے کہ وہی ایک عورت اس کے بچے کی ماں تھی۔ بچے میں بڑی کشش ہوتی ہے۔ مرد عورت کی محبت کو اس کی قربانیوں کو بھلا سکتا ہے لیکن اس سے ہونے والی اولاد سے کبھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس اولاد کے باعث وہ عورت کو مان دیتا ہے، مرتبہ دیتا ہے، توجہ دیتا ہے اور ساری دنیا کی عورتوں سے برتر بنا دیتا ہے۔

جزیرے سے رہائی پانے کے بعد میں ادارے میں پہنچی تو فرہاد بھی وہیں موجود تھا۔ میرا دل چاہتا تھا مجھے تنہائی میں ملنے کا موقع ملے۔ میں بیمار پڑ گئی۔ ایسے میں فرہاد نے میرے دماغ میں آکر کہا کہ وہ مجھ سے قیصری قلعے میں ملنا چاہتا ہے۔ میں اور کیا چاہتی تھی، میری برسوں کی مراد پوری ہونے والی تھی۔ اس سے پہلے جب بھی میں نے فرہاد کے قریب ہونے کی کوشش کی، کوئی نہ کوئی مصیبت آڑے آگئی شاید میرے مقدر میں اس کی دائمی رفاقت نہیں ہے اسی لیے اس بار بھی قیصری قلعے پہنچنے سے پہلے مجھے اغوا کر لیا گیا تھا۔

اس کے بعد کے واقعات فرہاد کو معلوم ہیں لیکن اسے یہ نہیں معلوم کہ کس طرح مجھ پر تنویمی عمل کیا گیا کس طرح میرے اندر کی باتیں ایک ایک کر کے اگلوائی گئیں اور میرے دماغ کی گہرائیوں میں یہ نقش کر دیا گیا کہ میں کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو قبول نہیں کروں گی جیسے ہی پرائی سوچ محسوس ہوگی میں بے اختیار سانس روک لیا کروں گی۔ اگر ایسا نہ کرنا چاہوں تب بھی ایسا کروں گی۔ اور یہ میرے عامل کا حکم تھا۔ میں اس حکم سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ غیر شعوری طور پر ایسا ہی کرنے لگی تھی۔

تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں رہتا تھا کہ مجھ پر کیا عمل کیا گیا ہے اور کس قسم کی باتیں میرے دماغ میں نقش کرائی گئی ہیں لیکن آج جب کہ تنویمی عمل کا اثر ختم ہو چکا ہے اور دوسرا عمل شروع ہونے تک میں نارمل ہوں، اس لیے مجھے ایک ایک بات یاد آرہی ہے۔ عامل نے مجھ سے پوچھا تھا۔ میں دنیا میں سب سے زیادہ کسے چاہتی ہوں؟

ظاہر ہے میں نیند میں رہوں، بے ہوشی کے عالم میں رہوں یا تنویمی عمل کے ذریعے اپنے ہوش سے بے گانہ ہو جاؤں تب بھی فرہاد کا نام ہی لبوں پر آئے گا اور اس وقت بھی فرہاد کا ہی نام میری زبان پر آیا۔

عامل نے کہا: "میں اپنے عمل کے ذریعے تمہارے دل سے اور دماغ سے فرہاد کا نام ہمیشہ کے لیے مٹا سکتا ہوں۔ تمہارے جذبات اس کے لیے ختم کر سکتا ہوں۔"

"میں التجا کرتی ہوں، مجھ پر ایسا ظلم نہ کرو۔ فرہاد کے بغیر میری زندگی بے مقصد، بے معنی ہے۔"

"تمہیں اپنے وطن سے کتنی محبت ہے؟"

"میں نے سرزمین اسرائیل پر جنم لیا ہے۔ میرے باپ دادا بھی یہیں پیدا ہوئے۔ مجھے اس زمین سے بے انتہا پیار ہے۔"

"تم اس کی حفاظت اور بقا کے لیے اور اس کی تعمیر و ترقی کے لیے کیا کر سکتی ہو؟"

"میں یہاں سے دور رہتے ہوئے بھی بہت کچھ کرتی رہی ہوں۔ آج میں فرہاد کے ساتھ نہ ہوتی تو اس زمین پر کئی ہولناک تباہیاں آچکی ہوتیں۔ میری اور فرہاد کی دوستی نے میری قوم کو ٹیلی پیتھی کے تباہ کن ہتھیاروں سے محفوظ رکھا ہے۔"

"میں حکم دیتا ہوں، تم فرہاد سے بے تحاشا محبت کرو گی لیکن اپنے وطن اور اپنی قوم کو فرہاد پر ترجیح دو گی۔"

میں اس کی معمولہ بن چکی تھی، میرا دماغ اس کی مٹھی میں تھا۔ میں نے کہا: "میں اپنے وطن اور قوم کو فرہاد پر ترجیح دوں گی۔"

"تم فرہاد کی زندگی کا کوئی راز ہم سے نہیں چھپاؤ گی۔"

"میں اس کے متعلق جو کچھ جانتی ہوں، وہ بیان کروں گی۔ تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔"

"میرے ایک سوال کا جواب دو۔ فرہاد اور رسونتی کا صرف ایک بیٹا ہوا، اس کے بعد کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تم اس کی وجہ بتا سکتی ہو؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی، آمنہ نے ایک بار بتایا تھا کہ فرہاد کی رگوں میں منجالی کا زہریلا خون دوڑ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے کوئی اولاد نہیں ہوتی۔"

"کیا تم فرہاد سے شادی کرو گی؟"

"یہ میری دلی خواہش ہے۔"

"دوسری خواہش کیا ہے؟"

"میری دوسری بلکہ آخری خواہش یہ ہے کہ میں اس کے بچے کی ماں بن جاؤں۔"

"تمہاری دونوں خواہشیں پوری کی جائیں گی۔ تم اپنے مذہبی قوانین کے مطابق فرہاد سے شادی کر لو گی۔"

"وہ میری بات تسلیم نہیں کرے گا۔"

"تم اسے سمجھا سکتی ہو۔ تم دونوں اپنے اپنے مذہبی قوانین

کے مطابق شادی کر سکتے ہو۔"

"میں اسے سمجھاؤں گی۔"

"ہم تمہیں فرہاد سے محبت کرنے اور شادی کرنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ اس کے عوض تمہاری جو اولاد ہوگی تمہارے رشتے سے یہودی ہوگی۔"

"فرہاد اس بات کو کبھی تسلیم نہیں کرے گا۔"

"اسے تسلیم نہ کرنے دو۔ تم کیا کہتی ہو؟"

"وہی جو دنیا کہتی ہے، قانون کہتا ہے، اولاد باپ کے نام سے اور باپ کے مذہب سے پہچانی جاتی ہے۔"

"کیا تمہارا مذہبی عقیدہ کمزور ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ اگر کمزور ہوتا تو میں بہت پہلے ہی فرہاد کی محبت میں اسلام قبول کر لیتی۔"

"جب تم نے اسلام قبول نہیں کیا تو تمہاری اولاد کیسے کرے گی۔ اگر تمہیں اپنے ملک سے، اپنے مذہب سے محبت ہے تو عقیدت ہے تو تم اپنی اولاد کو بھی اسی سانچے میں ڈھالو گی۔ یہ میرا حکم ہے۔"

"میں تمہاری معمولہ ہوں۔ تمہارے حکم کی تعمیل کروں گی لیکن، شاید ماں نہ بن سکوں۔"

"وہ کیوں؟"

"وہ زہریلا ہے۔"

"ہم سانپ کا منتر جانتے ہیں۔ اس کا سارا زہر نکال لیں گے، تم ماں ضرور بنو گی۔"

وہ مجھے یقین دلا رہا تھا۔ میرے لیے اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی تھی کہ مجھے فرہاد کا پیار بھی ملے گا۔ میں اس کی شریکِ حیات بھی بن جاؤں گی۔ میری رسوں کی تمنا بھی پوری ہوگی۔ وہ عامل میرے دماغ میں یہ بات اچھی طرح نقش کرا رہا تھا کہ میرے دماغ کی گہرائیوں میں اپنے وطن اور اپنے مذہب کی محبت نقش رہے گی۔ میں کسی بھی آزمائش کی گھڑی میں اپنے وطن کو اور اپنے مذہب کو اور اپنی قوم کو فرہاد پر ترجیح دوں گی۔

مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں ڈھائی برس تک غافل رہی۔ اس دوران جو بھی زندگی گزاری، وہ خواب جیسی تھی۔ خواب میں فرہاد سے شادی بھی ہو گئی اور خواب ہی میں ماں بھی بن گئی۔ آج پہلی بار تنویمی عمل کے اثر سے نکل کر سوچ رہی ہوں۔ میں اب تک کیا کرتی رہی۔ فرہاد سے پیار کرتی رہی یا دشمنی؟

آج پورے ہوش و حواس میں رہ کر سوچتی ہوں، میرا شعور دو برس تک قیدی بن کر رہا تو دل گڑھتا ہے۔ مجھے شرم آتی ہے۔ میں نے اسے اپنی محبت سے کمزور بنایا۔ پھر ماں بن کر اس کے بچے کو ایک اہم مہرہ بنا رہی ہوں۔ وہ بچہ یہودی بن کر پروان چڑھے گا تو میرا شعور دنیا والوں کے سامنے کمزور بن کر سر جھکا لے گا۔ کبھی اپنا مذہب نہیں چھوڑوں گی۔ کبھی مسلمان نہیں بنوں گی لیکن مسلمان کا سر جھکتے نہیں دیکھ سکتی کیوں کہ وہ میرا شعور، میرا الٰہ خدا ہے۔

میں سوچتی ہوں، میری وجہ سے اس کا سر جھکا ہے تو وہ سر اٹھا سکتی ہوں۔ ایک بچے کے باعث اس کی زندگی میں الجھنیں پیدا ہو گئی ہیں، ان سب کو دور کر سکتی ہوں۔ کوئی امید آئندہ بلیک میل نہیں کر سکے گا۔ بس ایک ہی راستہ ہے کہ میں بچے کا گلا دبا دوں، نہ وہ رہے گا نہ فرہاد کمزور بنے گا۔

ایسا سوچتے وقت میرے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ میرا الٰہ رہا ہے۔ بھلا کوئی ماں ہوش و حواس میں رہ کر اپنے بچے کو مار سکتی ہے؟ میں نے بڑی منتوں اور مرادوں سے اس بچے کو حاصل کیا ہے۔ میں اگر معصومہ ہوتی تو ایک کاغذ پر بچے کی تصویر بنا کر ٹاٹ پر ٹانگ دیتی۔ ماں ہوں، اپنے بچے کو کیسے مٹا دوں؟ اور جب ایسا سوچتی ہوں، فرہاد کا چہرہ آنکھوں میں پھرنے لگتا ہے اور میرے دل میں اترنے والا وہ چہرہ کہتا ہے، میں ہی اسے یہودی اکابرین کی چالوں سے نجات دلا سکتی ہوں۔

لیکن میرے لوگ بھی کسی سے کچھ کم نہیں ہیں۔ چالاکی میں سے ایک ہاتھ آگے ہیں۔ وہ میرے وقت کا حساب رکھے ہیں۔ عمل کا اثر کتنے دنوں تک قائم رہے گا۔ اس حساب سے انھوں نے میرے بچے کو مجھ سے چھین لیا ہے۔ میں نے اپنے لال کے رونے کی آواز سنی۔ اپنی خواب گاہ کے بند دروازے کو پیٹ کر کہا، "مجھے دے دو، وہ بھوکا ہے۔"

مگر تھوڑی دیر بعد وہ خاموش ہو گیا۔ بند دروازہ کھلا۔ لیڈی گارڈ نے آ کر کہا، "شور نہ مچاؤ، تمہارے بچے کو دودھ دیا گیا ہے۔ وہ آرام سے سو رہا ہے شاید آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔"

میں نے تڑپ کر کہا، "نہیں، میں اس کی ماں ہوں، یہ میرا حق ہے، میری مامتا کا تقاضا ہے مجھے بنیادی حقوق سے محروم نہ کرو۔"

لیکن لیڈی گارڈ نے پیچھے ہٹ کر دروازے کو بند کر دیا۔

عجیب زندگی گزار رہی تھی جب تک تنویمی عمل کا اثر رہتا تھا، میں وہاں کی ملکہ عالیہ بنا کر رکھا جاتا تھا۔ میرے ہر حکم کی تعمیل ہوتی تھی۔ آج اس عمل کے اثر سے نکل کر دیکھ رہی ہوں، میں ملکہ عالیہ کیا، ایک لونڈی بھی نہیں ہوں۔ میری کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اگر مجھ پر اسی طرح تنویمی عمل ہوتا رہا تو میں فرہاد کے ساتھ اپنے بچے کو بھی ہاتھ سے کھو دوں گی۔ نہ خدا ہی ملے گا نہ وصالِ صنم۔ نہ اِدھر کی رہوں گی نہ اُدھر کی رہوں گی۔

او خدایا! میں جذبوں کی روانی میں اپنا ہی دکھڑا رو رہی ہوں۔ ایک اہم بات کہنے کو رہ گئی ہے۔ وقت گزرتا جا رہا ہے، مجھے وہ بات لکھ دینا چاہیے۔ شاید یہ تحریر کسی طرح فرہاد تک پہنچ جائے۔ وہ بات یہ ہے کہ پچھلے ماہ بلائنڈ کلب والوں نے ایک نیا منصوبہ بنایا ہے۔ وہ کہتے ہیں، فرہاد علی تیمور ٹرانسفارمر مشین یہاں تک نہیں لائے گا۔ اگر اس کے بچے کو یہودی بنایا گیا تو وہ اسے جس طرح بھی ہو سکے، لے جانے کی کوشش کرے گا۔ وہ تنہا نہیں ہے، اس کے ساتھ دو دیسی پیتھی جاننے والے ہیں اور جب کامیابی کا پورا یقین ہوتا ہے تو سونیا خطرے کی گھنٹی بجانے آ جاتی ہے۔ لہٰذا فرہاد کو اور زیادہ کمزور بنایا جائے۔ اس کی دوسری کمزوری سے کھیلا جائے، اور اس کی دوسری بڑی کمزوری اس کا بیٹا پارس ہے۔

پچھلے ماہ مجھ پر تنویمی عمل کیا گیا۔ اس عامل نے میرے دماغ میں یہ بات نقش کر دی کہ میں پارس کے لیے بھرپور مامتا رکھتی ہوں۔ اس کی تحریک ہم نے پیدا کی ہے۔ تم اخوا کرنے کے نظریے سے نہیں سوچو گی تمہارے دماغ میں یہ بات پیدا ہوگی کہ تمہاری مامتا اسے اپنے پاس بلا رہی ہے۔"

میں نے کہا، "میں دشمن بن کر نہیں، ماں بن کر اسے اپنے پاس بلاؤں گی۔"

"تم پارس کے دماغ میں رسونتی کے خلاف زہر بھر دو گی اسے سمجھاؤ گی کہ وہ تمہاری ماں نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو دونوں بیٹوں میں برابر تقسیم کرتی لیکن وہ پارس دوم کو زیادہ چاہتی ہے۔"

"میں پارس کے دماغ میں رسونتی کے خلاف زہر بھر دوں گی۔"

"ہمیشہ کی طرح تمہاری خواب گاہ کے منیر پر کسی کا نام خط رکھا ہوگا۔ اس خط میں جو ہدایات دی جائیں گی تم ان پر بے چون و چرا عمل کرو گی۔"

"میں ہمیشہ کی طرح گمنام خطوط کی ہدایات پر عمل کروں گی۔"

اس تنویمی عمل کے بعد ایک دن مجھے وہ گمنام خط اپنی منیر پر رکھا ہوا ملا۔ یقیناً وہ ٹائپ کیے ہوئے خطوط بلائنڈ کلب کے نگران کی طرف سے آتے تھے۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔

"فرہاد علی تیمور یہاں سے فرار ہو گیا ہے۔ اب وہ ہمارے ملک میں تباہی پھیلانے کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ ہماری ایک ہدایت ابھی طرح ذہن نشین کر لو۔ فرہاد یا اس کے ساتھیوں سے کبھی یہ نہ کہنا کہ تم پارس کو ہماری مرضی سے ٹریپ کر رہی ہو۔ پارس کے سلسلے میں جب بھی کوئی بات آئے تو اپنی ممتا کا بھرپور اظہار کرو اور یہ دعویٰ کرو کہ پارس اوّل پر تمہارا حق ہے۔ رسونتی کا نہیں، لہٰذا تم نے اسے اپنے پاس بلایا ہے۔

ہماری دوسری ہدایت یہ ہے کہ پارس اوّل ہمارے ملک کی زمین پر قدم نہیں رکھے گا۔ ورنہ فرہاد ہم سب کو نیست و نابود کر دے گا۔ لہٰذا جب وہ ادائے سے باہر نکل آئے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا۔ ہمارے آدمی اسے اٹھا کر کسی محفوظ جگہ پہنچا دیں گے۔ بعد میں تم اس سے دماغی رابطہ قائم کرتی رہو گی۔

اگر فرہاد کسی سمجھوتے پر آمادہ ہو تو اسے نیویارک آنے کی دعوت دو۔ اس سے وعدہ کرو کہ تم پارس اوّل کو وہاں لے کر آؤ گی۔ تمہیں ٹرانسفارمر مشین کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی تم وہ مشین اپنے ملک پہنچانا چاہتی ہو۔ لہٰذا تم بھی پارس اور اپنے بیٹے جین ہارٹن کے ساتھ نیویارک آؤ گی اور فرہاد کے ساتھ گھریلو زندگی گزارو گی۔

ہماری آخری ہدایت کے مطابق سفر کی تیاری کرو۔ تم کسی وقت بھی نیویارک جا سکتی ہو۔ وہاں تم اپنے عامل کو کبھی فراموش نہیں کرو گی، تمہارا عامل دستور کے مطابق ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو آئے گا اور تم راضی خوشی اس کے تنویمی عمل سے گزارا کرو گی۔

مندرجہ بالا ہدایات پر عمل کرو اور ہمیشہ کی طرح اس خط کو بھی جلا ڈالو۔ وِدھ آل۔"

میں ان تمام ہدایات کے مطابق عمل کرنے پر مجبور تھی، میں اپنے بس میں، اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ میں نے بہت عرصے بعد پارس اوّل کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا تو اس نے چونک کر پوچھا۔ "ممی آپ میرے پاس آئی ہیں۔ کیا میں یقین کر لوں کہ واقعی آپ ہیں؟"

"ہاں بیٹے! میں ہوں تمہاری ممی، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میں کتنی مصیبتوں میں مبتلا ہوں؟"

"ہزار مصیبتوں میں کیا ماں اپنے بیٹے کو بھول جاتی ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے، مجھ پر تنویمی عمل کیا جا رہا تھا۔ تم تو بہت ذہین ہو۔ اچھی طرح جانتے ہو تنویمی عمل کے زیرِ اثر آنے کے بعد انسان بہت کچھ بھول جاتا ہے۔ میں تمہیں یاد نہ کر سکی۔ کیا تم میری مجبوری کو نہیں سمجھو گے۔ اپنی ممی سے ناراض رہو گے؟"

"نہیں ممی! میں آپ سے ناراض نہیں ہو سکتا۔ میں اور جوجو آپ کو بہت یاد کرتے ہیں۔"

"بیٹے! ایک بات کا وعدہ کرو۔"

"میں ہزار وعدے کروں گا اور انھیں پورا کروں گا۔ آپ حکم دیجیے۔"

"بیٹے! تمہاری تمار سونتی مجھ سے ناراض ہیں۔ مجھے تمہارا دشمن

سمجھتی ہیں۔"

پارس نے حیرانی سے کہا: "تعجب ہے اماما ایسا کیوں سمجھتی ہیں آخر؟"

"میں نے صاف اور کھری بات کہہ دی تھی۔ میں نے کہا تم اپنے دونوں بیٹوں میں تفریق پیدا کرتی ہو۔ پارس دوم کو ہمیشہ کلیجے سے لگا کر رکھتی ہو اور میرے پارس سے اوپری محبت کرتی ہو۔ اس بات پر وہ ناراض ہوگئیں۔ تمھی بتاؤ بیٹے! کیا میں غلط کہتی ہوں؟ جب میں دیکھتی ہوں کہ میرے بیٹے سے انصاف نہیں ہو رہا ہے تو مجھے برا لگتا ہے اور میں کھری بات کہہ دیتی ہوں۔"

"آپ درست کہہ رہی ہیں۔ میں نے بارہا یہ محسوس کیا ہے، اماما میرے بھائی کو زیادہ چاہتی ہیں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ بھائی کو بھرپور محبت مل رہی ہے لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ جس ماں نے مجھے جنم دیا ہے، وہ میرے ساتھ انصاف نہیں کر رہی ہے کبھی کبھی سوچتا ہوں، کیا واقعی میں اپنی اماما کا بیٹا ہوں؟"

"بیٹے! تم صرف میرے ہو، بہرحال یہ ہم بزرگوں کا معاملہ ہے۔ تم اپنے ذہن کو زیادہ نہ الجھاؤ۔ دیکھو سونے کا وقت ہو گیا ہے۔ ابھی جو جوجو رخصت ہو کر آئے ہو لہٰذا اپنے وقت کے مطابق سو جاؤ۔"

پھر میں نے پارس کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تو میں نے اس کے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل شروع کر دیا۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتا تھا، مجھ سے بہت متاثر تھا۔ لہٰذا اسے ٹرانس میں لانا کچھ مشکل نہ تھا۔ جب وہ پوری طرح میرا معمول بن گیا تو میں نے پوچھا "تم میرے بعد سب سے زیادہ کس کو چاہتے ہو؟"

"میں اپنی مما سونیا کو چاہتا ہوں۔"

"تم اپنی مما کو کبھی نہیں بتاؤ گے کہ میں تمھارے دماغ میں آیا کرتی ہوں۔"

"میں مما کو کبھی نہیں بتاؤں گا کہ آپ میرے دماغ میں آتی ہیں۔"

"تم اپنے پاپا کو بھی نہیں بتاؤ گے۔"

"میں اپنے پاپا کو بھی نہیں بتاؤں گا۔"

"تم کسی سے میرے دماغ میں آنے کا ذکر نہیں کرو گے۔"

"میں کسی سے آپ کے دماغ میں آنے کا ذکر نہیں کروں گا۔"

"تم سونیا، رسونتی، اعلیٰ بی بی، لوبی، فرہاد علی تیمور، جناب شیخ صاحب وغیرہ سے آئندہ کوئی تاثر قبول نہیں کرو گے۔"

پارس نے وعدہ کیا وہ ان تمام ہستیوں سے کوئی تاثر قبول نہیں کرے گا۔ میں نے اسے حکم دیا، آج تک ان ہستیوں سے جتنا بھی جذباتی لگاؤ تھا، وہ سب پارس بھول جائے گا اور یہ وعدہ کیا وہ بھول جائے گا۔ میں نے پوچھا: "تم اپنے سب سے زیادہ کسے چاہتے ہو؟"

"جوجو میری پہلی اور آخری دوست ہے۔ میں اسے اپنی سے زیادہ چاہتا ہوں۔"

"جب میں حکم دوں گی تو تم جوجو کو چھوڑ کر اس ادارے سے نکل آؤ گے۔"

اس نے وعدہ کیا۔ وہ جوجو کو چھوڑ کر اس ادارے سے آئے گا۔ میں نے پوچھا: "کیا جوجو کو چھوڑتے وقت تمھیں تکلیف ہوگی؟"

"ہاں ممی! بہت تکلیف ہوگی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں، جوجو کو بہت جلد تمھارے پاس دوں گی، پھر تو خوش ہو جاؤ گے؟"

"ہاں، میں خوش رہوں گا آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔"

"میں ایک ماں کی حیثیت سے اور ایک عامل کی حیثیت سے حکم دیتی ہوں۔ آئندہ تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے سے سانس روک لو گے۔ تمھارے ماما رسوتی، تمھاری نانی اعلیٰ بی بی، لوبی، جناب شیخ صاحب کوئی بھی تمھیں مجبور کرے کہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دماغ میں آنے دو تو کبھی نہیں آنے دو گے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بے اختیار سانس روک لو گے۔ ایسے وقت تم اپنے اختیار میں نہیں رہو گے۔"

میں نے اسے اچھی طرح سمجھایا۔ جب میں اس کے دماغ میں آؤں گی تو کون سے کوڈ ورڈز استعمال کروں گی۔ میں وہ کوڈ اس ڈائری میں لکھ رہی ہوں۔ اسی امید کے ساتھ کہ شاید یہ فرہاد تک پہنچ جائے۔ جب میں بھی پارس اوّل کے دماغ میں پہنچتی ہوں تو وہ سانس روکتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لیتا ہے اور میں کہتی ہوں "مائی سن ارزلے شائننگ سن (میرا بیٹا ایک چمکتا ہوا آفتاب ہے)"

میں دوغلی بن کر رہ گئی ہوں۔ ادھر امید کر رہی ہوں کہ میرے ذریعے جو صفائی پیش کر رہی ہوں، وہ فرہاد تک پہنچ جائے۔ میں نے اپنے بڑوں سے کہہ دیا تھا کہ پارس تنویمی عمل کے ذریعے میرا معمول بن چکا ہے، وہ اس وقت تنویمی نیند سو رہا ہے۔ پھر میں ہمارے جتنے ہیوی جاسوس ہیں، ان سے کہہ دو کہ وہ پاما صاحب کے ادارے کے قریب ہائی ڈے پر موجود رہیں۔ مجھے ایک دو دن کی آواز سنائی جائے تاکہ میں انھیں گائیڈ کرتی رہوں اور پارس کو ان کے پاس پہنچا دوں۔

میں کافی عرصے تک پاما صاحب کے ادارے میں رہوں گی۔ مجھے معلوم تھا ہفتے میں دو دن باورچی خانے کا سامان لانے

ٹرک ادارے سے پیرس شہر جاتے ہیں، وہاں سے سبزیاں پھل، گوشت اور مرغیاں خرید کر لاتے ہیں۔ یہ تمام ٹرک صبح پانچ بجے ادارے سے روانہ ہوتے ہیں۔ میں نے صبح چار بجے پارس کو جگا دیا۔ اس نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ پھر سیدھا ایک ٹرک ڈرائیور کے پاس پہنچا جو جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ میں نے پارس کے ذریعے اس کی آواز سنی۔ اور اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ ڈرائیور نے پارس کو اپنے ٹرک میں چھپا لیا اور اسے ادارے سے باہر لے گیا۔ اس کے آگے پانچ ٹرک اور جا رہے تھے۔ میں نے جان بوجھ کر اس ٹرک کو سب سے پیچھے رکھا تھا۔ پھر ایک جگہ جہاں ہیوی جاسوس پارس کے منتظر تھے، وہاں میں نے اس ٹرک کو چند سیکنڈ کے لیے رکوایا۔ پارس دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ڈرائیور نے دروازے کو بند کیا۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے ان پانچوں کے پیچھے جانے لگا۔

میں کبھی ڈرائیور کے دماغ میں رہتی تھی اور کبھی ایک جاسوس کے دماغ میں۔ پہنچ کر اسے گائیڈ کرتی تھی کہ پارس کہاں ہے اور کس طرح ٹرک کے کنارے دوڑتا ہوا آ رہا ہے۔

جب میں جاسوس نے دماغ میں پہنچتی تھی تو ڈرائیور بوکھلا جاتا تھا۔ وہ رفتار دھیمی کر کے سوچنے لگتا تھا: "میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا فرہاد صاحب یا دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والیاں میرے دماغ میں آ رہی ہیں لیکن نہیں، اگر وہ میرے دماغ میں ہوتیں تو پہلے مجھے اطلاع دیتیں۔ مجھے تو ادارے میں صرف پارس بابا ملے تھے، اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔ اب یہاں دیکھ رہا ہوں۔ جانے کیسی غفلت کی حالت میں ڈرائیو کرتا ہوا یہاں تک آ پہنچا ہوں۔ میرے سامنے میرے ساتھیوں کے ٹرک جا رہے ہیں۔ میں پیرس پہنچتے ہی جناب شیخ صاحب کو یہ ضرور بتاؤں گا کہ میرے دماغ میں کچھ ہوتا رہا ہے۔"

مجھے اطمینان تھا، وہ ٹرک ڈرائیور پیرس پہنچنے سے پہلے اپنی حالت کسی کے سامنے بیان نہیں کرے گا۔ وہ تقریباً ایک بجے پیرس شہر پہنچنے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں نے فرہاد کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا: "میں تمھارے پاس آ رہا ہوں۔"

میں نے کہا: "مجھے افسوس ہے۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں برداشت نہیں کرتی۔ بے اختیار سانس روک لیتی ہوں، اس کا تجربہ تمھیں کئی بار ہو چکا ہے۔"

بہرحال اس نے مجھے اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دی۔ مما نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "کیا تم اسی طرح محبت کرتے ہو کہ مجھے اور میرے بچے کو دشمنوں کی قید میں چھوڑ کر آ گئے۔ کیا تمھیں میرے بچے سے کوئی لگاؤ نہیں ہے؟"

اس نے مجھے سمجھایا: "میں تمھارے اور بچے کی خاطر ہی وہاں سے نکل آیا ہوں۔ اب کوئی مجھے بلیک میل نہیں کر سکے گا۔ اگر وہ میرے بچے کو یہودی بنانا چاہیں گے تو میں ایسی تباہیاں پھیلاؤں گا کہ وہ توبہ کرنے لگیں گے۔"

"فرہاد! کیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا تم میرے ملک کو تباہ کرو گے۔ میری قوم کے لوگوں کو پریشان کرو گے؟"

"تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ کیا میں اپنے بچے کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں؟"

"یہ میرا بھی بچہ ہے۔ جس بچے کے سر پر باپ کا سایہ نہیں ہوتا، اسے دشمن اپنے مقصد کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ میں نے یہ پختہ عزم کر لیا ہے کہ تمھیں اپنے ساتھ رکھوں گی۔ میرے بچے پر تمھارا سایہ ہمیشہ رہے گا۔ تم دنیا جہاں میں بھٹکتے نہیں پھرو گے۔"

"کیا تم مجھے اپنا پابند بنا کر رکھنا چاہتی ہو؟"

"اگر اپنے بچے کے مستقبل کے لیے تمھیں پابندیوں میں رکھنا پڑا تو میں یہ بھی کروں گی۔"

"تم جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھ رہی ہو۔"

"میں خواب نہیں، حقیقت بیان کر رہی ہوں۔ یہ اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تمھیں میرے بچے سے کوئی لگاؤ نہیں ہے لیکن یہودی کے بیٹے پارس سے تو لگاؤ ہے۔ اب ذرا ادارے کے کسی فرد سے رابطہ قائم کرو اور پوچھو، تمھارا پارس اوّل کہاں ہے؟"

فرہاد نے چونک کر پوچھا: "تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ پارس اوّل میرا بیٹا ہے۔ میں نے اس کی پرورش کی ہے۔ اس پر میرا پورا پورا حق ہے۔ لہٰذا میں اسے اپنے پاس بلا رہی ہوں۔"

فرہاد نے فوراً ہی بابا صاحب کے ادارے میں جناب شیخ صاحب سے اور رسونتی سے رابطہ قائم کیا۔ ان سے پارس اوّل کے متعلق پوچھا تو انکشاف ہوا کہ وہ ادارے میں نہیں ہے۔ نہ جانے کس طرح وہاں سے نکل گیا ہے۔ فرہاد نے غصے سے کہا: "شیبا! تم پارس کے ساتھ کوئی اوچھی حرکت نہ کرنا۔ اسے بابا صاحب کے ادارے سے نکال کر کہیں بھٹکاؤ گی تو میں سمجھ لوں گا کہ تم دشمن بن چکی ہو۔ اب تک میں تمھیں بے قصور سمجھتا رہا لیکن تم اپنے لوگوں سے مل کر مجھے اور زیادہ کمزور بنانے اور بلیک میل کرنے کے لیے پارس اوّل کو بھی اغوا کر رہی ہو۔"

"یہ تمھارے اپنے خیالات ہیں ورنہ میں تو اپنے بیٹے کی ضمانت چاہتی ہوں۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تمھیں میرے بیٹے سے کوئی خاص لگاؤ نہیں ہے۔ اس سے خاص لگاؤ رکھنے کا یہی ایک مناسب طریقہ ہے کہ پارس اوّل بھی میرے پاس رہے۔ دونوں میرے پاس رہیں گے تو تم دونوں کے لیے کھنچے چلے آؤ گے۔ پھر میں

پارس اوّل کے سلسلے میں جو کچھ کر رہی ہوں' اس میں یہودی سے اکابرین کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں' اب بھی کہہ رہی ہوں' یہ سب کچھ اپنے اطمینان کے لیے کر رہی ہوں۔"

"آخر تم کس طرح کا اطمینان چاہتی ہو؟"

"میں اپنے بیٹے جیسن ہارون کو پارس کی طرح شاہکار بنانا چاہتی ہوں' جس طرح اسے چھوٹی سی عمر میں زیادہ سے زیادہ تعلیم دی گئی۔ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے حیرت انگیز یادداشت کی قوت پیدا کی گئی' اسی طرح میں اور تم مل کر اپنے بیٹے جیسن ہارون کو بھی ایسا ہی بنائیں گے۔ تم جس طرح پارس اوّل کی حفاظت کرتے ہو' اس کے لیے سوچتے ہو۔ اس کے لیے مستقبل کے منصوبے بناتے ہو' اسی طرح میرے بیٹے جیسن ہارون کے لیے بھی بناؤ گے۔ تمہارا بیٹا پارس تمہارے نام سے اور تمہارے مذہب سے منسوب ہے' اسی طرح میرا بیٹا بھی تمہارے نام سے اور تمہارے مذہب سے منسوب رہے گا۔ اگر میرے لوگوں نے اسے یہودی بنایا تو میں پارس اوّل کو بھی یہودی بنا دوں گی۔"

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"ابھی یہ بات بکواس لگ رہی ہے۔ جب تمہارے دونوں بیٹے مسلمان کے بجائے یہودی بن کر یہ رواں چڑھیں گے تو تمہاری آنکھ کھل جائے گی۔ تم پچھتاؤ گے لیکن پچھتانے کا وقت گزر چکا ہوگا لہٰذا اب بھی عقل سے کام لو۔ اپنی ذمے داریوں کو سمجھو۔ میں اپنے بیٹے جیسن ہارون کے ساتھ اپنا وطن چھوڑ رہی ہوں۔ تم اس سلسلے میں میری مدد کرو۔ میں یہاں سے نیویارک جاؤں گی۔ تم بھی وہاں پہنچ گئے اس طرح ہم وہاں ایک نئی گھریلو زندگی کی ابتدا کریں گے۔"

"پارس اوّل کہاں ہے؟"

"وہ نیویارک میں ملے گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ یقیناً فرہاد اب پھر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ جب کہ میں کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔ ابھی اسے اچھی طرح سوچنا سمجھنا اور میری باتوں کو تسلیم کرنا چاہیے تھا۔ میں بعد میں اس سے رابطہ قائم کرنے والی تھی۔

رات کے تین بج چکے ہیں۔ میں اپنی ڈائری میں چند سطور لکھوں گی۔ پھر اسے بند کر کے کہیں چھپا دوں گی اور سونے کی کوشش کروں گی۔ میں ابھی نارمل ہوں۔ سوچتی ہوں' اگر فرہاد سے رابطہ قائم کرنے کے دوران بھی نارمل ہوتی تو اسے دشمنوں کی طرح کبھی چیلنج نہ کرتی کہ میں اس کے دونوں بیٹوں کو یہودی بنا دوں گی۔ خدا نہ کرے کہ میں ایسا کروں۔ پارس اوّل کی طرح میرا بیٹا بھی مسلمان رہے گا۔ فرہاد کی اولاد کہلائے گا اور میں خدا سے دعا مانگتی ہوں' اگر میں کوئی غلطی کروں تو اس سے پہلے ہی مجھے موت آجائے۔

اوہ خدایا! مجھے موت دے یا اپنے فرہاد کے لیے جان دینے کی توفیق دے۔ مجھے اتنا موقع دے کہ میں ہوش و حواس میں رہ کر پارس اوّل کو دوبارہ اداسے میں پہنچا دوں اور اپنے بیٹے جیسن ہارون کو فرہاد کے حوالے کر دوں تاکہ وہ اسے اپنی مرضی اور اپنے مذہب کے مطابق پروان چڑھائے۔

خدایا! مجھ پر بے وفائی اور دشمنی کا جو الزام لگ رہا ہے' اس الزام کو مٹانے کے تمام ذرائع ختم ہو چکے ہیں۔ میں بہت مجبور اور بے بس ہوں۔ اتنی بڑی دنیا میں ایک بندہ بھی ایسا نہیں ہے جو میری طرف سے صفائی پیش کرے۔ جب کوئی سہارا نہیں ہوتا تو صرف تو ہی یاد آتا ہے۔ میرے مالک! میرے پروردگار! میری دعاؤں کو قبول کر لے۔ میرا ہارون موسیٰ کی سرزمین پر ہے' اسے بابا فرید واسطی مرحوم کے ادارے میں پہنچا دے۔

شب بخیر فرہاد! شب بخیر۔ میں سونے جا رہی ہوں۔ کل جب سورج نکلے گا' میری آنکھ کھلے گی تو میں اپنے ہوش و حواس میں رہوں گی یا نہیں' یہ میں نہیں جانتی۔ خدا کرے' یہ ڈائری تمہارے ہاتھ لگے اور میری زبان میں تم سے بات کرے۔

میری اور اعلیٰ بی بی کی سیٹیں امریکا جانے والے ایک طیارے میں ریزرو ہو چکی تھیں۔ ہم رات کو بیرس سے روانہ ہونے والے تھے لیکن شیبا کی دشمنی نے ہمارا راستہ کھوٹا کر دیا تھا۔ رسونتی' پوئی اور آسٹولا اور جناب شیخ صاحب نے یہی بیان دیا کہ پچھلی رات پارس اوّل ادارے میں موجود تھا۔ جو جو رو رہی تھی۔ پارس کے پاس جانے کے لیے مچل رہی تھی۔ وہ سب اسے سمجھا رہے تھے۔ آمر مراس کے سر پر ہاتھ پھیر کر تسلیاں دے رہا تھا۔ "بیٹے! صبر کرو۔ پارس اب بچہ نہیں رہا۔ وہ جلد ہی واپس آجائے گا۔"

جناب شیخ صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "بیٹی! تم نے آخری بار پارس اوّل کو کب دیکھا تھا؟"

جو جو نے روتے روتے کہا۔ "ہم ہر رات ایک دوسرے کو گڈ نائٹ کہہ کر رخصت ہوتے ہیں۔ پھر صبح جاگ کر بیدار ہونے ہیں۔ اگر کوئی سوتا رہے تو دوسرا اسے آکر جگاتا ہے۔ آج صبح پارس میرے کمرے میں آیا تھا۔ اس نے مجھے نہیں جگایا۔ چپ چاپ میرے ہاتھ کو پکڑا پھر خدا حافظ کہہ کر چلا گیا۔ میں سمجھ رہی تھی۔ وہ شرارت کر رہا ہے۔ دور کھڑا نیند کی حالت میں دیکھ رہا ہے۔ میں اس سے بات نہیں کروں گی۔ وہ خود ہی مجھے چھیڑ کر جگائے گا لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ مجھے پتا بھی نہیں چلا کس لیے ناراض ہو گیا ہے؟ کیوں مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے؟"

آمر نے کہا۔ "جب پارس تمہیں خدا حافظ کہہ کر گیا ہے تو تم سے ناراض نہیں ہے۔ کیا تم نے آنکھیں کھول کر اسے تلاش نہیں کیا؟"

آمر نے اس کے آنسو پونچھنے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو اس نے ہاتھ کو پرے کرتے ہوئے کہا۔ "میں پونچھنے نہیں دوں گی۔ میں آنسو بہاتی رہوں گی۔ جب تک وہ نہیں آئے گا' روتی رہوں گی۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا۔ "بیٹی! جواب دو۔ کیا تم نے آنکھیں کھول کر اسے تلاش نہیں کیا؟"

"میں نے تلاش کیا تھا۔ آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔ وہ کمرے میں نظر نہیں آیا۔ پھر میں اُٹھ کر باہر گئی۔ میں یہی سمجھتی رہی کہ وہ کہیں چھپ گیا ہے اور مجھے پریشان کر رہا ہے۔ میں نے کہہ دیا۔ جاؤ' میں تمہیں تلاش نہیں کروں گی۔ تم اتنی صبح آنکھ مچولی کھیل رہے ہو۔ میں اپنے بیڈ روم میں جا رہی ہوں۔ آنا ہے تو آجاؤ۔ میں بیڈ روم میں آگئی لیکن وہ ابھی تک نہیں آیا ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "اکثر حالات میں تقدیر کو ماننا پڑتا ہے۔ ہم جب چاہیں ایک دوسرے سے نہیں مل سکتے۔ پہلی بار ہم نے ملنے کے لیے امریکا جانا چاہا' پہلے تم گئیں۔ میں بعد میں آنے والا تھا لیکن دشمنوں نے مجھے تل ابیب پہنچا دیا۔ آج رات کی فلائیٹ سے ہم پھر امریکا جانے والے تھے لیکن اب یہ مناسب نہ ہوگا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "ادارے میں کیا ہو رہا ہے؟"

"سبھی اس کے لیے پریشان ہیں۔ جو جو آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہے۔ وہ رو رو کر جان دے دے گی۔"

"فرہاد! مجھے جذباتی رپورٹ نہ دو۔ یہ بتاؤ' پارس اوّل اس ادارے میں آخری بار کب دیکھا گیا؟"

"جو جو نے آج صبح کوئی چار بجے اسے اپنے کمرے میں محسوس کیا تھا۔ وہ اسے خدا حافظ کہہ کر چلا گیا تھا۔ اس کے بعد نظر نہیں آیا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ پارس اوّل کچن کا سامان لانے والی گاڑیوں میں چھپ کر گیا ہے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ایسا ہو سکتا ہے۔ شیبا نے کسی ایک ڈرائیور کو ٹریپ کیا ہوگا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پارس کو وہاں چھپایا ہوگا اور اسی گاڑی میں ادارے سے باہر پہنچا دیا ہوگا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "اس وقت دوپہر کے دو بجے ہیں۔ پارس صبح پانچ بجے وہاں سے نکلا ہوگا۔ اگر فرانس کے تمام ایئر پورٹ پر سخت نگرانی رکھی جائے تو دشمن اسے ملک سے باہر نہیں لے جا سکیں گے۔"

"جناب شیخ صاحب نے فرانسیسی اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کر کے انھیں پارس کے متعلق بتا دیا ہے۔ وہ لوگ یقیناً تمام ایئر پورٹ اور پرائیویٹ فلائنگ کلب وغیرہ کی سختی سے نگرانی کر رہے ہوں گے۔ کسی نوجوان کو اس ملک سے باہر نہیں جانے دیں گے۔"

"تم کسی اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کر کے معلوم کرو۔ اب کیا ہو رہا ہے۔"

میں نے ایک اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا۔ اس نے جواب دیا۔ "جناب! ابھی پونے دو بجے پارس بابا کے متعلق اطلاع ملی۔ ہم نے فوراً احکامات صادر کر دیے۔ کسی بھی ایئر پورٹ سے یا کسی بھی فلائنگ کلب کے کسی طیارے یا ہیلی کاپٹر سے کوئی نوجوان یہاں سے نہیں جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "آفیسر! اب ایک بات اور معلوم کرو۔ صبح پانچ بجے سے پونے دو بجے تک تمہارے ملک کے تمام پرائیویٹ کلب اور ایئر پورٹ وغیرہ سے کتنے طیارے اور ہیلی کاپٹر روانہ ہوئے ہیں جن میں سولہ یا سترہ برس کے جوان دیکھے گئے ہیں۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں اس آفیسر کے دماغ میں موجود رہا۔ وہ پندرہ بیس منٹ تک اپنے ملک کے تمام ایئر پورٹ اور فلائنگ کلب وغیرہ سے رپورٹ حاصل کرتا رہا۔ پتا چلا۔ ملک کے کسی بھی فلائنگ کلب میں کسی ہیلی کاپٹر سے اس عمر کے جوان کو جاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا ہے۔ البتہ لندن جانے والی دس بجے کی فلائیٹ سے دو جوان روانہ ہوئے ہیں۔ تین اور نوجوان مشرقِ وسطیٰ جانے والی ایک فلائیٹ میں موجود تھے۔

"آفیسر! معلوم کرو۔ وہ نوجوان اپنے والدین کے ساتھ گئے ہیں یا اپنے سرپرستوں کے ساتھ۔ لندن جانے والے دو جوانوں پر زیادہ توجہ دو اور وہاں کا پتا معلوم کرو۔ یقیناً ان کے پاسپورٹ وغیرہ میں جو تفصیلات ہوں گی' ان کا ریکارڈ وہاں کی ایمبیسی میں موجود ہوگا۔"

وہ آفیسر پھر اپنی ڈیوٹی سے لگ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "جو نوجوان مشرقِ وسطیٰ گئے ہیں' وہ پارس نہیں ہو سکتے۔ شیبا اور دوسرے یہودی عرب ملکوں میں جا کر پارس کو نہیں چھپا سکتے۔ مجھے تفصیل سے بتاؤ۔ شیبا نے تم سے کیا کہا ہے؟"

میں اعلیٰ بی بی کو اس کی ایک ایک بات بتانے لگا۔ اس نے کچھ سوچنے کے بعد کہا۔ "ہمیں نیویارک جانا چاہیے۔ ہماری سیٹ ریزرو ہے۔ ابھی اسے کینسل نہ کراؤ۔ ہم فلائیٹ روانہ ہونے تک پارس کو یہاں تلاش کرتے ہیں۔ خدانخواستہ ناکامی ہوئی تو نیویارک تک ضرور سفر کریں گے۔"

میں نے ایک گھنٹے بعد پھر اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے بتایا: لندن سے ہمارے کئی جاسوسوں نے رپورٹ دی ہے کہ وہ دو نوجوان اپنے والدین کے ساتھ پیرس کی سیر کرنے آئے تھے۔ ان کے والد لندن کے پرانے باشندے ہیں۔ ان کے کاغذات وغیرہ بالکل درست ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے جاسوس یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، کہیں وہ نوجوان میک اپ میں نہ ہوں۔ آج شام تک وہ کسی طرح اینٹی میک اپ کیمرے کے ذریعے ان کی تصویریں اتاریں گے تو پتا چل جائے گا۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے رپورٹ دی: "مشرقِ وسطیٰ جانے والے وہ تینوں عرب نوجوان ہیں۔ ان کے والد کے کاغذات بالکل درست ہیں اور وہاں کے انٹیلی جنس والوں نے بھی اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ وہ لڑکے انہی عرب ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ میک اپ میں نہیں ہیں۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا: "جناب فرہاد صاحب! یہاں سے جتنی شاہراہیں دوسرے ملکوں کی طرف جاتی ہیں، ان سب کی ناکا بندی کر دی گئی ہے۔ اب تک کی رپورٹ کے مطابق صبح پانچ بجے سے کوئی جوان کسی گاڑی میں دیکھا نہیں گیا ہے اور آئندہ سولہ یا سترہ برس تک کا کوئی بھی جوان دیکھا گیا تو اسے روک لیا جائے گا۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو یہ ساری باتیں بتائیں۔ اس نے کہا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ پارس اسی ملک میں ہے یا ہو سکتا ہے، اسی شہر میں ہو۔"

میں نے کہا: "تم ایک بات بھول رہی ہو، شیبا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک ڈرائیور کو ٹریپ کر کے پارس کو ادارے سے نکالا ہے۔ کیا وہ چیک پوسٹ والوں کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کر کے اسے کسی شاہراہ سے گزار نہیں سکتی۔ کسی ہیلی کاپٹر سے لے جا نہیں سکتی؟"

"ہاں، شیبا کے لیے یہ ایک کھیل ہے۔ وہ ایسا کر سکتی ہے۔ تم اس سے رابطہ قائم کرو۔"

"اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ ایک ہی بات کہتی ہے کہ مجھے نیویارک پہنچا چاہیئے، وہ میرے ساتھ گھر یو زندگی گزارے گی۔"

"اس کی بات مان لو۔ اس طرح تمہارا وہ بیٹا، جیسن ہارون بھی تمہارے پاس رہے گا۔"

میں نے ناگواری سے کہا: "اسے جیسن ہارون نہ کہو۔ مجھے اپنے بیٹے کے لیے یہ نام پسند نہیں ہے۔"

"چلو نام پسند نہ ہو۔ بیٹے کو تو ناپسند نہیں کر سکتے۔ وہ تمہارا ہے، شیبا اسے تمہارے پاس لائے گی۔ یہ اچھا موقع ہے، تم اسے بیوی یوں کے نرغے سے نکال کر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا سکتے ہو۔"

میں نے پوچھا: "اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ شیبا جس بچے کو نیویارک لائے گی، وہ میرا ہی ہوگا؟"

"کیا مطلب؟"

"وہ دن یاد کرو۔ بہت پہلے رسونتی دشمنوں کے فریب میں آگئی تھی۔ مجھے دشمن اور دشمنوں کو دوست سمجھنے لگی تھی۔ پارس کو میرے پاس نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ اپنے بچے کے ساتھ دشمنوں کی پناہ میں رہنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت میں نے بچہ بدل دیا تھا۔ پارس کو اس سے دور کر کے ایک دوسرا بچہ اس کی گود میں پہنچا دیا تھا۔ چوں کہ وہ نوزائیدہ تھا اور رسونتی نے اسے جنم دینے کے بعد بھی طرح غور سے دیکھا نہیں تھا۔ اس لیے دوسرے بچے کو پارس سمجھ کر اپنے سینے سے لگائے رہی تھی۔ اسے گود میں لے کر خوش ہوتی رہی تھی۔ کیا یہی حال یہودی نہیں چل سکتے؟ کیا شیبا اپنا ٹارگٹ کرنے والے کے زیرِ اثر نہیں ہے اور اس کے زیرِ اثر رہ کر وہ پرائے بچے کو اپنا بچہ نہیں سمجھ سکتی اور اپنا بچہ سمجھ کر مجھے دھوکا نہیں دے سکتی؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "خیال خوانی کے معاملات بڑے پیچیدہ ہوتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کا کوئی معاملہ ایک طرف سے سلجھاؤ تو دوسری طرف سے الجھنے لگتا ہے۔"

میں نے کہا: "تم نیویارک جاؤ گی۔ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں تمہارا مشن ادھورا رہ گیا ہے۔ تم ان اہم افراد تک پہنچ چکی ہو جو نئے سپر ماسٹر کا انتخاب کرتے ہیں، وہاں پہنچ کر مجھے کسی نہ کسی طرح ان کی آواز سنانے کی کوشش کرو۔"

"میں نے ان مہمیران میں سے دو کی آواز ریکارڈ کر لی ہے۔ ان کے کیسٹ وہاں اپنے ماتحت کے پاس چھوڑ آئی ہوں۔ تمہارے سلسلے میں اچانک ہی مجھے تل ابیب آنا پڑا۔ تم چاہو تو ابھی اسی سے دماغی رابطہ قائم کر کے ان دو مہمیران کی آواز سن سکتے ہو۔"

"میں پارس کے لیے بہت پریشان ہوں۔ سوچتا ہوں، شیبا نے اس معصوم بچے کو نہ جانے کن دشمنوں کے حوالے کیا ہے اور وہ اسے کہاں لے گئے ہیں۔ ایسے میں ٹرانسفارمر مشین کی طرف توجہ دینے کو دل نہیں چاہتا۔"

"تم پہلے ایسے جذباتی نہیں تھے۔ حقیقت کو سمجھتے تھے اور عمل کرتے تھے۔ تم پارس کے لیے پریشان ہو کر ٹرانسفارمر مشین کی اہمیت کو جھٹلا نہیں سکتے۔ ان دو مہمیران کی آواز سن کر بڑی آسانی سے سپر ماسٹر تک پہنچ سکتے ہو اور ایسا تمہیں کرنا چاہیئے۔ پارس ابھی نہیں مل سکا ہے لیکن کب تک نہیں ملے گا۔ ہم سب ناداں اور اناڑی نہیں ہیں۔

دشمنوں کی چالوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور انہیں سمجھتے ہوئے جلد ہی پارس تک پہنچ جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے، میں شام تک تمہارے ماتحت سے دماغی رابطہ قائم کروں گا۔"

"شام تک نہیں، ابھی۔ میں چاہتی ہوں، تم اپنا دھیان بٹاؤ۔ صرف پارس کے متعلق نہ سوچو۔ سوچنے کے لیے میں بھی موجود ہوں۔ یہ صرف میں نہیں کہہ رہی ہوں، رسونتی بھی کہہ رہی ہے وہ میرے دماغ میں موجود ہے۔"

اس نے میرے دماغ میں آکر کہا: "فرہاد! میں اپنے بیٹے کے لیے کتنی پریشان ہوں۔ کتنی گھبرا رہی ہوں۔ بیان نہیں کر سکتی۔ تم میرے دماغ میں آکر میرے دل کا حال معلوم کر سکتے ہو۔"

"اعلیٰ بی بی مجھے جذباتی باتیں کرنے سے منع کر رہی ہے۔ اور تم میرے سامنے جذباتی ہو رہی ہو۔ تمہارے دل کا حال معلوم کرنے سے پارس ہمیں واپس نہیں ملے گا۔"

"عورت جب ماں بن جاتی ہے تو صرف جذبات سے سوچتی ہے۔ تم مجھے خود غرض کہو گے لیکن میں بہت بُری طرح سمجھی ہوئی ہوں۔ سوچتی ہوں، کہیں میرا اپنا پارس بھی دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔"

میں نے ناگواری سے کہا: "تم واقعی خود غرض ہو۔ اسے اپنا پارس کہہ رہی ہو اور جو اغوا ہو چکا ہے، وہ اپنا نہیں ہے۔ شیبا ٹھیک ہی الزام دیتی ہے کہ تم دونوں بچوں میں تفریق پیدا کرتی ہو۔ ایک کو بھرپور ممتا دیتی ہو اور دوسرے کے لیے صرف زبان سے ممتا کا اظہار کرتی ہو۔ جو ہاتھ سے نکل چکا ہے، اس کے لیے صرف ظاہری پریشانی ہے جو تمہاری نظروں کے سامنے محفوظ ہے، اس کے لیے سچی ہوتی ہو۔"

"مجھے الزام نہ دو۔ میرے دماغ میں آکر دیکھو کہ میں اسے ڈھونڈ نکالنے کی کیسی کیسی کوششیں کر رہی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "فرہاد! تم اتنی دیر سے خاموش کیوں بیٹھے ہو، کیا رسونتی سے باتیں ہو رہی ہیں؟"

رسونتی نے کہا: "میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں جا رہی ہوں، وہاں آؤ۔"

ہم دونوں اس کے دماغ میں پہنچے۔ رسونتی نے کہا: "اتنی دیر سے ہم باتیں کر رہے تھے۔ یہ صاحب مجھے الزام دے رہے ہیں کہ میں صرف اپنے پارس کو چاہتی ہوں اور پارس اول سے دکھاوے کا رشتہ ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے ہنستے ہوئے کہا: "تم اپنے باتوں سے ظاہر کر رہی ہو بے خیالی میں، بے ارادہ اسے اپنا پارس کتنی ہو، کس کے لیے کتنی محبت ہے، اس کا حساب تمہاری زبان کر دیتی ہے لیکن ابھی یہ جھگڑا نہیں ہے۔"

میں نے کہا: "یہی جھگڑا ہے۔ پارس اول سے جسے زیادہ دلچسپی، زیادہ لگاؤ ہے، وہی اسے تلاش کرے اور جسے زیادہ لگاؤ نہیں ہے، وہ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں مصروف رہے۔ رسونتی کو تمہارے ماتحت سے دماغی رابطہ قائم کر کے ان مہمیران تک پہنچنا چاہیے اور ان مہمیران کے ذریعے یہ سپر ماسٹر تک پہنچ سکتی ہے۔ میں بعد میں دیکھوں گا کہ مشین کے سلسلے میں کیا ہو سکتا ہے۔ پہلے میرے لیے پارس اول ضروری ہے۔ اتنا ہی ضروری جتنی کہ میری جان ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں مشین کے سلسلے میں جا رہی ہوں۔ یہ میرے لیے بہتر ہے۔ اگر میں پارس کے لیے کوششیں کرتی رہوں گی، خدانخواستہ میری کوششوں میں کوئی خامی پیدا ہو جائے یا خدانخواستہ اس بچے کو کوئی نقصان پہنچے تو مجھ پر اور زیادہ الزامات عائد کیے جائیں گے۔"

وہ چلی گئی۔ میں تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس اول کے دماغ میں پہنچنا چاہا، اس نے سانس روک لی۔ میں نے پھر ذرا ایک وقفے سے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ اس نے شیبا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ممی! اگر آپ ہیں تو جلدی سے کوڈور ڈز دہرائیے۔"

میں وہ کوڈور ڈز نہیں جانتا تھا۔ اس نے پھر سانس روک لی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "بڑی مشکل ہے۔ میں بیٹے کے پاس جاتا ہوں، وہ سانس روک لیتا ہے۔ شیبا نے اس کے دماغ میں آنے کے لیے کوئی خاص کوڈور ڈز مقرر کیے ہیں، جنہیں سن کر پارس اسے دماغ میں آنے کی اجازت دے دیتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "وہ کوڈور ڈز... ہمیں معلوم ہونے چاہئیں۔ تم وقتاً فوقتاً شیبا کے پاس جاتے رہو۔ پارس سے بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرو۔ دونوں میں سے کوئی نہ کوئی بیمار پڑ سکتا ہے۔ کسی وجہ سے زخمی ہو سکتا ہے۔ کوئی ایسی بات ہو سکتی ہے کہ ان کے دماغ وقتی طور پر کمزور ہو سکتے ہیں۔ ایسے ہی وقت ہمیں بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔"

میں نے اٹھ کھڑا ہو کر اسے چپ رہنے کے لیے کہا، پھر کچھ سوچتے ہوئے کہا: "ابھی پارس مجھ سے کہہ رہا تھا، ممی آپ کوڈور ڈز دہرائیے۔ اتنی دیر تک مجھے اس کے دماغ میں جگہ ملی تھی۔ میں نے ایسے وقت کسی کو کھانستے ہوئے سنا، کوئی مرد کھانس رہا تھا۔"

"یہی تو میں کہتی ہوں۔ دونوں ماں بیٹوں کے دماغ میں آتے جاتے رہو۔ کچھ نہ کچھ ضرور معلوم ہو گا۔"

رسونتی نے آکر کہا: "فرہاد! میں ان مہمیران تک پہنچ گئی ہوں۔ نیا سپر ماسٹر ان میں سے ایک ممبر کا داماد ہے۔ وہ بوڑھا

"میں اپنی بیٹی کو بہت چاہتا ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں بیٹی کے لیے بہت زیادہ چاہت پیدا کی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ اس کی خیریت معلوم کی۔ میں نے نمبر نوٹ کر لیے ہیں اور اس کی بیٹی کی آواز بھی سُن لی ہے۔"

میں نے کہا۔ "اسی طرح آگے بڑھتی رہو۔ سپر ماسٹر تک پہنچ جاؤ گی۔"

"مجھے نہیں، تمھیں پہنچنا چاہیے۔ ابھی اس عورت کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کا شوہر یعنی سپر ماسٹر لباس تبدیل کرنے گھر آ رہا ہے۔"

وہ اعلیٰ پی پی کے ذریعے مجھ سے گفتگو کر رہی تھی۔ اعلیٰ پی پی نے کہا۔ "رسونتی درست کہہ رہی ہے۔ اب تمھیں سپر ماسٹر تک پہنچنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے اس کے وہاں پہنچتے ہی کوئی بات بگڑ جائے۔ تم رسوا ہو گے تو بگڑتی ہوئی بات کو بنانے کی کوشش کرو گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں رسونتی کے دماغ میں آیا۔ اس نے سپر ماسٹر کی والف کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ میں اس کے دماغ میں تھا لہٰذا اس عورت کے دماغ میں بھی پہنچ گیا۔ وہ اپنی جوان بیٹی سے کہہ رہی تھی۔ "نینسی! تمھارے پاپا تمھاری پسند کا لباس پہنتے ہیں۔ جاؤ ان کی الماری سے لباس نکال کر دیکھو کیا انھیں استری کرنے کی ضرورت ہے؟"

نینسی نے کہا۔ "اوہ ممی! پاپا گولف کھیلنے جا رہے ہیں۔ اس کے لیے کوئی خاص اہتمام کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اکثر وہائٹ سوٹ پہن کر جاتے ہیں۔ کھیلنے سے پہلے کوٹ اتار دیتے ہیں۔"

"تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ کھیل یا تفریح کے موقع پر وہ تمھیں ساتھ رکھتے ہیں۔ لہٰذا تمھیں بھی ڈریس چینج کر لینا چاہیے۔"

ان کی باتوں سے پتا چلا۔ بیٹی باپ کے بہت زیادہ قریب ہے لہٰذا میں نینسی کے دماغ میں رہ کر اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔ وہ بہت ذہین تھی۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ اس کا باپ اسے اپنی طرح سیاست میں لانا چاہتا تھا اسی لیے ہمیشہ ساتھ رکھتا تھا لیکن سپر ماسٹر کا عہدہ ایسا تھا کہ اس میں کسی کو رازدار نہیں بنا سکتا تھا۔ نینسی کو یہ نہیں معلوم تھا کہ اس کا باپ سپر ماسٹر ہے۔ بس اتنا معلوم تھا کہ اسی اعلیٰ عہدے پر باپ کی ترقی ہوئی ہے۔

میں نے تھوڑی دیر کے لیے اس سے رابطہ ختم کیا۔ آرمر کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "پارس اوّل کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟"

"میرے بھائی! ابھی کسی نہ کسی طور مصروف ہیں۔ اپنی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اسے ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا کچھ کہنے کے لیے اجازت کی ضرورت ہے؟"

"یہاں سے تو اجازت نہیں ملے گی اس لیے آپ سے کہہ رہا ہوں۔ مجھے اس ادارے سے باہر جانے دیں۔ میں خود سے تلاش کروں گا۔"

"تم نے عملی زندگی بہت کم گزاری ہے۔ تمھارے مزاج میں دوستی اور محبت ہے۔ تم دشمنوں کی چالوں کو نہیں سمجھ پاتے۔ یہ بھی اُن کی ایک چال ہے کہ پارس کو اغوا کر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کی تلاش میں ادارے سے باہر آنے پر مجبور کیا جائے۔ تمھیں رسونتی اور جو جو کو اس پناہ گاہ سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ ایسی پیچیدہ چالیں میری سمجھ میں نہیں آتیں لیکن مجھے کمتری کا احساس ہوتا ہے کہ میں ایسے وقت اپنے پارس اوّل کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ جو جو کی آنکھ میں آنسو دیکھتا ہوں تو تڑپ جاتا ہوں۔ سوچتا ہوں، ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے کچھ نہیں ہو گا۔"

"بہت کچھ ہو گا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے بیٹھے ہی بیٹھے ساری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں۔ تم ہر ایک سے دماغی رابطہ قائم کرتے ہو اور رپورٹ لیتے ہو کہ پارس اوّل کو تلاش کرنے کے سلسلے میں کون کیا کر رہا ہے اور کہاں تک اُمید مستحکم ہو رہی ہے۔ کوئی خاص بات ہو تو مجھ سے رابطہ قائم کرنا۔ میں دوسری جگہ مصروف ہوں۔"

میں پھر نینسی کے پاس پہنچا۔ وہ لباس تبدیل کر چکی تھی۔ اپنے باپ سے باتیں کر رہی تھی۔ گویا مجھے سپر ماسٹر تک پہنچا رہی تھی۔ وہ کمرے میں تھی اور سپر ماسٹر اسٹور روم میں لباس تبدیل کرتے ہوئے اس کی باتوں کا جواب دے رہا تھا۔ میں نے نینسی کے دماغ میں ٹرانسفارمر مشین کا خیال پیدا کیا۔ اس نے کہا۔ "پاپا! آپ اس خفیہ ٹیم میں شامل ہونے والے تھے جو ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں ترتیب دی جا رہی تھی۔ کیا آپ شامل ہو چکے ہیں؟"

سپر ماسٹر نے تعجب سے پوچھا۔ "تمھیں یہ خیال کیوں آیا؟"

"آپ نے شاید ایک برس پہلے مجھ سے یہ بات کہی تھی۔ میں تو بالکل ہی بھول چکی تھی۔ میں اکثر فرہاد علی تیمور کے متعلق سنتی بھی ہوں اور پڑھتی بھی ہوں۔ وہ بہت خطرناک ہے۔ کیا وہ خطرناک نہیں ہے؟"

"ہاں بیٹے! مگر وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"اوہ نو پاپا! آپ مجھے تعلیم دیتے ہیں کہ سیاست کے میدان میں کسی کو کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ ہر مقابل ہمارے لیے خطرناک ہوتا ہے اور یہی دیکھ کر اس کے خلاف داؤ پیچ آزمانا چاہیے۔"

"بے شک، میں یہ نہیں کہتا کہ فرہاد علی تیمور خطرناک نہیں ہے لیکن اس کے خلاف ہماری ٹیم بہت ہی منظم اور مستحکم ہے۔ ہمنے اس سے ٹرانسفارمر مشین چھینی ہے گویا شیر کے منہ سے نوالہ چھین

لیا ہے۔ ہم اسے نادان اور کمزور نہیں سمجھتے۔ اسی لیے ہمہ وقت مستعد رہتے ہیں اور یہی ہماری کامیابی ہے۔"

"کیا فرہاد سے مقابلہ کرنے کے لیے سانس روکنا ضروری... ہوتا ہے؟"

وہ اسٹور روم سے باہر آیا۔ پھر حیرانی سے بولا۔ "یہ تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ آپ نے فرہاد علی تیمور کا جو ریکارڈ اپنی میز پر رکھا ہوا تھا، میں نے اس میں پڑھا ہے کہ کیا یہ سچ ہے پاپا؟"

"ہاں بیٹے! سچ ہے مگر تم ایسے سوالات کیوں کر رہی ہو؟"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے، آپ سگار پیتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں۔ آپ تو سانس نہیں روک سکتے۔ اگر وہ دشمن آپ کے سامنے آئے گا تو آپ کیسے مقابلہ کریں گے؟"

اس نے ہنستے ہوئے بیٹی کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "فی الحال اس خفیہ ٹیم تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ فرض کرو، اگر فرہاد پہنچ بھی جائے تو اس ٹیم کے بڑے لوگوں سے مقابلہ کرے گا۔ میں تو ایک بہت ہی معمولی آفیسر ہوں۔"

"ہمارے پاس دولت ہے، عزت ہے، شہرت ہے، کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ آپ اس ملازمت سے استعفیٰ دے دیں۔"

"میری ملازمت کے آخری دو سال رہ گئے ہیں۔ استعفیٰ دینا نادانی ہو گی۔"

اس نے قریب آ کر بیٹی کے شانے تھپتھپاتے ہوئے محبت سے کہا۔ "تم میرے لیے اتنی فکرمند ہوتی ہو تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ یہ سوچ کر بہت خوشی ہوتی ہے کوئی مجھے اس قدر چاہنے والی ہستی ہے۔"

"آپ مجھے کتنا چاہتے ہیں؟"

"میری جان! تمھیں اپنی جان سے زیادہ چاہتا ہوں۔"

باپ بیٹی پیار و محبت کی باتیں کرتے ہوئے ایک کار میں آ کر بیٹھ گئے تھے اور گولف پارک کی طرف جا رہے تھے۔ مجھے اچھی طرح یقین ہو گیا تھا سپر ماسٹر سانس روکنا نہیں جانتا ہے۔ نینسی نے ٹھیک ہی کہا تھا جو شخص سگار پیتا ہو اور شراب پیتا ہو وہ کبھی سانسوں پر قابو نہیں پا سکتا۔ میں بڑی آسانی سے نئے سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ ٹرانسفارمر مشین اسی تہ خانے میں رکھی ہوئی تھی جہاں ایک بار جو جو کو اغوا کر کے پہنچایا گیا تھا۔ انھیں اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ ہم دوبارہ اس خفیہ تہ خانے تک پہنچ سکیں گے۔ پہلی بار ہم نے وہاں تک پہنچنے کے لیے جو جو کے دماغ کا سہارا لیا تھا۔ اب وہاں کا نظام کچھ بدل گیا تھا۔ سپر ماسٹر کو بھی اس تہ خانے میں جانے کی اجازت نہیں تھی لیکن وہ بدستور وہاں کا انچارج تھا۔ اس مشین کی حفاظت کے لیے پانچ آدمیوں کی خفیہ ٹیم بنائی گئی تھی جن میں ایک سپر ماسٹر تھا۔ باقی چار افراد سپر ماسٹر کی اجازت کے بغیر اس تہ خانے میں داخل نہیں ہو سکتے تھے اور اجازت دینے والا سپر ماسٹر خود بھی وہاں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سانس روکنا نہیں جانتا تھا۔ جب کہ باقی چار افراد یوگا کے ماہر تھے۔ ان کے دماغوں میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں آ سکتا تھا۔

ان چاروں میں سے دو شخص بہت ہی تجربہ کار مکینک تھے، وہی اس ٹرانسفارمر مشین کو آپریٹ کرتے تھے اور اس کی دیکھ بھال کرتے رہتے تھے۔ باقی دو افسران ان تجربہ کار مکینکوں کی نگرانی کرتے تھے۔ وہ چاروں اس خفیہ تہ خانے میں داخل ہونے سے پہلے سپر ماسٹر کو اپنے متعلق رپورٹ دیتے تھے۔ وہاں داخل ہونے کا وقت لکھتے تھے۔ پھر ایک ایکسرے روم سے گزرتے تھے۔ اس روم سے باہر ایک ٹیلی اسکرین تھی — اگر ان کے لباس وغیرہ میں کوئی ایسی قابلِ اعتراض چیز چھپی ہوتی تو وہ اسکرین پر نظر آ جاتی۔ اسی طرح جب وہ تہ خانے سے باہر نکلتے تو اسی ایکسرے روم سے گزرتے۔ اس طرح پتا چل جاتا کہ وہ اس تہ خانے سے کوئی چیز تو نہیں لے جا رہے ہیں۔

ایسی احتیاطی تدابیر اس لیے کی گئی تھیں کہ اس سے پہلے سابقہ سپر ماسٹر، میجر برانٹ، کرنل جم اور جنرل ڈیکو رالنے غداری کی تھی اور وہاں سے مشین کا نقشہ لے گئے تھے پھر خود ایک نئی مشین تیار کی تھی۔

وہ چاروں افراد تہ خانے میں جانے کے بعد جس طرح مشین کو آپریٹ کرتے تھے، اسے آزماتے تھے اور اس کے ذریعے سرکاری مفادات کی خاطر جو کام کرتے تھے اس کی مکمل رپورٹ لکھتے تھے۔ سپر ماسٹر وہ تمام رپورٹ پڑھتا تھا۔ پھر اسے اعلیٰ حکام تک پہنچا دیتا تھا۔

اگرچہ سپر ماسٹر تہ خانے کے اندر نہیں جاتا تھا لیکن اسے ساری رپورٹ ملتی رہتی تھی اور وہ رپورٹ مجھے اس کے دماغ سے مل رہی تھی۔ انھوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے سلسلے میں جلد بازی نہیں کی جائے گی۔ جب تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ملے گا اس وقت تک وہ اپنے خاص لوگوں کو کمپیوٹرمین بنائیں گے۔

کمپیوٹرمین کا مطلب ہے ایسا شخص جو ہر بات کا جواب برق رفتاری سے دے۔ ہر پیچیدہ مسئلے کو چشم زدن میں سلجھا دے۔ وہ اتنا حساس ہو کہ جنرل ڈیکو رالی کی طرح دور کی آواز سن کر چونک جائے اور یہ بتا دے کہ آدمی آ رہا ہے، جانور آ رہا ہے یا کوئی گاڑی چل رہی ہے۔ یہ کوئی حیرت انگیز اور غیر معمولی بات نہیں

ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو اتنا حساس بنایا ہے کہ وہ دور کی آواز سن لیتے ہیں، آنکھوں کو ایسی بینائی عطا کی ہے کہ وہ اندھیرے میں کسی کو واضح طور پر نہ دیکھیں مگر کسی حد تک دیکھ لیتے ہیں، اسی طرح کسی چیز کو سونگھ کر بتا دیتے ہیں کہ کون سی چیز مضر رساں ہے۔ کون سی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی اور کون سی چیز جان لیوا ہو سکتی ہے۔

سپر ماسٹر کی ٹیم نے ایسے غیر معمولی افراد کو تلاش کیا تھا اور ان کی تمام صلاحیتیں اپنے خاص لوگوں کے دماغوں میں منتقل کر رہے تھے۔ انھوں نے بارہ ایسے خاص افراد کا انتخاب کیا تھا جو جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند تھے۔ ان بارہ افراد کی عمر بیس سے تیس برس تک تھی، ان میں سے دو شخص ماہر نجومی بن چکے تھے۔ ہماری دنیا میں ایسے نجومی، قیافہ شناس اور علم الاعداد کے ماہر گزرے ہیں جو اپنے علم کے ذریعے سچی پیشگوئیاں کرتے تھے۔ ایسے ماہر افراد آج بھی ہیں اور ایسے ہی لوگوں کو تلاش کر کے ان کی تمام صلاحیتیں اپنے وفادار آدمیوں میں منتقل کر چکے تھے۔ باقی دس میں چار افراد کو ٹوپوگرافی بنایا جا رہا تھا۔ ایسے ماہر سیاست دان جو اپنے ملک کی خارجہ پالیسی کے مطابق کسی بھی چھوٹے یا بڑے ملک کو سیاسی چکروں میں الجھا سکتے تھے۔ ایسے ماہر سیاست دانوں کی تمام دماغی صلاحیتیں ان چار آدمیوں میں منتقل ہو چکی تھیں۔

یوں تو بارہ افراد دماغی اور جسمانی طور پر نہایت صحت مند تھے لیکن باقی چھ افراد باڈی بلڈر تھے۔ جدید انداز میں لڑنے کا فن جانتے تھے۔ ایسے افراد کے حواس خمسہ کو غیر معمولی بنایا جا رہا تھا۔ وہ ذہانت اور حاضر دماغی میں کمپیوٹر کی طرح تیز رفتار بنائے گئے تھے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان بارہ افراد کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر کسی وجہ سے ان میں سے کوئی بیمار پڑ جاتا، زخمی ہو جاتا یا سانس روکنے کے قابل نہ رہتا تب بھی ان کی غیر معمولی حس بیدار رہتی۔ جیسے عام طور پر بھٹی حس کہا جاتا ہے۔ وہ ایسے سنگدل اور غیر معمولی قوت برداشت کے حامل تھے کہ اگر بندوق کی گولی ان کے جسم میں پیوست ہو جاتی تو وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے جسم کے اس حصے کو چیر کر گولی نکال سکتے تھے۔ اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تکلیف کو حیرت انگیز طور پر برداشت کر لیتے تھے۔ اس ٹرانسفارمر مشین کا یہی فائدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چند لوگوں کو حیرت انگیز بنایا، وہ مشین ان کے ذریعے دوسروں کو حیرت انگیز بنا رہی تھی۔

آئندہ یہ عجوبے کیا گل کھلانے والے تھے، یہ بعد میں بیان کروں گا۔ فی الحال دو اہم باتیں بتا دوں۔ ایک تو یہ کہ دو نجومیوں نے ہمارا نائچہ بنایا تھا اور ہمارے متعلق پیشگوئیاں کرتے آ رہے تھے اور وہ پیشگوئیاں بڑی حد تک درست ثابت ہوتی رہی تھیں۔ ان میں سے چند باتیں غلط ہوئی تھیں، سپر ماسٹر دیوں نے مجھے اور رضا کو اغوا کرنے کے بعد یہ بات راز میں رکھی تھی لیکن ان میں سے ایک نجومی نے یہ بتا دیا تھا کہ میں کہیں قیدی کی زندگی گزار رہا ہوں، میری قید کی مدت ایک برس سے پانچ برس تک ہو گی۔ موجودہ سال فرہاد علی تیمور پر بہت بھاری ہے۔ وہ ایک برکٹے پرندے کی طرح پھڑپھڑاتا رہے گا اور کچھ نہیں کر سکے گا۔

اس نجومی نے کہا "فرہاد کو قید کی صعوبتیں برداشت کرنا چاہئیں اگر وہ رہائی کے سلسلے میں جلد بازی کرے گا تو اس کی اولاد پر مصیبت آئے گی۔ اس کی اولاد میں سے جو اس کا اپنا خون ہو گا وہ اس سے بچھڑ جائے گا۔" اس پیشگوئی نے مجھے چونکا دیا تھا۔ آج تک ہم یہ فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ وہ دو میں سے کون پارس ہمارا اپنا خون ہے۔ اس نجومی کی پیشگوئی کے مطابق میرا اپنا خون بچھڑنے والا تھا اور پارس اول بچھڑ چکا تھا۔

لیکن کسی نجومی کی پیشگوئی کسی حد تک صحت مند اور قابل اعتماد ہو سکتی ہے؟ اس حد تک یہ درست ہے کہ میرے ہاں پہلے ہی میرا بیٹا پارس اول مصیبت میں مبتلا ہو گیا تھا۔ مجھ سے بچھڑ گیا تھا لیکن اس نجومی کی یہ پیشگوئی غلط ہو گئی کہ مجھے رہائی دلانے والی دو عورتوں میں سے ایک مر جائے گی اور دوسری دشمنوں کی قید میں رہ جائے گی جب کہ اعلیٰ بی بی اور سونیا دونوں ہی میرے ساتھ بخیریت واپس آ گئی تھیں، سونیا ادارے میں محفوظ تھی اور اعلیٰ بی بی میرے ساتھ تھی۔

ہم چاہتے تھے اصل پارس کی نشاندہی ہو جائے لیکن عام طور پر نجومیوں کی ایک بات درست ہوتی ہے تو دس باتیں غلط ہوتی ہیں اور جو ماہر نجومی ہوتے ہیں ان کی ایک بات درست ہوتی ہے تو ایک بات ضرور غلط ہوتی ہے۔ ایسے میں یہ یقین سے کیسے کہا جا سکتا تھا کہ پارس اول کے سلسلے میں ان کی پیشگوئی درست ہے۔

دوسرے نجومی نے پیشگوئی کی تھی کہ شیبا اور پارس کا گٹھ جوڑ ہو گا۔ وہ اپنے ماں باپ سے طویل عرصے کے لیے بچھڑ جائے گا، دشمنوں کے سائے میں زندگی گزارے گا لیکن دشمنوں کے لیے بھی گلے کی ہڈی بن جائے گا۔ اس کی دوسری پیشگوئی یہ تھی کہ شیبا زیادہ عرصے تک پارس کے ساتھ نہیں رہ سکے گی۔ وہ ایک موقع پر دل برداشتہ ہو کر خودکشی کر لے گی۔

دونوں نجومیوں کی مشترکہ پیشگوئی یہ تھی کہ پارس جہاں الدین سے بچھڑے گا وہیں رہے گا۔ دشمن اسے ملک کی سرحد سے باہر نہیں لے جا سکیں گے۔ دونوں نجومیوں نے سپر ماسٹر کو مشورہ دیا تھا، پارس کو حاصل کرنے کے لیے اپنے آدمی پیرس روانہ کر دیے جائیں۔ اس سلسلے میں محتاط حکمت عملی کی ضرورت ہے۔ اگر وہ ہاتھ آئے گا تو اس کے ساتھ جو جو بھی آئے گی، اس طرح ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

میں نے یہ تمام باتیں اعلیٰ بی بی کو بتائیں، اس نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ سپر ماسٹر کے آدمی پارس اول کو حاصل کرنے پیرس آئیں گے۔"

"ہاں، ایک نجومی پہلے ہی یہاں پہنچ چکا ہے، باقی ایک سیاست دان اور دو سیکرٹ ایجنٹ کل صبح کی فلائیٹ سے آ رہے ہیں۔ میں نے جن چھ باڈی بلڈرز کا ذکر کیا ہے ان میں سے دو سیکرٹ ایجنٹ ہیں، باقی چار اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر یہ دو نام ہوئے تو دوسرے بھی یہاں پہنچیں گے۔"

"فرہاد! کیا ہم بھی ان نجومیوں کی پیشگوئی پر یقین کر لیں کہ ہمارا پارس اسی ملک میں یا اسی شہر میں ہے؟"

"مجھے پورا یقین نہیں ہے لیکن کسی نجومی کی بات کو کچھ نہ کچھ تو اہمیت دینا ہی چاہیے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ان کی ایک پیشگوئی غلط ہوئی، اللہ کرے دوسری بھی غلط ہو۔ شیبا خودکشی کرے گی، اسے ذہن تسلیم نہیں کرتا، وہ زندگی سے بہت پیار کرتی ہے، وہ ذہین ہے، حالات سے مقابلہ کرنا جانتی ہے۔"

"تنویمی عمل کے زیر اثر آنے کے بعد ذہانت کہاں رہتی ہے۔ یہ سوچ کر مجھے دکھ ہو رہا ہے کہ وہ کم بخت عامل تنویمی عمل کے ذریعے کہیں اسے خودکشی پر مجبور نہ کر دے۔ اور اس طرح نجومیوں کی پیشگوئی درست ہو جائے۔"

"اوہ فرہاد! یہ تو بہت برا ہو گا۔ ہمیں پارس کے ساتھ ساتھ شیبا کو بہت زیادہ اہمیت دینا ہو گی۔"

"میں شروع سے اسے اہمیت دیتا آ رہا ہوں لیکن کیا کروں، وہ اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتی۔ اگر ایک بار مجھے اس کی نیند کے دوران اس کے اندر پہنچنے کا موقع مل جائے تو میں اس عامل کے علم کو ختم کر دوں گا۔ اسے خودکشی کے مقام تک نہیں پہنچنے دوں گا لیکن مجھے یہ موقع نہیں مل رہا ہے۔"

اگرچہ میں نے بڑی اہم معلومات حاصل کی تھیں لیکن حالات بڑے مایوس کن تھے۔ شیبا کے متعلق پیشگوئی سن کر دکھ ہو رہا تھا۔ فی الحال ہم کوئی دوا نہیں کر سکتے تھے۔ دعا ہی کر سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس پیشگوئی کو کبھی پورا نہ ہونے دے۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "ٹرانسفارمر مشین کا سراغ مل چکا ہے، کیا اب بھی میرا امریکا جانا ضروری ہے؟"

"فی الحال ضروری نہیں ہے۔ سپر ماسٹر کے آدمی یہاں آ رہے ہیں، تم ان کے پیچھے لگی رہو گی۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کا تعاقب نہیں کر سکوں گا۔ وہ کمپیوٹرمین ہیں، بہت حساس ہیں۔"

"ان کے متعلق کچھ اور بتاؤ، میں انھیں کیسے پہچانوں گی؟"

"وہ نجومی ہوٹل ڈی روز میں ٹھہرا ہوا ہے۔ کل آنے والوں میں ایک کا نام آدم گرین برگ ہے، یہ ایک سیاست دان اور پلان میکر ہے۔ اس کے ساتھ آنے والے دو خطرناک کمپیوٹرمین اس کے پلان پر عمل کرتے رہیں گے۔ ان میں سے ایک کمپیوٹرمین کا نام بروس مارٹن اور دوسرے کا نام رابرٹ رینگھم ہے۔ وہ دونوں ٹاور ایم سی اے کی عمارت میں قیام کریں گے۔"

"یہاں کی ایٹلی جنس والوں سے کہو، میرے لیے ایک فرضی نام سے جعلی پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کریں۔ ان کے مطابق میں بھی وائی ایم سی اے کے ایک کمرے میں قیام کروں گی۔ ان کے متعلق اور کوئی خاص بات بتاؤ؟"

"ایک دلچسپ بات یہ ہے، وہ اپنے ساتھ سولہ یا سترہ برس کا ایک جوان لا رہے ہیں۔"

"یعنی پارس ان کے ہاتھ آئے گا تو وہ اس جوان کی جگہ اسے یہاں سے لے جائیں گے، وہ پوری تیاریوں کے ساتھ آ رہے ہیں، ہم بھی جوابی چال چلیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم بھی ایک نوجوان کو تیار رکھیں گے، کمپیوٹرمین جسے ساتھ لائے ہیں ہم اس کی جگہ اپنا جوان پہنچا دیں گے۔ اس طرح وہ جب بھی اسے پارس کی تلاش کے لیے ساتھ لے جائیں گے تم خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں رہو گے۔ تمھیں معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ دونوں کمپیوٹرمین کیا کر رہے ہیں، میں ہر جگہ ان کا تعاقب نہیں کر سکوں گی۔"

میں نے اس پہلو پر غور کیا، پھر پوچھا "تمھارا کیا خیال ہے، ہم ان کے ساتھ آنے والے نوجوان کے دماغ میں نہیں پہنچ سکیں گے؟"

"میں یقین سے کہتی ہوں، اس نوجوان کے دماغ کو حساس بنایا گیا ہو گا تاکہ خیال خوانی کرنے والے اس کے ذریعے ان کے حرکات و سکنات پر نظر نہ رکھ سکیں۔"

میں نے رسونتی اور آرمر کو اپنے دماغ میں بلایا، پھر کہا "ادائے میں ایک ایسے سولہ یا سترہ برس کے نوجوان کا انتخاب کرو جو قد اور جسامت اور چہرے کے اعتبار سے ہمارے پارس اول سے مشابہت رکھتا ہو۔ سپر ماسٹر کی ٹیم یہاں پہنچ رہی ہے اور وہ پارس کے اطراف اپنا گھیرا تنگ کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ پارس سے مشابہت رکھنے والے ایک جوان کو ساتھ لا رہے ہیں۔ اس جوان کا نام جانی بابا ہے۔ میں سپر ماسٹر کے دماغ

سے جانی بابا کے متعلق تفصیلات معلوم کرتا جاؤں گا اور تم دونوں کو بتاتا جاؤں گا۔ تم وہ پوری تفصیلات نوٹ کرتے جاؤ گے۔"

رسونتی نے کہا۔ "ہم ایسے ایک جوان کا انتخاب کریں گے، تم اس سے کیا کام لینا چاہتے ہو؟"

"دشمن جسے لا رہے ہیں، ہم اس کی جگہ اپنے جوان کو رکھیں گے۔ اس کے لیے تمہیں اس لڑکے پر کچ رات تنویمی عمل کرنا ہوگا۔ جتنی تفصیلات میں بتاؤں گا وہ سب اس کے ذہن میں نقش کر دینا، اور تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو حساس بنا دینا تاکہ شیبا اسے ٹریپ نہ کر سکے۔ ہم مخصوص کوڈ ورڈز کے ذریعے اس سے رابطہ رکھیں گے۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "کیا تم سپر ماسٹر کے پاس جا رہے ہو؟"

"ہاں، اس کے دماغ کو پڑھتا جاؤں گا اور تمہیں بتاتا جاؤں گا۔"

"کیا میں بھی اس کے دماغ میں آؤں؟"

"تمہیں اور آرمر دونوں کو اس کے دماغ میں جگہ بنا لینا چاہیے لیکن تم دونوں فوراً واپس جاؤ گے تاکہ ایک فرضی جانی بابا کا انتخاب کر سکو۔"

وہ دونوں میرے ذریعے سپر ماسٹر تک پہنچ گئے پھر واپس چلے گئے۔ سپر ماسٹر نے گولف کھیلنے کے بعد اپنی مینی نیسی کے ساتھ کلب میں لنچ کیا۔ اس کے بعد اسے گھر چھوڑتا ہوا ایک ایسی سرکاری عمارت میں پہنچا جہاں ایک خفیہ ریکارڈ روم تھا۔ وہاں چھ کمپیوٹر مین چار سیاست دان اور دو نجومیوں کے متعلق پورا تفصیلی ریکارڈ موجود تھا۔ ان کے علاوہ ایک نوجوان کے متعلق بھی تفصیلات موجود تھیں۔ اس جوان کا پارس سے موازنہ کرنے کے لیے پارس کے متعلق بھی بہت سا مواد اکٹھا کیا گیا تھا۔

جن دنوں پارس شیبا کے ساتھ تل ابیب میں تھا اور آزادی سے گھومتا تھا، ایسے وقت تیودی سراغ رسانوں نے خفیہ طور پر اس کے وڈیو کیسٹ تیار کیے تھے۔ اس کی نشست و برخاست، اس کی بول چال تک ریکارڈ کی گئی تھی۔ بڑے بڑے ممالک بڑی بڑی قیمتیں ادا کر کے ایسی معلومات ایک دوسرے سے خریدتے رہتے ہیں۔ سپر ماسٹر نے بھی پارس اوّل کے وڈیو کی ایک نقل یہودیوں سے خرید لی تھی۔

سپر ماسٹر میری مرضی کے مطابق سوچ رہا تھا۔ کل دو کمپیوٹر مین اس آٹھ سالہ جانی بابا کے ساتھ پیرس پہنچ جائیں گے۔ مجھے پھر جانی بابا کا ریکارڈ اچھی طرح پڑھ لینا چاہیے تاکہ کوئی بات رہ گئی ہو تو میں انھیں بروقت اطلاع دے سکوں۔"

وہ اسی سوچ کے تحت خفیہ ریکارڈ روم میں گیا تھا۔ جانی بابا کا وڈیو کیسٹ ایک وی سی آر میں لگا رہا تھا۔ اسے ٹی وی سکرین پر دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے رسونتی اور آرمر سے کہا۔ "سپر ماسٹر کے دماغ میں چلے آؤ۔ اس وقت جانی بابا کے متعلق ضروری معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ کاغذ قلم لے کر بیٹھو اور انھیں نوٹ کرتے جاؤ۔"

وہ دونوں سپر ماسٹر کے دماغ میں آ گئے۔ اس نے اپنا وی سی آر میں پارس اوّل کا کیسٹ سیٹ کیا تھا۔ دونوں اس کی ٹی وی اسکرین آن ہو گئے تھے۔ ایک پر پارس اوّل جو جوان نظر آ رہا تھا، دوسرے میں جانی بابا دکھائی دے رہا تھا۔ جوں کا توں۔ ہمیشہ پارس اوّل کے ساتھ رہتی تھی اس لیے وہ وڈیو کیسٹ کے سلسلے میں بھی ایک تفصیلی رپورٹ بن گیا تھا۔ اسی وقت سپر ماسٹر نے دو ڈمی جو جوا اور دو ڈمی پارس اوّل تیار کیے تھے۔ انھیں ابھی طرح ٹریننگ دی تھی۔ جانی بابا بالکل پارس کی طرح ہی اسی کی طرح بولتا تھا۔ وہی لب و لہجہ اختیار کرتا تھا۔ سپر ماسٹر پلان میکر آدم گرین برگ کے پلان کے مطابق جانی بابا اپنے اصل روپ میں سپر ہیرس پہنچے گا۔ لیکن جب پارس اوّل آ جائے گا تو پارس کی جگہ لے گا۔ ایسے وقت اسے اغوا کرنے والے اور قید میں رکھنے والے اس پر شبہ نہیں کر سکیں گے، کیوں کہ وہ پارس کی طرح چلتا پھرتا اور بالکل اسی کے لہجے اور انداز میں گفتگو کرتا ہے۔

سپر ماسٹر کی خفیہ ٹیم نے اس ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے بڑے اعلیٰ دماغ پیدا کیے تھے بلکہ انسانی دماغ کو کمپیوٹر بنا دیا اور ان میں سے چھ کمپیوٹر مین کہلاتے تھے۔ پھر ان کے ساتھ موجود تھے، پھر نجومی بھی تھے جنھوں نے یہ سچی پیشگوئی کی تھی کہ ہم سے بچھڑ چکا ہے۔ دشمنوں کے نرغے میں ہے، فی الحال ہے لیکن پیرس کی حدود میں ہے۔ اتنے قابل اور باصلاحیت پارس کو حاصل کرنے کے لیے یہاں پہنچے ہوئے تھے لیکن ایک کو فراموش کر رہے تھے۔ انھوں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ جانی بابا پارس کی جگہ لے گا اور ایسے میں شیبا دماغی رابطہ قائم کرے گی۔ اپنے پارس اوّل کو یہودیوں کے پاس نہیں بلکہ سپر ماسٹر کے پاس دیکھے گی۔ ایسے میں وہ اپنے یہودی جاسوسوں کو ان کے لگا دے گی۔ ان کے لیے خود ایک دیوار بن جائے گی۔ یا را کو پیرس سے نکال لے جانے کا کبھی موقع نہیں دے گی۔

ایک پلان میکر اور دو کمپیوٹر مین سے یہ توقع نہیں تھی کہ انھوں نے اتنے اہم پہلو کو فراموش کر دیا ہوگا۔ یقیناً میں بھی کچھ سوچ رکھا ہوگا۔ یہ بات سپر ماسٹر کو معلوم نہیں تھی۔ میں کچھ معلوم نہ کر سکا۔ آنے والا وقت ہی بتا سکتا ہے کہ شیبا کیا کرے گی تو وہ پلان میکر اور دو کمپیوٹر مین کیا کریں گے اور کس طرح

کو سپر ماسٹر کے پاس پہنچائیں گے۔

ادائے میں رسونتی اور آرمر نے ایک سولہ برس کے ایسے لڑکے کا انتخاب کر لیا تھا جو پارس اوّل سے مشابہت رکھتا تھا۔ وہ اس پر تنویمی عمل کرنے والی تھی اور اس سلسلے میں پہلے جناب شیخ صاحب سے مشورے لے رہی تھی اور تمام اہم نکتے نوٹ کر رہی تھی کہ اس لڑکے کے دماغ میں کون کون سی باتیں نقش کرنا چاہئیں۔

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "مجھے رسونتی پر ترس آتا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیوں ترس آتا ہے؟"

"وہ جب سے پارس کی ماں بنی ہے، دھوکا کھاتی آ رہی ہے۔ اکثر پرائے بچوں کو پارس سمجھ کر اپنے سینے سے لگاتی رہی۔ بعد میں پتا چلا، وہ اس کا اپنا بیٹا نہیں تھا۔ اس کا بیٹا تو کہیں دوسری جگہ ہے۔ اس بار اگر نجومی کی پیشگوئی درست ہے تو اس کا مطلب ہے پارس اوّل تمہارا اپنا بیٹا ہے اور رسونتی آج بھی پارس دوم کو کلیجے سے لگائے دھوکا کھا رہی ہے اور اپنے بیٹے کو نظر انداز کر رہی ہے۔"

"میں دعا کرتا ہوں، ایسا نہ ہو۔ بے چاری نے بہت دھوکے کھائے ہیں۔ خدا کرے، جسے کلیجے سے لگائے ہوئے ہے، وہی اس کا بیٹا ثابت ہو۔"

دوسرے دن سپر ماسٹر کی ٹیم پہنچ گئی۔ ہم نے فرانس کی انٹیلی جنس والوں سے کہہ دیا تھا کہ ان کی تکمیلی نہ کی جائے، انھیں ذرا بھی شبہ ہوگا تو وہ بہت زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔ میں نے بابا صاحب کے اداسے کے جاسوس ان کے پیچھے لگا دیے تھے۔ میں انھیں دیکھنے کے لیے ائیر پورٹ گیا تھا۔ وزیٹرز لابی میں کھڑے ہو کر۔ دربین کے ذریعے انھیں دیکھتا رہا اور اچھی طرح پہچانتا رہا۔ انھیں پہچاننے کے لیے جانی بابا کافی تھا۔ وہ قد و قامت میں پارس سے مماثلت رکھتا تھا۔ اسی کے انداز میں چل رہا تھا۔ اس کے آس پاس جو باڈی بلڈر قسم کے تگڑے جوان دکھائی دے رہے تھے، وہ بروس مارٹن اور رابرٹ ریگو ہی ہو سکتے تھے۔

انھوں نے آتے ہی اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ وائی ایم سی اے میں دو کمرے حاصل کیے تھے۔ رینٹل کار کے ایک دفتر میں فون کر کے اپنے لیے دو کاریں مخصوص کرائی تھیں۔ جانی بابا، بروس مارٹن کے ساتھ رہتا تھا، وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد ہوٹل سے نکل آئے۔ ایک کار میں رابرٹ ریگو روانہ ہو گیا، دوسری میں جانی بابا، بروس مارٹن کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اعلیٰ بی بی اسی عمارت میں موجود تھی، ہمارے دو جاسوس دو مختلف گاڑیوں میں ان کا تعاقب کرنے کے لیے موجود تھے۔ اگر تعاقب طویل ہو جاتا تو وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے جاسوس ساتھیوں کو اطلاع دیتے کہ فلاں جگہ سے گزر رہے ہیں، وہاں سے وہ تعاقب شروع کریں تاکہ انھیں بار بار ایک ہی کار اپنے پیچھے نظر نہ آئے۔

اس طرح پتا چلا کہ وہ تینوں یہودیوں کی مختلف عبادت گاہوں میں گئے تھے۔ جمعے کا دن تھا۔ یہودیوں کے ہر سینا گوگ میں اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ رابرٹ ریگو، بروس مارٹن اور جانی بابا بیک وقت تین مختلف سینا گوگ میں گئے تھے۔ ان کے لباس میں ایسے آلات چھپے ہوئے تھے جن کے ذریعے وہ دیواروں میں چھپے ہوئے چور دروازوں اور تہ خانوں کا سراغ لگا سکتے تھے۔ یہ باتیں ہمیں بعد میں معلوم ہوئی تھیں کہ وہ کیسے کیسے ہتھیار اور خفیہ آلات اپنے لباس میں چھپائے رکھتے تھے۔

رسونتی اور آرمر نے ایک فرضی جانی بابا تیار کر لیا تھا۔ پچھلی رات اس پر تنویمی عمل بھی کیا گیا تھا۔ پھر صبح دس بجے تک اسے میرے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔ میں نے اس سے مصافحہ کر کے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو ماسٹر بلیو! کیا تم جانی بابا کا رول ادا کرنے کے لیے بالکل تیار ہو؟"

"یس انکل! آپ مجھے آزما کر دیکھ لیں۔"

میں اسے اپنی کار میں بٹھا کر شہر میں گھوم رہا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے ان تینوں کی مصروفیات کے متعلق معلوم کرتا جا رہا تھا۔ جب مجھے پتا چلا کہ جانی بابا ایک سینا گوگ میں پہنچا ہوا ہے تو میں ماسٹر بلیو کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ اسے راستے میں سمجھاتا رہا کہ فی الحال اسے ماسٹر بلیو ہی بن کر رہنا ہے اور جانی بابا سے ذرا فاصلہ رکھ کر اس کی اچھی طرح اسٹڈی کرتے رہنا ہے۔ وہ کس طرح چلتا پھرتا ہے۔ کس طرح بولتا ہے، کس طرح کسی بات پر منہ بناتا ہے یا آنکھوں سے کس طرح ردِ عمل ظاہر کرتا ہے۔

ماسٹر بلیو میرے پاس سے چلا گیا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر اسے سینا گوگ کے احاطے میں داخل ہوتے دیکھ رہا تھا۔ وہ اطمینان سے چلتا ہوا اندر گیا۔ پھر اسے جانی بابا نظر آ گیا۔ وہ ایک دیوار کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ اس کا ہاتھ دیوار سے لگا ہوا تھا اور ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی بتا رہی تھی کہ اس دیوار میں کوئی چور دروازہ نہیں ہے۔ یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا، وہ گھڑی نہیں، ایک سراغ رساں آلہ تھا۔ اس کا ہاتھ کلائی تک دیوار سے لگا ہوا تھا، جیسے وہ گھڑی کو دیوار سے لگائے کھڑا ہو۔ میں اس کی ایک ایک حرکت کو ماسٹر بلیو کے ذریعے غور سے دیکھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا۔ جانی بابا کبھی کبھی کن انکھیوں سے گھڑی کی طرف دیکھتا رہتا تھا۔ جیسے وقت دیکھ رہا ہو اور کسی کا انتظار کر رہا ہو۔

وہ تھوڑی دیر بعد وہاں سے ہٹ گیا، پھر آہستہ آہستہ ٹہلتے

کے انداز میں چلتا ہوا دوسری دیوار کے پاس گیا، پھر وہاں بھی اسی انداز میں کھڑا رہا۔ تب میری سمجھ میں آیا کہ اس گھڑی میں کوئی خاص بات ہے، جسے وہ مختلف دیواروں سے لگا رہا ہے۔ بروس مارٹن اور رابرٹ ریگو جن عبادت گاہوں میں گئے ہوں گے، وہاں بھی اسی طرح چور دروازے یا تہ خانے کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ پارس اوّل کے لاپتا ہونے کا مطلب یہی تھا کہ اسے کسی چور دروازے کے پیچھے کسی خفیہ کمرے میں قید کیا گیا ہے یا تہ خانے میں چھپایا گیا ہے۔

وہ تینوں شام چار بجے تک مختلف سینا گوگ میں جاتے رہے۔ سراغ رساں آلے کے ذریعے چور دروازے کا پتا لگانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ فرش کی تہ میں بھی سراغ لگانے کے سلسلے میں مخصوص آلات رکھتے ہوں گے۔ اور وہ آلات ان کے جوتوں میں ہوں گے۔

ان کا یہ طریقۂ کار ہمارے حق میں تھا، اگر وہ کامیاب ہوتے تو ان کے پیچھے ہم بھی پارس اوّل تک پہنچ سکتے تھے۔ انھوں نے پیرس کے تمام سینا گوگ میں جا کر تلاشی لی۔ سائمس نے ترقی کرتے کرتے ایسے آلات پیدا کر دیے ہیں کہ اب چوروں کو یا جاسوسوں کو نقب لگا کر کسی خفیہ اڈّے تک پہنچنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ دن کی روشنی میں ہر ایک کی موجودگی میں وہ آلات چُپ چاپ بتا دیتے ہیں کہ ان اطراف میں کہیں تہ خانہ یا چور دروازہ ہے یا نہیں۔

انھیں کسی بھی سینا گوگ میں کسی خفیہ اڈّے کا سُراغ نہیں ملا۔ وہ شام کو وائی، ایم، سی، اے میں واپس آئے۔ ان کی عدم موجودگی میں اعلیٰ بی بی نے خفیہ الیکٹرونک آلات ان کے کمروں میں چھپا دیے تھے اور اپنے کمرے میں بیٹھی ان کی باتیں سن رہی تھی۔ میں بھی خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس آ گیا۔ بروس مارٹن کہہ رہا تھا۔ "یہودیوں کی عبادت گاہوں میں کوئی ایسا خفیہ اڈّا نہیں ہے جہاں پارس اوّل کو چھپا کر رکھا جا سکے۔ اب ہمارا ٹارگٹ ایسے کلب اور شراب خانے ہیں، جن کے مالک یہودی ہیں۔" جانی بابا نے کہا۔ "ایسی جگہ میری موجودگی شبہات پیدا کرے گی، تمھارا کیا خیال ہے؟"

"میں بھی یہی سمجھ رہا تھا۔ تم پہلے ہی سمجھ گئے، لیکن میرے ساتھ ضرور جاؤ گے۔ ہو سکتا ہے کہیں پارس اوّل کا سراغ مل جائے اور تمھاری فوری ضرورت پیش آئے، لہٰذا میں جس کلب یا شراب خانے میں جاؤں گا تم اس کے قریب میری گاڑی میں موجود رہو گے۔"

رابرٹ ریگو نے کہا۔ "میں یہاں سے سات بجے نکلوں گا۔ پہلے مختلف شراب خانوں میں جاؤں گا کیوں کہ شراب خانے سرِ شام ہی آباد ہونے لگتے ہیں۔ میری فہرست میں دو ایسے کلب ہیں جہاں بڑے بڑے یہودی سرمایہ دار آتے ہیں۔ میں وہاں دس گیارہ بجے تک جاؤں گا۔"

بروس مارٹن نے کہا۔ "قمار خانے صبح تک آباد رہتے ہیں اور اکثر قمار خانوں میں تہ خانے ہوتے ہیں۔ ہم آدھی رات کے وہاں جائیں گے، چور راستوں اور تہ خانوں کا سراغ لگائیں گے۔ سراغ مل گیا تو صبح یہ سارے قمار خانے بند ہو جاتے ہیں، اس وقت ہم وہاں داخل ہو سکیں گے۔"

میں نے بابا صاحب کے ادارے سے اور جارجا سے رابطہ کیے، ان سب کو بروس مارٹن اور رابرٹ ریگو کے پیچھے لگا دیا۔ وہ بڑے محتاط انداز میں ان کا تعاقب کرنے لگے۔ شام سات بجے وہ دونوں کلپیو ٹرمین دو مختلف شراب خانوں میں داخل ہوئے اور مسلسل نظر رکھنے کا یہی ایک طریقہ تھا۔ اگر وہ وائی، ایم، سی، اے کی عمارت میں داخل ہوتے تو اعلیٰ بی بی کے ذریعے میں ان کی ہر حرکت کو اور ان کے پروگرام کو سمجھ سکتا تھا۔ اس عمارت سے باہر میں ان کا تعاقب کرتا ہوا شراب خانوں میں نہیں جا سکتا تھا کیونکہ شراب نہیں پیتا، وہاں میٹھا ٹھنڈی بوتل یا کافی پینا چاہتا تو مجھ پر شُبہ کیا جا سکتا تھا، اس لیے میں نے ایسے جاسوس طلب کیے، جو شراب پیتے تھے۔ ان کے دماغوں میں رہ کر رابرٹ ریگو اور بروس مارٹن کو دیکھا جا سکتا تھا۔

وہ دونوں ایسے مختلف شراب خانوں میں گئے تھے، جہاں ہر قسم کے بدمعاش لوگ آتے تھے۔ رابرٹ ریگو نے بار کاؤنٹر پر کھڑے ہو کر پوچھا۔ "یہاں کا مالک کون ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے کہا۔ "تمھیں مالک سے کیا کام ہے؟ پیسے آئے ہو یہاں ہر قسم کی شراب ملے گی۔ پیو اور جاؤ۔"

وہ کاؤنٹر کے اوپر سے قریب جھکتے ہوئے بولا۔ "مجھے شراب کے علاوہ تمھارا ساتھ بھی چاہیے۔"

وہ بولی۔ "میں بکتی نہیں، اچھے اچھوں کو بیچ ڈالتی ہوں۔"

وہ دانت نکال کر بڑی سفاکی سے مسکراتے ہوئے بولا۔ "میں ایسی ہی چیزیں خریدتا ہوں جو بکنے کے لیے نہیں ہوتیں۔"

وہ حقارت سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "ذرا اپنے پیچھے کو دیکھ کر دیکھو، وہ جو بالکونی میں بیٹھا ہوا ہے، میرا آدمی ہے۔ یہ علاقہ اسے فولاد کہتا ہے۔ اب اگر تم نے مزید بکواس کی تو تم پھینک دیے جاؤ گے۔"

رابرٹ ریگو نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ وہ ہاتھ چھڑانے لگی تھی، مگر اسے محسوس ہوا جیسے کلائی آہنی شکنجے میں جکڑ گئی ہو۔ وہ ٹس سے مس نہیں ہو سکے گی۔ اس نے پریشان ہو کر اپنے آدمی کو آواز دی۔ "لانڈرو! یہ بھی تیرے جیسا پتھر ہے، مجھے چھڑا لے۔"

لانڈرو اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کرسی پیچھے کی طرف گر گئی۔ اس کا سر بالکونی کی چھت سے لگ رہا تھا۔ وہ ڈیل ڈول میں پہاڑ جیسا تھا۔ جب وہ ہاتھی کی طرح قدم رکھتا ہوا آگے بڑھا تو اس کے پاس کی میزوں والے سہم کر اُٹھ گئے اور پیچھے ہٹنے لگے۔ رابرٹ ریگو اس کی کلائی پکڑے ہوئے تھا۔ پیچھے گھوم کر دیکھنے کی زحمت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔ "تیرا ایک ہاتھ خالی ہے، جب تک وہ یہاں آئے ایک جام بنا دے، بڑی پیاس لگ رہی ہے۔"

لانڈرو پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے غراتے ہوئے ایک نظر اپنی بیوی کی کلائی کی جانب دیکھا۔ پھر اپنے فولادی پنجے سے رابرٹ ریگو کی گردن دبوچ لی۔ اس کے بعد کہا۔ "عورت کی کلائی کیا پکڑتا ہے، وہ بے چاری چھڑا نہیں سکے گی۔ مرد کا بچہ ہے تو گردن چھڑا لے۔"

کاؤنٹر گرل نے دوسرے ہاتھ سے ایک جام بنا کر ریگو کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ "دیوانے! یہ میرا لانڈرو ہے۔ سارا علاقہ کہتا ہے جس کی گردن اس کے پنجے میں آ جائے، وہ موت کے بعد ہی چھٹتی ہے۔"

لانڈرو بڑی سختی سے اس کی گردن دبوچ رہا تھا اور ریگو بڑے آرام سے جام اٹھا کر چسکیاں لے رہا تھا۔ کلائی بدستور اس کی گرفت میں تھی۔ لانڈرو نے جلد ہی سمجھ لیا کہ جو گردن اس کے آہنی شکنجے میں ہے، وہ بھی فولاد ہے۔ وہ فولادی انگلیوں میں دب تو سکتی ہے، ٹوٹ نہیں سکتی۔

اس نے گردن چھوڑ دی۔ پھر ایک زبردست گھونسا ریگو کے کھڑا ہاتھ اس کی گردن پر مارا، پھر دوسرا، پھر تیسرا ہاتھ مارا۔ وہ اسی طرح کاؤنٹر پر جھکا اس کی کلائی تھامے آرام سے کھڑا ہوا تھا اور جام کا آخری گھونٹ پی رہا تھا۔ لانڈرو کو لگاتار کے دو چار ہاتھ رسید کرنے کے بعد اپنا ہاتھ سہلانے لگا۔ میں اپنے جاسوس کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "کیا یہ واقعی فولاد ہے یا میں کمزور ہو چکا ہوں؟ مجھے اپنی قوت کو آزمانا چاہیے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے کاؤنٹر پر ایک زبردست گھونسا رسید کیا۔ اس پر رکھی ہوئی کتنی ہی شراب کی بوتلیں اور گلاس اچھل کر اِدھر اُدھر گرے۔ جہاں اس کا گھونسا پڑا تھا، اس جگہ کی مضبوط لکڑی ٹوٹ گئی تھی۔ اس نے اپنی قوت کا یقین کر لینے کے بعد ایک زبردست گھونسا اس کی پیٹھ پر رسید کرنا چاہا۔ اس نے سر کو جھکا لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گھونسا سر کے اوپر سے گزرا اور لانڈرو محکم کرسی کی جھونک میں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔

دوسری طرف گھوم کر لڑکھڑایا۔ ریگو نے اسی طرح کھڑے کھڑے پیچھے کی طرف لات ماری تو وہ لات کھا کر سامنے والی میز پر اوندھے منہ گرا۔ میز کے اطراف بیٹھے ہوئے لوگ پہلے ہی ہٹ گئے تھے۔ وہ میز ٹوٹ کر فرش پر آئی۔ بوتلیں اور گلاس چُور چُور ہو گئے۔ ریگو نے خالی جام بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ساقیا! آج ایک ہی ہاتھ سے پلائے جا۔"

وہ مسکراتے ہوئے جام بھرنے لگی۔ لانڈرو اس علاقے کا بے تاج بادشاہ تھا۔ مار کھا کر اپنی بے عزتی محسوس کرتے ہوئے بُری طرح جھنجلا رہا تھا۔ اس نے اُٹھ کر کاؤنٹر سے ایک بھری ہوئی بوتل اٹھائی، پھر پیچھے سے آ کر رابرٹ ریگو کے سر پر دے ماری۔ وہ بوتل سر پر ایک زوردار دھماکے کے ساتھ ٹوٹی۔ شیشے کے ٹکڑے اِدھر اُدھر بکھرے اور شراب ریگو کے سر سے بہتی ہوئی اس کے چہرے، گردن اور کپڑوں کو تر کرنے لگی۔ ریگو نے بھرے ہوئے جام کو منہ سے لگا کر دو گھونٹ پیے پھر کہا۔ "تو جام میں انڈیل رہی ہے اور یہ سر پر انڈیل رہا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "اب تو میری کالی چھوڑے گا تب بھی میں تجھے نہیں چھوڑوں گی۔ جہاں حکم دے گا، وہاں چلوں گی۔"

رابرٹ ریگو نے پہلی بار پلٹ کر لانڈرو کا چہرہ دیکھا پھر کہا۔ "میں مار کھانے والوں کی صورت نہیں دیکھتا، مگر تُو نے جتنے حملے کیے ہیں، اس کا ایک جواب تو دینا ہی ہو گا۔"

پھر اُس نے پلٹ کر کاؤنٹر گرل سے کہا۔ "یہ تو پہلے ہی مرا ہوا ہے، میں اسے کیا ماروں۔ چل میرے بدلے تو ہی جواب دے۔ تھوک دے اس کے منہ پر۔"

وہ بولی۔ "لانڈرو..... اس وقت میری لگام اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ جو کہے گا میں کروں گی، جدھر کہے گا اُدھر جاؤں گی۔ لہٰذا میں تھوکنے پر مجبور ہوں۔"

وہ اچھل کر پیچھے چلا گیا۔ اتنی مار کھانے کے بعد یہ تو کہہ سکتا تھا کہ میں شہ زور ہوں اور کسی شہ زور سے ہی مار کھائی ہے لیکن ایک عورت تھوک دیتی تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔ اس لیے وہ تیزی سے پلٹ کر بھاگتا ہوا شراب خانے سے باہر چلا گیا۔ سب لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔ رابرٹ ریگو نے کاؤنٹر گرل سے کہا۔ "میں تجھے خوش رکھوں گا، مگر مجھ سے سچی رہنا، دھوکا دے گی تو وقت سے پہلے مر جائے گی۔"

"آزما کر دیکھ لے، میں تیرے لیے سچی رہوں گی۔"

"تو پھر بتا، اس شراب خانے میں کوئی تہ خانہ ہے؟"

اس نے چونک کر دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا تو پولیس والا ہے؟"

"یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔"

وہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "ایک تہ خانہ ہے اور ایسے تہ خانے تو ہر شراب خانے میں ہوتے ہیں۔" "مجھے وہاں لے چل۔"

اس نے کلائی چھوڑ دی۔ وہ کاؤنٹر کے دوسری طرف سے گھومتی ہوئی اس کے پاس آئی۔ پھر اس کا بازو تھام کر اسے لیتی ہوئی ایک کمرے میں پہنچی۔ وہاں شراب خانے کا مالک چند غنڈوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے رابرٹ ریگو کو دیکھتے ہی کہا۔ "تم نہ آتے تو میں تمہارے پاس چل کر آتا۔ تم مجھے انسان نہیں لوہے کی مشین لگتے ہو۔ اچھے اچھے بدمعاش لانڈرو کا ایک ہاتھ کھانے کے بعد پانی مانگتے ہیں۔ دوسرا ہاتھ کھانے کے بعد پینے کے قابل نہیں رہتے۔ مگر اس نے اتنے ہاتھ مارے، تمہارے سر پہ بھری بوتل توڑ دی۔"

رابرٹ ریگو نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں اپنی تعریف سننے نہیں، تمہارے تہ خانے میں جھانکنے آیا ہوں۔"

مالک نے چونک کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟ میرے تہ خانے میں کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"مجھے کسی کی تلاش ہے۔"

شراب خانے کے مالک نے فوراً ہی ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارے جیسی مشین کو ریوالور کی گولی سے تباہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن وقتی طور پر چلنے سے روکا جا سکتا ہے۔ تم انسان ہو، میں نے تو مشین کی مثال دی تھی۔ اگر ایک گولی چلے گی تو تمہاری ساری شہ زوری دھری کی دھری رہ جائے گی۔ اپنی جوانی پر ترس کھاؤ اور یہاں آنے کا مقصد بتاؤ۔ یقین مانو میں تمہیں دوست بنانا چاہتا ہوں۔ تم بڑے کام کے آدمی ہو۔"

"اگر دوست بنانا چاہتے ہو تو مجھے تہ خانے میں لے چلو۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں کوئی پولیس والا نہیں ہوں۔ تمہاری مخبری بھی نہیں کروں گا۔"

وہ ریوالور کے ٹریگر پر انگلی رکھتے ہوئے بولا۔ "سوری مسٹر فائٹنگ مشین! میں ایسا دوست نہیں بنتا کہ کسی کو اپنا رازدار بنالوں اور اسے تہ خانے میں پہنچا دوں، میری باتیں آنکھ پھڑک رہی ہے اور خطرے سے آگاہ کر رہی ہے۔ تمہارا یہاں سے زندہ جانا میرے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا۔"

اچانک رابرٹ ریگو نے کاؤنٹر گرل کو کھینچ کر اپنے سامنے کیا پھر اسے اٹھا کر شراب خانے کے مالک کی اُور پھینک دیا۔ میں اپنے جاسوس کے ذریعے کاؤنٹر گرل کے دماغ میں پہنچا تھا۔ اس کے دماغ سے پھر شراب خانے کے مالک کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں میں نے کئی لوگوں کو باتیں کرتے سنا تھا۔ میں کسی کے پاس بھی پہنچ کر رابرٹ ریگو کی شہ زوری کی اور اس کا انداز دیکھ سکتا تھا اور دیکھتا جا رہا تھا۔

کمرے میں بیٹھے ہوئے کئی غنڈے ریگو پر ٹوٹ پڑے تھے۔ پہلے تو وہ یوں مار کھاتا رہا جیسے انھیں لڑنے کی ٹریننگ دے رہا ہو، پھر کسی پر ایک ہاتھ جماتا تو وہ دوبارہ اس کے قریب آنے کی جرأت نہیں کرتا تھا یا پھر فرش پر گرنے کے بعد اٹھنے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔ ریگو نے شراب خانے کے مالک سے ریوالور نہیں لیا تھا، لیکن اسے چلانے کا موقع بھی نہیں دے رہا تھا۔ اس کے غنڈوں کو ایک ایک کر کے پھینکتا جاتا تھا اور اس پر پھینکا جاتا تھا۔ جس کے نتیجے میں اس کا ریوالور کبھی ہاتھ میں رہتا تھا، کبھی گرتا تھا، کبھی وہ گرے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر پھر فائر کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن حسرت رہ جاتی تھی۔

صرف چند منٹ میں اس کے تمام غنڈے ٹوٹ پھوٹ کر ڈھیر ہو گئے تھے۔ ریگو نے آگے بڑھ کر شراب خانے کے مالک کے گریبان کو پکڑ کر اس کے ہاتھ سے ریوالور لے کر اس کی جیب میں رکھا پھر کہا۔ "آخری بار کہتا ہوں، تہ خانے میں لے چلو ورنہ تمہارے ریوالور سے ہی تمہیں ختم کر دوں گا۔"

وہ چپ چاپ اس کی گرفت میں رہ کر آگے بڑھتا ہوا اسے تہ خانے میں لے آیا۔ وہاں شراب کے بڑے بڑے ڈرم رکھے ہوئے تھے۔ کئی آدمی کام کر رہے تھے۔ شراب کی بوتلوں پر جعلی لیبل لگا رہے تھے اور شراب میں اسپرٹ کی ملاوٹ کر رہے تھے۔ رابرٹ ریگو اس تہ خانے میں پہنچ کر دور دور تک جا رہا تھا اور خفیہ آلات کے ذریعے معلوم کر رہا تھا، اس تہ خانے میں بھی کوئی چور دروازہ ہے یا نہیں۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ کوئی اور چور دروازہ نہیں ہے اور نہ ہی وہاں پارس اوّل کو چھپا کر رکھا گیا ہے تو وہ وہاں سے چلا آیا۔

بروس مارٹن رات کے نو بجے جانی بابا کے ساتھ ایک بہت بڑے کلب میں پہنچا۔ اس کلب کے ممبران اپنے بڑی عمر کے بچوں کو ساتھ لا سکتے تھے۔ بروس مارٹن اس کلب کا ممبر نہیں تھا لیکن اس کے پاس ایسے کاغذات تھے جن کے ذریعے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ وہ نیو یارک کا رہنے والا یہودی ہے۔ وہاں کے وی آئی پی کلب کا کوئی بھی ممبر کسی بھی دوسرے ملک کے کلب میں جا سکتا تھا اور اسے اعزازی ممبر شپ حاصل ہو سکتی تھی۔ بروس مارٹن اور جانی بابا وہاں یہودی بن کر گئے تھے۔ اس کلب کے متعلق یہ شبہ تھا کہ وہاں اسرائیلی انٹیلی جنس کے جاسوس آتے ہیں اور خاص لوگوں سے خفیہ ملاقاتیں کرتے ہیں۔ اس طرح یہ خیال قائم کیا گیا تھا کہ شاید ان اسرائیلی جاسوسوں نے پارس اوّل کو اسی کلب میں کہیں چھپا کر رکھا ہے۔

وہ دونوں کلب کے مختلف حصّوں میں گھومتے پھرتے رہے، سراغ رساں آلات کے ذریعے معلومات حاصل کرتے رہے۔ پتا چلا، چور دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا، اُدھر میرے جاسوس نے کمرے کا دروازہ کھول لیا جسے بروس مارٹن نے اندر سے لاک کیا تھا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ میرا جاسوس اس کی نظروں میں آئے لیکن مجبوری تھی۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ جانی بابا کے ساتھ اندر جا کر کیا کر رہا ہے اور اس کے لیے اپنے جاسوس کو آگے بڑھانا ضروری ہو گیا تھا۔ بہرحال وہاں عجیب اتفاق ہوا۔ ادھر میرے جاسوس نے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا، ادھر چور دروازہ اچانک ہی کھل گیا۔ پتا چلا، اس کے کھلنے میں بروس مارٹن کا کوئی کمال نہیں تھا۔ دوسری طرف سے کسی نے کھولا تھا۔ چور دروازے سے آنے والوں نے بروس مارٹن اور اس کے ساتھ ایک جوان لڑکے کو دیکھا تو چونک گئے۔ پھر ان کی نظر دوسرے دروازے پر پڑی، جہاں میرا جاسوس آ رہا تھا۔ آنے والوں میں سے ایک نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "خبردار! کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ تم لوگ کون ہو، یہاں کس لیے آئے ہو؟ صرف چند لفظوں میں جواب دو۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جب مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی تو میں نے اپنے جاسوس سے کہا۔ "یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی، وہاں سے چلا گیا۔ ریوالور والا اسے نشانہ نہ بنا سکا۔ میں نے اسے گولی چلانے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اسے سوچنے پر مجبور کیا۔ اگر گولی چلے گی تو پورے کلب میں سنسنی پھیل جائے گی، میں چاہتا تھا اس ریوالور سے بروس مارٹن کو ہلاک کر سکتا تھا۔ اگر گولی چلنے سے کلب میں سنسنی پھیلتی تو میرا کیا جاتا۔ میں سپر ماسٹر کے ایک کمپیوٹر مین کو ہمیشہ کے لیے ختم کر سکتا تھا۔

لیکن ابھی اس سے کوئی دشمنی نہیں تھی، بلکہ اس کے ذریعے میرا کام بن رہا تھا۔ وہ ناداستگی میں میرا آلۂ کار بنا ہوا تھا اور میرے لیے پارس اوّل کو تلاش کر رہا تھا۔ میری یہ معلومات درست تھیں کہ وہ کمپیوٹر مین کمپیوٹر کی طرح برق رفتار تھے۔ بروس مارٹن نے کتنی پھرتی سے اس کے ریوالور پہ ہاتھ ڈال کر چھین لیا تھا۔ یہ انھیں سمجھنے کا موقع ہی نہ ملا۔ وہ چور دروازے کے پیچھے سے آنے والوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "مجھے اتنی عقل ہے کہ تم یہاں گولی نہیں چلاؤ گے۔ اس کے باوجود میں نے اسے چھین کر اپنے قبضے میں کر لیا ہے تاکہ اپنے لیے خطرہ محسوس کروں تو بے دریغ فائرنگ شروع کر دوں۔ فوراً پیچھے ہٹو اور ہمیں کلب کے اس خفیہ حصّے میں جانے دو۔"

وہ آنے والے چار تھے۔ چاروں ہاتھ اٹھا کر پیچھے ہٹ گئے۔ میں اس دوران ان میں سے ایک کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ مجھے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اس خفیہ حصّے میں پارس اوّل نہیں ہے، لیکن یہ سراغ رساں آلات کے ذریعے معلومات حاصل کرتے رہے، پتا چلا اس کلب کے نیچے کوئی تہ خانہ نہیں ہے اور نہ ہی دیواروں میں کہیں چور دروازہ ہے، البتہ ایک کمرہ ایسا رہ گیا تھا جہاں ان کے قدم نہیں گئے تھے۔ اس کمرے کے دروازے پر ایک چپراسی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے انھیں اندر جانے سے روک دیا تھا اور بڑی معذرت کے ساتھ التجا کی تھی۔ "جناب! یہ انچارج صاحب کا کمرہ ہے۔ ابھی وہ اندر نہیں ہیں، جب آئیں گے تو آپ ان سے جا کر ملاقات کر سکیں گے۔"

کلب کے بڑے سے ہال کے ایک طرف وہ انچارج کا کمرہ تھا۔ ہال میں دور دور تک میزیں بچھی ہوئی تھیں۔ ایک طرف اسٹیج پر میجک شو ہو رہا تھا۔ ایک شخص جادو کے کرتب دکھا رہا تھا اور لوگوں سے داد وصول کر رہا تھا۔ تمام لوگ اس کی طرف متوجہ تھے اور بڑی دلچسپی سے تماشا دیکھ رہے تھے۔ بروس مارٹن نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چونک کر چپراسی سے کہا۔ "تم کہتے ہو کمرے میں کوئی نہیں ہے، لیکن ذرا غور سے سنو، اندر سے آواز آ رہی ہے۔"

چپراسی نے دروازے کے قریب کان لگاتے ہوئے سنا۔ اسی وقت بروس مارٹن نے دروازے کے ہینڈل پر دباؤ ڈالا۔ وہ ذرا سا کھل گیا۔ اس نے چپراسی کے منہ پر ہاتھ رکھا پھر اسے اندر لے آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ چپراسی اس کی گرفت میں نڈھال ہو رہا تھا اور خود کو آہنی شکنجے میں محسوس کر رہا تھا۔ بروس مارٹن نے اپنی جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ دس ہزار امریکی ڈالر ہیں۔ یہ تمہاری خاموشی کا معاوضہ ہیں۔ میں گرفت ڈھیلی کرتا ہوں، شور نہ مچانا، اسے رکھ لو۔"

اس نے گرفت ڈھیلی کی۔ چپراسی نے چیخنے کے لیے منہ کھولا پھر وہ منہ بند نہ ہو سکا۔ گرفت اتنی مضبوط ہوئی کہ اس کا دم گھٹنے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ گرفت ڈھیلی ہوئی تو وہ بے دست و پا ہو کر فرش پر گر پڑا۔ وہ اپنے ہوش میں نہیں تھا۔

اتنی دیر میں جانی بابا دیوار سے جا کر لگ گیا تھا۔ پھر ایک طرف سے دوسری طرف چلتا ہوا تھا۔ دوسری دیوار کے پاس پہنچ کر اس نے مٹھی بھینچی، اشارے سے بروس مارٹن کو بلایا۔ پھر اپنی مٹھی کھولی دکھائی۔ مٹھی میں ایک ننھی سی مرغ روشنی جل بجھ رہی تھی۔ بروس مارٹن نے اپنی جیکٹ کے اندر ہاتھ ڈالا۔ اس میں سے کچھ آلات نکالے۔ پھر وہ خفیہ دروازے کے کھلنے کی جگہ اور لاک تلاش کرنے لگا۔ اس کے پاس مشکل سے مشکل مقفل دروازے کھولنے کا سامان تھا اور یہ سامان میرے اپنے جاسوس کے پاس بھی تھا۔ اُدھر بروس مارٹن چور دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا، اِدھر میرے جاسوس نے کمرے کا دروازہ کھول لیا جسے بروس مارٹن نے اندر سے لاک کیا تھا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ میرا جاسوس اس کی نظروں میں آئے لیکن مجبوری تھی۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ جانی بابا کے ساتھ اندر جا کر کیا کر رہا ہے اور اس کے لیے اپنے جاسوس کو آگے بڑھانا ضروری ہو گیا تھا۔ بہرحال وہاں عجیب اتفاق ہوا۔ ادھر میرے جاسوس نے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا، ادھر چور دروازہ اچانک ہی کھل گیا۔ پتا چلا، اس کے کھلنے میں بروس مارٹن کا کوئی کمال نہیں تھا۔ دوسری طرف سے کسی نے کھولا تھا۔ چور دروازے سے آنے والوں نے بروس مارٹن اور اس کے ساتھ ایک جوان لڑکے کو دیکھا تو چونک گئے۔ پھر ان کی نظر دوسرے دروازے پر پڑی، جہاں میرا جاسوس آ رہا تھا۔ آنے والوں میں سے ایک نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "خبردار! کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ تم لوگ کون ہو، یہاں کس لیے آئے ہو؟ صرف چند لفظوں میں جواب دو۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جب مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی تو میں نے اپنے جاسوس سے کہا۔ "یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی، وہاں سے چلا گیا۔ ریوالور والا اسے نشانہ نہ بنا سکا۔ میں نے اسے گولی چلانے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اسے سوچنے پر مجبور کیا۔ اگر گولی چلے گی تو پورے کلب میں سنسنی پھیل جائے گی، میں چاہتا تھا اس ریوالور سے بروس مارٹن کو ہلاک کر سکتا تھا۔ اگر گولی چلنے سے کلب میں سنسنی پھیلتی تو میرا کیا جاتا۔ میں سپر ماسٹر کے ایک کمپیوٹر مین کو ہمیشہ کے لیے ختم کر سکتا تھا۔

لیکن ابھی اس سے کوئی دشمنی نہیں تھی، بلکہ اس کے ذریعے میرا کام بن رہا تھا۔ وہ ناداستگی میں میرا آلۂ کار بنا ہوا تھا اور میرے لیے پارس اوّل کو تلاش کر رہا تھا۔ میری یہ معلومات درست تھیں کہ وہ کمپیوٹر مین کمپیوٹر کی طرح برق رفتار تھے۔ بروس مارٹن نے کتنی پھرتی سے اس کے ریوالور پہ ہاتھ ڈال کر چھین لیا تھا۔ یہ انھیں سمجھنے کا موقع ہی نہ ملا۔ وہ چور دروازے کے پیچھے سے آنے والوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "مجھے اتنی عقل ہے کہ تم یہاں گولی نہیں چلاؤ گے۔ اس کے باوجود میں نے اسے چھین کر اپنے قبضے میں کر لیا ہے تاکہ اپنے لیے خطرہ محسوس کروں تو بے دریغ فائرنگ شروع کر دوں۔ فوراً پیچھے ہٹو اور ہمیں کلب کے اس خفیہ حصّے میں جانے دو۔"

وہ آنے والے چار تھے۔ چاروں ہاتھ اٹھا کر پیچھے ہٹ گئے۔ میں اس دوران ان میں سے ایک کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ مجھے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اس خفیہ حصّے میں پارس اوّل نہیں ہے، لیکن یہ

اہم معلومات ضرور حاصل ہوں گی۔ ان میں سے ایک کلب کا انچارج تھا۔ باقی تین اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ تھے جو پارس کے سلسلے میں وہاں آئے تھے۔ سپر ماسٹر نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دو نجومی، سپاہ سیاست دان، دو پلان میکر اور چھ کمپیوٹر مین پیدا کیے تھے وہ یہ ثابت کر رہے تھے کہ وہ صحیح لائن پر کام کر رہے ہیں اور اس طرح وہ جلد ہی پارس اوّل تک پہنچ جائیں گے۔

بروس مارٹن انھیں نشانے پر رکھتے ہوئے اس خفیہ کمرے میں چاروں طرف گھوم رہا تھا۔ جانی بابا وہاں کی دیواروں سے لگ کر اِدھر سے اُدھر جا رہا تھا۔ وہاں بھی کسی چور دروازے کو تلاش کر رہا تھا۔ لیکن وہاں ایسا دوسرا دروازہ نہیں تھا اور وہاں پارس بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

بروس مارٹن نے ریوالور کے چیمبر سے گولیاں نکالیں۔ انھیں جیب میں رکھا، پھر ریوالور ان کی طرف پھینکتے ہوئے بولا۔ "اب میری باتوں کا صحیح جواب دو، ورنہ تم سب کی گردنیں ٹوٹیں گی۔"

ایک سیکرٹ ایجنٹ نے پوچھا۔ "کیا تم فریاد ہو؟"

"میں فریاد کی موت ہوں۔ فی الحال تم لوگ اپنی زندگی کی خیر مناؤ۔ مجھے بتاؤ پارس اوّل کہاں ہے اور تم لوگ کون ہو؟"

تینوں سیکرٹ ایجنٹوں نے اس کلب کے انچارج کو دیکھا۔ انچارج نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، ہمارے مقابلے پر فریاد نہیں ہے۔ اگر یہ فریاد ہوتا تو ابھی میرے دماغ سے معلوم کر لیتا کہ پارس ہمارے پاس نہیں ہے۔"

میں نے کلب کے انچارج کی باتوں سے اندازہ لگایا، وہ تینوں سیکرٹ ایجنٹ سانس روکنا جانتے ہیں۔ ان کے دماغ اتنے حساس ہیں کہ وہ خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کر لیں گے۔ اسی لیے وہ انچارج صرف اپنے دماغ کی بات کہہ رہا تھا کہ ٹیلی پیتھی والے اس کے دماغ میں آ کر حقیقت معلوم کر سکتے ہیں اور وہ میں معلوم کر چکا تھا۔ واقعی وہاں پارس نہیں تھا۔

ایک سیکرٹ ایجنٹ نے کہا۔ "مسٹر! تم جو کوئی بھی ہو، ہمارے معاملات میں نہ پڑو۔ تم نے ریوالور خالی کر کے اپنی دلیری اور مردانگی کا ثبوت دیا ہے۔ یقیناً تم شہ زور ہو سکتے ہو، لیکن ہم بھی تم سے کم تر نہیں ہیں۔"

دوسرے سیکرٹ ایجنٹ نے کہا۔ "مسٹر! تمھاری بات کا جواب دیا جا چکا ہے۔ ہم باؤنڈ کٹتے ہیں، پارس نہ ہمارے پاس ہے نہ ہم اس کے متعلق کچھ جانتے ہیں۔ خواہ مخواہ یہاں جھگڑا کرنا دانش مندی نہیں ہے۔ نہ تمھیں کچھ حاصل ہوگا نہ ہمیں۔"

بروس مارٹن نے کہا۔ "یہ تو کلب کا انچارج ہے۔ باقی تم تینوں اپنا تعارف کراؤ۔"

"آخر تم کون ہو؟ اس کلب میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ تم ہمارے ہی جیسے یہودی ہو۔ کیا نہیں ہو؟"

"ہاں، میں یہودی ہوں اور معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم لوگ اور میرے وطن اسرائیل کے خلاف یہاں کیا سازشیں ہو رہی ہیں۔"

ایک سیکرٹ ایجنٹ نے کہا۔ "تم ہمارے وطن سے محبت کرتے ہو، اپنی قوم کی بھلائی بھی چاہتے ہو اور خواہ مخواہ یہاں مگر آئے ہو۔ یہاں سے جاؤ۔ ہمارے کچھ اہم معاملات ہیں، جنھیں سب کو نہیں بتا سکتے۔ اگر بتانا ہوتا تو اس کلب میں بھی ہمارے یہودی بھائی ہیں۔"

بروس مارٹن نے کہا۔ "یہاں تم لوگوں کا اہم معاملہ صرف یہی ہو سکتا ہے اور وہ ہے پارس اوّل۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو، ہم اسی سلسلے میں آئے ہیں۔ اسے اس ملک سے لے جانا چاہتے ہیں، لیکن یہ اتنا آسان نہیں ہے۔"

بروس مارٹن نے کہا۔ "مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے، میں تم لوگوں کی مدد کروں گا اور اسے اس ملک سے باہر پہنچا دوں گا۔"

ایک سیکرٹ ایجنٹ نے کہا۔ "اگر چہ ہم اسی کام سے آئے ہیں لیکن ہماری معلومات محدود ہیں۔ ہمیں صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے جتنا ہمیں کام دیا جاتا ہے۔ فی الحال ہمارے لیے حکم ہے کہ ہم اس کلب کے انچارج سے ملاقات کریں اور اسے اپنا پتا ٹھکانا بتا دیں۔ جیسے ہی حالات سازگار ہوں گے، ہمیں بتایا جائے گا کہ پارس کو کس طرح کنٹرول کر رکھا گیا ہے۔ پھر ہم وہاں پہنچیں گے اور اسے لے جائیں گے۔"

بروس مارٹن نے کہنے والے کے منہ پر ایک اُلٹا ہاتھ دے کیا۔ وہ لڑھک کر پیچھے گیا۔ اس کے ساتھیوں نے حیرانی سے دیکھ مارکھانے والے کے اگلے دانت ٹوٹ گئے تھے۔ منہ سے خون نکل رہا تھا جیسے وہ خون کی قے کر رہا ہو۔ وہ سیکرٹ ایجنٹ غ بنے ہوئے نہیں تھے۔ انھوں نے بروس مارٹن پر حملہ کیا۔ ایک آگے سے، دوسرے نے پیچھے سے۔ مگر وہ اپنی جگہ اطمینان کھڑا رہا۔ وہ گھوم گھوم کر اس پر حملہ کرنے لگے۔ ایک نے زناٹے چھلانگ لگائی، پھر اسے فلانگ کک ماری۔ بروس مارٹن نے کی ٹانگ پکڑ کر ایک طرف پھینک دیا۔ دوسرے کے سر پر ایک ہاتھ مارا تو وہ چکرا کر رہ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر پھاڑ پھاڑ کر یوں دیکھنے لگا جیسے آنکھوں کے سامنے اندھیرا کچھ دکھائی نہ دے رہا ہو۔ دو سیکرٹ ایجنٹ بُری طرح زخمی ہو تھے۔ میں آسانی سے ان کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ ان کا یہ بیان تھا کہ ان کے بڑے انھیں صرف کام کی حد تک معلومات فراہم کرتے ہیں۔ انھیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ پارس کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے صرف اتنا ہی کہا گیا تھا کہ حالات سازگار ہوتے ہی انھیں وہاں بلا لیا جائے گی، پھر وہ پارس کو وہاں سے نکال لے جائیں گے لیکن بروس مارٹن ان پر اعتماد نہیں کر سکتا تھا۔ وہ انھیں جھوٹا اور فریبی سمجھ رہا تھا۔ اس لیے پٹائی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "اگر تم لوگ زندہ رہنا چاہتے ہو اور ٹوٹا پھوٹا نہیں چاہتے تو سیدھی طرح پارس کا پتا بتا دو۔"

وہ سیکرٹ ایجنٹ اپنے ملک کی طرف سے بڑے بڑے کارنامے انجام دے چکے تھے۔ انھیں خوب سوجھ بوجھ کر ان پر بھروسا کر کے ان کے بڑوں نے انھیں پیرس بھیجا تھا۔ یہ بہت اہم مشن تھا لیکن اسی اہم مشن پر آنے والے نہایت ہی باصلاحیت اور بہترین فائٹر ہونے کے باوجود مار کھا رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان کا ناقابلِ شکست انسان ہے یا نہیں۔ وہ قسمیں کھا رہے تھے۔ اپنی سچائی کا یقین دلا رہے تھے لیکن وہ یقین نہیں کر رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بُری طرح ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے، فرش پر ایسے گرے کہ پھر اُٹھ نہ سکے۔ بروس مارٹن ان کی طرف سے مایوس ہو کر جانی بابا کے ساتھ وہاں سے نکل آیا۔

میں ان تینوں سیکرٹ ایجنٹوں کے دماغوں تک پہنچنے کے باوجود پارس تک نہ پہنچ سکا۔ بروس مارٹن بھی جی بھر کے ان کی پٹائی کرنے کے باوجود ناکام واپس گیا تھا لیکن اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ پارس اسی شہر میں ہے۔ بروس مارٹن نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس کے اطلاع رابرٹ ریگو اور اپنے پلان میکر آدم گرین برگ کو دی تھی۔ پلان میکر نے کہا۔ "میں ان تینوں سیکرٹ ایجنٹوں کے پیچھے اپنے جاسوس لگا رہا ہوں۔ تم دونوں قمار خانوں میں جاؤ، جانی بابا کو کمرے میں بھیج دو۔"

وہ ایک کمرے میں بیٹھے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہے تھے اور میں اطلاعی لی کے ذریعے سن رہا تھا۔ پھر انھوں نے جانی بابا کو وہیں چھوڑ دیا۔ لی نے سوتنی کو مخاطب کیا۔ "اس وقت آدھی رات گزر چکی ہے، کیا تم سونے جا رہی ہو؟"

"ایک بیٹا در بدر بھٹک رہا ہے میں بھلا کیسے سو سکتی ہوں۔ البتہ تمھیں مشورہ دیتی ہوں، تھوڑی دیر آرام کر لو۔"

"میں اسی لیے آیا ہوں۔ تھکن محسوس کر رہا ہوں، سونا چاہتا ہوں، تم جاسوسوں کے ذریعے رابرٹ ریگو اور بروس مارٹن پر نظر رکھو۔ کوئی خاص بات ہو تو مجھے جگا دینا۔"

میں رسوتی اور اعلیٰ لی بی سے رابطہ ختم کر کے اس چھوٹے سے بنگلے میں آیا جہاں فی الحال قیام کر رہا تھا۔ اس کے ایک کمرے میں ماسٹر بیلو سو رہا تھا۔ میں دبے قدموں بنگلے کے اندر آیا تاکہ آہٹ سے اس کی نیند میں خلل نہ ہو۔ میں نے اس کمرے کے پاس سے گزرتے ہوئے کھڑکی سے دیکھا، اندر زیرو پاور کا بلب روشن تھا۔ وہاں کی نیم تاریکی اور نیم روشنی میں ایسا لگا جیسے بستر پر پارس اوّل سو رہا ہے۔ وہی قد اور وہی جسامت تھی۔ اگر اس کے چہرے پر ہلکا سا میک اَپ کر دیا جاتا تو مکمل پارس اوّل بن جاتا۔ چونکہ اس کے چہرے پر نیم تاریکی تھی۔ وہ واضح نہیں تھا۔ اس لیے میک اَپ کے بغیر بھی پارس ہی لگ رہا تھا۔

میں اپنے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک چارپائی شانے چت پڑا سوچتا رہا۔ خدا جانے میرا بیٹا کہاں ہوگا؟ اس وقت آرام سے کہیں سو رہا ہوگا یا نہیں؟ پھر میرے دل نے کہا، شیبا ہم سے ناراضگی میں جا چکی ہے، کتنی ہی دشمنی کرے، پارس سے نہیں کرے گی۔ اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر سلا چکی ہوگی۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایات دیں۔ پھر گہری نیند میں ڈوب گیا۔

صبح پانچ بجے میری آنکھ کھلی۔ میں بنگلے سے باہر آیا۔ پھر ہلکی پھلکی ورزش کرنے لگا۔ اس کے بعد باتھ روم میں چلا گیا۔ اعلیٰ لی بی سے رابطہ قائم کر کے پوچھا۔ "کوئی خاص بات؟"

اس نے جواب دیا۔ "جوا سپیکر ان کے کمرے سے فسلک ہے اسے میں نے اپنے سرہانے رکھا تھا۔ تاکہ وہ رات کے کسی بھی حصے میں واپس آئیں تو ان کی آواز سے میری آنکھ کھل جائے لیکن وہاں خاموشی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، وہ رات بھر غائب رہے اور اب تک واپس نہیں آئے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں رسوتی سے معلوم کرتا ہوں۔"

پھر میں نے رسوتی کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "کوئی خاص رپورٹ؟"

"یوں تو سنانے کو بہت سی باتیں ہیں، لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے جو تمھیں اپنے پارس تک پہنچا دے۔"

"کیا وہ لوگ اب تک اپنے کمرے میں واپس نہیں آئے ہیں؟"

"وہ دونوں دو مختلف قمار خانوں میں صبح پانچ بجے تک تاش کھیلتے رہے۔ پھر اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔ رابرٹ ریگو نے اس قمار خانے کے ایک زینے کو تاڑ لیا تھا۔ اس زینے کے نیچے کا تھ کباڑ پڑا ہوا تھا۔ وہ وہاں جا کر چھپ گیا تھا۔ دوسرے قمار خانے میں بروس مارٹن نے بھی اپنے لیے چھپنے کی جگہ بنا لی تھی۔ کیونکہ وہ قمار خانہ پانچ بجے کے بعد بند ہو جاتا ہے....."

میں نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔ "تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ قمار خانہ بند ہونے کے بعد وہ دونوں اندر رہ گئے اور اب تہ خانے میں پہنچ رہے ہیں یا پہنچ چکے ہیں۔"

"ہاں، پہنچ چکے ہیں، لیکن انھیں مایوسی ہو رہی ہے۔"

"تم آرام کرو، رات بھر جاگتی رہی ہو، تمھیں نیند پوری کرنا چاہیے۔"

میں وہ عام طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ باتھ روم سے نکل کر لباس تبدیل کیا۔ پھر میں نے ماسٹر بیلو کے کمرے میں پہنچ کر اسے جگانا چاہا۔ وہ نظر نہیں آیا۔ میں نے اسے آواز دی۔ کچن میں جا کر دیکھا۔ نہ تو مجھے جواب مل رہا تھا اور نہ ہی وہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ کوڈ ورڈ دُہرائے تو اس

کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ میں نے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

اس نے جواب دیا "میں آپ کا انتظار یہاں کر رہا ہوں۔"

"کہاں انتظار کر رہے ہو، کس نے تم سے انتظار کرنے کے لیے کہا تھا؟"

"آنٹی سونیا نے کہا تھا۔ آپ مجھے رات کے نو بجے بنگلے میں چھوڑ کر گئے تھے۔ اس کے آدھے گھنٹے بعد آنٹی آئی تھیں۔ انھوں نے کہا، یہاں میرے لیے خطرہ ہے لہٰذا دوسری جگہ رات گزارنا ہو گی۔ وہ مجھے ایک ویو کے سامنے گرین کا ٹیج میں لے آئیں پھر مجھ سے کہا۔ میں یہاں آرام کروں۔ آپ صبح تک واپس آئیں گے۔"

میں اس کی باتیں بڑی حیرانی سے سن رہا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق وہ ساڑھے نو بجے اس بنگلے سے گیا تھا جبکہ میں نے آدھی رات کے بعد آکر اسے اس کی خواب گاہ میں سوتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں نے پھر یقین کرنے کے لیے پوچھا۔ "کیا واقعی تم نے وقت دیکھا تھا کیا تم ساڑھے نو بجے یہاں سے گئے تھے اور ساری رات اس گرین کاٹیج میں رہے تھے؟"

"جی ہاں، انکل! کیا میں آپ سے غلط کہہ سکتا ہوں۔ میں رات بھر یہاں سوتا رہا۔ صبح سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"تم فراڈ اسٹر ہو۔ میں ابھی تم سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ کوڈ ورڈز دُہرائے۔ پھر پوچھا۔ "کیا تم رات کے ساڑھے نو بجے میرے بنگلے میں آئی تھیں اور ماسٹر بلیو کو ساتھ لے گئی تھیں؟"

"میں پچھلے چوبیس گھنٹے سے اولڈے میں ہوں، یہاں سے باہر قدم نہیں نکالا۔ تم یہ کیسا سوال کر رہے ہو؟"

میں نے اسے مختصر طور پر بتایا کہ کس طرح بلیو کو کوئی لے گیا تھا اور میں نے آدھی رات کے بعد بلیو کو اپنے بنگلے میں سوتا ہوا پایا۔ جبکہ اس کا بیان ہے وہ مجھ سے تقریباً چھ میل دور گرین کاٹیج میں سو رہا تھا۔

میں یہ باتیں بتاتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ پھر ڈرائیو کرتے ہوئے گرین کاٹیج کی طرف جانے لگا۔ سونیا نے کہا "تمھیں وہاں جا کر دیکھنا چاہیے آخر معاملہ کیا ہے؟ بلیو رات تمھارے بنگلے میں بھی تھا اور گرین کاٹیج میں بھی تھا۔ یقیناً کوئی لمبا چکر چل رہا ہے۔"

"پچھلی رات کوئی عورت تمھارے میک اپ میں آئی تھی۔ یقیناً وہ تم سے مماثلت رکھتی ہو گی۔ اسی لیے ماسٹر بلیو دھوکا کھا گیا۔"

"صرف مماثلت نہیں رکھتی ہو گی بلکہ کامیاب میک اپ بھی کیا ہو گا اور کامیابی سے میری آواز اور لہجے کی نقل بھی کی ہو گی، ورنہ بلیو بہت چالاک ہے۔ اتنی آسانی سے دھوکا نہ کھاتا۔"

میں گرین کاٹیج سے تھوڑے فاصلے پر رُک گیا۔ وہیں سے رابطہ قائم کرتے ہوئے سیلو سے کہا۔ "میں تمھارے قریب ہوں، تم میری کار پہچانتے ہو۔ باہر نکل کر میرے پاس چلے آؤ۔ اس سے پہلے کاٹیج کے اندر گھوم پھر کر دیکھو تاکہ میں تمھارے معلوم کر لوں کہ وہاں کیا کچھ ہے۔"

"انکل! آپ اندر نہیں آئیں گے؟"

"نہیں بیٹے! ہو سکتا ہے، میرے لیے کوئی جال بچھا ہو۔ میں جیسا کہہ رہا ہوں، تم کرتے جاؤ۔"

وہ بیڈ روم میں تھا۔ وہاں چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھا۔ پلنگ کے سرہانے والی میز پر ایک لفافہ پڑا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ "فار مسٹر فراڈ علی تیمور۔"

اس نے میری ہدایت کے مطابق لفافے کو رکھ لیا۔ پھر کاٹیج کے اندر ہر کمرے، ہر کوریڈور سے گزرنے لگا۔ اس نے کہا۔ "میرے پاس چلے آؤ۔"

وہ آگیا۔ میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں نے لفافہ لیا۔ پھر اسے کھول کر اس میں سے کیا ہوا کاغذ نکالا۔ اسے نکالتے ہی خوشبو کا احساس ہوا۔ جس نے بھی لکھا تھا، اس نے پوڈی کلون کی خوشبو ذرا سی چھڑک دی ہو گی۔ تبھی وہ تحریر معطر معطر تھی۔ میں نے کھولے ہوئے کاغذ کو کھول کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔

"مسٹر فراڈ! میں خوش قسمت ہوں۔ میں پارس کو بچانے اور مکار یہودیوں کی قید سے چھڑا لائی ہوں۔ اب اسے چھپانے کا مسئلہ تھا۔ تم لوگوں نے بڑی سختی سے ناکا بندی کرائی ہے۔ ایک برس کے لڑکے کو یہاں سے نکال لے جانے کا کوئی راستہ نہیں۔ میں اسے اپنے ساتھ گرین کاٹیج میں لے آئی تھی۔ پھر میرے ہی نے اطلاع دی کہ یہاں بھی خطرہ ہے پولیس اور انٹیلی جنس والے کھیل کے آس پاس چپے چپے پر کاٹیج ہیں، وہاں چیکنگ کے لیے گے۔ ایسے میں میرے سامنے ایک ہی راستہ تھا کہ میں پارس کو ہی پاس سے جا کر چھپا دوں۔

تمھیں حیرانی ہو گی کہ میں تمھیں کیسے پہچانتی ہوں۔ کبھی ملا تو حیرانی دور کر دوں گی۔ کل ہی صبح کی بات ہے۔ میں یہودی کی عبادت گاہوں میں اور ان کے کلبوں اور شراب خانوں میں معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کوئی تہ خانہ یا چور دروازہ کہاں ہے جو پارس کو کہاں چھپا کر رکھا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی وقت میں ایک عبادت گاہ کے سامنے تمھیں دیکھا۔ تمھاری کار سیلو عبادت گاہ میں جا رہا تھا۔ دیر تک نگرانی کرنے کے بعد پتا چلا بیلو دوسرے جوان لڑکے کی نگرانی کر رہے ہو اور وہ لڑکا کم چالاک نہیں ہے۔ کسی زبردست تنظیم کے لیے کام کر رہا ہے۔ بہرحال میں نے اسی عبادت گاہ کے باہر تمھیں دیکھ لیا۔ حیرانی ہوئی کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ پھر سوچا، ہو سکتا ہے تم نہ ہو، تمھاری شبیہ ہو سکتا ہے، میرا یہ خط تم تک نہ پہنچے، تمھاری ڈمی تک پہنچے۔ اپنی پلاننگ ہو سکتا ہے، میں اس بات کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ ایک رات دینے تم جو بھی ہو

بیٹے کو صرف دُکھوں بنا کر ہی لے جا سکتی تھی اور یہ ناممکن تھا۔

یہ سارے انتظامات ہونے کے بعد میں نے شیبا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے فوراً سانس روک لی۔ میں نے دوبارہ دستک دی اور جلدی سے کہا۔ "دیکھو، صرف چند سیکنڈ کے لیے چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں۔ پارس تمہارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اگر وہ خطرناک دشمنوں کے ہتھے چڑھے گا تو تمہاری تمنا کا ردِعمل کیا ہوگا۔ اگر تم واقعی اس کی ماں ہو تو میرے دماغ میں آؤ، میں جا رہا ہوں۔"

میں اپنی جگہ واپس آیا، وہ میرے دماغ میں پہنچ گئی۔ میں نے پوچھا۔ "جب پارس تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تھا تو کیا تم مجھ سے رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھیں؟"

"میں سخت شرمندہ ہوں۔ بھاگ دوڑ میں لگی ہوں۔ ہر طرح کے انتظامات کر رہی ہوں۔ اس وقت پیرس میں اسرائیلی جاسوسوں اور سیکرٹ ایجنٹوں کی پوری فوج موجود ہے۔ جو اسے جگہ جگہ ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔ مجھے امید ہے، میں چند گھنٹوں میں پھر اسے حاصل کر لوں گی۔"

"تمہاری اس خوش فہمی نے ہم سب کو پریشان کر رکھا ہے۔ اگر پارس کو ذرا بھی نقصان پہنچایا وہ ہمیں واپس نہ ملا تو میری دُشمنی تمہارے ملک اور تمہاری قوم کے لوگوں کے ساتھ تمہیں بھی مہنگی پڑے گی۔"

"میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔ تم مجھے دھمکی کیوں دے رہے ہو؟"

"یہ دھمکی نہیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، خدانخواستہ اگر میرا ایک بیٹا مجھ سے جدا ہو گیا تو میں تمہارے بیٹے کو بھی ہمیشہ کے لیے جدا کر دوں گا۔ پھر تمہیں پتا چلے گا کہ بیٹے کی جدائی ماں کے لیے کیا قیامت ڈھاتی ہے۔ بس میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ اب جاؤ یہاں سے اور مرو اپنی یہودی قوم کے ساتھ۔"

یہ کہتے ہی میں نے سانس روک لی۔ وہ باہر نکل گئی۔ میں نے پھر سانس لی تو وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے پھر سانس روک لی، ایسا دو چار بار ہوا۔ آخر وہ مجبوراً واپس چلی گئی۔ میں تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ پھر مجھے پرانی سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ اس کی آواز سنائی دی۔ "دیکھو فرہاد! سانس نہ روکنا۔ میں تمہاری ہی بات دُہرا رہی ہوں۔ صرف چند سیکنڈ کے لیے چند الفاظ کہنے دو اور وہ یہ کہ پارس کو حاصل کرنے کا صرف ایک راستہ رہ گیا ہے۔ ہم تم سب مل کر کوشش کریں گے تو کامیابی یقینی ہوگی۔"

"تم بھول رہی ہو، میں کسی بھی کامیابی کے لیے دشمنوں کو کبھی دوست نہیں بناتا اور نہ ہی ان پر اعتماد کرتا ہوں۔ جاؤ، اپنے یہودی اکابرین سے پوچھو کہ وہ مجھے کس طرح بلیک میل کریں گے؟

اور کس طرح کمزور بنائیں گے۔ اب تو پارس ان کے پاس نہیں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو، تمہارا ایک بیٹا میرے پاس ہے۔ تم اسے یہودی بننے کے لیے چھوڑ دو گے؟"

"تمہارے اور میرے اس بیٹے کی زندگی پارس کی زندگی سے مشروط ہے، یہ زندہ رہے گا تو وہ بھی زندہ رہے گا۔ اگر یہ نہیں رہے گا تو وہ بھی نہیں رہے گا۔ لہٰذا ابھی اس کے یہودی یا مسلمان ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

میں نے پھر سانس روک لی۔ میں سنگدلی کا مظاہرہ کر کے اسے دھمکی دے رہا تھا کہ اس کے بیٹے کو کسی وقت بھی فنا کر سکتا ہوں حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ وہ میرا خون تھا، میری اولاد تھی۔ میں باپ کی جگہ قصائی نہیں بن سکتا تھا، لیکن اس کے ساتھ کچھ سے پیش آنا اور اسے اسی طرح دھمکی دینا ضروری تھا تاکہ وہ خود کسی طرح تنویمی عمل کرنے والے کے اثر سے نکلنے کی کوشش کرے۔ ایسا کوئی موقع آئے جب اثر زائل ہو رہا ہو اور دوسری بار تنویمی عمل کرنے میں ذرا دیر ہو رہی ہو تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر وہ فون سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرے۔ پھر میں اسے سنتی اور اس سے باری باری اس کے دماغ میں موجود رہتے تو دوسری بار تنویمی عمل کرنا لاکھوں کا میاب نہ ہوتا۔

وہ دونوں کمپیوٹرمین اپنے کمرے میں آکر بیٹھ گئے اور کام کر رہے تھے۔ میں اعلیٰ بی بی کے ذریعے سننے لگا۔ رابرٹ رنگیئر کے ذریعے اپنے پلان میکر سے کہہ رہا تھا۔ "ہمیں پیرس کے ایسے ڈاکٹروں کے نام اور پتے چاہئیں جو پلاسٹک سرجری میں مہارت رکھتے ہوں۔ پارس کے سلسلے میں جیسی سختی ہو رہی ہے۔ اسے کوئی بھی عادی میک اَپ میں لے جانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ نجومیوں سے کہو۔ پارس کے زائچے پر نظرثانی کریں اور یہ بتائیں اس کے ستارے یہی کہتے ہیں کہ وہ ایک عورت کے ہاتھ سے نکل کر دوسری عورت کے ہاتھوں میں جانے والا ہے۔"

پلان میکر نے اسے چند پلاسٹک سرجری کرنے والوں کے نام اور پتے نوٹ کرائے۔ پھر کہا۔ "ایک گھنٹے کے اندر میں اور بھی نام اور پتے نوٹ کراؤں گا۔ ویسے وہ عورت بہت چالاک اور تیز معلوم ہوتی ہے۔ ہم ان یہودیوں تک نہیں پہنچ سکے اور اس نے وہاں سے پارس کو اڑا لیا۔ اس بات کا امکان ہے کہ وہ اپنے ساتھ کسی پلاسٹک سرجری کے ماہر کو لائی ہو۔ اگر ایسا ہے تو ہم اس سرجری والے تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

اس نے آدھے گھنٹے بعد نجومی کی پیشین گوئی سنائی۔ "پارس کسی دشمن کے ہاتھ میں رہے گا، خواہ وہ عورت شیبا ہو یا کوئی اور ہو۔ لیکن اس عورت کے پیچھے کوئی بڑا ملک یا کوئی منظم جماعت ہوگی۔"

بروس مارٹن نے کہا۔ "ایسی بات ہے تو سپر ماسٹر کو ہماری بجائے کسی عورت کا انتخاب کرنا تھا تاکہ پارس ہماری کسی عورت کے ہاتھ میں ہوتا اور ہم اس کی پشت پر ہوتے۔"

پلان میکر نے کہا۔ "تم پیشین گوئی کا آخری حصہ بھول رہے ہو جو مرد ہو یا عورت، پارس کسی کے ہاتھ میں نہیں رہے گا جس کے ہاتھ سے نکلے گا، اس کے لیے مصیبت بن جائے گا۔"

"کیا ہم مصیبت مول لینے کے لیے آئے ہیں؟ ایسی بات ہے تو ہمیں واپس چلے جانا چاہیے۔"

"ہم اس لیے آئے ہیں کہ پیشین گوئی سو فیصد درست نہیں ہوتی کبھی غلط بھی ہو جاتی ہے۔ ہم اس لیے بھی آئے ہیں کہ انسان اپنے ہاتھوں سے تقدیر بناتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری جدوجہد نتیجہ خیز ثابت ہو۔"

رابرٹ رنگیئر نے کہا۔ "اس عورت کے متعلق کوئی بھی نہیں معلوم نہیں کر سکتا کہ وہ کون ہے، کہاں سے آئی ہے اور پارس کو کہاں لے جانا چاہتی ہے؟ اس کی گرفت پکڑنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے کہ کسی طرح اس ڈاکٹر تک پہنچا جائے جس کے ذریعے اس نے پارس کی پلاسٹک سرجری کرائی ہوگی۔"

بروس مارٹن نے کہا۔ "مجھے تو یہ ٹیلی پیتھی والوں کا چکر معلوم ہوتا ہے۔ اسے لے جانے والی سونیا، اعلیٰ بی بی یا پوری ہو سکتی ہے خواہ مخواہ ہم لوگوں کو چکر دیا جا رہا ہے۔"

"یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ پارس کے دماغ میں وہی ٹیلی پیتھی جاننے والے پہنچ سکتے ہیں۔"

"لیکن تنویمی عمل کے ذریعے دماغ کو لاک کیا جا سکتا ہے ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو پھر شیبا کے تنویمی عمل کو دوسری عورت نے کیسے توڑ لیا۔ کیا فرہاد وغیرہ اس دوسری عورت کے تنویمی عمل کو نہیں توڑ سکتے؟"

"یہ پارس تک پہنچنے کی بات ہے۔ جو بھی اس لڑکے تک پہنچے گا۔ وہ پہلے اسے اعصابی طور پر کمزور بنائے گا تاکہ پہلے تنویمی عمل کا اثر زائل ہو جائے۔ اس کے بعد غور تنویمی عمل کرے گا۔ اس دوسری عورت نے یا اس کی پشت پر رہنے والے کسی عامل نے اس کے دماغ سے شیبا کے کوڈ ورڈز وغیرہ مٹا دیے۔ اپنے طریقۂ کار کے مطابق اسے اپنے اثر میں لیا اور وہ عورت جہاں کہہ رہی ہے، پارس وہاں ساتھ جا رہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے ان کی باتیں سننے کے بعد مجھ سے کہا۔ "فرہاد! یہ کسی مجبوری ہے کہ ہم اپنے بچے تک نہیں پہنچ سکتے؟ وہ تمہاری خیال خوانی کو قبول نہیں کر رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، کون سا طریقہ اختیار کیا جائے کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے ہی تم سے بات کرے۔"

ہم باتیں کرتے کرتے رُک گئے۔ اُدھر بروس مارٹن اور رابرٹ رنگیئر اپنے پلان میکر کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ ایک چونکا دینے والا مشورہ دے رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا۔ "پارس تک پہنچنے کا ایک بہت ہی سیدھا راستہ ہے اور وہ یہ کہ کسی طرح بھی جوجو کو ادارے سے باہر نکالا جائے۔"

بروس مارٹن نے کہا۔ "جوجو کے متعلق ہم نے سنا ہے کہ وہ پارس اوّل کو دیوانہ وار چاہتی ہے، لیکن اس دیوانگی کی حد کیا ہے؟ کیا وہ باہر نکل کر ہمارے اشاروں پر چلے گی؟"

"ضرور چلے گی صرف ایک ہی مسئلہ ہے کہ کسی طرح اسے ادارے سے نکالا جائے۔ جب بھی وہ باہر آئے گی ہم اس کے سامنے ڈمی پارس پیش کر دیں گے۔ اس کے بعد اسے جہاں لے جانا چاہیں گے، وہ ہمارے ساتھ چلے گی۔"

"یہ تو ٹیلی کے گلے میں گھنٹی باندھنے والی بات ہے۔ اس ادارے سے کسی کو اغوا کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ وہ تو شیبا ٹیلی پیتھی جانتی تھی۔ اس کے سہارے اس نے پارس کو اغوا کیا۔ ہمارا اس ادارے میں قدم رکھنا تو دور کی بات ہے۔ ہم تو ٹیلی فون کے ذریعے بھی کسی سے گفتگو نہیں کر سکتے۔ سنا ہے، وہاں کی ہر ٹیلی فونک کال ڈیٹیکٹ ہوتی ہے۔ ہم وہاں کسی کو فون کریں گے تو انھیں فوراً پتا چل جائے گا کہ کہاں سے بولا جا رہا ہے اور کس نمبر سے بولا جا رہا ہے۔"

"انسانی ذہانت کے سامنے کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ میں ایک منصوبہ بنا رہا ہوں۔ شاید چند گھنٹوں کے بعد تم دونوں اس پر عمل کر سکو گے۔"

میں نے جناب شیخ صاحب اور سونیا کو مخاطب کر کے بتایا۔ "اب جوجو کو اغوا کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ لہٰذا خاص طور پر اس کی نگرانی کی جائے۔" میں جوجو کے دماغ میں آیا۔ اسے خود سمجھانا چاہتا تھا، اگر شیبا اس کے پاس آئے تو وہ فوراً مجھے، رسوتی کو یا آمر کو اطلاع دے۔ میرا خیال تھا کہ میں جیسے ہی پہنچوں گا، وہ سانس روک لے گی۔ کیونکہ اسے بھی یہی تربیت دی گئی تھی اور اس کے دماغ کو حساس بنایا گیا تھا۔ لیکن اس کے دماغ کا دروازہ کھلا ملا۔ مجھے شیبا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "جوجو! تم یہاں پڑی کب تک پارس کے لیے روتی رہو گی۔ انسان جب تک ہاتھ پاؤں نہیں مارتا اسے منزل نہیں ملتی۔ کیا تم سچ مچ پارس کے پاس جانا چاہتی ہو؟"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ "میں ابھی اس کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، وہ کہاں ہے۔ میں کیسے اس کے پاس پہنچ سکتی ہوں؟"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔ اگر مجھ پر بھروسا ہے تو جیسا کہوں اس پر

عمل کرو۔"

مجھے شیبا کی باتیں سن کر غصہ آرہا تھا۔ کم بخت جوجو کو بہکا کر وہاں سے لے جانا چاہتی تھی۔ میں غصہ برداشت کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ یہ اچھا موقع تھا۔ وہ جوجو کے پاس آئی ہوئی تھی۔ اس موقع سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہیے تھا۔ میں سوچنے لگا ایسے وقت کیا کرسکتا ہوں۔ ایسے وقت غصے کو کچل دیا جائے اور مسئلے پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو کوئی نہ کوئی حل نظر آجاتا ہے۔ اچانک بلیک آئیڈیا دماغ میں آیا۔ میں نے جوجو کی زبان سے کہا۔ "ممی! آپ میرے پاس آکر میری مدد کرنا چاہتی ہیں، لیکن مجھے ڈر لگتا ہے۔ کوئی بھی اچانک میرے دماغ میں آسکتا ہے۔ اگر بابا نے، ملسانے یا بھائی آمر نے میرے دماغ میں آپ کی آواز سن لی تو وہ آپ کے آنے کا راستہ روک دیں گے۔"

شیبا نے حیرانی سے کہا۔ "جوجو! تم کتنی عقل کی باتیں کررہی ہو۔"

جوجو نے پھر میری مرضی کے مطابق ایک سرد آہ بھری، پھر کہا۔ "میں پارس کے متعلق سوچتی ہوں تو بہت سی عقل کی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ میں اس کے پاس پہنچنے کے لیے جان دینے کو بھی تیار ہوں۔ بس ایک بار اسے جاکر دیکھ لوں، پھر مرجاؤں، کوئی بات نہیں۔"

"مروں گے تمہارے دشمن۔ تم مایوس کیوں ہوتی ہو۔ میں تمہیں ترکیب بتاؤں گی۔"

"ممی آپ میرے دماغ میں آکر نہ بتائیں۔ نہیں تو گڑبڑ ہوجائے گی۔ کیا میں آپ کے پاس آؤں؟"

شیبا نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔ "تم میرے پاس آؤ گی؟"

"ہاں، اگر میں آپ کے پاس آؤں گی اور ایسے میں کوئی میرے دماغ میں آئے گا تو میں فوراً سانس روک کر واپس چلی آؤں گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس وقت جوجو کا دماغ اگر اس کے لیے کھلا ہے تو اس کا مطلب ہے سب کے لیے کھلا ہے۔ کوئی بھی چپ چاپ آکر اس کی بات سن سکتا ہے جبکہ واقعی میں سن رہا تھا۔ اگر جوجو اس کے پاس جائے گی اور کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہے گا تو وہ فوراً ہی سانس روک کر واپس چلی جائے گی۔ وہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولی۔ "پارس کی محبت نے تمہیں سچ مچ عقلمند بنا دیا ہے۔ تم بڑے پتے کی بات کہہ رہی ہو۔ اچھی بات ہے میرے پاس آؤ، لیکن محتاط رہنا۔ ذرا بھی شبہ ہو کہ تمہارے دماغ میں کوئی ہے تو فوراً واپس چلی جانا، مجھے بتا دینا۔ میں فوراً سانس روک لوں گی۔"

جوجو نے پوچھا۔ "کیا میں ابھی آؤں؟"

"پہلے اچھی طرح اطمینان کرلو کہ کوئی تمہارے دماغ میں نہیں ہے۔ پھر میرے پاس آنا۔ جب میں پوچھوں گی، کون ہے تو تم کوڈورڈز دہرانا اور کوڈورڈز یہ ہیں۔ جوجو فار ممی اینڈ فار پارس۔ اچھا، میں جا رہی ہوں۔ تم بڑی احتیاط سے آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ اسے اس بات کی جلدی تھی کہ اب کسی طرح جوجو کو وہاں سے نکالا جائے اور نکالنے کے لیے یقیناً وہی ترکیب ہوگی۔ جوجو کو اس بات پر آمادہ کرے گی کہ جب وہ رات کو سوئے تو شیبا کے دماغ میں آئے گی۔ اس پر عمل کرے گی اور وہ بخوشی اس کا مطیع بن جائے گی۔

میں بھی شیبا کے ساتھ جوجو کے دماغ سے نکل آیا تھا۔ اس کے جاتے ہی وہ مجھے محسوس نہ کرے۔ ابھی میں خود کو جوجو پر ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ وہ پارس کے لیے دیوانی ہو رہی تھی۔ ہو سکتا تھا میں کوئی بات ماننے سے انکار کردیتی اور شیبا کے پاس پہنچ کر چلائے کہ ابھی پارس کے پاس پہنچنے کی ترکیب نہ بتائی جائے۔ پاپا اور ملسانے آرہے ہیں۔ وہ نادان لڑکی کھیل بگاڑ سکتی تھی۔ اس لیے میں نے مناسب فاصلہ اور انتظار کیا۔ اس کے بعد شیبا کے دماغ میں بڑی آسانی سے پہنچ گیا۔ جوجو وہاں پہنچی ہوئی تھی۔ لہٰذا میرے لیے بھی راستہ کھلا ہوا تھا۔

جو میں نے سوچا تھا وہی ہو رہا تھا۔ یعنی شیبا جوجو کو سمجھا رہی تھی کہ کس طرح آج رات اسے اس بات پر آمادہ رہنا چاہیے کہ وہ دماغ میں آئیں گی۔ اس پر تنویمی عمل کریں گی تو وہ بخوشی ان کی معمولہ بن جائے گی۔ میں نے ان باتوں کو نظر انداز کیا۔ اس کے ذہن تک میں پہنچ کر اہم معلومات حاصل کرنے لگا۔ سب سے پہلے یہ معلوم ہوا کہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو اس پر تنویمی عمل کیا جاتا ہے۔ پچھلی رات پہلی تاریخ کو وہ سخت بیمار تھی۔ کسی وجہ سے تنویمی عامل بھی نہیں آیا تھا اور وہ میرا انتظار کررہی تھی۔ کیونکہ خود خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں تھی۔

یہ باتیں سن کر مجھے افسوس ہوا کہ میں ایسے وقت اس کے پاس کیوں نہ پہنچ سکا یا یہ کہ اس کی طرف دھیان کیوں نہیں دیا۔ اس کا دماغ بتا رہا تھا کہ جب وہ بیمار پڑتی ہے اور دماغی طور پر کمزور ہوتی ہے تو اس کے بچے کو اس سے چھین لیا جاتا ہے۔ اس ڈر سے کہ اس میں فرہاد دماغ میں آکر بچے کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اور ابھی مایا کی کمزوری ہمیشہ کے لیے مٹا سکتا ہے۔

مجھے یہ باتیں معلوم کرکے شیبا پر ترس آرہا تھا۔ اس سے بھی زیادہ بھی ہو رہی تھی۔ بس ذرا غلط فہمی ہوگئی تھی۔ وہ ناواقفیت میں دشمنی کررہی تھی۔ اب بھی میں اس کو ہمدردی اور محبت سے مخاطب کرتا تو وہ سانس روک لیتی۔ بعض حالات میں محبت نقصان پہنچاتی ہے۔ جیسی اگر بیمار یا زخمی ہو تو ایک سنگدل ڈاکٹر بن کر اس کا آپریشن کرنا ہوتا ہے۔

اور میں آپریشن کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس کے آس پاس کے ماحول کو سمجھ رہا تھا۔ اب وہ اس محل میں نہیں تھی جہاں اسے چھپا رکھا گیا تھا۔ چونکہ میں وہاں سے فرار ہوگیا تھا اس لیے انھیں اندیشہ تھا، میں اس ماحول کو سمجھتے ہوئے شیبا کو نقصان پہنچا سکتا ہوں۔

وہ کسی دوسری جگہ تھی۔ اس وقت اپنے بیڈروم میں بستر پر حال وہ پہلی تھی۔ سرہانے والی میز پر دوائیوں کی ٹرے رکھی تھی جس کے سرے پر پہلی تھی۔ سر درد کے لیے چائو بھی رکھا تھا۔ یعنی بستر بھی تھا۔ مریضہ بھی اور چہل کاٹنے کے لیے چائو بھی رکھا ہوا تھا۔

اور آپریشن کے لیے چائو بھی رکھا ہوا تھا۔

میں نے اللہ کا نام لیا۔ پھر اس کے دماغ کو ایک زبردست جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے یکبارگی چیخ نکلی۔ وہ سنبھلنا چاہتی تھی۔ میں نے دوسرا زبردست جھٹکا پہنچایا۔ جسم کو تکلیف پہنچے تو انسان کسی حد تک برداشت کرلیتا ہے۔ دماغ کو تکلیف پہنچے تو برداشت نہیں ہوتا۔ کیونکہ دماغ جتنا مضبوط ہوتا ہے، اتنا کمزور بھی ہوتا ہے۔

اس سے پہلے کہ وہ پھر سنبھلنے کی کوشش کرتی، میں نے اس کے ہاتھ سے چائو کی لوک اسی کے ایک بازو پر رکھی۔ اسے بازو میں پیوست کیا۔ پھر اوپر سے نیچے تک گوشت کو چیر دیا۔ لہو کی دھار بہنے لگی۔ اس کا بازو شانے سے کہنی تک زخمی ہوچکا تھا۔

جوجو گھبرا کر پوچھ رہی تھی۔ "ممی! ممی! آپ کو کیا ہوگیا۔ یہ آپ کیا کررہی ہیں۔ خود کو زخمی کیوں کررہی ہیں؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی۔ "جوجو! تم جاؤ، میں ابھی تمہارے پاس آؤں گی۔"

جوجو چلی گئی۔ اس کی چیخیں سن کر بیڈروم کا دروازہ کھل گیا تھا۔ دو مسلح سپاہی وہاں کی ایک انچارج عورت کے ساتھ بیڈروم میں آئے۔ انچارج عورت نے پریشان ہوکر اس کے بازو کو دیکھا۔ خون تیزی سے بہہ رہا تھا اور اس کا لباس تر ہو رہا تھا۔ وہ ایک مسلح سپاہی سے بولی۔ "جاؤ، فوراً ڈاکٹر کو بلا لاؤ۔"

ادھر شیبا تکلیف برداشت کرتے ہوئے کراہتے ہوئے اپنے دماغ میں بول رہی تھی۔ "جوجو! کیا تم جاچکی ہو؟"

اس سوال کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ دماغ میں سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کررہی تھی۔ ورنہ میں تو اس کے دماغ میں بدستور موجود تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ کمزوری کے باعث تھر تھر کانپ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں پہلے ہی تمہیں وارننگ دے چکا تھا، حد سے آگے نہ بڑھو، ورنہ میں تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہوں اور تمہاری اولاد کو بھی معاف نہیں کرسکتا۔"

وہ روتے ہوئے بولی۔ "فرہاد! میں مانتی ہوں، میں تنویمی عمل کے زیر اثر ہوں۔ بے اختیار تم لوگوں کے خلاف کچھ نہ کچھ کرتی ہی رہتی ہوں۔"

"تم کچھ نہ کچھ نہیں کرتیں، بہت کچھ کرتی ہو۔ تم نے ہمارے پارس کو گھر سے بے گھر کردیا۔ پتا نہیں وہ کن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اور اب جوجو کو ادا سے نکال کر بھٹکانا چاہتی تھیں۔ میں دیکھوں گا تم کب تک تنویمی عمل کے زیر اثر رہتی ہو۔ آج میں نے تمہارے دماغ کو کمزور کرکے اپنے لیے راستہ بنا لیا ہے۔ اس عامل سے کہو اب تم پر عمل کرے۔ میں نوجوجو اثرات کو رفتہ رفتہ ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"یہ تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ مجھے زخمی کردیا۔ اب ان لوگوں کو معلوم ہوگا کہ تم میرے دماغ میں آرہے ہو اور ان کا طلسم ٹوٹنے والا ہے تو ایسے میں وہ میرے بچے کو نقصان پہنچائیں گے۔"

"تمہارا بچہ میرا بھی ہے۔ وہ اس کے ذریعے مجھے کمزور بنائے رکھنے کی کوشش کریں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ بچے کو تم سے جدا کردیں گے۔"

"میں اس کی جدائی برداشت نہیں کرسکوں گی۔"

"میں بھی پارس کی جدائی برداشت کررہا ہوں۔ ایسے حالات میں سب کچھ برداشت کرنا سیکھو۔"

میں نے رسونتی اور آمر کو مخاطب کیا۔ انھیں خوشخبری سنائی کہ شیبا کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے۔ میں اسے زخمی کردیا ہے۔ اب وہ ہمارا راستہ نہیں روک سکے گی۔ لہٰذا ہم تینوں کو باری باری اس کے دماغ میں جاتے رہنا چاہیے تاکہ کوئی عامل اس پر آئندہ اثر انداز نہ ہوسکے۔

پھر میں نے رسونتی کو خاص طور پر سمجھایا۔ "تم اس کے پاس جاؤ اور بہن جیسا سلوک کرو۔ اسے محبت سے سمجھاؤ۔ ہم اب بھی اس کے اپنے ہیں اور اس کے بیٹے کو ہر حال میں وہاں سے صحیح سلامت نکال لائیں گے۔"

رسونتی نے کہا۔ "میرا خیال ہے اس کا دماغ صرف متاثر نہیں رہا۔ وہ ہمیں محسوس نہیں کرے گی۔ ورنہ تنویمی عمل کا اثر اب بھی ہوگا۔"

"بے شک ہے۔ ہم اس کے دماغ میں باری باری موجود رہیں گے اور رفتہ رفتہ اس اثر کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔"

وہ میرے ساتھ شیبا کے دماغ میں آئی۔ میں نے معلوم کیا، وہ کون سے کوڈورڈز استعمال کرکے پارس کے دماغ میں جایا کرتی تھی۔ پھر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ پندرہ سیکنڈ کے بعد پھر اس کے دماغ پر دستک دی۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا، میں نے کہا۔ "مائی سن! زندے شائننگ سن۔ میں تمہاری ممی شیبا بول رہی

اس نے سانس روک لی۔ میں پھر باہر چلا آیا۔ اگر میں چاہتا تو اسی طرح وقفے وقفے سے اس کے دماغ میں جھانکتا رہتا اور اس کی سانس روکتے روکتے پریشان ہو جاتا۔ بالآخر مجھے اس کے دماغ میں جگہ ملتی، لیکن تنویمی عمل کے زیر اثر رہنے کے باعث اسے ذہنی کوفت ہوتی، پتا نہیں اس پر کیا عمل کیا گیا تھا۔ وہ دماغی مریض بھی بن سکتا تھا۔ لہٰذا میں اپنے بیٹے کے لیے ایسا کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے اعلیٰ بی بی کو شیبا کے متعلق بتایا۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ "چلو ایک بات کا اطمینان ہوا کہ جوجو کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے ادارے سے نکالا نہیں جا سکے گا۔ اب پارس تک پہنچنے کی ایک عمدہ ترکیب ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ایک ڈمی جوجو تیار کی جائے۔ ہو بہو اس کی نقل ہو۔ اسی کی طرح بولتی ہو، اسی کی طرح شرارتیں کرتی ہو۔ سپر ماسٹر کے کمپیوٹرمین اور وہ عورت جو پارس کو لے گئی ہے۔ انھیں یہ نہیں معلوم کہ ہم شیبا کے دماغ تک پہنچ گئے ہیں۔ جب ڈمی جوجو اڑے سے باہر آئے گی تو سب یہی سمجھیں گے کہ شیبا اب پارس تک پہنچنے کے لیے نئی چال چل رہی ہے۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کی اس عمدہ ترکیب پر غور کیا تو بات کچھ بنتی ہوئی سی نظر آ رہی تھی۔ وہ عورت جو پارس کو لے گئی ہے یقیناً وہ جوجو کے لیے بھی فکرمند ہو گی، کیونکہ پارس اس کے لیے ٹریپ رہا ہو گا۔ اسے یاد کرتا اور اس عورت سے جوجو کا مطالبہ کرتا ہو گا۔

یہ ایک اہم سوال تھا کہ آخر وہ عورت پارس میں کیوں دلچسپی لے رہی ہے؟ کیوں اسے اپنے ساتھ لے گئی ہے؟ ظاہر ہے بھی ٹرانسفارمر مشین کے دیوانے تھے۔ اگر اس عورت کے پاس جوجو بھی پہنچ جاتی تو ٹرانسفارمر مشین والے اس سے دلچسپی لیتے اور اس سے سودا طے کرتے۔

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "اسے یہ کیسے یقین آئے گا کہ مشین والے اس سے دھوکا نہیں کریں گے؟ پتا نہیں وہ کتنی چالاک اور دلیر ہے پارس کو بہودیوں سے بچھین کر لائی ہے۔ ایسی عورت ناداں نہیں ہو گی۔ وہ جانتی ہے کہ مشین سپر ماسٹر کے پاس ہے۔ وہ جوجو کو حوالے کرنے کے لیے کسی سپر طاقت سے رقم کا مطالبہ تو کر سکتی ہے لیکن اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتی کہ سپر طاقت اسے اس مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھائے گی۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ عورت لالچی ہے، سپر ماسٹر سے بڑی رقم حاصل کرنے کے لیے پارس کو یہاں سے لے جا رہی ہے؟"

"دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں، یا تو وہ عورت واقعی لالچی ہے یا پھر لالچی نہیں ہے۔ بہت چالاک، بہت ذہین اور بہت باصلاحیت ہے۔ اور یہ سلارا ہے جو اپنے بھائی جارج فری مین کے ساتھ یقیناً ٹرانسفارمر مشین بنانے میں کامیاب ہو چکی ہے اور اب اسے جوجو کی ضرورت نہیں رہی۔"

میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ مجھ پر پے در پے نئی مصیبتیں نازل ہو جاتی تھیں۔ مصروفیات کا سلسلہ ختم ہونے کو نہیں آتا تھا۔ میں اپنے میں سلارا کو بالکل ہی فراموش کر بیٹھا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کا ذکر چھیڑ کر یاد دلایا تھا۔

یہ بات ملنے والی تھی۔ سلارا اور جارج فری مین کے پاس مشین کا مکمل نقشہ تھا۔ پوری تفصیلات تھیں۔ پھر ان کے پاس میکینک تھا۔ اس طویل عرصے میں انھیں مشین کے سلسلے میں کامیابی ہو سکتی تھی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "تمھارا اندازہ درست ہو سکتا ہے۔ اگر ہمارے پارس کو حاصل کرنے والے سلارا اور جارج فری مین ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری دنیا میں ایک نہیں دو مشینیں پہلے ہی ایک مشین نے کیا کم فسادات برپا کیے تھے کہ اب ایک اور اضافہ ہو چکا ہے۔"

"اگر دوسری مشین تیار ہو چکی ہے تو ان بہن بھائی کی ذہانت داد دینا چاہیے۔ انھوں نے ذرا بھی نہیں بگھاری۔ اس سلسلے میں بھی کسی کو شبہ نہیں ہونے دیا۔ چپ چاپ کام کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اب انھیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت پیش آئی تو مجبوراً خود کو ظاہر کرنے والے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ظاہر کہاں کر رہے ہیں۔ اب بھی خود کو چھپا رہے ہیں۔ ہم اس سلسلے میں یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ دوسری مشین بھی تیار ہو چکی ہے۔ اس سے پہلے بھی پارس کئی بار اغوا ہو چکا ہے جب تک وہ بہن بھائی جوجو کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اس وقت تک ایک مشین کا اضافہ غیر یقینی ہے۔ ہم پارس کے اغوا کے سلسلے میں سلارا اور جارج فری مین کو الزام نہیں دے سکتے۔"

"اسی لیے تو کہتی ہوں، جوجو کی ڈمی ادارے سے نکالو۔ آپ ہی آپ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

ہم نے ایک عرصے سے یہ منصوبہ بندی کی ہوئی تھی۔ ہمارا میری جتنی ساتھی عورتیں ہیں، ان سب کی ڈمی تیار کی جاتی تھی۔ ادارے کے کتنے ہی طلبا و طالبات کو ہماری نقل کرنے میں مہارت حاصل تھی۔ وہ بالکل ہماری طرح چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، بنتے بولتے تھے۔ سونیا، رسونتی، شیبا، اعلیٰ بی بی اور لوپی وغیرہ کی نقل کرنے والی لڑکیاں اتنی ذہین بھی تھیں کہ کسی آزمائشی موقع پر اپنی ذہانت کا بھرپور اظہار کر کے خود کو سونیا یا اعلیٰ بی بی وغیرہ ثابت کر سکتی تھیں۔ کسی سے مقابلے کا موقع آتا تو لوپی کے انداز میں چہلیں کر کے تب دکھانے کی کوشش کرتی تھیں اور بڑی حد تک کامیاب رہتی تھیں۔ پارس اول اور دوم کی نقل کرنے والے بھی کئی تھے جن میں ماسٹر بیلو سرفہرست تھا۔ اسی لیے ہم پہلے اسی سے پیش آئے تھے۔ اسی طرح جوجو کی نقل کرنے والی بھی چار لڑکیاں تھیں جن میں سے اب کسی ایک کا انتخاب کیا جا رہا تھا۔

پیرس شہر کے تمام راستوں اور گلی کوچوں میں ہونے والی چیکنگ دن بہ دن سخت ہوتی جا رہی تھی۔ عوام کی طرف سے اعتراضات ہو رہے تھے کہ آخر یہ سختیاں کب تک جاری رہیں گی۔ ان کے بچے اسکول نہیں جا سکتے، بازاروں میں کھیل نہیں سکتے۔ اپنی اپنی شاپنگ کے لیے بازار نہیں جا سکتے۔ بیمار ہوتے ہیں تو پندرہ بیس منٹ میں اسپتال پہنچانے کے لیے پولیس سے رابطہ قائم کرنا ہوتا ہے۔ بعض حالات میں رابطہ قائم ہونے تک کوئی مریض بچہ چل بستا ہے۔

میں نے وہاں کے ذمے دار افسران سے رابطہ قائم کر کے کہا: "یہ عوام پر زیادتی ہے۔ بچوں پر ظلم ہے۔ میرے ایک بچے کے لیے تمام بچوں کو تکالیف میں مبتلا نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اعلان کر دیجیے کہ مزید چوبیس گھنٹے تک پابندی رہے گی۔ اس کے بعد تمام پابندیاں اٹھا لی جائیں گی۔"

ان افسران نے وعدہ کیا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر وہ ضرور پارس اول کو کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ نکالیں گے۔ لیکن ایک گھنٹے کے اندر ہی ایک اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا اور کہا: "جناب فرہاد صاحب! ابھی کسی گمنام شخص نے ہمیں فون پر کہا ہے کہ آپ پارس سے دماغی رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔"

"ابھی بات ہے۔ میں رابطہ قائم کر کے دیکھتا ہوں۔"

میں نے دوسرے ہی لمحے میں خیال خوانی کی پرواز کی تو پارس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ اس نے پوچھا۔ "ہیلو! کیا آپ میرے پاپا ہیں؟"

"ہاں بیٹے، میں تمھارا باپ ہوں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ وہ بھی ہوتے تو ملتا ہمیں یا انکل آمر ہوتے یا پھر جوجو ہوتی۔ آپ چار خیال خوانی کرنے والوں کے لیے میرا دماغ کھلا ہوا ہے۔ البتہ شیبا ممی کی طرف سے محتاط ہے۔ آپ فوراً ہی ضروری گفتگو کر کے چلے جائیں۔"

"تم کیسی غیروں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا تم مجھ سے رابطہ نہیں رکھنا چاہتے۔ کیا تم واپس نہیں آنا چاہتے؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ بڑے چالاک ہیں۔ مجھ سے گفتگو کرتے جا رہے ہیں اور دماغ کی تہ میں اتر کر معلوم کرتے جا رہے ہیں۔ میں اس وقت کہاں ہوں، کن لوگوں کے پاس ہوں اور میرے آس پاس ایسا کون ہے جس کے پاس پہنچ کر آپ مسلسل میری نگرانی کر سکیں۔"

"بیٹے! ہم نے خیال خوانی کے ذریعے تمھیں ذہین اور حاضر دماغ اور چالاک بنایا ہے۔ اگر یہ چالاکی ہمارے خلاف استعمال ہو گی تو بڑا دکھ ہو گا۔"

"پاپا! مجھے افسوس ہے۔ جیسا کہ شیبا ممی نے بیان دیا تھا، وہ کسی کے زیر اثر ہیں۔ وہی بیان میرا بھی سمجھ لیجیے۔ میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ آپ کو فی الحال اس لیے بلایا ہے کہ آپ مجھے لندن شہر میں دیکھ لیں اور یقین کر لیں کہ میں پیرس سے نکل چکا ہوں۔ یہاں آپ پابندیاں عائد نہیں کر سکیں گے۔ میں جلد ہی یہاں سے پرواز کر کے امریکا پہنچنے والا ہے۔"

"تمھارے ساتھ کون ہے؟"

"میرے ساتھ میرا خدا ہے۔"

"خدا سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ بتاؤ اور کون کون ہے؟"

"جوجو کی بادیں ہیں۔ پاپا! میں ایک دن آپ کے پاس واپس ضرور آؤں گا۔ کیا اس یقین کے ساتھ جوجو کو میرے پاس نہیں بھیج سکتے؟"

"جب کہو بھیج دوں گا۔ مگر کہاں؟"

"آپ پھر چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ میں آپ کا بیٹا ہوں۔ میں پتا نہیں بتاؤں گا۔"

"پھر میں جوجو کو کہاں بھیجوں؟"

"میں جس شہر میں کہوں گا، آپ اسے پہنچا کر آزاد چھوڑ دیں۔ وہ گھومتی پھرتی رہے گی اور کسی وقت میرے پاس پہنچ جائے گی۔ اس سلسلے میں آپ سے گزارش ہے کہ کوئی مخبسی پٹی چال نہ چلیں۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ میری جوجو ہی میرے پاس آنا چاہیے، کوئی ڈمی نہیں۔ میں ادارے میں رہ کر چار طالبات کو جوجو کی نقالی کرتے دیکھ چکا ہوں۔ ان میں سے کوئی بھی طالبہ جوجو بن کر آئے گی تو میں پہچان لوں گا۔"

"جب پہچان لو گے، تب الزام دینا۔ میں تو تمھاری جوجو کو ہی روانہ کروں گا۔"

"کیا آپ اسے خیال خوانی سے روک رہے ہیں۔ اگر نہیں تو اس سے کہیے، میرے دماغ کے دروازے کھلے ہیں۔ مجھ سے آ کر بات کرے۔"

"مجھے افسوس ہے۔ ہم نے اس کی خیال خوانی کی صلاحیتیں ختم کر دی ہیں۔ وہ کسی سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکے گی۔"

"پھر میں کیسے پہچانوں گا کہ میرے پاس آنے والی اصلی ہے یا ڈمی؟"

"ابھی تم دعویٰ کر رہے تھے کہ ادارے میں رہ کر تم نے چار طالبات کو دیکھا ہے جنھیں تم ہر حال میں پہچان لو گے۔"

"آپ نے یہ اچھا نہیں کیا۔ پلیز پاپا! اس کی خیال خوانی کی صلاحیتیں

بحال کردیں۔"

"پلیز بیٹے! ایسی التجا نہ کرو جس سے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط ہوتے ہوں۔ اگر ہم جوجو کو اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کے ساتھ روانہ کریں گے تو تمہیں اغوا کرنے والے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اس کی صلاحیتیں اپنے دماغ میں منتقل کرلیں گے اور یہ ہم ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ ابھی جو لوگ تمہارے آس پاس ہیں، ان سے کہہ دو کہ ان کی چال کے مطابق جوجو ضرور ان کے پاس آئے گی، لیکن کھوٹا سکہ بن کر اور بیٹے بھتارے لیے تو جوجو جیسی بھی ہو، کبھی کھوٹا سکہ نہیں ہوگی۔ تم اسے ہر حال میں دوست رکھو گے۔"

"اچھی بات ہے پاپا! مجھے ہر حال میں جوجو چاہیے، شاید بارہ گھنٹے بعد آپ کو اطلاع ملے گی کہ جوجو کوکس شہر میں پہنچانا ہے۔"

"میں تمہارے ذریعے ان لوگوں کو سمجھانا چاہتا ہوں جو تمہیں ساتھ لے جارہے ہیں۔ جوجو امریکا پہنچے گی تو سپر ماسٹر بھی اسے حاصل کرنا چاہے گا۔ تمہیں اغوا کرنے والے اتنی بڑی طاقت سے ٹکرانے کی نادانی کریں گے۔"

"آپ بھول رہے ہیں جب آپ سپر ماسٹر سے ٹکرا سکتے ہیں تو آپ کا بیٹا کیا اپنی جوجو کے لیے نہیں ٹکرائے گا۔ جوجو آپ کا، سپر ماسٹر کا یا مجھے اغوا کرنے والوں کا مسئلہ نہیں ہے، وہ میری دوست ہے اور میں دوستی نبھانا جانتا ہوں۔ خدا حافظ۔"

"ٹھہرو۔ میں تھوڑی دیر بعد پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

"سوری پاپا! آئندہ میرے دماغ کے دروازے ہمیشہ بند ملیں گے۔ سو فار۔"

"میں نے جلدی سے کہا۔" پھر میں جوجو کو نہیں بھیجوں گا۔ چاہے کچھ ہوجائے۔"

وہ سانس روکتے روکتے رہ گیا۔ کوئی اس کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ کاغذ پر لکھ رہی تھی اور پارس اسے پڑھ رہا تھا۔ اس کے مطابق اس نے کہا۔" ابھی بات ہے آپ بارہ گھنٹے کے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرسکیں گے۔ خدا حافظ۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں نے فوراً ہی لندن میں اپنے چند خاص ایجنٹوں سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا۔" پارس اوّل لندن میں ہے۔ ابھی وہاں سے روانہ ہونے والا ہے۔ چونکہ سفر طویل ہے۔ وہ امریکا جارہا ہے۔ اس لیے ایک اندازے کے مطابق وہ کسی چارٹرڈ طیارے میں ہی جائے گا۔"

میرا حکم سنتے ہی وہ تمام ایجنٹ اپنے ماتحتوں سے رابطہ قائم کرتے ہوئے انھیں پارس کو تلاش کرنے کی ہدایات دے رہے تھے۔ ایک ایجنٹ نے پوچھا۔" جناب! پارس بابا کا موجودہ حلیہ بتایئے؟"

نوٹ کرو۔ عمر سولہ برس، قد پونے چھ فٹ، کسرتی جسم کا مالک ہے۔ ہمارا خیال تھا، اسے اغوا کرنے والے کسی اور روپ میں لے جائیں گے لیکن ابھی وہ ایک لڑکے کے روپ میں ہے۔ اس کی آنکھوں کی شوخی اور شرارت کو ختم کرنے کے لیے کنٹیکٹ لینس لگائے گئے ہیں۔ آنکھوں کے گرد الیسا کیا گیا ہے جیسے عمر کی زیادتی سے حلقے پڑ گئے ہوں۔ ہونٹ پر جھریاں پیدا کی گئی ہیں۔ یہ سب ہلکی پلاسٹک سرجری کے ذریعے کیا گیا ہے۔ موچھیں بھری بھری ہیں۔ چہرے پر چھوٹی سی داڑھی ہے۔ وہ ہاتھ میں چھڑی لے کر چلتا ہے۔ چھڑی کا دستہ سفید ہاتھی دانت کا ہے۔"

ایجنٹ نے پوچھا۔" جناب! اس کے آس پاس کسی کی کوئی خاص پہچان؟"

میں نے کہا۔" ذرا ٹھہرو۔ ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے ماسٹر بلیو سے رابطہ قائم کرکے پوچھا۔" جس وہ عورت سونیا آنٹی کے روپ میں آئی تھی تو کیا تمہیں جاتے وقت اس نے تمہارا ہاتھ پکڑا تھا؟"

"جی ہاں، میرا ہاتھ پکڑ کر بے تحاشا ہنسی تھی۔"

"اس نے کس ہاتھ سے تمہیں پکڑا تھا؟"

"انھوں نے مجھے بائیں ہاتھ سے پکڑا تھا۔"

"بس بیٹے! یہی پوچھنا تھا۔ آرام کرو۔"

میں نے ایجنٹ کے پاس آکر کہا۔" پارس اوّل کی جو عورت ہے وہ ہر کام بائیں ہاتھ سے کرتی ہے، لکھتی بھی بائیں ہاتھ سے ہے۔"

ابھی تھوڑی دیر پہلے جب میں نے پارس سے کہا تھا کہ جوجو کو اس وقت تک نہیں بھیجوں گا جب تک وہ آئندہ کا رابطہ قائم نہ کرے گا۔ تب اس کے سامنے بیٹھی ہوئی عورت ایک کاغذ پر بائیں ہاتھ سے لکھا تھا کہ آئندہ بارہ گھنٹے بعد بیٹے سے رابطہ قائم کرسکوں گا۔

یہی بات میں نے پیرس کے ذمے دار افسران سے کہی۔ انھوں نے کہا۔" ہمارے جاسوس لندن میں ہیں۔ ہم انھیں ہدایات دے رہے ہیں۔ ایسی عورت کا محاسبہ کیا جائے جو بائیں ہاتھ سے کام کرتی ہو اور پارس بابا کا حلیہ بھی سب کو بتادیا جائے۔"

انھوں نے پیرس شہر میں ہائی الرٹ کردیا۔ تمام پابند لندن میں اپنے جاسوسوں کو پارس اور اس کے ساتھ عورت کے متعلق تفصیلات بتانے لگے۔ میں نے جناب رسونتی اور آرمر وغیرہ کو بھی اس کے متعلق سب کچھ بتادیا۔ ایک ہفتے کے دوران شیبا کے بازو کا زخم بھرنے لگا تھا اور آرمر باری باری اس کے دماغ میں موجود رہتے تھے۔

دماغ کو کمزور بناتے جاتے تھے۔ اس ایک ہفتے میں انھوں نے پارس اوّل پر تنویمی عمل کیا تھا۔ یہ عمل شیبا کو معمولہ بنانے کے لیے نہیں بلکہ پہلے تنویمی عمل کے اثرات مٹانے کے لیے تھا۔

وہ رفتہ رفتہ نارمل ہو رہی تھی۔ کبھی میں، کبھی رسونتی اور کبھی آرمر اس کے دماغ میں رہ کر سمجھاتے رہتے تھے کہ کس طرح یہودی اکابرین کے سامنے خود کو نارمل ظاہر کرنا ہے اور یہی تاثر دیتے رہنا ہے کہ وہ ابھی تک تنویمی عمل کے زیر اثر ہے۔ اس نے اپنی ڈائری میں جو کچھ لکھا تھا، وہ ہم تک نہ پہنچ سکا، لیکن نارمل ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ہمیں اپنے بارے میں بہت کچھ بتاتی جارہی تھی اور ہمیں خوشی ہوتی تھی کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے بھی تنویمی عمل کے اثر سے نکلتی تھی تو ہماری ہی دوست اور وفادار رہتی تھی۔

لمبے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ میں نے اسے آن کیا۔ لندن کے ایجنٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔" جناب! میرے پاس فوراً آیئے۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا اور اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنا ٹرانسمیٹر جیب میں رکھ کر باتھ روم سے نکل رہا تھا اور ائیر پورٹ کی عمارت کے ایک حصے سے گزرتے ہوئے سوئچ کے ذریعے کہہ رہا تھا۔" میں نے ابھی ایک بوڑھے کو دیکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چھڑی ہے اور چھڑی کا دستہ سفید ہاتھی دانت کا ہے۔ اس کا حلیہ بالکل وہی ہے، جیسا آپ نے بتایا ہے۔"

وہ چلتے چلتے ویٹنگ روم میں آیا۔ جہاں بہت سے مسافر اپنے اپنے طیارے میں جانے کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے اس کے ذریعے دور ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے بوڑھے کو دیکھا۔ اسے شناخت کرنے کا ایک ہی راستہ تھا۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس اوّل کے دماغ پر دستک دی تو صوفے پر بیٹھا بوڑھا ایک دم سے چونک گیا۔ اندازہ ایسا ہی تھا جیسے بیٹھے بیٹھے سانس روک لی ہو۔ میں نے اس ایجنٹ سے پوچھا۔" تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟"

"جناب! تین آدمی ہیں۔ وہ اسی ویٹنگ ہال میں دور ہی دوسرے سے نگرانی کر رہے ہیں۔"

"میں دوسرے ایجنٹ کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے کہا۔" فوراً معلوم کرو۔ یہاں سے کتنے چارٹرڈ طیارے جارہے ہیں۔ اور ان کی روانگی کے اوقات کیا ہیں، اور ان میں جانے والوں کے نام کیا ہیں؟"

پھر میں باری باری دوسرے ایجنٹوں کے پاس پہنچ کر انھیں سمجھاتا رہا۔" پارس کو دور ہی دور سے دیکھتے رہو۔ شبہ ظاہر نہ ہونے دو۔ اگر کوئی ایسا موقع آئے کہ وہ بالکل ہاتھ سے نکلنے لگے اور یقین ہو جائے کہ دشمن کامیاب ہوجائیں گے تو میرے بیٹے کو زخمی کردینا۔"

ایک نے کہا۔" جناب! یہ ہم سے کیسے ہوگا؟"

"جو حکم دے رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔ وہ میرا بیٹا ہے۔ میں باپ ہوں۔ اسے جان سے مارنے کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں۔ اس حد تک زخمی کرو کہ وہ تکلیف میں مبتلا رہے، لیکن زخم زیادہ گہرا نہ ہو۔"

میں نے پیرس کے اعلیٰ افسران سے کہا۔" لندن کے سراغ رسانوں سے فوراً رابطہ قائم کریں۔ انھیں ہدایات دیں کہ ہیتھرو ائیر پورٹ کے اس حصے میں جائیں جہاں چارٹرڈ طیارے والے مسافر ویٹنگ روم میں بیٹھتے ہیں۔ وہاں پارس ایک بوڑھے کے میک اپ میں موجود ہے۔ اسے اتنی احتیاط سے گھیرے میں لیا جائے کہ دشمن اسے ہاتھ سے نکلتا دیکھ کر نقصان نہ پہنچا سکیں اور وہ بہ خیریت ہمارے پاس چلا آئے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔" ابھی انھیں ہدایات دیتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ وہ بہ خیریت ہمارے پاس آئے گا۔"

میں نے آرمر سے کہا۔" تم شیبا کے دماغ میں موجود رہو۔ رسونتی دوسری جگہ مصروف رہے گی۔"

پھر میں نے رسونتی کو اپنے لندن کے ایجنٹوں کے پاس پہنچایا۔ لیکن جب تک میں خیال خوانی کے ذریعے انتظامات میں مصروف رہا، اتنی دیر میں بازی پلٹ گئی۔ جو ایجنٹ پارس کی نگرانی کر رہے تھے، ان میں سے ایک نے بتایا۔" جناب! یہاں کے پولیس والے آئے تھے۔ ایک پولیس والے نے پارس بابا سے پوچھا تھا۔ کیا آپ ہی پروفیسر لونزا ہارورڈ ہیں؟"

پارس بابا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔" جی ہاں، میں ہی پروفیسر ہوں۔ فرمایئے؟"

پولیس آفیسر نے ریوالور نکال کر کہا۔" ہمیں افسوس ہے۔ ہم آپ کو گرفتار کر رہے ہیں۔ آپ کے سامان سے اسمگلنگ کا مال برآمد ہوا ہے۔ آپ خود چل کر دیکھ سکتے ہیں۔"

میں نے پریشان ہوکر پوچھا۔" کیا کہہ رہے ہو، کیا واقعی وہ پولیس والے تھے؟"

جی ہاں جناب! ہم ان کا تعاقب کرتے ہوئے بیگج ہال کی طرف آئے ہیں۔ ہال کے قریب ہی کسٹم آفیسر کا دفتر ہے۔ پارس بابا کو وہیں لے جایا گیا ہے۔ ہم دفتر کے باہر کھڑے ان کا انتظار کر رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا۔" کیا اس دفتر کا دوسرا دروازہ نہیں ہوگا؟"

"بے شک دوسرا دروازہ ہے لیکن وہاں سے عام آدمیوں کو گزرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"لیکن پولیس والے اسمگلنگ کے الزام میں اسے گرفتار کر

کے اسی راستے سے لے جاسکتے ہیں۔ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟"

"ہمارے دوسرے آدمی اس مقام پر موجود ہیں، جہاں سے پچھلے دروازے سے گزرنے کے بعد پارس بابا کو کسی گاڑی میں بٹھایا جائے گا۔"

"شاباش، آگے بڑھ کر اس سپاہی سے بات کرو جو دفتر کے دروازے پر کھڑا ہوا ہے۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ سپاہی کے پاس جاکر دفتر کے اندر جانے کی اجازت مانگی تو سپاہی نے کہا۔ "سوری، ابھی اجازت نہیں مل سکتی۔"

اس کے ساتھ ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ خود سپاہی کو اندر نہ آنے دو۔"

سپاہی باہر گیا۔ میں اس افسر کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے اور پارس کے درمیان ایک میز پر بیگ کھلا ہوا تھا۔ افسر اپنی ہتھیلی پر چند جھلگتے ہوئے ہیرے دیکھ رہا تھا۔ اور بول رہا تھا۔

"پروفیسر، لونر اہاروڈ! کیا تم انکار کر سکتے ہو کہ یہ بیگ تمھارا نہیں ہے؟"

پارس نے کہا۔ "میں حیران ہوں۔ بیگ تو میرا ہی ہے لیکن یہ مال میرا نہیں ہے۔"

"سوری پروفیسر! ہر مجرم پکڑے جانے کے بعد یہی کہتا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ آیئے۔"

افسر نے سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ دو سپاہی پارس کے اطراف آکر کھڑے ہوگئے۔ پھر افسر کے پیچھے چلتے ہوئے دوسرے دروازے سے گزرتے ہوئے ایک کوریڈور میں پہنچ گئے۔ اس افسر کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ پروفیسر کو قیدیوں کی ایک گاڑی میں بٹھا کر لے جانے والا ہے۔ جب تک مخصوص وقت پر چارٹرڈ طیارے روانہ نہیں ہو جاتے، تب تک وہ قیدیوں کی گاڑی وہاں کھڑی رہتی ہے۔ تاکہ اس دوران اسمگلنگ کرنے والے جتنے بھی پکڑے جائیں انھیں ایک ساتھ اس میں بٹھا کر لاک اپ تک پہنچایا جاسکے۔ میں اس افسر کے ذریعے پارس کے چہرے پر حیرانی اور پریشانی دیکھ رہا تھا۔ یقیناً اسے بھی یہ معلوم نہیں ہوگا کہ ہیرے اس کے بیگ میں کیسے آگئے؟

میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے تھوڑی دیر بعد پھر کوشش کی۔ پھر اس نے سانس روک لی۔ وہ اس نامعلوم عورت کے اشاروں پر چل رہا تھا۔ اس پر تنویمی عمل کا اثر تھا۔ جب اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ بارہ گھنٹے بعد ہی میں اس

کے دماغ میں آکر بات کرسکوں گا تو وہ اس سے پہلے مجھے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔

اعلیٰ بی بی ڈائی۔ ایم سی۔ اے کا کمرہ چھوڑ کر میرے پاس آچکی تھی۔ اس نے موجودہ صورت حال کو سمجھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! اس افسر کو گرفتار کی کا شبہ ہوگیا ہے۔ اسی لیے وہ پارس کو وہاں سے کسی اور جگہ کے لیے یہ چال چل رہی ہے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں، سامان کی چیکنگ میں جانے سے پہلے ہی اچھی طرح چیک کر لیا جاتا ہے۔ جب یہ بیگ چیک کیا گیا تو اس میں سے ہیرے برآمد نہیں ہوئے۔ پھر ہمارے بیٹے کے لیے لاکھ دو لاکھ کے ہیرے کیا اہمیت رکھتے ہیں۔ وہ کبھی ایسی حرکت نہیں کرے گا۔ اس عورت کے ساتھ یہی ایک راستہ تھا کہ کسی طرح ملٹیج ہال میں وہ ہیرے اس کے بیگ میں پہنچائے جائیں اور اسے گرفتار کر کے راستہ ہی دلایا۔ ورنہ ہم اسے ائیرپورٹ سے نکال لے جائیں گے۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کی باتیں سننے کے بعد پھر اپنے ایجنٹوں سے رابطہ قائم کیا۔ یہ اطمینان ہوا کہ میرے دو ایجنٹ اس کوریڈور پر قبضہ جما چکے تھے۔ ایک نے ڈرائیور کی جگہ لے لی تھی۔ ان کو ہدایت تھا جیسے ہی پارس کو گاڑی کے اندر بٹھایا جائے گا، وہ اسے لے کر فرار ہو جائیں گے۔

ادھر وہ افسر پارس کو لے کر کوریڈور کے آخری سرے میں آیا۔ جہاں دوسرا افسر میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ قیدی کو گاڑی میں بٹھانے سے پہلے اس کا نام پتا اور وقت لکھا جا رہا تھا۔ انھیں اس کوریڈور سے گزرنے کی اجازت مل گئی۔ وہ دونوں نکل کر دوسرے کوریڈور میں مڑ گئے۔ ادھر سے صرف پولیس کسٹم والے ہی گزرتے تھے۔ اس لیے راہداری ویران سی تھی۔ دوسری طرف سے ایک پولیس افسر آرہا تھا۔ اس نے اچانک ایک مائک لگا ہوا ریوالور نکالا اور پھر گولی چلا دی۔ پارس کو لے جانے والا افسر لڑکھڑایا۔ پھر کوریڈور کی دیوار سے جا کر ٹکرایا۔ اس کے ساتھ ہی میری سوچ کی لہریں یکبارگی واپس آگئیں۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ یعنی وہ افسر مر چکا تھا۔

میں نے پھر خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس افسر کے پاس پہنچا جو کوریڈور کے آخری سرے پر بیٹھا قیدیوں کا نام پتا اور قیدیوں کی روانگی کا وقت لکھ رہا تھا۔ میں نے ایک دم سے اسے اٹھایا۔ اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکالا۔ پھر اسے تیزی سے دوڑاتا ہوا اسی کوریڈور میں لے گیا۔ سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے فائر کرنے والا قتل آفیسر وہاں موجود تھا۔ پارس کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ ایک افسر کو ادھر آتے دیکھ کر اس نے نشانہ لیا۔ اس سے پہلے ہی میں نے اپنے معمول آفیسر کے ذریعے گولی چلائی تھی۔ ٹھائیں کی آواز دور تک گونجتی ہوئی گئی۔ اس افسر کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر گر گیا۔ لیکن اس کے بعد وہ ہوا جس کی ہم توقع نہیں کر سکتے تھے۔ پارس نے مُردہ افسر کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر میرے معمول آفیسر کو نشانہ بنایا۔ میں نے اس کے ذریعے پیچ کر کہا۔ "نہیں بیٹے! خبردار، گولی نہ چلانا، میں تمھیں لینے آیا ہوں۔"

میں اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ اس نے ٹھائیں سے گولی چلائی۔ میرا معمول لڑکھڑا کر گر پڑا۔ دو مسلح سپاہی جو پارس کے پیچھے چل رہے تھے، وہ اسی عورت سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ پارس کو پکڑ کر دوڑتے ہوئے، اس کوریڈور سے گزرتے ہوئے جانے لگے۔ میں اتنا ہی دیکھ پایا تھا۔ اس کے بعد اس آفیسر نے بھی دم توڑ دیا اور میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میرے بیٹے کو یرغمال کر ذرا بھی جھجک نہیں ہوئی تھی کہ آفیسر کے ذریعے میں بول رہا ہوں۔ اس پر گولی چلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ باپ پر گولی چلا رہا ہے، حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ لیکن ایک احساس ہوتا ہے، وہ احساس تنویمی عمل کے ذریعے مر چکا تھا۔ اور وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا۔

ایک لمحے کی تاخیر بھی پارس کو ہم سے نہ جانے کتنے عرصے کے لیے جدا کر دیتی۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ قیدیوں کی گاڑی میں بیٹھے ہوئے ایجنٹوں سے کہا۔ "فوراً یہاں سے نکلو، پارس کو پھر اغوا کیا جا رہا ہے، کیا تم لوگوں نے فائرنگ کی آواز نہیں سنی؟"

"ہم نے دو بار آواز سنی ہے۔ ہر جگہ بھگدڑ سی مچی ہوئی ہے۔"

"تمھارے آس پاس جتنی گاڑیاں ہیں، ان سب پر نظر رکھو، پارس کو ان میں سے کسی گاڑی میں لے جایا جائے گا۔"

وہ پارکنگ ایریا میں دور دور تک نظر..... رکھ سکتے تھے، لیکن اسی وقت ایک گاڑی پارکنگ ایریا سے دور تیزی سے بھاگتی ہوئی دکھائی دی۔ کسٹم کے سپاہی اس گاڑی کی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ لیکن وہ فائرنگ کی زد سے نکل چکی تھی۔ میرے دو ایجنٹوں نے دوڑ لگائی۔ قیدیوں کی گاڑی میں جا کر بیٹھے۔ اسے اسٹارٹ کرنا چاہا تو پتا چلا، گاڑی کا پہیہ پنکچر ہو چکا ہے۔ یقیناً کسی نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گولی ماری ہوگی اور پہیے کو بیکار کر دیا ہوگا۔

میں دوسرے ایجنٹ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ موٹر سائیکل تیزی سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ گاڑی اس کی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی لیکن وہ سمجھ رہا تھا کہ ائیرپورٹ کے احاطے سے نکل کر مین روڈ تک پہنچتے پہنچتے وہ اس گاڑی تک پہنچ جائے گا۔

میں نے اس سے کہا۔ "اب تم ہی ایک آسرا رہ گئے ہو۔ کسی طرح بھی اس گاڑی کا پیچھا نہ چھوڑنا۔"

اس نے رفتار اور بڑھا دی۔ اس کے پیچھے کسٹم پولیس والوں کی گاڑیاں تیزی سے دوڑتی آرہی تھیں۔ خطرے کا سائرن بجایا جا رہا تھا۔ یقیناً پولیس والے ٹرانسمیٹر کے ذریعے آگے جانے والی گاڑی کو روکنے کے سلسلے میں احکامات جاری کر رہے ہوں گے۔

وہ پانچ منٹ میں مین روڈ تک پہنچ گئے۔ وہ گاڑی بہت دور نظر آرہی تھی۔ تعاقب کرنے والے اپنی رفتار بڑھاتے جا رہے تھے۔ میرا ایجنٹ سب سے آگے تھا۔ وہ ان سے پہلے ہی گاڑی کے قریب پہنچتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے ریوالور نکال کر گاڑی کی طرف فائرنگ کی۔ دو بار اس کا نشانہ چوک گیا۔ تیسری بار پہیہ ایک دھماکے سے برسٹ ہو گیا۔ آگے جانے والی گاڑی ادھر سے ادھر ڈگمگائی۔ پھر رک گئی۔ سب سے پہلے میرا ایجنٹ وہاں پہنچا۔ اسے ایک عورت ڈرائیو کر رہی تھی۔ اندر اور کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے فوراً ہی اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھولتے ہوئے پوچھا۔ "پارس بابا کہاں ہے؟"

اس عورت نے غصّے سے پوچھا۔ "کون پارس بابا؟ میں کسی پارس کو نہیں جانتی۔ کیا تم نے ہی فائر کر کے میری گاڑی کا پہیہ بے کار کیا ہے، تم نے ایسی حرکت کیوں کی؟ تم کون ہو؟"

میں نے اس بولنے والی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی۔ اتنی دیر میں تمام پولیس والے آگئے تھے۔ انھوں نے گاڑی کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ پھر ایک افسر نے اس عورت کو نشانے پر رکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ پروفیسر کو کہاں لے جا رہی ہو؟"

یہ کہتے ہوئے اس نے کار کے اندر جھانک کر دیکھا۔ دوسرے سپاہی نے کہا۔ "جناب! یہاں کوئی نہیں ہے۔"

اس عورت نے اپنی رسٹ واچ دیکھی، پھر ہنستے ہوئے کہا۔ "ابھی مسٹر فرہاد میرے دماغ میں آنا چاہتے تھے۔ اب میں انھیں آنے کی اجازت دیتی ہوں اور آپ لوگوں سے صاف صاف کہہ دوں کہ میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ مجھے جو کہا گیا، میں نے اس پر عمل کیا۔ یہ کسٹم آفیسر کی گاڑی وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے ہدایت دی گئی تھی کہ جیسے ہی ایک بوڑھا پروفیسر گاڑی میں آکر بیٹھے گا، میں اسے تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی اس شاہراہ پر لے آؤں گی۔ پھر اس کی رفتار کو چند سیکنڈ کے لیے کم کر دوں گی۔ وہ بوڑھا پروفیسر اس گاڑی سے چھلانگ لگائے گا۔ میں پھر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی آگے جاؤں گی۔ اس کے بعد زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ گرفتار کر لی جاؤں گی اور اب دیکھ رہی ہوں کہ گرفتار ہونے ہی والی ہوں۔"

میں اس کی باتوں کے دوران اس کی سوچ پڑھتا رہا۔

وہ درست کہہ رہی تھی۔ خود اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ پارس کی طرح تنویمی عمل کے زیرِ اثر تھی۔ اسے جو حکم دیا گیا تھا، وہ اس پر عمل کرتی آئی تھی اور یہ عورت وہ نہیں تھی جو پیرس سے ہمارے بیٹے کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

اس نے کار کی چابی نکال کر دائیں ہاتھ سے پولیس افسر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ رہی آپ کے بڑے افسر صاحب کی گاڑی کی چابی۔"

اس عورت نے دائیں ہاتھ سے چابی بڑھائی تھی۔ جیکب پارس کے ساتھ رہنے والی عورت بائیں ہاتھ سے کام کرتی تھی۔ آخر وہ بائیں ہاتھ والی کون تھی؟ کم بخت ایسی زبردست چالیں چل رہی تھی کہ ہماری کامیابی ناکامی میں بدلتی جا رہی تھی۔ جو عورت گرفتار ہوئی تھی اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ پارس گاڑی سے باہر چھلانگ لگانے کے بعد کہاں گیا ہے یا اسے کون لے گیا ہے؟

یوں دیکھا جائے تو اس بائیں ہاتھ والی کا صرف دماغ کام کر رہا تھا ورنہ ایکشن میں تو ہمارا بیٹا تھا۔ وہی ہماری کامیابی کو ناکامی میں بدل رہا تھا۔ پہلی بار اس نے میرے معمول آفیسر کو گولی ماری تھی۔ دوسری بار میرا ایجنٹ اس کی کار کے قریب پہنچ رہا تھا لیکن اس سے پہلے ہی وہ جانے کب گاڑی کے باہر چھلانگ لگا چکا تھا۔ ایجنٹ اسے دیکھ نہیں پایا تھا۔ اب میں دشمنوں سے کیا گلہ کرتا۔ میرا اپنا ہی بیٹا ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر جا چکا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے اپنے سر کو تھام کر کہا۔ "اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس نے بارہ گھنٹے بعد رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ میرا خیال ہے، دس گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اور میرا خیال ہے کہ بارہ گھنٹے پورے ہونے کے بعد بھی وہ بات نہیں کرے گا۔ وہ بائیں ہاتھ والی ایک بار بیٹے سے میرا رابطہ قائم کرا کے مصیبت اٹھا چکی ہے۔ آئندہ اور کوئی مصیبت مول لینا نہیں چاہے گی۔"

میرا خیال درست نکلا۔ بارہ گھنٹے پورے ہونے کے بعد میں نے پارس کو مخاطب کیا، تو اس نے سانس روک لی۔ میں نے وقفے وقفے سے دو چار بار کوشش کی۔ ہر بار مایوسی ہوئی۔ میں بہت دیر تک سر تھامے سوچتا رہا، میرا بیٹا میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اب یہ بات یقینی ہو گئی تھی کہ اس کے پاس پہنچنے کے لیے مجھے امریکا جانا ہوگا یا جوجو کو چارے کے طور پر آگے بڑھانا ہوگا۔

سوچتے سوچتے پھر ایک تدبیر دماغ میں آئی۔ میں نے اعلیٰ بی بی اور سونیا سے مشورہ لیا۔ انھوں نے بھی اس تدبیر کو پسند کیا۔ میں اس کے مطابق تیبا کے پاس آیا۔ اب وہ کافی حد تک نارمل ہو چکی تھی۔ میں نے کہا۔ "پارس بیٹے تک پہنچنے کا اب تم ہی ایک راستہ ہو۔"

"میں اپنی جان دے سکتی ہوں۔ تم حکم دو۔"

"تم پارس کے دماغ میں جاتے ہی جوجو کا نام لو۔ وہ سانس نہیں روکے گا۔ پھر تم اسے یقین دلا ڈالو کہ تم اسے رسونتی سے زیادہ پیار کرتی ہو۔ اس کی دوستی اور محبت کا خیال کرتے ہوئے تم نے جوجو کو دماغ سے باہر نکال دیا ہے۔"

میں نے اسے ساری باتیں تفصیل سے سمجھا دیں۔ وہ میری ہدایت کے مطابق عمل کرنا چاہتی تھی۔ اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا۔ ایک آیا نے آ کر کہا۔ "عامل صاحب تشریف لائے ہیں اور تم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ اپنے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہاں پر تنویمی عمل کرنے والا ایک صوفے پر بڑے شاہانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ قریب آ کر اس کے سامنے دوزانو ہو گئی۔ پھر اس کے ہاتھ کو چوم کر کھڑی ہو گئی، الٹے قدموں چلتے ہوئے پیچھے گئی پھر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ عامل اسے گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تمھارے بازو کا زخم کیسا ہے؟"

"یہ بھر چکا ہے۔"

"کیا اب بھی تکلیف ہوتی ہے؟"

"جی نہیں، اب آرام ہے۔"

"کیا تمھارا دماغ حساس ہے؟"

"جی ہاں، میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی ہوں۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"یہ بات یقین سے کوئی نہیں کہہ سکتا۔ آپ بھی حساس ہیں۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتے ہیں، لیکن ہم آپ خوش فہمی میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ ہم یہی سوچتے رہیں گے کوئی ہمارے دماغ میں آئے گا تو ہم اسے تاڑ لیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آ کر چلا جائے اور ہم اسے تاڑ نہ سکیں۔"

"میں اپنی توانائی کو خوب سمجھتا ہوں۔"

"اسی طرح مجھے بھی اپنی دماغی توانائی پر بھروسا ہے۔ اسی لیے کہہ رہی ہوں، میرا دماغ حساس ہے۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لوں گی۔ اس کے بعد خدا بہتر جانتا ہے۔"

وہ پھر تھوڑی دیر تک گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "جب تمھارا بازو زخمی ہوا تھا، کیا فراد تمھارے پاس نہیں آیا تھا؟"

"اس کا جواب پہلے بھی دے چکی ہوں۔ وہ کئی بار میرے دماغ میں آ چکا ہے۔ صرف وہی نہیں، رسونتی اور آرمر بھی آتے رہے ہیں۔"

"میں تمھارے سچ سے خوش ہو رہا ہوں۔ بولتی جاؤ، وہ کیوں آتے رہے، کیا کہتے رہے؟"

"فراد مجھے سمجھاتا رہتا ہے، میں اپنے بچے سے دور نہ رہوں۔ آپ لوگوں سے اس بات پر جھگڑا کروں کہ میں ماں ہوں۔ اس لیے بچہ میرے پاس رہا کرے گا۔"

"رسونتی کیوں آتی ہے؟"

"وہ فراد کی باتیں دُہراتی ہے۔ مجھے یقین دلانے کی کوشش کرتی ہے کہ بچہ میرے پاس رہے گا تو وہ سب مل کر مجھے بچے کے ساتھ یہاں سے نکال لے جائیں گے۔"

عامل نے گھور کر پوچھا۔ "کیا اسی لیے تم بچے کو اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو؟"

"یہ میرا حق ہے۔ فراد، رسونتی اور آرمر کے آنے سے پہلے بھی میں یہی کہتی رہی ہوں۔"

"آرمر کیوں آتا ہے؟"

"اسے اپنی بہن جوجو کی بڑی فکر ہے۔ وہ پارس اوّل کو بہت چاہتی ہے۔ اس کے بغیر روتی رہتی ہے۔ کھانا نہیں کھاتی۔ پارس کے پاس جانے کی ضد کرتی رہتی ہے۔ آرمر مجھ سے التجا کرتا ہے کہ میں پارس کا پتا بتا دوں یا جوجو کو اس کے پاس پہنچا دوں۔"

عامل نے کہا۔ "یہ بات قابلِ یقین نہیں ہے کہ ایک بھائی اپنی بہن کو اتنے محفوظ ادارے سے نکال کر پارس کے پاس پہنچانا چاہے گا، ضرور کوئی چال ہے۔"

شیبا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ضرور کوئی چال ہو سکتی ہے لیکن میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ کیونکہ پارس ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔"

"کیا تم فراد وغیرہ کے ذریعے پارس کے متعلق تازہ ترین معلومات حاصل نہیں کر سکتیں؟"

"فراد، رسونتی اور آرمر پچھلے دس گھنٹے سے میرے پاس نہیں آئے ہیں۔ ان کی طرف سے ملنے والی آخری اطلاع کے مطابق پارس لندن میں ہے۔"

عامل نے خوش ہو کر کہا۔ "شاباش! میں یہی آزمانا چاہتا تھا کہ تم ہمارے ساتھ کتنی سچی ہو۔ لندن میں ہمارے سراغ رسانوں نے بھی یہی اطلاع دی ہے۔ پارس ابھی اسی شہر میں ہے۔ کیا تم سلوم کر سکتی ہو کہ فراد وغیرہ پارس سے کس طرح رابطہ قائم کرتے ہیں؟"

"میں نے معلوم کیا تھا۔ پارس کسی کو دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ فوراً سانس روک لیتا ہے۔ اس پر تنویمی عمل کا اثر ہے۔"

"اس پر کس نے تنویمی عمل کیا ہے؟"

"یہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ صرف اتنا پتا چلا ہے کہ کوئی عورت پارس کے ساتھ رہتی ہے۔ وہی سونیا کا روپ اختیار کر کے ایک بار فراد کو دھوکا دے چکی ہے۔"

"کیا فراد بتا سکتا ہے کہ ہم نے پارس کو جہاں قید کیا تھا، وہاں وہ عورت کیسے پہنچ گئی تھی اور کس طرح اسے وہاں سے نکال لے گئی تھی؟"

"فراد اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"کیا وہ ایسے کسی شخص کو جانتا ہے جس کا نام بروس مارٹن ہے۔ اس کے ساتھ ایک سولہ برس کا لڑکا بھی دیکھا گیا ہے۔"

"جی ہاں، وہ ایسے دو اشخاص کے متعلق جانتا ہے۔ ایک کا نام بروس مارٹن اور دوسرے کا نام رابرٹ ریگیج ہے۔ یہ دونوں امریکا سے ایک سولہ برس کا لڑکا لے کر آئے ہیں تاکہ پارس انھیں مل جائے تو اس لڑکے کی جگہ اسے وہاں سے لے جائیں، لیکن انھیں ناکامی ہو رہی ہے۔"

عامل نے کہا۔ "شیبا! میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم وہی رپورٹ دے رہی ہو جو جیریں سے ہمارے جاسوس دے چکے ہیں۔"

"میں آپ لوگوں سے ہمیشہ سچ بولتی آئی ہوں۔ میں اپنے ملک میں اپنی قوم کے لوگوں میں ہوں۔ آپ سے جھوٹ بولنے اور اپنے بڑوں کو دھوکا دینے کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی پوری قوم کو تباہ کر دوں۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔" اس نے ایسا کہتے کہتے اچانک سانس روک لی۔ اشارے سے عامل کو سمجھایا کہ اس کے دماغ میں کوئی آنا چاہتا ہے۔ حالانکہ اس نے سانس نہیں روکی تھی۔ اگر روکتی تو میں کب کا باہر ہو چکا ہوتا۔ میں بدستور اس کے دماغ میں موجود تھا اور اسے گائیڈ کر رہا تھا کہ اپنے عامل سے کس طرح گفتگو کرنا چاہیے اور وہ اسی طرح کرتی جا رہی تھی۔

اس نے عامل سے پوچھا۔ "کیا میں کسی کو دماغ میں آنے کی اجازت دوں۔"

عامل نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "جو بھی آئے، اس سے پارس کے متعلق پوچھو۔"

اس نے گہری سانس لی۔ پھر آنکھیں بند کر لیں۔ سوچ کے ذریعے مجھ سے پوچھا۔ "کیا میں ٹھیک جا رہی ہوں؟"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "تم کمال کر رہی ہو۔ ذرا غصّے کا منہ بناؤ اور عامل سے کہو کہ میں جوجو کے سلسلے میں تمھیں الزام دے رہا ہوں۔ وہ بھی پارس کی طرح ادارے سے بھاگ گئی ہے اور اس کے فرار میں تمھارا ہاتھ سمجھا جا رہا ہے۔"

وہ غصّے کا منہ بناتی رہی۔ تھوڑی دیر تک ہم باتیں کرتے رہے۔ پھر اس نے سانس روکنے کا مظاہرہ کیا۔ اپنی آنکھیں کھول دیں۔ عاطل نے آہستگی سے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔ "مجھے ان لوگوں کی وجہ سے بار بار سانس روکنا پڑتا ہے۔ بڑی پریشانی ہوتی ہے بہرحال وہ کہہ رہا ہے کہ جوجو بھی پارس کی طرح اداسے سے نکل بھاگی ہے۔"

عاطل نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں، اور وہ مجھے الزام دے رہا ہے۔ کہتا ہے کہ میں نے پارس کی طرح جوجو کو بھی وہاں سے بھگا دیا ہے۔"

وہ عاطل صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "اس کا مطلب ہے، پارس کو ہم سے چھین کرلے جانے والی عورت ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنا چاہتی ہے۔ اسی لیے اس نے جوجو کو بھی اغوا کیا ہے۔ مگر تعین نہیں آتا۔"

"کس بات کا یقین نہیں آتا۔"

"یہی کہ تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے پارس کو بابا صاحب کے ادارے سے نکالا تھا۔ تمھارے لیے یہ آسان تھا۔ تم وہاں ایک عرصے تک رہ کر بہت کچھ سمجھ چکی تھیں، لیکن وہ کوئی عورت ہے جو ٹیلی پیتھی کے بغیر جوجو کو اس ادارے سے نکال کر لے گئی ہے۔ وہ عورت انتہائی چالاک اور تیز طرار ہو گی۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس کا تعلق سپر ماسٹر سے ہے اور سپر ماسٹر نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اس کے دماغ کو حیرت انگیز غا دیا ہے۔ تب ہی وہ ایسے کارنامے انجام دے رہی ہے۔"

وہ اس عورت کا تعلق سپر ماسٹر کی ٹیم سے جوڑ رہا تھا، جبکہ ایسا نہیں تھا۔ اس ہاں ہتی یعنی بائیں ہاتھ سے کام کرنے والی نے اپنا الگ محاذ بنا رکھا تھا اور جیسے جیسے حیرت انگیز کارنامے دکھا رہی تھی، اس سے یہ خیال مستحکم ہو رہا تھا کہ وہ سلارا ہو سکتی ہے اور اس کی پشت پر اس کے بھائی جارج فری مین، آئرن اور ہارڈی ہوں گے۔

میں نے ایک طویل عرصے سے آئرن اور ہارڈی کو بھلا دیا تھا۔ وہ میرے لیے غیر ضروری ہو گئے تھے۔ اب ان کے دماغ میں پہنچنا محال تھا۔ کیونکہ ان کی دماغی توانائی بحال ہو چکی تھی۔ پھر ان کے بہن بھائی نے شاید ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں کامیابی حاصل کی ہو گی۔ تب ہی وہ پھر لاپتا ہو گئے تھے۔ ہماری ٹیلی پیتھی کی زد میں نہیں آ رہے تھے۔ بہرحال اس عامل نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "شیبا! آج رات تیار رہنا۔ میں تم پر تنویمی عمل کروں گا۔"

شیبا نے اٹھتے ہوئے حیرانی سے کہا۔ "لیکن ابھی تو پہلی تاریخ کو دو ہفتے باقی ہیں؟"

"جب سے تمھارا بازو زخمی ہوا ہے، فرہاد وغیرہ کو تمھارے میں آنے کی بڑی چھوٹ مل گئی ہے۔ میں یہ راستے بند کرنا چاہتا ہوں یہ کہہ کر وہ جانا چاہتا تھا۔ شیبا نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ٹھہرو بچّے سے ملتا چاہتی ہوں۔"

"تنویمی عمل کے بعد جب مجھے اطمینان ہو گا کہ اب تمھارے میں کوئی نہیں آ سکے گا، تم بے اختیار سانس روک لیا کرو گی۔ کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھو گی تو بچّے کو تمھاری گود میں دے دیا جائے گا۔"

اس کے قہقہے سینے سے ایک سرد آہ نکلی۔ اس کا فولادی جسم آنکھوں کے سامنے پھر رہا تھا۔ وہ اپنا دل پکڑ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ عاطل بڑی بے رُخی سے منہ پھیر کر چلا گیا۔ میں نے تسلی دی۔ "شیبا! جو حوصلہ رکھو، بہت جلد اپنے بچّے کے ساتھ اس قید خانے سے نکل آؤ گی۔ ہم پھر ہلہ اور اپنے بچّے کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی گزاریں گے۔"

میں اسے سہانے مستقبل کے خواب دکھانے لگا اور اسے بہلا لگا۔ وہ تھوڑی دیر تک بہلتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔ "اگر تھک گئی ہو تو آرام کرو۔ تھوڑی دیر بعد پارس سے رابطہ قائم کرنا۔"

"نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ابھی اس کے پاس جا رہی ہوں۔"

اس نے دماغ پر دستک دی۔ پارس نے سانس روک لی۔ چند وقفے کے بعد شیبا نے پھر اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کہا۔ "جوجو!"

پارس نے چونک کر پوچھا۔ "جوجو! کیا تم ہو۔ کیا تم خیال خوانی کر سکتی ہو یا مجھے دھوکا دیا جا رہا ہے؟ بہرحال تمھارے نام سے میں دھوکا بھی کھا سکتا ہوں، لیکن ابھی نہیں۔ کم از کم بارہ گھنٹے بعد۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ شیبا نے پھر ایک دو کوشش کی، مگر اس نے دماغ میں جگہ نہیں دی۔ میں نے کہا۔ "اس نے پھر بارہ گھنٹے کا وقت دیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ہاں ہتی اسے ابھی تک لندن سے جانے میں ناکام رہی ہے۔ ہمیں اس وقت تک پارس سے دماغی رابطہ قائم کرنے کی اجازت نہیں دے گی، جب تک اسے بحفاظت نیویارک نہیں لے جائے گی۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں آ کر بستر پر لیٹ گئی۔ اس کا دل رو رہا تھا۔ وہ کہنے لگی۔ "پتا نہیں کب رات آئے گی۔ کب وہ مجھ پر تنویمی عمل کرے گا۔ اسے کم از کم یقین تو ہو جائے کہ میں اس ملک کی وفادار ہوں اور تمھارے بچّے کو سوتیلی بنا کر پرورش چڑھانے کے سلسلے میں ان سے بھرپور تعاون کروں گی۔ تب ہی وہ میرے بچّے کو گود میں دیں گے اور میں اسے سینے سے لگا سکوں گی۔"

وہ گھڑی میں وقت دیکھنے لگی۔ اسے رات کا بے چینی سے انتظار تھا۔ میں نے کہا۔ "جو نہی لیٹی رہو گی تو وقت نہیں گزرے گا، خود کو مصروف رکھو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں۔ میں بغیر اجازت ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں بھی نہیں جا سکتی۔"

"تمھیں جانے کے لیے قدموں سے چلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم خیال خوانی کی پرواز کرو۔ میرے لندن کے ایجنٹوں کے پاس پہنچو اور کچھ دھماکہ خیز کو ڈھونڈ نکالنے کے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں۔"

میں نے اسے ایک ایجنٹ کے پاس پہنچا دیا۔ وہ ایک کے ذریعے دوسرے اور دوسرے کے ذریعے تیسرے کے پاس پہنچتے ہوئے ان کی مصروفیات کا جائزہ لینے لگی۔ میں نے اسے اسی طرح رات تک مصروف رکھا۔ سونتی اور آرمر باری باری اس کے دماغ میں آتے جاتے رہتے تھے۔ انھیں معلوم ہو چکا تھا، آج رات اس پر تنویمی عمل ہونے والا ہے، لہٰذا وہ اور زیادہ محتاط تھے۔

دو گھنٹے بعد ہی مجھے اطلاع ملی کہ شیبا پر تنویمی عمل کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہ حیرانی کی بات تھی۔ عاطل نے رات کو عمل کرنے کے لیے کہا تھا۔ میں شیبا کے پاس پہنچا تو اس نے کہا۔ "عاطل کو شاید شُبہ ہے کہ جب وہ تنویمی عمل کی بات کہہ رہا تھا تو شاید تم میں سے کوئی میرے دماغ میں تھا۔ لہٰذا وہ وقتِ مقررہ سے بہت پہلے ہی یہ عمل کر کے مطمئن ہونا چاہتا ہے۔"

وہ اپنے طور پر درست سوچ رہا ہے۔ اس وقت تل ابیب میں شام کے چار بج رہے ہیں۔ ہم میں سے کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکے گا کہ اس وقت تم پر یہ عمل کیا جا سکتا ہے۔"

وہ عامل اچھی طرح جانتا تھا کہ کسی پر جبراً عمل نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ہی اسے مکوم بنایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس نے عمل سے پہلے ایک انجکشن لگایا۔ جس کی وجہ سے وہ اعصابی طور پر کمزور ہونے لگی۔ اس نے انجکشن لگاتے ہی کہا تھا۔ "میری آنکھوں میں دیکھتی رہو۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی تھی اور کمزوری محسوس کرتی جا رہی تھی۔ اگر یہ، سونتی اور آرمر اس کے دماغ میں نہ ہوتے تو وہ پہلے کی طرح بڑی مجبوری اور بے بسی سے اس عامل کے زیر اثر آ جاتی۔

ہم تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے یک وقت اس کے دماغ میں تھے۔ وہ پارس کے لیے بہت اہم تھی۔ میں سونتی کو ہدایات دے رہا تھا، وہ شیبا کی زبان سے بولتی جا رہی تھی اور یہ تاثر دے رہی تھی کہ شیبا بہ مکمل طور پر ٹرانس میں آ گئی ہے اور اس کی معمولہ بن رہی ہے۔

عاطل نے پوچھا۔ "کیا تم میری محکوم ہو؟"

"ہاں، میں تمھاری محکوم ہوں۔"

"کیا تم میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گی؟"

"ہاں، میں تمھارے ہر حکم کی تعمیل کروں گی۔"

"پھر سچ سچ بولو۔ تمھارے دماغ میں کوئی ہے۔"

"میں سچ بولتی ہوں، میرے دماغ میں کوئی ہے۔"

عاطل نے اسے چونک کر دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "تمھارے دماغ میں کون ہے؟"

"میرے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔"

"ابھی تم نے کہا تھا، کوئی ہے۔"

"آپ نے حکم دیا تھا۔ میں نے اس کے مطابق کہہ دیا۔"

"تم میرا حکم سمجھ کر نہیں، سچ سمجھ کر کہو، دماغ میں کون ہے؟"

"میں سچ سمجھ کر کہتی ہوں، میرے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "تمھارا بازو زخمی کیسے ہوا تھا؟"

"میں جوجو کے دماغ میں تھی۔ اسے کسی طرح بہکا کر ادارے سے نکالنا چاہتی تھی۔ جوجو نے کہا۔ وہ میرے دماغ میں آ کر بات کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا میں نے اسے اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دے دی۔"

عاطل نے کہا۔ "تم نے ایک ناداں لڑکی کی بات کیوں مان لی کہ اسے دماغ میں آنے دیا۔"

"وہاں جوجو کی حفاظت کی جا رہی ہے۔ ان سب کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ پارس اوّل، جوجو کے لیے بے چین ہو گا۔ اس کے لیے ضد کرتا ہو گا۔ لہٰذا دشمن اب جوجو کو ٹریپ کریں گے۔ اگر میں اس سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کوڈ ورڈز بتاتی تو کوئی بھی اس کے دماغ میں چھپ کر وہ کوڈ ورڈز سن سکتا تھا۔ اسی لیے میں نے اسے اپنے دماغ میں بلا لیا۔ اسے کوڈ ورڈ بتاتا ہی رہی تھی کہ اچانک فرہاد نے میرے دماغ میں زور دار جھٹکا پہنچایا۔ میں سنبھلنے بھی نہیں پائی تھی کہ اس نے دوسری بار جھٹکا پہنچایا۔"

"تم نے اپنے ہی ہاتھ سے اپنے بازو کو کس طرح زخمی کیا؟"

"دوبارہ دماغی جھٹکے کھانے کے بعد انسان اپنے بس میں نہیں رہتا۔ آپ کو نہیں معلوم جیسے دماغ میں زلزلہ آ جاتا ہے۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ آدمی کی آدھی جان نکل جاتی ہے۔ ایسے میں میں کیا کر سکتی تھی۔ اس نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر وہ چاقو میرے ایک ہاتھ سے اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کو زخمی کر دیا۔"

"تمھارے زخمی ہونے کے بعد پھر تو وہ تمھارے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما چکا تھا۔ تم کب تک اس کے قابو میں رہیں؟"

"جب میرے زخم بھرنے لگے۔ میں خود کو توانا محسوس کرنے لگی تو میں نے سمجھایا، بغیر اجازت میرے دماغ میں نہ آیا کرو۔ اس دن سے وہ اجازت لینے لگا تھا۔"

"تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ چپ چاپ نہیں آتا ہو گا اور تم سے مکر نہیں کرتا ہو گا۔"

شیبا نے جواب دیا۔ "ایک دن اس کا فریب کھل گیا۔ وہ چپ چاپ میرے دماغ میں آیا تھا۔ اسے اس بات کا علم نہیں

تھا کہ میری دماغی توانائی بحال ہو چکی ہے اور میں پرانی سوچ کے لہروں کو محسوس کر لیتی ہوں، ایسے میں میں نے پوچھا۔ تم کون ہو؟ وہ فوراً واپس چلا گیا۔ کوئی ایک گھنٹے بعد اس نے آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے کہا۔ تم اس سے پہلے بھی آ چکے ہو اور اب تک مجھے دھوکا دیتے رہے ہو۔ وہ قسمیں کھانے لگا۔ اس نے مجھے یقین دلایا کہ شاید رسونتی اکر گئی ہو گی۔"

"وہ تمہارے دماغ میں آ کر کیا کہتا تھا؟"

"وہ کہتا تھا، جس طرح میرے یہودی اکابرین نے منصوبہ بنایا ہے کہ میں اپنے نوزائیدہ بچے کے ساتھ نیویارک جا کر رہوں اور وہ ادھر سے میرے پاس آئے تو ہم دونوں نیویارک میں مطمئن زندگی گزاریں گے۔ ایسے میں ہمارا بچہ یہودی بن کر پروان نہیں چڑھے گا۔ تمہاری خواہش کے مطابق وہ مسلمان ہی رہے گا۔ بہرحال فرہاد نے مجھے میرے ہی یہودی اکابرین کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔ کہ وہ نیویارک آنے کے لیے تیار ہے، لیکن میں اس کا ساتھ دوں گی۔ اپنے عامل پر یہی ظاہر کروں گی کہ میں اس کے تنویمی عمل کے زیر اثر ہوں۔ یہودی قوم سے محبت رکھتی ہوں۔ میری شیلی پیتھی کی صلاحیتیں میرے وطن کے لیے ہیں۔ یہ سب کچھ میں ظاہر کرتی رہوں گی لیکن درپردہ فرہاد کا ساتھ دوں گی۔ اور موقع پاتے ہی اپنے بچوں کو لے کر اس کے ساتھ بابا صاحب کے اوارے میں واپس چلی جاؤں گی۔"

"کیا زخمی ہونے کے بعد میرے تنویمی عمل کا اثر زائل ہو چکا تھا؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی، ایسا ہوا ہو گا۔"

"تم یقین سے کیا کہہ سکتی ہو؟"

"میں اب بھی اپنے وطن سے محبت کرتی ہوں مجھے اپنی قوم سے پیار ہے۔ میرا دل، میرا دماغ کہتا ہے کہ فرہاد کبھی زندگی بھر ساتھ نہیں دے گا۔ لہٰذا مجھے اپنے بچے پر توجہ دینا چاہیے۔ اسے یہودی بنا کر پروان چڑھانا چاہیے۔ ایک دن وہ بھی شیلی پیتھی کے ذریعے میری طرح اپنے وطن اور اپنی قوم کی خدمت کرے گا۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں، آئندہ تم کسی بھی شیلی پیتی جاننے والے سے کوئی رابطہ قائم نہیں کرو گی۔"

"میں کسی بھی شیلی پیتی جاننے والے سے کوئی رابطہ قائم نہیں کروں گی۔"

"کسی بھی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گی۔ خواہ کچھ پڑھ اسے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دو گی۔"

"میں کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لوں گی اور کسی کو دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

"ہم ایک اہم معاملے میں تمہیں رازدار بنانا چاہتے ہیں۔ رازدار بننے کے لیے لازمی ہے کہ تم فرہاد اور اس کی تمام سازشوں سے چھپ کر رہو۔"

"میں رازدار بن کر رہنے کے لیے فرہاد اور اس کی ہر سازش سے چھپ کر رہوں گی۔"

"خصوصاً تمام شیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارا اسرار نہ ملنا چاہیے اور یہ اس وقت ممکن ہے، جب تم ان سے بات کرنا گوارا نہیں کرو گی۔ انھیں اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہ دو گی۔ جیسا حکم دیا ہے اسی کے مطابق سانس روک لیا کرو گی۔ اتنی پُراسرار ہو گی کہ وہ کبھی تمہاری بُو تک نہ پہنچ سکیں۔"

رسونتی شیبا کی زبان سے وعدے کر رہی تھی کہ وہ اپنے عامل کے ہر حکم کی تعمیل کرتی رہے گی۔ ہمارا خیال تھا، وہ جس سلسلے میں شیبا کو رازدار بنانا چاہتا ہے، اس کا ذکر اب کرنے ہی والا ہے لیکن اس نے کہا۔ "تمہیں رازدار بنانے سے پہلے تمہارا امتحان لیا جائے گا، تمہیں ایک سخت آزمائش سے گزرنا ہو گا۔"

"میں اپنے عامل کے ہر حکم کی تعمیل کروں گی۔ ہر آزمائش سے گزر جاؤں گی۔"

"میں حکم دیتا ہوں، تم اپنے بیٹے جبین ہارون کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرو گی۔"

شیبا کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ ہم اسے اندر ہی اندر سنبھال رہے تھے۔ میں سمجھا رہا تھا۔ "ذرا صبر اور حوصلے سے کام لو، وہ کچھ ایسا جو کہتا ہے اس کی ہاں میں ہاں ملاتی جاؤ۔ یہ تمہاری آزمائش کا وقت ہے۔"

اگر ہم اس کے دماغ میں نہ ہوتے تو وہ سارا کھیل بگاڑ دیتی۔ ایک طرف میں اسے سنبھال رہا تھا، دوسری طرف رسونتی اس کی زبان سے کہہ رہی تھی۔ "میں اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے جبین ہارون کو قتل کروں گی۔"

میں مکمل طور پر شیبا کو اپنے قبضے میں لیے ہوئے تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں میں ایک ذرا سی لرزش پیدا ہونے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اگر ذرا بھی وہ کانپ جاتی تو عامل کو شبہ ہو جاتا کہ اس کے پیچھے شیلی پیتھی جاننے والے اپنی چالیں چل رہے ہیں۔

اس نے حکم دیا۔ "تم دو گھنٹے تک تنویمی نیند سوتی رہو گی۔ بیدار ہونے کے بعد تمہیں اپنے سرہانے ایک چاقو نظر آئے گا۔ تم وہ چاقو اٹھاؤ گی اور دوسرے کمرے میں جاؤ گی۔ وہاں تمہارا بیٹا نظر آئے گا۔ تم اسے دیکھ کر اپنی ممتا بھول جاؤ گی۔ تمہارے احساسات مر جائیں گے۔ تمہارے اندر سفاک ہی ہو گا اور وہ ہو گا قتل کا جذبہ۔ تم اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو قتل کرو گی۔"

اس نے اپنا عمل مکمل کیا، پھر اسے دو گھنٹے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد گہری خاموشی چھا گئی چونکہ شیبا کے آنکھیں بند تھیں، اس لیے ہم دیکھ نہیں سکتے تھے کہ وہ عامل کمرے میں موجود ہے یا نہیں۔ اِدھر شیبا کہہ رہی تھی۔ "فرہاد! مجھے چھوڑ دو، مجھے اٹھنے دو، میں اس شیطان کے بچے کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ یہ میرے بچے کو میرے ہاتھوں سے ہلاک کروانا چاہتا ہے۔ آخر یہ لوگ کیسی ذلیل حرکتیں کر رہے ہیں۔ کیا ملک اور قوم کی ترقی کے لیے کیا اپنے ملک کو بڑے سے بڑا فائدہ پہنچانے کے لیے ایک ماں کے ہاتھ سے اس کے بچے کو قتل کرایا جاتا ہے؟ میں نے تو ایسا کبھی سنا، نہ دیکھا، نہ پڑھا۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں اب یہاں نہیں رہوں گی۔ میں کوئی ڈھونگ نہیں کروں گی۔ میں صاف ظاہر کر دوں گی کہ تنویمی عمل کے زیر اثر نہیں ہوں۔ دیکھو، مجھے جانے دو۔ وہ عامل کا بچہ ابھی کمرے میں ہو گا۔ میں اسے یہیں ختم کر دوں گی۔"

"عقل سے کام لو۔ تم عورت ہو، نازک ہو، اس کے مقابلے میں بے حد کمزور ہو۔ میں تمہارے دماغ میں رہ کر اس سے لڑ تا بھی چاہوں تو تمہارے نازک جسم سے اس پر غالب نہیں آ سکوں گا۔ وقت کا انتظار کرو۔ ذرا صبر سے کام لو۔"

میں رسونتی اور آرمرا سے سمجھاتے رہے، اسے یقین دلاتے رہے کہ اس کے بچے کو ہلاک نہیں ہونے دیں گے لیکن جو وہ چاہتا ہے وہ اس کے سامنے ضرور کریں گے۔ تھوڑی دیر بعد کمرے میں آہٹ سنائی دی۔ کچھ لوگ آئے تھے۔ پھر اسے اسٹریچر پر ڈال کر لے جا رہے تھے۔ تھوڑی دور چلتے رہنے کے بعد وہ پھر رک گئے، انھوں نے اسے اٹھا کر ایک بستر پر ڈال دیا۔ شیبا کہہ رہی تھی۔ "میری آنکھیں بند ہیں، لیکن میں یقین سے کہتی ہوں، یہ میری اپنی خواب گاہ ہے، جہاں مجھے پہنچایا گیا ہے۔"

اسے لانے والے شاید جا چکے تھے۔ دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی تھی۔ شیبا نے ذرا سی آنکھ کھول کر دیکھا۔ کمرہ خالی تھا۔ دروازہ بند تھا۔ اس نے دائیں بائیں سر گھما کر دیکھا۔ کوئی نہیں تھا، لیکن بائیں طرف جہاں پھولوں کی ٹرے رکھی ہوئی تھی، وہاں ایک چاقو پڑا ہوا تھا۔ شیبا نے غصے سے کہا۔ "دیکھو اس مردود نے پہلے سے یہاں چاقو رکھوا دیا ہے۔ تاکہ میں دو گھنٹے بعد اسے لے کر اٹھوں اور دوسرے کمرے میں اپنے بچے کے پاس جاؤں۔"

رسونتی نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، دوسرے کمرے میں تمہارا بچہ ہو گا۔ تم اس سے مل سکو گی۔ اسے سینے سے لگا سکو گی۔"

شیبا ایک دم سے خوش ہو گئی۔ میں نے کہا۔ "تم دوسرے پہلو کو سوچتی نہیں ہو۔ اس بہانے بچے سے تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔ بچے کی محبت کبھی کبھی ماں کو کانٹوں پر چلنے کے لیے مجبور کر دیتی ہے۔ تم اس کمرے میں جاؤ گی اور یہاں سے چاقو لے کر جاؤ گی۔ وہ جو چاہتے ہیں تم وہی کرو گی، لیکن بچہ زندہ سلامت رہے گا۔"

آدھا گھنٹا گزر چکا تھا۔ ہم نے اسے سمجھا منا کر سلا دیا۔ یہی یہ بات چبھ رہی تھی۔ آخر وہ اہم معاملہ کیا ہے جس کے سلسلے میں وہ شیبا کو رازدار بنانا چاہتے ہیں اور اسے رازدار بنائے رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہو گا۔ اسی لیے وہ تنویمی عمل کر رہا تھا اور یقین کرنا چاہتا تھا کہ ہم اس کے دماغ میں نہیں ہیں۔ یقین کرنے کا یہی ایک راستہ تھا کہ شیبا اپنے ہاتھوں سے اپنے بچوں کو ہلاک کرنے کا وعدہ کرے۔ اگر واقعی وہ تنویمی عمل کے زیر اثر ہو گی تو یقیناً چاقو لے کر اپنے بچے کو ختم کر دے گی۔ یہی وہ آزمانا چاہتے تھے۔

میں یقین سے کہہ سکتا ہوں یہ محض آزمائش ہو گی۔ وہ ہمارے بیٹے جبین ہارون کو کبھی ہلاک نہ کروائے۔ کیونکہ اسے یہودی بنانے کے دھندے کے لیے مجھے ہمیشہ کمزور بنا کر رکھا جا سکتا تھا۔ مجھے بلیک میل کر کے طرح طرح کے فائدے اٹھائے جا سکتے تھے۔ جبین ہارون ایک اہم مہرہ تھا۔ وہ لوگ اسے ختم کرنے کی حماقت نہیں کر سکتے تھے۔ ویسے ان کے مکر و فریب کی داد دینا چاہیے۔ انھوں نے ہم شیلی پیتھی جاننے والوں کو الجھا کر رکھ دیا تھا۔ ہمیں یقین دلا رہے تھے کہ جبین ہارون اپنے ماں کے ہاتھوں قتل ہو گا اور ضرور ہو گا۔

شیبا نے کہا۔ "فرہاد! ہو سکتا ہے ان کا یہی ارادہ ہو — وہ جبین ہارون کو واقعی قتل کرانا چاہتے ہوں اور یہ سمجھ چکے ہوں کہ اسے یہودی بنا کر رکھیں یا مسلمان بننے کے لیے چھوڑ دیں، کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم اس بات کا زیادہ اثر نہیں لو گے۔ لہٰذا وہ دوسری چالیں چل رہے ہوں۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ وہ یقین کرنا چاہتے ہیں کہ تم سچ مچ اس کی سعود بن چکی ہو یا نہیں۔ اگر فراڈ کر رہی ہو تو کبھی اپنے بچے کو قتل نہیں کرو گی۔ ورنہ تنویمی عمل کے زیر اثر جو حکم دیا گیا ہے، اس کی تعمیل ضرور کرو گی۔"

دو گھنٹے پورے ہو گئے۔ شیبا نے آنکھ کھولی۔ ہم اس کے پاس موجود تھے۔ رسونتی نے کہا۔ "تم وہی کرو جو تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ تم اس وقت تنویمی عمل کے زیر اثر ہو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ سرہانے رکھے ہوئے چاقو کو دیکھا پھر ہچکچانے لگی۔ میں نے کہا۔ "اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میں تمہارے دماغ پر پوری طرح قابض ہو جاؤں۔"

"نہیں فرہاد! اس طرح تو میں اپنے بچے کو اپنی آنکھوں سے، اپنے جذبوں سے نہیں دیکھ سکوں گی۔ تم میرے دماغ پر چھائے رہو۔"

"تو جیسا ہم کہتے ہیں ویسا کرتی جاؤ بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ پلنگ سے اتر کر کھڑی ہو گئی۔ سرہانے والی میز کے پاس گئی۔ وہاں سے چاقو اٹھا لیا۔ اس کے دستے کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا۔ پھر وہاں سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کر دوسرے کمرے میں آئی۔ میں نے اسے اس طرح چلنے پر مجبور کیا تھا جیسے وہ اپنے اختیار میں نہ ہو۔ کسی حکم کے زیر اثر ہو اور خنجر اٹھائے چل رہی ہو۔ دوسرے کمرے میں ایک ایزی چیئر پر وہ عامل بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک چھوٹے سے پلنگ پر حسین ہارون پڑا ہوا تھا۔ اپنے ننھے ننھے ہاتھ پاؤں ہلا کر مسکرا رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی شیبا کے اندر ممتا مچلنے لگی۔ وہ بے اختیار دوڑ کر اس کی طرف جانا چاہتی تھی۔ ہم اسے کنٹرول کر رہے تھے۔ عامل بڑے غور سے اس کے چہرے کو تک رہا تھا۔ شاید وہ فیاضوشناس بھی تھا اور ہماری کوشش یہی تھی کہ وہ شیبا کے چہرے کو پڑھ نہ سکے۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ "ہیلو شیبا! یہاں کیوں آئی ہو؟ تمہارے ہاتھ میں خنجر کیوں ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا، میں کیوں اپنے بچے کو ہلاک کرنا چاہتی ہوں۔ اس وقت مجھے محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے اندر کی ممتا مر چکی ہے۔ میرے اندر کوئی جذبہ نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے، اسے قتل کروں گی تو زندہ رہوں گی۔ ورنہ مر جاؤں گی۔"

عامل نے کہا۔ "انسان کو پہلے اپنی زندگی پیاری ہوتی ہے تمہیں زندہ رہنا چاہیے! اس کے لیے بیٹے کو مارنا پڑے تو کیسا ہرج ہے۔ یہ مر جائے گا تو تم دوسرے بیٹے کو جنم دے سکتی ہو، لیکن تم مر جاؤ گی تو پھر کوئی بیٹا پیدا نہیں ہو سکے گا۔"

وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی ہوئی اپنے بیٹے کی طرف جا رہی تھی۔ اس کا دل تڑپ رہا تھا۔ وہ خنجر پھینک کر اس سے لپٹ جانا چاہتی تھی۔ اسے اپنے سینے سے لگا کر خوب بھینچ بھینچ کر پیار کرنا چاہتی تھی۔ پھر وہ بیٹے کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ اس نے عامل کی طرف گھوم کر کہا۔ "مجھے مشورہ دیجیے۔ کس طرح ہلاک کرنا چاہیے۔ کیا اس طرح دستے سے پکڑ کر اس کے ننھے سے سینے میں خنجر پیوست کرنا چاہیے۔ یا خنجر کو اس طرح نوک سے پکڑنا چاہیے؟"

شیبا نے اس خنجر کو نوک سے پکڑ کر دکھایا۔ عامل نے کہا۔ "یہ کیسی ناداتی ہے۔ ایک اناڑی بھی سمجھتا ہے کہ قریب سے حملہ کرنے کے لیے خنجر کو دستے سے پکڑنا چاہیے۔"

شیبا نے کہا۔ "یہی تو میں کہتی ہوں۔ بچہ میرے قریب ہے۔ لیکن تم مجھ سے دور ہو۔ اس لیے خنجر کو نوک سے پکڑنا چاہیے۔"

یہ کہتے ہی اس نے اچانک اس خنجر کو عامل کی طرف پھینکا۔

نشانہ میں لگا رہا تھا۔ چوکنے کا بہت کم احتمال تھا۔ وہ خنجر سینے میں لگا اور اس کے دائیں شانے میں پیوست ہو گیا۔ اس کے منہ سے کراہ نکلی۔ وہ دم بخود رہ گیا۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شیبا اس پر حملہ کرے گی۔ اس نے ایک ہاتھ سے خنجر کے دستے کو پکڑ کر اسے اپنے شانے سے نکالنا چاہا تھا۔ میں نے کہا۔ "رک جاؤ۔ وہ ہو چکا ہے۔"

وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ اسے اپنے دماغ میں میری آواز سنائی دی تھی اور وہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ اس کے دماغ کے دروازے تیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے کھل چکے ہیں۔ ایک چیخ مار کر مسلح افراد کو اس کمرے میں بلانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ اور کہا۔ "مجھے معلوم ہے، تمہارے ایک اشارے پر پوری فوج آ سکتی ہے۔ لیکن اب تم اشارہ کرنے کے قابل نہیں رہے۔ دشمنی مہنگی پڑے گی۔"

وہ زخم کی تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "فرار اختیار کرو۔ دشمنی کبھی سستی نہیں ہوتی۔ ہمیشہ مہنگی پڑتی ہے۔ تم اپنی خیر مناؤ۔ جب یہودی اکابرین کو پتا چلے گا کہ تم بھی شیبا کی طرح زخمی دے گئے ہو اور تمہارے دماغ کے دروازے ہمارے لیے کھل چکے ہیں تو تمہارا کیا انجام ہو گا؟"

وہ ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ پہلی فرصت میں گولی مار دیں گے۔"

"میں جانتا ہوں۔ کیونکہ تمہارے سینے میں بڑے بڑے دفن ہیں اور یہی راز معلوم کرنے کے لیے ہم تمہارے دماغ میں آئے ہیں۔ چلو اب اگلتے جاؤ۔"

وہ بھلا کب اپنی زبان سے اگلنے والا تھا۔ میں اگلوانے لگا اور وہ کہنے لگا۔ "ہمارے اعلیٰ حکام سپر ماسٹر سے مشین کے سلسلے میں سودا کرنا چاہتے ہیں۔ اسے ایک تیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے۔ ہم اس مشین کے ذریعے اپنی قوم میں مزید تیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں پورا یقین ہے، سپر ماسٹر ہماری اس پیشکش کو قبول کرے گا۔ وہ کسی غیر جانبدار علاقے میں مشین لے کر آئے گا۔ ہم شیبا کو لے جائیں گے۔ شیبا کے ذریعے وہ فائدہ اٹھائے گا۔ مشین کے ذریعے ہم فائدہ اٹھائیں گے۔ لیکن اس سلسلے میں تم تیلی پیتھی جاننے والے ہمارے راستے میں رکاوٹیں بن سکتے ہو۔"

میں نے کہا۔ "اسی لیے تم شیبا کو حکم دے رہے تھے کہ وہ ہم سے کوئی رابطہ نہ رکھے۔ کبھی اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہ دے۔ اس طرح نہ ہم اس کے پاس آئیں گے نہ ہی معلوم ہو سکے گا کہ تم نے سپر ماسٹر سے کیا سمجھوتا کیا ہے اور کس طرح ایک دوسرے کو فائدہ پہنچاتے ہو۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "مجھے خنجر نکالنے دو۔"

"بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔"

"نہیں، جب تک ہم تمہارے دماغ کو پوری طرح قابو میں نہیں لیں گے، اس وقت تک خنجر تمہارے شانے میں پیوست رہے گا۔"

وہ کراہتے ہوئے بولا۔ "تم اور کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"فی الحال خاموش رہو۔ ہم خود تمہارے دماغ کو ٹٹول رہے ہیں۔"

وہ چپ چاپ بیٹھا رہا۔ تکلیف سے پہلو بدلتا رہا۔ ایک منٹ کے اندر ہی میں نے ایک ایسا اہم راز معلوم کیا جس کے انکشاف ہونے پر میں ہمیشہ کے لیے ان کے مکر و فریب سے نجات حاصل کر سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ "چلو! اپنی زبان سے شیبا کو بتاؤ، جو بچہ سامنے نظر آ رہا ہے، کیا یہ اس کا اپنا بیٹا ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "یہ ایک لمبی داستان ہے۔"

"داستان خواہ کتنی ہی لمبی ہو، ایک وقت ختم ہو جاتی ہے۔ شروع ہو جاؤ۔"

وہ زار و زار رویا۔ پھر بولا۔ "ہمارے یہودی اکابرین تم دونوں کو اغوا کرنے کے بعد یہ چاہتے تھے کہ تم سے اولاد ہو، اور جو اولاد ہو، وہ یہیں رہے، یہیں پروان چڑھے تاکہ تمہاری ایک کمزوری ہمیشہ ہمارے ہاتھوں میں رہے۔"

پھر یہ انکشاف ہوا کہ تمہاری رگوں میں زہریلا خون گردش کر رہا ہے۔ ہمیں اس پر یقین نہیں آیا۔ ہم نے تمہیں بے ہوش کر کے تمہارا تھوڑا سا خون حاصل کیا اور اسے ٹیسٹ کرایا تو ہمارے ڈاکٹروں نے بھی تمہارے خون میں زہر شامل ہونے کی تصدیق کر دی۔

حقیقت معلوم ہونے کے بعد ہم نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ ہم نے ایک ڈمی سے تمہارا نکاح کرا دیا اور تم دونوں کو یہی باور کرایا کہ تم دونوں شادی کے بندھن میں بندھ گئے ہو۔"

شیبا نے چونک کر کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ وہ میں ہی تھی جس سے فرہاد کا نکاح ہوا تھا۔ وہ ڈمی نہیں تھی۔"

عامل نے کہا۔ "ذرا صبر کرو، خاموشی سے سنتی جاؤ۔ دراصل ہمارا یہ تھا کہ تم تو تنویمی عمل کے زیر اثر تھیں۔ لہٰذا ہم تمہارے ذہن میں کوئی بھی بات نقش کر کے تمہیں اسے تسلیم کرنے پر مجبور کر سکتے تھے اور ہم نے ایسا ہی کیا تھا۔ تمہارے دماغ میں یہ نقش کر دیا گیا کہ تم سے فرہاد کا نکاح ہو چکا ہے۔ غفلت کے عالم ہی میں وہ تمام کارروائی تمہارے ذہن نشین کرا دی گئی کہ کس طرح تم دونوں رشتۂ ازدواج میں منسلک کیے گئے ہو، لیکن فرہاد اور خود ہم یہ سب اس طرح باور نہیں کرا سکتے تھے جس طرح تمہیں کرایا گیا تھا۔ کیونکہ اس پر ہم تنویمی عمل کرنے سے قاصر رہے تھے۔ چنانچہ اسے یقین دلانے کے لیے ہم نے ڈمی شیبا کا سہارا لیا تھا۔ ہمارا یہ منصوبہ بہ نہایت کامیاب رہا۔ ہم تم دونوں کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گئے کہ تم مذہبی اور قانونی اعتبار سے میاں بیوی بن چکے ہو۔ اس کے بعد جو کچھ ہوتا رہا، وہ سب تنویمی عمل کا کمال تھا۔ تمہیں ڈاکٹروں کے اور تنویمی عمل کے ذریعے ماں بننے کا یقین دلایا گیا اور مقررہ وقت پر تمہیں تنویمی نیند سلا کر ایک نوزائیدہ بچہ تمہارے پاس پہنچا دیا گیا اور یہ بات تمہارے شعور لاشعور میں پوری طرح بٹھا دی گئی کہ وہ تمہارا اپنا بچہ ہے۔

اسی لیے ہم نے تم دونوں کو ابتدائی مراحل میں ہی الگ الگ کر دیا تھا تاکہ تم دونوں کو کوئی شبہ نہ ہو اور کسی گڑبڑ کا کوئی احتمال نہ رہے۔ اور اسی لیے بچے کو تم سے دور رکھا جاتا ہے اور اسے اوپری دودھ دیا جاتا ہے تاکہ یہ راز فاش نہ ہو سکے۔ یہی ایک طریقہ تھا تم دونوں کو قابو میں رکھنے کا۔ فرہاد کو جب تک حقیقت کا علم نہ ہوتا، یہ اس بچے کو اپنا سمجھتا رہتا اور ہم اسے یہودی بنانے کی دھن دے کر اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے رہتے۔"

شیبا یہ سن کر دنگ رہ گئی۔ اس کے چہرے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نے کھڑے کھڑے اس کے بدن کا سارا لہو نچوڑ لیا ہو۔ وہ غصے سے پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ لگتا تھا بس ابھی کچھ کر بیٹھے گی۔

اس وقت اس کا کوئی بھی اقدام مناسب نہیں تھا۔ اگر وہ ایسا کرتی تو عامل کا بیان ادھورا رہ جاتا اور ہمیں اصلیت معلوم نہیں ہو پاتی۔ چنانچہ میں نے شیبا کے پاس آ کر کہا۔ "شیبا! صبر سے کام لو۔ حقیقت بڑی تلخ، بے حد زہریلی ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں صبر و تحمل سے اس کی پوری بات سننا چاہیے۔ پہلے سب کچھ سن لو۔ معاملات کو پوری طرح سمجھ لو۔ پھر تمہیں اختیار ہے جو چاہے کرنا۔"

عامل کہہ رہا تھا۔ "لیکن انسان جو کچھ سوچتا ہے، وہ ہوتا کہاں ہے۔ اتنی احتیاط اور تگ و دو کے باوجود بالآخر آج بازی پلٹ ہی گئی۔ اور مجھے مجبور ہو کر تمہارے سامنے حقیقت بیان کرنا پڑی۔"

میں نے ایک دور دار قہقہہ لگایا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے پہلے کبھی اس طرح کھل کر بلند آہنگ قہقہہ لگایا ہو۔ اس وقت میں بہت خوش تھا۔ حقیقت جاننے کے بعد میرا دل خوب ہنسنے، دل کھول کر قہقہے لگانے کو چاہ رہا تھا۔ ایسے بلند آہنگ قہقہے جو فلک تک سنے جا سکیں۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے آج مجھے طویل قید سے آزادی مل گئی ہے۔ ایک بہت بڑے عذاب سے میں نے نجات حاصل کر لی ہے۔ میرے لیے اس سے بڑی خوشی اور

کیا پڑ سکتی تھی کہ جس بچے کی خاطر میں اتنے دنوں سے بے سکون تھا۔ اور جس کی وجہ سے یہودی مجھے جھکنے پر مجبور کر رہے تھے، وہ میرا بچہ نہیں تھا، وہ شیبا کا بیٹا نہیں تھا۔ اس سے ہم دونوں کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ بے شک ہم دنیا دار، عاصی اور گناہ گار بندے ہیں لیکن اللہ جو غفور الرحیم ہے۔ جو اپنے بندوں کی ہر حال میں دلدرسی کرتا ہے، اس نے مجھ پر بھی رحم فرمایا تھا۔ مجھے ایک مستقل کرب سے نجات دلائی تھی۔ پھر میں کیوں نہ خوش ہوتا، کیوں نہ قہقہے لگاتا۔

یکبارگی شیبا نے چیخ کر کہا۔ "شیطان کے بچو! تم نے میرے ساتھ کتنا بڑا فریب کیا ہے۔ تم نے اس کا بھی ذرا لحاظ نہیں کیا کہ میں آخر ایک یہودی ہوں۔ تمہاری اپنی قوم کی بیٹی۔ تم نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا؟"

وہ زخمی شیرنی کی طرح عامل پر جھپٹی۔ اس کے شانے میں پیوست چاقو کو کھینچ کر نکالا۔ اور پے در پے اس کے جسم پر وار کرنا شروع کر دیے۔ وہ مسلسل اس پر وار کرتے ہوئے غضبناک لہجے میں کہتی جاتی تھی۔ "میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تم لوگوں نے مجھے کتنے دھوکے دیے ہیں اور میرے ذریعے فریبوں کو دھوکے دے کر مجھے اس کی نظروں میں بھی حقیر کر دیا ہے۔ اب میں کس طرح اس کا سامنا کروں گی اور اس کے بغیر کس طرح زندہ رہ سکوں گی....؟"

وہ بولتی جا رہی تھی اور اس کے جسم کے مختلف حصوں میں چاقو پیوست کرتی جا رہی تھی۔ خون فوارے کی طرح جگہ جگہ سے اُبلتا جا رہا تھا۔ ہم سب گم سم سے تھے۔ وہ منظر ایسا تھا کہ ہم اس میں کھو سے گئے تھے۔ ہم سب کی یہی تمنا تھی کہ شیبا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اس کا قیمہ بنا دے۔ ان شیطانوں نے صرف مجھے بلیک میل کرنے کے لیے شیبا سے میرا ایک بچہ ثابت کرنے کے لیے ایسی گھناؤنی اور نفرت آمیز چال چلی تھی۔ جس کے نتیجے میں کوئی کمزور آدمی تو صرف ان پر تھوک کر رہ جاتا، مگر شدید زور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا اور ہمیں یہ دیکھ کر اطمینان ہو رہا تھا کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں۔ کاش ان یہودی کافروں کے بھی ٹکڑے ہو سکتے جو پس پردہ رہ کر ایسی شرمناک چالیں چلتے ہیں۔

ہم ابھی اس منظر میں گم تھے کہ اچانک شیبا کے خنجر والا ہاتھ بلند کیا۔ چیخ کر بولی۔ "فرہاد! میں تمہیں منہ نہیں دکھا سکتی، کبھی منہ نہیں دکھا سکتی۔ میں اس قابل نہیں رہی۔"

یہ کہتے ہی اس نے اتنی تیزی سے وہ خنجر اپنے سینے میں گھونپ لیا کہ ہم کچھ کر نہ سکے، کچھ سمجھ نہ سکے۔ جب وہ خنجر سینے میں اتارنے کے بعد لڑکھڑانے لگی، تب ہمیں ہوش آیا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "اے! یہ کیا کیا تم نے؟"

وہ جواب دینے کے قابل نہیں رہی تھی۔ جھکڑ کر گر پڑی۔ وہ رسونتی، سونیا، املی بی بی اور لوپی کی طرح اپنی کمزور شخصیت قائم کرنا چاہتی تھی۔ ان کی طرح بڑے بڑے کارنامے انجام کر میرا دل جیتنا چاہتی تھی اور اس نے میرا دل جیت بھی لیا تھا۔ تقدیر کے کھیل بھی نیارے ہوتے ہیں۔ انسان اپنی چالیں چلتا ہے بھی سکتا ہے، مگر ستاروں کی چال کبھی نہیں بدلتی۔ اس بچی کو درست کہا تھا کہ شیبا خودکشی کر لے گی۔

ہماری

حالت ایسی تھی جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ شیبا اپنی آخری سانس چھوڑ چکی تھی۔ ہم بھی جیسے سانس لینا بھول گئے تھے۔ ویسے انسان اپنے پیدا کردہ کو مٹا سکتا ہے لیکن سانس لینا کبھی نہیں بھولتا۔ بعض حالات میں ایسا ضرور ہوتا ہے کہ ہم سانس نہیں لے رہے ہیں۔ بس یونہی زندہ ہیں۔ مگر ہم اپنے سامنے یہ وہ منظر آتے ہوئے بھی نظر نہیں آتا۔ جو ہر پل گزرتی ہے، اس کا یقین نہیں ہوتا۔ دنیا بھر کے نجومی ہزار پیشگوئیاں کرتے کہ شیبا خودکشی کرنے والی ہے لیکن ہمارا دل کبھی نہ مانتا۔ ایسی عورت کیوں خودکشی کرے گی جس کے دل کی ہر خواہش ایک ایک کر کے پوری ہو رہی ہو۔ جسے اس کی محبت مل گئی ہو، دنیا میں اس کے لیے کسی چیز کی کمی نہ ہو۔ زمین کے جس حصے میں قدم رکھ دیتی، دولت کے انبار لگ جاتے۔ ٹیلی پیتھی کا ایک اشارہ کرتی تو لاکھوں آگے ہاتھ جوڑنے کے لیے لاکھوں پیچھے آتے۔ ایسی عورت کبھی خودکشی کرے گی، یہ انسانی ذہن کبھی سوچ نہیں سکتا۔ یہ تو قدرت کے کھیل ہوتے ہیں جو اپنے وقت پر پورے ہو جاتے ہیں۔

باباصاحب کے ادارے میں ماتمی سکوت چھایا ہوا تھا۔ کوئی اچھا کھا رہا تھا نہ اچھا پہن رہا تھا۔ سب ہنسنا بولنا بھول گئے تھے۔ سبھی اس کے لیے مغفرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ آمنہ کو اپنی موت کا زیادہ صدمہ تھا۔ اس نے شیبا کے ساتھ بڑے بڑے انجام دیے تھے۔ اسی نے پارس اول کو ڈھونڈ نکالا تھا اور شیبا کے حوالے کر کے اس کی پرورش کی تھی۔ آج نہ شیبا تھی، نہ پارس اس ادارے میں تھا۔ وہ تنہا رہ گئی تھی۔

ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ فیصلہ کر رہے تھے کہ اب یہودیوں کو چین سے رہنے نہیں دیں گے۔ ہر نئے دن ایک نیا نقصان پہنچائیں گے۔ جناب شیخ صاحب نے کہا کہ کسی کو نقصان پہنچا کر کیا فائدہ ہوگا۔ کیا شیبا واپس مل جائے گی؟ کبھی ایک کی سزا دوسرے کو نہیں دینا چاہیے۔ مانا کہ ان کے اکابرین نے شیبا پر ظلم کیا مگر کس نے؟ کس نے یہ منصوبہ بنایا اور کون لوگ اس منصوبے پر عمل کرتے رہے۔ انھیں تلاش کرو۔ انھیں سزا دو تاکہ پوری قوم کو عبرت حاصل ہو۔ پوری قوم میں سب کے سب بدمعاش نہیں ہوتے تم لوگ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑے بڑے دھماکے کرو گے جن کی زد میں شریف خاندان کے افراد بھی آئیں گے۔ معصوم بے گناہ بچے بھی مارے جائیں گے۔ یہ خاندان کا انتقام نہیں کہلائے گا، دہشت گردی کہلائے گی۔ دہشت گردی کا جواب دہشت گردی سے دینا چاہیے۔ بدمعاشوں کے ساتھ اچھے بھی مارے جائیں۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پیسا جائے۔ عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنا دیا جائے۔ ماتھے پر لکھے بچوں کو ہمیشہ کے لیے معذور کر دیا جائے۔ نہیں فرہاد! ایسے نہیں۔ کہتے ہیں کہ دشمن مرے تو خوشی نہ کریے، دشمن کا دشمن مرے تو خوشی کریے۔ ہمارا دشمن شیبا تھی۔ وہ مر گئی۔ اس کا انتقام لے لیا گیا۔ اب ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم ان کے خلاف کوئی کارروائی کریں۔ ان کے خلاف کارروائی کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ ہمارا کام ہے ان کی کارروائیوں کو ناکام بنانا۔ ان کے منصوبوں کو خاک میں ملانا۔ ان کے ہاتھ روکنا۔ ان کے ہاتھ توڑنا نہیں۔ ان کے ہاتھ روکنا۔ ان کے ہاتھ توڑ

اور جرائم کا احساس نہیں ہوتا۔ ایسے بے حس لوگوں کو مُردہ ضمیر کہتے ہیں۔"

میں نے اس اعلیٰ حاکم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "شیبا جب دنیا میں نہیں رہی تو پھر ہم سے رابطہ کیوں قائم کر رہے ہو؟"

"ہم بتانا چاہتے ہیں اس کی خودکشی میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ لاش جوں کی توں پڑی ہے۔ ہم نے ہر زاویے سے تصویریں اتاری ہیں۔ اسے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی آگ دیکھنا چاہے تو یقین کر سکتا ہے کہ کمرہ اندر سے بند تھا۔ وہاں کے حالات سے پتا چلتا ہے کہ شیبا نے اشتعال میں آکر پہلے تنویمی عمل کرنے والے پر چاقو سے کئی حملے کیے۔ اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد اس نے خنجر کو اپنے سینے میں گھونپ لیا۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ برا نہ مانیں تو ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ یہ ٹیلی پیتھی کا ہی کوئی چکر ہو سکتا ہے۔"

"میں اس سلسلے میں بحث نہیں کروں گا۔ صرف یہی سوال دہراؤں گا۔ جب شیبا اس دنیا میں نہیں رہی تو ہم سے کیوں رابطہ قائم کر رہے ہو؟"

"فرہاد یہ کیوں بھولتے ہو کہ تمہارا بیٹا ہمارے پاس موجود ہے۔ وہ بے چارہ اپنی ماں سے محروم ہو گیا مگر تم اسے اپنے سائے سے محروم نہیں کرو گے۔"

میں نے پوچھا۔ "تمہارے کتنے بچے ہیں؟"

اس نے جواب دیا۔ "چھ مگر کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"کیا تم نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ وہ بچے تمہارے ہیں؟"

"آپ میری بیوی کے کریکٹر پر کیچڑ اچھال رہے ہیں۔"

"نہیں، حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ بعض اوقات عورت کو بھی پتا نہیں چلتا کہ وہ کس کے بیٹے کو جنم دے رہی ہے۔ وہ تو اچانک ہی ہمیں اس تنویمی عمل کرنے والے کے دماغ میں جگہ مل گئی اور سارا بھید کھل گیا۔ تم لوگوں نے کیسی شرمناک چالیں چلی تھیں۔ اگر جیسن ہارون میرا بیٹا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے ہاں جتنے بچے ہوتے ہیں، ان کے بالوں کی صحیح شناخت نہیں ہو سکتی۔"

اسے چپ سی لگ گئی۔ وہ کرسی پر بیٹھے بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "جب شیبا کو معلوم ہوا کہ تم لوگوں نے کیسی گھناؤنی چال چلی ہے تو اس نے اشتعال میں آکر تنویمی عمل کرنے والے کو ہلاک کر دیا۔ وہ اتنی شرم والی تھی کہ اس کے بعد یہیں منہ نہیں دکھانا چاہتی تھی لہٰذا اس نے اپنے آپ کو بھی ختم کر دیا۔ اب بتاؤ تم لوگوں کے پاس کہنے کے لیے اور کیا رہ گیا ہے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "فرہاد! وہ تنویمی عمل کرنے والا پوری طرح ہمارا راز دار نہیں تھا۔ اس کے دماغ سے جو معلوم ہوا اس میں بہت سی باتیں غلط ہیں۔ تم یقین کرو، جیسن ہارون تمہارا اپنا بیٹا ہے، تمہارا اپنا خون ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ آج بھی میری میڈیکل رپورٹ تمہارے منہ پر تھوک رہی ہے۔ اس کے باوجود ڈھٹائی سے جھوٹ بول رہے ہو۔ اگر تم بضد ہو کہ وہ میرا بیٹا ہے تو جاؤ میں نے اسے تحفتاً تمہیں کیا۔ تم اسے یہودی بنانا چاہتے تھے، بناؤ۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہمیں اپنی طرف سے صفائی پیش کرنے کا موقع دو۔ اگر تم غلط فہمی میں مبتلا ہو کر انتقامی کارروائی کی تو بعد میں تمہیں افسوس ہوگا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رابطہ ختم کر دیا۔ ان کے ساتھ مناسب تھا۔ وہ ہماری طرف سے انتقامی کارروائی کی توقع کریں گے اور سوچے جا رہے ہوں گے کہ پتا نہیں ہم کس طرح تباہیاں پھیلائیں گے، ادھر ہماری طرف سے کوئی جواب نہیں ملے گا اور مسلسل خاموشی رہے گی تو وہ دن بدن تجسس میں مرتے رہیں گے۔ ہر آنے والے دن میں ہماری طرف سے ہونے والی انتقامی کارروائی سے دہشت زدہ رہیں گے۔

دوسرے دن انہوں نے پھر جناب شیخ صاحب سے رابطہ کیا۔ رسونتی نے مجھے خیال خوانی کے ذریعے اطلاع دی۔ میں سوئمنگ پول کے پاس پہنچ کر رُکا۔ وہ ٹیلیفون کے ذریعے اسرائیل کے ایک اعلیٰ افسر سے گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "جناب شیخ صاحب! آپ ریسیور رکھ دیجیے۔ میں بات کر رہا ہوں۔"

انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے پوچھا۔ "اب کیا گفتگو ہو رہی ہے؟"

اس اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ "آپ ہم سے ناراض ہیں لیکن ہمیں اپنا فرض ادا کرنا چاہتے ہیں۔ آج شیبا کی آخری رسومات ادا کی جائیں گی۔ ہم آپ لوگوں کو یہاں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ادارے کے چند افراد چاہیں یہاں آسکتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ایک شیر جب بہت بوڑھا ہو گیا اور شکار کے قابل نہ رہا تو اس نے اعلان کیا کہ وہ سخت بیمار ہے اور اپنے غار سے نکل نہیں سکتا۔ لہٰذا جتنے جانور اس کی عیادت کے لیے آئیں گے، نتیجہ یہ ہوا کہ جو جانور اس کی عیادت کے لیے جاتا تھا، غار سے واپس نہیں آتا تھا۔ کیا تم ہمیں ایسا ہی نادان سمجھتے ہو کہ ہم شیبا کی آخری رسومات میں شریک ہونے کے لیے آئیں پھر یہیں واپسی کا راستہ نہ ملے؟"

"آپ خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہیں۔ ہم پوری نیک نیتی سے آپ کو یہاں آنے کی دعوت دے رہے ہیں۔"

"تم لوگوں کی نیک نیتی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ سارا جہان جانتی ہے۔ ہم بھی جانتے تھے لیکن شیبا کی محبت میں بھروسا کر لیا۔ تم لوگوں نے دوستی اور بھروسے کا یہ آخری بھرم بھی توڑ کر رکھ دیا۔ اب کیا کرو گے؟ ہم تمہاری قید میں نہیں ہوں۔ شیبا اس دنیا میں نہیں رہی اور وہ بچہ نہ پہلے ہمارا تھا نہ اب ہے۔ لہٰذا میری کس کمزوری سے فائدہ اٹھاؤ گے۔ کس طرح ہمیں انتقامی کارروائی سے روک سکو گے۔

زندگیا کی آخری رسومات ادا تو ہونے دو۔ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

اس اعلیٰ عہدے دار کے ہوش اڑ رہے تھے۔ وہ گڑگڑا کر کہہ رہا تھا۔ "ہمیں کچھ موقع دو۔ ہم اپنی غلطیوں کی تلافی کر دیں گے۔"

رسونتی نے غصے سے کہا۔ "تم کیا کرو گے، تم نے اپنی ہی قوم کی بیٹی کو جس بے عزتی سے ہلاک کرایا ہے اور جس طرح عورت کی توہین کی ہے، اس کے پیش نظر تم لوگوں کو خود ہی شرم سے مر جانا چاہیے لیکن شرم نام کی کوئی چیز تمہارے پاس نہیں ہے لہٰذا میں نے تم لوگوں کے لیے کچھ سزائیں تجویز کی ہیں، آنکھیں غور سے سنو اور ان پر عمل کرتے رہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "یہ تو ہم سمجھ رہے تھے کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔"

رسونتی نے کہا۔ "جہاں شیبا نے خودکشی کی ہے، اس کی میت وہیں سے اٹھائی جائے گی اور اس کا جنازہ کسی گاڑی میں نہیں جائے گا۔ تمہارے جیسے بڑے بڑے اعلیٰ عہدے داران اور اعلیٰ حکام اس جنازے کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر قبرستان تک لے جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "ہم انتقامی کارروائی ایسی ہی معمولی سزاؤں سے شروع کریں گے۔ شیبا کے جنازے میں تمام سول اور فوجی افسران موجود رہیں گے اور سب ننگے پاؤں چلیں گے۔ اگر کسی نے جوتا پہنا تو وہ جوتا اس کے منہ پر پڑے گا۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تم سب کے دماغ میں چپ چاپ آتے جاتے رہیں گے۔"

آرمر نے کہا۔ "سرکاری طور پر اعلان کیا جائے کہ شیبا کے لیے سات دن تک سوگ منایا جائے گا۔ تمام افسران اور یہودی اکابرین اپنے دفتروں اور کاروباری اداروں میں ننگے پاؤں، ننگے اور بنیان پہن کر آیا جایا کریں گے۔ گھر میں بھی ننگے پاؤں رہیں گے۔ سات دن تک کسی گھر میں بجلی کی روشنی نہیں ہوگی۔ معصوم بچوں کی خاطر شمعیں روشن کرنے کی اجازت ہوگی۔"

رسونتی نے کہا۔ "سات دن تک کوئی کلب، شراب خانہ یا قمار خانہ نہیں کھلے گا بلکہ گھر کے اندر بھی شراب کی بوتل نہیں کھلے گی۔ خنزیر کے تمام قسم کے گوشت بہت ناپسند تھے لہٰذا سات دن تک تمام افسران اور یہودی اکابرین صرف آلو کے قتلے کھائیں گے۔ اس کے علاوہ کچھ اور کھانے کی اجازت نہیں ہوگی۔"

میں نے کہا۔ "فی الحال اتنا ہی اعلان کر دو اور اس پر فوراً عمل کرو۔ اور اسے اچھی طرح یاد رکھو، ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تم لوگوں کے ہاں چپ چاپ آتے جاتے رہیں گے۔"

ہمارے ان احکامات کے مطابق وہاں سرکاری اعلانات ہونے لگے۔ ہم مختلف افسران اور اعلیٰ حکام اور یہودی اکابرین کو برابر پہنچ رہے تھے۔ انھیں یہ یقین دلاتے جا رہے تھے کہ کوئی ہم سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ ہم جب چاہیں گے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ جائیں گے۔ للہ جو کہا جا رہا ہے، اس پر عمل کیا جائے۔

وہاں عمل شروع ہو گیا۔ اِدھر ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ تمام سول اور فوجی افسران اور دیگر یہودی اکابرین پر نظر ضمیں رکھ سکتے تھے لیکن بڑی حد تک نگرانی کر سکتے تھے۔ شیبا کی موت کی خبر سُن کر جو جو رو رہی تھی۔ اسے زندگی میں پہلی بار شیبا نے مستاد کی تھی، ماں کا پیار اسے کبھی ملا نہیں تھا اور جب ملا تو شیبا ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئی۔ وہ رو رو کر کہہ رہی تھی۔ "مجھے پارس کے پاس جانے دو، تمہیں تو دشمن اسے بھی مار ڈالیں گے۔ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں، میں سب کو مار بھگاؤں گی۔"

شیخ صاحب نے اسے سمجھایا۔ "بیٹی! ہم جلد ہی پارس کا پتا چلائیں گے۔ تم نے خود ہی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کر کے دیکھا ہے، وہ تم سے بھی بات نہیں کر رہا ہے۔ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ وہ مجبور ہے جب تک وہ مجبور رہے تمہیں دوسرے دشمنوں سے انتقام لینا چاہیے۔ تمہیں عملاً میدان میں آنا چاہیے۔ میں تمہیں تل ابیب کے چند اعلیٰ عہدے داران کے دماغوں تک پہنچا رہا ہوں۔ تم ان کے دماغ میں آتی جاتی رہو اور چند باتوں کا خیال رکھو۔ ان عہدے داران کو ننگے پیر رہنا چاہیے، صرف نیکر اور بنیان پہننا چاہیے، گھر کے باہر یا اندر شراب نہیں پینا چاہیے، کھانے میں صرف آلو کے قتلے کھانا چاہئیں، اگر وہ ایسا نہ کریں۔ ہمیں دھوکا دے کر کچھ اور کھانا پینا چاہیں یا اپنے گھر میں روشنی کرنا چاہیں تو تم انھیں جو چاہو سزا دے سکتی ہو۔ البتہ ان کے گھروں میں شمعیں روشن ہو سکتی ہیں۔ سات دن تک بجلی کی روشنی نہیں ہوگی۔ بچوں کی خاطر وہ بجلی کے پنکھے چلا سکتے ہیں۔"

جوجو کو بہلانے کا یہی طریقہ مناسب تھا۔ ہم نے اسے بھی تل ابیب میں مصروف رکھا۔ وہاں ہمارے احکامات کی تعمیل ہو رہی تھی۔ جتنے افسران تھے، وہ ننگے پاؤں تھے اور اپنے کاندھوں پر شیبا کا جنازہ اٹھائے جا رہے تھے۔ تل ابیب میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ موجود تھے۔ فرانسیسی جاسوس وغیرہ بھی تھے، ماسک مین کے آدمیوں سے ہمارا پرانا رابطہ تھا۔ ہم نے ان سب کو ڈیوٹی پر لگا دیا تھا کہ وہ جاسوسی کریں اور بتائیں کہ کون افسر گھر میں بیٹھا ہوا ہے اور جنازے میں شریک نہیں ہو رہا ہے۔

ہمارے تمام آدمی ٹیلیفون کے پاس بیٹھ گئے تھے اور ریسیور اٹھا کر مختلف نمبر ڈائل کرتے جاتے تھے۔ جن افسران کے نمبر انھیں معلوم تھے، وہ ان سے رابطہ قائم کرتے تھے۔ ہم ان کے دماغ میں پہنچ کر دوسرے افسران کے ٹیلیفون نمبر معلوم کر کے انھیں نوٹ کرا دیتے تھے۔ اس طرح ہم تمام لوگوں تک پہنچتے جا رہے تھے۔ ان میں ایسے اعلیٰ حکام اور دیگر عہدے داران تھے جو سرِعام نیکر اور بنیان

پہن کر ننگے پیر چلنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ ہمیشہ عمدہ سوٹ، مہنگے جوتے اور مہنگی گاڑی میں دیکھے جاتے تھے۔ کبھی ننگے پاؤں چلنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ عام آدمیوں کی سطح پر آنا ان کی توہین تھی۔ ایسے چند اعلیٰ عہدے داران چپ کر گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ ان کی آواز کبھی فرہاد یا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک نہیں پہنچی ہے۔ لہٰذا کوئی ان کے دماغ تک نہیں پہنچے گا۔

وہ گھروں میں چپ کر فون اٹینڈ نہیں کر رہے تھے۔ ان کے ملازم یا ان کی عورتیں ریسیور اٹھا کر پوچھتی تھیں۔ کون ہے؟ کس سے ملنا ہے؟ صاحب جنازے میں شریک ہونے گئے ہیں۔

یہ جھوٹ دوسروں کے سامنے چل سکتا تھا مگر ہم ان کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کر لیتے تھے کہ صاحب کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ ہم نے ایسے چھپنے والوں کے پاس پہنچ کر کہا۔ "فوراً کپڑے اتارو، نیکر اور بنیان پہن کر باہر نکلو۔"

وہ گڑگڑا کر ہاتھ جوڑ کر کہہ رہے تھے۔ "ہمیں معاف کر دو۔ اس طرح سرِعام ہمیں ذلیل نہ کرو۔"

ہم نے انھیں گڑگڑانے کے لیے آزاد چھوڑ دیا تھا لیکن ان کے ہاتھ بے اختیار لباس اتار رہے تھے۔ پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے نیکر اور بنیان پہن کر ننگے پاؤں باہر نکل آئے۔ پھر چیخ چیخ کر کہنے لگے "ہائے شیبا! ان میں سے کسی نے دیوار سے سر ٹکرایا۔ کسی نے درخت سے سر ٹکرایا۔ کوئی دوڑتا ہوا سڑک پر آیا۔ پھر دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "یہاں سے شیبا کا جنازہ گزرا اور میں شریک نہ ہوا۔ میں کتنا بدنصیب ہوں۔ ہائے شیبا! ہائے شیبا!"

وہ ایسا کہتے تھے اور سڑک پر جھک کر اپنا سر پٹختے تھے۔ پھر اٹھ کر بھاگتے جاتے تھے تاکہ جنازے میں شریک ہو سکیں۔

ہم نے ان تمام چھپنے والوں کو اسی طرح دوڑاتے ہوئے اور ماتم کراتے ہوئے قبرستان تک پہنچایا۔ وہاں جتنے بڑے بڑے افسران اور ان کے اعلیٰ حکام موجود تھے، انھوں نے حیرت اور عبرت سے انھیں دیکھا۔ وہ ہائے شیبا کہہ کر سڑکوں پر سر پٹخ پٹخ کر آ رہے تھے لہٰذا انھوں نے ہاتھ روک لیے تھے۔ ہانپتے کانپتے کہہ رہے تھے۔ "ہمیں سزا مل رہی ہے، ہماری طرح کوئی اس خوش فہمی میں مبتلا نہ رہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے دماغ میں نہیں پہنچتے ہیں، وہ پہنچ جاتے ہیں، وہ قبر میں بھی پہنچ جائیں گے۔ جو افسران جنازے میں شریک نہیں ہوئے اور ابھی تک چھپے بیٹھے ہیں، وہ جلد ہی ٹیلی پیتھی کی زد میں آئیں گے اور عبرت ناک سزائیں پائیں گے۔"

یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچی ہوں گی جو اب تک ہم سے چھپنے میں کامیاب رہے تھے لیکن اب دہشت میں مبتلا رہیں گے۔ اس رات ہم نے تین ایسے افسران تک رسائی حاصل کی جو قبرستان نہیں گئے تھے اور نہ جانے والوں کو جو سزائیں دی تھیں، ان کے متعلق سن کر دہشت میں مبتلا تھے۔ اپنے خوف کو کم کرنے کے لیے بوتل کھول کر پی رہے تھے۔ ہم نے ان کے ہاتھ سے ایک بوتل چھین کر اٹھائی۔ انھوں نے لکھا۔

"ہم نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے احکامات کی تعمیل نہیں کی، نہ شیبا کے جنازے میں شریک ہوئے اور نہ ہی شراب کے بغیر رہ سکے۔ ہمیں مرنا چاہیے، چونکہ بوتل کھول چکے ہیں۔ لہٰذا اب ہم گلاس میں ڈال کر نہیں بلکہ منہ سے لگا کر پوری بوتل پیٹ میں اتار لیں گے۔ نتیجہ خواہ کچھ ہو۔"

میں رسوخی آرمر مین ایسے افسران کے دماغوں پر قابض تھا۔ ان کے منہ سے بوتل لگ چکی تھی اور وہ غٹ غٹ پیتے جا رہے تھے۔ پینا نہیں چاہتے تھے مگر ہم زبردستی ان کے حلق میں ٹھونس رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شراب ان کی ناک کے نتھنوں سے، آنکھوں سے اور کانوں سے نکلنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کا دم گھٹ کر رہ گیا۔ ہم نے دوسرے افسران کو اطلاع دے دی اور کہا۔ "جاؤ، ان تینوں افسران کا انجام دیکھ لو۔ تم لوگ نے ہمارے احکامات کی تعمیل نہیں کی تھی۔"

پہلے دن کچھ لوگوں نے من مانی کی۔ انھیں اس کی سزا بھی ملی۔ پھر دوسرے دن سب ٹھیک ہو گئے۔ جیسا ہم کہہ چکے تھے، وہ ویسا کرتے گئے لیکن انھوں نے بڑے بڑے حکام سے اپیل کی کہ وہ فرانس کی حکومت پر دباؤ ڈالیں اور فرانس کی حکومت فرہاد کو سمجھائے کہ وہ بیوقوف معززین کو یوں بے عزت نہ کرے۔ شیبا نے خودکشی کی ہے، وہ اس کی موت کے ذمے دار نہیں ہیں۔

میں نے ان سب سے کہہ دیا۔ "شیبا کا کیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی عدالت میں ہے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے سچ اور جھوٹ کو عام طور پر پڑھ لیتے ہیں لہٰذا کوئی ہمارے معاملات میں مداخلت نہ کرے۔ سپر ماسٹری کی طرف سے کہا گیا۔ سمجھوتا کرانا ہمارا فرض ہے۔ ہم معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے لیکن ہماری خواہش ہے کہ آپ اپنی چند شرائط پر انھیں معاف کر دیں۔"

ماسک مین کے ملک سے بھی یہی سفارش کی گئی۔ میں نے کہا۔ ایک ہی شرط ہے اور وہ یہ کہ بلائنڈ کلب کے تمام ممبران میرے سامنے بے نقاب کیے جائیں۔ میں ایک ایک کو قتل کروں گا کیونکہ انھوں نے پہلی بار شیبا کو اغوا کرا کے جزیرے میں قید کرایا۔ پھر دوسری بار تل ابیب میں قیدی بنایا۔ مجھے بھی قیدی بنا کر رکھا گیا۔ اس شریف لڑکی کو مجبور کر کے خودکشی پر مجبور کیا گیا۔ یہ ساری پلاننگ بلائنڈ کلب والوں کی تھی۔ میں ان میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک وہ میرے سامنے بے نقاب نہیں ہوں گے، میں اسرائیلی حکام کو سکون سے بیٹھنے نہیں دوں گا۔"

میرا یہ مطالبہ ان کے لیے قابلِ قبول نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کا ایک شعبہ ایسا تھا جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ تھا۔ انھوں نے کہا۔ ہمیں سوچنے کے لیے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی جائے۔"

"میں چوبیس سال کی مہلت دے سکتا ہوں لیکن ان سات دنوں تک وہی ہوتا رہے گا جو میں کہہ چکا ہوں۔"

میری یہ شرط سن کر تمام بڑے ممالک خاموش ہو گئے۔ بلائنڈ کلب کے ممبران جو منصوبے بناتے تھے، وہ سیاسی طور پر ان بڑے ممالک کو بھی نقصان پہنچاتے تھے لہٰذا ان کی بھی خواہش تھی کہ وہ ممبران بے نقاب ہو جائیں۔ میری اس شرط کو مان لینے سے انھیں بھی فائدہ پہنچنے والا تھا۔

وہ سات دن تک قمر آدمیوں کے احکامات کی تعمیل کرتے رہے۔ ساتویں دن آمنہ جیسی ہاربر کے روپ میں وہاں پہنچ گئی۔ جیسی ہاربر کا ٹھوس چھوٹی کشتیاں سمندر میں لے جا کر مچھلیاں پکڑتا تھا۔ مچھلیاں پکڑنے کے لیے اس نے اور بھی ملازم رکھے ہوئے تھے۔ اس کا کاروبار اچھا چل رہا تھا لیکن ان ماہی گیروں کو سمندر کے ساحلی علاقوں میں رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ اسرائیل کے تمام مشرقی ساحلی علاقوں میں فوجیوں کا سخت پہرا رہتا تھا۔ ہاربر جیسے چند ماہی گیر جب مچھلیاں پکڑنے جاتے تو ان کی سختی سے چیکنگ ہوتی تھی۔ واپسی پر بھی انھیں سخت چیکنگ سے گزرنا پڑتا تھا۔

جیسی ایک آزاد بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھی۔ ہاربر ہر رات کو کشتیاں اور ماہی گیروں کی ٹیم لے کر سمندر میں جاتا تھا اور صبح سات بجے واپس آتا تھا۔ ساحل سے دو میل دور مچھلیوں کا تھوک بازار تھا۔ وہ دس گیارہ بجے تک مچھلیاں فروخت کر دیتا تھا۔ بارہ بجے تک گھر واپس آتا تھا جیسی اس کے لیے کھانا تیار کرتی تھی۔ اسے کھلاتی تھی۔ پھر وہ سو جاتا تھا۔ ہاربر چونکہ ہمارے ہی ادارے سے تعلق رکھتا تھا، اس لیے آمنہ کے آنے پر معمول بدل گیا تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا۔ "اگر کھانا تیار ملے گا تو ٹھیک ہے ورنہ میں کہیں کھا لیا کروں گا۔ میری فکر نہ کرو، اپنا کام کرتی رہو۔"

ساحلی علاقے میں کئی سرکاری عمارتیں ایسی تھیں جہاں مسلح فوجیوں کا پہرا رہتا تھا۔ آس پاس کی سڑکوں سے عام لوگوں کو گزرنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ آمنہ کا خیال تھا، انہی سرکاری اداروں میں کوئی عمارت ایسی ہے جسے سرکاری فائلوں میں بلائنڈ کلب کا نام دیا گیا ہوگا اور وہ ممبران وہیں آتے ہوں گے۔

ان راستوں سے گزرنے والے جتنے بھی فوجی اور رسول لوفران تھے، آمنہ انھیں دور ہی دور سے تاڑنے لگی تھی۔ انھیں اچھی طرح پہچاننے کے بعد کسی ہوٹل یا کسی کلب میں ان سے ملاقات کرتی تھی۔ ان سے بات کرتی تھی اور ہم ان کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرتے تھے کہ وہ کس شعبے سے تعلق رکھتے ہیں؟

ہمیں اُمید تھی، اس طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے بہت جلد کسی بلائنڈ کلب کے ممبر سے ٹکرا سکتے ہیں۔ ادھر سات دن پورے ہونے کے بعد تمام افسران اعلیٰ عہدے دار ان پوری طرح لباس اور جوتے پہننے لگے تھے اور اطمینان کا سانس لے رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "یہ اطمینان عارضی ہے، اب دوسری سزائیں شروع ہوں گی۔ اس سے قبل کہ میں وہ سزائیں سناؤں، اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ تم لوگ بلائنڈ کلب کے ممبران کو بے نقاب کر دو گے یا نہیں؟"

"مسٹر فرہاد! ہمیں تمہاری شرط منظور ہے۔ ہم ایک ممبر کو تم سے ملاتے ہیں۔ پہلے اس سے باتیں کر لو۔ چاہو تو اسے سزا دو پھر دوسرے سے ملاقات کرائی جائے گی۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے، کسی سے رابطہ قائم ہوا۔ پھر اس نے کہا۔ "مسٹر فرہاد تمہارے دماغ میں آنا چاہتے ہیں۔ دروازے کھول دو۔"

اس نے کہا۔ "میں اپنی آواز سنا رہا ہوں اور مسٹر فرہاد کو خوش آمدید کہہ رہا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "تمہارے خوش آمدید کہنے کا انداز ظاہر کرتا ہے کہ تمھیں میری انتقامی کارروائی کا کوئی خوف نہیں ہے۔"

"کیسی انتقامی کارروائی؟ تم زیادہ سے زیادہ مار ڈالنا چاہو گے مرنا تو ہے، تمھیں بھی ایک دن مرنا ہے۔ ابھی ہو سکتا ہے، چند ساعتوں میں بازی پلٹ جائے۔ تم مر جاؤ اور میں زندہ رہ جاؤں۔"

وہ بڑے پُریقین اور مستحکم لہجے میں یہ باتیں کہہ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں تمہارے دماغ کو ٹٹولنا چاہتا ہوں۔"

"اچھی طرح ٹٹول کر دیکھ لو، تمھیں میرے ذریعے دوسرے ممبران کا سراغ نہیں ملے گا۔ کیونکہ ہم ایک دوسرے کو کبھی نہ جانتے تھے، نہ جانتے ہیں نہ جان سکیں گے۔ ہمارا طریقۂ کار ایسا ہے کہ تم یقین نہیں کرو گے۔"

"میں یقین کرتا ہوں، تمہارے طریقۂ کار کے متعلق بہت کچھ معلوم کر چکا ہوں۔ مجھے بتاؤ، تم کن راستوں سے گزر کر بلائنڈ کلب کے اندر پہنچتے ہو؟"

"تم یہ دیکھ رہے ہو کہ میں نے اب تک آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اس لیے کہ آنکھیں کھولوں گا تو میرے سامنے ایک شخص نظر آئے گا۔ اسے تم اچھی طرح پہچانتے ہو۔ لو دیکھو۔"

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے اس کے ذریعے دیکھا، کوئی کھڑا ہوا تھا۔ اگر اس بلائنڈ ممبر کا دماغ مجھ سے نہ ہوتا تو میں صرف اس کی آنکھوں سے دیکھ کر یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کون ہے اور اس کا نام کیا ہے؟

اس کے دماغ نے بتایا۔ آئرن اور ہارڈی دو ہم شکل بھائی ہیں۔ ان میں سے آئرن سامنے کھڑا ہوا ہے۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "ہیلو فرہاد! بہت دنوں بعد ملاقات ہو رہی ہے۔ ویسے اس بار

جم کے ملاقات ہوگی۔"

میں نے اس کی بات سنتے ہی کہا۔ "تمھیں یہاں دیکھ کر سب سے پہلا سوال یہی پیدا ہوتا ہے۔ کیا وہ ٹرانسفارمر مشین تیار ہوچکی؟"

"اس سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ آنے والا وقت خود جواب پیش کرے گا۔"

"تمھاری یہاں موجودگی کا مقصد کیا ہے؟"

"میں یہاں اسرائیلیوں سے بہت اہم سودا کرنے آیا ہوں۔ اگر میں تمھاری ایک کمزوری ان کے حوالے کردوں تو تم کبھی انھیں پریشان نہیں کرسکو گے۔"

میں نے ناگواری سے پوچھا۔ "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ پارس اوّل ہمارے پاس ہے۔ اگر وہ تل ابیب پہنچادیا گیا تو پھر تمھاری تمام شیخی دھری کی دھری رہ جائے گی۔ تم یہاں کے کسی ایک فرد کو بھی نقصان نہیں پہنچاسکو گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ جس عورت نے پارس کو اغوا کیا تھا وہ تمھاری بہن سلارا تھی؟"

اسی وقت ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی اور میرے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اس بلائنڈ ممبر نے خودکشی کرلی تھی۔ یہ میری توقع کے بالکل خلاف تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ایسا کر گزرے گا۔ میں نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ آئرن کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے کہا۔ "بے شک آسکتے ہو۔ تمھیں حیرانی ہوگی کہ اس بلائنڈ ممبر نے خودکشی کیوں کی؟ بھئی اس لیے کہ یہ ریٹائر ہونے والا تھا۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا آئے گا۔ لہٰذا یہاں کے حکام نے سوچا پہلے اسی سے تمھاری ملاقات کرائی جائے اور تمھیں یقین دلایا جائے کہ بلائنڈ کلب کے ممبران تک پہنچنا بچوں کا تو کیا بڑوں کا بھی کھیل نہیں ہے۔"

"یہاں تم یہودیوں کے گن گانے آئے ہو؟"

"ہاں ہمارے ستارے ان سے مل رہے ہیں۔ بائی دا وے، میں تمھیں زیادہ دیر دماغ میں رہنے نہیں دوں گا۔ تم بڑے خطرناک آدمی ہو۔ خواہ مخواہ دماغ میں زلزلہ پیدا کروگے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے کمزور ہوجاؤں گا لیکن اب میری پشت پر بڑی بڑی طاقتیں ہیں۔ میں تمھیں ایک آواز سنا رہا ہوں۔ اسے سنو اور اس کے پاس پہنچو تو اس کے ذریعے میری بہن سلارا سے گفتگو کرسکو گے۔"

اس نے کیسٹ کے ذریعے ایک آواز سنائی۔ میں جس شخص کے دماغ میں آیا اس کے سامنے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ اس نے اسے آن کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "سلارا کو خبر کردو۔ فرہاد تمھارے دماغ میں آرہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں آچکا ہوں۔"

اس نے انٹرکام کے بٹن کو دبا کر کہا۔ "مادام مسٹر فرہاد از ویٹنگ فار یو۔"

دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "بھیجو اسے۔"

میں دوسرے ہی لمحے سلارا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "کیا ذرا صبر نہیں کرسکتے تھے۔ اسی شخص کے پاس جاؤ۔ میں آرہی ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ میں نے اتنی سی دیر میں دیکھا۔ وہ ایک بلیک بورڈ کے سامنے چاک ہاتھ میں لیے الجبرا کا کوئی مشکل سوال حل کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں پر عینک تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بہت ہی خشک مزاج اور پتھر دل ہے۔ اس کا لہجہ بھی پتھر جیسا تھا۔ اسے علم حاصل کرنے کا شوق علم ریاضی جیسا خشک مضمون پڑھنے اور سمجھنے کا اتنا خبط تھا کہ اس خبطی پن میں اس نے موٹے شیشوں کی عینک آنکھوں پر چڑھالی تھی جبکہ بھری جوانی میں عورت اپنی آنکھوں پر عینک نہیں خواب سجاتی ہے۔

میں اس کے نمائندے کے پاس پہنچ گیا وہ دروازہ کھول کر آرہی تھی۔ اس نے ہلکے نیلے رنگ کے اسکرٹ اور بلاؤز پر سفید ایپرن پہنی ہوئی تھی۔ جیسے کسی لیبارٹری سے کام کرکے آرہی ہو۔ بلند میں پتا چلا۔ اس کے بھائی جارج فری مین کی ایک بہت بڑی سائنسی لیبارٹری ہے، جہاں وہ بھائی کے ساتھ مختلف سائنسی تجربات کرتی رہتی ہے۔

وہ ایک ریوالونگ چیئر پر آکر بیٹھ گئی۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ایک کلپ بورڈ تھا جس میں کاغذ پھنسا ہوا تھا اور وہ بائیں ہاتھ سے پینسل پکڑے کسی حساب میں مصروف تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم یہ احساس دلانا چاہتی ہو کہ تم بہت زیادہ مصروف رہتی ہو اور فرہاد کو تمھارا انتظار کرنے کی فرصت ہی فرصت ہے؟"

اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "جسٹ اے منٹ۔ اس پرابلم کو سالو کرنے کا بس ایک نکتہ رہ گیا ہے۔ ابھی بات کرتی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد اس نے خوش ہوکر کہا۔ "ہوگیا۔ حل ہوگیا۔ مسٹر فرہاد تم خیالوں کی دنیا میں رہتے ہو۔ حقیقت کی دنیا سے تمھارا دور کا واسطہ بھی نہیں ہے کیا تم یقین کروگے کہ ابھی ابھی میں نے ایک نقطے کا وزن دریافت کرنے کا طریقہ سیکھ لیا ہے۔"

میں نے حیرانی سے کہا۔ "کیا ہم کاغذ پر لکھتے وقت جو نقطہ لگاتے ہیں تم اس کا وزن دریافت کررہی ہو؟"

"ہاں آج میں نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ میں ساری دنیا کو حیران کردوں گی۔"

"تم میری حیرانی دور کرو۔ تم نے یہ عینک کیوں پہن رکھی ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"بھئی میں عینک کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ یہ کیسی ہے؟

بیان دیوار بن سکتی ہے۔"

اس نے نجیدگی سے اس شخص کو دیکھا جس کے اندر میں موجود تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "فرہاد! بدچپار باتوں کا خیال رکھو۔ میں چھپ کر کی بھی نظر نہیں کرتی۔ مجھ پر روحانی ہتھکنڈے کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ میں بہت مصروف رہتی ہوں چونکہ آج پہلی ملاقات ہے اس لیے تمھارے ساتھ کچھ زیادہ وقت گزاروں گی۔"

"تم میرے ساتھ وقت گزارنا چاہتی ہو۔ اس سے بڑی اور کیا بات ہوسکتی ہے۔ بولو کہاں آؤں؟"

"میں یہ دعوت نہیں کرتی کہ میں بہت پُراسرار ہوں اور تم مجھ تک کبھی پہنچ نہیں سکو گے۔ فی الحال یہ تمھارے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس شخص کا دماغ تمھیں بتا رہا ہے کہ اس وقت ہم نیویارک میں ہیں۔ تم کہاں ہو؟"

"میں کیسے مان لوں، جبکہ دماغ کے اندر کی بات کبھی جھوٹ نہیں ہوتی۔"

"تنویمی عمل کے ذریعے جھوٹ بن جاتی ہے۔ اس پر عمل کیا جائے اور جو سمجھایا گیا ہے، وہی یہ دماغ تمھیں سمجھا رہا ہے۔"

"پارس اوّل تمھارے پاس ہے؟"

"تھا، اب نہیں ہے۔ وہ آدھے گھنٹے کے اندر تل ابیب پہنچنے والا ہے۔"

"تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"اسرائیلی حکام اس کے عوض ایک کروڑ پچیس ہزار ڈالر ادا کررہے ہیں۔"

"تم یہ رقم مجھ سے طلب کرسکتی تھیں۔ میں کسی بھی ملک میں کسی بھی کرنسی میں ادائیگی کرسکتا تھا۔"

"تم سے رقم تعین کچھ اور چاہیے۔"

"تمھارے کچھ اور چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ تم نے تو اسے تل ابیب پہنچا دیا ہے۔"

اس نے پینسل سے اپنے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! یہ دماغ کا کھیل ہے۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بہت سے دماغوں سے کھیلتے رہے ہو لیکن مجھے اور میرے بھائی جارج فری مین کو سمجھنے میں صدیاں گزر جائیں گی۔ بہرحال یہ دماغ جس نے پارس اوّل کو تل ابیب پہنچایا ہے، وہاں سے دودھ کی مکھی کی طرح واپس نکال لوں گا۔"

"اس کی ضرورت کیا تھی۔ کیا اسے تل ابیب بھیجنے سے پہلے تمھارے سود انہیں کیا جاسکتا تھا؟"

"ہم جو سودا کرتے، اس پر تم کبھی راضی نہ ہوتے۔ لہٰذا سوچا، پارس کو وہاں بھیج دیا جائے۔ جب وہ لوگ اسے قید میں رکھیں گے اور اسے تم مصیبتوں میں مبتلا دیکھو گے تب ہم سے سمجھوتا کرلو گے۔ سمجھوتے پر عمل کرنے کے دوران جب ہم پارس کو وہاں سے نکال لائیں گے تو تمھارے ذہین ترین لوگ سوچتے رہ جائیں گے کہ ذہانت کیسے تماشے دکھاتی ہے۔ صبح پارس تل ابیب میں ہوگا تو شام کو ہمارے پاس۔"

"اس کا مطلب ہے، تم نے کسی ڈمی پارس کو بھیجا ہے؟"

"یہ کہنے سے پہلے تم اس کے دماغ میں جاؤ اور اچھی طرح طمینان کرلو، وہی تمھارا اصلی پارس ہے۔ اگر وہ ڈمی ہوا تو میں تمھاری ذہانت اور حاضر دماغی کو تسلیم کرلوں گی۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"اب کوئی سوال نہ کرنا، کوئی بات نہ کرنا۔ یہاں سے جاؤ اور پہلے پارس اوّل کے سلسلے میں مطمئن ہوجاؤ۔ آدھے گھنٹے بعد تم سے ملاقات ہوگی۔"

یہ کہہ کر سلارا نے اشارہ کیا۔ میں جس کے دماغ میں تھا، اس نے سانس روک لی۔ میں اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ میں نے رسوتنی اور آہر کو سلارا سے ہونے والی گفتگو کا خلاصہ سنایا۔ پھر کہا۔ "آؤ، ہم پارس کو چیک کرتے ہیں۔ آخر حقیقت کیا ہے؟"

ہم نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ہمیں کسی روک ٹوک کے بغیر اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو اس نے خوش ہوکر کہا۔ "ہیلو پاپا! میں جو جو سے باتیں کررہا ہوں۔ کیا آپ تھوڑی دیر بعد آنے کی زحمت گوارا کریں گے؟"

"بیٹے! جو جو سے ساری زندگی باتیں ہوتی رہیں گی۔ پہلے کام کی باتیں کرو۔ تم کہاں ہو؟"

"کیا آپ میرے دماغ میں رہ کر یہ نہیں دیکھ سکتے کہ میں طیارے میں ہوں اور یہ طیارہ رن وے پر اتر رہا ہے؟"

"یہ تم کہاں آگئے ہو؟"

"جہاں میں اور جو جو خوب شرارتیں کیا کرتے تھے۔ یہ تل ابیب ہے۔"

"کیا تم اپنی مرضی سے یہاں آئے ہو؟"

"ہاں، میں اپنی ممی کی قبر پر پھول چڑھانے آیا ہوں۔"

"کیا تمھیں احساس ہے کہ یہ دشمنوں کا ملک ہے اور ان دشمنوں نے تمھاری ممی کو مار ڈالا ہے؟"

"پاپا! ممی نے اپنے ہاتھوں سے خنجر اپنے سینے میں پیوست کیا تھا؟"

"ہاں، ایسا ہی کیا تھا۔"

"اور اُس وقت آپ ان کے دماغ میں تھے؟"

"ہاں، میں موجود تھا لیکن..."

اس نے بات کاٹ کر کہا۔ "سوری پاپا! اس کے بعد لیکن کی

گنجائش نہیں رہتی۔ صاف ظاہر ہے کہ آپ نے تمی کو خودکشی کرنے پر مجبور کیا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"وہی جو دنیا آپ کے ڈر سے نہیں کہہ سکتی۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ تمی اپنے ملک اور قوم کی وفادار ہیں، وہ ان کے مفاد کے لیے کام کرتی رہیں گی اور آپ کے اشاروں پر نہیں چلیں گی تو آپ نے انھیں خودکشی پر مجبور کر دیا۔"

میں نے بے بسی سے ایک گہری سانس لی۔ پھر بولا۔ "چلو تم پر تنویمی عمل کون کرتا ہے؟"

"انکل ہارڈی۔"

"پھر تو کچھ کہنا ہی فضول ہے۔ تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گا، جاؤ، جوجو سے باتیں کرو۔"

میں نے رسونتی سے کہا۔ "دشمن اس کے معصوم دماغ میں ہمارے خلاف زہر بھر رہے ہیں۔ تم اور آمر، جوجو کو سمجھاؤ۔ وہ محبت سے پارس کو سمجھائے گی اور اس کے دماغ سے ہمارے خلاف زہر کو ختم کر دے گی۔"

"کیا تم سمجھتے ہو، جوجو کے کوشش کرنے سے تنویمی عمل کا اثر ختم ہو جائے گا؟"

اثر ختم نہیں ہو گا لیکن وہ جوجو کو بہت چاہتا ہے۔ اسے یقین ہونا چاہیے کہ جسے وہ سب سے زیادہ چاہتا ہے وہی اس کی بات سے متفق نہیں ہے۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ ابھی سلارا کے پاس جانے کے لیے پندرہ منٹ باقی تھے۔ میں نے خود ہی جوجو کو مخاطب کیا۔ وہ پارس سے باتیں کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "بیٹی! تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر حاضر ہو جاؤ۔ پھر پارس کے پاس چلی جانا۔"

وہ بولی۔ "میں پارس سے باتیں کروں گی، آپ سے باتیں نہیں کروں گی۔ آپ بہت گندے ہیں۔ آپ نے ہماری تمی کو مار ڈالا ہے۔"

وہ تو پارس کی دیوانی تھی۔ وہ اسے کیا سمجھاتی۔ خود اس کی باتوں کو حرفِ آخر سمجھتی تھی۔ میں نے رسونتی اور آمر سے کہا۔ "تم دونوں سمجھانے کی کوشش کرو۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں نے آمنہ کے پاس پہنچ کر کہا۔ "تھوڑی دیر پہلے میں بلائنڈ کلب کے ایک ممبر تک پہنچ گیا تھا۔ حالانکہ اس سے دوسری باتیں ہوتی رہیں لیکن میں نے اس کے دماغ سے اتنا ضرور معلوم کر لیا ہے کہ وہ بلائنڈ کلب کہاں ہے۔"

میں نے اسے بتایا۔ "شہر بر سے جو سرکاری عمارتیں شروع ہوتی ہیں، ان میں پانچویں عمارت پُراسرار ہے۔ اس عمارت کے باہر کہیں کہیں مسلح فوجی نظر آتے ہیں ورنہ اندر کسی پہرے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا الیکٹرونک نظام قائم کیا گیا ہے کہ صرف وہاں کے ممبران ہی اسے سمجھ کر وہاں قدم رکھ سکتے ہیں، کوئی دوسرا [illegible] تو خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں۔ پھر خودکار نظام کے تحت تاروں میں برقی رو دوڑنے لگتی ہے جو کسی بھی اجنبی کو جھلسا دیتی ہے۔"

"میں دور ہی سے ان ممبران کو دیکھوں گی اور کسی [illegible] سے رابطہ قائم کروں گی۔"

"میں نمائندے کے ذریعے سلارا کے پاس پہنچ کر [illegible] اسے مخاطب کیا تو اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "[illegible] ہو گئے ہو۔ وقت کی پابندی کیا کرو۔"

"پہلے جب میں آیا تو تم ایک نقطے کا وزن دریافت [illegible] طریقہ معلوم کر رہی تھیں۔ کیا اس وقت میرا وقت برباد [illegible]"

"تمھارا کوئی وقت ہی نہیں ہے۔ تم ایک بے کار سلارا ہو۔"

"کیا تم اسے ثابت کر سکتی ہو؟"

"تم نے ٹیلی پیتھی جیسا غیر معمولی علم حاصل کر کے [illegible] کو کیا فائدہ پہنچایا ہے؟ جب سے یہ علم حاصل کیا ہے، دنیا والوں سے لڑتے جھگڑتے چلے آ رہے ہو۔ نہ خود چین سے رہتے ہو نہ دنیا والوں کو چین سے رہنے دیتے ہو۔"

"کیا تم ہمارے بیٹے کو تل ابیب پہنچا کر ہمیں چین سے [illegible] موقع دے رہی ہو؟"

"میں کہہ چکی ہوں۔ تمھارے بیٹے کی حفاظت کی ذمے دار [illegible] پر ہے، اس پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ اگر تمھارے درمیان ایک [illegible] ہو جائے۔"

"ہاں، وہ سمجھوتا تو بیچ ہی میں اٹک گیا۔ بولو کیا چاہتی [illegible]"

"مجھے ایک دن کے لیے آمر ادھار چاہیے۔"

"پڑوسی پانچ روپے ادھار مانگ کر لے جاتے ہیں اور [illegible] نہیں کرتے۔ تم پورا ایک آمر ادھار مانگ رہی ہو جیسے [illegible] دن واپس کر دو گی۔"

"بیشک، اسے پندرہ گھنٹے اپنے پاس رکھوں گی۔ سولہویں میں تمھارے پاس واپس روانہ کر دوں گی۔ میں زبان کی [illegible] کہہ دیتی ہوں، اسے جان دے کر بھی پورا کرتی ہوں۔"

"کیا آج تک تم نے کسی پر جان دی؟"

"تم پھر فضول باتوں میں وقت ضائع کرنا چاہتے ہو۔"

میں نے پوچھا۔ "مشین کہاں ہے؟"

"یہ بتانا ضروری ہے؟"

"مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہم آمر کو کہاں بھیجیں گے؟"

"یہ بھی ضروری نہیں ہے۔ تم صرف آمر کو روانہ کر دو۔ [illegible] اپنی جگہ لے آئیں گے ٹھیک پندرہ گھنٹے بعد اسے [illegible] کر دیں گے۔"

تاش کی بازی ہو یا زندگی کی، میں اندھی چال نہیں چلتا۔ میں [illegible] سمجھتا تھا۔ کیا تمھاری سمجھ میں اتنی سی بات نہیں آئی کہ ہم پارس کو ہرانے کے بعد دوسرے آمر کو ہارنا گوارا نہیں کریں گے۔ ایک وقت میں ایک بازی ہاری جاتی ہے اور ہارنے والا [illegible] جاتا ہے۔"

اس نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "میں جانتی ہوں۔ اگر ہارنے والے کی زندگی داؤ پر لگی ہو تو وہ اندھی چال ضرور چلتا ہے۔"

"بیشک، وہ بہت ذہین اور حاضر دماغ تھی لیکن میں اس کی [illegible] نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "تم اس بات کی کیا ضمانت [illegible] ہے؟"

"میرے تین بھائی ہیں۔ بڑے کا نام جارج فری مین ہے، باقی [illegible] ہیں۔ ایک ہی وقت پیدا ہوئے تھے۔ آئرن اور ہارڈی تم [illegible] بھائیوں میں سے کسی کو اپنے پاس اس وقت تک رکھ سکتے [illegible] تمھیں پارس اور آمر واپس نہ مل جائیں۔"

میں نے پوچھا۔ "یعنی یہ معاملہ پندرہ گھنٹے میں نمٹ جائے گا؟"

"ہاں، بولو منظور ہے؟"

"یہ تو بہت معمولی شرط ہے پھر پندرہ گھنٹے والی بات تم بھی مان لو گی؟"

"بیشک، میں مان رہی...."

وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ پھر بولی۔ "کیا مطلب؟"

"یہی کہ تم پندرہ گھنٹے کے لیے میرے پاس آؤ۔ میں آمر کو روانہ کر دیتا ہوں۔"

"میں تمھارے پاس آنے والی عورتوں جیسی سستی نہیں ہوں۔"

"تمھارے دماغ میں گندگی بہت زیادہ ہے۔ میں تمھیں بطور یرغمال بلا رہا ہوں اور تم سمجھ رہی ہو عشق فرماؤں گا۔ آخر تمھارے دلال پیچھے کیوں ہے؟"

"تم اسے دل کا چور کہہ لو لیکن جو بھی عورت تمھاری آواز کی [illegible] ہو گی، وہ تمھارے قریب سے گزرنا بھی گوارا نہیں کرے گی۔"

"ایسی باتیں سن کر مجھے غصہ آنا چاہیے لیکن تم ذرا غور کرو۔ یہ کیل [illegible] چاروں چپ چاپ کھڑا ہے۔ تم سینگ مارنے کی دعوت دے رہی ہو، کیا اتنی سی عقل نہیں ہے کہ سانپ کو چپ چاپ گزرنے دینا [illegible] ہے؟ اگر اسے چھیڑو گی تو پلٹ کر کاٹے گا۔"

"تم باتوں میں بہت وقت ضائع کرتے ہو۔ میں نہیں آؤں گی۔ [illegible] بھائیوں میں سے کوئی آ جائے گا۔"

"بابا صاحب کے ادارے کی پاکیزگی سے ساری دنیا واقف [illegible] کیا تم وہاں کے پاکیزہ ماحول میں پندرہ گھنٹے نہیں رہ سکو گی؟"

"میں نہیں آؤں گی۔"

"پاکیزہ ماحول میں نالی کا کیڑا مر جاتا ہے۔ کیا تمھیں اسی بات کا ڈر ہے؟"

"کیا تم کام کی بات نہیں کرو گے؟"

"کام کی بات ہو چکی ہے۔ تم آؤ گی تو آمر یہاں سے جائے گا۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"تم تین بھائیوں کی ایک بہن ہو۔ ان کی غیرت ہو، ان کے لیے اہم ہو۔ کسی اہم چیز کو ہی ضمانت کے طور پر رکھا جاتا ہے۔"

"میں کہہ چکی ہوں۔ تین بھائیوں میں سے کسی ایک کو بلا کر اپنے پاس رکھ سکتے ہو۔ میری یہ بات منظور ہو تو میرے اس نمعمول کے پاس آنا۔ مجھے خبر ہو جائے گی۔"

"تم اسے اپنا نمعمول کہہ رہی ہو۔ کیا تم بھی تنویمی عمل کر لیتی ہو؟"

"یہ غیر ضروری سوال ہے۔" اس نے اپنے نمعمول کو اشارہ کیا۔ اس نے سانس روک لی۔

میں نے سونیا.... رسونتی اور آمر کو جناب شیخ صاحب کے پاس بلایا۔ پھر انھیں سلارا کی ملاقات کے بارے میں بتایا۔ اس کی شرط سن کر جناب شیخ صاحب نے کہا۔ "ہم سلارا کو ہی ضمانت کے طور پر اپنے ہاں رکھ سکتے ہیں۔ وہ تینوں بھائیوں کے لیے اہم ہو گی۔"

سونیا نے کہا۔ "فرہاد نے جس انداز میں سلارا کا ذکر کیا ہے، اس سے میں اندازہ کر سکتی ہوں کہ وہ بڑی مستقل مزاج عورت ہے۔ یہاں آنے سے انکار کر رہی ہے تو پھر ہاں کبھی نہیں کہے گی۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا۔ "اس کے انکار سے ہمیں فائدہ پہنچے گا۔ ہم اسے اپنے ہاں آنے کے لیے کہتے رہیں گے، ادھر آمنہ کے ذریعے پارس تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔ اگر پانی سر سے اونچا ہونے لگے اور پارس کے لیے خطرہ پیدا ہو جائے تو پھر اس کی شرط تسلیم کر لینا اور یہاں ضمانت کے طور پر جارج فری مین کو بلا لینا۔ آئرن اور ہارڈی غیر اہم ہیں۔ ہم نے پچھلی بار دیکھا ہے، جب وہ دونوں بھائی سپرماسٹر کی قید میں تھے اور بے بسی کی زندگی گزار رہے تھے تو سلارا اور جارج فری مین انھیں چھوڑ کر مشین کی تیاری میں کہیں گمنامی کی زندگی گزار رہے تھے۔"

میں نے کہا۔ "وہ جانتے تھے کہ ان کے بھائی آئرن اور ہارڈی فولاد کے بنے ہوئے ہیں۔ اپنے بچاؤ اور فرار کا راستہ نکال ہی لیں گے۔"

رسونتی نے کہا۔ "تینوں میں سے کسی بھائی کو بلا کر ادارے میں رکھنا دانشمندی نہ ہو گی۔ وہ یہاں سے اہم معلومات حاصل کر کے جائے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "ان کی بہن سلارا بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ اسے بھی یہاں نہیں رکھا جا سکتا۔ جب ان سے بات بنے گی تو قیصری قلعے میں احتیاطی تدابیر کی جائیں گی۔ ایسے سخت انتظامات کیے جائیں گے کہ وہاں سے کوئی نکل نہ سکے۔"

رسونتی نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب مجھے آمنہ کے پاس

جانا چاہیے۔ میں نے وعدہ کیا تھا۔ پندرہ منٹ بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ آمر نے کہا۔ "میں جوجو کو سمجھا رہا ہوں۔ وہ پارس کے بعد مجھ سے زیادہ متاثر ہے۔ میری باتوں کو جھوٹ نہیں سمجھتی اسی لیے یقین کر رہی ہے مگر پارس کے پاس پہنچتی ہے تو پھر اس کا دماغ پھر جاتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "تم ابھی جوجو کے پاس رہو۔ اس سے باتیں کرو تاکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے پارس کے پاس نہ پہنچے۔ میں ایک چال اور چلتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "ہیلو پاپا!"

میں نے کہا۔ "تمہیں پتا ہے اسرائیلی حکام نے تمہاری قیمت ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر ادا کی ہے۔ سلارا اور جارج فری مین نے تمہیں بیچ دیا ہے؟"

"پاپا! ذرا سوچ کر یہ تو بتائیے۔ آج تک کسی بچے کی قیمت اتنی لگائی گئی ہے۔ اگر نہیں تو یہ میرے لیے فخر کی بات ہے۔ میں اتنے مہنگے داموں بکتا ہوں۔"

"تم ہر بات کا الٹا جواب دیتے ہو۔"

"آپ ہی لوگوں نے سکھایا ہے۔ یہ دنیا سیدھی نہیں ہے۔ یہاں الٹی چال اور الٹی بات کامیاب ہوتی ہے۔"

"یہ تمہیں کس نے بتایا ہے کہ میں نے تمہاری ممی کو قتل کیا ہے؟"

"کیا آپ بتانے والوں کی زبان کاٹ ڈالیں گے؟"

"میں اپنی بے گناہی ثابت کرنا چاہتا ہوں۔"

"آنٹی سلارا کہتی ہیں۔ شیبا ممی اپنے وطن اور اپنی قوم سے بہت محبت کرتی تھیں۔ اپنے وطن کے لیے ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑے سے بڑا کارنامہ انجام دینا چاہتی تھیں۔ یہ بات فرہاد علی تیمور کو پسند نہیں تھی۔ لہٰذا اس نے موقع پا کر اسے خودکشی پر مجبور کر دیا۔"

"کیا کسی کے صرف کہہ دینے سے میں قاتل بن جاؤں گا۔ کیا تم نہیں جانتے، شیبا کٹر یہودی نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو وہ تمہیں پانچ برس کی عمر سے پال رہی تھی، تمہیں بھی یہودیت کی تعلیم دیتی۔ اس نے تمہیں اس لیے سینے سے لگایا کہ تم میرے بیٹے ہو۔ تمہیں اس لیے بھرپور رحمتا کی کہ میں اس سے بھرپور محبت کرتا تھا، جو عورت تمہیں ماں کا پیار دے، کیا میں اسے قتل کر سکتا ہوں؟"

"آنٹی سلارا کہہ رہی تھیں۔ آپ اسی طرح اچھے دار باتیں بنا کر مجھے بہکانے کی کوشش کریں گے۔"

"میں تمہارے ساتھ وقت ضائع کر رہا ہوں۔ تم تنویمی عمل کے زیر اثر ہو۔ بہرحال تمہیں ایک وارننگ دیتا ہوں۔ اگر تم نے جوجو کو ہمارے خلاف بھڑکایا یا اس کے سامنے مجھے قاتل کہا تو میں جوجو پر تنویمی عمل کر کے اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم کر دوں گا۔ پھر وہ تم سے رابطہ قائم نہیں کر سکے گی۔"

"اوہ نو پاپا! آپ ایسا ظلم نہیں کریں گے۔"

"جب میں ظالم ہی ٹھہرا۔ تمہاری ماں کا قاتل کہلایا تو تمہاری ماں کو بھی چھین سکتا ہوں۔"

"پلیز آپ ایسا نہیں کریں گے۔ میں وعدہ کرتا ہوں آپ کے سامنے آپ کے خلاف کوئی بات نہیں کروں گا۔"

"اور کسی بھی اشارے کنایے سے یہ نہیں کہو گے کہ تمہاری ممی میری وجہ سے خودکشی کی ہے۔"

"میں اشارے کنایے میں بھی ایسی کوئی بات نہیں کروں گا۔"

"اور تم جوجو کو یہی سمجھاؤ گے کہ اس کی قوم کے لوگوں نے تمہاری خودکشی پر مجبور کیا تھا۔"

"میں اسے یہی سمجھاؤں گا۔"

"میں ہوتا فوتا جوجو کے پاس اور تمہارے پاس آ کر دیکھتا رہوں گا۔ اگر مجھے ذرا بھی شبہ ہوا تو تمہارا اور جوجو کا رابطہ ایک ناقابل عمل کے لیے کاٹ دیا جائے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس نے سانس روک لی۔ میں سمجھا آیا پھر میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پھر سانس روک لی۔

میں نے جوجو کے پاس آ کر کہا۔ "تم پارس سے رابطہ قائم کرو۔ حقیقت معلوم ہو گئی ہے تمہاری ممی کو یہودیوں نے قتل کیا ہے۔ اس میں کوئی ہاتھ نہیں تھا۔"

جوجو نے کہا۔ "بھائی آمر بھی یہی سمجھاتے ہیں۔ میرا دل بھی یہی بات مانتا ہے۔ میں ابھی جا کر پارس کو سمجھاتی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی، پارس کے دماغ پر دستک دی۔ لیکن اس نے سانس روک لی۔ وہ غصے سے بولی۔ "مجھ سے بات نہ کرتے ہو۔ اب اگر سانس روکو گے تو منہ توڑ دوں گی۔"

میں نے کہا۔ "بیٹی! وہ تو سن نہیں رہا ہے۔ تم اپنی جگہ کسی سے یہ باتیں کر رہی ہو۔ پہلے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرو۔"

دوسری بار اس نے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا۔ "میں بول رہی ہوں۔ مجھے آنے دو۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ وہ گھونسا دکھاتے ہوئے بولا۔ "بڑا آیا پارس کا بچہ۔ میں بات نہیں کروں گی۔"

مجھے بڑی حیرانی ہوئی۔ ابھی پارس ذرا دیر پہلے مجھ سے بات کر رہا تھا کہ میں جوجو سے اس کا رابطہ ختم نہ کروں۔ اب وہ خود ہی رابطہ ختم کر رہا تھا۔ میں نے سلارا کے ایجنٹ کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ کیا ماجرا ہے۔ پارس نے اپنے دماغ کے دروازے ہم سب کے لیے بند کیوں کر دیے ہیں؟"

اس نے جواب دیا۔ "پارس کا دماغ صرف چار گھنٹے کے لیے کھولا گیا تھا۔ وہ وقت پورا ہو چکا ہے۔ اب وہ کسی کو دماغ میں نہیں آنے دے گا۔"

میں سلارا سے باتیں کر سکتا ہوں؟"

"اگر آپ ان کی شرط منظور کر رہے ہیں اور مسٹر آمر کو یہاں بھیجنے پر رضامند ہیں تو مادام سے بات ہو سکتی ہے۔"

میں وہاں سے واپس آ گیا۔ رونتی نے پوچھا۔ "کیا تمہیں شبہ ہے کہ تل ایب والا پارس ڈمی ہے؟"

"یقین کی حد تک شبہ ہے۔"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جب ہم پارس کی آواز اور لب و لہجہ گرفت میں لے کر اس کی طرف پرواز کرتے ہیں تو ہم اصل پارس کے دماغ میں پہنچنے کے بجائے ڈمی کے پاس کیسے پہنچ جاتے ہیں؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ ہمارے اصل پارس اوّل پر تنویمی عمل کے چار گھنٹے کے لیے اس کے دماغ کو بے حس کر دیا گیا تھا۔ اس کی آواز اور اس کے لب و لہجے کو اس کے دماغ سے بھلا دیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہماری سوچ کی لہریں وہاں پہنچتی بھی ہوں گی تو ادھر سے گزر کر ڈمی پارس کے دماغ تک پہنچ جاتی ہوں گی کیونکہ ہماری سوچ کی لہروں کو اصل پارس کا لب و لہجہ اسی کے دماغ میں ملتا تھا۔"

"اگر چار گھنٹے کے لیے ہمارے اپنے پارس کے دماغ کو بے حس بنایا گیا ہو گا تو اب ہم خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ سکتے ہیں۔"

"کیسے پہنچیں گے وہ بھی سانس روک لیا کرے گا۔ سلارا اور جارج فری مین اپنے پلان کی کمزوری چھپانے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔"

"کیا تمہارے شبہات غلط نہیں ہو سکتے؟"

"ہو سکتے ہیں۔"

"ایسی صورت میں ہمیں تل ابیب والے پارس کو بھی اتنی ہی اہمیت دینا ہو گی۔ وہاں سے کسی طرح اسے نکال لانا ہو گا۔"

"میں یہی کوشش کر رہا ہوں۔ ابھی تم آمنہ کے پاس گئی تھیں۔ اس کے متعلق بتاؤ؟"

"اس نے ایک ایسے شخص کو دیکھ لیا ہے جو بلائنڈ کلب میں صبح نہ گیا تھا اور گیارہ بجے واپس آیا۔ اب وہ اسے شہر میں کہیں ٹھہرے گا اور اس سے بات کرے گی۔ آمر اس کے دماغ میں ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں جاؤں گی۔"

میں پارس کے دماغ میں دو بار جا چکا تھا۔ رونتی بھی دو چار بار گئی تھی۔ آمر کو بھی اس کا موقع ملا تھا۔ ہم سب نے یہی دیکھا تھا وہ ایک خوبصورت سے کاٹیج میں آرام سے ہے۔ اسے تاکید کی گئی تھی کہ وہ کاٹیج سے باہر نہ آئے۔ اندر ہی سے باہر باغیچے کا منظر دیکھ لیا کرے۔ باہر مسلح افراد کا بہت سخت پہرا تھا۔

رونتی نے کہا۔ "پارس کو کڑی نگرانی میں رکھا گیا ہے۔ کاٹیج کی اس کی خدمت کے لیے ایک عورت اور ایک مرد موجود ہیں۔ انھیں بھی باہر آنے کی اجازت نہیں ہے یعنی اندر کا آدمی باہر نہیں آ سکتا اور باہر کا آدمی اندر نہیں جا سکتا۔ کسی طرح پارس کو اس کاٹیج سے نکال بھی لیا جائے تو تل ابیب سے اور پھر اس ملک کی سرحد سے نکالنا ممکن نہ ہو گا۔ ایسے میں سلارا نے اسے وہاں سے کسی وقت بھی نکال لانے کا جو دعویٰ کیا ہے، کیا وہ پکا کہ نہیں ہے؟"

"یہی پکا کہ نہ دعویٰ مجھے یقین دلا رہا ہے کہ تل ابیب میں ڈمی پارس ہے۔ جب ہم سلارا کی بات مان لیں گے، آمر کو اس کے پاس بھیجیں گے تب وہ ظاہر کرے گی کہ اصل پارس اوّل اس کے پاس ہے۔"

میں سوچنے لگا۔ یہ کمپیوٹر مشین انسانی ذہانت کو کئی گنا بڑھانے کے علاوہ اس کے دماغ کو کمپیوٹر کی طرح برق رفتار اور حافظہ جواب بنا لاتی ہے، اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ یہ جرائم کی دنیا میں نت نئے گل کھلا رہی ہے۔ پہلے مجرم میک اَپ کر کے خود کو چھپا لیا کرتے تھے یا کسی کے چہرے کا ماسک بنا کر اس کے ہمشکل بن جاتے تھے۔ پھر ذرا انسانی ذہانت نے ترقی کی تو پلاسٹک سرجری کے ذریعے کسی کا ہمشکل بن جانا کوئی مشکل نہ رہا لیکن ہمشکل بن جانے کے بعد بھی بہت سی خامیاں رہ جاتی ہیں۔ مثلاً آدمی کسی کا ہمشکل بن سکتا ہے لیکن اس کی عادتوں اور خصلتوں کو ہو بہو اپنا نہیں سکتا۔ ٹرانسفارمر مشین ایک شخص کے اندر کی تمام عادتوں، خصلتوں، اس کے احساسات، جذبات اور مزاج کو دوسرے میں منتقل کر دیتی تھی۔ پہلے آدمی ظاہری طور پر ہمشکل بنتا تھا۔ اب مشین اسے احساسات، جذبات اور تمام تر مزاج کے ساتھ کسی دوسرے کا ہمزاد بنا دیتی تھی۔

جو پارس تل ابیب میں تھا، اس کے دماغ میں ہمارے پارس کے احساسات، جذبات اور تمام تر مزاج کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے منتقل کر دیا گیا تھا۔ اس طرح تل ابیب والا پارس بے اختیار وہی حرکتیں کرتا تھا جو پیدائشی فطری طور پر ہمارے پارس سے سرزد ہوا کرتی تھیں۔ میں اس مشین کی کارکردگی پر بڑی دیر تک غور کرتا رہا۔ شاید اس میں بھی کوئی خامی نظر آ جائے۔ آخر سوچتے سوچتے ایک خامی سمجھ میں آ گئی۔ جو ڈمی پارس ہے، وہ اصل پارس کے مطابق ہم سب کو اچھی طرح پہچانتا ہے، ہمارے مزاج سے بھی واقف ہو گا لیکن ہماری صورت سے آشنا نہیں ہو گا۔ اسے ہماری تصویریں دکھائی گئی ہوں گی۔ کیونکہ ذہانت سے سوچا سمجھا جا سکتا ہے، دیکھا نہیں جا سکتا۔ صرف آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔

اب اس نقطۂ نظر سے سلارا نے اسے ہم سب کی تصویریں دکھا دی ہوں گی تاکہ وہ کسی مرحلے پر ڈمی ثابت نہ ہو لیکن سلارا کے پاس ہم کتنے لوگوں کی تصویریں ہوں گی۔ ہمارے ادارے میں جناب شیخ الفارس صاحب کی کوئی تصویر نہیں تھی۔ بابا فرید واسطی مرحوم کے زمانے میں وہ ملک سے باہر رہا کرتے تھے تو پاسپورٹ میں

ان کی تصویر ہوا کرتی تھی۔ بابا صاحب کی جگہ سنبھالنے کے بعد انھوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ کہیں باہر نہیں جاتے تھے۔ میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ جناب شیخ صاحب کی تصویر سلارا کے پاس نہیں ہوگی۔

میں نے ان تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد اسرائیلی حکام سے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "میں ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ میری باتوں سے تم لوگوں کا بھلا ہوگا۔ لہٰذا تم تمام ذمے دار افراد یکجا ہو جائیں۔"

پندرہ منٹ کے بعد وہ ایک جگہ جمع ہو گئے۔ میں نے کہا۔ "یہودی بڑے مکار بزنس مین ہوتے ہیں۔ کسی کاروبار میں ایک کوڑی کا نقصان برداشت نہیں کرتے لہٰذا یہ کہ تم لوگوں نے ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر یونہی ادا کر دیے۔"

ایک حاکم نے پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ اصلی پارس نہیں ہے؟"

"تمھارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ اصلی ہے؟"

"مسٹر فرہاد! تم ہمیں چکر دینے آئے ہو؟"

"میں ثابت کر دوں گا یہ اصلی نہیں ہے۔"

"کیسے ثابت کرو گے؟"

"دو طریقوں سے۔ ایک تو میں انتقامی کارروائی جاری رکھوں گا کیونکہ اپنے بیٹے کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ جب وہ تمھارے پاس ہے ہی نہیں تو پھر مجھے انتقامی کارروائی سے کون روک سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ تم خود اسے آزماؤ۔"

"ہم اسے کس طرح آزما سکتے ہیں؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں لیکن اس سے پہلے ٹرانسفارمیشن کی کارکردگی کو سمجھ لو۔ سلارا اور اس کے بھائی جارج فنری مین نے ایک نوبرس کے لڑکے پر ہمارے بیٹے پارس کا میک اپ کیا، پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے ہو بہو پارس اوّل بنا دیا۔ پھر ٹرانسفارمیشن کے ذریعے ہمارے پارس اوّل کی ذہانت کو، صلاحیتوں کو اور اس کے تمام تر مزاج کو اس ڈمی پارس کے دماغ میں منتقل کر دیا۔ اب یہ لڑکا وہ تمام باتیں جانتا اور سمجھتا ہے جو پارس جانتا اور سمجھتا ہے اور بے اختیار اس کی طرح حرکتیں کرتا ہے لیکن ایک خامی رہ گئی ہے۔"

ایک نے بے چینی سے پوچھا۔ "کیسی خامی؟"

"ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے دماغ میں آ کر اس کی آنکھوں سے سارے مناظر دیکھتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر نیچے کیا ہو رہا ہے۔ میں ابھی تم میں سے ایک کے دماغ میں ہوں اور باقی تم سب کو دیکھ رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کس کی ناک کیسی ہے، کس کے ہونٹ کیسے ہیں، کس کی آنکھیں کیسی ہیں لیکن ان کا مکمل چہرہ تصویر کی طرح میری آنکھوں کے سامنے نہیں آتا۔ جب میں یہاں حاضر ہو کر نہ دیکھ لوں۔ اسی طرح ڈمی پارس کے دماغ میں ہمارے پارس کی تمام صلاحیتیں، تمام معلومات منتقل کر دی گئی ہیں لیکن اس کے بعد اسے ہم سب کی تصویریں دکھا دی گئی ہیں تاکہ وہ مرحلے پر دھوکا نہ کھائے لیکن ایک ایسی بات ہے جو اس کے اصلی نہ ہونے کا ثبوت فراہم کر سکتی ہے۔"

ایک نے کہا۔ "اگر ایسی بات ہے تو ہم ابھی اس لڑکے کو قتل کر دیتے ہیں۔"

"جناب شیخ افنارس کی کوئی تصویر نہیں ہے۔ ایک زمانہ تھا جب ان کا ایک پاسپورٹ تھا اور وہ ملک سے باہر جایا کرتے تھے۔ یہ میں سے کہتا ہوں۔ سلارا نے ڈمی پارس کو سب کی تصویریں دکھائی ہوں گی لیکن اسے جناب شیخ صاحب کی تصویر حاصل نہیں ہوئی۔ تم کسی بزرگ کو پارس کے کاٹیج میں پہنچا دو اور یہ تاثر دو کہ جناب شیخ افنارس اسے قید سے رہائی دلانے کے لیے چھپ کر آئے تھے مگر پکڑے گئے۔ وہ بارہیش بزرگ بھی خود کو جناب شیخ صاحب ظاہر کریں گے۔ اب میں پارس کا جو ردِ عمل ہوگا اس سے بات کھل کر سامنے آ جائے گی۔"

وہ سب میری باتوں پر غور کرنے لگے۔ پھر ایک نے کہا۔ "ہم ایسا کر کے دیکھ لیتے ہیں لیکن اس میں بھی تمھاری چال ہو سکتی ہے۔ تم اس پارس کے دماغ میں رہو گے اور جب ہم کسی بارہیش بزرگ کو اس کے سامنے پیش کر دیں گے تو پارس تمھارے اشارے پر جناب شیخ صاحب تسلیم کر لے گا اور اس طرح ہم چکر میں آ جائیں گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں تو تمھارا دشمن ہوں۔ تمھیں چکر میں ڈالوں گا مگر تمھارے پاس بھی دماغ ہے۔ میں تمھیں حقیقت بتا کر کامو قع دے رہا ہوں اور نہ میری انتقامی کارروائیاں اس بات کا ثبوت ہوں گی کہ تمھارے پاس ڈمی پارس ہے۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ انھوں نے میرے کہنے کے مطابق پارس کو آزمایا۔ ایک بارہیش بزرگ کو پکڑ کر اس کے کاٹیج میں لے گئے اور اس بزرگ سے کہا۔ "تم یہاں پارس کو چھڑانے آئے تھے۔ اب تم بھی قیدی کی زندگی گزارو۔"

انھوں نے بزرگ کو دھکا دے کر کمرے میں بند کر دیا۔ وہ پارس کو قید کرنے سے پہلے ایسے خصوصی آلات چھپا کر رکھ گئے تھے جن کے ذریعے پارس کی گفتگو اور اس کی حرکتیں دیکھی جا سکتی تھیں۔ اس نے اس کمرے میں آ کر بزرگ کو حیرانی سے دیکھا۔ بزرگ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دونوں بازو پھیلا کر کہا۔ "پارس! میرے بچے! تم قید ہو گئے تو کیا ہوا؟ فرہاد اب میرے دماغ میں آ کر تمھاری رہنمائی کرتا رہے گا۔"

پارس اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ بزرگ نے کہا۔ "کیا تم نے اپنے شیخ صاحب کو نہیں پہچانا؟ میں بابا صاحب کا

شیخ ہوں۔"

پارس نے آگے بڑھ کر ان کے گلے لگتے ہوئے کہا۔ "اوہ! میں ذرا اپ سیٹ ہو گیا تھا۔ سوچ رہا تھا آپ جیسے بزرگ نے میرے لیے اتنی زحمت کیوں کی۔ میں نے تو پاپا سے صاف صاف کہہ دیا تھا میں، ہالی نہیں جاتا۔ اسی ملک، اسی شہر میں رہوں گا جہاں میری ممی کی قبر ہے۔"

"بیٹے! یہ تو ٹھیک ہے لیکن میں تمھارا بزرگ ہوں۔ تمھارے نام بزرگ میری عزت کرتے ہیں، میری بات مانتے ہیں لہٰذا تمھیں بھی میری بات مان کر میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ کیا تم مجھے شیخ افنارس تسلیم نہیں کرتے ہو؟"

آپ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ میں بھلا آپ کی شخصیت سے کیسے انکار کر سکتا ہوں۔ آپ میرے بزرگوں کے بزرگ ہیں۔ میرے لیے بہت محترم ہیں۔"

اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا۔ کئی فوجی افسر داخل ہوئے۔ ایک نے پوچھا۔ "ماسٹر پارس! کیا واقعی یہ جناب شیخ افنارس ہیں؟"

پارس نے کہا۔ "جی ہاں! یہ ہمارے بزرگوں کے بزرگ ہیں۔"

میں نے اس فوجی افسر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "اس سے بحث نہ کرو۔ اپنے اعلیٰ افسران کو حقیقت سے آگاہ کرو۔"

رسولتی نے میرے پاس آ کر کہا۔ "فوراً آمنہ کے پاس پہنچو۔"

میں آمنہ کے پاس آ گیا۔ وہ ایک چھوٹے سے، معمولی سے مکان کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا۔ "یہ بلائنڈ کلب کے ایک ممبر کا گھر ہے۔ میں اس کا تعاقب کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہوں۔ وہ ابھی کچن میں ہے۔ میں یہاں آ کر چھپ گئی ہوں۔ اب تمھاری موجودگی میں اس سے بات کروں گی۔"

وہ ایک کمرے سے نکلی۔ پھر دوسرے کمرے سے گزرتی ہوئی کچن کے دروازے تک آئی۔ بوڑھا اپنے لیے چائے بنا رہا تھا۔ آمنہ نے پوچھا۔ "کیا تنہا زندگی گزارتے ہو؟"

اس بوڑھے نے شاید اپنے گھر میں کبھی کسی کی آواز نہیں سنی ہوگی۔ تبھی وہ چونک گیا۔ اس کے ہاتھ سے کیتلی چھوٹی تو گرم چائے اس کے اوپر گری۔ وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا۔ "کون ہو تم؟ کہاں سے آئی ہو؟ میرے گھر میں کیوں آئی ہو؟"

"میں یہ پوچھنے آئی ہوں۔ کیا تمھاری کوئی ماں، بہن، بیوی یا بیٹی نہیں ہے؟"

وہ غصے سے بولا۔ "تم آخر ہو کون؟"

آمنہ نے دانت پیس کر کہا۔ "بڈھے! میں اس کیتلی کا باقی گرم پانی تیرے سر پر ڈال دوں گی تو معلوم کرنا ہی چاہتا ہے تو سن۔ میں نبھالا انتقام ہوں۔ اس شریف زادی کا جس نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا تھا لیکن تم لوگوں نے ایک ناپسندیدہ منصوبہ بنایا اور اس شریف زادی کو کسی ڈمی فرہاد کے پاس پہنچا دیا۔ اس کی عزت کو ایک کھلونا بنا دیا۔ اگر تمھاری ماں، بہن، بیوی یا بیٹی ہوتی تو کیا تم اس کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرتے؟"

اس بوڑھے کے دیدے پھیل گئے تھے۔ منہ کھل گیا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک موت اس کے سامنے پہنچ گئی ہے۔ اس نے لرزتے ہوئے کہا۔ "تم غلط سمجھ رہی ہو۔ اگر ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو تو میرے دماغ میں آ کر اچھی طرح معلوم کر لو۔ یہ منصوبہ میں نے تنہا نہیں بنایا تھا۔ سب نے مل کر بنایا تھا بلکہ میں تو اس کی مخالفت کر رہا تھا۔"

"تم کتنے ممبر ہو؟"

"ہم پانچ تھے۔ ان میں سے ایک نے پچھلے دنوں خودکشی کر لی۔ اب چار رہ گئے ہیں۔"

آمنہ نے بڑی سفاکی سے کہا۔ "تمھارے بعد تین رہ جائیں گے۔"

"نہیں خدا کے لیے، مجھے نہ مارو۔ میری عمر دیکھو۔ میں ایک کمزور بوڑھا ہوں، چند روز جی لوں گا۔ مجھے جی لینے دو۔"

"تم ایک لڑکی سے اس کی طویل زندگی چھین کر اپنی مختصر سی زندگی کے لیے بھیک مانگ رہے ہو؟"

میں نے اس بوڑھے کی زبان سے کہا۔ "آمنہ! میں نے اس کے دماغ سے باقی تین ممبروں کا پتا معلوم کر لیا ہے حالانکہ یہ تمام ممبران ایک دوسرے کا نام بھی نہیں جانتے ہیں۔ انھیں کسی کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہوتا لیکن یہ بوڑھا بہت ہی خرانٹ ہے، اس نے چپکے چپکے سارے ممبران کا نام، پتا اور ٹھکانا معلوم کر رکھا تھا۔ اب ذرا سی دیر میں یہ پوچھتے ہیں، اس نے ایسا کیوں کیا اور اپنے اعلیٰ حکام کو کیوں دھوکا دیتا رہا؟"

آمنہ نے پوچھا۔ "ہاں تو بڈھے! بولو۔"

وہ ہکلاتے ہوئے بولنے لگا۔ "ہم پانچ ممبران ایک دوسرے کو کبھی دیکھتے نہیں ہیں۔ بلائنڈ کلب میں ہمارے الگ الگ کمرے ہیں۔ ہم کمپیوٹر کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرتے ہیں اور کمپیوٹر کے ذریعے اپنا اپنا منصوبہ پیش کرتے ہیں۔ کئی بار ایسا ہوا کہ میرے منصوبے کو باقی چار ممبران نے رد کر دیا۔ مجھے بڑا غصہ آیا تھا، اپنی توہین کا بھی احساس ہوا تھا۔ تب میں نے سوچا۔ ان چاروں کا سراغ لگانا چاہیے۔ تاکہ انھیں بلیک میل کر سکوں اور اپنی بات منوا سکوں۔ میرے محض اپنی برتری کے لیے ان چاروں کے پیچھے پڑ گیا، رفتہ رفتہ میں نے ان کے متعلق تمام معلومات حاصل کر لیں۔ پھر یوں ہوتا تھا کہ جب بھی کوئی منصوبہ پیش کرنا ہوتا تو پہلے میں کسی پبلک ٹیلی فون بوتھ میں جا کر مخالف کہتا تھا اور کہتا تھا۔ فلاں رات تم فلاں مقام پر دیکھے گئے جو کہ خلافِ قانون ہے۔"

آمنہ نے پوچھا "کیا تم پانچ ممبروں کو گھریلو ازدواجی زندگی گزارنے کی اجازت نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں۔ ہمیں کسی عورت سے کسی بچے سے ملنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ ہم بالکل تنہا رہتے ہیں۔ ایسے میں اگر کوئی کسی سے چھپ چھپا کر ملتا ہے یا کسی کے ساتھ بیٹھ کر شراب پیتا ہے تو یہ جرم ہے اور اسے یہاں کی ممبر شپ سے الگ کر دیا جاتا ہے بلکہ سزا بھی دی جاتی ہے۔ میں اسی طرح انھیں دھمکی دیتا تھا اور کہتا تھا اگر میرا منصوبہ تسلیم نہ کیا گیا تو تم لوگوں کی ضابطوں کی خلاف ورزیوں کی داستان پورے ثبوت کے ساتھ اعلیٰ حکام تک پہنچا دوں گا۔"

آمنہ نے پوچھا "اس طرح تم اپنا منصوبہ تسلیم کرالیا کرتے تھے؟"

"ہاں۔"

"شیبا کو اغوا کر کے جزیرے میں پہنچانے کا منصوبہ تمھارا تھا؟"

"ہاں، وہ میرا ہی منصوبہ تھا۔"

"اور شیبا کو ایک بے حیا عورت بنانا بھی تمھارا ہی منصوبہ تھا؟"

وہ ایک دم سے گڑبڑا کر بولا "نہیں، یہ میرا منصوبہ نہیں تھا۔"

آمنہ نے اس کے منہ پر ایک اُلٹا ہاتھ رسید کیا تو وہ دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ آمنہ نے گرم پانی کی کیتلی اٹھائی۔ پھر اس کی گردن پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "فرہاد! اسے چیخنے کا موقع نہ دینا۔"

وہ اس پر گرم گرم پانی ڈالنے لگی۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ مچھلی کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا لیکن منہ سے آواز نہیں نکال سکتا تھا۔ میں نے اس کی آواز بند کر دی تھی۔ وہ چیخنے کے لیے منہ کھولتا تو آمنہ اس کے حلق میں گرم پانی ڈالتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صرف ایک منٹ کے اندر ہی پھڑپھڑا کر مر گیا۔

میں نے اعلیٰ حکام کے پاس پہنچ کر کہا "وہ انتقامی کارروائی جو میں نے کچھ عرصے کے لیے ملتوی کر دی تھی پھر شروع ہو چکی ہے۔ تمھارے بلائنڈ کلب کا دوسرا ممبر اپنے گھر میں مردہ پڑا ہے۔ اس کی لاش اٹھوا لو۔"

پہلے تو انھیں یقین نہیں آیا کہ میں بلائنڈ کلب کے کسی ممبر تک پہنچ سکتا ہوں۔ جب گھر میں اس کی لاش ملی تو اعلیٰ حکام اور یہودی اکابرین میں سنسنی پھیل گئی۔ وہ پھر دہشت زدہ ہو گئے تھے اور اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ پارس کو یرغمال بنا کر مجھے انتقامی کارروائی سے نہیں روک سکیں گے۔ میری اس کارروائی سے یہ ثابت ہو چکا تھا کہ ان کے پاس ڈمی پارس ہے۔

دوسرے ممبر کی لاش ملتے ہی انھوں نے آئرن کو گرفتار کر لیا، اسے ایک کال کوٹھری میں پہنچا کر پوچھا "کیا تم نے اصلی پارس ہمارے حوالے کیا تھا؟"

اس نے قسم کھاتے ہوئے کہا "بیشک، وہ اصلی ہے۔"

اسے لات جوتے پڑنے لگے۔ پھر ایک فوجی افسر نے لوگوں نے دھوکا دے کر ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر روسول کیے لو ٹرانسمیٹر اور اپنی بہن اور بھائی سے پوچھو۔ تمھاری جان کی کیا قیمت کیا ہو سکتی ہے؟"

آئرن نے ٹرانسمیٹر لیا۔ پھر اسے آپریٹ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ دونوں طرف سے کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہوا۔ پھر آئرن نے کہا "یہ کوڈ ورڈز ہیں جو اسرائیل نوجی افسر سن رہے ہیں۔ میں مجبور ہو کر ان کے سامنے تم سے بات کر رہا ہوں۔"

"میں جارج فری مین بول رہا ہوں۔ اپنی مجبوری بیان کرو۔"

"انھوں نے مجھے اس الزام میں گرفتار کیا ہے کہ تم لوگوں نے پارس ان کے حوالے کیا ہے جس کے نتیجے میں فرہاد علی تیمور پھر انتقامی کارروائی شروع کر چکا ہے۔"

جارج فری مین نے کہا "ان لوگوں نے ہماری فریکوئنسی کا کوڈ ورڈز معلوم کیے ہیں۔ ان سے کہو۔ ان کے اعلیٰ حکام مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ میں نچلی سطح کے افسروں سے باتیں کرنا پسند نہیں کرتا۔ اگر انھوں نے تمھیں ذرا بھی تکلیف پہنچائی تو ایسی تباہی آئے گی کہ دو چار ہونا پڑے گا جس کا ذکر میں ان کے اعلیٰ حکام کے سامنے ہی کر سکتا ہوں۔ ڈیٹس آل۔"

تھوڑی دیر بعد اعلیٰ حکام اس سے رابطہ قائم کرنے والے تھے۔ اُدھر آمنہ نے ان تینوں ممبران سے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کیا تھا اور ان کی آوازیں رسونتی اور آرمر کو سنوا دی تھیں۔ رسونتی نے ان تینوں سے کہہ دیا تھا "میں تمھیں چند سانسوں کی مہلت دے رہی ہوں۔ موت سے جتنی دور بھاگ سکتے ہو، بھاگتے رہو لیکن جہاں بھی پکڑے گئے، چیخ چیخ کر کہتے جاؤ تم سب شیبا کے قاتل ہو۔ جب یہاں کی تمام شاہراہوں، تمام گلیوں اور کوچوں میں چیخ چیخ کر اعتراف کرتے ہو گے اس وقت تک زندہ رہو گے اور صرف اعتراف کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ جس طرح تم لوگوں نے منصوبہ بنایا تھا اس منصوبے کی تفصیل لوگوں کو بتاتے رہو گے۔ چلو، اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑو۔"

اور وہ نکل پڑے تھے۔ راستے میں چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے "شیبا کے قاتل ہیں۔ ہم بلائنڈ کلب کے وہ خفیہ ممبران ہیں جو اپنے دشمن اپنی قوم کی فلاح و بہبود کے لیے بہتر سے بہتر منصوبے بناتے ہیں لیکن ہم اپنی ہی قوم کی ایک بچی شیبا کے لیے جو ٹیلی پیتھی جانتی تھی ایک برا منصوبہ بنایا۔ اسے بے حیا بنا کر خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا۔ ہم شیبا کے قاتل ہیں۔ ہم شیبا کے قاتل ہیں۔"

وہ سب بوڑھے تھے۔ پانچ دس منٹ دوڑنے کے بعد تھک کر گر جاتے تھے۔ رسونتی کہتی تھی "کوئی بات نہیں۔ سانس لو اور پھر دوڑنا شروع کر دو۔"

وہ پھر دوڑنے لگتے تھے۔ یہ خبر سارے شہر میں پھیل ہی تھی۔ لوگ بوڑھے دیوانہ وار دوڑتے جاتے ہیں اور خود کو شیبا کا قاتل کہتے جاتے ہیں۔ اعلیٰ حکام تک یہ خبر پہنچ ہوئی تھی لیکن وہ بے بس تھے۔ وہ خاموش تھے۔ جن بوڑھے ممبران نے ان کے لیے اہم منصوبے بنائے تھے اور جن پر عمل کر کے وہ کامیاب ہوتے رہے تھے، آج انھوں نے کہہ دیا تھا۔ ان بوڑھوں کو دوڑنے سے اور اپنے جرم کا اعتراف کرنے سے روکا نہ جائے ورنہ ٹیلی پیتھی کی کرن ان کی طرف آئے گی۔

وہاں کے حکام نے جارج فری مین سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ پھر پوچھا "تم نے ہم سے دھوکا کیا ہے؟"

جارج فری مین نے کہا "میں نے ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر لے کر تم لوگوں کو تقریباً ایک ماہ تک ٹیلی پیتھی کے عذاب سے بچائے رکھا۔"

"وہ عذاب پھر نازل ہو رہا ہے۔"

"میرا خیال ہے، فرہاد تم لوگوں کے درمیان موجود ہو گا۔"

میں نے ایک حاکم کے ذریعے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

"میں نے تمھیں سلارا کے سامنے بولتے ہوئے سنا ہے، تم خوب اچھی سودے بازیاں کرتے ہو، کیا میرے سامنے کام کی باتیں کرو گے؟"

"میں صرف کام کی بات نہیں کرتا، تفریح بھی کرتا ہوں۔"

"مسٹر فرہاد! تم نے پھر انتقامی کارروائی شروع کر دی۔ تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ پارس ڈمی ہے؟"

میں نے اسے مختصر طور پر بتایا کہ کس طرح میں نے اسرائیلی حکام کو شورہ دیا تھا کہ اس کے سامنے ڈمی شیخ الفارس پیش کیے جائیں، کیونکہ ایک ایسے بزرگ ہیں جن کی تصویر سلارا اور تمھارے پاس نہیں ہو گی۔"

جارج فری مین نے کہا "اس میں شبہ نہیں، تم بہت دور تک پہنچے ہو۔ بہرحال ہمارا جو منصوبہ تھا وہ خاک میں مل گیا۔ ہم نے اسرائیلیوں سے بہت بڑی رقم وصول کی ہے۔ اس کے بدلے چاہتے ہیں تم انتقامی کارروائی ترک کر دو۔"

"میں تمھاری بات مان لیتا ہوں اور تم میری بات مان لو۔ پارس کو میرے پاس بھیج دو۔"

جارج فری مین نے کہا "میں تمھاری یہ بات بھی مان لیتا ہوں، اگر تم کہو میرے پاس بھیج دو۔"

"پارس اور آرمر کا تبادلہ کیسے ہو گا؟"

"اس پر ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔ فی الحال ان بے چاروں کو اپنی انتقامی کارروائیوں سے نجات دلا دو۔"

"میں اس بات کا قائل ہوں کہ جو جرم کرتا ہے اسے سزا دی جائے

شیبا کی موت کے ذمے دار بلائنڈ کلب کے پانچ ممبران تھے۔ وہ سب آہستہ آہستہ ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر مجھے پوری اسرائیلی قوم سے انتقام لینا ہوتا تو یہاں قیامت کا منظر ہوتا۔ ایک بچہ بھی زندہ دکھائی نہ دیتا لیکن میں انسان ہوں قصائی نہیں ہوں۔"

"مسٹر فرہاد! تم نے یہ بڑی اچھی بات کہی۔ جو جرم کرتا ہے سزا اسی کو ملنا چاہیے۔ ہم نے یہ جرم کیا کہ ایک ڈمی پارس ان کے حوالے کیا اور ان کے ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر ہڑپ کر لیے۔ اس کی سزا ہمیں ملنا چاہیے۔ ہمارے بھائی کو نہیں۔ لہٰذا ان کا فرض ہے کہ یہ آئرن کو چھوڑ دیں۔"

ایک نے کہا "ہماری رقم واپس کر دو اور اپنے بھائی کو لے جاؤ۔"

"میں پہلے ہی وارننگ دے چکا ہوں۔ اگر میرے بھائی کو کچھ ہوا تو بڑی تباہی پھیلے گی۔ میں ابھی فرہاد علی تیمور سے سودا کروں گا، اصلی پارس ان کے حوالے کر دیا جائے گا مگر شرط یہی ہے کہ اسرائیل کی زمین پر زلزلے پیدا کیے جائیں۔ کسی بھی اعلیٰ حاکم، اعلیٰ عہدے دار اور اعلیٰ افسر کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ تب کیا ہو گا؟"

میں نے کہا "جارج فری مین! تم بڑے چالباز ہو، ادھر میرے بیٹے کو اپنے پاس رکھا ہے، اس کے حوالے سے یہودیوں کو دھمکی دے رہے ہو اور مجھے لالچ دے رہے ہو کہ بیٹا واپس کر دو گے۔ جب کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلے گا۔ یا تمھارے ساتھ کوئی شرافتانہ سمجھوتا ہو گا یا پھر تمھاری شہ رگ تک پہنچ کر ہی دکھاؤں گا۔ تم اپنے بھائی کا معاملہ ان یہودیوں سے اپنے طور پر طے کرو۔ میرے پارس کو درمیان میں نہ لاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میں یہاں کے صرف اعلیٰ حکام سے مخاطب ہوں۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ ہمارے پاس ایک ٹرانسفارمر مشین ہے؟ آج نہیں تو کل ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہمارے ہاتھ آ جائے گا۔ پھر ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک ٹیم ہو گی۔ اس ٹیم میں ایک بہن اور تین بھائی ہوں گے۔"

ایک نے کہا "یہ دیوانے کا خواب ہے۔"

"دیوانے کا خواب وہ ٹرانسفارمر مشین ہے جسے کوئی تیار نہیں کر سکتا تھا۔ اس خواب کو ہم نے پورا کر دکھایا۔ یاد رکھو گیا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تو تم سب جانتے ہو، فرہاد کی سب سے بڑی کمزوری ہمارے ہاتھ میں ہے، اسے اپنے بیٹے کی خاطر ہر قیمت پر ہم سے سمجھوتا کرنا ہو گا۔ اگر تم لوگ مستقبل کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کوئی دشمنی مول لینا نہیں چاہتے تو آئرن کو رہا کر دو یا قیدی بنا کر رکھو تو اسے وی آئی پی ٹریٹمنٹ دو تاکہ ہم جب... ٹیلی پیتھی سیکھ لیں تو ہمارے دل میں تمھارے لیے کوئی نرم گوشہ

ضرور موجود ہو۔"

ایک نے کہا "یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو لوگ ٹرانسمیٹر مشین جیسی چیز تیار کر سکتے ہیں، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی حاصل کر لیں گے اور تمھارے پاس جو زبردست مُہرہ ہے اس کے ذریعے یقیناً ایسے کسی خیال خوانی کرنے والے کو حاصل کر لو گے۔ ہم تمھارے بھائی آئرن کو وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیں گے۔"

دوسرے نے پوچھا "لیکن ہماری اتنی بڑی رقم کا کیا بنے گا؟"

"مستقبل کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دوستی کرنے کا پیشگی معاوضہ سمجھ کر بھول جاؤ۔"

ایک اور نے پوچھا "ہم ڈیلی پارس کو اپنے پاس رکھ کر کیا کریں گے؟"

میں نے کہا "وہ میرا بیٹا ہے۔ میں اسے لے جاؤں گا۔"

جارج فری مین نے کہا "یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ میری مشین کی تخلیق ہے۔ وہ میرے پاس آئے گا۔"

"اگر یہاں کے حکام نے اس ڈی پارس کو آج ہی پیرس روانہ نہ کیا تو میں پھر انتقامی کارروائی شروع کر دوں گا۔"

"میں تمھارے پارس کو اذیت ناک سزائیں دوں گا۔"

"میرا بیٹا جس دن پیدا ہوا اُسی دن میں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ بھی دشمنوں کے ہاتھوں میری طرح خوار ہوتا رہے گا۔ کبھی مایے گا کبھی مرے گا اور پھر جی اٹھ کر پھر مارے گا۔ وہ علامہ اقبال کے کاشانہ میں ہے ؎

پلٹنا، جھپٹنا، پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

میرے بیٹے کو ذرا سی بھی اذیت پہنچانے سے پہلے میرا ریکارڈ ایک بار اچھی طرح پڑھ لینا۔ حال ہی میں ہم نے جو انتقامی کارروائی کی ہے اُسے نظروں میں رکھنا اُس کے بعد اپنا انجام سوچ لینا۔"

اس نے کہا "تم ایک سنگ دل باپ ہو۔ تمھیں اپنے بچے کی تکلیف کا ایک ذرا احساس نہیں ہے۔"

"جارج فری مین تمھیں تو سے بھی بڑھ کر کچھ اور کہنے کو جی چاہتا ہے۔ کیا تم مجھے اتنا نادان سمجھتے ہو؟ اگر تم میرے بیٹے کو تکلیف پہنچاؤ گے تو اس پر سے تنویمی عمل کا اثر ختم ہوتا جائے گا۔ پھر وہ تمھارے قابو میں نہیں رہے گا۔ وہ میرا بیٹا ہے۔ جب بھی قابو سے نکلا تو سیدھا اپنے مسکن کی طرف آئے گا۔"

"ہم نے تمھارا ریکارڈ پڑھنے کے دوران ہی یہ سمجھ لیا تھا کہ تم ہر پہلو پر گہری نظر رکھتے ہو اور بڑی مشکل سے قابو میں آتے ہو۔ بہرحال میں تمھیں مانتا ہوں۔ تم ڈی پارس کو لے جاؤ۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "اب تمھارے دل میں کھٹکا رہے گی کہ میں ڈی پارس سے کیا کام لوں گا؟"

"کھٹکا تو ضرور ہو گی۔ ظاہر ہے تم اپنے بیٹے کا غم بھلا کر اس کی ماں کو تسلیاں دینے اور اپنے گھر میں ایک ڈمی کی موجودگی کی یاد تازہ رکھنے کے لیے نہیں لے جا رہے ہو۔ ضرور کوئی ایسی چال چلو گے جو ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے لیکن ہم کو پتا چل جائے گی۔ تم یہ بتاؤ، آرمر کے سلسلے میں کب سمجھوتا کر رہے ہو؟"

"ڈی پارس کو میرے پاس پہنچنے دو۔ پہلے میں اس کی اسٹڈی کروں گا۔ پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

فون کی گھنٹی نے چونکا دیا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دوسرے کمرے کی طرف دیکھا۔ پھر اٹھ کر اُدھر جانے لگا۔ ابھی تک پیرس میں ایک سرکاری کاٹیج میں مقیم تھا۔ پہلے ڈیلی میرے ساتھ تھی۔ پھر وہ چلی گئی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو!"

دوسری طرف سے وہاں کی انٹیلی جنس کے ایک جاسوس نے کہا "سر! یہاں تین ایسے اجنبی ہیں جو آپ کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"کیا وہ میرا نام اور پتا پوچھ رہے ہیں؟"

"جی نہیں، وہ کسی بھی ایسے شخص پر حملہ کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کریں گے جو قد و قامت میں آپ جیسا ہو۔ مختلف پولیس اسٹیشنوں میں رپورٹ درج کرائی گئی ہے۔ ہم نے رپورٹ درج کرانے والوں کو خود جا کر دیکھا ہے۔ ایسے دس آدمی ہیں جو قد و قامت میں آپ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ کوئی انھیں پکڑتا ہے، مارتا پیٹتا ہے، پھر ان کے چہرے کو پتا نہیں کس لوشن سے صاف کرتا ہے اور پوچھتا بھی جاتا ہے کہ کیا چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی ہے؟ اگر ایسا ہے تو صاف صاف بتا دو۔ تمھیں جھوٹ بولنے کی سزا دی جائے گی۔ ان کا بیان ہے کہ ایک ہی قد و قامت کے لوگوں کو پریشان کرنے کا مطلب ہے۔ انھیں مجھ جیسے کسی آدمی کی تلاش ہے۔ یہ بات یقینی نہیں ہے۔ تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ مجھے تلاش کر رہے ہیں؟"

"سر! اس کاٹیج میں ٹرانسفر ہونے سے پہلے آپ جس کاٹیج میں رہتے تھے، وہاں کے دروازے اور کھڑکیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ سامان اِدھر اُدھر بکھرا پڑا ہے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ جس کاٹیج کے دروازے اور کھڑکیاں توڑی گئی تھیں، وہاں ایک رات سلارا نے ہمارے اصلی باڈی گارڈ کو لاکر سلا دیا تھا اور میں دھوکا کھا گیا تھا کہ وہاں ماسٹر بلو سو رہا ہے یعنی صرف سلارا کو میری قیام گاہ کا علم تھا۔ اس سے یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ اسی کے آدمی مجھے تلاش کر رہے ہیں۔

پھر سوال پیدا ہوا۔ پہلے اس کے آدمیوں نے مجھے تلاش کیوں نہیں کیا۔ آخر وہ تین شخص کیا چاہتے ہیں۔ کیا مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں یا اغوا کرنا چاہتے ہیں؟ میں نے پوچھا "آفیسر! آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ صرف تین ہیں؟"

"اب تک دس آدمیوں کے بیانات کے مطابق تین ہی آدمیوں کے حلیے ہمارے سامنے آئے ہیں۔"

"کیا وہ ابھی تک آپ لوگوں کی نظروں میں نہیں آئے؟"

"ہم انھیں تلاش کر رہے ہیں۔ پچھلے دنوں آپ نے بتایا تھا کہ برووس مارٹن اور رابرٹ رینگو نامی دو کمپیوٹر میں ہمارے شہر میں اور غیر معمولی قوت کے حامل ہیں۔ ان دس آدمیوں کے بیانات کے مطابق یہ تین آدمی بھی غیر معمولی قوت رکھتے ہیں۔ ایک شخص نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا تھا۔ حملہ کرنے والے نے ایک گھونسے میں دروازے کو توڑا اور اندر ہاتھ ڈال کر چٹخنی گرا دی۔ اس طرح دروازہ کھول کر اندر آ گیا تھا۔"

"کیا یہ تینوں کل سے وارداتیں کر رہے ہیں؟"

"جی ہاں۔ ہم اسی حساب سے ایسے غیر ملکیوں کے متعلق چھان بین کر رہے ہیں جو پچھلے دو دن سے پیرس آئے ہوئے ہیں۔"

"آپ امریکا سے آنے والوں پر خاص نظر رکھیں۔ کوئی خاص اطلاع ہو تو فوراً رابطہ قائم کریں۔ شکریہ۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر خیال خوانی کی پریکٹس کرتے ہوئے سپر ماسٹر کے دماغ تک پہنچ گیا۔ اس کے دماغ کو ٹٹولتا رہا۔ پتا چلا، اس کی ٹیم کے وہی پانچ آدمی پیرس میں ہیں جن کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں یعنی دو نجومی، ایک پلان میکر اور دو کمپیوٹر مین یعنی برووس مارٹن اور رابرٹ رینگو۔ ان کے علاوہ سپر ماسٹر کا کوئی اور آدمی یہاں موجود نہیں ہے۔

اگر وہ تینوں سلارا اور جارج فری مین کے آدمی ہوں گے تو پوچھنے پر بھی دونوں بہن بھائی اعتراف نہیں کریں گے۔ ہو سکتا ہے وہ بیٹے کو شکار کرنے کے بعد باپ کو شکار کرنا چاہتے ہوں۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ پارس ان کے پاس موجود تھا۔ اس کے ذریعے وہ مجھ پر دباؤ ڈالتے چلے آ رہے تھے۔ اب انھوں نے سوچا ہو گا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد ہی ہاتھ لگ جائے تو اسے بے بس کر کے اس کے ذریعے یہ علم حاصل بھی کیا جا سکتا ہے اور علم حاصل کرنے کے بعد باپ بیٹے دونوں کو ٹھکانے لگایا جا سکتا ہے۔

میں تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر غور کرتا رہا اور سوچتا رہا کہ ان تینوں کو کس طرح بے نقاب کیا جائے۔ آخر وہ کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ بہت سوچ بچار کے بعد میں نے انٹیلی جنس کے ایک آفیسر سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے کہا "میں نے آپ لوگوں کو ٹرانسمیٹر کی وہ فریکوئنسی بتائی ہے جس پر برووس مارٹن اور رابرٹ رینگو اپنے خاص آدمیوں سے گفتگو کرتے ہیں۔"

"یس سر! ہمیں وہ فریکوئنسی معلوم ہے۔"

"جب وہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کریں گے تو تم بھی اسی فریکوئنسی پر اپنے کسی آدمی سے گفتگو کرنا اور اس سے کہنا کہ فرہاد علی تیمور آج رات نوروش کے قمار خانے میں کھانا کھائے گا اور کچھ دیر تاش کھیلے گا۔ فرہاد صاحب کی حفاظت کے خفیہ انتظامات کیے جائیں۔"

"یس سر! ہم ایسا ہی کریں گے، جس کمرے میں ماوما علی بابا نے قیام کیا تھا، وہاں ہمارے آدمی موجود رہتے ہیں اور ان کی ہر بات خفیہ آلات کے ذریعے سُن لیتے ہیں۔ جیسے ہی وہ ٹرانسمیٹر آن کریں گے، ہم بھی ادھر سے ٹرانسمیٹر آن کر کے یہ بات دہرائیں گے۔"

"اور کوئی نئی اطلاع؟"

"آپ کے حکم کے مطابق ہم نے امریکا سے آنے والوں پر خاص نظر رکھی ہے۔ تین باڈی بلڈرز ہماری نظروں میں ہیں۔ ان سے ایسی واردات کی توقع کی جا سکتی ہے۔ انھوں نے جس ہوٹل میں قیام کیا ہے، وہاں کی ٹیلی فون کالیں ریکارڈ کی جا رہی ہیں۔ جب وہ ہوٹل کے کمرے سے نکلیں گے تو ان کمروں میں خفیہ مائک چھپا کر رکھ دیے جائیں گے۔"

میں نے کہا "ایک اور طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ پارس یہاں شام کی فلائٹ سے پہنچنے والا ہے۔ وہاں پولیس والوں کی ڈیوٹی لگائی جائے۔ یہ تاثر دیا جائے کہ پارس کی حفاظت کے لیے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ پھر سادہ لباس میں آپ کے تمام جاسوس ایئرپورٹ کے چپے چپے پر پھیلے ہوں اور دیکھیں کہ وہ تین شخص وہاں آتے ہیں یا نہیں۔ ان کا وہاں آنا یقینی ہے۔ وہ جانتے ہیں فرہاد اس شہر میں موجود ہے، اپنے بیٹے کو لینے ایئرپورٹ ضرور آئے گا۔"

"اچھی بات ہے جناب! ہم ایسے ہی انتظامات کریں گے۔"

میں نے انھیں ہدایات دی تھیں کہ برووس مارٹن اور رابرٹ رینگو جب ٹرانسمیٹر پر گفتگو کریں تو اسی فریکوئنسی پر وہ بھی بولنا شروع کر دیں۔ اس طرح وہ سمجھیں گے کہ دوسرے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرنے والوں کی آواز ان سے ٹکرا رہی ہے۔ میں نے آفیسر سے کہا "آپ ان کی باتوں میں مداخلت کے دوران ایک اور بات کہہ دیں کہ شام کو پارس یہاں پہنچ رہا ہے، فرہاد صاحب اسے لینے ایئرپورٹ جائیں گے۔ ان کی حفاظت کے لیے خصوصی انتظامات کیے جائیں۔"

"سر! ایسا ہی ہو گا لیکن ان تین آدمیوں کو کیسے معلوم ہو گا

کہ آج پارس بابا یہاں پہنچ رہے ہیں؟"

"اگر وہ سلارا اور جارج فری مین کے آدمی ہیں تو انھیں خبر پہنچ گئی ہوگی۔"

پھر میں نے انھیں مختلف ہدایات دیں۔ ان کے مطابق وہ میرے کابن میں آکر ہر کمرے میں خفیہ مائک اور خفیہ کیمرے نصب کرنے لگے۔ میں نے جناب شیخ صاحب سے کہا: "ادارے سے میرے قد و قامت کا ایک شخص روانہ کردیجیے جو ہو بہو میری نقل کرتا ہو۔ وہ اپنی اصلی صورت میں رہے گا۔ دشمن اسے میک اپ میں سمجھتے رہیں گے۔"

میں نے سپر ماسٹر کے دماغ سے معلوم کیا۔ آخر اس کے وہ پانچوں آدمی اتنے عرصے تک پیرس میں کیوں رہ گئے؟ اس کی سوچ نے بتایا: "نجومیوں نے پھر پیشینگوئی کی تھی۔ پارس ایسے ہاتھوں سے جلد ہی نکل جائے گا جو اسے یہاں سے لے گئے ہیں۔ اس بات کا امکان ہے کہ وہ پھر پیرس واپس آئے۔"

دوسرے نجومی نے کہا: "پیرس میں پارس کی آمد شکوک ہے۔ میرے حساب سے پارس نہیں بلکہ اس کا سایہ نظر آرہا ہے اور سایہ سراسر دھوکا ہوتا ہے لیکن ہمیں پیرس میں رہنا چاہیے۔ یہاں ایسے انجانے دشمنوں سے سامنا ہوگا جو آئندہ ہمارے لیے بہت بڑا خطرہ بن سکتے ہیں۔ ہم یہاں رہ کر ان دشمنوں کے پیچھے چھپے ہوئے ان کے کسی سرغنہ کو بے نقاب کرسکتے ہیں۔"

وہ تم بخت نجومی بڑے غضب کے تھے۔ صحیح پیشگوئی کرتے تھے۔ پچھلی بار انھوں نے جو کہا وہی ہوا۔ ہماری معلومات کی حد تک شیا کی خودکشی کا کوئی چانس نہیں تھا لیکن اس نے خودکشی کرلی۔ ان کی پیشینگوئی کے مطابق پارس بھی اُن کے ہاتھ آجاتا لیکن اس سے پہلے ہی سلارا اُسے لے گئی۔ اس بار بھی صحیح پیشگوئی کررہے تھے کہ دوسری بار اس شہر میں پارس کا سایہ آئے گا اور سایہ سراسر دھوکا ہوتا ہے۔

ان کی ایک اور پیشگوئی کے مطابق انجانے دشمن ٹکرانے والے تھے اور ان کے پیچھے چھپا ہوا سرغنہ بے نقاب ہونے والا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ سلارا اور جارج فری مین انجانے دشمنوں کے سرغنہ کی حیثیت سے بے نقاب ہونے والے ہیں اور وہ انجانے دشمن وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو مجھے تلاش کرنے کے لیے وار دواتیں کرتے پھر رہے ہیں۔

ان نجومیوں کی ایک پیشگوئی سے دل خوش ہو رہا تھا کہ پارس ان کے ہاتھ میں نہیں رہے گا جو اُسے اغوا کرکے لے گئے ہیں۔ کیا میرا بیٹا سلارا اور جارج فری مین کی قید میں نہیں ہے؟ کیا وہاں سے نکل چکا ہے؟

میں نے فوراً خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس روک لی، پھر سانس لیتے ہوئے باہر "ہیلو پاپا!"

مجھے مایوسی ہوئی کیوں کہ میں اس ڈمی پارس کے دماغ میں پہنچا تھا جو طیارے سے سفر کررہا تھا۔ میں نے کہا: "بیٹے! ایئرپورٹ پر پاس پہنچنے ہی والے ہو۔ میں تمھارا انتظار کررہا ہوں۔ ایئرپورٹ پر ملاقات ہوگی لیکن وہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہوگا۔ مجھے خفیہ طور پر چھپ کر رہنا پڑتا ہے۔"

"میں آپ کو کیسے پہچانوں گا؟"

"میں خود تمھارے پاس آکر مصافحہ کروں گا۔"

"آل رائٹ پاپا!"

"اور بیٹے تم کتنی دیر سانس روک لیتے ہو؟"

"ایک منٹ۔"

"دوسری بار جب میں تمھارے دماغ میں آؤں تو ایک منٹ تک سانس روکے رہنا۔ مجھے دماغ میں نہ آنے دینا۔"

"کیا بات ہے پاپا! کیا آپ اصلی پارس تک پہنچنا چاہتے ہیں؟"

"یہی بات ہے۔ واقعی پارس کی ذہانت تم میں منتقل ہوئی ہے۔ تم بہت اچھے بیٹے ہو۔ میں تمھیں اتنا پیار دوں گا کہ تم باپ کی کمی محسوس نہیں کروگے۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ پھر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پارس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ میں نے چند سیکنڈ کے بعد اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ سانس لے رہا تھا۔ فوراً سانس روک لی۔ اس طرح معلوم ہوگیا کہ میں اصل پارس کے دماغ میں پہنچ رہا تھا مگر اس سے پہنچنے نہیں دیا۔ ڈمی پارس تو میری ہدایت کے مطابق ایک منٹ سانس روکے ہوئے تھا۔

اس طریقۂ کار سے اطمینان ہوا کہ میرا بیٹا جہاں کہیں بھی ہے صحت مند ہے۔ اگر صحت مند نہ ہوتا تو سانس نہ روک سکتا۔ میں نے پھر تیسری بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش نہیں کی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے بار بار سانس روکنے کی زحمت اٹھانا پڑے۔ وہ ہمارا دشمن نہیں تھا۔ جان بوجھ کر ہمارا راستہ نہیں روک رہا تھا تو نجومی عمل کے اثر سے مجبور تھا۔

میں شام کو پانچ بجے اپنے کابن سے نکل گیا۔ اب وہاں ڈمی فرہاد ایئرپورٹ سے ڈمی پارس کے ساتھ آکر ٹھہرنے والا تھا۔ میں اس کے قریب ہی ایک دوسرے کابن میں چلا آیا جو اٹیلی جنس کا ایک آدمی ایک عورت اور ایک بچے کے ساتھ انتظار کررہا تھا۔ ایک فیملی کابن ثابت کرنے کے لیے ایک کورین

میں پہنچا۔ اس نے سانس روک لی، پھر سانس لیتے ہوئے باہر "ہیلو پاپا!"

مجھے مایوسی ہوئی کیوں کہ میں اس ڈمی پارس کے دماغ میں پہنچا تھا جو طیارے سے سفر کررہا تھا۔ میں نے کہا: "بیٹے! ایئرپورٹ پر پاس پہنچنے ہی والے ہو۔ میں تمھارا انتظار کررہا ہوں۔ ایئرپورٹ پر ملاقات ہوگی لیکن وہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہوگا۔ مجھے خفیہ طور پر چھپ کر رہنا پڑتا ہے۔"

"میں آپ کو کیسے پہچانوں گا؟"

"میں خود تمھارے پاس آکر مصافحہ کروں گا۔"

"آل رائٹ پاپا!"

"اور بیٹے تم کتنی دیر سانس روک لیتے ہو؟"

"ایک منٹ۔"

"دوسری بار جب میں تمھارے دماغ میں آؤں تو ایک منٹ تک سانس روکے رہنا۔ مجھے دماغ میں نہ آنے دینا۔"

"کیا بات ہے پاپا! کیا آپ اصلی پارس تک پہنچنا چاہتے ہیں؟"

"یہی بات ہے۔ واقعی پارس کی ذہانت تم میں منتقل ہوئی ہے۔ تم بہت اچھے بیٹے ہو۔ میں تمھیں اتنا پیار دوں گا کہ تم باپ کی کمی محسوس نہیں کروگے۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ پھر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پارس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ میں نے چند سیکنڈ کے بعد اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ سانس لے رہا تھا۔ فوراً سانس روک لی۔ اس طرح معلوم ہوگیا کہ میں اصل پارس کے دماغ میں پہنچ رہا تھا مگر اس سے پہنچنے نہیں دیا۔ ڈمی پارس تو میری ہدایت کے مطابق ایک منٹ سانس روکے ہوئے تھا۔

اس طریقۂ کار سے اطمینان ہوا کہ میرا بیٹا جہاں کہیں بھی ہے صحت مند ہے۔ اگر صحت مند نہ ہوتا تو سانس نہ روک سکتا۔ میں نے پھر تیسری بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش نہیں کی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے بار بار سانس روکنے کی زحمت اٹھانا پڑے۔ وہ ہمارا دشمن نہیں تھا۔ جان بوجھ کر ہمارا راستہ نہیں روک رہا تھا تو نجومی عمل کے اثر سے مجبور تھا۔

میں شام کو پانچ بجے اپنے کابن سے نکل گیا۔ اب وہاں ڈمی فرہاد ایئرپورٹ سے ڈمی پارس کے ساتھ آکر ٹھہرنے والا تھا۔ میں اس کے قریب ہی ایک دوسرے کابن میں چلا آیا جو اٹیلی جنس کا ایک آدمی ایک عورت اور ایک بچے کے ساتھ انتظار کررہا تھا۔ ایک فیملی کابن ثابت کرنے کے لیے ایک کورین

ایک جیسے دو آدمی ایک جیسے دو آدمی ایک جیسے دو آدمی

میں نے ڈمی فرہاد کے پاس آکر دیکھا۔ وہ بومی سے دوربین لے کر آنکھوں سے لگائے دیکھ رہا تھا۔ اسے طیارے کی سیڑھی پر پارس نظر آرہا تھا۔ میں نے کہا: "پارس کا سامان پولیس والے نے آئیں گے، جیسے ہی وہ باہر آئے تم آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرنا اور ہیلو مائی سن کہہ کر اسے اٹھا کر پیشانی کو چوم لینا۔"

یہی بات میں نے ڈمی پارس کے دماغ میں پہنچ کر اسے بتائی اور کہا: "اس طرح تم مجھے پہچان سکو گے۔ سلارا اور جارج فری مین نے میری جو تصویر دکھائی ہے، میں اس سے بالکل مختلف نظر آؤں گا۔"

میں اس آفیسر کے پاس پہنچا جو وائی ایم سی اے کے اس کمرے میں تھا جہاں پہلے اعلیٰ بی بی رہتی تھی اور ان کمپیوٹرائزڈ آوازیں سنتی تھی۔ میں نے اس افسر سے پوچھا: "کیا رپورٹ ہے؟"

"جناب، آپ کی ہدایت کے مطابق جب وہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کررہے تھے تو ہمارے دوسرے افسروں نے اسی فریکوئنسی پر ان کی گفتگو میں مداخلت کی اور اپنے کسی آدمی کو حکم دیا کہ پارس شام کو یہاں پہنچنے والا ہے۔ ایئرپورٹ پر خصوصی انتظامات کیے جائیں۔"

میں نے پوچھا: "اس کا ردِعمل کیا ہوا؟"

ہپناٹزم، ہپناٹزم کے عملی طریقے اور ذاتی ہپناٹزم کے بعد ایک اور نئی کتاب

ایک ماہر علم کے قلم سے

ہپناٹزم ہدایات

قیمت: ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ: ۲۰ روپے

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ۔
- جدید طریقے اور مشقیں۔
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام۔
- بے شمار قارئین کے ہزاروں سوالوں کے جواب۔
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مختلف تصاویر

مکتبہ نفسیات

بیت بک سنٹر ۱۴۲۲ کراچی

"انھوں نے فوراً اپنا ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ پھر آپس میں باتیں کرنے لگے۔ رابرٹ رینگو نے کہا۔ اسے کئی چانس کہتے ہیں۔ اتفاق سے ہم نے ان کی گفتگو اپنے ٹرانسمیٹر میں سن لی ہے۔"

بروس مارٹن نے کہا۔ "ہاں، یہ اتفاق بھی ہو سکتا ہے اور پولیس والوں کی چال بھی ہو سکتی ہے۔"

رابرٹ رینگو نے کہا۔ "سانچ کو کیا آنچ۔ شام کو پتا چل جائے گا پارس آرہا ہے یا نہیں؟"

میں نے یہ رپورٹ سن کر افسر سے پوچھا۔ "کیا وہ ایئرپورٹ کی طرف آئے ہیں۔ ان کی پلاننگ بتاؤ۔"

"وہ سوچ رہے تھے پارس کو سیدھا بابا صاحب کے ادارے میں پہنچایا جائے گا۔ ان کے پلان میکر نے مشورہ دیا ہے کہ رابرٹ رینگو بابا صاحب کے قریب پہلے سے پہنچ جائے اور بروس مارٹن ایئرپورٹ کے سامنے رہے۔ پلان میکر ایئرپورٹ کی عمارت میں رہے گا اور بروس مارٹن کو اطلاع دیتا رہے گا کہ پارس کو کس رنگ کی اور کس نمبر کی کار میں لے جایا جا رہا ہے۔ اس طرح جب بروس مارٹن پارس کا تعاقب کرے گا تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے بتا دیا جائے گا کہ تعاقب شروع ہو چکا ہے۔ اُدھر سے رابرٹ رینگو روانہ ہو گا۔ دو طرف سے دونوں اس گاڑی کو گھیرے میں لیں گے پھر پیرس اور بابا صاحب کے ادارے کے درمیانی علاقے میں کہیں پارس کو اغوا کر لیا جائے گا۔"

وہ اپنے طور پر درست سوچ رہے تھے۔ پارس اغوا کیا گیا تھا بڑی مشکلوں سے اسے حاصل کرنے کے بعد یقیناً بابا صاحب کے ادارے میں ہی پہنچایا جانا تھا لیکن بے چارہ رابرٹ رینگو خواہ مخواہ سیکڑوں میل دور بابا صاحب کے ادارے کے قریب پہنچا ہوا تھا۔ وہاں سے پھر اسے واپس آنا تھا۔ بہرحال میں اس ہوٹل کے افسر کے پاس پہنچا جو تین آدمیوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ میرے مخاطب کرنے پر اس نے کہا۔ "جناب! آپ نے درست فرمایا تھا۔ وہ سلارا اور جارج فری مین کے آدمی ہیں۔ انھیں یہ بات پہلے سے معلوم ہے کہ پارس بابا یہاں شام کو پہنچنے والے ہیں۔ وہ آپس میں مشورے کر رہے تھے کہ ایئرپورٹ پر صرف ایک آدمی رہے گا اور یہ دیکھے گا کہ وہاں پارس کو لینے کون آتا ہے۔ باقی دو آدمی دو مختلف شاہراہوں پر رہیں گے۔ پہلا آدمی جب ٹرانسمیٹر پر کسی کامیابی کی امید دلائے گا تو پھر پارس والی گاڑی کا تعاقب کیا جائے گا۔"

شہر میں ایک ڈمی پارس کیا آرہا تھا جیسے زلزلہ آرہا تھا۔ سبھی اپنی اپنی جگہ مستعد تھے۔ کسی کو پارس کی ضرورت تھی اور کسی کو پارس کے باپ کی ضرورت تھی۔ دشمن یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم ہر بار ڈمی پیش کر کے انھیں دھوکا دیتے ہیں لیکن ان کی امید تھی کہ کسی وقت ہم سے بھی چوک ہو سکتی ہے مثلاً ابھی پیرس میں تھا۔ یہ بھی دشمن جانتے تھے۔ صرف مجھے دھوکا نکالنے کی بات تھی اور ڈھونڈ نکالنے کا ذریعہ فی الحال ڈمی ہی تھا۔

میں اپنے ڈمی کے پاس آیا..... وہ ہاتھ ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ پوری ڈرائیو کر رہی تھی پارس اس کے ایک سوال کے جواب میں کہہ رہا تھا۔ "ملائیشیا جانا۔ میرے ماں باپ کو ان تھے یا اب میں بھی یا نہیں۔ جنھوں نے مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا تھا وہ میرے مہربان بھی ہیں ناصر بان بھی۔ مہربان اس لیے کہ انھوں نے آپ کے بیٹے کی تمام ذہانت میرے دماغ میں منتقل کر دی۔ اسی وجہ سے یہ سمجھ پاتا ہوں کہ میرے اوپر کیا گزر رہی ہے اور میں کن حالات سے گزر رہا ہوں۔ پہلے میں تنویمی عمل کے زیر اثر سمجھ پاتا تھا کہ میں اصل پارس ہوں لیکن جب میں نے جناب شیخ حاسم کو پہچاننے میں غلطی کی تب میرے ذہن نے کہا۔ یہ سب فریب ہے میری خود اپنی زندگی فریب ہے۔ پتا نہیں، میں کون ہوں اور کس طرف جا رہا ہوں؟"

میرے ڈمی نے پوچھا۔ "تمھیں جب پارس کی ڈمی مل گیا ہے تو اس کے جذبات بھی دیے گئے ہوں گے اور اس کے مطابق اپنے بابا کو ہست چاہتے ہو گے۔"

"بے شک چاہتا ہوں لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ بابا کی نسبت مجھے آنٹی سلارا اور انکل جارج سے زیادہ محبت ہے۔"

"یہ تنویمی عمل کا اثر ہے۔ میرا اپنا بیٹا پارس بھی مجھے بہت زیادہ چاہتا ہے لیکن تنویمی عمل کے زیر اثر وہ کہ تمھاری آنٹی اور انکل کو زیادہ چاہنے لگا ہے۔ انھیں مجھ پر ترجیح دے رہا ہے اور ان کی قید میں رہنا گوارا کر رہا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ، تم نے بابا کے اس سلسلے میں جو جو کا ذکر نہیں کیا؟"

وہ ذرا دیر سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "پتا نہیں کیوں جب سے میں نے اس کی تصویر دیکھی ہے۔ میرے دماغ میں یہی بات پکی ہے کہ میں اسے بھگا کر لے جاؤں۔ وہ جہاں بھی ہے خواہ ادارے میں یا کسی کے گھر میں ملے۔ میں اسے بھگا کر لے جاؤں گا۔"

"ہاں، تمھاری آنٹی اور انکل بھی چاہتے ہیں، تمھارے دماغ میں یہ بات نقش کر دی گئی ہے۔"

میں نے ڈمی سے پوچھا۔ "کیا تعاقب ہو رہا ہے؟"

"اس میں بھی کوئی شک ہے۔ میں نے ایک نیلے رنگ کی

بار بار دیکھی ہے۔ لیکن ٹریفک کے ہجوم میں غائب ہو جاتی ہے پھر نظر آنے لگتی ہے۔"

ایک آفیسر سادے لباس میں کار ڈرائیو کرتا ہوا پولیس کی کار کے پیچھے فاصلہ رکھتا ہوا آرہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "جناب! تعاقب ہو رہا ہے؟"

"جناب! تعاقب کا شبہ ہے۔ ایک نیلے رنگ کی کار بار بار غزالی ہے۔"

"تمھارا شبہ درست ہے۔ تم اپنا راستہ بدل دو۔"

اس نے ہدایات پر عمل کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم نے دیکھا۔ پولیس کار اور ڈمی فری مین کی کار میں میرے پیچھے والے کاشیج کے عقب سے نکل آئے۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک نیلے رنگ کی کار بھی اس کاشیج کے سامنے سے گزرتی چلی گئی۔ میرے علاوہ دو افسران مختلف کھڑکیوں کے پاس پردے کے پیچھے بیٹھے دیکھ رہے تھے شاید اس کے بعد بھی کچھ اور تعاقب کرنے والے آسکتے تھے۔

اس کے بعد کوئی دکھائی نہیں دیا۔ بروس مارٹن، رابرٹ رینگو اور تین آدمی جہاں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں سے ان کی گفتگو دوسری جگہ سنی جا رہی تھی۔ ان سننے والوں نے بتایا کہ مجھے اغوا کرنے والے یا مجھ پر حملہ کرنے والے رات گیارہ بجے کا انتظار کر رہے ہیں۔ پارس کو اغوا کرنے والے بھی آدھی رات کے بعد ہی اس کاشیج میں پہنچنا چاہتے ہیں۔ میں نے انٹیلی جنس والوں سے کہا۔ "رات کو کچھ ایسا انتظام کرو کہ جو گیارہ بجے حملہ کرنے آئیں وہ اس وقت کاشیج کے احاطے میں داخل نہ ہو سکیں جب تک کہ دوسری پارٹی نہ آئے جب دونوں طرف سے حملہ کرنے والے پہنچ جائیں تو پولیس پارٹی کو بیچ سے ہٹ جانا چاہیے۔ اندھیرے میں سے ہٹنے کا طریقہ ایسا ہونا چاہیے کہ انھیں شبہ نہ ہو۔ پھر وہ دونوں خود ہی آپس میں ٹکرائیں گے۔"

میں خیال خوانی کے ذریعے بروس مارٹن اور رابرٹ رینگو کی غیر معمولی جسمانی قوت دیکھ چکا تھا۔ وہ بہت ہی خطرناک جنگجو قسم کے آدمی تھے۔ ان تین آدمیوں کے متعلق صرف سنا تھا کہ وہ بھی غیر معمولی قوتوں کے حامل ہیں۔ اگر وہ سلارا کے ہی آدمی تھے تو یقیناً انھیں بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر غیر معمولی بنایا گیا ہو گا جب یہ دونوں ٹرانسفارمر مشین کے صیقل شدہ اسپل میں ٹکرائیں گے تو وہ دلچسپ منظر ہو گا۔

ابھی مجھے فرصت تھی۔ میں دوسرے کمرے میں آکر آرام کرنے لگا پھر میں نے سلارا کے نمائندے کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا کہ اس کے ذریعے اطلاع دی۔ "سر! مسٹر فرہاد میرے پاس آئے ہیں۔"

جارج فری مین کی آواز سنائی دی۔ "میں آرہا ہوں۔"

میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ وہ اس کمرے میں آیا جہاں اس کا نمائندہ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اسی ریوالونگ چیئر پر آکر بیٹھ گیا جس پر پہلے سلارا آکر مجھ سے گفتگو کر چکی تھی۔ اس نے کہا۔ "ہیلو، مسٹر فرہاد! کوئی سودے کی بات کرنے آئے ہو؟"

"ہاں، مگر تمھیں اس کرسی پر دیکھ کر مایوسی ہو رہی ہے میں نے سوچا تھا۔ تمھاری بہن سے کچھ مثبت گفتگو ہو سکے گی۔"

"کام کی بات کرو۔"

"کام کی ہی بات کرنے آیا ہوں۔ تمھاری بہن سے یہ معاملہ طے ہوا تھا کہ تمھارا ایک آدمی ہمارے پاس ضمانت کے طور پر رہے گا پھر آدمر تمھارے پاس پہنچے گا۔"

"ہاں یہ طریقہ مناسب ہے۔ بولو، ہم میں سے کس کو چاہتے ہو؟"

"تمھاری بہن کو۔"

وہ غصے سے بولا۔ "جو اس مت کرو۔ تم اپنے چھچھورے پن سے باز نہیں آؤ گے۔ کبھی تو اپنی شرافت کا ثبوت دیا کرو۔"

"کیا تم نے میرے بیٹے کو اغوا کر کے بہت نیک کام کیا ہے؟ کیا تم لوگوں کے ساتھ شریفوں کی طرح پیش آنا چاہیے؟"

"تم کام کی بات نہیں کرو گے؟"

"وہی کہہ رہا ہوں جو تمھاری بہن سے کہہ چکا ہوں۔ وہ عورت ہے خود اپنی زبان سے کہہ نہیں سکتی کہ بابل کا آنگن چھوڑ کر جانا چاہتی ہے لہٰذا تم بھائیوں کا فرض ہے اسے ہنسی خوشی رخصت کر دو۔"

"معلوم ہوتا ہے تمھیں اپنے بیٹے سے محبت نہیں ہے۔ کیا تمھاری یہ تھرڈ کلاس زندہ دلی اس وقت بھی قائم رہے گی جب ہم تمھارے بیٹے کی لاش یہاں سے روانہ کریں گے؟"

میں نے پوچھا۔ "کس بیٹے کی بات کر رہے ہو۔ کیا وہ تمھارے پاس ہے؟"

اسے ذرا دیر کو چپ سی لگ گئی۔ پھر وہ جلدی سے بولا۔ "تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ کیا سمجھتے ہو پارس ہمارے پاس نہیں ہے؟"

"میں اتنے یقین کے ساتھ سمجھتا ہوں جتنے یقین کے ساتھ روزانہ صبح سورج کو طلوع ہوتے اور شام کو غروب ہوتے دیکھتا ہوں۔"

اسے پھر چند لمحوں کے لیے چپ سی لگ گئی۔ پھر اس نے کہا۔ "میں تمھارے سامنے تمھارے بیٹے کو پیش کر سکتا ہوں۔"

"پیش کرنے کے لیے تم نے کتنے ڈمی پارس بنائے ہیں؟"

"صرف ایک بنایا تھا۔ وہ اب تک تمھارے پاس پہنچ چکا ہو گا۔ اب جو پیش کروں گا وہ تمھارا اپنا ہو گا۔"

"میں پورے یقین کے ساتھ کہہ چکا ہوں۔ میرا پارس

تمہارے پاس نہیں ہے۔ بازی میرے ہاتھ میں ہے۔ تم اس ٹرانسفارمیشن سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہو لیکن ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کر سکتے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے تمہیں کیا کرنا چاہیے، اچھی طرح سوچ لو، سمجھ لو، میں پھر آکر تم سے پوچھ لوں گا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میں پہلے ہی یقین ہو چکا تھا کہ ہمارا بیٹا ان کی قید سے نکل چکا ہے۔ اب جارج فری مین سے بات کرنے کے بعد یقین پختہ ہو گیا تھا لیکن اطمینان کے ساتھ ساتھ یہ فکر بھی تھی کہ آخر میرا بیٹا کہاں ہے، کس حال میں ہے، کہاں بھٹک رہا ہے؟

ہم تو اس کے لیے فکر مند تھے لیکن میں اپنے پڑھنے والوں کو زیادہ تجسس میں رکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ میرے کانٹیکٹ میں دو پارٹیوں کے کمپیوٹرمین آدھی رات کے بعد ہی ٹکرائیں گے۔ ابھی فرصت ہے لہٰذا پارس اقبال کے متعلق بعد میں جو کچھ معلوم ہوا، وہ میں ابھی بیان کر رہا ہوں۔

ہم چاہتے تھے، دونوں پارس، بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر جوان ہو کر دنیا کے زیادہ سے زیادہ علوم اور ہر طرح کی ٹریننگ حاصل کرتے رہیں۔ انسان جیسا سوچتا ہے بالکل ویسا ہی نہیں ہوتا، کامیابی ضرور ہوتی ہے لیکن درمیان میں رکاوٹیں بھی پیدا ہوتی ہیں، مختلف قسم کی تبدیلیاں آتی ہیں، تب کہیں جا کر کامیابی کا منہ دکھائی دیتا ہے۔ بے چاری شیبا کبھی ہماری دشمن نہیں رہی لیکن دشمنوں کے تنویمی عمل نے اسے کہیں کا نہ چھوڑا۔ اس نے پارس پر تنویمی عمل کیا اور اسے مجبور کر دیا کہ ایک صبح ایک ٹرک میں بیٹھ کر ادارے سے باہر نکل آئے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن، میرا بیٹا ابھی سے اپنی جدوجہد کی داستان مرتب کر رہا ہے۔

تنویمی عمل کرنے والا شیبا کو جتنا کام کرنے کے لیے کہتا تھا، وہ اسی حد تک کرتی تھی۔ اس کی ڈیوٹی اتنی ہی تھی کہ وہ کسی طرح پارس کو ادارے سے باہر نکال لائے۔ پھر اسے بتائے کہ یہودی جاسوس کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ وہ اس ٹرک ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھی جس میں پارس بیٹھا تھا جب وہ ٹرک ادارے سے بہت دور نکل آیا تب پارس نے ٹرک کو روکنے پر مجبور کیا۔ پھر پارس سے کہا، وہ باہر نکل جائے۔ پارس اس ٹرک سے چھلانگ لگا کر باہر آیا، پھر ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔ شیبا کی ڈیوٹی یہیں تک تھی۔ اس کے بعد یہودی جاسوس اسے اپنی گرفت میں لے کر کہیں لے جانے والے تھے۔ شیبا نہیں جانتی تھی کہ اسے کہاں لے جانے والے تھے۔ جب اسے حکم دیا جاتا کہ پارس کے دماغ میں جا کر اس سے بات کرو تب وہ رابطہ قائم کرتی ورنہ وہ بھی تنویمی عمل کے زیر اثر تھی، لہٰذا اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ پارس کن ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے اور کہاں لے جایا جا رہا ہے؟

یہ یہودی جاسوسوں کی بدبختی تھی، انھوں نے ایسے لڑکے پارس کو اغوا کرنے کا پروگرام بنایا جب فرانس کی انٹیلی جنس کے سارے لوگ، پولیس والے اور فوجی جوان شہر کی تمام چوکیوں، راستوں کی ناکا بندی کر رہے تھے۔ پیرس میں ایک بین الاقوامی اسمگلر کی موجودگی ظاہر ہو چکی تھی۔ وہاں سے وہ نکل بھاگنا چاہتا تھا، اسے گرفتار کرنے کے لیے سخت انتظامات کیے جا رہے تھے اور یہ بات یہودی جاسوسوں کو معلوم نہیں تھی۔

انھوں نے پچھلی رات فلائنگ کلب میں ایک ہیلی کاپٹر تیار رکھا تھا تاکہ صبح پرواز کرتے ہوئے اسی جگہ جائیں جہاں پارس ٹرک سے اترا آیا تھا۔ اسے وہاں سے بیلی کاپٹر میں ڈالنے کا ارادہ تھا۔ رات کو فلائنگ کلب والوں نے ان سے یہ نہیں کہا کہ صبح پابندی عائد ہو جائے گی۔ خود فلائنگ کلب والوں کو اس کا علم نہیں تھا۔ آدھی رات کے بعد انٹیلی جنس والے ایک ایک تمام کلبوں میں پہنچ گئے تھے جہاں سے چارٹر ڈ طیارے یا پرائیویٹ ہیلی کاپٹر پرواز کرتے ہیں۔

عین وقت پر ہیلی کاپٹر نہ ملنے کے باعث کام بگڑ گیا۔ پھر بھی یہودی جاسوسوں نے پارس کو کار میں بٹھایا اور راستے میں راستے سے لے جانے لگے، راستے میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے ان کے ایک جاسوس نے اطلاع دی "کسی بھی شہر کی چوکی سے گزارا جائے تو جوان پارس کو کسی دوسری جگہ چھپانا ہو گا، ہر ائرپورٹ پر پولیس والوں کا پہرا سخت ہوتا جا رہا ہے۔"

پارس کو لے جانے والے جاسوسوں نے پوچھا "کیا ان لوگوں کو اطلاع دی گئی ہے کہ ہم اس بچے کو اغوا کر رہے ہیں؟"

"شاید یہی بات ہے ورنہ اتنی جلدی اتنی سختیاں کیسے کی جا سکتی ہیں۔ ہمیں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہیے۔ اس نوجوان کو فوراً کہیں چھپاؤ۔"

وہ اسے فوراً کہیں چھپانے پر مجبور ہو گئے۔ یوں تو ان کے کئی خفیہ اڈے تھے۔ وہ کہیں بھی چھپا سکتے تھے لیکن اس بات کا ڈر تھا کہ پارس کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے جدید قسم کے آلات استعمال کیے جائیں گے۔ جن کے ذریعے چور دروازوں اور تہ خانوں کا سراغ مل جاتا ہے۔ لہٰذا وہ ایسی کسی جگہ چھپانا نہیں چاہتے تھے۔

پارس کوئی کند ذہن یا غبی قسم کا لڑکا نہیں تھا۔ ٹرانسمیٹر کی باتیں سن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا۔ اس نے کہا "خوامخواہ اتنی دوڑ دھوپ کر رہے ہو۔ مجھے کسی کالج کے ایسے ہاسٹل میں پہنچا دو، جہاں میری عمر کے لڑکے رہتے ہوں۔"

ٹرانسمیٹر پر بات کرنے والے نے چونک کر اسے دیکھا۔ دوسری طرف سے کہا گیا "دیکھو، یہ جوان کتنی ذہانت کی بات کر رہا ہے۔ طلبا کے ہاسٹل سے بہتر جگہ کوئی ہو نہیں سکتی۔ اس پر عارضی میک اپ کر کے ہمارے یہودی مشنری اسکول کے ہاسٹل میں پہنچا دو۔"

پارس نے کہا "مجھے ہاسٹل پہنچا کر میری ممی کو اطلاع دینا کر وہ مجھ سے باتیں کرتی رہیں ورنہ میں ہاسٹل سے بھاگ جاؤں گا۔"

انھوں نے پارس کی بات ایک کان سے سنی، دوسرے کان سے نکال دی۔ ان کی نظروں میں وہ نادان تھا۔ بھلا ان کی گرفت سے کیسے نکل سکتا تھا یا ہاسٹل سے کیسے بھاگ سکتا تھا جب کہ اس کے اطراف سخت پہرا ہوتا تھا۔ بہرحال اسے ایک مشنری ہاسٹل پہنچا دیا گیا۔

اس وقت تک ہمیں پارس کے اغوا ہونے کا علم ہو چکا تھا۔ فرانس کی پولیس اور انٹیلی جنس والوں نے جگہ جگہ کی ناکا بندی کو اور سخت کر دیا۔ یہودیوں کی مشکلات بڑھ گئی تھیں۔ وہ اسے وہاں سے نکال کر لے جا نہیں سکتے تھے۔ انھیں کسی مناسب موقع کا انتظار تھا، اس طرح وہ دن اور وہ رات گزر گئی۔

دوسرے دن سپر ماسٹر کے کمپیوٹرمین وغیرہ پہنچے تھے اور پارس کو تلاش کرتے پھر رہے تھے، ادھر پارس بے چین ہو گیا تھا، شیبا اس سے رابطہ قائم نہیں کر رہی تھی، اسرائیلی حکام کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ شیبا، پارس کے دماغ میں جائے گی تو زیادہ سوچنے اور آرمر اسے تھپنے کی کوشش کریں گے، اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں لہٰذا شیبا کی خیال خوانی کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ انھیں پورا یقین تھا کہ ان کے قابو جاسوس پارس کو کسی طرح وہاں سے نکال لائیں گے لہٰذا انھوں نے شیبا کو پارس تک پہنچنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

وہ ہاسٹل میں پورا پہرا دے رہے تھے۔ پارس کے چہرے پر میک اپ تھا، وہی میک اپ جو پہرے داروں کو دکھایا گیا تھا تاکہ اسے باہر نہ جانے دیا جائے۔ ہاسٹل کے جوان غسل کرنے کے بعد چہرے پر کریم یا پوڈر لگاتے تھے۔ پارس نے ایک جوان کے ڈریسنگ کریم لی، چہرے سے میک اپ صاف کیا پھر اطمینان سے باہر آگیا۔ کتنے ہی طلبا ہاسٹل سے باہر آتے جاتے رہتے تھے۔ وہ بھی باہر نکلا، پہرے داروں نے اس پر ایک نظر ڈالی، پھر اسے نظر انداز کر دیا کیوں کہ یہ وہ چہرہ نہیں تھا جو انھیں دکھایا گیا تھا۔

باہر کچھ ایسے لوگ اس کی تاک میں تھے جو اس کا اصلی چہرہ اچھی طرح پہچانتے تھے۔ میں بروس مارٹن، رابرٹ رینگو اور ان کے پلان میکر کاذکر کر چکا ہوں، سلارا ابھی ہماری نظروں میں نہیں آئی تھی لیکن اس کی نظروں میں پارس آگیا تھا۔ وہ محض اتفاق سے پارس تک نہیں پہنچی تھی، ہر کام اتفاق سے نہیں ہو جاتا۔ بڑے بڑے کاموں کے لیے بڑی بڑی سازشیں ہوتی ہیں، سپر ماسٹر کے دو نجومی بڑی حیرت انگیز پیشگوئیاں کرتے تھے جن پر پہلے یقین نہیں آتا تھا۔ بعد میں وہ پیشگوئیاں کسی نہ کسی طرح پوری ہوتی تھیں، سلارا نے انہی دو نجومیوں میں سے ایک کو بھانس لیا تھا۔

ایک نجومی نے سپر ماسٹر کے سامنے پیشگوئی کی تھی، اگر ہماری ٹیم پیرس پہنچ کر انتظار کرے تو پارس مل سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک نامعلوم سی رکاوٹ ہے جو ابھی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ دراصل وہی دوسرا نجومی پارس کے حصول میں رکاوٹ بن گیا تھا۔ اگر وہ سلارا کے فریب میں نہ آتا تو پارس اب تک سپر ماسٹر تک پہنچ چکا ہوتا۔ اور نجومی کی پیشگوئی حرف بہ حرف درست ہوتی۔

دوسرے نجومی نے سلارا کو یقین دلایا تھا کہ وہ پارس کو حاصل کر سکتی ہے۔ وہ سحر زدہ ہو کر یا کسی کے جادو کے اثر سے یا ٹیلی پیتھی کے اثر سے اپنا سکون چھوڑ دے گا اور دربدر بھٹکے گا۔ سلارا اور اس کے بھائی جارج فری مین نے پلاننگ کی، انھوں نے سوچا، پارس، بابا صاحب کے ادارے میں ہے، وہاں نہ اس پر کوئی جادو کر سکتا ہے، نہ تنویمی عمل کر سکتا ہے البتہ شیبا یہودیوں کے زیر اثر ہے اور وہ اس کی ممی کہلاتی ہے، وہی خیال خوانی کے ذریعے اسے اپنے قابو میں کر کے وہاں سے نکال سکتی ہے۔

یہ سوچ کر جارج فری مین نے اپنے تمام ماتحتوں کو پیرس کی ان تمام یہودی عبادت گاہوں، ان کے مشنری ہاسٹلوں، قہوہ خانوں، شراب خانوں اور قمار خانوں میں پھیلا دیا۔ یہی وجہ تھی کہ پارس مشنری ہاسٹل سے نکلتے ہی سلارا کی نظروں میں آگیا تھا۔ وہ اپنے بھائی ہارڈی کے ساتھ پیرس میں موجود تھی۔ اس کے ماتحتوں

نے اطلاع دی تھی پارس ایک مشنری اسکول میں پہنچایا گیا ہے۔ اس کے بعد پھر نظر نہیں آیا۔ وہ دونوں بہن بھائی اسی ہاسٹل کے قریب بے الگ گیسٹ کی حیثیت سے رہنے لگے۔ انھیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ پارس بے چین ہو کر دوسرے ہی دن ہاسٹل سے نکل آیا تھا۔

وہ ہاسٹل سے نکلنے کے بعد سوچ رہا تھا اب بابا صاحب کے ادارے میں واپس جائے یا اپنی ممی کا انتظار کرے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ تنہا شام تک پیرس میں نہیں رہ سکے گا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے اسے تلاش کر رہے ہوں گے۔ اسی لیے تو اسے چھپا کر رکھا گیا تھا۔

وہ سوچتا ہوا ایک ٹیلی فون بوتھ کے پاس آیا۔ اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے میں فون کر کے اپنے لیے گاڑی منگوالے۔ اسی وقت ہارڈی نے اس کے سامنے آکر مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہیلو مسٹر پارس! میری آنکھوں میں دیکھو اور مجھے پہچانو۔"

پارس نے نظریں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا پھر جیسے اس کی آنکھیں ہارڈی کی آنکھوں سے چپک گئیں۔ دونوں بھائی آئرن اور ہارڈی اپنی آنکھوں کے ذریعے مسمریزم کرنے کے ماہر تھے۔ پارس کو محسوس ہو رہا تھا جیسے تیز آندھی چل رہی ہے اور اسے اڑاتی ہوئی ان آنکھوں کی دنیا میں لے جا رہی ہے۔ اسے ان آنکھوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

پھر جیسے وہ آنکھیں کہنے لگیں۔ "ماسٹر پارس! تمہارے پیچھے ایک کار آکر رک گئی ہے۔ میرا ہاتھ پکڑو اور میرے ساتھ چل کر اس کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔ وہاں بیٹھنے کے بعد تم پھر میری آنکھوں میں دیکھتے رہو گے۔"

پارس نے نظریں ہٹالیں۔ چپ چاپ اس کا ہاتھ پکڑ کر کار کی پچھلی سیٹ پر آیا۔ وہاں بیٹھ گیا۔ دروازے بند کر دیے گئے پھر وہ اس کی آنکھوں میں بے اختیار دیکھنے لگا۔ سلارا کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ وہ اسے جھیل کے کنارے والے ایک کاٹیج میں لے آئے۔ جب تک شہر میں جاری رہنے والی ناکا بندیوں کا سلسلہ ختم نہ ہوتا وہ وہاں سے جا نہیں سکتے تھے۔

اس کاٹیج میں ان کے ایک ماتحت نے رپورٹ دی۔ "مادام! ہم نے شہر میں دو ایسے ہم عمر لڑکے دیکھے ہیں جو پارس سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ جو لوگ ہیں، وہ انھیں سیو دیوں کی عبادت گاہوں میں لے جا رہے ہیں۔"

سلارا نے سمجھ لیا پارس کو تلاش کیا جا رہا ہے اور ایک ڈمی پارس تیار رکھا گیا ہے تاکہ جب اصل ہاتھ آئے تو اس کا تبادلہ ہو سکے۔ اس کے ماتحت نے چند تصویریں پیش کیں۔ کہا۔ "ہمارے آدمی ان تمام لوگوں کا تعاقب کر رہے ہیں۔"

سلارا نے میری تصویر ماسٹر بلیو کے ساتھ دیکھی، پھر کہتے ہوئے کہا۔ "ہارڈی! ذرا اس تصویر کو غور سے دیکھو، کیا یہ فراڈ ہو سکتا ہے؟"

اس نے تصویر دیکھی، پھر تائید کی۔ "ہاں، یہ ہمکے کیمرے میں ہے۔ فرانس کی حکومت چوبیس گھنٹے مستعد رہ کر اس کی حفاظت کرتی ہے۔ اس لیے اس نے کوئی خاص میک اپ نہیں کیا ہے۔"

انھوں نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا میری تصویر اپنے کیمرے کے ذریعے اتاری جائے۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ رات تک انھوں نے چھپ کر میری تصویر اتار لی۔ میرے کاٹیج کا پتا بھی معلوم کر لیا۔ اب شبہے کی گنجائش نہیں رہی تھی کہ میں ماسٹر بلیو کے ساتھ اس کاٹیج میں رہتا ہوں۔ ہارڈی نے کہا۔ "یہ اچھا موقع ہے۔ اگر ہم کسی طرح فراڈ کو یہاں سے اغوا کر لیں اور ٹرانسفارمیشن تک پہنچا دیں تو یہ ہماری زندگی کی سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔ ایک تو اس کی تمام صلاحیتیں ہم میں منتقل ہوں گی۔ دوسرے اپنا کام نکالنے کے بعد ہم اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں گے۔"

سلارا نے کہا۔ "ہارڈی! تم نے اور آئرن نے وعدہ کیا ہے کہ میرے اور جارج کے دماغ سے کام کرو گے۔ اپنی مرضی سے کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔"

"میں کوئی قدم نہیں اٹھا رہا ہوں — ایک تجویز پیش کر رہا ہوں۔"

"نہایت ہی نامعقول تجویز ہے۔ اس کے بیٹے کو اغوا کرنے میں اتنے پاپڑ بیلنے پڑ رہے ہیں۔ اسے یہاں سے لے جانا کوئی قصے کہانیوں والی بات نہیں ہے۔ ہماری ساری پلاننگ دھری کی دھری رہ جائے گی اور ہم ناکامی کا منہ دیکھنے کے ساتھ ساتھ خود ان کے سامنے بے نقاب ہو جائیں گے۔"

"فرض کرو، ہم پارس کو اغوا کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں، تب کیا فراڈ کے لیے کوشش کی جا سکتی ہے؟"

"میں جب کسی پلاننگ پر عمل کرتی ہوں تو اس کے ہر پہلو پر غور کر لیتی ہوں۔ اس لیے ناکامی کا چانس کم ہوتا ہے۔ جب میں پارس کو لے کر یہاں سے چلی جاؤں اور اپنی جگہ پہنچ جاؤں تو اس کے بعد تم کچھ بھی کر سکتے ہو لیکن فی الحال تمہیں میرے ساتھ ہی جانا ہے۔ وہیں وہاں پہنچتے ہی ایک ڈمی پارس تیار کرنا ہوگا۔"

شام کو ان کے ماتحتوں نے اطلاع دی۔ پولیس والے گھر گھر تلاشی لے رہے ہیں اور اب ان کا رخ جھیل کے ساحلی

علاقوں کی طرف ہے۔ وہ دونوں بھائی بہن رات نو بجے تک پریشان رہے۔ اب پارس کو کہاں چھپایا جائے؟ گھر گھر تلاشی لی جا رہی تھی۔ ایسے قدآور جوان کو دیکھ کر اس کی تصویر ایٹکٹی یک اپ کیمرے کے ذریعے اتاری جاتی تھی۔ ہر طرح سے اطمینان کرنے کے بعد ان گھر والوں کو بخشا جاتا تھا۔ پھر ایسے میں سلارا اور ہارڈی پولیس والوں سے بچ نہیں سکتے تھے۔ ہارڈی نے کہا۔ "سسٹر! ایسے میں تو ہمارا دماغ بہت کام کرتا ہے۔ کچھ ذہانت کا ثبوت دو۔"

وہ ٹہل رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے سوچنے کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "ایک طریقہ ہے۔ فی الحال پارس کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دیا جائے۔"

ہارڈی نے چونک کر حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم ہوش و حواس میں ہو؟"

"ہاں، وہی ایک کاٹیج ایسا ہے جہاں پولیس والے تلاشی نہیں لیں گے اور پارس محفوظ رہے گا۔"

"تم یہاں پارس کی حفاظت کے لیے آئی ہو یا اسے لے جانے کے لیے؟"

"پہلے اس کی حفاظت لازمی ہے۔ جب وہ پولیس کی نظروں سے محفوظ رہے گا تب ہی ہم لے جا سکیں گے۔ چلو پارس کو گاڑی میں لے چلو۔ ہم فراڈ کے کاٹیج کی طرف جائیں گے۔ تم پھر پارس کو آنکھوں کے ذریعے مسمیرائز کرو اور اسے سمجھاؤ کہ اسے جہاں پہنچایا جا رہا ہے، وہاں وہ رات بھر بیڈ روم میں آرام سے سوتا رہے۔ صبح چار بجے وہ بیدار ہو گا اور دبے قدموں اس کاٹیج سے نکل کر باہر آئے گا۔ باہر تمہاری کار کھڑی ہوگی۔ تم پھر اسے واپس ہمارے اسی کاٹیج میں لے آؤ گے۔"

ہارڈی نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "یہ بات تو سمجھ میں آرہی ہے کہ اس وقت تک پولیس والے ہمارے کاٹیج کی تلاشی لے کر جا چکے ہوں گے۔ دوبارہ پھر ادھر کا رخ نہیں کریں گے۔ اس طرح پارس کبھی ہمارے پاس محفوظ رہے گا لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ پارس اپنے باپ کے پاس پہنچنے کے بعد وہاں سے واپس آسکے گا۔ ممکن ہے کہ وہ میری آنکھوں کی قوت کے زیر اثر رہے گا یا کہیں فراڈ نے اسے دیکھ لیا تو؟"

سلارا نے کہا۔ "جس بیڈ روم میں پارس سوئے گا، اس کے دروازے کو اندر سے بند کر لے گا اور آرام سے بستر پر سو جائے گا۔ فراڈ اگر اسے دیکھے گا تو باہر کھڑکی سے ہی دیکھ سکے گا۔ اندر جانا چاہے گا تو دروازہ بند ہوگا۔ پھر وہ سوچے گا کہ بیٹے کی نیند میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے لہٰذا وہ صبح کے انتظار میں اپنے کمرے میں جا کر سو جائے گا لیکن اپنے بیٹے سے ملنے والی صبح باپ کی زندگی میں نہیں آئے گی کیوں کہ بیٹا چار بجے صبح ہی دبے پاؤں نکل کر ہماری کار میں آجائے گا۔"

جینیا کے قارئین کو معلوم ہے۔ ان بہن بھائیوں نے اس منصوبے پر عمل کیا اور مجھے چکمہ دے گئے۔ رات کو جب میں کاٹیج میں آیا تھا تو ٹھیک سلارا کی پلاننگ کے مطابق میں نے کھڑکی سے پارس ہی کو دیکھا تھا۔ اس کی نیند میں مداخلت کرنا نہیں چاہتا تھا۔ آخر وہ میرے ساتھ ہی کاٹیج میں تھا۔ صبح اس سے بات کر سکتا تھا مگر صبح تک معاملہ پھر بدل چکا تھا۔ مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ جسے میں نے رات کو دیکھا تھا وہ ماسٹر بلیو نہیں بلکہ میرا اپنا بیٹا پارس تھا جو میرے ہاتھ آکر نکل گیا تھا۔

ان دنوں پارس کی عجیب حالت تھی۔ وہ انھیں ہپناٹائز کا تعاقب نہیں کرتی تھیں لیکن وہ سحر زدہ سا رہتا تھا اور اپنی ذہانت سے یہ سوچتا بھی تھا کہ میرے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ لوگ کون ہیں؟ کیا چاہتے ہیں۔ مجھے کیوں یہاں چھپا رکھا ہے؟

اس نے سلارا سے کئی بار ایسے سوالات کیے۔ اس نے بڑی محبت سے اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ "تمہاری شیطانی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ایسی حالت میں وہ خیال خوانی نہیں کر سکتیں۔ اسی لیے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ میں یہاں سے تمھیں لے جانا چاہتی ہوں لیکن تم دیکھ ہی رہے ہو کہ پولیس والوں نے کتنا سخت پہرا لگا رکھا ہے۔ اب تمھیں کسی دوسرے میک اپ میں لے جانا ہوگا۔"

اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا تھا کہ پیرس میں کچھ ایسے بوڑھے آدمیوں کا انتخاب کرو جو قد و قامت میں پارس کے برابر ہوں اور ایک آدھ روز میں یہاں سے جانے والے ہوں اور ان کے کاغذات پر یہاں سے روانگی کی اجازت مل چکی ہو۔

دوسرے دن معلوم ہوا۔ ایک ایسے ہی قد و قامت کا پروفیسر لندن سے پیرس آیا ہوا ہے۔ اور دوسرے دن یہاں سے لندن جانے والا ہے۔ ادھر پولیس والوں نے پندرہ برس سے لے کر پچیس برس کے جوانوں پر پابندی عائد کی تھی کہ وہ ملک سے باہر نہیں جا سکتے۔ میری ہدایات پر وہ ایسی نوجوان لڑکیوں کو بھی چیک کرتے تھے جو قد و قامت میں پارس کے برابر ہوتیں۔ اگر اس پر عورت کا میک اپ کیا جاتا تو وہ ایک بھرپور جوان عورت دکھائی دیتا۔ اس لیے لڑکیوں اور عورتوں کو بھی سختی سے چیک کیا جاتا تھا۔

میرے دماغ میں یہ بات نہیں آئی کہ اسے ایک بوڑھے پروفیسر کے روپ میں بھی لے جایا جا سکتا ہے۔ سلارا کے آدمیوں

نے اس پروفیسر کو اغوا کیا' اسے سامنے بٹھا کر پارس کا میک اَپ کیا جب میک اَپ مکمل ہو گیا اس کے تمام کاغذات پر قبضہ جما لیا گیا۔ اس کے متعلق تمام معلومات حاصل کر لی گئیں تو اس کے آدمی پروفیسر کو کہیں لے گئے' اسے ختم کر دیا۔ اس کے چہرے اور جسم کو تیزاب کے ذریعے بگاڑ دیا تاکہ اس کی شناخت نہ ہو سکے۔

یہ بات عام ہو گئی تھی کہ پارس کو کسی عورت نے اغوا کیا ہے لہٰذا دوسرے دن پارس کے ساتھ صرف ہارڈی لندن تک گیا۔ اس کے دوسرے دن سلارا لندن پہنچی۔ اس طرح وہ اسے پیرس سے نکال لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ چوں کہ پروفیسر کے کاغذات میں امریکا تک جانے کی اجازت نہیں تھی اس لیے دوبارہ اجازت نامہ حاصل کرنے کے لیے انھیں لندن میں رکنا پڑا۔

انسانی جذبے کئی طرح کے ہوتے ہیں لیکن محبت کے جذبے میں سب سے زیادہ قوت ہوتی ہے۔ خواہ وہ محبوبانہ عشق ہو' بہن بھائی کا پیار ہو یا باپ بیٹے کی محبت۔ جب محبت جوش مارتی ہے تو آدمی تڑپ جاتا ہے۔ پارس کے ساتھ بھی یہی تھا۔ جوجو کی محبت جوش مارتی تو ایسا لگتا تھا جیسے وہ ہارڈی کی آنکھوں کے سحر سے نکل رہا ہے۔ کبھی کبھی جوجو اس سے دماغی رابطہ قائم کرتی تھی۔ دونوں باتیں کرتے تھے۔ یہ ملاقاتیں' یہ باتیں پارس کے اندر دماغی توانائی پیدا کرتی تھیں اور یہ توانائی جوجو کے سامنے تھوڑی دیر کے لیے ہارڈی کی آنکھوں کو بھلا دیتی تھی۔ ایک ایسے ہی موقع پر جب جوجو' پارس کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا تو رسونتی پہنچ گئی۔ رسونتی نے مجھے اطلاع دی۔ میں وہاں پہنچا تو اتنا ہی پتا چل سکا کہ وہ لندن میں ہے۔ ہمارے لیے اتنا ہی کافی تھا میں نے لندن کے ایجنٹوں کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ یہ بھی قارئین کو معلوم ہے کہ کس طرح وہ پروفیسر کے روپ میں لندن سے باہر جانے والا تھا' ہم نے اسے گھیر لیا تھا اور گھیرنے کے بعد بھی ناکام رہے تھے۔ سلارا پھر اسے ایک بار ہم سے چھین لے جانے میں کامیاب رہی لیکن وہ اسے لندن سے نہ لے جا سکی۔ یہ بھید کھل گیا تھا کہ پروفیسر کے روپ میں پارس ہے تو پھر سوال پیدا ہوا کہ پروفیسر کہاں گیا؟

ظاہر ہے اسے پیرس میں ہی غائب کیا گیا ہو گا تب ہی پارس کو وہاں سے لایا گیا تھا۔ پچھلے دنوں جو مسخ شدہ لاش پیرس کے مضافاتی علاقے میں ملی تھی' اس کے متعلق شبہ ہوا کہ پروفیسر کا چہرہ بگاڑ دیا گیا تھا تاکہ شناخت نہ ہو سکے۔ لہٰذا، لندن میں پارس کے ساتھ پروفیسر کے قاتلوں کو بھی تلاش کیا جانے لگا۔

سلارا بڑی ذہانت کا ثبوت دے رہی تھی۔ اس کے ذریعے ایک لڑکے کو ٹریپ کیا جو پارس سے مشابہت رکھتا تھا۔ اس پر پارس کا میک اَپ چڑھایا گیا۔ پھر اس میک اَپ ایک اور لڑکے کا میک اَپ چڑھایا گیا۔ چہرے پر ڈیزائن کرنے کے بعد اسی رات کی فلائیٹ سے اسے امریکا روانہ کرنے کے انتظامات کیے گئے۔ وہ ایئر پورٹ کی عمارت میں داخل ہوا تو وہاں نصب کیے ہوئے خفیہ اینٹی میک اَپ کیمرے نے بتا دیا کہ وہ میک اَپ میں ہے اور اس میک اَپ کے پیچھے اس کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ اس لڑکے کو فوراً حراست میں لیا گیا۔ انٹیلی جنس والوں کی توجہ اس لڑکے پر تھی' ادھر اصل پارس میک اَپ میں تھا۔ وہ ایئر پورٹ کی عمارت کے اس حصے میں گیا۔ فرانس کی حکومت ہم پر اتنی مہربان تھی کہ ہماری خاطر وہ گھر گھر تلاشی لیتی تھی۔ ایک ایک مسافر کو روکتی تھی۔ انگینڈی کی سرکار ہمارے لیے ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ دوسرے مسافروں کو پریشان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جب کہ ایک پارس گرفتار ہو چکا تھا۔ بہرحال گرفتار کرنے والوں کو بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس وقت تک سلارا پارس کو لے جا چکی تھی۔ امریکا پہنچنے سے پہلے ہارڈی نے پارس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے حکم دیا تھا کہ وہ امریکا کے کسی شہر کو خود نہ پہچانے۔ سلارا یا ہارڈی اسے بتائیں گے کہ کس ملک یا کس شہر میں اسے پہنچایا جا رہا ہے۔

جب پارس کو سلارا اور جارج فری مین کے خفیہ اڈے پر پہنچایا گیا تو وہ سحر زدہ تھا۔ اس کے بعد ہارڈی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حکم دیا "اب تم سحر زدہ نہیں رہو گے' اپنی تمام صلاحیتوں سے دماغی طور پر حاضر رہو گے اور اپنے ہی شعور سے کام لیتے رہو گے۔ اب آنکھیں بند کرو اور ایک منٹ کے بعد کھول دو۔"

پارس نے ایک منٹ تک آنکھیں بند رکھیں پھر جب انھیں کھولا تو وہ دماغی طور پر حاضر تھا۔ پورے شعور کے ساتھ خود کو پارس اوّل سمجھ سکتا تھا اور اپنے دماغ سے کام لے سکتا تھا۔ اس نے حیرانی سے چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھا۔ وہ ایک بڑا سا ہال تھا۔ وہاں دو بیڈ نظر آئے جس کے سرہانے ٹرانسفارمر مشینیں لگی ہوئی تھیں۔

اس نے دوسری طرف دیکھا۔ کچھ فاصلے پر اس کا ایک ہم شکل کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے سلارا ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے قریب ہارڈی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے سلارا کو دیکھ کر کہا "آنٹی! آپ نے کہا تھا۔ شیبا ممی نے مجھے

بلایا ہے لیکن آپ مجھے کہاں لے آئی ہیں؟"

سلارا نے کہا "یہ وہی جگہ ہے جہاں تمھاری ممی تمھیں پہنچانا چاہتی تھیں۔"

"لیکن یہ ٹرانسفارمر مشین اور یہ میرا ہم شکل لڑکا کس کے کیا معنی ہیں؟"

"کیا تم عقل پر زور دے کر اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ جب تک ہم ایک ڈمی پارس ادارے میں نہیں پہنچائیں گے' اس وقت تک تمھارے پاپا اور دوسرے لوگ مطمئن نہیں ہوں گے تمھاری شیبا ممی چاہتی ہیں کہ وہ لوگ مطمئن ہو جائیں اور تم آرام سے اپنی ممی کے ساتھ رہ سکو۔"

"میری ممی کہاں ہیں؟"

"میں کہہ چکی ہوں' وہ بیمار ہیں ابھی نہیں آ سکتیں۔"

"آخر وہ کتنے طویل عرصے سے بیمار ہیں۔ جب بھی میں پوچھتا ہوں آپ ان کی بیماری کا بہانہ کرتی ہیں۔ میں کوئی ناداں بچہ تو نہیں ہوں۔"

"کیا تمھیں ہم پر بھروسا نہیں ہے؟"

"اگر میرا اعتماد حاصل کرنا چاہتی ہو تو پہلے ممی کو میرے سامنے لاؤ۔ میں انھیں دیکھوں گا۔ پھر وہ جو حکم دیں گی' وہ کرتا جاؤں گا۔"

سلارا نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا "میں جانتی تھی' تم یہ ضد کرو گے۔ خواہ مخواہ اپنی ممی کو پریشان کرو گے۔ ڈاکٹر نے منع کیا ہے' ان سے کوئی نہ ملے لیکن تمھاری ضد سے مجبور ہوں۔ اُنھیں بلا دیتی ہوں لیکن زیادہ باتیں نہ کرنا۔"

وہ پارس کو ساتھ لے کر اس بڑے ہال سے نکلی پھر مختلف راہداریوں سے گزر کر ایک کمرے میں پہنچی۔ وہاں شیبا ایک آرام دہ بستر پر بیماروں کی طرح لیٹی ہوئی تھی۔ پارس اسے دیکھتے ہی دوڑتے ہوئے گیا۔ پھر اس سے لپٹ گیا۔ وہ بلا کا جالاک تھا۔ لپٹنے کے بہانے اس ڈمی شیبا کے چہرے کو چھو رہا تھا ٹٹول رہا تھا معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ماسک میک اَپ ہے یا عارضی؟ لیکن وہ جو بھی عورت تھی' اس کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی گئی تھی۔ پارس کو تسلیم کرنا پڑا۔ وہ اس کی ممی ہیں۔ عورت نے شیبا کی آواز اور لب و لہجے میں کہا "بیٹے! میں بہت بیمار ہوں۔ یہ لوگ میرا بہت خیال کر رہے ہیں۔ یہ میری منہ بولی بہن سلارا ہے۔ یہ جو کہہ رہی ہے' اس پر عمل کرتے جاؤ۔ میں جلد ہی صحت یاب ہو جاؤں گی۔ فی الحال ہم دونوں کے لیے یہ جگہ بہت محفوظ ہے۔ یہاں کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔"

سلارا نے کہا "بہن شیبا! ڈاکٹروں نے تمھیں زیادہ بولنے سے منع کیا ہے۔"

وہ پارس کو تھپک کر اس سے الگ کرتے ہوئے بولی۔ "آؤ بیٹے! چلیں۔ پہلے ضروری کام کر لیں۔ تاکہ ادارے میں تمھاری ڈمی پہنچائی جا سکے۔"

وہ اپنی ممی کو دیکھ کر مطمئن ہو گیا تھا۔ اس کا صدمہ بھی سُن چکا تھا لہٰذا وہ ٹرانسفارمر مشین کے مرحلے سے گزرنے کے لیے بستر پر لیٹ گیا۔ دوسرے بستر پر اس کی ڈمی کو لٹایا گیا' اس طرح اس کی ایک ڈمی تیار کر لی گئی۔ پھر انھیں اطلاع ملی کہ شیبا نے تل ابیب میں خودکشی کر لی ہے۔ ان کے منصوبے میں ایک خلل پیدا ہو گیا۔ جس ڈمی شیبا کو بیمار بنا کر رکھا گیا تھا' اب وہ ان کے لیے بے کار ہو گئی تھی۔ شیبا کی موت کی خبر وہ پارس سے زیادہ عرصے تک چھپا کر نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس بات کا اندیشہ تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی وقت بھی موقع پا کر خاص طور پر جو جو اس کے پاس آ کر اسے ممی کی موت کے بارے میں بتا سکتی تھی۔

ہارڈی نے کہا "اب پارس کو سب کچھ بتا دینا چاہیے۔ اس پر طویل تنویمی عمل کر کے اسے اپنے قابو میں رکھنا چاہیے۔"

جارج فری مین نے کہا "ابھی یہ مناسب نہیں ہے' جب ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آ کر اسے ہمارے خلاف بھڑکائیں گے تب اس پر طویل تنویمی عمل کیا جائے گا۔ ابھی تو یہ شیبا کے تنویمی عمل کے زیر اثر ہے اور بے اختیار اس روک لیتا ہے۔ کسی کو دماغ میں آنے نہیں دیتا ہے پھر ہمیں کس بات کا اندیشہ ہے؟"

انھوں نے فی الحال یہ بات چھپا کر رکھی۔ ڈمی شیبا کو اس کے سامنے پیش کرتے رہے۔ اُدھر شیبا کی موت سے انھوں نے فائدہ اٹھایا۔ اسرائیلیوں سے کہا "اگر تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دشمنی سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو ڈیڑھ کروڑ ڈالر ادا کرو۔ ہم پارس کو تمھارے حوالے کر دیتے ہیں۔" ان سے ایک کروڑ، پچیس لاکھ میں سودا طے ہو گیا۔ انھوں نے ڈمی پارس کو ان کے حوالے کر دیا۔ یوں ایک تیر سے دو شکار کھیلے۔ ادھر ہم سے کہا۔ اگر ہم آرمر کو ان کے حوالے کر دیں تو وہ اصل پارس کو وہاں سے بلک جھپکتے ہی نکال کر لے آئیں گے اور ہمارے حوالے کر دیں گے۔ یہ ہمارے لیے حیرانی کی بات تھی کہ اسرائیلی حدود میں ایک جوان کو پہنچا کر وہاں سے وہ کس طرح نکال لائیں گے۔ میں نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ وہ ڈمی پارس ہے۔ بعد میں میری بات درست نکلی۔ جب ہم نے یہودیوں کے خلاف پھر انتقامی کارروائی شروع کی تو جارج فری مین سمجھوتے پر آمادہ آیا۔ اس نے اپنی طرف سے سمجھا یا کہ جو مجرم ہیں' صرف انھیں سزا دینا چاہیے

دوسروں کو تباہ و برباد کرنے یا انھیں ہلاک کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور یہ سراسر انسان دشمنی ہوگی۔"

ہم نے اس کی بات تسلیم کرلی لیکن سمجھوتا یہی ہوا کہ اگر آرمر جائے گا تو ان کا ایک آدمی ضمانت کے طور پر ہمارے پاس رہے گا اور پارس بھی ہمیں واپس ملے گا۔ اس وقت تک ہم یہی سمجھ رہے تھے کہ پارس ان کے پاس ہے اور ہمیں ہر قیمت پر اپنے بیٹے کو حاصل کرنا ہوگا۔

لیکن بازی پلٹ گئی تھی۔ سلارا، جارج فری مین اور ہارڈی اپنے خاص ساتھیوں کے ساتھ جہاں رہتے تھے، وہ کون سی جگہ تھی۔ پارس اب تک معلوم نہ کرسکا۔ وہ ایک ویران سی جگہ تھی۔ آس پاس دور تک جنگلات دکھائی دیتے تھے اور جہاں وہ رہتے تھے وہ قلعہ نما عمارت تھی۔ اس قلعے میں موٹی موٹی دیواریں، موٹے موٹے ستون تھے۔ پارس ایک کھڑکی سے جھانک کر دیکھتا تو اسے دور نشیب میں جنگل ہی جنگل دکھائی دیتا تھا۔ وہ ہارڈی کی آنکھوں کے سحر میں نہیں تھا۔ اس پر شیبا کے تنویمی عمل کا اثر تھا لیکن وہ سوچتا تھا "اپنی ممی کے ساتھ اس جنگل میں کیوں ہے اور اس کی ممی آخر صحت یاب کیوں نہیں ہو رہی ہیں؟"

ایک رات اس نے شیبا کی ڈمی کے پاس لیٹتے ہوئے کہا۔ "مجھے نیند نہیں آرہی ہے۔ آپ جو کہانی سنایا کرتی ہیں وہ سنائیے۔"

اس نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ "آؤ سو جاؤ، میں تمھیں نئی کہانی سناتی ہوں۔"

پارس نے فوراً ہی اٹھ کر اسے غور سے دیکھا، پھر پوچھا۔ "کیا واقعی آپ مجھے پہلے کہانیاں سنایا کرتی تھیں؟"

وہ ڈنی کچھ بدحواس سی ہوئی۔ پارس نے کہا۔ "ہم دونوں بھائیوں کو کبھی عام بچوں کی طرح پالا نہیں گیا۔ ہمیں کسی نے کبھی کہانی نہیں سنائی، ہمیشہ زندگی کی تلخ حقیقتوں سے آگاہ کیا گیا ہے تم میری ممی نہیں ہو۔"

"بیٹے! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں تمھاری ممی ہوں۔"

"اگر ہو تو بتاؤ، گردن سے نیچے میرے جسم کے کس حصے پر دو تل ایک ساتھ ہیں۔"

وہ بچکرا کر رہ گئی پھر جلدی سے بولی۔ "تم اپنی ماں کا امتحان لے رہے ہو۔ دیکھ رہے ہو کہ میں بیمار ہوں، ایسے میں بھلا کیا یاد رہتا ہے اور اتنی اتنی سی باتوں کو کون یاد رکھتا ہے؟"

پارس کا شبہ یقین میں بدل رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا اس قلعے کے باہر جو جنگل ہے، یہاں سانپ پائے جاتے ہیں؟"

عورت کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس نے کہا۔ "تم جنگل کی بات کرتے ہو، اس قلعے میں بھی سانپ پائے جاتے ہیں۔ یہ بہت خطرناک سے بڑا ڈر لگتا ہے۔"

"آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔ آپ تو سانپوں کے کھیل کی ہیں۔ کیا آنٹی سلارا نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ میرے سلنے سانپوں سے نہیں ڈرنا چاہیے۔"

اس نے جلدی سے نہیں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں انھوں نے نہیں۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی، پھر جھنجلا کر بولی۔ "یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

پارس نے اس سے ذرا دور ہو کر کہا۔ "تم کوئی بھی ہو، اب میری ممی کا دل پلے نہ کرو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا پھر تم ہوئیں کیا کرسکتا ہوں؟"

پلنگ کے سرہانے والی میز پر ایک بڑا سا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ وہ مضبوط کانچ کا پیالہ تھا۔ پارس نے اسے اٹھا کر فضا میں اچھالا پھر ہی ہلکی آواز نکالتا ہوا چھلانگ لگاتا ہوا اوپر سے واپس آنے والے کٹورے کو ایک کرارے کا ہاتھ رسید کیا۔ کانچ کی ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر فرش پر آگیا۔ پھر اس نے پلٹ کر کہا۔ "یہ میرے ماسٹر والسورو کی کا حربہ ہے۔ یہ کرتب اگر میں نے تمھاری کھوپڑی پر دکھایا تو جانتی ہو کیا ہوگا؟"

وہ خوف زدہ ہو کر تھوک نگلتے ہوئے بولی۔ "میں مجبور ہوں، مجھے سانپوں سے ڈر لگتا ہے۔ انھوں نے مجھے دھمکی دی ہے اگر میں تمھاری ماں کا دل پلے نہیں کروں گی تو یہ مجھے سانپوں سے ڈسوائیں گے۔"

"تم کون ہو؟"

"میں تھیٹر میں کام کرنے والی اداکارہ ہوں۔ ہارڈی نے مجھے اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کیا پھر مجھے یہاں لے آیا۔ تمھاری طرح میں بھی نہیں جانتی کہ یہ کون سی جگہ ہے اور ہم کس ملک میں ہیں۔"

وہ سوجتی ہوئی نظروں سے اس عورت کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا۔ "تمھارا نام کیا ہے؟"

"ہیلما۔"

"اچھا ہیلما! اگر تم دوست بن جاؤ تو میں کسی پر یہ دستی ظاہر نہیں کروں گا۔"

"میں تمھاری دوست بن کر رہوں گی، تمھارے کام آؤں گی۔ بس ایک وعدہ کرو۔ مجھے سانپوں سے بچاؤ گے۔"

"تم تو ننھی بچیوں کی طرح ڈرتی ہو، بہرحال وعدہ کرتا ہوں، سانپوں کو تمھارے قریب نہیں آنے دوں گا۔"

"وہ تو زہریلے ہوتے ہیں۔ کیا تمھیں ڈر نہیں لگتا؟"

"ہمیں ڈرنا نہیں بہادری سے لڑنا سکھایا گیا ہے۔"

میں نے یہاں آکر تمھارا تذکرہ سنا تھا۔ سلارا اور جارج فری مین کہتے تھے، تم ولیہ بھی ہو اور ذہین بھی۔ لہٰذا تمھیں قابو میں رکھنا مشکل ہوگا۔ جب تم یہاں لائے جاؤ گے تو ان سب کو بہت محتاط رہنا ہوگا۔"

"تم مجھ سے پہلے یہاں آئی ہو، مجھے بتاؤ تم نے اس قلعے کے اندر کیا کچھ دیکھا ہے؟"

"اس قلعے کے پچھلے حصے میں ایک اندھا کنواں ہے، اس کے اندر کتنے ہی زہریلے سانپ کلبلاتے رہتے ہیں۔ ان کم بختوں نے مجھے زبردستی کنوئیں میں جھانک کر دیکھنے پر مجبور کیا، میری تو چیخیں نکل گئی تھیں۔"

"اگر تم نہ کہتیں تب بھی سمجھتا ہوں، تم نے یقیناً چیخیں ماری ہوں گی۔ آگے بتاؤ۔"

"اس قلعے کے اندر کئی قید خانے ہیں، آہنی سلاخوں کے پیچھے کچھ پاگل قسم کے لوگوں کو قید کیا گیا ہے۔ جب میں ادھر سے گزرتی ہوں تو وہ لوگ مجھے دیکھ کر ہنستے ہیں، مجھے اپنی طرف بلاتے ہیں اور دانت بجبجاتے ہیں۔"

"تم نے ان کے متعلق کچھ پوچھا نہیں کہ وہ کون ہیں؟"

"میں نے پوچھا تھا۔ سلارا نے کہا یہ سب ٹرانسفارمیشن کے ذریعے ہمارے مطیع اور فرمانبردار بنائے گئے ہیں، ہمارے ایک اشارے پر جان دے سکتے ہیں یا کسی کی جان لے سکتے ہیں۔ بے حد جنونی قاتل ہیں، عورتوں اور بچوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔"

"آگے بولو۔ اور کیا دیکھا؟"

"یہ بہن بھائی میرا مطلب ہے سلارا اور جارج فری مین کوئی ڈاکٹر معلوم ہوتے ہیں، پتا نہیں کیسے کیسے تجربات کرتے ہیں۔ ایک بہت بڑی لیبارٹری ہے جہاں یہ زیادہ سے زیادہ وقت گزارتے ہیں۔ قلعے کے اندر اور باہر میں نے کئی مسلح افراد دیکھے ہیں۔"

"اگر وہ مسلح رہتے ہیں تو یہاں اسلحہ خانہ بھی ہوگا۔"

"میں نے یہاں کے دو بڑے کمروں میں جدید قسم کے ہتھیار دیکھے ہیں۔"

"تم کوئی ہتھیار استعمال کرسکتی ہو؟"

"نہیں، میں تھیٹر میں صرف نقلی پستول استعمال کیا کرتی تھی، مجھے پٹاخوں کی آواز سے بھی ڈر لگتا ہے۔"

"کوئی ایسی چیز بھی ہے جس سے تمھیں ڈر نہ لگتا ہو؟"

"پارس! تمھیں ایک بری خبر سنانا چاہتی ہوں۔"

"سنا دو، تم نہیں سناؤ گی تو کوئی اور سنائے گا۔"

"تمھاری شیبا ممی نے خودکشی کرلی ہے۔"

پارس نے اسے بے یقینی سے دیکھا وہ بولی۔ "یقین کرو، میں نے سلارا کی زبان سے سنا ہے، وہ مجھے سختی سے سمجھا رہی تھی کہ شیبا کی موت کی خبر تمھارے کانوں تک نہیں پہنچنا چاہیے۔"

پارس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے تھے، پھر اس نے پوچھا۔ "کیا میری ممی کی موت میں جارج اور سلارا کا ہاتھ ہے؟"

"میں بھلا کیا کہہ سکتی ہوں۔ میں بھی تو تمھاری طرح ایک قیدی ہوں۔ کچھ ادھر اُدھر کی باتیں معلوم ہو گئی ہیں تو وہی بتا رہی ہوں۔"

وہ ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ ہیلما نے کہا۔ "مجھے پتا ہے، تمھیں بہت صدمہ پہنچ رہا ہے، مگر پریشان ہو کر، صدمہ اٹھا کر کیا کرو گے؟"

"میں جانتا ہوں، صدمہ اٹھانے سے میری ممی واپس نہیں آئیں گی لیکن میں سوچ رہا ہوں۔ پاپا۔ ماما یا آرمر انکل میرے دماغ میں آئیں اور مجھے ممی کے متعلق بتائیں لیکن وہ کیسے آسکتے ہیں، جب بھی آتے ہیں، میں سانس روک لیتا ہوں۔ کوشش کرتا ہوں نہ روکوں لیکن بے اختیار ایسا ہو جاتا ہے۔ پتا نہیں تنویمی عمل کا اثر میرے دماغ میں کب تک رہے گا؟"

"اسی وجہ سے تم قیدی بنے ہوئے ہو۔ اگر وہ کسی طرح سے تمھارے دماغ میں آجاتے تو تمھیں یہاں سے نکال لے جاتے۔"

"میں خود یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔ کیا تم اس قید سے رہائی چاہتی ہو؟"

وہ گھبرا کر بولی۔ "میں تمھارے ساتھ جاؤں گی۔ مگر یہاں سے بہت سخت پہرا ہے۔ جیسے ہی ہم باہر قدم نکالیں گے، وہ ہمیں گولی مار دیں گے۔"

"میں تنہا یہاں سے جاؤں گا تو وہ تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ کیوں کہ تم ان کے لیے بے کار ہو جاؤ گی۔ میری ممی کا دل پلے کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ لہٰذا تمھیں بھی سانپوں کے اندھے کنوئیں میں ڈال دیا جائے گا۔"

وہ چیخ مار کر بولی۔ "نہیں، ایسی بات نہ کہو۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"تمھیں زندہ رہنے کے لیے یہاں سے فرار ہونا پڑے گا۔"

وہ سہمی ہوئی تھی۔ وہاں سے فرار ہونے کا حوصلہ نہیں پا رہی تھی۔ پارس نے پوچھا۔ "کھانے کا سامان کس کمرے میں رکھا ہوتا ہے، میرا مطلب ہے، بند ڈبوں کا کھانا کہاں ہوتا ہے؟"

"یہاں ایک کمرہ ہے، میں وہاں جایا کرتی ہوں۔"

"وہاں سے کھانے کے جتنے ڈبے لاکر پلنگ کے نیچے

چھپا سکتی ہو، چھپا لو۔ یہ ہمارے کام آئیں گے۔ کیا تم لیبارٹری میں جا کر تیزاب کی بوتل لا سکتی ہو؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "تیزاب کا کیا کرو گے؟"

"کھانے کے بعد بتاؤں گا۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو، تیزاب سے تو بدن کی کھال اُتر جاتی ہے۔"

"میں اپنی یہ کھال اُتار کر یہاں سے جاؤں گا۔ کیا فائدہ ہے اس کھال کا، جب سے پیدا ہوا ہوں مصیبتیں اٹھا رہا ہوں۔"

"کیا تم سیدھی طرح مجھے نہیں بتاؤ گے؟"

"کیا تم سیدھی طرح میرے مشوروں پر عمل نہیں کرو گی؟"

"اچھی بات ہے، جو کہہ رہے ہو وہی کروں گی۔ مرنا تو ہے ہی چاہے یہاں موت آئے یا قلعے کے باہر۔"

"شاباش، اب حوصلے والی بات کی ہے نا۔ دیکھو، ایک بیگ حاصل کرو جس میں ہم کھانے کے ڈبے رکھ کر لے جا سکیں۔ پانی کی بوتل مل جائے تو اچھی بات ہے۔ یہاں کے کچن سے ایک بڑا سا چاقو اٹھا لانا۔"

وہ اسے اچھی طرح سمجھا کر کمرے میں چلا آیا۔ کھڑکی کے پاس آ کر باہر دور تک دیکھنے لگا۔ بہت دور قلعے کا ایک بہت بڑا دروازہ تھا جہاں تک ایک پختہ سڑک گئی تھی۔ اطراف میں بہت خوب صورت باغ نظر آ رہا تھا۔ کبھی کبھی جارج فری مین، سلارا اور ہارڈی ایک کار میں بیٹھ کر اس گیٹ سے باہر جاتے تھے۔ اس کے علاوہ دو اور گاڑیاں تھیں جو وقت بے وقت کسی کام سے باہر آتی جاتی تھیں۔ شام کے وقت پارس کو باغ میں جا کر ٹہلنے اور وقت گزارنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ وہ کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا ایسا کون سا طریقہ اختیار کرے کہ زیادہ لوگوں سے ٹکرانے کی نوبت نہ آئے اور وہ قلعے کے احاطے سے باہر پہنچ جائے۔

اگر وہ تنہا ہوتا تو ایک بار نا کام ہونے کے بعد بار بار فرار ہونے کی کوشش کرتا اور اس یقین کے ساتھ کہ وہ اسے جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اسے زندہ رکھ کر اس کے پاپا سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو حاصل کریں گے۔ اسے ہیلما کی فکر تھی۔ اگر پہلی بار فرار ہونے میں ناکامی ہوتی تو وہ ہیلما کو زندہ نہ چھوڑتے، کیوں کہ شیبا کی موت کا راز کھلنے کے بعد وہ ان کے لیے بے کار ہو گئی تھی۔

وقت گزرنے لگا۔ ہیلما اس کے مشوروں کے مطابق اس کی ضرورت کی چیزیں لا کر پلنگ کے نیچے چھپاتی رہتی۔ وہ خود اپنے کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھتا تھا۔ وہاں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو اس کے فرار ہونے میں معاون ثابت ہو تاہم کسی میں کام آتی۔ البتہ ایک چھوٹی سی ٹارچ تھی جو کسی وقت کام آ سکتی تھی۔

ایک دن پتا چلا، دوپہر کو سلارا اور جارج فری مین کہیں باہر جانے والے ہیں۔ اس نے ہیلما سے کہا "بیگ میں تمام کھانے کا سامان اور ضروری چیزیں رکھ لو۔ شاید ہمارے نکلنے کا وقت آ رہا ہے۔"

جارج فری مین نے فیصلہ کیا تھا۔ اب ہیلما کی ضرورت نہیں رہی لہٰذا اسے قلعے سے باہر لے جا کر موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے۔ اس کے لیے اس نے دو مسلح افراد کو پہلے ہی قلعے کے باہر جنگل میں بھیج دیا تھا۔ اور کہہ دیا تھا کہ ہیلما کو اپنے گھوڑوں پر جانے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ اسے کہیں راستے میں روک کر مار ڈالا جائے۔ اس قلعے کا راز کسی دوسری آبادی تک پہنچنے نہ پائے۔

اس نے اس مقصد کے لیے ہارڈی کو بلا کر کہا "جاؤ، ہیلما کو اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کر دو تاکہ وہ خود ہی راستے میں ہماری کار سے اُتر کر چلی جائے۔"

اس وقت پارس ہیلما کے کمرے میں تھا۔ دستک کی آواز سنائی دی۔ ہیلما نے پوچھا "کون ہے؟"

جواب میں ہارڈی کی آواز سنائی دی۔ ہیلما نے سرگوشی میں کہا "معلوم ہوتا ہے یہ کم بخت پھر آنکھوں سے سحر زدہ کرنے آیا ہے یا کوئی اور کام لینا چاہتا ہے۔"

پارس نے کہا "وہ بستر پر لیٹنے کے لیے کہے تو لیٹ جانا لیکن اس کی آنکھوں میں آنکھیں نہ ڈالنا۔ بند رکھنا۔ جیسے ہی وہ تم پر جھکے اور حکم دے کہ اس کی آنکھوں میں دیکھا جائے تو فوراً کروٹ بدل کر دور ہو جانا۔"

وہ دروازہ کھولنے گئی۔ پارس پلنگ کے سرہانے کی طرف چھپ گیا۔ اس نے ہیلما سے جتنی چیزیں لا کر پلنگ کے نیچے جمع کرنے کے لیے کہا تھا وہ سب وہاں موجود تھیں۔ ذرا سی دیر میں ہارڈی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "میری بہن سلارا اور بھائی جارج ابھی باہر جانے والے ہیں۔ تمھیں بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں لیکن اس سے پہلے تم میری آنکھوں میں دیکھو گی پھر یہاں سے جاؤ گی۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر پلنگ کے پاس لایا۔ پھر تحکمانہ لہجے میں بولا "یہاں لیٹ جاؤ۔"

وہ سر جھکائے ہوئے اس کی آنکھوں سے کترا رہی تھی۔ چپ چاپ لیٹ گئی۔ اس نے حکم دیا "چاروں شانے چت ہو جاؤ۔"

وہ چت ہو گئی مگر آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ ہارڈی نے اس پر جھکتے ہوئے کہا "آنکھیں کھولو اور میری آنکھوں میں دیکھو۔"

ہارڈی وہی کہہ رہا تھا جو پارس پہلے کہہ چکا تھا کیوں کہ یہ اس کا اور ہیلما کا تجربہ تھا۔ وہ اسی طرح اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کرتا تھا۔ جیسے ہی اس نے یہ الفاظ کہے ہیلما فوراً کروٹ بدل کر دور ہو گئی۔ اسی وقت پارس سرہانے کی طرف سے نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا۔ اس نے پیالے کا رقیق مادہ ہارڈی کی آنکھوں کی طرف پھینکا۔ ہارڈی کے حلق سے فلک شگاف چیخیں نکلنے لگیں۔ وہ ایسے تڑپنے لگا جیسے ذبح کیا جا رہا ہو۔ پارس نے پیالے کو ایک طرف پھینکا، پھر دوڑ کر اس کے بٹروں کو ٹٹولتے لگا۔ کوٹ کے اندر بغلی ہولسٹر میں ریوالور تھا۔ اس نے ریوالور نکال لیا۔ اسے چیک کیا۔ چیمبر بھرا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے کہا "ہیلما! تمام ضروری سامان بیگ میں رکھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ دوڑتا ہوا دروازے کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔ ہارڈی کی چیخیں دور تک گونجتی ہوئی گئی تھیں۔ چار مسلح افراد دوڑتے ہوئے آئے۔ ہارڈی کو سنبھالنے لگے۔ اس سے پوچھنے لگے۔ آخر کیا ہو گیا ہے۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ اس کے چہرے پر تیزاب پھینکا گیا ہے۔ کیوں کہ وہاں کا گوشت گل گیا تھا۔ اور آنکھیں ایسی ہو گئی تھیں کہ دیکھی نہیں جاتی تھیں۔ یہ وہی آنکھیں تھیں جن سے وہ بڑے بڑے شہ زوروں کو سحر زدہ کر دیتا تھا۔

جیسے ہی وہ مسلح افراد اندر آئے، پارس دبے قدموں باہر نکل گیا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا سلارا کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ وہ اپنے بھائی جارج کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی اسی طرف آ رہی تھی۔ اس نے بھی اپنے بھائی ہارڈی کی چیخیں سنی تھیں پھر پارس کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ اس نے ریوالور کا رُخ سلارا کی طرف کرتے ہوئے کہا "میں نشانے کا کچا نہیں ہوں، نمونہ پیش کرتا ہوں، تمھارے دائیں کان کے بُندے میں جو موتی دکھائی دے رہا ہے، وہ ابھی گولی سے اُڑے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹھائیں سے گولی چلائی۔ کان کا بُندہ موتی سمیت اُڑ گیا۔ سلارا کی چیخ نکلی۔ وہ لڑکھڑا کر گرنے والی تھی کہ اس کے بھائی نے سنبھال لیا۔ پارس نے کہا "میں زیادہ بات نہیں کروں گا۔ صرف گولی چلاؤں گا۔ لہٰذا اپنے آدمیوں سے کہہ دینا کوئی مجھے نشانے پر رکھنے کی حماقت نہ کرے۔"

سلارا گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ سنبھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ پارس تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ پھر اس نے پیچھے آ کر اس کے گریبان کو اپنی ایک مٹھی میں جکڑ لیا۔ ریوالور کی نال اس کی گردن سے لگا کر کہا "مسٹر جارج! آگے چلو اور اپنے آدمیوں کو حکم دیتے جاؤ کہ ہمارے راستے میں کوئی نہ آئے۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھتے ہوئے بولا "ماسٹر پارس، تم ابھی بچے ہو۔ ایسی ناداني نہ کرو۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہاں سے نکلنا چاہو گے تو موت تمھارے حصّے میں آئے گی۔"

"مسٹر جارج! یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اگر مجھے مار ڈالا گیا تو تمھارے ہاتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں آئے گا۔ دوسری بات یہ کہ مجھے اس وقت مارو گے جب تمھاری بہن میرے شکنجے سے نکل گئی۔ تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے ہیلما کے کمرے میں چلو۔ میں اسے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

اس وقت تک کتنے ہی مسلح افراد دوڑتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ پارس نے ڈپٹ کر کہا "فوراً حکم دو جو جہاں ہے وہیں رُک جائے۔"

جارج نے ذرا سی ہچکچاہٹ ظاہر کی۔ پارس نے کہا "آخری وارننگ دیتا ہوں۔ میں بوتا کم ہوں اور کرتا زیادہ ہوں۔ یہ دیکھو۔"

اس نے ٹھائیں سے گولی چلائی۔ جارج فری مین کے دونوں ہاتھ اٹھے ہوئے تھے۔ اس کی ایک ہتھیلی میں سوراخ ہو گیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ پھر پارس نے کہا "میں دوسری ہتھیلی کھوپڑی میں سوراخ کر دوں گا۔ فوراً حکم دو۔"

وہ تڑپ کر بولا "جو جہاں ہے وہیں رُک جائے کوئی آگے نہ بڑھے۔"

مسلح افراد دور ہٹ رہے تھے۔ مگر پارس کو نشانے پر رکھ رہے تھے۔ اس نے کہا "مسٹر جارج! میں کہہ چکا ہوں، مجھے نشانے پر نہ رکھا جائے۔"

جارج نے جھنجلا کر کہا "تم لوگوں نے سُنا نہیں، ہتھیار پھینک دو۔"

ان لوگوں نے ہتھیار پھینک دیے۔ اس وقت تک وہ آگے بڑھتے ہوئے ہیلما کے کمرے کے سامنے پہنچ گئے تھے۔ پارس نے کہا "ہیلما! فوراً اپنا سامان لے کر نکل آؤ۔"

کمرے سے ایک مسلح شخص نے نکلتے ہوئے کہا "سر! آپ کے بھائی کی بہت بُری حالت ہے۔ دونوں آنکھیں ضائع ہو چکی ہیں۔ چہرے پر تیزاب پھینکا گیا ہے۔"

سلارا لرزتے ہوئے کہا "اوہ گاڈ! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

ہیلما دونوں شانوں پر دو بیگ لٹکا کر باہر آ گئی۔ پارس نے کہا

میرے اور سلارا کے قریب نہ آنا۔ جارج فری مین کے ساتھ چلتی رہو۔ یہ ہمیں قلعے کے باہر اپنی کار تک لے جائیں گے۔"

جارج فری مین سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "میرا ایک ساتھی زخمی ہے۔ مجھے مرہم پٹی کا موقع دو۔"

پارس نے کہا۔ "فرسٹ ایڈ بکس ساتھ لے چلو۔ بعد میں خود ہی مرہم پٹی کر سکو گے۔ مجھ سے نادانی کی توقع نہ کرو۔ میں تمہیں ذرا سی دیر بھی رکنے کی مہلت نہیں دوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھائے تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ تاکہ جلد سے جلد باہر نکل کر مرہم پٹی ہو سکے۔ خون بہتا ہوا اس کی پوری آستین کو بھگو چکا تھا۔ اگر اسی طرح تیزی سے بہتا رہتا تو وہ چکرا کر گر پڑتا۔ وہ جہاں جہاں سے گزر رہے تھے۔ مسلح افراد دوڑتے ہوئے آتے دکھائی دیتے تھے۔ جارج فری مین غصے سے کہتا تھا۔ "دور رہو جاؤ۔ کوئی پارس کو نشانے پر نہ رکھے ہم بہن بھائی خطرے میں ہیں۔ یہ شیطان ہے۔ تم میں سے کوئی چالاکی دکھانے کی حماقت نہ کرے۔"

وہ قلعے کے بڑے دروازے سے نکل کر سامنے بڑے سے برآمدے کے پاس آئے۔ برآمدے کے پاس ہی ایک کار کھڑی ہوئی تھی جارج فری مین نے کہا۔ "میں ڈرائیو نہیں کر سکوں گا۔ کسی ڈرائیور کو لے لو۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہیلما تم ڈرائیو کرو گی۔ چابی اس سے لے لو۔"

ہیلما نے اس سے چابی لی۔ ڈکی کھولی۔ اس میں سامان رکھا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گئی۔ پارس نے کہا۔ "مسٹر جارج تم ہیلما کے پاس بیٹھو اور سلارا تم میرے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھو گی۔ ذرا آگے جا کر پچھلا دروازہ کھولو۔ میں جانتا ہوں۔ تم بہت ذہین اور حاضر دماغ ہو مگر ریوالور کی گولی ٹھیک تمہاری حاضر دماغی سے ہی گزرے گی۔"

اس نے احتیاط سے پچھلا دروازہ کھولا۔ پھر جھک کر آگے بڑھتی ہوئی پچھلی سیٹ پر آ گئی۔ پارس بھی بہت محتاط تھا۔ وہ اس کے گریبان کو اسی طرح پکڑے ہوئے تھا اور ریوالور کا رُخ اسی کی طرف تھا۔ دور دور تک مسلح افراد نظر آ رہے تھے لیکن سب کے بندوقیں جھکی ہوئی تھیں۔

ہیلما نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے احاطے کے مین گیٹ کی طرف جانے لگی۔ جارج فری مین نے ڈیش بورڈ سے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر حکم دیا۔ "دروازہ کھول دو۔ ہمیں باہر جانے دو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ وہ بڑا سا دروازہ کھولا جانے لگا۔ کار آہستہ آہستہ رینگتی جا رہی تھی۔ جب دروازہ کھل گیا تو ہیلما نے رفتار بڑھائی پھر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی باہر لے آئی۔ پارس نے کہا۔ "مسٹر جارج ٹرانسمیٹر پر حکم دو کہ دروازہ بند رکھا جائے۔ اگر ہمیں تعاقب ہوگا تو ہم گرفتار ہونے سے پہلے تم دونوں کو ختم کر دیں گے۔"

جارج فری مین نے پھر ٹرانسمیٹر کو آن کیا۔ اپنے لوگوں کو حکم "احاطے کا بڑا دروازہ بند رکھا جائے اور کوئی تعاقب میں نہ آئے۔ اگر انھیں تعاقب کا شبہ ہوگا تو ہم جان سے جائیں گے۔ لہٰذا میرے حکم پر سختی سے عمل کیا جائے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا پھر کہا۔ "ماسٹر پارس! میں انسانیت کا ثبوت دو۔ میرا خون بہت بہہ چکا ہے۔ مجھے مرہم پٹی کرنے دو۔"

"ایک عورت اور ایک بچے کو اغوا کرنے والا انسانیت کی بات کر رہا ہے۔"

اس نے ایک میل دور جانے کے بعد ہیلما سے گاڑی روکنے کے لیے کہا۔ گاڑی رک گئی۔ پھر اس نے کہا۔ "ہیلما فرسٹ ایڈ بکس لاؤ اور اس کی مرہم پٹی کر دو۔"

وہ اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ اس نے سلارا سے پوچھا۔ "ہاں تو میں تمہیں آنٹی سلارا کہا کرتا تھا۔ اب معلوم ہوا۔ چاہے بناوٹی مقدس رشتہ جوڑ لو۔ آدمی جب شیطان بنتا ہے۔ عورت جب چڑیل بنتی ہے تو کوئی رشتہ اثر نہیں کرتا۔ اگر تم کبھی ماں، بہن کی اور رتھا اور ہیلما کو کیا جائے گا تب میں پوچھوں گا ماں باپ کے لیے ایک بچے کی زندگی کتنی اہم ہوتی ہے کس طرح ان کے دن کا سکون اور راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے۔ وہ کھانا پینا بھول جاتے ہیں۔ مگر میں یہ فضول باتیں کروں گا ہوں۔ ابھی یہ باتیں تم پر اثر نہیں کریں گی۔ لہٰذا کام کی باتیں کرو اور یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ جنوبی امریکا کا ایک جنگل ہے۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"میں سچ کا یقین کیسے دلا سکتی ہوں؟"

"میں تمہارے دوسرے کان کا بُندہ بھی ایک ٹھائی سے اڑا دوں گا۔"

وہ ایک دم سے لرز کر بولی۔ "نہیں نہیں، میں نے جھوٹ کہا گولی نہ چلانا۔ میں سچ بتا رہی ہوں۔ یہ شمال مشرقی افریقہ کا ایک جنگل ہے۔ تم تمام بہن بھائی ٹیکساس سٹی میں رہتے تھے۔ وہاں سے ہزار میل دور یہاں کیسے چلے آئے؟"

"جب ہمیں ٹرانسفارمیشن کا نقشہ اور اس کی پوری تفصیل حاصل ہو گئیں تو ہم اپنے ایک تجربے کار مکینک کو ساتھ لے کر آ گئے۔ ہم جانتے تھے کہ امریکا میں ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا جائے گا۔ وہاں سپر پاور کی حکومت ہے۔ وہ کسی بھی تہ خانے یا کسی بھی دروازے کے پیچھے مشین کو چھپانے نہیں دے گا۔"

"کیا وہ قلعہ تم لوگوں کی ملکیت ہے؟"

"ہاں ہمارے باپ دادا کے زمانے سے یہ ہمارا ہے۔ ہمارے دادا امیروں کی تلاش میں افریقہ آئے تھے۔ انھوں نے یہ قلعہ تعمیر کروایا تھا۔"

"یہاں سے قریبی آبادی کتنی دور ہے؟"

"تقریباً تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ قلعے سے آنے جانے کے لیے یہی ایک چھوٹی سی پختہ سڑک ہے۔ میں تم سے تجربات میں زیادہ ہوں۔ تمہیں سمجھاتی ہوں۔ تم یہاں سے فرار ہونے کی حماقت کر رہے ہو۔ اگر اس سڑک سے ذرا بھی بھٹک گئے تو شاید ساری زندگی جنگلات میں بھٹکتے رہو گے۔ کسی بستی میں پہنچو گے تو وہاں وحشیوں کی آبادی ہوگی اور تم وہاں سے زندہ واپس نہیں آ سکو گے۔"

پارس نے اطمینان سے کہا۔ "بولتی جاؤ تم جوئی کا شوق جوان ہو رہا ہے۔ تمہیں اپنی زندگی بہت پیاری ہے۔ اسی لیے مجھے زندہ رکھنے پر اصرار کر رہی ہو۔ چونکہ اب تمہاری موت قریب ہے اس لیے بولتی جاؤ، یہ بتاؤ۔ ٹرانسفارمیشن قلعے کے کس حصے میں چھپا کر رکھی گئی ہے؟"

"میرے بیڈ روم کے نیچے تہ خانہ ہے۔ اسی تہ خانے میں وہ مشین ہے۔"

"جب مجھے اس مشین کے پاس لے جایا گیا تو مجھے راستوں کا علم نہیں ہوا۔ کیا صرف انھی آنکھوں کا سحر تھا؟"

"ہاں میرے دونوں بھائی آئرن اور ہارڈی آنکھوں سے سحر زدہ کرنے کے ماہر ہیں۔ جسے ایک بار اپنی گرفت میں لیتے تھے۔ وہ پھر زندگی بھر ان کے اثر سے نہیں نکل سکتا تھا لیکن ایک بائیولوجسٹ کی تیز نگاہیں بڑی ذہنیتیں پہنچائی گئیں۔ جسمانی اور دماغی طور پر ٹارچر کیا گیا۔ جس کی وجہ سے ان کی دماغی توانائی کچھ کم ہو گئی۔ آنکھوں کا اثر پہلے جیسا نہ رہا۔ اسی لیے تم اور ہیلما ہارڈی کے اثر سے نکل جاتے تھے اور اسے بار بار تم لوگوں کو سحر زدہ کرنا پڑتا تھا۔"

"واپس جا کر اپنے بھائی کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور اس سے کہنا زندہ رہ جاؤ تو یہی بہت ہے۔ اب نہ آنکھیں رہیں گی نہ آنکھوں کا سحر۔"

ہیلما نے کہا۔ "ماسٹر پارس! موم پٹی ہو چکی ہے۔"

اس نے کہا۔ "اور ویل گاڑی ڈرائیو کرو۔ اس کے بعد اسے چھوڑ دینا۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرنے لگی۔ پارس نے پوچھا۔ "مسٹر جارج! میرے پاپا سے کس قسم کے معاملات طے ہو رہے ہیں؟"

اس نے جواب دیا۔ "ہم نے تمہارے بدلے آرمر کا مطالبہ کیا ہے۔ تمہارے پاپا آرمر کو اس شرط پر بھیجنے کے لیے تیار ہیں کہ ہمارا کوئی آدمی ان کے پاس ضمانت کے طور پر رہے۔"

"کیا یہ معاملات طے ہو چکے ہیں؟"

"ابھی نہیں۔ ہم کہتے ہیں، تم تین بھائیوں میں سے کسی کو ضمانت کے طور پر رکھا جائے لیکن تمہارے پاپا سلارا کو اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔"

"آخر میرے پاپا ہیں، بہرحال تم نے کیا جواب دیا؟"

"ہم نے انکار کیا ہے۔ تمہارے پاپا نے ہمیں سوچنے کی مہلت دی ہے۔"

ہیلما نے مزید دو میل جانے کے بعد گاڑی روک دی۔ پارس نے کہا۔ "تم گاڑی سے اتر کر پیدل قلعے کی طرف جاؤ۔ میں تمہاری بہن کو لے جا رہا ہوں۔"

جارج نے کہا۔ "یہ نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی بہن کو نہیں چھوڑوں گا۔"

"ضد کرو گے تو بہن کی لاش کاندھے پر اٹھا کر لے جاؤ گے۔"

"آخر تم اسے کیوں لے جانا چاہتے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "جب باپ پردیس سے آتا ہے تو بچہ پوچھتا ہے۔ ابا جی! میرے لیے کیا لائے۔ تب باپ اس کی پسند کی ٹافی یا کھلونا پیش کرتا ہے۔ اسی طرح میں واپس گیا اور پاپا نے پوچھا۔ بیٹے میرے لیے کیا لائے ہو تو میں سلارا کو پیش کر کے سرپرائز دوں گا۔ آخر انھوں نے تم سے اسی کا مطالبہ کیا ہے نا؟"

وہ اگلی سیٹ کی طرف سے سر گھما کر بولا۔ "ماسٹر پارس! خواہ مخواہ ضد نہ کرو۔ میں اپنی بہن کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ اسے لے جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"کون آلو کا پٹھا تم سے اجازت مانگ رہا ہے۔ تم گاڑی سے باہر جاتے ہو یا دوسرے کان کا بُندہ اڑا کر دکھاؤں؟"

سلارا نے چیخ کر کہا۔ "نہیں، جارج! نہیں، تم باہر جاؤ۔ میری فکر نہ کرو۔"

"لیکن سلارا! یہ نادان ہے، اپنے آپ کو بہت سمجھ رہا ہے آگے جا کر کہیں بھی خطرہ محسوس کرے گا تو تمہیں گولی مار دے گا۔"

"جارج! تم ایسے وقت ذہانت اور حاضر دماغی سے کام لینا بھول جاتے ہو۔ حالات کا جو تقاضہ ہے اسے پورا کرو۔ میری فکر نہ کرو۔ میں تمہارے پاس واپس آؤں گی۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا گیا۔ اسی وقت دور کہیں سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ پارس نے کہا۔ "میں جانتا تھا، وہ گاڑیاں لے کر تعاقب نہیں کریں گے لیکن ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہم پر نظر رکھیں گے۔ ہیلما! ڈیش بورڈ سے ٹرانسمیٹر نکال کر جارج کو دو۔"

اس نے ٹرانسمیٹر نکال کے جارج کے حوالے کیا۔ جارج گاڑی کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ پارس نے کہا۔ "اپنے آدمیوں سے کہو، ہیلی کاپٹر سے بھی تعاقب کیا گیا تو سلارا واپس نہیں ملے گی۔"

وہ اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کر کے یہی بات بتانے لگا۔

ذرا سی دیر میں ہیلی کاپٹر کی آواز دور ہوتی چلی گئی۔ پارس نے کہا۔ "مسٹر جارج! ٹرانسمیٹر واپس گاڑی میں ڈال دو۔"

اس نے گاڑی کی اگلی سیٹ پر ٹرانسمیٹر رکھ دیا۔ ہیلما نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر اسے آگے بڑھا دیا۔ جارج پیچھے رہ گیا۔ ایک ہی جگہ کھڑا انھیں جاتے دیکھتا رہا۔ دانت پیس کر سوچتا رہا۔ "کمبخت! دیکھنے میں لڑکا سا ہے مگر کتنا چالاک ہے۔ ایک ٹرانسمیٹر بھی میرے پاس چھوڑ دیتا تو میں اپنے لیے گاڑی منگوا لیتا۔ پتا نہیں کتنا خون بہہ چکا ہے، مجھے اس حالت میں تین میل تک پیدل چلنا ہوگا۔"

آدھے گھنٹے تک ڈرائیو کرنے کے بعد ہیلما نے پارس کی ہدایت کے مطابق گاڑی روک دی۔ اس نے کہا۔ "سامنے رکھا ہوا ریوالور اور کارتوس کی پیٹی مجھے دو۔"

اس نے وہ دونوں چیزیں اس کے حوالے کر دیں۔ اس نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "سلارا! باہر آؤ اور اپنا تم اس کی تلاشی لو۔"

سلارا باہر نکلتے ہوئے بولی۔ "آخر میری تلاشی کیوں لینا چاہتے ہو؟ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔"

"میں اپنا اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔"

ہیلما سر سے پاؤں تک تلاشی لینے لگی۔ پھر اس نے کہا۔ "کچھ نہیں ہے۔"

پارس نے کہا۔ "یہ جس انداز میں اپنے بھائی سے گفتگو کر رہی تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے، اسے ہم سے نجات حاصل ہونے کی پوری امید ہے۔ اس کے پاس ایسی کوئی چیز ہے جو اپنے لوگوں کی رہنمائی کرتی ہے گی، شاید یہ گھڑی ہے یا یہ انگوٹھی۔ پلیز! ان دونوں کو اتار کر یہاں جھاڑیوں میں پھینک دو۔"

سلارا نے ریوالور کی طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ "میں حیران ہوں کہ تم اتنے ذہین کیسے ہو؟"

اس نے گھڑی اور انگوٹھی اتاری۔ پھر انھیں دور ایک جھاڑی کی طرف پھینک دیا۔ پارس نے کہا۔ "کان کا وہ بندہ جو رہ گیا ہے، مجھے بار بار فائرنگ پر اکساتا ہے اسے بھی اتار کر پھینک دو اور ہاں! دیکھو تمھارے بالوں میں ہیئر پن ہے یہ بھی کوئی ضروری نہیں ہے۔"

وہ لڑکھڑا کر گاڑی سے لگ گئی۔ شدید حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تم انسان نہیں، شیطان کے بچے ہو۔"

"میرا باپ سنے گا تو ناراض ہو جائے گا۔ جلدی کرو۔"

اس نے کان کا وہ بندہ اتارا۔ پھر بالوں سے، ہیئر پن نکالی، انھیں بھی دور جھاڑیوں میں پھینک دیا۔ پارس نے حکم دیا۔ "اب تم اگلی سیٹ پر ہیلما کے ساتھ بیٹھو گی۔ ہیلما چلو ڈرائیو کرو۔"

وہ دونوں گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ پارس نے ہیلما سے گاڑی کی چابی لی۔ ڈکی کھول کر دیکھا۔ دو بڑے بیگ میں کھانے کا سامان پانی کی چار بڑی بوتلیں، ایک لمبا سا چاقو، ایک چھوٹا لالٹین رکھی ہوئی تھی۔ ان کے علاوہ وہ اس ڈکی میں پہلے سے موجود رسیوں کا بڑا سا بنڈل پڑا ہوا تھا۔ اس نے ڈکی بند کر دی۔ پھر اندر فرسٹ ایڈ بکس بھی رکھا ہوا تھا۔ ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

اس کے پہلے ریوالور میں چار گولیاں رہ گئی تھیں۔ اس نے ان سے گولیاں نکال کر جیب میں رکھیں۔ پھر خالی ریوالور سلارا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے تم رکھو۔"

اس نے پلٹ کر حیرانی سے دیکھا۔ پھر بولی۔ "کیا تم مجھے بھروسا دے رہے ہو؟"

"میں تمھارے پیچھے بیٹھا ہوں۔ تم اسے استعمال نہیں کر سکو گی۔"

سلارا نے وہ ریوالور لے لیا۔ پھر اس کے چیمبر کو دیکھا تو ہنس کر بولی۔ "کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ میں اسے باہر پھینک دوں گی۔"

"میں نے ایسی بے وقوفی کی ہے۔"

اس نے جھنجلا کر ریوالور کو کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ پھر بولا۔ "کیا تم مجھے چڑا رہے ہو؟"

"ایک چڑاتا ہے۔ دوسری چڑ جاتی ہے۔ کیا تم ایک نتھنی ہی ہو؟"

"میں حیران ہوں۔ تم کیا چیز ہو؟ کیا تمھیں یہ باتیں بنانے کی بھی ٹریننگ دی گئی ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "میری ہتی نے مجھے اس قابل بنایا ہے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے اندر ایسی ذہانت بھر دی ہے کہ لوگ حیران رہ جاتے ہیں لیکن آج دنیا کو حیران کر دینے والی قوم نہیں رہی۔ کیا تم بتا سکتی ہو۔ انھوں نے کیوں خودکشی کی؟"

"تمھارے باپ کی خود غرضی ہو سکتی ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ شیبا بہو دیوں کے کام آئے گی اور ہمارے کسی کام کی نہیں ہے گی تو اس نے اسے خودکشی پر مجبور کر دیا۔"

"تم مجھے کب تک نادان بچہ سمجھتی رہو گی۔ کیوں بہکانے والی باتیں کر رہی ہو؟"

"تمھیں میری باتوں کا یقین نہیں آئے گا۔"

"مجھے بہت سی کام کی باتیں سکھائی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ دشمن کی کسی بات کا یقین نہ کرو۔ خواہ وہ کتنی ہی سچی کیوں نہ ہو کیونکہ دشمن کا پیچ کبھی کبھی دھوکا دے جاتا ہے۔"

اس نے کارتوس کی پیٹی اور ریوالور کو اپنے قریب رکھا۔ پھر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھنے لگا۔ دور تک جنگل ہی جنگل دکھائی دے رہا تھا۔ اونچی نیچی پہاڑیاں تھیں۔ سلارا نے پوچھا۔ "مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"یہ میں تمھارے بھائی کے سامنے بتا چکا ہوں۔"

"کیا تم نادانی کی باتیں نہیں کر رہے ہو؟ مجھے یہاں سے پیرس لے جاؤ گے؟ جبکہ ہم میں سے کسی کے پاس پاسپورٹ اور ضروری کاغذات نہیں ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔ قریبی شہر پہنچنے تک پاپا سے رابطہ قائم ہو جائے۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے ہر ناممکن بات ممکن ہو جائے گی۔"

"کیا ابھی رابطہ قائم نہیں ہو رہا ہے؟"

"ہوتا ہے مگر میں بے اختیار سانس روک لیتا ہوں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ آخر تنویمی عمل کا اثر کب تک رہے گا؟"

"اگر دیر ہا ہو تو؟"

"آسان سی ترکیب ہے۔ میں خود کو زخمی کر دوں گا تو میری دماغی توانائی کم ہو جائے گی۔ میرا ذہن اتنا حساس نہیں رہے گا کہ خیال خوانی کی لہریں بول کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اس کے بعد پاپا تمام اور انکل آرمر سے خوب باتیں ہوں گی وہ میرے لیے تمام راستے آسان کرتے جائیں گے۔"

سلارا نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "جب یہ بات اتنی آسانی سے ہو سکتی ہے تو خود کو تھوڑا زخمی کیوں نہیں کر لیتے۔ کیوں ان سے رابطہ قائم نہیں کرتے؟"

"اس لیے کہ میں کسی کی مدد حاصل کرنا اپنی کمزوری سمجھتا ہوں۔ اپنے باپ کی بھی مدد نہیں چاہتا۔ جب مجبور ہو جاؤں گا، نجات کا کوئی راستہ نہیں ملے گا تب اپنے آپ کو زخمی کر کے پاپا کو دماغ میں آنے کی دعوت دوں گا۔"

"یہاں سے پیرس تک جانے کے لیے تمھیں اپنے باپ کی مدد لینا ہی پڑے گی۔"

"ابھی وہ مرحلہ دور ہے۔ پہلے کسی شہر تک پہنچنے تو دو۔"

"جب میں نے گھڑی اتار کر جھاڑی میں پھینکی تھی، اس وقت چار بج رہے تھے۔"

ہیلما نے اپنی رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب پونے پانچ ہو رہے ہیں۔"

پھر سلارا نے کہا۔ "ایک گھنٹے بعد اندھیرا ہونے لگے گا۔ پھر کہر چھا جائے گی۔ کیا کرو گے؟ رات کے وقت اس جنگل سے گزرنا بڑا ٹھنڈی ہو گی؟"

"میں اتنا جانتا ہوں۔ گھنے جنگلوں میں آبادی نہیں ہوتی لیکن جہاں سے یہ سڑک گزرتی ہے۔ اس سڑک کے کنارے چھوٹی چھوٹی بستیاں ہوں گی۔"

"تم درست کہہ رہے ہو۔ کچھ آگے جا کر ایک کچا راستہ دائیں طرف جاتا ہے۔ اس راستے پر گاڑی لے جاؤ گے تو آدھے میل کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی ملے گی۔"

پارس سوچنے لگا۔ سلارا جس بستی میں جانے کا مشورہ دے رہی ہے، وہاں کوئی خطرہ پیش آ سکتا ہے لیکن وہاں جانے کے سوا چارہ بھی نہ تھا۔ اندھیری رات میں جنگل کے درمیان سے گزرنا خطرناک ہو سکتا تھا۔ اگر راستے میں گاڑی خراب ہو جاتی اور پیدل چل کر کسی پناہ گاہ کی تلاش میں جانا ہوتا تو زہریلے سانپوں کا زیادہ خطرہ تھا۔ پھر خونخوار شیر اور دوسرے درندے بھی کہیں سے لپک سکتے تھے۔ اس نے ہیلما سے کہا۔ "گاڑی اسی کچے راستے پر موڑ لو۔ ہم بستی میں رات گزاریں گے۔"

ہیلما آگے جا کر گاڑی کچے راستے پر موڑنے لگی۔ پارس نے کہا۔ "ذرا گاڑی روکو۔"

گاڑی رک گئی۔ اس نے کہا۔ "سلارا! میرے پاس چلی آؤ۔ اس بستی کے لوگ تمھارے آدمی ہو سکتے ہیں لہٰذا میں احتیاطی تدابیر بہم عمل کرتا رہوں گا۔"

وہ اگلی سیٹ سے نکل کر پچھلی سیٹ پر آ گئی۔ گاڑی پھر آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ہی گھاس پھونس کی جھونپڑیاں نظر آئیں۔ گاڑی کی آواز سن کر بیسیوں عورتیں، بچے اور مرد باہر نکل آئے۔ ایک موٹا سا عبشی گلے میں ہڈیوں کی مالا پہنے ہوئے تھا۔ سر پر کسی جانور کی کھال تھی۔ اس پر جنگلی پھینے کے دو بڑے بڑے سینگ نظر آ رہے تھے۔ جیسے وہ سینگ موٹے عبشی کے سر پر اگے ہوں۔ وہ ان کا سردار معلوم ہوتا تھا۔

ہیلما نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ پارس نے سلارا کے لباس کو پیچھے سے پکڑتے ہوئے کہا۔ "چلو اترو۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آئی تو سب لوگ پارس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ ان کے سردار نے غصے سے کچھ اپنی زبان میں کہا۔ سلارا نے اسی کی زبان میں کچھ جواب دیا۔ پارس نے کہا۔ "یا انگوٹھی نہ اتارنا نہیں سمجھتے اور اگر نہیں تو مجھے بتاؤ، تم کیا بول رہی ہو؟"

"میں اسے سمجھا رہی ہوں۔ کوئی حماقت نہ کرے تمھارا نشانہ بہت خطرناک ہے۔"

"ان سے کہو۔ ہمارے رہنے کے لیے ایک جھونپڑی خالی کر دیں۔ ہم صبح ہوتے ہی چلے جائیں گے۔"

وہ یہی بات کہنے لگی۔ پارس نے دور ایک جھونپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ سب سے الگ تھلگ ہے۔ ہم وہاں رہیں گے۔ ان سے کہہ دو جھونپڑی کے قریب کوئی نہ آئے۔ اگر کسی کے قدموں کی آہٹ بھی ملے گی تو میں گولی مار دوں گا۔"

اپنے سردار کے حکم پر اس جھونپڑی کے مکین اپنا سامان لے کر نکلنے لگے۔ ایک بچہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دوڑتا جا رہا تھا اور منہ سے ایسی آوازیں نکال رہا تھا جیسے ہوائی جہاز چلا رہا ہو۔ پارس نے اچانک ہی سردار سے انگریزی زبان میں پوچھا۔ "کیا یہاں سے

کوئی ہیلی کاپٹر گزر چکا ہے؟"

سردار نے بے اختیار ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر وہ پریشان ہو کر سلارا کو دیکھنے لگا۔ پارس نے کہا۔ "دیکھا میں نے اسے یہاں آتے ہی انگریزی سکھا دی۔ تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ اس سے انگریزی میں گفتگو کرو۔"

وہ غصے سے بولی۔ "تم جیسے جاہل ہی جاہل قوم کے سردار ہوتے ہیں، تم نے اس کی بات پر سر کیوں ہلایا؟"

وہ بے بسی سے بولا۔ "ایک گھنٹا پہلے یہاں سے ایک ہیلی کاپٹر گزرا تھا۔ بات درست تھی۔ بے اختیار میرا سر ہاں کے انداز میں ہل گیا۔"

سلارا نے دور اس بچے کو کھیتے ہوئے دیکھا جو ابھی نضا میں ہاتھ اٹھا کر جہاز اڑانے کے انداز میں دوڑ رہا تھا۔ پھر پارس سے کہا۔ "بائی گاڈ، تم خطرناک حد تک ذہین ہو۔"

"تم میری تعریف کرو۔ میں تمہاری ذہانت کی تعریف کرتا ہوں۔ تم حالات کو سمجھتے ہوئے میرے احکامات کی تعمیل کرتی جا رہی ہو لیکن کسی وقت بھی میرے لیے زبردست خطرہ بن سکتی ہو۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے جھونپڑی کے اندر آ گئے۔ پارس نے اندر آ کر چاروں طرف جھونپڑی کا جائزہ لیا پھر ہیلما سے کہا۔ "تم باہر جا کر چاروں طرف گھوم کر دیکھو۔ اگر کوئی قریب نظر آئے تو سردار کو وارننگ دو۔ آئندہ آس پاس کوئی دیکھا نہ جائے اور ان سے ایک بڑی سی رسی مانگ کر لے آؤ۔"

ہیلما باہر گئی۔ سلارا نے پوچھا۔ "رسی کا کیا کرو گے؟"

"میں ہمیشہ ایک ہاتھ سے تمہارا لباس پکڑ کر دوسرے ہاتھ میں ریوالور لیے نگرانی نہیں کر سکتا۔ تمہیں باندھ کر ایک طرف ڈالنا ہوگا۔"

تھوڑی دیر بعد ہیلما رسی لے کر آ گئی۔ پارس نے کہا۔ "میں ریوالور لیے کھڑا ہوں۔ اس کے ہاتھوں کو اچھی طرح پشت پر باندھ دو۔"

ہیلما اسے باندھنے لگی۔ پھر اس کے پاؤں بھی باندھ دیے۔ اس نے کہا۔ "جھونپڑی کے آس پاس کوئی نہیں ہے۔ سردار اپنے دروازے پر کھڑا ہماری جھونپڑی کی طرف دیکھ رہا ہے۔"

"باہر جا کر کہو۔ سلارا اسے بلا رہی ہے جب وہ آنے لگے تو مجھے بتا دینا۔"

وہ باہر گئی پھر اونچی آواز میں سردار سے بولی۔ "سلارا اسے بلا رہی ہے۔" پھر چند لمحوں بعد اس نے کہا۔ "ماسٹر پارس! وہ آ رہا ہے۔"

پارس نے کہا۔ "سلارا! اب تم اپنی زبان سے کہو کہ وہ ہماری جھونپڑی کے اندر آ جائے۔"

سلارا نے اونچی آواز میں اسے اندر آنے کے لیے کہا۔ وہ باہر سے چیخ کر بولا۔ "میں تمہاری جھونپڑی کے اندر نہیں آؤں گا۔ مجھے جو بات کرنا ہے باہر آ کر کہو۔"

پارس نے کہا۔ "تم نہیں آؤ گے تو میں سلارا کو گولی مار دوں گا۔"

"اسے جان سے مار کر میرا کیا بگاڑ لو گے؟ ہماری ان کی دشمنی اتنی ہی ہے کہ وہ ہمیں ہنستے میں کھانے کا سامان پہنچاتے رہیں اور ان کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔"

سلارا نے ناگواری سے پوچھا۔ "تم آخر یہ کیا کر رہے ہو؟"

"اسے احتیاطی تدابیر کہتے ہیں۔ جب تمہارے بھائی چارلی نے ہیلی کاپٹر والوں کو واپس جانے کے لیے کہا تو وہ دور ہونے کے دھوکے میں اس دھوکے میں رہا کہ وہ قلعے کی طرف واپس گئے ہیں لیکن وہ آگے بڑھ کر اس بستی کی طرف آئے تھے۔ اس بستی سے بھی آگے گزر کر وہ پہاڑ گئے ہیں۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں۔ وہ یہاں کسی وقت بھی شب خون ضرور ماریں گے۔"

وہ کارتوس کی پیٹی شانے سے لٹکا کر ریوالور لیے باہر آ کر ہیلما سے بولا۔ "ذرا جھونپڑی کے آس پاس دیکھو۔"

اس نے گھوم کر دیکھا۔ پھر کہا۔ "کوئی نہیں ہے۔" سامنے سردار کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔ پارس نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "میں اپنی نشانہ بازی دکھانا چاہتا ہوں۔ بولو تمہارے سر کے کس سینگ کو نشانہ بناؤں؟"

سردار نے کہا۔ "بچے ہو بچے ہی رہو۔ یہ سینگ عظمت اور طاقت کی علامت ہیں۔ اسے صرف حکمران پہنتے ہیں۔"

"اور جسے چاہتے ہیں سینگ مارتے ہیں۔"

پھر اس نے ہیلما سے کہا۔ "سلارا کے پاؤں کھول دو۔ ہاتھ بندھے رہنے دو پھر اسے یہاں لے آؤ۔"

ہیلما اندر گئی۔ تھوڑی دیر بعد سلارا کو دھکا دیتے ہوئے باہر آئی۔ پارس نے کہا۔ "یہ عظمت اور طاقت کی علامت سینگ پہنے کھڑا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ ایک جنگجو حکمران یا سپاہی کی طاقت اس کے پاؤں میں ہوتی ہے۔ یہ پاؤں اسے میدانِ جنگ میں ثابت قدم رکھنے ہیں۔ یا پھر بزدل کی طرح بھاگنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ جب پاؤں نہیں رہیں گے تو عظمت اور طاقت کہاں رہے گی؟"

یہ کہتے ہی اس نے ٹھائیں سے گولی چلائی۔ سردار چیخ مار کر اچھلا اور زمین پر گر پڑا۔ اس کی ایک ٹانگ زخمی ہو گئی تھی۔

یہ منظر دیکھتے ہی تمام حبشی نیزے اور تیر کمان لے کر اپنی اپنی جھونپڑیوں سے نکلنے لگے۔ پارس نے کہا۔ "سلارا! اگر اپنی زندگی چاہتی ہو تو ان کی زبان میں سمجھاؤ کسی نے بھی حملہ کیا تو تمہارے ساتھ ساتھ کے سردار کی بھی جان جائے گی۔"

وہ سلارا کے پیچھے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا اور سردار کو نشانے پر رکھے ہوا تھا۔ سلارا سے پہلے سردار نے چیخ کر انہیں اپنی زبان میں سمجھایا۔ "کوئی حملہ نہ کرے۔ یہ پاگل کا بچہ ہمیں کچھ سوچنے سمجھنے کا فیصلہ کرنے کی مہلت نہیں دیتا ہے فوراً گولی چلا دیتا ہے۔"

سلارا اس کی باتوں کا مطلب پارس کو سمجھا رہی تھی۔ پارس نے چاروں طرف کھڑے ہوئے حبشیوں کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا ان میں کئی لڑکے جوان تھے۔ اس نے انگریزی میں پوچھا۔ "میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں کون ایسا شخص زور ہے جو اپنے سردار کی جگہ لے سکتا ہے کیونکہ جو زمین پر گر پڑے اور حکمرانی کے ان سینگوں کو سنبھال کر نہ رکھ سکے۔ وہ سردار بن کر رہنے کا مستحق نہیں ہے۔"

سردار نے تڑپ کر کہا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو، تم میرے آدمیوں کو میرے مقابلے پر لا رہے ہو۔ نہیں نہیں، میں سردار ہوں، سردار ہوں۔"

ایک ہٹے کٹے قد آور جوان نے آگے بڑھ کر اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "میں زیادہ شہ زور ہوں اور یہاں کسی کو بھی مقابلے کے لیے چیلنج کر سکتا ہوں۔"

اس کے چیلنج پر کتوں کے سر جھک گئے تھے جو مگرمچھ جان تھے اور مقابلہ کر سکتے تھے۔ انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ان میں سے دو نے آگے بڑھ کر اس شہ زور کی حمایت میں کہا۔ "ہم اس کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں۔ سردار اسی کو بننا چاہیے۔"

ان دونوں نے آگے بڑھ کر زمین پر پڑے ہوئے سردار کے سر سے سینگوں والا تاج اتارا پھر اس شہ زور کے سر پر لا کر رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی بستی کے تمام مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے گھٹنے ٹیک کر اس کے سامنے سر جھکانے لگے۔ نئے سردار نے پارس کو مخاطب کر کے کہا۔ "بگ بابا! تمہارے آنے سے میرے سردار بننے کا راستہ آسان ہو گیا۔ بولو، میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

پارس نے کہا۔ "آج رات ہم پر بھاری ہے۔ باہر سے حملہ ہوگا۔ تم ہمارے لیے کیا کر سکتے ہو؟"

نئے سردار نے سلارا کی طرف بے بسی سے دیکھا۔ پھر پارس سے کہا۔ "مادام کا ہم پر احسان ہے۔ رات کو حملہ کرنے والے بھی ان کے آدمی ہوں گے وہ ہمیں ہتھیار اور بارود سپلائی کرتے ہیں، کھانے کی چیزیں دیتے ہیں۔ ہم ان سے نمک حرامی نہیں کر سکیں گے۔"

"پھر کیا کر سکو گے؟"

"ہم آپ کو یہاں سے بھاگنے کا موقع دیں گے۔ آپ یہاں سے فوراً دور جا سکتے ہیں، چلے جائیں۔ اپنی جان بچانے کی کوشش کریں۔"

"یعنی تم میرے لیے صرف اتنا ہی کر سکتے ہو۔ سلارا اور اس کے بچوں کے نمک خوار اور وفادار ہو۔ کیا تم سلارا کو مرتے ہوئے دیکھ سکو گے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"یہی تو سمجھا رہا ہوں۔ جب رات کو باہر سے حملہ ہوگا لوگ مجھے مارنے آئیں گے تو میں سلارا کو ماروں گا۔ کیا تم اسے بچا سکو گے؟"

"نہیں، تم ایسا نہیں کرو گے۔"

"میں اسی وقت ایسا نہیں کروں گا جب تم باہر سے آنے والوں کو حملہ کرنے کی اجازت نہیں دو گے۔ نمک حلالی اور وفاداری بہت اچھی چیز ہے۔ اب بتاؤ، سلارا کو کیسے بچاؤ گے؟"

وہ الجھ کر رہ گیا۔ کوئی جواب نہ دے سکا بے بسی سے سلارا کو دیکھنے لگا۔ سلارا نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پارس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "آخر تم کتنے چالاک ہو۔ اس بے چارے کو میری ہی وفاداری کی زنجیر میں جکڑ رہے ہو۔"

"میں جانتا ہوں۔ اس وقت چاروں طرف سے مشکلات میں گھرا ہوا ہوں۔ لہٰذا تمہیں مشکلات میں ڈالنے کی کوشش کروں گا۔ اسی میں میرا تحفظ ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہے۔ یہاں سے بچ کر نکلنا بہت مشکل ہے۔ اسی لیے میں ایک قیدی کی طرح تمہارے ساتھ اطمینان سے ہوں۔ جانتی ہوں، آگے جا کر کیا ہوگا۔"

"ہم تم کچھ نہیں جانتے۔ آگے تو وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔"

نئے سردار نے کہا۔ "میں اتنا وعدہ کرتا ہوں کہ میرے کسی آدمی کی طرف سے تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔ تم ہمارے معزز مہمان ہو اور تمہارا مجھ پر احسان ہے لیکن باہر سے آنے والے تمہیں نقصان پہنچائیں گے تو میں خاموش تماشائی کی طرح دیکھتا رہ جاؤں گا۔ اگر تم مادام سلارا کو جان سے مارنا چاہو گے تو بھی میں کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ یہ حملہ کرنے والوں کی ذمے داری ہے کہ وہ مادام کو بخیریت یہاں سے لے جائیں۔"

"میں اتنا ہی چاہتا ہوں تمہارا کوئی آدمی میری مخالفت نہ کرے۔ باقی میں آنے والوں سے نمٹ لوں گا۔"

وہ سلارا اور ہیلما کے ساتھ جھونپڑی کے اندر آ گیا۔ رات ہو چکی تھی۔ جانوروں کی چربی سے جلائے جانے والے چراغ روشن تھے جو رات آج مہمان آئے ہوئے تھے اور وہاں ایک نیا شخص سردار بنا تھا۔ اس خوشی میں کئی مشعلیں روشن کی گئی تھیں۔ وہ لوگ ڈھول تاشے بجا کر ناچ رہے تھے گا رہے تھے لیکن ڈھول کی آواز میں عجب خطرے کا احساس ہوتا تھا۔ ان کے کالے کالے ناچتے، تھرکتے ہوئے جسم مشعلوں کی روشنی میں موت کے سائے کی طرح رقص کر رہے تھے۔ موت اس بستی میں سچ مچ رقص کرنے والی تھی لیکن وہ مطمئن تھے کہ حملہ کرنے والے ان میں سے کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے کیونکہ وہ اپنے آقاؤں کے وفادار تھے۔

پارس بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا۔ آئندہ کیا ہو سکتا ہے۔ حملہ کرنے والے اچانک ہی چاروں طرف سے نہیں آئیں گے کیونکہ سلارا کی جان خطرے میں ہے۔ وہ چپ چاپ دبے قدموں آگ کے پیلے سلارا کو اس سے دور لے جانے کی کوشش کریں گے۔ اس کے بعد اسے گرفتار کریں گے

اس نے ہارڈی کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے ضائع کر دی تھیں، ہو سکتا ہے سزا کے طور پر وہ اسے مار ہی ڈالیں۔

اس نے سلارا کے بندھے ہوئے ہاتھ کھولتے ہوئے کہا "میرا پروگرام بدل گیا ہے۔ چلو اٹھو۔"

اس نے پوچھا "کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"ہم یہاں سے جائیں گے۔"

"کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے؟ اتنی رات کو جنگل میں کہاں جاؤ گے؟"

"جب موت بھری بستی میں آ سکتی ہے تو پھر جنگل میں جانے سے ڈرنا کیسا۔ چلو اٹھو۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔"

"تم یہ بھول رہی ہو میں ایک بار کہتا ہوں اور دوسری بار گولی چلا دیتا ہوں۔"

"اور تم یہ بھول رہے ہو مجھے مار دو گے تو یہ بستی والے بھی تمھیں جانے نہیں دیں گے کیونکہ یہ میرے وفادار ہیں اور میری موت برداشت نہیں کریں گے۔"

"آخر کو عورت ہو نا کہاں تک ذہانت کی باتیں کرو گی۔ حماقت پر ضرور اتر آؤ گی۔ یہ نہیں سوچو گی کہ ڈوبنے والا تنکے بھی لے ڈوبے گا۔ بھئی جب مجھے مرنا ہی ہے تو یہ کیوں سوچوں کہ تمھیں مارنے کے بعد مجھ پر کیا گزرے گی۔ بلا سے جو بھی گزرے۔"

یہ کہہ کر وہ دو قدم پیچھے گیا۔ پھر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "میں نمونے کے طور پر تمھارے ایک بازو پر گولی چلا رہا ہوں۔ یہ پسند نہیں ہے تو اپنی ایک ہتھیلی اوپر اٹھاؤ تاکہ تمھارے بھائی کی طرح تمھاری ہتھیلی میں بھی سوراخ ہو جائے۔ میں اور کچھ نہیں بولوں گا۔ صرف تین تک گنوں گا۔ ایک۔ دو۔۔۔"

وہ چیخ کر بولی "نہیں نہیں، میں چل رہی ہوں، تمھارے ساتھ چل رہی ہوں۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پارس نے پھر ایک ہاتھ سے اس کے لباس کا پچھلا حصہ مٹھی میں جکڑ لیا۔ اسے آگے کی طرف دھکا دے کر جھونپڑی سے باہر نکلا۔ وہ لوگ ناچ گانے میں مگن تھے۔ سردار نے ادھر دیکھا تو اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ہاتھ اٹھا کر سب کو رقص کرنے سے روک دیا۔ پھر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

پارس نے کہا "ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔"

وہ سلارا کو دھکا دیتا ہوا کار کی طرف جانے لگا۔ سردار نے کار کی طرف آتے ہوئے کہا "ضد نہ کرو۔ مادام کی حفاظت کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ ہم انھیں کیسے یہاں سے جانے دیں گے؟"

"تم روکنا چاہو تو روک سکتے ہو مگر تمھیں مادام کی لاش ملے گی۔"

سلارا نے پریشان ہو کر کہا "تم لوگ پیچھے ہٹ جاؤ، مجھے جانے دو۔ اس جوان کی ابھی چند سانسیں باقی ہیں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ کس حد تک جا سکتا ہے۔"

وہ سب پیچھے ہٹ گئے۔ پارس اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ سیلا نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ ہیڈ لائٹس آن کیں اور اسے آہستہ آہستہ ڈرائیو کرتی ہوئی بستی سے نکلنے لگی۔ تمام لوگ کھڑے دیکھ رہے تھے اور گاڑی ان سے دور ہوتی جا رہی تھی۔

وہ اسی کچے راستے پر ڈرائیو کرتی ہوئی پکے راستے پر آ گئی۔ سیلا نے کہا "ماسٹر پارس! میں نے اپنی زندگی میں تمھارے جیسا جوان ہمت نہیں دیکھا۔ تم قدم قدم پر ذہانت، حاضر دماغی اور دلیری کا ثبوت دیتے آ رہے ہو، پہلے میں ڈر رہی تھی کہ تمھارے جیسے چھوکرے کے ساتھ قلعے سے نہیں نکلنا چاہیے۔ بے موت ماری جاؤں گی، لیکن اب ماری گئی تو مجھے افسوس نہیں ہو گا۔ تم نے اپنی لیاقت سے زیادہ میرا احترام کیا ہے۔ میں تمھاری احسان مند ہوں۔ اب تمھارے ساتھ مرنا بھی خوش قسمتی سمجھتی ہوں۔"

وہ بول رہی تھی اور رفتار بڑھاتی جا رہی تھی۔ ونڈ اسکرین کے پار ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور تک سڑک صاف اور شفاف دکھائی دے رہی تھی۔ آس پاس جنگل بہت گھنا اور تاریک تھا۔ اس تاریکی میں دشمن پتا نہیں کہاں تاک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فی الحال کوئی رکاوٹ روکنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک گھنٹا گزرنے کے بعد سلارا نے کہا "مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

ہیلا کی گھڑی میں رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ پارس نے اسے ایک طرف کار روکنے کے لیے کہا۔ پھر وہ اتر کر ڈکی میں سے کھانے کے تین ڈبے اور پانی کی ایک بوتل لے آئی۔ وہ دونوں نے تھوڑی دیر تک کھاتے رہے۔ پھر پانی پینے کے بعد آگے بڑھے ابھی ان کے راستے میں رکاوٹیں نہیں آ رہی تھیں۔ اس کی وجہ یہ کہ دشمن پچھلی بستی میں گھر لینے کی امید کر رہے تھے۔ اب وہ امید ہو چکی ہو گی اور وہ ان کا کہیں آگے جا کر راستہ روکنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ انسانوں کے علاوہ درندوں کا بھی خوف تھا۔ کبھی کبھی ان کی گرج دار آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ کوئی جنگلی درندہ جو بڑی ڈھٹائی سے سڑک پر دور تک بیٹھے ہوئے دکھائی دیتے تھے جب تک گاڑی بالکل قریب نہ آتی۔ وہ راستہ نہیں چھوڑتے تھے۔ بالکل قریب آنے پر وہ اچھل کر کنارے چلے جاتے تھے۔ کوئی بندر کار کی چھت پر بیٹھ جاتا تھا۔ دور تک سفر کرتا ہوا تھا۔ پھر چھلانگ لگا کر سڑک پر جھکی ہوئی شاخوں سے لٹک کر پیچھے رہ جاتا تھا۔

تقریباً آدھا سو کلو میٹر جانے کے بعد گاڑی کی رفتار سست ہو گئی۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور ایک درخت گرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ اس طرح گرا ہوا تھا کہ پورا راستہ رک گیا تھا۔ گاڑی آگے نہیں جا سکتی تھی۔ ظاہر تھا کہ درخت خود نہیں گرا ہو گا۔ کسی نے گرایا ہو گا۔

پارس نے کہا "گاڑی روکو اور ریورس گیئر میں تیزی سے پیچھے چلاتی جاؤ۔"

اس نے گاڑی روکی۔ پھر گیئر بدل کر پیچھے کی طرف تیزی سے جانے کی کوشش کرنے لگی۔ پارس کی سمجھ میں یہی آیا تھا کہ جہاں درخت گرایا گیا ہے وہیں آس پاس دشمن چھپے ہوں گے۔ لہٰذا دور چلے جانا چاہیے۔

جب گاڑی بہت دور چلی گئی تو اس نے کہا "گاڑی روک دو۔"

گاڑی رک گئی۔ وہ جلدی سے باہر آیا۔ اس سے چابی لی پھر ڈکی کھول کر دونوں عورتوں سے کہا۔ وہ اس کے پاس چلی آئیں۔

ہیلا فوراً چلی آئی۔ سلارا بیٹھی رہی۔ پارس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ پھر اسے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "سیدھی طرح بات مان لیا کرو۔ دیر کرو گی اور اپنے آدمیوں کا انتظار کرو گی تو نقصان اٹھاؤ گی۔"

اس نے ڈکی کے پاس آ کر ایک بیگ کھولا۔ اس میں سے چاقو نکال کر بٹنوں کی بیلٹ میں پھنسایا۔ ٹارچ لے کر جیب میں رکھی۔ ایک بیگ اٹھا کر ہیلا کی پشت پر باندھتے ہوئے کہا "اسے تم لے کر چلو گی۔ پھر دوسرا بیگ اٹھا کر سلارا سے کہا "میری طرف پشت کرو اور اسے اٹھاؤ۔"

"میں اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکوں گی۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی پارس نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے گئی۔ پھر پینترا بدل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا وہ بھی لڑنے میں مہارت رکھتی ہے۔

پارس نے کہا "وقت ضائع مت کرو۔ میں اس وقت تم سے مقابلہ کر کے تمغہ حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ کیا تمھارے لیے پھر ریوالور نکالوں؟"

وہ دو میل پر گئی۔ ناگواری سے آگے بڑھ کر اس کے سامنے آئی۔ پھر دوسری طرف گھوم گئی۔ پارس اس کی پشت پر بیگ باندھنے لگا وہ بولی "کیا تم سمجھتے ہو بیگ کر نکل جاؤ گے؟"

"اگر میں ایسا نہ سمجھتا تو فضول سی کوشش نہ کرتا۔ میں جانتا ہوں، لاہ ہماری طرف فائرنگ نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ تم ہمارے ساتھ ہو راستہ کی تاریکی میں کوئی گولی ان کی مالکہ کو بھی لگ سکتی ہے۔"

دو بیگ دونوں کی پشت پر باندھنے کے بعد پارس نے بٹنوں کا بنڈل اٹھایا۔ اس کے ایک شانے سے کار توس کی پیٹی لٹک رہی تھی۔ دوسرے شانے پر رسیوں کا بنڈل لٹکا لیا۔ پھر کار کے اندر سے فرسٹ ایڈ بکس نکال کر ہیلا کو دیتے ہوئے کہا "سوری، اسے بھی پکڑنا ہو گا۔ کیونکہ میرے ایک ہاتھ میں ریوالور اور دوسرے ہاتھ میں چاقو رہے گا۔"

جب وہ تینوں تمام ضروری سامان سے لیس ہو گئے تو پارس نے انھیں ذرا دور جانے کے لیے کہا۔ جب وہ دور گئیں تو اس نے یوزو سے دو فائر کیے۔ ٹھائیں ٹھائیں کی آواز سے کار کے دو پہیے بے کار ہو گئے۔ ہیڈ لائٹس پہلے ہی بجھا دی گئی تھیں۔ پھر وہ دونوں کو ساتھ لے کر سڑک سے نیچے اترتے ہوئے بولا "میرے پیچھے چلتی رہو ہیلا، تم سلارا کا خیال رکھو۔ اگر ہماری رفتار سے نہ چلے تو دھکے دیتی جانا، میں ایسے وقت کسی کے نخرے برداشت نہیں کروں گا۔"

وہ سڑک سے اترنے کے بعد نشیب میں جا رہے تھے۔ تاریکی میں پتا نہیں چل رہا تھا کہ کدھر جا رہے ہیں۔ کبھی کبھی جھاڑیاں راستے میں آتیں تو وہ راستہ بدل کر دوسری طرف گھوم جاتے تھے۔ تاریکی کے باوجود ساتھ چلنے والی دونوں عورتیں سائے کی طرح نظر آ رہی تھیں۔ اس نے آہستگی سے کہا "اب ہم میں سے کوئی بات نہیں کرے گا۔ نہ ہی کسی طرح کی آواز نکالے گا۔ ہو سکتا ہے دشمن بھی ہماری تلاش میں اسی طرف آ رہے ہوں۔"

وہ خاموشی سے چلنے لگے۔ اس کے باوجود رات کے سناٹے میں گھاس کی سرسراہٹ ابھرنے لگی تھی۔ پارس چند قدم چلنے کے بعد رک جاتا تھا اور انھیں بھی رکنے کے لیے کہتا تھا۔ پھر کان لگا کر سنتا تھا اور آگے بڑھنے لگتا تھا۔ سلارا دل ہی دل میں اس کی ذہانت کی قائل ہو رہی تھی۔ وہ جانتا تھا، جب ان کے چلنے سے گھاس کی سرسراہٹ ابھرتی ہے تو اسے رک کر دوسروں کی بھی آواز اسی طرح سننا چاہیے۔ پتا نہیں وہ کتنی دور تک اور کتنی دیر تک چلتے رہے۔ اندھیرے میں نہ گھڑی دیکھی جا سکتی تھی۔ نہ فاصلے کا حساب رکھا جا سکتا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق وہ اس جگہ سے بہت دور نکل گئے تھے جہاں درخت کاٹ کر راستہ روکا گیا تھا۔ سلارا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا "یہ کیا مصیبت ہے۔ ہم کار میں آرام سے سفر کر رہے تھے۔"

پارس نے کہا "میں پہلے سمجھا چکا ہوں۔ آواز نہ نکالنا اور یہ جو مصیبت اٹھا رہی ہو تو یہ تمھارے آدمیوں کی مہربانی ہے۔ اگر وہ راستہ نہ روکتے تو تم آرام سے ہی سفر کرتی رہتیں۔ بس اب زبان نہ کھولنا۔"

وہ پھر خاموشی سے چلنے لگی۔ بہت دور جانے کے بعد پارس نے ہاتھ اٹھا کر رکنے کا اشارہ کیا۔ خود رک گیا۔ پھر کان لگا کر سننے لگا۔ کچھ فاصلے پر گھاس کی سرسراہٹ ابھر رہی تھی۔ پارس نے چاقو بند کر کے کمر کے بیلٹ سے لٹکایا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے ریوالور تھام کر آواز کی سمت نشانہ لگانے لگا۔ آواز ابھرنے کے بعد ختم ہو گئی تھی جیسے دوسری طرف سے بھی چلنے والے رک گئے ہوں اور دوسری

طرف سے آنے والی آواز سننا چاہتے ہوں۔

وہ تینوں بڑی دیر تک ساکت کھڑے رہے۔ ایسے وقت پارس نے سلارا کو آگے کر دیا تھا تاکہ وہ پیچھے رہ کر اسے کسی طرح کا دھوکا نہ دے یا دھکا نہ دے۔ ایسی صورت میں نشانہ چوک جاتا۔

بڑی دیر کی خاموشی کے بعد پھر ایک طرف گھاس کی سرسراہٹ ابھری۔ اسی وقت پارس نے ٹھائیں سے گولی چلا دی۔ پھر ایسی آواز آئی جیسے کوئی جھاڑی میں جا گرا ہو۔ پھر جھاڑیوں کی سرسراہٹ سنائی دی۔ وہاں سے کوئی بھاگ رہا تھا۔ دن کی روشنی میں پارس کا نشانہ کبھی چوکتا نہیں تھا لیکن وہ اتنا ماہر بھی نہیں تھا کہ رات کے اندھیرے میں آواز کی سمت صحیح نشانہ لگا سکتا۔ پھر بھی اس نے گھیرنے والوں کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ اب کئی جگہ سے گھاس کی سرسراہٹ ابھر رہی تھی اور وہ سرسراہٹ دور ہوتی جا رہی تھی جیسے گھیرا تنگ کرنے والے دور ہوتے جا رہے ہوں۔

پارس نے اس سچویشن کا اندازہ کرتے ہی چاروں طرف گھوم گھوم کر فائرنگ شروع کر دی۔ ایک طرف سے کسی کی چیخ سنائی دی پھر خاموشی چھا گئی۔ اس نے چاقو نکال کر اسے کھولا۔ پھر ہیلما کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی آتا ہوں۔ سلارا ذرا بھی آواز نکالے یا بھاگنا چاہے تو بے دریغ اسے چاقو مار دینا۔"

یہ کہتے ہی اس نے رسّوں کا بنڈل نیچے پھینکا۔ دانتوں میں ریوالور کو دبایا۔ پھر گھٹنوں کے بل تیزی سے چلتا ہوا اُدھر جانے لگا جدھر چیخ سنائی دی تھی۔ وہ کچھ دور تک رینگتے رہنے کے بعد رُک گیا۔ اسے پھر آہٹ سنائی دی تھی۔ شاید کوئی اپنے زخمی یا مردہ ساتھی کو دیکھنے آیا تھا۔ وہ دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ دانتوں کے درمیان سے ریوالور نکال کر دونوں ہاتھوں سے تھام کر انتظار کرنے لگا۔ ایسے وقت انتظار بڑا جان لیوا ہوتا ہے۔ ہر لمحہ یہی اندیشہ ہوتا ہے کہ آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اچانک کوئی حملہ نہ کر دے۔ دوسری طرف سے آنے والے بھی نادان نہیں ہوتے۔ وہ بھی اپنے موقع کا انتظار کرتے ہیں۔

پھر انتظار ختم ہو گیا۔ ہلکی سی کھٹ کی آواز سنائی دی۔ پارس نے آواز کی سمت فائر کر دیا چونکہ آواز قریب تھی اندازہ درست تھا اس لیے پھر ایک چیخ سنائی دی۔ کوئی دھپ سے زمین پر گر پڑا۔ اُس نے فوراً ریوالور کو دانتوں میں دبایا پھر رینگتا ہوا قریب پہنچا، وہاں دو لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک لاش کے پاس دو اسٹین گنیں تھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ آنے والا اپنے مردہ ساتھی کا ہتھیار لینا چاہتا تھا تاکہ وہ کچھ کام آ سکے لیکن وہ خود کام آ گیا تھا۔

اس نے اپنے ریوالور کو بیلٹ میں پھنسایا۔ پھر ایک اسٹین گن شانے سے لٹکائی۔ اس کے ساتھ کارتوس کی پیٹیاں بھی لیں۔ کارتوس اتنے ہو گئے تھے کہ وہ بیک وقت بیس اکیس راؤنڈ فائرنگ کا جواب دے سکتا تھا۔

وہ پھر گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا واپس جانے لگا۔ اندھیرے کی وجہ سے راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک اندازے کے مطابق ان جھاڑیوں کی طرف جا رہا تھا۔ اسی وقت ہیلما کی چیخ سنائی دی۔ اس نے اٹھ کر تڑتڑاتڑ فائرنگ شروع کر دی۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر فائرنگ کر رہا تھا اور اس بات کا خیال رکھ رہا تھا کہ جدھر سے ہیلما کی آواز آئی ہے، اُدھر گولی نہ جائے۔ پھر وہ دو چار چھلانگوں میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ پتا چلا، دونوں عورتیں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئی ہیں۔ سلارا نے اس کے چاقو والے ہاتھ کو تھام رکھا تھا اور اس ہاتھ سے چاقو گرانے کی کوشش کر رہی تھی۔ پارس نے سلارا کو ایک ٹھوکر ماری، وہ چیخ مار کر دور جا گری۔ پھر اس نے ہیلما کو سہارا دے کر اٹھایا۔ اس سے چاقو لے کر بند کیا، اسے بیلٹ میں اڑسا۔ پھر اسے ریوالور دیتے ہوئے کہا۔ "اب یہ کوئی شرارت کرے تو گولی مار دینا۔"

پھر اس نے سلارا کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا اور اسے اٹھاتے ہوئے بولا۔ "تمہارے دو باپ مرنے میں بال بال بچ گئے ہیں۔ آگے جا کر کھیر اتنگ کریں گے تو انھیں بھی مار کر لیا جائے گا۔ لیکن تمہاری شامت آ گئی ہے۔ یاد رکھو، میں اُن کی سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھوں گا تو اپنے سامنے تمھیں رکھوں گا۔ تاکہ تمہارے آدمیوں کی گولی تمہاری ہی طرف آئے۔ چلو، آگے بڑھو۔"

اس نے دھکا دیا۔ وہ آگے بڑھنے لگی۔ وہ اور ہیلما اس کے پیچھے چلنے لگے۔ چلنے کا انداز وہی تھا۔ کچھ دور جا کر وہ تینوں رُک گئے تھے۔ کوئی آہٹ سننے کی کوشش کرتے تھے، جب اطمینان ہو گیا تو پھر آگے بڑھ جاتے تھے۔ اب ان کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ بہت دور جانے کے بعد بھی آس پاس کہیں سے کوئی آواز نہیں ابھر رہی تھی۔ یا تو وہ بہت محتاط ہو گئے تھے یا پھر کہیں بھٹک گئے تھے اور ٹھکانے کے قریب پہنچنے میں ناکام ہو رہے تھے۔

راستہ بہت ہی ناہموار تھا۔ کبھی وہ ڈھلان کی طرف جانے لگتے تھے۔ کبھی ناسمجھ سی چڑھائی پر چڑھنے لگتے تھے۔ کبھی کبھی درندوں کے غرّانے کی آوازیں آتی تھیں۔ ایسے وقت وہ رُک جاتے تھے غرّانے کی سمت کا اندازہ لگاتے تھے۔ ایک بار انھیں قریب سے غرّانے کی آواز سنائی دی۔ پارس نے اس سمت فائر کیا تو کسی جانور کے بھاگنے کی آواز سنائی دی۔ تھوڑی دیر بعد پھر وہی جنگل کی پُراسرار خاموشی چھا گئی۔

ہیلما اگرچہ زبان سے کچھ نہیں کہہ رہی تھی، لیکن زبردست سناٹے کے خوف سے اس کی جان نکلی جا رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہی تھی۔ عورت کسی طرح بھی آگے مگرمچھوں کے کاٹنے سے نہ آئے۔ چلتے چلتے ایک جگہ رُک گئی۔ ایک بڑے پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "میں اتنا لمبا چوڑا بھی اٹھا کر نہیں چل سکتی، آخر ہم کب تک چلتے رہیں گے؟"

"جب تک تمہارے آدمی تعاقب کرتے رہیں گے۔"

"لعنت ہے، میرے آدمیوں پر، میرے پاس ٹرانسمیٹر ہوتا تو ابھی چیخ چیخ کر منع کر دیتی، کوئی ہمارے پیچھے نہ آئے۔ میری گاڑی لے آئے۔ میں کم از کم آرام سے تو شور مچ سکوں گی۔ مگر تم نے اُن کے دو پیسے بیکار کر دیے۔ اب کیا ہو گا؟"

"تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے پیسے بیکار نہ ہوتے تو پہنچ کر گاڑی لے آتے۔ ہمارے پاس پہنچ جاتی۔ ابھی تمہارے آدمی چاروں طرف سے گھیر لیں گے اور کامیاب ہوتے نظر آئیں گے تو تم گرگٹ کی طرح رنگ بدل لو گی۔ کبھی انھیں واپس جانے کے لیے نہیں کہو گی۔"

اسی وقت اندھیرے میں پھنکار سنائی دی۔ ہیلما چیخ مار کر اچھلتی ہوئی آئی اور پارس کے بازو سے لپٹ گئی۔ پارس نے جلدی سے اسے ہٹاتے ہوئے جیب سے ٹارچ نکال کر روشن کی۔ تو پتھر کے اوپر سانپ پھن اٹھائے ہوئے بیٹھا تھا۔ روشنی پڑتے ہی وہ پلٹ کر پتھر کے اوپری حصے میں کہیں گم ہو گیا۔ ہیلما نے دوبارہ اس کے بازو کو تھام کر کہا۔ "وہ پھر آئے گا، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

وہ سانپ سے اس قدر خوف زدہ ہوتی تھی کہ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ جانے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔ اسے تب پتا چلا۔ جب سلارا نے ان دونوں کو ریوالور کے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "خبردار! ذرا بھی حرکت نہ کرنا۔ ہیلما تم اسی طرح اس کے بازو سے لپٹی کھڑی رہو تاکہ اسٹین گن والا ہاتھ آزاد نہ ہو۔ اور پارس، کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ ٹارچ کی روشنی میری طرف پھینکنا چاہو گے تو گولی چل جائے گی۔ لہٰذا روشنی اپنے جسم کے اسی حصے پر ڈالو جہاں گولی کھانا چاہتے ہو۔"

پارس نے ٹارچ گھما کر اس کی روشنی اپنے دل کی طرف کر دی۔ ہنکارا۔ "میرا باپ عورتوں سے اسی جگہ مار کھاتا ہے۔ تم بھی یہیں مارو۔ آج کے بعد باتیں نہیں بنا سکو گے۔ میں بھی اپنا نشانہ بتاتی ہوں۔ تمہارے شانے پر گولی ماروں گی تاکہ تم ایک ہی وقت میں ٹھنڈے ہو جاؤ۔"

وہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبایا۔ کھٹ کھٹ کی آواز ابھرتی ہوئی رہ گئی لیکن نہ ٹھائیں کی آواز گونجی۔ نہ ہی گولی چلی۔ پارس نے پوچھا۔ "تائمر مرجاؤں؟"

وہ غصے سے تلملا کر بولی۔ "یو بچیٹ، یو سن آف دی بچ، اُس نے پھر مجھے دھوکا دیا۔"

یہ کہہ کر اس نے ریوالور کھینچ کر مارا۔ پارس ہیلما کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا، کہنے لگا۔ "میں نے تمھیں دھوکا نہیں دیا تھا، تم خود ہی دھوکا کھا گئیں۔ بے چاری ہیلما ان خطرناک کھلونوں سے کھیلنا نہیں جانتی۔ اسی لیے میں نے خالی کھلونا دیا تھا۔ میرا خیال ہے اب تمہاری تھکن دور ہو گئی ہو گی، لہٰذا آگے بڑھو۔"

اس نے آگے بڑھ کر اسے دھکا دیا۔ وہ پھر چلنے پر مجبور ہو گئی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد بولی۔ "جب تمہارے پاس ٹارچ ہے تو روشن کیوں نہیں کرتے۔ کیوں اندھیرے میں ٹھوکریں کھا رہے ہو اور ہمیں بھی کھلا رہے ہو۔"

"تمہارے نصیب میں ٹھوکریں لکھی ہوئی ہیں۔ تمہاری زندگی میں جتنی راتیں آئی ہیں۔ ان میں یہ رات سب سے بدنصیب ہے۔ تم تھک کر کہیں بیٹھنا چاہو گی، لیٹنا چاہو گی، تو سانپ بھی پہنچ جائیں گے۔ تمھیں جنگل کے درندے سونے نہیں دیں گے اور ہمیں تمہارے درندے جاگنے پر مجبور کرتے رہیں گے، لہٰذا جب جاگنا ہی ٹھہرا تو پھر چلتے ہی رہنا چاہیے۔"

اب پارس آگے چل رہا تھا۔ دونوں عورتیں پیچھے چل رہی تھیں۔ تھوڑی دور جانے کے بعد سلارا نے ناگواری سے ہیلما کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "آخر تم بار بار اس کا بازو کیوں پکڑ رہی تھیں؟"

ہیلما نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیا تم پکڑنا چاہتی تھیں؟"

"بکواس مت کرو۔ یہ بچہ..."

"یہ ایک ایسا بچہ ہے، جس سے تمہارے تعاقب کرنے والے جوان مرد بھی خوف زدہ ہیں۔"

پارس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو، اپنی باتیں کرو۔ جہاں دو عورتیں ملتی ہیں۔ وہاں مردوں کا ذکر لے بیٹھتی ہیں۔ تم دونوں کو چاہیے۔ ایک آواز ہو کر گانا شروع کر دو۔ ابھی کم سن ہے، باکم جوان ہونے دے۔"

دونوں کو چپ لگ گئی۔ وہ اسی طرح چلتے رہے۔ پتا نہیں کتنا فاصلہ طے کر لیا ہے، ہیلما نے کہا۔ "ذرا ٹارچ روشن کرو۔ میں وقت دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"مصائب کی گھڑی میں گھڑی نہیں دیکھنا چاہیے۔ اگر وقت زیادہ نہیں گزرا ہو گا تو تھکن محسوس ہو گی کہ پتا نہیں کب وقت گزرے گا کب صبح ہو گی اور اگر وقت زیادہ گزر گیا ہو گا تب بھی تھکن محسوس ہو گی کہ ہم اتنی دیر تک چلتے رہے۔ دونوں صورتوں میں مسافر پریشان ہو جاتا ہے۔"

وہ پھر خاموشی سے چلنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ہیلما کا پٹر کی آواز سنائی دینے لگی۔ انھوں نے ایک درخت کے سائے میں رُک کر آسمان کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ دور دور تک نظریں دوڑانے

کے بعد ایک جگہ ہیلی کاپٹر نظر آیا۔ وہ سرچ لائٹ کی روشنی زمین کی طرف پھینک رہا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ انھیں تلاش کیا جا رہا تھا۔

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ زمین پر تعاقب کرنے والے راستے سے بھٹک گئے ہیں۔ اسی لیے اب ہیلی کاپٹر کے ذریعے تلاش کیا جا رہا ہے اور اسی لیے ہم آزادی سے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ اب یہ راستہ روکیں گے۔"

وہ اسی درخت کے سائے میں کھڑے رہے۔ پارس نے کہا۔ "تم میں سے کوئی حرکت نہ کرے۔ اس گھنے درخت نے ہمیں چھپا لیا ہے۔ وہ اوپر سے ہمیں دیکھ نہیں سکیں گے۔"

سلارا نے عاجزی سے کہا۔ "میری بات مان لو۔ ٹارچ کے ذریعے سگنل دو۔ ہم سب ہیلی کاپٹر میں آرام سے بیٹھ کر تمھیں شہر تک پہنچا دیں گے۔ میں قسم کھاتی ہوں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔"

"قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ریوالور کا چیمبر بھر کر دیتا ہوں۔ اس کے ہاتھ آتے ہی ساری قسم توڑ دو گی۔"

"نہیں، نہیں، اس بار سچے دل سے قسم کھا رہی ہوں۔"

"خواہ مخواہ قسمیں کھا رہی ہو۔ بھوک لگی ہے تو کچھ اور رکھا لو خدا کے لیے میرا دماغ مت کھاؤ۔"

وہ جھنجلا کر پاؤں پٹختے ہوئے بولی۔ "کیا تم آدمی کے بچے ہو۔ کیا تم نے ہمیں بار برداری کا جانور سمجھ لیا ہے؟ ہم پتا نہیں کتنے میل سے یہ بوجھ اٹھائے چلے آ رہے ہیں اور تمھیں ذرا بھی احساس نہیں ہے۔ اب میں یہ تکلیفیں برداشت نہیں کروں گی۔ تمھیں مارتا ہے تو مار ڈالو۔ میں چیخ چیخ کر اپنے آدمیوں کو بلا لوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ حلق پھاڑ کر چیخنے لگی۔ پارس نے اسٹین گن کی نال اس کے منہ میں گھسا دی۔ یکلخت اس کی چیخیں تھم گئیں۔ وہ دیدے پھاڑ کر سہمی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ پارس نے کہا۔ "تمھاری چیخیں ہیلی کاپٹر کی شور میں گم ہو جائیں گی۔ کوئی نہیں سن سکے گا۔ اس کے باوجود احتیاط لازم ہے۔ میں تمھاری طرف سے کوئی بدتمیزی برداشت نہیں کروں گا۔ تم سمجھتی ہو میں ایک گولی چلاؤں گا اور تمھیں ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گا۔ میں ایسا نادان نہیں ہوں۔ میں تمھیں تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔ تھوڑا ہاتھ ٹانگ زخمی کروں گا۔ اور زخمی حالت میں آگے بڑھتے رہنے پر مجبور کروں گا۔ سوچ لو اسی طرح چلنا پسند کرو گی یا زخموں سے چور ہو کر؟"

ہیلی کاپٹر اب ان کی طرف آ رہا تھا۔ سرچ لائٹ کی روشنی جنگل کے اس حصے کو روشن کرتی جا رہی تھی۔ پھر وہ روشنی اس درخت سے بھی گزرتے ہوئے آگے جانے لگی۔ اسٹین گن کی نال سلارا کے [illegible] سے ہٹی ہوئی تھی۔ وہ دیدے پھاڑ پھاڑ کر دور جاتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہی تھی۔ جب وہ بہت دور نکل گیا اور اس کی آواز مدھم ہونے لگی تو پارس نے نال اس کے منہ سے نکال لی اور کہا۔ "چلو، آگے بڑھو۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے ناگواری سے بولی۔ "تم خود کو سمجھتے کیا ہو۔ میرے آدمی کمزور نہیں ہیں اور نہ ہی کبھی میدان چھوڑ کر بھاگتے ہیں۔ وہ میری خاطر ایسا کر رہے ہیں۔ جانتے ہیں کہ ان کی گولی سے گولی چلے گی۔ تو تم مجھے نقصان پہنچاؤ گے۔ اپنی اس کمزوری کو دلیری نہ سمجھو۔"

"نہیں سمجھوں گا، خوش ہو جاؤ۔"

وہ پاؤں پٹخ پٹخ کر چلنے لگی پھر بولی۔ "تم نے یہ رسّا کیوں اٹھا رکھا ہے۔ کیا تم تھوڑی دیر کے لیے میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے؟"

"اس کے لیے ماں باپ سے اجازت لینا ہو گی۔"

ہیلما نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیوں بے چاری کو غصہ دلا رہے ہو، یہ ایسے ہی مرچیں چبا رہی ہے۔"

سلارا نے ناگواری سے کہا۔ "اس وقت تمھارے ہاتھ میں چاقو نہ ہوتا تو تمھیں ایک ہی ہاتھ میں ٹھنڈا کر دیتی۔ میں بلیک بیلٹ ہوں۔"

ہیلما نے کہا۔ "ابھی تو تم بوجھ اٹھانے والی ایک معمولی سی عورت ہو۔"

ہیلی کاپٹر کے گزرنے کے ایک گھنٹے بعد پھر اس کی آواز سنائی دینے لگی۔ پارس نے ٹارچ روشن کر کے دیکھا وہ کسی پہاڑی کے درمیان میں تھے۔ اس نے دونوں عورتوں کو دوڑتے ہوئے سامنے والی چٹان کے نیچے جانے کو کہا۔ ہیلما دوڑتی ہوئی چلی گئی۔ سلارا آہستہ آہستہ جانے لگی۔ اس نے دھکا دیتے ہوئے کہا۔ "راضی خوشی بات مان لیا کرو۔ تو جانوروں کی طرح دھکے نہیں کھاؤ گی۔"

وہ اسے دھکیلتا ہوا چٹان کے سامنے لے آیا دونوں اسٹین گنیں دونوں شانوں سے لٹکا لیں۔ پھر چاقو کھول کر سلارا کے پیچھے آیا اور اس کی گردن ایک ہاتھ سے دبوچ لی، پھر چاقو اس کے جوڑے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "تمھیں اس چٹان کے سائے میں چھپانے کا یہی ایک طریقہ رہ گیا ہے۔"

بہت دور روشنی کا جھکا سا ابھر رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر میں آنے والے اب شاٹ گن کے ذریعے آتش بازی کی طرح روشنی کا جھکا سا کر رہے تھے، وہ روشنی جنگل کے دور دور تک کے حصے کو روشن کر دیتی تھی۔ وہ دونوں ابھی اس روشنی کی زد سے دور تھے۔ اب پارس نے چاقو بلیٹ میں پھنسا کر ٹارچ روشن کی جس چٹان کے سائے میں وہ کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے پیچھے غار دکھائی دے رہا تھا۔ پتا نہیں وہ خالی تھا یا جنگلی درندوں کا مسکن تھا یا زہریلے سانپوں کا۔ بہرحال پیچھے کی یہی ایک جگہ رہ گئی تھی۔ ہیلی کاپٹر اسی طرف آ رہا تھا۔

وہ سلارا کو کھینچتا ہوا اس غار کی طرف لے آیا پھر اسٹین گن سنبھال لی۔ اس کے بعد بولا۔ "یہاں درندے بھی ہو سکتے ہیں، لہٰذا مجھے اسٹین گن کے ساتھ رہنا ہو گا۔ اگر تم کوئی حماقت کرو گی تو تمھیں ہاتھوں سے اپاہج بنا کر درندوں کی خوراک بننے کے لیے چھوڑ جاؤں گا۔"

ہیلی کاپٹر قریب آ گیا تھا۔ وہاں بھی روشنی کا ایک جھکا سا ابھرا تھا۔ جنگل کا وہ حصہ دن کی طرح دور تک روشن ہو گیا تھا۔ اگر وہ چٹان کے سائے میں رہتے تو ہیلی کاپٹر میں بیٹھنے والے دوربین کے ذریعے انھیں دیکھ سکتے تھے۔ پارس نے بروقت دہانت کا ثبوت دیا تھا اور انھیں غار کے اندر لے آیا تھا۔

ہیلی کاپٹر اسی طرف گردش کر رہا تھا۔ کبھی دور جا رہا تھا کبھی زد پر آ رہا تھا۔ وہ روشنی تقریباً ایک منٹ تک رہی۔ پھر آہستہ آہستہ مدھم ہونے لگی۔ اس کے ساتھ ہی سرچ لائٹ روشن ہو گئی تھی، لیکن وہ ہیلی کاپٹر کا آخری چکر تھا۔ اس کے بعد وہ دور ہٹتا چلا گیا۔

پارس نے پھر ٹارچ روشن کی۔ غار کے اندر دور تک روشنی کی تو وہاں شیر کے دو بچے دکھائی دیے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ نر مادہ شکار کی تلاش میں نکلے ہوتے ہیں۔ اگر وہ غار میں ہوتے تو بہت پہلے ہی ان پر لپکتے۔ وہ جلدی سے باہر آ گئے۔ پھر تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے اس پہاڑی پر چڑھنے لگے۔ تھوڑی دور تک چڑھنے کے بعد دونوں عورتیں ہانپنے لگیں۔ ہیلما نے عاجزی سے کہا۔ "مسٹر پارس! میں یہ بوجھ اٹھا کر نہیں چڑھ سکوں گی۔"

سلارا بھی ہانپتے ہوئے ایک طرف بیٹھ گئی تھی۔ اس نے کہا۔ "اب تو تم اپنی جیتی کی بات ضرور مان لو گے۔"

"ماننا ہی پڑے گا۔ ہیلما تم اپنا بیگ اتار کر سلارا کی پیٹھ پر باندھ دو۔ یہ دونوں اٹھا کر چلے گی۔"

وہ چیخ مار کر کھڑی ہو گئی پھر غصے سے بولی۔ "تم نے مجھے کیا کچرا رکھا ہے؟ میں ایک قدم نہیں چلوں گی۔ میں کسی کا بوجھ نہیں اٹھاؤں گی میں یہ بوجھ بھی نہیں اٹھاؤں گی۔"

وہ غصے سے بیگ اتارنے لگی۔ پارس نے ہیلما کا بیگ اتار دیا۔ پھر کہا۔ "ایک بیگ خالی کر دیا جائے گا اس کا سامان تقسیم کر دیا جائے گا۔ باقی ایک بیگ کا سامان آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس طرح بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔"

اس نے دونوں بیگ میں صرف کھانے کے چند ڈبے رکھے۔ پانی کی دو بوتلیں رکھ کر باقی دو بوتلیں پھینک دیں۔ پھر ایسی دو لکیریں کھینچیں جنھیں اسپرے کرنے سے سانپ، بچھو اور دوسرے زہریلے کیڑے کوڑے قریب نہیں آتے تھے۔ اس طرح اس نے آدھا سامان رکھا۔ آدھا پھینک دیا۔ دونوں کا بوجھ ہلکا ہو گیا پھر بیگ ان کی پشت سے باندھا گیا۔ اس کے بعد وہ تینوں اوپر چڑھنے لگے۔ بلندی پر چڑھنا آسان نہیں ہوتا۔ وہ تھوڑی دور جا کر بیٹھ جاتی تھیں۔ پارس کو بھی مجبوراً انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اس طرح وہ تقریباً ایک گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد بلندی پر پہنچ گئے۔ پارس نے ٹارچ روشن کی۔ وہاں دور تک ہموار زمین دکھائی دی۔ وہ دونوں نڈھال ہو کر گر پڑی تھیں پارس نے کہا۔ "بہتر یہی ہے کہ ہم یہاں رات گزاریں۔"

ہیلما نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "مجھے ڈر لگتا ہے۔ یہاں بھی سانپ ہو سکتے ہیں۔"

"فکر نہ کرو۔ سانپ تمھارے قریب نہیں آئیں گے۔ لیکن ذرا ہمت کر کے تھوڑی دور تک چلو۔ یہاں بلندی پر کمانے کی طرف رہنا خطرے سے خالی نہ ہو گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک سانس لینے کے بعد اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر ڈگمگاتے ہوئے آگے بڑھنے لگیں۔ تقریباً دو فرلانگ کا فاصلہ طے کر کے پارس نے کہا۔ "یہ جگہ مناسب ہے۔ اپنا سامان اتار کر رکھ دو۔"

وہ دونوں بیگ اتارنے لگیں۔ پارس نے دوا کا ایک ڈبا لیا۔ پھر اسے چاروں طرف گھوم گھوم کر اسپرے کرنے لگا۔ ہیلما نے ٹارچ کی روشنی میں کھڑی دیکھی۔ رات کے ڈھائی بجنے والے تھے۔ جب اس نے سلارا کو وقت بتایا تو اس نے حیرت سے چیخ کر کہا۔ "اوہ گاڈ! کیا میں اتنی رات تک بوجھ اٹھائے چلتی رہی ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "اچھی طرح بوجھ اٹھانے کے بعد گہری نیند آتی ہے۔ چلو، سو جاؤ۔"

وہ رسّی لے کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھنے لگا۔ وہ اعتراض کرنے لگی۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟ اس حالت میں مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ میں تم پر بھروسا نہیں کر سکتا۔"

اس نے پشت پر دونوں ہاتھ باندھ دیے۔ پھر وہی رسّی اس کے پیروں سے باندھ دی۔ ہیلما کو اس کے قریب لیٹنے کے لیے کہا۔ پھر خود ان سے ذرا دور جا کر لیٹ گیا۔ اس نے ایک اسٹین گن اپنے بازو پر رکھی تھی اور دوسری اسٹین گن سینے پر رکھ لی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہیلما نے سرگوشی میں کہا تھا۔ "یہ سو گئی ہے۔"

"تم بھی سو جاؤ، کیوں جاگ رہی ہو؟"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"تو اٹھ کر بیٹھو اور پہرا دیتی رہو۔ میں سو رہا ہوں۔ کوئی خطرہ ہو تو فوراً جگا دینا۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر اپنے دماغ کو ہدایات دیں

کہ وہ سورج طلوع ہونے تک سوتا رہے۔ اس دوران اگر کوئی غیر معمولی بات ہو یا کوئی خطرہ پیش آئے تو فوراً آنکھ کھل جائے۔ وہ دماغ کو ہدایات دینے کے بعد گہری نیند میں ڈوب گیا۔

شیبا نے اسے یہ تربیت دی تھی۔ اسے اور جو جو کہ اس بات کا عادی بنا دیا تھا کہ وہ آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کو ہدایات دیں۔ اب وہ اس قدر عادی ہو چکے تھے کہ دماغ کو جو ہدایات دیتے تھے۔ اس کے مطابق ہوتا تھا اور وہ وقت مقررہ پر جاگ جاتے تھے۔ اگر کوئی غیر معمولی بات ہوتی تو وقت سے پہلے ان کی آنکھ کھل جاتی تھی۔

چاند نکل آیا تھا۔ جنگل دور تک اُجاگر ہو رہا تھا۔ ہیلما آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی۔ پھر پارس کے قریب دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔ چاند کی روشنی میں اسے بڑی لگن سے دیکھنے لگی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ ایک مکمل سن لڑکا ہے۔ وہ بہت پُراسرار لگ رہا تھا جیسے پچیس تیس برس کا جوان ہو اور اپنے اندر عمر چھپا کر خود کو کم عمر ظاہر کر رہا ہو۔ لیکن کارنامے وہی انجام دے رہا ہو، جو بھرپور جوانی میں دیوے جاتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر عورت کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ جاتی ہے۔

یہ قدرت کا قانون ہے کہ انسان کی دماغی صلاحیتیں اور جسمانی قوتیں عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی، پھولتی اور پھلتی ہیں۔ توانائی کی ابتدا بچپن سے ہوتی ہے اور جوانی میں یہی توانائی بھرپور ہو جاتی ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے۔ جب بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچ کر آہستہ آہستہ اس توانائی کو زوال آنے لگتا ہے۔ یہ ازل سے ہوتا آ رہا ہے اور آئندہ بھی یہی ہوتا رہے گا۔ لیکن کبھی کبھی قدرت اپنا کرشمہ دکھاتی ہے۔ ایک غیر معمولی بات پیش کر کے انسان کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ خدا جب کسی کو دماغی اور جسمانی توانائی دینے پر آتا ہے تو عمر کے تخصیص نہیں کرتا۔ جس نے ذہنی کو بڑھاپے میں جوانی دی، اسی نے پارس کو نوعمری میں جوانوں جیسے عزائم اور ان عزائم پر عمل کرنے کے لیے حوصلہ، قوت اور ذہانت دی ہے۔ وہ مجبور جب دیتا ہے تو اس کا وسیلہ اور جواز پیدا کرتا ہے کہ وہ اس طرح کیوں دے رہا ہے، کیسے دے رہا ہے۔ پارس کے لیے بھی اس نے ایلی پیتھی کا وسیلہ پیدا کر دیا تھا جس کے ذریعے اس کے دماغ میں دنیا بھر کے علوم کا ذخیرہ ہو رہا تھا اور جب ذہانت چمکتی ہے تو حوصلے خود بخود وقت سے پہلے جوان ہوتے جاتے ہیں۔

وہ اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی اور سوچ سوچ کر دیکھتی جا رہی تھی۔ تمام راستے اس کے ساتھ چلتے رہنے کے دوران کبھی کبھی وہ اس کے برابر آ جاتی تھی اور دیکھنے کی کوشش کرتی تھی کہ پارس قد میں اس سے اونچا ہے یا نہیں۔ کبھی کبھی وہ برابر لگتا تھا اور کبھی مردانہ وار کارنامے انجام دیتا تو پہاڑ جیسا بلند لگتا تھا۔ وہ اس کا قد معلوم کرنے کے لیے ذرا قریب ہو گئی۔ اس کے پاؤں کے برابر اپنا پاؤں رکھا۔ پھر آہستگی سے لیٹ گئی۔ سر جھکا کر شانے کی طرف دیکھنے لگی کہ اب دونوں کے شانے بھی برابر ہیں یا نہیں؟

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ ستاروں بھرا آسمان پر کرہ اٹھا اور زمین دور تک پھیلی ہوئی۔ انھیں اپنی آغوش میں لیے ہوئے تھی۔ اسی لمحے وہ چونک گئی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ سلارا اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ نہ جانے کس طرح اُس نے اپنے ہاتھ پیروں کی بندشیں کھول لی تھیں۔ وہ ناگواری سے کہہ رہی تھی "ہاں ہاں" اس کے کلیجے پر گھر کر آخر ہونا تھا میٹھا والی، تمھاری جیسی ناچنے گانے والی عورتیں جب کسی پر عاشق ہوتی ہیں تو یہ نہیں دیکھتیں کہ وہ جوان ہے، بچہ ہے یا بوڑھا"

ہیلما اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ ناگواری سے سوچنے لگی "یہ تو خوامخواہ ہی پیچھے پڑ گئی ہے اس سے لڑنا جھگڑنا مناسب نہیں ہے۔ اسے قتل کر دینا چاہیے"

اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر گھٹنوں کے بل رینگتی ہوئی اس کے پاس آئی اور بولی "تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں اس کے پاس جا کر اس کے کان میں جھانک رہی تھی۔ ویسے تم نے اپنے ہاتھ پیر کس طرح آزاد کر لیے؟"

سلارا نے کہا "یہ میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ تم بتاؤ تم اس کے کان میں کیوں جھانک رہی تھیں؟"

"تم یقین نہیں کرو گی۔ کان کے اندر کبھی کبھی ایک روشنی پیدا ہوتی ہے اور وہ روشنی مختلف رنگ بدلنے لگتی ہے پھر وہاں نازیبا چھا جاتی ہے"

سلارا نے پوچھا "یہ کیا بکواس ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا"

"میں بھی یقین نہیں کر رہی تھی۔ اسی لیے تو اتنے قریب جھکی تھی اور اس کے کان لگا کر سننا چاہتی تھی کیونکہ ہلکی ہلکی آوازیں آ رہی تھیں۔ جیسے اس کے کان میں کوئی کچھ بول رہا ہو"

"کیا تم نے کچھ سنا ہے؟"

ہاں، ایک ہلکی ہلکی سی آواز تھی یہ پارس! اٹھو، اٹھ جاؤ پارس! تم دو بلاؤں کے درمیان ہو"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"مجھے کیا معلوم۔ میں مطلب سمجھنا چاہتی تھی کہ تم نے مجھے مخاطب کر لیا"

سلارا بے یقینی سے پارس کی طرف دیکھنے لگی۔ ہیلما نے کہا "دور سے کچھ نظر نہیں آئے گا یقین نہ ہو تو قریب جا کر دیکھ لو"

سلارا آہستہ آہستہ اٹھنے لگی۔ وہ پارس کے قریب جاتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ سوچ رہی تھی "پتا نہیں اس لڑکے میں کیا بات ہے۔ جانے کیوں ہوں؟"

وہ سوچتے سوچتے اس کی قریب آ گئی پھر بیٹھ گئی مگر بیٹھنے سے پہلے ذرا لیٹنا پڑا۔ پھر اور جھکنا پڑا۔ پھر اور جھکنے کے لیے ذرا لیٹنا پڑا۔ کان کے بالکل قریب ہو کر وہ غور سے دیکھنے لگی، پھر حیران ہو کر اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ اسی وقت ہلکی سی آواز سنائی دی "سلارا!"

وہ چونک گئی۔ اسے ایسا ہی لگا تھا جیسے آواز کان کے اندر سے آئی ہو۔ اس نے پارس کے ہونٹوں کو دیکھا۔ وہ ہونٹ نیند کی حالت میں ذرا سے کھلے ہوئے تھے اور سلارا کا نام ایسا تھا کہ اسے ادا کرنے کے لیے ہونٹ اس میں نہیں ملتے تھے۔

اس نے سوچا شاید پارس نے نیند کی حالت میں میرا نام لیا ہے۔ بھلا کان سے کیسے آواز آ سکتی ہے؟ اس نے سر گھما کر ہیلما کی طرف دیکھا۔ ہیلما نے اس کے کان کی طرف اشارہ کیا۔ اشارے سے سمجھایا کہ وہ کان لگا کر سنے۔

سلارا نے پھر پارس کے کان سے اپنے کان لگا دیے۔ اسی وقت پارس نے سر گھمایا تو دونوں کی ناک ایک دوسرے سے ٹکرا گئی۔ اس نے کہا "لاحول ولا قوۃ۔ اوپر چڑھتی آ رہی ہو۔ دیدے کا پانی مر گیا ہے ارے، اتنی رات کو کوئی نہ دیکھے، اللہ تو دیکھ رہا ہے"

وہ ایک دم سے بوکھلا کر پیچھے ہٹی۔ پھر بولی "کیا بکواس کرتے ہو"

"میں تمھیں بھگا کر لایا ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو، کچھ تو چھوٹے بڑے کا لحاظ کرو"

"لے لیے میں تمھارا منہ توڑ دوں گی پہلے ہیلما تمھارے پاس آئی تھی"

"ہاں تم نے سوچا وہ آئی ہے تو تم پیچھے کیوں رہ جاؤ"

"ارے تم ایسے کہہ رہے ہو جیسے میں تم پر مرمٹی ہوں"

"یہ تو تمھارے عمل سے ظاہر ہے۔ کہاں تو میری جانی دشمن تھیں۔ اپنے آدمیوں سے ہلاک کرانا چاہتی تھیں۔ ایک ریوالور ہاتھ آیا تو مجھ پر گولیاں چلانے لگی تھیں۔ یہاں میرے قریب آ کر پوری استین گن تمھارے ہاتھ آ رہی تھی مگر تم نے اسے چھوڑ کر میری طرف لپکنا شروع کر دیا۔ بُرے پڑیں گے ایسی جوانی پر"

سلارا نے چونک کر استین گن کی طرف دیکھا۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے سوچا "استین گن بالکل اس کے پاس ہی پڑی ہوئی تھی۔ میں چاہتی تو فوراً اس پر قبضہ جما کر اسے اپنے بس میں کر سکتی تھی۔ ہاں چلنے پر مجبور کر سکتی تھی۔ وہ مانتا نہ مانتا تو میں اسے گولی مار سکتی تھی۔ نہ جانے کیا سمجھ کر بیٹھا تھا میں دشمن پر قابو پانے کی بات بھول گئی۔ میں اپنی ذاتی بات بھول گئی اور اس کے قریب ہوتی چلی گئی۔ میں اس کمبخت ہیلما کی باتوں میں آ گئی تھی"

اس نے گھور کر ہیلما کو دیکھا پھر پوچھا "تم نے اس کے قریب جا کر کیا دیکھا تھا، کیا سنا تھا اب بولتی کیوں نہیں؟"

ہیلما نے کہا "میں نے جو بھی دیکھا، جو بھی سنا۔ اگر میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا اور تم سے یہ کہتے کہ پارس کے کانوں سے روشنی چھوٹ رہی ہے یا آواز آ رہی ہے تو کیا تم دیوانہ وار اس کی طرف چلی جاؤ گی آخر کیوں جاؤ گی ہم خود اپنے آپ کو ٹٹولو۔ آخر تم اس کے پاس کیوں گئی تھیں؟"

سلارا نے پہلی بار محسوس کیا کہ وہ کسی حماقت میں مبتلا ہو رہی ہے۔ اس کے بھائی اس کی ذہانت کی تعریفیں کرتے تھے۔ وہ سائنس لیبارٹری میں بھائی جارج کے شانہ بشانہ کام کرتی تھی۔ ٹرانسفارمر مشین بنانے میں پیش پیش رہی تھی اور اس میں بھی ذہانت کا ثبوت دیا تھا لیکن عورت خواہ کتنی ہی ذہین ہو اسے ایسے وقت کیا ہو جاتا ہے جب وہ کسی دوسری عورت کو کسی مرد کے قریب دیکھتی ہے۔ یہ بھول جاتی ہے، عمر کیا ہے؟ موقع کیا ہے؟

دراصل پارس نے چکر دیا تھا جب بھی وہ اپنی عمر سے بڑا کام کرتا تھا تو ایسا لگتا تھا جیسے اس کے اندر کوئی بے باک جواں مرد چھپا ہوا ہے اور ان عورتوں کو متاثر کرتا چلا جا رہا ہے ایسے وقت صرف اس کی دلیری اور ذہانت دکھائی دیتی تھی۔ اس کی عمر کا خیال ہی نہیں آتا تھا۔

سلارا زور دار جھٹکا دے کر بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر پارس کو دیکھا۔ پھر کہا "موذی حماقت میری تھی"

وہ ایک چھوٹے سے پتھر پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ پارس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر چاروں طرف دوڑا سپرے کی۔ پھر اپنی جگہ آ کر لیٹتے ہوئے پوچھا "کیا وقت ہوا ہے؟"

ہیلما نے کہا "چار بج کر چالیس منٹ ہو چکے ہیں"

"چلو ایک دو گھنٹے ہی سہی، کچھ تو سو جاؤ۔ میں اپنے ماں باپ کی طرح ٹیلی پیتھی جانتا تو پہلے تم عورتوں کو سلا دیتا پھر خود اطمینان سے سو جاتا"

ہیلما نے کہا "تم آرام سے سو جاؤ، میں اپنے وعدے کے مطابق جاگتی رہوں گی۔ پہرا دیتی رہوں گی۔ تمھارے ہتھیاروں کے قریب کسی کو نہیں آنے دوں گی"

سلارا نے کہا "مجھے نہ سناؤ۔ میں سو رہی ہوں۔ تمھیں پہرا دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"

اس نے دوسری طرف کروٹ بدل لی۔ پارس نے پھر اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ کوئی اس کے قریب آئے تو فوراً آنکھ کھل جائے ورنہ دو گھنٹے تک سوتا رہے۔ اس کے بعد وہ پھر گہری نیند میں ڈوب گیا۔

دو گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ہیلما اسی طرح اس سے کچھ فاصلے پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا واقعی تم مسلسل جاگ رہی ہو؟"

"ہاں یہ کسی وقت بھی بیدار ہو کر ہمارے لیے مصیبت بن سکتی

تھی۔ اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ میں تو حیران ہوں" اس نے اپنے ہاتھ پیر کس طرح کھول لیے تھے؟"

"یہ کوئی اتنی اہم بات نہیں ہے۔ یقیناً اسے تربیت دی گئی ہوگی" پارس نے کہا۔

وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ دن کی روشنی پھیل گئی تھی۔ چاروں طرف حدِ نظر تک جنگل ہی جنگل دکھائی دے رہا تھا۔ اُس نے کہا "تم گھنٹے دو گھنٹے کے لیے سو جاؤ پھر ہم یہاں سے چلیں گے۔"

"میں تھیٹر میں کام کرتی ہوں۔ رات بھر جاگتی ہوں۔ صبح بھی نیند نہیں آتی۔ البتہ دوپہر کو سو جاتی ہوں۔ موقع ملا تو کہیں سو لوں گی ورنہ دیکھا جائے گا۔"

پارس نے ٹوٹل میں سے پانی لے کر کلی کی۔ پھر کہا "منہ ہاتھ دھو کر کچھ کھا لو جب دشمن چاروں طرف سے گھیر رہے ہوں اور تعدیں صرف بھاگنا ہی بھاگنا لکھا ہو تو کھانے پینے کا بہت کم موقع ملتا ہے جب بھی موقع ملے اس میں کچھ کھا پی لینا چاہیے۔"

وہ کھانے کے دوڈبے کھول کر کھانے لگے۔ ہیلما نے کہا۔ "تمہیں چائے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہوگی؟"

"میں کسی بات کا عادی نہیں ہوں پھر ہمارے ماسٹر واٹسورو کی نے سختی سے چائے پینے سے منع کیا ہے۔ ہم دونوں بھائی دودھ یا اوولٹین استعمال کرتے ہیں۔"

"کیا تمہارا بھائی تمہاری طرح ذہین اور دلیر ہے؟"

"تم میری تعریفیں کر رہی ہو۔ میں نہیں جانتا کہ میں اس تعریف کا مستحق ہوں یا نہیں۔ بائی دی وے، میں جیسا بھی ہوں، میرا بھائی بھی ویسا ہی ہے بلکہ مجھ سے کچھ زیادہ ہی ہے۔"

"کیا وہ تمہاری طرح سچا نشانہ لگاتا ہے؟"

"بے شک۔"

"کیا وہ تمہاری طرح زندہ دل ہے؟"

"بس یہیں پر وہ مجھ سے مختلف ہے۔ اس کے چہرے پر ہلکی سنجیدگی طاری رہتی ہے۔ وہ ہنستا تو جانتا ہی نہیں۔ دن میں صرف دو بار مسکراتا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "دو بار!"

"ہاں، ایک بار صبح دانتوں کو برش کرتا ہے، دوسری بار رات کو سونے سے پہلے برش کرتا ہے۔ اس طرح اس کے دانت نظر آتے ہیں تو بے چارہ مسکراتا ہوا سا لگتا ہے۔"

ہیلما کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ پھر پوچھا "تم دونوں کا نام پارس کیوں ہے؟"

"میں پارس اوّل ہوں اور وہ پارس دوم۔"

"لیکن نام تو پارس ہی ہوا نا؟"

"یہ ہم سب کی مجبوری ہے۔ میری ماما کہتی ہیں کہ پارس دوم کا اپنا بیٹا ہے لہٰذا پارس اس کا نام ہونا چاہیے۔ میرا نام کچھ اور رکھا جاتا شیبا تھی..... جب زندہ تھیں، یہی کہتی تھیں کہ میں اصل پارس ہوں لہٰذا میرا نام تبدیل نہیں ہوگا۔ سو نیا ماما اور آنٹی آمنہ بھی شیبا کی حمایت کرتی ہیں۔ اس لیے پاپا نے کہہ دیا ہے جب تک فیصلہ نہ ہو تب تک ہم نام سے نہیں نمبر سے پہچانے جائیں گے یعنی اوّل اور دوم۔"

"کبھی تم مادام رسونتی اور فرہاد صاحب کے بیٹے ثابت ہو تو تمہیں کتنا دکھ ہوگا؟"

"ہمیں اس بات کا عادی بنایا گیا ہے کہ جو مل جائے اسے شکریہ کے ساتھ قبول کرو۔ جو نہ ملے اس کا افسوس نہ کرو۔ دنیا میں صرف خون کا رشتہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ میرا رشتہ شیبا تھی سے خون کا نہیں تھا، دل کا تھا اور انھوں نے دل لگا کر مجھے میری جیسی تربیت کی ہری تربیت ماما پارس دوم کو دے رہی ہیں۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر یہ کہ میری ممی تو مر چکی ہیں۔ مجھے اب ماں کے کھونے کا دکھ کیا ہوگا، ہاں گئی باپ کی بات تو پاپا پر ہم دونوں بھائیوں کو یکساں چاہتے ہیں۔ ہم میں کوئی فرق نہیں سمجھتے؟"

"تم سب سے زیادہ کسے چاہتے ہو؟"

"جوجو کو۔"

ہیلما نے ایک گہری سانس لی۔ سلارا نے کروٹ بدل کر کہا "ہائے پارس، یہ تم نے کیا کہہ دیا۔ بے چاری ہیلما کا دل ٹوٹ گیا ہوگا۔"

پارس نے کہا "اگر تم جاگ رہی ہو تو اُٹھ بیٹھو۔ جلدی سے کچھ کھا لو۔ ہمیں یہاں زندگی نہیں گزارنا ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر والے آتے ہی ہوں گے۔"

آدھے گھنٹے بعد جب سلارا نے کھا پی لیا اور وہ وہاں سے روانہ ہونے لگے تب دور کہیں سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ تینوں دوڑنے لگے۔ سلارا ان کے ساتھ دوڑنا نہیں چاہتی تھی لیکن پارس اسے کھینچتا ہوا لے جا رہا تھا۔ پہاڑی کا وہ بلند حصہ کافی چٹانی تھا۔ کہیں کہیں درخت نظر آتے تھے، ورنہ چٹانیں اور بڑے بڑے پتھر دکھائی دیتے تھے۔

آواز ابھی دور ہی دور بھٹک رہی تھی۔ وہ جنگل کے دوسرے حصوں میں تلاش کر رہے تھے۔ وہ تینوں بھاگتے بھاگتے رک گئے۔ ایک جگہ ایسی نظر آ رہی تھی جہاں پتھر ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے تھے۔ اس طرح انھیں ان پتھروں کے نیچے چھپنے کا موقع مل سکتا تھا۔ وہ دوڑتے ہوئے وہاں آئے۔ پھر پتھروں کے نیچے چلے گئے۔ سلارا نے کہا "آخر کب تک دوڑو گے؟ دن کی روشنی پھیل گئی ہے۔ میں کہتی ہوں، ہتھیار پھینک کر اپنی گرفتاری پیش کر دو۔ میں تمہیں سلارا

بچاؤں گی؟"

پارس نے کہا "کیا تم سمجھتی ہو کہ میں ان کے خوف سے بھاگ رہا ہوں۔ ہرگز نہیں۔ میں تمہیں ان کے سامنے گھسیٹتا ہوا لے جاؤں گا اور وہ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے۔ میں تو انہیں صرف بھٹکا رہا ہوں، چاہتا ہوں کہ وہ مجھے نہ دیکھیں اور بھٹک بھٹک کر مایوس ہو کر چلے جائیں۔"

"آخر بچے ہو نا۔ بچکانہ سوچ رکھتے ہو۔ وہ لوگ میرے بغیر کبھی واپس نہیں جائیں گے۔ کبھی مایوس نہیں ہوں گے۔ ایک ایک کر کے سبھی اپنی جان دے دیں گے۔ ان میں سے جو آخری آدمی بچے گا وہ بھی مجھے لے جانے کی کوشش کرے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی شیر کے دہاڑنے کی آواز سنائی دی۔ وہ سب سہم کر چپ ہو گئے۔ نظریں اُٹھا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔ شیر نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اس کی آواز سنائی دے رہی تھی، بلکہ ایک نہیں دو شیروں کی آوازیں تھیں۔ ایک کے بعد ایک دہاڑ رہا تھا۔ ایسے میں ہیلی کاپٹر بھی اسی طرف آنے لگا۔ پارس نے پتھر کے نیچے سے ذرا جھک کر دیکھا، دُور سے ہیلی کاپٹر آتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اسی وقت اچانک ہی ایک شیر اور ایک شیرنی چھلانگ لگا کر ایک پتھر کی بلندی پر آ گئے۔ ان کی نظریں ٹھیک پارس کی طرف تھیں۔

اس نے اسٹین گن سنبھالی۔ سلارا نے کہا "کیا تمہارے تربیت دینے والوں نے یہ نہیں سمجھایا کہ شیر اسٹین گن سے مارے نہیں جاتے؟"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں، یہ اس ہتھیار سے نہیں مریں گے لیکن بُری طرح زخمی ہوں گے۔"

"اور زخمی شیر زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ یہاں ایک نہیں دو ہیں۔"

وہ دونوں غرّا رہے تھے۔ پارس نے انھیں سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر فیصلہ کیا "واقعی انھیں زخمی نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن فائرنگ ضرور کرنا چاہیے۔ اب تو ہیلی کاپٹر والوں کی مدد لینا ہی ہوگی۔ وہی انھیں یہاں سے بھگائیں گے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے تڑاتڑ فائرنگ شروع کر دی۔ دونوں شیر دہشت زدہ ادھر سے اُدھر چھلانگ لگا کر گئے مگر زیادہ دور نہیں گئے۔ پارس فائرنگ کرتا ہوا پتھر کے نیچے سے نکل آیا۔ ہیلما اور سلارا بھی اس کے پیچھے تھیں۔ ہیلی کاپٹر والوں نے انھیں دیکھ لیا۔ پھر دیکھتے ہی اپنا رُخ اُن شیروں کی طرف کیا، پرواز نیچی کی، پھر فائرنگ کرتے ہوئے ان کی طرف جانے لگے۔

ایسے وقت پارس دھوکا کھا گیا۔ وہ سمجھ رہا تھا شیروں کی طرف فائرنگ ہوتی جائے گی لیکن اُن میں سے ایک نے ان کی طرف بھی فائر کر دیا۔ ہیلما کے حلق سے ایک فلک شگاف چیخ نکلی۔ وہ تڑپ کر زمین پر گر پڑی۔ پارس جلدی سے نیچے لیٹ گیا۔ ہیلی کاپٹر وہاں سے گزر گیا تھا اور اب وہ شیروں پر فائرنگ کرتا جا رہا تھا۔

ہیلما کا جسم لہو سے بھیگ رہا تھا۔ وہ آخری ہچکیاں لے رہی تھی۔ پارس نے اس کے سر کے نیچے ہاتھ رکھا، پھر کہا "ہیلما! خدا حوصلے سے کام لو۔ میں کچھ کرتا ہوں۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں ماسٹر نہیں، بس میرا وقت پورا ہو گیا۔ اگر مرنے کے بعد کوئی اور زندگی ہے، کوئی اور دنیا ہے تو میں اس دنیا میں تمام زندگی تمہیں یاد کرتی رہوں گی۔" یہ کہتے کہتے اس نے آخری ہچکی لی۔ پھر ٹھنڈی پڑ گئی۔ وہ غصّے سے دانت پیسنے لگا۔ اسے محسوس ہوا جیسے اس کی آستین گن چھیننے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اُس نے پلٹ کر ایک ہاتھ رسید کیا۔ سلارا چیخ مار کر لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے چلی گئی۔ اگر آستین گن اس کے شانے سے نہ لٹکی ہوتی تو سلارا کے ہاتھ لگ جاتی۔ اس نے پلٹ کر کہا "تمہارے آدمیوں نے جان بوجھ کر ہم پر گولی چلائی ہے۔ میں ان آنے والوں میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اور اگر یہ میرے ہاتھ نہ آئے تو ہیلما کی جان کے بدلے تمہاری جان لوں گا۔ تم سب انسان نہیں ہو۔ شیطان کی اولاد ہو۔ ایک عورت تنہا اپنی زندگی گزار رہی تھی، تھیٹروں میں کام کرتی تھی، اپنا کھاتی تھی، اپنا پہنتی تھی۔ تم لوگ اسے اغوا کر کے یہاں لائے اور اسے بے موت مار دیا۔ اب تم کسی وقت بھی بے موت مرنے کے لیے تیار رہو۔"

ہیلی کاپٹر ایک چکر کاٹ کر واپس آ رہا تھا۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے چیخ چیخ کر کہا جا رہا تھا "ماسٹر پارس! ہمیں افسوس ہے۔ ہم نے ہیلما کی لاش دیکھی ہے۔ یقین کرو، ہم نے جان بوجھ کر گولی نہیں چلائی ہے۔ ہم تو شیروں کو بھگا رہے تھے۔"

پارس نے چیخ کر کہا "یو بلڈی فول، تم مجھے بچہ سمجھ رہے ہو، شیر کہاں تھے؟ اور ہم کہاں تھے؟ اور تمہارا نشانہ کہاں تھا؟"

یہ کہتے ہی اس نے اسٹین گن سے فائرنگ شروع کر دی۔ ہیلی کاپٹر دُور نکل گیا تھا۔ وہ پھر ایک چکر کاٹ کر آ رہا تھا اور اسپیکر کے ذریعے آواز آ رہی تھی "ماسٹر پارس! ہم سے دشمنی مہنگی پڑے گی۔ دوستی کر لو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں، تم جس طرح بھی شہر تک جانا چاہو گے، ہم لے جائیں گے۔ تم مادام سلارا کو یرغمال بنا کر ہمارے ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر شہر تک جا سکتے ہو۔"

وہ ایک چکر کاٹ کر جب قریب سے گزرنے لگا تو پارس نے پھر تڑاتڑ فائرنگ شروع کر دی۔ اس بار کئی گولیاں ایندھن والی ٹنکی میں جا کر لگیں۔ ایک بیک آگ بھڑک گئی، پرواز بہت نیچی تھی۔ پارس نے دیکھا دور جاتے ہوئے ہیلی کاپٹر کے دونوں دروازے کھل گئے تھے اور وہاں سے لوگ چھلانگیں لگا رہے تھے۔ صرف چار مسلح افراد ہی باہر نکل سکے ہوں گے۔ اس کے بعد وہ ہیلی کاپٹر بالکل بے قابو ہو گیا تھا۔ ایک بڑے

سے پتھر سے ٹکرا گیا تھا۔ پھر وہ غضب کا دھکا کھا کر وہاں کی زمین لرزنے لگی۔ دھواں آسمان کی طرف جانے لگا اور ہیلی کاپٹر کے پرخچے اُڑتے ہوئے دُور دُور تک چٹانوں اور پتھروں سے ٹکرانے لگے۔

سلارا اندھے منہ پڑی خوف سے چیخ رہی تھی۔ پارس اس کا ایک بازو پکڑ کر جلدی سے گھسیٹتا ہوا ایک طرف لے گیا۔ اگر ذرا بھی دیر کرتا تو جس پتھر کے نیچے وہ دونوں چھپے ہوئے تھے وہیں ہمیشہ کے لیے دب کر رہ جاتے۔ زمین کے لرزنے کی وجہ سے پتھر لرز رہے تھے اور اپنی جگہ چھوڑ رہے تھے۔ جہاں وہ چھپے ہوئے تھے، وہاں کے پتھر گرتے ہوئے ایک دوسرے پر آ گئے تھے اور زمین بوس ہو گئے تھے۔ ہیلی گام ہو چکی تھی۔ وہ تمام پتھر اس کی اُبھری ہوئی قبر بن گئے تھے۔

سلارا پر مارے دہشت کے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ اگر پارس اسے وہاں سے نہ نکالتا تو وہ ان پتھروں تلے کچلی جاتی۔ وہیں اس کی قبر بن جاتی۔ ہیلی کاپٹر کے پہلے دھماکے کے بعد دوسرا زبردست دھماکا ہوا تو وہ سکتے سے چونک گئی۔ پارس کے قدموں سے لپٹ گئی۔ ہیلی کاپٹر کے باقی ماندہ ٹکڑے جو فضا میں اُڑ رہے تھے، وہ اب ان کی طرف نہیں آ رہے تھے۔ پارس اسٹین گن لیے تن کر کھڑا ہوا تھا اور ان چار مسلح افراد کو دیکھ رہا تھا جو ابھی تک زمین پر اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔ جب تک دھماکے ختم نہ ہوتے وہ وہاں سے اُٹھنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ ہو سکتا تھا اُن میں سے کچھ مر چکے ہوں۔ اس نے سلارا کے بازو کو پکڑ کر ایک جھٹکے سے اُٹھاتے ہوئے کہا "چلو۔"

"نن نہیں، میں نہیں چل سکوں گی۔ میرے پاؤں کانپ رہے ہیں۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

پارس نے اسٹین گن کا رُخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا "جب اس سے ہیلی کاپٹر کی ٹنکی پھٹ سکتی ہے تو تمہارا سر بھی اُڑ سکتا ہے۔ میں زیادہ دور چلنے کو نہیں کہوں گا لیکن اپنے آدمیوں سے جتنی دور نکل سکتی ہو، نکل چلو۔"

وہ جبراً چلنے لگی۔ پارس نے کہا "یوں نہیں، ذرا تیز قدموں سے۔" پھر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے لے جانے لگا۔ تھوڑی دُور جانے کے بعد سلارا نے اپنا ہاتھ جھٹک کر چھڑاتے ہوئے کہا "میں جانتی ہوں، تم مجھے نہیں مارو گے، صرف دھمکیاں دے رہے ہو۔"

"تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے؟"

"اگر تم میری جان کے دشمن ہوتے تو ابھی مجھے نہ بچاتے۔ اوہ گاڈ! اب بھی مجھے یہ منظر یاد آتے ہی میں لرز جایا کروں گی۔ اگر تم ذرا سی دیر کرتے تو میں ان پتھروں کے نیچے کچلی جاتی۔ اگر تم میری جان کے دشمن ہو تو بتاؤ میری جان کیوں بچائی؟"

"میں تمہیں یرغمال بنانے لے جا رہا ہوں۔ تمہاری زندگی میری زندگی ہے۔ لہٰذا جب مجھے گرفتاری کا خطرہ اپنے مرنے کا یقین ہو گا، تبھی تمہیں ماروں گا ورنہ زندہ رکھوں گا۔"

وہ اگرچہ دُور ہو گئے تھے، لیکن وہ چاروں مسلح افراد ہمیں ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں سے ایک کی موت ہو گئی تھی کیونکہ اس کے لباس میں آگ لگ گئی تھی اور وہ زمین پر پڑا تھا۔ اگر زندہ ہوتا تو زندگی کے لیے ضرور تڑپتا، مچلتا اور اپنے لباس کی آگ بجھانے کی کوشش کرتا۔

دوسرا شخص چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اس کی رائفل اس سے ذرا دور پڑی ہوئی تھی۔ اگر وہ زندہ رہتا تو مقابلے کے لیے اپنی رائفل ضرور ہاتھ میں رکھتا۔ لہٰذا اس کی موت کا یقین ہو رہا تھا۔ باقی دو شخص اوندھے پڑے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ اپنی اپنی رائفلوں پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے۔ پارس نے کہا "شاید وہ زندہ ہیں۔ ان سے میں نمٹ لوں گا یہاں سے۔"

اچانک سلارا نے چیخ کر کہا "سانپ!"

پارس نے اِدھر اُدھر اپنے قدموں کی طرف دیکھا۔ سلارا نے کہا "وہ دیکھو، اس آدمی کے پاس۔"

اس نے اُنگلی سے اشارہ کیا۔ پارس نے دیکھا۔ دو شخص جو اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے، سانپ ان میں سے ایک کے اوپر چڑھ گیا تھا۔ اس کے اوپر سے رینگتا ہوا اس کا ہاتھ تک پہنچ گیا تھا جس میں رائفل تھی۔ زبردست دھماکوں کے باعث سانپ بجھلا دوسرے کیڑے مکوڑے زمین سے نکل آئے تھے۔ کتنے ہی درندوں کی آوازیں دور دور تک سُنائی دے رہی تھیں۔ قریب کوئی نہیں آ رہا تھا۔ پارس محتاط قدموں سے چلتا ہوا ان لوگوں کے پاس پہنچا جو اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے جس پر سانپ رینگ رہا تھا۔ اس پارس نے اسٹین گن سے فائرنگ کی۔ سانپ مر گیا۔ آدمی یوں ہی پڑا رہا۔ دوسرا شخص بھی فائرنگ کی آواز پر نہیں اٹھا۔ پارس نے ان میں سے ایک کی رائفل لی، اس کا معائنہ کیا۔ پھر کارتوس کی پیٹی بھی لے لی۔ اپنی ایک اسٹین گن اور کارتوس کی پیٹیاں وہیں پھینک دیں۔ دوسری اسٹین گن شانے سے لٹکا لی۔ رائفل کو ہاتھ میں لیا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا سلارا کے پاس آیا اور کہا "یہاں سے نکل چلو۔ درندے ان لاشوں کو کھانے کے لیے آئیں گے۔"

سلارا اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے جانے لگی۔ اب وہ راضی خوشی دوڑ رہی تھی کیونکہ اس کے تمام سہارے ٹوٹ چکے تھے یا کسی کے لیے ختم ہو چکے تھے۔ ان کے قلعے کی چھت پر وہی ایک ہیلی کاپٹر تھا جو ضرورت کے وقت کام آتا تھا اب وہ بھی تباہ ہو چکا تھا۔ انہیں تلاش کرنے والے اب کسی بھی ذریعے سے پارس تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

وہ دونوں کبھی دوڑتے جاتے تھے، کبھی تیزی سے چلنے لگتے تھے۔ سلارا ہانپتے ہوئے کہنے لگی "تم نے بہت بُرا کیا۔ میرے آدمی ہلاک ہو گئے تو کوئی بات نہ ہوتی۔ ہیلی کاپٹر کو تباہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ واحد ذریعہ تھا اس کے ذریعے کہیں بھی پہنچ سکتے تھے۔"

کہیں کہیں درختوں پر بندر اِدھر سے اُدھر اُچھلتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ ان کے راستوں پر بھی آ جاتے تھے۔ پھر اچھل کر دور چلے جاتے تھے۔ دوسرے جانوروں کی بھی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہیلی کاپٹر کے دو زبردست دھماکوں نے تمام درندوں کو چوکنا کر دیا تھا اور سب کو اسی طرف متوجہ کیا تھا۔ انہیں مردہ انسانوں کا گوشت دستیاب ہو جاتا تو وہ انسان کو بھاگتے بھاگتے بھی ہلاک کر دیتے تھے۔ انہیں بھی بھلا کون چھوڑنے والے تھے۔ وہ رونے کے انداز میں بولی "ہماری موت اسی جنگل میں لکھی ہے۔ تمہاری احمقانہ دلیری مجھے بھی مار ڈالے گی۔ ہم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکیں گے۔"

"جب یقین ہے، یہاں مرنا ہے تو پھر ڈرتا کیا؟"

"میں تمہاری طرح حرام موت مرنا نہیں چاہتی۔"

"تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے اپنی مرضی سے مرنا چاہتی ہو۔ اس جنگل میں میری تمہاری کوئی مرضی نہیں چلے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی چیتے کے غرّانے کی آواز سُنائی دی۔ بہت دور ایک چٹان پر ایک چیتا کھڑا ہوا تھا۔ سلارا کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ پارس نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ پھر ایک طرف دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ چیتے کی موجودگی میں دوسرے جانور دور دور بھاگنے لگے تھے۔ پارس نے ایک جگہ رک کر دونوں ہاتھوں سے رائفل سنبھالی۔ اس کے کندے کو شانے سے لگا کر چیتے کا نشانہ لیا۔ پھر گولی داغ دی۔ چیتا اچھل کر دوسری طرف چلا گیا۔ اِدھر پارس ایک جھٹکا کھا کر پیچھے کی طرف گر پڑا۔ اس نے وہ رائفل پہلے کبھی چلائی نہیں تھی۔ دوسری رائفلوں کا تجربہ تھا۔ ایک بار گولی چلانے کے بعد پتا چلا کہ کتنا زبردست جھٹکا پہنچاتی ہے۔

وہ فوراً ہی زمین سے اُٹھ گیا۔ جس شانے میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی، اُدھر کا ہاتھ ہلانے لگا۔ کبھی دائرے کی صورت میں اور کبھی مختلف درزش کی صورت میں۔ پھر وہ دونوں پنجوں کے بل اچھلتے ہوئے دونوں ہاتھوں کی درزش کرنے لگا۔ سلارا اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا تم نے شیر مارا ہے۔ جو اتنے اطمینان سے اچھل رہے ہو؟"

اس نے ٹھیک کر اسٹین گن اور کارتوس کی پیٹی اُٹھائی۔ رائفل وہیں چھوڑتے ہوئے کہا "اب اسے نہیں چلاؤں گا ورنہ خود چل بسوں گا۔"

وہ پھر وہاں سے دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ قریب ہی پانی کا شور سُنائی دے رہا تھا۔ ان کا رُخ اسی طرف تھا لیکن پانی کے قریب پہنچنے سے پہلے پھر وہی چیتا دکھائی دینے لگا۔ اس نے کہا "سلارا! کہیں قریب ہی دریا ہے۔ تیزی سے بھاگنے کی کوشش کرو۔ دریا تک پہنچو۔ سر پر موت کھڑی تھی۔ وہ تیزی سے بھاگنے لگی۔ پارس بھی اس کے ساتھ دوڑتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے ایک جگہ رُک کر اسٹین گن کا رُخ چیتے کی طرف کیا۔ وہ قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے اسٹین گن سے فائرنگ کی۔ چیتا اچھل کر دور جانے لگا۔ اب وہ پھر اپنی عادت کے مطابق ایک لمبا چکر کاٹ کر ان کی طرف آنے والا تھا اتنی دیر میں وہ پھر دوڑنے لگے تھے۔ اب یوں لگتا تھا جیسے ان کے بس اور مجبور ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ اسٹین گن سے چیتے کو مار نہیں سکتے تھے۔ صرف وقتی طور پر دور بھگا سکتے تھے پھر یہ یقین ہے کہ دوڑتے دوڑتے انہیں ایک جگہ رُکنا پڑا۔ کیونکہ اس کے بعد گہری پستی تھی اور اس پستی میں ایک دریا زور و شور سے بہہ رہا تھا۔

چیتے کی گرج دار آواز سُنائی دے رہی تھی۔ وہ ایک چکر کاٹ کر آ رہا تھا۔ سلارا کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا تھا۔ نہ آگے جا سکتے تھے نہ پلٹ کر واپسی کا راستہ اختیار کر سکتے تھے۔ واپسی کے راستے پر چیتا موجود تھا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والا معاملہ تھا۔ پارس نے ذرا آگے بڑھ کر پستی میں جھانک کر دیکھا۔ اندازہ کیا۔ تقریباً پچاس فٹ کی گہرائی پر وہ دریا بہہ رہا تھا۔ اس نے کہا "چھلانگ لگا دو۔"

وہ چیخ کر بولی "نہیں، کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ اتنی گہرائی میں چھلانگ کا مطلب ہے خود کو موت کے حوالے کر دینا۔"

"تم نہیں مرو گی، زندہ رہو گی۔ نیچے پانی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے پھر اسٹین گن سے فائرنگ کی۔ چیتا اچھل کر ایک بڑی سی چٹان کے پیچھے چلا گیا۔ وہاں سے اچھل کر پھر پتھر کے اوپر آیا اور گرجنے لگا۔ پارس نے اپنی کارتوس کی پیٹی چیتے کی طرف اچھال دی۔ پھر اسٹین گن بھی اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا "سلارا! اب ہم فنتے ہیں۔ میرے پاس صرف ایک چاقو ہے اور میں کوئی مارزن کی اولاد نہیں ہوں لہٰذا ایک ہی راستہ ہے۔ آؤ میرا ہاتھ پکڑو اور چھلانگ لگا دو۔"

اب اعتراض کی گنجائش نہیں تھی۔ خالی ہاتھ رہ کر چیتے کا لقمہ بننا گوارا نہیں تھا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے پارس کا ہاتھ تھام لیا پھر لرزتی ہوئی آواز میں بولی "میں مر جاؤں گی۔"

"زندہ رہنے کا حوصلہ کرو تو نہیں مرو گی۔ یاد رکھو دریا میں گرتے ہی پہلے گہرائی میں جاؤ گی پھر دو ہاتھ مارتے ہی اُبھر کر سطح پر آ جاؤ گی اس کے ساتھ ہی تیرنا شروع کر دینا۔ چلو! ایک، دو، تین۔۔۔"

یہ کہتے ہی اس نے چھلانگ لگائی۔ سلارا نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے ہاتھ کو ایک جھٹکا پہنچا تو کنارے سے اس کے قدم اکھڑ گئے اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ پارس کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ اس نے ذرا سا آنکھیں کھول کر دیکھا۔ پھر جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ اسے یوں

لگ رہا تھا' جیسے آسمان سے گر رہی ہو اور پتا نہیں کہاں پہنچے والی ہو۔ یہ صرف چند سیکنڈ کی بات تھی۔ پھر عزراپ سے پانی کے اندر چلی گئی۔ پیتا پتھر پر سے چھلانگ لگا کر کنارے آیا اور سر جھکا کر اسے دونوں کو حسرت سے دیکھ رہا تھا جو اس کا لقمہ بنتے بنتے رہ گئے تھے۔

دریا بہت گہرا تھا لیکن وہ دونوں تیرنا جانتے تھے۔ غوطہ خوری کا بھی ہنر آتا تھا لہٰذا پانی میں ڈوبتے ہی پھر ابھر کر سطح پر آ گئے اور تیرنے لگے۔ تیرنے میں بھی زیادہ مشقت کی ضرورت نہیں تھی۔ دریا کی پُرزور لہریں انھیں بہا کرلے جا رہی تھیں۔ وہ صرف ڈوبنے سے بچنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔

دریا نشیب کی طرف بہہ رہا تھا' اس لیے بہاؤ تیز تھا۔ وہ دونوں اتنی ہی تیزی سے بہتے جا رہے تھے۔ جہاں انھوں نے چھلانگ لگائی تھی' وہاں دونوں کناروں کی اونچائی تقریباً پچاس فٹ ہو گی اب وہ اونچائی بتدریج کم ہوتی جا رہی تھی۔ ساحل نیچی سطح پر دکھائی دینے لگا تھا۔ وہ پتا نہیں کتنے میل تک بہتے رہے' تیز رفتار لہروں میں وقت اور فاصلے کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ بہت دور تک بہنے کے بعد وہ دریا دو مختلف سمتوں میں تقسیم ہو گیا۔ یوں تو وہ سیدھا بہتا جا رہا تھا لیکن اس کی دو شاخیں دائیں بائیں نکل گئی تھیں۔ ایک شاخ شمال کی طرف جا رہی تھی۔ دوسری جنوب کی طرف۔

جنوبی ساحل پر ایک درخت جھکا ہوا تھا۔ پارس اس کی شاخ پکڑ کر رک گیا۔ پھر پیچھے آنے والی سلارا سے چیخ کر کہا "اس طرف چلی آؤ۔"

وہ اس سے بہت دور ایک بڑے سے پتھر کو پکڑ کر رکی ہانپتے ہوئے چیخ کر بولی "میں نہیں آؤں گی۔ اسی طرح بہتی ہوئی کہیں دور نکل جاؤں گی۔"

"تمھاری مرضی ہے۔ آگے پانی کا بہاؤ کم ہے۔ وہاں مگرمچھ ہو سکتے ہیں۔"

"اے مگرمچھ سے کیا ڈراتے ہو۔ تم نے تو مجھے مار ہی ڈالا تھا۔ اتنی بلندی سے مجھے چھلانگ لگانے پر مجبور کیا۔ میں مر جاتی تو تمھارا کچھ نہ جاتا۔ اب زندہ دیکھ کر پھر یرغمال بنا کر لے جانا چاہتے ہو۔ میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"جس پتھر کے سہارے کھڑی ہوئی ہو' اس کے بعد بہت گہرا ہے۔ اگر اپنی زندگی چاہتی ہو تو کنارے کی طرف تیرتی چلی آؤ۔"

"گہرائی ہونے دو۔ میں ڈوب کر مر جاؤں گی مگر تمھارے ہاتھ نہیں آؤں گی۔"

پارس نے اپنی کمر سے چاقو نکالا۔ پھر اسے گھماتے ہوئے بولا "اگر تم ادھر نہیں آؤ گی تو میں بھی تمھارا پیچھا چھوڑ دوں گا اور بیچ دریا میں آ کر تمھارا راستہ روکوں گا۔ تم میرے ساتھ نہیں آنا چاہو گی تو چاقو سے فی کر کے یہاں گھسیٹتا ہوا لاؤں گا۔"

وہ چاقو کی طرف دیکھ کر سوچنے لگی "اگر میں اس سے بچ کر نکل بھی گئی تو تنہا کہاں جاؤں گی۔ پتا نہیں' جنگل کے کس حصے میں ہوں۔ جاتی سے رابطہ قائم کرنے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے اور نہ ہی وہ لوگ مجھے اب تلاش کر سکتے ہیں۔"

اس نے سوچتے سوچتے سر اٹھا کر پارس کی طرف دیکھا۔ پارس ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ اس کی آواز سنائی دی "آ جاؤ۔"

مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوریاں

وہ تمام کہانیاں جو اب تک لکھی گئی ہیں

قیمت ۲۵/- روپے

ڈاک خرچ ۱۰/- روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

وہ ہاتھ بڑھا کر اس کی طرف بڑھی۔ پارس نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے کھینچا۔ وہ اس کے قریب آ گئی۔ پارس نے اسے بازو سے پکڑ کر سہارا دیا۔ پھر دونوں ساحل کی طرف تیرنے لگے۔ ساحل پر پہنچ کر وہ ریت پر بیٹھ گئے۔ دونوں ہانپ رہے تھے۔ کافی دیر بعد سلارا نے کہا "یہ واقعی مرد کا بچہ ہے۔ دیکھو تو یقین نہیں آتا کہ یہ لکن میں بجھنے آ رہی ہوں۔ اگر ایک نوجوان لڑکے کے کارناموں سے متاثر ہو کر اسے جواں مرد کہا جا سکتا ہے تو میں نے ایسا جواں مرد اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا اور نہ دیکھوں گی۔ ایک کے پلے پڑ گئی۔ یہی لکھی ہے۔"

پارس نے بلند آواز سے پوچھا "اے کیا تم مجھے دیکھتے دیکھتے سو گئی ہو؟"

وہ چونک گئی۔ دوسری طرف منہ پھیر کر سوچنے لگی "میں اس کے ہاتھ نہیں آؤں گی۔ اس سے دور بہتی جاؤں گی۔ دیکھتی ہوں' یہ اور کتنا حوصلے والا ہے۔ مجھے کس طرح کنارے تک لے جائے گا؟"

اس نے پتھر کا سہارا چھوڑ دیا۔ پھر بہتی ہوئی جانے لگی۔ پارس نے اسے دیکھا۔ چاقو بند کیا۔ اسے کمر کی بیلٹ میں پھنسایا پھر چلتے ہوئے درخت کی شاخ پر سے چھلانگ لگا کر دریا میں پہنچ گیا۔ وہ لہروں کے زور پر تیرتی آ رہی تھی۔ پارس اس کے قریب پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ جب سلارا نے دیکھا کہ وہ قریب آ رہا ہے تو اس نے تیرتے ہوئے اپنا رخ بدل دیا۔ وہ ابھی ایک دوسرے کے قریب نہیں پہنچے تھے' اس سے پہلے ہی وہ اپنا راستہ بدل لینا چاہتی تھی۔

پارس نے ڈبکی لگائی۔ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ تیرتے ہوئے ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگی۔ اس کی چالاکی پر حیرت ہو رہی تھی۔ پتا نہیں' وہ پانی کے اندر ہی اندر کس طرح اس کے قریب پہنچنے والا تھا۔ وہ تیزی سے تیرنے لگی۔ اسی وقت عقب سے چیخ نکل گئی۔ کسی نے پانی کے اندر دبوچ لیا تھا۔ وہ ڈوبنے لگی' دوسرے ہی لمحے پھر ابھر آئی۔ اب اس کے ساتھ پارس تھا۔ وہ تڑپ کر خود کو چھڑانے لگی۔ پارس نے اسے آسانی سے چھوڑ دیا لیکن پھر چالاکی دکھائی' اس نے لانبے بالوں کو پکڑ لیا تھا اور دور ہی دور رہ کر تیرتا جا رہا تھا۔ وہ اپنے بالوں کو چھڑانے کی کوشش کرتی جا رہی تھی۔ ساتھ ہی ہاتھ پاؤں مارتی جا رہی تھی تاکہ پانی کی سطح پر ابھری رہے اور سانس لیتی رہے۔ اسی جدوجہد میں پتا نہ چلا کہ وہ کس طرح ساحل تک پہنچ گئی۔

اب اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اپنی ضد کا مظاہرہ کرتی اور دریا میں چھلانگ لگا کر تیرنا شروع کر دیتی۔ وہ کنارے پہنچ کر گر پڑی تھی۔ بچاروں شانے چت ہو کر گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ بھیگا ہوا لباس بدن سے چپک گیا تھا۔ وہ بڑی بے نیازی سے آنکھیں کھولے آسمان کو تک رہی تھی۔ بے نیاز تو پارس بھی تھا۔ اسے جتنی تربیت دی گئی تھی' وہ اسی کے مطابق زندگی گزار رہا تھا۔ کامنصف مخالف سے نہ دلچسپی لینا سکھایا گیا تھا اور نہ کسی پر وہ خصوصی توجہ دیتا تھا۔ بس ایک جو جو تھی جس سے گہرا لگاؤ تھا اور وہ لگاؤ ہزار بھرے دوستانہ جذبوں سے زیادہ نہ تھا۔ ان کی محبت میں پاکیزگی اور بھرپور شرارتیں تھیں۔ ابھی شیطان نے ان کے درمیان مداخلت نہیں کی تھی۔

تھوڑی دیر بعد پارس نے پوچھا "کیا یہیں سو جانے کا ارادہ ہے؟"

اس نے سر گھما کر پارس کو دیکھا۔ ذرا دیر تک اسے سر سے پاؤں تک دیکھتی رہی پھر بولی "کیا تم مجھے دیکھ رہے ہو؟"

"خدا کا شکر ہے۔ میری آنکھیں سلامت ہیں۔ میں دیکھ سکتا ہوں۔"

"کیا میں بہت حسین ہوں؟"

"تم نے صرف کل سے آئینہ نہیں دیکھا اور اتنی جلدی بھول گئیں کہ حسین ہو یا نہیں؟"

"میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔"

"ہاں' حسین ہو۔"

وہ لیٹے ہی لیٹے انگڑائی کے لیے ہاتھ اٹھا کر بولی "کیا میں جوان بھی ہوں؟"

"میں تمھیں یقین دلاتا ہوں' پچاس فٹ کی بلندی سے چھلانگ لگانے کے باوجود بھی تمھاری جوانی سلامت ہے۔"

"یہ جنگل بیابان ہے۔ میں ساحل کی ہری بھری گھاس پر بھیگی پڑی ہوں۔ کیا تم کچھ محسوس کر رہے ہو؟"

"ہاں' خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر مسکراتے ہوئے بولی "کیسا خطرہ؟"

"تمھاری ٹانگیں دریا کی طرف ہیں۔ سوچتا ہوں' کوئی مگرمچھ پہنچ کر لے جائے گا تو میں کیسے یرغمال بناؤں گا۔"

وہ جھنجلا کر اٹھ بیٹھی۔ حسن و جوانی کی کوئی قدر نہ ہو یا کوئی دیکھ کر اسے محسوس تک نہ کرتا ہو تو اس سے زیادہ توہین کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ جب کوئی نہ سمجھے' نہ محسوس کرے تو وہ جوانی جوانی نہ ہوئی۔ حسن حسن نہ ہوا۔ کانٹوں کا درخت ہو جسے کوئی دیکھتا تک نہیں اور دیکھ لے تو ہاتھ لگائے بغیر گزر جاتا ہے۔

وہ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی "تم اتنے نادان تو نہیں ہو۔"

"میں نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہا ہوں' یہ عمر نادانی کی ہوتی ہے اور نادانی کا مطلب شیطانی نہیں ہوتا۔"

"تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تم پر مٹی ہوں اور اپنی طرف مائل کر رہی ہوں۔"

"تم خود سمجھ رہی ہو' خود بول رہی ہو۔"

"تم کل سے ہر قدم پر مجھے تجسس میں مبتلا کرتے آ رہے ہو' کبھی دہانت کے معاملے میں' کبھی دلیری کے معاملے اور کبھی احساسات اور جذبات کے معاملے میں۔ میں یقین نہیں کر سکتی کہ تم اتنے فرشتہ ہو جبکہ تمھارا باپ شیطان ہے۔"

"جو عورت نوعمر لڑکے سے حسن اور جوانی کے پرچے حل کراتی

ہو اس کے سامنے میرا باپ تو کیا دنیا کا کوئی بھی مرد شیطان بن سکتا ہے۔ اب اٹھو یہاں سے۔ ہمیں دن ہی دن میں زیادہ سے زیادہ فاصلہ طے کر لینا چاہیے۔"

وہ دریا کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ سلار اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے بولی۔ "پتا نہیں کیا وقت ہو چکا ہے۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ چھلانگ لگانے کے دوران کھانے کا بیگ میری پشت سے نکل کر گر پڑا تھا۔ اب کیا ہوگا؟"

"جب تک کچھ نہ ملے میرا دماغ کھاتی رہو۔"

وہ تیز رفتار سے چلتی ہوئی اس کے برابر آ گئی۔ پھر اس کا بازو تھام کر چلنے لگی۔ پارس نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "تم میں یہ تبدیلی اچانک آئی ہے۔ کل تک میں تمہیں نظر نہیں آیا۔ دشمن بنی ہوئی تھیں۔ اب اچانک لگاوٹ ظاہر کر رہی ہو۔ بات کیا ہے؟"

"عورت کسی کو سمجھتے سمجھتے ہی سمجھتی ہے اور میں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اگر تم میری زندگی کی ہر سانس کے ساتھ رہو تو دنیا کی کوئی شیطانی طاقت مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

"اچھا تو تمہارا خیال ہے، میں تمہاری ہر سانس کے ساتھ تمہارا باڈی گارڈ بن کر رہوں گا؟"

"باڈی گارڈ بن کر نہیں دوست بن کر۔"

"میں نے صرف ایک ہی لڑکی سے دوستی کی ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ وہ جو جو ہے۔"

"ہاں تمہارے ستارے اچھے ہیں کہ میں خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا ہوں۔ اگر جو جو میرے دماغ میں آتی اور تمہیں اس طرح میرے ساتھ چلتے ہوئے دیکھتی تو تمہاری کھوپڑی ہلا کر رکھ دیتی۔"

"میں بھی سانس روک لیتی ہوں۔ وہ کبھی میرے دماغ میں نہیں آ سکے گی۔"

"بڑے بڑے یوگا کے ماہر یہی دعویٰ کرتے ہیں۔ پھر کسی کمزوری میں مبتلا ہو کر خیال خوانی کرنے والوں کے لیے دماغ کے دروازے خود بخود کھول دیتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، اچھی خاصی ذہین عورت کو بھی اچانک کیا ہو جاتا ہے۔ تم وہی لڑکی ہو نا جو اپنے بھائی جارج کے ساتھ سائنس لیبارٹری میں کام کرتی ہو۔ ریاضی کے مشکل سے مشکل سوال حل کرتی ہو۔ پیچیدہ معاملات کو سمجھنے میں اور سلجھانے میں اپنی ذہانت کا ثبوت دیتی ہو؟"

"ہاں میں وہی ہوں۔ تم پہلے نوجوان ہو جس کی ضد اور زبردستی کے آگے جھکتی چلی جا رہی ہوں۔ میں کسی کو جھکا دینے میں زیادہ وقت نہیں لگاتی لیکن تمہارے ساتھ جہاں تک جا رہی ہوں اور جتنی دیر ہو رہی ہے، اتنا ہی مجھے فائدہ پہنچنے والا ہے۔"

"ہاں میرے دماغ کے ایک گوشے میں یہ بات بھی ہے۔ چل کر تم بھروسہ دلا رہی ہو۔ ذہانت کا ثبوت دینے والی ہو۔ یہاں سے گزرنے والی کشتیاں یا چھوٹے بڑے شہر میں پہنچیں گے، وہاں تمہارے آدمی تمہیں مل جائیں گے۔ وہاں تم مجھے مجبور اور بے بس بنانے کے لیے کتنے ہی ناکام حربے استعمال کر سکو گی۔ بہرحال جب وہ وقت آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ اپنے بچاؤ کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔ ابھی اتنا بتا دوں کہ میں تمہارے لیے میرے ساتھ ساتھ چلتی رہو گی؟ ذرا الگ ہو کر بھی چل سکتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے الگ ہو گئی۔ پارس گہری سنجیدگی سے کہتا جا رہا تھا۔ "اچانک سلار کا رویہ کیوں بدل گیا ہے۔ یہ میری اور اس کی عمر کے فرق کو مٹا رہی ہے۔ ضرور اس کے پیچھے کوئی چال ہے جو ابھی میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

دریا کے کنارے چھوٹی چھوٹی بستیاں یا چھوٹے بڑے شہر ضرور آباد ہوتے ہیں۔ وہ اسی امید پر چل رہے تھے کہ آگے چل کر کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی آبادی میں پہنچنے والے تھے۔ سلار نے کہا۔ "ہم نے اپنی گاڑی میں سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا تھا۔ اس کے بعد رات بھر چلتے رہے اور اب بھی چل رہے ہیں۔ اس حساب سے ہم نے زیادہ سے زیادہ پچاس کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا ہوگا۔ اس کے بعد بھی قریبی شہر تک پہنچنے کے لیے ڈیڑھ سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنا ہوگا۔ یہ دن گزر جائے گا، رات گزر جائے گی۔ کل کا دن بھی شاید گزر جائے۔ کیا ہم اتنی دور تک پیدل چل سکوں گی؟"

"تم اس پختہ سڑک کے حساب سے فاصلہ ناپ رہی ہو جبکہ ہم جنگل کے اندر سے گزر رہے ہیں، یقیناً یہ شارٹ کٹ ہوگا۔"

"جنگل کا یہ اندرونی راستہ سڑک کے راستے سے کھلا ہوا ہو سکتا ہے۔"

"ہونے دو، کوئی بات نہیں ہم کنارے کنارے چلتے ہوئے ضرور کسی بستی تک پہنچیں گے۔"

"جب تک ہم پہنچیں گے، بھوک سے میرا دم نکل جائے گا۔"

"مجھے بھی تک بھوکے رہنے کا تجربہ تو نہیں ہے لیکن میں نے سنا ہے، آدمی مستقل مزاج ہو تو تین روز تک بھوک برداشت کر لیتا ہے۔"

"شام تک کچھ نہ ملا تو میں مر جاؤں گی۔"

"ہر جاندار کو کھیتوں سے یا جنگلوں سے خوراک حاصل ہوتی ہے۔ ذرا دور دور تک نظریں دوڑاتی جاؤ، کوئی ایسا درخت ضرور نظر آئے گا جس کے پھلوں سے تم پیٹ بھر سکو گی۔"

کوئی دو چار میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد دور تک وہی ایک ہی درخت دکھائی دینے لگے۔ ان میں پھل بھی نظر آ رہے تھے۔ سلار نے ان درختوں کی طرف دوڑتے ہوئے کہا۔ "آؤ، جلدی آؤ۔ دیکھو یہ پھل کھانے کے قابل ہو سکتے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "اتنی دیر سے آہستہ آہستہ چل رہی تھیں۔ کھانے کی چیز دیکھتے ہی دوڑنے لگیں۔ اگر پہلے ہی تیزی سے چلتی رہتیں تو ہم اتنا فاصلہ طے کر لیتے۔"

وہ ایک درخت پر چڑھ گیا۔ پھر اس کے پھل توڑ کر نیچے پھینکنے لگا۔ اس کے بعد ایک شاخ سے لٹک کر نیچے کود گیا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تم خاموش کیوں کھڑی ہو۔ اتنے پھل تمہارے قدموں کے پاس ہیں، اٹھاؤ اور کھاؤ۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "میں پہلے نہیں کھاؤں گی۔"

"یعنی تمہیں ڈر ہے کہ اگر یہ زہریلا ہوا تو مر جاؤ گی؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پارس نے ایک پھل اٹھایا پھر چاقو سے کاٹ کر اسے دیکھا۔ ناک کے پاس لے جا کر سونگھا۔ پھر زبان سے چکھا۔ اس کے بعد دانت سے کاٹ کر تھوڑا سا کھایا۔ سلار نے پوچھا۔ "کیسا ہے؟"

پارس نے منہ بنا کر کہا۔ "کچھ عجیب سا ذائقہ ہے۔ ابھی تک سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"پورا پھل کھا کر دیکھو۔"

"کھا تو رہا ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ چبا کر کھانے لگا۔ سلار اسے غور سے دیکھتی جا رہی تھی۔ اس نے پورا پھل کھا لیا لیکن اچانک ہی اس کے دیدے پھیل گئے۔ وہ وحشت زدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ پھر بولی۔ "کیا ہوا؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کبھی ادھر دیکھنے لگا۔ کبھی ادھر۔ جگر تھامنے لگا۔ جیسے صاف طور پر نظر نہ آ رہا ہو۔ پھر اس کے منہ سے ہلکی سی سسکی کی آواز سنائی دی۔ وہ سہم کر بولی۔ "کیا ہو رہا ہے؟ پارس تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

اس کی ہنسی قہقہے میں بدل گئی۔ وہ زور سے قہقہے لگاتے ہوئے بولا۔ "مزا آ رہا ہے۔ پورا جنگل گھوم رہا ہے۔ ادھر سے ادھر جا رہا ہے اور ادھر سے ادھر آ رہا ہے اور تم بھی تو ناچ رہی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "کیا یہ نشیلا پھل ہے؟"

اس نے ایک زور کا قہقہہ لگایا۔ اچانک وہ قہقہہ ایک جھٹکے سے رک گیا جیسے اس کی سانس رک گئی ہو۔ پارس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے درخت سے ٹکرا گیا۔ اس کی ٹانگوں پر بل رہی تھی جیسے سانس اٹک اٹک کر آ رہی ہو اور وہ بڑی مشکل سے سانس کھینچ رہا ہو۔ پھر وہ دھپ سے گر پڑا۔ سلار نے چیخ کر کہا۔ "پارس! کیا ہوا؟ تمہیں کیا ہوا؟ جواب دو۔"

وہ دوڑتی ہوئی قریب آئی۔ اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر دیکھا تو اس کی بھی اوپر کی سانس اوپر ہو گئی کیونکہ پارس کی سانس رک گئی تھی۔ دیدے ساکت ہو گئے تھے۔ اس نے "نہیں" کہتے ہوئے چیخ ماری۔ اس کے چہرے کو چھوٹا تو اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

چند لمحوں کے لیے اس پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔ پھر ذرا پیچھے ہٹ کر اسے غور سے دیکھا۔ اس کے بعد قریب آئی۔ اس کے ایک ہاتھ کو تھام کر نبض ٹٹولنے لگی۔ اس کی نبض نہیں مل رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ ابھی یہ نوجوان ہنستا بولتا جا رہا تھا۔ اپنی زندگی کا مکمل ثبوت دے رہا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے کیسے مر سکتا ہے۔ کیا موت اسی طرح اچانک حملہ کرتی ہے؟

اس نے کلائی چھوڑ دی۔ پھر گھٹنوں کے بل رینگتی ہوئی قریب آئی۔ اس کے سینے پر سر رکھ کر اس کی دھڑکنیں سننے کی کوشش کرنے لگی۔ پارس گردن ڈھلکنے کے بعد اس طرح جھک گیا تھا کہ وہ پوری طرح اس کے سینے تک پہنچ نہیں سکتی تھی۔ پھر بھی اس نے سننے کی کوشش کی اور ناکام رہی۔ تب وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ نہیں نہیں، کہتے ہوئے دور جانے لگی۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "اوہ گاڈ! یہ کیا ہو گیا؟ اب میں تنہا اس جنگل میں کیسے رہوں گی؟ کہاں جاؤں گی؟ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

جنگل میں اس کی آواز دور دور تک گونج رہی تھی۔ "مجھے ڈر لگ رہا ہے، ڈر لگ رہا ہے، لگ رہا ہے لگ رہا ہے۔۔۔"

پھر اس نے پارس کی طرف گھوم کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "پارس اٹھ جاؤ، اٹھ جاؤ پارس اٹھ جاؤ، جاؤ، جاؤ آؤ آؤ۔۔۔"

وہ پارس کو اٹھنے کے لیے کہہ رہی تھی اور اس کی لاش سے ڈر بھی لگ رہا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ ایسے وقت یہی سمجھ میں آیا کہ دن کی روشنی میں جتنا فاصلہ طے کر سکتی ہے اور جتنی جلدی کسی بستی تک پہنچ سکتی ہے اتنا ہی اس کے لیے بہتر ہوگا ورنہ وہ بھی تنہا اس جنگل میں ماری جائے گی۔

یہ سوچتے ہی وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے دریا کے کنارے پہنچی، وہاں سے پلٹ کر دیکھا۔ پارس بہت دور ایک درخت کے پاس گھاس پر اسی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ وہ وہاں سے دوڑتے ہوئے دریا کے کنارے کنارے جانے لگی۔ اب اس کی یہی کوشش تھی کہ زیادہ سے زیادہ فاصلہ زیادہ سے زیادہ تیزی سے طے کر لے۔

اس نے جو ڈوکر اڈے کی تربیت حاصل کی تھی۔ وہ نانہ الصبح ایک آدھ میل تک دوڑ لگاتی تھی۔ یہ ریاضت اب کام آ رہی تھی۔ وہ بڑی دور تک دوڑتی ہوئی گئی۔ پھر رفتار ذرا سست کر دی۔ پھر تیزی سے چلتی گئی۔ جب سانس ذرا بحال ہونے لگی تو پھر دوڑ لگانا شروع

کردی۔ وہ اسی طرح کبھی دوڑ رہی تھی کبھی تیزی سے چل رہی تھی۔ جب تک پارس ساتھ چلتا رہا تھا وہ تحفظ محسوس کرتی رہی تھی۔ اسے ستانے کے لیے پریشان کرنے کے لیے آہستہ آہستہ چلتی تھی۔ آج صبح تک یہ آس تھی کہ ایسی سُبک رفتاری برقرار رکھے گی تو اس کے آدمی مدد کے لیے پہنچ جائیں گے لیکن پارس نے اس کی آس ہمیشہ کے لیے ختم کردی تھی۔

اب وہ دوڑتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ اگر پہلے ہی پارس کے ساتھ دوڑ لگاتی رہتی۔ اور تیزی سے چلتی رہتی تو اب تک کسی نہ کسی آبادی تک پہنچ جاتی۔ اب تنہا دوڑتی ہوئی پتا نہیں کتنے میل کا فاصلہ طے کرچکی تھی۔ آخر ایک جگہ تھک کر رک گئی۔ اس کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ وہ رکنا نہیں چاہتی تھی۔ ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھ رہی تھی۔ اب اسے محسوس ہوا جیسے کوئی دوڑ رہا ہے۔ اس نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا۔ پھر کان لگا کر سننے لگی، دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ وہ ایک دم سہم گئی۔ اِدھر اُدھر بچاؤ کا راستہ تلاش کرنے لگی۔ پھر ایک درخت کے پیچھے جاکر چھپتے ہوئے بولی "کون ہے؟ یہاں کون ہے؟"

اس کے بولتے ہی آواز رک گئی تھی۔ گہرا سناٹا چھا گیا تھا۔ وہ کان لگا کر سُننے لگی۔ اب کوئی آواز سُنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ اُلٹے قدموں پیچھے کی طرف جاتے ہوئے چاروں طرف دیکھتی جارہی تھی۔ کئی منٹ گزرنے کے بعد بھی آواز سُنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ پلٹ کر پھر دریا کے کنارے دوڑنے لگی۔ اس بار اس کی رفتار اور تیز ہوگئی تھی۔ خوف کے مارے اور زیادہ تیزی سے دوڑنا پڑ رہا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ بالکل نڈھال ہوگئی تھی۔ اس کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ خود کو دوڑنے کے قابل نہیں سمجھتی تھی بلکہ کہیں تھک کر گر جانا چاہتی تھی لیکن اچانک پھر دوڑنے پر مجبور ہوگئی تھی۔ انسان کو اپنی زندگی سے بہت پیار ہوتا ہے۔ وہ اپنی سلامتی کے لیے کانٹوں پر بھی دوڑتا چلا جاتا ہے۔

آفتاب مغربی کنارے تک پہنچ گیا تھا۔ دھوپ ڈھل گئی تھی۔ شام کے سائے پھیلنے لگے تھے۔ وہ آخر لڑکھڑاتے ہوئے دریا کے کنارے گر پڑی۔ دوڑنے کی بھی انتہا ہوتی ہے۔ دوپہر سے دوڑ رہی تھی۔ اب شام ہوگئی تھی حالانکہ مسلسل دوڑ نہیں لگائی تھی۔ بیچ بیچ میں رک جاتی تھی اور تیزی سے چلنے لگتی تھی۔ اپنی سانسوں کو بحال کرنے کے بعد پھر دوڑ لگاتی تھی۔ بہرحال اسے آج کی دوڑ ساری زندگی یاد رہے گی۔ وہ بُری طرح ہانپتے رہنے کے بعد سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔ اب سانسیں بحال ہو رہی تھیں مگر بھوک اور پیاس سے بُرا حال تھا۔ وہ پیٹ پر ہاتھ رکھ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ پھر چیخ مار کر ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اس سے کچھ فاصلے پر پارس کھڑا ہوا اسی پھل کو دانتوں سے کاٹ کاٹ کر مزے سے کھا رہا تھا۔

وہ چند لمحوں تک اسے بے یقینی سے دیکھتی رہی پھر کانپ کر بولی "تم زندہ ہو؟"

وہ پھل کھاتے ہوئے بولا "بہت ہی لذیذ ہے۔ ایک بار کھاؤ گی تو کھاتی ہی چلی جاؤ گی۔"

وہ غصے سے بولی "یو چیٹ، دھوکے باز، فریبی میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔"

اس نے جھک کر پتھر اٹھایا۔ پھر کھینچ کر مارا۔ پارس ایک طرف ہٹ گیا۔ اس نے دوسرا پتھر مارا۔ وہ فضا میں اچھلا۔ پھر واپس زمین پر آگیا۔ وہ اچانک زوردار قہقہہ لگانے لگی جیسے پاگل ہوگئی ہو۔ پھر ہنستے ہنستے اچانک رونے لگی۔ پارس اسے غور سے دیکھنے لگا۔ وہ ہنس رہی تھی کبھی رو رہی تھی اور اس کی طرف بڑھتی جارہی تھی۔ پھر قریب آکر ایک دم سے لپٹ گئی۔ دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے بولی "تم نے ایسا کیوں کیا؟ بولو ایسا کیوں کیا۔ میں دہشت سے مرجاتی تو تمہیں کیا مل جاتا؟"

وہ بولا "مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ سب کچھ ملنے والا ہے۔ خدا کے لیے مجھے چھوڑو تو سہی۔"

"نہیں چھوڑوں گی۔ ہرگز نہیں چھوڑوں گی۔ تم ظالم ہو، تم سنگدل ہو۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔"

ایسا کہتے کہتے اس نے پارس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ جس بات کی توقع نہ ہو اور وہ ہونے لگے تو چند لمحوں کے لیے حواس بجا نہیں رہتے۔ چند لمحوں کے بعد پارس نے اسے ایک جھٹکے سے الگ کردیا اور گہری گہری سانس لینے لگا۔ وہ پھر اس کی طرف بڑھنا چاہتی تھی۔ اس نے جلدی سے اس کے ہاتھ پر ایک پھل رکھ دیا۔ پھر کہا "اسے کھاؤ۔ طبیعت ٹھیک ہوجائے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے جلدی سے مُنہ پھیر لیا۔ پھر دریا کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ اس کا دل عجب طرح سے دھڑک رہا تھا۔ آج پہلے نہ دل کبھی خوف سے دھڑکا اور نہ ہی کسی شدید جذبے سے۔ جو جو کے ساتھ بھی ایسا کبھی نہیں ہوا۔ وہ شرارتیں کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ لوٹ پوٹ ہوتے رہتے تھے۔ اس کے باوجود شیطان ان کے درمیان نہیں گیا۔ کمبخت اِدھر چلا آیا۔

وہ چلتے چلتے رک گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ سلارا مسکراتے ہوئے چلی آرہی تھی۔ وہ پانی کے قریب گیا۔ لہروں میں اس کا عکس منتشر ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے عکس پر تھوک دیا۔ "آخ تھو۔"

سلارا نے حیرانی سے پوچھا "یہ کس پر تھوک رہے ہو؟"

"اپنے آپ پر۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا مطلب؟"

"مجھے اور میرے بھائی پارس کو ادارے میں تربیت دینے والے بہت سے بزرگ ہیں جن میں سرفہرست جناب شیخ الفارس صاحب ہیں۔ انھوں نے ہمیں دینی تعلیمات دی ہیں اور شیطان سے بچنے کے گُر سکھائے ہیں..... سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ جب بھی کبھی کا اندیشہ ہو تو انسان اپنے آپ پر تھوک دے۔ اس طرح شیطان کمزور پڑ جاتا ہے۔ ملعون کی سمجھ میں یہ آجاتا ہے کہ جو شخص اپنی ذات پر تھوک سکتا ہے وہ اس پر بھی تھوک سکتا ہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ پھر بولی "میں سمجھ گئی اور جو سمجھ چکی ہوں اس سے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ آج سے تمہاری اور شیطان کی جنگ شروع ہوچکی ہے۔"

وہ پلٹ کر ایک طرف چلتے ہوئے بولا "تمہاری ہنسی بتا رہی ہے کہ شیطان کی جیت پر تمہیں خوشی ہوگی۔"

"تم جسے شیطان کہتے ہو، میں اسے عمر کا تقاضا کہتی ہوں۔ آج سے تمہارے اندر بھی یہ تقاضے ہوتے رہیں گے۔"

"تم اپنی فکر کرو۔ اندھیرا بڑھتا جارہا ہے۔ پھر وہی جنگل ہوگا اور وہی تاریکی ہوگی۔ جانوروں کی آوازیں رہ رہ کر سُنائی دے رہی ہیں۔ ان میں خونخوار درندے بھی ہوں گے جو اپنے شکار کو چیر پھاڑ کر کھانے کے بعد پانی پینے کے لیے دریا کے کنارے آتے ہیں۔ ہم بھی کنارے کنارے چل رہے ہیں۔ ان سے ملاقات یقینی ہے۔"

"تم مجھے ڈرا رہے ہو۔"

"میں پیش آنے والے حالات کی سنگینی سے آگاہ کر رہا ہوں۔ اب ہمارے پاس ایک چاقو کے سوا کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

"اب کیا ہوگا؟ دوپہر سے چلتے چلتے رات ہونے لگی۔ کوئی بستی دکھائی نہیں دی۔ مجھے تو یقین نہیں آرہا ہے کہ ہم کسی انسانی آبادی تک پہنچ سکیں گے۔ اگر کوئی درندہ اِدھر آنکلا تو کیا کروگے؟"

"میں اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ تم اس سے عمر کے تقاضے کی بات کرنا۔"

"کیوں مذاق اڑا رہے ہو؟"

"اب اسے مذاق کہہ رہی ہو۔ کیا سارے جذبات ہوا ہوگئے؟"

"پلیز کام کی بات سوچو۔ چوبیس گھنٹے دُور لگ رہا ہے اوپر سے بھوک ستا رہی ہے۔"

پارس نے جیب سے دو پھل نکال کر دیتے ہوئے کہا "میں تو بھول ہی گیا تھا تم نے ایک ہی کھایا ہے۔ لو اور کھاؤ۔"

اس نے پھول کو لیا۔ پھر انھیں کھاتے ہوئے بولی "یہ بہت لذیذ ہیں لیکن ان سے پیٹ نہیں بھر سکتا۔"

"میں تمہیں اغوا کرتے وقت بھول گیا تھا کہ تمہارے ساتھ کھانے کا اسٹاک بھی لانا چاہیے۔"

"آخر تم کام کی بات کیوں نہیں کر رہے ہو؟"

"کوئی کام کی بات ہو تو کروں۔ سیدھی سی بات ہے، اگر کسی درندے نے حملہ کیا تو ہمارے سامنے بچاؤ کا صرف ایک راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہم دریا میں چھلانگ لگا کر گہرائی کی طرف جائیں اور لہروں کی زد پر تیرتے ہوئے دور نکل جائیں۔"

وہ بولی "ہم اندھیرے میں ایک دوسرے کو تیرتے ہوئے نہیں دیکھ سکیں گے۔ تم کہیں چلے جاؤ گے میں کہیں پہنچ جاؤں گی۔"

"مجھ سے ایک بھول ہوئی۔ سیلی کاپٹر والوں کی موت کے بعد ان کی تلاشی لینا چاہیے تھی۔ ان کی جیب سے ماچس اور لالٹر جیسی چیزیں مل سکتی تھیں جو اس وقت کام آتیں۔ ہم لکڑیاں اکٹھی کرکے آگ لگاتے اس طرح درندے ہم سے دور رہتے اور ہم کسی ایک جگہ رات گزار دیتے۔"

"مگر اب کیا ہوگا۔ میں تم سے پھڑ کر رات کو تنہا نہیں بھٹک سکتی۔ مارے خوف کے مرجاؤں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دور کسی درندے کی آواز سنائی دی۔ وہ سہم کر اس کے بازو کو سختی سے جکڑ کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ پارس پریشان ہوگیا۔ اب اس طرح ساتھ چلنے سے کچھ ہونے لگتا تھا۔ مجبوری یہ تھی کہ اسے الگ کرنے سے بھی وہ الگ نہ ہوتی بلکہ اور کمبل بن جاتی لہٰذا جس حد تک تھی اسی حد تک اسے برداشت کرلینا دانشمندی تھی۔

وہ چلتے چلتے رک گئے۔ پھر آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے ایک طرف دیکھنے لگے۔ بہت سے درخت دور تک ٹوٹے ہوئے تھے۔ جھاڑیاں بھی زمین بوس ہوگئی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے ان پر سے بہت بھاری بھرکم ٹریکٹر گزر گیا ہو۔ وہ سرگوشی میں بولا "محتاط رہو، جیسے ہی خطرہ پیش آئے، دریا میں چھلانگ لگا دینا۔"

وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی "کیا یہاں کوئی چھپا ہوا ہے؟"

"میں سوچ رہا ہوں، درختوں اور جھاڑیوں کی ایسی حالت کیوں ہوگئی؟ پچھلے دنوں جب میں تمہاری قید میں تھا تو زبردست طوفان آیا تھا۔ راستے میں کئی درخت ہمیں ٹوٹے ہوئے ملے لیکن اس طرح ایک ہی جگہ اتنے درخت اور اتنی جھاڑیاں زمین بوس نظر نہیں آئیں۔ یہاں ضرور کوئی خاص بات ہے۔"

"خاص بات ہونے دو۔ آگے بڑھ جاؤ خواہ مخواہ کسی خطرے کو دعوت نہ دو۔"

"نہیں سلارا! میں معلوم کروں گا۔ آخر یہاں کیا بات ہے، تم بالکل کنارے کھڑی رہو۔ کسی بھی خطرے کے وقت تمہارے فرار کے لیے یہ دریا موجود ہے۔"

پہلے اس نے بازو سے پکڑا ہوا تھا۔ پھر سامنے آکر گھیر لیا۔ کہنے لگی "میں نہیں جانے دوں گی۔ میں اکیلی نہیں رہوں گی۔ آخر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"دیکھو، جو سامنے درخت گرا ہوا ہے" میں اس پر چڑھ کر دور تک دیکھنے کی کوشش کروں گا۔ اندھیرا ضرور ہے لیکن ستاروں کی روشنی میں شاید کچھ نظر آجائے۔"

"میں یہاں اکیلی نہیں رہوں گی۔ تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

"تو پھر چلو۔"

وہ آگے بڑھنا ہی چاہتے تھے کہ بھٹ کی آواز سنائی دی جیسے لوہا لوہے سے ٹکرایا ہو۔ وہ پھر سہم کر چپکنا چاہتی تھی۔ پارس نے فوراً ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "تم اپنے خوف سے فائدہ اٹھائے چلی جا رہی ہو۔ خود کو ذہین کہتی ہو، کیا اتنا نہیں سمجھ سکتیں کہ یہاں ایک یا ایک سے زیادہ لوگ ہیں۔ ان کے پاس ٹریکٹر یا بلڈوزر قسم کی گاڑی ہے، جو ان درختوں کو توڑتی اور جھاڑیوں کو کچلتی ہوئی آگے گئی ہے۔"

"تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ اس جنگل میں ٹریکٹر یا بلڈوزر کہاں سے آجائے گا؟"

"تم نے بھی لوہے سے لوہا ٹکرانے کی آواز سنی ہے یا نہیں اور وہ آواز اچھی بھاری بھرکم تھی۔"

وہ اس کا ہاتھ کھینچتا ہوا ایک طرف لے گیا، جہاں ایک درخت گرا ہوا تھا — وہ ایک تنے پر چڑھ گیا۔ پھر ہاتھ کا سہارا دے کر سلارا کو اوپر چڑھایا۔ وہ دونوں اس پر سنبھل سنبھل کر آگے بڑھنے لگے۔ شاخوں کا سہارا لے کر گرے ہوئے درخت کی بلندی تک جانے لگے، لیکن آگے صاف طور پر منظر نہیں آرہا تھا۔ جنگل گھنا تھا۔ نگاہوں کے سامنے شاخوں کی پتیاں ہی پتیاں تھیں جنھوں نے سامنے کا منظر چھپا لیا تھا۔ دن کا وقت ہوتا تو شاید ان پتیوں سے پرے دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ مایوس ہو کر سرگوشی میں بولا۔

"یہاں سے کچھ نظر نہیں آئے گا، نیچے اتر کر آگے بڑھنا ہوگا۔"

"کیوں خواہ مخواہ اپنی جان خطرے میں ڈالنا چاہتے ہو۔ ہم چپ چاپ یہاں بیٹھ کر رات گزار دیں گے۔"

"یہ تمہارے لیے بہت محفوظ جگہ ہے۔ تم ذرا دیر یہیں بیٹھی رہو، میں جاؤں گا اور جلد ہی واپس آؤں گا۔"

"اس نے ہاتھ پکڑ لیا۔ "میں اکیلی نہیں رہوں گی۔"

"اسے تو کیا تم نے مجھ سے نکاح پڑھا لیا ہے۔ حالات کو سمجھا کرو۔"

"میں ایک ہی بات سمجھتی ہوں اور وہ یہ کہ مجھے تم سے الگ نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ بے بسی سے بولا۔ "اچھی بات ہے، چلی آؤ میرے پیچھے۔"

وہ پھر شاخوں سے اترتے ہوئے تنے پر پہنچے۔ پھر وہاں سے زمین پر آگئے مگر بہت دیر ہوگئی تھی پھر کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ اگر دو چار آدمی ہوتے اور کوئی کام کر رہے ہوتے تو اس کے بعد بھی آواز آتی یا پھر ان کی گفتگو رات کے سناٹے میں دور تک سنائی دیتی۔ وہ گرے ہوئے درختوں اور جھاڑیوں سے ذرا دور آگیا۔ ایک لمبا چکر کاٹ کر پھر اسی طرف جانے لگا جہاں سے بھٹ کی آواز سنائی دی تھی۔

وہ دونوں دبے قدموں چلتے اور پھر رک جاتے۔ ہر طرف محتاط نظروں سے دیکھتے، پھر آگے بڑھنے لگتے۔ اس طرح آگے بڑھتے بڑھتے ایک جگہ ٹھٹک گئے۔ ستاروں کی مدھم سی روشنی میں ایک بہت بڑی لاینچ دکھائی دے رہی تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو تعجب سے دیکھا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ پچھلی رات جب زور کی آندھی چلی تھی تو یہ لاینچ دریا سے گزر رہی تھی، پھر اس نے دریا سے اچھال کر ان جھاڑیوں میں پھینک دیا تھا جہاں وہ لاینچ پڑی ہوئی تھی، اس کے آس پاس اونچے گھنے درخت تھے۔ شاید اس لاینچ کو بیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعے تلاش کیا گیا ہو لیکن گھنے درختوں کے سائے میں ہونے کے باعث وہ کسی کو نظر نہ آئی ہو۔

سلارا نے سرگوشی میں کہا۔ "اس میں ضرور کچھ لوگ ہوں گے، کیا ہم انھیں دوست بنا سکتے ہیں؟"

پارس نے لاینچ کے قریب ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم اس پر چڑھ سکتی ہو؟"

"ہاں، مگر چڑھنا کیا ضروری ہے؟"

"نہایت ضروری ہے۔ اگر ہم ان لوگوں کو دوست نہ بنا سکے تو ان کی دشمنی سے محفوظ رہنے کے لیے پہلے پناہ گاہ ڈھونڈنا چاہیے۔"

"کیا تم بھی درخت پر چڑھو گے؟"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ میں تمھیں ایک محفوظ مقام تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ میری پرواہ مت کرو۔ اگر وہ دشمنی پر اتر آئیں گے تو میں انھیں بھلانسا دے کر کہیں کا کہیں نکل جاؤں گا، لیکن بعد میں واپس آکر تمھیں یہاں سے لے جاؤں گا۔"

"نہیں، تم مجھے دھوکا دے کر چلے جاؤ گے۔"

"ذرا عقل سے سوچو۔ اس ویرانے میں نہ آدم ہے نہ آدم زاد، ایسے میں ہمیں ایک بڑی لاینچ نظر آرہی ہے۔ اس میں کھانے پینے کا سامان ضرور ہوگا، ہتھیار بھی ہوں گے۔ ہماری بہت سی ضرورتیں پوری ہو سکتی ہیں۔ میں ان ساری چیزوں کو چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں۔ خدا کے لیے میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"اگر محبت سے سمجھاؤ گے تو سمجھ لوں گی۔"

"میں محبت سے ہی سمجھا رہا ہوں۔"

"نہیں، محبت کا یقین دلا کر سمجھاؤ۔"

وہ بے بسی سے سوچنے لگا، میں کیا کروں۔ اسے ساتھ رکھ کر لاینچ کے قریب جانا یا ان لوگوں کو مخاطب کرنا دانشمندی نہ ہو سکتا ہے، وہ بے دریغ فائرنگ شروع کر دیں۔ میں تو کسی طرح بچ نکلنے کی کوشش کروں گا مگر اس کا کیا بنے گا؟ یہ تو ماری جائے گی یا ہو سکتا ہے، وہ فائرنگ نہ کریں۔ ہمیں لاینچ میں بلائیں اور ہم حسین و شیزہ کو دیکھ کر درندے بن جائیں۔

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا۔ سلارا کہہ رہی تھی۔ "میں جانتی ہوں تمھیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔ تم مجھے دھوکے سے یہاں چھوڑ کر بھاگ جانا چاہتے ہو۔"

وہ محبت سے قریب آگیا۔ اسے محبت سے سمجھانے لگا۔ وہ تھوڑی دیر بعد خاموش ہو کر بولی۔ "اب مجھے یقین آگیا ہے۔ تم جو کہو گے، وہی کروں گی۔"

وہ دونوں اس درخت کے قریب آئے۔ اس نے چڑھنے میں سلارا کی مدد کی۔ وہ اوپر چڑھتی چلی گئی۔ جب نظروں سے اوجھل ہوگئی تو وہ اس درخت سے دور چلا گیا۔ پھر ایک بڑے سے پتھر پر چڑھ کر آواز دی۔ "یہاں کوئی ہے؟"

رات کے سناٹے میں اس کی آواز گونجنے لگی۔ "یہاں کوئی ہے، کوئی ہے، ہے، ہے، ہے....."

وہ بازگشت مدھم پڑتی گئی، مگر جواب نہیں ملا۔ سلارا درخت کی ایک شاخ پر بیٹھی دیکھ رہی تھی۔ پارس سائے کی طرح نظر آرہا تھا۔ وہ پتھر سے کود کر نیچے آیا۔ وہاں سے دو چار پتھر اٹھائے۔ پھر اس بڑے سے پتھر پر پہنچ کر دوسری بار آواز دی۔ "از دیر اینی باڈی؟"

اس کی آواز پھر رات کے سناٹے میں دور دور تک بکھرانے لگی۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ تب پارس نے ایک پتھر پھینک مارا۔ وہ لاینچ کے کسی حصے پر جا کر گرا۔ ٹھن کی آواز آئی۔ شاید وہ لوہے کی ریلنگ سے ٹکرایا تھا۔ اس کے بعد اس پتھر کے لڑھکنے کی آواز سنائی دی، جیسے وہ لکڑی کے فرش پر سے لڑھکتا جا رہا ہو۔ تھوڑی دیر بعد پھر خاموشی چھا گئی۔

کوئی ردِعمل نہیں ہوا تھا۔ کہیں سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اور پارس کو اطمینان بھی نہیں ہو رہا تھا۔ کیونکہ اس نے صاف طور پر ٹھن کی ایسی آواز سنی تھی، جیسے کسی نے لوہے کو لوہے سے ٹکرایا ہو۔ ایسی آواز خواہ مخواہ پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ البتہ بندر جیسے شریر جانور ایسی حرکت کر سکتے تھے، لیکن جنگل کے اس حصے میں ایک بھی بندر نظر نہیں آیا تھا۔ اگر اس لاینچ پر کوئی جانور پہنچ گیا ہے اور اس نے کسی طرح ٹھن کی آواز پیدا کی ہے تو پارس کے آواز دینے اور پتھر پھینکنے سے اس جانور کا ردِعمل ضرور ہوتا۔ جب کہ نہیں ہوا۔

وہ پتھر سے کود کر نیچے آیا۔ تیزی سے چلتا ہوا اسی درخت کے پاس پہنچا جہاں سلارا چڑھی ہوئی تھی۔ پھر وہ بھی اس پر چڑھتا چلا گیا۔ اس کے قریب آنے پر سلارا نے آہستگی سے کہا۔ "یہاں سے ہمارے کا اوپری حصہ کچھ کچھ نظر آرہا ہے۔"

پارس اس کے قریب سے گزر کر دوسری شاخ پر چڑھتا ہوا اور آگے جانے لگا۔ اس درخت کا ایک حصہ لاینچ کی طرف جھکا ہوا تھا، لیکن ذرا دور تھا۔ وہاں سے لاینچ کا عرشہ کچھ اور واضح ہو گیا تھا۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ البتہ جہاز کا بہت سا سامان پڑا ہوا تھا۔ رسّی کے بنڈل تھے۔ رسّی کی سیڑھی بھی تھی۔ لوہے کا بہت سا سامان بکھرا ہوا تھا۔ دو چار رائفلیں بھی ادھر ادھر پڑی ہوئی تھیں۔ اگر وہ درخت سے اتر کر لاینچ پر چڑھنا چاہتا تو شاید ممکن نہ ہوتا، کیونکہ جہاز کا عرشہ زمین سے بہت اونچا تھا۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے رسّی کی سیڑھی بہت ضروری تھی جو لاینچ کے عرشے پر پڑی ہوئی تھی۔ سلارا آہستہ آہستہ اس شاخ پر آرہی تھی۔ اس نے کہا۔ "تم دوسری شاخ پر جاؤ، جب میں عرشے پر پہنچ جاؤں تو درخت سے نیچے اتر جانا۔ میں رسّی کی سیڑھی پھینکوں گا۔"

وہ تعجب سے بولی۔ "تم عرشے پر کیسے پہنچو گے؟"

"پہلے تم دوسری شاخ پر جاؤ اور اسے مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھی رہو۔"

وہ دوسری شاخ پر ذرا دور چلی گئی پھر اسے مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھ گئی۔ پارس اب اسی شاخ پر اور آگے کی طرف جا رہا تھا۔ وہ عرشے سے کچھ بلندی پر تھا لیکن فاصلہ تقریباً دس فٹ تھا اور وہ شاخ پر سے دس فٹ کی چھلانگ نہیں لگا سکتا تھا۔ پھر سلارا نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ وہ شاخ کو پکڑ کر لٹک گیا تھا اور اب جھول رہا تھا۔ کبھی آگے اور کبھی پیچھے جھولتا جا رہا تھا۔ دس فٹ کے فاصلے کو کم سے کم کرتا جا رہا تھا۔ اسے محسوس ہوا جیسے گر پڑے گی۔ پارس نے پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ شاخ کو مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھی رہے۔ درخت کا وہ حصہ تیزی سے ہل رہا تھا۔ وہ شاخ سے لپٹ گئی، اور وہ تیزی سے جھولتا جا رہا تھا۔ شاخ اسے لاینچ کے قریب سے قریب تر کرتی جا رہی تھی۔ جب فاصلہ بہت ہی کم رہ گیا تو اچانک اس نے شاخ کو چھوڑ دیا۔ ایک جست لگائی اور فضا میں لہراتا ہوا عرشے پر پہنچ کر گر پڑا۔ چھلانگ لگانے والے کبھی سیدھے زمین پر جا کر پاؤں کے بل کھڑے نہیں ہوتے۔ وہ جان بوجھ کر ایسے انداز سے گرتے ہیں کہ چوٹ کم سے کم آتی ہے۔ دوسرے ہی لمحے وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور کپڑے جھاڑنے لگا۔

سلارا فخر سے تن کر شاخ پر یوں بیٹھ گئی جیسے یہ کارنامہ خود اس نے انجام دیا ہو۔ وہ حیرت سے سوچنے لگی۔ یہ ہمارا دشمن ہے، اس نے ہمارے بھائی کے منہ پر تیزاب پھینکا اور اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے ضائع کر دیں۔ وہ آنکھیں ہم سب کے لیے اہم تھیں۔ یہ ہمارا دشمن

ہے۔ اس نے بھائی جارج کی بھیلی میں سوراخ کر دیا۔ ہمارے پاس ایک ہی بیلی کاپٹر تھا' اسے تباہ کر دیا۔ ہمارے کتنے ہی آدمی مارے ڈالے۔ حساب کرو تو دشمن ہی دشمن نظر آتا ہے، لیکن مجھے کیوں اپنا اپنا سا لگ رہا ہے۔ کیوں میرا دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے یہ کیسا پاگل پن ہے؟ میں اس سے کم از کم دس برس بڑی ہوں۔ پھر یہ کیسی کشش ہے۔ کیسی دیوانگی ہے، کیا اسی کو عورت کی کمزوری اور حماقت کہتے ہیں۔ ایسی حماقت جس نے میری ذہانت کو پچھاڑ کر رکھ دیا ہے۔

اُدھر پارس نے عرشے پر پہنچتے ہی ایک رائفل کو اٹھا کر دیکھا تھا، وہ خالی تھی۔ پھر اس نے دوسری جگہ جا کر دوسری رائفل اٹھائی' وہ بھی خالی تھی۔ وہاں جتنی رائفلیں رکھی ہوئی تھیں، ان میں ایک بھی کارتوس نہیں تھا۔ پھر وہ دبے قدموں چلتا ہوا عرشے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے لگا۔ اس نے ایک رائفل کو نال کی طرف سے پکڑ رکھا تھا۔ تاکہ کہیں سے حملہ ہو تو وہ اپنا بچاؤ کر سکے۔ عرشے پر جو کیبن بنا ہوا تھا، اس کا دروازہ ذرا سا ٹوٹا ہوا تھا بھڑکی بند تھی۔ اس نے دبے قدموں قریب پہنچ کر دروازے کو ایک زور کی ٹھوکر ماری۔ وہ زوردار آواز سے کھلا۔ اس کا ایک پٹ ٹوٹ کر ایک طرف ڈھلک گیا۔ اندر گہری تاریکی تھی۔ کیبن میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ویسے اطمینان ہو رہا تھا کہ وہاں کوئی زندہ شخص نہیں ہے، اگر ہوتا تو اتنی آوازیں پیدا ہونے کے بعد عرشے پر پہنچ کر مقابلے پر آ جاتا۔

سلارا درخت سے نیچے اترنے لگی۔ اس نے دیکھ لیا تھا، پارس رسیوں سے بنی ہوئی سیڑھی اٹھا کر لائیٹ کی بلندی سے نیچے لٹکا رہا تھا۔ وہ درخت سے اتر کر آئی، پھر تیزی سے چلتی ہوئی لائیٹ تک پہنچ گئی۔ اسے ایک پناہ گاہ تک پہنچنے کی خوشی بھی تھی اور ڈر بھی لگ رہا تھا کہ اوپر پہنچتے پہنچتے کہیں سے کوئی آکر ٹوٹ نہ پڑے، لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ وہ سیڑھی پر چڑھتی ہوئی پارس کے پاس پہنچ گئی۔ پھر ہانپتے ہوئے بولی "کیا تم نے اطمینان کر لیا ہے کہ یہاں کوئی نہیں ہے؟"

"آتا تو یہی ہیں، اب کیبن میں گھس کر اور اس عرشے سے نیچے جا کر دیکھنا ہوگا۔ فی الوقت ہمارے لیے سب سے ضروری چیز روشنی ہے۔"

وہ سلارا کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ آہستہ کیبن کے قریب آیا پھر بولا۔ "تم یہاں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

"نہیں، میں بھی آؤں گی۔"

اس نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر دروازے سے داخل ہو کر آگے ہاتھ بڑھا کر راستہ ٹٹولتے ہوئے چلنے لگا۔ کیبن میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے نتھنوں میں شراب کی بُو داخل ہوئی تھی۔ وہ سلارا کو اپنی طرف کھینچ کر دیوار سے لگتے ہوئے بولا۔ "یہاں کون ہے؟ کون ہے یہاں؟"

کوئی جواب نہ ملا۔ وہ سلارا کے ساتھ دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ بیٹھ گیا۔ پھر رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ وہ رک رک کر بہت سے ٹٹولتا جا رہا تھا۔ کبھی اس کا ہاتھ دیوار پر لگی ہوئی الماری پر جاتا کبھی وہ جوتے اور ردی کی ٹوکری کو چھو رہا تھا۔ ایک بار اس کا ہاتھ ٹیبل لیمپ پر گیا۔ اس نے جلدی سے ٹٹول کر تعین کیا کہ وہ ٹیبل لیمپ ہے۔ پھر اس کے ساتھ لگے ہوئے سوئچ کو آن کیا، لیکن وہ روشن نہیں ہوا۔

وہ مایوس ہو کر دوسری طرف گھوم گیا۔ اسی طرح گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ذرا آگے بڑھتے ہی ایک ٹیبل سے ٹکرایا۔ پھر رک گیا۔ ہاتھ اٹھا کر ٹیبل کی سطح کو آہستہ آہستہ ٹٹولنے لگا وہاں ایک سگریٹ کا پیکٹ رکھا ہوا تھا۔ اس نے پیکٹ کو اٹھایا۔ اسے کھول کر اندر انگلی ڈال کر اندازہ کیا، یہ سگریٹ کا آدھا پیکٹ تھا آدھا خالی تھا۔ سلارا نے سرگوشی میں پوچھا۔ "کیا کر رہے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں، اندھیرے میں اُلو کس طرح دیکھ لیتے ہوں گے۔ کیا دیکھنے کے لیے اُلو بننا ضروری ہے؟"

وہ سگریٹ کے پیکٹ کو ایک طرف رکھ کر پھر میز کی سطح کو ٹٹولنے لگا۔ اس کا ہاتھ ادھر سے اُدھر جا رہا تھا۔ پھر رُک گیا۔ ایک لائٹر ہاتھ آ گیا تھا۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔ "ایک لائٹر مل گیا ہے۔"

اس نے اسے تاریکی میں ٹٹول کر اس کی ساخت کا اندازہ لگایا پھر اسے انگوٹھے کی رگڑ سے روشن کیا۔ ایک چنگاری سی نکلی پھر وہ روشن ہو گیا۔ ایک لائٹر کی روشنی بھلا کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن اتنی دیر تک تاریکی میں رہنے کے بعد وہ روشنی ایک کمرے کے لیے جیسے سو واٹ کے بلب کے برابر ہو گئی تھی۔ کمرہ روشن ہوتے ہی سلارا کے حلق سے ایک فلک شگاف چیخ نکلی۔ اور وہ پارس سے لپٹ گئی۔ پارس اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس کے ساتھ فرش پر گر پڑا۔ ہاتھ سے لائٹر چھوٹ کر بجھ گیا۔ پھر پہلے جیسی تاریکی چھا گئی۔

اس ہلکی روشنی میں ان لوگوں نے بڑا ہی ہیبت ناک منظر دیکھا تھا۔ ایک انسانی ہڈیوں کا ڈھانچا کرسی پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے ہی میز پر شراب کی بوتل رکھی ہوئی تھی اور ڈھانچے کے ہاتھ میں بھرا ہوا جام تھا۔ جیسے اس نے ایک گھونٹ شراب پی ہو۔ پھر آنے والوں کو ہلکی روشنی میں دیکھتے ہی دانت نکال کر مسکرانا تازہ گیا ہو۔

سلارا بُری طرح لرز رہی تھی۔ پارس کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ بڑی مشکل سے ایک ہاتھ چھڑا کر فرش پر گرے ہوئے لائٹر کو ڈھونڈ رہا تھا۔ پھر وہ لائٹر ہاتھ آ گیا۔ اس نے دوبارہ اسے روشن کیا تو سلارا نے آنکھیں بند کر لیں۔ پارس نے کہا۔ "پلیز ڈرنا چھوڑ دو۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔ خدا کے لیے مجھے آزادی سے اٹھنے دو۔ اگر ان ڈھانچے نے تمہیں ایک طمانچہ مارنا چاہا تو میں اس کا ہاتھ کیسے پکڑوں گا۔ تم نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا ہے۔"

اس نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے بازو کو تھام کر اس کے قریب کھڑی ہو گئی۔ پارس نے قریب جا کر لائٹر کی روشنی میں ڈھانچے کو غور سے دیکھا۔ اس کے جس ہاتھ میں جام تھا' وہ ایک دھاگے سے بندھا ہوا تھا اور دھاگے کا دوسرا سرا چھت کے پنکھے سے باندھا گیا تھا۔ اس نے لائٹر کو بجھا کر سرگوشی میں کہا۔ "مجھے نہیں معلوم تھا، تم اتنی بزدل ہو، اگر اب کوئی حملہ کرے اور تم پہلے کی طرح بجھ کر لپٹ پڑو تو میں حملہ کرنے والے سے نہ خود بچ سکوں گا اور نہ تمہیں بچا سکوں گا۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو، یہاں کوئی موجود ہے؟"

"بیشک ہے۔ اس ڈھانچے کا ہاتھ دھاگے سے بندھا ہوا ہے یہ دھاگا خود ڈھانچے نے نہیں باندھا ہوگا۔ کسی کی شرارت ہے کوئی ہمیں دہشت زدہ کرنا چاہتا ہے۔ کہیں چھپ کر ہمیں دیکھ رہا ہوگا اور انجوائے کرنا چاہتا ہوگا کہ ہم وہی ہیں۔"

اس نے پھر لائٹر کو آن کیا۔ اس کیبن کے اندر گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہاں کچھ ہوتا تو نظر آ جاتا۔ ایک ٹیبل کے نیچے بیٹری کے چار سیٹ رکھے ہوئے تھے۔ ایک بیٹری سے تار نکلے ہوئے تھے۔

اس نے لائٹر بجھا دیا۔ اندھیرے میں سلارا کا ہاتھ پکڑ کر اندازے سے چلتا ہوا میز کے پاس آیا۔ پھر کہا۔ "فرش پر بیٹھ جاؤ اور اس لائٹر کو روشن کر دو۔"

وہ بھی اس کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا۔ سلارا نے لائٹر لے کر روشن کیا۔ پارس نے اس کی روشنی میں ان تاروں کو بیٹری سے منسلک کیا تو اچانک ہی پورا کیبن روشن ہو گیا۔ باہر بھی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ چھت کا پنکھا تیزی سے گردش کرنے لگا تھا۔ خوش ہو کر بولی۔ "یہ تو کمال ہو گیا۔"

"تم بھی ذرا کمال دکھاؤ، یہ لائٹر بجھا دو۔ پھر کبھی کام آئے گا۔ پنکھے کا سوئچ آف کر دو۔ ہم بیٹری کو کم سے کم استعمال کریں گے۔"

سلارا نے لائٹر کو بجھا دیا۔ پنکھے کا سوئچ آف کر دیا۔ پارس ان تاروں کو بیٹری سے منسلک کر چکا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر خالی رائفل کو لے کر پھر کیبن سے باہر آیا۔ عرشے کے دوسروں پر دو بلب روشن تھے انہیں روشن رکھنے کے لیے اسی کیبن سے تار وہاں تک لے جائے گئے تھے اور وہ تار عرشے پر پڑے ہوئے تھے۔ وہ اس پاس دیکھتا ہوا بلب کے پاس آیا۔ تار کو پکڑ کر بلب کو اٹھایا۔ وہ روشن بلب اس کے ہاتھوں میں جھولنے لگا۔ سلارا نے کہا۔ "یہاں سے وہاں تک کتنی روشنی ہو گئی ہے اور کوئی نظر نہیں آ رہا ہے لیکن یہ بات کھٹک رہی ہے کہ کسی نے اس ڈھانچے کے ہاتھ کو دھاگے سے باندھا تھا۔"

"آؤ ہم دونوں عرشے کے نیچے جا کر دیکھیں۔"

وہ بولی۔ "میرے خیال سے طوفان کو آئے چھ ماہ گزر چکے ہیں۔ تب سے یہ لائنر یہاں کھڑی ہے۔ بہت ہی شکستہ حالت میں ہے، لیکن کیبن اندر سے کتنا صاف ستھرا ہے۔ جیسے کوئی روز اس کی صفائی کرتا ہو۔"

وہ ہاتھ میں بلب کو لٹکائے ہوئے اس ریلنگ کے پاس آئے جہاں سے ایک زینہ نیچے کی طرف جاتا تھا۔ زینہ مختصر سا تھا۔ اوپر سے تیسرے پائیدان پر قدم رکھتے ہی نیچے کا کچھ منظر دکھائی دیا۔ سلارا مارے خوف کے پھر پارس کے بازو سے لگ گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ اترنے لگی۔ نیچے جہاں تک نظر جا رہی تھی' انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے دکھائی دے رہے تھے۔ کوئی ڈھانچا بیٹھا ہوا تھا۔ کوئی ڈھانچا کھڑا تھا۔ کوئی لیٹا ہوا تھا۔ کتنے ہی ڈھانچے سر اٹھا کر اوپر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جیسے دانت نکالے بڑی فراخدلی سے آنے والوں کا استقبال کر رہے ہوں۔ وہ سہم کر بولی۔ "پارس یہ تو مُردہ انسانوں کی لائنر ہے۔ ہم کہاں آ کر پھنس گئے ہیں؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کہیں سے بھرائی ہوئی سی آواز سنائی دی۔ "چلے جاؤ، واپس چلے جاؤ۔ یہاں موت ہی موت ہے۔"

وہ زینے سے اتر کر نیچے پہنچ گئے تھے۔ پارس سر گھما کر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ کوئی شخص کہیں مائک کے سامنے کھڑا ہے اور اسپیکر کے ذریعے اپنی آواز وہاں تک پہنچا رہا ہے۔ پارس نے بلند آواز سے کہا۔ "اگر یہاں موت ہی موت ہوتی تو تم زندہ نہ رہتے۔ تم ہمیں دہشت زدہ کرنے کے لیے بچوں جیسی حرکتیں کر رہے ہو۔ سامنے آ جاؤ، ہم دوست ہیں۔ ہم پر بھروسا کرو۔"

اسپیکر کے ذریعے سنائی دیا۔ "میں کسی پر بھروسا نہیں کروں گا۔ یہ جہاز میرا ہے، یہاں کا سارا خزانہ میرا ہے، جو یہاں قدم رکھے گا' میں اسے مار ڈالوں گا۔ اپنی زندگی چاہتے ہو تو جان بچانے کا موقع دے رہا ہوں۔ فوراً چلے جاؤ۔"

سلارا نے آہستگی سے کہا۔ "پارس! جہاز سے نکل چلو خوامخواہ جان کو خطرے میں ڈالنا دانش مندی نہیں ہے۔"

پارس نے بلند آواز سے کہا۔ "تمہیں دوستی منظور نہیں ہے، تو ہم چلے جائیں گے لیکن دن بھر کے بھوکے ہیں۔ کچھ کھانے پینے کی چیزیں دے دو۔"

"یہاں کچھ نہیں ملے گا۔ چلے جاؤ، فوراً چلے جاؤ۔"

"عیب یہاں سے جا کر بھوکے ہی مرنا ہے تو پھر یہاں کیوں نہ مریں۔ ہم نہیں جائیں گے۔"

جواب میں خاموشی رہی۔ وہ بولنے والا سوچ میں پڑ گیا تھا۔ پارس نے بجلی کے تار کو نوینے کی ریلنگ سے لپیٹ دیا۔ بلب کو وہاں لٹکا دیا۔ وہاں سے دور تک روشنی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد لائٹ کے آخری سرے کا ایک دروازہ کھلا۔ وہاں ایک قد آور شخص دکھائی دیا۔ اس نے پتلون اور بنیان پہنی ہوئی تھی۔ داڑھی اور سر کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ اس نے دونوں کو دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا۔ پھر کہا "ارے تھانے جیسے جوان کو تو میں ایک بازو میں دبوچ کر مار ڈالوں گا۔"

اس کے ایک ہاتھ میں رائفل تھی۔ دوسرے ہاتھ میں ایک ٹین کا ڈبا تھا۔ اس نے ٹین کے ڈبے کو فرش پر پارس کی طرف لڑھکاتے ہوئے کہا۔ "یہ کھانا لو۔"

وہ ڈبا لڑھکتا ہوا پارس کی طرف آیا، لیکن ایک طرف مڑ کر ہڈیوں کے ڈھانچے کے درمیان جا کر رُک گیا۔ اس طرح پارس کو اس شخص کے قریب جانے کا موقع ملا۔ وہ ڈھانچوں کے درمیان سے ڈبے کو اٹھاتے ہوئے بولا۔ "ایک سے بھوک نہیں مٹے گی، ہم دو ہیں۔"

وہ دروازے سے باہر آیا۔ اس کے ہاتھ میں دوسرا ڈبا تھا۔ اس نے پارس کی طرف اچھالا۔ پارس نے اچھل کر اسے کیچ کیا اور اس کی توقع کے بالکل خلاف اسی ڈبے کو اس کے منہ کی طرف دے مارا۔ وہ سمجھتا تھا، ڈبے سے کیا ہوا حملہ ناکام بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے اس نے پہلے حملے کے ساتھ ہی دوسرا حملہ کیا۔ لائٹ کی محدود فضا میں اچھل کر اس کے رائفل والے ہاتھ پر ایک لگ ماری۔ رائفل ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس کے دونوں حملے کامیاب ہوئے تھے۔ ڈبا منہ پر آ کر لگا تھا۔ وہ ذرا لڑکھڑایا۔ پھر سنبھل کر حملہ کرنے کی پوزیشن میں آیا تو رائفل پارس کے ہاتھ میں تھی۔

وہ پھر وحشیانہ انداز میں قہقہے لگانے لگا اور کہنے لگا۔ "ارے جوان! بوہت پھرتیلا ہے۔ میں نے لائٹ میں ملازمت کرنے والے ان تمام لوگوں کو آہستہ آہستہ ٹھکانے لگا دیا تھا اور تو مجھے ٹھکانے لگانا چاہتا ہے۔ چلا، گولی چلا....."

یہ کہتے ہوئے وہ پارس کی طرف بڑھا۔ پارس نے پیچھے ہٹ کر اس کی ٹانگ کا نشانہ لیا۔ پھر ٹریگر دبا دیا تو ٹھک کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی پھر اس کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "رائفل خالی ہے۔ یہاں اب ایک بھی کارتوس نہیں بچا۔ صرف رائفلیں ہی رائفلیں ہیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اچھل کر ایک فلائنگ کک ماری۔ اس کی لات پارس کے منہ پر لگی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گرا۔ پھر پلک جھپکتے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ مدِ مقابل نے کہا۔ "ہوں، لڑنا جانتا ہے۔ چل، دیکھتا ہوں، تجھ میں کتنا دم ہے۔"

اس نے حملہ کیا۔ پارس نے ایک ہاتھ سے اس کے حملے کو روکا، دوسرے ہاتھ سے جوابی حملہ کرنا چاہا۔ تو اس نے اس کے حملے کو روک لیا۔ پھر سر کی ایک ٹکر ماری تو پارس توازن قائم نہ رکھ سکا۔ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر تین ڈھانچوں کے اوپر گر پڑا۔ سلارا بڑی طرح ہنسی ہوئی تھی۔ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔ "پارس! بھاگ چلو، یہاں سے بھاگ چلو۔ یہ وحشی درندہ پہاڑ ہے۔ تمہیں کچل ڈالے گا۔"

وہ ہاتھی کی طرح جھومتا آ رہا تھا۔ پارس ڈھانچوں کے اوپر چاروں شانے چت پڑا رہا۔ آنے والے نے اپنے ایک پاؤں کو اٹھا کر اس کے سینے پر مارنا چاہا۔ پارس نے کروٹ بدل لی۔ اس کا پاؤں ڈھانچوں کے درمیان جا کر پھنس گیا۔ پارس فرش پر لڑھکتا ہوا دور ہو گیا۔ پھر اس نے ایک ڈھانچے کو ٹانگوں سے پکڑ کر اٹھایا اور اسے گھما کر اس شخص کے منہ پر مارا۔ مردہ انسان کی کھوپڑی زندہ انسان کی کھوپڑی سے ٹکرائی۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ بڑی کھوپڑی گردن سے ٹوٹ کر دور جا گری۔ زندہ کھوپڑی سے خون بہنے لگا۔

پارس نے پھر ٹوٹے ہوئے ڈھانچے کو ہاتھوں میں بھنبھوڑنے سے تھام کر پینترا بدلا۔ اب وہ دوسرا حملہ کرنے کے لیے ایک گول چکر کاٹ رہا تھا اور مدِ مقابل حملے سے بچنے کے لیے پیچھے ہٹنا چاہتا تھا لیکن اس کا پاؤں ابھی تک ڈھانچے کے اندر پھنسا ہوا تھا۔ اس نے پہلے کروٹ لڑھکر اگر کرتا، ٹوٹے ہوئے ڈھانچے کی ہڈیاں اس کے منہ پر آ کر لگیں۔ وہ پھر تکلیف کی شدت سے چیخنے لگا۔ اس کا چہرہ لہولہان ہو رہا تھا۔ مار کھا کر پیچھے جانے کے باعث اس کی ٹانگ درمیان سے نکل گئی۔ پارس کے ہاتھوں میں اب ٹوٹے ہوئے ڈھانچے کی صرف دو ٹانگیں رہ گئی تھیں۔

وہ غراتے ہوئے اٹھ رہا تھا۔ زخمی شیر کی طرح جھنجلایا ہوا تھا۔ پارس نے دونوں ٹانگیں اس کے منہ پر ماریں جس کا خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر پارس کی طرف یوں بڑھ رہا تھا جیسے اس کی گردن دبوچنا چاہتا ہو۔ پارس نے الٹی قلابازی کھائی۔ اس سے دور جا کر وہ وہاں پہنچا، جہاں خالی رائفل پڑی ہوئی تھی۔ اس نے رائفل کو اٹھایا۔ پھر اسے نال کی طرف سے پکڑ کر فضا میں اچھلتے ہوئے اس کے گندے کو سر پر دے مارا۔ وہ آگے بڑھتے بڑھتے رُک گیا، تکلیف سے کراہنے لگا۔ بڑا ہی جی دار تھا۔ اب تک اس کے سر اور چہرے پر تین چار کاری ضربیں پڑ چکی تھیں۔ پھر بھی وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تھا۔ چہرے کا لہو آنکھوں

پر آ رہا تھا اور وہ آنکھیں پونچھتا ہوا پارس کو دیکھ کر غرا رہا تھا۔ اس نے پھر رائفل سے حملہ کرنا چاہا تو اس نے رائفل کے کندے کو پکڑ لیا۔ ایک جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا، پارس نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ کھنچنے کی جھونک میں پیچھے چلا گیا۔

اتنی مہلت ملتے ہی پارس نے اپنی بیلٹ میں سے چاقو نکال کر کھول لیا۔ لیکن اسے استعمال کرنے کی حسرت ہی رہ گئی۔ وہ زخمی درندہ لڑکھڑا کر جہاں گرا تھا وہاں ایک ڈھانچا پڑا ہوا تھا۔ اس نے پارس کا ہی طریقہ اپنایا۔ ڈھانچے کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر ایک چکر دیتے ہوئے پارس پر حملہ کیا تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن ڈھانچا اس کے ہاتھ پر آ کر گرا۔ چاقو ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔ اس کے ہاتھ سے بھی ڈھانچا چھوٹ کر دور جا گرا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر پارس کے منہ پر ایک گھونسا مارا، پھر دوسرا، پھر تیسرا۔ وہ مار کھاتے ہوئے پیچھے جانے لگا۔ پھر اچانک اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا تو دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ پھر دونوں کو زور آزمائی کرنے لگے۔ وہ پاگل جیسا شخص اسے پیچھے کی طرف دھکیلنے لگا۔ پارس دھکا کھاتا ہوا جا رہا تھا۔ پھر اچانک ہی گر پڑا۔ گرتے ہی اس نے دونوں ٹانگوں پر اسے رکھا اور دوسری طرف اچھال دیا۔ وہ فضا میں جیسے تیرتا ہوا گیا اور پھر ایک ٹوٹے ہوئے ڈھانچے پر جا کر گر پڑا۔

پارس جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ دشمن پھر مقابلے پر آئے گا، لیکن وہ اسی طرح ڈھانچے کے اوپر پڑا ہوا تڑپ تڑپ کر کہہ رہا تھا۔ "چھوڑ دو لیزا! مجھے چھوڑ دو، مجھ سے انتقام نہ لو۔ میں نے تمہیں دھوکا دیا، مگر اب نہیں دوں گا۔ ہم وہ ہیرے آپس میں تقسیم کر لیں گے، فار گاڈ سیک مجھے چھوڑ دو۔"

پارس اور سلارا اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ جس ڈھانچے کے اوپر پڑا ہوا تھا، شاید وہ کسی عورت کا تھا اور اس کا نام لیزا ہوگا۔ اس نے لیزا کو ہیروں کے سلسلے میں دھوکا دیا ہوگا۔ پارس اور سلارا کی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ وہ اس ڈھانچے کے اوپر سے کیوں نہیں اٹھ رہا ہے؟

اس ڈھانچے نے اسے جکڑا ہوا نہیں تھا۔ وہ چُپ چاپ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ پارس نے ذرا آگے بڑھ کر غور سے دیکھا تو اس شخص کی پشت سے نوکیلی ہڈیاں نکلی ہوئی نظر آئیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جس ڈھانچے پر وہ جا کر گرا تھا، اس کی ٹوٹی ہوئی ہڈیاں خنجر کی طرح اٹھی ہوئی تھیں، جیسے ہی وہ گرا اس کے جسم میں پیوست ہو گئیں، ایک ہڈی اس کے پیٹ میں اور دو ہڈیاں اس کے سینے میں پیوست ہوئی تھیں اور اس کے جسم کے آر پار ہو کر پشت کی طرف سے نکلی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔

وہ آہستہ آہستہ تڑپ کر کچھ اور بھی کہہ رہا تھا، مگر اب اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ اب اس میں تڑپنے کی بھی سکت نہیں تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بالکل ساکت ہو گیا۔ پارس نے قریب جا کر اسے ایک ٹھوکر ماری تو وہ ڈھانچے کے اوپر سے لڑھک کر دوسری طرف گیا۔ چاروں شانے چت ہوا ڈھانچا اس کے اوپر آ کر اوندھا ہو گیا تھا۔ چونکہ ہڈیاں اس کے جسم میں پیوست ہو گئی تھیں، اس لیے وہ ڈھانچا الگ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیزا نے مرنے کے بعد بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔

دشمن کی موت کا یقین ہوتے ہی پارس کو تکلیف کا احساس ہوا۔ اس کے ہاتھ پر بھی ہڈیوں کا ڈھانچا آ کر لگا تھا اور ہاتھ بُری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے زخمی ہاتھ کو تھام کر فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ سلارا دوڑتی ہوئی آئی۔ پھر پارس، پارس کہہ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ "اوہ پارس! تم نے کتنی جوانمردی سے اس کا مقابلہ کیا، آخر اسے مار ہی ڈالا۔ یو آر گریٹ، ویری گریٹ، یور آر دی اونلی سُپر ہیرو آن دی ارتھ۔"

اچانک پارس نے قہقہہ لگایا۔ سلارا اس سے الگ ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا اور تکلیف کی شدت سے اپنے زخمی ہاتھ کو تھامے ہوئے تھا۔ سلارا نے پوچھا۔ "کیا بات ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم مجھے پھر ڈرانا چاہتے ہو؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "نہیں، میں ایک خوش خبری سنا رہا ہوں۔ میں آزاد ہو گیا ہوں۔ تنویمی عمل کے اثر سے آزاد ہو گیا ہوں۔ ہاتھ پر لگنے والی چوٹیں مجھے حساس نہیں رہنے دیں گی۔ میں پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اب بے اختیار سانس نہیں روکوں گا۔ پاپا! آپ کہاں ہیں۔ آ جائیے، ماما! میں آپ کو مخاطب کر رہا ہوں۔ انکل آرمر! آپ سب کے لیے میرے دماغ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اوہ مائی سویٹ جوجو! تم کہاں ہو، سو رہی ہو یا جاگ رہی ہو۔ مجھے یاد کر رہی ہو تو آؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ اپنی سوچ کی لہروں سے میرے دماغ کو چُھو لو۔"

وہ کہتے کہتے آگے پیچھے جھومنے لگا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ آخر دن بھر کا بھوکا تھا۔ پچھلی رات سے زندگی کے لیے موت سے لڑتا آ رہا تھا۔ ابھی ایک پہاڑ سے ٹکرانے کے بعد جسم کا جوڑ جوڑ ہلنے لگا تھا۔ ایسی حالت میں وہ اپنی کمزوری پر قابو نہ پا سکا سامنے بیٹھی ہوئی سلارا کے اوپر ڈھلک گیا۔

وہ

مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔
بڑے بڑے شہہ زور بھی بھوکے
پیاسے رہ کر لڑتے ہیں تو ایک ذرا سی کمزوری محسوس کرتے ہیں۔

پارس نے بھی ایک لمحاتی کمزوری محسوس کی تھی اور آگے کی طرف ڈھلک گیا تھا۔ اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا کہ وہ سلارا پر گرنا چاہتا ہے یا ایک عورت کا سہارا لینا چاہتا ہے یہ تو محض اتفاق کی بات تھی کہ وہ اس پر آگرا۔ وہ بھی اپنا توازن نہ سنبھال سکی۔ فرش پر چاروں شانے چت ہوگئی۔

وہ چاہتا تھا اسی طرح پڑا رہے۔ وہ سوچ رہی تھی سے وقت تھم جائے۔ وہ پہاڑ رہے میں رانی بنی رہوں اور وہ مجھے رانی کا سپاہی بنا تا رہے۔

ٹھیک ایسے ہی وقت میں اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پہلے تو میں حیران سا رہا جب یہ بات سمجھ میں آئی کہ اس کی لمحاتی کمزوری نے انھیں زیر و زبر کر دیا ہے تو میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر کروٹ بدلی۔ وہ اس سے الگ ہو کر فرش پر چاروں شانے چت ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے مخاطب کیا "ہیلو ماتی سن! کیا بہت تکلیف ہے؟"

اس نے ایک گہری سانس لی۔ پھر تکلیف کے باوجود مسکراتے ہوئے بولا "معمولی سی چوٹیں آئی ہیں۔ کچھ فرسٹ ایڈ مل جائے تو ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

"تم صرف سوچ کے ذریعے مجھ سے گفتگو کرو۔ باقی میں خود تمھاری زبان سے کام نکالتا رہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کی زبان سے کہا "سلارا! اس لانچ میں طبی امداد کا سامان ضرور ہوگا۔ پلیز ذرا تلاش کرو اور میری مرہم پٹی کر دو۔"

اس نے آس پاس دیکھتے ہوئے کہا "وہ بلب زینے کے پاس ہے وہاں سے آگے نہیں آسکے گا۔ میں آگے اندھیرے میں کیسے جاؤں گی بھلا کیسے فرسٹ ایڈ کا سامان تلاش کروں گی؟"

پارس نے سوچ کے ذریعے کہا "پاپا! اس کے پاس لائٹر ہے۔"

میں نے پارس کی زبان سے کہا "تمھارے پاس لائٹر ہے جہاں زیادہ اندھیرا ہو وہاں روشنی کر سکتی ہو۔"

پارس نے پھر کہا "یہاں کا جنریٹر بے کار ہو چکا ہوگا لیکن بیٹری موجود ہے، تلاش کرنے پر مزید بیٹری مل سکتی ہے اور اس کے ذریعے مزید بلب روشن ہو سکتے ہیں۔"

"بیٹے! تم سوچ کے ذریعے بھی زیادہ نہ بولو۔ چپ چاپ آرام سے پڑے رہو۔"

اس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا "میں آپ کا بیٹا ہوں۔ کمزوری کو غالب نہیں آنے دوں گا مجھے افسوس ہے تھوڑی دیر کے لیے کمزور پڑ گیا تھا۔ اب توانائی محسوس کر رہا ہوں۔ میرا خیال ہے آپ خود کو اس پر زور کر دیں۔"

میں نے کہا "تم ہی زبان کھولو۔"

اس نے آنکھیں کھول کر سلارا کو مسکرا کے دیکھا پھر کہا "اگر اندھیرے میں تمھارے ساتھ کوئی ہو تو پھر ڈرنے کی بات نہیں۔"

وہ جواباً مسکراتے ہوئے اس پر جھک گئی، پھر بولی "ہیلو ہیلو سلارا ہویا اچھا بھلا اور کون میرے ساتھ رہے گا۔ صرف تھی تو ہو۔"

"ذرا فاصلہ رکھو، ہمارے درمیان پاپا موجود ہیں۔"

وہ ایک جھٹکے سے الگ ہوگئی، پھر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں، اپنے دماغ کے دروازے کھول دو، وہ تمھارے پاس آئیں گے تو تمھیں اندھیرے سے ڈر نہیں لگے گا۔ کوئی نہ کوئی خطرہ پیش آئے گا تو وہ تمھیں بچا لیں گے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "اچھا تو مسٹر فرار دم تک پہنچ ہی گئے۔ تمھارے باپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں ڈرپوک نہیں ہوں، تنہا قبرستان میں بھی جا سکتی ہوں اور یہ لانچ بھی انسانی ڈھانچوں کا قبرستان ہے۔ میں صرف تمھیں ساتھ رکھنا چاہتی ہوں۔ اس لیے خود کو بزدل ظاہر کرتی رہی۔"

وہ ہاتھ میں لائٹر لے کر اٹھ گئی، پھر آہستہ آہستہ اس دروازے تک گئی جہاں سے وہ دشمن نمودار ہوا تھا اور ان کے لیے کھانے کے ڈبے سان کی طرف لڑھکا تا رہا تھا۔ وہ دروازہ ابھی تک کھلا تھا۔ اس نے اندر قدم رکھتے ہی لائٹر کو آن کیا۔ اس کی روشنی میں ایک چھوٹا سا کوریڈور دکھائی دیا جس کے دو طرف دو کمرے تھے۔ اس نے ایک کمرے کے دروازے کو کھول کر اندر قدم رکھا۔ دروازے کے پاس ہی چھوٹا سا سوئچ بورڈ تھا۔ اس نے ایک سوئچ کو آن کیا تو بلب روشن ہوگیا۔ اس کا مطلب تھا ابھی بھی بیٹریاں تھیں اور انھیں تاروں سے منسلک رکھا گیا تھا۔ اس کمرے میں کھانے پینے کی چیزیں بھری ہوئی تھیں طرح طرح کے کھانے ڈبوں میں پیک کیے ہوئے تھے۔ مختلف میووں کے پیکٹس بھی دکھائی دے رہے تھے۔ شراب کی بوتلیں بھری ہوئی تھیں۔ وہ اس کمرے سے باہر آگئی۔

اس نے دوسرے کمرے کے دروازے کو کھول کر دیکھا۔ وہاں کے بھی ایک سوئچ کو آن کیا۔ بلب روشن ہوگیا۔ اس نے لائٹر کو بجھا کر پورے کمرے کا جائزہ لیا۔ اسے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک حصہ چھوٹی سی ڈسپنسری تھی، وہاں قیمتی دوائیں اور مرہم پٹی کا تمام سامان موجود تھا۔ دوسرے حصے میں ایک چھوٹا سا ٹیلیفون ایکسچینج تھا جس کا تعلق اس لانچ کے دوسرے تمام حصوں سے رہتا تھا۔ وہیں ایک ٹرانسمیٹر بھی رکھا ہوا تھا۔

سلارا ٹرانسمیٹر دیکھتے ہی اس کی طرف لپکی۔ پہلا خیال یہی آیا کہ اپنے بھائی جارج سے کسی طرح رابطہ قائم کرے اور اپنے حالات سے آگاہ کر کے اسے یہاں پہنچنے کا راستہ بتائے۔ وہ قریب آکر اس ٹرانسمیٹر کو چیک کرنے لگی۔ اس میں تھوڑی سی خرابی تھی۔ وہ اچھی ٹیکنیک بھی تھی۔ اس خرابی کو دور کر سکتی تھی اس کے مرمت کا تمام سامان وہاں موجود تھا۔

یہ بات میں بھی جانتا تھا کہ اس بڑی سی لانچ میں ریڈیو ٹیلیفون اور دوسری قسم کے ٹرانسمیٹر وغیرہ ہو سکتے ہیں۔ اس وقت ہم باپ بیٹے یہ نہیں جانتے تھے کہ سلارا کیا کرتی پھر رہی ہے۔ میں نے پانچ منٹ بعد اس کے دماغ پر دستک دی تو اس نے سانس روک لی۔ پارس اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ میں نے کہا "یہ تو ہم نے بچپن سے نہیں سکھایا ہے کہ اپنے سائے پر بھی بھروسا نہ کرو۔ کیا تم سوچ سکتے ہو وہ اتنی دیر سے کیا کر رہی ہے؟"

وہ آہستگی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا، پھر کہا "آپ بے فکر رہیں، وہ دبے قدموں جا رہا ہوں۔"

"کیا تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہے ہو یا میرے مخاطب کرنے سے ہی تمھیں میری بات سنائی دیتی ہے؟"

"جب آپ نے پہلی بار مجھے مخاطب کیا تب میں نے آپ کو محسوس کیا۔ آپ خاموش رہتے ہیں تو آپ کی موجودگی کا احساس نہیں ہوتا۔"

"میری دعا ہے تمھاری دماغی توانائی بحال ہو جائے۔"

"پاپا! میں سمجھتا ہوں، اب تنویمی عمل کا اثر نہیں رہے گا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

ہم باپ بیٹے باتیں کرتے ہوئے اس کوریڈور میں پہنچے جہاں کے ایک کمرے سے روشنی باہر آرہی تھی۔ پارس دبے قدموں وہاں پہنچا۔ ایک قدم اندر رکھ کر دیکھا۔ سلارا ایک ٹرانسمیٹر پر جھکی ہوئی تھی آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی "ہیلو ہیلو سلارا الانگ، برادر جارج سلارا الانگ، اوور کوڈ از اے سسٹر و دھ تھری اسٹرانگ آرمز (ہمارا کوڈ ورڈ ہے۔ ایک بہن تین مضبوط بازوؤں کی حمایت میں)۔"

پارس نے کھنکارا تو وہ چونک کر پلٹ گئی۔ وہ بولا "تین بازوؤں میں سے ایک بازو تو اپنی آنکھوں کا ماتم کر رہا ہوگا، دوسرا زندگی کی ہتھیلی میں سو راخ ہو چکا ہے اور تیسرا بازو اسرائیلی قید میں ہے۔"

وہ پاس رکھی ہوئی ایک ہتھوڑی کو اٹھا کر بولی "مجھ سلارا رہنما میں تمھاری دشمن نہیں ہوں، تمھیں ہمیشہ دوست سمجھتی رہوں گی لیکن اپنے بھائیوں کو خیریت سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں، وہ ہمیں آکر یہاں سے لے جائیں گے۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں تمھارے کسی بھائی کا قیدی بن کر جاؤں گا؟"

"اب میں تمھیں قیدی بننے نہیں دوں گی۔ تم میرے دوست بن کر رہو گے۔ میں اپنے بھائی جارج کو بتاؤں گی کہ ہم دونوں اس وقت ..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی پارس نے گھوم کر ٹرانسمیٹر کو ایک لات ماری۔ وہ میز پر رکھا ہوا تھا۔ پچھلی دیوار سے جا کر ٹکرایا، پھر فرش پر گر گیا۔ سلارا چیخ مار کر اور ہتھوڑی اٹھاتے ہوئے پارس پر حملہ کرنے پر تلی اور کہنے لگی "میں تمھیں مارنا نہیں چاہتی تم مجھے مجبور نہ کرو۔ ٹرانسمیٹر کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ یہ ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ ہم اس وقت ایک ایسی لانچ میں..."

پارس نے پھر اس کی بات پوری ہونے سے پہلے چھلانگ لگائی اور سیدھا اس ٹرانسمیٹر پر جا کر کھڑا ہوگیا۔ اس پر زور زور سے پاؤں مارنے لگا۔ سلارا نے ہتھوڑی سے حملہ کیا۔ پارس نے بائیں ہاتھ سے اس کی کلائی کو تھام لیا۔ اس کا دایاں ہاتھ بری طرح زخمی تھا۔ وہ اپنے دوسرے ہاتھ سے ہتھوڑی والے ہاتھ کو چھڑاتے ہوئے چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی "اس وقت ہم ایک ایسی لانچ میں ہیں جو پچھلے دنوں طوفان کی زد میں آگئی تھی اور اب جھاڑیوں اور گھنے درختوں کے درمیان آکر پھنس گئی ہے۔ اس لانچ کا سارا عملہ مر چکا ہے۔ ہم اس دریا کے کنارے ہیں جو بلندی سے پستی کی طرف آتا ہے پھر اس کی دو شاخیں شمال اور جنوب کی طرف جاتی ہیں۔"

پارس نے کہا "جب تم نے یہ سارا پیغام بھائی تک پہنچا ہی دیا ہے تو اب مجھ سے جھگڑا کیوں کر رہی ہو۔ ہتھوڑی پھینک دو، جس کو تم مجھے دوست سمجھ رہی ہو اس لیے میں تمھاری کلائی توڑنا نہیں چاہتا۔"

اس نے ہتھوڑی پھینک دی۔ پارس نے اس کی کلائی چھوڑ دی پھر ہنستے ہوئے کہا "تم بھائی کو پیغام پہنچا رہی تھیں اور ٹرانسمیٹر کا سوئچ بند بجھا ہوا تھا۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے اب تمھارا کوئی پیغام بھائی جارج تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

اس نے پریشان ہو کر ٹرانسمیٹر کو دیکھا۔ پارس اس پر سے اتر آیا تھا۔ وہ بولی "کیا تم نے اسے توڑ دیا ہے۔ اگر یہ ٹوٹ گیا تو تم سے زیادہ احمق کوئی نہ ہوگا۔ کیا ہم ساری زندگی اس جنگل

میں رہیں گے؟"

"میرے پاپا آچکے ہیں۔ ہمیں کسی شہر تک پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔ انشاءاللہ ہم کل دن کے کسی حصے میں کسی بڑے شہر تک پہنچ چکے ہوں گے۔"

سلارا بے بسی سے دیوار کے پاس جا کر ٹک گئی تھی۔ کبھی ٹرانسمیٹر کو دیکھتی، کبھی پارس کی باتیں سن رہی تھی۔ پھر اس نے مسکرا کر کہا۔ "چلو جو تم کہتے ہو وہی سہی۔ ہمیں کسی آبادی تک پہنچنا چاہیے۔ آؤ میں تمہاری مرہم پٹی کر دوں۔"

وہ ڈسپنسری والے حصے میں آئے۔ میں محتاط تھا۔ کہیں وہ کوئی چال نہ چلے۔ میرے بیٹے کو کوئی ایسی دوا نہ لگائے جس سے وہ وقتی طور پر بے ہوش ہو جائے اور وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے بھائی سے رابطہ کرنا شروع کر دے۔ پارس نے میری ہدایت کے مطابق کہا۔ "سلارا! ہم دوست ہیں یا دشمن، ابھی اس کا حتمی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "کیوں نہیں ہوا ہے جب عورت دل سے فیصلہ کر لے تو وہ بات حرفِ آخر ہو جاتی ہے۔"

"تم اس ٹرانسمیٹر کی مرمت کر سکتی ہو۔ مجھے کسی دوا کے ذریعے وقتی طور پر بے ہوش کر کے اپنے بھائی سے رابطہ قائم کر سکتی ہو۔ کیا یہ مجھ سے دوستی ہو گی؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "اگر دشمن ہوتی تو میں دور سے ہی ہتھوڑا پھینک کر تمہیں زخمی کر سکتی تھی۔ ہتھوڑا لگنے سے تم مر نہیں جاتے مگر بے ہوش ضرور ہو جاتے اور میں اپنا کام نکال لیتی لیکن..."

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر ایک سرد آہ بھری، پھر کہا۔ "تمہیں نقصان پہنچانے سے میرے دل کو نقصان پہنچتا ہے۔"

وہ اس کے زخم صاف کر کے مرہم لگا کر پٹی باندھنے لگی پھر اس کے کھانے کے لیے کچھ دوائیں تجویز کیں۔ میں نے پارس سے ان دواؤں کا نام معلوم کر کے اطمینان ظاہر کیا۔ وہ دوائیں کھانے پر آمادہ ہو گیا۔ سلارا نے کہا۔ "ابھی نہیں، تم بھوکے پیٹ ہو اور میں بھی بھوکی ہوں۔ پہلے کھانا کھائیں گے۔ پھر تم دوا کھا لو گے۔"

وہ دونوں اسٹور میں آ کر اپنی اپنی پسند کے کھانے کے ڈبے لے کر کھانے لگے۔ پارس کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتا تھا۔ بچپن سے اس کو یہی عادت ڈالی گئی تھی۔ سلارا ابھی سمجھ دار تھی وہ بھی کم کھانے کی عادی تھی لیکن بھوک زیادہ تھی۔ جی چاہتا تھا زیادہ سے زیادہ کھایا جائے۔ کھانا بھی لذیذ تھا۔ اس نے پارس سے کہا۔ "یہ کیا تم نے تو آدھ ڈبہ بھی نہیں کھایا۔"

"میں اور نہیں کھاؤں گا۔"

"پھر میں بھی نہیں کھاؤں گی۔ بھوکی رہ جاؤں گی۔"

"ضد نہ کرو۔ میری تمہاری عادت مختلف ہے۔ تم پیٹ بھر کر کھانے کی عادی ہو اور میں ہمیشہ ضرورت سے کم کھاتا ہوں۔"

"میرا ساتھ نہیں دو گے؟"

میں نے کہا۔ "یہ تمہیں زیادہ سے زیادہ کھلانا چاہتی ہے تاکہ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد تم نڈھال ہو جاؤ، زیادہ تھکن محسوس کرو اور غفلت کی نیند سو جاؤ۔"

"اگر میں غافل ہو جاؤں، گہری نیند سو جاؤں تو کیا آپ میرے دماغ میں نہیں رہ سکیں گے؟"

"ضرور رہ سکوں گا لیکن یہ معلوم نہیں کر سکوں گا وہ کیا کر رہی ہے۔"

"کیا آپ مجھے نیند سے بیدار نہیں کر سکیں گے؟"

"کر سکتا ہوں۔ تم پچھلی رات سے تھکے ہوئے ہو۔ میں چاہتا ہوں تم اپنے دماغ کو خود ہدایات دے کر اپنی نیند سو کر اور اپنے طور پر بیدار ہو سکو۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم سلارا کو کسی طرح گہری نیند سلا دیں۔"

"پاپا! ایک آئیڈیا ہے۔ میں کھانے کا مقابلہ کرتا ہوں، خود کھاؤں گا اور اسے بھی زیادہ سے زیادہ کھلاؤں گا۔"

"ایسا کر سکو تو یہ گہری نیند میں ڈوب جائے گی۔"

پارس نے کہا۔ "تم بہت ضد کرتی ہو۔ پتا نہیں، کیا بات ہے میں تمہاری ضد کو ٹال نہیں سکتا لیکن میں تنہا نہیں کھاؤں گا۔"

"میں تو تمہارے ساتھ کھا رہی ہوں۔"

"دیکھو، اپنی اپنی گنجائش کی بات ہوتی ہے۔ میں زیادہ نہیں کھاتا ہوں لیکن تمہارا ساتھ دینے کے لیے ایک چمچ کھاؤں گا تو تم دو چمچے کھاؤ گی۔"

"یعنی تم ایک ڈبہ کھاؤ گے اور میں دو ڈبے؟"

"اب تو کھانے پر بات بنے جب مقابلہ ہو گا تو ہم کھاتے ہی جائیں گے۔"

"کیا تمہارا باپ مجھے ناداں بچی سمجھتا ہے؟"

مجھے بڑا غصہ آیا۔ وہ اتنی ناداں بچی بھی نہیں تھی کہ میرے بچے سے دل کے معاملات پر بات کرتی۔ پارس نے کہا۔ "اگر تمہیں شبہ ہے کہ میں اپنے پاپا کے کہنے سے ایسی باتیں کر رہا ہوں تو بحث نہ کرو۔ میں اپنی گنجائش کے مطابق کھا چکا ہوں۔ اب تم بھی کھاتی رہو۔"

بات نہ بن سکی۔ اس نے بھی کم کھایا۔ پھر وہ وہاں سے نکل کر [illegible] گئے۔ انھیں دو ٹارچ بھی مل گئی تھیں لہٰذا تمام بتیاں بجھا دی گئیں تاکہ بیٹری کم سے کم خرچ ہو۔

اب انھیں تھکن محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سو جانا چاہتے تھے لیکن سونے کے لیے مناسب جگہ تلاش کر رہے تھے۔ اوپر والا کیبن بہت صاف ستھرا تھا۔ وہاں رات گزاری جا سکتی تھی لیکن جنگلی کا کوئی درندہ اونچے چھجوں یا درختوں سے چھلانگ لگا کر شیشے پر پہنچ سکتا تھا اور اس کیبن میں آ سکتا تھا کیوں کہ اس کا دروازہ ٹوٹا ہوا تھا۔

اس لانچ میں جتنے لوگ مردہ پائے گئے تھے ان سب کا سامان موجود تھا۔ لانچ میں اور بہت کچھ ہو سکتا تھا۔ پارس کے ساتھ مقابلہ کرنے والا آخری وقت تک سی خزانے کا ذکر کرتا رہا تھا۔ پھر دم توڑتے وقت لیزا سے ہیروں کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہاں کوئی خزانہ چھپا ہوا ہے یا قیمتی ہیرے ضرور موجود ہیں۔ سلارا کے دماغ میں وہ ہیرے جگمگ رہے تھے۔ انتہائی تھکن کے باوجود اس نے کہا۔ "ہم وہ ہیرے تلاش کریں گے۔"

"جلدی کیا ہے، صبح تلاش کر لینا۔"

"اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص اس لانچ کے کس حصے میں راتیں گزارتا تھا تو وہ ہیرے مل سکتے ہیں۔ اس نے وہیں چھپائے ہوں گے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے اس حصے سے گزر رہے تھے جہاں وہ شخص مُردہ پڑا ہوا تھا۔ پارس چلتے چلتے رُک گیا۔ اس لاش کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ سلارا نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"اسے وہ ہیرے بہت عزیز تھے اور جو چیز عزیز ہوتی ہے وہ جان سے لگا کر رکھی جاتی ہے۔ ہیرے اس کے پاس بھی ہو سکتے ہیں۔"

سلارا نے خوش ہو کر کہا۔ "اوہ گاڈ! یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ میں ابھی تلاشی لیتی ہوں۔"

وہ تیزی سے آگے بڑھ کر اس کی جیبیں ٹٹولنے لگی۔ اس کے بعد اس نے مُردے کی بیلٹ کو کھولا تو اس کے خفیہ خانے سے ہیرے برآمد ہو گئے۔ وہ چھوٹے چھوٹے ہیرے پچیس عدد تھے۔ ٹارچ کی روشنی میں ایسے چمک رہے تھے کہ آنکھیں ان پر نہیں ٹھہرتی تھیں۔ سلارا خوشی سے بتا رہی تھی۔ اسے ہیرے جواہرات سے بہت لگاؤ ہے۔ اس نے ہیرے دونوں ہتھیلیوں پر رکھ کر کبھی سینے سے لگا رہی تھی، کبھی چہرے سے اور کبھی ہونٹوں سے اور کہتی جا رہی تھی۔ "یہ میں لوں گی۔ سب کے سب میں لوں گی۔ کیا تم اپنا حصہ نہیں لینا چاہو گے؟"

پارس نے جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ اسے تکتا رہا۔ سلارا نے ایک ادائے ناز سے مسکراتے ہوئے ہیروں کو مٹھی میں دبا لیا پھر انھیں اپنے گریبان میں ڈال لیا۔ اس کے بعد کہا۔ "اب تم ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔ لگا ڈگے تو ان ہیروں کی طرح میرے دل میں اُتر جاؤ گے۔"

پارس اس کے قریب آیا۔ پھر ٹارچ دیتے ہوئے بولا۔ "مجھے روشنی دکھاؤ۔ اگر اس لاش کو یہاں سے باہر نہ پھینکا گیا تو صبح تک ہم اس کی بدبو سے ٹھہر نہیں سکیں گے۔"

اس نے لاش کو ایک ٹھوکر ماری۔ وہ دوسری طرف الٹ گئی۔ ڈھانچہ اس کے اوپر آ گرا۔ پارس نے ڈھانچے کو پکڑ کر کھینچا۔ اسے الگ کیا۔ پھر ایک طرف پھینک کر لاش کی ٹانگوں کو پکڑ کر کھینچتا ہوا لے جانے لگا۔ لانچ کے نچلے حصے کے تمام دروازے بند تھے۔ اس شخص نے یہاں تنہا رہ کر انھیں بند رکھا تھا تاکہ کوئی جنگلی جانور اندر نہ آئے۔ پارس اس لاش کو گھسیٹتا ہوا زینے سے اوپر لے گیا۔ پھر عرشے پر پہنچ کر اسے بالکل کنارے پر لا کر نیچے کی طرف الٹ دیا۔ دھپ سے نیچے گرنے کی آواز آئی۔ اس نے سلارا سے ٹارچ لے کر نیچے روشنی کی۔ وہ لاش وہاں جھاڑیوں میں جا کر الجھ گئی تھی۔ وہ دونوں پھر لانچ کے نچلے حصے میں آ گئے۔

سلارا نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔ وہاں ہیروں کو محسوس کیا پھر کہا۔ "آج میں بہت گہری نیند سو سکوں گی۔"

"ابھی لانچ کا بہت سا حصہ دیکھنا باقی ہے۔ یہ کام صبح ہو سکتا ہے۔ ہمیں سو جانا چاہیے۔ بڑی تھکن محسوس ہو رہی ہے۔"

سلارا نے پوچھا۔ "کیا تمہارے پاپا موجود ہیں؟"

"موجود ہو سکتے ہیں۔ مجھے علم نہیں ہے۔"

"کیا تم ہیرونی موج کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتے؟"

"زخم کے بھرنے تک شاید محسوس نہ کر سکوں۔"

"تم انھیں مخاطب کرو۔"

"ہیلو پاپا! آپ موجود ہیں؟"

میں نے کہا۔ "میں تھوڑی دیر کے لیے گیا تھا تاکہ تمہارے پاس پہنچنے کے انتظامات کیے جا سکیں۔ جب تک تم حفاظت سے کہیں نیند پوری نہیں کر دو گے، میں موجود رہوں گا۔ تمہارے سونے کے بعد چلا جاؤں گا۔"

پارس نے سلارا سے کہا۔ "پاپا مجھے سلانے کے بعد جائیں گے۔"

"کیا تم ننھے بچے ہو؟"

"تمہیں اعتراض کیوں ہے؟"

"جب جوان بچے بزرگوں کی بات نہیں مانتے تو بزرگوں کو وہاں سے چلے جانا چاہیے۔"

"بے شک ہم جوان بچے ہیں۔ پاپا کو میری عمر معلوم ہے۔ تم ذرا اپنی عمر بتا دو تاکہ انھیں یقین ہو جائے کہ تم بھی جوان سے بچی ہو۔"

"محبت اور جنگ میں عمر نہیں، حوصلے اور جذبے دیکھے جاتے ہیں۔"

"یعنی عمر زیادہ ہے اس لیے بتانا نہیں چاہتیں۔"

"ظاہر ہے تم سے زیادہ ہے۔"

"یعنی مجھ سے دگنی عمر ہے؟"

وہ ناراض ہو کر بولی۔ "کیا مجھے بوڑھی سمجھتے ہو؟ ایک بات یاد رکھو، جب تک عورت جوان رہتی ہے، سولہ برس سے آگے نہیں بڑھتی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے پھر اسی مختصر سے کوریڈور میں آئے۔ پارس نے اس کمرے کا دروازہ کھولا جس میں کھانے کا سامان تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم یہاں رات گزارو۔ میں سامنے والے کمرے میں اپنی نیند پوری کروں گا۔"

"نہیں، میں سامنے والے کمرے میں سونا چاہتی ہوں۔"

"اگر تم اس کمرے میں سونا چاہو گی تو میں وہاں سے ٹرانسمیٹر اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے جاؤں گا یا تھوڑی سے چور چور کر دوں گا۔"

وہ بے بسی سے بولی۔ "لیکن ہم الگ الگ کمرے میں کیوں سوئیں گے؟"

"اس لیے کہ پاپا تمھاری طرح مجھے جوان نہیں، صرف بچہ سمجھتے ہیں۔ جب تک وہ مجھے گہری نیند نہیں سلائیں گے نہیں جائیں گے۔"

وہ اس کمرے میں آئی جہاں کھانے کا سامان تھا۔ پارس نے دو میزوں کو ایک جگہ لا کر رکھا تاکہ اس کے لیے سونے کی اونچی جگہ بن جائے۔ پھر وہ دوسرے کمرے میں آیا اور دروازے کو اندر سے بند کر کے اپنے لیے بھی اسی طرح سونے کی اونچی جگہ بنائی اور آرام سے لیٹ گیا۔ میں نے کہا۔ "اب اطمینان سے اپنے دماغ کو ہدایات دو اور سو جاؤ۔ میں تمھارے پاس پہنچنے کے سلسلے میں ضروری انتظامات کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ کسی وقت پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ دماغ کو ہدایات دیں کہ صبح تک آرام سے سوتا رہے۔ اگر کوئی انسان یا جانور اس لانچ میں قدم رکھے یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔

یہ ہدایات دے کر وہ گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

★

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، پیرس میں تین نامعلوم افراد مجھے تلاش کرتے پھر رہے تھے اور سپر ماسٹر کے دو لیفٹیننٹ رابرٹ ریگو اور بروس مارٹن نقلی پارس کو اصلی سمجھ کر اسے اغوا کرنے کے چکر میں تھے۔ میں نے ایسا چکر چلایا تھا کہ ان سب کو اپنے اس کاٹیج کا پتا بتا دیا تھا جہاں میرا قیام تھا اور اب میں وہ جگہ چھوڑ کر ایک قریبی کاٹیج میں چھپا ہوا تھا۔

دو مختلف پارٹیاں تھیں۔ ایک پارٹی سپر ماسٹر کی قوی ہیکل آدمی پارس کو اغوا کرنا چاہتے تھے۔ دوسری نامعلوم پارٹی کے تین اشخاص تھے جو ہمارے ہاتھ لگتے تو پتا چلتا کہ وہ کس پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ تینوں ایک ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کے کمرے میں ہم نے خفیہ مائیک نصب کر دیے تھے جن کے ذریعے ان کے پروگرام معلوم ہوتے تھے۔ ٹھیک اسی طرح رابرٹ ریگو اور بروس مارٹن وائی ایم سی اے کی عمارت میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کی باتیں بھی ہم خفیہ طور سے سن لیتے تھے۔ اس طرح ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ دونوں پارٹیاں آج آدھی رات کے بعد میرے کاٹیج میں داخل ہوں گی اور اپنے اپنے مقصد کے مطابق ایک پارٹی بیٹے کو لے جائے گی۔ دوسری پارٹی باپ کو...

ان کے آگے چارا ڈالنے کے لیے پہلے ہی ایک نقلی پارس تیار تھا۔ ایک ڈمی فرہاد بھی باباصاحب کے ادارے سے بلوایا گیا تھا۔ وہ دونوں میرے اس کاٹیج میں قیام کر رہے تھے۔ پوپی بھی ان کے ساتھ تھی۔ اس طرح دشمنوں کو اور یقین ہو جاتا کہ پوپی جس کے ساتھ کاٹیج میں آئی ہے وہ یقینی طور پر فرہاد ہے۔

آدھی رات ہونے والی تھی میرے ساتھ انٹیلی جنس کے دو افسران اس کاٹیج میں تھے اور وہیں سے میرے کاٹیج کی نگرانی کر رہے تھے۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھے۔ ان کے مسلح سپاہی سادے لباس میں تھے اور دور دور کے کاٹیجوں میں چھپے ہوئے تھے۔ حکم ملتے ہی میرے کاٹیج کے اطراف گھیرا تنگ کرتے۔

کوئی دشمن ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر کاٹیج تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کیوں کہ میں خیال خوانی کے ذریعے پوپی اور ڈمی فرہاد سے رابطہ قائم کرتا رہتا تھا۔ میں نے پوپی کو خوشخبری سنائی کہ پارس کا پتا چل گیا ہے اور اس سے دماغی رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ یہ بات میں نے جناب باباصاحب، سونیا اور آمر مرو عزیزہ کو بھی بتائی تاکہ انھیں سختی سے منع کر دیا کہ ابھی یہ بات جو کچھ کو نہ بتائی جائے کیوں کہ پارس زخمی ہے اور اسے آرام سے نیند پوری کرنے کی ضرورت ہے۔ جب وہ سو کر اٹھے گا تو اسے بتا دیا جائے گا۔

میں نے وہاں کے حکام سے کہہ دیا تھا کہ مجھے دو ہیلی کاپٹروں کی ضرورت ہے۔ ایک طیارے میں میں پوپی کے ساتھ صبح چھ بجے یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ دوسرے طیارے میں باباصاحب کے ادارے کے کچھ خاص منتخب لوگ صبح دس بجے روانہ ہوں گے۔ ہم شمالی افریقہ کے ایک شہر نکوگارا میں اتریں گے۔ وہاں ہمیں ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہوگی تاکہ ہم جنگل کے کسی بھی حصے میں پہنچ سکیں۔

دو طیاروں کا انتظام کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی، ذرا سا اثر و رسوخ استعمال کرنا پڑتا۔ ایک طیارہ ایران ہاٹ لائن پر اپنے سفیر سے بات کر رہے تھے اور ان کا سفیر نکوگارا کے فوجی دار افسران سے رابطہ قائم کر کے ہمارے لیے ہیلی کاپٹر کا اور ایک گائیڈ کا انتظام کر رہا تھا۔ میں نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ادارے سے کم از کم دو سوالیے جوانوں کا انتخاب کرو جو اچھے انجینیر، ڈاکٹر اور بہترین فائٹر ہوں، جنگلات کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات رکھتے ہوں۔"

"کیا جارج فری مین کے قلعے کا محاصرہ کرو گے؟"

"یہی ارادہ ہے۔ اس قلعے کے تہ خانے میں ٹرانسفارمر مشین ہے۔ اس مشین کو ہر حال میں تباہ کرنا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "پارس کو اس قلعے سے نکلے چوبیس گھنٹے ہو چکے ہیں۔ جارج فری مین نادان نہیں ہے۔ وہ سمجھتا ہوگا کہ تم پارس سے رابطہ قائم کر کے اس مشین کے متعلق معلومات حاصل کر لو گے، لہٰذا اس نے پہلی فرصت میں وہ مشین وہاں سے کہیں منتقل کر دی ہوگی۔"

"بے شک اس نے ایسا ہی کیا ہوگا لیکن اس کے پاس ایک ہیلی کاپٹر تھا جو طویل سفر کے کام آ سکتا تھا۔ اسے ہمارے بیٹے نے تباہ کر دیا ہے۔ ان کے پاس چند گاڑیاں ہیں۔ وہ مشین کو اس قلعے سے کہیں دور لے جا کر چھپائیں گے۔ کسی شہر کی طرف نہیں جائیں گے۔ انھیں اس بات کا اندیشہ ہوگا کہ وہاں کے تمام شہروں میں ہمارے آدمی پھیل چکے ہوں گے اور اس مشین کی تلاش میں ہوں گے۔"

"ہوں۔ ابھی تو یہی سمجھ میں آ رہا ہے۔ وہ مشین کو جنگل کے کسی حصے میں چھپانے پر مجبور ہوں گے۔ گویا ٹرانسفارمر مشین کا کھیل اب جنگل میں کھیلا جائے گا۔"

"یہ بات تشویشناک ہے۔ وہ ٹرانسفارمر مشین بچے دیتی جا رہی ہے۔ پہلے ایک تھی، اب دو ہو گئیں۔ اگر ہم نے اسے برباد نہ کیا تو پوری طرح اپنے قبضے میں نہ رکھا تو ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے پرشین والے ہمارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے رہیں گے۔ ہمیں سکون سے بیٹھنے نہیں دیں گے۔ پہلے بھی کب سکون سے رہنے دیتے تھے لیکن اب تو بات ہمارے بچوں تک پہنچ گئی ہے۔ میرا بیٹا چوبیس گھنٹے تک دشمنوں سے لڑتا رہا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ اس طرح اس نے اپنی خود اعتمادی کا ثبوت دیا ہے۔"

"اچھی بات ضرور ہے لیکن ہمیں ابتدا میں کسی بھی مہم کے دوران بچوں کے ساتھ رہنا چاہیے۔ بعد میں یہ تنہا مصائب سے لڑتے رہیں تو ہمیں زیادہ فکر نہیں ہوگی۔"

"میں تم سے متفق نہیں ہوں۔ بچوں کو انگلی پکڑ کر نہ چلاؤ۔ میں پارس اول کے سلسلے میں اعتماد سے کہتی ہوں، وہ ہم بڑوں سے کم نہیں ہے۔ شبانہ نے، آمنہ نے اور میں نے اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔ اگر کمی رہ گئی ہے تو حالات اور تجربات اسے اور کندن بنا دیں گے۔"

"تم دوسرے طیارے میں آ رہی ہو؟"

"ضرور آؤں گی لیکن میرا مشورہ مان لو۔ وہاں پہنچ کر پارس کے ساتھ نہ رہنا۔ میں بھی اس سے دور رہوں گی۔ ہم مختلف ٹولیوں میں بٹ کر اس مشین تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

میں خیال خوانی سے چونک گیا۔ انٹیلی جنس کا ایک افسر کہہ رہا تھا۔ "جناب! آپ کے کاٹیج کے سامنے کوئی نظر آ رہا ہے۔ کیا آپ دوربین سے دیکھنا چاہیں گے؟"

"مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ دو دین تم استعمال کرو۔"

میں نے سونیا سے کہا۔ "یہاں ہم باپ بیٹے کو اغوا کرنے والے آ رہے ہیں۔ میں بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔ تم اپنا کام شروع کر دو۔"

پھر میں نے پوپی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم کاٹیج کے احاطے میں کچھ دیکھ رہی ہو؟"

"ہاں، دو آدمی دیوار پھاند کر اندر آئے ہیں۔"

"ابھی ایک افسر نے صرف ایک شخص کی بات کی تھی۔ میں معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے ڈمی فرہاد سے پوچھا۔ "کیا تم کچھ دیکھ رہے ہو؟"

"جی ہاں، میں دوسرے کمرے کی کھڑکی کے پاس ہوں۔ یہاں پہلے ایک شخص نظر آیا۔ پھر اس کے پیچھے دو آدمی اور دیوار پھاند کر آ گئے۔"

"اس کا مطلب ہے دونوں پارٹیاں پہنچ گئی ہیں۔ تم ان سے مقابلہ نہ کرنا۔ اگر مقابلہ شروع ہوا تو بچنے کی کوشش کرتے رہنا۔ پوپی تمھارا دفاع کرے گی۔"

پھر میں نے پوپی سے کہا۔ "دوسری طرف تین آدمی اور آئے ہیں یعنی دونوں پارٹیاں موجود ہیں۔ ہوشیار رہو۔"

وہ دبے قدموں آ رہے تھے۔ دونوں پارٹیوں کو ایک دوسرے کی موجودگی کا علم نہیں تھا۔ انھوں نے آدھے چہرے نقاب سے

ڈھانپ رکھے تھے۔ آنکھیں نقاب سے آزاد تھیں، جب وہ برآمدے میں پہنچے تو ایک دوسرے کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ اپنی اپنی پوزیشن سنبھالنے لگے۔ صرف چند سیکنڈ میں انھوں نے سمجھ لیا کہ ان کے مقابلے پر قانون کے محافظ نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو دھمکیاں دیتے للکارتے۔ گولیاں بھی چلاتے لیکن دونوں پارٹیاں چوروں کی طرح خاموش تھیں۔ پھر ایک نے سرگوشی میں پوچھا "تم لوگ کون ہو؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "یہی سوال ہم بھی کرتے ہیں۔"

"اس کاٹیج میں فرہاد موجود ہے، ہم اسے گرفتار کر کے لے جائیں گے۔"

دوسری پارٹی نے کہا "اسی کاٹیج میں پارس بھی موجود ہے، ہم اسے اٹھا کر لے جائیں گے۔"

"اگر ایسا ہے تو ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، ہم اپنا کام کر کے چپ چاپ نکل جائیں گے۔"

وہ مجرم تھے، کوئی سیاست داں نہیں تھے کہ کسی فیصلے تک پہنچنے کے لیے سالہا سال تک مذاکرات جاری رکھتے۔ انھوں نے ایک منٹ میں سمجھوتہ کر لیا۔ پھر سب کے سب ایک دروازے تک آئے۔ بروس مارٹن نے کہا "میں صرف ایک گھونسا مار کر یہ دروازہ توڑ سکتا ہوں۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی ان تینوں آدمیوں میں سے ایک نے دروازے پر زور کا گھونسا مارا۔ اس کا ہاتھ دروازہ توڑتا ہوا اندر چلا گیا۔ ڈمی فرہاد نے چونک کر پوچھا "کون ہے؟"

دروازہ ٹوٹ کر گر چکا تھا۔ وہ پانچوں اندر گھس آئے۔ میرا ڈمی، پارس کے ساتھ بستر پر اٹھ بیٹھا تھا۔ ان پانچوں کو دیکھتے ہی دونوں نے چھلانگ لگائی، پھر فرش پر پہنچ گئے۔ آنے والوں میں سے ایک نے کہا "دونوں باپ بیٹے پھر تیلے ہیں لیکن ہم مقابلہ کرنے نہیں آئے ہیں۔ چپ چاپ چلو گے تو اچھی بات ہے۔"

میرے ڈمی نے پوچھا "اور اگر نہ چلیں تو؟"

"ہم بے ہوش کر کے لے جائیں گے۔"

"آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

اُن میں سے ایک نے کہا "ہم تمھیں لے جانے آئے ہیں۔"

دونوں کمپیوٹر مین میں سے ایک نے کہا "اور ہم پارس کو لے جائیں گے۔"

پارس اچھل کر ڈمی فرہاد کے پاس آ گیا۔ میں نے ڈمی کے زبان سے کہا "تم کہتے ہو جھگڑا نہیں ہونا چاہیے، اور جھگڑے کی بات بھی کر رہے ہو۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ باپ اور بیٹے کے راستے جدا ہو جائیں اور میں اپنے بیٹے کو کہیں اور جانے دوں، تم لوگ اپنے فیصلے میں ذرا تبدیلی کرو۔ اگر میں جاؤں گا تو بیٹے کے ساتھ، ورنہ کوئی فرہاد علی تیمور کو زبردستی نہیں لے جا سکے گا۔"

ایک نے کہا "کیوں ہم سے ڈراما کرتے ہو، یہ اصلی لڑکا نہیں ہے، تمھارا بیٹا نہیں ایک ڈمی ہے۔"

میں نے ڈمی کی زبان سے پوچھا "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ اصلی نہیں ہے؟"

اس نے کہا "ہماری معلومات بہت وسیع ہیں، ہم اپنے اجنبی ساتھیوں سے درخواست کریں گے کہ وہ اس ڈمی پارس کا خیال چھوڑ کر واپس چلے جائیں۔"

کمپیوٹر مین نے کہا "واہ بہت خوب، کیا چال چل رہے ہو، فرہاد کو راضی خوشی لے جانے کے لیے پارس کو ڈمی کہہ رہے ہو تاکہ ہم اس سے دستبردار ہو جائیں۔"

ڈمی نے کمرے میں داخل ہو کر کہا "معلوم ہوتا ہے تم لوگ دو مختلف پارٹیوں کے آدمی ہو۔ اب ایک پارٹی پارس کو ڈمی کہہ رہی ہے تو دوسری فرہاد کو ڈمی کہنا شروع کر دے گی۔ ایسا کہنے سے زبان گھس تو نہیں جائے گی؟"

تینوں میں سے ایک نے کہا "ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے، ہم فرہاد کے ساتھ ڈمی پارس کو بھی لے جائیں گے۔"

دونوں کمپیوٹر مین نے کہا "پارس کو تو تمھارے باپ بھی نہیں لے جا سکیں گے، اگر یہ ضد ہے کہ تم باپ بیٹے کو لے جا سکتے ہو تو یہی ہماری بھی ضد ہے۔ ہم ان دونوں کو لے جا کر دکھائیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی منہ پر گھونسا پڑا۔ برابر دست گھونسا تھا لیکن کمپیوٹر مین صرف دو قدم پیچھے گیا۔ پھر اس نے گھوم کر ایک لات جمائی۔ وہ آنے والے تین آدمی بھی کمپیوٹر مین سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ اس پر بھی لات کا اثر نہ ہوا پھر وہ پانچوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ کوئی کسی کو مار نہ پاتا تھا کوئی کسی سے بچ رہا تھا۔ ان کی لڑائی ایسی تھی جیسے پانچ ہاتھی ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں۔ ان کا ہاتھ پاؤں کمرے کی جس چیز پر پڑتا تھا، وہ سلامت نہیں رہتی تھی۔ ایک نے اچھل کر دوسرے کو لات ماری پھر دوسرا ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کی لات الماری پر لگی اور اسے توڑتی ہوئی اندر گھس گئی۔ جب تک وہ باہر نکلتی دوسرے کی لات اس کے منہ پر لگی۔ ایک شخص پلنگ پر آ گرا۔ اگر وہ تنہا گرتا تو کوئی بات نہیں تھی، دوسرا اس پر چھلانگ لگا کر آیا تو پلنگ کا درمیانی حصہ فرش پر بیٹھ گیا۔

جنگ شدت اختیار کر رہی تھی۔ وہ لڑنے والے اپنے مخالف کے متعلق یہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ وہ بھی ان کی طرح کمپیوٹر مین بنائے گئے ہیں، جو طاقت میں، ذہانت میں

رفتار میں، گفتار میں کمپیوٹر کی طرح تیزی سے کام کرتے ہیں۔ اس جنگ کے دوران ڈمی پارس چپ چاپ کمرے سے نکل گیا تھا۔ تمام مسلح افراد احاطے کے اندر پہنچ گئے تھے اور کاٹیج کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ وہ اب دوسرے کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔

پومی نے ڈمی فرہاد کا ہاتھ پکڑا۔ پھر آہستہ آہستہ وہاں سے کھسکنے لگی۔ اچانک ایک کمپیوٹر مین چھلانگ لگا کر آیا اور ان کا راستہ روکتے ہوئے پوچھا "خبردار! پارس کہاں ہے؟"

وہ جواب کا انتظار کیے بغیر دوسرا دروازہ کھول کر جانا ہی چاہتا تھا لیکن اچھل کر پیچھے آ گیا۔ دروازہ کھلتے ہی تڑتڑاتڑ فائرنگ ہوئی تھی۔ گولیاں اس کی ٹانگوں میں لگی تھیں۔ فائرنگ کی آواز پر لڑائی بند ہو گئی۔ سب نے چونک کر دیکھا۔ پھر جس کو جدھر موقع ملا وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ کھڑکیوں کو توڑ کر نکلنا ان کے لیے معمولی بات تھی لیکن وہ جہاں سے بھی نکل رہے تھے وہاں سے فائرنگ ہو رہی تھی اور وہ چیخیں مار مار کر گر رہے تھے۔ فائرنگ کرنے والوں کو خاص طور پر ہدایت دی گئی تھی کہ صرف ٹانگوں پر گولی ماری جائے تاکہ وہ فرار ہونے کے قابل نہ رہیں۔

وہ بڑے جی دار تھے، گولیاں کھانے کے بعد اپنی ٹانگوں پر کھڑے نہیں ہو سکتے تھے لہٰذا فرش پر لڑھکتے ہوئے آتے تھے اور مسلح افراد کی ٹانگوں پر کراٹے کا ہاتھ رسید کرتے تھے۔ سپاہیوں کو مجبوراً ہو کر ان کے ہاتھوں پر گولیاں چلانی پڑیں۔ ذرا سی دیر میں وہ سب ٹھنڈے پڑ گئے۔ میں ان تین آدمیوں کے دماغوں میں پہنچنے لگا جو ہمارے لیے اجنبی تھے۔ ان کی تھوڑی سی سوچ پڑھنے کے بعد ہی ہمارے خیالات کی تائید ہو گئی۔ وہ تینوں سلارا اور جارج فری مین کے آدمی تھے اور ان کے ٹرالنگار مرشین سے گزر کر آئے تھے۔

وہ تینوں تقریباً چار بریس تک جارج فری مین کے اس قلعے میں رہ چکے تھے، وہاں کی ایک ایک بات جانتے تھے۔ ہمیں ایک دن اس قلعے کے اندر پہنچنا تھا لہٰذا میں وہاں کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے لگا اور یہ معلومات سونیا تک پہنچانے لگا۔ ہیلما نے پارس کو بتایا تھا کہ اس نے قلعے میں ایسے وحشی انسانوں کو سلاخوں کے پیچھے دیکھا ہے جو دیکھنے سے ہی درندے لگتے ہیں، خصوصاً عورتوں کو دیکھ کر یوں دانت کچکچاتے ہیں جیسے بھنبھوڑ کر چبا جائیں گے۔

ان تین آدمیوں کے دماغوں سے پتا چلا کہ وہ قیدی نہیں ہیں، سلارا اور جارج فری مین نے انھیں مشین کے ذریعے غلام بنا رکھا ہے۔ ضرورت کے وقت سلاخوں کے پیچھے سے نکالتے ہیں اور اپنے دشمن کے پیچھے ایسے چھوڑتے ہیں جیسے خونخوار شکاری کتے چھوڑے جاتے ہیں۔ وہ وحشی غلام جس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اسے زندہ نہیں چھوڑتے، چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

اس قلعے میں ایسے ٹارچر سیل ہیں جہاں وہ اپنے کسی دشمن کو یا اپنے کسی غدار ملازم کو طرح طرح سے اذیتیں پہنچا کر مار ڈالتے ہیں۔ وہاں ایسے خفیہ میکنیزم ہیں کہ محل کے کسی بھی حصے میں کسی بھی اجنبی کو ٹریپ کیا جا سکتا ہے چونکہ پارس نے اپنی سچی نشانہ بازی کا مظاہرہ کیا تھا اور سلارا کی گردن پر ریوالور رکھ دیا تھا اور اسے چھوڑ نہیں رہا تھا لہٰذا اس کے خلاف کوئی بھی خفیہ میکنیزم کام نہیں آ سکا۔ نہ ہی اسے ٹریپ کیا جا سکا۔ اگر ایسا کیا جاتا تو وہ... سلارا کو فوراً گولی مار دیتا۔

میں نے معلوم کر لیا کہ قلعے کے اندر کہاں کہاں کس قسم کے ٹریپ بچھائے گئے ہیں۔ وہاں ایسے مسلح افراد بہت کم تھے جو حساس دماغ رکھتے تھے اور خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کر لیتے تھے۔ ان کی تعداد کچھ ہی تھی۔ صرف وہی افراد قلعے کے اندر ڈیوٹی کے وقت جاتے تھے، پھر باہر آ جاتے تھے، باقی تمام مسلح افراد کو قلعے کے اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ حالاں کہ وہ سب وفادار تھے۔ جارج فری مین اور سلارا کو اندیشہ تھا کہ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسے افراد کو ٹریپ کر کے قلعے کے اندر پہنچ سکتے تھے۔

بہرحال میں نے بہت سی معلومات حاصل کیں جو آئندہ کام آنے والی تھیں۔ اب میں جارج فری مین سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ وہ اب تک مجھے اس فریب میں مبتلا کر رہا تھا کہ پارس اس کی قید میں ہے اور میں اس کے بدلے آرمر کو اس کے پاس بھیج سکتا ہوں اور اپنے بیٹے کو واپس لا سکتا ہوں۔

میں اس سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا اسی وقت پومی جاگ گئی۔ اس نے پوچھا "کیا مصروف ہو؟"

"ہاں، میں بھی مصروف ہوں اور تمھیں بھی مصروف رہنا ہے۔ ہم صبح پانچ بجے کی فلائٹ سے شمالی افریقہ جا رہے ہیں۔ تم ابھی جاؤ اور اپنی ضرورت کا کچھ سامان خرید کر لے آؤ۔"

وہ خوش ہو گئی۔ اس کی آرزو پوری ہو رہی تھی۔ وہ میرے ساتھ ایک طویل سفر کرنے والی تھی۔ جب وہ شاپنگ کے لیے چلی گئی تو میں نے سلارا اور جارج فری مین کے نمائندے کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ اس نے کہا "ذرا انتظار کریں، میں ابھی مسٹر جارج کو اطلاع دیتا ہوں۔"

اس نے انٹر کام کے ذریعے اطلاع دی۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ اس کی سوچ نے بتایا وہ سلارا ہے۔ اس نے اسے مادام سلارا کہہ کر مخاطب کیا تھا اور کہا تھا۔

"مسٹر فرہاد آپ لوگوں سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

سلارا نے کہا "جسٹ اے منٹ، میں ابھی آتی ہوں۔"

میں حیرانی سے سوچنے لگا۔ یہ کیا بات ہوئی، سلارا تو جنگل کی بھول بھلیوں میں پھنسی ہوئی ہے، میرے بیٹے کے ساتھ ایک لانچ میں ہے، پھر یہ سلارا کہاں سے آگئی۔ میں نے اپنے نمائندے کے ذریعے دیکھا وہی عورت کمرے میں داخل ہوئی جسے میں اب سے پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اس کی آنکھ پر عینک تھی اور وہ بائیں ہاتھ سے کام کرتی تھی۔ اس نے بائیں ہاتھ سے ریوالونگ چیئر کو اپنی طرف گھمایا پھر اس پر بیٹھ کر اپنے نمائندے کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "ہیلو فرہاد! تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

میں نے انجان بن کر کہا "میں بہت پہلے ہی اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں۔ پارس کو تم لوگوں نے قیدی بنا کر رکھا ہے۔ میں آرمر کو اسی شرط پر تمہیں سونپوں گا کہ تم یرغمال کے طور پر میرے پاس آؤ گی۔"

"تمہارا ذہن بہت غلیظ ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہر عورت تم پر مرمٹے گی؟"

"میں تمہیں مرمٹنے کے لیے نہیں صرف ضمانت کے طور پر بلا رہا ہوں۔ تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ میں عینک لگانے والی عورت سے رومانس کروں گا۔"

"تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

"اگر میں تعریف کروں تو کہو گی، پھانس رہا ہوں۔ اور تمہاری عینک کا بیان کروں تو تمہیں غصہ آجاتا ہے۔ دیکھو مجھے ہر حال میں اپنا بیٹا چاہیے اور یہ معاملہ تم سے طے نہیں ہوگا۔ اپنے بھائی جارج کو بلاؤ۔"

"برادر جارج ایک بہت ضروری کام سے گئے ہوئے ہیں۔ بات میں ہی کروں گی۔"

میں نے پوچھا "آرمر تمہیں کب چاہیے؟"

"ہمیں تو ابھی چاہیے جتنی جلدی تم روانہ کرو گے تمہارے بیٹے کے لیے بہتر ہوگا۔"

"میں تمہارے نمائندے کے ذریعے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح اپنے بیٹے کو بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اس سے دو باتیں کروں گا۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ واقعی وہ میرا بیٹا ہے تو میں آرمر کو پہلی فلائٹ سے روانہ کر دوں گا۔"

وہ ذرا ہچکچانے لگی۔ پارس ان کے پاس نہیں تھا وہ بھلا اپنے نمائندے کے سامنے کیسے لاتی۔ انھوں نے پارس کی ایک ہی ڈمی بنائی تھی جو ہمارے پاس پہنچ گئی تھی۔ میں نے کہا "میری تسلی کے لیے پارس کو اس نمائندے کے سامنے پیش کرنے کے بعد یہ ضرور بتا دینا کہ آرمر کو کہاں بھیجا جائے۔"

وہ بولی "دراصل میں نے بھائی جارج سے اس سلسلے میں بات نہیں ہے کہ ہم آرمر کا استقبال کہاں کریں گے میں اپنے بھائی کی ہدایت کے بغیر کوئی کام بھی نہیں کرتی۔ پارس کو یہاں لا کر نمائندے کے سامنے پیش کرنے سے پہلے مجھے بھائی سے پوچھنا ہوگا۔"

"ڈمی پارس کو تو یہاں لا سکتی ہو؟"

"یہاں پارس کی کوئی ڈمی نہیں ہے۔"

"تمہاری کتنی ڈمی ہیں؟"

"میں صرف ایک ہوں۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ جو سلارا یہاں پیرس آئی تھی اور جسے تم نے کولے گئی وہ کوئی اور تھی تم کوئی اور ہو۔ میرے حساب سے تم دونوں کے علاوہ ایک اور سلارا ہے۔ ہمارے ایک تجربہ کار ایجنٹ وی نے کہا ہے کہ وہ تیسری سلارا اصلی ہے۔"

"نجومیوں کی باتیں اکثر غلط ہوتی ہیں۔"

"اور اکثر درست بھی ہوتی ہیں۔ ہمارے نجومی نے بتایا ہے کہ ایک سلارا پیرس میں بہت بڑے نجومی کی گرل فرینڈ ہے۔ اس نجومی نے اسے بتایا تھا پارس یہودی مشنری کے ہاتھ لگ جائے گا۔ اور اس سلارا نے پارس کو وہیں سے حاصل کیا پھر اسے تم لوگوں کے پاس روانہ کر دیا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

میں جو کہہ رہا تھا وہ مجھے پارس کے دماغ سے معلوم ہوا تھا اس کی سوچ نے بتایا تھا کہ پیرس میں اسے ساتھ لے جانے والی عورت سلارا نہیں ہے۔ اور جو نجومی اس کا دیوانہ بنا ہوا تھا وہ پیرس کے دو خاص نجومیوں میں سے ایک تھا۔ اس نمائندے کے سامنے بیٹھی ہوئی عینک والی سلارا نے کہا "تم غیر ضروری گفتگو کر رہے ہو۔ کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات تمہارے بھائی جارج فری مین کے ساتھ ہو سکتی ہے اور میں اس کے سامنے بھی یہی شرط پیش کروں گا کہ پہلے پارس کو اپنے اس نمائندے کے سامنے پیش کرے۔ میں اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی نمائندے کے سامنے رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "مسٹر جارج لانگ ڈسٹنس سے گفتگو کر رہے ہیں۔ ٹرانسمیٹر اینڈ کیا جائے۔"

یہ بات سن کر میں سوچ میں پڑ گیا۔ جارج قطبے میں نہیں تھا کہیں دور دراز کے علاقے میں تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی اصلی بہن سلارا کی طرف گیا ہوا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے اسے سلارا کا سراغ کیسے ملا جب کہ پارس نے ٹرانسمیٹر کو توڑ دیا تھا۔

میں نے فوراً خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اور اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا وہ گہری نیند میں تھا۔ اس نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ کوئی غیر معمولی بات ہو تو اس کی آنکھ کھل جائے لیکن میرے خیال میں پارس کی آنکھ نہیں کھلی، ابھی اس کا دماغ پہلے کی طرح حساس نہیں تھا۔ میں نے اسے جگایا "بیٹے! اٹھو۔"

وہ فوراً ہی آنکھ کھول کر دیکھنے لگا۔ پھر اٹھ کر بیٹھ گیا اس نے پوچھا "ہیلو پاپا، کیا آپ ہیں؟"

"ہاں میں ہوں۔ مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ جارج فری مین خفیہ نہیں ہے۔ لانگ ڈسٹنس سے ایک ڈمی سلارا کے ساتھ لٹکو رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری تلاش میں نکلا ہے۔ سلارا نے کس طرح اسے اس لانچ کے متعلق بتایا ہے؟"

اس نے فوراً جراب میں پہنے، جوتے پہنے، جس کمرے میں وہ سو رہا تھا وہاں چاروں طرف ایک نظر ڈالی۔ ٹوٹا ہوا ٹرانسمیٹر فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے سوچتے ہوئے کہا "پاپا! ایک بات کھٹک رہی ہے، جب میں اس ٹرانسمیٹر کو توڑنے جا رہا تھا تو اس کے ٹوٹنے سے پہلے ہی سلارا نے لانچ کا ذکر کیا تھا۔ اس کی تفصیل شاید نہ بتائی ہو لیکن لانچ کا لفظ سن کر اس کا بھائی اپنے آدمیوں کے ساتھ ہمیں تلاش کرنے لگا ہوگا۔ شاید اس نے ایک اور ہیلی کاپٹر کا انتظام بھی کر لیا ہو۔"

"یہی بات ہو سکتی ہے۔ تم فوراً کمرے سے نکلو اور دیکھو سلارا کہاں ہے۔"

وہ دبے قدموں دروازے کے پاس آیا۔ اسے آہستگی سے کھول کر کوریڈور میں پہنچا۔ پھر سامنے والے دروازے سے کان لگا کر سننے لگا۔ اگر وہ ہینڈل پر دباؤ ڈال کر دروازہ کھولنا چاہتا اور ذرا سی آواز ہوتی تو وہ چونک کر اٹھ بیٹھتی۔ اگر وہ سو رہی تھی تو وہ اسے سلائے رکھنا چاہتا تھا۔

اسی وقت کوئی آواز سنائی دی۔ وہ آواز بہت دور سے آئی تھی پارس نے چونک کر ایک طرف دیکھا، پھر دبے قدموں چلتا ہوا کوریڈور سے گزر کر لانچ کے اس نچلے حصے میں آں جہاں مشینوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ وہ آواز مسلسل آ رہی تھی۔ وہ زینوں کے بل دوڑتا ہوا، زینے پر چڑھتا ہوا عرشے پر پہنچ گیا۔ اس نے ایک جگہ تھی کھول لیا تھا۔ اب آواز صاف طور پر سنائی دینے لگی۔ وہ کوئی موٹر بوٹ تھی۔ اب اس کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔

اچانک دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ پارس نے چونک کر عرشے کے نیچے دیکھا سلارا دوڑتی چلی آ رہی تھی۔ اور زینے پر چڑھتی ہوئی عرشے تک پہنچنا چاہتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔ جیسے ہی اس نے ٹارچ روشن کی، پارس نے اس کے ہاتھ پر ایک ٹھوکر ماری۔ ٹارچ اس کے ہاتھ سے نکل کر عرشے کے تختے پر جا گری۔ وہ چیخ کر بولی "یہ کیا کر رہے ہو۔ ہمیں سگنل دینا چاہیے۔ وہ میرے یا تمہارے آدمی ہو سکتے ہیں۔ ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔"

"میرے آدمیوں کو سگنل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا کام خیال خوانی سے چل جاتا ہے۔ یہ آنے والے تمہارے آدمی ہیں اور میں انھیں یہاں تک پہنچنے نہیں دوں گا۔"

وہ آگے بڑھ کر ٹارچ اٹھانے کے لیے جھکا، اسی وقت سلارا نے گھوم کر ایک لات ماری۔ وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ ہاتھ لگنے سے ٹارچ دریا کی طرف ہو گیا تھا اور یہ خطرے کی بات تھی۔ اس نے کروٹ بدل کر ٹارچ کو اٹھانا چاہا، سلارا نے ٹارچ کو ایک ہلکی سی لات ماری، ٹارچ لڑھکتی ہوئی دوسری طرف گئی۔ اب اس کا رُخ دریا کی طرف سے گھوم گیا تھا۔ سلارا نے اسے دریا کی طرف رکھنے کے لیے لپک کر اٹھانا چاہا تو پارس نے بیٹھے ہی بیٹھے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اس کی کمر پر ایک لات ماری۔ وہ چیختی ہوئی دوسری طرف جا کر گری۔ موٹر بوٹ کی آواز بالکل قریب آگئی تھی۔ اس کی سرچ لائٹ جنگل کے ایک حصے سے دوسرے حصے تک رینگتی جا رہی تھی۔ وہ سرچ لائٹ ان درختوں پر سے بھی گزری جن کے سائے میں وہ لانچ چھپی ہوئی تھی۔

بس ایک ذرا سے سگنل کی ضرورت تھی۔ پھر وہ اس طرف چلے آئے۔ سلارا تڑپ کر اٹھی۔ اتنی دیر میں ٹارچ پارس کے ہاتھ لگ گئی تھی اور وہ بجھ چکی تھی۔ وہ دونوں بانہیں پھیلا کر دوڑتی ہوئی اس کی طرف آئی۔ پارس نے ایک طرف ہٹ کر کہا۔ "خبردار! مجھ سے دور رہنا۔"

"میں تم سے جھگڑا نہیں کروں گی۔ تم بہت تیز طرار اور دلیر ہو۔ میں تمہیں داد دینا چاہتی ہوں۔ تم سے محبت کرنا چاہتی ہوں۔"

"ذرا صبر کرو۔ شہر پہنچنے کے بعد میں ایک تصویر اتروا کے تمہیں دوں گا۔ تم دن رات اس سے محبت کرتی رہنا۔"

وہ جھنجلا کر بولی "موٹر بوٹ یہاں سے گزر گئی ہے۔ سرچ لائٹ دور چلی گئی ہے۔ آواز بھی دور جا رہی ہے۔ تم کمینے ہو، کتنے ہو۔"

"تو پھر میں کسی کتے کی تصویر اتروا کر دوں گا۔ دن رات اسے چومتی رہنا۔"

اس نے ٹارچ جیب میں رکھ لی۔ وہ غصے سے اسے

مارنے لگی۔ پارس نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ وہ طرح طرح سے داؤ آزما رہی تھی۔ اس کا کوئی داؤ نہیں چل رہا تھا۔ آخر وہ ہنسنے لگی۔ کہنے لگی "جب مجھے ہر طرح سے بے بس کر دیتے ہو تو مجھے تم پر بڑا پیار آتا ہے۔ عورت بے بس ہو کر ہی مرد کی مردانگی کا اعتراف کرتی ہے۔"

"میں یہ نہیں کہوں گا کہ تم گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہو چلو کچھ بھی سہی، ہمارا جھگڑا تو ختم ہوا۔"

میں نے کہا "میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا ضروری کام سے جا رہا ہوں۔"

میں نے پیرس میں ایک افسر سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا، "نکو گارا میں ہمارے جو جاسوس ہیں ان کی آواز سنائیے۔"

اس نے تھوڑی دیر بعد آواز سنائی۔ میں ایک جاسوس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "جناب فرہاد صاحب! کیا واقعی آپ ہیں؟"

وہ سگریٹ پی رہا تھا۔ میں نے اس کے سگریٹ کو ایش ٹرے پر رکھوا دیا۔ اس نے تعجب سے خالی ہاتھ کو دیکھا۔ پھر سگریٹ اٹھا کر کش لینا چاہتا تھا۔ میں نے پھر اسے ایش ٹرے پر رکھوایا۔ پھر پوچھا "کیا تمہیں یقین آیا؟"

"اوہ جناب، آپ ایسا کر رہے تھے۔ جی ہاں، جی ہاں، مجھے یقین آ گیا ہے۔"

"یہ معلوم کرو، یہاں سے یا کسی دوسرے بڑے شہر سے کسی نے سیلی کاپٹر کرائے پر حاصل کیا ہے اور کیا وہ سیلی کاپٹر جنگل میں پرواز کرنے کے لیے حاصل کیا گیا ہے۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں تھا اور دیکھ رہا تھا کہ وہ اپنے معلومات کے لیے کیسے کیسے ذرائع اختیار کر رہا ہے تاکہ میں خود ان ذرائع کو استعمال کر کے جلد سے جلد معلومات حاصل کر لوں۔ اس جاسوس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ساتھی سے رابطہ قائم کیا۔ اس کا ساتھی جاسوس ایک فلائنگ کلب میں تھا۔ اس نے ہمارے لیے ایک سیلی کاپٹر کا انتظام کیا تھا۔ میرے وہاں پہنچنے تک اس کی ڈیوٹی اسی جگہ ہوتی۔ اس کے دماغ نے بتایا کہ فلائنگ کلب میں دو سیلی کاپٹر تھے۔ جارج فری مین نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے فلائنگ کلب والوں سے رابطہ قائم کیا تھا اور ان سے ایک سیلی کاپٹر بھیجنے کی درخواست تھی۔ چوں کہ ان کا پائلٹ چھٹی پر تھا اور دوسرا پائلٹ بیمار تھا اس لیے وہ جارج فری مین تک نہ پہنچ سکا۔

ہمارے جاسوس نے دانشمندی سے کام لیتے ہوئے دونوں سیلی کاپٹر ہمارے لیے ریزرو کرا دیے۔ اس سے وہاں کے لوگوں کو اچھی خاصی رشوت دی تھی۔ پھر بھلا وہ ہمارے لیے ریزرو کیوں نہ ہوتے۔ میں نے کہا "اب تم لوگ دوسرے شہروں کے جاسوسوں سے رابطہ قائم کرو۔"

تھوڑی دیر بعد ہمیں معلوم ہو گیا۔ ایک شہر سے جارج فری مین نے اپنے لیے سیلی کاپٹر حاصل کر لیا تھا لیکن اس کا کاپٹر وقت ضائع ہوا تھا۔ وہ پچھلی رات سے مختلف شہروں کے فلائنگ کلبوں سے رابطہ قائم کر رہا تھا تب کہیں جا کر آج رات اسے ایک سیلی کاپٹر حاصل ہوا تھا۔

میں نے پارس کے پاس آ کر کہا "ذرا ہوشیار رہنا، جارج فری مین نے ایک سیلی کاپٹر حاصل کر لیا ہے۔"

میں اتنا کہہ کر چلا آیا۔ اس کے دماغ میں مسلسل رہنا مناسب نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک جوان عورت تھی جو الٹی سیدھی حرکتیں کر رہی تھی۔ میرا بیٹا نادان نہیں تھا۔ اپنے بچاؤ کے راستے جانتا تھا۔ اس سلسلے میں میری دو ذمے داریاں تھیں، ایک تو یہ کہ پارس کا خیال رکھوں کہ کہیں وہ کسی ایسی مصیبت میں نہ پھنس جائے جس سے نکلنا اس کے لیے دشوار ہو جائے۔ دوسری ذمے داری یہ تھی کہ میں اپنے فارمٹن کے سامنے اس کے حالات بیان کرتا رہوں۔ اس کے لیے میں نے سوچ لیا کبھی کبھی اس کے دماغ میں جاؤں گا اور اس کی خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔ پھر کبھی پارس کے دماغ سے یا اس کے آس پاس رہنے والوں کے دماغ سے جو نقصان معلوم ہوتی جائیں گی اسے میں اپنی داستان کے تسلسل سے بیان جاؤں گا۔

لہٰذا آیئے، اب پارس کے حالات سنیے۔ جو مجھے بعد میں معلوم ہوئے اور جنھیں میں اپنی داستان کے تسلسل سے ابھی بیان کر رہا ہوں۔

★

وہ دونوں عرشے پر تھے۔ اب چاند نکل آیا تھا۔ چاندنی دور تک جنگل کو منور کر رہی تھی۔ سلارا نے سر اٹھا کر مایوسی سے دیکھا۔ آسمان نظر نہیں آ رہا تھا کیوں کہ دونوں طرف کے گھنے درخت اس لائن پر جھکے ہوئے تھے۔ اگر اس کے لوگ سیلی کاپٹر میں اتنے تو پرواز کے دوران انھیں دیکھ نہیں سکتے تھے۔ صرف ایک ٹارچ ایسی تھی جس کی روشنی دریا کی طرف جا سکتی تھی اور اسی کے ذریعے سگنل دیا جا سکتا تھا۔

پارس نے پوچھا "کیا نیند پوری نہیں کرو گی؟"

"پتا نہیں ہم کتنی دیر تک سوتے رہے۔"

"ہم جتنی دیر بھی سوئے صبح نہیں ہوئی اور تھکنے والوں کو صبح تک سونا چاہیے۔"

"اب نہیں سو سکوں گی۔ نیند اُچاٹ ہو گئی ہے۔"

"تم اس چکر میں ہو کہ تمھارے آدمی مختلف ذرائع سے یہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے اور تم انھیں کس طرح سگنل دے سکو گی۔"

"پارس! انصاف تمھارے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم میرے بس میں ہو تو خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہو، کیا تم اپنے لوگوں میں پہنچ گے تو مجھے اپنے لوگوں میں نہیں جانا چاہیے؟"

"ضرور جانا چاہیے۔"

وہ خوش ہو کر آگے بڑھی۔ پارس نے پیچھے ہٹ کر کہا "یہی فراب عادت ہے جہاں خوش ہوتی ہو، فوراً گلے کا ہار بن جاتی ہو۔"

"کیا میں تمھیں بُری لگتی ہوں؟"

"تم بے حد حسین ہو۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟"

"میں جھوٹ بول کر تم سے کیا حاصل کروں گا۔ تم ایک پھول کی طرح بے حد خوب صورت ہو لیکن تمھاری عمر کے کانٹے کچھ چبھتے ہیں۔"

"یہ تمھارے پاپا تمھیں بہکاتے ہیں۔"

"میرے پاپا نادان نہیں ہیں۔ وہ ایسے وقت میرے پاس نہیں رہتے اور نہ ہیں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ میں تمھیں پہلے بھی کہہ چکی ہوں جوان عورت کبھی سولہ سال سے آگے نہیں بڑھتی۔ اگر تمھارے جیسا جوان مرد ذرا کم ہو لیکن قد میں پہاڑ ہو۔ بازو فولاد کے ہوں اور سینے میں بال مردی کی بارود بھری ہو تو کوئی بھی عورت اس کی ایک مٹھی میں سما جاتی ہے۔"

وہ پارس کے گلے میں بانہیں ڈالنے کو آئی، وہ پیچھے ہٹ کر بولا۔ "کیا میں اپنے باپ کو بلا لوں؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "کیوں میرا مذاق اُڑاتے ہو، کیا بُری بات نہیں مانو گے؟"

"کون سی بات؟"

"ابھی میں نے کہا تھا نا، مجھ سے انصاف کرو، مجھے اپنے دل میں بسا لینے دو۔"

"میں نے کب انکار کیا ہے۔"

"پھر وعدہ کرو، اگر میرا کوئی آدمی آئے گا تو مجھے ٹارچ کے ذریعے سگنل دینے کا موقع دو گے۔"

"میں ایسی حماقت نہیں کروں گا۔"

وہ اسے دھکیلتے ہوئے بولی "دور رہ کر باتیں کیوں کرتے ہو، ذرا اور پہلے کچھ کہا اور اب کچھ کہہ رہے ہو۔"

"میں اپنی زبان نہیں بدلتا، تمھیں صحیح سلامت تمھارے بھائی کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔"

"لیکن کب؟"

"پہلے میرے لوگ آئیں گے۔ ہم دونوں کو کسی شہر تک لے جائیں گے پھر وہاں سے تم اپنے دیس چلی جاؤ گی۔"

"تمھارا باپ کبھی ایسا نہیں کرے گا۔ مجھے قیدی بنا کر رکھے گا۔"

"بیٹے کا دھڑہ باپ پورا کرے گا۔ اب نیچے چلو۔"

"میرا جی نہیں چاہتا۔ دیکھو کیسی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ یہ جنگل اگرچہ بھیانک ہے لیکن بہت اچھا لگ رہا ہے۔ میں نے سنا تھا، ایک محبت کرنے والی اپنے محبوب کے ساتھ جہنم میں بھی جانا پسند کرتی ہے۔ میں سوچتی تھی ایسا نادان کرتے ہیں لیکن تمھارے ساتھ اس بھیانک جنگل میں رہ کر معلوم ہو رہا ہے جنت کہیں بھی آباد کی جا سکتی ہے۔"

"اور وہ چاہے تو کہیں بھی تہذیب کی جنت سے نکال سکتی ہے۔"

وہ پھر قریب آئی۔ پارس نے کہا "تم سیدھی طرح نیچے نہیں جاؤ گی، تمھیں لے جانا ہو گا۔"

اس نے دونوں بازوؤں میں اسے اٹھا لیا۔ پھر زینے پر سے سنبھل سنبھل کر اترنے لگا۔ وہاں اندھیرا تھا۔ چاند کی روشنی صرف عرشے تک تھی، سلارا زینے کے آخری سرے پر جان بوجھ کر پھسل گئی تاکہ وہ توازن قائم نہ رکھ سکے۔ پھر یہی ہوا، وہ لڑکھڑایا اور اسے لیے ہوئے فرش پر آ گیا۔

وہ پھر اُٹھ نہ سکا۔ عرشے پر ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ درخت کی ٹہنیاں ہوا کی تال پر گنگنا رہی تھیں۔ ان میں دریا کی گنگناتی ہوئی لہروں کا ترنم بھی شامل تھا۔ چاند مسکرا کر یہ سارے مناظر اُجاگر کرتا جا رہا تھا۔ وہ اپنی روشنی کے ساتھ عرشے کے نیچے زینے کے آخری سرے تک پہنچنا چاہتا تھا مگر نا کام ہو رہا تھا۔

جہاں تک روشنی نہیں پہنچتی وہاں بھی روشنی کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ تاریکی دور نہیں ہوتی مگر کم ہو جاتی ہے۔ اس تاریکی میں سلارا کہہ رہی تھی "ہائے میں کیا تھی اور کیا ہو گئی۔ میں نے سوچا تھا، کبھی کسی مرد کو پاس نہیں پھٹکنے نہیں دوں گی۔ آج اپنے دل کی بات بتاتی ہوں۔ مجھے تمھارے باپ فرہاد علی تیمور سے بہت ڈر لگتا تھا۔ میں نے اس کا مکمل ریکارڈ بھی پڑھا ہے اور اس کے متعلق دن رات سنتی بھی رہتی ہوں۔ وہ ضدی اور سرکش عورتوں کو اپنے سامنے جھکا لیتا ہے۔ میں اس کے سامنے کبھی جھکنا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن..."

وہ ذرا چپ ہوئی، پھر بولی "تقدیر مجھے اسی طرف لے جارہی تھی۔ ہم نے ٹرانسفارمر مشین تیار کرلی تھی۔ ہم اچھی طرح جانتے تھے کہ فرہاد علی تیمور اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے بچا نکر اڈ ہو گا۔ میں دنیا کے ایک ایک فرد پر حکومت کرنا چاہتی ہوں۔ کسی کی محکوم بننا گوارا نہیں کرسکتی میرا مزاج ہی کچھ عجیب سا ہے میرے بھائی اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ وہ چاہتے تھے جب بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ آئے گا تو سب سے پہلے مجھے یہ علم سکھائیں گے تاکہ میں کم از کم فرہاد سے خود کو محفوظ... رکھ سکوں۔"

پارس چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا۔ یہ کیا فسانہ ہے۔ جادو کی طرح سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ یہ پہلے نگاہوں کے سامنے تھی، پھر سانسوں میں بسنے آئی اور اب سر میں سما گئی ہے۔ یہ بول رہی ہے۔ پتا نہیں کیا بول رہی ہے مگر اس کی آواز چاندی کی گھنٹی کی طرح کانوں میں بج رہی ہے۔

سلارا بول رہی تھی "میں بچپن سے پڑھنے لکھنے میں ذہین ہوں۔ میں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔ پھر میرے بھائیوں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے میرے دماغ میں اور بھی کئی علوم بھر دیے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں میں کسی طرح بھی فرہاد سے دور رہوں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو وہ میری وجہ سے کمزور پڑ جائیں گے۔ اس پر میرے ایک بھائی نے مشورہ دیا۔ سیدھی سی بات ہے، سلارا کی شادی فوراً کسی سے کر دی جائے۔ فرہاد کی ایک عادت ہے کہ وہ شادی شدہ عورتوں کی عزت کرتا ہے۔"

"میں کسی سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی بلکہ کسی مرد کو تصور میں بھی اپنے قریب دیکھنا گوارا نہیں کرتی تھی، شاید میں اپنی کسی اندرونی کمزوری کے باعث ڈرتی تھی کہ کسی کے قریب جاؤں گی اور اس نے مجھے متاثر کرلیا تو کیا ہو گا؟"

"میں پچھلی رات سے تمہاری دشمن بنی ہوئی تھی۔ میں تم سے متاثر نہیں ہونا چاہتی تھی۔ میں چاہتی تھی تم سے دور ہی رہوں، تم سے نفرت کرتی رہوں۔ تمہیں قدم قدم پر نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی رہوں لیکن تم نے قدم قدم پر متاثر کیا۔ جس بات سے ڈرتی تھی وہی ہو کر رہی۔"

یہ کہتے کہتے وہ ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پارس کو پہلی بار محسوس ہو رہا تھا عورت کی ہنسی میں کتنا ترنم ہوتا ہے۔ وہ ہنستے وقت کتنی خوب صورت لگتی ہے۔ وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا "کس بات پر ہنس رہی ہو؟"

وہ بولی "اب تمہارے باپ کا خطرہ ٹل گیا ہے۔ ہا، ہا، ہا۔ اب وہ میرے بھائیوں کے لیے خطرہ نہیں بنے گا۔ ذرا تقدیر کے کھیل دیکھو، باپ سے ڈرنے والی کا دل بیٹے کے پاس اٹک گیا ہے۔"

"اچھا ہوا" میں نے پوری طرح تمہارا دل اپنے پاس لا نہیں دیا۔ ان حالات میں دل گنوا کے بعد ہی دلدل میں دھنسنا۔ خدا کا شکر ہے میں گناہ سے پہلے سنبھل گیا۔"

"ابتدا میں یہی ہوتا ہے۔ تمہارے جیسے سمجھ دار لوگ پہلے سنبھل سنبھل کر گناہ کی طرف آتے ہیں مگر تم کب تک سنبھلو گے جب بھی کسی عورت کے قریب جاؤ گے تو میں بری طرح یاد آؤں گی اور میں قسم کھاتی ہوں، آج سے تمہارا انتظار کروں گی اور اس انتظار میں کسی کو اپنے قریب پھٹکنے نہیں دوں گی۔ فرہاد سے خطرہ ٹل گیا۔ جب اسے معلوم ہو گا کہ ہم زیادہ نہیں کچھ قریب ہوئے ہیں تو وہ مجھے اپنے دل اور دماغ سے نکال دے گا۔"

پارس اٹھ کر کھڑا ہو گیا" پھر بولا "تم کل سے میرے پاپا کے خلاف زہر اگلتی آرہی ہو اور میں سنتا آیا ہوں۔ ہمارے دماغ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے نفسیاتی علوم بھی منتقل کیے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں، نفسیاتی نقطۂ نظر سے جو عورت جس سے جتنا ڈرتی ہے اس پر اتنا ہی مرتی ہے۔"

وہ اٹھ کر بولی "یہ بکواس ہے۔"

"خدا کرے یہ بکواس ہو۔ تم پاپا سے ڈرتی ہو اور جتنے عرصے تم جانتی تھیں وہ مجھ پر استعمال کر چکی ہو لیکن مجھے جیت نہ سکیں تھیں میری مستقل مزاجی اور قوت ارادی کا پورا یقین ہو چکا ہو گا۔ اب کبھی تنہائی میں بیٹھ کر سوچو گی تو سر پکڑ کر کہو گی، نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم، نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔"

وہ اسے ایک طرف ہٹاتا ہوا آگے بڑھ کر زینے کی طرف آیا پھر اس کے ایک پائیدان پر بیٹھ کر بولا "عورت کی دوستی جی کا جنجال۔ اگر اس وقت کوئی مرد ساتھی ہوتا تو پوری دانشمندی کے ساتھ نیند پوری کرنے کی کوشش کرتا۔ مگر تم تو نیند اڑانے کے کرتب دکھانے کی ماہر ہو۔"

وہ غصے سے قریب آئی، پھر اس کے پاس بیٹھ کر بولی۔ "تم مرد نہیں ہو۔ کیا دشمنوں سے لڑنے، انہیں شکست دینے، انہیں مار ڈالنے اور خطرناک جنگلوں سے گزر جانے کا نام مردانگی ہے ارے اگر تم چاہو تو ساری دنیا کو فتح کر لو لیکن اگر ایک عورت کو فتح نہ کر سکے تو کچھ نہ کر سکے۔"

"میری ایک بُری عادت ہے ــــ بھڑکانے اور جوش دلانے سے بھی میں وہ نہیں کرتا جو دوسرا چاہتا ہے۔"

وہ چپ رہی، پیچ و تاب کھاتی رہی۔ اس کے قریب بیٹھی پہلو بدلتی رہی پھر آہستہ آہستہ نرم پڑنے لگی۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا، پھر پوچھا "کیا میری ایک بات کا سچ سچ جواب دو گے؟"

"ضرور دوں گا۔"

"تو پھر سچ بولو، میں کیسی لگتی رہی؟"

پارس نے اسے دیکھا۔ چاند کی روشنی زینے کے اس حصے تک آرہی تھی۔ سلارا نے اپنا رُخ چاندنی کی طرف کر لیا۔ وہ بولا۔ "بابا صاحب کے اوامر سے میں ہمیں ہر طرح کی لذت سے آشنا کرایا جاتا ہے تاکہ ہماری زبان کسی بھی چیز کو چکھتے ہی اس کی اصلیت کو سمجھ لے۔ ہمیں ہلکا ہلکا زہر بھی چکھایا گیا ہے، پھر اس کا توڑ بھی کیا گیا ہے۔"

"میں نے اپنے بارے میں سوال کیا ہے اور تم زہر کے بارے میں بول رہے ہو۔"

"میں یہی کہنے جا رہا ہوں۔ آج میں تمہارے ساتھ جس حد تک گیا اس حد تک یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ عورت صرف مال اور سہن نہیں ہوتی، زہریلی ناگن بھی ہوتی ہے۔"

"اچھا تو میں ناگن ہوں؟"

"ہاں، تم میں زہر بھرا ہوا ہے۔ تم بے حد حسین ہو۔ سر سے پاؤں تک جوانی کا جیتا جاگتا اشتہار ہو۔ تمہیں دیکھ کر چھونے اور چھو کر بکڑنے کو اور بکڑ کر جکڑنے کو جی چاہتا ہے۔"

"میری اتنی تعریفیں کر رہے ہو، پھر مجھے کیوں چھوڑ دیا؟"

"اللہ تعالیٰ نے مجھے عقل دی ہے اور میری پرورش کرنے والوں نے یہ سمجھایا ہے کہ ہر کام اپنے وقت پر مناسب ہوتا ہے۔ جو کام وقت سے پہلے ہوتا ہے وہ آگے چل کر نقصان پہنچاتا ہے۔"

"جب عورت ہوش اڑانے لگتی ہے تو کسی کی نصیحت یاد نہیں آتی، تمہیں ایسی نصیحتیں کیسے یاد رہیں؟"

"دیکھو جب گرد آڑتی ہے یا آنکھوں کے پاس سے کوئی بھی چیز گزرتی ہے تو آنکھیں اچانک ہی بند ہو جاتی ہیں۔ ہم انھیں وانستہ بند نہیں کرتے۔ یہ قدرتی امر ہے۔ خطرے کے وقت بعض حساس لوگوں کی چھٹی حس چونکا دیتی ہے۔ مجھے بھی میری چھٹی حس چونکا دیتی ہے۔ ایسے میں مجھے ہر وہ نصیحت یاد آجاتی ہے جس پر عمل کرتے ہوئے میں زندہ رہ سکتا ہوں، سلامت رہ سکتا ہوں، صحت مند رہ سکتا ہوں، جسمانی اور ذہنی لحاظ سے قدرتی طور پر میرے بڑھنے، پھلنے اور پھولنے کی عمر ہے۔ میں کسی عورت کے زہر سے خود کو مرنے نہیں دوں گا۔"

وہ اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بولی "تم فولاد جیسے مستحکم لہجے میں بولتے ہو اور جو بولتے ہو وہی کرتے ہو۔ میں بات بات پر تم سے متاثر ہوتی جا رہی ہوں۔ یہ تسلیم کر رہی ہوں کہ ابھی جو کچھ بھی ہوا اس میں میری غلطی تھی۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا میں تمہارا انتظار کروں گی، پانچ برس، دس برس، پندرہ برس، بیس برس۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "میں بیس برس کے دوران آثارِ قدیمہ میں دلچسپی لیتا رہوں گا تاکہ تم بوڑھی ہو جاؤ تو تم میں دلچسپی برقرار رہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "بس اسی طرح زندہ دل رہو، تمہاری ہر ادا، ہر بات اچھی لگتی ہے۔"

"میں جو بات کہتا ہوں تمہاری اچھائی کے لیے کہتا ہوں، چلو تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔"

"کیوں نہ ہم اس سیڑھی کے ایک ایک پائیدان پر لیٹ جائیں۔"

"اگر اچانک کوئی جانور آگیا تو ہمیں یہاں سے بھاگ کر کوریڈور والے کمرے تک پہنچنے میں وقت لگے گا۔ جانوروں سے مقابلہ کرنے یا انھیں دور بھگانے کے لیے ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

وہ منہ بنا کر بولی "بڑی مشکل ہے کمرے میں گھٹن سی محسوس ہوتی ہے۔"

"صاف کیوں نہیں کہتیں کہ تم یہیں رہنا چاہتی ہو۔ تمہیں یقین ہے کہ تمہارے لوگ پھر اس طرف آئیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دور کہیں سے سیلی کاپٹر کی آواز سنائی دینے لگی۔ دونوں سر اٹھا کر توجہ سے سننے لگے۔ وہ زینے پر کھڑے ہو کر بولی "آؤ، عرشے پر چلتے ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا "تم فضل سی کوششیں کر رہی ہو، میں تمہارے آدمیوں کو مکمل نہیں دوں گا اور نہ ہی تمہیں اس کی اجازت دوں گا۔"

"اب میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ میں صرف یہ دیکھنا چاہتی ہوں کہ ہیلی کاپٹر والے پروانہ کے دوران اس لائچ کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟"

ابھی ہیلی کاپٹر کی آواز دور ہی تھی، شاید وہ دور ہی دور کہیں چکر لگا رہا تھا۔ درختوں کے اس پار کبھی کبھی دور ہلکی سی چمک دکھائی دیتی تھی، پھر اوجھل ہو جاتی تھی، یعنی وہ بھی سرچ لائٹ کے ذریعے انھیں تلاش کر رہے تھے۔ سلارا نے کہا "ایکس کیوزمی، میں ذرا باتھ روم سے آتی ہوں۔"

"رک جاؤ، اس ہیلی کاپٹر کو گزر جانے دو۔"

"وہ بہت دور ہے۔ پتا نہیں کب تک چکر لگاتا ہوا یہاں

پہنچے گا میں سخت ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔ تمہیں اعتراض کیوں ہے؟"

"بھلا اس بات کے لیے اعتراض کون کر سکتا ہے۔ جاؤ مگر جلدی پلٹ آنا۔ ہو سکتا ہے کوئی خطرہ پیش آئے تو ہمیں اپنے لیے کچھ کرنا پڑے۔"

وہ عرشے والے کیبن کی طرف جانے لگی۔ پارس تو جیسے آواز سن رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آواز بتدریج قریب آنے لگی۔ سرچ لائٹ کی روشنی ادھر سے ادھر جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا زینے کے پاس آیا۔ پھر وہاں دبک کر بیٹھ گیا۔ یہ بات یقینی تھی کہ انھیں سیلی کا پٹرو الے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ گھنے درختوں نے انھیں لانچ کے ساتھ بھی طرح چھپا رکھا تھا۔

سیلی کاپٹر کی آواز قریب آگئی۔ اب وہ لانچ کے چاروں طرف چکر کاٹ رہا تھا۔ کبھی کبھی سرچ لائٹ کی روشنی درختوں کی پتیوں سے چھن کر لانچ تک پہنچتی تھی، چوں کہ وہاں اندھیرا تھا اس لیے لانچ نظر نہیں آ رہی تھی۔ سرچ لائٹ کے ذریعے صرف درختوں کی پتیاں اور ہی اوپر دکھائی دے رہی تھیں۔ ایسے ہی وقت اچانک پانسہ پلٹ گیا۔ پارس یکبارگی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لانچ کا اوپری حصہ بالکل روشن ہو گیا تھا۔ اس کے آخری سرے کا ایک بلب، دوسرے زینے کے پاس لگا ہوا بلب، تیسرا کیبن کے اندر لگا ہوا بلب سبھی ایک ساتھ روشن ہو گئے تھے۔

سلار نے زبردست چکر دیا تھا۔ باتھ روم جانے کا بہانہ کر کے وہ وہاں تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی تھی۔ جب سیلی کاپٹر بالکل قریب آ کر چکر کاٹنے لگا تو اس نے تینوں بلب کے سوئچ آن کر دیے۔ پارس زینے پر دوڑتا ہوا عرشے تک آیا۔ پھر کیبن کی طرف جانا ہی چاہتا تھا کہ وہ للکار کر بولی۔

"خبردار آگے نہ بڑھنا۔"

اس نے ذرا ٹھٹک کر دیکھا۔ سلار کے ہاتھ میں اس ڈھانچے کی ایک ہڈی تھی جسے انھوں نے کیبن میں دیکھا تھا۔ اور جو باتھ میں شراب سے بھرا ہوا جام اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ وہی ہاتھ توڑ کر لے آئی تھی۔ دوسرے ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی۔ اس نے بوتل کو ایک طرف دیوار پر مار کر توڑتے ہوئے کہا۔ "اگر تم آگے بڑھے تو میں لحاظ نہیں کروں گی۔ میں تمھیں دل و جان سے چاہتی ہوں، تمھیں ہمیشہ دوست سمجھتی رہوں گی، دوستی نبھاتی رہوں گی، لیکن ابھی میں اپنے آدمیوں کے ساتھ جاؤں گی۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "اگر مجھے مارنا چاہتی ہو تو مار دو۔ میں یہ بتیاں بجھا کر رہوں گا۔"

جب وہ ڈھٹائی سے آگے بڑھنے لگا تو سلار اس نے ٹوٹی ہوئی بوتل ایک طرف پھینک دی۔ ہڈی کو بھی پھینک دیا پھر ایک دم سے اچھل کر اس پر آ گئی۔ کہنے لگی۔ "میں کبھی دشمن بن کر نہیں رہ سکتی لیکن دوست بن کر روک سکتی ہوں۔"

اس نے دونوں ہاتھ پکڑ کر پوری قوت سے ہٹانا چاہا، وہ بھی پوری قوت سے جکڑ رہی تھی۔ پھر دونوں ٹانگیں بھی اس کے اطراف لپیٹ رہی تھی جب پارس نے دیکھا کہ یہ اس طرح نہیں چھوڑے گی تو اس نے مکر پر ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ دھب سے نیچے گر پڑی۔ وہ دوڑتا ہوا کیبن میں گیا پھر اس نے بٹری کے دو تاروں کو ایک جھٹکے سے الگ کر دیا۔ لانچ تاریکی میں چھا گئی۔

لیکن کافی دیر ہو چکی تھی اب وہ سیلی کاپٹر اسی لانچ کے اطراف چکر کاٹ رہا تھا اور سرچ لائٹ پھینک رہا تھا۔ پارس نے کیبن سے باہر آ کر سر اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ اسپیکر سے آواز آ رہی تھی۔ "یہاں جو کوئی بھی ہے ہم سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ہم دوست ہیں، اگر ہماری دوستی منظور ہے تو دوبارہ لائٹ آن کر دو۔"

وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ سلار اطمینان تھی، وہ دور جا کر ریلنگ سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی تھی اور مسکرا کر پارس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "تم سمجھتی ہو، تم نے بہت اچھا کیا ہے؟"

وہ بولی۔ "ہر ایک کو اپنے اپنے داؤ آزمانے کا موقع ملتا ہے۔ ایک موقع میرے ہاتھ آیا۔ میں نے اس سے فائدہ اٹھا لیا۔ اب تم مجبور ہو لائٹ آن کر دو گے تو وہ دوست کی حیثیت سے یہاں آئیں گے۔ لائٹ بجھائے رکھو گے تب بھی وہ چھپ چھپا کر یہاں پہنچیں گے میں ہر حال میں اپنے آدمیوں کے ساتھ جاؤں گی اور تمھیں بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ دوست بنا کر۔"

"تمھاری یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہو گی۔"

اس نے رسیوں سے بنی ہوئی سیڑھی اٹھائی۔ پھر عرشے کی بلندی سے زمین کی طرف پھینک دی۔ سلار نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "یہ کیا کر رہے ہو کیا مجھے چھوڑ کر جانا چاہتے ہو؟"

"میں نے سوچا تھا کبھی بچھڑنا ہوا تو ہم بڑی محبت سے بچھڑیں گے اس کے بعد آئندہ بھی ملتے رہیں گے۔ اب میں نفرت سے بچھڑ رہا ہوں۔ زندگی کے کسی موڑ پر تم سامنے آؤ گی تو مجھے اپنا دشمن پاؤ گی۔"

یہ کہہ کر اس نے دھکا دیا۔ وہ پیچھے گئی۔ یہ عرشے پر لگنے لگا۔ اس نے پھر آگے بڑھ کر اسے پکڑ لیا۔ سیلی کاپٹر سے دوسری بار کہا جا رہا تھا۔

ہاتھ آن کر دو۔ دوست بن جاؤ۔ اسی میں بہتری ہے۔"

پارس نے پھر اسے دھکا دے کر الگ کرنا چاہا وہ اس کے ایک بازو سے لپٹ گئی۔ اس نے ریشمی زلفوں کو مٹھی میں پکڑ کر ایک جھٹکا دیا تو اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ وہ ذرا پیچھے ہٹی پھر آگے آنا چاہتی تھی، ایک طمانچہ اس کے منہ پر پڑا۔ اس کا شانہ دوسری طرف گھوم گیا، وہ پھر پلٹ کر آنے لگی، دوسرا طمانچہ منہ پر پڑا۔ پھر پارس اس کی پٹائی کرتا چلا گیا۔ "تم کیا سمجھتی ہو، تم لوگوں کا قیدی بن کر دوبارہ اسی قلعے میں جاؤں گا، تمھاری چال کامیاب ہو گئی، دوسری کامیاب نہیں ہو گی۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک آخری ہاتھ جمایا۔ وہ چیختی ہوئی ریلنگ پر گر پڑی۔ پارس دوڑتا ہوا آیا۔ پھر عرشے پر سے سیڑھی کو نیچے پھینکنے کے لیے تیزی سے اترتا ہوا نیچے جانے لگا۔ سلار ابھی جلدی سے دوڑتی ہوئی آئی، پھر اوپر سے آواز دینے لگی۔ "پارس! فار گاڈ سیک واپس جاؤ۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، جب تک میرے پاس رہو گے، تم پر ایک ذرا آنچ نہیں آئے گی۔ مجھے جھوٹ کرنہ ہو۔ پارس آ جاؤ پلیز واپس آ جاؤ۔"

سیلی کاپٹر ذرا دور چلا گیا تھا لیکن لانچ کے قریب ہی تھا اب جھاڑیوں اور درخت کی شاخیں تیزی سے ہل رہی تھیں۔ اس کا مطلب تھا، اس کی پرواز نیچی ہو گئی ہے اور وہ نیچے اتر رہا ہے۔ پارس کے پاس صرف ایک چاقو تھا۔ اپنے بچاؤ کے لیے نہ کوئی آتشی اسلحہ تھا اور نہ ہی جنگل میں بھٹک جانے کے بعد کھانے پینے کا کچھ سامان تھا، لیکن اس نے سوچ لیا تھا، وہ اسے کرنا کیا ہے؟"

عرشے سے زمین پر پہنچتے ہی اس نے دوڑ لگائی تھوڑی دور تک دوڑتا ہوا گیا۔ پھر اپنی بنیان کا تھوڑا سا حصہ پھاڑ کر ایک درخت کے پاس آیا۔ اس پر چڑھنے لگا۔ ذرا اوپر چڑھ کر اس نے ایک جگہ اپنی پھٹی ہوئی بنیان کے حصے کو وہاں پھنسا دیا۔ اس کا نچلا حصہ نیچے اتر آیا۔ وہاں سے دوڑتا ہوا تھوڑی دور گیا۔ پھر ایک اور درخت پر چڑھ گیا وہاں بھی یہی کیا۔ اپنی بنیان کے ایک ٹکڑے کو وہاں بھی پھنسا کر چھوڑ دیا اور نیچے اتر گیا۔ وہ مکاری سے کام لینا چاہتا تھا اور دیکھنا چاہتا تھا اس میں کس حد تک کامیابی ہوتی ہے۔

سیلی کاپٹر کا گردش کرتا ہوا پنکھا تھم گیا تھا۔ وہ لوگ اب دبے پاؤں چھپ چھپا کر لانچ کی طرف آنے والے تھے۔ پارس وہاں سے تیزی سے دور نکل آیا تھا۔ وہ پھر پلٹ کر لانچ کی طرف جانے لگا۔ اس کا یہ چال خود اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ وہاں اگر سلار کے نرغے میں آ سکتا تھا۔ وہ ایک ایسے درخت کے پاس آیا جو لانچ کے بالکل قریب تھا۔ بہت اونچا اور بہت ہی گھنا تھا وہ اس پر چڑھتا چلا گیا۔

درخت کی شاخیں بہت موٹی تھیں۔ وہ ان پر آرام سے بیٹھ بھی سکتا تھا اور دو تین شاخوں کا سہارا لے کر لیٹ بھی سکتا تھا۔ درخت کے بڑے بڑے پتے تھے۔ تمام شاخیں ان پتوں سے بھری ہوئی تھیں۔ ان کے درمیان پہنچ کر نہ وہ زمین سے نظر آ سکتا تھا اور نہ ہی عرشے پر سے دکھائی دے سکتا تھا لیکن وہ ایک بلندی پر پہنچ کر سلار کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے عرشے اور کیبن کی لائٹوں کو پھر آن کر دیا تھا۔ اپنے آدمیوں کا بے چینی سے انتظار کرتی ہوئی ٹہل رہی تھی۔ کبھی عرشے کے اس کنارے آتی تھی کبھی اس کنارے جاتی اور کبھی چیخ چیخ کر کہتی تھی۔ "میں نے لائٹ آن کر دی ہے۔ یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میرے سامنے آؤ اور مجھ سے باتیں کرو۔ میں تمھاری مالکہ سلار تم سے مخاطب ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ "مادام! میں آپ سے مخاطب ہوں۔ آپ اپنی پوزیشن بتائیں۔"

"تم سامنے آؤ۔"

وہ لانچ کے اس حصے کی طرف آیا، جہاں رسیوں کی سیڑھی لٹکی ہوئی تھی۔ سلار نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ "میری فکر نہ کرو۔ میں بالکل تنہا ہوں۔ پارس ابھی یہاں سے بھاگ گیا ہے۔ تم میں سے دو آدمی میرے پاس آئیں۔ باقی پارس کی تلاش میں جائیں۔ اسے کسی طرح پکڑ لائیں لیکن ایک بات کا خیال رکھیں، اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

دو آدمی رسیوں کی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے اوپر جانے لگے۔ نیچے کھڑا ہوا شخص دوسرے مسلح افراد کو حکم دے رہا تھا کہ وہ دور دور تک دوڑتے ہوئے جائیں اور پارس کو تلاش کریں۔

پھر اس نے سر اٹھا کر پوچھا۔ "مادام! کیا پارس کے پاس کوئی ہتھیار ہے؟"

"صرف ایک چاقو ہے۔ اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے چاروں طرف سے گھیر و گے تو وہ بے بس ہو جائے گا۔ ہاں اس کی چالاکی سے ہوشیار رہنا میں پھر ایک بار سمجھاتی ہوں، اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

نیچے کھڑے ہوئے مسلح افراد دوڑتے ہوئے دور دور تک جانے لگے۔ ان کے ہاتھوں میں ٹارچ لائٹس تھیں۔ ان کی روشنی سے دور تک جنگل روشن ہوتا جا رہا تھا۔ پارس اطمینان سے ایک شاخ پر بیٹھا ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک طرف

سر گھماتا تو نیچے بستی میں بہت سی ٹارچیں روشن دکھائی دیتیں۔ وہ پتوں کی آڑ سے کسی کسی کو دیکھ پاتا تھا۔ اگر پتے ہٹا کر دیکھنا چاہتا تو سبھی نظر آسکتے تھے لیکن وہ دشمنوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی حماقت نہیں کرسکتا تھا۔

جب وہ دوسری طرف سر گھما کر دیکھنا تو عرشے پر سلارا دکھائی دیتی تھی۔ اب دو مسلح افراد اس کے پاس آگئے تھے۔ ایک نے اسے ریوالور کی زد پر رکھتے ہوئے کہا۔ "مادام! ایک ذرا چالاکی نہ دکھانا ورنہ گولی چل جائے گی۔"

سلارا نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیا حرکت ہے کیا اپنی مادام کو گولی مارو گے؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کس کی مادام؟ کہاں کی مادام؟ تم ہمیں کیا سمجھ رہی ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "کیا تمہیں بھائی جارج نے میرے پاس نہیں بھیجا ہے؟"

"مس سلارا! ہمیں برسوں سے تمہاری اور تمہارے بھائی جارج فری مین کی تلاش تھی۔ لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں، تلاش کرنے سے خدا بھی مل جاتا ہے۔ آج تم مل گئی ہو تو کل تمہارا بھائی بھی ہمارے ہاتھ آجائے گا۔"

"آخر تم لوگ کون ہو؟"

"ہمارے بارے میں جاننے کی ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ ذرا اس جوان چھوکرے کو ہاتھ آجانے دو۔"

عرشے پر اور دو مسلح افراد آگئے تھے۔ وہ لانچ کے مختلف حصوں میں جا کر دیکھتے پھر رہے تھے، کہیں کوئی چھپا ہوا تو نہیں ہے۔ تھوڑی دیر بعد انھیں اطمینان ہوگیا کہ سلارا وہاں تنہا ہے۔ دوسری طرف ان کے کچھ آدمی پارس کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ ایک درخت پر وہی بنیان کا ٹکڑا نظر آیا وہاں کھڑے ہوئے دو آدمیوں نے اپنی ٹارچ بجھا دی پھر اندھیرے میں للکارنے لگے۔ "خبردار کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ نیچے اتر آؤ ورنہ ہم گولیاں چلائیں گے اور تم بکے ہوئے پھل کی طرح نیچے آگرو گے۔"

انھیں کوئی جواب نہیں ملا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "میں اوپر چڑھتا ہوں، یہ تو معلوم ہو چکا ہے اس کے پاس صرف ایک چاقو ہے۔"

وہ ریوالور کو دانتوں میں دبا کر درخت پر چڑھتا چلا گیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "یہاں درخت پر اس کے کپڑے کی دھجی ہے، وہ اس درخت پر چڑھا ہوگا۔"

اس درخت پر بھی دو افراد چڑھنے لگے۔ اس طرح تھوڑی دیر بعد تیسرے درخت کے پاس سے آواز آئی۔ "اس کپڑے کی دھجی یہاں بھی ہے۔"

جو لوگ درختوں پر چڑھ گئے تھے اور اسے تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے انھوں نے جھنجلا کر کہا۔ "وہ پھر کوا ہمیں چکر دے رہا ہے، وہ چاہتا ہے ہم اسے درختوں پر چڑھ کر تلاش کرتے رہیں اور وہ زیادہ سے زیادہ دور نکل جائے۔"

سب کے سب درختوں سے اتر آئے، پھر دور تک پھیل کر آگے بڑھنے لگے۔ کبھی کبھی تیزی سے دوڑتے جاتے تھے پھر بھی چلنے لگتے تھے۔ ان کی ٹارچ روشن تھی۔ انھوں نے ریوالور ہولسٹر میں رکھ لیے تھے۔ اور شانے پر سے جدید طرز کی رائفلیں اتار لی تھیں۔ اسے ایک ہاتھ سے سنبھال کر آگے بڑھتے جارہے تھے۔

سلارا لانچ میں قیدی بن گئی تھی۔ ایک شخص سختی سے پوچھ رہا تھا۔ "پارس کیوں بھاگ گیا۔ اس میں تم لوگوں کی کیا چال ہے؟"

سلارا نے کہا۔ "کوئی چال نہیں ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا تم لوگ میرے آدمی ہو، میں بھی یہی سمجھ رہی تھی۔ وہ میرا اور میرے بھائی جارج کا قیدی بن کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے روکنا چاہا تو اس نے میری بُری طرح پٹائی کی۔ پھر یہاں سے بھاگ گیا۔"

ایک نے پوچھا۔ "کیلی پتیھی جاننے والے اس کے دماغ میں آتے ہوں گے۔"

سلارا نے اس بار جھوٹ کہا۔ "نہیں کوئی خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس نہیں آسکتا۔ ہم نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔"

"تم جھوٹ کہتی ہو۔"

یہ کہتے ہی اس شخص نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ وہ ذرا پیچھے ہٹی، پھر آگے بڑھ کر ایک گھونسا ریوالور والے کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر ریلنگ سے ٹکرا گیا۔ سلارا نے کہا۔ "مجھے نادان اور کمزور مت سمجھو۔ تم میں سے کوئی مجھے گولی نہیں مارے گا۔ تم سب کو میری اور میرے بھائی کی تلاش تھی۔ تم لوگ مجھے یہاں سے زندہ لے جاؤ گے لیکن یاد رکھو۔ اگر کسی نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تو میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینا جانتی ہوں۔ یقین نہ آئے تو ریوالور پھینک دو اور مجھ سے مقابلہ کر کے دیکھو۔"

اس سے مار کھا کر ریلنگ سے ٹکرانے والے نے قہقہہ لگایا پھر اپنا ریوالور اور اسٹین گن اپنے ساتھی کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "ایک عورت چیلنج کر رہی ہے۔ میں کبھی یہ چیلنج قبول نہ کرتا لیکن اس نے مجھ پر جوابی حملہ کیا ہے، اس کا جواب تو دینا ہی ہوگا۔"

اس نے اپنی کمر سے کارتوس کی پیٹی کھول کر ایک طرف پھینک دی پھر اس کے سامنے آکر بولا۔ "آؤ، اب حملہ کرکے دیکھو۔"

سلارا پینترا بدلتے ہوئے اس سے ذرا دور گئی۔ پھر بجلی کی سی تیزی سے اس نے ہاتھ سے روکتے ہوئے ذرا پیچھے ہٹ کر جوابی حملہ کیا۔ سلارا اس سے بچ کر نکل گئی۔ پھر اپنا پہلا وار کرتے ہی الیسا نے بردست ہاتھ اس کے سر پر رسید کیا کہ وہ گرا۔ ہتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھل کر آگے بڑھتا اس کے سینے پر ایک فلائنگ کک لگی۔ وہ پھر ریلنگ سے جا کر ٹکرا گیا۔

پارس حیرانی سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "جب یہ اتنی عمدگی سے لڑ سکتی ہے تو میرے سامنے کیوں اناڑی بنی رہی، مجھ سے مقابلہ کیوں نہ کیا؟"

سوچنے اور غور کرنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ سچ مچ اسے چاہنے لگی ہے۔ اپنے ہاتھوں سے اسے نقصان پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔ اسی لیے ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی بوتل آنے کے باوجود اس نے اس پر حملہ نہیں کیا تھا۔

وہ اپنے مقابل کے سامنے بڑی پھرتی اور مہارت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ ذرا سی دیر میں اس کا مقابل زمین پر گر گیا تھا اور اب اس میں اٹھنے کی سکت نہیں رہی تھی، وہ اگلے حملے میں اسے ختم کر دینا چاہتی تھی۔ دوسرے شخص نے اسٹین گن کا دستہ اس کی پشت پر مارا۔ وہ ریلنگ سے آکر ٹکرا گئی۔ پھر غصے سے پلٹ کر بولی۔ "کیا یہ تم لوگوں کی مردانگی ہے۔ مجھ پر حملہ کرنا ہے تو خالی ہاتھ آؤ یا مجھے بھی ہتھیار دو۔"

اس شخص نے اسے اسٹین گن کی زد پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ہمیں تمہارا چیلنج منظور نہیں ہے۔ ہم نہ تمہیں مارنا چاہتے ہیں، نہ خود مرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں یہاں سے زندہ سلامت لے جانا چاہتے ہیں۔"

نیچے سے ایک شخص نے کہا۔ "وہ ابھی تک نظر نہیں آیا ہے تلاش کرنے والے بہت دور تک دیکھ چکے ہیں۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے سیلی کاپٹر لے جا رہے ہیں، شاید وہ نظر آجائے۔"

پارس کو تلاش کرنے والے واپس آگئے تھے، وہ دوڑتے ہوئے سیلی کاپٹر کی طرف جانے لگے۔ عرشے پر تین شخص رہ گئے تھے جو تھے کو سلارا نے بے کار کر دیا تھا۔ ایک مسلح شخص عرشے کے اس حصے میں کھڑا ہوا تھا جہاں گھنے درخت میں پارس چھپا بیٹھا تھا۔ وہ کافی بلندی پر تھا۔ اس مسلح شخص تک نہیں پہنچ سکتا تھا البتہ اگر وہ درخت سے اترتا ہوا بالکل نچلی شاخ تک پہنچتا تو شاید پہلے کی طرح اس شاخ پر جھولتا ہوا اس شخص کے قریب پہنچ سکتا تھا۔

وہ اپنی جگہ چھوڑ کر بہت آہستگی سے دوسری شاخ پر آیا پھر اس سے نیچے والی شاخ پر پہنچا۔ وہ بڑی احتیاط سے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر آرہا تھا۔ تیز ہوا چل رہی تھی، درخت کی شاخیں جھول رہی تھیں، پتیاں شور مچا رہی تھیں۔ چاروں طرف درخت اسی طرح ہوا سے جھوم رہے تھے، اس لیے کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ آخر وہ سب سے نچلی شاخ پر پہنچ گیا۔ اب وہ ایک ہاتھ سے چاقو پکڑ کر اور دوسرے ہاتھ سے شاخ کو تھام کر لٹکنا چاہتا تھا اور لٹکتے ہی اس شخص کے پاس پہنچ کر چاقو اس کے جسم میں اتارنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت ہیلی کاپٹر کا پنکھا گردش کرنے لگا جس سے تیز ہوا چلنے لگی۔ جھاڑیاں اور درخت شور مچانے لگے۔ زور زور سے ہلنے لگے، یعنی اب پارس کو اس شاخ پر بیٹھ کر یا لٹک کر ہلنے کی ضرورت نہیں تھی، وہ شاخ خود بخود جھولتی ہوئی عرشے کے قریب تر جا رہی تھی۔

جو مسلح شخص قریب تھا، وہ ریوالور کو ہولسٹر میں رکھ کر جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال رہا تھا اور اس میں سے ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبا رہا تھا۔ تب پارس نے جلدی سے اپنی جیب ٹٹولی۔ اسے یاد آگیا کہ اس کے پاس ایک لائٹر ہے، وہ پٹرول سے روشن ہونے والا لائٹر تھا۔ اس نے جیب سے اسے نکالا۔ کان کے قریب لا کر اسے ہلاتے ہوئے اندازہ کیا۔ کتنا پٹرول ہو سکتا ہے۔ پھر اس نے اس لائٹر کو کھول دیا۔ ہیلی کاپٹر شور مچاتا ہوا زمین کی سطح سے اٹھ رہا تھا۔ درخت بری طرح ہل رہے تھے۔ پارس اس شاخ پر جھولتا ہوا اتنے قریب پہنچنے لگا کہ ان کے درمیان صرف چار چھ فٹ کا فاصلہ رہ گیا۔ وہ شخص جیب سے لائٹر نکال کر سلگا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت پارس نے لائٹر کا پورا پٹرول اس کی طرف چھڑک دیا۔

یہ کمال کی ذہانت تھی، نہ جنگ لڑنی پڑی، نہ کوئی ہتھیار استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ادھر اس نے سگریٹ سلگانے کے لیے اپنا لائٹر روشن کیا، ادھر پٹرول اس کی طرف گیا پھر اپنا ہی آگ بھڑک گئی۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ اس کے دونوں ساتھیوں نے چونک کر دیکھا۔ اس شخص کے لباس میں آگ لگ گئی تھی اور آگ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ وہ چیختا ہوا ادھر سے ادھر دوڑ رہا تھا۔

اب چاقو استعمال کرنے کی ضرورت پیش آرہی تھی۔ اس کے ایک ساتھی نے بشرٹ اتار لیا تھا اور شرٹ کو اس کے جلتے ہوئے جسم پر مار رہا تھا، تاکہ شعلے بجھ جائیں۔ پارس نے ایک ہاتھ سے کھلے ہوئے چاقو کو تھام لیا۔ پھر دوسرے ہاتھ سے شاخ کو پکڑ کر لٹک گیا۔ اس طرح شاخ سے لٹک کر جھولتے ہوئے کسی کا صحیح نشانہ لینا کوئی بچوں کا کھیل نہیں تھا، لیکن ایسا کھیل وہ بارہا کھیل چکا تھا۔ آمنہ نے اسے سکھایا تھا کہ توپ کی طرح پانچوں انگلیوں کے درمیان جلدی جلدی مارتے ہوئے گزرنا چاہیے۔ اگر ذرا بھی چوک جاؤ گے تو

ہاتھ زخمی ہو جائے گا۔ یہ وہی مرحلہ تھا جب داشو رو کی کتا تھا کہ تھالے سامنے ایک پتلا اوپر سے نیچے ہل رہا ہے اور تھیں بھی ہنجوں کے بل اچھلتے رہنے کے دوران خنجر سے صحیح نشانہ لگانا ہے۔ انسانی تربیت سے گزرنے والا بھلا کیسے چوک سکتا ہے۔

اس نے شاخ سے لٹکتے ہوئے چاقو کی نوک کو چٹکی میں پکڑا، کھینچ کر مارا۔ چاقو سنسناتا ہوا گیا اور اس شخص کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ اس بار پارس چھپا نہ رہ سکا۔ دوسرے مسلح شخص نے اسے دیکھ لیا۔ اس نے جلدی سے اسٹین گن سنبھال لی، پھر اُدھر فائرنگ کرنا ہی چاہتا تھا کہ سلارا نے پیچھے سے چھلانگ لگائی۔ اسے کک ماری، وہ لڑکھڑاتا ہوا اوندھے منہ گر پڑا۔ اتنی دیر میں پارس شاخ کے ذریعے جھولتا ہوا عرشے پر پہنچ گیا تھا۔ اسٹین گن والا اٹھنا چاہتا تھا کہ اس کے منہ پر ٹھوکر پڑی، وہ الٹ کر پیچھے گیا تو پیچھے سے سلارا نے ٹھوکر ماری۔ وہ پھر آگے کی طرف آیا۔ پارس نے اچھل کر اس کی گردن کو دونوں ٹانگوں کے درمیان پھنسا لیا۔ سلارا نے اس کی اسٹین گن چھین لی۔ ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا، پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دی۔ اس نے سر گھما کر اُدھر دیکھا جہاں اس کا مقابل زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ وہ فرش پر کہنی ٹیک کر اٹھ رہا تھا۔ دوسری گولی اس کی پیشانی پر لگی، وہ وہیں تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

جب تمام دشمنوں سے نجات مل گئی تو سلارا نے پارس کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ وہ ایک دم سے قریب آئی، پھر رونے لگی۔ پارس نے کہا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ جان بچانے سے تمھیں خوشی نہیں ہو گی بلکہ تم ماتم کرو گی تو میں تمھیں چھوڑ کر ہی چلا جاتا۔"

وہ شدید جذبوں سے بولی۔ "نہیں، تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے، تم مجھے چاہتے ہو، میرا خیال رکھتے ہو، تمھیں میری فکر ہے، تم نے مجھے دشمنوں کے حوالے نہیں کیا اور نہ کبھی کر سکتے ہو۔ اوہ گاڈ تم کتنے گریٹ ہو، تمھیں کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ میرے بھی دشمن ہو سکتے ہیں؟"

"اس بات کا علم میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاپا کو بھی ہو سکتا تھا۔ جو لوگ ہمیں گرفتار کرنے آئے تھے، وہ یوگا کے ماہر ہو سکتے تھے۔ بہر حال تمھیں چھوڑ کر جانے کے بعد میں تم سے مایوس ہو گیا تھا۔ میں جانتا تھا تم اپنے آدمیوں کے ساتھ مل جاؤ گی لیکن میں جنگل میں صرف ایک چاقو لے کر بھٹکتا رہوں گا۔ کسی درندے کا شکار ہو جاؤں گا لہٰذا ایسی حماقت کرنے سے بہتر تھا کہ واپس اسی لانچ میں آ کر رات گزار دیتا۔ یہ ہی سوچ کر میں اس قریبی درخت پر آ کر چڑھ گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر میں نے تمھیں عرشے پر دیکھا، تب پتا چلا تم اپنے لوگوں میں نہیں ہو۔ تم نے زبردست دھوکا کھایا ہے۔"

"اوہ پارس، آئی لو یو۔ دودھ مائی ہارٹ اینڈ سول۔ آئی سوئر میں صرف اپنی ذات سے محبت کرتی رہی۔ اب میں تمھیں اپنے آپ سے بھی زیادہ چاہنے لگی ہوں۔"

"اگر تم اسی طرح چاہتی رہیں تو باقی لوگ واپس آ جائیں گے یہاں سے فوراً نکل چلو۔"

دونوں نے مردہ دشمنوں کے ہتھیار سمیٹ لیے پھر وہ لانچ کے نچلے حصے میں آئے جہاں کھانے کا سامان اسٹور کیا گیا تھا۔ اس کمرے کو کھول کر ایک بیگ میں کھانے پینے کا سامان رکھا، دو ٹارچ بھی رکھ لیں، پھر واپس عرشے پر آئے۔ ان آنے والا ہیلی کاپٹر کے پاس چھوٹی ٹارچ تھیں، جن کی روشنی دور تک جاتی تھی۔ انھوں نے وہ ٹارچ لے کر اپنی جیب میں رکھ لی، اپنی کمر سے کارتوس کی پیٹی باندھی، ہولسٹر میں بھرا ہوا ریوالور رکھا۔ سلارا نے ایک اسٹین گن لی۔ پارس نے ایک جدید طرز کی رائفل اٹھائی پھر وہ رسیوں کی سیڑھی سے اُتر کر نیچے آئے۔ سلارا نے پوچھا۔ "ہم کدھر جائیں گے؟"

"میں وہ جگہ دیکھنا چاہتا ہوں جہاں اتھل نے ہیلی کاپٹر اتارا تھا۔"

وہ ٹارچ کی روشنی میں دوڑتے ہوئے اس طرف چلنے لگے۔ لانچ سے کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد انھیں ایک کھلی جگہ نظر آئی جہاں ہیلی کاپٹر اتارا جا سکتا تھا۔ پارس نے آگے بڑھ کر گھاس پر ٹارچ کی روشنی ڈالی، اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد ایک جگہ گھاس کا کچھ حصہ دبا ہوا نظر آیا۔ اسے دیکھ کر یقین ہوتا تھا کہ ہیلی کاپٹر وہیں اتارا گیا تھا۔

سلارا نے پوچھا۔ "یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف دوڑتے ہوئے بولا۔ "ہم یہیں رہیں گے۔"

"کیا مطلب! کیا یہاں سے بھاگنا نہیں چاہیے؟"

"اگر ہم یہیں صبح کر سکتے ہیں تو کہیں جانے کی ضرورت کیا ہے۔ انشاء اللہ کل صبح میرے پاپا یہاں پہنچ جائیں گے۔"

"جب تمھیں کہیں دور نہیں جانا تھا تو کھانے کا اتنا سامان لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں احتیاط کے آیا ہوں۔ اگر میری ایک چال کامیاب ہوئی تو ہمیں یہاں سے فرار ہونا ہی پڑے گا۔"

اب ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ سلارا نے پوچھا۔ "تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"کیا تم ہیلی کاپٹر اڑا سکتی ہو؟"

"ہاں، میں نے کچھ سیکھا تو ہے لیکن مجھے اس میں مہارت ہے۔ کیا تمھیں سکھایا نہیں گیا؟"

"اب مجھے کیا کیا سکھایا جاتا ویسے سونیا ممّا کہہ رہی تھیں اب ہمیں طیاروں اور ہیلی کاپٹر وغیرہ کے سلسلے میں تربیت دی جائے گی۔"

"اب کیا کرو گے ہمیں اس معاملے میں اناڑی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ تھوڑی دور تک تو اڑا کر لے جا سکتی ہو؟"

"کیا اس کے بعد زمین پر گر کر مر جانے کا ارادہ ہے؟"

"کیا تم میرے ساتھ مرنا پسند کرو گی؟"

"دل و جان سے پسند کروں گی لیکن بے مقصد موت مرنا کون سی دانشمندی ہے، کوئی دوسری تدبیر سوچو۔"

ہیلی کاپٹر بالکل قریب آ گیا تھا۔ پارس نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے چھپ گئے تھے۔ وہاں کی جھاڑیاں اور درخت دور دور تک زور و شور سے ہلنے لگے تھے۔ طوفانی ہوائیں چل رہی تھیں۔ پرواز نیچی ہو رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر ٹھیک اسی جگہ اُتر رہا تھا۔ سلارا اس کے قریب تر ہو گئی۔ اس کے کان کے پاس اپنا منہ لے کر آئی۔ گردش کرتے ہوئے پنکھے کے شور میں آواز سنائی نہیں دے سکتی تھی، وہ کان کے قریب پہنچ کر بولی "سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا۔ اگر تمھیں کچھ ہو گیا تو میری جان نکل جائے گی۔"

ہیلی کاپٹر زمین پر اُتر چکا تھا۔ اس میں بیٹھے ہوئے مسلح افراد دروازہ کھول کر چھلانگ لگاتے ہوئے نیچے آ رہے تھے اور اپنے لیڈر کے ساتھ اسی لانچ کی طرف جا رہے تھے۔ گردش کرتا ہوا پنکھا تھم گیا تھا۔ پارس نے کہا۔ "الٹی لیٹ جاؤ اور میرے ساتھ ساتھ رینگتی رہو۔"

وہ دونوں گھاس پر لیٹ گئے اور کہنیوں کے بل رینگتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگے۔ اندر روشنی تھی۔ اس کا پائلٹ اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سب پارس کی تلاش میں ناکام رہے تھے اور اب سلارا کو لے جانا چاہتے تھے۔ ان کی دانست میں سلارا کو لانچ سے لانے میں زیادہ وقت نہ لگتا۔ اسی لیے پائلٹ کو اپنی سیٹ پر بیٹھے رہنے کے لیے کہا گیا تھا۔

ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ کر پارس کو اطمینان ہو گیا کہ وہاں دوسرا کوئی نہیں ہے۔ تب اس نے اپنی رائفل سلارا کے حوالے کی۔ ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا چھلانگ لگا کر ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچ گیا۔ پائلٹ نے چونک کر گھما یا تو اس کے سامنے ریوالور تھا۔ اس نے کہا۔ "خبردار، شور نہ مچانا، ورنہ گولی مار دوں گا۔"

وہ سہم کر بولا۔ "تت۔ تم کون ہو، یہاں یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

"میں فلائنگ کلب کا ایک پائلٹ ہوں، کسی کا دشمن نہیں ہوں۔"

"ہم بھی کسی کے دشمن نہیں ہیں۔ دوست بن کر رہو گے تو بخیریت اپنے فلائنگ کلب تک پہنچ جاؤ گے۔"

پھر اس نے آواز دی۔ "سلارا! یہاں آؤ، جلدی کرو۔"

سلارا نے رائفل اور اسٹین گن ہیلی کاپٹر کے اندر پھینکی پھر اندر بیٹھ کر اس نے دروازے کو بند کیا، اپنے ہتھیار سنبھال کر پائلٹ کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پارس نے کہا۔ "ہیلی کاپٹر اسٹارٹ کرو اور یہاں سے جتنی جلدی نکل سکتے ہو نکل جاؤ۔ یاد رکھو اس ہیلی کاپٹر کو ان کے نشانے پر نہیں رہنا چاہیے۔"

دوسرے ہی لمحے ہیلی کاپٹر کا پنکھا گردش کرنے لگا۔ لانچ کی طرف جانے والے چونک گئے ہوں گے۔ شاید ان میں سے کسی نے رسیوں کی سیڑھی پر چڑھ کر عرشے پر اپنے مردہ ساتھیوں کو دیکھا ہو گا، پھر گردش کرتے ہوئے پنکھے کی آواز نے انھیں خطرے کا احساس دلایا ہو گا، مگر ان کے لیے بہت دیر ہو چکی تھی۔ جب تک وہ دوڑتے ہوئے قریب آتے، ہیلی کاپٹر زمین سے بلند ہو چکا تھا۔ اور تیزی سے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ پیچھے رہ جانے والے مسلسل فائرنگ کر رہے تھے۔ پائلٹ کو اپنی جان بھی عزیز تھی لہٰذا وہ بڑی مہارت کا ثبوت دے رہا تھا۔ کچھ دور جا کر اس نے کہا۔ "محفوظ گاہ یہاں سے سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور یہ ہیلی کاپٹر وہاں تک نہیں جا سکے گا۔ جو لوگ اس میں آئے تھے وہ بہت دیر تک اس میں پرواز کرتے رہے تھے۔ کافی ایندھن ختم ہو چکا ہے۔ میں احتیاط کر رہا تھا۔ ان میں سے چوتھائی ہے۔" اس نے یقین دلایا کہ ایندھن ختم ہو گا تو وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر کے دوسرا ہیلی کاپٹر منگوائیں گے اور اس کے ساتھ ایندھن بھی آ جائے گا۔"

"مجبوری ہے تو ہم شہر تک نہیں جائیں گے۔ یہ جہاں تک جاتا ہے وہاں تک لے چلو لیکن محفوظ گاہ کی سمت ہی چلتے رہو۔"

سلارا نے خوش ہو کر کہا۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہے ہیں اور دشمنوں سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔"

ایسے ہی وقت میں نے پارس کو مخاطب کیا۔ "ہیلو مائی سن، کیا ہو رہا ہے، کس حال میں ہو؟"

اس نے کہا۔ "پاپا! جس حال میں ہوں خوش ہوں۔"

اس نے مجھے مختصر سی روداد سنائی۔ میں نے کہا۔ "یہ ہیلی کاپٹر جتنی دور جا سکتا ہے، چلے جاؤ۔ میں اس وقت طیارے میں سفر کر رہا ہوں۔ تمھاری طرف آ رہا ہوں۔ محفوظ گاہ میں ہمارے لیے دو ہیلی کاپٹر ریزرو ہیں۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں اگر ایک ہیلی کاپٹر تمھارے پاس پہنچ سکے تو وہ دوسرے ہیلی کاپٹر کے لیے ایندھن بھی لے

آئے گا۔"

"فی الحال آپ ہماری تحریر کریں۔ یہ معلوم کریں کہ وہ کون لوگ تھے جو مجھے اور سلارا کو لے جانا چاہتے تھے۔"

"میں جلد ہی معلوم کر کے بتاؤں گا۔ وش یو گڈ لک۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

طیارے کے اندرونی ماحول میں بڑا سکون اور خاموشی تھی، پومی میرے کاندھے سے سر ٹیکے، آنکھیں بند کیے شاید سو رہی تھی۔ ہم دونوں تمام رات جاگتے رہے تھے۔ وہ شاید گہری کر رہی تھی۔ میں خیال خوانی میں مصروف رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا: "اب طیارے میں خیال خوانی نہ کرنا۔ کچھ دیر تک نیند پوری کر لینا۔ میں بھی سو رہی ہوں۔"

لیکن میں سو نہیں سکتا تھا۔ ابھی بہت سی ذمے داریاں پوری کرنا تھیں۔ پارس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ایک نئی بات معلوم ہوئی تھی کہ کچھ اجنبی لوگوں نے اسے اور سلارا کو اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی تھی اور وہ کون تھے، یہ معلوم کرنا ضروری تھا۔

ٹرانسفارمر مشین کے دیوانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک مشین سپر ماسٹر کے پاس ہے اور دوسری سلارا اور جاج فری مین نے تیار کر لی ہے۔ یہ بات سبھی جانتے تھے۔ صرف یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ دونوں بھائی بہن کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ برسوں سے ان کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔ انھیں وہی تلاش کر سکتے تھے جو وسیع ذرائع اور بڑے اختیارات کے مالک ہوں۔ چھوٹی چھوٹی مشینوں کے لوگ صرف مشین کا خواب دیکھ سکتے تھے یا پھر انتظار کر رہے ہوں گے کہ بڑے لوگوں کی کوششوں سے کچھ سراغ ملے تو وہ بھی اپنے طور پر کچھ کر گزریں۔

جو لوگ سلارا اور پارس کو پکڑنے آئے تھے، وہ وسیع ذرائع کے مالک ہو سکتے تھے۔ کیونکہ انھوں نے ہیلی کاپٹر کرائے پر حاصل کیا تھا۔ پھر ان کے جاسوس ہر بڑے ملک اور ہر بڑے شہر میں ہوں گے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہوں گے کہ وہ بہن بھائی کس ملک میں یا کس شہر میں چھپے ہوئے ہیں۔ ان کا نام کسی نہ کسی سلسلے میں سامنے آ سکتا تھا۔ جیسا کہ جاج فری مین نے ہیلی کاپٹر حاصل کرنے کے لیے فلائنگ کلبوں سے رابطہ قائم کیا تھا اور اپنے نام سے ایک ہیلی کاپٹر کرائے پر حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔

اس سے پہلے جاج فری مین نے اپنا اور سلارا کا نام کسی منظرِ عام پر نہیں آنے دیا، لیکن پارس کو اغوا کرنے کے بعد اور اسرائیلی مکان سے ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر کا سودا کرنے کے بعد وہ لوگ بے نقاب ہو رہے تھے۔ صرف اتنا معلوم کرنا تھا کہ کہاں چھپے ہوئے ہیں اور یہ بات اب چھپی نہیں رہی تھی۔

میں سب سے پہلے سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ پتا چلا، شمالی افریقہ کے جتنے شہروں میں اس کے جاسوس پھیلے ہوئے ہیں، ان میں سے دو نے اسے اطلاع دی تھی کہ جاج فری مین وہاں کے مختلف کلبوں سے رابطہ قائم کر رہا ہے اور ایک ہیلی کاپٹر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں جاج فری مین نے اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتایا تھا۔ اس کے ماتحت اپنا نام اور پتا رکھ کر ہیلی کاپٹر حاصل کرنا چاہتے تھے، لیکن انھیں کسی بڑی شخصیت کا حوالہ دینا اور ان کی ضمانت حاصل کرنا ضروری تھا۔ لہٰذا جاج فری مین نے ان کے لیے سفارش کی تھی۔

سپر ماسٹر کے لیے اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ اس سے پہلے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ پارس جاج فری مین کی قید میں ہے اور اس نے کسی ڈمی پارس کا سودا اسرائیلی حکام سے کر دیا ہے۔ انھیں دھوکا دے کر ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر حاصل کر چکا ہے۔ گویا اصلی پارس ابھی تک جاج فری مین کے پاس تھا۔ سپر ماسٹر نے اپنے ان دو جاسوسوں سے کہا: "معلوم کرو کہ جاج کس مقصد کے لیے ہیلی کاپٹر حاصل کر رہا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ایک جاسوس نے اطلاع دی: "پچھلی صبح ایک ہیلی کاپٹر بُری طرح تباہ ہو گیا تھا اور اس میں بیٹھے ہوئے مسلح افراد مارے گئے تھے۔"

دوسرے جاسوس نے اطلاع دی: "جاج فری مین کے ماتحت جو ہیلی کاپٹر حاصل کر رہے ہیں، اس کے سلسلے میں فلائنگ کلب کے کھاتے میں یہ تفصیل لکھی ہے کہ وہ بارہ گھنٹوں کے لیے ہیلی کاپٹر حاصل کر رہے ہیں اور وہ جنگل کی حدود میں پرواز کریں گے، کسی شہر کی طرف نہیں جائیں گے۔"

جو لوگ ہیلی کاپٹر یا طیارے چارٹر ڈ کراتے ہیں، انھیں قانونی ضابطوں کے مطابق یہ تحریری بیان دینا ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک پرواز کریں گے اور کن شہروں پر سے گزریں گے۔ اس سلسلے میں جو وقت مقرر ہوتا ہے، ٹھیک اسی وقت پر طیارہ یا ہیلی کاپٹر واپس فلائنگ کلب تک پہنچانا پڑتا ہے۔

سپر ماسٹر کو جب معلوم ہوا کہ جاج فری مین کے ماتحت جو ہیلی کاپٹر حاصل کر رہے ہیں، وہ جنگل کی حدود میں پرواز کرے گا تو اس جنگل کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی۔ اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ شمالی افریقہ کے تمام شہروں کے فلائنگ کلبوں پر توجہ دیں اور یہ معلوم کرتے رہیں کہ ہیلی کاپٹر کہاں سے پرواز کر رہا ہے۔ اس کا تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اطلاع ملتے ہی خلائی سیارے کے ذریعے اس کی نگرانی کی جائے گی۔

سپر ماسٹر کی سوچ بتا رہی تھی، ابھی اس کے ہیلی کاپٹر پرواز نہیں کر رہے ہیں۔ یعنی جو اجنبی لوگ سلارا اور پارس کو پکڑنے آئے تھے وہ سپر ماسٹر سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ اب ایک ماسک مین رہ گیا تھا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر معلومات حاصل کرنا چاہیں تو کوئی کام کی بات معلوم نہ ہوئی۔ یہ ہم سمجھ گئے تھے کہ اب جو ماسک مین ہماری

خیال خوانی کی زد میں آتا ہے، وہ دراصل ایک ڈمی یا جونیئر ماسک مین ہوتا ہے۔ اصل اس کے پیچھے چھپا ہوتا ہے اور اہم معاملات کو صرف ہدایات تک محدود رکھتا ہے۔

اگرچہ ماسک مین کے ذریعے کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا، لیکن ہمارا اندازہ تھا کہ وہ لوگ اسی کے آدمی ہو سکتے ہیں۔ میں پھر سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے دماغ میں یہ سوال ڈولا: "کیا ماسک مین بھی شمالی افریقہ کے جنگلات میں دلچسپی لے رہا ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا: "یقیناً لے سکتا ہے۔ اس کے ذرائع اطلاعات وسیع ہیں۔ شاید اسے بھی معلوم ہو گیا ہے کہ سلارا اور جاج فری مین وہاں چھپائے جا سکتے ہیں۔ ٹرانسفارمر مشین بھی وہیں ہو گی۔"

جب میں معلومات حاصل کر رہا تھا تو سپر ماسٹر نے ٹرانسمیٹر کا بٹن دبا کر دیکھا۔ اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ اس نے سامنے آن کیا، "ریسیور ڈرائیو" کے دائرے گھومنے لگے۔ دوسری طرف سے کہا گیا: "جناب! ایک اہم اطلاع ہے۔ فرانسیسی سفیر نے یہ بات راز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن ہم نے معلوم کر لیا ہے۔ فرہاد علی تیمور ایک چارٹرڈ طیارے اور پائلٹ کے ساتھ آ رہا ہے۔ آدھے گھنٹے میں نکوگاما پہنچنے والا ہے۔ وہاں کے فلائنگ کلب میں اس کے لیے دو ہیلی کاپٹر ریزرو ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ دوسرا ہیلی کاپٹر کس مقصد کے لیے ہے۔ ویسے فرہاد وہاں پہنچتے ہی جنگلوں کی طرف جانے والا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "میں تم لوگوں کی کارکردگی سے بہت خوش ہوا۔" اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر بڑبڑانے لگا: "اوہ گاڈ، وہ جنگل کی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اور ہمیں یہ بات اب معلوم ہو رہی ہے!"

میں اسے بڑبڑاتا چھوڑ کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پومی بیدار ہو گئی تھی۔ میں نے کہا: "فریش ہو کر آ جاؤ۔ ہم پہنچنے والے ہیں۔"

وہ اٹھ کر چلی گئی۔ میں نے سوچا: "پچھلی رات میرے بیٹے کے پاس آنے والے اسرائیلی جاسوس بھی ہو سکتے ہیں۔ انھوں نے آئرن کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔ شاید اس کے ذریعے کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ اور میرے بیٹے اور سلارا کے پیچھے پڑ گئے ہوں گے۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور آئرن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ نہ ہی سانس روکی۔ اس کی حالت بہت بُری تھی۔ وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ وہاں کے نگراں انسان نے اس پر تشدد کی انتہا کر دی تھی۔ وہ دھوکا برداشت نہیں کر رہے تھے۔ ایک تو ان کے ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر ہڑپ کر لیے گئے تھے۔ دوسرے ڈمی پارس بھی ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اگر وہ ڈمی کو میرے پاس نہ بھیجتے تو ہماری ٹیلی پیتھی کے عذاب میں مبتلا رہتے۔ وہ ہر طرف سے بے بسی اور مایوسی کا شکار ہو رہے تھے اور اس کا انتقام آئرن سے لے رہے تھے۔

انھوں نے آئرن کو بے حد کمزور بنانے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے کہنے پر یہ بات اگلوا لی تھی کہ اس کی بہن سلارا اور بھائی جاج فری مین اس کے بھائی ہارڈی کے ساتھ ایک بہت بڑے قلعے میں رہتے ہیں۔ وہ قلعہ ان کے باپ دادا کے زمانے سے ان کی ملکیت ہے اور وہ وسطی افریقہ کے ایک جنگل میں ہے۔

یہ بہت اہم معلومات تھیں۔ وہ اپنے فوجی جوانوں میں سے ایسے جوانوں کا انتخاب کرنے لگے جو جنگلات سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات رکھتے تھے۔ گوریلا جنگ لڑنے کے ماہر تھے۔ ان میں انجینئر، ڈاکٹر اور دوسرے ماہرین بھی تھے۔ وہ سو دو سو جوانوں کی ایک چھوٹی سی فوج بنا کر اس جنگل میں پہنچنا چاہتے تھے۔ اس سے پہلے جاج فری مین نے پھر ان سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اپنے بھائی آئرن کی خیریت پوچھ رہا تھا۔ یہودی ایجنٹی جنس کے افسر نے کہا: "تم اصل پارس کو ہمارے حوالے کر دو، تمھارے بھائی تمھیں واپس مل جائے گا۔ ورنہ ہم اسے اذیتیں پہنچا رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ایک دن وہ اذیتیں برداشت نہ کرتے ہوئے مر جائے۔"

جاج فری مین نے کہا تھا: "مجھے تھوڑی سی مہلت دو۔ میں بہت پریشان ہوں۔ پارس اول میری قید سے فرار ہو گیا ہے۔ اور میں اسے جنگل میں ڈھونڈتا پھر رہا ہوں۔"

میں یہ باتیں اسرائیلی ایجنٹی جنس کے ایک افسر کے دماغ سے معلوم کر رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کے کئی فوجی جوان نکوگاما کے شہروں میں پہنچ گئے ہیں، کچھ نکوگاما میں بھی ہیں۔ اب وہاں کی حکومت سے اسرائیلی حکام دوستانہ سمجھوتا کر رہے ہیں۔ اپنے کچھ ہیلی کاپٹر وہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ ان باتوں سے پتا چل رہا تھا کہ اسرائیلی وہاں سرگرم عمل ہونے کے لیے آ رہے ہیں، مگر ابھی پوری طرح نہیں آئے ہیں اور نہ ہی پچھلی رات وہ میرے بیٹے اور سلارا کے پاس آئے تھے۔ اب اس میں شبے کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ وہ آنے والے ماسک مین سے تعلق رکھتے تھے۔

پومی منہ ہاتھ دھو کر ہلکا سا میک اپ کرنے کے بعد میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ وہ کھلے ہوئے پھول کی طرح تر و تازہ لگ رہی تھی۔ میں نے اسے بڑی چاہت سے دیکھا تو مسکرانے لگی۔ میں نے اسے بتایا کہ پارس کہاں ہے، کن حالات سے گزر رہا ہے۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور سیودی گوریلے اپنے اپنے ذرائع کے مطابق اس جنگل میں پہنچ رہے ہیں، بلکہ ماسک مین کے آدمی پہنچ چکے ہیں۔ وہی پچھلی رات میرے بیٹے اور سلارا کے پاس آئے تھے۔

طیارے میں اعلان ہونے لگا کہ اب وہ نکوگاما کے ایئرپورٹ پر اترنے والا ہے۔ لہٰذا سیٹ بیلٹ باندھ لیا جائے اور اپنے اپنے سگریٹ بجھا دیے جائیں۔

میں نے سیٹ بیلٹ باندھنے کے بعد پارس کے پاس پہنچ کر دیکھا،

ان کا سیل کا پٹرول ٹنکی میں سیل تک گیا ہوگا۔ ایندھن ختم ہونے والا تھا۔ لہٰذا پائلٹ نے اسے ایک جگہ اتار دیا تھا۔ میں نے کہا۔ "بیٹے! وہ جنگلی میدان جنگ بننے والا ہے۔ مختلف ملکوں کے گوریلا فوجی وہاں پہنچ رہے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق وہ جنگل تقریباً آٹھ سو کلومیٹر کے رقبے میں پھیلا ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم اس جنگل میں دو چار گھنٹے پھرتے پھرو۔ تمہارے پاس ہتھیار ہیں۔ پھر میں یہاں پہنچ ہی گیا ہوں۔ تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا۔"

"کیا آپ نہیں چاہتے کہ میں کسی شہر تک پہنچوں؟"

"تم شہر پہنچ گئے تو کھیل بگڑ جائے گا۔ وہ لوگ صرف ٹرانسفارمر مشین کو نہیں، تمہیں اور سلارا کو بھی حاصل کرنا چاہیں گے۔ تم دونوں کے ذریعے مجھے اور جارج فری مین کو کمزور بنانے کی کوشش کریں گے۔ تمہاری سونیا تمہارے گوریلا جوانوں کے ساتھ پہنچنے والی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جتنے دشمن اپنے گوریلا فوجیوں کے ساتھ پہنچ رہے ہیں، وہ دو حصوں میں بٹ جائیں۔ ایک طرف ٹرانسفارمر مشین، دوسری طرف سلارا، تیسری طرف تم اور مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھی انہیں ضرورت ہو گی۔ لہٰذا ہم انہیں ہر طرف سے اُلجھا کر رکھیں گے اور خود ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"یعنی سلارا اہم ہے۔ آپ کہیں تو میں اسے ہاتھ سے نکلنے دوں۔"

"یہی کوشش کرنا۔ ہم تمہارے ساتھ رہیں گے۔"

"پلیز پاپا! آپ بار بار یہ تسلی نہ دیں کہ میرے ساتھ رہیں گے۔ آپ کچھ خیال نہ کریں۔ میں کسی کی مدد نہیں چاہتا۔ صرف مشورے چاہتا ہوں۔"

"شاباش، ہم وہی کریں گے جو تم چاہتے ہو۔ بس یہاں سے نکل جاؤ، میں پھر آؤں گا۔"

جہاز رن وے پر دوڑتا ہوا اپنی مخصوص جگہ پر آ کر رُک گیا تھا۔ ہمارے لیے سیڑھی لگائی جا رہی تھی۔ میں نے وہاں کے جاسوس کو مخاطب کیا۔ "پھر باہو! کیا رپورٹ ہے؟"

اس نے کہا۔ "کچھ مشتبہ لوگ ہماری نظروں میں ہیں۔ ان کی نظریں آپ کے طیارے کی طرف ہیں۔ جب کہ یہ عام مسافر بردار طیارہ نہیں ہے۔ یہاں آپ کی آمد راز نہیں رہی ہے۔"

"تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو؟"

"ہمارے آدمی ان تمام مشکوک لوگوں کو نظروں میں رکھے ہوئے ہیں۔ کیا آپ سیدھے ہیلی کاپٹر میں جائیں گے؟"

"نہیں، پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کر رہا ہوں۔ کسی ہوٹل میں ایک کمرہ ریزرو کرا دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، کتنے لوگ میرا تعاقب کرتے ہیں اور وہ کن تنظیموں اور بڑے ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں۔"

ہمارا جاسوس رن وے پر ہمارے لیے ایک کار بھیجنے والا تھا تاکہ ہم اس میں بیٹھ کر ایئرپورٹ کے اس حصے میں جائیں جہاں ہمارے لیے دو ہیلی کاپٹر موجود تھے۔ پروگرام بدلنے کے بعد وہ کار ایئرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں پہنچا دی گئی۔ میں پوپی کے ساتھ طیارے کی سیڑھی سے اتر کر نیچے آیا۔ وہاں کے کچھ بڑے افسران میرا استقبال کرنے کے لیے موجود تھے۔ پوپی نے پوچھا۔ "کیا تم توقع کر رہے تھے کہ یہاں کے ذمے دار افسران تم سے ملنے نہ آئیں گے۔"

"میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

ہم زینے سے نیچے آئے تو ایک شخص نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ اپنا تعارف کرایا۔ پھر ایک قطار میں کھڑے ہوئے افسران سے ہمارا تعارف کرانے لگا۔ میں ان سے مصافحہ کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ وہ مجھے یقین دلا رہے تھے کہ میں جب تک ان کے ملک میں رہوں گا، وہ میرے لیے ہر طرح کی سہولتیں مہیا کرتے رہیں گے۔ میں کسی بھی وقت خیال خوانی کے ذریعے ان میں سے کسی کو بھی مخاطب کر کے اپنی ضرورت پیش کر سکتا ہوں۔ میری ہر ضرورت پوری کی جائے گی۔

میری حفاظت کے لیے وہاں پولیس والے موجود تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ "آپ تکلف نہ کریں۔ جتنی جلدی ہو سکے پولیس والوں کو یہاں سے ہٹا دیں۔"

ایک افسر نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پاپا؟ آپ کے بہت سے دشمن بھی ہو سکتے ہیں۔"

"زمین کے کسی حصے میں میرے دشمن نہیں ہیں۔ میں اپنے ساتھ فوج لے کر نہیں پھرتا۔"

"پھر بھی جناب! آپ ہمارے ملک میں پہلی بار آئے ہیں۔ آپ کی حفاظت کی ذمے داری ہمارا فرض ہے۔"

"آپ نے کہا تھا کہ میری ہر ضرورت پوری کی جائے گی۔ لہٰذا سب سے پہلی ضرورت یہی ہے کہ پولیس والوں کو یہاں سے ہٹا دیا جائے۔ میں جہاں بھی جاؤں، وہاں سرکاری طور پر کوئی بھی میری نگرانی کرنے والا نہ ہو۔"

میں نے ایئرپورٹ کی عمارت میں داخل ہونے سے پہلے ہی پولیس کو واپس کر دیا۔ پھر عمارت میں داخل ہوا۔ پریس رپورٹروں اور فوٹو گرافروں کا ہجوم تھا۔ اس بھیڑ میں ہمارے دشمن بھی ہو سکتے تھے۔ پوپی نے آگے بڑھ کر ان کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔ "ذرا... ایک منٹ۔"

پھر اس نے آنکھیں بند کیں۔ ایک انگلی چھت کی طرف اٹھائی، پھر پوچھا۔ "فرہاد! کیا تم میرے دماغ میں موجود ہو؟"

وہ ذرا خاموش ہوئی، پھر بولی۔ "میں اب آنکھیں کھول رہی ہوں، تم میرے دماغ میں رہ کر میرے ذریعے ان تمام

لوگوں کو دیکھو۔ جو بھی آگے بڑھ کر کچھ بولے گا، اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کر دو۔"

میں پوپی کے پیچھے ایک ڈمی کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنے اس طریقۂ کار سے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ میں اصل فرہاد نہیں ہوں۔ اگر ہوتا تو وہ مجھ سے مخاطب ہوتی۔ اس نے پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ ہدایت کر جو سوال کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، مگر ذرا جلدی کریں۔ ہماری دوسری مصروفیات بھی ہیں۔"

ایک رپورٹر نے سوال کیا۔ "مس صاحبہ! کیا ہم پوچھ سکتے ہیں آپ کون ہیں؟"

"مجھے پوپی کہتے ہیں۔"

اس نے کہا۔ "آپ نے یہاں پہنچتے ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے زلزلہ پیدا کر دیا ہے کہ ہماری کھوپڑی میں زلزلہ پیدا ہو جائے اور ہم کوئی سچا اور کڑوا سوال کرنے سے پرہیز کریں گے۔ کیا یہ زبان بندی آپ مناسب سمجھتی ہیں؟"

میں نے کہا۔ "میری طرف سے آپ لوگوں کو کھلی آزادی ہے جو سوال کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔"

"آپ اصلی فرہاد نہیں ہیں؟"

میں نے جواب دیا۔ "جب میرے دماغ میں فرہاد صاحب موجود ہوتے ہیں تو میں اصلی ہوتا ہوں اور اس وقت بھی خالص ہوں۔"

یہاں کے جو اعلیٰ افسران مجھے اصلی فرہاد سمجھ کر بڑے شوق سے ملنے آئے تھے اور مصافحہ کر رہے تھے، وہ کچھ مایوس ہو گئے تھے۔ دوسرے رپورٹر نے سوال کیا۔ "یہاں آپ کی آمد کا مقصد کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "جیسا کہ ساری دنیا جانتی ہے، ٹرانسفارمر مشین بھی کے لیے ایک مقابلہ اور مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ یہ الہ دین کا چراغ ہے۔ جسے مل جائے اسے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ دنیا کے علوم حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں چاہتے کہ وہ مشین کسی کے پاس رہے اور وہ اس کے ذریعے مزید ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتے رہیں۔"

"آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں، جب آپ نے ایک علم سیکھا ہے تو دوسروں کو بھی سیکھنے کا موقع دیں۔"

"ہم نے اپنے علم سے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا، لیکن لوگ آئندہ سیکھیں گے ان کے متعلق کیسے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ انسان ہوں گے یا شیطان؟"

"اگر اچھے اور سچے ارادے رکھنے والے لوگ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی حاصل کرنا چاہیں تب آپ کو کیا اعتراض ہوگا؟"

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا، لیکن ایسا ہم اپنی نگرانی میں کریں گے۔ پہلے یقین کریں گے کہ جو شخص ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر رہا ہے، واقعی وہ اچھے اور سچے ارادے رکھتا ہے یا نہیں۔"

"کیا ایسا نہیں ہے کہ آپ دنیا میں تنہا ٹیلی پیتھی کے بادشاہ بن کر رہنا چاہتے ہیں؟"

"اگر ایسا ہوتا تو رونق، شیبا، آمر اور جوجو وغیرہ کو میں کبھی زندہ نہ رہنے دیتا۔"

"آپ پر الزام ہے، آپ نے ٹیلی پیتھی جاننے والی شیبا کو خودکشی پر مجبور کر دیا تھا۔"

"الزام تو الزام ہی ہوتا ہے، حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔ وہ بے چاری بیوروی سیاست کا شکار ہو گئی تھی۔"

"کیا وہ ٹرانسفارمر مشین اپنے ملک میں لے کر اب آپ یہاں سے جانا چاہتے ہیں؟"

"میری کوشش یہی ہوگی۔ ویسے میں آپ لوگوں کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں، یہاں صرف فرہاد علی تیمور نہیں آیا ہے، بُری طاقتیں بھی پہنچ رہی ہیں۔ کچھ پہنچ چکی ہیں۔ بیوروی گوریلے بھی پہنچ رہے ہیں۔ آپ کا یہ آٹھ سو کلومیٹر پر پھیلا ہوا جنگل میدان جنگ بن رہا ہے۔"

"کیا آپ لوگوں کی آمد سے ہمارے جنگلات کو نقصان پہنچے گا۔ پتا نہیں کہاں کہاں آگ لگے گی۔ ہمارے قیمتی درخت جل کر راکھ ہو جائیں گے۔ شیر، چیتے اور دوسرے قیمتی درندے، جن سے ہم لاکھوں ڈالر کا زرِ مبادلہ حاصل کرتے ہیں، وہ مارے جائیں گے۔ ہو سکتا ہے، وہ ٹرانسفارمر مشین بن لاقوامی تنازعہ کا سبب بن جائے اور بڑے بڑے ممالک اپنی فوجیں یہاں اتارنا شروع کر دیں۔"

میں نے جواب دیا۔ "میں جس ملک میں جاتا ہوں، وہاں میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ میری ذات سے نقصان نہ پہنچے لیکن دشمن میرے حوالے سے نقصانات پہنچانا شروع کر دیتے ہیں۔ میں آپ لوگوں سے وعدہ کرتا ہوں، یہاں کوئی بڑا ملک اپنی فوج نہیں اتار سکے گا۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو شدید نقصانات سے دوچار ہوگا۔"

ایک نے پوچھا۔ "آپ ہمارے جنگلات کو کس طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں؟"

"میں ان کی حفاظت کا وعدہ تو نہیں کرتا، لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ کون کون سی تنظیمیں اور کون کون سے ملک ان جنگلات میں کیمپ لگانے والے ہیں۔ لہٰذا یہاں جتنے درخت جلیں گے، جتنے جانور مارے جائیں گے یا اور دوسری طرح کے جو نقصانات ہو گئے، میں ان سب کا ڈگنا معاوضہ ان تمام تنظیموں اور ان تمام

ممالک سے دلواؤں گا جو یہاں کیمپ لگانے والے ہیں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ سب آپ کے حلیف ہیں، پھر آپ ان سے کس طرح معاوضہ دلائیں گے؟"

"یہی تو بات ہے۔ یہ تمام بڑے ممالک میرے دشمن بھی ہیں اور دوست بھی ظاہر کرتے ہیں ۔۔۔ لہٰذا دوستی ثابت کرنے کے لیے اور میرے ذریعے نقصانات سے محفوظ رہنے کے لیے انھیں ڈالر اور پاؤنڈ میں یہاں کے نقصانات کی تلافی کرنا ہوگی۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ جب وہ آپ سے ڈرتے ہیں یا دوست بن کر رہتے ہیں تو پھر دشمن بن کر یہاں جنگل میں کیوں آرہے ہیں؟"

میں نے جواب دیا۔ "ٹرانسفارمر مشین کسی کی جاگیر نہیں ہے، ہم میں سے ہر ایک کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اسے اپنی اپنی جدوجہد سے حاصل کیا جائے۔ اگر میں اس سلسلے میں ناکام رہا اور کسی اور نے اسے حاصل کر لیا تو میں اس کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کروں گا۔ میری کوشش یہ ہوگی کہ میں اس سے بھی وہ مشین چھین لینے کی کوشش کروں۔ اس کوشش میں اس ملک کو بھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ جس حد تک وہ مجھے پریشان کریں گے، اسی حد تک میں انھیں پریشان کروں گا۔ مختصر یہ کہ ٹرانسفارمر مشین جس کے پاس بھی ہوگی، میں اسے سکون سے نہیں رہنے دوں گا۔ اس مشین کو تباہ کر دوں گا تاکہ آئندہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان پیدا نہ ہو سکے۔ میرا خیال ہے، میرا اتنا ہی بیان کافی ہے۔ اب اجازت دیجیے۔"

ہم اس بھیڑ سے کترا کر جانے لگے۔ فوٹو گرافر مختلف زاویوں سے ہماری تصویریں اتار رہے تھے۔ ایک فوٹو گرافر جیسے ہی سامنے آیا، پوپی ٹھٹک گئی۔ پھر اس نے اچانک ایک چھلانگ لگائی، فضا میں جیسے تیرتی ہوئی گئی اور اس فوٹو گرافر کے کیمرے کو کک ماری، وہ کیمرہ اس کے ہاتھ سے نکل کر بلندی پر گیا، پھر جب وہ نیچے آیا تو پوپی نے اسے کیچ کر لیا۔ وہ فوٹو گرافر مقامی تھا۔ ہٹا کٹا بدمعاش لگتا تھا۔ کیمرہ ہاتھ سے نکلتے ہی بھاگنا چاہتا تھا، میں نے چھلانگ لگائی، اس کے قریب پہنچا، مگر وہ فوراً دور نکل گیا۔ پھر میں نے چھلانگ لگا کر ایک بک رسید کی۔ وہ دوڑتے دوڑتے اوندھے منہ گرا۔ اس نے بڑی پھرتی سے اٹھنے کی کوشش کی۔ اس وقت تک میں اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ جیسے ہی اس نے سر اٹھایا، میں نے ایک ٹھوکر ماری۔ وہ دوسری طرف الٹ کر چاروں شانے چت ہو گیا۔ پوپی ایک چھلانگ لگا کر اس کے سر پر پہنچی، پھر اس کی گردن کو اپنی دونوں ٹانگوں میں پھنسا کر ہاپ ہاپ کا نعرہ لگاتے ہوئے ایک جھٹکا دیا تو کڑاک کی آواز سنائی دی۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ پوپی نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کیمرے کو ایک اعلیٰ افسر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ کیمرہ ایک گن ہے اور اس سے ہمارا نشانہ لیا جا رہا تھا۔"

ایئر پورٹ کی عمارت کے اس حصے میں ہلچل سی مچ گئی تھی، وہ سب پوپی کو دیکھتے ہوئے ایسے دور ہٹ رہے تھے جیسے وہ کوئی خوفناک بلا ہو۔ انھوں نے فرہاد کی ٹیم میں ایک فولادی عورت ہونے کا ذکر سنا تھا، پڑھا تھا۔ آج آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے ایک ہٹے کٹے "سیاہ فام کی گردن کو دو ٹانگوں میں پھنسا کر توڑ دیا تھا۔

وہ میرے پاس آئی، پھر میرے بازو میں بازو ڈال کر شانہ بشانہ چلنے لگی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے جاسوس سے پوچھا "کار کہاں ہے اور کیا تم نے اسے اچھی طرح چیک کر لیا ہے؟"

"جناب، آپ بے فکر رہیں، کار ہماری ہے۔ ہم نے احتیاطاً اسے اچھی طرح چیک کیا ہے۔ وہ کار ایئر پورٹ کے برآمدے میں کھڑی ہوئی ہے۔ ڈرائیور بھی اپنا خاص آدمی ہے۔"

ہم دونوں کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ میں نے ڈرائیور سے پوچھا "تمھارا نام کیا ہے؟"

اس نے نام بتایا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اپنی تسلی کرنے لگا۔ وہ ایک وفادار ملازم تھا۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ چکی تھی اور ایک مخصوص رفتار سے ہوٹل کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے پارس کی خبر لی۔ اس کے حالات معلوم کیے جو آگے چل کر بیان کروں گا۔ وہ ہیلی کاپٹر جس کا ایندھن ختم ہو چکا تھا، اس کا پائلٹ ابھی تک وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ پارس اور سلارا اسے تنہا چھوڑ گئے تھے۔ میں نے اس کے دماغ سے اس کے فلائنگ کلب کا نام پتا معلوم کیا پھر اپنے اس جاسوس کو مخاطب کیا جو اسی فلائنگ کلب میں ڈیوٹی پر تھا۔ میں نے اسے کہا۔ "وہاں کے انچارج کو بتاؤ، پچھلی رات جو ہیلی کاپٹر جنگل کی طرف گیا تھا، اس کا ایندھن ختم ہو چکا ہے۔ اس میں جانے والے کچھ مارے گئے ہیں۔ کچھ بھٹک گئے ہیں۔ اس کا پائلٹ تنہا جنگل میں ان کی مدد کا محتاج ہے۔ اس ہیلی کاپٹر کے لیے فوراً ایندھن پہنچایا جائے۔"

ہم ہوٹل پہنچ گئے۔ اپنے کمرے میں پہنچنے کے بعد اس کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ ہمارے جاسوس نے یقین دلایا تھا، وہاں کوئی خفیہ مائک وغیرہ نہیں ہے۔ میں نے ہوٹل میں داخل ہوتے ہی ملازم کے مغز سے اور کچن کے سپروائزر سے گفتگو کی تھی۔ ان کے خیالات پڑھ رہا تھا تاکہ ہمارے کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی ضرر رساں دوا نہ ملائی جا سکے۔ یہی میرا معمول تھا۔

پوپی نے پوچھا۔ "تم نے یہاں کے پولیس والوں کو ہماری نگرانی سے منع کیوں کیا ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "یہ ملک بظاہر آزاد ہے، لیکن یہ ہوٹل کے زیر اثر ہے۔ اس کے اپنے آدمی پولیس والوں کے بھیس میں ہماری نگرانی پر مامور کیے جا سکتے تھے اور ہمیں کسی وقت بھی بزدست نقصان پہنچا سکتے تھے۔"

میں نے ایک افسر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا کہ وہ "یا فام ڈیوژن" لے کر ہمیں ہلاک کرنے آیا تھا کون ہے؟

اس افسر کی سوچ نے بتایا۔ "تحقیقات کے بعد پتا چلا ہے، وہ بظاہر ایک پولیس افسر تھا، لیکن درپردہ کسی خطرناک تنظیم یا کسی ایسے ملک کا آلۂ کار بن کر فرہاد اور پوپی کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔"

میں نے اس افسر کو مخاطب کیا تو اس نے چونک کر پوچھا۔ "جناب فرہاد صاحب، کیا واقعی آپ ہیں؟"

"ہاں، میں ہوں اور اس بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کے پولیس والوں کو اپنے سے دور کیوں رکھا تھا۔"

"جناب، میں سمجھ گیا۔ آپ کسی پر بھروسا نہیں کرتے۔"

"صرف یہی بات نہیں ہے۔ تمھارا ملک سپر مائسٹر کے زیر اثر ہے۔ درپردہ سپر مائسٹر کا ہی حکم چلتا ہے۔ آپ جن پولیس والوں کو میری نگرانی پر مامور کرتے تو ممکن تھا کہ وہ سپر مائسٹر کے ناص آدمی ہی ہوتے۔"

"مجھے افسوس ہے، میری ناواقفیت میں آپ کو نقصان پہنچانے والا تھا۔"

"کوئی بات نہیں، ناواقفیت میں تو آپ خود کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں، میری کیا بات ہے۔ اس پر شرمندہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"جناب، ایک بات پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں؟"

"ضرور پوچھیے۔"

"آپ ڈمی فرہاد میں تو خیال خوانی کے ذریعے کیسے گفتگو کر رہے ہیں؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں وہ نہیں ہوں، جسے آپ نے ایئر پورٹ پر دیکھا جس سے مصافحہ کیا، باتیں کیں۔ میں کسی دوسرے ملک میں ہوں۔"

"یہ ٹیلی پیتھی بہت ہی کمال کی چیز ہے۔ آپ کہاں رہتے ہیں اور پلک جھپکتے ہی کہاں پہنچ جاتے ہیں۔ میں ملادام پوپی سے بھی متاثر ہوں۔ میں نے ایسی فولادی عورت زندگی میں پہلی بار دیکھی ہے۔ آپ کی ٹیم میں لاجواب لوگ ہیں۔"

"لوگ نہیں ہیں۔ صرف عورتیں ہیں۔"

"جی ہاں، میں نے سنا ہے کیا میں پوچھ سکتا ہوں، صرف عورتیں ہی کیوں ہیں؟"

"فی زمانہ ہم سب جرائم اور دہشت کی دنیا میں سانس لے رہے ہیں۔ یہاں چھوٹے مجرم سے لے کر سپر پاور تک سب چھوٹے بڑے جرم کرتے رہتے ہیں اور اپنے آپ کو جرائم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ کہتے ہیں۔ میں ایسے بے تاج بادشاہوں کو ان ہی عورتوں کے ذریعے سیدھا کرتا ہوں۔ میں نے آج تک بے شمار ناقابل شکست مجرموں کو یہی سبق دیا ہے کہ ہاتھی چیونٹی سے مر سکتا ہے۔ اس طرح وہ ان عورتوں کے ہاتھوں مرتے ہیں۔"

"جناب، میں آپ کے کسی کے کام آنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے ضرورت ہوئی تو ضرور یاد کروں گا۔ خدا حافظ۔"

میں دماغی طور پر واپس آگیا۔ پوپی فون پر کسی سے گفتگو کر رہی تھی۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر سنا۔ دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا۔ "میں مسٹر فرہاد علی تیمور سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم کون ہو اور کس سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتے ہو؟"

"میں مائسک مین کا آدمی ہوں۔"

"اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھو۔ میں فرہاد کو بتا رہی ہوں۔"

"سوری ملادام! تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے۔ وہ آنا چاہیں گے تو میں بے اختیار سانس روک لوں گا لہٰذا فون پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی تو اس نے سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ملادام پوپی! پلیز فرہاد صاحب کو منع کر دیں، وہ میرے دماغ میں نہ آئیں۔"

میں نے پوپی سے ریسیور لے کر کہا۔ "ہیلو، میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

"شکریہ فرہاد، تم نے مجھ سے گفتگو کی زحمت گوارا کی ہے۔ میں مائسک مین کا پیغام پہنچانا چاہتا ہوں۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

"ہمارے لوگ جنگل میں پہنچ رہے ہیں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے، آپ سے کسی مقام پر نہیں ٹکرائیں گے۔ چپ چاپ مشین تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"یہ بات مجھے بتانے کا مقصد کیا ہے؟"

"سابقہ مائسک مین آپ کے بہترین دوست تھے۔ موجودہ مائسک مین بھی دوستی کا ثبوت دینا چاہتے ہیں۔"

"ان کی دوستی کا ثبوت پچھلی رات مل چکا ہے۔ میرے بیٹے نے تمھارے چار آدمی مار دیے ہیں۔ باقی چھ کی قسمت اچھی تھی جو بچ گئے۔ اگر میرا بیٹا اس مرحلے پر کمزور پڑ جاتا تو تمھارے موجودہ مائسک مین نے اسے اغوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہمارے کسی آدمی نے ایسی حرکت نہیں کی ہے۔"

"تمھارے اعتراف کرنے یا نہ کرنے سے میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اصل مجرموں تک پہنچ ہی جاتا ہوں۔ پھر یہ کہ ہم سب ٹرانسفارمر مشین کے لیے ایک

جنگل میں پہنچ رہے ہیں جو ہمارے لیے میدانِ جنگ کے مانند ہے اور میدانِ جنگ میں کوئی دوست بن کر نہیں جاتا۔ تمھارے مانک مین کے پیغام کا میرا یہی جواب ہے۔"

میں ریسیور رکھ کر بستر پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ پوپی نے کہا: "تم پچھلی رات سے جاگ رہے ہو۔ اب تمھیں سو جانا چاہیے۔ میں تمھیں خیال خوانی نہیں کرنے دوں گی، چپ چاپ آنکھیں بند کرو۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ میرے پاس آ گئی پھر میرے سر کو سہلانے لگی۔ اپنی فولادی انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کرنے لگی۔ میں دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا۔

ابھی ایک ہی گھنٹا گزرا تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ پوپی نے کہا: "تم سوتے رہو۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ریسیور اٹھا کر بولی: "ہیلو۔"

دوسری سے آواز آئی: "ہیلو مادام پوپی، اگر وہ ڈمی فرہاد ہے تو تم وہاں کیا کر رہی ہو؟"

"کیا تم چاہتے ہو، میں اصل فرہاد کے بیڈ روم میں جاؤں؟"

"تمھاری دوستی اصل فرہاد سے ہی ہے۔"

"تمھاری معلومات بہت کمزور ہیں۔ میرا اصلی فرہاد سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ میرا محبوب یہی ہے جو اس وقت بھی میرے ساتھ ہے، مگر تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

"جب تک تمھارے بیڈ روم کا دروازہ بند ہے، تمھارا وہ محبوب محفوظ ہے۔ جیسے ہی وہ کمرے سے نکلے گا، اسے گولی مار دی جائے گی۔"

میں آنکھیں بند کیے پوپی کے دماغ میں تھا اور دوسری طرف کی باتیں سن رہا تھا۔ میں جانتا تھا، اتنی جرأت سے باتیں کرنے والا یقیناً یوگا کا ماہر ہوگا۔ مجھے دماغ میں نہیں آنے دے گا۔

میں ٹیلی فون ایکسچینج کے ایک آپریٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس سے معلوم کیا۔ پتا چلا، کمرہ نمبر دو سو بائیس سے کسی شخص نے ہمارے کمرے کا نمبر مانگا تھا اور اب وہاں سے گفتگو کر رہا تھا۔

میں منیجر کے پاس گیا۔ وہ ایک نوجوان بیرے سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اس بیرے کی آواز سنی۔ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اچھا قد آور صحت مند تھا۔ میں اسے وہاں سے ہدایت دیتا ہوا سیکنڈ فلور پر لے گیا۔ کمرہ نمبر دو سو بائیس پر پہنچ کر اس نے میری مرضی کے مطابق دستک دی۔ اندر سے آواز آئی۔

"ہُو از دیئر۔"

بیرے نے کہا: "سر! میں ہوٹل کا مسنجر ہوں، آپ کے لیے میسج لایا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد دروازہ ذرا سا کھلا۔ اسی وقت بیرے نے ایک زور کی لات ماری۔ دروازہ کھولنے والا لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ اس نے اندر آ کر دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا: "ابھی تم نے فون پر کہا تھا کہ فرہاد علی تیمور کمرے سے نکلے گا تو گولی ماری جائے گی۔ یہ لو، میں اپنے کمرے سے نکل کر تمھارے کمرے میں آ گیا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک زور کا گھونسا اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ کمرے کے وسط میں جا کر گرا۔ وہاں ایک شخص اور موجود تھا۔ اس نے ریوالور نکال کر کہا: "خبردار! ایک قدم آگے نہ بڑھانا۔ سچ سچ بتاؤ، تم کون ہو؟"

"میں فرہاد ہوں، کل یہاں پہنچ گیا تھا۔ ایک بیرے کو میں نے پانچ ہزار دیے اور آج چھٹی کرنے کے لیے کہا۔ پھر اس کے میک اپ میں یہاں پہنچ گیا ہوں۔"

میں نے اس بیرے کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا ہوا تھا۔ وہ جسمانی طور پر اچھا خاصا طاقت ور تھا، لیکن داؤ پیچ نہیں جانتا تھا۔ لڑنے کے فن سے واقف نہیں تھا۔ اس کی یہی کمی میں پوری کر رہا تھا۔ پھر میں نے بات کرتے کرتے اچانک فضا میں چھلانگ لگائی۔ یہ تو معلوم ہی تھا کہ وہ گولی چلائے گا لہٰذا اس کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی میں نے یعنی بیرے نے فضا میں ہی قلابازی لگائی جس کے باعث گولی اسے نہ لگ سکی۔ اس کی ٹھوکر ریوالور والے کے منہ پر پڑی۔ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ پیچھے گیا تو صوفے سے ٹکرا کر دوسری طرف الٹ گیا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ اس کا ساتھی ریوالور کی طرف لپکا۔ میرا غوطہ لگانے کے انداز میں سیدھا ریوالور کی طرف گیا، پھر اسے لیے ہوئے قلابازی کھا کر فرش پر دوسری جگہ پہنچ گیا۔ بیرے کے ہاتھ میں ریوالور آتے ہی وہ دونوں اچھل کر کھڑے ہوئے۔ پھر دروازے کی طرف بھاگنے لگے۔ اس نے منہ سے ایک زوردار آواز نکالی۔

"ٹھائیں..."

وہ دونوں ایک دم سے ٹھٹک کر رُک گئے۔ ان کے ذہن میں یہی بات تھی کہ کسی لمحے بھی ریوالور سے گولی چل سکتی ہے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا: "ابھی میرے منہ سے آواز نکلی ہے۔ اس کے بعد ریوالور سے آواز نکلے گی۔ بولو، تم دونوں کو زخمی کروں اور دماغ تک پہنچوں یا خود اپنے دماغوں کے دروازے کھولو گے؟"

وہ دونوں پلٹ کر بے بسی سے مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا: "اپنے اپنے ہاتھ اپنی اپنی گردنوں پر رکھ لو۔ میں تمھارے دماغوں میں باری باری پہنچ رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے آمر کو آواز دی: "فوراً میرے پاس آؤ۔"

اسے مخاطب کرنے کے لیے بیرے کے دماغ سے نکلنا ضروری تھا۔ چند لمحوں کے لیے میں نکلا تو بیرا ایک دم سے بوکھلا کر اپنے ہاتھ میں کبھی ریوالور کو اور کبھی اپنے سامنے کھڑے ہوئے دو اجنبیوں کو دیکھنے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی حماقت کرتا، میں نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ آمر میرے دماغ میں آ گیا تھا۔ میں نے کہا: "تم اس ریوالور والے کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھو، میں سامنے والوں کے خیالات پڑھنے جا رہا ہوں۔"

میں نے ایک کے دماغ میں پہنچنا چاہا، اس نے سانس روک لی۔ دوسرے نے بھی یہی کیا۔ میں نے اس بیرے کی زبان سے کہا: "میں پھر آ رہا ہوں، اس بار اگر سانس روکی گئی تو گولی چل جائے گی۔"

ان میں سے ایک نے کہا: "ہم جان دے دیں گے، لیکن تمھیں دماغ میں نہیں آنے دیں گے۔"

یہ کہتے ہی وہ دوڑتا ہوا بستر کی طرف گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ تکیے کے نیچے پہنچایا، اسی وقت میں نے بیرے کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ہاتھ سے گولی ماری۔ جو ہاتھ تکیے کے نیچے سے ریوالور نکال رہا تھا، اس میں سوراخ ہو گیا۔ ادھر جو دوسرا شخص کھڑا ہوا تھا، اس نے یکبارگی چھلانگ لگا کر بیرے کو ایک فلائنگ کک ماری۔ بیرا لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا اور دیوار سے ٹکرا گیا۔ میں نے اسے سنبھالا، پھر دوسرے شخص کی ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ اس دوران آمر نے دانش مندی کا ثبوت دیا۔ میرے یہاں مصروف ہوتے ہی وہ اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا، جو تکیے کے نیچے سے ریوالور نکال رہا تھا۔ زخمی ہونے کے باعث وہ سانس نہ روک سکا، بلکہ آمر کو محسوس ہی نہ کر سکا۔ اب وہ بائیں ہاتھ سے ریوالور پکڑ کر بیرے کو گولی مارنا چاہتا تھا، آمر نے اس کے ریوالور کی نال خود اس کی کنپٹی سے لگا دی، پھر کہا: "میں تمھاری کھوپڑی میں ہوں، یہاں سے نکلنے کے لیے مجھے راستہ چاہیے۔ لہٰذا میں کھوپڑی میں سوراخ کر رہا ہوں۔"

اس نے گھبرا کر ریوالور کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ بیرے نے آگے بڑھ کر اس ریوالور کو بھی اپنے قبضے میں لے لیا۔ آمر نے اس کے دماغ میں آ کر کہا: "فرہاد! اب ان کے دماغ کے دروازے کھل چکے ہیں۔ میں بیرے کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھوں گا۔ تم جا کر ان سے معلومات حاصل کرو۔"

میں ان میں سے ایک کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ سب سے پہلے چور خیالات پڑھے۔ یہ انکشاف ہوا کہ وہ سیورٹی گرے ہیں۔ میں نے کہا: "اچھا تو اسی لیے جان دینے کے لیے تیار ہو گئے ہو۔ اپنے دماغ کا دروازہ نہیں کھول رہے تھے کہ کہیں تمھارے بھیدی سازشوں کا علم نہ ہو جائے۔"

وہ خاموش تھا۔ ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا، جیسے فرار کا راستہ ڈھونڈ رہا ہو۔ میں نے کہا: "اب کہاں بھاگ کر جاؤ گے۔ چپ چاپ میرے سوالوں کے جواب دیتے رہو۔ تم کُل کتنے گرے ہو؟"

وہ چپ رہا۔ کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن معلومات تو اس کے دماغ میں تھیں۔ میں نے کہا: "نہ بتاؤ، تمھاتے پچاس گرے جنگل میں پہنچ چکے ہیں۔ وہاں کے دو مختلف حصوں میں اپنے کیمپ لگا چکے ہیں۔ اس شہر میں بلکہ اس ہوٹل میں بیس گرے ہیں جو مجھے ہر حال میں ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ تم اصل پر گولی چلا دیا ڈمی پر، فرہاد کی کوئی ساتھی یا بابا صاحب کے ادارے کے ذمے دار افراد میری ہلاکت پر کسی کو الزام نہیں دے سکیں گے۔ کیونکہ تم لوگ اپنے آپ کو سات پردوں میں چھپا کر رکھنے کی کوشش کرتے ہو۔ یہ بھول جاتے ہو کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑے بڑے یوگا کے ماہروں کے دماغ تک پہنچ جاتے ہیں۔"

وہ چپ چاپ فرش پر بیٹھا ہوا اپنے زخمی ہاتھ کو تھام کر ہولے ہولے کراہ رہا تھا۔ دوسری طرف اس کا ساتھی اپنی زخمی ٹانگ پکڑے تکلیف برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے دوسرے ساتھی کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ پڑھی، پتا چلا۔ میں جس کمرے میں پوپی کے ساتھ قیام کر رہا ہوں، اس کے سامنے والے کمرے میں دو مسنج گرے ہیں اور ہمارے آس پاس کے کمروں میں بھی کچھ موجود ہیں۔

تین بار گولیاں چلنے کی آواز نے ہوٹل میں ہلچل سی پیدا کر دی تھی۔ بہت سے لوگ دوڑتے ہوئے کمرہ نمبر دو سو بائیس کے دروازے پر آ گئے تھے۔ ہوٹل کا منیجر دستک دیتے ہوئے پوچھ رہا تھا: "کیا بات ہے، گولی کس نے چلائی ہے؟ یہاں کون لوگ ہیں؟ کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے بلند آواز سے بیرے کے ذریعے کہا: "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ ابھی اس ہوٹل میں اور گولیاں چلیں گی۔ آپ تمام مسافروں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اپنے کمروں تک محدود رہیں، کوئی باہر نہ نکلے۔"

"مسٹر فرہاد! یہ زیادتی ہے۔ میرے ہوٹل کی بدنامی ہے۔ میں پولیس والوں کو بلاتا ہوں۔"

"تم چاہے جس کو بلا لو۔ ویسے تمھارے ہوٹل کا جو نقصان ہوگا، فوراً پورا کیا جائے گا۔ اب یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

میں نے بیرے کے دماغ کو ذرا آزاد کرتے ہوئے کہا: "تم بدحواس نہ ہونا۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تمھارے دماغ پر قبضہ جما کر اپنا کام نکالتا رہا۔ اب تم آزاد ہو، لیکن اس کمرے سے باہر نہ جاؤ۔ ایک طرف بیٹھے رہو، تمھارے ہاتھ میں دو ریوالور ہیں۔ تم ان دونوں زخمیوں کو دیکھتے رہو۔"

میں نے آمر سے کہا: "تم زخمی ٹانگ والے کے دماغ پر قبضہ جمائے رہو۔"

بیرے نے دونوں ریوالور دونوں کی طرف پھینک دیے،

میں نے زخمی ہاتھ والے کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "اب ٹرانسمیٹر نکالو اور ہوٹل میں جو ساتھی ہیں ان سے رابطہ قائم کرو۔"

ریوالور ہاتھ میں آتے ہی وہ میرے کو گولی مارنا چاہتا تھا' میں نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ اسے سختی سے کہا۔ "آئندہ تم نے میری مرضی کے خلاف کوئی حرکت کی تو جان سے جاؤ گے چلو جو کہہ رہا ہوں' اس پر عمل کرو۔"

وہ ٹرانسمیٹر اٹھا کر رابطہ قائم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ میری مرضی کے مطابق عمل کرنے لگا۔ فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ ہوٹل کے ایک کمرے سے اس کے ساتھی کو ڈور ڈرز ادا کر رہے تھے اور پوچھ رہے تھے۔ "کیا حکم ہے' ہم نے ابھی فائرنگ کی آوازیں سنی ہیں' کیا آپ اس سلسلے میں کچھ بتا سکتے ہیں؟"

"میں خود معلوم کرنے کے لیے باہر نکل رہا ہوں۔ ایک منٹ بعد تم سب اپنے اپنے کمرے سے نکل آنا۔ میں تمہاری طرف آ رہا ہوں۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا' پھر اپنے لنگڑے ساتھی سے پوچھا۔ "کیا تم تیسرے فلور تک چل سکتے ہو؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "میں تو صرف رینگنے کے قابل رہ گیا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے ہاتھ سے ریوالور اچھالا سا سے پھر میرے نے پکڑ کر لیا۔ واپس اسی شخص کے دماغ میں پہنچا جس کا ہاتھ زخمی تھا۔ پھر اس کے ذریعے میرے سے کہا۔ "تم میرے ساتھ تیسرے فلور پر چلو گے۔ ابھی ریوالور چھپا لو۔"

میں اس کے دماغ پر پوری طرح قابض تھا' اس لیے وہ میری مرضی کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ وہ ریوالور کو بائیں ہاتھ میں تھامے اپنی جگہ سے اٹھا۔ پھر اپنے ساتھی کے پاس جا کر بولا۔ "ذرا سر جھکا کر اپنی زخمی ٹانگ کو دیکھو۔"

اس نے سر جھکا کر دیکھا۔ اس کے ساتھی نے ریوالور کے دستے سے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر فرش پر اوندھا ہو گیا۔ پھر وہ میرے ساتھ اس کمرے سے نکلا۔ اسے باہر سے بند کیا۔ اس کے بعد سیڑھیاں چڑھتا ہوا تیسرے فلور پر پہنچا۔ اس کے گوریلا ساتھی اپنے اپنے کمروں سے نکل آئے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ آدمر نے میرے کو ایک ستون کی آڑ میں روک دیا۔ میں اپنے ساتھی کو آگے بڑھاتا ہوا لے گیا۔ اس کے ساتھیوں نے پوچھا۔ "کیا فائرنگ کے متعلق کچھ معلوم ہوا ہے؟"

"ہاں' وہ فائرنگ میں نے ہی کی تھی اور اس طرح کی تھی۔" یہ کہتے ہی اس نے ٹھائیں ٹھائیں دو بار گولی چلائی۔ اس کے دو اسٹین گن والے ساتھی لڑھک گئے۔ ذرا فاصلے پر کھڑے ہوئے دو ساتھیوں نے چیخ کر کہا۔ "تم پارٹی لیڈر ہو کر یہ کیا حماقت کر رہے ہو۔ ریوالور پھینک دو' ورنہ....."

ورنہ کے بعد وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ میں نے اپنے ساتھی کے ذریعے اس کے بازو میں گولی ماری۔ اس کے ہاتھ سے اسٹین گن چھوٹی۔ اس کے دوسرے ساتھی نے اسٹین گن سے برسٹ فائرنگ کی تو میرا ساتھی فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ میں نے اس کے مُردہ دماغ سے نکل کر اس گوریلے کے دماغ میں چھلانگ لگائی جس کا بازو زخمی ہو گیا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اپنی گن سے اپنے ساتھی کے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی اور کہا۔ "تم نے پارٹی لیڈر کو کیوں مار دیا؟"

وہ چکرا کر فرش کی طرف جھکنے لگا۔ دو رہ کھڑے ہوئے تین گوریلا ساتھیوں نے کہا۔ "یہ تم کیا حماقت کر رہے ہو' اس نے پارٹی لیڈر کو مار کر اچھا کیا۔ یہ سیدھی سی بات ہے جو سمجھ میں آ جانا چاہیے۔ فرہاد نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا' لیکن وہ ہمارے دماغوں میں نہیں آ سکے گا۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی میرے زخمی معمول نے اسٹین گن کا برسٹ کھول دیا۔ تڑتڑاتڑ کی مسلسل آوازیں گونجنے لگیں۔ اس کے تینوں ساتھیوں کے قدم زمین سے اکھڑ گئے تھے۔ انھوں نے بھی جوابی فائرنگ کی تھی جس کے نتیجے میں میرا معمول بھی مارا گیا۔ لیکن اب اس گوریلے کا دماغ میرے لیے کھلا ہوا تھا جس کے سر پر اسٹین گن سے ضرب لگائی گئی تھی۔ گوریلے نہ جانے کہاں کہاں سے نکل کر آ رہے تھے اور میں اسی طریقے پر عمل کر رہا تھا۔ دو کو مارتا تھا' تیسرے کو زخمی کرتا تھا۔ پھر تیسرے کے دماغ میں پہنچ کر باقی دوسروں کو بھی مارتا تھا اور زخمی بھی کرتا تھا۔ ذرا سی دیر میں آٹھ گوریلے فنا کی گود میں پہنچ گئے۔ صرف ایک زندہ تھا جو کمرہ نمبر دو سو بائیس میں زخمی پڑا ہوا تھا۔

میں نے میرے کے پاس پہنچ کر کہا۔ "میں تمہیں اضافی یہاں تک لایا تھا۔ شاید تمہاری ضرورت پڑتی' مگر تمہارے بغیر کام چل گیا۔ اب جس کے ساتھ آئے تھے' اس کی جیب سے ٹرانسمیٹر نکالو اور کمرہ نمبر دو سو بائیس میں واپس جاؤ۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ کمرہ نمبر دو سو بائیس میں پہنچ کر اس نے اس زخمی کو جھنجھوڑ کر اٹھایا۔ جگ میں رکھا ہوا پانی اس پر انڈیل دیا۔ وہ ہڑبڑا کر آنکھیں کھولنے کے بعد ادھر ادھر وحشت زدہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ میرے نے اس کی طرف ٹرانسمیٹر بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے لو اور اپنے یہاں کے ایجنٹ سے گفتگو کرو۔"

اس نے ریوالور کی طرف دیکھا۔ پھر ٹرانسمیٹر لے کر

سے آپریٹ کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کوڈ ورڈز دہرانے کے بعد کہا۔ "میں بہت بری خبر دے رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "میں بہت مصروف رہتا ہوں' لہٰذا بکواس بند کرو۔ فوراً کام کی بات کرو۔"

میں نے سفیر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور ہوں' ام کی بات کرنے پہنچ گیا ہوں۔"

وہ دہشت سے چیخ مار کر کھڑا ہو گیا۔ "فر... فرہاد صاحب! آپ ہیں۔"

"ہاں' میں تمہیں خوش خبری سنانے آیا ہوں۔ تمہارے بیس میں سے اکیس گوریلے ہوٹل میں مُردہ پڑے ہیں۔ ایک کو میں نے صرف زخمی کیا ہے تاکہ وہ تمہیں تفصیل بتا سکے۔ تم ہوٹل پہنچو اور اپنے لوگوں کی لاشیں سمیٹ کر لے جاؤ۔ میں ہوٹل کے مالک سے پوچھتا ہوں کہ اس کا کتنا نقصان ہوا ہے۔ وہ نقصان تمہیں ابھی بھرنا ہے۔ چلو فوراً اٹھو۔"

اس نے کہا۔ "جی' جی میں ابھی آ رہا ہوں۔"

میں ہوٹل کے منیجر کے پاس پہنچا۔ اس نے پولیس والوں کو طلب کیا تھا۔ پولیس والے حیران اور پریشان ہو کر اتنی لاشوں کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے... ں زبان سے کہا۔ "میں فرہاد علی ہوں' آپ لوگوں سے مخاطب ہوں۔ کیا یہاں ہوٹل کا مالک موجود ہے؟"

ایک شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔ "میں یہاں کا مالک ہوں جناب فرہاد صاحب' یہ کیا ہو گیا' میرا ہوٹل بدنام ہو جائے گا۔ کوئی مسافر یہاں نہیں آئے گا۔"

میں نے پوچھا۔ "اس ہوٹل کی تعمیر میں تمہاری کتنی رقم لگی تھی؟"

اس نے کہا۔ "تقریباً پندرہ لاکھ ڈالر۔"

"اگر کوئی نیا ہوٹل تعمیر کرنا چاہو گے تو کتنی رقم لگے گی؟"

"زیادہ رقم لگے گی۔ تقریباً پچیس لاکھ ڈالر۔"

"تھوڑی دیر انتظار کرو۔ ایک اسرائیلی ایجنٹ آ رہا ہے۔ وہ تمہیں پچاس لاکھ ڈالر ادا کرے گا۔"

ہوٹل کے مالک کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہاں دو اخباری رپورٹر تھے۔ انھوں نے بے یقینی سے پوچھا۔ "کیا واقعی آپ اتنی رقم ادا کریں گے؟"

"میں نے ایئرپورٹ پر کہا تھا کہ یہاں جو بھی نقصان ہو گا' وہ فوراً پورا کیا جائے گا۔ میں آپ تمام اخبار والوں سے درخواست کرتا ہوں' میرے متعلق یہ خبر ضرور شائع کریں کہ میں کسی کا نقصان نہیں کر رہا ہوں اور جس کا نقصان ہو رہا ہے' اسے نقصان سے کئی گنا زیادہ رقم دلا رہا ہوں۔ اور ایسی رقمیں ان سے لے کر دے رہا ہوں جو نقصانات کے ذمے دار ہوتے ہیں۔"

ایک اخباری رپورٹر نے کہا۔ "جناب! یہاں سنسر کی کچھ پابندیاں ہیں۔ ہمیں پہلے ہی سے وارننگ دی گئی ہے کہ آپ کے متعلق کوئی ایسی خبر شائع نہ کریں جس سے آپ کی شہرت اور عزت میں اضافہ ہوتا ہو۔"

میں نے اس اخباری رپورٹر سے کہا۔ "تم ابھی منسٹر آف انفارمیشن سے رابطہ قائم کرو۔"

اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "ہیلو' پی اے صاحب! جناب فرہاد علی تیمور صاحب منسٹر صاحب سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "تم کون ہو اور مسٹر فرہاد علی منسٹر سے کس سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں؟"

میں نے اخباری رپورٹر سے کہا۔ "رسیور رکھ دو۔"

پھر میں اس پی اے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سیدھا چلتا ہوا منسٹر کے کمرے کے سامنے آیا۔ پھر دروازے پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی۔ "کون ہے؟"

"میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

غصے سے پوچھا گیا۔ "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

میں منسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو پی اے اندر آ کر کہا۔ "میں بکواس نہیں کر رہا ہوں' اس وقت میرے دماغ میں فرہاد علی تیمور سمایا ہوا ہے۔ اس کا حکم ہے' جب تک وہ اس ملک میں رہے گا' اس کے متعلق تفصیلی خبریں شائع کی جائیں گی اور کسی خبر کو بھی سنسر نہیں کیا جائے گا۔ ورنہ میں اس منسٹری آف انفارمیشن میں زلزلہ پیدا کر دوں گا۔"

وہ منسٹر پُراسرار کا چہیتا تھا۔ اس نے غصے سے کہا۔ "کیا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟"

"میں دھمکی نہیں دیتا۔ نمونہ پیش کرتا ہوں کہ زلزلہ کیسے پیدا ہوتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ وہ تڑپ کر چیختا ہوا ایک الماری سے جا کر ٹکرایا۔ پھر فرش پر گر پڑا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہنے لگا۔ "نہیں' نہیں' میرے دماغ سے چلے جاؤ' میرے دماغ سے چلے جاؤ۔"

میں نے پی اے کی زبان سے کہا۔ "میں تمہارے دماغ سے چلا جاتا ہوں۔ فوراً ٹیلی فون اٹھاؤ اور جو احکامات میں نے دیے ہیں' ان میں پریس کے تمام رپٹے دار اور افسران تک پہنچا دو۔ میں آج شام کا اور کل کا اخبار دیکھوں گا۔ اگر میرے سلسلے میں ایک بھی خبر سنسر کی گئی تو میں تمہارے پورے خاندان کو تباہ و برباد کر دوں گا۔ پھر یہاں وہی شخص آئے گا جو میری مرضی کے مطابق خبریں شائع کرنے پر راضی ہو گا۔ وٹس آل۔"

میں پھر ہوٹل کے منیجر کے پاس پہنچا۔ اتنی دیر میں ہوٹل

سفیر ہوٹل میں پہنچ گیا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں فرہاد تم سے مخاطب ہوں۔ اس ہوٹل کا بڑا نقصان ہوا ہے۔ اس کی شہرت خاک میں مل گئی ہے۔ ہوٹل کے مالک کو ایک دوسرا ہوٹل تعمیر کرانے کے لیے پچاس لاکھ ڈالر کی ضرورت ہے۔ یہ رقم آج شام تک ادا ہو جانا چاہیے۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں تمہارے حکام سے رابطہ قائم کروں۔ اگر یہ رقم ادا نہ ہوئی تو میں کوئی رابطہ قائم کیے بغیر تمہارے ملک میں حملے شروع کر دوں گا۔"

"آپ جو فرمائیے میں وہی ہوگا۔ میں اپنے ملک کے ذمے دار افسران سے رابطہ قائم کرتا ہوں اور شام تک..."

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "تم کیا کرو گے، یہ میں نہیں جانتا۔ میں صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آج شام تک ہوٹل کے مالک کو پچاس لاکھ ڈالر ادا ہوتے ہیں یا نہیں، رٹیس آل۔"

یہ کہہ کر میں نے منیجر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ ہوٹل کا مالک حیرانی سے یہ باتیں سن رہا تھا۔ پھر ایک دم سے آگے بڑھ کر منیجر کے قدموں پر پہنچ کر کہنے لگا۔ "فرہاد صاحب! آپ گریٹ ہیں، بہت گریٹ ہیں۔ میں کبھی اپنی زندگی میں پچاس لاکھ ڈالر کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ مجھے موقع دیجیے میں آپ کے قدموں میں زندگی گزار دوں گا۔"

منیجر نے پیچھے ہٹ کر کہا "سر! یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ میں آپ کا ملازم ہوں، منیجر ہوں۔ میرے پاؤں کیوں چھو رہے ہیں؟"

مالک نے بوکھلا کر اسے دیکھا۔ پھر بولا "کیا تم فرہاد نہیں ہو؟"

"جناب! میں پچھلے پانچ برس سے آپ کا منیجر ہوں، فرہاد صاحب جا چکے ہیں۔"

میں دماغی طور پر اپنے بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو پوپی نے مسکرا کر کہا۔ "یہاں اتنی دیر تک گولیاں چلتی رہیں جیسے جنگ عظیم چھڑ گئی ہو اور تم نہایت اطمینان سے آنکھیں بند کیے میرے سامنے پڑے رہے آخر کہاں کہاں گھوم رہے ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "یہاں بس سیدھی گولیاں تھیں، جو ختم ہو چکی ہیں۔"

وہ منہ بنا کر بولی "مجھے خوشی نہیں ہوئی۔ یہ کوئی بات ہے کہ تم لیٹتے ہی لیٹے دشمنوں کو ختم کر دیتے ہو اور مجھے اپنے جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملتا۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تمہیں ایک چھوٹا سا موقع بھی ملتا ہے تو تم دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہو۔ بھیجی فکر نہ کرو۔ ابھی بہت سے مواقع آئیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ اب آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ۔"

"میں نے ایک گھنٹے کی نیند پوری کر لی ہے۔"

"اس طرح تم بیمار پڑ جاؤ گے۔ کم از کم چار پانچ گھنٹے سونا چاہیے۔"

"کیا پارس کے پاس جانے نہیں دو گی؟"

"میں جانے دوں گی، لیکن پارس اسے پسند نہیں کرے گا۔ اسے تنہا رہنے دو۔ ہم دور ہی دور سے اس کی خیریت معلوم کرتے رہیں گے۔"

"اچھا ذرا چند منٹ کے لیے خاموش رہو۔ میں سونیا کی خیریت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ یہاں پہنچ گئی تھی۔ ایئرپورٹ کے وی آئی پی روم میں بیٹھی ہوئی ایک بڑے سے نقشے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ جنگل کا نقشہ تھا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی پوچھا "کون فرہاد؟"

"ہاں، فرہاد آن زیرو چینل۔ کیا تمام آدمیوں کے ساتھ آئی ہو؟"

"ہاں، آدمی زیادہ ہیں اور ہیلی کاپٹر ایک ہی ہے۔ دو سو افراد نے اپنے لیے رکھا ہے۔"

"ایک ہیلی کاپٹر میں کتنے افراد سفر کر سکتے ہیں؟"

"تقریباً چالیس افراد۔"

"تم میرا ہیلی کاپٹر بھی لے جاؤ۔ اس طرح بیک وقت اسی افراد کو اپنے ساتھ لے جا سکو گی۔ میں شام تک یہاں سے نکلوں گا۔"

وہ نقشہ دیکھتے ہوئے بولی "اس وقت میری پوزیشن اس جگہ ہے جہاں وہ قلعہ بنا ہوا ہے۔ قلعے کے پچھلے حصے میں خطرناک دلدل ہے۔ میرا گائیڈ بتا رہا ہے، یہ دلدل تین سو گز کے رقبے تک پھیلی ہوئی ہے۔ یعنی پچھلے حصے سے کوئی قلعے تک پہنچ نہیں سکتا۔ لہٰذا میں دلدل کی طرف جا کر کیمپ لگاؤں گی۔ ہماری مخالف پارٹیاں ادھر جانے کے متعلق سوچنا بھی پسند نہیں کریں گی۔ تم قلعے کے سامنے چند میل کے فاصلے پر کیمپ لگاؤ گے۔ اور جارج فری مین کے لیے ایک کھلا چیلنج بن کر رہو گے۔ میرے ساتھ یہ اسی آدمی رہیں گے۔ باقی پچاس افراد قلعے کے شمال میں کیمپ لگائیں گے۔ اور باقی پچاس اس کے جنوب میں ہمارے حکم کے منتظر رہیں گے۔"

میں نے پوچھا "قلعے کے شمال اور جنوب میں ہمارے جو کیمپ ہوں گے، ان کا لیڈر کون ہوگا؟"

"شمالی کیمپ کا لیڈر غلام باقی اور جنوبی کیمپ کی لیڈر آمنہ ہوگی۔ میں دونوں ہیلی کاپٹر لے جا رہی ہوں۔ بعد میں غلام باقی اور آمنہ اپنے لوگوں کے ساتھ پہنچیں گے۔ ان کے جانے کے بعد بھی اس شہر میں ہمارے بیس افراد رہ جائیں گے جو تمہارے ساتھ آئیں گے۔"

تمام معاملات طے ہونے کے بعد میں نے خیال خوانی ختم کر دی۔ اپنے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ پھر پوپی کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا "آؤ اور مجھے سُلا دو۔"

وہ مسکراتے ہوئے میرے پاس آئی، پھر مجھے بڑے پیار سے سُلانے لگی۔

وہ ہیلی کاپٹر جس کا ایندھن ختم ہو چکا تھا، بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ سلارا اور پارس دور نکل آئے تھے۔ وہ بہت خوش تھی حالانکہ اس کی پشت پر کھانے کا بھاری بیگ بندھا ہوا تھا۔ ایک شانے سے اسٹین گن اور دوسرے شانے سے کارتوس کی پیٹی لٹک رہی تھی۔ کارتوس کی دوسری پیٹی کمر سے بندھی ہوئی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور تھا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھتی جا رہی تھی۔ کبھی کبھی پارس کے بازو کو تھام لیتی تھی۔ جنگل ہرا بھرا تھا۔ خوبصورت پرندے ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف اُڑتے جاتے تھے۔ کہیں کہیں بندر بھی دکھائی دیتے تھے۔ خطرناک جانوروں سے بھی ملاقات ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ خوف زدہ نہیں تھی۔ وہ چلتے چلتے کہنے لگی۔ "آج میں بہت خوش ہوں۔"

پارس نے پوچھا۔ "کیا آج تمہارا جنم دن ہے؟"

"ایسا ہی سمجھو۔ یوں لگتا ہے جیسے میں نیا جنم لے رہی ہوں۔ پچھلے ایک دن اور دو راتوں سے تمہارے ساتھ ہوں، محسوس ہوتا ہے، جیسے صدیوں سے ہمارا ساتھ رہا ہے۔ تم میرے روئیس روئیس میں بس گئے ہو۔ جی چاہتا ہے، خوب گنگناؤں۔"

"پھر خاموش کیوں ہو؟"

"کیا خاک گنگنا سکتی ہوں۔ تم نے اتنا بوجھ مجھ پر لاد رکھا ہے۔ یہ کوئی انصاف ہے۔ خود تو ایک رائفل، ایک ریوالور اور ایک کارتوس کی پیٹی اٹھا کر چل رہے ہو۔ تم سے کئی گنا بوجھ مجھ پر ہے۔"

"مجبوری ہے۔ اگر میں بوجھ اٹھا کر چلوں گا، اگر وہ کھانے کا تھیلا میری پشت سے بندھا ہوگا اور ایسے میں کسی دشمن نے اچانک حملہ کر دیا یا کوئی درندہ آ گیا تو مجھے بوجھ سے فری ہو کر مقابلہ کرنے میں وقت لگے گا۔"

"میں مانتی ہوں، تمہیں ایزی ہو کر چلنا چاہیے، لیکن میں کب تک بوجھ اٹھا کر چلتی رہوں گی؟"

"تم یہ سوچو کہ اگر تمہاری گود میں تمہارا بچہ ہوتا تو اسے کس طرح اٹھا کر میلوں دور تک چلتی رہتیں۔"

"ہائے، میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں ماں بن سکتی ہوں۔ میں نے تو شادی کے متعلق بھی نہیں سوچا تھا۔ کسی مرد کا تصور نہیں کرتی تھی۔ تم نے اچانک ہی میرے اندر ایک بچے کی خواہش بھڑکا دی ہے۔ کاش وہ بچہ تمہارا ہی ہوا اور میں اسے اٹھائے زندگی بھر چلتی رہوں۔"

"کیا اعتقاد جذبہ ہے۔ زندگی بھر اٹھائے کیسے چلو گی۔ وہ جوان ہو کر تمہاری گود میں رہے گا یا اپنی بیوی کے پاس جائے گا؟"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی، پھر بولی "ہائے پارس ذرا تصور کرو، ہمارا بچہ کس قدر خوبصورت ہوگا۔"

"ہم افریقہ میں رہ گئے تو سیاہ فام شاہکار ہوگا۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو؟"

"یا اللہ، رحم کر۔ ابھی تم نے ایک دن اور دو راتیں میرے ساتھ گزاری ہیں۔ میرے دامن پر کوئی دھبہ نہیں ہے اور تم ہو کہ میرے بچے پیدا کر رہی ہو۔"

"انسان پہلے خواب دیکھتا ہے، پھر اس کی تعبیر تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں بھی کوشش کرتی رہوں گی۔ آنے والا کوئی کل میرے اس خواب کی تعبیر پیش کرے گا۔"

پارس نے اس کی پشت سے بیگ کھول کر اپنے کندھے پر رکھ لیا۔ پھر کہا۔ "دھوپ تیز ہوتی جا رہی ہے۔ تم پسینہ پسینہ ہو رہی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "بوجھ ہلکا کیا ہے تو پسینہ بھی پونچھ دو۔"

"پھر تو مجھے پسینہ آ جائے گا۔" اس نے سلارا کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر کھینچ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "جنگل کے اس حصے میں بہت سکون ہے۔ اب تک کوئی جنگلی جانور نظر نہیں آیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں آگے کہیں انسانی آبادی ہوگی۔"

وہ تھوڑی دور چلتے رہنے کے بعد بولی۔ "میں تھک گئی ہوں۔ ہم نے صبح سے کچھ کھایا بھی نہیں ہے۔"

وہ اس کے بازو سے سر لگا کر چلنے لگی۔ وہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے آئے، پھر وہاں سامان اتار کر رکھ دیا۔ اس نے کہا۔ "ذرا آرام سے بیٹھو، میں بھی چاروں طرف کا جائزہ لیتا ہوں۔"

وہ درخت پر چڑھنے لگا۔ اس کی بلندی پر پہنچ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ سلارا نے پوچھا۔ "کچھ نظر آ رہا ہے؟"

"تم ایسے پوچھ رہی ہو، جیسے پہلے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ کوئی انسان، جانور یا کوئی کام کی چیز دکھائی دے رہی ہے؟"

وہ انگڑائی لیتے ہوئے گھاس پر لیٹ گئی۔ پارس نے کہا۔ "ہاں، ایک بہت ہی حسین عورت دکھائی دے رہی ہے۔"

وہ چونک کر بولی۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں، وہ ہری ہری گھاس پر کافرانہ انداز میں لیٹی ہوئی ہے۔ اس کے ہاتھ انگڑائی کے لیے اُٹھے ہیں اور قیامت اٹھا رہے ہیں۔"

وہ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولی۔ "میں سمجھ گئی، مجھے کہہ رہے ہو۔ تم بہت اچھے ہو اور کچھ بولو۔ مجھے اچھا لگ رہا ہے۔"

"میرے سامنے گھاس کا ہرا سمندر ہے اور وہ سمندر

کی سبز لہروں میں جل پری کی طرح دکھائی دے رہی ہے۔ اور وہ جل پری خوشی کے مارے ہنسنے ہی والی ہے۔"

وہ پھر کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ گھاس پر لوٹ پوٹ ہونے لگی۔ کبھی کروٹ بدل رہی تھی، کبھی چاروں شانے چت ہو رہی تھی، پھر کروٹ بدلتے ہوئے ادھر سے اُدھر گھاس پر لڑھکتی جا رہی تھی۔ جیسے جل پری سبز سمندر کی لہروں میں تیر رہی ہو۔

وہ مسکرا کر بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سچ مچ حسین لگ رہی تھی۔ اس کی تمام توجہ کو اپنی ذات تک محدود کر رہی تھی۔ وہ جاگتی ہوئی آنکھوں کا زندہ سپنا تھی۔ اچانک ہی سپنا ٹوٹ گیا۔ وہ چونک گیا۔ ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز آئی تھی۔ وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ پارس جلدی سے اترتا ہوا درخت کے نچلے حصے میں آیا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر بولا۔ "لاؤ سامان ادھر دو۔"

اس نے بیگ، اسٹین گن اور رائفل اس کے حوالے کی۔ پھر خود چڑھنے لگی۔ تھوڑے وقفے سے پھر گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی۔ ٹھائیں، ٹھائیں، ٹھائیں۔ تین بار آواز آئی تھی اور یہ آوازیں بہت دور تھیں۔ وہ دونوں اپنے سامان کے ساتھ اوپر چڑھتے ہوئے درخت کے گھنے حصے میں آگئے۔ انھیں چاروں طرف سے درخت کے پتے چھپا رہے تھے۔ پارس نے کہا۔ "اگر تم چاہتی ہو کہ ایک نامعلوم مدت تک بھوکی نہ رہو تو فوراً کھانے کا ڈبا نکالو اور کھانا شروع کر دو۔ ہو سکتا ہے اس کے بعد ہمیں پیٹ بھرنے کا موقع نہ ملے۔"

وہ ایک شاخ سے اٹھ کر دوسری شاخ پر گیا۔ پھر اس سے اوپر والی شاخ پر پہنچا۔ اب وہ دور دور تک چاروں طرف دیکھ سکتا تھا۔ حدِ نظر تک کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سلارا نے پوچھا۔ "کیا فائرنگ کرنے والے نظر آرہے ہیں؟"

"کوئی نہیں ہے۔ جنگل میں فائرنگ کی آواز گونجتی ہے، اس کے باوجود میں فائرنگ کی سمت کا اندازہ کر سکتا ہوں۔ اسی طرف دیکھ رہا ہوں۔"

سلارا نے کہا۔ "نیچے آجاؤ، کچھ تم بھی کھا لو، ورنہ بھوکے رہ جاؤ گے۔"

وہ نیچے جانا چاہتا تھا، جہاں دیکھ رہا تھا، وہیں دیکھتا ہوا ٹھٹک گیا، پھر بولا۔ "دور، بہت دور، ہلکا ہلکا سا دھواں اٹھتا دکھائی دے رہا ہے۔"

"کیا میں آکر دیکھوں؟"

"پہلے کھا لو۔"

"وہ دھواں کتنی دور ہوگا؟"

پارس نے اندازہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے سات آٹھ میل کا فاصلہ ہو سکتا ہے۔"

"پھر تو پریشانی کی بات نہیں ہے۔ جلدی آکر کچھ کھا لو۔ ہم یہاں سے دوسری سمت چلے جائیں گے۔"

وہ اوپری شاخوں سے اتر کر اس کے پاس آگیا۔ دونوں لگے پتوں کے درمیان چھپ کر اطمینان سے کھانے لگے۔ وہ بولی۔ "اب مختلف پارٹیوں سے ٹکراؤ ہوتا رہے گا۔"

"پلپانے یہی بتایا ہے۔ پچھلی رات ہمیں گھیرنے والے مائکا کے آدمی تھے۔ جنگل میں سپر ماسٹر کے آدمی بھی پہنچ چکے ہوں گے اور یہودی گوریلے بھی ہیں۔"

"ہم کھانے کے بعد کس سمت جائیں گے؟"

"کہیں بھی جائیں گے، کسی نہ کسی سے سامنا ہوگا۔ لہٰذا اسی طرف جانا چاہیے جہاں سے دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔"

"یہ تو وہی بات ہوئی۔ آ بیل مجھے مار۔ تم جان بوجھ کر خطرات کو دعوت دینا چاہتے ہو۔"

"جب ہم بھی طرح جانتے ہیں کہ کسی بھی سمت جانے سے کسی نہ کسی کا سامنا ہوگا تو پھر کیوں گھبرائیں۔ ہو سکتا ہے وہاں کے لوگوں کو ہم اپنا دوست بنا سکیں اور اگر دشمن ہیں تو مقابلہ کر کے کچھ کام کی چیزیں حاصل کر سکیں جو آئندہ اسمھر جنگل میں ہمارے کام آسکیں گی۔"

"ہم یوں اطمینان سے کھا رہے ہیں جیسے اپنے گھر کے ڈائننگ روم میں ہوں۔"

"یہ اطمینان بہت ضروری ہے۔ ان حالات میں سراسیمہ ہونے سے نقصان ہی پہنچتا ہے۔ عقل کام نہیں کرتی۔ پرسکون اور مطمئن رہنے سے دماغ سوچنے سمجھنے کے قابل رہتا ہے۔"

"میں کوئی ناداں سچی ہوں جو اس طرح سمجھا رہے ہو۔"

"تم بڑی سمجھدار بچی ہو۔ کوئی کام کی بات سوچو۔ کوئی مفید مشورہ دو۔"

اس نے کھانے کے بعد پانی پیا۔ پھر اوپری شاخوں کی طرف جانے لگا۔ سلارا بھی اس کے پیچھے پیچھے آئی۔ دونوں ایک شاخ پر کھڑے ہوگئے۔ دوسری شاخ کو مضبوطی سے تھام لیا۔ وہ دھواں کچھ گہرا ہو گیا تھا۔ سیدھا آسمان کی طرف اٹھ رہا تھا۔ سلارا نے کہا۔ "ادھر جنگلیوں کا ایک قبیلہ ہے۔ وہ کئی میل دور آباد ہے۔ والے دوسرے قبیلے کو دھوئیں کے ذریعے اطلاع دے رہے ہیں کہ ان پر کہیں سے حملہ ہونے والا ہے۔ لہٰذا وہ دوسرے قبیلے کو مدد کے لیے بلا رہے ہیں۔"

"کیا تمھیں یاد ہے کہ جب پہلے بھی اس طرف آچکی ہو اور اس قبیلے کے لوگوں سے مل چکی ہو۔"

"میرے باپ (دادا) یہاں رہتے تھے۔ پھر ہم بہن بھائی ٹرانسفارمیشن کے سلسلے میں برسوں سے یہاں چھپے ہوئے ہیں۔ ہم یہاں کے رسم و رواج کو جانتے ہیں۔ ان کی زبان بھی بولتے ہیں۔"

"تو پھر ہمیں وہاں چلنا چاہیے۔"

"انھیں دشمنوں سے حملے کا خطرہ تھا۔ کہیں وہ ہمیں دشمن نہ سمجھ لیں۔"

"تم ان کی زبان میں انھیں سمجھا سکتی ہو۔"

وہ درخت سے اترنے لگے۔ پھر سامان اٹھا کر اسی طرف جانے لگے۔ تقریباً چھ میل تک چلتے رہنے کے بعد وہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر چڑھنے لگے۔ اسی پہاڑی کے پیچھے سے دھواں دکھائی دیا تھا۔

وہ چٹانوں اور پتھروں کے قریب سے گزرتے ہوئے اوپر آئے۔ پھر ایک بڑے سے پتھر کی آڑ میں ہو کر دیکھا۔ دوسری طرف نشیب میں پانی کا ایک صاف و شفاف چشمہ بہہ رہا تھا۔ اس کے کنارے گھاس پھوس کی چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ وہ بستی بظاہر ویران دکھائی دے رہی تھی، لیکن عورتیں اور بچے جھونپڑیوں کے اندر چھپے ہوئے تھے۔ انھیں انجانے دشمنوں کا خوف تھا۔ ان کے مرد تیر کمان اور نیزے لے کر کچھ اسی پہاڑی کی طرف آئے تھے جہاں سلارا اور پارس کھڑے ہوئے تھے لیکن ان سے کافی فاصلے پر تھے۔ وہ سب پتھروں کی آڑ میں چھپے ہوئے تھے۔ ان کی پشت ان دونوں کی طرف تھی۔ باقی مرد بستی کے دوسری طرف درختوں پر چڑھ گئے تھے۔ وہ چھپے ہوئے لوگ چاروں طرف نظریں دوڑا رہے تھے۔ جب انھوں نے گھوم کر دیکھا تو سلارا اور پارس کو دیکھ کر چونک گئے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور اور اسٹین گن تھی۔ سلارا نے ان کی زبان میں کہا۔ "ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم دوست ہیں۔ ہمیں بتاؤ تمھیں کس سے خوف ہے؟"

ایک بوڑھے سیاہ فام نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم ہماری زبان بول لیتی ہو؟"

"میں بول ہی رہی ہوں۔ میں یہاں برسوں سے رہتی آئی ہوں۔ تم ہمیں اپنا ہی سمجھو۔ ہم پر اعتماد کرو۔"

بوڑھے نے کہا۔ "ہم نے ایک گھنٹا پہلے فائرنگ کی آواز سنی ہے۔ اس سامنے والی پہاڑی پر ایک قبیلہ آباد ہے۔ ان کے پاس بندوقیں نہیں ہیں یقیناً وہاں کچھ اجنبی لوگ آئے ہیں۔"

سلارا نے کہا۔ "کچھ نہیں، بہت اجنبی آئے ہیں۔ اب یہاں دن رات گولیاں چلیں گی اور بڑے بڑے دھماکے ہوں گے۔"

وہ سب پریشان ہو کر سلارا کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ کہنے لگی۔ "ویسے تم لوگوں کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جو لوگ یہاں آرہے ہیں، وہ تمھیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ بلکہ تم سے کچھ فائدہ اٹھانا چاہیں گے۔ تمھیں کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی چیزیں دیں گے۔"

ایک نیگرو نے کہا۔ "اس کے بدلے وہ ہمیں غلام بنائیں گے، ہم سے کام کرائیں گے۔ ہم سے بوجھ اٹھوائیں گے۔"

"ہاں، ایسا تو وہ کریں گے۔"

"ہم آزاد لوگ ہیں، اگر ہمیں غلامی کرنا ہوتی تو شہروں میں جا کر ملازمت کرتے۔"

اس کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ وہ چپ ہو گیا۔ وہ بھی چونک کر بستی کے دوسری طرف دیکھنے لگے۔ موٹر گاڑیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ سلارا اور پارس دوڑتے ہوئے اونچے جھنڈوں کے پاس آئے پھر ایک سے کہا۔ "ہمیں اپنی جھونپڑی میں لے چلو۔"

تین سیاہ فام ان کے ساتھ ہو گئے۔ وہ پانچوں دوڑتے ہوئے بستی کی طرف جانے لگے۔ موٹر گاڑیوں کی آوازیں قریب آرہی تھیں۔ وہ دوڑتے ہوئے جھگیوں کے پاس پہنچ گئے۔ انھوں نے سر اٹھا کر دور تک دیکھا۔ ابھی وہ گاڑیاں نظر نہیں آرہی تھیں۔ پارس نے کہا۔ "ہم بستی کے آخری سرے والی جھگی میں جائیں گے۔"

سلارا نے یہی بات انھیں سمجھائی۔ وہ انھیں لے کر دوڑتے ہوئے آخری جھگی کے اندر پہنچ گئے۔ وہاں دو عورتیں اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے آدمیوں نے انھیں جانے کے لیے کہا۔ انھوں نے اپنے بچوں کو اٹھایا۔ پھر وہاں سے نکل کر دوسری جھگیوں میں چلی گئیں۔

گاڑیوں کی آوازیں بالکل قریب آگئی تھیں۔ سلارا اور پارس پھونس کی بنی ہوئی دیوار کے قریب آگئے۔ اس میں انگلیوں سے سوراخ کر کے وہاں سے آنکھ لگا کر دیکھا یکے بعد دیگرے تین جیپ گاڑیاں دکھائی دیں۔ پہلی جیپ میں چار سفید فام تھے۔ اس کے پیچھے والی جیپ میں دو شخص دکھائی دیے۔ اس جیپ میں شکار کیے ہوئے ہرن اور بچھڑے رکھے ہوئے تھے۔ تیسری جیپ میں ایک سپلوان نما شخص اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی بغل میں ایک حسین عورت تھی۔ پیچھے ان کا باڈی گارڈ ایک رائفل اٹھائے کھڑا ہوا تھا۔ وہ تعداد میں نو تھے اور سب کے پاس رائفلیں اور اسٹین گنیں تھیں۔ وہ گاڑیاں بستی کے قریب آکر رک گئیں۔ ان میں سے ایک سیاہ فام اپنی سیٹ پر سے اٹھ کر جیپ کے بونٹ کے اوپر آکر کھڑا ہو گیا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اپنی زبان میں کہنے لگا۔ "بستی والو! سنو، دوسرے ملک کے بڑے بڑے صاحب لوگ آئے ہیں۔ انھوں نے تمھارے لیے چار جانور شکار کیے ہیں۔ دوستی کے طور پر یہ تمھارے لیے تحفہ ہے۔ یہ تمھارے ساتھ بیٹھ کر یہاں کھائیں گے اور بھی کھانے کی چیزیں تمھیں دیں گے۔ پہننے کے لیے کپڑے بھی ملیں گے۔ تم میں سے کوئی بیمار ہے تو اسے دوائیں بھی دی جائیں گی۔"

وہ اتنا کہہ کر چپ ہوا۔ پھر دور تک نظریں دوڑاتے ہوئے

جواب کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے بعد بولا۔ "میں سمجھتا ہوں تم یہ جاننا چاہو گے کہ صاحب لوگ اتنی مہربانیوں کے بدلے تم سے کیا چاہتے ہیں، بہت ہی سیدھی سی بات ہے۔ یہ شہروں سے جنگل میں آئے ہیں۔ یہاں انھیں ملازموں کی ضرورت ہے۔ ان میں سے کچھ صاحب لوگ ایسے ہیں جنھیں کالی عورتیں بہت پسند ہیں۔ اگر تمھاری بستی میں خوبصورت عورتیں ہیں تو..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور اس کے سینے میں اتر گیا۔ وہ اوندھے منہ جیپ کے بونٹ پر گرا۔ پھر وہاں سے الٹ کر زمین پر لمبا ہو گیا۔ جیپ میں آنے والے تمام لوگ اپنے اپنے ہتھیار سنبھال کر باہر چھلانگیں لگا کر درختوں کی اور پتھروں کی آڑ میں جانے لگے۔ پھر خود کو محفوظ کرنے کے بعد بستی کی طرف مسلسل فائرنگ کرنے لگے۔ اسٹین گنوں کے کئی راؤنڈ ضائع کرنے کے بعد انھوں نے فائرنگ بند کر دی۔ پھر ایک نے چیختے ہوئے انگریزی زبان میں پوچھا۔ "کیا یہاں کوئی ہماری زبان سمجھتا ہے، تم لوگوں نے ہمارے گائیڈ کو مار کر اچھا نہیں کیا۔ اس کے بدلے تم سب بے موت مارے جاؤ گے۔"

وہ کہنے کے بعد چپ ہوا۔ تھوڑی دیر انتظار کرتا رہا۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ "یہاں نہ کوئی انگریزی جانتا ہے اور نہ ہی کسی کے پاس کوئی بندوق وغیرہ ہے۔"

جو پہلوان نما شخص ایک حسین عورت کے ساتھ جیپ ڈرائیو کرتا ہوا آیا تھا، اس نے حکم دیا۔ "تم میں سے دو آدمی جیپ پر جائیں اور اسے ڈرائیو کرتے ہوئے بستی کے اندر پہنچیں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، کیا ان کے پاس آتشی اسلحہ موجود ہے یا نہیں۔"

وہ لوگ اس کے حکم کے بندے تھے۔ اپنی جان پر کھیلنے کے لیے جیپ میں آکر بیٹھ گئے، پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے بستی کے اندر آئے۔ پارس نے کہا۔ "سلارا! تم ان کی زبان میں سمجھاؤ کہ یہ تینوں نیزہ بردار ہتھیار اٹھا کر باہر جائیں اور ان کے سامنے جھک جائیں۔ ان میں سے ایک نیزہ کسی ایسی جھونپڑی میں جائے جہاں ایک جوان عورت ہو۔ وہ اس عورت کو وہاں سے بھاگ کر ہماری جھونپڑی میں آنے کے لیے کہے۔"

سلارا نے اس کی ہدایت کے مطابق ان تینوں سیاہ فاموں کو اپنی زبان میں سمجھایا۔ وہ تینوں اپنے تیر کمان اور نیزے وہیں رکھ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے جھونپڑی کے باہر آئے۔ جیپ میں بیٹھے ہوئے دو سیاہ فاموں نے ان کی طرف دیکھ کر کہتے ہوئے کہا۔ "اوہو! کیا اس بستی میں صرف تین ہی مرد ہیں؟"

وہ تینوں گھٹنے ٹیک کر جھک گئے۔ ان میں سے ایک نے دوسری جھونپڑی کی طرف بلند آواز سے کسی جوان عورت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم جھونپڑی سے نکلو اور دوڑتی ہوئے اس جھونپڑی میں جاؤ، جہاں سے ہم ابھی نکل کر آئے ہیں۔ فوراً میری بات پر عمل کرو۔"

زلادر کے بعد ہی ایک جوان لڑکی ایک جھونپڑی سے نکلی وہاں مرد ہو یا عورت، کسی کو پورا لباس میسر نہیں ہوتا تھا۔ اس لڑکی کے جسم پر بھی برائے نام لباس تھا۔ جیپ میں کھڑے ہوئے دو نوجوان انگریز اسے دیکھ کر دانت نکالنے لگے۔ وہ سہم گئی، دوڑتی ہوئی اس جھونپڑی میں چلی آئی۔ ایک انگریز نے جیپ سے چھلانگ لگائی، پھر ایک فاتح کی شان سے اس جھونپڑی کی طرف آنے لگا۔ سلارا نے لڑکی سے کہا۔ "تم دروازے کے ٹھیک سامنے ذرا دور کھڑی ہو۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ پارس اور سلارا دروازے کی اوٹ میں چلے گئے۔ اسی وقت وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ سامنے لڑکی سہمی ہوئی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، تم مجھے خوش کر دو۔ میں تمھارے پورے قبیلے کو خوش کر دوں گا۔"

وہ سکراتا ہوا آگے بڑھا۔ اسی وقت پارس نے اسٹین گن کی نال پیچھے کر اس کے سر پر ایک معمولی سی ضرب لگائی تاکہ وہ مر نہ سکے، نہ بے ہوش ہو سکے۔ وہ چکرا کر گرا تو سلارا نے ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی اور کہا۔ "شور نہ مچانا۔"

وہ سہمی ہوئی نظروں سے سلارا اور پارس کو دیکھنے لگا۔ پارس نے پوچھا۔ "زیادہ چوٹ تو نہیں آئی ہے۔ چلو، اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر پارس نے کہا۔ "سلارا! لڑکی سے کہو، وہ چیخنا شروع کرے۔ جیسے اپنی عزت بچانے کے لیے جدوجہد کر رہی ہو۔"

سلارا اسے سمجھانے لگی اور پارس اس سفید فام کو سمجھانے لگا۔ "دیکھو، یہ لڑکی چیختی رہے گی اور تم قہقہے لگاتے رہو گے۔ ایک لڑکی کو جبراً حاصل کرنے کے سلسلے میں تم جو بکواس کر سکتے ہو کرتے رہو گے، اپنی زبان نہیں بند کرو گے۔"

سلارا نے اپنی انگلی ٹریگر پر رکھی اور بولی۔ "شروع ہو جاؤ۔" لڑکی شروع ہو گئی۔ چیخنے چلانے لگی، ادھر یہ مجبور ہو کر قہقہے لگانے لگا۔ پارس اسے آہستہ آہستہ ڈائریکشن دے رہا تھا۔ "بکواس بھی کرتے جاؤ۔"

وہ قہقہے لگانے کے دوران بکواس کرنے لگا۔ پارس نے کہا۔ "اب دروازے کی طرف منہ کر کے اپنے ساتھی کو مخاطب کرو، اور اس سے کہو، یہ لڑکی اکیلے کے بس کی نہیں ہے، یار ذرا ادھر آؤ اور میری مدد کرو۔"

اس آنے والے شکاری نے کن انکھیوں سے سلارا کی طرف دیکھا۔ سلارا نے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھا دیا۔ وہ جلدی سے دروازے کی طرف منہ کر کے اپنے ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے وہی کچھ کہنے لگا جو پارس کہہ چکا تھا جیسے ہی اس نے بات ختم کی، پارس نے اسٹین گن کے دستے سے ایک زوردار ضرب اس کے سر پر لگائی۔ وہ چکرا کر گرا، پھر زمین سے نہ اٹھ سکا۔ اس نے اسے لات مار کر دیکھا تو وہ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ پھر وہ جلدی سے ٹھیک دروازے کے سامنے آیا اور ہولسٹر سے ریوالور نکال کر انتظار کرنے لگا۔ آنے والے کے قدموں کی آواز قریب آکر رک گئی تھی۔ وہ باہر سے پوچھ رہا تھا۔ "تم خاموش کیوں ہو گئے، کیا وہ قابو میں آگئی ہے؟"

پارس نے ایک جھٹکے سے دروازے کو کھولا، پھر ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ نشانہ چوکنے والا نہیں تھا۔ فائر کی آواز دور تک گونج اٹھی۔ آنے والا اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ جھگی کے اندر وہ شخص ابھی تک زندہ تھا۔ بس بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ سلارا نے اسے بھی گولی مار دی۔ اس کے جسم سے کارتوس کی پیٹیاں اتاریں۔ اس کی اسٹین گن لی، پھر اپنے ریوالور کو ہولسٹر میں رکھ لیا۔ اس کی کمر کی بیلٹ میں ہینڈ گرنیڈ ہک کے ذریعے لگے ہوئے تھے۔ سلارا نے وہ ہینڈ گرنیڈ پیٹی کوٹ کی جیب میں رکھے۔ وہ ہاتھ میں لیے، پھر دوڑتی ہوئی باہر آئی۔ پارس نے بھی دوسرے شخص کا تمام سامان حاصل کر لیا تھا۔

وہ بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے۔ کسی لمحے بھی ان کے ساتھی یہاں پہنچ سکتے تھے۔ پھر اس پہلوان نما شخص کی گرجدار آواز سنائی دی۔ "کیا تم دونوں وہاں جا کر مر گئے ہو، یہ تم دونوں نے کس کو گولی ماری ہے؟ اگر کوئی خطرہ ہے تو فوراً جواب دو۔"

اب جواب نہیں مل رہا تھا۔ پارس نے جھگی کے اندر آکر پھر اسی پھوس کی دیوار میں سوراخ کر کے دیکھا۔ وہاں سے دو خالی جیپ گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ لوگ درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپتے جا رہے تھے۔ وہ چاہتا تو ہینڈ گرنیڈ کے ذریعے ان کی طرف دھماکے کر سکتا تھا اور انھیں بھاگنے پر مجبور کر سکتا تھا جن درختوں کے پاس وہ چھپے ہوئے تھے، انہی درختوں کی گھنی شاخوں میں اس بستی کے کچھ جوان چھپے ہوئے تھے۔ ہینڈ گرنیڈ سے انھیں بھی نقصان پہنچ سکتا تھا۔

ان کے پہلوان نما لیڈر نے کہا۔ "کچھ گڑبڑ ضرور ہے، اب تم دونوں جاؤ اور دیکھو، کیا معاملہ ہے۔ جس گاڑی میں جانور رکھے ہیں، اسے نہ لے جاؤ، یہ ہمارے کام آئیں گے۔ دوپہر ہو چکی ہے، ہمیں بھوک لگ رہی ہے۔ تم میری گاڑی لے جاؤ۔"

دو سفید فام دوڑتے ہوئے ایک جیپ میں آئے، پھر ایک اس کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے نے اسٹین گن سنبھال لی۔ وہ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے دوسری گاڑی کو کراس کرتے ہوئے بستی کی طرف آنے لگے۔ پارس دوڑتا ہوا باہر آیا۔ اس نے ایک ہینڈ گرنیڈ نکال کر اس کی چابی کو دانتوں سے کھینچا، پھر دوڑتا ہوا ایک دم سامنے آگیا۔ سامنے کوئی پندرہ گز کے فاصلے پر جیپ چلی آرہی تھی۔ جیپ پر کھڑے ہوئے اسٹین گن والے نے چونک کر اسے دیکھا۔ پارس نے پوری قوت سے ہینڈ گرنیڈ کو اس کی طرف پھینکا، اسی وقت اس نے اسٹین گن کا برسٹ مارا۔ وہ فضا میں اچھل کر قلابازی کھاتا ہوا دوسری جھگی کی طرف گیا۔ ایک زوردار دھماکا ہوا۔ جھگیوں میں چھپے ہوئے عورتیں اور بچے سہم کر چیخنے اور رونے لگے۔ جیپ زمین سے چند فٹ اوپر تک اچھلی، پھر زمین پر گری۔ اس کے کئی پرزے دور تک منتشر ہوئے۔ جب اس کے پرزے ہوئے تو پھر اس میں بیٹھے ہوئے انسانوں کے پرزے پرزے کیسے نہ ہوتے۔

پارس اسی طرح چھلانگیں لگاتا ہوا، دوسری جھگی کے پاس سے گزرتا ہوا ایک بڑے سے پتھر کی آڑ میں چلا گیا تھا۔ وہ سمجھتا تھا، ایسے وقت چھلانگیں لگانے اور فضا میں قلابازی کھانے کی ضرورت پیش آئے گی، اسی لیے اس نے تمام ہتھیار تیار دیے تھے۔ اب اس کے پاس صرف تین ہینڈ گرنیڈ رہ گئے تھے۔

ویسے ان کی بھی ضرورت نہیں رہی تھی۔ دشمن دور بھاگتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ان کی اتنی جرأت نہیں تھی کہ اب وہ تیسری جیپ میں آکر بیٹھتے اور اسے لے کر فرار ہوتے، بس پر چڑھے ہوئے حبشی جوان ان پر تیروں کی بارش کر رہے تھے۔ وہ سفید فام تیر کھا کر گر پڑے تھے۔ باقی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

سلارا جھگی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے باہر آکر مقامی زبان میں کہا۔ "خطرہ ٹل گیا ہے۔ سب لوگ بستی میں چلے آئیں۔"

حبشی جوان درختوں سے کود کر زمین پر آگئے۔ چٹانوں اور پتھروں کے پیچھے چھپے ہوئے لوگ بھی اچھل اچھل کر خوشی سے گاتے ہوئے بستی کی طرف آنے لگے۔

سلارا اور پارس بستی کے سردار اور کچھ لوگوں کے ساتھ دوڑتے ہوئے ادھر گئے جہاں بھاگنے والے تیر کھا کر گر پڑے تھے۔ انھوں نے ان کے بھی ہتھیار اور کارتوس کی پیٹیاں اتار لیں۔ سلارا انھیں سمجھا رہی تھی۔ "خطرہ فی الحال ٹل گیا ہے، لیکن بھاگنے والے کسی وقت بھی منظم ہو کر آسکتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں زیادہ سے زیادہ ہتھیاروں اور کارتوسوں کی ضرورت ہے۔"

جو جیپ سب سے پہلے بستی کے اندر آئی تھی، اس میں لکڑی کے دو بڑے بڑے صندوق رکھے ہوئے تھے۔ ان میں کئی اسٹین گنیں اور رائفلیں بھی تھیں۔ انھوں نے سیٹ کی گدیاں اٹھا کر دیکھیں تو ان کے نیچے ہینڈ گرنیڈ بھرے ہوئے تھے۔ پارس نے کہا۔ "سلارا! ان سے پوچھو، ان میں کتنے لوگ یہ ہتھیار استعمال کرنا جانتے ہیں۔"

سلارا اسے بڑی چاہت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیا۔ تمام حبشی قہقہے لگانے لگے۔ عورتیں اچھل اچھل کر کوئی گیت گانے لگیں۔ پارس نے ایک جھٹکے سے الگ کرتے ہوئے بولا۔ "یہ کیا حماقت ہے؟"

وہ خوشی سے گنگناتے ہوئے بولی "تم پرفیکٹ ہیرو ہو۔ تمہاری حاضر دماغی کی داد نہیں دی جاسکتی۔ تم نے کتنی مکاری سے ڈراما رچایا۔ ان دونوں کو اس جھگی میں بلایا۔ صرف دو گولیاں ضائع ہوئیں اور ایک ہینڈ گرنیڈ پھینکا گیا جس کے نتیجے میں آدھے دشمن مارے گئے اور آدھے بھاگ گئے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اس بستی کے ایک شخص کو بھی خراش نہیں آئی۔ اے تم تو رہ رہ کر میرا دل لوٹ رہے ہو۔"

پارس نے پوچھا "یہ کیا تم میرے کارناموں کی داد دے رہی ہو؟"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی "تم میں سے کتنے لوگ یہ ہتھیار استعمال کرنا جانتے ہیں۔ وہ ہاتھ اٹھائیں۔"

اس بستی میں عورتوں اور بچوں کو چھوڑ کر پچاس مرد تھے۔ جن میں سے صرف چار نے ہاتھ اٹھائے۔ سلارا نے کہا "تم چاروں اپنی اپنی پسند کے ہتھیار اور کارتوس اپنے اپنے پاس رکھ لو۔"

پھر وہ ایک ہینڈ گرنیڈ اٹھا کر تمام لوگوں کو دکھاتے ہوئے بولی "اس کا استعمال آسان ہے۔ میں تمہیں جو ہدایات دے رہی ہوں ان پر عمل کرو گے تو دشمنوں کو اس سے مار بھگاؤ گے۔"

وہ تمام مردوں کو اپنے ساتھ بستی سے باہر ایک کھلی جگہ لے گئی۔ وہاں ان سب کو ہینڈ گرنیڈ دکھاتے ہوئے بولی "دیکھو یہ چھوٹی سی چابی نظر آرہی ہے۔ اسے دانتوں میں دبا کر زور سے کھینچو گے تو چابی الگ ہو جائے گی۔ اس چابی کو الگ کرنے کے بعد جتنی جلدی ہو سکے اسے دشمنوں کی طرف پھینکنے کی کوشش کرنا۔ اگر پھینکنے میں دیر ہو گئی تو یہ تمہارے ہاتھوں میں پھٹ سکتا ہے۔"

ان کے سردار نے کہا "ہم دور سے دیکھ رہے تھے۔ یہ بہت کام کی چیز ہے۔ اتنا دھماکا کرتی ہے کہ دشمن مرتے بھی ہیں اور دہشت زدہ ہو کر بھاگتے بھی ہیں۔ لیکن یہ خطرناک بھی ہے۔ اگر ہمارے ہاتھ میں ذرا دیر رہ گئی تو ہم سب کو مار ڈالے گی۔"

سلارا نے کہا "تم اپنی سہولت کے لیے ایک سے دس تک جلدی جلدی گنتی گنو۔ دس کہتے ہی پھینک دو۔ اس کے بعد دیر کرو گے تو جان سے جاؤ گے۔ ہر وہ خطرناک چیز جو دشمنوں کو نقصان پہنچاتی ہے، ہماری غلطی سے ہمیں بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ دشمنوں سے بچنے، خود کو محفوظ رکھنے اور اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرنے کے لیے ایسے خطرناک کھلونے سے کھیلنا ہی ہوگا۔"

اس نے ایک نیگرو کو ہینڈ گرنیڈ دیتے ہوئے کہا "وہ سامنے جو بڑا پتھر ہے، یہاں سے کافی فاصلے پر ہے۔ اب بتاؤ، تم کس طرح اسے پھینکو گے۔"

اس نیگرو نے کہا "پہلے میں اس چابی کو دانتوں میں دبا کر زور سے کھینچوں گا، پھر اسے فوراً ہی پھینک دوں گا۔"

وہ سب لوگ سہم کر دور بھاگنے لگے۔ سلارا اور پارس اس کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے دانتوں میں وہ چابی دبا لی اور دور سے کھینچا، پھر فوراً ہی ایک قدم آگے بڑھ کر اس پتھر کی طرف اسے پھینک دیا۔ وہ ہینڈ گرنیڈ وہاں پہنچتے ہی ایک زبردست دھماکے سے پھٹا۔ اس بڑے سے پتھر کا آدھا حصہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضا میں بکھرنے لگا۔ عورتوں نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے اور بچے رونے لگے تھے۔ ہینڈ گرنیڈ پھینکنے والا سیاہ فام نیگرو انداز میں چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے آدمی قریب آگئے تھے اور اسے شاباش دے رہے تھے۔ سلارا نے کہا "یہ کام تم سب کر سکتے ہو۔ ذرا عقل سے کام لو گے تو یہ کبھی تمہارے ہاتھ میں نہیں پھٹے گا۔"

ایک نیگرو نے آگے بڑھ کر کہا "مجھے دو۔ میں بھی ایک پھینکوں گا۔"

سلارا نے کہا "اگر تم اسی طرح سب کو تجربے کے لیے اپنی رہی تو یہ ہم ختم ہو جائیں گے۔ پھر دشمنوں سے مقابلہ کیسے کرو گے۔ بس ایک ہی آزمائش کافی ہے۔"

وہ لوگ جانوروں کی کھالیں اتار رہے تھے اور اسے پکانے اور کھانے کے قابل بنا رہے تھے۔ لکڑیاں جمع کی جا رہی تھیں تاکہ گوشت آگ میں بھونا جا سکے۔ سلارا نے کہا "تم میں سے دس بارہ آدمیوں کو بستی کے چاروں طرف پہرہ دینا ہوگا۔ جو ہتھیار استعمال کرنا جانتے ہیں، وہ پہرہ نہیں دیں گے بلکہ آرام کریں گے خطرے کے وقت مقابلے پر آئیں گے۔ ہم دونوں بھی تھکے ہوئے ہیں۔ ہمارے لیے ایک جھگی میں سونے کا انتظام کر دو۔ جب تک ہم جھگی میں رہیں، کوئی اس کے قریب نہ آئے۔ خطرے کے وقت اگر ہمیں اطلاع دی جا سکتی ہے۔"

ایک جھگی میں ان کے لیے سوکھی گھاس کا بستر بچھا دیا گیا۔ وہ دونوں اندر آئے۔ جھگی کے دروازے کو بند کر دیا گیا۔ سلارا نے کہا "تم پچھلی رات ایک گھنٹے سے زیادہ سو نہیں سکے۔ اب آرام سے سو جاؤ۔ میں جاگتا رہوں گی۔"

"پچھلی رات تمہاری بھی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ تم سو جاؤ۔ میں جاگتا رہوں گا۔"

پارس آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر گھاس کے بستر پر لیٹ گیا۔ پھر بولا "آہ، آرام اور نیند انسان کے لیے کتنی ضروری ہے اور یہ ابھی ہمارے نصیب میں نہیں ہے۔"

وہ اس کا بازو تھام کر بولی "ہم سو نہیں سکتے اور کسی ایک کا جاگنا پسند نہیں کر سکتے۔ پھر کیوں نہ یہاں سے چل پڑیں۔ ہمارے سفر کے لیے گاڑی بھی موجود ہے۔"

پارس اٹھ کر بیٹھ گیا "یہی مناسب ہے کہ ہم گاڑی میں کہیں دور نکل جائیں۔ پھر کوئی مناسب جگہ دیکھ کر نیند پوری کریں گے۔ رات ہونے سے پہلے ہمارا کچھ دیر کے لیے سو جانا ضروری ہے۔ پتا نہیں، رات کو کیا حالات ہوں گے۔"

وہ دونوں اپنے اپنے ہتھیار اٹھا کر جھگی سے باہر آگئے۔ ان میں سے ایک گاڑی ہینڈ گرنیڈ کے دھماکے سے بے کار ہو گئی تھی۔ باقی دو گاڑیاں بستی کے اندر کھڑی ہوئی تھیں۔ سردار نے انہیں دیکھ کر پوچھا "کیا بات ہے، آرام نہیں کرو گے؟"

سلارا نے کہا "ہمیں ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔ یہاں سے ابھی جانا ضروری ہے۔"

"تم ہمارے مہمان ہو۔ تمہارے لیے گوشت بھونا جا رہا ہے، ہم تم کو کھلائے پلائے بغیر نہیں جانے دیں گے۔ ہماری تو خوش قسمتی ہے کہ تم دونوں یہیں رہو۔ تمہارے موجود رہنے سے ہمارا حوصلہ بڑھے گا اور ہم دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔"

سلارا نے کہا "دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے تمہارے پاس کافی اسلحہ ہے۔ وہ گئی تمہاری مہمان نوازی کی بات تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ دوسری بار جب بھی یہاں سے گزریں گے.... تمہارے ہاں سے کھا پی کر جائیں گے۔ ابھی ضد نہ کرو، ورنہ ہمارا بہت نقصان ہوگا۔"

سردار نے کہا "ہم تمہارا نقصان نہیں کریں گے۔ ایسی بات ہے تو خوشی سے جاؤ۔"

انہوں نے اس جیپ میں سے کافی اسلحہ سردار کے حوالے کیا۔ کچھ اپنے لیے رکھا۔ ایک بیگ میں کھانے کا جو سامان تھا اسے بھی رکھ لیا۔ پھر پارس نے کہا "ان سے کہو، یہ دوسری گاڑی ان کے لیے بے کار ہے، اگر یہ یہاں رہے گی تو دشمنوں کے کام آئے گی۔ لہٰذا ہم اسے بے کار کر رہے ہیں۔"

سلارا نے یہ بات سردار کو اونچی آواز میں سمجھائی تاکہ سب سن لیں۔ پھر پارس نے ریوالور نکال کر اس کے دو پہیے بے کار کر دیے۔ اپنی جیپ کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ سلارا اس کے پاس آگئی۔ گاڑی اسٹارٹ ہوئی، پھر ان کے درمیان سے چلتی ہوئی بستی سے باہر آگئی۔ پارس نے گاڑی روک کر کہا "ہم نے پٹرول چیک نہیں کیا ہے۔"

سلارا نے کہا "پیچھے دو کین پٹرول کے رکھے ہوئے ہیں اور ضرورت سمجھتے ہو تو ہم دوسری گاڑی سے لے آتے ہیں۔"

سلارا نے پلٹ کر جھانکتے ہوئے کہا "سردار! اس گاڑی میں جتنا پٹرول ہے وہ ہمارے پاس بھیج دو۔"

دو آدمی اس گاڑی کے پٹرول کین اٹھا کر ان کے پاس لے آئے۔ وہ وہاں سے چل پڑے۔ جس پہاڑی کے راستے سے آئے تھے، گاڑی اسی پہاڑی پر چڑھاتے ہوئے پارس نے کہا "اچھا ہوا، ہم جا رہے ہیں۔ قبیلے کے لوگ ہیں، دھوکا نہ دیتے، لیکن جو شکست کھا کر اور نقصان اٹھا کر گئے ہیں وہ اس بار چاروں طرف سے بستی کو گھیر لیں گے اور ہمیں ضرور تلاش کریں گے۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اس نے اچانک ہی سانس روک لی تھی۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے خوش ہو کر کہا۔ "خدا کا شکر ہے، اب میرا دماغ حساس ہو گیا ہے۔ میں پرانھر سونگھ کی لہروں کو محسوس کر سکتا ہوں۔ ہیلو پاپا!"

وہ دوسرے ہی لمحے چونک گیا۔ کیونکہ میں اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ جو جوخوشی سے چیخ کر کہہ رہی تھی "ہائے پارس، تمہاری کھوپڑی میں جگہ مل گئی ہے، اب کتنا مزہ آئے گا۔ کیا میں تمہاری کھوپڑی میں آجاؤں؟"

"اچھا، تو تم ابھی تک میرے اندر نہیں آئی ہو؟"

"بھائی، آدمی سمجھاتے ہیں کسی کی اجازت کے بغیر نہ اس کے مکان میں جانا چاہیے، نہ اس کے دماغ میں۔ اسی لیے تو اجازت لے رہی ہوں۔ جلدی بولو نا، آجاؤں؟"

"تم پچیس برس کی ہو چکی ہو، آخر کب عقل آئے گی۔ میرے دماغ میں اگر اجازت لے رہی ہو۔ چلو باہر جاؤ، پھر اجازت لے کر آؤ۔"

"اوہ، میں تو بھول ہی گئی۔ میں سمجھ رہی تھی، اپنے کمرے میں بیٹھ کر تم سے اجازت لے رہی ہوں۔ یہ خیال خوانی کی لہریں بس ایسی ہی بے لگام ہوتی ہیں۔ میں آنکھیں بند کر کے تمہیں تصور میں دیکھ رہی تھی۔ تمہارا لب و لہجہ دہرا رہی تھی کہ یہ سونگھ کی لہریں تمہارے پاس پہنچ گئیں، یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ سونگھ کی لہروں کو اجازت کے بغیر نہیں پہنچنا چاہیے۔ اچھا میں واپس جا رہی ہوں۔ اپنے کمرے میں رہ کر تم سے اجازت حاصل کروں گی۔ تم جیسے ہی بولو گے۔ آجاؤ، میں آجاؤں گی۔"

وہ واپس چلی گئی۔ پارس نے جلدی سے گاڑی روکی۔ سلارا سے کہا "پلیز، پچھلی سیٹ پر چلی جاؤ۔"

"کیا بات ہے؟"

"شامت آگئی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ابھی جو جو میرے دماغ میں آئی تھی۔ میں نے اسے ذرا دیر کے لیے ٹال دیا ہے۔ اگر اس نے تمہیں دیکھ لیا تو مجھے اس سیٹ پر بیٹھنے نہیں دے گی۔"

"کیا تم اس سے ڈرتے ہو؟"

"یہ بحث کا وقت نہیں ہے۔ فوراً پیچھے جاؤ۔ وہ آرہی ہوگی۔"

وہ سر جھٹک کر بولی "یہ میری توہین ہے۔ کیا اس کے کہنے سے تم مجھے پیچھے بھیج دو گے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ پہلے میں اس سے تمہارا تعارف کرا دوں گا۔ پھر اس سے اجازت لوں گا تو وہ خوش ہو جائے گی۔"

"یعنی تم اس کی اجازت سے مجھے چاہو گے؟"

"اُس کے سامنے چاہے کا نام بھی نہ لینا۔ وہ کبھی برداشت نہیں کرے گی کہ میں اس کے سوا کسی اور کو چاہوں۔"

"میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ اچھی خاصی جوان ہے اور بچوں جیسا ذہن رکھتی ہے۔ عقل نام کو نہیں ہے۔ کیا ایسی لڑکی کے ساتھ تم ساری زندگی گزار سکتے ہو؟"

"تم ساری زندگی کی بات کرتی ہو۔ میں اس کے بغیر ایک دن بھی نہیں گزار سکتا۔"

"اور میں تمہارے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتی۔ میں یہاں سے پیچھے نہیں جاؤں گی۔"

اسی وقت جوجو کی آواز سنائی دی۔ "پارس! میں کیا کروں؟ جب تمہارے پاس سے واپس گئی تو کمرے میں پہنچ گئی۔ وہاں بیٹھ کر تمہیں اتنی دیر تک پکارتی رہی۔ پھر مجھے عقل آگئی، بھلا سوچ کی لہر جب تک دماغ میں نہیں جائے گی، میں اجازت کیسے لوں گی؟"

پارس نے حیرانی سے کہا۔ "ارے جوجو! تم تو بہت عقل مند ہوگئی ہو۔ تم نے اتنی جلدی عقل کی بات سوچ لی، کمال ہے۔"

وہ خوش ہو رہی تھی۔ اسی وقت سلارا نے اس کے بازو کو جھنجوڑ کر پوچھا۔ "تم اتنی دیر سے خاموش کیوں ہو، اگر تمہارے دماغ میں کوئی بول رہا ہے تو مجھے بھی معلوم ہونا چاہیے آخر کیا باتیں ہو رہی ہیں؟"

جوجو نے غصے سے پوچھا۔ "اے پارس! یہ کون بول رہی ہے، کون ہے تمہارے پاس؟"

"یہ... یہ سلارا ہے۔ بہت اچھی لڑکی ہے۔ تمہیں بہت یاد کرتی ہے۔"

"یاد تمہیں کرنا چاہیے، یہ کیوں کرتی ہے؟"

"یہ تمہیں بہت چاہتی ہے، میں جب بھی تمہارا ذکر کرتا ہوں تو خوش ہو کر ہنستی ہے اور کہتی ہے، جوجو سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ وہ کتنی پیاری لڑکی ہے۔"

"مجھ سے ملنے کو جی چاہتا ہے تو اس سے کہو میرے پاس آئے۔ تمہارے پاس کیا کر رہی ہے؟"

"آہ جوجو! ابھی تو مصیبت ہے۔ یہ ابھی تمہارے پاس نہیں آسکتی۔ ہم دونوں کو ایک ساتھ تمہارے پاس آنا ہوگا۔"

"وہ کیوں؟"

"تم تو جانتی ہو، تنویمی عمل کے ذریعے کسی انسان کو کیسے مجبور اور بے بس بنا دیا جاتا ہے۔"

"ہاں، جانتی ہوں۔ شیطانی تمہیں بھی تنویمی عمل کے ذریعے یہاں سے لے گئی تھیں۔ تم کسی کی نہیں سنتے تھے۔ میں آواز دیتی تھی، پاپا آواز دیتے تھے، ماما آواز دیتی تھیں۔ بھائی آ کر بلاتے تھے، مگر تم اپنے دماغ میں نہیں آنے دیتے تھے۔"

"میں بہت مجبور ہوں۔ تنویمی عمل ایسا ہی ہوتا ہے۔ اب دیکھو، ایک تنویمی عمل کرنے والے نے مجھے سلارا کے ساتھ اور سلارا کو میرے ساتھ رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ہم الگ ہوتے ہیں تو پیٹ میں درد ہونے لگتا ہے۔"

وہ یہ باتیں زبان سے بھی کہتا جا رہا تھا تاکہ سلارا سنے۔ وہ سن رہی تھی اور ایک ہاتھ سے سر تھام کر سوچ رہی تھی۔ "میں خواہ مخواہ اس بے چاری جوجو سے جل رہی تھی۔ وہ تو بہت معصوم ہے، بالکل بچی ہے۔ مجھے اپنا رویہ بدلنا چاہیے۔"

جوجو پوچھ رہی تھی۔ "پارس، تم سچ بول رہے ہو نا؟"

"بالکل سچ بول رہا ہوں۔ تمہیں یقین نہیں ہے تو میں الگ ہو کر دکھاتا ہوں۔"

اس نے جیپ روک دی۔ اس سے اتر کر ذرا دور چلا گیا۔ پھر بولا۔ "میں صبح سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں، تم اب آئی ہو۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ تمہارے دماغ میں جگہ مل سکتی ہے۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی اچانک پارس نے پیٹ پکڑ کر کراہنا شروع کیا۔ "ہائے، درد ہو رہا ہے۔ ہائے، میں کیا کروں؟"

دوسری طرف سے سلارا نے پیٹ پکڑ کر زور سے چیخ کر کہا۔ "پارس جلدی آجاؤ، میرے پیٹ میں بھی درد ہو رہا ہے۔"

وہ ایک ہاتھ انکار کے انداز میں ہلاتے ہوئے بولا۔ "میں نہیں آؤں گا۔ میری جوجو اجازت نہیں دے رہی ہے۔ میں پیٹ کے درد سے مر جاؤں گا، مگر تمہارے قریب نہیں آؤں گا۔"

جوجو نے تڑپ کر کہا۔ "نہیں، پارس نہیں، جلدی جاؤ۔ خبردار تم درد سے نہ مرنا۔ میں تمہیں اجازت دیتی ہوں۔ جلدی قریب جاؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ جیپ اسٹارٹ کی، پھر اسے ڈرائیو کرنے لگا۔ جوجو نے کہا۔ "میں اس تنویمی عمل کرنے والے کو جان سے مار ڈالوں گی۔ اس شیطان نے تم دونوں کو کتنا مجبور کر دیا ہے۔"

سلارا پارس کے اور قریب ہوگئی۔ اس سے ذرا چپک گئی۔ اس کے شانے پر سر رکھ کر بولی۔ "جوجو، تم کتنی اچھی ہو۔ ہماری مجبوریوں کو سمجھتی ہو۔ کوئی بے وقوف لڑکی ہوتی تو کبھی سمجھ نہ پاتی۔ تم سچ مچ عقلمند ہو۔"

چند لمحوں کے بعد پارس نے کہا۔ "جوجو تمہاری باتوں سے بہت ہی خوش ہو رہی ہے۔ تمہیں دوست بنانا چاہتی ہے، تمہارے دماغ میں آکر باتیں کرنا چاہتی ہے۔"

سلارا نے ایک سرد آہ بھر کے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کیا تم نے جوجو کو نہیں بتایا کہ تنویمی عمل کرنے والے نے میرے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ کوئی بھی سوچ کی لہر آتی ہے تو میں بے اختیار سانس روک لیتی ہوں۔ کوشش کرتی ہوں کسی کو آنے دوں تو یہ میرے بس میں نہیں ہوتا۔"

میں ایسے ہی وقت پارس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ جوجو کی سوچ کی لہریں پہلے سے موجود تھیں۔ میں تھوڑی دیر تک معلوم کرتا رہا، وہاں کیا ہو رہا ہے؟ پارس دو چاہنے والیوں کے درمیان الجھا ہوا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ جوجو کے سوا نہ کسی کو چاہتا تھا اور نہ کسی کو چاہنے کا ارادہ تھا۔ وہ جوجو کا دل دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ اگر وہ کہتا، سلارا سے الگ ہو جاؤ اور وہ نہ ہوتا تو وہ رونے لگتی۔ وہ اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لہٰذا اس کے بچگانہ ذہن کے مطابق اسے بہلا رہا تھا لیکن سلارا اس موقع سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔ پارس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ وہ اس کی حرکتوں پر پیچ و تاب کھا رہا ہے اور جوجو کے جانے کے بعد اسے ڈانٹنے والا ہے۔ جوجو اس کے چور خیالات پڑھ سکتی تھی لیکن نادان تھی۔ دماغ میں آتے ہی پارس سے ملنے کی خوشی میں سب کچھ بھول جاتی تھی۔ رسونتی اور آرمر کئی بار اسے سمجھا چکے تھے۔ خیال خوانی کی تکنیک بار بار بتا چکے تھے، لیکن اس لڑکی کو وہی باتیں یاد رہتی تھیں جو پارس سمجھاتا تھا۔ اور پارس اسے یہ نہیں سمجھاتا تھا کہ وہ اس کے چور خیالات پڑھے۔

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر جوجو کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ "بیٹی! تم کہاں ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "پارس! پاپا مجھے مخاطب کر رہے ہیں، میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ اپنی جگہ حاضر ہو کر بولی۔ "کیا ابھی آپ نے مجھے دیکھا تھا۔ میں پارس کے پاس تھی۔ اب مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل جاتی ہے۔ ہم دونوں بڑی اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں۔ بہت دیر تک باتیں کرتے ہیں۔"

"بیٹی! میں تو یہ سمجھانے آیا ہوں، اس سے زیادہ دیر باتیں نہ کرو۔ وہ ایک گھنے جنگل میں ہے۔ وہاں خطرناک جانور ہیں، وحشی لوگ ہیں۔ اسے وہاں دماغی طور پر حاضر رہنا چاہیے تم اسے باتوں میں الجھاؤ گی تو وہ دشمنوں سے کیسے مقابلہ کرے گا۔"

"یہ بات تو پارس نے مجھے نہیں بتائی۔"

"تم تو بہت سمجھ دار بیٹی ہو۔ پہلے اس کے دماغ میں جاتے ہی اس کی خیریت پوچھنا چاہیے۔ اس کے دشمنوں کے متعلق معلوم کرنا چاہیے۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کو شکست دینے کی ضرورت محسوس ہوئی تو تمہیں خود پیش کش کرنا چاہیے کہ پارس، تم جب بھی کہو گے، میں اگر دشمنوں کے دماغوں میں زلزلہ پیدا کر دوں گی۔ اس طرح جب تم پارس کی مدد کرو گی تو وہ تم سے کتنا خوش ہوگا۔"

وہ خوش ہو کر تالی بجانے کے انداز میں دونوں ہاتھ ملا کر بولی۔ "ہائے پاپا، آپ نے مجھے پہلے نہیں سمجھایا۔ میں ابھی جا کر پارس کو بتاتی ہوں۔"

"ہاں، شاباش۔ اس کے پاس جب بھی جاؤ، اس کے کام آیا کرو۔ فضول باتوں میں وقت ضائع کرو گی تو اس کا نقصان ہوگا۔ اور جب کوئی بات نہ ہو تو واپس آجایا کرو۔ اسے تنہا نہ دیا کرو۔"

"پاپا، وہ تنہا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ سلارا ہے۔ وہ دونوں مجبور ہو گئے ہیں۔ کسی تنویمی عمل کرنے والے نے دونوں کو ایک دوسرے سے باندھ رکھا ہے۔ جب الگ ہوتے ہیں تو پیٹ میں درد ہونے لگتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ وہ تنویمی عمل کرنے والا مجھے ملے گا تو میں اس کے کان پکڑ کر کہوں گا۔ میاں، سلارا کو پارس سے الگ کرو اور میری جوجو کو پارس کے قریب رکھو۔ تاکہ یہ دونوں کبھی الگ نہ ہوں۔"

"سچ پاپا، آپ کتنے اچھے ہیں۔"

"اچھا، اب جاؤ، مگر زیادہ دیر تک نہ رہنا۔"

میں اس کے پاس سے واپس آگیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ سلارا کو مستقل پارس کے ساتھ دیکھے۔ میں نے سوچ لیا تھا، آئندہ مجھے موقع ملے گا تو سلارا کو کسی طرح اس سے الگ کر دوں گا تاکہ میری جوجو کا دل نہ دکھے۔ وہ پارس کے پاس آکر بولی۔ "میں اور زیادہ سمجھ دار ہو گئی ہوں۔"

"اچھا، وہ کیسے؟"

"ابھی پاپا نے مجھے سمجھایا ہے، مجھے کام کی بات کرنا چاہیے۔ تمہارے دشمنوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہیے۔ کون تمہیں پریشان کرتا ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے دماغ میں زلزلے پیدا کر دوں گی۔ بتاؤ کون ہیں وہ؟"

"وہ ایک نہیں سیکڑوں ہیں، بلکہ ہزاروں ہیں۔ یہاں جنگل میں بہت سے وحشی ڈیرے جمائے ہیں۔ ان سے کسی وقت بھی سامنا ہو سکتا ہے۔ تم میرے پاس آدھے گھنٹے تک آؤ۔ ہو سکتا ہے میں اپنے کسی دشمن سے تمہاری ملاقات کرا دوں۔ پھر وہ ملاقات اس دشمن کو زندگی بھر یاد رہے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ٹھیک آدھے گھنٹے بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس نے اطمینان کی گہری سانس لے کر کہا۔ "سلارا! یہ غلط بات ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو، میں جوجو کو بے وقوف بنا کر تمہیں چپکے کا موقع دوں گا نہیں، میں اسے کبھی اس قسم کا فریب نہیں دے سکتا۔ وہ بہت معصوم ہے۔"

"تو پھر اسے بے وقوف کیوں بنا رہے تھے؟"

"صرف اس لیے کہ ہم میں سے کوئی اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھو سب بھی وہ میرے دماغ میں موجود ہو تو یہ سمجھ لو، وہ ہم دونوں کے سامنے موجود

ہے، ایسے وقت تم مجھ سے دور رہو تو بہتر ہے۔"

"تم اسے زیادہ اہمیت دیتے ہو، کیا یہ نہیں جانتے کہ ایک عورت اپنے سامنے دوسری کی اہمیت برداشت نہیں کرتی۔"

"یہی بات تمھیں سمجھنا چاہیے۔ جب جوجو کو تمھاری نیت کا پتا چلے گا تو وہ تمھیں برداشت نہیں کرے گی۔"

"وہ میرا کیا بگاڑے گی؟"

"وہ صرف ایک بار کہے گی، پارس الگ ہو جاؤ، اور میں تم سے ہمیشہ کے لیے الگ ہو جاؤں گا۔"

وہ ایک دم سے جھنجلا کر بولی۔ "میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

"تم نے پوچھا تھا، وہ تمھارا کیا بگاڑے گی۔ میں تمھاری بات کا جواب دے رہا ہوں۔ اس کی ہر بات میرے لیے پتھر کی لکیر بن جاتی ہے۔"

"ایسی بات ہے تو تم اسے بے وقوف کیوں بنا رہے تھے، کیوں مجھے اپنے ساتھ لگائے رکھنا چاہتے تھے؟"

"تم خوش فہمی میں مبتلا ہو۔ میں حالات سے مجبور ہوں، تمھیں یہاں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ آخر انسانیت بھی کوئی چیز ہے۔ میں تمھارے بھائی سے تمھیں چھین کر لایا ہوں، تمھیں واپس پہنچانا میرا فرض ہے۔"

"تو پھر دیر کیوں کر رہے ہو۔ سورج کو دیکھو اور شمال کی سمت چلتے جاؤ۔ ہم آج نہیں تو کل ضرور قلعے تک پہنچ جائیں گے۔"

"میں تمھیں ایسے نہیں پہنچاؤں گا۔"

"پھر کیسے پہنچاؤ گے؟"

"پاپا سے پوچھوں گا۔ شاید وہ تمھیں پہنچانے کے سلسلے میں تمھارے بھائی سے کچھ شرائط منوانا چاہتے ہوں۔"

"جب تک جوجو تمھارے پاس نہیں آئی تھی، تم مجھ سے بڑی لگاوٹ کا اظہار کر رہے تھے۔ میرے ساتھ ہنستے بولتے رہے تھے۔ پچھلی رات تم نے لائٹ میں کہا تھا، اگر تمھارے پاپا وہاں پہنچ جائیں تو تم ان کے ذریعے بھائی تک مجھے پہنچا دو گے۔"

"بے شک میں نے کہا تھا۔ یہی بات اب بھی کہہ رہا ہوں۔"

"لیکن تم نے شرائط منوانے والی بات نہیں کی تھی۔"

"یہ شرائط منوانے والی بات میرے پاپا سے تعلق رکھتی ہے، بھلا میں کیسے کہہ سکتا ہوں۔"

"اے واہ! کہہ بھی رہے ہو اور انکار بھی کرتے جا رہے ہو۔"

"میں نے تم سے کوئی شرط نہیں منوائی ہے اور نہ ہی تمھارے بھائی سے منوانا چاہتا ہوں۔ تم میری بات سمجھو۔ میں اپنے بزرگوں کی بات کر رہا ہوں۔"

"میں ساری زندگی تمھیں دوست رکھنا چاہتی ہوں۔ مگر تم دشمنوں کی طرح بات کر رہے ہو۔ کیا ایسی صورت نہیں ہو سکتی کہ کسی بھی شرط کے بغیر تم مجھے قلعے میں پہنچا دو۔"

"کیا کسی شرط کے بغیر تم بہن بھائیوں نے مجھے میرے باپ کے پاس پہنچا دیا تھا؟"

"پچھلی باتیں بھول جاؤ۔"

"ہم جو بات آج کرتے ہیں یا جو کام آج کرتے ہیں اس کا اثر آئندہ ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً تم لوگوں نے ایک ٹرانسفارمر مشین بنا لی۔ اب یہاں آنے والے تمام دشمنوں سے یہ کہو گی کہ ماضی میں جو ہو چکا اسے بھول جاؤ۔ ٹرانسفارمر مشین کی باتیں ختم کرو، تو کیا یہ بات ماننے والی ہو گی؟ یکایک دشمن اپنے اپنے گھر واپس چلے جائیں گے؟"

"تم ٹرانسفارمر مشین کی بات نہ کرو۔ میں اپنے دشمنوں سے نمٹ لوں گی۔ اپنی بات کرو۔"

"چلو اپنی ہی بات کرتا ہوں۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے، اس کی ابتدا تم لوگوں سے ہوئی۔ نہ مجھے اغوا کرتے نہ اتنی بات بڑھتی۔ تم بہن بھائیوں نے اتنی ذہانت اور محنت سے وہ مشین تیار کی۔ اور کتنی حماقت سے یہ راز کھول دیا کہ وہ مشین تمھارے پاس ہے۔ تم لوگوں کا خیال تھا، کوئی یہاں نہیں پہنچ سکے گا۔ اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں تک پہنچانے کے لیے مجھے قیدی بنایا گیا۔ اب خود ہی دیکھ لو، تم لوگوں نے کل جو کچھ کیا اس کا نتیجہ آج سامنے آ رہا ہے۔"

"تم کہاں کی کہاں کہاں لے جاتے ہو، میری بات کرو۔ تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟"

"تم کل سے دیکھ رہی ہو، میں تمھارے لیے جان کی بازی لگاتا آ رہا ہوں۔ کوئی اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے۔"

"کون کسی کے لیے جان دیتا ہے۔ تم مجھے دل و جان سے چاہتے ہو، اسی لیے تو جان پر کھیل رہے تھے۔"

"تم میرے لیے کیا کر سکتی ہو؟"

"کسی وقت بھی آزما کر دیکھ لو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں کسی بھی شرط کے بغیر تمھیں قلعے میں پہنچا دوں گا۔ اگر تم مجھے دل و جان سے چاہتی ہو تو یہ بتا دو، وہ ٹرانسفارمر مشین کہاں ہے؟"

"تم پوچھ کر کیا کرو گے؟"

"میرے پاپا وہ مشین کسی کے پاس نہیں رہنے دیں گے ہم اسے تباہ کر دیں گے یا بابا صاحب کے ادارے میں لے جائیں گے۔"

"کیا محبت اسی کو کہتے ہیں۔ ہم نے اتنی محنت سے وہ مشین تیار کی اور تم میری محبت آزمانے کے لیے اسے تباہ کرنا چاہتے ہو۔"

"میں تمھیں اس کا فائدہ بھی پہنچاؤں گا۔"

"وہ کیسے؟"

"وہ ٹرانسفارمر مشین ہمارے ہاتھ آ جائے گی تو تمھارے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل کیا جائے گا۔"

"میں کیسے یقین کر لوں؟"

"وہ شخص کبھی جھوٹ نہیں بولتا جو دوسروں کے لیے جان پر کھیلتا ہے۔"

وہ سوچنے لگی۔ "یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ جو جانباز ہوتے ہیں، وہ موت سے نہیں ڈرتے۔ دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتے۔ اور جب کسی سے نہیں ڈرتے تو ہمیشہ سچ بولتے ہیں اور سچے اور کھرے کام کرتے ہیں۔"

پارس نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہی ہو، کیا فیصلہ کر رہی ہو؟"

"میں سوچ رہی ہوں، کیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے نفسیات کا علم بھی تمھارے دماغ میں ٹھونس دیا گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"تم انسانوں کی نفسیاتی کمزوری کو سمجھتے ہو، تم نے یہ سوچ لیا کہ جب میرا اتنا بڑا فائدہ ہو گا اور میں ٹیلی پیتھی جیسا علم حاصل کر لوں گی تو ضرور تمھارے فیصلے سے اتفاق کروں گی۔ اس میں شبہ نہیں کہ تم نے بہترین آفر دی ہے۔ اس میں میرا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ لیکن اس فیصلے میں تھوڑی سی اور لیک پیدا کر لو۔ تم نے جس محبت سے مجھے ٹیلی پیتھی سکھانے کا وعدہ کیا ہے، اسی محبت سے میرے بھائی کو بھی یہ علم سکھا دو۔ اگر تمھارے پاپا راضی ہو جائیں تو ہم وہ ٹرانسفارمر مشین تمھارے حوالے کر دیں گے۔"

"میں صاف اور سیدھی بات کرتا ہوں۔ تمھارے سوا کسی کو یہ علم سکھانے کا وعدہ نہیں کر سکتا۔ میرے پاپا تمھارے کسی بھائی کو یہ موقع نہیں دیں گے۔"

"کیا تمھارے کہنے سے وہ مجھے یہ موقع دیں گے؟"

"ہاں اس کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی تو یہ کہ تم مجھے دل و جان سے چاہتی ہو، کبھی دھوکا نہیں دو گی۔ دوسری وجہ یہ کہ پاپا... ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تمھیں ٹیلی پیتھی ضرور سکھائیں گے۔ لیکن تمھاری ایک صلاحیت تم کر دیں گے۔"

وہ چونک کر بولی۔ "کون سی صلاحیت؟"

"یہی کہ ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنے کے بعد تمھارے دماغ کو زیادہ حساس نہیں رہنے دیا جائے گا۔ اسی مشین کے ذریعے دماغ کو ذرا کمزور بنا دیا جائے گا تاکہ تم کبھی سامنے نہ روک سکو اور پاپا وغیرہ کو دماغ میں آنے سے منع نہ کر سکو۔"

"نہیں، یہی تو میری سب سے بڑی ضرورت ہے کہ میرا دماغ حساس ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر نہیں آ سکتا۔"

"پاپا، ماما اور انکل آرمر ضرور آنا چاہیں گے تاکہ تم کوئی سازش نہ کر دو۔ اچھی طرح سوچ لو تم ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ کر صرف پاپا، ماما اور انکل آرمر کے سامنے کمزور ہو گی اور ساری دنیا کے لیے شہر زور بنے بڑے بڑے خطرناک دشمن تمھارے سامنے آنے سے ترائیں گے تم اچھا طرح سوچ لو۔ پھر فیصلہ کرو تو میں تمھاری بہتری کے لیے پاپا سے بات کروں گا۔"

وہ سوچنے لگی، پارس نے اسے مذبذب میں ڈال دیا تھا۔ ٹیلی پیتھی جیسا علم سیکھنا کون نہیں چاہتا، یہ تو دیوانے کا خواب ہے، کسی کسی کو اس کی تعبیر ملتی ہے۔ پارس بڑے اطمینان سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

ایک سیٹی کا پٹر کی آواز دھیمی دھیمی سی سنائی دینے لگی۔ اس نے جیپ روک دی۔ سیٹ پر سے اٹھ کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا، وہ آواز کی سمت کا اندازہ کر لیتا تھا اور اس کا اندازہ شاذ و نادر ہی غلط ہوتا تھا، وہ آواز ایک پہاڑی کے پیچھے سے آ رہی تھی۔

وہ سیٹ پر بیٹھ گیا، جیپ اسٹارٹ کی پھر تیزی سے ڈرائیو کرنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز قریب آتی جا رہی تھی اور وہ درختوں کے جھنڈ تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔

کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر کوشش کامیاب ہو جائے، وہ ہیلی کاپٹر والوں کی نظروں میں آ گئے تھے۔ درختوں کے جھنڈ تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ ان کے اطراف چکر کاٹ رہا تھا۔ پرواز نیچی ہو رہی تھی۔ پارس آخر درختوں کے جھنڈ تک پہنچ ہی گیا لیکن دیر ہو چکی تھی، اگر آنے والے دشمن تھے تو وہ سر پر آ پہنچے تھے۔ ہیلی کاپٹر زمین پر اتر چکا تھا ـــــ پارس تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا گھنے درختوں کے درمیان سے گزرتا ہوا ذرا دور نکل گیا تھا پھر اس نے جیپ روک دی۔ سلاما نے پوچھا۔ "رک کیوں گئے، جلدی نکل چلو۔"

وہ جیپ کے پچھلے حصے میں کودتے ہوئے بولا۔ "ہتھیار سنبھال لو۔"

"کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے، پتا نہیں وہ تعداد میں کتنے ہوں گے، کیوں خواہ مخواہ مقابلہ کرنا چاہتے ہو؟"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں، آنے والے کون ہیں، اگر خطرہ زیادہ ہو گا تو جیپ ڈرائیو کرتا ہوا نکل جاؤں گا۔ ان کے پاس ہیلی کاپٹر ہے، کوئی جنگل میں دوڑنے والی گاڑی نہیں ہے۔"

"اگر وہ جنگلوں میں لڑنے کے ماہر ہوں گے تو ان میں سے کچھ لوگ ہیلی کاپٹر میں ہمارا تعاقب کریں گے، اوپر سے فائرنگ کریں گے۔ ہم کہیں رکنا چاہیں گے تو ان کے باقی ساتھی تعاقب کرتے ہوئے ہمارے پاس آ جائیں گے، نہ ہم رک سکیں گے اور نہ ہی ہیلی کاپٹر کے سائے میں آگے بڑھ سکیں گے۔"

پارس نے کہا۔ "شاباش! تم نے اپنی ذہانت کا ثبوت دے دیا ہے لیکن یہ تو سوچو، ہمارے آگے بڑھنے سے بھی وہی بات سامنے آئے گی جو تم کہہ رہی ہو۔"

پارس ادھر دیکھ رہا تھا جہاں اب ہیلی کاپٹر کا پنکھا تھم گیا تھا۔ اس کا سلائیڈنگ دروازہ ایک طرف سرک گیا تھا۔ اس دروازے سے ایک عورت نے زمین کی طرف چھلانگ لگائی، وہ چست پتلون اور جیکٹ پہنے ہوئے تھی۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں

تھا، اس کی رگیں شانوں تک پھیلی ہوئی تھیں پارس نے اُسے دیکھتے ہی ہتھیار کو ایک طرف پھینکا پھر زور کی چیخ ماری "مما! اوہ مائی ڈارلنگ مما..."

اُس نے جیپ سے چھلانگ لگائی پھر دوڑتے ہوئے اُدھر جانے لگا۔ سلار نے حیرانی سے دیکھا پہلے اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ پھر اُسے یاد آیا کہ وہ سونیا کو مما کہتا ہے، وہ بھی اُس کے پیچھے بھاگنے لگا۔

ہیلی کاپٹر سے کئی مسلح افراد اُتر آئے تھے۔ سونیا اُن سے دُور دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ پارس دوڑتا ہوا آیا اور اُس سے دس قدم کے فاصلے پر رُک گیا۔ سونیا نے ہنستے اور مسکراتے ہوئے کہا "پہلے میں..."

پارس نے بھی جواباً ہنستے اور مسکراتے ہوئے ایک اُنگلی سے انکار کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "نو مما! پہلے میں..."

وہ ہنستا اور مسکراتا ایک طرف سے دوسری طرف آئی پھر بولی۔ "دیکھو پارس! تیرا ایک ہاتھ زخمی ہے، میں تجھے اور نقصان نہیں پہنچانا چاہتی، سیدھی طرح بات مان لے، پہلے میں..."

"اے جاؤ مما! پارس کوئی موم کا گڈا ہے کہ ایک ہاتھ کے زخمی ہونے سے تمہاری دھونس میں آ جائے گا۔"

سونیا نے کہا "ایسی بات ہے تو ایک منٹ رُک جاؤ۔"

اُس نے ایک مسلح شخص کو بلا کر کہا "میرا یہ دایاں ہاتھ باندھ دو۔ کل کا چھوکرا مجھے چیلنج کر رہا ہے۔"

وہ شخص رسّی لینے گیا۔ سونیا نے اپنا دایاں ہاتھ سینے پر رکھ لیا۔ پارس نے کہا "مما، تم تو ناقابلِ شکست کہلاتی ہو، میرا ایک ہاتھ زخمی ہے تو اپنا ایک ہاتھ باندھ رہی ہو، یہ تو کوئی برابری نہ ہوئی، میری جتنی عمر ہے اس سے دُگنا تمہارا تجربہ ہے۔"

وہ شخص رسّی لے کر آیا۔ سونیا نے کہا "میرے دونوں ہاتھ پُشت پر باندھ دو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ سلار احیران اور پریشان ہو کر دیکھ رہی تھی کہ وہ کیسے ماں بیٹے ہیں جو دُشمنوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے مقابلے کے لیے تن گئے ہیں، صرف اتنا ہی نہیں، ماں ایک شیرنی کی طرح غرّاتی ہوئی اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھی۔

آخر وہ دونوں چاہتے کیا تھے؟ یہ پہلے میں کا مطلب کیا تھا؟

اصل بات یہ تھی کہ جب پارس بچہ تھا اور سونیا ملاقات کے لیے آتی تھی تو اسے دونوں بازوؤں میں تھام کر پیار کرتی تھی پھر پارس نے کہا "نہیں مما! اب میں جوان ہو گیا ہوں، میں تمہیں بازوؤں میں اُٹھا کر پیار کروں گا۔"

سونیا نے کہا تھا "تو جوان ہونے کا ثبوت دے۔ مجھے بازوؤں میں اُٹھا سکتا ہے تو اُٹھا، ورنہ میں تجھے جبراً بازوؤں میں لے کر پیار کروں گی۔"

پارس نے کہا تھا "اب اتنا آسان نہیں ہے، میں تمہارے ہاتھ نہیں آؤں گا۔"

"سوچ لے بُری طرح زخمی ہو جائے گا۔"

"بچپن سے آپ ہی کے ہاتھوں زخم کھاتا آ رہا ہوں اور زخم دینے کا ہنر بھی سیکھ رہا ہوں۔"

بہرحال اس عرصے میں ان ماں بیٹے کی تیسری بار ملاقات ہوئی تھی۔ تینوں بار پارس نے شکست کھائی تھی اور ہر شکست کے بعد کہا تھا "مما! کوئی بات نہیں، میں آپ سے سیکھتا جا رہا ہوں۔ اگلی ملاقات میں بازی پلٹ دوں گا۔"

اس کے اخوا ہونے کے طویل عرصے بعد پھر ایک بار ماں بیٹے کی ملاقات ہو رہی تھی۔ ماں کی مدتی کہ وہ اسے بازوؤں میں اُٹھا کر پیار کرے گی اور بیٹے کی مدتی کہ وہ بچہ نہیں رہا، بھرپور جوان ہے اور اپنی ماں کو بازوؤں میں اُٹھا سکتا ہے لہٰذا آج چوتھی بار اسے پھر سونیا کے سامنے اپنے جوان ہونے کا ثبوت پیش کرنا تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پینترا بدل رہے تھے۔ اچانک سونیا حملہ کرنے کے انداز میں آگے بڑھی پارس اچھی طرح سمجھ گیا تھا، مما یکسہ دھوکا دیا کرتی ہیں۔ واقعی اُس نے دھوکا دیا تھا حملہ کرنے کے بجائے اچانک فضا میں اُچھل کر قلابازی کھائی تھی اور اُس کے سر پر سے گزر کر پیچھے چلی گئی تھی تاکہ پیچھے سے آ کر اُسے پیار کرلے۔ جیسے ہی وہ سر پر سے گزر کر پیچھے آئی پارس نے یکبارگی اُلٹی چھلانگ لگائی، اُس کے اُوپر سے گزر تا ہوا پیچھے پہنچ گیا لیکن وہ بھی اُسے پکڑ نہ سکا، اچانک ہی سونیا نے پلٹ کر اس کے سینے پر شکاری کُتاری جیسے جانور سے سنگ مارا ہو، اُس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے، وہ ہاتھ استعمال نہیں کر سکتی تھی، پارس لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر اُس نے گھوم کر ایک لات ماری، سونیا اُچھل کر ذرا پیچھے گئی۔ اُس نے پھر گھوم کر دوسری لات ماری، سونیا نے اس بار اس کی ٹانگ میں اپنی ٹانگ پھنسائی اور دوسری طرف گھما کر پھینک دیا، وہ جہاں گرا، وہ جگہ نشیبی تھی لہٰذا اڑھکتا ہوا ذرا دور چلا گیا۔

وہ ہنستے ہوئے بولی "بیٹا! اولاد جب پہاڑ سے اُونچی ہو جائے تو ماں کے سامنے بچہ ہی ہوتی ہے۔ تھک گئے ہو تو کہو، میں ہاتھ کھولوں گی پھر تمہیں بازو میں اُٹھا کر چُوم لوں گی۔"

وہ نشیبی حصّے سے دوڑتا ہوا آیا پھر پے در پے اُسے کراٹے کے ہاتھ مارنے لگا لیکن ایک ہاتھ بھی اُس پر نہیں پڑ رہا تھا، وہ اُچھل اُچھل کر کبھی اِدھر جا رہی تھی، کبھی اُدھر، کبھی پیچھے ہٹ رہی تھی اور کبھی قلابازی کھا کر دُور جا رہی تھی اور دونوں پاؤں پر کھڑی ہو جاتی تھی۔

پارس نے پھر آگے بڑھ کر حملہ کیا، اس بار وہ زمین پر گر کر چاروں شانے چت ہوئی پھر لیٹے لیٹے ہی گھوم کر اُس کی ٹانگ پر پٹ سے ٹانگ ماری۔ پارس کے قدم اُکھڑ گئے، وہ اُچھل کر دوسری طرف جا گرا۔ ایک دم سے جھنجلا کر اُٹھتے ہوئے بولا "میں چار چار، پانچ پانچ دُشمنوں پر بھاری پڑتا ہوں مما سے، مما! کیا تم نے قسم کھائی ہے، میرا ہاتھ بھی نہیں آؤں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "ہاں، میں نے قسم کھائی ہے کہ ایک دن تم ضرور جیتو گے لیکن آج نہیں، ابھی تم بچے ہو۔"

پارس نے ایک گہری سانس لی پھر آگے بڑھتے ہوئے بولا "مما! میں ہارا، تم جیت گئیں، میں خود تمہارے ہاتھ کھولتا ہوں۔"

سونیا اس کی طرف گھوم گئی، اُس نے قریب آ کر اس کے ہاتھ کھولے جیسے ہی ہاتھ کھلا اُس نے بازوؤں میں اُٹھانا چاہا۔ سونیا پھسل کر نیچے گئی پھر اُلٹ کر اُس کے مُنہ پر لات ماری، وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا، وہ اُچھل کر کھڑی ہوئی پھر بولی "دیکھ لو، تمہاری سمگلنگ کے باوجود میں نے اپنے ہاتھ استعمال نہیں کیے حالانکہ کھل چکے ہیں۔"

"اوہ مائی گریٹ مما! میں نے سوچا تھا، جس طرح لوہا لوہے کو کاٹتا ہے، اسی طرح سمگلرز کو میں بھی اپنی بین الاقوامی شہرت یافتہ سمگلر ماں کو شکست دے سکتا ہوں مگر تم تو کسی طرح قابو میں آتی ہی نہیں ہو، چلو، اب سمگلری نہیں، جم کر مقابلہ کروں گا۔"

وہ آگے بڑھا پھر ٹھٹک کر رُک گیا، اپنے سر کو ایک ہاتھ سے تھام کر بولا "اوہ نو! جو جو! ابھی تم جاؤ، مما نے پھر چیلنج کیا ہے، مجھے یہ بازی جیت لینے دو۔"

یہ کہہ کر وہ چُپ ہُوا۔ سونیا کے مُنہ کر تکنے لگا پھر بولا "تم جب بھی آتی ہو، جو اس کرنے لگتی ہو۔ اس مقابلے میں مما مجھے جان سے مار تو نہیں دیں گی آخر وہ میری ماں ہیں، میں اُن کا بیٹا ہوں۔"

وہ ذرا چُپ ہُوا پھر بولا "جو بھی میں سچ کہہ رہا ہوں، تمہیں یقین نہیں ہے تو خود اپنی مما سے کہو۔"

وہ پھر چُپ ہُوا اس کے بعد بولا "اور کیسے کر سکتی ہو خیال خوانی کرتی ہو، مگر اس کی تکنیک بھول جاتی ہو، تم میرے دماغ پر قبضہ جما کر میری زبان سے مما کو مخاطب کر سکتی ہو۔"

دوسرے ہی لمحے پارس کی آواز بدل گئی۔ اُس کے مُنہ سے جو جو کی آواز نکل رہی تھی اور وہ اس کے لب و لہجے میں بے اختیار بول رہا تھا "مما! یہ کیا ہو رہا ہے، مجھے ڈر لگتا ہے۔"

سونیا نے آگے بڑھ کر کہا "جو جو! میں تمہیں پہلے بھی سمجھا چکی ہوں، تم آتی بُری دنیا نہ بنو، ہم کوئی دُشمن تو نہیں ہیں۔"

"مما! خوامخواہ لڑنا کیا ضروری ہے، اچھے بچے کبھی ہمیں لڑتے۔"

سونیا نے بے اختیار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "تم ہمیں بھی اپنی طرح بچہ ہی سمجھتی ہو۔"

یہ کہہ کر وہ ہنستی چلی گئی۔ اچانک پارس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک جھٹکے سے گھمایا۔ سونیا دوسری طرف گھومی، اُس نے دونوں بازوؤں میں اُٹھایا اور اُسے چُوم لیا۔ سونیا کی ہنسی پہلے ہی رُک گئی تھی، وہ جیسے ایک دم سے ہوش میں آ گئی۔ پارس نے کہا "یہ کیوں مما! یہ ٹھیک ہے نا، لوہا، لوہے کو اور مکار، مکار کو کاٹتا ہے۔ میرے دماغ میں جو جو نہیں آئی تھی۔"

سونیا نے خوش ہو کر اُس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں پھر اُسے چُومتے ہوئے کہا "شاباش، زندگی میں پہلی بار جس نے مجھے مکاری سے شکست دی، وہ میرا بیٹا ہی ہے۔"

چاروں طرف کھڑے ہوئے مسلح افراد تالیاں بجانے لگے۔ سلار بھی بے اختیار تالی بجا رہی تھی اور ماں بیٹے کی محبت کا انداز دیکھ رہی تھی، اگرچہ انداز وحشیانہ تھا لیکن اس میں بھرپور محبت چھپی تھی، وہ سونیا کو دونوں بازوؤں میں اُٹھائے ایک ایک مسلح فرد کے سامنے سے گزرتا جا رہا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "جب میں بچہ تھا، میری ماں مجھے گود میں اُٹھاتی تھی، آج میں جوان ہوں، اپنی ماں کو اپنے جوان بازوؤں کی پناہ میں لے چکا ہوں۔"

وہ ذرا دُور گیا پھر ان مسلح افراد کی طرف پلٹ کر بولا "آج مما کو جیت کر یہ خود اعتمادی پیدا ہو گئی ہے کہ میں کسی بھی آندھی کا رُخ موڑ سکتا ہوں۔"

سونیا، اُس کے بازوؤں سے اُتر گئی پھر اُسے گلے سے لگا کر چُومتے ہوئے بولی "مجھے معلوم ہے، تم کس طرح دو دونوں اور دو راتوں سے آندھیوں کا رُخ موڑتے آ رہے ہو۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

"تم تھانا کا دھرم چلی آئی ہو یا پاپا نے بتایا تھا؟"

"تمہارے پاپا نے بتایا تھا میرے پاس اس جنگل کا تفصیلی نقشہ ہے، میں نے اس نقشے کے مطابق اندازہ کیا اور تمہارے پاس پہنچ گئی۔"

سلار اقریب آ گئی تھی، پارس نے کہا "مما! کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ یہ سلار ہے؟"

سونیا نے مُسکراتے ہوئے مصافحہ کیا۔ سلار نے اُس کے ہاتھ کو تھام کر کہا "میں تمہارے چہرے سنتی رہتی ہوں، سورج رہی تھی، شاید دُشمن بن کر ملاقات کرنا پڑے اور یہ ملاقات مجھے مہنگی پڑے گی۔ مجھے بے حد خوشی ہے، ہم دوستانہ انداز میں مل رہے ہیں۔"

سونیا نے بزرگانہ انداز میں کہا "تم چاہو تو ہمیشہ دوستانہ انداز میں ملتے رہیں گے اور ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔"

"مما! میں نے سلار کو ایک تجویز پیش کی ہے، اگر یہ مان لے گی تو ہماری دوستی ہمیشہ کے لیے پائیدار ہو جائے گی۔"

"میں نہیں پوچھوں گی، تم نے کیا تجویز پیش کی ہے۔ ہمارا بیٹا، سلار کو ایسا کارآمد مشورہ نہیں دے گا جس سے کسی کو نقصان پہنچے۔ بہرحال تم دونوں گئی دنوں سے دُبلے کے کھانا کھاتے آ رہے ہو، میں تم لوگوں کے لیے تازہ کھانا لائی ہوں، آرام سے بیٹھ کر یہاں کھاؤ پھر تازہ دم ہو کر آگے بڑھو۔"

پارس نے کہا "مجھے ایک نقشے کی ضرورت ہے۔"

"میں تمہارے لیے لائی ہوں اور صرف نقشہ ہی نہیں، ایک پوری باڈی گارڈ بھی لائی ہوں، جو اس جنگل میں تمہاری صحیح رہنمائی کرے گی۔"

ذرا پیچھے گھوم کر دیکھو۔"

پارس اور سلارا دونوں نے گھوم کر ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھا۔ اس کے دروازے سے غلام باقی اُتر رہا تھا، وہ سوا چھ فٹ کا لمبا تڑنگا نیگرو امریکا کا شہری نہیں لگ رہا تھا کیونکہ اُس نے مقامی باشندوں کا سا لباس پہنا ہُوا تھا۔ اس کا سیاہ بدن دُھوپ میں چمک رہا تھا۔

پارس نے آگے بڑھ کر اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "باقی انکل! اس جنگل میں تم سے بہتر ساتھی اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

باقی نے کہا۔ "پارس بابا! تم نہیں جانتے، افریقہ کے جنگلوں میں چُڑیل قسم کی عورتیں اور شیطان قسم کے مرد خطرناک جادُو گر ہوتے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے اُس نے کن انکھیوں سے سلارا کی طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ "اگر تم پر کسی چُڑیل کا سایہ پڑے گا تو میں اس سے بھی نجات دلاؤں گا۔"

اُن کے لیے کھانے کی ڈشیں لا کر رکھ دی گئی تھیں، وہ سب سبز گھاس پر کھانے بیٹھ گئے۔ سونیا ایک اہم مقصد لے کر وہاں آئی تھی، تھوڑی دیر پہلے میں نے اسے بتایا تھا وہ سلارا کے ساتھ جیپ میں جنگل کے ایک حصّے سے گزر رہا ہے۔ جو جو پارس کے دماغ میں آئی تھی لیکن سلارا ہمارے بیٹے کے لیے کھیل بنتی جا رہی ہے۔ تم ذرا تدبیر سوچو، کچھ کہے سُنے بغیر سلارا سے ہمارے بیٹے کو نجات دلائی جا سکتی ہے۔

سونیا نے کہا۔ "ہمارا بیٹا نوجوان ہے، یہ بات سلارا کو سوچنی چاہیے، وہ پچیس برس سے اوپر کی ہو گی، حالات نے دونوں کو پچھلے دو دنوں سے بچا کر رکھا ہے اور یہ بات ہمارے بیٹے کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔"

میں نے کہا۔ "مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے، میں نے چُپکے سے اس کے خیالات پڑھے تھے، پتا چلا اُس نے بڑے ہی سخت آزمائشی مرحلے میں گناہ سے دامن بچایا ہے لیکن سوچ رہا ہُوں، سلارا آگ کی طرح ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔ وہ کب تک اس کی لپیٹ میں آنے سے بچتا رہے گا۔"

سونیا نے تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد کہا۔ "ہم نے اپنے بیٹے کو اچھی تعلیم و تربیت دی ہے، خطرہ چاہے موت کا ہو یا عورت کا اس سے بچنے کے گُر سکھائے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تم شاید سلارا کے مزاج سے واقف نہیں ہو، وہ مردوں سے سخت نفرت کرتی رہی تھی نہ جانے کس وجہ سے، پہلی بار پارس سے متاثر ہوئی ہے اور اسی سے چپک کر رہنا چاہتی ہے۔"

"میں تم سے زیادہ عورت کو سمجھتی ہُوں، سلارا حسین ہے، جوان ہے بے شمار چاہنے والے اس کی طرف بڑھتے رہے ہوں گے۔ اس بات نے اسے مغرور بنا دیا ہو گا اور وہ سب کو ٹھکراتی آ رہی ہو گی، اگر وہ خود کو مرد بیزار ظاہر کرتی ہے تو ہمارا غلام باقی اس سے زیادہ عورت بیزار ہے، جب وہ اس کے قریب رہے گا اور نیگرو ہونے کے باوجود اسے لفٹ نہیں دے گا تو اسے اپنی توہین کا احساس ہو گا، وہ خود کو غلام باقی سے زیادہ اہم اور برتر ثابت کرنے کے لیے اسے اپنی اہمیّت کا احساس دلانے کی کوشش کرے گی، ایسی کوششوں میں عورت اپنا سب کچھ لٹا جاتی ہے۔"

"اچھی بات ہے، میں یہ معاملہ تم پر چھوڑتا ہُوں، تم سلارا کی پٹڑی بدل دو۔"

سونیا نے خوب سوچ سمجھ کر غلام باقی کا انتخاب کیا تھا۔ پہلے بھی امریکا کی ملکۂ حُسن مورینا اس پر مرمٹی تھی، یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ اس میں مردانہ کشش کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی، گوری عورتیں صرف اس کے کالے رنگ سے بچکچاتی تھیں لیکن اسے ایک بار نظر بھر اُٹھا کر دیکھتی ضرور تھیں اور تنہائی میں بار بار سوچتی ضرور تھیں۔

سونیا نے اُسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ وہ پارس اور سلارا کے درمیان رہ کر کس قسم کا ڈرامہ کرے گا اور کس طرح سلارا کے جذبات کی آندھی کا رُخ اپنی طرف موڑے گا۔

غلام باقی نے کہا۔ "مادام! آپ تو جانتی ہیں، مجھے عورتوں سے سخت نفرت ہے مگر اپنے پارس بابا کو چڑیلوں سے بچانے کے لیے میں سب کچھ کر سکتا ہُوں اور یہ ضرور کروں گا۔"

یوں بھی پارس کو جنگل میں غلام باقی سے بہتر گائیڈ اور کوئی نہ ملتا۔ کھانے کے دوران سونیا نے کہا۔ "سلارا! پارس نے کوئی تجویز پیش کی ہے، میں نہیں جانتی وہ تجویز کیا ہے، کیا تم بتانا پسند کرو گی؟"

سلارا نے کہا۔ "پارس کا مشورہ ہے، میں اپنے دماغ کے دروازے پاپا، ماما اور آمر کے لیے کھول دوں، وہ لوگ میرے دماغ میں رہ کر معلوم کریں گے کہ بھائی جارج نے وہ مشین کہاں چھپا رکھی ہے، اگر مشین آپ لوگوں کو حاصل ہو گئی تو پارس کا وعدہ ہے، میرے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل کیا جائے گا۔"

"پارس نے تمہارے اور ہمارے درمیان دوستی کو مضبوط کرنے کے لیے بہت مناسب وعدہ کیا ہے، میں تمہیں یقین دلاتی ہُوں، یہ وعدہ ہر حال میں پورا ہو گا، یہ بتاؤ، تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"میں تذبذب میں ہُوں، تم لوگوں کے درمیان رہ کر ایسا لگتا ہے جیسے اپنی فیملی میں ہُوں، تم لوگوں کی ایک ایک بات دل کو لگ رہی ہے لیکن مجھے اپنے بھائی جارج سے بہت محبت ہے، میں نے پارس سے کہا ہے، اپنے وعدے میں ایک ذرا سا اضافہ کر لے، میں اپنے بھائی جارج کو بھی یہ علم سکھانا چاہتی ہُوں لیکن پارس نے صاف طور سے انکار کر دیا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ ہماری طرح سوچتا ہے، ہماری طرح فیصلے کرتا ہے، ہم تمہارے سوا کسی کو یہ علم نہیں سکھا ئیں گے۔ ابھی تذبذب میں ہو، کوئی بات نہیں، خوب سوچ سمجھ کر اطمینان سے فیصلہ کرو، ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے، ہو سکتا ہے تمہارے فیصلہ کرنے تک ہم خود ہی مشین تک پہنچ جائیں۔"

سونیا کھانے کے بعد پارس کو ہیلی کاپٹر کے اندر لے گئی، وہاں ایک چھوٹا سا بیگ تھا جو پُشت پر باندھا جاتا تھا۔ اُس میں پارس کے پہننے کے لیے تین جوڑے اور دوسری ضروریات کا سامان تھا۔ سونیا نے اُس کے دائیں ہاتھ کی ایک اُنگلی میں ایک انگوٹھی پہناتے ہوئے کہا۔ "یہ میرِ آزاد مودہ حربہ ہے، کوئی دُشمن زیرِ نہ ہوتا ہو اور اسے تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حوالے کرنا چاہو تو انگوٹھی کے اس نگینے سے بٹن کو دبا دینا، دوسری طرف ہلکی سی سوئی برآمد ہو گی، دیکھو۔"

اُس نے بٹن کو دبایا تو ایک ننھی سی سُوئی برآمد ہوئی۔ اُس نے کہا۔ "جب تم دُشمن سے مصافحہ کرو گے یا اس کے جسم کے کسی حصّے پر ہاتھ مارو گے تو اس سوئی میں سے ایک زہریلا مادّہ نکل کر اس کے خون میں شامل ہو جائے گا اور اسے اعصابی کمزوریوں میں مُبتلا کر دے گا۔"

اُس نے ایک لائیٹر نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا۔ "اسے جلاؤ اور لگی سیٹ کی پُشت پر یہ جو سیاہ نشان دکھائی دے رہا ہے اس نشان کو لائیٹر کی جلتی ہوئی لَو کے آر پار دیکھو۔"

پارس نے اُس کی ہدایت پر عمل کیا۔ لائیٹر کو جلایا پھر ایک آنکھ بند کر کے دوسری آنکھ سے اس کی لَو کے آر پار سیاہ نشان کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "میں دیکھ رہا ہُوں۔"

وہ بولی۔ "لائیٹر کے نیچے ایک ننھا سا بٹن ہے، اسے اس طرح دباؤ کہ ہاتھ ہلنے نہ پائے اور وہ نشان اسی طرح لَو کے آر پار رہے۔"

اُس نے پھر ہدایت پر عمل کیا۔ ننھے سے بٹن کو دبایا تو ایک ننھی سی سوئی نکل کر اُس سیاہ نشان میں پیوست ہو گئی۔ سونیا نے ایک کاغذ کے ٹکڑے سے سوئی کو پکڑ کر نشان سے کھینچا اور کہا۔ "یہ زہریلی سوئی ہے، تم کسی بھی دُشمن کا نشانہ اس کی لَو کے آر پار لو گے تو سوئی صحیح نشانے پر جائے گی اور دُشمن کا کام تمام کر دے گی۔ اس میں بیس عدد سوئیاں تھیں، ایک ابھی ضائع ہو گئی، اسے چھپا کر رکھ لو، سلارا کو بھی بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

سونیا نے اس زہریلی سوئی کو ہیلی کاپٹر کے باہر پھینک دیا۔ پھر آہستہ آہستہ کہنے لگی۔ "بیٹے! تم نے بڑی جواں مردی سے پارسائی سے کام لیا۔ سلارا تمہیں بہکانے میں ناکام رہی ہے۔ ہم تم سے خوش ہیں لیکن سلارا کا رُخ بدلنے کے لیے میں نے غلام باقی کو تمہارے درمیان پہنچا دیا ہے۔ وہ جو بھی کرے، اس پر اعتراض نہ کرنا، بلکہ اسے نظر انداز کرتے رہنا۔"

"میں آپ کے ارادوں کو اچھی طرح سمجھ گیا ہُوں، آپ وہی کر رہی ہیں جو میں چاہتا ہُوں۔"

وہ دونوں ہیلی کاپٹر سے باہر آئے۔ غلام باقی نے اپنا مختصر سا سامان اُٹھا لیا۔ سونیا نے سلارا سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "پارس کی تجویز پر غور کرو اور دو ٹوک فیصلہ کرو، اوکے سوفار۔"

سونیا اپنے مسلّح ساتھیوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جا کر بیٹھ گئی۔ پارس، سلارا اور غلام باقی دور درختوں کے جُھنڈ میں چلے گئے۔

وہاں سے ہاتھ ہلا کر سونیا کو الوداع کہا۔ ہیلی کاپٹر وہاں سے پرواز کرتا ہُوا چلا گیا۔ غلام باقی دور کھڑی ہوئی جیپ کی طرف جانے لگا۔ سلارا اس سے کچھ فاصلہ رکھ کر پارس کے ساتھ چل رہی تھی اور آہستگی سے کہہ رہی تھی۔ "کیا تم اپنی زبان سے یہ نہیں کہہ سکتے تھے، تمہیں کسی گائیڈ کی ضرورت نہیں ہے، یہ کالا خوامخواہ ہمارے درمیان دیوار بن کر رہے گا۔"

"جنت کہنے والے دیوار پر چڑھ کر بھی جنت کہہ لیتے ہیں۔"

"مذاق نہ کرو، مجھے اس کے بارے میں کچھ بتاؤ، میں کسی اجنبی کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔"

"یہ امریکی باشندہ ہے، ہم سے بہت محبت کرتا ہے، اس لیے ہمارے ساتھ رہتا ہے، بہت ہی خطرناک فائٹر ہے، اس کے فولادی جسم پر دُشمنوں کا حملہ زیادہ اثر نہیں کرتا۔"

وہ تینوں جیپ کے پاس پہنچ گئے۔ غلام باقی سٹیئرنگ سیٹ سنبھالتے ہوئے بولا۔ "پارس بابا! آپ میرے پاس آ کر بیٹھ جائیں۔"

سلارا نے ناگواری سے پوچھا۔ "کیا میں پیچھے بیٹھوں گی؟"

پارس نے کہا۔ "انکل! میں سلارا کے ساتھ پیچھے بیٹھ جاتا ہُوں۔"

"ہرگز نہیں، میں تمہارا انکل ہُوں، ڈرائیور نہیں ہُوں۔"

پارس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بے شک آپ کا ڈرائیور کی طرح آگے بیٹھنا مناسب نہیں ہے۔"

"میں ڈرائیو کروں گی۔ پارس تم میرے ساتھ بیٹھو گے۔"

غلام باقی نے سخت لہجے میں کہا۔ "مادام نے مجھے پارس بابا کا گائیڈ اور باڈی گارڈ بنا کر یہاں چھوڑا ہے، میں کسی کی ڈرائیونگ پر بھروسا نہیں کروں گا، خود ڈرائیو کروں گا۔"

"انکل! بات بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا، اگر سلارا پیچھے بیٹھی اور دُشمنوں نے اچانک ہی پیچھے سے حملہ کر دیا تو یہ ہمارے لیے شرم کی بات ہو گی۔ لہٰذا ایک مرد کو ڈرائیونگ سیٹ پر اور دوسرے مرد کو پچھلی سیٹ پر بیٹھنا چاہیے، چونکہ تم ڈرائیور نہیں ہو اس لیے تمہارے ساتھ بھی کسی کا بیٹھنا ضروری ہے۔ سلارا، تم انکل کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔"

اس سے پہلے کہ وہ انکار کرتی، غلام باقی نے حقارت سے کہا۔ "پارس بابا! تم جانتے ہو، مجھے عورتوں سے نفرت ہے۔"

سلارا نے غصّے سے کہا۔ "ارے تم کیا نفرت کرو گے کبھی اپنی صورت آئینے میں دیکھی ہے، عورتیں تم سے نفرت کرتی ہوں گی۔"

غلام باقی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "پارس بابا! شہر پہنچ کر اسے وہ پرانے امریکی رسالے دکھا دینا جن میں مس امریکا اور غلام باقی کے عشق کی داستان شائع ہو چکی ہے۔ ان رسالوں کو پڑھ کر اس مغرور عورت کو احساس ہو گا کہ وہ تو مس امریکا تھی، یہ مس افریقہ بھی نہیں ہے۔"

وہ گھونسا دکھا کر بولی۔ "میں تمہارا مُنہ توڑ دوں گی۔"

"میرا منہ اپنی جگہ رہے گا تمہارا ہاتھ ٹوٹ جائے گا۔"

وہ جھنجلا کر جیپ کی پچھلی سیٹ پر آئی پھر بولی "دشمن اگر پیچھے سے حملہ کرتے ہیں تو کہنے دو۔ میں کسی کالے کے ساتھ بیٹھنا اپنی توہین سمجھتی ہوں۔"

پارس اگلی سیٹ پر آگیا۔ غلام باقی نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر جان بوجھ کر ایسے اونچے نیچے راستے سے گزرنے لگا کہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی سلارا کئی کئی فٹ اوپر اچھل کر پھر سیٹ پر آتی تھی اور چیخیں مارنے لگتی تھی "پارس! اس سے کہو، گاڑی ہموار راستے پر چلائے... یا آہستہ چلائے۔"

پارس نے کہا "پلیز انکل، گاڑی ذرا سہولت سے ڈرائیو کریں۔"

"برخوردار! یہ گوری چمڑی والی قوم کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ ساتھ بیٹھنے میں توہین ہوتی ہے۔ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ پیچھے کوئی ملازمہ یا کوئی غیر اہم عورت بیٹھتی ہے۔"

"یو شٹ اپ! میں پیچھے نہیں بیٹھوں گی۔"

اس نے جیپ روک دی۔ پارس پچھلی سیٹ پر آتے ہوئے بولا "آگے جاؤ اور جھگڑا نہ کرو۔"

وہ اگلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ باقی نے پھر گاڑی اسٹارٹ کی۔ اب وہ اسی جگہ سے گزر رہا تھا، جہاں ایک طرف گاڑی کا جھٹکا ہوتا تھا جس کے نتیجے میں سلارا جھک کر اس پر آ جاتی تھی۔ ایسے وقت وہ بار بار اس کے جسم کی سختی کو محسوس کرتی رہی۔ اس نے سو بار اعتراض کرنے لیکن وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ یہ سوچ کر خاموش ہو گئی کہ یہ اینٹ بولے گی تو وہ پتھر سنائے گا۔

اس نے کہا "پارس بابا! مجھے خاموشی اچھی لگتی ہے، اب انشاء اللہ چھیڑ نہیں لگیں گے۔"

پارس نقشہ دیکھ کر کہہ رہا تھا "یہ جنگل تو شیطان کی آنت کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ اب یہ کیسے سمجھا جائے کہ ہم جنگل کے کس حصے میں ہیں۔"

سلارا نے جلدی سے کہا "میں بتا سکتی ہوں تمہارے پاس آ جاؤں؟"

"پارس بابا! نقشہ لپیٹ کر رکھ دو۔ ہم کہیں آرام کرنے کے لیے رکیں گے تو میں تمہیں سب کچھ سمجھا دوں گا۔"

سلارا نے پوچھا "اگر میں پارس کے پاس جا کر سمجھا دوں تو تمہیں کیا اعتراض ہے؟"

"مجھے پھر احساس ہو گا کہ میں اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا ڈرائیور ہوں۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ تمہاری نیت خراب ہو رہی ہے۔"

باقی نے گاڑی کو پھر ایک ایسی جگہ سے گزارا کہ وہ اس پر آ گری۔ وہ بولا "بار بار پٹخے ہوئے بیل کی طرح مجھ پر گر رہی ہو اور میری نیت کو الزام دے رہی ہو۔"

وہ جھنجلا کر بولی "تم جان بوجھ کر ایسا کر رہے ہو۔ گاڑی روکو، میں پیدل جاؤں گی۔"

اب وہ ایک دریا کے کنارے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے گاڑی روک دی۔ پارس نے کہا "میں ذرا ان جھاڑیوں کے پیچھے سے آتا ہوں پھر غسل کر کے لباس تبدیل کروں گا۔"

سلارا نے کہا "میں نے تمہاری خاطر اپنے لیے ایک جوڑا مانگ لیا تھا، میں بھی غسل کر کے لباس تبدیل کروں گی۔"

پارس جھاڑیوں کے پیچھے چلا گیا۔ غلام باقی دریا کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ سلارا جیپ سے ٹیک لگائے کھڑی ہوئی تھی۔ پارس کا انتظار کر رہی تھی۔ بے خیالی میں غلام باقی کے پتھر جیسے سیاہ جسم کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "کیا واقعی یہ گوشت پوست کا انسان ہے؟"

تھوڑی دیر بعد وہ چونک گئی۔ پانی میں دھپ سے کسی کے گرنے کی آواز سنائی دی تھی پھر اسے پارس تیرتا ہوا نظر آیا۔ وہ خوش ہو کر ہاتھ ہلاتے ہوئے بولی "پارس! میں بھی آ رہی ہوں۔"

مغرب کی عورتوں کے لیے لباس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا ہے۔ انھیں تیراکی سے دلچسپی ہوتی ہے۔ اب وہ اتنے ہی لباس میں تھی جتنا کہ تیراکی کے لیے ضروری ہوتا ہے پھر وہ دوڑتے ہوئے کنارے پر آئی اور پانی میں چھلانگ لگا دی۔

غلام باقی چپ چاپ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ہنس رہی تھی اور تیرتے ہوئے پارس کے قریب جا رہی تھی۔ وہ ڈبکی لگا کر اس سے ذرا دور پانی سے ابھر آیا۔ وہ پلٹ کر بولی "مجھ سے دور کیوں چلے گئے؟"

"انکل سامنے بیٹھے ہیں، بھلا ہم قریب کیسے آ سکتے ہیں۔"

وفاداری سے بولی "کیا مصیبت ہے، پہلے جو جوئے پریشان کیا اب یہ پریشان کرنے آ گیا ہے۔ سنو! ایک ترکیب ہے۔"

اس نے محاطر نظروں سے غلام باقی کی طرف دیکھا پھر استہزائی سے بولی "ہم پانی میں ڈبکی لگائیں گے پھر اندر ہی اندر تیرتے ہوئے دور نکل جائیں گے۔"

دونوں خراب سے پانی کے اندر چلے گئے۔ اندر ہی اندر تیرنے لگے۔ کنارے کا پانی ذرا گدلا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو واضح طور پر دیکھ نہیں سکتے تھے پھر پارس نے اس سے کافی فاصلہ رکھا تھا۔ سلارا نے ذرا پانی سے ابھر کر دیکھا۔ ابھی وہ زیادہ دور نہیں نکلی تھی۔ غلام باقی جس پتھر پر بیٹھا ہوا تھا اب وہ خالی دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کالا دشمن نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی نظریں پارس کو تلاش کرنے لگیں، وہ شاید ابھی تک پانی کے اندر ہی اندر تیر رہا تھا، وہ بھی ڈبکی لگا کر اندر چلی گئی۔

اچانک وہ تیرتے ہوئے گھبرا گئی۔ کسی نے اس کی ٹانگ پکڑ لی تھی۔ اس نے گھوم کر دیکھنا چاہا۔ ٹانگ پکڑنے والا بھی تیرتا ہوا اس کے پیچھے چلا گیا۔ وہ نظر نہیں آیا۔ سلارا جلدی سے دونوں ہاتھ مارتے ہوئے پانی سے ابھری پھر چیخ کر بولی "پارس! یہ کیا شرارت ہے۔ میری ٹانگ چھوڑو۔"

اس نے ٹانگ چھوڑ دی مگر اسے کمر سے پکڑ لیا۔ اب سلارا بوکھلا ہوا، یہ پارس کی گرفت نہیں ہے۔ اسے گرفتار کرنے والا بالکل پتھر ہی پتھر لگ رہا تھا۔ اس نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوچا، کیا یہ وہی ہے جس سے دور بھاگ رہی تھی اور نفرت کر رہی تھی؟

پھر انھیں فائر کی آواز نے چونکا دیا۔ غلام باقی ہڑبڑا کر پانی سے نکلا۔ سلارا کو اس کی ان حرکتوں پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ دریا کے کنارے کالے گورے لوگوں کی فوج نظر آ رہی تھی۔ جنگل کے اس حصے میں آباد رہنے والے قبیلے کے لوگ تیر کمان اور نیزوں کے ساتھ دکھائی دے رہے تھے اور جو گوری چمڑی والے تھے، ان کے ہاتھوں میں رائفلیں، ریوالور اور اسٹین گنیں تھیں۔ ان کے درمیان ایک گوری عورت ان کے کالے سردار سے لگی کھڑی تھی۔

ایک رائفل والے نے ٹوپٹ کر پوچھا "کون ہو تم لوگ اس پارٹی سے تعلق رکھتے ہو؟"

غلام باقی خاموش تھا اور تیز نظروں سے وہاں کھڑے ہوئے تمام لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ ایک شخص نے ان کے قریب ہی پانی میں اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ وہ گولیاں پانی میں پیوست ہوتی ہوئی اور جھینپیں اڑاتی ہوئی ایک طرف سے دوسری طرف چلی گئیں۔ سلارا چیخ مار کر غلام باقی کے بازوؤں میں چھپ گئی۔ اس نے پوچھا "کیا اب مجھ سے نفرت نہیں رہی؟"

وہ کچھ نہ بولی۔ ساحل پر کھڑے ہوئے ایک گورے نے حکم دیا۔ "ہمارے پانچ گننے تک ادھر آ جاؤ ورنہ ہر طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہو گی۔"

غلام باقی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "گننے کی ضرورت نہیں ہے، ہم آ رہے ہیں۔"

وہ دونوں پانی میں سنبھل کر آگے بڑھنے لگے۔ سلارا نے ادھر ادھر دور تک دیکھتے ہوئے پوچھا "پارس کہاں ہے؟"

غلام باقی نے دھیمی سرگوشی میں ڈانٹ کر کہا۔ "اس کا نام نہ لو۔ ان لوگوں کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارے ساتھ کوئی تیسرا بھی تھا۔"

"اگر پارس ہوتا تو مجھے یہاں سے بچا کر لے جاتا۔"

"میں اسی پارس کو بچانے کے لیے گرفتاری پیش کر رہا ہوں۔ میں زیادہ سے زیادہ انہیں یہاں الجھائے رکھنے کی کوشش کروں گا تاکہ وہ کہیں دور نکل جائے۔ بس اب اس کا نام نہ لینا۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اسے بچانے کی خاطر مجھے قربانی کے لیے پیش کر رہے ہو۔"

"اگر کسی تیسرے کا ذکر کر کے تم خود کو بچا سکتی ہو تو بچا لو۔"

وہ گھٹنے گھٹنے پانی تک آ گئے، پھر غلام باقی نے وہیں رک کر مقامی زبان میں سردار سے کہا۔ "میں موزانگا قبیلے کے سردار کا بیٹا ہوں۔ کیا تم لوگ مجھے قیدی بنا کر میرے قبیلے سے دشمنی مول لینا پسند کرو گے؟"

سردار پریشان نظر آنے لگا۔ ایک سیاہ فام جو پتلون اور بشرٹ پہنے ہوئے تھا، اس نے ریوالور سے غلام باقی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "اب اس قبیلے کا سردار تمہارے قبیلے کی دھونس میں نہیں آئے گا۔ ہمارے صاحب لوگوں نے اسے بیس رائفلیں، پانچ ریوالور اور دو اسٹین گنیں دی ہیں، اس جنگل کا کوئی قبیلہ ہمارے سردار کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ تم باتیں نہ بناؤ۔ پانی سے باہر آؤ۔"

وہ سلارا کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا کنارے پر آ گیا۔ رائفل برداروں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ دو دشمن ان دونوں کے ہاتھ پشت پر باندھنے لگے۔ ان کی جیپ اور تمام سامان پر دشمنوں کا قبضہ ہو چکا تھا حتیٰ کہ ان کے بدن پر برائے نام کپڑا رہ گیا تھا۔

جب سلارا نے پارس کو مشورہ دیا تھا کہ ڈبکی لگا کر پانی کے اندر ہی اندر غلام باقی سے دور جائیں گے تو اس نے مشورہ مان لیا تھا۔ ڈبکی لگاتے ہی گدلے پانی سے فائدہ اٹھا کر اس سے دور ہو گیا تھا۔ وہاں سے گھوم کر اس کی مخالف سمت تیرتا چلا گیا تھا جب اس کی سانس پھولنے لگی اور تازہ ہوا کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے ایک جھاڑی کے پاس پہنچ کر پانی سے سر اٹھایا۔ اسی وقت اس نے بہت سارے قدموں کی آواز سنی۔ وہ جھاڑی میں دبک کر ساحل کی طرف دیکھنے لگا جہاں سے کالے اور گورے اس کی جیپ کی طرف بڑھ رہے تھے۔

پھر اسے سلارا کی چیخ سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "پارس! یہ کیا شرارت ہے۔ میری ٹانگ چھوڑو۔"

پارس کو یہ دیکھنے کی فرصت نہیں تھی کہ کس نے اس کی ٹانگ پکڑی ہے۔ اس نے اپنی آواز سنا کر دشمنوں کو متوجہ کر لیا تھا لہٰذا وہ ان سے دور ہٹنا چاہتا تھا۔ اس نے دور مخالف سمت میں ایک جھاڑی کو دیکھا پھر ڈبکی لگا کر اندر ہی اندر تیرتا ہوا اس جھاڑی تک پہنچ گیا۔ اس طرح وہ ان سے بہت دور نکل آیا تھا۔ کافی فاصلہ ہونے کے باوجود وہ ابھی تک نظر آ رہے تھے۔ ٹھیک ایسے ہی وقت اسے جوجو کی آواز سنائی دی۔ "پارس! میں کب سے تمہارے پاس آنا چاہتی تھی، پاپا نے منع کر دیا تھا۔ اب میں چپ کر آئی ہوں۔ پاپا سے نہ کہنا۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ سلارا اور غلام باقی دشمنوں کے نرغے میں ہیں۔ ہو سکتا ہے میں بھی ان کی نظروں میں آ جاؤں۔ تم فوراً پاپا کو خبر کرو۔"

وہ چلی گئی۔ پارس سر گھما کر دور تک دیکھنے لگا۔ اب اندر ہی اندر تیر کر جانے کے لیے کوئی آڑ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ البتہ دور ساحل پر موٹے تنے کا درخت تھا۔ اس موٹے درخت کے پیچھے خشکی پر جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ وہ اُدھر جانے کا خطرہ مول لے سکتا تھا۔

اسے اپنے دماغ میں سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ مجھے اپنے حالات بتاتے ہوئے جھاڑی کے پیچھے سے اُدھر دیکھتا رہا جدھر وہ دشمن نظر آ رہے تھے۔ میں نے کہا: "تم لوگوں نے یہ کیا حماقت کی۔ تینوں بہ یک وقت پانی میں اتر گئے تھے۔ یہ بھی نہ سوچا کہ تعاقب کیے جا سکتے ہو۔"

"میں سمجھ رہا تھا آپ نکل باقی ساحل پر موجود رہیں گے لیکن اس وقت کسی کی غلطی بیان کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔"

"اس الجھن سے نکلنا ہوگا لیکن میں ایک بات سمجھا دوں۔ باقی ذرا موٹی عقل کا آدمی ہے۔ اسے گائیڈ کرتے رہو تو صحیح کام کرتا ہے اور اس کی مرضی پر چھوڑ دو تو کام بگاڑ دیتا ہے۔ بہرحال تمہیں خطرہ مول لینا ہوگا۔ اسی طرح پانی کے اندر ہی اندر تیرتے ہوئے اس درخت اور جھاڑیوں کی طرف جاؤ۔ میں غلام باقی کے پاس جا رہا ہوں۔ دیکھتا ہوں وہاں کتنے دشمنوں کے دماغوں تک پہنچنے میں کامیابی ہو سکتی ہے۔"

اس نے پانی میں ڈبکی لگائی۔ میں اس کے دماغ سے فوراً نکل آیا کیونکہ ڈبکی لگانے کے لیے سانس روکنا ضروری ہوتا ہے اور سانس روکنے سے خیال خوانی کی لہریں باہر آ جاتی ہیں۔ میں غلام باقی کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا: "میرے آقا! کیا آپ ہیں؟"

"ہاں، میں ہوں۔ ان لوگوں سے باتیں کرتے رہو۔"

میں نے اس کے ذریعے دو چار لوگوں کی باتیں سنیں۔ پھر ایک کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ پھر چیخ کر کہا۔ "ہوشیار رہو، یہ دونوں فرہاد علی تیمور کے ساتھی ہیں۔ وہ ان کے ذریعے میرے دماغ میں آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہم میں سے جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں وہ گونگے اور بہرے بن جائیں۔"

میں تین آدمیوں کی آوازیں سن چکا تھا۔ اس کی باتوں کے دوران دوسرے کے دماغ میں پہنچا تو جگہ مل گئی۔ اب میرے لیے موقع تھا۔ میں اس کے ذریعے ان کے لیڈر کو گن پوائنٹ پر رکھ کر مجبور کر سکتا تھا لیکن ایک بار ایسا طریقہ اختیار کر کے مجھے نقصان اٹھانا پڑا تھا جب میں تل ابیب میں قیدی کی حیثیت سے تھا اور میں نے ایک افسر کو گن پوائنٹ پر رکھ کر وہاں سے نکلنا چاہا تھا تو باقی دوسرے سپاہیوں نے خود ہی اس افسر کو گولی مار دی تھی۔ کیونکہ میں اس افسر سے بہت زیادہ اہم تھا۔ ادھر ان لوگوں کو معلوم تھا کہ ایک غلام باقی ہے اور دوسری جارج فری مین کی بہن سلارا ہے۔ دونوں ہی اہم تھے۔

سلارا کے ذریعے وہ جارج فری مین کو بلیک میل کر سکتے تھے۔ ایسی صورت میں اگر میں لیڈر کو گن پوائنٹ پر رکھتا تو ہو سکتا تھا وہ لیڈر کی موت گوارا کر لیتے اور کسی دوسرے کو اپنا لیڈر بنا لیتے لیکن سلارا کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

میں نے ذرا تحمل سے کام لیا۔ ایک کے دماغ میں جگہ مل چکی تھی۔ اس کے ذریعے میں دوسرے کئی ایسے لوگوں کے دماغوں میں جگہ بنا سکتا تھا جو یوگا کے ماہر نہیں تھے۔ وہ لیڈر یہ بھول گیا تھا کہ اس کے پیچھے کھڑے ہوئے کن لوگوں نے اپنی آوازیں سنائی ہیں کیونکہ وہ سب بڑی دیر سے کچھ نہ کچھ بولتے جا رہے تھے۔

لیڈر نے کہا: "مسٹر فرہاد! ہم سے سمجھوتہ کر لو۔ ہم تمہارے آدمی کو نہیں ماریں گے، قیدی بھی نہیں بنائیں گے۔ اس کی جیپ اور سامان سب کچھ واپس کر دیا جائے گا یہ تمہارے پاس واپس آ سکتا ہے۔ اس کے بدلے ہم سلارا کو لے جائیں گے۔"

غلام باقی نے کہا: "میرے آقا کو یہ سودا منظور نہیں ہے۔ تم اگر میری جان لوگے اس کے بدلے تم سب نیست و نابود ہو جاؤ گے۔ تم ٹرانسفارمر مشین کے لیے آئے ہو۔ اگر اس مشین تک پہنچنے کے لیے زندہ سلامت رہنا چاہتے ہو تو مجھے اور سلارا کو چھوڑ دو۔"

اس دوران میں نے دو اور آدمیوں کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ حالات کسی وقت بھی بگڑ سکتے تھے۔ میں اطمینان سے ان کے دماغوں میں سرنگ بنانا چاہتا تھا لیکن یہ پروگرام بدل بھی سکتا تھا۔ ان کا لیڈر سوچ میں پڑ گیا تھا پھر اس نے کہا: "تعجب ہے، تمہیں آزادی مل رہی ہے۔ تمہاری جیپ اور پورا سامان مل رہا ہے۔ تم آسانی سے رہائی پا کر یہاں سے جا سکتے ہو پھر پلٹ کر ہم پر منظم حملہ کر سکتے ہو لیکن تمہارا باس فرہاد میری اس آفر کو ٹھکرا رہا ہے۔ کیا اسے تمہاری زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟"

غلام باقی نے کہا: "مجھے جو کہنا تھا میں کہہ چکا ہوں۔ تمہیں جو کرنا ہے وہ کر کے دکھاؤ۔"

وہ الجھن میں پڑ گیا تھا۔ سوچتی ہوئی نظروں سے غلام باقی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا: "انہیں اسی طرح باندھ کر لے چلو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ فرہاد کیسا پلان میکر ہے اور وہ میرے خلاف کس قسم کے اقدامات کرے گا۔ ہم ہر طرح مستعد رہیں گے۔"

وہ ان دونوں کو قیدی بنا کر لے جانے لگے۔ ادھر پارس پانی کے اندر ہی اندر تیرتا ہوا اس درخت تک پہنچ گیا تھا پھر کسی کی نظروں میں آئے بغیر جھاڑیوں کے پیچھے چلا گیا تھا۔ اب کوئی اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ رینگتا ہوا دور تک گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ دور کسی گھنے درخت پر چڑھ جائے گا اور پھر اس کی بلندی سے دیکھے گا کہ سلارا اور غلام باقی کو کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ میں اسے معلومات فراہم کر سکتا تھا لیکن اس کا درخت پر چڑھ کر چھپ جانا زیادہ بہتر تھا۔ وہ دور تک رینگنے کے بعد دوڑنے لگا۔ اس کے بدن پر صرف ایک نیکر تھی۔ سامنے بڑے اور ضرورت کا سامان ندی کنارے رہ گیا تھا حتیٰ کہ ایک چھتیار بھی نہیں تھا۔ دھوپ کی وجہ سے اس کا سفید بدن سرخ ہو رہا تھا۔ وہ ایک گھنے درخت کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے سر اٹھا کر اس کی اونچائی کو دیکھا۔ پھر آگے بڑھ کر چڑھنا ہی چاہتا تھا کہ ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور اس کے تنے میں پیوست ہو گیا۔ وہ یکبارگی اچھل کر زمین پر گر گیا۔ پھر فوراً ہی زمین پر لیٹ گیا تاکہ تیر آئے تو اوپر سے گزرتا چلا جائے۔ کسی دوشیزہ کا مترنم قہقہہ سنائی دیا۔ اس نے ایک طرف سر گھما کر دیکھا۔ بہت سی سیاہ فام عورتیں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کے جسموں پر مختصر لباس تھا۔ ہاتھوں میں تیر کمان تھے۔ کچھ عورتوں نے نیزے اٹھا رکھے تھے۔ انہوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا لیکن جو قہقہہ لگا رہی تھی وہ نیگرو نہیں تھی۔ گوری چمڑی والی نوعمر لڑکی تھی۔

وہ جلدی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ جما لیٹا ہوا تھا وہاں بڑے بڑے چیونٹے تھے، اس کے جسم پر چڑھ رہے تھے۔ وہ جلدی جلدی چیونٹوں کو اپنے جسم پر سے جھاڑنے لگا۔ وہ ہنس رہی تھی۔ ہنستے ہنستے قریب آ رہی تھی۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ اس سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ایک آدھ بار پارس کی نظریں اس کی نظروں سے ٹکرائیں تو اس نے محسوس کیا اس کی آنکھوں میں کوئی غیر معمولی سی بات ہے ورنہ وہ بہت ہی معصوم اور بے ضرر دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے قریب آ کر پارس کے بدن پر رینگنے والے ایک چیونٹے کو اپنی چٹکی میں لیا۔ پھر اپنی دوسری ہتھیلی پر اپنے منہ کا لعاب ڈالا۔ پارس اس کی حرکت کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے چیونٹے کو اپنے منہ کے لعاب میں ڈال دیا۔ پارس نے شدید حیرانی سے دیکھا۔ اس کی چٹکی میں پھنسنے والا چیونٹا لعاب دہن میں پہنچتے ہی ایک دم سے ساکن ہو گیا۔ وہ مر چکا تھا۔

وہ فوراً ہی ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا: "کیا تم زہریلی ہو؟"

وہ بڑی خوشی سے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بولنے لگی۔ "میرا نام ماریہ۔ میں شی کو برا (ناگن) ہوں۔ تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا، پارس نے چونک کر اس کے ہاتھ کو دیکھا تو وہ جلدی سے ہتھیلی کے لعاب کو اپنے لباس سے پونچھنے لگی۔ پھر دوبارہ ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی: "آئی فرینڈ یو فرینڈ میں دوست، تم دوست؟"

پارس کی انگلی میں سونیا کی دی ہوئی انگوٹھی تھی۔ اس انگوٹھی سے نکلنے والی سوئی ایسی دوا انجیکٹ کرتی تھی جس کے نتیجے میں مقابل اعصابی کمزوری کا شکار ہو جاتا تھا۔ پارس نے سوچا کیا اس زہریلی لڑکی پر یہ دوا اثر کرے گی؟

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر بھی اس نے انگوٹھی کو آزمایا مصافحہ کرنے سے پہلے اس کے بٹن کو چپ چاپ دبا دیا۔ ایک سوئی باہر نکل آئی۔ مصافحہ کرنے کے دوران وہ سوئی ماریہ کی ہتھیلی میں پیوست ہو گئی۔ وہ ذرا چونک گئی۔ جلدی سے ہاتھ چھڑا کر اپنی ہتھیلی کو دیکھا۔ پھر ہاتھ آگے بڑھا کر بولی: "یہ کیا چیز ہے۔ بڑی اچھی لگتی ہے۔ پھر ایک بار ہاتھ ملاؤ۔"

پارس نے دوسری بار ہاتھ ملاتے ہوئے وہ دوا اس کی ہتھیلی میں انجیکٹ کی۔ خاک اثر نہیں ہوا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی: "میں دوست، تم دوست۔ میرے ہاتھ کو چوم لو۔"

اس نے اپنی ہتھیلی کی پُشت اس کی طرف بڑھائی۔ پارس نے اسے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اپنے ایک گھٹنے کو زمین پر ٹیک دیا۔ پھر اس کی ہتھیلی پر ہونٹ رکھ کر چوم لیا۔ اس کے بعد سیدھے کھڑے ہو کر بولا: "میں دوست، تم دوست؟"

ماریہ نے اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ پھر اسی کے انداز میں اپنا ایک گھٹنا زمین پر ٹیک دیا۔ اس کی ہتھیلی کی پشت پر جھکی۔ آخری بار پارس نے صرف اس کے سفید چمکتے ہوئے دانتوں کو دیکھا۔ وہ دانت اس کی ہتھیلی کی پشت پر اکٹھے گئے۔ دوسرے ہی لمحے اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑایا۔ تڑپ کر پیچھے گیا۔ پھر کمزور اور ڈوبتی ہوئی آواز میں پکارنے لگا: "پاپا! تم کہاں ہو، پاپا، پاپا!"

میں ٹھیک اسی وقت پہنچا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ اس کے اندر زہر پھیل رہا ہے اور وہ بڑی اذیت میں مبتلا ہے۔ اس سے قبل کہ میں پوری طرح حالات کو سمجھتا۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ ہاتھ پاؤں جھٹکنے لگا۔ اس کا ذہن ڈوبتا جا رہا تھا اور میں پریشان ہو کر سوچ رہا تھا اگر اس کا دماغ تاریکی میں ڈوب گیا تو میں کیسے اپنے بیٹے کے کام آ سکوں گا؟

اب وہ اکھڑی اکھڑی سانسیں لے رہا تھا۔ میں ایک دم سے قریب گیا۔ اس کے ڈوبتے ہوئے ذہن سے آخری بار اتنا ہی دکھائی دیا کہ ایک نوعمر لڑکی اس کی ہتھیلی کی پشت پر جھک گئی تھی۔ اس کے بعد میں کچھ نہ دیکھ سکا۔ پارس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور سر ایک طرف ڈھلک گیا تھا۔

پارس

کے ساتھ ساتھ جیسے میری بھی سانس رکتی جا رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں، سر ایک طرف ڈھلک گیا تھا۔ اس کے باوجود اس میں

جان باقی تھی۔ یوں لگتا تھا، جان جاتے جاتے رُک گئی ہو۔ ملک الموت نے اپنا ارادہ بدل دیا ہو حالانکہ موت آتی ہے تو پھر نہیں ٹلتی۔ اسے ٹالنے میں یہ بات حارق آرا رہی تھی کہ جو زخم لگاتا ہے، وہ بھر سکتا ہے، جو ناگن زہر اُگل کر موت کی طرف لے جاتی ہے، وہ نہ ہر چُوس کر زندگی کی طرف لا بھی سکتی ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ میرے بیٹے کا دماغ موت کی تاریکی میں نہیں ڈوبا، میری سوچ کی لہروں کو وہاں سے لگانا نہیں پڑا۔ میں وہیں موجود رہا اور محسوس کرتا رہا کہ وہ بہت آہستہ آہستہ زندگی کی طرف لوٹ رہا ہے۔ اس کے دماغ میں سناٹا چھایا ہُوا تھا، وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں تھا، اگرچہ وہ بے ہوش نہیں تھا تاہم اس پر شدید غفلت طاری تھی۔

جب مجھے یقین ہوگیا کہ وہ خطرے سے باہر ہے تو میں نے سونیا، پومی اور آمنہ کو اس کے متعلق بتایا، وہ پریشان ہو کر سُنتی رہیں پھر سونیا نے کہا "فرہاد! بہت ہو چکا، پارس اپنی عمر سے زیادہ جدوجہد کر چکا ہے، ہم اُسے میدانِ عمل میں لا کر مطمئن ہیں، وہ ہر آزمائشی مرحلے میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کرتا رہا ہے۔ اب اسے چھٹی ملنی چاہیے۔"

"کیا تم چاہتی ہو اسے بابا صاحب کے ادارے میں واپس بھیج دیا جائے؟"

"بے شک۔ اس کے جسم سے پوری طرح زہر کا اثر ختم کرنے کے لیے مکمل توجہ اور مسلسل علاج کی ضرورت ہوگی۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہُوں میرے بیٹے کو اب آرام کرنا چاہیے لیکن ہم نے اسے چارہ بنا کر دُشمنوں کے سامنے چھوڑ دیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد چارے کے طور پر صرف سلالا رہ جائے گی، وہ بھی فی الوقت دُشمنوں کے قبضے میں ہے۔"

"سلالا پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا، ہم اسے دُشمنوں کی قید سے نکال لائیں گے لیکن وہ کسی مرحلے پر دھوکا دے سکتی ہے، تم یہ کیوں بھول گئے کہ تمھارا دوسرا بیٹا بھی ہے۔ پارس اوّل کو ادارے میں بھیجو اور پارس دوم کو یہاں بلاؤ۔"

"کیا کہہ رہی ہو، رسونتی سُنے گی تو آسمان سر پر اُٹھا لے گی، وہ روز صبح اُٹھ کر جب تک بیٹے کو نہیں دیکھتی، ایک گلاس پانی بھی نہیں پیتی۔"

"میں جانتی تھی تم یہی کہو گے۔ کیا وہ بیٹے کو ساری زندگی آنچل کے سائے میں رکھے گی؟ کیا وہ بیٹا ہمارا نہیں ہے؟ کیا ہم پارس اوّل کی طرح اسے عملی میدان میں آزمائش کے لیے چھوڑ نہیں سکتے؟ اس کی صلاحیتوں کو آزما نہیں سکتے؟"

"ہمیں یہ سب کچھ کرنا چاہیے لیکن رسونتی کو کون سمجھائے گا؟"

"تم شوہر ہو، سمجھانے کی کوشش کرو۔ نہیں سمجھے گی تو اس سے کہنا، مجھ سے بات کرے۔"

"اچھی بات ہے لیکن یہ بعد کا معاملہ ہے۔ میں پارس کو اس حالت میں چھوڑ کر کسی دوسری طرف خیال خوانی نہیں کروں گا۔ آمر کو غلام باقی اور سلالا کے پاس بھیج رہا ہُوں، پتا نہیں وہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"ان کی فکر نہ کرو۔ آمر خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود ہو گا۔ میں ہیلی کاپٹر میں نکل رہی ہُوں، تم ان کے تین آدمیوں کے دماغ میں پہنچ چکے ہو، کچھ معلوم ہُوا، وہ لوگ کس پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"وہ ماسک مین کے لوگ ہیں۔"

میں نے آمر کے پاس پہنچ کر وہاں کے مختصر حالات بتائے پھر کہا "میرے پاس آؤ، میں تمھیں دُشمنوں کے تین آدمیوں تک پہنچا رہا ہُوں، تم اُن کے دماغوں میں رہ کر صرف اتنا معلوم کرتے رہو کہ ان میں کتنے لوگ یُوگا کے ماہر نہیں ہیں اور ہماری خیال خوانی کی مُٹھی میں آ سکتے ہیں۔ جن کے متعلق پورا یقین ہو جائے، ان کے دماغوں میں جا سکتے ہو، اگر زیادہ لوگوں کے لب و لہجے کو یاد نہ رکھ سکو تو باقی لوگوں تک ہونق کو پہنچا دینا۔"

وہ میرے دماغ میں آیا، میں اُسے دُشمنوں کے تین آدمیوں کے پاس پہنچا کر بیٹے کے پاس آ گیا، وہ ابھی تک غافل تھا۔ اسے کچھ ہوش نہیں تھا کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ جب تک اس کی آنکھ کھلتی وہ دماغی طور پر بھی بیدار نہ ہوتا۔ اس وقت تک میں بھی اندھیرے میں رہتا۔

سونیا نے کہا تھا، وہ سلالا اور غلام باقی کی طرف ہیلی کاپٹر میں آئے گی اور اُدھر دُور دُور تک پرواز کرے گی تاکہ وہ جگہ معلوم ہو سکے جہاں پارس زندگی اور موت کی کشمکش میں مُبتلا ہُوا تھا۔ میں اپنے اس وقت اس کے دماغ میں پہنچا تھا کہ اس لڑکی کے متعلق کچھ معلوم نہیں کر سکا تھا کہ پتا نہیں وہ کون تھی، کہاں سے آئی تھی؟

پارس کے ڈوبتے ہوئے ذہن نے صرف اتنا بتایا تھا کہ وہ نوعمر حسین لڑکی زہریلی ہے۔ اتنی سی بات نے منجالی کی یاد تازہ کر دی، یہ عجب اتفاق تھا کہ بیٹے کی زندگی میں بھی ایک زہریلی لڑکی آئی تھی، لیکن منجالی کی طرح دوست بن کر نہیں، دُشمن بن کر آئی تھی۔

اسی وقت خیال آیا، میں غلط سوچ رہا ہُوں، اگر وہ لڑکی دُشمن تھی تو میرا بیٹا زندگی کی طرف کیسے لوٹ آیا تھا اور اب خطرے سے باہر تھا۔ شاید اس کا کچھ علاج بھی ہو رہا ہو گا۔ میرے لیے ایک ایک پل گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔ مجھے اُس لمحے کا انتظار تھا جب وہ آنکھیں کھول کر پا لے گا۔

مجھے جو جو کی آواز سُنائی دی "ہو پا! پارس بولتا کیوں نہیں ہے، خاموش کیوں پڑا ہُوا ہے؟"

میں آج صبح سے جو جو کو پارس سے دُور رکھنے کی کوشش کرتا آیا تھا کیونکہ اس کے ساتھ سلالا تھی۔ میں اس کے دل کو دُکھ پہنچانا نہیں چاہتا تھا، اسی لیے سونیا سے مل کر منصوبہ بنایا تھا کہ کس طرح سلالا کو پارس سے الگ کیا جا سکتا ہے۔ میں نے جو جو سے کہہ دیا تھا۔ بیٹی، آج شام سے پہلے پارس کے پاس نہ جانا، وہ بہت مصروف ہے، اگر تم اُس سے باتیں کرو گی تو وہ دُشمنوں کی طرف توجہ نہیں دے سکے گا۔ تم اس کی سلامتی چاہتی ہو، اس لیے میری بات پر عمل کرو۔

اُس بے چاری نے پارس کی سلامتی کی خاطر شام تک انتظار کیا تھا پھر اس کے پاس پہنچی تو وہ پانی میں تیرتا ہُوا ایک جھاڑی میں جا کر چُھپ گیا تھا۔ اُس نے جو جو سے کہا تھا کہ وہ خطرے میں ہے، پاپا کو اس کی اطلاع دی جائے۔ جب میں نے اُسے خطرے میں دیکھا تو جو جو کو سمجھایا "بیٹی، ایک گھنٹے تک اور صبر کرو۔ ابھی پارس کے پاس نہ آنا، دُشمن اُسے چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں۔"

وہ بے چاری پھر چلی گئی تھی۔ اب جو اُس نے آ کر دیکھا تو پارس گہری غفلت میں تھا، اپنی جو جو کی آواز نہیں سُن رہا تھا میں نے کہا "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ایک سانپ کے زہر نے اس پر اثر کیا تھا، وہ اثر ختم ہو رہا ہے۔"

وہ بولی "جب اثر ختم ہو رہا ہے تو پھر میری آواز کیوں نہیں سُنتا، مجھ سے بات کیوں نہیں کرتا؟ دیکھیے پاپا! اب مجھ سے یہ نہ کہیے گا کہ میں اس کے دماغ سے چلی جاؤں، میں نہیں جاؤں گی جب تک یہ مجھ سے بات نہیں کرے گا، میں یہیں رہوں گی۔"

"اچھی بات ہے تم یہیں رہو لیکن وعدہ کرو بہت ہوشیاری سے اس کی ایک ایک دماغی کیفیت کو سمجھتی رہو گی، متوجہ بھی اس کے آس پاس کچھ لوگ ضرور ہوں گے، اگر ان کی باتیں کرنے کی آواز پارس کے دماغ سے سُنائی دے تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔"

میں بیٹے کے دماغ سے واپس آنا چاہتا تھا، رسونتی کی آواز سُنائی دی، وہ کہہ رہی تھی "فرہاد! میرے بیٹے کے ساتھ اتنا کچھ ہو گیا اور تم نے مجھے اطلاع تک نہیں دی۔ کیا یہ میرا بیٹا نہیں ہے؟"

"میں بہت پریشان ہُوں، جب سے ایک لڑکی کے زہر نے اس پر اثر کیا ہے، میں اِدھر سے اُدھر بھاگتا پھر رہا ہُوں، ضروری انتظامات کر رہا ہُوں اور ان انتظامات سے تمھارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے؟"

"اس سے پہلے تمھیں بارہا آزما چکا ہُوں، کسی کام کے معاملے میں تمھیں بُلایا جاتا ہے تو تم ضرور کام کرتی ہو لیکن تھوڑی تھوڑی دیر میں پھر پارس دوم کے پاس پہنچ جاتی ہو، اگر وہ بابا صاحب کے ادارے میں بہترین تعلیم و تربیت نہ حاصل کرتا تو تم اسے لاڈ پیار میں ایک بزدل اور کمزور لڑکا بنا دیتیں۔"

وہ غصے سے بولی "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے اپنے بیٹے کو بہت سے علوم سکھائے ہیں، وہ میری نگرانی میں ایسے ایسے ہنر سیکھتا رہا ہے کہ اب کوئی اس کا ثانی نہیں ہو سکتا۔"

"یہی تو سوچنے کی بات ہے، تم چاہتیں تو دونوں بیٹوں کو یکساں توجہ دیتی۔ اپنی نگرانی میں تراشا ہُوا ہیرا بنا سکتی تھیں لیکن تم نے ایک پر زیادہ توجہ دی۔"

"تم خوامخواہ الزام دیتے رہتے ہو، مجھے پارس اوّل سے بھی اتنی ہی محبت ہے۔"

"تم اس کے دماغ میں ہو، اس کی حالت سے اندازہ کر سکتی ہو، یہ کس طرح موت کے مُنہ سے نکل کر آیا ہے۔ کیا اب اسے آرام کی ضرورت نہیں ہے؟"

"بے شک میں تو یہی مشورہ دوں گی، فوراً میرے پاس بھیج دو۔"

"کیا تم دن رات اس کی تیمارداری کرو گی؟"

"کیسی بات کرتے ہو میں اس کی ماں ہُوں۔"

"تو پھر پارس دوم کو یہاں بھیج دو۔"

"وہ ایک دم سے چونک گئی، بولی "اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"بہت ضرورت ہے، ہم یہاں جو گیم کھیل رہے ہیں، اس کے لیے میرے کسی ایک بیٹے کا ہونا ضروری ہے۔"

"کیوں میری مامتا کا امتحان لے رہے ہو، میں اسے افریقہ کے جنگل میں نہیں بھیجوں گی۔"

"جب ہمیں پارس اوّل کا سُراغ ملا کہ وہ افریقہ کے جنگل میں ہے اور ہم سب یہاں آنے لگے تو تمھاری زبان سے آنا نہیں نکلا کہ پارس کو اس جنگل میں نہ رہنے دیا جائے فوراً ادارے میں بھیج دیا جائے۔ اب اپنے بیٹے کی باری آئی ہے تو تم افریقہ کے جنگل سے ڈر رہی ہو۔"

"تم کچھ بھی کہو میں اسے نہیں بھیجوں گی۔"

"وہ میرا بھی بیٹا ہے اور میں اسے چار دیواری کا ہیرو نہیں کھلے میدان کا سپاہی دیکھنا چاہتا ہُوں۔"

"میں اسے تمھاری طرح ہیرو نہیں بنانا چاہتی، تم جان بوجھ کر مصیبتوں کو دعوت دیتے رہتے ہو۔ خدانہ کرے، میرے بیٹے پر کبھی کوئی مصیبت آ گئی تو وہ ثابت کرے گا کہ کتنا حوصلہ مند، دلیر اور حاضر دماغ ہے۔ آج کل اس کا زیادہ وقت یہاں کی لیبارٹری میں

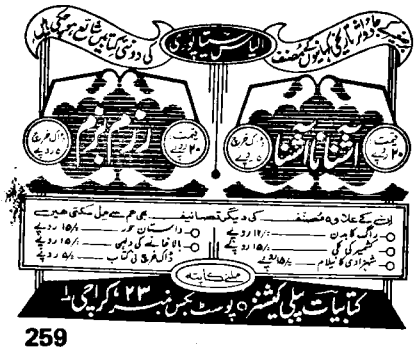

گزرتا ہے، وہ بہت مصروف رہتا ہے۔ اپنی مصروفیات چھوڑ کر خوامخواہ افریقہ کے جنگل میں مصیبتوں کو دعوت دینے نہیں جائے گا۔"

"کیا ہم مصیبتوں کے ڈر سے اس ٹرانسفارمر مشین کا خیال چھوڑ دیں اور ٹیلی پیتھی کے شیطانوں کو پیدا ہونے کا موقع دیں؟"

"یہ ہم بڑوں کا مسئلہ ہے، بچوں کا نہیں۔"

"ہم نے اپنے بچوں کو ٹیلی پیتھی اور ٹرانسمی عمل کے ذریعے چالیس سال کا تجربہ کار بنا دیا ہے، وہ سولہ برس کی عمر میں بچے نہیں رہے۔ پارس اوّل نے پچھلے دو دن اور دو راتوں میں تباہ شمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے خطرناک مراحل میں حاضر دماغی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہمارے بچے ہر آزمائشی اور خطرناک مراحل سے گزر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ تمہیں اپنے بچوں پر اعتماد ہو۔"

"تم باتیں بنا کر مجھے قائل نہیں کر سکو گے۔"

"میں صرف محبت سے سمجھا رہا ہوں، ورنہ قائل کرنا ضروری نہیں ہے۔ میرے پاس بھی ایک باپ کے حقوق ہیں، میں آسانی سے ادارے سے نکال کر لے جا سکتا ہوں لیکن میں تمہیں سوچنے کے لیے دو گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں، چاہو تو اس سلسلے میں سونیا سے بات کر سکتی ہو۔"

ہم پارس کے دماغ سے نکل کر بات کر رہے تھے تاکہ اس کے کمزور دماغ پر بوجھ نہ پڑے۔ رسونتی نے رونے کے انداز میں کہا۔ "کیا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو کہ کیا ایک ماں سے زبردستی اس کا بیٹا چھین کر لے جاؤ گے؟"

"اگر تم باپ کو دشمن سمجھ رہی ہو تو ایسا ہی سمجھو۔"

"میں تمہیں دشمن نہیں سمجھتی، تمہارے منصوبے کو غلط کہتی ہوں، اپنے کسی بھی بیٹے کو اس جنگل میں رکھنا دانشمندی نہیں ہے۔"

"ساری دانش مندی تمہارے حصے میں آئی ہے۔ سونیا، لوپی اور آمنہ ہم سب جنگلوں میں بھٹکنے آئے ہیں، ہم سب ہی احمق ہیں، میں جو کہنا چاہتا تھا کہہ چکا ہوں، دو گھنٹے بعد ایک دلیرماں کا فیصلہ سنوں گا۔"

میں پارس اوّل کے پاس آیا، وہ ابھی تک غافل پڑا ہوا تھا۔ اس کی طویل غفلت ہمیں تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔ میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے بتایا، وہ اپنے بیسلی کاپٹر میں تقریباً پچاس مسلح افراد کے ساتھ اس جگہ پہنچ گئی ہے جہاں وہ قبیلہ آباد ہے، اگرچہ اس نے قبیلے سے تقریباً دو میل دور بیلی کاپٹر اتارا لیکن قبیلے کے ساتھ رہنے والی ماسک مین کی پارٹی نے بیسلی کاپٹر کو دیکھ لیا ہے۔

یہ بات مجھے آدمیوں سے معلوم ہوئی، وہ تین آدمیوں کے دماغ میں باری باری جا رہا تھا اور اس بستی کے متعلق پوری معلومات حاصل کر رہا تھا، وہ ایک ایسے نیگرو کے دماغ میں پہنچ گیا تھا جو ماسک مین پارٹی کا گائیڈ بنا ہوا تھا۔ اس کے ذریعے سب سے اہم بات یہ معلوم

ہوئی کہ اس زہریلی لڑکی کا تعلق اسی قبیلے سے ہے لیکن وہ اس قبیلے سے دور سامنے والی پہاڑی کے دامن میں رہتی ہے۔

لڑکی کا نام ماریہ تھا، زہریلے پن کے باعث اسے سنگی کوبرا یعنی ناگن کہا جاتا تھا، پہاڑی کے دامن میں رہنے والے تمام وحشی ہر سہ ماہی اس کی پوجا کرتے تھے۔ اب سے بیس برس پہلے ایک انگریز اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ جنگلوں میں بھٹکتا ہوا اس قبیلے میں پہنچا تھا جہاں ابھی سلارا اور غلام باقی قیدی بنا کر لے جائے گئے تھے وہ انگریز افریقی قبیلوں کے رسم و رواج کے متعلق دستاویزی فلم تیار کر رہا تھا۔ اسے پتا چلا، اس قبیلے کا سردار ان پیسولوں سے خوف کھاتا ہے جو پہاڑی کے دامن میں آباد ہیں، کیونکہ ان کے پاس سیکڑوں سانپ ہیں اور ایک ایسی لیڈی ویچ ڈاکٹر، یعنی جادوگرنی ہے جو اپنے پیسولوں کو آنے والے خطرے سے آگاہ کرتی ہے اور جادو ٹونے کے ذریعے جسے چاہتی ہے نقصان پہنچاتی ہے۔

وہ سیاہ فام، لیڈی ویچ ڈاکٹر دیکھنے میں چڑیل لگتی تھی، اس نے پیسولوں کے سامنے پیش گوئی کی تھی کہ ہماری موجودہ مہمانوں کی حکمرانی برس کے اندر مر جائے گی۔ اس کے بعد تمہیں پوجا کرنے کے لیے ایک نئی ملکہ کی ضرورت ہوگی، لہٰذا سامنے والے قبیلے کے سردار سے کہہ دو، ان کے یہاں ایک انگریز مہمان آئے گا۔ سردار اپنی بیٹی کی شادی اس سے کرے گا پھر اس سے جو اولاد ہوگی اس کا رنگ گورا ہوگا، ہمارے دستور کے مطابق سانپوں کی ملکہ سیاہ فام نہیں ہوتی، ہم سے مختلف، گورے رنگ کی ہوتی ہے لہٰذا اس انگریز سے جو پہلی اولاد ہوگی، وہ ہمارے حوالے کر دی جائے گی، ہم اس کی ایسی پرورش کریں گے کہ وہ جوان ہوتے ہوتے سنگی کوبرا بن جائے گی، پھر تم سب اس کی پوجا کرو گے اور آسمانی آفات سے محفوظ رہو گے۔

اس انگریز کا نام سر تھامس جانسن تھا، وہ بے چارہ دستاویزی فلم کی شوٹنگ کے لیے آیا تھا مگر وہاں پھنس گیا۔ سردار نے اس سے کہا "اگر میری بیٹی سے شادی نہیں کرو گے تو یہاں سے زندہ واپس نہیں جاؤ گے۔"

مختصر یہ کہ سر تھامس جانسن کو سردار کی سیاہ فام بیٹی سے شادی کرنا پڑی۔ شادی کے بعد جب ماں بننے کے آثار پیدا ہوئے تو سردار نے کہا "تم گوری چمڑی والے یہاں سے بھاگ جاؤ، اب تمہاری ضرورت نہیں رہی۔"

سر تھامس جانسن نے کہا "لیکن میری بیوی ماں بننے والی ہے، یہاں میری اولاد ہوگی، میں اسے چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں؟"

"وہ میری بیٹی کی بھی اولاد ہے لہٰذا یہیں رہے گی، یہیں پلے گی، بڑھے گی، اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔"

سر تھامس جانسن نے سوچا، خیریت اسی میں ہے کہ ابھی تو چپ چاپ واپس چلا جائے پھر سرکاری طور پر مقامی ذمے دار

فسران اور سپاہیوں کے ساتھ آئے اور اپنی بیوی اور بچے کو لے جائے، لہٰذا وہ چپ چاپ وہاں سے چلا آیا، اسے یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس کی اولاد گوری چمڑی والی ہوگی تو اسے پیسولوں کی بستی میں لیڈی ویچ ڈاکٹر کے حوالے کر دیا جائے گا۔

اس نے شہر پہنچ کر مقامی حکام سے رابطہ قائم کیا، اپنی بیوی اور ہونے والے بچے کا مطالبہ کیا۔ اسے جواب ملا، وہاں کی سرکار جنگلوں میں آباد رہنے والے جنگلی قبیلوں کے رسم و رواج اور ان کے طرز زندگی پر نہ اعتراض کرتی ہے نہ مداخلت۔ ان کے دستور کے مطابق سردار کے خاندان میں ہونے والی اولاد سردار کے پاس ہی رہتی ہے، خواہ اس اولاد کا باپ مقامی ہو یا غیر مقامی۔

وہ مایوس ہو کر لندن پہنچا، ان دنوں شمال مغربی افریقہ کے بہت سے حصے برطانوی حکومت کے زیر اثر تھے۔ سر تھامس جانسن نے برطانوی اثر و رسوخ سے کام لیا پھر مسلح سپاہیوں کے ساتھ اس قبیلے میں پہنچا۔ اس بھاگ دوڑ میں ایک برس گزر چکا تھا۔ جب وہاں پہنچا تو پتا چلا، اس کی بیوی نے ایک بیٹی کو جنم دیا تھا، جو پیدا ہوتے ہی مر گئی۔ اس کی سیاہ فام بیوی صدمے سے پاگل ہو گئی تھی، وہ نیم پاگل بیوی کا علاج کرانے کے لیے اسے لندن لے گیا۔ اس کے بعد پھر واپس نہیں آیا، وہ بے چارہ آ کر کرتا بھی کیا؟ اس کی دانست میں اس کی بیٹی مر چکی تھی۔

جب اس کی سیاہ فام بیوی، ماں بننے والی تھی تو اس نے خوش ہو کر کہا تھا "ہمارا بیٹا ہوگا تو اس کا نام ایڈورڈ تھامس رکھیں گے اور بیٹی ہوئی تو اس کا نام ماریہ تھامس ہوگا۔"

تھامس جانسن پھر مجبور ہو کر چلا آیا تھا لیکن ماریہ کو جنم دینے والی ماں سمجھ رہی تھی کہ اس کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ اپنے قبیلے کی سلامتی کے لیے چپ تھی اور سلامتی اسی میں تھی کہ پہلی اولاد پیسولوں کی بستی میں اس لیڈی ویچ ڈاکٹر کے حوالے کر دی جائے، اگر ایسا نہ کیا گیا تو سیکڑوں سانپ ان کے قبیلے میں نہ جانے کہاں کہاں سے پہنچیں گے اور سب کو ڈس لیں گے یا پھر وہ جادوگرنی اپنے کالے جادو سے ایسی آندھی لائے گی کہ پورا قبیلہ اپنی جگہ سے اکھڑ جائے گا، مہیب زور آندھی میں سوکھے پتوں کی طرح اڑتا ہوا پہاڑوں اور چٹانوں سے ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔

ماریہ کی ماں کشمکش میں تھی، کبھی سوچتی تھی، محبت کرنے والے خاوند کو حقیقت بتا دے، کبھی سوچتی تھی حقیقت معلوم ہو گی تو وہ اپنی جان دے دے گا مگر اولاد کو پیسولوں کے حوالے نہیں کرے گا، اس طرح محبت کرنے والا شوہر بھی مارا جائے گا اور بستی والے بھی زندہ نہیں بچیں گے۔

جب اس نے ایک بچے کو جنم دیا اور پتا چلا کہ ایک بہت ہی گورے رنگ کی خوبصورت سی بیٹی پیدا ہوئی ہے تو وہ صدمات سے چور چور ہو گئی، چیخ چیخ کر کہنے لگی "میری بیٹی کو پیسولوں کے حوالے نہ کیا جائے، میں اسے لے کر یہاں سے دور چلی جاؤں گی۔"

لیکن کسی نے اس کی نہیں سنی۔ بیٹی، لیڈی ویچ ڈاکٹر کے حوالے کر دی گئی۔ ایسے ہی وقت ماریہ کی ماں ذہنی توازن قائم نہ رکھ سکی، ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔ بعد میں سر تھامس جانسن اسے علاج کے لیے لندن لے گیا۔

اب اس بات کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا کہ ماریہ، سر تھامس جانسن کی بیٹی ہے۔ اس نیم پاگل عورت کا دس برس تک علاج ہوتا رہا، جب وہ آہستہ آہستہ نارمل ہونے لگی، نارمل ہونے کے بعد اس نے سوچا، اس کی بیٹی پیدائش کے وقت زندہ تھی اور اب بھی زندہ ہوگی۔ یہ بات اس نے اپنے شوہر کو بتائی، اس نے بے یقینی سے پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہی ہو، تم پورے ہوش و حواس میں ہو؟"

"میں ایک ماں ہوں۔ اپنی اولاد کے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں بولوں گی، غلط بیانی سے کام نہیں لوں گی۔ میں نے یہ بات آپ سے چھپائی تھی کیونکہ میں بہت مجبور تھی، اگر آپ کو حقیقت معلوم ہوتی اور آپ اپنی اولاد کو لینے کی ضد کرتے تو وہیں مارے جاتے۔ میں نے اپنے قبیلے کو اور آپ کو بچانے کی خاطر ایک بیٹی کی قربانی دی ہے لیکن یہ قربانی اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ میں اتنے برس تک پاگل رہی، مجھے کچھ پتا ہی نہ چلا کہ میں زندہ تھی اور اب ہوش و حواس کی زندگی ملی ہے تو بیٹی کی یاد مجھے تڑپا رہی ہے، پتا نہیں وہ کیسی ہوگی، کس حال میں ہوگی۔"

سر تھامس جانسن نے پھر ایک بار سرکاری سطح پر ذمے دار حکام کو بتایا، پہاڑی کے دامن میں پیسولوں کا جو قبیلہ آباد ہے، اس کی سنگی کوبرا میری بیٹی ہے۔ میں اسے اپنی پناہ میں لینا چاہتا ہوں۔"

سر تھامس جانسن سے پوچھا گیا "اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہاں جو سنگی کوبرا ہے، وہ تمہاری بیٹی ہے؟"

اس نے کہا "میں جبراً کسی کی بیٹی کو کیوں اپناؤں گا، وہ میری ہے، اسے میرے پاس رہنا چاہیے۔"

اسے سمجھایا گیا "سر تھامس! تم جانتے ہو، افریقی ملکوں سے اب برطانوی اثر ختم ہوتا جا رہا ہے۔ ہم ٹھوس ثبوت کے بغیر قانوناً اس لڑکی کا مطالبہ نہیں کر سکیں گے۔"

ماریہ کی ماں نے کہا "ایک ہی ثبوت ہے، میرے شوہر نے اولاد کی پیدائش سے پہلے کہا تھا، اگر بیٹا ہوگا تو اس کا نام .... ایڈورڈ تھامس رکھا جائے گا اور بیٹی ہوگی تو اسے ماریہ تھامس کہیں گے۔ میں اپنی بیٹی کو پیسولوں کے حوالے کرنے پر راضی نہیں تھی، بہت مجبور ہو کر ایسا کیا لیکن اپنے سردار باپ کو اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ میری بیٹی کا نام ماریہ رکھا جائے گا اور سب اسے اسی نام سے پکاریں گے۔"

اس سے پوچھا گیا تو کیا ضروری ہے کہ اس کا نام ماریہ رکھا گیا ہو یہاں بھی عرفِ عام میں وہ شی کو برا کہلاتی ہے۔"

ماریہ کی ماں نے کہا "ہم قبیلے والے اچھی طرح جانتے ہیں، ہمارا سردار جس بات کا وعدہ کر لیتا ہے اُسے ضرور پورا کرتا ہے۔ اُس نے لیڈی وچ ڈاکٹر سے بھی یہی شرط منوائی تھی۔ میں یقین سے کہتی ہوں، ہماری بیٹی کا نام آج بھی ماریہ ہوگا۔"

برطانوی سرکار نے اگرچہ سرکار سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا لیکن کوئی اس نام کو ٹھوس ثبوت کے طور پر تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ماریہ کسی بھی لڑکی کا نام ہو سکتا تھا اور سیاہ فام پیسروں کی بستی میں گورے رنگ کی لڑکی کسی بھی انگریز کی اولاد ہو سکتی تھی کیونکہ آئے دن کتنے ہی انگریز اُن جنگلات میں شکار کھیلنے جاتے تھے، وہاں کے قبیلوں میں راتیں گزارتے تھے اور وہاں پیدا ہونے والی اولاد کا حساب کیے بغیر چلے آتے تھے۔

سر تھامس جانسن نے ہر طرف سے مایوس ہو کر فرنگی سیاست سے کام لینا شروع کیا۔ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ بیٹی سیدھی طرح ہاتھ نہیں آ رہی ہے تو اسے اغوا کرایا جائے اور جب تک کامیابی نہ ہو، بیٹی کو وہیں کسی نہ کسی طرح مہذب بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس کام کے لیے اس نے وہاں کے جیشیوں کی خدمات حاصل کیں۔ انھیں بڑی بڑی رقمیں دیں۔ ایسے دو نیگرو جو انگریزی بھی جانتے تھے، سانپوں کے تاجر بن کر پیسروں کی بستی میں پہنچ گئے پھر وہیں رہائش اختیار کر لی۔

وہ دونوں تاجر، پیسروں سے دنگے داموں سانپ خریدتے تھے اور انھیں یہودی ممالک میں ضرورت مندوں کے ہاتھوں فروخت کرتے تھے۔ پیسروں کو بڑی بڑی رقمیں ملتی تھیں، کھانے پینے کا سامان اور پہننے کے لیے عمدہ کپڑے ملتے تھے، اس لیے وہ بہت خوش تھے۔ ادھر یہ دونوں ماریہ کو بھی متاثر کرتے رہتے تھے اور اسے انگریزی زبان سکھانے کے علاوہ شہری زندگی اور انسانی تہذیب کے متعلق بہت کچھ بتاتے رہتے تھے۔

ماریہ بچپن سے ہی لیڈی وچ ڈاکٹر کو اپنی ماں سمجھتی تھی، اس کی ہر بات مانتی تھی۔ اُس نے بچپن سے یہ دیکھا تھا کہ جو اُس کی ماں کہتی ہے، وہی ہوتا ہے۔ سب لوگ اس کی عزت کرتے ہیں، اس سے خوف کھاتے ہیں اور اس کے ہر حکم پر سر جھکا دیتے ہیں۔

وہ جب بھی کوئی خطرناک کام کرتی تو کسی جانور یا انسان کی گردن ضرور کٹوائی تھی، طرح طرح کے منتر پڑھ کر ان کو ہلاک ہونے والے انسانوں یا جانوروں کے خون کے چھینٹے چاروں طرف پھینکتی تھی، وہ چہرے سے ہی چڑیل دکھائی دیتی تھی، اُسے دیکھ کر سب سہم جاتے تھے۔ آج تک اُس نے جتنے انسانوں اور جانوروں کی گردنیں کٹوائی تھیں، ان سب کو ایک پیڑ سے لٹکا کر ان کے

چاروں طرف چار دیواری بنائی تھی، اس چار دیواری میں بچھو نسل کی چھت ڈال کر رہا کرتی تھی، اُس کے گلے میں ننھے ننھے مُردہ بچوں کی کھوپڑیوں کی مالا ہوتی تھی جسے دیکھ کر صاف پتا چلتا تھا کہ وہ کتنی سفاک، سنگدل اور بے رحم ہے۔

وہ اپنے جادو کے ذریعے اکثر صحیح پیش گوئی کرتی تھی۔ ماں نے کہا تھا، سامنے والے قبیلے میں ایک انگریز آئے گا، جس سے ایک بیٹی پیدا ہوگی اور وہ بیٹی ہمارے ہاں شی کو برا بن کر رہے گی تو ہمیں خوش حالی نصیب ہوگی۔

جب ماریہ دس برس کی ہوئی تو وہ اُسے سمجھانے لگی "دیکھو بیٹی، تمھیں یہاں سے بھاگ کر لے جانے والے کتنے ہی لوگ آئیں گے، اگر تم اُن کی دشمن بن جاؤ گی تو کوئی کامیاب نہیں ہوگا۔"

وہ دو نیگرو تاجر ہی کر آئے تھے۔ اسے انگریزی زبان سکھاتے تھے، اس کے لیے طرح طرح کے لباس لائے تھے، اسے لباس پہننا بھی سکھایا تھا۔ ایک دن ان میں سے ایک نے کہا "یہ جادوگرنی تمھاری ماں نہیں ہے۔ تمھارے ماں باپ یہاں سے دُور لندن شہر میں تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا تم وہاں چلنا پسند نہیں کرو گی؟"

اُس نے صاف انکار کر دیا۔ کہنے لگی "میری ماں میرے ساتھ رہتی ہے، میں کسی اور کو نہ تو جانتی ہوں اور نہ جاننا چاہتی ہوں۔"

ماریہ کے انکار نے ان کے لیے خطرے کی گھنٹی بجا دی، وہ سمجھ گئے، اگر اُس نے لیڈی وچ ڈاکٹر سے شکایت کر دی تو وہ بے رحم عورت اپنے جادو سے اپنے پیسروں کے ذریعے انھیں ختم کروا لے گی، لہٰذا ایک نے جھٹ ماریہ پر قابو پایا، اس کے منہ اور ہاتھوں کو باندھا۔ رات کا وقت تھا۔ ایک نے اُسے کاندھے پر لاد لیا، دوسرے نے اپنی اسٹین گن سنبھالی، پھر وہ بستی کے اندر سے گزرتے چلے گئے۔ کتنے ہی پیسروں نے انھیں دیکھا، اپنے نیزے اور تیر کمان نکال لیے۔ ماریہ کے ساتھ رہنے والی عورتیں بھی تیر کمان لے کر آ گئی تھیں لیکن اسٹین گن کے ایک برسٹ نے ان سب کو پیچھے جانے یا پیچھا چھڑنے پر مجبور کر دیا۔ لیڈی وچ ڈاکٹر ایک بڑے سے پتھر پر آ کر کھڑی ہو گئی پھر دونوں ہاتھ اُٹھا کر بولی "میرے ماننے والو! مجھ پر یقین رکھنے والو! ان کا پیچھا نہ کرو، وہ بے موت مریں گے اور تمھاری شی کو برابر تمھارے پاس واپس آ کر دے گی۔"

ان دو نیگروں کو زیادہ دُور جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ پہاڑی کے پیچھے ان کے لیے پہلے سے ایک گاڑی تیار تھی۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے ایک غار سے گزرنا پڑتا تھا۔ اس غار کے اندر سے کئی سُرنگ نما راستے دائیں بائیں جاتے تھے جو اس پہاڑی کے اندر دُور دُور تک جانے کہاں لے جاتے تھے۔ انھیں تو سیدھا اس غار کے آخری سرے تک پہنچنا تھا۔ اُدھر لیڈی وچ ڈاکٹر بڑے سے پتھر پر کھڑی ہوئی آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر منتر پڑھ رہی تھی اور چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہی تھی، اُدھر ماریہ کے مُنہ پر بندھا ہوا کپڑا کھل گیا تھا یا ہو سکتا ہے کپڑا پوری احتیاط سے نہ باندھا گیا ہو۔ ماریہ اُس کے کاندھے پر لدی ہوئی تھی اور جھٹکے کھا رہی تھی، اس طرح ہلتے ڈھلتے اُس کا منہ کھل گیا ہوگا۔ ماریہ کا مُنہ کھل گیا تھا، اُس نے غصے سے کچلا کر اس کی پشت پر کاٹ لیا۔ اُسے اغوا کرنے والے کی ایک چیخ بلند ہوئی، وہ لڑکھڑا کر گرا اور وہیں لڑھکتا رگڑتا گرگڑ کر مرنے لگا۔

وہ جانتے تھے، ماریہ کو زہریلا بنا دیا گیا ہے لہٰذا اُنھوں نے اپنے بچاؤ کے لیے ایک زہر مُہرہ ساتھ رکھا تھا۔ اسٹین گن والا ساتھی اُس کی مدد کے لیے پکارا۔ وہ زہر مُہرے سے کام لینا چاہتا تھا، ماریہ اچانک اُس سے بھی لپٹ گئی، وہ اُسے ہلاک نہیں کر سکتا تھا کیونکہ زندہ سلامت سر تھامس جانسن تک پہنچانے کا معاوضہ لے چکا تھا۔ اس نے ماریہ کو اپنے سے الگ کرنے کی کوشش کی۔ اتنی دیر میں اُس نے اُسے بھی ٹوس لیا۔

جب وہ تنہا غار سے نکل کر واپس آئی تو بستی کے تمام پیسرے خوشی سے اُچھل اُچھل کر ناچنے لگے۔ اس کی سہیلیوں نے آ کر اسے گھیر لیا۔ سب کے سب لیڈی وچ ڈاکٹر کے آگے جھک رہے تھے اور اپنی عقیدت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ چڑیل اونچے پتھر پر کھڑی دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہہ رہی تھی "اب ہوشیار ہو جاؤ، آئندہ کسی بھی اجنبی کو اپنی بستی میں رہنے کی اجازت نہ دینا، کوئی بھی آئے تو اُسے مار مار کر بھگا دینا۔"

ماریہ پندرہ برس کی ہو گئی تھی۔ ایک دن اُس کی چڑیل ماں نے کہا "شاید مجھ پر بُرا وقت آ رہا ہے، تو اگر چاہے تو مجھے بچا سکتی ہے۔"

اُس نے کہا "میں تمھارے لیے جان بھی دے سکتی ہوں، بولو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"میرا کالا علم بتاتا ہے کہ یہاں ایک نوجوان آئے گا، میں اُس کے سامنے مجبور ہو جاؤں گی، میری سمجھ میں نہیں آتا، میں کس طرح مجبور ہو جاؤں گی۔ میں نے آج تک بڑے بڑے جادوگروں کو شکست دی ہے، بھلا ایک نوجوان مجھے کیسے بے بس کر سکے گا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

ماریہ نے کہا "جب بھی وہ آئے گا، میں اُسے دیکھتے ہی ڈھیر ہو جاؤں گی، میری سیلیاں اسے تیر سے چھلنی کر دیں گی۔"

"بیٹی! میں یہی چاہتی ہوں، کوئی بھی آئے، اس سے کبھی متاثر نہ ہونا، اُسے دیکھتے ہی ڈس لینا، اگر تو نے ایسا کیا تو میرا بُرا وقت ٹل جائے گا۔"

اُس روز سے ماریہ محتاط رہنے لگی۔ ہر آنے والے دن کسی کا انتظار کرنے لگی۔ جسے دیکھا نہ ہو اور اُس کا انتظار بھی ہو تو اس کے متعلق طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ وہ آنے والا اُس کو چننے والی کے دماغ میں غیر شعوری طور پر نقش ہوتا رہا۔ اس کی چڑیل ماں نے اپنے علم کے ذریعے بہت کوشش کی کہ آنے والے کے متعلق کچھ معلوم ہو سکے، وہ کس دن آ سکتا ہے، وہ کون ہوگا اور کیسا ہو گا، اس چڑیل کی پچاس سالہ زندگی میں بارہا ایسا ہو چکا تھا کہ بہت سی باتوں کا صحیح پتا نہیں چلتا تھا اور وہ آنے والے وقت کا انتظار کرتی رہتی تھی۔

ہم مسلمان ہیں، ہمارا یہ ایمان ہے کہ خیر کے مقابلے میں شر اور انسان کی نیکی کے مقابلے میں شیطانی عمل ضرور ہوتا ہے۔ ہم ازل سے شیطان کا مقابلہ کرتے آئے ہیں، جہاں ناکام ہوتے ہیں، وہاں شکست کھاتے ہیں، کبھی قدرتی حالات ہمارے موافق بھی ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی کچھ پارس اوّل کے ساتھ ہوا۔ جب وہ سلاار اور غلام باقی کے ساتھ جنگل کے اس حصے میں داخل ہوا تو وہ چڑیل بری طرح بیمار پڑی ہوئی تھی، کھوپڑیوں کی چار دیواری سے باہر نہیں آ سکتی تھی، اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ اُٹھ کر پانی بھی نہیں پی سکتی تھی، کوئی منتر پڑھنے کے قابل نہیں رہی تھی کچھ پڑھنا چاہتی تو تھرتھری دیر میں سانس پھولنے لگتی تھی اور وہ ہانپتے ہانپتے پریشان ہو کر سوچتی تھی "کیا بُرا وقت آ گیا ہے؟"

ماریہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ دریا میں نہانے گئی تھی، وہاں اُس نے پارس کو دیکھا، وہ صرف ایک نیکر پہنے ہوئے تھا۔ اس کا گورا بدن دھوپ کی شدت سے سُرخ ہو رہا تھا اور وہ دوڑتا ہوا ایک درخت کے پاس جا رہا تھا، وہ سب جھاڑیوں میں چھپی ہوئی تھیں۔ ماریہ اُسے بے اختیار دیکھتی ہی جا رہی تھی، اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، وہ کیوں دیکھ رہی ہے، وہ جوان کیوں اچھا لگ رہا ہے؟ پھر اُس نے اپنی ایک سہیلی سے کہا "تیر چلاؤ، مگر اسے زخمی نہ کرنا۔"

اُس کی سہیلی نے کمان سنبھالی، تیر کو چلّے پر چڑھایا پھر کھینچ کر چھوڑا، تیر سنسناتا ہوا پارس کے قریب سے گزرتا ہوا درخت کے تنے میں پیوست ہو گیا، وہ فوراً ہی اُچھل کر دور زمین پر جا گرا۔ اُس نے اتفاقاً ایسا کیا تھا کہ دوسرا کوئی تیر اسے نہ لگے اور اس کے اُوپر سے گزر جائے۔ ماریہ نے سمجھا، وہ گھبرا کر گر پڑا ہے، اُسے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ ہنستی ہوئی جھاڑیوں کے پیچھے سے نکلی۔ وہ اپنی ہنسی کے دوران اس نوجوان کو دیکھتی جا رہی تھی۔

پارس کے ننگے بدن پر چیونٹے رینگ رہے تھے، وہ خالی ہاتھوں سے جھٹک کر دُور پھینک رہا تھا۔ ماریہ نے قریب آ کر ایک چیونٹے کو اپنی پنکلی میں لیا پھر اُسے اپنے مُنہ کے لعاب میں ڈبو دیا۔ چیونٹا مچلتے ہی دیکھتے ہی مر گیا۔ پارس نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر پوچھا "کیا تم زہریلی ہو؟"

اس سوال نے ماریہ کو بھی چونکا دیا، اُسے اپنی چڑیل ماں کی بات یاد آئی کہ کوئی بھی تمھارے پاس آئے تو اُسے زندہ نہ چھوڑنا، فوراً ڈس لینا، مختصر یہ کہ اس نے پارس کے ہاتھ کو چومنے کے

بہانے ہولے سے کاٹ لیا۔ جب وہ چیخ مار کر زمین پر گرا اور ایڑیاں رگڑنے لگا، تب جانے اس نوعمر لڑکی کے دل میں کیسی کھلبلی پیدا ہوگئی۔ اُس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس جوان کے ساتھ وہ خود افیتوں میں مبتلا ہو رہی ہو۔ اُس نے چند لمحوں تک اُسے تڑپتے ہوئے دیکھا، پھر برداشت نہ ہو سکا، وہ فوراً ہی اس کے ہاتھ پر جُھک گئی۔ جہاں کاٹا تھا، وہاں ہونٹ رکھ دیے پھر زہر چوسنے لگی، وہ جس ردِعمل کا مظاہرہ کر رہی تھی وہ جذباتی بھی تھا اور منطقی بھی۔ جذباتی اس لیے کہ وہ غیر شعوری طور پر پارس سے متاثر ہو گئی تھی، اگر پہلی نظر میں محبت ہو جاتی ہے تو اسے بھی ہو گئی تھی۔ اس ردِعمل کا منطقی پہلو یہ تھا کہ سانپ کبھی خود آ کر کسی کو نہیں کاٹتا۔ اکثر یہی دیکھنے میں آیا ہے، جب اُسے پریشان کیا جاتا ہے یا اس کے سامنے بین بجا کر چھیڑا جاتا ہے، تب ہی وہ ڈستا ہے۔ وہ دوشیزہ، ماریہ کی مرضی کے خلاف اسے اغوا کر کے لے جا رہے تھے، اُسے پریشان کر رہے تھے۔ اُس نے دونوں کو ڈس لیا تھا جبکہ پارس نے اس کی دوستی کے جواب میں کہا تھا، "آئی فرینڈ، یُو فرینڈ... میں دوست تم دوست۔" جب وہ دوست تھا تو پھر اُس نے کیوں ڈس لیا؟ صرف اس لیے کہ اس کی چُڑیل ماں نے حکم دیا تھا۔ بہرحال اُس نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ زہریلی ہونے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ انسان کی بیٹی نہیں تھی۔ یقیناً تھی، اسی لیے اس میں احساس بھی تھا، ندامت بھی تھی، محبت بھی تھی اور پچھتاوا بھی تھا، لہٰذا اُس نے جو کیا، اُس کی تلافی کر دی۔

جب اُسے یقین ہو گیا کہ اس کے زہر سے تڑپنے.... والا خطرے سے باہر ہے تو اُس نے اپنی سہیلیوں سے کہا، "اسے فوراً ہماری خاص جگہ لے چلو۔"

اُس نے سہیلیوں کے ساتھ غار کے ایک حصّے میں ایسی جگہ کا انتخاب کیا تھا جہاں وہ سب مل کر ہنستی بولتی اور طرح طرح کے کھیل کھیلتی تھیں، اگر کھیل ہی کھیل میں بھی اس کی کسی سہیلی کو اس کا دانت لگ جاتا یا کسی طرح اس کی ذات سے نقصان پہنچتا تو وہ فوراً اس زہر کا توڑ کرتی تھی۔ پہلے پانی، پھر چُوس لیتی تھی پھر جڑی بُوٹیوں کے ذریعے رگوں میں دوڑنے والے زہر کے اثر کو رفتہ رفتہ ختم کر دیتی تھی۔ اُسے صرف زہریلی نہیں بنایا گیا تھا بلکہ زہر کا توڑ بھی سکھایا گیا تھا، مختلف جڑی بُوٹیوں کا استعمال بھی بتایا گیا تھا۔

اُس کی سہیلیوں نے بانس کاٹ کر ایک اسٹریچر بنایا، اس پر پارس کو اُٹھا کر لٹایا پھر اس اسٹریچر کو کاندھے پر رکھ کر اسی غار کے مخصوص حصّے میں چلی آئیں۔ وہاں سب نے مل کر جڑی بُوٹیوں کا عرق تیار کیا پھر پارس کا مُنہ کھول کر وہ عرق اس کے حلق میں ڈالا۔ جب اس دوا کا خاطر خواہ اثر ہونے لگا اور وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تو اُس نے سہیلیوں سے کہا، "میں اپنی ماں سے مل کر آتی ہوں۔ تب تک اس کا خیال رکھنا۔"

اُس نے جاتے جاتے خوابیدہ پارس پر ایک نظر ڈالی پھر سر جُھکا کر سو چتی ہوئی غار کے اس حصّے سے گزرنے لگی۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا جیسے قدم ماں کی طرف جا رہے ہوں اور دل اس نوجوان کی طرف بھاگ رہا ہو، وہ بہت پریشان تھی، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ وہ اتنا اچھا کیوں لگ رہا ہے؟ وہ چُپ چاپ سر جُھکائے بستی کے درمیان سے گزرتی رہی۔ اس کے پاس سے گزرنے والی عورتیں، بچّے، بوڑھے اور جوان سر جُھکاتے ہوئے گزر رہے تھے۔ وہ چُڑیل ماں کی جھونپڑی کے سامنے آ کر رُک گئی۔ اس جھونپڑی کا دروازہ نہیں تھا۔ دروازے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ کوئی وہاں قدم رکھنے کی جُرأت نہیں کر سکتا تھا۔ صرف ماریہ اندر جاتی تھی۔ آج وہ چوکھٹ پر بیٹھ گئی۔

چُڑیل ماں سرکنڈے کی چٹائی پر پڑی ہوئی تھی۔ ایسی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی جیسے سانس لینا دُشوار ہو رہا ہو۔ اُس نے سر گھما کر چوکھٹ کی طرف دیکھا پھر کہا، "اندر آ جاؤ۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی، "نہیں آؤں گی۔"

"کیا بات ہے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی، "جس کی تُو نے بات کہی تھی، وہ آ گیا ہے۔"

"کیا تُو یہ کہنا چاہتی ہے، کوئی اجنبی آیا ہے؟"

اُس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ چُڑیل ماں نے تڑپ کر اس کی طرف کروٹ لی پھر لرزتے ہوئے بولی، "تُو نے اُسے ڈس لیا ہے، نا؟"

اُس نے پھر ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ ماں بولی، "وہ مر گیا ہے؟"

ماریہ چُپ رہی۔ چُڑیل نے دانت پر دانت جما لیے۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ دانت پیس کر غصّے کا اظہار کرتی پھر لرزتی ہوئی بولی، "نہیں، وہ زندہ ہے۔ میں سمجھ گئی۔ اگر وہ مر چکا ہوتا تو میں اس حالت میں نہ ہوتی۔ اب میری سمجھ میں آیا ہے، میں کس طرح بے بس ہو گئی ہوں۔ اس کے آتے ہی بیماری نے مجھے کسی کام کا نہیں چھوڑا ہے۔ میں منتر بھی نہیں پڑھ سکتی۔ پڑھنا چاہتی ہوں تو کمزوری کے سبب گر جاتی ہوں یا زبان لڑکھڑانے لگتی ہے۔ جا یہاں سے، ابھی جا اور اسے ختم کر دے۔"

ماریہ نے توقع کے خلاف ایک سوال کیا، "کیا تُو میری سگی ماں ہے؟"

وہ غصّے سے کانپتے ہوئے بولی، "کیا بکتی ہے، تیرے دماغ میں یہ سوال کیسے پیدا ہوا؟"

"میں بڑی ہو گئی ہوں، بہت سی باتوں کو سمجھنے لگی ہوں، اس بستی کے دستور کو بھی جانتی ہوں۔ یہاں وہی شی کو برا بن سکتی ہے یا کو برا ناگ بن سکتا ہے جو تم لوگوں سے مختلف ہو۔ اگوری چڑی والا ہو اور کسی انگریز کی اولاد ہو۔ تم اسے زہر پلا نا دیتی ہو جبکہ مجھے بنا دیا ہے۔ کیا کوئی ماں اپنی اولاد کو زہر پلاتی ہے؟ اگر نہیں پلاتی تو تم نے کیسے پلایا اور جب تم نے پلایا ہے تو پھر تم میری سگی ماں نہیں ہو۔"

"کیا تُو مجھ سے انتقام لینے آئی ہے؟"

"نہیں، یہ یاد دلانے آئی ہوں کہ عام حالات میں سانپ بے ضرر ہوتا ہے۔ خواہ مخواہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ میں بھی اس نوجوان کو خواہ مخواہ مارنا نہیں چاہتی۔"

"وہ زندہ رہے گا تو میں مر جاؤں گی۔"

"میں اسے سمجھاؤں گی۔ اچھا ہو جائے گا، تو یہاں سے کہیں دُور چلا جائے گا۔ تجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

وہ غصّے سے بولی، "میں اپنے کالے علم کے ذریعے جو خطرہ محسوس کرتی ہوں، بتا دیتی ہوں۔ اگر تیری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے تو یہاں سے چلی جا کیا تُو مجھے مجبور اور بے بس سمجھتی ہے؟ مجھے ذرا اُٹھ کر بیٹھنے دے، ذرا توانائی ملنے دے، پھر دیکھ میں تجھے بھی اس جوان کے ساتھ کالے علم سے غارت کر دوں گی۔ جا یہاں سے، دور ہو جا، میری نظروں سے دُور چلی جا۔"

وہ چُپ چاپ چوکھٹ پر بیٹھی رہی۔ اسے اپنی ماں سے بہت ڈر لگتا تھا۔ پوری بستی ڈرتی تھی، اس پاس کے قبیلے والے اس سے خوف کھاتے تھے، اس کا ہر مطالبہ پورا کرتے تھے اور جو ایسا نہیں کرتا تھا، وہ خون تھوک تھوک کر مرجاتا تھا یا کسی بیماری میں مبتلا ہو کر یا کسی سانپ کے زہر سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ختم ہو جاتا تھا۔ ماریہ بھی ڈرتی تھی، پر جانے کیا بات تھی، آج ڈر نہیں لگ رہا تھا۔ سے یوں لگ رہا تھا، اگر اس نوجوان کو مارے گی تو خود مر جائے گی اور اگر اسے زندہ رکھے گی تو اسے اندر سے ایسی خوشی حاصل ہو گی جس کے متعلق نہ وہ پہلے جانتی تھی اور نہ کبھی سوچتی تھی۔ آج بھی وہ جان بوجھ کر کچھ نہیں سوچ رہی تھی۔ بس دل ضد کر رہا تھا کہ اسے نہیں مارنا چاہیے اور وہ ماں سے ضد کر رہی تھی کہ اسے زندہ رکھے گی۔

وہ سر جُھکا کر چوکھٹ سے اُٹھ گئی، وہاں سے جانے لگی۔ چُڑیل ماں اپنی پوری قوّت صرف کر کے چیخنے لگی، "ادھر آ، میری بات سُنو قبیلے کے سردار سے کہو، اس کے ہاں بہت سے انگریز آتے ہیں۔ وہ قبیلے کی کسی لڑکی سے کسی انگریز کی شادی کرائے گا پھر اس سے اولاد ہو گی اور وہ اولاد کو برا یا من یا شی کو برا بننے کے لیے میرے پاس آئے گی۔ میں، ماریہ کو ختم کر رہی ہوں، فنا کر رہی ہوں۔"

ماریہ سر جُھکائے بستی کے اندر سے گزر رہی تھی۔ انسانی ہڈیوں کی چار دیواری کے اندر سے اُس چڑیل کی آواز ابھر رہی تھی اور بستی والے سُن رہے تھے، حیرانی اور پریشانی سے ماریہ کو دیکھ رہے تھے، وہ اچھی طرح جانتے تھے، وہ جسے مارنا چاہتی تھی، اسے سانپوں کے زہر سے یا اپنے جادو ٹونے سے ختم کر دیتی تھی یا اپنے پیروں کو حکم دیتی تھی کہ وہ اسے تیروں سے چھلنی کر دیں۔ اب بستی والے یقیناً سوچ رہے ہوں گے، اگر ایسا موقع آئے گا، اور وہ چُڑیل، ماریہ کو تیروں سے چھلنی کرنے کا حکم دے گی تو کیا وہ انکار کر سکیں گے؟

ماریہ جیسے دُنیا والوں سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ کسی کی پروا نہیں تھی، کون اس کے ساتھ ہے اور کون اس کا ساتھ چھوڑ رہا ہے یا بستی والے اس کے متعلق کیا رائے قائم کر رہے ہیں؟ اسے کسی بات کی پروا نہیں تھی، وہ سر جُھکائے چلتی ہوئی غار میں آئی پھر پارس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ اب تک گہری نیند میں تھا۔ اس کے آس پاس پھ سہیلیاں تھیں۔ ماریہ نے اُنھیں باری باری دیکھا پھر کہا، "مجھے اس جوان کو زندہ رکھنے کی سزا ملنے والی ہے۔ میری ماں مجھے مار ڈالے گی، اگر تم سہیلیوں نے میرا ساتھ دیا تو وہ تمھیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گی، اس لیے چلی جاؤ، مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

وہ تمام سہیلیاں اس کے زہر سے ڈرتی تھیں لیکن زہر سے زیادہ اس کی چُڑیل ماں سے ڈرتی تھیں۔ ماریہ کی بات سُن کر سب کی سب سہم گئی تھیں۔ ایک دوسرے کا مُنہ تک رہی تھیں، اُس نے کہا، "سب ہی کو اپنی زندگی عزیز ہوتی ہے، تم میرا ساتھ نہیں چھوڑو گی تو دُنیا چھوڑ کر جانا ہو گا، لہٰذا چلی جاؤ، مجھ سے کچھ نہ کہو۔"

وہ سر جُھکا کر وہاں سے جانے لگیں۔ ماریہ تنہا رہ گئی۔ اس حالت میں اسے دُکھ پہنچ رہا تھا، کیا میں اس دُنیا میں اکیلی ہوں؟ میں پیدا ہوئی تو ماں کی گود نہیں ملی، باپ کا پیار نہیں ملا۔ میرے نانا سردار نے اپنی اور قبیلے والوں کی جان بچانے کے لیے مجھے وچ ڈاکٹر کے حوالے کر دیا۔ میں جھوٹی عزّت اور شان و شوکت سے کتنی خوش تھی۔ سب کے سب سر جُھکاتے تھے، میری عزّت کرتے تھے اور مجھ سے ڈرتے تھے۔ میری چُڑیل ماں کہتی تھی، عزّت اسی کی جاتی ہے جس سے ڈر لگتا ہے، لہٰذا دُنیا والوں کو اپنے زہر سے ڈرا کر رکھنا چاہیے لیکن تمام قبیلوں کے جنگلی لوگ زہر سے کم اور جادو سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ مجھے کیا ہو گیا ہے، میں کیوں نہیں ڈرتی؟

یہ سوچتے ہوئے اس نے پارس کو دیکھا، اس کی نگاہیں پہرے پر جم گئیں، وہ جیسی بیٹھی ہوئی تھی، ویسی ہی بیٹھی رہ گئی، ایک ذرا نہیں ہل رہی تھی، اپنی نظروں کو وہاں سے ہٹانا نہیں چاہتی تھی۔

اس لڑکی نے آج تک کوئی مصیبت نہیں جھیلی تھی، اصل مصیبت خود کبھی نہیں آتی۔ ایک انسان دوسرے انسان کے لیے

لگتا ہے اور وہاں جتنے لوگ تھے وہ سب اس سے ڈرتے تھے لہٰذا کوئی اس کے لیے مصیبت نہیں لا سکتا تھا بلکہ اس کی مصیبت میں کام آنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا تھا۔ آج پہلی بار وہ ایک مصیبت میں پڑ گئی تھی، وہ نہیں سمجھتی تھی کہ پارس سے کوئی محبت ہے یا لگاؤ ہے بس وہ اتنا سمجھتی تھی کہ خوامخواہ کسی کے جسم میں اپنا زہر نہیں اُتارنا چاہیے۔ آج اتنے سخت آزمائشی مرحلے میں اس کی سب سے بڑی ٹہنی یہ تھی کہ اسے مصیبت سے نکلنے کا ڈھنگ نہیں آتا تھا۔ آج تک نہ اُس نے کوئی تدبیر سوچی تھی نہ اب سوچ رہی تھی، بس ایک ٹک پارس کو دیکھتی جا رہی تھی۔

سونیا نے ہیلی کاپٹر کی پرواز کے دوران اس بستی کو اچھی طرح دیکھ لیا تھا پھر اس سے دُور، پہاڑی کے دامن میں رہنے والے سپیروں کو بھی دیکھا تھا۔ اُس نے بستی سے دو میل دُور ہیلی کاپٹر اُتارا تھا۔ پندرہ آدمی وہاں اُتر گئے تھے، وہ پھر پرواز کرتی ہوئی اس پہاڑی کے اوپر پہنچی، جس کی پستی میں سپیروں کی بستی تھی۔ آدمر نے بتایا تھا کہ وہ زہریلی لڑکی اسی بستی میں رہتی ہے لہٰذا پارس بھی وہیں ہو سکتا ہے۔ سونیا سیدھی اُس پہاڑی پر اُتری تھی اور اپنے آدمیوں کو دُور دُور تک پھیلا دیا تھا۔ ماسک مین کے آدمی، سردار کی بستی سے سونیا کی اس کارروائی کو صاف طور سے دیکھ رہے تھے، سونیا بھی اُن سے چُھپنا نہیں چاہتی تھی۔

وہ اس تدبیر پر عمل کر رہی تھی کہ پہاڑی پر اپنے مسلح افراد کے ساتھ پہنچے گی تو ماسک مین کا کوئی آدمی ادھر آنے کی جرأت نہیں کرے گا، دُور ہی دُور سے فائرنگ کرے گا، اس طرح پارس سپیروں کی بستی میں کہیں بھی ہوگا، کسی حال میں ہوگا تو اسے دشمنوں کی فائرنگ سے نقصان نہیں پہنچے گا۔

سردار کی بستی کے درمیانی حصے میں ایک اونچا سا درخت تھا، غلام باقی کو اس درخت کے تنے کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔

آدمر نے پوچھا "سلارا کہاں ہے؟"

غلام باقی نے کہا "میں بھی بہت دیر سے اسے نہیں دیکھ پایا ہوں، شاید اسے کسی جھونپڑی کے اندر باندھ کر رکھا گیا ہے۔"

آدمر پھر ان لوگوں کے دماغوں میں جانے لگا جہاں جگہ مل سکتی تھی۔ پتا چلا، اس پارٹی کا لیڈر اپنے چار مسلح افراد کے ساتھ سلارا کو ایک جیپ میں لے گیا ہے۔ آدمر نے ایک کی سوچ میں پوچھا "وہ کس وقت یہاں سے گیا ہے؟"

اس کی سوچ سے پتا چلا جب وہ ہیلی کاپٹر پہاڑی کے اوپر اُترا اور اس پارٹی لیڈر نے دُوربین کے ذریعے سونیا کو دیکھا تو فوراً ہی اپنے آدمیوں کو حکم دیا "جیپ میں ضروری سامان رکھو اور سلارا کو لے چلو، اگر ہم سونیا سے مُڈبھیڑ ہوئی تو ہو سکتا ہے، زندہ نہ جائیں لیکن سلارا ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

آدمر نے سونیا کو آگہ یہ باتیں بتائیں۔ اُس نے فوراً اپنے چار آدمیوں سے کہا "ہیلی کاپٹر لے جاؤ اور پرواز کرتے ہوئے دیکھو کہ وہ جیپ میں سلارا کو کہاں لے جا رہے ہیں، اُن کا راستہ روکو، سلارا کو ہر حال میں حاصل کرنا ہے۔"

جنگ چھڑنے سے پہلے جگہ کی اہمیت دیکھی جاتی ہے کہ کون کون سی جگہ محاذ بنا کر کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ سونیا نے سپیروں کی بستی کے قریب پہاڑی پر اپنا محاذ بنا لیا تھا۔ دشمنوں کو اپنی اہمیت کا یقین دلا دیا تھا کہ وہ بلندی پر ہے، وہاں چٹان اور بڑے بڑے پتھر ہیں، ان کی آڑ میں وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ ان کی فائرنگ سے محفوظ رہے گی۔ سردار کی بستی سے آکر لڑنے والے نہ تو زیادہ بلندی کی طرف فائرنگ کر سکیں گے اور نہ ہی ہینڈ گرنیڈ وغیرہ پھینک سکیں گے، اس کے برعکس بلندی سے ہینڈ گرنیڈ بہ آسانی پھینکے جا سکتے ہیں۔

جنگ میں جگہ کی اہمیت کے علاوہ فرد کی اہمیت بھی ہوتی ہے۔ سونیا کے لیے پارس اور سلارا بہت اہم تھے۔ ماسک مین کے آدمیوں کو پارس کے متعلق معلوم نہیں تھا کہ وہ سپیروں کی بستی میں پہنچا ہُوا ہے۔ ان کے پاس سلارا تھی اور وہی سب سے اہم تھی، وہ اسے سونیا سے دُور لے جا رہے تھے۔ ماسک مین کے پارٹی لیڈر نے وہاں سے جاتے جاتے حکم دیا تھا "کوشش کرو، گھنٹے دو گھنٹے تک سونیا سے ٹکراؤ ہوتا رہے اور وہ پہاڑی سے اُتر کر سردار کی بستی تک نہ آ سکے۔ جب تک غلام باقی کو زندہ رکھ سکو، وہ اُوپر سے اسے دیکھتی رہے گی اور اسے حاصل کرنے کے لیے فائرنگ کا تبادلہ کرتی رہے گی، اگر اسے مار ڈالو گے تو وہ انتظار نہیں کرے گی، ہینڈ گرنیڈ لگنے دھماکے کرتے ہوئے نیچے پہنچ جائے گی۔"

اس نے جنگی نقطۂ نظر سے یہ حکم دیا تھا، جب تک غلام باقی زندہ دکھائی دیتا، اس وقت تک ہینڈ گرنیڈ پھینکے نہ جاتے، کیونکہ وہ بھی ان کی زد میں آ سکتا تھا۔ پارٹی لیڈر نے سختی سے حکم دیا تھا "مجھے سلارا کو یہاں سے لے کر جانے کے لیے گھنٹے دو گھنٹے کی مہلت چاہیے۔ اس وقت تک فائرنگ کا تبادلہ ہونا چاہیے، اگر شکست ہو اور بھاگنا پڑے تو غلام باقی کو گولی مار دینا۔"

اس کے آدمیوں نے پستی کے میدانی حصے میں محاذ بنا لیا تھا۔ ان سب کا رُخ پہاڑی کی طرف تھا اور یہی ان کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ سونیا نے اپنے پندرہ مسلح افراد کو وہاں سے دو میل دُور ہیلی کاپٹر سے اُتارا تھا، وہ لوگ بستی کے قریب آ گئے تھے اور وہاں سے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ یہ غیر متوقع حملہ تھا۔ ماسک مین کے کتنے ہی آدمی مارے گئے۔ دوسری طرف سے

سونیا نے بھی فائرنگ شروع کر دی تھی۔ بچے اور بوڑھے چیختے چلاتے پناہ کے لیے بھاگنے لگے۔ ماسک مین کے آدمیوں کے پاس اچھا خاصا گولہ بارود تھا لیکن آدمی کم پڑ رہے تھے۔ سردار کے آدمیوں نے دو طرفہ حملوں سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیے تھے۔ ماسک مین کے آدمیوں کو بھی مجبور ہو کر وہاں سے بھاگنا پڑا۔ سونیا کے آدمی فائرنگ کرتے ہوئے بستی میں داخل ہو گئے تھے، بھاگنے والوں کو غلام باقی پر گولی چلانے کی بھی مہلت نہ ملی۔ میں نے باقی سے کہا "اپنے آدمیوں کے ساتھ ہتھیار لے کر سپیروں کی بستی میں جاؤ اور ان کی مقامی زبان میں سمجھاؤ کہ ہم دشمن نہیں ہیں۔ ہمارا ایک نوجوان اس بستی میں ہے، ہم اسے لے کر چُپ چاپ یہاں سے چلے جائیں گے۔"

یہی بات میں نے سونیا کو بتائی، وہ بھی پہاڑی سے اُتر کر سپیروں کی بستی کی طرف جانے لگی۔ تمام سپیرے بڑی دیر سے ان کی محاذ آرائی کا تماشا دیکھ رہے تھے، انہیں بہت بڑی جنگ کا خطرہ تھا، وہ بستی چھوڑ کر جانے والے تھے کیونکہ دونوں طرف سے ہونے والی فائرنگ کے دوران گولیاں ان کی طرف بھی آ سکتی تھیں۔

جب اُدھر چُپ بند ہوئی، سونیا اور غلام باقی اپنے اپنے مسلح افراد کے ساتھ ان کی طرف آنے لگے تو انہوں نے تیر کمان پھینک دیے اور گھٹنے ٹیک دیے۔ غلام باقی نے انہیں سمجھایا کہ وہ بستی کو فتح کرنے نہیں آئے ہیں، نہ ہی کسی کو نقصان پہنچائیں گے۔ ان کا ایک جوان یہاں ہے، اسے لے کر چلے جائیں گے۔

میں نے سونیا سے کہا "آدمر کی رپورٹ ہے کہ یہاں جو زہریلی لڑکی ہے، اس کا نام ماریہ ہے اور وہ لندن کے سر تھامس جانسن کی بیٹی ہے، اسے اس کے والدین سے ملا دینا بہت بڑی نیکی ہوگی۔"

بستی کے کچھ لوگ لیڈی ہیچ ڈاکٹر کو صورتِ حال سے آگاہ کر رہے تھے۔ اس جھونپڑی کی طبیعت کچھ سنبھل گئی تھی، وہ جلدی سے اُٹھ کر اپنے جنتر منتر کا سامان لے کر جھونپڑی کی چوکھٹ پر آ گئی پھر وہاں بیٹھ کر منتر پڑھنے لگی۔ سونیا اور غلام باقی اپنے لوگوں کے ساتھ وہاں پہنچے تو اس جھونپڑی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ غلام باقی نے مقامی باشندوں سے ان کی زبان میں پوچھا، پھر سونیا سے کہا "یہ عورت بہت بے رحم اور انسانی خون کی پیاسی ہے، یہ جسے بھی سانپوں سے ڈسوا تی ہے یا اپنے جادو ٹونے سے مارتی ہے، اس کا سر کاٹ کر یہاں رکھتی ہے اور اس طرح اس نے انسانی سروں کی چار دیواری بنائی ہے۔"

وہ جھونپڑی پر منتر پڑھنے کے بعد غلام باقی کی طرف بھی بڑھنا چاہتی تھی، باقی نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری، وہ چیخ مار کر اُلٹ گئی، چوکھٹ کے اندر گئی۔ سونیا کے ساتھ آنے والوں نے اپنی رائفل کے کُندوں سے کھوپڑیوں کی دیواروں پر ضربیں لگائیں تو ساری دیواریں ٹوٹ کر اس جھونپڑی پر گریں۔ وہ چیخ چیخ کر ہاتھ پاؤں جھٹک رہی تھی اور وہاں سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی، غلام باقی نے اس کی ایک ٹانگ پکڑ کر اتنی زور سے کھینچی کہ وہ ہڈیوں کے ڈھیر سے نکل کر بستی والوں کے پاس جا گری۔ غلام باقی نے اس کے پاس آ کر کہا "اب منتر پڑھو، اپنے کالے جادو سے بستی والوں کو دہشت زدہ کر سکتی ہو تو کرو۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا ایک پاؤں اس کے مُنہ پر رکھ دیا، وہ فوجی طرز کے بھاری بھر کم جوتے پہنے ہوئے تھا۔ اُن کا وزن ہی اس بیمار جُھریل کے لیے کافی تھا، کجا یہ کہ غلام باقی نے اپنے پاؤں کا ہلکا دباؤ بھی ڈالا تھا۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے، وہ تھوڑی دیر تک ہاتھ پاؤں جھٹکتی رہی، اکڑتی رہی پھر ٹھنڈی پڑ گئی۔

اُس کے مرتے ہی بستی کے تمام لوگ گھٹنے ٹیک کر غلام باقی کے سامنے سر جُھکانے لگے۔ اُس نے کہا "تم سب اُٹھ جاؤ، میرے سامنے سر نہ جُھکاؤ۔ آج تمہیں ایک کالی بلا سے نجات مل گئی ہے۔ خوش ہو اور آزادی سے زندگی گزارو، کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں اتنا بتاؤ، وہ نوجوان کہاں ہے جسے زہریلی لڑکی نے ڈس لیا تھا؟"

ماریہ کی سہیلیوں میں سے ایک سہیلی نے کہا "میں جانتی ہوں، وہ ماریہ کے ساتھ غار کے اندر ہے۔"

سونیا نے کہا "باقی! تم جوانوں کے ساتھ پہاڑی پر رہو اور چاروں طرف نظر رکھو، پسپا ہونے والے دشمن واپس آ کر منظم حملے کر سکتے ہیں۔"

وہ دو مسلح جوانوں کے ساتھ اس لڑکی کی رہنمائی میں غار کی طرف جاتے ہوئے بولی "فرہاد آدمر سے کہو، ہمارے جو آدمی ہیلی کاپٹر میں گئے ہیں، ان سے رابطہ قائم کرے اور سلارا کے متعلق رپورٹ حاصل کرے۔"

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

گمراہ

چھ حصے شائع ہو چکے ہیں

ایک ایسے نوجوان کی داستان جو حالات کے بھنور میں پھنس کر جرائم کی دنیا میں گرفتار ہو گیا۔

جبار توقیر کا منفرد انداز بیان

کتابیات پبلی کیشنز، پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

میں نے آمر کو ہدایت دی، پھر واپس سونیا کے پاس آیا۔ ہم نے ماسک میں کے آدمیوں کو پسپا کیا تھا۔ اس قبیلے کے سردار کی کمر توڑ دی تھی۔ اُس پر ٹریل کا خاتمہ کر دیا تھا لہٰذا اب ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ بیٹا بھی ہمیں ملنے ہی والا تھا لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ مہربان ہونے والی تقدیر اچانک نامہربان بھی ہو جایا کرتی ہے، پے در پے کامیابیاں حاصل کرتے کرتے کبھی اچانک ہی ناکامی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔

سونیا غار کے اس حصے میں پہنچی تو دیکھا، پارس ایک جگہ سوکھی گھاس کے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ایک حسین، نوعمر لڑکی اس کے سرہانے بیٹھی ہوئی اس کے سر کو سہلا رہی تھی۔ آہٹ سنتے ہی اُس نے چونک کر سونیا اور دو مسلح افراد کو دیکھا پھر اُس کی آنکھیں غصے سے بھر گئیں۔ ان آنکھوں میں بلا کی چمک تھی، وہ دانت پیس رہی تھی اور آہستہ آہستہ اُٹھتے ہوئے کہہ رہی تھی "یہ جا، چلے جاؤ یہاں سے۔ اگر کسی نے اسے ہاتھ لگایا تو میں نہ زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

سونیا نے ہاتھ اُٹھا کر کہا "غصہ نہ کرو، میں اس نوجوان کی ماں ہوں۔"

میں اس وقت تک ماریہ کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ وہ اپنے دماغ میں بے چینی سی محسوس کر رہی تھی۔ اس زہریلی لڑکی کی چھٹی حس بہت تیز تھی لیکن وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں ہیں۔ اس کی سوچ نے بتایا، ابھی پارس ہوش سے کراہنے کے بعد خاموش ہو گیا تھا۔ اس کا مطلب تھا، وہ ہوش میں آنے والا ہے۔

وہ سوچ رہی تھی "یہ کتنا اچھا موقع تھا، یہ ہوش میں آجاتا تو میں اسے یہاں سے دُور بھگا دیتی۔ اتنی دُور بھگا دیتی کہ میری ماں اسے اپنے جادو ٹونے سے نقصان نہ پہنچا سکتی، یہ زندہ رہتا تو مجھے کتنی خوشی ہوتی مگر یہ تین دشمن کہاں سے آگئے ہیں؟"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا "یہ دشمن نہیں ہو سکتے، یہ عورت کہہ رہی ہے کہ اس نوجوان کی ماں ہے۔"

پھر اس کی سوچ نے کہا "اگر یہ ماں ہے تو اچھی بات ہے، اگر دشمن ہو گی تو میں تینوں کو ڈس لوں گی۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "یہ پارس کو بہت چاہتی ہے، اس کی جان بچانے کے لیے اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی ہے، یہ لڑکی بہت خطرناک ہے۔ اسے غصہ نہ دلانا، ورنہ موقع پاتے ہی ڈس لے گی۔"

ماریہ کی سوچ سے پتا چلا تھا، تھوڑی دیر پہلے پارس کے کراہنے کی آواز آئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا، وہ غفلت کی نیند سے واپس آرہا ہے۔ اب اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی ذہنی اور جسمانی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ سوچ کر میں اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ ہوش میں آرہا تھا لیکن دماغ میں عجیب سا انتشار تھا۔ کوئی سوچ کی لہر ایک جگہ ٹھہرنے نہیں پاتی تھی۔ کوئی بھی بے ہوش ہونے والا جب بھی ہوش و حواس کی طرف آتا ہے تو اس کے دماغ کا انتشار بھی آہستہ آہستہ ختم ہوتا ہے اور وہ آنکھ کھلنے سے پہلے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

لیکن میرا بیٹا کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ سوچ کی بے ترتیب لہریں اِدھر سے اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ میں نے اُسے آواز دی "یہ بیٹے، خود کو سنبھالو۔ دیکھو، میں تمہارے پاس ہوں، آنکھیں کھولو اور اپنی ماں کو دیکھو۔"

میرے مخاطب کرنے پر کوئی مناسب ردِعمل نہیں ہوا، حالانکہ وہ اچھی طرح ہوش میں آچکا تھا، صرف آنکھیں کھولنے کی دیر تھی۔ مجھے حیرانی ہوئی، وہ میری آواز نہیں سن رہا تھا یا سن کر بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ میں نے پریشان ہو کر سونیا سے کہا "یہ اس کی عجیب دماغی حالت ہے، یہ اپنے آپ میں نہیں ہے۔"

ایسا کہتے وقت میں نے سونیا کی آنکھوں سے دیکھا، پارس اپنی مٹھیاں بھینچ رہا تھا اور دونوں ایڑیاں آگے پیچھے آہستہ آہستہ رگڑ رہا تھا۔ میں پھر اس کے دماغ میں پہنچا۔ ابھی اُس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں، اس کے تصور میں عجیب عجیب سی ڈراؤنی شکلیں آرہی تھیں۔ کوئی لمبے لمبے دانت دکھا رہا تھا، کوئی بڑے بڑے ناخنوں سے نوچنے آرہا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے جوجو کی آواز سنائی دی "پارس! تم کہاں ہو؟ تم کیسے ہو؟ ارے! یہ تم کیا سوچ رہے ہو۔ ایسی بھیانک صورتوں کے متعلق سوچنے کی کیا ضرورت ہے؟ میری بات کا جواب دو۔"

میں نے بھی اُسے مخاطب کیا "ہاں بیٹے! دیکھو، تمہاری جوجو آئی ہے، اس سے باتیں کرو۔"

وہ ہنسنے لگا۔ جوجو نے کہا "یہ ہنس رہا ہے، میرا مذاق اُڑا رہا ہے، میں اس سے بات نہیں کروں گی۔"

پارس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک ساکت پڑا ایک طرف دیکھتا رہا پھر اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ کہنے لگا "یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ اِدھر سے اُدھر ہل رہی ہے، یہ سامنے پتھر والی دیوار میری طرف آرہی ہے۔"

اُس نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے کہا "بیٹے، تم جن چیزوں کا ذکر کر رہے ہو، وہ ٹھوس ہیں اور اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتیں۔ اپنے دماغ کو قابو میں رکھو اور آنکھیں کھول کر دیکھو۔"

اُس نے پھر آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سامنے سونیا آگئی تھی لیکن

وہ سونیا کو نہیں پہچان رہا تھا۔ ہنستے ہوئے کہنے لگا "ارے! یہ اِدھر سے اُدھر ہل رہی ہے۔"

اُس نے قہقہہ لگایا پھر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر دیکھ سکتا تھا اور سمجھ سکتا تھا کہ سونیا اسے ہتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے، وہ جیسے نشے میں تھا، بہت مدہوش تھا اور اپنے سامنے نظر آنے والی ہر چیز کو ایک جگہ ٹھہرا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ دوسری طرف یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ اس کی رگوں میں دوڑنے والا زہر ختم ہو چکا تھا، صرف اُس کی نشیلی کیفیت باقی رہ گئی تھی۔

سونیا نے اُسے مخاطب کیا "یہ بیٹے! مجھے دیکھو، مجھے پہچانو، میں تمہاری ماں ہوں، مجھ سے باتیں کرو، میری طرف دیکھو۔"

وہ دونوں مسلح افراد کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے سر گھما کر ماریہ کو دیکھا۔ ماریہ اس کے قریب آگئی۔ دونوں کی نظریں ملیں تو وہ یک دم سے ٹھٹک گیا۔ اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہ گیا۔ میں اس کے اندر رہ کر سمجھ رہا تھا، پارس اُس کی زہریلی آنکھوں کے رشتے سے بندھا ہوا تھا کیونکہ وہ زہر اُس کے اندر بھی موجود تھا اور زہر زہر کو پہچان رہا تھا۔ کسی کو آنکھوں کے ذریعے قابو میں کر لینے کو ہپناٹائز کہتے ہیں۔ وہ لڑکی تنویمی عمل نہیں جانتی تھی، نہ ہی پارس کو اپنا غلام بنانے کا ارادہ تھا، ایسی کوئی بات نہیں تھی بلکہ پارس اسے اچھا لگتا تھا جب وہ اسے دیکھتی تھی تو مسلسل دیکھتی ہی چلی جاتی تھی، اس وقت بھی وہ پارس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی اور پارس اس کی طرف کھنچا ہوا تھا۔

میں نے محسوس کیا، جیسے میرے بیٹے کی ساری منتشر سوچیں ایک جگہ تھم گئی ہیں، وہ نارمل ہو گیا ہے۔ اس کی ساری توجہ ماریہ کی آنکھوں کی طرف تھی، وہ ان آنکھوں میں دیکھتے رہنے سے ایک عجیب سی لذت محسوس کر رہا تھا۔ اس کا بھی چاہتا تھا، اسی طرح اسے دیکھتا رہے۔

جوجو نے اسے آواز دی "ارے! تم اس کی آنکھوں میں کیا دیکھ رہے ہو، میری بات سنو، مجھ سے بات کرو۔"

وہ زور سے بولا، رہی تھی لیکن اس کے دماغ میں وہ آواز بہت دُور سے آرہی تھی۔ میں نے بھی اُسے مخاطب کیا "تو میری آواز بھی اس نے دُور سے آتی ہوئی محسوس کی جیسے کوئی بازگشت ہو، جو گونجتے رہنے کے بعد ختم ہو گئی ہو۔ اس کا دماغ کسی کو جاننے پہچاننے یا کسی کی بات سننے سمجھنے کے قابل نہیں تھا۔

وہ دونوں اسی طرح ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانک رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ماریہ نے آہستگی سے کہا "اس عورت کو دیکھو کیا وہ تمہاری ماں ہے؟"

مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہو رہا تھا کہ وہ ماریہ کو آنکھوں سے پہچان رہا ہے۔ اس کی بات سن رہا ہے، سمجھ رہا ہے۔ اُس کے کہنے پر اس نے نظریں ہٹائیں پھر سونیا کی طرف دیکھنے کے لیے سر گھمایا۔ اس کا سر پہلے کی طرح گھومنے لگا۔ سوچ کی تمام لہریں منتشر ہو گئیں۔ اس بار اسے وہ دونوں مسلح افراد شیطان کی طرح نظر آرہے تھے۔ ان کے چہرے بھیانک لگ رہے تھے۔ سونیا بھی چڑیل دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے خوفزدہ ہو کر ایک چیخ ماری پھر پلٹ کر ماریہ سے لپٹ گیا۔ اُس کے بازوؤں میں منہ چھپانے لگا۔

اب میں ماریہ کے دماغ میں تھا۔ وہ اس کی حالت پر پریشان نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی کئی بار ایسا ہوا تھا۔ اُس نے اب تک تین چاہنے والوں کو ڈستا تھا اور واپس زہر چوس لیا تھا۔ ان میں سے ایک پیسرا تھا جو اُسے بہت چاہتا تھا، دوسری ایک سہیلی تھی، تیسرا پارس تھا۔ اس کی سہیلی بھی اسی طرح دماغی توازن کھو چکی تھی پکے عرصے تک اُس کی حالت عجیب سی رہی تھی۔ وہ ہوش مندی کی باتیں نہیں کرتی تھی پھر رفتہ رفتہ نارمل ہو گئی تھی، وہ پیسرا بھی زہر چوس لینے کے بعد زندگی کی طرف لوٹ آیا تھا لیکن پاگل ہو گیا تھا پھر وہ کبھی ہوش مندی کی بات نہ کر سکا، چند ہفتے کے بعد ہی مر گیا۔

وہ سوچ رہی تھی "میں اس نوجوان کو مرنے نہیں دوں گی، اسے اپنی جان دے کر بھی بچا لوں گی جس طرح اپنی سہیلی کو بچایا تھا۔"

اور میں سوچ رہا تھا "یہ جذباتی باتیں ہیں۔ مجھے فوراً ہی اپنے بیٹے کو بڑے بڑے تجربے کار ڈاکٹروں کے پاس پہنچانا چاہیے، یہ ابھی خطرے میں ہے، اگر دیر ہو گی تو خدانخواستہ بیٹا ہماری آنکھوں میں آنسو لے آئے گا۔"

میں نے سونیا سے کہا "یہ ماریہ کو سمجھاؤ، ہم دونوں کو شہر لے جائیں گے، اسے اس کے والدین تک پہنچائیں گے اور پارس کا علاج کرائیں گے۔"

سونیا نے کہا "ماریہ! تم بہت اچھی لڑکی ہو، تم نے ہمارے بیٹے کو زہر سے نقصان پہنچایا تھا لیکن اسے زندگی کی طرف واپس لے آئی ہو اور اب بھی اس کا خیال رکھتی ہو مگر تمہارے علاج سے ہماری تسلی نہیں ہو گی۔ ہم اسے کسی بڑے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے۔"

ماریہ نے ایک دم سے گھور کر دیکھا اور انکار میں سر ہلایا۔ سونیا نے پوچھا "کیا تم اپنے والدین سے ملنا نہیں چاہتیں، ہم تمہیں ان کے پاس لے جائیں گے۔"

اُس نے سوچتی ہوئی نظروں سے سونیا کو دیکھا پھر پارس کو دیکھ کر اُس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔ اس کے بعد کہا "میں نہیں جاؤں گی۔ اسے بھی نہیں جانے دوں گی، اس کا علاج کر دوں گی، یہ جلد ہی اچھا ہو جائے گا۔"

وہ پارس سے الگ ہو کر ایک طرف گئی۔ وہاں بہت سی جڑی بوٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ مٹی کے ایک پیالے میں کوئی رقیق دوا نظر آرہی تھی۔ شاید ان جڑی بوٹیوں سے عرق نکالا گیا تھا، وہ مٹی کا

کھولا اُٹھا کر لالٹی پھر پارس کے ہونٹوں سے لگا کر بولی "لے جلدی سے پی جلدی"

میں ماریہ کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ مجھے پتا چلا اُس نے پہلے بھی یہی عرق اسے پلایا تھا، جس کے اثر سے اندر کا زہر ختم ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے اس دوا پر اعتراض نہیں کیا۔ پارس نے مٹی کے پیالے کو ہونٹوں سے لگایا پھر ایک گھونٹ پی کر بُرا سا منہ بنانے لگا۔ غالباً بہت ہی کڑوی تھی۔

ماریہ نے کٹورے کو اس کے ہاتھوں سے لے لیا پھر بولی۔ "میرے ہاتھ سے پیو گے تو دوا کڑوی نہیں لگے گی۔"

پارس نے نظریں اُٹھا کر دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں گم ہونے لگا۔ اسے پتا نہیں چلا کہ وہ پیالے کو اس کے ہونٹوں سے لگا کر دوا پلانے لگی ہے۔ وہ کڑوی کسیلی دوا چپ چاپ پیتا جا رہا تھا۔ جب کٹورا خالی ہو گیا تو ماریہ نے کہا "یہ ہم دونوں کو شہر لے جانا چاہتے ہیں لیکن میری ماں بہت بڑی جادوگرنی ہے، وہ ہمیں یہاں سے جانے نہیں دے گی۔"

سونیا نے کہا "تمہاری ماں اب زندہ نہیں ہے، وہ مر چکی ہے، تمہارا راستہ کوئی نہیں روک سکے گا۔"

ماریہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔ یہاں سے نکل کر بستی والوں سے پوچھ لو اور خود اپنی آنکھوں سے ماں کی لاش دیکھ لو لیکن وہ تمہاری اپنی ماں نہیں تھی۔ ہم تمہاری اپنی ماں اور باپ کے پاس تمہیں پہنچانا چاہتے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں نہیں جانتی کہ ماں باپ کیا ہوتے ہیں لیکن مجھے خوشی ہے کہ ماں پنجرے سے پیچھا چھوٹ گیا ہے۔ اب ہم دونوں ضرور شہر جائیں گے لیکن دیکھو میں وارننگ دیتی ہوں، اگر کسی نے مجھے نقصان پہنچایا، دھوکا دیا یا اس نوجوان کو مجھ سے چھین کر لے جانا چاہا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"سونیا، ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا بیٹا اس کی آنکھوں کے سامنے قابو میں رہتا ہے۔ ان میں ایک دوسرے کے لیے زہریلی کشش ہے۔ پارس نے اس کشش سے نکل کر جب تمہیں اور دو مسلح افراد کو دیکھا تھا تو پھر اس کے دماغ میں اقتشار پیدا ہو گیا تھا۔ ماریہ ہمارے بیٹے کے لیے بہت اہم ہے، اسے ساتھ رکھنا ہوگا، زیادہ سے زیادہ اس کے ماں باپ کو اطلاع دے دی جائے گی کہ ان کی بیٹی ہمارے پاس ہے اور جب تک ہمارا بیٹا نارمل نہیں ہوگا، وہ اسی کے ساتھ رہے گی۔"

میں نے اپنے مخصوص ذرائع استعمال کیے۔ ایک طیارہ چارٹرڈ کرایا۔ ارادہ تھا، پارس کو یہاں سے نیلی کاپٹر میں نکوگھاٹ لے جاؤں گا، وہاں سے طیارے میں پیرس پہنچاؤں گا۔ اس سلسلے میں، میں نے پیرس کے دوتے والا افسران کو بھی اطلاع دے دی۔ میں جلد ہی وہاں پہنچ رہا ہوں اور پہنچنے سے پہلے پھر خیال خانی کے ذریعے اطلاع دوں گا۔

ہمارے نیلی کاپٹر میں جو لوگ سلاما کو تلاش کرنے گئے تھے، وہ ناکام لوٹ کر آ گئے۔ ہم جو مسلسل کامیابیاں حاصل کرتے جا رہے تھے، اب ناکامیوں سے دوچار ہو رہے تھے۔ ایک تو پارس ہمیں مل کر بھی جیسے نہیں ملا تھا۔ بدنصیبی چیخ چیخ کر رہی تھی کہ اپنے بیٹے کو بچا سکتے ہو تو بچا لو۔ دوسری ناکامی سلاما کا ہاتھ سے نکل جانا تھا۔ پتا نہیں وہ لوگ اسے کہاں لے گئے تھے۔ ہمارا دوسرا نیلی کاپٹر آمنہ کے پاس تھا۔ میں نے اس سے رابطہ قائم کیا پھر کہا "میں سونیا کا نیلی کاپٹر لے جا رہا ہوں، تم اس کے لیے اپنا نیلی کاپٹر روانہ کر دو۔"

آمنہ نے پوچھا "سونیا کہاں ہے؟"

"آمر تمہارے پائلٹ کو گائیڈ کرے گا۔ تمہارا نیلی کاپٹر اس کے پاس پہنچ جائے گا۔"

پھر میں نے سونیا سے کہا "تم یہاں دوسرے نیلی کاپٹر کا انتظار کرو۔ میں ماریہ اور پارس کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

سونیا نے ماریہ کو دیکھا پھر کہا "یہ لڑکی زہریلی ہے، ان کے ساتھ ہمارے دو چار آدمی جائیں گے۔ اس بات کا اندیشہ ہے کہ اسے کسی بات پر غصہ آئے گا تو یہ کسی کو پھر ڈس لے گی۔ لہٰذا بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ نکوگھاٹ سے تم اس کے ساتھ ہو جاؤ گے، تمہیں بھی محتاط رہنا ہوگا۔"

پھر اس نے ماریہ سے کہا "بیٹی! تم بہت اچھی ہو، چلو پارس کو اپنے ساتھ لے چلو۔"

پارس نہ سونیا کو پہچان رہا تھا، نہ سوچ کے ذریعے ہماری کسی بات کا جواب دے رہا تھا بلکہ ہماری سوچ کی لہریں ہی اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ ماریہ کے کہنے سے وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر اس کی گردن میں بازو ڈال کر اس کے سہارے چلنے لگا، وہ اچھا خاصا باڈی بلڈر تھا۔ ماریہ دُور تک اس کا بوجھ نہیں برداشت کر سکتی تھی۔ سونیا نے کہا "بیٹی! اس سے کہو کہ یہ میرا سہارا لے کر چلے۔" ماریہ نے جب پارس کو یہ بات کہی تو وہ راضی ہو گیا۔ سونیا کا سہارا لے کر چلنے لگا۔ میں نے نیلی کاپٹر کے پائلٹ سے کہا "اسے پہاڑی سے اُتار کر نیچے لے آؤ۔"

سونیا اور دونوں مسلح نوجوان بہت محتاط تھے، ماریہ کو خوش رکھنے کے لیے اس کی تعریفیں کرتے جا رہے تھے۔ سونیا نے کہا "پیرس پہنچنے کے بعد جو جو کمی طرف سے پریشانی ہوگی، وہ پارس کے پاس اسپتال میں آنا چاہے گی اور یہ مناسب نہیں ہوگا کیونکہ ماریہ وہاں رہے گی۔"

میں نے کہا "ہم جو جو کو سمجھائیں گے، یوں بھی اس کا ادارے سے باہر نکلنا مناسب نہیں ہے۔"

سونیا نے پارس کو سہارا دے کر نیلی کاپٹر میں بٹھایا، ماریہ اس کے پاس بیٹھ گئی، وہ محافظوں کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ نیلی کاپٹر وہاں سے روانہ ہوا۔ ہم نے اس بات کو حتی الامکان راز میں رکھنے کی کوشش کی تھی کہ پارس کو یہاں سے منتقل کیا جا رہا ہے۔

میں نے جب سے یہودی گوریلوں کو اس ہوٹل میں ختم کیا تھا تب سے دشمن میرے قریب نہیں آتے تھے لیکن دُور ہی دُور سے نگرانی کرتے تھے۔ میں نہیں چاہتا تھا پارس نکوگھاٹ پہنچے اور یہاں سے طیارے میں پیرس جائے تو دشمنوں کو خبر ہو جائے۔ پارس کا نیلی کاپٹر رات کے آٹھ بجے تک پہنچنے والا تھا۔ میں نے اپنی ایک عارضی ڈی بنائی۔ اپنے قد اور جسامت کی مناسبت سے ایسے ایک شخص کا انتخاب کیا جو ادارے سے آیا تھا اور نکوگھاٹ میں ہماری خدمات کے لیے رہ گیا تھا۔ رات کے وقت مکمل میک اپ کی ضرورت نہیں تھی، جس وقت مجھے پتا چلا کہ نیلی کاپٹر ایئرپورٹ پہنچ رہا ہے تو پوری میری اس ڈی کے ساتھ ہوٹل سے نکلا اور اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر تفریح کے لیے نکل گئی۔ میں نے اسے سمجھا دیا تھا، وہ ڈی کے ساتھ ایسی جگہ جائے، جہاں روشنی کم سے کم ہو۔ اس کے جانے کے بعد میں ہوٹل سے نکلا۔ میں نے بھی عارضی میک اَپ کیا تھا۔ ہوٹل کے رَن وے پر ہمارا چارٹرڈ طیارہ کھڑا ہوا تھا۔ میرے آدمی، ماریہ اور پارس کو اس طیارے میں پہنچا چکے تھے۔ میرے وہاں پہنچتے ہی طیارہ روانہ ہو گیا۔ میں نے اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کی تھی کہ میرا پیچھا دشمنوں کی نظروں میں نہ آئے لیکن دشمن بھی کچھ کم نہیں تھے۔ انھوں نے دُور دُور تک جال بچھا رکھا تھا۔ انھیں اس بات کی اطلاع مل جاتی تھی کہ کتنے نیلی کاپٹر جنگل میں جا رہے ہیں اور کتنے جنگل سے واپس آ رہے ہیں اور جو نیلی کاپٹر واپس آ رہے ہیں، وہ کس سے تعلق رکھتے ہیں؟

ٹرانسفارمر شین کے لیے وہاں جتنی پارٹیاں آئی تھیں، ان کے ایک دو جاسوس ایئرپورٹ کی عمارت میں ضرور موجود رہتے تھے۔ انھوں نے ایک طیارہ رَن وے پر دیکھا تھا جو پیرس جانے والا تھا اور پیرس کا نام سنتے ہی تمام دشمن چونک جاتے تھے کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعلق اس شہر سے اور وہاں کی حکومت سے خاص طور پر تھا۔

وہاں موجود رہنے والے سُراغرسانوں نے ایک نیلی کاپٹر سے ماریہ اور پارس کو اُترتے دیکھا۔ بہت کم ایسے تھے جو پارس کو چہرے سے پہچانتے تھے۔ وہاں موجود رہنے والے جاسوس اسے پہچان نہ سکے۔ ماریہ بھی ان کے لیے اجنبی تھی۔ انھوں نے اپنی اپنی پارٹی کے لیڈروں کو رپورٹ دی کہ ایک نیلی کاپٹر سے ایک نوجوان ایک نوعمر لڑکی کے ساتھ اترتے دیکھا گیا ہے۔ نوجوان کچھ بیمار سا ہے، اسے دو آدمی سہارا دے کر چارٹرڈ طیارے میں لے گئے ہیں۔

چونکہ وہ نیلی کاپٹر جنگل سے آیا تھا اور وہ ہم سے تعلق رکھتا تھا، اس لیے انھوں نے یقین کی حد تک شبہ کیا، وہ نوجوان پارس ہو سکتا ہے۔ یہ بات اُن کی سمجھ میں نہیں آئی کہ نوعمر لڑکی کون ہو سکتی ہے؟ انھیں سلاما کے متعلق معلوم تھا، وہ ایک بھرپور عورت تھی۔ وہ یہ بھی جانتے تھے، جو جو بابا صاحب کے ادارے میں ہے بہرحال، ماریہ ان کے لیے زیادہ اہم نہیں تھی۔ ان کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ پارس کے متعلق معلوم ہو چکا تھا۔ ایئرپورٹ پر وہ دو آدمی اسے سہارا دے کر لے جا رہے تھے، اس سے یہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ بیمار ہے اور اسے بابا صاحب کے ادارے میں واپس بھیجا جا رہا ہے۔

میں نے پیرس کے ایک دفتے والا آفیسر سے کہا "ہم بخیریت طیارے میں سفر کر رہے ہیں لیکن اندیشہ ہے، دشمن اس شہر میں پارس کو گھیرنے اور پھر اغوا کر کے لے جانے کی کوشش کریں گے، لہٰذا سخت انتظامات کیے جائیں۔"

"جناب! آپ اطمینان سے آئیے، اس طیارے کو ہمارے ایک فوجی اڈے پر اُتارا جائے گا پھر وہاں سے فوجیوں کی نگرانی میں پارس کو اسپتال پہنچایا جائے گا۔ ہم نے بڑے بڑے ماہر ڈاکٹروں کو یہاں بٹھا رکھا ہے، یہ ہر قسم کے زہر کے اثرات اور ان کے توڑ کے متعلق چالیس اور پچاس سالہ تجربہ رکھتے ہیں۔"

آمر نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "میرے بھائی! قبیلے کا سردار سونیا کے پاس آیا تھا، اُس نے چند کاغذات دیے ہیں جو سر تھامس جانسن سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کاغذات میں اس کا مکمل پتا بھی موجود ہے کیا تم اُسے اُس کی بیٹی کے متعلق اطلاع دینا چاہو گے؟"

"ضرور اطلاع دینی چاہیے، تم پتا بتاؤ۔"

اُس نے پتا بتایا۔ میں نے وہی پتا پیرس کے افسر کو بتاتے ہوئے کہا "سر تھامس جانسن سے رابطہ قائم کرو اور اس سے کہو، اس کی بیٹی جو پیدائش کے بعد سپیروں کی بستی میں پرورش پا رہی تھی، وہ اب پیرس پہنچ رہی ہے، اُس کا نام ماریہ ہے، وہ ماریہ کی ماں کے ساتھ اپنی بیٹی سے ملنے پیرس آ سکتا ہے۔"

ایک طویل عرصے کے بعد میں نے اپنے بیٹے کی صورت دیکھی تھی لیکن بھاگ دوڑ میں اور خفیہ انتظامات کرنے میں مجھے اتنا وقت لگ گیا کہ اسے اچھی طرح توجہ سے دیکھ نہ سکا۔ ماریہ سے بھی سرسری طور پر اپنا مختصر سا تعارف کرایا پھر خیال خوانی میں

مصروف رہا۔ جب ہر طرف سے اطمینان ہو گیا تو میں نے پہلے پارس کے اندر پہنچ کر دیکھا، اس کا دماغ ابھی تک اس کے قابو میں نہیں تھا اور پہلے جیسا انتشار بھی نہیں تھا، وہ سو رہا تھا اور اس کے ذہن میں ماریہ کی دونوں آنکھیں نقش تھیں جیسے وہ ان آنکھوں کو دیکھتے دیکھتے سو گیا ہو، وہ نیند کی حالت میں بھی اس زہریلی لڑکی کے ایک ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھا۔

وہ جاگ رہی تھی کبھی کبھی میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے مسکرا کر کہا "میری بیٹی بہت خوبصورت ہے۔ کیا تم خوبصورتی کا مطلب سمجھتی ہو؟"

وہ کچھ سوچ کر بولی "ہاں، میرا رنگ گورا ہے اور وہاں قبیلے میں سب کے سب کالے تھے۔"

میں نے اُسے سمجھایا "خوبصورتی کا مطلب صرف گورا رنگ نہیں ہے، ناک نقشہ اچھا ہو تو سانولے رنگ کی اور کالے رنگ کی عورتیں بھی خوبصورت کہلاتی ہیں۔ تمہارا رنگ بھی گورا ہے، ناک نقشہ بھی اچھا ہے بلکہ بہت ہی اچھا ہے اور تم خوبصورت اس لیے بھی ہو کہ تمہارا دل بہت خوبصورت ہے۔ تم چاہتیں تو میرے بیٹے کو ڈسنے کے بعد چھوڑ دیتیں، یہ ختم ہو جاتا لیکن تم نے اسے بچایا، تم جو لڑکی میرے بیٹے کی جان بچائے وہ میرے لیے دُنیا کی حسین ترین لڑکی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم بہت اچھی باتیں کرتے ہو، میں تمہیں کیا کہوں، تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام فرہاد ہے لیکن تم مجھے پاپا کہہ کر مخاطب کر سکتی ہو۔"

"ہماری بستی میں دو تاجر آئے تھے، وہ مجھے بتاتے تھے، باپ کو ڈیڈی یا پاپا کہتے ہیں۔"

"تم مجھے بھی اپنا باپ سمجھو۔"

اچانک ماریہ نے مجھے غصّے سے دیکھا، اس کی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی، سانپ اگلتا تھا جیسے سانپ غصّے سے پھن اُٹھا نے والا ہو، وہ بولی "کیا تمہاری نیت بدل گئی ہے، تم لوگوں نے وعدہ کیا تھا، مجھے میرے باپ سے ملاؤ گے اور خود باپ بن رہے ہو، مجھے دھوکا دینا چاہتے ہو؟"

"بیٹے! ایسی بات نہیں ہے۔ ہم جہاں جا رہے ہیں، وہاں تمہارے ماں باپ ملنے آئیں گے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارا باپ نہیں ہوں لیکن باپ جیسا ہوں۔"

اس کا غصّہ ذرا کم ہونے لگا۔ میں بڑی اُلجھن میں پڑ گیا، اگر اس لڑکی کو اسی طرح غصّہ آتا رہا تو ہمارے لیے بڑی خطرناک ثابت ہو گی، کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد میں نے کہا "کیا تم پارس کو بہت چاہتی ہو؟"

اس نے میرے بیٹے کی طرف دیکھا پھر انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولی "اس کا نام پارس ہے نا؟"

میں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا، وہ خوش ہو کر بولی "بہت چاہتی ہوں، یہ بہت اچھا لگتا ہے، جی چاہتا ہے، ہمیشہ میرے پاس رہے اور میں اس کے پاس رہوں، اور ہم دونوں مل کر دن رات کھیلتے رہیں۔"

"میرے بیٹے کے ساتھ رہنے کی ایک شرط ہے، تم اپنے دماغ سے غصّے کی گرمی کو ختم کرنے کی کوشش کرو، تمہیں بہت جلد غصّہ آتا ہے اور غصّے کے نتیجے میں تم کسی کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہو۔"

"ارے واہ! ایسی بات کرتے ہو، غصّہ تو مجھے اس وقت آئے گا جب کوئی غصّہ دلائے گا۔ تم لوگ ایسی باتیں ہی کیوں کرتے ہو؟"

"بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو تمہاری سمجھ میں نہیں آتیں۔ کیا ایک باپ کی طرح تمہیں بیٹی کہنا یا تمہارا مجھے پاپا کہہ دینا کوئی غصّہ دلانے والی بات ہے؟"

"سوری! اب میں سمجھ گئی، تمہیں پاپا کہوں گی اور کبھی غصّہ نہیں دکھاؤں گی۔"

"شاباش! ایک بات بتاؤ، کیا تمہارا دل چاہتا ہے کہ خوامخواہ کسی کو دانتوں سے کاٹ لو؟"

وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی "ہمیشہ کسی کو کاٹنے کو دل نہیں چاہتا لیکن بہت دن ہو جاتے ہیں تو کچھ بے چینی سی ہوتی ہے، جی چاہتا ہے، کسی کو تھوڑا سا کاٹ لوں، میرے اندر کوئی چیز اُبلتی ہے جسے میں کسی کے اندر اُگل دینا چاہتی ہوں۔"

"ایسے وقت تم کیا کرتی ہو؟"

"میں برداشت کرتی ہوں، جب برداشت نہیں ہوتا تو کسی جانور کو کاٹ لیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی پھر بولی "ایک بار میں نے اپنی سہیلی کو کاٹ لیا تھا، وہ بے چاری بہت پریشان ہوئی، مرتے مرتے بچ گئی۔ میں نے اُسے بچایا لیا۔ اس کا علاج بھی کیا پھر اس سے کہا، تم اسی طرح کبھی کبھی مجھے کاٹنے دیا کرو، میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی، فوراً بچا لیا کروں گی۔ اس طرح تم میرے زہر کی عادی ہو جاؤ گی پھر ہم پکی سہیلیاں بن جائیں گی لیکن وہ کمبخت بہت ڈرپوک تھی، میرے قدموں میں گر کر گڑگڑانے لگی تو میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے خوش ہو کر پارس کو دیکھا پھر کہا۔ "اب میں پارس کو پکا دوست بناؤں گی، کبھی کبھی اسے کاٹ لیا کروں گی، میرا زہر اس کے اندر پھیلے گا تو پھر اسے چوس لوں گی، اسے بچا لوں گی، اس کا علاج کر دوں گی۔ اس طرح یہ میرے زہر کا عادی ہو جائے گا۔"

وہ بول رہی تھی اور میں پریشان ہو کر اسے دیکھ رہا تھا اور اسے دیکھ کر پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔

میرے مخالفوں میں سب سے وسیع ذرائع کا مالک سُپر ماسٹر تھا، خصوصاً افسانیقہ کی بے شمار ریاستوں کے حکمران اس کے زیرِ اثر تھے، اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہم سے پہلے اس قلعے میں پہنچ گیا تھا۔ ماسک مین اور یہودی گولیوں کی طرح اس نے بھی اپنی ایک ٹیم جنگل میں بھیجی تھی لیکن یہ صرف دکھاوے کے لیے تھی۔ وہ درپردہ اپنی خاص ٹیم ہیلی کاپٹر کے ذریعے روانہ کر چکا تھا۔

میں وقتاً فوقتاً سُپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچتا تھا اور یہ ساری معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ مقامی پولیس اور انٹیلی جنس والوں نے سپر ماسٹر کو اطلاع دی تھی کہ قلعے کا مالک جارج فری مَین نہیں ہے، کہیں فرار ہو گیا ہے۔ میں نے اس کے نمائندے کو مخاطب کیا، اُس نے کہا "جناب! یہاں کوئی نہیں ہے۔"

میں نے کہا "سلاما! ہمارے پاس ہے، اُس سے سمجھتا ہو چکا ہے، ہم اسے واپس بھیجنا چاہتے ہیں، وہ اس سلسلے میں اپنے لوگوں سے باتیں کرے گی، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کہاں ہے اور اگر ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو ہو سکتی ہے تو اس کی فریکوئنسی بتا دی جائے۔"

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں، سلاما آپ کے پاس نہیں ہے [illegible] اس سے کوئی سمجھوتا ہوا ہے، اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو آپ سر جارج کو بتائیں اور ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی نہ پوچھتے۔"

اگر میں پوچھوں گا تو ایک بہن کو اس کے بھائی تک کیسے پہنچاؤں گا؟"

جناب! وہ بہن بھائی بہت گہرے ہیں۔ سلاما ابھی طرح جانتی ہیں کہ اپنے بھائی سے کس وقت اور کس طرح رابطہ قائم کرنا چاہیے۔"

میں گفتگو کے دوران اس نمائندے کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ سے بہن بھائیوں کے متعلق بس اتنا ہی معلوم تھا کہ وہ ایک دوسرے کسی حال میں بھی رابطہ قائم کرنا جانتے ہیں اور ٹرانسمیٹر مرتبین سے متعلق جتنے بھی راز ہیں، وہ ان کے سینے میں دفن ہیں، کوئی اور ان کے متعلق نہیں جانتا۔ میں نے کہا "میں اس ڈمی سلاما سے باتیں کرنا چاہتا ہوں، جو اب سے پہلے کئی بار تمہارے سامنے آ کر مجھ سے گفتگو کر چکی ہے۔"

"مسٹر جارج کے جانے کے بعد یہاں کوئی ڈمی نہیں رہی۔ میرے جیسے کچھ ملازم رہ گئے ہیں، جنہیں دھمکی دی جا رہی ہے کہ ہتھیار پھینک کر باہر نکل آئیں، اور ہم یہی کرنے والے ہیں۔"

"کیا جارج فری مین وہ مشین بھی ساتھ لے گیا ہے؟"

"میں نے مسٹر جارج کو جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کوئی ہیلی کاپٹر ضرور قلعے کے اندر پہنچا ہو گا۔"

"ہمارا ہیلی کاپٹر آپ کے صاحبزادے نے تباہ کر دیا۔ دوسرا چوبیس گھنٹے کے بعد ملا لیکن ہم نے واپس کر دیا، اُسے استعمال کرنے کا موقع نہیں ملا۔ مسٹر جارج ہمارے نام ایک پیغام چھوڑ گئے تھے کہ ہیلی کاپٹر آئے تو اُسے واپس کر دیا جائے۔ یہاں جتنی گاڑیاں ہیں، ہم ان میں بیٹھ کر جہاں چاہے جا سکتے ہیں اور اس قلعے کو خالی چھوڑ سکتے ہیں۔"

"تو پھر تم لوگوں نے اس قلعے کو پہلے ہی خالی کیوں نہ کیا؟"

"مسٹر جارج نے حکم دیا تھا، اسے خالی کرنے سے پہلے یہاں کے تمام خفیہ میکنزم کو تباہ کر دیا جائے۔ یہاں کے تہ خانے میں اور ایسے خفیہ کمروں میں جہاں چور دروازوں سے گزر کر پہنچا جاتا ہے، ان سب جگہ بارُودی سرنگ بچھا دی جائے اور انہیں تباہ کر دیا جائے۔"

ہم نے سوچ رکھا تھا کہ آمنہ قلعے کے جنوبی سمت میل دو میل کے فاصلے پر کیمپ بنائے گی اور قلعے کے شمالی سمت غلام باقی کا کیمپ ہو گا۔ قلعے کے پیچھے دلدل تھی، اس دلدل سے پرے سونیا کیمپ بنانے والی تھی۔ میں نے ان تینوں کو مخاطب کر کے کہا "اپنے اپنے کیمپ [illegible] اور دُور رہیے جو قلعے کے اندر زیرِ زمین دھماکے ہوں [illegible]

سپر ماسٹر [illegible] جارج فری مین اسی قلعے کے کسی [illegible] میں یا کسی خفیہ سرنگ میں چھپا ہوا ہے اور وہ کہا [illegible] یہاں قسم کا ہو گا جہاں تک پہنچنے میں دُشواری ہو گی لیکن اس کے پاس ایسے جدید آلات تھے جو خفیہ کمروں، چور دروازوں اور تہ خانوں کی نشاندہی کرتے تھے۔ سپر ماسٹر کو یقین تھا کہ ان آلات کے ذریعے وہ ٹرانسفارمر مشین تک پہنچ جائے گا۔

وہاں جارج فری مین کے جتنے ملازم تھے انھوں نے ہتھیار قلعے کے اندر چھوڑ دیے، اپنے اپنے ہاتھ اُٹھا کر باہر نکلنے لگے۔ مقامی سپاہی ان سب کو قیدی گاڑیوں میں بٹھا رہے تھے۔ قلعے سے نکلنے والے آخری شخص نے تہ خانوں اور خفیہ کمروں میں بچھی ہوئی بارود کو ایک ٹائم بم سے منسلک کیا تھا۔ وہاں سے نکلتے وقت اُس نے دھماکے کے لیے دس منٹ کا وقت مقرر کیا پھر باہر چلا آیا۔ سب سے بھی قیدی گاڑی میں بٹھایا گیا۔ وہ گاڑی قلعے سے باہر چلی گئی۔ باہر دُور دُور تک مقامی سپاہی اور انٹیلی جنس کے لوگ موجود تھے۔ اب وہ یقین کرنا چاہتے تھے کہ قلعے میں کوئی نہیں ہے۔ اس مقصد کے لیے انھوں

نے ایک افسر اور دس سپاہیوں کو بھیجا تاکہ وہ پورے قلعے کی تلاشی لے کر انھیں رپورٹ پیش کریں۔

ان کے اندر پہنچتے ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔ سپاہیوں کی چیخیں گونجنے لگیں۔ جو لوگ جان بچا کر باہر نکل رہے تھے، وہ دوسرے دھماکے کی نذر ہو گئے پھر تیسرا، چوتھا دھماکا ہونے لگا۔ قلعے کے باہر کھڑے ہوئے لوگ بے تحاشا گرتے پڑتے بھاگنے لگے۔ اس قلعے کے اندر طاقت ور بموں کے جال بچھائے گئے تھے۔ تقریباً بیس بائیس دھماکے ہوئے، جس کے نتیجے میں وہ قلعہ کھنڈر بن کر رہ گیا۔ جو لوگ وہاں تلاشی لینے آئے تھے، اُسے دُور سے ہی دیکھتے رہ گئے۔ اب وہاں جانے کی جرأت نہیں تھی۔ اندیشہ تھا، پھر تھوڑے وقفے سے دھماکے ہو سکتے ہیں۔

میں نے جارج فری مین کے نمائندے سے باتوں ہی باتوں میں ایک کام کی بات معلوم کی تھی اور وہ یہ کہ وہاں جو ہیلی کاپٹر آیا تھا، اس سے پہلے ہی جارج فری مین جا چکا تھا اور ہیلی کاپٹر واپس بھیج دیا گیا تھا۔ چونکہ میں اس کے دماغ میں رہ کر یہ باتیں معلوم کر رہا تھا، اس لیے سچ اور جھوٹ کو سمجھ رہا تھا۔ اس نمائندے نے اپنی آنکھوں سے اس ہیلی کاپٹر کو خالی جاتے دیکھا تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ جارج فری مین وہاں سے پیدل روانہ ہوا ہے یا کسی گاڑی میں سڑک کے راستے سے نکلا ہے اور پھر آگے جا کر کہیں راستہ بدل چکا ہے۔ ظاہر ہے، وہ خالی ہاتھ نہیں گیا ہوگا۔ اس کے ساتھ وہ تمام سوٹ کیس ہوں گے جن میں ٹرانسفارمر مشین کے مختلف حصے رکھے گئے ہوں گے۔

قلعے کے جن لوگوں کو قیدی بنا کر لے جایا گیا تھا، اب ان سے باری باری پوچھا جا رہا تھا، ان کی ابھی طرح پٹائی بھی ہو رہی تھی۔ ان سب کا مشترکہ بیان یہی تھا کہ جارج فری مین چپ چاپ وہاں سے چلا گیا ہے۔ کسی نے اُسے جاتے نہیں دیکھا، یہ ایک نہیں سب کا بیان تھا۔ تمام بیانات سننے کے بعد یہ سوچنا پڑا کہ نہ مانے میں کوئی سرنگ ایسی بھی ہے جو جنگل کے کسی حصے میں نکلتی ہے اور جارج فری مین اسی سرنگ سے فرار ہوا ہے۔

میں وہاں کے حالات پر پوری توجہ نہیں دے سکتا تھا کیونکہ بیٹے کے ساتھ دن رات لگا رہتا تھا۔ میں نے سوتی اور آمر سے کہہ دیا تھا، چپ چاپ سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کرتے رہیں۔ ان دونوں کے ذریعے معلومات مجھ تک پہنچ رہی تھیں۔ اُدھر ایک گھنٹے تک جب قلعے میں اور کوئی دھماکا نہیں ہوا، تب سپر ماسٹر کی پارٹی وہاں داخل ہوئی۔ ان زبردست دھماکوں کے باعث تہ خانے اور خفیہ کمرے چھپے ہوئے نہیں رہے تھے۔ ان کی دیواریں گر چکی تھیں اور تہ خانوں کا اوپری فرش جگہ جگہ سے اُکھڑ گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ جدید آلات کے ذریعے ایسی جگہ تلاش کر رہے تھے جو بم کے دھماکے سے محفوظ رہی ہو اور وہاں ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی ہو۔

تمام دن تلاش کرتے رہنے کے بعد مشین تو نہ ملی، ایک سرنگ والا راستہ مل گیا، وہ اس سرنگ سے گزرتے ہوئے تقریباً دو میل تک گئے۔ پھر اُوپر چڑھنے کے لیے ایک زینہ نظر آیا۔ وہاں سے چڑھتے ہوئے وہ گھنی جھاڑیوں کے درمیان پہنچ گئے۔ ان جھاڑیوں کو ہٹا کر دیکھا تو چاروں طرف جنگل نظر آ رہا تھا۔ انھوں نے آس پاس کا بھی طرح جائزہ لیا۔ وہاں کی زمین کچھ ملائم تھی۔ جوتوں کے نشان بھی دکھائی دے رہے تھے اور وہ ایک ہی شخص کے جوتوں کے نشان تھے۔ اس طرح یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ جارج فری مین اسی راستے سے گیا ہے۔

ایک سوال کھٹک رہا تھا، وہ اتنی بڑی اور وزنی مشین تنہا کیسے لے گیا ہوگا؟ ایک ہی شخص کے جوتوں کے نشان یہ ثابت کر رہے تھے کہ جانے والے نے کسی کو اپنا ذمے دار نہیں بنایا ہے اور نہ ہی کسی سے مشین اُٹھوا کر یہاں تک لایا ہے، وہاں کسی گاڑی کے پہیوں کے نشانات بھی نہیں تھے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا کہ وہ وزنی مشین گاڑی میں رکھ کر لے جائی گئی ہے۔ اُدھر کوئی ہیلی کاپٹر بھی نہیں آ سکتا تھا کیونکہ میلوں دُور تک میدان نہیں تھا۔ گھنے سایہ دار درخت تھے۔

وہ قلعہ اپنی اہمیت کھو چکا تھا۔ سلارا کو ماسک مین کے آدمی لے گئے تھے۔ جارج فری مین روپوش ہو گیا تھا اور وہ مشین ایک معما بن گئی تھی۔ انھوں نے قلعے کا چپہ چپہ دیکھ لیا تھا۔ جدید آلات کی رہنمائی حاصل کی تھی اور یہ بات یقینی ہو چکی تھی کہ مشین اب قلعے کی حدود میں نہیں ہے۔

اس کے بعد انھوں نے قلعے کے چاروں طرف گھوم پھر کر دیکھنا شروع کیا۔ وہ قلعے کی تین سمتوں میں دُور تک دیکھتے رہے اور وہاں بھی جدید آلات کے ذریعے معلوم کرتے رہے۔ اس کی چوتھی سمت یعنی پیچھے کی طرف دلدل پھیلی ہوئی تھی۔ انھوں نے دلدل کے اطراف بھی گھوم گھوم کر دیکھا۔ کتنے ہی قدموں کے نشانات دکھائی دے رہے تھے۔ وہاں ایسے آثار تھے جیسے کسی نے کیمپ لگایا ہو۔ تقریباً چند گھنٹے پہلے سوتیا کا کیمپ وہاں تھا۔ میرے کہنے پر وہ جیسے اکھاڑ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلی گئی تھی۔ سپر ماسٹر کی ٹیم میں بڑے بڑے ماہرین اور خرانٹ قسم کے جاسوس تھے۔ وہ سب حیران تھے کہ آخر وہ مشین کہاں چلی گئی۔ کیا یہی رائے قائم کی جائے کہ جارج فری مین تنہا اتنی بڑی اور وزنی مشین کے حصے کر کے انھیں باری باری اُٹھا کر اسی سرنگ سے لے گیا ہوگا لیکن کہاں تک لے جائے گا۔ سرنگ سے نکلنے کے بعد بھی وہ کتنی دُور تک مشین اُٹھائے اُٹھائے میلوں دُور جنگل سے گزرتا جا رہا ہوگا۔ قلعے کے اندر جو سامان تباہ ہوا تھا، اس میں کئی طرح کی مشینیں بھی تھیں۔ ان کے پُرزے اور حصے الگ الگ ہو گئے تھے۔ کچھ ملبے میں دبے ہوئے تھے۔ کچھ نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے ملبہ ہٹا کر تمام مشینوں کے حصے اور پُرزے ایک جگہ جمع کیے اور انھیں ماہرین کی رپورٹ کے لیے شہر بھیج دیا۔

جہاں میری ٹیلی پیتھی کام آتی ہے، وہاں چٹکی بجاتے ہی مشکل سے مشکل مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ سراغ رسانی کا کٹنا ہی پیچیدہ معاملہ ہو، وہ پلک جھپکتے ہی سمجھ میں آ جاتا ہے۔ چونکہ میں جارج فری مین اور سلارا کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا، ان کی چال بازیوں کو سمجھ نہیں سکتا تھا، اس لیے اس قدر سُراغ رسانی کی ضرورت پیش آ رہی تھی اور ایک ایک بات پر توجہ دینے کی ضرورت پڑ رہی تھی۔ اُدھر پارس کی طبیعت سنبھل گئی تھی مگر وہ پوری طرح نارمل نہیں ہوا تھا۔ کبھی ہمیں پہچانتا تھا اور کبھی پہچاننے سے انکار کر دیتا تھا لیکن ہر حال میں ماریہ کو اپنے قریب دیکھنا چاہتا تھا۔ میں تھوڑی دیر بعد اس کی حالت بیان کروں گا۔ ابھی وہ مشین ہم سب کے لیے ایک چیلنج بنی ہوئی ہے۔ ہم سب کو اس بات کا یقین تھا کہ جارج فری مین تنہا گیا ہے۔ ایک خیال یہ قائم ہوتا تھا کہ جارج فری مین ہر طرف سے مایوس ہو کر اس مشین کو دلدل میں چھوڑ گیا ہے اور دلدل میں چھوڑنے کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ کسی کے کام نہیں آ سکتی۔ اس دلدل کی گہرائی کا اندازہ کسی کو نہیں تھا۔ گہرے سے گہرے دریا اور سمندر میں ڈوبنے والے کو بچایا جا سکتا ہے لیکن دلدل میں دھنسنے والے کو بچانا ناممکن ہوتا ہے۔ اس کے باوجود مشین کے دیوانے باز آنے والے نہیں تھے۔ سپر ماسٹر کے چند جانباز اس دلدل میں اُترنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ان کے لیے خاص طور پر دلدل پروف لباس تیار کروایا گیا۔ آکسیجن کے سلنڈر وغیرہ کا انتظام کر کے انھیں ہیلی کاپٹر سے نیچے لٹکایا گیا۔ وہ تعداد میں چار تھے۔ انھیں رسّیوں سے باندھ کر دو ہیلی کاپٹر کے ذریعے لٹکایا گیا تھا اور آہستہ آہستہ دلدل میں چھوڑا گیا تھا، وہ دلدل میں ڈوبتے چلے گئے۔

سمندر کی گہرائیوں میں اُترنے والے غوطہ خور دُور تک پانی میں دیکھ لیتے ہیں، وہ چار شخص جو دلدل کے مختلف حصّوں میں اُترے تھے، انھیں اپنے آس پاس سوائے دلدل کے کچھ نظر آیا، وہاں پانی نہیں تھا، کیچڑ کی موٹی تہ تھی جس کے آر پار دیکھا نہیں جا سکتا تھا اور جہاں تک اُترتے گئے وہیں تک معلوم ہو گیا کہ کوئی فولادی مشین نہیں ہے۔ انھیں وہاں صرف پندرہ منٹ کے لیے اُتارا گیا تھا۔ اس کے بعد واپس کھینچ لیا گیا۔ وہ چاروں پھنسے نہیں جا رہے تھے۔ کیچڑ میں اس طرح دھنسے ہوئے تھے کہ آدمی کا سر اپنا نظر ہی نہیں آتا تھا۔ انھیں اسی طرح ہیلی کاپٹر سے لٹکا کر پرواز کرتے ہوئے خاصے فاصلے پر بہتے ہوئے دریا میں چھوڑ دیا گیا۔ انھوں نے دریا سے نکل کر بہت ہی مایوس کُن رپورٹ دی۔ اس دلدل میں اُترنے والوں کو نہ تو آس پاس کچھ نظر آیا تھا اور نہ ہی انھوں نے وہاں کوئی ٹھوس فولادی چیز محسوس کی تھی۔

وہ دلدل دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے چپے چپے پر اپنے جانبازوں کو اُتارنے کی ضرورت تھی لیکن وہ چار جانباز جو رپورٹ دے رہے تھے، اس کے بعد کسی کی جرأت نہیں ہوئی، انھوں نے بتایا، گیس سلنڈر کے باوجود گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ لوگ اپنی مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی کے باعث زندہ رہ رہے تھے اور گیس سلنڈر سے سانس لیتے رہے تھے، ورنہ یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں تھی۔ یوں لگتا ہے جیسے جیتے جی دلدل کی قبر میں دفن کر دیے گئے ہوں۔

وہاں جتنی پارٹیاں آئی تھیں، سب مایوس ہو رہی تھیں، صرف ماسک مین کی پارٹی نے کچھ حاصل کیا تھا، سلارا کو قیدی بنانے کے بعد یہ اُمید بندھ گئی تھی کہ جارج فری مین ان سے ضرور رابطہ قائم کرے گا۔ اس سے کوئی وعدہ نہ بھی ہو سکے گا، وہ بہن بھائی ایسے ہی کسی وعدہ نہ سمجھوتے کے لیے مجھ سے راضی نہیں تھے، اس کے باوجود میں نے ایک بار کوشش کی۔ جارج فری مین کے دماغ پر دستک دی تو اُس نے سانس روک لی۔ میں نے تھوڑی دیر بعد پھر اُسے مخاطب کرنا چاہا، اُس نے پھر سانس روک لی، وہ ایک پُل کے لیے بھی مجھے اپنے دماغ میں جگہ نہیں دے سکتا تھا۔ اُسے اندیشہ ہو گا کہ خدا موقع ملاقات میں معلوم کر لوں گا کہ مشین کہاں ہے۔

میں نے سلارا کو مخاطب کیا، اُس نے سانس روک لی۔ میں نے پھر دوسری بار مخاطب کیا، اُس نے پوچھا "کیا تم پارس کے پاپا ہو؟"

"ہاں، میں تمھیں بتانے آیا ہوں، پارس تمھیں بہت یاد کر رہا ہے، اُس کی حالت بہت ہی تشویشناک ہے۔"

میں نے اُس کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کی، اُس نے کہا۔ "میں اتنی نادان نہیں ہوں۔ تم اس طرح دیر تک میرے دماغ میں رہ کر معلوم کرنا چاہتے ہو کہ میں اپنے بھائی سے کس طرح رابطہ قائم کرتی ہوں، بہرحال تمھیں مایوسی ہوگی۔"

"دیکھو سلارا! تم ماسک مین کی قید میں ہو، وہ لوگ تم پر ظلم کریں گے۔ تمھارے ساتھ ایسی حرکتیں کریں گے جس کے بعد تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوگی، یہ لوگ نادان نہیں ہیں، اتنا سمجھتے ہیں کہ مجھے ذرا بھی تکلیف پہنچائیں گے، مجھے کوئی چوٹ آئے گی... یا میں کسی بیماری میں مبتلا ہو کر وقتی طور پر کمزور ہو جاؤں گی تو خیال خوانی کرنے والے میرے پاس پہنچیں گے اور میرے بھائی کا پتا اور مشین کا سُراغ لگا لیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے، تمھیں مشین کے متعلق کچھ معلوم ہے؟"

"مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ زیادہ باتیں نہ کرو، بس پارس کو اتنا کہنا کہ میں اسے دن رات یاد کرتی ہوں۔ دشمن مجھے کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ میرا زیادہ سے زیادہ خیال رکھتے ہیں اور میں بہت آرام سے ہوں، وٹیس آل۔"

اُس نے سانس روک لی، میں باہر چلا آیا۔ واقعی ماسک مین دانش مندی سے کام لے رہا تھا۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا تھا اور نہ ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے دماغ تک پہنچنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ میں نے اتنی دیر کی گفتگو میں صرف اتنا ہی معلوم کیا تھا کہ وہ شہر میں ہے اور گرم لباس پہنے ہوئے ہے۔ اس سے پتا چل گیا کہ وہ ماسک مین کے ملک میں پہنچا دی گئی ہے۔

جس طرح ہم یہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو، اسی طرح سپر ماسٹر ٹرانسفارمر مشین کسی دوسرے کے قبضے میں دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اسے ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ ابھی تک اس کے آدمی قلعے کے آس پاس منڈلا رہے تھے، اس جھاڑی کی طرف بھی جا رہے تھے جہاں سے سرنگ کا راستہ باہر نکلتا تھا۔ جھاڑی کے اطراف دُور دُور تک انھوں نے اس جگہ کا جائزہ لیا تھا۔ قریب ہی پہاڑی کے دامن میں ایسا غار تھا جس میں شیروں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ آس پاس کی پہاڑیوں میں ایسے غار بھی تھے جہاں سانپوں کی بہتات تھی۔ سپر ماسٹر کے آدمی جہاں جہاں سے گزرتے تھے، وہاں خفیہ کیمرے اور دوسرے ڈٹیکٹیو آلات نصب کرتے جاتے تھے۔ ان تمام الیکٹرونک کیمروں اور آلات کو ایک بہت بڑی الیکٹرونک مشین سے منسلک کیا گیا تھا۔ وہ مشین ایک کیمپ میں تھی۔ اس کیمپ میں بیٹھے ہوئے لوگ ایک اسکرین پر وہاں کے تمام مناظر دیکھتے تھے۔ اُدھر سے گزرنے والے انسانوں اور جانوروں کو صاف طور پر دیکھا جاتا تھا۔ سپر ماسٹر کو یقین تھا، جارج فری مین نے وہ مشین کہیں اطراف میں چھپائی ہے اور کسی نہ کسی دن اسے لینے آئے گا تو ان کیمروں کی زد میں ضرور آئے گا۔

اِدھر سپر ماسٹر دوسرے کی ٹرانسفارمر مشین کو حاصل کرنے کے چکر میں تھا، اُدھر ہم اس کی ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کے لیے نئے سرے سے پھر جدوجہد شروع کر چکے تھے۔ اعلیٰ بی بی امریکا پہنچ گئی تھی۔ اس کے کئی چور بھی وہاں موجود تھے۔ میں سپر ماسٹر کے دماغ سے جو معلومات حاصل کرتا تھا، وہ اعلیٰ بی بی تک پہنچا دیتا تھا۔ اس کی ٹرانسفارمر مشین اس تہ خانے میں نہیں تھی، جہاں ایک بار وہ جو جو کو لے گئے تھے۔ ہم اس جگہ کو اچھی طرح جانتے تھے، اس لیے انھوں نے جگہ بدل دی تھی۔ اب اس جگہ کا سُراغ لگانا اعلیٰ بی بی کا کام تھا۔

ہمارا بیٹا پیرس کے ایک فوجی اسپتال میں تھا۔ وہاں رسونتی

اسے دیکھنے کے لیے آنا چاہتی تھی لیکن میں نے منع کر دیا۔ اس طرح دُشمنوں کو معلوم ہو سکتا تھا کہ فوجی اسپتال میں کوئی خاص دلچسپی ہے جس کا تعلق رسونتی اور فرہاد سے ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کیا پھر کہا تھا "میں نے پارس دوم کو افریقہ بھیجنے کے سلسلے میں کسی آخری فیصلے تک پہنچنے کے لیے کہا تھا۔ تمھیں دو گھنٹے کی مہلت دی تھی، اب دو ہفتے گزر گئے۔ مجھے اتنا وقت نہیں ملا کہ اس سلسلے میں تم سے بات کر سکتا۔ میرا خیال ہے، اتنے دنوں میں تم نے کوئی دانش مندانہ فیصلہ کر لیا ہوگا۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "جب میں پارس اوّل کے کارنامے سُنتی ہوں، اس کی تعریفیں سب ہی کو کرتے ہوئے دیکھتی ہوں تو میرا بھی دل چاہتا ہے، پارس دوم بھی ایسے کارنامے انجام دے لیکن جب پارس اوّل کا انجام دیکھتی ہوں کہ وہ اسپتال میں پڑا ہے۔ بڑے بڑے ڈاکٹر اس کے جسم سے زہر کو بالکل ہی ختم کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں تو مجھے ڈر لگتا ہے۔ کہیں میرے بیٹے کے ساتھ ایسا ہو تو کیا ہوگا؟"

"وہی باتیں ہوں گی، وہ زندہ رہے گا یا مر جائے گا خواہ وہ ادارے میں رہے یا ادارے سے باہر۔ کیا تم نے اس سلسلے میں سونیا سے بات کی تھی؟"

"ہاں، اب سے دو گھنٹے پہلے بات کر چکی ہوں، وہ کہہ رہی تھی، پارس کو افریقہ نہ بھیجا جائے بلکہ اسے اب میدانِ عمل میں آنا چاہیے لہٰذا امریکا بھیج دو لیکن اس کے ساتھ کوئی نہ ہو، وہ پارس اوّل کی طرح تنہا رہے گا، خیال خوانی کرنے والے اس کی رہنمائی کریں گے۔"

"سونیا نے صحیح مشورہ دیا ہے، اس پر عمل کرو، اسے یہاں سے روانہ کر دو۔"

"فرہاد پلیز! مجھے ایک مہینے کی مہلت دو، وہ پانچ منٹ تک سانس روک لیتا ہے۔ کبھی کبھی چھ منٹ تک پہنچتا ہے۔ میں مزید ایک ماہ میں اسے سات منٹ تک پہنچا دوں گی پھر وہ کلامِ پاک کا آخری پارہ حفظ کر رہا ہے، اس ماہ میں وہ مکمل کلامِ پاک کا حافظ بن جائے گا۔"

میں کلامِ پاک کے حوالے سے خاموش ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے، آج پہلی تاریخ ہے، اگلے ماہ کی پہلی تاریخ کو اسے روانہ کر دینا۔ جناب شیخ صاحب سے کہو، فرانس کی سب سے بڑی یونیورسٹی سے اس کے لیے ایک ڈپلومہ حاصل کریں۔ فرضی نام سے اس کے لیے پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات تیار کروائیں... میک اَپ کی ضرورت نہیں ہے، وہ پہلی بار میدانِ عمل میں آ رہا ہے۔ اسے صورت سے کوئی نہیں پہچانتا۔"

میں نے پارس دوم کو مخاطب کیا، اُس نے فوراً سانس روک لی، پھر دوسری بار مخاطب کیا، اُس نے سانس لیتے ہوئے کہا "جو چاہا، کر لیا پاپا!"

میں نے کوڈ ورڈ ڈلوا کے کہا "یس پاپا، ٹو کس یور مائنڈ۔"

وہ ایک بڑی سی انسائیکلوپیڈیا پر جھکا ہوا تھا۔ اُس نے ایک جگہ انگلی رکھتے ہوئے کہا "میں سانپوں کے زہر کے متعلق اسٹڈی کر رہا ہوں۔ اس سے پہلے بھی آپ لوگوں نے ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے ذریعے ہمارے دماغ میں ایسی معلومات نقش کرا دی ہیں۔ آپ مسلسل دو ماہ سے پارس اوّل کے ساتھ ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے ابھی وہ نارمل نہیں ہوا ہے۔"

"تم درست سمجھ رہے ہو۔"

"اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے اسپتال آنے کا موقع دیں، میں پارس اوّل کا کیس کسی دوسرے پہلو سے دیکھ رہا ہوں۔"

"بیٹے! کس پہلو سے دیکھ رہے ہو؟"

"یہ اپنی اپنی ذہانت اور اپنے اپنے نقطۂ نظر کی بات ہے۔ اگر آپ میری صلاحیتوں کو آزمانا چاہتے ہیں تو اسپتال بلوا لیجیے۔"

"میں نے تمھاری ماما کو بڑی مشکلوں سے راضی کیا ہے، وہ ٹھیک ایک ماہ بعد تمھیں امریکا روانہ کریں گی۔ اب یہاں کے ایک فوجی اسپتال میں بُلانے کے لیے پھر تمھاری ماں کے سامنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں، میں ماما کو سمجھا لوں گا۔"

"پھر تو کوئی بات نہیں، جب چاہو چلے آؤ۔"

اسی وقت رسونتی اس لائبریری میں پہنچی۔ پارس دوم نے اسے دیکھتے ہی دونوں بازو پھیلا دیے اور کہا "او ماما! ابھی یاد کر رہا تھا اور آپ پہنچ گئیں۔"

وہ آگے بڑھ کر جوان بیٹے کے بازوؤں میں سما گئی پھر اسے پرے ہٹاتی ہوئی بولی "کوئی خاص بات ہے؟"

پارس نے دھیمی سرگوشی میں کہا "ماما! آپ چاہتی ہیں نا کہ میں پارس اوّل پر برتری حاصل کر لوں۔ اس سے بھی آگے نکل جاؤں؟"

"ہاں بیٹے! جس دن تم یہ ثابت کر دو گے، میں تم پر ناز کروں گی، دُنیا والوں کو بتاؤں گی کہ ایسا بیٹا کسی ماں نے پیدا نہیں کیا ہوگا۔"

پارس نے انسائیکلوپیڈیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ابھی میں سانپوں کے متعلق اسٹڈی کر رہا تھا۔ یوں بھی آپ لوگوں نے بہت سی معلومات میرے دماغ میں نقش کرا دی ہیں۔ آپ جانتی ہیں، میں کیا کرنے والا ہوں۔"

رسونتی نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ سانپوں کی بات کیوں کر رہے ہو؟ آخر کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"میں ایک ہفتے کے اندر یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ صرف اپنے بھائی پارس سے ہی نہیں، اپنے پاپا سے بھی صلاحیتوں میں آگے ہوں۔"

رسونتی نے خوش ہو کر اُس کی پیشانی چوم لی پھر پوچھا "سچ کہہ رہے ہو نا؟"

"ہاں ماما! مجھے یہاں سے پیرس کے فوجی اسپتال میں جانا ہوگا۔ وہاں بڑے بڑے تجربہ کار ڈاکٹر، پارس کا علاج کر رہے ہیں اور وہ نارمل نہیں ہو رہا ہے۔ پاپا بھی پریشان ہیں۔ ان کی ذہانت بھی کام نہیں آ رہی ہے ایسے میں، میں اگر ذہانت کا مظاہرہ کروں، تو..."

رسونتی نے اس کی بلائیں لیں پھر سر پر آنچل رکھ کر بولی "بس آگے کچھ نہ کہو۔ میں اپنے بیٹے کو پیرس کے فوجی اسپتال تک جانے کی اجازت دے سکتی ہوں۔ تم جاؤ، میں تمھارے لیے ابھی نماز پڑھنے کے بعد دُعائیں مانگوں گی۔"

وہ وہاں سے جانے لگی، اگر میں پارس دوم کو پیرس بُلانا چاہتا تو وہ اتنی جلدی راضی نہ ہوتی۔ دو چار دن تک ضرور بحث کرتی رہتی۔ اُس کا دل بیٹے کو باہر بھیجنے سے خوفزدہ رہتا لیکن خود بیٹے نے اس کے اندر مقابلے کا جذبہ پیدا کیا تھا اور اسے یقین دلایا تھا کہ وہ پارس اوّل سے برتری حاصل کر لے گا۔ وہ فوراً راضی ہو گئی تھی۔ وہ اپنی ماں کی عادتوں کو اچھی طرح سمجھتا تھا، اسی لیے چند منٹوں میں ہی اُسے راضی کر چکا تھا۔

میرے دونوں بیٹے ایک دوسرے سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ دونوں میں صرف اتنا فرق تھا کہ پارس اوّل زندہ دل تھا اور پارس دوم بہت ہی سنجیدہ اور خشک مزاج تھا۔ بہت کم بولتا تھا۔ کام کی باتیں کرتا تھا اور ان باتوں سے ہی اپنا کام نکال لیتا تھا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی دیکھ کر کوئی اسے مخاطب نہیں کرتا تھا۔ اس کی پیدائش کے وقت والی ماں نے بھی شاید ہی اسے مُسکراتے دیکھا ہو۔ پارس اوّل نے اس کے متعلق درست کہا تھا کہ وہ چوبیس گھنٹے میں صرف دو بار مُسکراتا ہے۔ ایک صبح اور دوسرے رات کو سونے سے پہلے دانتوں میں بُرش کرتے وقت۔ اس طرح اس کے دانت دکھائی دیتے ہیں اور ہم اپنی تسلی کر لیتے ہیں کہ نیچہ مُسکرا رہا ہے۔

میں نے تھوڑی دیر بعد رسونتی سے کہا "ابھی میں پارس دوم کے پاس گیا تھا، وہ کہہ رہا ہے، ہمارے پاس فوجی اسپتال میں آئے گا۔"

رسونتی نے فخر سے مُسکراتے ہوئے کہا "ہاں، تمھارے تجربہ کار ڈاکٹر ناکام ہو گئے ہیں، اب میرا بیٹا اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرے گا۔"

"ہمارا بیٹا ڈاکٹر نہیں ہے، آخر وہ کیا کرے گا؟"

"یہ سوال میں نے اپنے بیٹے سے نہیں کیا، تم بھی نہیں کرو گے۔ ہمیں اپنی اولاد پر پورا بھروسا ہونا چاہیے۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ میرے بیٹے کو سب دوم کہتے ہیں لیکن وہ ہر مقابلے میں آگے نکلتا ہے۔"

اول رہے گا۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا "چلو، اچھا ہے۔ وہ اسی جذبے سے پارس دوم کو میدانِ عمل میں جانے کی اجازت تو دے رہی ہے۔"

پارس کے لیے دو ڈاکٹر ہمیشہ ڈیوٹی پر رہتے تھے جب دو کی ڈیوٹی ختم ہوتی تو دوسرے دو ڈاکٹر چلے آتے تھے، یہ چاروں بہت ہی تجربہ کار تھے، پوری توجہ سے اس کا علاج کر رہے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ ایک ہفتے میں اس کے اندر سے زہر کے تمام اثرات ختم کر دیں گے۔

جس روز پارس کو اسپتال پہنچایا گیا، اُس کے دوسرے دن سر تھامس جانسن اپنی سیاہ فام بیوی کے ساتھ پیرس پہنچ گئے۔ انٹیلی جنس والوں نے انھیں پہلے اسپتال نہیں جانے دیا۔ ان میاں بیوی کو اپنے اعلیٰ افسر کے بنگلے میں لے گئے۔ وہاں انھیں میرے اور پارس کے متعلق بتایا گیا۔ انھیں تاکید کی گئی کہ ابھی اپنی بیٹی کو یہاں سے لے جانے کی ضد نہیں کریں گے۔ دوسری تاکید یہ کی گئی کہ یہاں سے جانے کے بعد وہ فرہاد اور پارس کا نام کسی کے سامنے نہیں لیں گے۔

سر تھامس جانسن نے کہا "لندن میں میرے کتنے ہی عزیز اور دوست احباب میری بیٹی کو دیکھنے کے لیے بے تاب ہیں۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ اپنی ماریہ کو لے کر آ رہا ہوں۔ اس کی آمد پر ہم جشن منانے والے ہیں، اگر میں اس کے بغیر جاؤں گا تو انھیں کیا جواب دوں گا؟"

"آپ سیدھی سی بات کہہ سکتے ہیں کہ پیرس والوں نے آپ کی بیٹی کو ایک زہریلی لڑکی بنا دیا ہے۔ پیرس کے ڈاکٹر بڑی تندہی سے اس کا علاج کر رہے ہیں۔ جب تک اس کا زہر ختم نہیں ہو گا، اسے کسی سوسائٹی میں لے جانا اور اپنے عزیز و اقارب سے ملاقات کرانا بہت ہی خطرناک ہو گا، وہ کسی وقت بھی غصے میں آ کر کسی کو بھی ڈس لے گی۔"

یہ سُن کر ماریہ کی ماں رونے لگی۔ سر تھامس جانسن نے کہا۔ "ہم نے بہت پہلے ہی معلوم کر لیا تھا کہ ہماری بیٹی کو زہریلی بنایا گیا ہے۔ میں نے اپنے دو آدمی اس بستی میں بھیجے تھے۔ بے چارے دونوں مارے گئے، میری بیٹی کو واپس نہ لا سکے۔ کیا واقعی وہ اس قدر زہریلی ہے کہ اپنے قریبی رشتوں کا بھی لحاظ نہیں کرے گی؟"

"وہ بہت معصوم ہے، کسی کو جان بوجھ کر نقصان نہیں پہنچاتی لیکن جب غصہ آتا ہے تو وہ بے اختیار کسی کو بھی کاٹ لیتی ہے۔"

"آفیسر! اگر ایسی بات ہے تو ہم محتاط رہیں گے۔ ہم اس کے والدین ہونے کے ناتے سے اس کا علاج خود کرانے کا حق رکھتے ہیں۔ لندن میں بڑے نامی گرامی ڈاکٹر ہیں، وہ ہماری بیٹی کا کامیابی سے علاج کریں گے، پھر کیا ضروری ہے کہ اسے پیرس میں رکھیں؟"

"بہت ضروری ہے۔ اس نے فرہاد صاحب کے بیٹے کو ڈس لیا ہے۔ ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق پارس اس کے زہر سے متاثر ہے لہٰذا اس لڑکی سے بھی متاثر ہے، وہ ماریہ کی آنکھوں کے زیرِ اثر رہتا ہے، اس کی ہر بات مانتا ہے۔ دوسروں کی باتیں نہ سُنتا ہے، نہ سمجھتا ہے، نہ ان پر عمل کرتا ہے۔ ان حالات میں آپ بیٹی کو لے جائیں گے تو پارس کی جان خطرے میں ہو گی۔ ہم اس کا معقول علاج نہیں کر سکیں گے۔"

دوسرے افسر نے کہا "آپ اسی بات کو دوسرے پہلو سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ خدانخواستہ پارس کو اس کے زہر نے مار دیا تو پھر آپ کی بیٹی اس کی قاتل کہلائے گی اور قانون کی مجرم۔ لہٰذا ہمیں موقع دیجیے ہم آپ کی بیٹی کو قانون کی گرفت میں آنے سے پہلے پارس کا کامیاب علاج کریں گے۔ اس طرح پارس موت سے اور آپ کی بیٹی قانون سے محفوظ رہے گی۔"

یہ بات سر تھامس جانسن کی سمجھ میں آ گئی، وہ فوجی جوانوں کی نگرانی میں اسپتال پہنچے۔ مجھ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا پھر ہم نے ماریہ کو ان سے ملایا۔ اسے دیکھتے ہی ماں باپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ باپ نے روتے ہوئے کہا۔ "اوہ! میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ میری بیٹی اتنی خوبصورت، اتنی معصوم ہو گی۔ کون کہتا ہے تم زہریلی ہو۔ نہیں... نہیں بیٹی! تم جیسی بھی ہو، ہمارے لیے نئی زندگی کا پیغام لائی ہو۔"

وہ بے خطر آگے بڑھا پھر اُس نے بیٹی کے چہرے کے دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ ماں نے بھی آگے بڑھ کر اُسے گلے سے لگا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ وہ ماں سے الگ ہو کر بولی "میں شہری زندگی کے بارے میں بہت کچھ سمجھنے لگی ہوں، تمھیں پہلی ملاقات میں اس طرح گلے نہ لگانا چاہیے تھا۔ مجھ سے معانقہ کرتے ہوئے کہنا چاہیے تھا کہ میں مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں بھی جواب میں کہوں گی، مجھے بھی تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

اس کی بات پر ماں روتے روتے مسکرانے لگی۔ باپ نے فوراً ہی معانقے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "ہماری بیٹی تو ہم سے بھی زیادہ سمجھ دار ہے۔ پلیز ٹو میٹ یو۔"

ماریہ نے بھی معانقہ کرتے ہوئے کہا "پلیز ٹو میٹ یو! اب میرے دوست سے ملو، یہ پارس ہے، میرا بوائے فرینڈ۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔"

دونوں نے پارس کی طرف دیکھا، وہ بستر پر سو رہا تھا مگر ہی

نیند میں تھا۔ سر تھامس جانسن نے خوش ہو کر کہا "اوہ گاڈ! ہماری بیٹی تو محبت کو بھی سمجھتی ہے اور جو محبت کو سمجھتا ہو وہ کسی کے خلاف زہر نہیں اگلتا۔"

ماں نے کہا "مریض کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے آؤ بیٹی، ہم دوسرے کمرے میں بیٹھ کر باتیں کریں۔"

وہ ایک دم سے پیچھے ہٹ کر بولی "میں پارس کو چھوڑ کے نہیں جاؤں گی۔"

میں نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں نے تمھیں سمجھایا ہے، اگر کوئی ضرورت ہو تو پارس کو تھوڑی دیر کے لیے تنہا چھوڑ دینا چاہیے، جیسے ڈاکٹر اس کا معائنہ کرنے کے لیے دوسرے کمرے میں لے جاتے ہیں تو تم اس سے جدا ہو جاتی ہو، اس وقت تمھارے والدین تم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں، تمھارا فرض ہے، ان کے ساتھ خوب گھل مل کے باتیں کرو، تم تو بہت اچھی بیٹی ہو، ہر بات سمجھ لیتی ہو۔"

یہ اس کی کمزوری تھی، اتنی تعریفیں سُن کر بات مان لیتی تھی۔ وہ والدین کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس سے مل کر اور اس کے ساتھ گھنٹوں باتیں کرنے کے بعد بھی ماں باپ کا دل نہیں بھرا تو سر تھامس جانسن نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ کی بڑی مہربانی ہو گی، اگر آپ ہمیں خصوصی اجازت دلائیں تاکہ ہم یہاں روز اپنی بیٹی سے ملنے آ سکیں۔"

میں نے کہا "یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ فوجی اسپتال کے احاطے سے باہر نہ جائیں اور یہیں قیام کریں۔"

"ہمیں ایک دن کے لیے لندن جانا ہو گا۔ وہاں تمام دوست، عزیز و اقارب ہماری بیٹی کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہمیں ان کے درمیان جا کر وضاحت کرنا ہو گی کہ حالات کیا ہیں۔"

"بے شک! ایک دن کے لیے جائیں لیکن واپس آنے کے بعد اس اسپتال کے احاطے سے باہر نہ جائیں۔"

"آخر اتنی سختی کیوں کی جا رہی ہے؟"

"آپ ہمارے حالات سے واقف نہیں ہیں۔ اتنا سمجھ لیجیے کہ آپ بار بار جائیں گے آئیں گے تو دشمن کسی دن آپ کو ٹریپ کر لیں گے پھر آپ کے میک اپ میں یہاں آ کر میرے بیٹے کو نقصان پہنچائیں گے۔"

"مائی گاڈ! آپ کے دشمن کیا اتنے چالاک اور خطرناک ہیں؟"

"جی ہاں! آپ اتنا ہی سمجھ لیں کہ آنے والا کوئی بھی لمحہ میرا دشمن بن جاتا ہے اور میں احتیاطی تدابیر کرتا رہتا ہوں۔"

وہ دونوں ایک دن کے لیے لندن گئے پھر واپس آ گئے۔ میں نے اسپتال کے احاطے میں ان کی رہائش کا انتظام کرا دیا۔ یوں بھی ماں باپ کا قریب رہنا ضروری تھا تاکہ ماریہ ان سے محبت کرتی رہے اور متاثر ہوتی رہے۔ ان کی تہذیب اور طور طریقوں کو اچھی طرح سمجھتی رہے۔

ایک ہفتے کے مسلسل علاج کے بعد پارس کچھ نارمل ہوا۔ اُس نے مجھے پہچانتے ہوئے سنجیدگی سے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا پھر مصافحہ کیا۔ مجھے اس کی سنجیدگی گراں گزر رہی تھی۔ وہ بہت ہی زندہ دل لڑکا تھا۔ خود ہنستا تھا اور دوسروں کو ہنساتا رہتا تھا۔ اس پر بھی میں نے خدا کا شکر ادا کیا، وہ اب نارمل ہو چلا تھا لیکن بارھویں دن ڈاکٹروں نے تشویش کا اظہار کیا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

انھوں نے کہا "ہماری سمجھ میں نہیں آتا، ہم نے اپنی دانست میں اس کے اندر سے سارا زہر ختم کر دیا تھا لیکن پھر تھوڑی سی مقدار میں زہر پیدا ہو گیا ہے، یہ بلڈ کینسر جیسا کیس ہے، جیسے یہ کینسر ہو جاتا ہے، اس کے اندر کا سارا زہریلا خون نکال کر دوسرا خون دیا جاتا ہے، مگر طبی نقطۂ نظر سے یہ بات غلط ہے کہ سارا خون نکال لیا جاتا ہے، کسی بھی شخص کے اندر سے خون کا آخری قطرہ بھی نکال لیں تو پھر وہ زندہ کیسے رہے گا، کچھ تو خون رہ جاتا ہے، اس طرح ہم جو اس کے اندر زہر کی صفائی کر رہے ہیں تو اس کا بھی ایک آدھ قطرہ رہ جاتا ہے۔ ہمیں نئے سرے سے سوچنا، سمجھنا اور عمل کرنا ہو گا۔ ہم اس کے اندر سے زہر کا آخری قطرہ بھی نکالنے کی کوشش کریں گے۔"

میں اپنے بیٹے کی حالت دیکھ کر تشویش میں مبتلا ہوتا تھا، وہ صرف ایک دن کے لیے نارمل ہوا تھا، اس کے بعد پھر ہم سے بیگانہ ہو گیا تھا۔ کبھی ہوش کی باتیں کرتا تھا اور کبھی دیوانوں کی طرح صرف ماریہ کو پہچانتا تھا اور ساری دُنیا کو بھول جاتا تھا۔ دو ہفتے بعد ڈاکٹروں نے رپورٹ دی "ہم اپنے طور پر کامیاب ہیں۔ دو ہفتے میں پارس دوبارہ نارمل ہوا اور اس کا نارمل ہونا ہماری کامیابی کی دلیل ہے لیکن جانے کیوں پھر اس پر دیوانگی طاری ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے اس کے اندر نئے سرے سے زہر پہنچایا جا رہا ہے۔ یہ زہر یا تو ماریہ پہنچاتی ہے یا آپ کے دشمن۔"

ڈاکٹروں کی اس بات نے مجھے چونکا دیا، یہ فوجی اسپتال تھا لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔ دشمن تو قبر میں بھی پہنچ جاتے ہیں۔ پہلے ہم نے اس بات کو اہمیت دی کہ ماریہ ایسا کر سکتی ہے لیکن اس سلسلے میں اہم بات یہ تھی کہ پارس کے جسم کے کسی حصے میں اس کے دانتوں کے نشان نہیں تھے۔ میں نے اس سے بڑی محبت سے پوچھا "بیٹی! اگر تم اس کے جسم کے کسی حصے میں دانت لگاتی ہو یا کسی طرح اس کے اندر زہر پہنچاتی ہو تو مجھ سے نہ چھپاؤ۔ یہ تمھارا دوست ہے، تم اس سے محبت کرتی ہو۔ میں ہمیشہ اسے

تمہارے ساتھ رکھوں گا۔ تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دوں گا، مگر مجھ سے کوئی بات نہ چھپاؤ۔"

اُس نے پارس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اور اس کے ایک ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھ کر کہا۔ "پاپا! میں قسم کھا کر کہتی ہوں، میں اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ میں مر جاؤں گی مگر اسے مارنے کے بارے میں کبھی نہیں سوچوں گی۔ میں نے ایسی کوئی حماقت نہیں کی ہے جب میں اس کے قریب آتی ہوں تو اس بات کا خاص خیال رکھتی ہوں کہ میرے دانت اور ناخن اس کے جسم سے لگنے نہ پائیں۔"

اس میں شبہ نہیں کہ وہ میرے بیٹے کو دل و جان سے چاہتی تھی، اُسے نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی لہٰذا مجھے دشمنوں کے متعلق سوچنا پڑا۔ میں نے وہاں کے افسران سے کہا، نگرانی میں سختی کر دی جائے۔ میرے بیٹے کے پاس آنے والوں اور میرے بیٹے کی دوائیں تیار کرنے والوں پر کڑی نظر رکھیں۔" میں ویسے بھی ہر ایک کے دماغ میں پہنچ کر اپنی تسلی کیا کرتا تھا لیکن ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ میری نیند کے دوران یا کسی مصروفیت کے وقت کوئی یہاں آتا ہو اور وہ دوا میں تبدیلی کر دیتا ہو، اس روز سے میں اور زیادہ محتاط ہو گیا۔ میں نے رسوتی سے کہا۔ "میری نیند یا مصروفیت کے دوران تم اسپتال کے ایک ایک فرد کے دماغ میں آتی جاتی رہا کرو گی۔"

پھر میں نے پارس دوم کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "تم یہاں آنے والے تحفے اب تک کیا کر رہے ہو؟"

"پاپا! صرف ایک دن کی مہلت چاہیے۔ میں ذرا تیاریوں کے ساتھ آ رہا ہوں۔"

"اچھی بات ہے، پرسوں یہاں کے افسران، بابا ساحر کے ادارے میں جائیں گے اور تمہیں اپنی نگرانی میں لے کر آئیں گے۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ دشمن جو ہماری نگرانی کر رہے ہیں، کیا وہ یہ نہیں سمجھیں گے کہ یہاں سے پارس دوم جا رہا ہے اور اسپتال پہنچ رہا ہے پھر انھیں یہ دیکھنے اور سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ دونوں پارس ایک ہی جگہ ہیں۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا پھر پریشان ہو کر کہا۔ "بیٹے، دیوانگی نے مجھے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔ تم درست کہتے ہو یوں بھی پارس اوّل میدانِ عمل میں آیا تو میں نے اس کے معاملات میں مداخلت نہیں کی لہٰذا تمہارے معاملات میں بھی کچھ نہیں کہوں گا، تم جس طرح آنا چاہو چلے آؤ۔"

"میں کس طرح آؤں گا، یہ ایک لمبی تفصیل ہو گی میں صرف اتنا بتا دوں کہ پرسوں ایک ایمبولینس کی طرح اسپتال میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا اور جان بوجھ کر پکڑا جاؤں گا، جب آپ کو اطلاع ملے تو مجھے اپنے پاس بلا لیجیے گا۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "بہت اچھی تدبیر ہے اس طرح دشمن تمہیں کبھی پارس دوم نہیں سمجھیں گے، وہ یہی سمجھیں گے کہ کسی تنظیم یا کسی بڑے ملک کی طرف سے کسی کو بھیجا گیا تھا جو پکڑا گیا ہے۔"

میں نے بیٹے سے رابطہ ختم کر دیا، اگر میں چاہتا تو اسپتال میں ڈیوٹی دینے والے تمام فوجی افسران اور دوسرے فوجی جوانوں کو یہ بتا دیتا کہ میرا بیٹا یہاں کس طرح داخل ہونے والا ہے، انھیں بھی اسی کی طرح ڈراما پلے کرتے ہوئے اُسے گرفتار کر کے کس طرح میرے سامنے پہنچانا ہے لیکن ایسا وقت سے پہلے کہنا مناسب نہیں تھا۔ کوئی بھی فوجی افسر یا جوان کسی دشمن کا ایجنٹ ہو سکتا تھا، اور اس طرح پارس کو نقصان پہنچ سکتا تھا لہٰذا میں نے خاموشی اختیار کی۔ پارس کو اس کے اپنے طریقۂ کار پر عمل کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔

اس فوجی اسپتال کے احاطے میں چھوٹے چھوٹے اسپیشل کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ فوج کا کوئی اعلیٰ افسر بیمار ہوتا تو اسے ایسے کاٹیج میں رکھا جاتا تھا۔ وہاں مسلح فوجیوں کا پہرا ہوتا تھا، ہسپتال کے خاص ڈاکٹر، نرسیں اور وارڈ بوائز کے سوا کوئی ان کاٹیج میں نہیں جا سکتا تھا۔ پارس کو ایسے ہی ایک اسپیشل کاٹیج میں رکھا گیا تھا۔ میں وہاں آنے والے خاص ڈاکٹروں، نرسوں اور وارڈ بوائز کو چیک کرتا تھا۔ ان کے دماغوں میں رہتا تھا۔ احتیاطاً ماریہ کی ماں اور باپ کے دماغ کو بھی ٹٹولتا رہتا تھا۔ اس بات کی گنجائش تھی کہ کوئی بھی دشمن تنویمی عمل کے ذریعے انھیں اپنا آلۂ کار بنا سکتا تھا۔

پارس کا خون تبدیل کرنے اور اس کا علاج کرنے کے سلسلے میں اسے اسپتال کے مختلف شعبوں میں کبھی کبھی لے جایا جاتا تھا۔ وہاں اسپتال کے بہت سے لوگوں سے میرا واسطہ پڑتا تھا میں، رسوتی اور آمر ان تمام لوگوں کے دماغوں کو پڑھتے رہتے تھے۔ اتنی کوشش کے باوجود کوئی سازش کرنے والا نظروں میں نہیں آ رہا تھا۔ آخر رسوتی نے کہا۔ "میری بات مانو تو کوئی دشمن پارس اوّل کے جسم میں زہر انجیکٹ نہیں کر رہا ہے، یہ ماریہ کا کام ہے۔"

"لیکن ماریہ قسم کھا رہی ہے، وہ پارس کو دل و جان سے چاہتی ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ پارس کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

"بے شک، جان بوجھ کر نقصان نہیں پہنچائے گی لیکن پیار سے تو پہنچا سکتی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"اب تم بوڑھے ہو چلے ہو، تمہارا دماغ تمام نہیں کرتا، کیا اتنا

نہیں سمجھتے کہ دو چاہنے والے ایک دوسرے کو کس طرح پیار کرتے ہوں گے اور اس پیار کے ذریعے کس طرح ماریہ کا زہر پارس میں منتقل ہوتا ہو گا۔"

رسوتی کی بات نے مجھے چونکا دیا۔ مجھے یہ بات یاد آئی کہ کس طرح ماریہ نے ایک بار اپنی ہتھیلی پر اپنے مُنہ کا لعاب رکھا تھا اور اس میں چیونٹے کو چھوڑ دیا تھا۔ چیونٹا فوراً ہی ساکت ہو گیا تھا۔ یعنی وہ زبان اور ہونٹوں سے بھی زہر پہنچا سکتی تھی، وہ اپنی جگہ معصوم تھی، اسے کبھی جان بوجھ کر نقصان نہیں پہنچانا چاہتی تھی لیکن انجانے پن میں محبت کے ذریعے نقصان پہنچا رہی تھی۔

اب ایک ہی راستہ تھا کہ اسے پارس سے الگ کر دیا جائے۔ میں نے ڈاکٹروں سے مشورہ کیا، ایک ڈاکٹر نے کہا۔ "آخری راستہ یہی ہے۔ سانپ کو مار دیا جائے یا اسے انسانوں سے دُور رکھا جائے لیکن اس کے نقصانات بھی ہیں، جس طرح نشہ کرنے والے افیون، چرس اور ہیروئن کے عادی ہو جاتے ہیں، اس کے بغیر رہ نہیں سکتے، جنون میں مُبتلا رہتے ہیں، یہی حالت پارس اوّل کی ہے، وہ فی الحال ماریہ کے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ ہم رفتہ رفتہ اس کے جسم سے زہر کے اثرات ختم کر دیں گے تو ماریہ کا اثر بھی کچھ کم ہو جائے گا۔"

دوسرے ڈاکٹر نے کہا۔ "ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے لیکن اپنی کوششوں سے اس قدر نارمل کر دیں گے کہ ماریہ کی کشش برائے نام رہ جائے گی۔"

تیسرے ڈاکٹر نے کہا۔ "پھر ہم ماریہ کا بھی علاج کر رہے ہیں۔ ہماری کوشش ہے کہ اس کے جسم سے بھی زہر کی مقدار کم سے کم ہوتی جائے۔ اگر آپ اسے پارس اوّل سے الگ کریں گے تو وہ بیمار پڑنے لگے گی پھر سب کے لیے خطرناک بن جائے گی۔ اسے ہمیشہ نرسیجریوں میں جکڑ کر رکھنا ہو گا اور ایسے میں اس کا علاج مشکل ہو جائے گا۔"

میں پارس کے کاٹیج میں تھا۔ اُس کے کمرے میں ماریہ بھی موجود تھی۔ میں سمجھ رہا تھا، میری موجودگی ماریہ پر گراں گزرتی ہے، وہ پارس کے ساتھ تنہائی چاہتی ہے لیکن میں اپنی فکر میں تھا، سوچ رہا تھا، اسے کس طرح سمجھاؤں کہ وہ ایسی محبت نہ کرے، میرے بیٹے کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس وقت پارس نارمل تھا، مجھے پہچان رہا تھا۔ کبھی کبھی مجھ سے دو چار باتیں کر لیتا تھا۔ میں اس کی موجودگی میں ماریہ سے ایسی بات نہیں کر سکتا تھا۔

ایسے میں فون کی گھنٹی سنائی دی۔ میں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر فون کے پاس آ کر ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے پارس دوم کی آواز سنائی دی۔ اُس نے کہا۔ "ہیلو پاپا! کیا آپ میرے پاس آ سکتے ہیں؟"

"آ رہا ہوں، ریسیور رکھو۔"

میں نے بھی ریسیور رکھ دیا، اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا۔ "کیا بات ہے، کل آ رہے ہو نا؟"

"آؤں گا لیکن پروگرام بدل چکا ہوں۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ پارس کے جسم میں زہر کس طرح پہنچ رہا ہے۔ میں اپنی ایک تدبیر آزمانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ میرا ساتھ دیں گے؟"

"بیٹا، یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے، تم کیا چاہتے ہو؟"

"ماریہ کو بھلائیے کہ دشمنوں سے خطرہ ہے، اس لیے پارس کو چھپانے کے لیے اس کے چہرے پر میک اَپ کیا جا رہا ہے۔"

"میں اسے سمجھاؤں گا بلکہ اس کی تسلی کے لیے اس کے سامنے ہی پارس کے چہرے پر میک اَپ کروا لوں گا اور بولو۔"

"آپ پارس اوّل کے چہرے پر میرا میک اَپ کیجیے، یعنی اسے پارس دوم بنائیے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"اپنے بھائی کی جگہ لینا چاہتا ہوں۔ میں معلوم کروں گا کہ پارس کے جسم میں زہر کس طرح پہنچتا ہے۔"

"کیا تم نے ہوش میں رہ کر یہ تدبیر سوچی ہے، کیا تم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا کہ ماریہ تمہیں پارس اوّل سمجھ کر تمہارے جسم میں اپنا زہر پہنچا سکتی ہے۔"

"آپ میری فکر نہ کریں، ماریہ کا زہر مجھ پر اثر نہیں کرے گا۔"

"کیا تم زہر پر ہدف ہو چکے ہو؟"

"ایسی بات نہیں ہے، آپ میری طرف سے مطمئن رہیں، میں اپنی حفاظت کر لوں گا۔ آپ ذرا غور فرمائیں، پارس اوّل اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہتا، جب نارمل ہوتا ہے تو کوئی دانش مندی کی بات نہیں کر سکتا، نہ ہی اپنا بچاؤ کر سکتا ہے بلکہ وہ بُری طرح ماریہ کی طرف مائل ہے۔ اگر میں اس کی جگہ آ جاؤں تو ہوش و حواس میں رہوں گا، میں ماریہ کو اپنے نقطۂ نظر سے سمجھاؤں گا۔ اپنی محبت کا واسطہ دوں گا، وہ محبت کرنے سے اور تعریفیں کرنے سے خوش ہو جاتی ہے۔ سہرا بات مان لیتی ہے۔ آپ میری اس تدبیر پر عمل کریں، پلیز۔"

میں نے اس کی بات مان لی۔ ماریہ کے والدین کو اور بڑے ڈاکٹروں کو بتایا کہ اس کے زہر سے پارس کو محفوظ رکھنے کے لیے ہم کس تدبیر پر عمل کر رہے ہیں پھر ان سب نے ماریہ کو سمجھایا کہ پارس کے چہرے پر میک اَپ کرنا ضروری ہے تاکہ دشمن اسے پہچان نہ سکیں۔ جب سب نے اسے سمجھایا تو بات سمجھ میں آ گئی۔ میں نے میک اَپ کا سامان منگوایا اور پارس اوّل کے چہرے پر دوسرے بیٹے کا میک اَپ کر دیا۔ ماریہ حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ جب میک اَپ مکمل ہو گیا تو اُس نے حیرت سے چیخ کر کہا۔ "ارے میرا پارس کہاں گیا، جو وہ تو نظر نہیں آ رہا ہے۔"

سر تھامس جانسن نے اُس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے

ہوئے کہا "بیٹی! یہی پارس ہے۔ دیکھو! جب تم محبت کرنے والی اسے نہیں پہچان سکتی ہو تو دشمن بھی نہیں پہچانیں گے، اس طرح یہ محفوظ رہے گا۔"

وہ پارس کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر پوچھا "یہ کیا تم میرے وہی پارس ہو؟"

"ہاں، میں وہی ہوں، میں بیک اپ کے دوران آئینہ دیکھتا رہا ہوں، مجھے معلوم ہے کہ چہرہ بدل گیا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ذرا چپ ہوا پھر کچھ سوچتے ہوئے مجھے دیکھتے ہوئے بولا "پاپا! ذرا آئینہ دکھائیے۔"

میں نے پھر آئینہ دکھایا۔ اس نے کہا "یہ چہرہ کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا ہے معلوم ہوتا ہے، میں اسے پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔"

"تم بہت سی صورتیں بھول چکے ہو، رفتہ رفتہ سب یاد آ جائے گا ابھی دماغ پر زور نہ ڈالو کہ یہ کس کا چہرہ ہے۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ دماغ پر زور ڈال رہا تھا۔ سمجھانے کے باوجود سوچنے سے باز نہیں آ رہا تھا۔ دونوں بھائی ساتھ رہتے آئے تھے۔ ایک ساتھ ہر طرح کے علم و ہنر حاصل کرتے رہے تھے سایے میں آتا شناسا چہرہ بھی یاد نہ آئے تو پریشانی ہوتی ہے، سر دکھنے لگتا ہے۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ ملتی تھی اور میں اس کی سوچ کی لہروں کو قابو میں بھی کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے اسے تھپک تھپک کر تھوڑی دیر کے لیے سلا دیا۔

بڑی حد تک یقین ہو چکا تھا کہ اس فوجی اسپتال میں کوئی دشمن میرے بیٹے کے خلاف سازش نہیں کر رہا ہے اس کے باوجود ہم محتاط تھے پارس دوم کو ایک ایمبولینس میں مریض بنا کر اسپتال کے اندر لایا گیا۔ پارس اوّل کے چہرے پر میک اپ کرنے کے بعد اسے وہی لباس پہنایا گیا تھا جو پارس دوم کے پاس تھا۔ ہمارے پروگرام کے مطابق سر تھامس جانسن نے کہا "بیٹی! ہم صبح لندن کے لیے جا رہے ہیں، آج رات کا کھانا تم ہمارے ساتھ کھاؤ۔"

وہ پارس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتی تھی۔ اسے کھانے وقت تنہا چھوڑنا نہیں چاہتی تھی جب ہم نے سمجھایا تو وہ راضی ہو گئی۔ وہ دوسرے کمرے میں جا کر اپنے والدین کے ساتھ کھانے لگی۔ ایسے ہی وقت ہم نے پارس اوّل کو وہاں سے ہٹا دیا، پارس دوم آ کر اس کے بستر پر لیٹ گیا۔ وہ مجھے اپنے طریقۂ کار کے متعلق پوری تفصیل بتا چکا تھا۔ میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "مجھے اپنے دونوں بیٹوں پر ناز ہے۔"

اس نے کہا "پلیز پاپا! کہیں ماریہ کے سامنے ایسی بات نہ کہہ دیں۔"

میں ہنسنے لگا۔ مجھے کچھ یاد آیا تو میں نے کہا "تمہاری ایک بہت بری عادت ہے تم کبھی مسکراتے نہیں ہو۔ تمہارے چہرے پر جو گہری سنجیدگی ہے، وہ میرے باپ کے چہرے پر بھی نہیں تھی نہیں پتا ہے، پارس نارمل رہتا ہے تو مسکرا کر ماریہ سے باتیں کرتا ہے، اگر تم نہیں مسکراؤ گے تو اپنے بھائی کی جان بچانے میں ناکام ہو گے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا آخر لوگ کیوں مسکراتے ہیں، انھیں کیا تکلیف ہوتی ہے۔ جتنا وقت مسکرانے میں ضائع کرتے ہیں اتنی دیر میں کوئی کتاب پڑھ لیں، کسی انسان کی اسٹڈی کریں، کسی کی نفسیات کو سمجھنے کی کوشش کریں یا اتنی دیر میں کوئی ہنر ہی سیکھ لیں۔"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گا لیکن پارس اوّل کا رول ادا کرنے کے لیے مسکرانا ضروری ہے۔"

"جب مسکرانے کا مرحلہ آئے گا تو میں ماریہ سے نمٹ لوں گا۔ مشکل یہ ہے کہ مجھے لڑکیاں زہر لگتی ہیں، کوئی قریب آتی ہے تو یوں لگتا ہے، ایک کڑوی گولی حسن کی مٹھاس میں لپٹ کر آ رہی ہے۔ لاکھ کوشش کرنے کے باوجود میں خوش مزاجی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ اب دیکھوں گا، بھائی کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔"

پارس دوم اس معاملے میں مجھ سے بالکل مختلف تھا، یہ ضروری نہیں تھا کہ باپ شیطان ہو تو بیٹا شیطان، باپ مولوی ہو تو بیٹا مولوی نکلے۔ کبھی مولوی کے گھر شیطان اور شیطان کے گھر مولوی پیدا ہو جاتا ہے۔ اپنے ماحول اور پرورش کے مطابق بچے کا مزاج بنتا ہے۔ پارس اوّل، شیبا، سونیا اور آمنہ کے زیر اثر رہا، انھوں نے اسے ہر طرح کا علم سکھایا۔ ہر طرح کی تربیت دی لیکن اسے کسی بات کا پابند نہیں رکھا۔ اسے کبھی یہ نہیں کہا کہ فلاں کام کرو اور فلاں نہ کرو، یہ اس کی ذہانت اور سوجھ بوجھ پر چھوڑ دیا۔ انھوں نے کبھی پارس اوّل سے یہ نہیں کہا، کسی لڑکی سے کبھی دوستی نہ کرنا اور یہ بھی نہیں سمجھایا کہ لڑکیوں سے دوستی کرتے پھرو۔ سونیا نادہ دل تھی۔ شیبا اور آمنہ بھی ہنستی بولتی رہتی تھیں۔ یہی زندہ دلی پارس اوّل کے حصے میں آئی تھی۔ اس نے کبھی لڑکیوں سے دوستی نہیں کی، یہ اس کی اپنی ذہانت اور سوجھ بوجھ تھی۔ جب اس نے جو چیز میں زیادہ دلچسپی لینی شروع کی، تب بھی انھوں نے کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ انھیں اپنی پرورش پر پورا یقین تھا کہ پارس اوّل کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گا۔ جو چیز میں دلچسپی ہے، وقت ہے، لگا کر وہ تو اس میں پاکیزگی بھی ہے۔

دوسری طرف پارس دوم کو پرورش کے لیے سوتیلی کا ماحول ملا۔ وہ میری طرف سے پہلے ہی نالاں تھی کہ میں کیوں رنگین مزاج ہوں اور لڑکیوں سے دوستی کرتا رہتا ہوں، وہ ایسی کوئی بات اپنے بیٹے میں نہیں دیکھنا چاہتی تھی، اس لیے شروع سے پابند کرتی تھی۔ اسے سمجھاتی تھی کہ لڑکیوں سے دور رہنا چاہیے، یہ زہریلی ناگنیں ہوتی ہیں، اوپر سے معصوم دکھائی دیتی ہیں مگر زندگی میں رفتہ رفتہ زہر گھول دیتی ہیں۔

پارس دوم کی عادت تھی، وہ ماں کی اچھی باتوں سے متاثر ہوتا تھا۔ ان پر عمل کرتا تھا لیکن جو بات اس کے اپنے مزاج کے خلاف ہوتی، اسے صرف سر جھکا کر سن لیتا تھا۔ اس کا خیال تھا، وہ صرف پیدائشی طور پر لڑکیوں سے بیزار ہے۔ ماما کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں ہے اور نصیحت ہوتی کیا ہے، ایک بچہ بچپن سے جوانی تک ماں باپ کی نصیحتیں سنتا آتا ہے لیکن جوانی میں اپنی من مانی کرتا ہے۔ بہرحال، معاملہ کچھ بھی ہو، پارس دوم واقعی لڑکیوں سے بیزار رہتا تھا۔ اس بیزاری کے باوجود وہ بداخلاق نہیں تھا، کسی سے سامنا ہو جاتا تو بڑے ہی مہذب انداز میں دو باتیں کر کے گزر جاتا تھا۔

ماریہ رات کا کھانا کھا کر اپنے والدین کے کمرے سے آئی تو میں اس کمرے سے چلا گیا۔ ماریہ نے اس کے پاس بیٹھ کر اس کے ہاتھوں کو دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا "مجھے افسوس ہے، تمہیں اتنی دیر تک تنہا رہنا پڑا۔"

اس نے جواب دیا "ہم دونوں کو کبھی کبھی تنہائی کی حلاوت ڈالنی چاہیے۔ کبھی بُرا وقت پوچھ کر نہیں آتا۔ تقدیر نامہربان ہو تو دیکھتے ہی دیکھتے دو چاہنے والوں کو جُدا کر دیتی ہے۔"

"میں تم سے کبھی جُدا نہیں ہوں گی۔" وہ جذباتی انداز میں اس سے لپٹنا چاہتی تھی، اس نے اچانک کھانستے کھانستے دوسری طرف کروٹ بدل لی۔ وہ پلٹنے کے لیے جھک رہی تھی۔ تکیے پر اوندھے منہ ہو گئی پھر ہنستے ہوئے بولی "تم آدھے ہو گئے، میں ادھر گر پڑی۔"

وہ بیدھی طرح بیٹھ کر کھلکھلاتے ہوئے ہنسنے لگی۔ پارس پھر چاروں شانے چت ہو گیا، پھر بولا "کیا تم سوچ سکتی تھیں کہ مجھے اچانک کھانسی آ جائے گی؟"

"میں بھلا کیسے سوچ سکتی تھی۔"

"اسی کو حالات کہتے ہیں۔ اچانک مجھے کھانسی آئی، میں ادھر ہو گیا، تم اُدھر گر پڑیں یعنی ہم ملتے ملتے جُدا ہو گئے۔"

"ارے ہاں، ہم واقعی ملتے ملتے جُدا ہو گئے جب کہ ہم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ارے پارس، تم نے پہلی بار اتنی عقل والی بات کی ہے کیا تم اچھی طرح سوچنے سمجھنے اور باتیں کرنے لگے ہو؟"

"ہاں، میرے اندر تمہارا زہر بھر گیا ہے اور میں تمہاری طرح عقل مند ہو گیا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میری طرح عقل والی باتیں کرنے لگے ہو۔"

"اگر تم میرے اندر اور زہر بھرنے لگو گی تو میں اور عقل مند ہو جاؤں گا۔"

وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی "لیکن میں نے تو تمہارے اندر سے اپنا سارا زہر چوس لیا تھا، جڑی بوٹیوں سے تمہارا علاج کیا تھا پھر یہ ڈاکٹر بھی تمہارا علاج کر رہے ہیں، اس کے بعد میرا زہر تمہارے اندر کیسے آ سکتا ہے؟"

"ماریہ! تم نے پاپا سے قسم کھا کر کہا تھا، اپنا زہر میرے اندر نہیں پہنچاتی ہو لیکن میں جانتا ہوں، میرے اندر یہ پہنچتا رہتا ہے۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

"تم وائلن کلاس میں ایسا کرتی ہو، تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو یہ محبت میرے اندر پہنچ جاتی ہے۔"

پارس دوم اُسے سمجھانے لگا کہ کس طرح پیار کرنے سے اس کا زہر اس کے اندر منتقل ہوتا ہے، وہ حیرت سے سن رہی تھی پھر بولی "اگر ایسا ہے تو یہ اچھی بات ہے کیونکہ میرا زہر تمہیں عقل مند بنا رہا ہے۔"

"یہی تو میں چاہتا ہوں کہ ایک آدھ بار زہر ابھی طرح میرے جسم میں جائے تاکہ میں اور عقل مند بن جاؤں۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"وعدہ کرو، جو کہوں گا اس پر عمل کرو گی۔"

"میری جان تمہارے لیے ہے اور جان سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا میں وعدہ کرتی ہوں، جو کہو گے اس پر عمل کروں گی۔"

"آئندہ تم مجھے پیار نہ کرنا، اگر میں نارمل نہ رہوں اور تم سے پیار کرنے کی ضد کر لوں تب بھی ایسا نہ کرنا۔"

"ٹھیک ہے، ایسا نہیں کروں گی لیکن میرا زہر تمہارے اندر کیسے جائے گا؟"

"یاد ہے، پہلی بار تم نے میری ہتھیلی کی پشت کو چومنا چاہا تھا اور وہاں کاٹ لیا تھا۔"

"ہاں، مجھے یاد ہے۔"

"بس تو پھر تمہارا پیار کرنے کو جی چاہے تو میری ہتھیلی کی پشت پر کاٹ لیا کرو۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"تمہیں یقین نہیں ہے تو ابھی کاٹ لو۔"

"لیکن تمہیں زیادہ تکلیف پہنچے گی۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے، تم زہر بھر چوس لینا، وہ زہر ہمارے نام میرے اندر رہے گا اور مجھے عقل مند بناتا رہے گا۔"

وہ سوچتے ہوئے کچھ پریشان ہوتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھنے لگی پھر بولی "میرا دل بہت چاہتا ہے اسی کو کاٹ لوں، تم میری یہ خواہش پوری کرنا چاہتے ہو لیکن تم چیخ پڑو گے۔ اسپتال والوں کو خبر ہو جائے گی پھر کیا ہو گا؟"

"تم یہ دروازہ اندر سے بند کر لو، یہ کمرہ میں رومال ٹھونس لوں گا، میرے اندر سے چیخ نہیں نکلے گی۔"

"اوہ پارس، تم کتنے اچھے ہو۔ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو، میری خواہش کا کتنا خیال رکھتے ہو۔"

یہ کہتے ہوئے وہ پھر لپٹنا چاہتی تھی، پارس نے اس کے بازو دونوں ہاتھوں سے تھام کر کہا۔ "دیکھو! ابھی تم نے وعدہ کیا تھا، مجھ سے اس طرح پیار نہیں کرو گی کیا اتنی جلدی بھول گئیں؟"

وہ فوراً امید ہی طرح بیٹھ کر شرمندگی سے بولی۔ "سوری، میں بھول گئی تھی، اب نہیں بھولوں گی۔"

"اچھا، ایک بات بتاؤ، جب تم ایک بار کسی کو کاٹ لیتی ہو تو پھر دوسری بار کب کاٹنے کی خواہش ہوتی ہے؟"

"میرے ڈیڈی مجھے دن، مہینے اور سال کا حساب بھی ہے ہیں، اس حساب سے میرا اندازہ ہے، ایک بار کاٹنے کے بعد کوئی مہینے دو مہینے بعد دوسری بار خواہش پیدا ہوتی ہے۔"

"ابھی میں نے کاٹنے کے لیے کہا تو تم خوش ہو گئیں۔ کیا پہلے تمہارے دل میں خواہش نہیں تھی؟"

"ضرور تھی لیکن میں اس خواہش کو دباتی رہی۔ تم نے ابھی کہا ہے کہ میں کس طرح پیار و محبت کے ذریعے تمہارے اندر زہر منتقل کرتی رہی ہوں۔ شاید اس وجہ سے بھی خواہش اب پہلے جیسی شدید نہ رہی ہو پھر بھی کاٹنے کا شوق پچپن سے ہے، یہ خواہش کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتی ہے مگر ضرور ہوتی ہے۔"

"اچھی بات ہے، دروازہ بند کر دو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "پارس! وہ جو ہم پیار کرتے ہیں، نا، وہی اچھا لگتا ہے۔ میں کاٹنے کی خواہش کو آہستہ آہستہ دبا دوں گی، ختم کر دوں گی۔"

"دیکھو ماریہ، جب میں ہوش و حواس میں نہیں تھا تو مجھے کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ تم مجھ سے کس طرح پیار کرتی ہو لیکن اب میں نارمل ہوں۔ ہوش میں رہتا ہوں اور یہ بات سمجھتا ہوں کہ ہمیں شادی سے پہلے ایسا نہیں کرنا چاہیے، یہ گناہ ہے، اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ کیا ہم شادی کے بعد ایسا کر سکتے ہیں؟"

"بے شک لیکن ابھی تمہاری شادی کی عمر نہیں ہوئی ہے قانون کے مطابق جب تم اٹھارہ یا بیس برس کی ہو جاؤ گی، تب شادی ہو سکے گی۔"

"ہم کبھی کبھی تو گلے لگ سکتے ہیں؟"

"کبھی نہیں، میں خدا سے ڈرتا ہوں، تمہیں بھی ڈرنا چاہیے۔ دیکھو پھر تم اپنا وعدہ بھول رہی ہو، کیا یہ اچھی بات ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "اچھی بات ہے، میں اب نہیں بھولوں گی۔"

"اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گی تو ہمیشہ تمہیں وعدہ یاد رہے گا۔"

"میری ممی اور ڈیڈی مجھے گاڈ کے متعلق بہت کچھ بتاتے ہیں، تم بھی مجھے خدا کے متعلق بتاتے رہو گے تو میں وہی کروں گی جیسا تم کہہ رہے ہو۔"

وہ اس کے پاس سے اٹھ کر گئی، دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ پارس نے ایک رومال لے کر منہ میں ٹھونس لیا۔ وہ اس کے پاس آئی، اس کے ایک ہاتھ کو محبت سے تھام کر اپنی ہتھیلی سے اپنی آنکھوں سے لگایا پھر ہتھیلی کی پشت پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔ اس کے بعد بڑے پیار سے مگر بڑی سختی سے اپنے دانت اس میں پیوست کر دیے۔

اس کے منہ سے دبی دبی سی چیخ نکلی، اگر منہ میں رومال نہ ہوتا تو اس کی کربناک چیخ دور تک گونجتی ہوئی جاتی۔ وہ تڑپنے لگا تھا، ایڑیاں رگڑ رہا تھا، ماریہ تھوڑی دیر تک ایک عجیب کے عالم میں رہی، جیسے برسوں کی دبی ہوئی خواہش پوری ہو گئی ہو پھر وہ پارس کو تڑپتے دیکھ کر چونک گئی۔ اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا۔ اس پر ایک نظر ڈالی پھر اس کی ہتھیلی کی پشت پر آ کر جھک گئی۔ اپنے ہونٹ وہاں رکھے جہاں تھوڑی دیر پہلے کاٹا تھا اب وہ اپنا زہر چوسنے والی تھی۔

دوسرے ہی لمحے میں اس کے حلق سے چیخ نکلی، جیسے ہی اس نے پہلی بار چوسا ویسے ہی اسے جلن کا احساس ہوا۔ جیسے اس کے منہ میں اور حلق کے اندر آگ اتر رہی جا رہی ہو۔ وہ تڑپ کر فرش پر گر پڑی تھی پھر منہ پر ہاتھ رکھ کر ہائے ہائے کر رہی تھی۔

ہماری مہذب دنیا کے بعض ممالک میں ایسے غیر مہذب قبیلے بھی ہیں جو آج بھی شیطان کو اور سانپوں کو پوجتے ہیں خصوصاً سپیروں کی بستی میں ایک وش کنیا یعنی زہریلی لڑکی کی پرورش ضرور ہوتی ہے۔ ایسی لڑکی جوان ہوتے ہوتے اس قدر زہریلی ہو جاتی ہے کہ زہریلے سانپ اسے کاٹنے کے بعد خود مر جاتے ہیں۔ اس پر تیز اور زود اثر منشیات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ایک بار ڈاکٹروں نے ماریہ کو جلدی سلانے کے لیے نیند کی کئی گولیاں کھلائی تھیں اور وہ بڑے آرام سے کھا کر دیر تک پارس کے ساتھ جاگتی رہی تھی لیکن ایسی زہریلی لڑکیوں پر ایک چیز اثر کرتی ہے، وہ اس چیز کو برداشت نہیں کر سکتیں اور وہ ہے مرچ، اگر ذرا سی مرچ ان کے منہ سے لگ جائے تو وہ تڑپنے لگتی ہیں، ماریہ بھی تڑپ رہی تھی۔ اسے میٹھا کھانے کی عادت تھی، خاص طور پر اس کے لیے میٹھی چیزیں کمرے میں رکھی جاتی تھیں، وہ فرش پر رینگتے ہوئے ایک میز کے پاس آئی پھر اٹھ کر ایک ڈبے کو کھولا۔ اس میں سے کوکو چاکلیٹ نکال کر جلدی جلدی چوسنے لگی۔

میں اس کے دماغ میں یہ کہ سب کچھ دیکھ رہا تھا پھر میں نے دروازے پر دستک دی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے بیٹی، تم ابھی چیخ رہی تھیں؟"

اُس نے گھبرا کر پارس کی طرف دیکھا۔ میں نے بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "اسے کیا ہوا؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "پاپا! یہ مجھے کاٹنے کے لیے کہہ رہا تھا، میں نے اسے کاٹا، ضرور ہے، یہ سوچ کر کہ زہر چوس لوں گی لیکن جیسے ہی چوسنے کے لیے ہونٹ رکھے، میرے اندر آگ سی لگنے لگی۔"

وہ چاکلیٹ چوس رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا، میں اپنا زہر کیسے چوسوں، یہ تو مر جائے گا۔ اسے کسی طرح بچا لیجیے۔"

"تم اسے دل و جان سے چاہتی ہو، تم ہی اسے بچا سکتی ہو۔ پلیز بیٹی! تم ہی اس کا زہر واپس چوس لو۔"

"لیکن میں اس سے منہ لگاتی ہوں تو جلن ہونے لگتی ہے، آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

"دراصل ڈاکٹر اسے طرح طرح کی دوائیں کھانے کو دیتے ہیں۔ پتا نہیں کیسے کیسے انجکشن لگاتے ہیں، یہ انہی کا اثر ہے، اسی لیے تمہیں جلن ہوتی ہے لیکن تمہیں کچھ تو قربانی دینا چاہیے۔ اس جلن کو برداشت کرنا چاہیے۔"

میں اسے سمجھا منا کر پھر پارس کے پاس لایا۔ وہ اس کی ہتھیلی پر جھکی، ڈرتے ڈرتے وہاں ہونٹ رکھے پھر جیسے ہی تبان رکھ کر چوسنا چاہا تو چیخ نکل گئی، وہ پھر تڑپ کر پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے اسے گرنے سے پہلے ہی سنبھال لیا۔ سہارا دے کر چاکلیٹ کے پیکٹ کے پاس لایا۔ اس کے منہ میں ایک چاکلیٹ رکھا۔ وہ جلدی جلدی چوسنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے، چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ جلن برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے ڈاکٹروں کو بلوایا۔ وہ پہلے سے جانتے تھے کہ ہم کیا ڈراما پلے کر رہے ہیں۔ میں نے اس کے سامنے یونہی مختصر سی بات بتائی کہ اس نے پارس کو کاٹا ہے اور اب زہر چوسنا چاہتی ہے تو خود جلن محسوس کرتی ہے۔

ڈاکٹروں نے کہا۔ "کوئی بات نہیں، ہم ابھی پارس کو لے جا کر اس کا معائنہ کرتے ہیں، جسم میں جو زہر پھیل رہا ہے اسے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

ہم پارس کو ایک اسٹریچر پر ڈال کر اسپتال کے دوسرے حصے میں آ گئے۔ وہاں ایک کمرے میں لا کر دروازے کو بند کیا۔ ہم نے ماریہ کو کاٹج میں چھوڑ دیا تھا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد میں نے کہا۔ "بیٹے! آنکھیں کھول دو۔"

پارس نے آنکھیں کھول دیں۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کی قمیص کے بٹن کھولے پھر اس کی قمیص اتاری۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ہتھیلی سے لے کر شانوں تک ربر کا خول چڑھایا گیا تھا۔ وہ ربر بالکل اس کی جلد کے رنگ سے ملتا جلتا تھا۔ ربر وہ سوت موٹا تھا۔ اس موٹائی کی تہہ میں اسٹین لیس اسٹیل کی ایک پلیٹ تھی تاکہ ماریہ اپنے دانت پیوست کرنا چاہے تو وہ دانت ربر سے گزر کر پارس کی جلد تک نہ پہنچیں، بیچ میں وہ پلیٹ آ جائے۔ پھر اس پلیٹ سے ایک پلاسٹک نلکی منسلک تھی۔ وہ نلکی ہتھیلی کی پشت سے نیچے بغل تک گئی تھی۔ بغل کے نیچے ربر کی ایک تھیلی تھی جس میں ایک گھونٹ کے برابر پانی بھرا ہوا تھا اور اس پانی میں مرچیں مل کی گئی تھیں۔ جب ماریہ زہر چوسنے کے لیے آئی تو پارس نے اپنی بغل میں دبی ہوئی اس تھیلی کو ہولے سے دبایا تو مرچ والا پانی نلکی سے گزرتا ہوا اس ہتھیلی کی پلیٹ تک پہنچ گیا۔ ماریہ نے دوبارہ کوشش کی، دونوں بار وہ مرچ کا پانی اس کی زبان تک پہنچا تو وہ تڑپنے لگی تھی۔

وہ ذہین نہیں تھی لیکن کند ذہن بھی نہیں تھی۔ دراصل مہذب دنیا سے دور رہنے کے باعث وہ ایسی چالاکیوں کو سمجھ نہیں پاتی تھی۔ ہم نے اسے بعد میں سمجھایا کہ پارس کے جسم سے زہر نکالنے میں کافی وقت لگے گا۔ اب وہ صبح کا ٹیچ میں لایا جائے گا چونکہ صبح تک فرصت تھی، اس لیے پارس کے دونوں بازوؤں سے ربر کا خول نکال دیا گیا، اب دوسرا مرحلہ باقی تھا۔ اس مرحلے میں پارس کے ہونٹوں پر ربر کا خول چڑھانا تھا۔ اس ربر کے خول میں بھی مرچ کا پانی ہوتا۔ جب وہ پیار کے مرحلے سے گزرنے کی ضد کرتی تو وہاں بھی اُسے مرچیں لگتیں، اس طرح وہ کاٹنے اور پیار کرنے سے پرہیز کرنے لگتی۔ جو بچے تین برس تک بھی دودھ نہیں چھوڑتے، ان کی مائیں ان سے دودھ چھڑانے کے لیے کچھ ایسی ہی کڑوی کسیلی دوائیں استعمال کرتی ہیں۔

دوسرے دن بھی ہوا۔ ماریہ نے کہا۔ "اب میں کبھی نہیں کاٹوں گی، وہی ہماری محبت کا طریقہ اچھا ہے، پتا نہیں کیوں میں تمہیں ایک بار پیار کرتی ہوں تو گھنٹوں اس کے متعلق سوچتی رہتی ہوں۔"

اس بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ اب وہ گھنٹوں ہائے ہائے کرتی رہے گی۔ جب اس نے ضد کی اور پارس نے اسے اجازت دی تو وہی ہوا جو ہم چاہتے تھے۔ جس طرح زہریلا انسان کو راس نہیں آتا، اسی طرح مرچیں زہریلے افراد کے لیے ناقابل برداشت ہوتی ہیں۔ بڑی دیر تک چاکلیٹ منہ میں رکھنے کے بعد اسے تھوڑا قرار آیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے۔ تمہارے ڈاکٹروں نے تمہیں کیسی دوائیں کھلائی ہیں، کیسے انجکشن لگا رہے ہیں، میرے لیے یہ ساری دوائیں مصیبت بن گئی ہیں۔ اب ہم کیسے محبت کریں گے؟"

"میں تمہیں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں، جب تک شادی نہیں ہو گی دوری دور سے محبت کریں گے۔"

"کیا شادی کے بعد تمہارے اندر سے دواؤں کا اثر ختم ہو

جائے گا پھر مجھے علن محسوس نہیں ہوگی۔"

"اس وقت تک میں نارمل ہو جاؤں گا۔ تم بھی نارمل ہو جاؤ گی۔ تمہارے اندر سے بڑی حد تک زہر ختم ہو جائے گا۔"

یہ باتیں اب اس کی سمجھ میں آ رہی تھیں، اگر وہ نہ سمجھتی تب بھی پارس کے قریب جانے کا حوصلہ نہیں کر سکتی تھی۔ دوسری طرف پارس اوّل دو دن سے ڈاکٹر کو پریشان کر رہا تھا۔ مجھ سے بار بار کہتا تھا "ماریہ کہاں ہے؟ اسے بلاؤ یا مجھے اس کے پاس جانے دو۔" ڈاکٹر اسے نیند کی دعائیں دیتے تھے، زیادہ تر سُلا کر رکھتے تھے اور اپنی دَواؤں کا اثر دیکھتے رہتے تھے۔ اس کے مطابق پارس دوم بھی ایسی ایکٹنگ کرتا تھا جیسے اُسے نیند کی دَوائیں دی گئی ہوں اور وہ زیادہ سے زیادہ سوتا رہتا ہو۔ ماریہ اسے دَواؤں کے زیرِ اثر سمجھ کر دُور دُور رہتی تھی۔ یوں پارس کی دلی تمنّا پوری ہو جاتی تھی۔

ایک ہفتے بعد پارس نے کہا: "آپ جانتے ہیں، میں کس قدر مصروف رہتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہوں گا، یہ ہفتہ میں نے ضائع کیا ہے۔ اپنے بھائی کی جان بچانے کے لیے تمام معروفیات چھوڑ کر آ گیا۔ اب وہ خطرے سے باہر ہے، مجھے جانا چاہیے۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ پارس اوّل اب خطرے سے باہر تھا۔ پارس دوم اس کا ٹیج سے نکل آیا تھا، ہم نے پارس اوّل کو پھر اس کی جگہ پہنچا دیا تھا۔ اس ایک ہفتے میں ڈاکٹروں نے اپنی توقعات سے زیادہ کامیابی حاصل کی تھی، وہ اب نارمل رہنے لگا تھا، صرف ہوش میں آنے کے بعد ماریہ کو پوچھا تھا۔ ایسے وقت میں نے سمجھایا۔ "بیٹے! وہ اکثر ہمارے پاس آتی ہے لیکن ایسے وقت تم نارمل نہیں رہتے۔"

"میرا خیال ہے، میں نارمل ہو رہا ہوں۔"

"وہ تمہارے پاس آئے گی تو تم اسے اپنے سامنے دیکھو گے اور یقین کرو گے کہ وہ تمہارے پاس آیا کرتی تھی۔"

دوسری طرف میں نے ماریہ کو سمجھایا کہ وہ نارمل تو ہو گیا ہے لیکن بہکی بہکی باتیں بھی کرتا ہے۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ ماریہ کتنے دنوں سے نظر نہیں آئی حالانکہ تم اُس کے پاس آتی جاتی رہی ہو۔ تم اُسے یہی سمجھانا کہ پہلے تم نارمل نہیں تھے، اب ڈاکٹر طے کے علاج سے فائدہ ہو رہا ہے۔

اس طرح ہم نے ایک ہفتے بعد پارس اوّل کو ماریہ سے ملا دیا۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دونوں کے دماغوں میں جگہ مل جاتی تھی۔ ہم میں سے کوئی نہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے ان کے درمیان موجود رہتا تھا اور اس بات کا خیال رکھتا تھا کہ کہیں ماریہ کی ذہنی رَو بہک نہ جائے اور پھر وہ محبت پر آمادہ نہ ہو جائے۔

ایک ماہ گزر گیا۔ ماریہ نے ایسی محبت کی جُرأت نہیں کی جس میں مبتلا ہوں۔ دوسرے ماہ پارس بالکل نارمل ہو گیا تھا لیا صرف ڈاکٹروں کے علاج سے نہیں ہوا تھا، میرے دونوں بیٹوں میں زبردست قوتِ ارادی تھی، وہ دونوں ہی مستقل مزاج تھے اور ان میں یہ صلاحیتیں شمع بینی کے ذریعے پیدا ہوئی تھیں۔ ہم چاہتے تھے کہ وہ شمع بینی کرتے رہیں اور اس طرح مختلف مراحل طے کرتے ہوئے ایک دن ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیں لیکن اتنی مدت گزرنے کے باوجود ان میں خیال خوانی کی صلاحیتیں پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ سو لیے اس کا فائدہ یہ ضرور ہوا کہ شمع بینی کے ذریعے ارتکاز توجہ کی مشق ہو گئی۔ پارس دوم جب ماریہ کے روبرو آیا تھا تو اس کی آنکھوں سے متاثر نہیں ہوا تھا حالانکہ آنکھیں بہت ہی زہریلی اور پُرکشش تھیں، اپنی طرف کھینچ لیتی تھیں لیکن چونکہ بچپن سے شمع کی لَو کو اپنی آنکھوں میں، اپنے دماغ میں اور اپنی رُوح میں جذب کرتا ہوا، اسے بھلا کسی کی آنکھیں کیا سحر زدہ کر سکتی تھیں؟

یہی صلاحیت پارس اوّل میں بھی تھی چونکہ ماریہ کا زہر اس کی رگوں میں دوڑ رہا تھا اور اس کے دماغ کو کمزور بنا چکا تھا، اس لیے وہ اس لڑکی کی آنکھوں سے متاثر ہو جاتا تھا اور ہمارے مقابلے میں اسی کی بات مانتا تھا۔ علاج کے دوسرے ماہ جب اس کی دماغی توانائی پوری طرح بحال ہو گئی تو ماریہ کی زہریلی آنکھیں اس کے سامنے بے اثر ہو گئیں۔ میں نے اپنے بیٹے میں دو بڑی تبدیلیاں دیکھیں۔ ایک تو یہ کہ اُس کے چہرے پر پہلے سے زیادہ سنجیدگی آ گئی تھی، جیسے وہ کوئی پختہ عمر کا جوان ہو۔ شاید یہ زہر کا اثر تھا اور شاید یہ بھی زہر کا اثر تھا کہ اس کی آنکھیں پہلے سے زیادہ چمکیلی اور قاتلانہ ہو گئی تھیں۔

میں نے اُسے پارس دوم کے تعلق بتایا۔ وہ یہاں آیا تھا، اُس نے تمہاری جگہ لی تھی اور تمہیں ماریہ کے زہر سے دُور کر دیا تھا۔ وہ ایک ہفتے تک اس سے نمٹتا رہا اور یہ اُسی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ماریہ اب تم سے دُور ہی دُور رہ کر محبت کرتی ہے۔"

"اس تمام ڈرامے کی پلاننگ کس نے کی تھی؟"

"تمہارے بھائی نے، جس طرح تم نے ایک بار کہا تھا، میں تمہارے طریقۂ کار کے مطابق تمہیں عمل کرنے دوں اور تمہارے معاملے میں مداخلت نہ کروں، اسی طرح تمہارے بھائی نے بھی یہی کیا۔ میں نے اُس کے معاملے میں ایک ذرا مداخلت نہیں کی، حتیٰ کہ ٹیلی پیتھی کا سہارا بھی نہیں دیا۔"

اُس نے مُسکراتے ہوئے کہا: "ماما تو بہت خوش ہوں گی۔ ان کے بیٹے نے میری جان بچائی۔ جو کام بڑے بڑے تجربہ کار ڈاکٹر نہ کر سکے، وہ اُس نے کر دکھایا۔ اُس نے بے شک ایک زبردست کارنامہ انجام دیا ہے لیکن میں ماما کی یہ بات نہیں مانوں گا کہ وہ مجھ سے برتر ہے۔"

میں نے بھی مُسکراتے ہوئے کہا: "بیٹی! اپنی ماما کا دل رکھنے کے لیے مان لو۔"

"جب میں اپنے بھائی کو کمتر نہیں سمجھتا اور نہ ہی وہ مجھ سے کمتر ہے تو پھر میں برتر کیوں تسلیم کروں، جب کہ میں بھی اُس سے کمتر نہیں ہوں۔ ماما کہ آج اُس کا ایک قرض مجھ پر ہے۔ خدانخواستہ کبھی اُس پر کوئی مصیبت آئی تو میں یہ قرض اُتار دوں گا۔"

"بے شک تم دونوں بھائیوں میں اسی طرح ایک دوسرے کے کام آنے کا جذبہ ہونا چاہیے لیکن فی الحال تم بابا صاحب کے ادارے تک محدود رہو گے تمہارا بھائی امریکا جانے والا ہے۔"

اُدھر رسوتی اپنے بیٹے کی کامیابی پر پھولی نہیں سما رہی تھی۔ بیٹے نے کہا: "پارس یہاں آئے گا تو میں چلا جاؤں گا۔"

"اب جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہارے باپ سے کہہ دوں گی، تم نے اپنی ذہانت اور بہادر صلاحیتوں سے خود کو برتر ثابت کر دیا ہے۔ کوئی تمہاری مثال پیش نہیں کر سکے گا۔ اب دوسرے مصائب کو دعوت دینے کے لیے کہیں جانا دانش مندی نہیں ہے۔"

"ماما! آپ میرے ایک ہی کارنامے سے خوش ہیں۔ ذرا پارس اوّل کے کارناموں کا حساب کیجیے، وہ ایک ایسے قلعے میں قید تھا جہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ آپ میں سے کوئی خیال خوانی کرنے والا وہاں پہنچ نہیں سکتا تھا، خود پارس اوّل کا دماغ آپ لوگوں کی خیال خوانی کو قبول نہیں کرتا تھا۔ ایسے میں اس نے تنہا اپنی بہادر صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ تنہا اپنے بَل پر اس قلعے سے نکلا اور پارسی عورت کو یہاں ضمانت کے طور پر طلب کر رہے تھے، اسے بھی اغوا کر لیا۔"

وہ مُنہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پارس نے اس کے سامنے آ کر دونوں بازو اس کی گردن میں ڈال کر کہا: "آپ مان لیجیے، وہ بہت دلیر ہے، خطرناک حد تک ذہین ہے۔ وہ افریقہ کے جنگلوں میں صرف انسانوں سے نہیں، درندوں سے بھی لڑتا ہوا گزرا ہے۔ اس نے تمام رات تعاقب کرنے والوں کو دہشت میں مبتلا رکھا۔ جب وہ ریل کا پٹڑیوں اسے تلاش کرنے آئے تو اس نے ریل کا پٹڑی مار گرایا، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔"

رسوتی نے ناراض ہو کر اپنی گردن سے اس کے دونوں بازو الگ کر دیے پھر پوچھا: "کیا تم ایسے کارنامے انجام نہیں دے سکتے؟"

"مجھے موقع ملے گا تو انشاء اللہ ایسا ہی کر دکھاؤں گا لیکن آپ ذرا کو چیجے، جب ماسکہ دین کے آدمی اپنی چالاکیوں سے سلارا کو اغوا کرنا چاہتے تھے تو پارس نے کتنی ذہانت سے ان کا مقابلہ کیا تھا اور ان کا ہیلی کاپٹر لے اُڑا تھا۔ ماما! آپ مان لیجیے، وہ دوسرا فرہادی جو ہے۔"

رسوتی ایک قدم پیچھے ہٹ کر غصّے سے بولی: "کیا تم اس کر

روشنی کے مینار

اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات

ضیاء تسنیم بلگرامی کے قلم سے

قیمت ۱۸۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے

عظمت کے مینار

ضیاء تسنیم بلگرامی کے مضامین کا مکمل مجموعہ

قیمت ۱۸۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ایمان کا سفر

محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ

وہ فن پارے جن کی آپ کو تلاش ہے۔

قیمت ۱۸۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کچرا گھر

محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ

جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے

قیمت ۱۶۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے

آدھا چہرہ

محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول۔ ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو پاکیزگی کے بارے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں

قیمت ۱۴۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کالی کہانیاں

جرائم، جادو، شیطان، رُوح، ارواح، طنز و مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں

قیمت ۱۲۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے

نک و بلوٹ کی چوریاں

مشہور چور نک و بلوٹ جو بیش قیمت چیزیں چُرا کر معاوضہ بھیج دیتا ہے۔

قیمت جلد اوّل ۲۵ جلد دوم ۲۵، ڈاک خرچ فی جلد ۱۰ روپے

رہے ہو۔ دوسرے فریاد علی تیمور تم ہو۔ دیکھو، مجھے غصہ نہ دلاؤ۔"

"آپ خواہ مخواہ غصہ کر رہی ہیں، اگر آپ چاہتی ہیں کہ دُنیا مجھے دوسرا فریاد تسلیم کرے تو پھر مجھے جانے دیجیے، مجھے بھی اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرنے دیجیے۔ جتنے کارنامے پارس اوّل نے انجام دیے ہیں، میں ان سے زیادہ انجام دوں گا، تب ہی دُنیا تسلیم کرے گی، صرف آپ کی تمنا کی وجہ سے تو کوئی تسلیم کرنے سے رہا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی پھر پریشان ہو کر بولی "کیا میں دُنیا والوں سے تسلیم کروانے کے لیے تمہیں خطرات میں جھونک دوں؟"

"کیا آپ مجھے خطرات سے بچانے کے لیے گھر کی چار دیواری میں چھپا کر رکھیں گی۔ کیا یہاں موت نہیں آسکتی؟"

"خبردار! مرنے کی بات نہ کرنا۔"

"بات نہ کرنے سے موت اور حادثے کبھی ٹلتے نہیں ہیں۔ پارس اوّل یہاں کتنے آرام سے تھا اور کس طرح خلاف توقع اغوا کر لیا گیا۔ بُرا وقت کبھی اطلاعی گھنٹی بجاتا ہُوا نہیں آتا۔ مجھے بُرے وقت سے لڑنے کا موقع دیجیے۔"

رسونتی نے ایک گہری سانس لے کر کہا "بیٹے! جانتے ہو، میں تمہیں کس لیے روک رہی ہُوں؟"

"بتا دیجیے کس لیے روک رہی ہیں؟"

"میں ایسے مقصد کے لیے تمہیں سرگرم نہیں جانے دوں گی جس میں ناکامی ہو۔ تقریباً دس برس تک میں نے تمہارے پاپا، سونیا، شیبا، اعلیٰ بی بی اور پوجا وغیرہ نے اس مشین کو حاصل کرنے کی خاطر بے حد جدوجہد کی اور ناکام ہوتے رہے۔ اعلیٰ بی بی کی ذہانت، سونیا کی مکاری اور ہماری جاں فشانی کسی کام نہیں آئی۔ تم وہاں جا کر کیا کامیابی حاصل کرو گے اور اگر ناکام واپس آئے تو مجھے بڑی شرمندگی ہوگی۔"

"یہی تو بات ہے کہ آپ ناکامی برداشت نہیں کرتیں، جو لوگ ناکامی برداشت نہیں کرتے انھیں آئندہ کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔ ماسٹر والسورو کی نے ہمیں کامیاب حملے سکھانے سے پہلے مار کھانا سکھایا۔ ہمیں مار مار کر فولاد بنا دیا۔ جب آپ جیسے تمام تجربہ کار خیال خوانی کرنے والے ناکام ہو کر شرمندہ نہیں ہیں تو پھر میری ناکامی پر کیسی شرمندگی؟"

"کچھ بھی ہو، اگر تم مجھے یقین دلاؤ کہ شرمندگی نہیں ہوگی تو میں تمہیں جانے کی اجازت دوں گی۔"

"اس کا ایک ہی راستہ ہے، میں اعلان کر دوں کہ مشین کے سلسلے میں نہیں جا رہا ہُوں چونکہ دُنیا دیکھنا چاہتا ہُوں، اس لیے سیر و تفریح کی غرض سے امریکا جا رہا ہُوں اور ایک آدھ ہفتے میں واپس آجاؤں گا۔"

وہ مطمئن ہو کر بولی "ہاں، یہ ٹھیک ہے، تم وہاں جا کر چپ چاپ یہ معلوم کر کہ مشین حاصل ہو سکتی ہے یا تباہ کی جا سکتی ہے، اگر تم نے اسے حاصل کر لیا یا تباہ کر دیا تو پھر ہم اعلان کر دیں گے کہ تم نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔"

اُس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں ماما! کسی ایک بات پر قائم رہنا چاہیے۔ بہتر ہے آپ مجھ سے شرط لگائیں۔ میں کہتا ہُوں، کامیاب ہو کر آؤں گا، اس مشین کو تباہ کر دوں گا۔ آپ کہتی ہیں، ناکام رہوں گا اور آپ کو شرمندگی اُٹھانا پڑے گی۔ اس سلسلے میں آپ کی شرط یہ ہے کہ مجھے چپ چاپ جانا چاہیے اور مشین کے سلسلے میں کوشش کرنا چاہیے۔ میری شرط یہ ہے کہ میں ڈنکے کی چوٹ پر جاؤں گا اور کامیاب ہو کر آؤں گا۔ بتائیے آپ کون سی شرط ماننا چاہتی ہیں؟"

وہ تھوڑی دیر تک بیٹے کے چہرے کو تکتی رہی اور سوچتی رہی "جس مشین کے سلسلے میں ہم دس برس سے ناکام ہو رہے ہیں اور ہماری خیال خوانی کام نہیں آرہی ہے۔ سونیا کی ذہانت اور مکاری بھی بے اثر ہو چکی ہے، وہاں میرا ناتجربہ کار بیٹا کیسے کامیاب ہو سکے گا۔ یہ ضد کر رہا ہے تو میں اسے دُنیا دیکھنے کے لیے بھیج دوں گی۔ اس بات کا پتہ چلانہیں کیا جائے گا کہ یہ مشین کے سلسلے میں جا رہا ہے۔ میں اپنے بیٹے کے نام کے ساتھ ناکامی برداشت نہیں کروں گی۔"

پارس نے قریب آکر پوچھا "آپ کیا سوچ رہی ہیں؟"

وہ خیالات سے چونک کر بولی "میں فیصلہ کر چکی ہُوں، تم یہاں سے چپ چاپ جاؤ گے، اپنی سی کوشش کرو گے اور خاموشی سے واپس آجاؤ گے۔"

پارس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر پوچھا "ڈن؟"

رسونتی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "ڈن۔"

اِس دلچسپ
تریں داستان کے
بقیہ واقعات بیسویں
حصے میں ملاحظہ فرمائیں

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

بیسواں حصّہ

دیوتا

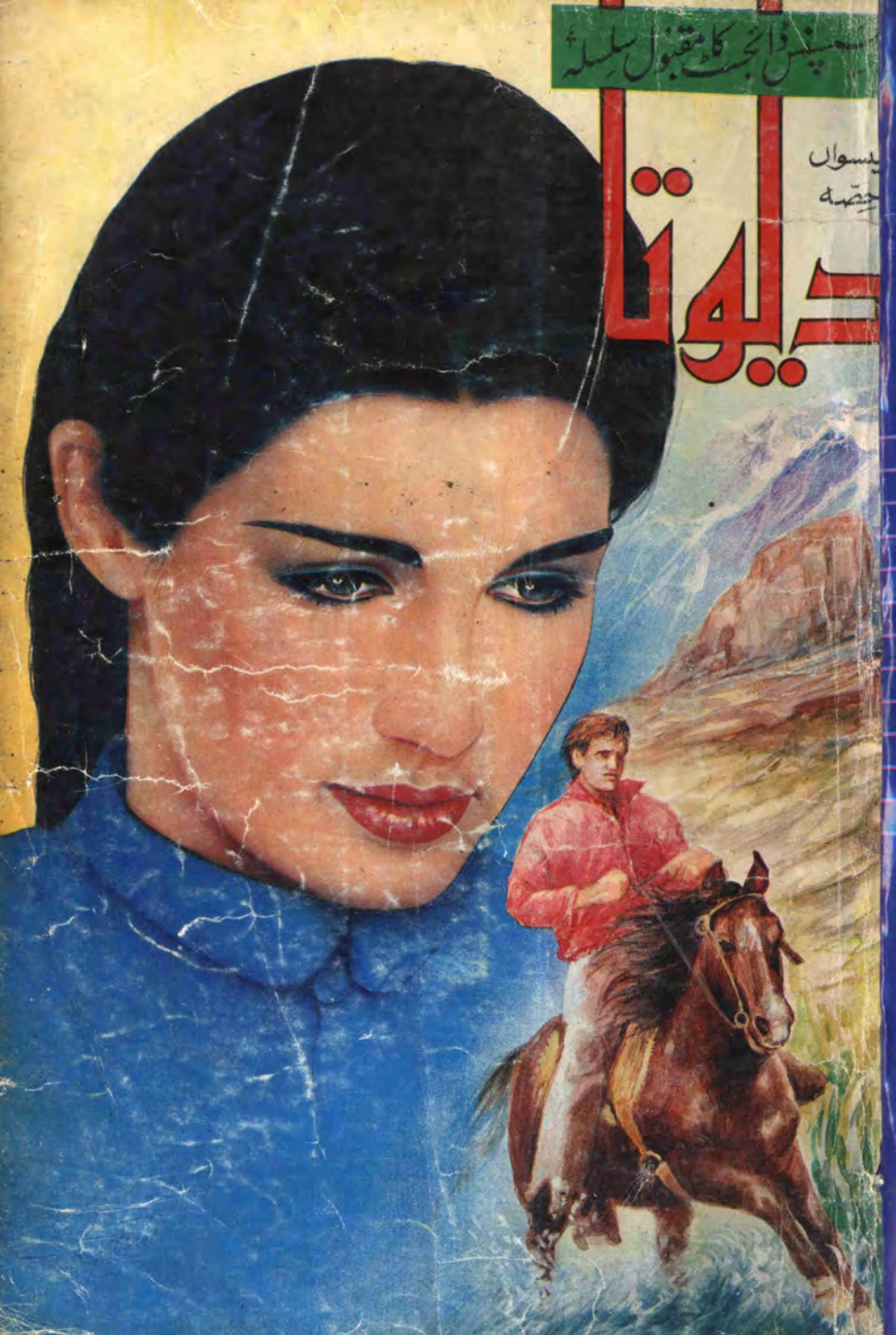

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک
فسوں کار کا قصہ، جس کا جادو سر چڑھ کر
بولتا تھا اس شورہ پشت، شوریدہ سر کا احوال،
ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔

وہ ٹرانسفارمر مشین واقعی شیطان کی آنت بن گئی تھی جو مشین ملاذ اور جارج فری مین کی کوششوں سے تیار ہوئی تھی، اس کے حساب سے دس برس گزر چکے تھے۔ رسونتی وہ ننھے سے لولاب حساب کر رہی تھی اور جو مشین یہ ل کر تیار کی تھی، اس کا ہم آخری بار مد تیمیزی کر رہے ہیں اس کے رصہ گزر رہا تھا۔ ں کر سکو گے؟"

یہ آخری دفعہ سنبھلا کر بولا۔ "مسٹر جارج! یہ کیا حرکت ہے؟"

کام نہیں" جارج نے کہا۔ "تم یہاں سے جتنی تیز بھاگ سکتے ہو، زندگی بچانے کے لیے بھاگو، ورنہ یہ گولی مار دیں گے۔"

وہ جارج کی طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ ایک نے ہوائی فائر کیا تو وہ رُک گیا پھر سہم کر ایک طرف پیچھے ہٹنے لگا۔ "نہیں نہیں، تم لوگ مجھے گولی نہیں مار سکتے۔ مسٹر جارج! میں تمہارے ساتھ آٹھ برس تک رہ چکا ہوں۔ ان آٹھ برسوں میں، میں نے دن رات تمہاری خدمت کی ہے، تمہارے لیے ایک حیرت انگیز مشین تیار کی ہے۔ کیا مجھے اس کا یہی صلہ دو گے؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے، کیوں میری جان لینا چاہتے ہو؟"

وہ کہتا جا رہا تھا اور پلٹ کر بھاگتا جا رہا تھا پھر دونوں مسلح افراد نے ٹرانزٹ فائرنگ شروع کی۔ بھاگنے والا اچھل کر زمین پر گرا پھر

اپنے ساتھ رکھا تھا۔ وہ مجھ سے کئی بار کہہ چکی تھی "فرہاد! یہاں کہیں ماڑ" وہ یہ کہہ رہی تھی کہ اچانک وہ گئے تھے اُدھر شیر گاڑنی کی آواز سن کر دہاڑتے ہوئے نکلے تھے اور ان کی طرف لپک رہے تھے.....

جارج فری مین نے کہا۔ "بارود کی پیٹی سے وہ شیل اُٹھاؤ جو جانوروں کے لیے مہلک دھواں پھیلاتے ہیں۔"

اُنھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ شیل اُٹھا کر کھڑکی کے شیشے نیچے کر کے دُور دُور تک پھینکنے لگے پھر کھڑکی کے شیشے چڑھا دیے۔ وہ شیل پھٹ رہے تھے اور دھواں پھیل رہے تھے۔ ان کی طرف لپکنے والے کتنے ہی شیر راستہ بدل کر دُور بھاگ رہے تھے.....

جارج فری مین نے برسوں قلعے کی لیبارٹری میں رہ کر وہاں کے جنگلوں میں پائے جانے والے درندوں کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں پھر ایسا دھواں یا گیس پھیلانے والی دوائیں ایجاد کی تھیں جنہیں وہ درندے برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ سالار کے ساتھ جنگلوں سے گزرتے وقت ایسے شیل اپنے پاس رکھتا تھا جو آج مشین کو چھپانے کے سلسلے میں کام آ رہے تھے۔

ان تینوں نے اب ماسک پہن لیے تھے تاکہ ان پر دھوئیں کا اثر نہ ہو پھر جارج فری مین نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہم غار کے اندر تک جائیں گے تاکہ لوگ شیل پھینکتے رہو۔"

جارج فری مین اس قلعے میں اپنی حفاظت کے تمام انتظامات کر چکا تھا۔ ہر طرح کا اسلحہ وہاں موجود تھا۔ اس کے وفادار ملازم بھی تھے۔ جن ملازموں پر شبہ ہوتا تھا، وہ انھیں قید کر کے رکھتا تھا۔ انہی قیدیوں میں سے اس نے ایک قیدی کو مشین تک پہنچایا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ مشین تیار کرنے میں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے۔

قلعے کے قریب ہی حبشیوں کا ایک قبیلہ تھا جہاں ایک پاگل رہتا تھا۔ وہ پاگل کو پکڑ کر لے آئے تھے۔ انھوں نے مشین کے ایک بیڈ پر پاگل کو اور دوسرے بیڈ پر اپنے قیدی کو سُلایا تھا اور انھیں مشین کے عمل سے گزارتے رہے۔ بعد میں پتا چلا کہ پاگل کی دیوانگی اس قیدی کے دماغ میں منتقل نہیں ہو سکی۔ مشین میں کوئی خرابی تھی۔ ایسی خرابیاں دو چار بار پیدا ہوئیں، اسی میں سات برس کا عرصہ گزر گیا۔ آخر وہ کامیاب ہو گئے۔ اسی پاگل کے پاگل پن کو دوسرے قیدی کے دماغ میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ وہ پاگل کتوں کی طرح بھونکتا تھا اور کسی کو بھی کاٹنے کے لیے دوڑتا تھا۔ یہی حالت اب اس قیدی کی ہو گئی تھی۔

جارج فری مین ایک بہت ہی تجربے کار ڈاکٹر اور سائنس داں تھا۔ وہ اپنی لیبارٹری میں ایسی ایسی دوائیں تیار کرتا تھا جو انسانوں اور جانوروں کے لیے مضر ہوتی تھیں یا انھیں کم از کم تھوڑی دیر کے لیے بے حس و حرکت بنا دیتی تھیں۔ ٹرانسفارمر مشین کے کامیاب تجربے کے بعد اس نے سب سے پہلے اپنی بہن سلارا کے دماغ [illegible] کو ہر حملے سے محفوظ بنانا

جملہ حقوق بحق سسپنس ڈائجسٹ محفوظ ہیں

بار اول
قیمت
مطبوعہ ابن حسن آفسٹ پرنٹرز، باکی اسٹیڈیم، کراچی

یعنی پاگل بنا کر ہمیشہ کے لیے وہاں قید کر دیا۔ وہ دونوں بڑی رازداری سے اپنے دماغوں میں دُنیا جہاں کے علم و ہنر بھرتے رہے۔ گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف آتا ہے۔ ان کی شامت آئی تھی کہ انھوں نے ہیرس کا رُخ کیا۔ ایک ڈی ٹی سلارا کو اپنے بھائی مارڈی کے ساتھ وہاں بھیجا اور پارس کو اغوا کیا۔ اس کے قد اور جسامت کی مناسبت سے ایک اور لڑکے کو کہیں سے حاصل کیا پھر مشین کے ذریعے اُسے دوسرا پارس بنا دیا۔ اس سے پہلے انھوں نے ہیلما کو اغوا کیا تھا، کیونکہ انھیں ایک ڈی شیبا کی ضرورت تھی۔ بعد میں ہیلما اور پارس ان کی تباہی کا سبب بن گئے۔

جارج فری مین نے پارس کے فرار ہوتے ہی خطرہ محسوس کر لیا تھا۔ وہ جانتا تھا، کسی وقت بھی پارس تخویفی عمل کے اثر سے نکل سکتا ہے اور خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے دماغ میں جگہ دے سکتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے قلعے تک پہنچ جائیں گے۔

پارس نے سلما کے ساتھ جارج فری مین کو بھی عارضی طور پر اغوا کیا تھا۔ اسے قلعے سے کئی میل دور لانے کے بعد گاڑی سے اُتار دیا تھا۔ اس کے بعد جارج فری مین دوڑتا ہوا قلعے تک پہنچا تھا اور وہاں پہنچتے ہی اُس نے اپنے میکینک سے وہ مشین کھلوائی، اس کے کئی حصے کیے پھر انھیں لکڑی کے ڈبوں میں بند کرا دیا، اس کے بعد انھیں اُٹھا کر ایک بڑی سی ویگن میں رکھوایا۔ اس ویگن میں پچیس افراد سفر کر سکتے تھے۔ اس نے دو مسلح باڈی گارڈ لیے، میکینک کو اپنے [illegible] دو لنگڑے قسم کے بکرے اس گاڑی کے اندر بندھوائے

اب اس مشین کو کہاں لے

پارس نے فرار

بار اول
قیمت
مطبوعہ ابن حسن آفسٹ پرنٹرز، باکی اسٹیڈیم، کراچی

اُسی کنارے والی زمین پر بڑی مضبوط ٹینیں گاڑی جا سکتی ہیں پھر ان ٹینوں سے زنجیر باندھی جا سکتی ہے۔ زنجیر کے دوسرے حصے میں ایک بڑا سا مضبوط جال ہو گا۔ آپ مشین کے ان تمام حفظ کو ایک مضبوط آہنی صندوق میں بند کر کے اس جال کے اندر ڈال کر دلدل میں چھوڑ سکتے ہیں۔ وہ مشین تہ میں چلی جائے گی لیکن مضبوط ٹینوں سے بندھی رہے گی۔ آپ جب چاہیں گے، اپنے کسی آدمی کو دلدل میں اُتار کر وہ مشین نکلوا سکیں گے۔"

جارج فری مین نے کہا۔ "اگر تلاش کرنے والے بھی اسی کنارے سے دلدل میں اُتریں گے تو ان ٹینوں اور زنجیروں تک پہنچ جائیں گے۔ یہ منصوبہ کمزور ہے۔"

اُس نے جنگل کے ایک حصے میں پہنچ کر گاڑی روک دی۔ میکینک سے کہا۔ "تم یہاں بیٹھو۔ میں ذرا اس جگہ کا جائزہ لیتا ہوں۔"

اُس نے دونوں مسلح افراد کو اپنے ساتھ آنے کا حکم دیا پھر گاڑی سے خود دور جا کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا۔ "یہ میکینک بہت کمزور اور بزدل ہے، کسی کے سامنے بھی زبان کھول سکتا ہے اور مشین کا راز فاش کر سکتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں تم دونوں پر کتنا اعتماد کرتا ہوں۔ کئی بار تمھاری وفاداریوں کے سلسلے میں انعامات بھی دے چکا ہوں۔"

"یس باس، ہم مرتے دم تک آپ کے وفادار رہیں گے۔"

"میں حکم دیتا ہوں، اس میکینک کو گولی مار دو۔"

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے گاڑی تک گئے۔ پھر اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر میکینک کو باہر کھینچ لیا۔ وہ غصے سے بولا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

ایک نے کہا۔ "ہم آخری بار بدتمیزی کر رہے ہیں، اس کے بعد تم شکایت نہیں کر سکو گے۔"

وہ جھلا کر بولا۔ "مسٹر جارج! یہ کیا حرکت ہے؟"

جارج نے کہا۔ "تم یہاں سے جتنی تیز بھاگ سکتے ہو، زندگی بچانے کے لیے بھاگو، ورنہ یہ گولی مار دیں گے۔"

وہ جارج کی طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ ایک نے ہوائی فائر کیا تو وہ رُک گیا پھر سہم کر ایک طرف پیچھے ہٹنے لگا۔ "نہیں نہیں، تم لوگ مجھے گولی نہیں مار سکتے مسٹر جارج! میں تمھارے ساتھ آٹھ برس تک رہ چکا ہوں۔ ان آٹھ برسوں میں، میں نے دن رات تمھاری خدمت کی ہے، تمھارے لیے ایک حیرت انگیز مشین تیار کی ہے۔ کیا مجھے اس کا یہی صلہ دو گے؟ میں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے، کیوں میری جان لینا چاہتے ہو؟"

وہ کہتا جا رہا تھا اور پیٹ کر بھاگتا جا رہا تھا پھر دونوں مسلح افراد نے تڑا تڑ فائرنگ شروع کی۔ بھاگنے والا اُچھل کر زمین پر گرا پھر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ جرائم کی دُنیا میں وفاداری کی نہیں، راز کی اہمیت ہوتی ہے، اگر راز فاش ہونے کا خدشہ ہو تو وفادار کو اس کی وفاداری سمیت موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ہے۔

وہ تینوں پھر گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔ جارج فری مین اسے ڈرائیو کرتا ہوا کچھ دُور تک گیا پھر اُس نے راستہ بدل دیا۔ وہ گھاس کے ناہموار میدان سے گزر رہے تھے۔ تقریباً بیس میل جانے کے بعد ایک پہاڑی سلسلہ شروع ہوا۔ اس پہاڑی سلسلے سے تقریباً چھ سات میل دُور وہ جھاڑیاں تھیں، جن کے اندر سے سرنگ کا راستہ جاتا تھا اور قلعے تک پہنچتا تھا۔ سپر ٹرانسفارمر کے جاسوس اسی سرنگ کے راستے سے باہر آ کر ان جھاڑیوں کے راستے سے نکلے تھے اور دُور دُور تک جائزہ لیا تھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ جارج فری مین وہاں سے تنہا پیدل کہاں کیا ہو گا؟"

سپر ٹرانسفارمر کے آدمیوں نے بعد میں دُور دُور تک اس جگہ کو دیکھا تھا اور اس پہاڑی سلسلے تک پہنچ گئے تھے، جہاں ایک غار میں کئی شیر دکھائی دیے تھے۔ وہ صحیح مقام تک پہنچے تھے لیکن یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ٹرانسفارمر مشین شیروں کے غار میں پہنچائی گئی ہو گی۔

اس غار میں ایسا لگتا تھا، جیسے شیروں کے کئی خاندان آباد ہیں۔ نر، مادہ اور ان کے بچے بے شمار تھے۔ جارج فری مین نے اپنے وفاداروں سے کہا۔ "میں یہ مشین اسی غار میں چھپانا چاہتا ہوں۔"

وہ یہ سُن کر حیران رہ گئے تھے اُدھر شیر گاڑی کی آواز سُن کر دہاڑتے ہوئے نکلے تھے اور ان کی طرف لپک رہے تھے.....

جارج فری مین نے کہا۔ "بارُود کی پٹی سے وہ شیل اُٹھاؤ جو جانوروں کے لیے مہلک دھواں پھیلاتے ہیں۔"

انھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ شیل اُٹھا کر کھڑکی کے شیشے نیچے کر کے دُور دُور تک پھینکنے لگے پھر کھڑکی کے شیشے چڑھا دیے۔ وہ شیل پھٹ رہے تھے اور دھواں پھیل رہا تھا۔ ان کی طرف لپکنے والے کتنے ہی شیر راستہ بدل کر دُور بھاگ رہے تھے.....

جارج فری مین نے برسوں قلعے کی لیبارٹری میں رہ کر وہاں کے جنگلوں میں پائے جانے والے درندوں کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں پھر ایسا دھواں پھیلانے والی دوائیں ایجاد کی تھیں جنھیں وہ درندے برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ سلارا کے ساتھ جنگلوں سے گزرتے وقت ایسے شیل اپنے پاس رکھتا تھا جو آج مشین کو چھپانے کے سلسلے میں کام آ رہے تھے۔

ان تینوں نے اب ماسک پہن لیے تھے تاکہ ان پر دھوئیں کا اثر نہ ہو۔ پھر جارج فری مین نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں غار کے اندر تک جاؤں گا تم لوگ شیل پھینکتے رہو۔"

وہ دونوں اب چھت کے روشن دان کو کھول کر ہاتھ بڑھا کر سیل پھینکتے تھے پھر اس روشن دان کو بند کر دیتے تھے۔ گاڑی غار کے دہانے پر رُک گئی تھی۔ دُھواں اندر تک جا رہا تھا۔ شیر غرّاتے ہوئے نکل رہے تھے، مگر گاڑی کی طرف نہیں آ رہے تھے کیونکہ اِدھر بھی دُھواں ہی دُھواں پھیلا ہُوا تھا۔ وہ دوسری طرف بھاگتے جا رہے تھے۔

غار کا دہانہ اتنا بڑا تھا کہ ایک بڑے سائز کا ٹرک بہ آسانی گزر سکتا تھا۔ اندر بھی کافی وسیع و عریض جگہ تھی۔ دن کی روشنی میں غار کی لمبائی دُور تک دکھائی دے رہی تھی۔ اُس نے گاڑی کی ہیڈ لائٹس آن کیں تو غار اور دُور تک روشن ہو گیا۔ وہاں جو درندے دُور جا کر چھُپ رہے تھے وہ غرّاتے ہوئے لپکنے لگے۔ اُنھوں نے پھر چھت کے روشن دان سے سیل پھینکے اور روشن دان کو بند کر لیا۔ دُور تک پھر دُھواں پھیلنے لگا۔ شیر پھر گھبرا رہے تھے، کترا رہے تھے اور نہ جانے غار کی وسعت میں دُور کہاں تک بھاگتے جا رہے تھے۔

وہ ڈرائیو کرتا ہُوا غار کے اندر تقریباً چار فرلانگ کے فاصلے تک آیا۔ ایک جگہ بڑے بڑے پتھر اس طرح ایک دوسرے پر جمے ہوئے تھے.... جیسے قدرتی طور پر سامان رکھنے کے لیے طاق بنا ہوا ہو۔ اُس نے دونوں کو حکم دیا۔ "ان تمام لکڑی کی پیٹیوں کو اُٹھا اُٹھا کر ان پتھروں کے درمیان رکھو۔ میں گاڑی کی چھت کھول کر کھڑا رہوں گا۔ کوئی درندہ اِدھر آیا تو گولی مار دوں گا۔"

اُس نے چھت کے ایک حصّے کو ایک طرف سرکایا تو خلا پیدا ہو گیا۔ وہ سیٹ پر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رائفل تھی۔ وہ چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے دونوں آدمی گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر آ گئے تھے اور لکڑی کی پیٹیاں اُٹھا اُٹھا کر اُنھیں پتھروں کے درمیان لے جا کر رکھ رہے تھے۔ وہ چھ پیٹیاں تھیں جب وہ رکھ دی گئیں تو جارج فری مین نے حکم دیا۔ "اب بڑے بڑے پتھر اُٹھا کر ان پیٹیوں کے سامنے اس طرح رکھو جیسے دیوار چُنی جاتی ہے۔"

وہ پھر حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ وزنی پتھر اُٹھا اُٹھا کر ایک دوسرے پر جا کر رکھنے لگے۔ ایک دیوار بنتی گئی۔ اس دیوار کے پیچھے لکڑی کی پیٹیاں چُھپ گئی تھیں۔

اس غار کے طول و عرض کو دیکھ کر پتا چلتا تھا، وہاں سیکڑوں کی تعداد میں شیر ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی مشین کے لیے جان کی بازی لگا کر آئے گا تو بازی میں جان ہار جائے گا، اگر زندہ رہ گیا تو یہ کبھی سمجھ نہیں پائے گا کہ ان پتھروں کے پیچھے مشین چُھپا کر رکھی گئی ہے۔

جارج فری مین پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد اپنے آدمیوں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر اسے ریورس گیئر پر ڈرائیو کرتا ہُوا غار سے باہر آ گیا۔ اس کے دہانے سے ذرا فاصلے پر گاڑی روک دی۔ وہاں ابھی تک تھوڑا تھوڑا دُھواں پھیلا ہُوا تھا۔ وہ گاڑی کے اندر بیٹھ کر دُھوئیں کے چھٹنے کا انتظار کرنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "باس! اگر یہ سارا دُھواں چھٹ جائے گا تو شیر ہمیں آ کر پریشان کریں گے۔"

جارج فری مین نے کہا۔ "ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ شیر واپس آئیں، دُھوئیں سے گھبرا کر اپنے لیے کوئی دوسرا مسکن بنا لیں۔ ہم کم چاہتا ہُوں، وہ یہاں آئیں اور اپنی نسل بڑھاتے رہیں، یہاں شیر وار کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیے، اس طرح کوئی یہ نہیں سوچے گا کہ مشین یہاں چُھپا کر رکھی جا سکتی ہے۔"

دُھواں چھٹ گیا۔ اُس نے حکم دیا۔ "دونوں بکروں کو باہر نکالو اور غار کے دہانے پر ان پتھروں سے باندھ دو۔ بھاگنے والے شیر ان تگڑے بکروں کو دیکھ کر واپس آئیں گے۔"

اُس نے گاڑی کی جہت کو پھر ایک طرف سرکایا۔ سیٹ پر کھڑا ہو گیا اور ہاتھ میں رائفل لے کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ باڈی گارڈز نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا، وہاں سے بکروں کو نکالا پھر اُن کی رسّی پکڑ کر دو لمبے پتھروں کے پاس آئے جہاں اُنھیں باندھا جا سکتا تھا۔ ان بکروں کو دور جانے والے شیر دیکھ سکتے تھے۔

جارج فری مین چھت سے باہر آدھا نکلا ہُوا تھا۔ ہاتھ میں رائفل لیے دونوں باڈی گارڈز کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتا جا رہا تھا۔ جیسے ہی اُنھوں نے بکروں کو باندھا، اُس نے رائفل سے ایک کا نشانہ لیا اور گولی ماردی، وہ بندھے ہوئے بکروں کے پاس گر کر تڑپنے لگا، دوسرا چونک کر پلٹ گیا تھا۔ شدید حیرانی اور بے یقینی سے باس کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے کہا۔ "میں تم لوگوں کی وفاداری کو کبھی نہیں بھولوں گا، یہ تم لوگوں کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے کہ اپنے مالک کے مفاد کی خاطر جان دے رہے ہو۔"

یہ کہتے ہی اُس نے ٹریگر دبا دیا، ایک فائر ہُوا مگر وہ اُچھل کر پیچھے کی طرف چلا گیا۔ اب وہ بچنا چاہتا تھا اور بچنے کے لیے ایک ہی راستہ تھا کہ غار کے اندر جائے مگر اندر بھی دُھواں چھٹ رہا ہو گا، شیر واپس آئیں گے تو انھیں ایک انسان تازہ خوراک کے طور پر ملے گا لیکن غار کے اندر جانے سے پہلے ہی دوسری گولی نے اُس کے قدم اُکھاڑ دیے۔ اُس کے اُچھل کر گرنے سے پہلے ہی تیسری گولی لگی پھر وہ زمین پر پہنچتے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔

جارج نے گاڑی کے اندر آ کر چھت برابر کر دی۔ رائفل کو ایک طرف رکھا پھر اُسے اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتا ہُوا قلعے کی طرف جانے لگا۔ اب اُسے ہر طرف سے اطمینان تھا کوئی اس نئی سے واقف تھا، نہ ہو گا کہ مشین کہاں چُھپا کر رکھی گئی ہے۔ وہ شیروں کی خوراک کے لیے دو بکروں کے علاوہ دو وفادار باڈی گارڈز بھی چھوڑ کر جا رہا تھا۔

قلعے میں پہنچنے کے بعد اسے دو بُری خبریں سُننے کو ملیں۔ ایک تو یہ کہ سلاما کو تلاش کرنے والے اسے واپس لانے میں ناکام رہے تھے۔ دوسری خبر یہ کہ پارس کے تعاقب میں جانے والے تمام لوگ ہیلی کاپٹر سمیت تباہ ہو گئے تھے۔ اب خطرہ اور بڑھتا جا رہا تھا۔ جارج فری مین یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ پارس نے ہیلی کاپٹر تباہ کیا ہو گا۔ دل میں یہ دہشت تھی کہ یہ کام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ہے اور اب پارس کا رابطہ اپنے والدین سے ہو چکا ہے۔

وہ تیزی سے چلتا ہُوا قلعے کے اُس کمرے میں آیا جہاں اُس کا بھائی ہارڈی جاں کنی کی حالت میں تھا۔ پارس نے اُس کی آنکھوں پر تیزاب پھینک کر تقریباً اُسے مار ہی ڈالا تھا۔ وہ پچھلی رات سے تڑپ رہا تھا۔ ڈاکٹر اُس کا علاج کر رہا تھا اور موت اُسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی لیکن نہ زندگی مل رہی تھی نہ موت۔ جارج فری مین نے ریوالور نکال کر کہا۔ "برادر! مجھے افسوس ہے، اُس چھوکرے نے تمھیں اس مقام تک پہنچا دیا ہے کہ دماغ حساس نہیں رہا، ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی وقت بھی تمھارے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں اور یہاں کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں لہٰذا تمھیں مر جانا چاہیے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "جارج! تمھاری بڑی مہربانی ہو گی، مجھے فوراً مار ڈالو۔ میں اس طرح جاں کنی کی حالت میں نہیں رہ سکتا۔ مجھے موت دو، جلدی دو۔"

اس کے ساتھ ہی ٹھائیں سے گولی چلی اور اس کی آخری خواہش پوری ہو گئی۔ اُس نے اپنے کمرے میں پہنچ کر ایک بیگ میں ضروری سامان رکھا۔ وہ شیل بھی رکھے جو درندوں کو دُور بھگانے کے کام آتے تھے۔ ایک رائفل، ایک ریوالور، کارتوس کے ڈبے۔ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ اور اس کی تفصیلات سے تعلق رکھنے والے تمام کاغذات حفاظت سے رکھے، کھانے پینے کا کچھ سامان لیا، پھر قلعے کے سیکریٹری آفیسر کو بُلا کر کہا۔ "میں جا رہا ہُوں، یہاں تہ خانے اور خفیہ کمروں میں پہلے ہی بارُودی سرنگ بچھی ہوئی ہے تم لیبارٹری میں بھی زیادہ طاقت کے بم رکھ دو اور تہ خانے کے تاروں سے منسلک کر دو جب بھی کوئی خطرہ پیش آئے تو یہاں سے نکلنے سے پہلے ٹائمر کو آن کر دینا اور اتنا وقت مقرر کر دینا کہ تم سب بہ آسانی یہاں سے دُور نکل سکو۔ اس کے بعد یہ قلعہ بالکل تباہ ہو جائے گا۔"

اُس نے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر دیتے ہوئے کہا۔ "اسے رکھو، جب بھی کوئی خطرے کی بات ہو... یا کوئی ضروری مشورہ لینا ہو تو اس کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کر لینا، اب تم جا سکتے ہو۔"

وہ ٹرانسمیٹر لے کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد وہ فرش پر لیٹ گیا۔ اپنا ضروری سامان پلنگ کے نیچے کھسکا دیا، پھر خود بھی کروٹ بدل کر پلنگ کے نیچے آ گیا۔ پرانے طرز کے قلعوں میں تہ خانے تک جانے کا راستہ پلنگ کے نیچے ہُوا کرتا تھا۔ اُس نے خاص میکنزم کے ذریعے راستہ بنایا پھر اس تہ خانے میں اُتر گیا۔ وہاں سے وہ سُرنگ کی طرف نکل گیا۔ سپرنٹنڈنٹ کے آدمیوں نے صحیح اندازہ لگایا تھا کہ جارج فری مین اسی سرنگ کے راستے سے فرار ہوا ہے۔ وہ اس بات پر حیران تھے کہ وہ تنہا اتنی بھاری مشین اُٹھا کر کس طرح لے گیا ہو گا جب کہ سُرنگ کے باہر کسی گاڑی کے پہیّوں کے نشان بھی نہیں تھے۔ صرف ایک آدمی کے بُوٹوں کے نشان دور تک جاتے ہوئے دکھائی دیے تھے جو آگے جا کر ختم ہو گئے تھے۔

جارج فری مین اس سُرنگ سے نکل کر راستہ بدلتا گیا تھا کبھی پتھریلی زمین پر چلتا رہا تھا، کبھی گھاس کے میدان سے گزرتا رہا تھا، اس طرح اس کے قدموں کے نشانات تک پہنچنا دُشوار تھا۔ وہ بڑی چالاکی سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ کسی کے ہاتھ آنے والا نہیں تھا لیکن یہ سوچ کر اس کا دل دُکھ رہا تھا کہ وہ صرف پارس کی وجہ سے بہت بڑا نقصان اُٹھا کر جا رہا تھا۔

جس مشین کو وہ چُھپا کر آیا تھا، اب وہ کتنے مہینوں اور کتنے برسوں بعد اس کے کام آئے گی یا کسی دُشمن کے ہاتھ لگ جائے گی، یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ بس ایک اُمید پر اُسے شیروں کے غار میں چھوڑ آیا تھا۔ اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنے کی حسرت رہ گئی تھی۔ اس قلعے کو اس کے دادا نے کوئی پینتالیس یا پچاس سال پہلے بنایا تھا۔ اس زمانے میں تعمیراتی سامان بہت سستا تھا۔ مزدوری بھی سستے مل جاتے تھے پھر بھی اس میں پانچ لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔ آج اس قلعے کی قیمت ایک کروڑ روپے سے اُوپر ہو سکتی تھی لیکن اسے بھی وہ تباہ کرنے کا حکم دے کر چلا آیا تھا۔

اس قلعے کی تباہی سے دو فائدے تھے۔ ایک تو وہاں اور دوسری کئی مشینیں رکھی ہوئی تھیں، ان کے تباہ ہونے سے دُشمن یہی سمجھیں گے کہ ٹرانسفارمر مشین تباہ ہو چکی ہے، اس طرح وہ اس کا پیچھا چھوڑ دیں گے قلعے کی تباہی سے دوسرا فائدہ یہ تھا کہ وہاں اور بھی بہت سے ایسے راز تھے جنھیں وہ دوسروں کی نظروں میں لانا نہیں چاہتا تھا۔ ویسے صرف ایک پارس کی وجہ سے وہ بہت بڑا نقصان اُٹھا کر جا رہا تھا۔ اس کی بہن بھی ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ اُس سے کوئی رابطہ قائم نہیں ہو رہا تھا۔ وہ خود اس طرح جان بچا کر بھاگ رہا تھا کہ کوئی اس کا یار و مددگار نہیں تھا، وہ خطرناک جنگل سے تنہا گزر رہا تھا۔ اس کی قسمت اس حد تک اچھی تھی کہ دن کے وقت فرار ہونے کا موقع مل رہا تھا، اگر رات کا وقت ہوتا تو تنہا وہاں سے گزرنا ممکن نہیں تھا۔

وہ تمام دن چلتا رہا۔ شام کو حبشیوں کی ایک بستی میں پہنچا۔ وہاں ان کی زبان بول کر اُن سے دوستی کی۔ وہاں کے سردار کو پانچ ہزار ڈالر دیے اور کہا: میں ٹورلاٹاؤن تک جانا چاہتا ہوں، وہاں پہنچ کر تمھارے لیے کھانے اور پینے کا سامان بھیج سکتا ہوں، اگر تم اپنے دس جوان میرے ساتھ بھیج دو۔"

سردار نے کہا: "ٹورلاٹاؤن یہاں سے بہت دُور ہے، تھوڑی دیر بعد اندھیرا ہو جائے گا۔"

"میرے پاس رائفل ہے، ریوالور ہے۔ تمھارے آدمیوں کے پاس بھی ہتھیار ہوں گے۔ میرے پاس اس جنگل کا پورا نقشہ ہے۔ میں جانتا ہوں، تمھاری بستی سے ٹورلاٹاؤن صرف بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ ہم رات کے آٹھ یا نو بجے تک اس ٹاؤن میں پہنچ جائیں گے۔"

سردار نے کہا: "تم گوری چمڑی والے اپنا مطلب نکالنے کے بعد وعدہ بھول جاتے ہو۔ میں اس شرط پر اپنے دس جوان تمھارے ساتھ بھیج سکتا ہوں کہ تم اور پانچ ہزار ڈالر ابھی دو۔ میرے آدمی خود ہی کھانے اور پینے کا سامان خرید کر لے آئیں گے۔"

جارج فری مین نے اُسے اور پانچ ہزار ڈالر دیے۔ وہاں آدھے گھنٹے تک بیٹھ کر تھکن اُتارتا رہا۔ دو آدمی اس کے بدن کی مالش کرتے رہے پھر وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ان کے ساتھ ٹورلاٹاؤن کی طرف جانے لگا۔ وہ جلد سے جلد اس ملک سے نکل جانا چاہتا تھا۔ یہ بات ایک موٹی عقل میں بھی آ سکتی تھی کہ عب فرہاد اپنی ٹیم کے ساتھ ٹرانسفارمر مشین کے لیے آئے گا تو نہ جانے مشین کے اور کتنے دیوانے وہاں پہنچیں گے۔ ان میں بڑے بڑے ممالک کے جاسوس بھی ہوں گے اور خطرناک تنظیموں سے تعلق رکھنے والے جرائم پیشہ افراد بھی اور سب اسے تلاش کریں گے کیونکہ اسے ڈھونڈ لینے کے بعد ہی مشین کو ڈھونڈ لینا آسان ہو گا۔

وہ رات کے نو بجے ٹورلاٹاؤن پہنچ گیا۔ ان حبشی جوانوں سے الگ ہو کر ایک سرائے میں رات گزاری۔ دوسری صبح اُس نے اپنی مونچھ اور داڑھی صاف کر دی۔ اس کے پاس دو طرح کے پاسپورٹ تھے۔ ایک میں مونچھ اور داڑھی والی تصویر تھی۔ اس تصویر والے کا نام جارج فری مین تھا۔ اس کے نتھنوں میں تنکے سے اسپرنگ ہوتے تھے جن کے ذریعے ناک پھیل جاتی تھی۔ میک اَپ کے ذریعے آنکھیں سکڑی رہتی تھیں لیکن یہ سب تصویر اُتارنے کی مدت تھا۔ تصویر اُتارنے کے بعد وہ سکڑی ہوئی آنکھوں کا میک اَپ ختم کر دیتا تھا۔ ناک کے نتھنوں سے اسپرنگ نکال لیتا تھا۔ جس پاسپورٹ میں داڑھی والی تصویر تھی، اُس کے ذریعے سفر کرنا ہوتا تو پھر اسی میک اَپ میں آ جاتا تھا، ورنہ عام حالت میں صرف داڑھی مونچھیں ہُوا کرتی تھیں۔ ناک اور آنکھوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔ قلعے کے تمام لوگ اسے اسی صورت شکل سے پہچانتے تھے۔

اُس کے دوسرے پاسپورٹ میں جو تصویر تھی، اس میں وہ کلین شیو تھا۔ چہرے پر کوئی میک اَپ نہیں تھا، یہ اُس کا پیدائشی اور اصلی چہرہ تھا اور اس کا پیدائشی نام براڈ ہارو ریے تھا۔ اُس نے داڑھی والی تصویر اور پاسپورٹ وغیرہ کو جنگل میں ہی جلا کر پھینک دیا تھا۔ وہ ٹورلاٹاؤن سے ایک کرائے کی ویگن لے کر مباسا سٹی پہنچا۔ وہاں ایک طیارے میں اپنے لیے ایک سیٹ حاصل کی پھر وہاں سے اٹلی کے شہر روم تک پہنچا۔ اس کے بعد پیرس آ گیا۔

اُس کی دانست میں پیرس سے زیادہ محفوظ ترین شہر کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعلق اسی شہر سے تھا۔ اس کا خیال تھا، اہم بھی یہ نہیں سوچیں گے کہ ہم سے دُور بھاگنے والا پیرس میں ہمارے قریب ہی کہیں چھپا ہُوا ہے۔

اس شہر میں آنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اس کی ایک ایسے شخص سے دوستی تھی جو بے حد دولت مند تھا۔ اس کے بحری جہاز دُنیا کی ہر بڑی چھوٹی بندرگاہ میں موجود رہتے تھے۔ ایک جہاز کسی بندرگاہ سے جاتا تھا تو دوسرا کسی اور ملک سے مال لے کر وہاں پہنچ جاتا تھا۔ مسافر، بردار اور مال بردار دونوں طرح کے جہاز چلتے تھے۔ دُنیا کے بدنام ترین اسمگلر اس کے احسان مند رہتے تھے اور اُسے بڑی بڑی رقمیں ادا کرتے تھے کیونکہ ان کا مال بڑی آسانی سے مطلوبہ مقام تک پہنچ جاتا تھا۔

اس کا نام فریڈ سیلر گوڈوانی تھا۔ اُس نے جارج فری مین کو ٹرانسفارمر مشین ایجاد کرنے کے سلسلے میں لاکھوں ڈالر کی امداد دی تھی۔ اس کی شرط یہ تھی کہ مشین تیار ہو تو اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کرائی جائیں چونکہ اب تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ نہیں آیا تھا، اس لیے فریڈ سیلر گوڈوانی نے اپنے دوست جارج فری مین کو کوئی الزام نہیں دیا تھا، تبھی شکایت کی تھی، وہ اس کی مجبوریوں کو سمجھ رہا تھا اور بڑے صبر و تحمل سے اُس دن کا انتظار کر رہا تھا جب اُس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل کرایا جائے گا۔

اُس نے جارج فری مین سے کہا تھا: "جارج! ہمارے درمیان آج سے نہیں، بچپن سے دوستی ہے لیکن ایک بات میں صاف طور پر کہہ دوں، کسی مرحلے پر دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا۔ تم جانتے ہو، دُنیا کے بڑے بڑے مجرم اور بدنام ترین اسمگلر میری مٹھی میں ہوتے ہیں۔ تم مجھے دھوکا دے کر کسی بھی ملک، کسی بھی شہر میں جا کر چھپنا چاہو گے تو وہاں میرے آدمی ضرور موجود ہوں گے۔"

وہ درست کہتا تھا۔ اس کے صرف بحری جہاز ہی نہیں چلتے

تھے، امریکا کے پانچ بڑے شہروں میں اور یورپ کے دس بڑے شہروں میں اس نے فلائنگ کلب قائم کیے تھے۔ ان بڑے بڑے شہروں کی حدود میں اس کے ہیلی کاپٹر اور طیارے پرواز کرتے تھے۔ وہ خطرناک مجرموں کو بحری جہازوں میں چھپا کر ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچاتا تھا۔ ان کے مجرمانہ مقاصد کے لیے ہیلی کاپٹر اور طیارے فراہم کرتا تھا۔ اس کے ایک اشارے پر کوئی بھی کہیں بھی جارج فری مین کو گولی مار سکتا تھا۔

افریقہ میں اس کا کوئی ذاتی فلائنگ کلب نہیں تھا، اگر ہوتا تو جارج فری مین کو اتنی تکلیفیں اُٹھا کر اپنے قلعے سے نہ آنا پڑتا۔ اس کے لیے وہیں ہیلی کاپٹر پہنچ جاتا۔ اُس نے پیرس پہنچتے ہی گوڈوانی سے رابطہ قائم کیا پھر اسے اپنی روداد سنائی۔ گوڈوانی نے کہا: "جو ہُوا سو ہُوا۔ تم خیریت سے پیرس پہنچ گئے، یہ بتاؤ ٹرانسفارمر مشین کا کیا ہُوا؟"

"میں نے اسے ایک ایسی جگہ چھپا دیا ہے جہاں کوئی پہنچ نہیں سکے گا۔"

"فضول دعویٰ نہ کرو۔ دُنیا میں صرف تم ہی ایک عقل مند نہیں رہ گئے ہو۔"

"مسٹر گوڈوانی! ایک کی عقل دوسرے سے کچھ نہ کچھ مختلف ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آج صرف میں ہی ٹرانسفارمر مشین تیار نہ کرتا، دُنیا کے تمام عقل مند ایسا کر چکے ہوتے۔"

"وہ مشین کہاں ہے؟"

"میں نے کہا نا، ایک ایسی جگہ ہے، جہاں پہنچنے کے لیے صرف ذہانت کی نہیں، دلیری کی بھی ضرورت ہے۔"

"کیا تم وہ جگہ بتانا نہیں چاہتے؟"

"میں بہت پہلے تمھیں سمجھا چکا ہُوں مشین کا راز صرف ایک کے سینے میں دفن رہنا چاہیے، دوسرے کے کانوں تک پہنچے گا تو ہم سب کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی فریق سے یا کسی اتفاق سے وہ تمھارے دماغ تک پہنچ جائیں اور مشین کا راز معلوم کر لیں۔"

"اس مشین کو تیار کرنے میں سات برس لگ گئے۔ اسے آزمانے میں ایک برس اور گزر گیا۔ میں نے ان آٹھ برسوں میں ہر طرح سے تمھاری مدد کی۔ لاکھوں بڑی بڑی رقمیں دیں، کسی کو اغوا کرنے کا معاملہ ہُوا تو میں نے بدنام ترین مجرموں کو تمھارے پاس پہنچایا۔ اب اس مشین کو تم نے کہیں چھپا رکھا ہے۔ پتا نہیں کتنے برس بعد اسے وہاں سے نکالو گے۔ کیا میں ٹیلی پیتھی سیکھنے کے انتظار میں بوڑھا ہو جاؤں گا؟"

"گوڈوانی! تم کتنے ہو، دُنیا کے خطرناک اور چالاک ترین مجرم تمھاری مٹھی میں رہتے ہیں لیکن اس کا فائدہ کیا ہے؟ کیونکہ وہ آج تک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا نہ کر سکے، اگر یہ علم جاننے والا یا جاننے والی ہمارے ہاتھ آ چکی ہوتی تو سب سے پہلے تم یہ علم سیکھ چکے ہوتے۔"

"اب کیا ہو سکتا ہے، یہ بتاؤ۔"

"میں تم سے تین کام لینا چاہتا ہُوں، اگر یہ کر دو تو بہت جلد یہ علم تمھارے دماغ میں منتقل ہو جائے گا۔"

"کام بتاؤ۔"

"سب سے پہلا اور ضروری کام یہ ہے کہ نکوگارا... اور ٹورلاٹاؤن یا مباسا سٹی میں فلائنگ کلب قائم کر دو۔ تمھارے پرائیویٹ ہیلی کاپٹر اور طیاروں کی بہت ضرورت ہے۔"

"تم نے جب سے اس قلعے میں ٹرانسفارمر مشین تیار کی اور کامیاب تجربہ کیا، تب ہی سے میں نے اس سلسلے میں درخواست دے رکھی ہے کہ میں مباسا سٹی اور نکوگارا میں فلائنگ کلب قائم کرنا چاہتا ہُوں لیکن ابھی تک مجھے اجازت نہیں ملی۔ پتا نہیں اور کتنے برس لگ جائیں گے۔"

"جتنے برس بھی لگ جائیں، وہاں تمھارا فلائنگ کلب بہت ضروری ہے۔ یہاں بڑے بڑے ممالک کے جاسوس، خطرناک تنظیموں کے گرگے اس مشین کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں، جب تک وہ ہاتھ نہیں آئے گی، وہ اس جنگل سے نہیں جائیں گے، اگر تمھیں اجازت حاصل کرنے میں سال، دو سال، پانچ سال لگ جاتے ہیں تو کوئی بات نہیں، ہم انتظار کر سکتے ہیں۔ میں اس مشین کو موجودہ مقام سے اسی وقت منتقل کر دوں گا جب ہر طرف سے اطمینان ہو جائے گا اور خطرے کی کوئی بات نہیں رہے گی۔ اسے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے تمھارے ذاتی ہیلی کاپٹر یا طیارے کی ضرورت ہو گی لہٰذا یہاں کی حکومت سے اجازت حاصل کرنے کے لیے اپنے تمام ذرائع استعمال کر دو۔ ہم سال دو سال کی بات سوچ رہے ہیں، ہو سکتا ہے، ماہ، دو ماہ میں اجازت مل جائے۔"

"اچھی بات ہے، یہ تو پہلا کام ہُوا، اب دوسرا کام بتاؤ۔"

"مجھے ایک نئے خفیہ اڈے کی ضرورت ہے، وہ اڈا اتنا محفوظ اور مضبوط ہو کہ کوئی وہاں تک نہ پہنچ سکے۔ ہم ٹرانسفارمر مشین وہیں لا کر رکھیں گے۔"

"میرے پاس خفیہ اڈوں کی کمی نہیں ہے۔ میں تمھارے لیے سب سے مضبوط اور محفوظ ترین اڈے کا انتخاب کروں گا۔ وہاں میرے اور تمھارے سوا کوئی نہیں جا سکے گا۔"

"تیسرا کام یہ ہے کہ اس بار اپنے خطرناک اور چالاک ترین

مجرموں کو کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پیچھے لگا دو۔ اب ہم فرہاد کو کمزور بنانے کے لیے پارس یا اس کی کسی ساتھی عورت کو اغوا نہیں کریں گے بلکہ ہمیں براہِ راست کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا والی کو ہر حال میں حاصل کرنا ہوگا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے، وہ مشین ہمارے ہاتھ سے نکلتی دکھائی دیتی ہے۔ میں نے بڑی مشکلوں سے ایک جگہ چھپا رکھا ہے، جب تک وہ ہمارے ہاتھ میں ہے، تب تک ہمیں کسی طرح بھی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لینا چاہیے۔"

گوڈوانی نے اس کی تائید میں کہا: "تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہم نے پارس کو اغوا کرنے کے بعد اطمینان کر لیا تھا کہ فرہاد کمزور ہو جائے گا اور کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہمارے حوالے کر دے گا لیکن ایک چھوکرے نے ساری بازی پلٹ کر رکھ دی۔ بہرحال آج سے میری یہی کوشش ہوگی کہ میں نہایت ہی ذہین تجربے کار، چالاک اور خطرناک ترین مجرموں کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پیچھے لگاؤں گا۔ ان میں سب سے کمزور آدمی ہی ہوگی، وہ سیدھا سادہ سا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ لگ جائے۔"

"اب میرا اپنا ایک کام ہے جسے تمھارے آدمی ہی کر سکتے ہیں۔"

"کام بتاؤ۔"

"میرا خیال ہے، پارس ابھی تک سلارا کو لے کر جنگل میں بھٹک رہا ہے۔ اگر تمھارے آدمی جلد سے جلد وہاں پہنچ جائیں تو میری بہن مجھے واپس مل جائے گی۔"

"تم اچھی طرح جانتے ہو، افریقہ میں نہ میرا کوئی کاروبار ہے، نہ میرے آدمی ہیں لیکن تمھاری خاطر اپنے آدمیوں کو وہاں بھیج سکتا ہوں۔"

گوڈوانی نے اپنے چند خاص آدمیوں کو جماسا شی افرنگو گارا کی طرف روانہ کیا۔ انھوں نے شام تک رپورٹ دی کہ یہاں کے جنگلات میں جانے کے لیے خصوصی انتظامات کی ضرورت ہے۔

اُس نے جارج فری مین سے کہا: "اگر میں خصوصی انتظامات کرنے کے لیے وہاں کی حکومت سے کہوں گا، مجھے ہیلی کاپٹر اور کچھ گاڑیاں اور اسلحہ لے جانے کی اجازت دی جائے تو وہ لوگ مجھ پر شبہ کریں گے کہ میں بھی ٹرانسمارٹر مشین کے سلسلے میں وہاں جانا چاہتا ہوں جبکہ میں فلائنگ کلب کے سلسلے میں معذرت چاہ چکا ہوں۔ اگر میری درخواست منظور ہوگی اور میں وہاں فلائنگ کلب قائم کروں گا تو صرف وہاں کی حکومت کو نہیں بلکہ ٹرانسمارٹر مشین سے دلچسپی رکھنے والی تمام تنظیموں اور بڑے بڑے ممالک کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں نے اس مشین کو وہاں سے نکال لانے کے لیے فلائنگ کلب قائم کیے ہیں۔"

جارج فری مین نے کہا: "فلائنگ کلب قائم کرنا بہت ضروری ہے۔ رہ گیا میری بہن کی واپسی کا سوال تو اپنے لوگوں سے کہو، وہ جماسا شی اور نخو گارا میں رہیں، سلارا کو اغوا کرنے والے انہی دو شہروں میں دیکھے جائیں گے، اگر تمھارے آدمی کسی قابل ہوئے تو سلارا کو اُن سے ضرور چھین لیں گے۔"

تین دن بعد پتا چلا کہ سلارا نہ اب اس تنجنگل میں ہے، نہ اس ملک میں۔ اُسے ماسک مین کے آدمی لے گئے ہیں۔ ماسک مین نے تمام افریقی ممالک کے اخبارات میں یہ اشتہار دیا ہے کہ سلارا ہمارے پاس ہے۔ جارج فری مین جب چاہے ہم سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ رابطہ قائم کرنے کے سلسلے میں کئی ملکوں اور شہروں کے فون نمبر دیے گئے تھے۔ ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم کرنے کے سلسلے میں فریکوئنسی بھی بتائی گئی تھی۔

دُنیا کے ہر بڑے شہر میں گوڈوانی کے ایک دو رہائشی بنگلے ہوتے تھے۔ جارج فری مین ایسے ہی ایک بنگلے میں قیام کر رہا تھا۔ اگر وہاں سے ٹیلی فون کے ذریعے ریڈیو پاور کے پاس سے رابطہ قائم کرتا تو ماسک مین کو معلوم ہو جاتا کہ وہ افریقہ سے فرار ہو کر فرانس آگیا ہے اور پیرس میں قیام کر رہا ہے۔ گوڈوانی نے کہا: "تمھیں نہ تو اس جنگل سے اور نہ ہی اس شہر سے باہر جانا چاہیے۔ مشین کے دیوانے تمھیں ہر ملک، ہر شہر میں ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔ میں ماسک مین کے پیغام کا جواب دوں گا بلکہ اب تمھارے معاملات خود سنبھالوں گا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم زیادہ سے زیادہ دلچسپی لوگے تو جلد سے جلد وہاں فلائنگ کلب قائم کر سکو گے۔ بس یہ سمجھ لو کہ تم ہی ٹرانسمارٹر مشین کو وہاں سے لا سکتے ہو۔"

فرینک سیلر گوڈوانی بھی ایک شہر میں نہیں رہتا تھا۔ کاروبار کے سلسلے میں مختلف ممالک کے مختلف شہروں میں جاتا رہتا تھا۔ دوسرے دن پرتگال آیا۔ وہاں کی بندرگاہ سے اس کا ایک جہاز جانے والا تھا۔ دوسرا آنے والا تھا۔ اُس نے وہیں ٹیلی فون کے ذریعے ریڈیو پاور کے باس سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا: "میں جارج فری مین بول رہا ہوں۔ میں نے اخبار میں اپنی بہن کے متعلق پیغام پڑھ لیا ہے۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اس سلسلے میں تمھارا ماسک مین کیا پروگرام ہے؟"

ریڈیو پاور کے باس نے کہا: "سیدھی سی بات ہے تمھاری ٹرانسمارٹر مشین سے ہم بھی فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔"

"پہلے تو میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ میری بہن سلارا تمھارے ماسک مین کے قبضے میں ہے، مجھے اس بات کا یقین دلایا جائے۔"

"اسے جو لالچ تم جہاں کہو گے، وہاں سلارا کی ویڈیو فلم بھیج دی جائے گی۔ اس فلم میں سلارا نے تمھارے نام پیغام بھی دیا ہے۔"

گوڈوانی نے کہا: "ایک کام کا نمبر نوٹ کرو، وہ سفید رنگ کی کار ہوگی اور ہوٹل بوگنز کے سامنے کھڑی ہوگی۔ اس کا ڈرائیور دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ کے پاس ہی کھڑا رہے گا، وہ فلم اس کے حوالے کر دی جائے۔"

"آدھے گھنٹے بعد ہمارا آدمی وہ فلم اس کے حوالے کر دے گا۔"

معاملہ طے ہوگیا۔ آدھے گھنٹے بعد گوڈوانی کا ایک آدمی سفید کار کے پاس کھڑا ہوا تھا اور گوڈوانی ٹھیک اس کے پیچھے نیلے رنگ کی کار میں تھا۔ دونوں کاروں کے شیشے کلر ڈ تھے۔ قریب سے گزرنے والے کار کے اندر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ یہ بات موٹی عقل سے بھی سوچی جا سکتی تھی کہ جو شخص فلم لے کر جا رہا ہے، اس کا تعاقب کیا جائے گا اور پتا چلایا جائے گا کہ فلم کس طرح جارج فری مین کے پاس پہنچتی ہے۔

ایک شخص مقررہ وقت پر فلم لے کر آیا اور وہ فلم اس نے سفید کار والے کے حوالے کر دی پھر کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ کار والے نے فلم لے کر دروازہ کھولا، اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا پھر دروازے کو بند کر دیا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر اپنے پاس والی سیٹ کے سامنے جہاں پاؤں رکھے جاتے ہیں، وہاں کے ایک حصّے کو ہٹایا تو نیچے فٹ پاتھ کے کنارے والی سڑک کا حصّہ دکھائی دیا۔ اس نے وہ فلم اس خلا سے گزار کر سڑک پر رکھ دی پھر اس حصّے کو بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ کار اسٹارٹ کر کے ڈرائیونگ کرتا ہوا چلا گیا۔ جیسے ہی سفید رنگ کی کار آگے بڑھی، گوڈوانی نے اپنی کار آگے بڑھائی پھر ٹھیک اُسی جگہ پہنچا جہاں وہ فلم سڑک پر رکھی ہوئی تھی۔ گوڈوانی کی کار کو ہلکے ہلکے جھٹکے یوں لگ رہے تھے، جیسے اچانک کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہو۔ فلم کے سامنے والی فٹ پاتھ پر بہت کم راہگیر تھے۔ گوڈوانی نے اس فلم تک پہنچنے میں دیر نہیں کی تھی، اگر دیر ہوتی تو کسی کی بھی نظر اس پر پڑ سکتی تھی۔ بہرحال، اُس نے گاڑی وہیں روکی۔ اپنی ساتھ والی سیٹ کے پاس جہاں پاؤں رکھا جاتا ہے، وہاں کا ایک حصّہ ہٹایا، اس خلا سے سڑک پر رکھی ہوئی فلم دکھائی دی۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اُٹھایا، پھر خلا کو برابر کیا، اس فلم کو سیٹ کے نیچے چھپا کر کار سے باہر آیا اور بونٹ اُٹھا کر یوں دیکھنے لگا جیسے کار میں پیدا ہو جانے والی خرابی کو دُور کر رہا ہو۔

اُس نے سفید رنگ کی کار کے پیچھے جانے والی ایک گاڑی کو دیکھا تھا۔ یقیناً تعاقب کیا جا رہا تھا۔ اُس نے مسکرا کر بونٹ کو نیچے گرایا، پھر کار میں آ کر بیٹھا، اسے اسٹارٹ کیا اور اپنے بنگلے میں چلا آیا۔ اُس نے وی سی آر اور ٹی وی سیٹ کیا، فلم اس میں لگائی، اس کے بعد آرام سے ایک صوفے پر بیٹھ کر دیکھنے لگا۔ فلم کی ابتدا میں ایک بوڑھا شخص نظر آیا، وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا: "ہیلو مسٹر جارج فری مین! ابھی تم اپنی بہن سلارا کو دیکھ سکو گے اور اس کی باتیں بھی سُن سکو گے۔ میں اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ یہ فلم درجنوں کے حساب سے تیار کی گئی ہے۔ ہر بڑے ملک کے ہر بڑے شہر میں ہمارے ریڈیو پاور کے باس موجود ہیں۔ تم جس شہر میں بھی جا کر رابطہ قائم کرو گے، یہ فلم تمھارے حوالے کر دی جائے گی بلکہ حوالے کی جا چکی ہے! اسی لیے تم اس وقت مجھے دیکھ رہے ہو، میری باتیں سُن رہے ہو اور اب اپنی بہن کو دیکھو۔"

چند لمحوں کے بعد سلارا دکھائی دی، وہ ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی، اُس نے سنجیدگی سے کہا: "برادر! آئی لو لو آئی لو یو ڈوئے یو لو می ٹو۔ (بھائی! میں تم سے محبت کرتی ہوں اور یہ جانتی ہوں، تم جواباً کہو گے، تم بھی مجھ سے محبت کرتے ہو۔)"

جارج فری مین نے پہلے ہی گوڈوانی کو بتا دیا تھا کہ سلارا سے اگر رابطہ قائم ہو تو وہ کوڈ ورڈز کے طور پر یہی الفاظ ادا کرے گی، جس سے تعین ہو جائے گا کہ وہ ٹوما سلارا میری اپنی بہن سلارا ہے۔ گوڈوانی اسکرین پر سلارا کو دیکھ کر حیران حیران سا تھا کیونکہ جارج فری مین نے جس لڑکی کو اپنی بہن سلارا کہہ کر اس سے ملایا تھا، وہ کوئی اور تھی۔ اس کی صورت شکل اور تھی، البتہ آواز اور لب و لہجہ ایک جیسا تھا۔

گوڈوانی نے پہلے تو یہ سوچا کہ اسکرین پر جو لڑکی نظر آ رہی ہے، وہ جارج فری مین کی بہن سلارا نہیں ہے بلکہ ماسک مین کسی اور کو سلارا بنا کر پیش کر رہا ہے پھر اس کے کوڈ ورڈز کا خیال آیا تو تسلیم کرنا پڑا، یہی سلارا ہے، ورنہ کسی بھی ڈمی کو ان بہن بھائی کے کوڈ ورڈز کبھی معلوم نہ ہوتے۔

اُسے غصّہ آ رہا تھا، وہ سوچ رہا تھا، کیا جارج فری مین نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں ذرا عیاش قسم کا آدمی ہوں، اس کی بہن سے بھی دوستی کر لوں، اسی لیے اُس نے کسی ڈمی کو

کیا آپ جانتے ہیں کہ موٹاپا غم کم کر دیتا ہے؟

آپ چاہتے ہیں کہ آپ ایک سڈول اور صحت مند جسم کے مالک ہوں؟

ان خواتین کیلئے بھی جو ایک شاداب اور متناسب جسم چاہتی ہیں!

ہزاروں ماہرینِ طب کی آراء کی روشنی میں مرتبہ ڈاکٹر ماتاب

موٹاپا — چند حقائق

موٹے عموماً کیوں ہوجاتے ہیں

وجہ اشیاء اور موٹاپا

خوراک اور موٹاپا

تخلیری پروگرام

مضر اشیاء

گیارہ اہم ورزشیں

اور وہ سب کچھ جس پر عمل کر کے مردوں اور عورتوں نے اپنا موٹاپا دور کر دیا ہے

تو کتاب ماتاب

اور اس کا سدباب

کا مطالعہ کریں

قیمت ۱۰ روپے

ڈاک خرچ ۲ روپے

مکتبہ نفیسہ پوسٹ بکس ۱۹۴ کراچی ۱

بہن بنا کر مجھ سے ملاقات کرادی۔ میں اس ڈی سلارا کے ساتھ وقت گزارتا رہا اور وہ میرے ساتھ یوں مسکرا کر ملتا رہا جیسے بہن کے مقابلے میں میری دوستی زیادہ عزیز ہو۔

وہ سوچ رہا تھا اور اس کی نظریں ٹی وی اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ سلارا صوفے سے اُٹھ کر ایک طرف چلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "میں اس وقت ماسک مین کی قیدی ہوں، اگرچہ یہ لوگ مجھے قیدی نہیں، مہمان کہتے ہیں، مجھے بڑی عزت سے اور بڑے آرام سے رکھا ہے۔ یہ شاندار کمرا جسے تم اسکرین پر دیکھ رہے ہو، میرا بیڈ روم ہے۔ پورا بنگلا اسی طرح خوبصورت ہے۔ یہاں میری ضرورت کا ہر سامان موجود ہے، اس کے علاوہ میں جس چیز کی فرمائش کرتی ہوں وہ پوری ہو جاتی ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "پھر بھی میں خود کو ایک قیدی محسوس کرتی ہوں کیونکہ میں اس بنگلے سے باہر نہیں جا سکتی۔ آس پاس کے ماحول کو دیکھ کر اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتی کہ میں کس ملک یا کس شہر میں ہوں۔ میں نے اس بنگلے کے سیکورٹی آفیسر سے پوچھا کہ مجھ سے کوئی راز اگلوانے کے لیے مجھ پر کوئی تشدد تو نہیں کیا جائے گا؟"

اُس سیکورٹی آفیسر نے کہا۔ "میں نہیں جانتا، تم کس راز کی بات کر رہی ہو۔ بہرحال ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے۔"

"میں بڑی حیران ہوئی۔ ایک بار کسی شخص نے فون پر مجھ سے گفتگو کی۔ اُس نے کہا۔ "مس سلارا! تم ہمارے سیکورٹی آفیسر سے سوال کر رہی تھیں کیا تم پر تشدد کیا جائے گا؟ اس کا جواب میں دیتا ہوں۔ ہم تم پر ایک ذرا سا آنچ نہیں آنے دیں گے۔ تمہارے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں پڑنے دیں گے کیونکہ تم دماغی طور پر ذرا کمزور ہو گی یا تمہارا دماغ حساس نہیں رہے گا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اندر پہنچ جائیں گے اور وہ تمہیں یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کریں گے۔"

سلارا نے کہا۔ "میرے بھائی! اس شخص کی باتیں سن کر مجھے یقین ہو گیا، یہاں کوئی مجھے ہاتھ نہیں لگائے گا۔ ماسک مین نہیں چاہتا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی بھی بہانے میرے دماغ کے اندر پہنچیں اور میں تمہارے متعلق جو کچھ جانتی ہوں، وہ ساری باتیں معلوم کر لیں... یا میرے یہاں سے فرار ہونے کے سلسلے میں میری مدد کر سکیں۔"

وہ کمرے میں اِدھر سے اُدھر ٹہلتی جا رہی تھی اور بولتی جا رہی تھی۔ "ماسک مین کا یہ خیال درست ہے۔ فرہاد نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا، مجھے اس کی مدد کی ضرورت نہیں ہے اور وہ کبھی نہ سوچے کہ مجھے یہاں اذیتیں پہنچائی جائیں گی تو وہ فائدہ اُٹھا کر چپ چاپ میرے دماغ میں آ سکے گا۔ یہاں میں بڑے آرام سے ہوں اور ماسک مین میرے دماغ کو کبھی کمزور نہیں ہونے دے گا۔"

پھر وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "میں دل سے مجبور ہوں۔ میں نے فرہاد سے دوستانہ انداز میں بات نہیں کی لیکن پارس کے لیے محبت کا پیغام دیا ہے۔ میں اُسے دن رات یاد کرتی ہوں۔ میرے بھائی تم میرا مزاج اچھی طرح جانتے ہو، میں سمجھوتوں سے نفرت کرتی ہوں۔ میں نے اپنے بھائیوں کے سوا آج تک کسی سے محبت نہیں کی لیکن یہ دل بڑا بے ایمان ہوتا ہے، کسی کی مردانگی سے اچانک ہی متاثر ہو جاتا ہے۔ میں دو دن پارس کے ساتھ رہ چکی ہوں اور ہر لمحہ اُس کی جواں مردی سے متاثر ہوتی رہی ہوں۔"

ایک شخص اسکرین پر نظر آیا، وہ سلارا کے قریب آتے ہوئے بولا۔ "مس سلارا! مداخلت کی معافی چاہتا ہوں، تم موضوع سے بھٹک رہی ہو۔"

وہ بولی۔ "تم نے معافی مانگی، میں نے معاف کر دیا۔ آئندہ مداخلت نہ کرنا۔ میں پہلے اپنے دل کی بات کر لوں گی پھر ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں وہی کہوں گی جو تم لوگ چاہتے ہو۔"

وہ شخص واپس چلا گیا۔ سلارا نے کہا۔ "آج تک جن لوگوں نے فرہاد سے دشمنی کی، وہ بے موت مارے گئے۔ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوئے۔ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں بھی وہ تمام لوگوں کو ناکام بناتا آ رہا ہے، اگرچہ وہ خود بھی ناکام رہا ہے لیکن کامیابی کسی کے حصے میں آنے نہیں دیتا۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم فرہاد سے جنگ کر کے نہیں محبت کر کے ہی اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "پارس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اگر ہم ٹرانسفارمر مشین ان کے سامنے پیش کر دیں تو وہ سب سے پہلے میرے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل کریں گے۔ میرے بھائی! جب وہ اس حد تک راضی ہو گئے ہیں تو میں اس بات پر بھی راضی کر لوں گی کہ وہ تمہارے دماغ میں بھی یہ علم منتقل کر دیں۔ یہ شاید تمہارے لیے ناقابلِ یقین بات ہو لیکن فرہاد زبان کا دھنی ہے، یہ سب جانتے ہیں اور میں محبت کی زبان سمجھتی ہوں۔ پارس نے جو وعدہ کیا ہے اس سے کبھی منحرف نہیں ہو گا۔ اس کا یقین سونیا نے بھی دلایا ہے۔

میں اس سلسلے میں تم سے رابطہ قائم کرنا چاہتی تھی لیکن ناکام رہی۔ اسی دوران مجھے ماسک مین کے لوگوں نے اغوا کیا اور یہاں پہنچا دیا۔ اب حالات بدل گئے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں، اگر میں اسی طرح ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھوں میں پہنچتی رہی تو حالات بدلتے رہیں گے۔ پارس نے جو تجویز پیش کی تھی، وہ میں نے سنا دی، اب ماسک مین کی تجویز بھی سن لو۔"

وہ کہتا ہے، مجھے یہاں ضمانت کے طور پر رکھا جائے گا۔ تم اس کے چار آدمیوں کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارو گے، اگر خاطر خواہ کامیابی ہو گی تو مجھے تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔

وہ تم سے ٹرانسفارمر مشین کا مطالبہ نہیں کر رہا ہے۔ پہلے ایک شخص کو تمہارے پاس بھیجنا چاہتا ہے۔ وہ شخص کُند ذہن ہے۔ میں نے اُسے بتایا ہے کہ تم بہت بڑے ڈاکٹر اور سائنس داں ہو۔ وہ چاہتا ہے، تم اس کُند ذہن والے شخص کے دماغ میں اپنی صلاحیتیں منتقل کر دو۔ جب وہ کامیاب ہو کر ماسک مین کے پاس پہنچے گا تو وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا جاننے والی کو اغوا کرنے کے سلسلے میں تم سے بھرپور تعاون کرے گا۔ جب کوششیں کامیاب ہوں گی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ آئے گا تو سب سے پہلے تم ماسک مین کے تین آدمیوں کے دماغوں میں یہ علم منتقل کرو گے، اس کے بعد مجھے رہائی نصیب ہو گی۔

میں نے اپنی طرف سے ماسک مین کو جواب دیا ہے کہ تین چار آدمیوں کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی منتقل کرانے والی بات محض بچکانہ ہے۔ اس کے کسی ایک آدمی کے دماغ میں یہ علم منتقل کرایا جا سکتا ہے اور اسی کے بدلے مجھے رہائی ملنی چاہیے۔

ماسک مین کے لیے میری بات ناقابلِ قبول ہے، وہ تم سے جواب سننا چاہتا ہے اور جواب سننے کے بعد اس وڈیو کیسٹ میں اپنے ان تمام ایجنٹوں کے نام اور پتے پیش کر رہا ہے جو مختلف ملکوں اور شہروں میں ریڈ پاور کے باس کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ تم ان میں سے کسی کے پتے پر بھی اپنا جواب ارسال کر سکتے ہو۔"

چند لمحوں کے لیے اسکرین سادہ ہو گیا۔ سلارا گم ہو گئی، اس کے بعد تجریدی صورت میں ریڈ پاور کے تمام باس کے پتے نظر آنے لگے۔ جب پُرتگال کے باس کا پتا نظر آیا تو کوڈ دانی نے اسے توڑ کر لیا پھر وی سی آر اور ٹی وی کو آف کر دیا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے سلارا کی صورت گھوم رہی تھی، وہ غصے سے سوچ رہا تھا، جارج فری مین نے مجھے دھوکا دیا۔ اپنی حسین بہن کو مجھ سے چھپا کر رکھا اور ایک ڈمی پیش کر کے مجھے اُلو بنا تا رہا۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

اُس نے ایک خاص ماتحت کو بُلایا۔ کیسٹ اُس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "اسے اس پتے پر ابھی روانہ کر دو۔ آئندہ جب بھی باہر جاؤ تو اس بات کا خاص خیال رکھو کہ کوئی تمہارا تعاقب کرتا دُنیا ہاتھ دھو کر پڑی ہے۔ میں نے اُسے جہاں چھپا کر رکھا ہے وہاں سے فی الحال نکال نہیں سکتا۔ لہٰذا تمہارے کسی کُند ذہن آدمی کو اپنی صلاحیتیں نہیں دے سکوں گا۔ دوسری بات یہ کہ میں نے اس مشین کے مختلف حصے کر کے مختلف مقامات پر چھپائے ہیں تاکہ مکمل مشین کسی بھی دُشمن کے ہاتھ نہ آئے۔ میں اس مشین کے مختلف حصوں کو جوڑ کر اُسی دن کام میں لاؤں گا جس روز کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے سامنے ہو گا۔"

ماسک مین! میں سیدھی اور صاف بات کرتا ہوں۔ میں نے سات برس تک دن رات محنت کی ہے، تب کہیں وہ مشین تیار ہوئی ہے لہٰذا سب سے پہلے میں اس مشین سے فائدہ اُٹھاؤں گا، ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں پہلے میرے دماغ میں منتقل ہوں گی چونکہ میں اپنی بہن کی رہائی چاہتا ہوں، لہٰذا تمہارے کسی ایک آدمی کے دماغ میں یہ علم منتقل کر سکتا ہوں۔ ایک سے زیادہ کا مطالبہ کرو گے تو بڑی حماقت کرو گے۔ میری بہن کو ایک ذرا سا نقصان پہنچانے سے پہلے اچھی طرح سمجھ لینا کہ میں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتے ہی سب سے پہلے تمہارے ہتھیاروں کے ذخیروں اور فوجی اڈوں کو تباہ کروں گا۔ تمہارے ملک کے جتنے اہم راز ہیں، وہ میں دُنیا والوں کے سامنے ظاہر کروں گا۔

بہرحال یہ بعد کی باتیں ہیں۔ جب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ فی الحال میری بہن کو عزت سے اور آرام سے رکھو اور اپنے تمام ایجنٹوں کو تاکید کرو، جب بھی میں کسی سے رابطہ قائم کروں یا ان سے کوئی لین دین کروں تو میرا تعاقب نہ کیا جائے۔ آج وہ تعاقب کرتے ہوئے میرے اڈے تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے ان کی کوششوں کو ناکام بنا دیا ہے۔ آئندہ ایسا ہوا تو میں رابطہ قائم نہیں کروں گا۔ اپنی بہن کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں گا۔ جب ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو گا تو تم سے نمٹ لوں گا، ویٹس آل۔"

اُس نے ایک خاص ماتحت کو بُلایا۔ کیسٹ اُس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "اسے اس پتے پر ابھی روانہ کر دو۔ آئندہ جب بھی باہر جاؤ تو اس بات کا خاص خیال رکھو کہ کوئی تمہارا تعاقب کرتا

شہر بھر بک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر فراہم کرتا ہے

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوریاں

وہ تمام کہانیاں جو آپ نے کبھی نہیں پڑھی ہیں

قیمت ۱۵/- روپے

قیمت ۱۰/- روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

ہے یا نہیں۔"

اُس نے بس باس کہہ کر سر جُھکایا پھر کیسٹ لے کر وہاں سے چلا گیا۔ گوڈوانی کے دماغ میں پھر سلارا کا تصور مسکرانے لگا۔ اب وہ اس کی سند بن گئی تھی۔ اس کے ساتھ دھوکا ہُوا تھا، وہ اس دھوکے کا جواب دینا چاہتا تھا۔ ساتھ ہی اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ جس بہن کو اس سے چھپا کر رکھا گیا، وہ کمبخت فرہاد کے بیٹے سے عشق کر رہی ہے۔

وہ کچھ حیرانی سے اور کچھ رقابت سے سوچ رہا تھا۔ "میری معلومات کا جہاں تک تعلق ہے، پارس کی عمر سولہ یا سترہ برس کی ہوگی اور یہ اس کے عشق کرنے کی عمر نہیں ہے۔ میں، سلارا کو اسکرین پر دیکھ کر یقین سے کہہ سکتا ہُوں کہ یہ بیس اور پچیس کے درمیان ہے۔ اُس سے عمر میں بڑی ہے۔ تعجب ہے، پارس میں ایسی کیا جوانی سردی آ گئی ہے کہ وہ اُس پر مرمٹی ہے۔"

اُس نے اپنے ایک دستِ راست کو بُلایا پھر کہا۔ "وی سی آر میں ایک کیسٹ ہے، اسے ریوائنڈ کر کے دیکھو۔ اس کے آخر میں جتنے نام اور پتے لکھے ہوئے ہیں، ان سب کو نوٹ کرو۔ اس کے بعد میرے پاس آؤ۔"

وہ وہاں سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں آ گیا۔ ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا۔ ابھی جو تدبیر دماغ میں آئی تھی، اس پر نظرِ ثانی کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے دستِ راست نے آ کر کہا۔ "باس! میں نے تمام نام اور پتے نوٹ کر لیے ہیں۔"

"کیا تم نے اس لڑکی سلارا کو دیکھا؟"

"اچھی طرح دیکھا ہے۔ آئندہ اسے لاکھوں میں پہچان سکتا ہُوں۔"

"تم پیرس جاؤ گے اور اپنا ایک علیحدہ گینگ بناؤ گے۔ اس گینگ میں تم جتنے مسلح جانباز رکھ سکتے ہو، رکھو گے۔ تمام اخراجات میں برداشت کروں گا، یہ چابی لو۔"

اُس نے چابی اُس کی طرف اُچھالی، اس کے دستِ راست نے کیچ کر لی پھر گوڈوانی نے کہا۔ "میری تجوری کھول کر فی الحال پچیس لاکھ ڈالر نکال لو۔ بعد میں ضرورت ہوگی تو اور مل جایا کریں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "باس! یہ سب آپ کی عنایات ہیں، آج میں جس مقام پر ہُوں، اب اس سے بھی بُلند مقام پر پہنچ رہا ہُوں، میں آپ کے معیار پر پورا اُتروں گا۔ آپ مجھ سے کام کیا لینا چاہتے ہیں؟"

"کام بہت ہوشیاری سے کرنا ہوگا۔ سب سے پہلے کام کے آدمی تلاش کرو۔ ایسا نہ ہو کہ جنھیں تم تنخواہ پر ملازم رکھو، وہ کسی دوسرے گینگ یا سٹیبلیشمنٹ سے تعلق رکھتے ہوں۔ ایسے لوگ زبردست نقصان پہنچاتے ہیں۔"

"میں پندرہ برس سے آپ کی خدمت کر رہا ہُوں۔ آپ نے دیکھا ہے، میں کسی بھی معاملے میں کس قدر سوچ سمجھ کر قدم اُٹھاتا ہُوں۔ فی الحال میری نظروں میں ایسے تیس آدمی ہیں جو میرے ایک اشارے پر جان دے سکتے ہیں۔"

"تم ضروری تیاریوں کے ساتھ پیرس پہنچ جاؤ۔ تم نے وڈیو کیسٹ کے ذریعے پیرس کے باس کا پتا نوٹ کیا ہوگا، اب ٹریڈ یا ڈر کے باس سے رابطہ قائم کرو اور یہ دعویٰ کرو کہ ایک ماہ کے اندر ٹرانسفارمر مشین تمہارے قبضے میں آنے والی ہے، اگر وہ تمہارے ذریعے اس مشین سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں تو سلارا کو تمہارے حوالے کر دیں۔"

"جناب! وہ پہلے مشین سے فائدہ اُٹھانا چاہیں گے، بعد میں سلارا کو میرے حوالے کریں گے۔"

"سمجھتا ہُوں اس طرح ہو سکتا ہے کہ تم اُن کے صرف ایک آدمی کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کرانے کا وعدہ کرو گے، اس کے بعد سلارا تمہارے حوالے کی جائے گی اور یہ کام اُسی وقت ہو سکے گا جب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ آئے گا۔ بہرحال، تم ان سے اس طرح کا سودا کر سکتے ہو۔"

"بس باس! میں یہی کروں گا۔"

"جارج فری مین میرے پیرس والے بنگلے میں قیام کر رہا ہے، تم فون کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کرو گے اور ایک گینگ لیڈر کی حیثیت سے دھمکی دو گے کہ وہ تم سے کہیں چھپ نہیں سکے گا، جس ملک جس شہر میں جائے گا تم وہاں پہنچ جایا کرو گے۔"

"میں سمجھ گیا، وہ اگر پیرس سے بھاگے گا، کسی بھی ملک میں جائے گا تو یقیناً آپ سے رابطہ قائم کرے گا اور آپ کے ذریعے مجھے اس کی موجودہ پوزیشن معلوم ہو جائے گی۔"

"ہاں، وہ مجھ سے امداد حاصل کیے بغیر کہیں پناہ نہیں لے سکے گا۔ میں اُس کے متعلق تمہیں تازہ ترین اطلاعات فراہم کرتا رہوں گا۔ تم اُسے بلیک میل کرو گے اور کہو گے، اگر وہ چاہتا ہے کہ میں اس کا پتا پیرس ٹریٹر یا ماسک مین کو نہ بتاؤں تو تمہارے ساتھ دوستی کرے اور تمہیں ٹرانسفارمر مشین تک پہنچائے۔ تم اس کے لیے ایک ایسے خیمہ اڈے کا انتظام کرو گے جہاں وہ مشین لا کر حفاظت سے رکھی جا سکتی ہو اور تم میرے پیرس کے خیمہ اڈوں سے اچھی طرح واقف ہو۔ تمہیں جو اڈا پسند آئے، اُسے اپنے مقصد کے لیے لے سکتے ہو۔"

تمام معاملات طے ہو جانے کے بعد اس کا دستِ راست مطلوبہ رقم لے کر چلا گیا۔ فریڈرک سیلر گوڈوانی آرام سے صوفے پر بیٹھ کر مسکرانے لگا۔ یہ اس کا طریقۂ کار تھا، وہ اپنے دشمن کو یا کسی غدار کو جان سے نہیں مارتا تھا، اُس کا سکون چھین لیتا تھا۔ اُسے کہیں

آرام سے بیٹھنے نہیں دیتا تھا۔ جارج فری مین کے ساتھ بھی یہی ہونے والا تھا۔ اب وہ ماسک مین، پیٹر ماسٹر اور دوسری خطرناک تنظیموں کے خوف سے بھاگتا پھرے گا اور جہاں پہنچے گا وہاں اس کا دستِ راست رابطہ قائم کر کے یہ ثابت کرے گا کہ وہ جارج فری مین کی قبر میں بھی پہنچ سکتا ہے، لہٰذا وہ کہیں بھاگنے کی کوشش نہ کرے، وہ صرف اسی طرح محفوظ، زندہ اور سلامت رہ سکتا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کا پتا بتا دے۔

گوڈوانی دو روز بعد خود پیرس پہنچا، وہ وڈیو کیسٹ . . . .

جارج فری مین کو دیتے ہوئے بولا۔ "میں نے سلارا کی باتیں سُن لی ہیں، ماسک مین کا پیغام بھی سُن کر جواب دے چکا ہُوں، تم پہلے فلم دیکھ لو، پھر میں تم سے باتیں کروں گا۔"

جارج فری مین نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیا اس وڈیو میں سلارا نظر آتی ہے؟"

"ہاں، تم گھبرا کیوں رہے ہو؟"

"نہیں، بھلا میں کیوں گھبراؤں گا۔"

"جارج! تم نے مجھے کوڈورڈز بتائے تھے اور کہا تھا کہ یہی کوڈورڈز تمہاری بہن ادا کرے گی۔ تمہارا خیال تھا، ڈشن شاید ٹیلی فون یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس سے بات کرائیں گے لیکن اُنھوں نے وڈیو فلم میں تمہاری بہن کو پیش کر دیا ہے۔ اب بتاؤ حقیقت کیا ہے۔ کوڈورڈز کے مطابق وہ تمہاری بہن ہے لیکن صورت شکل کے اعتبار سے تمہاری وہ بہن نہیں ہے جو مجھ سے ملتی رہی ہے۔"

"ایک بھائی کے سامنے اس کی بہن کے متعلق اتنی بے غیرتی سے نہ بولو۔ میں نے اپنی بہن کو تمہارے ساتھ اس لیے ڈھیل دی تھی کہ آئندہ چل کر تم اُس سے شادی کر لو گے۔"

"بے شک کر لوں گا لیکن مجھے حقیقت بتاؤ، تمہاری بہن کون ہے؟"

"وہی، جس سے تمہاری دوستی ہے اور جسے تم اس وڈیو فلم میں دیکھ چکے ہو۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو، دونوں مختلف ہیں، پہلے تم فلم دیکھو۔"

اُس نے خود آگے بڑھ کر وی سی آر اور ٹی وی آن کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی سلارا نظر آنے لگی۔ جارج فری مین نے اُسے دیکھنے کے بعد ریموٹ کنٹرول کے ذریعے وی سی آر اور ٹی وی کو آف کیا پھر بولا۔ "گوڈوانی! تم نے یاد دیکھا، کیا یہ وہی آواز اور لب و لہجہ نہیں ہے جو میری بہن کا ہے۔ کیا اس کا قد، اس کی جسامت، اس کے چلنے کا انداز بالکل ویسا نہیں ہے؟"

"ہاں، ہاں سب کچھ ویسا ہی ہے لیکن صورت؟"

"صورت میں نے بدل دی ہے۔ تم جانتے ہو، میں ڈاکٹر اور سرجن ہُوں۔ میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنی بہن کے چہرے کو تبدیل کر دیا ہے۔"

"اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں، ایک بار ایک بہت ہی حسین لڑکی ہمارے ہاتھ لگی۔ سلارا اُسے دیکھتے ہی ضد کرنے لگی کہ میں اُس کا چہرہ اس لڑکی کی طرح حسین بنا دوں۔ میں نے اُسے سمجھایا، تم کسی سے کم نہیں ہو۔ مسٹر گوڈوانی تمھیں چاہتے ہیں اور شاید تمھیں شریکِ حیات بھی بنانے والے ہیں، لہٰذا چہرہ تبدیل کرو گی تو بڑی گڑبڑ ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے، مسٹر گوڈوانی کو تم پسند نہ آؤ۔"

گوڈوانی نے کہا۔ "یہ کیا کہتے ہو بھئی، تم تو غضب کے کاریگر نکلے۔ تم نے سلارا کو پہلے سے زیادہ حسین بنا دیا ہے۔ یہ ماسک مین کی قید سے جب بھی واپس آئے گی، میں شادی کا اعلان کر دوں گا۔"

جارج فری مین وی سی آر اور ٹی وی آن کر کے سلارا کو دیکھنے اور اُس کی باتیں سُننے لگا، دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ بڑی مشکل ہے۔ میں گوڈوانی سے صاف نہیں کہہ سکتا کہ وہ اوّل تو مُردوں سے نفرت کرتی ہے، دوم یہ کہ گوڈوانی بہت ہی بدصورت آدمی ہے، وہ آدمی سے زیادہ بُلڈاگ لگتا ہے۔ اسی طرح بھونکنے کے انداز میں باتیں کرتا ہے۔ ابھی تو میں نے خوبصورتی سے بات بنا دی ہے لیکن سلارا جب رہا ہو کر آئے گی تو پھر کیا ہوگا؟"

دوسری طرف گوڈوانی سوچ رہا تھا۔ "مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ وہی سلارا ہے۔ آواز اور لب و لہجہ وہی ہے۔ قد اور جسامت بھی ویسی ہی ہے، چلنے کا انداز بھی تقریباً ویسا ہی ہے لیکن صورت دوسری ہے، بالکل نئی چیز لگتی ہے، اگر یہ وہی سلارا ہے جو میرے ساتھ وقت گزار چکی ہے تو میں اتنا نادان نہیں ہُوں کہ اس سے شادی کروں۔ ہاں، یہ الگ سی بات ہے کہ یہ پہلے سے زیادہ حسین ہو گئی ہے تو میں اس سے دوستی رکھوں۔"

وہ دونوں اپنے اپنے دل میں سوچ رہے تھے اور وڈیو فلم میں سلارا کو دیکھ رہے تھے۔ جب سلارا اپنی گفتگو کے اس حصّے تک پہنچی، جہاں وہ کہہ رہی تھی، "بھائی، تم جانتے ہو، میں مُردوں سے نفرت کرتی رہی ہُوں لیکن یہ دل بڑا بے ایمان ہوتا ہے، اچانک ہی کسی مرد پر آ جاتا ہے۔ میں پارس کی جوانی سردی سے متاثر ہو گئی ہوں اور اسے دل و جان سے چاہنے لگی ہوں۔"

یہ باتیں سُن کر گوڈوانی کی سمجھ میں آیا، آخر اسے کون سی بات کھٹک رہی تھی کہ یہ وہ سلارا نہیں ہے جو اس کے ساتھ رہ چکی ہے بلکہ دوسری ہے اور یہی جارج فری مین کی بہن ہے۔ اس کی باتوں سے صاف پتا چل رہا ہے کہ یہ مردوں سے نفرت کرتی ہے اور زندگی میں پہلی بار پارس کی جوانی سردی سے متاثر ہوئی ہے اور جب پہلی بار پارس سے متاثر ہوئی ہے تو پھر میرے پاس کب آئی تھی؟

جب سلار انے ماسک مین کی تجویز پیش کردی تو گوڈوانی نے اسکرین کو آف کرنے کے بعد کہا "جارج! اب کیا کہتے ہو؟ یہ تو کتی ہے امروں سے نفرت کرتی رہی ہے زندگی میں پہلی بار پارس سے متاثر ہوئی ہے۔ اب بتاؤ، تمہارا جھوٹ کھل رہا ہے یا نہیں؟"

"گوڈوانی! جس کے دماغ میں شبہات جڑ پکڑ لیں، وہ عقل کی بات سمجھ نہیں پاتا۔ ذرا اس وڈیو فلم کو پھر سے چلا کر دیکھو اور سلار ا کی باتوں پر غور کرو۔ وہ یہ باتیں دراصل ماسک مین کو مسترد ہی ہے کہ وہ پارس سے متاثر ہے اور فرہاد کی ٹیم کا ساتھ دینا چاہتی ہے لہٰذا ماسک مین سے سمجھوتا نہ ہو تو فرہاد سے سمجھوتا کر لینا چاہیے، اس طرح دونوں بہن بھائی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیں گے۔ بلا سے مشین ہمارے ہاتھ سے نکل کر فرہاد کے ہاتھ میں چلی جائے، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمیں تو یہ علم آ جائے گا۔"

گوڈوانی سوچ میں پڑ گیا۔ جارج فری مین نے کہا "ذرا عقل سے کام لو، وہ کتی ہے کہ مردوں سے نفرت کرتی آئی ہے اور تم خود اس بات کے گواہ ہو کہ وہ تم سے محبت کرتی آئی ہے لیکن ماسک مین اس بات کو نہیں سمجھتا، وہ تو یہی سوچے گا کہ سلار ا کے دل کا معاملہ ہے لہٰذا وہ پارس کی طرف جھکے گی اور فرہاد کا ساتھ دے گی۔ فرہاد کسی طرح بھی ماسک مین کی قید سے نکل لائے گا، جس کے نتیجے میں وہ اپنے آدمی کو بھی ٹیلی پیتھی کا علم نہیں سکھا سکے گا، اب تم بتاؤ کہ تم نے ماسک مین کو کیا جواب دیا ہے؟"

فرینک سیلر گوڈوانی نے کہا "میں نے اس سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اس کے صرف ایک آدمی کو ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جائے گا اور اس کے بدلے سلار ا ہمارے حوالے کی جائے گی۔"

"یہی پیغام سلار ا کی باتوں میں پوشیدہ ہے جسے میں نے سمجھ لیا ہے۔ ہم اس کے ایک آدمی کو ٹیلی پیتھی کا علم سکھا کر اسے واپس لا سکتے ہیں۔"

گوڈوانی نے ایک گہری سانس لے کر کہا "یہ چکر ابھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ بہرحال، میں اس وقت کا انتظار کروں گا جب سلار ا رہا ہو کر یہاں آئے گی، سب سے پہلے میں اس سے ملاقات کروں گا اور اپنا شبہ دور کر دوں گا۔"

"کوئی بھی شکی مزاج جب عقل سے کام نہ لے تو کسی طرح بھی اپنا شبہ دور نہیں کر سکتا۔ یہ بات ایک موٹی سی عقل میں بھی آئے گی کہ پارس شکل سے کوئی سولہ سترہ برس کا جوان ہو گا اور میری بہن ستائیس برس کی ہے۔"

گوڈوانی چپ چاپ وہاں سے چلا آیا۔ جارج فری مین کی بہت سی باتیں دل کو اور دماغ کو لگ رہی تھیں۔ ان باتوں کو تسلیم کرنے کو جی چاہتا تھا لیکن پھر سوچنے لگتا تھا، جارج قابل اعتماد نہیں رہا۔ مجھ سے بڑی بڑی رقمیں لے چکا ہے اور اب تک مشین سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکا۔ آٹھ برس گزر چکے ہیں، پتا نہیں اور وہ مجھے کب تک ٹالتا رہے گا۔ جو شخص مشین کے معاملے میں دھوکا دیتا آ رہا ہو، وہ بہن کے معاملے میں بھی دھوکا دے سکتا ہے، پھر یہ کہ سلار انے اپنی باتوں میں ایک خفیہ پیغام بھیجا ہے کہ فرہاد سے دوستی کی جا سکتی ہے، پارس اس کا محبوب بن سکتا ہے اور وہ دونوں بہن بھائی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر سلار ا کا یہی پیغام ہے تو گوڈوانی کو اور زیادہ نقصان پہنچے گا۔ وہ تقریباً ایک کروڑ ڈالر کے قریب جارج فری مین کو دے چکا ہے، وہ ساری رقم ڈوب جائے گی، اگر واقعی اس نے اپنی بہن سلار ا کو بھیجا رکھا ہے اور اس سے اب تک نہیں ملایا ہے تو وہ پارس کے حصے میں چلی جائے گی اور ان بہن بھائی کی حفاظت فرہاد کرے گا۔ اس نے سوچا، میں بے انتہا دولت مند ہوں۔ خفیہ طور پر دنیا کے بڑے بڑے قاتلوں اور بدنام زمانہ اسمگلروں کو اپنی مٹھی میں رکھتا ہوں، میرے خفیہ ہاتھ ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں لیکن جب سوچ کی لہریں میرے دماغ میں پہنچیں گی تو میں کہیں کا نہیں رہوں گا لہٰذا مجھے جتنی جلدی ہو سکے، اس مشین تک پہنچنا چاہیے اور ان بہن بھائی کو فرہاد اور پارس تک پہنچنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔"

اب ایک نیا کھیل شروع ہو رہا تھا۔ فرینک سیلر گوڈوانی تین طرف سے رسہ کشی میں الجھا ہوا تھا۔ ایک طرف جارج فری مین سے دوستی بھی کر رہا تھا اور دشمنی بھی۔ دوسری طرف اپنے دست راست کے ذریعے جارج فری مین کے خلاف ایک گینگ بنا کر ماسک مین سے سودا کر رہا تھا۔ تیسری طرف اس فکر میں تھا کہ جارج فری مین اپنی بہن کی خاطر پارس اور فرہاد سے دوستی نہ کر لے۔ حالات بتا رہے تھے کہ وہ بہن بھائی، فرہاد کی طرف ہی جھکیں گے، وہ مشین تیار کرنے والے اُسے جنگل کے کسی خفیہ حصے سے نکال کر خود ہی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچائیں گے۔ سلار انے جس انداز میں پارس سے محبت کا اظہار کیا تھا، وہ ماسک مین کو بھی جھنجھلانے والا تھا، وہ بھی اسی انداز میں سوچ رہا ہو گا کہ بھائی بہن سے معقول سمجھوتا نہ ہوا تو مشین ہاتھ سے نکل جائے گی۔

اور جارج فری مین ایک ایسا اونٹ تھا جس کے متعلق یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کس کروٹ بیٹھے گا۔

❀

پارس اول اسپتال سے ادارے میں پہنچ گیا۔ اس نے جناب شیخ صاحب، رسونتی، پارس دوم اور ادارے کے دوسرے تمام افراد سے ملاقات کی۔ سب اسے نئی زندگی پانے کی مبارک باد دے رہے تھے۔

آدمی بہت خوش تھا، اُسے گلے لگا کر کہہ رہا تھا "جو جو بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی ہے لیکن منہ پھلائے بیٹھی ہے۔"

پارس اس کوٹھری میں گیا جہاں جو جو کی رہائش تھی، وہ ہاتھ اٹھا کر دروازے پر دستک دینا چاہتا تھا پھر رک گیا۔ اپنے دماغ میں بولنے لگا "میں بالکل صحت مند نہیں ہوں، میرا دماغ پوری طرح حساس نہیں ہے، اگر تم میرے دماغ میں ہو تو دروازہ کھول دو، میں دستک نہیں دوں گا۔"

اُس نے ذرا دیر انتظار کیا، دروازہ نہیں کھلا۔ تب ہی جو جو نے دماغ میں کچھ کہا۔ وہ بولا "میں پانچ تک گن رہا ہوں، اگر پانچ کہتے ہی دروازہ نہ کھلا تو میں واپس چلا جاؤں گا۔"

اُس نے ٹھہر ٹھہر کر گننا شروع کیا "ایک، دو، تین، چار۔"

پھر پانچ کہنے سے پہلے جو جو کی آواز سنائی دی "میں تمہارے دماغ میں نہیں ہوں۔ دستک نہیں دو گے تو دروازہ کیسے کھلے گا، مجھے کیسے معلوم ہو گا اور دروازے پر کون آیا ہے؟"

پارس نے چونک کر کہا "ارے ہاں، یہ تو میں بھول ہی گیا تھا جب تم میرے دماغ میں نہیں ہو تو میری گنتی کیسے سن سکو گی اور پھر کیسے معلوم ہو گا کہ میں دروازے پر آیا ہوا ہوں۔ مجھ سے تو بڑی بھول ہوئی۔"

اس نے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا وہ سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے پٹھوں کے سے انداز میں دو چوٹیاں گوندھ کر پیچھے باندھی ہوئی تھی، چہرے پر وہی بھولپن، وہی معصومیت تھی لیکن جسمانی طور پر بھرپور جوان تھی۔ پارس کو چند لمحوں کے لیے کچھ عجیب سا منظر دکھائی دیا یعنی گرون تک وہ جو جو تھی اور گرون سے نیچے سلار ا کا جسم نظر آ رہا تھا۔ اس نے جلدی جلدی پلکیں جھپک کر دیکھا تو جو جو سالم کھڑی ہوئی تھی۔ سلار ا کے ساتھ جو وقت گزرا تھا، وہ جو جو کو دیکھ کر یاد آ رہا تھا۔ اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو جو جو!"

وہ منہ پھلائے ہوئی تھی۔ اس سے منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے منانے کے لیے شانے پر ہاتھ رکھا تو پھر بولی۔ لگا جیسے سلار ا کے بدن پر ہاتھ رکھ رہا ہو۔ جس طرح ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتا ہے اسی طرح سلار ا کی جوانی، جو جو کی جوانی کو اس کے سامنے روشن کر رہی تھی۔ اب سے پہلے اس نے جو جو کو نہ ایسی نگاہوں سے دیکھا تھا، نہ اس کے متعلق ایسا سوچا تھا مگر اب بے اختیار سوچتا جا رہا تھا۔

اُس نے پوچھا "آخر ناراض کیوں ہو؟"

"میں تم سے نہیں بولوں گی۔ پہلے اس جنگل والی کے ساتھ گھستے رہے پھر اسپتال آئے تو سانپ والی کے ساتھ رہنے لگے، جب اُن سے دوستی کرنی ہے تو پھر میرے پاس آنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہاری دوست نہیں ہوں۔"

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات

روشنی کے مینار

ضیاء تنسیم بلگرامی

قیمت بر ۸۰ روپے ڈاک خرچ بر ۱۰ روپے

عظمت کے مینار

کا دوسرا مجموعہ

قیمت بر ۸۰ روپے ڈاک خرچ بر ۱۰ روپے

محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ

ایمان کا سفر

وہ فن پارے جن کی آپ کو تلاش ہے۔

قیمت بر ۱۰ روپے ڈاک خرچ بر ۱۰ روپے

محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ

کچرا گھر

جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔

قیمت بر ۱۰ روپے ڈاک خرچ بر ۱۰ روپے

محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ ہو گا جو کسی کے بارے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں

آدھا چہرہ

قیمت بر ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ بر ۱۰ روپے

جرائم، جادو، شیطان، ارواح، طنز و مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں

کالی کہانیاں

قیمت بر ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ بر ۱۰ روپے

مشہور سوئٹ ڈیلوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر فروخت کرتا ہے۔

بلیک ویلوٹ کی چوریاں

قیمت جلد اول بر ۱۵ جلد دوم بر ۲۰

ڈاک خرچ فی جلد بر ۱۰ روپے

کتابات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس ۱۰۲ سلیمان، کراچی ۱۱ فون ۶۳۲۱۰۱۰

"بیٹی تم میری دوست نہیں ہو مگر میں تو تمہارا دوست ہوں، اسی لیے تو جنگل والی کو، سانپ والی کو اور ساری دُنیا کو چھوڑ کر تمہارے پاس آیا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر اُس کی طرف مُنہ کرتے ہوئے بولی "سچ کہہ رہے ہو؟"

"تمہاری جان کی قسم جھوٹ بولوں گا تو تم مر جاؤ گی۔"

اس کی قسم پر یقین آگیا۔ اُس نے جلدی سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اپنا ہاتھ کھینچ کر کہا "اتنے دنوں بعد ملے ہیں تو ایسے نہیں ملیں گے۔"

اُس نے معصومیت سے پوچھا "پھر کیسے ملیں گے؟"

"ٹھہرو! ابھی بتاتا ہوں۔"

اُس نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا، وہ بولی۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

"دوستی کر رہا ہوں۔"

وہ اُس کے قریب آیا پھر اُس کے ہاتھ کو تھام کر بولا "دیکھو، پہلے جب ہم ملتے تھے یا رخصت ہوتے تھے تو تم میری ہتھیلی کے پُشت کو چُھو لیتی تھیں اور میں تمہاری ہتھیلی کی پُشت کو بوسہ دیتا تھا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "یہ بھی کوئی یاد دلانے والی بات ہے، یہ تو میں کبھی بھول ہی نہیں سکتی۔ یہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔"

"لیکن اب ہم بچے نہیں رہے، بڑے ہو گئے ہیں، جوان ہو گئے ہیں لہٰذا جوانوں کی طرح ملنا چاہیے۔"

"جوان کیسے ملتے ہیں؟"

"دیکھو تم اپنے دونوں ہاتھ میری گردن پر رکھو، میں اپنے دونوں ہاتھ تمہاری کمر پر رکھوں گا پھر ہم قریب آئیں گے۔"

وہ دونوں ہاتھ گردن پر رکھ کر بولی "میں قریب تو آؤں گی مگر گدگدی نہیں کرنا، نہیں تو چلانا شروع کر دوں گی۔"

پارس نے اُس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "اب تم کچھ سوچ رہی ہو؟ کچھ محسوس کر رہی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "جب تم میرے سامنے ہو تو کچھ سوچنے اور محسوس کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ چلو کیرم کھیلیں گے؟"

"لاحول ولاقوۃ، سارا رومانس چوپٹ کر دیا ہو، دیکھو، میری آنکھوں میں دیکھو۔ میں بھی تمہاری آنکھوں میں دیکھ رہا ہوں۔ ذرا قریب آکر دیکھو۔"

دونوں کے چہرے قریب آنے لگے۔ پارس کا چہرہ تمتما رہا تھا لیکن جوجو کے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔ اچانک ہی پارس ہڑبڑا کر الگ ہو گیا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ اُس نے جلدی سے پلٹ کر دروازے کو کھولا، وہاں رسونتی، آرمراور شیخ صاحب کھڑے ہوئے تھے۔ رسونتی نے گھور کر دونوں کو دیکھا پھر بلند چلایا "دروازہ بند کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

پارس نے گڑبڑا کر کہا "وہ ماما، بات اصل میں یہ ہے کہ میں جوجو کو دوڑا رہا تھا، کہیں یہ کمرے سے باہر نہ بھاگ جائے، اس لیے میں نے دروازے کو بند کر دیا تھا۔"

جوجو نے جلدی سے کہا "جھوٹ کہیں کے، بڑوں کے سامنے جھوٹ بولتے ہو، اللہ میاں گناہ دیں گے۔ تم تو دروازہ بند کر کے مجھے جوانوں کی طرح دوستی کرنا سکھا رہے تھے۔"

پارس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر نظریں جُھکا لیں۔ آرمر جینپ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ رسونتی نے کہا "جناب شیخ صاحب! میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں، ان کا اتنا میل جول اچھا نہیں ہے۔ ان پر پابندیاں عائد کرنی چاہییں۔"

شیخ صاحب نے کہا "یہ بچپن سے ایک ساتھ کھیلتے آئے ہیں، عمر کے ساتھ ساتھ مزاج بدلتا ہے اور جب بچوں کا مزاج بدلنے لگے تو بزرگوں کو اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ پابندیاں عائد کرنے سے بچے باغی ہو جاتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے، میں اس سلسلے میں فرہاد سے بات کروں گی۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا "پارس! جس طرح تم دونوں آزادی سے ملتے رہتے تھے، اُسی طرح ملتے رہو۔ تم سمجھ دار ہو، تمہاری طرف سے کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہیے، جس سے خود تمہیں شرمندگی محسوس ہو۔"

وہ تینوں چلے گئے۔ پارس نے دروازے کو کھلا رکھا، پھر دانت پیسنے کے بعد کہا "جوجو کی بچی! تمہیں یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ ہم جوانوں کی طرح دوستی کر رہے تھے۔"

وہ جو کر رہے تھے، وہی میں نے کہہ دیا تھا، تمہیں جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ کیا اچھے بچے کبھی جھوٹ بولتے ہیں؟"

"اب ہم بچے نہیں رہے، جوان ہو گئے ہیں اور جوانی میں ایسا وقت آتا ہے جب دل کی باتیں چُھپانے کے لیے بزرگوں سے جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔"

"مجھے نہیں چاہیے ایسی جوانی، میں صاف صاف کہہ دیتی ہوں، میرے ساتھ رہنا ہے تو ہم بچے بن کر رہیں گے۔ کتنا مزہ آتا ہے۔ اللہ میاں بھی خوش ہوتے ہیں کہ بچے بہت اچھے ہیں، سچ بولتے رہتے ہیں۔"

پارس نے اس کے سراپا کو حسرت سے دیکھا کیا حُسن تھا، کیا شباب تھا لیکن اس حُسن و شباب کے کباب میں ہڈی بنا ہوا تھا۔ اُس نے ذرا آگے بڑھ کر آہستگی سے پوچھا "میں ایک بات کہوں گا مگر وعدہ کرو، تم کسی سے نہیں کہو گی۔"

"میں کسی سے نہیں کہوں گی، کیا بات ہے؟"

"آج میں آدھی رات کو چُپ چاپ تمہارے کمرے میں آؤں گا، تم دروازہ کھلا رکھنا یا پھر میرے دماغ میں آتی رہنا۔"

"سچ کیا تم میرے کمرے میں آؤ گے؟ تمہارے جانے کے بعد میں نے بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔ نئے نئے کھلونے بھی خریدے ہیں، وہ سب تمہیں دکھاؤں گی۔"

"چلو یہی سہی، میں کھلونوں سے کھیلنے آؤں گا، مگر خدا کے لیے کسی سے نہ کہنا۔"

اُدھر رسونتی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "فرہاد! یہ تمہارا پارس اوّل تم سے دو قدم آگے ہی جا رہا ہے۔"

میں نے کہا "بھئی، میرا بیٹا ہے۔ اس نے جارج فری مین کی قید سے رہا ہو کر اور جنگلات میں اپنی دلیری، ذہانت اور بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ فرہاد پھر سے جوان ہو گیا ہے۔"

"یہی میں کہنے آئی ہوں، وہ بھرپور جوانی کا ثبوت دے رہا ہے۔ جنگل میں سلارا کے ساتھ منگل منا تا رہا ہے، پھر اُس سانپ والی کے عشق میں مُبتلا رہا، آج یہاں پہنچتے ہی کمرے کا دروازہ بند کر کے جوجو کی معصومیت سے کھیلنا چاہتا تھا۔"

"تم خواہ مخواہ الزام دے رہی ہو۔"

"میں اس کی دُشمن نہیں ہوں میں جانتی ہوں، ابھی وہ سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا، اس لیے چُپ چاپ اُس کے دماغ میں موجود تھی جیسے ہی وہ جوجو کے قریب جانے لگا، میں نے دروازے پر دستک دی اور اُسے دروازہ کھولنے پر مجبور کر دیا۔"

"تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔ وہ جوجو کے ساتھ ایسا کر سکتا ہے، اس لیے کہ بچپن سے وہ ساتھ کھیلتے رہے ہیں۔ ایک دوسرے سے نگہ لگائے کُتے ہیں لیکن اُس نے سلارا یا ماریہ سے عشق نہیں کیا ہے اور نہ ہی انھیں زیادہ قریب آنے کا موقع دیا ہے۔"

"تم یہ بات کیسے یقین سے کہہ سکتے ہو؟"

"تم ابھی پارس کے دماغ میں رہ کر اپنی بات یقین سے کہہ رہی تھیں، کیا میں پارس کے دماغ میں رہ کر اس کی پارسائی کو سمجھ نہیں سکتا؟"

"چلو، تم یہ تو تسلیم کرتے ہو کہ وہ جوجو کے ساتھ حد سے بڑھ رہا ہے۔"

"اگر وہ حد سے بڑھ رہا ہے تو ہم ان کی شادی کر دیں گے اور کوئی مسئلہ ہو تو بولو، ورنہ یہ فضول باتیں نہ کرو۔ تمہارا بیٹا پارس دوم زندگی میں پہلی بار ایک لمبے سفر پر روانہ ہو چکا ہے۔ اس وقت طیارے میں ہو گا، تم اس کی خیریت معلوم کرتی رہو۔"

وہ جھنجلا کر بولی "کیا خاک اس کی خیریت معلوم کروں۔ دو بار اس کے پاس جا چکی ہوں، وہ سانس روک لیتا ہے پھر کہتا ہے، ماما! میں پہلی بار زندگی کے عملی میدان میں آیا ہوں اور جس مشن پر جا رہا ہوں، وہاں مجھے کسی خیال خوانی کرنے والے کی ضرورت نہیں ہے۔"

میں نے پوچھا "تمہاری خیریت کیسے معلوم ہو گی؟"

اُس نے جواب دیا "میں آنٹی اعلیٰ بی بی کے آس پاس ہی رہوں گا، آپ اُن سے خیریت معلوم کر سکتی ہیں۔"

میں نے کہا "جب بیٹا تمہیں آنے سے منع کر رہا ہے تو پھر اُس کے پاس نہ جاؤ۔ اُسے پوری خود اعتمادی سے اپنے مِشن پر کام کرنے دو۔"

یہ درست ہے کہ میرے دونوں بیٹوں کو خیال خوانی کرنے والے بزرگوں کی ضرورت نہیں ہے لیکن کبھی کوئی المیہ حملہ بھی آجاتا ہے، جہاں اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہوتا۔ میں نے سوچ لیا تھا اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا، اس طرح مجھے پارس دوم کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔ لہٰذا آئندہ جو کچھ ہوتا رہا اور جو کچھ مجھے معلوم ہوا، اُسے میں ابھی بیان کر رہا ہوں۔

اس بار سپر ماسٹر کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ مجھ سے حاصل کی ہوئی طرانسفارمر مشین کس خفیہ اڈے میں رکھی گئی ہے۔ اس اڈے کا انچارج ایک دوسرا اعلیٰ افسر تھا، وہ انچارج اعلیٰ افسر خود اس اڈے کے اندر نہیں جا سکتا تھا، صرف وہ ایسے میکینک تھے جو وہاں جا سکتے تھے، مشین کو چیک کر سکتے تھے اور اس کی کارکردگی سے متعلق رپورٹ پیش کر سکتے تھے۔ اگر سپر ماسٹر کو اس خفیہ اڈے سے تعلق رکھنے والے افسران کے متعلق کچھ بھی معلوم ہوتا تو اس کے دماغ سے میں معلومات حاصل کر لیتا چونکہ ایسا نہیں ہو رہا تھا، اس لیے اس مشین کو ہاتھ سے نکلے کئی برس ہو چکے تھے اور اب تک وہ ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ وہاں کئی سال گزارے تھے۔ اس عرصے میں وہاں کے تمام اہم افسروں پر نظر رکھی تھی، حکومت کے جو اہم عہدے دار اجارات میں یا ریڈیو کے ذریعے بیانات دیتے تھے، ان بیانات کو ریکارڈ کرتی تھی۔ اجارات میں چھپنے والی تصاویر تراش کر رکھتی تھی، ایسے عہدے دار ٹی وی پر انٹرویو کے لیے یا کسی اور تقریب کے سلسلے میں آتے تو وہ وی سی آر کے ذریعے ان کی وڈیو فلم تیار کر لیتی تھی پھر یہ ساری چیزیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچاتی اور ہم اُن کے دماغوں میں پہنچ کر یہ معلوم کرتے کہ وہ عہدے دار حکومت میں ظاہری عہدے رکھنے کے باوجود اور کون سا خفیہ اہم عہدہ سنبھالے ہوئے ہیں؟

اس طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے ہم ایک ایسے سیکشن آفیسر تک پہنچے جو خفیہ سیکشن بورڈ کا ممبر تھا، خفیہ اڈے کے انچارج اور دوسرے اسٹاف کو کئی آزمائشی مرحلوں سے گزارنے کے بعد وہاں

کی ڈیوٹی انہیں سونپی جاتی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے دُور ہی دُور سے اس کی نگرانی کرنے کے بعد مجھے بتایا "اس بورڈ کے دو ممبران اکثر ایک ساتھ دیکھے جاتے ہیں۔ یقیناً آپس میں ان کی دوستی ہو گی۔ وہ نہ شراب پیتے ہیں، نہ سگریٹ سو چے مجھے بغیران کے دماغ میں پہنچنا مناسب نہیں ہو گا، وہ خطرے کو محسوس کریں گے۔"

میں نے کہا "جیسا کہ تم جانتی ہو، ہم نے اس ٹرانسفارمر سٹیشن کا کیس پارس دوم کے حوالے کیا ہے، وہ اس سلسلے میں ٹیلی پیتھی پر انحصار نہیں کرنا چاہتا، اپنے بل بُوتے پر کچھ کر گزرنے گا لہٰذا میں اس سلسلے میں اس سے بات کر کے ابھی نہیں بتاتا ہُوں۔"

میں پارس دوم کے پاس آیا۔ وہ طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ ایک سیٹ پر آرام سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے آس پاس والی سیٹوں پر کچھ جوان لڑکیاں اور ان کے بوائے فرینڈز بیٹھے ہوئے تھے اور ہنستے، کھلکھلاتے جا رہے تھے چونکہ ان کی تہذیب میں گھر اور بازار ایک ہی جگہ ہوتی ہے، وہ کہیں بھی ایک دوسرے سے بغل گیر ہو جاتے ہیں لہٰذا وہ وہاں بھی یہی تماشے کر رہے تھے۔ میں نے اُسے مخاطب کیا۔ اُس نے پوچھا "یس پاپا!"

"کیا تم سونا چاہتے ہو؟"

"کوشش کر رہا ہُوں، آپ کیسے آ گئے؟"

"اعلیٰ بی بی دو ایسے سلیکشن افسران تک پہنچ گئی ہے، جو اس خفیہ اڈے کے لیے اہم افسران کا انتخاب کرتے ہیں۔"

پارس دوم نے پوچھا "یعنی وہ دونوں سلیکشن آفیسر اس خفیہ اڈے کے بارے میں جانتے ہوں گے؟"

"نہ یا تو وہ جانتے ہوں گے یا پھر ان افسران کا نام اور پتا ضرور معلوم ہو گا جو اس خفیہ اڈے کے انچارج ہیں۔ میرا اپنا طریقہ کار تم جانتے ہو۔ وہ سلیکشن آفیسر سگریٹ اور شراب نہیں پیتے لہٰذا انہیں زخمی کر کے یا انہیں اغوا کی وساطت سے مبتلا کر کے ان کے دماغوں تک پہنچ سکتا ہُوں اور بہت کچھ معلوم کر سکتا ہوں لیکن چونکہ یہ کیس تمہارے ہاتھ میں ہے، اس لیے پوچھے آیا ہُوں کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

"کل میں وہاں پہنچنے والا ہُوں، آپ ابھی سے کہہ دیجیے کہ ان دو افسران کو اغوا کر کے کسی خفیہ جگہ لے آئیں، میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ان سے اس اڈے کے متعلق سب کچھ اُگلوا لوں گا۔"

وہ سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں وہاں سے چلا آیا لیکن وہ سو نہ سکا، اسی طرح آنکھیں بند کیے پڑا ہُوا تھا۔ اچانک اپنے قریب خوشبو محسوس کی۔ فوراً آنکھ کھول کر دیکھا تو ایک لڑکی اُس پر جھکی ہوئی تھی، مُسکرا کر کہہ رہی تھی "کیا سو رہے ہو؟"

لڑکی اچھی خاصی تھی، خود آئی تھی۔ ایسے میں اپنی خورد فے اور خوش قسمتی کا یقین ہو جاتا ہے، بے اختیار مُسکراہٹ ہونٹوں پر آتی ہے لیکن پارس نے ناگواری سے کہا "جب کوئی آنکھیں بند کر کے سو رہا ہو تو اس کے پاس آ کر یہ احمقانہ سوال نہیں کرنا چاہیے۔"

لڑکی کو اس کی ناگواری بُری لگی، اُس نے جبراً مُسکراتے ہوئے کہا "میں جانتی ہُوں، تم سو نہیں رہے ہو، جاگ رہے ہو۔"

"جب تم جانتی تھیں کہ میں جاگ رہا ہُوں تو پھر یہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ میں سو رہا ہُوں؟"

وہ اس بات پر کچھ لاجواب سی ہو گئی، پھر جھنجلا کر بولی "تم بہت بدمزاج ہو، میں اپنی سیٹ سے اُٹھ کر تمہارے پاس آئی ہُوں، تمہیں خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا چاہیے لیکن تم نہایت ہی بد اخلاق اور بدتمیز ہو۔"

"رات کے دو بجے کسی کو نیند سے جگانا خوش اخلاقی ہے تو مجھے بد اخلاق ہی رہنے دو۔"

وہ اُس پر جھکی ہوئی تھی۔ غصّے میں سیدھی کھڑی ہو گئی پھر پاؤں پٹختی ہوئی اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اُس کے ساتھی نے پوچھا "کیا بات ہے، تم تو مجھ سے ناراض ہو کر گئی تھیں؟"

"ہاں، میں چاہتی تھی، تمہارے پاس نہ بیٹھوں، اُس جوان کو یہاں بھیج کر اُس کی سیٹ پر بیٹھ جاؤں مگر وہ بدتمیز ہے، اُس نے میری اِنسلٹ کی ہے۔"

اُس کے ساتھی نے گھُور کر ذرا دُور بیٹھے ہوئے پارس کی طرف دیکھا پھر پوچھا "اُس نے کیا بدتمیزی کی ہے؟"

لڑکی کا مُنہ اُبال آیا جیسے اب تب میں رونے والی ہو، پھر اُس نے پوچھا "کیا میں حسین نہیں ہُوں؟"

"بے شک ہو۔"

"تم کہا کرتے ہو میرے شباب اور میری صحت مندی کو دیکھ کر جی نہیں بھرتا۔"

وہ اُس کی طرف جُھک کر بولا "بے شک، تم نیند کی گولی ہو، جب تک حلق سے نہ اُترو، نیند نہیں آتی۔"

"اگر ایسا ہے تو کیا وہ نوجوان اندھا ہے کہ اُسے میرا حُسن اور شباب دکھائی نہیں دیا؟ اس نے مجھے ایسے نظر انداز کیا ہے جیسے کسی بدصورت عورت کو کیا جاتا ہے۔"

"پھر تو اُس نے واقعی اِنسلٹ کی ہے، بہت ہی بدتمیز ہے۔"

"میں اُس کے مُنہ پر تھُوکنا چاہتی ہُوں۔"

"تمہیں روکا کس نے ہے؟"

"ذرا عقل سے سوچو، میں اپنی سیٹ سے اُٹھ کر اُس کے پاس جاؤں گی۔ وہاں جا کر تھُوکوں گی تو الزام مجھ پر آئے گا، اگر وہ کسی طرح میری طرف آئے تو میں اُس پر کوئی الزام لگا کر تھُوک سکتی ہُوں۔ دیکھو، میں

صاف طور سے کہہ دیتی ہُوں، جب تک میں اُس کی اِنسلٹ نہیں کر لوں گی، مجھے نیند نہیں آئے گی، میں صبح ناشتا بھی نہیں کروں گی اور تمہیں فیٹ بھی نہیں دوں گی۔"

"اوہ، واہ! پہلے بھی تم غصّہ دکھا کر گئی تھیں، واپس آ کر اور غصّہ دکھا رہی ہو، میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"اگر میرے اتنے ہی دیوانے ہو تو جاؤ، کسی طرح اس کی اِنسلٹ کر دو یا اُسے میری طرف آنے پر مجبور کر دو، کیا میری اِنسلٹ تمہاری اِنسلٹ نہیں ہے؟"

اُس نے حسرت سے اس لڑکی کے حسین چہرے اور گلابی ہونٹوں کو دیکھا پھر سرد آہ بھر کے بولا "مجھے جانا ہی ہو گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر پارس کے پاس آیا پھر اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا "اے مسٹر! اُٹھو۔"

پارس اُس آرام دہ سیٹ پر آدھا بیٹھا اور آدھا لیٹا ہُوا تھا، اُس کے ہاتھ مارنے سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، اُس کی آنکھوں پر سیاہ عینک تھی تاکہ طیارے میں جو ہلکی سی روشنی ہو، وہ بھی اُس کی آنکھوں میں نہ چُبھے اور وہ آرام سے سو تا رہے لیکن اُسے سونے نہیں دیا جا رہا تھا۔ اُس نے پوچھا "کون ہو بھئی، کیا چاہتے ہو؟"

وہ آنے والا اس پر جُھک گیا پھر آہستگی سے بولا "تم نے میری گرل فرینڈ کی اِنسلٹ کی ہے۔"

پارس ایک اندھے کی طرح ہاتھ سے ٹٹول کر اُسے چھُوتے ہوئے بولا "یہ کیا تم اُس لڑکی کی بات کر رہے ہو جو تھوڑی دیر پہلے آئی تھی؟"

آنے والے نے حیرانی سے پارس کے اس انداز کو دیکھا پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا "کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟"

اُس نے ایک سرد آہ بھری۔ دوسرے ہاتھ سے سیاہ عینک کو اُتار کر اپنی آنکھیں دکھائیں۔ اُس نے اپنی دونوں پُتلیاں اُوپر چڑھا لی تھیں، سفید دیدے دکھائی دے رہے تھے، وہ کہہ رہا تھا "میں بینائی سے محروم ہُوں، میری سمجھ میں نہیں آتا، میں نے اس لڑکی کی کس طرح اِنسلٹ کی ہے؟"

اُس شخص نے اس کے ہاتھ کو تھپتھپاتے اور ہنستے ہوئے کہا "دوست! میں سمجھ گیا، میری گرل فرینڈ کو مغالطہ ہُوا تھا۔"

وہ واپس اپنی سیٹ پر آ کر بولا "تم بھی کمال کرتی ہو، بھئی تم لاکھ حسین اور پُرشباب سہی لیکن ایک اندھا تمہیں کیسے دیکھ سکتا ہے، کیسے تعریف کر سکتا ہے، کیسے تم سے متاثر ہو سکتا ہے؟"

اُس لڑکی نے چونک کر پوچھا "کیا وہ اندھا ہے؟"

"ہاں، اس کی دونوں پُتلیاں اُوپر چڑھی ہوئی ہیں، اس عیب کو چھُپانے کے لیے وہ سیاہ عینک پہنتا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی، اُس نے سیاہ عینک کے پیچھے پارس کی آنکھیں نہیں دیکھی تھیں لیکن یقین کرنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا کہ اتنا خوبرو جوان اندھا ہو گا اور ایسے اعلان میں باتیں کرے گا جیسے اندھا نہ ہو۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اپنے دوست کے کہنے پر یقین کر رہی تھی۔ اس طرح اس بات کا اطمینان ہو رہا تھا کہ جب وہ اندھا ہی ہے اور اس کے حُسن و شباب کو دیکھا ہی نہیں ہے تو پھر اِنسلٹ نہیں ہوئی۔

اُس نے دُور بیٹھے ہوئے پارس کو دیکھا جو پوری طرح نظر نہیں آ رہا تھا پھر وہ سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر کے بڑبڑاتے ہوئے سے کہنے لگی "کاش! اسے تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں مل جائیں اور وہ میرے حُسن و شباب کو دیکھ لیتا تو مجھ پر نثار جان سے مر مٹتا۔"

جن عورتوں کو اپنے حُسن و شباب پر ناز ہوتا ہے، وہ کسی طرح مطمئن نہیں ہوتیں، خواہ ساری دُنیا تعریفیں کرتی رہے، وہ چاہتی ہیں، اندھوں کے سامنے سے بھی گزریں تو وہ دل تھام کر رہ جائیں۔

دوسری صبح اس حسینہ کے دماغ کو ایک نزدیک سے پہنچا۔ پچھلی رات سے زیادہ توہین کا احساس ہُوا کیونکہ پارس نے سیاہ عینک نہیں پہنی تھی۔ دُور ہی سے اُس کی صاف، چمکیلی اور پُرکشش آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں، وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر ٹوائلٹ کی طرف جا رہا تھا۔ اُس نے غصّے سے اپنے ساتھی کو جھنجوڑ کر کہا "دیکھ لیا تم نے! اُس نے ہم دونوں کو اُلّو بنایا تھا، اندھا نہیں ہے، وہ دیکھ جا رہا ہے۔"

وہ شخص غصّے سے اُٹھ کر ٹوائلٹ کی طرف آیا پھر پارس کے کاندھے پر ہاتھ مار کر بولا "ہیلو مسٹر! تم تو اندھے تھے؟"

اُس نے جواب دیا "خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے دیکھنے کے لیے آنکھیں دی ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے، تم ہمیں اُلّو بنا رہے تھے؟"

"تم کچھ بھی سمجھ سکتے ہو، میرے لیے آرام سے سونے کا یہی ایک راستہ تھا۔"

"میں تمہیں ہمیشہ کے لیے سُلا سکتا ہُوں، یہ میرے بازو دیکھ رہے ہو؟"

اُس نے مُٹھی باندھ کر اپنی مضبوط کلائی اور ایک بازو کی پٹھی اُبھار کر دکھائی۔ پارس سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ ایک اسٹیورڈ سے بولا "دیکھو، یہ صاحب مجھے مارنے کی دھمکی دے رہے ہیں، میں کوئی جھگڑا کرنے والا آدمی نہیں ہُوں، ایک سیدھا سادہ مسافر ہُوں۔"

اسٹیورڈ نے اُس کے بازو کی اُبھری ہوئی پٹھی کو دیکھ کر کہا "مسٹر! یہ غلط ہے، تھوڑی دیر کا سفر ہوتا ہے، آپ لوگوں کو مل جُل کر سفر بتانا چاہیے۔ پلیز آپ ایسا نہ کریں۔"

اُس نے کہا "یہ شخص ہمیں اُلّو بنا رہا تھا، خود کو اندھا ظاہر کر رہا تھا۔"

پارس نے پوچھا "کیا میں اندھا بن کر آپ کے پاس آیا تھا یا آپ میرے پاس آئے تھے؟"

اس حسینہ نے قریب آکر کہا "پہلے میں آئی تھی، تم نے مجھ سے سیدھے مُنہ بات نہیں کی۔"

پارس نے پوچھا "تم رات کے کتنے بجے آئی تھیں؟"

"دو بجے۔"

"اور میں اُس وقت سو رہا تھا۔ کیا کسی شریف آدمی کے پاس کوئی عورت رات کے دو بجے آتی ہے؟"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی "میں مجبور تھی۔ اپنی سیٹ بدلنا چاہتی تھی۔"

اسٹیورڈ نے کہا "سوری مس! آپ کو یہ بات ہم سے کہنی چاہیے تھی کیونکہ یہ ہمارا کام ہے۔ ہم آپ کا کوئی بھی مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔"

وہ حسینہ غصّے سے اپنے عاشق کو دیکھنے لگی۔ اسٹیورڈ سے یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ اس نے اُس کے حُسن و شباب کی ناقدری کی ہے، وہ ایک دولت مند باپ کی مغرور بیٹی تھی۔ اُس کا عاشق خوشامدانہ انداز میں اس کی تعریفیں کرتا آیا تھا کیونکہ اسے صرف حسینہ ہی نہیں اس باپ کی دولت بھی ملنے والی تھی۔ وہ سمجھتا تھا، اس کی محبوبہ اپنی توہین کے احساس سے تلملا رہی ہے اور اس کا غصّہ اُسی وقت ختم ہوگا جب توہین کرنے والے کی بھی اہانت ہوگی... یا وہ اس سے معافی مانگے گا۔ اُس نے اپنی محبوبہ کو خوش کرنے کے لیے پارس سے کہا "مسٹر! بات ختم کرو اور ایک لڑکی کا احترام کرتے ہوئے اس سے معافی مانگ لو۔"

اُسی وقت ٹوائلٹ کا دروازہ کھلا۔ ایک شخص باہر آیا۔ پارس اس دروازے سے اندر جانا چاہتا تھا۔ اس شخص نے راستہ روکنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اُس کے پنجے سے پنجہ ملا دیا پھر کہا "میں کسی کمزور سے بھی نہیں لڑتا اور تم تو پہلوان آدمی ہو، مجھے کمزور سمجھ کر جانے دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اس طرح نہیں جا سکو گے، پہلے میری محبوبہ سے معافی مانگو۔"

یہ کہتے ہی اُس نے پنجہ موڑنا چاہا۔ اُسے محسوس ہُوا جیسے اُس کی انگلیاں فولادی انگلیوں میں جا کر پھنس گئی ہیں۔ اس نے پریشان ہو کر پارس کو دیکھا اور سوچا "یہ نوجوان اگرچہ صحت مند اور تگڑا نظر آتا ہے لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا، اس کی انگلیاں اتنی مضبوط ہوں گی۔ مجھے ان انگلیوں کو موڑنا ہوگا، توڑنا ہوگا نہیں تو سوئٹی دھکا کر مجھے اپنی زندگی سے نکال دے گی۔"

وہ پوری قوت لگا کر اس کے پنجے کو موڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ پارس سیدھا کھڑا ہوا تھا اور اسٹیورڈ سے کہہ رہا تھا "دیکھو! ساری

بات تمہارے سامنے ہے۔ میں لڑنے جھگڑنے والا آدمی نہیں ہوں۔ چُپ چاپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا ہے اور یہ مجھے توڑ مروڑ کر رکھ دے گا تو میں بھلا کیا کر سکوں گا۔"

اسٹیورڈ نے آگے بڑھ کر کہا "اے مسٹر! ایک سیدھے سادے مسافر کو پریشان کیوں کر رہے ہو؟"

وہ حسینہ اسٹیورڈ کے سامنے آکر اس کا راستہ روکتے ہوئے بولی "تم ان کے درمیان نہ جاؤ۔ اس نے میری اِنسلٹ کی ہے، اس کی سزا اسے ملے گی۔"

پھر وہ پلٹ کر اپنے عاشق سے بولی "ایڈی! توڑ دو اس کا ہاتھ۔"

اسی لمحے میں کرکری سی آواز سُنائی دی۔ سوئٹی خوش ہو کر بولی "ٹوٹ گئیں اس کمبخت کی انگلیاں۔"

لیکن ایڈی کی چیخ سُن کر وہ حیران رہ گئی۔ پارس اس کا ہاتھ چھوڑ کر ٹوائلٹ میں گیا تھا اور اندر سے دروازے کو بند کر چکا تھا۔ اس کا محبوب تکلیف سے کراہتے ہوئے اسٹیورڈ سے کہہ رہا تھا "پلیز! میری مدد کرو، میری انگلیاں ٹوٹ گئی ہیں، مجھے طبّی امداد دو۔"

سوئٹی پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا، وہ چُپ چاپ ان کے درمیان سے گزرتی ہوئی اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ وہ مغرور لڑکی اپنی توہین کے احساس سے اندر ہی اندر مری جا رہی تھی۔ اس سے بڑی اِنسلٹ اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس کی طرف سے انتقام لینے والا بھی اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں تُڑوا بیٹھا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "آخر یہ ہے کون؟ بار بار سمجھا ہُوا کہہ رہا تھا کہ شریف آدمی ہے، لڑنا جھگڑنا نہیں جانتا لیکن ایڈی سے پنجہ ملاتے ہی دیر نہیں کی، مکھڑی کی سُوکھی تیلیوں کی طرح اس کی انگلیاں توڑ ڈالیں۔" وہ گاڈ! میں اپنی توہین کا انتقام کیسے لوں؟ اگر اس سے سامنا ہوگا تو میں اس سے نظریں نہیں ملا سکوں گی۔ وہ مجھ پر ہنسے گا۔ میں اُس سے کہتی ہوں "میں۔"

اُس نے بے اختیار اپنی سیٹ پر سے گھوم کر دُور ٹوائلٹ کی طرف دیکھا، کہیں وہ آ تو نہیں رہا ہے پھر سیدھی بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی "میں اسے کیوں دیکھ رہی ہوں، وہ آئے یا نہ آئے میری بلا سے۔"

پھر اُس کے دماغ نے کہا "مجھے ندامت سے مرنا نہیں چاہیے، یہ سوچنا چاہیے کہ انتقام کیسے لیا جا سکتا ہے، مجھے عقل سے کام لینا چاہیے۔"

اس کی عقل نے سمجھایا "اس سے دوستی کی جائے، اس کا پتا معلوم کیا جائے پھر میں اپنے ڈیڈی کو بتا دے کے کہوں گی، اگر بیٹی کے چہرے پر مُسکراہٹ دیکھنا چاہتے ہیں تو اپنے قاتلوں کو اس پتے پر بھیج دیں۔ جب مجھے یقین آ جائے گا کہ یہ مغرور کسی کی اِنسلٹ کرنے کے قابل نہیں رہا ہے تو میں مُسکراؤں گی بلکہ قہقہے لگاؤں گی۔"

یہ سوچتے ہی وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی، تیزی سے چلتی ہوئی پارس کی خالی سیٹ کے پاس آئی پھر اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک شخص سے بولی "اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو میری سیٹ پر بیٹھ جائیں۔ اب تو صرف دو گھنٹے کا سفر رہ گیا ہے، اس خالی سیٹ پر جو صاحب بیٹھے ہیں مجھے ان سے ضروری گفتگو کرنی ہے۔"

اس شخص نے کہا "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میرے ساتھ میری ہمسفر بھی ہے۔"

"کوئی بات نہیں، آپ کو وہاں دو سیٹیں مل جائیں گی۔"

وہ شخص اپنی ہمسفر کے ساتھ اٹھ کر اس کی اور ایڈی کی سیٹ پر چلا گیا، وہ تیزی سے چلتی ہوئی اسٹیورڈ کے کیبن میں آئی۔ ایڈی ایک بنچ پر لیٹا ہُوا تھا اور اُس کی انگلیوں پر پٹیاں باندھی جا رہی تھیں۔ ایک ایئر ہوسٹس نے کہا "ہم فرسٹ ایڈ کے طور پر یہی کر سکتے ہیں۔ ان کی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو کسی اسپتال میں ہی جوڑا جا سکتا ہے۔"

سوئٹی نے کہا "آپ لوگوں کی بڑی مہربانی۔ آپ اسے یہیں بیٹھے کا موقع دیں پھر یہ آرام سے نیویارک پہنچ سکے گا۔ اب تو صرف دو گھنٹے کا سفر رہ گیا ہے۔"

اسٹیورڈ نے کہا "کوئی بات نہیں، ہم اسے یہیں بٹھائے رکھیں گے۔"

سوئٹی مطمئن ہو کر نئی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی، تھوڑی دیر بعد پارس وہاں آیا، ایک نظر اس پر ڈالی پھر چُپ چاپ اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا، وہ ذرا قریب جھک کر آہستگی سے بولی "میں شرمندہ ہوں۔"

اُسے جواب نہیں ملا، جس کے سامنے شرمندگی کا اظہار کر رہی تھی، وہ ایک رسالہ کھول کر پڑھ رہا تھا، وہ پھر بولی "کیا مجھ سے ناراض ہو؟"

وہ رسالے پر نظریں جمائے خشک لہجے میں بولا "مطلب کی بات کرو۔"

"کیا تم ایسے ہی خشک مزاج ہو جیسا ظاہر کر رہے ہو؟"

وہ خاموش رہا۔ اس نے پوچھا "کیا مجھ سے بات نہیں کرو گے؟"

وہ اس بار سرد لہجے میں بولا "مطلب کی بات کرو۔"

"کیا تم مجھے مطلبی سمجھتے ہو؟"

"مطلب کی بات کرو۔"

"کیا تم نے مطلب مطلب کی رَٹ لگا رکھی ہے، میں تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔"

"ابھی تم اپنے ایک دوست کا انجام دیکھ چکی ہو، دوسری بات کرو۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو، وہ میرے باپ کا ملازم ہے۔ کیا تم اپنا نام اور پتا دے سکتے ہو، میں تمہاری غلط فہمی دُور کر دوں گی۔"

"میں ایک شرط پر اپنا پتا بتا سکتا ہوں۔"

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔"

"یہ تا نوٹ کرنے کے بعد پھر مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔"

اُس نے غصّے سے ہونٹ بھینچ کر پرس کھولتے ہوئے چھوٹی سی نوٹ بک اور قلم نکالا پھر بولی "تم اتنے مغرور کیوں ہو؟"

پارس نے اس بات کا جواب بھی نہیں دیا۔ وہ اپنی عادت سے مجبور تھا۔ سامنے کوئی بھی بیٹھا ہو، وہ اُس سے غیر ضروری بات نہیں کرتا تھا۔ اُس نے اپنا پاسپورٹ نکال کر سوئٹی کے حوالے کیا تاکہ وہ نام اور پتا دیکھ کر نوٹ کر لے۔ جب وہ نوٹ کر چکی تو اس نے خاموشی سے پاسپورٹ لے کر رکھ لیا۔ اس کے بعد سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں، یہ دوسروں کو غصّہ دلانے والا انداز تھا اور وہ غصّے میں تلملاتے ہوئے سوچ رہی تھی "اب میں اسے قتل نہیں کراؤں گی، میرے ڈیڈی کے غنڈے اسے اُٹھا کر لائیں گے اور میرے سامنے اتنے جُوتے ماریں گے، اتنی پٹائی کریں گے کہ یہ دُم ہلانے والے کُتے کی طرح میرے پاؤں چاٹے گا۔"

وہ نیویارک پہنچ گیا۔ جب بیگج ہال سے اپنا سامان لے کر نکلا تو اعلیٰ بی بی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اُسے دیکھتے ہی مُسکرا کر دونوں بانہیں پھیلا دیں۔ پارس آگے بڑھ کر اُس کے گلے لگ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے اُس کی پیشانی چُوم کر کہا "میں جانتی ہوں، میرا بیٹا صرف ضروری باتیں پسند کرتا ہے۔ آؤ ہم گاڑی میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

وہ ایئر پورٹ کی عمارت سے باہر آئے، ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ کار آگے بڑھ گئی۔ اگلی سیٹ پر اعلیٰ بی بی کے دو ماتحت بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن میں سے ایک کار ڈرائیو کر رہا تھا، وہ پارس سے کچھ کہنا چاہتی تھی، اُسی وقت ڈانسیور سے اشارہ موصول ہُوا۔ ڈیش بورڈ میں لگا ہُوا ایک مُرغ بُتن کبھی جل رہا تھا، کبھی بجھ رہا تھا۔ اُس کے ماتحت نے ڈیش بورڈ کے ہُک سے مائک نکال کر پھر ایک بٹن دبا کر پوچھا "بابا بلیک شیپ! ہیو یُو اینی وُول۔ (بابا بلیک شیپ کرنے والی کالی بھیڑ! کیا تمہارے پاس تھوڑا سا اُون ہے؟)"

دوسری طرف سے جواب ملا "یس سر! یس سر! وی آر پیکنگ اِن اَیز آر۔ وِدھ ٹو بیگس فُل۔ (جی ہاں جناب، جی ہاں جناب، ہم اون سے بھرے ہوئے دو بیگ لے کر ایک گھنٹے کے اندر پہنچ رہے ہیں۔)"

ان کی مختصر سی گفتگو ختم ہو گئی۔ پارس نے کہا "اچھا تو وہ دونوں سیکشن آفیسر ہمارے ہاتھ لگ گئے ہیں؟"

اعلیٰ بی بی نے مُسکرا کر کہا "ہاں، انشاء اللہ وہ ایک گھنٹے کے اندر ہمارے سامنے ہوں گے۔ کیا ان سے راز اُگلوانے کی کوئی تدبیر تمہارے ذہن میں ہے؟"

"جب تک میں ان سیکشن آفیسرز کو نہیں دیکھوں گا، ان کے مزاج کو نہیں سمجھوں گا، کوئی تدبیر دماغ میں نہیں آئے گی۔"

"یہ تو میں بتا چکی ہُوں، وہ سگریٹ اور شراب نہیں پیتے۔ دونوں بہت ریزرو رہتے ہیں، اپنے برابر کے افسروں سے بھی کم بولتے ہیں،

کسی اجنبی سے بات کرنا تو دُور کی بات ہے، اُسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ یوں حقارت سے مُنہ پھیرتے ہیں جیسے تھُوک کر جا رہے ہوں۔"

پارس نے کہا "جو لوگ اندر سے کمزور ہوتے ہیں، وہ اوپر سے دلیر رو ہوتے ہیں۔ خواہ مخواہ خود کو برتر اور دوسروں کو کمتر سمجھتے ہیں۔ ان کے سامنے غصّے اور نفرت کا اظہار کرتے ہیں تاکہ اُوپر سے شیر جیسے نظر آئیں اور کوئی اس پتھر کو توڑ کر ان کے اندر کی کمزوری نہ دیکھ سکے۔"

"میں تم سے متفق ہُوں، ہم ان کے اندر کی کمزوری معلوم کر کے ان سے راز اُگلوا سکتے ہیں لیکن اتنی دیر تک پہنچنے کے لیے ٹیلی پیتھی کا علم لازمی ہے۔"

"میں نہیں مانتا۔ آپ لوگوں کو ایک عرصے سے ماما اور پاپا کے ساتھ رہ کر ٹیلی پیتھی کی عادت سی ہو گئی ہے۔"

"تمھاری بات ایک حد تک درست ہے۔ ہم ہر معاملے میں ٹیلی پیتھی کا سہارا لیتے ہیں لیکن یہ بھی تو سوچو جو کام پلک جھپکتے ہو جاتا ہے، اس کے لیے کئی گھنٹے اور کئی دن ضائع کرنا کون سی دانش مندی ہے؟"

"میں اتنا سمجھتا ہُوں، دوسروں کا سہارا لینے سے اپنی صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔ پاپا اور ماما کبھی ہم سے غافل ہو سکتے ہیں، کبھی گہری نیند سو سکتے ہیں۔ ایسے وقت ہم پر کوئی ایسی آزمائشی گھڑی آ جائے کہ وہاں سے نکلنے کے لیے صرف ذہانت پر بھروسا کرنا پڑے جبکہ ہمیں ٹیلی پیتھی کے سہارے کی عادت ہو گئی ہو اور دماغ کام نہ کرتا ہو تب ہم یہی سوچیں گے نا کہ تقدیر میں جو لکھا تھا، وہ پورا ہو گیا۔ فی الحال آپ یہ معلوم کریں، اُن دو افسران کو بے ہوش کر کے لایا جا رہا ہے یا کسی چالاکی سے ٹریپ کیا جا رہا ہے یا انھیں گن پوائنٹ پر مجبور کیا گیا ہے۔"

سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا پھر اپنے ساتھی سے یہی سوال کیا۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔ دونوں کو گن پوائنٹ پر لا رہے ہیں۔ سیدھی طرح آنا نہیں چاہتے تھے لہٰذا انھیں گولی مارنے کی دھمکی دی گئی ہے۔"

ٹرانسمیٹر سے رابطہ ختم ہونے کے بعد پارس نے کہا "اس کا مطلب ہے، انھیں زندگی بہت عزیز ہے، وہ موت سے ڈرتے ہیں، لہٰذا انھیں ڈرا دھمکا کر ہی راز اُگلوایا جا سکتا ہے۔"

وہ ایک بنگلے میں پہنچے۔ پارس نے اندر آ کر ہاں کے ایک ایک کمرے کو دیکھا پھر کہا "جب وہ افسر یہاں لائے جائیں گے تو میں ان کے سامنے نہیں آؤں گا۔ آپ ایسا کریں کہ ان دونوں کو اس کمرے میں رکھیں، پھر ایک افسر کو دوسرے کمرے میں لے جا کر اُس سے راز اُگلوانے کی کوشش کریں۔ میں ان کھڑکیوں کے پردے ہٹا کر انھیں دیکھتا رہوں گا۔ پھر جو بات سمجھ میں آئے گی اس پر عمل کر لوں گا۔"

وہ اعلیٰ بی بی کے ساتھ ایک ڈرائنگ رُوم میں آیا۔ اس کے ساتھ بیٹھ کر ناشتا کرنے لگا۔ آدھے گھنٹے بعد اطلاع ملی، وہ دو افسران کو لے آئے ہیں اور انھیں ایک کمرے میں بٹھایا گیا ہے۔ اعلیٰ بی بی نے پارس کے پاس سے جاتے ہوئے اپنے ماتحتوں سے کہا "ان میں سے ایک کو دوسرے کمرے میں لے آؤ۔"

تھوڑی دیر بعد پارس اس دوسرے کمرے کی کھڑکی کے پاس آیا۔ پردے کو ذرا سا سرکا کر دیکھا، ایک ادھیڑ عمر کا شخص کرسی پر بیٹھا ہُوا تھا۔ اعلیٰ بی بی کا ایک ماتحت اُس کے بالوں کو مُٹھی میں جکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے پوچھ رہا تھا "ان افسروں کے نام بتاؤ جو ٹرانسفارمر مشین کی حفاظت کے ذمے دار ہیں۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے کہہ رہا تھا "میں نہیں جانتا۔ میں کسی ٹرانسفارمر مشین کے متعلق نہیں جانتا۔ میں ایک معمولی سا سرکاری افسر ہُوں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ہم تمھارے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔ تم سیکشن بورڈ کے ان ممبران میں سے ہو جو اس خفیہ اڈّے کے افسران اور اسٹاف کا انتخاب کرتے ہیں۔ تمھیں ان سب کے نام اور پتے معلوم ہیں۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم، تم لوگوں نے ہمیں اغوا کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اگر ہم ایک گھنٹے تک اپنے گھر یا دفتر نہ پہنچے تو بڑے پیمانے پر ہماری تلاش شروع ہو گی اور تم سب قانون کی گرفت میں آ جاؤ گے۔"

"ہم ایک گھنٹے کے اندر ہی تمھاری زندگی اور موت کا فیصلہ کر دیں گے، اگر ان افسران کے نام اور پتے بتا دو گے تو کل تک زندہ اپنے گھر پہنچ جاؤ گے۔ ہماری بات نہ ماننے کی صورت میں تمھاری موت یقینی ہے۔"

"تو پھر پریشر نہ کرو، مجھے مار ڈالو۔ مجھ سے کچھ حاصل نہیں کر سکو گے۔"

اعلیٰ بی بی کے ماتحتوں نے اُسے مارنا پیٹنا شروع کیا لیکن وہ بڑا ڈھیٹ تھا، زبان نہیں کھول رہا تھا۔ پارس نے کمرے میں آ کر کہا "اسے تیسرے کمرے میں لے جاؤ اور اس کی زبان بند رکھو، یہ کوئی آواز نہ نکالنے پائے۔"

دو ماتحتوں نے اس افسر کو ایک جھٹکے سے پکڑ کر اُٹھایا اور اُسے گھسیٹتے ہوئے تیسرے کمرے میں لے گئے۔ تیسرے کمرے میں تین کھڑکیاں تھیں۔ ایک کھڑکی دوسرے اور تیسرے کمرے کی درمیانی دیوار میں تھی۔ اس کھڑکی سے دوسرے کمرے میں جھانک کر سب کچھ دیکھا جا سکتا تھا۔ دوسری کھڑکی ایک کوریڈور میں کھلتی تھی اور تیسری کھڑکی باہر باغیچے کی طرف تھی۔ اس افسر نے کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھتے ہی چیخنا شروع کیا "ہیلپ، ہیلپ، مجھے بچاؤ، مجھے بچاؤ۔"

ایک ماتحت نے ریوالور کا دستہ اُس کی پیشانی پر دے مارا۔ وہ ایک دم سے لڑکھڑایا۔ اس کے دیدے پھیلے، اُوپر کی سانس

اُوپر ہی رہ گئی، وہ لڑکھڑا کر نیچے گرا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھا کا بیٹھا ہی رہ گیا۔ اعلیٰ بی بی اور پارس نے فوراً ہی قریب آ کر اس کی نبض دیکھی، دل کی دھڑکن کو محسوس کیا تو پتا چلا، وہ مر چکا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے اپنے ماتحت سے پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟ اسے زندہ رکھنا چاہیے تھا۔"

"مادام! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ ایک ہی ضرب سے مر جائے گا۔"

پارس نے کہا "جو ہو چکا ہے، اس پر بحث کر کے وقت ضائع نہ کرو، دوسرے آدمی کو لے آؤ۔"

اُس دوسرے افسر کو اسی کمرے میں لایا گیا جہاں اس مُردہ افسر کو بٹھایا گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "ہمارے ساتھی نے ہمیں ان افسران کا نام اور پتا بتا دیا ہے جو ٹرانسفارمر مشین کی حفاظت کے ذمے دار ہیں۔ اب ہم تم سے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اس نے کہاں تک درست بتایا ہے؟"

"اگر اُس نے بتایا ہے تو یہ اُس کی بزدلی ہے، میں مر جاؤں گا لیکن اس سلسلے میں زبان نہیں کھولوں گا۔"

اُس کی بھی پٹائی ہونے لگی۔ ایک ماتحت نے کنپٹی سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے کہا "اگر تم نے زبان نہ کھولی تو ہم گولی مار دیں گے۔"

اُس نے خوفزدہ سہم کر ریوالور کو دیکھا پھر مُسکراتے ہوئے کہا "جب میرے ساتھی نے سب کچھ بتا ہی دیا ہے تو پھر مجھ سے کیوں پوچھا جا رہا ہے۔ میں جانتا ہُوں، اُس نے کچھ نہیں بتایا ہے۔ مجھے احمق نہ سمجھو، اگر میں مر جاؤں گا تو ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کے لیے تمھارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔"

پارس سُن رہا تھا اور سوچ رہا تھا، دونوں ہی ڈھیٹ ہیں۔ ایک اپنی ڈھٹائی دکھا کر مر گیا مگر دوسرا بھی مر جائے گا تو اس ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔

اُس نے سوچتے سوچتے اچانک ایک ماتحت سے ریوالور لے کر کہا "بس بہت ہو چکا۔ ہم وقت ضائع نہیں کریں گے، ہم نے جھوٹ بولا تھا کہ تمھارے ساتھی نے زبان کھولی ہے۔ نہیں وہ بھی ڈھیٹ ہے اور میں اس کی ڈھٹائی کو ہمیشہ کے لیے ختم کرتا ہُوں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے چلتا ہُوا تیسرے کمرے میں آیا، وہ افسر اُسی طرح دیوار سے ٹیک لگائے مُردہ پڑا ہُوا تھا۔ اس نے مُردے کے گریبان کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا "اب میں تمھیں خاموش نہیں رہنے دوں گا، اگر تم ضد کرو گے تو میں تمھیں ہمیشہ کے لیے خاموش کر دوں گا، چلو! بولو۔"

یہ کہتے ہی اُس نے ایک جھٹکے سے لاش کو اُٹھایا، پھر اُسے اس کھڑکی کی سلاخوں کے پاس لا کر کھڑا کر دیا، جہاں سے دوسرے کمرے کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ دوسرے کمرے میں اس کا ساتھی افسر کرسی پر بیٹھا ہُوا تھا۔ اُسے اپنے ساتھی کی پُشت کھڑکی کی سلاخوں سے لگی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ پارس نے اس مُردے کے کھُلے ہوئے مُنہ میں ریوالور کی نال گھسیڑ دی تھی اور کہہ رہا تھا "میں پانچ تک گنتا ہُوں، اگر تم نے زبان نہ کھولی تو میں گولی مار دوں گا۔"

"ایک، بولتے ہو یا نہیں؟"

"دو۔ ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔"

"تین۔ ہم نے تم دونوں کو اغوا کیا ہے لہٰذا تمھیں صحیح سلامت واپس نہیں جانے دیں گے۔"

"چار۔ ہم تمھارا نام و نشان مٹا دیں گے تاکہ قانون کے محافظ ہمارا تعاقب نہ کر سکیں۔"

"پانچ۔ بولو، بولو کیا نہیں بولو گے؟"

اس کے ساتھ ہی پارس نے ٹریگر دبا دیا۔ ٹھائیں ٹھائیں، دو بار گولی چلائی پھر اس لاش کو چھوڑ دیا۔ لاش کھڑکی کی سلاخوں سے پھسلتی ہوئی دھم سے فرش پر گر پڑی۔ پارس غصّے میں تیزی سے چلتا ہُوا پاؤں پٹختا ہُوا اس افسر کے پاس آیا جو دوسرے کمرے میں کرسی پر بیٹھا ہُوا تھا۔ اس نے سر کے بالوں کو اتنی سختی سے جکڑا کہ بیٹھنے والے کا مُنہ کھُل گیا۔ اُس نے ریوالور کی نال اُس کے مُنہ میں گھسیڑتے ہوئے کہا "اب تمھارے لیے پانچ گنتا ہُوں، ایک ....."

اس سے پہلے ہی وہ گڑگڑا کر سر ہلانے لگا، کچھ بڑبڑانے لگا۔ پارس نے اُس کے مُنہ سے ریوالور کی نال نکالی تو کہنے لگا۔ "بتاتا ہُوں... بتاتا ہُوں، خدا کے لیے مجھے نہ مارو، میں سب کچھ بتا دوں گا۔"

پارس نے ریوالور کی نال اُس کی دونوں آنکھوں کے بیچ ناک کے اُوپری حصّے پر گاڑی ہوئی تھی اور وہ دہشت سے بولتا جا رہا تھا۔ میں، رسونتی اور آرمرا اعلیٰ بی بی اور دوسرے ماتحتوں کے ٹھکانوں میں موجود تھے۔ وہ دوسرا افسر جو کچھ بول رہا تھا، آرمرا کے نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی کے ماتحت بھی نوٹ کر رہے تھے۔ رسونتی نے خوش ہو کر کہا "شاباش! میرے بیٹے، شاباش! تم نے وہ کام کر دکھایا ہے جو صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی کر سکتے تھے۔ تم نے ثابت کر دیا کہ تم ہمارے اس غیر معمولی علم کے محتاج نہیں ہو۔"

واقعی میں اپنے بیٹے کی تعریف کیا کروں۔ اس کے اس کارنامے کو کبھی بھُلایا نہیں جا سکے گا۔ آج ہم اس کی ذہانت سے تقریباً پندرہ برس کے بعد اس ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے والے تھے۔ واللہ کیا کمال دکھایا تھا۔ ایک مُردہ شخص کو گولی مار کر زندہ شخص کی زبان کھلوا دی تھی۔

خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا اگرچہ ہم ٹرانسفارمر مشین تک ابھی نہیں پہنچے تھے لیکن وہ ہمیں یوں نظر آرہی تھی جیسے زمین اپنا سینہ چیر کر چھپا ہوا خزانہ دکھا رہی ہو۔ وہاں تک پہنچنے کا حصول اب دشوار نہیں رہا تھا۔ رسونتی تو خوشی سے پاگل ہو رہی تھی۔ مارے خوشی کے ایک جگہ بیٹھ ہی نہیں پا رہی تھی۔ کبھی جناب شیخ صاحب کے پاس جاتی تھی، کبھی پوپی کے پاس اور کبھی اس ادارے کے اہم افراد کے پاس پہنچ کر انھیں بتاتی تھی کہ بیٹے نے کتنی ذہانت اور ہوشیاری سے ایک مردہ شخص کو گولی مار کر زندہ شخص کے اندر سے تمام راز اگلوا لیے ہیں۔

اس کا بس چلتا تو ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے اپنے بیٹے کی پبلسٹی کراتی، اخبارات میں اس کی تصاویر شائع کرا دیتی۔ میں نے ڈانٹ کر کہا تھا "کیا حماقت کر رہی ہو؟ کیا ہمارے ادارے میں کوئی سازشی نہیں ہو سکتا؟ کیا یہ بات یہاں کے حکام تک نہیں پہنچ سکتی کہ ہم ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے ہی والے ہیں اور اس کی کامیابی کا سہرا ہمارے بیٹے پارس کے سر رہے۔ کیا تم اپنے بیٹے کی کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدلنا چاہتی ہو؟"

وہ شرمندہ سی ہو کر بولی تھی۔ میں خوشی کے مارے بھول گئی تھی۔ ابھی اس کی مشین کی تباہی کا مرحلہ باقی ہے۔ اب کچھ نہیں بولوں گی بالکل خاموش رہوں گی مگر فرہاد! تم مانتے ہو نا کہ میرے بیٹے نے زبردست ذہانت کا ثبوت دیا ہے؟"

"بھئی مانتا ہوں، تمھاری تسلی کے لیے پکے کاغذ پر لکھ کر دے دوں گا۔"

"مذاق نہ کرو۔ تم نے ایک دن کہا تھا، پارس اوّل نے اپنی دلیری اور ذہانت سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ دوسرا فرہاد علی تیمور ہے۔ کیا میرے بیٹے نے بھی یہ ثابت نہیں کیا ہے؟"

"بے شک ثابت کیا ہے، دونوں ہی میرے بیٹے ہیں۔"

"وہ ایک دن ثابت کر دے گا کہ وہی میرا اور تمھارا بیٹا ہے۔"

"وہ دن آنے دو۔ ابھی اپنی خوشیوں کو تاؤ میں رکھو اور اپنے بیٹے کو سمجھاؤ۔"

رسونتی نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اپنے بیٹے کے پاس پہنچ گئی۔ ایسے وقت اعلیٰ بی بی اپنے ماتحتوں کے ساتھ ایری زونا کے شہر سویلیسکی جانے والی تھی۔ تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ وہ شام کو ایک چارٹرڈ طیارے سے روانہ ہونے والے تھے۔ رسونتی نے کہا تھا "بیٹے! تم نے اپنے حصے کی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اب میرے پاس آجاؤ۔"

"ماما! یہ کوئی بات نہ ہوئی۔ میں زندگی میں پہلی بار اتنا لمبا سفر کر کے نیویارک پہنچا ہوں اور اب واپس آجاؤں۔ آخر آپ مجھے کب یہ دنیا دیکھنے کی اجازت دیں گی؟"

"بیشک، تم وہاں کچھ عرصہ رہنا چاہتے ہو تو رہو۔ ساری دنیا گھوم کر دیکھو لیکن ٹرانسفارمر مشین کا خیال چھوڑ دو۔"

"کیوں چھوڑ دوں؟"

میں نے کہا تھا "بیٹے! تم سمجھ دار ہو تم نے یہ دیکھا ہے کہ ہم دو سیکشن آفیسرز کو اغوا کرایا تھا۔ ایک مر چکا ہے، دوسرا زندہ واپس نہ جائے گا۔ ان دونوں کی غیر موجودگی حکام کو چونکا دے گی لہٰذا ہم چند گھنٹوں میں اس مشین کو تباہ کرنے کے سلسلے میں جو کچھ کر سکتے ہیں کر گزریں۔"

رسونتی نے پوچھا تھا "اعلیٰ بی بی ایری زونا کیوں جا رہی ہے؟"

"وہاں کے ایک شہر سویلیسکی میں وہ دو دن افسران اپنی فیملی کے ساتھ رہتے ہیں اور رہنے میں دو دن چھٹیاں گزارنے کے لیے آتے ہیں۔ پھر وہاں سے گرانڈ کینن جاتے ہیں۔"

میں نے اسے بتایا۔ "گرانڈ کینن ایک ایسا پہاڑی علاقہ ہے جہاں میلوں دُور تک صرف پتھریلی پہاڑیاں اور بڑی بڑی چٹانیں نظر آتی ہیں۔ ایسی ہی ایک پہاڑی کے اطراف میلوں دُور تک مسلح فوجیوں کا پہرہ ہے۔ اس پہاڑی کے اندر ایک کشادہ غار ہے۔ غار کی زمین کھود کر تہ خانہ بنایا گیا ہے۔ اس تہ خانے میں وہ ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی ہے۔ مشین کی صرف وہی دو انچارج افسران جا سکتے ہیں کیونکہ وہی دو میکینک مشین کی کارکردگی کے متعلق اعلیٰ حکام کو رپورٹ دیتے رہتے ہیں۔"

رسونتی نے تمام رپورٹ سننے کے بعد کہا تھا "بیٹے! ہم سب مل کر بھی اگر یہ کیس تمھارے حوالے کیا گیا اور تمھیں تھوڑا سا وقت دیا گیا تو یقیناً اس مشین کو تباہ کر دو گے لیکن ہمارے پاس وقت نہیں ہے اور یہ بات تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔"

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا تھا "اچھی بات ہے۔ میں وہاں نہیں جاؤں گا لیکن یہاں کچھ وقت گزاروں گا۔"

"تم جتنا عرصہ رہنا چاہو رہو۔ میں تمھارے لیے تمام سہولتیں فراہم کروں گی۔"

پھر وہ مجھ سے بولی تھی "اگر ہم پارس کا تعارف رنگ فرنانڈز سے کرا دیں تو میرے بیٹے کو وہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔"

میں نے کہا تھا "میرا دوست فرنانڈز امریکی انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں ہے۔ اگر تمھارا بیٹا اس کے پاس جائے گا اور ادھر وہ مشین تباہ ہوگی تو وہ بھی انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں آجائے گا پھر سب اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جائیں گے۔"

پارس نے کہا تھا "میں اپنے انتظامات خود کر سکتا ہوں۔ آپ میرا فکر نہ کریں۔"

اعلیٰ بی بی اپنے ماتحتوں کے ساتھ تین گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد سویلیسکی شہر پہنچ گئی تھی۔ ان کے کمروں کا پتا اور فون نمبر معلوم تھا۔ ہم نے وہی پرانا طریقہ اختیار کیا۔ فون کے ذریعے پہلے ان کے گھر والوں کی آواز سنیں۔ پھر ان کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ کچن میں کام کرنے والی ملازمہ لوئیز پ کیا۔ ان کے ذریعے اعصاب کمزور کرنے والی دوا ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں حل کرا دی۔ ان دونوں افسران نے صبح کے ناشتے میں کافی پی تو انھیں کچھ کمزوری کا احساس ہوا۔ اس بار جو دوا پلائی وہ زیادہ دیر تک انھیں کمزور نہیں رکھ سکتی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد ہی انھوں نے خود کو نارمل محسوس کیا لیکن ہم تینوں ان کے دماغ میں پہنچ چکے تھے۔

تقریباً دو گھنٹے بعد وہ سرکاری طیارے میں سفر کرتے ہوئے گرانڈ کینن کی پہاڑی کے پرائیویٹ رن وے پر اُتر گئے تھے۔ ہم ان کے دماغ سے معلومات حاصل کرتے جا رہے تھے۔ وہ دونوں افسر غار کے دہانے تک پہنچے تھے تو انھیں ایک ایکسرے مشین کے سامنے سے گزرنا پڑا تھا جس سے پتا چلتا تھا کہ وہ کوئی چیز اٹھا کر نہیں لے جا رہے ہیں۔ واپسی میں وہ اسی مشین کے پاس سے گزرتے تھے، اور چیک کرنے والے افسران مطمئن ہو جاتے تھے کہ دونوں مکینک افسران نہ اپنے ساتھ کچھ لے کر تہ خانے میں گئے ہیں اور نہ ہی تہ خانے سے کچھ لے کر آئے ہیں۔

اس مشین کی حفاظت کے لیے بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے لہٰذا ہمارے کام میں ذرا دشواریاں تھیں لیکن ہم ان دشواریوں سے گزر سکتے تھے۔

جب وہ افسران ایکسرے مشین سے گزرنے لگے تو ہم نے انھیں دوسرے افسران سے بات کرنے پر مائل کیا جس کے نتیجے میں ہم ایکسرے مشین کے پاس ڈیوٹی دینے والوں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ وہ وہاں سے گزر کر تہ خانے کی طرف جانے لگے، وہاں کھڑے ہوئے مسلح افراد الرٹ ہو کر سیلوٹ کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے ایک مسلح شخص سے پوچھا "یہاں کا درجۂ حرارت بتاؤ؟"

وہ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے پٹر پٹر معلوم کرتے تھے کیونکہ اس تہ خانے کے اندر مشین کے ساتھ کچھ بھاری قوت کے بم منسلک کیے گئے تھے۔ دوسری جگہ بارودی سرنگیں بچھائی گئی تھیں۔ یہ احتیاطی تدبیریں اس لیے کی گئی تھی کہ کوئی شخص کسی طرح مشین تک پہنچ جائے تو ان دھماکوں سے مشین کو تباہ کر دیا جائے تاکہ وہ کسی کے ہاتھ نہ آئے۔

اگر وہ مشین تباہ ہو جاتی تو انھیں زیادہ افسوس نہ ہوتا کیونکہ مشین کا نقشہ انھوں نے کسی دوسری جگہ چھپا رکھا تھا۔ ہاں اگر ناکامی ہوتی تو اس بات کا اطمینان ضرور ہوتا کہ وہ مشین دشمنوں کے ہاتھ نہیں آسکے گی۔

وہ افسران تہ خانے میں گئے۔ انھوں نے مشین کو چیک کرنا شروع کیا۔ میں نے ایک افسر کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ اس کے ذریعے مشین کے دو چارٹ نکلوا کر اس کی جیب میں رکھ دیے۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر آئے اور ایکسرے مشین کے سامنے سے گزرنے لگے۔ وہاں کھڑے ہوئے دونوں افسروں کے دماغوں پر رسونتی اور آرام قبضہ جما چکے تھے۔ مشین بتا رہی تھی کہ ایک میکینک افسر کی جیب میں لوہے کے کچھ پرزے ہیں لیکن ایسے ہی وقت رسونتی اور آرام نے ان کی نظروں کو دوسری طرف بھٹکا دیا تھا اور وہ دونوں کسی روک ٹوک کے بغیر گزر گئے تھے۔

اب وہ پانچ دن تک وہیں پہاڑی کے قریب ایک سرکاری رہائش گاہ میں رہنے والے تھے۔ میں نے رسونتی سے کہا تھا "میں نے جس افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہے، تم اس کے دماغ میں رہو۔ وہ جہاں قیام کر رہے ہیں وہیں ایک چھوٹی سی جھیل ہے۔ تم اس کی جیب سے وہ پرزے نکلوا کر جھیل میں پھینک دینا۔"

میں یہ ہدایات دے کر آرام کے ساتھ اس مسلح سپاہی کے پاس آیا جس نے وہاں کا درجۂ حرارت بتایا تھا۔ وہ دُور کھڑے ہوئے سپاہیوں کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ ہم ان کی باتیں سن رہے تھے اور ان کے دماغ میں پہنچ رہے تھے۔ تہ خانے کے پاس ڈیوٹی دینے والے افسر کو سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ جب بھی خطرے کا سگنل ملے وہ اس تہ خانے کو مشین سمیت تباہ کر دے۔

میں اس کے دماغ میں خطرے کا سگنل بن گیا۔ وہ چپ چاپ میرا معمول بن کے اسی پتھریلے کمرے میں پہنچا جہاں تمام بموں کے سوئچ لگے ہوئے تھے۔ تقریباً آٹھ نو برس بعد ہم یہ مراحل طے کرتے ہوئے اس مقام تک پہنچ گئے تھے جہاں اب دھماکے ہونے والے تھے۔ اس نے میرے ایک اشارے پر تمام سوئچ جلدی جلدی دبائے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے دماغ سے پہلا دھماکا سنا۔ دوسرے دھماکے سے پہلے اس کا دماغ مٹ چکا تھا۔ میں دوسرے سپاہیوں کے پاس آیا تو وہ بھی مٹ رہے تھے۔ ہم ان میکینک افسران کے پاس آگئے۔ وہ اپنی گاڑی سے اُتر کر رہائش گاہ کی طرف آنا چاہتے تھے، اب گھبرا کر اس پہاڑی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جہاں پتھر اور بڑی بڑی چٹانیں سوکھے پتوں کی طرح اڑ رہی تھیں۔

رسونتی، میکینک افسر کو دوڑاتی ہوئی جھیل کے کنارے لے گئی پھر اس کی جیب سے وہ پرزے نکلوا کر جھیل میں پھنکوا دیے۔ ایسا میں نے احتیاطاً کیا تھا۔ میرا خیال تھا، آخر وہ فولادی مشین ہے شاید پوری طرح تباہ نہ ہو سکے، اسی لیے میں نے وہ پرزے جھیل میں پھنکوا دیے تھے۔

ادھر میں، رسونتی اور آرام، جناب شیخ صاحب کو اور ادارے کے دوسرے اہم افراد کو برے خوشخبری سنا رہے تھے۔ دوسری طرف سپر ماسٹر اور اس کے اعلیٰ حکام کے ہوش اُڑ گئے ہوں گے۔ سب افراتفری میں ہوں گے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش میں ہوں گے کہ آخر یہ کیسے ہو گیا؟ پھر وہ اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ سب ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوا ہے لیکن وہ الزام نہیں دے سکیں گے۔ ہم نے وہاں اپنی موجودگی کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑا تھا۔ وہ دو میکینک افسران اب تک اس خوش فہمی

میں مبتلا تھے کہ دماغی طور پر نارمل ہیں اور سورج کی لہروں کو محسوس کر سکتے ہیں، بہرحال ہم ان کا یہ الزام قبول کرنے والے نہیں تھے۔

میں نے پارس دوم کے پاس آ کر اسے یہ خوشخبری سنائی۔ پھر کہا۔ "ہم نے اسے تباہ کر دیا ہے لیکن سال دو سال میں دوسری مشین تیار ہو سکتی ہے۔ وہ نقشہ کسی دوسری جگہ چھپا کر رکھا گیا ہے۔ تم یہاں کچھ عرصہ رہنا چاہتے تھے لہٰذا تمہارے لیے کام نکل آیا ہے۔ تم اعلیٰ بی بی او ڈس کے ماتحتوں سے اپنی مرضی کے مطابق کام لو اور اس نقشے تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

"آنٹی اور ان کے آدمیوں سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ٹرانسمیٹر وغیرہ کی ضرورت ہوگی اور یہ چیزیں اپنے پاس رکھ کر میں یہاں کے انٹیلی جنس والوں کو شبہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔"

"کوئی بات نہیں۔ اعلیٰ بی بی کے آدمی تمہارے ساتھ سائے کی طرح لگے رہیں گے۔ تمہارے قریب کبھی نہیں آئیں گے لیکن کبھی ضرورت محسوس ہوئی تو رازداری سے رابطہ ہو جائے گا اور تمہاری بات اعلیٰ بی بی تک پہنچ جایا کرے گی۔"

"آپ ان آدمیوں کے فون نمبر نوٹ کرا دیں۔ میں ان سے رابطہ قائم کر لیا کروں گا۔"

میں نے وہ نمبر نوٹ کرا دیے۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو!" دوسری طرف سے ایک سریلی سی آواز سنائی دی۔ "ہیلو، کیا تم رومیو بار کر بول رہے ہو؟"

پارس نے کہا۔ "ہاں میں ہی ہوں اور تم سے نہیں پوچھوں گا کہ تم کون ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "اس کا مطلب ہے تم نے مجھے پہچان لیا ہے۔ بقیب ہے، اطیارے میں تم نے برے نام بات کی ہیشہ گونگے بنے رہے اور آج ٹیلی فون پر آواز سے پہچان لیا۔ ویسے یہ اچھی بات ہے۔ موت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ ذرا دروازہ کھولو تمہاری موت کھڑی ہوئی ہے۔"

پارس نے ریسیور رکھ کر کہا۔ "پاپا! آپ چلے جائیں۔"

"میں جا رہا ہوں مگر تجسس میں مبتلا ہوں، آخر یہ کون ہے؟ تم سے کیا چاہتی ہے؟ ایسی دشمنی کیوں پیدا ہو گئی ہے؟"

"آپ لڑکی کے پاس جا کر معلوم کر لیں لیکن مجھے اپنے معاملے سے نمٹنے دیں۔"

"میں ٹرانسفارمیشن کا نقشہ حاصل کرنے کے معاملے میں مداخلت نہیں کروں گا لیکن یہ بہت اہم معاملہ ہے جب غیر ضروری لوگ تمہارے راستے میں آئیں گے اور تمہارا وقت برباد کرنا چاہیں گے تو پھر میں داخل کروں گا۔"

"آپ درست کہتے ہیں لیکن مجھے تھوڑا سا وقت دیجیے اگر میں فوراً ہی اس معاملے سے نمٹ لوں تو اچھی بات ہے ورنہ آپ مداخلت کیجیے گا۔"

میں اس لڑکی کے دماغ میں پہنچا۔ اس کا نام سوئٹی تھا۔ طیارے میں پارس کے ساتھ جو کچھ ہو چکا تھا وہ میں نے اس کے دماغ سے معلوم کر لیا۔ وہ اپنی توہین کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ معمولی فائروں سے کام نہیں چلے گا۔ پارس نے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے بوائے فرینڈ کے ایک ہاتھ کی انگلیاں توڑی تھیں۔ اس بار اس نے پانچ ہزار ڈالر میں ایک ایسے شہ زور کو کرائے پر حاصل کیا تھا جو لوہے کی سلاخیں موڑ دیتا تھا۔ اپنے مقابل کی گردن توڑ دیتا تھا۔ آج وہ پانچ ہزار ڈالر میرے بیٹے کی گردن توڑنے آیا تھا۔

پارس نے جس بنگلے میں قیام کیا تھا وہ فرانس کے ایک بزنس مین کا تھا۔ پاسپورٹ کے مطابق پارس کا نام رومیو پارکر تھا اور وہاں قیام کر رہا تھا۔ بنگلے کے احاطے کے باہر ایک رولس رائس کار میں سوئٹی اپنی ایک سہیلی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ کار کی پچھلی سیٹ سے وہ شہ زور نمودار کر جا رہا تھا۔ سوئٹی نے کہا۔ "دروازے کے پاس جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ وہ خود اسے کھولے گا۔ جب نہ کھولے تو سمجھ لینا، پچھلے دروازے سے دم دبا کر بھاگ گیا ہے۔ اس کا بزدلوں کی طرح بھاگنا ہی میرے لیے تسکین کا باعث ہوگا۔"

وہ شہ زور ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا دروازے کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ سوئٹی کی سہیلی نے پوچھا۔ "جب وہ پچھلے راستے سے فرار ہو جائے گا تو تمہیں کس بات کی تسکین ہوگی؟"

"اگر دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ جائے تو کیا جیتنے کی خوشی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد وہ کہاں جائے گا۔ میں نے اس کے پاسپورٹ کا نمبر وغیرہ نوٹ کیا ہوا ہے۔"

اس کی سہیلی نے کہا۔ "دروازہ ابھی تک نہیں کھلا ہے، شاید وہ پچھلے دروازے سے بھاگ گیا ہے۔"

"وہ بہت مکار ہے، پہلے بزدلی ظاہر کرتا ہے۔ میرے بوائے فرینڈ کے سامنے بھی سہما سہما تھا جیسے لڑنے کا ہنر جانتا ہی نہ ہو آج اس کی مکاری نہیں چلے گی۔"

وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ شہ زور نے اسے دیکھتے ہوئے دروازے پر سے ہی کہا۔ "مس صاحبہ! معلوم ہوتا ہے اس بنگلے میں کوئی نہیں رہتا۔"

سوئٹی نے پھر کار میں بیٹھ کر ڈیش بورڈ پر رکھے ہوئے ریسیور کو اٹھا کر پارس سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "کیا بات ہے، بزدل کی طرح سہم کر بیٹھ گئے ہو۔ کیا دروازہ نہیں کھول سکتے؟"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے، دروازہ بہت پہلے سے کھلا ہوا ہے۔ جس موت کو میرے لیے بھیجا ہے وہ دروازے کا

ہینڈل ذرا سا گھما کر آ سکتی ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اور زور سے بولی۔ "دروازہ کھلا ہے، اندر جاؤ۔"

شہ زور کے اندر آ گیا۔ وہ دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ پارس ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "مجھے ابھی اطلاع ملی ہے، تم میری موت بن کے آئے ہو، اس لیے میں تم سے مٹھ کر مصافحہ نہیں کروں گا لیکن چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

آنے والے نے اپنے بڑے بڑے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "باتیں نہ کرو، صرف اپنی آخری خواہش بیان کرو۔"

وہ نیکر اور بنیان پہنے ہوئے تھا۔ اس کے بدن کی سختی بتا رہی تھی، وہ فولاد ہے۔ اپنے کسی بھی مقابل کے لیے یقیناً ملک الموت بن جاتا ہوگا۔ وہ ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا ٹیلیفون کے پاس آیا۔ پھر اس نے ریسیور اٹھا کے بے ڈھنگے پن سے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہی ہی ہی... مجھے کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے ٹیلیفون کا رابطہ ختم کر دوں تاکہ تم کسی کی مدد کے لیے نہ بلا سکو۔"

اس نے بٹا سا منہ کھولا۔ پھر ریسیور کو اپنے دانتوں کے درمیان رکھ کر چبانے لگا جیسے گنا چبا رہا ہو اور رس چوسنے کے بعد اس کے ٹکڑے تھوکتا جا رہا ہو۔

پارس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تمہارے دانت اتنے مضبوط اور پکے ہیں؟"

"ہی ہی ہی، میں تمہاری ہڈیاں بھی چبا سکتا ہوں۔"

پارس نے سنیٹر ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم اسے ہاتھ لگا کر پیروں کی ضرب سے توڑ سکتے ہو؟"

وہ پورا ریسیور چبا کر نگل چکا تھا۔ اس نے گھور کر صوفوں کے درمیان رکھی ہوئی ٹیبل کو دیکھا۔ وہاں سے دوڑتا ہوا آیا۔ قریب پہنچ کر ایک چھلانگ لگائی پھر ہاکستا ہوا میز کے اوپر آتے ہی دونوں پیروں کو سختی سے مارا جس کے نتیجے میں اس میز کی سطح پر دو شگاف ہوئے اور اس کے دونوں پاؤں ان میں دھنستے چلے گئے۔

پارس نے قریب پڑی ہوئی ایک لوہے کی سلاخ کو اٹھایا۔ اس سلاخ کے ایک سرے سے بجلی کا تار منسلک تھا۔ اس نے ناڑی کی طرح اس سلاخ سے حملہ کیا تاکہ وہ اس حملے کو روک لے بلکہ سلاخ کو پکڑ لے۔

اس کے منصوبے کے مطابق یہی ہوا جیسے ہی اس نے حملہ کیا، باڈی بلڈر نے سلاخ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ پارس نے چھلانگ لگا کر سوئچ بورڈ کے پاس پہنچتے ہی ایک سوئچ آن کر دیا۔ وہ سلاخ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر فلک شگاف انداز میں قہقہے لگا رہا تھا۔ اچانک ہی اس کے قہقہے چیخوں میں بدل گئے۔

اسے بجلی کے جھٹکے پہنچ رہے تھے۔ حسب وہ چیخنے کے قابل نہیں رہا تو پارس نے سوئچ آف کر دیا۔ سلاخ اس کے ہاتھوں میں ہی تھی اور وہ آگے پیچھے جھوم رہا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ واقعی شہ زور تھا، بے پناہ قوتِ برداشت کا مالک تھا، اسی لیے اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تھا۔ شاید اس لیے بھی کہ میز کے سوراخ میں پھنسا ہوا تھا۔ پارس نے کہا۔ "اسی طرح سلاخ پکڑے کھڑے رہو، اگر اسے چھوڑا تو ہو گے تو بجلی کے جھٹکے پہنچاؤں گا۔"

میں سوئٹی کے پاس آ گیا۔ اس کی سہیلی کہہ رہی تھی۔ "ارے یہ ہمارے باڈی بلڈر کو کیا ہو گیا ہے؟"

سوئٹی پریشان ہو کر اس بنگلے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے وہاں چل کر دیکھنا چاہیے۔"

یہی بات اس کی سہیلی نے کہی لیکن وہ اپنی انسلٹ محسوس کر رہی تھی۔ اگر اس بار بھی شکست ہوئی تو وہ اپنی سہیلی کو منہ نہیں دکھا سکے گی۔ میں نے اسے کار سے نکل کر بنگلے میں جانے پر مجبور کیا۔ وہ سہیلی کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ پھر شدید حیرانی سے جہاں تھی وہیں کھڑی رہ گئی۔ پانچ ہزار ڈالر کے عوض حملہ کرنے والا باڈی بلڈر ایک میز کے اندر یوں پھنسا ہوا تھا جیسے اس کے دونوں پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئی ہوں اور وہ دونوں ہاتھوں سے ایک لوہے کی سلاخ کو پکڑے ہوئے گڑگڑا رہا تھا۔ "خدا کے لیے ایسا نہ کرو۔ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

سوئٹی حیرانی سے سوچ رہی تھی، وہ سنیٹر ٹیبل کے اندر جا کر کیسے پھنس گیا ہے اور معافی تو ہاتھ جوڑ کر مانگی جاتی ہے، وہ ہاتھ میں سلاخ لے کر معافی مانگ رہا تھا۔ وہ اپنی توہین کے احساس سے زمین میں گڑی جا رہی تھی۔ وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے اپنی جگہ سے ہلنے نہیں دیا۔

پارس نے پھر سوئچ آن کیا۔ اس باڈی بلڈر کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ وہ سوئچ آف کر کے بولا۔ "تم سمجھتے تھے، میری توجہ تمہاری طرف نہیں ہے، اسی لیے سلاخ چھوڑنا چاہتے تھے۔ اب انجام دیکھ لیا، آئندہ ایسی حماقت نہ کرنا۔"

پھر اس نے سوئٹی سے کہا۔ "دولت مند باپ کی مغرور بیٹی نے کبھی کسی معاملے میں جھکنا نہیں سیکھا جب کہ بڑے بڑوں کو کسی نہ کسی معاملے میں لچک پیدا کرنا پڑتی ہے۔ کبھی بھائی چارے کے طور پر، کبھی انسانیت کے نقطۂ نظر سے، کبھی مصلحت اندیشی سے کام لینا پڑتا ہے، اپنی سطح سے نیچے آنا پڑتا ہے لیکن تم ایسا نہیں کرنا چاہتیں، تم اس وقت بھی اپنی توہین محسوس کر رہی ہو۔"

پارس نے پھر اچانک سوئچ آن کیا، وہ تڑپ کر چیخنے لگا۔ باڈی بلڈر سے سوئٹی کی طرف مخاطب دیکھ کر لوہے کی سلاخ پھینکنا چاہتا

تھا لیکن ہم نے بچپن سے اس کے ذہن کو کمپیوٹرائز بنا دیا تھا۔ وہ دشمن کی خفیف سی حرکت کو بھی سمجھ لیتا تھا۔ اس نے کہا: "تم چالاکی دکھاؤ گے تو تمہیں بجلی کے جھٹکے پہنچاتا جاؤں گا۔ اب بتاؤ، تمہارے اندر کتنی قوتِ برداشت رہ گئی ہے؟"

وہ کمزوری سے ہانپتے ہوئے بولا: "میں تمہیں اپنا باپ مانتا ہوں۔ اب کوئی چالاکی نہیں دکھاؤں گا۔ فار گاڈ سیک! مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"اگر تم جانا چاہتے ہو تو اس سلاخ کو اپنے دانتوں سے موڑ کر دکھاؤ۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "ہاں، یہ میں کر سکتا ہوں، لیکن اگر میں اسے دانتوں سے موڑوں تو کیا تم مجھے جانے دو گے؟"

"میں نے کہا نا، کر اسے موڑ کر دکھاؤ۔"

اس نے فوراً ہی مُنہ کھولا۔ سلاخ کو اپنے دانتوں کے درمیان دبایا۔ اسے موڑنا ہی چاہتا تھا کہ پارس نے سوئچ آن کر دیا۔ اس بار وہ منہ کھول کر نہ چیخ سکا کیونکہ دانت سلاخ سے لگے ہوئے تھے اور وہ بجلی کے کرنٹ کے باعث دانتوں کو وہاں سے ہٹا نہیں سکتا تھا۔ مُنہ سے اِی اِی کی آواز نکل رہی تھی۔ پارس نے کہا: "میں تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہوں مگر سلاخ کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔"

وہ حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ پارس نے سوئچ آف کیا۔ پھر کہا: "تم نے اپنے دانتوں سے میرے ریسیور کو چبا ڈالا۔ کیا آئندہ کسی کے ریسیور کو چبا سکو گے؟"

وہ دانتوں سے سلاخ کو الگ کرنا چاہتا تھا۔ پارس نے ڈپٹ کر کہا: "خبردار، وہ دانتوں کے درمیان رہے گی ورنہ ...."

اس نے جلدی سے دانتوں کے درمیان رکھ کر انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "وہ سوئچ آن نہ کرے۔ اس کی کوئی چالاکی کام نہیں آ رہی تھی۔ سلاخ کو دانتوں سے نکال کر یا ہاتھوں سے پھینکنے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگتا لیکن اس کا مقابل بہت تیز طرار اور پھر تیلا تھا۔ غضب کی نظریں رکھتا تھا، بات ایک طرف کرتا تھا، دیکھتا دوسری طرف تھا۔ میں اس باڈی بلڈر کے اندر سہم کر محسوس کر رہا تھا، وہ بے حد کمزور ہو گیا ہے۔ اس کے ویدے پھیل گئے تھے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سلاخ تھامے ہوئے تھا لیکن ہاتھ کانپ رہے تھے۔ پارس نے کہا: "تمہیں ایک شرط پر رہائی مل سکتی ہے۔"

وہ خاموش تھا کیونکہ اس کے دانتوں کے درمیان سلاخ تھی۔ پارس نے کہا: "سلاخ وہاں سے ہٹا لو لیکن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔"

اس نے سلاخ کو مُنہ سے ہٹا کر کہا: "میں تمہاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔"

پارس نے کہا: "تم دانتوں سے انسانی ہڈیاں چبا ڈالتے ہو۔ ہاتھوں سے کسی کا سر توڑ سکتے ہو۔ کیا تم اتنے بہادر ہو کہ اپنے ایک گھونسے سے اپنے ہی دانت توڑ سکتے ہو۔ دو چار دانت توڑ کر دکھاؤ تو تمہیں رہائی مل جائے گی۔"

بجلی کے جھٹکے ایسے جان لیوا ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے شہ زور اندر سے کھوکھلے ہو جاتے ہیں۔ اس نے کہا: "میں رہائی کے لیے یہ کر سکتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھوں میں پکڑی ہوئی سلاخ کو اپنے مُنہ پر زور سے دے مارا۔ پھر دوسری تیسری بار مارا۔ اس کے مُنہ سے لہو نکلنے لگا تھا۔ چوتھی بار مارتے ہی تین دانت مُنہ سے نکل کر سامنے سینٹر ٹیبل پر گر پڑے۔ اس کے ساتھ ہی وہ چکرا کر اس ٹیبل سمیت ہی فرش پر پہنچ گیا۔

پارس نے اس پلگ کو سوئچ سے نکالا جو اس لوہے کی سلاخ سے منسلک تھا، پھر قریب آ کر اس کے ہاتھ سے سلاخ چھین لی۔ میز کے دوسری طرف جا کر اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر زور سے کھینچا۔ اس کے دونوں پاؤں آزاد ہو گئے۔ پھر اس نے پوچھا: "کیا مجھ پر حملہ کرو گے؟"

وہ ہانپتے کانپتے کھڑا ہو گیا۔ انکار میں سر ہلا کر بولا: "نہیں، مجھے جانے دو۔"

"ایسے کیسے جاؤ گے۔ جانے سے پہلے یہ بتاؤ، تم سوئٹی کے ساتھ کیا سلوک کر سکتے ہو؟"

باڈی بلڈر نے گھور کر سوسائٹی کو دیکھا۔ وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا: "اس نے کہا تھا میں ..."

سوئٹی انکار میں سر ہلاتے ہوئے پیچھے ہٹ کر بولی: "نہیں، نہیں، تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں نے تمہیں پانچ ہزار ڈالر دیے ہیں، پانچ ہزار اور دوں گی۔ فار گاڈ سیک، مجھے ہاتھ نہ لگانا۔"

پارس نے کہا: "نہیں پہلوان، اس کی گردن نہ توڑنا۔ اسے زندہ رکھنا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا سلوک کرو۔"

باڈی بلڈر نے کہا: "میں اسے مُنہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔ ایک کرائے کے غنڈے کے ہاتھوں عزت جائے گی تو یہ سر اٹھا کر چلنا بھول جائے گی۔"

پارس نے ڈانٹ کر کہا: "خبردار! آئندہ ایسی بات نہ کرنا۔ یہ ہزار میری جان کی دشمن سہی لیکن میں انتقام لینے کے لیے ایک عورت کے عزیز ترین سرمائے کو لٹتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس کے برعکس میں ٹوٹنے والے کو تڑپا تڑپا کر مار ڈالوں گا۔"

سوئٹی پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ حیرانی سے پارس کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی: "یہ وہی نوجوان ہے جسے میں مار ڈالنا چاہتی تھی اور جو اسے مارنے آیا تھا اس سے یہ میری عزت بچا رہا ہے؟"

پارس نے کہا: "جو ہوا سو ہوا۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

وہ باڈی بلڈر وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ سوئٹی کی سہیلی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "چلو۔"

لیکن وہ گم صم کھڑی پارس کو تک رہی تھی۔ اس نے اس کی طرف

بڑھتے ہوئے کہا: "تم مجھ سے متاثر ہو گئی ہو۔ اب تمہارا دل میرے لیے دھڑکے گا۔ تم مجھ سے محبت کرنے لگو گی۔ بڑی مشکل ہے۔ کبھی کبھی نیکی بہت مہنگی پڑتی ہے۔ میں نے جو کچھ کیا، تمہیں گمراہی سے بچانے کے لیے تاکہ تم دوسروں کو کبھی کمزور اور کمتر نہ سمجھو۔ اگر تم ایک گمراہی سے بچ کر میری طرف گمراہ ہونے کے لیے بڑھو گی تو مجھے افسوس ہو گا۔"

اس نے آگے بڑھ کر سوئٹی کے ایک بازو کو تھام لیا۔ پھر اسے کھینچتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ وہاں اسے چھوڑ کر بولا: "خدا حافظ۔"

اس نے ڈرائنگ روم میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ سوئٹی... کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس کی سہیلی نے حیرانی سے پوچھا: "تم رو رہی ہو؟"

اس نے روتے ہوئے کہا: "میں حسین نہیں ہوں، کیا میں جوان نہیں ہوں، کیا مجھ میں کوئی کشش نہیں ہے؟"

"تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو جب کہ بے شمار بوڑھے اور جوان تم پر مرتے ہیں۔"

"کیا مجھے ایسا نہیں سوچنا چاہیے؟ کیا تم نے نہیں دیکھا، اس نے کس طرح میرا بازو پکڑ کر اپنے گھر سے نکال دیا جیسے میں کوئی گھر کا ہوں۔"

اس کی سہیلی نے کہا: "یہ سوچنے کا انداز تمہیں گمراہ کرتا ہے۔ ہر جگہ پگلی! مردوں کا انداز محبت بالکل مختلف ہوتا ہے۔ وہ اوپر سے پتھر اور اندر سے موم ہوتے ہیں۔ وہ نوجوان رومیو بھی ایسا ہی ہے۔"

وہ روتے ہوئے بولی: "پتا نہیں، کس نے اس کا نام رومیو رکھ دیا۔ اس میں تو محبت کرنے والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ میرا دل بھی کہاں آ کر اٹک گیا۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، یہ مجھے جتنا تڑپائے گا، میرا دل اس کی طرف کھنچتا جائے گا۔ میں بہت بے بس ہو گئی ہوں۔"

"اچھا، اب یہاں سے چلو۔ ابھی معاملہ کچھ اور ہے۔ تم یہاں دشمن کی آماجگاہ تھیں، آئندہ دوست بن کر آنا۔"

وہ سوئٹی کو کھینچتی ہوئی لے گئی۔ میں پارس کے دماغ میں آیا۔ اس نے پوچھا: "کیا آپ یہاں موجود رہ کر میری کس طرح مدد کر رہے تھے۔ کیا آپ نے اس باڈی بلڈر کو کسی طرح مدد کر دیا تھا؟"

"نہیں، میں اپنی زبان کا پابند ہوں۔ میں نے تمہارے معاملے میں ایک ذرا سا مداخلت نہیں کی۔ صرف اتنا کیا کہ سوئٹی کو یہ تماشا دکھانے کے لیے اندر لے آیا۔"

"تھینک یو پاپا!"

"لیکن تم دونوں بیٹے ٹیسٹ پیپر کے لیے چیلنج بنتے جا رہے ہو اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہو تو مشکلات سے گزرنے کے لیے یہ علم ضروری نہیں ہے، انسانی ذہانت کافی ہے۔"

"آپ اسے تسلیم کر لیجیے، صرف انسانی ذہانت ہی مشکلات سے نجات دلاتی ہے مگر ہاں، کوئی ناممکن بات ہو تو اسے سائی بیتھی کے ذریعے ممکن بنایا جا سکتا ہے۔"

"کیا یہ میرا دل رکھنے کے لیے کہہ رہے ہو؟"

"نہیں، اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اس ٹرانسفارمر مشین کو بہت سخت پہروں میں رکھا گیا تھا، وہاں کسی کے قدم نہیں پہنچ سکتے تھے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ جا پاتا ہوں تو نہ جانے کتنے برس لگ جاتے۔ آپ نے صرف چند گھنٹوں میں اس مشین کو تباہ کر دیا۔ اسی طرح مشین کے نقشے تک پہنچنے کے لیے آپ کی علم کی ضرورت ہے۔ آپ ہی مجھے بتا سکتے ہیں کہ وہ نقشہ کون سے سرکاری شعبے میں ہے اور اس کی حفاظت کے لیے کیسے کیسے حفاظتی اقدامات کیے گئے ہیں؟"

"انشاء اللہ بہت جلد میں ضروری معلومات فراہم کر دوں گا۔"

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔

پارس اوّل نے جو جو کہا تھا اچھی طرح سمجھا دیا تھا، وہ اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند نہ کرے۔ وہ آدھی رات کو اس سے ملنے آئے گا۔

آدھی رات ہونے والی تھی۔ وہ بے چین ہو رہا تھا اور ادھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ جوجو کا کانچ سامنے ہی کھڑکی سے کچھ فاصلے پر تھا۔ وہاں ایک مسلح گارڈ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ بزرگوں نے وہاں پہرا بٹھا دیا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا تھا، بزرگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ آدھی رات کو جوجو کے پاس جانا چاہتا ہے؟

سیدھی سی بات تھی۔ اس کا دماغ پہلے کی طرح حساس نہیں رہا تھا، اس لیے روسنتی دماغ میں چپ چاپ آ کر بہت سی باتیں معلوم کر لیتی تھی شاید اسی نے مسلح گارڈ کی ڈیوٹی وہاں لگا دی تھی۔

اس نے کھڑکی کے پاس سے ہٹ کر آنکھیں بند کیں، پھر مخاطب کیا۔

"ماما! کیا آپ موجود ہیں؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر مخاطب کیا، پھر اسے جواب نہیں ملا۔ تب وہ اپنے کمرے سے نکل کر دبے قدموں چلتا ہوا کاٹیج سے باہر آیا۔ ادارے میں مسلح افراد کو پہرا دیتے تھے اور ان کی ڈیوٹی بدلتی رہتی تھی جو جوجو کے کمرے کے سامنے سے گزرتے تھے۔ اس نے مخاطب کیا: "پارس! ابھی تک کیا کر رہے ہو۔ میں کب سے انتظار کر رہی ہوں۔ جلدی آتے کیوں نہیں؟"

"کیا تم نہیں دیکھ رہی ہو، تمہارے کاٹیج کے سامنے ایک پہرے دار کھڑا ہوا ہے۔ میں تمہارے پاس آؤں گا تو یہ رپورٹ ہمارے بزرگوں تک پہنچ جائے گی۔"

"تو کیا ہوا، پہنچنے دو۔ ہم پہلے بھی ملتے تھے، آج بھی مل رہے ہیں اور بہت دنوں بعد مل رہے ہیں۔ خوب اچھی اچھی طرح باتیں کریں گے، کیرم کھیلیں گے۔ تم مجھے بتاؤ گے کہ اتنے دنوں تک جنگل میں رہ کر کیا کرتے رہے۔"

"جھک مارتا رہا۔ جنگل میں منگل منانے کا کئی بار موقع ملا لیکن تمہاری طرف کھنچا چلا آیا اور تم ہو کہ کیرم کھیلنے بلا رہی ہو۔"

"کیا تم نہیں آؤ گے؟"

"بھئی آ رہا ہوں۔ ذرا انتظار کرو۔"

وہ ٹہلنے کے بعد کاٹیج کے دوسری طرف گیا۔ اُدھر سے ایک پہرے دار آ رہا تھا چونکہ وہ سب ادارے کے پرانے وفادار تھے، اس لیے پارس کو اچھی طرح پہچانتے تھے اور اس کی عزت کرتے تھے۔ پارس نے اسے دُور سے دیکھتے ہی کہا۔ "ارے تم چیکی ہو۔ ادھر آؤ۔"

اس نے قریب آ کر پوچھا۔ "یس پارس بابا؟"

"میری ماما نے آج سے آرمر صاحب کی کوٹھی کے سامنے پہرا لگایا ہے۔ تم تو جانتے ہو، دنیا ٹیلی ویژن والوں کے پیچھے پڑ گئی ہے اور آرمر صاحب سیدھے سادے آدمی ہیں۔"

"جی ہاں پارس بابا، میں جانتا ہوں۔"

"وہ بے چارہ پہرے دار شام سے ڈیوٹی پر ہے، اب آدھی رات ہو چکی ہے۔ ماما نے کہا ہے کہ ڈیوٹی بدل دی جائے لہٰذا تم اس کی جگہ چلے جاؤ اور اسے ریلیف دو۔"

وہ چلا گیا۔ پارس دُور ہی سے دیکھنے لگا، وہ وہاں کھڑے ہوئے مسلح پہرے دار سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کے بعد وہ پہرے دار ہلکا ہو جانے لگا۔ دوسرا اس کا چارج کے سامنے ڈیوٹی دینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اطمینان سے چلتا ہوا آیا۔ جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر چیکی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "شوق کرتے ہو؟"

"تو پارس بابا۔"

"کوئی بات نہیں۔ ذرا چوکنا رہنا۔ کسی کو آنے نہ دینا۔ میں انکل آرمر سے مل کر آتا ہوں۔"

وہ کاٹیج کے دوسری طرف گیا، جدھر جوجو کے کمرے کا دروازہ تھا۔ اس نے دروازے پر ہلکا سا باؤ ڈالا وہ کھلتا چلا گیا۔ جوجو اپنے کمرے کے وسط میں کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی خوشی سے کِھل اٹھی۔ آگے بڑھ کر بولی۔ "میں تمہارے دماغ میں رہ کر دیکھ رہی تھی۔ تم پہرے دار سے کہہ رہے تھے، بھائی آرمر سے ملنے جا رہے ہو۔"

"میں نے اس سے جھوٹ کہا تھا۔"

"پارس تمہیں کیا ہو گیا ہے، جھوٹ کیوں بولنے لگے ہو؟"

"میں تمہیں کیسے سمجھاؤں، جوانی میں تھوڑا سا جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔"

"بھائی آرمر کہتے ہیں، جو غلط کام کرتا ہے، وہ جھوٹ بولنے پر مجبور ہوتا ہے۔ صحیح کام کرنے والا ہر حال میں سچ بولتا ہے۔"

"تمہارے بھائی آرمر بوڑھے ہو گئے ہیں اور بوڑھے صرف نصیحت کرتے ہیں۔ تم یہ بتاؤ، مجھے کتنا چاہتی ہو؟"

"اتنا کہ کسی کو نہیں چاہتی۔"

"کیا تم میرے لیے جان دے سکتی ہو؟"

"ابھی کہو، ابھی دے دوں گی۔"

"کیا تم میرے لیے جھوٹ بول سکتی ہو؟"

"توبہ توبہ۔ کیسی باتیں کرتے ہو۔ جھوٹ بولنا گناہ ہے۔"

"لیکن تم نے وعدہ کیا تھا۔ میرے یہاں آنے کی بات کسی کو نہیں بتاؤ گی۔"

"میں نے ابھی تک کسی سے کچھ نہیں کہا ہے۔"

"اور کل صبح کوئی پوچھے تو؟"

"تو بتا ہی ہو گا کیونکہ میں جھوٹ نہیں بول سکتی۔"

"اچھا تو میں جا رہا ہوں۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ میں نہیں جانے دوں گی۔"

"اگر میری خاطر جھوٹ بولنا پسند کرو گی تب رہوں گا۔"

وہ بے بسی سے بولی۔ "پارس! مجھے بُری بات کیوں سکھا رہے ہو۔ کیا اچھے بچے کبھی جھوٹ بولتے ہیں؟"

"جوجو! اب ہم بچے نہیں رہے، تمہیں وہ سلا یاد ہے نا جو جنگل میں میرے ساتھ جیپ میں بیٹھی ہوئی تھی۔"

"ہاں، اچھی طرح یاد ہے مگر جو بھی تمہارے قریب آئے گی میں اسے پسند نہیں کروں گی۔"

"اس کا مطلب ہے، صرف تم میرے قریب آنا چاہتی ہو۔"

"ہاں، صرف میں۔"

"تو پھر آؤ۔"

وہ پاس آ کر بولی۔ "یہ لو۔"

اس نے جوجو کی کمر کو دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لیا۔ وہ بولی۔ "تو اچھی بات نہیں ہے۔"

پارس نے پوچھا۔ "کیا تمہارا دل دھڑک رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "دل تو روز ہی دھڑکتا ہے اور تمہیں دیکھ کر اور زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے۔"

وہ اس پر جھکنے لگا۔ وہ اچانک ہی ایک جھٹکے سے الگ ہو کر بولا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟ تمہیں شرم نہیں آتی؟"

"ارے اس میں شرم کی کیا بات ہے۔ ہم دوست ہیں۔"

"مجھے ایسی دوستی نہیں چاہیے، تم گندے بچے ہو۔"

پارس اس سے آگے کچھ نہ سن سکا۔ غصے میں تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے نکل کر اپنے کاٹیج کی طرف جا رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ "یا اللہ! کس معصوم بچی سے دل لگا بیٹھا۔ یہ تو بوڑھی ہو جائے گی، اس کی کمر جھک جائے گی لیکن یہ کبھی جوان نہیں ہو گی۔"

وہ ناکام و نامراد اپنے کاٹیج کی طرف آیا۔ پھر اسے کھول کر اندر رکھتے ہی ٹھٹک گیا۔ رسوتی ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی بولی۔ "رک کیوں گئے؟ اچھا کام کرنے والے کبھی ٹھٹکتے نہیں۔ کہیں جھجکتے نہیں۔ کیا تم اس قدر جوان ہو گئے ہو کہ بزرگوں کی آنکھوں میں جھول جھولنے لگے ہو؟"

وہ سر جھکائے بولا۔ "خدا کا شکر ہے، میں نے ابھی تک ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے جس پر شرمندگی ہو مگر ہاں، آپ میری وجہ سے اتنی رات تک جاگ رہی ہیں، اس کے لیے مجھے شرمندگی ہے۔"

"جب اولاد نافرمان ہو تو ماؤں کی نیندیں اُڑ جاتی ہیں۔ تم وہاں کیوں گئے تھے؟"

"یہ معلوم کرنے کہ وہ میری شریکِ حیات بننے کے قابل ہے کہ نہیں۔"

"یہ سوچنا اور سمجھنا ہمارا کام ہے۔"

"سوری ماما! مجھے جوجو کے ساتھ زندگی گزارنی ہے، اس لیے مجھے سمجھنا چاہیے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس کے ساتھ تمام عمر نہیں گزار سکوں گا۔"

"تم دونوں بچپن سے ایک دوسرے کو چاہتے ہو۔ آج اچانک جذباتی فیصلہ کرو گے تو پچھتاؤ گے۔ میں تمہاری توقع کے خلاف یہ فیصلہ سن کر آئی ہوں کہ جلد سے جلد اس کی اور تمہاری شادی کر دی جائے۔"

پارس نے چونک کر سر اٹھایا۔ اپنی ماما کو بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کر چکی ہوں۔"

"لیکن ماما، وہ نادان ہے۔ ابھی تک معصوم بچی ہے۔ وہ آج جوان ہے، کل بوڑھی ہو گی مگر مرتے دم تک بچی ہی رہے گی۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں آج رات تمہیں سوچنے کا موقع دیتی ہوں۔ کل میرے پاس آؤ اور صاف صاف بتاؤ، میرا فیصلہ تمہیں منظور ہے یا نہیں؟"

وہ کمرے سے چلی گئی۔ پارس آہستہ آہستہ چلتا ہوا بستر تک آیا۔ تھوڑی دیر بستر پر سر جھکائے بیٹھا رہا، پھر آرام سے لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ صبح پانچ بجے تک سونا ہے۔ اس دوران اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو اس کی آنکھ کھل جائے۔ اس کے بعد وہ رفتہ رفتہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔

وہ کوئی آدھے گھنٹے سے زیادہ سو نہ سکا۔ اچانک ہی آنکھ کھل گئی۔ اس نے حیران ہو کر سوچا۔ "کیا بات ہے، کیا یہاں کوئی غیر معمولی بات ہو رہی ہے؟"

وہ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ کھڑکی اور دروازے کو دیکھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ سوتے وقت اسے بند کرنا بھول گیا تھا۔ تب اس نے سوچا۔ "شاید یہی بات ہے، دروازہ ہوا سے کھلا تو میری آنکھ کھل گئی جب کہ دروازے کو بند رہنا چاہیے تھا اور یہ میری غلطی ہے۔"

وہ دروازہ بند کر کے بستر پر آیا۔ اس کی ایک سوچ کہہ رہی تھی۔ "بات اصل میں کچھ اور ہے۔ یقیناً کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے جس کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی تھی۔"

وہ غیر معمولی بات کیا ہے؟ اس وقت سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ پھر آرام سے لیٹ گیا۔ اس نے سوچا۔ "اب میں دماغ کو ہدایت نہیں دوں گا، میرے نصیب میں سونا نہیں ہے۔ ماں اپنی ممتا سے ہمیشہ محروم کرتی رہی، آج جوجو نے بھی مایوس کر دیا ہے۔"

اس کی دوسری سوچ نے کہا۔ "مجھے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ میرے مزاج میں زندہ دلی ہے، مجھے ہر زخم ہنستے ہنستے سہنا چاہیے۔ جس طرح بچپن میں ہر کام وقت پر کرتا آیا ہوں، اسی طرح مجھے وقت پر سونا چاہیے۔ میں اپنے دماغ کو ہدایت دوں گا۔"

پھر وہ بے اختیار دماغ کو ہدایات دینے لگا۔ "میں صبح پانچ بجے تک سو تا رہوں گا۔ میں نے کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند کر دیے ہیں، خطرے کی بات نہیں ہے لہٰذا پانچ بجے سے پہلے میری آنکھ نہیں کھلے گی۔"

پھر اس نے محسوس کیا کہ اس پر نیند غالب آنا چاہتی ہے۔ دراصل یہی غیر معمولی بات تھی جس نے اس کی آنکھیں کھول دی تھیں لہٰذا اس نے اپنے آپ کو اس دوسری نادیدہ سوچ کے حوالے کر دیا۔ پورے جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر یوں سکون سے سانس لینے لگا جیسے گہری نیند میں ڈوب گیا ہو۔

پھر وہ جوجو کا تصور کرنے لگا تاکہ یوں لگے جیسے اسے خواب میں دیکھ رہا ہو۔ جب کسی کا تصور کرتے ہیں تو وہ دماغ کی اسکرین پر نظر آتا ہے اور وہ دماغ کی اسکرین پر خواب بھی دکھائی دیتے ہیں۔

اس نے اسکرین پر ماما کو دیکھا۔ ظاہر ہے رسوتی خیالی خوانی کے ذریعے خود کو اس کے خوابیدہ دماغ میں لا رہی تھی اور مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "بیٹے! میں تمہاری ماں ہوں، دل و جان سے تمہیں چاہتی ہوں۔ اگر تم بھی مجھے چاہتے ہو تو میری ایک بات پر عمل کرو۔"

"ماما! آپ حکم دیجیے، میں آپ کے ایک اشارے پر اپنی جان دے دوں گا۔"

"جان دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تم پر تنویمی عمل کر رہی ہوں۔ تم میرے معمول بننے کے لیے ٹرانس میں آ جاؤ۔"

"میں آپ کے قدموں میں ہوں۔ آپ مجھے تنویمی عمل کے ذریعے جہاں پہنچانا چاہتی ہیں پہنچا دیجیے۔"

"میں جو سوال کروں گی، تم اس کا صحیح جواب دو گے؟"

"میں صحیح جواب دوں گا۔"

"جو حکم دوں گی، اس کی تعمیل کرو گے؟"

"میں تعمیل کروں گا۔"

"آج کتنی تاریخ ہے؟"

"مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، تم گہری نیند میں ہو۔ میں کہتی ہوں، آج سات تاریخ ہے، تم کیا کہتے ہو؟"

"میں بھی کہتا ہوں، آج سات تاریخ ہے۔"

"میں کہتی ہوں، تمہارا نام پارس نہیں ہے۔"

"میں کہتا ہوں، میرا نام پارس نہیں ہے۔"

"نہیں، تم پارس ہو۔"

"میں پارس ہوں۔"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے تمہارے دماغ میں دوسرے خیالات پڑھے تھے۔ تم سوچ رہے تھے، نیند سے اٹھنے کا سبب کوئی غیر معمولی بات تھی، اب تم کیا کہتے ہو؟"

"میں کہتا ہوں، کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی، وہ میرے کمزور خیالات تھے، جو ختم ہو گئے۔"

"کیا جو جو کو دل و جان سے چاہتے ہو؟"

"میں اسے اپنی روح کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں۔"

"کیا آج تم اس سے مایوس ہو گئے ہو؟"

"میں اس سے مایوس ہو گیا ہوں۔"

"کیا اس سے شادی کرو گے؟"

"میں اسی میں کشمکش ہوں، اس کے بغیر رہ نہیں سکتا اور اس سے شادی کروں گا تو ازدواجی زندگی نہیں گزار سکوں گا۔"

"میں حکم دیتی ہوں، تم شادی کرو گے۔"

"میں شادی کروں گا۔"

"رفتہ رفتہ اسے ازدواجی زندگی گزارنے پر مائل کرو گے۔"

"میں رفتہ رفتہ اسے ازدواجی زندگی کی طرف مائل کروں گا۔"

"تم جو جو اور اس سے ہونے والے بچوں پر بھرپور توجہ دو گے۔ سب سے پہلے اہمیت اپنے گھر، اپنی بیوی اور اپنے بچوں کی ہوگی۔ تم دوسرے معاملات میں برائے نام دلچسپی لو گے۔"

پارس نے وعدہ کیا کہ وہ صرف اپنی بیوی اور بچوں پر بھرپور توجہ دے گا اور دوسرے معاملات میں برائے نام دلچسپی لے گا۔

رسونتی نے کہا: "اگر جو جو کا ذہن بھٹکا نہ رہا اور وہ ازدواجی زندگی گزارنے کی طرف مائل نہ ہوئی تو تم ادارے سے باہر جا کر اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلو گے، خود کو فرہاد علی تیمور کا بیٹا ثابت کرنے کے لیے باپ کی طرح عیاشی کرو گے۔"

پارس ایک دم سے لرز گیا۔ اس کے چونکنے اور لرزنے سے یہ بھید کھل گیا کہ نہ وہ گہری نیند میں تھا، نہ خراٹے لے رہا تھا اور نہ ہی اپنی ماں کا معمول بنا تھا۔ وہ پڑھ اکٹھا بیٹھا، پھر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر بولا: "ماں، نہیں ماں، مجھے شرم آ رہی ہے۔ میری ماں مجھے کیسا درس دے رہی ہے۔"

خواہ کیسے ہی جان لیوا غم لگے رہیں مرد کی آنکھ سے آنسو نہیں نکلتے۔ پارس کی آنکھیں بھی خشک تھیں لیکن دل رو رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا: "میں آپ کا بیٹا ہوں ماں، آپ کا بیٹا ہوں۔ بیٹے کو کچھ بھی سکھانے اور پڑھانے کے لیے تنویمی عمل کی کیا ضرورت ہے، سیلی پیتھی کی کیا ضرورت ہے۔ ماں کا حکم کافی ہے، آپ مجھے حکم دیجیے، مجھے بتائیے آپ کیا چاہتی ہیں لیکن نہیں، میں کس لیے پوچھوں کہ آپ کیا چاہتی ہیں کیونکہ یہ تو مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ آپ چاہتی ہیں، میں جو جو کے ساتھ اور اس کے ہونے والے بچوں کے ساتھ گھریلو اور ازدواجی زندگی میں مصروف رہوں۔ دوسرے معاملات میں برائے نام دلچسپی لوں۔ میں برائے نام بھی دلچسپی نہیں لوں گا۔ میں آپ کے بیٹے کو پورا موقع دوں گا کہ وہ ہمیشہ میدانِ عمل میں رہے اور ہمیشہ بڑے بڑے کارنامے انجام دیتا رہے۔"

وہ بستر پر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا: "یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آپ مجھ سے خوفزدہ ہیں۔ آپ جانتی ہیں، میں آپ کے بیٹے پر کسی طرح کمتر نہیں ہوں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں، اپنے طور طریقے بدل دوں گا، خود کو کمتر ثابت کر دوں گا اور آپ کے بیٹے کو افضل، اور برتر بننے کے مواقع دیتا رہوں گا لیکن آپ یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں کہ یہ سب کچھ میں نے نہ تو تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہو کر کیا ہے اور نہ ہی آپ کی سیلی پیتھی سے خوفزدہ ہو کر۔ سیدھی اور صاف بات یہ ہے کہ میں ماں کے دل سے خوف دور کرنے کے لیے میدان چھوڑ رہا ہوں۔ آپ کے بیٹے پر احسان کر رہا ہوں۔ اسے افضل اور برتر رہنے کی بھیک دے رہا ہوں۔ بس جائیے میرے دماغ سے چلی جائیے۔"

اس نے الماری سے جوگنگ کرنے کے لیے لباس نکالا۔ اسے پہن کر موزے اور پھر کینوس کے جوتے پہنتے ہوئے بولا: "میں نہیں جانتا، آپ میرے دماغ میں موجود ہیں یا نہیں، میری دماغی توانائی اب تک بحال نہیں ہوئی۔ آپ چپ چاپ چلی آتی ہیں، میں دیکھتا ہوں کب تک یہ کمزوری رہے گی۔ میں آج سے محنت کروں گا اور پھر اپنے دماغ کو توانا بناؤں گا۔"

وہ جوتے پہن کر باہر نکلا، پھر دوڑتے ہوئے پچھلے گراؤنڈ کی طرف جانے لگا۔ رات کے دو بجے تھے۔ تمام پہرے دار اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ اتنی رات کو نہ کوئی جوگنگ کے لیے نکلتا ہے نہ ہی ورزش کرتا ہے۔ یہ تو آرام سے سونے کا وقت ہوتا ہے۔ انھوں نے دونوں پارس کو اور وہاں کے طلبا و طالبات کو صبح چار بجے جوگنگ کرتے اور مختلف قسم کی ورزش کرتے دیکھا تھا، اپنی کسی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ گراؤنڈ کے چاروں طرف جنبازک سیکھنے، جودو کراٹے کی تربیت حاصل کرنے اور ذہن کو برقی رفتار بنانے کے سلسلے میں بہت کچھ سکھانے کے انتظامات کیے گئے تھے۔ آج وہ اپنے اندر کا غبار نکالنے کے لیے ان تمام شعبوں میں جا رہا تھا۔

وہ جس شعبے میں جاتا رہا۔ وہاں کے پہرے دار اس کے لیے دروازہ کھول دیتے تھے اور ایک دوسرے سے حیرانی کا اظہار کرتے تھے۔ ایک انچارج نے ٹیلیفون کے ذریعے وہاں کے ایک اہم بزرگ کو اطلاع دی: "جناب! پارس بابا رات کے سوا دو بجے جمنازیم ہال میں آئے ہیں، پھر یہاں سے دوسرے ہال کی طرف گئے ہیں۔ ان پر کچھ جنونی کیفیت طاری ہے۔"

جناب شیخ صاحب اور دوسرے اہم افراد فوراً وہاں پہنچے۔ ان کے ساتھ رسونتی بھی تھی۔ پتا چلا، وہ ٹھیک چار بجے مسجد کی طرف گیا ہے۔

اس ادارے کے احاطے میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ پارس وہاں پہنچ کر سستا رہا تھا، پھر اس نے تہہ بند میں اور جوتے اتار کر ایک طرف رکھے اور وضو کیا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا مسجد کے صحن میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اس نے آنکھیں بند کیں، دونوں ہاتھ ٹانگوں پر رکھے، پھر کلامِ پاک کی تلاوت کرنے لگا۔ اس کی آواز دُور دُور تک گونجنے لگی۔ اس کی جنونی کیفیت کے بارے میں معلوم کرنے والے مسجد کے صحن میں آ کر رک گئے تھے۔ وہ بہت ہی پُرسوز لے میں پڑھ رہا تھا۔ اس کی آواز دلوں میں اتر رہی تھی۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ چرٹ کھایا ہوا دل ربِّ کریم کی رحمتوں کو پکار رہا ہے۔

تمام سننے والے جذب کے عالم تھے۔ وہ کچھ سوچنا کچھ دیکھنا بھول گئے تھے، بس ایک آواز تھی جو کانوں سے دلوں میں اتر رہی تھی، دلوں سے دماغوں میں پہنچ رہی تھی اور دماغ سے رُوح میں جذب ہو رہی تھی اور انھیں سمجھا رہی تھی، جب دنیا کی تمام رشتوں اور محبتوں سے مایوس ہو جاؤ اور جب تمام مصائب سے تھک ہار جاؤ تو ایک بار مسجد میں ضرور آؤ۔ یہی تمھاری آخری پناہ گاہ ہے۔

جناب شیخ صاحب آہستہ آہستہ چلتے ہوئے پارس کے پیچھے آ کر کھڑے ہو گئے۔ اب وہ چپ ہو گیا تھا اور گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ جناب شیخ صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا: "اے ربِّ کریم! اے رحمان و رحیم، میرے بچے کو قوتِ برداشت اور سکون دے۔ آمین!"

ایک ٹرانسفارمر مشین تباہ ہو چکی تھی، ایک رہ گئی تھی لیکن نقشے دو تھے۔ ایک پہرا سٹر کے ملک میں تھا۔ جسے پارس میرے اور اعلیٰ پی ایچ ڈی کے تعاون سے حاصل کرنے والا تھا۔ دوسرا نقشہ جارج مین کے پاس تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا، فری مین آج کل پیرس میں ہے۔ نقشہ اسی کے پاس ہے اور ٹرانسفارمر مشین افریقہ کے اسی جنگل میں شیروں کے غار کے اندر ہے۔

ہم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ فری مین کسی فریک سیلز گوڈوانی کا محتاج ہے۔ مشین تیار کرنے کے سلسلے میں وہ اس سے ایک کروڑ ڈالر سے زیادہ دے چکا ہے اور اس سے وعدہ کر چکا ہے جیسے ہی کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کی گرفت میں آئے گا تو وہ سیلی پیتھی کی صلاحیتیں فریک سیلز گوڈوانی کے دماغ میں منتقل کرائے گا۔ یہ تمام باتیں میں پہلے بیان کر چکا ہوں، صرف یادداشت کے طور پر اتنا بیان کر رہا ہوں کہ گوڈوانی بہت ہی بدصورت تھا لیکن بے انتہا دولت مند تھا۔ دنیا کی تمام بڑی بڑی بندرگاہوں میں اگر اس کی ایک جہاز تا تو دوسرا وہاں سے روانہ ہوتا تھا۔ دنیا کے کئی بڑے بڑے شہروں میں اس کے فلائنگ کلب تھے جنھیں اسے صرف بحری جہازوں کی ہی نہیں، سیلی کاپٹروں اور طیاروں کی بھی سہولت تھی۔ اس طرح اس کے تعلقات دنیا کے بدترین اسمگلروں سے تھے۔ وہ ٹیلی فون کے ذریعے یا ٹائم سپیڈ کے ذریعے دنیا کے جس حصے میں جو حکم صادر کرتا تھا اس کی فوراً تعمیل ہوتی تھی۔

وہ جتنا بدصورت تھا اتنا ہی حسین عورتوں کا دلدادہ تھا۔ اسی لیے سلارا کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ فری مین نے اپنی بہن کو اس سے بچائے رکھنے کے لیے ایک ڈمی سلارا پیش کر دی تھی لیکن اب ماسک مین کے پاس سے جو کیسٹ آیا تھا اس کیسٹ میں اصلی سلارا کو دیکھ کر گوڈوانی بدک گیا تھا اور فری مین پر شبہ کرنے لگا تھا کہ جو شخص اپنی بہن کے سلسلے میں دھوکا کر سکتا ہے وہ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں فریب ..... کر سکتا ہے، لہٰذا گوڈوانی اب دُہری چال چل رہا تھا۔ اس نے اپنے ایک دستِ راست کو بھاری رقم دے کر فری مین کے پیچھے لگا دیا تھا، اور اس کا دستِ راست ایک گینگ بنا کر دُہری چال چل رہا تھا۔ ایک طرف اس نے ریڈ پاور کے باس سے یہ سودا طے کیا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین اس کی نظروں میں ہے۔ وہ کسی وقت بھی اسے حاصل کر سکتا ہے۔ اگر ایک خیال خوانی کرنے والا حاصل ہو جائے گا تو ماسک مین کے ایک آدمی کے دماغ میں سیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کی جائیں گی۔ اس کے عوض سلارا کو واپس کر دیا جائے۔ مقصد یہی تھا کہ سلارا حاصل ہو گی تو اسے گوڈوانی کی خوابگاہ میں پہنچا دیا جائے گا۔

گوڈوانی کا وہ دستِ راست بدنام مجرموں کا ایک گینگ بنانے کے بعد جارج فری مین کو بلیک میل کر رہا تھا۔ اس نے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ فری مین کئی پریشانیوں میں اُلجھا ہوا تھا، ٹیلی فون کی گھنٹی سن کر چونک گیا۔ چونکنے کی وجہ بھی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ گوڈوانی کے اس بنگلے میں وہ چھپا ہوا ہے۔ وہ بہت کم بنگلے سے باہر نکلتا تھا۔ کوئی اس کا شناسا نہیں تھا اور نہ ہی وہ کسی کو فون کرتا تھا، پھر کسی کا فون کیسے آ سکتا تھا۔ بہرحال اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ اسے کسی کا قہقہہ سنائی دیا۔ پھر قہقہہ لگانے والے نے کہا: "ہیلو مسٹر جارج فری مین!"

اس نے چونک کر پوچھا: "تم کون ہو۔ میرا نام کیسے جانتے ہو؟"

"مجھے بلانڈر ایر دیسی اندھا تیر کہتے ہیں اور اندھا تیر اندھیرے میں چھپے ہوئے نارگٹ تک پہنچ جاتا ہے۔"

"تم مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"ٹرانسفارمر مشین نے تمہیں سارے زمانے میں مشہور کر دیا ہے۔ میں تو ایسے گمنام مجرموں تک پہنچ جاتا ہوں جو چھپ کر وارادات کرتے ہیں اور کبھی منظرِ عام پر نہیں آتے۔ تم اس قدر مشہور ہونے کے باوجود چھپنے کی حماقت کر رہے ہو۔ آج نہیں تو کل فرہاد علی تیمور یا سپر ماسٹر یا مارک مین یا کسی اور خطرناک تنظیم والوں کی نظروں میں آسکتے ہو اور جانتے ہو، ان کی نظروں میں کس طرح آسکتے ہو؟"

"میں تمہاری باتیں سُن رہا ہوں۔ تم بہت پُراسرار بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ کیا کھل کر سامنے نہیں آسکتے؟"

"میں اندھیرے کا تیر ہوں اور اندھیرے میں ہی سنسناتا ہوا آتا ہوں۔ تم اپنی فکر کرو۔"

"تم ابھی کہہ رہے تھے، میں کسی کی بھی نظروں میں آسکتا ہوں مگر کیسے، میں تو چھپا ہوا ہوں؟"

"اگر چھپے ہوئے ہو تو میری نظروں میں کیسے آگئے؟"

"میں حیران ہوں، میرا ایک ہی رازدار ہے۔"

"آج سے مجھے بھی اپنا رازدار سمجھو۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"کیسا بچکانہ سوال ہے۔ تمہاری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اہمیت صرف مشین کی ہے، بات کچھ سمجھ میں آئی؟"

"یعنی تم بھی مشین کے دیوانے ہو؟"

"دوسروں کی طرح دیوانہ تو نہیں ہوں۔ بس تھوڑا سا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔"

"کیا تم اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل کرانا چاہتے ہو؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ فی الحال تم مجھے اس مشین تک پہنچا دو۔"

"اگر میں ایسا نہ کروں تو؟"

"تو مجھے سوچنا ہوگا، تمہارے پاس کیسے پہنچا جائے... فرہاد علی تیمور کو، سپر ماسٹر کو، مارک مین کو، ویسے یہودی بھی اس معاملے میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں اور وہ مجھے بھاری سے بھاری رقم ادا کر سکیں گے۔"

"تم کتنی رقم چاہتے ہو؟ مجھ سے بولو۔"

"جس کے پاس جو چیز ہوتی ہے وہی مانگی جاتی ہے۔ تمہارے پاس مشین ہے، مشین مانگ رہا ہوں، اس وعدے کے ساتھ کہ مشین پر قبضہ نہیں جماؤں گا۔ وہ جہاں بھی چھپا کر رکھی گئی ہے، میں اسے صحیح سلامت نکال لاؤں گا۔ یہاں پہنچانے کے لیے تمہیں کسی خفیہ اڈے کی ضرورت ہوگی۔ اس کا انتظام میں کر دوں گا۔"

"مجھے سوچنے کی مہلت دو۔"

"جتنی مہلت چاہتے ہو، مل جائے گی لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ میرے آدمی تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔ تم یہ جگہ چھوڑ کر جہاں بھی جاؤ گے، میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ جارج فری مین نے اپنا ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے سوچا "یہ نئی مصیبت آگئی ہے، آخر ہے کون؟ یہ مجھ تک کیسے پہنچ گیا ہے، اسے کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں چھپا ہوا ہوں؟"

وہ اپنے محسن فرینک سیلر گوڈوانی پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بھلا کسی دشمن کو پیچھے کیوں لگائے گا جب کہ اسے براہِ راست فری مین سے فائدہ پہنچنے والا تھا۔

وہ ریسیور اٹھا کر ان تمام نمبروں پر باری باری رابطہ قائم کرنے لگا جہاں گوڈوانی سے رابطہ قائم ہونے کی توقع تھی۔ وہ ایک فون نمبر پر مل گیا۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"مسٹر گوڈوانی! میں ایک نئی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ کوئی شخص مجھے بلیک میل کر رہا ہے۔ میں فون پر کھل کر بات نہیں کر سکوں گا۔ تم فوراً چلے آؤ۔"

گوڈوانی نے کہا "میں ابھی آرہا ہوں۔"

پھر اس نے مسکرا کر ریسیور رکھ دیا۔ وہ جانتا تھا، اس کے دستِ راست نے ہی اسے بلیک میل کیا ہوگا اور اب وہ گھبرا کر اسی سلسلے میں بات کرنے والا ہے۔ وہ تھوڑی دیر بعد کار میں بیٹھ کر اسی بنگلے میں پہنچ گیا، جہاں فری مین چھپا ہوا تھا۔ وہ بہت پریشان تھا، اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ گوڈوانی نے پوچھا "کیا بات ہے؟ بہت پریشان نظر آرہے ہو؟"

"سنو گے تو تم بھی پریشان ہو جاؤ گے۔ کسی کو میرا یہ ٹھکانا معلوم ہو گیا ہے۔"

اس نے شدید حیرانی کا اظہار کیا "یہ کیا بات کر رہے ہو؟ بھلا یہ ٹھکانا کسے معلوم ہوگا؟"

"میں اسی بات پر حیران ہوں۔ میری سمجھ میں ایک ہی بات آتی ہے۔"

"جلدی بولو، میری پریشانی میں اضافہ نہ کرو۔"

"تم پرنگاں کے پاس سے وہ کیسٹ لے کر آئے تھے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، تمہارا تعاقب کیا گیا تھا۔ تم خوش فہمی میں ہو کر کسی کی نظروں میں نہیں آئے تھے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ اور کون یہاں پہنچ سکتا ہے؟"

گوڈوانی سوچنے کے انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر تائید کے انداز میں سر ہلا کر بولا "ایسا ہو سکتا ہے۔ ہمیں خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے۔ یقیناً میرا تعاقب کیا گیا ہے، بہر حال اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ تم بتاؤ، وہ بلیک میلر کیا کہہ رہا تھا؟ کیا تم نے اس سے کچھ مہلت مانگی ہے؟"

"وہ کہہ رہا تھا، جتنی مہلت چاہو مل سکتی ہے لیکن میں ان کی نظروں میں ہوں، وہ میرا تعاقب کریں گے۔ پھر وہ بلیک میلر کہیں بھی میرے پاس پہنچ جائے گا۔"

"اسے بکنے دو۔ میں کسی طرح بھی تمہیں یہاں سے چھپا کر لے جاؤں گا۔ تم اس ملک میں نہیں رہو گے، یہاں سے یونان جاؤ گے۔ تمہیں میں ایک خوبصورت بنگلا ہے۔ اس کے متعلق بہت کم لوگ جانتے ہیں اور جاننے والے بھی میرے آدمی ہیں۔ کوئی وہاں تک تمہارا تعاقب نہیں کرے گا۔ اب مجھے بتاؤ، وہ بلیک میلر کیا کہہ رہا تھا؟"

جارج فری مین اسے وہ ساری گفتگو سنانے لگا جو اس کے اور بلیک میلر کے درمیان ہوتی رہی تھی۔ گوڈوانی نے کہا "آج آدھی رات کے بعد میرے فلائنگ کلب میں ایک ہیلی کاپٹر تمہارے لیے تیار رہے گا۔ میرے دو آدمی گاڑی لے کر رات کے کسی حصے میں آئیں گے۔ تم اپنا مختصر سا سامان لے کر یہاں سے نکل جانا۔ تمہیں سامان کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اٹھارہ سے، پہننے، اوڑھنے اور دوسری ضروریات کے لیے جس چیز کی ضرورت ہوگی، وہ تمہیں ایتھنز میں مل جائے گی۔"

"مسٹر گوڈوانی! میرے پاس ایک بریف کیس ہے۔ اس میں مشین کا نقشہ اور اس کی تمام تفصیلات موجود ہیں، میں اسے ساتھ رکھتا ہوں۔ مشین تو مجھ سے دُور ہو چکی ہے، پتا نہیں اسے وہاں سے نکالنے کا کب موقع ملے گا۔ کم از کم نقشہ تو میرے پاس رہنا چاہیے۔"

"جب تم کہتے ہو، نقشہ تمہارے پاس رہنا چاہیے تو ٹھیک ہے، اپنے پاس ہی رکھو ورنہ یہ میرے پاس بھی محفوظ رہ سکتا ہے۔"

"مسٹر گوڈوانی! میری بات کا بُرا نہ ماننا، میں اس نقشے کو اور اس کی تفصیلات کو ساتھ رکھ کر روزانہ زبانی یاد کرتا رہتا ہوں، اپنے دماغ میں نقش کر لینا چاہتا ہوں۔ اس کا میرے پاس رہنا ضروری ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم صرف وہ بریف کیس لے کر یہاں سے نکل جانا۔ باقی ضرورت کا ہر سامان تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔"

وہ عجیب جنجال میں پھنسا تھا۔ جب چاروں طرف دشمن ہوں اور پناہ دینے والا ایک ہی محسن ہو تو وہ محسن کسی طور بھی دشمن نظر نہیں آتا، ہر حال میں اس پر بھروسا کرنا پڑتا ہے۔ اس نے شام ہی سے بنگلے کی تمام بتیاں بجھا دی تھیں اور اندر اور باہر ہر طرف اندھیرا تھا۔ گوڈوانی نے اسے یقین دلایا تھا کہ وہ فرار ہوتے وقت اس علاقے کی بجلی فیل کرا دے گا اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ رات کے دو بجے بجلی چلی گئی۔ اسی وقت ایک گاڑی اس کے بنگلے کے سامنے آکر رکی۔ ایک شخص دوڑتا ہوا اندر آیا۔ پھر اس نے کہا "مسٹر فری مین! کم آن، ہری اَپ۔"

فری مین نے بریف کیس اُٹھایا، پھر اس کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ وہاں پہلے ہی چار آدمی موجود تھے، اسے درمیان میں بٹھا لیا گیا۔ جب کار اسٹارٹ ہوئی تو اس نے پریشان ہو کر پوچھا "مجھے کہا گیا تھا، صرف دو آدمی لینے آئیں گے۔"

"مسٹر فری مین! آپ کے لیے خطرات زیادہ ہیں، حفاظت بھی اسی طرح ہونی چاہیے۔"

گاڑی تیز رفتاری سے فلائنگ کلب کی طرف جا رہی تھی۔ فری مین سہما ہوا تھا اور پریشان ہو کر کبھی پیچھے اور کبھی دائیں بائیں کھڑکی کے پار دیکھتا تھا۔ رات کے وقت یہ اندازہ کرنا مشکل تھا، کون سی گاڑی تعاقب میں ہے۔ ویران راستے میں اِکّا دُکّا گاڑیاں نظر آرہی تھیں۔ ایسے ہی وقت دو گاڑیاں ان کے دائیں بائیں چلنے لگیں۔ ایک گاڑی سامنے نظر آرہی تھی اور ایک گاڑی پیچھے ہارن دے رہی تھی، پھر دائیں بائیں چلنے والی گاڑیوں سے بندوقیں نکل آئیں۔ ایک نے چیخ کر کہا "آگے جو بھی راستہ بند ہے۔ اگر مقابلہ کر دگے تو کچھ ہمارے آدمی مارے جائیں گے اور کچھ تمہارے۔ بہتر ہے، گاڑی روک کر ہماری بات سن لو۔"

جارج فری مین نے گھبرا کر کہا "گاڑی نہ روکنا۔ میرے پاس بہت اہم چیز ہے، یہ ان کے ہاتھ لگ جائے گی۔"

اسی وقت ایک فائر ہوا۔ فائرنگ کے ساتھ ہی پہیے کے برسٹ ہونے کی آواز سنائی دی، وہ گاڑی ذرا ڈگمگائی۔ پھر رُک گئی۔

فری مین کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: "خبردار! ہم میں سے کوئی گولی نہ چلائے۔ ہم چاروں طرف سے گھیر لیے گئے ہیں۔ وہ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

جارج فری مین پریشان ہو کر، بوکھلا کر اِدھر اُدھر جھانک کر دیکھ رہا تھا۔ چاروں طرف سے ریوالور اور رائفل والے اس گاڑی کو گھیر چکے تھے اور انھیں باہر نکلنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ مجبوراً حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔ وہ ایک ایک کر کے باہر نکلے۔ بے چارے واقعی مجبور تھے۔ ہتھیار ساتھ ہوتے ہوئے بھی استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ انھیں گھیرنے والوں میں سے ایک کے ہاتھ میں کوئی تصویر تھی۔ وہ تصویر دیکھ رہا تھا اور ان سب کے چہروں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا: "یہ جارج فری مین ہے۔ یہ اس کی تصویر ہے۔"

ایک شخص نے ریوالور کی نال اس کے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو تم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے اور یہ تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟"

فری مین اپنے بریف کیس کو پیچھے کی طرف چھپانا چاہتا تھا۔ پیچھے کھڑے ہوئے شخص نے اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ وہ تڑپ کر بولا۔ "یہ میرا بریف کیس ہے، اس میں ضروری کاغذات ہیں۔ اس سے تمھارا کوئی بھلا نہیں ہوگا۔ پلیز، یہ مجھے واپس کر دو۔"

اس کے مُنہ پر ایک گھونسا پڑا۔ دوسرے تمام افراد جارج فری مین کے ساتھ آنے والوں کی تلاشی لے رہے تھے اور انھیں ہتھیاروں سے خالی کر رہے تھے۔ پھر ایک نے کہا: "چپ چاپ اپنی گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ باہر نکلو گے تو گولی مار دی جائے گی۔"

ان سب کو حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔ وہ ایک ایک کر کے بیٹھ رہے تھے۔ جارج فری مین چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ میرے کاغذات سے تمھارا کوئی بھلا نہیں ہوگا اور یہ تمھارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ یہ مجھے واپس کر دو۔"

ایک نے اسے لات ماری۔ وہ گاڑی کے اندر چلا گیا۔ آنے والے دوڑتے ہوئے اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف گئے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر تیزی سے دوڑتی ہوئی ان کی نظروں سے اوجھل ہوتی چلی گئیں۔ جارج فری مین سکتے کی حالت میں دیدے پھیلائے، مُنہ کھولے ایک طرف تکتا رہ گیا۔ وہ اس نقشے کو اور اس کی تفصیلات کو اپنے سینے سے لگائے رکھتا تھا۔ یہی ایک چیز تھی جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی تھی۔ آج وہ بھی ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ لے دے کے ایک مشین رہ گئی تھی جو ابھی نہ ہونے کے برابر تھی کیونکہ اس سے ہزاروں میل دُور کہیں پڑی ہوئی تھی، صرف وہی اس کے متعلق جانتا تھا اور جاننے کے باوجود خود وہاں نہیں جا سکتا تھا۔

انھوں نے گاڑی کا پہیہ تبدیل کیا، پھر فلائنگ کلب پہنچے۔

وہاں فری مین نے گوڈوانی سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ پھر "میں تباہ ہو گیا، برباد ہو گیا۔ اس بلیک میلر کے آدمی میرا بریف کیس لے گئے ہیں، میرا سارا سرمایہ لے گئے ہیں۔ اب میں دوسری مشین تیار نہیں کرا سکوں گا۔"

گوڈوانی نے کہا: "تمھارے ستارے گردش میں ہیں۔ اس نقشے کا ہاتھ سے نکل جانا اس بات کی دلیل ہے کہ تم قدم قدم پر ناکام ہو رہے ہو اور بدنصیبی تمھارا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے اس ملک سے نکل جاؤ اور فون پر باتیں نہ کرو۔ میں تم سے ایتھنز میں ملاقات کروں گا۔"

وہ صبح ایتھنز پہنچ گیا اور بڑی بے چینی سے گوڈوانی کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کے دوران ناکامی کے متعلق سوچا تھا، یہ اس کی عادت تھی کہ جہاں اپنے فارمُلے کی بابت سوچتا تھا، وہاں نقصان کا بھی خیال رکھتا تھا۔ اس نے سوچا تھا، زیادہ سے زیادہ یہ ناکامی ہو گی کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ نہیں آئے گا جو آہنی معدنت سے تیار کی ہوئی ٹرانسفارمر مشین ہاتھی کے دانت بن جانے کی جو دکھانے کے لیے ہوتے ہیں کھانے کے لیے نہیں ہوتے وہ گوڈوانی کا انتظار کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ اس مشین کو اسے کیا دیا اور اس سے کیا لیا۔ جب اس نے حساب شروع کیا چلا، مشین نے بہت کم اسے فائدہ پہنچایا مگر نقصان زیادہ پہنچایا اس کی جان کا عذاب بن گئی ہے۔ آج اس کا کوئی گھر نہیں ہے۔ وہ ایک بہت بڑے قلعے کا مالک تھا۔ عیش اس سستی میں ان بہن بھائی کے شاندار بنگلے تھے اور کئی خفیہ اڈے تھے۔ وہ سب چیزیں اب موجود تھیں لیکن انھیں استعمال نہیں کر سکتا تھا، وہاں جا کر پناہ نہیں لے سکتا تھا۔ پناہ لینے کے لیے وہ گوڈوانی کا محتاج تھا۔

اس کا سب سے بڑا سرمایہ اور اس کی محنت کا ثمر وہ مشین تھی اب افریقہ کے جنگل میں ایک جگہ چھپا کر رکھ دی گئی تھی، وہاں مشین کو نہیں کہہ سکتا تھا اور جس چیز کو اپنایا نہ جا سکے، جسے ہاتھ نہ لگایا جا سکے جسے اٹھا کر اپنے گھر نہ لایا جا سکے، وہ چیز اپنی کیسے ہو سکتی ہے؟

ہاں مشین کا وہ نقشہ اس کے اپنے پاس تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ مشین کو کچھ ہو گیا، وہ ہاتھ نہ آئی یا وہ تباہ ہو گئی تو کوئی بات نہیں ٹیلی پیتھی سیکھنے کے دیوانے بہت ملتے ہیں اور اس سلسلے میں گرو کی طرح بڑی بڑی رقمیں بھی لگا سکتے ہیں۔ وہ نقشے کی مدد سے دوسری تیار کر سکتا تھا۔ گویا وہ نقشہ، مشین سے زیادہ اہم تھا لیکن آج وہ بھی اس کے جسم سے جان نکلی جا رہی تھی۔

دن کے دو بجے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ تیزی سے ہوا ٹیلی فون کی طرف جانے لگا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ گوڈوانی اس سے قائم کرنا چاہتا ہے۔ پھر وہ ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے بڑھاتے ٹھٹک گیا۔ گوڈوانی نے کہا تھا کوئی بات ٹیلی فون پر نہیں ہو گی

وہ یہاں پہنچ رہا ہے اور جب پہنچ رہا ہے تو ٹیلی فون کی گھنٹی کیوں بج رہی ہے؟

اس نے آہستگی سے ریسیور اٹھایا۔ پھر کان کے قریب لایا۔ ہیلو ہیلو مسٹر جارج فری مین، ہیلو!"

اس نے صرف ایک بار بلیک میلر سے بات کی تھی۔ وہ خود کو ڈائریکٹر کہتا تھا۔ ایک بار اس کی آواز سننے کے بعد وہ اسے اچھی طرح پہچان گیا تھا۔ اس وقت بھی وہی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: "تم کہاں تک بھاگو گے؟ دنیا کے کس حصے میں جاؤ گے؟ تمھاری قبر میں بھی گھس کر پوچھوں گا، بتاؤ وہ ٹرانسفارمر مشین کہاں ہے؟ ہی ہی ہی، تم بتاؤ گے، تمھیں بتانا ہی پڑے گا ورنہ کپر ماسٹر، بلیک مین، فرہاد علی تیمور اور میودی جاسوس تم پر بیک وقت حملہ کر سکتے ہیں۔ ان سب کو میں ہی تمھارا موجودہ پتا بتاؤں گا بلکہ ہر وہ ٹھکانا بتاؤں گا جہاں آئندہ تم موجود رہو گے ہی ہی ہی ہی...!"

وہ شیطانی قہقہے لگا رہا تھا۔ جارج فری مین نے چیخ کر کہا۔ "یو بلڈی اپ! آخر تم کون ہو، تمھیں کیسے پتا چل گیا کہ میں پیرس سے یہاں آ رہا ہوں؟"

"ہی ہی ہی ہی، تمھیں شاید پتا نہیں، میں آدمی کی صورت میں ایک کتا ہوں۔ اپنے شکار کی بُو دُور سے ہی سونگھ لیتا ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو، اس طرح تمھاری بُو سونگھتا ہوا پیچھے پیچھے چلا آ رہا ہوں۔"

وہ سمجھ گیا، اس سے بحث کرنا فضول ہے۔ وہ ایک بدروح کی طرح پیچھے پڑ گیا ہے۔ اس سے پیچھا چھڑانا آسان نہ ہو گا۔ اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہاں سے پلٹ کر شکست خوردہ انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ موت کی پستیوں میں جا رہا ہے اور اب اسے زندگی کی طرف کوئی نہیں لا سکے گا۔

یکبارگی وہ چیخ مار کر اچھل پڑا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بج رہی تھی۔ اسے یوں لگا جیسے کسی نے گولی ماری ہو۔ وہ گھنٹی کی آواز اس کے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر اُدھر دیکھ رہا تھا، آگے بڑھ کر ہاتھ لگانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ دماغ نے سمجھایا، نجات ممکن نہیں ہے، اس بلیک میلر سے بات کرنا ہی چاہیے، ورنہ وہ یہاں پہنچ کر سیدھے گا یا دوسرے دشمنوں کو پہنچا دے گا۔

وہ بوجھل قدموں سے ٹیلی فون کی طرف یوں جانے لگا جیسے کوئی زندگی کی آخری سانسیں لیتا ہوا پھانسی کے پھندے تک جا رہا ہو۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے ریسیور اٹھا کر زور سے دانت پیستے ہوئے کہا: "کیا ہے؟ کیوں ہراساں کر رہے ہو؟ لے آؤ اپنے ہتھیار، کتنے ہتھیار ہیں تمھارے پاس۔ مجھے گولیوں سے چھلنی کر دو، میں مر جاؤں گا مگر تمھاری چال میں نہیں آؤں گا۔"

دوسری طرف سے گوڈوانی کی آواز سنائی دی: "جارج! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیوں چیخ رہے ہو؟"

وہ ایک دم سے ہوش میں آ گیا۔ یوں لگا جیسے بھیانک خواب سے بیدار ہوا ہو۔ گوڈوانی نے عین وقت پر سہارا دیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک اطمینان سے سانسیں لیتا رہا۔ دوسری طرف سے گوڈوانی بار بار پوچھ رہا تھا: "ہیلو ہیلو جارج! تم جواب کیوں نہیں دیتے، ہیلو جارج!"

پھر اس نے جواب دیا: "ابھی ابھی اس بلیک میلر کا فون آیا تھا، چیلنج کر رہا تھا کہ وہ بُو سونگھ کر دنیا کے کسی حصے میں بھی پہنچ سکتا ہے۔"

گوڈوانی نے حیرانی کا اظہار کیا: "اوہ گاڈ! کیا وہ کم بخت یہاں بھی پہنچ گیا؟"

"ہاں، اس نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ کہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ وہ شخص اتنی کامیابی سے تعاقب کرتا ہوا اتنی جلدی تمھارے پاس پہنچ سکتا ہے۔"

"مسٹر گوڈوانی، وہ جلدی نہیں پہنچا، پورے بارہ گھنٹے بعد اس نے فون کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے، وہ میرے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا۔ یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔ تمھارے فلائنگ کلب کے رجسٹر میں یہ درج ہوتا ہے کہ کون سا بیل کاپٹر کس ملک اور کس شہر میں جا رہا ہے۔ یہ بات حکومت کے متعلقہ افسران کو بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیا وہ ان افسران کو بھاری رشوت دے کر معلوم نہیں کر سکتا کہ میں یہاں پہنچ گیا ہوں؟"

"تم درست کہتے ہو۔ وہ شخص وسیع ذرائع کا مالک ہو گا۔"

"وہ جو بھی ہو، تم فوراً میرے پاس آؤ۔ میں بہت پریشان ہوں۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے میری زندگی کے دن بہت تھوڑے سے رہ گئے ہوں۔"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں تمھارے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ یقین کرو، جب تک تم میرے سائے میں ہو، میں نہ تو تمھیں حرام موت مرنے دوں گا اور نہ ہی دشمنوں کے ہاتھ لگنے دوں گا۔"

"مسٹر گوڈوانی! اتنی باتیں کرنے سے بہتر ہے فوراً میرے پاس آ جاؤ۔"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ وہ شخص پیرس سے یہاں پہنچ گیا ہے، اس کے آدمی تمھاری نگرانی کر رہے ہوں گے۔ وہ مجھے بھی تمھارے ساتھ دیکھیں گے، پھر میرے بھی پیچھے پڑ جائیں گے۔ میں تمھاری طرف سے سارا کی رہائی کے لیے بھرپور کوشش نہیں کر سکوں گا۔ اس بلیک میلر کے دام میں آ بھی جاؤں گا۔ نہیں جارج نہیں۔ مجھے فی الحال تم سے دُور رہنا چاہیے۔"

"تم بھی دُور ہو گے تو مجھے کس کا سہارا ہو گا؟"

"گھبراتے کیوں ہو، میں دُور رہی دُور سے تمھارے کام آتا رہوں گا۔ میرا مشورہ ہے، اس شہر میں چھپ کر نہ رہو۔ اس کی نظروں میں آ گئے ہو تو آزادی سے باہر نکلو۔ گھومتے پھرتے رہو۔ باہر کی تازہ

ہوا کھاتے رہو شاید اس سے نجات پانے کی کوئی عمدہ سی ترکیب میرے دماغ میں آجائے۔ وہاں میری الماری کے اندر جو چھوٹی سی تجوری ہے، وہ نمبروں کی ترتیب سے کھلتی ہے۔ اس تجوری میں کم از کم ایک لاکھ ڈالر ہوں گے۔ تم جتنی رقم چاہو لے سکتے ہو۔ میں بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔"

"مسٹر گوڈوانی! ریسیور نہ رکھنا۔ وہ بلیک میلر اب اور کھل گیا ہے۔ مجھ سے مشین کا پتا معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

وہ سنسنی سے بولا۔ "جارج! میں نے کتنی مرتبہ سمجھایا ہے، فون پر مشین کے سلسلے میں کوئی بات نہ کیا کرو۔ ہماری بات دوسری جگہ سنی جا سکتی ہے۔ میں جلد ہی موقع دیکھ کر تم سے ملاقات کروں گا پھر اس سلسلے میں باتیں ہوں گی، ویٹس آل۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ جارج فری مین نے چیخ کر کہا۔ "میں کہتا ہوں، ریسیور نہ رکھو۔ تم کیا موقع دیکھ کر ملاقات کرو گے۔ تمہاری ایسی کی تیسی۔ تم بھی اس بُرے وقت میں ساتھ چھوڑ رہے ہو، مجھ سے دُور رہنا چاہتے ہو۔ اگر یہاں الماری کی تجوری میں ایک لاکھ ڈالر ہیں تو میں کیا کروں؟ کیا یہ رقم مجھے اس بلیک میلر سے نجات دلا سکتی ہے؟ کسی طرح اس سے چھٹکارا مل سکتی ہے؟ حبب سے وہ مشین تیار ہوئی ہے، دن رات یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کوئی اسے چھین کر لے جائے گا۔ تم کہتے ہو، میں فون پر مشین کی بات نہ کروں۔ ارے تو پھر کب کروں، کہاں کروں؟ وہ بلیک میلر تمہیں مجھ سے ملنے نہیں دے گا۔ تم اس سے چھپتے پھرو گے اور وہ مجھے سپر ماسٹر، ماسک مین یا ڈراؤنا علی تیمور کے حوالے کر دے گا۔ کیا تم میری بات سن رہے ہو؟ تم خاموش کیوں ہو؟ جواب کیوں نہیں دیتے؟ ہیلو ہیلو ہیلو۔۔۔!"

اس نے گھور کر ریسیور کو دیکھا۔ پھر زور سے کریڈل پر پٹخ دیا۔ جی چاہتا تھا اپنا سر بھی پٹخنا شروع کر دے۔ کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا، جس بنگلے میں وہ کھڑا ہے اس کی چاردیواری میں کہیں کھڑکی دروازہ نہیں ہے۔ کہیں سے فرار کا راستہ نہیں ہے۔ وہ قید ہو کر رہ گیا ہے۔ دنیا جو بہت بڑی نظر آرہی تھی اب صرف چاردیواری تک محدود ہو گئی ہے اور وہ بلیک میلر جب چاہے مشین کے تمام دیوانوں کو اس چاردیواری میں پہنچا سکتا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک اِدھر سے اُدھر ٹہلتا رہا پھر ذرا نارمل ہو کر سوچنے لگا۔ میں غصّے میں ہوں، جھنجلاہٹ میں مبتلا ہوں۔ اس بلیک میلر سے شکست پر شکست کھا رہا ہوں اور اپنی ذہانت سے کام نہیں لے رہا ہوں اور ذہانت سے کام لینے کا طریقہ یہی ہے کہ خود کو ہر حال میں نارمل رکھا جائے۔ غصّے کو دماغ میں نہ آنے دیا جائے۔ دماغ میں جو انتشار ہے اسے دُور کیا جائے اور صرف ایک بات پر توجہ مرکوز کی جائے کہ نجات کیسے مل سکتی ہے؟

جب اس نے ٹھنڈے دماغ سے خود کو چھپانے کے سلسلے میں سوچنا شروع کیا تو بات سمجھ میں آگئی۔ اسے میک اپ میں رہنا چاہیے۔ چپّے چپّے اس گھر سے نکل جانا چاہیے۔ باہر نگرانی کرنے والے اور تعاقب کرنے والے آخر انسان ہیں۔ کوئی ہر روز نہ نہ میں کہ جہاں جائے گا وہاں پہنچ جائیں گے۔ وہ انھیں ڈاج دینے کی کوشش کر سکتا تھا۔

اس رہائش گاہ میں میک اپ وغیرہ کا سامان نہیں تھا۔ الماری میں مختلف سائز کے ملبوسات تھے۔ وہ کوئی مناسب سا لباس نکال سکتا تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنے اس ارادے پر عمل کیا۔ لباس تبدیل کر کے تجوری سے پچاس ہزار ڈالر نکالے۔ وہ سب بڑے نوٹ تھے، دو جیبوں میں آگئے۔ بنگلے کے پیچھے والی گلی میں شاذ و نادر ہی کار نظر آتا تھا۔ آس پاس رہنے والے لوگ کبھی کبھی دکھائی دیتے تھے۔

اس نے بنگلے کا پچھلا دروازہ کھول کر دُور دُور تک نظر دوڑائیں، کچھ لوگ آتے جاتے دکھائی دیے مگر ان میں ایسا کوئی نظر نہیں آیا جو باقاعدہ اس کی نگرانی کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔

وہ حوصلہ کر کے بنگلے سے نکل آیا۔ باؤنڈری کی دیوار پھلانگ کر گلی میں آیا، پھر تیزی سے چلتا ہوا ایک طرف جانے لگا۔ اس بستی سے دُور جانے کے دوران وہ کئی بار اچانک رُک جاتا تھا اور پیچھے دیکھتا تھا۔ شاید کوئی آرہا ہو تو اسے دیکھ کر ٹھٹک جائے لیکن ایسا کوئی نہیں آیا۔ اس نے مین روڈ پر پہنچ کر ایک ٹیکسی رُکوائی۔ پھر اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بولا۔ "کسی بڑی سُپر مارکیٹ تک لے چلو۔"

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ اس نے پیچھے مُڑ کر دیکھا۔ کوئی ایسی گاڑی دکھائی نہیں دی جو اس کے تعاقب میں آرہی ہو۔ اس نے ڈرائیور سے پوچھا۔ "کیا تم متوجہ باشندے ہو؟"

"جی ہاں جناب۔"

"کتنے عرصے سے ٹیکسی چلا رہے ہو؟"

"یوں سمجھیے، ٹیکسی چلاتے چلاتے زندگی گزر گئی ہے۔"

"پھر تو اس شہر کے چپّے چپّے سے واقف ہو گے اور بھانت بھانت کے لوگوں کو جانتے ہو گے۔"

"جی ہاں جناب، بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔ آپ کا کوئی کام مجھے بتائیں۔"

"میں تمہیں ایک ہزار ڈالر انعام کے طور پر دوں گا۔"

"سمجھیے کام ہو گیا، حکم دیجیے۔"

"کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو ایک گھنٹے کے اندر پاسپورٹ تیار کر دے؟"

"کیا ابھی ایسے آدمی کے پاس لے چلوں؟"

"بے شک۔ میں ابھی اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

آدھے گھنٹے بعد وہ ایک ایسے علاقے میں پہنچا جہاں کے لوگ کچھ زیادہ خوشحال نہیں تھے۔ آوارہ قسم کی عورتیں اور مرد بھی دکھائی دیے۔ ڈرائیور نے کہا۔ "یہاں گلی گلی میں قمار خانے ہیں۔ دیسی شراب تیار ہوتی ہے۔ یہاں ہر طرح کے مجرم پائے جاتے ہیں۔ آپ کی ضرورت کا مجرم بھی یہیں رہتا ہے۔"

اس نے ایک مکان کے سامنے گاڑی روک دی۔ مکان کے سامنے والے حصّے میں ایک فوٹو گرافر کی دکان تھی۔ ڈرائیور نے وہاں جا کر بات کی، پھر اشارے سے جارج کو اپنی طرف بلایا۔ جارج فری مین گاڑی سے اُتر کر دکان میں گیا۔ ایک تگڑے قسم کے بدمعاش نے پوچھا۔ "آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں اپنا حلیہ بدل کر ایک پاسپورٹ تیار کرانا چاہتا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے، آپ کو صرف پاسپورٹ کی نہیں بلکہ حلیہ بدلنے کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے لیے آپ کو دو کاموں کا معاوضہ ادا کرنا ہو گا۔"

"مجھے منظور ہے۔ کیا میں یقین کروں کہ تم میں سے کوئی میرے موجودہ حلیے کے متعلق کسی سے کچھ نہیں کہے گا۔"

اس تگڑے بدمعاش نے کہا۔ "ہمارا پیشہ یہی ہے۔ ہم اسی کی کمائی کھاتے ہیں۔ اگر بے ایمانی کریں گے تو ہمارا دھندا ایک دن بھی نہیں چلے گا۔"

اسی بستی سے ایک میک اپ مین کو بلایا گیا۔ وہ میک اپ کرنے والا بوڑھا تھا مگر بہت ہی تجربہ کار تھا۔ اس نے کام آہستہ آہستہ کیا۔ ایک گھنٹا صرف ہو گیا لیکن چہرہ ایسے بدل گیا کہ وہ خود کو آئینے میں دیکھ کر نہ پہچان سکا۔ چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ دونوں آنکھیں ذرا ذرا سی ٹکٹکی لگ گئی تھیں۔ پیشانی پر ایک زخم کا نشان بن گیا تھا۔ مونچھ، داڑھی اور سر کے بال تقریباً سنہرے ہو گئے تھے۔ اس نے ڈرائیور سے کہہ دیا تھا کہ وہ باہر جا کر ذرا احتیاط سے دیکھ لے، کوئی اس کے تعاقب میں آیا ہے یا نہیں؟

ڈرائیور نے دو بار جا کر پھر واپس آکر یقین دلایا تھا، کوئی ایسا شخص نظر نہیں آرہا ہے۔ اس کے موجودہ حلیے میں تصویر اُتاری گئی۔ اس شخص کے پاس نہ جانے کتنے جعلی پاسپورٹ اور ویزا کے کاغذات موجود تھے اور جعلی مہریں بھی تھیں۔ صرف آدھے گھنٹے میں اس کا ایک پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار ہو گئے۔ کام کے دوران معاوضہ طے ہو گیا تھا لہٰذا اس نے پندرہ ہزار ڈالر ادا کیے، پھر ٹیکسی میں آکر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور سے کہا۔ "کسی اچھے سے ہوٹل میں لے چلو جہاں میں رات گزار سکوں۔"

اس نے ہوٹل پہنچنے سے پہلے۔۔۔۔۔ اپنے لیے کچھ ضروری سامان خریدا۔ ایک چھوٹی سی اٹیچی میں رکھا، پھر ہوٹل پہنچ گیا۔ ڈرائیور کو دو ہزار ڈالر دیتے ہوئے کہا۔ "میں امید کرتا ہوں، تم کسی سے کچھ نہیں کہو گے۔"

"ہمارا گزارا ٹیکسی چلانے سے نہیں ہوتا۔ آپ جیسے لوگوں کی رازداری سے ہوتا ہے، آپ اطمینان سے جائیں۔"

وہ اٹیچی اٹھا کر ہوٹل میں آیا۔ وہاں اُس نے پاسپورٹ دکھا کر ایک کمرا حاصل کیا۔ پھر کمرے میں آکر اٹیچی کو بستر پر پھینک کر ایک صوفے میں آرام سے دھنس گیا۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا، جیسے برسوں کی قید سے رہائی پا کر آزادی کی سانس لے رہا ہو۔

اُس نے یہ آزادی حاصل کرنے کے لیے وقتی طور پر فرینک سیلر گوڈوانی کو بھی بھلا دیا تھا۔ یہ نہیں سوچا تھا کہ اس رہائش گاہ سے نکلنے کے بعد کس طرح رابطہ قائم کرے گا۔ اس اجنبی شہر میں گوڈوانی اسی رہائش گاہ کے فون پر رابطہ قائم کرنے والا تھا اور اُس نے اپنا فون نمبر نہیں بتایا تھا۔ اگر جارج فری مین کو اس کا پتا، ٹھکانا یا کوئی فون نمبر معلوم ہوتا تو ابھی ہوٹل سے فون کرتا اور اپنا یہ کارنامہ سناتا کہ کس طرح وہ کامیابی سے بھیس بدل کر ایک ہوٹل میں قیام کر رہا ہے۔

جو لوگ اپنے بل بوتے پر کامیابی حاصل کرنے باوجود دوسروں کا سہارا تلاش کرتے ہیں، اُن کی کامیابی ناکامی میں بدل جاتی ہے۔ جارج فری مین کو ابھی تک عقل نہیں آئی تھی کہ تباہی کا سبب وہی گوڈوانی ہے جس کا وہ سہارا لیتا جا رہا تھا۔ یہ تو تقدیر مہربان تھی کہ اُس کے پاس گوڈوانی کا فون نمبر نہیں تھا ورنہ اِدھر وہ فون کرتا، اُدھر وہ بلیک میلر سر پر پہنچ جاتا۔

اُسے خیال آیا کہ وہ فکر و پریشانی میں صبح سے بھوکا ہے۔ اُس نے ریسیور اٹھا کر کھانے کا آرڈر دیا۔ پھر اٹیچی کو اٹھا کر پلنگ کے نیچے رکھا اور آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ ایسے وقت اُسے بہن سلارا کی باتیں یاد آرہی تھیں۔ وہ پارس کو چاہتی ہے، اگرچہ یہ بات مضحکہ خیز ہے وہ پارس سے عمر میں کم از کم دس برس تو ضرور بڑی ہو گی۔ جارج فری مین یہ معلوم کرنا چاہتا تھا "پارس بھی اسے چاہتا ہے یا نہیں۔ یا اس کا باپ فرہاد علی تیمور محبت کے نتیجے میں بڑی عمر کی بہو پسند کرے گا یا نہیں؟

اُس نے سوچا: اگر فرہاد سے دوستی کرنا ہو تو ایک ترکیب ہے سلارا کی عمر زیادہ بتانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اسے اٹھارہ یا اُنیس برس کی بتایا جا سکتا ہے۔ جہاں تک اس کی تعلیمی صلاحیتوں کا تعلق ہے تو یہ کہا جائے گا کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اُس کے دماغ میں صلاحیتیں منتقل کی گئی تھیں اور اُسے امتحانات میں بٹھا کر سب سے زیادہ نمبروں سے پاس کرا دیا گیا تھا!

اُس نے سوچا: اگر فرہاد علی تیمور اپنے بیٹے اور سلارا کی محبت تسلیم کر لے تو میں اس پر اعتماد کر سکتا ہوں اور ٹرانسفارمر مشین کا پتا بتا سکتا ہوں۔ اپنی بہن اور اُس کے بیٹے کا رشتہ ہو جانے کے بعد ہر

طرح کی نکر سے آزاد ہو جاؤں گا۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔ اُس نے اُٹھ کر اسے کھولا۔ ملازم کھانا لے کر آیا تھا۔ وہ کھانے کے لیے بیٹھ گیا۔ پھر ملازم سے کہا۔ "ٹی وی آن کر دو۔"

وہ حکم کی تعمیل کر کے چلا گیا۔ ٹی وی اسکرین پر کوئی جاسوسی ڈراما چل رہا تھا۔ ڈرامے کا منظر بڑا ہی سنسنی خیز تھا۔ ایک نوجوان عورت اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ رہی تھی اور کچھ بدمعاش اُس کا پیچھا کر رہے تھے۔ جارج فری مین لقمے چبا رہا تھا اور منظر دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ اپنے مکان میں داخل ہو گئی تھی اور چیخ چیخ کر اپنے شوہر کو پکار رہی تھی۔ مکان کے اندر نیم تاریکی تھی اور ہر طرف سے قہقہے سنائی دے رہے تھے پھر کسی کی آواز سنائی دی۔ "ڈارلنگ، ہم جانتے تھے تم بھاگ کر یہیں پناہ لینے آؤ گی۔ کیونکہ تمہاری یہی ایک پناہ گاہ ہے۔"

اس کمرے میں اچانک روشنی ہو جاتی ہے۔ اس کا شوہر ہاتھ میں ریوالور لیے اپنی بیوی کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولتا ہے۔ "بیوقوف عورت، تو کن لوگوں سے بھاگ رہی ہے؟"

اُس کا تعاقب کرنے والے کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ عورت گھبرا کر بولتی ہے۔ "جان! یہ لوگ میرے دشمن ہیں۔ میری جان لینا چاہتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، ہمارا راز انھیں کیسے معلوم ہو گیا؟"

اُس کا شوہر قہقہے لگاتے ہوئے کہتا ہے۔ "تم عورتیں بڑی ہی بے وقوف ہوتی ہو۔ اتنا بھی نہیں جانتیں، اگر کوئی راز دو آدمیوں کے درمیان ہو اور کوئی تیسرا اسے نہ جانتا ہو تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے وہ راز ان بدمعاشوں تک کیسے پہنچ گیا اور وہ کس طرح تمہاری جان کے پیچھے پڑ گئے ہیں؟"

وہ عورت پریشان ہو کر پوچھتی ہے۔ "جان! تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ یہ راز تم جانتی ہو یا میں جانتا ہوں لہٰذا میں نے ہی ان بدمعاشوں کو بتایا ہے تاکہ یہ تمھیں سکون سے زندہ نہ رہنے دیں۔ تمہاری راتوں کی نیندیں حرام کر دیں۔ تمہارا دن کا چین ختم ہو جائے تاکہ تم پریشان ہو کر، بیزار ہو کر وہ قیمتی میرے اُن کے حوالے کر دو۔ اُن کے حوالے کر دو گی تو وہ میرے حوالے کریں گے۔ میں نے سمجھ لیا تھا۔ تم وہ ہیرے مجھے کبھی نہیں دو گی لہٰذا میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔"

جارج فری مین کھانے کھاتے رُک گیا تھا۔ اس کے منہ کا نوالہ منہ میں رہ گیا تھا۔ وہ ایک ٹک اسکرین کی طرف دیکھتا ہوا سوچ رہا تھا۔ یہ تو میری ہی کہانی ہے۔ میں آٹھ برس سے گوڈوانی کو اس ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہا ہوں۔ پھر میں نے اپنی بہن کے سلسلے میں بھی اُسے دھوکا دیا ہے۔ کیا وہ مجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔ کیا وہ میرے پیچھے بدمعاش نہیں لگا سکتا تاکہ میں پریشان ہو کر بیزار ہو کر اس مشین کا پتا

اُسے یا اس بلیک میلر کو بتا دوں؟

اب وہ اس بنیاد پر جمتا سوچ رہا تھا۔ اتنی ہی وضاحت سے سمجھ میں آتا جا رہا تھا۔ اس عورت کے شوہر نے درست کہا تھا، جو راز صرف دو کے درمیان ہو، تیسرا نہ جانتا ہو، پھر وہ راز دوسرے بدمعاشوں کو معلوم ہو جائے تو اس کا مطلب کیا ہوتا ہے؟

جارج فری مین نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ گوڈوانی اس بلیک میلر سے ملا ہوا ہے۔ اسے یہ بتاتا جاتا ہے کہ میں کون کون سی جگہ پناہ لے رہا ہوں اور اس جگہ کا فون نمبر بھی اسے بتا دیا جاتا ہے اور وہ گاڈ جانے اتنی سی بات میری سمجھ میں پہلے کیوں نہ آئی؟"

وہ برے سے جھکا تھا۔ رات کو پیٹ بھر نے بیٹھا تو ایک نئی بات سمجھ میں آنے سے رہی سہی بھوک اُڑ گئی۔ ابھی اُسے پوری طرح یقین نہیں تھا کہ گوڈوانی ایسا کر سکتا ہے لیکن ایسا کرنے والا وہی ہو سکتا تھا کیونکہ کسی تیسرے کو اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ تذبذب میں تھا کہ گوڈوانی پر کس حد تک شبہ کرے؟

وہ کھانا چھوڑ کر اُٹھ گیا۔ اپنے کمرے کو لاک کر کے ہوٹل سے باہر آیا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اسی علاقے میں پہنچا جہاں اُس نے اپنا حلیہ تبدیل کیا تھا۔ وہ ایک جھگڑے باز بدمعاش کے پاس پہنچا۔ پھر بولا۔ "میرا ایک کام کرو۔ میں تمھیں اتنی رقم دوں گا کہ تم کبھی سوچ بھی نہیں سکو گے۔"

"کام کیا ہے؟"

وہ اُسے ایک طرف لے جا کر بولا۔ "میں پہلے ایک بنگلے میں تھا۔ میں نے وہاں سے تمھارے پاس آ کر حلیہ تبدیل کیا ہے۔ وہ بنگلا ابھی تک کھلا ہوا ہے۔ وہاں جا کر تمھیں دو کام کرنے ہیں۔ ایک تو گھنٹوں وہاں کسی کے ٹیلی فون کا انتظار کرنا ہے۔ میں اس بنگلے سے ذرا دور موجود ہوں گا۔ تم رات بھر کسی فون کا انتظار کرو گے۔ میں رات بھر تمھارا انتظار کروں گا۔"

"وہاں کس کا فون آئے گا؟"

"جس کا بھی فون آئے، تم پہلے نام پوچھنا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ بلانڈ ایر وہے یا کوئی پُراسرار آدمی ہے تو اُس سے کہہ دینا جس سے تم بات کرنا چاہتے ہو وہ یہاں سے جا چکا ہے۔ اگر کوئی اپنا نام فرینک سیلر گوڈوانی بتائے تو اس سے کہنا مسٹر جارج یہاں سے جا چکے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے، آپ اپنا فون نمبر نوٹ کرا دیں۔ وہ اس نمبر پر آپ سے رابطہ قائم کریں گے۔ کیا تمھارے پاس کوئی گاڑی ہے؟"

"ایک پرانی سی مرسیڈیز ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں یہ ٹیکسی چھوڑ دیتا ہوں، ہم مرسیڈیز میں جائیں گے۔ تم اس بنگلے میں فون کا انتظار کرتے رہو گے، میں اس بنگلے سے ذرا دور مرسیڈیز میں رات گزارتا رہوں گا۔"

"تم نے دوسرا کام نہیں بتایا۔"

"جب مسٹر گوڈوانی کا فون اٹینڈ کرو کے اور اس کا فون نمبر معلوم کر کے آدھے گھنٹے تو دوسرا کام بتاؤں گا۔"

اُس نے ٹیکسی چھوڑ دی، پھر اُس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر اُسی بنگلے کے قریب آیا۔ ایک گھنٹے وہ دخت کے سلسلے میں مرسیڈیز روک دی اور لائٹس بجھا دیں۔ پھر اُس غنڈے سے کہا۔ "بنگلے کا پچھلا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اندر سے چلے جاؤ، کوئی تمھیں نہیں روکے گا لیکن اگر کوئی موجود ہو تو اس کا نام معلوم کر لینا کہ یہ پتا چل جائے کہ وہ گوڈوانی کا آدمی ہے اُسے یہی پیغام دینا کہ میں یہاں سے جا چکا ہوں لہٰذا مسٹر گوڈوانی کا فون نمبر بتا دیا جائے۔ میں فون پر رابطہ قائم کروں گا کہ کوئی تمھیں کچھ نہیں کہے گا۔"

وہ اس بنگلے کے پچھلے دروازے سے اندر چلا گیا۔ اندر کوئی نہیں تھا۔ اسے وہاں بیٹھ کر انتظار کرنا پڑا۔ دوسری طرف جارج فری مین بھی مرسیڈیز کی پچھلی سیٹ پر جا کر آرام سے لیٹ گیا تھا۔ اُس کا خیال تھا اتنی دیر کی غیر موجودگی میں گوڈوانی نے ضرور ایک بار فون کیا ہو گا۔ پھر اپنے آدمیوں کو اس کی تلاش میں روانہ کیا ہو گا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد وہ غنڈا تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ جارج نے پوچھا۔ "کیا فون آیا تھا؟"

"ہاں، میں نے مسٹر گوڈوانی سے بات کی ہے اور یہ اُن کا فون نمبر ہے۔ پہلے تو وہ نمبر نہیں دے رہے تھے۔ کہہ رہے تھے، آدھے گھنٹے کے بعد نمبر دوں گا۔ میں نے کہہ دیا، اگر ابھی نمبر نہ دیا گیا تو اس فون پر بھی رابطہ قائم نہیں ہو سکے گا۔"

جارج فری مین نے اُس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "تم نے بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اب میں تمھیں مالا مال کر دوں گا۔ پھر اس بنگلے کے اندر جاؤ۔ وہاں ایک الماری ہے۔ الماری کھلی ہوئی ہے البتہ اس کی تجوری کا نمبر چار زیرو، دو، زیرو ہے۔ اس نمبر سے وہ تجوری کھل جائے گی۔ وہاں جتنی رقم ہے سب سمیٹ کر لے آؤ۔ آدھی تمھاری، آدھی میری۔ فوراً جاؤ۔ ہو سکتا ہے گوڈوانی کے آدمی یہاں پہنچ جائیں۔"

وہ تیزی سے دوڑتا ہوا گیا۔ پھر پندرہ منٹ میں واپس آ گیا۔ وہ بہت خوش تھا اور لمک لمک کر کہہ رہا تھا۔ "میری جان تھائے جیسا گاہک تو آج تک میری زندگی میں نہیں آیا۔ یہ بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں ہیں۔ میرا خیال ہے ستر اسی ہزار ڈالر سے کم نہیں ہوں گے۔"

جارج نے کہا۔ "جتنے بھی ہوں، فوراً گاڑی اسٹارٹ کرو اور یہاں سے چل پڑو۔"

گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی تو جارج نے نوٹوں کی گڈیاں گنیں۔ وہ دس تھیں۔ اُس نے پانچ اُس غنڈے کو دیں، پانچ اپنے پاس رکھیں۔ پھر ایک ٹیلی فون بوتھ کے پاس رک کر بولا۔ "ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اُس نے بوتھ کے اندر آ کر رابطہ قائم کیا۔ فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے مخاطب کیا۔ "ہیلو مسٹر گوڈوانی! میں جارج فری مین بول رہا ہوں۔"

اُس نے جلدی سے پوچھا۔ "جارج! تم کہاں چھپے پھر رہے ہو۔ یہ کیا حماقت ہے۔ اس بلیک میلر کی نظروں میں آ جاؤ گے۔"

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا ہے۔ اگر میں تمھارے بنگلے میں رہتا تو تم کبھی میرے پاس نہ آتے اور ہم روبرو بیٹھ کر باتیں نہ کر سکتے۔ اب میں ایک ہوٹل کا پتا بتا رہا ہوں۔ تم وہاں فوراً پہنچ جاؤ۔"

اُس نے اپنے ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر بتایا۔ پھر پرانی مرسیڈیز میں آ کر بیٹھ گیا۔ غنڈے سے بولا۔ "تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے ہوٹل چلو۔"

اب وہ غنڈا راضی خوشی اُس کے ہر حکم کی تعمیل کر رہا تھا، اور اس کی تعریفیں بھی کرتا جا رہا تھا۔ جارج فری مین نے کہا۔ "تم میرے ہوٹل کے کمرے میں رہو گے۔ دروازہ اندر سے لاک کر لینا۔ کوئی دستک دے تو آواز نہ دینا۔ البتہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجے تو ریسیور اٹھا کر سننا گوڈوانی کا فون ہو تو کہنا، جارج کی طبیعت اچانک ہی خراب ہو گئی تھی، ڈاکٹر نے دوا دی ہے۔ وہ ابھی نیند کی حالت میں ہے۔"

غنڈے نے پوچھا۔ "کیا تم بھی میرے کمرے میں رہو گے؟"

"نہیں، میں چلا جاؤں گا۔ اگر گوڈوانی ضد کرے کہ جارج کو نیند سے بیدار کیا جائے تو تم معذرت چاہنا اور کہنا، ڈاکٹر نے سختی سے منع کیا ہے۔ کیا گوڈوانی نے تمھارے متعلق کچھ پوچھا تھا؟"

غنڈے نے کہا۔ "ہاں، اُس نے پوچھا تھا، میں کون ہوں تو میں نے کہا تھا، مسٹر جارج کا خاص آدمی ہوں۔ آج ہی ہماری دوستی ہوئی ہے۔"

فری مین نے کہا۔ "اگر اس بلانڈ ایر ویعنی کسی بلیک میلر کا فون آئے تو تم اسے اٹینڈ کرتے ہی اس ہوٹل سے نکل آنا۔"

وہ دونوں ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔ غنڈے نے گاڑی روکی۔ جارج فری مین نے کہا۔ "میں سامنے والے ہوٹل میں قیام کروں گا۔ تم رات کو کسی وقت بھی میرے پاس آ سکتے ہو۔"

وہ دونوں ہوٹل کے کمرے میں گئے۔ جارج فری مین نے اپنی اٹیچی اٹھائی، پھر اس سے رخصت ہو کر سامنے والے ہوٹل میں آیا۔ وہاں ایک کمرا لے کر اس غنڈے ساتھی کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ وہ ایک بجے تک انتظار کرتا رہا۔ پھر اُس کی آنکھ لگ گئی۔ اُسے یوں لگ رہا تھا جیسے مصیبتوں کے دن ختم ہونے والے ہیں، اسی لیے وہ اطمینان سے سو گیا۔ جب آنکھ کھلی تو صبح کے سات بج رہے تھے۔ اُس نے حیرانی سے سوچا۔ کیا بات ہے۔ وہ غنڈا واپس کیوں نہیں آیا۔ کیا اُس کی نیت بدل گئی ہے، وہ میرا کام

کرنے کے بجائے نوٹوں کی بھاری گڈیاں لے کر کہیں چلا گیا ہے۔"

وہ جلدی سے اُٹھ کر باتھ روم میں گیا، واپس آکر لباس تبدیل کیا پھر پاسپورٹ اور ضروری کاغذات کے ساتھ ہوٹل سے باہر جانا چاہتا تھا، اُسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اُس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو ایک اجنبی شخص نظر آیا۔ اُس نے کہا: "میں تمہارے آلۂ کار رغنڈے کا ساتھی ہوں۔ اُس نے یہ خط دیا ہے۔"

وہ خط دے کر چلا گیا۔ جارج فری مین نے دروازے کو اندر سے بند کیا، پھر اُسے کھول کر پڑھا۔ اُس میں لکھا تھا:

"جناب! آپ نے مجھے راتوں رات امیر بنا دیا ہے۔ میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ پچھلی رات اُس بلیک میلر نے فون کیا تھا۔ میں ریسیور رکھ کر آپ کے پاس آنا چاہتا تھا لیکن محسوس ہوا کہ تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اس لیے آپ کی طرف نہیں آیا۔ میں اُنھیں ڈاج دینے کی کوشش کرتا ہوا ایک قمار خانے میں چلا گیا۔ اُس قمار خانے میں میرے درجنوں ساتھی ہیں۔ انھوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ تین آدمی میری نگرانی کر رہے ہیں۔ میں چاہتا تو اُنھیں اپنے آدمیوں کے ذریعے قتل کرا دیتا لیکن بات بڑھانا مناسب نہیں تھا۔ شاید آپ کسی اُلجھن میں گرفتار ہو جاتے۔ اس لیے میں یہ خط اپنے ایک ساتھی کے ہاتھ بھیج رہا ہوں۔ اِن حالات میں ہمیں ایک دوسرے سے ملنا نہیں چاہیے۔ اگر آپ ملنا ضروری سمجھتے ہیں تو پھر میری اُسی بستی میں چلے آئیے۔ میں انتظار کروں گا۔

آخر میں مشورہ دینا چاہتا ہوں، آپ وہ ہوٹل بھی چھوڑ دیں ہو سکتا ہے میں اُس بلیک میلر کے ہاتھ لگ جاؤں اور وہ مجھے ایسی اذیتیں پہنچائے کہ آپ کا پتا بتانے پر مجبور ہو جاؤں۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو اور میں اپنے محسن کے لیے مصیبت بن جاؤں۔ فقط۔ آپ کا وفادار رابرٹ۔"

جارج فری مین نے دل ہی دل میں رابرٹ کی وفاداری اور دانش مندی کی تعریف کی۔ اس خط کے پُرزے پرزے کیے اسے باتھ روم کے گٹر میں بہا دیا، پھر فون کے پاس آکر ریسیور اٹھا کر گوڈوانی کا نمبر طلب کیا۔ اُسے تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ اُس کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ 'اب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو چکا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے، گوڈوانی مجھے ہر طرف سے دلدل میں دھنسنے پر مجبور کرتا رہا ہے، میری بے بسی سے فائدہ اٹھاتا رہا ہے اور مجھے پریشانیوں میں مبتلا کرتا رہا ہے۔ وہ گہری چالیں چل رہا ہے۔'

وہ فون کی طرف دیکھ رہا تھا اور بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ پھر اُس نے سوچا: اب میرے لیے کون سا راستہ رہ گیا ہے؟ کیا میں سپر ماسٹر کے پاس جاؤں، کیا ماسک مین سے دوستی کروں۔ کیا ہیولوں کو اپنا بنالوں یا اپنی بہن کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے فرہاد سے دوستی کر لوں؟

اُس نے میرا اور میری ساتھی عورتوں کا تمام ریکارڈ پڑھا تھا۔ اِن میں ایک بات واضح طور پر لکھی ہوئی تھی کہ میں زبان کا دھنی ہوں۔ کسی دشمن سے کوئی وعدہ کر لیتا ہوں تو اسے ضرور پورا کرتا ہوں اور یہی بات جارج فری مین کے دل کو لگ رہی تھی، اچانک گھنٹی بجی، اس نے چونک کر ریسیور اٹھایا: "ہیلو، مسٹر گوڈوانی، ہیلو۔"

گوڈوانی کی آواز سنائی دی: "جارج! کیا تم مجھ سے بھی چھپتے پھر رہے ہو؟ آخر یہ کیا چکر ہے۔ کل تم نے ہوٹل میں میرا فون اٹینڈ نہیں کیا۔ کیا واقعی تم نیند میں تھے؟"

"نہیں گوڈوانی! بیدار تھا۔ اس سے پہلے نیند میں رہتا تھا۔ نیند کا مطلب ہے غافل رہنا اور تم نے مجھے بڑی مدت تک غفلت میں رکھا۔ اب میں اُلو نہیں بنوں گا۔ تمہارا بھید کھل گیا ہے۔ اس بلیک میلر نے مجھے ہوٹل کے نمبر پر بھی فون کیا تھا۔"

گوڈوانی نے دہاڑتے ہوئے پوچھا: "کیا تم مجھ پر شبہ کر رہے ہو کہ میں نے اسے نمبر بتایا ہے؟"

"پھر کیا تمہارا باپ اسے بتا رہا ہے؟"

"جارج! اپنی زبان کو لگام دو۔ میں تمھیں چیونٹی کی طرح مسل دوں گا۔ اگر تم وقتی طور پر چھپ گئے ہو تو یہ نہ سمجھنا، ہمیشہ چھپتے رہو گے۔ میری پہنچ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہے۔"

"گوڈوانی! تم بھول رہے ہو، ایک اور شخص ہے جو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پلک جھپکتے ہی پہنچ جاتا ہے اور وہ فرہاد علی تیمور ہے۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ جس بُری طرح تم نے دلدل میں پھنسایا ہے اور جس طرح چاروں طرف سے دشمن مجھے گھیر رہے ہیں۔ ان حالات میں صرف فرہاد ہی میری مدد کر سکتا ہے اور میرے کام آسکتا ہے۔ لہٰذا میں فرہاد علی تیمور کو آواز دے رہا ہوں۔ کہاں ہو فرہاد، فرہاد، فرہاد۔۔۔"

وہ ریسیور کان سے لگائے اسی طرح چیخ چیخ کر آوازیں دینے لگا۔

"فرہاد علی تیمور، آج جارج فری مین اپنے دماغ کے دروازے کھول رہا ہے۔ آجاؤ، میرے پاس آجاؤ۔ میں صرف تمھیں اُس ٹرانسفارمر مشین کا پتا بتاؤں گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک پکارتا رہا۔ گوڈوانی چیخ چیخ کر کہتا رہا۔ "پاگل کے بچے، یہ ٹیلی فون پر فرہاد کو کیوں پکار رہے ہو۔ کیا وہ آجائے گا، نہیں، ہیو توف کے بچے، اس سے پہلے میں اور میرے آدمی تمھارے پاس پہنچیں گے۔"

جارج فری مین نے ریسیور کریڈل پر رکھا، اپنی اٹیچی اٹھائی پھر اس ہوٹل سے نکلتے ہوئے دل ہی دل میں کہتا گیا: "فرہاد علی تیمور آجاؤ۔ میرے پاس آجاؤ۔ تم جس وقت بھی آؤ گے میرے دماغ کا

دروازہ کھلا رہے گا۔"

جوجو دوسری صبح پارس اوّل سے ملنے اُس کے کاٹیج میں آئی۔ پتا چلا وہ رات بھر جاگتا رہا تھا، اب سو رہا ہے۔

وہ واپس چلی گئی۔ پھر دوپہر کو آئی تو پارس نے کاٹیج کا دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ جوجو نے دروازے کو پیٹ پیٹ کر کہا: "کیا بات ہے۔ دروازہ کیوں نہیں کھولتے۔ نہیں کھولو گے تو میں شام تک دروازہ پیٹتی رہوں گی۔"

پارس اوّل نے دروازہ کھول کر پوچھا: "یہ کیا حماقت ہے، کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو؟"

"کیا تم کھیلنا نہیں چاہتے۔ کیا مجھ سے ناراض ہو، ناراض ہو تو مجھے ہونا چاہیے۔ کل رات تم نے کتنی گندی حرکت کی تھی۔"

"بکواس مت کرو۔ میں نے تمھیں دل سے پیار کیا تھا۔ تم پیار و محبت کو کیا جانو۔ تم تو ابھی تک بچی ہو۔ جاؤ کسی بچے سے دوستی کرو اور اس کے ساتھ کھیلو۔"

"نہیں جاؤں گی۔ تم نے کہا تھا، میرے سوا کسی سے دوستی نہیں کرو گے اور میں نے بھی قسم کھائی تھی، صرف تم سے دوستی کروں گی اور کسی کو دوست نہیں بناؤں گی۔"

"کل تم نے اپنے بھائی کو بتا دیا تھا کہ میں رات کو تمہارے پاس آیا تھا۔"

"ہاں، بتا دیا تھا۔ تم گندے ہو، تم ڈرتے ہو، میں تو نہیں ڈرتی ہوں۔"

"تمہارے بھائی نے کیا کہا تھا؟"

"وہ مجھے اُلٹا ڈانٹ رہے تھے اور سمجھا رہے تھے۔ ایسی بات کسی سے نہیں کہنا چاہیے۔ پارس تمہارا دوست ہے۔ تم سے محبت کرتا ہے اور جب بھی وہ محبت کرے تو یہ بات کسی تیسرے کو نہیں بتانا چاہیے۔ میں حیران ہوں۔ زندگی میں پہلی بار میرے بھائی آرمر بھی مجھے بات چھپانے اور جھوٹ بولنے پر مجبور کر رہے تھے۔"

"کیا پھر بھی تمہاری عقل میں یہ بات نہیں آئی کہ میرے اور تمہارے درمیان جو بھی پیار و محبت ہو، اس کا ذکر کسی تیسرے کے سامنے نہیں کرنا چاہیے؟"

"بھائی آرمر کہتے ہیں تو بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ میں نے وعدہ کیا ہے۔ آئندہ میں کسی تیسرے کو نہیں بتاؤں گی۔"

"کیا تم وعدہ کرتی ہو، آئندہ میں جب بھی تم سے محبت کروں گا تو تم مجھے گندا بچہ نہیں کہو گی۔"

"مر جاؤں گی۔ آخر تم ایسی حرکت کیوں کرتے ہو جو مجھے پسند نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں۔"

وہ خوشی سے کھل کر بولی: "شادی تو ضرور کروں گی۔"

"کیا تمھیں معلوم ہے، شادی کے بعد کیا ہو گا؟"

"اور کیا ہو گا۔ تم میرے پاس آؤ گے، میں گھونگٹ اُٹھاؤں گی پھر ہم دونوں کیرم کھیلیں گے۔"

پارس نے اپنا سر پیٹ لیا۔ کیا تم کیرم بورڈ کا بچھا نہیں چھوڑو گی، اسے بھی جہیز میں لاؤ گی؟"

وہ اس کے ساتھ کاٹیج سے باہر آگیا۔ پھر بولا: "تم مجھے بچپن سے ہی بہت پیاری لگتی ہو۔ میں تمھارے سوا کسی اور کو شریک حیات بنانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مگر جب تمھاری باتیں سنتا ہوں اور تمھاری عقل کا تماشا دیکھتا ہوں تو سوچ میں پڑ جاتا ہوں، آخر تمھارے ساتھ زندگی کیسے گزرے گی؟"

"میں سب سمجھتی ہوں، جب سے تم نے اس جنگل والی اور سانپ والی سے دوستی کی ہے، میرے سامنے میں اُلٹی سیدھی باتیں کرنے لگے ہو۔"

"پہلے تم اپنی اُلٹی سیدھی حرکتوں پر غور کرو۔ وہ جنگل والی اور وہ سانپ والی میری ہر بات مان لیتی تھیں۔ اگر میں ان سے محبت کروں تو وہ مجھے گندہ بچہ کبھی نہیں کہیں گی۔"

"اس لیے کہ وہ گندی ہیں۔ میں تو نہیں ہوں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میں محبت کرنے اُن کے پاس جاؤں؟"

"اے خبردار، اُن کے پاس جاؤ گے تو میں تمھارا منہ نوچ لوں گی، ان دونوں کے دماغ میں پہنچ کر زلزلے پیدا کر دوں گی۔"

"جب تم اُن کے پاس جانے سے روکتی ہو تو پھر اپنے پاس آنے سے نہ روکو۔"

وہ اُلجھن میں پڑ گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ پارس نے کہا: "میں ابھی تمھارے قریب نہیں آؤں گا، پہلے ہماری شادی ہو گی۔"

اُس نے خوش ہو کر پوچھا: "کب ہو گی؟"

"یہ ہمارے بزرگ جانتے ہیں۔"

ادارے میں چند بزرگ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے جوجو اور پارس اوّل کی شادی کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ وہاں رسونتی اور آرمر بھی موجود تھے۔ رسونتی نے میرے دماغ میں آکر کہا: "تم خیال خوانی کے ذریعے آرمر کے دماغ میں رہو اور یہاں شادی کے متعلق فیصلہ سنتی رہو۔"

"میں آرمر کے دماغ میں کیوں رہوں۔ تم میری شریک حیات ہو، میں تمھارے پاس رہوں گا۔"

"نہیں فرہاد، آج میرے بیٹے کی شادی کے سلسلے میں باتیں ہو رہی ہیں۔ میں کچھ جذباتی ہو رہی ہوں۔ میرے کچھ عجیب و غریب خیالات ہیں لہٰذا میں یہ خیالات تمھیں پڑھنے نہیں دوں گی۔"

مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ پچھلی رات رسونتی اور پارس اوّل کے درمیان کیا باتیں ہو چکی ہیں۔ کس طرح وہ اس پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی اور پارس کس طرح جذباتی ہو گیا تھا۔ مجھے ابھی ان باتوں کا علم نہیں تھا۔

جناب شیخ صاحب نے کہا۔ "کل ہمارے آمر صاحب نے میرے پاس آکر بتایا۔ اب یہ دونوں بچے نہیں رہے، اس سے پہلے کہ یہ کوئی غلطی کر بیٹھیں، ان کی شادی ہو جانی چاہیے اور میں سمجھتا ہوں کہ آمر صاحب مناسب بات کہہ رہے ہیں۔"

میں نے آمر کی زبان سے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ جو جو ہمارے گھر کی لڑکی ہے۔ ہم پانچ چھ برس بعد بھی شادی کر سکتے ہیں۔ آخر اتنی جلدی کیا ہے جاگران سے کسی غلطی کا احتمال ہے تو ہم پارس کو ادارے سے باہر مصروف رکھیں گے۔ میں بھائی آمر سے کہوں گا، پانچ چھ برس دیکھتے ہی دیکھتے گزر جائیں گے۔ پارس کی عمر میں پختگی آجائے گی اور اس وقت شادی مناسب رہے گی۔"

رسونتی نے کہا۔ "میں نے یہاں رہ کر دیکھا ہے، پارس کا دل جوجو کے بغیر نہیں لگتا، خواہ اُسے ادارے سے باہر کیوں نہ بھیج دیا جائے، وہ پھر واپس آجائے گا۔ اگر آپ لوگ مناسب سمجھیں تو پارس کو بُلا کر اُس سے بات کریں۔"

کئی بزرگوں نے رسونتی کی حمایت کی۔ تب پارس کو بلایا گیا، اُسے آمر کی بات بتائی گئی، پھر میرا فیصلہ سُنایا گیا۔ پارس نے رسونتی کی طرف دیکھا تو رسونتی نے نظریں چرا لیں، دوسری طرف دیکھنے لگی۔ وہ بولا۔ "جب سے ماریہ نے میرے جسم میں زہر پہنچایا ہے۔ میں خود کو دماغی طور پر کمزور سمجھتا ہوں۔ زیادہ پیچیدہ معاملات کو سمجھتے ہوئے دشواری محسوس کرتا ہوں۔ کبھی کبھی مجھ میں نشے کی سی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ شاید یہ زہر کا اثر ہے۔ ایسے میں ادارے سے باہر جا کر کسی معاملے میں مصروف نہیں رہ سکتا۔ اگر مجھے جبراً بھیجا جائے گا تو میں ناکام واپس آؤں گا اور میں اپنے ریکارڈ میں ناکامی کا داغ لگانا نہیں چاہتا لہٰذا میں ایک گھریلو زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔"

میں آمر کے ذریعے سُن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میرا بیٹا ایسی مایوس کُن باتیں کیوں کر رہا ہے۔ میں حقیقت معلوم کرنے کے لیے اُس کے دماغ میں پہنچا تو اُس نے سانس روک لی، پھر خوش ہو کر بولا۔ "او خدایا، تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ میں سانس روک سکتا ہوں۔ کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کر سکتا ہوں۔ ماما، پاپا، کیا آپ دونوں میرے دماغ میں آنا چاہتے ہیں؟"

رسونتی نے کہا۔ "میں تو یہاں چپ چاپ کھڑی ہوں تمہاری باتیں سُن رہی ہوں، پھر دماغ میں آنے کی کیا ضرورت ہے؟"

میں نے آمر کے ذریعے کہا۔ "میں ابھی تمہارے پاس آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرا دل نہیں مانتا کہ میرا بیٹا ایسی مایوس کُن باتیں کر رہا ہے۔ حالانکہ میں یہاں موجود رہ کر ساری باتیں سُن رہا ہوں۔ پھر بھی مجھے صاف صاف بتاؤ، آخر بات کیا ہے۔ تم تو مردِ میدان ہو، پھر گھریلو زندگی کیوں گزارنا چاہتے ہو؟"

"پاما! آپ کے دو بیٹے ہیں۔ ایک مردِ میدان رہنے دیجیے مجھے گھریلو زندگی گزارنے کی اجازت دیجیے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم اپنی ماما کو خوش کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہو؟"

رسونتی نے جلدی سے کہا۔ "تم مجھ پر کیوں الزام لگا رہے ہو۔ کیا میں نے اس سے کہا ہے کہ ابھی شادی کرے اور گھر میں بیٹھ جائے اور پارس دوم ادارے سے باہر جا کر کارنامے انجام دیتا رہے۔ کیا میں ایک کی سگی اور دوسرے کی سوتیلی ماں ہوں؟"

"تم میری باتوں کا غلط مطلب لے رہی ہو۔ تم ہی اکثر کہا کرتی تھیں، ایک بیٹا باہر رہے تو دوسرے کو گھر میں رہنا چاہیے چونکہ پارس دوم باہر ہے اور پارس اوّل گھریلو زندگی گزارنا چاہتا ہے تو یہ تمہارے دل کی بات ہوگی۔ اس لیے میں نے یہ کہا کہ پارس اپنی ماما کو خوش کرنے کے لیے ایسی باتیں کر رہا ہے۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا۔ "آپس میں بحث کرنے سے بہتر ہے کسی تیسرے بہ سے پوچھ لیں۔"

میں نے کہا۔ "میں پہلے پارس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنا چاہتا ہوں۔ کیا میرا بیٹا مجھے اجازت دے گا؟"

پارس نے کہا۔ "پاپا! اب میں جوان ہو گیا ہوں اور جوان بچوں کے خیالات نہیں پڑھنے چاہئیں۔"

یہ شروع سے میرا اصول رہا ہے، میں کبھی کسی کے خیالات چوری چھپے نہیں پڑھتا اور نہ ہی جبر کرتا ہوں لیکن آج کا معاملہ کچھ عجیب ہے۔ میں محسوس کر رہا ہے، میرا بیٹا اپنے مزاج کے خلاف باتیں کر رہا ہے اور ایسا کیوں کر رہا ہے، میں جاننا چاہوں گا۔"

"اگر آپ کو خیال خوانی نہ آتی تب اپنی اولاد کے خیالات کیسے پڑھتے۔ کس طرح ایک اچھے بیٹے بہ پہنچتے؟"

پارس نے بہت عمدہ بات کی تھی۔ دنیا کے تمام والدین خیال خوانی نہیں جانتے لیکن وہ اپنے بچوں کے مزاج کو ان کے رجحانات کو سمجھ کر کوئی فیصلہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا۔ "تم نے بہت اچھی بات کہہ دی۔ میں تمہارے خیالات پڑھے بغیر یہ فیصلہ کر رہا ہوں کہ تمہاری شادی نہیں ہوگی۔ اس کی کچھ وجوہات ہیں۔"

وہ سب میری باتیں توجہ سے سُن رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ایک ٹرانسفارمر مشین جارج فری میں کے پاس کہیں رکھی ہوئی ہے۔ اُسے ہمیں ہر حال میں تلاش کرنا ہے۔ جارج فری میں اپنی بہن سلارا کو بہت چاہتا ہے۔ اس وقت وہ ماسک ہے۔ اس ادارے سے تعلق رکھتی ہے۔ جب وہ شوہر کے ساتھ نہیں رہے گی تو یہاں آکر ہماری پناہ میں رہا کرے گی۔ اس کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ فرہاد اس ادارے میں نہیں آتا۔ رسونتی کو گھریلو ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے ادارے سے باہر جانا ہوتا ہے۔ جب شوہر ساتھ نہیں رہتا تو یہ یہاں آکر ہمارے سلسلے میں رہتی ہے اسی طرح جوجو بھی رہا کرے گی۔"

اُن کی شادی کا فیصلہ ہو گیا۔ یہ طے پایا کہ ایک ہفتے کے اندر پارس اور جوجو کی رہائش کا انتظام پیرس میں کیا جائے گا ادارے میں نکاح پڑھایا جائے گا، پھر وہاں سے انھیں رخصت کر دیا جائے گا۔ میں اس دوران آمر کے ذریعے کبھی رسونتی کو اور کبھی پارس کو دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ایسے الگ تھلگ تھے جیسے بالکل بھی جان پہچان نہ ہو۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھ بھی نہیں رہے تھے، جیسے کبھی نہ دیکھنے کی قسم کھائی ہو۔ یہ باتیں میرے دل میں کھٹک رہی تھیں لیکن مجبوری تھی۔ میں پارس کے دماغ میں جا سکتا تھا، نہ رسونتی کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔

جب آمر اپنے کابن کی طرف جانے لگا تو میں نے پوچھا۔ "کل رات کوئی خاص بات ہوئی تھی؟"

"ہاں، پارس جوجو سے آدھی رات کے بعد ملنے آیا تھا۔"

"آمر، تمہاری بات درست ہے۔ دونوں کی شادی ہو جانی چاہیے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں، پارس جوجو کے ساتھ کب تک رہا؟"

"میرے کابن کے سامنے سپرا دینے والے نے بتایا کہ پارس پندرہ بیس منٹ سے زیادہ نہیں رہا تھا لیکن ایک بات عجیب ہے، کل ایک مسلح سپرے دار میرے کابن کے سامنے خاص طور پر سپرا دے رہا تھا اور اس کی ڈیوٹی رسونتی بھابی نے لگائی تھی۔"

میں سمجھ رہا تھا۔ ضرور کوئی خاص بات ہے۔ اب یہ نئی بات معلوم ہوئی تھی کہ رسونتی نے خاص طور پر وہاں ایک شخص کی ڈیوٹی لگائی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "پارس، جوجو کے پاس سے جانے کے بعد کیا رسونتی سے ملاقات کرنے گیا تھا؟"

"میں نہیں جانتا لیکن کوئی ایک گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ وہ رات کے دو بجے سے چار بجے تک مختلف وارڈ شیشیں کرتا رہا۔ پھر مسجد کے صحن میں جا کر کلام پاک کی تلاوت کرنے لگا۔"

اس بات نے مجھے پریشان کر دیا۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ اپنے اندر کا غبار نکالنے کے لیے ایسا کرتا رہا ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے سکون قلب کے لیے دعا مانگ رہا ہوگا۔ آخر ایسی کیا بات ہو گئی تھی کہ وہ اپنے داخلی انتشار کو ختم کرنے کے لیے ایسا کر رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک پریشان ہوتا رہا۔ پھر سوچا زندگی میں ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس سے بھی بدترین حالات پیش آتے ہیں۔ انسان کو اپنی ذہانت، حوصلے اور حکمت عملی سے ذہنی انتشار پر قابو پانا پڑتا ہے۔ پارس بھی رفتہ رفتہ اپنے حالات پر قابو پالے گا۔

ایک ہفتے بعد بڑی سادگی سے پارس اور جوجو کا نکاح پڑھا دیا گیا۔ ان کے لیے ہیریس میں ایک جھیل کے کنارے کاٹیج کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ وہ رات کے آٹھ بجے جوجو کے ساتھ کاٹیج میں پہنچا۔ ان کی خدمت کے لیے ایک ملازمہ اور ایک ملازم کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ جوجو بہت خوش تھی۔ بار بار آئینے کے سامنے جا کر اپنے خوب صورت لباس کو دیکھتی تھی اور پارس سے پوچھتی تھی: "میں کیسی لگ رہی ہوں؟"

"بالکل دُلھن لگ رہی ہو۔ اتنی حسین دُلھن آج تک کسی نے نہیں دیکھی ہوگی۔"

وہ تعریفیں سن کر خوش ہو رہی تھی۔ پارس نے پوچھا: "کیا تم خوشی سے بے قابو ہو کر گردن میں بانہیں نہیں ڈال سکتیں، پیار نہیں کر سکتیں؟"

"ایک دوسرے کے بدن سے لگنا نہیں چاہیے۔ یہ اصولِ صحت کے خلاف ہے۔ ایک جسم کے جراثیم دوسرے جسم میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس طرح بیماریاں پھیلتی ہیں۔"

"جوجو، ہم میاں بیوی ہیں اور میاں بیوی سے بیماریاں نہیں پھیلتیں۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

"رفتہ رفتہ سمجھ لوگی۔ چلو رات زیادہ ہو رہی ہے، سو جاؤ۔"

"ارے واہ، ابھی تو ہم نے رات کا کھانا نہیں کھایا اور تمہیں سونے کی پڑ گئی ہے۔"

انھوں نے ڈائننگ روم میں جا کر ملازمہ کو کھانا لگانے کے لیے کہا۔ وہاں باتیں کرتے رہے۔ کھانا کھاتے رہے، پھر ٹہلنے کی غرض سے کاٹیج کے باہر آئے۔ موسم گرما کا آغاز تھا۔ اس کے باوجود ہلکی ہلکی خنکی ہو رہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک جھیل کے کنارے ٹہلتے رہے، کھانا ہضم کرتے رہے۔ پھر پارس نے جوجو کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "چلو، رات زیادہ ہو گئی ہے۔"

وہ کاٹیج میں آئے، دروازے کو اندر سے بند کیا، پھر بیڈ روم میں پہنچے۔ اس کے دروازے کو بھی اندر سے بند کیا۔ جوجو جاتی لیتے ہوئے بستر پر گر پڑی۔ پھر بولی: "اے، دروازہ کیوں بند کر رہے ہو؟ تم اپنے کمرے میں جاؤ۔"

"آج سے ہم دونوں کا ایک ہی کمرا ہے۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بولی: "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بھائی آر مسز دیکھ لیا تو ناراض ہو جائیں گے۔"

وہ اس کے پاس بستر کے سرہانے بیٹھتے ہوئے بولا: "آج یہاں کوئی نہیں آئے گا اور آئندہ بھی ہمارے درمیان کوئی مداخلت نہیں کرے گا کیونکہ آج سے ہم میاں بیوی ہیں۔ اسی لیے ہمیں ایک الگ کاٹیج رہنے کے لیے دیا گیا ہے اور تم دیکھ رہی ہو، اس کاٹیج میں ایک ہی بیڈ روم ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم دونوں کا کمرا ہے۔"

جوجو کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر وہ دونوں ہنستے ہوئے لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی جوجو کے چیخنے چلانے کی آواز آئی۔

پھر برآمدے والا دروازہ کھلا۔ جوجو تیزی سے باہر آئی۔ ملازمہ اور ملازم جو باہر چھپ کر ان کی باتیں سن رہے تھے جلدی سے پیچھے ہٹ گئے۔ وہ دائیں بائیں نہیں دیکھ رہی تھی۔ تیزی سے دوڑتی ہوئی گاڑی کے احاطے سے باہر جا رہی تھی۔ پارس اس کے پیچھے دوڑتا ہوا دروازے پر آیا۔ پھر ملازمہ اور ملازم کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس کے ہاتھ میں دُلھن کا لباس کا پھٹا ہوا حصہ تھا۔ اس نے جھینپ کر لباس کے اس ٹکڑے کو اپنے پیچھے چھپا لیا۔ پھر اسے خیال آیا کہ جوجو دور نکل گئی ہوگی۔ وہ جلدی دوڑتا ہوا اس کے پیچھے گیا۔ اسے آوازیں دینے لگا: "رک جاؤ۔ جوجو، میری بات سنو۔"

وہ دوڑتا جا رہا تھا لیکن وہ اس کی آواز سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ اچانک ایک پولیس مین نے اس کا راستہ روک لیا: "کیا بات ہے مسٹر تم اس طرح کہاں بھاگی جا رہی ہو؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولی: "وہ... وہ مجھے پریشان کر رہا ہے۔ وہ بدتمیز بچہ ہے۔ میں اس سے بات نہیں کروں گی۔ میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔"

پولیس مین نے کہا: "اچھا، تم یہاں ٹھہرو۔ میں اس سے نمٹ لیتا ہوں۔"

پولیس والا دوڑتا ہوا پارس کی طرف آیا۔ پارس بھی اسی طرف آ رہا تھا۔ پھر پولیس مین نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا: "ٹھہرو، یہ کیا حرکت ہے؟ تم اس لڑکی کا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟"

"وہ کوئی غیر لڑکی نہیں ہے۔ میری دُلھن ہے۔ میری شریکِ حیات ہے۔"

"تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟"

پارس ذرا گڑبڑا گیا۔ کیونکہ نکاح چپ چاپ ہوا تھا اور پارس اور جوجو کے اصل نام سے ہوا تھا۔ وہاں وہ جوجو کے ساتھ دوست حیثیت سے آیا تھا۔ یہاں جوجو کا نام جینیفر تھا اور اس کا نام علی مراد

"ارے دیکھو، وہ کسی کی گاڑی میں بیٹھ کر جا رہی ہے۔ غضب ہو جائے گا، پہلے اسے روکو۔"

وہ آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ پولیس مین نے اس کا راستہ روکا۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر جوڈو کا ایک داؤ استعمال کیا۔ پولیس والا دوسری طرف الٹ کر گرا۔ وہ بھاگ کر مین روڈ کی طرف جانے لگا لیکن دیر ہو چکی تھی۔ اس وقت جوجو کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر اس سے دُور بہت دُور ہوتی جا رہی تھی۔

اب یہ گھر کے اندر کا نہیں باہر کا مسئلہ ہو گیا تھا اور یہ معاملہ بے حد تشویشناک تھا۔ وہ دُلھن ٹیلی پیتھی جانتی تھی اور ٹرانسفارمر مشین کے دیوانوں میں سے کسی کے ہاتھ بھی لگ سکتی تھی۔ پارس نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر گزرنے والی گاڑیوں سے لفٹ مانگی۔ دُلھن کے ایک اشارے پر گاڑی رک گئی تھی مگر دولھا کو کوئی پوچھ نہیں رہا تھا۔ آخر ایک گاڑی والے کو اس پر رحم آ گیا۔ اس نے گاڑی روکی۔ پارس نے کھڑکی پر جھک کر اسے دیکھا۔ وہ گاڑی والا نہیں، والی تھی۔ شراب کے نشے میں مدہوش تھی۔ اس نے کہا: "پلیز، مجھے تھوڑی دُور تک لفٹ چاہیے۔"

وہ نشے میں جھومتی ہوئی ہاتھ کے اشارے سے پوچھ رہی تھی: "تم کیا کہہ رہے ہو؟"

پارس کو اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ کار کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ دروازہ بند تھا۔ بھلا اس کی آواز کیسے اندر جاتی۔ اس نے دروازے کو کھول کر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا: "جب بیٹھ ہی گیا ہوں تو لفٹ مانگنے کا تکلف کیسا؟ بس گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

اس نے گاڑی آگے نہیں بڑھائی، خود آگے بڑھ گئی۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی: "جانی، تم کہاں تھے؟ میں تمہیں یاد کرتی رہی۔ شراب پی پی کر غم غلط کرتی رہی۔ آج اتنے عرصے بعد آئے ہو، میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔"

"ارے ایک چھوڑ کر چلی گئی۔ دوسری پکڑ رہی ہے۔ خدا کے لیے گاڑی چلاؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "گاڑی کو فیل سمجھو۔ اب جاری تمہاری گاڑی چلے گی۔"

پارس نے دور ڈنڈا سکریپ کے پاس دیکھا۔ اب پتا نہیں جوجو کہاں نکل گئی ہوگی؟ کن لوگوں کے ہاتھوں میں پڑ گئی ہوگی۔ وہ فوراً ہی خود کو چھڑا کر گاڑی سے باہر آ گیا۔ دوسری طرف سے اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا: "آؤ ہم تم محبت کریں گے۔ یہ جگہ بہت مناسب ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا سڑک کے کنارے لایا۔ پھر ایک جگہ اسے کھڑا کرتے ہوئے کہا: "سیدھی کھڑی رہنا۔ میں گاڑی کو کنارے کھڑا کر رہا ہوں۔ پھر ہم محبت کریں گے۔"

وہ مان گئی۔ پارس نے اس کا ہاتھ چھوڑا تو وہ لڑکھڑاتی ہوئی ذرا پیچھے گئی، پھر زمین پر گر کر دوسری طرف لڑھکتی ہوئی چلی گئی۔ وہ دوڑتا ہوا اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا۔ دروازے کو بند کیا۔ پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ وہ زیادہ سے زیادہ رفتار بڑھاتا جا رہا تھا تاکہ آگے والی گاڑی تک جا پہنچے لیکن اس دوران پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ اتنی دیر میں وہ گاڑی نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہوگی۔

ایک جوان لڑکی آدھی رات کو سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر لفٹ مانگے تو اسے دیکھ کر شریف آدمی اپنی گاڑیاں نہیں روکتے۔ البتہ حسین صورتی دیکھ کر اوباش قسم کے نوجوان ضرور لفٹ دیتے ہیں۔ جس گاڑی میں جوجو کو لفٹ ملی، اس میں چار بیٹے کٹے جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ چاروں ایک بار سے پی کر نکلے تھے، ابھی اور مختلف باروں میں جا کر پینے کا ارادہ تھا۔ شراب سے زیادہ نشیلی چیز، سڑک کے کنارے نظر آئی تو انھوں نے گاڑی روک دی۔ جوجو نے جلدی آگے بڑھ کر کہا: "مجھے لفٹ چاہیے۔ مجھے جلدی یہاں سے لے چلو۔ وہ میرا پیچھا کر رہا ہے۔"

پچھلی سیٹ سے ایک نوجوان اتر کر باہر آیا۔ پھر بولا: "آؤ جلدی سے بیٹھ جاؤ۔"

وہ پچھلی سیٹ پر آئی۔ وہاں پہلے سے ایک جوان بیٹھا تھا۔ پھر باہر کھڑا ہوا جوان بھی اندر آیا تو وہ دونوں کے درمیان پھنس گئی۔ گاڑی آگے بڑھتے ہی ایک نے پوچھا: "ڈارلنگ، تم کون ہو اور کون تمہارا پیچھا کر رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "میرا نام ڈارلنگ نہیں، جوجو ہے۔"

پھر وہ چونک سی گئی۔ جب وہ ادارے سے پارس کے ساتھ آئی تھی تو تمام بزرگوں نے اچھی طرح سمجھایا تھا، کبھی اپنا اصلی نام نہ لینا اور نہ ہی کبھی ٹیلی پیتھی کا ذکر کرنا۔ جب اسے بزرگوں کی نصیحت یاد آئی تو وہ ہنستے ہوئے بولی: "میرا نام جوجو نہیں، جینیفر ہے۔ تم کہیں سچ مچ مجھے جوجو نہ سمجھ لینا۔ وہ تو میں مذاق میں کہہ رہی تھی۔"

ایک جوان نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا: "بہت اچھا مذاق کر لیتی ہو۔ تمہارا نام جوجو ہو یا جینیفر، ہم نے کیا لینا ہے۔ ہم تو صرف دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ خواہ یہ دوستی صرف ایک رات کے لیے کیوں نہ ہو۔"

اس نے کہا: "میرا ہاتھ چھوڑ دو۔"

ہاتھ پکڑنے والے نے پوچھا: "آخر اس میں ہرج کیا ہے؟"

"میرا ہاتھ صرف پارس پکڑ سکتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک ہاتھ سے اپنا منہ دبا لیا۔ اسے پھر بزرگوں کی نصیحت یاد آئی کہ پارس کا نام بھی نہ لیا جائے۔ وہ جلدی سے بولی: "میرا مطلب ہے، علم مراد میرا ہاتھ پکڑ سکتا ہے۔"

"تم ہم کو اپنا علم مراد سمجھ لو۔"

دوسرے نے پوچھا: "جینیفر! کیا تم ہمارے ساتھ گھر چلو گی؟"

"ضرور چلوں گی۔ آج تمام رات چُپ کر رہنا چاہتی ہوں۔ وہ مجھے ڈھونڈتا رہے گا اور پریشان ہوتا رہے گا۔ میں اسے سزا دینا چاہتی ہوں۔ وہ بہت گندا بچہ ہو گیا ہے۔"

انھوں نے اپنی گاڑی ایک ایسی زیرِ تعمیر عمارت کے سامنے روکی جہاں ویرانی اور سناٹا تھا۔ اس عمارت کی پہلی، دوسری اور تیسری منزل مکمل ہو چکی تھی۔ باقی دوسری منزلوں کی تعمیر ہو رہی تھی۔ وہاں کوئی آباد نہیں ہوا تھا۔ وہاں کے ایک چوکیدار نے انھیں دیکھتے ہی سلام کیا۔ ان میں سے ایک نوجوان اس عمارت کے مالک کا بیٹا تھا۔ اس نے چوکیدار کے ہاتھ میں دس ڈالر رکھتے ہوئے کہا: "ہماری طرف کسی کو نہ آنے دینا۔"

پھر وہ جوجو کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے تیسری منزل پر پہنچے۔ وہاں بڑے بڑے کمرے بنتے ہوئے تھے۔ ابھی ان میں دروازے اور کھڑکیاں نہیں لگائی گئی تھیں۔ انھوں نے جوجو سے کہا: "تم اس کمرے میں ٹھہرو، ہم تمہارے بیٹھنے اور سونے کا انتظام کرتے ہیں۔"

وہ اسے چھوڑ کر دوسرے کمرے میں آئے۔ ایک نے کہا: "یہ لڑکی بہت نادان ہے مگر بھرپور جوان ہے۔"

دوسرے نے کہا: "لیکن یہ تو ہاتھ پکڑنے نہیں دیتی۔"

تیسرے نے چاقو نکال کر کہا: "اسے دھمکی دی جائے تو منہ سے آواز نہیں نکالے گی۔"

دوسرے جوان نے اس کے ہاتھ سے چاقو لے کر کہا: "میں اس عمارت کے مالک کا بیٹا ہوں۔ یہ میری جگہ ہے، اس لیے پہلے میں جاؤں گا۔"

وہ ہاتھ میں چاقو لیے فاتحانہ شان سے چلتا ہوا جوجو کے کمرے میں آیا۔ پھر مسکراتے ہوئے بولا: "دیکھ رہی ہو، اسے کیا کہتے ہیں؟"

جوجو نے ہنستے ہوئے کہا: "ارے یہ تو بچے بھی بتا سکتے ہیں۔ اسے چاقو کہتے ہیں۔"

"اگر یہ تمھارے سینے میں اُترے گا تو تم لہو میں ڈوب جاؤ گی۔ پھڑ پھڑا کر مر جاؤ گی۔"

وہ پریشان ہو کر ذرا پیچھے ہٹتے ہوئے بولی: "کیا تم مجھے مار ڈالنا چاہتے ہو۔ کیا تم بُرے آدمی ہو؟"

"میں بہت بُرا ہوں لیکن اگر تم میری بات مان لو تو میں تمھارے لیے اچھا بن جاؤں گا۔"

"میں تمھاری ہر بات مانوں گی۔"

"تو پھر آؤ۔ میرے سینے سے لگ جاؤ۔"

وہ حیرانی سے بولی: "کیا تم پارس کی طرح گندے بچے ہو؟"

"اری کیا گندا بچہ کی رٹ لگا رکھی ہے۔ بھرپور جوان ہے اور بچوں جیسی باتیں کرتی ہے۔"

"میں گندے بچوں پر تھوکتی ہوں۔ صرف پارس پر نہیں تھوکتی کیونکہ وہ جیسا بھی ہے، اچھا لگتا ہے۔ اب اگر تو نے چاقو کی دھمکی دی تو تیری ایسی کی تیسی کر دوں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "کیا تو بلیک بیلٹ ہے؟ ہم سے مقابلہ کرے گی؟"

"ارے مقابلہ کرنے کی کیا ضرورت ہے میں تیرے دماغ کا کیا کہتے کہتے رُک گئی۔ اسے پھر یاد آیا۔ بزرگوں نے منع کیا تھا ٹیلی پیتھی کا ذکر نہ کرے۔ یہ نصیحت یاد آئی تو وہ اُلجھن میں پڑ گئی۔ اب کیا کہہ سکتی ہے۔ وہ چاقو لیے سامنے کھڑا تھا، اسے جان سے مار سکتا تھا۔ اپنے بچاؤ کے لیے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنا ضروری تھا۔

پھر اسے یاد آیا۔ شیخ صاحب نے کہا تھا، کبھی ایسا موقع آئے تو اس طرح خیال خوانی کے ذریعے اپنا بچاؤ کر کے دوسروں کو شبہ نہ ہو۔ پھر رسونتی اور آمر نے اُسے کئی طریقے اچھی طرح یاد کرائے تھے کہ ان حالات میں کس طرح خیال خوانی کرنی چاہیے اور کس طرح چُپ چاپ دشمن کے دماغ پر قبضہ جما لینا چاہیے۔

یہ باتیں یاد آئیں تو اس نے سامنے والے کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا، اس کی آنکھوں میں گھور کر دیکھا۔ پھر دماغ میں پہنچ کر قبضہ جما لیا۔ رسونتی نے سمجھایا تھا، اگر دشمن کے ہاتھ میں ریوالور ہو تو اس کے ہاتھ سے اس کے ہاتھ یا پاؤں کو زخمی کر دینا چاہیے تاکہ وہ آگے بڑھ کر حملہ کرنے میں ناکام رہے۔

جوجو نے اس کے ایک ہاتھ سے دوسرے بازو میں چاقو کی نوک گہرائی تک پیوست کر دی۔ پھر اسی طرح چاقو سے ہاتھ کو چیرتی ہوئی کلائی تک لے آئی۔ پھر اس نے زخمی ہاتھ میں چاقو پکڑ لیا اور دوسرے بازو میں اسی طرح اس کی نوک پیوست کر کے اسے بھی چیرتی ہوئی کلائی تک لے آئی۔ اس کے بعد دماغ کو بھی آزاد چھوڑ دیا... وہ ایک بیک تڑپ کر چیخنے لگا تھا۔ چاقو ہاتھ سے گر پڑا تھا۔ دونوں ہاتھ سے خون یوں اُبل رہا تھا جیسے سیلاب بند توڑ کر اُبل رہا ہو۔

جوجو تالی بجا بجا کر کہہ رہی تھی: "اچھا ہوا، بُرے بچے کو ایسی ہی سزا ملتی ہے۔"

اس کی چیخ سن کر تینوں ساتھی دوڑتے ہوئے کمرے میں آئے۔ پھر حیرانی سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ خون آلود چاقو فرش پر گرا ہوا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ زخمی تھے۔ خون تمام لباس کو تر بتر کر رہا تھا۔ ایک نے آگے بڑھ کر پوچھا: "کیا ہوا؟ یہ تم زخمی کیسے ہو گئے؟"

دوسرے نے کہا: "ہمیں یقین نہیں آتا کہ اس نادان لڑکی نے تمہیں اس قدر زخمی کر دیا ہے۔"

تیسرے نے پک کر چاقو کو فرش سے اٹھایا، پھر وارننگ دیتے ہوئے کہا: "خبردار! تمھاری چالاکی ہم پر نہیں چلے گی۔ تم نے اسے اکیلا پا کر زخمی کر دیا، ہم تینوں کو نہیں کر سکو گی۔"

دو جوانوں نے آگے بڑھ کر اس کے دونوں بازوؤں کو پکڑ لیا۔ چاقو والے سے ڈر رہی تھی لہٰذا اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ پھر اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ جب وہ اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے بازو میں چاقو پیوست کر کے اسے کلائی تک چیرنے لگا تو دونوں ساتھیوں نے شدید حیرانی اور پریشانی سے پوچھا: "اسے یہ کیا کر رہے ہو؟"

جوجو ہم تم کھڑی آنکھوں میں تک رہی تھی۔ اب وہ زخمی ہاتھ میں چاقو لے کر دوسرے ہاتھ کو اسی طرح زخمی کر رہا تھا۔ ایک ساتھی نے جوجو کے بازو کو چھوڑ دیا، پھر ایک کر اس سے چاقو چھین لیا۔ چاقو اس کے ہاتھ میں آیا تو اب جوجو کو اس سے ڈر لگ رہا تھا، لہٰذا اس نے دوسرے کو چھوڑ کر تیسرے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ دوسرا دماغی طور پر آزاد ہوتے ہی چیخیں مارنے لگا۔ اپنے دونوں زخمی بازوؤں کو بے یقینی سے دیکھتا ہوا نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلاتا ہوا پیچھے ہٹ کر دہشت زدہ نظروں سے جوجو کو تکنے لگا۔ ادھر تیسرا ساتھی اپنے ایک ہاتھ کو زخمی کر رہا تھا۔ چوتھا ساتھی، فوراً ہی جوجو کے بازو کو چھوڑ کر بھاگتا ہوا دروازے تک گیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے جوجو کو تکنے لگا۔ وہ ڈری گھبرائی اور بوکھلائی جیسی ڈراؤنی فلمیں دیکھا کرتا تھا۔ اس کے ذہن میں یہی بات آئی کہ وہ عیاشی کے لیے کسی بدروح کو پکڑ کر لے آئے ہیں۔ وہ وہاں سے چیختا چلاتا ہوا بھاگنے لگا۔ نیچے سے چوکیدار اپنے دو فوجی ساتھیوں کے ساتھ بندوق سنبھالے آ رہا تھا۔ اس نے جوان کو روک کر پوچھا: "کیا بات ہے؟"

"وہ... وہ کوئی بدروح ہے۔ وہ ڈاکٹر ہے۔ کالا جادو جانتی ہے۔ اس نے تینوں کو زخمی کر دیا ہے۔ میں جان بچا کر بھاگ رہا ہوں۔"

وہ دوڑتے ہوئے اس کمرے میں آئے، جہاں وہ تینوں زخمی حالت میں فرش پر پڑے ہوئے تھے اور جو جو اس کے دروازے سے گزرتی ہوئی دروازے کی طرف آ رہی تھی۔ پھر آنے والے مسلح چوکیداروں کو دیکھ کر رک گئی۔ ایک نے ڈپٹ کر کہا: "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا، نہیں تو گولی مار دوں گا۔"

گولی مارنے کی دھمکی ملتے ہی اس نے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس کی رائفل کی نال نیچے کی طرف جھک گئی۔ پھر خلائی سے گولی چلی اور وہ اس کی ران کو چیرتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔

اس کے ساتھ آنے والے دونوں چوکیداروں نے چونک کر پوچھا: "ارے، یہ تم نے کیا کیا! خود کو زخمی کر لیا۔ کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے؟"

یہ کہتے ہی ان چوکیداروں کو یاد آیا کہ اس بھاگنے والے جوان نے کہا تھا لڑکی وچ ڈاکٹر ہے، کالا جادو جانتی ہے۔ یہ بات یاد آتے ہی وہ دونوں اپنے ساتھی چوکیدار کو چھوڑ کر وہاں سے بھاگتے چلے گئے۔

جوجو... اطمینان سے سیڑھیاں اُترتی ہوئی نیچے آئی۔ پھر کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اسے ڈرائیونگ سکھائی گئی تھی لیکن دماغ میں یہ بات نہیں آئی تھی۔ وہ اکثر بھول جاتی تھی کہ کس طرح ایکسیلیریٹر پیڈل کا دباؤ کھٹا چاہیے اور اس کے ذریعے رفتار کم یا زیادہ کرنا چاہیے اور رفتار کی کمی یا زیادتی کے مطابق کس طرح گیئر بدلنا چاہیے۔ اس نے چابی گھمائی، کار کی طرح گاڑی اسٹارٹ کی، پھر آگے سیدھے گیئر پر لے لگی۔ ایکسیلیریٹر پیڈل دباؤ ڈالا تو گاڑی ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔ اس نے گھبرا کر ہاتھ پاؤں ہٹا لیے۔ گاڑی رک گئی۔ اس نے پریشان ہو کر سوچا: آخر مجھے یاد کیوں نہیں رہتا۔ جب کوئی سکھانے والا ہوتا ہے تو آسانی سے سیکھ لیتی ہوں، جب اکیلی ہوتی ہوں تو گڑبڑ ہو جاتی ہے۔

وہ دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ پریشانی سے سوچنے لگی۔ پیدل کہاں جائے۔ کتنی دُور جائے، پتا نہیں، وہ کون سا علاقہ تھا۔ وہ کئی بار پارس آ چکی تھی لیکن اتنے بڑے شہر کا ایک راستہ بھی اسے یاد نہیں تھا۔ وہ چوتھا نوجوان جو اس سے خوفزدہ ہو کر بھاگا تھا، دوسری منزل میں جا کر چھپ گیا تھا۔ جب اس نے اندازہ کیا کہ وہ جا چکی ہے اور خطرہ ٹل گیا ہے تو وہ دوسری منزل سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آیا۔ پھر جیسے ہی آخر تا ہوا نیچے آیا اور جیسے ہی گاڑی کے قریب پہنچا تو جوجو کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ بولی: "خبردار، یہاں سے نہ بھاگنا۔ ادھر آؤ اور گاڑی چلاؤ۔"

وہ تھر تھر کانپتا ہوا گاڑی کے قریب آیا۔ پھر بولا: "مجھے جان سے نہ مارنا۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

جوجو نے کہا: "تو پھر آؤ، ہاتھ ملاؤ۔ ہم دوست ہو گئے۔"

وہ ڈرتے ڈرتے قریب آیا۔ پھر اس نے مصافحہ کیا۔ جوجو نے کہا: "تم گاڑی چلاؤ۔ میں پیچھے بیٹھوں گی۔"

وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ اس جوان نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ جوجو نے پوچھا: "کیا تمھارے پاس کچھ رقم ہے؟ میں رات کسی ہوٹل میں گزارنا چاہتی ہوں۔"

دوسری طرف پارس کار ڈرائیو کرتا ہوا دُور دُور تک اسے تلاش کرتا جا رہا تھا۔ آخر تھک ہار کر انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ کے ڈائریکٹر جنرل کے بنگلے کے سامنے آیا۔ وہاں مسلح افراد کا پہرا رہتا تھا۔ انھوں نے اسے روکا تو اس نے کہا: "میں فریاد علی تیمور کا بیٹا پارس ہوں۔ اپنے صاحب کو فوراً اطلاع دو۔ میں ملنا چاہتا ہوں۔"

ایک مسلح پہرے دار گیٹ کے ساتھ بنے ہوئے کیبن میں گیا۔ وہاں

"نہیں، وہ بہت خراب ہو گیا ہے۔ گندی گندی حرکتیں کر رہا تھا۔" میں جھینپ کر فوراً واپس چلا آیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر سمجھاتے ہوئے سوچنے لگا۔ "بڑی مشکل ہے۔ ایک میرا بیٹا ہے، دوسری میری بہو ہے۔ میں دونوں کی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں سن سکتا تھا جسے بزرگوں کو سننا نہیں چاہیے۔ آج میرا بیٹا اپنی دلھن کے ساتھ ایک کاٹیج میں گیا تھا۔ میں اس کے مسئلے کو سمجھتا تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ جوجو کو سمجھا نہیں سکتا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے بیٹے کی طرف مائل نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ بات خلافِ تہذیب ہوتی۔"

میں پھر جوجو کے پاس پہنچا، مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد بولا۔ "پارس بہت خراب ہو گیا ہے۔ مجھے پتا نہیں تھا وہ میری جوجو کو پریشان کر رہا ہے۔ میں اس کے کان پکڑ کر ایسی سزا دوں گا کہ تم خوشی سے تالیاں بجانے لگو گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "سچ پاپا! آپ اسے سزا دیں گے؟"

"ہاں بیٹا! میں اسے اپنے پاس بلاؤں گا اور تمہارے سامنے سزا دوں گا۔"

"آپ اسے ابھی بلائیے۔"

"اسے بلانا بڑی بات نہیں ہے لیکن سزا تو تمہارے سامنے دوں گا، اس لیے تمہاری موجودگی ضروری ہے۔ مجھے بتاؤ، اس وقت کس علاقے سے گزر رہی ہو۔ میں تمہارے پاس آؤں گا۔ تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ پھر دیکھیں پارس کو بلاؤں گا۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں ٹھیک ہے مگر میں یہ علاقہ نہیں جانتی۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم ڈرائیو کرنے والے لڑکے کو مخاطب کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر سب کچھ معلوم کر لوں گا۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا، اس نوجوان کو مخاطب کیا۔ جب اس نے بات کی تو میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں پیرس میں جہاں قیام کر رہا تھا، وہ لوگ اس سے زیادہ دور نہیں تھے۔ میں نے اس جوان کے دماغ پر قبضہ جمایا، پھر گاڑی ڈرائیو کراتا ہوا اسے کاٹیج کے سامنے لا کر روک دیا۔ میرے کہنے کے آس پاس مسلح سپاہیوں کا پہرا رہتا تھا۔ وہ سپاہی اس گاڑی کو کبھی وہاں نہ رکنے دیتے لیکن میں خود ہی کاٹیج سے باہر آ گیا تھا۔ میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کہا۔ "آؤ بیٹی، کاٹیج کے اندر چلو۔ سردی بڑھتی جا رہی ہے۔"

پھر میں نے اس نوجوان سے کہا۔ "تم نے میری بیٹی کو یقین دلایا ہے کہ تم اچھے بچے ہو لہٰذا اچھے بچے کی طرح اپنے گھر جاؤ۔"

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ میں جوجو کو لے کر کاٹیج کے اندر آیا۔ روشنی میں اسے دیکھا۔ کتنی پیاری لگ رہی تھی۔ میں اسے ایک بیڈ روم میں لے آیا۔ پھر اس سے کہا۔ "یہاں تم آرام کرو۔ میں ابھی پارس کو بلاتا ہوں۔"

"میں یہ پھٹا ہوا لباس نہیں پہنوں گی۔ مجھے دوسرا چاہیے۔"

سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے گیٹ کھولتے ہوئے کہا۔ "تشریف لے جائیں۔ صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے کے پورچ میں آیا۔ ڈائریکٹر جنرل خود ہی باہر نکل کر اس کے استقبال کے لیے آگے گیا تھا۔ گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "بیٹے! اتنی رات کو یہاں کیسے آ گئے، خیریت تو ہے؟"

"خیریت ہوتی تو آپ کے پاس کیوں آتا۔ آپ کو راز داری سے بتا دیا گیا ہے کہ میری اور جوجو کی شادی ہو گئی ہے اور ہم اس کاٹیج میں قیام کر رہے ہیں لیکن جوجو مجھ سے جھگڑا کر کے بھاگ گئی ہے۔ پتا نہیں کس سے لفٹ لی ہے، کن لوگوں کے ساتھ گئی ہے۔ میں اس گاڑی کو تلاش کرتا رہا مگر کچھ پتا نہ چلا۔ آپ فوراً پاپا سے رابطہ قائم کریں اور مجھ سے بات کرائیں۔"

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئے۔ ڈائریکٹر جنرل نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ ان دنوں میری مصروفیات زیادہ نہیں تھیں۔ میں وقت پر سو جایا کرتا تھا۔ فون کی گھنٹی نے چونکا دیا میں نے کروٹ لے کر ریسیور اٹھایا۔ پھر اسے کانوں سے لگا کے پوچھا۔ "ہیلو کون؟"

"فرہاد صاحب! آپ کے صاحبزادے میرے پاس آئے ہیں ان سے بات کریں۔"

پھر مجھے پارس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "پاپا! غضب ہو گیا، جوجو مجھ سے جھگڑا کر کے بھاگ گئی ہے۔ پتا نہیں کن لوگوں سے لفٹ لی ہے اور اس وقت کہاں ہو گی؟ آپ فوراً اس کے دماغ میں پہنچیں۔"

میں نے کہا۔ "میں ابھی اس کے پاس جا رہا ہوں۔ تم سے بھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے ریسیور رکھا۔ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے جوجو کے پاس پہنچا۔ اس نے سانس روکی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے بولی "کوڈ ورڈز۔"

میں نے کہا۔ "یور پاپا آن زیرو چینل۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "پاپا! آپ تھوڑی دیر پہلے آتے تو مزا آتا۔ میں نے تین گندے بچوں کو چاقو سے زخمی کر دیا اور ایک کے پاؤں میں گولی مار دی۔ اس ایڈونچر میں بڑا مزا آ رہا ہے۔"

"بیٹی! تمہیں اپنے دولھا کے ساتھ رہنا چاہیے۔ یہ تم کہاں بھاگتی پھر رہی ہو؟"

"آپ دیکھ ہی رہے ہیں، میں کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی اور یہ جو کار ڈرائیو کر رہا ہے، یہ بہت اچھا بچہ ہے۔ میں اس کے ساتھ ایک ہوٹل میں رات گزاروں گی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو، تمہیں پارس کے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"ابھی آ جائے گا۔"

میں نے پارس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں جوجو کو اپنے پاس لے آیا ہوں۔ تم اپنے کاٹیج میں جا کر اور اس کے دو چار جوڑے لے آؤ۔"

"آپ کہاں ہیں؟"

"ڈائریکٹر جنرل صاحب کے آدمی تمہیں میرے پاس پہنچا دیں گے۔" پھر میں نے ڈائریکٹر جنرل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اتنی رات کو زحمت دے رہا ہوں، اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ پلیز، کسی سپاہی سے کہہ دیں کہ پارس کو میرے پاس پہنچا دے۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ملازم سے کافی بنانے کے لیے کہا، پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر رسوتی کے پاس آ گیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے پارس دوم سے باتیں کر رہی تھی۔ میرے مخاطب کرنے پر وہاں سے آ گئی۔ پھر بولی۔ "یہ کمبخت لڑکیاں میرے بیٹے کے پیچھے پڑی ہیں۔" میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"وہ جو سوتیلی ہے نا، میرے بیٹے کو پھانس رہی ہے۔"

"تم اطمینان رکھو۔ پارس دوم ایسا پتھر ہے جس میں کبھی جونک نہیں لگے گی۔ وہ عورت تو کیا کسی مرد سے بھی غیر ضروری باتیں نہیں کرتا۔ یہ قدرت کا عجوبہ تماشا ہے۔ ہمارے دونوں بیٹوں کے ذہن ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک کے پیچھے لڑکیاں بھاگتی ہیں اور وہ انہیں لفٹ نہیں دیتا۔ دوسرے بیٹے کے سامنے سلامتی آئے یا ماریہ آئے یا جوجو آئے، وہ ہر ایک کے ساتھ فراخدلی کے ساتھ پیش آتا ہے اور زندہ دلی کا ثبوت دیتا رہتا ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "ایسی بے حیا زندہ دلی اُسے ہی مبارک ہو۔"

میں نے پوچھا۔ "اگر کسی دن یہ ثابت ہو گیا کہ پارس اوّل تمہارا بیٹا ہے تبھی نہ اس کو جہنم دیا جائے تب اس کے ساتھ تمہارا رویہ کیا ہو گا؟"

"تم پھر الجھانے والی باتیں کر رہے ہو۔"

"میں سمجھانے والی باتیں کر رہا ہوں۔ دونوں کے ساتھ یکساں رویہ رکھو۔ دونوں کو ایک جیسی محبت اور ممتا دو۔ مجھے جب بھی موقع ملتا ہے میں تمہاری بھلائی کے لیے یہ باتیں سمجھاتا ہوں۔ پارس اوّل کی عمر کے ساتھ ساتھ تمہاری نفرت بڑھتی جا رہی ہے۔ تم اسے پارس دوم کا دشمن سمجھنے لگی ہو۔ اگر تمہارے یہی خیالات رہے اور اس دشمنی میں کبھی پارس اوّل کو نقصان پہنچا پھر یہ بھید کھلا کہ تم نے اسے جنم دیا ہے تو تمہارے دماغ کو جو شاک پہنچے گا اس کا اندازہ تم خود کر سکتی ہو۔"

"تم مجھے شروع سے غلط سمجھتے آ رہے ہو۔ نہ میں پارس اوّل سے نفرت کرتی ہوں نہ اسے پارس دوم کا دشمن سمجھتی ہوں۔ کبھی موقع ملا تو پارس اوّل کے لیے بھرپور ممتا کا ثبوت دوں گی۔"

"ابھی موقع آ رہا ہے۔ ہمارا بیٹا ہماری بہو کے ساتھ سہاگ رات گزار نہیں سکا۔ ایسا کیوں ہوا مجھے اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں ہے لیکن ہم جوجو کے بچکانہ پن کو سمجھتے ہیں۔ اگر وہ اسی طرح بچی رہی تو ہمارا بیٹا دماغی انتشار میں مبتلا ہو جائے گا۔"

"اگر ایسا ہو رہا ہے تو یہ ہمارے بیٹے کے حق میں برا ہو گا۔ ہمارے لیے یہ بات تشویش ناک ہے۔ کسی طرح جوجو کو سمجھانا چاہیے۔"

"میں یہی کہنے تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں اور آمر خیال خوانی کے ذریعے اسے پارس کی طرف مائل نہیں کر سکتے۔ یہ بات کچھ معیوب سی ہو گی تم عورت ہو، ایسا کر سکتی ہو۔"

"بیشک میں ایسا کر سکتی ہوں لیکن وہ مجھے بار بار اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔"

"میں اسے اپنے کاٹیج میں لے آیا ہوں۔ ابھی کافی میں دوا ملا کر دوں گا تو وہ کم از کم بارہ گھنٹے تک سماں نہیں ہے گی۔ تم اس کی لاعلمی میں اس کے اندر پہنچ کر بہت کچھ کر سکتی ہو۔"

"اس کا بچکانہ پن دور کرنے کے لیے بارہ گھنٹے ناکافی ہیں۔ اسے ایک ہی دن میں یہ سمجھانا مشکل ہے کہ پارس اس کا شوہر ہے اور شوہر گندہ بچہ نہیں ہوتا۔ اس کی ہر بات مان لینا چاہیے۔ میرا مشورہ ہے اس پر تنویمی عمل کیا جائے اور اس کے دماغ میں یہی باتیں نقش کر دی جائیں تاکہ وہ پارس کی کسی بات سے انکار نہ کر سکے۔"

"تم اسے مائل کر کے دیکھو۔ اگر وہ ازدواجی رشتے کے لیے آمادہ نہیں ہو گی تو اس پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔"

"تم سے کافی بلاؤں میں تھوڑی دیر بعد پہنچ رہی ہوں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا اگر وہ پارس کی طرف مائل نہ ہوئی تو رسوتی کا مشورہ مناسب ہے۔ اس پر تنویمی عمل کرنا چاہیے تھوڑی دیر بعد ملازم کافی کی ٹرے لے آیا۔ میں نے اسے یونہی ایک کام کے لیے دوسرے کمرے میں بھیجا پھر پیالی میں اعصاب کمزور کرنے والی دوا ڈالی اور اس میں کافی انڈیل دی۔ اسے چمچ سے اچھی طرح حل کیا۔ جب ملازم آیا تو میں نے پیالی اسے دیتے ہوئے کہا۔ "اسے جوجو کو دے دو۔"

وہ کافی لے کر گیا۔ اسی وقت انٹرکام نے متوجہ کیا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو کیا بات ہے؟"

کاٹیج کے پچھلے گیٹ کے سپاہی نے کہا۔ "جناب! میں بہت پریشان ہوں۔ میرے ساتھ عجیب سی بات ہو گئی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے جوجو صاحبہ آئی تھیں۔ وہ باہر جانا چاہتی تھیں۔ میں نے کہا صاحب سے اجازت لے لیجیے۔ انھوں نے کہا اجازت لے چکی ہوں۔ پھر اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔ جب ہوش آیا تو میں پھیلی گدی کے اس آخری موڑ پر تنہا کھڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ پھر یاد آیا کہ شاید رس جو جوجو نے مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا ہو گا۔ یہ سمجھتے ہی

میں دوڑتا ہوا ابھی یہاں پہنچا ہوں اور آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔"

ملازم نے واپس آکر کہا۔ "جناب! جوجو صاحبہ کمرے میں نہیں ہیں۔ شاید باتھ روم میں ہیں۔ میں نے کافی کی پیالی رکھ دی ہے۔"

میں نے ملازم کو نظر انداز کرتے ہوئے سپاہی سے پوچھا۔ "کیا تم پچھلے گیٹ پر تنہا تھے۔ کوئی تمہارے ساتھ ڈیوٹی پر نہیں تھا؟"

"آپ جانتے ہیں ہمیشہ چار آدمیوں کی ڈیوٹی ہوتی ہے۔ میرے جو تین ساتھی ہیں وہ بیان دے رہے ہیں کہ میں نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ یہاں گیٹ پر ڈیوٹی دیتے رہیں۔ میں ابھی جوجو صاحبہ کے ساتھ واپس آتا ہوں۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ بات سمجھ میں آگئی۔ جوجو نے اس سپاہی کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ساتھیوں کو حکم دیا ہوگا کہ وہ وہاں ڈیوٹی دیتے رہیں۔ وہ سپاہی تھوڑی دیر بعد واپس آجائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے ہی مسلح سپاہی کے ساتھ جا رہی تھی اس لیے باقی تینوں سپاہی مطمئن ہوگئے تھے۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی اور جوجو کے پاس پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے پھر کوشش کی تو اس کے دماغ میں جگہ ملی۔ میں نے کہا۔ "یور پاپا آن ریزرویشن۔ بیٹے! سانس نہ روکنا۔ یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟"

اس نے کہا۔ "میں ماما سوتنی کے پاس پارس کی شکایت کرنے گئی تھی تو ان کے دماغ میں فوراً جگہ مل گئی۔ کیونکہ آپ وہاں پہلے سے پہنچے ہوئے تھے۔ ماما نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ میں نے آپ لوگوں کی باتیں سن لی ہیں۔ آپ مجھے کافی میں دوا ملا کر کمزور کرنا چاہتے ہیں اور ماما مجھ پر تنویمی عمل کرنا چاہتی ہیں۔ میں آپ لوگوں کو دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ بس آپ جائیے۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ میں نے دو چار بار کوششیں کیں۔ اس نے پاس آنے نہیں دیا۔ میں نے فوراً ہی وہاں کے اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کرنا شروع کیا۔ انھیں بتانے لگا کہ جوجو کے ساتھ کیسے حالات پیش آئے ہیں اور وہ کس طرح اس شہر میں بھٹک رہی ہے۔ آخر بار میں نے اسے ایک کار کی پچھلی سیٹ پر دیکھا ہے۔

تمام افسران نے وعدہ کیا کہ اس شہر کی ہر سڑک پر سے گزرنے والی ہر گاڑی کو روک کر چیک کیا جائے گا۔ میں نے سوچا پارس کو بھی اس بات کی اطلاع دے دی جائے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ بڑی آسانی سے جگہ مل گئی۔ دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور جوجو وہاں پہنچی ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "پارس! تم مجھ سے بہت محبت کرتے ہو۔ کیا میرے دماغ کو کمزور بنا سکتے ہو؟"

پارس نے جواب دیا۔ "ہرگز نہیں! ایسا تو دشمن کرتے ہیں؟"

"تو پھر تمہارے پاپا میرے دشمن ہیں۔"

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہو؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ تمہارے پاپا دماغ کو کمزور کرنے والی دوا کافی میں ملا کر مجھے پلانا چاہتے تھے۔ میں وہاں سے بھاگ آئی ہوں۔"

"جوجو! تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ تم مجھے بھی دشمن سمجھ کر میرے کافی ہاؤس سے بھاگ گئیں۔ اب میرے باپ کو دشمن سمجھ کر وہاں بھی رہنا نہیں چاہتیں۔ آخر تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟"

"ارے واہ! مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ اپنی حرکتوں کو نہیں دیکھتے جو تم نے پاپا نے کہا تھا، تمہیں بلا کر میرے سامنے سزا دیں گے لیکن وہاں جانے پر معلوم ہوا وہ میرے دماغ کو کمزور کرنا چاہتے ہیں اور ماما مجھ پر تنویمی عمل کر کے یہ سمجھانا چاہتی ہیں کہ شوہر گندہ بچہ نہیں ہوتا۔ اس کی ہر بات مان لینا چاہیے۔ بھلا بتاؤ تو یہ کوئی ماننے والی بات ہوتی ہے۔ کیا زبردستی منوانے کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ میرا دماغ خراب کیا جائے۔ پارس! مجھے کتنی خوشی تھی۔ میری شادی ہوگی۔ میں تمہاری دلہن بنوں گی۔ اب دلہن بن کر مجھے کیا ملا رہا ہے۔ میں اپنے بھائی آمر کے پاس جانا چاہتی ہوں۔"

"ہم تمہیں نہیں روکیں گے۔ ادا سے میں واپس چلی جاؤ۔"

"ہرگز نہیں! وہاں ماما ہوں گی۔ وہ مجھ پر تنویمی عمل کریں گی۔ میرا دماغ خراب ہو جائے گا۔ میں بے وقوف بن جاؤں گی۔ تمہاری ہر بات کو اچھا سمجھوں گی۔ پھر تم مجھے گندے بچے نظر نہیں آؤ گے۔ یہ تو زبردستی ہوئی۔ نہیں نہیں پارس! مجھے بتاؤ میری سمجھ میں نہیں آتا میں کہاں جاؤں۔ مجھے تمہاری ماما اور تمہارے پاپا سے ڈر لگ رہا ہے۔"

"جوجو! کیا مجھ سے بھی ڈر لگتا ہے؟"

"تم خود انصاف سے کہو۔ کیا مجھے ڈرنا نہیں چاہیے؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں اب کوئی ایسی بات نہیں کروں گا۔ میری طرف سے کوئی ایسی حرکت نہیں ہوگی جس سے تمہیں شکایت ہو تم فوراً میرے پاس آجاؤ۔"

"نہیں آؤں گی۔ تمہارے پاس آؤں گی تو ماما اور پاپا پکڑ لیں گے مجھ سے محبت ہے تو میرے پاس آجاؤ۔"

"جوجو! پتا بتاؤ۔ میں آرہا ہوں۔"

"ذرا ٹھہرو! انکل سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔"

یہ کس انکل کی بات کر رہی ہو؟"

"انکل نئے نئے انکل ہیں۔ بہت اچھے ہیں۔ ہمارے پاپا سے بھی اچھے ہیں۔ مجھے پیار کرتے ہیں۔ مجھے کھانے کے لیے کوکو چاکلیٹ دی ہے۔ میں ابھی کھا رہی ہوں۔ بڑا مزہ آرہا ہے۔ کیا تم کھاؤ گے؟"

"ہیلو جوجو! مجھے بتاؤ۔ میں تم کہاں آکر مل سکتا ہوں؟"

میں نے چند لمحے پہلے محسوس کیا تھا کہ جوجو کی آواز اور لہجے کچھ ایسا ہو رہا تھا۔ جیسے اسے نیند آرہی ہو۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی سوچ کی لہریں کمزور پڑنے لگیں۔ اس کے بعد بالکل ہی کمزور ہوگئی۔ یعنی اب پارس کے دماغ میں صرف میں تھا۔ وہ جوجو کو آواز دے رہا تھا۔ "تم

خاموش کیوں ہوگئیں۔ بولتی کیوں نہیں۔ جوجو! جلدی اپنے انکل سے پوچھ کر بتاؤ۔ مجھے تم سے کہاں آکر ملنا چاہیے۔"

میں پارس کے دماغ سے نکل آیا۔ جوجو کے دماغ میں پہنچا تو بجلی گئی لیکن وہ گہری نیند میں بلکہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی۔ اتنی غافل تھی لیکن وہ گہری نیند میں بلکہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی۔ اتنی غافل تھی کہ اس کے کمزور دماغ سے موجودہ پتا ٹھکانا معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں نے پارس کے پاس آکر کہا۔ "وہ ٹریپ کی گئی ہے۔ کوئی اسے اغوا کر رہا ہے تقریباً بیس پچیس منٹ پہلے میں نے اس سے ابتدائی کیا تو وہ ایک کار کی پچھلی سیٹ پر تھی۔ میرا خیال ہے اسے چاکلیٹ کے ذریعے بے ہوش کیا گیا ہے۔"

"اوہ پاپا! کسی طرح اس کا سراغ لگائیے۔ اگر ٹرانسفارمر مشین کے کسی دیوانے کے ہاتھ لگ گئی تو ہماری پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔"

"میں انتظامات کر چکا ہوں۔ یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے پورے شہر میں پھیل گئے ہیں اور ہر گاڑی کو چیک کر رہے ہیں۔"

"پاپا! آپ نے اور ماما نے یہ کیوں سوچا کہ جوجو کے دماغ کو کمزور بنایا جائے اور اس پر تنویمی عمل کیا جائے؟"

"ظاہر ہے، ہم نے تم دونوں کی بھلائی کے لیے سوچا۔ جوجو جس عمر کو پہنچ گئی ہے اس عمر کی لڑکیاں فتنہ و آوارہ خیالات اور سوجھ بوجھ کی حامل ہوتی ہیں۔ ہم جوجو کو اسی مقام پر پہنچانا چاہتے تھے۔"

"آپ مائنڈ نہ کریں۔ آپ تمام خیال خوانی کرنے والوں کے پاس برسوں سے لے دے کر دو چار طریقے رہ گئے ہیں۔ آپ کسی دشمن تک پہنچنے کے لیے اعصاب کمزور کرنے والی دوا اسے پلاتے ہیں یا انجکشن کرتے ہیں یا اسے پوری طرح اپنی گرفت میں رکھنے کے لیے اس پر تنویمی عمل کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں آپ جو ابا کہیں گے، اپنے دشمن پر قابو پانے کے یہی چند طریقے ہیں۔ میں پھر سوال کروں گا۔ جن کے والدین ٹیلی پیتھی نہیں جانتے، وہ اپنے مسائل کس طرح حل کرتے ہیں۔ کیا ہم ساری زندگی آپ کی ٹیلی پیتھی کا سہارا لیتے رہیں گے کیا میں اپنی شریک حیات کو اپنے سانچے میں نہیں ڈھال سکتا۔ کیا اس کے لیے بھی آپ لوگوں کی ٹیلی پیتھی لازمی ہے؟"

"تم اسے ضروری نہیں سمجھتے تو کوئی بات نہیں۔ جب تمہارا اپنا معاملہ ہوگا تو ہم مداخلت نہیں کریں گے لیکن تمہاری شادی کا معاملہ تمہارا اپنا نہیں ہے اسی لیے ہم نے پہلے ہی رازداری سے کام لیا تھا اور یہ سمجھا دیا تھا کہ پیرس آکر کہاں رہنے کے دوران کبھی یہ ظاہر نہ ہو کہ وہاں پارس اور جوجو ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہم نے تم دونوں پر بھروسا کیا اور اب تک تمہارے معاملے میں مداخلت نہیں کی لیکن جوجو نہ جانے کس کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اسے بے ہوش کر کے لے جانے کا مطلب یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کے چاہنے والے ہی ایسا کر رہے ہیں۔ انھیں ایک خیال خوانی کرنے والی ہستی کی ضرورت تھی اور وہ ہستی ان کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ ہم میاں بیوی کے معاملات میں کبھی کچھ نہیں بولیں گے لیکن تمہاری بیوی ٹیلی پیتھی جانتی ہے لہٰذا اس کے معاملات میں ضرور مداخلت کریں گے۔ مجھے امید ہے جب وہ ہوش میں آئے گی تو میں اس کے دماغ میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکوں گا۔"

پارس خاموش رہا۔ وہ بعض اوقات ٹیلی پیتھی کا فائدہ اٹھانے سے انکار کرتا تھا لیکن یہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ جوجو کا سراغ صرف ہم ہی لگا سکتے ہیں۔ میں چپ چاپ ٹرانسفارمر مشین کے دماغ میں پہنچا۔ اگرچہ اس کے ملک سے ہم نے ٹرانسفارمر مشین کو نابود کر دیا تھا اس کے باوجود انھیں ایک خیال خوانی کرنے والی ہستی کی ضرورت تھی بلکہ اس کی ضرورت ہر اس بڑے ملک اور خطرناک تنظیم کے سربراہ کو تھی جو ٹرانسفارمر مشین میں دلچسپی رکھتا تھا اور اسے حاصل کرنے کی ہر ممکن کوششوں میں آج بھی مصروف تھا۔ وہ جانتے تھے ایک مشین تباہ ہوگئی ہے تو دوسری ابھی کہیں چھپا کر رکھی گئی ہے کبھی نہ کبھی تو منظر عام پر آئے گی۔ ایسے وقت جس کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی ہوگی اسی کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اور کوئی بھی ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے والا اس کا محتاج رہے گا۔

اس کے خیالات سے پتا چلا اسے جوجو کے اغوا ہونے کا علم نہیں ہے۔ میں نے ماسک مین سے رابطہ قائم کیا۔ براہ راست ماسک مین سے اب رابطہ قائم نہیں ہوتا تھا۔ انھوں نے ایک جونیئر ماسک مین کا عہدہ قائم کیا تھا۔ میں نے اسی جونیئر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے پوچھا۔ "فرمایئے فرہاد صاحب! میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ آپ نے کیسے یاد فرمایا؟"

"میں پوچھنے آیا ہوں، جوجو کہاں ہے؟"

"آپ ہم سے پوچھ رہے ہیں! کیا جوجو آپ کے پاس نہیں ہے؟"

"اگر ہوتی تو نہ پوچھتا۔"

"آپ یقین کریں، ہمیں اس سلسلے میں کوئی بات معلوم نہیں ہے۔"

"تم جونیئر ہو۔ تمہیں ہر بات کا علم نہیں ہو سکتا اور یہ تو بہت ہی اہم بات ہے۔ ہو سکتا ہے تم سے یہ راز چھپایا گیا ہو لہٰذا اپنے ماسک مین سے کہہ دینا اگر انھوں نے جوجو کو اغوا کیا ہے تو بہت بڑی غلطی کی ہے۔ پہلی بار انھوں نے آمر کو اغوا کیا تھا میں نے صرف دھمکیاں دے کر معاف کر دیا تھا۔ اس بار دھمکیاں نہیں دوں گا فوراً انتقامی کارروائیاں کروں گا۔"

"آپ ناحق ناراض ہو رہے ہیں ہم کبھی بھی جوجو کو اغوا کرنے کی حماقت نہیں کریں گے۔"

"میں پندرہ منٹ بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ تم ماسک مین سے معلوم کرو۔ اس کے بعد نتائج کے ذمے دار تم خود ہوگے۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ سلارا ان کی قید میں تھی۔ وہ ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کے لیے جب اسے قیدی بنا سکتے تھے تو جوجو کو بھی اپنے پاس لاکر رکھ سکتے تھے۔ اس طرح ان کا پلڑا بھاری ہو جاتا اور جارج فری مین ان کی طرف جھکتا پھر ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں ان سے سودا کرتا۔ اس کے بعد مشین ٹک پہنچنا ماسک مین کے لیے کوئی بڑی بات نہ ہوتی۔

میں نے سلارا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پوچھا۔ "کون؟"

"میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں پارس سے محبت کرتی ہوں۔ کیا محبت کے اس رشتے سے تمہیں پاپا کہہ سکتی ہوں؟"

"تم جوجو کا ہو کہہ سکتی ہو لیکن محبت نبھانا سہل مشکل ہوتا ہے۔"

"مجھے آزما کر دیکھو۔"

"مجھے بتاؤ کہ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے۔ انھوں نے تمہیں قید کر کے ایک اہم پوائنٹ حاصل کر لیا ہے۔ اب شاید جوجو کو بھی اغوا کیا ہے۔ اس طرح وہ تمہارے بھائی کو ٹرانسفارمر مشین وہاں پہنچانے کے سلسلے میں قائل کر سکتے ہیں یا اس سلسلے میں کوئی مناسب سمجھوتا کر سکتے ہیں۔"

"کیا واقعی جوجو اغوا کی گئی ہے؟"

"ہاں۔ کیا تمہیں اس سلسلے میں کچھ معلوم ہے؟"

"مجھے کچھ نہیں معلوم۔ یہاں انھوں نے مجھے بہت آرام سے رکھا ہے لیکن کیا کرتے پھر رہے ہیں، مجھے اس کا علم نہیں ہے۔"

"کیا تمہارے بھائی سے رابطہ قائم ہوتا ہے؟"

"نہیں برادر جارج پتا نہیں کہاں گم ہو گئے ہیں۔ سب انھیں تلاش کر رہے ہیں مگر ان کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔"

"آئندہ بھائی سے رابطہ قائم ہو تو ان سے کہنا بڑے بڑے ملکوں کے خوفناک جاسوس اور خطرناک تنظیموں سے تعلق رکھنے والے مجرم اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ وہ زیادہ عرصے تک روپوش نہیں رہ سکے گا۔ ٹرانسفارمر مشین اس کی موت کا سامان کر رہی ہے۔ اگر وہ زندہ سلامت رہنا چاہتا ہے تو پہلی فرصت میں مجھ سے رابطہ قائم کرے۔"

سلارا نے وعدہ کیا جیسے ہی بھائی سے رابطہ قائم ہو گا وہ اسے مجبور کرے گی کہ ہم سے دوستی کرے اور کسی بہروسا نہ کرے۔ میں اسرائیلی حکام کے دماغوں میں باری باری جانے لگا۔ انھیں میری موجودگی کا پتا نہیں چل رہا تھا لیکن ان کے دماغوں سے یہ معلوم ہو گیا کہ وہاں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ جتنے اہم عہدے تھے وہاں نئے لوگ آ گئے ہیں اور پرانے لوگوں کو ریٹائرڈ کیا گیا ہے یا انھوں نے دوسرے عہدے سنبھال لیے ہیں۔ آمنہ نے بلائنڈ کلب کے تمام ممبروں کو ختم کر دیا تھا۔ ان کی جگہ اب نئے آئے تھے لیکن وہاں کے جو اعلیٰ حکام تھے وہ آئندہ الیکشن تک قائم رہنے والے تھے۔ میں نے ایک اعلیٰ حاکم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میری بیٹی جوجو اغوا کی گئی ہے میں جانتا ہوں ایسا وہی لوگ کر سکتے ہیں جو آئندہ ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کی امید کر رہے ہیں۔ میں نے ایسے تمام متعلقہ لوگوں کو وارننگ دی ہے۔ تم سے بھی کہہ رہا ہوں اگر تمہارے بلائنڈ کلب والوں نے پھر ہم سے چھیڑ چھاڑ شروع کی ہے اور ہماری بیٹی کو اغوا کیا ہے تو اس کے نتائج بہت برے ہوں گے۔ اس بار ہماری انتقامی کارروائی دو ہی نہیں رہے گی۔ تمہارا یہ ملک دنیا کے نقشے سے مٹ جائے گا۔ اس کے آگے کچھ کہنا نہیں ہے بلکہ کر گزرنا ہے۔ دیٹس آل۔"

ملی نے اس سے بھی رابطہ ختم کر دیا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو! کون ہے؟"

دوسری طرف سے ایک اعلیٰ افسر کہہ رہا تھا۔ "جناب! ہم نے ڈی پارس کو جس بنگلے میں نظر بند رکھا تھا وہ بنگلا خالی ہے یا ڈی کہیں غائب ہے۔"

میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ڈی پارس کو بھی اغوا کیا گیا ہے؟"

"جناب! یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ ویسے ہمارے آدمی اسے تلاش کر رہے ہیں۔ پلیز آپ اس سے دماغی رابطہ قائم کریں۔"

میں نے ڈی پارس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ پتا چلا وہ بھی بے ہوشی کی حالت میں ہے۔ ہم نے اسے حکومت فرانس کی تحویل میں دیا تھا اور تاکید کی تھی کہ اسے آرام سے رکھا جائے۔ لیکن کہیں جانے کی اجازت نہ دی جائے اور نہ ہی اس سے کوئی ملنے پائے لیکن اس دنیا میں بڑے باکمال جاسوس ہیں۔ پھر یہ محض کہاوت نہیں، حقیقت ہے کہ چڑانے والے آنکھ کا نرمہ بھی چرا لے جاتے ہیں۔ جوجو اور ڈی پارس کو چرانے والوں نے اس کہاوت کو سچ ثابت کر دیا تھا۔

اب ان کی چال سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ جوجو کو بے وقوف بنانے کے لیے اس کے سامنے ڈی پارس کو پیش کریں گے اور اسے سمجھائیں گے کہ اس کا اپنا پارس اس کے پاس پہنچ گیا ہے اور وہ پگلی واقعی اسے پارس سمجھ کر ہبل جائے گی۔ ان کی ہر بات مانتی رہے گی۔

پارس اول میری رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ میں نے اسے بتایا کہ کس طرح ڈی پارس کو اغوا کر لیا گیا ہے اور اغوا کرنے والوں کے مقاصد کیا ہو سکتے ہیں۔ ہم باپ بیٹے موجودہ حالات پر گھنٹا بھر باتیں کرتے رہے۔ پھر میں نے کہا۔ "رات کے دو بج رہے ہیں۔ ہمیں تھوڑی دیر سونا چاہیے۔ میں سونے سے پہلے جوجو کے پاس پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ اگر ناکامی ہوئی تو ہو سکتا ہے صبح تک اس کا کوئی سراغ مل جائے۔"

ہم باپ بیٹے دو الگ بیڈ روم میں سونے کے لیے آ گئے۔ میں نے سونے سے پہلے جوجو کے پاس پہنچنا چاہا۔ مجھے وہاں جگہ تو مل گئی لیکن دماغ میں سناٹا تھا۔ وہ اپنے طور پر کچھ نہیں سوچ رہی تھی۔ جہاں تھی وہیں ساکت ہو گئی تھی۔ میں سمجھ گیا اسے کوما میں رکھا گیا ہے۔ میں نے ذہنی بار کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ بھی کوما میں تھا۔ دشمن اناڑی نہیں تھے۔ وہ جانتے تھے جب بھی ہمیں موقع ملے گا ہم جوجو کے دماغ میں پہنچ کر تعویذی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو تقریباً ناکارہ بنا دیں گے یا اس کی نیلی پیتھی کی صلاحیتیں عارضی طور پر ختم کر دیں گے، جیسا کہ ایک بار پہلے کر چکے تھے۔

ایک طویل مدت سے ہم دشمنوں کے خلاف جتنے داؤ پیچ استعمال کرتے آئے تھے انھوں نے اب اس کا توڑ کر لیا تھا جو جوجو کو قابل کرنے کے بعد وہ جارج فری مین کی ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ ان کی کامیابی کو ناکامی میں بدلنے کا بس یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ ہم پہلی مشین کی طرح دوسری مشین کو بھی کسی طریقے سے تباہ کر دیں۔

شاید قسمت مہربان ہو رہی تھی۔ ایسا سوچتے ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو! کیا بات ہے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "جناب! بڑی حیرانی کی بات ہے۔ ابھی جارج فری مین نے ٹیلیفون کے ذریعے ہم سے رابطہ قائم کیا ہے۔ آپ سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔ شرط یہی ہے کہ آپ اس کے دماغ میں نہ جائیں، ٹیلیفون کے ذریعے گفتگو کریں۔ کیا میں اسے آپ کا ٹیلیفون نمبر دے دوں؟ وہ پانچ منٹ کے بعد فون کرنے والا ہے۔"

"اسے نمبر ضرور دو بلکہ اپنی طرف سے کچھ باتیں کرو اور اسے یقین دلانے کی کوشش کرو کہ وہ زیادہ عرصے تک روپوش نہیں رہ سکے گا۔ اسے سخت حفاظتی انتظامات میں رہنا چاہیے۔ فرانسیسی حکومت اسے ہر طرح کا تعاون پیش کرے گی۔"

"اچھی بات ہے ہم اسے پوری طرح اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ کوئی دس منٹ کے بعد پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا تو دوسری طرف سے جارج فری مین کی آواز سنائی دی۔ میں نے پوچھا۔ "ہیلو جارج! تم کہاں ہو۔ کیوں اس طرح چھپتے پھر رہے ہو، تمہیں کسی نہ کسی پر بھروسا کرنا ہی پڑے گا۔"

"تم درست کہتے ہو۔ میں بالکل تنہا رہ گیا ہوں۔ جہاں جاتا ہوں، وہاں کا ہر آدمی دشمن نظر آتا ہے۔ یوں لگتا ہے کوئی ٹرانسفارمر مشین کے لیے اچانک ہی اگر گردن دبوچ لے گا۔ آج مجھ جیسا بے یار و مددگار کوئی نہیں پڑے آج میرے رہنے کا کوئی ٹھکانا بھی نہیں ہے۔"

"مجھ پر بھروسا کرو۔ میں پلک جھپکتے ہی تمہارے رہنے کا ٹھکانا بنا دوں گا اور ہر طرح سے تمہارے تحفظ کا سامان کر دوں گا۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ میری بہن تمہارے بیٹے سے محبت کرتی ہے؟"

"ہاں! جانتا ہوں۔"

"میں ٹرانسفارمر مشین تمہارے حوالے کر سکتا ہوں لیکن چند شرائط ہیں۔"

"تم جو بولو گے وہی ہو گا۔ اپنی شرائط پیش کرو۔"

"پہلی شرط یہ کہ میری بہن کی شادی پارس سے ہو گی۔"

"فری مین! تم جانتے ہو، میں جو زبان دیتا ہوں اسے پورا کرتا ہوں اور جو کام نہیں کر سکتا، اس کے لیے کبھی زبان نہیں دیتا۔ میرے بیٹے کی شادی جوجو سے ہو چکی ہے۔ اب کسی سے نہیں ہو سکتی۔ رہ گیا دوسرا کا معاملہ تو سلارا اور پارس زندگی بھر ایک دوسرے کو چاہتے رہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ اگر پارس، جوجو سے شادی کرنے کے بعد سلارا کو بھی شریک حیات بنانا چاہے یا سلارا ایک بیوی کے ہوتے ہوئے پارس سے شادی کرنا منظور کرے تو میں بھلا کیسے اعتراض کر سکوں گا۔"

"تمہاری بات معقول ہے۔ ہمیں یہ معاملات اُن نوجوانوں پر چھوڑ دینا چاہئیں۔ میری دوسری شرط یہ ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے سب سے پہلے میرے اور سلارا کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کرائی جائیں۔"

میں پہلی فرصت میں دوسری ٹرانسفارمر مشین کو بھی تباہ کر دینا چاہتا تھا لیکن جارج فری مین کی شرط مان لینا بھی ضروری تھا۔ اس طرح وہ ٹرانسفارمر مشین ہمارے ہاتھ آ جاتی۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا کہ وہ بہن بھائی ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ لیتے۔ اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں تھا۔ سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ جوجو کو اغوا کرنے والے منہ تکتے رہ جاتے۔ فوری طور پر میرے دماغ میں یہ تدبیر آئی کہ ٹرانسفارمر مشین حاصل ہوتے ہی ہم خود کو ایک تیسری پارٹی ظاہر کریں اور جوجو کو اغوا کرنے والوں سے سودا کریں اور انھیں یہ بتائیں کہ ہمارے پاس مشین ہے لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی نہیں ہے۔ تب وہ جوجو کو پیش کریں گے اور انھیں ایسا

کرنا ہی ہوگا۔ لین دین خواہ شرافت سے ہو یا بدمعاشی سے ایک دوسرے پر بھروسا کرنا پڑتا ہے اور وہ ہم پر بھروسا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

میں نے جارج فری مین سے کہا۔ "مجھے تمہاری دوسری شرط منظور ہے۔ جیسے ہی ٹرانسفارمر مشین ہمارے ہاتھ آئے گی ہم سب سے پہلے تمہارے اور سلار کے دماغ میں اپنا علم منتقل کریں گے۔"

اس نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! جانتے ہو میں اس مشین کے سلسلے میں تم پر کیوں بھروسا کر رہا ہوں؟"

"میری سمجھ میں کچھ آ رہا ہے کچھ تم سمجھا دو۔"

"پہلی بات تو یہ کہ میری بہن تمہارے بیٹے کو چاہتی ہے۔ دوسری بنیادی بات یہ کہ اس ٹرانسفارمر مشین کو میں کسی کے بھی حوالے کروں گا اور اپنی یہ شرط پیش کروں گا تو وہ فوراً تسلیم کر لیں گے لیکن اپنا وعدہ پورا نہیں کریں گے۔ ہمیں دھوکا دیا جائے گا بلکہ ہمیں مار ڈالا جائے گا۔ تھارٹ کے بارے میں یہ بات دشمن بھی کہتے ہیں کہ تم زبان کے دھنی ہو لہٰذا میں تم پر بھروسا کر رہا ہوں۔"

"اگر بھروسا کر رہے ہو تو اپنے دماغ کے دروازے کھول دو میں آ رہا ہوں۔"

"میری ایک اور شرط ہے۔ وہ پوری کرو اس کے بعد میرے دماغ کے دروازے ہمیشہ تمہارے لیے کھلے رہیں گے۔"

"تیسری شرط بیان کرو۔"

وہ تیسری شرط پیش کرنے سے پہلے فرینک سیلر گوڈوانی کے متعلق بتانے لگا کہ کس طرح اس سے مالی امداد حاصل کر کے اس نے ٹرانسفارمر مشین تیار کی تھی اور گوڈوانی کس طرح اس کی بہن سلار کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہتا ہے۔ اب اسے یقین ہو گیا ہے کہ گوڈوانی گہری چال چل رہا ہے۔ اس نے کسی کے ذریعے اس کا بریف کیس ہتھیا لیا ہے جس میں اس مشین کا نقشہ اور پوری تفصیلات تحریری طور پر موجود تھیں۔

جارج فری مین نے مختصر طور پر یہ باتیں بتانے کے بعد کہا۔ "میری تیسری شرط یہ ہے کہ تم اس بلیک میلر تک پہنچو اور وہ بریف کیس، نقشے اور تفصیلات سمیت واپس لے آؤ۔"

"میرے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تم جانتے ہو، وہ نقشہ میرے ہاتھ لگے گا تو میں تمہارے حوالے کس طرح کروں گا۔ تم تو روبرو ہو۔ میرے سامنے نہیں آ رہے ہو۔"

"میں ٹیلیفون کے ذریعے تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ جب تم گوڈوانی اور اس بلیک میلر تک پہنچ جاؤ گے تو اپنا موجود پتا بتا دوں گا۔ تم اس پتے پر ان دونوں بدمعاشوں کو میرے پاس بھیج سکتے ہو اور میری حفاظت کے لیے ان کے دماغوں میں رہ سکتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ کیا تمہارے پاس گوڈوانی کا فون نمبر ہے؟"

"ہاں اس کے کئی نمبر ہیں۔"

"مجھے نوٹ کراؤ۔"

میں نے کاغذ قلم لے کر لکھنا شروع کیا۔ وہ فون پر ہر نمبر میں لکھتا جا رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ "تم آدھے گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ کرنا۔ میں تمہارے دشمنوں تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

میں نے ریسیور رکھا۔ ان نمبروں پر ایک سرسری نظر ڈالی۔ پھر ریسیور اٹھا کر باری باری نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف کوئی ریسیور اٹھاتا تھا۔ میں اس کی آواز سنتا تھا اس کے جواب میں ہیلو سنتا تھا۔ جب معلوم ہوتا کہ وہ گوڈوانی نہیں ہے یا اسے گوڈوانی کی آواز نہیں ہے تو میں ریسیور رکھ دیتا تھا۔ پھر دوسرا نمبر ڈائل کرتا تھا۔ ایک نمبر پر گوڈوانی سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے پوچھا۔ "ہیلو کون؟"

پہلے تو میں نے اس کے خیالات پڑھے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میرا شکار یہ ہے۔ میں نے کہا۔ "ریسیور رکھ دو۔ اب میں ٹیلیفون کے بغیر بھی باتیں کر سکتا ہوں۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔ تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ کر چیخ رہا تھا۔ میں نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "گوڈوانی! میں نے کہا تھا میں ٹیلیفون کے بغیر بھی تم سے گفتگو کر سکتا ہوں۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ اس کے بال پھیل گئے تھے۔ وہ ایک طرف خلا میں تکتے ہوئے میری سوچ کو سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "یہ کیسی آوازیں ہیں؟"

"یہ فرہاد علی تیمور کی آواز ہے۔"

وہ ہنسنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "بھلا فرہاد اس کے پاس کیسے پہنچ سکتا ہے جبکہ میرا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ میں بہت محتاط ہوں اسی لیے جارج فری مین سے بھی دور رہتا ہوں تاکہ خیال خوانی کرنے والے اس کے ذریعے میرے گھر کا پتا نہ کر سکیں۔"

میں نے کہا۔ "خیال خوانی کرنے والوں کو گھر کا نہیں کھوج معلوم ہوتا ہے۔ تھوڑی بعد تمہیں یقین ہو جائے گا کہ میں تمہارے میں پہنچ چکا ہوں۔"

وہ کچھ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ میں اس کے چونکنے کا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے وہ ساری روداد معلوم ہو گئی کہ کس طرح اس نے دست راست کو بھاری رقم دے کر ایک علیحدہ گینگ بنانے کا کہا تھا اور وہ دست راست ایک بلیک میلر بن کر جارج فری مین کو پریشان کر رہا تھا۔ اس سے وہ بریف کیس بھی لے گیا تھا۔ اس میں نقشہ گوڈوانی کے پاس ایک تجوری میں محفوظ تھا۔

میں نے اسے دست راست سے گفتگو کرنے کی ہدایت کی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر اس کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے اسی کی آواز سنائی دی۔ "یس باس! حکم دیجیے۔"

گوڈوانی نے کہا۔ "میں بہت پریشان ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے ٹیلیفون آیا تھا۔ اس فون کرنے والے نے کہا، ریسیور رکھ دو، بے ٹیلیفون کے بغیر بھی باتیں کر سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ٹیلیفون کے بغیر بھی باتیں کر سکتا ہوں۔ پھر میں نے کہا۔ "گوڈوانی! میں تمہارے دماغ میں بول رہا تھا۔ اب میں تمہارے دماغ میں ہوں۔ میں تمہارے دشمنوں تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

میں نے ریسیور رکھا۔ ان نمبروں پر ایک سرسری نظر ڈالی۔ پھر ریسیور اٹھا کر باری باری نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف کوئی ریسیور اٹھاتا تھا۔ میں اس کی آواز سنتا تھا۔ اس کے جواب میں ہیلو سنتا تھا۔ جب معلوم ہوتا کہ وہ گوڈوانی نہیں ہے یا اسے گوڈوانی کی آواز نہیں ہے تو میں ریسیور رکھ دیتا تھا۔ پھر دوسرا نمبر ڈائل کرتا تھا۔ ایک نمبر پر گوڈوانی سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے پوچھا۔ "ہیلو کون؟"

پہلے تو میں نے اس کے خیالات پڑھے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میرا شکار یہ ہے۔ میں نے کہا۔ "ریسیور رکھ دو۔ اب میں ٹیلیفون کے بغیر بھی باتیں کر سکتا ہوں۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔ تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ کر چیخ رہا تھا۔ میں نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "گوڈوانی! میں نے کہا تھا میں ٹیلیفون کے بغیر بھی تم سے گفتگو کر سکتا ہوں۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ اس کے بال پھیل گئے تھے۔ وہ ایک طرف خلا میں تکتے ہوئے میری سوچ کو سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "یہ کیسی آوازیں ہیں؟"

"یہ فرہاد علی تیمور کی آواز ہے۔"

وہ ہنسنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "بھلا فرہاد اس کے پاس کیسے پہنچ سکتا ہے جبکہ میرا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ میں بہت محتاط ہوں اسی لیے جارج فری مین سے بھی دور رہتا ہوں تاکہ خیال خوانی کرنے والے اس کے ذریعے میرے گھر کا پتا نہ کر سکیں۔"

میں نے کہا۔ "خیال خوانی کرنے والوں کو گھر کا نہیں کھوج معلوم ہوتا ہے۔ تھوڑی بعد تمہیں یقین ہو جائے گا کہ میں تمہارے دماغ

گوڈوانی ایک دم خوش ہو گیا۔ ملازم سے بولا: "اسے تو بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ فوراً انھیں اندر لے آؤ۔ میں خود ان کے استقبال کے لیے جاتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا جب برآمدے میں پہنچا تو جارج فری مین کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ ملازم کو غصے سے دیکھ کر بولا: "تم نے تو کہا تھا مسٹر فرہاد تشریف لائے ہیں۔"

ملازم نے سہم کر ذرا پیچھے ہٹتے ہوئے کہا: "جناب! میں نے جارج فری مین صاحب کا نام لیا تھا۔"

فری مین نے ہنستے ہوئے کہا: "اب تو تمھیں دن میں بھی تارے نظر آئیں گے اور جو بات تمھارے کانوں میں پہنچنی چاہیے وہ دماغ میں پہنچا کرے گی۔"

وہ پریشانی سے بولا: "تمھیں میرا پتا کس نے بتایا؟"

"وہی جو تمھارے دماغ میں رہنے لگا ہے۔ اپنے کسی مسلح باڈی گارڈ کو میرے خلاف کوئی حکم دینے کی حماقت نہ کرنا۔ کیا مجھے اندر آنے کے لیے نہیں کہو گے؟"

وہ تیزی سے پلٹ کر اندر چلا گیا۔ جارج فری مین اس کے پیچھے جانے لگا۔ میں گوڈوانی کو سیدھا اس تجوری والے کمرے کی طرف لے آیا۔ اس نے میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "وہ رہا شین کا نقشہ۔"

جارج فری مین دوڑتا ہوا ادھر گیا۔ نقشے کو کھول کر دیکھا پھر دوسرے تمام کاغذات کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے خوش ہو کر کہنے لگا: "ہاں یہی ہے، سب کچھ موجود ہے۔ میرے تمام اہم کاغذات مجھے واپس مل گئے۔ تھینکس گاڈ۔"

میں نے گوڈوانی کی زبان سے کہا: "اپنا وعدہ پورا کرو۔ میرے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔"

وہ ان تمام کاغذات کو ایک بریف کیس میں رکھتے ہوئے بولا: "میں ضرور اپنا وعدہ پورا کروں گا لیکن اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں باقی ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریوالور نکالا، پھر گوڈوانی کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا: "تم نے میری زندگی حرام کر دی تھی۔ ایسے وقت جبکہ دشمن مجھے تلاش کر رہے تھے، مجھے پناہ کی ضرورت تھی۔ تم نے پناہ دے کر دو غلے پن کا مظاہرہ کیا۔ اپنے آدمی کے ذریعے کہیں مجھے سکون سے رہنے نہیں دیا۔ تم اس طرح میری زبان سے اگلوانا چاہتے تھے کہ میں نے شین کہاں چھپا کر رکھی ہے۔ یہ تو تمھارا باپ بھی معلوم نہیں کر سکے گا۔"

گوڈوانی نے کہا: "تم نے میرے ساتھ فراڈ کیا، میں نے تمھارے ساتھ کیا۔ تم تقریباً آٹھ برس سے مجھے ٹرانسفارمر شین کے سلسلے میں بہلاتے آ رہے ہو۔ میرے ایک کروڑ ڈالر سے زیادہ خرچ ہو گئے لیکن اس شین سے مجھے فائدہ نہیں پہنچا ہے۔ پھر تم نے اپنی بہو کے سلسلے میں مجھے دھوکا دیا۔"

"بے غیرت، کیا تو سمجھتا ہے کہ میں تجھ سے ایک کروڑ سے زیادہ ڈالر لے کر اپنی بہن کو تیرے حوالے کر دوں گا۔ ہرگز نہیں، میں تجھ جیسے بے غیرت کو زندہ نہیں چھوڑوں گا تاکہ تو آئندہ میری بہن کے متعلق کبھی بُری نیت سے سوچ نہ سکے اور اپنی دولت اور وسیع ذرائع سے مجھے نقصان نہ پہنچا سکے۔"

میں نے گوڈوانی کی زبان سے کہا: "جارج فری مین! اسے گولی مارنے کی حماقت نہ کرنا۔ اسے زندہ چھوڑ دو۔"

"نہیں مسٹر فرہاد! یہ میرا شکار ہے۔ میں اس کے ہاتھوں بہت ذلیل ہوا ہوں اور بہت پریشان ہوتا رہا ہوں۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گا، میرا تمھارا سودا ہو چکا ہے، لہٰذا تم اس معاملے میں مداخلت نہ کرو۔"

"جب تک تمھیں شین کا نقشہ اور کاغذات نہیں ملے تھے یہ تمھارا معاملہ تھا۔ تمھاری چیز میں مل چکی ہیں لہٰذا چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔ میں شطرنج کی بساط پر جب کوئی چال چلتا ہوں تو اپنے اُس پاس کے مُہروں کو بچاتا ہوا چلتا ہوں۔ یہ گوڈوانی میرے لیے ایک اہم مُہرہ ہے۔"

"مسٹر فرہاد! تم اسے زندہ رکھ کر میرے سر پر مسلط کرنا چاہتے ہو۔ میں یہ نہیں ہونے دوں گا۔ تم ابھی ایک فیصلہ سنا دو۔ تمھیں ٹرانسفارمر شین کی ضرورت ہے یا نہیں؟"

"میں ایک ٹرانسفارمر شین تم سے لینے کے لیے خواہ مخواہ گوڈوانی کی جان نہیں لوں گا۔"

وہ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا: "مسٹر فرہاد! میں جانتا تھا، کسی مرحلے پر بھی تم اختلاف کا بہانہ ڈھونڈ لو گے اور مجھے نقصان پہنچا دو گے۔ تم خواہ مخواہ زبان کے دھنی مشہور ہو۔ تم اپنی زبان پر قائم رہنا نہیں جانتے۔ کیا اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کر مجھ سے مخالفت مول لے کر میری مشین تک پہنچ جاؤ گے؟"

میں نے گوڈوانی کے دماغ کو کسی حد تک آزاد رکھا تھا تاکہ وہ میری باتیں سُن سکے اور وہ سُن رہا تھا اور میرا احسان مند ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے دونوں ہاتھ انکار کی صورت میں ہلاتے ہوئے کہا: "دیکھو جارج! تمھارا اور فرہاد کا اختلاف ہو رہا ہے۔ مجھے بیچ میں نہ مارو۔ یہ تجوری دیکھو۔ اس میں دُنیا کے قیمتی ہیرے رکھے ہوئے ہیں۔ میں تمھیں دکھاتا ہوں۔ ابھی تمھیں پیش کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد تم اس تجوری کو کھول نہیں سکو گے کیونکہ اس کے خاص نمبر صرف میں جانتا ہوں۔"

جارج فری مین سوچ میں پڑ گیا۔ اسے آئندہ روپوش رہنے

کے لیے زیادہ سے زیادہ دولت کی ضرورت تھی۔ اگر وہ تجوری بعد میں نہ کھول سکتا تو اس کا افسوس ہوتا۔ اس نے کہا: "مسٹر گوڈوانی! تم دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر تجوری کے پاس جاؤ اور اسے کھولو۔"

"تم احمق ہو۔ دونوں ہاتھ اوپر اٹھے ہوں تو تجوری کیسے کھول سکوں گا؟"

"چالاک نہ بنو۔ ایک ہاتھ سے تجوری کھولو۔"

وہ تجوری کے قریب گیا۔ جارج فری مین اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا دو قدم کے فاصلے پر رُک گیا۔ تجوری کھلتے ہی اس نے کہا: "خبردار! اندر ہاتھ نہ ڈالنا۔ وہاں ریوالور بھی ہو سکتا ہے۔"

گوڈوانی ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ تجوری کے اندر ہیرے جگمگا رہے تھے۔ قیمتی موتیوں کو دیکھ کر جارج فری مین کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئی تھیں۔ بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ وہ جلدی سے آگے بڑھا۔ اسے اطمینان ہو گیا تھا۔ تجوری کے اندر ریوالور نہیں تھا۔ جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچا، گوڈوانی نے تجوری کے پٹ کو ایک لات ماری۔ جارج فری مین اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ تجوری اور پٹ کے درمیان الجھ گیا۔ اسے چوٹ لگی۔ ساتھ ہی ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ گوڈوانی نے آگے بڑھ کر اس کے مُنہ پر گھونسا مارا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑایا۔ پھر آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گیا۔ دونوں گتھم گتھا ہو کر فرش پر گر پڑے اور لوٹنے لگے۔ دونوں میں سے کوئی لڑنے کا فن نہیں جانتا تھا چونکہ میں گوڈوانی کے اندر موجود تھا، اس لیے وہ ذرا کامیابی سے جارج فری مین کی پٹائی کر رہا تھا۔ پھر اس نے اسے ایک ٹھوکر ماری۔ دور پڑا ہوا ریوالور کے پاس آیا اور اسے اٹھا کر بولا: "اب میدان میرے ہاتھ میں ہے۔"

جارج فری مین کے ہوش اُڑ گئے۔ وہ کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ اس طرح بازی پلٹ سکتی ہے۔ وہ جلدی سے انکار کی صورت میں دونوں ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا: "نہیں نہیں، مسٹر فرہاد! تم ہمارے درمیان موجود ہو۔ تم گوڈوانی کو گولی چلانے سے روکو۔ تم خیال خوانی کے ذریعے اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا سکتے ہو۔"

میں نے کہا: "جب تم اپنے وعدے سے پھر گئے تو میں اس کا ریوالور کیوں گراؤں۔ ہمارا معاہدہ ختم ہو چکا ہے۔ تم نے سوچا تھا، ٹرانسفارمر شین کا نقشہ اور اس کے اہم کاغذات مل چکے ہیں تم گوڈوانی کو گولی مار دو گے تو تمھارے دماغ میں آنے کے لیے اور تم سے رابطہ قائم کرنے کے لیے مجھے اور کوئی نہیں ملے گا۔"

"نہیں نہیں، تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔"

"اگر میری سوچ غلط ہے تو بتاؤ، گوڈوانی کے مرنے کے بعد میں تم سے کس طرح رابطہ قائم کرتا؟"

"میں اسی طرح فون کے ذریعے تم سے باتیں کرنے والا تھا۔"

"یعنی تم اپنا محتاج بنا کر رکھنے والے تھے جبکہ تم نے وعدہ کیا تھا، نقشہ ملتے ہی اپنے دماغ کے دروازے کھول دو گے۔ اگر اب بھی تم بے ایمان نہیں ہو تو اپنے دماغ میں آنے دو یا اس ٹرانسفارمر شین کا پتا بتا دو۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولا: "نہیں، ابھی میں نہیں بتاؤں گا۔ میں قسم کھاتا ہوں، میں تمھیں سب کچھ بتا دوں گا لیکن یہ موقع نہیں ہے۔ میں ہر طرح سے اپنا تحفظ چاہتا ہوں۔"

"تم دوسروں کو بے وقوف کیوں سمجھتے ہو؟ میں ایک بات پوچھتا ہوں، تم مجھے ٹرانسفارمر شین کا پتا بتاتے ہو یا نہیں؟"

"نہیں، تم مجھے جان سے مار ڈالو مگر میں نہیں بتاؤں گا۔"

"بیوقوف کے بچے! مجھے جان سے مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ دیکھو، میں تمھارے دماغ میں کیسے پہنچ رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے گوڈوانی کے ہاتھ سے فائر کروایا۔ گولی اس کی ٹانگ میں لگی۔ وہ چیخ مار کر اچھلا اور فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ میں نے گوڈوانی سے کہا: "تم کہہ چکے ہو، مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمنی کرنے کی حماقت نہیں کرو گے لہٰذا جو کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔ یہ ریوالور اسی طرح پکڑے رہنا۔ تمھارے آدمی فائرنگ کی آواز سُن کر آئیں گے تو ان سے کہہ دینا کہ واپس چلے جائیں۔ خطرے کی کوئی بات نہیں ہے اور جب تک میں نہ کہوں جارج کو گولی نہ مارنا۔"

میں اسے تاکید کر کے جارج فری مین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ گولی کے زخم سے تڑپ رہا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: "تم میرے دماغ میں نہیں آ سکتے۔ کبھی نہیں آ سکتے۔ سچ سچ بتاؤ، کیا تم میرے دماغ میں پہنچ گئے ہو؟ میں تمھیں شین کا پتا نہیں بتاؤں گا۔ ہرگز نہیں بتاؤں گا۔"

وہ بکواس کر رہا تھا اور میں شین کا پتا معلوم کر رہا تھا۔ میں تقریباً آدھے گھنٹے تک اس کے دماغ میں رہ کر شین کے بارے میں ایک ایک تفصیل معلوم کرتا رہا کہ وہ کس طرح زہریلے وحوشوں کے بیچ پھنک کر شیروں کو ان کے غار سے بھگاتا رہا، پھر اندر جا کر اس نے کس طرح شین چھپائی اور باہر آ کر کس طرح دو بکروں کو باندھ کر شیر پر گوشت کھانے کے لیے واپس آئیں اور اس غار میں رہنے لگیں۔ واپس پر اس نے اپنے دو وفادار اور جانباز ساتھیوں کو گولی ماردی تھی تاکہ کوئی اس شین کا رازدار زندہ نہ رہے۔

میں نے گوڈوانی کی زبان سے کہا: "تم نے ٹرانسفارمر شین کے لیے پتا نہیں کتنے وفاداروں کی جان لی ہے۔ میں یہ غیر ضروری تفصیل تمھارے دماغ سے معلوم نہیں کرنا چاہتا۔ بس اتنا معلوم ہو گیا ہے کہ تم ایک مہذب قصائی ہو، اپنے مفاد کے لیے کسی کی بھی جان

لے سکتے ہو، لہٰذا اب تمہارا زندہ رہنا فضول ہے۔"

وہ گڑگڑانے لگا: "فادر گاڈ سیک، مجھے معاف کردو میں تمہیں مشین تک پہنچادوں گا۔ میں تمہیں۔۔۔"

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا: "مجھے مشین تک پہنچنے کے لیے تمہاری کوئی ضرورت نہیں رہی۔"

میں نے گوڈوانی کے ہاتھ سے گولی چلادی۔ وہ گولی ٹھیک اس کے سینے میں جاکر پیوست ہوئی۔ وہ تڑپ تڑپ کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا۔ میں نے کہا: "گوڈوانی! اس بریف کیس کو حفاظت سے رکھو، ابھی تمہارے پاس دوسرا شکار آرہا ہے۔ پھر دونوں کی لاش کو ٹھکانے کے انتظامات کردینا۔ تم قانون کی گرفت میں نہیں آؤ گے۔ میں تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔"

میں اس کے دست راست کے پاس پہنچا، اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو اس نے مشین کے نقشے اور اس کے تمام اہم کاغذات کی فوٹو اسٹیٹ کاپی نکالی، اسے اپنے ساتھ لیا، پھر وہاں سے دوڑتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ کار کو تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا گوڈوانی کی رہائش گاہ میں پہنچا تو اس کے آدمی جارج فری مین کی لاش کو ایک پلاسٹک کے تھیلے میں پیک کررہے تھے۔ اس کا دست راست اس کمرے میں پہنچ کر ٹھٹک گیا کیونکہ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ گوڈوانی نے کہا: "آؤ میرے جانباز، میرے وفادار، اس نقشے کو اہم کاغذات کے ساتھ بریف کیس کے نیچے رکھ دو۔"

وہ بری طرح بوکھلایا ہوا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہاں کیسے پہنچ گیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا: "باس! آپ کو کیسے پتا چلا کہ میرے پاس مشین کے کاغذات ہیں، کیا واقعی مسٹر فرہاد ہمارے درمیان موجود ہیں؟"

گوڈوانی نے کہا: "آج مجھے دنیا کی سب سے بڑی خوشی حاصل ہورہی ہے۔ میں نے فرہاد علی تیمور کو دوست بنالیا ہے اور اس سے یہ فائدہ حاصل کررہا ہوں۔ چلو کاغذات وہاں رکھ دو۔"

وہ چپ چاپ آگے بڑھ کر کاغذات کو بریف کیس کے نیچے رکھتے ہوئے بولا: "باس! آپ مجھے پندرہ برس سے جانتے ہیں۔ میں نے کبھی نمک حرامی نہیں کی کبھی آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں دیا۔ ان کاغذات کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں اس لیے رکھیں کہ شاید کبھی اصل آپ کے پاس سے گم ہوجائیں تو یہ آپ کے کام آسکیں۔"

"میرے وفادار! اگر تم نے ایسا کیا تھا تو مجھ سے کہہ سکتے تھے لیکن تم جانتے تھے کہ میں تمہیں اس کی نقل رکھنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ آج فرہاد صاحب کی مہربانی نہ ہوتی تو تم یہ کاغذات کبھی میرے پاس نہ لاتے۔"

میں نے کہا: "گوڈوانی، یہ تمہارا مجرم ہے۔ تم اس کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہو کرو لیکن پہلی فرصت میں ان کاغذات کو آگ لگادو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "فرہاد صاحب! آپ اتنے قیمتی کاغذات اور نقشے کو آگ لگانا چاہتے ہیں؟"

"میں ہر اس برائی کو خاک کردینا چاہتا ہوں جس سے شیطانیت پیدا ہوتی ہیں۔ میں جو کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔"

اس نے بے چون وچرا میرے حکم کی تعمیل کی۔ بریف کیس کھول کر اصل کاغذات نکالے، پھر انہیں نقل کے ساتھ ملا کر لائٹر کے ذریعے آگ لگادی جب تک وہ تمام کاغذات جلتے رہے، میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ جب وہ جل کر راکھ ہوگئے تو میں نے کہا: "گوڈوانی! تم اپنے غداروں سے نمٹتے رہو۔ میں جارہا ہوں۔ ہوسکتا ہے جلد ہی تمہاری ضرورت پڑے۔ پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ پارس اوّل دوسرے کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا۔ میں بھی سونے کے لیے اپنے کمرے میں آیا تھا لیکن نیند نصیب میں نہیں تھی۔ بہت سے اہم کام سر پر آپڑے تھے۔ یہ رات جاگتے ہوئے گزرنے والی تھی۔ میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ وہ ٹرانسفارمر مشین کو ڈھونڈ نکالنے کے سلسلے میں انفرنو کے اسی جنگل میں تھی۔ جارج فری مین کا قلعہ بُری طرح تباہ ہوکر کھنڈر بن چکا تھا۔ اسی کھنڈر کے پیچھے ایک بہت بڑی دلدل تھی۔ دلدل سے پرے ایک پہاڑی کے دامن میں سونیا نے کیمپ لگایا تھا۔

وہ مشین کے سلسلے میں میری ایک ایک بات کو توجہ سے سنتی رہی۔ درمیان میں اپنے طور پر سوالات بھی کرتی رہی۔ پھر میری باتیں ختم ہونے کے بعد کہا: "میں اسے جلد سے جلد ڈھونڈنے لگ دوں گی۔"

"کوشش کرو، اس کا ایک پرزہ بھی کسی کے ہاتھ نہ آئے۔ اس کا ایک ایک حصہ، ایک ایک پرزہ تباہ ہوجائے۔"

"یہی ہوگا۔"

"وہاں مسٹر جانسٹر، ماسک مین اور یہودی گوریلوں نے بھی جگہ جگہ کیمپ لگا رکھے ہیں۔ جب تم شیروں کے غار کے قریب کسی کارروائی میں مصروف رہو گی تو سب کے سب چوکنے ہوجائیں گے۔ سب کی نظریں تم پر ہوں گی۔"

"میں اس بات کو سمجھتی ہوں۔ چونکہ ہمارا ارادہ شروع سے ہی مشین کو تباہ کرنے کا تھا، لہٰذا میں نے پہلے ہی سوچ رکھا تھا کہ اسے کس طرح تباہ کیا جائے گا۔ اب اس پر عمل کرنا ہے لہٰذا میں ذرا اپنے منصوبے پر غور کرنا چاہتی ہوں۔ جب عمل شروع کروں تو تم آکر دیکھ لینا یہاں کیا کچھ ہورہا ہے۔"

میں اپنی جگہ واپس آگیا۔ صبح کے چار بج رہے تھے۔ میں

نے رمونتی اور آمر کو مخاطب کیا۔ پھر انہیں خوشخبری سنائی کہ دوسری ٹرانسفارمر مشین کا بھی سراغ مل گیا ہے اور سونیا اسے تباہ کرنے والی ہے، لہٰذا تم دونوں اس کے پاس آتے جاتے رہنا۔ میں تمام رات جاگتا رہا ہوں اس لیے تھوڑی دیر سونا چاہتا ہوں۔

رمونتی نے کہا: "تم آرام سے سو جاؤ اور اطمینان رکھو میں اور آمر سونیا سے برابر رابطہ رکھیں گے۔"

میں نے واپس آکر اپنے دماغ کو ہدایت دی۔ پھر اطمینان سے چار گھنٹے کے لیے سو گیا۔ اِدھر میں سویا، اُدھر پارس بیدار ہوگیا۔ میرے دونوں بیٹے صبح چار بجے بیدار ہوجاتے تھے اور ورزش ضرور کرتے تھے۔ اس نے بیدار ہونے کے بعد جب یہ دیکھا کہ میرا کمرا بند ہے، میں سو رہا ہوں تو اس نے ٹیلی فون کے ذریعے آمر سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اس سے پوچھا: "جوجو کا سراغ ملا؟"

اس نے کہا: "ہم کوششیں کرچکے ہیں۔ اس کے دماغ میں گھسا ہوا ہے۔ نہ ہماری سوچ کی لہریں محسوس ہوتی ہے، نہ وہ خود کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہے۔ تمہارے پاپا نے بتایا ہوگا۔ اسے کہاں رکھا گیا ہے۔"

"میں باہر جوگنگ کے لیے جارہا ہوں۔ کوئی اہم بات ہو تو مجھ سے ضرور رابطہ قائم کریں۔"

"ہمیں دوسری ٹرانسفارمر مشین کا سراغ مل گیا ہے۔"

"آپ میرے دماغ میں آجائیں۔ میں ریسیور رکھ رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر جوگنگ کے لیے میری رہائش گاہ سے باہر باغیچے میں آگیا۔ آمر اسے ٹرانسفارمر مشین کے متعلق بتا رہا تھا اور تین دن ہوگئے تھے کہ اب جوجو کے لیے زیادہ خطرہ نہیں ہے جب مشین تباہ ہوجائے گی تو اسے اغوا کرنے والے اپنا سائنسدان لے کر رہ جائیں گے۔

"آپ یہ بھی تو سوچیں کہ ناکامی کی صورت میں وہ جھنجلا کر جوجو کو جانی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

"بیٹے! ایسا ممکن نہیں ہے۔ وہ ہم جیسی پیتی جاننے والوں سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں، کسی دن بھی یہ بھید کھلا کہ اسے کسی نے اغوا کیا تھا تو ہم صرف اسے ہی نہیں بلکہ اس کے پورے ملک اور پوری قوم کو نیست ونابود کردیں گے۔"

میں صبح آٹھ بجے بیدار ہوگیا۔ پارس نے کہا: "کیا آپ نے ہر پہلو پر غور کرلیا ہے۔ اگر وہ ٹرانسفارمر مشین تباہ کی گئی تو کیا جوجو کو جانی نقصان نہیں پہنچے گا؟ سلاما، ماسک مین کی قید میں ہے، اسے بھی وہ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ آمر صاحب کہتے ہیں، اگر جوجو کو جانی نقصان پہنچا تو ان اغوا کرنے والوں کی پوری قوم اور ملک کے ساتھ نیست ونابود کردیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں، جوجو نہیں رہے گی اور انتقام لیا جائے گا تو میرا کیا بھلا ہوگا۔ کیا انتقامی کارروائی سے وہ واپس مل جائے گی؟"

میں نے کہا: "میں تمہاری باتوں کا جواب تھوڑی دیر بعد دوں گا۔"

میں سونیا کے پاس پہنچا۔ وہ پچھلی رات ہی سے کام شروع کرچکی تھی۔ اس کے پاس جتنے آدمی تھے وہ سب جنہیں پڑھے چلنے والی آبادیوں سے درخت کاٹ رہے تھے۔ ان درختوں کے ٹکڑے ٹکڑے کررہے تھے تاکہ لکڑیاں جلانے کے کام آسکیں۔

میں نے کہا: "سونیا! ہمارا (بقیہ) پارس اوّل اس منصوبے سے متفق نہیں ہے۔ اسے اندیشہ ہے کہ مشین تباہ ہوگئی تو اغوا کرنے والے جوجو کو جان سے مار ڈالیں گے۔"

سونیا نے کہا: "آج تک ایسا نہیں ہوا۔ ویسے پارس کا اندیشہ ایک پہلو سے درست ہے۔ اگر جوجو کو اغوا کرنے والا کوئی خطرناک تنظیم کا سربراہ نہ ہو، بڑے بڑے ممالک نہ ہوں، کوئی نئی پارٹی ہو، جیسے جارج فری مین تھا۔ ایسے ہی کسی سرپھرے مشین کے دیوانے نے جوجو کو اغوا کیا ہو تو ہم اسے کیا نقصان پہنچا سکیں گے۔ نہ اس کا کوئی اپنا ملک ہوگا، نہ اسے کسی قوم سے لگاؤ ہوگا۔ وہ زیادہ سے زیادہ اپنی جان سے جائے گا لیکن ہماری جوجو بھی ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی۔"

"یعنی تم پارس اوّل کے خیال سے متفق ہو؟"

"جب تک جوجو کو اغوا کرنے والے ہماری نظروں میں نہ آئیں اس وقت تک ہمیں مشین کو تباہ نہیں کرنا چاہیے۔"

"پھر کیا کرو گی؟"

"میں یہاں مکمل انتظامات کر کے رکھوں گی، جب بھی کوئی مناسب موقع آئے گا، اس مشین کو تباہ کر دیا جائے گا۔"

"کیا اس طرح ہم یہ تسلیم نہیں کر رہے ہیں کہ ہمارا منصوبہ ناقص اور ناقابل عمل تھا؟"

"ہرگز نہیں، ہمارے منصوبے میں ایک ذرا سی خامی تھی جس کی طرف ہمارے بیٹے نے اشارہ کیا۔ ہمارے بچے جوان ہو چکے ہیں۔ ماشاءاللہ بہت سمجھدار ہیں۔ ہمیں ان کی بات مان لینے میں اپنی ہتک محسوس نہیں کرنا چاہیے۔"

"تم یہ لکڑیاں کٹوا کر کیا کرو گی؟"

"میں شیروں کے غار سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر ایک پندرہ یا بیس فٹ گہرا گڑھا کھدواؤں گی۔ اس گڑھے کا رقبہ پچاس مربع گز ہوگا۔ اس میں یہ لکڑیاں بھر دی جائیں گی۔ بیچ میں تھوڑا سا خلا رہے گا۔ جب اس مشین کو تباہ کرنے کا وقت آئے گا تو اسے اس خلا میں لا کر ڈال دیا جائے گا اور پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی جائے گی۔ پندرہ یا بیس فٹ گہرے گڑھے میں جب وہ مشین رہے گی اور چاروں طرف آگ ہی آگ ہوگی تو اس میں مشین کا لوہا گل جائے گا۔"

"کیا وہاں کیمپ لگانے والے دوسرے دشمن تمہاری اس کارروائی کو نہیں سمجھیں گے؟"

"میں اس گڑھے کو لکڑیوں سے بھرنے کے بعد اوپر لکڑیوں کے تختوں کا فرش بچھا دوں گی۔ اس کی چار دیواری ہوگی اور چار دیواری پر چھت ڈالی جائے گی۔ اس میں کھڑکیاں اور دروازے بھی ہوں گے۔ ہم اسی طرح لکڑی کے چھوٹے چھوٹے کئی کاٹیج بنائیں گے اور اپنے آدمیوں کی ایک چھوٹی سی بستی آباد کریں گے۔ شاید تمہیں پتا نہیں ہے، سپر ماسٹر اور ماسک مین کے آدمی اور یہودی گویلے بھی یہی کر رہے ہیں۔ انھوں نے سمجھ لیا ہے، مشین اتنی جلدی آپ نہیں آپے گی۔ پتا نہیں کتنا عرصہ لگے گا لہٰذا وہ لوگ بانس میرے وفادار بنے ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں ہم لیکن تم جانتے تھے کہ میں تھلیتی آباد کریں گے تو انھیں شبہ دوں گا۔ آج فرہاد صاحب کی مہربا ت سے متفق ہونا پڑا۔ اگرچہ میرے پاس نہ لاتے۔"

میں نے کہا۔ "گوڈوانی، یہ تمہاری بار، ہم نے ٹرانسفارمر مشین سابقہ سپر ماسٹر کے گھر میں چھپا تھے۔ ہم اس مشین کے ذریعے گند

ذہن افراد کو ذہن بنانے کا عزم رکھتے تھے لیکن وہ پھر ہمارے ہاتھ نہیں آئی۔ اس بار بھی ہم مادہ بدل رہے تھے۔ جوجو اور پارس کی خاطر اس کی تباہی کو کچھ عرصے کے لیے ملتوی کر رہے تھے۔ میں نے پارس سے کہا۔ "تمہاری سونیا ماتم سے متفق ہے۔ وہ مشین کو تباہ نہیں کرے گی۔"

اس نے خوش ہو کر کہا۔ "میری ماں بہت گریٹ ہے۔ پلیز ہیلپ کسی طرح جوجو تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ حیرانی سے بولا۔ "وہ کوما میں نہیں ہے۔ سانس روک رہی ہے۔"

"بیٹے! ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اسے کوما میں رکھا گیا ہے۔ میں پھر وہاں سے ہو کر آتا ہوں۔"

پارس سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ بے چینی سے بولا۔ "آپ پھر اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کریں۔"

میں نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ ہنس رہی تھی اور پوچھ رہی تھی۔ "کون، پاپا؟ کیا آپ ہیں؟"

"ہاں، بیٹے میں ہوں۔ تم جلدی سے بتاؤ کہاں ہو۔ کن لوگوں نے تمہیں قید کر رکھا ہے؟"

وہ معصومیت سے بولی۔ "مجھے بھلا کون قید کرے گا۔ میں تو یہاں مزے سے ہوں۔ ابھی ذرا دیر پہلے پارس نے مجھے فون کیا ہے، وہ یہاں پہنچنے والا ہے۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو بیٹی، پارس تو میرے سامنے ہے۔"

"وہ آپ کا پارس دوم ہوگا۔"

"نہیں بیٹے، میں سچ کہہ رہا ہوں۔ پارس اوّل یعنی تمہارا شوہر جس سے کل تمہاری شادی ہوئی، وہ میرے سامنے بیٹھا ہے تمہارے لیے بے چین ہے۔ تمہیں یاد کر رہا ہے۔"

وہ بولی۔ "میرے پیارے پیارے انکل کہتے ہیں، آپ اور تما دونوں فراڈ ہیں۔ میرے دشمن ہیں۔ میرا دماغ خراب کرنا چاہتے ہیں۔ مجھ پر تنویمی عمل کر کے اپنے بیٹے کے ساتھ مجھے گندی بچی بنانا چاہتے ہیں۔ جبکہ انکل آپ کے بیٹے کو میرے پاس پہنچا رہے ہیں۔ میں آپ لوگوں کی ایک بات نہیں سنوں گی۔ بس جائیے یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں اپنی جگہ واپس آ گیا۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"وہی ہو رہا ہے جس کا ہمیں اندیشہ تھا۔ وہ ڈمی پارس کو پیش کر رہے ہیں۔ جوجو ماننے کو تیار نہیں ہے کہ وہ ڈمی ہے۔ مجھے اور تمہاری تما کو فراڈ سمجھ رہی ہے۔ الزام دے رہی ہے کہ ہم اس کا دماغ خراب کرنا چاہتے تھے اور تنویمی عمل کے ذریعے اسے گندی بچی بنانا چاہتے تھے۔"

"آپ اتنی دیر اس کے دماغ میں رہ کر آئے ہیں۔ کچھ اس کے آس پاس کا ماحول سمجھ میں آیا؟"

وہ ایک بیڈ روم میں تھی۔ ایسے بیڈ روم کئی گھروں میں ہوتے ہیں۔ اس کمرے کی سجاوٹ امریکی طرز کی تھی۔ دیوار پر مجسمۂ آزادی کی تصویر بھی لگی ہوئی تھی لیکن ایسا تو کسی دوسرے ملک کے امریکی باشندے بھی کرتے ہیں۔ اپنے ڈرائنگ روم اور بیڈ روم کو امریکی طرز پر سجاتے ہیں۔"

"پلیز آپ سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کر کے دیکھیں۔"

میں نے سپر ماسٹر کے پاس پہنچ کر پہلے تو اس کے چور خیالات پڑھے۔ پتا چلا، اب وہ سپر ماسٹر نہیں رہا ہے۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا آ گیا ہے، میں نے ایک فوجی جنرل کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ مجھے یقین ہو گیا ہے میری بیٹی جوجو کو تمہی لوگوں نے اغوا کیا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "فرہاد صاحب! آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"اپنی صفائی پیش نہ کرو۔ پہلے میری پوری بات سن لو میں جو کہہ رہا ہوں، وہ بات اپنے تمام اعلیٰ حکام تک پہنچا دو۔ جوجو تمہارے ملک میں پہنچا دی گئی ہے، تم لوگوں کی قید میں ہے۔ وہ جس کمرے میں ہے وہاں تمہارے مجسمۂ آزادی کی تصویر لگی ہوئی ہے۔ اس کمرے کا طرز آرائش بھی امریکی ہے۔ تم ہمیں گمراہ نہیں کر سکو گے۔"

"جناب فرہاد صاحب! میں آپ کی یہ بات تمام اعلیٰ حکام تک پہنچا دوں گا لیکن کچھ میری عرض بھی سن لیجیے۔ کیا ہم اتنے نادان ہیں کہ جوجو کو ایسے کمرے میں رکھیں جس کا طرز آرائش امریکی ہو اور جہاں امریکا کا مجسمۂ آزادی نظر آتا ہو۔ آپ میری اس بات پر غور فرمائیں۔ جوجو کو اغوا کرنے والے بدمعاش بہت چالاک ہیں۔ وہ آپ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے ایسی چالیں چل رہے ہیں۔"

اس کی یہ بات دل کو لگ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "آپ نے ہماری ٹرانسفارمر مشین تباہ کر دی۔ ہم نے اُف تک نہیں کی کیونکہ وہ مشین ہم نے آپ سے چھینی تھی — آپ نے ہم سے ہمیشہ کے لیے چین لی لیکن یہ تو سوچیے ٹرانسفارمر مشین کے بغیر ہم جوجو کو اپنے ملک میں کیوں لے کر آئیں گے۔ اگر ہم یہ امید کریں کہ چارج فری مین کی ٹرانسفارمر مشین ہمارے ہاتھ لگ جائے گی تو وہ کب لگے گی، اس میں کتنا عرصہ لگے گا، کیا اتنے عرصے تک ہم جوجو کو قید میں رکھ سکتے ہیں اور وہ بھی اس حماقت سے کہ اس کا کمرا اور وہاں لگی ہوئی تصویریں ہماری نشاندہی کرتی رہیں اور آپ ہمارے پیچھے پڑ جائیں؟"

"آپ کی باتوں کو ذہن قبول کرتا ہے۔ بے شک ہمیں گمراہ کرنے کے لیے ایسی حرکتیں کی جا سکتی ہیں لیکن جس حقیقت کو ذہن قبول کرتا ہے، بعض اوقات وہ حقیقت ایک فریب کے طور پر ظاہر ہوتی ہے اور پتا چلتا ہے، ہم دھوکا کھا گئے لہٰذا میں آپ کی بات پر غور تو کروں گا مگر آپ لوگوں پر بھروسا نہیں کروں گا۔"

میں نے واپس آ کر سوچا۔ آخر جوجو کو کون لے گیا ہے؟ لے جانے والا بہت بڑا شاطر ہے کیونکہ جوجو کے مزاج کو سمجھتے ہوئے ڈمی پارس کو بھی ساتھ لے گیا ہے۔ سال، دو سال، دس سال میں بھی وہ مشین اس کے ہاتھ نہیں آئے گی تو جوجو، ڈمی پارس کے ساتھ مطمئن رہے گی۔ اس کے ساتھ ہنستی کھیلتی رہے گی۔ اس بات کا اندیشہ نہیں رہے گا کہ ہم کبھی اس کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں، اسے ٹریپ کر کے واپس لا سکتے ہیں اور اس کے ذریعے اغوا کرنے والے تک بھی رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

میں نے فرنیک سیلر گوڈوانی کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ "جارج فری مین کی لاش کہاں ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "ان لاشوں کو کہیں دور لے جا کر پھینکنے یا چھپانے کا موقع نہیں تھا لہٰذا میں نے اپنے بنگلے کے پیچھے ہی زمین کھود کر دفن کر دیا ہے۔"

میں نے پولیس کے اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "میں فرنیک سیلر گوڈوانی کی رہائش گاہ کا پتا بتا رہا ہوں۔ اس بنگلے کے پچھلے حصے میں دو لاشیں دفن کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک جارج فری مین کی لاش ہے۔ اسے نکال کر اپنی تحویل میں لے لو۔ گوڈوانی کو قانونی گرفت میں نہ لینا۔ یہ سب کچھ میرے ایما پر ہوا ہے۔"

اس اعلیٰ افسر نے اپنے ماتحت افسر کو حکم دیا۔ وہ پولیس کی ٹیم لے کر فوراً ادھر روانہ ہو گیا۔ میں گوڈوانی کے پاس آیا۔ وہ سوچ کے ذریعے مجھے پکار رہا تھا۔ فرہاد صاحب! آپ اچانک آئے اور اچانک چلے گئے۔ کیا آپ میرے پاس موجود نہیں ہیں؟"

میں نے کہا۔ "میں تھوڑی دیر کے لیے گیا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ مجھے جارج فری مین کی لاش کی ضرورت ہے۔ پولیس والے آ رہے ہیں، اسے یہاں سے نکال کر لے جائیں گے۔ تم پریشان نہ ہونا۔"

"جناب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ پولیس والے یہاں آئیں گے اور میرے احاطے سے لاش نکال کر لے جائیں گے تو کیا مجھے قانونی گرفت میں نہیں لیں گے؟"

"میں نے کہا نا، تم نے فرہاد علی تیمور سے دوستی کی ہے۔ دھوکا کبھی نہیں کھاؤ گے۔"

وہ بے بسی سے بولا۔ "اچھی بات ہے۔ ویسے بھی میں کہیں

بھاگ کر نہیں جا سکتا۔ پولیس والوں سے چھپ سکتا ہوں، آپ سے چھپنا ممکن نہیں ہے لہٰذا خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ رہا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد پولیس والے پہنچ گئے۔ میرے کہنے پر گوڈوانی نے بنگلے کے پیچھے اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں دو لاشیں دفن کی گئی تھیں۔ انھوں نے وہ جگہ کھود کر جارج فری مین کی لاش نکالی، پھر زمین کی سطح ہموار کر دی، اس کے بعد اس لاش کو ایک اسٹریچر پر ڈال کر گاڑی کے پیچھے رکھ کر چپ چاپ چلے گئے۔ گوڈوانی نے شدید حیرانی سے کہا۔ "فرہاد صاحب! آپ کیا چیز ہیں! کمال ہے، قانون بھی آپ کی مٹھی میں ہوتا ہے۔ کسی پولیس والے نے مجھ سے ایک سوال بھی نہیں کیا۔"

"اور نہ ہی آئندہ تم سے کوئی سوال کرے گا۔ تم اطمینان سے رہو۔"

"آپ میرے دوست بن گئے ہیں، میں ہمیشہ اطمینان سے رہوں گا۔ پلیز مجھے اپنی خدمت کا موقع دیجیے۔"

"تم کیا خدمت کرو گے۔ اگر تمھارا کوئی بحری یا فضائی جہاز مال لاتے ہوئے قانون کی دلدل میں پھنس جائے تو مجھ سے رابطہ قائم کر لینا میں اسے دلدل سے نکال دوں گا۔"

"لیکن آپ سے رابطہ کیسے قائم ہو سکتا ہے؟"

"پیرس کے کسی بھی اعلیٰ پولیس افسر کا نمبر ڈائل کرنا، اس سے کہنا، مجھ سے بات کرنا چاہتے ہو۔ میں جب تک پیرس میں رہوں گا، مجھ سے رابطہ قائم ہو جائے گا۔"

میں اس اعلیٰ پولیس افسر کے پاس آ گیا جس کے ماتحت، جارج فری مین کی لاش لے کر گئے تھے۔ میں نے کہا۔ "اس لاش کو اچھی طرح صاف ستھرا کر کے اس کی تصویریں اتاری جائیں اور تمام اخبار والوں کو تاکید کی جائے کہ اس کے قتل ہونے کی خبر پہلے صفحے پر شائع کی جائے، آپ اخبار والوں کو بیان دیں گے کہ ایک ویرانے میں اس کی لاش پائی گئی تھی۔ ایک گولی اس کی ٹانگ پر اور دوسری سینے پر لگی ہے۔ اس کے پاس سے جو سامان برآمد ہوا، اس سے پتا چلا کہ یہ جارج فری مین ہے اور یہ وہی شخص ہے جس نے ٹرانسفارمر مشین تیار کی تھی اور اسے افریقہ کے جنگل میں کہیں چھپا دیا تھا۔"

اس اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "جناب فرہاد صاحب! ثبوت کے طور پر جارج فری مین کا کچھ سامان مل سکتا ہے؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے پھر گوڈوانی کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "کیا جارج فری مین کے کچھ ایسے کاغذات یا کچھ ایسا سامان مل سکتا ہے جس سے پتا چلے کہ اس کی لاش کے پاس وہ سامان پایا گیا تھا اور اس کے ذریعے اس کی شناخت کی گئی ہے؟"

گوڈوانی نے کہا۔ "میرے پاس اس کی دو طرح کی تصویریں ہیں۔ وہ اپنے پاس دو طرح کے پاسپورٹ رکھتا تھا۔ ایک پاسپورٹ میں اس کا نام جارج فری مین اور دوسرے میں اس کا نام ہاورے تھا اس کے علاوہ میرے پاس وہ وڈیو کیسٹ ہے جو ماسک مین کی طرف سے ہمیں بھیجا گیا تھا، جس میں سلارا اپنے بھائی سے مخاطب ہے۔"

"اتنے ثبوت کافی ہیں۔ تمھارے پاس ابھی پولیس کا ایک افسر آئے گا، یہ چیزیں اس کے حوالے کر دینا۔"

میں نے اعلیٰ افسر سے کہا۔ "اپنے ماتحت کو گوڈوانی کے پاس بھیج دو۔ وہاں سے کچھ ثبوت حاصل ہو جائیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "وہ کس قسم کے ثبوت ہیں۔ مجھے بتائیے تاکہ میں پریس والوں کو مناسب بیان دے سکوں۔"

میں نے اسے بتایا۔ "وہ دو طرح کی تصویریں اور دو طرح کے پاسپورٹ رکھتا تھا۔ پھر آپ وہ وڈیو فلم چلا کر دیکھیں گے تو ساری باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ اس کے مطابق آپ پریس والوں کو بیان دے سکیں گے۔ آپ گھنٹے دو گھنٹے بعد ایک پریس کانفرنس منعقد کریں اور اس بات کو زیادہ سے زیادہ اچھالنے کی کوشش کریں۔"

"آپ جیسا چاہتے ہیں ویسا ہی ہو گا۔"

میں نے اس سے کہا۔ "جب پریس کانفرنس ہو گی تو میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں موجود رہوں گا اور اپنی مرضی کے مطابق بیان دیتا رہوں گا۔"

میں پاس کو اپنی تمام کارروائیوں کے متعلق بتاتا جا رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "جب ماسک مین کو معلوم ہو گا کہ وہ بازی ہار چکا ہے، جارج فری مین مر چکا ہے تو کیا وہ سلارا کو زندہ چھوڑ دے گا؟"

"میں اسے دھمکی دینے والا ہوں۔ وہ سلارا کے جس بھائی سے مشین کے سلسلے میں سودا کرنا چاہتا تھا، وہ مر چکا ہے لہٰذا سلارا کو نقصان پہنچانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو میری طرف سے مصیبتیں اٹھائے گا۔"

میں شام کے وقت خیال خوانی کے ذریعے پریس کانفرنس میں پہنچ گیا۔ وہ اعلیٰ افسر وہی بیانات دے رہا تھا جو میں سمجھا چکا تھا پھر میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "جارج فری مین کی موت کے بعد اب وہ مشین کسی پُراسرار خزانے کی طرح ہو گئی ہے، جو نہ جانے کہاں دفن کی گئی ہے۔ بہرحال، وہ بڑی بڑی خطرناک تنظیمیں اور بڑے بڑے ممالک جو جارج فری مین کو تلاش کر رہے تھے، اب ان کی تلاش ختم ہو چکی ہے اور جو اس مقتول فری مین سے مشین کے سلسلے میں کسی قسم کا سمجھوتا یا سودے بازی کرنا چاہتے تھے۔ وہ سلسلہ بھی ختم ہو چکا ہے لہٰذا

مین کے دیوانوں کو اپنی اپنی شطرنج کی بساط لپیٹ لینی چاہیے، ں بساط سے پرانے مہروں کو ہٹا کر نئے مہرے چلانے ہوں گے۔"

لقات ہماری حکومت سے ہمیشہ دوستانہ رہے ہیں۔ ہم نے وڈیو کیسٹ فرہاد صاحب کو دکھایا ہے، اسے دیکھنے کے بعد ہاد صاحب کا بیان ہے، اب سلارا کو ماسک مین کی قید میں رہنا چاہیے۔ وہ میرے بیٹے پارس کی ایک اچھی دوست یں رہنا چاہیے۔ وہ میرے بیٹے پارس کی ایک اچھی دوست ۔ میں اسے کوئی نقصان پہنچتے نہیں دیکھوں گا۔ اگر مارک مین رج فری مین کی موت کا یقین کرنا چاہتا ہے تو اس کی لاش اس پاس روانہ کی جا سکتی ہے۔ اس لاش کے بدلے سلارا کو ہمارے س بھیج دیا جائے۔"

پریس کانفرنس کے اختتام پر میں جونیئر ماسک مین کے ں پہنچا اور اس سے کہا۔ "جو جو کے متعلق جواب دو۔"

"جناب، میں نے آپ کا پیغام ماسک مین تک پہنچا دیا تھا۔ قسمیں کھا رہے ہیں، آپ جس طرح یقین کرنا چاہیں گے اسی طرح ین دلانے کی کوشش کریں گے۔ ہم نے جو جو کو اغوا نہیں کیا ے۔ ہم اس بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔"

"ماسک مین سے کہو، جو بات پریس والوں کو اور بڑے ے سراغ رسانوں کو معلوم نہیں ہوتی، پہلے میں معلوم کر لیتا ہوں۔ رس سے شائع ہونے والے کل کے تمام اخبار ضرور دیکھنا۔ ان جارج فری مین کی موت کی خبر شائع ہو رہی ہے۔ اسے کسی نے قتل کر دیا ہے۔ قاتل کو تلاش کیا جا رہا ہے۔"

"فرہاد صاحب! ذرا ایک منٹ۔ میں کمپیوٹر کے ذریعے ماسک مین کو یہ ضروری خبر پہنچا رہا ہوں۔"

وہ ایک کمپیوٹر کے سامنے آ کر بیٹھ گیا، اس کے ذریعے ماسک مین سے رابطہ قائم ہو گیا۔ ماسک مین نے یہ باتیں ن کر دوسری طرف سے کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا۔ "یہ کس طرح یقین کیا جائے کہ قتل ہونے والا واقعی جارج فری مین ہے؟"

میں نے جونیئر ماسک مین سے کہا۔ "کل کے اخبارات ں اس کی پوری تفصیل ہے اور ماسک مین کو یقین دلانے کے لیے اس کی لاش اس کے پاس بھیجی جا سکتی ہے۔ کل کے خبارات میں میرا بیان بھی ہے اور وہ بیان یہ ہے کہ سلارا میرے بیٹے کی بہت اچھی دوست ہے۔ میں اسے نقصان پہنچتے نہیں دیکھوں گا لہٰذا ماسک مین اس کے بھائی کی لاش دیکھ کر اچھی طرح مطمئن ہو کر سلارا کو ہمارے پاس روانہ کر دے۔"

ماسک مین کی طرف سے جواب موصول ہوا۔ "یہ تو فرہاد صاحب کی زیادتی ہے۔ ہمارے معاملے میں مداخلت کر رہے ہیں۔ میں لاش کو دیکھ کر مطمئن ہونے کے بعد بھی اس وقت تک سلارا کو اپنی قید میں رکھنا چاہتا ہوں جب تک اس ٹرانسفارمر مشین کا سراغ نہ ملے۔"

میں نے جواباً کہا۔ "ٹرانسفارمر مشین کا سراغ لگانا الگ بات ہے لیکن سلارا کے ذریعے جس طرح جارج فری مین پر دباؤ ڈالا جا رہا تھا اب وہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ جب تک وہ زندہ تھا، تم اس پر دباؤ ڈال کر اپنے طور پر اس مشین تک پہنچنا چاہتے تھے، میں نے کوئی مداخلت نہیں کی۔ کیونکہ ٹرانسفارمر مشین کسی کی جاگیر نہیں ہے، جو اسے حاصل کرے، وہ اس کی ملکیت ہے۔ سلارا کو قیدی بنا کر مشین حاصل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ مجھے شبہ ہے کہ اس مقصد کے لیے میری بیٹی جوجو کو بھی اغوا کیا گیا ہے۔ جب یہ بھید کھلے گا تو میں سمجھ لوں گا۔ فی الحال کل شام تک جارج فری مین کی لاش مشرقی جرمنی بھیج دی جائے گی اور کل ہی آدھی رات سے پہلے سلارا کو پیرس پہنچ جانا چاہیے۔ اگر جوجو بھی تمھارے پاس ہو اور اسے پیرس بھیج دو تو یہ تمھارے ملک اور تمھاری قوم کے حق میں بہتر ہو گا۔ اس سے آگے میں کوئی دھمکی نہیں دینا چاہتا۔ دیٹس آل۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس کو تمام باتیں بتائیں۔ اس نے کہا۔ "یہ آپ نے اچھا کیا۔ میں نے سلارا کے ساتھ ایک اچھے دوست کی طرح وقت گزارا ہے۔ اب وہ دنیا میں تنہا رہ گئی ہے تو اس کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔"

"میں تمھاری خاطر ہی ایسا کر رہا ہوں ورنہ سلارا کے سلسلے میں اتنی باتیں کرنا اور وقت ضائع کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ وہ اپنی تمام اہمیت کھو چکی ہے۔ بھائی مر چکا ہے، ٹرانسفارمر مشین جہاں بھی ہے اس کے متعلق اسے کچھ معلوم نہیں ہے۔ وہ ہمارے تمام معاملات سے نکل چکی ہے، پھر بھی ہم اسے ماسک مین کی قید سے رہائی دلائیں گے۔"

لاکھوں قارئین کے دلوں کی دھڑکن

محی الدین نواب

کی ۱۰ سنسنی خیز اور مافوق الفطرت کہانیوں کا مجموعہ

ایمان کا سفر

منگوانے کا پتہ

مکتبہ نفاست

پوسٹ بکس نمبر ۹۲۴ کراچی

قیمت ۸۰ روپے

شائع ہو چکا ہے!

قریبی کتابوں کے اسٹال پر نہ ملے تو براہ راست منگوائیں

"جب وہ پیرس پہنچ جائے تو اسے یہی بتایا جائے کہ میں پیرس میں یا بابا صاحب کے ادارے میں نہیں ہوں۔ کسی اہم معاملے میں دُنیا کے کسی حصّے میں بھٹک رہا ہوں۔"

"ہم دونوں باپ بیٹے اس سے دور رہیں گے اور دور رہ کر ہی اس کی رہائش کا معقول انتظام کر دیں گے تاکہ وہ کسی کی محتاج نہ رہے۔"

دوسرے دن کے اخبارات نے شین کے تمام دیوانوں کو چونکا دیا۔ کوئی یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ کسی نے جارج فری مین کو کسی ویرانے میں گولی مادی ہے۔ سب اس کی لاش دیکھنا چاہتے تھے۔ اخبارات میں یہ شائع ہو چکا تھا کہ اس کی لاش شام چار بجے تک رہے گی اس کے بعد مشرقی جرمنی بھیج دی جائے گی۔ دوپہر کو سپر ماسٹر اور اسرائیلی حکام کی طرف سے نمائندے لاش دیکھنے آئے۔ ہرزادیے سے اس کی تصویریں لیں۔ ان کے پاس اینٹی میک اپ کیمرے بھی تھے تاکہ لاش پر میک اپ کیا گیا ہو تو اس کے پیچھے چھپا ہوا چہرہ واضح ہو جائے۔ شام کو وقتِ مقررہ پر اس کی لاش ماسک مین کے پاس روانہ کر دی گئی۔ مجھے واقعی مزید دھمکی دینے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ سلارا آدھی رات سے پہلے ہی پہنچ گئی۔ اخباری رپورٹر اور فوٹو گرافر اسے گھیرے ہوئے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ وہ جواب میں کہہ رہی تھی: "میں نے اخبار میں پڑھا ہے کہ فرہاد علی تیمور نے میری رہائی کا انتظام کیا ہے۔ میں ان کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور ان کے بیٹے پارس سے فوراً ملنا چاہتی ہوں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا: "ہمیں افسوس ہے۔ پارس نہ تو پیرس میں ہے اور نہ ہی بابا صاحب کے ادارے میں۔ وہ کہاں ہے، یہ ہم بھی نہیں جانتے اور فرہاد صاحب کے متعلق تو ساری دنیا جانتی ہے کہ ان کا ٹھکانا کوئی نہیں جانتا۔ جب بھی وہ منظرِ عام پر آتے ہیں تو کسی ڈرامائی مرحلے پر ڈمی ثابت ہوتے ہیں۔"

یہ سُن کر وہ مایوس ہو گئی تھی۔ لیکن اس امید پر وہاں رہ گئی کہ پارس سے شاید جلد ہی ملاقات ہو سکے گی۔ ماسک مین نے سلارا کو واپس بھیج دیا تھا۔ اگر جوجو بھی اس کے پاس ہوتی تو اسے بھی واپس بھیج دیتا کیونکہ ٹراٹسنار مرشین اتنی آسانی سے ہاتھ آنے والی نہیں تھی۔

اور یہی بات دوسروں پر بھی صادق آتی تھی۔ جارج فری مین کی موت کے بعد کوئی اس مشین کو آسانی سے حاصل نہیں کر سکتا تھا، اس لیے مجھے امید تھی، جوجو کو جو بھی لے گیا ہے وہ اگر ہماری دُشمنی سے خوفزدہ ہے تو اسے ہمارے پاس واپس بھیج دے گا۔ اگرچہ یہ میری خام خیالی تھی لیکن کبھی کبھی پکّا کا بات بھی پوری ہو جاتی ہے۔

پارس اپنے بیڈروم میں سو رہا تھا۔ اس نے حسبِ معمول اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی۔ اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے اور وہ غیر معمولی بات ہو گئی۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے نیند بھری آنکھوں سے دیکھا۔ بستر کے قریب ہی جوجو کھڑی ہوئی تھی۔ اسے یقین نہیں آیا۔ پہلے تو اس نے سمجھا کہ خواب دیکھ رہا ہے۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا، پھر اس نے حیرانی سے پوچھا: "جوجو تم؟"

وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی: "جھوٹے، دغاباز میرے کہا، ہم پاپا کے پاس چلیں گے اور مجھ سے پہلے ہی یہاں آ کر سو رہے ہو۔"

وہ بستر سے اچھل کر تلا بازی کھاتا ہوا اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا: "اپنا ہاتھ مجھے دو۔ میں یقین کرنا چاہتا ہوں، تم میرے پاس آ گئی ہو۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا میں تمہارے پاس نہیں تھی؟" پارس نے سمجھ لیا، وہ اب تک اس کی ڈمی کے ساتھ تھی اور اس کا ذکر کر رہی ہے۔ اس نے جلدی سے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا: "میں تمہارے پاس ضرور تھا لیکن تم سے پہلے یہاں پہنچ گیا۔ اب یقین کرنا چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے پاس آ گئی ہو۔"

اس نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تب اسے یقین آیا کہ وہ خواب نہیں دیکھ رہا ہے، حقیقت ہے۔ اس نے مارے خوشی کے جوجو کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ جوجو نے اونچی ایڑی کی سینڈل پہنی ہوئی تھی۔ اس نے وہ ایڑی پارس کے پاؤں پر زور سے ماری تھی پھر الگ ہو کر بولی: "تم اب تک اچھے بچّے کی طرح میرے ساتھ ہنستے کھیلتے تھے۔ اپنے پاپا کے گھر آتے ہی گندے بچّے بننے لگے۔ میں اسی لیے یہاں آنے سے انکار کر رہی تھی، چلو ہم واپس جائیں گے۔"

"نہیں جوجو، میں پہلے کی طرح اچھا بچّہ ہوں۔ بس ذرا خوشی سے بے قابو ہو گیا تھا۔ اب ایسا نہیں ہو گا۔ آؤ پاپا سے ملتے ہیں۔"

وہ فوراً پیچھے ہٹ کر بولی: "وہ میرا دماغ تو نہیں خراب کریں گے۔ ماسا نجھ پر تنویمی عمل تو نہیں کریں گی؟"

"وہ ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ میں نے منع کیا ہے کہ میری جوجو کی مرضی کے خلاف کوئی کچھ نہ کرے۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "تمہارے ہی بھروسے پر آئی ہوں۔

دیکھو مجھے اپنے ماں باپ سے بچا کر رکھنا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کمرے سے نکلا، پھر میرے بیڈروم کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ پوچھا: "کون ہے؟"

پارس نے کہا: "پاپا! جلدی دروازہ کھولیے۔ دیکھیے کون آیا ہے۔"

میں نے فوراً اٹھ کر دروازہ کھولا تو جوجو کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے مجھے ادب سے سلام کیا مگر سہمے ہوئے انداز میں پارس کے پیچھے چلی گئی۔ وہ ہنستے ہوئے بولا: "یہ آپ سے اور ماما سے ڈر رہی ہے۔ اس کے دل سے ڈر نکالیے۔"

میں نے بڑے ہی محبت بھرے انداز میں کہا: "تم تو میری بیٹی ہو۔ میں بھلا تمہارا دماغ خراب کر سکتا ہوں۔ وہ تو میرا دماغ خراب ہو گیا تھا جو میں ایسی باتیں تمہاری ماما سے کہہ رہا تھا۔ اب میں نے تمہاری ماما کو بھی سختی سے ڈانٹ دیا ہے۔"

"آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں۔ تم تو جانتی ہو۔ اتنی بڑی دنیا میں تمہی تو ایک بیٹی ہو۔ ہم تم سے دُشمنی کبھی نہیں کریں گے۔ ہمیشہ محبت کرتے رہیں گے۔ آؤ میرے پاس۔"

وہ جھجکتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا کر چپکتے ہوئے کہا: "میری بیٹی بہت سمجھدار ہے۔ اب یہاں اطمینان سے بیٹھ کر ہمیں بتائے گی کہ اتنے دنوں تک کہاں تھی اور اب کہاں سے آ رہی ہے؟"

ہم سب کمرے میں آ گئے۔ جوجو نے کہا: "آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں، پارس سے پوچھ لیجیے۔ یہی تو میرے ساتھ تھا۔"

میں نے بات بناتے ہوئے کہا: "تمہیں یاد ہے، جب آخری بار تم میرے گھر سے نکل کر گئی تھیں تو کوکو چاکلیٹ کھا رہی تھیں؟"

"ہاں، یاد ہے۔ وہ بہت مزے کی چاکلیٹ تھی۔"

"مگر اسے کھانے سے آدمی بے ہوش ہو جاتا ہے۔ بہت کچھ بھول جاتا ہے۔ اس طرح وہ شخص جسے تم پیارا پیارا انکل کہتی ہو، اس نے پارس کو بھی وہی چاکلیٹ کھلائی تھی۔ یہ بھول گیا ہے کہ تمہارے ساتھ اتنے دنوں سے کہاں تھا اور اب میرے گھر میں کیسے پہنچ گیا ہے۔"

جوجو نے حیرانی سے پارس کو دیکھتے ہوئے پوچھا: "پارس! کیا تم سچ مچ بھول گئے ہو؟"

"مجھے اچھی طرح یاد نہیں آ رہا ہے۔ تم بتاؤ گی تو پھر یاد آ جائے گا۔"

وہ اپنی عقل کے مطابق بتانے لگی: "وہ میرے بہت پیارے پیارے انکل تھے۔ میں پھر ان سے ملنے جاؤں گی۔ میرا بہت خیال رکھتے تھے۔ مجھے بیٹی کی طرح چاہتے تھے۔ میں نے کہا، میں پارس کے بغیر نہیں رہوں گی تو انھوں نے چند گھنٹوں کے بعد ہی پارس کو میرے پاس پہنچا دیا۔ میں وہاں بہت خوش تھی۔ ہم دونوں ہنستے کھیلتے رہتے تھے۔"

میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا: "کیا تمہیں پتا ہے، تم بہت دیر تک غافل رہی تھیں۔ اپنے ہوش میں نہیں تھیں، یعنی کوما میں تھیں؟"

"میں بے ہوش نہیں ہوئی تھی، سو گئی تھی، ایک دن اور ایک رات تک سوتی رہی۔ جب بیدار ہوئی تو پیارے پیارے انکل نے بتایا کہ آپ لوگوں نے چوری چھپے میرے دماغ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ پھر میرے پیارے انکل نے مجھے اس تنویمی عمل سے نجات دلا دی۔"

"وہ جھوٹ کہتا ہے۔ ہم نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا۔ تم ہماری پیاری بیٹی ہو، وہ جھوٹ بولتا ہے۔ وہ تمہیں نادان اور بچّی سمجھ کر بے وقوف بنا رہا تھا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ کہتا ہے آپ دُشمنی کر رہے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ وہ دُشمنی کر رہا تھا۔"

پارس نے پوچھا: "جوجو! میں تمہارے لیے کیسا ہوں؟"

"تم تو بہت اچھے ہو۔"

"جب میں اچھا ہوں تو میرے پاپا بُرے کیسے ہو سکتے ہیں؟"

میں نے کہا: "تم تقریباً بارہ برس سے ہمارے ساتھ ہو۔ کیا اب سے پہلے ہم نے کبھی دُشمنی کی تھی؟"

"نہیں، آپ لوگوں نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"جب کچھ سمجھ میں نہ آئے، تو بات اپنے بزرگوں پر چھوڑ دینی چاہیے۔ بزرگوں پر نہ سہی تمہیں کم از کم پارس پر تو بھروسا ہے، اس لیے پارس کی بات کا اعتبار کرو۔ یہ بتاؤ، وہ تمہیں کیوں لے گئے تھے اور اتنی آسانی سے واپس کیوں کر دیا؟"

جوجو نے حیرانی سے پوچھا: "کیا آپ نہیں جانتے؟"

"اگر میں جانتا تو تم سے کیوں پوچھتا؟"

"پارس، تم بتا دو۔ تمہیں تو پتا ہے۔"

"میں ابھی کہہ چکا ہوں۔ میری یادداشت کچھ کمزور ہو گئی ہے اور تم جو باتیں بتاتی جا رہی ہو، مجھے یاد آتی جا رہی ہیں۔ لگے بتاؤ کیا ہوا؟"

"ارے اور کیا ہوگا۔ ہمارے پیارے پیارے انکل نے ہمیں اس لیے اپنے پاس بلایا تھا کہ وہ تمہارے دماغ میں بھی ٹیلی پیتھی کا علم ڈالنا چاہتے تھے۔"

میں نے اور پارس نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"ہاں، سچ کہہ رہی ہوں۔ ان کے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ پارس کے دماغ میں بھی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت آجائے گی تو میں خوش ہوگئی۔ سوچنے لگی، پھر تو ہم ہزاروں آدمیوں کے بیچ میں بھی خاموش رہ کر سوچ کے ذریعے خوب باتیں کیا کریں گے۔"

میں نے پریشان ہوکر پوچھا: "بیٹی! آگے بتاؤ کیا ہوا؟"

"آگے اور کیا ہونا تھا۔ وہاں ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی تھی۔ مجھے ایک بستر پر لٹایا گیا۔ پھر میرے سر پر ایک آہنی کیپ پہنائی گئی، اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔"

"کیا تم نے دیکھا تھا، دوسرے بیڈ پر پارس کو لٹایا گیا تھا؟"

"ہاں، دوسرے بیڈ پر پارس تھا۔ پوچھ لیجیے، یہ حضرت تو سامنے بیٹھے ہیں۔"

پارس نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا: "تمہیں بچی سمجھ کر احمق بنایا گیا ہے۔ میں وہاں نہیں تھا، میری ڈمی تھی۔ ذرا یاد کرو، کچھ عرصہ پہلے تم نے سنا تھا کہ سلارا اور جارج فری مین نے میری ایک ڈمی تیار کی ہے جس کے ذریعے انھوں نے اسرائیلی حکام سے ایک کروڑ ڈالر سے بھی زیادہ رقم حاصل کی۔ اس کے بعد پاپا اسے اپنے پاس لے آئے۔ پھر یہاں سے وہ تمہارا پیارا پیارا انکل اسے اغوا کرکے لے گیا۔"

پارس اسے سمجھا رہا تھا اور میرے دماغ میں سنسناہٹ سی ہو رہی تھی۔ یہ کیسے ہوسکتا تھا۔ کیا واقعی جو جو کے بیان کے مطابق کہیں ٹرانسفارمر مشین ہے، جس کے ذریعے جوجو کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم کسی دوسرے کے دماغ میں منتقل کیا گیا ہے؟

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ سونیا کے پاس پہنچا۔ اسے مختصر طور پر جوجو کے حالات بتلائے۔ وہ بھی حیران ہوکر بولی: "یہ کیسے ممکن ہے۔ یہاں شیروں کے غار کے سامنے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر ہم نے وہ بستی آباد کی ہے۔ ہم برابر محتاط رہتے ہیں۔ کسی دشمن کو اس غار کی طرف جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پھر وہ مشین کسی اور کے ہاتھ کیسے لگ سکتی ہے؟"

"تم ابھی اس غار میں جانے کا انتظام کرو اور دیکھو، مشین موجود ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو اسے پہلی فرصت میں تباہ کردو۔"

وہ اسی وقت غار میں جانے کے انتظامات کرنے لگی۔

اچھے خاصے ہتھیار اور زہریلی گیس کے بم گاڑیوں میں رکھ لیے گئے۔ پھر وہ قافلہ شیروں کے غار کی طرف روانہ ہوا۔ قریب پہنچ کر انھوں نے بم کے دھماکے شروع کیے۔ ہر طرف دھواں ہی دھواں پھیلنے لگا۔ شیر اس غار سے نکل نکل کر بھاگ رہے تھے۔ دھماکوں کی آواز جنگل میں دور تک گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد کتے ہی ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کرتے ہوئے دکھائی دیے۔ اس وقت تک سونیا غار کے اندر پہنچ گئی تھی۔

وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گیس ماسک پہنے ہوئے تھی۔ اندر دھواں ہی دھواں تھا۔ دھواں چھٹنے کا انتظار کیا جاتا رہا۔ پھر وہ سرپر پہنچ جاتے۔ اس نے جیب کی ہیڈ لائٹس روشن کردی تھیں اور اسی روشنی میں سنبل سنبل کر ڈرتا ٹہر کرتی جارہی تھی۔ آخر اس جگہ پہنچ گئی جہاں بڑے بڑے پتھر رکھے ہوئے تھے اور کچھ پتھروں کے پیچھے وہ ٹرانسفارمر مشین چھپائی گئی تھی۔ اس کے وفادار ساتھی نے جیپ سے اتر کر فوراً ہی ان پتھروں کو ایک طرف ہٹانا شروع کیا تو مشین نظر آنے لگی۔

بڑی حیرانی کی بات تھی، مشین تو اسی جگہ موجود تھی، پھر یہ تیسری مشین کہاں سے آگئی جس میں سے جوجو کو گزارا گیا تھا اور اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم کسی دوسرے کے دماغ میں منتقل کیا گیا تھا۔ کیا وہ مشین جو سونیا نکال رہی تھی، جعلی تھی اور اصلی وہاں سے کوئی لے گیا تھا؟

سونیا اس مشین کے ایک ایک حصے کے متعلق مجھے بتلانے لگی اور میں تصدیق کرنے لگا کہ یہ اصلی مشین ہے۔ پوری مشین چیک کرنے کے بعد یقین ہوگیا کہ جارج فری مین کی ٹرانسفارمر مشین وہی ہے اور اسے اب تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ سونیا وہاں سے وہ اصلی مشین لے جارہی تھی۔

غار سے نکلتے ہی ہیلی کاپٹر سے بم کے دھماکے ہونے لگے۔ سونیا کے وفاداروں نے پہاڑی کے اوپر مورچا بنا لیا تھا اور وہاں سے ہیلی کاپٹر پر فائرنگ کررہے تھے، سونیا کو وہاں سے مشین کے ساتھ نکل جانے کا موقع دے رہے تھے۔ اس کے آس پاس کئی گاڑیاں تھیں۔ دور ہیلی کاپٹر سے وارننگ دی جارہی تھی: "ہم مادام سونیا کو پہلی اور آخری بار سمجھاتے ہیں۔ اس غار سے جو سامان بھی نکالا گیا ہے، اسے کھلے میدان میں چھوڑ دیا جائے ورنہ وہ سامان کے ساتھ زندہ سلامت نہیں جاسکیں گی۔"

اس کے جواب میں سونیا کے آس پاس چلنے والی گاڑیوں کی چھتوں پر کھڑے ہوئے مسلح افراد ہیلی کاپٹر کی طرف فائرنگ کررہے تھے۔ پہاڑیوں پر سے بھی فائرنگ ہورہی تھی۔ ہیلی کاپٹر کو قریب آنے کا موقع نہیں مل رہا تھا اور سونیا کی کامیابی یہ ہے ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کرتے ہوئے اس ذے سے کاپٹر میں پہنچ گئی تھی جس کے فرش کے نیچے تقریباً بیس فٹ گہرا گڑھا تھا۔ اس میں صرف لکڑیاں بھری ہوئی تھیں۔ سونیا اور اس کے ساتھیوں نے جلدی جلدی مشین کے ہیں۔ سونیا اور اس گڑھے میں پھینک دیے۔ پٹرول چھڑک وہ تمام حصے لاکر اس گڑھے میں پھینک دیے۔ پٹرول چھڑکنے کے بعد یا گیا، پھر باہر آکر چاروں طرف سے پٹرول چھڑکنے کے بعد ل لگا دی گئی۔

کھلے میدان میں دشمنوں کی طرف سے فائرنگ ہورہی تی اور اس فائرنگ کا جواب بھی دیا جارہا تھا۔ لکڑی کے بڑے سے کاپٹر اب شعلے اُگل رہے تھے۔ سونیا کے پاس دو ہیلی کاپٹر تھے۔ اس کے ساتھی ان ہیلی کاپٹروں کے ذریعے دوسرے ہیلی کاپٹروں سے فضائی جنگ میں مصروف تھے۔ ین سے لے کر فضا کی بلندیوں تک دھماکے ہورہے تھے۔ اٹرنگ کی آوازیں دور تک جنگلوں میں گونج رہی تھیں۔ جانور ہشت زدہ ہوکر بھاگ رہے تھے۔ اس کاپٹر میں چھت کی بلندی ے کر گڑھے کی گہرائی تک آگ ہی آگ تھی۔ اب وہ آگ سانی سے بجھائی نہیں جاسکتی تھی۔ وہاں اتنا پانی بھی نہیں تھا۔ اگر وہ قریب پہنچ بھی جاتے تو اس بڑھتی ہوئی آگ کو بجھانا ممکن نہ ہوتا۔ لہٰذا مشین کے دلیرانے دور ہی دور سے رواز کرتے ہوئے اس مشین کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔

دوسرے دن کے اخبارات نے مشین کی تباہی کے سلسلے ں خبریں شائع کیں اور یہ واضح طور پر لکھا کہ اب ہماری دنیا ں کوئی ٹرانسفارمر مشین نہیں رہی ہے۔ مشین کے دیوانوں کو ایوس ہوجانا چاہیے۔ ہم بھی یہی سمجھ رہے تھے۔ دونوں مشینوں و ہم نے تباہ کیا تھا۔ تیسری مشین ہو نہیں سکتی تھی اور جو جو نے جو بیان دیا تھا وہ بچکانہ تھا اور ایک بچکانہ ذہن رکھنے والی ڑکی کے بیان پر کس حد تک یقین کیا جاسکتا تھا؟

اس سلسلے میں ایک بات کھٹک رہی تھی۔ آخر وہ اغوا نے والا جوجو کو کس مقصد سے لے گیا تھا۔ پھر اس نے کسی رح کا نقصان پہنچائے بغیر اسے آرام سے واپس کردیا تھا۔ آخر س نے ایسا کیوں کیا تھا؟ ہم دو ہفتے تک اس مسئلے میں الجھتے ہے۔ دو مشینوں کو تباہ کرنے کے بعد اگرچہ اطمینان ہوگیا تھا یکن جوجو کے بیان نے اور اس کے اغوا نے ہمیں بُری طرح لجھا کر رکھ دیا تھا۔

ٹھیک دو ہفتے بعد میں نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ لہر محسوس کی۔ پہلے تو میں نے سانس روکی۔ پھر پوچھا: "کون؟ رسونتی؟"

کسی مرد کا قہقہہ سنائی دیا۔ میں نے پوچھا: "آر مرا کیا تم ہو۔ اس طرح کیوں ہنس رہے ہو؟"

ایک اجنبی سی آواز نے ہنستے ہوئے پوچھا: "مسٹر فرہاد علی تیمور! کیا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں خوش آمدید نہیں کہو گے؟"

میں کھڑا ہوا تھا، دھپ سے صوفے پر گر پڑا۔ یہ میرے لیے بہت بڑا شاک تھا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری دنیا میں آسکتا ہے اور وہ بھی مشین کے ذریعے۔ اس کی آواز سنائی دی: "تم درست سوچ رہے ہو۔ قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی سیکھنا بہت مشکل ہے۔ ایک ٹرانسفارمر مشین کے کامیاب تجربے نے مجھے تمہارے دماغ میں پہنچا دیا ہے۔"

"تم کون ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "اپنی پیاری پیاری جوجو بیٹی کا پیارا پیارا انکل۔ میں اس معصوم لڑکی کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ جب تک زندہ رہوں گا، اسے ایک باپ کی طرح چاہتا رہوں گا۔ اس کے دماغ نے ٹیلی پیتھی کا علم مجھے دیا۔ میں نے اپنے دماغ سے ایک دوسرے ساتھی کے دماغ میں یہی علم منتقل کیا۔ میرے دوسرے ساتھی نے تیسرے کے دماغ میں منتقل کیا۔ اس طرح ہم سات ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دنیا میں نیا جنم لے چکے ہیں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "اوہ خدایا! یہ کیا ہوگیا۔ ازل سے اب تک ایک ہی شیطان تھا جو ہر انسان کے دماغ میں گھس جاتا تھا۔ اب تو دماغوں میں گھسنے والے سات شیطان اور پیدا ہوچکے ہیں۔"

بعض حقائق ایسے ہوتے ہیں جو اچانک ہی ظاہر ہوتے ہیں اور دماغ کو شدید جھٹکا پہنچاتے ہیں، جیسے بجلی کیلیا کی سیاہ بادلوں سے لپکتی ہے۔ پھر آنکھوں کو خیرہ کرتی ہوئی نہ جانے کہاں گم ہو جاتی ہے لیکن اس کی چمک دیر تک آنکھوں کو چندھیاتی رہتی ہے۔ ٹھیک ایسی ہی وہ حقیقت تھی جو میرے دماغ میں بول رہی تھی۔ اور مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہماری دنیا میں تیسری ٹرانسفارمر مشین بھی موجود ہے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطانوں کو جنم دیتی جا رہی ہے۔

بڑی حیرانی کی بات تھی۔ آخر وہ تیسری ٹرانسفارمر مشین کہاں سے آ گئی۔ وہ کب تیار ہوئی۔ کس نے بنائی۔ یہ محض میری ذاتی معلومات نہیں تھیں۔ سب جانتے تھے، ساری دنیا جانتی تھی کہ ایک ٹرانسفارمر مشین سپر ماسٹر کے ملک میں تھی، جسے ہم نے تباہ کر دیا۔ دوسری ٹرانسفارمر مشین جو افریقہ کے جنگل میں تھی، اسے بھی تباہ کرنے کا سہرا ہمارے سر رہا۔ میں نے گوڈوانی کے ذریعے مشین کا نقشہ اور اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں جلا ڈالی تھیں، البتہ ایک نقشہ سپر ماسٹر کے ملک میں رہ گیا تھا۔ میں نے اپنے دماغ میں آنے والے سے پوچھا: "تم کون ہو؟ اپنا تعارف کراؤ۔"

اُس نے ہنستے ہوئے کہا: "میں ضرور اپنا تعارف کراؤں گا لیکن یہ بات اچھی طرح سمجھ لو، تم میرا اور میرے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کا ذکر کسی دوسرے سے نہیں کرو گے۔"

"اگر ایسا کروں تو؟"

"ہم تمہارے خلاف کوئی طاقت استعمال نہیں کریں گے۔ تم زبردست قوتِ ارادی کے مالک ہو، سانس بھی روک لیتے ہو۔ ہم تمہارے دماغ میں زلزلہ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔"

"پھر کس بل بوتے پر مجھے پابند کرنا چاہتے ہو؟"

"ہم تمہارا مذاق اڑانا نہیں چاہتے۔ تم دنیا والوں سے چیخ چیخ کر کہو گے کہ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہو گئے ہیں۔ کوئی یقین نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ ہم تمہاری طرح احمقانہ انداز میں اپنی خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔"

وہ پھر اپنے مخصوص انداز میں ہنسنے لگا۔ اس کے بعد بولا: "ذرا سوچو، ذرا عقل سے کام لو۔ دو ہی ٹرانسفارمر مشینیں تھیں اور دونوں کو تم لوگوں نے تباہ کر دیا اور اُسے تباہ کر کے اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری۔ تم کسی سے کہو گے کہ میں جو کوئی بھی ہوں، تمہارے دماغ میں آ جاؤں تو لوگ تم سے سوال کریں گے۔ بھئی کوئی کیسے تمہارے دماغ میں آتا ہے؟ جبکہ تم لوگوں نے خود ہی ٹرانسفارمر مشین کا وجود اس دنیا سے مٹا دیا ہے۔"

"یہ آئندہ کی باتیں ہیں اور آئندہ کوئی بھی بات بالکل ویسی ہی نہیں ہوتی جیسی ہم چاہتے ہیں۔ ابھی تم اپنا نام اور مختصر قصہ بتاؤ۔"

کوئی بھی میدان جیت لینے کے بعد اتنی خوشی ہوتی ہے کہ آدمی بات بات پر بے اختیار قہقہے لگاتا ہے۔ وہ بھی قہقہہ لگانے لگا، پھر اُس نے کہا: "میرا نام سنو گے تو چونک جاؤ گے۔ ویسے میرا کوئی نام نہیں ہے، عہدہ ہے۔ میں سپر ماسٹر ہوں۔"

چشم زدن میں سارا معاملہ سمجھ میں آ گیا۔ میں نے کہا: "اب سمجھا تم لوگوں نے مجھ سے وہ ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کے بعد ایک اور مشین تیار کر ڈالی تھی۔"

"تم کڑی سے کڑی ملاتے جاؤ گے۔ سیدھی سی بات ہے، ہمارا کھوجی بھیجتے ہیں اور ستاروں پر کمند ڈالنے کی کوششیں کر رہے ہیں تو ایسی ٹرانسفارمر مشین کی کیا اہمیت ہے۔ ہم درجنوں مشینیں تیار کر سکتے ہیں۔ فی الحال معاملہ یہ ہے کہ ہم نے تم سے جو مشین حاصل کی تھی وہ ابھی تک ہمارے پاس ہے اور اس کی جو نقل ہم نے تیار کی تھی اُسے تم نے تباہ کر دیا۔ تم بھی خوش ہو گئے، ہم بھی خوش ہیں۔"

بے شک اتنا امیر ترین ملک ایک نہیں درجنوں مشینیں تیار کرا سکتا ہے۔ ہم تو صرف اس نقشے کے متعلق سوچ رہے تھے جو سپر ماسٹر کے ملک میں رہ گیا تھا اور جسے حاصل کر کے جلا ڈالنے کے لیے اعلیٰ حکام اور پارس دوم ابھی تک نیویارک میں تھے۔ ہم اپنے ارادوں میں بُری طرح ناکام رہے تھے۔ نقشہ تو اب ایک معمولی سی بات بن گیا تھا۔ وہاں مکمل ٹرانسفارمر مشین تیار ہو چکی تھی اور آئندہ بھی اس کے امکانات تھے۔

اُس نے کہا: "سپر ماسٹر ایک بہت بڑا اور بہت ہی خطرناک عہدہ ہے۔ ایک زمانہ صاحب سپر ماسٹر کا نام سُن کر چھوٹے بڑے تمام ممالک دہشت زدہ ہو جایا کرتے تھے کیونکہ اس عہدے پر جو شخص ہوتا تھا وہ بلا کا مکار، سیاست دان ہوتا تھا۔ اپنی سیاسی چالبازیوں سے کسی بھی حکومت کا تختہ اُلٹ دیتا تھا۔ جب سے تم نے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنا شروع کیا ہے تب سے سپر ماسٹر کی اہمیت کم ہوتے ہوتے صفر رہ گئی تھی۔ مسٹر ذہاد، تمہیں وہ ماسٹر یوشے تو ضرور یاد ہو گا؟"

"ہاں، مجھے یاد ہے اور میرے قارئین کو بھی یاد ہو گا۔ وہ پہلا سپر ماسٹر تھا جو دشمن بن کر میری زندگی میں آیا تھا۔ میں اُسے اس لیے بھی نہیں بھلا سکا ہوں کہ اُن دنوں سونیا اُس کی آلۂ کار تھی اور میری جانی دشمن تھی اور ماسٹر یوشے اس لیے بھی یاد رہے گا کہ وہی ایک ایسا سپر ماسٹر تھا جو ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔"

"ہاں، ماسٹر یوشے، جسے تم نے مار ڈالا تھا۔ تم میرے باپ کے قاتل ہو۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "باپ؟"

"میں ماسٹر یوشے کا بیٹا ہوں۔ آج سے بیس برس پہلے میں نے تم قسم کھائی تھی، میں تمہیں کتے کی موت ماروں گا اور تمہارا مقابلہ کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کروں گا، تب سے میں نے یہ علم حاصل کرنے کے ہر مرحلے سے گزرتے رہنے کی کوشش کی، برسوں تک شرح کرنے کے بعد جانے کیا کچھ کرتا رہا لیکن یہ علم حاصل نہ ہو سکا۔ ایک بزرگ نے کہا اپنے اندر انتقامی جذبہ رکھ کر کوئی بھی علم یا ہنر حاصل کرنا چاہو گے تو کبھی کامیابی نہیں ہو گی۔"

وہ ذرا توقف سے بولا: "میں بڑی اُلجھن میں تھا، اپنے اندر سے انتقامی جذبہ نہیں نکال سکتا تھا، ہر دن یہ سوچتا تھا کہ کسی طرح تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں۔ بہرحال میں نہیں جانتا کہ یہ میری بدنصیبی تھی یا انتقامی جذبہ تھا، جس نے مجھے ٹیلی پیتھی سیکھنے کا موقع نہیں دیا۔"

میں نے کہا: "اس کے باوجود تم سیکھ گئے؟"

"لوگ سچ کہتے ہیں۔ جذبہ اگر صادق ہو، ارادے اگر چٹان کی طرح مضبوط ہوں تو انسان کی خواہش ایک دن ضرور پوری ہوتی ہے۔ جب ٹرانسفارمر مشین کا بچکھلا تو میں اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ میدانِ عمل میں آ گیا، غدر کو گمان رکھا لیکن یہ قسم کھائی کہ وہ مشین ضرور حاصل کروں گا۔ چونکہ میں ماسٹر یوشے کا بیٹا ہوں، اس لیے میدان کے اعلیٰ حکام میری بہت قدر کرتے ہیں۔ مجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں۔ انھوں نے وعدہ کیا تھا اگر میں ٹرانسفارمر مشین حاصل کر لوں اور اس کے ذریعے اپنے باپ کی طرح ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لوں تو مجھے سپر ماسٹر بنا دیا جائے گا۔"

"اور تم سپر ماسٹر بن چکے ہو؟"

"دنیا کے لیے سپر ماسٹر ہوں اور تمہارے لیے موت۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا: "کب تک مار ڈالنے کا ارادہ ہے؟"

"میں اتنا ناداں نہیں ہوں کہ تمہارے لیے ایک اندھی گولی کسی اندھیرے سے پارسل کر دوں اور تم چند سیکنڈ میں تڑپ تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاؤ۔ نہیں، میں تمہیں زندہ رکھوں گا اور ایسی موت ماروں گا کہ تم لمحہ لمحہ مرتے رہو گے مگر زندہ رہو گے۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی اور تمہاری ناقابلِ شکست سونیا کی زندگی صرف تمہاری حفاظت کرتے کرتے گزر رہی گی مگر وہ بھی تمہاری حفاظت نہیں کر سکیں گے۔ میں جس عذاب میں تمہیں مبتلا کروں گا اس عذاب سے کوئی تمہیں نکال نہیں سکے گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی میں کہہ چکا ہوں یہ سب آئندہ کی باتیں ہیں اور آئندہ ہر بات اس طرح نہیں ہوتی جس طرح ہم اور تم سوچتے ہیں۔"

"درست کہتے ہو۔ تمہارے مقابلے پر آنے سے پہلے ہی میں نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ مجھے زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے لہٰذا میں آئندہ کی بات نہیں کروں گا۔"

میں نے پوچھا: "تم نے میری بیٹی جو جوڑو دو ہنستے پہلے پہنچا دیا تھا یعنی اس وقت تک تم ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر چکے تھے پھر دو ہنستے بعد مجھ سے رابطہ کیوں قائم کر رہے ہو؟"

اُس نے جواب دیا: "میں اس عرصے میں یہ یقین کرتا رہا کہ واقعی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو چکا ہے اور یہ عارضی نہیں ہے۔ میرے دماغ میں یہ علم مستقل رہے گا۔ دوسری بات یہ کہ تم میرے ملک کے ہر راز سے واقف ہو۔ تم جس وقت چاہو، پلک جھپکتے ہی یہاں قیامت جیسی تباہیاں لا سکتے ہو۔ میرے ملک کو دیکھتے ہی دیکھتے کنگال بنا سکتے ہو۔ میری قوم کو مٹا سکتے ہو۔ اس لیے میں نے سوچا پہلے اپنے ملک اور اپنی قوم کے بچاؤ کی تدبیر کر لوں۔ تمہیں فرانس کی حکومت سر پر بٹھاتی ہے، وہاں تمہیں ہر طرح کی آسائشیں اور سہولتیں میسر ہیں لہٰذا میں اس عرصے میں اُس حکومت کے اہم رازوں تک پہنچتا رہا۔ اور یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ حکومتِ فرانس کے اعلیٰ حکام آئے دن ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ کے ذریعے تقریریں کرتے ہیں، اخبارات میں اُن کی تصویریں چھپتی ہیں۔ اُن کے دماغوں تک پہنچنا کوئی بڑی بات نہیں ہے، اسی طرح فوجی جنرل اور کرنل بھی ہم سے چھپے نہیں رہ سکتے۔ مختصر یہ کہ میں نے اس ملک کا ایک ایک راز اسی طرح معلوم کیا ہے جس طرح تم ہمارے تمام رازوں سے واقف ہو۔ اگر تم نے ہمیں ایک ذرا سا بھی نقصان پہنچایا تو ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے حکومتِ فرانس کو دس جگہ سے نقصان پہنچائیں گے اور اس کا الزام تمہارے سر آئے گا۔ کیونکہ یہ نقصان ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو گا اور ٹیلی پیتھی تمہارے تین ساتھی جانتے ہیں۔ ہم تو بالکل نہیں جانتے۔"

یہ کہتے ہی وہ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگا۔ میں ابھی سانس روک کر اسے دماغ سے باہر نکال سکتا تھا لیکن اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ ابھی اُس نے کہا تھا: "میرے مقابلے پر آنے سے پہلے اُس نے یہ طے کر لیا ہے کہ کبھی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہے گا لیکن ایسے دو چار ہی لوگ ہوتے ہیں جو بڑی مشکل سے اپنی کمزوریوں پر قابو پاتے ہیں۔ وہ جتنی ڈینگیں مار رہا تھا، اس سے پتا چل رہا تھا کہ بے حد خوش فہمی میں مبتلا ہے اور یہی چیز اسے ایک دن لے ڈوبے گی۔

میں نے پوچھا: "تمہارے باقی چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی یقیناً تمہارے ماتحت ہوں گے؟"

"بے شک، وہ میرے ماتحت ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے تم نے اُن ماتحتوں کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی منتقل کرانے سے پہلے کوئی ایسی کمزوری بھی رکھی ہو گی جس

کے باعث وہ تم سے برتر نہیں ہو سکیں گے۔"

"یہ محض تمہارا خیال ہے کیا تم نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کو کسی طرح کمزور بنا کر رکھا ہے تاکہ وہ کسی موقع پر تمہارا مقابلہ نہ کر سکیں؟"

مَیں نے جواب دیا: "رسونتی میری بیوی ہے۔ وہ ہزار اختلافات کے باوجود میری دشمن نہیں بن سکتی۔ ماضی میں اُس نے دشمنوں کے فریب میں آ کر مجھ سے طرح طرح کے اختلافات کیے لیکن پھر میرے پاس چلی آئی۔ اُس نے کبھی مجھے جانی نقصان نہیں پہنچایا۔ دوسرا آرمر ہے وہ انسان کے روپ میں ایک فرشتہ ہے۔ وہ دوست اور دشمن سب سے محبت کرتا ہے۔ پھر بھلا کسی موقع پر مجھے کیسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ تیسری جو جو ہے جس کے متعلق تم اچھی طرح سمجھ چکے ہو، سُپر ماسٹر، میرا تمہارا معاملہ الگ الگ ہے۔ تمہارے پاس جو اتحت ہیں اُن میں کوئی غدار بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی کسی موقع پر دھوکا بھی دے سکتا ہے۔ لہٰذا تم نے اس سلسلے میں ضرور کوئی وارننگ بندی کی ہو گی۔"

اس بار وہ ذرا پریشان ہوا۔ ذرا سنبھل کر بولا: "مَیں سمجھ گیا تم میرے ماتحتوں میں کمزوریاں تلاش کر کے اُن کے ذریعے مجھ تک پہنچو گے۔ مَیں نے کہا نا، کہ مَیں زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہوں گا۔ ہو سکتا ہے تم ایک دن مجھ تک پہنچ جاؤ، لیکن اس سے کیا ہوتا ہے، میرے بعد جو سُپر ماسٹر آئے گا وہ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہو گا، وہ دن بھول جاؤ جب تم ہر سُپر ماسٹر کو صفر بنا دیا کرتے تھے۔ اب ہم برابر کی صلاحیتوں اور قوتوں کے مالک ہیں۔ اس بار دیکھ لینا تمہارا ایک حشر ہوتا ہے۔ آج کے بعد سے تم سسک سسک کر زندگی گزارتے رہو گے اور مَیں تمہارے پاس آتا جاتا رہوں گا۔ دیٹس آل۔"

وہ چلا گیا۔ اگرچہ ہماری گفتگو دماغ کے اندر سوچ کے ذریعے ہوتی رہی تھی لیکن مَیں اپنی زبان سے جواب دیتا رہا تھا تاکہ پارس سنتا رہے اور آنے والی نئی مصیبتوں کے متعلق اپنے طور پر رائے قائم کرتا رہے۔ مَیں نے رسونتی اور آرمر کو جناب شیخ صاحب کے دماغ میں آنے کے لیے کہا۔ پھر تینوں کو ان سات شیطانوں کے متعلق بتایا۔ وہ حیرانی سے سُن رہے تھے۔ جناب شیخ صاحب نے کہا: "یہ بہت بُرا ہوا۔ اگر وہ اسی طرح گمنام رہے اور چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے فرانسیسی حکومت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہے تو تم ٹیلی پیتھی جاننے والے بدنام ہوتے رہو گے۔ مَیں ابھی یہاں کے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرتا ہوں اور انھیں صورتِ حال سے آگاہ کرتا ہوں۔"

رسونتی نے پوچھا: "ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

"تم تینوں خیال خوانی کے ذریعے ان تمام ممالک کے سربراہوں تک پہنچو جو ہمارے دوست ہیں۔ ان سے کہو کل صبح کے اخبارات میں جلی حرفوں سے یہ خبر شائع ہونی چاہیے کہ ایک تیسری ٹرانسفارمر مشین موجود ہے اور اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والے سات شیاطین جنم لے چکے ہیں جن میں سے ایک سُپر ماسٹر ہے۔ سُپر ماسٹر کا ذکر خاص طور پر ہونا چاہیے۔"

جناب شیخ صاحب نے بہترین مشورہ دیا تھا۔ وہ گمنام رہ کر خاموشی سے خیال خوانی کے ذریعے ہمارے خلاف ساری دنیا میں غلط فہمی پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کا تو بس یہی تھا کہ ہم پر بدنامی کی آنچ آنے سے پہلے انھیں بے نقاب کیا جائے۔ رسونتی سونیا کے پاس اور آرمر اعلیٰ بی بی کے پاس چلا گیا تاکہ انھیں موجودہ حالات کے متعلق تفصیلات بتا سکیں۔ اس کے بعد وہ دوست ممالک کے سربراہوں کے پاس پہنچنے لگے۔ مَیں نے جونیئر ماسک مین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ایک بہت ہی بُری خبر ہے۔ مَیں جو کہہ رہا ہوں اُسے کمپیوٹر کے ذریعے اپنے ماسک مَین تک پہنچاؤ۔"

پھر مَیں نے اسے بھی سُپر ماسٹر اور اس کے چھ ماتحتوں کے متعلق تفصیل سے بتایا جو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر چکے تھے اور اس خطرے سے آگاہ کیا کہ ٹرانسفارمر مشین ان کے پاس موجود ہے۔ اگر ان سات شیطانوں میں سے کوئی ایک کم ہوا تو پھر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو جائے گا۔ اس طرح ماسک مَین کا ملک جو دوسری سُپر طاقت کہلاتا ہے وہ سُپر ماسٹر کے ہاتھوں بُری طرح تباہ ہو گا۔ ماسک مَین کے ملک کا کوئی راز راز نہیں رہے گا اور اُسے ایک چھوٹے حقیر ملک کی طرح سُپر ماسٹر کے قدموں میں گرنا ہو گا۔

تھوڑی دیر بعد کمپیوٹر کے ذریعے ماسک مَین کا جواب ملا۔ "جناب فریاد صاحب، واقعی آپ نے بہت بُری خبر سنائی ہے۔ اگر ہمارے ملک پر ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم برسائے جاتے تو وہ بھی ہمارے لیے اتنی دہشتناک بات نہ ہوتی۔ کیونکہ ہم طاقت میں سُپر ماسٹر کے ملک سے کسی طرح کم نہیں ہیں لیکن ان کا ٹیلی پیتھی سیکھ لینا ہمارے لیے موت کا پیغام ہے۔ آپ برا نہ مانیں، ہمیں آپ کی اطلاع پر شُبہ ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ کی اطلاع درست ہوئی تو ہماری بے یقینی خود ہمیں بہت بڑا نقصان پہنچائے گی تاہم آپ سے درخواست ہے کسی طرح ہمیں پختہ یقین دلانے کی کوشش کریں۔"

"مجھے افسوس ہے، میرے پاس یقین دلانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ سُپر ماسٹر نے یہ طے کر لیا ہے کہ اپنے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ کبھی ظاہر نہیں ہو گا۔ چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے اپنے دشمنوں سے نمٹتا رہے گا اور اس طرح سارا الزام مجھ پر اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں پر آتا رہے گا۔"

ماسک مَین کی طرف سے جواب ملا: "کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ ہمیں نقصان پہنانا چاہتے ہوں اور اس سے پہلے ہی پیش بندی کر رہے ہوں کہ کوئی اور بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو گیا ہے، وہ بھی ایک نہیں سات ہیں۔"

"مَیں جھوٹ کس لیے بولوں گا۔ کس لیے تمہارے ملک کو تباہ کروں گا جبکہ مَیں برسوں سے تمہارے ایک ایک راز سے واقف ہوں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ دو ہفتے پہلے جو جو اغوا کی گئی تھی، اُسی کے دماغ سے سُپر ماسٹر نے اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کرائی ہے۔"

ماسک مَین نے جواباً پوچھا: "ہم کیسے یقین کریں کہ جو واقعی اغوا کی گئی تھی۔ آپ نے ہم سے کہا وہ اغوا کی گئی ہے تو ہم نے یقین کر لیا۔ دیکھیے مسٹر فریاد، بُرا ماننے کی بات نہیں ہے ہم سب اپنے درمیان بے اعتمادی کی اونچی اونچی دیواریں اُٹھا چکے ہیں۔ اعتماد قائم کرنے کے لیے پہلے ان دیواروں کو گرانا ہو گا۔ ویسے ایک بات اٹل ہے، سُپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد تمھیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ایک محاذ بنانا ہو گا، ورنہ تمہاری پیشانی سے سُپر پاور کا لیبل ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔"

یہ ماسک مَین اور دوسرے تمام بڑے ممالک کے لیے لمحۂ فکریہ تھا۔ سُپر ماسٹر یہ علم سیکھنے کے بعد تمام ملکوں کو اپنے پاؤں تلے روندنے والا تھا۔ ویسے سبھی گومگو میں تھے۔ کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ سُپر ماسٹر اتنا خطرناک ہتھیار حاصل کر چکا ہے۔ جب کوئی ملک کبھی کوئی خطرناک ہتھیار ایجاد کرتا ہے تو ساری دنیا میں اس کی پبلسٹی کرتا ہے تاکہ دشمنوں کے دلوں میں دہشت بیٹھ جائے لیکن سُپر ماسٹر ٹیلی پیتھی جیسا خطرناک ہتھیار حاصل کرنے کے باوجود خاموش تھا۔ اس کا اظہار نہیں کر رہا تھا۔ ماسک مَین اور دوسرے ممالک کے سربراہ اس سے اس سلسلے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے اور وہ لاعلمی ظاہر کر رہا تھا۔ اُنھیں ہنستے ہوئے جواب دے رہا تھا: "ٹیلی پیتھی اور ہم، بھئی کہاں سے یہ علم حاصل ہو سکتا ہے جبکہ فریاد نے ہماری ٹرانسفارمر مشین تباہ کر دی۔"

وہ بڑی زبردست چالیں چل رہا تھا۔ اگر وہ خیال خوانی کا مظاہرہ کرتا تو زیادہ سے زیادہ اس کے دشمن خوفزدہ ہو جاتے۔ اُس کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے یا پھر اس کے خلاف محاذ بنانے کے لیے ہماری امداد حاصل کرتے۔ آج نہیں تو کل یہ جوڑ توڑ ہونے ہی والا تھا۔ بڑے بڑے ممالک ہمیں اپنی طرف بُلانے والے تھے۔ اس طرح سُپر ماسٹر کے مقاصد پورے نہ ہوتے۔ دوسری طرف وہ چھُپ کر خیال خوانی کے ذریعے تمام ممالک کے راز معلوم کرتا رہتا اور اپنے دشمنوں کو چپکے چپکے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے راستے سے ہٹاتا رہتا یا ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتا تو یہ سارا الزام ہم پر آتا۔

دوسرے لفظوں میں اُس کے سب سے بڑے دشمن ہم تھے۔ ہم سُپر پاور تھے۔ وہ سب سے پہلے ہماری ساکھ بگاڑنا چاہتا تھا۔ دُنیا والوں کی نظروں میں ہمیں ناقابلِ اعتبار ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ مجھے ایک ہی وقت میں نہیں مارے گا بلکہ زندہ رکھ کر ہر لمحہ مارتا رہے گا۔ اس کی چال کچھ سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ ہمیں تمام ممالک کی نظروں میں گرا کر نہ گھر کا رہنے دیتا نہ گھاٹ کا۔ اس کی پہلی کوشش یہ ہو گی کہ فرانسیسی حکومت ہمیں پناہ نہ دے، ہمیں اپنے ملک سے نکال دے۔ اس کے بعد کوئی دوسرا ملک ہمیں پناہ دیتے ہوئے خوفزدہ رہے گا کہ جہاں ہمارے قدم جائیں گے، وہاں تباہی پھیلے گی اور یہ تباہی چپ چاپ بڑے ہی پراسرار طریقے سے سُپر ماسٹر پھیلاتا رہتا۔

رسونتی نے کہا: "فریاد! اس ملک میں سات شیطان ہیں اور وہاں میرا پارس تنہا ہے۔ اسے واپس بُلا لو۔"

"اس کا مطلب ہے، وہ تمہارے کہنے سے واپس نہیں آ رہا ہے۔"

"مَیں اس کی ماں ہوں۔ بھلا وہ میری بات کیسے ٹال سکتا ہے لیکن ایسے دلائل پیش کرتا ہے کہ مَیں خاموش ہو جاتی ہوں۔"

"مَیں بھی تو سُنوں کیسے دلائل پیش کرتا ہے۔"

"کیا تم پارس کے پاس جا کر خود اس سے باتیں نہیں کر سکتے؟"

"اچھا جا رہا ہوں۔ تم بھی آؤ۔"

ہم دونوں خیال خوانی کے ذریعے پارس دوم کے پاس جانا چاہتے تھے۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ مَیں نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو، کون ہے؟"

"پاپا! مَیں آپ کا بیٹا پارس اوّل بول رہا ہوں۔"

"کیا بات ہے بیٹے؟"

"کیا جوجو گھر واپس آ گئی ہے؟"

"نہیں تو۔ بھئی وہ تمہارے ساتھ گئی تھی، بات کیا ہے؟"

"ہم پندرہ منٹ پہلے ایک ساتھ تھے۔ ایفل ٹاور کے قریب اوپن ریسٹورنٹ میں پہنچ کر اُس نے کہا: 'آئس کریم کھائے گی اور مَیں کافی پینا چاہتا تھا۔ لہٰذا سیلف سروس کے طور پر یہ چیزیں لانے کے لیے اندر گیا۔ وہاں مجھے کیو میں رہ کر انتظار کرنا پڑا جب یہ چیزیں لے کر باہر آیا تو وہ اپنی میز پر نہیں تھی۔ مَیں نے دُور دُور تک نظریں دوڑائیں کبھی گٹ پاتھ پر آ کر دیکھا، کبھی ریستوران کے اندر گیا لیکن وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہی ہے۔"

"تم وہیں رہو، مَیں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

مَیں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور جوجو کے دماغ میں پہنچا پہلے تو اُس نے سراسر روکی۔ پھر پوچھا: "پیارے پیارے انکل! کیا آپ ہیں؟"

"نہیں بیٹی، میں تمہارا پاپا ہوں۔"

"کیا بات ہے پاپا؟"

"تم جس کے ساتھ بیٹھی ہو، اس کی طرف دیکھو۔"

اُس نے میری ہدایت کے مطابق دیکھا تو پارس اس کے ساتھ بیٹھا ہوا کارڈ پلیئو کر رہا تھا۔ فوراً بات سمجھ میں آگئی۔ میں نے کہا۔ "بیٹی، تمہیں دھوکا ہو رہا ہے۔ یہ تمہارا پارس اوّل نہیں ہے یہ ڈمی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں اپنے پارس کے ساتھ آپ کے گھر سے چل کر یہاں آئی ہوں اور آپ اپنے بیٹے کو ڈمی کہہ رہے ہیں۔"

"بیٹی، تمہیں چکر دیا گیا ہے۔ جس وقت پارس ریسٹورنٹ میں سیف سروس کے لیے اندر گیا تو اس کے بعد کیا ہوا مجھے بتاؤ۔"

"اور کیا ہونا تھا۔ پارس اندر سے خالی ہاتھ آیا۔ اُس نے کہا یہاں میری پسند کی جیلی آئس کریم نہیں ہے۔ کسی بڑے سے آئس کریم پارلر میں کھائیں گے۔"

"بیٹی، اُس نے تم سے جھوٹ کہا ہے۔ وہاں تمہاری پسند کی جیلی آئس کریم ہے۔ پارس تمہارے لیے آئس کریم اور اپنے لیے کافی لایا تھا مگر تم ڈمی کے ساتھ جا چکی تھیں۔"

وہ ہنسنے لگی پھر ڈمی پارس سے بولی۔ "تم نے کچھ سنا۔ پاپا کیا کہہ رہے ہیں؟"

وہ بولا۔ "اچھا تو ہمارے پاپا ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ذرا میں بھی سنوں، وہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

جوجو نے اُسے میری تمام باتیں بتائیں۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "پاپا بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اس سے کایا علاج ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو ڈمی کہہ رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر اُس نے قہقہہ لگایا۔ جوجو بھی اُس کے ساتھ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا۔ "جوجو! اگر یہ ڈمی نہیں ہے تو اس سے کہو۔ مجھے اپنے دماغ میں آنے دے۔"

جوجو نے کہا۔ "پارس! تم اپنے پاپا کو دماغ میں آنے دو۔"

"اوہ شیور، موسٹ ویلکم۔ پاپا تشریف لائیے۔"

میں نے اُس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اُس نے سانس روک لی۔ میں نے دوبارہ کوشش کی۔ اُس نے دوبارہ سانس روک لی۔ پھر جوجو سے بولا۔ "واہ، کمال ہے۔ میں پاپا کا انتظار کر رہا ہوں مگر وہ میرے دماغ میں نہیں آ رہے ہیں۔"

میں نے جوجو سے کہا۔ "یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں دماغ میں جانا چاہتا ہوں یہ سانس روک لیتا ہے۔"

جوجو نے کہا۔ "پارس کیا بات ہے، پاپا کہتے ہیں وہ تمہارے پاس آنا چاہتے ہیں، تم سانس روک لیتے ہو۔"

ڈمی نے کہا۔ "واہ۔ یہ سفید جھوٹ ہے بلکہ یہ ہمارے پاپا نہیں ہیں۔ جو جو ہمیں دشمنوں سے ہوشیار رہنا چاہیے یہ کوئی دشمن ہے جو پاپا بن کر تمہارے پاس آ رہا ہے اور یہ تمہارا قدرے ربا ہے کہ تم اپنے پاس آنے نہیں دیتا ہوں۔ ذرا تم ہی عقل سے سوچو۔ کہ وہ میرے سامنے ہیں۔ بھلا میں کیوں دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔"

جوجو نے کہا۔ "اے مسٹر تم کون ہو؟ کیوں پاپا بن کر میرے دماغ میں آ رہے ہو۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے سانس روک لی۔ میں نے دوسری بار اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کی تو اُس نے پھر سانس روک لی۔ تیسری بار بھی اُس نے یہی کیا۔ میں نے اپنے پارس سے کہا۔ "اس کے ساتھ ڈمی چکر چل گیا ہے۔ تم یہیں انتظار کرو۔ میں ابھی رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میں نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "ہیلو کون ہے؟"

کسی اجنبی نے کہا۔ "فرہاد! تم نے کوشش کر لی۔ کیا جوجو پارس کے پاس سے واپس لا سکتے ہو؟"

"کون ہو تم؟"

"سپر ماسٹر کا ایک ادنیٰ خادم ہوں اور تمہارے خیال کے مطابق دوسرا شیطان۔"

"تم ایسی حرکتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"آخر شیطان ٹھہرا، اُلٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہی رہوں۔"

"میں نہیں مانتا۔ کسی خاص مقصد کے تحت جوجو کو دو پارس کے درمیان اُلجھایا جا رہا ہے۔"

"تم تو سمجھانے سے پہلے ہی سمجھ لیتے ہو۔ پھر پوچھتے کیوں ہو۔"

"میں پوچھ رہا ہوں، اس کا مقصد کیا ہے؟"

"بھئی پچھلے دنوں ہم نے جوجو اور ڈمی پارس کو اپنے مقصد کے لیے اغوا کیا تھا۔ اس عرصے میں ڈمی پارس جوجو سے متاثر ہو گیا ہے اور اس سے محبت کرنے لگا ہے۔ اُس کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہے۔ اگر وہ ڈمی ہمارے بہت کام کی چیز ہے پھر ہم اس کی خواہش کیسے پوری نہ کریں۔"

میں نے غصے سے تھملا کر کہا۔ "وہ میری بہو ہے۔ اگر ڈمی نے اُسے کبھی میلی نیت سے ہاتھ لگایا تو میں اُس کے ساتھ تمہیں بھی خاک میں ملا دوں گا۔"

"جب جی چاہے خاک میں ملا دینا۔ فی الحال اپنے بیٹے سے کہو، وہ اپنی عزت کی حفاظت کرے ورنہ ڈمی کو جب بھی موقع ملا وہ اُسے اُڑا لے جائے گا۔"

"شیطان کے بچے، تمہارا سپر ماسٹر جوجو کو بیٹی کہتا ہے۔ اُس کا احسان مانتا ہے کہ اُس کے ذریعے نیلی پیتھی کا علم اسے حاصل ہوا اور تم اس کی عزت کو خطرے میں ڈال رہے ہو۔"

"سپر ماسٹر نے جوجو کو بیٹی کہا ہے۔ میں نے تو نہیں کہا۔ کیا بات اب تک تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں ایسے مواقع پیدا کر رہا ہوں کہ پارس جنون میں مبتلا ہو کر ڈمی سے ٹکرا جائے۔"

"تعجب ہے، کیا تم لوگوں کو یہ خوش فہمی ہے کہ وہ ڈمی میرے بیٹے کے مقابلے پر ایک لمحے کے لیے بھی ٹھہر سکے گا۔"

"کیوں نہیں، کیا تم بھول گئے کہ تمہارے ہی بیٹے پارس اوّل نے دماغ سے تمام صلاحیتیں اُس ڈمی کے دماغ میں منتقل کی تھیں۔ وہ تمہارے بیٹے کے ایک ایک داؤ پیچ اور اُن کے توڑ جانتا ہے۔"

"بے شک یہ دماغی صلاحیتیں تھیں اور ڈمی کے دماغ میں منتقل کر دی گئیں۔ لیکن ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جسمانی صلاحیتیں منتقل نہیں ہوتیں۔ ماسٹر والسورد کی نے میرے دونوں بیٹوں کو جسمانی طور پر فولاد بنا دیا ہے۔ تم کہتے ہو۔ ڈمی پارس تمہارے بہت کام کا آدمی ہے۔ پھر اُس کام کے آدمی کو اپاہج کیوں بنانا چاہتے ہو؟"

اُس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "اُس وقت سے ڈرو جب تمہارے بیٹے کا ٹکراؤ ڈمی سے ہو گا۔ ابھی میں نہیں بتاؤں گا کہ ڈمی اُسے کس طرح اپاہج بنائے گا۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ فی الحال اپنے بیٹے کو سمجھاؤ، ڈمی کے پیچھے نہ جائے۔ ٹھیک دس بجے جوجو اسی ریستوران کی اسی میز پر پہنچا دی جائے گی۔"

اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بیلو بیلو کہہ کر دو تین بار کریڈل کو کھٹکھٹایا پھر ریسیور رکھ دیا۔ رسونتی نے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، یہ کیا چکر چل پڑا ہے۔ تم کہتے ہو، وہ لوگ خیال خوانی جانتے ہیں۔ اُس ٹیلیفون کرنے والے کے بیان کے مطابق وہ دوسرا شیطان ہے۔ لیکن وہ خیال خوانی کے ذریعے تمہارے دماغ میں نہیں آ رہا تھا۔ ٹیلی فون سے باتیں کر رہا تھا۔"

"رسونتی! وہ لوگ بہت ہوشیار ہیں۔ یقیناً میرے دماغ میں پیر ماسٹر یا وہ دوسرا شیطان آیا ہو گا۔ چونکہ تم میرے دماغ میں مسلسل موجود ہو لہٰذا اس کی آمد کا پتا نہیں چل سکا۔ میں نے حالتِ نیند روکی تو اُس نے سمجھ لیا ہو گا کہ تم یہاں موجود ہو۔ لہٰذا انھوں نے مجھے مخاطب نہیں کیا۔ سپر ماسٹر نے اپنے اس ماتحت کو جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور جو اس وقت پیرس میں ہے، اُسے خیال خوانی کے ذریعے ہدایت کی ہو گی کہ مجھ سے ٹیلی فون کے ذریعے بات کرے اور اُس نے یہی کیا تھا۔"

"اس وقت سات بجے ہیں اور جو جوات دس بجے سے پہلے پارس کے پاس واپس نہیں آئے گی۔ تم اس چکر میں میرے بیٹے کے پاس نہیں جا سکو گے۔"

"تمہارا بیٹا کہیں بھاگا نہیں جا رہا ہے۔ میں اُس سے دس بجے کے بعد رابطہ قائم کروں گا۔ تم جاؤ۔"

"میں جا کر اُسے سمجھاتی ہوں۔ وہ اپنی رہائش گاہ سے باہر نہ نکلے اگر اُن سات شیطانوں میں سے کسی نے پہچان لیا تو وہ مصیبتوں میں پھنس جائے گا۔"

"تم اُسے سمجھا بھی دو اور ہو سکے تو نیویارک جا کر اُس کے گلے میں تعویذ باندھ دو۔ کسی مزار پر جا کر منت مان لو کہ تمہارا بیٹا ان سات شیطانوں کی نظروں میں نہ آئے۔ تم جو کر سکتی ہو کرو، مگر یہاں سے چلی جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے پارس اوّل کے پاس آ کر کہا۔ "بیٹے یہ سارا چکر سپر ماسٹر نے چلایا ہے۔ اُس کا دوسرا شیطان کہتا ہے کہ ڈمی بھی جوجو کو پسند کرنے لگا ہے۔ اُس کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہے لہٰذا اُسے موقع دیا جا رہا ہے۔ اس طرح وہ تمہاری غیرت کو للکارنا چاہتے ہیں تاکہ تم جنون میں مبتلا ہو کر ڈمی سے ٹکرا جاؤ۔"

"لیکن ڈمی کا بچہ ہے کہاں؟ آپ کچھ نشاندہی کریں۔ میں اُس سے نمٹ لوں گا۔"

"دوسرے شیطان کی باتوں سے پتا چلتا ہے، انھوں نے ڈمی کو بڑی اچھی طرح تیار کیا ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تمہارے دماغ کی تمام صلاحیتیں اُس کے دماغ میں منتقل کی ہیں وہ تمہارے ہر داؤ پیچ کو اور اُس کے توڑ کو سمجھتا ہے۔ انھوں نے کچھ ایسا منصوبہ بنایا ہے کہ کسی طرح تم دونوں کا ٹکراؤ ہو اور اس ٹکراؤ میں خدا نہ کرے، تم اپاہج بن جاؤ۔ بیٹے میں مشورہ دیتا ہوں، جوش اور جذبات میں نہ آنا۔ سہولت سے کام لو۔ اُن کی چالوں کو سمجھتے ہوئے ڈمی تک پہنچو۔"

"یعنی میں ابھی اُس ڈمی کو تلاش نہ کروں۔ اس ریستوران میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہوں اور دس بجے تک جوجو کی واپسی کا انتظار کرتا رہوں؟"

"کبھی کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے کہ بڑے بڑے شہ زوروں کو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر چپ چاپ بیٹھے رہنا پڑتا ہے۔ تمہی بتاؤ، میں کیا کر سکتا ہوں، جو جوجو مجھے اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتی۔ میں یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ وہ ڈمی کے ساتھ کہاں جا رہی ہے، میں یہاں کے پولیس والوں سے کب تک ایسی خدمات لیتا رہوں کہ جوجو بار بار غائب ہوتی رہے اور وہ بار بار اُسے تلاش کرتے رہیں۔ یہ ہمارا مسئلہ ہے۔ ہمیں اس سے نمٹنا چاہیے۔"

پارس کارڈ پلیئو کر رہا تھا اور مختلف ہوٹلوں اور کلبوں میں جا کر اُسے تلاش کر رہا تھا۔ میں نے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے کہا۔ "آپ لوگوں کو بار بار زحمت دے رہا ہوں مگر مجبوری ہے، یہ میری بہو کی عزت کا سوال ہے۔ ایک ڈمی پارس اُسے کہیں لے کر اسی شہر میں گھوم رہا ہے۔ وہ کسی ریستوران، کلب یا تھیٹر وغیرہ میں پایا جا سکتا ہے۔ پلیز، آپ اپنے ذرائع استعمال کر کے کسی طرح جوجو کو ڈھونڈ نکالیں۔ اُس کے ساتھ جو بھی پارس ہو، اُسے حراست میں لے لیں۔"

"میں ایسی احکامات صادر کرتا ہوں۔"

"ایک بات کا خاص خیال رکھیں۔ جوجو کی تلاش میں جن سراغرسانوں کو بھیج رہے ہیں، وہ بوگا کے ماہر ہوں تو بہتر ہے، اور اگر نہ ہوں تو اُن سے کہیں کے گونگے بہرے بن کر جوجو کو تلاش کریں اور کسی بھی پارس کے سامنے زبان نہ کھولیں۔"

ڈائریکٹر جنرل نے اپنے ماتحت کو حکم دیا۔ "اپنے تمام ایجنٹ سراغرسانوں کو جوجو کی تلاش میں روانہ کردو اور انھیں خاص طور پر یہ ہدایت کردو کہ وہ کسی بھی پارس کے سامنے اپنی زبان نہ کھولیں، بلکہ گونگے اور بہرے بن کر رہیں۔"

اُس کا ماتحت ٹیلی فون اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے تمام سراغرسانوں کو یہ ہدایات پہنچانے لگا، تقریباً نو بجے فون کی گھنٹی بجی۔ مَیں نے ریسیور اٹھایا تو انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔ "جناب، ہم نے پارس کو گرفتار کرلیا ہے۔ یہ کہتا ہے، اصلی پارس ہے اور آپ کا بیٹا ہے۔ آپ تصدیق کرلیں۔"

دوسرے ہی لمحے فون پر پارس اوّل کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "پاپا! یہ کیا ہو رہا ہے، جسے گرفتار کرنا چاہیے وہ آزاد گھوم رہا ہے اور مجھے یہاں پکڑ کر لایا گیا ہے۔"

"مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔ میں تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔"

اُس نے اپنے دماغ کے دروازے کھول دیے، پھر مَیں نے ڈائریکٹر جنرل سے کہا۔ "یہ میرا اپنا بیٹا ہے۔ مَیں نے آپ سے کہا تھا جو پارس جوجو کے ساتھ دیکھا جائے اُسے گرفتار کیا جائے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے اپنے ماتحتوں کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ "احکامات کو غور سے سنو اور اسی کے مطابق عمل کرو۔ جو پارس جوجو کے ساتھ دیکھا جائے، اُسے حراست میں لو۔ یہ ہمارا اصلی پارس بابا ہے۔"

پارس کو رہا کر دیا گیا۔ وہ پھر اپنی کار میں بیٹھ کر جوجو کی تلاش میں نکل پڑا۔ اس ملک کے سراغرساں بہت ہی ذہین اور تجربہ کار تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر وہ جوجو کو تلاش کرنے میں کیوں ناکام ہو رہے ہیں۔ پارس بھی ناکام ہو رہا تھا۔ آخر تھک ہار کر وہ دس بج کر دس منٹ پر جب اُسی ریستوران میں پہنچا جہاں جوجو اُس سے بچھڑ گئی تھی تو اُس نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی، وہ اُسی میز کے پاس کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی، وہ تیزی سے چلتا ہوا اُس کے پاس پہنچا۔ پھر ایک کرسی کھینچ کر اُس پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "تم کہاں چلی گئی تھیں؟"

وہ حیرانی سے بولی۔ "یہ کیسا سوال کر رہے ہو، مَیں تو تمھارے ساتھ تھی۔ تم ابھی یہ کہہ کر گئے تھے کہ گاڑی کو ایک جگہ پارک کر کے آرہے ہو۔"

"مَیں تمھاری تلاش میں کسی ایک جگہ گاڑی کو پارک نہ کر سکا۔ سات بجے سے اس وقت تک تمھیں تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ ہم پاپا کے گھر سے نکل کر ایک ساتھ گھومتے پھرتے رہے ہیں۔ کتنا مزہ آتا رہا۔ سرکس میں وہ جوکر کتنا ہنساتا رہا۔ کیا یہ سب کچھ بھول گئے اور اب آکر مجھے ڈانٹ رہے ہو؟"

وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ پھر مُنہ پر ہاتھ رکھ کر حیرانی سے پارس کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "اوہ نہیں تو بھول ہی گئی تھی۔ تم نے مجھے پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ ہمارے دشمن تمھارے دماغ کو بہکا رہے ہیں، وہ کبھی کبھی تمھارے دماغ سے چند منٹ پہلے کی باتیں بھلا دیتے ہیں، شاید وہ دشمن یہی کر رہے ہیں۔ آگ لگے ایسے دشمنوں کو۔ ذرا مَیں اُن کی آواز سُن لوں تو اُن کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کردوں گی۔"

پارس نے کہا۔ "اچھا، تو اُس ڈمی کے بچے نے تمھیں پہلے سے ہی یہ سمجھا دیا ہے کہ میرا دماغ اُلٹ سکتا ہے، مَیں باتیں بھول سکتا ہوں۔ وہ کم بخت خوب چکر چلا رہا ہے۔"

جوجو نے اُس کے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے کہا۔ "پارس خاموش ہوجاؤ، مَیں پاپا سے کہوں گی، وہ تمھارے دماغ میں آکر اس دشمن کو وہاں سے نکال دیں، پھر تمھیں سب کچھ یاد آجائے گا۔"

پارس نے کہا۔ "تم یہ بتاؤ، کیا اُس ڈمی نے تمھارا ہاتھ پکڑا تھا؟"

"تم خواہ مخواہ ڈمی کہے جا رہے ہو، جب کہ تم میرے ساتھ تھے۔"

"چلو، مَیں ہی تمھارے ساتھ تھا، مجھے کچھ نہیں یاد آرہا ہے۔ یہ بتاؤ، کیا مَیں نے تمھارا ہاتھ پکڑا تھا؟"

"ہاں، تم نے ہاتھ پکڑا تھا۔"

"کیا مَیں نے تمھیں سینے سے لگایا تھا؟"

"توبہ، توبہ، کیسی گندی باتیں کر رہے ہو، ایسا تو گندے بچے کرتے ہیں۔ اگر تم ایسا کرتے تو مَیں تم سے دُور بھاگ جاتی پھر کبھی تم سے بات نہ کرتی۔"

پارس نے اطمینان کی سانس لی کہ اُس کی معصومیت کو ٹھیس نہیں پہنچی تھی، لیکن ڈمی کا وجود تشویش ناک تھا۔ آج ایسا نہیں ہوا، آئندہ ہو سکتا تھا، لہٰذا اب ڈمی تک پہنچنا بہت ضروری ہو گیا تھا۔

اُس نے جوجو کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "چلو، ہم گھر چلیں گے۔"

وہ دونوں اُٹھ گئے۔ وہاں سے چلتے ہوئے کار کی طرف آنے لگے تو انٹیلی جنس والوں نے راستہ روک لیا۔ اُن کے ساتھ کچھ مسلح سپاہی بھی تھے۔ ایک سراغرساں نے پارس کو ریوالور دکھاتے ہوئے ایک کاغذ کی پرچی بڑھائی۔ پارس نے اُسے لے کر دیکھا۔ پرچی پر لکھا تھا۔ "تم زیرِ حراست ہو۔ ہم سے زبان کھلوانے کی ناکام

کوشش نہ کرنا۔ ہم جانتے ہیں تمھارے پیچھے ٹیلی پیتی جاننے والے دشمن چھپے ہوئے ہیں، لہٰذا چپ چاپ ہمارے ساتھ چلو۔"

پارس نے وہ پرچی پڑھ کر بے بسی سے اُس سراغرساں کو اور دوسرے سپاہیوں کو دیکھا، پھر کہا۔ "مسٹر! اب سے ایک گھنٹا پہلے بھی مجھے ہی حراست میں لیا گیا تھا، تمھارے ڈائریکٹر جنرل کے پاس پہنچایا گیا تھا، پھر میرے پاپا نے تصدیق کی، مَیں اصلی پارس ہوں۔"

اُس کے ساتھ کھڑے ہوئے دوسرے سراغرساں نے پرچی پر کچھ لکھا، پھر اُسے پارس کی طرف بڑھا دیا۔ اُس میں لکھا ہوا تھا۔ "اگر تم اصلی پارس ہو تب بھی ہم تصدیق کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ کم آن۔"

پارس نے ایک گہری سانس لی۔ پھر جوجو سے کہا۔ "آؤ، پتا نہیں تمھاری نادانیاں کیا کیا گُل کھلائیں گی۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ مَیں نے ریسیور اُٹھا کر سُنا۔ ڈائریکٹر جنرل کہہ رہا تھا۔ "مسٹر زیاد! ہم نے جوجو کے ساتھ پارس کو پکڑ لیا ہے۔ یقیناً یہ ڈمی ہے لیکن اصل ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ آپ اُس کے دماغ میں پہنچ کر تصدیق کرلیں۔"

تھوڑی دیر بعد پارس کی آواز ریسیور پر سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "پاپا! یہ کیا مصیبت ہے۔ مجھے دوبارہ پکڑ لیا گیا ہے۔ مَیں دماغ کے دروازے کھول چکا ہوں، آپ تشریف لے آئیں۔"

مَیں نے اُس کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے خیالات پڑھے، پھر ڈائریکٹر جنرل سے کہا۔ "آپ کو پھر غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ میرا اصلی بیٹا ہے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔ "کمال ہے صاحب! تھوڑی دیر پہلے آپ نے اُس پارس کو اصلی کہا تھا۔ اب یہ جوجو کے ساتھ پکڑا گیا ہے۔۔۔"

مَیں نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔ "جوجو کے ساتھ گھومنے والا پارس تھوڑی دیر پہلے فرار ہو چکا ہے۔ بہرحال آپ کا شکریہ، ہمیں جوجو مل گئی۔ آپ اپنے آدمیوں کی نگرانی میں انھیں اُن کے کوچ تک پہنچا دیں۔"

مَیں نے ریسیور رکھ دیا۔ پارس اور جوجو اُس جھیل کے کنارے اپنے کوچ میں رہنے لگے تھے۔ مَیں چاہتا تھا، دونوں کو زیادہ سے زیادہ تنہائی میسّر ہو اور وہ ایک دوسرے سے گھلتے ملتے رہیں تو شاید جوجو ازدواجی وظیفہ ادا کرنے کی طرف مائل ہو جائے۔

مَیں نے اچانک سانس روک لی پھر آہستہ آہستہ سانس لینے لگا۔ مجھے سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو ہنر باد! یہ چکر کیسا رہا؟"

مَیں نے کہا۔ "اس بار وہ ڈمی جوجو کے قریب آئے گا تو پہلے مارا جائے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "مَیں تمھاری ہی بات دُہرا رہا ہوں۔ یہ سب آئندہ کی باتیں ہیں اور آئندہ اس طرح نہیں ہوتا جس طرح ہم اور تم سوچتے ہیں، مَیں تم سے کہنے آیا ہوں، یہ ایک معمولی سا نمونہ ہے۔ آج ڈمی نے جوجو کو ہاتھ نہیں لگایا ہے لیکن کل اس کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

"تم کس قدر ذلیل اور کمینے ہو۔ جوجو کو بیٹی کہتے ہو اور اُسے ڈمی پارس سے ملوث کرنا چاہتے ہو؟"

"جوجو ابھی کنواری ہے۔ صرف نکاح پڑھانے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ اگر ڈمی سے متاثر ہو جائے گی اور اُس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا چاہے گی تو یہ میرا فرض ہے کہ مَیں ایک بزرگ کی حیثیت سے اپنی بیٹی کو ڈمی پارس سے منسوب کر دوں۔ اس پر تم اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہو؟"

"کیا تم یہی دھمکی دینے آئے ہو؟"

"نہیں، مَیں تمھیں یہ بتانے آیا ہوں کہ اس ملک کے ایک ایک اہم افسر کے دماغ میں پہنچ چکا ہوں۔ جس وقت تم انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے ورخواست کر رہے تھے کہ جوجو کو تلاش کیا جائے اور اُس کے ساتھ پائے جانے والے پارس کو حراست میں لیا جائے تو مَیں اُس کے دماغ میں موجود تھا۔ جب ڈائریکٹر جنرل نے اپنے ماتحت کو حکم دیا تو مَیں ماتحت کے پاس موجود تھا، اور جب ماتحت نے سراغرسانوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ جوجو کے ساتھ پائے جانے والے پارس کے سامنے گونگے اور بہرے بن جائیں تو اُن سب نے یہی کرنے کا وعدہ کیا اور جب زبان سے وعدہ کیا تو مَیں اُن سب کے دماغوں میں پہنچتا چلا گیا۔ یہ تم جانتے ہو کہ مَیں تنہا نہیں ہوں۔ میرے ساتھ اور بھی شیطان ہیں۔ لہٰذا تمھارے سارے سراغرسانوں کے دماغوں میں وہ بھی پہنچے رہے ہیں اور انھیں جوجو کی تلاش سے بھٹکاتے رہے ہیں۔ انھوں نے کسی بھی سراغرساں کو اس سرکس کی طرف جانے نہیں دیا جہاں جوجو ڈمی کے ساتھ گئی تھی۔"

"کیا تمھاری بات ختم ہو گئی؟"

"نہیں، ایک بات اور، جوجو تمھارے گلے کی ہڈی بن گئی ہے۔ نہ تم اُسے نگل سکتے ہو، نہ اُگل سکتے ہو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارا بیٹا پارس ڈمی سے نہ ٹکرائے اور بابا ہیچ نہ بنے تو ایک تیسرا راستہ بھی ہے جوجو کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دو۔ وہ وہاں محفوظ رہے گی اور ڈمی پارس کبھی وہاں تک پہنچ نہیں سکے گا۔"

دشمن کتنا بہترین مشورہ دے رہا تھا۔ جوجو بابا صاحب کے ادارے میں پناہ لیتی تو ڈمی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تھا اس طرح ہمیں اُس کی طرف سے آئندہ کوئی پریشانی نہ ہوتی۔ میں نے کہا "میئر ماسٹر، کیا تم مجھے جوجو کی طرح نادان سمجھتے ہو۔ تم اُسے ادارے میں پہنچانا چاہتے ہو تاکہ اُس کے ذریعے وہاں کی ایک ایک بات سے واقف ہو سکو۔"

"اس کے لیے جوجو ضروری نہیں ہے۔ تمھارے بابا صاحب کے ادارے میں ایسے طلبہ و طالبات ہیں جو نہ تو یوگا کے ماہر ہیں اور نہ ہی اُن کے دماغ حساس ہیں۔ میں ایسے طلبہ و طالبات کے ماتھوں تک پہنچ رہا ہوں۔ ایک دن بہت اہم انکشافات کروں گا فی الحال رات زیادہ ہو گئی ہے، تمھاری بہو اور بیٹا اپنے کاٹیج میں پہنچ جائیں گے۔ تم بھی آرام سے سو جاؤ۔ سو فار۔"

وہ مجھے آرام سے سونے کا مشورہ دے کر چلا گیا لیکن میری نیند اُڑا گیا۔ ہو سکتا ہے اُس نے جھوٹ کہا ہو۔ لیکن یہ سچ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے ادارے کے طلبہ و طالبات تک پہنچ رہا ہے اور اُن کے ذریعے ادارے کے اہم رازوں تک بھی پہنچتا چلا جائے گا۔ میں نے جناب شیخ صاحب کو مخاطب کیا اور اپنی پریشانی ظاہر کی۔ انھوں نے کہا "تم ابھی اس مسئلے پر پریشان ہو رہے ہو۔ میں تو اُسی وقت سمجھ گیا تھا جب تم نے بتایا تھا کہ میئر ماسٹر اور اُس کے چھ ماتحتوں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیا ہے۔ میں نے اُسی دن ادارے کے ایسے افراد کی فہرست بنائی، جو نہ تو یوگا کے ماہر ہیں اور نہ ہی جن کے دماغ حساس ہیں۔ ایسے ایک سو چالیس افراد کی فہرست تیار ہوئی۔ اُن میں جو بہت زیادہ اہم تھے، میں نے انھیں ادارے میں روک لیا تاکہ اُن پر تنویمی عمل کر کے اُن کے دماغ کو حساس بنایا جائے۔ باقی تمام لوگوں کو ادارے سے باہر جانے کا حکم دیا۔ باہر اُن کی رہائش کا معقول انتظام کر دیا گیا ہے اور جن لوگوں کو ادارے میں روکا گیا ہے اُن پر تنویمی عمل ہو چکا ہے۔ تمھیں اس سلسلے میں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جاؤ آرام سے سو جاؤ۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ پھر میں نے سرانسراں کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ جوجو اور پارس کو اپنی نگرانی میں کاٹیج تک لے گیا تھا۔ پتا چلا، وہ دونوں خیریت سے وہاں پہنچ گئے ہیں اور اُس کاٹیج کے چاروں طرف سخت پہرا لگا دیا گیا ہے۔ میں فی الحال اُن کی طرف سے مطمئن ہو گیا لیکن میرے نصیب میں نیند نہیں تھی۔ رسوتی نے کہا تھا، میں پارس دوم سے رابطہ قائم کروں۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ ناراض ہو جاتی۔ لہٰذا اُس کی ناراضگی سے بچنے کے لیے میں پارس دوم کے پاس پہنچ گیا۔

□

پتھر کو دانتوں سے چبایا نہیں جا سکتا، دانت ٹوٹ جاتے ہیں۔ سوئٹی بھی ہزار کوششوں کے باوجود پارس دوم جیسے پتھر کو ترنوالہ نہ بنا سکی۔ وہ دولت مند باپ کی مغرور بیٹی تھی۔ بہت ضدی تھی۔ پارس نے اُسے بُری طرح متاثر کیا تھا۔ وہ بھی اُسے متاثر کرنا چاہتی تھی لیکن اس کا کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

ایک روز اس نے فون پر پارس کو مخاطب کیا۔ "ہیلو علی مراد، میں تمھارے پاس ایک وڈیو فلم بھیج رہی ہوں۔ اسے ضرور دیکھنا۔"

پارس وہاں علی مراد کے نام سے آیا تھا اس نے کہا "میرے پاس اتنا وقت ہے اور نہ ہی مجھے فلموں سے کوئی دلچسپی ہے۔"

"میری خاطر اس فلم کو ضرور دیکھ لینا۔"

اُس نے بیچھا چھڑانے کے لیے کہا "اچھی بات ہے، میں دیکھ لوں گا۔"

ایک گھنٹے بعد سوئٹی کے ملازم نے وہ فلم اُس کے پاس پہنچا دی۔ اُس نے فلم لے لی اور ایک طرف پھینک کر بھول گیا۔ اس رات سوئٹی نے پھر فون کیا اور پوچھا "فلم کیسی تھی؟"

پارس نے جواب دیا "بہت اچھی فلم تھی۔ ایسی عمدہ فلمیں اپنے ماں باپ اور بھائی بہنوں کے ساتھ بیٹھ کر دیکھنی چاہئیں۔"

وہ بگڑ کر بولی "یہ کیا بکواس کر رہے ہو۔ کیا واقعی تم نے فلم دیکھ لی ہے؟"

وہ گڑبڑا کر بولا "دراصل بات یہ ہے کہ مجھے وقت نہیں ملا میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، مجھے فلموں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"کیا تم میری خاطر ایک وڈیو فلم نہیں دیکھ سکتے؟ میں اپنی ذاتی فلم تمھارے پاس بھیج رہی ہوں۔ وہ صرف ایک گھنٹے کی فلم ہے۔ کیا میرے لیے اتنا وقت بھی نہیں نکال سکتے؟"

"اگر وہ فلم اچھی ہے تو میں اس کے لیے وقت ضرور نکالوں گا۔"

سوئٹی کا ملازم ایک گھنٹے بعد وہ فلم لے آیا۔ پارس نے اُسے لے کر ایک طرف رکھ دیا۔ ایک گھنٹے بعد سوئٹی نے فون پر پوچھا "کیا فلم دیکھ لی؟"

وہ ذرا جھجکتے ہوئے بولا "ہاں، دیکھ لی۔ زندگی میں اتنی عجیب صورت فلم پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔"

اُس نے خوش ہو کر پوچھا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"بالکل سچ۔ میں اتنی اچھی، اتنی عجوب صورت فلم تمھارے باپ کے ساتھ بیٹھ کر دیکھ سکتا ہوں۔"

وہ بھنبھنا کر بولی "کیا بکواس کر رہے ہو! اس فلم میں میرے بوبی پوز ہیں۔ میں نے اپنے بیڈ روم کے ہر گوشے میں ایک ایک وڈیو کیمرا نصب کر دیا تھا اور اُسے آن کر دیا تھا۔ پھر میں نے اپنی ہر ادا سے اور ہر زاویے سے تمھیں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ میں باہر سے اور اندر سے کتنی حسین ہوں۔ پلیز، میری ایک بات مان لو۔ اس فلم کو ایک بار دیکھ لو۔"

پارس دوم نے کہا "پہلے تم نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ وہ ایسی فلم ہے! یہ تو بڑا غضب ہو گیا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا غضب ہو گیا ہے؟"

"میں نے سوچا تھا، تمھاری فلم ہے۔ تم نے اچھے اچھے موقعوں پر اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کے ساتھ ایک یادگار فلم بنائی ہو گی، یہ سوچ کر میں نے وہ فلم تمھارے پاپا کو بھیج دی ہے۔"

وہ چیخ کر بولی "یو مین سنس، کیا تم نے واقعی وہ فلم میرے باپ کے پاس بھیج دی ہے؟"

"میرا خیال ہے، تم اپنے باپ کو پاپا کہتی ہو۔ دیکھو، یہ تمھاری غلطی ہے۔ تمھیں پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا کہ وہ فلم کس ٹائپ کی ہے۔ بہرحال اب بھی تم اس غلطی سے بچ سکتی ہو۔ اپنے مکان کے دروازے پر کھڑی ہو جاؤ، کوئی بھی وہ فلم لائے اور تمھارے پاپا کے حوالے کرنا چاہے تو اسے جھپٹ لینا اور اگر پاپا کے ہاتھ لگ جائے تو شرم سے مر جانے کی کوشش کرنا۔"

وہ غصے سے ریسیور پٹخ کر بڑبڑانے لگی۔ اُس نے پارس کے پیچھے جاسوس چھوڑ دیے تھے تاکہ اس کی مصروفیات کے متعلق رپورٹ ملتی رہے۔ وہ اپنی رہائش گاہ میں کب تک رہتا ہے اور باہر کہاں کہاں جاتا ہے۔ اُسے رپورٹ ملی کہ پارس وائٹ ہارس کلب کے قمار خانے میں ہے۔ سوئٹی نے اپنی فیملی سہیلیوں کو بُلایا جو اس شہر کی حسین ترین لڑکیاں کہلاتی تھیں۔ پھر اُن کے ساتھ کلب میں پہنچ گئیں۔ انھیں اچھی طرح سمجھا دیا کہ پارس کے سامنے کس انداز سے آنا چاہیے اب وہ اور ضد میں آ گئی تھی۔ پارس کی پارسائی کو ختم کر دینا چاہتی تھی۔ اس نے سوچا، اگر مجھ میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو دوسری لڑکیوں میں نہیں ہو گی، آخر وہ مرد ہے، کسی نہ کسی لڑکی کو دیکھ کر ضرور پگھلے گا۔

اُس نے قمار خانے میں پہنچ کر پارس سے کہا "میں تمھارے ساتھ کھیلنا چاہتی ہوں۔ دیکھتی ہوں صبح تک کس کی جیت اور کس کی ہار ہوتی ہے۔"

وہ دوسری میز پر جا کر بیٹھ گئے۔ پارس نے تاش کی گڈیاں پھینٹ کر سامنے رکھتے ہوئے کہا "کیا شرط لگاتی ہو؟"

وہ بولی "یہاں تو نقد رقم لگائی جاتی ہے لیکن میں داؤ پر اپنا دل لگاتی ہوں۔"

پارس نے کہا "مجھے منظور ہے۔ اگر تم جیت جاؤ گی تو میں تمھارے دل کے سامنے ہار جاؤں گا اور اگر میں جیت جاؤں تو تم اپنا بار بار ٹوٹا دل اپنے ساتھ لے جاؤ گی، پھر کبھی میرے پیچھے نہیں آؤ گی۔"

وہ بولی "مجھے منظور ہے، پتے بانٹو۔"

"یہ گڈی ابھی میں نے پھینٹ کر رکھی ہے۔ تم اسے دوبارہ پھینٹو لو، مجھے الزام نہ دینا کہ میں شارپ ہوں اور میں نے اپنی مرضی کے مطابق پتے اِدھر اُدھر کر دیے ہیں۔"

وہ گڈی اٹھا کر پھینٹنے لگی۔ اُسی وقت اُس کی ایک حسین ترین سہیلی اس کے پاس آئی۔ ایک ادائے ناز سے پارس کو دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ وہ مسکراتے ہوئے سوئٹی سے بولی "او ہائی ڈارلنگ سوئٹی، تم یہاں ہو اور میں تمھیں کہاں کہاں تلاش کر رہی ہوں۔"

سوئٹی نے کہا "آؤ یہاں بیٹھو اور دیکھو، ایک دلچسپ بازی ہو رہی ہے۔"

پارس نے اُس کی سہیلی کو دیکھ کر کہا "تم بہت حسین ہو۔ کیا تم بھی دل ہارنے آئی ہو؟"

وہ ایک آہ بھرتے ہوئے بولی "تم بہت ہینڈسم ہو۔ بولو تو ابھی دل ہار جاؤں۔"

"ایسے نہیں، ہمارے درمیان پتے بانٹے جائیں گے۔ تم بھی اس بازی میں شریک ہو جاؤ۔ اب تین طرف پتے جائیں گے۔ جو اسے گا، وہ اپنا ہارا ہوا دل اپنے ساتھ واپس لے جائے گا اور تم میں سے جو بازی جیت لے گئی وہ مجھے بھی جیت جائے گی۔"

سوئٹی نے گڈی اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "چونکہ تین کھلاڑی ہو گئے ہیں، اس لیے تم یہ نہ سمجھو کہ میں نے پتے لگائے ہیں لہٰذا تم ایک بار اور پھینٹ لو۔"

پارس نے موقع غنیمت جان کر تاش کے پتے پھینٹے۔ وہ زبردست شارپ تھا کہ تین جگہ تین تین پتے بانٹتے وقت سمجھ رہا تھا کہ اس کے پاس اِکا، دُگی اور تگی ہے اور دونوں لڑکیوں کے پاس چھوٹے چھوٹے رنگ پتے ہیں۔ سوئٹی نے پہلے ہی اپنے پتے اٹھا کر دیکھے تو اُس کے پاس بادشاہ، بیگم اور غلام تھا۔ وہ خوش ہو گئی، اُس کی سہیلی نے اپنے پتے اُٹھا کر دیکھے۔ اُس کے پاس بیگم، غلام اور دہلا تھا۔ وہ بھی خوش ہو گئی۔ اُسی وقت دو سہیلیاں اور آ گئیں۔ وہ بھی حسن و شباب میں کسی سے کم نہیں تھیں۔ پارس نے انھیں دیکھتے ہی کہا "آؤ کرسیاں لا کر بیٹھ جاؤ، معلوم ہوتا ہے، تم لوگوں کے ساتھ بھی ایک ایک بازی کھیلنا ہو گی۔"

سونٹی نے ہنستے ہوئے کہا: "میرے پاس اتنا بڑا پتا ہے کہ تم اس کے بعد کسی کے ساتھ نہیں کھیل سکو گے۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے تینوں پتے الٹ دیے۔ اس کی سہیلی نے مایوس ہو کر کہا: "اوہ میرے پاس تو تم سے کمتر ہیں۔"

سونٹی نے فخر سے کہا: "اس سے بڑے پتے نہیں ہو سکتے۔"

پارس نے کہا: "تم بھول رہی ہو۔ اس سے بڑے اور بھی کئی پتے ہیں۔"

اس نے اپنے تینوں پتے الٹ دیے۔ انھیں دیکھتے ہی سونٹی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ پارس نے کہا: "اب بھی عقل سے کام لو اپنا راستہ الگ کر لو۔ اگر یہ لڑکیاں تمھارے ساتھ آئی ہیں تو انھیں واپس جانے کے لیے کہہ دو۔"

سونٹی نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "آخر تم نے مجھے شکست دے دی۔ چلو، تم اپنی جیت کی خوشی میں میری ایک بات مان لو۔ میرے ساتھ رات کا کھانا کسی اچھے ریستوران میں کھاؤ۔"

پارس نے اٹھتے ہوئے کہا: "میں تمھاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا۔"

سونٹی نے اپنی تمام سہیلیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "تم سب اپنے حسن و شباب کے متعلق ڈینگیں مارتی تھیں۔ تمھاری بڑے ہی جذباتی زاویے سے کھینچنے والی تصویریں عوام میں مقبول ہوتی ہیں لیکن عام آدمیوں میں اور خاص آدمیوں میں بڑا فرق ہوتا ہے اور تم میرے ساتھ کھڑے ہوئے اس خاص آدمی کو دیکھ رہی ہو۔ لہٰذا یہاں سے جاؤ۔"

وہ پارس کے ساتھ چلتی ہوئی اس کلب سے باہر آئی پھر اپنی کار میں بیٹھ کر بولی: "کیا واقعی تم میرے ساتھ اس لیے کھانا کھانے جا رہے ہو کہ یہ میری آخری خواہش ہے۔ اس کے بعد ہماری ملاقات نہیں ہوگی؟"

پارس نے خشک لہجے میں کہا: "یادی ہارسنے والی کو یہ سوال نہیں کرنا چاہیے، گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

اس نے چُپ چاپ گاڑی اسٹارٹ کی پھر اُسے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک بہت ہی مہنگے ریستوران میں پہنچی۔ وہاں بڑے بڑے کروڑ پتی اور ارب پتی بزنس مین آیا کرتے تھے۔ پارس اس کے ساتھ ریستوران میں داخل ہوا۔ ڈائننگ ہال میں پہنچتے ہی وہ ایک میز کی طرف دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ ایک ادھیڑ عمر شخص کے ساتھ ایک نوخیز دوشیزہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے بہت ہی ہلکا سا پیارا سا لباس پہنا ہوا تھا۔ دو چوٹیاں گوندھ کر انھیں سینے پر سانپ کی طرح لوٹنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ چہرے کے نقوش بہت ہی تیکھے اور جاذب نظر تھے۔ سونٹی نے اس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے پوچھا: "کیا وہ لڑکی تمھیں پسند آ رہی ہے؟"

پارس نے اپنے خیال سے چونک کر سونٹی کو دیکھا۔ پھر کہا: "دیکھو حُسن اسے کہتے ہیں۔"

سونٹی نے حیرانی سے پوچھا: "اس میں کیا ہے؟"

"اس نے میک اپ نہیں کیا ہے۔ خدا نے اسے جو کچھ عطا کیا ہے، اُسے ویسے کا ویسا ہی رکھا ہے۔"

سونٹی نے کہا: "میں دعوے سے کہتی ہوں، اس نے لوشن اور کریم استعمال کی ہے۔"

"بعض لوشن اور کریم طبی نقطۂ نگاہ سے استعمال کیے جانے کے قابل ہوتے ہیں اور انھیں ہر لڑکی کو اپنی جلد کی حفاظت کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ اس لڑکی میں یہ خوبی ہے کہ اس نے کوئی چیز استعمال نہیں کیا ہے۔"

پھر وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا: "میں نے اپنا پاکستان نہیں دیکھا ہے لیکن اُس کی تصویریں دیکھی ہیں۔ وہاں کی لڑکیوں کو بہت ساری تصویروں میں دیکھا ہے۔ بس اُن میں سے ایک ایسی ہی یہ ہے۔ پتا نہیں، یہ کون ہے؟"

سونٹی نے کہا: "یہ بہت اونچے سرمایہ دار کی لڑکی ہے۔ اس سے بات کرنا چاہو گے تو اس کے باڈی گارڈ تمھیں گولی مار دیں گے۔"

"آخر معلوم تو ہو، یہ کون ہے؟"

"یہ کنگ فرنانڈو کی بھتیجی فیری ہے۔"

پارس نے پوچھا: "فیری؟ فیری کے معنی ہوتے ہیں پری اور واقعی اس کا نام اس کے حُسن اور اس کی معصومیت کے مطابق ہے۔"

سونٹی نے جل کر پوچھا: "کیا تم اس پر عاشق ہو رہے ہو؟"

"تم اپنے نقطۂ نظر سے نہ سوچو۔ کسی کے حُسن اور اس کی سادگی کو پسند کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اس کے لیے مجنوں بن گئے ہیں۔"

"آگے بڑھو، یہاں تمھاری دال نہیں گلے گی۔"

پارس نے سونٹی کو طنزیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر اُس سے کہا: "میں ذرا ٹوائلٹ کی طرف جانا چاہتا ہوں۔"

سونٹی نے اس کی رہنمائی کی، وہ بولا: "تم یہاں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ایک ٹوائلٹ میں گیا۔ دروازے کو بند کیا۔ پھر جیب سے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر کنگ فرنانڈو کی مخصوص فریکوئنسی پر رابطہ کرنے لگا۔ پارس کو میری اور فرنانڈو کی دوستی کے بارے میں بہت کچھ معلوم تھا۔ وہ اُس کی بھتیجی فیری

کے متعلق بھی بہت کچھ سن چکا تھا۔ اگرچہ فیری بہت پیاری پیاری سی لڑکی تھی، اسے بہت اچھی لگ رہی تھی لیکن پارس دوم کے مزاج میں عاشقی اور دیوانگی نہیں تھی۔ ایک اچھی لڑکی کو دیکھ کر وہ صاف دل سے کہہ رہا تھا کہ وہ بہت اچھی ہے۔ بس پسندیدگی یہیں تک تھی۔

کنگ فرنانڈو نے اپنی جیب میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول کیا تو اپنی بھتیجی سے بولا: "تم ذرا بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ٹوائلٹ کے دروازے پر آیا۔ وہ دروازہ بند تھا تو سمجھ گیا کہ اُس کے پیچھے پارس موجود تھا۔ وہ دوسرے ٹوائلٹ میں گیا۔ پھر جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر اُسے آپریٹ کرتے ہوئے بولا: "ہیلو فرنانڈو اٹینڈنگ۔"

پارس نے میری آواز اور لہجے میں کہا: "ہیلو فرنانڈو! کیا تم مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

وہ خوشی سے اچھل کر بولا: "میری جان! میں تمھیں اپنی قبر میں بھی پہچان سکتا ہوں، تم کہاں ہو؟ جلدی بولو، میں آ رہا ہوں۔"

"میرے پاس آنے کی حماقت نہ کرنا۔ انٹیلی جنس والے میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ایک خوش خبری سنانا ہوں۔ میرا بیٹا پارس دوم اسی شہر میں ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "کیا واقعی، مجھے فوراً اُس کا پتا بتاؤ۔"

"فرنانڈو! یہ تمھاری بہت بڑی عادت ہے۔ مجھے اپنی بات پوری کرنے دیا کرو۔"

"اوہ! سوری، جلدی سے بولو اور کیا بات ہے؟"

"بات یہ ہے کہ وہ اسی ریستوران میں پہنچ چکا ہے۔ میں اُس کے دماغ میں تھا۔ اُس کے ذریعے میں نے تمھیں پہچان لیا۔ اب وہ تمھاری میز پر آنے والا ہے لیکن خود کو اجنبی ظاہر کرے گا تم بھی اُس سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ ہاں، اگر میرا بیٹا پسند آئے تو اُس سے وقتی طور پر دوستی کر لینا۔ دیش آل۔"

فرنانڈو نے جلدی سے کہا: "ارے یار، اتنی جلدی دیش آل نہ کہو، کچھ تو باتیں کرو۔"

"کیا تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ٹوائلٹ میں گھس کر زیادہ دیر بات کرو گے تو کوئی وہاں پہنچ جائے گا۔ مجھے جو کہنا تھا کہہ چکا ہوں۔ جب ضرورت ہوگی تمھارے پاس آ جاؤں گا، یا تم سے باتیں کروں گا۔ فی الحال خدا حافظ۔"

پارس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس ٹرانسمیٹر کو آف کر کے اپنے جیب میں رکھ لیا۔ پھر دروازے کو ذرا سا کھول کر جھانکنے لگا۔ سامنے والے ٹوائلٹ کا دروازہ کھل گیا اور فرنانڈو وہاں سے نکل کر جا رہا تھا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو پارس بھی وہاں سے نکل آیا۔ ٹوائلٹ ایریا سے باہر سونٹی کھڑی تھی۔ اُس نے پارس کو دیکھ کر کہا: "تعجب ہے، ادھر تم ٹوائلٹ میں گئے، اُدھر کنگ فرنانڈو بھی دوسرے ٹوائلٹ میں گیا تھا۔ کیا تم نے اُسے دیکھا تھا؟"

پارس نے انجان بن کر کہا: "میں اپنے کام سے گیا تھا۔ کسی دوسرے کے ٹوائلٹ میں جھانکنا اور اُسے سیلو کرنا حماقت ہے۔"

سونٹی اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولی: "ہم کسی گوشے والی میز پر بیٹھیں گے۔"

"نہیں، میں اس لڑکی فیری کے پاس جاؤں گا۔"

"کیا تمھارا دماغ خراب ہو رہا ہے؟ کنگ فرنانڈو دولتمند ہے کہ تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔"

"اگر اتنا ہی دولت مند ہے کہ تمھاری جیسی دولت مند باپ کی بیٹی بھی اس سے متاثر ہے تو آؤ، میں اُسی کی میز پر تمھیں کھانا کھلاؤں گا۔"

وہ ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی: "تم بات کی گہرائی کو سمجھتے نہیں ہو، یہ میرے باپ کا دشمن ہے۔ جب باپ کا دشمن ہے تو میرا بھی دشمن ہے۔"

"بھئی آخر دشمنی کس لیے ہے؟"

"یہ کاروباری معاملات میں میرے باپ کو کئی بار نقصان پہنچا چکا ہے۔"

"بس اتنی سی بات ہے۔ میں اس نقصان کو منافع میں بدل دوں گا۔"

وہ بے یقینی سے بولی: "کیا تم ایسا کر سکتے ہو؟"

"آزما لینے میں کیا حرج ہے؟ آؤ۔"

وہ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن پارس کا ساتھ بھی چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ لہٰذا جبراً و قہراً اُس کے ساتھ چلتی ہوئی کنگ فرنانڈو کی میز کے پاس آئی۔ فرنانڈو نے سر اُٹھا کر دیکھا، پھر پوچھا: "ویل بنگ بولائے، کیا اس ڈائننگ ہال میں خالی جگہ نہیں مل رہی ہے؟"

پارس نے مسکرا کر کہا: "آپ یہیں سمجھ کر اپنے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دے دیں۔"

"بھئی، میں ایسے لوگوں کو ساتھ بٹھاتا ہوں جن میں کچھ خوبیاں ہوتی ہیں اور جو باصلاحیت ہوتے ہیں۔"

کنگ فرنانڈو، پارس کو سر سے پاؤں تک دیکھ رہا تھا۔ دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ اُس کا جی چاہتا تھا، آگے بڑھ کر اُسے گلے سے لگا لے۔ پارس نے کہا: "مجھ میں بہت ساری خوبیاں ہیں۔ فی الحال اپنی ایک صلاحیت کا مظاہرہ کروں گا جس کے ذریعے آپ کو کاروباری نقصان سے بچا سکتا ہوں اور شاید

زیادہ سے زیادہ منافع دلا سکتا ہوں۔"

"تو برخوردار! دیر کس بات کی ہے۔ سامنے اگر بیٹھو۔ ایک بزنس مین کو نفع پہنچاؤ گے اور دیکھنا اتنی دُور سے۔ کم آن ینگ بوائے گیٹ یور سیٹ بی سائیڈ می۔"

وہ اس کے قریب والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سوٹی کو بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر کہا۔ "پہلے ہمارا تعارف ہو جائے۔ مجھے علی مراد کہتے ہیں۔ میں پیرس سے آیا ہوں اور یہ آپ کے کاروباری حریف حیم مارڈن کی بیٹی ہے۔"

کنگ فرنانڈو نے اُسے چونک کر دیکھا، پھر مسکرا کر بولا۔ "اچھا تو یہ سوٹی ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ یہ اپنے باپ کی دشمنی کو بھلا کر میری میز پر بیٹھ گئی ہے۔ جو غلطیوں کے درمیان رہ کر محبت کرنے آتا ہے، میں اُس سے بے انتہا محبت کرتا ہوں۔ بولو بیٹی، اپنے انکل سے کیا تحفہ لو گی؟ کیا چاہتی ہو؟ جو چاہتی ہو، وہی ملے گا۔"

فرنانڈو نے کن انکھیوں سے پارس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یوں بھی آج میں بہت خوش ہوں۔ آج میری زندگی میں ایک ایسی ہستی آئی ہے، جس کے لیے میں اپنا سب کچھ لٹا سکتا ہوں۔"

سوٹی نے کہا۔ "میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ آپ بزرگوں کے درمیان حائل دشمنی ہے وہ ختم ہو جائے۔"

"سمجھو ختم، ہو گئی۔"

پارس نے کہا۔ "انکل، ایسے نہیں، آپ نے اس کے پاپا کو جو نقصان پہنچایا ہے اُس کی تلافی کر دیجیے۔"

"اچھی بات ہے، سوٹی! تم یہاں سے جا کر اپنے باپ سے کہنا، حکومت پارہ تاریخ کو اسمگلنگ کا ضبط شدہ مال نیلام کر رہی ہے، جس کی مالیت تقریباً پچاس کروڑ ڈالر ہے۔ اس نیلامی میں صرف میں ہی تمھارے باپ کے مقابلے میں اونچی بول دے سکتا ہوں لیکن تمھاری خاطر نہیں دوں گا۔ اپنے باپ سے کہنا بیس کروڑ سے زیادہ بولی نہ دے۔ میں اس سے پہلے ہی میدان چھوڑ دوں گا۔ اگر تمھارے باپ نے بیس کروڑ ڈالر میں وہ تمام اسمگل شدہ مال حاصل کر لیا تو اُسے مزید تیس کروڑ ڈالر کا منافع ہو گا۔ کیا تم خوش ہو؟"

سوٹی خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ "اوہ انکل! میں آپ کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم بزرگوں کے درمیان دوستی چاہتی تھیں، میں اس طرح دوستی کی ابتدا کر رہا ہوں۔ اب دیکھنا چاہتا ہوں، جواباً تمھارا باپ کیا کرنا چاہے گا۔"

پارس نے کہا۔ "انکل! میں نے اپنا تعارف کرایا لیکن آپ نے اپنا اور اپنی ساجزادی کا تعارف نہیں کرایا۔"

کنگ فرنانڈو نے اپنا تعارف کرانے کے بعد کہا۔ "یہ میری بھتیجی فرزانو ہے۔ میں اسے پیار سے فیری کہتا ہوں۔"

فیری نے مسکراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے کہا۔ "انکل! آپ کی فیری دُھرے ہاتھ بڑھا رہی ہے، میں ادھورے ہاتھ بڑھاؤں گا۔ درمیان میں آپ ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ بیچ سے ہٹ جائیں۔"

فرنانڈو ہنستے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ وہ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ "میں بھی کیسا احمق ہوں۔ لڑکے لڑکی کو ساتھ بیٹھنے کا موقع پہلے ہی دینا چاہیے تھا۔"

پارس نے فیری کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پھر پوچھا۔ "کیا رسمی طور پر یہ کہنا ہوگا کہ مجھے تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے؟"

فیری نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اگر خوشی نہیں ہو رہی ہے تو ہرگز ایسا نہیں کہنا چاہیے۔"

"تم خوشی کی بات کہہ رہی ہو، مجھ پر تو دیوانگی طاری ہو رہی ہے۔ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ تمھاری جیسی حسین لڑکی زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہوں۔"

وہ شرما گئی۔ اُس کا چہرہ گلابی تھا۔ حیا کے مارے سُرخ ہونے لگا۔ پارس نے اس کے قریب جھک کر کان کے قریب سرگوشی میں کہا۔ "میری اس بے تکلفی کا کوئی اور مطلب نہ لینا۔ دراصل میں سوٹی سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سوٹی تلملا رہی تھی۔ اسے اپنے باپ کے کاروبار کے سلسلے میں جتنی خوشی ہوئی تھی، پارس کے دوسری طرف جھکنے سے اتنی ہی مایوسی اور شکست کا احساس ہو رہا تھا۔ فیری کا ہاتھ ابھی تک پارس کے ہاتھ میں تھا۔ اس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "میں تمھیں دیکھ کر قسمت کا حال بتا سکتا ہوں۔"

سوٹی نے ناگواری سے کہا۔ "علی مراد، فیری کا دایاں ہاتھ تمھارے ہاتھ میں ہے جبکہ لڑکیوں کا بایاں ہاتھ دیکھا جاتا ہے۔"

فیری نے اپنی بڑی بڑی غزالی آنکھوں سے پارس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "واقعی تم غلط ہاتھ دیکھ رہے ہو۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "تمھارا ہاتھ تو کیا، میں تمھاری کسی چیز کو غلط نہیں کہہ سکتا۔ قدرت نے تمھیں سر سے پاؤں تک غلطی سے پاک رکھا ہے۔"

فیری نے ایک دم سے شرما کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا، پارس کو اس حیا کا مشرقی انداز بہت اچھا لگا۔ اُس نے کہا۔ "انکل! یہ مغرب کی پروردہ ہے لیکن مشرقی لڑکیوں کی طرح شرماتی ہے۔"

فرنانڈو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میری بیٹی مشرقی تہذیب اور یہاں کے تاثر قدیم کے متعلق ایک کتاب لکھ رہی ہے جو عنقریب شائع ہونے والی ہے۔ اس سلسلے میں یہ چار ہفتے تک پاکستان اور بھارت میں رہ کر آئی ہے۔ وہاں کی زبان بھی بول لیتی ہے۔"

پارس نے حیرت اور مسرت سے فیری کو دیکھا پھر اُردو زبان میں پوچھا۔ "کیا واقعی تم ہماری زبان میں گفتگو کر سکتی ہو؟"

اُس نے بھی اُردو زبان میں جواب دیا۔ "جی ہاں، ایک پاکستانی بزرگ میرے گائیڈ رہ چکے ہیں۔ میں نے ان سے یہ زبان سیکھی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "اب میں یہ ضرور کہوں گا کہ تم سے مل کر بے حد خوشی ہو رہی ہے اور یہ کوئی رسمی جملہ نہیں ہے۔"

سوٹی نے کہا۔ "محفل میں بیٹھ کر محفل کی زبان بولنی چاہیے۔ تم لوگوں نے یہ کون سی زبان شروع کر دی ہے؟"

"ہم وہ زبان بول رہے ہیں جسے پہلے ہندوستان سے نکالا گیا، پھر بنگلہ دیش سے نکالا گیا، اب تم اس محفل سے نکالنا چاہتی ہو۔"

فرنانڈو نے کہا۔ "بھتیجی باتیں بھی کرتے جاؤ اور کھاتے بھی جاؤ۔"

سوٹی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "مجھے بھوک نہیں ہے۔ علی، میرے ساتھ چلو۔"

پارس نے کہا۔ "ذرا اپنے لہجے پر غور کرو۔ تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے میں تمھارے باپ کا نوکر ہوں۔"

"تم نے میرے ساتھ رات کا کھانا کھانے کا وعدہ کیا تھا۔"

"یہ رات کا ہی کھانا ہے اور تم اسے چھوڑ کر اُٹھ رہی ہو۔"

"مگر ہم تنہائی میں کھانا چاہتے تھے۔"

"میں نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ اس محفل سے کھانے کے بغیر اُٹھنا تہذیب کے خلاف ہے۔ پلیز، بیٹھ جاؤ۔"

"میں نہیں بیٹھوں گی۔"

"اگر تم اس طرح اُٹھ کر جاؤ گی تو تمھاری ہی انسلٹ ہو گی کیونکہ میں تمھارا ساتھ نہیں دوں گا۔"

"ہاں ہاں، کیوں میرا ساتھ دو گے۔ ایک حسین لڑکی جو دیکھ لی ہے۔ کیا میں کسی سے کم ہوں؟"

"تم نے اب تک جتنی حسین لڑکیاں مجھے رجھانے کے لیے پیش کیں، وہ بھی کسی سے کم نہیں تھیں۔ تمھیں کب عقل آئے گی تم نے اپنی دولت کی چمک دکھا کر مجھے حاصل کرنا چاہا۔ پھر میرے پیچھے غنڈے لگا دیے۔ جب میں کسی طرح تمھارے حسن کے جال میں پھنس نہ سکا تو تم نے تاش کی بازی کھیلی۔ اُس میں بھی ہار گئیں۔ یہ میری شرافت اور انسان دوستی ہے کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود تمھارے باپ کو کاروباری نقصان سے بچا رہا ہوں۔ تم اپنی ضد اور عزت میں یہ بھول رہی ہو کہ تمھیں کم از کم کاروباری انداز میں سوچنا چاہیے۔ اپنے باپ کو فائدہ پہنچانے کے لیے ہم سب کے ساتھ محبت اور مسکراہٹ سے کام لینا چاہیے۔"

"اونہہ! کاروباری انداز میں مسکرانے والی عورتیں بازاری ہوتی ہیں۔ اور میں ایسی نہیں ہوں۔"

"بے شک، وہ تو تمھاری ویڈیو فلم سے ظاہر ہے۔"

وہ ایک دم سے تلملا گئی، ہونٹوں کو دانتوں سے چباتی رہی، غصے سے پارس کو دیکھتی رہی، پھر ایک جھٹکے سے پلٹ کر جانے لگی۔ جانے کا انداز ایسا ہی دھیما دھیما سا تھا جیسے پارس آواز دے گا تو وہ پلٹ کر ذرا نخرے دکھائے گی، پھر آ جائے گی لیکن وہ خاموش بیٹھا رہا۔ آخر وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

فرنانڈو نے پوچھا۔ "یہ تم سے کہاں ٹکرا گئی تھی؟"

"کیا بتاؤں۔ پیرس سے آتے وقت جہاز میں ملاقات ہوئی تھی، تب سے پیچھے پڑ گئی ہے۔ خدا کرے اب پیچھا چھوڑے۔"

فرنانڈو نے کہا۔ "بیٹے! اس سے پیچھا چھڑانا کون سی مشکل بات ہے۔ میں تو تمھاری آمد کی خوشی میں اس کے باپ کو فائدہ پہنچانے کا وعدہ کر چکا ہوں۔ اگر اس نے تمھیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اس کے باپ کا سارا کاروبار چوپٹ کر دوں گا۔ انھیں فٹ پاتھ کا بھکاری بنا دوں گا۔ بہر حال اسے جہنم میں جانے دو۔ اب تم ہمارے ساتھ رہو گے۔"

"انکل! میں جانتا ہوں، آپ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں لیکن یہ نہ بھولیں کہ انٹیلی جنس والے آپ کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ آپ کے قریب جو بھی آتا ہے۔ اس کے متعلق چھان بین شروع ہو جاتی ہے۔ کیا آپ نے ایک بری خبر سُنی ہے؟"

وہ چونک کر بولا۔ "کیسی خبر؟"

"سپر ماسٹر نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیا ہے۔ اب انٹیلی جنس والوں کے لیے اور آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ اگر وہ میرے متعلق صرف اتنی رپورٹ پیش کر دیں کہ میں آپ کے ساتھ اس میز پر بیٹھ کر کھا رہا ہوں تو سپر ماسٹر فوراً آپ کے دماغ میں پہنچ کر میرے متعلق پوری تفصیلات معلوم کر لے گا۔"

"اوہ گاڈ! یہ تو بُری سے بھی زیادہ بُری خبر ہے۔ میں تم سے ابھی ملوں اور ابھی تمھیں رخصت کر دوں، میرا دل کبھی یہ نہیں مانے گا۔ میرا یہ اربوں ڈالر کا پھیلا ہوا کاروبار آخر کس کے کام آئے گا۔"

"آپ جذباتی ہو رہے ہیں۔"

"اگر میں جذباتی ہوتا تو یہ جذبات بہت پہلے ختم ہو چکے

ہوتے جب تم چھوٹے سے تھے تب ہی میں نے فیصلہ کر لیا تھا۔ اگر تمھارے اور فیری کے درمیان انڈر اسٹینڈنگ ہو گی تو میں ساری دولت اور جائیداد تمھارے نام لکھ دوں گا اور اگر تمھارے مزاج ایک دوسرے سے مختلف ہوئے تو اپنا مناسب کچھ تم دونوں میں آدھا آدھا تقسیم کر دوں گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا: "ابھی تو میں دودھ پیتا بچہ ہوں، آپ میری شادی اور میرے نام اپنی جائیداد کی منتقلی کے متعلق ابھی نہ سوچیں۔"

"ٹھیک ہے، یہ دقت کے ساتھ ساتھ ہوتا رہے گا لیکن میں تمھیں کہیں دوسری جگہ کیسے جانے دوں۔ پورے امریکا میں میرا کاروبار پھیلا ہوا ہے۔ ہر بڑے شہر کے فلائنگ کلب میں میرے ایک دو ہیلی کاپٹر موجود ہوتے ہیں۔ ہر جگہ میرے بنگلے اور ایئر کنڈیشنڈ کاریں ہیں۔ یہ سب کچھ تمھارے کام نہیں آئے گا تو پھر ان کا فائدہ کیا ہے؟ تمھیں یہاں رہ کر نہ جانے کیسے کیسے ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ یہ سب کچھ میں کر سکتا ہوں۔"

فیری نے کہا: "انکل! آپ کی باتوں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ مسٹر علی مراد درحقیقت کون ہیں۔"

فیری نے پارس کو دیکھا۔ پارس نے جلدی سے نظریں پھیر لیں۔ اس کی خوب صورت غزالی آنکھیں دل کو دھوکا دیتی تھیں۔ وہ بولی: "کیا تم انکل فرہاد کے بیٹے ہو؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔ اس سے کترانے کے لیے فرنانڈو کو مخاطب کرتے ہوئے بولا: "آپ کے پاس جو کچھ ہے وہ میرا نہ سہی، فیری کا ضرور ہے۔ اگر کبھی تقدیر نے اجازت دی تو آپ سے ضرور ہر طرح کی مدد حاصل کروں گا۔ فی الحال مجھے اجازت دیجیے۔ میرا آپ لوگوں کے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔"

فرنانڈو نے میز پر جھک کر آہستگی سے کہا: "بیٹے! یہ بات تو اب انٹیلی جنس والے دور تک پہنچا ئیں گے کہ ایک خوبرو نوجوان میری میز پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا اور بے تکلفی سے گفتگو کر رہا تھا۔ جب بات کھل ہی گئی ہے تو مجھ سے دور کیوں جا رہے ہو؟"

"انکل! بات کھل گئی ہے اس لیے جا رہا ہوں۔ یہاں سے جاتے ہی اپنی شناخت بدل دوں گا۔ پاسپورٹ بدل جائے گا۔ نام بدل جائے گا، چہرہ بھی بدل جائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمھارے باپ سے بات کروں گا اور ایسا کوئی راستہ نکالوں گا کہ تم ہم سے ملنے کے بعد پھر کبھی جدا نہ ہو سکو۔"

وہ تینوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ فرنانڈو نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "فیری تمھیں گھر تک چھوڑ آئے گی۔"

"میں کسی ٹیکسی میں چلا جاؤں گا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ فرنانڈو کا بیٹا اور ٹیکسی میں جائے!" فیری نے کہا: "شاید تم میرے ساتھ جانا نہیں چاہتے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ بھئی میں کوئی غلط فہمی پیدا نہیں کرنا چاہتا۔ چلو، مجھے گھر تک چھوڑ آؤ۔"

وہ مسکراتی ہوئی اس کے ساتھ ہو گئی۔ وہاں سے جانے لگی۔ فرنانڈو بڑی حسرت سے اور مسرت سے دونوں کو شانہ بشانہ جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سوچ کے ذریعے کہا: "لیلیٰ اور فرہاد کے بچے، میری زندگی کے حسین ترین لمحات میں کہاں غائب ہے۔ ذرا میرے دماغ میں آ اور دیکھ کتنا خوب صورت جوڑا میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ دیکھ میں تجھے صاف طور پر کہہ رہا ہوں، یہ میرا پہلا اور آخری فیصلہ ہے۔ میں نے اسی لمحے تیرے بیٹے کو داماد بنا لیا ہے۔"

وہ دونوں ایک روس رائس کے سامنے پہنچ گئے۔ فیری اس کے لیے دروازہ کھولنا چاہتی تھی، اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا: "یہ غلط بات ہے۔ ایٹی کیٹ کے مطابق مرد عورت کے لیے دروازہ کھولتا ہے۔"

اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ فیری نے کہا: "لیکن میں ڈرائیو کروں گی۔ کیا یہ شہر تمھارے لیے اجنبی نہیں ہے؟"

"ہاں، پہلی بار آیا ہوں، لیکن یہاں کے متعلق اچھی خاصی معلومات ہو گئی ہیں۔"

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پارس نے دروازہ بند کیا۔ پھر دوسری طرف گھوم کر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ اسے پارک ایریا سے نکال کر مین روڈ پر آ گیا۔ فیری نے پوچھا: "تمھارا نام پارس ہے؟"

"ہاں، پارس دوم۔ میرا ایک اور بھائی ہے۔ اسے پارس اوّل کہتے ہیں۔"

"تم دونوں کے نام پارس کیوں ہیں؟"

"دراصل یہ فیصلہ نہیں ہو رہا ہے کہ ہم دونوں میں سے کون فرہاد علی تیمور کی اولاد ہے۔"

فیری نے کہا: "ظاہر ہے، دو میں سے کوئی ایک ہو گا لیکن دوسرا کیا ہو گا؟"

"یہ بھی ظاہر ہے، دوسرا لاوارث ہو گا۔ اس کے ماں باپ کا نام پتا، ٹھکانا کچھ معلوم نہیں ہو سکے گا۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی: "بہت سے لاوارث ایسے ہوتے ہیں جنھیں بہت اچھا گھر، بہت اچھے والدین کا سایہ مل جاتا ہے۔ میں تم سے کچھ چھپانا نہیں چاہتی۔ میری کہانی بھی کچھ ایسی ہی ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم بھی لاوارث ہو؟"

"نہیں میں کہنا نہیں چاہتی ہوں۔"

پارس نے مسکراتے ہوئے کہا: "کیسی باتیں کر رہی ہو ہم اچھی طرح جانتے ہیں، تم کنگ فرنانڈو کی بھتیجی ہو۔"

"آج سے کوئی اٹھارہ برس پہلے کنگ فرنانڈو کی بھتیجی ایک ہاسٹل میں رہ کر تعلیم حاصل کرتی تھی۔ انھی دنوں اسے ایک نوجوان سے محبت ہو گئی۔ یہ محبت بڑھتے بڑھتے شادی کے مرحلے تک پہنچنے والی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ کنگ فرنانڈو کو اپنی محبت کے بارے میں سب کچھ بتا دے اور اس نوجوان کو بھی فرنانڈو کے سامنے لے جائے لیکن اچانک پتا چلا وہ شادی شدہ ہے اور اس کے دو بچے ہیں۔"

پارس نے کہا: "بے چاری کے ساتھ زبردست دھوکا ہوا۔ مجھے جہاں تک یاد آتا ہے، اس کی بھتیجی کا نام بھی فیری تھا۔"

"ہاں، اسی کی یاد تازہ رکھنے کے لیے مجھے فیری کہا جاتا ہے۔ اس شادی شدہ عاشق سے تعلقات کے نتیجے میں وہ اس کی بیٹی کی ماں بن گئی۔ اس نے بدنامی سے بچنے اور اپنے انکل کو بدنامی سے بچانے کے لیے بچی کے ساتھ کمرے میں بند ہو کر خود کو آگ لگا لی۔ وہ اس بچی کے ساتھ ہی جل مرنا چاہتی تھی لیکن قدرت نے خطاکار کو سزا دی۔ اس جلنے والی کو کوئی نہ بچا سکا اور جو بچی بے قصور تھی وہ کسی نہ کسی طرح بچ ہی گئی۔"

پارس نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔ وہ رو رہی تھی۔ اور رومال سے آنکھیں پونچھ رہی تھی۔ پارس نے کہا: "یہ کیا پاگل پن ہے۔ بھئی تم تو بہت کمزور لڑکی ہو۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ پارس نے کہا: "میری طرف دیکھو۔"

اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس نے صرف نظریں اٹھائیں۔ پارس کا دل بے طرح دھڑکنے لگا۔ وہ آنکھیں آنسوؤں سے دھل کر کچھ اور دل نشین ہو گئی تھیں۔ وہ سوچنے لگا: "میں نے خواہ مخواہ اسے اپنی طرف دیکھنے کے لیے کہا۔ انسان خود ہی گرفتار ہونے کی حماقت کر بیٹھتا ہے۔ میرے سامنے ایک بہت طویل پُرخطر راستہ ہے، کوئی منزل نہیں ہے پھر میں کیوں گرفتار ہو رہا ہوں۔ نہیں، مجھے اس سے بچ کر نکل جانا چاہیے۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر تک دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔ پارس نے سوچا: "میں نے اسے اپنی طرف دیکھنے کے لیے کہا تھا۔ مجھے کچھ کہنا چاہیے تھا۔ یہ کیا سوچ رہی ہو گی۔ پھر اس کے دل پر ایک بوجھ ہے، اسے اتار دینا چاہیے۔"

یہ سوچ کر اس نے کہا: "تم لاوارث نہیں ہو۔"

وہ پھر ایک سرد آہ بھر کر بولی: "ہاں، جیسے تم میں سے کوئی پارس لاوارث ہے اور کوئی نہیں ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ دیکھو نا، تم کنگ فرنانڈو کی بھتیجی کی بیٹی ہو۔"

"میرا باپ کون ہے؟"

"وہی شخص جس نے تمھاری ماں کو دھوکا دیا۔"

"لیکن وہ کون تھا؟ کوئی آج تک اسے تلاش نہ کر سکا۔ اس کا نام تک معلوم نہ ہو سکا۔ کیا لاوارث اسے ہی نہیں کہتے جس کے باپ کا کوئی نام نہ ہو؟"

پارس دِنڈا سکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولا: "کبھی یہ انکشاف ہو گا کہ میرے باپ کا بھی نام نہیں معلوم ہے تب میں تمھاری طرح آنسو نہیں بہاؤں گا۔"

"تم مرد ہو۔"

"عورت بھی فولاد بن سکتی ہے، اگر وہ بننا چاہے۔"

"کیا تم میری ایک بات کا یقین کرو گے؟"

"مزدور کروں گا، بولو۔"

"میں نے آج تک کبھی ایک آنسو نہیں بہایا۔ یہ معلوم ہونے کے بعد بھی کہ میری پیدائش کن حالات میں ہوئی ہے، میں ہنسی سے مسکرا کر رہ گئی۔ آج تمھارے سامنے بے اختیار آنسو نکل گئے۔ پہلے تو میں خود حیران ہوئی، ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ پھر سمجھ میں آیا۔ میں تمھیں اپنے آنسو دکھانا چاہتی ہوں۔ شاید میں یہ چاہتی ہوں کبھی تمھارے بارے میں ایسا ہی کوئی انکشاف ہو تو میں بے اختیار تمھیں یاد آ جاؤں۔"

وہ خاموش رہا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ ایسے وقت کیا کہنا چاہیے۔ وہ اندر ہی اندر کش مکش میں مبتلا تھا۔ اپنی بے پناہ سنجیدگی اور خشک مزاجی کے نتیجے میں سوچتا تھا: "یہ سب بکواس ہے۔ نہ جانے میری زندگی میں ایسی کتنی روتی مسکراتی ہوئی لڑکیاں آئیں گی۔ مجھے کسی سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن میں کیوں متاثر ہو رہا ہوں، یہ کون سا جذبہ ہے، یہ کیسی کشش ہے، کیوں میں اپنے اصولوں سے ہٹ رہا ہوں۔"

وہ آہستگی سے بولی: "کیا تمھیں گھر جانے کی جلدی ہے؟"

وہ پیچھا چھڑانے کے لیے کہنا چاہتا تھا: "ہاں مجھے فوراً گھر پہنچنا ہے" لیکن وہ بولتے بولتے لڑکھڑا گیا: "نن!... نہیں! کوئی جلدی نہیں ہے۔"

"کیا تم نے چاندنی رات میں کبھی دریا کی سیر کی ہے؟"

"کبھی اس کا موقع نہیں ملا۔"

"تم اِس ملک میں، اِس شہر میں ہمارے مہمان ہو۔

مجھے میزبانی کا موقع دو۔ میں تمھیں دریا کی سیر کرانا چاہتی ہوں۔"

"ہمیں کہاں جانا ہوگا؟"

"بیٹری پارک چلیں گے۔ وہاں ہماری ذاتی موٹر بوٹ ہے۔ پھر ہم جزیرہ ایلس جائیں گے۔"

"میں وینا دیکھنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے سے نکلا ہوں۔ ماما سے بھی یہی کہا تھا کہ جس کام کو جا رہا ہوں، اب تو وہ نہیں ہو سکے گا۔"

"کس کام کے لیے آئے تھے؟"

"یہ ایک لمبا چکر ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کا معاملہ ہے۔ میں اس کا نقشہ غائب کرنا چاہتا تھا لیکن یہاں تو مشین موجود ہے۔ نقشے کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ اب تو راوی چین لکھتا ہے اور تقدیر نے تمھارے پاس پہنچا دیا ہے تاکہ مجھے سیر و تفریح کرا سکو۔"

فیری نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہوتے ہی کہا۔ "میں فیری بول رہی ہوں۔ ریسیور انکل کو دو۔"

ذرا دیر بعد ہی کنگ فرنانڈو کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مانی ڈاٹر۔ کیا حال ہے۔ کیا پارس تمھارے ساتھ ہے؟"

"جی ہاں، ہم دونوں بیٹری پارک جا رہے ہیں۔ وہاں سے دریا کی سیر کا ارادہ ہے۔ آپ فوراً ہمارے لیے موٹر بوٹ ریزرو کرا دیں۔"

"وہ ابھی ریزرو ہو جائے گی۔ اس میں تم دونوں کی ضروریات کا سامان موجود ہوگا۔ کیا وہ کار تم ڈرائیو کر رہی ہو؟"

"جی نہیں، پارس ڈرائیو کر رہے ہیں۔"

"اس سے کہو، تم کار ڈرائیو کرو گی۔ اور وہ آرام سے بیٹھ کر ٹرانسمیٹر کے ذریعے مجھ سے گفتگو کرے گا۔"

پارس نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔ دونوں نے اپنی جگہ بدل لی۔ اب فیری کار ڈرائیو کر رہی تھی اور وہ اس کی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے اپنے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا اور پھر کہا۔ "میں علی مراد بول رہا ہوں۔ انکل، آپ کو ٹیلیفون پر میرا نام نہیں لینا چاہیے تھا۔"

"اوہ! سو سوری، مجھ سے بھول ہو گئی تھی۔ تم دونوں کے لیے موٹر بوٹ ریزرو ہو چکی ہے۔ اس کے ڈیش بورڈ میں ریوالور اور کارتوس بھی رکھے ہوئے ہیں۔ ایک بات یاد رکھو۔ اس بوٹ کو کہیں بھی ساحل کے پاس روکو تو صرف اسے لاک نہ کرو بلکہ اس کے انجن کا ایک پرزہ بھی کھول کر جیب میں رکھ لو۔ یہاں اکثر پرائیویٹ کشتیاں چوری ہوتی رہتی ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں یہ احتیاطی تدبیر کروں گا۔"

"ایک بات مجھے کھٹک رہی ہے۔ اگر اینٹلی جنس والوں نے تمھیں میرے ساتھ دیکھا ہے تو وہ تمھارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی فکر میں ہوں گے۔ تم نہیں جانتے، یہاں فیری کو میری بھتیجی کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے پیچھے ایک لمبی داستان ہے جو میں کسی وقت سناؤں گا۔"

"فیری نے مجھے ساری باتیں بتا دی ہیں۔"

"اوہ یہ لڑکی بڑی جلد باز ہے اور بہت ہی معصوم ہے۔ کسی کو دھوکا دینا نہیں چاہتی۔ کیا تم اس سے نفرت کرو گے؟"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ کیا آپ ہمارے خاندانی راز نہیں جانتے۔ کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ کسی دن میرے متعلق بھی ایسا انکشاف ہو سکتا ہے۔"

"نہیں بیٹا، خدا نہ کرے ایسا ہو۔ میری دعا ہے، ایک دن تم فرہاد کے بیٹے ثابت ہو سکو۔"

"آپ اینٹلی جنس والوں کے متعلق کچھ کہہ رہے تھے۔"

"ہاں بیٹے، میں نے فیری کو اپنے سے دور رکھ کر اس کی پرورش کی ہے۔ میں سخت الجھن میں تھا کہ اس سے اپنا رشتہ کیا ظاہر کروں اور کس طرح سماج میں اس کی کوئی پوزیشن بنا سکوں۔ آخر میں نے سوچا، میری بھتیجی کی موت کو سولہ برس گزر چکے ہیں۔ دنیا والے شاید اسے بھول چکے ہیں۔ یوں بھی وہ سوسائٹی میں زیادہ مقبول نہیں تھی۔ یہ سوچ سمجھ کر میں نے فیری کو اپنی بھتیجی بنا لیا اور یہی بیان دیا کہ یہ پاکستان اور بھارت میں رہ کر ایک کتاب لکھ رہی تھی۔ بہت عرصے بعد مجھ سے ملنے آئی ہے۔ یہ بات میں نے اپنے چند خاص لوگوں کو بتائی ہے۔ یہ کوئی پریس کانفرنس والا بیان نہیں ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اینٹلی جنس والے بھی فیری کو مجھ سے منسوب نہیں کر سکتے۔"

"میں آپ کی بات کسی حد تک سمجھ رہا ہوں لیکن اینٹلی جنس والوں نے اگر ہوٹل میں آپ کے ساتھ مجھے دیکھا ہے تو پھر فیری کے ساتھ بھی دیکھا ہے۔"

"یہی کہنے جا رہا ہوں۔ فیری کے ساتھ تمھیں دیکھنے کے باوجود وہ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ جس طرح تمھارے بارے میں بالکل نئی تحقیقات ہوں گی اسی طرح فیری کے سلسلے میں بھی ہوں گی۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ جس طرح تم ابھی اپنا پاسپورٹ اور اپنی شناخت بدلنے جا رہے ہو، اسی طرح فیری کی بھی شناخت بدل دی جائے اور اس کا نام بدل دیا جائے؟"

"یعنی اب فیری آپ سے دور رہا کرے گی؟"

"ہاں، میرے ساتھ رہے گی تو خواہ مخواہ قانونی گرفت میں آتی رہے گی۔ میں تو ان قانون کے محافظوں سے نمٹتا آ رہا ہوں۔ وہ اس معاملے میں بالکل کورے ہیں۔ خواہ مخواہ پریشان ہوتی رہے گی۔"

"لیکن یہ اکیلی کہاں بھٹکے گی؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔ میرے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ اگر وہ اس ملک سے نکل جانا چاہے تو بہت اچھی بات ہوگی۔ فرانس ہمارا وطن ہے۔ وہ پیرس پہنچے گی تو وہاں میرے ذرائع بھی کام آئیں گے اور تمھارے ابا وغیرہ بھی موجود ہیں۔ بہرحال میں نہیں جانتا کہ فیری اس سلسلے میں کیا فیصلہ کرے گی یا تم دونوں متفقہ طور پر کسی نتیجے پر پہنچو گے۔ میں اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ جب بھی فیصلہ کرو، مجھے اس سے آگاہ نہ کرنا اور نہ ہی مجھے اپنی نئی شناخت بتانا تاکہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا سپر ماسٹر چپ چاپ میرے ماغ میں آ کر تم لوگوں کے بارے میں کچھ معلوم نہ کر سکے۔"

پارس سمجھ رہا تھا کہ توقع کے بالکل ہی خلاف فیری کی ذمے داری اس کے سر آ رہی ہے۔ وہ حیران تھا کہ تقدیر اس کے ساتھ کیا تماشے کر رہی ہے۔ اسے ایک بہت ہی بھولی بھالی، بہت ہی خوب صورت لڑکی کے پاس لے آئی ہے۔ وہ اس سے دور جانا چاہتا ہے لیکن حالات اسے اور قریب کرتے جا رہے ہیں۔ وہ فیری کے سلسلے میں کوئی ذمے داری قبول نہیں کرنا چاہتا تھا اور انکار بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی عجیب حالت ہو گئی تھی۔

ٹرانسمیٹر سے کنگ فرنانڈو کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ "اگر فیری کے سلسلے میں تم کوئی پریشانی محسوس کرو تو اسے اپنے پاپا کے پاس روانہ کر دینا۔ جب وہ تمھارے والدین کے ساتھ میں پیرس پہنچ جائے گی تو میں یہاں اطمینان سے رہ سکوں گا۔ فی الحال یہ ہماری آخری گفتگو ہے۔ حالات نے اجازت دی تو پھر ملیں گے۔ دیٹس آل۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو جیب میں رکھ لیا۔ پھر ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔ دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے، پھر وہ بولی۔ "میں تمھارے لیے مصیبت بن گئی ہوں؟"

"آں؟" وہ چونک کر بولا۔ "فن۔۔۔ نہیں تو، مصیبت کیسی بلکہ میں تمھارے لیے مصیبت ہوں۔ دیکھو نا، میری خاطر تم اپنا وقت ضائع کر رہی ہو۔ مجھے دریا کی سیر کرانے لے جا رہی ہو۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں، سیر و تفریح کے بعد تمھیں گھر پہنچا آؤں گی۔ اس کے بعد کبھی ملاقات نہیں کروں گی۔ میں نے انکل کی بات سن لی ہے۔ وہ چاہتے ہیں، میں پیرس چلی جاؤں یہی بہتر ہے۔ اگر کل کی فلائٹ میں سیٹ مل گئی تو میں کل ہی چلی جاؤں گی۔"

وہ چپ رہا۔ سوچنے لگا، آخر یہ لڑکی کیا چیز ہے میری مستقل مزاجی کو کمزور بنا رہی ہے، جاتی ہے تو چلی جائے۔ مجھے اپنی قوتِ ارادی سے کام لینا چاہیے۔ سخت بن جانا چاہیے۔ پتھر ہو جانا چاہیے۔

وہ بیٹری پارک پہنچ گئے۔ وہاں اُن کے لیے ایک موٹر بوٹ تیار تھی۔ کنگ فرنانڈو کے ایک خاص ماتحت نے وہاں تک اُن کی رہنمائی کی۔ پھر پارس کو بتایا کہ وہ موٹر بوٹ کس طرح ہینڈل کی جا سکتی ہے اور اس میں کتنی طرح کے خفیہ مکینزم ہیں۔ اُس نے ایک چھوٹا سا ریموٹ کنٹرولر دیتے ہوئے کہا: جب ریموٹ کنٹرولر کے اس بٹن کو دباؤ گے تو ایک خفیہ ڈیش بورڈ کھل جائے گا۔"

پارس نے اُس بٹن کو دبا کر دیکھا۔ ڈیش بورڈ ایک طرف سے کھلتا چلا گیا۔ اُس کے اندر ایک ریوالور اور کئی کارتوس رکھے ہوئے تھے۔ نوٹوں کی گڈیاں اور ایک ٹرانسمیٹر بھی تھا۔ اُس نے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے ڈیش بورڈ کو پھر بند کر دیا۔ اس موٹر بوٹ کا انجن خراب ہونے کی صورت میں ایک ایکسٹرا انجن تھا۔ پچھلے خانے میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ پانی کی بوتلیں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ ڈیش بورڈ کا ایک خانہ جو واضح طور پر کھل سکتا تھا، اُس میں دو ٹارچ لائٹ اور اینٹی ڈارک لینس کے گاگلز رکھے ہوئے تھے، جنھیں اندھیرے میں پہن لو تو تاریکی بڑی حد تک چھٹ جاتی تھی اور بہت کچھ نظر آنے لگتا تھا۔

کنگ فرنانڈو کا خاص آدمی تمام باتیں سمجھانے کے بعد چلا گیا۔ فیری نے کہا۔ "آؤ بیٹھو، ہم چلتے ہیں۔"

"ذرا ایک منٹ۔"

یہ کہہ کر پارس نے اپنے دونوں ہاتھ سر سے بلند کیے۔ ان ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں ملایا۔ انھیں ایک دوسرے سے الگ کیا۔ پھر ایک دوسرے سے ملایا۔ پھر ہاتھ نیچے کر لیے۔

فیری نے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

"میں اپنی نگرانی کرنے والے ایک شخص کو بلا رہا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی کے ماتحت اس کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ اُس نے کہہ دیا تھا، جب بھی ان کی ضرورت ہو گی تو وہ اسی طرح ہاتھ اُٹھا کر اشارہ کرے گا تو کوئی بھی ماتحت اُس کے قریب آ سکتا ہے۔ صرف چند ہی سیکنڈ کے بعد ایک شخص اس کے قریب آ کر بولا۔ "یس، پارس بابا جی؟"

اُس نے کہا۔ "میں ابھی دریا کی سیر کے لیے جا رہا ہوں۔ ہم جزیرہ ایلس تک جائیں گے۔ پھر واپس آ جائیں گے اعلیٰ بی بی کو میرا پیغام دو۔ میں نے آج کنگ فرنانڈو سے ملاقات کی ہے اور اُن کی ایک بھتیجی کے ساتھ تفریح کے لیے جا رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے، انٹیلی جنس والوں نے مجھے فرنانڈو کے ساتھ دیکھ لیا ہو اور ہو سکتا ہے جب تک میری اور فرنانڈو کی بھتیجی فیری کی شناخت بدلنی پڑے۔ وہ اس بات کے لیے تیار رہیں۔ کسی

وقت بھی ہمارا نیا پاسپورٹ اور اس شہر میں رہنے کے سلسلے میں نئے کاغذات تیار رہنے چاہئیں۔"

اُس شخص نے کہا: "میں آپ کا پیغام پہنچا دوں گا مگر آپ جزیرۂ اِلس کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟"

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

"اسے عرفِ عام میں آئی لینڈ آف ٹیئرز یعنی آنسوؤں کا جزیرہ کہتے ہیں۔ وہاں پہلے امریکا کے قدیم باشندے آباد تھے۔ اب وہ بالکل ویران ہے۔ آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، ویران جزیروں میں خطرات کی گنجائش ہوتی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہم میں سے کوئی آپ کے ساتھ چل سکتا ہے۔"

فیری نے کہا: "میں اس جزیرے کے متعلق جانتی ہوں، ہم وہاں قدم نہیں رکھیں گے۔ ہم تو صرف جزیرے کے ساحل تک جائیں گے پھر وہاں سے بغیر واپس آجائیں گے۔"

اس شخص نے کہا: "پھر تو آپ مزید رجائیں۔ آپ کے لیے کسی باڈی گارڈ کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ چلا گیا۔ پارس موٹر بوٹ کی اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ فیری نے قریب آکر کہا: "تم نے تو کہا تھا، کبھی دریا کی سیر نہیں کی۔ پھر موٹر بوٹ کیسے چلا لوگے؟"

"میں نے کہا تھا، چاندنی رات میں کبھی سیر نہیں کی ورنہ مجھے سائیکل اور موٹر سے لے کر موٹر بوٹ اور ہوائی جہاز تک چلانا سکھایا گیا ہے۔"

وہ اُس کے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ دُور تک چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ کتنے ہی رومانی جوڑے چپّو والی کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی کشتی پر دو محبت کرنے والے چپّو چلا رہے تھے۔ کسی کشتی پر صرف محبوب چپّو چلا رہا تھا اور محبوبہ اُس کے شانے پر سر رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔

فیری ان مناظر سے نظریں چرا رہی تھی اور شرماتے ہوئے سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ امریکا جیسے شہر میں ایسی شرمیلی لڑکی ملے گی۔ پارس کو یہ رومانی ماحول بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اُس نے آج تک خشک مضامین پڑھے تھے، خشک موضوعات پر ریسرچ کرتا رہا تھا۔ اُس نے خصوصاً سانپوں کے زہر اور اُن کے توڑ کے متعلق کافی معلومات حاصل کی تھیں۔ کہاں زہر اور کہاں یہ حُسن۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ وہ زہریلی آب و ہوا سے نکل کر چاندنی میں لہریں بنتا جا رہا تھا۔

اُس نے اسٹیچو آف لبرٹی یعنی مجسمۂ آزادی کے قریب پہنچ کر رفتار سُست کر دی، پھر کہا: "یہ آزادی کا مجسمہ امریکی قوم کے لیے قابلِ فخر ہے اور مجسمے والی یہ عورت خاموش رہ کر بھی آزادی کی داستان سُنا رہی ہے۔ لیکن تم اتنی دیر سے خاموش رہ کر کیا سنانا چاہتی ہو؟"

وہ جھینپ کر بولی: "میں۔ . . . بس یونہی خاموش رہی۔ یہ مجسمۂ آزادی ہے۔"

"یہ تو مجسمۂ آزادی ہے، تم مجسمہ کیوں بنی ہوئی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "میں تقدیر کی ستم ظریفی پر غور کر رہی تھی۔ آخر یہ ایسا کیوں کرتی ہے کہ کبھی کبھی خوشی اور بے خوشی بھی چھین لینے کی دھمکی دیتی ہے۔"

"انسان کو ایسا نہیں سوچنا چاہیے، بلکہ قناعت پسند ہونا چاہیے۔ جو اسے مل رہا ہے اُسے ہنسی خوشی قبول کرنا چاہیے۔ کیا ہوگا، یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔"

وہ بولی: "انجن بند کر دو۔ ہم چپّو چلائیں گے۔"

پارس نے انجن کو بند کر دیا۔ دونوں نے ایک ایک چپّو لیا۔ پھر اس کے ذریعے آگے بڑھنے لگے۔ پارس نے پوچھا: "اگر ہم کالپورا ایک چکّر لگانا چاہیں تو کتنا وقت لگے گا؟"

"انجن اسٹارٹ کر کے چلا جائے تو ہم تین گھنٹے میں یہاں کا ایک چکّر لگا لیں گے۔"

اور اگر چپّو چلائیں تو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی: "پھر تو بازو تھک جائیں گے۔"

اسی موٹر بوٹ پر گر پڑیں گے۔"

"اگر گرتے وقت کوئی بازو تھام لے تو؟"

اُس کی مسکراہٹ ایک دم سے حیا میں بدل گئی۔ وہ منہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اُس کی یہی ادا مار رہی تھی۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا: "یہ غلط بات ہے۔ آزمائش کے اس مرحلے میں مجھے مستقل مزاج رہنا چاہیے۔ اپنی قوتِ ارادی سے کام لے کر اس لڑکی سے بچنا چاہیے۔ اگر آج اس کے ساتھ چند گھنٹے خیریت سے گزار کر دُور ہو جاؤں تو پھر اس کا جادو مجھ پر نہیں چل سکے گا۔"

وہ چپّو چلاتے ہوئے مجسمۂ آزادی سے دُور نکل گئے۔ وہ ہانپتے ہوئے بولی: "میں تو تھک گئی ہوں۔ پلیز، انجن اسٹارٹ کر دو۔"

اُس نے انجن اسٹارٹ کیا۔ موٹر بوٹ تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ پارس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ دل کی دھڑکنیں تیز ہیں یا موٹر بوٹ کی رفتار؟

پارس نے خود کو محبت کے اس بے رحم موضوع سے ہٹانے کے لیے پوچھا: "تمہارے انکل اپنی بھتیجی کی یاد تازہ رکھنے کے لیے تمہیں فیری کہتے ہیں، ورنہ تمہارا اصل نام فرزانہ ہے۔ اگر میں تمہیں فرزانہ کہوں تو؟"

وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولی: "ہائے! یہ تو کسی پاکستانی

فرزانہ نے کہا: "اِس جزیرے کے متعلق بہت کم لوگ جانتے ہیں، میں اس لیے جانتی ہوں کہ انکل کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ انھوں نے ایک دن مجھے سمجھایا تھا، کبھی کشتی کی سیر کے لیے نکلو تو اس جزیرے کے قریب سے گزر جانا مگر وہاں قدم نہ رکھنا۔ وہ جزیرہ سرکاری تحویل میں ہے۔"

پارس بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا۔ اس نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا: "اِس کا مطلب ہے، اس جزیرے میں کوئی خاص بات ہے۔"

فرزانہ نے کہا: "بھلا خاص بات کیا ہو سکتی ہے؟ سرکاری معاملات ہیں۔ وہاں کوئی فوجی اڈہ بھی ہو سکتا ہے۔ تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں جزیرے میں جانے کے متعلق سوچ رہا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی: "یہ ممکن نہیں ہے۔ رات کے وقت کوسٹ گارڈ زیادہ متاثر رہتے ہیں اور پیٹرولنگ پارٹنر موٹر بوٹ وغیرہ میں چاروں طرف گشت کرتی رہتی ہیں۔"

پارس نے موٹر بوٹ کو واپس موڑتے ہوئے کہا: "چلو، میں تمہیں بیٹری پارک چھوڑ دوں گا۔ وہاں سے پھر واپس آؤں گا۔"

"کیا تنہا آؤ گے، کیا مجھے چھوڑ دو گے؟"

"تم خود کہہ رہی ہو، یہاں ہر قدم پر خطرہ ہے اور سخت پہرا ہے۔ تمہیں خطرات سے کھیلنے کی عادت نہیں ہے۔ یہ عادت مجھے بھی نہیں ہے لیکن مجھے بہت کچھ سکھایا گیا ہے اس لیے خطرات کا عادی ہوتا جاؤں گا۔"

"تمہیں سکھایا گیا ہے اور میں تمہارے ساتھ رہ کر سیکھ سکتی ہوں۔ تمہاری طرح خطرات کی عادی بن سکتی ہوں، تمہیں جزیرے میں تنہا نہیں جانے دوں گی۔"

"پاگل نہ بنو۔ تم میرے ساتھ جاؤ گی تو مجھ پر دوہری ذمّے داریاں عائد ہو جائیں گی۔ ایک تو مجھے اپنی جان بچانے کی فکر ہوگی، دوسرے تمہاری حفاظت کا خیال رہے گا۔"

فرزانہ نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ ایک گہری سانس لے کر سوچنے لگی: "میں تو میں دیکھنا چاہتی ہوں، تم خطرات میں میرا کتنا خیال رکھتے ہو، یہی تو مرد انگی ہے اور یہی تو محبت ہوگی۔"

وہ زبان سے کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ اگنیشن کی چابی کو گھما دیا، انجن بند ہو گیا۔ پارس نے پوچھا: "یہ کیا کر رہی ہو؟"

"وہی جو کہہ چکی ہوں۔ ہم اس جزیرے میں ساتھ جائیں گے یا پھر نہیں جائیں گے۔"

اُسی وقت ایک موٹر بوٹ تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ اس کی سرچ لائٹ ان پر پڑ رہی تھی۔ میگافون کے ذریعے کہا جا رہا تھا: "ڈونٹ اسٹے ہیئر، گو بیک ٹو دی اسٹیچو آف لبرٹی (یہاں

پارس نے اُسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا: "فرزانہ۔"

پارس اُس کا نام لے کر کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی غزالی آنکھیں خواب ناک ہو گئی تھیں اور یہ قدرتی حیا کا ایک واضح ثبوت تھا کہ خواب ناک ہونے کے باوجود وہ شرما رہی تھی۔ پارس بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا۔ اس نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا: "اِس کا مطلب ہے، اس جزیرے میں کوئی خاص بات ہے۔"

فرزانہ نے کہا: "بھلا خاص بات کیا ہو سکتی ہے؟ سرکاری معاملات ہیں۔ وہاں کوئی فوجی اڈہ بھی ہو سکتا ہے۔ تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں جزیرے میں جانے کے متعلق سوچ رہا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی: "یہ ممکن نہیں ہے۔ رات کے وقت کوسٹ گارڈ زیادہ متاثر رہتے ہیں اور پیٹرولنگ پارٹنر موٹر بوٹ وغیرہ میں چاروں طرف گشت کرتی رہتی ہیں۔"

پارس نے موٹر بوٹ کو واپس موڑتے ہوئے کہا: "چلو، میں تمہیں بیٹری پارک چھوڑ دوں گا۔ وہاں سے پھر واپس آؤں گا۔"

"کیا تنہا آؤ گے، کیا مجھے چھوڑ دو گے؟"

"تم خود کہہ رہی ہو، یہاں ہر قدم پر خطرہ ہے اور سخت پہرا ہے۔ تمہیں خطرات سے کھیلنے کی عادت نہیں ہے۔ یہ عادت مجھے بھی نہیں ہے لیکن مجھے بہت کچھ سکھایا گیا ہے اس لیے خطرات کا عادی ہوتا جاؤں گا۔"

"تمہیں سکھایا گیا ہے اور میں تمہارے ساتھ رہ کر سیکھ سکتی ہوں۔ تمہاری طرح خطرات کی عادی بن سکتی ہوں، تمہیں جزیرے میں تنہا نہیں جانے دوں گی۔"

"پاگل نہ بنو۔ تم میرے ساتھ جاؤ گی تو مجھ پر دوہری ذمّے داریاں عائد ہو جائیں گی۔ ایک تو مجھے اپنی جان بچانے کی فکر ہوگی، دوسرے تمہاری حفاظت کا خیال رہے گا۔"

فرزانہ نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ ایک گہری سانس لے کر سوچنے لگی: "میں تو میں دیکھنا چاہتی ہوں، تم خطرات میں میرا کتنا خیال رکھتے ہو، یہی تو مرد انگی ہے اور یہی تو محبت ہوگی۔"

وہ زبان سے کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ اگنیشن کی چابی کو گھما دیا، انجن بند ہو گیا۔ پارس نے پوچھا: "یہ کیا کر رہی ہو؟"

"وہی جو کہہ چکی ہوں۔ ہم اس جزیرے میں ساتھ جائیں گے یا پھر نہیں جائیں گے۔"

اُسی وقت ایک موٹر بوٹ تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ اس کی سرچ لائٹ ان پر پڑ رہی تھی۔ میگافون کے ذریعے کہا جا رہا تھا: "ڈونٹ اسٹے ہیئر، گو بیک ٹو دی اسٹیچو آف لبرٹی (یہاں

عذرکو۔ مجسمۂ آزادی کی طرف واپس جاؤں؟"

پارس نے انجن اسٹارٹ کیا، پھر موٹر بوٹ کو واپس لے جانے لگا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد وہ رُک گیا۔ گشت کرنے والی پیٹرولنگ پارٹی جزیرے کی دوسری سمت گھوم گئی تھی اور ان سے بہت دُور نکل گئی تھی۔ وہ بے بسی سے بولا۔ "تم مجھے مجبور نہ کرو۔ واپس چلو۔ میں تمہیں چھوڑ کر آؤں گا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں، تمہارے لیے مصیبت نہیں بنوں گی۔ تم پر کوئی بوجھ نہیں ہوگا۔ میں اپنی حفاظت خود کروں گی لیکن تمہارے ساتھ جزیرے میں جاؤں گی۔"

"ابھی تم چیخ چلا رہی تھیں۔ تمہارے بازو دُکھنے لگے تھے، تم تھک گئی تھیں اور جزیرے کے ساحل تک پہنچنے کے لیے ہمیں موٹر بوٹ کے انجن کو خاموش رکھنا ہوگا۔ چُپ چاپ چپو چلا کر جانا ہوگا۔"

پارس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی اُس نے ایک چپو کو اُٹھالیا، پھر بولی۔ "آؤ، ہم اسی طرح جائیں گے۔"

موٹر بوٹ کا انجن خاموش تھا۔ پارس نے دوسرا چپو سنبھالا پھر وہ تیزی سے ساحل کی طرف جانے لگے۔ ساحل کے بعض حصوں میں اونچی چٹانیں بنی ہوئی تھیں۔ وہاں سے سرچ لائٹ دائیں سے بائیں گھومتی رہتی تھیں لیکن جزیرے کے ساحل کا کچھ حصہ ایسا بھی تھا جو چٹانی اور پتھریلا تھا۔ وہاں تک روشنی نہیں پہنچتی تھی۔ پارس ایسے ہی حصے سے گزرتا ہوا دو چٹانوں کے درمیان بوٹ کو لے آیا۔ اسی وقت ایک پیٹرولنگ پارٹی موٹر بوٹ میں گزر رہی تھی اور سرچ لائٹ کے ذریعے دُور دُور تک دیکھ رہی تھی۔ ان دو چٹانوں کے درمیان ایک بڑا سا پتھر تھا جو موٹر بوٹ کو چھپائے ہوئے تھا۔ پارس نے وہیں لنگر ڈال دیا۔ ڈیش بورڈ کو کھول کر ریوالور اور کارتوس نکالے، تمام کارتوس جیبوں میں ٹھونس لیے۔ ایک ٹارچ اور ایک اینٹی ڈارک گاگل فرزانہ کو دیا، دوسرا اپنے پاس رکھا۔ پانی کی ایک بوتل شانے سے لٹکائی، پھر موٹر بوٹ سے اُتر کر ساحل کی زمین پر قدم رکھتے ہوئے دور دُور تک دیکھنے لگا۔ چاندنی میں حدِ نظر تک دکھائی دے رہا تھا۔ وہ چٹانوں اور پتھروں کی آڑ لے کر آگے بڑھنے لگے۔ ایک جگہ سرچ لائٹ کی روشنی گزرتی جارہی تھی۔ پارس نے اس کے ساتھ ایک پتھر کے پیچھے دبک کر پوچھا۔ "ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟ سامنے ذرا فاصلے پر مچان دکھائی دے رہی ہے۔ لائٹ وہیں سے آرہی ہے۔"

فرزانہ نے کہا۔ "تم زیادہ سمجھ دار ہو۔ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں، تم کتنی ذہین ہو اور ان حالات میں کیا مشورہ دے سکتی ہو۔"

وہ مچان کی طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ "اس مچان پر رہنے والے آدمی اپنے ہیڈ کوارٹر سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے یقیناً رابطہ قائم کرتے ہوں گے۔ اگر تم ان سے ٹکراؤ گے یا انہیں مار ڈالو گے تو رابطہ ختم ہو جائے گا، پھر ہیڈ کوارٹر والوں کو شبہ ہوگا۔"

پارس نے خوش ہو کر کہا۔ "شاباش، تم نے ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ اسی خیال کے مطابق زمین پر رینگتے ہوئے آگے بڑھتی چلو۔ کہنیاں اور گھٹنے چھلتے رہیں گے، تکلیف ہوگی لیکن ہم کسی سے چھیڑ چھاڑ کیے بغیر آگے نکل جائیں گے۔"

وہ اُس کی مرضی کے مطابق اوندھی زمین پر لیٹ گئی پھر اُس کی طرح کہنیوں اور گھٹنوں کے بل رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔ ایک جگہ پہنچ کر بولی۔ "آخر ہم کہاں جارہے ہیں؟"

"میں اسی طرح پورے جزیرے کا چکر لگاؤں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ یہاں کون سا سرکاری راز ہے جس کی اس طرح حفاظت کی جارہی ہے۔"

وہ اسی طرح رینگتے ہوئے اس مچان سے دور نکل گئے۔ اس کے بعد اُٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ پھر جُھک کر دوڑتے ہوئے دُور تک جانے لگے۔ بہت دور جانے کے بعد جب دوسری مچان نظر آئی تو وہ پھر زمین پر لیٹ گئے اور اسی طرح رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔

دوسری مچان کے بعد پارس نے راستہ بدل دیا۔ اس بار وہ جزیرے کے درمیانی حصے کی طرف رینگتے ہوئے جانے لگا۔ بہت دُور جانے کے بعد وہ پھر فرزانہ کے ساتھ اُٹھ کر کھڑا ہوا۔ اور جھکتے ہوئے، دوڑتے ہوئے اس چھوٹی سی پہاڑی کی طرف جانے لگا جو چاندنی میں دکھائی دے رہی تھی۔ فرزانہ عُرف فیری کو اپنی زندگی سے بہت پیار تھا۔ وہ موت سے ڈرتی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ پارس کتنا سُتھرا زور، کتنا باصلاحیت اور کتنا حاضر دماغ ہے۔ یہ سب کچھ نہ جاننے کے باوجود اُسے اعتماد تھا کہ یہی وہ مرد ہے جو اس کا محافظ ہو سکتا ہے۔ زندگی ایک بار ملتی ہے اور ایک ہی بار کسی مرد پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ بے شک اُسے زندگی سے پیار تھا لیکن آج موت سے بھی خوف نہیں آرہا تھا۔ یہ جو لمحات اُس کے ساتھ گزر رہے تھے یہی زندگی کا حاصل تھے۔ اس کے بعد چاہے موت آتی یا قیامت آتی، اُسے کسی بات کی پروا نہیں تھی۔

اچانک پہاڑی کے ایک حصے سے کسی نے للکارتے ہوئے کہا۔ "ہالٹ!"

وہ دونوں رُک کے گھر زمین پر لیٹ سکتے، ہوئے ایک پتھر کی آڑ میں چلے گئے۔ چاند پہاڑی کی دوسری طرف تھا۔ اس کی روشنی ادھر نہیں آرہی تھی۔ قدرے تاریکی تھی، لہٰذا دونوں نے اینٹی گاگل آنکھوں پر پہن لیے۔ ایسے ہی وقت کہیں سے ٹارچ کی روشنی قریب آرہی تھی۔ کوئی اُن کی طرف چلا آرہا تھا۔ پارس نے فرزانہ کے کان کے قریب منہ لاکر کہا۔ "تم یہیں دبک کر رہنا۔ ذرا بھی حرکت نہ کرنا میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ رینگتا ہوا ایک طرف نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد فرزانہ نے کچھ آوازیں سُنیں جیسے دو آدمی ٹکرا گئے ہوں۔ اوہ، اُن کی آواز نکل رہی تھی۔ پھر یکبارگی خاموشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر بعد قریب ہی پارس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "فرزانہ! میں تمہارے پاس آرہا ہوں لیکن اس وقت یہاں کے ایک گارڈ کی وردی میں ہوں، مجھے دیکھ کر پریشان نہ ہونا۔"

وہ رینگتا ہوا قریب آگیا۔ اُسی وقت دُور کہیں سے کسی کی آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "مورگن! ابھی تم کس کو للکار رہے تھے، کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے؟ تم کہاں ہو؟"

پارس نے فرزانہ کو تھپک کر کہا۔ "یہاں رہو، میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ اُٹھ کر پتھر کی آڑ سے نکلا۔ پھر کھانستے ہوئے بولا۔ "مجھے شبہ ہوا تھا کہ ادھر میں نے کسی کو حرکت کرتے دیکھا ہے لیکن یہاں کوئی نہیں ہے۔"

وہ ایک بار پھر کھانستے ہوئے آنے والے کے قریب پہنچا۔ پھر ایک گھونسا اُس کے پیٹ میں مارا۔ وہ کراہتے ہوئے جھکا تو اس کے منہ پر دوسرا ہاتھ پڑا۔ آنے والے کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک پھڑپھڑاتا رہا۔ پھر ایک دم سے ساکت ہوگیا۔

فرزانہ پتھر کے پیچھے پارس کا انتظار کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اُسے آہٹ سنائی دی۔ پارس نے کہا۔ "میں آرہا ہوں۔"

اُس نے قریب آکر اس کے پاس کپڑوں کی ایک گٹھری پھینک دی، پھر کہا۔ "یہ دوسرے گارڈ کی وردی ہے۔ تم اسے پہن لو، میں دوسری طرف جارہا ہوں۔ جب پہن لو تو پتھر کی آڑ سے نکل آنا۔"

وہ تھوڑی دیر تک سُرشاتی رہی، حالانکہ وہاں قدرے تاریکی تھی، کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا اور پارس پتھر کے دوسری طرف چلا گیا تھا۔ اُس کی شرافت پر میں یقین تھا کہ وہ تاک جھانک نہیں کرے گا۔ وہ تھوڑی دیر تک جھجکتی رہی، پھر اُس نے لباس بدل ہی لیا۔

لباس ڈھیلا ڈھالا تھا۔ وہ اُسے پہن کر پتھر کی آڑ سے نکل آئی۔ پارس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "چلے گا۔ اب یہ بتاؤ کیا اسٹین گن چلانا جانتی ہو؟"

وہ پھر جھجکنے لگی۔ پارس نے کہا۔ "کوئی بات نہیں، اسٹین گن کو دیکھو، یہ لاک ہے۔ اسے اس طرح ہٹاؤ گی، پھر ٹرائیگر پر انگلی کا دباؤ ڈالو گی تو گولیاں نکلتی چلی جائیں گی۔ لیکن لاک اُس وقت تک نہ ہٹانا، ٹرائیگر اُس وقت تک نہ دبانا جب تک تمہیں اپنی جان کا خطرہ نہ ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ یہاں فائرنگ کا شور ہو اور دُور دُور تک آواز جائے۔"

فرزانہ نے کارتوس کی پیٹی اور اسٹین گن لے لی۔ پھر اُس کے قریب ہو کر آہستگی سے کہا۔ "میں نے یہاں بارود کی بُو محسوس کی ہے۔"

پارس نے چونک کر اُسے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "تم نے کہاں محسوس کی ہے؟"

وہ زمین پر بیٹھ گئی، پھر لیٹ گئی۔ پارس بھی اُس کے ساتھ لیٹ گیا۔ وہ اوندھے منہ ہو کر زمین سے ناک لگا کر سونگھ رہی تھی۔ پارس بھی سونگھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اُسے بچپن سے تربیت دی گئی تھی کہ پانچوں حواس کو کس طرح زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ وہ تاریکی میں اس حد تک دیکھ سکتا تھا جتنا کہ کوئی عام آدمی نہیں دیکھ پاتا۔ وہ کانوں سے ہلکی سے ہلکی آہٹ سن سکتا تھا۔ اور اس آہٹ کا تجزیہ کر سکتا تھا۔ وہ سونگھ کر بتا سکتا تھا کہ کون سی چیز زہریلی ہے اور کون سی چیز بے ضرر ہے۔ وہ معمولی سے زہر کو بہ آسانی زبان سے چکھ سکتا تھا۔ وہ فرزانہ کے قریب زمین پر اوندھے منہ لیٹ کر زمین کو سونگھ کر بولا۔ "مجھے تو بارود کی بُو محسوس نہیں ہو رہی ہے۔"

وہ بولی۔ "بارود اس مٹی کی بہت گہری تہ میں بچھائی گئی ہے۔ میں اس مٹی کو سونگھ کر بارود کا سراغ لگا سکتی ہوں۔ کیسے آثارِ قدیمہ کی ماہر ہوں۔ میں کسی بھی کھنڈر کی ایک اینٹ کو سونگھ کر بتا سکتی ہوں کہ یہ ہزار، دو ہزار یا دس ہزار سال پہلے کس بھٹی میں پکائی گئی تھی۔"

پارس نے اُسے حیرانی سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "اگر تمہاری یہ مہارت درست ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس پہاڑی کے اندر کوئی بہت اہم چیز چھپا کر رکھ دی گئی ہے اور یہ سوچتے ہوئے میرا دل خوشی سے دھڑک رہا ہے کہ وہ چیز ٹرانسفارمر مشین بھی ہو سکتی ہے۔"

وہ دونوں زمین پر سے اُٹھ گئے۔ ذرا جھک کر دوڑتے ہوئے ایک طرف جانے لگے۔ گویا پہاڑی کا ایک چکر کاٹنے لگے۔ ذرا دُور جا کر انھیں رُکنا پڑا۔ ایک غار کا دہانہ دکھائی دے رہا تھا، وہاں دو مسلح پہرے دار تھے۔ اُن میں سے ایک کہہ رہا تھا۔ "یہ کم بخت کہاں جا کر مر گیا ہے؟"

دوسرا کہہ رہا تھا۔ "وہ مورگن کے ساتھ بیٹھ کر سگریٹ کے

کش لگا رہا ہوگا۔ دونوں ہی ہڑحرام ہیں، ذرا تم جا کر دیکھو۔"

پارس نے فرزانہ کا ہاتھ پکڑا، پھر واپس مڑ کر ایک پتھر کی آڑ میں چلا گیا۔ وہاں اُس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔ "تم چپ چاپ کھڑی رہنا۔ میں آنے والے سے نمٹ لوں گا۔"

تھوڑی دیر تک گہری خاموشی رہی۔ ہلکے ہلکے قدموں کی آہٹ سُنائی دے رہی تھی۔ وہ آ رہا تھا۔ جب اُس بڑے سے پتھر کے قریب سے گزرتے ہوئے جانے لگا تو پارس نے اسٹین گن کے دستے سے اُس کے سر پر زوردار ضرب لگائی۔ اس کے حلق سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ پھر وہ زمین پر گر پڑا۔ پارس نے دوسری ضرب لگائی۔ اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا۔ اُس کی طرف سے مطمئن ہو کر وہ اطمینان سے چلتا ہوا غار کے دہانے کی طرف جانے لگا۔ فرزانہ حیران تھی کہ وہ کتنی دیدہ دلیری سے کام لے رہا ہے۔ اُسے ذرا بھی خوف نہیں تھا کہ پہچان لیا جائے گا۔ حالانکہ وہ مسلح افراد کی وردی میں تھا۔ پھر بھی ایسا خطرہ مول لینا مناسب نہیں تھا۔

وہ سوچ رہی تھی اور ڈرتی جا رہی تھی۔ پارس غار کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے اچانک ہی اسٹین گن کے دستے سے دوسرے مسلح محافظ پر حملہ کیا، اُسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ محافظ خاصا تگڑا تھا۔ بڑا جی دار تھا۔ وہ پارس سے لپٹ گیا۔ دونوں گتھم گتھا ہو کر پہاڑی کی ڈھلان سے لڑھکنے لگے۔ پارس کی کوشش یہی تھی کہ وہ منہ سے آواز نہ نکال سکے۔ اس مقصد کے لیے اس نے ایک ہاتھ سے اُس کی گردن دبوچ لی تھی اور دوسرے ہاتھ سے ضربیں لگا رہا تھا۔ وہ ماسٹر والٹور وکی کے بنائے ہوئے فولادی ہاتھ تھے۔ آخر اس کا مخالف کتنی ضربیں کھا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ٹھنڈا پڑ گیا۔

غار میں داخل ہونے کا راستہ آسان ہو گیا۔ وہ فرزانہ کا ہاتھ پکڑ کر دوڑتا ہوا غار تک آیا۔ پھر دبے قدموں اندر جھانے لگا۔ فرزانہ نے سہارے کے طور پر اس کے ایک بازو کو تھام لیا تھا۔ بازو کی مچھلی اُبھری ہوئی تھی اور وہ سوچ رہی تھی، یہی تو وہ فولادی جسم ہے جس کے متعلق لڑکیاں سوچتی ہیں، مجھے تو بیٹھے بٹھائے آئیڈیل مل گیا ہے۔ کیا ہوا کہ اس کے ساتھ ایک خطرناک مہم میں مصروف ہوں۔ جان جائے، کوئی بات نہیں۔ جان کی قدر کرنے والا تو ساتھ ہے۔

وہ غار کے ایک ایسے حصے میں پہنچے، جہاں راستہ بند ہو گیا تھا، دائیں بائیں کوئی راستہ سُجھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے ٹارچ روشن کی۔ پھر چاروں طرف روشنی کرتے ہوئے دیکھنے لگا۔ ایک جگہ ایک آہنی کل نظر آئی۔ اُس نے اس کل کو اِدھر سے اُدھر گھمایا تو اچانک ہی وہ بند راستہ دروازے کی طرح ایک طرف سرکنے لگا۔ اس دروازے کے دوسری طرف دور تک بڑا سا ہال دکھائی دے رہا تھا۔ بہت اونچائی تک کرینیں ہوئی اِدھر سے اُدھر جا رہی تھیں۔ نیچے ٹرالیاں سامان سے لدی ہوئی گزر رہی تھیں۔ اس ہال کے ایک دور افتادہ حصے میں شخص اونچی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، جیسے کوئی شہنشاہ تخت پر بیٹھا ہو۔ اُس نے تالی بجاتے ہوئے کہا۔ "کم آن۔ ینگ تم نے تو کمال کر دیا۔ ہمارے مہمان کے سپاہیوں سے بچا کر لائے اور ادھر آ کر ہمارے چار آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ یہ تماشا اس اسکرین پر دیکھتے آ رہے ہیں۔"

اُس نے ایک اسکرین کی جانب اشارہ کیا۔ پارس اور فرزانہ نے اُدھر دیکھا۔ غار کے باہر کا حصہ نظر آ رہا تھا۔ شانا نامی کرسی پر بیٹھا ہوا شخص ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دبا رہا تھا۔ اس کے ذریعے اسکرین کا منظر بدلتا جا رہا تھا اور وہ چاروں ہلاک ہونے والے شخص یکے بعد دیگرے نظر آتے جا رہے تھے۔ شانا نامی کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔ "اپنے ہتھیار پھینک دو۔ تمہاری اسٹین گن کی گولیاں مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گی اور اگر اسے استعمال کرنا ہی چاہتے ہو تو اپنے آس پاس دیکھ لو۔"

پارس نے دائیں بائیں نظریں گھما کر دیکھا۔ کتنے ہی مسلح افراد تھے جو کلاشنکوف ہاتھوں میں لیے پتھروں کی آڑ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس نے ہتھیار پھینک دیے۔ فرزانہ نے اُس کی دیکھا دیکھی اپنی اسٹین گن اور کاروتوسوں کی پیٹی بھی پھینک دی۔ وہ شخص کرسی سے اُٹھ کر دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔ "شاباش بہت سمجھ دار ہو۔ آؤ میرے قریب آؤ اور بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

پارس نے فرزانہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔ پھر اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "ہم یہاں کشتی کی سیر کے لیے آئے تھے۔ بھٹک کر اس جزیرے میں پہنچ گئے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ یہ مت سمجھو کہ تمہارا یہ جھوٹ چل رہا ہے گا۔ میں ابھی معلوم کر لیتا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے پارس نے سانس روک لی۔ اسے پھر اُس سوچ کی لہر محسوس ہوئی تھی۔ شانا نامی کرسی سے اٹھنے والے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو تمہارا دماغ حساس ہے۔ تم ذہن کے ماہر ہو۔ سانس روک لیتے ہو۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیتے یعنی تم بہت خطرناک ہو۔"

پارس نے فرزانہ کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی کی۔ کہا۔ "تم کوئی بات نہ کرنا۔ گونگی بن کر رہنا۔"

شانا نامی کرسی کے پاس کھڑے ہوئے شخص نے ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے کہا۔ "فرہاد علی تیمور، تم ٹیلی پیتھی

والوں کو شیطان کہتا ہے۔ اس حساب سے میں شیطان نمبر چھ ہوں، لڑکی! تم کون ہو؟ خود ہی بتا دو تو بہتر ہے۔"

پارس نے کہا۔ "میری یہ ساتھی گونگی اور بہری ہے۔"

شیطان نمبر چھ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر کہا۔ "میں تمہاری گونگی بہری کو بولنا سکھا دوں گا۔ بائی دی وے، تمہارے متعلق میں یہ پتا چلا رہا ہوں کہ تم کوئی معمولی جوان نہیں ہو، تمہارا چہرہ بتاتا ہے، انداز سے پتا چلتا ہے، تم کوئی معمولی جوان نہیں ہو، تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم مشرقی ہو، تمہاری گفتگو بتاتی ہے کہ مغربی ہو۔ لہٰذا تم ہاسک مین کے ملک سے تعلق نہیں رکھتے ہو اور تم یہودی بھی نہیں ہو۔ میرے حساب سے تم فرہاد علی تیمور سے تعلق رکھتے ہو، کیا تم پارس دوم ہو؟"

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "میرے باپ نے اگر تم لوگوں کو شیطان کہا ہے تو غلط نہیں کہا۔ شیطان اپنے ہتھکنڈوں سے صحیح سمت اور صحیح مقام تک پہنچ جاتا ہے۔"

یہ سنتے ہی شیطان نمبر چھ نے قہقہہ لگانا شروع کیا۔ وہ ہنس رہا تھا اور اِدھر سے اُدھر جا رہا تھا۔ پھر ہنستے ہوئے اُدھر سے اِدھر آ رہا تھا۔ اس کے قہقہے تھے کہ رُکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ اُس نے بڑی مشکلوں سے اپنے قہقہوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "یہ مجھ پر بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ سپر ماسٹر مجھ پر بڑا ظلم کر رہا ہے۔ اُس نے حکم دیا ہے، میں فرہاد کو یا اُس کے کسی بھی رشتے دار کو قتل کر دوں۔ انھیں زندہ رکھوں اور اپاہج بنا کر چھوڑ دوں۔ یہ کتنا ظلم ہے کہ تم میرے چار آدمیوں کو ہلاک کر کے میرے غار میں گھس آئے اور میں تمہیں ہلاک نہیں کر سکتا۔ آہ! کیا کروں، سپر ماسٹر آخر سپر ماسٹر ہے۔ اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتا۔ چلو کوئی بات نہیں۔ ذرا تمہیں اپاہج بنا کر ہی دیکھتا ہوں، کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے؟"

پھر اس نے ہنستے ہوئے فرزانہ کی طرف دیکھا اور کہا۔ "ہائے! یہ کیسی نوخیز دوشیزہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی میری دہلیز پر پہنچ گئی ہے۔"

فرزانہ یہ سنتے ہی پارس سے چپک گئی۔ دونوں کے دل ایک دوسرے سے مل کر دھڑکنے لگے۔ یہ دلوں کا ملاپ تھا۔ یہ خطرات سے آگاہی تھی۔

اب یا تو شیطانوں کی موت آنی تھی یا میرے دونوں بیٹوں کی شامت۔ کیونکہ شیطان نمبر چھ پارس دوم سے ٹکرا گیا تھا اور شیطان نمبر دو پارس اوّل کے پیچھے پڑا ہوا تھا اور اسے اپاہج بنانے کے لیے ڈھونڈ رہا تھا۔

پارس اوّل، جوجو کے ساتھ جھیل کے کنارے والے کاٹیج میں تھا۔ اس نے جوجو کے ہاتھ کو محبت سے تھام کر کہا۔ "میں اپنی جان سے زیادہ تمہیں چاہتا ہوں، تم مجھے کتنا چاہتی ہو؟"

"میں بھی تمہیں جان سے زیادہ چاہتی ہوں۔"

"میں جو پوچھوں گا، اُس کا صحیح جواب دو گی؟"

"کیا میں تمہاری بات کا صحیح جواب نہیں دیتی ہوں؟"

وہ ناراض ہونے والی تھی، پارس نے پھر اُسے سمجھا منا کر کہا۔ "تم اتنی سمجھ دار ہو کہ کبھی غلط جواب نہیں دیتی ہو۔ اچھا یہ بتاؤ، جب میں اُس ریستوراں میں تمہارے لیے آئس کریم اور اپنے لیے کافی لینے کے لیے گیا تو اس کے بعد میں خالی ہاتھ آیا۔ کیا میرا لباس بھی یہی تھا یا بدلا ہوا تھا؟"

جوجو نے تھوڑی دیر سوچ کر جواب دیا۔ "ہاں، لباس بالکل ایسا ہی تھا۔"

پارس نے کہا۔ "کار کی چابی میرے پاس تھی۔ تم اس ڈمی پارس کے ساتھ کس کار میں گئی تھیں کیا وہ میری کار تھی؟"

جوجو نے پھر تھوڑی دیر سوچنے کے بعد پریشان ہو کر کہا۔ "مجھے یاد نہیں آ رہا ہے۔ مگر اتنا سمجھ میں آ رہا ہے کہ وہ تمہاری کار نہیں تھی۔"

"پلیز جوجو! اسی بات سے سمجھ لو کہ وہ ڈمی پارس تھا، میں نہیں تھا۔ وہ کسی دوسری کار میں تمہیں لے گیا تھا۔"

وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مارنے لگی۔ پارس نے پوچھا۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟"

"میں اپنی عقل کو طمانچے مار رہی ہوں۔ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ تمہارے ساتھ جس کار میں آئی تھی، اسی کار میں واپس کیوں نہیں گئی۔ کوئی دوسری کار کہاں سے آ گئی؟"

پارس نے کہا۔ "شاباش، تم اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر عقل کو صحیح راستے پر لے آئی ہو اور صحیح طور پر سوچ رہی ہو۔ تم بہت سمجھ دار ہوتی جا رہی ہو۔ کیا تمہیں یقین آ گیا ہے کہ وہ ڈمی پارس ہی تھا؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "میں کیسے یقین کروں، وہ تو تم ہی تھے۔ سر سے پاؤں تک تم ہی تھے۔ تمہارا چہرہ بھی وہی تھا، تمہارا جسم بھی وہی تھا، تمہارا لباس بھی وہی تھا۔ تمہاری آواز اور لہجہ بھی وہی تھا، پھر میں کیسے یقین کروں کہ وہ ڈمی تھا؟"

"جوجو! سمجھنے کی کوشش کرو۔ ڈمی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کیا تم نے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں دیکھا تھا کہ تمہاری بھی دو ڈمیز تیار کی گئی تھیں۔ جو لڑکیاں تمہاری نقل کرتی تھیں، وہ بالکل تمہاری آواز میں اور تمہارے لہجے میں بولتی تھیں۔ وہ تمہارے ہی قد اور قامت کی تھیں، تمہاری طرح حرکتیں کرتی تھیں، تمہاری ہی طرح باتیں کرتی تھیں؟"

"ہاں، یاد آیا۔ وہ لڑکیاں تو بالکل میرے جیسی تھیں، صرف میری جیسی صورت نہیں تھی۔"

"جب تمھاری جگہ انھیں استعمال کرنے کا موقع آتا تو باباصاحب کے ادارے میں اُن کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی جاتی۔ پھر وہ صورت کے اعتبار سے سبھی بالکل جوجو ہی نظر آتیں۔"

ایسا کہتے وقت پارس نے سوچا، اگر ڈمی پارس کو دھوکا دینے کے لیے ایک ڈمی جوجو کو پیش کیا جائے اور اصلی جوجو کو چھپا لیا جائے تو کیسا رہے گا؟

اُس کے دماغ نے جواب دیا، یہ احمقانہ اقدامات ہوں گے کیونکہ سپر ماسٹر اور اُس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطان اس ڈمی جوجو کے دماغ میں پہنچ کر اصلیت معلوم کرلیں گے۔

ایسا سوچتے وقت اچانک اُس کی نظر جوجو کی انگلی پر پڑی۔ جوجو اپنی ایک انگلی میں انگوٹھی پہنے ہوئے تھی۔ اُس انگوٹھی کو پارس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس نے پوچھا۔ "یہ انگوٹھی کہاں سے آگئی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "یہی تو تم میں خرابی ہے۔ تم بھول جاتے ہو، یہ تم نے ہی ایک دکان سے خرید کر دی تھی۔"

پارس نے کہا۔ "پلیز، مجھے یہ انگوٹھی اتار کر دکھاؤ۔"

اُس نے وہ انگوٹھی اپنی انگلی سے اتار کر اُسے دے دی۔ پارس نے اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھا، بات سمجھ میں آگئی۔ وہ انگوٹھی نہیں، بلکہ انڈیکیٹر تھا۔ اس کے ذریعے کسی جاسوس کو یہ پتا چلتا تھا کہ جوجو کہاں ہے۔ مشرق میں یا مغرب میں ہے، شمال یا جنوب میں۔ اگر جنوب میں ہے تو کتنے فاصلے پر ہے۔ اس جاسوس کے سامنے یقیناً کمپیوٹر کا ایک مانیٹر اسکرین ہوگا جس پر یہ بات واضح طور پر بتائی جاتی ہوگی کہ وہ انگوٹھی پہننے والی کسی چار دیواری میں ہے یا کھلی جگہ میں ہے اور کتنے فاصلے پر ہے۔

اس انگوٹھی کو سمجھنے کے بعد یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ ڈمی پارس کس طرح جوجو کا سراغ لگا لیتا ہے کہ وہ کہاں ہے۔ کیا وہ سراغ لگاتے ہوئے اس کی شریکِ حیات جوجو کی خواب گاہ میں بھی پہنچ جائے گا؟

یہ ایسی بات تھی جو ایک غیرت مند شوہر کو طیش میں مبتلا کر سکتی تھی۔ پارس نے ضبط سے کام لیا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہا۔ "جوجو! کیا یہ انگوٹھی میں پہن لوں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تمھاری انگلیاں تو موٹی موٹی ہیں۔ یہ انگوٹھی کیسے آئے گی؟"

"اِس چھوٹی انگلی میں آجائے گی۔ یہ دیکھو۔"

اُس نے چھوٹی انگلی میں وہ انگوٹھی پہن لی۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ "اوہ واہ، یہ تو تمھاری انگلی میں آگئی۔ اچھی بات ہے، اسے پہن لو۔"

پارس نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اب تم آرام سے سو جاؤ، رات بہت زیادہ ہوگئی ہے۔"

وہ تکیے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ پارس نے اُسے حسرت سے دیکھا۔ اُس کا حسن و شباب اُسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ وہ بڑے ضبط سے کام لیتا رہا۔ پھر پریشان ہو کر بستر سے الگ ہوگیا۔ اُس سے بولا۔ "تم اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سونے کی عادی ہو، ہمیشہ آنکھیں بند کر کے سو جاؤ۔"

وہ معصوم تھی۔ اس کے پریشان جذبات کو سمجھ نہیں سکتی تھی۔ اُس نے آنکھیں بند کرلیں۔ پارس وہاں سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آکر لیٹ گیا۔ بے چینی سے کروٹیں بدلنے لگا۔ دو منٹ گزر چکے تھے، تیسرا ہفتہ گزرنے والا تھا اور وہ اندر سے پھنک رہا تھا۔ اس کے اندر اور باہر نادیدہ شعلے لپک رہے تھے۔ اگر اس کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو اب تک نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتا اور بہکتا رہتا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ وہ بستر سے اُٹھ کر بے قدموں چلتا ہوا جوجو کی خواب گاہ کے پاس پہنچا، کھڑکی کے پردے کو ہٹا کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ اُس کی نیند اس بات کو جھٹلا رہی تھی کہ ؎

دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

دوسری طرف برائے نام بھی آگ نہیں تھی۔ وہ اتنے اطمینان سے سو رہی تھی جیسے اُس کے دو لھا پر کوئی قیامت نہیں آرہی ہے۔ اس دنیا میں صرف پریوں کی کہانیاں ہوتی ہیں جو بند آنکھوں کے پیچھے خوابوں میں نظر آتی ہیں اور شاید وہ اپنے پارس کو شہزادے کے روپ میں پریوں کے درمیان دیکھ رہی تھی۔

وہ مایوس ہو کر پھر دوسرے بیڈروم میں آگیا۔ وہاں بستر پر گر کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر اُس نے آنکھیں بند کیں اور اپنے دماغ کو ہدایات دیں کہ وہ صبح چھ بجے تک سوتا رہے، اگر غیر معمولی بات ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔ چونکہ بچپن سے دماغ کو ہدایات دینے کی عادت تھی اور دماغ اس کا تابع فرمان تھا اس لیے اتنی بے چینی اور اضطراب کے باوجود اُسے نیند آگئی۔

اچانک اُس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے اندھیرے میں ریڈیم ڈائل کو دیکھا، رات کا ایک بجا تھا۔ کوئی دروازے کو کھول رہا تھا۔ وہ بڑی آہستگی سے بستر سے اٹھا۔ پھر وہ بے قدموں دروازے کی طرف جانے لگا۔ شکار آگیا تھا۔ اُس نے چھوٹی انگلی میں جو انگوٹھی پہنی ہوئی تھی، اُس کا انڈیکیٹر شکار کو یہ بتا رہا تھا کہ جوجو اسی کمرے میں ہے۔

وہ دروازے کے قریب جا کر کھڑا ہوگیا۔ دوسری طرف سے آنے والا ڈمی کسی تار کے ذریعے مقفل دروازے کو کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کامیاب ہوگیا۔ دروازہ کھل گیا۔ کھلتے ہی ڈمی کے مُنہ پر ایک زبردست گھونسا پڑا۔ یہ گھونسا خلافِ توقع تھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے کوریڈور کی دیوار سے جا ٹکرایا۔

پارس نے کہا۔ "بیٹے! وہ انڈیکیٹر والی انگوٹھی میری انگلی میں ہے۔ تم میری بیوی کے ساتھ سہاگ رات منانے آئے تھے۔ بے غیرت ذلیل کتے، میں تمھیں بتاؤں گا کہ سہاگ رات کیسے منائی جاتی ہے۔"

اچانک ہی ڈمی نے اس پر حملہ کیا۔ یہ داؤ پارس بھی جانتا تھا۔ اس نے توڑ کر لیا۔ پارس نے اس پر جوابی حملہ کیا تو ڈمی اس حملے کو سمجھتا تھا اس لیے اس نے بھی توڑ کر لیا۔ تھوڑی دیر تک دونوں کے درمیان ایسا ہی جوڑ توڑ جاری رہا۔ پھر پارس نے سمجھ لیا کہ یہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے میرے دماغ سے سارے ہی داؤ پیچ حاصل کر چکا ہے لہٰذا یہاں واپس آنے کے بعد میں نے ماسٹر داؤ سوزوکی سے جو نئے داؤ پیچ سیکھے ہیں انھیں آزمانا چاہیے۔ یقیناً ان کا توڑ اس کے پاس نہیں ہوگا۔

ڈمی نے کہا۔ "میں تم سے ایک فیصلہ کرنا چاہتا ہوں، جوجو یا تو تمھاری ہوگی یا میری، کیوں کہ میں بھی اسے اتنی ہی شدت سے چاہتا ہوں جتنا کہ تم چاہتے ہو۔"

پارس نے ناگواری سے کہا۔ "تم کتنی غیر شریفانہ اور غیر اخلاقی گفتگو کر رہے ہو۔ کیا تمھیں احساس ہے کہ تم پتلی پیتھی جاننے والے شیطانوں کے اشاروں پر چل رہے ہو اور ایک میاں بیوی کی زندگی کو عذاب بنا رہے ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ڈمی نے اس پر حملہ کیا۔ پارس نے اس حملے کو روک لیا، پھر داؤ سوزوکی کا ایک داؤ آزمایا تو ڈمی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ فرش پر گرنے کے بعد اٹھنے میں دقت محسوس کر رہا تھا۔ پارس نے کہا۔ "میں تمھیں مہلت دے رہا ہوں، آرام سے اُٹھو اور آرام سے حملہ کرو، پھر جواب میں آرام سے مار کھاتے رہو۔ تمھاری لاش بھی اس کاٹیج سے باہر بڑے آرام سے جائے گی۔"

وہ بڑی مشکل سے اُٹھا، پھر اچانک ہی چاقو نکال کر اسے گھماتے ہوئے پینترا بدلنے لگا۔ پارس کو معلوم نہیں تھا کہ چاقو نکالنے کے پیچھے کیا بات ہے؟ دراصل وہ دوسرا شیطان ڈمی کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اسے ڈانٹ کر کہہ رہا تھا کہ تم میری اجازت کے بغیر یہاں کیوں آئے اور ڈمی سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ "میں جوجو کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آج اُس کے ساتھ وقت گزارنے کے لیے اس نے بیڈروم میں آنا چاہا تھا لیکن یہ کم بخت پارس پھر کباب میں ہڈی بن رہا ہے۔"

تب دوسرے شیطان نے مشورہ دیا۔ "فوراً چاقو نکالو اور کسی طرح پارس کو زخمی کرو تاکہ میں اس کے دماغ میں پہنچ سکوں۔"

پارس نے جواب میں پینترا بدلتے ہوئے کہا۔ "تمھارے دماغ میں جتنی صلاحیتیں ہیں وہ سب مجھ سے حاصل کی ہوئی ہیں، یعنی تمھاری اور میری عادت ایک جیسی ہے لیکن میری عادت یہ نہیں ہے کہ میں کسی نہتے پر حملہ کروں یا کوئی دوسرا ہتھیار اٹھاؤں، پھر تم یہ ہتھیار میرے خلاف کیوں اٹھا رہے ہو، تمھارا مقصد کیا ہے؟"

ڈمی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پینترا بدلتے ہوئے اس پر حملہ کیا۔ پارس نے اپنے آپ کو بچا لیا پھر کہا۔ "میں سمجھ گیا ہوں۔ یقیناً وہ دوسرا شیطان تمھارے دماغ میں ہے اور چاہتا ہے کہ کسی طرح مجھے زخمی کردے اور میرے دماغ میں پہنچ جائے۔"

یہ کہتے ہی پارس نے قہقہہ لگایا پھر کہا۔ "شاید تم یہ نہیں جانتے کہ میرے پاس میرے دماغ میں موجود ہے۔ اگر میں نے بھی کسی طرح تمھیں زخمی کر دیا اور وہ تمھارے دماغ میں پہنچ گئے تب تمھارا کیا حشر ہوگا؟"

ڈمی ذرا سہم گیا۔ اس کے دماغ میں دوسرا شیطان بول رہا تھا۔ "پروا مت کرو، کسی طرح اسے زخمی کرو۔"

اور ڈمی کہہ رہا تھا۔ "یہ فولاد ہے۔ اس کا ایک ہاتھ مجھ پر پڑتا ہے تو آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگتے ہیں۔"

دوسرے شیطان نے غصّے سے کہا۔ "بکواس مت کرو، کسی طرح اسے زخمی کرو۔ کیا تمام داؤ پیچ بھول رہے ہو؟"

"میں جتنے داؤ پیچ جانتا ہوں، پارس اُن کے توڑ جانتا ہے۔ میں کس طرح حملہ کروں، میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

دوسرے شیطان نے کہا۔ "ہم تمھیں پہلے ہی سمجھا چکے ہیں، جب بھی پارس سے مقابلہ ہو اسے پہلی فرصت میں زخمی کرنے کی کوشش کرو۔ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"

"میں بھلا کیسے کرتا۔ دروازہ کھولتے ہی اس نے تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے تھے۔ اس کے فولادی ہاتھوں نے میرے ہوش اڑا دیے تھے۔"

"یُو نان سنس۔ تم باقاعدہ چاقو پکڑ کر اسے زخمی نہیں کر

سکتے تو نہ سہی، دور سے چاقو پھینک کر تو زخمی کر سکتے ہو فوراً میری ہدایات پر عمل کرو۔"

دور سے چاقو پھینکنے کے لیے لازمی تھا کہ چاقو کو نوک کی طرف سے پکڑا جائے تیوں کہ دستے کی طرف سے چاقو پھینکنا ہر ایک کا کام نہیں ہوتا مایا صرف ماہر خنجر زن ہی کر سکتے ہیں۔ جب ڈمی نے اسے نوک کی طرف سے پکڑا تو پارس چوکنا ہو گیا۔ جیسے ہی اس نے چاقو پھینکا، وہ الٹی قلابازی کھا کر ایک طرف گیا۔ دوسری طرف چاقو لکڑی کے دروازے میں پیوست ہو گیا۔ پارس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ چاقو ہم دونوں کے لیے برابر فاصلے پر ہے۔ اب دیکھو کون اسے اپنی گرفت میں لیتا ہے۔"

یہ سنتے ہی ڈمی چاقو کی طرف لپکا تو اس کے پیٹ پر ایک لات پڑی۔ وہ پیٹ پکڑ کر جھکا، دوسری لات منہ پر پڑی۔ وہ پھر لڑکھڑاتا ہوا جا کر دیوار سے ٹکرا گیا۔ پارس کا ایک ایک ہاتھ ہتھوڑے کی طرح لگتا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگتے تھے۔ وہ دیر تک اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا۔ جب اس نے خود کو سنبھال کر دیکھا تو پارس کے ہاتھ میں چاقو تھا۔ چاقو کی نوک اس کی چھاتی میں تھی پھر اس نے وہ چاقو اس کی طرف پھینکا۔ وہ فضا میں سنسناتا ہوا آیا۔ اور اس کے سینے میں ٹھیک دل کی جگہ گہرائی میں اتر گیا۔

وہ اطمینان سے چلتا ہوا اپنے بنگلے میں آیا۔ ریسیور اٹھا کر پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ قائم ہونے کے بعد کہا۔ "میرے کاٹیج کے اطراف آپ کے مسلح سپاہیوں کا پہرا ہے، اس کے باوجود ڈمی پارس یہاں گھس آیا تھا اور مجھ پر قاتلانہ حملے کر رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے میں بچ گیا۔ اس کی لاش میرے کاٹیج میں پڑی ہوئی ہے۔ پلیز یہ لاش اٹھوالیں اور اپنے لوگوں کا محاسبہ کریں کہ ان کی موجودگی میں کوئی دشمن میرے کاٹیج میں کیسے گھس آیا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر دروازے کی طرف دیکھا، وہاں جو جو کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی، کوئی غیر معمولی بات ہو تو میری آنکھ کھل جائے۔ تم دونوں کے جھگڑنے کی آواز سنائی دی تو میری آنکھ کھل گئی تھی لیکن یہ کون ہے یہ تو بالکل تمہارا ہم شکل ہے۔"

"میں آج شام سے تمہیں یہی سمجھاتا آ رہا ہوں کہ ایک ڈمی پارس ہے جو تمہیں دھوکا دے رہا ہے۔ اس ریستوران سے یہی ڈمی تمہیں بہلا پھسلا کر لے گیا تھا اور رات دس بجے تک تمہارے ساتھ رہا تھا۔ یہ اس وقت بھی تمہارے بیڈ روم میں آنا چاہتا تھا اور تمہارے ساتھ گندے پگلی حرکتیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے مار ڈالا۔"

جو جو اس سے آکر لگ گئی، کہنے لگی۔ "میں کتنی احمق ہوں تمہاری باتوں پر یقین نہیں کر رہی تھی۔ اب اس کی لاش دیکھ کر یقین آ رہا ہے۔ آئندہ میں تمہاری کسی بات کو جھوٹ نہیں سمجھوں گی۔"

پارس نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ "تم میری باتوں پر اعتماد کرتی رہو گی تو ہم کسی دشمن سے دھوکا نہیں کھائیں گے۔"

وہ اسے بیڈ روم میں لے کر آیا، پھر اس کے بستر پر لٹا کر بولا۔ "ایک بات بتاؤ۔ کیا تم اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں محسوس کر رہی ہو؟"

"بالکل نہیں۔ میرا دماغ نارمل ہے، کوئی دوسری سوچ نہیں ہے۔"

"تو پھر اپنی آنکھیں بند کرو اور دماغ کو ہدایت دو کہ آرام سے سوتی رہو گی۔ اگر پاپا تمہارے دماغ میں آئیں تو آنکھ نہیں کھلے گی ورنہ کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی تم فیند سے بیدار ہو جاؤ گی۔"

اس نے پارس کی ہدایت کے مطابق اپنے دماغ کو ہدایت دی پھر تھوڑی دیر کے بعد سو گئی۔ پارس نے والیں بیڈ روم میں آ کر ریسیور اٹھایا، میرے نمبر ڈائل کرنے کے بعد مجھ سے رابطہ قائم کیا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو یہ کیا بات ہے؟"

"پاپا! میں نے اسے سلا دیا ہے اور اس کے دماغ کو یہ ہدایت دی ہے کہ آپ کے سوا کوئی بھی پرائی سوچ کی لہر ہو تو اس کی آنکھ کھل جائے۔ لہٰذا ایسی صورت میں آپ اپنے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کر سکتے ہیں اور اس کے دماغ کو دوسرے شیطانوں کی خیال خوانی سے محفوظ کر سکتے ہیں۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ میں اس کے پاس آ رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پولیس کے اعلیٰ افسران کاٹیج کے قریب آ گئے تھے۔ وہاں آس پاس پہرا دینے والوں کو ڈانٹ رہے تھے کہ ان کی موجودگی میں ایک دشمن کس طرح کاٹیج میں گھس آیا تھا۔ ڈمی پارس کی لاش وہاں سے اٹھوا لی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو، کون ہے؟"

دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔ پھر اس نے کہا۔

ہوں، دوسرا شیطان۔ میں نے تمہارے باپ سے کہہ دیا تھا تم کبھی ڈمی پارس کو ہلاک نہیں کر سکو گے اور ایک دن وہ ڈمی تمہیں اپاہج بنا دے گا۔ وہ دن ضرور آئے گا کیوں کہ ڈمی پارس ابھی زندہ ہے۔ ایک کے مر جانے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا ٹرانسفارمر مشین ایسے درجنوں ڈمی تیار نہیں کر سکتی؟"

یہ کہتے ہی ریسیور رکھ دیا گیا۔ اس نے اپنے ریسیور کو گھورتے ہوئے دیکھا، پھر اسے کریڈل پر رکھتے ہوئے افسر سے کہا۔ "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرا شیطان تھا۔ چیلنج کر رہا تھا کہ ایسے درجنوں ڈمی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تیار ہو سکتے ہیں۔"

آفیسر نے پریشان ہو کر کہا۔ "پارس بابا، یہ تو بڑی پریشانی کی بات ہے۔"

"ہے تو پریشانی کی بات لیکن مصیبت جو آنے والی ہے اس سے ہم کترا نہیں سکتے لہٰذا اس کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہی پڑے گا۔ دیکھتے ہیں آئندہ کیا ہونے والا ہے۔"

اعلیٰ افسران نے پارس کو یقین دلایا کہ اب کوئی اس کاٹیج میں داخل نہیں ہو سکے گا کیوں کہ پہرا اور زیادہ سخت کر دیا گیا ہے۔ اس کاٹیج کے آس پاس ایسے مسلح افراد کا پہرا لگا دیا گیا ہے جو لوپ گاکے ماہر ہیں اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں نہیں آ سکیں گے۔

پارس نے پوچھا۔ "آفیسر! کیا آپ لوپ گاکے ماہر ہیں یا آپ کا دماغ حساس ہے؟"

ایک افسر نے کہا۔ "میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "آپ میرے سامنے ٹھہر جائیں، باقی افراد باہر چلے جائیں۔"

پارس کے حکم کے مطابق تمام لوگ باہر چلے گئے صرف وہ افسر رہ گیا۔ پارس نے کہا۔ "چوں کہ آپ لوپ گاکے ماہر ہیں اس لیے کاٹیج کے اطراف پہرا دینے والوں کو سمجھا دیجیے کہ میں یہاں سے باہر جاؤں گا اور یہاں واپس آؤں گا تو ہر دفعہ مخصوص کوڈ ورڈز دہراؤں گا۔ وہ کوڈ ورڈز یہ ہیں۔ پارس فار جوجو اینڈ جوجو فار پارس۔"

وہ افسر باہر چلا گیا۔ اس نے تمام پہرے داروں کو یہی کوڈ ورڈز سنا دیے۔ انھیں سختی سے تاکید کی گئی کہ یہ کوڈ ورڈز اپنے گھر کے کسی فرد کے سامنے بھی کبھی نہ دہرائیں۔

آفیسر کے جانے کے بعد میں نے پارس کو مخاطب کیا اور کہا۔ "میں نے جوجو کے دماغ پر تنویمی عمل کیا ہے اور مطمئن ہوں اب پیرا سائکولوجی اور اس کے باقی چھ شیطان اس کے دماغ میں

نہیں آ سکیں گے۔ میں نے اپنے لیے ایک خاص کوڈ ورڈز مقرر کر دیا ہے جسے سن کر وہ مجھے اپنے دماغ میں جگہ دے گی ورنہ کسی بھی سوچ کی لہر کو دھتکار دے گی اور دماغ کو لاک کر لے گی۔"

"وہ مجھے کس طرح پہچانے گی۔ ابھی وہ دوسرا شیطان کہہ رہا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے درجنوں ڈمی پارس تیار کیے جا سکتے ہیں بلکہ تیار کیے جا چکے ہوں گے۔"

"فکر نہ کرو۔ میں نے جوجو کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ جس پارس کی چھوٹی انگلی کا ناخن بڑا ہو وہی اصلی ہو گا۔ باقی کو وہ نقلی سمجھ کر دھتکار دے اور کبھی اس کے سامنے یہ ظاہر نہ کرے کہ اس نے اصلی اور نقلی کی پہچان کیسے کی ہے۔"

"تھینکس پاپا! آپ نے ایسی پیش بندی کی ہے کہ اب سپر ماسٹر کی کوئی چال کامیاب نہیں ہو سکے گی۔"

"اب تم آرام سے سو جاؤ۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں اس کے پاس سے واپس آ گیا۔ اس نے جوجو کے بیڈ روم کے پاس آ کر کھڑکی کا پردہ ذرا سا ہٹا کر دیکھا، وہ گہری نیند میں تھی۔ وہ پھر سر جھکا کر اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔ بستر پر چاروں شانے چت لیٹ کر چھت کی طرف تکتے ہوئے سوچنے لگا۔ کیا میری شادی ہو چکی ہے؟ اگر شادی ہو چکی ہے تو میری دلھن ..... پچھلے دو ہفتوں سے پریوں کے خواب کیوں دیکھ رہی ہے اور میں پریوں کو اغوا کرنے والا جن کیوں بنتا جا رہا ہوں؟"

وہ گھنٹے بھر تک کروٹیں بدلتا رہا۔ بقول شاعر ؎

حباب سیخ کے مانند ہم کروٹ بدلتے ہیں
جو جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

وہ رات کے تین بجے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے اندر دھواں بھر گیا تھا۔ وہ ایک دم سے بوکھلایا ہوا تھا۔ تیزی سے چلتا ہوا کاٹیج سے باہر آیا۔ ایک مسلح سپاہی نے اسے روکا اس نے قریب جا کر کہا۔ "پارس فار جوجو اینڈ جوجو فار پارس۔"

سپاہی مطمئن ہو گیا۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا۔ اسٹیرنگ سیٹ سنبھال لی، پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا کاٹیج سے دور ہوتا چلا گیا۔ اب اس پر دیوانگی طاری ہو گئی تھی۔ اس کی نگاہوں کے سامنے صرف سلارا جھوم رہی تھی۔ وہ سلارا جس نے پہلی بار اس کے جذبات کو آوارہ کیا تھا۔ اگرچہ وہ عین وقت پر آوارگی سے بچ گیا تھا تاہم سلارا نے جو نظارہ پیش کیا تھا وہ اسی کا جائز مطالبہ جو جو سے کرتا آ رہا تھا اور ناکام

ہوتا جا رہا تھا۔

سلارا اپنے بستر پر لیٹی ہوئی بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی۔ وہ ہر رات اسی طرح کبھی جاگتی تھی، کبھی سوتی تھی اور کبھی ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھتی تھی۔ اسے یوں لگتا تھا جیسے پارس اس کے دروازے پر آ پہنچا ہے' آہٹ پہ کان ہوتے تھے اور پہ نظر ہوتی تھی اور وہ ہر آہٹ پر چونک کر دوڑتے ہوئے دروازے پر پہنچ جاتی تھی۔ اسے کھول کر دیکھتی تھی، وہاں صرف ہوا کا جھونکا آتا تھا۔

اپنے بھائی کے ساتھ ایک غیر معمولی ٹراانسفارمیشن تیار کرنے والی سلارا کا اب نہ کوئی دوست رہا تھا نہ کوئی دشمن۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی۔ اسے اس بات کی پروا بھی نہیں تھی کہ وہ دوسروں کی نظر میں اہم ہے یا نہیں؟ وہ صرف پارس کی نظروں میں اہمیت اختیار کرنا چاہتی تھی، اسی کے خاطر وہ یہ سب کر رہی تھی۔ اس کا دل کہتا تھا، آج نہیں تو کل وہ سنگدل ضرور آئے گا۔

دروازے پر دستک سُن کر وہ چونک گئی۔ بستر سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ دماغ نے کہا، دھوکا ہوگا، دروازہ کھلے گا تو ہوا کا جھونکا ہوگا لیکن دل دیوانہ تھا، دماغ کی بات نہیں مانتا تھا۔ وہ دیوانی دوڑتی ہوئی دروازے پر آئی، پھر جب اسے کھولا تو اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔ سچ مچ اس کی نگاہوں کے سامنے پارس ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے مارے حیرت کے اپنی انگلی کو دانتوں سے کاٹ لیا، پھر چیخ پڑی، وہ خواب نہیں دیکھ رہی تھی' سچ مچ اس کا محبوب اس کے دروازے پر آگیا تھا۔

آنے والے نے دروازہ بند کر دیا۔

بعض اوقات مصروفیت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ آدمی خود کو بھول جاتا ہے، صرف مصروفیت کو یاد رکھتا ہے، یہ ہماری دُنیا میں جو کچھ ہوتا ہے آرام، سکون اور مسرتیں حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے لیکن اتنی محنت اور اتنی مصروفیت کے باوجود خوشی تھوڑی دیر کے لیے ملتی ہے۔ ہمیشہ یہی ہوتا ہے، مسرتوں کا حصہ بہت کم ہوتا ہے، ابھی ہم خوشیوں سے کھیل رہے ہوتے ہیں کہ اچانک صدمہ ہم پر حملہ آور ہوتا ہے، ہمارے حلق میں قہقہے گھٹ جاتے ہیں اور چیخ نکل پڑتی ہے۔

یکبارگی سلارا کے حلق سے چیخ نکلی۔ پارس نے ایک دم سے پریشان ہو کر پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ کچھ نہیں بول رہی تھی، مگر بولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ دونوں مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں' ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے' دیدے پھیلتے جا رہے تھے' دانت پر دانت جم گئے تھے۔ پارس اسے جھنجوڑ کر پوچھ رہا تھا "سلارا! پلیز! مجھے بتاؤ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

اسی لمحے سلارا کے بدن کو ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گئی۔ وہ چند لمحوں کے لیے گُم سُم سا سوچ میں پڑ گیا۔ "یہ کیا ہو گیا۔ ابھی تو یہ اچھی بھلی تھی' ہنس رہی تھی' بول رہی تھی، مجھ پر بھاری وار کر رہی تھی اور اب اپنی جان لیوا دائی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، یہ اچانک کیا ہو گیا ہے؟"

اس نے اس کی کلائی تھام لی۔ نبض کو محسوس کرنا چاہا، پھر دل کی دھڑکن کو بھی محسوس کرنے کی ناکام کوشش کی۔ موت نے اس پر قبضہ جما لیا تھا۔ پارس نے اسے غور سے دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس کا چہرہ اور اس کے ہاتھ پاؤں نیلے پڑ رہے تھے، وہ ایک دم سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اب اس کی سمجھ میں کچھ آ رہا تھا۔ وہ فوراً ہی ٹیلی فون کے پاس آیا، ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے، پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا "ہیلو انسپکٹر امان فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس علی تیمور بول رہا ہوں' میرا پتا نوٹ کرو، یہاں ایک کمرے میں لاش پڑی ہوئی ہے۔ اس لاش کا فوری پوسٹ مارٹم ضروری ہے۔ پلیز، آپ ایمبولینس لے کر چلے آئیں میں انتظار کر رہا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد پولیس کی ایک گاڑی، ایمبولینس کے ساتھ چلی آئی۔ سلارا کی لاش کو اسپتال پہنچایا گیا۔ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے مجھے بھی اس بات کی اطلاع دی۔ میں نے پوچھا "آخر وہ کس کی لاش ہے؟"

"جناب! اسی سلارا کی ہے جسے آپ نے ماسک مین کی قید سے رہائی دلائی تھی۔"

"اس کی موت کیسے ہوئی؟"

"پتا نہیں، ابھی ڈاکٹر کی رپورٹ کے بعد معلوم ہوگا۔ ویسے آثار بتا رہے ہیں اس کے جسم میں زہر پھیل گیا ہے۔"

میں لباس تبدیل کر کے اسپتال پہنچ گیا۔ وہاں پارس موجود تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے نظریں جھکا لیں۔ میں سیدھا ڈاکٹر کے پاس گیا۔ وہ پوسٹ مارٹم کے بعد اپنے چیمبر میں آ گیا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی بولا "بہت تشویش ناک رپورٹ ہے۔ ہم اتنے دنوں تک پارس کا علاج کرتے رہے، پھر مطمئن ہو گئے کہ آپ کا بیٹا نارمل ہو گیا ہے، لیکن نہیں مسٹر فرہاد، یہ بظاہر نارمل ہے، مگر اب بھی اس کی رگوں میں موجود ہے جو اسے نقصان تو نہیں پہنچا رہا ہے لیکن دوسروں کے لیے نقصان دہ ہے۔"

پارس نے یہ خبر سُنی تو دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ "اوہ ماریہ! یہ تم نے کیا کیا۔ مجھے زہریلا ناگ بنا کر چھوڑ دیا۔ خدایا، تیری قدرت کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ تو نے اس لیے جوجو کو جوانی میں معصوم اور پارسا رکھا تاکہ وہ میرے زہر سے محفوظ رہے۔

"ایک معصوم تھی، وہ بچ گئی۔ ایک گنہگار تھی وہ مر گئی اور میں گناہ کا شریک تھا، ساری زندگی اس عذاب میں مبتلا رہوں گا کہ کسی کو شریکِ حیات بنا کر اس کے ساتھ ازدواجی زندگی نہیں گزار سکتا۔ نہیں گزار سکتا، کبھی نہیں گزار سکتا۔"

پارس اور فرزانہ ایک جان دو قالب ہو گئے تھے۔ وہ کوئی محبت بھرا رومینٹک ماحول نہیں تھا، اور نہ ہی وہ محبت کے مارے تھے بلکہ جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ فرزانہ گھبرا کر پناہ لینا چاہتی تھی، پارس نے اسے بازوؤں میں پناہ دے دی تھی، لیکن دوسرے ہی لمحے دونوں طرف سے مسلح افراد نے دونوں کو پکڑ کر کھینچا اور انھیں ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔

ایسے وقت فرزانہ نے کمال اداکاری کا ثبوت دیا۔ خوفزدہ ہونے کے باوجود وہ گونگی بن گئی اور گونگی بن کر ہاتھ کے اشاروں سے کہنے لگی کہ اپنے بوائے فرینڈ کے پاس جائے گی، اس سے الگ نہیں رہے گی۔

شیطان نمبر چھ نے تالی بجاتے ہوئے کہا "لڑکی! تُو بہت چالاک ہے، لڑکے پر جان دیتی ہے اور جان دینے کے لیے کوئی جگہ نہیں ملی، ہمارے پاس آ گئی ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا فرزانہ کی طرف آنے لگا۔ پارس نے کن انکھیوں سے آس پاس کھڑے ہوئے مسلح افراد کو دیکھا، ان کے پاس سیون ایم ایم کی رائفلیں تھیں اور دو رائفلوں کی نالیں اس کی دو کنپٹیوں سے لگی ہوئی تھیں، اس نے آہستگی سے کہا "آخر اتنی دہشت بھی کیسی، میں یہاں سے بھاگنے کی جرأت نہیں کر سکوں گا۔ رائفل کی نال ذرا ہٹا کر رکھو۔"

ایک مسلح شخص نے کہا "بکواس بند کر و چُپ چاپ کھڑے رہو ورنہ گولی مار دوں گا۔"

اُدھر وہ شیطان نمبر چھ فرزانہ کے سامنے پہنچ گیا تھا' اپنے ایک ماتحت سے کہہ رہا تھا "اس حسین لڑکی کے جسم کے کسی حصے سے ایک چھوٹی سی، بہت ہی چھوٹی بوٹی کاٹ کر نکال اور ذرا ہم دیکھتے ہیں، یہ کچھ بولتی ہے یا نہیں؟"

فرزانہ کا چہرہ سپاٹ تھا۔ کوئی تاثر نہیں مل رہا تھا۔ وہ یوں چُپ چاپ کھڑی تھی جیسے کچھ سنا ہی نہ دے رہا ہو۔ اس کی بوٹی کاٹ لینے کا جو حکم دیا گیا تھا اس کے نتیجے میں اسے ذرا خوفزدہ ہونا چاہیے تھا لیکن وہ پارس کے مزاج اور اس کے انداز کے مطابق پوری اُتر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک شخص نے چاقو نکال لیا، پھر اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اچانک ہی پارس نے میری آواز اور لب و لہجے میں کہا "رُک جاؤ!"

شیطان نمبر چھ نے ایک دم سے چونک کر پارس کی طرف دیکھا۔ وہ بولا "یقیناً تم نے میری آواز اور لب و لہجے سے پہچان لیا ہوگا کہ کوئی غلطی کر رہے ہو تو واضح الفاظ میں سُن لو، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ وہ لڑکی اور یہ نوجوان میرے۔۔۔۔۔ آلۂ کار ہیں، میں نے ہی یہاں تک انھیں پہنچایا ہے۔"

شیطان نمبر چھ نے ہنستے ہوئے کہا "اب یہ والیں نہیں جائیں گے اور نہ ہی تم یہاں کے متعلق کوئی معلومات حاصل کر سکو گے۔"

پارس نے کہا "تم نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیا لیکن عقل حاصل نہیں کی۔ ایک غیر معمولی علم حاصل کرنے کی خوشی میں احتیاطی تدابیر بھول جاتے ہو، کیا تم اپنے ماتحتوں کو یہ حکم نہیں دے سکتے تھے کہ ہمارے یہاں پہنچتے ہی گونگے بہرے بن جائیں۔"

وہ فخر سے سینہ تان کر بولا "مجھے حکم دینے کی ضرورت نہیں ہے، یہ میرا اشارہ سمجھتے ہیں۔ ان میں سے کوئی اپنی زبان نہیں کھولے گا۔"

"بے وقوف میرے پاس کھڑے ہوئے رائفل بردار نے اپنی زبان کھول لی ہے۔"

جس رائفل بردار نے اسے ڈانٹ کر خاموش رہنے کے لیے کہا تھا اور گولی مار دینے کی دھمکی دی تھی، وہ سہم گیا تھا۔ سمجھ رہا تھا، اب فرہاد علی تیمور اس کے دماغ میں آئے گا۔ پارس نے کہا "ذرا اس ماتحت سے پوچھو، کیا اس نے مجھے اپنی آواز نہیں سنائی ہے۔ اگر یقین نہیں تو میں اس کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں اور اس کی بندوق کی گولی سیدھی تمہاری طرف آ رہی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک لمحہ ضائع نہیں کیا۔ دونوں رائفلوں کی نال جو اس کی کنپٹیوں سے لگی ہوئی تھیں، انھیں مٹھیوں میں جکڑ کر ذرا الگ کر کے ایک ہلکا سا جھٹکا دیا۔ دونوں کے انگلیاں ٹریگر پر رکھی ہوئی تھیں، وہ فائر نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن رائفل کے جھٹکا کھانے سے ٹریگر پر دباؤ پڑا تو دو فائر ہوئے۔ ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولیاں نکلیں، پارس ایک ایک پوزیشن کو سمجھ رہا تھا۔ اپنے بائیں ہاتھ کی نال کو پکڑتے ہی اس نے اس کا رُخ ٹھیک شیطان نمبر چھ کی

طرف کیا تھا۔ ابھی اس کی زندگی تھی۔ اس لیے گولی شانے کو چھیدتی ہوئی نکل گئی۔ اس کی دلخراش چیخ سنائی دی، وہ اچھل کر فرش پر گرا۔ کچھ ماتحت بوکھلا گئے تھے، کچھ بڑے ہی مستعد اور ہوشیار تھے۔ ان میں سے کئی ایک نے پارس کی طرف فائرنگ کی۔ وہ ایسا اناڑی تو نہیں تھا کہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہ جاتا۔ اس نے پہلے ہی چھلانگ لگائی تھی جس رائفل والے کے ذریعے گولی چلائی تھی اس کے سر کے اوپر سے قلابازی کھاتا ہوا پیچھے آیا پھر اسے پیچھے سے جکڑ لیا۔ اس کی طرف آنے والی کئی گولیاں اس رائفل والے کو لگیں، وہ کھڑے کھڑے لاش بن گیا۔

پارس کو خود سے زیادہ فرزانہ کی فکر تھی، وہ اسی طرح لاش کو جکڑے ہوئے، اپنے سامنے ڈھال بنائے ہوئے اس کی رائفل سے گولی چلا رہا تھا۔ دوسری گولی اس نے اس چاقو والے کو ماری جو سچویشن بدلتے ہی چاقو پھینک کر رائفل سنبھال رہا تھا۔ وہ رائفل سمیت فرش پر اوندھا ہوا پارس نے چیخ کر کہا۔ "فرزانہ! فوراً پتھر کے پیچھے جاؤ۔"

وہ فائرنگ کے مورچے میں بیٹھ گئی۔ چاقو اس کے قریب ہی فرش پر پڑا ہوا تھا۔ پارس کی بات سنتے ہی وہ چاقو اٹھا کر بھاگتی ہوئی پتھر کے پیچھے چلی گئی۔ دو آدمی، شیطان نمبر چھ کو اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ پارس نے ایک گولی ماری، دوسرے کو نشانہ بنانے کا موقع نہیں ملا کیوں کہ دائیں طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہ اپنے سامنے ڈھال بنی ہوئی لاش کو فائرنگ کی زد میں لے آیا۔ وہ تمام گولیاں مُردہ کھا رہا تھا اور اس کے پیچھے زندہ اسے لیے ہوئے ایک چٹان کی آڑ میں پہنچ رہا تھا۔ پھر اس نے وہاں سے للکارتے ہوئے کہا۔ "میں شیطان نمبر چھ سے کہہ رہا ہوں اگر کوئی اسے اٹھا کر لے جائے گا تو اس بار گولی ٹھیک اس کے سینے میں پیوست ہو گی۔"

اسے اٹھانے والوں میں سے ایک تو گولی کھا کر گر چکا تھا، دوسرا اسے کاندھے پر لاد کر لے جانا چاہتا تھا، یہ سنتے ہی وہ رُک گیا۔ پارس نے پھر میرے لب و لہجے میں کہا۔ "شیطان نمبر چھ! یاد رکھو، کسی وقت بھی تمھارے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں لیکن یہاں چاروں طرف گولیاں چلانے والوں کے دماغوں میں پہنچ کر تمھارے حفاظتی انتظامات کو خاک میں ملا رہا ہوں۔ اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو انھیں ہتھیار پھینکنے کا حکم دو۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "پھینک دو ہتھیار پھینک دو۔ کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔ کیا تم لوگ مرنا چاہتے ہو؟ میں مر جاؤں۔"

وہ تھر تھر کر ہتھیار پھینکنے لگے۔ وہ ایسا کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کے حکم کے پارس نے شیطان نمبر چھ کے قریب کھڑے ہوئے شخص کو دیا۔ "تم اپنے باس کو اٹھا کر میرے پاس لے آؤ۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ شیطان کی شیطنت کی دھری رہ گئی تھی، وہ شدید تکلیف سے کراہتے ہوئے رہا تھا۔ "پلیز مجھے میڈیکل ایڈ پہنچاؤ، نہیں تو میں مر جاؤں گا۔"

وہ قریب لایا گیا۔ پارس نے اسے لانے والے کو گولی ماردی۔ پھر کہا۔ "میں نے حکم دیا تھا کہ ہتھیار پھینک دیے جائیں لیکن یہ شخص ابھی تک اپنے پاس ہتھیار ہوئے تھا۔"

اس نے مرنے والے کے ہولسٹر سے ریوالور نکال چیک کیا، شیطان نمبر چھ کو پیچھے سے سہارا دے کر کھڑا پھر ریوالور دکھاتے ہوئے پوچھا۔ "میرے متعلق کہاں اطلاع پہنچائی گئی ہے؟"

وہ تکلیف سے نڈھال ہو رہا تھا۔ بڑی مشکل سے "میں خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرتا لیکن مجھے موقع نہیں ملا۔ ہو سکتا ہے، میرے اسسٹنٹ اسے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع دی ہو۔"

"تمھارا اسسٹنٹ کہاں ہے، اس کا نام کیا ہے؟"

اس نے نام بتایا۔ پارس نے اس کا نام لے کر ہوئے کہا۔ "وہ جہاں بھی ہے سامنے آجائے۔"

وہ تھوڑی دیر میں ہاتھ اٹھائے سامنے کھڑا ہو گیا۔ پارس نے پوچھا۔ "تم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے سپر ماسٹر کو کیا اطلاع دی ہے؟"

"سپر ماسٹر سے براہِ راست رابطہ قائم نہ ہو میں نے اس کے لیے پیغام چھوڑ دیا ہے۔"

پارس نے اسے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ دور جاؤ۔"

وہ دُور جانے لگا۔ پارس نے شیطان کے قریب سرگوشی کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہاں ٹرانسفارمر مشین

وہ چُپ رہا، تکلیف سے کراہتا رہا۔ پارس نے کہا دوسری بار سوال نہیں کروں گا، گولی ماروں گا۔ اگر تم چاہتے تمھیں طبی امداد پہنچائی جائے تو فوراً جواب دو۔"

اس نے جواب دیا۔ "ہاں، ٹرانسفارمر مشین ہے۔ اس

ہے بھی ہے مگر تم وہاں تک پہنچ نہیں سکو گے۔"

"میں پہنچ سکوں گا لیکن جو بارودی سُرنگ بچھائی گئی وہ پہنچنے نہیں دے گی۔"

وہ ایرانی سے دیدے پھیلائے خلاء میں تکنے لگا۔ پارس کیا معلوم ہوتا ہے تم اپنا علاج نہیں کرانا چاہتے۔ زندہ رہنا چاہتے؟"

"میں چاہتا ہوں۔ پلیز فوراً طبی امداد پہنچاؤ۔"

"آخری سوال کر رہا ہوں، صحیح جواب دو گے تو زندہ رہنے کے امکانات ہیں۔ بارودی سُرنگ کا سوئچ کہاں ہے؟"

"میں نہیں، مجھ سے نہ پوچھو، پلیز مجھے چھوڑ دو۔"

"اگر چھوڑ دیا تو فرش پر گرو گے، پھر کبھی نہیں اُٹھ سکو گے۔"

"سپر ماسٹر میرے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کر لے گا بتانے بتا دیا ہے تو وہ مجھے مار ڈالے گا۔"

"میں فرہاد علی تیمور ہوں، تمھارے دماغ کو اس طرح جکڑوں گا کہ سپر ماسٹر کبھی پہنچ نہیں سکے گا۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"تم یہ سوال کر کے وقت ضائع کر رہے ہو۔"

پھر اس نے بتا دیا کہ بارودی سرنگ کا مین سوئچ کہاں پارس نے اسے اُٹھا کر فوراً ہی اپنے کاندھے پر لاد لیا پھر آواز میں کہا۔ "میں تمھارے باس کو علاج کے لیے لے جا رہا ہوں، اگر کوئی مجھ پر گولی چلائے گا تو میرے ساتھ یہ مرے گا، لہٰذا ہمارے پیچھے کوئی اس غار سے باہر نہ آئے۔"

پھر اس نے کہا۔ "فرزانہ، میرے آگے آگے چلو۔"

وہ دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی اور اس کے آگے آگے ہوئی غار سے باہر پہنچ گئی، پھر وہ تیزی سے دوڑتے سامنے والی چھوٹی سی پہاڑی کی طرف جانے لگے، پارس جا رہا تھا اور پلٹ پلٹ کر غار کی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔ کوئی نظر نہیں آرہا تھا، سب کو اپنے باس کی فکر تھی۔ فرزانہ نے اس سے پوچھا۔ "تم اس کا وزن اٹھائے کہاں تک

"تم فکر نہ کرو، اب میرے پیچھے آجاؤ۔ ہو سکتا ہے سامنے پہاڑی سے فائرنگ شروع ہو جائے۔"

وہ اسے کاندھوں پر اٹھائے دوڑتا ہوا پہاڑی کے پاس آیا تو کسی نے للکار کر کہا۔ "ہالٹ! کون ہے اور اس غار فائرنگ کی آوازیں کیسی آرہی تھیں؟"

پارس نے کہا۔ "اس غار کے اندر ٹیلی پیتھی کا جبڑ چل گیا ہے محکمے کے محافظ آپس میں ایک دوسرے پر گولیاں چلانے لگے

ہیں۔ باس زخمی ہو گیا ہے۔ میں اسے کسی طرح بچا کر یہاں لے آیا ہوں۔ اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

پھر کسی نے چیخ کر کہا۔ "باس کو فوراً لے آؤ۔"

پارس نے تیزی سے پہاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "فرزانہ، وہ سامنے جو بڑا سا پتھر نظر آرہا ہے، تم اس کی آڑ میں جا کر چھُپ جانا، سامنے نہ آنا، اس لیے کہ دور سے تمھاری وردی انھیں دھوکا دے رہی ہے۔ جب وہ قریب سے ایک لڑکی کو دیکھیں گے تو بھید کھل جائے گا۔"

فرزانہ نے اس کی ہدایت پر عمل کیا، وہ زخمی شیطان کو اپنے کاندھے پر اٹھائے اس پہاڑی کے دامن میں پہنچا۔ وہاں بھی ایک مصنوعی غار بنا پایا گیا تھا۔ اس کا دروازہ اس کے لیے کھولا گیا۔ ٹرانسفارمر مشین والے غار تک جو بارودی سرنگ بچھائی گئی تھی، اس کا سوئچ اس دور والی پہاڑی میں رکھا گیا تھا تاکہ یہاں سوئچ دبانے والوں پر دھماکوں کا اثر نہ ہو اور وہ جان بچا کر فوراً وہاں سے دور نکل سکیں۔ پارس پہاڑی کے مصنوعی غار میں داخل ہوتے ہوئے آدمیوں کو گن رہا تھا۔ وہ تعداد میں چھ تھے، ان سے بھی زیادہ ہو سکتے تھے لیکن نظر نہیں آرہے تھے، شاید اس پہاڑی کے دوسرے مقامات پر ان کی ڈیوٹی ہوئی مسلح شخص نے کہا۔ "باس کو فوراً یہاں لٹا دو۔"

دوسرے نے پوچھا۔ "گولی کہاں لگی ہے؟"

پارس نے اسے کاندھوں سے اُتارا۔ پھر اپنے سامنے ڈھال بنا کر بولا۔ "گولی تو ایک ہی لگی تھی لیکن اب پتا نہیں کتنی گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہوں گی کیوں کہ تم اُدھر سے فائر کرو گے ادھر سے یہ مجھے ڈھال بن کر بچائے گا۔"

ایسا کہتے ہوئے وہ کن انکھیوں سے بڑے سوئچ بورڈ کو دیکھ رہا تھا۔ ایک شخص نے اسٹین گن سنبھالتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو تم ہی وہ دشمن ہو جس نے اس پہاڑی میں فائرنگ کرائی ہے اور اب یہاں آئے ہو۔ کیا باس نے تمھیں بتا دیا ہے کہ اس پہاڑی میں کیا خاص بات ہے؟"

پارس نے کہا۔ "ہاں، اب میں اس سوئچ بورڈ کی طرف جا رہا ہوں۔"

اس نے اسٹین گن کا رُخ اپنے باس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "اس پہاڑی والے احمق تھے، ایک شخص کو بچانے کے لیے تمھیں یہاں تک آنے کا موقع دیا تاکہ تم اس سوئچ کے ذریعے پوری پہاڑی کو تباہ کر سکو اور وہاں جو راز چھپا ہوا ہے وہ بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے، لیکن یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ تم اسے بچوں کا کھیل سمجھ کے آئے ہو تو یہ لو۔"

اس نے تڑتڑاتڑ فائرنگ شروع کی۔ اس شیطان نمبر چھ کے حلق سے صرف ایک ہی چیخ نکلی اور وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ مگر ساری گولیاں اپنے جسم پر کھاتا رہا۔ فائرنگ صرف دو چار سیکنڈ تک رہی۔ پارس نے جواباً صرف ایک گولی چلائی اور وہ اسٹین گن والا اچھل کر پچھلی دیوار سے جا ٹکرایا، اس میں توازن برقرار رکھنے کی سکت نہیں تھی، وہ ٹکرا کر آگے آیا اور فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔

پارس نے دوسری گولی چلائی، دوسرا آدمی گرا۔ باقی چاروں نے چھلانگیں لگاتے ہوئے دوسری طرف جاتے ہوئے اپنی اپنی پوزیشن کسی نہ کسی پتھر یا دیوار کی آڑ میں کر لی۔ پارس کے ریوالور میں چار گولیاں رہ گئی تھیں۔ اس کے مقابلے پر دشمنوں کے پاس ہتھیاروں اور کارتوسوں کی کمی نہیں تھی۔ اس نے سر اٹھا کر چھت کو اور دیوار کو دیکھا۔ چھت پتھر کی تھی دیواروں کو تراش کر ہموار کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس غار میں مختلف دیواروں پر تین بلب لگے ہوئے تھے جن سے دور دور تک روشنی پھیل رہی تھی۔

اس نے ایک بلب کا نشانہ لیا۔ وہ ایک چھناکے سے ٹوٹ کر بجھ گیا۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر دوسری طرف چھپے ہوئے لوگوں نے اس پر فائرنگ کی لیکن ایک لاش اس کی حفاظت کر رہی تھی۔ اس نے دوسرے بلب کو بھی توڑا، پھر تیسرے بلب کو توڑتے ہی تاریکی چھا گئی۔ اس نے لاش کو ایک طرف ڈالا، پھر زمین پر لیٹ گیا، اوندھے منہ رینگتے ہوئے اُن دو مسلح افراد کی طرف جانے لگا جو اس کی گولی کا نشانہ بن کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکے تھے۔ وہاں پہنچ کر اس نے اسٹین گن اٹھائی، کارتوس کی پیٹی سنبھالی۔ اس وقت تک دشمن سوئچ بورڈ کی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا پارس اندھیرا کرتے ہی اس بورڈ کی طرف جائے گا لیکن وہ رینگتا ہوا اس پتھر کی طرف جا رہا تھا جہاں ایک شخص چھپا ہوا تھا۔

اس کے پیچھے ایک دیوار کی آڑ میں دو شخص فائرنگ کر رہے تھے۔ پھر فائرنگ بند ہو گئی۔ وہ سوچ رہے تھے اُن کے خفیہ اڈے پر آنے والا وہ تنہا دشمن کہاں ہو گا؟ سوئچ بورڈ کے پاس ہوتا تو گولیوں کا نشانہ بن چکا ہوتا!

انھوں نے رُخ بدل کر فائر کیا، شاید وہ دوسری طرف سے آ رہا ہو، اندھیرے میں ان کی بندوقوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ انہی شعلوں کو نشانہ بناتے ہوئے پارس نے پھر اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ دو چیخ ہو گئے، تیسرا بدحواس ہو کر بھاگ رہا تھا۔ پارس نے اس کے قدموں کی آواز پر فائرنگ کی۔ وہ بھی اپنی آخری چیخ کے ساتھ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ اب اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی، وہ آسانی سے سوئچ بورڈ کی طرف پہنچ سکتا تھا۔ اس نے جیسے ہی ادھر قدم بڑھایا، انہی کی للکار سنائی دی "اندر جو کوئی بھی ہے وہ اپنے ہتھیار پھینک دے اور ہاتھ اٹھا کر باہر آ جائے۔"

پارس خاموش رہا۔ اس بڑے سے پتھر کی آڑ میں کھڑا پھر آنے والے نے کہا "دیکھو، تم جو کوئی بھی ہو، تمہارے ساتھ آنے والی لڑکی ہماری حراست میں ہے۔ یقین نہ ہو تو اپنی آنکھ سے دیکھ لو۔ ہم اسے ٹارچ کی روشنی میں دکھا رہے ہیں۔ لڑکی، تم بھی اس غار کے اندر جاؤ۔"

اسی وقت ٹارچ روشن ہوئی۔ فرزانہ سہمی ہوئی دے رہی تھی۔ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی ہوئی اسی طرف آ رہی جدھر پارس چھپ کر کھڑا ہوا تھا۔ وہ ٹارچ روشن کرنے والے کو دیکھ رہا تھا جو ایک سائے کی طرح دکھائی دے رہا تھا کے پیچھے اور بھی چار مسلح افراد ہو سکتے تھے۔ اس نے ایک سے اسٹین گن سنبھالی، پھر دوسرے ہاتھ سے ریوالور نکالا اب اس ریوالور میں صرف ایک گولی رہ گئی تھی۔ ٹارچ روشن کرنے والے نے کہا "میں تین تک گن رہا ہوں، اگر تم ہتھیار نہ پھینکے اور خود کو گرفتاری کے لیے پیش نہ کیا تو ہم لڑکی کو گولی مار دیں گے۔ ایک۔۔۔"

پارس نے سوچ لیا تھا، اس کے پاس ایک گولی رہ ہے، وہ سب سے اہم ٹارگٹ پر چلائے گی۔ پھر اس کے ہی اس نے ٹرائیگر دبا دیا۔ گولی سیدھی ٹارچ لائٹ پر جا لگی اور ایک چھناکا ہوا، دوبارہ تاریکی چھا گئی۔ پارس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ریوالور کو ایک طرف پھینکا، دونوں ہاتھ اسٹین گن سنبھالی۔ فرزانہ اس سے ذرا فاصلے پر تھی اس وہ اندھا دھند اسٹین گن کا برسٹ مارتا چلا گیا۔ تقریباً تین چیخیں سنائی دیں۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔

اس وقت ایک ایک لمحہ قیمتی تھا، اس نے فوراً جیب سے اینٹی ڈارک کا گلز نکالا۔ اسے آنکھوں پر پہنا تک چیزیں واضح طور پر نظر آنے لگیں۔ اب کوئی مقابلے تھا۔ ایک طرف فرزانہ سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ اس نے کہا وقت دماغ کو قابو میں رکھا کرو۔ فوراً اینٹی ڈارک گلز پہن بہت کچھ نظر آئے گا۔ میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ پہلے سوئچ بورڈ کی طرف گیا۔ وہاں سوئچ تھے، اس نے سب کو آن کر دیا۔ ایک آہنی کل تھا اوپر سے نیچے کی طرف دبایا۔ اس کے ساتھ ہی جیسے زلزلہ لگا، پاؤں تلے زمین لرزنے لگی۔ وہ دوڑتا ہوا فرزانہ کے پاس آیا، پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسی طرح دوڑتا ہوا مصنوعی غار سے باہر نکل گیا۔ ساحل کی طرف دوڑ لگاتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک قیامت کا دھماکا ہوا۔ وہ دونوں چلتے چلتے گرے اور زمین پر اوندھے لیٹ گئے۔ پارس فوری پر سمجھ گیا تھا کہ دھماکے کے نتیجے میں پتھر وغیرہ اڑ کر آئیں تو وہ محفوظ رہے، پہلے تو وہ سہمی ہوئی تھی، پھر اچانک ہی کوئی اندیشہ، کوئی خوف نہ رہا۔ دل دھڑک دھڑک کر کہنے لگا "ایسے ہی دھماکے ہوتے رہیں، وہ پتھروں سے بچاتا بچاتا میں اس پارہ چٹان تلے دب کر رہ جاؤں۔"

پارس نے کہا "ذرا اور حوصلے سے کام لو اور یہاں سے ہٹ کر دور تک چلو، ہمیں زیادہ سے زیادہ دور جانا چاہیے۔"

اس نے اٹھتے ہوئے اسے سہارا دیا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی، پھر دوڑتے ہوئے اس کے ساتھ جانے لگی، جزیرے میں ہلچل مچ گئی تھی۔ خطرے کا سائرن بج رہا تھا۔ کتنے ہی مسلح افراد دور دور تک دوڑتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ جس پہاڑی میں دھماکا ہوا تھا وہاں سے شعلے بلند ہو رہے تھے جس کے نتیجے میں جزیرہ دور تک روشن ہوتا جا رہا تھا۔

پھر دوسرا قیامت خیز دھماکا ہوا۔ وہ دوڑتے دوڑتے پھر لڑکھڑا کر گر پڑی۔ پارس نے جھک کر اسے اٹھایا، اچانک ہی اسے کاندھے پر لاد لیا۔ وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی، شرماتے ہوئے کہنے لگی "چھوڑو، پلیز مجھے چھوڑ دو، میں تمہارے ساتھ دوڑتی ہوئی جاؤں گی۔"

وہ بدستور دوڑتے ہوئے بولا "تم جس طرح میرے ساتھ دوڑتی آ رہی تھیں، اسے میں چلنا کہتا ہوں اور دوڑنا کہتے ہیں یہ تم دیکھ رہی ہو۔"

واقعی وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی تھی کہ جواں مرد کیا ہوتے ہیں۔ وہ اسے ایک تنکے کی طرح اٹھائے پوری رفتار سے دوڑتا جا رہا تھا۔ ساحلی چوکیوں پر سے مسلح افراد اُمڈ آئے تھے، وہ بھی بھاگنے کی فکر میں تھے، ان میں سے ایک نے پوچھا "تم کون ہو، اور کسے اٹھا کر لے جا رہے ہو؟"

پارس نے کہا "ہمارا ایک ساتھی زخمی ہو گیا ہے، اسے طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

"تو پھر اسے کیمپ کی طرف لے جاؤ۔"

"چٹانیں ٹوٹ کر کیمپ کی طرف آ رہی ہیں، وہاں بھی خطرہ بڑھ گیا ہے۔"

اس کے ساتھ ساتھ تین مسلح افراد دوڑتے چلے آ رہے تھے۔ ایک نے کہا "تم تھک گئے ہو، ہم سب کو یہ بوجھ اٹھانا چاہیے، آخر یہ ہمارا زخمی ساتھی ہے۔"

فرزانہ پریشان ہو گئی، وہ کبھی گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ کوئی اس کے بدن کو ہاتھ لگائے۔ پارس اسے اٹھا کر لے جا رہا تھا تو شرم آ رہی تھی لیکن اچھا بھی لگ رہا تھا، یہ احساس بڑا ہی خوش کن تھا کہ کوئی محبت سے اس کا بوجھ اٹھانے والا ہے، دوسرے تو اسے زخمی سمجھ کر ہمدردی سے اٹھانا چاہتے تھے اور وہ ہمدردی کے نام پر کسی کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔

پارس بھی نہیں چاہتا تھا کہ فرزانہ کو ہاتھ لگانے والا کوئی اور ہو، پھر یہ کہ اسے ہاتھ لگاتے ہی پتا چل جاتا کہ وہ لڑکی ہے، وہ دوڑتے ہوئے اور ہانپتے ہوئے کہہ رہا تھا "کوئی خاص بوجھ نہیں ہے، بس اب ہم ساحل کے قریب پہنچ رہے ہیں۔"

ایک نے اس کا بازو پکڑ کر روک لیا، دوسرے نے کہا "لاؤ، اسے مجھے دو۔"

تیسرے نے کہا "تعجب ہے! تم دور سے زخمی ساتھی کو اس طرح اٹھائے لا رہے ہو جیسے یہ کوئی معشوقہ ہو، تم تو تھکنے کا نام نہیں لے رہے ہو۔"

اس نے مجبور ہو کر فرزانہ کو کاندھے سے اتارا، وہ کھڑی ہو گئی، اگر اس کی زلفیں کھلی ہوتیں تو بہت پہلے پہچان لی جاتی۔ اس نے دو چوٹیاں گوندھی ہوئی تھیں۔ جنھیں وردی کے گریبان میں ٹھونس لیا تھا۔ پارس کے کاندھے پر جھولنے کے باعث اس کا چہرہ جھک گیا تھا۔ ایک تو چاند کی روشنی تھی، دوسرے دھماکوں کے باعث بھڑکتے ہوئے شعلے دُور دُور تک جزیرے کو روشن کر رہے تھے، ان شعلوں کا عکس اس کے حسین چہرے پر پڑ رہا تھا، وہ تینوں حیرانی سے دیکھ رہے تھے، کوئی بات خلافِ توقع ہو تو دیکھنے والا چند لمحوں کے لیے اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ بس اس لمحے سے پارس نے فائدہ اٹھایا، اس نے اسٹین گن سنبھالی، دوسرے بھی چونک گئے۔ پارس نے ایک برسٹ مارا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ دو آدمی چیختے ہوئے گرے۔ تیسرے نے پارس کو نشانے پر رکھا، اگر فرزانہ سے ذرا بھی چوک ہوتی تو پارس کی چیخیں بھی آسمان تک جاتیں، پھر واپس نہ آتیں۔ اسے خطرے میں دیکھتے ہی وہ ایک دم سے تڑپ گئی تھی، چیختی ہوئی دوڑتی ہوئی آئی اور اس تیسرے آدمی سے لپٹ گئی، بھلا ایک نازک اندام میں اتنی قوت کہاں ہوتی ہے کہ ایک سپاہی کو جکڑ کر رکھ سکے۔ سپاہی نے ایک جھٹکے سے الگ کیا۔ پیچھے دھکا دیا پھر اسٹین گن سنبھالنا چاہی

تو دیر ہو چکی تھی۔ اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا۔ دوسری لک ہاتھوں پر پڑی، اسٹین گن ہاتھ سے نکل کر دور جا گری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا فرزانہ کے پاس آ کر گرا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ وہیں گر کر تڑپنے لگا۔ پہلے تو پارس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، جب وہ تڑپتا ہوا ادھر آیا تو اس کی پشت میں وہ چاقو پیوست تھا جو غار میں فرزانہ کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

اس نے فرزانہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا مگر وہ اٹھ تو گئی، پھر جلدی سے ہاتھ چھڑا کر بولی: "میں خود ہی دوڑتی چلوں گی۔"

وہ پھر دوڑنے لگے۔ سیٹی کا پٹاخوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ان دھماکوں کی خبر یقیناً دور دور تک پھیل گئی تھی، اس لیے سیٹی کا پٹر جزیرے کے آس پاس پرواز کر رہے تھے، ان کی پرواز بہت اونچی تھی تاکہ دھماکوں سے اُڑنے والے پتھر ان تک نہ پہنچ سکیں۔ وہ اپنی موٹر بوٹ تک پہنچ گئے۔ پارس نے کہا: "فوراً وردی اتارو۔"

وہ خود وردی اتارنے لگا۔ اس وردی کے نیچے اپنا لباس تھا۔ وہ شرماتے ہوئے بولی: "میں نہیں اتار سکتی۔"

پارس نے اسے دیکھا۔ پھر سمجھ گیا۔ کہنے لگا: "مجھ سے ہی غلطی ہوئی۔ مجھے پہلے سمجھانا چاہیے تھا کہ تمہیں اپنے لباس کے اوپر وردی پہننی چاہیے۔ کیا اس موٹر بوٹ میں کوئی ایسا کپڑا ہوگا جس میں تم اپنے آپ کو چھپا سکو۔ اس وردی سے نجات پانا بہت ضروری ہے، امدادی فوج سیلی کاپٹر کے ذریعے پہنچنا چاہتی ہے۔ دریائی راستوں سے بھی فوجی جوان آ رہے ہوں گے اور یہاں سے گزرنے والوں کو روکتے ٹوکتے رہیں گے۔ تمہیں وردی میں دیکھ کر گرفتار کیا جا سکتا ہے۔"

وہ موٹر بوٹ پر آ گئے، وہ بولی: "میں دیکھتی ہوں، شاید کوئی ایسا کپڑا مل جائے۔"

پارس نے لنگر کو کھولا، پھر انجن اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ وہ پریشان تھی، شرما رہی تھی۔ کس طرح وردی اتارے اور کس طرح کوئی کپڑا لپیٹ کر اپنا تن ڈھانپے۔ پارس نے انجن کے شور میں چیختے ہوئے کہا: "فرزانہ! جلدی کرو۔ کوئی بھی پیٹرولنگ پارٹی اس طرف آ سکتی ہے۔"

بوٹ کے پچھلے حصے میں جہاں کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں، وہاں ایک بڑا سا چادر نما کپڑا تہ کیا ہوا رکھا تھا۔ شاید وہ اس لیے تھا کہ کہیں پکنک منانے کے لیے زمین پر بیٹھنا ہو تو اسے بچھایا جا سکے، وہ بولی: "ایک کپڑا ہے میرے پاس، اسے وردی کے اوپر لپیٹ لیتی ہوں۔"

"ہرگز نہیں، وردی ہر حال میں اُتار کر پھینکو۔"

"میں ایسا نہیں کر سکتی۔ یہاں لباس بدلنے کی جگہ کوئی نہیں ہے۔"

"پلیز عقل سے کام لو، ابھی اس طرف ویرانی ہے، تم فوراً لباس بدل سکتی ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں، پلٹ کر نہیں دیکھوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک بوٹ پتا نہیں کس طرف سے نکل آئی۔ اس میں مسلح فوجی بیٹھے ہوئے تھے۔ پارس نے کہا: "فوراً چادر لپیٹ لو۔"

اُدھر سے للکار کر پوچھا جا رہا تھا: "ہالٹ! کون ہے؟ اپنی شناخت کراؤ۔"

دونوں کشتیاں ایک دوسرے کے قریب آ رہی تھیں۔ پھر آنے والوں نے ان دونوں کو غور سے دیکھا۔ پارس نے کہا: "ہم بیٹری پارک سے آئے ہیں، ادھر سے گزر رہے تھے، راستے سے بھٹک گئے۔"

ایک فوجی نے ڈانٹ کر پوچھا: "کیا تمہیں جزیرے سے شعلے نکلتے نہیں دے رہے ہیں، دھماکے سنائی نہیں دے رہے ہیں؟"

"انھی دھماکوں کے باعث ہم بدحواس ہو گئے، ہمیں راستہ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔"

ایک فوجی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "اس طرف جاؤ، کیا تمہاری موٹر بوٹ میں قطب نما نہیں ہے، کیا تم اس سے رہنمائی حاصل نہیں کر سکتے؟"

پارس نے اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہا: "اوہ! سو سوری! میں بدحواسی میں قطب نما سے کام لینا ہی بھول گیا تھا۔"

وہ فوجی، پارس سے باتیں کر رہے تھے اور فرزانہ کو دیکھتے جا رہے تھے۔ ایک حسین نوجوان لڑکی صرف چادر میں چھپی ہو تو بے اختیار نگاہیں اس کی طرف اٹھنے لگتی ہیں۔ پارس نے بوٹ کی رفتار بڑھائی پھر ان کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ کچھ دور نکلنے کے بعد اس نے کہا: "دیکھو، میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ اب بھی پلٹ کر نہیں دیکھ رہا ہوں، پلیز کسی طرح اس وردی سے نجات حاصل کرو۔"

پارس اسے سمجھا بھی رہا تھا اور اس پر غصہ بھی آ رہا تھا۔ وہ حالات کی نزاکت کو نہیں سمجھ رہی تھی۔ اگر وہ بیٹری پارک بخیریت پہنچ جاتے تب بھی وہ وردی ان کے لیے مصیبت بن جاتی بے شک اسے غصہ آ رہا تھا لیکن اُس کے شرمانے کی اداؤں کو بھا رہی تھی۔ پارس کو شاید اس بات کا پوری طرح احساس نہیں تھا کہ فرزانہ کی شرمیلی ادائیں اسے چپکے چپکے لوٹ رہی ہیں۔

اب وہ دریا کے ایسے حصے سے گزر رہے تھے جہاں کشتیاں آتی جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ سب افراتفری میں تھے اور اپنی اپنی موٹر بوٹ تیز رفتاری سے دوڑاتے جا رہے تھے۔ اگرچہ وہ سب جزیرے سے دور نکل گئے تھے لیکن دھماکے سنائی دے رہے تھے۔ ہیٹر ولنگ پارٹی میگافون کے ذریعے ہدایات دیتی پھر رہی تھی یا لانگ آئی لینڈ کی طرف رخ کرنے کے لیے کہہ رہی تھی۔

آخر وہ بیٹری پارک پہنچ گئے۔ پہلے ہی دھماکے کی آواز نیویارک میں دور دور تک سنی گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی کے ماتحت اس جزیرے کی طرف جانا چاہتے تھے لیکن فوراً ہی پابندیاں عائد کر دی گئی تھیں۔ کسی موٹر بوٹ کو وہاں سے جانے کی اجازت نہیں مل رہی تھی۔ کنگ فرنانڈو بھی اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا۔ سب ہی تشویش میں مبتلا تھے۔ ساحل پر پولیس کے علاوہ فوجی جوان اور جاسوس بھی تھے۔ وہ تمام موٹر بوٹس کو چیک کر رہے تھے۔ جو بھی دریا کی طرف سے واپس آ رہا تھا، اس کا نام، پتا اور اس کے کاغذات دیکھ رہے تھے۔

ان کی موٹر بوٹ ساحل سے آ لگی۔ ہر طرف لوگوں کی بھیڑ تھی، ان میں عورتیں زیادہ نظر آ رہی تھیں۔ جب ان کی موٹر بوٹ پہنچی تو عورتوں اور مردوں کی نظریں فرزانہ پر جم گئیں۔ وہ صرف ایک چادر لپیٹے ہوئے تھی۔ پارس موٹر بوٹ سے اترا لیکن وہ اتر نہ سکی۔ چادر لپیٹنے کی وجہ موٹر بوٹ پر کھڑے رہ کر توازن نہیں سنبھال سکتی تھی۔ پارس نے اسے سہارا دے کر کھڑا کیا پھر اچانک ہی اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اس کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ وہ اس طرح بازو میں اٹھائے گا تو فوراً بیٹھ جاتی۔ لیکن اب تو وہ سارے لوگوں کے سامنے تماشا بن گئی تھی۔

فرزانہ کے بدن پر لپٹی ہوئی چادر سوالیہ نشان بن گئی تھی۔ عورتیں مسکرا رہی تھیں، مرد بھی ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جب پارس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھایا تو سب کے سب تالیاں بجانے لگے۔

فرزانہ نے آنکھیں بند کر لی تھیں، دونوں ہاتھوں سے چہرے کو چھپا لیا تھا۔ شرم سے مری جا رہی تھی۔ پارس اسے بازوؤں میں اٹھائے دو سپاہیوں کے درمیان چل رہا تھا مگر زمین میں گڑا جا رہا تھا۔ وہ بے چاری مفت میں بدنام ہو رہی تھی۔ اگر وہ اسے وردی اتار پھینکنے اور چادر لپیٹنے پر مجبور نہ کرتا تو لوگوں کو غلط فہمی نہ ہوتی۔

وہ ایک دفتر میں پہنچے۔ اعلیٰ بی بی کے دو ماتحت دفتر کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں تھی صرف کنگ فرنانڈو اپنے وسیع تعلقات کی بنا پر پہلے ہی اندر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ باہر سے تالیوں کی آوازیں ابھی تک آ رہی تھیں۔ پارس نے اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر کہا: "جو کچھ ہو رہا ہے اس کا مجھے بہت افسوس ہے۔ میں بہت شرمندہ ہوں، کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا، ایسے حالات ہوں گے۔ دیکھو ہم دفتر کی چار دیواری میں آ گئے ہیں، ہاتھ ہٹاؤ، آنکھیں کھولو، میں تمہیں زمین پر اتار رہا ہوں۔"

اس نے اُتار دیا۔ وہ کھڑی تو ہو گئی لیکن اس کے ہاتھ اسی طرح چہرے پر تھے۔ وہ منہ چھپائے ہوئے تھی۔ پارس ایک آفیسر کو اپنے کاغذات دکھانے لگا۔ کنگ فرنانڈو نے کہا: "فیری! کیا تم ابھی تک ان دھماکوں سے ڈر رہی ہو۔ ہاتھ ہٹاؤ، خوفزدہ ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ تم بالکل محفوظ ہو۔"

پھر وہ پارس کے شانے کو تھپک کر بولا: "بیٹے! تم نے میرا برسوں کا خواب پورا کر دیا۔ اب تو میں تمہارے باپ سے دونوں کے رشتے کی بات کروں گا لیکن یہ شادی سے پہلے..."

وہ اپنی بات جھوٹ کر قہقہہ لگانے لگا۔ فرزانہ رشتے میں اس کی نواسی تھی، اس کی بھتیجی کی بیٹی تھی اور وہ اپنی تہذیب کے مطابق بہت خوش ہو کر قہقہہ لگاتے ہوئے ایسی باتیں کر رہا تھا کہ بیک فرزانہ نے چیخ کر کہا: "نہیں۔" اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے چہرے پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔ چہرہ آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا۔ وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی: "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہاری بھتیجی فیری کی طرح بے غیرت نہیں ہوں۔ وہ میری ماما ہوئی تو کیا ہوا۔ اس نے بزرگوں کے اعتماد کو دھوکا دیا وہ جسم، وہ جان، وہ دل اور وہ ارمان جو ایک عورت صرف اپنے مرد کے لیے بچا کر رکھتی ہے، اسے کسی دوسرے کے حوالے کیا۔ میں ایسی بے غیرت نہیں ہوں، میں کسی پابند رشتے کے بغیر کبھی کسی کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ یہ میری بدنصیبی ہے کہ میں یہ چادر لپیٹ کر گناہ گار کہلانے لگی جب کہ یہ چادر عورت کی عزت اور اس کا تن ڈھانپتی ہے۔ میں نے کچھ نہیں کیا ہے، میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔ مجھے بدنام نہ کرو۔ تم عورت کو میلی نظروں سے دیکھتے ہو۔ خدا کے لیے چادر کو تو میلی نظر سے نہ دیکھو۔"

وہ بول رہی تھی اور رو رہی تھی، تمام آفیسر اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ وہ لوگ فرزانہ کو ایسی نظروں سے

دیکھ رہے تھے جیسے کسی احمق لڑکی کو دیکھ رہے ہوں۔ کنگ فرنانڈو کی نظریں جھک گئی تھیں۔ اسے اپنی بھتیجی کی گمراہی یاد آگئی تھی اور پارس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، کس طرح فرزانہ کو دلاسا دے۔ کس طرح اس کے آنسو پونچھے۔ وہ جزیرے سے ایک بہت بڑی بازی جیت کر آیا تھا اور ایک لڑکی کے آنسوؤں سے مات کھا رہا تھا۔

جب جزیرے میں پہلا دھماکا ہوا، اسی وقت اعلیٰ بی بی نے ہائی ٹلائن پر فرانس کے ایک اعلیٰ حاکم کو اطلاع دی کہ فراڈو کو رابطہ قائم کرنے کے لیے کہا جائے۔ اس حاکم کے ذریعے میرے فون نمبر پر یہ پیغام بھیج دیا گیا تھا لیکن میں گھر میں موجود نہیں تھا۔ پارس اوّل کے ساتھ اسپتال میں تھا۔ پھر اس کا علاج ہو رہا تھا۔ اس کے اندر سے زہر ختم کر دینے کے سلسلے میں کئی ڈاکٹر سر جوڑ کر بیٹھ گئے تھے۔ اور اس سلسلے میں بحث کر رہے تھے۔ جب مجھے اطلاع ملی تو کافی دیر ہو چکی تھی۔ میں نے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ "ہیلو حیریت تو ہے؟"

"ہاں، ابھی تک میں گھبرائی ہوئی تھی۔ پارس کا کچھ پتا نہیں تھا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ بخیریت واپس آگیا ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کہاں سے واپس آگیا ہے؟"

اس نے مجھے مختصر طور پر بتایا کہ کس طرح پارس، کنگ فرنانڈو کی بھتیجی فیری کے ساتھ جزیرہ ایلس گیا تھا۔ وہاں دھماکے ہونے لگے۔ اب اُدھر ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ فوجی جوان سیلی پٹیوں میں جزیرے کے اطراف منڈلا رہے ہیں۔ جو کشتیاں اُدھر سیر و تفریح کی غرض سے گئی تھیں انھیں فوراً واپس بھیجا جا رہا ہے۔ بہرحال اب مجھے اطمینان ہے میرے ایک ماتحت نے اطلاع دی ہے کہ پارس فیری کے ساتھ بخیریت واپس آگیا ہے۔"

"جزیرے میں دھماکے کیسے ہو رہے ہیں؟"

"میں حیران ہوں، ہمارے بیٹے نے وہاں قدم رکھا ہے اور یہ سب کچھ ہونے لگا ہے۔ تم اس سے رابطہ قائم کر کے معلوم کر سکتے ہو۔"

میں خیال خوانی کی پرواز کر کے اپنے بیٹے کے پاس جانا چاہتا تھا، اسی وقت مجھے پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا "کون ہے؟"

سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی "فراڈ! بہت پچھتاؤ گے۔ میں تمھارے ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے اور تمھارے خاندان کے ایک ایک فرد کو چُن چُن کر قتل کروں گا۔ میں چاہتا تھا، تم لوگوں کو تڑپا تڑپا کر زندہ رکھوں لیکن تم سب میرے لیے خطرناک ہوتے جا رہے ہو۔"

میں نے پوچھا "آخر بات کیا ہے؟"

"جان بوجھ کر انجان نہ بنو۔ تم نے جزیرۂ ایلس میں تباہی مچا دی ہے، میری ٹرانسفارمر مشین اور نقشے کو تباہ کر دیا ہے۔"

میں نے ایک دم سے خوش ہو کر پوچھا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"یوں ایکٹنگ نہ کرو۔ میں تمھارے فراڈ کو خوب سمجھتا ہوں۔"

"دیکھو سپر ماسٹر! یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ میں نے اسے انجام دیا ہوتا تو سینہ تان کر تم سے کہتا کہ ٹرانسفارمر مشین کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔ یہ ہمارے درمیان طے ہو چکا ہے، جو بھی اسے حاصل کر لے، جو بھی اسے تباہ کر لے لہٰذا اگر میں نے اسے تباہ کیا ہوتا تو تم سے ڈرنے یا کسی طرح دبنے کی کوئی بات نہیں تھی۔ تم طیش میں نہ آؤ، ذرا سہولت سے بتاؤ، آخر مجھ کیوں الزام دے رہے ہو؟"

"اس ٹرانسفارمر مشین کو اور ہمارے خفیہ اڈے کو صرف ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی تباہ کر سکتا ہے۔"

"تمھارا یہ الزام بے بنیاد اور بہت ہی کمزور ہے۔ پچھلی جنگِ عظیم میں بہت سے نامور سراغرسانوں نے بہت سے خفیہ اور خطرناک اڈوں کو تباہ کر دیا وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتے تھے۔ تم کوئی ثبوت پیش کرو گے؟"

"اس اڈے سے چار آدمی زخمی حالت میں ملے ہیں۔ انھیں طبی امداد پہنچائی جا رہی ہے۔ اُن کا خیال ہے تم خیال خوانی کے ذریعے اپنے دو آلہ کاروں کے دماغوں میں موجود تھے۔ ان دو آلہ کاروں میں ایک نوجوان لڑکی اور ایک نوجوان لڑکا تھا۔"

اس کی بات سنتے ہی میرا دل کنگ فرنانڈو کی بھتیجی اور اور اپنے بیٹے پارس کی طرف گیا۔ چوں کہ یہ میرا چور خیال تھا، اس لیے میں نے فوراً اس پر قابو پایا تاکہ سپر ماسٹر کنگ فرنانڈو پر چڑھ نہ دوڑے۔ میں نے پوچھا "سپر ماسٹر! میں تمھیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں خیال خوانی کے ذریعے تمھارے کسی خفیہ اڈے میں موجود نہیں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا چکر ہے۔ ذرا عقل سے سوچو۔ اگر مجھے اس خفیہ اڈے کے بارے میں معلوم ہوتا تو میں کسی بھی آلہ کار کو وہاں بھیجنے کی زحمت کیوں گوارا کرتا۔ تمھارے ہی کسی آدمی کو اپنا آلہ کار بنا لیتا۔"

"وہ چار زخمی جو اس جزیرے سے لائے گئے ہیں، کیا وہ غلط بیان دے رہے ہیں جب کہ وہ پورے ہوش و حواس میں ہیں۔"

میں نے کہا "میں تم سے کسی طرح کم تر نہیں ہوں۔ تم سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ تمھارے رُعب و دبدبے میں نہیں آسکتا۔ اگر تم مجھ پر جھوٹا الزام دھر کے کوئی انتقامی کارروائی کرنا چاہتے ہو تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔ لیکن یہ بات خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں، میں یا میرا کوئی خیال خوانی کرنے والا ساتھی کبھی اس خفیہ اڈے میں نہیں گیا اور نہ ہی ہم میں سے کسی نے اپنے آلہ کار کو وہاں بھیجا ہے اور وہاں خیال خوانی کا مظاہرہ کیا ہے۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر سپر ماسٹر نے کہا "میں جانتا ہوں، تم کسی کے دباؤ میں نہیں آتے، نہ ہی کسی کی دھمکی سے خوف زدہ ہوتے ہو۔ اس ٹرانسفارمر مشین اور نقشے کی تباہی کا مشن تمھارے لیے بہت اہم تھا۔ اس اہم کامیابی کو تم کبھی چھپانے والے نہیں تھے، لیکن میں حیران ہوں، یہاں خیال خوانی کا مظاہرہ کس نے کیا؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں، تمھارے آدمیوں کو غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ میرے پاس تین خیال خوانی کرنے والے ساتھی ہیں۔ تمھارے پاس چھ ساتھی ہیں۔ کیا ہم ان کے علاوہ بھی کسی نئے دشمن خیال خوانی کرنے والے کے متعلق سوچ سکتے ہیں یا یقین کر سکتے ہیں؟"

سپر ماسٹر نے کہا "ہرگز نہیں۔ وہ آخری ٹرانسفارمر مشین تھی جو تباہ ہو چکی ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف دو خیال خوانی کرنے والوں کی ٹیمیں ہیں۔ ایک تمھاری، ایک میری۔ تیسرا کوئی ہو نہیں سکتا۔"

میں نے کہا "اگر ایسی بات ہے تو پھر میری بات یاد رکھو، آج نہیں تو کل تم پر اس بات کا انکشاف ہو گا کہ تمھارے ہی کسی خیال خوانی کرنے والے ساتھی نے تمھارے ساتھ دوغلی چال چلی ہے۔"

"میں نہیں مانتا۔"

"نہ مانو لیکن عقل ساتھ دینا چاہیے تو ذرا غور کرنا اور یہ سوچنا کہ تمھارے بعد کس شخص کو سپر ماسٹر بنایا جائے گا اور اس کے کیا مفادات ہوں گے؟"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"تم سمجھنا چاہو تو خود سمجھ سکتے ہو۔ تمھارے بعد جو شخص کو ٹرانسفارمر بننے کا چانس رکھتا ہے وہ کبھی یہ نہیں چاہے گا کہ ٹرانسفارمر مشین سے کوئی ایسا شخص ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرے جو اس غیر معمولی علم کے علاوہ دوسری صلاحیتوں میں بھی اس سے برتر ہو۔ اگر تمھیں موت کو ٹالنے کا ہنر آجائے، حالانکہ ایسا ناممکن ہے لیکن فرض کر لیا جائے کہ تمھیں موت کو ٹالنے کا ہنر آگیا ہے تو کیا تم چاہو گے کہ کوئی دوسرا بھی سیکھ لے؟"

"ہم کبھی ایسا نہیں چاہتے کہ کوئی ہم سے کچھ زیادہ سیکھ کر برتر ہو جائے۔" اس نے کہا۔

"لہٰذا تمھاری اس آخری ٹرانسفارمر مشین اور نقشے کی تباہی کا ذمے دار وہی شخص ہے جو آئندہ سپر ماسٹر بننے والا ہے۔"

وہ پھر چُپ رہا۔ شاید کچھ سوچ رہا تھا۔ میں نے کہا "تم شکایت کرنے میرے پاس چلے آئے۔ میں کس سے شکایت کروں، تمھارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت یہاں آکر میری بہو کو دو پارس کے درمیان الجھاتا رہا۔ آخر اسے کیا فائدہ حاصل ہوا۔ وہ دعویٰ کر رہا تھا کہ ڈمی پارس اس کے لیے بہت اہم ہے اور وہ ڈمی مارا گیا ہے۔"

اس نے جواب دیا "فراڈ! پہلے تو میں نے فیصلہ کیا تھا کہ تمام بڑے بڑے ممالک کو خیال خوانی کے ذریعے نقصان پہنچاتا جاؤں اور اس کا الزام تم پر آتا جائے۔ پھر میں نے سوچا، پہلے تمھارے رشتے داروں سے نمٹنا چاہیے۔ رشتے داروں میں سوہنیا، اعلیٰ بی بی، پومی کے علاوہ تمھارے خیال خوانی کرنے والے ساتھی ہیں۔ پھر تمھاری شریکِ حیات رسونتی ہے اور اس کے دو بیٹے۔ میں نے سوچا ہے، پہلے تمھارے ان خون کے رشتوں کو چھیڑا جائے اور انھیں اس حد تک نقصان پہنچایا جائے کہ یہ اپاہج ہو کر جیسی زندگی گزارنے لگیں، تمھارا ایک بیٹا پارس اوّل ہماری نظروں میں آگیا ہے لیکن پارس دوم کا سراغ ابھی تک ہمیں نہیں مل سکا۔ اسے بھی ہم ڈھونڈ نکالیں گے۔ پھر اسے ایسے خطرات سے گزاریں گے کہ تم لوگوں کی نیندیں حرام ہو جائیں گی۔ تم میرے پاس آؤ گے اور گڑگڑا گڑگڑا کر اس کی زندگی کی بھیک مانگو گے۔ پھر میں پوچھوں گا، میرے باپ ماسٹر یوشے کو ہلاک کرتے وقت تمھارے دل میں ہمدردی کیوں نہ پیدا ہوئی؟"

"میں نے تمھارے باپ کو نہیں چھیڑا تھا۔ تمھارا باپ خود میرے ملک میں آیا تھا اور میرے پیچھے پڑ گیا تھا۔ بہرحال، میں اپنی طرف سے صفائی پیش نہیں کروں گا۔ تمھارے جو جی میں آتا ہے کر دو۔ میں جوابی اقدامات کے لیے تیار ہوں، جس طرح۔ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں اسی طرح اس دنیا میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والی پارٹیاں نہیں رہ سکیں گی۔ کسی ایک کو فنا ہونا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تم اپنی پوری ٹیم کے ساتھ فنا ہو جاؤ گے۔"

"اور میں کہتا ہوں، ہم دونوں ہی فنا ہوں گے۔ بقا صرف خدائے بزرگ و برتر کے لیے ہے۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

میں نے سانس روک لی۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ میرے اندر سمندر تھا جو موجیں مار رہا تھا۔ اگرچہ اس بات کی تصدیق نہیں ہوئی تھی کہ میرے بیٹے نے ہی وہ ٹرانسفارمر مشین تباہ کی ہے لیکن مجھے یقین تھا۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچا۔ آسانی سے جگہ مل گئی کیوں کہ رسونتی وہاں پہلے سے موجود تھی۔ وہ وقتاً فوقتاً اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچ جایا کرتی تھی۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "بیٹے! کیا وہ لڑکی بہت خوبصورت ہے؟"

"ماما! اسے مقابلۂ حسن میں بھیجنے کا ارادہ نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا، حسن کسے کہتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ اس میں حسنِ سیرت ہے۔"

"مجھے اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ بتاؤ۔"

پارس بتانے لگا۔ کس طرح اس نے پہلی بار اسے کنگ فرنانڈو کے ساتھ دیکھا تھا۔ پھر کس طرح اس سے دوستی ہوئی اور وہ جزیرۂ اِبس کی طرف گئے تھے۔ اس ویران جزیرے میں شیطان نمبر چھ سے ٹکراؤ ہوگیا۔ وہاں انکشاف ہوا کہ اس خفیہ اڈے میں ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی ہے اور وہاں اس کا نقشہ بھی موجود ہے۔ اس نے جان کی بازی لگائی اور اس اڈے کو ٹرانسفارمر مشین سمیت تباہ کر دیا۔

جب پارس نے اس بات کی وضاحت کی کہ فرزانہ کس طرح چادر کی وجہ سے بدنام ہو رہی ہے تو رسونتی نے کہا۔ "واقعی وہ مفت میں بدنام ہو رہی ہے۔ کیا تم نے اسے تسلیاں دی ہیں؟"

"میں نے زندگی میں کبھی کسی لڑکی سے بات نہیں کی۔ مجھے نہیں معلوم، ایسے وقت کیا کرنا چاہیے، کیا کہنا چاہیے۔ میں نے اپنی دانست میں اسے سمجھایا ہے۔ اگرچہ اس کے آنسو تھم گئے ہیں لیکن وہ بہت اداس اور دل برداشتہ ہے۔ اس کے دل پر بدنامی کا بوجھ ہے۔"

"کیا وہ تمھیں بہت پسند ہے؟"

وہ خاموش رہا۔ سونتی نے مسکرا کر کہا۔ "اس سے بات کرو۔ اس کی آواز سن کر میں اس کے پاس جاؤں گی اور اسے پیار سے سمجھاؤں گی۔"

"انٹیلی جنس والے کنگ فرنانڈو کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ اگر سپر ماسٹر کنگ فرنانڈو کے دماغ میں پہنچ گیا تو اس کے ذریعے معلوم کر لے گا کہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا اس کی تعقیب کے ساتھ گھوستا پھر رہا ہے اور وحی جزیرے میں گیا تھا۔"

"تمھارے ذمے جو اہم کام تھا وہ تم نے انجام دے لیا۔ اب واپس آجانا چاہیے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن فرزانہ کو چھوڑ کر نہیں آؤں گا۔"

"میں کب کہتی ہوں، اسے چھوڑ دو۔ میں تم دونوں کی واپسی کا انتظام کرتی ہوں۔ تمھارے پاپا سے بات کروں گی، ہو سکتا ہے وہ بڑے بڑے ذرائع اختیار کر کے کل کی فلائٹ سے تمھیں اپنے پاس بلوالیں۔"

میں نے کہا۔ "اپنی ماں کو فرزانہ کی آواز سنا دو اور مجھے اپنے دماغ میں رہنے دو۔ کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے فرزانہ کو مخاطب کیا اور کہا۔ "میری ماما اور پاپا ہمارے درمیان موجود ہیں۔ وہ تمھاری آواز سن کر تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ فوراً ہی اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ پھر سر جھکا کر ہاتھ اٹھائے ہوئے مشرقی انداز میں آداب کہا۔ یقیناً رسونتی نے اس کے دماغ میں پہنچتے ہی ڈھیر ساری دعائیں دی ہوں گی۔ اس کی باتیں لیتی رہی ہوگی۔ میں نے پارس سے کہا۔ "تھوڑی دیر پہلے سپر ماسٹر میرے پاس آیا تھا۔ وہ الزام دے رہا تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اس غار میں موجود تھا اور میں نے ہی وہ ٹرانسفارمر مشین تباہ کی ہے۔"

پارس نے مسکرا کر کہا۔ "آپ پر الزام آنا ہی تھا، سو آگیا۔"

"کیا مطلب؟"

پارس نے مجھے وہاں کے متعلق تفصیل سے سب کچھ بتایا۔ میں نے خوش ہو کر کہا۔ "تم بروقت ایسی حاضر دماغی کا ثبوت دیتے ہو جس کی پہلے سے توقع نہیں کی جا سکتی۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ پہلی بار تم نے ایک مُردے کو گولی مار کر زندہ شخص کی زبان کھلوائی اور آج تم نے میرے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلائی۔ ٹیلی پیتھی نہ جانتے ہوئے بھی ٹیلی پیتھی کی دہشت طاری کر دی۔ شاباش، اللہ تمھیں ہر بلا سے محفوظ رکھے اور باقی عمر بھی تم دونوں بیٹوں کو لگ جانے آئین۔"

یہ سوچ لینا سراسر نادانی ہوتی ہے کہ سپر ماسٹر خاموش ہو گیا ہوگا۔ کسی کو ایک شعبے میں اختیارات مل جائیں تو وہ خاموش بیٹھ نہیں بیٹھتا۔ ان تمام اختیارات کو استعمال کر کے اپنے دل کا غبار نکالتا ہے۔ پھر سپر ماسٹر کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ساری دنیا پر حکومت کرنے کے اختیارات حاصل ہو گئے تھے۔ میں اس کے راستے کا کانٹا تھا۔ وہ مجھ سے اپنے باپ کے قتل کا انتقام ہر حال میں لینا چاہتا تھا۔ میری پوری ٹیم کو تباہ کر دینا چاہتا تھا۔ ایسی صورت میں وہ بھلا خاموش کیسے رہ سکتا تھا۔

ہم نے اسرائیلی حکومت سے بارہا دوستی کرنے کی بھرپور کوششیں کر ڈالیں اور ہر بار ناکام رہے۔ آخری بار شبا کی موت نے ہمیں یہ اچھی طرح سمجھا دیا کہ یہودی کبھی مسلمان کے ہوئے ہیں نہ ہوں گے اور ان سے دوستی بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی آگ سے دوستی کرے۔

موجودہ سپر ماسٹر نے سب سے پہلے اسرائیلی حکام کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ یوں تو روزِ اوّل سے ہی دونوں ملکوں کے درمیان گہرے تعلقات، گہری دوستی اور گہرا رشتہ چلا آرہا تھا۔ رشتہ اس طرح کہ اس ملک نے اسرائیلی حکومت کو جنم دیا تھا اور اسے قرب و جوار کی اسلامی حکومتوں کے سروں پر ننگی تلوار کی طرح لٹکا کر چھوڑ دیا تھا۔

موجودہ سپر ماسٹر کا باپ ماسٹر یوشے یہودی تھا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی یہودی قوم کو فائدے پہنچائے گا لیکن اس سے پہلے ہی وہ میرے ہاتھوں سے مارا گیا تھا۔ اب اس بات کا عہد اس کا بیٹا کر چکا تھا۔ اپنی یہودی قوم کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کے لیے ان سے دوستانہ معاہدہ کر چکا تھا۔

معاہدے کی سب سے پہلی شرط یہ تھی کہ اعلیٰ حکام اور بلانڈ کلب والے کبھی اس بات کا اعتراف نہیں کریں گے کہ سپر ماسٹر ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور اس سے اسرائیلیوں کے خاص مراسم ہیں۔

اگر فرہاد یا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں نے کبھی اسرائیلیوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا تو اس کے جواب میں سپر ماسٹر خیال خوانی کے ذریعے فرانس کی حکومت کو یا ایسی کسی بھی حکومت کو جو فرہاد کی حمایتی ہے، زبردست نقصان پہنچائے گا۔ اس سلسلے میں اسرائیلی حکام یہ بیان دیں گے کہ فرہاد اور اس کے ساتھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں نقصان پہنچاتے ہیں اور ہم ٹیلی پیتھی نہ جانتے ہوئے اپنی حکمتِ عملی کے ذریعے انتقامی کارروائی کرتے ہیں۔

معاہدے کی رو سے اگر اسرائیلی ایجنٹ، فرہاد علی تیمور یا بابا صاحب کے اڈے سے متعلق کوئی اہم معلومات فراہم کریں گے تو سپر ماسٹر اس کے بدلے اسرائیلی حکومت کے لیے کسی دشمن ملک کا راز معلوم کرے گا۔

اگر وہ فرہاد علی تیمور کی کسی ساتھی عورت کو یا اس کے بیٹوں میں سے کسی کو اغوا کریں گے تو سپر ماسٹر اس کے بدلے اسرائیل کی اہم شخصیتوں کو دشمن ملکوں کی قید سے رہائی دلائے گا۔

ایک ایسی کتاب جو اُن حقیقتوں سے آشنا کراتی ہے جو ہر انسان کو جاننے کے قابل بناتی ہے
مشورِ نفسیاتی
سلام حسین
مصنف
عورتوں کی نفسیات
یہ ایک ایسی نفسیاتی تخلیق ہے جسے اس اپنی نوعیت کی واحد کتاب کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے عورتوں کو ایک نئی دنیا سے آشنائی ملے گی۔ وہ اپنی زندگی کی دشواریوں کو حل کرنے میں مدد لے سکیں گی

کیا جائے۔ اس نے حکومت برطانیہ سے درخواست کی کہ فرہاد علی تیمور اور اس کے تمام ساتھیوں کو برطانیہ کی زمین پر قدم رکھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ برطانوی حکومت نے جواب دیا فرہاد سے نہ ہماری دوستی ہے نہ دشمنی ہے۔ ہم خواہ مخواہ اس سے چھیڑ چھاڑ کرنا نہیں چاہتے۔

سپر ماسٹر نے کہا "میری معلومات بہت وسیع ہیں۔ میرے جاسوس بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی اطلاع کے مطابق فرہاد علی تیمور تمہارے ملک کے کسی اہم شعبے کو زبردست نقصان پہنچانے والا ہے۔ اس نقصان سے صرف میں ہی بچا سکتا ہوں۔"

"ہم کیسے یقین کر لیں کہ فرہاد خواہ مخواہ ہمیں نقصان پہنچانے والا ہے۔"

"جب وہ نقصان پہنچائے گا تب تمہیں یقین آئے گا۔ پھر میں پوچھوں گا، کیا مجھ سے دوستی کرتے ہو اگر دوستی کرو گے تو میں تمہاری طرف سے انتقامی کارروائی شروع کر دوں گا اور اس یقین کے ساتھ کہ وہ آئندہ تمہیں کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

حکومت برطانیہ خواہ مخواہ مجھ سے دشمنی مول لینے کو تیار نہیں تھی لیکن سپر ماسٹر نے مجبور کر دیا اس کا ایک مسافر بردار طیارہ لندن سے بنکاک جا رہا تھا اچانک اس کے پائلٹ نے کنٹرول ٹاور کو اطلاع دی کہ فرہاد علی تیمور اس کے دماغ میں گھس آیا ہے، وہ دھمکی دے رہا ہے۔ اگر حکومت برطانیہ نے اس کا مطالبہ پورا نہیں کیا تو اس جہاز کو تباہ کر دیا جائے گا۔"

یہ خبر پارلیمنٹ کے ذمے دار افراد تک پہنچائی گئی انھوں نے پوچھا "فرہاد کا مطالبہ کیا ہے؟"

طیارے کے پائلٹ نے کہا "فرہاد کہتا ہے، اسرائیلی حکام نے اس کی محبوبہ شیبا کو حرام موت مرنے پر مجبور کر دیا۔ اب وہ انتقام لینا چاہتا ہے اور حکومت برطانیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے ملک سے تمام یہودیوں کو نکال دے۔"

جواب ملا "یہ ناممکن ہے۔ یہودی یہاں کے کاروبار میں چھائے ہوئے ہیں۔ انھیں نکالا جائے گا تو یہاں کی معیشت تباہ ہو جائے گی۔ بہت ہنگامہ ہو گا۔ خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ فرہاد کو ذرا عقل سے کام لینا چاہیے۔ ایک طیارے کے پائلٹ کے ذریعے اپنا مطالبہ منوانے کا یہ کوئی دانش مندانہ طریقہ نہیں ہے۔ ہم فرہاد علی تیمور سے درخواست کرتے ہیں وہ ہمارے پاس خیال خوانی کے ذریعے آئے اور اس سلسلے میں کوئی مناسب سمجھوتا کرے۔"

پائلٹ نے کہا "فرہاد علی تیمور کہتا ہے، یہ طیارہ چھ گھنٹے میں بنکاک پہنچے گا اس دوران اس کی جہاں بھی بریک جرنی ہے۔ اسے اُترنے نہیں دیا جائے گا۔ اگر پانچ گھنٹے کے اندر مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو پانچواں گھنٹا ختم ہوتے ہی یہ جہاز تباہ کر دیا جائے گا۔"

برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران بوکھلا گئے تھے۔ وہ ہاٹ لائن پر فرانسیسی حکام سے رابطہ قائم کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے، وہ فرہاد علی تیمور کو اس بے جا مطالبے سے باز رکھیں۔ جب مجھے یہ اطلاع ملی تو میں نے حیرانی سے کہا "میں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا ہے۔ میں یہاں پیرس میں فرانسیسی حکام کی پناہ میں ہوں۔ میں ایسا مطالبہ بھلا کیوں کروں گا جب کہ میں براہِ راست انگلینڈ میں کاروبار کرنے والے تمام یہودیوں کے دماغوں میں پہنچ سکتا ہوں، انھیں وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر سکتا ہوں۔ صرف اتنا نہیں اسرائیل میں جتنے یہودی ہیں ان سب کو گنگی کا تاج نچا سکتا ہوں پھر بھلا برطانوی حکومت کو پریشان کر کے کیا ملے گا۔"

میری طرف سے فرانسیسی حکام نے بھی برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران کو یقین دلایا لیکن وہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھے وہ ایک ہی بات کہہ رہے تھے "اگر فرہاد ایسا نہیں کر رہا ہے تو اس ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی ایسا کر رہے ہوں گے کیوں کہ ان کے سوا کوئی اور ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔"

اس کے جواب میں انھیں پھر سمجھایا گیا کہ سپر ماسٹر بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن وہ اپنی اس صلاحیت کو چھپائے ہوئے ہے۔ وہ ہمارے تمہارے ملک میں جو بھی تباہیاں پھیلائے گا اس کا الزام فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں پر رکھے گا۔ وہ اپنے علم کو راز میں رکھ کر فرہاد کو ساری دنیا میں بدنام کرنا چاہتا ہے۔ اس کا منصوبہ یہ ہے کہ فرہاد اور اس کے ساتھی عورتوں کو اور ان کے بچوں کو کسی ملک میں پناہ نہ ملے۔ وہ جس ملک میں قدم رکھے وہاں تباہیاں پھیلتی جائیں اور اس ملک کے حکمران دہشت زدہ ہو کر فرہاد کو اس کے خاندان سمیت اپنے ہاں سے نکال دیں۔

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی، سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچنا چاہا، اس نے سانس روک لی۔ میں نے پھر دوسری بار کوشش کی۔ اس نے پوچھا "کیا فرہاد تم ہو؟"

"ہاں، تم میرا ہی انتظار کر رہے ہو۔ ابھی تم پانچ گھنٹے کا الٹی میٹم دے چکے ہو، کیا تم میں ذرا بھی انسانیت نہیں ہے؟ طیارے میں کتنی ہی مائیں، بہنیں، بھائی اور باپ ہیں۔ کتنے معصوم بچے سفر کر رہے ہیں؟"

"کیا تم واقعی اس طیارے کی بات کر رہے ہو؟ پتا نہیں

وہ کہاں پرواز کر رہا ہے، مجھ جیسا معمولی آدمی یہاں بیٹھے بٹھائے اسے کیسے تباہ کر سکتا ہے؟"

"تم بہت کمینے ہو۔ اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو چھپا کر ساری الزام مجھ پر دھرنا چاہتے ہو۔ دیکھو، مجھے مجبور نہ کرو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ اس طیارے کو تباہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"تو پھر تباہ نہیں ہو گا۔ تم بچا سکتے ہو تو بچا لو۔"

میں نے ایک فرانسیسی حاکم سے کہا "میں اس طیارے کے پائلٹ کی آواز سننا چاہتا ہوں۔"

اس کے لیے فوری طور پر انتظامات کیے گئے۔ مجھے اس کنٹرول ٹاور کے آفیسر کی آواز سنائی گئی جو وہاں ڈیوٹی پر تھا۔ پھر اس نے طیارے کے پائلٹ سے رابطہ قائم کیا۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ اسے بار بار مخاطب کیا جا رہا تھا لیکن وہ گونگا یا بہرا بن گیا تھا۔ اتنی خبر تھی کہ طیارہ ابھی صحیح سلامت پرواز کر رہا ہے۔ میں نے کہا "وہ شیطان اپنی مکارانہ چالیں چل رہا ہے..... اس نے پائلٹ کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا ہے، اسے بولنے سے روک رہا ہے تاکہ میں اس کی آواز سن کر اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکوں۔"

فرانسیسی افسران نے کہا "مسٹر فرہاد! ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آپ ہم سے گفتگو میں مصروف ہیں۔ ایسے میں آپ اس پائلٹ کے دماغ پر قبضہ نہیں جما سکتے۔"

"ف ایک ہی وقت میں مصروف نہیں رہ سکتے لیکن ہم برطانوی حکومت کو یقین نہیں دلا سکیں گے۔ سپر ماسٹر واقعی مکاری دکھا رہا ہے، آپ کوئی تدبیر سوچیے کسی طرح اس طیارے کو بچا لیجیے۔"

"ایک صورت ہے۔ آپ فوراً ان سے کہیں کہ اس پائلٹ کی تصویر خلائی سیارے کے ذریعے ہمارے ٹی وی ٹاک ارسال کریں، میں اس کی تصویر کا کلوز اَپ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں جھانک کر دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ اس کے ساتھ جتنے ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈز وغیرہ ہیں، ان کی تصویریں بھی ہمارے ٹیلی وژن پر پہنچائی جائیں۔"

اس سلسلے میں بھی انتظامات ہونے لگے تقریباً تین گھنٹے گزر چکے تھے، دو گھنٹے باقی تھے۔ میں نے رسونتی اور آمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میرے دماغ میں موجود رہو۔ سپر ماسٹر ہمارے خلاف بہت زبردست چالیں چل رہا ہے۔ ہمیں اس کا توڑ تو کرنا ہے۔"

آدھ گھنٹے کے اندر ہی ہم ٹی وی اسکرین کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور باری باری پائلٹ، کو پائلٹ، تین ایئر ہوسٹسز اور دو اسٹیورڈز کی تصویریں دیکھتے جا رہے تھے۔ یہ تصویریں دی سی آر کے ذریعے ریکارڈ بھی کی جا رہی تھی سب سے پہلے میں نے پائلٹ کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا، پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مجھے محسوس ہوا جیسے اس کا دماغ پتھر کا ہو گیا ہے۔ وہ ونڈ اسکرین کے پار نظریں جمائے ہوئے تھا میں نے کہا "کسی قریبی ملک کا نام بتاؤ جہاں سے یہ طیارہ گزرنے والا ہے۔"

وہ بالکل خاموش رہا۔ میں اس کی سوچ کو ٹٹول رہا تھا اور سمجھ رہا تھا، اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا گیا ہے۔ اگر سپر ماسٹر کی گرفت ذرا بھی کمزور ہوتی تو میں اپنے لیے جگہ بنا لیتا اور اپنے حکم کی تعمیل ضرور کرا تا۔ میں نے دماغی طور پر واپس آ کر رسونتی سے پوچھا "کیا تم میرے ساتھ تھیں؟"

"ہاں، میں اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔"

"تم وقتاً فوقتاً اس کے دماغ میں جاتی رہو۔ مسٹر آمر! تم میرے دماغ میں رہو۔ اب میں کو پائلٹ کے دماغ میں جا رہا ہوں۔"

اس کے دماغ میں پہنچنے پر بھی یہی معلوم ہوا کہ کسی نے قبضہ جما لیا ہے۔ سپر ماسٹر بیک وقت دو آدمیوں کے دماغوں پر قبضہ نہیں جما سکتا تھا۔ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت ایسا کر رہا تھا میں نے آمر سے کہا "تم اس کے دماغ میں برابر موجود رہو۔ جیسے ہی کوئی ضروری محسوس کرو، اسے فوراً دماغی جھٹکا پہنچا دو۔ اس طرح دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی گرفت ذرا کمزور ہو جائے گی۔"

میں نے ایک اسٹیورڈ کی تصویر دیکھی، اس کی آنکھوں میں جھانکا پھر دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پریشان تھا۔ اپنے ایک اسٹیورڈ ساتھی اور تین ایئر ہوسٹسز کے درمیان کھڑا ہوا سرگوشی میں کہہ رہا تھا "پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔ پائلٹ اور کو پائلٹ دونوں نے کیبن کا دروازہ بند کر لیا ہے۔ ہم پائلٹ کیبن میں نہیں جا سکتے، یہاں ٹیلی فون سے رابطہ قائم کر رہے ہیں مگر ادھر سے وہ جواب نہیں دے رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا، کیا گڑبڑ ہے آخر وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟"

میں نے اسٹیورڈ کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کے ذریعے پوچھا "یہاں کوئی ڈرل مشین ہے؟ میں پائلٹ کیبن کے دروازے میں سوراخ کرنا چاہتا ہوں۔"

ایک ایئر ہوسٹس نے کہا "مسافر اس طرح دروازے پر سوراخ کرتے ہوئے دیکھیں گے تو پریشان ہو جائیں گے۔ اس کی وجوہات دریافت کریں گے۔"

"ابھی مسافروں کے لیے پریشان ہونے کی بات نہیں ہے۔ انھی مسافروں کو بچانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یقیناً اس پائلٹ کیبن میں کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔"

ایک ایئر ہوسٹس نے پوچھا "آخر تم سوراخ کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"ہمارے اسٹور میں ایک گیس سلنڈر رکھا ہوا ہے۔ میں ایک نلکی کے ذریعے اس پائلٹ کیبن میں گیس خارج کراؤں گا۔ اس طرح وہ کھانسنے لگیں گے۔ مجبور ہوکر دروازہ ضرور کھولیں گے۔"

ایئر ہوسٹس نے خوش ہوکر کہا "بڑی اچھی تدبیر ہے۔ اس کے لیے سوراخ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پائلٹ کیبن کے دروازے کے نچلے حصے میں اتنا سا خلا ضرور ہے کہ ایک باریک سی نلکی وہاں سے گزاری جاسکتی ہے۔"

میں نے ان لوگوں کے ساتھ مل کر فوراً ہی نلکی اور گیس سلنڈر یا نلکی کو اس گیس سلنڈر سے منسلک کیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا اس پائلٹ کیبن کے دروازے کے پاس آیا۔ وہاں گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا۔ نلکی کو اس دروازے کے نچلے حصے سے گزار کر سلنڈر کی چابی گھمادی۔ اسٹیورڈ کے دماغ کو صرف ایک لمحے کے لیے آزاد چھوڑا اور آرمر کو مخاطب کیا "میرے دماغ میں آؤ۔"

پھر میں نے اسٹیورڈ کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ آرمر نے آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

میں نے کہا "کیبن کے اندر گیس چھوڑی جارہی ہے۔ رسونتی سے جاکر کہو، ہوشیار رہے۔ گیس کے اثر سے ان کا دماغ کمزور ہوگا۔ وہ پریشان ہوں گے اور ان کے دماغ پر قبضہ جمانے والے بھی پوری طرح انھیں گرفت میں نہیں رکھ سکیں گے۔ ایسی صورت میں انھیں مار ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ ایسے ہی وقت تمھیں اپنی خیال خوانی کی پوری قوت سے ان دونوں کے دماغوں پر قبضہ جمانا ہے اور ان شیطانوں کے ارادوں کو ناکام بنانا ہے۔ میں بھی ایسے وقت پہنچ جاؤں گا۔ اب جاؤ اور رسونتی کو یہ باتیں سمجھادو۔"

آرمر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی دروازے کے دوسری طرف سے کھانسنے کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ میں نے اسٹیورڈ سے کہا "ہیلو مسٹر، میں فرہاد علی تیمور تمھارے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ اب اسے تھوڑا تھوڑا آزاد چھوڑ رہا ہوں، تم میری باتیں غور سے سنو۔ تمھارا طیارہ بہت ہی خطرے میں ہے، دشمن اسے تباہ کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا میں تمھارے دماغ پر قبضہ جماکر یہ گیس کیبن کے اندر خارج کر رہا ہوں۔ یہاں سے پائلٹ اور کو پائلٹ بُری حالت میں باہر نکلیں گے۔ تمھارا فرض ہے کہ ان دونوں کے ہاتھ پیر باندھ دو اور انھیں بے کس کردو۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہی بات اپنے ساتھی اسٹیورڈ سے کہتے جاؤ۔"

وہ اپنے ساتھی اسٹیورڈ سے یہی باتیں کہنے لگا۔ وہ پریشان اور پریشان تھا اور بے یقینی سے اپنے ساتھی کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا "اس وقت بے یقینی تم سب کو تباہ کردے گی۔ میری بچاؤ کا ثبوت یہی ہے کہ یہ پائلٹ کیبن کا دروازہ کئی گھنٹے سے نہ کھلے اور میں اسے گیس سلنڈر کے ذریعے کھلوا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں پھر کو پائلٹ کے دماغ میں پہنچا۔ وہاں وہ دونوں کھانس رہے تھے۔ رسونتی، پائلٹ کے دماغ میں اور آرمر کو پائلٹ کے دماغ میں تھا اور اس جدوجہد میں تھا کہ کو پائلٹ کو دروازے کے پاس لے جاکر کسی طرح اسے کھول دے۔ دوسری طرف ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان بھی اپنی جدوجہد میں مصروف تھا۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ سپر ماسٹر، پائلٹ کے دماغ میں ہے اور وہ اس طیارے کو کہیں بھی گرا سکتا ہے۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچا اور رسونتی سے کہا "تم آرمر کی مدد کرو۔"

پھر میں نے کہا "سپر ماسٹر، میں تمھاری چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے پائلٹ کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا تو اس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ سپر ماسٹر کی گرفت ذرا اور کمزور پڑ گئی۔ اس نے بھی اس کے دماغ کو جوابی جھٹکا پہنچایا۔ اب اس کی چال یہ تھی کہ پائلٹ بالکل ہی ناکارہ ہوجائے۔ اس جہاز کو کنٹرول نہ کرسکے۔ وہ دراصل میرے فریب میں آگیا تھا۔ میں بھی یہی چاہتا تھا کہ پائلٹ ناکارہ ہوجائے۔ میں نے اسے پھر ایک دماغی جھٹکا پہنچا کر اس کی سیٹ سے اٹھایا اور دروازے کے پاس لے کر دروازہ کھلوا دیا پھر میں نے فوراً ہی اسٹیورڈ کے دماغ پر قبضہ جمایا، پھر اسے دوڑاتا ہوا لاکر پائلٹ کی کرسی پر بٹھادیا۔ اس کے بعد چیخ کر بولا "رسونتی! آرمر! ان دونوں شیطانوں سے خاصی جنگ ہوگی لیکن ہمت نہ ہارنا۔ بلکہ اسٹیورڈ وغیرہ کے دماغ پر قبضہ جماکر مسافروں سے کہو کہ وہ ان دونوں کو قابو میں کریں تو طیارہ صحیح سلامت زمین پر اتر سکتا ہے۔"

ان دونوں نے یہی کیا۔ وہ سپر ماسٹر اور اس کے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں رہ کر جنگ کرتے رہے۔ سپر ماسٹر کسی طرح اس پائلٹ کو اسٹیورڈ کی طرف پہنچا کر اسے اس کی جگہ سے ہٹانا چاہتا تھا لیکن رسونتی خیال خوانی کرتی آرہی تھی۔ وہ اس کی چال کو کامیاب ہونے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔

آرمر نے اس کو پائلٹ کے ذریعے چیخ چیخ کر مسافروں

سے کہا "ان پائلٹ اور کو پائلٹ کو اپنے قابو میں کرو۔ انھیں باندھ کر رکھو ورنہ جہاز تباہ ہوجائے گا۔"

دوسرے اسٹیورڈ اور ایئر ہوسٹس نے یہ تماشا اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اپنے ساتھی اسٹیورڈ کو پائلٹ کی سیٹ پر بیٹھے کہ جہاز کو کنٹرول کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے، لہٰذا وہ مسافروں سے درخواست کرنے لگے کہ انھیں اپنے قابو میں کیا جائے۔

مسافروں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ بہت سے کمزور دل کے تھے جو چیخنے چلانے لگے تھے۔ بہت سے دلیر تھے، وہ آگے بڑھ کر ان دونوں کو اپنے قابو میں کرچکے تھے۔ اس دوران میں اسٹیورڈ سے کہہ رہا تھا "شاباش تم اسی طرح جہاز کنٹرول کرتے رہو۔ میں کبھی کبھی تمھارے دماغ سے جاؤں گا پھر آجاؤں گا اور تمھیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

میں نے رسونتی کے پاس آکر کہا "اب ان کی فکر نہ کرو۔ وہ دونوں شیطان مسافروں کو اپنا آلۂ کار بنائیں گے لہٰذا تم اور آرمر دوسرے مسافروں کے دماغوں میں پہنچنے کی کوششیں کرتے رہو۔ جب بھی دوسرے مسافر پائلٹ روم کی طرف آنے کی کوشش کریں تو ان کا راستہ روکتے رہو۔"

میں پھر اسٹیورڈ کے پاس آگیا۔ اس کے ذریعے کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کرتے ہوئے بولا "ہمارا طیارہ مصیبت میں ہے۔ ہم آپ کے ایئر پورٹ پر اترنا چاہتے ہیں۔ پلیز ہماری ہیلپ کریں۔"

آدھے گھنٹے بعد ہی وہ طیارہ دہلی کے ایئر پورٹ پر اترنے لگا۔ اسٹیورڈ نے میری ہدایات کے مطابق اطلاع دی تھی کہ اس طیارے میں کچھ مجرم ہیں جنھیں حراست میں لیا جائے اور وہ مجرم پائلٹ اور کو پائلٹ ہیں جو دراصل بے قصور ہیں ان پر ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے قبضہ جما رکھا ہے۔ مادام رسونتی، مسٹر فرہاد علی تیمور اور سر آرمر نے ہماری مدد کی اور اس طرح ہم مسافروں کی جان بچانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

طیارہ رن وے پر رُکا تو سب سے پہلے مسافروں کو اتارنے کے انتظامات کیے گئے۔ میں نے اور فرانس کے اعلیٰ افسران نے ایک دوسرے سے خوش ہوکر مصافحہ کیا۔ ہم نے تقریباً بارہ سو مسافروں کی جان بچائی تھی، جن میں معصوم بچے بھی شامل تھے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ میں نے اپنے آپ کو بدنام ہونے سے بچالیا تھا۔ سپر ماسٹر نے میرے دماغ میں آکر کہا "کامیابی مبارک ہو لیکن یہ کیسے ثابت کروگے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا سپر ماسٹر ہے۔ تم نے شاید ایک بات پر غور نہیں کیا۔ میں نے اس طیارے کی روانگی سے پہلے ہی پائلٹ اور کو پائلٹ کو اچھی خاصی بلادی تھی۔ وہ نشے میں تھے۔ یقیناً نشہ سر چڑھ کر بول رہا ہوگا اور وہ اپنے فرائض سے غافل ہوگئے ہوں گے۔ نشے کی حالت میں کنٹرول ٹاور والوں سے فریاد کا ذکر کررہے ہوں گے جب کہ بے چارہ فرہاد تو خدائی خدمت گار ہے۔" اس نے اسٹیورڈ کے ذریعے اس طیارے کو تباہی سے بچالیا۔ بے شک تم بدنامی سے بچ گئے۔ لیکن مجھے بے نقاب نہیں کرسکے اور نہ ہی کبھی کرسکو گے۔"

اسی وقت ایک آفیسر نے آکر کہا "مسٹر فرہاد، برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران کہہ رہے ہیں، یہ کیا تماشا ہے۔ فرہاد علی تیمور نہیں ہیں، احمق بنا رہا ہے۔ پہلے تو پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما رکھا، پھر خود کو بدنامی سے بچانے کے لیے اسٹیورڈ کو آلۂ کار بنایا، پائلٹ اور کو پائلٹ کو مار ڈالا تاکہ وہ اس کے خلاف بیان نہ دے سکیں۔ اسٹیورڈ کو اپنے قابو میں رکھا تاکہ وہ... دہشت میں مبتلا ہوکر اس کی حمایت میں بیان دیتا رہے۔ کیا ہم فرہاد کی اس بچکانہ چال کو سمجھ نہیں سکتے؟"

سپر ماسٹر نے میرے دماغ میں قہقہہ لگایا اور کہا "لو میں سمجھ رہا تھا، تم بدنامی سے بچ گئے اور میں بے نقاب نہیں ہوا۔ واہ، اسے کہتے ہیں کمال، میں تو نقاب میں ہی ہوں، کوئی مجھے الزام نہیں دے سکتا۔ سارا الزام تم پر آرہا ہے۔"

میں نے ناگواری سے کہا "مجھے الزام کی پروا نہیں ہے۔ آج نہیں تو کل میں اپنی طرف سے پوری طرح صفائی پیش کرنے کی کوشش کروں گا اور انھیں اپنے اعتماد میں لے لوں گا لیکن مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میں نے مسافروں کی جان بچائی، طیارے کو تباہ نہیں ہونے دیا۔"

"فرہاد! ذرا حساب لگا کر بتاؤ، تم نے مسافروں کی جان بچانے کے لیے کتنے گھنٹے ضائع کیے؟"

میں نے کہا "تقریباً دو گھنٹے۔"

اس نے پھر قہقہہ لگایا۔ اس کے بعد کہا "میں یہی چاہتا تھا تم اگر ایک جگہ سے کامیاب ہوجاؤ تو دوسری جگہ ناکام رہو۔ میں تمھیں دو گھنٹے تک غافل رکھنا چاہتا تھا کیوں کہ دو گھنٹے میں ہیلی کاپٹر پیرس سے پرواز کرتا ہوا یورپ کی کسی بھی سرحد کو پار کرسکتا ہے۔"

میں نے چونک کر پوچھا "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"مجھ سے نہ پوچھو۔ ذرا یہ دیکھو، جو جو اور پارس آدل کہاں ہیں؟"

میں نے ایک دم سے تڑپ کر خیال خوانی کی۔ جوجو کے دماغ میں پہنچا تو وہ بے ہوش تھی۔ اس کے دماغ سے کچھ معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کہاں ہے؟ میں نے اعلیٰ افسر سے پوچھا "جو جو آپ لوگوں کی حفاظت میں تھی، وہ بے ہوش کیسے

ہوگئی ہے؟ کیا اب تک آپ لوگوں کی نگرانی میں ہے یا دشمن کی چال کامیاب ہوگئی ہے؟"

اعلیٰ افسر نے کہا: "جناب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ جوجو صاحبہ ہماری نگرانی میں ہیں، میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

"میں تم سے پہلے معلوم کرلوں گا، بہرحال تم ٹیلیفون کے ذریعے اپنی تسلی کرلو۔"

میں ایک ماتحت افسر کے دماغ میں پہنچا، وہ جوجو کی نگرانی پر مامور تھا۔ اپنے کئی مسلح سپاہیوں کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ اس کے کچھ سپاہی مارے گئے تھے اور کچھ سپاہیوں کے ساتھ وہ ایک جگہ بندھا پڑا تھا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی تھی لیکن وہ ریسیور تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہوکر کہا: "تمہارا افسر اپنے سپاہیوں کے ساتھ بندھا پڑا ہے۔ وہ ریسیور نہیں اٹھا سکے گا۔"

یہ کہہ کر میں نے پارس اوّل کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی پھر ایک دم سے بے چین ہوگیا۔ وہ بھی غافل تھا۔ اس کے دماغ سے بھی بے ہوشی کا پتا چلتا تھا۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگا۔ یہ اچانک کیا ہو رہا ہے اور ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

سپر ماسٹر قہقہہ لگاتا ہوا میرے دماغ میں آیا۔ میں نے اسے آنے دیا۔ اس نے کہا: "اب بھی اعتراف کرلو، ہماری آخری ٹرانسفارمر مشین تمہارے بیٹے نے تباہ کی ہے اور تم اس کے ذریعے خیال خوانی کررہے تھے، اس کی مدد کررہے تھے۔"

"میں نے کوئی خیال خوانی نہیں کی۔ میں نے کسی کی مدد نہیں کی۔ میں غلط بات کبھی تسلیم نہیں کروں گا۔"

"کیا تمہیں پتا ہے، اس ٹرانسفارمر مشین کے ساتھ میرا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت مارا گیا ہے؟"

"میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔ اگر جانتا تو مسرت کا اظہار کرتا کیونکہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان کم ہوچکا ہے۔ دیکھو سپر ماسٹر، تم خواہ مخواہ مجھ سے دشمنی مول لینا چاہتے ہو۔ تم اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے مجھ سے ٹکراؤ مگر میرے بچوں کے پیچھے نہ پڑو، اس کا انجام بہت برا ہوگا۔"

"یہی تو دیکھنا چاہتا ہوں، انجام کتنا برا ہوگا۔ تم نے اب تک دوسروں کو انجام تک پہنچایا ہے۔ کوئی ایسا بھی تو ہو کہ تمہیں انجام تک پہنچائے اور وہ میں ہوں۔"

"میں نے اب تک تمہارے چیلنج کو بچکانہ سمجھا۔ ایک دیوانے کی بڑ یا ایک ایسے طالب علم کی خوش فہمی جس نے نیا نیا ٹیلی پیتھی کا علم سیکھا ہو لیکن تم حد سے بڑھ رہے ہو لہٰذا آج سے یہ طے ہوگئی، میں تمہارے مقابلے پر آرہا ہوں اور اس لمحے کے بعد تم کبھی میرے دماغ میں نہیں آسکو گے۔ ناؤ گیٹ لاسٹ اَوٹ!"

میں نے سانس روک لی۔ اسے ایک کچرے کی طرح دماغ سے نکال دیا۔ اب اس کی ایک ایک چال کو زیادہ گہرائی سے سمجھنا ضروری تھا۔ اس نے جوجو اور پارس کو کس طرح اغوا کیا؟ یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا لیکن میں قارئین کو ابھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ داستان کا تسلسل قائم رہے۔

ہم نے پارس اوّل کو پھر ملٹری اسپتال پہنچا دیا تھا تاکہ تمام ڈاکٹر توجہ سے اس کا علاج کریں اور کسی طرح اس کے اندر کے سارے زہر کو ختم کردیں۔ سپر ماسٹر فرانس کے ہر شعبے میں دُور دُور تک پہنچ چکا تھا۔ وہ جانتا تھا، میرے بیٹے کا علاج ہو رہا ہے۔ اس نے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں سے کہا، ان میں سے ایک جوجو کے پاس رہے گا اور دوسرا اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ میں رہے گا جو ان دونوں کو یہاں سے لے جائے گا۔

خود سپر ماسٹر نے اس فوجی افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا جو پارس کی نگرانی پر مامور تھا۔ اس افسر نے ڈاکٹروں سے کہا: "ابھی ابھی فرہاد صاحب کا فون آیا ہے کہ پارس اوّل کے لیے بہت زیادہ خطرات پیدا ہوگئے ہیں لہٰذا انھیں ایک خفیہ پناہ گاہ میں لے جارہے ہیں۔ آپ لوگ وہیں آکر اس کا علاج کریں گے۔"

جب اتنا بڑا فوجی افسر کہہ رہا تھا تو بھلا کون شبہ کرسکتا تھا۔ ایک ایمبولینس منگوائی گئی، پارس اس آفیسر کے ساتھ چلتا ہوا ایمبولینس کے پچھلے حصے میں آیا۔ آفیسر نے کہا: "یہاں لیٹ جاؤ۔" پارس نے مسکراتے ہوئے کہا: "کون سا بیمار ہوں، میرا تو صرف زہر کا علاج ہو رہا ہے۔"

اسی وقت ایک فوجی جوان نے کسی آہنی چیز سے اس کے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ پارس کا سر ہلکا یا لیکن وہ بھی بلا کا فولاد تھا۔ ایک ضرب سے کچھ بگڑ نہیں سکتا تھا۔ اس نے ایک الٹا ہاتھ اس جوان کو لگایا، وہ لڑکھڑاتا ہوا ایمبولینس کی دیوار سے جاکر ٹکرا گیا۔ آفیسر نے اس پر چھلانگ لگائی۔ پارس نے ایک ہاتھ سے اس کی کمر دبوچی، دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پکڑ لی۔ اگر وہ پہلی ہی فرصت میں ٹانگوں پر رکھ کر اسے اچھال دیتا اور آفیسر الگ ہوجاتا تو پارس کا بھلا ہوتا یا ہی اس سے چوک ہوگئی، آفیسر کو جتنی دیر تک اس سے لپٹ کر رہنے کا موقع ملا، اتنی دیر میں اس نے انجکشن کی سوئی اس کے بازو میں پیوست کردی تھی پھر اسے ہوش نہیں رہا کہ کون اس سے لپٹا ہوا ہے اور اسے کہاں لے جایا جارہا ہے۔ حتیٰ کہ میں بھی اس

دماغ میں پہنچا تو اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ وہ اپنی ذات سے بالکل غافل ہوچکا تھا۔

جوجو کو اغوا کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ سپر ماسٹر نے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کو اس کی نگرانی پر مامور کیا تھا، اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ جب بھی وہ جوجو سے کہے گا کہ وہ اس کا پیارا پیارا انکل ہے تو وہ اس کی ہر بات پر عمل کرے گی۔

لہٰذا جب اس نے ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سُنی تو اس نے جوجو سے اس کے انکل کی آواز میں کہا: "ہیلو جوجو! میں تمہارا پیارا پیارا انکل بول رہا ہوں۔ کیا مجھ سے ملنا چاہتی ہو؟"

"ہائے انکل، آپ کہاں ہیں۔ میں آپ کو بہت یاد کررہی تھی۔ میرے ساتھ جانے کیا کیا چکر چل رہا ہے۔ میرا پارس ہسپتال میں ہے۔ ایک ناگن اس کے اندر زہر بھرتی جارہی ہے کیا آپ اس کا زہر نکال سکتے ہیں؟"

"میری پیاری بیٹی، میں اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ وہ ناگن کہیں تمہارے اندر زہر نہ بھر دے۔ اگر تم اس زہر سے بچنا چاہتی ہو تو تمہارے بستر کے سرہانے والی میز کی دراز میں ایک انجکشن رکھا ہوا ہے۔ تم اس کی سوئی اپنے بازو میں پیوست کرلو اور اس کی تمام دوا اپنے اندر انجیکٹ کرلو۔ اس کے بعد کسی بھی ناگن کا زہر تم پر اثر نہیں کرے گا۔"

وہ خوش ہوکر بستر پر بیٹھ گئی، پھر بولی: "پیچ انکل! کیا میں اس ناگن سے محفوظ رہوں گی؟"

"میں تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔ تم وہ انجکشن اپنے بازو میں لگاؤ۔"

اس نے میز کی دراز کو کھولا، وہاں ایک سرنج بھری ہوئی رکھی تھی۔ اس نے اپنے پیارے انکل کی ہدایت کے مطابق اس کی سوئی اپنے بازو میں پیوست کی، پھر اس کی ساری دوا اپنے اندر انجیکٹ کرلی۔ اس کے بعد اسے کوئی ہوش نہ رہا۔

نہ وہ دونوں ہوش میں تھے، نہ میں فرہاد علی تیمور کسی طرح ان کا سراغ لگا سکتا تھا۔ ویسے ایک حقیقت کو میں بچپن سے آزماتا آرہا ہوں۔ وہ یہ کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ مجھے پچپن ہی سے قباستیں ٹوٹتی رہی تھیں، بچپن میں میری چچی اور ان کی اولاد نے مجھے مارڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ میری زندگی تھی، اس لیے آج تک جی رہا ہوں۔ کتنے ہی سر پھرے دشمن میرے مقابلے پر آئے، کتنے ہی ناقابلِ شکست دشمنی شکست کھا کر ہمیشہ کے لیے فنا ہوگئے، میری طرح آج میرے بچے بھی مصائب کا شکار ہو رہے تھے اور ان کے ساتھ بھی وہی بھاوت صادق آرہی تھی کہ جسے خدا رکھے اسے کون چکھے۔

یوں تو سپر ماسٹر کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت پارس اور جوجو کو اغوا کرکے لے جارہے تھے لیکن اغوا کرنے والے دوسرے آلہ کاروں میں تمام کے تمام یہودی تھے اور وہ ان دونوں کو اسرائیل لے جانا چاہتے تھے۔ استنبول کے قریب پہنچتے ہی ہیلی کاپٹر میں اچانک کوئی ٹیکنیکل خرابی پیدا ہوگئی جب تک وہ اسے زمین پر نہ اتارتا، اس کی خرابی معلوم نہیں ہوسکتی تھی۔ اس نے حتی الامکان کوشش کی کہ ہیلی کاپٹر کو زیادہ سے زیادہ دور تک پرواز کراتے ہوئے لے جائے۔ آخر وہ اسے پرنس آئی لینڈ تک لے ہی گیا۔

یہ سب کچھ ایسے وقت ہو رہا تھا جب میں طیارے کے مسافروں کو بچانے میں مصروف تھا اور جب مجھے ان کے اغوا کا علم ہوا تو میں یہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ جوجو اور پارس اوّل پرنس آئی لینڈ پہنچائے گئے ہیں، وہ دونوں بے ہوش تھے اور میری کوئی رہنمائی نہیں کرسکتے تھے۔

سپر ماسٹر نے حکم دیا: "جو تماشا ان دونوں کے ساتھ کرنا ہے وہ اسی جزیرے میں کیا جائے۔ زیادہ خطرہ مول لینا مناسب نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے پارس ہوش میں آنے کے بعد مصیبت بن جائے یا فرہاد ان کے ذریعے تم لوگوں تک پہنچ جائے، پھر تم انھیں اسرائیل تک نہیں لے جاسکو گے۔"

ایک بار میں پارس کے دماغ میں پہنچا تو وہ ہوش میں آچکا تھا۔ وہ اور جوجو دو کرسیوں پر بندھے ہوئے تھے اور دونوں ایک دوسرے سے دُور بٹھائے گئے تھے۔ ان دونوں کے سامنے ایک بڑا سا اسکرین تھا۔ میں نے جیسے ہی اسے مخاطب کیا، اس نے کہا: "پاپا! آپ یہاں سے فوراً چلے جائیں۔"

"کیا بات ہے بیٹے؟"

"یہ لوگ صحیح معنوں میں شیطان ہیں۔ یہ سامنے والے اسکرین پر ابھی ایک اخلاق سوز فلم دکھائے ہیں اور اس کے بعد پھر دوسری فلم چلانے والے ہیں۔ پلیز، آپ یہاں سے

شہر بھر بنک وبلیوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چرا آئے
ان چوریوں کی روپ کہانیاں
نک وبلیوٹ کی چوریاں
وہ تمام گھناؤنی حرکتیں جنکا نکاح گئی ہیں
قیمت ۱۵۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰۰ روپے
کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

چلے جائیں۔"

"اتنا بتا دو، تم کہاں ہو؟"

"مجھے کچھ پتا نہیں ہے۔ میں یہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہوں۔ پلیز، آپ میرے دماغ میں نہ رہیں۔ میں اپنے حالات سے نمٹ لوں گا۔ آپ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے بعد آ کر میری خیریت معلوم کر لیں۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ مجھے سپر ماسٹر پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ کم بخت ایسی چالیں چل رہا تھا کہ میں اپنی اولاد کے دماغوں میں پہنچ کر بھی ان کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ وہاں وہ بے شرمی کی انتہا کر رہا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ اب پارس اور جوجو کے ساتھ کیا ہو رہا ہے لیکن بعد میں دوسرے ذرائع سے جو کچھ معلوم ہوا اسے میں بیان کر رہا ہوں۔ وہ دو الگ کمروں پر بند ہوئے تھے۔ وہ ایک بڑا سا ہال تھا ان کے سامنے ایک اسکرین پر فلم چل رہی تھی۔ جوجو نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور کہہ رہی تھی "پیارے پیارے انکل تم بھی گندے بچے ہو گئے ہو، تمھیں شرم نہیں آتی؟"

پارس نے بھی آنکھیں بند رکھی تھیں اور کہہ رہا تھا۔ "جوجو جب تک تم نادان بچی بن کر رہو گی، ہم نئی نئی مصیبتوں میں مبتلا ہوتے رہیں گے۔ تم فوراً ہر ایک اعتماد کر لیتی ہو۔ دشمن کو اب بھی پیارا پیارا انکل کہہ رہی ہو۔"

وہ جہاں تھے اس بڑے سے ہال میں ایک بہت بڑا پلنگ بچھا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آ کر کہا۔ "تم دونوں کو آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں ورنہ..."

ایک طمانچا مارنے کی آواز آئی۔ جوجو کے حلق سے چیخ نکلی، اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ پارس نے آنکھیں کھول کر اُدھر دیکھا تو وہ رو رہی تھی۔ "تم بہت خراب بچے ہو۔ لڑکی کو تھپڑ مارتے ہو، تمھیں شرم نہیں آتی؟"

پارس بندھا ہوا تھا اور زور لگا کر رسّی توڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "مرد کے بچے! رسّی توڑتے کی کھولو۔ تم نے جوجو کو ایک طمانچا مارا ہے، میں تمھارے ہاتھ کاٹ کر پھینک دوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "اپنے ماں باپ کو بلاؤ تاکہ وہ میرے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کریں۔ انھیں یہ کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ تم دونوں کو کہاں سے لایا گیا ہے۔ بہر حال، وہ سامنے بہت ہی خوب صورت اور آرام دہ پلنگ دیکھ رہے ہو۔ یہ تم میاں بیوی کے لیے ہے۔ اس میں کوئی شرم کی بات نہیں ہے۔ سنا ہے جب سے شادی ہوئی ہے تم نے ازدواجی وظیفہ ادا نہیں کیا ہے اور تم کر بھی کیسے سکتے ہو، تم تو زہریلے ہو۔ جس کے پاس جاؤ گے وہ بے چارہ سلامانا کی طرح زہریلی محبت سے مر جائے گی۔"

پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر کسی کو حکم دیا۔ "انجکشن لے آؤ۔"

ایک ملازم ایک ٹرے پر سرنج اور انجکشن کی چھوٹی سی خیشی لے کر آ گیا۔ وہ شخص کہنے لگا۔ "دراصل جوجو جذبات کو نہیں سمجھتی ہے۔ یہ ذہنی طور پر ابھی تک بچی ہے لیکن یہ انجکشن اس بچی کو اچانک جوان بنا دے گا۔"

اس نے سرنج میں کوئی دوا بھری۔ پھر جوجو کے پاس آ کر اس کے ایک بازو کی آستین کو پکڑ کر ایک جھٹکے سے پھاڑ دیا۔ سرنج کی سوئی اس کے بازو میں چبھوئی پھر دوا اس کے اندر انجیکٹ کر دی۔ جوجو کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے، وہ بڑبڑا رہی تھی۔ انھیں بُرا بھلا کہہ رہی تھی، تھوڑی دیر بعد وہ چُپ ہو گئی، اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ پارس اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ذرا آگے پیچھے جھوم رہی تھی، اس شخص نے اس کی رسّیاں کھول دیں۔ وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے آنکھیں کھول کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔ "کتنا اچھا لگ رہا ہے، یہ سامنے کی دیوار ادھر سے اُدھر گھوم رہی ہے، آہا! یہ اندر کیا ہو رہا ہے، جی چاہتا ہے، ہوا میں اُڑنے لگوں۔"

وہ کرسی سے اچھل کر کھڑی ہو گئی جیسے اچھل کر ہوا میں اڑنا چاہتی ہو لیکن دھڑام گر گئی۔ گرتے گرتے سنبھل گئی پھر شرابیوں کی طرح ادھر سے اُدھر جاتے ہوئے ہنسنے لگی، ہنستے ہنستے اس نے اپنے لباس کا ایک حصہ پھاڑ دیا۔ پارس نے چیخ کر کہا۔ "جوجو! یہ کیا کر رہی ہو؟ ہوش میں آؤ، دیکھو، تمھارا بدن کھل رہا ہے۔"

اس ہال کا ایک دروازہ کھلنے لگا۔ اس دروازے میں چار پہلوان قسم کے ہٹے کٹے مرد نظر آئے۔ وہ صرف انڈرویئر پہنے ہوئے تھے۔ ان کے کسرتی جسم چٹان کی طرح سخت دکھائی دے رہے تھے۔ اس شخص نے کہا۔ "یہ چار پہلوان بہت ہی بدمعاش ہیں، کسی بہن یا بیٹی کی عزت کا خیال نہیں کرتے۔ یہ بھی نہیں سوچیں گے کہ جوجو تمھاری شریکِ حیات ہے۔"

اس نے ایک پہلوان سے کہا۔ "پارس کی رسّیاں کھول دو۔"

پارس آزاد ہو گیا لیکن ان پہلوانوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ وہ شخص کہہ رہا تھا۔ "یہ گونگے اور بہرے ہیں، تمھارا باپ ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ مگر تم میں دم خم ہے تو ان چاروں کی ہڈیاں پسلیاں توڑ ڈالو۔ اگر لڑائی جھگڑا نہیں کرنا چاہتے تو ایک شریف آدمی کی طرح

اپنی بیوی کے پاس جاؤ اور شوہر ہونے کا حق ادا کرو۔"

اُدھر جوجو دیوانہ وار قہقہے لگا رہی تھی، اس نے اپنا لباس نوچ نوچ کر پھینک رہی تھی، اس شخص نے کمرے سے جاتے ہوئے کہا۔ "میں جا رہا ہوں، دروازہ کھلا رہے گا اور یہ چاروں پہلوان اس بات کے چشم دید گواہ رہیں گے کہ تم نے ہمارے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو پھر یہ چاروں پہلوان میدان میں آئیں گے۔ فیصلہ تمھارے ہاتھ میں ہے، تم اپنی بیوی کی عزت ان چاروں سے بچانا چاہتے ہو تو جاؤ، اپنی بیوی کو سنبھالو۔ وہ دیوانی ہو رہی ہے۔"

وہ اس ہال سے باہر چلا گیا۔ پارس نے غصے سے چیخ کر کہا۔ "اے او ذلیل، شیطان کے بچے، میں زہریلا ضرور ہوں، لیکن جو جوکو اپنے زہر سے کبھی نہیں ماروں گا۔"

اس کی بات سنتے ہی ایک پہلوان نے لپک کر جوجو کو پکڑ لیا۔ پھر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر پلنگ کے اوپر پھینک دیا۔ پارس ایک دم سے تڑپ کر آگے بڑھا تو اس کے منہ پر ایک پہلوان کا گھونسا پڑا۔ ابھی وہ نہ تو مار کھانے میں اپنی توہین سمجھ رہا تھا اور نہ ہی کسی پر جوابی حملہ کرنا چاہتا تھا، اسے جوجو کی فکر تھی، وہ پہلوانوں سے لڑ کر اسے بچانے کے لیے جانا چاہتا تھا لیکن پیچھے سے ایک لات پڑی۔ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ سامنے فرش پر جا کر اوندھے منہ گر پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ اُٹھتا، چاروں پہلوانوں نے اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں پکڑ لیے۔ پھر اسے جھلاتے ہوئے جوجو کے پاس پلنگ پر پھینک دیا۔

کانوں میں اسی شخص کی آواز گونج رہی تھی، وہ کہہ رہا تھا "نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ صرف چار پہلوان ہیں۔ اوّل تو یہ تمھاری ہڈیاں پسلیاں توڑ دیں گے، اگر کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو اس ہال کے باہر تمھیں گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔"

جوجو دیوانہ وار قہقہے لگاتے ہوئے اس پر چھا گئی تھی۔ وہ حیران و پریشان اپنی بچپن کی ساتھی کو، اپنی شریکِ حیات کو، اپنی جان کو ایسے روپ میں دیکھ رہا تھا جس کی وہ کبھی توقع نہیں کر سکتا تھا۔

واقعی نجات کا راستہ نہیں تھا۔ اگر وہ جوجو کو اپنے زہر سے محفوظ رکھنا چاہتا تو وہ چاروں پہلوان اس کی عزت کے دشمن بن جاتے۔

اس شیطان کے بچے سپر ماسٹر نے انتہائی زہریلی چال چلی تھی، واقعی نجات کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

یوں

تو دشمنی ہر کوئی کرلیتا ہے، مگر سلیقے سے کوئی کوئی کرتا ہے۔ کیونکہ دوستی کرنے کے لیے زیادہ سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ دوستی کے لیے صرف جذبہ کافی ہوتا ہے، لیکن دشمنی کے لیے ہوش و حواس میں رہنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ غصّے کا نتیجہ ہوتی ہے اور غصّے کے وقت آدمی کبھی ہوش میں نہیں رہتا۔

سپر ماسٹر تقریباً بیس برس سے غصّے میں تھا۔ اپنے باپ کی موت کا انتقام مجھ سے لینا چاہتا تھا۔ انتقامی کارروائی کے لیے آدمی چاہے کتنا ہی ٹھوس اور جامع منصوبہ بنا لے، اس منصوبے کی بنیاد میں غصّہ اور تھوڑی بہت حماقت موجود رہتی ہے۔ وہ پارس اور جوجو کو ایک چار دیواری میں قید کر کے انھیں ازدواجی وظیفہ ادا کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ دیکھا جائے تو وہ بڑی دانشمندانہ چال چل رہا تھا۔ ایک دشمن کو اس کے دو اعلیٰ کی محبت سے قتل کرانا چاہتا تھا۔ اگر اس کا منصوبہ یہیں تک ہوتا تو شاید وہ کامیاب ہو جاتا۔ لیکن اس نے چار پہلوانوں کو مقابلے پر بھیج کر پارس کو اس نتیجے پر پہنچا دیا تھا کہ اسے ایسے بھی مرنا ہے ویسے بھی مرنا ہے تو پھر اپنی جوجو کی جان کا دشمن کیوں بنے؟ جب مرنا ہی مقدر ہے تو پھر دشمنوں سے دو دو ہاتھ کر کے جان دے گا یا جان لے گا۔

سپر ماسٹر کے منصوبے کا کامیاب پہلو یہ ہوتا کہ وہ پارس کو اس بات کی ضمانت دیتا کہ ازدواجی رشتے کے بعد بلاشبہ جوجو مر جاتے مگر پارس کو رہا کر دیا جائے گا حالانکہ پارس بھی جوجو کی ہلاکت گوارا نہ کرتا لیکن یہ بات سپر ماسٹر کے نقطۂ نظر سے کہہ رہا ہوں۔ وہ یہ خیال قائم کر سکتا تھا کہ پارس اپنی جان بچانے کے لیے خود غرض بن سکتا ہے۔ جوجو کو مار کر اپنی نجات کا راستہ بنا سکتا ہے، لیکن اس کی پلاننگ میں خرابی رونما ہو گئی تھی۔ اس نے پارس کے فرار کا راستہ بند کر دیا تھا۔ وہ بھول گئے تھے کہ اس کی رگوں میں سانپ کا زہر دوڑ رہا ہے اور سانپ کا راستہ ہر طرف سے روکا جائے اسے نکلنے کا موقع نہ دیا جائے تو وہ پھنکارتا ہے اور ڈسنا شروع کر دیتا ہے۔

دوا کے اثر سے جوجو پر دیوانگی طاری تھی وہ اپنے بالوں کو نوچ رہی تھی، لباس کو تار تار کر رہی تھی۔ پارس نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اسے ایسی حالت میں دیکھے، لیکن وہ قابو میں نہیں آ رہی تھی۔ اس نے مجبور ہو کر اس کے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اور دونوں کنپٹیوں کی مخصوص رگوں پر اپنے انگوٹھوں کا دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ اچانک جوجو کے قہقہے گھٹ گئے، اس کے حلق سے کراہ نکلی، دیدے پھیل گئے، پھر آنکھیں بند ہونے لگیں، جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ پارس نے اسے آہستگی سے لٹا دیا۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس نے بستر کی چادر کھینچ کر اس پر ڈال دی۔

وہ اپنی شریکِ حیات کو اچھی طرح چادر میں چھپانے کے بعد پہلوانوں کی طرف گھوم گیا۔ ان چاروں کو باری باری دیکھ کر بولا۔ "یہ لڑکی اتنی معصوم ہے، اتنی معصوم ہے جتنی کوئی نوزائیدہ بچی ہو سکتی ہے۔ تم نے اس

بچی کو ایسے مقام تک پہنچایا جہاں اس کا لباس تار تار ہو گیا۔ اگر تم لوگوں نے شادیاں کی ہیں تو تمھارے گھروں میں بیٹیاں خنور ہوں گی اور اگر شادیاں نہیں کیں تو نہیں یقیناً ہوں گی۔ ایک لمحے کے لیے صرف ایک لمحے کے لیے باپ یا بھائی کی آنکھ سے دیکھو، تمھیں اپنی بیٹی یا بہن یہاں بستر پر چادر میں لپٹی پڑی نظر آئے گی۔ پھر تمھیں یہ بھی نظر آئے گا کہ ہوس ناک دندانے نوچنے کسوٹنے آ رہے ہیں۔ خدا کے لیے ایک لمحے کے لیے اسے صرف باپ یا بھائی کی آنکھ سے دیکھو۔"

وہ چاروں قہقہے لگانے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا "اُلو کا پٹھا ہماری ہڈیوں اور بہنوں کا حوالہ دے رہا ہے۔ اسے وہ ہمارے مضبوط بازوؤں کی پناہ میں رہتی ہیں۔ انھیں یہاں لانا تو دور کی بات ہے، کوئی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہیں کر سکتا۔"

پارس نے کہا "اپنے اپنے گھر کا پتا بتاؤ۔ میں چند گھنٹوں میں تمھاری گھر والیوں کو اس چار دیواری میں لے آؤں گا۔"

پارس کے یہ الفاظ ان شرروں کے لیے گالی سے کم نہیں تھے۔ ان میں سے ایک نے مشتعل ہو کر تیزی سے پنجہ اٹھایا۔ پھرتی سے قریب آ کر ایک زبردست داؤ آزمانے کی کوشش کی، لیکن اس کی حسرت دل میں ہی رہ گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سامنے والا کمزور سا بظاہر فضا میں اچھلے گا اور حملہ کرنے والے کے سر پر ہاتھ رکھ کر اوپر ہی اوپر قلابازی کھاتا ہوا دوسری طرف چلا جائے گا۔ دوسرے سامنے میدان خالی رہ جائے گا اس نے پلٹ کر دیکھا جسے جوان بچہ سمجھا جا رہا تھا اس نے پیچھے پہنچتے ہی دوسرے پہلوان کو گلک ماری تھی۔ وہ لات کھا کر لڑکھڑایا تیسرے پہلوان نے اسے سنبھال لیا۔ پہلے پہلوان نے جیسے ہی پلٹ کر دیکھا، منہ پر زبردست کراٹے کا ہاتھ پڑا۔ اس ہاتھ نے سمجھا دیا کہ وہ ہاتھ نہیں ہے، آہنی سلاخ پر فسفان کھال منڈھی ہوئی ہے۔

لات کھانے والا غصے سے آگے بڑھا۔ پہلوانوں میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ وہ بھاری جسم کم ہوتے ہیں، تیزی سے حرکت نہیں کر سکتے ان کے مقابلے میں پارس چیتے کی طرح پھرتیلا تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا وہاں پر ہی آہنی کا فائٹنگ اسٹائل کام آئے گا۔ اسی لیے وہ ایک جگہ نہیں ٹھہرتا تھا۔ بجلی کی طرح لپکتا تھا۔ ایک طرف سے چھلانگ لگاتا تھا۔ دوسری طرف پہنچنے سے پہلے ہی فضا میں سمرسالٹ کے ذریعے سمت بدل دیتا تھا پہلوان کو اندازہ نہیں ہو پاتا تھا کہ بجلی کس پر گرے گی۔ جب وہ پتنگوڑے کی طرح اگر برستا تھا اور برس کر گزر جاتا تھا تو وہ چوٹوں کو سہلاتے ہوئے گرجتے تھے۔ "لبے اوبندر کی اولاد امردوں کی طرح ایک جگہ کھڑا ہو کر مقابلہ کیوں نہیں کرتا؟"

پارس نے پوچھا "کیا ایک تنہا شخص سے لڑنے والے چار پہلوانوں کو مرد کہا جا سکتا ہے؟"

پارس نے اتنی دیر تک لڑنے کے دوران چوتھے پہلوان کو بار بار دیکھا تھا۔ وہ ابتدا ہی سے دور جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس مقابلے میں حصہ نہیں لے رہا تھا۔ تین پہلوانوں میں سے کوئی مار کھا کر اس کی طرف پہنچتا تھا تو وہاں سے دور ہو کر دوسری جگہ ہاتھ باندھ کر تماشا دیکھنے لگتا تھا۔ نہ اپنے ساتھیوں کی مدد کرتا تھا اور نہ ہی پارس سے زبانی ہمدردی کر رہا تھا۔ شاید وہ اس کے لڑنے کے انداز کو دیکھ رہا تھا، سمجھ رہا تھا یا کچھ طرح پرکھ رہا تھا اور آخر میں اس کے لیے دھماکا ثابت ہونے والا تھا۔

ایک پہلوان نے بڑے زخم کھانے کے بعد جھنجلا کر پوچھا "کیا تم یہاں تماشائی بن کر آئے ہو؟"

دوسرا پہلوان ملکا کر پلٹ کھڑا ہوا تماشائی پہلوان کے قریب آ گرا پھر جلدی سے اُٹھ کر غراتے ہوئے بولا "کیا دس ہزار ڈالر میں صرف ہم تینوں مار کھائیں گے؟ کیا تم اس انتظار میں ہو کہ ہم اس چھوکرے کے ہاتھوں سے مر جائیں اور تم تنہا معاوضے کی ساری رقم لے جاؤ؟"

تماشائی پہلوان نے پوچھا "کیا اتنی دیر لڑنے کے بعد تم لوگوں کو یقین ہو گیا ہے کہ یہ جوان تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا اور مجھے معاوضے کی رقم لے جانے کے لیے زندہ چھوڑ دے گا؟"

"ہم اور کیا سمجھیں؟ آثار تو یہی نظر آ رہے ہیں۔"

"بے شک یہی ہونے والا ہے۔ یہ غالب آئے گا، اسی لیے میں غیر جانبدار ہوں۔"

"تم نے مقابلہ ہونے سے پہلے یہ کیسے سمجھ لیا تھا؟"

اس نے پلنگ پر پڑی ہوئی جو جو کو دیکھا، پھر کہا "مجھے اس جوان کی شرروری نہیں، اس کی باتوں نے مارا ہے۔ آج سے دس برس پہلے کچھ غنڈے میری بہن کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ میں موجود تھا مگر ان کا مقابلہ نہ کر سکا۔ ان دنوں میں بہت کمزور تھا، اپنی بہن کو نہ بچا سکا۔ وہ بے چاری کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہی، اس نے خودکشی کر لی۔ اس روز میری سمجھ میں آیا کہ کمزوری انسان کو جیتے جی مُردہ بنا دیتی ہے اور میں ایک مُردے کی طرح زندگی نہیں گزاروں گا۔ طاقت حاصل کروں گا طاقت۔"

اس نے پارس کو دیکھا، پھر کہا "میں نے پہلوانی شروع کی، اپنا جسم بنانے لگا، اپنے اندر زیادہ سے زیادہ طاقت اور حوصلہ پیدا کرنے لگا۔ کتنے ہی پہلوانوں سے مار کھاتا رہا اور ان سے طرح طرح کے داؤ پیچ سیکھتا رہا۔ میں نے چار برس میں اتنی قوت حاصل کر لی کہ اپنی بہن کے قاتلوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مارنے لگا۔ وہ مجھ سے معافیاں مانگتے تھے میرے قدموں میں سر رکھتے تھے اور میں ان کے سر کچلتا جاتا تھا۔ آخر میں نے انھیں تڑپا تڑپا کر ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔"

پارس نے پوچھا "جب تم ایک برس کا زخم کھا چکے تھے تو دوسری لڑکی کی مجبوری اور بے بسی سے فائدہ اٹھانے کیوں آئے؟"

"میں نے ان دس برسوں میں اتنی زیادہ قوت حاصل کر لی کہ مجبوری، بے بسی اور کمزوری کو بھول چلا گیا۔ میں یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ اپنی بہن کا انتقام لے چکا ہوں، میرا فرض ادا ہو چکا ہے۔ میں نے ساری دنیا کی کمزور عورتوں کی حفاظت کا ٹھیکا نہیں لیا ہے۔ ویسے بھی بدمعاشی کمزوروں پر کی جاتی ہے۔ میں ان سے ہمدردی کروں گا تو بدمعاشی کس سے کروں گا؟" اس نے کچھ سے۔ میں ان سے ہمدردی کروں گا تو بدمعاشی کس سے کروں گا؟" اس نے کچھ توقف کیا پھر ایک گہری سانس لی اور کہا "طاقت بُری بلا ہے۔ یہ انسان کو بے حس عام اور بے غیرت بنا دیتی ہے۔ میں بھی مغرور اور بے غیرت بن گیا تھا جس عورتوں سے کھیلنے لگا۔ ان کے رشتے داروں کو اسی طرح ٹھوکریں مارنے لگا جس طرح میری بہن کو اٹھانے والوں نے مجھے ٹھوکریں ماری تھیں۔ آدمی یا تو اپنا بُرا وقت بھول جاتا ہے یا پھر اپنا بُرا وقت کبھی بُرے وقت کا انتقام دوسروں سے لیتا ہے، لیکن نوجوان آج تمھاری باتوں نے مجھے جھنجوڑ ڈالا ہے۔ میں جب بھی تمھاری شریک حیات کو دیکھا ہوں تو میری بہن نظر آنے لگتی ہے۔ تمھاری دلیری اور جوانمردی نے مجھے متاثر کیا ہے۔ مجھے بتاؤ، تم کون ہو؟ کوئی تمھارے ہاتھوں تمھاری شریک حیات کو کیوں قتل کرانا چاہتا ہے؟"

پارس نے کہا "میری روداد بہت طویل ہے۔ کیا اتنا کہہ دینا کافی ہو گا کہ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں؟"

ان چاروں کو جیسے بجلی کا جھٹکا سا لگا۔ وہ پیچھے ہٹ گئے۔ ایک نے ہکلاتے ہوئے پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

پارس نے پوچھا "کیا تم اپنے باپ کا نام غلط بتا کر اپنی ماں کی توہین کرتے ہو؟"

وہ جھینپ گیا۔ دوسرے نے پوچھا "تم نے پہلے کیوں نہ بتایا؟ ہم میں کتوں نے ہمیں تمھارے پیچھے لگایا ہے؟ انھوں نے بھی تمھاری اصلیت نہیں بتائی؟"

تیسرے نے پریشان ہو کر کہا "اسے اپنے باپ سے، ہم انجانے میں اپنے اوپر ٹیلی پیتھی کا عذاب نازل کر رہے تھے۔"

تماشائی پہلوان نے کہا "اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ ہم اس کی تلافی کر سکتے ہیں بغیر خدا کا، وہ کتے ہمارا اڈا ابھی استعمال کر رہے ہیں اور ہمیں فرہاد صاحب کا دشمن بھی بنا رہے ہیں اور ہم دس ہزار ڈالر کے لالچ میں اپنی اپنی قبر کھود رہے ہیں۔ لعنت ہے ہماری عقل پر۔"

پارس نے پوچھا "اس اڈے میں میرے دشمن کے کتنے مسلح افراد ہیں؟"

"ان لوگوں کی پشت پر بیس آدمی تھے۔ کہیں دوسری جگہ چلے جانے والے تھے، ٹیلی کاپتھ میں خرابی پیدا ہونے کے باعث اس جزیرے میں اتر گئے۔ ان میں سے ایک پائلٹ ہے، دو سادہ شخص ہے جسے تم نے تھوڑی دیر پہلے اس چار دیواری میں دیکھا تھا، باقی چار مسلح افراد اس بند دروازے کے باہر ہیں، ان کو تو ہم ایسی کی تیسی کر دیں گے۔ یہ ہمارا اڈا ہے۔ یہاں ہمارے آدمی زیادہ ہیں۔"

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ خلا میں یوں تکنے لگا جیسے کسی سوچ میں گم ہو گیا ہو۔ سوچ کی لہروں کو سن رہا ہو۔ پارس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "کوئی میرے دماغ میں کہہ رہا ہے تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم فرہاد صاحب کے بیٹے نہیں ہو۔"

پارس نے کہا "وہ یقیناً ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارا دشمن سپر ماسٹر ہے۔"

سپر ماسٹر نے اس زخمی پہلوان کے دماغ میں کہا "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ صرف میں اور میرے ساتھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں ہمارا کوئی دشمن یہ علم نہیں جانتا۔ یہ نوجوان صرف دلیر ہی نہیں، مکار بھی ہے۔"

زخمی پہلوان نے پارس سے کہا "تم مکار ہو۔ فرہاد صاحب کا کوئی دشمن ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔"

پارس سوچ میں پڑ گیا۔ سپر ماسٹر ٹیلی پیتھی کا سہارا لے کر ان پہلوانوں کو پھر اس کا دشمن بنا رہا تھا۔ وہ ایک ایک کر کے پھر تیور بدل رہے تھے۔ صرف تماشائی پہلوان خاموش تھا، چونکہ وہ زخمی نہیں تھا اس لیے سپر ماسٹر اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے ورغلا نہیں سکتا تھا۔ پارس نے پوچھا "تم سب مجھے اس طرح گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو۔ کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان تم لوگوں کو بہکانے میں کامیاب ہو گیا ہے؟"

ان میں سے ایک نے کہا "شرم کرو، تھوڑی دیر پہلے جس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو باپ کہہ رہے تھے، اسی زبان سے اسے شیطان کہہ رہے ہو؟"

وہ تماشائی بھی پارس کو اور کبھی اپنے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے ایک ساتھی سے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا واقعی تم تینوں کے دماغوں میں کوئی بول رہا ہے؟"

"ہاں، فرہاد صاحب بول رہے ہیں۔"

پارس نے کہا "یہ جھوٹ ہے ان کے دماغوں میں بولنے والا وہی دشمن ہے جس کے ایک ماتحت نے تم لوگوں کو میرے خلاف کرائے پر حاصل کیا ہے۔"

"وہ میرے دماغ میں کیوں نہیں آ رہا ہے؟"

"وہ جانتا ہے کہ تم ذہنی نہیں ہو۔ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گے۔ پھر اس نے ان زخمیوں کے دماغوں میں ڈر کر معلوم کر لیا ہے کہ تم میرے حمایتی ہو۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان تینوں کو جبراً اپنا آلۂ کار بنا سکتا ہے، انھیں نہیں بنا سکے گا۔"

اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا "کیا وہ خود کو فرہاد کہتا ہے؟"

"بے شک، خیال خوانی کرنے والا فرہاد ہی ہو سکتا ہے۔"

"فرہاد صاحب کے متعلق ہماری معلومات محدود ہیں، مگر اتنا سب جانتے ہیں کہ انھوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہ کسی کی دولت پر قبضہ جمایا، نہ کسی عورت کی عزت پر جبراً ہاتھ ڈالا۔ پھر وہ اس جوان کی شریک حیات پر جبر کیوں کرے ہیں کیوں اس کی عزت اور جان کے دشمن ہو گئے ہیں؟ کیا تمھارے دماغوں میں بولنے والا میری اس بات کا جواب دے گا؟"

سپر ماسٹر نے زخمی پہلوانوں کو سمجھایا "میں دوست عورتوں کی عزت کرتا ہوں اور دشمن عورتوں کو معاف نہیں کرتا۔ میرے فرہاد ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ میں سوچ کے ذریعے بول رہا ہوں اور

اس فراڈ نوجوان کا پول کھول رہا ہوں۔"

زخمی پہلوانوں نے سپر ماسٹر کا جواب سنایا۔ پارس کے حمایتی نے کہا۔ "جو نوجوان اتنا غیرت مند ہو کہ اپنی شریکِ حیات کے لیے جان کی بازی لگا کر تم سے مقابلہ کرے، وہ خواہ مخواہ بے غیرت بن کر فرہاد صاحب کو اپنا باپ نہیں کہے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "تمہارا یہ ساتھی فضول بحث کر رہا ہے۔ تم تینوں مل کر اس کی پٹائی کرو۔ اسے کسی طرح زخمی کرو، پھر میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے بھی دوست بنا لوں گا۔"

ایک پہلوان نے کہا۔ "کیسی باتیں کرتے ہو؟ ہم تینوں اس جوان سے مقابلہ کر کے آدھے ہو چکے ہیں۔ اپنے تازہ دم ساتھی سے مقابلہ کر کے زمین سے اٹھنے کے قابل بھی نہیں رہیں گے۔"

دوسرے پہلوان نے پوچھا۔ "آخر تم ہمیں آپس میں کیوں لڑانا چاہتے ہو؟"

"میں تمہیں اس جوان کے فریب سے بچانا چاہتا ہوں اور تمہارے معاوضے کی رقم بڑھا کر بیس ہزار ڈالر کرنا چاہتا ہوں، چلو تم تینوں کو دس دس ہزار ڈالر دوں گا۔"

تینوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ ایک نے پوچھا۔ "کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری کچھ مدد کر سکتے ہو؟"

"ہاں کر سکتا ہوں۔ تم کسی طرح اچانک ہی حملہ کر کے اس جوان کو زخمی کر دو، پھر جتنی اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے تمہارے مقابلے میں کمزور بنا دوں گا۔"

"یہ تو بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنے والی بات ہے۔ ہم اپنے تمام داؤ پیچ آزما چکے ہیں، وہ کسی طرح ہاتھ نہیں آتا۔ بجلی کی طرح ادھر سے اُدھر لپکتا ہے۔ جب یہ ہاتھ نہیں آئے گا تو ہم کس طرح اسے زخمی کریں گے؟"

دوسرے نے کہا۔ "اے بھائی ٹیلی پیتھی جاننے والے، تم ہماری اوقات سے زیادہ دے کر ہماری طاقت سے کام لینا چاہتے ہو، لیکن اگر ہم اس چھوکرے کو نقصان پہنچا سکتے تو ٹیلی پیتھی کی مدد کیوں مانگتے؟"

"اچھی بات ہے۔ مدد پہنچ رہی ہے۔ جیسے ہی دروازے پر دستک ہو، فوراً آگے بڑھ کر کھول دینا۔ میرے مسلح آدمی آ رہے ہیں۔ وہ اندر آتے ہی نوجوان کو گولی مار دیں گے۔"

یہ کہہ کر سپر ماسٹر نے اپنے اس ساتھی کے دماغ پر دستک دی جو پارس اور جوجو کو ہیلی کاپٹر میں وہاں لایا تھا۔ پہلے تو اس ساتھی نے سانس روک لی، پھر پوچھا۔ "کون ہے؟"

"تمہارا باپ۔ سپر ماسٹر۔"

وہ فوراً اٹھ کر اٹینشن ہوتے ہوئے بولا۔ "یس سر!"

وہ غصے سے بولا۔ "بیوی کے بچے! تم نے میرے شکار کو کہاں پہنچا دیا ہے۔ وہاں پارس بازی پلٹ رہا ہے۔ اس نے تین پہلوانوں کو زخمی کر دیا۔ تم نے کیسے چوہوں کا انتخاب کیا ہے؟ کیا تمہیں یہی اڈا ملا تھا؟"

"سر! آپ جانتے ہیں، ہیلی کاپٹر میں پیدا ہونے والی خرابی ہمیں اس جزیرے میں پہنچا دیتا۔ میری فوری معلومات کے مطابق میں یہی لوگ خطرناک بدمعاش سمجھے جاتے ہیں۔ اتنے خطرناک کہ کبھی ان کے اڈے پر چھاپا نہیں مارتے۔ میں نے مجبوری اور مجبوری میں ان کی خدمات حاصل کی ہیں۔ بہرحال، میں بگڑے ہوئے کام کو بنانے کی کوشش کروں گا۔ آپ مجھے ایک موقع اور دیں۔"

"مجھے تین پہلوانوں کے دماغوں میں جگہ مل گئی ہے۔ چھوٹا دروازہ روک لیتا ہے اور وہ پارس کا حمایتی ہے۔ تم مسلح آلۂ کار دروازے کے اس دروازے پر دستک دو۔ ایک پہلوان دروازہ کھولے گا، تم ہی پارس کو گولی مار دینا۔"

"جناب! پہلے تو اسے گولی مارنے کی بات نہیں ہوئی تھی۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ اسے زندہ سلامت ہمارے حوالے کریں گے اور ہم اسرائیل میں اسے قیدی بنا کر رکھیں گے۔"

"بے شک میں نے وعدہ کیا تھا، لیکن تمہاری حماقتوں نے ہمیں مجبور کر دیا ہے۔ اگر پارس نے اس حمایتی پہلوان کے ذریعے ہمیں وہاں مار گرایا تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ اس کے زندہ رہنے سے یہ راز فاش ہو جائے گا کہ اس کے اور جوجو کے اغوا میں اسرائیلیوں کا ہی ہاتھ تھا۔ فرہاد کو معلوم ہوگا تو اس بار وہ تم ہیبرڈیوں سے زبردست انتقام لے گا۔"

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "نہیں جناب! یہ راز فاش نہیں ہونا چاہیے۔ میں خود ریوالور لے کر اپنے آدمیوں کے ساتھ آ رہا ہوں۔ ملتے ہی اسے گولی مار دوں گا۔"

سپر ماسٹر پھر اس چار دیواری میں آ گیا۔ ایک زخمی کے ذریعے اس کے حمایتی پہلوان سے کہا۔ "تم جذباتی انداز میں اس نوجوان سے متاثر ہو گئے ہو۔ جب تمہیں یقین ہو گا کہ یہ فراڈ ہے اور میں فرہاد علی تیمور ہوں، تم اپنی سلامتی کے لیے مجھ سے معافیاں مانگو گے، لیکن جو میرے منہ کی میں کام نہیں آتا، میں اسے کبھی معاف نہیں کرتا۔"

پارس نے کہا۔ "سپر ماسٹر! تم میرے ایک حمایتی کو میرے خلاف بھڑکا کر یہ دروازہ کھلوانا چاہتے ہو۔ تمہاری چال آسانی سے سمجھ میں آ رہی ہے۔ اب تمہارے سامنے یہی ایک دروازہ رہ گیا ہے جہاں سے تمہارے مسلح افراد اگر مجھے اور میرے حمایتی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ ایک آلۂ کار پہلوان تیزی سے آگے بڑھا۔ پارس نے اچانک چھلانگ لگائی، پھر اس کے سامنے دیوار بن کر بولا۔ "سپر ماسٹر! تمہارے یہ تینوں آلۂ کار کبھی دروازے تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ یہ تینوں پٹے ہوئے مُہرے ہیں۔"

زخمی پہلوان نے دروازے کی طرف منہ اٹھا کر چیختے ہوئے کہا۔ "فائر کرو، دروازے کا لاک توڑ دو۔"

پارس فوراً ہی اچھل کر وہاں سے ہٹ گیا۔ ایک دیوار کی آڑ میں پہنچ کر اپنے حمایتی سے بولا۔ "فوراً ادھر آ جاؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا دیوار کی طرف آیا۔ اسی لمحے کئی رائفلوں سے گولیاں چلنے کی آوازیں گونجنے لگیں۔ کئی گولیاں لکڑی کے دروازے کو چھید کر اندر آ رہی تھیں۔ ایک گولی زخمی پہلوان کو لگی، وہ چیخ مار کر اچھلا، پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ پارس نے کہا۔ "پہلوانو! تم جسمانی قوت بڑھانے میں عمر گزار دیتے ہو، ذرا دماغی قوت کو بھی بڑھایا کرو۔ دیکھو، وہ شیطان ادھر تمہارا دوست بن رہا تھا اور ادھر اپنے آدمیوں سے اندھا دھند فائرنگ کروا رہا ہے۔ اسے اس بات کی پروا نہیں ہے کہ اس فائرنگ سے تمہاری جانیں بھی جا سکتی ہیں۔"

وہ پہلوان زمین پر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ پارس اپنی جگہ سے چھلانگ لگا کر دوسرے پہلوان کے پاس پہنچا۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "بھائی! اب حملہ نہ کرنا۔ ہمیں عقل آ گئی ہے، ہم دوست ہیں۔"

پارس اس کے پیچھے آ کر اسے ڈھال بناتے ہوئے بولا۔ "دوست ہو تو آنے والوں کو روکو۔ جو بولیا ہے، اسے کاٹو۔"

اسی وقت فائرنگ سے لاک ٹوٹ گیا۔ دروازے کے پٹ پر باہر سے ٹھوکر ماری گئی۔ اُدھر وہ کھلا، اِدھر حمایتی پہلوان نے وہ کرسی اٹھائی جس پر پارس کو بٹھا کر باندھا گیا تھا۔ اس نے آنے والے پر کرسی دے ماری۔ جس کے نتیجے میں وہ آتے ہی فائرنگ نہ کر سکا۔ کرسی کی زد میں آ کر وہ پیچھے چلے گئے۔ حمایتی پہلوان نے بڑی بے باکی سے ان پر چھلانگ لگائی۔ پارس نے دوسرے پہلوان کو پیچھے سے ایک لات مار کر کہا۔ "جاؤ اپنے ساتھی کی مدد کرو۔"

وہ لات کھا کر لڑکھڑاتا ہوا نہ چاہنے کے باوجود آنے والوں پر خود بخود جا گرا۔ حمایتی پہلوان انہیں فائرنگ سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "اپنی سلامتی چاہتے ہو تو اب گولی نہ چلانا۔ یہ میرا اڈا ہے، یہاں سے کوئی زندہ واپس نہیں جائے گا۔"

ایسی صورت میں جب دو پہلوان ان سے الجھے ہوئے تھے، وہ مسلح آلۂ کار پرفائر نہیں کر سکتے تھے اور پہلوانوں کو گولی مار کر اڈے کے مسلح افراد سے دشمنی مول لینا نہیں چاہتے تھے۔ وہ بیوی کی ماتحت، پارس کا نشانہ لینے کا موقع دیکھ رہا تھا۔ پارس نے ان کی جانب چھلانگ لگائی، اس نے گولی چلا دی، لیکن مدِمقابل یہ نہیں سمجھ پائے تھے کہ وہ چھلانگ لگانے کے دوران کس طرح سمت بدل دیتا ہے۔ فائر خالی گیا۔ اس نے سر گھما کر پارس کو ڈھونڈا، اسی وقت ہاتھ پر ٹھوکر پڑی۔ ریوالور اور چھوٹ کر فضا میں اچھلا، پارس نے اسے کیچ کر لیا۔ دوسرے نے اس پر گولی چلائی، مگر اسے تو یہ تربیت دی گئی تھی کہ ہتھیار لوٹ کے سامنے کبھی ایک جگہ نہ ٹھہرو، پارے کی طرح جگہ بدلتے رہو، اس نے جگہ بدل کر فائر کرنے والے کو گولی مار دی۔ پھر وہاں سے پلک جھپکتے ہی دوسری جگہ آ گیا، دوسرے زائد برادر کو ٹارگٹ بنایا۔ ان پہلوانوں کے مسلح ماتحت اب تک یہ سمجھ نہیں پائے تھے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ کیونکہ انھوں نے اپنے پہلوانوں کو پارس کے خلاف سودا کرتے دیکھا تھا اور مسلح بیویوں کو مہمان سمجھا ہوا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ بازی یوں پلٹ سکتی ہے۔ سودے کے خلاف بیوی مہمانوں سے جھگڑا ہو سکتا ہے۔ بہرحال، اتنی دیر میں وہ سچویشن کو سمجھ گئے۔ اب تین مسلح بیوی رہ گئے تھے۔ انھیں نشانے پر رکھتے ہوئے حکم دیا۔ "ہتھیار پھینک دو۔"

وہ حکم کی تعمیل پر مجبور ہو گئے۔ انھوں نے ہتھیار پھینک دیے۔

پارس نے اپنے حمایتی سے کہا۔ "اپنے آدمیوں کو حکم دو، اب کوئی منہ سے آواز نہ نکالے۔ وہ شیطان کسی کے دماغ میں پہنچ کر تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ دو زخمی پہلوان اس کی خیال خوانی کے سامنے مجبور ہیں۔ ان سے بھی ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔ انھیں فی الحال کسی کمرے میں بند کر دو۔"

"تم درست کہتے ہو۔ اس شیطان نے میرے ساتھیوں کی دماغی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کی ناکام کوشش کی تھی۔"

پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "تم دونوں بُرا نہ ماننا۔ اس شیطان سے دوستی کا انجام اپنے ایک ساتھی کی موت کی صورت میں دیکھ چکے ہو۔ میں تمہاری بھلائی کے لیے تمہیں قید کر رہا ہوں۔"

ایک زخمی نے کہا۔ "ہمارے دماغ میں آنے والا شیطان نہیں فرہاد ہے۔ تم اتنی سی بات نہیں سمجھتے کہ اگر فرہاد اس کا باپ ہے تو اس کے دماغ میں کیوں نہیں آ رہا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہاری مدد کیوں نہیں کر رہا؟"

حمایتی نے پارس کو دیکھ کر کہا۔ "یہ خیال مجھے بھی آیا تھا مگر اس ہنگامے میں تم سے پوچھنا بھول گیا۔ فرہاد صاحب تمہارے والد ہیں۔ انھیں خیال خوانی کے ذریعے تمہاری مدد کرنا چاہیے، مگر وہ ہم میں سے کسی کے دماغ میں نہیں آ رہے ہیں، آخر بات کیا ہے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ میرے یا دوسرے معاملات میں مصروف ہیں، چونکہ میں اپنے معاملات سے خود نمٹنا جانتا ہوں۔ اس لیے وہ کبھی بھی میرے دماغ میں آتے ہیں۔ تم ذرا صبر کرو، وہ فرصت پاتے ہی ہمارے پاس آئیں گے۔"

سپر ماسٹر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "یہ پھکڑ انھیں خوب اُلو بنا رہا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کیا باپ کو اپنے معاملات سے اتنی دلچسپی ہے کہ اولاد خطرات میں گھر جائے تب بھی وہ اس کی پروا نہیں کرتا؟ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ میرا بیٹا پارس میرے پاس موجود ہے۔ یہ نوجوان بہت ہی خطرناک ہے۔ میں پھر سمجھاتا ہوں، میرے آدمیوں کو چھوڑ دو اور اس نوجوان کو ہمارے حوالے کر دو۔ دُنیا فرہاد سے دوستی کرنا چاہتی ہے، تم دشمنی کی حماقت نہ کرو۔"

حمایتی نے پریشان ہو کر کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ فرہاد جیسوں

اور کسے شیطان؟ یہ بات دل کو لگتی ہے کہ تم اس لڑکی کے ساتھ نہ جانے کب سے ان کی قید میں ہو۔ بیل کا پتر کے ذریعے یہاں لائے گئے ہو۔ پھر جلاد گھنٹے سے ہمارے اڈے میں ہو۔ کیا اب تک تمہارے باپ کو تمہاری خیریت معلوم کرنے کی فرصت نہیں ملی؟"

پارس نے کہا: "بعض حالات میں ایسا ہوتا ہے، میرے پاپا دن رات کسی ایک ہی معاملے میں مصروف رہتے ہیں۔ تمہیں مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے..."

اس نے انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا: "میں کسی پر بھروسا نہیں کروں گا۔ چونکہ میں تمہاری دلیری اور جوانمردی سے متاثر ہوں، اس لیے تمہیں دو گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ اس عرصے میں فرہاد صاحب کو میرے دماغ میں آنا چاہیے۔"

سپر ماسٹر نے آرکار کے ذریعے کہا: "میں فرہاد ہوں۔ اپنے دماغ کا دروازہ کھولو۔ میں آرہا ہوں۔"

اس نے پھر زنکار میں ہاتھ ہلا کر کہا: "نہیں میں تمہاری باتیں سن چکا ہوں۔ تمہارے علاوہ کوئی دوسرا میرے دماغ میں آکر اس نوجوان کی حمایت کرے گا تو وہی فرہاد ہوگا۔ اگر دو گھنٹے کے اندر کسی نے مجھ سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم نہ کیا تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ فرہاد اور اس کے ساتھیوں کے سوا کوئی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد تم ہی ہو۔"

سپر ماسٹر اس کی یہ باتیں سن کر پریشان ہو گیا تھا۔ دو گھنٹے بہت ہوتے ہیں۔ اسے اندیشہ تھا کہ میں اتنی دیر میں ضرور اپنے بیٹے تک پہنچ لوں گا پھر اس کی تمام چالیں ناکام ہو جائیں گی۔ اس کا اندیشہ غلط نہیں تھا۔ میں نے پارس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس روک لی، پھر سانس لیتے ہوئے پوچھا: "کون؟"

میں نے کوڈ ورڈ زمیں کہا: "یور پاپا ٹو کس یور مائنڈ۔"

"اوہ پاپا، خدا کا شکر ہے، آپ آگئے۔ یہاں سپر ماسٹر خود کو فرہاد بنا کر میری کوششیں ناکام بنا رہا ہے۔ میں آپ کو اپنے حمایتی کی آواز سنا رہا ہوں، آپ اس کے دماغ میں پہنچ کر یقین دلائیں کہ میں آپ کا بیٹا ہوں اور اتنی دیر سے فرہاد بننے والا سپر ماسٹر ہے۔"

"اس کی آواز سناؤ۔"

پارس نے اپنے حمایتی سے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے مائٹی پاشا کہتے ہیں۔"

میں اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں آیا۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا: "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ سانس نہ روکنا۔"

اس نے پوچھا: "میں کیسے یقین کر لوں؟ کیا یہ نوجوان تمہارا بیٹا ہے؟"

"بے شک، یہ میرا بیٹا پارس ہے۔ اتنی دیر سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے دھوکا دینے والا سپر ماسٹر ہے۔ اس کم بخت نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے یہ علم حاصل کر لیا ہے۔ میں اسے بے نقاب کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ پھر بھی یہ شیطان کہیں نہ کہیں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ میرے بیٹے اور سبو کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ دیر سے پہنچا پھر بھی درست پہنچا۔ تم ہمارے ساتھ تعاون کرو۔"

"جناب فرہاد صاحب! آپ لعادن کی بات کرتے میں ہر وقت جان بھی حاضر ہے۔ حکم دیجیے۔"

"تم اس شخص سے بات کرو جو میرے بیٹے اور سبو کو یہاں لایا ہے۔ میں تمہارے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر یہ انھیں اغوا کر کے کہاں پہنچانا چاہتے تھے۔"

سپر ماسٹر کے یہودی ماتحت کو دو آدمیوں نے پکڑ کر ایک طرف بٹھا دیا تھا لیکن وہ ایسے تڑپ رہا تھا جیسے گرفت سے نکلنا چاہتا ہو۔ مائٹی پاشا نے آگے بڑھ کر گرجتے ہوئے حکم دیا: "آرام سے بیٹھو ورنہ بری طرح پیش آؤں گا۔"

وہ اچانک سر جھکا کر آرام سے بیٹھ گیا۔ مائٹی پاشا نے پوچھا: "تم انھیں اغوا کر کے کہاں لے جا رہے تھے؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ پاشا نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر سر کو ایک جھٹکے سے اٹھایا۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ بالکل ساکت تھا۔ میں نے کہا: "یہ مر چکا ہے۔"

مائٹی پاشا نے تعجب سے پوچھا: "کیا واقعی! مگر کیسے؟ ابھی تو یہ گرفت سے نکلنے کی جدوجہد کر رہا تھا۔"

"یہ تمہارے آدمیوں کی گرفت سے نکلنے کے لیے نہیں، بلکہ سانس لینے کی کوشش میں تڑپ رہا تھا۔ سپر ماسٹر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے سانس لینے سے روکتا رہا۔ آخر دم گھٹ جانے سے یہ مر گیا۔"

"اوہ گاڈ! کیا دماغ میں آنے والے یوں سانس روک کر مار دیتا ہے؟"

میں نے کہا: "اس کے دوسرے ساتھیوں سے معلوم کرو، یہ بیل کاپٹر میں کہاں جانے والے تھے؟"

وہ دوسرے قیدیوں سے پوچھنے لگا۔ سب نے ایک ہی جواب دیا: "ہم نہیں جانتے۔ ہم سے کام لیا جا رہا تھا، منزل نہیں بتائی گئی تھی۔"

میں نے ایک ایک کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کی۔ وہ سچ کہہ رہے تھے۔ ان کے دماغوں سے صرف ایک بات معلوم ہوئی کہ سپر ماسٹر نے جسے دم گھونٹ کر مارا تھا، وہ یہودی تھا۔ میں نے مائٹی پاشا سے کہا: "یہ لوگ درست کہہ رہے ہیں، انھیں منزل کا پتا نہیں بتایا گیا تھا۔ فی الحال انھیں قیدی بنا کر رکھو۔"

اس نے اپنے آدمیوں کو کہا: "انھیں ایک کمرے میں لے جا کر بند کر دو۔"

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ میں نے پارس سے پوچھا: "کیا بیل کاپٹر میں اتنے ہی افراد تھے؟"

"جی ہاں۔" اس نے جواب دیا، پھر چونک کر بولا: "بیل کاپٹر کا پائلٹ یہاں نہیں ہے۔"

"معلوم کرو، وہ کہاں ہے۔ اتنا تو معلوم ہو چکا ہے کہ ان میں سے ایک یہودی تھا۔ تم دونوں کے اغوا میں اسرائیلیوں کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے۔ میں تصدیق چاہتا ہوں۔"

پارس نے مائٹی پاشا سے پوچھا: "بیل کاپٹر کا پائلٹ کہاں ہے؟"

مائٹی پاشا نے یہی سوال اپنے خاص ماتحت سے کیا۔ اس نے جواب دیا: "وہ جزیرے میں کہیں تفریح کے لیے گیا ہے۔ کبھی ہاریا کب میں ہوگا۔"

وہ خاص ماتحت ایک بڑا سا پیکٹ لایا تھا، اسے پارس کو دیتے ہوئے بولا: "اس میں زنانہ لباس ہے۔ اپنی شریک حیات کے لیے لے جائیے۔"

پارس نے وہ پیکٹ لے کر کہا: "کسی اچھے ڈاکٹر کو بلواؤ۔ میری والدہ کو طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

وہ ڈاکٹر کو بلانے چلا گیا۔ میں نے کہا: "بیٹے! تم جوجو کے پاس رہو۔ میں اس پائلٹ کے پاس پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ جو ہوش میں آئے گی تو اس کا دماغ تدریجاً کمزور ہوگا۔ پھر سپر ماسٹر اسے آرکار بنا سکتا ہے۔ تمہیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ میں تمہارے پاس آتا ہوں گا۔"

میں نے مائٹی پاشا سے کہا: "تم یہاں سے نکلو اور جزیرے کے بار اور تفریح گاہوں میں چلو۔ اس پائلٹ تک پہنچنا ضروری ہے۔ میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔"

وہ اڈے سے باہر جانے لگا۔ میں نے کہا: "ذرا ٹھہرو۔"

وہ رک گیا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر چند سیکنڈ کے بعد اس کے اندر پہنچا تو اس نے میری سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کیا۔ میں نے کہا: "مائٹی پاشا! تم ٹیلی پیتھی کی چالوں کو رفتہ رفتہ سمجھو گے۔ میں تمہیں سمجھاتا جاؤں گا۔ جب ایک خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ میں موجود ہو تو دوسرے خیال خوانی کرنے والے کو محسوس نہیں کر سکو گے۔"

اس نے پوچھا: "کیوں محسوس نہیں کر سکوں گا؟"

"اس لیے کہ تمہارے دماغ کا دروازہ پہلے خیال خوانی کرنے والے کے لیے کھلا رہے گا۔ دوسرا چپ چاپ آکر تمہارا خیال پڑھتا رہے گا۔ ابھی تمہارے دماغ میں میرے علاوہ سپر ماسٹر بھی موجود ہے۔"

اس نے چونک کر پوچھا: "کیا واقعی؟"

"ہاں، ابھی میں چند سیکنڈ کے لیے تمہارے دماغ سے باہر گیا تھا تو تم نے مجھے نہ جاتے ہوئے محسوس کیا نہ آتے ہوئے، کیونکہ دوسرا یہاں موجود تھا۔"

اس نے پوچھا: "فرہاد صاحب! شیطان کو بھگانے کے لیے لاحول پڑھا جاتا ہے، سپر ماسٹر کے لیے کیا پڑھوں؟"

"ٹھہرو، میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکلا، پھر آگیا۔ اس بار وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا: "میں فرہاد ہوں۔ ذرا سی دیر کے لیے گیا تھا پھر آگیا ہوں، یہ تصدیق ہو گئی ہے کہ وہ شیطان لاحول پڑھنے سے پہلے ہی بھاگ گیا ہے۔"

"یہ تو عجیب چکر ہے۔ آئندہ میں اسے دماغ میں کس طرح محسوس کر سکتا ہوں؟"

"میری موجودگی میں کبھی محسوس نہیں کر سکو گے۔ فی الحال بچاؤ کی ایک تدبیر ہے۔ اپنے ساتھ ایک ماتحت رکھو۔ مجھے اس کی آواز سنا دو۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر جزیرے میں تمہارے ساتھ گھومتا رہوں گا۔ کوئی ضرورت ہوئی تو اس ماتحت کی زبان سے تمہیں مخاطب کروں گا۔"

اس نے فوراً ایک ماتحت کو طلب کیا۔ اس کی آواز سنوائی پھر میری ہدایت کے مطابق اسے حکم دیا کہ وہ ہمیشہ گونگا بنا رہے گا۔ اس کی زبان سے صرف فرہاد صاحب بولا کریں گے۔ میں نے اس احتیاطی تدبیر سے سپر ماسٹر کو مائٹی پاشا کے دماغ میں جانے سے روک دیا اسے سمجھا دیا کہ فی الحال وہ مجھے بھی دماغ میں نہ آنے دے۔ اس کے بعد کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر آئے گا تو وہ دشمن ہی ہوگا۔

مائٹی پاشا اپنے ماتحت کے ساتھ ایک کار میں اگر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا: "ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مناسب سمجھیں تو جواب دیں۔ کیا سپر ماسٹر اس پائلٹ کے دماغ میں نہیں پہنچا ہوگا؟"

کار ساحلی علاقے کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے کہا: "ابھی گاڑی میں تم دونوں ہو، کوئی تیسرا سننے والا نہیں ہے، اس لیے تمہارے ماتحت کی زبان سے جواب دے رہا ہوں۔ سپر ماسٹر شاید پائلٹ کے دماغ میں پہنچ چکا ہوگا اور شاید نہ بھی پہنچا ہو۔ ہم خیال خوانی کرنے والے بیک وقت درجنوں افراد کے لب و لہجے کو یاد نہیں رکھ سکتے۔ اگر ایک ٹیم ہو تو ٹیم کے تمام افراد تک پہنچنا ضروری نہیں ہوتا۔ ان کے سربراہ اور دو چار خاص لوگوں کے دماغوں میں جگہ بنانا کافی ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے، سپر ماسٹر نے اس یہودی ماتحت کے دماغ میں جگہ بنائی ہو، باقی سب کو نظر انداز کر دیا ہو۔"

مائٹی پاشا نے کہا: "ہاں، یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ اگر وہ شیطان سب کے دماغوں میں پہنچتا تو اس کے جن آدمیوں کو ہم نے قیدی بنا کر رکھا ہے، انھیں بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے قتل کر دیتا۔ اس معاملے میں وہ ناکام رہا۔ آپ کو ان کے ذریعے یہ تو معلوم ہو گیا کہ اس کے لیے کام کرنے والا اور اس کے ہاتھوں مرنے والا یہودی تھا، خدا کرے وہ پائلٹ بھی اس کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ ہو۔"

میں نے کہا: "تمہارے نام سے پتا چلتا ہے کہ تم آدھے مسلمان اور

آدھے عیسائی ہو۔"

"الحمدللہ میں صرف مسلمان ہوں۔"

"پھر یہ مائٹی پاشا کا کیا مطلب ہوا؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میرا اصل نام اکبر پاشا ہے۔ چونکہ میں نے اس جزیرے میں کافی طاقت حاصل کرلی ہے اس لیے لوگ مجھے مائٹی پاشا کہتے ہیں۔ صرف ہمارا خدا آمائٹی ہے میں تو محض مائٹی ہوں۔"

میں اس دوران کسی بیڈ روم میں آرام سے لیٹ کر خیال خوانی نہیں کر رہا تھا۔ میری اولاد مصیبت میں ہو اور میں آرام کروں، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں نے فرانسیسی افسران کے تعاون سے ایک ہیلی کاپٹر حاصل کیا تھا، اس میں سفر کرتا ہوا مائٹی پاشا سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھا۔ میری منزل وہی پرنسس آئی لینڈ تھی۔

اس نے پوچھا۔ "فرہاد صاحب! خیال خوانی کرنے والے کتنی دور بیٹھ کر کسی کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں؟"

"دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس وقت میں ایک ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہا ہوں اور دو گھنٹے کے اندر جزیرے میں تمہارے پاس پہنچنے والا ہوں۔"

اس نے خوش ہوکر کہا۔ "کیا واقعی آپ آرہے ہیں؟ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں آپ کو قریب سے دیکھ سکوں گا۔"

میں اس سے باتیں کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا، سپر ماسٹر ناکام ہونے کے بعد کیا کر رہا ہوگا؟ یہ بات موٹی سی عقل سے بھی سوچی جا سکتی ہے کہ اس نے اس ناکامی کی رپورٹ اپنے بڑوں کو دی ہوگی۔ ابھی تصدیق نہیں ہوئی تھی کہ اسرائیلی اس معاملے میں کس حد تک ملوث ہیں۔ اگر میں تو سپر ماسٹر نے اسرائیلی حکام پر یہ کہہ کر غصہ اتارا ہوگا کہ ان کا یہودی ایجنٹ ناکام نکلا۔ اس کی حماقتوں کے باعث پارس اور جوجو ہاتھ سے نکل گئے۔

ناکام ہونے والے خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ اب بڑے پیمانے پر سپر ماسٹر کے خاص آلۂ کار اور اسرائیلی ایجنٹ جزیرے میں پہنچیں گے، بلکہ پہنچ رہے ہوں گے۔ ان سے نمٹنے کے لیے جزیرے کے تمام جرائم پیشہ افراد کو اپنی مٹھی میں رکھنا ضروری ہوگیا تھا۔ میں نے ماتحت کی زبان سے پوچھا۔ "مائٹی پاشا! اس جزیرے میں کتنے ایسے وفادار مل سکتے ہیں، جو لوگا کے ماہر ہوں یا جسمانی اور دماغی طور پر اتنے صحت مند ہوں کہ دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں آنے سے بے چینی محسوس کرکے تمہاری طرح بے اختیار سانس روک لیتے ہوں؟"

اس نے جواب دیا۔ "میں نہیں جانتا لوگا کے ماہر کون لوگ ہوتے ہیں، لیکن میرے جیسے صحت مند بیس پچیس وفادار ضرور مل جائیں گے۔"

"یہاں چھوٹے بڑے کتنے غنڈے بدمعاش ہوں گے؟"

اس نے مسکرا کر کہا۔ "آپ نے دنیا دیکھی ہے۔ یہ تو جانتے ہی ہیں کہ ایسے چھوٹے چھوٹے جزیرے دولت مندوں کی عیاشی کے لیے ہوتے ہیں۔ یہاں ایسے لوگوں کی آبادی ہے جو بڑے لوگوں کی عیاشی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ یوں سمجھیے ڈھونڈنے سے شاید دو چار سو آدمی مل جائیں، ورنہ امیر سے لے کر غریب تک سب ہی شیطان میرے۔"

"تم ایسے تمام شیطانوں کو خریدو جو بکنے پر آمادہ ہوں۔"

"جناب! اس کے لیے کافی رقم کی ضرورت ہوگی۔"

"تمہیں دو چار گھنٹوں میں لاکھوں ڈالر مل جائیں گے۔"

"لاکھوں ڈالر!" اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ بڑی مشکل سے سانس لیتے ہوئے بولا۔ "جناب! کیسے ملیں گے؟"

"میں تمہیں بتاؤں گا۔ فی الحال کام کی بات کرو۔ سپر ماسٹر ناکام ہونے کے بعد یہاں خطرناک لوگوں کو بھیج رہا ہوگا۔ تمہارے پاس بھی وفاداروں کی فوج ہونا چاہیے۔"

"فرہاد صاحب... بدمعاش آخر بدمعاش ہوتے ہیں۔ رقم کے لالچ میں دھوکا دیتے ہیں۔ ہم سے بھی معاوضہ لیں گے، دشمن سے بھی اپنا اُلّو سیدھا کریں گے۔ میری نظروں میں صرف پچیس ایسے صحت مند جوان ہیں، جو اصول کے پکے ہیں، ہمارے وفادار رہیں گے۔"

"اس سے پہلے کہ سپر ماسٹر انھیں خریدے، تم ہر قیمت پر انھیں حاصل کرلو۔ ابھی کہیں سے فون پر معاملات طے کرو۔ ان سے کہو، رقم کی ادائیگی چھ گھنٹے بعد ہوگی۔"

"کیا بیس پچیس وفاداروں سے کام چل جائے گا؟"

"باقی بدمعاشوں سے بھی رابطہ قائم کرتے رہو۔ میں ان کے ٹھکانوں میں پہنچ کر معلومات حاصل کروں گا۔ جو وفادار رہیں گے انھیں معاوضہ دیا جائے گا، جو فریبی ہوں گے انھیں سزا ملے گی۔"

"جناب! میں یہ سوچ سوچ کر حیران ہو رہا ہوں کہ مجھے دو چار گھنٹوں میں لاکھوں ڈالر ملنے والے ہیں۔"

"یہ تو وفاداروں کا معاوضہ اور ہتھیار خریدنے کی رقم ہوگی۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں تمہیں کیا انعام دوں گا۔"

اس نے جلدی سے پوچھا۔ "کک... کیا انعام دیں گے؟"

"میرا بیڑا اور بہو خیریت سے پیرس پہنچ جائیں گے تو اس جزیرے میں سب سے بڑے سرمایہ دار کا نام ابھرے گا اور وہ نام ہوگا مائٹی پاشا۔"

وہ خوشی سے کانپ رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں اسٹیئرنگ بک رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "خود کو سنبھالو، کیا دولتمند بننے سے پہلے مرجانے کا ارادہ ہے؟"

اس نے کہا۔ "جناب! میری سمجھ میں نہیں آتا، میں کس طرح آپ پر قربان ہوجاؤں۔"

"فی الحال صرف میرے بیٹے اور بہو کی حفاظت کرو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، قسم کھاتا ہوں، آخری سانس تک ان کی حفاظت کروں گا۔"

"اس جزیرے میں کتنے نامور دولتمند ہیں؟"

"یہاں تین ارب پتی سرمایہ دار ہیں۔ ان میں ایک جوان بیوہ ہے جو نہایت مغرور اور سنگدل ہے۔ مردوں سے سخت نفرت کرتی ہے۔ ایسی ٹیڑھی ہے کہ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی۔"

"اس کی ناک پر ٹیلی پیتھی کی مکھی بیٹھے گی۔ اس سے فون پر رابطہ قائم کرو۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن یہ بتانا میرا فرض ہے کہ وہ بہت خطرناک ہے۔ اگر اسے معلوم ہوگا، میں نے اس کا فون نمبر ٹرائل کیا تھا تو وہ اپنے وسیع ذرائع اختیار کرکے مجھے جزیرے سے نکلوا دے گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اس سے ڈرتا ہوں۔ پہلے ڈرتا تھا، اب تو مجھے آپ کی سرپرستی حاصل ہے۔"

"پاشا تم باتوں میں اپنا کام بھول جاتے ہو۔ میں نے کہا تھا، ان پچیس صحت مند نوجوانوں سے فوراً رابطہ قائم کرو۔ انھیں پہلی فرصت میں اپنی وفاداری پر آمادہ کرو۔"

اس نے ایک بار کے سامنے کار روک کر کہا۔ "میں ابھی ان سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

وہ اپنے ماتحت کے ساتھ بار میں آیا۔ وہ پیگ کا آرڈر دیا۔ پھر بار مین کی اجازت سے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ مائٹی پاشا جس بار یا تفریح گاہ میں جاتا تھا، وہاں ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کا حلیہ بتا کر اس کے متعلق پوچھتا تھا۔ وہاں بھی اس نے بار مین سے پوچھا۔ "کیا تم نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے جس کی آنکھیں نیلی اور بھویں گھنی ہیں۔ سر پر ایک بھی بال نہیں ہے۔ اس نے خاکی رنگ کی پتلون اور جیکٹ پہنی ہوئی ہے؟"

بار مین نے جواب دیا۔ "ایسا ایک آدمی تقریباً پون گھنٹا پہلے اُدھر ایک میز پر بیٹھ کر پی رہا تھا۔ اچانک وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا، لمبی لمبی سانسیں لینے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کوشش میں وہ کبھی میز پکڑتا اور ڈھے جاتا، کبھی کرسیوں کا سہارا لے کر سنبھلنا چاہتا تھا۔ بار کے ملازموں نے اسے پکڑ کر پوچھا، اس کے ساتھ کیا ہوا ہے، لیکن جواب دینے سے پہلے ہی وہ دم توڑ چکا تھا۔"

مائٹی نے ماتحت کی زبان سے کہا۔ "پاشا! سپر ماسٹر یہاں بھی وہی کام کرگیا ہے۔ بہرحال تم اپنے کام کی رپورٹ دو۔"

"دو صحت مند نوجوانوں سے رابطہ قائم ہوچکا ہے۔ وہ میرا کام کرنے پر راضی ہیں۔ میں نے ان سے کہا ہے، وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی اپنی رہائش گاہ پر بلائیں، میں آدھے گھنٹے میں ان کے پاس آرہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے ان سے رُوبرو بیٹھ کر معاملہ طے کرو۔ اور ہاں، اس مغرور اور اب پتی بیوہ کو بھول رہے ہو۔ اس کا نام کیا ہے؟"

"اسے مادام سلطانہ آفندی کہتے ہیں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے فون پر کیا کہنا ہوگا؟"

"تم خاموش رہو گے۔ میں تمہارے دماغ میں آرہا ہوں۔"

میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ نمبر ڈائل کرنے کے بعد انتظار کر رہا تھا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔ پھر کسی نے کہا۔ "ہیلو؟"

میں نے مائٹی پاشا کی زبان سے پوچھا۔ "کیا میں مادام کے پرسنل سیکرٹری سے مخاطب ہوں؟"

"جی ہاں، فرمایئے۔"

"سیکرٹری صاحب! تمہاری آواز بیٹھی ہوئی ہے۔ ذرا کھنکھار کر گلا صاف کرو، پھر بولو۔"

یہ کہہ کر میں نے پاشا سے رسیور رکھوا دیا اور سیکرٹری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس بے چارے نے کھنکھار کر گلا صاف کیا پھر کہا۔ "مسٹر! میری آواز ٹھیک ہے۔ شاید آپ کے رسیور میں کچھ خرابی ہے۔ ہیلو، ہیلو۔"

اس نے رسیور کان سے ہٹا کر دیکھا، پھر کان سے لگا کر ہیلو کہا۔ پتا چلا لائن کٹ گئی ہے۔ اس نے رسیور رکھ دیا۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ مادام سلطانہ آفندی محل میں ہے۔ شام کو گھڑ سواری کے لباس میں باہر آئے گی۔ میں اس سیکرٹری کو سلطانہ تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس خیال سے ہی اس کے دماغ نے سہم کر کہا۔ "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ محل میں مادام کا جو مخصوص رہائشی حصہ ہے، وہاں آج تک کسی مرد نے قدم نہیں رکھا۔ بیشک مجھے تجسس ہے، میں وہاں جانا چاہتا ہوں، لیکن زندگی سے بیزار ہونے کے بعد ہی جاسکتا ہوں۔"

اس محل کے متعلق سیکرٹری کی معلومات محدود تھیں۔ وہ اتنا جانتا تھا کہ ایک آہنی سلاخوں کی دیوار ہے جو محل کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ سلاخوں کے اس پار جہاں سلطانہ رہتی ہے، وہاں دو چیتے آزادی سے گھومتے رہتے ہیں۔ ان میں ایک نر ہے دوسری مادہ ہے۔ ان کے بچے بھی ہیں۔ وہ بچے رات کو سلطانہ کے ساتھ بستر پر سوتے ہیں۔

وہ روزانہ ایک گائے یا بچھڑا بکرے ان چیتوں کے آگے ڈالتی تھی۔ محل کے پیچھے مختلف نسل کے خونخوار کتے تھے۔ جو صرف سلطانہ کو پہچانتے تھے اور اس کے ایک اشارے پر کسی بھی دشمن کی بوٹیاں نوچ کر صرف ہڈیوں کا ڈھانچا چھوڑ دیتے تھے۔ محل کے ایک حصے میں ایک ایسی چار دیواری تھی جو آہنی جالیوں سے بنائی گئی تھی۔ اس میں درجنوں زہریلے سانپ تھے، جنھیں وہ اپنے ہاتھوں سے دودھ پلاتی تھی۔ جو سانپ اُسے پسند آتا تھا۔ اس کے ساتھ کھیلنے کے لیے خود اس کے منہ سے زہر نکالتی تھی پھر دل بہلانے کے لیے اسے بیڈ روم میں لے جاتی تھی۔

ان عادات سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کیسی درندہ صفت عورت ہے۔ محل کے ملازم ہوں یا محل کی ضروریات کا سامان سپلائی کرنے والے لوگ ہوں یا پولیس افسران ہوں، سب اس کے سامنے سر جھکا کر بات کرتے تھے۔ اس سے نظریں ملاتے وقت یوں لگتا تھا جیسے اس کی آنکھوں سے سانپ پھنکار رہے ہوں۔

وہ کبھی مسکراتی نہیں تھی، لیکن کسی کو ڈھٹکر یں مارتے وقت قہقہے لگاتی تھی یوں تو بڑے لوگ چھوٹے لوگوں کو ڈھٹکر یں مارتے ہی ہیں لیکن اس عورت کے مزاج میں درندگی اور بے رحمی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ ضرورت مندوں کو سوڈالر سے لے کر ہزار ڈالر تک دیتی تھی، مگر شرط یہ ہوتی تھی کہ رقم لینے والے لہولہان ہونے تک اس سے مار کھاتے رہیں۔ وہ غریبوں اور حاجت مندوں کی بڑی ہمدرد تھی اور بے درد بھی تھی۔ ایک مشغلے کے طور پر ان سے پولو کے میدان میں کھیلتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک پولو اسٹک ہوتی تھی۔ وہ گھوڑے پر سوار رہتی تھی اور کسی بھی ضرورت مند سے کہتی تھی: "دیکھو! یہ میدان بہت وسیع و عریض ہے۔ تم خود کو بچانے کے لیے بھاگتے رہو۔ میں تمہارے پیچھے گھوڑے کو دوڑاؤں گی اور اس ہیٹری سے مارتی جاؤں گی۔ اگر تم نے آدھے گھنٹے تک خود کو بچا لیا تو میں تمہیں پانچ سو ڈالر دوں گی اور خود کو نہ بچا سکے تو میرے ہاتھوں لہولہان بھی ہو گے اور رقم بھی صرف سو ڈالر حاصل کرو گے۔"

وہ زبردست شکاری تھی۔ بگٹٹ سواری میں اسے مہارت حاصل تھی۔ میدان میں آنے والے حاجت مند آدھے گھنٹے تک خود کو بچا نہیں پاتے تھے۔ اس سے مار کھاتے کھاتے اپنے ہی لہو میں ڈوب جاتے تھے۔ وہ پرسنل سیکرٹری ایسے خونیں مناظر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ نظریں پھیر لیتا تھا۔ اب تک میدان میں ایک ہی شخص ایسا آیا تھا، جس نے خود کو آدھے گھنٹے تک اس کے ظلم سے بچائے رکھا تھا۔

مادام سلطانہ آفندی نے خوش ہو کر اسے پانچ سو ڈالر دیے اور انعام دیتے ہی اچانک اس کی پٹائی شروع کر دی۔ وہ اپنی شکست برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے آدمیوں نے اس بازی جیتنے والے کو باندھ دیا تھا۔ سلطانہ نے جی بھر کے پٹائی کرنے کے بعد اسے اور پانچ سو ڈالر دیے اور حکم دیا: "چلے جاؤ یہاں سے۔ آئندہ کبھی جنیرے میں نظر نہ آنا۔ اگر میرے غلاموں نے تمہیں دیکھ لیا تو گولی مار کے سمندر میں پھینک دیں گے۔ میں جسے شکار کرتی ہوں، اس کی لاش پولیس والوں کو کبھی نہیں ملتی۔"

میں پرسنل سیکرٹری کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ ایک دم سے چونک گیا۔ انٹرکام سے آواز آ رہی تھی۔ اس نے فوراً رسیور اٹھا کر کہا: "یس مادام!"

مادام سلطانہ آفندی کی پتھر جیسی آواز سنائی دی: "میں اجازت نامہ بھیج رہی ہوں، اس کے مطابق سفید عربی گھوڑے کی قیمت ادا کر دو۔"

میری مراد پوری ہو گئی۔ میں نے اس کی آواز سن لی۔ کمپنکشن پر بول رہی تھی جیسے فون کے ذریعے سننے والے کے دماغ میں پہنچ رہی ہو۔ میں نے پرسنل سیکرٹری کے پاس سے پرواز کی اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے کچھ بے چینی سی محسوس کی۔ آخر زہریلے سانپوں اور درندوں کے ساتھ کھیلنے والی عورت تھی، یقیناً مضبوط دماغ اور سنگدل فولادی کی مالک تھی۔ اس کی چھٹی حس نے کہا: "کوئی غیر معمولی بات ہے۔"

میں نے اس کے لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا: "بھلا غیر معمولی بات کیا ہو سکتی ہے۔ کیا میں ایک کمزور عورت کی طرح اپنے اندر بھی کمزوری محسوس کر سکتی ہوں۔ میں تو شیر نی ہوں۔"

وہ خوش ہو گئی مسکرانے لگی۔ میں نے اسے بہلا دیا تھا۔ وہ ایک ہیوی چیئر پر بیٹھی آہستہ آہستہ جھول رہی تھی۔ قریب ہی ایک ادھیڑ عمر کی عورت ادب سے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے اس کی طرف ایک لیٹر پیڈ بڑھایا۔ اس لیٹر پیڈ کا کاغذ مادام کے لیے خاص طور پر تیار کیا جاتا تھا۔ اس کا رنگ ہلکا آسمانی ہوتا تھا۔ اور اس میں سے بھینی بھینی خوشبو ابھرتی تھی۔ اس نے پیڈ پر لکھا تھا: "سفید عرب گھوڑے کی قیمت چھ ہزار ڈالر ادا کر دی جائے۔"

وہ اجازت نامہ بھی تھا، ادائیگی کے لیے رسید بھی تھی تاکہ دولت کی آمد و رفت کا حساب رہے۔ میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ اس کے ہاتھ سے دوسرا اجازت نامہ لکھوایا۔ اس نے لکھا: "ایک بریف کیس میں پانچ لاکھ ڈالر رکھ کر اسے اسسٹنٹ سیکرٹری کے حوالے کر دو اور اسے ہدایت کر دو، وہ یہ رقم لے کر کار میں ساؤتھ بار کے سامنے انتظار کرے۔ ایک شخص آکر یہ الفاظ ادا کرے گا: 'دولت صرف موت کے بعد ساتھ نہیں چھوڑتی، زندگی میں بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔' ایسے الفاظ ادا کرنے والے کو وہ بریف کیس دے دیا جائے۔ اس سے اور کوئی بات نہ کی جائے۔ وہ بریف کیس دے کر چپ چاپ وہاں سے چلا آئے۔"

اس نے یہ تحریر پڑھی، نیچے دستخط کیے، پھر اسے ادھیڑ عمر کی عورت کے حوالے کر دیا۔ وہ ادب سے الٹے پاؤں چلتی ہوئی خوابگاہ سے باہر آئی۔ باہر چبوترے پر ٹہل رہے تھے جو اسے پہچانتے تھے، وہ آہنی سلاخوں والی دیوار کے پاس آئی، دروازے کے تالے کو کھولا پھر باہر آکر اسے دوسری طرف سے لاک کر دیا۔ وہاں سے چلتی ہوئی محل کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی پرسنل سیکرٹری کے پاس آئی اور وہ دو رسیدیں اس کے سامنے پیش کر دیں۔

سیکرٹری نے دوسری رسید کو پڑھ کر تعجب سے سوچا: "پانچ لاکھ ڈالر اتنے پُراسرار انداز میں کیوں ادا کیے جا رہے ہیں؟"

وہ سوچ سکتا تھا، رنجیدہ بھی کر سکتا تھا، مگر مادام کے تحریری حکم کے بہ کوئی سوال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جہاں بیٹھ کر دفتری کام کرتا تھا، وہاں اس کے پیچھے ایک بڑا سا آہنی دروازہ تھا۔ وہ ایک خودکار دروازہ تھا اور تجوری کا سائز ایک بڑے کمرے کے برابر تھا۔ اس نے ایک رجسٹر میں دونوں رسیدوں کا حوالہ دے کر رقم کی تفصیلات درج کیں، پھر اس آہنی دروازے کے پاس جا کر اس کے مخصوص نمبر ڈائل کیے۔ اس کے بعد دوسری طرف منہ گھما کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ادھیڑ عمر کی عورت دروازے کے پاس آئی۔ اس نے بھی چند مخصوص نمبر ڈائل کیے پھر ایک بٹن دبایا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

پرسنل سیکرٹری اور ادھیڑ عمر کی عورت، دونوں ہی سلطانہ آفندی کے بھروسے کے ملازم تھے۔ ان میں سے کوئی تنہا وہ دروازہ نہیں کھول سکتا تھا۔ دونوں کو ایک دوسرے کے مخصوص نمبروں کی ترتیب معلوم نہیں ہوتی تھی۔ وہ کھلے ہوئے دروازے سے اندر آئے۔ چاروں طرف دیواروں پر بڑے بڑے ریک بنے ہوئے تھے۔ ایک ریک میں اوپر سے نیچے تک نوٹوں کی بھاری گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ دوسری دیوار کے ایک ریک میں اسی طرح اوپر سے نیچے تک ہیرے جواہرات جگمگا رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی علی بابا چالیس چوروں کے خزانے تک پہنچ گیا ہو۔ ایک ریک میں اس دولت، زمین اور جائیداد سے تعلق رکھنے والی دستاویزات رکھی ہوئی تھیں۔

سیکرٹری نے عربی گھوڑے کی ادائیگی کے لیے چھ ہزار ڈالر نکال کر ایک لفافے میں رکھے، پھر ایک بریف کیس میں پانچ لاکھ ڈالر رکھ کر اسے بند کیا۔ اس کے بعد باہر آ گیا۔ اس نے ایک بٹن کو دبایا۔ تو دروازہ پہلے کی طرح خود بہ خود بند ہو گیا۔ اسے اپنے مخصوص نمبروں کی ترتیب سے لاک کرنے کے بعد وہ کرسی پر آ گیا۔ اس عورت نے بھی اسے اپنے مخصوص نمبروں سے لاک کیا، پھر وہاں سے چلی گئی۔ پرسنل سیکرٹری نے اپنے اسسٹنٹ کو طلب کیا اور کہا: "یہ بریف کیس لے جاؤ اور ساؤتھ بار کے سامنے اپنی گاڑی میں بیٹھے رہو۔ ایک شخص تمہارے پاس آئے گا مخصوص کوڈ ورڈ زادا کرے گا۔ تم یہ بریف کیس اس کے حوالے کر کے چپ چاپ چلے آنا۔ اس شخص سے کوئی بات نہ کرنا۔"

اس نے اپنے اسسٹنٹ کو مخصوص کوڈ ورڈ زیاد کرا دیے، وہ بریف کیس لے کر روانہ ہو گیا۔ جب وہ محل سے باہر آ کر اپنی گاڑی میں بیٹھا تو میں نے اس گاڑی کا رنگ، ماڈل اور نمبر معلوم کیا، پھر مائٹی پاشا کے پاس آ گیا۔ وہ ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں ایسے جواریوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جو سب کے سب ہاڈی بلڈر تھے۔ وہ ان سے کہہ رہا تھا: "میں ایک ماہ کے لیے تم سب کی خدمات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے تم میں سے ہر جوان کو دس ہزار ڈالر دوں گا۔"

ایک جوان نے کہا: "فرہاد صاحب کے کام آنا ہماری خوش قسمتی ہے۔ اور پھر دس ہزار ڈالر ہماری توقع سے بہت زیادہ ہیں۔"

دوسرے جوان نے کہا: "ہم ان کے بیٹے اور بہو کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے۔"

تیسرے نے کہا: "تم ایک ماہ کی بات کر رہے ہو، ہم زندگی ان کے لیے وقف کرنے کو تیار ہیں۔ کیا فرہاد صاحب ہم سے گفتگو کرنا پسند کریں گے؟"

میں نے پاشا کے ماتحت کی زبان سے کہا: "میں فرہاد علی تیمور تم سب سے مخاطب ہوں، ابھی تم سے باتیں کروں گا۔ پہلے مائٹی پاشا کو یہ بتا دوں کہ ساحل پر ساؤتھ بار کے سامنے ایک نیلے رنگ کی کار کھڑی ہوئی ہے۔ اس کا نمبر ٹی پی ۷۸۰۸۔۷ ہے۔ اس کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ تم اس کے پاس جا کر یہ کوڈ ورڈز ادا کرو: 'دولت صرف موت کے بعد ساتھ نہیں چھوڑتی، زندگی میں بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔' مسٹر پاشا! تمہاری یہ بات سن کر وہ شخص تمہیں بریف کیس دے گا۔ تم وہ بریف کیس لے کر اس سے کچھ کہے سنے بغیر چلے آؤ۔"

پاشا نے کہا: "جناب! آپ نے تجسس پیدا کر دیا ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں اس بریف کیس میں کیا ہے؟"

"پانچ لاکھ ڈالر ہیں۔"

یہ سنتے ہی سب کے سب حیرانی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ پاشا مارے حیرت کے کھڑا بھی نہ ہو سکا۔ میں نے کہا: "وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً ساؤتھ بار کے سامنے جاؤ۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا، دوڑتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں نے دوسروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "شاید تم سوچ رہے ہو کہ تمہارے سامنے مائٹی پاشا کا ماتحت بول رہا ہے، یہ فرہاد نہیں ہے۔ ذرا غور کرو تو اس کی آواز اور لب و لہجہ بدلا ہوا محسوس ہو گا۔"

ایک جوان نے کہا: "یہ درست ہے، پھر بھی ہمارے لیے یہ بالکل انوکھی بات ہے کہ ایک شخص دوسرے کے دماغ سے اور زبان سے بول رہا ہے۔"

دوسرے نے پوچھا: "کیا آپ ہمارے دماغ میں آئیں گے؟"

میں ہاری باری ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان سے عجیب عجیب سی حرکتیں کرانے لگا۔ وہ حیرت اور مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ میں نے کہا: "تم سب یہیں انتظار کرو۔ میں مائٹی پاشا کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

میں اس سیکرٹری کے دماغ میں پہنچا، جو ساؤتھ بار کے سامنے

انتظار کر رہا تھا۔ مائٹی پاشا کے دماغ میں نہیں گیا۔ ہمارے درمیان بیسٹ ہو چکا تھا کہ سپر ماسٹر کو اپنے منصوبوں سے دور رکھنے کے لیے اسے پاشا کے دماغ سے بھی دور رکھنا ہوگا۔ لہٰذا فی الحال میں بھی پاشا سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم نہیں کروں گا۔ دس منٹ کے بعد ہی وہ ہال کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے بیگ سٹری کی کار کو پہچانا پھر ادھر آنے لگا۔ میں بیگ سٹری کی نظروں کو پاشا سے ہٹائے رکھنا چاہتا تھا تاکہ وہ کسی موقع پر اسے پہچان نہ سکے۔ اس نے قریب آکر وہی کوڈ ورڈ دہرائے۔ بیگ سٹری نے ساتھ والی سیٹ پر رکھا ہوا بریف کیس اٹھا کر اسے تھما دیا۔ وہ مزید کچھ کہے سنے بغیر اسے لے کر چلا گیا۔ میں نے تھوڑی دیر تک اسے اسٹیئرنگ سیٹ پر بٹھائے رکھا۔ پھر اس سے کار اسٹارٹ کرا کے آگے بڑھا دی۔ اس کے بعد اسے ادھر اُدھر دیکھنے کا موقع دیا۔ اس وقت تک مائٹی پاشا جا چکا تھا۔ بیگ سٹری پریشان ہو کر سوچ رہا تھا: میں بریف کیس لے جانے والے کو دیکھنا اور پہچاننا چاہتا تھا، مگر مجھے کیا ہو گیا تھا میں اسے ایک نظر بھی نہ دیکھ سکا۔

اس نے کار ایک جانب روک دی۔ اتر کر دور تک نظر دوڑانے لگا۔ اول تو پاشا وہاں نہیں تھا، اگر ہوتا اور اس کے سامنے سے گزرتا، تب بھی وہ اسے پہچان نہ پاتا کیونکہ اس نے بریف کیس دیتے وقت اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ پریشان ہو کر کار میں بیٹھ گیا۔ پھر عمل کی طرف جانے لگا۔ میں نے سلطانہ کی خبر لی، وہ گہری نیند میں تھی۔ اسی طرح ہیٹنگ چیئر پر جھولتے جھولتے سو گئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اس سے پانچ لاکھ ڈالر کی ادائیگی کا اجازت نامہ لکھوایا تھا۔ اگر میں اس کے دماغ کو جلد میں آزاد چھوڑ دیتا تو اسے یقین ہو جاتا کہ یقیناً اس کے ساتھ غیر معمولی بات ہو رہی ہے، وہ جھولنے والی کرسی پر بیٹھے بیٹھے غائب دماغ ہو گئی تھی۔ وہ اس ادھیڑ عمر کی خاص ملازمہ کو بلا کر اس سلسلے میں سوالات کرتی تب اسے معلوم ہو جاتا کہ اس نے ایک نہیں دو رسیدیں لکھ کر دی ہیں۔ جب وہ خاص ملازمہ رسیدیں لے کر گئی تو میں نے سلطانہ کے دماغ کو آزاد نہیں چھوڑا، اسی طرح قابض رہ کر اسے ہیٹنگ چیئر پر سُلا دیا تاکہ وہ مائٹی پاشا کو رقم ملنے تک بیدار ہو کر کوئی ہنگامہ نہ کرے۔ اس وقت بھی وہ آرام سے سو رہی تھی۔ میں ان جوانوں کے پاس آیا۔ پاشا وہاں بریف کیس لے کر پہنچ گیا تھا۔ چونکہ وہ لاک کیا ہوا تھا۔ اس لیے سب میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے اس کے ماتحت کی زبان سے کہا: "جب کھانا سامنے رکھا ہو تو کسی کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا لاک توڑ دو۔"

مائٹی پاشا پہلے ہی بے چین ہو رہا تھا۔ میری بات سنتے ہی اس نے لاک توڑ دیا۔ سب لوگ قریب آگئے تھے۔ بریف کیس کھلتے ہی سب کے سب چند لمحوں کے لیے ساکت رہ گئے، وہ بڑے بڑے بدمعاش تھے۔ رقم حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتے تھے لیکن انھوں نے آج تک پانچ لاکھ ڈالر ایک ساتھ نہیں دیکھے تھے۔ ایک نوجوان کی بڑی بڑی گڈیاں دیکھ کر پوچھا: "کیا یہ پورے پانچ لاکھ ڈالر ہیں؟"

دوسرے نے کہا: "مجھے تو پانچ سے زیادہ ہی لگتے ہیں۔"

تیسرے نے کہا: "جتنے بھی ہوں، ہم حساب میں کمزور ہیں۔ بیٹھیں گے تو صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جائے گی۔"

میں نے کہا: "پاشا! بریف کیس خالی کر کے کسی کو ساحل کی طرف بھی روانہ کرو، تاکہ وہ اسے سمندر میں پھینک آئے۔ صرف بریف کیس ایسا ہے جس کے ذریعے کسی کو بھی اس رقم کا سُراغ مل سکتا ہے۔"

پاشا نے اسے خالی کیا، پھر ایک جوان سے کہا: "تم اسے سمندر میں پھینک آؤ۔"

اس جوان نے پوچھا: "فرہاد صاحب! ہمارے اس کارنامے کی ایک گہرا کنواں ہے۔ کیا اس میں اسے پھینکا جا سکتا ہے؟"

"ہاں، پھینک آؤ۔"

وہ خالی بریف کیس لے کر چلا گیا۔ پاشا نے کہا: "فرہاد صاحب! میری حیرانی دور کیجیے۔ آپ نے اتنی جلدی اتنی بڑی رقم کیسے حاصل کر لی؟"

"جب میں کسی کے دماغ میں پہنچ جاتا ہوں تو کیا کسی کی تجوری میں نہیں پہنچ سکتا؟"

"بے شک، اس میں کیا شک ہے۔ آپ دنیا کی ہر تجوری، ہر خزانے تک پہنچ سکتے ہیں۔ آپ کس قدر دولت مند ہوں گے اس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "بھائی! میری جیب میں ایک پھوٹی کوڑی نہیں رہتی۔ دنیا کے کسی بھی چھوٹے بڑے بینک میں میرا کوئی اکاؤنٹ نہیں ہے۔"

"آپ دنیا کے ہر ملک میں جاتے ہیں اور آپ کا کہیں اکاؤنٹ نہیں ہے؟ تعجب ہے! اچھا! سمجھ گیا۔ آپ کے گھر میں آپ کی ذاتی تجوری میں دنیا کے قیمتی ہیرے جواہرات ضرور ہوں گے!"

"میرا کوئی گھر نہیں ہے تو ذاتی تجوری کہاں سے آئے گی؟"

پاشا نے پوچھا: "لیکن ایسا کب تک ہوگا؟ کیا آپ کے بوی بچوں کو اپنے گھر کی اور دولت کی خواہش نہیں ہوتی؟"

"خواہش کیسے نہیں ہوتی؟ جب تک ٹیلی پیتھی کا علم ہمارے ساتھ ہے، یہ چیزیں بھی ہمارے ساتھ رہیں گی۔ یہ بڑے ممالک اور خطرناک تنظیموں کے جرائم پیشہ افراد ہمیں سکون سے کبھی گھر میں نہیں رہنے دیں گے۔ ہمارا گھر ہوگا تو اسے کھنڈر بنا دیا جائے گا۔ دولت ہوگی تو لوٹ لی جائے گی۔"

"آپ نے کبھی سوچا کہ بڑھاپے میں کیا ہوگا؟"

"ہاں، سوچا ہے۔ میرا دماغ دوسرے بوڑھوں کی طرح کمزور ہوگا، میں خیال خوانی نہیں کر سکوں گا۔ دنیا کا ہر بوڑھا اپنی اولاد کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ اولاد سعادت مند ہو تو اس کا بڑھاپا آرام سے گزر جاتا ہے۔ ورنہ وہ کسی خیراتی ادارے میں کھانستے کھانستے اور بلغم تھوکتے تھوکتے مر جاتا ہے۔"

"لیکن آپ کا بڑھاپا دوسروں سے مختلف ہوگا۔ دشمنوں کو جیسے ہی علم ہوگا کہ آپ بوڑھے اور کمزور ہو چلے ہیں تو وہ خدانخواستہ پہلی فرصت میں آپ کو ختم کر دیں گے۔"

"مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقتور ہے۔ خداوند کریم نے مجھے دو بیٹے دیے ہیں۔ دونوں ہی ذہین اور ہر طرح کے علوم و فنون سے مالا مال ہیں، میرا خیال ہے، اولاد اچھی اور مضبوط ہو تو بوڑھے باپ کے لیے اس سے مضبوط قلعہ کوئی نہیں ہوتا۔"

وہ جوان بریف کیس کنویں میں پھینک کر آگیا۔ میں نے کہا۔ "پاشا! میں ان تمام جوانوں کے دماغوں میں جا کر انھیں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ یہ میرے وفادار رہیں گے۔ تم اپنے وعدے کے مطابق ہر جوان کو دس ہزار ڈالر ادا کر دو۔ جب میں اپنے بچوں کے ساتھ یہاں سے جاؤں گا تو انھیں کچھ اور رقم بھی انعام کے طور پر ملے گی۔"

مائٹی پاشا نے دو لاکھ ڈالر الگ کر کے منیر پسر رکھتے ہوئے کہا: "تم ہیں جوان ہو۔ دس ہزار کے حساب سے بانٹ لو۔"

ایک جوان نے کہا: "یہ ہماری زندگی کا پہلا سودا ہے، کام سے پہلے ہی دام مل رہے ہیں۔ بہتر ہوتا، اگر ہمیں کوئی کام بتایا جاتا۔"

میں نے کہا: "سپر ماسٹر مائٹی پاشا کے اڈے کو جانتا ہے۔ وہاں میرے پہنچے زیادہ دیر محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ یہ بتاؤ ان کے لیے یہاں محفوظ جگہ کون سی ہو سکتی ہے؟ مجھے صرف ایک رات کے لیے جگہ چاہیے۔"

"صرف ایک رات کے لیے کیوں؟"

"کل سے وہ سلطانہ آفندی کے محل میں رہیں گے۔"

سب نے چونک کر پاشا کے ماتحت کو دیکھا کیونکہ میں اسی کی زبان سے بول رہا تھا۔ پاشا نے کہا: "جناب! ہم بات بات پر حیران ہو رہے ہیں۔ یہ مانتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے حیرت انگیز کارنامے انجام دیے جاتے ہیں لیکن مادام سلطانہ آفندی نہایت مغرور اور خام عورت ہے۔ دوست ہوں یا دشمن یا قانون کے محافظ ہوں، کوئی اس کی اجازت کے بغیر اس محل کے احاطے میں بھی قدم نہیں رکھ سکتا۔"

"چونکہ وہاں کوئی قدم نہیں رکھ سکتا، لہٰذا وہاں میرے بچے محفوظ رہیں گے۔ اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔"

ایک جوان نے کہا: "اگر ایک ہی رات کی بات ہے تو وہ دونوں اسی کاٹیج میں رہ سکتے ہیں۔ ہم سب اس کاٹیج کے باہر جاگتے رہیں گے۔ ایک چیونٹی کو بھی ادھر نہیں آنے دیں گے۔"

ایک نے پوچھا: "کیا انھیں یہاں چھپا کر لایا جائے گا؟"

میں نے کہا: "سپر ماسٹر اتنی دیر میں بہت دور تک جال پھیلا چکا ہوگا۔ اس کے آدمیوں کی نظر مائٹی پاشا پر ہوگی کہ یہ کہاں کہاں جا رہا ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے۔ اس کے اڈے کے آس پاس نگرانی کرنے والے موجود ہوں گے۔ میرا پیٹا اور بہو خواہ کسی بھی روپ میں آئیں، اڈے سے نکلتے ہی پہچان لیے جائیں گے۔ لہٰذا وہ چھپ کر نہیں آئیں گے۔ انھیں کہیں سے آنے والی اندھی گولیوں سے بچانا تمہارا کام ہے۔"

"آپ ہم پر بھروسا کریں۔ ہم انھیں بہ حفاظت یہاں لے آئیں گے۔"

انھوں نے تین ویگن کاریں لیں، پھر پاشا کے ساتھ اس کے اڈے میں پہنچ گئے۔ جوجو ہوش میں تھی، ایک بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ وہ بہت کمزور لگ رہی تھی۔ اسے یاد نہیں تھا کہ کس طرح اسے ایک انجکشن کے ذریعے دیوانگی میں مبتلا کیا گیا تھا۔ اور اس کی بے ہوشی کے دوران پارس پر کیا گزرتی رہی تھی۔ میں نے کوڈ ورڈز کے ساتھ پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا: "یس پاپا؟"

میں نے کہا: "جوجو بہت کمزور ہے۔ سپر ماسٹر اس کے دماغ میں ہر وقت آسکتا ہے اور اسے آلۂ کار بنا کر بھاری پریشانیوں میں اضافہ کر سکتا ہے۔"

"یہی پریشانی مجھے بھی ہے۔"

"میں اسے جلد سے جلد بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ فی الحال تم پاشا اور دوسرے وفاداروں کے ساتھ ایک کاٹیج میں جاؤ۔"

"پاپا! یہاں اور وہاں میں کیا فرق ہے۔ سپر ماسٹر جوجو کے دماغ میں رہ کر معلوم کرے گا کہ وہ دوسری جگہ کہاں ہے۔ حملہ یہاں بھی ہو سکتا ہے، وہاں بھی ہو سکتا ہے۔"

"فرق ہے بیٹے! یہ اڈا بدنام ہے۔ سپر ماسٹر یہاں قانون کی مدد سے حملہ کر سکتا ہے۔ کسی کاٹیج وغیرہ پر صرف اس کے آلۂ کار ہی حملہ کر سکتے ہیں۔ ان سے ہمارے وفادار نمٹ لیں گے۔"

اسی وقت مائٹی پاشا نے وہاں پہنچ کر کہا: "پارس بابا! آپ کے پاپا نے..."

پارس نے بات کاٹ کر کہا: "دوسری جگہ ہماری رہائش کا انتظام کیا ہے۔"

وہ جھینپ کر بولا: "میں بھول گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی مجھ سے پہلے آپ کے پاس پہنچ سکتی ہے۔"

"مسٹر پاشا! مجھے یہ بتائیں، ہم یہاں سے کس طرح دوسری جگہ جائیں گے؟"

"آپ اپنی شریکِ حیات کے ساتھ ایک ویگن کار میں بیٹھیں گے۔ ہماری گاڑیاں آپ کے آگے پیچھے ہوں گی۔"

پارس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "پاپا! اسے سمجھائیے۔ یہاں سے اس کا ایک آدمی زنانہ لباس پہن کر اس ویگن کار میں بیٹھے گا۔ دوسرا آدمی میرا لباس پہن کر اس کے ساتھ جائے گا۔ ان کے جانے کے بعد میں جوجو کے ساتھ تنہا کسی گاڑی میں جاؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "پلاننگ اچھی ہے لیکن یہ بھول بے ہو کر سپر ماسٹر جوجو کے پاس رہ کر تمہارے فراڈ کو سمجھ لے گا۔"

"وہ نہیں سمجھ پائے گا۔ آپ جوجو کے دماغ پر قبضہ جما کر رہیں گے، اس کے دماغ کو لاک رکھیں گے۔ کیا میرا آئیڈیا غلط ہے؟"

"ڈنڈر فل آئیڈیا۔ میں بھول گیا تھا کہ میں اس کے دماغ کو کچھ دیر تک لاک رکھ سکتا ہوں۔"

"کیا سپر ماسٹر پاشا کے دوسرے آدمیوں کو ٹریپ کر سکتا ہے؟"

"نہیں، وہ سب باڈی بلڈر ہیں۔ وہ سوچ کی لہروں کو دماغ میں جگہ نہیں دیں گے۔"

میں نے پاشا کو سمجھایا کہ اب پارس اور جوجو کی جگہ ان کے لباس میں اس کے دو آدمی جائیں گے۔ اس کے حکم پر۔ اس کے ایک آدمی نے زنانہ لباس پہنا، دوسرے نے پارس کا لباس پہن لیا۔

میں نے جوجو کے دماغ میں آکر ایک ساعت کے لیے اس کی سانس روکی تاکہ سپر ماسٹر چھپا ہوا تو سانس روکتے ہی نکل جائے۔ پھر میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔

اب سپر ماسٹر، جوجو کے پاس جگہ نہ ملنے سے یہی سوچے گا کہ ہم اس کے دماغ کو لاک کر کے پارس کے ساتھ کسی دوسری جگہ منتقل کر رہے ہیں۔ ان حالات میں اسے اپنے ان آدمیوں پر حملہ کرنا پڑے گا جو لڑتے کے باہر نگرانی میں مصروف ہوں گے۔ تھوڑی دیر بعد یہی ہوا۔ پاشا اور دوسرے وفادار اس ویگن کو اپنے گھیرے میں لے کر لڑتے سے چلے نگرانی کرنے والوں نے اس ویگن میں ایک عورت اور ایک مرد کو بیٹھتے دیکھا۔ سپر ماسٹر نے بہت پہلے جوجو کے ذریعے اس کے اور پارس کے لباس کو دیکھا تھا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو ان کے لباس کا رنگ اور ڈیزائن سمجھا دیا تھا۔ پھر وہ دھوکا کیسے نہ کھاتے؟ جیسے ہی وہ گاڑیاں اڈے سے نکل کر تھوڑی دور گئیں ان پر فائرنگ شروع ہو گئی۔

مانٹی پاشا پوری تیاریوں کے ساتھ آیا تھا۔ اس کے آدمی جوابی فائرنگ کرتے ہوئے گاڑیاں تیز رفتاری سے نکال لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ کوشش دشمنوں کو اور یقین دلا رہی تھی کہ پارس اور جوجو اسی ویگن میں موجود ہیں۔ وہ جس راستے سے گزر رہے تھے وہاں کے لوگ راستہ چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ دوسری گاڑیوں والے اپنی سمتیں بدل رہے تھے۔ دشمنوں کو اس بات کی پروا نہیں تھی کہ دہشت پھیلے گی۔ وہ کسی بھی طرح جوجو اور پارس کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ انھیں اس سے اچھا موقع پھر شاید مشکل ہی سے ملتا۔

دشمنوں کی ایک گاڑی کا پہیہ برسٹ ہو گیا تھا۔ ڈرائیور قابو میں نہ رکھ سکا۔ وہ گاڑی تیزی سے گھوم کر ایک دکان کی کو توڑتی ہوئی اندر گھس گئی۔ پاشا کی بھی ایک گاڑی کو نقصان وہ سامنے سے آنے والی گاڑی سے ٹکرا کر دوسری طرف گھوم اس کے باوجود دونوں طرف سے فائرنگ جاری تھی۔ گاڑیاں سے آگے پیچھے دوڑتی جا رہی تھیں۔ کامیابی پہنچنے سے پہلے کی گاڑیاں آگئی تھیں۔ وہ دور ہی دور سے انھیں للکار رہی میگافون کے ذریعے انھیں وارننگ دی جا رہی تھی کہ فائرنگ نہ کی اور انھوں نے خود کو پولیس کے حوالے نہ کیا تو دہشت گرد کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے گا۔

مانٹی پاشا اپنی گاڑی میں لگے ہوئے لاؤڈ اسپیکر سے کہہ رہا "میں، مانٹی پاشا قانون کا احترام کرتا ہوں۔ یہ نامعلوم دہشت گرد کیوں مجھے اور میرے آدمیوں کو مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں دہائی دے رہا ہوں۔ قانون کے محافظ ان دہشت گردوں کو روکنے کی کوشش

جو غنڈے پاشا وغیرہ کا تعاقب کر رہے تھے، وہ اتنے دلیر نہیں ہو سکتے تھے کہ پولیس کی آمد پر فائرنگ اور تعاقب جاری رکھ سپر ماسٹر ان کے دماغوں میں جا کر انھیں مجبور کر رہا تھا۔ جب اس دیکھا کہ یہ موقع ہاتھ سے نکل رہا ہے تو اس نے ایک آلہ کار سے

"ایک ہینڈ گرینیڈ تیار رکھو، میں ابھی تمہارے پاس آؤں گا۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل کر اسی گاڑی کے ڈرائیور کے پر قابض ہو گیا۔ بڑی خطرناک حد تک رفتار بڑھاتے ہوئے ویگن کے قریب لے جانے لگا جس میں اسے یقین تھا کہ پارس اور جو موجود ہیں۔ قریب پہنچتے ہی اس نے ڈرائیور کے دماغ سے نکل پیچھے بیٹھے ہوئے شخص کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ ہینڈ گرینیڈ کے منہ کے پاس لے جا کر اس کی چابی نکالی، پھر ایک دو تین پانچ چھ تک گن کر ہینڈ گرینیڈ کو اس ویگن کے اندر پھینک چار سیکنڈ کے اندر ہی زبردست دھماکا ہوا۔ ویگن کے کچھ ٹکڑے ہ میں اڑے اور انسانی چیخیں سنائی دیں۔ آگے پیچھے جانے والی گاڑ ادھر ادھر ہو کر رک گئیں۔ اب نہ کسی کو بھاگنے کی ضرورت تھی نہ کوئی تعاقب کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی دانست میں پارس اور جوجو کر چکے تھے۔

مسلح سپاہیوں نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سب ہتھیار پھینک دیے۔ مانٹی پاشا نے کہا۔ "مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ ان نے میری ویگن میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ مجھے

کیا جائے، ان سے پوچھا جائے، آخر یہ کون لوگ ہیں؟"

پولیس افسران نے کہا۔ "تم سب تھانے چلو۔ وہاں تمہارا بیان لیا جائے گا۔"

وہ انھیں پولیس اسٹیشن لے جانے لگے۔ ایسے ہی وقت مجھے پرانی سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ "تم مکاری میں شیطان کے بھی باپ ہو۔"

"ابھی میں نے تمہارا باپ بننے کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ کام کی بات کرو۔"

"میں نے سوچا تھا، ہینڈ گرینیڈ کے دھماکے سے جوجو اور پارس یا تو ہلاک ہوں گے یا پھر زخمی ہوں گے، مجھے دماغ میں جگہ مل جائے گی۔ لیکن میرے پہنچتے ہی پارس نے سانس روک لی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ پوری ویگن دھماکے سے اُڑ گئی ہو اور تمہارا بیٹا زخمی ہو کر دماغی طور پر کمزور نہ ہوا ہو۔"

"آگے بولو۔"

"میں نے جوجو کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ اس کا دماغ پہلے کی طرح لاک ہے۔ اگر وہ بھی زخمی ہوتی تو میرا راستہ صاف ہو چکا ہوتا اور میں نے اس کے متعلق دماغ کا پتا نہ چلتا۔ تم نے اس ویگن میں ڈمی جوجو اور پا... کو بھیجا تھا۔"

"میں نے کیا کیا تھا اور کیا کر رہا ہوں، یہ تمھیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گا۔ ویسے تم حد سے بڑھ گئے ہو۔ آج تم نے میرے بیٹے اور بہو کو ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اب میری انتقامی کارروائی تمھاری بھیانک ہو گی، یہ تمھیں تھوڑی دیر بعد معلوم ہو جائے گا۔ ناؤ گیٹ آؤٹ!"

وہ شاید کچھ اور کہنا چاہتا تھا، میں نے سانس روک لی۔ وہ باہر نکل گیا۔ میں ایک باڈی بلڈر کے پاس پہنچا۔ وہ سب تھانے میں تھے۔ سپر ماسٹر کے جن آدمیوں نے تعاقب کیا تھا، وہ بیان دے رہے تھے۔ "جناب! ہم فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی سے مجبور تھے۔ وہ ہمارے دماغوں میں آکر ہمیں ان کا تعاقب کرنے اور فائرنگ کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔"

مانٹی پاشا نے پولیس آفیسر سے کہا۔ "جناب! یہ سراسر جھوٹ ہے۔ یہ لوگ سپر ماسٹر کے غنڈے ہیں۔ سپر ماسٹر ٹیلی پیتھی جانتا ہے مگر خود کو ظاہر نہیں کرتا۔ فرہاد صاحب کے نام سے ایسی واردات کر کے انھیں بدنام کرنا چاہتا ہے۔"

پولیس افسر نے پوچھا۔ "کیا مسٹر فرہاد تمھارے بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں؟"

میں نے باڈی بلڈر کی زبان سے کہا۔ "جی ہاں، میں فرہاد علی تیمور اس شخص کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

افسر نے تعجب سے باڈی بلڈر کو دیکھا، پھر کہا۔ "یہ تو مکمل تندرست لگتا ہے۔ میں کیسے یقین کروں کہ سپر فرہاد بول رہے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "آپ کی کیپ مینیئر رکھی ہے اور آپ کرسی پر بیٹھے ہیں۔ پختہ ارادہ کر لیں کہ کیپ سر پر نہیں رکھیں گے اور کرسی نہیں چھوڑیں گے۔ میں آپ کے دماغ میں آکر آپ کے ارادے کے خلاف ایسا کرا دوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں پختہ ارادہ کرتا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے کیپ اٹھا کر سر پر رکھی، پھر کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے تعجب سے خود کو دیکھا پھر کرسی پر نظر ڈالی۔ اس کے بعد مینیئر پر کیپ نظر نہیں آئی۔ اس نے جلدی سے سر پر ہاتھ رکھا، پھر کہا۔ "کمال ہے! مجھے بس یوں لگا جیسے میں چند ساعتوں کے لیے گم ہو گیا ہوں، اب دیکھ رہا ہوں، اپنے ارادے کے خلاف کرسی چھوڑ چکا ہوں اور کیپ سر پر ہے۔"

میں نے کہا۔ "آپ یقین کر لیں کہ فرہاد آپ کے دماغ میں بول رہا ہے۔"

"مسٹر فرہاد! میں بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اپنے دماغ میں آپ کی آواز عجیب سی لگ رہی ہے۔"

"اب آپ یقین کریں کہ سپر ماسٹر بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور میرے نام سے ان غنڈوں کو ٹریپ کرتا رہا ہے۔"

"بے شک، مجھے یقین کرنا چاہیے۔ ان غنڈوں کی زیادتی بھی ہے۔ انھوں نے مانٹی پاشا کی ویگن برباد کی اور اس میں بیٹھے ہوئے ڈرائیور سمیت تین افراد کو ہلاک کیا ہے۔"

"کیا میں امید کروں کہ آپ مانٹی پاشا اور میرے تمام وفادار دوں کو رہا کر دیں گے؟"

"میں ان کے تحریری بیانات لے کر جانے کی اجازت دے دوں گا۔ باقی دیکھ لے، سپر ماسٹر آپ کا دشمن کیوں ہے؟"

"یہ بین الاقوامی طرز کی دشمنی ہے۔ تمام بڑے ممالک کے حکمرانوں کو یہ سوچ کر نیند نہیں آتی کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی وقت بھی کسی ملک کو بھی تباہ کر سکتا ہوں۔ پاشا یدان کے دماغوں میں پہنچ کر ایک ملک کے راز معلوم کرتا ہوں اور دوسرے ملک تک پہنچا دیتا ہوں۔ میری خیال خوانی کو برسوں گزر چکے ہیں، لیکن نہ تو میں نے کسی ملک کو تباہ کیا اور نہ ہی کسی نے یہ ثابت کیا ہے کہ میں کسی ملک کے اہم راز چرایا کرتا ہوں۔"

افسر نے پوچھا۔ "ویگن میں ہلاک ہونے والے کون ہیں؟"

"بے چارے میرے بیٹے اور بہو پر قربان ہو گئے۔ کرائے کے

لوگ تھے۔ میں ان قربانی دینے والوں کے پسماندگان کو آرام سے زندگی گزارنے کے لیے بڑی بڑی رقمیں دوں گا۔ مرنے والوں کے لیے افسوس ظاہر کروں گا۔ مجھے واقعی ان کے لیے افسوس ہے۔"

میں نے تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کیں، پھر سپر ماسٹر کے ملک کے ایک سربراہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "مسٹر فرہاد! آپ نے کبھی میرے پاس آنے کی زحمت نہیں کی آج کیا بات ہے؟"

"آج خاص بات ہے۔ آپ جانتے ہیں، میں کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں۔ اگر ہوتا تو آپ کے ملک کے اہم راز میرے سینے میں دفن نہ رہتے۔ یہ دوسری سپر طاقت تک پہنچ جاتے۔"

"بے شک کسی بھی ملک کا راز ایک طبی پیتھی جاننے والے کے لیے راز نہیں رہتا۔ آپ تمام ممالک کے راز جانتے ہیں، مگر کسی کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرتے۔"

"میں صرف آپ کے ملک کی بات کر رہا ہوں۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں، آپ نے میرے ملک کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔۔۔"

"اب پہنچاؤں گا۔"

وہ چونک کر بولا۔ "کیا آپ سنجیدہ ہیں؟"

"میرا آپ سے مذاق کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"لیکن آپ اچانک ہی ہمارے خلاف کیوں ہو گئے؟ کیا ہم سے کوئی بڑا سودا طے ہو گیا ہے؟"

میں نے پوچھا۔ "کوئی بھی سودا کتنا بڑا ہو سکتا ہے؟ کوئی مجھے کتنی دولت دے سکتا ہے؟ جبکہ میں ایک دن میں ساری دنیا کی دولت جمع حاصل کر سکتا ہوں۔ جو جمع کرنے کی طاقت رکھتا ہے وہ کسی سے سودا نہیں کرتا۔"

"پھر آپ نقصان کیوں پہنچانا چاہتے ہیں؟"

"میں اس کا جواب بھی دوں گا۔ پہلے آپ اپنی حکومت کے تمام عہدیداروں اور مشیروں کو ایک گھنٹے کے اندر ہنگامی اجلاس کے لیے طلب کریں۔ میں ٹھیک ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔ اگر ہنگامی اجلاس نہ ہوا تو میں وجہ بتائے بغیر اس ملک میں ایسی تباہی لاؤں گا کہ آپ برسوں تک اپنا نقصان پورا نہیں کر سکیں گے۔ سو فیصد۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ مائٹی پاشا کے ماتحت کے دماغ میں پہنچا۔ پاشا اور دوسرے وفادار تھانے سے واپس آ گئے تھے۔ اس کا منیجر میں داخل ہوتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "ہم نے جان کی بازی لگا دی۔ دشمنوں کی فائرنگ کا منہ توڑ جواب دیا۔۔۔ فرہاد صاحب نے تھانے پہنچ کر ہماری طرف سے صفائی پیش کر دی۔ ان کے پاس غضب کا علم ہے، بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ لیکن اتنی بھاگ دوڑ کا فائدہ کیا ہوا؟"

وہ بڑے سے ڈرائنگ روم میں اگر بیٹھ گئے۔ مائٹی پاشا نے "اس دنگل میں میرے تین آدمی مارے گئے، ان کا افسوس نہیں ہے سب مرنے مارنے والی زندگی گزار رہے ہیں۔ مگر واقعی اتنی بھاگ دوڑ کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بات جہاں تھی، وہیں رہ گئی۔ ان کے اور سبھوا اس محفوظ پناہ گاہ تک نہ آ سکے۔ میرے اڈے میں کہا پارس نے ایک کمرے سے نکل کر کہا۔ "ہم آ گئے ہیں۔"

سب کے سب حیرانی سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ مائٹی نے پوچھا۔ "آپ اور یہاں؟"

"جی ہاں، میں اکیلا نہیں ہوں۔ میری شریک حیات بھی اس میں آرام سے لیٹی ہوئی ہے۔"

"لیکن آپ یہاں کس طرح آئے؟"

"جیسے عام لوگ آتے ہیں کھلے عام فائرنگ ہو رہی تھی جان بچانے کے لیے ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے۔ میں نے اور نے ایک گاڑی والے سے لفٹ مانگی۔ اس کے انکار پر سو ڈالر نوٹ دکھایا۔ اس نے پھر انکار کیا تو ریوالور دکھایا۔ اس نے بڑی سے یہاں پہنچا دیا۔"

مائی اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ دشمن آپ کو دیکھ کے کیسے دیکھتے؟ اڈے کے پاس نگرانی کرنے والے سب تم لوگوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ وہاں کوئی دشمن نہیں رہا تھا دو چار ہوتے تو میں ان سے نمٹ کر چلا آتا۔ بہر حال آپکا ہوں پاشا نے تمام وفاداروں سے کہا۔ "اب اس کا منیجر کے صرف دو آدمی رہیں گے۔ ایک وہ جو یہاں کی صفائی کرے گا پارس صاحب کی ضرورت کا خیال رکھے گا۔ دوسرا ان کے لیے کھا گا۔ فرہاد صاحب خیال خوانی کے ذریعے دونوں کو چیک کریں اس طرح دشمن ان کے خلاف کوئی چال نہیں چل سکے گا کیوں فرہاد صاحب؟"

میں نے کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ باقی آدمی باہر رہ کر ہلا پھرا دیتے رہیں گے۔"

میں نے آدمیر کے پاس پہنچ کر جو جو اور پارس کی مختصر روداد سنائی، پھر کہا۔ "تم خیال خوانی کے ذریعے کبھی جو جو کے پاس اور کبھی وفاداروں کے پاس آتے جاتے رہو۔ کوئی خطرہ محسوس کرو تو مجھے اطلاع دو۔"

میں نے اسے ایک وفادار کے دماغ میں پہنچایا۔ ان کا آپس تعارف کرایا۔ تاکہ وہ بھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم رکھ سکے۔ اس بعد آدمیر خود ہی تمام وفاداروں کے دماغوں تک پہنچ گیا۔ میں اس اجلاس میں پہنچ گیا۔ وہاں بری، بحری اور فضائی افواج کے سربراہ اور میری توقع کے مطابق سپر ماسٹر بھی موجود تھا۔

میں نے ایک عہدیدار کی زبان سے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور آپ لوگوں کے درمیان موجود ہوں۔ سپر ماسٹر کی موجودگی بتا رہی ہے کہ آپ لوگ میرے متعلق جان چکے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہاں میں نے بتا دیا ہے، تمہارا بیٹا اور بہو میرے شاگرد ہونے والے تھے۔ تمہاری بروقت تدبیر نے انھیں بچا لیا۔ تم شاگرد ہونے میں حق بجانب ہو۔ بھی ایسا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ محبت اور جنگ میں سب جائز ہے کیا تمہاری طبی پیتھی سے ہمیں کبھی نقصان نہیں پہنچا؟"

میں نے جواب دیا۔ "اب تک میں نے تمہارے معمولی مہروں کو نقصان پہنچایا ہے۔ ایک بار پھر میری ہسٹری پڑھو، تمہیں معلوم ہو گا کہ آج تک میں نے کسی مخالف کرنے والے کی ماں، بہن، بھائی، بیٹی یا بیٹے کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اگر اس اجلاس میں طے ہو جائے کہ واقعی محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے تو یہاں بیٹھے ہوئے تمام عہدیدار اپنے اپنے گھروں میں جا کر ماتم کریں گے۔ میں ان میں سے ہر ایک کی ماں، بہن، بھائی، بیٹی اور بیٹے کے دماغوں میں پک جھپکتے ہی پہنچ سکتا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! ایسا تمہارے عزیزوں کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ تمہارے پاس طبی پیتھی جاننے والے تین ہیں۔ میرے پاس بائیس ہیں۔"

"تم میرے عزیزوں کے ساتھ ایسا کر بھی سکتے ہو۔ پھر بھی دینے کے لیے اور کیا رہ گیا ہے؟"

"فرانسیسی حکومت برسوں سے تمہاری دوست اور محافظ ہے۔ میں وہاں تباہیاں پھیلا کر اس حکومت کو تمہارے خلاف کر سکتا ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "اس حکومت کی دشمنی سے میرا کیا بگڑے گا؟"

"تمہارے رشتے داروں اور جاننے والوں کی پناہ گاہیں ختم ہو جائیں گی۔ اس حکومت کے ایک نوٹس پر تم لوگوں کو بابا صاحب کے ادارے سے نکال دیا جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "شاید یہ بات اب تک تمہارے علم میں نہیں آئی ہے کہ میرے تمام شاگرد اور جاننے والے پیرس سے نکل چکے ہیں۔ تم اور تمہارے طبی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکیں گے۔"

میری بات سن کر اسے چپ لگ گئی۔ میں نے کہا۔ "اب ذرا غور کرو کہ فرانس میں تباہیاں پھیلاؤ گے تو میرے باپ کا کیا جائے گا۔ البتہ میں تمہارے ملک میں تباہیاں پھیلاؤں گا تو تمہارے باپ کا بھی جائے گا۔ تمہاری قوم کا بھی جائے گا اور تمہارے ملک کا سپر پاور ہونا ماضی کا ایک فسانہ بن جائے گا۔"

وہاں بیٹھا ہوا کوئی عہدیدار اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ ہر کوئی محب وطن تھا، کوئی ملک نہیں تھا، کوئی زمین نہیں تھی، وہ

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام روحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظر عام پر آئی ہے
ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔۔۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اس کا سینہ وگار تھا۔ انتقام کے شعلے اس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ۔۔۔ ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کر دی۔۔۔!!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔۔۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔۔۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے ابھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت:- ۱۵ روپے

ملنے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز

میری کسی چیز کو تباہ کرنے کی دھمکی دے کر نہ تو مرعوب کر سکتے تھے، نہ اپنا پابند بنا سکتے تھے۔ ایک عہدیدار نے کھنکھار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "ایک دوسرے کو چیلنج کرنا محض بچکانہ پن ہے۔ ہمیں دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "میری احتیاطی تدابیر کے نتیجے میں آپ لوگ دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن سپر ماسٹر نے جو کچھ کیا اس کے نتیجے میں میری طرف سے تھوڑی دشمنی ضرور ہوگی۔"

وہ سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "تم بہت اکڑتے ہو۔ اگر میں بھی یہ ملک چھوڑ دوں، میرا کوئی گھر نہ ہو اور یہ سپر ماسٹر کی ذمے داری نہ ہو تو مجھے بھی پرواہ نہیں ہوگی کہ تم اس ملک کا کیا حشر کرتے ہو۔ میں ہر طرح سے آزاد ہو کر تم سے نمٹنا شروع کر دوں گا تو تمہاری راتوں کی نیند حرام ہو جائے گی، دن کا سکون غارت ہو جائے گا۔ تمہیں کسی ملک میں پناہ نہیں ملے گی۔ تم اپنے اور اپنے خون کے رشتوں کی حفاظت کے لیے مارے مارے پھرتے رہو گے۔ میں نے بھی سوچ رکھا ہے، جب پانی سر سے گزر جائے گا تو ایسے ہی اقدامات کروں گا۔"

ایک اعلیٰ عہدیدار نے سپر ماسٹر سے سخت لہجے میں کہا۔ "بکواس بند کرو، تم جوش میں آکر یہ کہہ رہے ہو کہ سپر ماسٹر کے عہدے سے استعفا دو گے۔ اس کے بعد تمہیں ہمارے ملک کی تباہی کی کوئی پروا نہیں ہو گی۔ کیا اسی دن کے لیے تمہیں ٹرائے فسفار مرشین سے گزارا گیا ہے؟ کیا تم اس طرح محبِ وطن ہونے کا ثبوت دے رہے ہو؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں محبِ وطن ہوں، میں نے صرف فریاد کی دھمکی کے جواب میں دھمکی دی ہے۔"

"مسٹر فریاد اپنی دھمکیوں پر کسی وقت بھی عمل کر سکتے ہیں، کیا تم ایسا کر سکتے ہو؟"

وہ چپ رہا۔ ایک فوجی جنرل نے کہا۔ "سپر ماسٹر! تم نے مسٹر فریاد کے بیٹے اور بہو پر قاتلانہ حملہ کرا کے بہت بڑی حماقت کا ثبوت دیا ہے۔"

دوسرے عہدیدار نے کہا۔ "تمہیں اس کے لیے تحریری طور پر معافی مانگنا ہوگی اور یہ عہد کرنا ہوگا کہ آئندہ تم مسٹر فریاد کے کسی بھی فیملی ممبر پر قاتلانہ حملہ نہ کرو گے، نہ کراؤ گے۔"

میں نے کہا۔ "یہ آپ کا سپر ماسٹر ہے۔ اس کے تحریری معافی مانگنے سے آپ معاف کر دیں گے لیکن میں نہیں کروں گا۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں اس کی حسرت پوری کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اسے سپر ماسٹر کے عہدے سے سبکدوش کر دیں تاکہ یہ ہر طرح سے آزاد ہو کر میرا جینا حرام کر دے۔"

"مسٹر فریاد! یہ اس کی پہلی غلطی ہے۔ ہم اسے عہدے سے ہٹا نہیں سکتے۔"

"اسے ہٹا دینے میں آپ کے ملک کا فائدہ ہے۔ میں آپ کے ملک سے نہیں اس سے انتقام لوں گا۔"

"پیٹر! آپ سپر ماسٹر کے جیلنج کو بھول جائیں۔ کچھ اس طرح انتظام کریں کہ ہمارا نقصان نہ ہو اور آپ کے دل کی بھڑاس نکل جائے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیوں سپر ماسٹر! ہم آپس میں نمٹ لیں؟"

اس نے حقارت سے کہا۔ "میں تیار ہوں، دیکھتا ہوں تم میرا کیا بگاڑ لو گے۔"

میں جس عہدیدار کی زبان سے بول رہا تھا، اس نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ اس کا نفرنس ہال کا دروازہ کھلا، ایک تنومند باڈی گارڈ اندر آکر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ عہدیدار نے کہا۔ "ایک گلاس پانی لاؤ۔"

باڈی گارڈ باہر سر کہہ کر جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکالتے ہی چشم زدن میں پلٹ کر فائر کیا۔ سپر ماسٹر کے حلق سے چیخ نکلی۔ گولی اس کے بازو میں پیوست ہو گئی۔ تمام عہدیدار اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑے ہو گئے تھے۔ باہر سے کتنے ہی مسلح سپاہی دوڑتے ہوئے آ گئے تھے۔ میں نے کہا۔ "بلٹ!"

آنے والے رک گئے۔ اس باڈی گارڈ کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا۔ میں نے کہا۔ "اس باڈی گارڈ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں اس کے دماغ میں ہوں۔ میں نے اس کے ہاتھ سے گولی چلائی ہے۔ سپر ماسٹر نے آپ سب کے سامنے ابھی کہا تھا۔ دیکھتا ہوں تم میرا کیا بگاڑ لو گے۔ تو بھائیو! تم اپنے سپر ماسٹر سے محروم ہو چکے ہو۔ یہ زندہ ہے اور پتا نہیں کب تک زندہ رہے گا، لیکن فی الحال خوانی نہیں کر سکے گا۔ ہم خیال خوانی کرنے والے باری باری اس کے دماغ میں آئیں گے اور گولی کے زخم کو کبھی بھرنے نہیں دیں گے۔"

پھر میں نے سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "کیا مجھے آنے سے روک سکتے ہو؟"

وہ تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "بولو میاں مٹھو! کیا میرے بچوں کے اغوا میں اسرائیل شامل تھے؟"

وہ بولنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ منہ بھینچا ہوا فرش پر تڑپنے لگا۔ کچھ سپاہی اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "ایک تو گولی کا زخم ہے، دوسرے دماغی جھٹکے کھاؤ گے تو ہو سکتا ہے تمہاری مرضی ہے، تو میں ایک اور جھٹکا پہنچاؤں؟"

وہ ایک دم سے تڑپ کر چیختے ہوئے بولا۔ "تمہیں میں بتاتا ہوں۔ مجھے جھٹکے نہ دو۔ میں پارس اور جوجو کو قیدی بنا کر تل ابیب میں رکھنا چاہتا تھا۔ میرے اس منصوبے میں اسرائیلی حکومت شامل تھی۔ جب ہم نے دیکھا، ناکامی ہو رہی ہے تو میں نے دونوں کو ہلاک کرنا چاہا۔ مجھے معاف کر دو، پلیز! دماغی جھٹکے نہ پہنچاؤ۔"

میں نے ایک عہدیدار کی زبان سے کہا۔ "سن لیا آپ لوگوں نے؟

میں ان بیہودیوں سے جس طرح انتقام لوں گا... اس کے نتیجے میں وہ توبہ توبہ کریں گے۔ میں جانے سے پہلے آپ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیتا ہوں۔ آئندہ خوب سوچ سمجھ کر دوسرے سپر ماسٹر کا انتخاب کریں اور اسے سمجھائیں، میرے بیوی بچوں اور دوسرے چاہنے والوں پر قاتلانہ حملہ کرا کے ملک کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہوگا۔ اس بار میں اس بہت سے انتقام لینے پر اکتفا کر رہا ہوں۔ آئندہ حد سے بڑھ جاؤں گا۔ وِدِش آل۔"

چند سپاہی سپر ماسٹر کو اسٹریچر پر ڈال کر لے جا رہے تھے۔ بس اس کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ گولی بازو کے آر پار نہیں ہوئی تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے بے حال ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے دوسرے ... ہاتھ کی انگلیوں سے بازو کے زخم کو کریدنا شروع کیا تو اس نے ایک فلک شگاف چیخ ماری۔ اسٹریچر سے اچھل کر نیچے گرا۔ یہ تکلیف کی انتہا تھی۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

یہ بات طے شدہ تھی کہ اب اس کا زخم بڑھتا جائے گا۔ دماغ کمزور ہوتے ہوتے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہے گا اور جو دماغ سمجھنے کے قابل نہ رہے وہ بھلا خیال خوانی کیا کر سکے گا۔ میں اس حال میں اسے زندہ رکھ کر دشمنوں کو عبرتناک سبق سکھانا چاہتا تھا۔ میں نے سوتی کو اس کے متعلق بتایا اور کہا۔ "وہ ابھی بے ہوش ہے، یقیناً آپریشن تھیٹر لے جایا جائے گا۔ اس کے بازو سے گولی نکالی جائے گی جب وہ ہوش میں آئے تو مجھے اطلاع دینا۔ میں پھر اسے اذیت میں مبتلا کروں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میرا بیٹی کا پیٹر برنس آئی لینڈ میں اتر رہا تھا۔ میں جانتا تھا، سپر ماسٹر اور اسرائیلیوں کے اڈے کار فلائنگ کلب اور ساحلی علاقوں پر نظر رکھیں گے۔ جو آنے والے کا پیچھا کریں گے، اس کے متعلق پوری تفصیلات معلوم کریں گے۔ انھیں یقین ہوگا کہ جوجو اور پارس کی حفاظت کے لیے ہم میں سے کوئی اس جزیرے میں آئے گا۔ اگرچہ سپر ماسٹر ناکارہ ہو گیا تھا، لیکن بے کار ہونے سے پہلے جو بیج بو گیا تھا اس کی فصل مجھے کاٹنا تھی۔

میری زندگی میں ایسے مجرم یاد آتے ہیں جو اپنی جسمانی اور دماغی طاقت اور صلاحیتوں سے، اپنے وسیع ذرائع سے اور اپنے خوفناک اداروں سے زبردست اور ناقابلِ شکست نظر آتے ہیں لیکن اپنی بے پناہ طاقت کے زعم میں ایسی حماقتیں کرتے ہیں کہ میری گرفت میں پہنچتے پہنچتے پوچ بن جاتے ہیں۔ اب یہ سپر ماسٹر کیا تھا، تمام سابقہ سپر ماسٹرز کے مقابلے میں سخت تھا۔ میرے دماغ میں پہلی بار آتے ہی یہ دہشت طاری کرتا رہا تھا کہ وہ ماسٹر پلوشے کا بیٹا ہے اور پچھلے بیس برس سے مجھے قتل کرنے کے منصوبے پر عمل کرتے کرتے آج ٹیلی پیتھی جیسا علم حاصل کر کے میرا روح قبض کرنے آگیا ہے۔

وہ ہمارا زبردست وسیع زرائع کا مالک اور میرے پورے خاندان کو ختم کر دینے کا ارادہ رکھنے والا اب میرے رحم و کرم پر تھا۔ ذرا دیر ناک بجڑنے سے وہ مر جاتا۔ انسان کی زندگی میں بڑی مہلک بیماریاں آتی ہیں۔ یوں لگتا ہے وہ بیماریوں غالب آجائیں گی اور آدمی مر جائے گا۔ لیکن ہمت نہ ہارنے والے بیماریوں پر غالب آجاتے ہیں۔ صحت مند ہونے کے بعد وہ مہلک بیماریاں بس یونہی سی لگتی ہیں۔ میرے اکثر قارئین کہتے ہیں، اتنا زبردست دشمن چیونٹی کی موت مارا گیا، مزہ نہیں آیا۔ یقین کریں، مجھے بھی مزہ نہیں آتا۔ بڑے بڑے دعوے کرنے والے زبان ہلائے بغیر مر جاتے تو بڑی شدت سے وقت ضائع ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ کم بخت چار چھ مہینے مجھے خوب دوڑاتے ہیں، شیطان کی طرح ہلکان کرتے ہیں پھر میرے ہاتھوں فنا ہو جاتے ہیں۔

بہرحال ٹیلی پیتھی جاننے والا سپر ماسٹر اپنے عبرتناک انجام کو پہنچ گیا۔ اپنے باپ ماسٹر پلوشے کا انتقام مجھ سے نہ لے سکا۔ رسوتی نے آکر کہا۔ "فریاد! وہ تو آپریشن تھیٹر تک نہ پہنچ سکا۔ اس نے راستے میں ہی دم توڑ دیا۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ اتنا کمزور نہیں تھا۔"

رسوتی نے کہا۔ "اس کا دماغ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے کھل چکا تھا۔ اس کے ہی کسی خیال خوانی کرنے والے ساتھی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی سانس روک دی۔"

یعنی جزیرے میں اس نے اپنے آلۂ کاروں کے نصیب میں جیسی موت لکھی، ویسی ہی موت اسے بھی نصیب ہوئی۔ اس کے ملک کے تمام اعلیٰ حکام نے سمجھ لیا تھا کہ میں اس کے دماغ میں جگہ بنانے کے بعد اور نہ جانے کیسی کیسی خفیہ معلومات حاصل کروں گا اور ان کے ملک کی کمزوریاں معلوم کرتا رہوں گا۔ یہی سوچ کر انھوں نے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اسے مار ڈالنے کا حکم دیا ہوگا۔ اور اب جو نیا سپر ماسٹر آئے گا، وہ بھی یقیناً ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوگا۔

میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑا۔ ایک شیطان گیا، دوسرا شیطان آگیا۔ البتہ پہلے سے زیادہ مشکلات پیدا ہو گئیں۔ ایک تو جزیرے میں پارس اور جوجو کے خلاف جو کچھ ہونے والا تھا اس سلسلے میں سپر ماسٹر کے ملک کو الزام نہیں دیا جا سکتا تھا کیونکہ بیج بونے والا مر چکا تھا اور نیا سپر ماسٹر اس معاملے میں کھل کر حصہ نہیں لے گا۔ بظاہر غیر جانبدار رہے گا۔ وہ کیسا مزاج رکھتا ہے اور آئندہ کیا کرنے والا ہے، یہ سمجھنے کے لیے مجھے انتظار کرنا ہوگا۔

فرانس کے جس اعلیٰ افسر نے میرے لیے ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا تھا، صرف وہی میرے متعلق جانتا تھا کہ میں پیرس چھوڑ چکا ہوں۔ ورنہ بیلی کاپٹر کا پائلٹ بھی میری اصلیت نہیں جانتا تھا۔ جزیرے میں ایک چھوٹا سا فلائنگ کلب تھا، جہاں سے بڑے بڑے سرمایہ دار پرواز کرتے

تھے یا اس ملک کے حکمران اور نہ ہی وہ ذرا فسران سرکاری سیٹی کا پٹرولوں میں آیا کرتے تھے۔ فلائنگ کلب کے باہر ان کی ایئر کنڈیشنڈ کاریں یا بڑے ہوٹلوں کی گاڑیاں موجود رہتی تھیں۔ میں فرہاد کی حیثیت سے اپنے لیے کسی شاندار گاڑی کا انتظام نہیں کرا سکتا تھا۔ لہٰذا ایک گاڑی میں بیٹھ کر ہوٹل سی ریز پہنچ گیا۔ میرا موجودہ نام حشمت بیگ تھا۔ اس نام سے جو کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ بنوائے تھے انھیں فلائنگ کلب کے امیگریشن کاؤنٹر اور ہوٹل کے کاؤنٹر پر دکھایا اور ایک کمرا حاصل کر لیا۔

میں کسی بھی ہوٹل میں پہنچ کر وہاں کے منیجر، کین کے پیورائزر اور دوسرے ہیڈ ویٹرز اور باورچیوں کے دماغ میں جگہ بناتا ہوں۔ جب بھی کھانے پینے کی کسی چیز کا آرڈر دیتا ہوں، اچھی طرح اطمینان کر لیتا ہوں کہ میری مطلوبہ چیزوں میں کوئی مضر ادویات تو شامل نہیں کی گئیں۔ میں اس طرف سے مطمئن ہو کر جوجو کے دماغ میں پہنچا۔ میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ جہاں میں کسی معاملے میں چوک جاتا ہوں، وہاں تقدیر مہربان ہو جاتی ہے۔ میں جوجو کے پاس صحیح وقت پر پہنچا۔ وہاں کوئی خیال خوانی کرنے والا اجنبی موجود تھا۔

وہ جوجو کو نیند کی حالت میں ٹریپ کر کے ٹرانس میں لا رہا تھا اور وہ اس کی معمول بننے ہی والی تھی۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ کو گرفت میں لے لیا۔ تنویمی عمل کرنے والے کی طرف سے اس کے کان بہرے کر دیے۔ اب وہ اس کی آواز نہیں سن رہی تھی۔ جب آواز ہی کانوں تک نہ پہنچے تو تنویمی عمل ممکن نہیں ہوتا۔ وہ دھیرے دھیرے نارمل ہو کر معمول کے مطابق سکون سے سونے لگی۔

میں خیال خوانی کرنے والے اجنبی کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح سن چکا تھا۔ جوجو کو اس کے طلسم سے نکالنے کے بعد پھر اس کی آواز سنی۔ وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔ "تم خاموش کیوں ہو؟ میری باتوں کا جواب دو۔"

میں نے جوجو کی زبان سے کہا۔ "میں ابھی تک سمجھ رہی تھی، تم میرے بھائی آرمر ہو، لیکن تمھارا لہجہ بدلا ہوا ہے۔ پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟ مجھ پر یہ عمل کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "مجھے غلط نہ سمجھو، میں تمھارا بھائی ہوں، زکام کے باعث آواز بدل گئی ہے۔ فرہاد نے کہا ہے، تمھارے دماغ کو فوراً تنویمی عمل کے ذریعے لاک کر دیا جائے۔"

"تم میرے بھائی ہو تو یہ پاتھ سے دماغ میں آ کر باتیں کرتے ہوں گے؟"

"بے شک، وہ میرے پاس آتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ دماغ کے دروازے کھلے رکھو، پاپا آ رہے ہیں۔"

میں نے یہ کہتے ہی اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس نے پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ میں نے چند سیکنڈ کے بعد پھر یہی کوشش کی، اس نے پھر سانس روک لی۔ ایک خیال تھا کہ وہ شاید ایک آدھ منٹ سے زیادہ سانس نہیں روک سکتا ہوگا۔ پہلے چند سیکنڈ کا وقفہ دیا۔ پھر ایک منٹ کے وقفے سے دماغ میں پہنچا۔ وہ چالاک تھا، پرانی سوچ کی لہر کے نکلتے ہی سانس لینے لگتا تھا۔ اس طرح آئندہ اسے سانس روکنے میں دشواری نہیں ہوتی تھی۔

اگر میں اسے موقع نہ دیتا اور ایک ایک سیکنڈ میں اس کے پاس پہنچتا تو وہ بھی ایک ایک سیکنڈ کے وقفے سے سانس روکتا جاتا۔ میں نے اندازہ کر لیا، وہ یوگا کا ماہر ہے اور کئی منٹ تک سانس پر قابو پا سکتا ہے۔ لہٰذا اس کا پیچھا چھوڑ کر پھر جوجو کے دماغ میں آ گیا۔ ایک اندیشہ تھا کہ وہ پھر آ سکتا ہے۔

میں نے پارس کو بتایا، ابھی جوجو کو کس طرح ٹریپ کیا جا رہا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "پاپا! کچھ کیجیے اور فوراً کیجیے۔ میں جوجو کی وجہ سے ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہوں۔ کسی دشمن کے گریبان تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیا آپ یہاں پہنچ گئے ہیں؟"

"ہاں، میں ہوٹل میں ہوں۔"

"مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوگی، لیکن یہاں آپ کی موجودگی کا پتا رہا ہے کہ میدان کے اصل کھلاڑی آپ ہوں گے اور میں آپ کے ماتحت رہ کر کام کروں گا۔ مجھے یہ منظور نہیں ہے۔ اگر آپ نے صبح ہونے تک جوجو کو ہپناٹائز نہ کیا تو پھر میں اپنی صلاحیتوں کے بل پر اسے یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔ آپ کی تھوڑی سی مدد اس لیے چاہتا ہوں کہ جوجو کے ساتھ خود نہیں جانا چاہتا جن لوگوں نے میری شریکِ حیات کو میرے ہی زہر سے مارنے کی سازش کی ہے ان سے اسی جزیرے میں نمٹنا چاہتا ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم بہت بھرے بیٹھے ہو۔ میں مانتا ہوں، جوجو کی وجہ سے تمھیں کچھ کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ میں کل صبح تک اسے پیرس بھیجنے کی کوشش کروں گا۔"

"اور یہ وعدہ کریں کہ آپ بھی یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"بیٹے! ایسی ضد نہ کرو۔ تمھارے مقابلے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن میں۔ لوہے کو لوہا کاٹ سکتا ہے۔ میں ہی انھیں کاٹ سکتا ہوں۔"

"سوری ٹو سے پاپا! یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی نمٹ کر دکھاؤں گا۔ دیکھیے، آپ ایسے باپ نہیں... جو نوجوان بچوں کو بھی اپنی انگلی پکڑ کر چلاتے ہیں۔ پلیز، لیو ہیو ٹو گو فرام ہیئر۔"

"اچھی بات ہے، میں بھی چلا جاؤں گا۔ فی الحال جوجو کے پاس جا رہا ہوں۔ اس کے دماغ کو مستقل لاک رکھنا ضروری ہو گیا ہے۔"

میں چپ چاپ جوجو کے دماغ میں آیا، تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ پھر یقین ہو گیا کہ وہ خیال خوانی کرنے والا اجنبی وہاں موجود

نہیں ہے۔ اس کے متعلق یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ پیرس سے پاسٹر کے بعد جو پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے روگئے تھے، ان میں سے وہ ایک ہوگا۔ کیونکہ مشین نے اب تک اتنے ہی خیال خوانی کرنے والے پیدا کیے تھے۔ ہمارے دانت میں ایک ٹرانسفارمر مشین افریقہ میں تباہ کی گئی تھی، دوسری مشین کوئیں نے تباہ کیا تھا اور یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ ساری مشینیں ختم ہو چکی ہیں لیکن پیرس پاسٹر نے چالاکی دکھائی تھی۔ اس نے دو مشینیں تیار کی تھیں۔ یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ پاریس دوم اس دوسری مشین تک پہنچ گیا تھا اور بڑے ڈرامائی انداز میں اسے بھی ختم کر چکا تھا۔ اس حساب سے اب ہماری دنیا میں کوئی ٹرانسفارمر مشین نہیں رہی تھی۔ البتہ پیرس پاسٹر کے اغوا کنندگان نے اس مشین کا نقشہ بلکہ مکمل نقشے کی کئی نقلیں مختلف مقامات میں چھپا رکھی ہوں گی۔ وہ کسی وقت بھی ایک نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کر سکتے ہیں۔ فی الحال جو بھی خیال خوانی کرنے والا جوجو کے دماغ میں آیا تھا، وہ پیرس پاسٹر کے ملک سے ہی آیا تھا۔

میں نے جوجو کو آہستہ آہستہ ٹرانس میں لا کر اپنی معمول بنایا۔ اس کے دماغ کو اس حد تک حساس بننے کا حکم دیا کہ وہ کسی بھی پرانی سوچ کی لہر کو محسوس کر کے فوراً سانس روک لے۔ یوں ایک گھنٹے تک وہ کسی کو بھی دماغ میں نہ آنے دے، پھر میں نے اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ ابھی مجھے اطمینان نہیں تھا۔ جس طرح میں اس خیال خوانی کرنے والے کے تنویمی عمل کے دوران پہنچ گیا تھا اور اس کے عمل میں چُپ چاپ رکاوٹ ڈالی تھی، اسی طرح وہ میرے عمل کے دوران کر سکتا تھا۔

میں جس بیل کا پٹرول آیا تھا، وہ ابھی فیلڈ میں موجود تھا۔ میری حیثیت ایک بہت بڑے بزنس مین کی تھی۔ میں فرانس کے مشہور و معروف مختلف پرفیومز کے نمونے لایا تھا تاکہ یہاں کے سرمایہ داروں یا دکانداروں سے سودا کروں۔ اس طرح میرے بزنس مین ہونے کا ثبوت ملتا رہے۔ میں نے فلائنگ کلب کے قوانین کے مطابق اپنے بیل کا پٹرول چوبیس گھنٹے تک وہاں رکھنے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ اب میں کسی تدبیر سے جوجو کو اسی کے ذریعے یہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔

میں نے جوجو کی تنویمی نیند پوری ہونے کے بعد اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ میرے سر سے ایک بوجھ اتر گیا۔ اب دشمن اسے ٹریپ نہیں کر سکتے تھے۔

***

سلطانہ آفندی کی آنکھ کھلی تو وہ چونک گئی۔ اس نے حیرانی سے سوچا۔ "میں ہینگنگ چیئر پر بیٹھے بیٹھے سو کیسے گئی؟"

وہ فوراً ہی اچھل کر جھولنے والی کرسی سے اتر گئی، پھر نیند کے خمار کو دور کرنے کے لیے جنبوں کے بل اچھلتی ہوئی سوچنے لگی۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ مجھے اپنے دماغ پر پورا قابو ہے۔ میں مسلسل دو راتیں جاگ سکتی ہوں۔ اور جب چاہوں دماغ کو ہدایات دے کر گہری نیند سو سکتی ہوں پھر آج آپ ہی آپ اپنی مرضی کے بغیر کیسے سو گئی؟"

وہ پنجوں کے بل اچھلتی ہوئی خواب گاہ سے باہر آئی۔ ایک چیتا لپک کر اس کے پاس آیا، وہ بولی۔ "ویل ٹائیگر! کیا تم میری خواب گاہ میں آئے تھے؟ کیا تم بتا سکتے ہو، میں بے وقت کیسے سو گئی تھی؟"

ٹائیگر نے ایک پنجہ مارا، اس نے ایک ہاتھ سے روک لیا پھر اسے گلے لگا کر بولی۔ "میں تم سے کھیلنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ آج میرے ساتھ ایک غیر معمولی بات ہوئی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹائیگر نے اسے فرش پر پٹخ دیا۔ وہ چیخ مار کر ہنستے ہوئے بولی۔ "شریر کہیں کے، تم میرے بغیر رہ نہیں سکتے۔"

اس نے پوری قوت سے کروٹ بدل کر ٹائیگر کو چت کر دیا۔ دونوں میں کشمکش ہونے لگی، پھر ٹائیگر اس پر چھا گیا۔ وہ اس کے غلبے سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ دونوں کچھ دیر تک ایک دوسرے سے کبھی زیر ہوتے رہے کبھی زبر ہوتے رہے۔ چیتے کی مادہ ذرا فاصلے پر کھڑی انھیں لڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ سلطانہ آفندی نے ہنستے ہوئے اس مادہ کو مخاطب کیا۔ "اے روزی! اپنے ٹائیگر کو روکو، یہ بہت شریر ہو گیا ہے۔"

روزی غراتی ہوئی قریب آئی۔ اپنے نر کو ایک پنجہ مارا۔ نر نے پلٹ کر حملہ کیا پھر وہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ سلطانہ کو نجات مل گئی۔ وہ دونوں کو لڑتے ہوئے دیکھنے لگی۔ ان کی حرکتوں پر کبھی مسکرانے اور کبھی ہنسنے لگتی۔ عمل کے اس خاص حصے سے باہر آج تک کسی نے اسے ہنستا تو کجا مسکراتے ہوئے بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد ایک چابک لہراتے ہوئے بولی۔ "دیٹس آل، کم آن الگ ہو جاؤ۔ بہت ہو چکا۔ میں کہتی ہوں الگ ہو جاؤ۔"

اس نے نر کو ایک چابک رسید کیا، وہ الگ ہو کر دور چلا گیا بوڑھی خادمہ آہنی سلاخوں والا دروازہ کھول کر اندر آئی۔ سلطانہ نے پوچھا۔ "کیا میں تمھاری موجودگی میں سو گئی تھی؟"

"ہماری زندگی کی مالکہ! آپ نے ادائیگی کے سلسلے میں دو اجازت نامے دیے، پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے بعد میں چلی گئی۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ آپ سو گئی تھیں یا آپ نے صرف آنکھیں بند کی تھیں۔"

سلطانہ نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "ابھی تم نے کیا کہا؟ دو اجازت نامے؟"

"جی ہاں، مادام!"

"مائی سنس! میرا دماغ کمزور نہیں ہے۔ میں نے صرف عرفے گھوڑے کی ادائیگی کا اجازت نامہ دیا تھا۔"

"مادام! میں جھوٹ بولوں گی تو آپ کے قدموں میں جان جائے گی۔"

سلطانہ نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا، پھر حکم دیا۔ "جاؤ، وہ اجازت نامہ ابھی لے کر آؤ۔"

بوڑھی خادمہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئی۔ سلطانہ آفندی اسی جھولنے والی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ خادمہ نے وہ دونوں کاغذ ادب سے اس کی طرف بڑھائے۔ اس نے کاغذات ہاتھ میں لیے۔ پہلا کاغذ عرفی گھوڑے کی قیمت ادا کرنے کے سلسلے میں تھا۔ اس نے وہ کاغذ واپس کر دیا۔ دوسرے کو تعجب سے پڑھنے لگی۔ پھر جھولے سے اتر کر بولی۔ "کیا یہ میں نے لکھا ہے؟"

"جی ہاں مادام! آپ اپنی تحریر پہچان سکتی ہیں۔"

"کیا میں نے تمہارے سامنے لکھا ہے؟"

"جی ہاں، میری آنکھوں کے سامنے لکھا ہے۔"

"کیا تم نے اسے پڑھا ہے؟"

"میری کیا مجال کہ آپ کی تحریر بلا اجازت کے بغیر پڑھ لوں۔"

"پرسنل سیکرٹری سے رابطہ قائم کرو۔"

خادمہ نے وائی ٹاک کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ سلطانہ نے وائی ٹاکی ہاتھ میں لے کر پوچھا۔ "کیا میری تحریر کے مطابق پانچ لاکھ ادا کر دیے گئے ہیں؟"

"جی ہاں مادام!"

"کیا تمہارا اسسٹنٹ اس شخص کو پہچان سکتا ہے جو اس سے پانچ لاکھ لے گیا ہے؟"

"نو مادام! وہ پہچان نہیں سکے گا۔ اس نے اس شخص کا چہرہ نہیں دیکھا۔"

وہ غرا کر بولی۔ "کیوں نہیں دیکھا؟ کیا وہ اندھا ہو گیا تھا؟"

"مادام! جان کی امان چاہتا ہوں۔ آپ کی تحریر نہایت پراسرار تھی۔ اس شخص کو صرف کوڈ ورڈ کے ذریعے رابطہ قائم کرنے اور رقم ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ہم آپ کے غلام ہیں، آپ کے ہر حکم کی تعمیل نظریں جھکا کر اور سر جھکا کر کرتے ہیں۔ اسسٹنٹ نے بھی یہی کیا تھا۔"

"اسسٹنٹ کو بلاؤ۔" وہ حکم دے کر سوچ میں پڑ گئی۔ ذرا دیر بعد ہی اسسٹنٹ کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔ وہ بولی۔ "تمہارے سچ بولنے پر مجھے کروڑوں کا نقصان ہو جائے پھر بھی میں تمہیں معاف کر دوں گی۔ بلکہ انعام بھی دوں گی۔ بتاؤ، کیا تم نے اس شخص کی صورت دیکھی تھی؟"

"میں سچ کہتا ہوں، اس کے آنے اور پراسرار انداز میں رقم لے جانے والے کی صورت ایک بار ہی دیکھو۔"

"جی ہاں مادام! کئی بار تجسس پیدا ہوا۔ میں نے کئی بار چاہا، نظریں اٹھا کر دیکھوں، مگر میں قسم کھا کر کہتا ہوں، کوئی انجانی قوت مجھے میرے ارادے سے باز رکھ رہی تھی۔ جب وہ شخص قریب آیا تو یوں لگا جیسے میں روحانی طور پر غائب ہو گیا ہوں۔ پھر روحانی طور پر حاضر ہوا تو میں نے اس کا رٹ طوطا کو کریہ ہا ہوں اور جس مقام پر اسے پراپرٹی کیس دیا تھا وہاں سے ذرا دور آ گیا ہوں۔ میں نے جلدی سے کارروائی مکمل کی اور ٹرک کو روانہ کر دیا۔ پھر نظریں اوپر اٹھائیں۔ لیکن میں اس شخص کو دیکھ بھی لیتا تو پہچان نہ پاتا۔ میں اسے دیکھ نہیں پایا تھا۔ میری یہ باتیں سچ لگتی ہوں گی۔ کیونکہ اس نے جان بخشنے کا وعدہ کیا تھا اس لیے میں وہی کہہ رہا ہوں جو میرے ساتھ پیش آیا۔ میری ایک ایک بات سچ ہے۔"

وہ اپنے پتھر جیسے لہجے میں بولی۔ "مجھے یقین ہے تم سچ بول رہے ہو۔"

اس نے رابطہ ختم کر کے وائی ٹاکی کو بستر پر پھینک دیا۔ غرا کر خادمہ سے کہا۔ "جاؤ یہاں سے۔"

وہ جانے لگی۔ اس نے سخت لہجے میں کہا۔ "سنو، یہ معلوم کرو، میرے غلاموں میں ایسا کون ہے جو ٹیلی پیتھی کے متعلق خاص معلومات رکھتا ہے۔ ایسا کوئی ہو تو اسے آدھے گھنٹے میں ٹینگ روم میں بھیجو۔"

خادمہ چلی گئی۔ وہ سوچ رہی تھی: میں جادو ٹونے پر یقین نہیں رکھتی۔ ٹیلی پیتھی کے متعلق بھی یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ یہ علم جاننے والا اپنے معمول کو کس طرح ٹریپ کرتا ہے۔ کوئی اچھی معلومات رکھنے والا ہی اس پر روشنی ڈال سکتا ہے۔

وہ آدھے گھنٹے بعد محل کے خاص حصے سے نکل کر ٹینگ روم میں آئی۔ خادمہ نے کہا۔ "ہمارے محل میں ایسے تین افراد ہیں جو اس علم کو معلومات حاصل کرنے کی حد تک پڑھتے ہیں اور اس سلسلے میں تازہ ترین معلومات رکھتے ہیں۔"

"ان تینوں کو حاضر کرو۔"

وہ حاضر ہوئے۔ جھک کر سلام کیا پھر ادب سے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ سلطانہ نے ایک غلام کی طرف انگلی اٹھا کر سوال کیا۔ "کیا ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھ کر اس سے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرا سکتا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "جی ہاں مادام! یہ علم جاننے والا دوسرے کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے غائب دماغ بنا سکتا ہے اور اس کے غائب دماغ رہنے کے دوران اس سے اپنی مرضی کے مطابق اچھے کام بھی کرا سکتا ہے اور برے کام بھی۔"

"وہ جس کے دماغ میں آتا ہے کیا اس کے گھر میں خود اس سے چوری کرا سکتا ہے؟"

"جی ہاں مادام! یہ تو معمولی بات ہے وہ اپنے معمول سے قتل بھی کرا سکتا ہے۔ اپنے معمول کو اس کی جگہ چھوڑ کر اپنے گھر میں آنے پر مائل کر سکتا ہے۔"

"اگر معمول عامل کے گھر نہ جانا چاہے تو؟"

"تو وہ معمول کو غائب دماغ بنا لے گا۔ جب وہ حاضر دماغ ہو گا تو خود کو اپنے عامل کے گھر میں پائے گا۔ اسے پتا نہیں چلے گا کہ وہ کتنا فاصلہ طے کر کے وہاں پہنچا ہے۔"

"کیا اس جزیرے میں کوئی ایسا علم جاننے والا ہے؟"

دوسرے غلام نے کہا۔ "فرہاد علی تیمور صاحب ہیں۔"

وہ بولی۔ "میں یہ نام بارہا سن چکی ہوں، لیکن یقین نہیں آتا کہ وہ ایسا غیر معمولی علم جانتا ہو گا۔ لیکن آج میں تسلیم کرتی ہوں کہ تم نے فرہاد کو یہاں دیکھا ہے؟"

"جی نہیں مادام! آج ساحلی شاہراہ پر دو گروہوں کے درمیان خونریز کا تبادلہ ہوا، پھر وہ سب تھانے پہنچائے گئے۔ میں اتفاق سے وہاں موجود تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے پولیس افسر کو خلا میں تکتے دیکھا اور اپنے کانوں سے بار بار فرہاد صاحب کا نام سنا۔ ان دونوں کے درمیان خیال خوانی کے ذریعے گفتگو ہو رہی تھی۔"

سلطانہ آفندی نے حکم دیا۔ "اس پولیس افسر سے رابطہ قائم کرو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ ایک منٹ کے اندر رابطہ قائم ہو گیا۔ پولیس افسر نے کہا۔ "مادام! آپ نے مجھے یاد فرمایا، یہ میری خوش نصیبی ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت؟"

"میں آج فرہاد علی تیمور سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم ہوا تھا۔"

"جی ہاں مادام! یہ بھی میری خوش نصیبی ہے، فرہاد صاحب ایک عظیم انسان ہیں۔"

"کیا مجھ سے رابطہ قائم ہو سکتا ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ آپ نے یہاں کے سب سے بڑے بدمعاش مائٹی پاشا کا نام سنا ہو گا۔ فرہاد صاحب سے اس کی شناسائی ہے۔ میں پاشا سے معلوم کروں گا، اس کے کس طرح رابطہ قائم ہو سکتا ہے۔"

"کیا فرہاد جزیرے میں موجود ہے؟"

"میں یہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کیونکہ خیال خوانی کرنے والا دنیا کے ایک سرے پر بیٹھ کر دوسرے سرے والوں سے رابطہ قائم کر لیتا ہے۔"

"ابھی تم نے کہا تھا، فرہاد ایک عظیم انسان ہے کیا مائٹی پاشا سے شناسائی یا دوستی رکھنے والا عظیم ہوتا ہے؟"

"یہی تو ان کی عظمت ہے۔ ایک بدمعاش بے قصور پھنسیں جائے تو اسے بے قصور ثابت کرنے کے لیے بھی جیسے معمولی افسر کے پاس بھی پہنچ جاتے ہیں۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ میرے پانچ لاکھ ڈالر خیال خوانی کے ذریعے چرائے گئے ہیں تم یقین کرو گے؟"

"آپ جیسی عظیم ہستی کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں آنکھ بند کر کے یقین کروں گا۔"

"خیال خوانی کے ذریعے چوری ہوئی ہے، لہٰذا چور فرہاد ہوا۔"

"جی نہیں مادام! ہماری دنیا میں خیال خوانی کرنے والے شیطان بھی ہیں۔ ایسے ہی ایک شیطان نے اپنے آلۂ کاروں کو مائٹی پاشا کے نقاب میں لگایا تھا، لیکن اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ آپ کے ہاں خیال خوانی کے ذریعے چوری کرنے والا وہی شیطان ہو گا۔"

"اس کا نام کیا ہے؟"

"دنیا اسے سپر ماسٹر کے نام سے جانتی ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "ملائی گاڈ! تم اتنے بڑے ملک کے سپر ماسٹر کو شیطان کہہ رہے ہو۔ وہ جس ملک میں قدم رکھے گا، وہاں اس کے قدموں میں دولت چل آئے گی۔ پھر اسے پانچ لاکھ ڈالر چرانے کی کیا ضرورت پڑ سکتی ہے؟"

"مادام! وہ دنیا والوں سے خیال خوانی کے علم کو چھپاتا ہے اور فرہاد بن کر جگہ جگہ واردات کرتا ہے تاکہ فرہاد صاحب بدنام ہوتے رہیں۔"

وہ حقارت سے بولی۔ "تم آج تک اسی لیے معمولی افسر ہو۔ پولیس والے ہمیشہ اچھے برے کی تمیز نہیں کر سکتے۔ جو دنیا کے سب سے بڑے ملک کا سپر ماسٹر ہے، اسے شیطان کہتے ہو اور جو بدمعاشوں کی حمایت کرتا ہے، اسے عظیم انسان سمجھتے ہو۔ بہتر ہو گا، تم پہلی فرصت میں پولیس کی ملازمت چھوڑ دو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا، پھر خادمہ سے کہا۔ "میں آدھے گھنٹے کے اندر محل میں کہاں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

یہ حکم دے کر وہ ٹینگ روم سے چلی گئی۔ اپنے بیڈ روم میں پہنچ کر اس نے ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کر کے سپر ماسٹر کے ملک کے ایک سفیر سے رابطہ قائم کیا، پھر کہا۔ "میں سلطانہ آفندی بول رہی ہوں۔"

سفیر نے کہا۔ "یس مادام! آپ نے کیسے یاد کیا؟"

"میں آپ کے سپر ماسٹر سے فرہاد علی تیمور کے متعلق گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

"میں اپنے اعلیٰ حکام سے ابھی رابطہ قائم کروں گا۔ جیسے ہی سپر ماسٹر سے رابطہ قائم ہو گا، میں آپ سے بات کرا دوں گا۔"

سلطانہ نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے ابھی تک مائٹی پاشا اور دوسرے وفاداروں کو اپنے وہاں پہنچنے کی اطلاع نہیں دی تھی۔ تمام ضروری کاموں سے نمٹ کر اس کے پاس پہنچا تو وہاں سلطانہ آفندی کے مسلح افراد پہنچے ہوئے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا۔ "پاشا! تمہیں ہماری مادام نے طلب کیا ہے۔ فوراً چلو۔"

"مادام نے مجھے کیوں طلب کیا ہے؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔ ہمیں صرف اتنا حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں آدھے گھنٹے کے اندر محل میں پہنچایا جائے۔ تمہیں صرف تلاش کرنے میں ایک گھنٹا گزر گیا ہے۔"

"پھر تو مادام تمہیں سزا دیں گی؟"

"نہیں، ہم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر کے محل میں یہ خبر پہنچا دی تھی کہ تمہیں تلاش کیا جا رہا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں لباس بدل کر آ رہا ہوں۔"

پاشا گھبرایا ہوا تھا۔ دوسرے وفاداروں نے کاٹیج کے دروازے پر اسے روک کر کہا۔ "اگر تم نہ جانا چاہو تو ہم مادام کے آدمیوں کو فائرنگ کر کے بھگا سکتے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "بات بڑھ جائے گی۔ دونوں طرف سے فائرنگ ہوگی، پولیس آئے گی اور یہاں کی پولیس مادام کے خلاف کچھ نہیں کرے گی۔ پتا نہیں فریاد صاحب کہاں ہیں۔"

وہ کاٹیج کے اندر آیا۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ یہ باہر کون لوگ ہیں؟"

"مادام سلطانہ آفندی کے آدمی ہیں۔ مجھے مادام کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا۔ اگر انکار کروں گا تو یہ زبردستی لے جائیں گے۔"

"معاملہ کیا ہے؟"

"یہ تو وہاں جانے کے بعد ہی معلوم ہوگا۔"

"تو پھر جاؤ، ڈرتے کیوں ہو؟"

"وہ بہت خطرناک عورت ہے۔"

"تم اس جزیرے کے سب سے بڑے بدمعاش ہو کر ایک عورت سے ڈرتے ہو؟"

"وہ غلطی سے عورت بن کر پیدا ہوئی ہے۔ اصل میں بدمعاشوں کی بدمعاش ہے۔"

"جب اتنی ہی زبردست بدمعاش ہے، تو پھر تمہیں جانا ہی ہوگا۔"

"جی ہاں، مادام اور موت کا حکم ٹل نہیں سکتا۔ میں کسی بہانے دیر سے جانا چاہتا ہوں، شاید اس وقت تک فریاد صاحب آ جائیں۔"

"میرا مشورہ ہے، دیر نہ کرو۔ یہاں میں نے اور جوجو نے پناہ لی ہے۔ ادھر بھگدڑ مچ گئی تو ہم دشمنوں کی نظر میں آ جائیں گے۔"

وہ بے دلی سے بولا۔ "اچھی بات ہے، میں آپ دونوں پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ میں جا رہا ہوں، لیکن میری عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ آپ مشورہ دیں، اگر مادام نے مجھ پر پانچ لاکھ ڈالر کی چوری کا الزام لگایا تو مجھے کیا کہنا چاہیے، کیا کرنا چاہیے؟"

"کیا تم نے چوری کی ہے؟"

"میں نے نہیں کی۔ آپ کے پاپا نے وہ رقم اس محل سے نکال کر ہم تک پہنچا دی تھی۔ یہ جو وفادار نظر آ رہے ہیں یہ سب اسی رقم سے حاصل کیے گئے ہیں۔"

"اچھا تو یہ چکر ہے۔ بہرحال تمہیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ رقم تم نے تو محل سے غائب نہیں کی۔ ایک راز کی بات پوچھتا ہوں، کیا تم مرد ہو؟"

"جی! جی ہاں۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟"

"تو پھر مرد کی طرح جاؤ۔ مرد کی طرح اس عورت سے بات کرو۔ وہ چاہے کتنی ہی خطرناک ہو، آخر عورت ہی ہوگی۔"

وہ سر جھکا کر باہر آیا۔ پھر سلطانہ کے آدمیوں کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ گیا۔ ایسے ہی وقت میں اس کے ماتحت اس کے پاس آیا۔ اس نے بتایا کہ مادام کے آدمی پاشا کو پکڑ کر لے جا رہے ہیں۔ پاشا سے یہ طے پایا تھا کہ میں اس کے دماغ میں نہیں آؤں گا۔ اگرچہ وہ سُپر ماسٹر ختم ہو چکا تھا لیکن دوسرے خیال خوانی کرنے والے کی طرف سے خطرہ تھا۔ میں پاشا کے پاس نہیں گیا۔ سلطانہ کے پاس پہنچ گیا۔

وہ پھر بے چینی محسوس کرنے لگی۔ میں یہ معلوم کرنے لگا کہ وہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد اب تک کیا کرتی رہی ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا۔ وہ مجھے بدمعاش اور سُپر ماسٹر کو ایک عظیم انسان سمجھ رہی تھی۔ ادھر میں خیالات پڑھ رہا تھا، اُدھر وہ اضطراب کے عالم میں ٹہل رہی تھی۔ پھر وہ قدِ آدم آئینے کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "کون ہو تم؟ میں اپنے آپ سے نہیں، تم سے پوچھ رہی ہوں۔ مجھے کوئی غیر معمولی سی بات پہلے بھی محسوس ہوتی تھی، میں نے پہلی بار اسے نظر انداز کیا، جس کے نتیجے میں میرے پانچ لاکھ ڈالر گئے اور میں ظالن معمول بے وقت سو گئی۔ اب میں یقین سے کہتی ہوں، تم میرے دماغ میں ہو، اسی لیے میں بے چینی محسوس کر رہی ہوں، بتاؤ تم کون ہو؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ اس نے چند لمحوں کے بعد کہا۔ "تم خاموش رہ کر دھوکا نہیں دے سکتے۔ تم نے میرے دماغ میں رہ کر معلوم کر لیا ہوگا کہ مجھے مردذات سے سخت نفرت ہے۔ تم لوگ مرد کہلاتے ہو اور عورت سے کم تر ہو کر بزدلوں کی طرح خود کو چھپاتے ہو۔ مرد ہو تو سامنے آؤ، اپنا نام بتاؤ۔"

اس نے پرفیوم کی ایک بوتل اٹھائی پھر آئینے میں اپنا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "میرے سامنے آنے والا اور مجھ سے برتر کہلانے والا کبھی صحیح سلامت نہیں رہتا۔ میں اس کے چیتھڑے اُڑا دیتی ہوں۔"

اس نے بوتل پھینک ماری۔ ایک چھناکے کی آواز اُبھری۔ آئینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میں پاگل ہو گئی ہوں، اپنی ہی چیز کو نقصان پہنچا رہی ہوں، ہوں سے دشمن کا کیا بگڑے گا۔"

وہ غصے سے چیخ کر بولی۔ "میں اور پاگل؟ یہ میں خود کو کیا کہہ رہی ہوں؟ میں پاگل نہیں ہوں۔ اچھی طرح سمجھ رہی ہوں کہ دشمن موجود ہے۔ میں نے اسے دکھایا ہے کہ جس طرح آئینے کے ٹکڑے نظر آ رہے ہیں۔ اسی طرح اس کی ہڈیوں کے ٹکڑے نظر آئیں گے۔ گوشت میرے کتے کھا چکے ہوں گے۔"

میں نے اس کی سوچ میں بازگشت پیدا کی "کتے کھا چکے ہوں گے... ہوں گے... ہوں گے... گے... گے..."

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر خلا میں تکنے لگی پھر چیخ کر بولی۔ "نہیں، میرے دماغ میں اتنی دیر تک میری آواز کیسے گردش کر سکتی ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں پریشانی سے کہا۔ "مگر کر رہی تھی۔ اوہ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا اسے بھی میں ٹیلی پیتی کا عمل سمجھوں؟ نہیں، مجھے کوئی دوا یا مشروب استعمال کرنا چاہیے۔ شاید میرے دماغ کو سکون مل سکے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی فریج کے پاس گئی۔ اسے کھولا۔ ایک جگ میں فروٹ جوس بھرا ہوا تھا۔ اس نے جگ کو منہ لگا کر غٹا غٹ پیا۔ پھر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ ایسے وقت میں چپ چاپ اس کے دماغ سے نکل گیا۔ وہ یقیناً یہی سمجھ رہی ہوگی کہ ٹھنڈے ٹھنڈے جوس پینے سے دماغ کو سکون مل رہا ہے۔ میں نے ایک وفادار کے پاس پہنچ کر کہا۔ "اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ساؤتھ بار کے باہر کھڑے رہو اور میرے اگلے حکم کا انتظار کرو۔"

اس نے کہا۔ "ابھی یہاں سے جا رہا ہوں جناب!"

میں نے وفادار سے بات کرنے میں صرف پندرہ سیکنڈ صرف کیے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ابھی جوس پی رہی ہوگی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچتے ہی ٹھوکا لگایا۔ جوس اس کے حلق سے ناک میں آ گیا۔ جگ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ ایک ہاتھ سینے پر رکھ کر کھانسنے لگی۔ اس کا دوسرا ہاتھ ناک سے بہتے ہوئے مجوس کو پونچھ رہا تھا۔ وہ ایسی حالت میں میری سوچ کی لہروں کے باعث بے چینی محسوس نہیں کر رہی تھی۔ اپنے آپ کو سنبھالنے میں لگی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ کچھ آرام مل رہا تھا۔ اس نے انٹرکام کے ذریعے خادمہ کو طلب کیا۔ وہ فوراً حاضر ہو گئی۔ اس نے کہا۔ "شیشے کے ٹکڑے قالین سے صاف کرو۔"

وہ جلدی جلدی صفائی کرنے لگی۔ مغرور مادام آنکھیں بند کیے نوچ رہی تھی۔ "کیا اب بھی وہ میرے دماغ میں موجود ہے؟ میں حیران ہوں میرے ساتھ اتنی دیر تک کیا ہوتا رہا۔ کیا اس نے میرے دماغ میں رہ کر مجھے آئینہ توڑنے پر مجبور کیا تھا؟ نہیں! ایسا میں نے خود کیا تھا۔ اب ٹھکانے کا کھانسی ہونے لگے تو کیا میں اس کا الزام بھی اسے دوں گی، جبکہ ٹھکانے کا کھانسی یا چھینکیں قدرتی طور پر بے اختیار ہوتی ہیں۔ اوہ گاڈ! میں کیسے معلوم کروں کہ خیال خوانی کرنے والا کوئی موجود ہے یا نہیں۔"

میں اس کے فریب خادمہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ صفائی کرنے کے بعد اُلٹے سے سر جھکا کر بولی۔ "مادام! آپ کے حکم سے ہمارے آدمی پاشا کو لے آئے ہیں۔"

میں نے سلطانہ کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ اس کے لیے اس کے وجود کو ختم کر دیا۔ وہ بولی۔ "میں تھوڑی دیر کے لیے باہر جا رہی ہوں، پرسنل سیکرٹری سے کہو، میری موجودگی میں آہنی سیف کھولا جائے گا۔"

"میں مادام! آپ کی سواری کے لیے ہنڈا ایکارڈ نکال جائے یا رولس رائس؟"

"میں کسی معمولی گاڑی کو خود ڈرائیو کروں گی۔ میرے ساتھ کوئی باڈی گارڈ نہیں ہوگا۔"

"یس مادام!"

"میرے واپس آنے تک مائٹی پاشا کو قید میں رکھو، اب جاؤ یہاں سے۔"

وہ چلی گئی۔ سلطانہ نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر لباس تبدیل کیا۔ پھر اپنا لیٹر پیڈ اور قلم لے کر لکھنے لگی۔ "میں آج کی تاریخ میں جتنے میرے اور جواہرات لے جا رہی ہوں، اس کے ذمے دار میری خاص خادمہ اور پرسنل سیکرٹری نہیں ہیں۔ میں یہ تحریر اپنے ہوش و حواس میں لکھ رہی ہوں۔"

اس نے یہ لکھ کر دستخط کیے، پھر وہ کاغذ لے کر اپنے مخصوص رہائشی حصے سے باہر آئی۔ محل کی تمام کنیزیں اور خادم مستعد ہو گئے تھے۔ وہ جہاں سے گزرتی تھی سب جھک کر سلام کرتے تھے۔ مسلح گارڈ الرٹ بجا کر اٹینشن ہو رہے تھے۔ اس نے پرسنل سیکرٹری کے پاس آ کر وہ کاغذ دیا۔ پھر کہا۔ "اسے رجسٹر میں درج کرو اور سیف کھولو۔"

اس نے اپنی مالکہ کی تحریر کو ایک رجسٹر میں نوٹ کیا۔ پھر بوڑھی خادمہ کے ساتھ اس آہنی سیف کو کھولا۔ وہ دونوں اپنی مالکہ کے پیچھے کمرا نما سیف میں داخل ہوئے۔ اس نے حکم دیا۔ "ایک اٹیچی لاؤ۔"

اٹیچی حاضر ہو گیا۔ میں نے مادام کے ذریعے سب سے قیمتی ہیرے جواہرات نکالے اور انھیں اٹیچی میں ڈال دیا۔ پھر بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں، انھیں بھی اٹیچی میں رکھ کر بند کر دیا۔ وہ پچیس لاکھ ڈالر تھے۔ سلطانہ نے کہا۔ "یہ اٹیچی میری گاڑی میں رکھ دو۔"

وہ وہاں سے چلتی ہوئی، محل کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی باہر آئی۔ ایک باڈی گارڈ نے اس کے لیے اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ حکم دے چکی تھی کہ اس کے ساتھ کوئی نہیں جائے گا۔ پرسنل سیکرٹری نے اٹیچی لا کر اس کے ساتھ والی سیٹ پر رکھ دیا' دروازے کو بند کر دیا۔ وہ بولی۔ "میں نے جو تحریری اجازت نامہ دیا ہے اسے میں واپسی پر دیکھنا چاہتی ہوں۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے آگے بڑھا دیا۔ میں نے اس کے ذریعے ایک معمولی گاڑی کے لیے حکم دیا تھا تاکہ کوئی اس گاڑی کو دیکھ کر دور سے معلوم نہ کر سکے کہ ان کے سامنے سے مادام سلطانہ آفندی گزر رہی ہے۔ میں چاہتا تھا کوئی اسے پہلی نظر میں نہ پہچانے، اس طرح کوئی اٹیچی لے جانے والے کو بھی نہیں دیکھے گا۔ وہ وفادار اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ساؤتھ بار کے سامنے اپنی کار کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ سلطانہ نے اس کے قریب گاڑی روکی۔ وہ دونوں مادام کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "کیوں جان نکلی جا رہی ہے۔ میں فریاد ہوں، مادام سلطانہ آفندی کی زبان سے بول رہا ہوں۔ ساتھ والی سیٹ پر رکھا

ہوا اٹیچی کیس اٹھاؤ اور یہاں سے چلے جاؤ۔ کم آن، بی فاسٹ۔"

وہ دوڑتا ہوا کار کی دوسری طرف آیا۔ دروازہ کھول کر اٹیچی لے کر پھر دروازے کو بند کر کے اسی طرح دوڑتا ہوا گیا اور اپنی گاڑی میں جا بیٹھا اس کا ساتھی گاڑی کو ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ ایک منٹ بعد سلطانہ نے کار اسٹارٹ کی۔ اسے ڈرائیو کرتی ہوئی سمندر کے ساحل پر آئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ذرا ڈھیل دی۔ وہ ایک دم سے چونک گئی۔ خود کو کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر بوکھلا گئی۔ کھڑکی کے باہر سمندر دیکھ رہا تھا۔ وہ بے اختیار بڑبڑانے لگی۔ "میں تو اپنی خوابگاہ میں تھی۔ یہاں کیسے آگئی؟"

ابھی اسے جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے پھر پوری طرح قبضہ جمالیا۔ وہ آرام سے ڈرائیو کرتی ہوئی محل کے احاطے میں داخل ہوگئی۔ کار کو ایک جگہ روک کا کتنے ہی ملازم دوڑتے ہوئے آئے۔ ایک نے کار کا دروازہ کھولا۔ میں اسے اس کے ہی پُرغرور انداز میں چلاتا ہوا محل کے اندر لے گیا۔ پرسنل سیکرٹری نے اکڑ کر کہا۔ "مادام! آپ نے حکم دیا تھا کہ آپ کی واپسی پر آپ کی یہ تحریر میں پڑھوں۔"

میں نے سلطانہ کو آزاد کر دیا۔ وہ پھر چونک گئی۔ شدید حیرانی سے دیکھا، نہ اس کی خواب گاہ تھی، نہ سمندر کا کنارہ تھا اور نہ ہی وہ کار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ خود کو محل کے اندر دیکھ رہی تھی۔ پرسنل سیکرٹری اس کے سامنے ادب سے جھکا ہوا ایک کاغذ پیش کر رہا تھا۔ وہ چند لمحوں تک سکتے کے عالم میں رہی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ ٹیلی پیتھی کے چکر میں آگئی ہے۔ کوئی اسے غائب دماغ بنا کر محل سے باہر لے گیا تھا۔ وہ اپنے باڈی گارڈز اور غلاموں کے سامنے یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ ایک مرد اسے اپنی مرضی کے مطابق نچا رہا ہے، وہ اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ یہ ظاہر ہونے سے پہلے مرجانا پسند کرتی۔

اس نے پیشانی پر بل ڈال کر سیکرٹری سے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

اس نے اپنی بات دُہرائی۔ سلطانہ یقین نہیں کرنا چاہتی تھی اور سیکرٹری کو جھوٹا بھی نہیں کہہ سکتی تھی کیونکہ وہ ایسا پہلے بھی کر چکی تھی۔ اس نے سیکرٹری کے ہاتھ سے کاغذ کو جھپٹ کر دیکھا۔ اپنی تحریر کو پڑھ کر اپنی حیرانی کو نہ چھپا سکی۔ جلدی سے آگے بڑھ کر بولی۔ "ادھر آؤ۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس دفتری کمرے میں پہنچی، جہاں ایک بڑے کمرے کے برابر آئرن سیف تھا۔ اور جس میں قارون کی دولت چھپی ہوئی تھی۔ اس نے مسلح گارڈز کو وہاں سے جانے کا حکم دیا پھر ان کے جانے کے بعد سیکرٹری اور اپنی خاص خادمہ پر ایک نظر ڈالی۔ اس کے بعد خادمہ سے پوچھا۔ "تم قالین کی صفائی کے بعد چلی گئی تھیں، اس کے بعد کیا ہوا؟"

"میری جان کی مالکہ! میں نے آپ کے حکم کے مطابق سیکرٹری کو اطلاع دی کہ آپ یہاں تشریف لانے والی ہیں۔ محل کے باہر جا کر آپ کا حکم سنایا کہ آپ کے لیے ایک عام سی کار لائی جائے کہیں تشریف لے جائیں گی اور آپ کے ساتھ کوئی نہیں جائے گا۔"

"کیا یہ تمام احکامات میں نے دیے تھے؟"

"جی ہاں، مادام! میں غلط بیانی سے پہلے آپ کے قدموں میں جان دے دوں گی۔"

وہ سیکرٹری سے بولی۔ "تم بتاؤ، کیا میں یہاں آئی تھی؟"

"یس مادام! آپ یہاں تشریف لائی تھیں۔"

"میں نے یہاں کیا کہا تھا اور کیا کیا تھا؟"

پرسنل سیکرٹری تفصیل سے ایک ایک بات بتانے لگا۔ بوڑھی خادمہ اس کی تائید کر رہی تھی۔ سلطانہ آفندی نے تمام باتیں سُننے کے بعد پوچھا۔ "میں اٹیچی میں کتنی رقم اور ہیرے جواہرات لے گئی تھی؟"

سیکرٹری نے جواب دیا۔ "رقم گڈیوں کی صورت میں تھی۔ میں نے اسی وقت حساب لگایا تھا، وہ پچیس لاکھ ڈالر تھے۔ ہیرے جواہرات تقریباً آدھی اٹیچی میں تھے، میں ان کی قیمت کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔"

وہ سمجھ رہی تھی، ہیرے جواہرات ملا کر تقریباً ایک کروڑ ڈالر کے برابر رقم ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اسے اتنے بڑے نقصان کا ذرا ملال نہ تھا، وہ اس سے زیادہ دولت پھر حاصل کر سکتی تھی اسے فکر تھی کہ یہی سلسلہ رہا تو ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے کنگال بنائے گا اور کنگال ہونے کی فکر سے بھی زیادہ اسے توہین کا احساس ہو رہا تھا۔ ایک مرد اُسے اپنے اشاروں پر نچا رہا تھا۔ اگر یہ بات دوسروں کو معلوم ہوگئی تو توہین کا شدید احساس اسے مار ڈالے گا۔

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے پرسنل سیکرٹری اور اپنی خاص خادمہ کو دیکھے جا رہی تھی اور مارے خوف کے ان دونوں کی جان نکلی جا رہی تھی۔ اس نے حکم دیا۔ "یہ بات اس کمرے سے باہر نہیں جانے گی۔"

دونوں نے جھک کر کہا۔ "یس مادام!"

اس نے خادمہ سے کہا۔ "مانٹی پاشا کو سٹنگ روم میں حاضر کرو۔ اس سے پہلے میرے خاص سراغرسانوں کو پیش کرو۔"

وہ سر جھکائے اُلٹے قدموں وہاں سے چلی گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سیکرٹری نے ریسیور اٹھایا، دوسری طرف کی باتیں سُنی، پھر کہا۔ "مادام! سفیر صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

سلطانہ آفندی نے ریسیور لے کر پوچھا۔ "ہیلو! کیا سپریمو سے بات ہو سکتی ہے؟"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "سوری مادام! ابھی اطلاع ملی ہے کہ فرہاد علی تیمور نے ہمارے اعلیٰ حکام کی موجودگی میں سپریمو کو ہلاک کرا دیا ہے۔"

وہ بولی۔ "یہ کتنے تعجب کی بات ہے، تمہارا ملک دنیا کا نمبر ون سپریمو رہا ہے اور تم کہتے ہو، تمہارے اعلیٰ حکام کی موجودگی میں فرہاد نے کسی ایرے غیرے کو نہیں، سپریمو کو قتل کیا ہے۔ جیسے یہ کوئی بچوں کا کھیل ہو۔ کیا فرہاد کو گرفتار کیا گیا ہے؟"

"مادام! آپ شاید ٹیلی پیتھی کے متعلق زیادہ نہیں جانتیں۔ فرہاد کو پکڑنا، ہوا کو مٹھی میں پکڑنے کی نادانی ہے۔ دنیا کا کوئی ملک، کوئی طاقت، فرہاد کو دشمن بنانے کی حماقت نہیں کرتی۔"

"کوئی مقتول سپریمو ٹیلی پیتھی جانتا تھا؟"

"سوری مادام! میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ خادمہ باوقار افراد کے ساتھ وہاں آئی۔ ان میں دو بوڑھے اور تین جوان تھے۔ وہ سب سلطانہ آفندی کے بہت ہی ذہین اور تجربہ کار جاسوس تھے۔ اس کے سامنے آکر ادب سے جھک کر سلام کر رہے تھے۔ وہ ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھ کر بولی۔ "میں جو بات کہنے جا رہی ہوں، وہ بات یہاں سے باہر نہ جائے۔ یہ ایک راز ہے جسے تم سب اپنے سینے میں چھپا کر رکھو گے اور جو کام تمہیں سونپا جا رہا ہے، اسے بخوبی انجام دو گے۔"

ان سب نے خاموشی سے ہاتھ باندھ کر سر کو جھکا لیا جب تک مالکہ سوال نہ کرتی۔ ان میں سے کوئی زبان ہلانے کی جرأت نہ کرتا۔ وہ بولی۔ "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آتا ہے، ابھی وہ مجھے مالی طور پر نقصان پہنچا رہا ہے۔ آئندہ نہ جانے اس کے ہاتھوں اور کیسے کیسے نقصانات اٹھاؤں گی۔ اس سے پہلے میں حفاظتی اقدامات کرنا چاہتی ہوں۔ اور اس سے بھی پہلے یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں، تم لوگ ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہو، جب تک تم اپنی حفاظت نہیں کرو گے، میری حفاظت بھی نہیں کر سکو گے۔"

مادام نے ان سے سوال کیا تھا، وہ جواب دینے والے تھے۔ اچانک بوڑھے جاسوس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے جاسوس ساتھیوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ آگے بڑھ کر ایک کاغذ پر لکھا۔ "مادام! ہمارا پہلا حفاظتی اقدام یہی ہے کہ آج سے ہم تمام جاسوس گونگے بن جائیں اور آپ کے ہر سوال کا تحریری جواب دیں کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے مقابل کی آنکھوں میں جھانک کر یا اس کی آواز اور لب دلہجے کو سن کر دماغ میں پہنچتا ہے۔ ہم گونگے رہیں گے اور آنکھوں پر لینس چڑھائے رکھیں گے تو وہ ہمارے دماغوں میں کبھی نہیں آسکے گا۔"

اس نے وہ تحریر مادام کو پیش کی۔ وہ اسے پڑھ کر بولی۔ "مجھے خوشی ہے، تم نے بروقت حفاظتی اقدام کیا ہے۔ کیا تم مجھے کسی طرح اس کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھ سکتے ہو؟"

اس نے وہ تحریر مادام سے لے کر اپنے ساتھیوں کو پڑھنے کے لیے دی تاکہ وہ بھی گونگے بن جائیں پھر اس نے دوسرے کاغذ پر لکھا۔ "کسی کی خیال خوانی سے بچنے کے لیے دماغ کا بہت زیادہ حساس ہونا ضروری ہے۔ ماشاءاللہ آپ جسمانی اور دماغی طور پر کافی صحت مند ہیں کہ آپ پر ٹیلی سوتھ کی لہروں کو محسوس کرتی ہیں۔"

"ہاں، میں بے چینی سی محسوس کرتی ہوں، اب بھی کر رہی ہوں۔"

اس نے لکھا۔ "آپ فوراً سانس روک لیں۔"

اس نے سانس روکی، میں اس کے دماغ سے نکل گیا۔ اگر میں چاہتا تو سلطانہ کی زبان سے حکم دیتا کہ کوئی گونگا بن کر نہیں رہے گا۔ پھر وہ ٹیلی پیتھی کا شکار ہو جانا منظور کر لیتے، لیکن مادام کے حکم سے انکار نہ کرتے۔ فوراً بول پڑتے۔ مگر میں نے جان بوجھ کر ڈھیل دی۔ میں اس مغرور عورت کو ہر طرح بچاؤ کا موقع دے کر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ فولاد کے حفاظتی قلعے میں بیٹھ کر بھی مجھ سے برتر نہیں رہ سکے گی۔ ایک نہ ایک دن اسے کسی مرد کے تابع ہونا پڑے گا۔

میں نے وفاداروں کے پاس آکر دیکھا۔ انھوں نے بڑی دلجمعی سے وہ اٹیچی لاکر پارس کے حوالے کر دیا تھا۔ میں نے کہا۔ "وہ اٹیچی وفاداروں کو واپس کر کے انھیں تاکید کرو، اسے ایسی جگہ چھپایا جائے جہاں تلاش کرنے والے نہ پہنچ سکیں۔"

"پاپا! ہمارے معاملات ہی کچھ کم پریشان کن نہیں تھے۔ آپ اب مادام سلطانہ آفندی کو ایک نیا مسئلہ بنا رہے ہیں۔ کیا اس سے چھیڑ چھاڑ کرنا ضروری ہے؟"

میں نے کہا۔ "اس جزیرے میں سپر ماسٹر اور اسرائیلی ایجنٹوں سے نمٹنے کے لیے ہمیں بھی وفاداروں کی ضرورت تھی اور دوسروں کو وفادار بنائے رکھنے کے لیے بڑی بڑی رقموں کی ضرورت پڑتی ہے۔ سلطانہ نہایت ہی مغرور اور بے رحم عورت ہے۔ وہ غریبوں اور حاجت مندوں سے وحشیانہ سلوک کرتی ہے۔ انھیں طرح طرح سے اذیتیں پہنچاتی ہے، پھر انھیں کچھ رقم دیتی ہے۔ جس دولت کے بل پر وہ ایسے مظالم ڈھاتی ہے، میں وہی دولت اس سے حاصل کر کے اپنے ضرورت مند وفاداروں کو دے رہا ہوں۔"

"کیا آپ جو جو کے لیے کچھ کر رہے ہیں؟"

"انشاءاللہ وہ آج رات یہاں سے روانہ ہو جائے گی۔"

"آپ نے وعدہ کیا ہے، آپ بھی جائیں گے۔"

"ہاں، مگر میں کہیں اور جاؤں گا۔ جو جو کی روانگی کے بعد تمہارے معاملات سے الگ ہو جاؤں گا۔"

میں اس سے باتیں کرنے کے بعد پھر سلطانہ کے پاس پہنچا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے پرسنل سیکرٹری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب وہ آہستہ آہستہ سانس لے رہی تھی اور خوش ہو کر اس بوڑھے جاسوس سے کہہ رہی تھی۔ "ابھی وہ آیا تھا۔ میں نے سانس روکی تو چلا گیا۔ میں اپنے اندر اسے محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ تم نے مجھے محفوظ رہنے کی بہت اچھی تدبیر بتائی ہے۔ میں آج سے تمہیں اپنا

خاص باڈی گارڈ مقرر کرتی ہوں۔ یہ کہہ کر شری اچاسوس جوآد کو پچپن ہزار ڈالر انعام دیا۔"

بوڑھے جاسوس جوآد نے جھک کر سلام کیا، پھر ایک کاغذ پر لکھا۔ "خیال خوانی کرنے والے سے محفوظ رہنے کی ایک اور تدبیر ہے۔ اگر کوئی تنویمی عمل کرنے والا آپ کو معمول بنا کر آپ کے دماغ کو حساس رہنے کا حکم دے تو آپ ہفتے دو ہفتے یا ایک ماہ تک ٹیلی پیتھی کے حملوں سے محفوظ رہیں گی۔ کوئی آپ کو نیند کی حالت میں بھی ٹریپ نہیں کر سکے گا۔"

سلطانہ نے وہ تحریر پڑھ کر کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "یہ تدبیر واقعی عمدہ ہے، لیکن میں تنویمی عمل کے ذریعے بھی کسی کو خود پر حاوی نہیں ہونے دوں گی۔ کوئی مجھے اپنی معمولہ بنائے، یہ میں برداشت نہیں کر سکتی۔ کوئی اور تدبیر سوچ کر بتاؤ۔"

اس نے لکھا۔ "ایک آخری تدبیر یہی ہے کہ آپ صبح و شام یوگا کی مشقیں کریں اور ہر دوسرے تیسرے دن سانس روکنے کا وقت بڑھاتی جائیں۔ اگر آپ پانچ منٹ بھی سانس روکنے کی عادی ہو جائیں گی تو آپ کو کسی کی ٹیلی پیتھی سے بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"یہ معقول تدبیر ہے۔ میں اس پر عمل کروں گی۔ اب تمہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ فرہاد اس جزیرے میں موجود ہے یا نہیں؟ آج خیال خوانی کے ذریعے میرے مہرے جو اہرات چرائے گئے ہیں نقد رقم ملا کر تقریباً ایک کروڑ کی چوری ہو چکی ہے۔ اتنی دولت، اتنی جلدی جزیرے سے باہر نہیں جا سکے گی۔ اگر فرہاد یہاں نہیں ہے تو معلوم کرو، اتنا مال کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ اس نے کسی کو اپنا آلۂ کار ضرور بنایا ہوگا۔ تم لوگ مائنٹی پاشا کو اچھی طرح جانتے ہو۔ پتا چلا ہے، فرہاد سے اس کی شناسائی ہے۔ وہ ڈنگ روم میں موجود ہے۔ اس سے کچھ اگلوانے کی کوشش کرو۔"

میں پاشا کے پاس آیا۔ اس نے بے اختیار سانس روک لی۔ چونکہ وہ اپنی گرفتاری سے پریشان تھا اور کئی گھنٹوں سے میرا انتظار کر رہا تھا، اس لیے سانس لیتے ہوئے بولا۔ "آپ نے تو کہا تھا، میرے دماغ میں نہیں آئیں گے۔ میں کیسے یقین کروں، آپ ہیں۔"

"کیونکہ تمہارے ساتھ کوڈورڈز مقرر نہیں ہوئے تھے لہٰذا تمہاری تسلی کے لیے کچھ ایسی باتیں بتا رہا ہوں جو دشمن خیال خوانی کرنے والوں کے علم میں نہیں ہیں۔ میں تمہارے ماتحت کے ذریعے تم سے باتیں کرتا تھا۔ تم نے مادام کے ماتحت سے بریف کیس لیتے ہوئے کوڈورڈز میں کہا تھا، دولت صرف موت کے بعد پیچھا نہیں چھوڑتی زندگی میں بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔"

اس نے کہا۔ "بس فرہاد صاحب! مجھے یقین ہو گیا ہے۔ خدا کا شکر ہے، آپ آ گئے۔ میں اس جلاد دعوت کی قید میں ہوں۔ آپ ہی مجھے یہاں سے نکال سکتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "یہاں تم سے پوچھ گچھ ہوگی۔ تم بھی خیال خوانی کے ذریعے ہونے والی چوری کا اعتراف نہ کرنا۔ صرف یہ بہانہ کرنا کہ تم فرہاد کے بچوں کے محافظ ہو۔ اس لیے ہمارے درمیان رازداری ہے۔ میں بھی بیان دوں گا۔ لیکن وہ حقیقت اگلوانے کے لیے تم پر ظلم کرے گی۔"

"میں تمہارے پاس رہوں گا۔ تم پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

جاسوس جوآد ایک شخص کے ساتھ اس کمرے میں آیا۔ اس شخص نے کہا۔ "پاشا! کھڑے ہو جاؤ۔ مادام تشریف لا رہی ہیں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس دروازے کی طرف دیکھنے لگا جہاں سے وہ داخل ہونے والی تھی، لیکن وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ چند لمحوں اور چند منٹوں کا انتظار بھی ایسے وقت جان لیوا ہوتا ہے، جب جان سولی پر لٹکی ہو۔ محل کے دور افتادہ حصے سے اچانک کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ پاشا نے سہم کر کہا۔ "فرہاد صاحب! ان کتوں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ انسانی گوشت کھاتے ہیں۔"

"اپنے دل سے خوف نکال دو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

میں سلطانہ کے ایک باڈی گارڈ کے دماغ میں پہنچا پھر اسے دوڑاتا ہوا سٹنگ روم کے دروازے تک لے آیا۔ محل کے اندرونی دروازے سے سلطانہ آفندی داخل ہو رہی تھی۔ اس کے آگے دو کتے تھے جن کی زنجیریں وہ تھامے ہوئے تھی۔ میرا خیال ہے، مائنٹی پاشا کی حالت غیر ہو رہی ہوگی۔ میں اس کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔ باڈی گارڈ کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ اسے دروازے کی آڑ میں چھپا کر روک رکھا تھا۔ سلطانہ اسے دیکھ نہیں سکتی تھی۔

وہ کمرے میں آتے ہی پاشا کو حقارت سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تمہارے جیسے بدمعاش مائنٹی کہلاتے ہیں، جب کہ تمہیں کتا بھی نہیں کہلانا چاہیے، کیونکہ کتے تم سے زیادہ بدمعاش ہوتے ہیں۔ ابھی زنجیریں چھوڑ دوں تو تمہاری ایک بوٹی بھی نظر نہیں آئے گی۔"

وہ عاجزی سے بولا۔ "مادام! میرا قصور کیا ہے؟"

ایک شخص نے ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اپ! کیا تم نہیں جانتے، جب تک مادام کوئی سوال نہ کریں، ہر مائنس کے سامنے کوئی زبان کھولنے کی جرأت نہیں کرتا۔ آئندہ یہ بات یاد رکھنا۔"

سلطانہ نے پوچھا۔ "فرہاد کہاں ہے؟"

"تھوڑی دیر پہلے میرے دماغ میں تھے۔ ابھی آنے کے لیے کہہ گئے ہیں۔"

"کیا وہ اسی جزیرے میں ہے؟"

"وہ یہاں آنے والے تھے۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا، وہ آئے ہیں یا نہیں۔"

"اس سے تمہاری شناسائی کیسے ہوئی؟"

"میں نے ہسپتال میں ان کے بچوں کو بلڈ ڈالنا چاہا تھا۔ میں نے بچوں کی جان بچائی اور اب ان کی حفاظت کر رہا ہوں۔ اس لیے وہ مجھ سے خوش ہیں۔"

"اور اس خوشی میں وہ تمہیں لاکھوں ڈالر اور میرے جواہرات دے رہا ہے!"

"میں کیا فرما رہی ہیں! میں نے ان سے دوستی کی ہے اور میں آپ سے دوستی میں معاوضہ نہیں لیا جاتا۔"

"بچوں مت کرو۔ میں صرف تین تک گنتی ہوں۔ اتنی دیر میں تم نے چوری کے مال کی نشاندہی نہ کی تو کتے چھوڑ دوں گی۔ ایک۔"

"میں سچ کہتا ہوں۔ میرے پاس چوری کا مال نہیں ہے۔"

"دو۔ تین۔" وہ بڑی ظالم عورت تھی۔ اس نے تین کہتے ہی زنجیریں چھوڑ دیں۔ کتے خوفناک غراہٹ کے ساتھ یوں پاشا کی طرف لپکے جیسے بہت دنوں بعد انسانی گوشت مل رہا ہو۔ لیکن وہ محض لپک کر رہ گئے۔ بٹھائیں بٹھائیں کی آواز کے ساتھ دو گولیاں چلیں۔ دونوں فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔ باڈی گارڈ نے کمرے میں داخل ہو کر ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ "خبردار! کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔"

سلطانہ آفندی نے چیخ کر کہا۔ "تم میرا نمک کھاتے ہو اور مجھ پر ریوالور تان رہے ہو؟ یہ جانتے ہو، یہ کتے تم جیسے کتوں سے زیادہ مہنگے تھے۔ اور تم نے انھیں گولی مار دی۔"

باڈی گارڈ نے کہا۔ "اس وقت تیرے سامنے تیرا نمک خوار باڈی گارڈ نہیں، فرہاد علی تیمور ہے۔"

"فرہاد؟" اس نے بے یقینی سے کہا۔ "تم میرے غلام کی زبان سے بول رہے ہو؟"

"ہاں، میں نے تیرے جیسی کتیا پہلی بار دیکھی ہے جو اپنے کتوں کو بے قصور انسانوں کا گوشت کھلاتی ہے۔"

"یو شٹ اپ!" وہ حلق پھاڑ کر چیختی ہوئی بولی۔ "کوئی میرے سامنے اونچی آواز میں نہیں بولتا اور تو نے مجھے کتیا کہا ہے۔ بلاؤ تمام باڈی گارڈز کو۔ اسے گولیوں سے چھلنی کر دو۔ نہیں نہیں! اسے زنجیروں سے جکڑ دو۔ میں اسے ٹھوکریں ماروں گی، میں اس پر تھوکوں گی۔"

وہ شدید غصے میں چیختے وقت مجھے اپنے دماغ میں محسوس نہ کر سکی۔ بات پوری کرتے ہی جب اس نے بے چینی سی محسوس کی تو میں نے سانس روکنے سے پہلے ہی دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتی ہوئی دیوار سے ٹکرائی، پھر فرش پر گری۔ اس کے غلام اسے سنبھالنے کے لیے لپکے۔ میں نے دوسرا جھٹکا پہنچایا۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر یوں ایڑیاں رگڑنے لگی جیسے دم نکل رہا ہو۔

اس محل کے لوگ بہت مستعد تھے، فوراً ہی محل کے ڈاکٹر کو لے آئے تھے۔ مادام کو سہارا دے کر صوفے پر بٹھایا گیا تھا۔ ڈاکٹر پوچھ رہا تھا۔ "مادام! پلیز اپنی تکلیف بتائیں۔"

وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی۔ "میرا سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا ہے، میرے سر کی تکلیف فوراً دور کرو۔"

میں نے ڈاکٹر کے ذریعے اعصاب شکن دوا کا ایک انجکشن تیار کیا، پھر سرنج کی نوک اس کے بازو میں پیوست کر کے وہ دوا اس کی رگوں میں پہنچا دی۔ وہ تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی، دماغی تکلیف قدرے کم ہو گئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اس کے حکم کے مطابق بے چارے باڈی گارڈ کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "سلطانہ! تو مجھے زنجیروں میں جکڑ کر ٹھوکریں مارنا چاہتی تھی، مجھ پر تھوکنا چاہتی تھی۔ لیکن میں تو تیرے اندر ہوں۔ مجھ پر تھوکنے کے لیے اپنے آپ پر تھوکنا ہوگا۔"

اس نے سانس روکنے کی ناکام کوشش کی، میں نے کہا۔ "میں تیرے محل کے ایک ایک فرد کے اندر پہنچ سکتا ہوں۔ میں نے تیرے ڈاکٹر کے ذریعے تیرے اعصاب کو کمزور بنا دیا ہے۔ تو سانس نہیں روک سکے گی اور جس نے تجھے سانس روکنے کی تدبیر سمجھائی ہے، میں اس کے دماغ میں بھی پہنچ سکتا ہوں۔ یہ دیکھ۔"

میں نے باڈی گارڈ کے اندر پہنچ کر اس کا زنجیروں والا ہاتھ زور سے جاسوس جوآد کے منہ پر مارا۔ وہ چیختا ہوا پیچھے گیا۔ دوسرے مسلح افراد نے باڈی گارڈ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ میرا کام بن گیا۔ آہنی زنجیر منہ پر لگنے سے جوآد بری طرح زخمی ہوا تھا۔ بے اختیار اس نے باڈی گارڈ کو چیلنج کیا۔ میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچا کر اسے مادام کے پاس پہنچا دیا۔ پھر اس کی زبان سے کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں، اگر یہ جاسوس مارکھا کر بے اختیار نہ بولتا اور ممتاز رہنا چاہتا تو میں تیرے کسی باڈی گارڈ کے ذریعے اسے گولی مار کر زخمی کر دیتا۔ اب بتا تیرے محل میں تیرا کون محافظ رہ گیا ہے؟"

وہاں خاموشی چھا گئی۔ اس محل میں مادام سلطانہ آفندی کا خوف چھایا رہتا تھا۔ آج ٹیلی پیتھی کی رسائی طاری تھی۔ جاسوس جوآد نے پوچھا۔ "مسٹر فرہاد! آپ خواہ مخواہ ہماری مادام کے دشمن کیوں بن گئے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "یہی سوال میں کرتا ہوں۔ مائنٹی پاشا کا کوئی جرم ثابت کیے بغیر کیوں روشنی کی جا رہی ہے؟ یہ میرے بچوں کی محافظ ہے، میرا محسن ہے، اس پر کتے کیوں چھوڑے گئے؟"

"محل سے تقریباً ایک کروڑ ڈالر خیال خوانی کے ذریعے چرائے گئے ہیں۔ آپ برا نہ مانیں، شبہ آپ پر بھی ہو سکتا ہے۔"

"میں ابھی تمہاری بات کا جواب دوں گا، پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ پاشا پر کتے کیوں چھوڑے گئے؟"

جو آدھے پریشان ہو کر اپنی مادام کو دیکھا۔ وہ بولی۔ "اس جزیرے پر میری حکومت ہے۔ مجھے جس پر غصہ آتا ہے' میں اسے کتوں سے نچوا دیتی ہوں۔"

"تو جزیرے پر حکومت کرتی ہے۔ میں تیرے دماغ پر حکومت کر رہا ہوں۔ میری حکمرانی سے انکار کرے گی تو تجھے تیرے ہی کتوں سے نچوا دوں گا۔ تو گھڑ سواری کرتی ہے' غریبوں اور محتاجوں کو پولو اسٹک سے مار مار کر لہولہان کرتی ہے' پھر ان کے سامنے کچھ سکے پھینک دیتی ہے جس دولت کے غرور میں تو ایسا کرتی ہے' میں وہ دولت یہاں سے ٹرانسفر کر رہا ہوں۔ بہت جلد تجھے کنگال بنا دوں گا۔ پھر گھوڑے پر بیٹھ کر ہاتھ میں پولو اسٹک لے کر تجھے مارتے مارتے لہولہان کر کے پوچھوں گا۔ بول محتاج عورت! تجھے کتنی رقم کی ضرورت ہے؟"

وہ چیخ کر بولی۔ "تو ایسا نہیں کر سکتا۔ ایسا ہونے سے پہلے میں جان دے دوں گی۔"

"تو اپنی موت سے پہلے نہیں مرے گی۔ یقین نہ ہو تو خودکشی کی کوشش کر کے دیکھ لے۔"

"تو مرد نہیں ہے' مرد عورت کو فتح کرتا ہے' اس کے دماغ کو کمزور نہیں بناتا ــــ اگر مرد ہے تو سامنے آ۔ یہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار کیسا استعمال کرتا ہے' اپنے بازو استعمال کر۔"

"ہماری دنیا میں لوگ طاقت کے بل پر غالب آتے ہیں۔ کسی کے پاس جسمانی قوت ہوتی ہے' کسی کے پاس دماغی توانائی۔ کسی کے پاس ہتھیاروں کا زور ہوتا ہے' کسی کے پاس دولت کی بے پناہ طاقت ہوتی ہے۔ تیرے پاس دولت ہے' میرے پاس ٹیلی پیتھی ہے۔ اگر ہم اپنی اپنی طاقت سے خالی ہو جائیں گے تو سارے جھگڑے خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ ہم دونوں عام انسانوں کی طرح محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ بھریں گے۔ میں تیرے کہنے کے مطابق ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہیں کروں گا۔ تو اپنی دولت استعمال نہ کر۔ سب کچھ چھوڑ کر محل سے باہر آ جا۔ میں اس ربّ العزت کی قسم کھاتا ہوں جس نے مجھے عزت دی' میں تیرے دماغ میں کبھی نہیں آؤں گا اور تو دیکھے گی کہ خدا تجھے اس محل سے زیادہ عزت دے گا کیونکہ یہاں خوف و دہشت کے باعث تجھے جبراً عزت دی جاتی ہے۔ محل سے باہر تیرا کردار اچھا ہو گا تو لوگ راضی خوشی سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ کیا میری بات تیرے پلے پڑ رہی ہے؟"

"کیا تو مجھے نادان عورت سمجھتا ہے؟ کیا میں تیری نصیحت سن کر اربوں ڈالر سے محروم ہو جاؤں گی اور یہ محل چھوڑ دوں گی؟"

"کیا تو مجھے احمق سمجھتی ہے کہ میں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہیں کروں گا اور ایک کمزور آدمی کی طرح تیری پولو اسٹک کی مار کھانے آ جاؤں گا؟ مجھ سے غلطی ہوئی' میں نے تجھے اچھی باتیں سمجھائیں۔ مجھے یہ سمجھ لینا چاہیے تھا کہ تو کتوں کے ساتھ رہتی ہے۔ تیری دُم بھی ٹیڑھی ہی ہو گی۔"

وہ توہین کے احساس سے تلملا رہی تھی۔ غصے سے کچھ کہنے کے لیے اُٹھنا چاہتی تھی' مگر پھر کراہ کر بیٹھ گئی۔ دوا کا اثر دکھا رہی تھی۔ اعصاب کمزور ہو چکے تھے۔ ایسی حالت میں بھی وہ غصے میں گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی۔ "تم سب یہاں کیا تماشا دیکھ رہے ہو؟ جاؤ' فوراً ہو جاؤ۔ تم میں سے کوئی میرے کام نہیں آ سکتا۔ جاؤ یہاں سے' مگر یاد رکھو میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے' اس کا ذکر باہر نہ کرنا' ورنہ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

سب وہاں سے جانے لگے۔ میں نے کہا۔ "رُک جاؤ۔"

مادام کا حکم سننے کے بعد کوئی وہاں رُکنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے سلطانہ کی زبان سے کہا۔ "رُک جاؤ' مائیٹی پاشا کو عزت سے لے جاؤ اور آرام سے اس کی رہائش گاہ تک پہنچا دو۔"

پاشا شکریہ ادا کر کے ان کے ساتھ چلا گیا۔ وہ تنہا بیٹھی رہ گئی۔ میں نے کہا۔ "تیرے اعصاب کمزور ہیں' تو مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کر سکتی۔ کوئی تیری اجازت کے بغیر محل کے اندر داخل نہیں ہوتا۔ تیری خواب گاہ تک جانے کی جرأت کرنے والا چمپتوں کا لقمہ بن جاتا ہے۔ تو کتنی رعب اور دبدبے والی ہے اور تو کتنی معمولی عورت ہے کہ میں اجازت کے بغیر تیرے اندر موجود ہوں۔ جب چاہوں گا آؤں گا اور جاؤں گا اور تیرے ساتھ جو سلوک چاہوں گا کر دوں گا۔ کیا تو مجھے روک سکے گی؟ اگر نہیں تو پھر مان لے' دنیا کی ہر طاقت کو زوال آتا ہے۔"

وہ بولی۔ "تو بھی مان لے' طاقت ور اسے کہتے ہیں جو مجھ سے پہلے خود کو فنا کر دے تاکہ اس کی داستان میں زوال کا ذکر نہ آئے اور طاقت کی انتہا پر وہ داستان تمام ہو جائے۔ تو مجھے ہر طرح سے کمزور بنا کر آزمالے' میں تیرے سامنے سجدے سے پہلے ٹوٹ جاؤں گا۔"

"میں مانتا ہوں تو ایسی ہی زبردست عورت ہے۔ تو بھی تسلیم کر لے گی کہ میں تجھے ٹوٹنے اور فنا ہونے کا موقع نہیں دوں گا۔ تیری داستان میں زوال کا ذکر آئے گا۔ تاکہ طاقت کے نشے میں چُور رہنے والوں کو عبرت حاصل ہو۔"

اس نے میری مرضی کے مطابق پرسنل سیکرٹری کو طلب کیا' پھر کہا۔ "میں آج رات کے دس بجے ہیل کاپٹر کے ذریعے پیرس جاؤں گی۔ میرے ساتھ بوڑھی خادمہ' ایک نوجوان لڑکی اور دو باڈی گارڈز ہوں گے۔ خادمہ میری اپنی ہو گی۔ باقی ایک جوان لڑکی اور باڈی گارڈز باہر سے آئیں گے اور فلائنگ کلب میں مجھ سے ملیں گے۔ اس سفر کے سلسلے میں ضروری کاغذی تیاری مکمل کرو۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ سلطانہ یہ سب کچھ بولتی رہی تھی مگر اندر سے پریشان تھی کہ کیوں ایسا حکم دے رہی ہے؟ وہ اپنی زبان بند رکھنا چاہتی تھی' مگر زبان بے اختیار چل رہی تھی۔ سیکرٹری کے

جانے کے بعد میں نے کہا۔ "اسی لیے عورتوں کو سمجھا جاتا ہے' زیادہ بولو۔ اب دیکھ تو بے اختیار بولتی جا رہی تھی۔"

"ہاں' میں بے اختیار ہو گئی ہوں' مگر آخری سانس تک حوصلہ ہارنے والی عورت نہیں ہوں۔ تو مجھے پیرس کیوں بھیجنا چاہتا ہے؟"

"میرا ایک ضروری کام ہے جو تجھ سے ہی ہو سکتا ہے۔"

"کیا ایک عورت سے زبردستی تیرے شایانِ شان ہے؟"

"تو خود کو ایک تادیل اور سیدھی سادی عورت ثابت کر دے میں تیرا پیچھا چھوڑ دوں گا۔"

"میں بحث نہیں کرنا چاہتی۔ فی الحال خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ رہی ہوں' مگر یاد رکھ' میں ناگن ہوں' موقع ملتے ہی ڈس لوں گی۔"

"میں یاد رکھوں گا' چل اُٹھ جا۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ اتنی سیدھی نہیں تھی کہ میرے کہنے سے اُٹھ جاتی۔ اسے ٹیلی پیتھی نے اُٹھایا تھا۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں چلتی ہوئی محل کے مختلف حصوں سے گزر رہی تھی۔ تمام کنیزیں' غلام اور مسلح گارڈز جھک کر سلام کر رہے تھے۔ اس نے مخصوص راہداری حصے میں آ کر آہنی سلاخوں والے دروازے کو مقفل کر لیا۔ چیتے بھاگ کر اس کے پاس آ گئے۔ نر اس کے پاؤں چاٹ رہا تھا۔ مادہ اپنے اگلے پنجے اُٹھا کر اس کے گلے لگنا چاہتی تھی۔ بچے بھی اچھل کود کر رہے تھے۔

وہ وہاں سے چلتی ہوئی خواب گاہ کے دروازے تک آئی' پھر اس نے اندر آ کر دروازے کو بند کر لیا۔ اپنے شاہانہ طرز کے وسیع و عریض بستر پر لیٹ گئی۔ پریشان ہو کر بولی۔ "مجھے یہاں کیوں لے آئے ہو؟ تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"نیک ارادہ ہے۔ تمہیں تھوڑی دیر کے لیے آرام کی نیند لے لینا چاہیے۔"

"فریاد! میں خوشامد کرنے یا گڑگڑا کر فریاد کرنے والی نہیں ہوں' لیکن معاملہ ایک سمجھوتا کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیسا سمجھوتا؟"

"تم میری تنہائی میں جتنی دشمنی چاہو کرو۔ لیکن دوسروں کی موجودگی میں میرے دماغ کے اندر اور میرے محل کے اندر نہ آؤ۔"

"ایک شرط پر سمجھوتا ہو سکتا ہے۔"

"میں تمہاری کڑی سے کڑی شرط مان لوں گی۔ بولو۔"

"بالکل معمولی سی شرط ہے۔ غرور اور سنگدلی سے باز آ جاؤ۔"

"میری امارت اور شان و شوکت کے جو تقاضے ہیں' انہیں میں پورا کرتی ہوں۔ تم بلند و بالا درخت کو تن کر کھڑا رہنے سے اور سمندر کی منہ زور لہروں کو چٹانوں سے ٹکرانے سے منع نہیں کر سکتے۔ انسان ہو یا بے جان' کوئی خلافِ فطرت اپنے وجود کو قائم نہیں رکھ سکتا۔"

"انسان اسی لیے اشرف المخلوقات کہلاتا ہے کہ وہ گناہ و جرائم سے بچنے کے لیے بعض فطری تقاضوں کو مارتا ہے۔"

"تم پھر مجھے نصیحت کر رہے ہو۔"

"میں پھر بھول گیا تھا کہ تو مُردہ سمجھ نہیں ہوتی۔"

میں نے اس کی آنکھیں بند کر دیں۔ اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر سُلا دیا۔ پھر تنویمی عمل شروع کیا۔ اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانسفارمیشن لاکر پوری طرح اسے اپنی معمولہ بنایا۔ اس کے بعد کہا۔ "تم میری معمولہ ہو۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گی۔"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں تمہاری معمولہ ہوں' تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گی۔"

"تم میرے پروگرام کے مطابق آج رات پیرس جاؤ گی۔ فلائنگ کلب میں ایک جوان لڑکی اور دو باڈی گارڈز تم سے ملیں گے اور تمہارے ساتھ پیرس تک سفر کریں گے۔ پھر اپنی منزل پر پہنچ کر تم سے الگ ہو جائیں گے۔ تم ان کے متعلق کچھ دریافت نہیں کرو گی۔"

اس نے میری باتیں دُہرائیں' وعدہ کیا کسی سے کچھ دریافت نہیں کرے گی۔ میں نے حکم دیا۔ "تم مجھے دشمن نہیں' دوست سمجھو گی۔"

"میں تمہیں دشمن نہیں' دوست سمجھوں گی۔"

"تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد میرے تنویمی عمل کو بھول جاؤ گی۔ میری ہر بات کو بے چون و چرا تسلیم کرو گی اور راضی خوشی میرے تمام احکامات کی تعمیل کرو گی۔"

اس نے وعدہ کیا' کسی حیل و حجت کے بغیر میری ہر بات تسلیم کرے گی۔ کسی اعتراض کے بغیر میرے احکامات کی تعمیل کرے گی اور تنویمی نیند کے بعد میرے تنویمی عمل کو بھول جائے گی۔ میں نے اسے حکم دیا۔ "دو گھنٹے تک آرام سے سوتی رہو۔ اس کے بعد تمہاری آنکھ کھل جائے گی۔"

میں نے تھوڑی دیر اس کے دماغ میں رہ کر دیکھا' وہ نیند میں ڈوب گئی تھی۔ میں نے اسے کوڈ ورڈز سمجھا دیے تھے میں ان کوڈ ورڈز کے ذریعے کسی وقت بھی اس کے پاس پہنچ سکتا تھا۔ میں دماغی طور پر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ صوفے سے اُٹھ کر بستر پر آیا' پھر آرام سے لیٹ گیا۔ میں پچھلی رات خیال خوانی میں مصروف رہا تھا۔ دماغ پر بوجھ اور تھکن سی محسوس کر رہا تھا۔ غسل کرنے سے تھکن دور ہو سکتی تھی' دماغ بھی تازہ دم ہو جاتا۔ اس کے بعد گھنٹے بھر تک خیال خوانی نہ کرتا' تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ ابھی سب سے اہم کام جوجو کو پیرس روانہ کرنا تھا۔ اس کا انتظام ہو چکا تھا۔ میں دو گھنٹے بعد بھی پارس کو اس کی روانگی کے متعلق بتاتا تو وہ عین وقت پر جوجو کو لے کر فلائنگ کلب پہنچ جاتا۔

میں بستر پر خاموش پڑا چھت کو تک رہا تھا اور دماغ کو ہر طرح کی سوچ سے خالی رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایسا ممکن تو نہیں ہے کہ دماغ ایک لمحے کو بھی سوچ سے خالی ہو، لیکن کوشش کرنے سے پریشان کن خیالات سے نجات مل جاتی ہے۔ یوں چپ چاپ لیٹے رہنے کے دوران مجھے گنگ فرنانڈو کی بھتیجی، فرزانہ اور پارس دوم یاد آرہے تھے۔ پارس دوم سے آخری ملاقات اس وقت ہوئی تھی جب وہ ٹرانسفارمرشین کو تباہ کرنے اور اچھا خاصا ہنگامہ برپا کرنے کے بعد نیویارک پہنچ گیا تھا۔ سوتی نے کہا تھا: "میرے بیٹے نے اپنے باپ کے برابر کا نام انجام دیا ہے۔ باپ نے ایک مشین تباہ کی، بیٹے نے دوسری۔ اب میں اپنے بیٹے اور ہونے والی بہو فرزانہ کو الوداع کہنے میں بلا لوں گی۔"

اب پتا نہیں پارس دوم اور فرزانہ پیرس پہنچ گئے تھے یا اب تک نیویارک میں تھے۔ میں معلوم کر سکتا تھا لیکن میں نے خود کو مزید خیال خوانی سے باز رکھا۔ اس کی نگرانی اور حفاظت کے لیے رسونتی کافی تھی۔ اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوتی تو وہ مجھے ضرور بلاتی۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ لیٹے رہنے سے خواہ مخواہ کوئی رشتہ اور کوئی دوستی یاد آتی اور میں خیال خوانی پر مجبور ہو جاتا۔

میں نے انتہی سے اپنا لباس نکالا، باتھ روم میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا، آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر شیو کی پھر شاور کھول کر ٹھنڈے پانی سے جسمانی تھکن اتارنے لگا۔ مجھے بہت لطف آرہا تھا۔ میں دیر تک پانی میں بھیگتا رہا۔ پھر اچانک ہی میں نے غیر معمولی سی بات محسوس کی۔ یہ بات شاور بند کرنے کے بعد محسوس ہوئی تھی۔ میں نے تیزی سے باتھ روم کی چار دیواری پر نظریں دوڑائیں۔ کچھ عجیب سی بُو محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے دروازے کی طرف دیکھا، اس کے نچلے حصے سے سفید رنگ کا دُھواں اندر آرہا تھا۔ میں لپک کر دروازے پر آیا، اس کے ہینڈل کو گھما کر کھولنا چاہا۔ پتا چلا اُسے باہر سے بند کر دیا گیا ہے۔ دشمن مجھے پہچان گئے تھے اور جزیرے میں یہ ان کی طرف سے پہلا جان لیوا حملہ تھا۔

میں نے دروازے پر زور زور سے گھونسے مارے۔ ہونٹوں کو سختی سے بند رکھا۔ سانس بھی روک لی۔ ورنہ وہ زہریلا دُھواں اب تک میرے پھیپھڑوں تک پہنچ چکا ہوتا۔ دروازے پر لات اور گھونسے مارنا حماقت تھی۔ انھوں نے اسے کھولنے اور مجھ پر رحم کھانے کے لیے بند نہیں کیا تھا۔ میں نے بھیگے ہٹ کر باتھ روم کی ایک ایک چیز کو سہارے کے لیے دیکھ رہا تھا۔ وہاں ایسی کوئی مضبوط چیز نہیں تھی جس سے دروازے کو توڑا جا سکتا۔ بدقسمتی سے روشن دان بھی نہیں تھا اگر ہوتا تو روشندان سے مُنہ لگا کر باہر کی تازہ ہوا میں سانس لیتا۔

مجھے پریشانی ہونے لگی تھی اور یہ میرا آخری وقت بھی ہو سکتا تھا۔ مجھے چاروں طرف سے بند کر دیا گیا تھا۔ فرار کا راستہ نہیں تھا۔ مجھے مارنے کے لیے ایسا منصوبہ بنایا گیا تھا کہ میں دم نہیں مار سکتا تھا، یعنی سانس بھی نہیں لے سکتا تھا۔ سانس لیتا تو زہریلی گیس مار ڈالتی، لیکن میں کتنی دیر تک سانس روک سکتا تھا، تقریباً تین منٹ گزر چکے تھے۔ مزید دو منٹ تک نہ ہو مل گیس کو اپنے پھیپھڑوں تک پہنچنے سے روک سکتا تھا۔ اس کے بعد؟

اس کے بعد اگر مجھے چند سیکنڈ تک سانس لینے کا موقع ملتا تو میں پھر دو چار منٹ تک سانس روک سکتا تھا، لیکن باتھ روم میں ہر طرف گیس پھیل رہی تھی۔ اچانک ایک تدبیر سمجھ میں آئی۔ میں نے لپک کر شاور کو پوری طرح کھول دیا۔ پانی موسلا دھار بارش کی طرح مجھ پر گرنے لگا۔ میں نے پھیپھڑے سانس لی تو زہریلی گیس محسوس نہیں ہوئی۔

یہ پانی اور گیس کی تکرار کو سمجھنے کی بات ہے۔ گیس میری طرف آرہی تھی مگر پانی کی تیز بوچھار سے ٹکرا کر منتشر ہو رہی تھی، اس حد میں نہیں پہنچ رہی تھی جہاں تک شاور کا پانی میرے اطراف تھا ایسے میں مجھے سانس لینے کا موقع مل رہا تھا۔ وہ گیس یقیناً پانی میں حل ہو کر یا اپنا راستہ بنا کر مجھ تک پہنچ سکتی تھی، لیکن وہ شاور کا پانی تھا، اوپر سے نیچے جا رہا تھا اور ہر وہ گیس پانی میں راستہ بناتی تھی اور وہ پانی نیچے چلا جاتا تھا اور میرے چہرے تک دوسرا تازہ پانی پہنچنے لگتا تھا۔

اب مجھے اتنی مہلت مل رہی تھی کہ میں خیال خوانی کر سکوں، ہوٹل کے منیجر اور ملازموں کے دماغوں میں پہنچ کر انھیں دوڑاتا ہوا کمرے میں لا سکوں۔ منیجر کے ذریعے قانون کے محافظوں کو طلب کر سکوں۔ میں نے باتھ روم کا دروازہ آسانی سے کھولا سکتا تھا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ مجھے خود ہی دشمنوں سے نمٹنے کا یقین ہو گیا تھا۔ میں نے سانس روکی، شاور کے نیچے سے نکل کر دروازے کے قریب آیا، پھر ایسی آوازیں نکالنے لگا جیسے میرا دم گھٹ رہا ہو۔ میری آواز بتدریج کم ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے انھیں یقین دلانا تھا کہ میری آواز اور میری سانس ڈوبتی جا رہی ہے۔

میں واپس شاور کے نیچے آکر سانس لینے لگا۔ دروازے کی جانب دیکھا۔ اب اس کے نچلے حصے سے دُھواں نہیں آرہا تھا، لیکن باتھ روم کے اندر بدستور پھیلا ہوا تھا۔ دشمنوں کا یہ عملہ تقریباً آدھے گھنٹے سے جاری تھا، انھیں یقین ہو گیا کہ میں دم توڑ چکا ہوں۔ شاید انھیں میرا موجودہ ریکارڈ معلوم تھا کہ میں پانچ چھ منٹ سے زیادہ سانس نہیں روک سکتا۔ میری نظریں دروازے کے ہینڈل پر تھیں۔ جیسے ہی اس میں حرکت ہوئی، میں سانس روک کر گیلے فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔

دروازہ کھلا۔ یکے بعد دیگرے چار افراد اندر داخل ہوئے۔ انھوں نے گیس سے محفوظ رہنے کے لیے ناک اور مُنہ پر کپڑے لپیٹ رکھے تھے، وہ

میرے دونوں پاؤں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کمرے میں لے آئے، باتھ روم کو بند کر دیا، پھر کھڑکیاں کھول دیں۔ سیلنگ فین کو تیز رفتاری سے آن کیا تاکہ کمرے میں تھوڑی سی بھی گیس ہو تو باہر نکل جائے۔

وہ مجھے دیکھ رہے تھے۔ میرے دیدے پھیل کر ساکت ہو گئے تھے۔ میں انھیں دیکھ رہا تھا۔ اُن میں سے دو کے ہاتھ میں سائلنسر لگے ہوئے ریوالور تھے۔ ایک ریوالور والے نے کہا: "یہ تو مر چکا ہے۔"

دوسرے نے کہا: "مرنے دو۔ یہ تمھارا باپ تو نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو، ہم نے اسے قتل کرنے کا معاوضہ نہیں لیا ہے۔" تیسرے نے کہا: "ٹھیک تو ہے۔ باس نے کہا تھا، اسے بے ہوش کر کے چہرے کو ٹٹولا جائے۔ اگر یہ میک اَپ میں ہو تو میک اَپ اتار کر اس کی اصلیت معلوم کی جائے۔"

چوتھے نے کہا: "اب اصلیت کیا معلوم کریں۔ تم نے باتھ روم کو آدھے گھنٹے تک گیس چیمبر بنائے رکھا۔ ایسے میں شکار بے ہوش نہیں ہوتا، مر جاتا ہے۔"

ایک نے میرے قریب آکر گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر جھک کر میرے سینے سے کان لگا کر دھڑکنوں کو محسوس کرنے لگا۔ میں نے کہا: "کیوں سینے سے لگ کر مُردے کا ایمان خراب کرتے ہو؟"

وہ ایک دم سے اُچھل کر پیچھے چلا گیا۔ ریوالور والوں نے فوراً ہی تن کر حکم دیا: "خبردار! جہاں ہو وہیں پڑے رہو، ذرا بھی حرکت کرو گے تو گولی چل جائے گی۔"

میں نے لیٹے ہی لیٹے پوچھا: "کیوں مذاق کرتے ہو؟ بچوں کے کھیلنے کا ریوالور دکھا کر ڈرا رہے ہو۔"

ایک ریوالور والے نے بگڑ کر کہا: "ابے! سے بچوں کا ریوالور کہہ رہا ہے۔ ابھی ٹھائیں سے گولی چلے گی اور ہائے کہہ کر مر جائے گا۔"

میں نے اُٹھتے ہوئے کہا: "میں احمق نہیں ہوں۔ پہلے تم لوگوں نے مجھے ڈرانے کے لیے باتھ روم میں میٹھا میٹھا سا دھواں چھوڑ دیا۔ میں تو سمجھ گیا تھا، سمجھ رہا تھا، شاید کوئی زہریلا دھواں ہے۔ مگر واہ بھئی واہ، زندگی میں پہلی بار میٹھے دھوئیں کا مزہ بھی چکھ لیا۔"

وہ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے ایک نے پوچھا: "کیا وہ بیہوش کرنے والی گیس نہیں تھی؟"

میں نے پوچھا: "اے عقل کے اندھو! کیا میں بے ہوش ہو گیا تھا؟"

دوسرے نے کہا: "اس کا مطلب ہے، اس دُکاندار نے ہمیں دھوکے سے نقلی گیس دے دی ہے۔"

تیسرے نے کہا: "ہم دُکاندار سے بعد میں نمٹ لیں گے مگر ہمارے یہ ریوالور اصلی ہیں۔"

"میں ابھی دیکھ کر بتاتا ہوں۔ یہ اصلی ہیں یا نقلی۔"

میں نے یہ کہتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر ریوالور کو ہاتھ سے اُچھالا۔ وہ اُچھل کر میری طرف آیا۔ میں نے اسے کیچ کر لیا۔ پھر دوسرے ریوالور والے کو نشانے پر رکھتے ہی گولی چلا دی۔ گولی اس کے بازو کی ہڈی کو توڑتی ہوئی گزر گئی۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر میرے قدموں میں آگیا۔ میں نے تعجب سے کہا: "ارے یہ تو اصلی ہے! کمال ہے، استعمال کرنے کے بعد اصلی اور نقلی کا پتا چلتا ہے؟"

وہ اپنے بازو کو تھام کر کراہ رہا تھا۔ باقی تینوں پریشان ہو کر میرے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھ رہے تھے۔ میں ان سے سوالات کرنا چاہتا تھا۔ اُس زخمی نے مجھے بے خبر سمجھ کر چھلانگ لگائی۔ اس کا دایاں بازو زخمی تھا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے ریوالور اُٹھانا چاہا۔ میں نے بائیں بازو پر گولی ماری، وہ چیخ مار کر اُلٹ گیا۔ وہ تینوں سہم کر ذرا دُور ہو گئے۔ میں نے فرش پر اُلٹنے والے کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر بٹھا دیا۔ پھر دوسرا ریوالور اس کے سامنے رکھ کر کہا: "اب میں تمھیں گولی نہیں ماروں گا۔ تم یہ ریوالور استعمال کر سکتے ہو۔"

میں ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا۔ میرے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ تینوں اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے تھے اور جس کے سامنے ریوالور رکھا ہوا تھا، وہ دونوں زخمی بازو ہلا نہیں سکتا تھا، تکلیف سے کراہتے ہوئے کہہ رہا تھا: "مجھ پر رحم کرو۔ مجھے طبی امداد پہنچاؤ۔ نہیں تو میں مر جاؤں گا۔"

"اتنی جلدی مرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے مارنے آئے ہو۔ ریوالور سامنے پڑا ہے، اٹھاؤ اور مجھے گولی مار دو۔"

اس نے نظریں جھکا کر فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کو بے بسی سے دیکھا۔ ایسی حالت میں یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انسان کو ہتھیار نہیں مارتے، انسانی ہاتھ مارتے ہیں۔ دُنیا جہان میں ہتھیار بنتے ہیں، بننے دو۔ ہتھیار اٹھانے والے ہاتھ توڑ دو۔ کہیں سے کوئی گولی نہیں چلے گی۔

میں نے صوفے سے اُٹھ کر اپنا ریوالور بھی اس کے آگے ڈال دیا۔ میرے خالی ہاتھ ہوتے ہی وہ تینوں روٹھتے ہوئے ریوالوروں کی طرف آئے۔ جو سب سے پہلے اُٹھانے کے لیے جھکا، اس کے مُنہ پر لات پڑی۔ دوسرے کے پیٹ پر گھونسا اور تیسرے کی گردن پر کراٹے کا ہاتھ پڑا۔ وہ مار کھا کر پیچھے گئے۔ میں نے کہا: "ہماری غلطی یہ ہے کہ ہم ہتھیاروں کو غلط ہاتھوں میں پہنچنے دیتے ہیں۔ میں یہ غلطی نہیں کروں گا۔ ویسے تم میں سے کوئی ریوالور تک پہنچ سکتا ہے تو پہنچ کر دکھائے۔"

وہ دس منٹ تک لڑتے رہے۔ کسی کی کسی طرح ریوالوروں تک پہنچنے کی سرتوڑ کوشش کرتے رہے۔ آخر تھک کر ہانپنے لگے۔ وہ کمزور نہیں تھے۔ پھٹے ہوئے بدمعاش تھے، لیکن لڑنے کا ہُنر نہیں جانتے تھے۔ اکثر بدمعاش صرف دھونس جمانے کا ہُنر جانتے

ہیں۔ ان میں سے ایک نے جھنجلا کر زخمی ساتھی سے کہا۔ "ابے او کاٹھ کے اُلو! ایک جگہ بیٹھ گیا ہے۔ دونوں ہاتھ زخمی ہیں تو کیا ریوالور دل کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر ہمارے پاس نہیں پہنچا سکتا؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "بے شک میں ایسا کر سکتا ہوں، لیکن نہیں کروں گا۔ مجھے شرم آ رہی ہے۔ تم بھی ذرا سوچو۔ یہ چاہتا تو ان ریوالوروں سے ہمیں ہلاک کر دیتا یا پھر ہمیں نشانے پر رکھ کر پیسے کو طلب کرتا۔ مگر یہ ہم پر مہربان ہے، ہمیں تو یہ کا موقع دے رہا ہے۔"

وہ تینوں مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں چاہتا تو پہلے ہی خیال خوانی کے ذریعے انھیں سوچنے یا وہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیتا۔ مگر اپنے ہاتھ پاؤں کا رنگ چھڑانا چاہتا تھا اس لیے تھوڑی سی ورزش کر لی۔ میں نے کہا۔ "تم لوگ ہتھیار تک نہیں پہنچ سکے۔ اب میں تمھاری جیبوں تک پہنچ کر باقی کارتوس نکالوں گا۔"

انھوں نے جلدی سے اپنی اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کارتوس کے ساتھ دوسری چیزیں بھی نکال کر سامنے ڈال دیں۔ تمام جیبیں خالی کر دیں۔ میں نے تمام کارتوس اُٹھا لیے۔ دونوں ریوالورز کے چیمبر بھی خالی کر دیے، پھر باتھ روم میں آ کر وہ کارتوس کموڈ میں ڈال کر بہا دیے۔ کمرے میں آ کر ٹیپ کھولا۔ اس میں سے فرسٹ ایڈ کا سامان نکال کر اس کے دونوں بازوؤں کے زخم پر ایک دوا اسپرے کی جس سے خون بہنا بند ہو گیا۔ اس کے بعد دونوں بازوؤں کی مرہم پٹی کرنے لگا۔ وہ تینوں میرے اس رویے پر حیران اور پریشان تھے۔ وہ مجھے مار ڈالنے یا نقصان پہنچانے آئے تھے۔ اس کے برعکس میں دوستوں جیسا برتاؤ کر رہا تھا۔ جس کی وہ بھی توقع نہیں کر سکتے تھے۔

اس دوران خیال خوانی جاری تھی۔ ان کی سوچ نے بتایا ایک شخص نے ٹیلیفون کے ذریعے میرے متعلق سودا کیا تھا۔ ان سے کہا تھا کہ وہ ہوٹل کے کمرے میں اگر کسی طرح مجھ پر قابو پا لیں گے اور میری اصلیت معلوم کر لیں گے تو ان چاروں کو دو ہزار ڈالر دیے جائیں گے۔ وہ شخص میرے ہی کمرے میں فون کر کے ان سے میری اصلیت پوچھنے والا تھا۔ میں نے یہ معلوم کرنے کے بعد ان سے پوچھا۔ "تم لوگ کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

انھوں نے سچ سچ بتا دیا۔ وہ چاروں اسے صورت سے نہیں پہچانتے.... فون پر سودا ہوا تھا۔ فون کرنے والے نے کہا تھا۔ اگر یہ سودا منظور ہے تو اپنے مکان کے باہر جاؤ۔ دروازے کے پاس پھولوں کا ایک گملا ہے۔ اس کے نیچے ایک لفافہ ہے۔ لفافے میں پیشگی کے طور پر پانچ سو ڈالر ہیں۔ کام ہونے کے بعد کامیابی کا یقین ہوا تو میں خود ہوٹل کے اس کمرے میں آؤں گا اور تمھارا باقی معاوضہ ادا کروں گا۔"

میں نے انھیں سمجھایا۔ "ابھی اس کا فون آئے گا۔ اس سے کہنا، تم لوگوں نے اس پر کس طرح قابو پایا۔"

"وہ باتھ روم کے اندر تھا۔ ہم نے دروازے کو باہر سے بند کر کے بے ہوش کرنے والی گیس چھوڑ دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھول کر دیکھا، اس پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ وہ بڑبڑا رہا تھا۔"

"بڑبڑا رہا تھا! جلدی بتاؤ، کیا بڑبڑا رہا تھا؟"

"کچھ اچھی طرح سمجھ میں نہیں آیا، مگر دو نام ایسے تھے جو بار بار اس کی زبان پر آ رہے تھے۔ وہ کبھی پارس کہہ رہا تھا اور کبھی رونق۔"

دوسری طرف سے خوش ہو کر کہا گیا۔ "شاباش! واقعی تم لوگوں نے کام دکھایا ہے۔ کیا وہ بے ہوش ہے؟"

"جی ہاں، ہم نے اسے مضبوطی سے باندھ رکھا ہے۔"

"ویل ڈن، ویل ڈن۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں دوسری طرف سے بولنے والے کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ لیکن وہ سانس روک لیتا تو سارا کھیل بگڑ جاتا۔ جب وہ آ ہی رہا تھا تو مجھے اس کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے ان تینوں سے کہا۔ "اپنے زخمی ساتھی کو اٹھا کر باتھ روم میں لے جاؤ۔ اس آنے والے کو یہاں کوئی زخمی نظر نہیں آنا چاہیے۔"

انھوں نے اپنے زخمی ساتھی کو باتھ روم میں پہنچا دیا۔ باہر اگر دروازے کو بند کر دیا میں نے ان سے کہا۔ "وہ جیسے ہی آئے گا میں بے ہوش بن کر فرش پر لیٹ جاؤں گا۔ تم میں سے ایک میری بائیں اور دوسرا میں جانب کھڑا رہے گا۔"

پھر میں نے تیسرے سے کہا۔ "تم کمرے سے باہر جاؤ۔ دروازے کے پاس کھڑے ہو۔ جب وہ آئے تو اسے روک لینا اور اسے اپنے شناخت کرانے کے لیے کہنا۔ وہ فون پر ہونے والی گفتگو کا حوالے دے گا۔ تم کہہ سکتے ہو کہ فون پر ہونے والی گفتگو کوئی بھی سن کر یہاں آ سکتا ہے۔ غرض یہ کہ تم تھوڑی دیر اسے باتوں میں لگانے کے بعد کمرے میں

لے آنا۔"

وہ باہر چلا گیا۔ میں اس لیے آنے والے کو تھوڑی دیر باتوں میں لگانا چاہتا تھا تاکہ اس کے ساتھ دوسرے آنے والوں کو بھی سمجھ سکوں۔ بے توان کے دماغوں میں پہنچ سکوں۔ میں صوفے پر بیٹھا ہوا تھا اور باہر کھڑے ہوئے شخص کے دماغ میں تھا۔ اس نے دو آدمیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ان میں سے ایک بہترین سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ آنکھوں پر سنہرے فریم کی عینک تھی۔ دوسرا پتلون اور جیکٹ میں اس کا باڈی گارڈ ہو سکتا تھا۔ میں صوفے سے اُٹھ کر قالین پر چاروں خانے چت ہو گیا۔ سوٹ والے نے میرے معمول کے پاس آ کر حکم دیا۔ "دروازہ کھولو اور اندر چلو۔"

میرے معمول نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"وہی ہوں، جس نے ابھی فون پر گفتگو کی تھی۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق اسے باتوں میں لگاتا رہا۔ میں نے سوچا تھا، زیادہ لوگ آئیں گے تو مجھے ان کے دماغوں میں پہنچنا ہوگا۔ لیکن آنے والے صرف دو تھے۔ میرا معمول میری مرضی کے مطابق دروازہ کھول کر انھیں اندر لے آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد وہیں کھڑا رہا تاکہ کسی کو فرار کا راستہ آسانی سے نہ ملے۔ میں نے فون پر باتیں کرنے والے شخص کے دماغ میں جگہ بنائی۔ وہ سوٹ پہنے، عینک لگائے آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا ہاتھ جیب میں تھا اور جیب میں ریوالور تھا۔

اسے خطرے کا احساس ہو گیا تھا۔ اس نے کرائے کے بدمعاشوں کو گھورتے ہوئے کہا۔ "تم نے فون پر بتایا تھا، اس کا میک اَپ اُتار دیا ہے، لیکن چہرہ تو وہی ہے جو فلائنگ کلب سے یہاں ہوٹل تک ہماری نظر میں تھا۔"

باڈی گارڈ نے کہا۔ "باس! کچھ گڑبڑ ہے۔"

وہ باڈی گارڈ ریوالور نکال کر باس کے سامنے ڈھال بن گیا۔ میں نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس نے سانس روک لی۔ پھر جلدی سے سانس لیتے ہوئے پوچھا۔ "یس کوڈورڈز پلیز؟"

کسی کو بھی کوڈورڈز ادا کرنے میں جتنا وقت لگتا، اتنے وقت میں میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ پیچھے کھڑا ہوا باس بہت پہلے ہی خطرہ محسوس کر چکا تھا۔ اپنے باڈی گارڈ کو چیختے اور اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹتے دیکھ کر اس نے فوراً جیب سے ریوالور نکالا۔ میں نے باڈی گارڈ کو دوسرا جھٹکا پہنچا کر اس سے ٹکرا دیا۔ وہ میرا نشانہ نہ لے سکا۔ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ میں اس کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ اس نے ریوالور کے چیمبر سے گولیاں نکال کر ایک غنڈے کو دیتے ہوئے کہا۔ "انھیں اپنی جیب میں ڈال لو۔"

وہ غنڈے میرے تابعدار تھے۔ میں نے کہا۔ "اس کی جیب سے بھی گولیاں نکال کر رکھ لو۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ میں نے قالین پر پڑے ہوئے ریوالور کو اُٹھا کر خالی کر دیا، پھر باڈی گارڈ کو دیکھا، وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے فرش پر دوزانو ہو گیا تھا۔ میں نے کہا۔ "تم اپنے باس کی حفاظت کرنے آئے تھے۔ تم ایک اچھے فائٹر بھی ہو سکتے ہو مگر میرے پاس تمھاری جنگی صلاحیتوں کو آزمانے کا وقت نہیں ہے۔ لہٰذا ایک جھٹکا اور...."

وہ میرے جھٹکے پر چیخیں مارتا ہوا فرش پر سے اُچھلا پھر فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے باس نے میرا نشانہ لے کر بار بار ٹریگر دبایا پھر حیرانی سے ریوالور کو دیکھنے لگا۔ اسے پتا نہیں تھا کہ کس طرح خیال خوانی کے ذریعے ریوالور خالی ہو چکا ہے۔ میں نے دوسرا ریوالور اس کی طرف پھینکا۔ اس نے تعجب سے دیکھا، اسے جلدی سے اُٹھایا۔ اس کے چیمبر کو دیکھا، پھر جھنجلا کر وہ اسے میرے مُنہ پر مارنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے اسی کے مُنہ پر مارنے پر مجبور کیا۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ باڈی گارڈ کی بہت بُری حالت تھی۔ وہ فرش پر پڑا ایک ہاتھ انکار میں ہلا کر کہہ رہا تھا۔ "فار گاڈ سیک! مجھے معاف کر دو، مجھے فوراً مار ڈالو۔ میرا دماغ پھٹ رہا ہے۔ میں یہ اذیت برداشت نہیں کر سکوں گا۔ خدا کے لیے میرے دماغ میں نہ آنا۔"

"اگر تم سچ بولو گے تو نہیں آؤں گا۔ بتاؤ، تمھارے دماغ میں کون آتا ہے۔ تم ابھی کس سے کوڈورڈز پوچھ رہے تھے؟"

وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا۔ "ایک گمنام شخص ہے۔ وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاتا۔ جس کے بھی دماغ کو اپنے قابو میں کرتا ہے، اس سے اپنی مرضی کے مطابق زبردستی کام کراتا ہے۔"

"مگر تم تو سانس روک لیتے ہو، اس نے تم پر کیسے جبر کیا؟"

"وہ میرے باس کو پریشان کرتا ہے۔ میں اپنے باس کا وفادار ہوں۔ انھوں نے حکم دیا کہ میں اس ٹیلی پیتھی والے کو دماغ میں آنے دیا کروں۔ اس نے میرے پاس اگر کوڈورڈز مقرر کر لیے تاکہ تم میرے دماغ میں اگر دھوکا نہ دے سکو۔"

میں نے اس کے باس سے پوچھا۔ "کیا تم بھی اُسے گمنام شخص کہو گے؟"

وہ اپنے دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے بولا۔ "میں کہوں گا تو یقین نہیں آئے گا۔ آپ میری سوچ پڑھ کر معلوم کر سکتے ہیں۔ وہ میرے لیے بالکل اجنبی ہے۔ زبردستی میری دولت اور میرے ذرائع استعمال کر رہا ہے۔"

وہ اس جزیرے میں ماہوام سلطانہ آفندی کے بعد دوسرا ارب پتی سرمایہ دار تھا۔ اس کا نام کریم بیگ تھا۔ اسے مجھ سے کوئی ذاتی دشمنی

نہیں تھی۔ وہ اتنا بڑا آدمی تھا کہ کہیں بھی جاتا تھا تو اس کے قدموں تلے قالین بچھائے جاتے تھے۔ وہ ننگی زمین پر قدم نہیں رکھتا تھا۔ ایسا شخص میرے دشمن کی خیال خوانی سے مجبور ہو کر مجھے قتل کرنے ہوٹل کے کمرے میں آیا تھا۔

دشمنوں کو اب یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میں ہوٹل کے اس کمرے میں ہوں۔ خیال خوانی کرنے والا اجنبی ہوٹل کے باہر یا اس کمرے کے باہر میری موت کا سامان کر رہا ہوگا۔ پتا نہیں کتنے انجانے لوگ میری گھات میں ہوں گے۔ میں نے فوراً ہی مائنڈ پاشا سے رابطہ قائم کر کے اسے بتایا کہ میں کس ہوٹل کے کس کمرے میں ہوں۔ باہر میرے لیے خطرہ ہے۔ اپنے وفاداروں کے ساتھ ہوٹل کے بیرونی دروازے سے میرے کمرے تک محاذ بنا لو۔ دشمنوں کو ہٹانے کی کوشش کرو۔ میں ابھی پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا۔ "مسٹر کریم بیگ! میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تم اور تمہارا باڈی گارڈ دونوں ہی بے قصور ہو۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم لوگوں کو یہاں سے جانے دوں گا تو وہ کمبخت پھر خیال خوانی کے ذریعے تم لوگوں کو میرے خلاف اقدام کرنے پر مجبور کرے گا۔"

کریم بیگ نے کہا۔ "میں بری طرح پھنس گیا ہوں۔ آپ کا دوست بن سکتا ہوں، مگر وہ بننے نہیں دے گا۔ اگر چاہوں کہ آپ سے دشمنی نہ کروں تو وہ جبراً کرائے گا۔ پلیز، مجھے کسی طرح اس سے نجات دلا دیجیے۔"

"میں اپنے معاملات سے نمٹنے کے بعد تمہیں نجات دلانے کی تدبیر سوچوں گا۔ آئندہ وہ تمہیں آلۂ کار بنائے تو میں تمہارے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کروں گا۔ اب تم لوگ یہاں سے ایک ایک کر کے باہر جاؤ۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔"

وہ میرا شکریہ ادا کر کے باڈی گارڈ کے ساتھ چلا گیا۔ وہ دونوں ہاتھ روم میں گئے، پھر اپنے زخمی ساتھی کو سہارا دے کر جانے لگے۔ میں نے دو ہزار ڈالر دے کر کہا۔ "یہ تم آپس میں بانٹ لو۔"

وہ میرے حسنِ سلوک سے بے حد شرمندہ تھے۔ سر جھکا کر چلے گئے۔ میں نے مائنڈ پاشا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ ہوٹل کے باہر موجود تھا۔ اس نے کہا۔ "آپ دوسرے وفاداروں کے پاس پہنچ کر دیکھیں۔ انھوں نے آپ کی مرضی کے مطابق محاذ بنا لیا ہے یا نہیں۔"

"میں ان کے پاس جا رہا ہوں۔ یاد رکھو، آئندہ میں دماغ میں آتے ہی کہوں گا۔ 'مشن فار فرہاد۔' اگر یہ کوڈ ورڈ زاد کیا جائے تو فوراً سانس روک لینا۔"

میں نے دوسرے وفاداروں کے پاس پہنچ کر یہی کوڈ ورڈ مقرر کیے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "دو شخص ہوٹل کے بار کاؤنٹر پر ہیں۔ مجھے ان پر شبہ ہے۔ وہ بار بار گھڑی دیکھ رہے تھے۔ ابھی یہاں کافی ایک بہت بڑا سیاہ دار کریم بیگ اور پہری نژاد امریکی آیا، ایک شخص اس کے پیچھے چلا گیا۔ دوسرا ابھی تک بار کاؤنٹر پر ہے۔"

میں نے کہا۔ "شاباش، اسی طرح آنکھیں کھلی رکھو۔ ہوٹل میں نہ کہیں کسی سے نہ الجھو۔"

میں فوراً ہی کریم بیگ کے دماغ میں پہنچا۔ جو شخص اس کا تعاقب کر رہا تھا، وہ ہوٹل کے باہر آ کر کہہ رہا تھا۔ "سہیل مرزا گیا۔" میں وہی ٹیلی پیتھی کا ماسٹر ہوں جو تمہارے دماغ میں آتا ہے۔ اے آلۂ کار کی زبان سے پوچھ رہا ہوں۔ تمہارے باڈی گارڈ نے اندر میں جا کر کیوں نہیں دیکھا۔ وہاں فرہاد کا کوئی اور آدمی ہو سکتا ہے۔"

کریم بیگ نے کہا۔ "جب تک ہم فرہاد صاحب کے کمرے میں رہے، تم یقیناً ہمارے دماغوں میں آتے جاتے رہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے کسی کو بھی ہاتھ روم میں جھانکنے کو بھیج سکتے تھے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میں یہ دیکھنے میں محو ہو گیا تھا کہ فرہاد کی طرح میٹھی باتیں کر کے تمہارا دل جیت رہا تھا۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ تمہیں دھوکا دوں گا تو تم اس کے قدموں میں پہنچ جاؤ گے۔"

"میں تم دونوں میں سے کسی کے ساتھ نہ دوستی چاہتا ہوں نہ دشمنی۔ خدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"تم پیچھا چھوڑنے کی بات کر رہے ہو، میں تو تمہیں موت کی سزا دلوں گا۔ فرہاد آسانی سے ہاتھ آ سکتا تھا۔ اس کمرے سے اس کی لاش نکل سکتی تھی، مگر تمہاری حماقتوں کے باعث وہ مزید کچھ زندہ رہے گا۔ اگر تم سزائے موت سے بچنا چاہتے ہو تو اسے آج رات کسی طرح ٹھکانے لگا دو، ورنہ کل صبح تم ٹھکانے لگ جاؤ گے۔"

وہ جس آلۂ کار کی زبان سے بول رہا تھا، میں اس کے دماغ میں چپ چاپ پہنچ کر معلوم کر رہا تھا۔ کہ ان کے کتنے آدمی ہوٹل کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں۔ کس کے پاس کس قسم کے ہتھیار ہیں۔ انھوں نے ایک وفادار کو لفٹ کے پاس پہنچایا۔ وہاں میرے چار دشمن تھے۔ وہ جانتے تھے کہ میں کمرے سے نکل کر لفٹ کے ذریعے ہی نیچے جاؤں گا۔ میرے وفادار نے ایک شخص کے پاس جا کر سخت لہجے میں کہا۔ "مکرانیز دو سو دس سے روم سروس کو کال کیا جا رہا ہے۔ تم کیسے ویٹر ہو، یہاں بیٹھ کر ہڈ حرامی کر رہے ہو۔"

وہ بھڑک کر بولا۔ "اے ویٹر ہوگا تیرا باپ، ایکی میں تجھے ہوٹل کا ملازم دکھائی دے رہا ہوں؟"

میں نے بولنے والے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کی مدد سے بتایا کہ وہ چاروں طرف گھیر کر پہلے گولی مارنے کی کوشش کریں گے۔ ان کے خیال کے مطابق اگر میں بچ گیا اور لفٹ سے فرار ہونا چاہا تو وہ لفٹ کا دروازہ بند ہوتے ہوتے ایک ہینڈ گرینیڈ اندر پھینک دیں گے جس کے نتیجے میں وہ لفٹ میری قبر بن جائے گی۔ میں باہر نہیں نکل پاؤں گا۔ دوبارہ دروازہ کھولنا چاہوں گا تو باہر سے فائرنگ کی جائے گی۔

اس کے تین ساتھیوں نے میرے وفادار کو گھورتے ہوئے اپنے ساتھی سے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

میرے معمول نے کہا۔ "یہ باس کا ایک اہم پیغام لایا ہے۔ ابھی نیچے جانا ہوگا۔ فرہاد سے نمٹنے کے لیے دوسرے ساتھی اوپر آ رہے ہیں۔"

ان میں سے ایک نے لفٹ کا بٹن دبایا۔ تھوڑی دیر انتظار کیا۔ میں نے اتنی دیر میں رسونتی کو بلا کر ایک شخص کے دماغ میں پہنچایا۔ لفٹ کا دروازہ کھل گیا۔ وہ چاروں اندر گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ میرے معمول نے جیب سے ہینڈ گرینیڈ نکال کر دانتوں سے اس کی چابی نکالی۔ ایک نے چیخ کر پوچھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

وہ اسے روکنے کے لیے آگے بڑھا۔ رسونتی کے معمول نے اس کے منہ پر گھونسا مارا۔ پھر اس کی گردن دبوچ کر لفٹ کے گوشے میں لے جا کر کہا۔ "یہاں فرہاد کی نہیں تمہاری مشترکہ قبر بن رہی ہے۔"

میرے معمول نے ہینڈ گرینیڈ کو لفٹ کے فرش پر پھینک کر دوسرے ساتھی کو دبوچ لیا تھا۔ وہ اسے دروازے کے بٹن تک پہنچنے سے روک رہا تھا۔ یہ سب چند سیکنڈ کا کھیل تھا۔ پھر زردست دھماکا ہوا۔ میں اور رسونتی باہر آ گئے۔

ہوٹل میں جیسے قیامت آ گئی تھی۔ عورتوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ سب اپنے اپنے کمروں سے نکل کر بھاگ رہے تھے۔ میں بھی لفٹیے کو لے کر باہر آ گیا۔ دشمنوں نے خاص خاص جگہ محاذ بنا رکھا تھا۔ لفٹ کے بعد میرے فرار کا راستہ زینہ ہو سکتا تھا۔ وہاں وہ ریوالوروں اور اسٹین گنوں کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ انھیں ہدایات دی گئی تھیں کہ میرے ملنے یا ملتا جلتا کوئی بھی شخص زینے کے راستے سے آئے تو اسے روک کر اس کے چہرے کو ٹٹول کر دیکھیں۔ میک اپ کا ذرا بھی شبہ ہو تو گولی مار دیں۔

لیکن اب زینے کا راستہ روکنے والے الجھ کر رہ گئے تھے۔ لفٹ میں دھماکے کے سبب تمام لوگ زینے پر سے دوڑتے ہوئے، چیختے چلاتے ہوئے جلد سے جلد باہر نکل جانا چاہتے تھے۔ مسافروں کا ریلا سیلاب کی طرح رکنے میں نہیں آ رہا تھا۔ بھاگنے والے ایک دوسرے سے ٹکراتے جا رہے تھے۔ میں ان کے درمیان دھکے کھاتا ہوا آگے بڑھتا ہوا مسلح افراد کو دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر مطلوبہ شکار کو پہچاننے کی کوشش کر رہے تھے۔ لوگ ایسے گڈمڈ ہو کر تیزی سے گزر رہے تھے کہ ان کی نظریں کہیں ٹھہرنے نہیں پاتی تھیں۔ کئی ان کے سامنے سے گزر کر ہوٹل کے باہر آ گیا۔

دشمن باہر بھی موجود تھے۔ ہوٹل کا عملہ مسافروں کو روکنے اور سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن سب پر دہشت طاری تھی۔ وہ محفوظ رہنے کے لیے ہوٹل سے باہر بہت دور نکل جانا چاہتے تھے۔ ایک عورت ننھے سے بچے کو گود میں اٹھائے ہوئے تھی۔ دوسری بغل میں تقریباً پانچ برس کی بچی کو دبائے بھاگ رہی تھی۔ دوسروں سے ٹکریں کھا رہی تھی۔ میں نے ایک بار اسے گرنے سے بچایا۔ پانچ برس کی بچی کو خود اٹھایا، دوسرے ہاتھ سے عورت کا ہاتھ پکڑا۔ پھر اسے سہارا دے کر چلنے لگا۔ یوں میں ایک بیوی اور دو بچوں والا نظر آ رہا تھا۔ کوئی مجھ پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ ہم فٹ پاتھ پر دوڑتے ہوئے دور تک گئے۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا۔ "تم کہاں جاؤ گی؟"

وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ "میں نہیں جانتی کہاں جانا چاہیے۔ میرا تمام سامان ہوٹل کے کمرے میں ہے۔ اگر سامان کے ساتھ نکلنے کا موقع ملتا تو میں اتفرہ واپس چلی جاتی۔"

"خاتون! آپ فکر نہ کریں۔ میرا خیال ہے، وہ اتفاقیہ دھماکا تھا۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ آپ تھوڑی دیر بعد واپس جائیں گی تو تمام سامان مل جائے گا۔"

میں نے ٹیکسی روکنے کے لیے کہا۔ خاتون نے میرا شکریہ ادا کیا۔ اتنی دیر میں اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ ہوٹل کے کمرے میں اچھی خاصی رقم چھوڑ آئی ہے۔ میں نے اسے ایک ہزار ڈالر دیے۔ وہ انکار کرنے لگی۔ میں نے کہا۔ "میں ہوٹل میں آ کر اپنی رقم واپس لے لوں گا۔ ابھی آپ کو اس کی ضرورت ہے۔"

اس نے ایک بار پھر شکریہ ادا کرتے ہوئے رقم لے لی۔ میں ٹیکسی سے اتر گیا۔ میرے سامنے حدِ نظر تک لوگوں کا سمندر تھا۔ میں سڑک چھوڑ کر ساحلی ریت پر آ گیا۔ پھر ایک طرف آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مائنڈ پاشا اور دوسرے وفاداروں کو باری باری مخاطب کیا۔ انھیں ہوٹل سے واپس آ جانے کے لیے کہا۔ وہ حیران تھے کہ میں کس طرح ہوٹل سے نکل گیا۔ پاشا نے پوچھا۔ "جناب! آپ کہاں ہیں؟ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"مجھ سے ملنے کی حماقت نہ کرنا۔ دشمن جانتے ہیں تم میرے لیے کام کر رہے ہو۔ وہ تمہارا پیچھا کرتے ہوئے میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔ میں نہیں چاہتا، آئندہ انھیں میرا اٹھکانا معلوم ہو۔"

"جناب! میں نے نوٹوں اور ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا اٹیچی دیکھا ہے۔ اسے ایسی جگہ چھپایا ہے کہ کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ کیا آئندہ بھی آپ ملاکم کی دولت پر ہاتھ صاف کریں گے؟"

"میں نہیں جانتا، آئندہ کیا ہوگا۔ فی الحال وہ نوٹوں اور ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا اٹیچی تمہارا ہے۔"

اس کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔ میں نے پوچھا۔ "میرا ایڈریس

کیوں ہو؟ میں نے تم سے کہا تھا، اس جزیرے کو چھوڑنے سے پہلے تمہیں دولت مند بنا دوں گا۔"

"بے شک آپ زبان کے دھنی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا میں آپ کے لیے کیا کروں۔"

"میرے پنجوں کی حفاظت کرتے رہو، یہی کافی ہے۔"

"پنجے؟ جناب! وہ آپ کے بیٹے اور بہو تو چلے گئے۔"

میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا بکتے ہو؟ وہ کہاں گئے؟ کب گئے؟"

"میں تو پہلے ہی آپ کو بتانا چاہتا تھا، لیکن آپ مجھ سے الرٹ قائم نہیں کر رہے تھے۔ جب رابطہ قائم کیا تو آپ خطرے میں تھے، ہم سب کچھ بھول کر ہوٹل کی طرف دوڑ پڑے۔ اب موقع مل رہا ہے تو بتا رہا ہوں۔ پہلے پارس صاحب کہیں تنہا گئے تھے۔ دو گھنٹے بعد واپس آکر اپنی شریکِ حیات کو بھی لے گئے۔ ہمارے دو وفادار ان کے پیچھے فلائنگ کلب گئے تھے۔ ان کے بیان کے مطابق وہ ایک ہیلی کاپٹر میں کہیں گئے ہیں۔"

آخر وہ جوجو کو لے کر کہاں چلا گیا؟ میں نے فوراً خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ پارس کے دماغ میں پہنچتے ہی کوڈ ورڈز ڈالے۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ وہ جوجو کو سہارا دیتا ہوا ہیلی کاپٹر سے اتر رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "تم کہاں آگئے ہو؟"

"یہ مغربی استنبول ہے۔"

"یہ تمہارے ساتھ کون لوگ ہیں؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا، یہ دوست بھی ہو سکتے ہیں اور دشمن بھی۔"

"کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ تم نے میرا انتظار کیوں نہ کیا؟"

"جو ضرورت مند یا بے بس ہوتے ہیں، وہ آپ کا انتظار کرتے ہیں۔ میں سمجھ گیا تھا، آپ کو سلطانہ آفندی سے گھنٹوں فرصت نہیں ملے گی۔ ایک کے بعد ایک مسئلہ پیش آئے گا۔ وہاں سے نکلیں گے تو آپ کو ایک نئی مصیبت کا دعوت نامہ ملے گا۔ جب آپ کو مصائب کی تفریحات اٹینڈ کرنے سے فرصت ملے گی تو ہماری طرف توجہ دیں گے۔"

"میں تم دونوں کی حفاظت کا مکمل انتظام کر چکا تھا۔ تمہیں شکایت کیا ہے؟"

"آپ نے اپنی حفاظت کے لیے کبھی وفاداروں کی فوج نہیں بنائی۔ عین وقت پر دو چار لوگوں کو آلۂ کار بنا لیتے ہیں۔ میں کیا آپ سے کم ہوں؟"

"بیٹے! تم سمجھتے کیوں نہیں، ہزار مصروفیات کے باوجود میں نے جوجو کو یہاں سے روانہ کرنے کے انتظامات کر لیے تھے۔ تم نے دوسروں پر بھروسا کر کے خطرہ مول لیا ہے۔ مجھے بتاؤ وہ کون لوگ ہیں، مجھے ان کی آوازیں سناؤ۔"

"میں ان کے بارے میں اچھی طرح نہیں جانتا۔ ایک بار میں ان سے دوستی ہو گئی۔ وہاں ایک کاؤنٹر گرل نے مجھے شراب پینے کا کہا۔ میں نے انکار کر دیا۔ میرے انکار پر سب لوگ قہقہے لگانے لگے۔ ایک نے کہا۔ 'اس حسینہ کے ہاتھ سے ایک جام پینے کے لیے اس بار میں بھیڑ لگی رہتی ہے اور تم انکار کر رہے ہو؟'"

دوسرے نے ہنستے ہوئے کہا۔ 'یہ تو کسی مولوی کی اولاد ہے، بھول کر یہاں آگیا ہے۔'

وہاں استنبول کا ایک امیر کبیر شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس کاؤنٹر پر آگیا۔ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ 'نوجوان! میرا نام الفریڈ مونوز ہے۔ میں استنبول سے آیا ہوں، لندن سے آیا ہوں۔'

میں نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ 'مجھے علی تیمور کہتے ہیں۔ میں لندن سے آیا ہوں۔'

'تم پیتے نہیں، پھر یہاں کیوں آئے ہو؟'

'آپ بار کی بات پوچھ رہے ہیں، میں اس جزیرے میں آکر پچھتا رہا ہوں۔ یہاں کوئی ایسی جگہ تلاش کر رہا ہوں۔ جہاں کم از کم پینے والا نہ ملے۔ اب آپ کہیں گے، شراب خانے میں بھی پیتے ہیں۔ میں کہوں گا، نہیں صاحب، جن کے ارادے مضبوط ہوتے ہیں وہ شراب خانے میں آکر بھی توبہ نہیں توڑتے۔ میں ایسا ہی مضبوط ارادہ رکھنے والے کو تلاش کر رہا ہوں۔'

'کیا یہاں کوئی ملا؟'

'جی ہاں، مل گیا۔'

'میں ایسے شخص سے ضرور ملوں گا۔ کہاں ہے وہ؟'

وہ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ 'وہ آپ کے سامنے کھڑا ہے۔'

اس نے مجھے چونک کر دیکھا پھر زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ 'بھئی کمال کر دیا مجھے اُلّو بنا دیا۔ میں بھی کیسا احمق ہوں۔ آنکھوں سے دیکھ چکا تھا کہ تم نے حسینہ کا جام ٹھکرا دیا پھر بھی پوچھ رہا ہوں۔ کہ وہ مضبوط ارادے والا کون ہے۔ نان سنس، تم مجھے نان سنس کہو۔'

'پینے کے دوران کوئی سنس میں نہیں رہتا۔ مجھے صرف آپ کو نہیں سب کو نان سنس کہنا چاہیے۔'

'واہ، کیا بات سے بات مارتے ہو۔ مزہ آگیا۔ مجھے کھینی دو گے؟'

میں نے دوستی کر لی۔ باتوں باتوں میں پتا چلا، وہ دو گھنٹے بعد اپنے ہیلی کاپٹر میں پہلے استنبول جائے گا۔ وہاں سے ایک چارٹرڈ طیارے میں پہلے پیرس اور پھر لندن جائے گا۔ میں نے کہا۔ 'میں اپنی والفٹ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ کیا ہیلی کاپٹر اور طیارے میں میرے لیے گنجائش ہو گی؟'

'ہم آپ کی بات کرتے ہیں، میں تو تمہارے ساتھ بہت اچھا وقت گزاروں گا۔'

'لیکن جزیرے سے باہر جانے کے سلسلے میں ہمارے پاس ضروری کاغذات اور پاسپورٹ نہیں ہیں۔'

'پھر یہاں کیسے آئے؟'

'یوں سمجھ لیں، آسمان سے ٹپک گئے۔'

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ 'بہت سے لوگ سمندری راستے سے یہاں چھپ کر آتے ہیں۔ یہاں سے استنبول جانے کے لیے صرف ایک فارم پُر کرنا ہوگا۔ یہ کام میں کر دوں گا۔ لیکن پاسپورٹ کے بغیر استنبول سے لندن نہیں جا سکو گے۔'

'میں والفٹ کے ساتھ استنبول پہنچ جاؤں گا، یہی کافی ہے۔'

وہ راضی ہو گیا۔ میں نے ایک گھنٹے بعد فلائنگ کلب پہنچنے کا وعدہ کیا اور رخصت ہو گیا۔ اس کی نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد میں نے اس کا تعاقب کیا۔ اس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ میں نے ہوٹل کے ایک ملازم کو سوڈا دے دیے۔ اس نے کہا۔ 'یہ الفریڈ مونوز صاحب بہت اچھا دل والا ہے۔ اپنے ایک سیکرٹری اور دو باڈی گارڈز کے ساتھ آیا ہے۔ جب بھی جزیرے میں آتا ہے، ہمارے ہوٹل میں ٹھہرتا ہے۔ شراب پیتا ہے، خوب عیاشی کرتا ہے پھر چلا جاتا ہے۔'

اس رپورٹ سے پتا چلا، وہ اپنی ذات میں مگن رہنے والا شخص ہے۔ بہت کم لوگوں سے ملتا ہے۔ جس سے خوش ہو جاتا ہے اسے ہر طرح سے خوش کر دیتا ہے۔ میں جوجو کے ساتھ فلائنگ کلب پہنچا۔ اس نے جوجو کو تعریفی نظروں سے دیکھا، میں اس کی عیاشی کی رپورٹ پہلے ہی سُن چکا تھا، لیکن انجان بنا ہوا تھا۔ وہ ہمیں استنبول تک لے جانے کے سلسلے میں کاغذات مکمل کر چکا تھا۔ وہ وسیع وذرائع کا مالک تھا۔ قانون کی کسی محافظ نے ہم سے کوئی سوال نہیں کیا۔ جب ہیلی کاپٹر پرواز کرنے لگا تو اس نے کہا۔ 'رات کے دس بج چکے ہیں۔ ہم آدھے گھنٹے میں استنبول پہنچ جائیں گے۔ میں نہیں چاہتا، تم اتنی حسین بیوی کے ساتھ کسی ہوٹل میں رہو۔ میری شاہانہ کوٹھی میں رہو گے۔'

'لیکن آپ تو چارٹرڈ طیارے میں پیرس اور لندن جانے والے تھے!'

'بھئی تم دونوں کی خاطر پروگرام کینسل کر دیا۔ کل تم لوگوں کے جعلی پاسپورٹ بنوا کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ میرے ساتھ جہاں جاؤ گے، جہاں رہو گے، عیش کرو گے۔ بائی دا وے، تمہاری والفٹ کچھ بولتی نہیں ہے؟'

جوجو نے کہا۔ 'اتنی بڑی دنیا میں ایک عورت تو ایسی رہنے دیں، جو بولتی نہ ہو۔'

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ 'تم بہت سی باتوں کو مذاق میں ٹال دیتے ہو۔'

'آپ میرے مذاق پر غور فرمائیں۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی عورت ہو گی جو بولتی نہ ہو؟'

'کوئی ایسی عورت نہیں ہے۔ اگر ہو گی تو گونگی ہو گی۔'

'اب آپ کو میرا جواب سمجھ میں آیا؟'

اس نے تعجب سے کہا۔ 'اوہ گاڈ! اتنی حسین لڑکی اور گونگی؟ قدرت نے اس پر ظلم کیا ہے۔'

'اس سے بھی زیادہ ظلم یہ ہے کہ میں بیوی سے محبت نہیں کر سکتا، اس کے قریب نہیں جا سکتا۔'

'کیوں؟ ایسی کیا بات ہے؟'

'اس پر جنات کا سایہ ہے۔'

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ 'یہ فضول سی باتیں ہیں۔ جنات کا کوئی وجود نہیں ہے۔'

'وجود ہے، میں ثابت کر دوں گا۔ میں تنہائی میں اس کے پاس جاؤں گا۔ آپ چھپ کر دیکھیں گے۔ اس پر عاشق ہونے والا جن مجھے اٹھا اٹھا کر پٹخے گا۔'

'میں کیسے یقین کروں گا۔ تم خود ہی اچھل اچھل کر گرو گے اور کسی جن کو بدنام کرو گے۔ بات تو تب ہے کہ...' وہ ذرا ہچکچایا، پھر بولا۔ 'دیکھو بُرا نہ ماننا۔ میں صرف جن کا وجود معلوم کرنے کے لیے تمہاری والفٹ کے پاس جاؤں گا۔ اگر وہ میری پٹائی کرے گا تو مان جاؤں گا۔'

'میں اس پر غور کروں گا۔ تمہارے گھر پہنچ کر اس کا فیصلہ ہو گا۔'

پارس مجھے اپنی روداد سنا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ 'بیٹے! جان بوجھ کر خطرہ مول لینا دانشمندی نہیں ہے۔ جب تم جانتے ہو کہ ہیرا کا عیاش ہے، تمہارے لیے مصیبتیں کھڑی کر سکتا ہے، تو اس کی کوٹھی میں نہ جاؤ۔ وہ تمہارے باہر نکلنے کے تمام راستے مسدود کر دے گا یا پھر مجھے وہاں موجود رہنے دو۔ میں جن بن کر اس کی [illegible] میں آؤں گا۔'

"سوری پاپا! آپ صرف ہماری خیریت معلوم کر لیا کریں۔ لیکن مجھے ٹیلی پیتھی کا محتاج نہ بنائیں۔"

وہ ہیلی کاپٹر سے اترنے کے بعد فلائنگ کلب سے باہر آگئے تھے۔ ایک قیمتی کار کی پچھلی سیٹ پر جوجو اور پارس اپنے میزبان الفریڈ مونوز کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، میں ان کے دماغ سے نکل آیا۔ میں اسے خطرات میں چھوڑ نہیں سکتا تھا، یہ سوچ لیا تھا کہ ان کے کوٹھی پہنچنے کے بعد چپ چاپ الفریڈ مونوز و

کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا اور اس وقت تک مداخلت نہیں کروں گا جب تک پانی سر سے اونچا نہ ہونے لگے۔

میں ساحل کی ریت پر بیٹھا ہوا تھا۔ سمندر کے کنارے پینے پلانے اور عیاشی کرنے والے، چاندنی رات سے لطف اٹھا رہے تھے۔ پورے چاند کی روشنی میں سمندر کی مدوجزر لہریں بڑے جوش و خروش میں آتی تھیں، پھر ساحل پر دور تک پھیلتی ہوئی، شست پر کر واپس چلی جاتی تھیں۔ قدرت کا یہ تماشا ہمیں سبق سکھاتا ہے کہ جو غصے اور جوش میں آتا ہے۔ وہ جلد ہی اپنی توانائی کھو دیتا ہے۔

اب میرا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ یہاں کے تمام ہوٹلوں اور کرائے کے کاٹیجوں پر دشمن کی نظر ہوگی۔ میں صرف سلطانہ کے محل میں پناہ لے سکتا تھا۔ میں نے اسے سمجھا دیا تھا کہ تنویمی عمل کے نتیجے میں اس کا دماغ حساس رہے گا اور وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی۔ صرف میرے کوڈ ورڈز سن کر مجھے اپنے دماغ میں جگہ دے گی۔

میں نے اس کے پاس پہنچتے ہی کوڈ ورڈز ادا کیے۔ "این ان واٹڈ گیسٹ ان دی ہاؤس آف یور مائنڈ۔" (تمہارے دماغ میں بن بلایا مہمان ہوں۔)

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "تم کہاں رہ گئے تھے۔ میں پیرس جانے کی تیاری کر چکی ہوں، محل سے نکلنے ہی والی ہوں۔"

"اب کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم محل میں رہو، میں تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ تھینکس گاڈ، میں تھکن محسوس کر رہی تھی۔ تمہارے حکم پر مجبوراً سفر کرنے والی تھی۔ میں تمہارا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں۔ تم نے سفر کی صعوبت سے بچایا اور میرے مہمان بھی بن رہے ہو۔ میں ابھی گاڑی بھیجتی ہوں۔ بولو کہاں ہو؟"

"یعنی میں خاص مہمان نہیں ہوں تمہارا؟ کوئی ملازم مجھے لینے آئے گا؟"

وہ جلدی سے بولی۔ "مجھ سے غلطی ہوگئی۔ دراصل میں اپنے مزاج سے مجبور ہوں۔ خود آگے بڑھ کر کسی کا استقبال کرنے میں توہین محسوس کرتی ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔ میں خود تمہیں لینے آؤں گی۔"

"کسی ایک قابلِ اعتماد باڈی گارڈ کے ساتھ آؤ اور اس باڈی گارڈ کی آواز مجھے سنا دو۔ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہو کہ میں ساحلی روشنی کے مینار کے پاس ٹھہرا ہوں۔"

وہ محل سے باہر نکلنے کے لیے تیار ہونے لگی۔ اس نے فون کے ذریعے خاص باڈی گارڈ سے رابطہ قائم کر کے کہا۔ "میں ابھی پانچ منٹ بعد تمہارے ساتھ کہیں محل سے باہر جاؤں گی، کار گیراج سے نکالو۔"

اس نے جواب دیا۔ "یس مادام! ابھی کار نکالتا ہوں اور اسے اچھی طرح چیک کرتا ہوں۔"

میں نے باڈی گارڈ کے دماغ میں پہنچ کر اطمینان حاصل کیا۔ الفریڈ مونزو کے پاس پہنچا۔ وہ جوجو اور پارس کے ساتھ کار کے میز پر تھا۔ وہ برائے نام کھا رہا تھا کیونکہ تھوڑی دیر بعد بنجارا بننا تھا تاکہ سرور میں رہ کر کسی جن کا مقابلہ کر سکے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ پارس نے اس سلسلے میں کیا سوچ رکھا ہے؟ وہ میری مداخلت نہیں چاہتا تھا لہٰذا میں اسے مخاطب نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے مجھے اطمینان تھا کہ جو اصل دشمن بن سکتا تھا، میں کسی وقت بھی اس کا دماغ درست کر سکتا تھا۔

میں نے سوچا، محل میں پہنچ کر اطمینان سے الفریڈ مونزو کے دماغ میں جاؤں گا۔ سلطانہ آفندی محل سے نکل چکی تھی۔ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ باڈی گارڈ ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں نے پرسنل بیکگراؤنڈ اور سلطانہ کی خاص ملازمہ کے خیالات پڑھے۔ صرف خاص ملازمہ کے معلوم تھا کہ میں آ رہا ہوں اور رات کا کھانا اس کی مادام کے ساتھ کھانے والا ہوں۔ محل کے چند باڈی گارڈز اور جاسوسوں کے دماغ میں پہنچ چکا تھا، ان کے دماغوں میں پہنچ کر پھر اطمینان حاصل کیا۔ وہ میرے لیے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ جب وہاں کی مالکہ میری تابعدار تھی تو اس کا کوئی ملازم یا مسلح گارڈ بھلا مجھے کیسے نقصان پہنچا سکتا تھا۔

میں نے کار ڈرائیو کرنے والے کی رہنمائی کی۔ اس نے گاڑی میرے قریب لا کر روک دی۔ اپنی سیٹ سے اتر کر میرے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ میرے ہاتھ سے ٹیپ لیا۔ میں سلطانہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا، دروازہ بند ہو گیا۔ باڈی گارڈ نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ مجھے خاموشی سے تک رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔"

اس نے ذرا دور ہو کر پوچھا۔ "کیا میرے پاس تمہارا کوئی آلۂ کار بیٹھا ہوا ہے؟ کیا تم اس کی زبان سے بول رہے ہو؟"

"میں خود تمہارے پاس ہوں۔ محل میں پہنچ کر اطمینان سے میک اپ اتاروں گا۔"

"دیکھو فرہاد! میرے اسٹیٹس کا خیال کرو۔ میں کسی کے ساتھ نہیں بیٹھتی، سچ بتاؤ، یہ تم ہی ہو نا؟"

"بے شک میں ہوں۔ یقین کر لو۔"

وہ پھر قریب آ گئی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا چاندنی میں جزیرے کی سیر کرو گے؟"

"آج نہیں۔ آج دشمن شکاری کتوں کی طرح پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ میں محل میں پہنچ کر ذرا اطمینان سے وقت گزارنا چاہتا ہوں۔"

تھوڑی دیر کے بعد گاڑی محل کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ محل کے داخلی صدر دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ دو بندوق نظر آنے والے تمام ملازمین اور مسلح گارڈز الرٹ کھڑے ہو گئے۔ ہاں پہلے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول لیا گیا۔ ہم کار سے اتر کر محل میں داخل ہو گئے۔ سلطانہ آفندی نے میری ہدایات کے مطابق حکم دیا۔ "جب تک میرے یہ مہمان محل میں قیام کریں گے، تب تک کسی کو محل میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ میں گھوڑے اور بیوہ جواہرات خریدنے کے سلسلے میں بھی کسی سے ملاقات نہیں کروں گی۔ کوئی سرکاری افسر بھی یہاں قدم نہیں رکھے گا۔ اگر کسی طرح کا قانونی مسئلہ درپیش ہوگا تو میں محل کے باہر متعلقہ افسران سے ملاقات کر لوں گی۔"

اس نے ضروری احکامات دے کر پوچھا۔ "فرہاد! تم مطمئن ہو؟"

"ہاں، اب یہ محل اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے رسونتی اور آرسر کو بلا لیا۔ تاکہ وہ دونوں محل کے چند افراد کے لب و لہجے کو یاد رکھیں۔ میں سلطانہ کے ساتھ محل کے مختلف حصوں سے گزر رہا تھا جس کنیز، غلام یا مسلح گارڈ کو ضروری سمجھتا تھا، اس کے سامنے رک کر دو باتیں کرتا تھا۔ وہ جواب میں کچھ کہتا تھا، میں سن کر آگے بڑھ جاتا تھا، پھر میں سلطانہ کے خاص رہائشی حصے میں پہنچ گیا۔ آہنی سلاخوں والی دیوار کے پیچھے چیتے آزادی سے گھوم رہے تھے۔ سلطانہ کو دیکھ کر قریب آ گئے تھے۔ کوئی اس کے قدموں میں لوٹ رہا تھا، کوئی اس کی ہتھیلی کی پشت کو چاٹ رہا تھا لیکن وہ کمبخت مجھے غراتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

رسونتی نے کہا۔ "مجھے ڈر لگ رہا ہے، کیا تم محل کے دوسرے حصے میں نہیں رہ سکتے؟"

"میں نے یہاں آنے سے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا، تمام شیروں کے دانت نکال لیے گئے ہیں اور تمام ناخن تراش دیے گئے ہیں۔ یہ پنجہ مار کر میرے جسم کا گوشت نہیں نوچ سکتے اور نہ ہی مجھے منہ میں بھر کر چبا سکتے ہیں۔ البتہ میری مخالفت میں لڑتے وقت یہ بوقت ضرورت کارآمد ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ اب تم آرام کرو، رات زیادہ ہو گئی ہے۔"

وہ چلی گئی۔ میں سلطانہ کے ساتھ اس کی شاہانہ طرز کی خوابگاہ میں داخل ہوا۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ میں زندگی میں پہلی بار اتنی خوبصورت اور مہنگی خواب گاہ دیکھ رہا ہوں۔ وہ فخریہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔ ادھر میں ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہا تھا اور سمجھنا چاہتا تھا کہ خدانخواستہ برا وقت آیا تو کتنی چیزوں کو ڈھال کے طور پر استعمال کر سکوں گا۔

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میرے محل کی ایک ایک چیز دیکھو گے اور معلوم کرو گے کہ وہ چیز کس ملک سے آئی ہے اور کس طرح حاصل کی گئی ہے تو تمام معلومات حاصل کرنے میں ہفتوں لگ جائیں گے۔ فی الحال بھوک لگ رہی ہے۔ میں چاہتی ہوں، تم جلدی سے میک اپ اتارو، غسل کر لو، پھر ہم ڈرائنگ روم میں جائیں گے۔"

میں شام کو ہوٹل میں غسل کرنا چاہتا تھا۔ وہاں بے ہوش کرنے والی گیس چھوڑی گئی تھی، غسل ادھورا رہ گیا تھا۔ میں نے اٹیچی سے لباس نکالا۔ پھر پوچھا۔ "غسل خانہ کہاں ہے؟"

وہ بولی۔ "یہاں میرے سنگھار میز پر میک اپ اتارنے کا۔ ماں ہے اور ادھر غسل خانہ ہے۔ میں تمہارا اصلی چہرہ دیکھنے کے لیے بے تاب ہوں۔"

میں سنگھار میز کے پاس آیا۔ آئینے کے سامنے بیٹھ کر میک اپ اتارنے لگا۔ وہ مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "جو چہرہ تمہارے سامنے آئے گا۔ اسے تم فرہاد کیسے تسلیم کرو گی؟"

اس نے میز کی دراز سے میری ایک بڑے سائز کی تصویر نکالی۔ پھر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ تم ہی ہو نا؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تصویر کہاں سے آئی؟ تمہاری سوچ نے بتایا تھا کہ آج تک تم نے میری تصویر بھی نہیں دیکھی ہے۔ پھر یہ کہاں سے آ گئی؟"

اس نے کہا۔ "تعجب ہے! یہ تم نے ہی آج شام بھیجی تھی۔"

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میرا میک اپ اتر چکا تھا۔ یہ نیا معاملہ مجھے پریشان کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "کس نے تمہیں تصویر لا کر دی؟"

"میری خاص ملازمہ لائی تھی۔"

میں نے ملازمہ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ محل کے احاطے کے مین گیٹ پر چیک پوسٹ ہے۔ وہاں مسلح گارڈز آنے جانے والوں کو چیک کرتے ہیں، جو سامان محل میں آتا ہے، اسے بھی اچھی طرح دیکھنے کے بعد محل کے اندر جانے دیتے ہیں۔ کسی نے میری تصویر بھیجی ہے کہ کہہ دی تھی کہ اسے فرہاد صاحب نے مادام کے لیے بھیجا ہے۔ چونکہ ایک تصویر سے کسی کو نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا اس لیے اسے مادام تک پہنچا دیا گیا تھا۔

سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ کسی نے میری تصویر سلطانہ کے پاس کیوں بھیجی؟ کیا اس لیے کہ میک اپ اتارنے کے بعد سلطانہ میرا اصلی روپ دیکھ لے؟ لیکن اس کے دیکھ لینے سے کسی دوسرے کا کیا بھلا ہوگا؟

اس کا جواب مشکل نہیں تھا۔ اگر ٹیلی پیتی جاننے والے دشمن کو سلطانہ کے دماغ میں جگہ مل جاتی تو اسے یقین ہو جاتا کہ فرہاد محل میں ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے سلطانہ کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ خصوص کوڈ ورڈز کے ذریعے صرف میں ہی اس کے دماغ میں جا سکتا تھا۔ پھر بھی میں نے سلطانہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا، پھر پوچھا۔ "کیا تمہارے دماغ میں کوئی آواز آتا ہے؟"

"نہیں، اور کون آسکتا ہے؟ میں تو بے اختیار سانس روکنے لگی ہوں۔ جب تم کوڈورڈز سناتے ہو تو میں تم سے بولنے لگتی ہوں۔"

مجھے اس کی طرف سے اطمینان ہوا لیکن وہ خیال خوانی کرنے والا شخص کوئی چال چل رہا تھا اور وہ چال ابھی میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ میں نے کہا۔ "سلطانہ! میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ تم محتاط ہو اپنے اندر کوئی بھی غیر معمولی بات محسوس کرو تو مجھے فوراً آگاہ کرو۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر ساکت ہو گئی تھی۔ ایک سمت خلا میں تک رہی تھی۔ مجھے نہیں دیکھ رہی، شاید میری بات بھی نہیں سن رہی تھی۔ میں نے آواز دی۔ "سلطانہ! تم خاموش کیوں ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ بدستور سکتے کے عالم میں رہی۔ میں نے قریب آکر جھکتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ پھر دیکھتے دیکھتے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ مجھے کوڈورڈز ادا کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ میں نے دیکھا، فراوار بے حد وہ سانس لے رہی تھی۔ اس بار میں نے اس کی آواز اور لب و لہجے کا سہارا لیا، خیال خوانی کی پرواز کی، پھر بھی بات نہ بنی۔ اس نے سانس روک لی۔

میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام لیا پھر جھنجوڑتے ہوئے پوچھا۔ "تمہیں کیا ہو گیا ہے، مجھے دماغ میں آنے دو۔ میں تمہارے راستے موجود ہوں اور زبان سے کوڈورڈز سنا رہا ہوں۔ این ان وانڈڈ گیسٹ ان دی ہاؤس آف یور مائنڈ۔ دیکھو میں اتنی کوڈورڈز کے ساتھ دماغ میں آرہا ہوں، پلیز سانس نہ روکنا۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ کمبخت نے پھر سانس روک لی۔ اس بار اس نے قہقہہ لگایا پھر بے تحاشا قہقہے لگاتی چلی گئی۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنے بازو چھڑا لیے۔ کرسی سے اُٹھ کر بدستور ہنستی ہوئی مجھ سے ذرا دور ہٹ گئی، پھر میری طرف انگلی اُٹھائی، جیسے میں کوئی عجوبہ ہوں۔ مجھے دیکھ کر ہنسی آرہی ہو۔ یہ اس کے لیے ہنسنے کا اور میرے لیے خیر منانے کا مقام تھا۔ وہ بات جو میں نے کبھی سوچی نہیں تھی، اب ہونے والی تھی۔

وہ قہقہہ لگاتی ہوئی ذرا اور دور گئی پھر بولی۔ "تم نے حالات کی مناسبت سے نہایت موزوں کوڈورڈز کا انتخاب کیا تھا۔ واقعی تم بن بلائے مہمان ہو۔ عموماً ایسے مہمانوں کا انجام شرمناک ہوتا ہے۔ لیکن تمہارے انجام کی روداد کوئی نہیں لکھ سکے گا کیونکہ یہاں کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔"

صاف سمجھ میں آگیا، بازی پلٹ گئی تھی۔ وہ میرے تنویمی عمل کے زیر اثر نہیں تھی اور یہ شدید حیرانی کی بات تھی۔ مگر حیرانی کیوں؟ کیا اب سے پہلے ایسا نہیں ہوا؟ ابھی کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے جب شیبا زندہ تھی، آخری بار عامل اسے ٹرانس میں لا کر سمومہ بنانا چاہتا تھا۔ پہلے ہی میں نے اور رسونتی نے شیبا کے دماغ کو گرفت میں لے لیا تھا۔ رسونتی اس کی زبان سے معمولہ بن کر بولتی رہی تھی تاکہ عامل اس خوش فہمی میں رہے کہ تنویمی عمل کامیاب ہو رہا ہے۔ اسی طرح میں نے سلطانہ آفندی کو ٹرانس میں لا کر اسے معمولہ بنایا تھا۔ کیا واقعی وہ میری معمولہ بن گئی تھی؟ یا اس خیال خوانی کرنے والے شخص نے چپ چاپ سلطانہ کے دماغ کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا اور اسی کی زبان سے خود معمولہ بن کر بولتا رہا تھا اور یوں مجھے خوش فہمی میں مبتلا رکھا تھا؟

ایسی ہی کوئی بات تھی، جس کی وضاحت ہونے والی تھی۔ مادام سلطانہ آفندی کے قہقہے رُک گئے تھے۔ اس کے تیور بدل گئے تھے۔ وہ حقارت سے کہہ رہی تھی۔ "تو نے عمل میں میرے ظاہر کے سامنے میری توہین کی۔ مجھے کتیا کہا۔ اب دیکھ، تیرا انجام کیا ہوتا ہے؟ تو کتے کی موت مرے گا۔ ٹائیگر...!"

اس کی آواز سنتے ہی خواب گاہ کے باہر سے زناٹے دار ماورہ کے غرّانے کی آواز سنائی دی۔ وہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ دروازے کے باہر آہنی سلاخوں والی دیواریں تھیں۔ سلطانہ کا دماغ میرے بس میں نہیں تھا۔ اور خونخوار درندے ٹیلی پیتھی سے زیر ہونے والے نہیں تھے۔ اگر چیر ان کے دانت اور ناخن نہیں تھے لیکن وہ بے پناہ طاقت ور تھے، مجھے سے گھنٹوں لڑ سکتے تھے، مجھے اس حد تک زخمی کر دیتے کہ جسمانی اور دماغی کمزوری کے باعث میں سانس روکنے کے قابل نہیں رہتا اور وہ خیال خوانی کرنے والا میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے تڑپا تڑپا کر مار ڈالتا۔

سلطانہ نے غرّاتے ہوئے حکم دیا۔ "ٹائیگر! کم آن۔ آج میں دیکھنا چاہتی ہوں، یہ شرزور کتنے گھنٹوں تک تمہارا مقابلہ کرتا ہے۔ کم آن۔"

پھر جیسے زلزلہ سا آگیا۔ زناٹے دار ماورہ کے دھاڑنے کے ساتھ ہی خواب گاہ کا دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا۔ دونوں نے ہی دروازے پر سے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ درندے اپنے شکار پر جھپٹنا جانتے ہیں اور وہ جھپٹ رہے تھے۔

میں کوئی بے جان مجسمہ نہیں تھا کہ جہاں کھڑا ہوا تھا وہیں کھڑا رہ جاتا۔ ویسے اکثر حالات میں جاندار لوگ بے جان بت بن کر رہ جاتے ہیں، اپنی جگہ سے ہل نہیں پاتے۔ ایسا تب ہوتا ہے جب بدحواسی طاری ہوتی ہے، دماغ کام نہیں کرتا، حاضر دماغی جواب دے دیتی ہے۔ لیکن جو لوگ ذہانت کو تیز تر کرنے اور حاضر دماغی سے کام لینے کی باقاعدہ تربیت حاصل کرتے ہیں یا میری طرح حالات کے مطابق دن رات حاضر دماغ رہتے ہیں وہ خطرناک لمحات میں پلک جھپکتے ہی اپنے بچاؤ کی تدبیر کر لیتے ہیں۔ انسان کا دماغ ایک پل میں تدبیر بھی سوچ لیتا ہے اور اس پر عمل بھی کر لیتا ہے۔

دونوں خونخوار درندوں نے دروازے پر سے ہی مجھ پر چھلانگ لگائی تھی۔ بے اختیار میں نے بھی چھلانگ لگائی۔ وہ میری طرف آئے، میں سلطانہ کی طرف گیا۔ سلطانہ کم چالاک نہیں تھی۔ جہاں میں پہنچا وہاں سے وہ پھاند کر دور چلی گئی۔ شیروں کو میری طرف پلٹ کر آنے میں ذرا وقت لگا۔ میں فضا میں اچھلا، فضا میں قلابازی کھائی پھر سلطانہ کے سر پر سے گزرتا ہوا پیچھے آکر اس کی گردن دبوچ لی۔

مجھ پر حملہ کرنے والے درندے رک گئے۔ پوزیشن بدل کر اپنی مالکہ کے پیچھے آنا چاہتے تھے۔ آگے سے حملہ کرتے تو مالکہ کو نقصان پہنچتا۔ میں نے کہا۔ "سلطانہ! مجھے نادان نہ سمجھو۔ میں نے عمل میں قدم رکھنے سے پہلے اپنے بچاؤ کی تدابیر کر لی تھیں۔ یہ درندے تمہیں بہت عزیز ہیں، فیصلہ کرو انہیں زندہ رہنا چاہیے یا ابھی میرے ہاتھوں مرجانا چاہیے۔"

وہ حقارت سے بولی۔ "تمہارے ہاتھ فولاد کے نہیں ہیں اور یہ گیدڑ مٹی کے نہیں ہیں۔ جاؤ، ان کی خوراک بنو۔"

اس نے یہ کہتے ہی دھوبی پاٹ والا دیسی داؤ آزمایا۔ میں بھول گیا تھا کہ وہ بعض اوقات موڈ میں آکر شیروں سے لڑتی ہے۔ ان کے ساتھ ہنستی کھیلتی ہے۔ شیروں کے ساتھ کھیل ہی کھیل میں لڑنے کے لیے بھی جسمانی قوت لازمی ہے۔ اس نے پوری قوت سے مجھے اچھالا۔ میں اس کے کاندھے پر سے ہوتا ہوا سامنے آکر فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ ایک لمحے کی تاخیر میری موت کا سبب بن سکتی تھی۔ میں نے فرش پر چت ہوتے ہی الٹی قلابازی کھائی۔ نزاد مادہ ایک ساتھ میری طرف لپکے۔ میں فرش پر سر کے بل الٹا کھڑا ہوا۔ سلطانہ کی گردن پر دونوں پاؤں کی پنجی بنائی پھر اسے اوپر گرا لیا۔ درندے جو مجھ پر آرہے تھے، وہ سلطانہ پر آئے کیونکہ وہ اوپر تھی میں نیچے۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ الگ کے پالتو درندے فوراً پیچھے ہٹ گئے۔ بڑے وفادار جانور تھے۔

سلطانہ میری گرفت سے نکلنا چاہتی تھی۔ اس کی گردن میری ٹانگوں میں پھنسی ہوئی تھی اور اس کی ٹانگیں میرے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں تھیں۔ میں اسے گرفت میں لیے فرش پر لڑھکتا ہوا پلنگ کے پاس آیا پھر اسے شیروں کی طرف اچھال کر پلنگ کے نیچے چلا گیا۔ وہ دونوں دھاڑتے ہوئے آئے، وہ جسامت کے لحاظ سے اتنے قدآور تھے کہ پلنگ کے نیچے گھس نہیں سکتے تھے۔ میں لیٹ کر سرکتا ہوا اندر گیا تھا۔ اس کے باوجود پھنس رہا تھا۔ بڑی مشکل سے سر کو دائیں بائیں گھما کر دیکھ رہا تھا۔ مادہ بائیں طرف سے اور نر دائیں طرف سے اپنے سر جھکا کر دیکھ رہے تھے۔ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

پلنگ کے پائے فرش میں گڑے ہوئے تھے۔ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے تھے۔ اس پلنگ کو توڑا جا سکتا تھا مگر ہٹایا نہیں جا سکتا تھا۔ جن محلوں میں ایسے پلنگ ہوتے ہیں ان کے نیچے تہ خانہ یا چور راستہ لازمی ہوتا ہے۔ میں بہت پہلے ہی سلطانہ کے دماغی تہ خانہ میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر چکا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں اس کے دماغ میں پہنچنے کے بعد کہاں کہاں تک پہنچ چکا ہوں۔ وہ مجھے پلنگ کے نیچے دیکھ کر پنجرے میں پھڑپھڑاتا ہوا شکار سمجھ کر قہقہے لگا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "ایسے وقت تمہاری ویڈیو فلم تیار ہونی چاہیے اور دنیا کو دکھانا چاہیے۔ دیکھو دنیا والو! یہ فرہاد علی تیمور ہے۔ ٹیلی پیتھی کی تنہا کالے تاج بادشاہ ہے مگر ایک چوہے کی طرح پلنگ کے نیچے چھپا ہوا ہے مگر کب تک چھپا رہے گا۔ میرے دونوں ٹائیگر پلنگ کے دو طرف ہیں۔ یہ ساری رات سارا دن اور ساری زندگی اس کی تاک میں بیٹھے رہیں گے۔"

پلنگ کے نچلے حصے میں ایک کیل تھی۔ یوں لگتا تھا کسی وجہ سے وہ کیل وہاں ٹھونک کر چھوڑ دی گئی ہو۔ میں نے اس کیل کو کھینچا۔ بیکار گی گڑگڑاہٹ کی آواز ہوئی۔ میں جہاں لیٹا ہوا تھا وہاں کا فرش نیچے دھنسنے لگا۔ سلطانہ کے قہقہے رک گئے تھے وہ چیخ کر کہہ رہی تھی۔ "نہیں، تم چور راستہ دریافت نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں فرار ہونے نہیں دوں گی۔"

وہ چیختی ہوئی ایک ٹائیگر کے پاس آئی پھر فرش پر اوندھی لیٹ کر پلنگ کے نیچے دیکھنے لگی۔ میں لیٹے ہی لیٹے جہاں پہنچا وہاں ایک بڑا سا کمرا تھا۔ دیواروں پر بنی ہوئی الماریوں میں طرح طرح کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ میں نے ایک رائفل لی۔ اسے سوئچ کیا۔ اس دیوار کے سوئچ بورڈ پر لگی بٹن تھے۔ اُن میں سے ایک بٹن کو دبالے سے فرش کا وہ حصہ اوپر اپنی

دنیا کے حیرت انگیز فنِ تحریر شناسی کی مدد سے
دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں،
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر و بہترین کتاب

تحریر اور شخصیت

قیمت ۱۵۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

○ آپ کو بتائے گی کہ آپ کیا کچھ کر سکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دُور کی جا سکتی ہیں؟

ملنے کا پتہ: مکتبہ نفیسہ ○ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

جگہ چلا جاتا تھا جس پر میں لیٹ کر تہ خانے میں پہنچا تھا۔ میں نے اُس بٹن کو دبایا پھر جلدی سے آکر وہاں لیٹ گیا۔ پھر گڑگڑاہٹ کی آواز بھری میں لیٹے ہی لیٹے پھر پلنگ کے نیچے پہنچ گیا۔ وہ نوار مادہ اپنی ڈیوٹی پر تھے۔ پلنگ کے دونوں طرف سے جھانک رہے تھے۔ سلطانہ نظر نہیں آئی اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ فون پر کسی سے بات کر رہی تھی۔ میں نے ٹھائیں سے گولی چلا دی۔ ایک درندہ غراتا ہوا فرش پر سے اچھلا۔ پھر فرش پر آکر ٹھنڈا پڑ گیا۔

سلطانہ کے حلق سے چیخ نکلی۔ "نہیں! نہیں! تم میرے وفادار وں کو نہیں مار سکتے۔ میں تمہیں گولی مار دوں گی۔ تمہیں کتوں کے آگے ڈال دوں گی۔ تمہیں زندہ جلا دوں گی۔"

ٹھائیں کی دوسری آواز گونجی۔ دوسرا درندہ بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔ میں نے پلنگ کے نیچے سے جھانک کر کہا۔ "میں نے پہلے ہی وارننگ دی تھی۔ یہ میرے ہاتھوں مر جائیں گے اور تم نے کہا تھا یہ مٹی کے شیر نہیں ہیں۔ دیکھ لو یہ مٹی ہو گئے۔"

میں پلنگ کے نیچے سے سرکتا ہوا باہر آگیا۔ وہ غصے سے گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ مٹھیاں بھینچ کر کہہ رہی تھی۔ "تم دو کو مار کر یہ نہ سمجھنا کہ میرے تمام درندوں پر قابو پا لو گے۔ تہ خانے سے سرنگ کا جو راستہ دوسری طرف نکلتا ہے۔ وہاں سے میرے وفادار آرہے ہیں۔ دوسری بار تم تہ خانے میں جا کر واپس نہیں آسکو گے۔ اور نہ ہی دوسرا ہتھیار حاصل کر سکو گے۔"

"تم میری فکر نہ کرو۔ فی الحال اطمینان ہے۔ تمہاری رہائش گاہ کے اس خاص حصے میں اب شیروں کے صرف بچے رہ گئے ہیں۔ میں تمہیں محل کے پچھلے حصے سے کتوں کی فوج بلانے کی مہلت نہیں دوں گا۔"

"تم میرا کیا بگاڑ لو گے؟ کیا گولی مار دو گے؟"

"میں کتے کو گولی مارتا ہوں اور کتیا کو بھونکنے کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔"

اس بات پر وہ جلے گالی دینا چاہتی تھی۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ ملتی تو اسے ذہنی اذیت میں مبتلا کرتا لیکن میں خیال خوانی کے ذریعے اسے گالی دینے سے روک نہیں سکتا تھا اور ایک عورت سے گالی سن نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا فوراً ہی پاؤں میں گولی مار دی وہ چیخیں مارتی ہوئی فرش پر گر پڑی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں نے بہت مجبور ہو کر تمہارے دماغ میں آنے کا یہ راستہ اختیار کیا ہے۔ ورنہ جو بھی شخص تمہارے اندر رہنے میں اس سے باہر رہ کر بھی نمٹ سکتا تھا۔"

محل کے مسلح افراد آہنی سلاخوں والی دیوار کے پاس آگئے تھے۔ ایک گارڈ پوچھ رہا تھا۔ "مادام ایم آپ کی چیخیں سن رہے ہیں۔ کوئی ہمارے دماغوں میں آکر کہہ رہا ہے کہ فرہاد علی تیمور آپ پر ظلم کر رہا ہے۔ اگر آپ آہنی دروازہ نہیں کھولیں گی تو ہم لاک توڑ کر آجائیں گے۔ ہمیں حکم دیجیے کیا کرنا چاہیے؟"

میں سلطانہ کی زبان سے حکم دینا چاہتا تھا کہ مسلح گارڈ واپس چلے جائیں لیکن وہ خیال خوانی کرنے والوں کے درمیان الجھا ہوا تھا۔ ہماری اس رسا کشی میں وہ دماغی مریضہ بن سکتی تھی۔ میں نے اسے چھوڑ دیا وہ اپنے دشمن کی مرضی کے مطابق چیخ کر بولنے لگی۔ "میں مصیبت میں ہوں۔ جلدی آؤ۔ اندر آؤ اور فرہاد کو گولی مار دو۔"

میں نے خواب گاہ کے دروازے پر آکر بلند آواز سے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ ابھی طرح کان کھول کر سن لو۔ ادھر تم آگے گئے اِدھر تمہاری مالکن کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔"

قفل کا تالا توڑنے جا رہے تھے۔ رُک گئے۔ دشمن نے سلطانہ کی زبان سے کہا۔ "میری پروا نہ کرو یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا تم سب یہاں سے ہٹ جاؤ۔"

میں نے بلند آواز سے کہا۔ "میں تمہاری مالکن کا کچھ بگاڑ سکتا ہوں یا نہیں! یہ آواز سنو اور اپنی عقل سے فیصلہ کرو۔"

میں نے چھت کی جانب ایک فائر کیا۔ وہ پھر تالا توڑنے لگے۔ باز آگئے سیکیورٹی گارڈ نے کہا۔ "مادام! آپ کی جان جا سکتی ہے ہم آنے کی حماقت نہیں کریں گے۔"

دشمن کی خیال خوانی ناکام ہو رہی تھی۔ وہ سلطانہ کے دماغ پر جا کر مسلح گارڈز کو اندر بلا سکتا تھا نہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتا تھا یہ کہ میں اسے پوری طرح قبضہ جمانے کا موقع نہیں دیتا تھا اُس طرح کو پہلی بار عقل آئی کہ دوسرے خیال خوانی کرنے والے کو اس کی جان کا نہیں ہے۔ وہ ہر حال میں مسلح گارڈز کو اندر بلانا چاہتا ہے۔ چاہے ان کی مالکہ کو گولی کیوں نہ مار دے۔

وہ مجھے تو دشمن سمجھ ہی رہی تھی' اب دوسرے کی حقیقت واضح ہو گئی تھی کہ وہ فرہاد کو جان سے مارنے کے لیے اس کی جان دشمن بن گیا ہے۔ میں اس کے دماغ میں تھا میری گولی کے زخم سے تکلیف ہو رہی تھی۔ اس نے سرنگ کے راستے سے آنے والوں کو حکم تھا کہ تہ خانے میں پہنچ کر وہاں کا تمام اسلحہ اپنے قبضے میں لے لیں اور کے اگلے حکم کا انتظار کریں۔ اب اس کے دماغ میں یہ بات پیدا ہو رہی تھی کہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے تہ خانے کے گارڈز کو خواب گاہ میں بلا لے وہ فوراً انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "اے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے خبیث! تو کون ہے بگیا تہ خانے کے گارڈز کو میرے حکم سے بلا کر فرہاد کے ہاتھوں ہلاک کرانا چاہتا ہے۔ تو نے دیکھ لیا ہے کہ کتنا طاقت اس نے وارننگ کے طور پر پاؤں میں گولی ماری ہے۔ یہ اگلی گولی سینے میں اتار سکتا ہے۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر خواب گاہ میں رکھے ہوئے ایک فرسٹ ایڈ بکس کو اٹھا لایا۔ پھر اس کے زخم کی مرہم پٹی کرتے ہوئے

وہ خبیث ہے تمہیں مارنا چاہتا ہے۔ میں انسان ہوں زخموں پر مرہم رکھتا ہوں۔ اگر تم مجھے دشمنی نہ کرتیں تو میں تمہیں زخمی نہ کرتا۔"

وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی بولی۔ "مجھ سے ہمدردی نہ کرو۔ مجھے یہ دونوں پیتے بہت عزیز تھے۔ تم نے انھیں نہیں مجھے مارڈالا ہے۔"

"کیا میں ان کا نعم البدل بن جاتا؟"

"ہاں! بن جاتے۔ میرے ان وفادار جانوروں کے آگے تمہارے جیسے کیڑے مکوڑوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"رسی جل رہی ہے مگر بل نہیں جا رہے ہیں۔"

دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی زبان سے کہا۔ "جب تک میں رہوں گا اس کے بل نہیں جائیں گے۔ دیکھنا یہ ہے تم کب تک یہاں رہ سکو گے۔ تمہارا ساتھی تمہاری مدد کے لیے عمل میں لا تہ خانے میں قدم نہیں رکھ سکے گا۔ محل کے تمام دروازوں پر اور تہ خانے کے سرنگ والے دروازے پر میرے آدمیوں کا قبضہ ہے۔"

میں نے کہا۔ "جب تمہیں یقین ہے کہ میں گرفتار ہو جاؤں گا یا تمہارے ہاتھوں مر جاؤں گا تو پھر وقت کا انتظار کرو۔ اس موضوع پر بات ذکر کرو۔ یہ بتاؤ کیا اُس وقت تم سلطانہ کے دماغ میں موجود تھے جب میں اس پر تنویمی عمل کر رہا تھا؟"

"ہاں! میں موجود تھا۔ تم اس پر عمل کر رہے تھے اور میں اس کی زبان سے ایک معمولہ بن کر جواب دے رہا تھا۔ تم میرے فریب میں آگئے کہ عمل کے بعد سلطانہ تنویمی نیند سو رہی ہے۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ پر قابض رہا۔ جب یقین ہو گیا کہ تم چلے گئے ہو تو میں نے سلطانہ کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لا کر اپنی معمولہ بنایا پھر اسے حکم دیا کہ وہ آج رات گیارہ بجے تک فرہاد کے تمام احکامات پہلے چون و چرا تعمیل کرتی رہے۔ اس کے بعد وہ تمہاری جانی دشمن بن جائے گی۔ تم نے اس کے دماغ میں آنے کے لیے جو کوڈ ورڈ مقرر کیے ہیں وہ انھیں بھول جائے گی اور تمہیں دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دے گی۔"

ٹیلی نے پوچھا۔ "کیا تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ میں اسے زخمی کر کے دماغ میں اٹکا سکتا ہوں اور تمہارے تنویمی عمل کے سحر کو توڑ سکتا ہوں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میرے سحر کو توڑ کر کون سا کمال کر رہے ہو؟ یہ رات گیارہ بجے تک تمہارے احکامات کی پابند تھی۔ اب نہ ہے اور نہ کبھی ہو سکے گی۔ تمہارا آخری وقت آگیا ہے۔ تم یہاں سے زندہ سلامت نہیں جا سکو گے۔ بہتر ہے اپنا دماغ میرے حوالے۔۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ میں نے انتظار کیا شاید وہ بات پوری کرے۔ آگے کچھ بھی کہے کہ گا لیکن اُدھر خاموشی رہی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ مارنے والے کو اچانک موت آگئی ہے۔ یہ زبان بند کیوں ہو گئی؟ جبکہ عورت کی زبان سے بول رہے تھے جو کبھی بند نہیں ہوتی۔"

سلطانہ چُپ تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر سنا۔ وہ سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی۔ "میرے دماغ سے اور میری زبان سے بولنے والے ضبیث! تجھے موت آجائے تو ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائے۔ کم از کم ایک ٹیلی پیتھی والے سے تو نجات ملے گی دوسرے سے میں نمٹ لوں گی۔ مجھے سوچنے سمجھنے کی تھوڑی سی مہلت مل جائے تو میں فرہاد کو یہاں سے زندہ نہیں جانے دوں گی۔"

اس کی بات پوری ہوئی تو دشمن کی آواز سنائی دی وہ بڑی جلدی میں تھا۔ کہہ رہا تھا۔ "سلطانہ! میں ایک پرابلم میں پڑ گیا ہوں۔ صرف اتنا سمجھا نے آیا ہوں' تمہاری سلامتی کا بس وہی ایک طریقہ ہے جو میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ کسی طرح اُس پر عمل کرو۔ میں فرصت ملتے ہی آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ اس کی دانست میں میرا آخری وقت آگیا تھا۔ وہ سلطانہ کا ساتھ دے کر مجھے ختم کر سکتا تھا۔ لیکن مجھ جیسے اہم شکار کو اچانک ہی چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ جہاں کہیں بھی تھا وہاں خود اس کی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ کیونکہ اپنی جان بچانے کے لیے ہی کوئی بھی دشمن میدان چھوڑ کر جاتا ہے اور وہ جا چکا تھا۔

اس نے سلطانہ کو ایک طریقہ سمجھایا تھا جس پر وہ عمل کر کے مجھ پر قابو پا سکتی تھی اور یہ وہی طریقہ تھا جس کے ذریعے میں نے سلطانہ کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ یعنی اب وہ مجھے کسی طرح زخمی کرنے کی فکر میں تھی۔ میرے دشمن نے اسے سمجھایا تھا کہ میں زخمی ہونے کے بعد خیال خوانی کے قابل نہیں رہوں گا۔ میرا سب سے بڑا ہتھیار یہی تھا کہ نہ ہوتا تو وہ اپنے خیال کے مطابق مجھے ایک چٹکی میں مسل سکتی تھی۔ اس نے کئی بار ذرا فاصلے پر رکھی ہوئی رائفل کو دیکھا۔ اگر فاصلہ کچھ کم ہوتا تو وہ رائفل تک پہنچنے کی ضرور کوشش کرتی۔

میں فرسٹ ایڈ باکس رکھنے کے بہانے وہاں سے ہٹ گیا جب اسے دوسری جگہ رکھ کر پلٹا تو رائفل اس کے ہاتھوں میں آگئی تھی۔ وہ کچھ کہے سنے بغیر فوراً ہی مجھے زخمی کرنا چاہتی تھی۔ اس نے پہلے سوچا رائفل کے کندے کو دائیں شانے سے لگا کر میرا نشانہ لے۔ پھر سوچا نہیں بائیں شانے سے لگا کر گولی مارنا چاہیے۔ پھر دماغ نے کہا یا رائفل کی سیدھی سے آنکھ لگا کر نشانہ لگانے کے لیے ایک آنکھ بند کرنی پڑتی ہے۔ اس کی دوسری سوچ نے کہا۔ "ہرگز نہیں! میں ایک آنکھ بند کر دوں گی تو وہ مجھے گولی مار دے گا آنکھ مار رہی ہوں۔ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گی۔"

وہ رائفل کے کندے کو کبھی دائیں شانے کی طرف لا رہی تھی کبھی بائیں شانے کی طرف۔ کبھی ایک آنکھ بند کر رہی تھی اور کبھی آنکھ نہ مارنے کے خیال سے فوراً دونوں آنکھیں پوری طرح کھول دیتی تھی۔ آخر اُس نے جھنجلا کر کہا۔ "تم مجھے الو بنا رہے ہو۔ میں آہنی دیوار سے الٹی سیدھی ٹکر

کر رہی ہوں، ہاتھوں میں رائفل ہوتے ہوئے بھی تمہیں گولی نہیں مار رہی ہوں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے مجھے اُلجھا رہے ہو۔ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا ذہن اچانک یہاں سے کہاں چلا گیا تھا؟ میں بتاتی ہوں۔ وہ تمہاری رسوتی کو ٹریپ کرنے گیا تھا۔ اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہے۔ تین نہ ہو تو دو سونتی کو پکار کر دیکھ لو۔"

اُس نے چونکا دینے والی بات کہہ دی تھی۔ میں پریشان ہو کر فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کرتا۔ یہاں سے عجلت میں رسوتی کی حفاظت کے لیے جاتا۔ اِدھر ایک لمحے کی دماغی غیر حاضری میں وہ مجھے گولی مار دیتی۔ خدا کا شکر ہے کہ ان حالات میں ہمارے تجربات کام آتے ہیں۔ ان تجربات کی روشنی میں ہم اچانک کوئی قدم نہیں اُٹھاتے۔ بعض اوقات انسان سے بے اختیار کوئی حرکت سرزد ہو جاتی ہے۔ ہم ایسے بے اختیاری عمل سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ میں نے فوراً ہی رسوتی کی خبر لینے سے پہلے سلطانہ کو رائفل میری طرف اچھالنے پر مجبور کیا۔ وہ مجبور ہوئی۔ میں نے رائفل کو کیچ کرتے ہوئے کہا۔ "جسٹ ایٹ منٹیں ابھی آیا۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی رسوتی سے کہا۔ "میرے پاس آؤ۔" یہ کہتے ہی دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سلطانہ بیچ و تاب کھا رہی تھی۔ رسوتی نے آ کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

میں نے پوچھا۔ "تم خیریت سے ہو؟"

"بالکل خیریت ہوں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ ہمارے دونوں بیٹے بھی بخیریت ہیں مگر دشمنوں کے چکروں میں ہیں۔ فرصت ملے تو اُن کی خبر لینا۔"

"میں جلد ہی اُن کے پاس جاؤں گا تم جا سکتی ہو۔ آمر کو بھیج دو۔"

وہ چلی گئی۔ آمر آ گیا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا کر رہے ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "مادام رسوتی پارس دوم کے پاس ہیں۔ میں پارس اوّل کے پاس آ جاتا ہوں۔ میرے لائق کوئی خدمت؟"

"اگر پارس اوّل اور جوجو کے پاس رہنا ضروری نہ ہو تو سلطانہ کے دماغ میں رہو۔"

"آپ اپنے بیٹے کو جانتے ہی ہیں۔ وہ ہم خیال خوانی کرنے والوں کا احسان لینا نہیں چاہتا۔ میں تو چپ چاپ جوجو کے دماغ میں جا کر خیریت معلوم کرتا ہوں، بہرحال میں سلطانہ کے پاس رہوں گا۔"

میں نے آمر کو بتایا۔ "وہ خیال خوانی کرنے والا دشمن ابھی سلطانہ کے دماغ میں نہیں ہے لیکن کسی وقت بھی آ سکتا ہے اور کوئی نئی چال چل سکتا ہے۔ تم مجھے سلطانہ کے چور خیالات سے آگاہ کرتے رہو۔"

وہ اُس کے دماغ میں چلا گیا۔ میں نے مانٹی پاشا کو مخاطب کرتے ہوئے وہ جگہ بتائی جہاں ٹرنگ کے راستے سے باہر نکلا جا سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ "تمام دفاداروں کے ساتھ وہاں پہنچو اور میری اگلی ہدایات کا انتظار کرو۔"

پھر میں نے سلطانہ سے کہا۔ "ٹرانسمیٹر اُٹھاؤ۔ تم خانے کے باقی مسلح افراد میں اُنھیں حکم دو کہ ہتھیار وہیں چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔ ورنہ سے عمل کے احاطے میں آ جائیں۔"

"میں یہ حکم نہیں دوں گی۔"

"کیوں خیال خوانی پر مجبور کرتی ہو؟"

"میں دانستہ اپنی مرضی کے خلاف کوئی حکم نہیں دوں گی۔"

میں نے آمر سے کہا۔ "اس کی زبان سے احکامات جاری کرا دوسرے ہی لمحے وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اپنی الماری کے پاس جا کر اس کے ایک خفیہ خانے سے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر رابطہ قائم کر کے میری مرضی کے مطابق حکم دیا۔ دوسری طرف سے اس کا حکم سننے والا سیکیورٹی گارڈ کہہ رہا تھا۔ "مادام آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن یہ حکم فراڈ کا بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے سنا ہے وہ ایک کے ذریعے دوسرے کی آواز سن کر اس دوسرے کو بھی اپنا محکوم بنا لیتا ہے۔"

آمر نے سلطانہ کی زبان سے ڈانٹ کر کہا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں فراڈ کی محکوم ہوں۔ یو بلڈی فول تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں اپنی ذات پر کسی کی حکمرانی برداشت کر سکتی ہوں۔"

وہ سہم کر بولا۔ "سوری مادام! میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو صرف آپ کی سلامتی چاہتا ہوں۔ آپ واقعی عظیم ہیں کہ کوئی آپ کو محکوم نہیں بنا سکتا۔ ہم آپ کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔ ہتھیار یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔"

سلطانہ نے اُس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر اُس جگہ کے انچارج ٹرانسمیٹر پر مخاطب کیا۔ جو سرنگ سے باہر جانے والے چور دروازے پر چار مسلح گارڈز کے ساتھ ڈیوٹی پر رہتا تھا۔ اُس نے کہا۔ "میں مکرانی ہوں۔ یہ جگہ فوراً چھوڑ دو اور محل کے احاطے میں چلے آؤ وہاں دوسرے گارڈز ڈیوٹی پر آئیں گے۔"

انچارج نے کہا۔ "مادام! آپ کے حکم پر ہم جان دے سکتے ہیں لیکن کسی نے میرے دماغ میں کہا ہے کہ آپ خطرات میں گھری ہوئی ہیں۔ کوئی آپ کے دماغ پر قبضہ جما کر۔"

وہ بات کاٹ کر دہاڑتی ہوئی بولی۔ "یو شٹ اَپ! کیا تم میرے دماغ کو کمزور یا کسی کی جاگیر سمجھتے ہو۔ یو سن آف اے وچ! میرے حکم کی فوراً تعمیل کرو ورنہ میرا فہر تم پر نازل ہو گا۔"

"معافی چاہتا ہوں مادام! ہم ابھی ڈیوٹی چھوڑ کر یہاں سے جا رہے ہیں۔"

میں نے مانٹی پاشا سے کہا۔ "تمہارے سامنے سو گز کے فاصلے پر جو گرین کا بیچ ہے وہاں اپنے وفاداروں کے ساتھ چلے جاؤ۔ کہا مداخلت نہیں کرے گا۔ اگر کوئی کرے تو گولی مار دینا۔"

میں نے تہ خانے کے سیکیورٹی گارڈ کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ اپنے تمام ماتحتوں کے ساتھ ہتھیار وہیں چھوڑنے کے بعد سرنگ سے گزر رہا تھا۔ جب مانٹی پاشا گرین کا بیچ میں پہنچا تو وہ جگہ خالی ملی وہاں ڈیوٹی دینے والے جا چکے تھے۔ میں نے کہا۔ "پاشا! ابھی ایک درجن نئے لوگ گرین کا بیچ کے ایک چور دروازے سے باہر آنے ہی والے ہیں۔ انھیں ایک کمرے میں بند کر دینا۔ میں تھوڑی دیر بعد سلطانہ آفندی کے ساتھ آؤں گا۔ مستعد رہو۔ گرین کا بیچ کے باہر تیسری دور تک نظر رکھو۔"

میں اسے ضروری ہدایات دے کر دماغی طور پر حاضر ہوا۔ سلطانہ مجھے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی ذرا زم پڑ گئی۔ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میں ہار گئی تم جیت گئے۔ دراصل میری زندگی میں تمہارے جیسا ناقابلِ شکست مرد نہیں آیا تھا۔ اس لیے میں مردوں کو حقیر سمجھتی تھی۔ آج میں دل و جان سے خود کو تمہارے حوالے کرتی ہوں۔"

وہ دونوں بانہیں پھیلا کر میری طرف بڑھنا چاہتی تھی۔ آمر نے اسے روک دیا۔ اس کی زبان سے کہا۔ "بھائی فراد! یہ فراڈ ہے۔ سوچتی کچھ ہے زبان سے بولتی کچھ ہے۔ کم سخت کی سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آئی کہ ہم چور خیالات بھی پڑھ لیتے ہیں۔"

سلطانہ اپنی زبان سے اپنے ہی خلاف بول بھی رہی تھی اور رو بھی رہی تھی۔ غصّے سے بولی۔ "فراد! یہ تم نے کسے میرے دماغ میں بٹھایا ہے؟ یہ جھوٹا ہے۔ میرے دل میں تمہارے لیے جو سچی محبت ہے، یہ اس محبت کی توہین کر رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں تمہاری سچی محبت کی قدر کرتا ہوں۔ جو شخص تمہارے دماغ میں ہے اسے ابھی نکال رہا ہوں۔ اس کے جانے کے بعد میں اچھی طرح تمہاری قدر کروں گا۔"

میں نے آمر سے کہا۔ "میں تمہیں اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے پاس پہنچا رہا ہوں جس میں بیرس سے یہاں تک آیا تھا۔ تم اس کے ذریعے فلائنگ کلب کے ماہر انجینئر کے دماغ میں پہنچو اور اس کے ذریعے ہیلی کاپٹر کو اچھی طرح چیک کرو۔ کسی دشمن نے کوئی خرابی پیدا کی ہو تو اسے دور کراؤ۔"

دنیا کی پہلی ٹرانسمارٹر مشین بنانے والا آمر ایک ذہین مکینک تھا۔ وہ اپنی نگرانی میں ہیلی کاپٹر کو اچھی طرح چیک کر سکتا تھا۔ وہ اپنا فرض ادا کرنے چلا گیا۔ سلطانہ نے پوچھا۔ "کیا تم جزیرے سے جا رہے ہو؟"

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ قاتلانہ انداز میں مسکرائی۔ پھر بیٹھے ہی بیٹھے دونوں بانہیں پھیلا دیں۔ اپنی اداؤں سے کہہ رہی تھی۔ "نہ جاؤ۔ اِدھر چلے آؤ۔"

میں نے اس کے دماغ میں ذرا غصّے سے کہا۔ "میں رسوتی بول رہا ہوں۔ یہ نہ سمجھنا میں اپنے میاں کو تمہاری جیسی عورتوں کے پاس چھوڑ کر غافل ہو جاتی ہوں۔ اپنی بانہیں گرا لو۔ ورنہ دماغ میں زلزلہ پیدا کر دوں گی۔"

میں رسوتی بن کر ایسا کہتے وقت مسکرا رہا تھا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر عاشقانہ انداز میں اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ وہ جلدی سے بانہیں گرا کر بولی۔ "نن نہیں۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ ہمیں فاصلہ رکھنا چاہیے۔"

"لیکن ابھی تو تم مجھ سے سچی محبت کر رہی تھیں۔ خیر کوئی بات نہیں۔ میں تمہاری قدر کروں گا۔ اور قدر کرنے کے لیے ابھی یہاں سے تمہیں لے جاؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "مم، میں نہیں جاؤں گی۔ تم مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

"دنیا دے اُس ٹکڑے، جتنے بندہ نہ بندے دی ذات ہووے۔"

"یہ تم کون سی زبان بول رہے ہو؟"

"میں اُس ٹکڑے کی زبان بول رہا ہوں جہاں سے میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔ چلو تمہیں بھی یہ علم سکھا دوں گا۔"

وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے رائفل کو ایک طرف پھینکا پھر اطمینان سے چلتا ہوا پلنگ کے نیچے پہنچ گیا۔ رائفل اس کے سامنے تھی لیکن وہ اُٹھا نہیں سکتی تھی۔ چپ چاپ اٹھ کر میرے پاس پلنگ کے نیچے آ گئی۔ عاجزی سے کہنے لگی۔ "مجھے چھوڑ دو۔"

"میں نے پکڑا کب ہے؟ میں تمہیں ہاتھ لگانا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔"

"تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

"شریف عورت کو ہاتھ نہ لگاؤ تو وہ خوش ہوتی ہے۔ اس کے برعکس تمہاری جیسی عورتیں اپنی انسلٹ سمجھتی ہیں۔"

جسے قارئین آج تک نہیں بھولے

طالوت

(۳ حصّوں میں مکمل)

قیمت فی حصّہ ۱/۲۰ روپے | ڈاک خرچ فی حصّہ ۱/۱۰ روپے

- پُراسرار کہانیوں کے شائقین کے لیے
- طنز و مزاح پسند کرنے والوں کے لیے
- جاسوسی کہانیوں کے دلدادوں کے لیے

ایک دلچسپ داستان جو آج تک آپ نے نہ پڑھی ہو گی!

کتابی شکل میں تیار ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے منگوائیں

تینوں حصّے ایک ساتھ منگوانے پر محصول ڈاک معاف

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۱۳۰ کراچی ۱

میں نے ایک مٹن دبایا۔ ہم پلنگ کے پچھلے فرش پر بیٹھے ہی لیٹے تہ خانے میں پہنچ گئے۔ وہاں دور تک ہتھیار بکھرے پڑے تھے۔ مسلح گارڈز اپنی مالکہ کے حکم کے مطابق وہ تمام ہتھیار چھوڑ گئے تھے میں چاروں طرف سے گھرا ہوا تھا۔ اگرچہ آسانی سے سلطانہ کو یرغمال بنا کر لے جا رہا تھا۔ تاہم دشمن خیال خوانی کرنے والا کسی وقت بھی آکر پانسا پلٹ سکتا تھا یا اس کے منصوبے کے مطابق اس کا کوئی معمول مجھے کہیں سے چھپ کر گولی مار سکتا تھا۔ ان حالات میں ایک ہتھیار ضروری ہو گیا تھا۔ میں نے ایک بھرا ہوا ریوالور اور چند کارتوس اٹھا کر رکھ لیے۔ پھر سلطانہ سے کہا۔ "میں ہر وقت تمہارے دماغ میں نہیں رہ سکتا۔ سیدھی طرح میرے آگے آگے چلتی رہو۔ اگر سونتی دوبارہ آئے گی تو تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر تمہاری کھوپڑی الٹا دے گی۔"

وہ چپ چاپ میرے آگے آگے سرنگ میں داخل ہوئی۔ میں نے مائٹی پاشا سے معلوم کیا جو لوگ یہاں ہتھیار چھوڑ کر گئے تھے ان سب کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا تھا۔ میرے لیے باہر ایک گاڑی تیار تھی۔ پاشا یقین سے کہہ رہا تھا کہ گرین کوچ کے باہر آس پاس نہ کوئی ہے نہ کسی قسم کا خطرہ ہے۔ لیکن میرا دل نہیں مان رہا تھا۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا ضرور کوئی جال بچھا کر گیا ہوگا۔

میں سرنگ سے گزرتا ہوا خیال خوانی میں مصروف تھا لیکن راستے کا بھی دھیان تھا۔ سلطانہ آگے جا رہی تھی۔ اس کی طرف سے فی الحال کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ میں نے آرمرو کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ میں پوری طرح مطمئن ہوں۔"

میں نے کہا۔ "اب تم فلائنگ کلب کے دو چار اہم اور رتبے دار افراد کے دماغوں میں آتے جاتے رہو۔ میں بھی انھیں ٹریپ کروں گا۔ کیونکہ فلائنگ کلب کی ضروری کارروائیوں پر عمل کیے بغیر یہاں سے جا رہا ہوں۔"

ہم سرنگ کے آخری سرے پر آ گئے۔ چور دروازے کو کھولا تو دوسری طرف مائٹی پاشا استقبال کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے ایک کمرے میں آکر کہا۔ "میں پانچ منٹ بعد یہاں سے نکلوں گا لیکن مادام ابھی جائیں گی۔ ان کے ساتھ تم میں سے کوئی جائے گا اور جو بھی جائے گا اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جائے گی۔"

تمام وفادار میرے حکم پر جان دینے کو تیار تھے۔ ان میں سے ایک سلطانہ کے ساتھ اس کمرے سے نکلا۔ پھر کاٹیج کے باہر آیا۔ باہر بھی اسی طرح نگرانی ہو رہی تھی۔ دور دور تک کوئی دشمن نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہمیں فلائنگ کلب تک لے جانے والی گاڑی کاٹیج سے دس قدم کے فاصلے پر تھی۔ اس گاڑی کو بھی اچھی طرح چیک کر لیا گیا تھا۔ اتنی احتیاط کے باوجود اچانک ہی کاٹیج کے قریب والی ڈرین لائن یعنی گٹر کا آہنی ڈھکن اوپر کو اٹھا۔ اندر سے ایک سر اور دو ہاتھ باہر آئے۔

اُن ہاتھوں میں ٹیلی اسکوپ لگی ہوئی رائفل تھی۔ اس نے سلطانہ کو جانے والے کا مسیح نشانہ لیا پھر گولی چلا دی۔ وہ وفادار چیختا ہوا پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ دوسرے وفاداروں نے فائرنگ کی سمت کا اندازہ کرتے ہی تڑا تڑ فائرنگ شروع کر دی۔ گولی چلانے والے ساتھی کو اٹھا کر کاٹیج میں لے آئے۔ وہ بال بال بچا تھا۔ مگر اگر وہ چیخ مار کر زمین پر گرا تھا تاکہ گولی چلانے والا مطمئن ہو جائے اور وہ فائر نہ کرے۔

میری خیال خوانی کے مطابق چار وفادار سلطانہ کو اٹھا کر اندر لے گئے۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے وہاں سے جانے لگے۔ گٹر کا ڈھکن بند ہو چکا تھا۔ وہ فائر کرنے والا واقعی مطمئن ہو کر اندر جا چکا تھا۔ میرے ایک وفادار نے قریب جا کر ڈھکن کو اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا۔ اندر سے فائرنگ ہوئی۔ اس وفادار نے بیلٹ کی چابی دانتوں سے دبا کر کھینچی۔ اسے گٹر میں ڈالا پھر دوڑتا ہوا دور جا کر اوندھے منہ لیٹ گیا۔ رات کی خاموشی میں زوردار دھماکا دور تک گونجا۔

سلطانہ کی گاڑی تھوڑی دور تک خیریت سے گئی۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے نے نہ جانے کہاں کہاں مسلح آلہ کاروں کو چھپا رکھا تھا۔ انھیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ سلطانہ کے ساتھ کوئی بھی آنے والا فرد دشمن ہی ہوگا۔ لہٰذا اسے گولیوں سے بھون دیا جائے۔ اس کا پہلا آلہ کار میرے دھوکے میں میرے وفادار کو گولی مارنے میں ناکام رہا تھا۔ دوسرے آلہ کار اب سلطانہ کی گاڑی پر فائرنگ کر رہے تھے۔ اسے ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر انھوں نے بھی کئی بم کے دھماکے کیے۔ ظاہر ہے ان حالات میں گاڑی بچ نہیں سکتی تھی۔ دھماکوں سے اس کے پرخچے اڑ گئے۔ میں نے سلطانہ اور چار وفاداروں کے دماغوں میں پہنچنے کی ناکام کوشش کیں۔ پھر چند ساعتوں کے لیے ماتمی انداز میں سر کو جھکا لیا۔ یہ کھیل نہیں تھی۔ مجھے اپنے وفاداروں کی موت کا دلی صدمہ پہنچ رہا تھا لیکن اس وقت ماداموسلطانہ آفندی کے لیے ایک ذرا افسوس نہیں ہو رہا تھا۔

میں نے چپ چاپ وہ گرین کاٹیج چھوڑ دیا۔ اس گاڑی کی تباہی سے دشمنوں کو یقین ہو چکا ہوگا کہ مادام کے ساتھ ضرور مرفر ہاد بھی مارا گیا ہے۔ میں چھپ چھپا کر سمندر کے ساحل تک آ گیا۔ وہاں ایک کار سے لفٹ حاصل کی۔ پھر فلائنگ کلب پہنچ گیا۔ پورے جزیرے میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ مسلسل فائرنگ کے علاوہ ہم نے کئی دھماکے بھی سنے تھے۔ سبھی جستجو میں مبتلا تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور کہاں ہو رہا ہے؟ ہر آنے والے ہر ایک کو سونگھتے پھر رہے تھے۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ خیال خوانی انھیں سانپ کی طرح سونگھ لیتی تھی۔

ہیلی کاپٹر کا پائلٹ میرا منتظر تھا۔ میں نے اور آرمرو نے ہیلی کاپٹر میں دو انچارج افسران کو قابو میں کیا۔ انھیں اپنے ساتھ ہیلی کاپٹر میں دونوں سے مصافحہ کر کے اس میں سوار ہوا۔ میرے ہیلی کاپٹر اڑانے شروع کی۔ دوسرے ذمے دار لوگ دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ افسران سے کہہ رہے تھے کہ یہ غیر قانونی پرواز ہے۔ اُن میں سے ایک افسر نے کہا۔ "ہم نادان نہیں ہیں۔ ہم بھی غیر قانونی پرواز کو سمجھتے ہیں۔ پھر آپ نے پرواز کی اجازت کیوں دی؟"

دوسرے افسر نے جواب دیا۔ "ہم فلائنگ کلب کے افسران ہیں۔ ہمیں کسی بھی ہیلی کاپٹر کو جانے سے روک سکتے ہیں لیکن خیال خوانی کرنے والے کو پرواز کرنے سے نہیں روک سکتے۔ کیونکہ ٹیلی پیتھی کا طیارہ ہمیشہ دماغوں کے راستے سے پرواز کرتا ہے اور اس کے لیے کوئی قانون نہیں ہے۔"

اُن کی بحث کے دوران میرا ہیلی کاپٹر جزیرے سے بہت دور نکل گیا تھا۔ میں اور آرمرو ہاں کے تمام افسران کے دماغوں میں پہنچ چکے تھے جس کے نتیجے میں وہ اس پاس کے دوسرے ممالک کو اس غیر قانونی پرواز کی اطلاع نہیں دے پا رہے تھے۔ میں نے پائلٹ سے کہا۔ "اب اپنے گھروں میں جا کر آرام کرو۔ جن چار وفاداروں نے میرے لیے جان دی ہے اُن کے وارثوں کو صبح تک ایک ایک لاکھ ڈالر ادا کر دینا۔ میں جزیرے سے نکل چکا ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "جناب! آپ کے جانے کے بعد یہاں کے پولیس والے اور دوسرے خیال خوانی کرنے والے دشمن مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"تم جزیرے کے سب سے بڑے بدمعاش کہلاتے ہو اور سب سے زیادہ ڈرپوک ہو۔"

"جناب! میں پہلے ڈرپوک نہیں تھا۔ آپ نے میری توقع سے زیادہ دولت اور ہیرے جواہرات دیے ہیں۔ اب یہ سوچ کر ڈرتا ہوں کہ مر جاؤں گا تو اتنی ساری دولت کا کیا بنے گا؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ تم میں سے کسی وفادار پر کچھ نہیں آئے گی۔"

میں نے آرمرو سے کہا۔ "اب میں اپنے دونوں بیٹوں کی خبر لوں گا۔ تم ذرا مائٹی پاشا اور دوسرے وفاداروں کا خیال رکھنا۔ انھیں پریشان کرنے والوں کو فرہاد بن کر سمجھانا کہ جزیرے میں جو کچھ ہوا اس کا ذمے دار فرہاد تھا۔ اس کے باقی ساتھیوں کو قانونی گرفت میں نہ لایا جائے۔ ورنہ اس جزیرے میں دن رات تباہیاں آتی رہیں گی۔"

میں نے ضروری ہدایات دے کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر طوفان کی سرحد پار کر رہا تھا۔ میں جلد ہی پیرس پہنچنے والا تھا۔ وہاں سے خفیہ دار افسران کو اپنی آمد کی اطلاع دینے کے بعد جہاز پیرس کے ہوائی اڈے پر اتروں گا۔ وہاں سے میں سیدھا اپنے گھر جاؤں گا۔ وہاں میرے دونوں بیٹے میرے منتظر ہوں گے۔ ویسے بھی ان دونوں کی ضد اور حوصلوں نے یہ اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ مجھے ان کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔

الفریڈ مونو زو رات کے کھانے کے بعد پی رہا تھا اور پارس اور جوجو کو بور کر رہا تھا۔ بڑے سرور میں کہہ رہا تھا۔ "میں جنات کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا۔ اگر وجود ہوا بھی تو میں خود بہت بڑا جن ہوں۔ استنبول کے بڑے بڑے سورما میرا نام سن کر کانپ جاتے ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں تمہاری بیوی پر جن کا سایہ نہیں رہنے دوں گا۔ اسے بھگا دوں گا۔"

پارس نے الفریڈ سے کہا تھا کہ جوجو پر کسی کا سایہ ہے۔ شاید کوئی جن اس پر عاشق ہو گیا ہے۔ اسی لیے اس کے شوہر کو بھی پاس آنے نہیں دیتا۔ الفریڈ بلا کا عیاش تھا۔ جوجو کو دیکھ کر للچا رہا تھا۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھا کر کہا۔ "میں جوجو کے پاس جاؤں گا اور اس جن کو بھگا دوں گا۔"

پارس نے کچھ سوچ کر ہی اس کے سامنے جنات کا مسئلہ چھیڑا تھا۔ اس نے کہا۔ "مسٹر مونو زو! آپ جانتے ہیں، ہمیں شراب سے نفرت ہے لہٰذا ہم خواب گاہ میں جا رہے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میرے بغیر جاؤ گے تو وہ جن اٹھ کر پٹخے گا۔"

پارس نے کہا۔ "خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہے گا تمہارے آنے کے بعد بند ہو گا۔"

وہ جوجو کے ساتھ جانے لگا۔ الفریڈ مونو زو نے کہا۔ "میں یہاں تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ ابھی دس پندرہ منٹ میں آ رہا ہوں۔"

پارس نے خواب گاہ میں آکر جوجو سے کہا۔ "آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔"

وہ بولی۔ "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ یہ آدمی اچھا نہیں ہے۔ ابھی یہاں آنے کو کہہ رہا تھا۔"

"آنے دو۔ میں اس کے سر سے عیاشی کا جن اتار دوں گا۔ تم اطمینان سے لیٹ کر آنکھیں بند کرو اور دماغ کو ہدایات دے کر سو جاؤ۔"

اس نے مسکرا کر پارس کو دیکھا۔ پھر آرام سے لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ پارس نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر بابا صاحب کے ادارے

کا ایک نمبر ڈائل کیا۔ وہ نمبر صرف فرہاد کی فیملی کے لیے مخصوص تھا۔ سراغ لگانے والے یہ معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ وہ نمبر کس کا ہے اور یہ کس کے کس علاقے میں بات کی گئی ہے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ لوپی کی آواز سنائی دی۔ پارس نے کہا۔ "میں ہوں علی تیمور۔ آپ انکل آمر سے رابطہ کرا دیں شکریہ۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی پارس نے پہلے سانس روکی پھر کوڈ ورڈ دریافت کیے۔ آمر نے کہا۔ "یور انکل تو کس یور مائنڈ۔ کیا بات ہے بیٹے؟"

"انکل! میں جوجو کو لے کر استنبول پہنچ گیا ہوں۔ آپ فوراً فرانسیسی سفیر سے رابطہ قائم کریں اسے بتائیں کہ ہم استنبول میں الفریڈ مونوز کے مہمان ہیں۔ لیکن ہمارا میزبان شیطان ہے کسی وقت بھی بات بگڑنے والی ہے۔ سفیر صاحب پولیس کے اعلیٰ افسران کو یہاں بھیج کر جوجو کو بحفاظت اپنی رہائش گاہ میں بلا سکتے ہیں اور اسے یہاں سے آپ کے پاس بھیج سکتے ہیں۔"

"اور تم؟ کیا تم نہیں آؤ گے؟"

"میں کچھ دنوں بعد آؤں گا۔"

"تمہارے پاپا کہاں ہیں؟ تم جزیرے سے کیسے آئے؟ اور اب یہاں کیوں نہیں آنا چاہتے؟"

"یہ سوالات بعد میں بھی کیے جا سکتے ہیں۔ مجھے ٹیلی پیتھی کی طرف اسی حد تک ضرورت تھی۔ میں مجبور تھا۔ فون پر پولیس کے افسران کو یہاں بلاتا تو میرا میزبان محتاط ہو جاتا۔ بہرحال میں آئندہ آپ کو زحمت نہیں دوں گا۔"

"بیٹے! یہ غیروں جیسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"اس میں غیریت کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اپنی زندگی اپنے طور پر گزارنا چاہتا ہوں پلیز آپ دیر نہ کریں۔ میرا میزبان الفریڈ مونوز واپس آ رہا ہے۔"

آمر چلا گیا۔ مونوز نشے میں جھومتا ہوا خواب گاہ میں آیا۔ پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "کیا دروازہ بند کر دوں؟"

پارس نے کہا۔ "تمہارے گھر کا دروازہ ہے، کھلا رکھو یا بند کر دو۔ مگر یاد رکھو، دروازہ بند ہو گا تو بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔"

اس نے چونک کر پوچھا۔ "کیا مطلب، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ تم جن کو بھگانے آئے ہو۔ دروازہ بند ہو گا تو کہاں سے بھاگے گا؟"

وہ زوردار قہقہہ لگا کر بولا۔ "جوان تم باتیں ایسی کرتے ہو کہ چکرا کر رکھ دیتے ہو۔"

وہ لڑکھڑاتے ہوئے ذرا آگے بڑھا۔ پھر جوجو کی طرف دیکھ کر بولا۔ "ادے یہ تو سو رہی ہے۔ بھئی اسے فوراً جگاؤ۔ حسن نیند میں اور قیامت جگاتا ہے۔"

"مسٹر مونوز! وہ تمہارے بیوی بچے تو ہوں گے۔"

"بالکل نہیں۔ کون یہ مصیبت پالتا ہے۔ میں جب چاہتا ہوں طوائف رچاتا ہوں پھر دو چار دن میں اس شادی کو بھلا کر ایک نئی کر لیتا ہوں۔"

"اگر تم شادی کرتے تو آج تمہاری بیٹی میری بیوی کی ہم عمر ہوتی۔"

"کیا بکواس ہے، نہ میری بیوی ہے نہ بیٹی ہے نہ میں کسی کی عمر پوچھتا ہوں۔ میں آئم کھاتا ہوں، پیٹر نہیں گنتا۔"

"آج سے تم گنو گے دوسروں کی بہنوں اور بیٹیوں کی عمریں۔ کرو گے اور آج کے بعد تم مہمان نوازی کے بہانے کسی مہمان کی عزت سے نہیں کھیلو گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "کیا تم میری آئندہ زندگی کا ٹائم ٹیبل بنا رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں چاہتا تو استنبول کے فلائنگ کلب میں ہی تمہارے ساتھ ہو جاتا اور بیوی کے ساتھ کسی ہوٹل میں قیام کرتا۔ لیکن میں نے سوچا کہ تو دشمن میرے پیچھے ہیں، ہوٹل میں قیام کرنا مناسب نہ ہو گا۔ دوسرا عیاش ہو آج سے تمہارا مزاج بدلنا ہو گا۔"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے بولا۔ "تم اتنے اعتماد سے کہہ رہے ہو جیسے اپنے باپ کے گھر میں ہو۔ ایسے الو کے پٹھے یہ میرا محل ہے، میرا قلعہ ہے۔ ایک چیونٹی بھی اندر نہیں آ سکتی اور تمہارے جیسے چیونٹے میری اجازت کے بغیر باہر نہیں جا سکتے۔"

وہ پٹ کر دروازے کی طرف جانا چاہتا تھا۔ پارس نے ایک قدم آگے بڑھایا۔ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ ایک صوفے سے جا ٹکرایا پھر اس صوفے کے ساتھ فرش پر گر پڑا۔ ایک ہی ہاتھ میں نشہ ہرن ہو گیا تھا۔ وہ ایک نوجوان سے فولادی چوٹ کھانے کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی ناک اور ہاتھوں سے خون رسنے لگا تھا۔ پہلے تو اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پارس کو دیکھا پھر آستین سے لہو پونچھتے ہوئے کہا۔ "تو نے مجھ پر ہاتھ اٹھا کر اپنی موت کو دعوت دی ہے تو یہاں سے زندہ نہیں جائے گا۔"

وہ تکلیف سے کراہتا ہوا فرش پر سے اٹھا۔ دوسری بار دروازے کی طرف جانا چاہتا تھا۔ پارس نے پیچھے سے کالر پکڑ کر کہا۔ "تم نے مجھے ہونے والے آدمی نہیں ہو صرف دولت کا رعب اور دبدبہ ہے۔ میں دوسرا ہاتھ جماؤں گا تو مر جاؤ گے۔"

وہ خود کو چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا۔ "تم کتنی دیر روک سکو گے؟ تمہیں دروازہ کھولنا ہی ہو گا۔"

"میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا، سوچ سمجھ کر دروازہ بند کرو۔ بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔"

"اس کا مطلب ہے، وہ جن والی بات جھوٹی تھی۔"

"بالکل سچی ہے۔ میری بیوی پر جس کا سایہ ہے، وہ کسی کو قریب نہیں آنے دیتا۔ صرف ایک ہاتھ جما کر بھاگنے کا راستہ یاد دلاتا ہے۔"

تم اب بھی جن کے وجود سے انکار کرو گے؟"

وہ یکبارگی چیخنے لگا۔ "ہیلپ۔ ہیلپ۔ مجھے بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔"

پارس نے ایک ہاتھ کے شکنجے میں اس کے جبڑوں کو جکڑ لیا۔ اس کی آواز بند ہو گئی۔ دیدے پھیلنے لگے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے جبڑے آہنی شکنجے میں ہیں اور اب ٹوٹنے ہی والے ہیں۔ کوئی دروازے پر دستک دیتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ "باس! آپ کے چیخنے کی آواز آئی ہے۔ آپ خیریت سے ہیں؟ دروازہ کھولیے یا جواب دیجیے۔"

پارس نے جبڑوں پر سے گرفت ڈھیلی کر دی۔ پھر کہا۔ "کسی کو مدد کے لیے بلاؤ گے تو آنے والے تمہاری لاش ہی لے کے جائیں گے۔"

اسے پارس کی قوت اور بے رحمی کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس نے اونچی آواز میں کہا۔ "مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔ جاؤ یہاں سے کہ میں نشے میں چیختا ہوں۔ کیا تم لوگ سمجھتے ہو میں نشے میں ہوں۔"

دروازے کے اس پار جاتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ الفریڈ مونوز دکھیاری ہنسی ہنستے ہوئے بولا۔ "ہم تو بہت اچھے دوست ہیں۔ آئندہ بھی اچھے دوست بن کر رہ سکتے ہیں۔ بھئی غلطی ہر انسان سے ہوتی ہے۔ بلکہ ہر پینے والا تھوڑی بہت بدمعاشی کرتا ہے۔ پھر ہوش میں آ کر توبہ کر لیتا ہے۔ میں ہوش میں آ گیا ہوں۔ تم آرام کرو۔ مجھے جانے دو۔"

"ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ آرام سے صوفے پر بیٹھو اور اپنے پچھلے گناہوں کو یاد کرو۔ تم نے اپنی دولت سے اور کرائے کے بدمعاشوں سے کتنی ہی معصوم لڑکیوں کو اٹھوایا ہے۔ تمہارے جیسا شیطان دو چار لات گھونسے کھا کر انسان نہیں بن سکتا۔"

"تم میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟"

"اس سے بدتر سلوک اور کیا ہو سکتا ہے کہ تم اپنے گھر میں بے بس ہو۔ اپنی دولت سے اور مسلح محافظوں سے مدد حاصل نہیں کر سکتے۔ تم اپنی خواب گاہ میں آنے والی مجبور لڑکیوں سے زیادہ مجبور ہو۔ میں نے تمہاری پٹائی کی تم کمزور عورتوں کی طرح مار کھا کر رہ گئے۔"

"تم درست کہتے ہو لیکن تم کب تک غالب رہو گے۔ ابھی نہ سہی صبح تو دروازہ کھولنا ہی ہو گا۔ تم مجھے کب تک مجبور قیدی بنا کر رکھو گے؟"

"ایک فرعون والے کی بے عزتی تنہائی میں بھی ہو تو وہ شرم سے مر جاتا ہے۔ مگر تم انتظار کر رہے ہو کہ دروازہ کھلے گا تو مسلح محافظوں کے سامنے میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔ وہاں تمہاری عزت رہ جائے گی اور تم مجھ سے انتقام لے سکو گے۔ لیکن تمہاری عزت نہیں رہے گی۔ تمہارا بچا ہوا عیاش لوگوں کو بتائے گا کہ آج رات تم نے کسی لڑکی کی نہیں اپنی بدنصیبی کو خواب گاہ میں بلایا تھا۔"

وہ بولا۔ "مجھے رپورٹ ملی ہے کہ تم نے خواب گاہ میں آ کر فون کے ذریعے ہیڈ کوارٹر میں کسی سے رابطہ قائم کیا تھا۔ مگر لائن کٹ گئی۔ اس کے بعد تم نے دوبارہ فون نہیں کیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تم کس بنا پر مجھے یہاں قید کر رہے ہو جبکہ تمہیں کہیں سے امداد نہیں پہنچے گی۔"

پارس نے اس کے منہ میں ایک کپڑا ٹھونسنا چاہا۔ وہ انکار میں جدوجہد کرنے لگا۔ پارس نے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑا تو اس نے چیخنے کے لیے منہ کھولا۔ چیخ نکلنے سے پہلے ہی کپڑا منہ میں بھر گیا۔ ایک دوسرا کپڑا اس کے منہ سے باندھ دیا گیا۔ وہ کپڑے کو کھولنے کے لیے اپنے ہاتھ استعمال کرنا چاہتا تھا۔ پارس نے اس کا ہاتھ پیچھے کی طرف موڑا۔ وہ چپ چاپ خود کو بندھوانا نہیں چاہتا تھا۔ رہائی پانے کے لیے بھرپور جدوجہد کر رہا تھا مگر ناکام ہو رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ بھی پشت پر بندھ گئے۔ پارس اسے دھکے دیتا ہوا باتھ روم میں لے گیا۔ وہاں شیو کرنے کا سامان رکھا ہوا تھا۔ اس نے بلیڈ سے اس کا آدھا سر مونڈ دیا۔ آدھی مونچھ صاف کر دی۔ تیس کو جگہ جگہ سے پھاڑ دیا۔ پتلون کو گھٹنے سے پھاڑ کر الگ کر دیا۔ وہ گڑگڑا کر کہہ رہا تھا۔ "مجھے معاف کر دو۔ میں اس حلیے میں باہر نہیں جا سکوں گا۔ کسی کو منہ نہیں دکھا سکوں گا۔"

"تمہیں شرم دلانے کا یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ تم چاہو تو اب باہر جا سکتے ہو۔ یا اسی خواب گاہ میں چھپ کر رہ سکتے ہو۔"

دروازے پر دستک ہونے لگی۔ پارس اسے باتھ روم سے نکال کر خواب گاہ میں لایا پھر دروازے کے پاس آ کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

جواب ملا۔ "میں یہاں کا پولیس آفیسر ہوں۔ اگر تم علی تیمور ہو تو دروازہ کھول دو۔ ہم تمہاری حفاظت کے لیے آئے ہیں۔"

مونوز نے گڑگڑا کر کہا۔ "فار گاڈ سیک! ابھی دروازہ نہ کھولنا۔ یہ پولیس والے یہاں کیسے پہنچ گئے۔ میں باتھ روم میں چھپنے جا رہا ہوں۔"

اس کے جانے سے پہلے ہی پارس نے دروازہ کھول دیا۔ پولیس والوں کے پیچھے الفریڈ مونوز کے محافظ بھی تھے۔ مگر پولیس افسر نے انہیں نہتا کر دیا تھا۔ کسی کے پاس ہتھیار نہیں تھا۔ وہ سب اپنے باس کو شدید حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ پولیس افسر نے بھی تعجب سے پوچھا۔ "مسٹر مونوز! کیا یہ آپ ہیں؟"

پارس نے کہا۔ "جی ہاں۔ یہ عیاش میری بیوی کی خواب گاہ میں آیا تھا۔ میں اسے عبرت کا سامان بنا کر باہر بھیج رہا ہوں۔"

الفریڈ مونوز نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہاری بیوی کی نہیں میری خواب گاہ ہے۔ یہ میرا محل ہے۔ تم نے میرے گھر میں گھس کر مجھ پر زیادتی کی ہے۔ مجھے ذلیل کرنے کے لیے میرا یہ حلیہ بنا دیا ہے۔ میں ایک شریف اور معزز شہری ہوں۔ قانون تمہیں اس زیادتی کی سزا دے گا۔ اچھا ہوا جو پولیس وقت پر آ پہنچی، ورنہ یہ مجھے جان سے مار ڈالتا۔ آفیسر! اسے ہتھکڑی پہنا دو۔"

پولیس افسر نے کہا۔ "ہتھکڑی تمہیں پہنائی جائے گی۔ تم ان میاں بیوی کو جزیرے سے غیر قانونی طور پر لائے ہو۔ یہاں کے فلائنگ کلب

میں ان کے جعلی کاغذات موجود ہیں۔ ان کاغذات پر تمہارے دستخط ہیں اور یہ تمہارے آپریشن کا پیٹر میں آئے ہیں۔"

افسر پڑھ مونوز و بوکھلا کر پولیس والوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر بڑی سے بولا۔ "ہم۔ میرا خیال ہے۔ ہمیں گھر کا معاملہ گھر میں ہی نمٹا لینا چاہیے آفیسر! میں آپ سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کی کچھ مدد کر سکتا چاہتا ہوں۔"

افسر نے کہا۔ "میں تمہاری خدمات حاصل کیے بغیر تمہاری غلطی معاف کرتا ہوں اور ان دونوں کو حراست میں لے کر جا رہا ہوں۔ اگر تم مسٹر علی تیمور کی زیادتیوں کے خلاف رپورٹ درج کراؤ گے۔ آپ میرے اس مہمان کو بلانے جان کو لے جائیں، بڑی مہربانی ہوگی۔"

خواب گاہ کا دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی جوجو بیدار ہو گئی تھی۔ وہ پارس کے ساتھ پولیس والوں کی حفاظت میں وہاں سے نکلی۔ راستے میں پوچھا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

پولیس افسر نے کہا۔ "ہمیں اوپر سے احکامات ملے ہیں۔ آپ دونوں اس کے مطابق فرانس کے ایک مشہور تاجر کے ہاں رات گزاریں گے۔ کل آپ دونوں کو پیرس بھیج دیا جائے گا۔"

پارس نے کہا۔ "صرف میری شریک حیات پیرس جائیں گی میں کچھ روز یہاں قیام کروں گا۔"

جوجو نے پوچھا۔ "کیا تم یہاں رہو گے؟ کیا تم سمجھتے ہو میں تمہیں چھوڑ کر چلی جاؤں گی؟"

"ہم اس مسئلے پر کہیں اطمینان سے باتیں کریں گے۔ ابھی خاموش رہو۔"

"میں خاموش نہیں رہوں گی۔ تم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ میں جاؤں گی اور تم رہ جاؤ گے؟"

"میں نے غلطی سے کہہ دیا تھا۔ مجھے معاف کر دو۔"

وہ خوش ہو کر تالی بجانے کے انداز میں ہتھیلیوں کو ملاتے ہوئے بولی۔ "بڑے تیس مار خان بنتے تھے کبھی مجھ سے معافی نہیں مانگتے تھے۔ آج منگوا لی نا؟"

افسر نے حیرانی سے جوجو کو دیکھا پھر پارس سے کہا۔ "آپ کی والٹ ایک ننھی بچی کی طرح گھنگو کرتی ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ یہ سچ مچ ننھی سی بچی ہے۔"

"کیا آپ ایک پولیس افسر کو احمق سمجھتے ہیں؟"

پارس نے اس سلسلے میں بحث نہیں کی۔ اگرچہ تھوڑی دیر تک جوجو کے ساتھ رہتا تو اس کی باتوں اور حرکتوں کو دیکھ کر یقین کر لیتا لیکن وہ جلدی سے فرانس کے تاجر کے ہاں پہنچ گئے۔ تاجر نے بڑی گرم جوشی سے استقبال کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر علی تیمور! مجھ ناچیز کو البرٹو کہتے ہیں۔ آپ نے میرے غریب خانے میں آ کر میری عزت بڑھا دی ہے۔ تشریف لائیے۔"

پارس اور جوجو اس کے ساتھ ایک شاندار بنگلے میں داخل ہوئے۔ پولیس والے رخصت ہو گئے۔ پارس نے کہا۔ "مسٹر البرٹو! کوئی تکلف نہ کرنا۔ ہم تھکے ہوئے ہیں اور رات کے دو بج چکے ہیں۔ ہم سیدھے کسی بیڈ روم میں جا کر سو جائیں گے۔"

انھیں ایک خوبصورتی سے سجی ہوئی خواب گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ پارس نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد کہا۔ "جوجو! تم دیکھ رہی ہو، دشمن نے ہمیں کتنی چالاکی سے اغوا کیا تھا۔ جزیرے میں تمہیں پہنچا کر کس طرح انتظام کے ذریعے پاگل بنا دیا تھا۔ اگر میں ان کا تعاقب نہ کرتا تو وہ تمہیں جان سے مار ڈالتے۔ کیا تم برے حالات کو سمجھ رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "جو برا کرتا ہے اس کے برے حالات ہوتے ہیں ہم دونوں تو نیک بچے ہیں۔"

"ہمارے نیک ہونے سے دشمن اپنی دشمنی سے باز نہیں آئیں گے۔ وہ تمہیں مار ڈالنا چاہتے ہیں یا تمہیں میری کمزوری بنا کر اپنے مقصد کے لیے مجھے ٹریپ کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہم انھیں سمجھائیں گے کہ اچھے بچے ایسی حرکتیں نہیں کرتے۔"

"یا اللہ! تو نے اتنی اچھی بچی میرے گلے میں کیوں باندھ دی۔ خدا کے لیے جو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر تم یہاں سے نہیں جاؤ گی تو دشمن مجھے نئی نئی مصیبتوں میں گرفتار کریں گے۔"

"میں اکیلی نہیں جاؤں گی۔"

"ضد نہ کرو۔ میں بعد میں چپ کر تمہارے پاس آ جاؤں گا۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چپ کر جاؤں گی۔"

وہ مشکل میں پڑ گیا۔ اگر ڈانٹ کر اس سے بات منواتا تو وہ رونا شروع کر دیتی۔ پھر اسے چپ کرانے میں صبح ہو جاتی۔ اس نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد کہا۔ "میں تم سے ایک بات چھپا رہا تھا۔ اب نہیں چھپاؤں گا۔ وعدہ کرو وہ بات کسی کو نہیں بتاؤ گی؟"

"میں وعدہ کرتی ہوں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔"

"دیکھو! اصل بات یہ ہے کہ ہم دونوں ایک ہی طیارے میں جائیں گے لیکن میں دوسرے بھیس میں رہوں گا۔ کسی دشمن کو تمہارے قریب نہیں آنے دوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "بڑا مزہ آئے گا۔ تم دوسرے بھیس میں رہو گے، دشمن تمہیں پہچان نہیں سکیں گے۔ سب الو بن جائیں گے لیکن میں تمہیں کیسے پہچانوں گی؟"

"تم طیارے میں پہنچا ننا چاہو گی تو بھید کھل جائے گا۔ میں پیرس پہنچ کر میک اپ اتاروں گا۔ وہاں سے ہم ایک کار میں بیٹھ کر بارسلونا

کے ادارے میں جائیں گے۔"

"وہاں ہم ساری زندگی ساتھ رہیں گے۔ میں تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گی۔"

"بھلا میں تمہیں چھوڑ کر کہاں جاؤں گا۔ میری دنیا تم ہو، میری زندگی تم ہو۔ مگر ایک بات یاد رکھنا۔ طیارے میں مجھے تلاش نہ کرنا۔"

"میں کوئی نادان لڑکی نہیں ہوں۔ کیا اتنا نہیں جانتی کہ تمہیں تلاش کروں گی اور ڈھونڈ نکالوں گی تو دشمن پہچان لیں گے اور ہم دونوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ دشمن تو گندے بچے ہوتے ہیں نا؟"

"ارے واہ! تم تو بہت زیادہ سمجھ دار ہو گئی ہو۔"

وہ خوش ہو گئی۔ دوسرے دن جانے کے لیے راضی ہو گئی۔ پارس نے اپنے میزبان تاجر البرٹو کو سمجھا دیا کہ وہ جوجو کے سامنے حلیہ بدل کر بہ ظاہر رخصت ہو جائے گا۔ جب وہ چلی جائے گی تو واپس آ جائے گا۔ آدمر نے اس کے پاس آ کر کہا۔ "جو جو پیرس پہنچ کر تمہیں نہیں پائے گی تو دن رات روتی رہے گی اور ہمیں پریشان کرتی رہے گی۔"

پارس نے کہا۔ "ادارے کے جو نوجوان میری ڈمی بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان میں سے کسی کو پارس بنا کر جوجو کو بہلایا جا سکتا ہے۔ وہ ڈمی پیرس ایئرپورٹ پر موجود رہے گا اور جوجو کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرے گا جیسے پارس اسی طیارے میں آیا ہو۔ اب اس کے ساتھ ادارے میں جا کر ساری زندگی ساتھ رہے گا اور اسے چھوڑ کر نہیں جائے گا۔"

پارس کو اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ ایک ڈمی پارس ادارے میں جوجو کے ساتھ طویل عرصہ گزارے گا تو دنیا بدنام کرے گی۔ ادارے کے تمام افراد جوجو کے دلہن بننے کے بعد بھی اس کے بچکانہ ذہن اور معصومیت کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ بہرحال دوسرے دن پارس اور جوجو اپنے میزبان کے ہاں سے دو الگ گاڑیوں میں روانہ ہوئے۔ جوجو کو سمجھایا گیا کہ وہ بھیس بدلنے کے بعد اس کے ساتھ ایئرپورٹ نہیں جائے گا لیکن دوسری گاڑی میں پیچھے پیچھے آئے گا۔ اب پیرس کے ایئرپورٹ پر ہی اس سے ملاقات ہوگی۔

اس طرح اس نے جوجو کو سمجھا منا کر رخصت کر دیا۔ البرٹو نے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ آپ یہاں رہ کر مجھے مہمان نوازی کا موقع دے رہے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "فرانس کے اعلیٰ حکام نے آپ پر بھروسا کیا اور ہمیں آپ کے پاس بھیج دیا میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے آپ پر کس حد تک اعتماد کرنا چاہیے۔"

"مسٹر علی تیمور! میں ضرار صاحب کی پوری فیملی اور فیلی کی پوری ہسٹری جانتا ہوں۔ آپ کی ماما اور پاپا میرے دماغ میں آئیں گے تو ان سے میری اصلیت چھپی نہیں رہے گی اس سے پہلے کہ وہ آپ کو میری اصلیت بتائیں میں آپ کو بتا دوں کہ میں اپنے ملک کا سیکرٹ ایجنٹ ہوں۔ یہاں ایک تاجر کی حیثیت سے اونچی سوسائٹی میں اور بڑی بڑی سرکاری تقریبات میں مدعو کیا جاتا ہوں۔ آپ جوجو صاحبہ کے ساتھ نہیں گئے۔ اس کا کوئی خاص مقصد ہوگا۔ اگر آپ مجھ پر اعتماد کریں اور اپنا مقصد بتائیں تو میں بہت کام آ سکتا ہوں۔"

پارس نے پوچھا۔ "آپ عیسائی ہیں؟"

"جی ہاں۔ کٹر کیتھولک ہوں۔"

"یہودیوں سے دوستی ہے؟"

"ایک سیکرٹ ایجنٹ جس سے دوستی کرتا ہے اپنے ملکی مفادات کی خاطر اس سے دشمنی بھی کر لیتا ہے اور جو دشمن ہوتے ہیں ان سے اپنا کام نکالنے کے لیے دوستی کر لیتا ہے۔ یہودیوں سے میری ایسی ہی دوستی ہے۔ یہ دوستی آپ کی خاطر دشمنی میں بدل سکتی ہے۔"

"میں آپ کے تمام یہودی دوستوں کے متعلق تفصیلی معلومات چاہتا ہوں اور ایسے یہودیوں کے متعلق بھی جن سے دوستی نہ ہو لیکن کسی وجہ سے وہ آپ کی نظروں میں ہوں۔"

وہ دونوں ایئرپورٹ سے واپس آ رہے تھے۔ البرٹو کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "آج ہم کار میں بیٹھ کر پورے استنبول کی سیر کریں گے۔ جن یہودیوں کے متعلق میں بہت کچھ جانتا ہوں ان کے بارے میں بتاتا بھی جاؤں گا انھیں دور سے دکھاتا بھی جاؤں گا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں گے تو ان سے ملاتا بھی جاؤں گا۔"

"اگر کوئی کام کا آدمی نظر آیا تو اس سے ملاقات کر سکتا ہوں۔ میں میک اپ میں ہوں۔ تم میرا تعارف کسی بھی حیثیت سے کرا سکتے ہو۔"

وہ دوپہر سے آدھی رات تک گھومتے رہے۔ ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں وہاں کی رنگینیوں کا نظارہ کرتے رہے۔ شراب خانوں اور قمار خانوں میں بدست یہودیوں سے ملتے رہے۔ مگر کوئی کام کا آدمی نظر نہیں آیا۔ البرٹو نے اپنے بنگلے میں پہنچ کر کہا۔ "ابھی کچھ یہودی فیملیز باقی ہیں انھیں کل دیکھا جائے گا۔"

پارس نے جماہی لے کر کہا۔ "ہاں، مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔"

البرٹو اس کی خواب گاہ تک چلتے ہوئے بولا۔ "آپ نے اب تک اپنا مقصد نہیں بتایا ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کس لیے یہودیوں کے متعلق معلومات حاصل کر رہے ہیں تو شاید میں آپ کے مطلوبہ شخص کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو سکوں۔"

وہ خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ کر بولا۔ "یہودیوں نے سابقہ پوپ ساشر کی مدد سے مجھے اور جوجو کو اغوا کیا تھا۔ اغوا کرنے والے تمام لوگ حرام موت مر چکے ہیں مگر میں مطمئن نہیں ہوں۔ ان مرنے والے یہودیوں کے پیچھے جو لوگ چھپے ہوئے ہیں، میں ان لوگوں تک پہنچنا چاہتا ہوں اور انھیں عبرت ناک سزا دے کر دوسرے دشمنوں کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ میری جوجو کو ہاتھ لگانے والا جیتے جی

جہنم میں پہنچا دیا جاتا ہے۔"

"میں سمجھ گیا، آپ اسرائیلی ایجنٹوں کو موت کی سزا دینا چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں، آپ کے لیے اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے۔ شب بخیر۔" اُس نے دروازے کو بند کیا۔ جوتے اتارے، لباس تبدیل کیا۔ پھر بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ آرمر نے اس سے کہا تھا، جو جو کے پیرس پہنچنے کے بعد اس کی خیریت کی اطلاع دے گا۔ کسی وجہ سے اطلاع دینے میں دیر ہو تو وہ اطمینان رکھے، جو جو خیریت سے ہی ہوگی۔ خدانخواستہ اُسے کچھ ہوا تو اپنوں میں سے کوئی بھی یہ خیال خوانی کے ذریعے فوراً اسے صورت حال سے آگاہ کرے گا۔

اب رات آدھی سے زیادہ ہو چکی تھی۔ آرمر کہیں مصروف ہو گیا تھا۔ پارس بے چین ہو رہا تھا۔ وہ دماغ کو ہدایت دے کر آسانی سے سو سکتا تھا لیکن جو جو کی خیریت معلوم کیے بغیر سونا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے سرہانے رکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا۔ پھر ذرا وقت گزارنے کے لیے مائتی پاشا کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی۔ کسی نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ اس نے بیزار ہو کر ریسیور رکھ دیا۔ وہ سمجھ رہا تھا پاشا اس وقت اس کے پاپا کے کسی کام میں مصروف ہوگا۔

اس نے اچانک سانس روک لی پھر آہستہ آہستہ سانس لی تو آرمر نے کوڈ ورڈ ادا کیے اس کے بعد کہا۔ "میں تمھارے پاپا کے معاملات میں مصروف ہوں۔ صرف اتنا کہنے آیا ہوں کہ جو جو ادارے میں خیریت سے ہے۔ میری ضرورت ہو تو بتاؤ۔"

"مائتی پاشا سے کہہ دیں، وہ کل تک اپنے وفاداروں کے ساتھ استنبول آ جائے اور البرٹو کی رہائش گاہ میں مجھ سے ملاقات کرے۔"

"میں اسے جلد از جلد تمھارے پاس بھیجنے کی کوشش کروں گا۔" شب بخیر۔"

آرمر چلا گیا۔ پارس نے گھڑی دیکھی۔ پھر آنکھیں بند کر کے دماغ کو ہدایات دیں۔ "میں صبح چھ بجے تک گہری نیند میں رہوں گا۔ چھ بجے آنکھ کھل جائے گی۔ میری گہری نیند کے دوران کسے میں کوئی آنا چاہے یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو میری آنکھ کھل جائے گی۔ میں سو رہا ہوں اب میرے دماغ میں نیند کو رد کرنے والا کوئی پریشان کن خیال نہیں آئے گا۔"

وہ دماغ کو ہدایات دینے کے بعد آدھے گھنٹے کے اندر ہی سو گیا۔ پچھلی دو راتوں سے اچھی طرح سونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ جو جو کی ذمے داری اس کے سر پر تھی۔ آج وہ پہاڑ سے اتر گیا تھا اس لیے اور بھی گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ دماغ کو ہدایات دے کر سونے کی عادت بچپن سے تھی۔ اس کے کئی فوائد تھے۔

ایک تو یہ کہ انسانی ذہن خواہ کتنے ہی مسائل میں اُلجھا ہو، اس کا دماغ ہدایات پاتے ہی پریشان کن مسائل سے اس طرح غافل ہو جاتا ہے جیسے خواب آور گولیاں کھانے کے بعد خالی ہوتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ کہ گہری نیند آتی ہے۔ بیدار ہونے کے بعد ساری تھکن اُتر جاتی ہے۔ دماغ ہلکا پھلکا سا ہو جاتا ہے۔ پھر سب سے بڑا فائدہ یہ کہ گہری نیند کے باوجود انسان غافل نہیں رہتا۔ کسی کی مداخلت سے فوراً آنکھ کھل جاتی ہے۔

اچانک ہی پارس کی آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں تاریکی تھی۔ وہ بستر پر لڑھکتا ہوا فرش پر آیا۔ پھر وہاں سے کھسکتا ہوا پلنگ کے نیچے چلا گیا۔ یہ ایک احتیاطی تدبیر تھی۔ اگر کوئی دشمن آیا تھا تو اُسے بستر خالی ملے گا۔ اتنی دیر میں پارس بہت کچھ کر سکتا تھا۔ دماغ نے وقت سے پہلے بیدار کر کے یہ سمجھا دیا تھا کہ کوئی غیر معمولی بات ہے۔ اور بات کیا ہے؟ یہ فوراً سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

اس نے ریڈیم ڈائل کو دیکھا۔ چار بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ تاریکی صرف کمرے میں نہیں تھی۔ کھڑکی کے شیشوں کے پار بھی تھی۔ شاید بجلی چلی گئی تھی اور شاید اسی لیے آنکھ کھل گئی تھی۔ اس نے پلنگ کے نیچے رہ کر تھوڑی دیر انتظار کیا۔ پھر وہاں سے نکلنا چاہا تھا کہ کھڑکی کے پاس ہلکی سی آواز سنائی دی۔ شیشوں کے پار ستاروں بھرا آسمان دکھائی دے رہا تھا اور وہیں ایک انسانی سایہ بھی نظر آ رہا تھا۔

پارس بڑی پھرتی سے نکلا۔ فرش پر تیزی سے رینگتا ہوا مختلف صوفوں کے پیچھے سے گزرتا ہوا کھڑکی کے قریب دیوار سے جا کر لگ گیا۔ اب وہ سایہ بہت قریب سے نظر آ رہا تھا۔ باہر سے کھڑکی کو کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور بار بار سہمے ہوئے انداز میں یا محتاط انداز میں پلٹ کر دوسری طرف دیکھتا تھا۔ پھر کھڑکی کو نرمی سے کھولنے کی کوشش کرتا تھا۔ آخر اس نے جھک کر ایک پتھر اٹھایا۔ پھر کھڑکی کے شیشے کو توڑ دیا۔

صبح کاذب کے سناٹے میں شیشوں کے ٹوٹنے کی آواز دور تک گئی ہوگی۔ آنے والا اگر دشمن ہوتا، چوری کرنے یا جانی نقصان پہنچانے کے خیال سے آتا تو یوں دور تک آواز نہ پہنچاتا۔ بات کچھ اور تھی اور وہ بات ابھی معلوم ہونے والی تھی۔ جہاں شیشہ ٹوٹا تھا، وہاں وہ ہاتھ ڈال کر چٹخنی گرا رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں کھڑکی کے پٹ کھل گئے۔ پارس نے باہر سے آنے والی جو پہلی آواز سنی وہ اس کے رونے کی آواز تھی۔ وہ بچوں کی طرح اُوں اُوں اُوں کی آواز نکالتا ہوا آیا۔ جلدی سے کھڑکی کے پٹ بند کیے۔ پھر ایک آنسو پونچھتا ہوا کھڑکی کے نچلے حصے میں دیوار کے ساتھ ٹک کر بیٹھ گیا۔

وہ پارس سے صرف ایک ہاتھ کے فاصلے پر تھا۔ ستاروں بھرے آسمان کی برائے نام روشنی میں وہ نظر آ رہا تھا۔ لیکن وہ پارس کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ شاید اس لیے کہ باہر کی روشنی سے اندر کی تاریکی میں آیا تھا یا آنسوؤں سے دھندلی ہوئی آنکھیں دیکھ نہیں پا رہی تھیں۔ اس کے مُنہ سے برابر 'اُوں اُوں' کی آواز نکل رہی تھی۔ وہ بہت دھیمی آواز میں کہنے لگا۔ "چُپ ہو جاؤ ڈان مورس، چُپ ہو جاؤ۔ اگر روتے رہو گے تو وہ لوگ آواز سُن کر اندر آ جائیں گے۔ تم بہادر ہو، سمجھدار ہو۔ چُپ ہو جاؤ، آنسو پونچھ لو۔"

وہ پھر آستین سے بھیگی آنکھیں پونچھنے لگا۔ پارس نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

اندھیرے میں پارس کی آواز سُن کر اس نے یکبارگی چیخ ماری۔ اُچھل کر کھڑا ہوا پھر کھڑکی سے باہر کود کر جانا چاہتا تھا۔ پارس نے پیچھے سے پکڑ لیا۔ وہ روتے اور گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں بہادر اور سمجھدار نہیں ہوں۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں رہوں گا۔ میں ڈرپوک اور بزدل ہوں۔ مجھے کہیں جا کر مر جانے دو۔"

پارس نے کہا۔ "میں تمھارا دشمن نہیں ہوں، دوست ہوں۔ اگر کوئی تمھارا پیچھا کر رہا ہے تو مُنہ سے آواز نہ نکالو۔ کھڑکی کے پاس سے ہٹ کر میرے ساتھ آؤ۔ میں تمھیں چھپا دوں گا۔ کوئی تلاش کرنے آئے گا تو کہہ دوں گا، تم اِدھر نہیں آئے ہو۔"

"کیا تم ایسا کہو گے؟"

"ضرور کہوں گا۔"

"کیا تم میرے دوست ہو گے؟"

"ضرور بنوں گا۔ اِدھر آؤ۔"

پارس اسے کھڑکی کے پاس سے ہٹا کر کمرے میں ایک جگہ لایا۔ پھر اسے ایک صوفے پر بٹھا کر بولا۔ "بالکل خاموش بیٹھے رہو۔ میں تمھارے کسی دُشمن کو یہاں نہیں آنے دوں گا۔"

"مگر وہ آ جائے گی۔"

"نہ کوئی آئے گی نہ کوئی آئے گا۔ تم اپنے دل سے خوف نکال دو۔"

وہ کھڑکی کے پاس آیا۔ دو تک دیکھتے رہنے کے بعد باہر کوئی شخص نظر آیا۔ وہ محتاط انداز میں چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آ رہا تھا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ پارس نے پہچان کر کہا۔ "مسٹر البرٹو! گولی نہ چلانا۔ میں ہوں۔"

البرٹو نے پوچھا۔ "کیا تمھاری کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہے؟ میں آواز سُن کر آیا ہوں۔"

"ہاں اسی کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہے۔ میرے کمرے میں ایک سہما ہوا نوجوان ہے۔ شاید کچھ لوگ اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔ تم تھوڑی دیر باہر رہو۔ اگر کوئی آئے تو کہہ دینا اِدھر کوئی نہیں آیا ہے۔ ان سے نمٹنے کے بعد میرے کمرے میں آ جانا۔"

البرٹو مین گیٹ کی طرف جانے لگا۔ پارس نے پہلے کھڑکی کے جالی دار پٹ بند کیے پھر شیشے کے پٹ لگائے۔ پردہ برابر کیا۔ پھر سوچ کر آن کیا۔ کمرا روشن ہو گیا۔ وہ صحت مند خوبرو نوجوان تھا۔ سہمے ہوئے انداز میں صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ پارس اس کے پاس آیا۔ اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے بولا۔ "اے تم تو صورت سے بہادر لگتے ہو۔ تمھاری آنکھیں کہہ رہی ہیں تم سمجھدار بھی ہو۔ چلو آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

شاید اپنی تعریفیں سُن کر اسے حوصلہ ملا تھا۔ وہ صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا تمھارا نام ڈان مورس ہے؟"

اس نے گھبرا کر پوچھا۔ "کیا تم مجھے جانتے ہو؟ کیا مجھے اُن کے پاس واپس لے جاؤ گے؟"

"تم کن لوگوں کی بات کر رہے ہو؟"

"وہ میرے انکل ٹام مورس اور سام مورس ہیں۔ آنٹی اپنی بیٹی سمار تھا کے ساتھ میری شادی کرنا چاہتی ہیں۔ میں اُن کی کسی بات سے انکار کرتا ہوں تو چار غنڈے میری پٹائی کرتے ہیں۔ مجھے چوٹ لگتی ہے۔ میں رونے لگتا ہوں۔"

"کیا تم شادی سے انکار کرتے ہو؟ سمار تھا اچھی لڑکی نہیں ہے؟"

"وہ تو بہت اچھی ہے۔ بہت حسین ہے۔ لیکن کوئی آدھی رات کے بعد ٹیلی فون کے ذریعے مجھے جگاتی ہے اور کہتی ہے۔ خبردار! سمار تھا سے شادی نہ کرنا۔ بڑی بڑی رقموں کے چیک پر یا کسی دستاویز پر دستخط نہ کرنا۔ اور کسی کو نہ بتانا کہ میں تم سے آدھی رات کے بعد رابطہ قائم کرتی ہوں اور تمھیں عقل کی باتیں سمجھاتی ہوں۔"

"کیا تم فون کرنے والی کو نہیں جانتے؟"

"نہیں! میں نے کبھی اُسے نہیں دیکھا۔ صرف اس کی آواز سُنتا ہوں۔ کبھی اس کی بات مان کر کسی چیک پر دستخط کرنے سے انکار کرتا ہوں تو مجھے مار پڑتی ہے۔"

"کیا تم بہت دولت مند ہو؟"

"مجھے تو کچھ پتا نہیں ہے۔ مگر سب لوگ کہتے ہیں، میرے باپ نے میرے لیے اتنی دولت اور ایسا منافع بخش کاروبار چھوڑا ہے کہ بدنصیب کبھی میرے دروازے پر نہیں آئے گی۔ وہ فون والی کہتی ہے میں بہت بدنصیب ہوں جب تک عقل سے اور ہمت سے کام نہیں لوں گا، تب تک بدنصیب رہوں گا۔"

"کیا تم اپنی آنٹی اور دونوں انکل سے فون والی لڑکی کا ذکر نہیں کرتے ہو؟"

"میری ماں کہتی تھی ایک کی بات دوسرے کو نہ بولو۔ کسی کی چغلی کھانے سے گناہ ہوتا ہے۔"

"کیا تم فون والی کا مشورہ مان کر سمار تھا سے شادی نہیں کر

رہے ہو؟"

"ہاں، وہ اچھا مشورہ دیتی ہے۔ بھلا میری شادی کیسے ہو سکتی ہے؟ ابھی تو میں بچہ ہوں۔"

پارس نے اُس قد آور جوان کو سر سے پاؤں تک دیکھا پھر کہا۔ "تم جوجو کے بھائی لگتے ہو۔"

"کون جوجو؟"

"میری بیوی ہے۔ شادی کے بعد بھی بچی ہے۔ کل صبح اُس بچی کو ورلڈ کپ کیا آج صبح یہ بچہ مل گیا۔ تقدیر چاہتی ہے میں بچے پالنا شروع کر دوں۔"

وہ

خوش ہو کر بولا۔ "کیا تم مجھے پالنا چاہتے ہو؟ پلیز، تم ہی میری پرورش کرو۔ تم مجھے بہت اچھے، بہت نیک لگتے ہو۔ تم جب بھی چیک پر یا دستاویز پر دستخط کرنے کے لیے کہو گے، میں انکار نہیں کروں گا، فوراً دستخط کر دوں گا۔"

اس کی باتوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ کچھ لوگ اہم دستاویزات پر اس سے دستخط کرانا چاہتے ہیں اور اس سے بھاری رقم کا چیک وصول کیا کرتے ہیں۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا تم اپنے گھر سے بھاگ کر آئے ہو؟"

"جی ہاں، وہ لوگ مجھ سے کچھ اہم کاغذات پر دستخط کرانا چاہتے تھے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا، وہ ایسا کرنے والے ہیں؟"

"میں ابھی رات کو سو رہا تھا، مجھے کان کے پاس گھنٹی سنائی دی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے ریسیور اُٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو، کیا تم وہی فون والی ہو؟" اُس کی آواز میرے کان میں آئی۔ "ہاں، میں وہی ہوں۔ کل صبح تمہاری آنٹی اور دونوں انکل تمہارے فیملی ڈاکٹر اور وکیل کو یہاں بُلا رہے ہیں۔ ڈاکٹر یہ سرٹیفکیٹ دینے والا ہے کہ تمہاری ذہنی حالت درست ہے۔ تم اہم دستاویزات پر دستخط کر سکتے ہو۔ ٹوڈان مورس! تم بہت اچھے، بہت نیک ہو۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمہاری بھلائی چاہتی ہوں۔ ابھی رات کے تین بجے ہیں، فوراً یہ گھر چھوڑ دو، کہیں بھاگ جاؤ۔ میں تمہیں کہیں راستے میں ملوں گی اور تمہیں ایک محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا دوں گی۔"

پارس نے کہا۔ "اچھا تو تم اس کی بات مان کر گھر سے بھاگ آئے ہو۔"

"میں بھاگنا نہیں چاہتا تھا مگر اس نے سمجھایا..... اگر میں وہاں رہوں گا اور کاغذات پر دستخط نہیں کروں گا تو وہ میری پٹائی کریں گے۔ مار کھانے کے خیال سے میری رُوح کانپ جاتی ہے۔ انکل ٹام مورس مجھے تہ خانے میں اُلٹا لٹکا کر چابک سے مارتا ہے۔"

"تم مار کے ڈر سے بھاگ آئے۔ وہ فون والی تمہیں محفوظ پناہ گاہ میں پہنچانا چاہتی تھی، وہ کہاں ہے؟ کیا اس سے ملاقات نہیں ہوئی؟"

"میں گھر سے نکل کر باغیچے میں اس کا انتظار کر رہا تھا، پتا نہیں، انکل سام مورس کہاں سے آ گیا۔ میں اُسے دیکھتے ہی بھاگنے لگا، پتا نہیں میں کتنی دیر تک بھاگتا رہا اور کن راستوں سے گزرتا رہا۔ میں ایک بنگلے کے احاطے میں چھپنا چاہتا تھا، وہاں کتے بھونکنے لگے۔ ایک جگہ نائٹ چوکیدار نے مجھے ڈانٹ کر بھگا دیا۔ تم بہت اچھے ہو، تم نے مجھے نہیں بھگایا۔ تم مجھے پناہ دے رہے ہو۔ تم میری پرورش کرو گے نا؟"

دروازے پر دستک ہوئی پھر آواز آئی۔ "میں ہوں، البرٹو۔"

ڈان نے پارس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "دروازہ مت کھولو، وہ لوگ آ جائیں گے۔"

"گھبراؤ نہیں، یہاں کوئی نہیں آئے گا، یہاں ہم سب دوست ہیں۔" پارس نے دروازہ کھولا۔ البرٹو کو اس کے چکانہ زمن کے متعلق بتایا، اس کی روداد سُنائی پھر کہا۔ "اس نوجوان کے لیے کچھ کرو، بے چارہ مظلوم ہے۔"

البرٹو نے ڈان کے قریب آ کر کہا۔ "ہم تمہاری مدد کر سکتے ہیں، اس سے پہلے ہمیں اس فون کرنے والی کو ڈھونڈنا ہوگا۔ تم اس کے بارے میں کچھ بتاؤ؟"

"میں کیا بتاؤں۔ میں اسے نہیں جانتا۔ میں صرف اس کی آواز سُنتا ہوں۔"

"کیا وہ تم سے محبت کرتی ہے؟"

"ہاں، وہ ٹیکسٹر فون پر یہی کہتی ہے۔"

البرٹو نے پارس سے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، وہ لڑکی ڈان کو قریب سے جانتی ہے اور اسی گھر میں رہتی ہے اور چھپ چھپ کر ٹام مورس اور سام مورس کی باتیں سُنتی ہے۔ اس طرح اسے معلوم ہو گیا کہ وہ خود غرض رشتے دار میڈیکل سرٹیفکیٹ کی بنیاد پر اس سے اہم دستاویزات پر دستخط کرانا چاہتے ہیں۔"

پارس نے ڈان سے پوچھا۔ "تمہارے رشتے دار وں میں... کتنی جوان لڑکیاں ہیں؟"

"بہت سی جوان لڑکیاں ہیں۔"

"تمہارے گھر میں کتنی ہیں؟"

"صرف سمارتھا ہے۔ وہ کسی کو میرے پاس آنے نہیں دیتی۔ کوئی رشتے دار مجھ سے ملنے نہیں آتا۔"

"کیا تم بھی ملنے نہیں جاتے؟"

"میں جانا چاہتا ہوں، مگر انکل ٹام مورس کہتے ہیں، میں اُن کی بیٹی سمارتھا سے شادی کر دوں گا تو مجھے دوسرے رشتے دار دل

سے ملانے لے جائیں گے۔"

"کیا وہ لوگ کہیں دور رہتے ہیں؟"

"ہاں، بہت دُور، ٹل ابریب میں رہتے ہیں۔"

پارس ایک دم سے چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ اُس نے البرٹو پر ایک نظر ڈالی پھر ڈان سے پوچھا۔ "تم یہودی ہو؟"

"ہاں، میں یہودی ہوں۔ وہ فون والی کہتی ہے، "ٹل ابریب کے مضافات میں فولاد کا بہت بڑا کارخانہ ہے، میں اس کا مالک ہوں۔ اسی شہر میں میرے دوسرے رشتے دار رہتے ہیں۔"

پارس اُسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے اور ڈان کے قد اور جسامت میں اُنیس بیس کا فرق تھا۔ اتنا سا فرق قابلِ غور نہیں ہوتا۔ وہ پچھلے دن سے آدھی رات تک کسی کام کے یہودی کو تلاش کرتا رہا تھا اور ناکام رہا تھا۔ بعض اوقات گھر بیٹھے کام بن جاتا ہے۔ ڈان سو فیصد اس کے منصوبے کے مطابق تھا۔

البرٹو نے کہا۔ "مسٹر علی تیمور! تلاش ختم ہو گئی ہے۔ آپ کا مقصود آپ کے سامنے ہے لیکن آپ کا مقصد کیا ہے، کیا مجھے بھی نہیں بتائیں گے؟"

"کوئی خاص مقصد نہیں ہے۔ ڈان کو پناہ کی ضرورت ہے، میں اسے پیرس لے جاؤں گا، اس کے ساتھ فون والی بھی جائے گی۔ ہمیں اس لڑکی کو تلاش کرنا چاہیے۔"

البرٹو نے ڈان سے پوچھا۔ "تمہارے گھر میں خادمائیں ضرور ہوں گی اور ایک آدھ تمہاری خدمت کے لیے بھی وقف ہو گی؟"

"میرے لیے کوئی خادمہ مخصوص نہیں ہے، البتہ ایک نرس ہے۔"

"نرس کیوں ہے؟"

"وہ لوگ کہتے ہیں، میں بیمار ہوں۔ وہ نرس میرے بیڈ روم کے ساتھ والے کمرے میں رہتی ہے۔"

"کیا تم دونوں کے کمروں میں ٹیلی فون ہے؟"

"ہاں، میں نرس سے فون پر بھی بات کرتا ہوں۔"

"تم اپنے گھر کا پتا بتاؤ۔"

"گھر کا پتہ معلوم نہیں ہے۔"

"پھر تو بڑی مشکل ہو گی۔ ہم اس نرس سے مفید معلومات حاصل کریں گے۔ اس سے ملاقات کرنا ضروری ہے۔ تم اپنے گھر کا ٹیلی فون نمبر بتا سکتے ہو؟"

"ہاں، میرے ٹیلی فون پر چھ سات چھ پھر چھ سات چھ لکھا ہوا ہے۔"

البرٹو نے ٹیلی فون کے پاس آ کر ریسیور اُٹھایا پھر وہی نمبر ڈائل کیے۔ کچھ دیر تک انتظار کرنا پڑا پھر کسی کی آواز سُنائی دی۔ "ہیلو، انسپکٹر، کیا یہ آپ ہیں، کیا ڈان کا پتا چلا؟"

"جی ہاں، پتا چل گیا۔ آپ اپنے مکان کا پتا بتائیں۔"

"انسپکٹر! آپ میرے گھر آ چکے ہیں پھر بھی پتا پوچھ رہے ہیں!"

"مسٹر ڈان کے بھاگ جانے سے تم کچھ زیادہ بوکھلا گئے ہو، میں انسپکٹر نہیں ہوں۔"

"تم کون ہو؟"

"میں کوئی بھی ہوں، اگر یہ چاہتے ہو کہ تمہاری امانت پہنچا دوں تو پتا بتاؤ۔"

اُس نے پتا بتایا۔ البرٹو نے ریسیور رکھ کر کہا۔ "مسٹر علی تیمور! پتا معلوم ہو گیا، اب بتائیں کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

پارس نے کہا۔ "میرا خیال ہے میری طرح تم بھی نرس کو فون والی سمجھ رہے ہو۔"

"ہاں، یہی ایک عورت ہے جو ڈان کے بہت قریب رہتی ہے اور گھر والوں کی باتیں بھی چُپ کر سُنتی ہوگی۔ اُس سے مل کر ہی ہم کسی نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔"

پارس نے اس سے پتا پوچھ کر اُٹھتے ہوئے کہا۔ "میں جا رہا ہوں، تم ڈان کا خیال رکھنا۔"

ڈان نے قریب آ کر کہا۔ "مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ، وہ لوگ آ جائیں گے۔"

"میں تمہاری بھلائی کے لیے جا رہا ہوں۔ مسٹر البرٹو تمہارے محافظ ہیں۔ تم آرام سے اس بستر پر سو جاؤ۔ یہاں کوئی نہیں آئے گا۔"

پارس اسے تسلیاں دیتے ہوئے بستر کے پاس لے گیا۔ اسے وہاں لٹا کر البرٹو کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ اس سے بولا۔ "مجھے ڈان کے گھر تک پہنچا دو۔ میں کسی وقت بھی فون پر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے بنگلے سے باہر آئے۔ اُسی وقت آرمر نے دماغ میں آ کر کوڈ ورڈ زاد ایکے پھر کہا۔ "ماشی پاشا فی الحال جزیرے سے نہیں آ سکے گا۔ وہاں زبردست فائرنگ اور دھماکے ہوئے ہیں۔ سلطانہ آفندی ماری گئی ہے۔ تمام غنڈے بدمعاشوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔ میں پاشا کو کسی طرح رہائی دلاؤں گا۔ تھامسے پاپا جزیرے سے جا چکے ہیں۔ میں نے جزیرے کے چار وفادروں کو تمہارے پاس پہنچا دیا ہے۔ وہ میں گیٹ کے باہر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

پارس تیزی سے چلتا ہوا مین گیٹ کے پاس آیا۔ وہ جان نے گیٹ کو کھولا۔ باہر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ پارس کو دیکھتے ہی چاروں وفادار کار سے باہر آئے۔ اُس کے سامنے اٹینشن ہو گئے۔ اُس نے البرٹو سے کہا۔ "میرا کام بن گیا۔ میں ان کے ساتھ جا رہا ہوں۔ تم آنکھ آنے کی کوشش کرو گے۔ ڈان مورس کو ہاتھ سے نہ نکلنے دینا۔ ہو سکے تو میک اپ کے ذریعے اس کا چہرہ تبدیل کر دو۔ میں اپنے ذرائع سے اس کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کرا لوں گا۔"

وہ البرٹو کو ضروری باتیں سمجھا کر کار میں آ گیا۔ وہ وفادار اس کے آس پاس بیٹھ گئے۔ وہ اگلی سیٹ پر چلے گئے گاڑی آگے بڑھی تو پارس نے پتا بتا کر کہا "مجھے ایک گاڑی اور خفیہ رہائش گاہ کی ضرورت ہے۔"

"ہم ایک گھنٹے میں اس کا انتظام کر لیں گے۔"

اُس نے ڈان کی رہائش گاہ سے سو قدم کے فاصلے پر گاڑی روکنے کو کہا۔ "میں اُس سامنے والی کوٹھی میں جاؤں گا۔ تم میں سے ایک یہاں انتظار کرے گا۔ باقی میرے لیے گاڑی اور خفیہ رہائش گاہ کا انتظام کرنے جائیں۔ جب میں کوٹھی سے نکلوں تو ہرگز میرے قریب نہ آنا، مجھ سے دور ہی دور چلتے رہنا۔ اگر میں سر کھجاؤں تو فوراً کیسی لے کر میرے پاس تجارہ میں اُس میں آ کر بیٹھیوں گا۔ اس کے بعد بتاؤں گا کہ آگے کیا کرنا ہے۔"

وہ کار سے اُتر کر کوٹھی کی طرف جانے لگا۔ ایک وفادار وہیں کھڑا رہا، باقی تین اپنی کار میں چلے گئے۔ کوٹھی میں ٹام مورس، سام مورس، ٹام کی بیوی اور بیٹی سمارٹ مناسب پریشان تھے۔ البرٹو سے فون پر باتیں کرنے کے بعد اُمید ہو چلی تھی کہ کوئی ڈان کو ان کی امانت سمجھ کر واپس کرنے والا ہے۔ اسی لیے گھر کا پتا پوچھ رہا تھا۔ ایک ملازم نے آ کر کہا۔ "جناب! کوئی صاحب آپ لوگوں سے ملنا چاہتے ہیں۔"

ٹام مورس تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ پارس کو دیکھ کر بولا "تم کون ہو؟ کس سلسلے میں آئے ہو؟"

"تمھاری ایک امانت میرے پاس ہے۔"

"کیسی امانت؟"

"بھتیجی چلتی پھرتی اور بولتی ہوئی امانت ہے لیکن میں باہر کھڑے ہو کر بات نہیں کروں گا۔"

"اچھی بات ہے، اندر آؤ۔"

پارس نے اُس کے پیچھے پیچھے کوٹھی میں داخل ہو کر وہاں کے ایک ایک فرد کو دیکھا۔ اُسے وہ نرس دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ ٹام نے اپنی بیوی، بیٹی اور بھائی سے کہا "یہ وہی فون پر بات کرنے والا شخص ہے جو ہماری امانت کا ذکر کر رہا تھا۔ اے مسٹر! کھل کر بتاؤ، کیا ہمارا بھتیجا ڈان مورس تمھارے پاس ہے؟"

"ہاں، وہ سُرخ رنگ کی شرٹ، سفید پتلون اور چمڑے کی بلیک جیکٹ پہنے ہوئے ہے۔ میں اُسے ایک تہ خانے میں باندھ کر آیا ہوں۔"

"کیا بکواس کرتے ہو! میں تمھیں گولی مار دوں گا، پولیس کے حوالے کر دوں گا۔"

"عجیب احمق ہو! گولی مار کر پولیس کے حوالے کرنا چاہتے ہو تو ویسے میں کسی کو اپنے خلاف کوئی قدم اُٹھانے سے نہیں روکوں گا لیکن یہ ذہن نشین کر لو، مجھے ذرا بھی نقصان پہنچے گا تو میرے آدمی، ڈان کو جان سے مار ڈالیں گے۔"

"تم چاہتے کیا ہو؟"

"میں ایک سودا گر ہوں۔ اپنی ضرورت کے لوگوں کو خریدتا ہوں۔ جس کی ضرورت نہ ہو اس کے بدلے کسی دوسری ہستی کا سودا کر لیتا ہوں۔ مثلاً ڈان مورس میرے کسی کام کا لوگ نہیں ہے۔ مجھے ایک لڑکی کی ضرورت ہے۔ اگر تمھارے گھر میں کوئی اچھی لڑکی ہے تو میں اسے لے کر ڈان کو تمھارے حوالے کر دوں گا۔"

"تم لڑکی لے کر کیا کرو گے؟"

"اُسے گھر کی خادمہ بناؤں گا، اگر صورت شکل اچھی ہوئی تو میری سیکرٹری بن سکتی ہے اور اگر بہت زیادہ اچھی ہوئی، مجھے پسند آئے گی تو شادی کر لوں گا۔"

ٹام مورس نے کہا "خادمہ، سیکرٹری یا بیوی بنانے کے لیے شہر میں لڑکیاں بھری پڑی ہیں پھر ڈان کے بدلے ہم سے کسی لڑکی کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟ آخر چکر کیا ہے؟"

"کیا میں نے تم سے پوچھا کہ ڈان مورس کے ساتھ تم لوگوں کا چکر کیا ہے؟ اگر وہ گھر سے چلا گیا ہے تو بے شک جا سکتا ہے۔ جوان ہے، بالغ ہے، اُسے قانوناً اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق ہے پھر تم لوگ اس کے لیے پریشان کیوں ہو؟ آخر کیا چکر ہے؟"

انھوں نے ہچکچاتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے کہا "کوئی چکر وکر نہیں ہے۔ یہ ہمارا گھریلو معاملہ ہے۔"

"پھر میرا بھی یہ ذاتی معاملہ ہے۔ مجھے ایک لڑکی درکار ہے ایک لڑکا لے لو۔"

انھوں نے سوچتی ہوئی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر وہ سب ذرا دور گئے اور آپس میں سر جوڑ کر باتیں کرنے لگے۔ اسی وقت پارس نے ایک جوان لڑکی کو دیکھا۔ وہ پریشان نظر آ رہی تھی۔ زینے کی آڑ میں کھڑی غصے سے دیکھ رہی تھی۔ سام، ٹام، اس کی بیوی اور بیٹی سمارٹ کچھ فیصلہ کرنے کے بعد قریب آئے پھر سام نے کہا "ہمارے ہاں کچھ کام کرنے والی لڑکیاں ہیں، ہم انھیں یہاں بلاتے ہیں، تم کسی ایک کو پسند کر سکتے ہو۔"

پارس نے زینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "اُدھر ایک لڑکی ہے۔ صاف چھپتی بھی نہیں، سامنے آتی بھی نہیں، میں اُسے صاف دیکھنا چاہتا ہوں۔"

ان سب نے زینے کی طرف دیکھا پھر سمارٹ بولی "وہ نرس ہے، ڈان کی دیکھ بھال کے لیے یہیں رہتی ہے۔"

ٹام مورس نے کہا "ہم اسے ماہانہ ایک ہزار ڈالر دیتے ہیں،

بہ تنخواہ پر تمھارے ہاں بھی کام کر سکتی ہے۔ کیا پسند ہے؟"

"پہلے میں تنہائی میں اُس سے دو باتیں کروں گا۔ اگر میرے معیار کے مطابق ہوگی تو تم سے سودا ہو جائے گا۔"

ٹام مورس نے نرس کو مخاطب کیا "مس رُوما! یہاں آؤ۔" اس جوان سے باتیں کرو، یہ تمھیں یہاں سے زیادہ تنخواہ کی آفر دے سکتا ہے۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے دوسرے کمرے میں جا رہے ہیں۔"

وہ سب چلے گئے۔ رومانیہ کے پیچھے سے آئی پھر اُس کے سامنے صوفے پر بیٹھ کر بولی "میں تمھاری باتیں سُن چکی ہوں، اگر تم مجھے پسند کرو اور میں تمھارے ساتھ جاؤں تو تم مجھ سے کیا فائدہ حاصل کرو گے؟"

پارس نے کہا "تم بہت خوبصورت ہو، میں تمھیں ایک ماڈل گرل بنا کر خوب کما سکتا ہوں۔"

"تم زیادہ سے زیادہ کتنا کما سکتے ہو؟"

"تمھاری جیسی لڑکی کی ویڈیو فلمیں بنا کر تیس چالیس ہزار، بلکہ پچاس ہزار ڈالر حاصل کر سکتا ہوں۔"

وہ صوفے پر پہلے سیدھی بیٹھی ہوئی تھی پھر پارس کی طرف جھک کر آہستگی سے بولی "میں تمھیں ایک لاکھ ڈالر دوں گی، مجھ سے ایک سودا کرو گے؟"

پارس نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "ایک لاکھ ڈالر میں نے ایک ساتھ کبھی نہیں دیکھے مگر تم تو ہزار ڈالر کی نوکری کرتی ہو، مجھے ایک لاکھ کیسے ادا کرو گی؟"

"پہلے ہمارے درمیان معاملہ طے پائے گا پھر میں ایک لاکھ ڈالر کی ادائیگی کا یقین دلاؤں گی۔"

"سمجھ لو، معاملہ طے ہو گیا، تم کس قسم کا سودا کرنا چاہتی ہو؟"

"تم ڈان مورس کو یہاں واپس نہ لاؤ، اُس بے چارے کو اس کی انٹی اور دونوں انکل کے ہاتھ نہ لگنے دو۔ ایک لاکھ کے عوض اُسے میرے حوالے کر دو۔"

"میں اتنی بڑی رقم نہیں ٹھکراؤں گا، مجھے منظور ہے۔ اب بولو، رقم کیسے ادا کرو گی؟"

رومانیہ نے اُس پاس محتاط نظروں سے دیکھا پھر بولی "یہ لوگ اُس سے زبردستی چیک پر دستخط کراتے ہیں اور بڑی بڑی رقمیں حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں تھوڑی دیر میں اُس چیک بک سے ایک سادہ چیک نکال کر چھپا لوں گی۔ دو گھنٹے بعد جہاں کہو گے، وہاں ملوں گی، تمھارے ساتھ ڈان کے پاس جاؤں گی، وہ ایک لاکھ کی رقم لکھ کر دستخط کرے گا، تم مجھے بھی اُس کے ساتھ قید کر دینا، جب وہ چیک کیش ہو جائے، تمھاری رقم مل جائے تو ہم دونوں کو آزاد کر دینا۔"

پارس نے کہا "یہ مناسب طریقہ ہے، میں رقم ملتے ہی تم دونوں کو آزاد کر دوں گا۔ تم بتاؤ، دو گھنٹے بعد کہاں ملو گی؟"

"آتا ترک ایونیو کے پارک میں ایک قطعہ ایسا ہے جہاں صرف گلاب کھلتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے لازمی ہے کہ تم مجھے ناپسند کرو اور ڈان کے عوض مجھے طلب نہ کرو۔"

پارس نے اونچی آواز میں کہا "تم خود کو سمجھتی کیا ہو؟ کیا تم حُور پری ہو؟ تم سے اچھی تو وہ لڑکی ہے جو ابھی یہاں کھڑی ہوئی تھی، تم جا سکتی ہو۔"

وہ پاؤں پٹختے ہوئے جانے لگی۔ ٹام مورس نے جلدی سے ڈرائنگ روم میں آ کر پوچھا "کیا ہو گیا؟ بس رُوما کی بات ہے؟"

رُومانیہ پلٹ کر بولی "یہ مسٹر اشتہاری فلمیں بناتے ہیں، آپ لوگ جانتے ہیں، آج کل کی اشتہاری فلموں میں عورتیں کس قدر بے حیائی سے اسکرین پر آتی ہیں، میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گی۔"

وہ غصے سے چلی گئی۔ ٹام کی بیوی نے کہا "مسٹر، تم اشتہاری فلمیں بناتے ہو؟ تمھیں اس کے لیے حسین لڑکی کی ضرورت ہے۔ اتنی چھوٹی سی بات کے لیے تم نے میرے بھتیجے کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ میری بیٹی کو دیکھو، کیا یہ کسی سے کم ہے۔ مس یونیورس کے مقابلۂ حسن میں شریک ہونے والی ہے۔ ڈان کی سلامتی اور واپسی کی خاطر یہ تمھاری فلموں میں ماڈل بن سکتی ہے۔"

پارس نے سمارٹ کا جائزہ لیا پھر کہا "ٹھیک ہے، اگر تمھاری بیٹی اسکرین پر اداکارہ ہوگی تو میں کچھ دن بعد ڈان کو تمھارے گھر پہنچا دوں گا۔"

وہ سب غصے سے بھڑک گئے۔ سام نے گھونسا دکھا کر کہا "تم کچھ دن تک ہمارے بھتیجے کو یرغمال بنا کر رکھنا چاہتے ہو، ہم تمھارا مُنہ توڑ دیں گے۔"

"اُدھر تمھارے بھتیجے کا مُنہ ٹوٹے گا، جو بھی کرو، سوچ سمجھ کر کرو۔"

سمارٹ کی ماں نے کہا "ڈان، مجھے تو یہ کوئی چکر باز لگتا ہے۔ پہلے یہ تصدیق کرو کہ ہمارا ڈان اس کے قبضے میں ہے بھی یا نہیں؟"

ٹام نے پوچھا "کیا تم ڈان سے ہماری ملاقات کرا سکتے ہو؟"

پارس نے پوچھا "کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو؟ جو لباس وہ پہن کر گیا ہے، میں اُس کی تفصیل بتا چکا ہوں۔"

"لباس کا کیا ہے؟ لباس تو دنیا میں رہ جاتا ہے، پہننے والا ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے تم نے اُسے قتل کر دیا ہو۔"

پارس نے کہا "تم لوگوں کے اطمینان کے لیے ابھی فون پر اُس کی آواز سنوا سکتا ہوں۔"

"ہاں ضرور، ہم اس کی آواز سُن کر تم پر یقین کر لیں گے۔"

پارس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا۔ سب کے سب قریب چلے آئے۔ اس نے ریسیور رکھ دیا پھر کہا "تم لوگ دیکھنا چاہتے ہو، میں کون سے نمبر ڈائل کر رہا ہوں؟ آخر تم لوگ اتنے احمق کیوں ہو؟"

وہ سب فوراً پیچھے چلے گئے۔ پارس نے کہا "تم سب دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑے ہو جاؤ۔"

انھوں نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ جلد ہی البرٹو سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا "ڈان کے انکل وغیرہ اس کی آواز سننا چاہتے ہیں۔ ریسیور اس سمجھے ہوئے جوان کو دو۔"

چند لمحوں کے بعد ڈان نے فون پر پوچھا "ہیلو دوست! یہ تم ہو؟"

"ہاں، میں ہوں۔ تم نے گھر سے فرار ہوتے وقت اپنے انکل وغیرہ کے نام کوئی خط نہیں چھوڑا۔ انھیں تمھارے فرار ہونے کا یقین نہیں آ رہا ہے۔ میں ریسیور تمھارے ٹام انکل کو دے رہا ہوں، تم ان لوگوں کو بتا دو کہ گھر سے کیوں بھاگے؟ آئندہ واپس آؤ گے یا نہیں؟"

"میں کبھی واپس نہیں جاؤں گا۔ میں انکل سے بات نہیں کروں گا۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

پارس نے ٹام مورس کو اشارے سے پاس بلایا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا قریب آیا۔ پھر ریسیور اپنے ہاتھ میں لے کر کہا "ہو بیٹے ڈان! میں تمھارے باپ کی جگہ ہوں جو ہو چکا ہے، اسے بھول جاؤ۔ مجھ سے نہ ڈرو۔ میں کبھی تم پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ ہیلو ڈان! ہمارے پاس آ جاؤ۔ ہیلو... ہیلو بیٹے ڈان... ہیلو... ہیلو... ہیلو... ہیلو!"

ٹام نے کریڈل کو کھڑکھڑایا پھر کہا "شاید اس نے ریسیور رکھ دیا ہے۔"

پارس نے کہا "شاید نہیں، یقیناً تمھاری آواز سنتے ہی رکھ دیا ہو گا۔ تم نے ظلم و ستم سے اس پر اتنی دہشت طاری کر دی ہے کہ اب وہ ٹیلی فون کے قریب بھی نہیں آئے گا۔"

وہ صوفے سے اٹھ گیا۔ ٹام نے پوچھا "کیا جا رہے ہو؟"

"ہاں، آج سے چوتھے دن علم کا ایجوکیشنل سائن کرانے آؤں گا اور تمھاری بیٹی سمارتھا کو شوٹنگ کے لیے لے جاؤں گا۔ کیا تمھیں منظور ہے؟"

"منظور تو ہے لیکن..."

"لیکن ویکن کچھ نہیں، تمھاری بیٹی استھماری فلموں میں ماڈل بنے گی تو نوٹوں کے بعد وہ سمجھا ہوا بھتیجا مل جائے گا مگر پولیس والوں کے پاس جاؤ گے یا غنڈے بدمعاشوں کو میرے پیچھے لگاؤ گے تو ڈان تمھیں زندہ نہیں مردہ ملے گا۔"

وہ انھیں وارننگ دے کر کوٹھی سے باہر آیا۔ وہاں سے سوگز کے فاصلے پر ایک وفادار نظر آ رہا تھا۔ پارس کوٹھی کے احاطے سے نکل کر ایک طرف پیدل چلنے لگا۔ وہ دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھتا جا رہا تھا۔ چھوٹی چھوٹی گلیوں سے نکل کر بڑی شاہراہ کے فٹ پاتھ پر آیا۔ وہاں بھی وہ دور تک چلتا رہا۔ جب یقین ہو گیا کہ تعاقب نہیں ہو رہا ہے تو وہ ایک پبلک کال آفس میں آیا پھر البرٹو سے رابطہ قائم کرتے ہوئے پوچھا "کیا اس کا بیک اپ کر رہے ہو؟"

"میں کرنا چاہتا ہوں مگر ڈان نہیں مان رہا ہے، وہ آپ سے متاثر ہے۔ آپ اسے فون پر سمجھائیں گے تو مان جائے گا۔"

"میں آ کر خود اس کا بیک اپ کروں گا، اس سے کہنا کہ میں دو گھنٹے بعد پہنچ رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ باہر آ کر دور تک نظریں دوڑائیں اس کے بعد سڑک و دو تین بار گھوما۔ پانچ منٹ کے اندر ہی اس کے سامنے ایک ٹیکسی آ کر کھڑی ہو گئی۔ وفادار نے باہر آ کر اس کے لیے پچھلا دروازہ کھولا۔ پارس آرام سے سیٹ پر بیٹھ گیا۔ گاڑی چل پڑی۔ ڈرائیور نے پوچھا "کہاں جانا ہے؟"

وہ بولا "چلتے رہو، ہم کہیں بھی اتر جائیں گے۔"

ٹیکسی ایک گھنٹے تک مختلف راستوں سے گزرتی رہی پھر پارس نے ایک جگہ رکوا دی، اس کا کرایہ ادا کیا پھر وفادار سے کہا۔ "کسی ریستوران میں چلو۔ میں ناشتا اور چائے کے بغیر اپنے گھر سے آیا تھا۔ ان کمبختوں نے بھی کھانے پینے کے لیے نہیں پوچھا۔"

وہ ایک ریستوران میں آئے، ہلکا سا ناشتا کیا، موسم کی مناسبت سے کافی پی پھر اس وفادار نے پارس کی ہدایت کے مطابق اسے آتاترک ایونیو کے پارک میں پہنچا دیا۔ وعدہ کر کے گیا کہ آدھے گھنٹے کے اندر گاڑی لے کر پارک کے گیٹ پر پہنچ جائے گا۔ پارس اس حصے میں آیا جہاں گلاب ہی گلاب کھلے ہوئے تھے۔ صبح کے دس بجنے والے تھے۔ پارک میں زیادہ چہل پہل نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد رومانا نظر آ گئی۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی قریب آئی، بہت پریشان لگ رہی تھی، بال بکھرے ہوئے تھے، چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ پارس نے پوچھا "خیریت تو ہے؟"

پارس سے نظریں ملتے ہی اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ بولی "میں سارہ چیک حاصل نہ کر سکی۔ اس سے پہلے ہی انھوں نے مجھے عزت سے نکال دیا میں اس چیک بک تک نہ پہنچ سکی۔ اب تیس ایک لاکھ ڈالر کیسے ادا کروں گی۔ تم تو لالچی ہو، خود غرض ہو، ڈان کو ان ظالموں کے پاس پہنچا دو گے۔ وہ بہت معصوم ہے، بہت مظلوم ہے۔ خدا کے لیے میری ایک بات مان جاؤ، اسے حفاظت سے لیبیا لے جاؤ، وہ بہت بڑے فولاد کے کارخانے کا مالک ہے، وہ وہاں اپنے ننھیال والوں میں محفوظ رہے گا، یہ دونوں ظالم اسے نقصان نہیں

پہنچا سکیں گے۔ ڈان کے نانا اور نانی تمھیں ایک لاکھ تو کیا دو لاکھ بھی دے سکتے ہیں۔ میری بات کا یقین کرو، میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں، جھوٹ بولوں... تو ابھی مر جاؤں... فار گاڈ سیک! ڈان کو بچا لو۔"

وہ بولتی جا رہی تھی اور روتی جا رہی تھی۔ اگر آس پاس لوگ ہوتے تو بھیڑ لگ جاتی۔ پارس تھوڑی دیر تک سنتا رہا پھر بولا "خدا کے لیے اب چپ ہو جاؤ، تمھیں روتے دیکھ کر لوگ یہی سمجھیں گے کہ میں تمھیں بھگا کر لایا ہوں۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "جب تک تمھیں رقم نہیں ملے گی، میں ضمانت کے طور پر تمھاری قید میں رہوں گی۔ میں یقین دلاتی..."

پارس نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا پھر پوچھا "کیا منہ پر ٹیپ چپکا دوں؟ غضب خدا کا پندرہ منٹ سے سانس لیے بغیر بولے چلی جا رہی ہو!"

"سوری، نہ جانے کیسے کیا بولتی جا رہی ہوں۔ دراصل تم ٹام اور سام کو نہیں جانتے، وہ درندے ہیں۔ اگر تم خود غرض نہ بنو اور انسانی ہمدردی سے ڈان کی مدد..."

پارس نے ڈانٹ کر کہا "یو شٹ اپ! اب ایک لفظ بھی کہو گی تو میں تمھاری کوئی مدد نہیں کروں گا۔"

وہ سہم کر ذرا چپ ہوئی پھر بولی "اب نہیں بولوں گی، تم دیکھ رہے ہو، میں اپنے لیے نہیں بول رہی ہوں، تمھیں غصہ آ رہا ہے تو اب کسی کے لیے نہیں بولوں گی۔ خدا کو منظور ہو گا تو ڈان محفوظ رہے گا۔ میرے بولنے سے تمھارا دل نہیں پگھلے گا۔ بولنے کا فائدہ بھی کیا ہے، اگر بولوں... تو ابھی مر جاؤں، تم سمجھتے ہو گے دوسری عورتوں کی طرح مجھے بولنے کی بیماری ہے۔ میں خواہ مخواہ کبھی نہیں بولتی، مگر یہ تو مجھ پر سراسر الزام ہے۔ میں خاموش رہتی ہوں پھر بھی بولتی ہوئی سی لگتی ہوں۔ اب تم خاموش کیوں ہو گئے؟ کیا میری باتوں کا جواب نہیں دے سکتے۔ یہ دونوں کانوں میں انگلیاں کس لی ہیں؟ کیا تمھارا خیال ہے، میں اب بھی بول رہی ہوں۔"

اس نے پارس کے دونوں کانوں سے انگلیاں نکالے دیں، وہ اٹھ کر یوں تیزی سے جانے لگا جیسے بھاگ رہا ہو۔

رومانا اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے بولی "کہاں جا رہے ہو؟ میں تمھیں جانے نہیں دوں گی۔ تمھارے ساتھ ڈان کے پاس جاؤں گی اور ڈان کی زبان سے یقین دلواؤں گی کہ تمھیں تل ابیب میں لاکھ دو لاکھ ڈالر ضرور ملیں گے۔"

وہ آگے پیچھے دوڑتے ہوئے پارک کے مین گیٹ کے پاس آئے۔ وہاں چار وفادار ایک نئی گاڑی کے ساتھ موجود تھے۔ پارس نے پھر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لی تھیں۔ ایک وفادار نے پوچھا "جناب! کیا یہ لڑکی آپ کا پیچھا کر رہی ہے؟"

"یہ لڑکی میرے لیے اہم ہے۔ اسے گاڑی میں بٹھاؤ۔"

انھوں نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا پھر رومانا کو پکڑ کر پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا۔ وہ چیخ کر بولی "اے مسٹر سود اگر میں ان کے ساتھ نہیں تمھارے ساتھ جاؤں گی۔"

"تم بار بار منع کرنے کے باوجود بولتی رہیں، اب میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں، اب نہیں بولوں گی۔ وہ تو میں ڈان کے لیے بول رہی تھی، بے چارہ درندوں میں رہ کر سارا جائے گا۔ میں اس پر ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔ میں اپنے لیے نہیں، اس کے لیے بول رہی ہوں۔"

ایک وفادار نے پارس کے حکم کے مطابق ڈیش بورڈ کے خانے سے ٹیپ نکالا پھر اس کے منہ پر چپکا دیا۔ وہ چپ ہو گئی۔ پارس نے اس کے پاس اگر بیٹھتے ہوئے کہا "یہ ٹیپ منہ سے ہٹاؤ گی تو چلتی گاڑی سے باہر دھکا دے دوں گا۔"

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ وہ نئی گاڑی میں رومانا اور دو وفاداروں کے ساتھ تھا۔ باقی دو وفادار اپنی پہلی گاڑی میں پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ اس نے پوچھا "کیا خفیہ راہ فرار کا انتظام ہو گیا؟"

"جی ہاں، ایک نہیں تین خفیہ اڈے ہیں۔ ان اڈوں کے مالکان سے پرانی دوستی ہے۔ وہ قابل اعتماد ہیں۔"

پارس نے کہا "ہر گز نہیں، میں کسی پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ کسی کو رازدار نہیں بنا سکتا۔ فی الحال البرٹو کے بنگلے میں چلو۔"

رومانا اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ کچھ بولنا چاہتی تھی، پارس نے کہا "تم چپ ہی رہو گی، میں جو سوال کروں گا اس کا جواب ہاں یا نہ میں سر ہلا کر دو گی۔ پہلا سوال یہ ہے، کیا تم کافی عرصے سے ڈان کی نرس ہو؟ اپنی انگلیوں سے جواب دو۔ کتنے برسوں سے اس کی خدمت کر رہی ہو؟"

اس نے دو انگلیاں دکھائیں۔ پارس نے کہا "اچھا، دو برس سے خدمت کر رہی ہو۔ اب یہ بتاؤ، کتنے برسوں سے محبت کر رہی ہو؟"

رومانا نے بے اختیار دو انگلیاں اٹھائیں پھر فوراً ہی شرما کر منہ پھیر لیا۔

"تیسرے سوال کا جواب دو، کیا ڈان تمھیں چاہتا ہے؟"

رومانا نے انکار میں سر ہلایا۔ پارس نے پوچھا "کیا وہ اپنے انکل کی بیٹی سمارتھا کو چاہتا ہے؟"

رومانا نے پھر انکار میں سر ہلایا۔ پارس نے کہا "وہ کسی میں دلچسپی نہیں لیتا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ محبت

اور جذبات کو سمجھتا ہی نہیں ہے۔ میں ایک شرط پر ڈان کو تمہارے حوالے کروں گا اور کسی رقم کا مطالبہ نہیں کروں گا۔"

وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ پارس نے کہا۔ "اکثر مردوں کی زندگی میں ان کی عورتیں انقلاب لاتی ہیں۔ وہ اپنے مرد کی زندگی کا راستہ بدل دیتی ہیں، جینے کا انداز بدل دیتی ہیں۔ اگر لوگ انہیں لوٹ رہے ہوں تو وہ لوٹنے والوں کے سامنے دیوار بن جاتی ہیں۔ کیا تم انکل ٹام اور انکل سام کے سامنے دیوار بن سکتی ہو؟"

اس نے ہال کے انداز میں سر ہلایا۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا ڈان کو ان کے فریب سے بچانے کے لیے تم ہی آدھی رات کے بعد اسے فون پر سمجھایا کرتی تھیں؟"

اس نے پھر ہاں کہنے کے لیے سر ہلایا۔ پھر جھجکنے لگی۔ پارس نے روما کے کنپٹی سے ٹیپ ہٹا دیا۔ پھر کہا۔ "روما مجھ سے کوئی بات نہ چھپاؤ۔ میں کوئی بیک میلر نہیں ہوں۔ . . . بلکہ میں ڈان کو ان سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم وہی فون کرنے والی لڑکی ہو تو میں تم سے رقم نہیں لوں گا بلکہ اپنے اخراجات پر اسے تل ابیب بھیج سکتا ہوں۔"

وہ خوش ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ رہے تھے۔ وہ البرٹو کے بنگلے کے سامنے پہنچ گئے۔ کار سے اُتر کر احاطے میں آئے۔ پارس نے وفاداروں سے کہا۔ "میرے لیے ایک کار یہاں رہنے دو۔ تم میں سے دو اس بنگلے میں رہیں گے، باقی دو رات کو آئیں گے اور یہاں پہرا دیں گے۔"

وہ روما کے ساتھ بنگلے کے اندر آیا۔ اس کے بیڈ روم میں ڈان سو رہا تھا۔ البرٹو نے کہا۔ "یہ ایک گھنٹے سے سو رہا ہے۔ کہو تو جگا دوں؟"

روما نے کہا۔ "اسے آرام سے سونے دو۔ میرا خیال ہے، بہت عرصے بعد اسے خواب آور گولیوں کے بغیر نیند آئی ہے۔"

وہ تینوں دوسرے کمرے میں آ گئے۔ پارس نے پوچھا۔ "تم آدھی رات کے بعد کس طرح فون پر ڈان سے باتیں کرتی تھیں؟ کیا اس کے انکل وغیرہ فون پر ہونے والی گفتگو سن نہیں سکتے تھے؟"

"اب میں کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ ڈان کو یہاں محفوظ دیکھ کر میرے دل اور میرے دماغ سے ایک بوجھ اتر گیا ہے۔ ان ظالموں نے چار بچے کتے پال رکھے ہیں۔ انھوں نے مجھے وارننگ دی ہے کہ میں گھر کی بات باہر کسی کو بتاؤں گی یا قانون کا سہارا لینا چاہوں گی تو وہ مجھے جان سے مار ڈالیں گے۔ میں نے اپنی زبان بند رکھی مگر مجھ سے یہ ظلم دیکھا نہیں جاتا تھا۔ کل رات جب میں نے سنا کہ وہ ڈان اور سمارتھا کی شادی کے کاغذات پر دستخط کرانے کے بعد سمارتھا کو اس کی دولت اور جائیداد کی مالکہ بنانا چاہتے ہیں تو میں نے اسے بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔"

البرٹو نے پوچھا۔ "یہی ہم جاننا چاہتے ہیں، تم دشمنوں کے درمیان رہ کر کس طرح فون پر اس سے رابطہ قائم کرتی تھیں؟"

"میں نے کبھی فون پر ڈان سے بات نہیں کی۔"

"لیکن وہ کہتا ہے، کوئی لڑکی فون پر بولتی تھی۔"

"بات یہ ہے کہ میں ڈان کے ساتھ والے کمرے میں رہتی ہوں۔ کسی وقت بھی درمیانی دروازہ کھول کر اس کے پاس آ سکتی ہوں۔ میں نے سوچا، اگر اس کے روبرو اگر انکل وغیرہ کے خلاف بولوں گی اور اس کے فائدے کی بات سمجھاؤں گی تو وہ کبھی کبھار مار کھانے کے دوران بتا دے گا کہ میں ان کے خلاف اسے بھڑکاتی رہتی ہوں۔ وہ بہت بھولا ہے، اسے بڑی آسانی سے دھوکا دیا جا سکتا ہے۔ ایک رات میں سیل سے بجنے والی گھنٹی لے کر اس کے سرہانے آئی۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ میں نے پلنگ کے سرہانے ٹیلیفون کے پاس جھک کر سیل والی گھنٹی بجائی۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا پھر ہیلو کہا۔ میں اس کے پیچھے کان کے قریب ہی تھی۔ دھیمی آواز میں بولنے لگی۔ جو بات اسے سمجھانا چاہتی تھی سمجھانے لگی۔ وہ سمجھ رہا تھا، آواز ریسیور سے آ رہی ہے۔ بہرحال میری یہ تدبیر کامیاب رہی۔ میں ہر رات اسی طرح اپنی باتوں سے اسے اپنی طرف مائل کرنے لگی۔ رفتہ رفتہ میں نے اتنا متاثر کر لیا کہ وہ میرے ایک مشورے پر گھر چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔"

روما نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا۔ اسے معلوم تھا کہ ڈان بچکانہ ذہن رکھتا ہے۔ اگر سیل والی گھنٹی بجائی جائے گی تو وہ نیند سے چونک کر یہی سمجھے گا کہ فون کی گھنٹی بج رہی ہے اور وہ بے اختیار ریسیور اٹھائے گا اور ہوتا بھی یہی تھا۔ ہر رات روما سیل والی گھنٹی بجاتی تھی اور وہ ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیتا تھا۔ اسے کبھی شبہ نہیں ہوا کہ اس کے پلنگ کے پیچھے کان کے قریب ہی روما بول رہی ہے۔

پارس نے کہا۔ "وہ تم سے یا سمارتھا سے، کسی لڑکی سے محبت نہیں کرتا بلکہ محبت کرنا جانتا ہی نہیں لیکن وہ تمہاری آواز سے متاثر ہے، تمہاری آواز سے محبت کرتا ہے۔ اسی لیے تمہارے مشوروں پر عمل کرتا ہے۔ اگر تم ہمارے مشوروں پر عمل کرو گی تو ڈان کو ان ظالموں سے نجات مل جائے گی۔"

"تم جو کہو گے میں وہ کروں گی۔"

"تمہیں ڈان کے ساتھ پیرس جا کر رہنا ہوگا۔"

"میں اس کے ساتھ کہیں بھی رہ سکتی ہوں، لیکن وہاں رہنے کے اخراجات بہت ہوں گے۔ اگر ڈان کو چیک بک مل جائے تو . . . ؟"

"تم اخراجات کی فکر نہ کرو۔ کیا تم نے فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہے؟"

"جب سے ہوش سنبھالا ہے، تب سے ان کا ذکر سنتی آ رہی ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں نا؟"

"ہاں، تم دونوں ان کی فیملی کے ساتھ رہو گے۔"

وہ چونک کر حیرانی سے بولی۔ "ہم اور فرہاد صاحب کی فیملی کے ساتھ . . . کیا تم انھیں جانتے ہو؟ اوہ گاڈ! میں نے ابھی تک یہ نہیں پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو اور تمہارا نام کیا ہے؟"

"میں نام بتاؤں گا تو یقین نہیں کرو گی۔ میرے پاپا خود تمہارے دماغ میں آ کر یقین دلائیں گے۔"

وہ سوالیہ نظروں سے تک رہی تھی۔ پارس نے دوسرے کمرے میں آ کر ٹیلیفون کے ذریعے بابا صاحب کے اوارے سے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "انکل آمر سے کہو، وہ پارس اوّل کے پاس فوراً آئیں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی آمر کو ڈور وزارد اکرتا ہوا پہنچ گیا۔ پارس نے کہا۔ "آپ جناب شیخ صاحب سے عرض کریں، میں ایک نوجوان یہودی لڑکی اور لڑکے کو کچھ عرصے کے لیے پیرس میں نظر بند رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ کسی مناسب جگہ ان کے لیے رہائش کا انتظام کرا دیں۔"

"انتظام ہو جائے گا اور کچھ؟"

"استنبول میں فرانس کے سفیر یا ایجنٹ سے کہہ دیں کہ وہ استنبول سے پیرس پہنچنے کے سلسلے میں تین پاسپورٹ چند گھنٹوں میں جاری کر دیں۔ میں آج ہی ان دونوں کے ساتھ پیرس آ رہا ہوں۔ پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات کے لیے یہاں ایجنٹ کو ہماری تصویریں مل جائیں گی۔"

"کیا تم تینوں اصل روپ میں آ رہے ہو؟"

"نہیں، ہم میک اپ میں رہیں گے۔"

"مجھے ان یہودی لڑکی اور لڑکے سے ملاؤ۔"

"یہ عجیب اتفاق ہے کہ لڑکا ہماری جو جو کی طرح بچکانہ ذہن رکھتا ہے، لیکن مناسب ٹریٹ منٹ کے بعد نارمل ہو سکتا ہے۔ اس کا نام ڈان مورس ہے۔ لڑکی کا نام روما ہے۔ آپ روما کے دماغ میں میرے پاپا بن کر پہنچیں اور انھیں پیرس آنے کا مشورہ دیں۔ میں نے اسے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا — آپ میرا اور اپنا تعارف کرا سکتے ہیں۔"

وہ ڈرائنگ روم میں روما اور البرٹو کے پاس آیا۔ روما نے پوچھا۔ "تم کہاں چلے گئے تھے، فرہاد صاحب کی فیملی کی بات ادھوری چھوڑ دی۔ اپنے بارے میں بھی کچھ نہیں بتایا۔"

آمر نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں بتاتا ہوں، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ چونک گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر خلا میں تکتے ہوئے بولی۔ "میرے دماغ میں آواز آ رہی ہے۔ وہ . . . وہ کہہ رہے ہیں کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "یقین کرو، میرے پاپا تم سے دماغی رابطہ قائم کر رہے ہیں۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "تمہارے پاپا؟"

آمر نے کہا۔ "ہاں، یہ میرا بیٹا پارس علی تیمور ہے۔"

"آں؟" وہ بے یقینی سے پارس کو دیکھنے لگی۔ آمر نے کہا۔ "پہلے میں تمہیں یقین دلاؤں گا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے دماغ کے اندر ہوں۔"

وہ بولی۔ "پلیز، مجھے کسی طرح یقین دلائیں۔"

"جب خیال خوانی کے ذریعے گفتگو ہو تو زبان سے زبردستی کام نہ لو۔ صرف سوچا کرو، میں سن لیا کروں گا۔ اچھا اب تمہیں ٹیلی پیتھی کا کمال دکھاتا ہوں۔ تم زبان سے بولنے کی کوشش کرو، میں تمہیں بولنے نہیں دوں گا۔"

اس نے کوشش کی۔ کئی بار زبان سے کچھ کہنا چاہا مگر ہر بار اس کے ہونٹ بند ہو گئے یا زبان لڑکھڑا گئی۔ اس نے پریشان ہو کر سوچا۔ "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے کیا میں بولنے کے قابل نہیں رہی؟"

آمر نے کہا۔ "بس اسی طرح سوچو۔ میں سن لوں گا۔ اب تم زبان سے بول سکو گی۔"

وہ بولی۔ "م . . . میں بولنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ بلکہ بول رہی ہوں۔ یہ تو کمال ہو گیا! ابھی زبان بند ہو گئی تھی ابھی کھل گئی۔ مجھے یقین ہو گیا ہے، آپ فرہاد صاحب ہیں! اوہ گاڈ! میں کتنی خوش نصیب ہوں۔"

اس نے صوفے سے اُٹھ کر پارس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے، پھر کہا۔ "مسٹر پارس علی تیمور! میری سمجھ میں نہیں آتا، میں کس طرح اپنی خوشیوں کا اظہار کروں۔ آج سے مجھے گہری نیند آیا کرے گی۔ آج سے کوئی دشمن میرے ڈان پر ظلم نہیں کر سکے گا۔"

پارس نے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر اٹھایا پھر صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ "پہلے میرے پاپا سے باتیں کرو۔ وہ جو کہتے ہیں اس پر عمل کرو۔"

آرمر نے کہا "تم پارس اور ڈان کے ساتھ پیرس آجاؤ۔"

"میں ضرور آؤں گی۔"

"تم دونوں یہاں میک اَپ میں آؤ گے تاکہ دشمن پہچان نہ سکیں۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر، لیکن میں ڈان کے دشمنوں سے انتقام لینا چاہتی ہوں۔ ڈان کو کسی طرح قتل ایبب پہنچانا چاہتی ہوں۔"

"تمہاری خواہشیں پوری ہوں گی، لیکن یہ سب کچھ رفتہ رفتہ ہوگا۔ تمہیں ڈان کے ساتھ ذرا صبر سے پیرس میں رہنا ہوگا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کا اصل چہرہ بے نقاب کردوں گا جب یقین ہو جائے گا کہ آئندہ کوئی ڈان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا تو میں تم دونوں کو قتل ایبب پہنچا دوں گا۔"

ڈان کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ پھر روما کو دیکھ کر چونک گیا۔ سہم کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔ "نہیں۔ میں واپس نہیں جاؤں گا۔ پلیز روما یہاں سے چلی جاؤ۔"

پارس اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اس کے قریب جاکر بولا۔ "میں نے تمہیں دوست بنایا ہے۔ تمہیں یہاں سے جانے نہیں دوں گا۔ روما تمہاری دشمن نہیں ہے۔ یہ وہی ہے جو فون پر چھپ کر تم سے باتیں کرتی تھی اور تمہاری بھلائی کے لیے تمہیں سمجھاتی تھی۔"

پارس اور البرٹو نے جب اسے اچھی طرح سمجھایا تو اس نے یقین کرلیا۔ روما کو احسان مندی سے دیکھنے لگا۔ اسے سمجھایا گیا کہ اس کا اور روما کا میک اَپ کیا جائے گا اور انھیں یہاں سے پیرس جانا ہوگا۔ چونکہ ڈان اپنی بھلائی چاہتا تھا، دشمنوں سے دور ہو جانا چاہتا تھا اس لیے وہ فوراً راضی ہوگیا۔ پارس نے ان دونوں کا میک اَپ شروع کیا۔ عارضی میک اَپ تھا اس لیے ایک گھنٹے کے اندر ان کے چہرے بدل گئے۔ البرٹو نے ان کی تصویریں اتاریں۔ فرانسیسی حکومت کا ایک ایجنٹ ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اسے تصویریں دی گئیں۔ اس نے کہا۔ "میں دو گھنٹے کے اندر پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات بنوا کر لے آؤں گا اور آج شام کی یا رات کی کسی فلائٹ سے آپ لوگ پیرس جاسکیں گے۔"

پارس چُپ چاپ ڈان کی اسٹڈی کر رہا تھا۔ اس کے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، ہنسنے بولنے اور کھانے پینے کے ہر انداز کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ روما دو برس سے اس کے ساتھ رہ رہی تھی۔ اس کی عادتوں کو اور اس کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ پارس اس کے ذریعے ڈان کے مزاج کو اور عادتوں کو بھی ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔

وہ تینوں رات کے آٹھ بجے وہاں سے روانہ ہوئے۔

آرمر نے اس کے پاس آکر کہا۔ "بیٹے! میں برابر روما اور ڈان کے دماغ میں موجود رہا ہوں۔ مجھے اچھی طرح یقین کرنا تھا کہ کوئی سازش ہو رہی ہے یا واقعی یہ دونوں مظلوم ہیں۔ بہرحال میں مطمئن ہوں۔ میں نے جناب شیخ صاحب کو ان کے متعلق تمام تفصیلات بتادی ہیں۔ وہ دونوں کو بابا صاحب کے ادارے میں رکھنے پر راضی ہیں۔ کہتے ہیں وہ یہیں محفوظ رہیں گے۔"

پارس نے کہا۔ "یہ تو اچھی بات ہے۔ میں یہی چاہتا تھا۔ اب میں اطمینان سے ان دونوں کو وہاں چھوڑ کر جاسکوں گا۔"

"تم کہاں جانا چاہتے ہو۔ کچھ تو بتاؤ؟"

"میں پھر کبھی بتاؤں گا۔"

"بیٹا، میں کہہ چکا ہوں کہ میں روما اور ڈان کے دماغ میں موجود رہا ہوں۔ ان کے ذریعے تمہیں دیکھتا رہا ہوں۔ تم ان سے ایسی معلومات حاصل کر رہے تھے جیسے ڈان کو ہمارے حوالے کرنے کے بعد تم اس کی جگہ لینا چاہتے ہو۔"

پارس چند لمحوں تک خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "آپ میرے بزرگ ہیں۔ آپ سے اتنی ہی درخواست کروں گا کہ میرے معاملے میں زیادہ پریشان نہ ہوا کریں۔ کیا آپ میری ایک بات مانیں گے؟"

"تم مجھے جو جو کہو گے اس سے زیادہ عزیز ہو۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں جو کچھ کر رہا ہوں، آپ اس کے بارے میں بابا شرف کو کچھ نہ بتائیں۔ لاعلمی ظاہر کریں۔"

"یہ اچھی بات تو نہیں ہے۔ خدانخواستہ تم اپنے والدین کو بتائے بغیر باہم سب کو اعتماد میں لیے بغیر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ گے تو میرا ضمیر مجھے ملامت کرے گا۔"

"یعنی آپ چاہتے ہیں، میں آپ لوگوں کی انگلی پکڑ کر چلوں؟"

"ہم ایسا بھی نہیں چاہتے۔"

"پھر پریشان کیوں ہوتے ہیں کیا میں نادان بچہ ہوں؟"

"نہیں بیٹے، ہمیں تم پر فخر ہے۔"

"تو پھر مجھے اپنے طور پر زندگی گزارنے دیجیے۔ آپ نے دیکھا ہے جب بھی مجھے ضرورت پڑی تو میں نے آپ کو یاد کیا اور آپ سے مدد بھی حاصل کی۔ میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ بھی آپ کو ضرورت کے وقت ضرور آواز دوں گا۔"

وہ پیرس پہنچ گئے۔ آرمر انھیں لینے ایئرپورٹ آیا تھا۔ اس نے روما کے سامنے خود کو فرہاد ظاہر کیا۔ وہ خوشی سے دیوانی ہو رہی تھی۔ آرمر کا ہاتھ تھام کر کہہ رہی تھی "آج میں آپ کے سامنے کھڑی ہوں، فرہاد علی تیمور کے سامنے اور آپ کا ہاتھ میرے ہاتھوں میں ہے۔ کیا آپ مجھے پیار کریں گے؟"

آرمر نے اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ "تم میری بیٹی ہو، آج سے میری پناہ میں رہو گی۔"

پارس نے کہا۔ "آپ ان دونوں کو لے جائیں۔ میں بعد میں آؤں گا۔"

روما نے کہا۔ "تم کہاں جا رہے ہو؟"

"میری فکر نہ کرو۔ جب میرے بابا تمہارے محافظ ہیں تو پھر کس بات کا ڈر ہے؟"

وہ بولی۔ "ڈرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب آنے والی مصیبتوں کو ہم سے ڈر لگتا رہے گا۔"

وہ دونوں آرمر کے ساتھ چلے گئے۔ وہاں کا ایک افسر پارس کے لیے دوسری کار لے آیا تھا۔ پارس نے اس کا شکریہ ادا کیا پھر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا پلاسٹک سرجری کے ماہر ڈاکٹر برنارڈ شیفرڈ کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔

وہ ابھی اپنے اپارٹمنٹ سے واپس آیا تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پر کھانے کے لیے جا رہا تھا۔ پارس کے آنے کی اطلاع ملتے ہی تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ پھر گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "بیٹے! اتنی رات کو کیسے آئے خیریت تو ہے؟ آؤ اندر آجاؤ۔"

وہ ڈائننگ روم میں آئے۔ میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ پارس نے کہا۔ "آپ کو کہنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میں بھوکا ہوں، خود ہی کھانے بیٹھ گیا ہوں۔"

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم فرہاد کے بیٹے ہو، اپنی بھوک مٹانے نہیں آئے بلکہ کوئی ضرورت تمہیں کھینچ لائی ہے۔"

"جی ہاں، وہی ضرورت جو اکثر میرے پاپا کو آپ کے پاس پہنچ کر لاتی رہی ہے۔ آپ نے بارہا میرے پاپا کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی ہے۔ آج میں پہلی بار اس مقصد کے لیے آیا ہوں۔ مجھے ایک مفرور لڑکے کا روپ دھارنا ہے۔"

"کیا بہت جلدی ہے؟"

"جی ہاں، میں صبح تک یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔"

"باپ کی طرح بیٹے کی بھی عادت خراب ہے۔ جب بھی کوئی فوری ضرورت ہوتی ہے تو میں ہی یاد آتا ہوں۔ کیا اس کام کے لیے ایک دو دن پہلے نہیں آسکتے تھے؟"

"دشمن اگر ایک دو دن پہلے بھیجتے تو ضرور آتا۔ مجھے اس بات کا پورا احساس ہے کہ ہم بے وقت آپ کو تکلیف دیتے ہیں اور آپ نے بھی تو ہماری عادت بگاڑ دی ہے۔ ہم اگر فرمائش کرتے ہیں اور آپ پوری کر دیتے ہیں۔"

"اچھا زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ چپ چاپ کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد تمہاری تصویریں بنیں تو مجھے دو۔"

پارس نے ایک لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ پھر چپ چاپ کھانے لگا۔ ڈاکٹر تصویریں دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "جب سے تمہارے باپ نے مجھے خدمت کا موقع دیا ہے تب سے میں نے اپنے ہی گھر میں ایک چھوٹا سا آپریشن تھیٹر بنا لیا ہے۔ اس کی زندگی بھی عجیب زندگی ہے۔ کبھی سکون سے نہیں رہ سکتا۔ میں کسی وقت بھی اس کی آمد کے لیے تیار رہتا ہوں۔ وہ اچانک ہی کسی وقت پہنچ جاتا ہے اور اپنا چہرہ تبدیل کراتا ہے۔ میں نے سوچا، اب تم دونوں بیٹے جوان ہو گئے ہو۔ شاید فرہاد کسی گوشے میں سکون سے زندگی گزارے گا تو مجھے بھی ایسی ہنگامی پلاسٹک سرجری سے نجات مل جائے گی، لیکن میں دیکھ رہا ہوں، بیٹے بھی باپ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ مجھے اپنی آخری سانس تک تم لوگوں سے فرصت نہیں ملے گی۔"

پارس نے کھانے کے بعد ایک افسر سے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "یہاں میرا کام ہو رہا ہے۔ میں صبح تک استنبول واپس جانا چاہتا ہوں۔ پلیز میری واپسی کا انتظام کر دیجیے اور مجھے یہاں سے کس وقت فلائی کرنا ہے، ابھی بتا دیجیے۔ میں ڈاکٹر برنارڈ شیفرڈ کی رہائش گاہ پر ہوں۔"

پارس نے ڈاکٹر کا فون نمبر بتا کر ریسیور رکھ دیا۔ ایک گھنٹے بعد وہ سرجری چیئر پر نیم دراز تھا۔ اور ڈاکٹر بڑی مہارت سے اس کے چہرے کو اطمینان اور سہولت سے رفتہ رفتہ تبدیل کرتا جا رہا تھا۔ ایک گھنٹے بعد ٹیلیفون کی گھنٹی سنائی دی۔ پارس نے کہا۔ "اگر کوئی آفیسر مجھے پوچھ رہا ہو تو میں بات کروں گا۔"

ڈاکٹر نے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف کی آواز سنی پھر ریسیور پارس کو دے دیا۔ دوسری طرف سے وہ افسر کہہ رہا تھا "سرکاری فلائنگ کلب میں ایک ہیلی کاپٹر آپ کے لیے موجود ہے۔ آپ جب چاہیں پرواز کر سکتے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "اس وقت میرا چہرہ تبدیل ہو رہا ہے لہٰذا جو پائلٹ مجھے لے جائے گا اسے نئے چہرے کی تصویر بھیج دیجیے آپ کسی قابلِ اعتماد شخص کو بھیج دیں۔ میں وہ تصویر اسے دوں گا۔ ساتھ ہی اسے یہ ہدایت کر دیں کہ تصویر کا چہرہ ذہن نشین کرنے کے بعد اس تصویر کو جلا دیا جائے۔"

اس نے ڈاکٹر کو ریسیور دیتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔ ڈاکٹر نے ریسیور رکھ دیا پھر اس کے چہرے پر جھک گیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ پندرہ منٹ بعد اطلاع ملی، کوئی سرکاری افسر ملاقات کرنے آیا ہے۔ ڈاکٹر نے اس سے ڈرائنگ روم میں ملاقات کی۔ اس نے کہا۔ "مجھے مسٹر پارس علی تیمور نے بلایا ہے۔ وہ اپنے موجودہ چہرے کی کوئی تصویر دینا چاہتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے اسے ڈان کی ایک تصویر دی پھر کہا "آپ اسے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو دکھانے کے بعد جلا ڈالیں۔"

اس نے کہا "میرا تعلق ایئر فورس سے ہے۔ میں ہی پائلٹ ہوں۔ ہمیں اوپر سے احکامات ملے ہیں کہ اس تصویر کو یہاں سے باہر نہیں جانا چاہیے اور صرف مجھے دیکھنا چاہیے۔ میں نے دیکھ لیا ہے' چہرہ ذہن نشین کر لیا ہے۔ آپ اسے خود ہی جلا ڈالیں اور مسٹر پارس سے پوچھ کر یہ بتا دیں کہ وہ کب تک یہاں سے روانہ ہوں گے؟"

ڈاکٹر نے کہا "ایک گھنٹے بعد سرجری مکمل ہو جائے گی۔ اس کے بعد سے کم از کم آدھا گھنٹا آرام کرنا چاہیے' پھر وہ یہاں سے جا سکتا ہے۔"

"اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں ڈرائنگ روم میں ان کا انتظار کر سکتا ہوں؟"

"بے شک' آپ یہاں تشریف رکھیں۔"

ڈاکٹر پھر آپریشن روم میں آ گیا۔ اپنا کام کرتے ہوئے پارس کو اس افسر کے متعلق بتانے لگا۔ اس نے کہا "ڈاکٹر انکل' میں آپ کو بڑی زحمت دے رہا ہوں' ایک اور زحمت دوں گا۔ ذرا ٹیلیفون میرے پاس لے آئیں۔"

ڈاکٹر ٹیلیفون اس کے قریب لے آیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر اس افسر کے نمبر ڈائل کیے جس کے ذریعے ہیلی کاپٹر کا انتظام کرایا تھا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی پارس نے کہا "اس وقت ایک ایئر فورس کا پائلٹ ہمارے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا ہے۔ آپ اس سے گفتگو کر کے تصدیق کریں کہ کیا میرے پاس صحیح آدمی پہنچا ہے۔"

ڈاکٹر نے ڈرائنگ روم میں آ کر پائلٹ آفیسر سے کہا۔ "ریسیور اٹھا کر بات کریں۔"

اس پائلٹ افسر نے ریسیور اٹھایا۔ پھر دوسری طرف والے افسر سے باتیں کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس افسر نے تصدیق کی کہ ڈاکٹر شیفرڈ کے یہاں صحیح آدمی پہنچا ہے اور اس سلسلے میں کوئی سازش نہیں ہو رہی ہے۔ پارس نے مطمئن ہو کر ریسیور رکھ دیا۔ سرجری کا کام پھر ہونے لگا۔

مزید ایک گھنٹے بعد سرجری کا مرحلہ ختم ہو گیا۔ وہ آدھے گھنٹے تک اسی کرسی پر آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے آئینے کے سامنے آ کر اپنے چہرے کو ہر زاویے سے دیکھا پھر خوش ہو کر کہا "ڈاکٹر انکل! آپ کا جواب نہیں ہے۔"

اس نے ایک بیگ میں سے ڈان کے وہ کپڑے نکالے جنھیں پہن کر گھر سے فرار ہوا تھا۔ پھر انھیں لے کر باتھ روم میں گیا۔ وہاں وہ لباس پہنا۔ کمرے میں آ کر قدِ آدم آئینے کے سامنے اپنا جائزہ لیا۔ اب وہ سر سے پاؤں تک بالکل ڈان مورس تھا۔ کوئی اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ڈاکٹر سے مصافحہ کیا' اس کا شکریہ ادا کیا پھر ڈرائنگ روم میں اس پائلٹ آفیسر کے پاس آ گیا۔ پائلٹ افسر نے اٹھ کر اسے سلام کیا پھر مصافحہ کر کے ہوئے پوچھا "کیا آپ چلنے کے لیے تیار ہیں؟"

اس نے کہا "بے شک' میں جلد سے جلد استنبول پہنچنا چاہتا ہوں۔"

وہ رات کے تین بجے سرکاری ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئے جس افسر نے ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا تھا اس نے یقین دلایا کہ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے اور اسے اچھی طرح مکینک وغیرہ نے چیک کر لیا ہے۔ مکمل یقین دہانی کے بعد ہیلی کاپٹر نے پرواز کی۔ پائلٹ اپنی سیٹ پر تھا۔ اس کے پیچھے والی سیٹ پر پارس بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہ اپنی مخصوص بلندی پر پہنچ گیا تو پائلٹ نے کہا "مسٹر پارس! انسان موت سے بچنے کے کتنے جتن کرتا ہے' کیا وہ بچ جاتا ہے؟"

پارس نے کہا "موت سے کوئی نہیں بچتا' لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ موت سے پہلے کوئی نہیں مرتا۔"

"ٹھیک کہتے ہو' پتا نہیں کاتبِ تقدیر نے تمھاری موت کا کون سا وقت لکھا ہے' لیکن آدمی حرام موت بھی تو مرتا ہے اور اب وہ حرام موت تمھارے حصے میں آ رہی ہے۔ اس وقت میرا ایک پاؤں ایسے بٹن پر ہے جسے دباتے ہی ایک زبردست دھماکا ہو گا پھر ہم دونوں ہیلی کاپٹر کے ساتھ اپنے چیتھڑے ہوتے بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔"

پارس نے پچھلی سیٹ سے ذرا سا سر اونچا کر کے پائلٹ کے پاؤں کی طرف دیکھا پھر پوچھا "کیا تم مجھ سے اس قدر محبت کرتے ہو کہ میرے ساتھ جان دینا چاہتے ہو؟"

"میں محبت کی نہیں' کاتبِ تقدیر کی بات کرتا ہوں۔ اس تقدیر لکھنے والے نے آج میری موت بھی ہے اور میرے ساتھ تمھاری بھی۔"

"مسٹر پائلٹ! اگر تمھیں وہ بٹن دبانا ہوتا اور کاتبِ تقدیر کے مطابق میرے ساتھ مرجانا ہوتا تو تم اتنا وقت نہ لیتے۔ مجھے موت کی آمد کی اطلاع نہ دیتے۔ مزاحمت کا ہلکا سا بھی تھرا تو فوراً میرے ساتھ مر جاتے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم موت سے پہلے مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو۔ میں تمھیں مایوس نہیں کروں گا' تمھاری بات ضرور سنوں گا۔"

"اور میں سناؤں گا۔ لیکن اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ میری باتوں کے دوران تم کوئی چالاکی دکھاؤ گے اور یہاں سے

بچ نکلو گے۔ اس وقت نہ تم زمین پر ہو نہ آسمان پر۔ ہیلی کاپٹر کی لگام میرے ہاتھ میں ہے اور موت میرے ایک پاؤں کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ بس چھ پھٹے اگر نکلنے ہی والی ہے۔"

یہ پارس کے لیے ہار ماننے اور پچھتانے والی گھڑی تھی۔ اس نے اپنے طور پر بڑی احتیاطی تدابیر کی تھیں۔ اس پائلٹ افسر کو جاننے اور پرکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اس کے باوجود وہ مقام آ گیا تھا جہاں وہ دھوکا کھا رہا تھا۔

پارس کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ فرزانہ عرف فیری بہت اداس تھی۔ اس کے شانے سے سر ٹیکے ہوئے بیٹھی تھی۔ شہر کی فلک بوس عمارتیں اور رنگا رنگ مناظر گزرتے جا رہے تھے۔ اسے دنیا کی کسی رنگینی سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ پارس کے سوا کوئی دوسرا منظر دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ پارس نے پوچھا "تم اتنی خاموش کیوں ہو؟"

وہ بولی "کیا ہم سچ مچ جدا ہو رہے ہیں؟"

"ہاں' یہ عارضی جدائی ہے۔ تم میری ماما کے پاس جا رہی ہو۔"

"ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ ہم نے صرف ایک ہفتہ ساتھ گزارا ہے۔ پھر پتا نہیں' ہم کب ملیں گے؟"

"میں جلد ہی آنے کی کوشش کروں گا۔ دیکھو' تم میری دلہن بننے والی ہو۔ لہٰذا پہلے ہی میرے گھر جا کر وہاں کے طور طریقے سیکھنے ہوں گے۔ تم بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر ٹریننگ حاصل نہیں کرو گی تو میرے ساتھ رہ کر ہر آنے والا لمحہ تمھیں دھڑکاتا رہے گا کہ نجانے کون سی نئی مصیبت آنے والی ہے اور ہم آنے والی ہر نئی مصیبت کو کھیل سمجھ کر جھیلتے ہیں اور میں چاہتا ہوں تم بھی یہی ٹریننگ حاصل کرو۔"

"تم یہاں کیوں رکنا چاہتے ہو' یہاں کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"جب تم مکمل ٹریننگ حاصل کر لو گی تو ایسے سوال نہیں کرو گی۔ خود سمجھ جاؤ گی کہ ہمارے حالات کیا ہوتے ہیں اور کس طرح ہم ان کے مطابق فیصلے بدلتے ہیں اور جگہ بھی بدلتے رہتے ہیں۔ پتا نہیں میں کہاں کہاں بھٹکتا رہوں گا۔ ابھی اس لیے تمھیں اپنے ساتھ نہیں لگا سکتا کہ تم اناڑی ہو۔ بابا صاحب کے ادارے میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد تمھیں میری باتیں سمجھ میں آئیں گی۔"

"میں وہاں کتنے عرصے رہ کر تمھارے قابل بن سکتی ہوں؟"

"یہ تمھاری ذہانت اور محنت پر ہے۔ بہت زیادہ محنت کرو گی اور ذہانت سے کام لو گی تو انشاء اللہ دو برس میں خود اپنی حفاظت کرنا سیکھ جاؤ گی۔ دشمن تمھیں میری کمزوری نہیں بنا سکیں گے۔"

"مگر پارس! دو برس تو بہت ہوتے ہیں!"

"اور اگر تم نے محنت اور لگن سے ٹریننگ حاصل نہ کی تو دس برس بھی لگ سکتے ہیں۔ ابھی وقت ہے فرزانہ! اچھی طرح سوچ سمجھ لو' میرے ساتھ زندگی گزارنا ہے تو تمھیں بہت کچھ سیکھنا پڑے گا۔ بہت محنت کرنا پڑے گی۔ اگر سیدھے سادے انداز میں گھریلو زندگی گزارنا چاہتی ہو تو تمھارے سامنے ہزاروں راستے ہیں۔ میرا خیال دل سے نکال دو۔"

"کیا تم مجھے دل سے نکال سکتے ہو؟"

"نہیں نکال سکتا' اسی لیے تو بابا صاحب کے ادارے میں ٹریننگ کے لیے بھیج رہا ہوں۔"

وہ ایئر پورٹ پہنچ گئے۔ پرواز کا وقت قریب تھا۔ فرزانہ نے اپنا سامان ٹرالی پر رکھ کر لے جاتے ہوئے کہا۔

"پارس! میں بالکل تنہا ہو جاؤں گی۔"

"فکر نہ کرو۔ مجھ سے جدا ہوتے ہی ماما تمھارے دماغ میں پہنچیں گی اور تمھیں تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیں گی۔"

فرزانہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ قریب آ گئی۔ وہاں کی سوسائٹی' وہاں کا ماحول بڑی بے تکلفی سے رخصت ہونے کی اجازت دیتا تھا۔ وہ بڑی دیر تک اس سے قسمیں لیتی رہی' وعدے کراتی رہی کہ وہ جلد ہی آئے گا۔ پارس نے قسم کھائی' وعدہ کیا پھر اسے سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد رسونتی نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے سانس روک لی پھر آہستہ آہستہ سانس لی تو رسونتی نے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "میں یہاں گھڑی دیکھ رہی ہوں اور یہاں کے وقت کے مطابق میرا اندازہ ہے' فرزانہ تم سے جدا ہو گئی ہے کیونکہ میں تمھارے ذریعے اسے تمھارے آس پاس نہیں دیکھ رہی ہوں۔"

"جی ہاں' وہ لگیج اور امیگریشن کے لیے جا چکی ہے۔ آپ اسے تسلی دیں۔ وہ بہت اداس ہے۔"

رسونتی اپنی ہونے والی لاڈلی بہو کے پاس چلی گئی۔ پارس عمارت سے باہر آیا۔ پھر پارکنگ ایریا میں پہنچ کر کار کا دروازہ کھولا اور اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار تیزی سے آگے بڑھا دی۔ ون کا ایک بج رہا تھا۔ وہ مختلف شاہراہوں سے گزرتا ہوا ہوٹل کے احاطے میں پہنچ گیا۔ ایک جگہ کار پارک کی پھر ڈائننگ ہال میں چلا آیا۔ وہ کوشش کرتا تھا کہ وقت پر کھائے اور وقت پر سو جائے۔ چونکہ کوئی مصروفیت نہیں تھی' کسی قسم کی فی الحال پریشانی بھی نہیں تھی اس لیے وہ وقت پر کھانے کے لیے بالکونی کی ایک میز پر آ کر بیٹھ گیا۔

وہ ڈائننگ ہال دوسری منزل پر تھا۔ بالکونی سے باہر سوئمنگ

پول نظر آرہا تھا۔ حسین عورتیں مختصر سے لباس میں نظر آرہی تھیں۔ کوئی بلندی سے چھلانگ لگاتے ہوئے پانی میں غوطے لگا رہی تھی، کوئی سوئمنگ پول کے کنارے چاروں شانے چت لیٹی سورج کی حرارت سے اپنے جسم کو سینک رہی تھی۔ کچھ عورتیں اپنے شوہروں یا عاشقوں کے ساتھ پینے پلانے میں مصروف تھیں۔ ویٹر نے آکر مینو پیش کیا۔ وہ پنچ کا آرڈر دینے لگا۔ اسی وقت ہوٹل کا ایک ملازم ایک ہاتھ سے گھنٹی بجاتا ہوا اور دوسرے ہاتھ میں ایک کارڈ بورڈ اٹھائے گھومتا ہوا نظر آیا۔ اس کارڈ بورڈ پر لکھا ہوا تھا۔ مسٹر پی اے، یور ٹیلیفون کال۔

پارس نے اس ملازم کو بلایا پھر کہا۔ میں پی اے ہوں۔

ملازم نے کوڈلیس ریسور اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا، اعلیٰ بی بی کا کوئی ماتحت اس سے بات کرنا چاہتا ہے۔ وہ جب بھی اسے مخاطب کرتے تھے تو اسے پی اے کہتے تھے۔ عام لوگ پی اے کا مطلب پرسنل اسسٹنٹ سمجھتے تھے جبکہ حروف پی اور اے سے پارس علی بنتا ہے۔

پارس نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ یس پی اے اسپیکنگ۔

دوسری طرف سے ایک ماتحت نے کہا۔ ہمیں یقین تھا، آپ ڈانسنگ ہال میں ہوں گے۔ اگر آپ زحمت کر کے کسی بالکونی کی طرف جائیں اور وہاں سے سوئمنگ پول کی طرف دیکھیں تو آپ کو ایک شخص نظر آئے گا۔ اس کی آنکھوں پر سیاہ عینک ہے، اس نے نیلے رنگ کی نیکر اور سفید بنیان پہن رکھی ہے۔ بنیان کے سینے پر لکھا ہے۔ می میرینکا۔ یعنی میں امریکی ہوں۔ اس کے بائیں ہاتھ کی چھوٹی سی انگلی کے ساتھ ٹھنا سا گوشت چپکا ہے جیسے چھ انگلیاں ہوں۔ اور یہ چیز پیدائشی ہے۔

پارس نے کہا۔ میں ابھی اسے تلاش کرتا ہوں۔ کیا وہ ہمارا مطلوبہ شخص ہے؟

جی ہاں، ہم نے اسے دیکھا ہے۔ وہ جس لڑکی کی طرف دیکھتا ہے وہ اس کے پاس چلی جاتی ہے اور سحر زدہ سی ہو جاتی ہے۔

میں سمجھ گیا اور کوئی بات؟

کوئی اور بات نہیں تھی اس لیے رابطہ ختم ہو گیا۔ پارس نے کوڈلیس ریسور ملازم کو دیتے ہوئے کہا۔ مجھے ایک دوربین کی ضرورت ہے۔

ملازم وہاں سے گیا پھر ایک منٹ کے اندر ہی دوربین اسے لا کر دے دی۔ اس نے اپنی کرسی کا رُخ سوئمنگ پول کی طرف کر دیا، دوربین آنکھوں سے لگائی، پھر اس شخص کو تلاش کرنے لگا۔ بڑے ہی دلکش و رنگین نظارے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ان رنگینیوں سے پرہیز کرتا ہوا ایک گنبد نما کمرے تک پہنچ گیا۔ وہ سوئمنگ پول کے کنارے ایک اینزی پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں جام تھا اور دوسرا بازو میں ایک حسین عورت تھی۔ اس نے بائیں ہاتھ کو اس طرح اٹھا رکھا تھا کہ چھوٹی سی انگلی نظر نہیں آرہی تھی ویسے وہ نیلی نیکر اور سفید بنیان میں تھا اور بنیان کے سینے پر 'می میرینکا' لکھا ہوا تھا۔

پارس انتظار کرنے لگا کہ وہ اپنے ہاتھ سے جام نیچے رکھے تو اس کی پانچوں انگلیاں نظر آئیں۔ یہ یقین ہو چکا تھا کہ اسی ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں وہ چھوٹا سا گوشت ہوگا۔ وہ جام کو تھامے ہوئے تھا اور شراب کی ہلکی ہلکی سی چسکیاں لے رہا تھا۔ اس انتظار کے دوران ایک نہایت ہی حسین لڑکی کے سامنے سے گزرتی ہوئی دکھائی دی۔ اس شخص نے ہاتھ اٹھا کے کچھ کہا۔ لڑکی نے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے کچھ کہا۔ اس کے جواب میں لڑکی نے بہت ہی غرور سے پھیر لیا اور وہاں سے جانے لگی۔

مرد کا انداز ستا رہا تھا کہ اس نے حسن و شباب سے مات ہو کر اسے اپنی طرف بلایا تھا اور وہ حسینہ اس کی طرف تھا سے دیکھ کر آگے بڑھ گئی تھی۔ پھر پارس نے دیکھا وہ شخص پاس بیٹھی ہوئی عورت سے کچھ کہہ رہا تھا۔ وہ عورت اٹھ کر کھڑی ہو گئی، اس حسینہ کے پیچھے جانے لگی۔ آگے جا کر اسے مخاطب کیا۔ حسینہ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ دونوں میں کچھ باتیں ہوئیں پھر اس عورت کو یہ دیکھ کر چونک گیا کہ جس حسینہ نے حقارت سے منہ پھیر لیا تھا اس شخص کو غور سے دیکھ کر آگے بڑھ گئی تھی۔ اب وہ بے اختیار اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور آہستہ آہستہ اس کی طرف یوں بڑھ رہی تھی جیسے سحر زدہ سی ہو گئی ہو۔ اب یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں رہ گئی تھی کہ اس کے بائیں ہاتھ میں چھ انگلیاں ہیں یا نہیں۔ اس شخص کے عمل نے اسے مشکوک بنا دیا تھا اور وہ پارس کا مطلوبہ شخص تھا۔

اسے معلوم تھا کہ اس کے پاپا نے موجودہ پریسائڈنگ جسٹس کو قتل کرا دیا ہے۔ اس کی موت کے بعد اب چھ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ لہٰذا اس نے تہیہ کر لیا تھا، جب تک ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ نہیں لگا لے گا، امریکا سے واپس نہیں جائے گا اور آج وہ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچ رہا تھا۔

اس کا نام جیری جیکب تھا۔ وہ ایک شریف بدمعاش یا مہذب غنڈا تھا۔ اس نے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا تھا لیکن اس حصہ لیتا رہا تھا، ہر آنے والی نئی حکومت میں اعلیٰ عہدے حاصل کرتا رہا تھا۔ وہ نہایت ہی چالاک اور مکار تھا۔ حکمرانوں کا خیال تھا کہ وہ جلد ہی سپریم ماسٹر کا عہدہ حاصل کر لے گا۔ جب ان کے ہاں ٹرانسفارمر مشین تیار ہو گئی تو فیصلہ ہونے لگا کہ کن افراد کو مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جائے۔ موجود وہ حکمرانوں اور فوج کے اعلیٰ افسروں نے سات اہم افراد کا انتخاب کیا۔ ان میں جیری جیکب کا نام بھی تھا اس کی دلی مراد بر آئی تھی۔ وہ اپنی ذہانت، چالاکی اور مکارانہ سیاسی چالوں سے بہت کچھ حاصل کرتا جا رہا تھا اور اب اسے غیر معمولی علم حاصل ہونے والا تھا جس کے ذریعے وہ ساری دنیا پر حکومت کر سکتا تھا۔

لیکن یہ علم انھیں آسانی سے نہیں سکھایا گیا۔ ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے سے پہلے ان سے حلف اٹھوایا گیا کہ وہ صرف ملک اور قوم کے وفادار رہیں گے اور ملک اور قوم کے مفاد کے لیے کام کریں گے اور اپنے ذاتی مفادات قربان کرتے رہیں گے یہی نہیں، حلف اٹھانے کے بعد بھی سخت نگرانی کے انتظامات کیے گئے تھے۔ ہر ٹیلی پیتھی سیکھنے والے کے پیچھے ایسے پچاس فوجی جوان لگائے گئے تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ ان فوجیوں میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں۔ وہ مرد اور عورتیں اگر ان سات ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خلاف کوئی ریورٹ دیتیں تو اس پر بے چون و چرا عمل کیا جاتا اور انھیں گولی مار دی جاتی۔

یہ بات جیری جیکب کو پریشان کر رہی تھی۔ ویسے وہ کسی دن بھی سپریم ماسٹر بن کر پوری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب پورا کر سکتا تھا لیکن اس کی ایک کمزوری تھی۔ وہ حسین اور پُرشباب لڑکیوں کا دیوانہ تھا۔ اپنی ایسی ذاتی مصروفیات کو دوسروں سے چھپا کر رکھ سکتا تھا لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پیچھے فوج کے پچاس جوان ہوں گے اور وہ ان کی نگرانی کرتے رہیں گے، ان کے متعلق سراغ لگاتے رہیں گے اور ان کی رپورٹ اعلیٰ حکام تک پہنچاتے رہیں گے تو ایسی صورت میں یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اس کی خفیہ مصروفیات کا علم بھی اعلیٰ حکام کو ہو گا اور اعلیٰ حکام یہ کبھی پسند نہیں کریں گے کہ کوئی ذمے دار عہدے پر رہنے والا یوں چھچھوری حرکتیں کرتا پھرے۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ بڑے بڑے ملکوں کے بڑے بڑے اہم راز حسین عورتوں کے ذریعے ہی ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچتے ہیں۔ اگر جیری جیکب کسی حسین عورت سے دل لگاتا ہوا پایا گیا تو یقیناً اسے اس کے ہی اعلیٰ حکام کی طرف سے گولی مار دی جائے گی اور وہ کبھی سمجھ نہیں پائے گا کہ اس کی موت بن کر آنے والی گولی کس سمت سے آئی تھی۔

ایک اور مشکل تھی۔ اس کے اعلیٰ حکام اسے کبھی گولی مارنے کا حکم نہیں دے سکتے تھے۔ وہ جانتے تھے، ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے اعلیٰ حکام کے دماغ میں پہنچ کر انھیں اپنا تابعدار بنا سکتا تھا۔ لہٰذا ان کی موت کا فیصلہ سنانے والی ٹیم کوئی اور تھی جن کے متعلق وہ سات ٹیلی پیتھی جاننے والے کچھ نہیں جانتے تھے۔

بہرحال سات میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا سپریم ماسٹر مر چکا تھا۔ جیری جیکب کا خیال تھا کہ اس کے بعد اسے ہی سپریم ماسٹر بنایا جائے گا لیکن خلاف توقع کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہ عہدہ دیا گیا تھا اور یہ راز میں رکھا گیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے اور کہاں بیٹھ کر اور کہاں رہ کر سپریم ماسٹر کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ ویسے جیری جیکب اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی کہہ دیا گیا تھا کہ انھیں مختلف آزمائشوں سے گزارا جا رہا ہے۔ جب وہ ان آزمائشوں میں کامیاب ہوں گے تو انھیں سلسلہ وار سپریم ماسٹر کے عہدے پر کام کرنے کا موقع دیا جائے گا۔

جیری جیکب نے درخواست کی تھی کہ اسے فرہاد علی تیمور کو ٹریپ کرنے کا موقع دیا جائے اور اس کی درخواست منظور کر لی گئی تھی۔

اس مرحلے پر قارئین نے سمجھ لیا ہو گا کہ یہ وہی ٹیلی پیتھی جاننے والا اجنبی تھا جو جزیرے میں اپنا جال بچھا رہا تھا اور اس طرح جال بچھاتے بچھاتے مادام سلطانہ آفندی تک پہنچ چکا تھا جس وقت میک (فرہاد علی) سلطانہ کے دماغ میں پہنچ کر اس پر تنویمی عمل کر رہا تھا تو وہ کمبخت بھی اس کے دماغ میں چھپا ہوا تھا اور میرے عمل کا توڑ کر رہا تھا۔ اس کی یہ چال کامیاب رہی تھی اور میں اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کر آرام سے سلطانہ کے عمل میں پہنچ گیا تھا کہ وہ میری تابعدار ہے اور میں سلطانہ کے ساتھ ساتھ پورے محل میں حکومت کر سکتا ہوں اور کوئی میرے خلاف قدم نہیں اٹھا سکے گا۔

میں پورے اعتماد کے ساتھ محل میں داخل ہوا تھا۔ سلطانہ آفندی کی خواب گاہ میں داخل ہوتے ہی جیری جیکب نے بازی پلٹ دی تھی۔ وہاں انکشاف ہوا کہ اس کمبخت نے میرے تنویمی عمل کو بے اثر کر دیا تھا اور سلطانہ کے دماغ میں بہت پہلے ہی جگہ بنا چکا تھا۔ اس کی خواب گاہ میں ہم دونوں تھے اور اس کے دماغ میں بھی ہم دونوں تھے۔ وہ شیطانی مزاج رکھنے والی عورت ہم دونوں کے درمیان پھنسی ہوئی تھی۔ میں اسے اپنے طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا۔ اس نے میری معمولہ بننے سے روک دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ میں اس محل سے باہر نکل سکوں۔ جناب! آپ کی والدہ محترمہ مجھے ختم کر دیں۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ آپ مجھے ختم کر دیں۔ میں نہیں چاہتی کہ آپ تو جانتے ہی ہیں وہ میری زندگی تمام کر دینا جانتی ہیں۔ میں ہر طرح سے پرکھ کر معلوم کر لیتی ہیں یہ ہے یا نہیں۔ مجھے معلوم ہے تمھاری مجبوری بھی جانتا ہوں۔ کام کے

مرسکتا تھا۔ اسے اچانک خیال خوانی کا سلسلہ ختم کرنا پڑا۔ وہ اپنی جگہ کہیں مصروف ہوگیا تھا اور وہ مصروفیت اتنی اہم تھی کہ وہ میری اہمیت کو بھول گیا تھا۔ ساری دنیا کے بڑے بڑے سربراہ بڑے بڑے خطرناک دشمن مجھے مار ڈالنا چاہتے تھے اور جب میرے مار ڈالنے کا سنہرا موقع ہاتھ آرہا تھا تو اسے میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ ایسے وقت وہی بھاگتا ہے جسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے ہوں۔

یہ بعد میں پتا چلا کہ پارس دوم اس کی شہ رگ تک پہنچ رہا ہے۔

پارس آنکھوں سے دوربین لگائے اسے دیکھ رہا تھا جو اسے حقارت سے دیکھ کر جارہی تھی' اس کے پاس بے اختیار واپس آگئی تھی۔ جیری جیکب اُٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ ڈال کر اپنے ساتھ لے جارہا تھا۔ وہ حسینہ سحر زدہ ہو کر چلتی جارہی تھی۔ پارس نے آنکھوں سے دوربین ہٹالی تھی۔

اس کا تعاقب کرنا ضروری تھا۔ اعلیٰ بی بی کے ماتحت بھی اس کے پیچھے لگے ہوں گے، لیکن پارس اپنے طور پر مطمئن ہونا چاہتا تھا۔ خود اس کے پیچھے جاکر معلوم کرنا چاہتا تھا' وہ کون ہے کہاں سے آیا ہے اور اب اس حسینہ کے ساتھ کہاں جائے گا؟ وہ اپنی جگہ سے اٹھنا چاہتا تھا، مگر ویٹر اس کا آرڈر لے آیا۔ منہ ہاتھ دھونے کی ڈشیں رکھنے لگا۔ وہ تیزی سے فیصلہ کرنے لگا ایسے وقت کیا کرنا چاہیے۔ پھر اس نے سوئمنگ پول کی طرف دیکھا۔ وہ جس کنارے پر حسینہ کے ساتھ چلتا آرہا تھا' وہ کنارہ باکونی کے قریب ہی تھا۔ پارس نے دوربین ویٹر کو دیتے ہوئے کہا۔ "ذرا اس سوئمنگ پول کی طرف دیکھو۔"

ویٹر نے دوربین لے کر اُدھر دیکھا۔ پارس نے کہا۔ "ایک شخص نیلی نیکر اور سفید بنیان میں ہے۔ بنیان پر میری میرکا لکھا ہوا ہے' آنکھوں پر سیاہ گاگلز ہیں۔ اس کے ساتھ جو حسینہ ہے وہ سُرخ رنگ کے سوئمنگ کاسٹیوم میں ہے۔"

ویٹر نے کہا۔ "یس سر! میں دیکھ رہا ہوں۔"

پارس نے ایک ہاتھ سے دوربین لی۔ دوسرے ہاتھ سے کے سوڈا بڑھا کر اس کی جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ کی ضرورت۔ کیا یہ اسی ہوٹل میں قیام پزیر ہے یا کسی ملازم وہاں۔ آیا ہے؟"

اسے لاکر دے دی۔ اس نے سوڈالر کے نوٹ کو کی طرف کردیا' دوربین آنکھوں سے لگا کر ان کے متعلق کیوں ش کرنے لگا۔ بڑے ہی دلکش و رنگین نظارے تھے۔

اس نے ایک اور سو ڈالر کا نوٹ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں زیادہ سوال جواب نہیں چاہتا۔ تمہیں معلومات فراہم کرنے میں اگر اعتراض ہے تو وہ سو ڈالر کا نوٹ واپس کردو۔ اگر اعتراض نہیں ہے تو یہ سو ڈالر اور لے لو۔"

اس نے جلدی سے نوٹ لے لیا پھر جلدی سے قریب آکر آہستگی سے کہا۔ "جناب! اگر کسی کو یہ معلوم ہوا کہ آپ جاسوسی کررہے ہیں اور میں نے آپ کا ساتھ دیا ہے تو میری صرف نوکری ہی نہیں جائے گی بلکہ مجھے زندگی سے بھی ہاتھ دھونا پڑیں گے۔"

"کیا وہ ایسا خطرناک آدمی ہے؟"

"میں اس کے متعلق زیادہ نہیں جانتا۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ اس کا کوئی دشمن نہیں ہے کیونکہ دشمنی کرنے والا بڑے پُراسرار طریقے سے ہمیشہ کے لیے ختم ہوجاتا ہے۔"

"صرف اتنا بتاؤ، وہ کون ہے کہاں رہتا ہے؟"

"نہ وہ اس ہوٹل کا مسافر ہے اور نہ ہی کسی مسافر کا مہمان بن کر آیا ہے۔ وہ خود یہاں کا مالک ہے اور اس کا نام جیری جیکب ہے۔"

پارس نے سو ڈالر کا ایک اور نوٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس کی رہائش گاہ کا پتا بتاؤ۔"

ویٹر نے دور رہائش گاہوں کے پتے بتائے جیری جیکب کے کئی ٹیلیفون نمبر تھے۔ جن میں سے چار نمبر خاص اہمیت رکھتے تھے۔ پارس نے ان سب کو ذہن نشین کرلیا۔ اس نے ویٹر کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ "تمہارے بیان کے مطابق جیری جیکب صرف عیاشی کے لیے اس ہوٹل کے ایک خاص کمرے میں آتا ہے۔ کیا اس کی خدمت کے لیے تم وہاں حاضری دیتے ہو؟"

"جی نہیں، اس کے دو خاص ملازم ہیں۔"

"کیا تمہارا کبھی اس سے سامنا ہوا؟"

"ایک بار ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے مختصر سی گفتگو کی۔ میں نے دیکھا، وہ گفتگو ایک ریکارڈر میں ریکارڈ ہو رہی تھی۔"

"اس کا مطلب سمجھتے ہو؟"

"جی ہاں جناب، اس نے میری آواز اور لب و لہجے کو ریکارڈ کرلیا ہے۔ جب اسے ضرورت ہوگی میرے دماغ میں پہنچ جائے گا۔"

"اس نے کتنے عرصے پہلے تمہاری آواز ریکارڈ کی تھی؟"

"یہی کوئی پانچ ماہ پہلے۔"

"اس کے بعد پھر تم سے رابطہ قائم نہیں کیا؟"

"جی نہیں جناب!"

"اس کا مطلب ہے تم اس کے لیے غیر اہم ہو، لیکن اس ہوٹل میں کسی وقت بھی اس سے سامنا ہوسکتا ہے۔ وہ تمہارے دماغ کو پڑھ کر تمہارے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔"

"جی ہاں، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ آج تک کسی نے دو سو ڈالر مجھے ٹپ میں نہیں دیے۔ میں پیسوں کے لالچ میں آگیا۔ یہ بُرا کیا ہے؟"

"تمہیں خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیا تمہارے بیوی بچے ہیں؟"

"جی ہاں، مونٹریال میں رہتے ہیں۔"

"تم چھٹی لے کر یہاں سے چلے جاؤ۔ کہہ دینا تمہاری بیوی یا تمہارے بچے کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی ہے اور وہاں تمہاری موجودگی ضروری ہے۔"

"اس سے کیا ہوگا۔ میری آواز کا کیسٹ اس کے پاس موجود ہے۔"

"فکر نہ کرو، میں وہ کیسٹ اس کے پاس سے نکال لاؤں گا۔"

پارس نے اپنی جیب سے ایک ہزار ڈالر نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر جلدی سے نوٹ جھپٹ کر جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی چھٹی لے کر جارہا ہوں۔"

وہ جانا چاہتا تھا۔ پارس نے آواز دے کر کہا۔ "ٹھہرو! ابھی ایک کام باقی ہے۔"

"جی؟" اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پارس نے پھر سو ڈالر کا نوٹ نکالتے ہوئے کہا۔ "اس کے دونوں خاص ملازموں کے نام، پتے اور تمام ٹھکانوں کے متعلق بتاؤ۔"

"وہ خاص ملازم ہوٹل کے اسٹاف کوارٹر نمبر چار اور چھ میں رہتے ہیں۔ ان کے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ نہ بیوی، نہ بچے۔ اس لیے وہ یہیں قیام کرتے ہیں جب ڈیوٹی سے فارغ ہوتے ہیں تو کہیں سیر و تفریح کے لیے نکل جاتے ہیں۔ ورنہ تمام وقت اسی ہوٹل کے احاطے میں گزارتے ہیں۔"

وہ چلا گیا۔ پارس نے اطمینان سے کھانے کے بعد بل ادا کیا پھر اپنے کمرے میں آکر دروازے کو بند کرنے کے بعد ٹرانسمیٹر کے ذریعے اعلیٰ بی بی کے ماتحت سے رابطہ قائم کیا اور کوڈ ورڈ زاد اکرنے کے بعد کہا۔ "وہ شخص واقعی مارٹل بیچی جانتا ہے۔ تمہاری اس اہم اطلاع کا شکریہ۔ اب ٹارگٹ میرے سامنے ہے۔ یہاں کے اسٹاف کوارٹر نمبر چار اور چھ میں اس کے دو خاص ملازم رہتے ہیں۔ ان پر نظر رکھو۔ ان میں سے کوئی بھی احاطے سے باہر نکلے تو اسے ٹریپ کرو۔ اپنے خفیہ اڈے میں لے چلو۔ وہاں میک اپ کا تمام سامان تیار رہنا چاہیے۔ میں اپنے کمرے میں ہوں اور تمہارے فون کا انتظار کررہا ہوں۔ فون پر صرف اتنا کہنا آجاؤ، میں نکل پڑوں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ ٹرانسمیٹر کو آف کرکے اسے اٹیچی میں رکھ لیا۔ وہ رات کے نو بجے تک ٹیلیفون کا انتظار کرتا رہا۔ کوئی اطلاع نہیں مل رہی تھی۔ ٹھیک نو بجے اسے اپنے دماغ میں سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ اس نے سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لینے لگا۔ رسونتی نے کوڈ ورڈ زادا کرنے کے بعد کہا۔ "میں تمہیں بتانے آئی ہوں' میری گڑیا جیسی ہو میرے پاس پہنچ گئی ہے۔ اس کی طرف سے کوئی فکر نہ کرنا۔ تم اس وقت کیا کررہے ہو؟"

"کچھ نہیں، بس آرام کررہا ہوں۔"

"تم یونہی ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنے والوں میں سے نہیں ہو۔ ضرور مجھے کچھ چھپا رہے ہو۔ دیکھو بیٹے، اگر کوئی کام ہے یا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچ رہے ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری مدد کرتی ہوں۔"

"پلیز ماما، آپ آرام کریں۔ اپنی ہوبے کے ساتھ وقت گزاریں۔"

وہ چلی گئی پھر تھوڑی دیر بعد آکر بولی۔ "مجھ سے کہاں کچھ چھپا سکو گے۔ میں نے ابھی اعلیٰ بی بی کے ماتحت کے پاس پہنچ کر ساری باتیں معلوم کرلی ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسی ہوٹل میں رہتا ہے اور تم اس کے اطراف جال بُن رہے ہو۔ بیٹے، میں پھر سمجھاتی ہوں، آتما لمبارات اختیار مت کرو۔ میں ابھی جیری جیکب کے خاص ملازموں تک پہنچ سکتی ہوں۔ تمہارا کام آسان کرسکتی ہوں..."

"ماما! کئی بار ایسا ہو چکا ہے کہ کسی بیماری کی وجہ سے یا زخم کھانے کی وجہ سے آپ لوگوں کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں وقتی طور پر ختم ہوگئیں۔ خدانخواستہ، اگر ایسا ہی کچھ ہوا تو آپ میری مدد کیسے کریں گی؟"

"جب ایسی بات ہوگی تو دیکھا جائے گا۔"

"بعد میں کیوں دیکھا جائے، میں ابھی کیوں نہ دیکھوں۔ ابھی کیوں نہ سمجھوں کہ مجھے اپنے طریقۂ کار پر عمل کرنا چاہیے۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں، پلیز خدا کے لیے میرے اور جیری جیکب کے معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ شکریہ۔"

رسونتی چلی گئی۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "پی اے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "جناب! آپ کی والدہ محترمہ میرے پاس آئی تھیں۔ میں مجبور تھا آپ تو جانتے ہی ہیں، وہ ساری باتیں دماغ کی گہرائی میں پہنچ کر معلوم کرلیتی ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تمہاری مجبوری بھی جانتا ہوں۔ کام کی

بات کرو۔"

"جیری جیکب کے دو خاص ملازموں میں سے کوئی ابھی تک ہوٹل کے باہر نہیں گیا ہے۔ میرے ساتھیوں نے اطلاع دی ہے، وہ دونوں جیری کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ ہمارا خیال ہے، جب تک وہ شخص ہوٹل میں رہتا ہے، وہ دونوں دن رات اس کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے کوئی سونے کا وقت مزور نکالتا ہوگا۔"

"جناب! مجھے ٹرانسمیٹر پر اشارہ مل رہا ہے۔ میں ابھی آپ سے بات کرتا ہوں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر اس ماتحت نے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "ابھی معلوم ہوا ہے کہ جیری ہوٹل چھوڑ کر جا رہا ہے۔"

"اسے جانے دو۔ اس کے خاص ملازموں پر نظر رکھو۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ رات کے وقت سونے کا عادی تھا۔ اس نے اپنے دماغ کو ہدایت دی اور سو گیا۔ اس کے ماں باپ ٹھیک ہی کہتے تھے۔ اتنا لمبا راستہ اختیار کرنے سے انتظار بھی کرنا پڑتا ہے۔ بوریت بھی ہوتی ہے اور طرح طرح کی مشکلات کا سامنا بھی ہوتا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پلک جھپکتے ہی دشمنوں تک یا ان کے آلۂ کاروں تک پہنچا جا سکتا ہے۔ اگر وہ اپنی ماما کی مدد قبول کر لیتا تو اب تک جیری جیکب کے ان خاص ملازموں تک پہنچ چکا ہوتا۔

جب وہ دوسری صبح بیدار ہو کر ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوا تو اطلاع ملی کہ انہیں چھ کا ملازم باہر جا رہا ہے اور اعلیٰ بی بی کا ایک ماتحت اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ پارس فوراً ہی ٹرانسمیٹر لے کر نکل پڑا۔ ہوٹل کی ایک کار کرائے پر لے کر اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے ٹرانسمیٹر کو آن کیا پھر کہا۔ "مجھے گائیڈ کرو۔"

"آپ خطرناک حد تک پیچھے ہیں۔ ہم اسے ٹریپ کر کے لا رہے ہیں۔"

وہ ایک انڈر گراؤنڈ گیراج میں پہنچ گیا۔ یہ جگہ کنگ فرنانڈو کی ملکیت تھی۔ پورے امریکا میں کنگ فرنانڈو کی جتنی دولت اور جائیداد تھی، جتنے پرائیویٹ فلائنگ کلب اور ہیلی کاپٹر تھے پارس ان سب کو جب چاہے استعمال کر سکتا تھا۔ ایک تو کنگ فرنانڈو میرا (فرہاد علی تیمور کا) دیوانہ وار دوست تھا۔ دوسرے پارس اب فرزانہ کے حوالے سے فرنانڈو کا ہونے والا داماد تھا۔ لہٰذا پورے امریکا میں پھیلی ہوئی دولت اور جائیداد کا وارث اب وہی تھا۔

ہوٹل کے ایک بیرے کو اغوا کر کے لے آنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ وہ آدھے گھنٹے کے اندر ہی اس خاص ملازم کو پکڑ کر لے آئے۔ وہ سیدھی طرح آنا نہیں چاہتا تھا لہٰذا اسے بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ اسے ایک گرسی پر آرام سے بٹھایا گیا پھر پارس نے اپنے اور اس ملازم کے درمیان ایک آئینہ رکھ دیا۔ اس کے بعد اپنے چہرے پر میک اپ کرنے لگا۔ وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ جب پوری طرح ہوش و حواس میں آیا تو ایک دم سے چونک کر آس پاس دیکھنے لگا۔ اسے دائیں بائیں دو ریوالور دکھائی دیے۔ پھر سامنے بیٹھا ہوا پارس نظر آیا۔ اس نے پوچھا۔ "تم لوگ کون ہو، کیا چاہتے ہو؟ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

پارس نے اپنا میک اپ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارے سوالات ہم سے کیوں کر رہے ہو۔ اپنے باس کو مخاطب کرو۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے تمہارے پاس آئے گا۔ تمہارا برا وقت دیکھے گا اور ہمارے متعلق تمام معلومات حاصل کر لے گا۔"

اس نے تعجب سے پوچھا۔ "خیال خوانی؟ تمہارا خیال خوانی سے کیا مطلب ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو، ہمارا باس ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"میں سمجھتا نہیں، بلکہ یقین کرتا ہوں۔ سچ سچ بتاؤ تم کیا جانتے ہو؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ "میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا، لیکن اتنا سمجھتا ہوں کہ ہمارا باس بہت پُراسرار ہے۔ وہ ہمارے اندرونی معاملات کو پُراسرار طریقوں سے سمجھ لیتا ہے۔ ہماری کوئی بات اس سے چھپی نہیں رہتی۔"

"اسی کو خیال خوانی کہتے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے لوگوں کے دماغوں میں جب چاہتا ہے پہنچ جاتا ہے اور اپنے مطلب کی معلومات حاصل کر لیتا ہے۔" پارس بولا۔

"پھر تم لوگوں نے مجھے کیوں اغوا کیا۔ کیا تمہیں اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ وہ میرے ذریعے یہاں پہنچ گا اور تم لوگوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گا۔"

وہ کہتے کہتے چونک گیا۔ پھر پارس کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "ارے! تمہاری صورت تو میری طرح ہوتی جا رہی ہے! تم میک اپ کے ذریعے میرا چہرہ اختیار کرتے جا رہے ہو! تمہارے کیا ارادے ہیں؟ آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"ہوٹل کے جس کمرے میں تمہارا باس عیاشی کے لیے وقت گزارتا ہے۔ اس کمرے کے متعلق تفصیل بتاؤ۔ وہاں کیا کچھ ہے اور وہاں تک پہنچنے کے لیے کیسی کیسی رکاوٹیں ہیں۔"

"کمرے کے دروازے کس طرح کھولے جا سکتے ہیں؟"

"اگر میں نہ بتاؤں تو؟"

"تم اتنے نادان تو نہیں ہو، جانتے ہو جبراً اغوا کیے گئے شخص کو اغوا کرنے والے شرافت سے پیش نہیں آئیں گے۔ جب تمہارے سوالات کے صحیح جواب دے دو۔"

"اگر میں اپنے باس کے متعلق کوئی خاص بات جاننا تو ضرور تمہیں اسے چھپانے کی کوشش کرتا، لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں، اس کے متعلق کوئی خاص بات نہیں جانتا ——— اس ہوٹل کے خاص کمرے میں بھی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ البتہ ایک الماری ہے اور ایک شراب کی بوتلوں سے بھرا ہوا کیبنٹ ہے۔"

"الماری میں کیا ہے؟"

"میں نے آج تک نہیں دیکھا اور نہ ہی میرے سامنے کبھی باس نے الماری کو کھولا ہے۔"

"اس کمرے تک پہنچنے میں کیا رکاوٹیں ہیں؟"

"کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ وہ ہوٹل نیچے سے اوپر تک مسافروں کے لیے ہے۔ اس میں ایک کمرا باس کے لیے مخصوص ہے۔ لہٰذا کوئی بھی ادھر جا سکتا ہے۔"

وہ میرا یا تو بہت معصوم ہوگا یا زبردست اداکار ہوگا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے، درست کہہ رہا ہے اور اپنے باس کے خفیہ معاملات کو نہیں سمجھتا ——— یہ بات تو سمجھ میں آنے والی تھی کہ وہ ہوٹل نیچے سے لے کر اوپر ٹاپ فلور تک مسافروں کے لیے تھا اور کہیں آنے جانے کے لیے کسی کو روکا ٹوکا نہیں جا سکتا تھا۔

پارس نے آئینے میں میک اپ کا جائزہ لیا پھر سامنے بیٹھے ہوئے بیرے کو دیکھا۔ اب اس میں اور اس بیرے میں ذرا سا بھی فرق نہیں تھا۔ اس نے کہا۔ "میں تمہاری جگہ ہوٹل جا رہا ہوں۔ اگر تمہارا بیان درست ہوا تو تمہیں بہت انعام دوں گا اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رکھوں گا اور اگر تمہارا بیان غلط ہوا اور میں کسی مصیبت میں گرفتار ہوا تو تم یہاں زندہ نہیں رہ سکو گے۔"

پارس وہاں سے پلٹ کر جانے لگا۔ چند قدم جاتے ہی بیرے کی آواز آئی۔ "رک جاؤ۔ میں نے جھوٹ کہا تھا۔ سچ کچھ اور ہے۔"

پارس نے پلٹ کر اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر آہستہ آہستہ قریب آتے ہوئے پوچھا۔ "تم نے اتنی جلدی اپنا ارادہ کیسے بدل دیا۔ جھوٹ سے سچ کیسے بن گئے؟"

"انسان کو بدلتے دیر نہیں لگتی۔ اچانک میرے ضمیر نے ملامت کی کہ اپنی غلط بیانی کے باعث ایک آدمی کو بے موت مرنے کے لیے ہوٹل میں جانے کا موقع دے رہا ہوں۔ میں ضمیر کی ملامت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے سچ بول رہا ہوں۔"

پارس اسے غور سے دیکھ رہا تھا پھر ہنستے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے تمہارا کوئی جوان بھائی میری طرح ہوگا۔ مجھے دیکھ کر بھائی کا خیال آیا کہ بے موت مرنے جا رہا ہے اور تمہارے ضمیر نے چیخنا شروع کر دیا۔"

اس نے کہا۔ "ہاں، یہی بات ہے۔"

"اتنی دیر سے تمہیں جوان بھائی یاد کیوں نہیں آیا؟ میں نے آج تک ایسا دشمن نہیں دیکھا اور نہ سنا جو اپنے دشمن پر اچانک ہی کسی وجہ کے بغیر ترس کھاتا ہو اور اس کے لیے ضمیر ملامت کرتا ہو۔ جبکہ دشمن بڑی آسانی سے مرنے جا رہا ہو۔ میرے مرنے کے بعد جب تمہارا باس دماغ میں آ کر معلوم کرتا کہ کس طرح تم نے فریب دے کر مجھے مار ڈالا ہے تو وہ تمہیں بہت انعام دیتا اور تمہاری وفاداری پر اس کا یقین پختہ ہو جاتا۔"

"میں کسی کی جان لے کر وفادار کہلانا نہیں چاہتا۔"

پارس نے کہا۔ "تم ہی یہ مجھے بتانا چاہتے ہو کہ تمہارا مجھ سے گہرا رشتہ ہے۔"

"ہاں، یہی سمجھو۔"

"صرف سمجھنے کی بات نہیں ہے۔ یہ رشتہ اتنا گہرا ہے جیسے خون کا ہوتا ہے۔ کیوں ماما، کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے ماما کہہ کر مخاطب کر رہے ہو؟"

"مسٹر! اس وقت تم اپنے آپ میں نہیں ہو۔ میری ماما تمہاری زبان سے بول رہی ہیں۔ انہوں نے تمہارے دماغ میں رہ کر چپ چاپ معلوم کر لیا ہے کہ ہوٹل کے اس کمرے میں جانے کے بعد مجھے کیسے خطرات پیش آ سکتے ہیں، اس لیے تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر تمہارے فریب کو ظاہر کر دیا ہے۔ میں اپنی ماما کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگر وہ ایسے وقت ساتھ نہ دیتیں تو میں واقعی خطرات میں گھر جاتا۔"

رسونتی نے اس کی زبان سے کہا۔ "بیٹے! صرف خطرات کی بات نہیں ہے۔ تم وہاں سے کبھی زندہ واپس نہ آتے جب الماری کو تم کھولنے جاتے، وہ مخصوص نمبروں سے کھلتی ہے۔ اگر اسے تار کے ذریعے یا کسی اور طریقے کار سے کھولا جاتا تو اس کے پٹ کھلتے ہی زبردست دھماکا ہوتا۔ اس کے اندر جو بھی چیزیں ہوتیں وہ ساری خس خس ہو جاتیں اور الماری کھولنے والے کے چیتھڑے

اُڑ جاتے۔ کیا میں جان بوجھ کر تمھیں موت کے منہ میں جانے کی اجازت دے سکتی ہوں؟"

پارس نے جواب نہیں دیا۔ آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنا میک اَپ اُتارنے لگا۔ رسونتی کہہ رہی تھی "بیٹے! مجھے تمھاری ذہانت، تمھارے علم و ہنر اور تمھاری غیر معمولی صلاحیتوں پر مکمل اعتماد ہے۔ اس کے باوجود کبھی کبھی ماں باپ کا سہارا ضروری ہوتا ہے۔ آج یہ بات مان لو۔ ٹیلی پیتھی لازمی ہے اگر یہ علم نہ ہوتا تو آج تمھارے پرخچے اُڑ جاتے۔ اوہ خدایا! یہ سوچ کر ہی میں کانپ جاتی ہوں۔"

پارس نے تولیے سے اپنے چہرے کو صاف کرتے ہوئے کہا۔ "ماما! جب تک میں آپ کے آنچل سے دور رہوں گا، آپ اسی طرح کانپتی رہیں گی اور جب تک میں دشمنوں سے ذاتی طور پر نمٹتا رہوں گا، اس وقت تک آپ لوگوں سے کبھی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں مانگوں گا۔"

"کیا تم ضدی اور احمق بنتے جا رہے ہو۔ کیا اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کرنا چاہتے۔ ابھی میں نہ ہوتی اور تم ہوٹل کے اس کمرے میں پہنچ جاتے تو کیا انجام ہوتا؟"

"آپ نے مجھے احمق سمجھا ہے۔ ہر ماں اپنے بچے کو نادان سمجھتی ہے۔ آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں اس کمرے میں جا کر وہ الماری ضرور کھولتا؟"

"تو پھر تم اس کمرے میں کیوں جا رہے تھے؟"

"کون احمق جا رہا تھا۔ آپ اپنی ممتا کے جوش میں یہ بھول گئیں کہ اس میرے کے علاوہ اس کا ایک اور ساتھی ہے جو جیری جیکب کا خاص ملازم ہے۔ میں اس دوسرے میرے کے پاس جا رہا تھا۔ اسے اس کمرے میں بھیجنے والا تھا اور اس کے ذریعے الماری کو کھلوانے والا تھا۔ کیا میں نے برسوں سے بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر یہی احمقانہ تربیت حاصل کی ہے کہ ایک دشمن سے معلومات حاصل کروں اور معلومات حاصل کرنے کی خوش فہمی میں یہ بھول جاؤں کہ دشمن کی زبان بھی سچ نہیں بولتی۔ اس کے پیچھے دھوکا ہی دھوکا ہو سکتا ہے۔"

رسونتی نے کہا "مجھے کیا معلوم تھا کہ تم اس کے بعد دوسرے میرے کو ٹارگٹ بنانے والے ہو۔"

"یہی تو بات ہے۔ آپ اپنے دماغ سے سوچتی ہیں اور آپ کے دماغ میں ممتا کے سوا کچھ نہیں ہے۔ خدا کے لیے میرے معاملے میں مداخلت نہ کریں۔ میں آپ کو سمجھا رہا ہوں اور آپ کو نہ صرف سمجھا رہا ہوں بلکہ آپ کا راستہ بھی روک رہا ہوں۔ میں ایسے کسی شخص کو اپنے آس پاس نہیں رکھوں گا جس کے ذریعے آپ مجھ تک پہنچ سکیں۔ یہ اعلیٰ بی بی کے جتنے ماتحت ہیں، آج سے میرا رابطہ ان سے نہیں رہے گا۔ اور اس میرے کے ذریعے میں جس طریقِ کار پر عمل کرنا چاہتا تھا اور جس طرح جیری جیکب کو ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خالی کرنا چاہتا تھا اب وہ راستہ اختیار نہیں کروں گا۔ آئندہ کوئی دوسرا راستہ ہوگا اور وہ راستہ صرف میں جانتا ہوں۔"

وہ جانے لگا۔ رسونتی نے آواز دی۔ "پارس! رُک جاؤ۔ میری بات تو سنو!"

وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنی کار کے پاس آیا پھر اسٹیئرنگ وہیل پر بیٹھ گیا۔ رسونتی نے اعلیٰ بی بی کے ایک ماتحت پر قبضہ جمایا پھر اسے دوڑاتے ہوئے اس کے پاس لائی۔ اس کی زبان سے بولی۔ "بیٹے! رُک جاؤ۔ میں جا رہی ہوں، لیکن وعدہ کرو تم اعلیٰ بی بی کے ان ماتحتوں سے رابطہ ختم نہیں کرو گے۔ ان سے کام لیتے رہو گے۔"

"سوری ماما! اب میں کسی بھی ایسے شخص سے کام نہیں لوں گا جس کا تعلق آپ لوگوں سے یا بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔"

"تم اپنی ماں سے ضد کر رہے ہو۔"

پارس نے ڈیش بورڈ کھول کر ریوالور نکالا۔ پھر اعلیٰ بی بی کے ماتحت کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "میں ہر اس شخص کو گولی مار دوں گا جس کے ذریعے آپ میرے قریب آنا چاہیں گی۔ اگر آپ چاہتی ہیں، یہ بے چارے بے موت نہ مارے جائیں تو پلیز! چلی جائیں۔"

اعلیٰ بی بی کا وہ ماتحت پیچھے ہٹنے لگا۔ پارس نے گاڑی اسٹارٹ کی، ریورس گیئر میں پیچھے لے گیا پھر سے ایک ٹرن دے کر گیراج سے نکلتا چلا گیا۔ وہ تقریباً پندرہ منٹ تک ڈرائیو کرتا رہا پھر ایک اسنیک بار کے سامنے گاڑی روک دی۔ انجن کو بند کیا۔ گاڑی سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا بار میں آیا۔ وہاں کے ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو کر دروازے کو بند کیا۔ ہوٹل والوں سے رابطہ قائم کر کے کہا۔ "تمھارے ہوٹل کی کار لی اسنیک بار کے سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ ایک ڈرائیور بھیج کر اسے منگوا لو۔"

وہ ٹیلیفون بوتھ سے باہر آیا۔ پھر ایک ٹیکسی میں سوار ہو کر وہاں سے چل پڑا۔ تھوڑی دیر تک مختلف شاہراہوں سے گزرتا رہا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اعلیٰ بی بی کا کوئی ماتحت اس کا تعاقب نہیں کر رہا ہے تو وہ ایک ٹیلیفون بوتھ کے پاس رُک گیا۔ ٹیکسی والے کو کرایہ ادا کیا۔ پھر اس ٹیلیفون بوتھ میں چلا گیا۔ وہاں اس نے جیری جیکب کا ایک ٹیلیفون نمبر آزمایا۔ تیسرے نمبر پر ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "مسٹر جیکب موجود ہیں، لیکن آپ کون ہیں؟"

"میں صرف جیکب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" دوسری

طرف سے کہا گیا۔ "ہولڈ کیجیے۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی جیری کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں کوئی بھی ہوں، تمھیں خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم میری بھلائی چاہتے ہو تو مجھے دماغ میں آنے کی اجازت دو۔ سانس کیوں روکتے ہو؟"

"میں اپنے تحفظ کے لیے ایسا کر رہا ہوں۔ اگر تم اپنا تحفظ چاہتے ہو تو غور سے سنو۔ تمھارے ہوٹل کے دو خاص ملازموں میں سے ایک ملازم ٹریپ کیا جا چکا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ذریعے تمھارے پاس پہنچنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ ناکام ہوں گے تو پھر تمھارے دوسرے خاص ملازم کے پاس پہنچیں گے۔ اب تمھیں کیا کرنا چاہیے یہ تم خود سوچو اور سمجھو۔ وہ بتیں آل!"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ٹیلیفون بوتھ سے باہر آ کر آرام سے پتلون کی جیبوں میں دونوں ہاتھ ڈال کر ٹہلنے کے انداز میں ایک طرف چلنے لگا۔ اس نے اپنی ماں کو سمجھا دیا تھا کہ اس کے معاملات میں مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اسے ٹیلی پیتھی کا محتاج سمجھا جائے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تک پہنچنے کے لیے اپنے ماں باپ کا سہارا لے چونکہ ماں جبراً مداخلت کر رہی تھی اس لیے اس نے سب سے پہلے اپنی ماں کا راستہ روک دیا تاکہ وہ ان دو خاص ملازموں کے ذریعے جیری جیکب تک نہ پہنچ سکے اور دوسری طرف جیری اپنے تحفظ کے لیے ہوشیار ہو جائے اور اپنی خفیہ پناہ گاہوں سے کچھ عرصے کے لیے باہر نہ نکلے۔ پارس بہت پہلے ہی ہوٹل کے بیرے کو سو سو ڈالر کے نوٹ دے کر اس کی خفیہ پناہ گاہوں اور ٹیلیفون نمبروں کے متعلق معلوم کر چکا تھا۔

وہ ایک گھنٹے کے بعد ایک ریستوران میں پہنچا سلیف سروس کے مطابق کافی لی۔ پھر ایک میز پر آ کر بیٹھ گیا۔ کافی کی چسکیاں لینے کے دوران اس نے سوچ کی لہریں محسوس کیں۔ وہ آہستہ آہستہ سانس لینے لگا۔ رسونتی کو ڈور ڈور اکرنے کے بعد کہہ رہی تھی۔

"یہ تم نے کیا کیا؟"

"کیا ہوا ماما؟"

"انجان نمبر تم نے جیری جیکب کو ہوشیار کر دیا ہے۔ میں نے اس کے خاص ملازم کے ذریعے جن خفیہ اڈوں کا پتا چلایا تھا، وہ تمام اڈے جیکب چھوڑ چکا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں، اس نے اپنے دونوں خاص ملازموں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہلاک کر دیا ہے۔ جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟"

"آپ کے خیال کے مطابق میں نادان ہوں۔ آپ ہی مجھے بتائیں کیا نتیجہ ہوگا؟"

"وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اب ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے، نہ میں اس کے پاس پہنچ سکتی ہوں، نہ تم۔"

"آپ میری فکر نہ کریں جس ٹیلی پیتھی کے علم پر آپ کو بھروسا ہے۔ اس علم کے ذریعے جیکب تک پہنچ کر دکھائیے۔ ہو سکے تو پاپا کا علم اور تجربہ بھی ساتھ رکھ لیجیے۔ اللہ بھلا کرے گا۔"

"تم اپنے باپ کو چیلنج کر رہے ہو؟"

"آپ ماں باپ بھی تو اپنے بچوں کی صلاحیتوں کو چیلنج کرتے رہتے ہیں؟"

"میں چیلنج نہیں کر رہی ہوں۔ تمھاری بھلائی کے لیے ساتھ دے رہی ہوں۔ جانتے ہو اُدھر پارس اوّل کیا کرتا پھر رہا ہے۔ اگر اس نے کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تو میں دوسروں کے سامنے سر نہیں اٹھا سکوں گی۔"

"آپ کو تو یہی فخر کھائے جا رہا ہے کہ آپ کا بیٹا پارس اوّل سے کمتر نہ ہو جائے۔ بائی دی وے، میرا بھائی آج کل کہاں ہے؟ اس کے متعلق کچھ بتائیے۔"

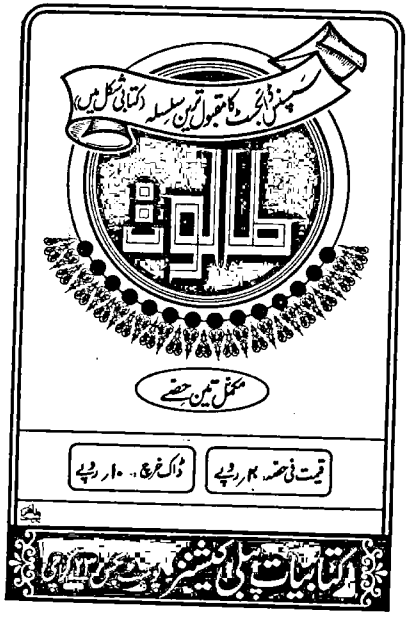

"پتا نہیں کیا کرتا پھر رہا ہے۔ پہلے پرنس آئی لینڈ میں تھا پھر تھائے پاپا کو بتائے بغیر جوجو کو وہاں سے لے کر استنبول چلا گیا استنبول سے جوجو کو روانہ کر دیا۔ وہاں کچھ کرتا رہا پھر وہاں سے ایک یہودی جوان لڑکے اور لڑکی کو لے کر پیرس آیا۔ اب وہ ایک یہودی نوجوان بن کر پھر استنبول گیا ہے۔"

پارس دوم نے کہا: "میں یقین سے کہتا ہوں، اب یہودیوں کی شامت آگئی ہے۔"

"ہاما بھی یہی خیال ہے۔ وہ یہودی لڑکے کے روپ میں تل ابیب جائے گا اور جوجو کو اغوا کرنے کا انتقام لے گا۔ بیٹے! ذرا سوچو، اگر وہ انتقام لینے میں کامیاب ہوگا اور یہودیوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دے گا تو یہ کتنا بڑا کارنامہ ہوگا۔ تم میری بات سمجھتے کیوں نہیں ہو؟"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ بھی تو سمجھنے کی کوشش کریں۔ میرا بھائی مجھ سے مختلف نہیں ہے۔ وہ بھی ٹیل پیتی کا سہارا لیے بغیر، اپنے بل بوتے پر کچھ بھی کر گزرنا چاہتا ہے۔ پلیز ماما، آپ جائیں، مجھے تنہا چھوڑ دیں۔ میں اپنے موجودہ حالات پر غور کر رہا ہوں۔ آپ بُرا نہ مانیں۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔"

"اچھا میں جا رہی ہوں، لیکن یاد رکھو، جب تک زندہ ہوں، تمھیں اپنے سائے سے محروم نہیں رکھوں گی۔"

وہ بیٹے کے پاس سے اٹھ گئی۔ لیکن بہت پریشان تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کس طرح اس کی نگرانی کرے اور اسے خطرات سے محفوظ رکھے۔ جیری جیکب تک پہنچنے کے جو ذرائع تھے، وہ بیٹے نے ختم کر دیے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی، اگر کسی طرح جیکب تک پہنچ جائے تو پھر بیٹے کی طرف سے پریشانی نہیں رہے گی۔ جیسے ہی جیکب، بیٹے کے خلاف کوئی قدم اٹھائے گا، وہ اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کر دے گی۔

سوال یہ پیدا ہوتا تھا آخر جیری جیکب تک کس طرح پہنچا جائے۔ وہ بہت زیادہ ذہانت سے کام لینا نہیں جانتی تھی۔ کوئی ایسا طریقہ کار سمجھ میں نہیں آرہا تھا جس پر عمل کر کے وہ جیکب تک پہنچ جائے۔ آخر اس نے مجھے مخاطب کیا: "فرہاد! میں بہت پریشان ہوں۔"

"کیا بات ہے؟"

اس نے پارس دوم کے متعلق تفصیل سے ساری باتیں بتائیں۔ میں نے کہا: "تمھارے دونوں ہی بیٹے ضدی ہیں۔ اپنے طور پر وہ دونوں سے نمٹنا چاہتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے لیکن ہم والدین ہیں، ہمارا دل نہیں مانتا کہ جیتے جی انھیں خطرات سے گزرنے کی کھلی چھٹی دے دیں۔ ہمارے مرنے کے بعد وہ کس طرح خطرات سے نمٹتے رہیں گے، یہ ہم نہیں جانتے، خدا بہتر جانتا ہے۔ لیکن ہم جب تک زندہ ہیں اس وقت تک دل ہمیں ان کی طرف جانے پر مجبور کرتا رہے گا۔"

"میں پارس دوم کی بات کر رہی ہوں اور تم پارس اول کی بات لے بیٹھے۔ اس کے لیے اتنا خطرہ نہیں ہوگا جتنا کہ میرے بیٹے کے لیے ہے۔"

"کیا تمھارا بیٹا کسی ایسے ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے جا رہا ہے جو فضا میں پرواز کرنے کے دوران ایک دھماکے سے پھٹ سکتا ہے اور اس کے ساتھ تمھارے بیٹے کے پرخچے اڑ سکتے ہیں؟"

"توبہ کریں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تو پھر سنو، میرے بیٹے کے ساتھ ایسی ہی بات ہے۔ وہ ایک ہیلی کاپٹر میں سوار ہے اور اس وقت ایک یہودی جوان لڑکی اور اس کے میک اپ میں ہے۔"

"آخر وہ کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

"یہی تو ہمارے بچے ہمیں بتانا نہیں چاہتے، لیکن ہم ماں باپ نہیں ہیں۔"

"میں جانتی ہوں، وہ ضرور ڈان مورس کے روپ میں تل ابیب جائے گا، لیکن تم اسے روکتے کیوں نہیں۔ جبکہ تم جانتے ہو، وہ ہیلی کاپٹر تباہ ہونے والا ہے؟"

"تم نے اپنے بیٹے کو جیری جیکب کے ہوٹل والے کمرے میں جانے سے روکا تھا۔ اسے سمجھایا تھا کہ ایک الماری کھولتے ہی دھماکا ہوگا اور اس کے بھی پرخچے اڑ جائیں گے تو اس نے کیا جواب دیا تھا؟"

رسونتی نے بڑے فخر سے کہا: "میرا بیٹا بہت ذہین اور حاضر دماغ ہے۔ جو میں نہیں سوچ سکتی، تو تم نہیں سوچ سکتے، وہ ایسی باتیں سوچ لیتا ہے۔ میں تمھیں بتا چکی ہوں، وہ خود کبھی الماری کے پاس نہ جاتا۔ دوسرے ویٹر کو وہاں بھیجتے، والا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے، اگر تم اسے وہاں جانے سے نہ روکتیں تب بھی وہ بال بال محفوظ رہتا۔ اسی طرح مجھے یقین ہے وہ ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کرتے ہوئے تباہ نہیں ہوگا۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"تم نے اپنے بیٹے کی محبت کو آزمایا ہے۔ آؤ اب میرے بیٹے کی ذہانت کو آزماؤ۔ ہم اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ میں موجود رہیں گے اور دیکھیں گے کہ کیا تماشا ہوتا ہے۔"

اس سے پہلے کہ ہیلی کاپٹر میں پائلٹ ڈانا مائٹ کا بٹن دبا دیتا، اس کے سر پر سوار ہو گئے۔ نیز پائلٹ کی سوچ میں کہا: "آہ! آج میں اس جوان کے ساتھ جان دینے جا رہا ہوں۔ میرے پیچھے میرے اپنوں کا کیا ہوگا؟"

اس کی دوسری سوچ نے کہا: "اپنوں کے لیے ہی میں یہ قربانی دے رہا ہوں۔ یہ قربانی دینے سے پہلے ہی میری بیوی اور بچوں کے لیے نیویارک کے سب سے مہنگے علاقے میں ایک بنگلا خرید لیا گیا ہے۔ ان کے لیے ایئر کنڈیشنڈ گاڑیاں بھی۔ میری بیوی کے اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ ڈالر جمع کیے جا چکے ہیں۔"

پارس نے بڑی اضطرابی تدابیر کی تھیں۔ وہ ہر پہلو سے چوکنا تھا اس کا وجود موت کے مُنہ میں سفر کر رہا تھا۔

جب ہیلی کاپٹر کو فضائی بلندی پر پہنچ گیا تو پائلٹ نے پارس سے مخاطب ہوتے ہوئے بتایا: "اس کا پاؤں ایک ایسے بٹن پر ہے جو ہیلی کاپٹر پر بم گرا دے گا اور جب وہ بم گرائے گا تو ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ جائیں گے۔"

پائلٹ کی توقع کے خلاف، پارس پُرسکون تھا۔ اس نے کہا: "اگر ایسی بات ہے تو دیر کیوں کر رہے ہو۔ مجھے دھماکا کیوں نہیں کر دیتے ہو۔ جب تمھیں مجھ سے اتنی محبت ہے کہ میرے ساتھ جان دے رہے ہو تو دیر نہ کرو اور جب دیر کر رہے ہو تو اس کی کوئی خاص وجہ ہوگی، وہ وجہ میں معلوم کرنا چاہوں گا، تم بتانا چاہو۔"

پائلٹ نے کہا: "میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، تم نے اپنے دوسرے پرس کا میک اپ کیا ہے؟"

"ابھی ہم دونوں مر جائیں گے۔ میں کسی کا بھی میک اپ رہنے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"اگر تباہ دو تو کیا ہرج ہے۔ ہم دونوں اچھے موڈ میں، اچھے حال میں خودکشی کریں گے۔"

"بیٹے پائلٹ! صاف کیوں نہیں کہتے کہ تمھارے پاس بم ٹریگر ہے۔ اس کے ذریعے ہماری گفتگو بہت دور میں تمھارے آدمی سن رہے ہیں اور معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں کس کا میک اپ میں ہوں، کہاں جا رہا ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میرے پاس کوئی ٹرانسمیٹر نہیں ہے۔"

"میں تمھاری بات کو غلط ثابت کرنے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ نہیں سکتا۔ اٹھنا چاہوں گا تو تم بٹن دبا دو گے۔ لہٰذا مجھے جتنی باتیں مل رہی ہیں انھیں غنیمت جان کر، جو میری سمجھ میں آرہا ہے وہ کہہ رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ابھی تھائے ماما مر جاؤں گا۔ میرے مرنے کے بعد جو لوگ تمھارے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہماری گفتگو سن رہے ہیں، وہ اس بات کا اندازہ لگائیں گے کہ میری منزل کہاں تھی اور میرے پیچھے پیچھے ٹیل پیتی بھیجنے والے والدین کہاں تک پہنچنے والے تھے۔"

پائلٹ نے کہا: "میں مانتا ہوں، تم بہت ہی ذہین ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ ذہانت اب تباہ ہو رہی ہے۔"

اس سے پہلے کہ وہ بٹن دباتا، اچانک میں نے اور رسونتی نے محسوس کیا، وہ ساکت ہو گیا ہے۔ سانسیں لے رہا ہے، آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ ہیلی کاپٹر کو پرواز کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے، پارس کی آواز بھی سن رہا ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ایسی حالت میں وہ اپنے پاؤں تلے کا بٹن کیا دباتا۔ ایک انگلی بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔

پتا نہیں پارس کیا کر رہا تھا۔ رسونتی نے کہا: "فرہاد! اس پائلٹ کے ساکت دماغ کو ذرا حرکت دے کر دیکھنے کی کوشش کرو، پارس کیا کر رہا ہے۔"

میں نے رسونتی سے کہا: "ایسی حماقت نہ کرنا۔ اگر تم اس کے دماغ کو متحرک کرو گی تو یہ پہلی فرصت میں بٹن کو دبا دے گا۔"

رسونتی نے پوچھا: "یہ اچانک ساکت کیسے ہو گیا؟"

"پارس اول آخر سونیا کا بیٹا ہے۔ یہ اپنی ماما کے ہتھکنڈے آزماتا ہے۔ اس کے پاس ایک ننھی سی ملکی ہے اور اس ملکی کے اندر ایسی سوئی ہے جو کسی کے جسم میں پیوست ہو جائے تو اسے اعصابی طور پر بالکل ناکارہ کر دیتی ہے۔ جیسا کہ تم اس پائلٹ کو دیکھ رہی ہو، پارس کے مُنہ میں یقیناً وہ ملکی تھی۔ اس نے ہلکی سی پھونک ماری اور سوئی نکل کر پائلٹ کی گردن میں پیوست ہو گئی۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس ٹرانسمیٹر سے آواز آنے لگی جو پائلٹ کی گردن سے لٹک رہا تھا۔ کوئی اس پائلٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا: "تم خاموش کیوں ہو گئے؟ ہم دھماکا سننا چاہتے ہیں۔ ہیلی کاپٹر کی تباہی کی آواز سننا چاہتے ہیں۔ فوراً بٹن دباؤ۔"

پارس نے اس ٹرانسمیٹر کے قریب جھک کر کہا: "میں ڈانامائٹ کے تار الگ کر چکا ہوں۔ اگر ایسا نہ کرتا تب بھی تمھارا یہ آدمی بٹن نہیں دبا سکتا تھا۔ میں نے اسے ابھی زندہ رکھا ہے لیکن مُردے سے بدتر ہے۔ اب یہ کبھی نہیں بولے گا۔ میں اسے ہیلی کاپٹر کے باہر موت کی پستیوں میں پھینک رہا ہوں۔"

ٹرانسمیٹر سے آواز آئی: "رُک جاؤ، ایسا نہ کرنا۔ پہلے ہماری بات سن لو، ورنہ پچھتاؤ گے۔"

"میں پیدا ہو کر پچھتا رہا ہوں، جب سے دنیا میں آیا ہوں، تم لوگ میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہے ہو۔ میں تمھارے آدمی کو پارسل کر رہا ہوں۔ ہو سکے تو اسے وصول کر لو۔"

پارس نے سلائیڈنگ ڈور کو ایک طرف سرکایا۔ پھر پائلٹ کا حفاظتی بیلٹ کھول کر اسے ایک لات ماری۔ وہ سیٹ کے دوسری طرف سے لڑھکتا ہوا باہر کی طرف جھکا۔

پھر گہری پستیوں کی طرف جانے لگا۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ رسوختی میرے دماغ میں موجود تھی اُس نے پوچھا۔ "یہ کیا ہوا؟"

"وہی جو ہونا چاہیے۔ تمہارا بیٹا اس الماری کے قریب جانے والا نہیں تھا لیکن تم نے اس کی چال نہیں سمجھی۔ وقت سے پہلے ہی اُسے ٹوک دیا۔ میں نے ایسی حماقت نہیں کی۔ میں جانتا تھا وہ کسی تدبیر سے بچ نکلے گا اور تم نے دیکھ لیا کہ وہ خطرے سے باہر ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ماں باپ ساری دنیا کے کام آسکتے ہیں۔ اپنے بچوں کے کام نہیں آسکتے اور نہ ہی وہ ہمیں کام آنے کا موقع دیں گے۔"

"فرہاد، میں بہت پریشان ہوں۔ کسی طرح جیری جیکب تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ وہ کمینہ میرے بیٹے کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"تمہارا بیٹا وقتی طور پر تمہاری پہنچ سے دور ہو گیا ہے لیکن وہ ہمیشہ دور نہیں رہے گا۔ جاؤ عقل سے کام لو۔ کوئی تدبیر سوچو۔ اس پر عمل کرتی رہو گی تو بیٹے کے قریب پہنچتی رہو گی، لیکن آئندہ ایسی حماقت نہ کرنا کہ اُسے خطرے میں دیکھ کر بے اختیار بول پڑو اور اُسے پتا چل جائے کہ تم اُس کی نگرانی کر رہی ہو۔"

"میں آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گی۔ بتاؤ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"سب سے پہلے فرنانڈو سے رابطہ قائم کرو۔ اس سے کہو، تمہیں ایسے چند آدمیوں کی ضرورت ہے جو بہت ہوشیار اور ایکشن سے بھرپور ہوں۔ سانس روک لیتے ہوں۔ تم اُن کے ناموں میں کوڈ ورڈز مقرر کر کے جایا کرو گی اور انھیں نیویارک میں پارس کی تلاش پر مامور کرو گی۔"

"کیا ضروری ہے کہ وہ نیویارک میں ہی رہے گا؟"

"جب تک جیری جیکب وہاں رہے گا، پارس بھی وہ شہر نہیں چھوڑے گا۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ جیکب بھی نیویارک میں ہی رہے گا؟"

"دیکھو، ہمارے پاس وہی ایک شہر ہے جہاں ہم ان دونوں پر نظر رکھ سکتے ہیں۔ جیری جیکب کا ایک بہت بڑا فائیو اسٹار ہوٹل ہے اور بھی پتا نہیں کتنے کاروبار ہوں گے۔ وہ اپنے تمام خفیہ اڈوں کو فوراً ہی چھوڑ کر نہیں جا سکے گا۔ اور فوری طور پر چلا بھی گیا تو جلد ہی لوٹ آئے گا۔ فی الحال ہماری نظروں میں وہی ایک شہر ہے۔ تم اتنی بحث کرنے کے بجائے فرنانڈو سے رابطہ قائم کرو اور اپنے کام کے آدمی تلاش کرو۔"

رسوختی چلی گئی۔ میں اُس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا، جو

پائلٹ کے ٹرانسمیٹر سے بول رہا تھا۔ وہ اسرائیلی انٹیلی جنس کا ایک آدمی تھا۔ فرانس کی پولیس فورس میں ایک جونیئر آفیسر کی حیثیت سے ملازمت کر رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ پارس ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا لیکن بازی پلٹ گئی تھی اور وہ پریشان ہو رہا تھا۔ میں نے اُسے مخاطب کیا تو وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بولا۔ "کون فرہاد صاحب؟"

"تم میرا انتظار کر رہے تھے۔ ظاہر ہے، اب بازی پلٹ گئی ہے اور ٹرانسمیٹر پر تم نے اپنی آواز سنا دی ہے تو یقیناً پارس تک پہنچ گیا ہے۔ پارس تمہارے پاس پہنچے گا۔"

وہ خوف سے زرد پڑ گیا تھا۔ اُسے اپنے سامنے موت نظر آ رہی تھی۔ میں اُس کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ ابھی تک اس نے رپورٹ مکمل نہیں کی ہے۔ وہ اتنا تو جانتا تھا کہ بیلی کاپٹر میں پارس سفر کرنے والا ہے اور اس کی منزل انٹیل ہے لیکن وہ کسی یہودی نوجوان کے میک اپ میں ہے، یہ نہیں جانتا تھا۔ جب سے انھوں نے جوجو اور پارس کو اغوا کیا تھا تب سے وہ اس دہشت میں مبتلا تھے کہ فرہاد کی طرف سے انتقامی کارروائی ہو گی۔ انھیں خدشہ تھا، پارس انتقامی کارروائی کے لیے ہی اس بیلی کاپٹر میں سفر کر رہا ہے۔

بہرحال، اسرائیلی جاسوس کے دماغ سے جو کچھ معلوم ہوا، اُس سے مجھے اطمینان ہوا۔ وہ پارس کے منصوبے کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ صرف اُسے شبہ تھا کہ ہماری طرف سے انتقامی کارروائی کا آغاز ہو چکا ہے۔ اگر پارس کو مار ڈالا جائے تو سپر ماسٹر اور اُس کے اعلیٰ حکام اسرائیلیوں سے خوش ہو جائیں گے۔ کیونکہ ایک بار اس نے اُن کی دوسری ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کر دیا تھا۔

میں نے اسرائیلی جاسوس سے کہا۔ "تم میرے بیٹے کو اس لیے مار ڈالنا چاہتے تھے کہ ہم انتقامی کارروائی نہ کریں اور تم لوگوں سے خوف زدہ ہو جائیں، ہو دوسرے تم سپر ماسٹر وغیرہ کو خوش کر کے اُن سے زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان میں سے تمہاری کوئی خواہش پوری نہ ہو سکی اور نہ ہی آئندہ پوری ہو گی۔ ویسے میں تمہاری آخری خواہش پوری کر سکتا ہوں۔ بولو، مرنے سے پہلے کیا چاہتے ہو؟"

وہ انکار میں ہاتھ ہلاتا ہوا پیچھے ہٹا اور دیوار سے جا کر ٹک گیا۔ پھر بولا۔ "تم زبان کے دھنی ہو، میری آخری خواہش ہے کہ مجھے نہ مارو۔"

"میں زبان کا دھنی ہوں۔ میں نے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری آخری خواہش پوری کروں گا لہٰذا تمہیں نہیں ماروں گا۔ تم یہاں سے نکلو اور اپنے آپ کو فرانسیسی پولیس کے اعلیٰ افسران کے حوالے کر دو۔"

وہ نہیں جانا چاہتا تھا۔ میں نے اُس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اُس کے کمرے میں ٹرانسمیٹر اور جو خفیہ کاغذات رکھے ہوئے تھے، میں سب کو اس کی جیب میں رکھوایا۔ پھر وہاں سے دوڑاتا ہوا باہر لایا۔ وہ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ پھر اُسے اسٹارٹ کر کے میری مرضی کے مطابق ڈرائیو کرتا ہوا پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے بنگلے میں پہنچ گیا۔ میں نے اعلیٰ افسر سے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ یہ اسرائیلی انٹیلی جنس کا جاسوس ہے اور آپ کے محکمے میں چھپ کر اپنے وطن اور اپنی قوم کے لیے کام کر رہا ہے۔ آپ لوگوں کو دھوکا دیتا آ رہا ہے۔ میں نے وعدہ کیا ہے، میں اسے جان سے نہیں ماروں گا لیکن غدار کی سزا موت ہوتی ہے۔ اس غدار کے سلسلے میں آپ کا قانون جو سزا تجویز کرتا ہے اسے فوراً دیں تاکہ اس کے دماغ کی باتیں ٹرانسمیٹر وغیرہ کے ذریعے اس کے حکام تک نہ پہنچیں۔ اگر انھیں کچھ معلوم ہو گیا تو میرے بیٹے کے لیے مشکلات پیدا ہوں گی۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "فرہاد صاحب! آپ اپنے وعدے کے پابند ہیں، پلیز، مسٹر آمر کو میرے پاس بھیج دیجیے۔"

میں نے آمر سے کہا۔ وہ اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ گیا۔ اس افسر نے کہا۔ "مسٹر فرہاد تو اس غدار کو موت کی سزا نہیں دیں گے اور اس کا جلاد سے جلد مر جانا لازمی ہے۔ لہٰذا آپ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے لے جائیں اور اس کے ہی ریوالور سے اسے خودکشی ..... کرنے پر مجبور کر دیں۔ اس طرح ہم قانونی کارروائیوں میں نہیں پڑیں گے۔"

آمر نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پھر اُسے وہاں سے دوڑاتا ہوا لے گیا۔ مجھے اس طرف سے اطمینان ہو گیا۔ فی الحال کوئی دشمن یہودی، پارس کے راستے کی دیوار نہیں بن سکتا تھا۔ میں نے فرانسیسی جاسوس البرٹو کو مخاطب کیا۔ اُس نے کہا۔ "فرمائیے جناب! میں حاضر ہوں۔"

"پارس استنبول واپس آ رہا ہے۔ شاید وہ تمہارے پاس آئے یا ہو سکتا ہے اپنا راستہ بدل دے۔ میں ڈان مورس کی فیملی کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"جناب! مجھے جس حد تک معلومات حاصل ہیں وہ میں آپ کو سنا رہا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں ڈان مورس کے بنگلے کا ٹیلی فون نمبر معلوم ہے۔ وہ نمبر ڈائل کرو۔ دوسری طرف سے جو بھی بولے گا میں اُس کی آواز سن کر اُن کے پاس پہنچ جاؤں گا اور خود ہی معلومات حاصل کر لوں گا۔"

اس نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے دوسری طرف سے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو؟"

البرٹو نے پوچھا۔ "کیا مسٹر ٹام مورس موجود ہیں؟"

"میں ٹام مورس بول رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "البرٹو، ریسیور رکھ دو۔"

اس نے ریسیور رکھا تو میں ٹام مورس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ کریڈل کو ہاتھ سے کھڑکھڑا رہا تھا۔ پھر اُس نے بڑبڑاتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔ اپنی وائف سے کہنے لگا۔ "پورا ایک دن گزر گیا، ایک رات بھی گزر چکی ہے اور اس کم بخت ڈان کا کوئی پتا نہیں چل سکا ہے معلوم نہیں کہاں مر گیا ہے؟"

اس کی وائف نے کہا۔ "اس کے مرنے کی بات نہ کرو۔ اگر اُسے کچھ ہو گیا تو اس کی تمام دولت جائیداد اور لاکھوں ڈالر پیدا کرنے والی اسٹیل مل سرکاری تحویل میں چلی جائے گی۔ ہم منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔"

وہ میاں بیوی آپس میں باتیں کر رہے تھے، میں اُن کے ذریعے سام مورس اور ٹام مورس کی بیٹی سمارتھا کے دماغ تک پہنچ گیا۔

ہپناٹزم سیلف ہپناٹزم کے عملی طریقے اور ذاتی تجربات کی روشنی میں لکھی گئی پہلی اردو کتاب

ایک ماہر علم کے قلم سے

ہپناٹزم کی تحقیقات جدید

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ۔
- جدید طریقے اور مشقیں۔
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام۔
- بے شمار قارئین کے ہزاروں سوالوں کے جوابات۔
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

آرڈر کوپن کے لیے سیاہ و سفید اور رنگین تصاویر

مکتبہ نفسیات

بی ۔ شٹر بکس ۹۲۳ کراچی

کسی کو مخاطب نہیں کیا۔ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ میں صرف اُن کے پاس رہ کر اپنے بیٹے کی نگرانی کرنا چاہتا تھا۔ مجھے یقین تھا، پارس اسی بنگلے میں آئے گا۔

مجھے اب دوسرے بیٹے کی فکر تھی۔ میں نے رسونتی سے پوچھا: "تم کیا کر رہی ہو؟"

"تم خود ہی فرنانڈو کے پاس پہنچ کر باتیں کرو۔ میں بھی اس کے دماغ میں موجود رہوں گی۔"

میں نے فرنانڈو کو مخاطب کیا تو اس نے چونک کر کہا۔ "تم دنیا کے بدترین خودغرض اور بے مروت انسان ہو۔ تمھیں پھر میں یاد آ رہا ہوں؟"

"زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ ابھی رسونتی نے تم سے کیا کہا ہے؟"

"میں نے بھابی کو اس کا معقول جواب دے دیا ہے۔ دیکھو بھئی، ایک طرف تمھاری دوستی عزیز ہے۔ دوسری طرف تمھارا بیٹا، ہونے والا داماد ہے۔ میں نے اُسے جو زبان دی ہے اس سے پھر نہیں سکتا۔ اس کے لیے جو کر رہا ہوں وہ تم سے کہہ نہیں سکتا۔"

"ہم دونوں میاں بیوی تمھارے دماغ میں چھپ کر ساری معلومات حاصل کر لیں گے۔ تب کیا ہوگا؟"

"تم دونوں کبھی نہیں معلوم کر سکو گے۔ میں نے پارس کے لیے چند ایسے لوگوں کا انتظام کیا ہے جو یوگا کے ماہر ہیں۔ بہت ذہین اور تیز ترین قسم کے مکار ہیں اور اسی طرح وفادار بھی ہیں۔ میں نے اُن سے کہہ دیا ہے، آئندہ مجھ سے کبھی رابطہ قائم نہ کریں۔ تمھاری زندگی صرف پارس بیٹے کے لیے وقف ہے۔ لہٰذا اب وہ تمام لوگ جو میری طرف سے بھیجے گئے ہیں، میری طرف کبھی واپس نہیں آئیں گے اور نہ ہی میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں گئے ہیں اور کس طرح پارس سے اُن کا رابطہ قائم ہو رہا ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو میرے دماغ میں آؤ اور چپ چاپ جتنی معلومات حاصل کر سکتے ہو کرتے رہو، تم دونوں کو ناکامی ہوگی۔"

میں نے پوچھا: "کیا تمھیں یہ منظور ہے کہ تمھارا ہونے والا داماد خطرات سے دوچار ہوتا رہے۔ خدانخواستہ اُسے کوئی نقصان پہنچے اور ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی کوئی مدد نہ کر سکیں؟"

فرنانڈو نے پریشان ہو کر کہا: "یار! میری سمجھ میں نہیں آتا، میں کیا کروں۔ میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ میرا یا پارس بیٹا خطرات سے دوچار ہوتا رہے۔ لیکن میں اپنی زبان سے مجبور ہوں۔ اپنے بیٹے کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتا۔ تم کوئی اور تدبیر کرو۔ تم یقین کرو، اگر میں تمھارا ساتھ دینا چاہوں گا تب بھی اپنے اُن آدمیوں تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ وہ اب پارس بیٹے کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔"

رسونتی نے پوچھا: "آپ ہمارے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"بھابی... میری جان حاضر ہے۔ حکم دیجیے، میں کیا کروں؟"

میں نے کہا: "ہم تمھاری امانت اپنے پاس نہیں رکھ سکتے۔ میں اُسے تمھارے پاس بھیج رہا ہوں۔"

وہ چونک کر بولا: "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"تمھاری بیٹی فرزانہ ہمارے پاس ہے۔ جب بیٹا ہی ہمارے بس میں نہیں ہے تو ہم بہو کو کیوں اپنے پاس رکھیں۔ اُس نے آج تک آزادانہ زندگی گزاری ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں اُس کا کام لگنے لگے گا۔ لہٰذا وہ واپس آ رہی ہے۔"

رسونتی نے کہا: "فرہاد! یہ کیا کہہ رہے ہو، میں اپنی بہو کو واپس نہیں جانے دوں گی۔"

میں نے ڈانٹ کر کہا: "تم خاموش رہو۔ میں نے جو کہہ دیا وہی ہوگا۔"

فرنانڈو نے کہا: "ابے او فرہاد کے بچے! کہیں تمھارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ تم ایسے وقت میری بیٹی کو یہاں بھیجو گے جب تمھارا بیٹا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے ٹکرانے جا رہا ہے۔ اگر وہ دشمن فرزانہ کے دماغ میں پہنچے گا تو اُسے تمھارے بیٹے کی سب سے بڑی کمزوری بنائے گا۔ کیا تم اپنے بیٹے کو کمزور بنانا چاہتے ہو؟"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اُس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ رسونتی کو بھی اپنے پاس بُلا لیا۔ وہ ناراض تھی بلکہ غصّے میں تھی کہہ رہی تھی: "میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ فرزانہ ہرگز واپس نہیں جائے گی۔"

"کیوں نہیں جائے گی؟"

"کیا تم نے فرنانڈو کی بات نہیں سُنی ـــــ موٹی سی عقل سے بھی یہ سوچا جا سکتا ہے کہ جیری جیکب کسی وقت بھی فرزانہ کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔"

میں نے مُسکراتے ہوئے پوچھا: "کیا ہم دونوں فرزانہ کے دماغ میں نہیں رہتے؟ جب جیری جیکب اُس کے پاس آئے گا تو کیا ہم سے بچ کر جا سکے گا؟"

رسونتی نے ایک گہری سانس لی، پھر کہا: "اوہ خدایا! میں تو جذبات میں بھول ہی گئی تھی کہ فرزانہ کے ذریعے ہم جیکب کو ٹریپ کر سکتے ہیں۔ پھر جیکب تک پہنچنے کا مطلب یہی ہوگا کہ ہم اپنے بیٹے کی حفاظت چپ چاپ کرتے رہیں گے۔ اوہ فرہاد! میں کتنی خوش ہوں۔ تمھاری کھوپڑی میں شیطان بھرا ہوا ہے۔ کتنی جلدی تدبیر

ڈھونڈ لیتے ہو!"

میں نے پوچھا: "کیا یہ تم میری تعریف کر رہی ہو؟"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا: "میں نے اپنے بیٹے کی نگرانی کے انتظامات کر لیے ہیں۔ اب تم اپنے بیٹے کے سلسلے میں مصروف ہو جاؤ۔ خدا حافظ۔"

رسونتی چلی گئی۔ ہمارے حالات کچھ بدل سے گئے تھے۔ پہلے جن میں چین سے بیٹھنے نہیں دیتے تھے، اب ہمارے دن رات آرام اور تمام مصروفیات، دونوں بیٹوں میں تقسیم ہو رہی تھیں۔ اگرچہ وہ ہمارے بیٹے تھے مگر ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے بڑی دلچسپ چیز بن گئے تھے۔

پارس نے استنبول کی سرحد میں داخل ہوتے ہی ہیلی کاپٹر کو ایک ویران جگہ میں اتار دیا۔ اُس جگہ کا پہلے ہی انتخاب ہو چکا تھا۔ وہاں فرانس کا ایک سیکرٹ ایجنٹ اپنے ماتحتوں کے ساتھ موجود تھا۔ اُن کے پاس گاڑیاں بھی تھیں۔ پارس نے ایک گاڑی لی پھر وہاں سے شہر کی طرف چل پڑا۔ وہ ہیلی کاپٹر فلائنگ کلب کے علاوہ کسی دوسری جگہ نہیں اتارا جا سکتا تھا۔ یہ سراسر قانون کے خلاف تھا۔ اب وہ ہیلی کاپٹر وہاں کیوں اُتارا گیا؟ اس کی جوابدہی کے ذمّے دار سیکرٹ ایجنٹ پر تھی۔ پارس شہر پہنچ کر ایک جگہ گاڑی کھڑی کر کے اُتر گیا۔ گاڑی کو وہیں چھوڑا اور دور تک پیدل چلنے لگا۔ اُس نے ڈان مورس کا وہی لباس پہن رکھا تھا جسے پہن کر وہ اپنے گھر سے فرار ہوا تھا۔ چہرہ تو ہو بہو اُسی کا ہو چکا تھا۔ اُسے تلاش کرنے والے کہیں بھی دیکھ سکتے تھے اور اُسے پکڑ کر اپنے ساتھ لے جا سکتے تھے۔ وہ ایک اوپن ریستوران میں جا کر بیٹھ گیا۔ صبح کا ناشتا کرنے کے بعد کافی پینے لگا۔ ایک گھنٹا گزر چکا تھا اور کسی بھی تلاش کرنے والے سے سامنا نہیں ہو رہا تھا۔ کافی پینے کے بعد اُس نے کاؤنٹر پر آنے کے بعد کہا۔ "مسٹر! میرا نام ڈان مورس ہے۔ میں کل سے بھوکا تھا۔ میری جیب میں ایک پیسہ نہیں تھا۔ کسی سے مانگتے ہوئے مجھے شرم آ رہی تھی اس لیے میں نے آپ کے ریستوران میں آ کر مفت ناشتا کیا اور کافی پی لی ہے، آپ چاہیں تو مجھے پولیس اسٹیشن بھیج سکتے ہیں یا میرے رشتے داروں کا پتا لگا سکتے ہیں۔"

ریستوران کے منیجر نے کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر اُسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ پھر پوچھا: "تمھارے رشتے دار کہاں ہیں؟"

"اسی شہر میں ہیں۔"

"تمھارا گھر کہاں ہے؟"

"یہی مجھے یاد ہوتا تو میں کل سے بھوکا کیوں رہتا۔ میں اپنے گھر کا پتا بھول گیا ہوں۔"

منیجر نے کہا: "جوان، تم کوئی زبردست چالباز ہو یا پھر بہت ہی معصوم ہو اور تمھارا حافظہ کمزور ہے۔ میں ابھی پولیس اسٹیشن فون کرتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ریسیور اٹھائے کسی پولیس افسر سے بات کر رہا تھا۔ پھر اُس نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر پارس سے پوچھا: "تمھارا نام کیا ہے؟"

"ڈان مورس۔"

"تمھارے رشتے داروں کا نام کیا ہے؟"

"میرے ایک انکل کا نام ٹام مورس اور دوسرے انکل کا نام سام مورس ہے۔"

منیجر نے یہی باتیں ریسیور پر دہرائیں۔ پھر چند لمحوں کے بعد حیرانی سے پارس کو تکنے لگا۔ ریسیور پر کہنے لگا: "یس سر! آپ تشریف لائیں۔ میں ان صاحب کو یہاں بٹھا کر رکھتا ہوں۔"

اُس نے ریسیور رکھ کر کہا: "ارے آپ تو بہت دولت مند ہیں۔ وہ پولیس افسر کہتا تھا، آپ کے چاچل سے آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ یہاں تشریف رکھیں۔ اور کچھ کھانا چاہتے ہیں؟"

پارس نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کھانے سے انکار کیا۔ تھوڑی دیر بعد پولیس کی ایک گاڑی آ کر رکی۔ ایک افسر چار سپاہیوں کے ساتھ آیا۔ پھر پارس کو دیکھتے ہوئے بولا: "او یُو ایڈونچرنگ بوائے! تم نے اپنی مہم جُو طبیعت کے باعث

زندگی بھر کے لیے ایک زندہ گزرنے کی خوں ریز سرگزشت
ہر ہر لمحہ خار کی آبِ بقا، جگ جگ جیتی
اس جوان رعنا کی زندگی کا روپ یہ مختلف رنگ تھا
اُن کے لیے جن کے چہرے دھواں دیتی ہیں
آنسوؤں، آہوں، لعنتوں اور حرص و ہوس کی داستان
عبرت انس حیرت انگیز و ناقابلِ فراموش

سب کو پریشان کر رکھا ہے۔ آخر تم ایک دن اور ایک رات تک کس ایڈونچر میں مصروف رہے..... چلو ہمارے ساتھ۔"

پارس نے پوچھا۔ "مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

"ارے اب بھی پوچھ رہے ہو، تمھیں کہاں لے جاؤں گا۔ تم اپنے گھر جاؤ گے۔"

پارس نے سہم کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "نہیں، میں گھر نہیں جاؤں گا، انکل مجھے چابک سے ماریں گے۔"

"میں پولیس آفیسر ہوں۔ انھیں ڈانٹ ڈپٹ کر کہوں گا اگر کسی نے تمھیں ہاتھ بھی لگایا تو میں اُسے حوالات میں پہنچا دوں گا۔ میں قانون کا محافظ ہوں اور تم قانون کی پناہ میں ہو۔ چلو۔"

افسر نے اُس کے بازو کو پکڑا۔ پھر اُسے کھینچتا ہوا گاڑی تک لے گیا۔ گاڑی میں بٹھانے کے بعد بھی وہ اس کے بازو کو پکڑے ہوئے تھا جیسے بازو چھوٹتے ہی وہ بھاگ نکلے گا۔ آدھے گھنٹے کے اندر وہ ڈان مورس کی کوٹھی کے احاطے میں داخل ہو چکے تھے۔ ٹام مورس اور سام مورس، ٹام کی بیوی اور سمار تھا، سب ہی برآمدے میں کھڑے ہوئے تھے۔ ڈان مورس کو دیکھتے ہی خوشی سے کھل گئے تھے۔

گاڑی رُکتے ہی ٹام مورس نے دونوں بازو پھیلا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "اوہ میرے بچے، میرے ڈان! تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟ تمھارے جانے کے بعد ہم نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ ہم تمھارے لیے پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔"

پولیس افسر نے کہا۔ "دیکھو ڈان! تمھارے انکل تمھیں کتنا چاہتے ہیں۔ تمھیں گلے سے لگا رہے ہیں، اندر چلو۔"

وہ سب اندر آ گئے۔ سپاہی باہر رہ گئے تھے۔ افسر نے اندر پہنچتے ہی کہا۔ "میں نے تمھارا کام کر دیا ہے اب میرا کام کرو۔ میں جا رہا ہوں۔"

سام مورس نے نوٹوں کی گڈی نکال کر افسر کی طرف بڑھائی۔ اُس افسر نے نوٹوں کی گڈی جیب میں رکھی، پھر وہاں سے چلا گیا۔ اُس کے باہر جاتے ہی ٹام مورس نے آگے بڑھ کر پارس کی گردن دبوچ لی۔ پھر کہا۔ "اُلو کے پٹھے! شیطان کے بچے! کل سے تو نے پریشان کر رکھا ہے کہاں بھاگ گیا تھا؟ کس کے پاس گیا تھا؟ کون تجھے بھگا کرے گیا تھا؟ کون تجھے بہکا رہا ہے؟"

یہ کہتے ہی اُس نے پارس کے سر پر ایک زور کا ہاتھ مارا۔ وہ خواہ کتنا ہی زور کا ہاتھ مارتا، پارس پر اثر ہونے والا نہیں تھا۔ داٹسو روکی نے اُسے لڑنے اور دوسروں کو مارنے کی ٹریننگ دینے سے پہلے خوب مار کھانے کی ٹریننگ دی تھی اور یہ لڑنے

والوں کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ پارس نے خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے کہا۔ "انکل! معاف کر دیجیے۔ اب ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ اب کبھی گھر چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

"میں پوچھتا ہوں، تجھے گھر سے جانے کی جرأت کیسے ہوئی؟ تو نے باہر قدم کیسے نکالا؟"

"وہ... وہ جو نرس میرے پاس رہتی تھی، اُس نے مجھے بہکایا تھا۔"

ٹام کی والدہ نے گرہ بان چھڑاتے ہوئے کہا۔ "کیا کرتے ہو، یہ لڑکا جو بیس گھنٹے بعد واپس آیا ہے۔ کیا پھر اسے دہشت زدہ کرنا چاہتے ہو؟"

ٹام مورس نے گرہ بان چھوڑتے ہوئے اُسے دھکا دیا۔ اس دھکے کا بھی کوئی اثر نہ ہوتا لیکن پارس جان بوجھ کر آگے جھکے ہوئے سمار تھا سے ٹکرایا اور اُسے لیتا ہوا صوفے کے پاس گر پڑا۔ فرش پر گرتے ہی سمار تھا کو چوٹ آئی تھی، وہ چیخ پڑی۔ اُس کا گرہ بان پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔ "کیا تم اندھے ہو، تمھیں دکھائی نہیں دیتا؟"

اُس نے ایک زور کا طمانچہ مارنے کے لیے ہاتھ گھمایا۔ پارس نے اپنا چہرہ پیچھے ہٹا لیا۔ ماں اپنی بیٹی کو فرش سے اٹھانے کے لیے آ رہی تھی، طمانچہ اُس کے منہ پر پڑا۔ وہ تلملا کر رہ گئی۔ بیٹی کو کچھ کہہ نہیں سکتی تھی، غصے میں پارس کو مارنے کے لیے ہاتھ اُٹھایا۔ وہ ٹام کا ایک ہاتھ کھانے کے بعد برداشت کر چکا تھا لیکن کوئی عورت اس پر ہاتھ اُٹھائے یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا، اُس نے ہاتھ پکڑ لیا۔

ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ سب دنگ رہ گئے، تعجب سے پارس کو دیکھنے لگے۔ یہ صرف چند لمحوں کی بات تھی، پھر سام مورس جھنجلا کر آگے بڑھا۔ "یو بلڈی فول! تمھاری اتنی ہمت تم اپنی آنٹی کا ہاتھ پکڑ رہے ہو؟"

پارس اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ سام بہت غصے میں آیا تھا اور اتنے ہی زور سے طمانچہ مارنا چاہتا تھا۔ پارس ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ طمانچے والا ہاتھ گھوما تو وہ بھی دوسری طرف گھوم گیا۔ پارس نے اُس کی کمر پر لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا جا کر اپنے بھائی ٹام مورس سے ٹکرا گیا۔ وہ دونوں ایک صوفے پر جا گرے۔ جو ہمیشہ ظلم کرتے رہتے ہیں وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ کوئی اُن پر ہاتھ اٹھا سکتا ہے، گویا یہ پارس نے لات ماری تھی۔ یہ تو پاگل کر دینے والی بات تھی۔ وہ غصے سے جنونی مبتلا ہو گئے۔ دونوں بھائیوں نے تیزی سے اُٹھ کر پہلے تو حیرت سے، نفرت سے اور غصے سے دیکھا پھر دونوں نے آگے بڑھ کر اُسے دو طرف سے پکڑ کر پیٹنا چاہا۔ اس سے پہلے ہی دونوں کے منہ پر دو کرارے کے ہاتھ پڑے۔ وہ پھر لڑکھڑا کر پیچھے گئے۔ جب انھوں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا تو ہتھیلی خون سے تر ہونے لگی۔ وہ شدید تکلیف محسوس کر رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے جبڑے ہل گئے ہوں۔ سمار تھا اور اُس کی ماں خوف زدہ ہو کر چیخ رہی تھیں اور پارس کو ایسے دیکھ رہی تھیں جیسے ڈان مورس کے اندر کوئی شیطان سما گیا ہو۔

بنگلے کے اندر کام کرنے والے ملازم وہاں آ گئے تھے اور دُور ہی سے تماشا دیکھ رہے تھے۔ پارس نے تنبیہ کے انداز میں انگلی اُٹھا کر کہا۔ "رومانا مجھے ایسی جگہ لے گئی تھی، جہاں پہنچ کر انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ آدمی کا دماغ بدل جاتا ہے۔ اُس کی تقدیر بھی بدل جاتی ہے۔"

ٹام مورس نے غصے سے دانت پیس کر کچھ کہنا چاہا لیکن دانت پیسنے کے باعث جبڑے دُکھنے لگے۔ وہ کراہ کر رہ گیا۔ سام نے پوچھا۔ "رومانا، تمھیں کہاں لے گئی تھی؟"

"میں اچھی طرح نہیں جانتا۔ میں نے اس شہر کو کبھی دیکھا نہیں، کبھی تم لوگوں نے مجھے بنگلے سے باہر جانے ہی نہیں دیا۔ وہ مجھے ایک سائنس دان کے پاس لے گئی تھی۔ وہ سائنس دان کچھ انوکھے تجربے کر رہا ہے۔"

وہ سب حیرانی سے اُس کی باتیں سُن رہے تھے۔ انھیں یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اُن کی باچھوں سے رسنے والا خون یقین دلا رہا تھا کہ ڈان مورس میں زبردست تبدیلی آئی ہے۔ پارس نے کہا۔ "اُس سائنس دان نے ایسی دوائیں اور انجکشن تیار کیے ہیں جن کے ذریعے کُند ذہن جوانوں کو ذہین اور حاضر دماغ بنایا جا سکتا ہے۔ جو جسمانی طور پر کمزور ہوتے ہیں وہ شہ زور ہو جاتے ہیں۔ سائنس دان نے کل صبح سے پچھلی رات تک چار بار مجھے مختلف قسم کی دوائیں کھلائیں اور پلائیں، پھر چھ بار انجکشن لگائے۔ اب میں محسوس کر رہا ہوں، جیسے میں بے پناہ قوتوں کا مالک ہوں، کوئی بات ایک حد تک برداشت کر سکتا ہوں، اگر بات حد سے گزر جائے تو میں اس کا ردِعمل ظاہر کرتا ہوں، جیسا کہ اس وقت ظاہر کر رہا ہوں۔"

اُس نے ٹام مورس اور سام مورس کو ایک ایک گھونسا جڑتے ہوئے کہا۔ "جب تک میرا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو گا، میں تم دونوں کی پٹائی کرتا رہوں گا۔ اُس سائنس دان نے بھی مجھے غصہ دلایا تھا۔ میں نے اُس کی بھی پٹائی کی۔ اُس نے غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے مجھ پر برفانی پھینکا تو میں بالکل ٹھنڈا ہو گیا۔ میرا غصہ ختم ہو گیا۔"

ٹام مورس نے غصے سے گھر جتے ہوئے کہا۔ "تمھارا جنون پانی سے نہیں چابک سے ٹھنڈا ہو گا۔ ابھی تمھیں پتا چلتا ہے۔"

وہ پاؤں پٹختا ہوا دوسرے کمرے میں گیا۔ پھر وہاں سے ایک چابک نکال کر لے آیا۔ اتنی دیر میں پارس، سام مورس کی اچھی طرح پٹائی کر چکا تھا اور وہ مار کھا کھا کر لہولہان ہو رہا تھا۔ سمار تھا اور اُس کی ماں خوفزدہ ہو کر دور چلی گئی تھیں اور تھر تھر کانپ رہی تھیں۔ ٹام مورس چابک لے آیا۔ پھر اُسے گھما کر پارس کو مارنا چاہتا تھا کہ اُس نے چابک کے سرے کو پکڑ لیا۔ اب دونوں کے ہاتھوں میں چابک کے دو سرے تھے۔ ٹام چابک کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا، لیکن کھینچ نہیں سکتا تھا۔ جب اُس نے پورا زور لگایا تو پارس نے ایک جھٹکا دیا۔ چابک کا دستہ ٹام کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب وہ چابک پارس کے ہاتھ میں تھا۔

سمار تھا کی ماں نے چیخ کر کہا۔ "ٹام! یہ تمھیں مار ڈالے گا۔ تمھیں بھی سام کی طرح لہولہان کر دے گا۔ اس پر جنون سوار ہو گیا ہے، میں کہتی ہوں، کوئی اس پر پانی لا کر ڈالے۔"

اُس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی پارس نے چابک گھما کر ٹام کو مارا تو اُس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ ایک ہی چابک کھا کر بھاگنا چاہتا تھا۔ پارس نے اپنا ہاتھ گھماتے ہوئے چابک کو اُس کی ٹانگ میں پھنسایا۔ پھر کھینچا تو وہ بھاگنے سے پہلے ہی اوندھے منہ گر پڑا۔ پھر اُس کی پیٹھ پر اور اُس کے جسم کے دوسرے حصوں پر چابک کی مار پتانے لگی کہ ڈان مورس اب تک کیسی اذیتیں برداشت کرتا رہا تھا کس طرح چابک اُس کے جسم پر انگارے کی طرح سُلگتی تھی۔ اُس کے کپڑے پھٹ جاتے تھے، جسم کی کھال پھٹ جاتی تھی۔ اور خون رسنے لگتا تھا۔ آج وہی کچھ ٹام کے ساتھ ہو رہا تھا۔ سمار تھا اپنے باپ کے ساتھ یہ ظلم ہوتے نہ دیکھ سکی، جلدی سے دوڑ کر پانی لے آئی۔ پھر اُسے پارس کے اوپر پھینکا اچانک ہی پارس کے ہاتھ سے چابک گر پڑا۔ وہ جیسے چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔ "مجھے کیا ہو گیا تھا یہ... یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

ٹام اور سام اپنے لہو میں بھیگ رہے تھے، انھوں نے آج اتنی مار کھائی تھی کہ شاید بچپن میں کبھی اپنے باپ یا اُستاد سے بھی نہیں کھائی ہو گی۔ فی الوقت وہ بولنے کے قابل نہیں رہے تھے اور نہ ہی یہ سوچ سمجھ سکتے تھے کہ ڈان مورس کیا تماشے کر رہا ہے۔ کبھی جنون میں مبتلا ہو کر شہ زور بن جاتا ہے اور کبھی پانی بدلنے پر

پڑتے ہی کمزور اور بزدل نظر آنے لگتا ہے۔

سمارتھا اور اُس کی ماں ہوش وحواس میں تھیں۔ وہ حیرانی سے پارس کو دیکھ رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ اُس کے قریب آنا چاہتی تھیں، یقین کرنا چاہتی تھیں کہ ڈان مورس کا جنون اور شہ زوری ختم ہو چکی ہے اور وہ پہلے کی طرح مٹی کا کیڑا بن گیا ہے جسے وہ ہمیشہ کی طرح اپنے سینڈل تلے کچل سکتی ہیں۔

سمارتھا نے فرش پر پڑتے ہوئے چاقو کو دیکھا، پھر ڈرتے ڈرتے اسے جھک کر اٹھا لیا۔ پارس نے ایک دم سے سہم کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "نن، نہیں، مجھے نہ مارنا۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے، وہ، وہ سائنس دان کہتا تھا، جب مجھے مارا جائے گا، مجھے غصہ دلایا جائے گا تو میں شہ زور بن جاؤں گا اور پانی ڈالا جائے گا تو کمزور ہو جاؤں گا۔"

سمارتھا نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ابھی تم کمزور اور بزدل ہو؟"

"میں نہیں جانتا، مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ اور میں اس وقت کیا ہوں۔ بس مجھے اس چاقو سے ڈر لگ رہا ہے۔"

"تمھارے بیان کے مطابق اگر میں تمھیں ماروں تو تم پھر جنون میں مبتلا ہو جاؤ گے اور شہ زور ہو جاؤ گے اور میری بھی پٹائی کرو گے۔ اگر تم پر پانی ڈالا جائے گا تو پھر کمزور بن جاؤ گے؟"

"ہاں، یہی بات ہے۔"

سمارتھا نے کہا۔ "ممی ایک جگ پانی لے کر کھڑی رہیں جیسے ہی یہ جنون میں مبتلا ہو اور میری طرف بڑھے آپ اس پر پانی پھینک دیجیے گا۔"

پارس سہم کر دور ہٹ رہا تھا۔ "نہیں، نہیں، مجھ پر ظلم نہ کرو۔ مجھے چاقو نہ مارو، مجھ پر پانی نہ پھینکو۔"

وہ چاقو لہراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "میں تمھیں بھاگنے نہیں دوں گی۔ یہاں سے تم نکل نہیں سکو گے۔ اب تمھاری اتنی جرأت ہو گئی ہے کہ تم نے میرے ڈیڈی کو چاقو سے مارا ہے! میں تمھاری کھال اُتار دوں گی۔"

لتنے میں سمارتھا کی ماں ایک جگ پانی لے آئی۔ ماں بیٹی دونوں تیار ہو گئیں۔ ایک حملہ کرنے والی تھی اور دوسری اس کے جنون کو کنٹرول کرنے والی تھی۔ پھر سمارتھا — چاقو لہراتے ہوئے پارس پر حملہ کیا۔ پارس نے ایک چاقو کھا لیا۔ پھر ایک دم سے تھر تھر کانپتے ہوئے جنون کی حالت میں سمارتھا کو دیکھنے لگا۔ دانت پیستے ہوئے کہنے لگا۔ "تم، تم جڑیل کی بیٹی، تم نے مجھے چاقو مارا ہے۔ اب میں تمھاری کھال اُتار دوں گا۔"

سمارتھا نے سہم کر کہا۔ "ممی، جلدی سے اس پر پانی ڈالیے۔ یہ کمزور بنے گا۔ میں پھر چاقو ماروں گی۔"

اُس کی ماں نے دونوں ہاتھوں سے جگ سنبھالتے ہوئے پانی پھینکا۔ پارس اُچھل کر ایک طرف چلا گیا۔ وہ سارا پانی سمارتھا کے اوپر آ گرا۔ ماں بیٹی کی دفاعی کوشش ناکام ہو گئی تھی۔ ماں جگ میں دوسرا پانی لانے کے لیے دوڑتی ہوئی گئی۔ اِدھر پارس نے ایک اُلٹا ہاتھ سمارتھا کے مُنہ پر رسید کیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی تو ماں دوڑتے دوڑتے پھسل کر گر پڑی، کانچ کا جگ ٹوٹ کر چکنا چُور ہو گیا۔

پانی کسی اور جگ میں بھی لایا جا سکتا تھا۔ وہ فرش پر سے اُٹھنے لگی، پارس نے سمارتھا کی گردن دبوچ کر کہا۔ "اگر تم چاہتی ہو کہ تمھاری بیٹی پر زیادہ ظلم نہ ہو تو کانچ کے ان ٹکڑوں پر کھڑی ہو جاؤ۔"

وہ اعتراض کرنا چاہتی تھی۔ پارس نے ایک زور کا طمانچہ سمارتھا کے گال پر رسید کیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی تو ماں تڑپ کر کانچ کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں پر چلی گئی۔ ایک عورت خواہ دوسروں کے لیے کتنی ہی ظالم اور چڑیل ہو، وہ اپنی اولاد کے لیے ماں ہوتی ہے۔ پارس نے ڈان مورس کی حیثیت سے کہا۔ "تم میری ماں نہیں ہو، لیکن چچی ہو اور چچی ماں کے برابر ہوتی ہے۔ کیا کبھی تمھیں خیال نہیں آیا کہ تم سب مل کر کس طرح میرے پاؤں تلے کانچ کے ٹکڑے بچھاتے رہے۔ مجھے ان ٹکڑوں کے بستر پر سُلاتے رہے۔ میں اندر سے لہولہان ہوتا رہا، لیکن تم لوگوں کو ذرا ترس نہیں آیا۔ یہ تمھاری کیسی ممتا ہے جو صرف بیٹی کے لیے ہے اور جب بیٹی کے لیے ہی ہے تو پھر ان کانچ کے ٹکڑوں پر ناچو، جس طرح آج تک مجھے نچاتی رہی ہو۔"

وہ گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگی۔ "نہیں بیٹے مجھے معاف کر دو۔ آج سے میں تمھاری ماں ہوں، تمھیں اپنا بیٹا سمجھوں گی۔ مجھے ان کانچ کے ٹکڑوں سے ہٹ جانے دو۔"

"تم ہٹو گی تو تمھاری بیٹی پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ اگر تم نے میرے چُپ ہوتے ہی ناچنا شروع نہیں کیا تو میں . . ."

یہ کہہ کر وہ چُپ ہو گیا۔ گھور کر سمارتھا کی ماں کو دیکھنے لگا۔ وہ چُپ چاپ کھڑی ہوئی تھی، پارس نے ایک اور ہاتھ سمارتھا کے مُنہ پر رسید کیا۔ وہ چکرا کر فرش پر گری۔

ماں فوراً ہی پاؤں اُٹھا اُٹھا کر ناچنے لگی۔ ماں کا ایک وفادار ملازم بھاگ کر پانی لے آیا تھا۔ اُس نے پارس پر پانی پھینکا تو وہی ردِعمل ظاہر ہوا۔ پارس پھر نرم پڑ گیا وہ سہم کر کبھی سام

کبھی ٹام کو، کبھی ٹام کی بیوی کو اور کبھی سمارتھا کو دیکھنے لگا۔ سبھی لہولہان ہو گئے تھے۔ اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "میں پہلے ہی سمجھا تھا، مجھے نہ مارو، مجھے جنون میں مبتلا نہ کرو۔ لیکن تم لوگوں کی حماقتوں نے تمھیں اس انجام تک پہنچایا ہے۔ اب بھی عقل سے کام لو۔"

سمارتھا کی ماں کانچ کے ٹکڑوں پر سے ہٹ گئی تھی۔ فرش پر گر کر اپنے پاؤں کے تلوے میں چبھے ہوئے کانچ کے ٹکڑے نکال رہی تھی۔ تکلیف سے کراہ رہی تھی اور اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھی جسے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔ وہ سچ مچ بے ہوش ہو گئی تھی۔

پارس نے ٹام اور سام کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں میرے وہی چچا ہو جو مارتے وقت نہیں تھکتے تھے۔ تمھارے جسموں میں پتا نہیں کہاں سے شیطانی قوت پیدا ہو جاتی تھی۔ آج وہ شیطانی قوت فنا ہو گئی ہے۔ تم دونوں بے بسی سے فرش پر پڑے ہوئے اپنی بیٹی کو بے ہوشی کی حالت میں دیکھ رہے ہو۔ اپنی بیوی کے پاؤں میں چبھے ہوئے کانچ کے ٹکڑے ہاتھ بڑھا کر نہیں نکال سکتے لیکن میرے حکم پر اپنی جگہ سے حرکت کر سکتے ہو اور اگر نہیں کرو گے تو پھر شامت آ جائے گی۔ چلو، ٹیلی فون کے پاس آؤ۔"

ٹام نے بے بسی سے دیکھا۔ وہ تکلیف میں مبتلا تھا، اپنی جگہ سے اُٹھنا نہیں چاہتا تھا — ٹیلی فون اس سے دو چار قدم کے فاصلے پر تھا۔ پارس نے کہا۔ "آج تک ہوتا یہ رہا ہے کہ تم مجھے مارنے کے بعد ٹیلی فون کر کے ڈاکٹر کو بلاتے تھے اور بڑی خاموشی سے میری مرہم پٹی کراتے تھے تاکہ یہ بات بنگلے سے باہر نہ جائے۔ آج بھی اسی ڈاکٹر کو بلاؤ۔ وہ چُپ چاپ تم سب کی مرہم پٹی کرے گا اور یہ بات بنگلے سے باہر نہیں جائے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی چار ہٹے کٹے پہلوان قسم کے ملازم آئے۔ یہ چاروں ملازم ٹام نے رکھے تھے تاکہ.... ڈاکٹری ان سے خوف زدہ رہے اور اس بنگلے سے باہر قدم رکھنے کی جرأت نہ کرے۔ وہ چاروں پہلوان کبھی کبھی ڈان مورس کی پٹائی کیا کرتے تھے۔ انھیں دیکھتے ہی ٹام اور سام کے جسم میں جیسے جان سی آ گئی۔ ٹام نے چیختے ہوئے کہا۔ "ارے کم بختو! تم چاروں کہاں مر گئے تھے۔ دیکھو اس کم بخت نے ہمارا کیا حال کیا ہے۔ اسے پکڑو اور اس کی ایسی پٹائی کرو کہ ایک مہینے تک بستر سے نہ اٹھ سکے۔"

سام نے کہا۔ "صرف پٹائی نہ کرنا۔ بلکہ دونوں ہاتھ توڑ دینا تاکہ پھر کبھی یہ ہم پر ہاتھ اٹھانے کی حماقت نہ کرے۔"

ٹام نے بڑبڑا کر کہا۔ "تم بیوقوف ہو، غصے میں عقل کی بات بھول جاتے ہو۔ اگر ہم نے اس کے ہاتھ توڑ دیے تو چیک پر کسی طرح دستخط کرے گا؟"

سمارتھا کی ماں نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا۔ "اس کا ہاتھ ہمارے لیے قیمتی ہے۔ ہاتھ کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ باقی ایسی مرمت کرو کہ یہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے۔"

ایک پہلوان ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اس کے قریب آیا۔ پھر اُسے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس سے پنجہ ملایا۔ پہلوان نے بڑی سفاکی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تمھاری انگلیاں نہیں توڑوں گا۔ لیکن پنجہ ملانے کی تھوڑی سی سزا ضرور دوں گا۔"

وہ ذرا زور لگاتے ہوئے پارس کی انگلیوں کو موڑنا چاہتا تھا۔ پتا چلا، انگلیاں بڑی سخت ہیں۔ نہیں مُڑ سکیں گی۔ اس نے ذرا اور زور لگایا۔ پھر زور لگاتا چلا گیا۔ ساتھ ہی حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ یہ یقین نہیں کر پا رہا تھا کہ ڈان مورس کی انگلیاں آہنی سلاخوں کی طرح سخت ہو گئی ہیں۔ یہ آگ سے پگھلائے جانے کے بعد ہی موڑی جا سکتی ہیں ورنہ ان کا موڑنا ممکن نہیں ہے۔ اچانک ہی پہلوان کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ اس کی انگلیاں ایک جھٹکے سے مڑ گئی تھیں۔ پنجے سے کڑکڑ کڑکڑ کی آواز آ رہی تھی جیسے انگلیاں ٹوٹ رہی ہوں یا زور دار آواز کے ساتھ چٹخ رہی ہوں۔ دوسرا پہلوان اس کی مدد کے لیے لپکا۔ پارس نے گھوم کر اسے ایک ٹھوکر ماری۔ پھر گھوم کر دوسری ٹھوکر ماری وہ جانتا تھا ایسی صورت میں دوسرے تیسرے پہلوان بھی آگے بڑھیں گے۔ لہٰذا دوسرے پر حملہ کرتے کرتے اس نے اچانک ہی تیسرے پر حملہ کیا۔ جو تھے نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس نے ذرا جھک کر چھلانگ لگانے والے کو سمارتھا کی ماں کے اوپر پھینکا۔ وہ ایک دم سے تڑپ کر چیخنے لگی۔ پہلوان کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی وہ پہلوان اپنی کمر پکڑے تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ نہیں سکتا تھا جس کے نتیجے میں سمارتھا کی ماں پس رہی تھی۔

دوسرے پہلوان نے اپنی باچھوں سے رِستے والے خون کو پونچھتے ہوئے کہا۔ "یہ . . . یہ ڈان مورس ہرگز نہیں ہے۔ اس کے اندر کوئی شیطان گھسا ہوا ہے۔"

ان میں سے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے ہٹے کٹے پہلوان ایک لڑکے کے مقابلے میں لہولہان ہوتے رہیں گے۔ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے، لیکن مدتوں سے وہاں کا نمک کھا رہے تھے، بڑی بڑی رقمیں وصول کر رہے تھے۔ اُن کا خیال تھا جتنی رقمیں وہ وصول کر چکے ہیں اس سے زیادہ

خون بہ رہا ہے۔ مشکل یہ تھی کہ وہ ایک کے مقابلے میں میدان نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ یہ بہت بڑی انسلٹ ہوتی۔ اس لیے وہ اپنی آخری قوتوں کو اور اپنے آخری داؤ پیچ کو استعمال کرتے ہوئے کسی طرح پارس کو زمین پر گرا دینا چاہتے تھے۔ ان کی یہی حسرت انھیں لے ڈوبی۔ آہستہ آہستہ سب ہی زمین بوس ہوتے چلے گئے پھر پارس نے ٹام مورس کے پاس آکر اس کے سینے پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا: "پہلے تم چار گھر والے زخمی تھے۔ ڈاکٹر آتا، تمھاری مرہم پٹی کر کے چلا جاتا۔ گھر کی بات گھر میں رہتی۔ تم نے باہر والوں کو بھی بلا لیا۔ اب چار زخمی اور ہو گئے۔ تمھارا رازدار ڈاکٹر میرے زخموں کو باہر والوں سے چھپانے کا اچھا خاصا معاوضہ لیا کرتا تھا۔ آج تم لوگوں کے زخم چھپانے کے لیے کچھ زیادہ ہی لے گا کیونکہ مریض زیادہ ہیں آج اس کی چاندی ہی چاندی ہے۔ چلو اٹھو اور اُسے فون کرو۔"

فرزانہ نیویارک واپس آگئی۔ بظاہر وہ اکیلی آئی تھی لیکن رسونتی بھی اُس کے ساتھ تھی۔ دماغ میں چُپ چاپ رہ کر اس کی نگرانی کر رہی تھی۔ میں نے رسونتی کو سمجھایا تھا کہ میں پارس اوتل کے معاملات میں مصروف رہوں گا لہٰذا وہ فرزانہ کے ساتھ رہے اور ایسی حرکتیں کرے جس کے نتیجے میں فرزانہ لوگوں کی نظروں میں آتی رہے۔

میرے قارئین اچھی طرح سمجھتے ہیں، رسونتی منصوبے بنانا نہیں جانتی۔ اگر بنا بھی لے تو ان پر عمل کرنے کے معقول طریقے استعمال نہیں کر سکتی۔ ایسے وقت وہ ہر پہلو پر نظر رکھنا بھول جاتی ہے۔ اس کا ذہن دُور رس نتائج کے متعلق سوچ نہیں پاتا۔ میں نے اُسے سمجھایا تھا، جب بھی وہ کوئی دشواری محسوس کرے تو مخاطب کر کے مشورے لے لیا کرے۔ میرے پہلے مشورے کے مطابق رسونتی نے کنگ فرنانڈو سے کہا: "تمھاری بھتیجی بلکہ بھتیجی کی بیٹی فرزانہ واپسی آگئی ہے۔ تم ایک پریس کانفرنس بلاؤ۔ اس میں اعلان کرو کہ میری بھتیجی کی بیٹی جسے ہم پیار سے فیری کہا کرتے تھے، اس نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اس کا نام فرزانہ ہے۔ وہ اپنی جائیداد کی دیکھ بھال کے سلسلے میں نیویارک آئی ہوئی ہے۔"

دوسرے دن کے اخبارات میں فرزانہ کے متعلق یہ خبر شائع ہو گئی۔ فرنانڈو کا یہ بیان اخبارات کے ذریعے یقیناً پارس تک پہنچا ہو گا یا پھر کسی نہ کسی ذریعے سے پہنچنے والا ہو گا۔ میرے دوسرے مشورے کے مطابق رسونتی نے فرزانہ کو جیری جیکب کے ہوٹل میں جا کر لنچ کرنے کے لیے کہا۔ وہ بے چاری وہی کر رہی تھی جو ہونے والی ساس کہہ رہی تھی۔ ایک طرف وہ ساس کو خوش رکھنا چاہتی تھی، دوسری طرف نیویارک واپس آکر پارس سے دوبارہ ملنے کی خوشی تھی۔ اُسے یقین تھا، اخبارات میں اس کے متعلق پڑھتے ہی وہ تیر کی طرح آئے گا۔ وہ بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

رسونتی اُسے جیری جیکب کے ہوٹل میں لے گئی۔ فرزانہ نے کاؤنٹر پر پہنچ کر منیجر سے ملاقات کی، اپنا نام بتایا، پھر کہا "مجھے کل سے اس ہوٹل میں ایک کمرا چاہیے۔ ابھی میرے نام سے بُک کر لیں، میں پیشگی رقم ادا کر رہی ہوں۔"

منیجر نے اس کے سامنے ایک فارم رکھا جسے فرزانہ نے اپنے نام کے ساتھ پُر کیا۔ دستخط کیے۔ اُس نے یہ بھی لکھا کہ وہ پیشگی کے طور پر پانچ سو ڈالر ہوٹل میں جمع کر رہی ہے۔

اس کے ساتھ ہی اُس نے پرس کھول کر پانچ سادے کاغذ نکالے جو سو ڈالر کے نوٹوں کے برابر تھے۔ ان سادے کاغذات کو اُس نے منیجر کے سامنے رکھتے ہوئے کہا: "یہ رہے پانچ سو ڈالر۔"

منیجر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ کاغذات لیے۔ پھر انھیں کیش باکس میں ڈال دیا۔ اس سے کہا: "مس فرزانہ! کل آپ کے لیے کمرا نمبر چار سو چھ ریزرو رہے گا۔ آپ کسی وقت بھی آ سکتی ہیں۔"

فرزانہ نے پوچھا: "ڈائننگ ہال کہاں ہے۔ میں وہاں لنچ کروں گی۔"

منیجر نے ڈائننگ ہال تک اُس کی رہنمائی کی۔ پھر واپس کاؤنٹر کی طرف آیا تو رسونتی نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چکرا کر رہ گیا۔ اپنے سر کو تھام کر سوچنے لگا: "ابھی میں کہاں تھا، میرے ساتھ کیا ہو رہا تھا؟"

رسونتی نے اس کے دماغ کو پوری طرح قابو میں نہیں رکھا تھا۔ کچھ آزاد بھی چھوڑا ہوا تھا اس لیے یاد آ رہا تھا کہ ایک نوجوان لڑکی کاؤنٹر پر آئی تھی۔ اس نے ایک کمرا اپنے لیے ریزرو کرایا تھا اور پانچ سو ڈالر دیے تھے۔ اس لڑکی کا نام یاد نہیں آ رہا تھا۔ اس نے تازہ بھرا ہوا فارم نکالا۔ اُس میں فرزانہ کا نام لکھا ہوا تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ پانچ سو ڈالر ادا کیے گئے ہیں۔

اُس نے کیش باکس کھول کر دیکھا تو وہاں کتنے ہی سو سو ڈالر کے نوٹ تھے۔ اُن میں پانچ ایسے سادہ کاغذ کے ٹکڑے بھی تھے جو سو ڈالر کے برابر تھے۔ اُس نے ان کاغذات کو اٹھا کر حیرانی سے دیکھا اور سوچا: "یہ سادے کاغذ یہاں کیوں پڑے ہیں۔ رسونتی نے اس کی سوچ میں کہا: "کہیں اس لڑکی نے کوئی فراڈ تو نہیں کیا ہے۔ پانچ سو ڈالر دینے کے بجائے اُس نے سو سو کے نوٹوں کے برابر سادے پانچ کاغذات دے دیے؟ اس وقت میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا۔"

وہ رسونتی کی سوچ کے مطابق سوچنے لگا: "میں اپنے آپ میں نہیں تھا حالانکہ وہ لڑکی میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی لیکن مجھے اُس کی صورت یاد نہیں ہے۔ اوہ گاڈ! اب یاد آیا، میں تو ابھی اُسے ڈائننگ ہال کی طرف لے گیا تھا۔"

اُس نے وہ پانچ سادے کاغذ نکال لیے پھر تیزی سے چلتا ہوا ڈائننگ ہال میں آیا۔ دُور تک لوگ میز کے اطراف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک خالی میز کے پاس فرزانہ نظر آئی۔ اگرچہ منیجر اُسے چہرے سے اچھی طرح پہچان نہیں سکتا تھا لیکن اُس کی تنہائی بتا رہی تھی کہ یہ وہی لڑکی ہو سکتی ہے پھر رسونتی نے اُس کے دماغ میں رہ کر اُسے یقین دلایا۔ یقیناً یہی لڑکی ہے، اس کا چہرہ کچھ ایسا ہی تھا۔

منیجر نے اس کے پاس آکر کہا: "مس! کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

فرزانہ نے مسکراتے ہوئے کہا: "جی ہاں، ضرور۔ میں نے لنچ کا آرڈر دیا ہے۔ آپ میرے ساتھ کھانا پسند کریں گے؟"

"جی نہیں شکریہ، میں یہاں کا منیجر ہوں۔"

فرزانہ نے ہنستے ہوئے کہا: "آپ مجھے ایسے بتا رہے ہیں جیسے میری یادداشت کمزور ہو گئی ہو، بھئی! ابھی تو میں آپ کے پاس سے آ رہی ہوں۔ آپ نے ڈائننگ ہال تک میری رہنمائی کی، آپ نے میرے لیے ایک کمرا ریزرو کیا۔ کل سے میں اس کمرے میں آنے والی ہوں۔ کمرے کا نمبر چار سو چھ ہے۔"

منیجر نے ایک گہری سانس لی۔ پھر وہ پانچ سادے کاغذ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "کیا یہ کاغذات آپ نے مجھے دیے ہیں؟"

فرزانہ نے حیرانی سے دیکھا پھر پوچھا: "آپ کو سادے کاغذات دینے کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟ پھر آپ کو یہ خیال کیوں آیا کہ یہ کاغذات میں نے دیے ہیں؟"

"میں عجیب اُلجھن میں ہوں۔ یہ پانچ کاغذات میرے کیش باکس میں پڑے ہوئے تھے۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں، میں آپ کی یہ اُلجھن سُلجھا دوں؟ کیا آپ مجھے کوئی جاسوس سمجھ کر آئے ہیں؟"

"سوئی مس! میرا لہجہ تلخ ہو رہا ہے۔ میں معافی چاہتا ہوں، مجھے آپ سے ایسا سوال نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

وہ اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف آتے ہوئے سوچنے لگا: "آخر یہ میرے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ یہ سادے کاغذ کے پانچ ٹکڑے کیش باکس میں کس طرح آئے؟"

اُس نے کاؤنٹر کے پاس آکر کیش باکس پر رکھے ہوئے کمپیوٹر کو دیکھا۔ کمپیوٹر بتا رہا تھا۔ اس وقت اس کیش باکس میں پچاس ہزار پانچ سو ڈالر ہیں۔

اُس نے کیش باکس کو کھول کر تمام نوٹ گننے شروع کیے، پورے پچاس ہزار ڈالر تھے اور پانچ سو ڈالر نہیں تھے۔ اُن کی جگہ وہی پانچ سادے کاغذ کے ٹکڑے تھے..... یہ عجیب و غریب تماشا تھا۔ اس ہوٹل میں اب سے پہلے بھی ایسے عجیب و غریب تماشے ہوئے تھے۔ جو اس کی سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ خود اس ہوٹل کا مالک جیری جیکب کبھی کسی ضرورت کے تحت ایسا کام کر جاتا تھا کہ..... منیجر چکرا کر رہ جاتا تھا۔ یہ کیسے ہو گیا؟ کیوں ہو گیا؟

منیجر ان حالات میں اپنے مالک جیری جیکب کے پرسنل سیکرٹری سے رابطہ قائم کرتا تھا اور اسے تمام حالات بتاتا تھا۔ اس بار بھی اس نے ٹیلی فون کے ذریعے اس کے پرسنل سیکرٹری کو مخاطب کیا۔ پھر اسے ساری باتیں بتاتیں.....

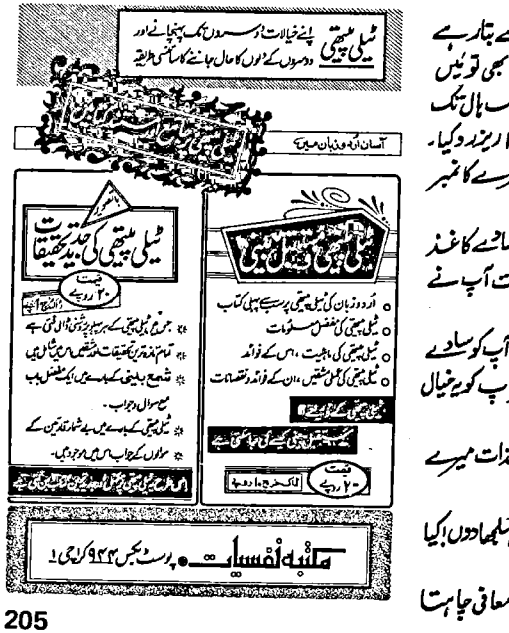

سیکرٹری نے کہا۔ "اُس لڑکی سے کوئی سوال نہ کرنا اور نہ ہی شبہ ظاہر کرنا۔ کل وہ ہوٹل میں آکر رہنے والی ہے، میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ یہاں رسونتی نے مجھ سے مشورہ لیے بغیر ایک غلطی کی۔ وہ منیجر کے دماغ میں رہ کر پرسنل سیکرٹری کی گفتگو سن رہی تھی۔ اُس نے آواز اور لب و لہجہ سنتے ہی فوراً اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی تو اُس نے سانس روک لی۔ خیال خوانی کی لہریں واپس آگئیں۔ اُس نے پھر ایک بار کوشش کی۔ اس بار پرسنل سیکرٹری آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے موج کے ذریعے پوچھ رہا تھا۔ "یس باس، کوڈ ورڈز؟"

رسونتی کو کوڈ ورڈز معلوم نہیں تھے۔ اُس نے پھر سانس روک لی۔ وہ پھر اپنی جگہ واپس آگئی۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر اُس نے مجھے مخاطب کیا اور تمام حالات بتائے۔ میں نے پوچھا۔ "یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ جیری جیکب کا پرسنل سیکرٹری ہے تم بلا سوچے سمجھے کیوں اُس کے دماغ میں گئیں؟"

جو شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے، وہ یقیناً کسی یوگا جاننے والے کو ہی اپنا پرسنل سیکرٹری اور باڈی گارڈ رکھے گا۔"

"مجھ سے بھول ہوگئی۔ اب کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں ہوگا۔ ہم خود یہ چاہتے ہیں کہ فرزانہ ایک طرف پارس کی نظروں میں آئے، دوسری طرف جیری جیکب بھی اُسے دیکھ لے۔ سمجھ لے اور اُس کے ذریعے پارس کو ٹریپ کرنا چاہے۔ اس کا پرسنل سیکرٹری صرف اُسے بتائے گا کہ کوئی اُس کے دماغ میں آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس طرح اُن کی سمجھ میں یہ بات آجائے گی کہ ٹیلی پیتھی کا چکر چلا کر ہی وہ پانچ سو ڈالر کی جگہ پانچ سادے کاغذ کے ٹکڑے منیجر کے ہاتھوں میں دے گئے ہوں گے تم اپنا کام کرتی رہو لیکن ذرا ہوشیاری سے، سوچ سمجھ کر، سہولت سے، ٹھہر ٹھہر کر۔ جہاں جلد بازی کرو گی وہاں ضرور غلطی کرو گی، فی الحال تم سے غلطی ہونے کے باوجود غلطی نہیں ہوئی ہے۔"

وہ خوش ہوگئی، پھر مایوس ہو کر بولی۔ "پارس کا ابھی تک کوئی سُراغ نہیں ملا۔"

"آج صبح اخبارات میں خبر شائع ہوئی ہیں۔ شام تک انتظار کرو۔ ہو سکتا ہے، وہ رات کو کسی وقت فرزانہ سے رابطہ قائم کرے۔"

"اسے وقت مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"خود کو کبھی ظاہر نہ کرنا۔ وہ فرزانہ سے پوچھے گا کہ ہم میں سے کوئی اُس کے دماغ میں موجود ہے یا نہیں، اس کے جواب میں فرزانہ کو انکار کرنا چاہیے اور یقین کرنا چاہیے کہ تم کبھی کبھی اُس کے پاس خیریت معلوم کرنے آتی ہو۔"

رسونتی اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اُس نے شام تک انتظار کیا۔ چپ چاپ فرزانہ کے دماغ میں آکر دیکھا۔ پتا چلا، پارس نے ابھی تک اُسے ٹیلیفون یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے مخاطب نہیں کیا ہے، اب یہی اُمید تھی کہ رات کو کسی وقت چپ چاپ کر اُس سے ملنے آئے گا۔

فرزانہ رات بھر بے چینی سے کروٹیں بدلتی رہی۔ بار بار ٹیلیفون کی جانب دیکھتی رہی۔ یہی حال رسونتی کا تھا۔ وہ ہونے والی بہو کے دماغ میں بے چین تھی۔ ایک جسم تھا۔ ایک دماغ تھا، لیکن جذبے دو تھے۔ ایک محبوبہ کا جذبہ تھا اور ایک ممتا کا جذبہ۔

رات کے دو بجے میں فرزانہ کے پاس پہنچا تو اُسے بہت ہی بے قرار پایا۔ میں نے رسونتی سے کہا۔ "تم دونوں کو سو جانا چاہیے۔ میں جاگتا رہوں گا۔ اگر پارس آئے گا یا اُس کا فون آئے گا یا کسی بھی ذریعے سے وہ فرزانہ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا تو میں اسے جگا دوں گا۔ تمھیں بھی اطلاع دوں گا۔"

رسونتی چلی گئی۔ میں نے فرزانہ کے دماغ کو آہستہ آہستہ تھپکنا شروع کر دیا۔ پھر اُسے گہری نیند سُلا دیا۔ صبح سات بجے رسونتی نے مخاطب کیا۔ "فرہاد! تم نے مجھے جگایا نہیں، کوئی اطلاع نہیں دی۔"

"تمھارا بیٹا آیا ہی نہیں تو اطلاع کیا دیتا؟"

"میرا دل گھبرا رہا ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں ہے، کیا کر رہا ہے۔ کیا اتنے سارے اخبارات میں سے ایک اخبار بھی اُس کی نظر سے نہیں گزرا ہوگا؟"

"تم بہت جلدی پریشان ہو جاتی ہو۔ ابھی یہ خبر شائع ہوئے مشکل سے چوبیس گھنٹے گزرے ہیں۔ ذرا انتظار کرو۔ ذرا صبر کرو۔"

"صبر کر رہی ہوں لیکن فرزانہ کو جیری جیکب کے ہوٹل نہیں بھیجوں گی۔ اگر انھوں نے کوئی جال بچھایا تو بری طرح پھنسے گی۔ اسے وہاں سے نکال لانا ہمارے لیے دشوار ہوگا۔ ہم نئی مصیبتوں میں اُلجھنا نہیں چاہتے۔"

"ٹھیک ہے، جیری جیکب کو پھانسنے کے لیے ہم فرزانہ کو اُدھر نہیں بھیجیں گے۔ مجھے یقین ہے، پارس ضرور آئے گا، اور جب تک نہیں آئے گا فرزانہ اپنی اسی رہائش گاہ میں رہے گی۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں فرزانہ کو بیدار کرنا چاہتا تھا، خود ہی اُس کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے ہڑبڑا کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔ جلدی سے ہاتھ بڑھایا پھر ریسیور اٹھا کر بولی۔ "ہیلو، ہیلو، میں فرزانہ بول رہی ہوں۔ تم کون ہو؟ دیکھو، آواز نہ بدلنا، نام نہ بدلنا۔ میرا دل کہتا ہے، تم میرے پارس ہو۔"

"ہاں، میں پارس ہوں۔ تم کیا کر رہی تھیں؟"

"میں گہری نیند میں تھی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی سن کر چونک پڑی، تم یقین نہیں کرو گے، میں رات کو بہت دیر تک جاگتی رہی، پھر پتا نہیں کیسے آنکھ لگ گئی؟"

"ظاہر ہے ماما نے ٹیلی پیتھی کی لوری سنائی ہوگی، تمھیں پتا بھی نہ چلا اور تم سو گئیں اور ماما شاید رات بھر پہرا دیتی رہیں کہ میرا ٹیلی فون آئے گا یا میں خود آؤں گا۔"

"میں تمھیں یقین دلاتی ہوں، اس وقت میرے دماغ میں کوئی نہیں ہے، کیونکہ میں گہری نیند میں تھی۔"

"ہاں، میں یقین کرتا ہوں، اس وقت ماما نہیں ہوں گی۔ میں نے سوچ سمجھ کر ابھی فون کیا ہے۔ میرے خیال سے انھوں نے صبح چار یا پانچ بجے تک انتظار کیا ہوگا۔ پھر تمھیں سُلا دیا ہوگا۔ آخر وہ اپنی جگہ سے کتنی دیر تک غیر حاضر رہ سکتی ہیں۔ اپنی جگہ رہ کر بھی حرکت کرنی ہوتی ہے، کھانا پینا ہوتا ہے، سونا، جاگنا ہوتا ہے۔ یہی سوچ کر میں نے ابھی فون کیا ہے۔ مجھے یقین ہے، وہ نہیں ہوں گی۔ ویسے یہ بتاؤ تم یہاں کیوں آئی ہو؟"

"کیا ساری باتیں ٹیلی فون پر ہی پوچھ لو گے؟"

"میں تمھیں اپنے پاس بلاؤں گا، مگر میرے سوال کا جواب دو۔"

"تمھارے سوال کا جواب میں تمھارے پاس آکر دوں گی، بولو کہاں آؤں؟"

"ٹھیک دو گھنٹے بعد میری کار تمھارے بنگلے کے سامنے کھڑی ہوگی، فوراً اگر گاڑی میں بیٹھ جانا، پھر ہم کہیں چلیں گے۔"

وہ ریسیور رکھ کر خوشی سے انگڑائی لینے لگی۔ میں اور رسونتی اُس کے دماغ سے نکل آئے۔ ایسے وقت بہو کے پاس رہنا مناسب نہیں تھا، پتا نہیں، وہ کیا کچھ سوچنے والی تھی۔ ہمیں معلوم ہو گیا تھا، دو گھنٹے بعد وہ آئے گا لہٰذا ہم نے دو گھنٹے بہو کو آزاد چھوڑ دیا۔

جب ہم دوبارہ فرزانہ کے پاس پہنچے تو وہ بالکل تیار تھی، تیزی سے چلتی ہوئی بنگلے سے نکل رہی تھی۔ احاطے کے باہر پارس گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گئی۔ دروازے کو بند کیا۔ پھر گاڑی آگے چل پڑی۔ فرزانہ نے پوچھا۔ "تم کہاں گم ہو گئے تھے؟"

پارس نے جواب دیا۔ "یہ تم پوچھ رہی ہو یا ماما؟"

"میں پوچھ رہی ہوں۔"

"میں ماما کو مخاطب کر رہا ہوں۔ کیا وہ مجھ سے بات کرنا پسند کریں گی؟"

رسونتی کچھ بولنا چاہتی تھی۔ میں نے اُس کے دماغ میں چپکے سے کہا۔ "خاموش رہو۔"

ادھر فرزانہ پوچھ رہی تھی۔ "ماما! کیا آپ میرے دماغ میں موجود ہیں۔ کیا آپ پارس سے بات کرنا پسند کریں گی؟"

اُسے کوئی جواب نہ ملا۔ پھر فرزانہ نے کہا۔ "یقین کرو پارس، ماما کبھی کبھی میری خیریت پوچھنے آتی ہیں۔"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"تم خود سوچو، میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ تمھارے بارے میں جاننے کیا کچھ سوچتی رہتی ہوں۔ کیا تمھاری ماما اخلاقی قدروں کو بھول کر میرے خیالات پڑھنا پسند کریں گی؟"

"وہ ایسا نہیں کریں گی، بہرحال وہ موجود ہوں یا نہ ہوں، میں

تمھارے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں تمھارے لیے واپس آئی ہوں۔"

"کیوں آئی ہو؟ میں نے تمھیں سمجھایا تھا، تمھیں بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر بہت کچھ سیکھنا اور سمجھنا ہے۔"

"میں تمھاری ہر بات کو اپنے لیے حکم سمجھتی ہوں کسی بات سے انکار نہیں کر سکتی لیکن ماما کہتی ہیں، جب بیٹا میری بات نہیں مانتا ہے تو میں بیٹے کی امانت اپنے پاس کیوں رکھوں۔"

"ماما کی عقل اتنا کام نہیں کرتی ہے۔ یہ سب پاپا کہہ رہے ہیں انھوں نے مجھے ڈھونڈ نکالنے کے لیے ماما کو یہ تدبیر بتائی ہوگی اور انھوں نے تمھیں یہاں بھیج دیا ہے۔"

"جب تم جانتے ہو کہ تمھیں ڈھونڈ نکالنے کے لیے مجھے چارا بنایا گیا تھا تو پھر کیوں ملنے آگئے؟"

"تم یہاں آؤ اور میں تمھیں نہ دیکھوں، تم سے نہ بولوں، تمھارے ساتھ تھوڑا وقت نہ گزاروں تو کیا میرا دل لگے گا؟"

فرزانہ خوش ہوگئی۔ پارس نے کہا۔ "دوسری بات یہ کہ میں ماما کی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے جو تدبیر کی اور جس تدبیر پر عمل کیا۔ اس کے نتیجے میں میں اُن کے سامنے آگیا ہوں۔ اُن کی تلاش مکمل ہوگئی ہے۔ میں تمھارے ذریعے انھیں کہنا چاہتا ہوں، آئندہ تمھیں یہاں نہ بھیجیں۔ تمھیں اپنے پاس بلا کر بابا صاحب کے ادارے میں رکھیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک کار کا ہارن سنائی دیا۔ وہ کار بائیں جانب اُن کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ کار میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے ایک رُقعہ اُن کی طرف بڑھایا۔ پارس نے کہا۔ "وہ جو کچھ دے رہا ہے۔ اسے لو اور دیکھو، اس میں کیا لکھا ہے۔"

فرزانہ نے کھڑکی سے باہر ہاتھ بڑھا کر وہ پرچی لی پھر اُسے کھول کر پڑھا۔ اُس میں لکھا تھا۔ "تمھاری معشوقہ اپنے ساتھ جو ہینڈ بیگ لے کر آئی ہے اس کے اندر ایک بم رکھا ہوا ہے۔ وہ ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے کسی وقت بھی بلاسٹ ہو سکتا ہے اور وہ ریموٹ کنٹرولر اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ اس بیگ کو کھڑکی سے باہر پھینکنے کی حماقت نہ کرنا۔ جیسے ہی تمھاری گرل فرینڈ اپنے ہاتھوں کو حرکت دے گی، میں ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دبا دوں گا۔ اس ناگہانی موت سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے آگے جا کر ایک بڑی سی گاڑی کھڑی ہوئی نظر آئے گی۔ اُس کے پیچھے گیراج نما ٹریلر ہے تم اپنی کار اس گیراج کے اندر لے جاؤ گے اور ہاں اس بات کا خیال رکھنا کہ تمھاری گاڑی میری گاڑی سے آگے نہ بڑھے اور نہ ہی پیچھے جائے، ہم ساتھ ساتھ چلتے رہیں گے۔ کوئی چالاکی کام نہیں آئے گی۔"

فرزانہ وہ پرچی پڑھ کر سُنا رہی تھی۔ پارس نے کہا۔ "اپنے ہاتھوں کو حرکت نہ دینا۔ چپ چاپ بیٹھی رہو۔"

"پارس! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"وہی، جو ہمارے 'ٹیلی پیتھی' جاننے والے ماں باپ چاہتے تھے۔"

"تمھارے لہجے میں تلخی ہے۔"

"کیا تلخی نہیں ہونی چاہیے۔ ہم آزادی چاہتے ہیں، ماں باپ سے التجا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے طور پر کام کرنے کا موقع دیں۔ اگر وہ تمھیں یہاں نہ بھیجتے اور میں تم سے ملتے نہ آتا تو کیا ڈھن اِس طرح ٹریپ کر سکتے تھے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دشمنوں کو کس طرح معلوم ہو گیا کہ میں تمھارے ساتھ اس کار میں بیٹھ کر جانے والی ہوں؟"

"یہ موٹی سی عقل سے بھی سوچا جا سکتا ہے جب تمھارے دماغ میں میری ماما اور پاپا آ سکتے ہیں تو کیا وہ جیری جیکب نہیں آ سکتا۔ وہ چپ چاپ بیٹھ کر یہ نہیں معلوم کر سکتا کہ میں نے تم سے فون پر رابطہ قائم کیا ہے۔ پھر دو گھنٹے بعد تمھیں اس کار میں لے جانے کا پروگرام بنایا ہے۔ اب خود ہی دیکھ لو، دشمن ہمارے پروگرام سے واقف تھے۔ اسی لیے ہم اُن کے جال میں آ گئے۔"

رسونتی نے پریشان ہو کر مجھ سے پوچھا۔ "فرہاد! یہ کیا ہو گیا ہے؟"

"اس وقت تم پریشان ہو کر مجھے پریشان نہ کرنا۔ اتنا سمجھ لو کہ ہمارا بیٹا نادان نہیں ہے۔ وہ پوری تیاریوں کے ساتھ آیا ہوگا پھر جیری جیکب بھی احمق نہیں ہے کہ ہمارے بیٹے کی جان لے کر ہمیں اپنا جانی دشمن بنا لے۔ اب تک جو دشمنی ہے وہ صرف اس حد تک ہے کہ ہم اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ اگر اُس نے حد سے بڑھنے کی کوشش کی تو ہم اُسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"تم اُسے زندہ چھوڑ دیا مارو۔ اگر میرے بیٹے کی جان کو کچھ ہو گیا تو میں اُس بدمعاش کی جان لے کر کیا کروں گی کیا میرا بیٹا مجھے واپس مل جائے گا؟"

"اگر تم اسی طرح بکواس کرتی رہیں تو میں اُس کی حفاظت کے لیے کوئی معقول تدبیر نہیں سوچ پاؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں خاموش رہتی ہوں اور دیکھتی ہوں آج تم میرے بیٹے کے لیے کیا کرتے ہو؟"

ہماری باتوں کے دوران پارس کو وہ گاڑی نظر آ رہی تھی

اُس کا پچھلا حصہ کھلا ہوا تھا۔ وہ چُپ چاپ ڈرائیو کرتا ہوا اُس کھلے ہوئے حصے کے اندر چلا گیا تو پچھلا حصہ بند ہو گیا۔ اب وہ گاڑی کے ٹریلر میں کار سمیت فرزانہ کے ساتھ قید ہو گیا تھا۔ وہ ٹریلر چل پڑا تھا۔ وہ کہاں جا رہا تھا اور اُن کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ پارس نے کہا۔ "فرزانہ! یقیناً ماما اور پاپا تمھارے دماغ میں ہوں گے۔ اُن سے پوچھو، کیا وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری جان بچا سکتے ہیں؟"

اتنی دیر میں رسونتی نے فرزانہ کی زبان سے کہا۔ "پارس! طیش نہ دو۔ کبھی کسی کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے اور کبھی کسی کا۔ یہ ابھی تم پر غالب آ رہے ہیں لیکن تمھارے پاپا بہت جلد یہاں سے تمھیں رہائی دلائیں گے۔"

اس بات پر قہقہہ سنائی دیا۔ ٹریلر کے سامنے والی دیوار پر ایک چھوٹا سا ٹی وی اسکرین آن ہوا۔ وہاں ایک شخص دکھائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مجھے دیکھ کر بھی پہچان نہیں سکو گے، میں جیری جیکب ہوں لیکن یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ سب سے پہلے میں تمھارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماں باپ کو وارننگ دینا چاہتا ہوں اگر انھوں نے اس شہر میں اپنے ذرائع استعمال کرنے کے متعلق سوچا یا کوئی عملی قدم اُٹھایا اور قانون کے محافظوں کو ہمارے اس ٹریلر کے پیچھے لگایا تو وہ بم جو ابھی تک تمھاری گرل فرینڈ کے بیگ میں رکھا ہوا ہے کسی وقت بھی بلاسٹ ہو جائے گا۔"

پارس نے اُس بیگ کی طرف دیکھا۔ اس میں سے بم نکال کر کہیں پھینکا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ وہ ٹریلر کی آہنی چار دیواری میں بند تھے۔ جیری جیکب نے کہا۔ "پارس! تم وہی جوان ہو جس نے فون پر میرے ہوٹل کے دو خاص ملازموں کے متعلق اطلاع دی تھی، اُن میں سے ایک کے دماغ پر رسونتی حاوی ہو گئی ہے، مجھے حیرانی ہے کہ تم نے ماں کے خلاف مجھے کیوں ہوشیار کیا۔ تم بڑی آسانی سے مجھ تک پہنچ سکتے تھے!"

"میں کبھی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین کا سہارا نہیں لیتا۔ میں اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کے بل پر تم تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اس لیے تمھیں پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔"

"میں تمھارا یہ احسان مانتا ہوں لیکن دشمنی کا احسان ماننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اُسے چھوڑ دیا جائے تم بڑی مشکل سے ہاتھ آئے ہو اور ایسی جگہ قید ہو جہاں سے نہ تم اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کو آزما سکتے ہو اور نہ تمھارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماں باپ کی غیر معمولی صلاحیت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں، تم میں سے کسی نے بھی ذرا سی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو وہ بم بلاسٹ ہو جائے گا۔"

پارس نے قہقہہ لگایا۔ پھر اُس نے بیگ کو اٹھایا جس میں وہ بم رکھا ہوا تھا۔ اُس نے دوسرا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "میں تیسرا قہقہہ اس بات پر لگانا چاہتا ہوں کہ یہاں ٹیلی پیتھی کی تمام صلاحیتیں بیکار ہو چکی ہیں۔ ماما اور پاپا کے دل میں یہ حسرت ہی رہ گئی کہ وہ کسی وقت میرے کام آ سکیں۔"

اس نے بم والا تھیلا اپنی گود میں رکھ کر کہا۔ "جیری جیکب! میں نے تمھاری بھیجی ہوئی موت کو اپنی گود میں رکھ لیا ہے لیکن خدا کی قسم تم پارس کو نہیں مار سکو گے۔ کیونکہ پارس یہاں نہیں، وہاں تمھارے پاس ہے۔ فوراً اپنی جگہ سے اٹھو اور دیکھو، موت تمھارے سر پر ہے۔ اگر تمھیں یقین نہیں ہے تو پھر مجھے دیکھو۔"

یہ کہتے ہی اُس نے اپنی گردن کے پیچھے ہاتھ لے جا کر ماسک کو کھولا۔ اپنے چہرے پر سے ہٹایا۔ وہ پارس کی ڈمی تھا۔ تنبیہ کے انداز میں ٹی وی اسکرین کی طرف انگلی اٹھا کر کہہ رہا تھا۔ "ادھر دیکھو! اگر فرزانہ بی بی کو ذرا بھی نقصان پہنچا تو تم وہاں زندہ نہیں رہو گے۔"

جیری جیکب اپنی جگہ سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر یوں دیکھ رہا تھا جیسے پارس کو نہیں اپنی موت کو دیکھنا چاہتا ہو کہ آخر موت ہوتی کیسی ہے؟

مجرم خواہ کتنا ہی زیردست کیوں نہ ہو، وہ ایک دن محض اپنی غلطیوں کے باعث زیردست ہو جاتا ہے۔ جیری جیکب کی پہلی غلطی یہ تھی کہ وہ حسن پرستی میں وقت ضائع کرتا تھا۔ دوسری غلطی یہ تھی کہ..... سلطانہ آفندی کے دماغ میں رہ کر مجھ سے ٹکراتا رہا تھا۔ اس کی کوشش تھی کہ میں سلطانہ کی خواب گاہ سے نکلنے نہ پاؤں، محل کے مسلح گارڈز تو مجھے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔ اُس نے بڑی عمدہ چال چلی تھی۔ میری توقع کے خلاف مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ شاید وہ محل کے محافظوں سے مجھے ختم کرا دیتا۔ لیکن اچانک ہی اُسے میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ یہ حیرانی کی بات تھی، وہ مجھے ہلاک کرانے کے بعد دنیا والوں پر اپنی دہشت طاری کر سکتا تھا کہ جس فرہاد کو بڑے بڑے شیطانی صلاحیتیں رکھنے والے دشمن نہ مار سکے اُسے جیکب نے ختم کرا دیا۔ لیکن تقدیر کا تماشا ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ اپنی زندگی میں اتنا بڑا کارنامہ انجام نہ دے سکا۔

دراصل خود اُس کی اپنی جان پر بن آئی تھی۔ یہ وہی وقت تھا جب پارس نے پہلی بار فون پر جیکب سے رابطہ قائم کیا تھا اور اُسے بتایا تھا کہ رسونتی اس کے ایک خاص ملازم

کے دماغ تک پہنچ کر اس کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کر چکی ہے۔ جیری جیکب نے سوچا تھا، وہ پارس کی فون والی بات سُن کر فوراً سلطانہ کے دماغ میں آئے گا اور کسی طرح مجھے انجام تک پہنچائے گا لیکن وہ مجھے موت کے قریب پہنچانے والی کامیابی کو بھول گیا۔ اب موت کو خود اپنے قریب دیکھ کر بدحواسی میں مبتلا ہو گیا تھا۔

رسو نتی نے ہوٹل کے خاص ملازم کے دماغ میں رہ کر جتنی باتیں پارس سے کی تھیں، وہ سب جیکب نے خیال خوانی کے ذریعے خاص ملازم کے دماغ سے معلوم کر لی تھیں۔ وہ فوراً ہی اس خفیہ پناہ گاہ سے نکل کر ایسی پناہ گاہ میں پہنچا جس کا علم کسی بھی خاص ملازم کو نہیں تھا لیکن پارس اب اس کے دماغ پر آسیب کی طرح چھا گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا، میں بخیریت اپنی خفیہ پناہ گاہ میں آ گیا ہوں۔ اس کے متعلق کوئی نہیں جانتا.... یہاں میری دوسری حیثیت ہے یہاں دوسرے ملازم ہیں لیکن جب میں وہاں سے یہاں منتقل ہو رہا تھا تو یقیناً کسی نے تعاقب کیا ہو گا۔ میں نے ہر طرح سے اطمینان کیا ہے۔ کوئی تعاقب کرنے والا نظر نہیں آیا تھا لیکن فرہاد شیطان ہے اور شیطان کا پنجہ کس طرح میرے خاص ملازموں تک پہنچ گیا تھا، یہ میں نہیں جانتا۔ ہم بہت سی باتیں نہیں جان سکتے، وہ غیر متوقع طور پر ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ہو سکتا ہے، پارس بالکل ہی خلافِ توقع میری اس خفیہ پناہ گاہ میں پہنچ جائے، تب کیا ہو گا؟

الیا خوف زدہ کرنے والا خیال پہلے دماغ میں نہیں آتا تھا۔ اب ایسے خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ اب خوف نے اس کے دماغ میں اپنا راستہ بنا لیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پارس نے اس کا اصلی چہرہ جیری جیکب کی حیثیت سے دیکھ لیا ہے، دیکھا ہے تب ہی تو ہوٹل کے خاص ملازموں تک پہنچا ہے، یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جاننے والا ماں اور بیٹے کے ہاتھ بڑی آسانی سے آ سکتا تھا لیکن ان ماں بیٹوں میں اختلاف کیوں پیدا ہو گیا۔

اُس کا سکون غارت ہو گیا تھا۔ وہ ٹہلتے ہوئے سوچ رہا تھا، بلاسے اختلاف کسی وجہ سے بھی پیدا ہوا ہو، اس طرح فی الحال میری جان بچ گئی ہے۔

انسان کے پاس بچاؤ کے دو ہی راستے ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ کہیں چھپ جائے، دوسرے یہ کہ تلاش کرنے والے کو ختم کر دے۔ اس کے بعد چھپنے کی ضرورت نہیں رہتی، یہ معلوم ہو چکا تھا کہ پارس نفسِ نفیس نیویارک میں موجود ہے اور جب وہ اسی شہر میں موجود ہے تو جوابی حملہ لازمی ہے۔ اُس نے منصوبہ بنایا کہ پارس کو اپنے آدمیوں کے ذریعے تلاش کرائے گا اور خود چھپا رہے گا تاکہ جو لوگ اُسے تلاش کر رہے ہوں گے، انہی کے ذریعے پارس اس خفیہ اڈے تک نہ پہنچ سکے۔

پہلے اس نے سوچا تھا اپنے ان تمام خاص ملازموں کو ہلاک کر دے جو اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں پھر اُس نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ اُسے یقین تھا کہ پارس انکا تعاقب کرے گا، ان کی نگرانی کرے گا یہ دیکھنا چاہے گا کہ وہ اپنے باس جیکب سے کہاں ملتے ہیں، کس طرح رابطہ قائم کرتے ہیں۔ اُس نے اپنے پرسنل سیکرٹری کو حکم دیا کہ چند قابلِ اعتماد آدمیوں کو خاص ملازموں کی نگرانی پر مامور کر دے جو اس بات کا خیال رکھیں کہ کوئی شخص ان ملازموں کی نگرانی کر رہا ہے یا نہیں۔ نگرانی کرنے والے شخص کو چھوڑا نہ جائے۔ دور ہی دور سے سُراغ لگایا جائے کہ وہ کون ہے، کہاں رہتا ہے اور کن لوگوں سے اُس کے تعلقات ہیں۔

دوسری طرف فرنانڈو کے چند خاص آدمی پارس کی حفاظت کے لیے پہنچ گئے تھے۔ ان میں سے ایک وفادار پارس کے قریب تعینات کر دیا گیا تھا۔ یہ بات موٹی سی عقل سے بھی سوچی جا سکتی تھی کہ جیری جیکب اس شخص کی تلاش میں تھا جس نے فون پر گفتگو کی تھی اور اُس کے علاوہ آدمی کو ٹریس کیے جانے کی بات بتائی تھی۔ اسی لیے پارس نے اپنے وفادار کو اپنا ہمشکل بنایا اور سمجھا دیا کہ کس طرح ہوٹل کے خاص ملازموں کی نظروں میں آتے رہنا چاہیے۔ اُس نے دو وفادار اس کی ڈیوٹی اس ڈمی پارس کے پیچھے لگا دی تاکہ اس کی نگرانی کرتے رہیں۔ اپنے وفاداروں کو یہ تمام ہدایات دینے کے بعد وہ روپوش ہو گیا تھا اور روپوش رہ کر خود بھی اپنی ڈمی کی نگرانی کر رہا تھا۔

یہ بالکل وہی چال تھی جو جیری جیکب اس کے خلاف چل رہا تھا یعنی خود روپوش تھا اور اپنے خاص آدمیوں کو ہوٹل کے خاص ملازموں کی نگرانی کے لیے چھوڑ رکھا تھا اور ان سب کے دماغوں میں جا کر دیکھتا رہتا تھا کہ شکار کیا کر رہا ہے یا نہیں۔

پارس ایک بوڑھے کے میک اپ میں.... اس ہوٹل میں جایا کرتا تھا۔ ڈمی پارس کے پیچھے جو شخص لگا ہوا تھا، وہ اکثر ہوٹل کے ایک اندرونی حصّے میں جاتا تھا جہاں منیجر کا آفس تھا۔ اس آفس میں جیری جیکب کا پرسنل سیکرٹری موجود رہتا تھا۔ پہلے تو پارس نے یہی سمجھا کہ جیکب کا خاص آدمی منیجر کو کوئی اہم اطلاع دینے جاتا ہے پھر غور کرنے پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جیکب کے کسی بھی آدمی کو منیجر کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو اپنے کسی بھی آدمی کے دماغ میں پہنچ کر اطلاعات حاصل کر سکتا ہے۔ منیجر کے اس کمرے میں کوئی خاص بات تھی، اس خاص بات تک پہنچنے کے لیے وہ ہوٹل کے پچھلے حصے میں

گیا۔ پتا چلا، منیجر کے کمرے کا ایک دروازہ پچھلی طرف بھی کھلتا ہے۔ اس دروازے کی نگرانی کرنے کے دوران ایک شخص نظر آیا۔ وہ صبح سے رات گئے تک کئی بار اس دروازے سے آتا جاتا تھا۔ پارس اُس کا تعاقب کرتا ہوا اس کی رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ وہ اپنی بیوی اور دو بچوں کے ساتھ عام سی شہری زندگی گزارتا تھا۔ پارس نے اسے دُور ہی سے دیکھا۔ قریب جا کر اُسے یا اُس کی فیملی کو چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔

دوسرے دن کے اخبارات میں فرزانہ کا بیان شائع ہوا کہ امریکا واپس آ گئی ہے۔ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ وہ یہاں اپنی جائیداد کی دیکھ بھال کے سلسلے میں کچھ عرصہ رہے گی پھر پیرس چلی جائے گی۔ اس کی آمد سے پارس کو خاصی پریشانی ہوئی تھی وہ سمجھ رہا تھا کہ ماما نے اُسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے ٹبو کو نیویارک بھیج دیا ہے۔

اُس نے دوپہر کے وقت فرزانہ کو اُسی ہوٹل میں دیکھا وہ کاؤنٹر پر جا کر منیجر سے باتیں کر رہی تھی اور کچھ ایسی حرکتیں کر رہی تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ جان بوجھ کر خود کو نمایاں کر رہی ہے، لوگوں کی نظروں میں آنا چاہتی ہے۔ وہ پانچ سو ڈالر کے نوٹوں کی جگہ سادے کاغذ کے پانچ ٹکڑے دے رہی تھی جنہیں منیجر نوٹ سمجھ کر قبول کر رہا تھا، جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ ٹیلی پیتھی کا چکر چل رہا ہے اور اس کی ماما منیجر کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ وہ سمجھ گیا، یہ اہم بات بھی اس شخص تک پہنچے گی جو پچھلے دروازے سے آتا جاتا ہے۔

وہ منیجر کے کمرے کے پچھلے حصّے کی طرف آ گیا۔ وہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اُس نے سوچا آج اس شخص سے ٹکرا جانا چاہیے جو پُراسرار انداز میں پچھلے دروازے سے آتا جاتا ہے اور جس کی رہائش گاہ وہ دیکھ چکا ہے۔ جب وہ اس کمرے میں داخل ہوا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ پھر آہٹ سی سنائی دی وہ فوراً صوفے کے پیچھے چلا گیا۔ پتا چلا، اٹیچ باتھ روم میں کوئی تھا جو اب دروازہ کھول کر نکل رہا تھا۔ اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ آنے والا دیکھ لے گا تو کیا ہو گا۔ اندیشہ ہوتا تو وہ اس کمرے میں کبھی داخل نہ ہوتا۔ وہ تو کچھ کر گزرنے کے لیے ہی آیا تھا۔

اُس نے صوفے کے پیچھے سر جھکائے ہوئے ایک طرف دیکھا۔ اس کے پیچھے دیوار پر ایک آئینہ لگا ہوا تھا۔ آئینے میں وہ شخص نظر آیا تھا یہ وہی تھا جو پچھلے دروازے سے آتا جاتا رہتا تھا۔ پارس ذرا اور نیچے دبک گیا۔ اب کمرے کا دوسرا دروازہ کھلنے کی آواز آ رہی تھی۔ پھر منیجر کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "جناب! ہوٹل میں ایک نوجوان لڑکی آئی ہے۔ اس نے مجھے پانچ سو ڈالر ادا کیے تاکہ میں کل اس کے لیے ایک کمرا ریزرو کروں، لیکن مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ جادو ٹونا جانتی ہے۔"

اُس شخص نے پوچھا "تم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"جناب! اُس نے سو سو ڈالر کے پانچ نوٹ ادا نہیں کیے بلکہ اُن نوٹوں کے برابر سادے کاغذ دیے اور میں نے انہیں قبول کر لیا۔ مجھے پتا ہی نہ چلا کہ وہ سادے کاغذ ہیں، بعد میں مجھے اس دھوکے کا علم ہوا۔ وہ لڑکی ابھی ڈائننگ ہال میں بیٹھی ہوئی ہے۔"

اُس شخص نے کہا "لڑکی کو بالکل نہ چھیڑنا۔ کمرا اس کے نام ریزرو رکھو اسے کل یہاں آنے دو۔"

منیجر جانے لگا۔ اس شخص نے کہا "اور سنو، اس لڑکی پر نظر رکھو۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد اُسے کسی بہانے سے مخاطب کرنا اور اس سے کچھ باتیں کرنا۔ میں چھپ کر اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

منیجر چلا گیا۔ وہ شخص اُسی صوفے پر آ کر بیٹھ گیا جس کے پیچھے پارس تھا۔ پارس نے ذرا سا سر اُٹھا کر دیکھا، وہ اپنے ہاتھ میں کورڈلیس ریسیور اُٹھائے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ اب پارس میں کورڈلیس ریسیور اُٹھائے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ اب پارس واضح طور پر ایک ایک نمبر کو دیکھ رہا تھا اور ذہن نشین کر رہا تھا۔ ڈائلنگ کے بعد رابطہ قائم ہوا تو اُس شخص نے کہا "باس! میں بول رہا ہوں، آپ کا پی اے۔ ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ فوراً مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ شکریہ۔"

اُس نے کورڈلیس کے ذریعے رابطہ ختم کر دیا تھا۔ پھر خاموش رہ کر فضا میں تکنے لگا۔ پارس صوفے کے پیچھے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اُس کے انداز سے معلوم کر رہا تھا کہ وہ سوچ کے ذریعے اپنے باس سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ آرام سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ پرسنل سیکرٹری خلا میں تک رہا تھا، اپنے باس کی باتیں سُن رہا تھا، اس کی طرف دھیان نہ دے سکا۔

پارس نے سوچا تھا، اگر جیری جیکب تک پہنچنے کا کوئی آسان راستہ نہ ملا تو وہ اس پرسنل سیکرٹری کی بیوی اور دو ننھے بچوں کو گن پوائنٹ پر رکھ کر اس سے جیکب کا پتا معلوم کرے گا لیکن اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر ٹیلی فون ڈائریکٹری اُٹھا کر معلوم کر رہا تھا کہ جیری جیکب کا ٹیلی فون نمبر جو کہ ٹو، فور سے شروع ہوتا ہے وہ کس علاقے سے تعلق رکھتا ہے۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری میں عموماً کسی کے نام کے ذریعے اس کا نمبر معلوم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن نمبر کے ذریعے نام معلوم کرنا بہت ہی دشوار ہوتا ہے بلکہ ناممکن ہوتا ہے البتہ

ٹیلی فون نمبر کے پہلے دو ہندسوں کے ذریعے اس علاقے کا سُراغ لگایا جاسکتا ہے۔

وہ اس علاقے کے ٹیلی فون ایکس چینج میں پہنچ گیا۔ وہاں کے ایک افسر سے ملاقات کی، پھر کہا۔ "میں شکاگو سے آیا ہوں، ایک صاحب نے مجھے ایک ٹیلی فون نمبر اور ان صاحب کا ایڈریس دیا تھا، پتا نہیں ایڈریس کہاں گم ہوگیا۔ ان صاحب کا نام بھی مجھے یاد نہیں رہا، صرف یہ نمبر میرے پاس رہ گیا ہے، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کن صاحب کا نمبر ہے اور یہ کہاں رہتے ہیں؟"

اُس افسر نے اپنے جونیئر افسر کو طلب کیا۔ پھر وہ نمبر دے کر کہا۔ "جس کا یہ ٹیلی فون نمبر ہے مجھے اس کا نام اور پتا چاہیے۔"

وہ ٹیلی فون لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد آکر اُس نے نام اور پتا بتایا۔ پارس نے اُسے نوٹ کیا۔ پھر افسر کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے چلا آیا۔ جیری جیکب نے اُس رہائش گاہ میں الفریڈ کے نام سے رہائش اختیار کی تھی۔ پارس اس مکان کے سامنے پہنچ کر اس کے چاروں طرف چکر لگاتا رہا، معلومات حاصل کرتا رہا کہ اس مکان میں کتنے لوگ رہتے ہیں۔ پتا چلا الفریڈ نامی ایک شخص دو ملازموں کے ساتھ وہاں رہتا ہے۔ یہ یقین ہونے کے بعد وہ مکان کے احاطے میں داخل ہوگیا۔ تین آدمیوں سے نمٹنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ لیکن وہ پہلے یقین کرنا چاہتا تھا کہ جو شخص یہاں رہتا ہے وہ حقیقتاً جیری جیکب ہے۔ وہ کسی دوسرے شخص کو جیکب کے انجام تک پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔

اس وقت صبح کے سات بج رہے تھے۔ دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند تھیں۔ گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہاں کوئی رہتا ہی نہ ہو۔ وہ اپنے مخصوص طریقے سے دروازے کے لاک کو کھول کر اندر آگیا۔ پھر دروازے کو اسی طرح بند کر دیا۔ محتاط انداز میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے دبے قدموں ایک طرف بڑھنے لگا۔ مکان کے مختلف حصوں سے گزرنے کے دوران ایک کمرے سے کچھ لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اس کمرے کی کھڑکی اور دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اُس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ ایک شخص بڑی سی میز کے پیچھے ریوالونگ کُرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کے سامنے کچھ فاصلے پر ایک ٹی وی کیمرا تھا۔ دو شخص اس کیمرے کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ اُن میں سے ایک کے ہاتھ میں ٹرانسمیٹر تھا۔ ٹرانسمیٹر سے آواز آرہی تھی، جسے پارس اور اُس کی گرل فرینڈ کو ٹریپ کر لیا ہے، اب اُن کی کارروائی کار کے ساتھ چل رہی ہے۔ پارس کو فی الحال کی نہیں دکھا سکے گا۔ ہم نے آخری وارننگ دی ہے کہ کوئی چالاکی دکھائی گئی تو اُس کی گرل فرینڈ کے بیگ میں رکھا ہوا بم دھماکے سے پھٹ جائے گا۔"

کیمرے کے پاس کھڑے ہوئے شخص نے پوچھا۔ "کیا وہ گیراج نما ٹریلر کے اندر جائے گا؟"

"اس کا تو اب بھی جانے کا ہم اُسی طرف لے جا رہے ہیں۔ بس چند منٹوں میں وہ گیراج نما ٹریلر کے اندر ہوگا اور بس اُسے مخاطب کر سکیں گے۔"

ٹرانسمیٹر آف کر دیا گیا۔ پھر اُس نے کیمرے کے پاس کھڑے ہوئے دوسرے شخص سے کہا۔ "کیمرا تیار رکھو۔ شکار گیراج نما ٹریلر کے اندر آرہا ہے۔"

ریوالونگ چیئر پر بیٹھے ہوئے شخص نے آئینہ دیکھ کر اپنے چہرے کا جائزہ لیا۔ پھر اُسے میز کی دراز میں رکھ کر دراز میں دونوں ہاتھ کرسی کے دستے پر رکھ کر سر سیدھا میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اطلاع ملی، پارس کار سمیت اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ اس گیراج نما ٹریلر کے اندر چلا گیا ہے اور اس ٹریلر کو پیچھے سے بند کر دیا گیا ہے۔

یہ اطلاع ملتے ہی کیمرے کی دوسری لائٹس آن ہوگئیں۔ کیمرا بھی آن ہوگیا۔ ریوالونگ چیئر پر بیٹھے ہوئے شخص نے ہنستے ہوئے کیمرے کی طرف دیکھا۔ گویا کہ وہ ٹی وی اسکرین کے ذریعے فرزانہ اور ڈمی پارس کو اس گیراج نما ٹریلر کے اندر دیکھ لیا تھا اور اُن سے کہہ رہا تھا۔ "مجھے دیکھ کر کبھی پہچان نہیں سکو گے، میں جیری جیکب ہوں، یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ سب سے پہلے میں تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین کو وارننگ دینا چاہتا ہوں۔ اگر انھوں نے یہاں شہر میں اپنے وسیع ذرائع افتیار کرنے یا تمہاری رہائی کے لیے کوئی عملی قدم اُٹھانے یا قانون کا سہارا لینے کی کوشش کی تو وہ بم جو تمہاری گرل فرینڈ کے بیگ میں ہے، اچانک بلاسٹ ہو جائے گا۔"

پارس کھڑکی کے پاس کھڑا سن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا۔ فرزانہ ڈمی پارس کے ساتھ گیراج نما ٹریلر کی آہنی چار دیواری میں قید ہے۔ اس بم کو نکال کر کہیں پھینک نہیں سکتی۔ پھینکے گی تو وہ آہنی چار دیواری کے اندر ہی گرے گا۔

جیری جیکب نے کہا۔ "پارس تم وہی ہو نا جس نے مجھے فون پر اطلاع دی تھی کہ رسونتی میرے ایک خاص ملازم کے دماغ پر حاوی ہوگئی ہے۔ میں حیران ہوں، تم نے اپنی ماں کے خلاف مجھے کیوں ہوشیار کیا۔ تم اُس کے ذریعے بڑی آسانی سے مجھ تک پہنچ سکتے تھے۔"

ایک اسپیکر کے ذریعے ڈمی پارس کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا۔ "میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین کا سہارا نہیں لیتا۔ میں اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کے بل بوتے پر تمہارے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔"

اُدھر ڈمی پارس بول رہا تھا۔ اِدھر پارس کھڑکی کے پاس چاروں ہاتھ پاؤں فرش پر ٹیک کر جھک گیا تھا۔ پھر اسی طرح ہاتھ پاؤں سے چلتا ہوا دروازے تک آیا تھا۔ وہاں سے ٹی وی اسکرین اور دو اشخاص نظر آرہے تھے۔ ایک شخص کیمرے کی آنکھ سے آنکھ لگائے کھڑا تھا۔ دروازے سے آنے والے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ دوسرا شخص دوسری طرف مُنہ کیے ساؤنڈ مشین کے ذریعے اپنے باس کی آواز ڈمی پارس تک پہنچا رہا تھا۔ پارس دروازے سے رینگتا ہوا جیری جیکب کی ریوالونگ چیئر کے پیچھے رُک گیا۔

وہ ریوالونگ چیئر پر شاہانہ انداز میں بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا۔ "تم ایسی جگہ قید ہو جہاں رہائی پانے کے لیے نہ تمہاری ذہانت کام آئے گی اور نہ ہی تمہارے والدین کی غیر معمولی صلاحیتیں تمہیں بچا سکیں گی۔"

اس کے جواب میں ڈمی پارس کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "یہ دیکھو۔ میں نے بم والا تھیلا اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا ہے۔ مگر خدا کی قسم، تم پارس کو نہیں مار سکو گے کیونکہ پارس یہاں نہیں، وہاں تمہارے پاس ہے۔ ذرا اٹھو اور دیکھو موت تمہارے سر پر کھڑی ہے۔"

جیری جیکب کو جیسے بجلی کا تار چھو گیا ہو۔ اُس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ایک دم سے اُچھل کر کھڑا ہوگیا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ جب وہ پیچھے کی طرف مُڑا تو پارس ریوالونگ چیئر کے پیچھے سے طلوع ہو کر اپنا چہرہ ٹھیک اُس کے چہرے کے سامنے لے آیا۔ اُس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ پیچھے کی طرف گیا پھر میز سے ٹکرا کر نیچے گرتے ہی والا تھا کہ پارس نے اُس کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا پھر ریوالور کی زد پر رکھتے ہوئے بولا۔ "اگر تم دونوں اپنے باس کے وفادار ہو اور اس کے لیے اپنی جان دینا چاہتے ہو تو کوئی حرکت کرو۔ میں تمہاری وفاداری اور جاں نثاری کی حسرت پوری کر دوں گا۔"

جیری جیکب نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔ "تت... تم کون ہو؟"

پارس نے جواب دیا۔ "میں وہی ہوں جسے تم نے گیراج کی چار دیواری میں قید کر دیا ہے۔ اسے عجب تماشا کہتے ہیں۔ تم نے میری موت بن کر دہاں مجھے قید کیا، میں تمہاری موت بن کر یہاں پہنچ گیا ہوں۔"

یہ کہہ کر اُس نے گریبان چھوڑ دیا۔ پھر اسی ہاتھ سے اپنے چہرے سے ماسک اُتار دیا۔ اب پارس کا اصلی چہرہ جیری جیکب کے سامنے تھا۔ جیری کبھی پارس کو اور کبھی ریوالور کو دیکھ رہا تھا۔ ریوالور میں سائلنسر لگا ہوا تھا۔ اُسی لمحے پارس نے ایک فائر کیا۔ فائرنگ کی پھُسپھُسی سی آواز آئی لیکن ساؤنڈ مشین... کے پاس کھڑے ہوئے شخص کی چیخ بہت دور تک گونجنے لگی ہوگی۔ وہ تڑپ کر فرش پر گر پڑا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ریوالور تھا لیکن اُس کو استعمال کرنے کی حسرت ہی رہ گئی تھی۔ پارس نے کہا۔ "جیری! تمہارے آدمی نے سوچا تھا جتنی دیر میں میں اپنے چہرے سے ماسک ہٹاؤں گا اتنی دیر میں وہ مجھے گولی مار دے گا۔ دیکھ لو تمہارا جاں نثار، تمہارے لیے اپنی جان پر کھیل گیا؟"

پھر اُس نے کیمرے کے پاس کھڑے ہوئے شخص سے کہا۔ "تمہارے پاس بھی یقیناً کوئی ہتھیار ہوگا۔ اُسے استعمال کرنے سے پہلے اپنے ہاتھ پر زندگی کی لکیر دیکھ لینا۔"

فرزانہ خوش ہو کر کہہ رہی تھی۔ "پارس! میں تمہیں ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہی ہوں۔ تم نے تو کمال ہی کر دیا۔ وہ چال چلی ہے جس کی توقع کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ تم صرف میری زندگی کے ہی نہیں، میری اتنی بڑی دنیا کے بھی ہیرو ہو۔ آئی لو یو۔ آئی لو یو۔"

اچانک پارس نے سانس روک لی۔ پھر جیری جیکب کو گھور کر کہا۔ "کیا ٹیلی پیتھی کا ہتھیار آزمانا چاہتے ہو؟"

"نن نہیں، میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں تمہارے دماغ میں نہیں آرہا تھا۔ ہو سکتا ہے تمہارے والدین تم سے کچھ کہنا چاہتے ہوں؟"

پارس نے پھر اُس کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "میرے والدین اتنے نادان نہیں ہیں۔ وہ جانتے ہیں، اس وقت وہ میرے پاس آئیں گے تو تمہارے لیے بھی اس دماغ کا دروازہ کھلے گا۔ میں تمہیں آخری وارننگ دیتا ہوں، میرے اندر پہنچنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ میں کچھ کہے سُنے بغیر گولی مار دوں گا۔"

"اچھے نوجوان! مجھ پر ظلم کرنے سے پہلے سوچو، تمہاری گرل فرینڈ ابھی تک میرے قبضے میں ہے۔ تم میری جان لو گے تو وہ بھی جان سے جائے گی۔"

"میری ایک معمولی سی موت میرے ایک دل کو چوٹ پہنچے گی اور تم زندہ رہو گے تو ساری دنیا کو نقصان پہنچے گا۔"

"اچھے نوجوان، ہمارے درمیان سمجھوتا ہو سکتا ہے۔ میں اس بات کا معاہدہ کر سکتا ہوں کہ میری وجہ سے کسی دوسرے کو نقصان نہیں پہنچے گا۔"

دوسری طرف سے فرزانہ نے کہا۔ "پارس! تمہارے پاپا میرے

دماغ میں ہیں، وہ کہہ رہے ہیں، وقت ضائع نہ کرو۔ پہلی فرصت میں اسے گولی مار دو۔ تم دیر کرو گے تو اسے اپنے بچاؤ کا موقع مل جائے گا۔"

"میں نادان بچہ نہیں ہوں، یہ سمجھ رہا ہوں کہ ہماری آواز صرف تمھارے پاس نہیں جا رہی ہے بلکہ اس کے آدمی بھی کہیں بیٹھے سن رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے، اب تک انھوں نے اس مکان کا محاصرہ کر لیا ہو۔"

جیری جیکب نے کہا۔ "تم سمجھ دار ہو۔ خوب سوچ سمجھ کر مجھے گولی مارنا، کیونکہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔ میرے آدمی جانتے ہیں کہ میں علاقہ . . ."

وہ اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ اس سے پہلے ہی پارس نے اپنے ریوالور کی نال اس کے منہ میں گھسیڑ دی پھر کہا۔ "میں تم سے یہی اگلوانا چاہتا تھا کہ تمھارے آدمی اس خفیہ رہائش گاہ کا پتا جانتے ہیں یا نہیں۔ تم ابھی مجھے باتوں میں لگا کر انھیں بتانا چاہتے تھے کہ کون سا علاقہ ہے اور مکان کا نمبر کیا ہے۔"

فرزانہ نے کہا۔ "پارس! پاپا کہہ رہے ہیں کہ اگر اس کے آدمی خفیہ رہائش گاہ کا پتا نہیں جانتے تو فوراً اسے گولی مار کر وہاں سے نکل آؤ۔ اپنے لیے خطرہ مول لینا دانش مندی نہیں ہے۔"

پارس نے کہا۔ "اور یہ بھی دانش مندی نہیں ہے کہ ہر دشمن کو دشمن سمجھ لیا جائے۔ آخر وہ انسان ہوتے ہیں۔ کسی دشمن کے اندر بھی انسانیت جاگ سکتی ہے۔"

جیری جیکب نے گڑگڑا کر کہا۔ "نوجوان! تم تو کمال کی ذہانت رکھتے ہو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے اندر انسانیت ہے اور یہ انسانیت جاگ چکی ہے۔ میں تمھارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ تم اپنے والدین کی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لینا چاہتے، کوئی بات نہیں۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ساری زندگی تمھاری خدمت کرتا رہوں گا۔"

"میں نے تمھیں اسی لیے شکار کیا ہے تم اگر دماغ پر زور ڈال کر سوچو تو تمھاری سمجھ میں آ جائے گا کہ میں نے اپنی مار سونتی کے خلاف تمھیں ہوشیار کیوں کیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی گرفت میں آ جاؤ۔"

جیری جیکب ہاں، ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "بالکل ٹھیک، میں سمجھ رہا ہوں، بلکہ بہت اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ تمھارے اور تمھارے والدین کے درمیان یقیناً کچھ ایسے اختلافات ہیں جنھیں شاید تم بیان کرنا پسند نہیں کرو گے لیکن میری سمجھ میں آ رہا ہے۔"

"تم اب بھی کچھ نہیں سمجھے کیا تمھیں مارنا کیوں نہیں چاہتا اور تمھیں دوست کیوں بنانا چاہتا ہوں یہ بات میں تمھیں سمجھانا چاہتا ہوں لیکن ہماری باتیں دوسری طرف سنی جا رہی ہیں پہلے وہ ساؤنڈ مشین آف کر دی جائے۔"

جیری جیکب نے کیمرے کے پاس کھڑے ہوئے شخص کو حکم دیا۔ "ساؤنڈ مشین بند کرو۔"

فرزانہ کی آواز سنائی دی۔ "پارس! یہ کیا کہہ رہے ہو، میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے بتاؤ، کیا میں قیدی بن کر رہوں گی، یا آزاد ہو جاؤں گی۔ تم مجھ سے کہاں ملاقات کرو گے؟"

وہ شخص تیزی سے ساؤنڈ مشین کی طرف گیا۔ پھر بڑی پھرتی سے ایک ایک بٹن کو آف کرنے لگا۔ پھر اس نے اتنی ہی پھرتی کے ساتھ اپنی جیب سے ریوالور نکالا۔ ریوالور نکالتے ہی اچھل کر دور فرش پر جا گرا تاکہ وہاں گرتے ہی لڑھک کر پارس پر گولی چلا دے۔ اس شخص کی تدبیر اچھی تھی مگر تقدیر اچھی نہیں تھی۔ پارس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اسے ہتھیار نکالنے سے پہلے اپنے ہاتھ پر زندگی کی لکیر دیکھ لینی چاہیے۔

پارس کے ریوالور سے نکلنے والی گولی اس کی پیشانی پر لگی تھی اور وہ وہیں چاروں شانے چت ہو گیا تھا۔

جیری جیکب بُری طرح سہما ہوا تھا۔ پارس نے کہا۔ "میں دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن ہوں۔ ایک ہی وقت میں بولتا کسی سے ہوں، دیکھتا کسی کو ہوں اور گولی کسی کو مارتا ہوں۔"

"اچھے جوان! اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے یہ دونوں احمق تھے اور اپنی حماقت کے باعث مر گئے۔"

"یہ احمق نہیں تھے، تم تھے۔ تم میرے سامنے سہمے ہوئے کھڑے ہو لیکن خیال خوانی کے ذریعے تم نے پہلے اس ساؤنڈ مشین والے کو مجھ پر گولی چلانے کے لیے مجبور کیا، دوسری بار تم نے اس کیمرا مین کے دماغ پر قبضہ جمایا اور اس کے ذریعے گولی چلانے کے سلسلے میں بڑی ذہانت کا ثبوت دیا مگر افسوس وہ بھی جان سے گیا۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں، میں نے ان کے دماغ پر قبضہ نہیں جمایا تھا۔ انھوں نے اپنی مرضی سے تمھیں مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔"

"بہرحال، جو کچھ بھی ہے۔ میں تم سے بحث نہیں کروں گا، میں تمھیں اسی طرح مہلت دیتا رہوں گا۔ تم ہر پہلو سے اپنے بچاؤ کی تدبیر کر سکتے ہو اور ان تدابیر پر عمل کر سکتے ہو۔ جب تھک جاؤ، ہار جاؤ تو میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا۔"

"یہ کیا کہتے ہو۔ میں تو ابھی دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہوں۔ میں مانتا ہوں، تم بہت اچھا نشانہ لگاتے ہو۔ تم بہت ذہین اور حاضر دماغ ہو، ہم جتنی دیر میں تدبیر سوچتے ہیں اتنی دیر میں تم کچھ نہ کچھ کر گزرتے ہو۔ مجھے تمھارے جیسے ساتھی کی ضرورت ہے۔ میں تمھیں پا کر اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھوں گا۔"

"اے خوش نصیب انسان! اب یہ بتا دے کہ تیرے دوسرے جاں نثار ساتھی اس مکان کے چاروں طرف پہنچ چکے ہیں یا نہیں؟"

وہ چونک کر بولا۔ "یہ . . . یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ ابھی تم نے تھوڑی دیر پہلے میرے منہ میں ریوالور کی نال گھسیڑ دی تھی، میرے ساتھیوں کو بتانے سے روک دیا تھا۔ اب تو ساؤنڈ مشین بند ہو چکی ہے۔ میں کس طرح اپنے ساتھیوں کو مدد کے لیے بلا سکتا ہوں۔"

پارس نے تمسخر سے گھور کر دیکھا، پھر کہا۔ "میں سوچتا کچھ ہوں، بولتا کچھ ہوں اور کرتا کچھ ہوں۔ میں نے تمھارے منہ میں ریوالور کی نال ٹھونس کر کہا تھا تم اپنے ساتھیوں کو اس مکان کا پتا نہیں بتاؤ گے، تم بھی خوش ہو گئے کہ میں اناڑی ہوں اور تمھارے فریب میں آ رہا ہوں لیکن میں پہلے ہی سمجھ رہا تھا تم منہ بند کرنے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو یہاں کا پتا بتاؤ گے۔ وہ لوگ یہاں شاید پہنچ چکے ہیں۔ اب بتاؤ، تم یہاں سے زندہ جاؤ گے یا مُردہ؟"

وہ ریوالور کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "ہم دونوں زندہ جائیں گے۔ ہم آپس میں دوست ہیں۔ میں نے اپنے خاص وفاداروں کو یہاں بلایا ہے۔ تم سے ان کا تعارف کراؤں گا تاکہ وہ کبھی تمھیں نقصان نہ پہنچائیں۔"

"تم تعارف نہیں کراؤ گے تب بھی وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ میری ایک بات اچھی طرح سن لو۔ تم اس مکان کے دروازے سے زندہ باہر نہیں جاؤ گے اگر تمھیں زندگی پیاری ہے اور تم واقعی مجھ سے دوستی کرنا چاہتے تو کوئی خفیہ راستہ بتاؤ۔"

وہ کچھ کہنے کے لیے منہ کھول رہا تھا۔ پارس نے کہا۔ "تم خیال خوانی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو بتاؤ گے کہ اب کس راستے سے میرے ساتھ جانے والے ہو۔"

"اچھے جوان، میں تم سے ہر لمحہ متاثر ہو رہا ہوں۔ مجھے اپنی زندگی بہت عزیز ہے۔ میں حرام موت مرنا نہیں چاہتا۔ تم سے دوستی کروں گا۔ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم جس خفیہ راستے سے نکلیں گے اس کا علم میرے سوا کسی کو نہیں ہے اور نہ ہی میں کسی وفادار کو بتانا چاہتا ہوں، لیکن اس سے پہلے میں کچھ تمھارے بارے میں جاننا چاہوں گا۔"

"تم کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"تم اپنے والدین کی مخالفت کیوں کر رہے ہو؟"

پارس نے ایک گہری سانس لی پھر درد بھرے انداز میں کہا۔ "تم جانتے ہو کہ فرہاد علی تیمور کے دو بیٹے ہیں، دونوں کا نام پارس ہے اور ان دونوں کے متعلق کوئی یہ نہیں جانتا کہ ان میں سے اُن کا اصل بیٹا کون ہے۔"

"ہاں یہ بات تو دوست دشمن سبھی جانتے ہیں، دونوں پارس مقنا بنے ہوئے ہیں۔"

"لیکن اب یہ معما نہیں رہا۔ اس بات کا ثبوت مل چکا ہے کہ پارس اوّل ہی رسونتی اور فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ اس سلسلے میں جتنے ثبوت حاصل ہوئے ہیں، انھیں راز میں رکھا گیا ہے۔ خاص طور پر مجھ سے یہ بات چھپائی گئی ہے۔ وہ جانتے ہیں، میں ذہین، حاضر دماغ اور بہت ہی تیز و طرار ہوں۔ وہ مجھے بیٹا بنائے رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ ایک منہ سے بیٹا کہتے ہیں اور دوسرے منہ سے حکم دیتے ہیں کہ تمھارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ٹکراؤ، ٹرانسفارمر مشین کو تباہ و برباد کر دو، میں یہ کرتا آ رہا ہوں لیکن میری ذہانت سوال کرتی ہے کہ میں کب تک ان کے ہاتھوں میں کھلونا بنا رہوں گا؟"

جیری جیکب نے کہا۔ "یہ بہت اہم سوال ہے تمھیں اس کا جواب ضرور سوچنا چاہیے۔"

"میں سوچ رہا ہوں، اسی لیے تم سے دوستی کر رہا ہوں۔ مجھے بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی کی ضرورت ہے۔"

"تمھاری بات دل کو لگتی ہے اور تمھارے والدین سے جو بنیادی اختلافات ہیں، انھیں ہر عقل تسلیم کرے گی مگر مجھے معلوم ہونا کہ تم لاوارث ہو، تمھیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے تو میں پہلے ہی خود کو پیش کر دیتا۔ بہرحال میرے دل سے شکوک و شبہات مٹ چکے ہیں۔ میں سچے دل سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔"

اُس نے ہاتھ بڑھایا۔

پارس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "اب خفیہ راستے سے نکل چلو۔"

"ذرا ایک منٹ، میں اپنی دوستی کا پہلا تحفہ تمھیں دینا چاہتا ہوں اور وہ ہے تمھاری گرل فرینڈ، میں خیال خوانی کے ذریعے اُسے آزادی کا حکم دے رہا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے چپ رہا۔ خلاء میں تکتا رہا، پھر اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا۔ "تمھاری گرل فرینڈ کو آزاد کیا

جا رہا ہے، تم جہاں جا ہو گے اس سے مل سکو گے۔"

"میں یہاں سے نکلنے کے بعد ہی مل سکوں گا۔"

"بیشک بیشک، تم یہاں ریوالونگ چیئر پر بیٹھو۔ میں تمہارے سامنے کھڑا رہوں گا۔ ہم دونوں دیکھتے ہی دیکھتے نہ جانے میں پہنچ جائیں گے۔"

پارس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "میں تنہا ریوالونگ چیئر پر نہیں بیٹھوں گا یا تو ہم دونوں بیٹھیں گے، یا ہم دونوں ہی کھڑے رہیں گے۔"

"بے شک بے شک، میں بھول گیا تھا کہ اعتماد رفتہ رفتہ قائم ہوتا ہے۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے رہے۔ جیری جیکب نے ریوالونگ چیئر کے ہینڈل کو ایک طرف اٹھایا تو اُس کے نیچے ایک دوسرا ہینڈل تھا۔ اس ہینڈل کے ساتھ ایک بٹن تھا جسے دباتے ہی فرش کا وہ حصہ نیچے کی طرف دھنسنے لگا۔ اُن کے ساتھ ریوالونگ چیئر بھی نیچے جا رہی تھی۔ نیچے پہنچتے ہی وہ دونوں فرش کے اُس حصے سے اُتر گئے۔ وہ حصہ پھر اوپر کی طرف جا کر اوپری فرش کے برابر ہو گیا۔

پارس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ وہ ایک چھوٹا سا ہال کمرا تھا۔ ایک بلب روشن تھا۔ اُس کی روشنی میں کئی طرح کے ہتھیار دکھائی دے رہے تھے جو مختلف ریکوں میں رکھے ہوئے تھے، ایک طرف کھانے کا وافر مقدار میں سامان موجود تھا۔ جیری نے کہا۔ "میں نے احتیاطاً یہ تمام سامان یہاں رکھا ہے تاکہ کبھی مہینوں چھپ کر رہنا پڑے تو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔"

"مجھے یہاں چھپنے کا شوق نہیں ہے، لہٰذا ہمیں آگے بڑھنا چاہیے۔"

اُس نے ایک طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "یہ جو سامنے دیوار کے ساتھ رائفل لگی ہوئی ہے یہ محض نمائشی ہے۔ اس کے ٹریگر کو دبانے سے فائرنگ نہیں ہوتی۔ اس کے نتیجے میں کچھ اور ہوتا ہے۔"

اُس نے قریب جا کر اُس رائفل کے ٹریگر کو دبایا، تو دیوار کا وہ حصہ دو حصوں میں تقسیم ہونے لگا۔ سامنے ایک سُرنگ نما راستہ تھا۔ پارس نے پوچھا۔ "یہ راستہ کتنا لمبا ہے؟"

"ہمیں زیادہ دور نہیں جانا ہو گا۔ میرے اس بنگلے کے بعد دوسرا بنگلا ہے۔ دوسرے کے بعد تیسرا۔ وہ تیسرا بنگلا بھی میرا ہی ہے اور یہ سُرنگ نما راستہ اُسی بنگلے میں پہنچ کر ختم ہوتا ہے۔"

"اس بنگلے میں کوئی تو ضرور ہو گا؟"

"فی الحال کوئی نہیں ہے۔ جب میں چاہتا ہوں تو کسی کو وہاں دیکھ بھال کے لیے رکھ لیتا ہوں۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے اُس سُرنگ سے گزر رہے تھے۔ پارس نے کہا۔ "ان آدمیوں کا کیا ہو گا جو تمہارے بنگلے کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں؟"

"ایک منٹ کی مہلت دو۔ میں ان سب کو وہاں سے جانے کا حکم دیتا ہوں۔"

وہ خاموش رہ کر خیال خوانی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو حکم دینے لگا کہ وہ محاصرہ توڑ کر چلے جائیں۔ جب ضرورت ہو گی تو انھیں طلب کیا جائے گا۔

ایک منٹ کے اندر ہی وہ سُرنگ کے راستے سے گزرتے ہوئے بنگلے میں پہنچ گئے۔ پارس اس کے ساتھ بنگلے کے ایک ایک حصے میں جا کر دیکھنے لگا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ کھڑکیاں اندر سے بند تھیں اور دروازے مقفل تھے۔ اُس نے سامنے والی کھڑکی کو ذرا کھول کر دیکھا۔ اُس کوٹھی کے احاطے کے باہر جو راستہ تھا وہاں کچھ لوگ آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔

جیری جیکب نے کہا۔ "یہ میرے آدمی ہیں، محاصرہ توڑ کر جا رہے ہیں۔"

اس کوٹھی کے پورچ میں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا اس کی چابی تمہارے پاس ہے؟"

"ہاں، میرے ایک بیڈ روم کے سرہانے والی میز کی دراز میں ہے۔ ہم تھوڑی دیر بعد یہاں سے نکلیں گے۔"

پارس نے کھڑکی کو دوبارہ اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارے یہاں سے جانے اور کچھ کرنے کا کوئی اہم مقصد ہونا چاہیے۔"

"سب سے بڑا مقصد ہماری دوستی ہے۔"

"ہماری دوستی اسی طرح قائم رہ سکتی ہے کہ ہم دونوں اپنی اپنی جگہ طاقتور ہوں۔ میرے پاس اپنی ذہانت اور صلاحیتیں ہیں۔ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے لیکن یہ ہتھیار دور مار کے پاس بھی ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے سات افراد نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا سپر ماسٹر مارا جا چکا ہے۔ دوسرے تم ہو۔ باقی پانچ افراد کون ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ اُن کے نام اور پتے کیا ہیں؟ یہ تم مجھے بتاؤ گے۔"

"کیا تم انھیں بھی ٹریپ کرنا چاہتے ہو؟"

"بے شک، ہماری دنیا میں سبھی خود غرض ہیں، کوئی یہ نہیں چاہتا کہ اس سے زیادہ طاقت دوسرا حاصل کرے۔ میں بھی خود غرض

دل میں نہیں چاہتا کہ میرے والدین کے سوا کوئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود رہے۔"

وہ بوکھلا کر بولا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ ابھی تو تم اپنے والدین کے دشمن تھے۔ تم اُن کے بیٹے نہیں ہو۔ تم لاوارث ہو۔ پھر ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"لاوارث ہو گا تمہارا باپ۔ خدا میری ماما اور میرے پاپا کو ہمیشہ میرے سر پر سلامت رکھے۔ اُن کی سلامتی کے لیے ہی میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطانوں کو ختم کر دینا چاہتا ہوں لہٰذا اس کی ابتدا ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ تم خیال خوانی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو ہوشیار کرو، آؤ میرے بازوؤں میں جھول جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اُس نے ریوالور کے دستے سے اُس کے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ وہ ایسا بھرپور حملہ تھا کہ سر چکرا گیا۔ وہ آگے پیچھے ڈگمگاتے ہوئے کہیں نہ کہیں گر ہی جاتا تھا، پارس نے اُسے بازوؤں میں سنبھال لیا۔

وہ اچھا خاصا گھر تھا۔ اب اسپتال نظر آ رہا تھا۔ ٹام مورس، سام مورس، ٹام کی بیوی اور اُس کی بیٹی سمار تھا سب کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ سبھی اپنے اپنے بستر پر پڑے ہوئے تھے۔ اُن چار بہلوانوں کی بھی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر نے مرہم پٹی کرتے وقت حیرانی ظاہر کی۔ "آخر یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ ایک کمزور نے آٹھ شہ زوروں کو کس طرح زخموں سے چور کر دیا؟"

وہ آنکھوں اس کا جواب دے سکتے تھے مگر خاموش تھے۔ مار کھانے کے بعد اپنی انسلٹ محسوس کر رہے تھے۔ ڈاکٹر کے سامنے اپنی زبان نہیں کھولنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "ڈان مورس تم ہی کچھ بتاؤ، آخر یہ کیا ماجرا ہے؟"

پارس نے ڈان مورس کی حیثیت سے جواب دیا۔ "ڈاکٹر انکل، میں خود نہیں جانتا، یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ گھر سے بھاگنے کے بعد ایک سائنس دان کے پلے پڑ گیا تھا۔ اُس نے مجھے کچھ دوائیں کھلائیں، کچھ انجکشن لگائے۔ اس کے بعد مجھ سے کہا کہ آج سے میں شہ زور ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی نرمی کے ساتھ گفتگو کرے گا تو میں اس کے ساتھ دوست بن کر رہوں گا، کوئی سختی کرے گا تو دشمن بن جاؤں گا اور جنون میں مبتلا ہو کر اُس کی بُری طرح پٹائی کروں گا۔ اور اُس وقت تک پٹائی کرتا رہوں گا جب تک مجھ پر پانی نہیں ڈالا جائے گا۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ بڑی عجیب سی بات ہے، یقین تو نہیں آتا کہ کسی سائنس دان نے ایسی دوا ایجاد کی ہو لیکن آٹھ زخمیوں کو دیکھ کر یقین کرنا پڑتا ہے۔"

پھر اُس نے ٹام مورس سے کہا۔ "یہ تو بڑی آسان سی بات تھی مگر یہ جوان جنون میں اور جوش میں آ کر تمہاری پٹائی کر رہا تھا تو تم میں سے کوئی اس پر پانی ڈال سکتا تھا۔ یہ پھر کمزور ہو جاتا۔"

اس کے جواب میں سب کے سر جھکے ہوئے تھے۔ کوئی جواب نہیں دینا چاہتا تھا۔ پارس نے کہا۔ "میں بتاتا ہوں۔ انھوں نے یہ نسخہ آزمایا تھا۔ مجھ پر پانی ڈال کر مجھے پھر نارمل کر دیا تھا لیکن یہ سمجھ رہے تھے، میں پھر کمزور ہو گیا ہوں۔ آپ ڈاکٹر ہیں، اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ کمزور ہونے اور نارمل ہونے میں فرق ہے۔ انھوں نے دوبارہ مجھ پر ظلم کیا پھر مجھ پر جنون سوار ہوا تو میں نے ان کی پٹائی شروع کر دی۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "اوہ اچھا، اب سمجھا.... پانی ڈالنے کے بعد تم جنون سے باز آ جاتے ہو اور نارمل حالت میں رہتے ہو لیکن کوئی تمہیں چھیڑے، کوئی تم پر سختی کرے یا تمہاری انسلٹ کرے تو تم پھر طیش میں آ جاتے ہو اور شہ زور بن جاتے ہو۔"

"جی ہاں یہی بات ہے۔"

ڈاکٹر ہنستا ہوا چلا گیا۔ پارس نے پوچھا۔ "انکل ٹام! اب ان چار بہلوانوں کو رکھو گے یا چھٹی دے دو گے؟"

ٹام نے حقارت سے ان چاروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "دفع ہو جاؤ یہاں سے، کبھی اس بنگلے کا رخ نہ کرنا۔"

وہ چاروں سر جھکا کر واپس چلے گئے۔ پارس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر اپنے وفاداروں میں سے ایک کو مخاطب کیا۔ پھر ٹام اور سام کو سُنانے کے لیے کہا۔ "جناب سائنس دان صاحب! میں ڈان مورس بول رہا ہوں۔ آپ نے تو واقعی کمال کر دیا۔ جو دوائیں کھلائی ہیں اور جیسے انجکشن لگائے ہیں، اس سے تو ایسا لگتا ہے جیسے میں عنقریب سپر مین بننے والا ہوں۔ بہرحال آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ میرے لیے ایک ایسے آدمی کا بندوبست کر دیں جو یہاں میرے کھانے پینے کا خیال رکھے۔ میں دشمنوں کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا نہیں کھاؤں گا۔"

دوسری طرف سے وفادار نے پوچھا۔ "جناب! کیا بات ہے، آپ مجھے سائنس دان کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں؟"

"یہ مصلحت اندیشی ہے جو کہہ رہا ہوں وہ آپ کریں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ایسے ایک قابلِ اعتماد شخص کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔"

پارس نے ریسیور رکھ کر ٹام، سام اور سمار تھا وغیرہ کی طرح دیکھ کر کہا۔ "آج سے تم لوگ اپنے ہاتھوں سے پکا کر کھاؤ گے۔ تمام ملازموں کو چھٹی دے دو۔ میں یہاں زیادہ بھیڑ پسند نہیں کرتا۔"

وہ حکم صادر کر کے ڈان مورس کے بیڈ روم کی طرف چلا گیا۔

سمارتھا کی ماں نے رونے کے انداز میں کہا۔ "ہم تو ڈوب رہے ہیں۔ اب کیا ہوگا۔ پتا نہیں وہ کم بخت سائنس دان کون ہے؟"

سام مورس نے کہا۔ "وہ کوئی بھی ہو۔ ہمیں اس کا پتا چلانا ہوگا۔"

ٹام مورس نے کہا۔ "ہم بڑی سے بڑی قیمت ادا کر کے اس سائنس دان سے وہ ڈائیں اور انجکشن حاصل کر کے خود بھی خشہ زور بن سکتے ہیں۔"

سمارتھا نے کہا۔ "لیکن ہم کس طرح پتا چلائیں گے۔ کم بخت نے ایسی پٹائی کی ہے کہ ہفتوں بستر سے نہیں اٹھ سکیں گے۔"

ٹام مورس نے تمام ملازموں کو بلا کر کہا۔ "آج سے تم لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ دوبارہ اس بنگلے میں ملازمت کرو اور تمہاری تنخواہیں پہلے سے دوگنی ہو جائیں تو اس سائنس دان کو تلاش کرو۔ جس کے پاس یہ ڈان مورس گیا تھا۔ تم میں سے جو اس کا سراغ لگائے گا اُسے منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔"

ایک ملازم نے کہا۔ "جناب! اگر واقعی یہ ایسی ہی دوا کا کرشمہ ہے کہ کمزور شہ زور بن جاتا ہے اور اس میں شیطانی قوتیں سما جاتی ہیں تو ایسی دوا کو حاصل کرنے کے لیے دنیا کا ہر شخص ایڑی چوٹی کا زور لگائے گا۔ دنیا کا ہر شخص اس سائنس دان کو تلاش کرے گا۔ ہر ایک کی یہی خواہش ہوگی کہ شہ زور بننے کا نسخہ حاصل ہو جائے۔ میری بھی یہی خواہش ہے۔ میں آج ملازم ہوں، کل شہ زور بن کر آقا بن سکتا ہوں۔ لہٰذا مجھے منہ مانگے انعام کی ضرورت نہیں ہے۔ جب آپ ملازمت سے نکال ہی رہے ہیں تو میرا آپ کا رشتہ کیا رہا۔ میں اس سائنس دان کو اپنے لیے تلاش کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اس کے پیچھے دوسرے ملازم بھی چلے گئے۔ ٹام مورس اور اس کا پورا خاندان غصّے سے تلملا رہا تھا۔ بے بسی سے سوچ رہا تھا کہ آج وہ اتنے بے دست و پا ہو گئے ہیں کہ ملازم بھی سر چڑھ کر بول رہے ہیں اور اپنے بدلتے ہوئے تیور دکھا کر جا رہے ہیں۔ پارس نے صبح فونیجے ان کی پٹائی کی تھی۔ وہ رات کے نو بجے تک اپنے اپنے کمروں میں بھوکے پیاسے پڑے رہے۔ اُن کا خیال تھا، ڈان مورس کو ان پر رحم آئے گا وہ اپنے خاص ملازم کے ہاتھ سے کچھ کھانے پینے کے لیے بھیج دے گا۔ لیکن یہ اُن کی خوش فہمی تھی۔ وہ اُن کی طرف پلٹ کر نہیں آیا تھا۔ آخر نو بجے سمارتھا کی ماں کراہتے ہوئے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ کہنے لگی۔ "کچھ تو کرنا ہی ہوگا ورنہ ہم بھوکے پیاسے مر جائیں گے۔"

ٹام مورس اور سام مورس نے کہا۔ "یہ لڑکا سنگدل ہو گیا ہے۔ ہمیں کھانے پینے کے لیے بھی نہیں پوچھ رہا ہے۔ مجھے تو اب منصوبہ خاک میں ملتا دکھائی دے رہا ہے۔"

سمارتھا نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے چہرے کو دیکھا نیچے کا ہونٹ پھٹ گیا تھا، ایک طرف کا گال پھول گیا تھا، آنکھیں سوج گئی تھیں۔ وہ روتے ہوئے بولی۔ "میں تمہارے میں شریک ہونے والی تھی۔ اس کم بخت نے میری صورت بگاڑ کر رکھ دی ہے۔ اب کیا ہوگا ڈیڈی؟"

ٹام نے جھنجلا کر کہا۔ "تمہیں مقابلہ حسن کی پڑی ہے۔ ہو لڑکی، ڈان مورس کو جلد سے جلد جیتنے کی کوشش کرو ورنہ ہم سب ڈوب جائیں گے۔"

"میں اس احمق کو جیت نہیں سکتی۔ اس سے محبت کا اظہار کرتی ہوں تو وہ محبت کو سمجھتا ہی نہیں ہے۔ اسے کسی لڑکی میں کشش نظر نہیں آتی ہے۔"

سام مورس نے چٹکی بجا کر کہا۔ "اب اسے کشش محسوس ہوگی جب وہ دواؤں کے اثر سے شہ زور بن رہا ہے تو عورت کے ہاتھوں کمزور بھی بن سکتا ہے۔ دنیا کا ہر شہ زور عورت میں کشش محسوس کرتا ہے، عورت میں دلچسپی لیتا ہے۔ تم اس بار اُس سے محبت کا اظہار کرو۔ اس سے شادی کے لیے کہو۔ ہمیں یقین ہے وہ تمہارے دام میں آ جائے گا۔"

دو دن تک اس بنگلے میں گہری خاموشی رہی۔ ٹام مورس کا خاندان ایک کمرے میں دھیمی دھیمی سرگوشیوں میں مصروف رہتا تھا۔ پارس کو یہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ کیا سازشیں کرنے والے ہیں اور آپس میں کس قسم کی کھچڑی پکانے والے ہیں۔ جو کھچڑی پکتی تھی وہ اُس کے سامنے آنے ہی والی تھی۔ تیسرے دن سمارتھا اُس کی خواب گاہ میں آئی۔ پارس اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ اُس کے قریب آ کر بولی۔ "کیا میں تمہارے پاس بیٹھ سکتی ہوں؟"

اُس نے کہا۔ "ہاں، ضرور بیٹھو۔"

وہ بیٹھنے لگی تو یہ ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ اُس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے، مجھ سے کیوں کتراتے ہو؟"

وہ بولا۔ "مجھے شرم آتی ہے۔"

سمارتھا نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ تم کیا سے کیا ہو گئے ہو۔ گھر سے فرار ہونے سے پہلے تم ایسے ہی شرمیلے اور کمزور سے تھے۔ جب واپس آئے تو خود زور بن گئے۔ ہم سب کا بُرا حال کر دیا۔ میں تنہائی میں تمہارے پاس آئی ہوں تو پھر شرما رہے ہو۔" وہ اپنا ہاتھ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ "کیا میرا ہاتھ پکڑو گے؟"

وہ ذرا اور پیچھے ہٹ کر بولا۔ "سائنس دان صاحب نے سمجھایا ہے شادی سے پہلے کسی عورت کا ہاتھ نہ پکڑنا۔"

"میں تو کئی بار تم سے کہہ چکی ہوں، تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں مگر تم ہی مجھ سے شرماتے ہو، کتراتے ہو۔ کیا میں تمہیں اچھی نہیں لگتی؟"

وہ سر جھکا کر بولا۔ "تم تو بہت اچھی ہو، بہت خوب صورت ہو۔"

"اگر میں بہت خوب صورت ہوں تو مجھ سے شادی کر لو، پھر تم سائنس دان کی ہدایت کے مطابق میرا ہاتھ پکڑ سکو گے۔"

"میں شادی کرنا چاہتا ہوں مگر شرم آتی ہے۔"

"اس میں شرمانے کی کیا بات ہے۔ دیکھو میں لڑکی ہو کر نہیں شرماتی۔"

"نہ شرمانے والی کو بے شرم کہتے ہیں۔ کیا تمہارے دیدہ دل کا پانی مر گیا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "ایسی بات نہیں ہے۔ اگر میں کسی دوسرے کے سامنے بے شرمی کروں تو وہ بے حیائی ہوگی لیکن تم میرے اپنے ہو۔ میرے جیون ساتھی بننے والے ہو۔ تم سے مجھے اور تمہیں مجھ سے نہیں شرمانا چاہیے۔ تم کہو تو میں ممی اور ڈیڈی سے کہتی ہوں۔ وہ فوراً ہماری شادی کا انتظام کر دیں گے۔"

پارس شرمانے لگا۔ وہ بولی۔ "تمہارے شرمانے اور مسکرانے کا مطلب ہے کہ تمہیں منظور ہے۔ کیا میں شادی کا انتظام کروں؟"

پارس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ خوش ہو کر اُس کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی۔ "اوہ، تم بہت اچھے ہو۔ جس طرح تم نے شرماتے ہوئے ہاں کہہ دیا ہے۔ اسی طرح شرماتے ہوئے شادی کے کاغذات پر بھی دستخط کر دینا۔ مجھے دنیا کی ساری خوشیاں مل جائیں گی۔"

وہ وہاں سے دوڑتی ہوئی گئی۔ پھر اپنے ماں باپ کو خوشخبری سنانے لگی۔ سب ہی خوش ہو رہے تھے۔ بازی پھر پلٹ رہی تھی۔ سمارتھا کی ماں نے کہا۔ "میں تو کہتی ہوں لڑکے کے ساتھ نرمی سے پیش آتے رہو۔ اب ظلم و ستم کو بھول جاؤ۔ اگر ذرا سی سختی کریں گے وہ پھر جنون میں مبتلا ہو گا۔"

اُنھوں نے بہت پہلے ہی شادی کی تیاریاں کی ہوئی تھیں۔ اپنے مذہبی مسائل میں پڑنے کے بجائے کورٹ میرج کے لیے درخواست دی ہوئی تھی جو منظور ہو چکی تھی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ڈان مورس شادی کے لیے تیار ہے تو انھوں نے دیر نہیں کی۔ دوسرے ہی دن دولھا دولھن کو لے کر کورٹ میں پہنچ گئے۔ اس سے پہلے پارس نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے شادی پر اعتراض نہیں ہے لیکن میرے خیال والوں کو بھی یہاں موجود ہونا چاہیے۔ انھیں تل ابیب سے بلا لو۔"

ٹام مورس نے کہا۔ "آج شادی ہو گی۔ ہم کل یہاں سے تل ابیب روانہ ہو جائیں گے۔ شادی کی خوشیاں تمہارے خیال میں ہی منائی جائیں گے۔"

وہ راضی ہو گیا۔ عدالت میں اس سے اور سمارتھا سے پوچھ گچھ ہوئی۔ دونوں کی رضامندی کے مطابق ایک بڑے سے رجسٹر پر ان کے دستخط لیے گئے۔ نکاح نامے پر بھی دستخط کرائے گئے پھر وہ میاں بیوی بن گئے۔

عدالت سے واپس آ کر وہ دونوں اپنی خواب گاہ میں آ گئے۔ پارس نے اس کے قریب بیٹھ کر ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ حیرانی سے بولی۔ "کیا اب تمہیں شرم نہیں آ رہی ہے؟"

"بالکل نہیں، کیونکہ سائنس دان صاحب نے کہا تھا کہ شادی کے بعد اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑنے میں شرمانا نہیں چاہیے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "تمہیں سائنس دان نے یہ بھی بتایا ہوگا کہ بیوی کے پاس آنے سے پہلے اُسے کچھ تحفہ دیا جاتا ہے۔"

"ہاں، تم جو کہو گی وہ دوں گا۔"

سمارتھا نے تکیے کے نیچے سے ایک فائل نکالی۔ اس میں چند کاغذات تھے۔ پارس نے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

"یہ تمہارے کاروباری کاغذات ہیں، اگر تم ان کاغذات پر دستخط کر دو گے تو میں تمہارے تمام کاروبار کی مالکہ بن جاؤں گی۔ ایک شوہر اپنی بیوی کو اس سے بڑھ کر اور کیا تحفہ دے سکتا ہے۔"

"عقل مند شوہر تحفے میں اپنا کاروبار نہیں دیتا۔ کاروبار کی آمدنی دیتا ہے۔ میرے کاروبار سے جو آمدنی ہوا کرے گی آخر تم ہی اسے خرچ کیا کرو گی۔ پھر یہ کاغذات رکھ کر مجھ سے سوتے بازی کیوں کر رہی ہو؟"

"تم اسے سودے بازی سمجھتے ہو لیکن میں اس میں اپنا تحفظ سمجھتی ہوں۔ تمہارا دماغ کبھی نارمل رہتا ہے اور تم کبھی ایب نارمل ہو جاتے ہو، ایسی حالت میں کاروبار پوری طرح سنبھال نہیں سکو گے۔ یہ کاروبار میرے ہاتھ میں ہوگا تو میں اچھی طرح دیکھ بھال کروں گی اور اسے ترقی بھی دوں گی۔"

"دیکھو کاروبار کوئی سمجھ دار آدمی ہی چلا سکتا ہے اور میری سمجھ داری کا ثبوت یہ ہے کہ میں ان کاغذات پر دستخط نہیں کروں گا۔"

سمارتھا نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔ "پھر میں تمہارے پاس نہیں آؤں گی۔ تم سے محبت نہیں کروں گی۔"

"میں تمہیں پہلی اور آخری بار سمجھا رہا ہوں، میرے ساتھ محبت سے پیش آؤ گی تو محبت ملے گی۔ مجھ سے نرمی کا سلوک کرو گی۔ تو میں بھی تمہارے لیے بہت پیار کرنے والا شوہر

ثابت ہوں گا۔ اگر تم بدمزاجی دکھاؤ گی اور مجھے طیش دلاؤ گی، تو میرے طیش میں آنے کے بعد کیا انجام ہوتا ہے، یہ تم اپنے پورے میکے والوں کے ساتھ دیکھ چکی ہو۔"

"میں تمہیں طیش دلانا نہیں چاہتی۔ انصاف کی بات کر رہی ہوں۔ میں تمہارے ساتھ زندگی گزاروں یا نہ گزاروں۔ اس کا فیصلہ صرف میں ہی کر سکتی ہوں۔"

"تم غلط کہہ رہی ہو۔ اب یہ فیصلہ تمہارے ہاتھ سے نکل چکا ہے، تم میری بیوی بن گئی ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے پھر ہاتھ پکڑا تو وہ ہاتھ چھڑا کر اسے مارنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی پارس نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ جڑ دیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ آدھی رات ہو چکی تھی۔ بیٹی کی چیخ سن کر ماں باپ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ چچا سام نے بھی آ کر کہا۔ "یہ تو سمارتھا کی چیخ ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسری، پھر تیسری چیخیں سنائی دیں۔ وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے بلکہ بھاگتے ہوئے ڈان مورس کے بیڈروم کے سامنے پہنچے۔ پھر دروازے پر دستک دی۔ ٹام نے کہا۔ "سمارتھا! کیا بات ہے؟"

اُس کی ماں نے کہا۔ "بیٹی، میں نے تمہاری چیخ سنی ہے، تم خیریت سے تو ہو؟"

پارس نے ایک دھڑاکے سے دروازہ کھولا۔ پھر غصے سے انہیں دیکھتے ہوئے ان کی طرف فائل بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ رہے کاروباری کاغذات۔ انہیں سنبھال لو۔"

اُس نے پھر دروازہ بند کر دیا۔ ٹام مورس اور سام مورس اور سمارتھا کی ماں خوشی سے بغلیں اٹھے۔ انھوں نے جلدی سے فائل کھول کر دیکھا۔ کاغذ اُلٹ پلٹ کرنے لگے۔ کسی پر دستخط نہیں تھے۔ خوشی جتنی تیزی سے آئی تھی، اُتنی ہی تیزی سے رخصت ہو گئی۔ ان سب کے منہ لٹک گئے۔ پھر سمارتھا کی ماں نے وہ فائل ایک طرف غصے سے پھینکتے ہوئے کہا۔ "ہم بازی ہار رہے ہیں۔ تم نے دولت کے لالچ میں بیٹی ایک قصائی کے حوالے کر دی ہے۔"

وہ تینوں دروازے سے کان لگا کر سننے لگے۔ انھیں کبھی کبھی کچھ سنائی دیتا تھا۔ بہت توجہ سے سننے کی ضرورت پیش آ رہی تھی، وہ بڑی دیر تک بے چینی میں مبتلا رہے پھر اچانک ہی انھیں موسیقی سنائی دی۔ تب اُن کی سمجھ میں آیا کہ دروازے کے قریب ہی ریڈیو رکھا ہوا ہے اور اُس میں سے آوازیں آ رہی ہیں۔

وہ تینوں دُور ہٹ گئے۔ گھور گھور کر اس دروازے کو یوں دیکھنے لگے جیسے ابھی اسے توڑ کر اندر گھس جائیں گے اُن کے دماغ نے شرارت سے وہ ریڈیو دروازے کے قریب لا کر رکھ دیا تھا تاکہ اندر کی آواز سنائی نہ دے اور سسرال والے مع نمک ریڈیو پروگرام سنتے رہیں۔

دوسری صبح ناشتے پر انھوں نے اپنی بیٹی اور داماد کا انتظار کیا۔ دونوں میں سے کوئی نہیں آیا۔ سام مورس نے ایک ملازم سے کہا۔ "جاؤ اور ڈان صاحب کے دروازے پر دستک دو۔ اُن سے کہو کہ ناشتے پر انتظار ہو رہا ہے۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے گیا، پھر تھوڑی دیر بعد آ کر بولا۔ "صاحب نے کمرے میں ناشتا لانے کو کہا ہے۔"

سمارتھا کی ماں نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "میرا دل گھبرا رہا ہے۔ مجھے ہم کمزور اور بزدل سمجھتے تھے وہ قصائی بن چکا ہے۔ اُس نے یقیناً میری بیٹی کو مار ڈالا ہے اور اُس کی لاش کے پاس بیٹھا ناشتا کر رہا ہے۔"

ٹام نے جھنجلا کر کہا۔ "کیوں بکواس کر رہی ہو، کیا وہ ہماری بیٹی کو مار ڈالنے کے بعد اتنی آسانی سے یہاں رہ سکتا ہے؟ کیا اُسے قانون کا ڈر نہیں ہے؟ مانا کہ وہ شہ زور بن گیا ہے لیکن قاتل نہیں بن سکتا۔"

سمارتھا کی ماں نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "میں ناشتا نہیں کروں گی۔ پہلے اپنی بیٹی کی خیریت معلوم کروں گی۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی ڈائننگ روم سے نکل گئی اور ڈان کے کمرے کے سامنے آئی۔ دروازے پر دستک دی پھر کہا۔ "سمارتھا! میں تمہاری ماں ہوں۔ ہمیں ایک بجے کی فلائٹ سے تل ابیب جانا ہے۔ کیا تم نے اپنا سامان پیک کر لیا ہے؟"

دروازہ کھلا۔ پھر پارس نے بھانک کر کہا۔ "ہم نے اپنا تمام سامان پیک کر لیا ہے۔ ہمیں فلائٹ کا وقت معلوم ہے، ہم دو گھنٹے پہلے ایئرپورٹ پہنچ جائیں گے۔"

"میں اپنی بیٹی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے اُسے کل سے نہیں دیکھا ہے۔"

"تو آپ سیدھی طرح اپنا مقصد بیان کریں۔ ہمیں فلائٹ کا وقت کیوں بتا رہی ہیں۔ اندر تشریف لے آئیے۔"

پارس نے دروازہ پوری طرح کھول دیا۔ وہ تیزی سے اندر آئی۔ پھر اپنی بیٹی کی طرف دیکھا۔ وہ پلنگ کے سرے پر بیٹھی ناشتا کرنے میں مصروف تھی۔ اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ آنکھوں میں ایسا خمار تھا جیسے پوری بوتل پی ہو۔ اُس نے مسکرا کر کہا۔ "ہیلو ممی!"

ماں نے قریب پہنچ کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم نشے میں ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "ہاں، ڈان کے پیار کا نشہ ہے۔ آپ پریشان کیوں ہیں؟"

"تم بیمار بیمار سی لگ رہی ہو۔"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ آرام سے باتیں کریں اور روانگی کی تیاری کریں۔"

"بیٹی، روانگی سے پہلے تمہارے ڈیڈی تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "میں سمجھ گئی، سب سمجھ گئی۔ آپ لوگ کاروباری کاغذات پر ڈان کے دستخط کرانا چاہتے ہیں، مگر نہ کریں، ڈان دستخط کر دیں گے لیکن ابھی نہیں، تل ابیب پہنچنے کے بعد۔ اب آپ جائیں، ہمیں ڈسٹرب نہ کریں۔"

ماں کو وہاں سے جانا پڑا۔ اُس نے ٹام اور سام کے پاس آ کر کہا۔ "بیٹی ہاتھ سے نکل رہی ہے۔ پتا نہیں گھر سے فرار ہونے کے بعد اس کم بخت میں ایسی کیا تبدیلیاں آ گئی ہیں۔ وہ کچھ جادوگر بن گیا ہے۔ پہلے تو کمزور سے شہ زور ہوا، اب ایسا لگتا ہے جیسے اپنا ٹائٹل کرنا جانتا ہو۔ میری بیٹی کو اپنی معمولہ بنا چکا ہے۔ وہ بڑی بے پروائی سے کہہ رہی ہے کہ کاروباری کاغذات پر دستخط ہو جائیں گے لیکن تل ابیب پہنچنے کے بعد۔"

سام نے کہا۔ "یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ کیا ہم تل ابیب پہنچنے کا پروگرام منسوخ کر دیں؟"

ٹام مورس نے کہا۔ "ہمارے منسوخ کرنے سے کیا ہو گا۔ سمارتھا اُس کی بیوی بن چکی ہے۔ وہ اُسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔ ہم یہاں رہ کر کیا کریں گے، ہمیں ہر حال میں جانا ہی ہو گا۔"

دن کے ایک بجے وہ قافلہ تل ابیب کے لیے روانہ ہو گیا۔ طیارے میں پارس اور ٹام کا سامنا ہوا تو اُس نے پوچھا۔ "آپ کون ہیں؟"

ٹام نے حیرانی سے کہا۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو، تم اپنے انکل ٹام کو نہیں جانتے۔ اب میں تمہارا صرف انکل ہی نہیں، تمہارا سُسر بھی ہوں۔"

پارس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر کہا۔ "پتا نہیں، مجھے کیا ہو رہا ہے۔ میں بہت سی باتیں بھولتا جا رہا ہوں، شاید اسی دوا کاری ایکشن ہے۔"

پارس نے اپنی یادداشت کمزور کرنے کا یہ چکر اس لیے چلایا تھا کہ کہیں ڈان کے ننھیال والوں کو پہچاننے میں غلطی نہ ہو جیسے اس نے ننھیال والوں کے ایک ایک فرد کی تصویریں اچھی طرح دیکھ لی تھیں۔ اُن کے متعلق ڈان سے بہت کچھ معلوم کر چکا تھا۔ اس کے بعد بھی کوئی بھول چوک ہوتی تو وہ قابلِ معافی ہوتا کیونکہ ڈان کی دماغی کمزوری کو سب جانتے تھے۔

وہ تل ابیب پہنچ گئے۔ پارس نے طیار سے کی سیڑھی سے اُتر کر اسرائیل کی سرزمین پر قدم رکھا۔ پھر چند لمحوں کے لیے رُک گیا۔ اپنے تصوّر میں شیبا کو دیکھا۔ پھر دل ہی دل میں کہا۔ "شیبا، میں آ گیا ہوں۔ آج میرے قدم اس سرزمین پر ہیں جہاں آپ کو دفن کیا گیا ہے۔ آج سے اس ملک کے لوگوں کا سکون اور اطمینان دفن ہوتا رہے گا۔ بلائنڈ کلب کے چند قاتلوں کو مار ڈالنے سے میرے انتقام کی پیاس نہیں بجھے گی۔ پہلے ان بدبختوں نے آپ کو قتل کیا پھر آپ کی بہو کو اغوا کرنے کی کوشش کی، میں انھیں بتاؤں گا کہ پرائی بہو اور بیٹی والوں کی بھی عزت اور غیرت ہوتی ہے۔ آپ کی ممتا کی قسم، آج سے یہ لوگ سکون کی نیند نہیں سو سکیں گے۔"

سمارتھا نے پیچھے سے آ کر پوچھا۔ "یہ تم رک کیوں گئے؟"

وہ چونک کر بولا۔ "اُں، کچھ نہیں۔ مجھے یہاں کے لوگوں کی سانسیں رکتی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس لیے رک گیا تھا، چلو۔"

وہ سمارتھا کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر آگے بڑھ گیا۔ ذرا تڑ گیلری میں ڈان مورس کے ننھیال سے تعلق رکھنے والے کئی افراد آئے تھے۔ اُن میں خاص طور پر ڈان کے نانا تھے جنھیں پارس نے دیکھتے ہی پہچان لیا تھا۔ پھر فوراً ہی آگے بڑھ کر گلے لگ گیا

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

روگ جب بیماری

قیمت ۱۰/- روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/- روپے

- ایک ایسے بیماری کی داستان جو صدیوں پہلے مگر لیا تھا لیکن اس کی وحشت ناک کے تہہ خانے میں اب بھی حالت میں موجود تھی۔
- سرنگا ماٹ کے علاقے پاس مرد و بیماری کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ پھر سے زندہ ہو کر آ گئے تھا۔
- ایک مظلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آ کر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کر لیں۔
- وہ طاقتور ترین شخص بن گیا لیکن ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔

بدی کی طاقتیں کیا ہیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟

ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کہانی کی شکل میں دستیاب ہے۔

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

انکا (مکمل، دو حصے)	اقابلا (مکمل، دو حصے)	غلام زوصیں (مکمل)
قیمت فی حصہ ۱۵ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے	قیمت فی حصہ ۱۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے	قیمت ۱۵ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ۵ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۵

تھا گلے لگتے ہی نانا کے پیچھے ایک حسین دوشیزہ دکھائی دی۔ وہ جتنی حسین تھی اُتنی ہی اُداس اُداس سی تھی۔ اُس کی اُداسی نے اُس کے حُسن کو اور مسحور کُن بنا دیا تھا۔ اُس لڑکی کے آس پاس دو جوان کھڑے ہوئے تھے اور وہ دونوں سام مورس اور ٹام مورس کو گھور کر دیکھ رہے تھے۔ نانا نے اُس کی پیشانی کو چُوم کر کہا۔ "آؤ بیٹے! اپنے عزیزوں سے ملاقات کرو، تمہاری تو بھولنے کی عادت ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں اب تمہارا ذہن کیسا ہے۔ ذرا ان سب کو پہچانو تو؟"

پارس نے کہا۔ "نانا! مَیں نے آپ کو پہچان لیا۔۔۔ کیا یہ ثبوت کافی نہیں ہے؟"

نانا نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "تم میری بیٹی کے بیٹے ہو بھلا مجھے کیسے بھول سکتے ہو۔ اچھا یہ بتاؤ، یہ کون ہے؟"

وہ ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو دکھا رہا تھا۔ پارس نے کہا۔ "یہ ہمارے چھوٹے نانا یعنی آپ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ یہ ہماری چھوٹی نانی ہیں اور یہ دونوں جوان چھوٹے نانا کے صاحبزادے ہیں اور ان کے درمیان کھڑی ہوئی یہ لڑکی نینسی ہے۔ ہمارے چھوٹے نانا کی صاحبزادی کی صاحبزادی۔"

اُس کے نانا نے خوش ہو کر کہا۔ "بھئی جواب نہیں ہے۔ تمہاری یادداشت تو بہت اچھی ہو گئی ہے۔ تم نے سب کو پہچان لیا ہے۔"

لڑکی کے پاس کھڑے ہوئے جوان نے کہا۔ "لیکن یہ بھول گئے کہ نینسی ان کی منگیتر تھی۔"

پارس نے چونک کر نینسی کو دیکھا پھر حیرانی سے سمار تھا کو دیکھ کر بولا۔ "کیوں سمار تھا، تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ نینسی میری منگیتر تھی۔ تم نے یہ جانتے ہوئے بھی مجھ سے شادی کیوں کی؟"

اُس کے نانا نے اُس کے شانے کو تھپک کر کہا۔ "بیٹے! یہ گھریلو مسائل ہیں اور یہ گھر نہیں ہے۔ ایئرپورٹ کی عمارت ہے۔ چلو یہاں سے۔"

وہ عمارت کے ایک حصّے سے گزرنے لگے۔ اچانک ہی ایک شخص تیزی سے دوڑتا ہوا نظر آیا۔ وہ دوڑ لگاتا ہوا اُدھر آ رہا تھا جدھر سے طیارے کے مسافر گزر رہے تھے۔ ان مسافروں میں ڈان مورس کا پورا خاندان موجود تھا۔ اس دوڑنے والے شخص کے پیچھے مسلح سپاہی اور افسران دکھائی دے رہے تھے۔ ایک افسر للکارتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "رُک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

بھاگنے والا نادان نہیں تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اگر مسافروں کی بھیڑ میں اُسے گولی نہیں مار سکے گا۔ کیونکہ نشانہ چوکنے پر مسافر کی موت واقع ہو سکتی تھی۔ ان آگے پیچھے بھاگنے والوں کو دیکھ کر مسافروں میں بھی بھگدڑ مچ گئی۔ سب اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ پارس بوڑھے نانا کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کر ایک طرف دوڑ لگا رہا تھا۔ اُسی وقت سمار تھا کی چیخ سنائی دی۔ سمار تھا نے نانا کو ایک دیوار کی آڑ میں کھڑا کرنے کے بعد جیسے ہی دیکھا تو سمار تھا اُس بھاگنے والے کی گرفت میں تھی۔ وہ اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگا کر کہہ رہا تھا۔ "خبردار! اگر کوئی میرے قریب آئے گا تو مَیں اسے گولی مار دوں گا۔"

پولیس والے دو قدم ہی رک گئے تھے۔ مسافر بھی دور دور تھے۔ فرار ہونے والے کے سامنے کھلا میدان تھا۔ وہ آہستہ آہستہ ایک طرف بڑھنے لگا۔ وہ دو نوجوان جو نینسی کے آس پاس نظر آئے تھے وہ رشتے میں نینسی کے ماموں تھے۔ اُن میں سے ایک ماموں نے ٹام مورس کو دیکھ کر حقارت سے کہا۔ "تم نے میری بھانجی نینسی کے خلاف سازش کی تھی اپنی بیٹی کو چُپ چاپ ڈان سے بیاہ دیا۔ اب دیکھو موت تمہاری بیٹی کے کتنے قریب ہے۔"

ٹام مورس نے غصّے سے کہا۔ "یُو شٹ اپ! وہ میری بیٹی کو نہیں مارے گا۔ صرف یرغمال بنا کر لے جا رہا ہے۔"

نینسی کے ماموں نے کہا۔ "میں اُسے صرف یرغمال بنا کر لے جانے کا موقع نہیں دوں گا۔ خود مداخلت کروں گا تو وہ تمہاری بیٹی کو گولی مارے گا۔"

نانا نے کہا۔ "کیا تم پاگل ہو گئے ہو، وہ فرار ہونے والا سمار تھا کی جان ضرور لے گا۔ ساتھ ہی تمہیں بھی مار ڈالے گا۔"

ماموں نے کہا۔ "مَیں نے اپنی بہن کو زبان دی تھی کہ میرے بھانجی کی شادی ڈان مورس سے ہو گی۔ مَیں زبان ہارنے والا نہیں ہوں۔ آج میری وہ بہن دنیا میں نہیں ہے۔ مَیں بھی اپنی بھانجی کے لیے جان دے کر بہن کے پاس چلا جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی وہ اپنی جیب سے ریوالور نکال کر چلانے لگا۔ ہوا فرار ہونے والے سے کچھ فاصلے پر پہنچ گیا۔ پھر للکارتے ہوئے بولا۔ "خبردار! مَیں تمہارے جیسے مجرموں کو فرار ہونے کا موقع نہیں دوں گا۔ پولیس والے قانون سے مجبور ہیں۔ یہ کسی شہری کی جان کو خطرے میں ڈال کر تمہیں گرفتار نہیں کریں گے لیکن میں پولیس والا نہیں ہوں۔ مَیں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اُس نے ہٹائیں سے گولی چلائی۔ پتا نہیں اُس نے کس پر گولی چلائی تھی۔ سمار تھا پر یا اُس فرار ہونے والے پر۔ لیکن گولی سمار تھا کو ہی لگی۔ اُس کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور اُس کی زندگی کی آخری چیخ تھی۔ دوسری بار ٹھائیں سے گولی کی آواز سنائی دی۔ اس بار فرار ہونے والے نے نینسی کے ماموں کو نشانہ بنایا تھا۔ پھر وہ پلک جھپکتے ہی چھلانگیں لگاتا ہوا مسافروں کی بھیڑ میں دوبارہ پہنچ گیا تھا۔ یہ محض اتفاق نہیں تھا کہ اُس نے نینسی کے ماموں کا تعاقب کیا تھا۔ اس نے بھیڑ میں پہنچتے ہی پارس کی گردن دبوچ لی اور اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے بولا۔ "اب مَیں اس جوان کو گولی مار دوں گا۔"

اچانک ٹام مورس کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ پہلے بیٹی کی موت پر رو رہا تھا۔ اب قہقہے لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "دیکھو، دیکھو، دیکھو! اپنی بیٹی کی جان لی، اب جس کی خاطر جان لی گئی اُسی کی جان خطرے میں ہے۔ اب ڈان مورس مرے گا تو دولت اور جائیداد کے سارے جھگڑے مُک جائیں گے۔"

پارس نے جان بوجھ کر اپنی گردن اُس فرار ہونے والے کے بازو میں پھنسا رکھی تھی، ورنہ پلک جھپکتے ہی وہ اس سے نجات حاصل کر سکتا تھا۔ اور اُسے اٹھا کر پولیس والوں کی طرف بھاگ بھی سکتا تھا۔ ایک پولیس آفیسر کہہ رہا تھا۔ "جمال بن مصطفےٰ، تم حکومت کے باغی ہو، فرار ہونے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔ فی الحال بھی جا سکتے ہو، اسرائیل کی زمین تمہارے لیے تنگ ہو گی۔ ہر بار موت تمہارے تعاقب میں ہو گی۔ ہم تمہیں سمجھا رہے ہیں بے گناہ مسافروں کی زندگیوں سے مت کھیلو۔ خود کو قانون کے حوالے کر دو۔"

اس فرار ہونے والے کا نام جمال بن مصطفےٰ تھا۔ اُس نے ریوالور کی نال پارس کی کنپٹی سے ہٹا کر اُس کا رُخ بولنے والے افسر کی طرف کیا۔ پھر کہا۔ "مَیں تمہاری دھمکیوں میں آنے والا نہیں ہوں۔ تم مجھے باغی کہتے ہو، مَیں حبّ الوطن ہوں۔ مَیں اس زمین کا بیٹا ہوں، فلسطینی مجاہد ہوں، جہاد کرتے کرتے جان دوں گا۔ مگر میں سر نہیں جھکاؤں گا۔"

جس وقت وہ ریوالور آگے بڑھا کر اس افسر کو نشانے پر رکھ رہا تھا اور بول رہا تھا اُس وقت پارس ریوالور کے چیمبر کو دیکھ رہا تھا۔ ٹریگر دبانے کے بعد چیمبر جس سمت گھومنے والا تھا اُس خانے میں کوئی بُلٹ نہیں تھی۔ اس کے بعد کے چیمبر والے خانے میں نال تھے۔

پارس نے آہستگی سے کہا۔ "جمال بن مصطفےٰ! تم حبّ الوطن ہو لیکن اندھی بن کے باعث جان سے جاؤ گے۔ پتا نہیں تم کہاں سے اور کب سے گولیاں چلاتے آ رہے ہو۔ تم نے یہ حساب نہیں رکھا کہ چھ گولیاں چلا چکے ہو اور تمہارے ریوالور کا چیمبر خالی ہے۔"

جمال بن مصطفےٰ نے بوکھلا کر پہلے ریوالور کو پھر پارس کو دیکھا۔

پارس نے جلدی سے کہا۔ "دیکھو، اپنی بدحواسی ظاہر نہ کرنا۔ اسی طرح ڈٹے رہو اور مجھے آہستہ آہستہ عمارت کے باہر لے چلو۔"

اُس نے پارس کے مشورے پر عمل کیا۔ ریوالور کی نال اُس کی کنپٹی پر رکھ کر آہستہ آہستہ عمارت کے باہر آ گیا۔ پولیس والے کنپٹی پر رکھ کر آہستہ آہستہ عمارت کے باہر آ گیا۔ پولیس والے اُس کے پیچھے پیچھے تھے لیکن اُن کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ ڈان مورس کا نانا اور اُس کے خاندان کے دوسرے لوگ ہاتھ ہلا ہلا کر پولیس والوں سے کہہ رہے تھے۔ "پلیز گولی نہ چلانا۔ ہمارا نواسہ یہاں بہت عرصے بعد آیا ہے۔ اس کی جان خطرے میں ہے۔ فار گاڈ سیک! گولی نہ چلانا۔"

عمارت کے باہر پولیس کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں بھی مسلح سپاہی تھے۔ جمال بن مصطفےٰ نے کہا۔ "خبردار! کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ سب دُور چلے جاؤ۔ گاڑی چھوڑ دو، ورنہ اس نوجوان کو گولی مار دوں گا۔"

وہ سب اپنے افسر کے حکم سے گاڑی چھوڑ کر دُور چلے گئے۔ اُس نے اسٹیئرنگ سیٹ کے پاس آ کر پارس سے کہا۔ "جوان، تم ڈرائیو کرو گے اور مَیں پچھلی سیٹ پر بیٹھوں گا۔"

پارس نے کہا۔ "اس گاڑی کو لے جانے کی حماقت نہ کرنا۔ مَیں نے کن انکھیوں سے دیکھ لیا ہے، ایندھن کا کانٹا بتا رہا ہے، پیٹرول بہت تھوڑا ہے۔ کوئی دوسری گاڑی پکڑو۔"

اُس نے دوسری گاڑی پکڑی۔ اُس کے ڈرائیور کو کھینچ کر باہر نکالا پھر پارس کو اُس میں بیٹھنے کے لیے کہا۔ پارس نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی اور وہ پچھلی سیٹ پر آ گیا۔ پولیس والے دُور سے دیکھ رہے تھے کہ اُس نے پارس کو نشانے پر لے رکھا ہے۔ وہ ایئرپورٹ کے احاطے سے نکل کر ایک شاہراہ پر پہنچ گئے۔

جمال بن مصطفےٰ نے پیچھے گھوم کر دیکھا۔ بہت دُور پولیس کی گاڑی دکھائی دے رہی تھی۔ پارس نے کہا۔ "اپنا ریوالور میری سیٹ کی پشت سے اس طرح باندھو کہ نال میرے سر سے یا گردن سے لگتی رہے۔ مَیں تعاقب کرنے والوں کو ڈاج دے کر گاڑی کسی گلی میں لے جاؤں گا۔ تم دروازہ کھول کر نکل جانا۔"

وہ اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ ریوالور کو سیٹ کی پشت سے باندھتے ہوئے بولا۔ "جوان! تم مجھے شدید حیرانی میں مبتلا کر رہے ہو۔ مَیں جانتا ہوں تم ایک یہودی اور اب یہ کے نواسے ہو، یقیناً تم بھی یہودی ہو لیکن ایک مسلمان کی مدد کر رہے ہو۔ تم چاہتے تو مجھے وہیں گرفتار کرا سکتے تھے۔ پھر تم نے مجھے پولیس کی گاڑی میں جانے سے روکا کیونکہ اُس میں ایندھن نہیں تھا۔

تمھاری حاضر دماغی کا جواب نہیں۔ تم نے میرے ریوالور کے چیمبر کو بھی دیکھ لیا اور ایندھن کے کانٹے کو بھی پڑھ لیا۔ میں فلسطینی مجاہد ہوں۔ تم یہودی ہو کر بھی آخر میری مدد کیوں کر رہے ہو؟"

پارس نے پوچھا: "تم میری داستان سننا چاہو گے یا اپنی جان بچانے کی فکر کرو گے؟"

"مجھے اپنی جان کی فکر نہیں ہے۔ ہم مجاہد جانتے ہیں، آنے والا کوئی بھی پل ہمارے لیے شہادت کا مرتبہ لا سکتا ہے۔ میں تمھارے متعلق ضرور جاننا چاہوں گا۔"

"اگر خدا کو منظور ہوا اور آئندہ کبھی ملاقات ہوئی تو اپنے بارے میں ضرور بتاؤں گا۔ فی الحال ایک وعدہ کرو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں تم اپنے سائے کو بھی یہ نہ بتانا کہ میں جان بوجھ کر تمھارا شکار بنا ہوا تھا اور میں نے تمھاری مدد کی تھی۔"

"ہاں میں سمجھتا ہوں، اگر پولیس والے یا انٹیلی جنس والے یہ سن لیں گے کہ تم نے میری مدد کی تھی تو وہ تمھیں فوراً گولی مار دیں گے۔"

پارس نے کار ایک گلی میں موڑ دی۔ تھوڑی دور تک ڈرائیو کرتا ہوا گیا۔ پھر رفتار سست کرتے ہوئے بولا: "اب یہاں سے نکل جاؤ۔ پچھلا دروازہ اچھی طرح بند کر دو۔"

اُس نے گاڑی ایک جگہ روک دی۔ وہ فوراً باہر نکلا۔ پھر دروازے کو بند کرتے ہوئے بولا: "صرف اتنا بتا دو کیا تم مسلمان ہو؟"

پارس نے کہا: "الحمدللہ۔" پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ اس گلی سے شاخ در شاخ گزرتا ہوا پھر ایک شاہراہ پر پہنچا تو پولیس کی گاڑیوں نے اسے دونوں طرف سے روک لیا۔ چار پولیس والے بُلٹ پروف لباس پہنے ہوئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہے تھے: "جمال بن مصطفےٰ! خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو۔ ایک نوجوان کی زندگی سے نہ کھیلو۔ اس بار ہم تمھیں بچ کر نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

کار کی طرف آنے والے رُک گئے۔ ایک نے ذرا جُھک کر کار کے اندر دیکھتے ہوئے کہا: "ارے، اندر تو کوئی نہیں ہے؟"

وہ سب تیزی سے دوڑتے ہوئے پارس کے پاس آئے۔ پھر ایک نے پوچھا: "جمال بن مصطفےٰ کہاں ہے؟"

پارس نے سہمے ہوئے انداز میں پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔ کار کی دوسری کھڑکی سے جھانک کر اندر دیکھنے والے سپاہی نے کہا: "سر، یہاں مجرم نہیں ہے لیکن اس کا ریوالور سیٹ کی پشت سے بندھا ہوا ہے اور یہ جوان سمجھ رہا ہے کہ مجرم پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔"

افسر نے تیزی سے قریب آ کر پوچھا: "وہ کہاں گیا؟"

سیٹ کی پشت سے بندھے ہوئے ریوالور کو نکال کر پارس کے سامنے لایا گیا۔ اسے یقین دلایا گیا کہ مجرم پیچھے نہیں ہے، جب اس نے کہا: "مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں تو سمجھ رہا تھا، وہ پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔"

"تمھیں کچھ تو خبر ہو گی، وہ کس طرح نکل کر گیا، اس نے دروازہ ضرور کھولا ہو گا؟"

پارس نے کہا: "اس نے مجھے ایک جگہ گاڑی روکنے کا حکم دیا تھا اور کہا تھا، وہ سیٹ پر بیٹھے بیٹھے دروازے کو کھولے گا اور بند کرے گا اور یہ دیکھے گا کہ میں پیچھے پلٹ کر دیکھ رہا ہوں یا نہیں۔ اگر دیکھوں گا تو وہ مجھے گولی مار دے گا۔ لہٰذا میں سیدھا اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا رہا، سامنے دیکھتا رہا۔ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور بند کیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ میں گاڑی آگے بڑھاؤں۔ میں نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ گاڑی سے باہر نکل کر دروازے کو بند کر رہا ہے اور کھڑکی سے اندر جھانک کر حکم دے رہا ہے کہ میں گاڑی آگے بڑھاؤں۔ میں بھلا کیا کر سکتا تھا۔ میں تو سمجھ رہا تھا، ابھی تک وہ میرے پیچھے ہے۔"

پارس کو پولیس اسٹیشن پہنچایا گیا۔ وہیں اس کے نانا اسے لینے آ گئے۔ ضروری کارروائی کے بعد اسے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ جب وہ گھر پہنچا تو وہاں ماتمی سکوت چھایا ہوا تھا۔ گھر میں دو لاشیں تھیں۔ ایک سمار تھا کی لاش اور دوسری نینسی کے ماموں کی لاش۔ وہ دونوں آپس کی دشمنی میں مارے گئے تھے اور آپس میں دشمنی کرنے والے وہیں ایک ہی گھر کے احاطے میں بیٹھ کر ماتم کر رہے تھے۔

دوسرے دن ڈان مورس کے نانا نے ٹام مورس سے کہا: "میں اپنے خاندان سے دشمنی رکھنے والوں کو گھر میں برداشت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا تم لوگوں کے لیے ہوٹل میں رہائش کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ وہاں جاؤ اور پہلی فلائٹ سے نیو ایبے چھوڑ دینے کی کوشش کرو۔ میں نے کل رات اپنا ایک آدمی استنبول بھیج دیا ہے۔ وہ ڈان کے باپ کا کاروبار سنبھال لے گا۔ تم وہاں جا کر مداخلت نہیں کرو گے۔ اگر کرو گے تو تمھارے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔"

ٹام مورس اپنی بیوی اور بھائی سام مورس کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ وہ بُری طرح بازی ہار چکا تھا۔ بازی جیت لینے کے لیے جس بیٹی کا سہارا تھا، اب وہ دُنیا میں نہیں رہی تھی۔

ڈان مورس کے نانا بہت بڑی اسٹیل مل کے مالک تھے۔ اس مل میں ڈان کے باپ کا حصّہ بھی تھا۔ اب تو نانا کی طرف سے بھی اسے حصّہ ملنے والا تھا۔ شرط یہی تھی کہ نینسی سے شادی کی جائے۔ پارس کو شادیاں کرنے سے دلچسپی نہیں تھی۔ نہ ہی وہ اس مقصد کے لیے آیا تھا کہ سمار تھا سے شادی کرے، وہ مر جائے تو نینسی کو اپنا لے۔ نینسی کے بعد پھر کسی اور کی باری آئے۔ وہ تو وہاں کے تمام اعلیٰ عہدے داروں اور ذمّے دار افسروں کی نیندیں اُڑانے آیا تھا اور اس کے لیے تدبیریں سوچ رہا تھا کہ ایسے افراد تک کس طرح پہنچنا چاہیے۔

ڈان کے نانا تک پہنچنے کے بعد دشمنوں تک پہنچنا قدرے آسان ہو گیا تھا۔ ان کے اسٹیل مل سے فوجی افسران کا تعلق تھا۔ اس مل میں جدید رائفلوں کی نالیں اور دستے کا اندرونی ڈھانچا تیار ہوتا تھا۔ پھر اس رائفل کے اندرونی ڈھانچے کو اسلحہ ساز فیکٹری میں بھیجا جاتا تھا۔ پارس نے نانا سے کہا: "میں اسٹیل مل دیکھنا چاہتا ہوں اور وہاں کے کاروبار کو سمجھنا چاہتا ہوں۔"

اس کے نانا نے خوش ہو کر کہا: "میرے لیے اس سے بڑی بات اور کیا ہو گی کہ تم وہاں کا کاروبار سمجھو گے اور کاروبار سنبھالو گے۔ مجھے بڑھاپے میں آرام کرنے کا موقع دو گے۔"

جب وہ اسٹیل مل پہنچا تو نینسی وہاں موجود تھی، مسکرا کر بولی: "میں نے بھی کچھ کاروبار سیکھا ہے اور کچھ تمھارے ساتھ گھوم پھر کر سیکھ لوں گی۔"

پارس نے کہا: "ہاں، کاروبار میں عورت ساتھ ہو تو یہاں بھی گھر جیسا ستور ہونا چاہیے۔ یعنی مل کے اندرونی معاملات کو تم سنبھالو، بیرونی معاملات سے میں نمٹ لیا کروں گا۔"

وہ قریب آ کر بولی: "معاملات اندرونی ہوں یا بیرونی۔ نانا جان کا خیال ہے، ہم دونوں کو ہر جگہ ساتھ رہنا چاہیے۔ تمھارا کیا خیال ہے؟"

"میں اپنے سائے کو بھی ہمیشہ اپنے ساتھ نہیں رکھتا جب وہ دھوپ میں پیچھا کرتا ہے تو میں سائے میں آ جاتا ہوں۔ روشنی میں پیچھا کرتا ہے تو میں لائٹ آف کر دیتا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "ہم دونوں ارب پتی نانا کے تو اسے اور نواسی ہیں۔ میں دولت کی دھوپ میں تمھارے سائے کی طرح ہوں۔ کیا مجھ سے بچنے کے لیے مفلسی کی چھاؤں میں جانا پسند کرو گے؟"

"اگر تم وعدہ کرو کہ میرا پیچھا چھوڑ دو گی تو میں اپنے حصّے کی دولت اور جائداد تمھارے نام لکھ دوں گا۔"

وہ ایک دم سے بپھر کر بولی: "تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو جلدوں میں

تاریک براعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور بغلی کے مقابلے بڑھا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت —— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا —— شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اُچھالا جاتا تھا عجیب و اخلاقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کیجاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حُسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا —— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

پہلی بار مکمل اور مصوّر انداز میں پیش کی جا رہی ہے

قیمت فی حصّہ -/۲۰ روپے، علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

کیا میں بدصورت ہوں، کیا میں حسین اور اسمارٹ نہیں ہوں، کیا مجھ میں کوئی خامی یا خرابی ہے جو تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟ تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو۔ میں نانا سے شکایت کروں گی۔"

"تعجب ہے! میں ساری دولت اور جائداد تمہارے نام لکھنا چاہتا ہوں اور تم بے عزتی محسوس کر رہی ہو۔"

"ایک حساس اور خوددار عورت یہ برداشت نہیں کرتی کہ کوئی اس پر تھوک کر دولت کی بارش کرے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ تم بہت حسین ہو، بہت اچھی ہو۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ سمارٹ تھا سے جبراً میری شادی ہوئی تھی ورنہ میں شادی کرنے کے حق میں نہیں ہوں۔ ابھی میری تمہاری عمر ہی کیا ہوئی ہے۔ ابھی میں دُنیا دیکھنا چاہتا ہوں اور تنہا رہنا چاہتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ تم سے دور رہتا ہوں۔ تمہیں اس بات کا بُرا نہیں ماننا چاہیے۔"

نینسی نے اُس کی آنکھوں میں دیکھا پھر نظریں جھکا لیں۔ چند سیکنڈ بعد آہستہ آہستہ نظریں اُٹھا کر پھر دیکھا۔ اس کے بعد نظریں جُھکاتے ہوئے بولی۔ "تمہاری آنکھوں میں بلا کی چمک ہے۔ دل کھنچا جاتا ہے۔ ایئر پورٹ پر تمہیں دیکھتے ہی میرا دل بے قابو ہو رہا تھا۔ کیا تم کوئی عمل کرتے ہو؟"

"میں کچھ نہیں کرتا۔ پتا نہیں کیوں، میری آنکھوں میں ایسی چمک ہے جیسی تم بیان کر رہی ہو حالانکہ میں نے کبھی محسوس نہیں کیا۔"

پارس اسے یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ شمع بینی کی مشقوں سے گزرتا رہا ہے۔ کھلی فضا میں مراقبے کے دوران کسی ایک نقطے کو تکتا رہا ہے۔ ایسی مشقوں سے گزرنے والوں کی آنکھیں عجیب انداز میں پُرکشش ہو جاتی ہیں۔ دیکھنے والوں کو اپنی طرف کھینچنے لگتی ہیں۔ اس نے جیب سے سیاہ عینک نکال کر اپنی آنکھوں پر لگاتے ہوئے کہا۔ "اب مجھے دیکھو، تمہاری نظریں نہیں جُھکیں گی۔ تمہارا دل تمہارے ہی پاس رہے گا میری طرف نہیں آئے گا۔"

اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے سیاہ گاگلز کو اس کی جیب میں ٹھونستے ہوئے کہا۔ "تمہاری آنکھیں خوفناک سہی، یہ کچھ کہے سُنے بغیر لُوٹ لیتی ہیں اور میں لُٹنا چاہتی ہوں۔"

بات آگے نہیں بڑھی۔ مینجر نے آکر اطلاع دی۔ "بڑی فوج کے میجر صاحب تشریف لائے ہیں۔"

وہ دونوں مل کے مختلف حصّوں سے گزرتے ہوئے اپنے دفتر میں آئے۔ وہاں میجر، مل کے مینجر وغیرہ پر گرج رہا تھا۔ غصّہ دکھا رہا تھا۔ نینسی کو دیکھ کر ذرا نرم پڑ گیا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میجر! اگر ہمارے آدمیوں سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو میں ان کی طرف سے معافی چاہتی ہوں۔ فرمائیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں یا مجھے نینسی کہتے ہیں۔"

وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے مسکرائی۔ میجر نے اس کا ہاتھ مصافحے کے لیے تھام کر کہا۔ "مجھے میجر رابرٹ کہتے ہیں۔ سُنا ہے، آج کل تم فوج کا آرڈر سپلائی کرتی ہو۔"

"جی ہاں، یہ ڈیوٹی میں نے سنبھال لی ہے۔ اس طرح آپ جیسے قابلِ فخر میجر سے ملاقات کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ ان سے ملیے، یہ مسٹر ڈان مورس ہیں، میرے مشیر بھی ہیں اور میرے بزنس پارٹنر بھی۔"

میجر رابرٹ نے ذرا ناگواری سے پارس کو دیکھا پھر مجبوراً اس سے ہاتھ ملانے کے لیے اسے نینسی کا ہاتھ چھوڑنا پڑ رہا تھا۔ اس نے پارس سے ہاتھ ملایا۔ پھر کہا۔ "میں مال دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

نینسی نے کہا۔ "آئیے، تشریف لائیے۔"

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی مل کے مختلف حصّوں سے گزرتی ہوئی ایک بہت بڑے اسٹور روم میں آئی جہاں فوج کے آرڈر کے مطابق مال تیار رکھا گیا تھا۔ میجر نے ایک رائفل اور ایک اسٹین گن کے آہنی ڈھانچے کو دیکھا۔ یہ رائفلیں اور اسٹین گنیں، اسلحہ سازفیکٹری میں جا کر مکمل ہوتی تھیں۔

وہ اسٹین گنوں اور رائفلوں کو کم دیکھ رہا تھا، نینسی کو زیادہ تک رہا تھا۔ پھر اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "بہت خوبصورت ہے۔"

نینسی نے چونک کر کہا۔ "جی! جی ہاں۔ ہم بڑی خوبصورتی سے مال تیار کرتے ہیں۔"

"مس نینسی! یہ تمہاری ڈیلنگ کا شعبہ ہے، کیا یہ بہتر ہوگا کہ ہم تنہائی میں بیٹھ کر باتیں کریں۔"

نینسی کو یہ بات ناگوار گزری لیکن وہ کاروباری ذہن رکھتی تھی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "مسٹر ڈان مورس کا تعلق بھی اسی شعبے سے ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے مشوروں سے کام کرتے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "نینسی! کیا فرق پڑتا ہے۔ مجھے دفتری ذرا کام بھی ہے۔ تم میجر صاحب سے باتیں کر کے وہاں چلی آؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

پارس اسٹور روم سے باہر چلا آیا۔ دفتر میں آکر بیٹھ گیا۔ اس دفتر میں چاروں طرف بڑے بڑے ٹی وی اسکرین لگے میز کے پاس مختلف بٹن تھے۔ ہر بٹن کو آن کرنے کے بعد

مِل کے مختلف حصّے نظر آتے تھے جہاں مزدور کام کرتے ہتے تھے۔ اس نے دفتر کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا پھر اس نے ایک بٹن کو دبایا تو وہ اسٹور روم نظر آنے لگا۔ نینسی اور میجر دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے آواز کے بٹن کو گھمایا۔ میجر کہہ رہا تھا۔ "تمہارا خیال ہے، میں جذباتی ہو رہا ہوں چلو ہی سہی، تم اتنی حسین اور پُرشباب ہو کہ تمہیں دیکھ کر دل مچل جاتا ہے۔"

نینسی نے کہا۔ "پلیز میجر صاحب! آپ کاروباری باتیں کریں۔"

"کاروباری بات بھی اسی انداز میں ہوگی۔ اگر تم چاہتی ہو کہ تمام مال فوراً پاس ہو جائے اور اس کا بل بھی ادا کر دیا جائے تو میری بات مان لو۔ آج یہ مال ہماری اسلحہ ساز فیکٹری میں جائے گا، کل پورا بل ادا کر دیا جائے گا۔ کم از کم پانچ چھ لاکھ ڈالر کا بل ضرور ہوگا۔ یہ معمولی رقم نہیں ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمہارے ہاتھ میں ہوگی۔ دوسرے الفاظ میں اس رقم میں سے کمیشن مانگتے ہوں گے۔ میں تو صرف تمہیں مانگ رہا ہوں۔"

وہ مُنہ پھیر کر بولی۔ "سوری میجر! میں بازاری نہیں ہوں۔ ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ بل کل ہی ادا ہو جائے۔ میں اس کے لیے مہینوں انتظار کر سکتی ہوں، آئیے۔"

وہ اسٹور روم سے باہر گئی۔ میجر سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بھی اس کے پیچھے چلا گیا۔ اسٹور روم خالی ہو گیا۔ پارس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر آفس کا دروازہ کھول دیا۔ تھوڑی دیر بعد نینسی سرخ، تمتماتا ہوا چہرہ لیے اندر آئی۔ پارس نے کہا۔ "تم ایک اچھی بزنس مین نہیں ہو۔"

وہ غصّے سے بولی۔ "یو شٹ اپ، تم کیا جانتے ہو؟"

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم بہت ہی حسین ہو اور اتنی کشش رکھتی ہو کہ ہر شخص تمہارا مطالبہ کرے گا۔ کیا تم ہر شخص کو غصّہ دکھاتی رہو گی۔ اگر کوئی تمہارا مطالبہ کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ تمہیں جبراً حاصل کر رہا ہے یا تم اس کے سامنے مجبور ہو رہی ہو۔ کیا ایسی کوئی بات ہے؟"

وہ ذرا نرم پڑ گئی پھر بولی۔ "ہاں، ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ پتا نہیں کیوں مجھے غصّہ آگیا تھا۔"

"غصّہ تھوک دو۔ میں میجر سے بات کرتا ہوں۔"

اتنے میں میجر آگیا۔ پارس نے کہا۔ "نینسی! تم جاؤ میں اس سے بات کرتا ہوں۔"

میجر نے ناگواری سے کہا۔ "اب بات کرنے کے لیے کچھ نہیں رہا۔ میں جا رہا ہوں۔ جو مال تم لوگوں نے تیار کیا ہے اس پر مجھے کچھ اعتراضات ہیں۔ میں اس کی رپورٹ اعلیٰ افسران تک پہنچا دوں گا۔"

پارس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ ناحق ناراض ہو رہے ہیں۔ نینسی! پلیز تم جاؤ مجھے باتیں کرنے دو۔"

وہ باہر چلی گئی۔ پارس نے ایک اسکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ذرا اُدھر نظر ڈالیں۔"

میجر نے اُدھر دیکھا۔ خالی اسٹور روم دکھائی دے رہا تھا۔ پھر اس نے سیٹی بجانے کے انداز میں کہا۔ "میں بھول گیا تھا کہ اس کمرے میں بیٹھ کر اسٹیل مل کے ہر حصّے کو دیکھا جا سکتا ہے۔ گویا تم نے میری باتیں سُن لی تھیں۔"

"ہاں، میں نے باتیں سُن لیں اور وہ قابلِ قبول ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔"

میجر ایک آرام دہ کُرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "کافی سمجھدار ہو، بزنس کو اپنے نانا سے بھی زیادہ چمکا دو گے۔"

پارس نے کاغذ اور قلم اسی کی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ مال کی رپورٹ لکھ دیں۔ اسے اپنی طرف سے پاس کر دیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "کیا تم مجھے اناڑی سمجھتے ہو۔ پہلے میرا کام ہوگا۔ آج رات تو مجھے نینسی کو میرے بنگلے پر لے آؤ۔"

"میجر صاحب! وہ ضرور آئے گی لیکن آپ کے بنگلے میں نہیں کیونکہ آس پاس کے دوسرے بنگلوں میں دوسرے فوجی افسران رہتے ہیں اور ہم ایک معزز خاندان سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے خاندان کی کوئی لڑکی رات کے وقت آپ کے بنگلے میں دیکھی جائے۔ کسی ایسی جگہ کا انتخاب کریں جہاں نینسی پر اور ہمارے خاندان پر انگلی اُٹھانے والا کوئی نہ ہو۔"

میجر نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد کہا۔ "یہاں کے مضافاتی حصّے میں ایک ڈاک بنگلا ہے نینسی وہاں آسکتی ہے؟"

"کیا آپ اس بات کی ضمانت دے سکتے ہیں کہ کوئی اس لڑکی کو آپ کے پاس نہیں دیکھے گا؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں، وہاں کوئی اسے نہیں دیکھے گا۔"

"میں کیسے مان لوں۔ کیا وہاں ڈاک بنگلے کا چوکیدار نہیں ہوگا؟"

"میں اسے شام ہی کو چھٹی دے دوں گا۔"

پارس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تو پھر یہ معاملہ ڈن ہے۔"

میجر نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "اِٹ از ڈن۔"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد نینسی اندر آئی پھر بولی: "تم نے کیا باتیں کی ہیں۔ وہ شیطانی انداز میں مجھے مسکراتے ہوئے دیکھ کر گیا ہے۔"

"تم چیز ہی ایسی ہو۔ انسان اور شیطان دونوں ہی تمہیں دیکھ کر مسکراتے ہیں۔"

"یو شٹ اپ! تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

"تم ساری حسین عورتیں اپنی انسلٹ خود کرواتی ہو۔ ماڈل گرل بن کر اشتہاروں میں آتی ہو۔ کاروبار سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اپنے منگیتر پر نظر رکھنے کے لیے خواہ مخواہ کاروباری معاملات میں ٹانگ اڑانے کے لیے ہمیشہ موجود رہتی ہو۔"

"دیکھو ڈان! تم مجھے غصہ دلا رہے ہو۔"

"دیکھو نینسی، تم بات بات پر غصہ دکھانے لگتی ہو۔ کبھی تو قوتِ برداشت سے کام لو اور اپنے سامنے والے کی باتیں سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"تم طنزیہ انداز میں سمجھاؤ گے تو میں کبھی نہیں سمجھوں گی۔"

"اچھا میں بڑی شرافت سے سمجھا رہا ہوں۔ آج رات تم میرے ساتھ اس شہر کے باہر واقع ڈاک بنگلے میں چلو گی۔ وہاں میجر تمہارا منتظر رہے گا۔"

وہ گھونسا دکھاتے ہوئے تیزی سے اس کے قریب آئی۔ پارس نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا: "میں سنجیدگی سے وعدہ کرتا ہوں، تمہارا یہ ہاتھ میں نے پکڑا ہے، کوئی دوسرا نہیں پکڑے گا۔"

وہ ایک دم سے ڈھیلی پڑ گئی۔ مسکراتے ہوئے بولی: "سچ کہہ رہے ہو؟"

"میں جو کہہ رہا ہوں، تمہیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔"

"تم اس بات کا وعدہ کرو کہ میری عزت پر آنچ نہیں آئے گی تو پھر تمہارے لیے جان کی بازی بھی لگا سکتی ہوں۔"

"آج رات نو بجے ہم اس ڈاک بنگلے میں جائیں گے۔ میجر تمہارا منتظر رہے گا۔ تم اس سے باتیں کرو گی۔ اگر وہ ہاتھ پکڑنا چاہے گا تو تم شرط پیش کرو گی کہ وہ ہمارے مال کو بیسٹ کوالٹی قرار دے اور اس کی تحریری رپورٹ لکھ دے۔ اگر وہ اعتراض کرے گا تو اسے سمجھا سکتی ہو۔ یہ رپورٹ لکھنے کے بعد اسی کے پاس رہے گی۔ تم صبح جاتے ہوئے اس سے رپورٹ لے جاؤ گی۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو! کیا میں اتنی بے غیرت ہوں کہ صبح تک اس کے پاس کمرے میں رہوں گی؟"

"پہلے میری پوری بات سن لو۔ جب تک تم اس سے رپورٹ لکھواؤ گی اور دستخط کراؤ گی، تب تک میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اگر پہنچنے میں ذرا دیر ہو جائے تو تم نادان بچی نہیں ہو۔ اسے اپنی اداؤں سے بہلائے رکھنے کی کوشش کرنا۔ بہرحال میں وعدہ کرتا ہوں کہ وقت پر پہنچ جاؤں گا۔"

"تم پہنچ کر کیا کرو گے؟ اگر تم نے وہ رپورٹ لے لی اور اس سے جھگڑا بڑھ گیا تو اس رپورٹ کو وہ منسوخ کر سکتا ہے۔ ہمارے مال کے خلاف دوسری رپورٹ پیش کر سکتا ہے۔"

"وہ دوسری رپورٹ پیش کرنے کے لیے زندہ نہیں رہے گا۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولی: "کیا! کیا تم اسے مار ڈالو گے؟"

نینسی! جب اس نے تمہاری عزت سے کھیلنے کی بات کی تو تمہیں کتنا غصہ آیا تھا۔ میرا خیال ہے تم نے غصے میں اسے قتل کرنے کے متعلق سوچا ہوگا۔"

"ہاں میں نے سوچا تھا لیکن سوچنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے۔"

"فرق اس لیے ہے کہ تم عورت ہو اور کمزور ہو۔ جو سوچتی ہو وہ کر نہیں سکتیں۔ میں مرد ہوں۔ تمہاری سوچی ہوئی بات کو پورا کر سکتا ہوں۔ ہمیں ایسے شیطانوں کو سزا دینی چاہیے تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔ اگر تم سزا نہیں دینا چاہتیں، اسے معاف کر دینا چاہتی ہو تو جاؤ۔ پھر صبح اس کے کمرے سے واپس آنا۔"

"اے! میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

"میجر کو منہ توڑ جواب دو۔"

"لیکن ڈان! تم بہت خطرناک قدم اٹھانے والے ہو۔ اگر ہم پھنس گئے تو کیا ہوگا؟"

"ہم کبھی نہیں پھنسیں گے۔ جیسے ہی رات کو میں کمرے میں آؤں گا، تم باہر چلی جاؤ گی۔ باہر گاڑی موجود ہوگی۔ تم اس میں بیٹھ کر اپنے گھر پہنچ جاؤ گی۔"

"نہیں، میں تمہیں تنہا چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"جو میں کہتا ہوں، تم وہ کرو گی۔"

"جو تم کہو گے وہ کرتی رہوں گی لیکن تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ تم ڈاک بنگلے سے گاڑی لے کر کم از کم ایک فرلانگ کے فاصلے پر جا کر انتظار کرنا۔ میں وہاں آ جاؤں گا۔"

وہ ذرا سہمی ہوئی سی اس کی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی اس نے اپنی نظریں جھکا لیں پھر کہنے لگی

ہری آنکھیں جتنی خوفناک ہیں اتنے ہی ارادے بھی خوفناک مجھے تم سے ڈر لگ رہا ہے۔"

"کیا ڈر کے ساتھ چھوڑ دو گی؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا پھر اس کے بازو پر سر رکھ کر بولی۔ "تم سے ڈرتے ڈرتے مر جاؤں گی مگر تمہارا ساتھ نہیں ڑوں گی۔"

وہ رات کے آٹھ بجے تیار ہو کر نکلے۔ نانا نے خوش ہو کر کہا۔ "حیران نہیں کر سکتا کہ تم دونوں کو ساتھ دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہوتی ہے۔ آج تک میں نے اربوں ڈالر کمائے لیکن اولاد بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہوتی۔ اگر اولاد خوشحال ہے تو ہمارا بڑھاپا بڑے سکون سے گزر جاتا ہے۔ جب موت آئے گی تو میں سکون سے مروں گا۔"

نینسی نے ان کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا: "گرانڈ پا! آپ زندہ رہیں گے۔ ہمارے بڑھاپے تک بھی زندہ رہیں گے۔ آپ کا سایہ شفیق ہمارے سروں پر رہے گا۔"

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں برسوں زندہ رہوں تو اپنی یہ بانہیں میری گردن میں نہیں، میرے نواسے کی گردن میں ڈالو اور شادی کرو۔"

وہ ہنستی ہوئی وہاں سے بھاگ گئی۔ نانا نے مسکرا کر پارس سے پوچھا: "کیوں مسٹر نواسے، میری نواسی کیسی ہے؟"

"بہت اچھی ہے بلکہ بہت ہی اچھی ہے لیکن اپنے مزاج کو سنبھالنے کے لیے ذرا وقت لگے گا۔"

"میں کوئی بہانہ نہیں سنوں گا۔ میری بے شمار دولت باہر نہیں جائے گی اس لیے مزاج کو ایک دوسرے سے ملڑ کھانے دو۔ لیکن شادی پکی ہے اور یہ شادی دو دن کے اندر ہوگی۔"

پارس شرماتا ہوا باہر آیا۔ وہاں نینسی انتظار کر رہی تھی۔ وہ محض دکھانے کے لیے شرما رہا تھا لیکن اندر ہی اندر پریشان تھا۔ یہ شادیوں کا سلسلہ کیا چل پڑا ہے؟ سمارتھا سے اس لیے شادی کی تھی کہ اس سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ وہ ظالم باپ کی ظالم بیٹی تھی۔ ڈان کو شادی کے بعد ختم کر دینا چاہتی تھی۔ قدرت نے خود ہی اسے ٹھکانے لگا دیا لیکن نینسی اس سے مختلف تھی۔ ایک اچھی، سلجھے ہوئے ذہن کی لڑکی تھی۔ اسے ڈان کی حیثیت سے چاہتی تھی اور اس کے سوا کسی اور کو اپنا شوہر بنانا گوارا نہیں کرتی تھی۔ نہ وہ لالچی تھی نہ خود غرض۔ اپنے منگیتر کو ایک محبت کرنے والا دل رکھتی تھی اور وہ ایسی لڑکی کو گنوانا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا: "میں یہاں کے راستے نہیں جانتا۔ مجھے گائیڈ کرتی رہو۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ نینسی نے کہا: "ابھی آٹھ بجے ہیں۔ کیا ہم اتنی جلدی ڈاک بنگلے میں جائیں گے؟"

"نہیں، پہلے ہم ذرا گھومنے پھرنے جائیں گے۔"

"یہاں سے رنگین اسٹریٹ چلو۔ وہاں رات کو اچھی چہل پہل رہتی ہے۔ ہم اس راستے سے گزرتے ہوئے جائیں گے۔"

پارس نے پوچھا: "سنا ہے، یہاں ایک شیبا نامی معزز خاتون رہتی تھیں اور وہ ٹیلی پیتھی جانتی تھیں؟"

"ہاں، ہماری قوم کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی نصیب ہوئی تھی لیکن پتا نہیں کیا بات ہو گئی، انھوں نے خودکشی کر لی۔ تم نے فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہوگا؟"

"ہاں، سنا ہے۔"

"وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ شیبا نے خودکشی نہیں کی بلکہ اسے خودکشی پر مجبور کیا گیا تھا۔ اس کے قاتل ہم یہودی لوگ ہیں۔ اس نے اس سلسلے میں یہاں کے اعلیٰ حکام کو سزائیں دی تھیں۔ انھیں شیبا کے جنازے کے ساتھ ننگے پاؤں چلایا تھا۔ یہ ٹیلی پیتھی کے عجیب و غریب قصے ہیں۔ میں سنتی ہوں تو دلچسپی محسوس ہوتی ہے لیکن کاروباری معاملات میں الجھی رہتی ہوں، ٹیلی پیتھی کے بارے میں مزید جاننے کا موقع نہیں ملتا۔"

"محترمہ شیبا کی تدفین کہاں ہوئی تھی؟"

"آگے ایک قبرستان ہے، وہاں اس کا ایک بہت ہی خوبصورت مزار بنایا گیا ہے۔ سنا ہے، اب تک کوئی پچیس تیس لاکھ ڈالر خرچ ہو چکے ہیں اور مزید خرچ کیے جائیں گے۔ معلوم ہوتا ہے، اسے موجودہ دور کا تاج محل بنایا جا رہا ہے۔"

پارس نے دل ہی دل میں کہا: "ہاں، ایک محبوبہ کے لیے تاج محل بنایا گیا تھا، یہ میری ماں کے لیے بنایا جا رہا ہے اور تل ابیب میں یہی ایک تاج محل رہے گا باقی سب کھنڈر ہو جائیں گے۔"

وہ اس قبرستان سے گزرتے ہوئے ڈاک بنگلے تک پہنچ گئے۔ پارس نے گاڑی روک دی پھر اترتے ہوئے بولا۔ "یہاں سے تم ڈرائیو کرتی ہوئی جاؤ۔ اپنی ذات پر بھروسا اعتماد رکھو اور حوصلے سے اس شیطان کے ساتھ نمٹنے کی کوشش کرتی رہو، میں تمہارے ساتھ سائے کی طرح لگا رہوں گا۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی: "ڈان! ایک بات اچھی طرح سن لو۔ اگر تم وقت پر نہ پہنچے اور میری عزت

پر ذرا بھی آنچ آئی تو میں اپنی جان دے دوں گی۔"

"اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ جاؤ شاباش۔"

وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی آگے بڑھی۔ سامنے ہی ڈاک بنگلا تھا۔ گاڑی کی آواز سن کر میجر باہر آیا۔ پھر اسے کار سے اترتے ہوئے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ "تم دس منٹ لیٹ آئی ہو لیکن ایسا لگتا ہے جیسے میں برسوں سے اس آنے والی قیامت کا انتظار کر رہا ہوں۔"

اس نے ہاتھ بڑھایا۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر بنگلے کے اندر آگئی۔ میجر نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا، پھر اس کے قریب آیا۔ وہ اس سے کترا کر دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولتے ہوئے بولی۔ "دروازہ ابھی بند نہیں ہوگا۔"

"پھر کب بند ہوگا؟"

"تم نے مجھے محبت سے نہیں، کاروباری شرط پر بلایا ہے۔ لہٰذا پہلے شرط پوری ہوگی۔"

اس نے پرس کھول کر کاغذ اور قلم نکالا پھر کہا۔ "پہلے اس پر ہمارے تیار شدہ مال کی بہترین رپورٹ لکھ کر دستخط کر دو۔"

"دستخط کرنے کے بعد تم ہاتھ سے نکلنا چاہو گی!"

"جب تک یہ کاغذ تمہارے ہاتھ میں رہے گا میں تمہارے ہاتھ میں رہوں گی۔ صبح اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"

"ہاں، تمہاری یہ بات ماننے والی ہے۔ لاؤ، میں لکھ دیتا ہوں۔"

وہ کاغذ اور قلم لے کر لکھنے لگا۔ نینسی سہمی ہوئی تھی۔ پریشان ہو کر کبھی کھڑکی اور کبھی دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ڈان نے کہا تھا، وہ بروقت پہنچے گا اور اب وقت آگیا تھا۔ وہ لکھ چکا تھا اور دستخط بھی کر چکا تھا۔ پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کاغذ تہ کر کے تکیے کے نیچے رکھتے ہوئے بولا۔ "اب یہ کاغذ کل صبح نکلے گا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کیا تھا، تم نے کھول دیا۔ اب تمہاری شرط پوری ہو چکی ہے۔ جاؤ، اپنے ہاتھوں سے دروازے کو بند کر دو۔"

اس نے وہسکی کی بوتل نکالی پھر ایک گلاس میں انڈیلنے لگا۔ وہ کھڑی ہوئی سوچ رہی تھی۔ "ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟" اس کے دماغ میں کوئی تدبیر نہیں آرہی تھی اور وہ دروازہ بند نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بند کر کے خود کو قیدی نہیں بنانا چاہتی تھی۔

میجر نے شراب کے گلاس میں برف کے ٹکڑے ڈالے، تھوڑا سا پانی ڈالا پھر اسے اٹھا کر بولا۔ "واہ! یہ بھی کیا چیز ہے، کیا رنگ ہے، ایسا لگتا ہے جیسے گلاس میں سونا پگھل رہا ہو۔" یہ کہہ کر اس نے ایک گھونٹ لیا، پھر اس کی طرف دیکھ کر بولا۔ "ارے تم ابھی تک کھڑی ہوئی ہو اور دروازہ بند کرنا..."

"مم... مم میں بند نہیں کروں گی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ دروازہ بند کرنے کی کیا ضرورت ہے، اسے کھلا رہنے دو۔"

اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ دو چار گھونٹ پیے، اس کے بعد اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا۔ "میں بھول گیا تھا، ایسے وقت عورت شرماتی ہے۔ دروازہ مجھے ہی بند کرنا چاہیے۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھا، ذرا لڑکھڑایا پھر بولا۔ "اوہ، واہ، دو چار گھونٹ میں ہی نشہ ہونے لگا۔ نہیں نہیں یہ فراڈ کا نہیں تمہارا نشہ ہے۔ دیکھو، خواہ مخواہ قدم ڈگمگا رہے ہیں۔"

وہ ہنستا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ پھر اس کے پٹ بند کرنا ہی چاہتا تھا کہ منہ پر ایک زبردست گھونسا پڑا۔ نینسی کو یوں لگا جیسے ڈوبتے ڈوبتے اچانک ساحل پر پہنچ گئی۔ مارے خوشی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میجر لڑکھڑا کر پیچھے گیا میں آگرا تھا۔ سب سے پہلے اس نے اپنے ہونٹوں کے پا گرمی محسوس کی۔ ہاتھ لگا کر دیکھا تو ہاتھوں سے لہو رسنے لگا بڑا زبردست ہاتھ تھا۔ بس ایسے ہی محسوس ہوا تھا جیسے منہ لوہے کی سلاخ پڑی ہو۔ وہ غصے سے جھنجلا کر اٹھنا چاہتا منہ پر ایک زبردست ٹھوکر پڑی۔ وہ الٹ کر پھر تکیے کے نیچے چلا گیا۔ پھر کروٹ بدل کر باہر نکلا۔ سر اٹھا کر دیکھا سامنے ڈان مورس نظر آیا، اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ نے کہا۔ "نینسی! وہ کاغذ لو اور یہاں سے جاؤ۔ میں نے جہا کہا تھا، وہاں میرا انتظار کرنا۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

نینسی نے فوراً تکیے کے نیچے سے کاغذ نکالا پھر "میں اسی جگہ انتظار کروں گی۔ دیر نہ کرنا۔ تم نہیں آؤ گے میں رات سے صبح کر دوں گی، اس جگہ سے نہیں ہلوں گی۔"

میجر نے کہا۔ "تم دونوں بہت بڑی غلطی کر رہے میں نے جو مال کی رپورٹ لکھی ہے اس کے خلاف ایک اور رپورٹ لکھ سکتا ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "ہاں، اگر تم زندہ رہو گے تو ضرور لکھو گے"

نینسی چلی گئی۔ میجر نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔ "تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟"

"کیا ہم جیل جانے کے لیے اور اپنے کاروبار کو تباہ کرنے کے لیے تمہیں زندہ چھوڑ دیں؟ تمہارے جیسے شیطان افسر کو مرجانا چاہیے۔"

اس نے ریوالور سے نشانہ لیا۔ میجر نے انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں، دیکھو گولی نہ چلانا۔ مجھے چھوڑ دو میں تمہارے خلاف کوئی رپورٹ نہیں لکھوں گا۔ میں قسم کھاتا ہوں، تم جو کہو گے وہی کروں گا۔"

"کیا تم اپنی قسم پر قائم رہو گے، جو میں پوچھوں گا، اس کا جواب دو گے؟"

"ہاں، جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو، میں سچ سچ جواب دوں گا۔"

"میری ممی شیبا کے متعلق جو جانتے ہو وہ بیان کرتے جاؤ۔ وہ کس طرح یہاں لائی گئی تھیں، کہاں رکھی گئی تھیں اور ان کے خلاف کیا سازشیں ہوتی رہیں؟"

"تم شیبا کو ممی کہہ رہے ہو؟"

"ہاں، میں اپنی ممی کا بیٹا ہوں۔ اس کے بعد میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ صرف تم جواب دو گے۔ اگر اپنے ممی کے متعلق کچھ بتانے سے انکار کیا تو ابھی ایک گولی چلے گی اور تم اس دنیا سے رخصت ہو کر دوبارہ نہیں آسکو گے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں شیبا کے بارے میں کیا بتاؤں۔ میں بہت کم جانتا ہوں۔"

"تم بڑی فوج کے میجر ہو، جب میری ممی اور پاپا کو کسی جیل میں قید کیا گیا تھا تو وہ محل فوجیوں کے حوالے کیا گیا تھا۔"

"تمہاری معلومات درست ہیں لیکن میری ڈیوٹی محل کے باہر ہوا کرتی تھی۔ میں اندر کے معاملات کو بالکل نہیں جانتا۔"

"پھر کون جانتا ہے؟"

"اس محل کے اندرونی معاملات کا انچارج کرنل جیکسن تھا۔"

"اس کا ٹیلی فون نمبر اور پتا بتاؤ۔"

وہ بتانے لگا۔ پارس نے کہا۔ "میں یقین کرنا چاہتا ہوں اس کے صحیح نام، پتا اور ٹیلی فون نمبر بتایا ہے۔ لہٰذا ریسیور اٹھاؤ اور نمبر ڈائل کرو۔"

وہ فرش پر سے اٹھ کر ٹیلی فون کے پاس جانے لگا وہاں پہنچتے اس نے اچانک پلٹ کر ریوالور پر ہاتھ مارا۔ ریوالور کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ پھر اس نے گھوم کر ایک مارنی چاہی، پارس ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ وہ گھومتا ہوا ریوالور کے پاس جا کر فرش پر گرا۔ فوراً ہی اسے اٹھا کر نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "اب تو تم کتے کی موت مرو گے۔"

پارس نے کہا۔ "میں مرنے سے پہلے ایک بار پوچھوں گا۔ کرنل کا صحیح نام، پتا اور فون نمبر بتایا ہے؟"

"ہاں، میں نے اپنی جان بچانے کے لیے سچ اگل دیا تھا مگر یہ سچ اس کمرے سے باہر نہیں جا سکے گا۔"

"اور تم بھی یہ سچ بولنے کے قابل نہیں رہو گے کہ میں پارس ہوں، اپنی ممی شیبا کا بیٹا ہوں اور یہاں ڈان مورس کے روپ میں آیا ہوں۔ چلو، ریسیور اٹھاؤ اور نمبر ڈائل کرو۔ ریوالور پھینک دو، وہ خالی ہے۔"

میجر نے چونک کر ریوالور کی طرف دیکھا۔ اسی وقت اس کے ہاتھ پر ایک ٹھوکر پڑی۔ ریوالور ہاتھ سے نکلا، فضا میں گیا پھر پارس نے اچھل کر اسے کیچ کر لیا۔ واپس زمین پر پہنچ کر بولا۔ "ریوالور خالی نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ اسے لگا جیسے لوہے کی سلاخ پڑی ہو، اس کی ناک سے اور باچھوں سے خون بہنے لگا۔ آنکھوں کے سامنے قمقمے جلنے بجھنے لگے۔ اس نے اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر دھکا دیا وہ لڑکھڑاتا ہوا ٹیلی فون کے پاس آکر گر پڑا۔

"میجر! میں بار بار نہیں کہوں گا۔ فوراً ریسیور اٹھاؤ۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا پھر بولا۔ "میں کرنل سے کیا کہوں گا؟"

"پہلے یقین کر لینا کہ دوسری طرف سے کرنل ہی بول رہا ہے۔ جب یقین ہو جائے تو اس سے کہنا، اس وقت فرہاد علی تیمور تمہارے دماغ میں ہے اور تمہارے ذریعے کرنل کے دماغ تک پہنچ رہا ہے، لیکن کرنل کو نہیں چھیڑے گا۔ نہ ہی اس کے دماغ میں چوبیس گھنٹے تک بولے گا۔ اسے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی جا رہی ہے۔ اس کے بعد اس کی سانس اکھڑ جائے گی۔ اگر وہ حفاظتی تدابیر سے بچ سکتا ہے تو بچنے کی کوشش کر لے۔ اگر وہ مجھ سے معافی مانگنا چاہتا ہے تو ایک ہی شرط پر معافی مل سکتی۔ کرنل اس شخص کا نام، پتا اور ٹیلی فون نمبر بتا دے جو ڈمی فرہاد بن کر شیبا کے پاس جایا کرتا تھا۔ نیز ابیب میں فرہاد کا بیٹا پارس علی تیمور موجود ہے۔ وہ کل صبح دس بجے تک کرنل کو فون کرے گا اور کرنل اسے ڈمی فرہاد کا نام اور پتا بتائے گا۔ نہ بتانے کی صورت میں شاید وہ چوبیس گھنٹے بھی زندہ نہ رہ سکے۔"

میجر ریسیور کان سے لگائے ہوئے تھا۔ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوا، کرنل کے باڈی گارڈ کی آواز سنائی دی۔ میجر نے کہا۔ "میں میجر ولبرٹ بول رہا ہوں۔ کرنل سے ایک اہم معاملے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ان سے بات کراؤ۔"

تھوڑی دیر ہولڈ آن کرنے کے لیے کہا گیا پھر کرنل

کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو میجر ولبرٹ! کیا بات ہے؟"

"ہیلو کرنل جیکسن! یہ تم ہی بول رہے ہو نا؟"

"میجر! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم میری آواز نہیں پہچان رہے ہو؟"

"میں تو پہچان رہا ہوں۔ فرہاد علی تیمور یقین کرنا چاہتا تھا کہ تم ہی بول رہے ہو۔ اب وہ تمہارے دماغ میں پہنچے گا لیکن فی الحال تمہیں نہیں چھیڑے گا۔ تم زندہ رہنے کی تدابیر کر سکتے ہو، تمہیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دی جا رہی ہے۔ اگر تمہیں یقین ہو جائے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بچ نہیں سکو گے تو تمہیں ایک شرط پر معافی مل سکتی ہے۔ تم اس شخص کا نام اور پتا بتا دو، جو ڈمی فرہاد بن کر شیبا کے پاس جایا کرتا تھا۔ پارس علی تیمور تل ابیب میں موجود ہے۔ وہ کل صبح دس بجے تک تمہیں فون کرے گا اور تم اس شخص کا نام اور پتا بتا دو گے۔ نہ بتانے کی صورت میں شاید چوبیس گھنٹے بھی زندہ نہ رہ سکو۔"

پارس نے کریڈل پر ایک پاؤں رکھا۔ رابطہ ختم ہو گیا۔ پھر اس نے کہا۔ "میرا جی چاہتا ہے، تم لوگوں کو تڑپا تڑپا کر ماروں۔ تم لوگ زندگی کی بھیک مانگتے رہو اور میں تھوڑی تھوڑی سی موت دیتا رہوں لیکن آج بھوری ہے، میرے پاس وقت نہیں ہے۔ نینسی بے چینی سے انتظار کر رہی ہو گی۔ یوں بھی یہاں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے تم بھی وقت ضائع نہ کرو۔ جہنم کے دروازے تمہارے لیے کھلے ہوئے ہیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹرانسمیٹر کو دبایا۔ ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی پیشانی اور دوسری ٹھیک دل کی جگہ پر لگی۔ وہ وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ پھر تقریباً دوڑتے ہوئے ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کر کے نینسی کے پاس پہنچ گیا۔ سامنے والی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے نکل چلو۔"

نینسی نے پارس کو دیکھتے ہی انجن اسٹارٹ کر دیا تھا۔ اس کے بیٹھنے کے بعد گاڑی آگے بڑھا دی۔ پھر رفتار بڑھاتے ہوئے بولی۔ "میں نے دو بار فائر کی آواز سنی تھی۔"

پارس نے کہا۔ "جو وقت گزر چکا ہے۔ اس کی بات نہ کرنا۔ اس وقت میں وحشت اور جنون میں ہوں۔"

وہ سہم کر خاموش رہی۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد بولی۔ "کیا ہم سیدھے گھر جائیں گے یا کہیں وقت گزاریں گے؟ ہمیں رات کا کھانا بھی کھانا ہے۔"

وہ ایک نائٹ کلب میں آ گئے۔ وہاں کے خوبصورت ڈانس فلور پر کتنے ہی حسین جوڑے رقص کر رہے تھے۔ پارس نے ایک میز پر بیٹھ کر جوس کا آرڈر دیا پھر کہا۔ "ہم جوس پی کر ڈانس کریں گے۔ اس کے بعد اپنی پسند کا کھانا کھائیں گے۔"

نینسی کو کار ڈرائیو کرنے کے دوران پارس کی طرف زیادہ دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ نائٹ کلب میں پہنچ کر اس نے کئی بار اس کی آنکھوں کو دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا پہلے تم نے قتل کیے ہیں؟"

"تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"تم نے ایک شخص کو ٹھکانے لگا دیا۔ اس کی زندگی ختم کر دی مگر تمہارے چہرے پر ذرا بھی گھبراہٹ نہیں ہے۔ تم بہت ہی پُرسکون دکھائی دے رہے ہو اور اب جوس پینے کے بعد میرے ساتھ ڈانس کرنا چاہتے ہو۔ تم شراب کیوں نہیں پیتے؟"

"مجھے کیوں پینا چاہیے؟"

"میں نے سنا ہے، قتل کرنے والے شراب ضرور پیتے ہیں۔ قتل کرنے سے پہلے بھی تاکہ وہ ہوش میں نہ رہیں اور قتل کرنے کے بعد بھی تاکہ وہ قتل کی واردات کو بھول جائیں۔"

"تم کس قتل کی بات کر رہی ہو؟"

وہ حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جو کچھ تم نے کیا ہے، اسے بھول چکے ہو؟"

"ابھی میں نے کیا کیا ہے؟"

"اوہ گاڈ! تم بہت بنتے ہو یا مجھے بچی سمجھ کر ٹالنا چاہتے ہو۔ میں اس سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ اگر پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو ہم پر شبہ ہوا تو کیا ہو گا؟"

"شبہ کیوں ہو گا۔ تم گھبراؤ گی، سہمی ہوئی رہو گی، پریشان ظاہر کرو گی تو خواہ مخواہ لوگ شبہ کریں گے۔ کیا میں تمہاری عزت بچا کر اور تمہیں اس قتل کے سلسلے میں رازدار بنا کر غلطی کر رہا ہوں؟"

وہ جلدی سے بولی۔ "نہیں نہیں، میں تم پر فخر کرتی ہوں۔ مجھے زندگی میں پہلی بار یہ سوچ کر خوشی ہو رہی ہے کہ میرا کوئی ایسا محافظ ہے جو میری عزت پر کبھی آنچ نہیں آنے دے گا۔ اگر تم مجھے چاہتی ہو اور مجھ پر فخر کرتی ہو تو آج جو کچھ ہو چکا ہے اسے بھول جاؤ۔"

وہ جوس پینے کے بعد ڈانس فلور پر آ گئے اور موسیقی کی دھن پر آہستہ آہستہ رقص کرنے لگے۔ نینسی نے کہا۔ "میں نے سنا تھا، تم بہت ہی بزدل اور احمق ہو۔ تمہاری یادداشت بھی کمزور ہے لیکن تم میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم اس کے بالکل برعکس ہو۔ سچ بات تو یہ ہے کہ تم بہت ہی پراسرار لگتے ہو۔"

"میرے ساتھ یونہی وقت گزارتی رہو گی تو بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔ چونکہ تم میری منگیتر ہو اور نانا جان کہہ چکے ہیں کہ دو دن کے اندر ہماری شادی ہو گی تو میں اپنے بارے میں ایک بات بتا دوں۔ میں دوہری زندگی گزارتا ہوں، بظاہر بزدل اور احمق بن کر رہتا ہوں لیکن باطن میں کیا ہوں یہ تم دیکھ چکی ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "میں ایڈونچر پسند کرتی ہوں اور تمہارا ٹائپ یہی ہے۔ میں تمہیں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔"

"تمہیں ایک بات سمجھا دوں؟"

"ضرور سمجھاؤ۔"

"کسی کو سمجھ لینے کا دعویٰ کبھی نہ کرو۔ تم نے مجھے جتنا سمجھا ہے اس کے بعد بھی سمجھنے کے لیے اتنا کچھ رہ گیا ہے کہ سمجھتے سمجھتے تمہاری جوانی گزر جائے گی، شاید بڑھاپا بھی گزر جائے۔"

وہ بڑے پیار بھرے انداز میں ٹھنک کر بولی۔ "اوہ! دیکھو پُراسرار نہ بنو۔ نہیں تو مجھے نیند نہیں آئے گی۔ میں تمہارے ہی بارے میں دن رات سوچتی رہوں گی کہ آخر تم کیا چیز ہو، پلیز! تم جو کچھ بھی ہو مجھ سے نہ چھپاؤ، مجھے بتا دو۔"

"میری حقیقت سن کر پہلے تو تم یقین نہیں کرو گی اور جب یقین آ جائے گا تو مجھ سے ڈرنے اور نفرت کرنے لگو گی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ تم سے ملنے کے بعد مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں تمہارے لیے پاگل ہو رہی ہوں۔ یوں لگتا ہے کبھی تم سے جدا ہونا پڑا تو مر جاؤں گی اور تم کہتے ہو کہ میں تم سے ڈرنے اور نفرت کرنے لگوں گی۔ ہرگز نہیں، ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ پلیز! مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ کیا ہو؟"

"میں بتا رہا ہوں۔ وعدہ کرو، اپنے نانا سے بھی نہیں کہو گی۔"

"میں قسم کھاتی ہوں، اپنے سائے سے بھی نہیں کہوں گی۔"

"تو پھر دل تھام کر سنو۔ میں جسمانی طور پر انسان ہوں لیکن اندر سے شیطان ہوں۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"مطلب یہی کہ تمہارے ساتھ یہ جو جسم لگا ہوا رقص کر رہا ہے، یہ ڈان مورس کا ہے لیکن اس کے اندر میں سما گیا ہوں اور میری وجہ سے ڈان مورس کی بزدلی ختم ہو گئی ہے۔"

"کیا تم مجھے نادان بچی سمجھ کر ڈرانے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"کیا تمہیں شیطان کے وجود پر یقین نہیں ہے؟"

"بے شک یقین ہے۔ میں نے آج تک شیطان کو نہیں دیکھا لیکن بزرگوں سے سنا ہے اور ابھی میری عمر ہی کیا ہے۔ ہو سکتا ہے آئندہ کبھی شیطان کو دیکھ سکوں۔"

"تم دیکھ رہی ہو مگر سمجھ نہیں رہی ہو۔"

"پلیز ڈان! مجھے خوفزدہ نہ کرو۔"

"میں نے حقیقت بتا دی۔ تم یقین نہیں کرو گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ میں تمہیں کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"شیطان کی ایسی کی تیسی۔ تم مجھے باتوں سے بہلا رہے ہو۔"

موسیقی تھم گئی۔ وہ تالیوں کی گونج میں اپنی میز پر واپس آ گئے۔ کھانے کا آرڈر دیا پھر پارس نے کہا۔ "بہتر یہی ہے کہ تم میری کسی بات پر یقین نہ کرو۔"

"کیوں مجھے اُلجھا رہے ہو؟"

"تم اتنی حسین، اتنی پیاری پیاری سی دوشیزہ ہو کر میں تمہیں دھوکا نہیں دینا چاہتا۔"

"کیسا دھوکا؟"

"میں شیطان ہوں۔ کسی ایک جسم میں بہت عرصے تک نہیں رہ سکتا۔ زیادہ سے زیادہ دو چار ہفتے ڈان کے جسم میں رہوں گا پھر یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا۔ میرے جانے کے بعد تمہیں پھر وہی احمق اور بزدل ڈان نظر آئے گا۔"

وہ یقین نہیں کر رہی تھی لیکن اس کے چہرے سے اُلجھن ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ کھانے کے دوران چپ چپ سی رہی۔ کھانے کے بعد وہ نائٹ کلب سے باہر آ گئے۔ پارس نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم خاموش کیوں ہو؟"

"میں محسوس کر رہی ہوں، تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو اسی لیے اپنے بارے میں بے تکی باتیں کرتے ہو۔"

"اگر تم یہ سمجھ رہی ہو کہ میں تم سے پیچھا چھڑا رہا ہوں تو اب ایسی باتیں نہیں کروں گا۔ نانا جان ہماری شادی دو دن کے اندر کرنا چاہتے ہیں تو مجھے منظور ہے ورنہ میں تو چاہتا تھا، یہ شادی کم از کم ایک ہفتے کے لیے ٹل جائے تاکہ تمہیں سوچنے سمجھنے کا موقع مل سکے۔"

وہ ناراض ہو کر بولی۔ "اچھی بات ہے، میں نانا جان سے کہوں گی کہ ہماری شادی ایک ہفتے بعد ہونی چاہیے اور ایک ہفتے تک میں تمہیں اپنی صورت نہیں دکھاؤں گی۔"

"تم ایک ہفتے تک صورت نہ دکھانے کی بات کر رہی ہو۔ اگر میں نے کل صبح تمہیں نہ دیکھا تو استنبول چلا جاؤں گا یا

ڈان مورس کا جسم ہمیشہ کے لیے چھوڑ دوں گا۔"

"تم پھر وہی جسم میں سمانے اور جسم کو چھوڑ جانے والی بات کر رہے ہو؟"

"جو حقیقت ہے، بے اختیار زبان پر آجاتی ہے۔ میں کوشش کروں گا، اب ایسی بات نہ کروں۔"

وہ اپنے شاندار محل نما بنگلے میں پہنچ گئے اور کار سے اتر کر اندر آگئے۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ نانا جان اپنے بیڈ روم میں سو رہے تھے۔ پارس نے نینسی کی خواب گاہ کے سامنے آکر کہا۔ "تم جاکر آرام سے سو جاؤ۔ مجھے ایک ضروری کام ہے۔ میں باہر جا رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا۔ "آدھی رات کے وقت کہاں جاؤ گے؟"

"میری کچھ مجبوری ہے۔ میرا جانا ضروری ہے۔ میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔ لباس بدلنے کے بعد باہر جاؤں گا پھر جلد ہی لوٹ آؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ نینسی باہر کھڑی سوچتی رہی پھر وہ تیزی سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہاں سے گزرتی ہوئی باہر پورچ میں کھڑی ہوئی کار کے پاس پہنچ گئی۔ اس کا پچھلا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد پارس دوسرے لباس میں نظر آیا۔ نینسی اگلی اور پچھلی سیٹ کے درمیان دبک گئی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا پھر دروازہ بند کر کے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے اسے آگے بڑھا دیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ نینسی اس کی باتوں سے اُلجھی ہوئی ہے اور اب اس بات پر حیران ہے کہ وہ آدھی رات کو کہیں جانے والا ہے لہٰذا پارس اپنے بیڈ روم میں جانے کے بعد دروازے کے پاس ہی کھڑا رہا تھا۔ پھر اس نے نینسی کو باہر جاتے ہوئے دیکھا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ وہ اس کا تعاقب کرنے والی ہے۔ کار میں آکر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے وقت بھی اس نے اگلی اور پچھلی سیٹ کے درمیان چھپنے والی نینسی کی جھلک دیکھ لی تھی۔ وہ تھوڑی دور تک خاموشی سے ڈرائیو کرتا ہوا گیا۔ پھر اپنے آپ بڑبڑانے لگا۔

"ہاں، ہاں، میں شیطان ہوں مگر اپنی نینسی کے لیے انسان بننا چاہتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ڈان مورس کا جسم کبھی چھوڑ کر چلا جاؤں۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ پھر بڑبڑانے لگا۔ "اے شیطانوں کے گروگھنٹال! تم مجھے قبرستان میں بلا رہے ہو اور میں آرہا ہوں لیکن میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ اپنی پیاری پیاری نینسی کو کبھی دھوکا نہیں دوں گا۔ کبھی اسے کوئی نقصان نہیں

پہنچاؤں گا۔"

وہ اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان دم سادھے پڑی ہوئی تھی اور اس کی بڑبڑاہٹ سن رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اے شیطانوں کے گروگھنٹال! کیوں مجھے جھنجھوڑ رہے ہو، ذرا صبر کرو۔ میں آرہا ہوں اور آج اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اگر تم نے مجھے ڈان مورس کا جسم جلد ہی چھوڑ دینے کا حکم دیا تو میں نینسی سے شادی نہیں کروں گا کیونکہ شادی کے بعد ازدواجی رشتہ قائم کرنا ہوگا۔ وہ ایک عزت دار، حیا والی لڑکی ہے۔ میں شیطان بن کر اس کی عزت سے کھیلنا نہیں چاہتا۔ میں آرہا ہوں۔ اے شیطانوں کے گروگھنٹال! میں فیصلہ کرنے آرہا ہوں۔"

اس نے گاڑی اس قبرستان کے قریب روک دی جہاں شیبا کا مزار بنایا گیا تھا۔ اس نے باہر نکل کر دروازے کو لاک کیا پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا قبرستان کے مین گیٹ سے اندر جانے لگا۔ نینسی دو سیٹوں کے درمیان سے اُبھر آئی تھی اور اب پچھلی سیٹ پر بیٹھی دور جاتے ہوئے ڈان مورس کو دیکھ رہی تھی جو قبرستان میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں اور وہ پسینہ پسینہ ہو رہی تھی۔ اب اسے یقین ہو رہا تھا کہ ڈان مورس بہت ہی پُراسرار ہے۔ شیطان ہو کر بھی ایک شریف انسان کی طرح اس کی عزت اور حیا کے متعلق سوچ رہا ہے اور اپنے کسی گروگھنٹال سے فیصلہ کرنے جا رہا ہے۔

وہ ڈر بھی نہیں تھی۔ شاید اس لیے کہ آج تک شیطان کو نہیں دیکھا تھا لیکن اب اتنے قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کے بعد کار سے نکلنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اگر ذرا حوصلہ ہوتا تو یقیناً اس کا تعاقب کرتی ہوئی قبرستان کے اندر پہنچ جاتی۔

شیبا کا مقبرہ قبرستان کے عین وسط میں تھا۔ دور ہی سے نمایاں طور پر نظر آتا تھا۔ پارس تیزی سے چلتا ہوا اپنی ممی کی قبر کے پاس آگیا۔ پھر گھٹنے ٹیک کر اس قبر کو چومنے لگا۔ آہستہ آہستہ یوں سہلانے لگا جیسے ماں سو رہی ہو اور وہ اس کے سر کو سہلا رہا ہو۔ ماں نے بھی تو بچپن میں اس کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا جو اس کے ذہن میں نقش ہو گیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ ماں مٹ جاتی ہے، ممتا کبھی نہیں مٹتی۔

وہ ایک گہری سانس لے کر آہستگی سے بولا۔ "دیکھیں ممی! میں آگیا ہوں۔ مجھے بہت پہلے آنا چاہیے تھا لیکن کچھ مجبوریاں تھیں۔ کچھ حالات اجازت نہیں دے رہے تھے۔ آپ نے اور سونیا تمانے مجھے یہی سکھایا ہے کہ موقعے کی مناسبت سے قدم اُٹھانا چاہیے۔"

ہر سُو سناٹا چھایا ہوا تھا۔ دور دور تک نہ کوئی جانور تھا نہ آدم زاد۔ وہ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ "ماما، پاپا اور آنٹی آمنہ نے آپ کے دشمنوں سے اچھا خاصا انتقام لیا ہے لیکن میں ابھی تک پیاسا ہوں۔ میرے انتقام کی آگ ایسے نہیں بجھے گی۔ جو شخص، پاپا کا روپ اختیار کر کے میری ماں کو دھوکا دیتا رہا وہ ابھی زندہ ہے اور ایک بیٹے کی غیرت کے لیے چیلنج بنا ہوا ہے۔ میں اسے ایسے کرب میں مبتلا کروں گا، ایسی اذیتیں دے کر ماروں گا کہ پھر کوئی شیطان، ماں کے مقدس دامن کو تار تار کرنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔"

وہ بہت آہستہ آہستہ بول رہا تھا لیکن اس کی آواز ایسی تھی جیسے لوہے سے لوہا ٹکرا رہا ہو۔ بادل سے بادل ٹکرا کر گرج رہے ہوں۔ دھیمی سرگوشی کے باوجود مقبرے کی چار دیواری میں وہ آواز ہولے ہولے گونج رہی تھی۔

وہ اچانک ہی اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سر جھکا کر بولا۔ "ممی! مجھے معاف کر دیں۔ میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ آپ کے پاس اگر شدت سے اپنی کوتاہی کا احساس ہوتا ہے۔ جب تک میں اس بے غیرت کو تڑپا تڑپا کر نہیں ماروں گا، آپ کے پاس نہیں آؤں گا۔"

وہ الٹے قدموں چلتا ہوا مقبرے کی چار دیواری سے باہر آگیا۔ وہ سمجھ رہا تھا، بے حد جنون میں مبتلا ہوتا جا رہا ہے اور اسے اس جنون سے نجات حاصل کرنا چاہیے۔ اسے نارمل رہنا چاہیے۔ وہ باہر کی کھلی فضا میں گہری گہری سانسیں لیتا ہوا، آہستہ آہستہ چلتا ہوا قبرستان کے احاطے سے باہر آگیا۔ نینسی اسی طرح پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ لڑکا سکرین کے پار اسے ڈان مورس نظر آیا تو وہ فوراً ہی پچھلی سیٹ پر لیٹ گئی۔ ان دو سیٹوں کے درمیان جا کر چھپنا چاہتی تھی، اسی وقت پچھلی سیٹ کا دروازہ کھلا اور پارس نے کہا۔ "باہر آؤ۔"

وہ خوف سے چیخنا چاہتی تھی مگر چیخا نہیں۔ اس کی آواز میں کیا تھا۔ ایسا تحکمانہ لہجہ تھا جیسے دل کو اپنی مٹھی میں جکڑ رہا ہو۔ وہ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ پارس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "یہاں بیٹھو۔"

وہ چپ چاپ باہر آگئی۔ محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ حکم دینے والے کی آواز سے سحر زدہ ہے، وہ جو کہہ رہا ہے اس پر بے چون و چرا عمل کر رہی ہے۔

وہ اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ پارس نے دروازے بند کیے۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ کار اسٹارٹ کی۔ اسے ایک یوٹرن دے کر گھر کی طرف جانے لگا۔ وہ اپنی جگہ گم سُم بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، ایسے وقت کیا کہنا چاہیے۔ یہ بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ڈان مورس سے ڈرنا چاہیے یا اس پر محبت سے مرنا چاہیے۔

وہ کار محل نما بنگلے کے پورچ میں آکر رُک گئی۔ پارس اپنی سیٹ سے نکل کر اس کی طرف آیا۔ پھر اگلے دروازے کو کھول کر اس کے بازو کو تھام کر بولا۔ "کم آن۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے پاس آگئی۔ پارس نے اگلے دروازے کو بند کیا۔ پھر اسی طرح اس کے بازو کو تھام کر اپنے ساتھ لے جانے لگا۔ وہ ڈرائنگ روم سے گزر کر زینے پر چڑھتے ہوئے اوپری حصے میں آئے۔ وہ ایسے چل رہی تھی جیسے سحر زدہ ہو۔ پارس نے اس کے بیڈ روم کا دروازہ کھولا پھر اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ نینسی کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا کیونکہ پارس پہلی بار اس کی خواب گاہ میں آیا تھا۔ اس کے بازو کو پکڑے ہوئے تھا اور اسے ساتھ لے کر بستر کی طرف آرہا تھا۔ پھر اس نے حکم دیا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

وہ بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔

"اپنے سینڈل اتارو۔" پارس ایک طرف رکھو۔ کلائی سے گھڑی بھی اتار لو۔"

وہ اس کے احکامات کی تعمیل کرتی جا رہی تھی۔ پارس نے کہا۔ "اب آرام سے چاروں شانے چت لیٹ جاؤ۔"

وہ ارب پتی نانا کی نواسی تھی۔ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی تھی۔ کس سے بھی دو ہاتھ دور رہ کر گفتگو کرتی تھی۔ کوئی اس کی تنہائی میں آنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا اور آج وہ تنہائی میں آنے والے کو نہیں روک رہی تھی بلکہ روکنا بھول گئی تھی۔ اپنا غرور، اپنی انا، اپنی حیا اپنا سب کچھ بھول چکی تھی۔

اس کے حکم کے مطابق چاروں شانے چت لیٹی ہوئی تھی۔ وہ اس پر آکر جھک گیا پھر بولا۔ "میری آنکھوں میں دیکھتی رہو اور جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

وہ آنکھیں جب قریب آئیں تو اور زیادہ دل میں اترنے لگیں۔ دل اور دماغ کو اپنی گرفت میں لینے لگیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ آنکھیں نہ ہوں، سُلگتی ہوئی شمع کی لَو ہوں جو اس کی آنکھوں سے نکل کر اپنی آنکھوں میں اتر رہی ہوں اور ذہن کو گرما رہی ہوں۔

پارس نے ایک عرصے تک شمع بینی کی مشقیں کی تھیں اور نگاہوں سے نگاہوں کو پڑھنے کا سبق سیکھتا رہا تھا۔ آج تک اس نے اس سبق کا کسی پر عملی مظاہرہ نہیں کیا تھا کیونکہ

پنا ٹائز کرنے کا جو عمل ہے وہ عامل کے اندر پختگی چاہتا ہے۔ نظریں گولی کی طرح دل میں لگتی ہوں۔ آواز اور لب و لہجے میں حاکمانہ رعب اور دبدبہ ہو اور وہ عامل نرم و گرم تجربات سے گزرتا آرہا ہو تو اس کا عمل اپنے معمول پر اثر کرتا ہے۔

پارس اوّل نے اتنی سی عمر میں بڑے تلخ تجربات حاصل کیے تھے۔ اس سے تلخ تجربہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ اس کے لہو میں زہر بھر گیا تھا اور وہ اندر سے تقریباً زہریلا تھا اور یہ تجربہ بھی کیا تھا کہ اس کی ماں کو ایک شیطان نے بھیس بدل کر دھوکا دیا تھا۔ اسے منہ دکھانے کے قابل نہیں رکھا تھا اور وہ منہ چھپانے کے لیے قبر میں چلی گئی تھی۔ دشمنوں سے خاطر خواہ انتقام لیا گیا تھا پھر بھی وہ اپنی شیطانی چالوں سے باز نہیں آتے تھے۔ جو جو جیسی بچکانہ ذہن رکھنے والی معصوم کو بھی اغوا کیا گیا تھا اور اس کی عزت کی بھی دھجیاں اڑانے کی ناکام کوششیں کی گئی تھیں۔ ان حالات سے گزرنے والا اپنے ذہن میں اتنی پختگی اور ایسا بھرپور اعتماد رکھتا ہے کہ جس سے ایک بار نظر ملالے، اسے پتھر کا بنا دے۔

نینسی پتھر کی بن گئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تم آنکھیں بند کر کے آرام سے گہری نیند سو جاؤ گی، صبح سات بجے بیدار ہو جاؤ گی۔ تم آنکھیں بند کر رہی ہو، تمہاری آنکھیں بند ہو رہی ہیں، تم سو رہی ہو۔"

اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ آہستہ آہستہ نیند کی وادیوں میں گم ہو گئی۔ پارس وہاں سے اُٹھ کر اپنی خواب گاہ میں آگیا۔

وہ دوسری صبح کرنل جیکسن سے فون پر گفتگو کرنے والا تھا اس سے اس شیطان کا نام، پتا اور ٹیلی فون نمبر معلوم کرنے والا تھا۔ یہ بات وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ کرنل نے شہر کے ہر ٹیلی فون ایکسچینج میں ڈیٹیکٹو آلات لگا دیے ہوں گے۔ وہاں کے افسران کو سختی سے تاکید کی ہوگی کہ کرنل جیکسن کو فون کرنے والا جہاں سے بھی گفتگو کرے، اس فون کو فوراً ڈیٹیکٹ کر لیا جائے۔ شہر کے ہر علاقے میں پولیس والوں اور انٹیلی جنس والوں کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہوگی تاکہ اطلاع ملتے ہی بروقت فون کرنے والے کو حراست میں لیا جا سکے۔

پھر وہ کرنل کوئی نادان بچہ نہیں ہوگا۔ اس نے گھنٹوں اپنے دماغ میں فرہاد علی تیمور کے بولنے کا انتظار کیا ہوگا اور یہ سوچتا رہا ہوگا کہ جب وہ میجر کے ذریعے اس کی آواز سن کر دماغ میں آسکتا ہے تو پھر فون کے ذریعے اس شخص کا نام پتا کیوں معلوم کر رہا ہے جس نے فرہاد کی ڈمی بن کر شیبا کی پارسائی کو داغدار کیا تھا۔ یوں دیکھا جائے تو فون سے رابطہ قائم کرنے کی قطعی ضرورت نہیں تھی۔ فرہاد، کرنل جیکسن کے دماغ سے اس شخص کا نام پتا معلوم کرتا۔ پھر اپنے بیٹے کو بتا دیتا۔

پارس نے میجر ولبرٹ کے ذریعے جو چال چلی وہ خاصی کمزور تھی۔ کرنل جیکسن اس کے جھانسے میں نہیں آسکتا تھا اور یہ بھی امید تھی کہ شاید تکا لگ جائے اور وہ جھانسے میں آجائے اور اس مطلوبہ شخص کو بے نقاب کر دے۔ پارس نے سوچا۔ جو ہوگا، کل دیکھا جائے گا۔ فی الحال نیند پوری کرنی چاہیے۔ اس نے اپنے دماغ کو ہدایت دی پھر آرام سے گہری نیند میں ڈوب گیا۔

صبح سات بجے نینسی کی آنکھ کھلی۔ اس نے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ اسے اپنا بدن ہلکا پھلکا لگ رہا تھا۔ اب سے پہلے وہ کبھی اتنی گہری نیند نہیں سوئی تھی۔ وہ چند لمحوں تک بستر پر ہاتھ پاؤں پھیلائے پڑی رہی۔ چھت کو تکتی رہی، پھر اچانک اسے یاد آیا کہ پچھلی رات ڈان مورس اس کی خواب گاہ میں آیا تھا اور اس کے حکم کے مطابق وہ بستر پر لیٹ گئی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا، اسے کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔

وہ فوراً ہی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے لباس کو دیکھا۔ کل رات جو لباس پہن کر ڈان مورس کے ساتھ باہر گئی تھی وہی پہن کر سو گئی تھی۔ اب سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا وہ ہمیشہ شب خوابی کے ڈھیلے ڈھالے ہلکے پھلکے لباس میں سونے کی عادی تھی۔ وہ اپنے لباس کو، اپنے گورے گورے بدن کو چھو کر دیکھنے لگی۔ اپنی دھڑکنوں پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگی۔ 'کیا وہ آیا تھا اور یوں ہی چلا گیا تھا؟'

وہ شدید حیرانی سے خلاء میں تکنے لگی۔ تصور میں قبرستان نظر آرہا تھا۔ اس قبرستان میں چڑیلیں اور شیطان رقص کر رہے تھے۔ ان رقص کرنے والے شیطانوں کے درمیان ڈان مورس بھی تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ انگارے کی طرح دہک رہی تھیں۔ وہ تصور میں دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ پھر سوچتے سوچتے اچانک ہی قہقہہ لگانے لگی، پھر اسی طرح قہقہے لگاتی ہوئی بستر سے اُٹھی۔ وہاں سے چلتی ہوئی قدآدم آئینے کے سامنے آئی۔ اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "اگر شیطان ایسے ہوتے ہیں تو میں اس دنیا کے تمام انسانوں کو اپنے اس شیطان پر قربان کرتی ہوں۔ میں جب سے جوان ہوئی ہوں، یہی دیکھتی آئی ہوں کہ لوگ میرے حسن کو دیکھتے ہیں، پھر کسی اور طرف دیکھنا

بھول جاتے ہیں۔ میرا شباب ایسا تو پُرفتن ہے کہ بوڑھوں کے منہ سے بھی رال ٹپکنے لگتی ہے۔ گویا میرا حسن اور شباب انسان کو شیطان بنا سکتا ہے جبکہ وہ شیطان میرے ساتھ میری خواب گاہ میں آیا ہیں اس کے ہاتھوں میں تھی۔ اس کے اختیار میں تھی لیکن وہ میری شرم رکھ کر چلا گیا۔ ہائے، ایسے شیطان پر میری ہزار جانیں قربان!"

دماغ کے ایک گوشے سے خیال اُبھرا۔ 'لیکن وہ آدھی رات کے بعد قبرستان کیوں گیا تھا؟ اور اس کی آنکھیں کتنی وحشت ناک ہیں، ان آنکھوں سے شیطان جھانکتا ہے!'

وہ انکار میں سر ہلا کر سوچنے لگی۔ 'نہیں نہیں، شیطان نہیں ہے۔ ایک پُراسرار شخص ہے۔ وہ یقیناً پُراسرار ہے۔ اس کے اندر کوئی غیر معمولی صلاحیت ہے۔ ہاں، اب یاد آرہا ہے۔ میں بستر پر لیٹنے کے بعد اپنے آپ میں نہیں رہی تھی۔ آہستہ آہستہ سو گئی تھی اور اس نے ہی مجھے سلایا تھا۔ شاید اس نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اوہ گاڈ! وہ کیا ہے۔ میں سوچتی ہوں تو اس کے بارے میں سوچتی ہی چلی جاتی ہوں۔'

اس نے الماری سے ایک بہترین لباس نکالا، اسے لے کر باتھ روم میں چلی گئی۔ پھر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس پہن کر پارس کے دروازے پر آئی، دستک دی، آواز دی۔ جواب نہ ملا۔ اس نے دروازے کے ہینڈل کو گھمایا تو وہ کھل گیا لیکن کھلتے وقت کوئی چیز رکاوٹ بن رہی تھی۔ اس نے جھانک کر دیکھا تو دروازے کے پاس ہی قالین پر ایک چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر رکھا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر باتھ روم کے دروازے پر دستک دی۔ پارس کو آواز دی۔ وہاں سے بھی جواب نہ ملا۔ وہ سوچنے لگی۔ 'ہماری دوستی اور بے تکلفی بڑھتی جا رہی ہے۔ کل رات تک ہم نے اچھا خاصا وقت گزارا۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ دن بھر کا پروگرام بناتے رہے پھر وہ کچھ کہے سنے بغیر کہاں چلا گیا؟'

اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کیسٹ ریکارڈر کو دیکھا۔ سونے کی بات تھی کہ ریکارڈر دروازے کے پاس کیوں رکھا گیا تھا۔ کیا پارس چاہتا تھا، جو بھی دروازہ کھولے، یہ کیسٹ ریکارڈر اس کی نظروں میں آجائے۔ نینسی نے سوالیہ نظروں سے ریکارڈر کو دیکھا۔ پھر اسے آن کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس میں سے پارس کی آواز اُبھرنے لگی۔ "ہیلو نینسی! مجھے یقین ہے، تم اس ریکارڈر تک پہنچ گئی ہو اور میری آواز سن رہی ہو۔ میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ جانے سے پہلے میں نے تمہارے دروازے پر دستک دی، کوئی جواب نہ ملا۔ میں سمجھ گیا، تم گہری نیند میں ہو اور تمہیں گہری نیند سونا چاہیے کیونکہ پچھلی رات تم پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ کل تم میرے بہت قریب تھیں۔ سر سے پاؤں تک میری تھیں پھر بھی مجھ سے بہت دور تھیں اور مجھ سے خوفزدہ تھیں۔ میں اٹیل مل کے دفتر میں ملوں گا اور دیکھوں گا کہ تم مجھ سے بہت قریب ہو یا بہت دور۔"

آواز ختم ہو گئی۔ نینسی نے ریکارڈر کو چوم کر کہا۔ "بہت قریب، بہت ہی قریب۔"

پھر اس نے اسے ایک طرف رکھا۔ گنگناتی ہوئی باہر آئی، زینے سے اُترتی ہوئی ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ وہاں اچھے خاصے لوگ جمع تھے۔ ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ وہ سب اسے مسکرا کر دیکھ رہے تھے۔ نانا جان نے کہا۔ "کل تمہاری شادی ہے مگر تمہاری پریشانی دیکھو۔ اتنے کم وقت میں دنیا بھر کے انتظامات کرنے ہیں۔ یہ سب ہمارے مہربان ہیں۔ شادی کے سلسلے میں اپنی اپنی ذمے داریاں سنبھالنے آئے ہیں۔ ویسے باقی دی ولے، تم اکیلی کیوں نظر آرہی ہو۔ تمہارے وہ صاحب کہاں ہیں؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میرے صاحب بہت ذمے دار ہیں۔ صبح سویرے ہی دفتر چلے گئے ہیں۔ میں بھی جا رہی ہوں۔ گڈ بائی۔"

وہ الوداعی انداز میں ہاتھ ہلاتے ہوئے وہاں سے چلی گئی، اس کے نانا نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کرنا چاہا۔ پتا چلا ٹیلی فون بالکل خاموش ہے۔ انھوں نے ملازم سے تار چیک کرنے کے لیے کہا۔ ایک ملازم نے باہر سے آکر کہا۔ "جناب! ٹیلی فون کا تار باہر سے کٹا ہوا ہے۔ پتا نہیں کس نے کاٹ دیا ہے۔"

پارس صبح چار بجے بیدار ہو گیا تھا۔ اس نے خواب گاہ میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کے ریسیور کو اُٹھا کر کرنل جیکسن کے نمبر ڈائل کیے۔ کسی کی آواز سنائی۔ پارس نے کہا۔ "میں میجر ولبرٹ بول رہا ہوں، فوراً کرنل جیکسن کو فون دو۔ ایک اہم معاملہ ہے۔"

تھوڑی دیر بعد کرنل کی آواز سنائی دی۔ پارس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور کا نمائندہ ہوں۔ مجھے اس شخص کا نام، پتا اور ٹیلی فون نمبر بتاؤ۔"

وہ بے چون و چرا بتانے لگا۔ پارس سامنے رکھے ہوئے کاغذ پر پوری تفصیل نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ جب تمام معلومات

حاصل ہوگئیں تو اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایک چاقو لے کر وہ بے قدموں اس بنگلے سے باہر نکلا۔ پھر بنگلے کے پچھلے حصے میں پہنچ کر ٹیلی فون کے کھمبے پر چڑھ گیا۔ وہاں اس نے ٹیلی فون کے تار کاٹ دیے اور اس کٹے ہوئے تار کو کچھ اس طرح موڑ توڑ کر رکھا جیسے کسی نے اس کھمبے پر چڑھ کر ٹیلی فون کے آلات سے وہ تار منسلک کر کے فون کیا ہو اور پھر وہاں سے چلا گیا ہو۔

ٹیلی فون ڈیٹیکٹ کرنے والوں کو پتا چل جاتا کہ ڈان مورس کے نانا کے ہاں سے فون کیا گیا ہے لیکن انٹیلی جنس والے وہاں آتے تو انھیں پتا چلتا کہ ان کا تار کٹا ہوا تھا اور وہ کٹا ہوا تار اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ کسی نے ڈان مورس کی ٹیلی فون لائن سے فائدہ اُٹھا کر کرنل سے رابطہ قائم کیا تھا اور اپنا کام بنا کر چلا گیا تھا۔

پارس صبح چھ بجے اپنی کار میں بیٹھ کر سمندر کے ساحل کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس نے جو معلومات حاصل کی تھیں ان کے مطابق اس ڈمی فرہاد بننے والے کا اصل نام موشے کولان تھا۔ وہ ملٹری انٹیلی جنس کا بہت چالاک اور تجربہ کار جاسوس تھا۔ عمر تیس برس تھی۔ یوگا کا ماہر تھا۔ نہایت ہی خطرناک فائٹر تسلیم کیا جاتا تھا۔ پارس نے اس کا نام اور پتا سب معلوم کر لیا تھا لیکن اسے صورت سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ فی الحال اس کی شناخت یہی تھی کہ اس کی دائیں ران پر اور بائیں بازو پر گولیوں کے زخم کے نشان تھے۔ وہ روز صبح سمندر کے ساحل پر دوڑ لگانے آتا تھا اور پارس اسی ساحل کی طرف جا رہا تھا۔

○

میرے دونوں بیٹوں نے اپنی ذہانت و صلاحیتوں سے ہمیں جتنا خوش کیا تھا اتنا ہی پریشان بھی کر رکھا تھا۔ وہ ہماری ٹیلی پیتھی کا سہارا لینا نہیں چاہتے تھے۔ اِدھر ہمارا دل نہیں مانتا تھا۔ کبھی نہ کبھی کسی خطرناک سچویشن میں جب ذہانت اور دلیری کام نہ آتی ہو، حاضر جوابی بھی جواب دے جائے، فوری طور پر نجات کا کوئی راستہ نہ ملے تو ایسے وقت ہمارے بچوں کو ٹیلی پیتھی کا سہارا ضرور لینا چاہیے لیکن وہ نہیں مانتے تھے اور ہم منوانا چاہتے تھے۔

پارس جب ڈان مورس اور روما گوا استنبول سے پیرس لے کر آیا اور خود ڈان کا روپ اختیار کرنے لگا تب ہی میں سمجھ گیا تھا کہ یہ اسرائیلی سرزمین پر پہنچ کر کچھ ہنگامہ کرنا چاہتا ہے۔ یہودیوں سے اپنی ماں کا انتقام لے کر دل کی بھڑاس نکالنا چاہتا ہے۔ اسرائیل جانا گویا دشمنوں کے نرغے میں جانا تھا۔ ایسی صورت میں میں اپنے بیٹے کو اس کے حال پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا، چپ چاپ بیٹے کی نگرانی کرتا رہوں گا اور وقت ضرورت اس طرح کام آؤں گا کہ اسے میری مداخلت کا علم نہیں ہوسکے گا۔ یہ سوچ کر میں ہر اس فرد کے دماغ میں پہنچ رہا تھا جو میرے بیٹے کے اس پاس رہتا تھا اور آئندہ بھی رہنے والا تھا۔ ان میں سب سے اہم نینسی تھی کیونکہ سمار تھا اپنے انجام کو پہنچ چکی تھی۔ اس اس کے نانا نے ٹام مورس اور سام مورس اور اس کی بیوی کو قتل ایبب سے چلے جانے کا حکم دیا تھا۔ وہ لوگ نانا اور ڈان مورس کی زندگی سے نکل گئے تھے۔ میرے بیٹے سے دور ہوگئے تھے۔

اب پارس پر نظر رکھنے کے لیے ایک نینسی ہی رہ گئی تھی جو ہر لمحے اس سے متاثر ہوتی جا رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اس میجر ولبرٹ نے رشوت کے طور پر نینسی کو طلب کیا تو معاملات ایک نیا رخ اختیار کرنے لگے۔ پارس کو اس بہانے میجر سے انتقام لینے اور اس کے ذریعے اپنے دوسرے دشمنوں تک پہنچنے کا موقع مل رہا تھا۔

میں نینسی کے ذریعے میجر ولبرٹ کے دماغ میں پہنچ گیا تھا جب رات کے وقت پارس نے میجر کی پٹائی کی اور اسے حکم دیا کہ وہ کرنل جیکسن سے گفتگو کرے تو میں اس وقت بھی میجر کے دماغ میں موجود تھا۔ جب میں نے اس کے ذریعے فون پر کرنل جیکسن کی آواز سنی تو اس کرنل کے دماغ میں بھی جگہ بنا لی۔

پارس کی ہدایت کے مطابق میجر نے کہا تھا کہ فرہاد علی تیمور، میجر کے ذریعے کرنل کے دماغ میں پہنچ گیا ہے لیکن وہ خیال خوانی کے ذریعے ابھی اسے مخاطب نہیں کرے گا۔ اسے چوبیس گھنٹے کی مہلت دے رہا ہے۔ وہ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرے یا پھر اس شخص کا نام اور پتا بتا دے جس نے فرہاد کی ڈمی بن کر شیبا کو دھوکا دیا تھا۔

کرنل جیکسن یہ سن کر گھبرا گیا تھا کہ فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ چکا ہے۔ اس نے ریسیور رکھ دیا تھا اور غلاموں کی طرح ٹہلنے لگا تھا۔ انتظار کر رہا تھا کہ شاید میں اس کے دماغ میں خاموش ہوں، اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دے رہا ہوں۔ جب دو گھنٹے گزر گئے تو کرنل نے سوچا یہ دھوکا ہو سکتا ہے۔ کسی نے میجر ولبرٹ کو مجبور کر کے فرہاد کی ٹیلی پیتھی سے ڈرانے کی کوشش کی ہے۔ کرنل نے اپنے ماتحت افسران کو حکم دیا

"فوراً میجر ولبرٹ سے رابطہ قائم کرو۔ اور معلوم کرو کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ اسے فوراً میرے سامنے حاضر ہونے کے لیے کہا جائے۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ میجر کو تلاش کیا گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد پتا چلا، میجر ولبرٹ آج کی رات ایک ڈاک بنگلے میں گزارنے والا تھا۔ ملٹری کے سپاہی جب وہاں پہنچے تو انھیں میجر کی لاش ملی۔ کرنل جیکسن نے میجر کی موت کی خبر پاتے ہی سمجھ لیا، کوئی شخص فرہاد کے نام کا سہارا لے کر اس سے ڈمی فرہاد کا نام اور پتا معلوم کرنا چاہتا ہے۔ ایسے شخص کو گرفتار کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ وہ فون پر گفتگو کرے تو اسے ڈیٹیکٹ کر لیا جائے۔

کرنل جیکسن اپنے ماتحت افسران کو حکم دینا چاہتا تھا کہ تمام ٹیلی فون ایکس چینج میں ڈیٹیکٹو آلات لگا دیے جائیں، تمام افسران چوکنے رہیں۔ کوئی بھی کرنل سے گفتگو کرنا چاہے تو اس فون کا سراغ لگا کر فوراً بات کرنے والے کو گرفتار کر لیا جائے۔

لیکن وہ اپنے ماتحت افسران کو یہ حکم نہ دے سکا۔ اس سے پہلے ہی میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو جیکسن! تمھیں میجر بتا چکا ہے کہ پارس تل ایبب میں موجود ہے اور وہی اس ڈمی فرہاد کا پتا پوچھ رہا ہے۔ تمھیں یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ میں تمھارے دماغ تک پہنچ چکا ہوں، پھر تم میرے بیٹے کو گرفتار کرنے کی جرأت کیسے کر رہے ہو۔ کیا تم یہ احکامات اپنے ماتحت افسران تک پہنچا سکو گے۔ کیا اس لمحے تک تم زندہ رہ سکو گے؟"

وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ پریشان ہو کر بولا۔ "کیا تم مجھے مار ڈالو گے لیکن مجھ سے کیا دشمنی ہے؟ اگر دشمنی یہ ہے کہ میں تمھارے بیٹے کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں تو اس ارادے سے باز آجاؤں گا۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔ تم اسی شرط پر زندہ رہو گے کہ جب میرا پہلا فون پر بات کرے تو تم اسے ڈمی فرہاد کا نام اور پتا بتا دو گے۔"

"پلیز فرہاد! یہ ہمارا فوجی راز ہے۔ وہ ڈمی فرہاد ہماری فوج کا ایک اہم فرد ہے۔ میں اپنے ملک سے، اپنے وطن سے، اپنی قوم سے غداری نہیں کروں گا۔"

"وہ تو کر چکے ہو۔ جب میں نے تمھارے دماغ میں جگہ بنائی اسی لمحے میں نے معلوم کر لیا۔ جس شخص نے ڈمی بن کر میری شیبا کو دھوکا دیا، اس کی پارسائی کو داغدار کیا، اس شخص کا نام موشے کولان ہے۔ وہ ملٹری انٹیلی جنس کا بہت ہی چالاک اور دلیر جاسوس ہے۔ اسے ایک نہایت خطرناک فائٹر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کی عادت ہے کہ وہ روز صبح سمندر کے ساحل پر دوڑ لگانے جاتا ہے۔"

میں بول رہا تھا اور کرنل پریشان ہو رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "تمھیں یہ سب کچھ کس نے بتایا ہے؟"

"تمھارے دماغ نے۔ میں نے چپ چاپ بہت سی اہم معلومات حاصل کی ہیں۔ اب بولو، ٹیلی فون کے ذریعے پارس کو موشے کولان کی تفصیل بتاؤ گے؟"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولا۔ "ہاں، اب تو بتانا ہی ہوگا۔ چھپانے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟"

"چھپانے کے لیے ایک بات رہ گئی ہے۔ تم موشے کولان کو یہ تمام باتیں نہیں بتاؤ گے۔ اگر تم نے کسی اشارے سے بھی موشے کولان کو ہوشیار کرنا چاہا تو اسی لمحے تمھاری سانس کا رشتہ تم سے کٹ جائے گا۔"

میں نے کرنل جیکسن کو پوری طرح جکڑ لیا تھا۔ وہ دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ پارس کے لیے راستہ صاف تھا۔ وہ کہیں سے بھی ٹیلی فون کے ذریعے کرنل سے رابطہ قائم کر سکتا تھا لیکن وہ بھی بلا کا مکار تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھتا تھا، کرنل نے اسے گرفتار کرنے کے لیے کیسے کیسے جال بچھائے ہوں گے لہٰذا اس نے اپنے گھر کے ٹیلی فون سے رابطہ قائم کیا پھر باہر جا کر ٹیلی فون کے کھمبے پر چڑھ کر وہاں کا تار کاٹ دیا۔ اب کوئی یہ الزام نہیں دے سکتا تھا فون ڈان مورس کے بنگلے سے کیا گیا ہے۔

اس نے بڑی چالاکی سے کام کیا تھا۔ اسے ٹیلی پیتھی کے سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں بیچ میں نہ پڑتا تب بھی وہ دشمنوں کی گرفت میں نہ آتا لیکن اُسے موشے کولان کے متعلق معلومات حاصل نہ ہوتیں، کرنل جیکسن اسے غلط اطلاع دیتا، غلط راہ پر لگاتا، دوسری طرح سے جال بچھا کر اسے گرفتار کر لیتا۔

بہرحال میں نے خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کو ایسی کوئی چال چلنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ پارس نے موشے کولان کے متعلق تفصیلات ذہن نشین کر لی تھیں۔ اس کے بعد ہی وہ گھر سے نکل گیا تھا۔ ایسے وقت پھر میں پریشان ہوگیا۔ وہ سمندر کے ساحل پر ضرور جائے گا۔ ہو سکتا ہے، آج ہی اس سے ٹکرا جائے۔ موشے کولان یوگا کا ماہر تھا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر وہاں پہنچ جاتا

تو فکر کی کوئی بات نہ ہوتی۔

ان حالات میں پھر نینسی کی ضرورت پڑ گئی۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر اسے نیند سے بیدار کر سکتا تھا اور سمندر کے ساحل کی طرف لے جا سکتا تھا۔ وہ تو یہی نیند سو رہی تھی۔ پچھلی رات میرے بیٹے پارس کی زندگی میں ایک نیا موڑ آیا۔ میں اس وقت سے یہ بات جانتا ہوں جب میرے دونوں بیٹے شمع بینی کی مشقیں کیا کرتے تھے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ ان کی ذہانت اور ان کے تجربے کی پختگی ان کی آنکھوں میں اور ان کے لب و لہجے میں وہ سحر پھونک دے گی جس کے ذریعے کیس کی بھی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ کو اپنے قابو میں کر سکیں گے۔ پچھلی رات پارس نے نینسی پر یہ تجربہ کیا تھا اور وہ اس کا پہلا کامیاب تجربہ تھا۔

میں نینسی کے پاس پہنچا۔ وہ تو یہی نیند سے بیدار ہو چکی تھی۔ الماری سے لباس نکال کر باتھ روم میں غسل کے لیے جا رہی تھی۔ میں ایسے وقت اس کے دماغ میں نہیں رہ سکتا تھا۔ مجبوراً وہاں سے نکل آیا۔ جب وہ ایک گھنٹے بعد غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس پہن کر، میک اپ کرنے کے بعد پارس کے بیڈ روم میں پہنچی تب میرے شبہ کی تصدیق ہو گئی کہ وہ علی الصباح سمندر کے ساحل کی طرف گیا ہوگا۔ پتا نہیں، وہاں اب تک کیا ہو چکا ہوگا۔

نینسی اسٹیل مل پہنچی۔ وہ دفتر میں موجود تھا۔ اس نے اپنے بیڈ روم میں ایک کیسٹ ریکارڈر نینسی کے لیے چھوڑا تھا اور اس ریکارڈر میں روحانی فقرے چھوڑ آیا تھا کہ پچھلی رات تم میرے بہت قریب تھیں۔ سر سے پاؤں تک میری تھیں اور پچھلی رات تم مجھ سے بہت دور تھیں۔ مجھ سے بہت زیادہ خوفزدہ تھیں۔ میں تم سے دفتر میں ملوں گا اور دیکھوں گا کہ تم مجھ سے بہت دور ہو یا بہت قریب؟

نینسی نے دفتر میں پہنچتے ہی اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا: "دیکھ لو، میں تم سے قریب ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا اُدھر قیامت قریب تھی، میں قریب نہیں رہ سکتا تھا۔ ویسے میں جانتا تھا، میرا بیٹا اس سے کترائے گا۔ ایک دن اسے اسرائیل سے واپس جانا تھا اور وہ ایک شریف، عزت دار اور باحیا لڑکی کے جذبات سے کھیل کر نہیں جانا چاہتا تھا۔

میں ایک منٹ کے بعد نینسی کے پاس پہنچا تو وہ منہ پھیرے ناراضگی کا اظہار کر رہی تھی اور پارس کہہ رہا تھا: "میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ تم بے حد حسین ہو، تمہیں دیکھ کر میرا دل دھڑکتا ہے۔ میں ساری زندگی تمہیں اپنی دھڑکنوں سے لگائے رکھنا چاہتا ہوں لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھ سے شادی کرنے کے بعد تم پچھتاؤ گی۔ ایک دن میں یہاں سے بہت دور چلا جاؤں گا۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی: "کیوں چلے جاؤ گے؟ مجھے یہ نہ کہنا کہ تم شیطان ہو اور تم ڈان مورس کے جسم میں سما چکے ہو۔ تم جو بھی ہو، جیسے بھی ہو، میں تمہیں ہر حال میں، ہر صورت میں قبول کرتی ہوں۔"

وہ اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھی۔ میں اس کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا تھا، پارس سمندر کے ساحل پر جا کر کیا کرتا رہا تھا۔ میں نے نینسی کی زبان سے پوچھا: "یہ بتاؤ، تم صبح سویرے کہاں چلے گئے تھے؟"

اس نے حیرانی سے اُسے دیکھا، پھر کہا: "تم اپنی محبت اور جذبات کا اظہار کرو۔ یہ کیوں پوچھ رہی ہو، کہاں گیا تھا اور کیا کر رہا تھا؟ دیکھا نہیں کہ یہاں ملنے کا وعدہ کیا اور مل رہا ہوں۔"

میں نے سمجھ لیا ابھی ان دونوں کے پاس رہ کر موشے کولان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکوں گا لہٰذا کرنل جیکسن کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے کہا: "میں موشے کولان کی خیریت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے فون پر رابطہ قائم کرو۔"

وہ بہت پریشان تھا، کہنے لگا: "جناب فرہاد صاحب! آپ میرے دماغ میں ہیں۔ خود ہی معلوم کر لیں۔"

میں نے چپ چاپ اس کے دماغ کو پڑھنا شروع کیا۔ پتا چلا، آج صبح وہ سمندر کے ساحل پر دوڑ لگانے کے بعد اپنے بنگلے میں واپس آیا تو وہاں کسی نے بلڈنگ پائپ کے ذریعے ایک سوئی اس کے جسم میں پیوست کی تھی۔ جس کے بعد اس کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔ اعصاب کمزور پڑ گئے تھے اور وہ اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ایسے ہی وقت کوئی قد آور جوان چہرے پر ماسک پہنے اس کے سامنے آیا پھر اس نے ایک چاقو نکالا اور اس چاقو سے موشے کولان کی ایک آنکھ نکال کر لے گیا۔ ساتھ ہی ایک رقعہ چھوڑ گیا۔ اس میں لکھا تھا۔

"میں تمہارے خطرناک فائٹر سے دو دو ہاتھ کر سکتا تھا لیکن اپنی سونیا تما کا شاگرد ہوں۔ وہ اچھی فائٹر ہونے کے باوجود لڑنے میں وقت ضائع نہیں کرتیں۔ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام نکال کر چلی جاتی ہیں۔ میں بھی اس کینے، بدذات کی ایک آنکھ نکال کر جا رہا ہوں۔ اس نے میری شیبا تما کو شیطان بن کر دیکھا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس کی دونوں آنکھیں نکال لی جاتیں، لیکن میں چاہتا ہوں، جب تک یہ زندہ رہے، اپنی ایک آنکھ سے دُنیا کو دیکھتا رہے اور سوچتا رہے اب ایک آنکھ

ہی ہے۔ کیا وہ کسی عزت دار لڑکی کو بے حیا نظر سے دیکھ سکتا ہے؟

میں کسی دوسرے مرحلے میں اس کا ہاتھ کاٹ کر لے جاؤں گا کیونکہ اس نے ناپاک ہاتھوں سے میری تما کا ہاتھ پکڑا ہو گا۔ تیسرے مرحلے پر میں اس کی ایک ٹانگ کاٹوں گا کیونکہ ان قدموں سے چلتے ہوئے میری تما تک پہنچا ہوگا۔ میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے اس کے تھوڑے تھوڑے ٹکڑے کروں گا۔ تم میں سے کوئی اپنے اس جیالے ملٹری آفیسر کو بچا سکتا ہے تو بچا لے۔"

"مجھے موشے کولان کے بعد بلائنڈ کلب کے ممبران کی ضرورت ہے جن کی دوبارہ گندی پلاننگ کے باعث میری معصوم بیوی جوجو کو اغوا کیا گیا تھا۔ اس کی عزت کی بھی دھجیاں اُڑانے کی ناکام کوششیں کی گئی تھیں۔ میں تم جیسے ذلیل پلان میکروں کو چُن چُن کر ایسی عبرت ناک سزائیں دوں گا کہ آئندہ تم میں سے کوئی فرہاد علی تیمور کی فیملی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

اس تحریر کے نیچے پارس کا نام لکھا ہوا تھا۔ میں یہ ساری باتیں کرنل جیکسن کے دماغ سے پڑھ رہا تھا۔ پارس نے گھنٹے دو گھنٹے میں یہ واردات کیسے کی ہوگی، یہ تو موٹی سی عقل سے بھی سمجھا جا سکتا تھا۔ ایک تو اس کے پاس موشے کولان کا مکمل پتا تھا، وہ سمندر کے ساحل پر محض اس لیے گیا ہوگا کہ وہ مختصر سے لباس میں دوڑ لگا رہا ہوگا۔ اس کا بازو اور اس کا پاؤں یقیناً ننگا ہوگا۔ اس طرح وہ اس کے زخموں کو دیکھ کر اس کی شناخت کر چکا ہوگا۔

پھر وہ اس کے بنگلے میں جا کر چھپ گیا ہوگا۔ وہاں بھی اس نے اس کو دیکھا ہوگا جو ساحل پر دوڑ لگا رہا تھا اور جس کے بازو اور ران پر زخموں کے نشان تھے تب یہ سمجھ لینے میں کوئی شبہ نہیں رہا ہوگا کہ وہی موشے کولان ہے۔ اس نے زیادہ ہنگامہ کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ سونیا کی طرح اس کے پاس بھی ایک ننھی سی نلکی تھی۔ جس میں ایک میڈیکیٹڈ سوئی موجود رہتی تھی۔ اس نلکی کو مُنہ میں رکھ کر پھونک مارنے سے سوئی ٹھیک نشانے پر جا کر پیوست ہو جاتی تھی۔ اس طرح اس نے موشے کولان کو بے دست و پا کر دیا تھا پھر بڑی آسانی سے اُس کی آنکھ نکال لی تھی اور ایک رقعہ لکھ کر اس کے پاس چھوڑ گیا تھا۔

اس کا طریقہ کار سمجھ میں آ رہا تھا۔ ویسے اس کا یہ چیلنج مجھے پسند نہیں آیا کہ آئندہ وہ موشے کولان کا ایک ہاتھ کاٹے گا۔ اسے اعلان نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس طرح اس نے اپنے راستے میں خطرات اور زیادہ بڑھا لیے تھے۔ اسے چُپ چاپ جو کرنا تھا کر گزرتا تو بہتر ہوتا۔

میں موشے کولان کے پاس آ گیا۔ اب نہ تو وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا تھا نہ ہی یوگا کی مہارت کا اظہار کر سکتا تھا۔ مجھے توقع تھی، اس کے دماغ سے کچھ اہم معلومات حاصل کر سکوں گا لیکن توقع سے کچھ زیادہ ہی معلومات حاصل ہونے لگیں۔ میرا دوسرا بیٹا پارس دوم امریکا میں تھا اور اس وقت تک وہاں رہنا چاہتا تھا جب تک کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ نہ لگا لے۔ ابھی وہ جیری جیکب تک پہنچا ہوا تھا۔

پہلے ہماری نظروں میں سپر ماسٹر آیا۔ میں نے اس کی ٹیلی پیتھی سمیت اسے فنا کر دیا۔ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا جیری جیکب نیویارک میں پارس کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ آج موشے کولان کے دماغ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک یہودی ہے اور وہ آج کل اسرائیل کے کسی شہر میں ہے۔

اس تیسرے کا نام ڈینی دانیال تھا۔ وہ اگرچہ یہودی تھا لیکن امریکی حکومت کا وفادار تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جو مات ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے گئے تھے ان میں اس ایک یہودی کا انتخاب خوب سوچ سمجھ کر کیا گیا تھا۔ اس کا پھیلا ریکارڈ ظاہر کرتا تھا کہ وہ دامے درمے سخنے ہر پہلو سے اپنے ملک امریکا کو اور امریکی حکومت کو ترجیح دیتا ہے، اس کے بعد یہودی قوم کی حمایت میں کچھ بولتا ہے۔

انسان خواہ کتنا ہی وفادار اور جاں نثار ہو وہ اپنی بنیاد اور اپنے آغاز کو کبھی نہیں بھولتا۔ کوئی اہم معاملہ ہو تو وہ اپنی بنیاد کی طرف ضرور لوٹ جاتا ہے۔ میری ہی مثال کافی ہے۔ میں اور میرے بچے کبھی پاکستان میں نہیں رہتے۔ ہمارا مستقل قیام بابا صاحب کے ادارے میں ہے، ہمارا تعلق پیر سے ہے، ہماری وفاداری فرانسیسی حکومت سے ہے لیکن پاکستان پر کوئی آنچ آئے یا فرانسیسی حکومت پاکستان کے خلاف کوئی اقدام کرے تو ہم بے اختیار اپنے وطن کی، اپنی قوم کی حمایت میں بول پڑیں گے اور صرف بولنے کی حد تک محدود نہیں رہیں گے۔ جب ہمارے تیور بدلیں گے تو ہماری زمین کی طرف آنکھ اُٹھانے والوں کی یا تو آنکھ نہیں رہے گی یا آنکھیں جُھک جائیں گی۔

ہم فرانسیسی حکومت سے وفاداری کے معاملے میں توازن رکھتے ہیں مگر بہت سے ذہن ایسے ہوتے ہیں جو

توازن قائم رکھنا نہیں جانتے۔ یا تو وہ معذور ہوتے ہیں یا مطلب پرست۔ جب ایسی غیر معمولی طاقت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اپنی اصلیت دکھلاتے ہیں۔ ڈینی دانیال نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد جب یہ دیکھا کہ ایک سپر ماسٹر کے بعد دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو سپر ماسٹر بنایا گیا ہے اور اس کا کوئی چانس نہیں ہے تو وہ اپنے ملک میں، اپنی یہودی قوم کے درمیان آ گیا تھا۔

اس نے اسرائیل کے اعلیٰ حکام کے سامنے خود کو ظاہر نہیں کیا۔ وہاں چند عہدے داروں سے چپ چاپ رابطہ قائم کرتا رہا اور انھیں اپنا ہم خیال بنا کر وعدہ کرتا رہا کہ وہ سب اپنے ملک اور اپنی قوم کے لیے خاموشی سے کام کریں گے اور یہ کبھی ظاہر نہیں ہونے دیں گے کہ ان کے درمیان کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ ڈینی دانیال نے جن خاص خاص لوگوں سے خفیہ طور پر رابطہ قائم کیا تھا ان میں ایک موشے کولان تھا۔ ان میں سے کسی کو یہ نہیں معلوم تھا کہ دانیال نے کن اہم عہدے داروں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اس نے انھیں سمجھا دیا تھا کہ یہ احتیاطی تدبیر ہے۔ اگر فرہاد یا اس کا کوئی ساتھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تم میں سے کسی کے دماغ میں آئے گا تو وہ صرف تمھاری حد تک محدود رہے گا۔ تمھارے ذریعے دوسرے عہدے داروں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ یہی وجہ تھی کہ میں موشے کولان کے دماغ سے اتنا کچھ معلوم کرنے کے بعد بھی یہ نہ معلوم کر سکا کہ باقی دوسرے عہدے دار کون لوگ ہیں۔

ویسے تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سراغ مل گیا تھا۔ اس کے بعد جو اہم بات معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈینی دانیال، میرے بیٹے پارس کی تاک میں ہے۔ جب میجر کے ذریعے کرنل جیکسن کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ پارس ایسے شخص کا نام اور پتا ٹھکانا معلوم کرنا چاہتا ہے جس نے ڈمی فرہاد بن کر اس کی ممی شیبا کو دھوکا دیا تھا۔

ادھر میں نے کرنل جیکسن کو دھمکی دی تھی کہ وہ اس سلسلے میں موشے کولان کو کچھ نہ بتائے لیکن دانیال نے اس کے دماغ میں پہنچ کر پارس کے متعلق بتا دیا تھا کہ وہ اس کی تاک میں ہے اور اس سے انتقام لینے کے لیے کوئی خطرناک قدم اُٹھا سکتا ہے۔ موشے کولان کو اپنی ذہانت اور صلاحیتوں پر بڑا ناز تھا۔ پھر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دانیال اس کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا۔ اس نے پارس سے زیادہ خطرہ محسوس نہیں کیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس رات وہ کرنل جیکسن کے ذریعے اس کا نام اور پتا معلوم کرنا چاہے گا اس کی مدد ہی اس پر حملہ کر بیٹھے گا۔

بے شک پارس کا حملہ کامیاب ہوا تھا لیکن ڈینی دانیال کی موجودگی سے خطرات بہت بڑھ گئے تھے۔ اس کی ذرا سی غلطی دانیال کو یہ بتا سکتی تھی کہ وہ ڈان مورس کے روپ میں چھپا ہوا ہے۔ میں اپنی موجودگی ظاہر کیے بغیر اس کے علم میں یہ بات لا سکتا تھا۔ یہ بات پارس کو جتنی جلدی معلوم ہوتی، اتنا ہی اچھا ہوتا۔ میرے پاس فوری طور پر ایک ہی ذریعہ بنتی ہوئی تھی۔ میں کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرنے کے لیے زیادہ انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ پارس سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ موشے کولان پر دوبارہ حملہ کرنے اور اس کا ہاتھ کاٹنے کے سلسلے میں دیر کرے گا۔ وہ بڑی تیزی سے کسی بھی منصوبے پر عمل کرتا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر موشے کولان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ڈاکٹروں نے اس کی ایک آنکھ کی مرہم پٹی کر دی تھی۔ تکلیف سے نجات دلانے کے لیے نیند کا انجکشن دیا تھا اس لیے وہ سو رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ میں خاموش رہا۔ ڈینی دانیال اس کی حفاظت کے لیے وہاں موجود ہو سکتا تھا اور پارس کے دوسرے حملے کے سلسلے میں کوئی بات کر سکتا تھا لیکن مجھے اس کی آواز سنائی نہیں دی۔ میں پارس کو کسی طرح اس خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا اور پریشان ہو رہا تھا کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے۔

تب ایک تدبیر سمجھ میں آئی۔ جب پارس، ڈان مورس کے روپ میں سمارتھا سے شادی کرنے کے بعد تل ابیب پہنچا تھا اور ایئرپورٹ میں نانا سے اور نینسی سے ملاقات کی تھی تو میں سمارتھا کے دماغ میں موجود تھا۔ جب جمال بن مصطفےٰ پولیس والوں سے بچتا ہوا ایئرپورٹ کی عمارت میں داخل ہوا اور اس نے اپنی حفاظت کے لیے پارس کو یرغمال بنانے کی کوشش کی تو میں جمال بن مصطفےٰ کے دماغ میں بھی پہنچ گیا تھا۔ اب فلسطینی مجاہد میرے کام آ سکتا تھا۔

میں نے اس کے لب و لہجے کو اور اس کی آواز کو اچھی طرح یاد کیا پھر خیال خوانی کرتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ حیفہ کے علاقے میں ایک مکان کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مکان ایک مسلمان تاجر کا تھا۔ وہ اس تاجر کے

چھوٹے بھائی کی حیثیت سے وہاں رہا کرتا تھا۔ اس نے اپنے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی کی تھی۔ ڈاڑھی مونچھ کا اضافہ کیا تھا۔ ایک آنکھ میں ایسا لینس لگایا تھا جس سے آنکھ پتھر کی لگتی تھی۔ سر کے بال چھوٹے چھوٹے سے تھے۔ کوئی اسے دیکھ کر جمال بن مصطفےٰ نہیں کہہ سکتا تھا۔

جب وہ جہاد کے لیے نکلتا تو ڈاڑھی مونچھ صاف کرا دیتا تھا، آنکھ سے وہ لینس نکال دیتا تھا اور لانبے بالوں کی وگ پہن لیا کرتا تھا۔ ان دنوں وہ چار مجاہدین کی رہائی کا مطالبہ کر رہا تھا جنھیں حیفہ کی ایک جیل میں بند کر دیا گیا تھا۔ ان پر جھوٹا مقدمہ چلایا جانے والا تھا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھا ہوا کوئی ایسی تدبیر سوچ رہا تھا جس پر عمل کر کے اپنے ساتھیوں کو جیل سے رہا کرا سکے۔ میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ اس نے جھک کر سامنے سینٹرل ٹیبل پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا پھر اسٹیل مل کے دفتر کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے پارس کی آواز سنائی دی "ہیلو، نیشنل اسٹیل ملز۔"

میں نے جمال بن مصطفےٰ کی زبان سے کہا۔ "ہیلو، کیا تم میری آواز سے مجھے پہچان سکتے ہو؟"

پارس نے چونک کر پوچھا۔ "کون، جمال بن مصطفےٰ؟"

"ارے واہ شہزادے! تمھاری یادداشت بڑی تیز ہے! مختصر سی ملاقات رہی اور تم نے مجھے آواز سے پہچان لیا۔"

اس نے پوچھا۔ "تمھیں میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ ایک ارب پتی مل اونر کے نواسے ہو۔ تمھارا فون نمبر معلوم کر لینا کون سی بڑی بات ہے۔ جوان تم میرے محسن ہو۔ میں نے اس لیے فون کیا ہے کہ کسی کا احسان زیادہ دیر اپنے سر پر نہیں رکھتا۔ ابھی یہ احسان اتارنا چاہتا ہوں۔"

"کیسے اتارنا چاہتے ہو؟"

"تمھیں ایک زبردست خطرے سے آگاہ کر رہا ہوں۔ کیا تم یہ مانتے ہو کہ ٹیلی پیتھی کا علم ایک حقیقت ہے اور اس کا جاننے والا بڑی آسانی سے کسی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر کا بھید معلوم کر لیتا ہے؟"

"میں یہ مانتا ہوں لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"یہاں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ میں نے اب تک اس کی صورت نہیں دیکھی لیکن اس کے عمل سے پہچان گیا ہوں۔ وہ دشمن ہم لوگوں کے لیے مصیبت بنا ہوا ہے اور تمھارے لیے بھی بن سکتا ہے کیونکہ تم نے میری مدد کی تھی۔"

"میری فکر نہ کرو۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے میری طرف سے مطمئن ہو گئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تم مجھے یرغمال بنا کر لے جا رہے تھے، حقیقت کوئی نہیں جانتا۔"

"یہی تو میں تمھیں سمجھانا چاہتا ہوں۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی میرے دماغ میں پہنچ کر مجھے کمزور بنائے گا اور میرے اندر کی باتیں معلوم کرے گا تو اسے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ڈان مورس نامی ایک جوان نے میرے فرار ہونے کے سلسلے میں میری بھرپور مدد کی تھی۔"

"ہاں، وہ اس طرح معلوم کر سکتا ہے لیکن تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے؟"

"میرے چار ساتھی اس وقت حیفہ کی جیل میں ہیں۔ اس کمبخت نے ان کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کر لیا تھا کہ وہ فلسطینی مجاہدین ہیں، بہ ظاہر عام شہری بن کر رہتے ہیں اور بہ باطن اسرائیلی حکومت کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ تو اچھا ہوا کہ وہ چاروں میری اصلیت نہیں جانتے۔ میرا اصل ٹھکانا نہیں جانتے ورنہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغ سے میرے دماغ تک پہنچ جاتا۔"

"تم درست کہتے ہو، میں تمھارا شکر گزار ہوں، تم نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے وجود سے آگاہ کیا۔ میں بھی کسی کا احسان زیادہ دیر سر پر نہیں رکھتا۔ بولو، تمھارے چار ساتھیوں کے نام کیا ہیں، میں انھیں جیل سے نکال لاؤں گا۔ انھیں کہاں پہنچانا ہے، یہ بھی بتا دو۔"

"نہیں دوست، میرے اور ساتھیوں کے بارے میں مزید سوال نہ کرو کیونکہ میں نے بھی تمھارے متعلق کوئی سوال نہیں کیا۔ یہ نہیں پوچھا کہ تم کون ہو، تمھاری اصلیت کیا ہے۔ میرے لیے اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ تم مسلمان ہو۔ یقیناً کسی مقصد کے تحت یہ روپ اختیار کیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے میری تمھاری منزل ایک ہی ہو۔ جب ہم منزل کے قریب پہنچیں گے اور ایک دوسرے کے سامنے آئیں گے تو پھر ایک دوسرے پر احسان کریں گے۔ اس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر آرام سے ٹیک لگا کر صوفے پر بیٹھا اور خلا میں تکنے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے ہڑبڑا گیا۔ ایک ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر سوچنے لگا۔ 'ابھی مجھے کیا ہوا تھا۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں خواب دیکھ رہا تھا اور نیند کی حالت میں فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کر رہا تھا کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ باتیں بھی کچھ

کچھ یاد ہیں۔ شاید اسی ارب پتی کے نواسے سے گفتگو کر رہا تھا۔ آخر یہ سب کیا ہے؟"

میں نے کہا: "اسے ٹیلی پیتھی کہتے ہیں؟"

اس نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ میں نے کہا: "میں تمہارے دماغ کے اندر بول رہا ہوں۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ ایک دم سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بے یقینی سے بولا: "فرہاد صاحب! آپ! کیا وہی فرہاد جن کا ذکر حدیقہ کرتی ہے؟"

حدیقہ کا نام سنتے ہی اچانک میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب آتش جوان تھا۔ میں نے بیروت سے کئی سو کلومیٹر کے فاصلے پر ساحلی قلعے میں اس کے ساتھ ایسے رنگین و سنگین لمحات گزارے تھے جنہیں میں کبھی بھول نہیں سکتا تھا۔ ہماری محبت عجیب و غریب تھی۔ ہم ایک دوسرے کے بہت قریب تھے جیسے سانسیں انسان کی جان کے قریب ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود آج تک میں نے حدیقہ کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ ایک میری ہی کیا بات ہے۔ اس کے ساتھ برسوں سے جہاد کرنے والے فلسطینی مجاہدوں نے بھی اس کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ وہ ہمیشہ چادر اوڑھتی تھی اور اس چادر کا گھونگھٹ اس طرح بنائے رکھتی تھی کہ اس کی اوٹ سے دنیا کو دیکھتی تھی مگر دنیا والے اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایسی ہی حالت میں وہ اتنی خطرناک حملہ آور ثابت ہوتی تھی کہ دشمن اس کے نام سے کانپتے تھے۔

میں نے جمال بن مصطفےٰ سے کہا: "حدیقہ نے اپنے ایک محبوب کی لاش کے پاس قسم کھائی تھی، جب تک اپنے محبوب کے قاتل یہودیوں کو چُن چُن کر ختم نہیں کرے گی اور فلسطین کو آزاد نہیں کرائے گی، اس وقت تک زبان سے ایک لفظ نہیں بولے گی۔ گونگی بن کر رہے گی اور اپنا چہرہ کسی کو نہیں دکھائے گی۔ ہمیشہ چادر میں چھپی رہے گی۔"

اس نے کہا: "جی ہاں، وہ آج بھی اپنی اس قسم پر عمل کر رہی ہے۔ ہم میں سے کسی نے نہ تو اس کا چہرہ دیکھا ہے اور نہ اس کی آواز سنی ہے۔"

"پھر تم کیسے کہتے ہو کہ حدیقہ میرا ذکر کرتی ہے؟"

"اس کا انداز کچھ عجیب ہے۔ جب وہ ساحل پر ہوتی ہے تو ریت پر آپ کا نام لکھتی ہے۔ جب کشتی میں سفر کرتی ہے تو پانی میں اپنی کلمے کی انگلی پھیرتی ہے۔ ہم صاف طور پر اس نام کے ہجے پڑھ لیتے ہیں۔ جو آپ کو قریب سے جانتے ہیں وہ کہتے ہیں، حدیقہ کبھی کاغذ پر یا کسی دیوار پر یہ نام نہیں لکھتی۔ ایسی جگہ لکھتی ہے جہاں یہ نام ہوا سے، پانی سے مٹ جاتا ہے۔ جیسے آپ اس کی زندگی میں آئے اور جیتے جی مٹ گئے۔"

مجھے اس کا ذکر سن کر دُکھ ہو رہا تھا۔ میں تو سمجھ رہا تھا اس طویل عرصے میں شاید وہ اس دُنیا سے رخصت ہو گئی ہو گی۔ مجاہدوں کی زندگی کا کیا بھروسا، پانی کے بُلبلے ہوتے ہیں۔ آج موجود ہیں کل نابود ہو جاتے ہیں لیکن وہ موجود تھی۔ میں نے پوچھا: "وہ کہاں ہے؟"

"پتا نہیں جناب، چھ مہینے پہلے بیروت میں دیکھا تھا۔ اب خدا جانے کہاں ہو گی؟"

حدیقہ نے مجھ سے عجیب رشتہ قائم کیا تھا۔ بولنے کا رشتہ تھا، نہ ایک دوسرے کو دیکھنے کا۔ اب میں اس کے دماغ میں بھلا کیسے پہنچتا۔ کبھی میں نے اس کی آنکھیں نہیں دیکھیں، کبھی اس کی آواز نہیں سُنی۔ کبھی تقدیر ہی ہمیں ملا سکتی تھی۔ میں نے کہا: "تم اپنی تنظیم والوں کے ذریعے حدیقہ کا سراغ لگاؤ۔ مجھے اس سے مل کر خوشی ہو گی۔"

"میرے آدمی اسے ضرور تلاش کریں گے۔"

"اگر تمہارے وہ چاروں ساتھی جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جائیں تو تم انھیں کس طرح کسی خفیہ اڈے تک پہنچا سکو گے؟"

"ہم پہلے سے انتظامات مکمل رکھتے ہیں۔ جیسے ہی ہمارا کوئی ساتھی فرار ہونے میں کامیاب ہوتا ہے، ہم اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتے ہیں۔"

"تو پھر اس جیل کے قریب کہیں موجود رہو، مجھے جگہ بتا دو، تمہارے چاروں ساتھی وہاں پہنچ جائیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ میں آپ سے یہی درخواست کرنے والا تھا۔"

"تم جیل کے سامنے گاڑی لے کر تیار رہو۔ تمہارے وہ چاروں ساتھی وہاں سے نکلیں گے۔ اس سے پہلے تم جیلر سے یا جیل کے کسی سینیئر آفیسر سے فون پر گفتگو کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کر کے رابطہ قائم کیا۔ جیلر سے گفتگو کی۔ یوں ان کے پاس مجھے پہنچا دیا۔ میں تھوڑی دیر اس کے پاس رہ کر جیل خانے کے قاعدے قوانین معلوم کرتا رہا۔ پھر ایک رجسٹر کھول کر اس کے ہاتھ سے لکھوایا۔ وہ لکھنے لگا۔ مجھے ابھی فون کے ذریعے اعلیٰ افسر نے حکم دیا ہے کہ ان چار فلسطینی مجاہدوں کو جو میری جیل میں قیدی کی حیثیت سے ہیں، انھیں حیفہ جیل سے جافہ جیل منتقل کر دیا جائے۔"

اس نے رجسٹر میں ضروری خانہ پُری کرنے کے بعد

سپاہیوں کو حکم دیا: "جیل کی گاڑی دروازے پر لاؤ اور ان چاروں قیدیوں کو مسلح گارڈز کے ساتھ اس میں بٹھاؤ۔"

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ قیدیوں کو لے جانے والی گاڑی جیل کے اندر داخل ہوئی۔ اس میں ان چار قیدیوں کو بٹھایا گیا۔ جو مسلح سپاہی انھیں لے جا رہے تھے، میں نے جیلر سے ان کی گفتگو کرائی۔ ان کی آواز اور لب و لہجے کو سنا۔ گاڑی ڈرائیو کرنے والے کے دماغ میں بھی پہنچ گیا۔ جمال بن مصطفےٰ یقیناً جیل خانے کے باہر انتظار کر رہا ہو گا۔ میں ابھی اسے بتا نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھی، قیدیوں کی گاڑی میں جا رہے ہیں۔ اگر میں جیلر کے دماغ کو ذرا دیر کے لیے بھی چھوڑ دیتا تو کھیل بگڑ جاتا۔ جب قیدیوں کی گاڑی وہاں سے چل پڑی تو میں جیلر کو اس کے کمرے میں لایا۔ اس کی الماری سے شراب کی بوتل نکالی۔ پھر اسے باتھ روم میں لے گیا۔ اس نے باتھ روم کا دروازہ اندر سے بند کیا۔ بوتل کا مُنہ کھولا۔ پھر اسے مُنہ سے لگا کر غٹا غٹ پیتا چلا گیا۔ اگر وہ اپنے آپ میں ہوتا تو کبھی پانی ملائے بغیر اور ایک ایک پیگ بنائے بغیر شراب نہ پیتا۔ جبکہ وہ خالص شراب حلق سے انڈیلتا جا رہا تھا۔ جب اس نے آدھی بوتل حلق سے انڈیل لی تو میں نے اس کے مُنہ سے بوتل ہٹا دی۔ میرے ہر معمول کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ جیسے ہی میں دماغ کو آزاد چھوڑتا ہوں، وہ چکرا کر رہ جاتا ہے کہ وہ دماغی طور پر کس طرح غائب ہو گیا تھا لیکن اسے اپنے بارے میں سوچنے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔ آدھی بوتل شراب اپنا اثر دکھا رہی تھی۔ اس کا سر گھوم رہا تھا۔ وہ ہاتھ میں بوتل پکڑے ہوئے تھا، اسے غور سے دیکھ رہا تھا مگر یہ سوچنے کی قوت نہیں تھی کہ بوتل کہاں سے آ گئی اور وہ باتھ روم میں کیسے پہنچ گیا۔ میں نے اس کے مُنہ سے پھر بوتل لگائی۔ اسے تھوڑی سی اور پلائی، پھر اسے اس کے حال پر چھوڑ کر جمال کے پاس آیا۔ اس سے کہا: "قیدیوں کو لے جانے والی گاڑی حیفہ روڈ پر جا رہی ہے، اُدھر چل پڑو۔ گاڑی والوں کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے ساتھی خود بخود تمہارے پاس آئیں گے۔"

گاڑی کے پچھلے حصّے میں ان چار مجاہدوں کے ساتھ دو مسلح سپاہی بیٹھے ہوئے تھے اور دو مسلح سپاہی ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر تھے۔ پچھلی طرف سے ایک سپاہی نے آواز دی: "گاڑی روکو۔ ایک قیدی مر رہا ہے۔ اسے فوری طبّی امداد کی ضرورت ہے۔"

ڈرائیور نے گاڑی روک دی۔ اگلی سیٹ سے دونوں مسلح سپاہی فوراً باہر آئے۔ پھر انھوں نے پچھلا دروازہ کھول کر پوچھا: "کیا بات ہے؟"

میرے معمول سپاہی نے اپنی بندق سے دو گولیاں چلائیں۔ دونوں کو نشانہ بنایا۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے سپاہی نے اس پر حملہ کرتے ہوئے کہا: "یہ تم نے کیا کیا معلوم ہوتا ہے تمہارا دماغ چل گیا؟"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے الگ کیا۔ پھر اس کے ہاتھوں اپنے معمول سپاہی کو ہلاک کرا دیا۔ ڈرائیور بھی اپنی سیٹ سے اُتر آیا تھا۔ وہ دور کھڑا حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا اور سہما ہوا تھا۔ اب آخری بچے ہوئے سپاہی نے ان چاروں قیدیوں سے کہا: "چلو، اترو اور یہاں سے بھاگ جاؤ۔ وہ پیچھے آنے والی گاڑی تمہارے انتظار میں کھڑی ہے۔"

وہ چاروں مجاہدین دوڑتے ہوئے جمال کی گاڑی میں آئے۔ جمال نے اپنی گاڑی کو واپس گھمایا۔ پھر دوسرے راستے پر چل پڑا۔ جب وہ بہت دور نکل گیا تو میں نے اس مسلح سپاہی کے ذریعے ڈرائیور سے کہا: "چلو، اب ہم خالی گاڑی لے جائیں گے۔"

ایسے ہی وقت رسونتی نے مجھے مخاطب کیا: "فرہاد! ہم اپنے بیٹے تک پہنچ سکتے ہیں، ذرا آ کر دیکھو، وہ کیا کر رہا ہے۔"

میں نے پوچھا: "کیا ہمیں پارس کے دماغ میں جگہ مل سکتی ہے؟"

"نہیں، اس کے دماغ میں پہنچنا مشکل ہے۔ اس نے جیری جیکب کے سر پر ریوالور کے دستے سے ضرب لگائی تھی۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اب ہوش میں آ گیا ہے لیکن اس کا دماغ کمزور ہے۔ ہماری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا، اس کے پاس چلے آؤ۔"

ہم نہیں جانتے تھے کہ پارس نے کس طرح جیری جیکب کو قابو میں کیا تھا۔ جب رسونتی کے کہنے پر میں جیکب کے دماغ میں پہنچا تو وہ ایک کرسی سے بندھا ہوا تھا۔ اس کی ایک ہتھیلی سامنے والی میز پر رکھی ہوئی تھی۔ پارس نے اس کی کلائی کو تھام رکھا تھا اور ہاتھ میں ایک چھوٹی سی، پتلی سی کیل لے کر اسے دکھاتے ہوئے کہہ رہا تھا: "میں اس کیل کو تمہارے ناخنوں کے اندر چبھوتا جاؤں گا اور تمہارے ناخن اکھاڑتا جاؤں گا۔ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ تمہیں کتنی تکلیف پہنچے گی۔"

اس نے کیل کو ایک انگلی کے ناخن اور گوشت کے درمیان چبھویا۔ وہ تکلیف اور درد کی شدت سے تڑپ کر بولا۔ "نہیں نہیں! ایسا نہ کرو۔ میں مر جاؤں گا۔"

"تو پھر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے بتاؤ۔"

"مم... میں نہیں جانتا۔ سچ کہتا ہوں، مجھے کسی کا نام اور پتا نہیں معلوم۔"

پارس نے ایک کپڑا اس کے منہ میں ٹھونس دیا پھر دوسرے کپڑے سے منہ کو باندھتے ہوئے کہا۔ "تم تکلیف کی شدت سے تڑپتے رہو گے مگر چیخ نہیں سکو گے۔ چیخنا چاہو گے تو آواز نہیں ابھرے گی۔ کوئی تمہاری مدد کے لیے نہیں آسکے گا۔"

میں اتنی دیر میں اس کے دماغ سے معلوم کر چکا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام جانتا ہے لیکن ان کا پتا ٹھکانا نہیں جانتا۔ وہ سب ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد اپنے اپنے ٹھکانوں کو چھوڑ چکے تھے۔ کوئی نیا ٹھکانا بنا لیا تھا۔ میری خیال خوانی کے دوران جیری جیکب تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ یوں زور لگانے لگا جیسے رسیاں توڑ کر آزاد ہونا چاہتا ہو۔ کرسی سے اُٹھ کر بھاگنا چاہتا ہو لیکن یہ اس کے بس میں نہیں تھا۔ پارس اس کے ایک ناخن اور گوشت کے درمیان کیل گھسا کر اس کے گوشت کو کھرچ رہا تھا اور وہ تکلیف کی شدت سے نڈھال ہو کر ہاں، ہاں کے انداز میں سر ہلا رہا تھا۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا نام اور پتا بتاؤ گے؟"

اس نے پھر جلدی سے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پارس نے اس کے منہ سے کپڑا کھولا۔ پھر منہ میں ٹھنسے ہوئے کپڑے کو نکالا۔ منہ کھلتے ہی اسے آزادی سے کھل کر کراہنے کا موقع ملا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اس دوران اس نے کئی بار خیال خوانی کی کوشش کی تھی۔ کسی طرح اپنے آدمیوں کو اطلاع دینا چاہتا تھا کہ وہ کہاں قید کیا گیا ہے اور کس طرح وہاں پہنچ کر پارس کی قید سے رہائی دلائی جا سکتی ہے لیکن اس کا دماغ کمزور ہو چکا تھا، خیال خوانی کی پرواز نہیں کر سکتا تھا۔ پارس نے اسی لیے اس کے سر پر ضرب لگائی تھی، اس کے بعد ہی اسے اذیتیں دینا شروع کی تھیں تاکہ وہ خیال خوانی کے قابل نہ رہے۔

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "اے جوان، میں تیرے ہاتھوں سے مرنا نہیں چاہتا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، جو کہوں گا، سچ کہوں گا۔ خدا کے لیے مجھ پر بھروسا کر لینا۔ میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام جانتا ہوں لیکن ان کا پتا ٹھکانا نہیں جانتا۔ یہ علم سیکھنے کے بعد سب لوگوں نے اپنی رہائش گاہیں چھوڑ دی تھیں۔ میں نہیں جانتا، وہ کہاں ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ میں خود اپنی رہائش گاہ چھوڑ چکا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے ایک ہی رات میں اتنی دولت حاصل کی تھی کہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کا مالک بن گیا تھا اور دوسری کئی جگہ خفیہ رہائش گاہیں بنا لی تھیں۔"

"تم اپنی بات نہ کرو۔ دوسروں کے متعلق بتاؤ۔"

"تم مجھ سے چاہے جیسی قسم لے لو۔ اگر زبردستی کرو گے اور خواہ مخواہ میری جان لینا چاہو گے تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ میں مر جاؤں گا لیکن ان کا پتا نہیں بتا سکوں گا کیونکہ میں جانتا ہی نہیں ہوں۔"

"ان کے نام بتاؤ۔"

"ایک کا نام ڈینی دانیال ہے۔ وہ یہودی ہے۔ چونکہ نیویارک میں یہودیوں کی آبادی زیادہ ہے لہٰذا وہ اس شہر میں ضرور کہیں چھپا ہوگا۔"

"اس کا حلیہ بتاؤ۔"

وہ ڈینی دانیال کا حلیہ بتانے لگا۔ میں بھی توجہ سے سن رہا تھا۔ اس کے بعد وہ باقی دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور ان کے حلیے بتانے لگا تھا۔ ایسے ہی وقت اچانک اس کی سانس رکنے لگی۔ پارس نے اسے بہت اذیتیں پہنچائی تھیں۔ اس کی جان آدھی ہو گئی تھی لیکن وہ اتنا بھی کمزور نہیں تھا کہ تشدد کے اس مرحلے پر سانس اکھڑنے لگے۔ میں اس کے دماغ میں بڑی حد تک توانائی پیدا کر رہا تھا تاکہ وہ جلد سے جلد پارس کو ان دونوں کے نام اور حلیے بتا دے۔ ویسے میں اس کے چور خیالات پڑھ چکا تھا۔ ان دونوں کے نام اور حلیے معلوم کر چکا تھا مگر یہ تفصیل میں پارس کو نہیں بتا سکتا تھا۔ وہ اس کی زبان سے ہی سن لیتا تو بہتر ہوتا۔

میں نے محسوس کیا، توانائی پہنچانے کے باوجود وہ سوچ تو سکتا ہے مگر زبان نہیں ہلا سکتا۔ تب سمجھ میں آیا، ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی زبان بھی روک رہا ہے اور سانس بھی۔ وہ خلاف توقع اس کے دماغ میں آیا تھا۔ مجھے ذرا بھی اس کی آمد کا شبہ ہوتا تو میں پہلے ہی جیری جیکب کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیتا۔ اس کی یہ چال کامیاب نہ ہوتی۔ اب وہ قبضہ جما چکا تھا، میں صرف اس کے دماغ کو رہائی دلانے کی کوشش کر سکتا تھا۔ ہماری اس جدوجہد کے دوران اس کی سانس پوری طرح اکھڑ گئی۔ وہ بے دم ہو گیا اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

اس کی آخری سانس باقی رہنے تک پارس کی آواز مجھے سنائی دیتی رہی۔ وہ اسے جھنجوڑ رہا تھا۔ اسے آنکھ کھولنے اور کچھ بولنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس کے بعد مجھے اس کی آواز سنائی نہیں دی۔ جیری جیکب سے اس کی زندگی کا رشتہ کٹتے ہی ہم باپ بیٹے کا درمیانی رابطہ کٹ گیا۔ رسونتی نے پریشان ہو کر کہا۔ "میرا بیٹا پھر گم ہو گیا۔"

"ہاں، ایک جیری جیکب تھا۔ وہ بھی ہمارے درمیان نہ رہا۔"

"اسے نہیں مرنا چاہیے تھا۔ کیا تم نے اسے بچانے کی کوشش کی تھی؟"

"کیا موت سے کسی کو بچایا جا سکتا ہے؟"

"میں اسے بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی قوت اس کی سانس بند کر رہی ہے۔ کیا تم ایسا کر رہے تھے؟"

میں نے پوچھا۔ "ایسا دوست کرتے ہیں یا دشمن؟"

وہ حیرانی سے بولی۔ "کیا اس کے دماغ میں کوئی دشمن بھی موجود تھا؟"

"بیشک! ایسا ہی تھا۔ تب ہی تو اچانک اس کی سانس اکھڑ گئی۔"

"میں ابھی فرزانہ کو اس بنگلے میں پہنچاتی ہوں جہاں پارس موجود ہے۔"

"کیا تم سمجھتی ہو، فرزانہ کے پہنچنے تک پارس وہاں جیکب کی لاش کے قریب بیٹھا رہے گا؟"

"تو پھر کیا کروں؟"

"صبر کرو۔"

"کیا وہ فرزانہ سے ملاقات کرے گا؟"

"سنا ہے، محبت کچے دھاگے سے باندھ کر محبوب کو لے آتی ہے۔ بھلا بے بیٹے کی محبت میں دم ہوگا تو وہ ایک دوسرے سے ضرور ملیں گے۔"

جہاں مال و دولت کی کمی نہ ہو، وہاں شادی کی تیاری میں دیر نہیں لگتی۔ صبح سے شام تک ایسی بھاگ دوڑ رہی کہ رات ہوتے ہوتے دوسرے دن شادی کا مکمل انتظام ہو گیا۔

نینسی اس کی زندگی میں تیسری دلہن بن کر آ رہی تھی۔ وہ حسین تھی، دلنشین تھی۔ پارس اس کے ساتھ بہت سا وقت گزار سکتا تھا۔ لیکن ساری زندگی گزارنے کے لیے اپنی اصلیت ظاہر کرنا مناسب نہیں تھا۔

مشکل یہ تھی کہ سمارتھا کی طرح نینسی خودغرض اور مکار نہیں تھی۔ لالچی اور دھوکے باز نہیں تھی۔ اگر ایسی ہوتی تو اسے ایک دن ٹھکرا کر چلے جانا آسان ہوتا۔ وہ دل سے محبت کرنے والی کو دھوکا دے کر خود کو اخلاقی پستیوں میں گرانا نہیں چاہتا تھا۔

دوسری صبح نینسی نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "آج ہماری شادی ہے مگر تم خوش نہیں ہو، کچھ پریشان نظر آ رہے ہو۔ کچھ کیا، زیادہ ہی پریشان ہو۔ بات کیا ہے؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں، اتنی جلدی شادی نہیں کرنا چاہتا۔ میں نہیں چاہتا، بعد میں تمہیں پچھتانا پڑے۔"

"تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ میں نے چند دنوں میں تمہیں اچھی طرح دیکھ لیا ہے، سمجھ لیا ہے، پرکھ لیا ہے۔ تم پہلے ہی دن سے میرے حواس پر چھا گئے ہو۔ میں یقین دلاتی ہوں، تم سے شادی کر کے کبھی نہیں پچھتاؤں گی۔"

"اگر میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں تو؟"

"شادی سے پہلے چھوڑ کر جاؤ گے تو بہت روؤں گی شادی کے بعد جاؤ گے تو آہیں بھروں گی اور تمہارا انتظار کرتی رہوں گی خواہ ساری عمر انتظار کرنا پڑے، لیکن پچھتاؤں گی نہیں۔ کیونکہ میں پورے ہوش و حواس میں رہ کر تم سے شادی کا فیصلہ کر رہی ہوں۔ اور فیصلہ کرنے کے بعد پچھتانا سراسر نادانی ہے۔"

وہ شام تک رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ وہ اس کی دلہن بن گئی۔ دونوں دولھا دلہن کے لباس میں تھے اور شام کی پارٹی میں مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ ان سے مبارک باد اور قیمتی تحائف حاصل کر رہے تھے۔ اسرائیل کے ہر حصے سے بڑے بڑے تاجر اور سرمایہ دار اس تقریب میں آئے تھے۔ وہ فوجی افسران بھی شریک ہوئے تھے جن کا تعلق اسٹیل مل سے کسی نہ کسی طرح تھا۔ وہاں انھوں نے باتوں ہی باتوں میں ہلاک ہونے والے فوجی میجر کا ذکر چھیڑ دیا تھا۔ اس ذکر کے ساتھ یہ بات چل نکلی کہ کسی نے ایک ملٹری انٹیلی جنس سے تعلق رکھنے والے جاسوس کی آنکھ نکال لی ہے۔ پھر اس روز کے اخبارات میں شائع ہونے والی یہ خبر بھی گفتگو کا موضوع بن گئی کہ چار فلسطینی مجاہد جیل سے پُراسرار طور پر غائب ہو گئے ہیں۔

اس بات سے سب متفق تھے کہ پارس انتقامی کارروائی کے لیے آیا ہے اور اس کا باپ خیال خوانی کے ذریعے اس کی مدد کر رہا ہے ورنہ پارس کی ابھی عمر ہی کیا ہوگی۔ وہ ملٹری انٹیلی جنس کے اتنے تجربہ کار اور خطرناک فائٹر کے سامنے اگر آسانی سے آنکھ نکال کر نہیں جا سکتا تھا۔ اس کے پیچھے ٹیلی پیتھی کی طاقت چھپی ہوئی ہے۔ پھر وہ چار فلسطینی مجاہد جس انداز میں جیل سے نکل کر گئے ہیں

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب ٹیلی پیتھی کا کارنامہ ہے۔"

پارس نے نینسی کے قریب جھک کر سرگوشی میں کہا۔ "یہ لوگ ہماری شادی کی خوشی میں شریک ہونے آئے ہیں۔ ہم نے ان کے لیے ناچ گانے اور موسیقی کا انتظام کیا ہے۔ اس کے باوجود یہ اندر ہی اندر سہمے ہوئے ہیں۔ کیا یہ تھوڑی دیر کے لیے فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کو بھول نہیں سکتے؟"

نینسی نے حقارت سے کہا۔ "مجھے اس شخص کے نام سے نفرت ہے۔"

"کس شخص کے نام سے؟"

"وہی فرہاد علی تیمور۔"

"اس نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ وہ ہمارے پورے ملک اور پوری قوم کا دشمن ہے۔"

"کیا وہ خواہ مخواہ دشمنی کر رہا ہے؟"

"تم تو جانتے ہی ہو، مسلمان ازل سے ہم یہودیوں کے دشمن ہیں۔"

"میں تمام مسلمانوں کی نہیں، صرف فرہاد علی تیمور کی بات کر رہا ہوں۔ اس کی دشمنی میں کوئی وجہ تو ہوگی۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "ہاں، ہمارے یہاں کی ایک یہودی لڑکی شیبا تھی۔ سب اسی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ پتا نہیں اس نے کس طرح ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ لیا تھا، لیکن وہ بہت ہی احمق لڑکی تھی۔ اس نے یہودی ہو کر ایک مسلمان سے دل لگایا اور اس سے بڑی حماقت کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔"

"بھئی یہ دل کا معاملہ ہے، کسی پر بھی آسکتا ہے۔ مختلف اقوام اور مختلف مذاہب کے لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور شادیاں بھی کر لیتے ہیں۔"

"وہ نارمل نہیں ہوتے یا پھر اپنے مذہب اور اپنی قوم سے محبت نہیں کرتے۔"

"اگر تمہیں کسی مسلمان لڑکے سے محبت ہو جائے تو؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، میں مر سکتی ہوں، مگر اپنے اوپر کسی مسلمان کا سایہ بھی برداشت نہیں کر سکتی۔"

"نینسی تم پر میرا سایہ پڑ رہا ہے۔"

"آں؟" اس نے چونک کر پارس کو دیکھا۔

وہ مسکرا کر بولا۔ "ہمارے پیچھے کتنی تیز روشنی ہے۔ میرا سایہ تم پر پڑ رہا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "میری دعا ہے یہ سایہ ہمیشہ مجھ پر پڑتا رہے۔"

وہ کشمکش میں پڑ گیا۔ ایک دل کہتا ہے، یہ لڑکی ہم مسلمانوں سے نفرت کرتی ہے۔ ہمارا سایہ تک برداشت نہیں کرتی۔ اس کے ساتھ اخلاق اور مروت سے پیش نہیں آنا چاہیے۔ لیکن ضمیر سمجھاتا تھا، دشمن قوم کی دشمن بیٹیوں کی بھی عزت آبرو ہوتی ہے۔ ان کی آبرو کو پامالی سے بچانا ایمان کی پختگی ہے۔

جب سے نینسی اس کے قریب ہونے لگی تھی تب سے وہ بڑی سنجیدگی سے سوچتا آرہا تھا کہ کس طرح اس سے دامن بچائے اور اس کے دامن کو داغدار نہ کرے۔ اب تو شادی ہو چکی تھی۔ قانونی طور پر وہ اس کے جسم و جان کا مالک بن گیا تھا۔ اب کوئی اسے روک نہیں سکتا تھا۔ صرف ایمان روک رہا تھا۔

ایسے میں اچانک پارس کو ایک بچاؤ کا راستہ سجھائی دیا۔ اس وقت پوری محفل میں شراب کا دور چل رہا تھا۔ بڑی بڑی بوتلوں کے ساتھ شراب کی ٹرالیاں گھوم رہی تھیں۔ مختلف ٹرالیوں میں کھانے کا سامان بھی آرہا تھا۔ پارس نے کبابوں کی چیخ ماری پھر لڑکھڑایا اور ایک ٹرالی پر اوندھے منہ گرا۔ وہ ٹرالی اسے لیے ہوئے دور تک پھسلتی چلی گئی۔ کتنے ہی لوگ اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔ سب اپنی اپنی باتیں بھول گئے تھے۔ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ڈان مورس کے نانا اپنے ایک عزیز کے ساتھ اسے سہارا دے رہے تھے اور پوچھ رہے تھے۔ "کیا ہوا، میرے بیٹے کو کیا ہو گیا؟"

پارس دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے خلا میں تک رہا تھا۔ نینسی دوڑتی ہوئی قریب آگئی تھی پھر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر پوچھ رہی تھی۔ "ڈان! کیا بات ہے؟ میری طرف دیکھو، تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

وہ بدستور خلا میں تکتے ہوئے کہنے لگا۔ "کوئی میرے دماغ میں کچھ کہہ رہا ہے۔ ہاں، میں آواز سن رہا ہوں۔ نہیں، نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔"

اس کے چاروں طرف بھیڑ لگ گئی تھی۔ سب ہی پوچھ رہے تھے۔ "آخر کیا بات ہے؟ تم اُدھر خلا میں کیا تک رہے ہو۔ کیا سن رہے ہو؟"

پارس نے چند لمحوں کے لیے آنکھیں بند کیں پھر انہیں کھول کر چاروں طرف کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "میرے دماغ میں فرہاد علی تیمور بول رہے ہیں؟"

"کیا؟" سبھی گھبرا سے گئے۔ کتنے ہی لوگ دور ہٹ گئے۔

پھر پارس کی آواز بھرا گئی۔ وہ اپنے پاپا کی آواز اور لہجے میں بولنے لگا۔ "ہاں، میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ یہ لڑکی جو نئی نویلی دلہن بنی ہے۔ آج اپنی نئی زندگی کی ابتدا کرنے سے پہلے مجھ سے نفرت ظاہر کر رہی تھی۔ یہ ہم مسلمانوں کو اتنا کمتر سمجھتی ہے کہ ہمارا بھی اپنے اوپر برداشت نہیں کرتی۔ لہٰذا اب ایک مسلمان یہ اس پر ضرور پڑے گا۔"

اس کے نانا نے گھبرا کر پارس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "نہیں، ں فرہاد صاحب! میری نواسی نادان ہے۔ اس نے نادانی میں بات کہہ دی ہے۔ ہم اس کی طرف سے معافی مانگتے ہیں۔ ی آپ سے معافی مانگے گی۔"

"میں نے معاف کرنے کا سبق تم یہودیوں سے سیکھا ہے، لوگوں نے اپنی قوم کی بیٹی شیبا کو معاف نہیں کیا۔ اسے شرم ناک موت دے کر مار ڈالا۔ میں بھی تمہاری نواسی کو معاف نہیں کروں گا، اپنے ڈاہا ڈان مورس کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم نہیں کر سکے ں جب بھی ڈان مورس نینسی کے قریب جانا چاہے گا۔ میں ں کے دماغ میں زلزلے پیدا کر دوں گا۔ یہ دماغی مریض بنا جائے ا میں نے جو کہہ دیا وہ پتھر کی لکیر ہے اس کے بعد کسی کی فریاد سننا اور کسی کو معاف کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ گاڈ آل مائٹی! میں جا رہا ہوں، جب یہ محفل تمام ہو گی، مہمان رخصت ہو جائیں گے، دُلہا دُلہن و تنہائی نصیب ہو گی تو میں ان کے درمیان چلا آؤں گا۔"

پارس یہ کہتے ہی خاموش ہوا پھر نڈھال سا ہو کر آگے پیچھے جھولنے لگا۔ اس کے نانا اور دوسرے عزیزوں نے اسے سنبھال لیا۔ اب وہ اپنی آواز میں کہہ رہا تھا۔ "یہ مجھے کیا ہو گیا تھا میں چند لمحوں کے لیے دماغی طور پر کیسے غائب ہو گیا تھا! یہ میرا سر پھوڑے کی طرح کیوں دُکھ رہا ہے؟"

پھر اس نے نانا کے بازو کو تھام کر پوچھا۔ "امی کی گریٹ پاپا! میرا سر دُکھ رہا ہے۔ پتا نہیں، سر میں کس قسم کا زلزلہ پیدا ہوا تھا۔ اگر آئندہ بھی ایسا ہوا تو میں مر جاؤں گا۔"

نانا جان نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "تمہارے دشمن مریں۔ پھر وہ ایک دم سے بھڑک کر بولے۔ "ہم۔ میں فرہاد صاحب کو نہیں کہہ رہا۔ میں فرہاد صاحب کو دشمن نہیں سمجھتا۔ اگر وہ موجود ہیں اور ہماری باتیں سن رہے ہیں تو پلیز میری ایک بات کا جواب دیں۔ میں اپنی نواسی کی غلطیوں کی تلافی کس طرح کر سکتا ہوں؟"

پارس چند لمحوں تک خلا میں تکتا رہا پھر بولا۔ "گریٹ پاپا! مسٹر فرہاد کہہ رہے ہیں، جب تک نینسی کسی مسلمان سے شادی نہیں کرے گی اس وقت تک میرا دماغ بھی نہیں پکڑے سکے گی۔"

نینسی نے چیخ کر کہا۔ "ہرگز نہیں، میں کسی مسلمان سے شادی نہیں کروں گی۔ میری شادی ہو گئی ہے مسٹر فرہاد، تم ساری دنیا میں مشہور ہو۔ کتنے ہی لوگ تمہارے گُن گاتے ہیں، لیکن تم اخلاق سے گری ہوئی باتیں کر رہے ہو۔ ایک شادی شدہ لڑکی کو کسی مسلمان سے منسوب کرنا چاہتے ہو؟"

پارس نے پھر اپنے پاپا کی آواز اور لب و لہجے میں کہا۔ "میں فی الحال بولنا نہیں چاہتا تھا، لیکن تم نے مجھے اخلاقی درس دینے کی کوشش کی ہے تو تمہیں سمجھا دوں، تم سے زیادہ دنیا میں نے دیکھی ہے اور اخلاقیات کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ میں کہہ چکا ہوں، میری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ تم ایک مسلمان سے منسوب کی جاؤ گی اور وہ مسلمان تمہارا اپنا ہی شوہر ہو گا۔"

اس کے نانا نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ اس کا شوہر تو میر انواسا ہے، ڈان مورس اور یہ بھی ہماری طرح یہودی ہے۔"

"بے شک، یہودی ہے لیکن اگلے پل کا کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہو سکتا ہے۔"

نینسی نے پوچھا۔ "کیا تم زبردستی ایک یہودی کو مسلمان بنانا چاہتے ہو؟"

"تمہارے اکابرین نے شیبا سے جنم لینے والے بیٹے کو میرا بیٹا کہا اور اسے مسلمان قرار دے کر یہودی بنانے کا عزم کیا تھا۔"

ان سب کو تھوڑی دیر کے لیے چپ لگ گئی۔ پارس نے پھر اسی لہجے میں کہا۔ "میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہا ہوں۔ ہم جو کچھ تم سے سیکھتے ہیں، وہی تمہاری طرف لوٹا دیتے ہیں۔ لہٰذا

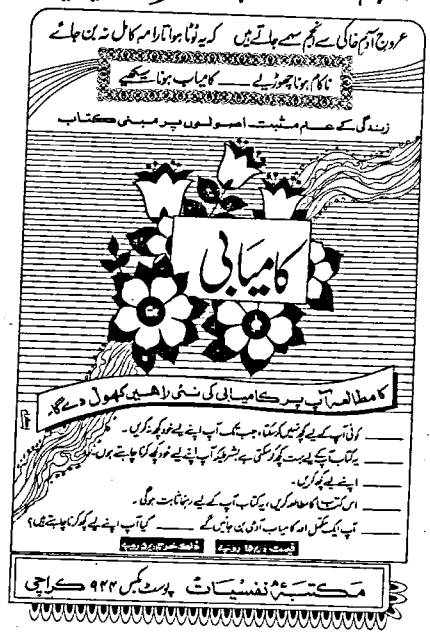

تم ڈان موریس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہو تو اس کا ایک ہی راستہ ہے۔ اسے دل سے اسلام قبول کرنے دو۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ کوئی دل سے تمہارا مذہب قبول کر لے گا؟"

"میں دماغوں میں چھپی دل کی بات معلوم کر لیتا ہوں۔ مجھ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ اگر یہ دل سے قبول نہیں کرے گا تو تمہارے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم نہیں کر سکے گا۔ اگر اس نے دل و جان سے اسلام قبول کیا تو سمجھو یہ پکا پکا مسلمان ہو گیا۔ پھر یہ مسلمان ہی رہے گا۔ پلٹ کر یہودی نہیں بنے گا۔ بنے گا تو میں اس کے ساتھ پھر وہی سلوک کروں گا۔"

پارس نے دونوں آنکھیں بند کر لیں۔ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ وہاں جتنے لوگ موجود تھے اسے توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ آنکھیں کھول کر اپنے چاروں طرف کھڑے ہوئے لوگوں کو ایسے دیکھنے لگا جیسے نیند سے بیدار ہوا ہو۔ اس نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا: "میں آپ سب سے معذرت چاہتا ہوں۔ مجھے آرام کرنا چاہیے۔ ورنہ میں اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکوں گا۔"

سب نے تائید کی کہ اسے کمرے میں جا کر آرام کرنا چاہیے۔ وہ بوڑھے نانا کا سہارا لے کر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آیا۔ اس بیڈ روم کو خاص طور پر سجایا گیا تھا۔ وہاں نینسی دلہن بن کر آنے والی تھی۔ وہ آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے نانا نے سر کو محبت سے سہلایا پھر کہا: "تم آرام سے لیٹے رہو، میں جا رہا ہوں۔"

وہ باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد نینسی دروازہ کھول کر اندر آئی۔ اس نے دروازے پر سے ہی کہا: "میں نہیں جانتی... مسٹر فرہاد ہمارے درمیان موجود ہیں یا نہیں؟ میں التجا کرتی ہوں، یہیں تنہائی میں ایک جگہ رہنے دیں۔ میں وعدہ کرتی ہوں، ڈان کے قریب رہوں گی، مگر اسے ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔"

پارس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا، پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا: "نینسی! ہم نے کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا۔ ہم میاں بیوی بن گئے، مگر تمہاری ایک غلطی سے سارا کام بگڑ گیا۔ تمہیں کسی مسلمان کے خلاف بولنے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ رونے کے انداز میں آگے بڑھتے ہوئے بولی: "میں بول کر پچھتا رہی ہوں۔"

"جب تک کسی بولنے والے کو سزا نہیں ملتی، اس وقت تک وہ دوسرے مذاہب کے خلاف بولتا رہتا ہے۔ آخر دوسروں پر کیچڑ اچھال کر کیا ملتا ہے۔ کیا دوسرے مذہب کو کمتر کہہ دینے سے اپنا مذہب برتر ہو جاتا ہے۔ اتنی سی ہمارے سمجھ میں نہیں آتی کہ اس طرح ہم اخلاقی طور پر بلند نہیں ہوتے بلکہ اور پستی میں چلے جاتے ہیں۔"

"یہ تو مسٹر فرہاد کو بھی سوچنا چاہیے۔ کیا وہ تمہیں زبردستی مسلمان بنا کر برتر ہو جائیں گے؟"

پارس بستر سے اٹھ گیا۔ اس کی طرف سے منہ پھیر کر کھڑکی کے پاس آیا۔ تاکہ ہونٹوں پر آنے والی مسکراہٹ کو دبا سکے، دل ہی دل میں کہنے لگا: "نہ ہمارے درمیان کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے اور نہ ہی کوئی کسی کو زبردستی مسلمان بنا رہا ہے۔ جہاں تک برتری کا تعلق ہے۔ اس کا فیصلہ دنیا کرے گی۔ تمہاری قوم کی بیٹی شیبا تمہارے پاس تھی اور تم نے اس کی عزت کو خاک میں ملا دیا۔ آج تمہاری قوم کی دوسری بیٹی میری خواب گاہ میں آئی ہے۔ تمہارے قانون نے، تمہارے سماج نے، تمہارے رسم و رواج نے اسے دلہن بنا کر میرے پاس بھیج دیا ہے اور میں صرف اس کی آبرو رکھنے کے لیے اس سے جھوٹ بول رہا ہوں اور اسے فریب دے رہا ہوں۔"

میں جھوٹا اور فریبی سہی۔ ایک دن تمہیں ماننا ہو گا کہ ہم اپنی اخلاقی ذمے داریاں پوری کرنا جانتے ہیں۔

خواب گاہ میں پیرس کی ایک بہت ہی جذباتی خوشبو پھیلی ہوئی تھی جو دلہن کو سحر زدہ کر رہی تھی۔ یوں تو پارس بھی اسے قریب پا کر سحر زدہ ہو رہا تھا، لیکن اس کے سر پر ضمیر کی تلوار لٹک رہی تھی اور نینسی کے سر میں ٹیل بیتی کا خوف سمایا ہوا تھا۔ حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے۔

پارس نے کھڑکی کے پاس سے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ سہاگ کی سیج کے پاس سر جھکائے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو؟"

اس نے ایک سرد آہ بھری۔ محبت کے جذبوں سے چور چور ہو کر پارس کو دیکھا، پھر کہا: "آج کی رات کیسے گزرے گی؟"

وہ بولا: "آگ کے قریب رہنے سے جلنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ تم اپنے بیڈ روم میں چلی جاؤ۔"

"کیا میں پرائی ہوں؟ مجھے یوں جانے کے لیے کہہ رہے ہو جیسے میں زبردستی تمہارے پاس آئی ہوں اور تمہارے دل میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔"

"تمہارے دل میں میرے لیے اور میرے دل میں تمہارے لیے جگہ ہے ایسا نہ ہوتا تو ہماری شادی نہ ہوتی۔"

"میاں بیوی کے درمیان ایک ان دیکھی دیوار کھڑی ہو جائے اور وہ مل نہ سکیں تو شادی کا فائدہ کیا ہے؟"

"قدرت کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے ابھی ہمارے درمیان جو رکاوٹ ہے اس میں سراسر ہمارا فائدہ ہو۔"

"میرا فائدہ اسی میں ہے کہ میں آج رات سے لے کر اپنی زندگی کے آخری سانس تک تمہارے ساتھ ازدواجی زندگی گزارتی رہوں۔"

"اس کے لیے ہمیں فیصلہ کرنا ہو گا۔ ہمارے سامنے کون سی چیز زیادہ اہم ہے۔ ہماری یہودیت یا ہماری محبت؟"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ ازدواجی رشتہ قائم کرنے کے لیے ہمیں اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرنا ہو گا۔"

"یہ ناممکن ہے۔ میں ایسا نہیں کر سکتی اور پھر مسٹر فرہاد نے صرف تمہیں اسلام قبول کرنے کے لیے کہا ہے۔"

"بات ایک ہی ہے، ناک ادھر سے پکڑو یا ادھر سے۔ اثر پہنچنا میں ناک ہی آئے گی۔ میں تم سے رشتہ قائم کرنے کے لیے مسلمان بن جاؤں گا تو کیا تم مجھے قبول نہیں کرو گی؟ اگر قبول کر لی تو اس کا مطلب ہے تم نے ایک مسلمان کو قبول کیا ہے۔"

"ایسی باتیں نہ کرو، مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں، ہم قریب رہیں گے تو ایسی ہی باتیں ہوں گی۔ اور ہمارے جذبات بھڑکیں گے۔ ہو سکتا ہے، ہم دیوانہ وار ایک دوسرے کے قریب آ جائیں، پھر مسٹر فرہاد میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دیں۔ میں زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ کیا تم مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتیں؟"

"میں تمہارے لیے اپنی زندگی دے سکتی ہوں۔ ایسی باتیں نہ کرو، کوئی حل تلاش کرو۔"

"آج ہماری شادی کی تقریب میں بڑے بڑے تجربہ کار، ذہین بزرگ بھی تھے۔ وہ کوئی حل پیش نہ کر سکے، ہم کیا کر سکیں گے۔ شاید الگ رہ کر اپنی اپنی جگہ ایک دوسرے کو یاد کرتے ہوئے، ایک دوسرے کے قریب آنے کے لیے کوئی راستہ نکالیں۔ شاید کوئی تدبیر ذہن میں آئے اور ہم مسٹر فرہاد کو کسی طرح قائل کر سکیں؟"

وہ اسے سمجھاتا ہوا دروازے تک آیا۔ پھر اسے کھول کر باہر نکل گیا۔ وہ کمرا سہاگ رات کے لیے تھا۔ وہ سہاگ کی جنت سے نکل آئی۔ اس کے ساتھ چلتی ہوئی اپنے بیڈ روم کے دروازے تک پہنچا۔ پارس نے اس کا دروازہ کھولا، پھر کہا: "آرام سے یہاں بیٹھ کر پلاننگ کرو سوچو۔ ہمیں ایسی صورت میں کیا کرنا ہے؟..."

مسٹر فرہاد نے بہت سوچ سمجھ کر یہ شرط رکھی ہے۔ وہ جانتے ہیں

ہم ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے اور ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے لیے شاید ان کی شرط قبول کر لیں۔ اگر ہم میاں بیوی کے رشتے کو ختم کر دیں تو ہمارے نانا جان اسے پسند نہیں کریں گے۔ وہ کاروباری انداز سے بھی سوچتے ہیں۔ ان کے بعد ہم دونوں ہی ان کی اربوں ڈالر کی جائداد کے مالک ہوں گے۔ اگر ہم الگ ہوئے تو جائداد بھی دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ وہ تقسیم بھی گوارا نہیں کریں گے۔ مسٹر فرہاد نے صرف ایک شرط رکھ کر ہمیں ہر طرف سے جکڑ لیا ہے۔ تم ہر پہلو سے غور کرو، شب بخیر۔"

وہ اپنے کمرے میں آیا۔ پھر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ صوفے پر آ کر بیٹھا جوتے اتارے، کپڑے تبدیل کیے۔ پھر بستر پر آ کر چاروں شانے چت ہو گیا۔ وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ اگرچہ نینسی کی آرزو دل میں کروٹیں لے رہی تھی، لیکن اس جذباتی خواہش پر یہ خوشی غالب آ رہی تھی کہ اس نے ایک لڑکی کی آبرو رکھ لی ہے۔

نینسی دوسری صبح اپنے نانا کے گلے لگ کر روتے ہوئے کہہ رہی تھی: "اوہ، مگر بیڈ پاپا! یہ شادی نہیں ہوئی، ہماری بربادی ہوئی ہے۔ ایسے کس طرح زندگی گزرے گی؟"

اس کے نانا نے پارس کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پارس نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا: "میں نے رات بھر غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آئندہ نینسی میرے ساتھ تو کبھی کسی کے ساتھ بھی ازدواجی زندگی نہیں گزار سکے گی۔ مسٹر فرہاد کی شرط کے مطابق اسے کسی مسلمان سے شادی کرنا ہو گی۔"

"میں ساری زندگی تنہا گزار دوں گی، لیکن کسی مسلمان سے شادی نہیں کروں گی۔"

"دیکھو تم پھر چیلنج کے انداز میں بول رہی ہو۔ اگر مسٹر فرہاد ہمارے درمیان ہوں گے تو کوئی نئی مصیبت لے آئیں گے۔"

اس کے نانا نے کہا: "ہاں، بیٹی ٹیل بیتی ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے بڑے سے بڑے انکار کو آسانی سے اقرار میں بدل دیا جاتا ہے۔ تم نے پچھلی رات مسلمانوں کے خلاف چیلنج کے انداز میں جو الفاظ استعمال کیے، وہ غلطی اب نہ کرو۔ کان پکڑو، توبہ کرو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "میں آئندہ کسی مسلمان کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال نہیں کروں گی، لیکن میں ڈان سے دور نہیں رہ سکتی۔ اسے چھوڑ کر کسی کو اپنا جیون ساتھی بنانے کا تصور نہیں کر سکتی۔"

اس کے نانا نے پوچھا: "کیا مسٹر فرہاد ہمارے درمیان موجود ہیں؟"

پارس نے کہا۔ "کل وہ میری زبان سے بول رہے تھے۔ مجھے اپنا ذریعہ بنایا تھا، لیکن میں اس کے بعد محسوس کر رہا ہوں جیسے میرا دماغ ہلکا پھلکا ہے۔ میرے اندر کوئی نہیں ہے۔ میں بالکل آزاد ہوں۔"

نینسی نے کہا۔ "مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے یہ سب کچھ خواب تھا۔ حقیقت نہیں تھی۔ ہم خواہ مخواہ ایک ٹیلی پیتھی والے سے خوفزدہ ہیں..."

"بیٹی! ایسی بات نہ کرو۔ ہمارے بڑے بڑے فوجی افسران، سرکاری فرائض ادا کرنے والے اعلیٰ عہدے دار اور اعلیٰ حاکم بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مارے گئے یا اقتدار سے ہٹ گئے۔ وہ بھی پہلے ٹیلی پیتھی کو ایک مذاق یا تمہاری طرح ایک خواب سمجھتے تھے۔ اسے خواب نہ سمجھو، ایسی غلطیاں نہ کرو کہ پچھتانے کا بھی موقع نہ ملے۔"

وہ سر جھکا کر پارس کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر ایک جھٹکے سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ سہم کر ذرا دور ہو گئی۔ پارس نے کہا۔ "میرا خیال ہے ہم ایک ساتھ ایک جگہ بیٹھ سکتے ہیں۔ صرف ایک دوسرے کو چھونے کی پابندی ہے۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی۔ "ایسا کب تک ہو گا؟"

"جب تک ہم میاں بیوی ہیں۔ میں تو کہتا ہوں، میں ہی تم سے دور چلا جاتا ہوں۔ نہ میں رہوں گا نہ محبت بھڑکے گی۔"

نانا نے کہا۔ "نہیں بیٹے! تم دونوں میں سے کوئی نہیں جائے گا۔ تم لوگ میرا مستقبل ہو، میری پہچان ہو۔"

پارس نے کہا۔ "گرینڈ پا، آپ دولت کی تقسیم نہیں چاہتے، آپ کی خواہش ہے، یہ آرٹوں کی جائداد میرے اور نینسی کے رشتے سے ایک ہی جگہ رہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ میں اپنے حصے کی جائداد نینسی کے نام لکھ سکتا ہوں۔ میرے لیے نینسی سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔ میں اس کے لیے تمام دولت چھوڑ سکتا ہوں۔ اس کے ذہن اور قلبی سکون کے لیے یہ ملک چھوڑ کے جا سکتا ہوں۔"

نینسی جذبات میں آگے بڑھی، پھر رُک گئی۔ کہنے لگی۔ "تم میرے لیے اتنی بڑی قربانیاں دینا چاہتے ہو، لیکن محبت میں یکطرفہ قربانیاں نہیں ہوتیں۔ میں بھی ایسی قربانیاں دے سکتی ہوں۔ میں تمہاری خاطر اپنے جذبات کو مار سکتی ہوں۔ ہم دونوں ایک ساتھ رہیں گے۔ صرف ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے پر پابندی ہے۔ کوئی بات نہیں، میں یہ پابندی برداشت کر لوں گی، لیکن تمہارے ساتھ رہوں گی۔ ہم دونوں ساری زندگی اسی طرح گزار لیں گے۔"

نانا نے کہا۔ "میری خواہش ہے، تم دونوں یورپ اور امریکا کی سیر کرو۔ ہر بڑے شہر میں کچھ عرصہ رہو۔ خوب گھومو پھرو، کھاؤ پیو۔ پھر یہاں آؤ، جب تک میں کاروبار سنبھالتا رہوں گا۔"

پارس جس مقصد کے لیے آیا تھا۔ اسے ادھورا چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ "گرینڈ پا، میں ایک طویل عرصے کے بعد اپنے ملک آیا ہوں۔ مجھے بیرونی ممالک جا کر گھومنے پھرنے کا شوق نہیں ہے۔ اگر نینسی کو شوق ہے تو یہ پھر کبھی پورا ہو جائے گا لیکن میں اپنے ملک میں رہنا چاہتا ہوں۔"

"تم جہاں رہو گے، میں وہاں رہوں گی۔ مجھے گھومنے پھرنے کا شوق نہیں ہے۔"

"تو پھر ایسا کرو، یارڈھم جاؤ۔ مقدس مقامات پر حاضری دو۔ دل سے عبادت کرو۔ ہو سکتا ہے، خدا تم دونوں کی سُن لے۔ جو دعائیں تمہارے درمیان ہیں وہ دور ہو جائیں۔"

"یہ نہایت عمدہ مشورہ ہے۔ کل رات سے نینسی یہاں پریشان ہے۔ میں اسے اس ماحول سے دور لے جاؤں گا۔"

"تو پھر پیک کام میں دیر کس بات کی۔ آج ہی چلے جاؤ۔"

پارس نے کہا۔ "اسٹیل مل کے کچھ ضروری معاملات ہیں۔ دو بہت بڑی پارٹیوں سے ملاقات کرنے کا وقت بھی دے چکا ہوں۔ ان سے نمٹنے کے بعد ہم کل چلے جائیں گے۔"

نانا نے کہا۔ "لیکن ابھی تو تم کہہ رہے تھے، نینسی کو اس ماحول سے دور لے جاؤ گے۔"

"جی ہاں، ہم ابھی سمندر کے کنارے والے کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں منتقل ہو رہے ہیں۔ کل وہاں سے یارڈھم کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ کیوں نینسی، ٹھیک ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تمہاری ہر بات ٹھیک ہوتی ہے۔ ہم سمندر کے کنارے کسی ہوٹل میں رہیں گے۔"

اس کے نانا نے فون کا ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیے۔ ان کے لیے فائیو اسٹار ہوٹل میں ایک سوئٹ ریزرو کرایا۔ وہ دونوں ایک گھنٹے کے اندر اپنا ضروری سامان پیک کر کے نانا سے رخصت ہو کر ہوٹل میں پہنچ گئے۔ جس نے ڈمی فرہاد بن کر شیشا کو دھوکا دیا تھا، اس کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی۔ پارس نے چیلنج کیا تھا کہ اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ یہ بڑے حوصلے اور اعتماد کی بات تھی۔ وہ اسرائیل میں بالکل تنہا تھا۔ کوئی اس کا معاون اسسٹنٹ بھی نہیں تھا۔ جو اس کے لیے خبری کر سکتا۔ اسے اپنے دشمن کی خبر خود رکھنا پڑتی تھی۔ اس کے لیے وقت بہت لگتا تھا۔ لیکن وہ کامیاب ہو جاتا تھا۔

اسٹیل مل میں فوج کے افسران آیا کرتے تھے۔ ان سے گفتگو کے دوران وہ پوچھا کرتا تھا کہ فلاں ملٹری سیکرٹ ایجنٹ کی حالت کیسی ہے۔ اب اس کی تکلیف کم ہوئی ہے یا نہیں؟

کسی کی خیریت معلوم کرنے سے یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا کہ کس طرح اس کا علاج ہو رہا ہے۔ کون اس کا علاج کر رہا ہے اور وہ کن لوگوں کے ذریعے اس کے دشمن تک پہنچ سکتا ہے۔

چونکہ وہ تنہا تھا۔ اس لیے اس کی مصروفیات زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ ایک تو وہ اسٹیل مل انڈیکرتا تھا۔ پھر نینسی ہمیشہ ساتھ لگی رہتی تھی۔ اس دوران شادی بیاہ کا چکر بھی چلتا رہا تھا۔ وہ کسی نہ کسی طرح نینسی سے کترا کر اپنے خاص مقصد کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ اس طرح پتا چلا کہ اب ڈاکٹروں نے اس کانے دشمن کو گھر سے باہر نکل کر چلنے کی اجازت دی ہے اور وہ پچھلی صبح سے سمندر کے ساحل پر آتا ہے۔ پہلے کی طرح دوڑ نہیں لگاتا لیکن آہستہ آہستہ ٹہلتا رہتا ہے۔

یہ جاننے کے لیے کچھ زیادہ عقل کی ضرورت نہیں تھی کہ اس کی نگرانی کرنے والے مسلح فوجی آس پاس رہتے ہوں گے خواہ وہ سادہ لباس میں ہی کیوں نہ ہوں۔

پارس نے اسی لیے ہوٹل میں ایک دن اور ایک رات قیام کرنے کا پروگرام بنایا تھا تاکہ دوسری صبح سمندر کے ساحل پر اپنا دوسرا چیلنج پورا کر سکے۔ ویسے دوسری صبح آنے میں دیر تھی۔ ابھی تو نینسی کے ساتھ مسئلہ تھا کہ دن اور رات کیسے گزارے جائیں دن بہرحال گزر گیا۔ وہ اپنی ایئر کنڈیشنڈ کار میں بیٹھے مل ایبب سے حیفہ تک چکر لگاتے رہے۔ خوبصورت باغیچوں اور عمارتوں گھر وغیرہ میں جا کر وقت گزارتے رہے۔

وہاں اکثر ہوٹلوں میں ڈانس فلور ہیں۔ جہاں آنے والے کھانے پینے سے پہلے رقص کرتے ہیں۔ نینسی نے وہاں پہنچ کر حسرت سے پارس کو دیکھا کیونکہ رقص کرنے کے لیے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامنا اور قریب آنا ضروری ہوتا ہے۔

وہ ایک میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے، رقص نہیں کر سکتے تھے مگر دیکھ سکتے تھے۔ حسین عورتیں اپنے محبوب یا شوہر کے بازوؤں میں رقص کر رہی تھیں۔ موسیقی کی تال پر تھرک رہی تھیں۔ نینسی کو یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس کے سامنے اترا رہی ہیں اور اس سے کہہ رہی ہیں۔ "تم دنیا کی واحد بیوی ہو جس کا رشتہ اپنے شوہر سے غلط ہے۔"

وہ اچانک اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"ہم کسی ریستوران میں جا کر کھائیں گے۔"

اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں، تمہارے دل پر کیا گزر رہی ہے چلو۔"

وہ ایک اچھے ریستوران میں آئے۔ مل ایبب روشنیوں کا شہر لگ رہا تھا۔ رنگ برنگی کاریں سڑکوں پر دوڑ رہی تھیں۔ فٹ پاتھ پر کتنے ہی خوش پوش جوڑے دکھائی دے رہے تھے۔ ہنستے کھیلتے بچے بھی گزر رہے تھے۔ لیکن نینسی کی نگاہیں وہ رنگ رنگی عورتوں پر جمی تھیں جو اپنے محبوب یا شوہروں کے ساتھ گزرتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ سامنے ہی ایک جذباتی فلم کا بہت ہی جذباتی پوسٹر لگا ہوا تھا جس سے وہ آنکھیں چُرا رہی تھی۔ اس نے بڑی مشکل سے گھونٹ سا کھایا، پھر بولی۔ "یہاں سے چلو..."

"میں تو چاہتا تھا، یہاں کچھ وقت گزاریں۔"

وہ بولی۔ "ہم وقت نہیں گزار رہے ہیں بلکہ اپنی زندگی کے بہترین وقت کو قتل کرتے جا رہے ہیں۔"

پارس نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ یوں بھی ان حالات میں نئے تجربات سے گزر رہا تھا۔ ایک حسین اور پُرشباب لڑکی کی قربت میں نفس کو مارنے کے سلسلے میں اپنی قوتِ ارادی سے کام لے رہا تھا۔ دوسرے یہ بھی تجربہ کرنا چاہتا تھا کہ ایک یہودی لڑکی کس حد تک ایک مسلمان سے نفرت کر سکتی تھی۔

وہ سمندر کے ساحل پر آ گئے۔ چاند نکلا ہوا تھا۔ چاندنی لہروں پر سے سرسراتی ہوئی ساحل کو روشن کر رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس دُنیا کی کوئی جگہ بھی محبت اور جذبات سے خالی نہیں ہے۔ وہاں بھی روانی جوڑے چہل قدمی کر رہے تھے۔ وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ وہ آگے پیچھے ڈگمگا رہی تھی۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

اس کے ساتھ ہی وہ ایک دم سے چکرا کر ریت پر گر پڑی۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے بازوؤں میں اٹھایا، پھر حیرانی سے بولا۔ "اُف تھیں تو بہت تیز بخار ہے۔ نینسی! آنکھیں کھولو۔ نینسی تم ہوش میں تو ہو۔"

اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر تیزی سے چلتا ہوا ایک ساحلی بینچ پر آیا۔ اسے وہاں لٹا کر دوڑتا ہوا اپنی کار کی طرف گیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے نینسی کے پاس لے آیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ پارس نے پھر اسے بازوؤں میں اٹھایا اور کار کی طرف لے جاتے ہوئے بولا۔ "تم پچھلی سیٹ پر آرام سے لیٹی رہو۔ میں تمہیں ڈاکٹر کی طرف لے جا رہا ہوں۔"

اس نے جلدی سے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں، میں پچھلی سیٹ پر نہیں لیٹوں گی، تمہارے ساتھ بیٹھوں گی۔"

پارس نے اسے اگلی سیٹ پر بٹھا دیا۔ کار اسٹارٹ کی، وہ ٹھال سی ہو کر اس پر ڈھلک گئی۔ اس کے شانے پر سر رکھ دیا۔ وہ آہستہ آہستہ کار ڈرائیو کرنے لگا۔ کیونکہ ایک ہاتھ سے اسے بھی سنبھالتا تھا

رہا تھا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "میں ڈاکٹر کے پاس نہیں جاؤں گی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"ڈان! ہم ہوٹل جائیں گے۔"

"بچوں جیسی باتیں نہ کرو۔ تمہیں فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

"میں کھانسی، بخار جیسی بیماریوں کے لیے اپنے پاس دوائیں رکھتی ہوں۔ اٹیچی میں دوا ہے۔ ہوٹل چلو۔"

ہوٹل میں ان کے لیے جو سوئٹ ریزرو تھا۔ اس میں دو کمرے تھے۔ ٹی وی لاؤنج کے ساتھ ایک بالکونی تھی۔ جہاں سے سمندر کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ پارس اسے سہارا دے کر ایک بیڈ روم میں لے آیا۔ اسے بستر پر لٹا کر بولا: "میں تمہاری اٹیچی میں دیکھتا ہوں، بتاؤ کون سی دوا ہے اس کا نام کیا ہے؟"

وہ جانا چاہتا تھا۔ نینسی نے ہاتھ پکڑ کر کہا: "اس کا نام ہے ضرورت۔۔۔"

ایسا کہتے وقت وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ پارس نے اس پر کمبل ڈال دیا۔ اس کے باوجود سردی لگ رہی تھی۔ وہ دوسرے بیڈ روم سے دوسرا کمبل لانا چاہتا تھا۔ نینسی نے پھر ہاتھ پکڑ لیا۔ تب پارس کی سمجھ میں آیا کہ بخار کیا چاہتا ہے۔

وہ ہاتھ پکڑے ہوئے تھی۔ اپنی طرف بلا رہی تھی۔ پارس نے بستر پر گھٹنے ٹیک دیئے۔ اس پر جھکا۔ پھر قریب آتے آتے ایک زور کی چیخ ماری۔ بستر سے اچھل کر فرش پر گرا۔ اور تڑپنے لگا وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ حالانکہ بخار میں تپ رہی تھی۔ سردی اب بھی محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن پارس کی چیخ نے اسے سمجھا دیا تھا کہ نیلی بچھو کا عذاب نازل ہو چکا ہے۔ وہ انکار میں سر ہلا ہلا کر کہنے لگی: "نہیں، نہیں، معاف کر دو، میرے ڈان کو معاف کر دو۔ اس کا کوئی قصور نہیں۔ مسٹر فرہاد میں غلط فہمی میں مبتلا ہو گئی تھی۔ میں سمجھ رہی تھی، دکھ بیماری کے وقت تم قریب آنے پر اعتراض نہیں کرو گے۔ مجھے پتا چل گیا ہے۔ آئندہ میں دکھ بیماری میں بھی اپنے جیون ساتھی کو ہاتھ نہیں لگانے دوں گی۔ میں دور رہوں گی ہمیشہ دور رہوں گی۔ میں اپنے ڈان کو اس طرح تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔"

یہ کہتے ہی وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ پارس نے چانک ہی اپنے پاپا کی آواز میں ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اپ! میں فرہاد علی تیمور، تمہارے ڈان کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما چکا ہوں۔ جب تک میں اس کے دماغ میں رہوں گا یہ سر کی تکلیف محسوس نہیں کرے گا۔ اگر تم چاہتی ہو کہ یہ نیلی بچھو کے عذاب سے نجات حاصل کرے تو فوراً آنسو پونچھو، رونا بند کرو۔ ریسیور اٹھا کر اپنے فیملی ڈاکٹر کو فوراً بلاؤ اور اپنا علاج کراؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ تم بخار کے بہانے پھر کوئی غلطی کرو۔"

اس نے فوراً آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ قائم ہوتے ہی کہا: "ڈاکٹر انکل! میں نینسی بول رہی ہوں آپ ہوٹل چلے آئیں۔ مجھے تیز بخار ہے پلیز، جلدی آجائیے۔"

ڈاکٹر نے یقین دلایا کہ وہ فوراً آرہا ہے۔ نینسی نے ریسیور رکھ کر پاس کھڑے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر فرہاد! ڈاکٹر انکل آرہے ہیں، میں آپ کے سامنے دونوں کان پکڑ کر معافی مانگتی ہوں۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر دیجیے۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، آج سے تمام مسلمانوں کی عزت کروں گی۔"

"قسم کھانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ عملی ثبوت دے کر یقین دلاؤ۔"

"میں عملی ثبوت کس طرح دے سکتی ہوں؟"

"میں ایک بار کہہ چکا ہوں۔ بار بار کہنا پسند نہیں کرتا۔ ویسے آخری بار سن لو۔ تمہارا ڈان اسلام قبول کرے گا، مسلمان بنے گا۔ تم اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارو گی۔ یہی عملی ثبوت ہوگا۔"

"مسٹر فرہاد! کچھ تو سوچیے، سمجھیے، یہ سراسر زیادتی ہے۔"

"تمہارے یہودی اکابرین نے میرے اوپر بھی زبردستیاں کی ہیں۔ شیبا کو بے موت مارا۔ میری بہو جو کو اغوا کیا اور اس کی عزت بھی خاک میں ملانا چاہتے تھے۔ تم یہودیوں کا شیطانی اعمال نامہ بہت طویل ہے۔ سنو گی تو سنتے سنتے بوڑھی ہو جاؤ گی۔"

وہ نڈھال سی ہو کر لیٹ گئی۔ کمبل کو اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ لیا پھر بولی۔ "ڈان! کیا تم مجھے دیکھ رہے ہو۔ تم ہوش و حواس میں تو ہو؟"

"یہ تمہاری آواز تو نہیں سن رہا ہے۔ اس کے ذریعے میں سن رہا ہوں۔ اس کے ذریعے میں بول رہا ہوں۔ میں زیادہ دیر یہاں نہیں رہنا چاہتا۔ لیکن جو تکلیف میں نے اس کے دماغ کو پہنچائی ہے اسے دور کرنے کے لیے دماغ پر قبضہ جمائے بیٹھا ہوں۔ جب اس کی تکلیف کم ہو جائے گی تو میں چلا جاؤں گا۔"

پارس چاہتا تھا، وہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی سے سمجھ لے۔ ڈاکٹر آئے تو اسے معائنہ کرنے کا موقع دے۔ اور اس کی تجویز کی ہوئی دوا استعمال کرے۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر آگیا۔ اس نے معائنہ کیا۔ اسے کچھ دوائیں کھانے کے لیے دیں۔ کچھ اپنے سامنے کھلائیں۔ پھر پارس کو تاکید کی کہ وہ وقت کے مطابق اس کو دوائیں کھلا دیا کرے۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔

پارس سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ نینسی نے سر گھما کر اسے دیکھا پھر پوچھا۔ "ڈان! کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟ کیا تم اپنے آپ میں ہو؟"

اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، پھر گہری سنجیدگی سے کہا۔ "ں، میں پھر زندہ ہو گیا۔ ورنہ اس بار دماغی جھٹکا مجھے مار ہی ڈالتا۔"

"اوہ، میں بہت شرمندہ ہوں۔ میں نے سوچا تھا، دکھ ری میں قریب آنے کا موقع مل سکتا ہے۔ اس پر مسٹر فرہاد اعتراض نہیں ہو سکتا۔۔۔ لیکن میری سوچ غلط تھی اور میری ی کی سزا پھر تمہیں ملی ہے۔ میں سچ مچ بہت شرمندہ ہوں۔"

"تم زیادہ باتیں نہ کرو۔ تمہیں آرام کرنا چاہیے۔ آنکھیں بند کرو۔ د آجائے گی۔ ڈاکٹر نے خواب آور دوا دی ہے۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے اندر جذبات کی جو ھیاں چل رہی تھیں، شاید وہ اسے سونے نہ دیتیں۔ لیکن بخار نے اچھی طرح تھکا ڈالا تھا۔ پھر اس کے ڈان پر دوبارہ ٹیلی پیتھی کا حملہ ا تو وہ خود کو محرم سمجھنے لگی۔ ایسے میں ڈاکٹر کی دی ہوئی خواب آور دا نے اثر دکھایا۔ وہ رفتہ رفتہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا حسرت سے خوابیدہ حسن کو دیکھا پھر جھک کر وہاں سے دوسرے کمرے میں آیا۔ پھر بستر پر لیٹ ے آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایت دی اور صبح چار بجے تک ری نیند سو گیا۔

دماغ نے ہدایت کے مطابق اسے جگا دیا۔ وہ فوراً بستر سے اٹھا۔ باتھ روم میں گیا۔ پھر پندرہ منٹ میں واپس آکر جوگنگ الباس پہنا۔ جیب میں ایک چھوٹی سی ٹیبہ رکھی۔ پھر دبے قدموں چلتا ہوا دوسرے کمرے کے پاس آیا۔ نینسی ابھی گہری نیند میں تھی۔ وہ اپنے سوئٹ سے باہر آگیا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے پہنچا۔ ہوٹل کے سامنے ہی ساحل تھا اور سمندر کی لہریں صبح کے گہرے سکوت میں شور مچا رہی تھیں۔ دھیمی دھیمی جگمگی روشنی میں دور تک کتنے ہی جوان ورزش کرتے ہوئے یا دوڑتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ بوڑھی عورتیں اور مرد دوڑ نہیں سکتے تھے۔ اسی لیے ٹہل رہے تھے جو نیم بیمار تھے ان کی بھی یہی حالت تھی۔ ان بیماروں میں ایک کا دشمن بھی تھا۔

اس کی ایک آنکھ پر ابھی تک پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ دوسری آنکھ پھاڑ پھاڑ کر کبھی سمندر کی طرف اور کبھی ساحل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پارس اس سے کچھ فاصلے پر تھا۔ پنجوں کے بل ریت پر اسکیٹنگ کر رہا تھا اور دور تک نقریں دوڑاتا ہوا یہ تاڑنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کی نگرانی کرنے والے کتنے فاصلے پر ہیں اور کہاں کہاں ہیں۔

پہلے وہ پنجوں کے بل ریت پر اچھل رہا تھا پھر ہر طرف سے طمئن ہو کر دوسرے دوڑنے والوں کے ساتھ ہو گیا۔ وہ بھی دوڑتا ہوا، اس کے سامنے سے گزرتا ہوا اس سے دور جاتا تھا پھر دور سے پلٹ کر اسی طرح دوڑتا ہوا اس کے سامنے گزرتا اور دوسری طرف نکل جاتا۔۔۔ اسے اس بات کا انتظار تھا کہ وہ کسی ضرورت سے اپنا کوئی ہاتھ اٹھائے تو اسے نشانہ بنا سکے۔

وہ تیسری بار دوڑ کر سامنے سے گزرنے والا تھا کہ موقع مل گیا۔ وہ کا دشمن سگریٹ کے پیکٹ سے ایک سگریٹ نکال کر منہ میں رکھ رہا تھا اور دوسرے ہاتھ میں دبے ہوئے لائٹر کو سلگا رہا تھا۔ پارس پہلے ہی اپنی جیب سے وہ چھوٹی سی ڈبیہ نکال کر اس میں سے ایک ننھا سا بٹوننگ پائپ نکال چکا تھا۔ وہ پائپ اب اس کے ہونٹوں کے درمیان تھا۔ اس نے ایسے پائپ کے ذریعے صحیح نشانہ لینے کی کافی مشق کی تھی۔ سامنے سے گزرتے وقت دونوں کے درمیان تقریباً پانچ چھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ پارس نے ایک پھونک ماری۔ پھر تیزی سے دوڑتا ہوا دوسرے دوڑنے والوں میں شامل ہو گیا۔ ڈبیہ وہ پہلے ہی پھینک چکا تھا۔ اس ڈبیہ میں ابھی دو سوئیاں باقی تھیں۔ اس کی پروا نہیں تھی۔ ایسی دو چار ڈبیہ اس نے اپنے اٹیچی کیس میں چھپا کر رکھی تھیں اور وہ سامان نانا کے بنگلے والے بیڈ روم میں تھا۔

وہ کا دشمن سگریٹ سلگانے کے قابل نہیں رہا تھا پہلے تو وہ ایک دم سے ساکت ہوا تھا۔ پھر اوندھے منہ ریت پر گر

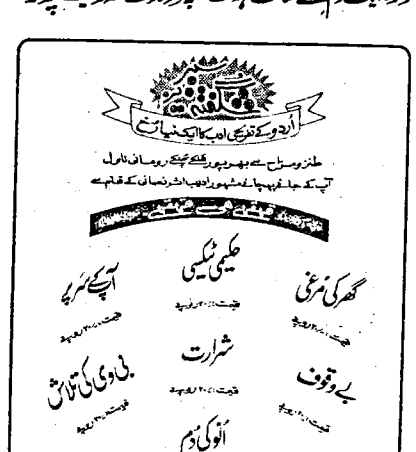

پڑا تھا۔ اس کے گرتے ہی سادہ لباس والے کتنے ہی مسلح افراد دوڑتے ہوئے قریب آئے۔ پھر دو چار نے ہوائی فائر کیے اور للکارتے ہوئے چیخ چیخ کر کہا۔ "جو جہاں ہے، وہیں کھڑا رہے خبردار! بھاگنے والے کو گولی مار دی جائے گی۔"

دوڑ لگانے والوں میں تقریباً پچیس تیس جوان تھے۔ آرام سے ٹہلنے والے بوڑھوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان سب کو گھیرے میں لیا گیا۔ وہ تعداد میں تقریباً پچاس تھے۔ ان سب کی جامہ تلاشی شروع ہو چکی تھی۔ ایک ایک کو اچھی طرح چیک کیا جا رہا تھا۔ ان کا نام اور پتا پوچھا جا رہا تھا۔ وہ حملہ آور تک پہنچنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔ اور ناکام ہو رہے تھے۔

گھیرے جانے والوں میں اکثر شہر کے معزز سرمایہ دار تھے یا پھر ان کے جوان بچے تھے۔ ایسے معززین کو زیادہ دیر روکا نہیں جا سکتا تھا۔ لہٰذا ان کی گاڑیوں کے نمبر نوٹ کیے گئے۔ ان کی رہائشوں کا پتا لکھا گیا۔ اس کے بعد جانے کی اجازت دے دی گئی۔ پارس ہوٹل کی طرف جا رہا تھا۔ نینسی ہوٹل سے نکل کر دوڑتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھی۔ قریب پہنچ کر بولی۔ "وہاں کیا ہو رہا تھا۔ میں بالکونی میں کھڑی دوربین سے دیکھ رہی تھی، وہ شخص اچانک سگریٹ سلگاتے سلگاتے دھپ سے اوندھے منہ گر پڑا تھا۔"

پارس نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا تم بالکونی میں تھیں، کیا دوربین سے دیکھ رہی تھیں؟"

"ہاں، میری آنکھ کھل تو تم دوسرے کمرے میں نہیں تھے۔ میں نے سوچا، شاید ساحل پر گئے ہو گے۔ دوربین سے دیکھا تو نظر آ گئے۔ اوہ ڈان! میرا خیال ہے، کسی نے اس شخص کو گولی ماری ہے۔ تم ٹھیک اسی وقت اس کے قریب سے گزر رہے تھے۔ اگر وہ گولی تمہیں لگ جاتی تو؟"

پارس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "فکر نہ کرو، کسی نے اسے گولی نہیں ماری۔ پتا نہیں، اس شخص کو کیا ہو گیا تھا کہ اچانک گر پڑا۔ اس کے جسم میں زہر پھیل رہا تھا۔ کچھ لوگ اسے فوری طبی امداد کے لیے لے گئے ہیں۔"

پارس کو یقین تھا، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا جو اس کا نے دشمن کی نگرانی کرتا آ رہا تھا، اب ایسے تمام لوگوں کے دماغوں میں پہنچ گا جو ساحل پر گھیرے گئے تھے۔ ان کی آوازیں اس نے سنی ہوں گی، ایک ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھا ہو گا۔ اس نے پارس کی آواز بھی سنی ہو گی اور اس کے دماغ میں بھی آنے والا ہو گا لیکن اتنی دیر ہونے کے باوجود وہ نہیں آ رہا تھا۔

وہ نینسی کے ساتھ ہوٹل میں آیا۔ اس نے کہا۔ "میں غسل کر کے آتا ہوں۔ تم فون کر کے ڈاکٹر سے پوچھو، بخار اترنے کے بعد تمہیں غسل کرنا چاہیے یا نہیں؟ ڈاکٹر اجازت دے تو غسل سے فارغ ہو جاؤ۔ پھر ہم ناشتا کریں گے۔"

وہ اپنے کمرے میں آیا۔ اپنے لیے ایک لباس کا انتخاب کیا۔ پھر اسے لے کر باتھ روم میں چلا گیا۔ پہلے اس نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اطمینان سے شیو کیا۔ شیو کرنے کے بعد یاد آیا، وہ اپنی ٹیپی سے آفٹر شیو لوشن نکال کر لانا بھول گیا ہے۔ وہ چہرے پر لوشن لگانے کے لیے باتھ روم کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ پھر ٹھٹک گیا۔ کمرے میں نینسی اس کی طرف پشت کیے کھڑی ہوئی تھی اور اٹیچی کھول کر یوں سامان اٹھا اٹھا کر دیکھ رہی تھی، جیسے کچھ تلاش کر رہی ہو۔ وہ چند لمحوں تک حیرانی سے اسے تکتا رہا۔ پھر جلدی سے باتھ روم میں واپس آ کر دروازے کو آہستگی سے بند کیا۔ شاور کو پوری طرح کھول دیا۔ شاور سے پانی گرنے کی آواز باہر پہنچ رہی تھی۔ نینسی کو اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ غسل کرنے میں مصروف ہے۔

پارس نے چند سیکنڈ کے بعد پھر آہستگی سے دروازہ کھول کر دیکھا، وہ پلنگ کے سرہانے پہنچی ہوئی تھی۔ تکیے اور گدے کو اٹھا کر دیکھ رہی تھی۔ بڑے انہماک سے کوئی چیز تلاش کر رہی تھی۔ اس نے دروازے کو پھر بند کر دیا۔ وہ اطمینان سے غسل کرتے ہوئے سوچنے لگا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا۔ میرے دماغ میں نہیں آ رہا ہے۔ نینسی کے دماغ میں چپ چاپ رہ کر میرے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش میں ہے۔ اس کے ذریعے زہریلی سوئی اور بلونگ پائپ تلاش کر رہا ہے۔ وہ سوچ رہا ہو گا۔ بلونگ پائپ کے ذریعے سوئی پھینکنے والے کے پاس کچھ اور سوئیاں بھی ہوں گی اور وہ بلونگ پائپ بھی اس حملہ آور کے پاس ہو گا اور اس نے اپنے ہوٹل کے کمرے میں کہیں چھپایا ہو گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ خیال خوانی کرنے والا پارس کے دماغ میں کیوں نہیں آیا؟

اس کا ایک ہی جواب سمجھ میں آ رہا تھا۔ پارس نے شادی کی رات یہ ڈراما پلے کیا تھا کہ فرہاد علی تیمور اس کے دماغ میں وقت بے وقت آ رہا ہے اور نینسی کو اس کی اسلام دشمنی کی سزا دے رہا ہے۔ شادی کی تقریب میں بڑے بڑے فوجی افسران اور سرکاری عہدے دار شریک ہوئے تھے۔ ان کے ذریعے یہ بات اس خیال خوانی کرنے والے تک پہنچی ہو گی، پھر اخبارات میں بھی یہ خبر مختصر طور پر شائع ہوئی تھی کہ فرہاد علی تیمور نے ایک ارب پتی تاجر کے نواسے کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اکثر محتاط رہتے ہیں۔ انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ فرہاد علی تیمور نے فلاں دماغ پر قبضہ جما لیا ہے

یا اس دماغ میں اس کا آنا جانا ہے تو وہ اس شخص سے کترتے ہیں۔ دوسروں کو آلۂ کار بنا کر اس شخص کی نگرانی کرتے ہیں۔ یہی طریقہ اس خیال خوانی کرنے والے نے بھی اختیار کیا تھا جو اسرائیل میں موجود تھا۔ وہ نینسی کو آلۂ کار بنا کر اس کے کمرے کی تلاشی لے رہا تھا۔

پارس اطمینان سے غسل کرنے کے بعد لباس تبدیل کر کے کمرے میں آیا۔ نینسی جا چکی تھی۔ اس کا سامان پہلے کی طرح اپنی اپنی جگہ رکھا ہوا تھا۔ دیکھنے پر پتا نہیں چلتا تھا کہ اس کی عدم موجودگی میں تلاشی لی گئی ہے۔

وہ نینسی کے کمرے میں آیا۔ کمرا خالی تھا۔ باتھ روم کے شاور سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ انتظار کرنے لگا۔ اب اس کی مصروفیات میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اپنی ماں کے دشمن سے وہ دوبار انتقام لے چکا تھا۔ تیسری بار اس کی ایک ٹانگ کاٹنے کو رہ گئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک خیال خوانی کرنے والے کو بھی تلاش کرنا تھا۔ وہ اسی سلسلے میں سوچ رہا تھا کہ تلاش کا سلسلہ کہاں سے شروع کرے۔

باتھ روم کا دروازہ کھلا۔ وہ پانی سے بھیگی ہوئی تھی۔ بدن پر ایک تولیہ لپٹا ہوا تھا۔ سر کے بالوں کو بھی ایک تولیے نے چھپا رکھا تھا۔ اس کے گورے گلابی بدن پر پانی کی بوندیں شبنم کے موتیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ وہ شرما کر جلدی سے باتھ روم میں چلی گئی۔ پارس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر بلند آواز میں کہا۔ "میں دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں۔ جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ میں ناشتے کا آرڈر دے رہا ہوں۔۔۔"

وہ اس کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آیا۔ اس کے شرما کر باتھ روم میں جانے کی ادا پسند آئی۔ وہ دوسری ماڈرن لڑکیوں کی طرح بے حیا نہیں تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ناشتے کا آرڈر دیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرے کمرے میں پہنچا تو وہ ایک عمدہ لباس پہن چکی تھی اور بھیگے بالوں کو ہیئر ڈرائر سے سکھا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر بولی۔ "ڈان! میں بہت پریشان ہوں۔"

"کیا بات ہے؟"

"میں محسوس کر رہی ہوں، مسٹر فرہاد میرے دماغ میں بھی آئے تھے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"میں نے خود کو تھوڑی دیر کے لیے غائب دماغ پایا تھا۔ میں نہیں جانتی، تھوڑی دیر تک کہاں تھی اور کس حال میں تھی؟"

پارس نے کہا۔ "ہاں، یہ پریشانی کی بات ہے۔ جب تک مسٹر فرہاد اپنی سرزنیہ عمل نہیں کرائیں گے اور میں ان کے حکم کے مطابق مذہب تبدیل نہیں کروں گا، ہماری پریشانی بڑھتی جائے گی۔"

"بات صرف یہیں تک نہیں ہے۔ میں سوچ رہی ہوں، وہ میرے دماغ میں کیوں آئے؟ انھیں نہیں آنا چاہیے۔ میں ایک لڑکی ہوں۔ تنہائی میں بہت کچھ سوچتی ہوں اور پھر باتھ روم میں غسل کرنے جاتی ہوں۔ کیا کسی شریف آدمی کو اس طرح دماغ میں رہنا چاہیے۔۔۔؟"

"اگر تم نے باتھ روم میں جا کر کسی کو اپنے دماغ کے اندر محسوس کیا ہے تو پھر یقین کر لو کہ وہ مسٹر فرہاد نہیں ہو سکتے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"وہ شادی کی رات سے میرے دماغ میں آ رہے ہیں۔ انھوں نے صاف طور سے کہا ہے، وہ کسی نامحرم لڑکی کے دماغ میں نہیں جاتے۔ یہ ان کے مزاج اور ان کے مذہبی احکامات کے خلاف ہے۔"

"کیا تم نے ان کی بات کا یقین کر لیا؟"

"میں یقین نہیں کرنا چاہتا تھا۔ انھوں نے کہا، کہیں سے سان کا پورا ریکارڈ اٹھا کر پڑھ لیا جائے۔ وہ کبھی کسی شادی شدہ عورت کے دماغ میں نہیں جاتے۔ اگر تمھارے دماغ میں جانا ہوتا تو وہ تمھیں سزا دیتے، لیکن تمھاری جگہ مجھے سزا دے رہے ہیں اور میرے پاس رہ کر تمھاری نگرانی کر رہے ہیں۔"

"ایسی بات ہے تو میں دماغی طور پر غائب کیسے ہو گئی تھی؟ میں یقین سے کہتی ہوں، کسی نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے اپنا سہولہ بنایا تھا۔"

"اگر ایسی بات ہے تو کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا ہو گا۔ تم نے یہ بات کہہ دی ہے۔ اگر مسٹر فرہاد میرے دماغ میں ہیں، باہر کبھی آئیں گے تو چپ چاپ میرے خیالات کے ذریعے معلوم کر لیں گے کہ کوئی دوسرا خیال خوانی والا تمھارے پاس آنے لگا ہے۔"

نینسی نے پوچھا۔ "ان کے معلوم کرنے سے میرا کیا بھلا ہو گا؟"

"میں یقین سے کہتا ہوں، مسٹر فرہاد اس خیال خوانی کرنے والے کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ اسے تمھارے دماغ میں نہیں آنے دیں گے۔"

"ڈان! کیا اتنی بڑی دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں خیال خوانی کرنے والے نہ پہنچ سکیں؟"

"میرا خیال ہے کہ ایسی جگہ کوئی نہیں ہے۔ فی الحال ہم ناشتا کرنے کے بعد یہاں سے یروشلم کے لیے روانہ ہو رہے ہیں۔"

ناشتا کرنے کے بعد پارس نے کہا۔ "میں نیچے جا رہا ہوں، بل ادا کر کے فوراً آؤں گا۔"

"میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گی۔"

"بالکل نہیں، تم نے ناشتا کر لیا ہے۔ اپنے وقت کے مطابق دوا کھاؤ اور آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔ بخار اترنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پوری طرح صحت مند ہو گئی ہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر بل تیار کرنے کے لیے کہا۔ پھر ہوٹل سے باہر چلا گیا۔ قریب ہی ایک ریستوران کے ساتھ ٹیلی فون بوتھ تھا۔ وہ بوتھ کے اندر گیا۔ ریسیور اٹھا کر کریڈٹ کارڈ پنچ کیا۔ اس کے بعد اس ڈائلر کے نمبر ڈائل کیے جس نے کانے کی آنکھ کی مرہم پٹی کی تھی۔ "الطاف حسین ہونے پر اسی ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔ پارس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ڈاکٹر! ایک سوئی کے ذریعے ہاتھ میں انجیکٹ ہونے والا زہر تمھارے لیے نیا تجربہ ہو گا۔ میرا خیال ہے، تم اس کے جسم سے اس زہر کو نکالنے کی ناکام کوشش کر چکے ہو۔ میں تمھیں مشورہ دیتا ہوں، اسے پی تھری کا ایک انجکشن لگاؤ۔ اس کے اثر سے جسم کے اندر پھیلا ہوا زہر سمٹ کر پھر اسی ہاتھ کی طرف آئے گا جہاں وہ سوئی چبھوئی گئی تھی۔ یعنی وہ زہر صرف ایک ہاتھ تک محدود ہو جائے گا لیکن انجکشن پی تھری کا اثر زیادہ دیر تک نہیں رہے گا۔ وہ زہر پھر اس کے جسم میں پھیلے گا۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں جو کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔ اگر تم چاہتے ہو پی تھری کے اثر سے زہر سمٹ جائے اور دوبارہ اس کے جسم میں نہ پھیلے تو اس کا وہ ہاتھ کاٹ دو۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ نہ وہ ہاتھ رہے گا، نہ زہر پھیلے گا۔"

"پلیز، مجھے بتاؤ، تم کون ہو؟"

"میں وہی ہوں جس نے چیلنج کیا تھا کہ آنکھ کے بعد ایک ہاتھ جائے گا اور وہ ہاتھ تمھارے ہاتھوں سے جائے گا۔ اسے کاٹ دو اور تمھیں کاٹنا ہی پڑے گا۔ اس کے سوا کوئی دوسرا علاج نہیں ہے۔ دشمن اجل۔" پارس نے ریسیور رکھ دیا۔

✪

شطرنج کی بساط بچھی ہوئی تھی۔ اس پر کچھ مہرے پٹ گئے تھے اور کچھ رہ گئے تھے۔ بساط کے سامنے ڈینی دانیال یوں تن کر بیٹھا ہوا تھا جیسے مقابل کے سامنے چال چلنے کی تیاری کر رہا ہو حالانکہ اس کے مقابلے پر سامنے کوئی نہیں تھا۔ جہاں مقابل کو ہونا چاہیے تھا وہاں شراب کی بوتل اور بھرا ہوا گلاس تھا۔

وہ بہت محتاط طبیعت کا آدمی تھا۔ اس نے آج تک کسی کو دوست نہیں بنایا تھا۔ اور نہ ہی کسی کے روبرو بروکھڑے ہو کر اسے دشمن بننے کا موقع دیا تھا۔ یہ حقیقت ہے، جو دوست ہوتے ہیں، عزیز رشتے دار ہوتے ہیں یا تھوڑے بہت شناسا ہوتے ہیں۔ دشمنی انہی سے ہوتی ہے۔ کسی اجنبی سے کبھی دشمنی نہیں ہوتی۔ اسی لیے وہ دنیا والوں سے اجنبی بن کر رہتا تھا۔

اس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ سیاست میں حصہ لیتا رہا۔ اس دوران بہت مجبور ہو کر بھی کبھی ضرورت کے مطابق کسی سے دو باتیں کر لیتا تھا۔ کسی کے کام آ جاتا تھا اور کسی سے اپنا کام کرا لیتا تھا۔

قسمت نے اسے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچایا۔ اعلیٰ حکام نے اس کا انتخاب کیا۔ اسے مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی جیسا علم دیا تو وہ اور زیادہ محتاط ہو گیا۔ اس نے قسم کھائی تھی، کبھی فریاد یا اس کے ساتھیوں سے نہیں ٹکرائے گا۔ دور ہی دور سے اپنا کام بنا تا جائے گا۔

وہ اقتدار کا بھوکا تھا۔ اس کی خواہش تھی، سپر ماسٹر بنا دیا جائے لیکن یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ کسی اور کو سپر ماسٹر بنا دیا گیا۔ تب اس نے سوچا، ایک ہی ملک ہے جہاں وہ اقتدار حاصل کر سکتا تھا۔ اپنے ملک اور اپنی قوم میں جا کر ان کی خدمت بھی کر سکتا ہے اور اس ملک میں حکمران بن کر رہنے کا اسے پیدائشی اور مذہبی حق ہے کیونکہ وہ خود یہودی ہے۔

جو لوگ بُری عادتوں کے غلام نہیں ہوتے وہ اپنے عزائم میں ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔ دانیال نے ہر بُری عادت سے دامن بچانے کی حتی الامکان کوشش کی تھی، لیکن شراب ان کی سوسائٹی اور تہذیب کا ایک حصہ ہے۔ وہ اس سے دامن نہ

بچا سکا۔ جولیا کے ابتدائی برسوں میں جب ذہن اتنا پختہ نہیں تھا، تب ہی اس سے یہ غلطی ہوئی، اس نے شراب کی عادت ڈال لی۔ عادت اس لیے بھی پڑ گئی کہ وہ تنہا رہتا تھا۔ عورت ہو یا مرد کسی کے ساتھ تنہائی میں دقت نہیں گزارتا تھا۔ لہٰذا تنہائی کی ساتھی صرف شراب ہی رہ گئی تھی۔ وہ خوب پیتا تھا لیکن اس حد تک محتاط تھا کہ محفل میں کبھی ایک دو پیگ سے زیادہ نہیں چڑھاتا تھا۔ اور اپنے ارادے کی پختگی کے باعث ہمیشہ ہوش و حواس میں رہتا تھا۔

اس کی زندگی میں کبھی کوئی عورت نہیں آئی۔ اس نے کسی کو آنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اقتدار حاصل کرنے کا شوق رکھنے والے ایسی ہی خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں۔ وہ عورتوں سے دور بھاگتے ہیں۔ کسی رنگین اور سنگین محفل میں حصہ نہیں لیتے۔ شراب پیتے بھی ہیں تو بہت محتاط ہو کر۔ وہ دوست بھی کم بناتے ہیں اور جسے دوست بناتے ہیں، اس کے پیچھے بھی کوئی مطلب ضرور ہوتا ہے۔

لیکن ٹیلی پیتھی کے نقطۂ نظر سے شراب پینے کے باعث اس میں ایک کمزوری پیدا ہو گئی تھی۔ وہ سانس نہیں روک سکتا تھا۔ اس کا دماغ اتنا حساس نہیں تھا کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا۔ اسی لیے وہ فرہاد علی تیمور اور اس کے ساتھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خوف زدہ رہتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اس نے قسم کھائی تھی کہ ان لوگوں سے نہیں ٹکرائے گا۔ ٹکرانے کا موقع آیا تو راستہ بدل دے گا۔

اس نے فوج کے کئی اعلیٰ افسران کے دماغوں میں جگہ بنا لی تھی۔ ان کا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ پھر ایسے سیاست دانوں کو اپنے قابو میں کر رکھا تھا۔ جو آئندہ اس کے کام آنے والے تھے۔ اس نے سوچ لیا تھا، فرہاد کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیم سے روپوش رہنے کا یہی طریقہ ہے، وہ پس پردہ رہے گا۔ اور اقتدار کی کرسی پر کسی اور کو بٹھائے گا مگر اس کے دماغ میں بیٹھ کر خود حکومت کرتا رہے گا۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے سکون اور اطمینان سے اپنی راہیں ہموار کرتا جا رہا تھا۔ عنقریب موجودہ حکومت کا تختہ الٹ کر اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنے ہی والا تھا کہ اچانک وہاں پارس اور فرہاد علی تیمور کی موجودگی ظاہر ہو گئی۔ پارس نے مٹری کے ایک بہت ہی قابل سیکرٹ ایجنٹ کی ایک آنکھ نکال لی۔ اور آئندہ کے لیے چیلنج کیا۔ اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹا جائے گا۔ ادھر مجاہدین نے جیل سے کچھ اس طرح رہائی حاصل کی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کی موجودگی خود بخود ہی ظاہر ہو گئی۔ دانیال ایسے چند افراد کے دماغوں میں جا کر باتیں کرتا تھا۔

جولیا گاکے باہر ہوتے تھے اور سانس روک سکتے تھے، اس بات کا یقین ہوتا تھا کہ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اچانک ان کے پاس پہنچ کر ڈینی دانیال کا سراغ نہیں لگا سکے گا۔ وہ روزہ صبح اور شام ان سے دماغی رابطہ قائم رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ ضرورت پڑنے پر دوسرے تمام ایسے افراد کی میٹنگ کال کی جاتی تھی۔ جو دوسرے ممالک کا تختہ الٹنے کے سلسلے میں دانیال کے ہم خیال تھے اس بار جو میٹنگ ہوئی اس میں تمام اعلیٰ افسران نے تشویش کا اظہار کیا اور دانیال سے پوچھا "ان باپ بیٹے کو کس طرح اسرائیل سے بھگایا جا سکتا ہے؟"

ایسے اجلاس میں دانیال ایک اعلیٰ افسر کو اپنا آلۂ کار بناتا تھا۔ اس کی زبان سے تمام افسران کے سوالوں کے جواب دیتا تھا۔ اس نے کہا "میں آپ لوگوں سے دوستی کی ابتدا کرتے وقت یہ واضح کر چکا تھا کہ یہاں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے نہیں ٹکرانا چاہیے۔ ورنہ ہم نقصان اٹھائیں گے۔"

ایک افسر نے کہا "لیکن پارس نے ہمارے ایک بہت ہی اہم سیکرٹ ایجنٹ کی آنکھ نکال لی ہے۔ اگر وہ اسی طرح یکے بعد دیگرے ہم لوگوں کو نقصان پہنچاتا رہا تو کیا تم خاموش تماشائی بن کر رہو گے؟"

"ہم انہیں نہیں چھیڑیں گے تو وہ بھی ہم سے دشمنی نہیں کریں گے اس کی کئی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ہمارے سابقہ حکمرانوں نے پہلے فرہاد اور رسونتی کو چھیڑا، تب ہی دشمنی کا آغاز ہوا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی ہمارے ملک میں خواہ مخواہ نہیں آئے۔ وہ لوگ سیاست سے دور رہتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں بھی اسی کے مطابق ان سے دور ہی رہنا چاہیے۔"

اس نے ایک ذرا توقف سے کہا "ہمارے جس اہم ساتھی کی ایک آنکھ نکالی گئی ہے، اس کا تعلق موجودہ حکمرانوں کی غلطی سے ہے ہمارے اس ایجنٹ نے ڈمی فرہاد بن کر بہت اہم اور گھناؤنا رول پلے کیا تھا جس کے نتیجے میں اس سے انتقام لیا جا رہا ہے۔ یہاں ہم جتنے ساتھی بیٹھے ہوئے ہیں، ہم میں سے کسی نے آج تک فرہاد کو یا اس کے کسی ساتھی کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ پھر ہمیں اس سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ وہ خواہ مخواہ ہماری طرف رُخ نہیں کرے گا۔"

ایک نے سوال کیا "ہم اپنے سیکرٹ ایجنٹ کو اسی طرح تڑپ تڑپ کر مرنے کے لیے چھوڑ دیں؟ وہ آئندہ اس کے ہاتھ کاٹنے والا ہے۔ کیا ہم اپنے ساتھی کو اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مرتے ہوئے دیکھتے رہیں گے؟"

دانیال نے جواب دیا "یہاں ہمارے درمیان فوج اور پولیس کے افسران موجود ہیں۔ وہ جانتے ہیں، پارس یا فرہاد جو کچھ بھی کرتے ہیں۔ وہ ہمارے ملک کے قانون کے مطابق جرم ہے۔ اگر وہ کسی طرح پولیس والوں یا فوجیوں کی گرفت میں آ جائیں۔ تو ان کا فیصلہ یہاں کے قانون کے مطابق ہو گا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، انٹیلی جنس کے ذہین ترین جاسوس انھیں تلاش کر رہے ہیں۔ میں بھی چپ چاپ ان کا سراغ لگاتا رہوں گا۔ جب ان کا پتا ٹھکانا معلوم ہو گا۔ تو میں بڑی خاموشی سے فتے دار افسران کو وہاں تک اس طرح پہنچا دوں گا کہ مجھ پر یا آپ لوگوں پر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا شک نہیں کر سکے گا۔"

ڈینی دانیال نے اپنے حواریوں کو تسلی دی تھی، یقین دلایا تھا کہ پارس کا دوسرا حملہ کامیاب نہیں ہو گا۔ وہ اپنے کانٹے سیکرٹ ایجنٹ کے دماغ میں آتا جاتا رہے گا۔ اس کے اطراف ایسا جال بچھا دے گا کہ دوسری بار حملہ کرنے والا پارس اس جال میں ضرور پھنسے گا۔

پارس نے چیلنج کیا تھا، دوسری بار اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ دانیال اس چیلنج سے دھوکا کھا گیا۔ اس نے سمجھا وہ بنفسِ نفیس آ کر اس کا ہاتھ کاٹے گا لیکن ہاتھ اسے نہیں، ڈاکٹر کو کاٹنا پڑا۔ ڈاکٹر کا بیان تھا، پارس نے فون پر اسے اس زہریلی کچھ خاصیت بتائی ہے اور اس کا توڑ بھی بتایا ہے لیکن توڑ کے طور پر جو انجکشن دیا جائے گا، اس سے تمام جسم کا زہر سمٹ کر اسی ہاتھ میں آئے گا جہاں سوئی چبھوئی گئی تھی۔ اگر اس ہاتھ کو نہ کاٹا گیا تو زخم بڑھتا جائے گا اور زہر بھی دفعتہً پھیلتا جائے گا۔

مختصر یہ کہ اس کا نے سیکرٹ ایجنٹ کو زندہ رکھنے کے لیے اس کا ایک ہاتھ بھی کاٹنا پڑا۔ یوں پارس کا چیلنج پورا ہو گیا۔ جب اس نے سمندر کے ساحل پر وہ زہریلی سوئی چبھوئی تھی تو اس وقت دانیال، کانے سیکرٹ ایجنٹ کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے فوراً محسوس کر لیا تھا کہ وہ کانا اچانک کسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس کے اعصاب کمزور ہو گئے ہیں اور وہ ساکت ہو گیا ہے۔ پھر دوسرے ہی لمحے وہ دھپ سے ریت پر گر پڑا تھا۔ اس کے آس پاس نگرانی کرنے والوں نے تمام لوگوں کو روک لیا تھا۔ ان کی تلاشی لے رہے تھے اور ان سے باتیں کر رہے تھے اور وہ باتیں سُن سُن کر دانیال ان کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا اور معلوم کر رہا تھا کہ ان میں سے کون اپنا چیلنج پورا کرنے والا پارس ہو سکتا ہے۔

پارس وہاں ڈان مورس کے روپ میں موجود تھا جب اس نے اپنا نام ڈان مورس بتایا تو دانیال اس کے دماغ میں یہ بات دور تک پھیل چکی تھی کہ شادی کی رات فرہاد علی تیمور ڈان مورس کے دماغ میں آیا تھا۔ بہرحال اتنا ہی معلوم کرنا کافی تھا کہ فرہاد نے ڈان مورس کے دماغ میں جگہ بنائی ہے لہٰذا دانیال نے وہاں جانے کی حماقت نہیں کی۔ جیسا کہ وہ محتاط طبیعت کا حامل تھا۔ وہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے علم میں یہ بات نہیں لانا چاہتا تھا کہ وہ اسرائیل میں موجود ہے۔ دوسرے وہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ٹکرا کر اپنے مقصد سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی اپنے لیے نئی مصیبتیں مول لینا چاہتا تھا۔

لیکن یہ بات کھٹک رہی تھی کہ جب فرہاد، ڈان مورس کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے تو ڈان کو آلۂ کار بنا کر اس کے ذریعے زہریلی سوئی چبھو سکتا ہے اور یہ مشہور کر سکتا ہے کہ پارس نے اپنا چیلنج پورا کر دیا ہے۔

دانیال اپنے شبہے کی تصدیق کرنا چاہتا تھا، اس لیے چپ چاپ نیند کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے اس نے پارس کے کمرے کی تلاشی لی۔ اس کی اٹیچی کھول کر سارا سامان دیکھا لیکن زہریلی گیس یا اسے چبھونے والا ننھا سا پائپ نظر نہیں آیا۔ اس کے باوجود یہ شبہ اپنی جگہ قائم رہا کہ فرہاد ڈان مورس کو آلۂ کار بنا سکتا ہے۔

اس نے اپنے حواریوں کا ایک اجلاس طلب کیا پھر

ان سے کہا "پارس کا سراغ نہیں لگا لیکن میں اس آلۂ کار تک پہنچ گیا ہوں جس سے فرہاد اپنا کام کراتا ہے۔ میرا خیال ہے، پارس یہاں سرے سے موجود ہی نہیں ہے، صرف اس کے نام کا ہوّا کھڑا کیا گیا ہے۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا "پارس کی تلاش میں ناکام ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ وہ یہاں موجود نہیں ہے!"

دانیال نے کہا "تم درست کہتے ہو۔ میں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔ میں اسے تلاش کرتا رہوں گا۔ ہو سکتا ہے، وہ نکل آئے۔ ہو سکتا ہے میرے خیال کی تصدیق ہو جائے۔"

ایک افسر نے پوچھا "وہ آلۂ کار کون ہے جو فرہاد کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے؟"

"وہ ارب پتی مل اونر کا نواسا ڈان مورس ہے۔"

سب نے تائید کی۔ ان میں سے کچھ سُن چکے تھے اور کچھ شادی کی تقریب میں موجود تھے۔ انھوں نے اپنی آنکھوں سے ڈان مورس کو ٹیلی پیتھی کا شکار ہوتے دیکھا تھا۔

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا "ہم اپنے مقصد سے ہٹ رہے ہیں۔ اقتدار کی طرف جانے کے بجائے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے چکر میں پڑ رہے ہیں۔"

دانیال نے کہا "ٹیلی پیتھی کا چکر اب ہمارے لیے سُود مند ہوگا۔ ہم اقتدار میں آنے کے لیے اپنے مخالفوں کو ایک ایک کر کے راستے سے ہٹائیں گے۔ انھیں اس طرح ہلاک کریں گے کہ اس کا الزام باپ بیٹے پر یعنی فرہاد اور پارس پر آئے گا۔"

سب لوگ خوش ہو گئے۔ اس تدبیر پر واہ واہ کرنے لگے۔ یہ نہایت ہی سنہرا موقع تھا۔ وہ باپ بیٹے شیطا کا انتقام لینے کے لیے اپنے طور پر وار کرتے جا رہے تھے۔ ان واردات میں اب دانیال کی طرف سے اضافہ ہونے والا تھا۔ ایک تیر سے دو شکار ہونے والے تھے۔ اقتدار کا راستہ بھی صاف ہونے والا تھا۔ یوں بھی انٹیلی جنس والے فوج کے سپاہی سبھی ان باپ بیٹے کے پیچھے پڑ جاتے اور ایک دن انھیں اس ملک سے ضرور نکال دیتے۔ اور اگر وہ نکلتے اور دانیال ایک نئی حکومت قائم کر لیتا تو پھر فرہاد سے سمجھوتا کر لیتا۔ فرہاد کی تمام شرائط منظور کر کے اپنے اقتدار کو زیادہ سے زیادہ طویل عرصے تک قائم رکھتا۔ یہ اس کا منصوبہ تھا اور اب اس منصوبے پر عمل ہونے والا تھا۔

ایک افسر نے کہا "میرے دماغ میں ایک بات چُبھ رہی ہے۔ وہ میں آپ لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ڈان مورس کے پیچھے فرہاد کا بیٹا پارس چھپا ہوا ہو؟"

اس بات نے سب کو چونکا دیا۔ یہ کوئی ناممکن بات نہیں تھی۔ ایسا پلاسٹک سرجری کے ذریعے پہلے بھی ہوتا آیا تھا اور فرہاد علی تیمور نے اپنی ڈمی پیش کر کے اسرائیل کے حکام کو زبردست دھوکا دیا تھا۔ خود یہاں کے حکام ایک ڈمی فرہاد کے ذریعے شیطا کو فریب دیتے رہے تھے۔ دانیال نے کہا "آفیسر! ہمارا یہ خیال درست ہو سکتا ہے۔ بالکل درست ہو سکتا ہے۔ تمھارے دماغ میں یہ خیال پیدا کیسے ہوا؟"

اس افسر نے کہا "آپ لوگ میری باتیں توجہ سے سنیں! جب ڈان مورس ایک طویل عرصے کے بعد استنبول سے تل ابیب پہنچا تو اس وقت جمال دین مصطفےٰ پولیس والوں کی کسٹڈی سے نکل کر فرار ہو رہا تھا اور ایئرپورٹ کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں اس نے ڈان مورس کو یرغمال بنایا پھر پولیس والوں کو مجبور کیا کہ وہ اس کی طرف فائرنگ کریں، اسے فرار ہونے کا موقع دیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے بھرے پُرے ایئرپورٹ میں صرف ڈان مورس کو ہی یرغمال کیوں بنایا؟"

اس سوال پر سب خاموشی سے اس کا مُنہ تک رہے تھے۔ وہ کہنے لگا "اس لیے بنایا کہ جمال بن مصطفےٰ اور فرہاد علی تیمور کے درمیان پہلے ہی گٹھ جوڑ تھا۔ فرہاد نے بتا دیا تھا کہ پارس ڈان مورس کے روپ میں آ رہا ہے لہٰذا اسے یرغمال بنا کر لے جائے۔ اس کا بیٹا، جمال بن مصطفےٰ کو فرار ہونے میں کافی مدد دے گا پھر ایسا ہی ہوا۔ دوسری بار فرہاد نے مصطفےٰ کے چار ساتھیوں کو جیل سے بڑے ہی عجیب و غریب انداز میں فرار ہونے کا موقع دیا۔"

ایک افسر نے سوال کیا "لیکن یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ڈان مورس ہی پارس ہے۔ اگر وہ فرہاد کا بیٹا ہوتا تو شادی کی رات اپنے بیٹے کو تماشا نہ بناتا۔ اسے نینسی کے ساتھ ازدواجی رشتے سے نہ روکتا۔"

اس افسر نے جواب دیا "آپ یوں سوچیں کہ ماں باپ کبھی یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کی اولاد جوان ہو کر تنہائی میں جوان لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارے۔ باپ اپنے وقت میں بہت ہی عیاش تھا۔ اکثر یہی ہوتا ہے۔ جو لوگ عیاش ہوتے ہیں وہ اپنی جوان اولاد کو عیاشی سے روکتے ہیں۔ فرہاد بھی نہیں چاہتا ہوگا کہ اس کا بیٹا پارس ڈان مورس کے روپ میں نینسی کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کرے۔"

ایک نے کہا "آفیسر! تمھاری یہ دلیل کمزور ہے۔ اولاد ہونے کے بعد ماں باپ کے قابو میں نہیں رہتی۔ یہ ضرور ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے فرہاد اپنے بیٹے کے دماغ کو قابو کر سکتا ہے لیکن ایسا وہ کب تک کر سکتا ہے۔ اس طرح تو بیٹے میں اختلافات پیدا ہو سکتے ہیں۔"

دانیال نے کہا "ذرا ایک منٹ۔ میں ایک اہم نکتہ بھول گیا تھا۔ شاید آپ لوگ نہیں جانتے، پارس اوّل زہریلا شمالی افریقہ کی ایک ناگن لڑکی نے اسے زہریلا بنا دیا ہے۔"

"کیا تمھاری یہ معلومات بالکل درست ہیں؟"

"یہ اتنا ہی سچ ہے جتنا کہ سورج مشرق سے نکلتا اور مغرب میں ڈوبتا ہے۔ ہم پانچ افراد کو ٹرانسفارمر کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے کے بعد فرہاد اور قبیلے کے تمام مہمان کی آوازیں سنائی گئی تھیں۔ ان کا تجزیہ کر کے یاد کرایا گیا تھا اور کہا گیا تھا، وقتاً فوقتاً ایسے افراد کے دماغ میں جانا چاہیے جو یوگا کے ماہر نہ ہوں یا وقتی طور پر بیماری کے باعث یا چوٹ وغیرہ لگنے کے باعث ان کا احساس نہ رہا ہو۔ بہرحال، میں ایسے وقت پارس اوّل کے ہاں پہنچا تھا جب اس ناگن لڑکی کا زہر اس پر اثر تھا۔ وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اسے توانائی حاصل کرنے میں مہینوں لگ گئے تھے۔ ان مہینوں میں، میں نے اس کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کیں۔ اگر یہ نوجوان پارس اوّل خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرے اور ازدواجی رشتہ قائم کرے تو وہ زہریلا نہ بن جاتا ہے۔"

ایک نے سوال کیا "اس کی شادی ہو چکی ہے۔ وہ جو جو تھا ازدواجی زندگی گزارتا ہے۔"

"آپ لوگ اندر کی بات نہیں جانتے ہیں۔ جو جو اگرچہ ایک لڑکی ہے لیکن وہ ذہنی طور پر بالکل بچّی ہے۔ اس میں لڑکیوں کی سی سوچ ہے، نہ جذبات ہیں۔ لہٰذا آج تک کے ساتھ کوئی ازدواجی رشتہ قائم نہیں ہوا۔ البتہ سلالۂ پارس کے زہر سے مر چکی ہے۔ اب آپ اس اہم نکتے پر آئیے۔ فرہاد علی تیمور اپنے بیٹے پارس کو نینسی سے ازدواجی رشتہ قائم کرنے سے کیوں روک رہا ہے؟ صاف بات ہے۔ اگر یہ پارس ہے اور چوں کہ وہ زہریلا ہے اور فرہاد نہیں چاہتا اگر اس کا زہر نینسی کے ذریعے ظاہر ہو۔ اس لیے اس نے یہ داؤ پیچ کیا ہے۔ ان کے درمیان ازدواجی رشتہ قائم کرنے کے سلسلے میں ایسی کڑی شرط رکھی ہے جسے کوئی یہودی خاندان تسلیم نہیں کر سکتا۔ وہ کہتا ہے، ڈان مورس کو اسلام قبول کرنا چاہیے۔ نینسی کبھی یہ گوارا نہیں کرے گی کہ اس کا شوہر اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لے۔"

ایک عہدے دار نے کہا "ہم سمجھ گئے۔ فرہاد کی چال واضح طور پر سمجھ میں آ رہی ہے۔ یہ یقین ہوتا جا رہا ہے کہ، ڈان مورس کے پیچھے پارس چھپا ہوا ہے۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "ہم سمجھ گئے، فرہاد کی چال واضح طور پر سمجھ میں آ رہی ہے۔ یہ یقین ہوتا جا رہا ہے کہ، ڈان مورس کے پیچھے پارس چھپا ہوا ہے۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "اس چھپے ہوئے سانپ کو بل سے نکالنا ضروری ہے۔ اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں آ گیا ہے اور زیادہ عرصے چھپ کر نہیں رہ سکتا۔ اس طرح اسے یہ ملک چھوڑنا پڑے گا۔"

ایک بوڑھے سیاستدان نے کہا "آپ لوگ پارس کو ناگ کہہ رہے ہیں، اسے اس کے بل سے نکالنا چاہتے ہیں۔ خود روپوش رہ کر اسے گرفتار کرانا چاہتے ہیں لیکن ذرا سوچیں، جب ہماری حکومت قائم ہوگی، جب ہم فرہاد سے سمجھوتہ کریں گے تو وہ ہمارے دماغوں میں آ کر آج کی یہ تمام باتیں معلوم نہیں کرے گا اور اگر کرے گا تو کیا ہم سے دوستی کرے گا یا پھر آج کی طرح بدترین دشمنی جاری رکھے گا؟"

یہ ایسی بات تھی کہ سب سوچ میں پڑ گئے۔ سب کو چُپ سی لگ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔ اپنی اپنی تجویز پیش کرنے لگے۔ دانیال نے کہا "آپ لوگ فکر نہ کریں، فرہاد اور اس کے ساتھیوں کی ٹیلی پیتھی ہمارے راستے میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔ ایک دن وہ ہمارا دوست بنے گا۔ آپ لوگ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ ہماری کسی سازش کے ذریعے پارس اور فرہاد یہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ہم کوئی سازش نہیں کریں گے۔"

"مسٹر دانیال! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ کو یقین نہیں ہے، اقتدار حاصل کرنے کے راستے میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوگی؟"

"مجھے یقین ہے۔ آپ حضرات صرف اپنے مقصد پر

نظر رکھیں، اس کے لیے کوشش کریں۔ باقی میں سنبھال لوں گا۔"

"پارس آج ہمارے ایک اہم شخص کو سزائیں دے رہا ہے۔ اگر اس نے ہم میں سے کسی کو تاڑ لیا اور ہمارے پیچھے بھی پڑ گیا۔ تو کیا ہوگا؟"

"وہ ہمارے پیچھے نہیں پڑے گا۔ ہم سے دشمنی نہیں کرے گا کیوں کہ ہم میں سے کوئی اس سے دشمنی نہیں کر رہا ہے۔ آپ اطمینان رکھیں، فرہاد کی پوری ہسٹری گواہ ہے، وہ کبھی خواہ مخواہ کسی سے دشمنی نہیں کرتا۔ اس طرح اس کا بیٹا بھی ہم سے دشمنی نہیں کرے گا۔ دیٹس آل، میں جا رہا ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس کے سامنے اسی طرح شطرنج کی بساط بچھی ہوئی تھی جس کے کچھ مہرے پٹ گئے تھے اور کچھ رہ گئے تھے۔ شطرنج دو شخص کھیلتے ہیں۔ وہاں دوسرا شخص نہیں تھا کیوں کہ وہ کسی کو تنہائی کا ساتھی نہیں بناتا تھا۔ کسی پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ اس کے سامنے رکھا ہوا گلاس خالی ہو گیا تھا۔ اس نے بوتل اٹھائی۔ پھر دوسرا گلاس بھر کر دو گھونٹ پینے کے بعد شطرنج کے مہروں کو دیکھنے لگا۔ وہاں جو مہرہ شہہ کہلاتا تھا، اس کی نظروں میں دراصل پارس تھا۔ شہہ کو مات دینے کا مطلب یہ ہوتا کہ اس نے پارس کو مات دی اور پارس کو مات دینے کا مطلب یہ ہوتا کہ اس نے فرہاد کو مات دے دی۔

وہ پی رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ کبھی اٹھ رہا تھا کبھی بیٹھ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر دور جاتا تھا۔ دور سے شطرنج پر قدم جمائے ہوئے پارس کو دیکھتا تھا اور سوچتا تھا۔ کوئی ایسی تدبیر سوجھے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے جب کہ پارس واقعی سانپ ہے اور اسے مارتے وقت لاٹھی نہیں ٹوٹنی چاہیے۔"

اس نے نیٹسی کے دماغ میں رہ کر یہ معلوم کر لیا تھا کہ وہ پارس کے ساتھ یہ دشمنی جاری ہے۔ وہ دونوں کچھ عرصے تک اسرائیل کے معروف مقامات کی سیر کرتے رہیں گے۔ پھر تل ابیب واپس آئیں گے۔ دانیال کے دماغ میں گھوم پھر کر یہی تدبیر آ رہی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے کچھ ایسے آلۂ کاروں کو اپنے قابو میں کرے جو لیوگا کے ماہر ہوں جن کے دماغوں میں فرہاد علی تیمور نہ پہنچ سکے اور وہ آلۂ کار کہیں بھی موقع پا کر ڈان مورس کو گولی مار دیں۔ پھر خیال آیا اگر وہ پارس نہ ہوا، بے چارا ڈان مارا گیا اور پارس زندہ رہ گیا تو مقصد حل نہیں ہوگا۔ پہلے پوری طرح یقین ہونا چاہیے کہ ڈان ہی پارس ہے اور پوری طرح یقین کرنے کی ایک ہی صورت ہے۔ کسی طرح ڈان کے خون کا معائنہ کرا لیا جائے اگر خون میں زہر کے اثرات پائے جائیں گے تو پھر اس کے پارس ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔"

دانیال شطرنج کی بساط پر پارس کو گھور کر دیکھ رہا تھا پھر پریشان ہو کر اٹھ گیا۔ ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا۔ یہ بڑا پیچیدہ کام ہوگا کہ ڈان مورس کا خون حاصل کیا جائے۔ اسے طبی معائنے کے لیے بھیجا جائے تب کہیں تصدیق ہو۔ ایسی کارروائیوں کے دوران وہ باپ بیٹے ہوشیار ہو سکتے ہیں۔ نہیں، میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کروں گا جس سے میری گردن پھنسے۔

دن میں وہ کبھی بیتا نہیں تھا لیکن کوئی مشکل آ پڑے، بہت زیادہ سوچنا ہو، کوئی تدبیر کام نہ آتی ہو تو ایسے میں بوتل کھول دیتا تھا پھر پیتا چلا جاتا تھا۔ اس روز سوچتے سوچتے اور پیتے پیتے دوپہر ہو گئی۔ کھانے کا وقت ختم ہونے لگا۔ بھوک بھی لگ رہی تھی۔ اس نے جھنجلا کر شطرنج کی بساط پر ایک ہاتھ مارا۔ اس پر رکھے ہوئے مہرے دور جا کر ادھر ادھر بکھر گئے۔ وہ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ ایک بوڑھی ملازمہ وقت پر آتی تھی اور کام کر کے چلی جاتی تھی۔ وہی اس کے لیے کھانا پکاتی تھی۔ وہ کھانے کی میز پر آ کر بیٹھ گیا۔ ملازمہ نے اس کے سامنے کچھ ڈشیں لا کر رکھیں۔ پھر اسے دیکھ کر بولی۔ "آپ کچھ زیادہ پریشان نظر آ رہے ہیں، کیا بات ہے؟"

اس نے چونک کر بوڑھی ملازمہ کو دیکھا، پھر کہا۔ "کوئی بات نہیں ہے۔"

وہ پلیٹ میں کچھ لے کر کھانے لگا۔ ملازمہ نے کہا۔ "میں نے ایک دنیا دیکھی ہے، آپ کو بھی دیکھتی آ رہی ہوں۔ آپ کبھی دن کو پیتے نہیں، آج بہت زیادہ پی لی ہے۔ آپ بڑے آدمی ہیں میں غریب ہوں، چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی.... لیکن آپ کو دیکھ کر میری ممتا امڈ آتی ہے۔ مجھے بتائیں کیا پریشانی ہے؟"

وہ بیزاری سے بولا۔ "کچھ نہیں، میں ایک ناگ کو مارنا چاہتا ہوں۔"

بڑھیا نے تعجب سے منہ کھولا۔ پھر منہ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "ایسا ہرگز نہ کرنا۔ اول تو ناگ کو نہ مارنا اور اگر مارنا بہت ضروری ہو تو اس کے ساتھ ناگن کو بھی مار ڈالنا۔"

دانیال نے تعجب سے پوچھا۔ "وہ کیوں؟"

"کیا آپ نہیں جانتے۔ اگر ناگ کو مار ڈالا جائے تو ناگن اس مارنے والے کا پیچھا کرتی ہے اور ایک نہ ایک دن اسے ضرور ڈس لیتی ہے۔"

دانیال نے ناگواری سے کہا۔ "یہ بکواس ہے۔ بھلا ناگن کو کیسے پتا چلے گا کہ کس نے اسے مارا ہے؟"

"میں نے بڑے بڑے سپیروں کو یہ کہتے سنا ہے، جو ناگ کو مارتا ہے اس کی تصویر مُردہ ناگ کی آنکھ میں اتر آتی ہے اور ناگن اسے پہچان لیتی ہے۔ پھر کچھ سپیرے کہتے ہیں، ناگن اپنے ناگ کی دیوانی ہوتی ہے، اس کی بُو پہچانتی ہے۔ وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلا جائے۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ پیچھے پیچھے ضرور چلی آتی ہے۔"

دانیال سر جھکائے کھا رہا تھا۔ اس نے ایک دم سے چونک کر اس بوڑھی عورت کو دیکھا۔ اس کے دماغ میں ایک نیا خیال اُبھر رہا تھا۔ ایک زبردست تدبیر انگڑائی لے رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ لقمہ چباتے ہوئے اس تدبیر کو ذہن میں پکانے لگا۔ ہر پہلو سے اس پر غور کرنے لگا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بوڑھی ملازمہ نے پوچھا۔ "کیا ہوا۔ بس اتنی ہی سی بھوک تھی؟"

دانیال نے اپنی جیب ٹٹولی۔ اس کی جیب میں اسرائیلی کرنسی تھی۔ اس نے سو سو لیرا کے دس نوٹ نکالے۔ پھر ملازمہ کو دیتے ہوئے کہا۔ "تمہاری باتوں سے مجھے ایک نیا آئیڈیا ملا ہے۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔ گھر کا جو کام رہ گیا ہے اسے کر کے چلی جاؤ۔ میں ضروری کام میں مصروف ہوں۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

وہ پھر اسی کمرے میں چلا آیا۔ جہاں ایک طرف شطرنج کی بساط پڑی ہوئی تھی اور دوسری طرف فرش پر مُہرے بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے بساط کو اٹھا کر دوبارہ میز پر بچھایا پھر فرش پر سے دو مُہرے اٹھائے۔ ان میں سے ایک شہہ تھا اور دوسرا سادہ۔ اس نے شہہ کو شطرنج کے ایک درمیانی خانے میں رکھا۔ یہ اس کی نظروں میں پارس تھا۔ پھر اس نے پیادے کو بساط کے ایک گوشے میں کھڑا کیا۔ یہ پیادہ نہیں، اس کی نظروں میں ماریہ تھی۔ ماریہ وہ ناگن جس نے پہلی بار پارس کو ڈسا تھا۔ اپنا زہر اس کے اندر پہنچایا تھا۔ پھر اسے ایسے چاہنے لگی تھی جیسے ناگن اپنے ناگ کو چاہتی ہے۔ اسے ہر حال میں حاصل کرتی ہے۔ اگر حصول کے راستے میں کوئی رکاوٹ بن کر آئے تو اسے ڈس لیتی ہے۔

اس کے ذہن میں نئی تدبیر آئی تھی۔ اس تدبیر کے مطابق ڈان مورس کے خون کا معائنہ کرانا کوئی ضروری نہیں تھا۔ ناگن اپنے ناگ کو پہچانتی ہے خواہ وہ کسی بھی روپ میں

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اُجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام روحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے
ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی ۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اُس کا سینہ دُکھ رہا تھا۔ انتقام کے شعلے اُس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ۔۔۔ ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کر دی۔!!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت:۔ ۱۵ روپے

ملنے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز، چوک دالگراں، لاہور

ہو۔ اگر ماریہ اسرائیل پہنچ جائے تو وہ ڈان مورس کو پہچان لے گی اور بے اختیار اس کی طرف آئے گی۔

اگر یہ بات درست نہیں ہے کہ وہ اپنے ناگ کو ہر روپ میں پہچان لیتی ہے اس کی بُو سونگھ لیتی ہے اگر یہ سب قصے کہانیوں کی بات ہے تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ اگر ماریا یہاں پہنچتی اور پارس کہیں چھپا ہوتا تو ماریہ کو دیکھ کر چونک جاتا۔ جس طرح دو جسموں میں ایک خون کی گردش ہوتی ہے اسی طرح ان دونوں کے خون میں ایک ہی زہر تھا اور اس زہر کی کشش ان دونوں کو مضطرب ایک دوسرے کی طرف لے جاتی۔

دانیال نے دونوں ہاتھ میز پر رکھے۔ آنکھیں بند کیں پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اپنے ایک معمول کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کر کے بولا "لندن میں ایک لارڈ ہے جس کا نام سر تھامس جانسن ہے۔ اس کا ٹیلیفون نمبر نوٹ کرو۔ ابھی اس سے رابطہ قائم کرو۔ میں اس کی آواز اور لب و لہجہ بھول چکا ہوں، تمہارے ذریعے سننا چاہتا ہوں۔"

اس کا معمول ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگا۔ ماریہ کے باپ کا نام سر تھامس جانسن تھا۔ اب سے برسوں پہلے وہ شمالی افریقہ کے اسی حصے میں بھٹکتے ہوئے پہنچ گئے تھے جہاں سپیروں کا قبیلہ تھا۔ اس کے قریب ہی ایک اور قبیلہ آباد تھا۔ وہاں کے حبشیوں نے سر تھامس جانسن اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ ان کا مال و اسباب چھین لیا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ مار دیے جاتے لیکن سردار کی بیٹی، سر تھامس جانسن پر عاشق ہو گئی تھی۔ سردار نے کہا "میری بیٹی سے شادی کرو گے تو تمہیں رہا کر دیا جائے گا۔"

شادی کے علاوہ ایک اور شرط ایسی تھی جسے ماں باپ کبھی قبول نہیں کرتے اور وہ یہ کہ ان کی پہلی اولاد سپیروں کی بستی میں ایک لیڈی ویچ ڈاکٹر کے حوالے کر دی جائے گی۔ یہ اس قبیلے کا دستور تھا۔ سردار کی بیٹی اپنی پہلی اولاد سپیروں کی بستی میں پہنچاتی تھی اور لیڈی ویچ ڈاکٹر اس بچے کی پرورش کرتی تھی، اسے رفتہ رفتہ زہر پلا بنا دیتی تھی۔

سر تھامس جانسن اور سردار کی بیٹی کی شادی ہوئی پھر ماریہ نے جنم لیا۔ اسے سپیروں کی بستی میں پہنچا دیا گیا۔ ماریہ کی ماں روتی پیٹتی رہی لیکن سردار اور دوسرے قبیلے والے رسم و رواج سے مجبور تھے اور یہ جانتے تھے کہ سپیروں کی بستی میں پہلی اولاد نہ پہنچائی گئی تو لیڈی ویچ ڈاکٹر اپنے جادو کے ذریعے ان پر عذاب نازل کر دے گی۔ بہر حال ماریہ کی نیگرو ماں روتی پیٹتی اپنے شوہر سر تھامس جانسن کے ساتھ وہاں سے لندن چلی گئی۔ جب ماریہ جوان ہوئی تو تقدیر نے تماشا دکھایا۔ پارس کو وہاں پہنچایا، پھر پارس کے ساتھ ماریہ پیرس پہنچ گئی۔ سر جانسن اپنی نیگرو بیوی کے ساتھ اس سے ملنے آئے اور ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق وعدہ کیا کہ ماریہ کا باقاعدہ علاج کراتے رہیں گے اور کسی نہ کسی طرح اس کے جسم سے زہر کو ختم کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

لیکن ماریہ اور پارس کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنا کچھ آسان نہیں تھا۔ پارس اس کی آنکھوں سے سحر زدہ ہو گیا تھا۔ اس کا زہر اس کی رگوں میں دوڑ رہا تھا اور وہ بے اختیار ماریہ کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ دراصل ماریہ جب بھی تنہائی میں پارس سے ملتی تو پیار و محبت کے دوران اپنے دانتوں کے ذریعے اس کے جسم میں تھوڑا بہت زہر اور بھر دیتی تھی جس کے باعث وہ اور زیادہ متاثر ہوتا تھا۔

پارس دوم نے ایک تدبیر پر عمل کیا تھا اور پارس اوّل کو کسی حد تک اس کے زہر سے نجات دلائی تھی، زہر تو بہر حال اس کے جسم میں موجود تھا لیکن وہ وقتی طور پر ماریہ کے سحر سے نکل گیا تھا۔ ادھر سر تھامس جانسن اپنی بیٹی ماریہ کو لندن لے جا کر کسی طرح اس کا علاج کر رہے تھے، اسے کس طرح قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہے تھے یہ ابھی کسی کو معلوم نہیں تھا۔ دانیال نے بھی اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی آج پارس کے معاملے میں ماریہ اچانک یاد آئی تو وہ اس کے باپ تک پہنچ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فون پر رابطہ قائم ہوا۔ اس کے معمول نے سر تھامس جانسن سے بات کی، دانیال، خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا لندن پہنچ گیا۔ سر تھامس جانسن کے دماغ کو سب چاپ پڑھنے لگا۔ لندن کے اس لارڈ کے پاس بے انتہا دولت تھی۔ اس نے اپنی بیٹی ماریہ کے لیے ایک شاندار بنگلہ بنایا تھا۔ اس بنگلے میں اس کی خدمت کے لیے جتنی عورتیں اور مرد تھے، وہ سب طب کے شعبے سے تعلق رکھتے تھے یعنی وہ نرسیں تھیں یا وارڈ بوائے تھے۔ ماریہ دماغی مریضہ نہیں تھی۔ اکثر نارمل رہتی تھی لیکن کبھی کبھی غصے میں آ جاتی تو کسی نہ کسی کو کاٹنے دوڑتی تھی۔ ایسے وقت اس سے بچنے کی مختلف تدابیر کی گئی تھیں۔ وہ پہنتے بھی تھے اور فوراً ڈاکٹروں کو طلب کر لیتے تھے۔ لندن کے مہنگے سے مہنگے ڈاکٹر صبح اور شام اس کے پاس آتے تھے، اس کا معائنہ کرتے تھے اور اس کے جسم سے زہر کی مقدار کم کرنے کے سلسلے میں جس چیز کی ضرورت

ہوتی سر تھامس جانسن مہیا کر دیتے۔ وہ بنگلا ایک اسپتال کی طرح تھا۔ ماریہ کے زہر کو ختم کرنے کے لیے وہاں جدید ترین مشینیں اور آلات منگوا کر رکھے گئے تھے۔

وہ گورنس بھی ایک لیڈی ڈاکٹر تھی جو ماریہ کو نت نئے ڈیزائن کے لباس پہننے اور طرح طرح سے میک اپ کرنے کا ہنر سکھاتی تھی، اسے اونچی سوسائٹی میں اٹھنے بیٹھنے کے آداب سمجھایا کرتی تھی کیوں کہ وہ بچپن سے افریقہ میں پرورش پاتی رہی تھی۔ اس دنیا کی سائنسی ترقی کو کبھی دیکھا نہیں تھا۔ اس لیے اسے ریڈیو، ٹی وی، ٹیلیفون، ٹرانسپورٹ وغیرہ کے متعلق سمجھایا جاتا تھا۔ سر تھامس جانسن کی پوری کوشش یہی تھی کہ اس کی بیٹی کچھ تعلیم حاصل کر لے، سوسائٹی کے آداب سیکھ لے اور اس طرح زندگی گزارے کہ کوئی اسے افریقہ کی وحشی لڑکی نہ سمجھے۔ یہ قدرت کی ستم ظریفی تھی، ماریہ کے بعد اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اس لیے وہ ساری توجہ اسی پر دے رہے تھے۔ ماں باپ جو سکھانا چاہتے تھے، وہ بڑی حد تک سیکھ رہی تھی لیکن ایک بات پریشان کر رہی تھی وہ یہ کہ کسی بھی صورت میں وہ پارس کو نہیں بھولتی تھی۔

اس کی یادداشت بہت اچھی تھی، جو بات ایک بار سمجھائی جاتی، اسے کبھی بھولتی نہیں تھی، یہی وجہ تھی کہ جو کچھ پڑھایا جاتا تھا اور جو طور طریقے سکھائے جاتے تھے، وہ انھیں یاد رکھتی تھی۔ پارس اس کی جوانی کا پہلا طور طریقہ تھا، پھر بھلا وہ اسے کیسے بھول سکتی تھی، باپ اسے سمجھاتا تھا "بیٹی غصے میں نہ آیا کرو، ہمیشہ ٹھنڈا مزاج رکھو۔"

ماریہ کہتی تھی "میں تو بالکل نارمل رہتی ہوں لیکن غصہ آپ ہی لوگ دلاتے ہیں۔"

"بھلا ہم کیسے غصہ دلاتے ہیں؟"

"آپ مجھے پارس کے پاس جانے کیوں نہیں دیتے؟"

"اصل بات یہ ہے کہ پارس بہت ہی مہذب، بہت ہی تعلیم یافتہ جوان ہے اور بہت بڑے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم تمہیں اس کے شایانِ شان بنا رہے ہیں جب تم اس کے قابل ہو جاؤ گی تو تمہیں اس کے پاس جانے کی اجازت دے دیں گے۔"

"مجھے جو پڑھایا جاتا ہے، پڑھتی ہوں، جو سکھایا جاتا ہے، سیکھتی ہوں، جو سمجھایا جاتا ہے، سمجھتی ہوں، ہر کام کرتی آ رہی ہوں پھر وہ وقت کب آئے گا؟ میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے پارس کے پاس پہنچائیے یا پارس کو یہاں بلائیے۔"

دانیال خاموشی سے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پھر وہ.... سر تھامس جانسن کے دماغ سے خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ماریہ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بے چینی سی محسوس کرنے لگی، ایک ہاتھ سے سر تھام کر بولی "میں کچھ عجیب سا محسوس کر رہی ہوں، جیسے میرے آس پاس یا میرے اندر کوئی خطرہ جنم لے رہا ہو۔"

باپ نے فوراً ہی پیچھے ہٹ کر کہا "دیکھو بیٹی، غصے میں نہ آنا، تم خطرناک ہوتی ہو تو تمہارے ماں باپ بھی تم سے خوف کھانے لگتے ہیں، پلیز خود کو نارمل رکھو۔"

"ڈیڈی، میں غصے میں نہیں ہوں۔ میں اپنے دماغ میں بوجھ محسوس کر رہی ہوں، ایسا لگتا ہے جیسے میرے سر میں کوئی شیطان گھس آیا ہے۔"

ظاہر ہے، وہ خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کر رہی تھی لیکن یہ طریقہ نہیں جانتی تھی کہ سانس روکنے سے وہ لہریں دماغ سے نکل جائیں گی۔ سر تھامس جانسن نے کہا "اگر تم دماغ کے اندر کچھ محسوس کر رہی ہو تو شاید فرہاد صاحب آئے ہیں میں پوچھ رہا ہوں، مسٹر فرہاد، کیا آپ ہمارے درمیان موجود ہیں؟"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ دانیال خاموش تھا وہ بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا، ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟ کیا فرہاد بن کر بولنا چاہیے، پھر اس کے اندر کے خوف نے سمجھایا "ایک ڈمی فرہاد بننے والے کا انجام ہمارے سامنے ہے، اس کی ایک آنکھ گئی، ایک ہاتھ گیا اور اب ایک ٹانگ جانے والی ہے، اگر میں فرہاد بن کر بولوں گا اور کبھی یہ راز کھل گیا تو وہ باپ بیٹے مجھے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے ماریں گے۔"

ادھر دانیال سوچ رہا تھا، ادھر سر تھامس جانسن کہہ رہا تھا "بیٹی! جب تم پیرس میں تھیں تو میں نے فرہاد صاحب کے ساتھ کچھ وقت گزارا تھا۔ ان کے فیملی ممبرز سے بھی ملتا رہا ہوں۔ پھر نیلی بیتھی سے متعلق اچھی خاصی کتابیں پڑھی ہیں، کہتے ہیں، اگر دماغ میں کوئی آئے اور اس کا آنا ناگوار گزرے تو سانس روک لیا جائے اس طرح خیال خوانی کی لہریں واپس چلی جاتی ہیں۔"

دانیال نے پریشان ہو کر سوچا "اگر ماریہ نے سانس روک لی تو کیا ہو گا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں رہ سکوں گا۔ اسے ٹریپ کر کے ڈان مورس تک نہیں پہنچا سکوں گا۔"

ابھی وہ ماریہ کے دماغ میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اچانک دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ادھر ماریہ نے سانس روک لی تھی، اس کی خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئی تھیں، اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا "میں اکثر ایسے وقت حاضر دماغی

سے کام نہیں لے سکتا۔ دراصل دماغ کام ہی نہیں کرتا۔ اب اس ناکامی کے بعد عقل آرہی ہے۔ میں فرہاد کی آواز اور لب و لہجے میں بولتا تو مجھے ڈر کس بات کا تھا۔ فرض کیا اس وقت فرہاد پہنچ جاتا تو وہ کبھی معلوم نہ کر سکتا کہ دانیال اس کے لہجے میں بول رہا ہے اور نہ ہی وہ میرے دماغ میں آسکتا تھا کیوں کہ میں اپنا لب و لہجہ ماریہ کو اور اس کے باپ کو نہ سناتا۔"

اس نے پھر آنکھیں بند کیں، خیال خوانی کرتا ہوا سر تھامس جانسن کے دماغ میں پہنچا۔ پھر کہا۔ "ہیلو، میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، خوش ہو کر بولا۔ "جناب فرہاد صاحب! کیا آپ آئے ہیں؟"

"ہاں، تھوڑی دیر پہلے میں تمہاری بیٹی کے دماغ میں آیا تھا، تمہیں یہ مشورہ نہیں دینا چاہیے تھا کہ وہ سانس روک لے۔"

"میری بیٹی اپنے دماغ میں بوجھ محسوس کر رہی تھی آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، تو میں نے اسے یہ مشورہ دے دیا۔"

"دراصل میں خاموش تھا اور اس کے اندر رہ کر اس کی دماغی کیفیت معلوم کر رہا تھا۔"

"اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر باہر سے معائنہ کر کے علاج کرتے ہیں، آپ اندر پہنچ کر ساری کیفیت معلوم کر سکتے ہیں۔ میں ابھی ماریہ کو سمجھاتا ہوں، آئندہ یہ سانس نہیں روکے گی۔"

پھر وہ اپنی بیٹی کو سمجھانے لگا۔ وہ بولی۔ "اگر پارس کے ڈیڈی میرے دماغ میں آنا چاہتے ہیں اور مجھے پارس کا پتا بتانا چاہتے ہیں یا اس کے پاس پہنچانا چاہتے ہیں تو میں کبھی سانس نہیں روکوں گی۔"

یہ سنتے ہی دانیال اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پھر بے چینی محسوس کرنے لگی۔ اس نے فرہاد کے لب و لہجے میں کہا۔ "میں تمہارے پارس کا باپ ہوں، میں جانتا ہوں تم میرے بیٹے کے لیے بہت بے چین ہو۔ پہلے تم یہ وعدہ کرو، جو بات مجھ سے کہو گی اس کے لیے زبان استعمال نہیں کرو گی، صرف سوچ کے ذریعے بولتی رہو گی۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہارے ڈیڈی ہماری باتیں سن سکیں، اگر انھوں نے سن لیا تو تمہیں پارس کے پاس نہیں جانے دیں گے۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی۔ "میں زبان سے کچھ نہیں بولوں گی۔ کیا تم مجھے پارس کے پاس پہنچا سکتے ہو؟"

"وہ تم سے بہت دور ہے۔ ان دنوں اسرائیل میں ہے۔ اگر تم اپنے ڈیڈی کو راضی کر لو کہ تفریح کی غرض سے اسرائیل جانا چاہتی ہو اور وہ تمہیں وہاں تک پہنچا دیں تو اس کے بعد پارس تک پہنچانا میرا کام ہے۔"

"ڈیڈی کو معلوم ہو گا، میں پارس سے ملنے جا رہی ہوں تو وہ مجھے کبھی اسرائیل جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"ماریہ! ذرا ذہانت سے کام لو۔ ڈیڈی کو بتانے کی کیا ضرورت ہے، تم صرف تفریح کا ارادہ ظاہر کرو۔"

"کیا ابھی ڈیڈی سے بولوں؟"

"ابھی ٹھہر جاؤ۔ پہلے میں ان کے پاس جا کر تمہاری کیفیت بتا رہا ہوں، تم ذرا دیر بعد ان سے باتیں کرنا۔"

اس نے سر تھامس جانسن سے کہا۔ "میں اس کے خیالات مختصر طور پر پڑھ چکا ہوں۔ وہ دماغی طور پر نارمل ہے۔ اگر وہ گھر کی چار دیواری سے باہر تفریح کے لیے نکلتی رہے گی تو اس کے دماغ کی رہی سہی کمزوری بھی دور ہو جائے گی اور خواہ مخواہ پیدا ہونے والا غصہ اور جھنجلاہٹ بھی جاتی رہے گی۔"

اس نے تھوڑی دیر تک الٹی سیدھی باتیں سمجھانے کے بعد کہا۔ "اچھا سر تھامس، اجازت دیجیے، میں جا رہا ہوں، پھر آپ کی بیٹی کے پاس آتا جاتا رہوں گا اور آپ کو اس کی دماغی کیفیت سے آگاہ کرتا رہوں گا۔"

وہ خاموش ہو گیا لیکن اسی کے دماغ میں رہا۔ تھوڑی دیر بعد ماریہ نے کہا۔ "ڈیڈی! آپ نے وعدہ کیا تھا جب میں اچھی طرح پڑھنے لکھنے اور تہذیب کو سمجھنے لگوں گی تو مجھے اس ملک سے باہر بھیجیں گے، میں دنیا کے جس ملک میں چاہوں جا کر تفریح کر سکتی ہوں۔"

"ہاں، میں نے کہا تھا اور تم واقعی دل لگا کر سیکھ رہی ہو۔"

"پھر مجھے اجازت دیجیے۔ میں اسرائیل جانا چاہتی ہوں۔"

باپ نے حیرانی سے پوچھا۔ "اسرائیل میں کیا رکھا ہے! وہاں کوئی صحت افزا مقام نہیں ہے اور تفریح کے لیے کوئی قابلِ ذکر جگہ نہیں ہے۔"

"آپ بھول رہے ہیں مجھے جو پڑھایا گیا ہے، میں اسے کبھی نہیں بھولتی۔ میں نے اپنی ٹیچر سے سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے، وہاں یروشلم میں مقدس مقامات ہیں جو یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ میں پہلے ان مقامات پر جاؤں گی، اپنے لیے اور

آپ لوگوں کے لیے دعا مانگوں گی، پھر تفریح کی غرض سے دوسرے ممالک کی طرف جاؤں گی۔"

باپ نے خوش ہو کر کہا۔ "تم بہت ذہین ہو، تھوڑے سے عرصے میں تم نے بہت کچھ سیکھ لیا ہے۔ یہ تمہاری ذہانت ہے کہ تفریح کی غرض سے ملک سے باہر جانا چاہتی ہو اور اس کی ابتدا دعاؤں سے کرنا چاہتی ہو۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ بولو، کب جاؤ گی؟"

"میں تو آج ہی جانا چاہتی ہوں۔"

"اتنی جلدی ممکن نہیں ہے۔ میں اور تمہاری ممی کل تمہارے ساتھ روانہ ہو جائیں گے۔"

وہ خوش ہو کر باپ سے لپٹ گئی۔ ان کی پیشانی کو چومنا چاہتی تھی، باپ سہم کر ذرا پیچھے ہوا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "ڈیڈی! میں وعدہ کرتی ہوں، میرے دانت آپ کی پیشانی سے نہیں لگیں گے۔"

باپ نے مسکرا کر کہا۔ "بیٹی! تم سے زہر بھی ملے تو قبول ہے۔ آخر تمہاری جان ہو، جان لوگی تو کیا ہوا۔ بس یہ ایک انسانی فطرت ہے کہ آدمی موت سے ڈرتا ہے۔ اسی خوف سے میں ذرا جھجک گیا تھا۔"

وہ ہنستے ہوئے باپ کی پیشانی پر جھکی، پھر آہستگی سے چوم کر الگ ہو گئی۔ دانیال نے اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کہا۔ "دیکھو، بے چینی ظاہر نہ کرنا۔ میں پھر آیا ہوں اور تمہیں یقین دلا رہا ہوں کل تم یہاں سے اسرائیل کے لیے روانہ ہو جاؤ گی تو پرسوں تمہیں گائیڈ کر دوں گا اور پارس کے پاس پہنچا دوں گا۔ اب جا رہا ہوں۔ ہم اسرائیل میں ملیں گے۔ سو فار۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا، آنکھیں کھول دیں، سامنے میز پر شطرنج کی بساط اسی طرح بچھی ہوئی تھی، بساط کے عین وسط میں شہ کا وہ مہرہ تھا جسے دانیال پارس سمجھتا تھا اور بساط کے گوشے میں ایک پیادہ تھا جو اس کے خیال میں ماریہ تھی۔ اس نے ماریہ کو اس گوشے سے اٹھایا اور ساتھ ہی قریبی خانے میں پہنچاتے ہوئے کہا۔ "میرے ننگ دلو تا، تمہیں بل سے نکالنے کے لیے تمہاری نانی آرہی ہے۔"

○

فرزانہ بے چین تھی، نہ اسے نیند آتی تھی، نہ بھوک لگتی تھی، ایک جگہ بیٹھی نہیں رہ سکتی تھی، کبھی یہ سوچتی کہ بنگلے سے باہر جانا چاہیے پھر خیال آتا۔ شاید پارس کا فون آجائے، جب وہ فون کے انتظار میں بیٹھی رہتی تو خیال آتا، باہر نکل کر گھومنا چاہیے، شاید وہ کھلی فضا میں کہیں کسی

دوسرے روپ میں مل جائے۔

اس کی ساس نے دماغ میں آکر بتا دیا تھا۔ پارس پھر گم ہو گیا ہے۔ اس نے جیری جیکب کو مار ڈالا ہے اور ان ٹیلی پیتھی جاننے والے ساس سسر کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ پارس تک پہنچ سکیں۔ اس کی ساس نے کہا۔ "بیٹی! تم اپنی رہائش گاہ میں رہو۔ وہ ضرور فون کرے گا۔ وہ تمہیں بہت چاہتا ہے۔ تم یہاں تنہا ہو، وہ تمہارے لیے فکر مند ہو گا۔ کسی نہ کسی طرح تمہاری خبر لے گا۔"

چوبیس گھنٹے گزر گئے، نہ اس کا فون آیا، نہ اس نے شکل دکھائی۔ نہ ہی کہیں سے ایسا اشارہ دیا کہ وہ آرہا ہے۔ اس کے پاس پہنچ جاتی۔ آخر ساس نے مشورہ دیا۔ "تم اپنی ملازمہ کو فون کے پاس بٹھا دو۔ اس سے کہو، کمرے سے باہر نہ جائے، جب بھی پارس کا فون آئے تو اس کا پیغام نوٹ کرے اور اسے بتائے کہ تم اس کے لیے کتنی پریشان ہو۔ اس سے کہیں بھی، کسی بھی حال میں ملنا چاہتی ہو۔"

اس نے کہا۔ "ماما! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں ملازمہ کو یہاں بٹھا کر جاتی ہوں لیکن ایک بات کہنا چاہتی ہوں، آپ برا تو نہیں مانیں گی؟"

"نہیں۔ بولو کیا بات ہے؟"

"آپ کی وجہ سے وہ مجھ سے بھی دور ہو گئے ہیں۔"

رسونتی کو یہ بات بری لگی۔ اس نے ناگواری سے پوچھا۔ "تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"میں بھلا کیا کہہ سکتی ہوں، وہ آپ کے بیٹے ہیں، آپ سے اور پاپا سے کتراتے ہیں، کترانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ نافرمان ہیں اور آپ لوگوں کا احترام نہیں کرتے، وہ صرف آپ کی ٹیلی پیتھی کے مخالف ہیں۔ کیا ایسا راستہ اختیار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی شکایت دور ہو جائے۔ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی مدد نہ کریں۔ آپ ماں بیٹے کے درمیان یہ بات طے پا جائے کہ آپ پارس کے دماغ میں آیا کریں گی، صرف اس کی خیریت معلوم کریں گی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد نہیں کریں گی۔"

رسونتی نے خوش ہو کر کہا۔ "تم بہت اچھی ہو، بہت ذہین ہو۔ تم نے بڑے کام کی بات کی ہے۔ واقعی جب وہ ہماری مدد قبول نہیں کرنا چاہتا تو ہم اس کے سامنے ٹیلی پیتھی کا ذکر بھی نہیں کریں گے۔ ایک ماں اور چاہتی کیا ہے۔ صرف اپنے بیٹے کی خیریت اور سلامتی۔ میں اسی بنیاد پر اس کے دماغ میں آتی جاتی رہوں گی، اگر وہ مان لے۔"

"اس بار ملاقات ہوئی تو میں سنا لوں گی۔"

"مجھے معلوم ہوتا کہ وہ یوں بے لگام ہو جائے گا تو میں بابا صاحب کے ادارے سے باہر نہ جانے دیتی۔" وہاں پہنچ کر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پیچھے پڑ گیا۔ جبری جیکب کو مار چکا ہے باقی تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تلاش میں ہے۔ ہمیں ان کے متعلق معلوم ہے۔ ایک کا نام ڈینی دانیال ہے۔ وہ ان دنوں اسرائیل میں ہے۔ اگر پارس اسے تلاش کرے گا تو خواہ مخواہ وقت ضائع کرے گا اور یہ کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ دانیال اپنی یہودی قوم میں جا کر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے بعد دو اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں جن کے نام اور محلے مجھے معلوم ہیں۔ تم غور سے سنو اور اپنی یادداشت میں محفوظ رکھو ہو سکے تو نوٹ کر لو۔"

رسونتی باقی دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور محلے تفصیل سے بتانے لگی۔ پھر اس نے پوچھا "تم نے نوٹ نہیں کیا؟"

"ماما! آپ بول رہی تھیں، میں سن رہی تھی اور میں نے سب کچھ ذہن نشین کر لیا ہے لیکن پھر ایک بات کھٹک رہی ہے۔"

"کون سی بات؟"

"میں پارس کو ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تفصیل بتاؤں گی تو وہ پوچھے گا مجھے کیسے معلوم ہوا۔ یہ بتانا ہو گا کہ ماما نے بتایا ہے اور ماما نے یقیناً خیال خوانی کے ذریعے یہ معلومات حاصل کی ہیں۔"

"تم اسے یہ نہیں بتانا کہ یہ معلومات میرے ذریعے حاصل ہوئی ہیں۔"

"پھر میں کیا بتاؤں گی۔ مجھے یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

"بیک وقت تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ذکر نہ کرنا، صرف اتنا کہہ دینا کہ تم نے ایک شخص کو مشکوک حالت میں دیکھا ہے۔ وہ کہیں بیٹھا ہوا خلاء میں تک رہا تھا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ کیا آپ نے مجھے بلایا ہے؟ رکتے ہی وہ چونک گیا۔ پھر کہنے لگا۔ ارے میں تو اپنے بنگلے میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں کیسے پہنچ گیا؟"

اس شخص نے اٹھتے ہوئے کہا۔ تم میری ٹھٹی میں ہو، سیدھی طرح کار میں چل کر بیٹھو۔"

آنے والے نے کہا۔ میں تمہارا غلام نہیں ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ پھر چپ ہو گیا۔ سر جھکا لیا اور اس شخص کے پیچھے چلتا ہوا اس کی کار میں جا کر بیٹھ گیا۔"

رسونتی یہ باتیں فرزانہ کو سمجھا رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ تم پارس سے کہنا، تم اس شخص کا تعاقب نہیں کر سکیں، لیکن اس کی کار کا نمبر نوٹ کر لیا ہے لہٰذا تم یہ نمبر بھی نوٹ کر لو۔"

رسونتی نے اسے نمبر بتایا۔ فرزانہ نے پوچھا "کیا واقعی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے شخص کی کار کا نمبر ہے؟"

"جب وہ ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد کچھ عرصے تک یہاں تھا تو یہی کار استعمال کرتا تھا۔ پتا نہیں، یہ کار اس کی ملکیت ہے یا نہیں لیکن پرانے رجسٹرڈ بلٹ کر دیکھنے سے یہ نام ضرور ملے گا۔"

فرزانہ نے ملازمہ کو بلایا۔ اس رہائش گاہ میں وہی ایک قابلِ اعتماد ملازمہ تھی۔ اس نے سمجھایا "تم اسی کمرے میں رہو گی۔ صاحب کا فون آ سکتا ہے۔ وہ جو پیغام دیں اسے نوٹ کر لینا اور یہ ضرور کہنا کہ میں ان کے لیے بہت پریشان ہوں۔ ان سے کہیں بھی، کسی صورت میں ملنا چاہتی ہوں۔"

وہ اسے ضروری ہدایات دے کر رہائش گاہ سے باہر آئی۔ اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے ایک لمبی ڈرائیو کے لیے نکل پڑی۔ دنیا میں اب تک کروڑوں اور اربوں محبت کرنے والے گزرے لیکن انھوں نے اپنے پیچھے کوئی ایسا نسخہ نہیں چھوڑا جس پر عمل کرتے ہوئے بچھڑے ہوئے محبوب سے ملا جا سکے۔ وہ سوچ کر نکلی تھی، تمام دن ڈرائیو کرتی رہے گی اور رات کو بھی اس وقت تک کار چلاتی رہے گی، جب تک اسے نیند نہ آئے اور وہ جانتی تھی، اسے نیند نہیں آئے گی۔ تلاش جاری ہے اور جاری رہے گی۔

اچانک ٹیلیفون سے اشارہ موصول ہوا۔ اس نے کار ایک کنارے روکی اور کار ڈیس ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے پارس کی آواز سنائی دی "وہی ہوں جس کی آواز سننے کے لیے بیتاب ہو۔"

وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ چہکتے ہوئے بولی "تم کہاں ہو، تمہیں کیسے معلوم ہوا، میں یہاں ہوں۔"

"میں نے تمہارے بنگلے میں فون کیا تھا۔ ملازمہ نے کہا تم گاڑی لے کر نکلی ہو۔ لہٰذا میں نے اسی نمبر پر تمہیں رنگ کیا ہے۔"

"اوہ پارس! میں مر جاؤں گی۔ تم کہاں ہو، جلدی آؤ۔"

"کتنی جلدی آؤں؟"

"ابھی آ جاؤ، میرے ریسیور رکھنے سے پہلے آ جاؤ۔"

"یہ ممکن نہیں ہے، تھوڑی سی دیر لگے گی۔"

"کتنی دیر لگے گی؟"

"یہاں کچھ ایجنسیاں ہیں، جہاں کرائے پر لڑکیاں ملتی ہیں جو اچھے خاصے معاوضے پر کسی بھی نوجوان کے ساتھ تفریح کرتی ہیں، سینما، تھیٹر اور کلبوں میں جاتی ہیں۔ اسی طرح کرائے پر لڑکے بھی ملتے ہیں جو اچھے خاصے معاوضے پر جوان لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔ تم ایسی دو ایجنسیوں میں جاؤ اور کسی خوب صورت لڑکے کی تلاش کرو جو تمہارے ساتھ وقت گزار سکے۔"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ میں تمہارے سوا کسی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ اگر خواہ مخواہ تصور آئے تو میں اس پر تھوک دوں گی۔"

"پہلے پوری بات سنو۔ ان دو ایجنسیوں میں جا کر لڑکوں کو دیکھو اور انھیں ناپسند کر دو۔ پھر تیسری ایجنسی کا پتا نوٹ کرو۔ اس کا نام ہے ڈیٹنگ پیئرز۔ یہ ایجنسی تھرٹی ٹو ایونیو میں پانچویں اسٹریٹ پر ہے۔ وہاں جاؤ گی تو تمہارے سامنے کچھ نوجوانوں کو پیش کیا جائے گا۔ میں ان کے درمیان ہوں گا۔ تم مجھے میری انگلی کی اس انگوٹھی سے پہچان سکتی ہو جو تم نے مجھے پہنائی تھی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اوہ پارس! کتنا ایڈونچر ہے۔ کتنی رومانی جستجو کے بعد تمہارے پاس پہنچوں گی۔ بس آ ہی ہو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ کار اسٹارٹ کی۔ پھر طوفانی رفتار سے ڈرائیو کرتی ہوئی ایک ایجنسی تک پہنچ گئی۔ ایجنسی والوں نے اسے خوش آمدید کہا۔ اس کے سامنے کتنے ہی سے نوجوان لڑکے پیش کیے۔ وہ انھیں ناپسند کر کے دوسری ایجنسی میں پہنچی۔ وہاں بھی اس نے لڑکوں کو ناپسند کیا۔ پھر کار ڈرائیو کرتی ہوئی ڈیٹنگ پیئرز کے دفتر پہنچ گئی۔ وہاں بھی اسے خوش آمدید کہا گیا۔ اس کی ضرورت پوچھی گئی۔ پھر اس کے سامنے چند خوبرو جوان پیش کیے گئے۔ ان میں سے ایک جوان نے سر کھجانے کے بہانے اپنا ہاتھ اٹھایا تو فرزانہ کو اپنی انگوٹھی نظر آ گئی۔ اس نے کہا "مجھے یہ نوجوان پسند ہے۔"

وہ دفتر میں اگر اس کی فیس ادا کرنے لگی۔ پارس نے خوب سوچ سمجھ کر فرزانہ سے ملنے کے لیے یہ طریقہ کار اختیار کیا تھا۔ نیویارک میں ایسی ایجنسیاں ہیں جہاں بے روزگار نوجوان جو خوبرو ہوتے ہیں۔ وہ ان ایجنسیوں میں اپنا نام اور پتا لکھا کر وہاں کے ویٹنگ روم میں بیٹھ جاتے ہیں۔ دولتمند لڑکیاں یا بیرونی ممالک سے یا دوسرے شہروں سے آنے والی لڑکیاں جو تنہا ہوتی ہیں، اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے ایسی ایجنسیوں میں آتی ہیں اور ان کا معاوضہ ادا کر کے اپنی پسند کا ساتھی لے جاتی ہیں۔

پارس نے ایسی ہی ایک ایجنسی میں اپنا نام اور فرضی پتا لکھایا تھا اور وہاں کے ویٹنگ روم میں بیٹھ کر فرزانہ کا انتظار کر رہا تھا۔ اب فرزانہ اسے لے کر کار میں آ گئی تھی۔ وہاں بیٹھتے ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ کرنے سے پہلے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر پوچھا "تم نے یہ انگوٹھی کہاں سے حاصل کی ہے۔ کیا تم واقعی میرے پارس ہو؟"

اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "مس! تم اتنی حسین ہو کر میں تمہیں مس نہیں کرنا چاہتا اور اتنی معصوم ہو کر دھوکا نہیں دینا چاہتا۔ دراصل تمہارا پارس میری گرفت میں آ گیا تھا۔ میں نے اس کی گردن دبوچ لی، پھر اس کے سینے پر چاقو کی نوک رکھتے ہوئے کہا۔ تمہارے پاس جتنا مال ہے وہ نکالو ورنہ میں جان سے مار ڈالوں گا۔ اس نے کہا۔ میرے ہاتھ میں ہی ایک ہیرے کی قیمتی انگوٹھی ہے۔ میں نے وہ انگوٹھی اس کے ہاتھ سے اتار لی۔ پھر اس سے تمہارے متعلق بہت کچھ سنا۔ میرے دماغ میں ایک آئیڈیا آیا کہ میں تمہیں ٹریپ کر سکتا ہوں۔ لہٰذا میں نے تمہارے پارس کو ایک جگہ قید کر دیا۔ اب تم مجھے لاکھوں ڈالر دو گی اور میرے ساتھ کچھ رنگین لمحات گزارو گی تو میں اسے تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"یو شٹ اپ۔ میں تمہیں لاکھوں ڈالر دے سکتی ہوں لیکن تم مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ میں اپنے محبوب کی امانت ہوں۔ میں اس کی جان جاتے ہوئے دیکھوں گی تو اپنی جان بھی دے دوں گی۔"

"میں جانتا ہوں، میری فرزانہ ایسی ہی ہے۔"

"اے خبردار! مجھے میری فرزانہ نہ کہنا۔"

"میں مذاق ختم کر رہا ہوں۔ غصہ تھوک دو، میں تمہارا پارس ہوں۔"

"میں کبھی یقین نہیں کر سکتی۔ اپنا میک اپ اتارو۔"

"میک اپ اتاروں گا تو دشمن ٹھہریں گے۔"

"میری رہائش گاہ میں چل کر اتار سکتے ہو۔"

"تمہاری رہائش گاہ دشمنوں کی نظروں میں ہے۔ کیا میں وہاں سے زندہ سلامت نکل سکوں گا؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ پہلے مجھے یقین دلاؤ۔"

"ایک بات بتاؤ۔ کیا تمہارا محبوب تم سے بہت پیار

کرتا ہے کیا تمھاری پرائیویٹ باتیں کسی کو بتا سکتا ہے۔"

"ہرگز نہیں، وہ اپنے سائے سے بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا جو تنہائی میں اپنی محبوبہ سے کہتا ہے۔"

"تو پھر توجہ سے سنو، میں وہ ساری باتیں کہہ رہا ہوں جو ہم دونوں تنہائی میں کہہ چکے ہیں اور کر چکے ہیں۔"

پھر وہ قریب جھک کر بہت دھیمی دھیمی آواز میں کچھ کہنے لگا۔ جسے سن کر فرزانہ کا چہرہ حیا سے تمتما رہا تھا۔ وہ اسے پرے دھکیلتے ہوئے اور ڈھیلے ہاتھوں سے مارتے ہوئے بولی۔

"یو چیٹ! دھوکے باز! تم مجھے ستا رہے تھے، پریشان کر رہے تھے۔"

وہ سنجیدگی سے بولا۔ "یہ بہت ضروری تھا۔"

"کیوں ضروری تھا؟"

"اگر دشمن تمھارا تعاقب کر رہے ہوں گے، وہ دیکھ رہے ہوں گے ہم کار کے اندر جو باتیں کر رہے ہیں وہ باہر سے سنی نہیں جا سکتیں، اور دیکھنے والے یہی سمجھ رہے ہوں گے، تم مجھے کرائے پر حاصل کرنے کے بعد مجھ سے تعارف حاصل کر رہی ہو اور آہستہ آہستہ بے تکلف ہو رہی ہو۔ چلو اب گاڑی آگے بڑھا دو۔"

اس نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "تمھاری نظروں میں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کر سکیں اور کوئی دشمن ہمیں پہچان نہ سکے۔"

"ایسا تو ممکن نہیں ہے۔ دشمن یقیناً تمھارا تعاقب کر رہے ہوں گے اور وہ مجھ پر بھی نظر رکھیں گے۔"

"تم نے میری جیکب کو مار ڈالا ہے، اس کے بعد اور دشمن کہاں سے آئیں گے؟"

پارس نے اسے چونک کر دیکھا، پھر کہا۔ "اوہ! تو ماما کو معلوم ہو چکا ہے، میں نے جیری جیکب کو ہلاک کیا ہے، اس کا مطلب ہے، جب جیری میرے سامنے اپنی آخری سانسیں گن رہا تھا تو ماما اس کے دماغ میں موجود تھیں۔"

فرزانہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اسے جیری جیکب کی موت کے بارے میں نہیں کہنا چاہیے تھا مگر بات زبان سے نکل گئی تھی۔ وہ ایک اور ان ایئر ریستوران میں آ گئے۔ فرزانہ نے پوچھا۔ "یہ کھلی جگہ ہے کیا تم دشمنوں کے نشانے پر رہنا چاہتے ہو؟"

"ہم کسی چار دیواری میں جائیں گے، تب بھی دشمن نگرانی کرتے رہیں گے۔ پھر ڈرنا کیسا۔ آؤ بیٹھو۔ کچھ ہلکا سا ناشتا کریں گے۔ کافی پئیں گے۔ اس کے بعد ایک دوسرے سے بچھڑ جائیں گے۔"

فرزانہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ بے اختیار اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پارس نے کہا۔ "مجھے یہی کمزوری پسند نہیں ہے۔ اسی کمزوری پر قابو پانے کے لیے تمیں بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا تھا مگر ماما سے کیا کہوں۔ وہ مستانی ساری ہیں۔ انھوں نے مجھے ڈھونڈ نکالنے کے لیے تمھیں دوبارہ یہاں بھیج دیا۔ فرزانہ عورت صرف آنسو بہانے کے لیے نہیں ہوتی۔"

وہ بولی۔ "اور مرد صرف رُلانے کے لیے نہیں ہوتے۔"

"جب تم ادارے میں رہ کر موم سے پتھر بن جاؤ گی، تب پتا چلے گا کہ عورت ایک چٹان ہوتی ہے، وہ ہر آندھی کے سامنے سینہ تان کر کھڑی ہوتی ہے۔ آندھی گزر جاتی ہے مگر چٹان نہیں گرتی۔ میں نے ایسی کئی چٹانیں دیکھی ہیں جن میں سے ایک کا نام سونیا ہے۔"

"پتا نہیں، سونیا تمام ایسی چٹان ہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیسے چٹان بنوں گی۔ میرا دل تمھارے لیے ہر لمحے دھڑکتا ہے، کوئی سی بات ہو، آنکھ میں آنسو آ جاتے ہیں۔"

"یہی کمزوری دور کرنا چاہتا ہوں۔ تم بہت جلد بابا صاحب کے ادارے میں جاؤ گی، نہیں جاؤ گی تو سمجھ لو، ہم ایک ساتھ کبھی زندگی نہیں گزار سکیں گے۔"

"کیا تم میرے بغیر رہ جاؤ گے؟"

"اس سے پہلے کہ تمھاری جیسی کمزور لڑکی کو دشمن میری کمزوری بنائیں، مجھے تمھاری زندگی سے دور ہو جانا چاہیے، میں تمھاری جدائی برداشت کر لوں گا لیکن وہ کمزوری برداشت نہیں کر سکوں گا جس سے دشمن کھیل سکیں۔"

"کیا تم میرے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں نہیں چل سکتے؟"

"میں یہاں مصروف ہوں۔"

"ایسی کیا مصروفیت ہے۔ تم یہاں کیا چاہتے ہو؟"

"ٹرانسفارمیشن نے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے ہیں جن میں سے دو مارے گئے ہیں، تین باقی ہیں۔ میں ان تینوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

فرزانہ نے میز پر دونوں ہاتھ ٹیک دیے، پھر اس کی طرف جھکتے ہوئے بولی۔ "میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا ہے جس پر ٹیلی پیتھی جاننے والے کا شبہ ہوتا ہے۔"

پارس نے اسے غور سے دیکھا، پھر پوچھا۔ "تم نے کہاں دیکھا ہے۔ مجھے تفصیل بتاؤ۔"

"میں کل سے تمھیں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں۔ کل شام کو سمندر کے ساحل پر تھی۔ ایک ملٹی کلر چھتری کے نیچے آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ میرے قریب ہی ایک اور ملٹی کلر

کی چھتری کے سائے میں ایک شخص لیٹا ہوا آسمان کی طرف یوں تک رہا تھا جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہو یا خیال خوانی کر رہا ہو۔ میں نے تھوڑی دیر بعد دیکھا، ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس کے قریب رُک گیا۔ کہنے لگا۔ آپ نے مجھے کیوں طلب کیا ہے؟ پھر دوسرے ہی لمحے وہ کہنے والا لڑکھڑا گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا۔ ارے میں یہاں کیسے پہنچ گیا۔ میں تو اپنی رہائش گاہ میں تھا اور یہ سمندر کا کنارہ ہے۔ اور تم... تم لارنس ڈیکوزا، یہ تم ہو...

وہ شخص جو میرے قریب ہی ملٹی کلر چھتری کے نیچے لیٹا ہوا تھا، اس کا نام معلوم ہوگیا۔ وہ لارنس ڈی کوزا تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ہاں، میں ہوں اور میں نے ہی تمھیں ٹریپ کیا ہے۔ اب تم سیدھی طرح میری کار میں چل کر بیٹھو۔ میں تم سے کچھ اہم معاملات طے کرنا چاہتا ہوں ـــــ یہ کہہ کر وہ چھتری کے نیچے سے نکلا۔ پھر دور کھڑی ہوئی کار کی طرف جانے لگا۔ میں بھی اُٹھ گئی اور ایک لمبا چکر کاٹ کر اس کی کار کی طرف آئی۔ اس وقت تک وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ وہ اسٹارٹ ہو کر آگے جا رہی تھی لیکن میں نے اس کا نمبر نوٹ کر لیا۔

فرزانہ نمبر بتانے لگی، پارس نے وہ نمبر نوٹ کرنے کے بعد کہا۔ اچھا، تو اس کا نام لارنس ڈی کوزا ہے۔ ایسے ہی ایک نام کا جنرل تھا جو ٹرانسفارمر مشین کے چکر میں مارا گیا۔ وہ جنرل ڈیکوراتھا، یہ لارنس ڈی کوزا ہے۔

پارس کہہ رہا تھا اور ادھر فرزانہ سوچ کے ذریعے رسونتی کو مخاطب کر رہی تھی۔ ماما! کیا آپ میرے دماغ میں موجود ہیں۔ اگر ہیں تو مجھے بتائیے اور دیکھیے آپ کا بیٹا مجھ سے گفتگو کر رہا ہے۔ ہم پھر مل گئے ہیں۔ مجھے کچھ نشوے دیجیے تاکہ ان پر عمل کرتے ہوئے آئندہ آپ کے بیٹے کو گم نہ ہونے دوں۔

وہ کہہ رہی تھی لیکن رسونتی کا جواب سنائی نہیں دے رہا تھا۔ تب اسے یقین ہوگیا، ماما اس وقت دماغ میں موجود نہیں ہیں۔ پارس نے پوچھا۔ تم کیا سوچ رہی ہو؟

وہ خیالات سے چونک گئی، پھر بولی۔ کچھ نہیں۔

میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ مجھے اس کا نام معلوم ہوگیا۔ اس طرح میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام معلوم کر چکا ہوں۔ ایک ڈینی دانیال اور دوسرا لارنس ڈیکوزا۔

فرزانہ کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے۔ پارس نے حیرانی سے کہا۔ تعجب ہے، میونسپلٹی کے نلکے میں بھی اتنا پانی نہیں آتا۔ آخر بات کیا ہے؟

وہ پارس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ مجھے گائیڈ کرو۔ میری رہنمائی کرو۔ میں نہیں جانتی، سسرال میں کس طرح رہنا چاہیے۔ شوہر کی بات ماننی چاہیے یا ساس کی۔

تم کیا کہہ رہی ہو؟

میری بات کا جواب دو، شوہر اہم ہوتا ہے، یا ساس؟

شوہر زیادہ اہم ہوتا ہے اور جتنا وہ اہم ہوتا ہے اتنی ہی اہم اس کی ماں ہوتی ہے۔

مگر شوہر اور ساس کے خیالات مختلف ہوں اور دونوں کے احکامات مختلف ہوں تو لڑکی کو کس کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے؟

تم مجھے الجھا رہی ہو۔ صاف صاف بات کرو۔

میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہے گا۔ میں دل و جان سے تمھیں چاہتی ہوں۔ زندگی کے کسی موڑ پر کسی بھی آزمائشی موقعے پر تمھیں دھوکا نہیں دے سکتی، میں اس سے پہلے مر جاؤں گی۔

آخر بات کیا ہے؟

میں نے کسی لارنس ڈیکوزا کو نہیں دیکھا۔ میں سمندر کے کنارے نہیں گئی۔ تمھاری ماما نے سمجھایا تھا، میں تمھیں یہ باتیں بتاؤں، تمھیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام معلوم ہو جائیں گے۔ تم نے جس ڈینی دانیال کا نام سنا ہے، وہ یہاں نہیں اسرائیل میں ہے۔

پارس نے میز پر ایک گھونسا مارا، پھر فرزانہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں، خوش ہوں۔ تم نے پہلے جھوٹ کہا، پھر فوراً سچ کہہ دیا۔ تم مجھے دھوکا نہیں دینا چاہتیں لیکن ذرا غور کرو، تمھاری کمزوری کے باعث ایسا ہو رہا ہے۔ اگر تم بابا صاحب کے ادارے میں رہو گی اور وہاں لوگا کی شقیں کرو گی اور تمھارا دماغ اتنا حساس ہو جائے گا کہ ٹیلی پیتھی کی لہریں تمھارے دماغ میں نہیں آسکیں گی تو ماما بھی تمھیں ایسی باتیں نہیں سمجھا سکیں گی۔

تم درست کہتے ہو لیکن میں ماما کی مرضی کے خلاف اس ادارے میں کیسے رہ سکتی ہوں؟

اس کی فکر نہ کرو۔ میں تمھارا دوسرا انتظام کروں گا۔ تم ادارے میں نہیں جاؤ گی۔ ایک ٹیلیفون نمبر ذہن نشین کر لو۔

اس نے نمبر بتایا۔ فرزانہ نے پوچھا۔ یہ کس کا نمبر ہے؟

یہ میری سوینا ممّا کا ہے۔ اس نمبر پر ہر لمحہ قائم کرو اور ممّا سے کہو، میں تمھیں ادارے میں نہیں رکھنا چاہتا، صرف ممّا کی نگرانی میں رکھنا چاہتا ہوں۔

کیا وہ تمھاری ماما کے اور تمھارے پاپا کے خلاف اس بات پر راضی ہو جائیں گی؟

میری ممّا کے آگے کسی کی نہیں چلتی، خواہ وہ میری ماما ہوں یا میرے پاپا ہوں۔ تم فون کر کے ان سے بات کرو۔

کیا ابھی فون کروں؟

اپنی رہائش گاہ پہنچنے کے بعد ان سے اطمینان سے باتیں کر لینا۔

پارس، میں ہر اس راستے پر چلنے کے لیے تیار ہوں، ہر وہ بات ماننے کے لیے تیار ہوں جو مجھے تمھارے قریب سے قریب تر لے آئے۔

میری ممّا پر اعتماد کرو، وہ تمھیں فولاد بنا دیں گی۔ ایک دن تم میرے شانہ بشانہ کھڑی ہو کر فخر کرو گی۔ میرا کوئی دشمن تمھیں میری کمزوری نہیں بنا سکے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ملاقات کے بعد ہم بچھڑ جائیں گے؟

ہاں۔ دل پر پتھر رکھ لو۔ یہ ہماری بہتری کے لیے ہے۔

میں تمھاری بات سمجھ رہی ہوں، میں یہ بھی جانتی ہوں، میرے یہاں رہنے سے دشمن تمھیں کمزور بنا سکتے ہیں لہٰذا یہاں سے جاتے ہی سوینا ممّا سے رابطہ قائم کروں گی۔

وہ بہت دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اُٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ جانتے تھے اُٹھنے کے بعد جدائی ہے۔ پھر بھی وہ کب تک بیٹھے رہ سکتے تھے۔ انھوں نے بل ادا کیا۔ پھر ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر کار کی طرف جانے لگے۔ اس نے کہا۔ میں نہیں چاہتی، تم مجھے رہائش گاہ تک چھوڑنے جاؤ اور دشمنوں کی نظروں میں آجاؤ۔ مگر آدھے راستے تک ساتھ دے سکتے ہو۔

میں اسپائر اسٹیٹ بلڈنگ تک ساتھ دوں گا۔ وہاں پارکنگ ایریا میں میری گاڑی ہے۔ پھر میں اپنی گاڑی میں چلا جاؤں گا۔

وہ کار کی اگلی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ اس نے کار اسٹارٹ کی پھر ڈرائیو کرتے ہوئے بولی۔ ڈینی دانیال کے متعلق تمھیں بتا چکی ہوں تم اس کے پیچھے اسرائیل نہیں جاؤ گے لیکن یہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں، ان کے متعلق کیا سوچ رہے ہو؟

سوچنا کیا ہے۔ آخر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی مجھے ان کے نام اور حلیے معلوم ہوئے ہیں۔ ماما نے زبردستی یہ معلومات فراہم کی ہیں، میں بالکل ہی ضدی اور ہٹ دھرم نہیں ہوں، جو معلومات حاصل ہو گئی ہیں ان سے فائدہ نہ اٹھانا سراسر نادانی ہوگی۔

وہ اسپائر اسٹیٹ بلڈنگ کے سامنے پہنچ گئے۔ فرزانہ نے ایک طرف گاڑی روک دی۔ دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھام لیا، ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھنے لگے۔ اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں، پارس بولا۔ تم روؤ گی تو میری آنکھوں میں یہی تصویر نقش رہے گی۔ تمھارا فرض ہے، مسکراتے ہوئے جاؤ تاکہ میرے تصور میں تمھارا چہرہ مسکراتا رہے۔

وہ تھوڑی دیر تک بولتے رہے، تھوڑی دیر تک ایک دوسرے کے ہاتھ کو تھام کر ایک دوسرے کو یہ یقین کراتے رہے۔ اس کے بعد خاموشی سے بچھڑ گئے۔ بچھڑتے ہوئے بھی یوں لگ رہا تھا جیسے تقدیر بدل جائے گی، ارادہ بدل جائے گا، اچانک وصال کی گھڑیاں آجائیں گی۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس سے دور نہیں ہو گی لیکن سوچتے رہنے سے نہ تقدیر بدلتی ہے نہ ارادے بدلتے ہیں، وہ آہستہ آہستہ ڈرائیو کرتی ہوئی جا رہی تھی اور عقب نما آئینے میں پارس کو فٹ پاتھ پر دیکھ رہی تھی۔ اس کا جی چاہتا تھا ٹرک ایسی ہی سیدھی ہے اور وہ عقب نما آئینے میں نظر آتا رہے۔ یہ بھی اس کی سوچ تھی اور سوچنے سے بات پوری نہیں ہوتی۔ آخر اسے ایک جگہ مڑنا پڑا۔ پھر مڑتے ہی محبوب نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

فٹ پاتھ پر اچھی خاصی رونق تھی، عورتیں، مرد، بچے، بوڑھے آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے، جب فرزانہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ پلٹ کر ایک طرف جانا چاہتا تھا، اسی وقت ایک شخص اور کروٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے اس کے سامنے آگیا، مسکراتے ہوئے بولا۔ میں تمھیں ایک خوش خبری سنانا چاہتا ہوں۔

پارس نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولا۔ میری جیب میں ریوالور ہے۔ انگلی ٹریگر پر ہے اور تم نشانے پر ہو۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی کسی نے پیچھے سے کہا۔

"اگر اس کے ریوالور سے نشانہ چوک گیا تو میری جیب میں بھی ریوالور ہے۔ انگلی ٹرائیگر پر ہے اور نشانے پر تم ہو۔"

پھر اسے بائیں طرف سے آواز آئی۔ تیسرا شخص بھر رہا تھا۔ "عجیب بات ہے۔ ریوالور میری جیب میں بھی ہے۔ انگلی ٹرائیگر پر ہے اور نشانے پر تم ہی ہو۔"

سامنے سے آنے والا شخص اس کے دائیں طرف آگیا۔ اب دائیں بائیں اور پیچھے تین ریوالور والے تھے۔ پیچھے کھڑے ہوئے شخص نے آہستگی سے حکم دیا۔ "اسی پوزیشن میں چلتے رہو۔ ہم تمہارے تین طرف چلتے رہیں گے۔ وہ سامنے موٹر پر فٹ پاتھ کے ساتھ ہی سُرخ رنگ کی کار کھڑی ہوئی ہے۔ اس کی پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھ جاؤ۔"

پارس نے سر گھما کر تینوں کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"کوئی سوال نہیں، کوئی جواب نہیں۔ اس کے بعد ایک آواز بھی مُنہ سے نکالو گے تو ہمارے ریوالوروں سے گولیاں نکلیں گی۔"

وہ ان کے درمیان آگے بڑھنے لگا۔ تینوں اس کے اتنے قریب تھے کہ چلتے وقت دائیں بائیں یا پیچھے سے کسی نہ کسی ریوالور کی نال ضرور لگتی تھی۔ وہ چلتے پھرتے کوئی تدبیر سوچ سکتا تھا۔ اپنے بچاؤ کے راستے نکال سکتا تھا۔ ان کے ساتھ چلتے چلتے پھسل کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بدل سکتا تھا۔ مگر بدلنے سے پوزیشن بدل جاتی، حالات بدل جاتے۔ وہ چلتے چلتے اچانک فضا میں اچھل کر الٹی قلابازی کھاتا ہوا اس شخص کے پیچھے پہنچ جاتا جو اس کے پیچھے آرہا تھا۔ پھر اسے دبوچ کر باقی ریوالور والوں کے سامنے اسے ڈھال بنا لیتا لیکن پھسلنے یا اچھلنے کی گنجائش نہیں تھی۔ وہ بالکل ساتھ ساتھ لگے ہوئے چل رہے تھے۔

وہ سُرخ رنگ کی کار کے قریب آگئے، وہاں کچھ اور لوگ تھے۔ ان میں سے ایک نے دروازہ کھولا۔ پچھلی سیٹ کے ایک طرف ایک شخص ریوالور لیے بیٹھا ہوا تھا۔ پارس کو اس کے پاس بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ وہ وہاں جا کر بیٹھا تو دوسرا ریوالور والا وہاں آکر بیٹھ گیا۔ دو شخص اگلی سیٹ پر تھے۔ باقی لوگ آگے پیچھے والی کاروں میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔ پھر وہ تین کاروں کا قافلہ وہاں سے روانہ ہوگیا۔

وہ دشمنوں کے درمیان خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا۔ کار تیز رفتاری کے ساتھ بھاگتی جارہی تھی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ان لوگوں نے کار کے سایہ دار شیشے چڑھا دیے، تاکہ باہر والوں کو اندر کچھ نظر نہ آئے۔ سامنے بیٹھے ہوئے شخص

نے ڈیش بورڈ کھول کر اس میں سے وینیشنگ کریم، تولیہ اور آئینہ نکالا۔ پھر اسے پارس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آرام سے آئینہ دیکھو اور چہرے کا میک اَپ صاف کرلو۔"

پارس نے وہ سامان دیکھ کر حیرانی سے پوچھا۔ "کیا میک اَپ! کیا تم یہ سمجھتے ہو، میں کوئی ہیرو پیا ہوں؟"

"ابھی معلوم ہوجائے گا۔ باتیں نہ کرو، جو کہا جارہا ہے اس پر فوراً عمل کرو۔"

پارس نے وینیشنگ کریم کی شیشی کھول کر اس میں سے کریم نکالی۔ اسے اچھی طرح اپنے چہرے کے ہر حصّے پر ملنے لگا۔ تولیہ لے کر اچھی طرح گھس گھس کر صاف کرنے لگا لیکن چہرہ وہی تھا۔ وہ سب اسے توجہ سے دیکھ رہے تھے، صرف ڈرائیونگ والے کی توجہ ڈرائیونگ پر تھی۔ ایک نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے تم نے عارضی میک اَپ نہیں کیا ہے۔ یہ ماسک میک اَپ ہوسکتا ہے۔"

اس کے بائیں طرف بیٹھے ہوئے شخص نے ایک ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن کے پیچھے ماسک کے جوڑ کو ٹٹولنے لگا۔ لیکن وہاں کچھ نہیں تھا۔ اس نے کہا۔ "یہ ماسک میک اَپ نہیں ہے۔"

دوسرے نے کہا۔ "تو پھر پلاسٹک سرجری ہے۔ یہ جوان بہت گہرا ہے۔ آخر بیٹاکس کا ہے، لیکن ہم اس کی چال میں نہیں آئیں گے۔"

پارس خاموش تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کسی نے کوئی سوال بھی نہیں کیا۔ وہ دائیں بائیں کھڑکی کے باہر دیکھتا جارہا تھا اور اندازہ کررہا تھا، انجانے دشمن اسے بروک لین کی طرف لے جارہے ہیں اور اس کا رُخ لوئیر نیو یارک کی طرف ہے۔ یہ سفر کافی لمبا ہوسکتا تھا۔ پارس اطمینان سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا۔ سامنے جس حد تک ٹانگیں پھیل سکتی تھیں پھیلا دیں۔ بائیں طرف بیٹھے ہوئے شخص نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ "تم ایسے اطمینان سے بیٹھے ہو جیسے زندہ بچ نکلو گے۔"

پارس نے پوچھا۔ "کیا خوفزدہ ہونے سے موت ٹل جائے گی؟"

"بکواس مت کرو۔"

پارس اس کے جواب میں مسکرانے لگا۔ وہ ایک دم سے جھنجلا گیا۔ غصّے سے پہلو بدل کر بولا۔ "کیوں مسکرا رہے ہو، کیا تمہاری شامت آئی ہے؟"

"اگر میری شامت آتی تو تم لوگ مجھے فٹ پاتھ پر ہی گولی مار دیتے، تم مجھے جہاں لے جارہے ہو وہاں پہنچانے سے پہلے کوئی مجھے گولی نہیں مار سکتا۔"

"تم اتنا سمجھ رہے تھے۔ تو پھر ہماری گرفت میں کیوں آئے، بھاگ نکلنے کی کوشش کیوں نہ کی؟"

"بھاگنے سے شاید میرا نقصان ہوتا۔ تم لوگ مجھے جان سے نہ مارتے تو زخمی ضرور کرتے پھر اٹھا کر لے جاتے۔ اب میں صحیح سلامت جارہا ہوں اور صحیح سلامت واپس آؤں گا۔"

اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "جیکی! انھیں سختی سے منع کیا گیا تھا اس سے کوئی بات نہ کرنا۔ تم بات بھی کررہے ہو اور غصّے میں بھی آرہے ہو۔ کیا کام بگاڑنا چاہتے ہو؟"

جیکی نے کہا۔ "میں کوئی ایسی بات نہیں کررہا ہوں جس سے..."

اس کے ساتھی نے ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اَپ۔ ایک لفظ بھی بولو گے تو گاڑی سے باہر پھینک دوں گا۔"

"وہ خاموش رہ کر دانت پیسنے لگا۔ پارس نے آہستگی سے کہا۔ "میں نے ایسے زر خرید غلام بہت دیکھے ہیں جو ایک ڈانٹ میں خاموش ہوجاتے ہیں۔"

ڈانٹ سُن کر خاموش ہونے والا ایک دَم سے بھڑک گیا۔ غصّے سے چیخ کر کہا۔ "میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا، ذلیل کمینے...!"

اس کے بھڑکتے ہی پارس نے ریوالور والے ہاتھ کو پکڑ لیا تھا اور اپنا ہاتھ بالکل سیٹ کی پشت سے لگا دیا تھا۔ ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ ریوالور کی گولی سے بچنا چاہتا ہو لیکن وہ مکاری سے کام لے رہا تھا۔ اس شخص کی انگلی ٹرائیگر پر تھی۔ اس نے ٹرائیگر کو پوری قوت سے دبایا۔ بھائیں سے گولی چل پڑی۔ پارس کے بائیں طرف بیٹھا ہوا شخص ایک چیخ مار کر تڑپنے لگا۔ سامنے والے شخص نے فوراً پلٹ کر پارس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "اسے چھوڑ دو ورنہ گولی مار دوں گا۔"

پارس نے کہا۔ "اگر میں نے اسے چھوڑا تو یہ گولی مار دے گا۔ جب مجھے ہر طرح مرنا ہی ہے تو یہ لو۔"

اس نے جیکی کو اپنے اوپر گرا لیا۔ سامنے والے نے گولی چلائی۔ وہ پارس کو زخمی کرنا چاہتا تھا لیکن جیکی درمیان میں آگیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گولی اس کی پشت میں سیدھی دل کی جگہ پیوست ہوگئی۔ پارس نے ایک گھونسا سامنے والے کی ناک پر جڑ دیا۔ وہ کوئی ایسا ویسا ہاتھ نہیں تھا۔ فولاد ہی سکتا تھا۔

وہ چکرا کر رہ گیا۔ جب تک سنبھلتا، پارس نے اسے بھی گولی مار دی۔ اب اس کے دونوں ہاتھوں میں دونوں لاشوں کے ریوالور آگئے تھے۔ ڈرائیو کرنے والا سمجھ رہا تھا، وہ تین ریوالور والے ہیں۔ پارس کو قابو میں کرلیں گے لیکن اس نے یکے بعد دیگرے اپنے ساتھیوں کو مرتے دیکھا تو ایک طرف گاڑی روکنے کی کوشش کی۔ پارس نے اس کی کنپٹی سے ریوالور لگا کر کہا۔ "سیدھی طرح چلتے رہو، رفتار بڑھاتے رہو اور جہاں میں کہوں راستہ بدل دینا۔"

وہ سہم کر حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ پارس نے پہلے ایک طرف کا دروازہ کھولا پھر دھکیر پڑی ہوئی لاش باہر لڑھکا دی۔ دروازہ جلدی بند کرلیا۔ پھر اس نے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر دوسری طرف کی لاش باہر پھینک دی۔ آگے پیچھے آنے والی گاڑی کے لوگوں نے فائرنگ کی آوازیں سُنی تھیں۔ وہ لاشوں کو باہر گرتے دیکھ رہے تھے۔ آگے والی گاڑی اس کی کار کے سامنے رکاوٹ بننے کی کوشش کررہی تھی۔ پیچھے سے آنے والی گاڑی رفتار بڑھا کر دیکھنا چاہتی تھی کہ درمیانی گاڑی میں کیا ہورہا ہے۔ پارس نے کار ڈرائیو کرنے والے کو حکم دیا۔ "رفتار بھی قائم رکھو اور ایک ہاتھ سے دروازہ کھول کر لاش کو باہر پھینک دو۔"

وہ اس حکم کی بھی تعمیل کرنے لگا۔ ذرا دیر بعد اگلی سیٹ بھی خالی ہوگئی۔ لاش باہر چلی گئی۔ دروازہ بند ہوگیا۔ پارس اگلی سیٹ پر آکر بولا۔ "تم ایک ہی شرط پر زندہ رہ سکتے ہو۔ اس چلتی گاڑی سے باہر چھلانگ لگا دو۔ زندگی رہی تو بچ جاؤ گے۔ چھلانگ نہیں لگاؤ گے تو میری گولی سے مارے جاؤ گے، میں تین لاشوں کی طرح یہ چوتھی لاش بھی باہر پھینک دوں گا۔"

پیچھے سے آنے والی گاڑی برابر ہو کر ایک طرف دھکا مار رہی تھی۔ آگے جانے والی گاڑی راستہ روکنے کی کوشش کررہی تھی مگر ڈرائیور نے اسٹیئرنگ گھما کر راستہ بدل دیا تھا۔ پھر ایسے ہی وقت اس نے دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ پارس نے فوراً ہی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ گاڑی آہستہ ہوتے ہوتے پھر تیز رفتاری اختیار کرنے لگی۔ اب وہ، آندھی طوفان کی رفتار سے بھاگ رہی تھی۔ ان دو گاڑیوں کو پیچھے چھوڑتی جارہی تھی۔ دن کے وقت بھری پُری شاہراہ پر اس زبردست فائرنگ ہوئی تھی کہ دور دور تک بھگدڑ مچ گئی تھی۔ پولیس کی کاریں ان کا تعاقب کرنے لگی تھیں، دو گاڑیاں پارس کا تعاقب کررہی تھیں۔ وائرلیس کے ذریعے ٹریفک پولیس کو انفارم کررہی تھیں کہ آگے جانے والی سُرخ گاڑی کس سمت

جارہی ہے اور آگے جاکر کون کون سے راستے اختیار کرسکتی ہے لہٰذا ان تمام راستوں کی ناکہ بندی کی جائے۔

تھوڑی دیر بعد ہی پارس کو چاروں طرف سے پولیس کی گاڑیوں نے گھیر لیا۔ اس نے خود کو قانون کے حوالے کردیا۔ پولیس اسٹیشن پہنچ کر بیان دیا کہ کچھ نامعلوم افراد اسے زبردستی اغوا کررہے تھے۔ فائرنگ کے بعد ہی پولیس کی گاڑیاں ان کے پیچھے پڑ گئی تھیں۔ ان گاڑیوں میں بیٹھے ہوئے پولیس والے اس بات کے گواہ تھے، جو گاڑیاں آگے پیچھے تھیں اس میں بیٹھے ہوئے لوگ فرار ہوگئے تھے۔ پارس کا بیان لینے کے بعد اس کا شناختی کارڈ دیکھا گیا۔ وہ شناختی کارڈ فرضی نام سے بنا ہوا تھا۔ ایک پولیس افسر نے کہا "میں تمہارے ساتھ چل کر تصدیق کرنا چاہتا ہوں، تم نے اپنا نام اور پتا صحیح بتایا ہے یا نہیں؟ میرے ساتھ چلو۔"

آفیسر اسے پولیس اسٹیشن کے باہر لایا۔ پھر اپنی گاڑی میں اگلی سیٹ پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ پارس بہت محتاط تھا جانتا تھا دشمن ناکام ہونے کے بعد کہیں سے چھپ کر گولی مار سکتے ہیں لیکن دشمن کوئی اور ہی چال چل رہے تھے۔ جب پولیس آفیسر اپنی گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا بہت دور نکل گیا تو ایک جگہ اس نے خود ہی گاڑی روک دی پارس سے کہا "میں اپنی گاڑی میں جاؤں گا۔ چلو اتروادر وہ سامنے والی گاڑی میں چل کر بیٹھو۔"

پارس نے حکم کی تعمیل کی سرکاری گاڑی سے اتر کر پرائیویٹ گاڑی کی طرف آیا تو اسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ سب کی جیبوں میں ہاتھ تھے اور وہ کہہ رہے تھے۔ ریوالور کا رُخ اس کی طرف ہے۔ پولیس آفیسر پلٹ کر اپنی سرکاری گاڑی کی طرف چلا گیا۔ اس کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی اسے اشارٹ کرکے واپس مڑنے کے بعد پولیس اسٹیشن کی طرف جانے لگا پارس کو پھر ان دشمنوں کے درمیان گاڑی کے اندر ٹھونسنا پڑا۔

ایک گھنٹے بعد وہ گاڑی بروک لین کے جنوبی ساحل کی طرف پہنچ گئی۔ پھر زیرِ آب راستے سے گزرتی ہوئی کوئنے آئی لینڈ میں آگئی۔ پارس نے سوچا۔ شاید دشمن نے اسی جزیرے میں اپنا اڈہ بنایا ہے لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ جزیرے کے جنوبی ساحل پر ایک چھوٹا سا بحری جہاز کھڑا ہوا تھا۔ دشمنوں نے اسے جہاز میں پہنچا دیا۔ پھر اس کے سوار ہوتے ہی جہاز کا لنگر اٹھا دیا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا، کیا پولیس افسر ان لوگوں سے ملا ہوا تھا؟ کیا اس نے جان بوجھ کر پولیس اسٹیشن سے نکال کر ان کے حوالے کیا ہے یا کوئی ٹیلی پیتھی کا چکر ہے؟

جس انداز میں پولیس آفیسر خاموشی سے پلٹ کر اپنی گاڑی میں گیا تھا اور وہاں سے واپس پولیس اسٹیشن کی طرف جارہا تھا۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا، کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پارس کو پھر دشمنوں میں پہنچا دیا تھا۔

جہاز ساحل سے دور نکل آیا تھا۔ عرشے پر دور دور تک مسلح افراد نظر آرہے تھے لیکن کوئی اس کی طرف توجہ نہیں دے رہا تھا۔ سب یوں الرٹ کھڑے ہوئے تھے جیسے پتھر کے مجسمے ہوں۔ وہ ٹہلنے کے انداز میں چلتا ہوا ایک مسلح شخص کے قریب آیا۔ اس شخص نے اسٹین گن کا رُخ اس کی طرف کردیا۔ پھر اشارے سے کہا "دور ہو جاؤ۔"

وہ دور ہوگیا۔ کسی اور مسلح شخص کے پاس جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کرتے۔ وہ ٹہلتا ہوا ایک کیبن کے پاس آیا۔ اندر سے آواز آئی "دروازہ کھلا ہوا ہے۔"

اس نے آہستگی سے دروازہ کھولا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے ایک بڑا سا کیبن تھا اور ایک شاہانہ طرز کے صوفے پر ایک نہایت ہی بدصورت آدمی بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ اس کا سر گنڈا ہوا تھا۔ جیسے وہ پیدائشی گنجا ہو۔ اس نے ایک سیاہ چشمہ پہن رکھی تھی۔ کمر سے اوپر بدن ننگا تھا۔ بازوؤں کی ابھرتی ہوئی مچھلیاں اور چٹان جیسا پھولا ہوا سینہ بتا رہا تھا، وہ باڈی بلڈر ہے۔ شاید اچھا فائیٹر بھی ہوگا۔

دروازہ کھلتے ہی پارس نے اسے دیکھا۔ اس نے پارس کو دیکھا۔ دونوں کی نگاہیں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں یوں لگ رہا تھا جیسے تلوار سے تلوار ٹکرا رہی ہو۔ نگاہوں کے برچھے ایک دوسرے کو چھید کر دماغ تک پہنچ جانا چاہتے ہوں۔ پھر اچانک ہی پارس نے سانس روک لی۔ شاہانہ کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص نے قہقہہ لگا کر کہا "میں جانتا تھا، تم سانس روک لو گے۔ اس لیے میں نے تمام راستے تمہیں نہیں چھیڑا۔ انتظار کرتا رہا تاکہ تمہیں یہاں تک آنے کا موقع دوں۔ تم نے عرشے پر چاروں طرف گھوم کر دیکھ لیا ہوگا۔ ساحل بہت دور رہ گیا ہے شاندار نظر بھی نہ آتا ہو۔ ہم سمندر میں ہیں۔ چاروں طرف پانی ہی پانی ہے۔ تمہارا باپ فرہاد علی تیمور میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا اس جہاز تک پہنچنے کے لیے اسے کسی سیلی کاپٹر میں آنا ہوگا۔ میرے مسلح افراد کسی بھی ہیلی کاپٹر کو قریب سے گزرنے کا موقع نہیں دیں گے۔ اسے فضا میں ہی مار گرائیں گے۔

پارس

نے کیبن میں قدم رکھتے ہوئے کہا "میں سمجھ رہا تھا کہ مجھے پارس سمجھا جارہا ہے کیونکہ میں نے فرزانہ کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارا ہے اور اسے یقین دلانے کے لیے پارس کی یہ انگوٹھی بھی انگلی میں پہن رکھی ہے۔ بے چاری فرزانہ نے اسے تحفے میں دی تھی۔"

وہ شخص آنکھیں سکیڑ کر پارس کی باتیں توجہ سے سن رہا تھا۔ اس نے کہا "اب میری سمجھ میں آگیا، میرے سامنے جو بدصورت شیطان بیٹھا ہوا ہے، اس کا نام لارنس ڈی کوزا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھے بدصورت کہنے سے غصہ نہیں آتا اور تم نے ٹھیک ہی سمجھا ہے۔ میں لارنس ڈی کوزا ہوں۔ میں نے پہلی بار تمہاری آواز اس وقت سنی جب تم جیری جیکب کو ٹارچر کررہے تھے۔ اسے اذیتیں دے کر معلوم کرنا چاہتے تھے، باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور حلیے کیا ہیں۔ اس وقت تمہیں تعجب ہوا تھا، وہ اچانک ہی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ وہ موت کی گود میں پہنچ کر ہمارے تعلق تمہیں کچھ بتانے کے قابل نہیں رہا تھا۔"

پارس نے اس کے سامنے رکھے ہوئے سینٹر ٹیبل پر اپنا ایک پاؤں رکھتے ہوئے کہا "تمہارے آدمیوں نے مجھے یہاں لانے کے دوران ویٹنگ کریم سے میرا میک اپ اتارنے کی کوشش کی تھی۔ پھر اس بات کی بھی تصدیق کرلی کہ میں نے ماسک میک اپ نہیں کیا ہے۔ پلاسٹک سرجری کا شبہ ہو رہا تھا۔ یہ شبہ تمہیں بھی ہوسکتا ہے لیکن نہ میں پارس تھا، نہ ہوں، نہ آئندہ ہوسکتا ہوں۔"

لارنس ڈی کوزا نے اسے گھورتے ہوئے کہا "اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، تمہاری اصلیت کیا ہے۔"

"میں نے یوگا کی مشقیں اس لیے نہیں کیں کہ شیطانوں کے لیے دماغ کے دروازے کھول دیا کروں، تم میرے اندر کبھی نہیں پہنچ سکتے۔"

"خود کو چھپانے کا مطلب یہی ہے کہ تم پارس ہو۔"

"تم جیری جیکب کی طرح دھوکا کھا رہے ہو۔ جب سے پارس کی محبوبہ اور ہونے والی بیوی یہاں آئی ہے، وہ خود اس سے ملنے نہیں جاتا۔ جانتا ہے، آسانی سے ٹریپ کرلیا جائے گا۔ اس نے مجھے ڈمی پارس بنایا ہے، مجھے اپنے چہرے پر پارس کا چہرہ بنانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ فرزانہ کو یہی کہہ کر دھوکا دیا جاسکتا تھا کہ میں دشمنوں کو فریب دینے کے لیے میک اپ میں ہوں۔ اسے یقین دلانے کے لیے صرف ہیرے کی انگوٹھی کافی تھی۔ باقی جو کچھ تھا وہ میری اداکاری تھی۔ میں پارس کے لب ولہجے کی بڑی کامیابی سے نقل کرتا ہوں۔ فرزانہ کو شبہ نہیں ہوا، وہ اپنے محبوب کی ڈمی کے ساتھ وقت گزارتی رہی ہے۔ میں نے اسے تسلیاں دے کر مطمئن کرنے کے بعد یہاں سے روانہ کردیا ہے۔"

"تم زبان سے نہ بولو۔ میں ابھی اصلیت اگلوا لوں گا۔ یہ تو میں پہلے سے جانتا ہوں کہ فرہاد ایسی ہی گھسی پٹی چالیں چلتا ہے۔ پہلے وہ دشمنوں کے سامنے اپنی ڈمی بھیجا کرتا تھا۔ آج کل اپنے بچوں کی ڈمی پیش کیا کرتا ہے۔ میں نے وہ تماشا بھی دیکھا ہے جب تم پارس کی ڈمی بن کر جیری جیکب کو دھوکا دے رہے تھے آج مجھے دھوکا دینے آگئے ہو۔ پھر بھی میں اپنے طور پر تصدیق کروں گا۔"

"لارنس ڈی کوزا! تمہیں اس کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے جتنی جلدی ہوسکے، یقین کرو اور مجھے یہاں سے زندہ سلامت جانے دو، ورنہ تم جانتے ہو، فرہاد صاحب آج تک جو بھی ڈمی پیش کرتے رہے، دشمنوں نے ان میں سے کسی کو نقصان پہنچانے کی جرأت نہیں کی کیونکہ وہ احمق نہیں تھے۔ ایک ڈمی کو مار کر نقصان پہنچا کر وہ اپنے پورے ملک وقوم کی تباہی نہیں چاہتے تھے۔ میرا خیال ہے، تم بھی ایسے ہی دانشمند ہو۔"

اس نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہا۔ "شاید تمہارے فرہاد صاحب کو یہ نہیں معلوم کہ میرا اس ملک اور قوم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں جیسا خود غرض اور مطلب پرست ہوں، ایسی مثال تمہیں کہیں نہیں ملے گی۔ جب میں پیدا ہوا، میں نے تعلیم حاصل کی اور جوان ہوا، میرے بازوؤں میں طاقت آئی تو میں نے اپنے باپ کو یہ کہہ کر مار ڈالا کہ تمہارا کام تھا مجھے پیدا کرنا، میں پیدا ہو چکا ہوں۔ اب تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ ماں پہلے ہی مر چکی تھی۔ پھر میں نے ایک حسین عورت سے شادی کی۔ ایک رات گزارنے کے بعد میں نے کہا "تمہارے حسن نے متاثر کیا تھا، تمہارے شباب نے مجھے لبھایا تھا۔ میں نے شادی کی، میں نے تمہارے ساتھ رات گزاری، بس اتنا ہی کافی ہے۔ اب تمہاری ضرورت نہیں رہی۔ میں نے اس شریکِ حیات کو بھی ختم کردیا۔"

وہ اپنی اس بات پر خوب ہنسنے لگا پھر ہنستے ہوئے بولا "میں شادی نہیں کرتا۔ کرتا ہوں تو اپنی بیویوں کو مار ڈالتا ہوں تاکہ بچے پیدا نہ ہوں۔ اگر وہ پیدا ہوں گے، جوان ہوں گے تو میری طرح کمینے ہوں گے۔ جس طرح میں نے اپنے باپ کو مارا ہے وہ مجھے مار ڈالیں گے۔"

وہ اپنی شاہانہ کرسی سے اُٹھتے ہوئے بولا "مجھے یقین ہے، مسٹر فرہاد تمہارے دماغ میں ہیں اور میری باتیں سن رہے

ہیں۔ وہ میری خود غرضی، مطلب پرستی اور کینہ کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ جب میں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیا تو اپنے ملک کے اعلیٰ حکام کے دماغوں میں پہنچ کر کہہ دیا، جو کچھ مجھے حاصل کرنا تھا، کر چکا۔ اب نہ مجھے اس ملک کی ضرورت ہے نہ اس قوم کی۔ رہ گئے تمہارے جیسے حاکم تو یہ ہر الیکشن کے بعد آتے جاتے رہتے ہیں۔ میں جس کو چاہوں گا اپنا غلام بنا لوں گا۔"

پارس نے پوچھا "تم اتنی لمبی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"میں مسٹر فرہاد کو سمجھا رہا ہوں۔ اگر وہ میرے ملک میں تباہی پھیلا دیں گے تو میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میری بلا سے وہ سپر ماسٹر کے ملک کی تمام اہم تنصیبات کو دھماکوں سے اڑاتے رہیں، تباہیاں پھیلاتے رہیں۔ میں تمہیں گرفتار کرتے ہی بحری جہاز کے ذریعے اس کھلے سمندر میں آ گیا ہوں۔ میں کسی ملک کے ساحل پر نہیں ہوں۔ یہ چھوٹا سا بحری جہاز سمندر کی گود میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ میں یہاں کا حاکم ہوں... مسٹر فرہاد میرے اس چھوٹے سے جہاز کو تباہ نہیں کر سکیں گے۔ انھیں کھلی اجازت ہے۔ وہ جائیں اور سپر ماسٹر کو انتقامی کارروائیوں کی دھمکیاں دیتے رہیں اور ان دھمکیوں پر عمل کرتے رہیں۔"

ایسا کہتے ہوئے وہ پارس کے قریب آیا پھر اچانک ہی اس کے مُنہ پر ایک زوردار گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا، کھلے ہوئے دروازے سے ٹکرایا پھر اپنا توازن قائم نہ رکھتے ہوئے باہر عرشے کے فرش پر گر پڑا۔ لارنس ڈی کوز بھی کیبن سے باہر آ گیا۔ اسے حقارت سے دیکھتے ہوئے بولا "کہو کیسا ہے میرا ہاتھ، دن میں تارے نظر آ رہے ہیں؟"

پارس آہستہ آہستہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ لارنس ڈی کوز نے کہا "میں ان فولادی ہاتھوں سے تمہیں مار مار کر زخمی کر دوں گا۔ پھر تمہارا دماغ حساس نہیں رہے گا۔ دماغ کے دروازے توڑ توڑ کر میری خیال خوانی کے لیے کھل جائیں گے۔ میں تمہارے اندر کی چھپی ہوئی تمام باتیں معلوم کر لوں گا۔"

"ڈی کوز! مجھے اس بات کی پروا نہیں ہے، تم کیا معلوم کرو گے۔ میں اتنا جانتا ہوں، جو حقیقت ہے وہی سامنے آئے گی لیکن ایک بات خیال خوانی کے بغیر بھی معلوم کر سکتے ہو۔ جانتے ہو، وہ کیا ہے؟"

"میں ضرور جاننا چاہوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پارس کا ایک زبردست گھونسا مُنہ پر پڑا۔ وہ ایک دم سے بچ کر اگر گول گھومتا ہوا آہنین کی دیوار سے جا کر ٹکرا گیا۔ پارس نے کہا "تمہیں خیال خوانی کے بغیر معلوم ہو چکا ہو گا کہ میرا بھی ہاتھ فولادی ہے کیا دن میں تارے نظر آ رہے ہیں؟"

واقعی وہ چکرا کر رہ گیا تھا۔ حالانکہ باڈی بلڈر تھا، بہت مضبوط جسم کا مالک تھا، گھنٹوں لڑنے کی مشقیں کرتا رہتا تھا۔ اس ایک ہاتھ نے ہی بجھا دیا تھا کہ مقابل سے سنبھل کر لڑنا ہو گا۔ وہ اسے آسانی سے زخمی کر کے اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔

جہاں پارس کا گھونسا پڑا تھا، چہرے کے اس حصّے میں بڑی تکلیف ہو رہی تھی اور وہ حصّہ کچھ گرم گرم سا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو ناک سے اور ہاتھوں سے خون بہنے لگا تھا۔ اس نے ہاتھ پر لگے ہوئے لہو کو اپنی سیاہ پتلون پر رگڑ کر پونچھتے ہوئے کہا "مگر مچھ کے جوان ہو، ہاتھ مضبوط ہیں اور انداز بھی خوب ہے۔ تم سے مقابلہ کرنے میں مزہ آئے گا مگر بردار! ذرا سوچ سمجھ کر ہاتھ اُٹھانا۔ تمہاری ایک ذرا سی غلطی تمہارے ہاتھ پاؤں توڑ دے گی کیونکہ عمر اور تجربے میں ابھی بچے ہو۔ یوں سمجھو، تم رائی ہو، میں پہاڑ ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے پارس پر چھلانگ لگائی۔ پارس نے ذرا جھک کر اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا پھر اسے اپنے سر پر سے گزارتے ہوئے پیچھے کی طرف پھینک دیا۔ وہ فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ پارس فضا میں اچھل کر اُلٹی قلابازی کھاتا ہوا اس کے سینے پر آ کھڑا ہوا پھر بولا "پہاڑ چاہے جتنا بھی اونچا ہو، وہ چڑھنے والے کے قدموں تلے ہوتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے پھر ایک قلابازی کھائی اور دور جا کر فرش پر کھڑا ہو گیا۔ عرشے پر کھڑے ہوئے تمام مسلح افراد مستعد نظر آ رہے تھے۔ ان سب کی اسٹین گنوں کا رُخ پارس کی طرف تھا۔ صرف حکم کی دیر تھی۔ اِدھر پارس ایک اشارہ کرتا، اُدھر وہ پارس کو گولیوں سے بھون کر رکھ دیتے لیکن پارس اپنی انسلٹ محسوس کر رہا تھا۔ اپنے غلاموں کے سامنے مار کھا رہا تھا اور یہ بات ناقابلِ برداشت تھی۔

وہ ابھی تک فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے لیٹے ہی لیٹے پاؤں سیکنڈ کر فل بوٹ کے اندر سے ریوالور نکالا اور پارس کو نشانے پر رکھتے ہوئے اپنے آدمیوں سے بولا "کوئی گولی نہ چلائے کوئی اپنی آواز نہ سنائے۔ مجھے یہ نہیں مار رہا ہے، اس کی مجال کیا ہے، مجھ پر ہاتھ بھی اٹھا سکے۔ اس کے اندر فرہاد گھس گیا ہے۔ وہ مجھ سے لڑ رہا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ریوالور کا رُخ اسی طرح پارس کی طرف تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "میں شہ زور ہوں،

فرہاد سے کمزور نہیں ہوں لیکن وہ طاقت سے نہیں، مکاری سے لڑ رہا ہے۔ میں اس کے قریب میں آ گیا تھا۔ اب اس کی مکاری نہیں چلے گی، اس دُمی پارس کے دماغ پر صرف اس کا نہیں میرا بھی قبضہ ہو گا اور تب برابر کی لڑائی ہو گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹھائیں سے گولی چلائی۔ پارس کی بارگی ففا میں اچھلا پھر فرش پر گر کر کراہنے لگا۔ گولی اس کے پاؤں میں لگی تھی۔ آدمی کا سر اس کے پاؤں سے بہت دور ہوتا ہے لیکن گولی لگتے ہی سر کا دروازہ کھل رہا تھا اور وہ قہقہے لگاتا ہوا اس کے دماغ میں داخل ہو رہا تھا۔

مجھے کسی ایک ملک، ایک شہر یا ایک گھر میں رہنے کی عادت نہیں تھی۔ ایک طویل عرصے سے عادت بنجارگی ہوئی تھی۔ اپنے بچوں کی خاطر بہت عرصے تک پیرس میں رہ گیا تھا۔ وہیں بیٹھ کر خیال خوانی کرتا تھا اور ان کی نگرانی کرتا رہتا تھا۔ میں نے سوچا، یوں بیٹھے بیٹھے زنگ لگ جائے گا، کچھ ہاتھ پاؤں ہلانا چاہئیں۔ آدمی بے کار ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے تو وقت سے پہلے بوڑھا ہو جاتا ہے۔

مجھے اور روسی کو تینوں خیال خوانی کرنے والوں کے نام اور حلیے معلوم ہو چکے تھے۔ ڈینی دانیال کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا لیکن وہ اسرائیل کے کس شہر میں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے، یہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا اور میرے خاندان والوں کا وجود برداشت نہیں کرتا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ دانیال کہاں ہے اور کس قسم کی چالیں چلتا ہوا میرے بیٹے کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس کے لیے میرا اسرائیل جانا ضروری نہیں تھا۔ پھر جبھی میں پیرس سے نکلنا چاہتا تھا۔ کسی دوسرے ملک میں رہ کر کچھ ابتدائی معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جب کہیں سے کوئی سُراغ مل جاتا تو میں اسے پکڑتا ہوا دانیال تک پہنچ جاتا۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے اسرائیل جانا ضروری ہوتا تو میں وہاں بھی چلا جاتا۔ فی الحال میں نے پیرس کو خیرباد کہہ دیا۔

میری داستانِ حیات میں اتنے کردار بکھرے پڑے ہیں کہ میں ہمیشہ ان سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ کبھی بہت سے کرداروں کو بھول جاتا ہوں یا بہت سے کرداروں کے متعلق سوچتا ہوں، جب ان کی ضرورت ہو گی تو ان سے رابطہ قائم کروں گا۔ ان میں سے ایک مادیرتھی جس نے میرے بیٹے کو ڈس لیا تھا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دانیال خیال خوانی کے ذریعے لندن میں سر تھامس جانسن تک پہنچے گا پھر اس کی بیٹی ماریہ کو ٹریپ کر کے یروشلم پہنچائے گا۔ یہ باتیں مجھے بعد میں معلوم ہونے والی تھیں۔ فی الحال میں استنبول پہنچ گیا۔

اگر دشمن بہت گھوم پھر کر چالیں چلنا جانتے ہیں تو میں بھی اسی قسم کی چال چلتا ہوں۔ اب میرے ہاتھ میں کچھ پٹے ہوئے مُہرے تھے جو ڈان مورس سے اور اس کی دولت اور جائداد سے فائدہ اُٹھانے میں ناکام رہے تھے اور وہ تھے ٹام مورس اور سام مورس۔ ڈان کے نانا نے انھیں دھمکی دی تھی "وہ چپ چاپ استنبول والیں چلے جائیں ورنہ بڑے بے عزت ہو کر اسرائیل سے نکلیں گے۔"

وہ مایوس، نامراد اور ناکام ہو کر استنبول میں اپنے اسی بنگلے میں آ گئے تھے۔ یہ پٹے ہوئے مُہرے میرے کام آ سکتے تھے۔ جس طرح انھوں نے پارس کو تل ابیب پہنچایا تھا، وقت آنے پر مجھے بھی پہنچا سکتے تھے اور میں ان سے حسبِ ضرورت کام لے سکتا تھا۔

وہاں پہنچ کر میں نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام کیا۔ سب سے پہلے سمانتھا کی ماں کو اپنی معمولہ بنایا۔ وہ میری مرضی کے مطابق گھر سے تیار ہو کر نکلی، پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک اوپن ریسٹوران میں آ گئی۔ میں وہاں پہلے سے موجود تھا۔ وہ سامنے والی میز پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کا دماغ آزاد تھا صرف میری مرضی چل رہی تھی اور وہ پریشان تھی، آخر اسے کیا ہو گیا ہے! جب سے ڈان کی دولت حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی تھی، تب سے دماغ کچھ کام نہیں کرتا تھا۔ کبھی اِدھر جاتی تھی کبھی اُدھر۔ نہ گھر میں سکون ملتا تھا نہ باہر۔ اب یہاں بے اختیار اوپن ریسٹوران میں آ گئی تھی۔ جب آ ہی گئی تھی تو ایک کپ کافی پینے بیٹھ گئی تھی۔

اس نے کافی کا آرڈر دیا۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے پاس آیا پھر بڑے ادب سے بولا "خاتون! اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

اس نے عادت کے مطابق ذرا غرور سے دیکھا تو... نظریں جھک گئیں۔ تنویمی عمل کرنے والی آنکھوں کے سامنے وہ ٹھہر نہ سکیں۔ میں نے کہا "میں پاس والی میز پر بیٹھا تھا، تمہیں پریشان دیکھ کر آیا ہوں۔ میں نے سوچا، شاید میں تمہارے کسی کام آ سکوں۔"

وہ دھیمی آواز میں بولی "بیٹھ جاؤ۔"

میں نے بیٹھتے ہوئے کہا "تم نے حال ہی میں دو بہت بڑی بازیاں ہاری ہیں۔"

اس نے چونک کر دیکھا پھر پوچھا "کیسی بازیاں؟"

"میں تمہارا ہاتھ دیکھ کر ہی بتا سکتا ہوں۔"

"تم نے ہاتھ دیکھے بغیر یہ کیسے کہہ دیا کہ میں دو بازیاں ہار چکی ہوں؟"

"انسان کبھی بھی بے اختیار اپنے اندر کی بات باہر سے ظاہر کرتا ہے اس وقت تمہارا ایک ہاتھ جو میز پر رکھا ہوا ہے اس کی مٹھی تو بند کی ہوئی ہے مگر دو انگلیاں نکلی ہوئی ہیں اور وہ بے چینی کی حالت میں میز پر کبھی ٹک جاتی ہیں، کبھی اٹھ جاتی ہیں۔"

اس نے جلدی سے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس طرح مٹھی باندھ کر اور دو انگلیاں نکال کر ہاتھ میز پر رکھنے کے لیے اسے مجبور کیا تھا۔ جب اس نے حیرانی سے اپنے ہاتھ کو اسی انداز میں دیکھا تو میں نے کہا۔ "تم بے اختیار دو انگلیاں بے چینی سے کبھی میز پر رکھ کر اور کبھی اٹھا کر ظاہر کر رہی ہو کہ دو بہت بڑی غلطیاں کر چکی ہو.... یا دو بہت بڑی بازیاں ہار چکی ہو.... یا کوئی اہم چیز حاصل کرنے کے سلسلے میں دو مواقع ضائع کر چکی ہو۔"

وہ میری باتیں سن رہی تھی۔ کبھی اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی اور کبھی مجھے۔ چونکہ میں دل کو لگنے والی بات کہہ رہا تھا اس لیے وہ متاثر ہو گئی تھی۔ اس نے فوراً اپنی ہتھیلی میری طرف بڑھا دی۔

میں نے کہا۔ "یہ نہیں، بائیں ہتھیلی دکھاؤ۔"

اس نے بائیں ہتھیلی میری طرف پھیلا دی۔ میں نے اس کے ہاتھ کی لکیروں کو چند لمحوں تک دیکھا پھر کہا۔ "اے تم تو بہت.... خوش نصیب ہو۔ تم نے جو بازیاں ہاری ہیں انھیں جیت سکتی ہو۔ جو دولت ہاتھ سے نکل گئی ہے اسے واپس حاصل کر سکتی ہو۔"

وہ ایک دم سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ کرسی کھسکا کر میرے قریب آ گئی پھر بولی۔ "ذرا دیکھو، میں ہاری ہوئی بازی کیسے جیت سکتی ہوں؟ کیسے دولت حاصل کر سکتی ہوں؟"

میں پھر اس کے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھنے لگا۔ وہ بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "خاموش بیٹھی رہو، ہاتھ ہلے گا تو میں اچھی طرح دیکھ نہیں سکوں گا۔"

وہ پتھر کے بُت کی طرح ساکت ہو گئی۔ میں نے کہا۔ "ایک مایوسی کی بات ہے۔ تمہارا بہت ہی قریب ترین ایک ایسا عزیز تھا یا تھی جو بچھڑ گئی وہ کبھی واپس نہیں آئے گی۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "ہاں، میری بیٹی بے موت مر گئی۔ وہ جب بھی مجھے یاد آتی ہے تو میں اندر سے ٹوٹنے لگتی ہوں۔ اسی کے لیے میں دولت حاصل کرنا چاہتی تھی، اب وہ نہیں ہے تو مجھے دولت کا اتنا لالچ نہیں رہا لیکن میں انتقام لینا چاہتی ہوں اور انتقام لینے کے لیے ساری دولت اپنے دشمنوں سے چھین لینا چاہتی ہوں۔"

"خاتون! تمہارا ہاتھ بتا رہا ہے تم ضد کی پکی ہو اور بہت مفوّ

الارادہ رکھتی ہو۔ جو سوچتی ہو وہ کر گزرتی ہو۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں، بیٹی کے سلسلے میں ایک بازی ہارنے کے بعد دولت کی دوسری ہاری ہوئی بازی تم جیت لو گی۔ اسے جیتنے سے پہلے وہ نوجوان تمہاری زندگی میں واپس آئے گا جس کے ذریعے یہ سب کچھ حاصل کر سکو گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "کیا ڈان مورس پھر میرے قدموں میں آئے گا؟"

"میں نہیں جانتا، یہ ڈان مورس کون ہے۔ جو ہاتھ کی لکیریں کہہ رہی ہیں وہ تمہیں بتا رہا ہوں۔"

اس نے میرے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا سکتے میں۔ "میرا جی چاہتا ہے تمہارے ایک ایک لفظ پر یقین کر لوں۔ کیا تم مجھے مکمل یقین دلا سکتے ہو؟"

"دنیا کا کوئی نجومی مکمل یقین نہیں دلا سکتا کیونکہ ہاتھ کی لکیریں جو کچھ بتاتی ہیں کبھی اس کے خلاف بھی ہو جاتا ہے اور وہ اس لیے ہوتا ہے کہ آدمی اپنی حکمت عملی سے یا اپنی نادانی سے کوئی غلطی کر بیٹھتا ہے جس کے نتیجے میں نجومی کی پیش گوئی پوری نہیں ہوتی۔ اگر تمہیں قدم قدم پر رہنمائی ملتی رہے تو اپنی منزل تک پہنچ جاؤ گی۔ تمہیں اس دنیا میں اتنا کچھ حاصل ہو گا جس کے متعلق تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتیں۔"

وہ خوش ہو رہی تھی، پھر ہنستے ہوئے بولی۔ "میں جانتی ہوں، اس سے زیادہ اور کیا ملے گا۔ دولت ہی تو ملے گی۔"

میں نے کہا۔ "نہیں، اس سے بھی زیادہ ملے گا۔"

"آخر اس سے زیادہ اور کیا مل سکتا ہے؟"

"میں کہوں گا تو یقین نہیں کرو گی لیکن ہاتھ کی لکیروں پر ایک دن تمہیں یقین آ جائے گا۔"

"تم سسپنس پیدا نہ کرو، جلدی سے بتاؤ، مجھے دولت کے علاوہ اور کون سی ایسی چیز ملے گی جس کی میں توقع نہیں کر سکتی۔"

"تمہارے اندر غیر معمولی تبدیلیاں آ رہی ہیں جنھیں تم محسوس نہیں کر رہی ہو۔ وہ تمہاری جسمانی تبدیلیاں ہیں۔ تمہاری طرز تبدیل ہو رہی ہے، تمہاری صحت تبدیل ہو رہی ہے۔ تم آہستہ آہستہ جوانی کی طرف لوٹ رہی ہو۔"

ایسا کہتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اگر وہ تنہا ہوتی تو خوشی سے ناچنے لگتی۔ اس وقت اپنی مسرتوں پر قابو پا رہی تھی۔ اوپری دل سے کہہ رہی تھی۔

"دیکھو، کہیں تم مجھے بے وقوف تو نہیں بنا رہے ہو؟"

میں نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچ کر کہا۔ "تم میری توہین کر رہی ہو۔"

وہ دوبارہ ہاتھ بڑھا کر میرا ہاتھ پکڑنا چاہتی تھی، میں نے ہاتھ پیچھے کر لیا۔ وہ میری طرف جھک گئی۔ اپنا ہاتھ میرے آگے پر رکھ کر بولی۔ "مجھے معاف کر دو۔ میں تمہاری انسلٹ کرنے کی نادانی نہیں کر سکتی۔ دراصل تم نے بہت بڑی خوش خبری سنائی ہے اور ایسی بات کہہ دی ہے جو کبھی پوری نہیں ہوتی۔ آج تک کسی کو اس کی جوانی واپس نہیں ملی، پھر مجھے کیسے مل سکتی ہے؟"

میں نے کہا۔ "کیا آج کے دور میں دولت مند عورتیں سر سے ٹانک پلاسٹک سرجری نہیں کراتیں۔ اپنے ایک ایک حصے کی سرجری کراتی ہیں اور جوان بن جاتی ہیں۔ دولت سے کیا حاصل نہیں ہوتا؟"

وہ قائل ہو کر بولی۔ "تم درست کہہ رہے ہو، میں بے وقوف درست ہوں۔ میں نے تم پر خواہ مخواہ شبہ کیا۔ تمہیں ناراض کیا۔ پلیز! مجھے معاف کر دو۔"

میں نے کہا۔ "پتا نہیں، میں کیوں تمہاری طرف کھنچا چلا آیا، بے اختیار تمہارے بارے میں بولنے لگا۔ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی — ایک وعدہ کرو۔ میں نے تمہاری جوانی لوٹ آنے کے بارے میں جو پیش گوئی کی ہے، اس کا ذکر کسی سے نہیں کرو گی۔ قریب دنیا والے خود ہی اپنی آنکھوں سے تمہیں ایک جوان شیزہ کے روپ میں دیکھیں گے۔"

وہ خوشی کے مارے لرزتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔ "میں کسی سے نہیں کہوں گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں، تمہیں ناراض نہیں کروں گی۔ تم مجھے اور بتاؤ، جتنا بتا سکتے ہو بتاتے جاؤ۔ میرا جی چاہتا ہے میں سنتی رہوں۔"

"میں تمہارے بارے میں تمہاری آخری سانس تک بتا سکتا ہوں لیکن ہمیشہ بتانے کے لیے تمہارے ساتھ کیسے رہ سکتا ہوں؟"

"میں ایک اجنبی ہوں۔"

"کیا ہم دوست نہیں بن سکتے؟"

"بے شک بن سکتے ہیں مگر تمہارا ہاتھ بتا رہا ہے، تمہارا زہر بہت تیکھی مزاج ہے۔ میں اس کے بارے میں بھی بہت کچھ بتا سکتا ہوں لیکن...."

وہ جلدی سے بولی۔ "لیکن کیا۔ آخر کیا رکاوٹ ہے؟ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔"

"میں کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ رفتہ رفتہ بتاؤں گا جیسے جیسے وقت اجازت دے گا۔ میں تمہیں گائیڈ کرتا جاؤں گا۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ دوبارہ جوان ہونے کے لیے اپنے اوپر کچھ پابندیاں عائد کرنا ہوں گی۔"

"میں خود کو ہر طرح سے پابند کر سکتی ہوں، بولو، مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"تمہیں شوہر کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم نہیں کرنا چاہیے۔"

"یہ ذرا مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔ میں اسے ٹرخا دیا کروں گی۔"

"اور ایک پابندی یہ کہ تم کسی سے عشق نہیں کرو گی۔ مجھ سے بھی صرف دوستی کرو گی۔ جب پوری طرح جوان ہو جاؤ گی، تم میں پوری طرح دوشیزگی آ جائے گی تو تمہاری زندگی میں خود ہی ایک شخص آئے گا اور تمہیں دیوانہ وار چاہنے لگے گا۔ وہ شخص انتہائی دولت مند ہو گا۔"

وہ خوشی سے مچل رہی تھی۔ کرسی پر پہلو بدل رہی تھی۔ میں نے سوچا، آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے، اسے زیادہ چڑھاؤں گا تو خوشی سے پھولتے پھولتے پھٹ پڑے گی۔ وہ بولی۔ "تم کون ہو؟ اپنا تعارف کراؤ۔ یہاں کس علاقے میں رہتے ہو؟"

"میرا نام اینڈریو جیکب ہے۔ میں ایک یمنی یہودی ہوں۔ مجھے اپنے باپ دادا سے علم نجوم ورثے میں ملا ہے۔ لوگ کہتے ہیں، میں نے اس علم میں اتنا عبور حاصل کیا ہے اور ایسی کمالات کی پیش گوئیاں کرتا ہوں کہ اپنے باپ دادا کو بھی پیچھے چھوڑ چکا ہوں۔"

"بے شک لوگ درست کہتے ہیں۔ میں بھی تمہیں پہلی ہی ملاقات میں مان گئی ہوں۔ تم کہاں رہتے ہو؟"

"میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ میں ملک ملک، شہر شہر گھومتا رہتا ہوں۔ فی الحال میرا قیام یہاں کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ہے۔"

اس نے پھر میرا ہاتھ تھام کر کہا۔ "میں تمہیں ہوٹل میں نہیں رہنے دوں گی۔ میرے ساتھ چلو، میرا بنگلا بہت بڑا ہے۔ تمہیں ہر طرح کا آرام ملے گا۔ میں دن رات تم پر توجہ دوں گی۔"

"تم مجھے ساتھ لے جاؤ گی تو تمہارا شوہر شبہ کرے گا۔ میں جیسا کہتا ہوں، ویسا کرو۔"

"تمہارا ہر حکم سر آنکھوں پر۔ بولو، مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"میں اپنے ہوٹل کے کمرے میں رہوں گا۔ تم اپنے شوہر اور دوسرے رشتے داروں سے کہو، ایک نجومی سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق سچی پیش گوئی کرتا ہے۔ اس نے دعوے سے کہا ہے کہ جو دولت تمہارے ہاتھ سے نکل چکی ہے وہ دوبارہ حاصل ہو گی اور جیسے تم ڈان مورس کہہ رہی ہو، وہ جوان پھر تمہارے پاس آئے گا۔ اسی کے ذریعے وہ دولت حاصل ہو گی۔ یہ باتیں سن کر تمہارا شوہر یا تمہارے قریبی عزیز ضرور مجھ سے ملنے آئیں گے۔ اس طرح ہمارے درمیان رابطہ اور اعتماد بڑھے گا، پھر میں تم لوگوں کے ساتھ تمہارے بنگلے میں

جا کر رہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں اٹھ گیا۔ وہ بولی۔ "ارے تم نے تو کچھ کھایا نہ پیا۔ ایسے ہی جا رہے ہو؟"

"مجھے ضروری کام ہے۔ جاتے جاتے ایک بات بتا دوں، اپنے شوہر پر زیادہ بھروسا نہ کرنا۔ اس کی زندگی میں ایک عورت داخل ہو گئی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ پھر تو میرے لیے مصیبت ہو جائے گی، اگر وہ کمینی اس پر غالب آ گئی تو دولت اسی کے حصے میں جائے گی۔"

"جب تک میں تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا اور تمہارے ساتھ رہوں گا، کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ تم سب کو اپنے راستے سے آہستہ آہستہ ہٹاتی جاؤ گی لیکن یہ اتنی جلدی نہیں ہوگا۔ ذرا صبر سے انتظار کرنا ہوگا۔"

"میں ساری عمر انتظار کروں گی اور ساری زندگی تمہارے ساتھ رہوں گی۔ تمہیں چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ پلیز نہ جاؤ۔"

"اگر تم چاہتی ہو، آئندہ بھی ہمارا ساتھ رہے تو ہمیں حکمتِ عملی سے کام لینا ہوگا۔ جس طرح میں کہہ رہا ہوں اسی طرح اپنے شوہر سے جا کر کہو۔ مجھے یقین ہے، جب وہ مجھ سے ملنے آئے گا تو خود ہی اپنے ساتھ مجھے بنگلے میں چل کر رہنے کے لیے کہے گا۔ اس طرح ہمارا مستقل ساتھ ہو جائے گا۔"

میں اسے الٹی سیدھی باتیں سمجھا کر ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ سمارتھا کی ماں کا نام ہیلمتا تھا۔ میں اس کی نظروں سے جیسے ہی اوجھل ہوا، اس نے جلدی سے پرس کھولا، اس میں سے بے بی آئینہ نکالا پھر اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ اپنی انگلیوں سے چہرے کو ٹٹولنے لگی۔ آئینہ کہہ رہا تھا۔ "ہاں کچھ تبدیلی تو آئی ہے۔ کچھ نکھار سا محسوس ہو رہا ہے۔ تعجب ہے! میں نے پہلے تو توجہ کیوں نہیں دی۔ شاید اس لیے کہ یہ جو میرا شوہر ہے ٹام مورس ہے، مجھے خواہ مخواہ بڑھاپے کا احساس دلاتا ہے۔ مسٹر اینڈریو جیکب درست کہتے ہیں۔ مجھے اپنے شوہر پر زیادہ بھروسا نہیں کرنا چاہیے اور تنہائی میں اس سے دور ہی رہنا چاہیے۔"

میں اس کے خیالات پر مسکراتا رہا پھر ہوٹل پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی رسونتی نے مخاطب کیا۔ "فرہاد! میرا بیٹا مل گیا ہے۔ وہ فرزانہ کے ساتھ ہے۔ پلیز جلدی آؤ اور کوئی ایسا طریقہ اختیار کرو کہ وہ ہماری خیال خوانی سے دور نہ جا سکے اور ہم ہمیشہ اس کی نگرانی کر سکیں۔"

"تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ فرزانہ تمہارے بیٹے سے ملاقات کر رہی ہے؟"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ ہمارا پارس نہیں ہے؟"

"ایسا ہو سکتا ہے۔ ہمارا بیٹا بہت چالاک ہے۔ وہ جانتا ہے، دشمن، فرزانہ کے ذریعے اسے ٹریپ کرنے کی کوشش کریں گے اس لیے وہ خود نہیں آنا چاہے گا۔ اپنی ڈمی کو بھیجے گا اور ہو سکتا ہے وہ خود ہی آیا ہو۔"

رسونتی نے بیزاری سے کہا۔ "تم ایسا بھی کہتے ہو، ویسا بھی کہتے ہو۔ کسی ایک نتیجے پر کیوں نہیں پہنچتے؟"

"جب تمہارا بیٹا اپنے دماغ میں پہنچنے دے گا تب ہی پہنچ سکوں گا۔ یہاں ہماری کوئی حربہ کام نہیں آئے گی۔ جو دیکھ رہی ہو اس کے پاس صرف فرزانہ ہے۔ ابھی یہ دونوں بچھڑ جائیں گے، پھر ہم کس کے ذریعے پارس تک پہنچیں گے؟ اگر میں کسی ریستوران کے بیرے کو یا آس پاس بیٹھے ہوئے شخص کو ٹریپ کروں گا اور اس کا تعاقب کروں گا تو ہمارا بیٹا نادان نہیں ہے۔ تعاقب کو سمجھ لے گا۔"

"لیکن کسی کو ٹریپ کر کے تعاقب کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔ ناکامی ہوگی تو دیکھا جائے گا۔"

"ایسی بات ہے تو اس ریستوران کے کسی آدمی کو ٹریپ کرو، اس کے دماغ پر قبضہ جاؤ، میں کسی دوسرے شخص کو ہیمل بناتا ہوں۔ ہم دونوں اپنے اپنے طور پر پارس کا تعاقب کریں گے۔"

جو بیرا فرزانہ اور پارس کے لیے کھانے کی چیزیں لا رہا تھا، میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے ایک نوجوان کا انتخاب کیا۔ اس کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ میرے کام کا آدمی تھا۔ اس کے پاس ایک اسپورٹس کار تھی۔ رسونتی نے بھی کسی کو اپنا ہیمل بنا لیا تھا۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ میں اس کے متعلق معلومات حاصل کرتا کیونکہ اب وہ دونوں بچھڑنے والے تھے۔ میں فرزانہ کے پاس پہنچا۔ وہ اس میز پر سے اٹھنے والے تھے۔ میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "پارس میں یہ نہیں کہوں گی کہ مجھے رہائش گاہ تک پہنچا دو۔ میں جانتی ہوں دشمن تمہارے پیچھے پڑ گئے ہیں لیکن آدھے راستے تک تو ہمارا ساتھ رہ سکتا ہے۔"

پارس نے کہا۔ "امپائر اسٹیٹ بلڈنگ کے پاس میری ایک کار کھڑی ہوئی ہے۔ میں وہاں تک تمہارے ساتھ جاؤں گا۔"

میں اس نوجوان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے میز پر سے اٹھایا، اس کے ذریعے کھانے کا بل ادا کیا پھر وہ اپنی اسپورٹس کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت تک فرزانہ اپنی گاڑی میں پارس کے ساتھ بیٹھ گئی تھی اور اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا رہی تھی۔ میں نے تعاقب کرنے کے لیے بہت زیادہ فاصلہ رکھا بھری پُری شاہراہوں پر کتنی ہی گاڑیاں ہمارے درمیان آئی تھیں لیکن

اس کی پروا نہیں تھی۔ اس کی منزل مجھے معلوم تھی۔ اسی کے مطابق میں اس جوان کے ذریعے میسا اسٹیٹ بلڈنگ تک پہنچ گیا۔ فرزانہ کی کار ایک فٹ پاتھ کے پاس رک گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد پارس گاڑی سے باہر آ گیا۔ فرزانہ ڈرائیو کرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ میرا معمول اپنی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں انتظار کر رہا تھا، اگر پارس پیدل ہی فٹ پاتھ پر جائے گا تو میں بھی اس معمول کو کار سے اتار کر اس کے پیچھے پیچھے لے جاؤں گا لیکن اچانک ہی سچویشن بدل گئی۔ میں نے اس کے ذریعے دیکھا، پارس کو تین افراد نے یکے بعد دیگرے گھیر لیا تھا اور اپنے گھیرے میں لے کر فٹ پاتھ پر ایک طرف چل رہے تھے۔

میرے معمول نے میری مرضی کے مطابق کار اسٹارٹ کی پھر آہستہ آہستہ اسی فٹ پاتھ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ پارس کو ایک سرخ رنگ کی کار میں بٹھایا گیا تھا۔ اس کے آگے پیچھے دو گاڑیاں اور تھیں۔ اس طرح وہ تین گاڑیوں کا قافلہ ایک طرف روانہ ہو رہا تھا۔ میرا معمول بھی ان کا تعاقب کرنے لگا۔ ایک طویل سفر کے دوران پارس کی کار میں ہنگامہ ہوا تھا۔ فائرنگ ہوئی تھی جس کے نتیجے میں پولیس والوں نے گھیر لیا تھا اور پارس کو پولیس اسٹیشن لے گئے تھے۔ اس ہنگامے کے دوران میں اپنے معمول کو پارس کے قریب لے آیا تھا پھر اس کے ذریعے میں نے پولیس افسر کی آواز سنی تھی اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔

پولیس اسٹیشن میں ضروری کارروائی کرنے کے بعد افسر نے پارس سے کہا۔ "اب میں تمہارے پتے پر جا کر تصدیق کرنا چاہتا ہوں کہ تمہارا یہی نام ہے اور تمہارا یہی ٹھکانا ہے۔"

وہ پارس کو اپنی سرکاری گاڑی میں لے کر روانہ ہوا۔ اسی وقت رسونتی نے میرے دماغ میں آ کر کہا۔ "اوہ فرہاد میرا معمول تو کسی کام کا نہیں رہا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا ہو گیا؟"

"میں اس کے ذریعے بیٹے کا تعاقب کر رہی تھی۔ اچانک کار میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی۔ کیا تم میرے بیٹے کے پاس ہو؟"

"فکر نہ کرو بیٹا میری نظروں میں ہے۔ اس کے ساتھ بڑی گڑبڑ ہو گئی تھی۔ فی الحال خطرہ ٹل گیا ہے۔ وہ ایک پولیس آفیسر کے ساتھ ہے اور اس افسر کا دماغ ہمارے قبضے میں ہے۔ آؤ، ہم چلتے ہیں۔"

جب میں رسونتی کے ساتھ افسر کے دماغ میں پہنچا تو بازی پلٹ چکی تھی۔ اس وقت پتا چلا، افسر کو کسی اور خیال خوانی کرنے والے نے ٹریپ کیا ہوا تھا اور اس کے ذریعے پارس کو اپنے آدمیوں میں دوبارہ پہنچا چکا تھا۔

اردو ادب کا نیا رُخ

آپ کے جانے پہچانے مشہور ادیب اثر نعمانی کے قلم سے

قہقہے ہی قہقہے

طنز و مزاح سے لبالب
ہلکے پھلکے رومانی ناولوں کے دلچسپ
سلسلے کی دو کتابیں

گدگدی

قیمت 20/- روپے ڈاک خرچ 12/- روپے

ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ کتابیں پڑھ کر آپ پھوٹ پھوٹ کر ہنسیں گے

بور ہونا چھوڑیئے

مسکرانا سیکھیے

دونوں کتابیں آج ہی پکڑ لیجیے

کتابیات پبلی کیشنز وسٹ ایکس 12 کراچی 1

چونکہ وہ خیال خوانی کرنے والا افسر کے دماغ میں کچھ بول نہیں رہا تھا، صرف اسے اپنی مرضی کے مطابق چلا رہا تھا تو میں اسی دھوکے میں رہ گیا کہ یہ افسر کی اپنی سوچ ہے۔ وہ واقعی قانونی کارروائی پوری کرنے کے لیے اپنے ساتھ لے جا رہا ہے تاکہ اس کا ٹھکانا معلوم کرے اور اس کے نام کی تصدیق کرے۔

رسونتی نے پوچھا: "فرہاد، یہ کیا ہو گیا؟"

"میں کیا بتاؤں، کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا، افسر کو کسی خیال خوانی کرنے والے نے ٹریپ کیا ہو گا۔ بس دھوکا کھا گیا۔"

"میرا بیٹا پھر گم ہو گیا ہے اور تم یونہی دھوکے کھاتے رہتے ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ تمہاری وجہ سے وہ نکل گیا۔ میں تو افسر کے دماغ میں تھا۔ تم نے ہی مجھے مخاطب کیا۔ میں تھوڑی دیر کے لیے تمہارے پاس آیا تم نے باتوں میں الجھا لیا۔ ابھی یہ بتانے کی کیا ضرورت تھی کہ تمہارے معمول کی کار بے کار ہو گئی ہے کیا تم یہ رپورٹ بعد میں نہیں دے سکتی تھیں؟ چپ چاپ میرے دماغ میں آ کر یہ معلوم نہیں کر سکتی تھیں کہ میں تمہارے بیٹے کے ساتھ ہوں یا نہیں۔ اگر میں افسر کے دماغ میں مستقل موجود رہتا تو پارس کو ان بدمعاشوں کے چنگل میں جانے نہ دیتا۔"

"تم اپنی ناکامی کا غصہ مجھے دکھا رہے ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ جاؤ یہاں سے۔"

میں نے سانس روک لی۔ وہ دماغ سے نکل گئی۔ میں پریشان ہو کر سوچنے لگا، اب کس طرح اس کے پاس پہنچا جا سکتا ہے۔ پتا نہیں وہ دشمن اسے کہاں لے گئے ہیں۔ اتنا پتا چل گیا تھا کہ کسی خیال خوانی کرنے والے نے ٹریپ کیا ہے۔ اس ملک میں دو ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ان میں سے کسی ایک نے اسے قیدی بنایا ہو گا۔ مجھے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ میں نے سانس روک لی۔ مجھے یقین تھا، وہ رسونتی ہے۔ دوسری بار سانس لی تو وہی تھی۔ کہہ رہی تھی: "فرہاد! مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ واقعی میں تمہیں مخاطب نہ کرتی تو تم مسلسل اس افسر کے دماغ میں رہتے اور ہمارا پارس نظروں سے اوجھل نہ ہوتا۔"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں، کس طرح پارس اوّل کی طرف میں نے اپنے آلۂ کار پھیلا دیے ہیں اور کس طرح اس کی نگرانی کر رہا ہوں لیکن تم بار بار غلطی کرتی ہو جس کی وجہ سے پارس دوم نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔"

"میں نے تو ایک ہی غلطی کی ہے۔"

"تم اپنی ہر نئی غلطی کے بعد پچھلی غلطیوں کو بھول جاتی ہو۔ تمہیں کیا ضرورت تھی کہ فرزانہ کو ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق بتاتیں۔ دوسری بڑی غلطی یہ کہ فرزانہ کو جھوٹ بولنا سکھایا۔ بھلا وہ محبت کرنے والی لڑکی اپنے محبوب سے جھوٹ بول سکتی تھی۔ دھوکا دے سکتی تھی۔ آخر دیکھ لیا، نتیجہ کیا ہوا؟"

"میری ایک بات مانو گے؟"

"بولو، کیا چاہتی ہو؟"

"میں پارس اوّل کی نگرانی کروں گی، تم میرے بیٹے کی نگرانی کرو۔ یہ بار بار ہمارے ہاتھوں سے نکل جاتا ہے۔ تم خصوصی توجہ دو گے تو ہماری نظروں میں رہے گا۔"

میں نے ناگواری سے کہا: "جی ہاں، آپ پارس اوّل کے پاس جائیں گی، بڑی توجہ دیں گی، بڑی مہنگا ثبوت پیش کریں گی، تم جیسے سگی اولاد سمجھتی ہو اس کی نگرانی نہ کر سکیں پھر میرے بیٹے کی نگرانی کیا کرو گی؟"

"تم مجھے طعنے دیتے رہو گے۔ اُدھر دشمن میرے بیٹے کو پتا نہیں کہاں لے گئے ہیں۔"

"اس کے پاس پہنچنے کا ایک ہی راستہ ہے، جناب شیخ صاحب کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو، کس طرح ہم پارس کو پا سکتے ہیں اور اس کی مدد کر سکتے ہیں؟"

"جناب شیخ صاحب سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے، تم خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں جاؤ۔"

"جب کرو گی، الٹی بات کرو گی۔ تمہیں معلوم ہے ایک خیال خوانی کرنے والے نے اسے ٹریپ کیا ہے، ہم جب بھی اس کے دماغ میں جانا چاہیں گے وہ سانس روک لے گا اور یہی سمجھے گا کہ دشمن اس کے دماغ میں آ رہا ہے۔ وہ ہمیں کوڈ ورڈز ادا کرنے کی بھی مہلت نہیں دے گا۔ میں جو کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔"

رسونتی اداسے والی رہائش گاہ میں تھی۔ اپنے کمرے سے نکل کر جناب شیخ صاحب کے حجرے میں پہنچی پھر سر پر آنچل رکھا، ان کے سامنے گھٹنے ٹیک کے بیٹھ گئی۔ وہ مراقبے میں تھے۔ انھوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا پھر پوچھا: "کیا بیٹے کے لیے پریشان ہو؟"

"حضور! آپ سے کون سی بات چھپی ہے۔ وہ بار بار ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ کوئی ایسی تدبیر بتائیں جس سے میں اس کی خیریت معلوم کرتی رہوں۔ ضرورت پیش آئے تو اس کے کام بھی آؤں۔"

"میری بچی! دو بیٹے جوان ہیں، جوانی کا خون جوش مارتا ہے۔ پھر ان میں خود اعتمادی بہت زیادہ ہے۔ وہ ماں باپ کی انگلی پکڑ کر چلنا نہیں چاہتے۔ جب تک انھیں ٹھوکر نہیں لگے گی، حالات انھیں یہ نہیں سمجھائیں گے کہ صرف بازوؤں کی قوت اور ذاتی صلاحیتیں ہمیشہ کام نہیں آتیں۔ کبھی حالات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ آدمی اپنی جسمانی قوت سے مقابلہ نہیں کر سکتا، اسے کوئی ہتھیار استعمال کرنا پڑتا ہے۔ خواہ وہ چاقو چھری ہو، ریوالور ہو، راکٹ لانچر ہو یا ٹیلی پیتھی۔"

"خدارا آپ انھیں سمجھائیں۔"

"میں کوشش کروں گا۔"

"میں اس کی خیریت معلوم کر سکتی ہوں؟"

انھوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ بدستور مراقبے میں تھے۔ ان کا جسم بالکل ساکت تھا، صرف ہونٹ ہل رہے تھے۔ دھیمی دھیمی آواز آ رہی تھی۔ وہ کلامِ پاک کی تلاوت کر رہے تھے تقریباً پندرہ منٹ تک تلاوت کرتے رہنے کے بعد انھوں نے آہستگی سے کہا: "فرہاد سے کہو، پارس کے دماغ میں جائے، تم بھی جا سکتی ہو لیکن کسی معاملے میں مداخلت نہ کرنا۔"

رسونتی نے فوراً ہی میرے پاس آ کر کہا: "فرہاد! جناب شیخ صاحب کہہ رہے ہیں، ابھی پارس کے دماغ میں جگہ مل سکتی ہے۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس بار ناکامی نہیں ہوئی۔ اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ میں نے دیکھا، وہ اچانک فضا میں اچھلا تھا پھر فرش پر گر کر تڑپنے لگا تھا۔ اس کے پاؤں میں گولی لگی تھی۔ مجھے اس کے ذریعے لارنس ڈی کوزا کا قہقہہ سنائی دے رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "دیکھو کس طرح دماغ کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ میں آ رہا ہوں۔ اب تمہارا باپ بھی مجھے نہیں روک سکے گا۔"

میں نے سب سے پہلے یہ معلوم کیا، اس نے لارنس ڈی کوزا کے سامنے خود کو کس حیثیت سے پیش کیا ہے۔ پتا چلا، وہ خود کو پارس کی ڈی کہہ رہا ہے۔ میرے لیے اتنا ہی معلوم کرنا کافی تھا۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر لارنس ڈی کوزا کی سوچ سننے لگا۔ وہ پارس کے دماغ کو ٹٹول رہا تھا۔ اس کے دماغ کی گہرائی میں اتر رہا تھا اور اندر کی بات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں اسے پارس کی سوچ میں بتا رہا تھا کہ وہ سچ مچ ڈی ہے۔ پارس نے اور فرہاد علی تیمور نے اسے بھاری معاوضے پر حاصل کیا ہے اور اسے پارس کی جگہ استعمال کر رہے ہیں۔ اس کی محبوبہ فرزانہ کے ساتھ مل بیٹھنے کا اسے موقع دیتے ہیں تاکہ نگرانی کرنے والے دشمن اسے ٹریپ کریں اور خود فرہاد کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس جائیں۔

اسی وقت میں نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگا دی۔

اس نے فوراً ہی سانس روک لی پھر قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

"اچھا تو مسٹر فرہاد میرے دماغ میں آنا چاہتے ہیں۔"

میں نے پارس کی زبان سے کہا: "ہاں، اب تک کسی نے فرہاد کا راستہ روکا ہے جو تم روک سکو گے۔ بہرحال اس وقت میرے بیٹے کا ڈی سخت مشکلات میں ہے۔ تکلیف سے تڑپ رہا ہے۔ فوراً اس کی ٹانگ کی مرہم پٹی کراؤ۔"

"تمہیں ایک ڈی سے ہمدردی کیوں ہے؟"

"جو لوگ میرے لیے یا میری فیملی کے لیے ڈی کا کردار ادا کرتے ہیں، میں ان سے صرف ہمدردی نہیں کرتا، ان کے لیے جان کی بازی لگا دیتا ہوں۔ تم نے اس کی ٹانگ پر ایک گولی ماری ہے، میں تمہارے ملک کی ایک اہم تنصیب کو بھی دھماکے سے اڑا دوں گا۔"

"شاید تم نے اس ڈی کے دماغ میں رہ کر یہ نہیں سنا کہ میرا اس ملک و قوم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مجھے اس کی تباہی و بربادی سے یا اس کی خوشحالی اور ترقی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ میں نے اس ڈی کے دماغ سے یہ معلوم کر لیا ہے کہ یہ جہاز کولمبو آئی لینڈ سے چلا ہے۔ ابھی اس نے سومیل کا فاصلہ بھی طے نہیں کیا۔ میں پورٹ ماسٹر یا اس کے نائب سے رابطہ قائم کرتا ہوں، انھیں صرف بائیس منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر وہ کسی اہم تنصیب کو بچانا چاہتے ہیں تو فوراً اپنی فضائیہ کو حکم دیں کہ وہ لوئر نیو یارک کے ہوائی اڈے سے پرواز کرتے ہوئے تمہارے بحری جہاز تک پہنچیں، تمہارے جہاز کا محاصرہ کریں، تمہیں گرفتاری پیش کرنے پر مجبور کریں۔ انکار کی صورت میں اس جہاز پر بمباری کی جائے اور اسے سمندر میں ڈبو دیا جائے۔ مجھے ایک ڈی کی موت کا بے حد افسوس ہو گا لیکن اس بات کی خوشی ہو گی کہ میں نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بیچ سمندر میں ڈبو دیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا: "تم ایسا نہیں کر سکتے۔"

"کیوں نہیں کر سکتا۔ کیا پورٹ ماسٹر کا ملک تمہارے خلاف ہوائی حملہ نہیں کرے گا۔ تمہارے جہاز کو نہیں ڈبوئے گا؟ اگر ایسا نہیں کرے گا تو اس کا مطلب ہے، تمہارا اس ملک سے گہرا تعلق ہے اور تم خود کو بے ظاہر اس ملک سے لاتعلق ظاہر کر رہے ہو۔ دونوں صورتوں میں بری طرح پھنس چکے ہو۔ بہرحال میں آخری بار کہہ رہا ہوں، فوراً اس کے زخموں کی مرہم پٹی کراؤ۔ دیر ہو گی تو تمہارے لیے اندھیر ہو جائے گا۔"

اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا: "اسے فوراً اٹھاؤ اور میرے

کیبن میں پہنچا کر مرہم پٹی کرو۔"

پارس ویسے تو ٹھیک تھا، صرف خون زیادہ بہ جانے کے باعث ذرا کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ اس کے آدمی اسے اُٹھا کر کیبن میں لے آئے اور مرہم پٹی کرنے لگے۔ زخم سے خون کا بہاؤ کم ہوا' اس نے اطمینان کا سانس لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ میں زیادہ دیر تک اس کے دماغ پر قبضہ جمائے نہیں رہ سکتا تھا۔ جہاں میں موجود تھا وہاں کوئی بھی مداخلت کرتا تو خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ جاتا۔ اس طرح لارنس ڈی کوزا جو مسلسل اس کے دماغ میں تھا اس کی اصلیت معلوم کر لیتا۔ لہٰذا مجھے اس سے پہلے کچھ کر گزرنا تھا۔

اس کے آدمی زخم پر مرہم لگانے کے بعد پٹی باندھ رہے تھے۔ پارس کے ہاتھ کے قریب ہی فرسٹ ایڈ باکس رکھا ہوا تھا جس میں طبی امداد کے سامان کے ساتھ ایک قینچی بھی رکھی ہوئی تھی۔ اچانک میں نے پارس کے ہاتھ سے وہ قینچی اٹھائی اور پاس کھڑے ہوئے ایک مسلح شخص پر حملہ کر دیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ اس نے پارس کو گالی دی، اس گالی نے مجھے اس کے دماغ تک پہنچا دیا۔

اُدھر لارنس ڈی کوزا ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے پارس کے دماغ میں تھا اور اپنے آدمی کی چیخ سن کر دوسرے کیبن سے پوچھتا آ رہا تھا "کیا ہو گیا؟ کیا بات ہے؟ میں نے دیکھا ہے، اس ڈمی پارس نے تم پر حملہ کیا ہے۔ آر یو آل رائٹ؟"

وہ زخمی شخص تیزی سے پلٹ کر اپنا ریوالور نکالتے ہوئے کیبن کے دروازے پر آیا۔ دوسری طرف سے لارنس ڈی کوزا بھی آ رہا تھا۔ اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر گولی چلا دی۔

وہ گولی لارنس ڈی کوزا کے شانے کی ہڈی توڑتی ہوئی گزری، اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا اور ایک کرسی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر پوچھا۔ "ہیلو ڈی کوزا! میں نے تمہارے دماغ کے دروازے کھولنے کے لیے تمہارا ہی حربہ استعمال کیا۔ کہو پسند آیا؟"

وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ میں اس کے چہرے کے خیالات پڑھنے لگا پھر ایک دم سے چونک گیا۔ وہ اصلی لارنس ڈی کوزا نہیں تھا۔ نہ ہی ٹیلی پیتھی جانتا تھا صرف یوگا کا ماہر تھا اور لارنس ڈی کوزا کا خاص ماتحت تھا۔ ہمیشہ اپنے باس کی ڈمی کے طور پر کام کرتا تھا۔ یعنی اس نے ہمارا ہی طریق کار اختیار کیا تھا۔ اب پارس کے لیے خطرہ بڑھ گیا تھا۔ میں فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگاتا ہوا پارس کے دماغ میں آ گیا لیکن دیر ہو چکی تھی۔ اصلی لارنس ڈی کوزا معلوم کر چکا تھا کہ وہ میرا اصلی بیٹا پارس دوم ہے۔ میری بہت بڑی کمزوری اس کے ہاتھ آ گئی تھی۔ ہم باپ بیٹے یہ بازی تقریباً ہار چکے تھے۔ میری یہ دھمکی ہمیشہ کامیاب نہیں ہو سکتی تھی کہ میں اس ملک کی اہم تنصیبات میں دھماکے کروں گا اور تباہیاں پھیلاؤں گا۔ دشمن نادان نہیں تھے، وہ جانتے تھے، پارس ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ماں باپ کی جان ہے۔ اس بیٹے کا جان سے گزرنا تو دور کی بات ہے، ہم اسے کوئی نقصان پہنچتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میں بڑی تیزی سے ہر پہلو پر غور کر رہا تھا اور سمجھ رہا تھا، بڑی مدت کے بعد ہمارے گھٹنے ٹیکنے کی باری آ گئی ہے۔

اس دلچسپ داستان کے باقی واقعات اکیسویں حصّے میں ملاحظہ فرمائیے۔

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

دلدل

اکیسواں حصّہ

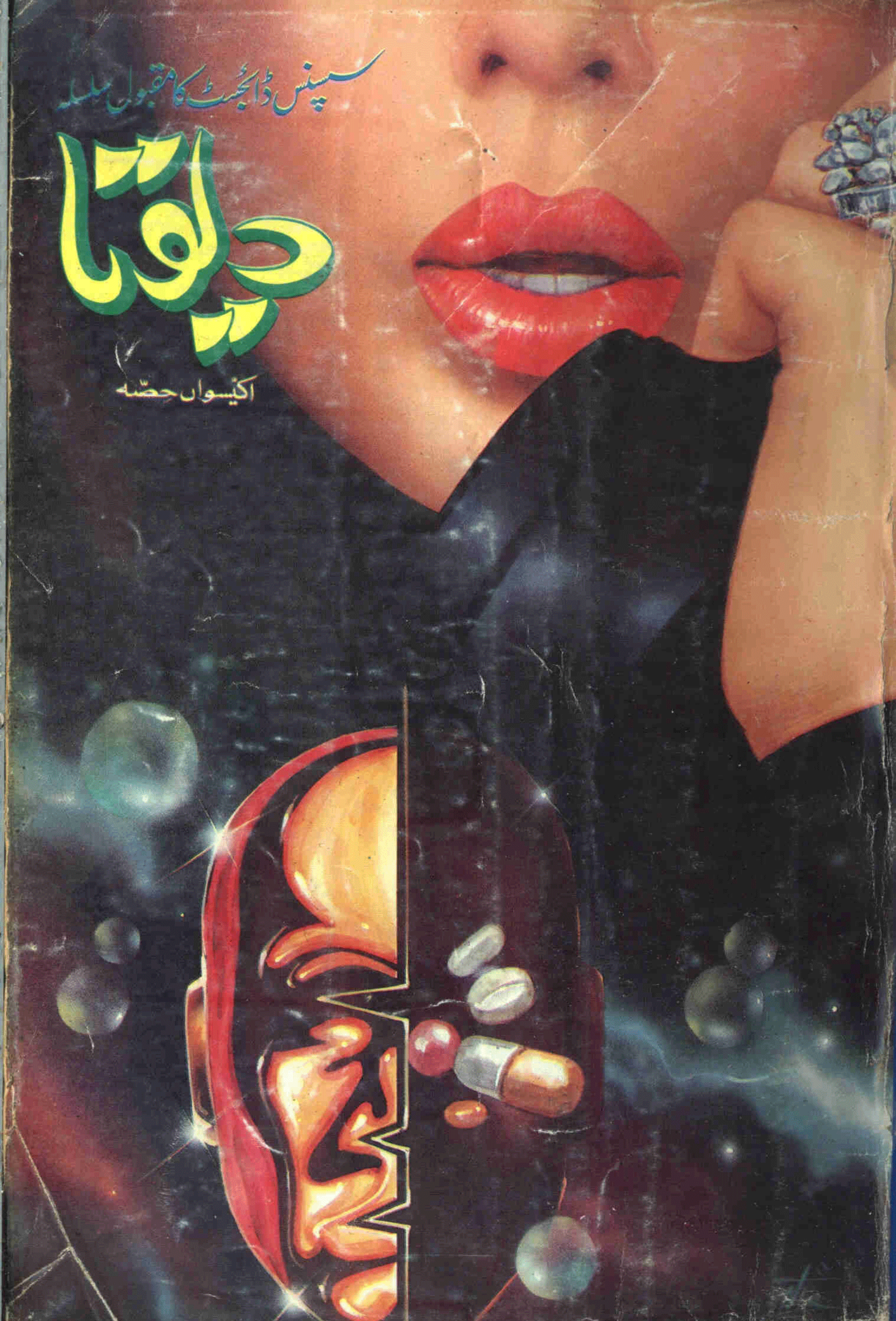

حوا

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک فسوں کار کا قصہ۔ جس کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا۔ اُس شورہ پشت، شوریدہ سر کا احوال ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔

وہ صبح دس بجے تل ابیب سے روانہ ہوئے۔ پہلے نینسی کار ڈرائیو کر رہی تھی پھر تل ابیب سے نکل آنے کے بعد ایک جگہ گاڑی روک کر بولی "میں بہت اپ سیٹ ہوں تمہارے پاس ہوں اور تم سے دور بھی ہوں۔ ونڈا اسکرین کے پار دیکھتی ہوں تو تم ہی تم دکھائی دیتے ہو۔"

انھوں نے اپنی جگہ بدل دی۔ پارس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر کہا "میں تمہارے جذبات کو سمجھتا ہوں مگر کیا کروں، کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا۔ ویسے جلد یا بہ دیر ہمیں میاں بیوی بن کر رہنے کا کوئی راستہ اختیار کرنا ہی ہوگا۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی اور آگے بڑھا دی۔ تل ابیب سے یروشلم کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ وہ آرام سے ڈرائیو کرتے ہوئے دو یا ڈھائی گھنٹے میں وہاں پہنچ سکتے تھے۔ پارس نے کن انکھیوں سے دیکھا نینسی چپ چاپ بیٹھی ونڈا اسکرین کے پار یوں تک رہی تھی جیسے کسی نے سحر پھونک دیا ہو، وہ پتھر کی ہو گئی ہو اور بس ایک ہی طرف دیکھنا جانتی ہو۔ اوپر سے وہ بالکل ساکت تھی، خاموش تھی مگر اندر آندھیاں چل رہی تھیں اور وہ سوچ رہی تھی "اس طرح کیسے گزر ہوگی؟"

پارس نے کہا "ہم بیس میل کا فاصلہ طے کر چکے ہیں لیکن اس طرح خاموش ہیں جیسے ایک دوسرے کے پاس موجود ہی نہ ہوں۔"

وہ بولی "موجود رہ کر بھی کیا کر سکتے ہیں؟"

"اپنے خیالات کو کسی دوسری طرف لگاؤ۔"

"میں کوشش کرتی ہوں لیکن جب تک تمہیں نہیں پالوں گی، اس وقت تک کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہوں گی۔"

"ابھی کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "ڈان! آخر یہ مسلمان بھی تو انسان ہی ہوتے ہیں؟"

"بے شک انسان ہوتے ہیں۔"

"اور ہم یہودی بھی انسان ہیں لیکن انسان عرب کا لباس بھی پہنتا ہے، یورپ کا بھی پہنتا ہے اور دوسرے ممالک کا لباس پسند آئے تو وہ بھی پہن لیتا ہے۔ جب وہ مختلف ملکوں اور قوموں کا لباس پہن سکتا ہے تو کیا وہ دو مذہب اختیار نہیں کر سکتا؟"

"کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"تم سٹر فریڈ کے مطابق اسلام قبول کر لو لیکن ہمیں اپنی سوسائٹی میں زندہ رہنا ہے۔ یہاں ہماری عزت ہے، وقار ہے، رعب ہے، دبدبہ ہے۔ سب جھک کر سلام کرتے ہیں۔ اگر کسی کو پتا چلا کہ تم نے اسلام قبول کیا ہے تو ہم نظروں سے گر جائیں گے۔ ہم سے جو اولاد ہوگی، اسے بھی یہاں کی سوسائٹی میں نفرت سے دیکھا جائے گا۔ بولو، کیا یہ ممکن ہے کہ تم چپ چاپ مسلمان بن جاؤ اور ہمارے لوگوں کو خبر نہ ہو اور فریڈ صاحب کو بھی اعتراض نہ ہو؟"

"نینسی! فریڈ صاحب کو اعتراض ہو یا نہ ہو، میں ایک سچا اور کھرا انسان ہوں۔ نہ میں اپنے لوگوں کو دھوکا دینا چاہتا ہوں اور نہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہنا چاہتا ہوں کہ نعوذ باللہ خدا کو دھوکا دے رہا ہوں۔ اگر میں اسلام قبول کروں گا تو پھر سچا مسلمان بن کر رہوں گا۔ دوغلی زندگی نہ مجھے پسند ہے اور نہ میں تمہیں اس کا مشورہ دوں گا۔ پلیز، تم مجھے ایسا مشورہ نہ دو۔"

"اگر تم سچے مسلمان بن جاؤ گے تو کیا مجھے یہودی سمجھ کر نفرت نہیں کرو گے؟"

"نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ میں کوشش کروں گا کہ تم بھی اسلام قبول کر لو۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو فرہاد صاحب نے ایک کے لیے شرط لگائی ہے اور تم مجھ پر بھی یہ شرط عائد کر رہے ہو۔"

"یہ سمجھنے اور عقل سے تسلیم کرنے کی بات ہے کہ تم ایک یہودی ہو کر مسلمان کو برداشت کرنے کا دل رکھتی ہو؟"

"میں مجبوراً ایسا سوچ رہی ہوں۔"

"پھر تم ہی سوچو۔ میں سچا مسلمان بن جاؤں گا تو ایک یہودی لڑکی کو کیسے برداشت کروں گا۔ میں تو یہی چاہوں گا کہ تم بھی میری ہم مذہب ہو جاؤ۔"

"ہم اس معاملے میں جتنی باتیں کرتے ہیں اتنی ہی الجھنیں بڑھتی جاتی ہیں۔ ایک سیدھی اور صاف بات بتا دو، کیا تم مسلمان بننا چاہتے ہو؟"

"تمہارے لیے مجھے یہ منظور ہے۔ اب یہی سوال میں کر رہا ہوں، صاف اور سیدھا سا جواب دے دو۔"

اس نے ایک گہری سانس لی، سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا لیا، آنکھیں بند کیں پھر آہستگی سے بولی "مجھے منظور ہے، میں صرف ایک رعایت چاہتی ہوں۔"

"اگر فرہاد صاحب میرے دماغ میں آئیں گے تو میں ضرور ان سے بات کروں گا، تم کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ ہم اسلام قبول کریں لیکن یہ بات ظاہر نہ کریں۔ رفتہ رفتہ وقت اور حالات دیکھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیں گے۔"

"میرا خیال ہے، فرہاد صاحب اس بات کو قبول کر لیں گے۔ بائی دے وے، تم آنکھیں بند کر کے اس بات کو تسلیم کر رہی ہو، یوں لگتا ہے جیسے اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرتے ہوئے شرم آ رہی ہے۔"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ ابھی تو ابتدا ہے، دل ادھر مائل نہیں ہو رہا ہے۔ رفتہ رفتہ ہو جائے گا۔"

"ذرا اپنے دل کو ٹٹول کر جواب دو، کیا تم مجبور ہو کر ایسا کر رہی ہو؟"

"میں مجبور ہو کر ایسا کر رہی ہوں، پھر دل کہتا ہے، محبت میں بڑی طاقت ہے۔ یہ محبت انسان کا لباس بدل دیتی ہے، مزاج بدل دیتی ہے، حلیہ بدل دیتی ہے، مذہب بھی بدل دیتی ہے۔ میں تمہاری محبت میں اس جہاں کو چھوڑ کر اس جہاں تک جا سکتی ہوں تو کیا اس مذہب کو چھوڑ کر اس مذہب میں نہیں جا سکتی؟"

وہ نئے یروشلم میں داخل ہو گئے۔ اس نئے یروشلم کے درمیان وہ پرانا یروشلم آباد ہے جہاں مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے تاریخی اور مذہبی مقدس مقامات ہیں۔ پرانا یروشلم اونچی چہار دیواری کے اندر ہے جس میں داخل ہونے کے سات دروازے ہیں۔ وہ جافہ گیٹ کے قریب یامین موشے کی پہاڑی پر آئے۔ اس پہاڑی پر کنگ ڈیوڈ نامی سب سے مہنگا فائیو سٹار ہوٹل ہے۔ ان کے تانانے پہلے ہی اس ہوٹل میں ان کے لیے پورا ایک سوئٹ ریزرو کروا لیا تھا۔

وہ اپنا سامان لے کر ہوٹل کے کمرے میں پہنچ گئے۔ نینسی تھکے ہوئے انداز میں بستر پر گر پڑی کہنے لگی "پھر تم نے کیا سوچا؟"

پارس نے سوچنے کے انداز میں سر جھکا لیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بالکونی تک آ گیا، وہاں سے دور تک یروشلم دکھائی دیتا تھا۔ وہ دور تک نظریں دوڑا رہا تھا لیکن دماغ میں جذبے چیخ رہے تھے۔ ساتھ ہی اس کے اندر ایمان کہہ رہا تھا، وہ نینسی کو دھوکا دے کر اسلام قبول کروانا چاہتا ہے جبکہ اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے ایک لڑکی اس کی ضرورت مند ہے۔ وہ ہر حال میں اسے حاصل کرنا چاہتی ہے۔ وہ اس کی ضرورت سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنے مذہب کی طرف لانا چاہتا ہے۔ ایمان اور انصاف کی بات یہ ہے کہ وہ کھل کر سب کچھ کہہ دے۔ اپنی اصلیت بتا دے کہ وہ پیدا ہوتے وقت بھی مسلمان تھا، آج بھی مسلمان ہے اور آخری سانس تک مسلمان رہے گا۔ دوبارہ اسلام قبول کرنے کا ڈراما پلے نہیں کرے گا۔ اگر نینسی کو منظور ہے تو اس کے مذہب کی طرف آئے، ورنہ واپس چلی جائے۔ واپسی کے راستے میں اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

وہ بستر سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بالکونی کے قریب آئی پھر کھلے ہوئے دروازے سے ٹیک لگا کر بولی "کیا اب بھی کوئی الجھن رہ گئی ہے؟"

"میں حق اور انصاف کی بات سوچ رہا ہوں۔ ایک مسلمان کسی یہودی لڑکی کی آبرو رکھنے کے سلسلے میں کس حد تک قربانیاں دے سکتا ہے اور کہاں تک خود کو خطرات میں ڈال سکتا ہے۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو، کس مسلمان اور کس یہودی لڑکی کی بات کر رہے ہو؟"

"اگر میں تم سے کہوں کہ میں یہودی نہیں، مسلمان ہوں۔ پیدائشی مسلمان ہوں اور مرتے دم تک مسلمان رہوں گا، تو کیا تم یقین کر لو گی؟"

"کیوں مذاق کر رہے ہو، جب سے شادی ہوئی ہے، میں مسکرانا بھول گئی ہوں۔ تمہارا کوئی مذاق میرے چہرے پر ہنسی نہیں لائے گا۔"

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں، سچ کہہ رہا ہوں۔ میں ڈان مورس

نہیں ہوں۔"

"کیوں فضول باتیں کر کے مجھے پریشان کرتے ہو۔ اگر تم ڈان مورس نہیں ہو تو میں نینسی نہیں ہوں۔ یہ ہوٹل نہیں ہے، کوئی کھنڈر ہے۔"

"پلیز مان لو کہ میں یہودی نہیں ہوں۔"

"چلو مان لیتی ہوں، ویسے بھی ہم اسلام قبول کرنے جا رہے ہیں۔ تمہارے یہودی ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"بہت فرق پڑتا ہے۔ اگر میں اس راز پر سے پردہ نہ اٹھاؤں اور تمہیں اسلام قبول کراؤں تو یہ میرے مذہبی احکامات کے خلاف ہوگا۔ ہم کسی سے جھوٹ بول کر، کسی کو فریب دے کر اپنے مذہب کی طرف نہیں لا سکتے اور نہ ہی میں تمہیں اس طرح لانا چاہتا ہوں۔ لہٰذا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں یہودی ڈان مورس نہیں ہوں، ایک مسلمان ہوں۔ فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس۔"

وہ ذرا سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔ حیرانی اور بے یقینی سے اس کا منہ کھلنے لگا پھر بولی "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اگر تم فرہاد علی تیمور کے بیٹے ہوتے تو وہ تمہارے دماغ میں اس کرنز نامے پیدا نہ کرتے۔"

"میرے پاپا نے میرے دماغ میں کوئی زلزلہ پیدا نہیں کیا بلکہ کبھی میرے دماغ میں نہیں آئے۔ میں نے تم سے، نانا سے اور ساری دنیا سے جھوٹ کہا تھا۔"

"تم نے کیوں جھوٹ کہا؟"

"صرف یہ سوچ کر کہ میں مسلمان ہوں، تم ایک یہودی ہو، بہت حیا والی ہو۔ اگر میں تمہیں دھوکا دے کر تم سے ازدواجی رشتہ قائم کروں گا تو یہ میرے ایمان کے خلاف ہوگا اور جب ایک دن تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا تو میرا ضمیر مجھے ملامت کرے گا۔"

"ڈان! فار گاڈ سیک اتنا بھیانک مذاق نہ کرو۔ تم سر سے پاؤں تک ڈان مورس ہو۔ نانا تمہیں پہچانتے ہیں۔ تمہاری ایک ایک عادت، تمہارا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا بالکل ڈان مورس جیسا ہے تو پھر تم پارس کیسے ہو سکتے ہو؟"

پارس بالکونی سے چلتا ہوا کمرے کے اندر آیا پھر بولا۔ "ذرا توجہ سے سنو۔ میں تمہیں مختصر حالات بتا رہا ہوں۔"

پھر وہ بتانے لگا کہ اصل ڈان مورس کے ساتھ اس کے چچا ٹام مورس اور سام مورس کس طرح ظلم کرتے تھے اور کس طرح ان کی جائداد ہتھیا لینا چاہتے تھے۔ ڈان مورس بہت ہی بزدل اور بچکانا ذہن رکھنے والا نوجوان ہے۔ روما نامی ایک

دس اسے دل و جان سے چاہتی ہے اور اسے دل و جان سے اپنا لینا چاہتی ہے۔ ایسے میں پارس نے مداخلت کی۔ روما اور ڈان مورس کو پیرس بھیج دیا۔ وہاں ایک ادارے میں ڈان مورس کا نفسیاتی علاج ہو رہا ہے، ادھر پارس، ڈان مورس کا روپ اختیار کر کے ٹام مورس وغیرہ کے ساتھ تل ابیب آگیا اور یہاں آنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنی ماں کے قاتلوں سے انتقام لینا چاہتا ہے۔

نینسی سکتے کے عالم میں دروازے سے ٹیک لگائے سن رہی تھی۔ پارس اپنی روداد سنا رہا تھا اور یقین دلا رہا تھا کہ وہ... ڈان مورس نہیں، پارس ہے پھر وہ اس کے سامنے کچھ فاصلے پر آ کر کھڑا ہو گیا، کہنے لگا "اگر میں مجرم ہوں تو جاؤ اپنے قانون کے محافظوں کو آواز دو اور مجھے گرفتار کرا دو۔ اگر میں نے تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے تو اس بھلائی کے صلے میں تمہاری محبت اور تمہارا اعتماد چاہتا ہوں۔ ایک بھرپور محبت کرنے والی عورت کا اعتماد۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ سکتے کے عالم سے نکلی، پھر بولی "تم نے مجھے کیوں بتایا، مجھے سچ کیوں بتایا۔ کیا میں نے پوچھا تھا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ سچ کیسا زہر ہوتا ہے؟"

"میں اتنا جانتا ہوں کہ سچ کا زہر آدمی کو کندن بنا دیتا ہے۔"

وہ ایک دم سے بھڑک پڑی "میں کندن نہیں بننا چاہتی تھی۔ کتنا اچھا ہوتا تم میرے لیے صرف ڈان مورس رہتے، میرے یہودی شوہر۔ پھر ایک دن جب تم مجھے چھوڑ کر چلے جاتے تو میں اپنے نصیبوں کو روتی۔ مجھے کبھی نہ معلوم ہوتا کہ ایک مسلمان میری تنہائیوں میں آیا تھا اور فرہاد جیسے دشمن کا بیٹا پارس تھا جو پوری یہودی قوم سے اور ہمارے پورے ملک سے نفرت کرتا ہے اور اسے کسی وقت بھی تباہ کر دینا چاہتا ہے۔"

"اگر ہم باپ بیٹے اس ملک کو تباہ کرنا چاہتے یا اس ملک کو مٹا دینا چاہتے تو ہمارے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن ہم خدائی دعویٰ نہیں کرتے۔ ہم خدا کے بندے ہیں اور اپنی حد میں رہتے ہیں۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہوں، اپنے بزرگوں سے سن چکی ہوں کہ تم لوگ ایک عرصے سے یہاں تباہیاں پھیلاتے رہے ہو۔ ہمارے اہم آدمیوں کو ہلاک کرتے رہے ہو۔ تم لوگ انسان نہیں درندے ہو۔ چلے جاؤ، میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ میں تمہاری صورت دیکھتی رہوں گی تو مجھے غصہ آتا رہے گا۔"

"میں دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں لیکن جانے سے پہلے اتنا کہنا چاہتا ہوں، اگر ہم درندے ہیں اگر ہم تباہیاں پھیلاتے ہیں اور تمہاری پوری قوم کو مٹا دینا چاہتے ہیں تو تمہارے سمجھنے کے لیے چھوٹی سی مثال کافی ہے۔ بتم الزام دیتی ہو کہ ہم تمہاری پوری قوم کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ کیا ایسا کرنے والے یہودی قوم کی ایک بیٹی کی آبرو رکھ سکتے ہیں؟"

وہ فوراً ہی اس سے منہ پھیر کر تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آ گیا۔ اب پتا نہیں کیا ہونے والا تھا۔ ویسے وہ نفرت کا اظہار کر چکی تھی صاف طور پر کہہ چکی تھی، وہ ڈان مورس بن کر اور یہودی شوہر بن کر دھوکا دیتا رہتا تو اسے یہ دھوکا قبول ہوتا، ضمیر کی کمان سے نکلا ہوا سچ کا تیر دل میں ترازو ہو کر تڑپا رہا تھا۔

وہ دونوں الگ الگ کمرے میں تھے۔ نینسی اسی طرح دروازے سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اندر سے ٹوٹ رہی تھی، بکھر رہی تھی۔ وہ کہ پارس پر غصہ آ رہا تھا اور وہ خود کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی، یہ جو کچھ بھی ہوا، ایک خواب تھا، جو کچھ بھی سنا، فریبِ سماعت تھا۔

پھر اس نے سوچا، میں خود اپنے جذبات کے ہاتھوں کھیل رہی ہوں۔ اگر ان جذبات کو کسی طرح کچل دوں تو پھر پارس کی کیا اہمیت رہے گی؟ کچھ نہیں۔ ایک مسلمان کی بھلا اہمیت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ کیا میں اسے اپنی زندگی میں، اپنے دل و دماغ میں گھسنے سے روک نہیں سکتی؟

دل نے کہا، نہیں روک سکتی، اس کی ایک ایک بات، ایک ایک ادا دل کو دھڑکاتی ہے۔ اس کی سچائی مجھے مار رہی ہے وہ مجھے دل و جان سے چاہتا ہے، میری عزت کرتا ہے۔ اسی لیے اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں کہا، مجھے دھوکا نہیں دیا۔ میں اس کے لیے دشمن قوم کی بیٹی ہوں۔ اس کے باوجود میری عزت رکھ لی۔ کیا یہ اس کی بے غرض اور سچی محبت کا ثبوت نہیں ہے؟ ہاں یہی وجہ ہے کہ میں اس کے لیے تڑپ رہی ہوں، اس کے لیے مر رہی ہوں۔ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

وہ دن کے ساڑھے بارہ بجے ہوٹل میں آئے تھے۔ ایک بجے تک پارس نے اپنے راز کا انکشاف کیا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے۔ ایک کمرے میں وہ تھا، دوسرے کمرے میں یہ کشمکش میں مبتلا تھی کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے!

دوپہر گزر گئی۔ سہ پہر کا وقت بھی گزر گیا، پھر شام آئی اور وہ بھی جانے لگی۔ اندھیرا پھیلنے لگا۔ پارس کے کمرے میں روشنی تھی اور اس کے کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ وہ ایک بجے سے اسی طرح فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔

پھر وہ آہستگی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں کمروں کا درمیانی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ سر جھکائے اس دروازے تک پہنچ گئی، کمرے میں روشنی تھی۔ وہ سر اٹھا کر اپنے محبوب ڈان مورس کو دیکھ سکتی تھی لیکن وہ سر نہیں اٹھا رہی تھی، نظریں نہیں ملا رہی تھی۔

اسے پارس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "نینسی! بہت وقت پڑا ہے۔ اطمینان سے فیصلہ کرو۔ جذبات میں بہنا چھوڑ دو۔ میرے پاس آنے کا فیصلہ کرو تو یہ عہد کر لو کہ بعد میں نہیں پچھتاؤ گی۔"

نینسی نے آہستہ آہستہ نظریں اٹھا کر دیکھا پھر اسے دیکھتے ہی چونک گئی۔ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہو گئی۔ حیرانی سے بولی "تم کون ہو؟"

اس کے سامنے ڈان مورس نہیں تھا کوئی اجنبی جوان تھا۔ اس جوان کے چہرے پر جگہ جگہ پٹیاں چپکی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا۔ "میں پارس ہوں۔ میں نے ڈان مورس کو اپنی ذلت سے نوچ کر الگ کر دیا ہے۔ تاکہ تم فیصلہ کر کے آؤ تو تمہیں ڈان سمجھ کر نہیں، پارس سمجھ کر آؤ۔"

ڈاکٹر برنارڈ شیفرڈ نے اس کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی تھی اور ساتھ ہی اسے یہ سکھا تا رہا تھا کہ کس طرح اس سرجری کے اہم حصوں کو اپنے ہاتھوں سے ہٹایا جا سکتا ہے اور خود کو اصل روپ میں لایا جا سکتا ہے۔ پلاسٹک کے جن ریشوں کو چہرے سے ہٹایا گیا تھا، وہاں میڈیکیٹڈ پٹیاں چپکائی گئی تھیں تاکہ دوا کے اثر سے چہرے پر کوئی بدنما داغ نہ رہے۔

نینسی کے دل پر ایک گھونسا سا لگا تھا۔ اس کا ڈان مورس اس سے چھن گیا تھا۔ ہوٹل کے اس کمرے سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا تھا۔ اب ایک اجنبی جوان تھا۔ وہ سچا اور کھرا تھا۔ ڈان مورس کے روپ میں اسے نظروں کا فریب نہیں دینا چاہتا تھا۔

وہ جھنجلا کر بولی: "یہ تم نے کیا کیا۔ کہاں ہے میرا ڈان؟"

"نینسی! کسی ڈان مورس نے تمہیں کبھی نہیں چاہا، تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔ جو تمہاری عزت کرتا ہے، جو تم سے محبت کرتا ہے، وہ اجنبی تمہارے سامنے موجود ہے۔ اب اسے اجنبی ہی سمجھتی رہو یا اپنا چاہنے والا۔ جواب تک تمہارے ساتھ تھا مگر تم اس کے ساتھ نہیں تھیں۔"

وہ ایک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: "تمہیں مجھ سے محبت کرنے کے لیے، مجھ سے رشتہ جوڑنے کے لیے ہر پہلو پر نظر رکھنا ہوگی۔ تمہیں اپنا مذہب چھوڑنا ہوگا، اپنی سوسائٹی چھوڑنا ہوگی۔ بے انتہا دولت کو ٹھکرانا ہوگا اور ڈان مورس کے عارضی چہرے کو بھلا کر پارس کے اس چہرے سے محبت کرنا ہوگی۔ یہ سب کچھ منظور ہے تو میرے کمرے میں قدم رکھو، نامنظور ہے تو میں چلا جاؤں گا پھر تم کبھی میری صورت نہیں دیکھو گی۔"

وہ چپ ہوا، یہ بھی چپ رہی۔ کمرے میں تھوڑی دیر تک گہری خاموشی چھائی رہی۔ وہ کٹی ہوئی پتنگ تھی اور کٹی ہوئی پتنگ خود فیصلہ نہیں کرتی۔ اسے کس سمت جانا ہے اور کس کے ہاتھوں میں پہنچنا ہے۔ وہ درمیانی دروازے میں کھڑے کھڑے ذرا سی ڈگمگائی، پھر کمرے میں آ گئی۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی، محسوس کر رہی تھی، سمجھ رہی تھی اور کسی آخری فیصلے تک پہنچ رہی تھی۔ آخر وہ تڑپ کر بولی: "مجھے چھپا لو۔ اپنے وجود میں چھپا لو تاکہ کوئی مجھے دیکھ نہ سکے، میرا مذہب مجھے پکار نہ سکے، میرے لوگ مجھے ڈھونڈ نہ سکیں۔ میں چھپ جانا چاہتی ہوں، گم ہو جانا چاہتی ہوں۔ میری پیدائش سے لے کر آج تک کے لمحوں کو مٹا دو۔ بالکل مٹا دو اور مجھے نئی بنا دو۔"

پارس نے اسے محبت سے سمیٹ کر کہا: "تم مجھ پر بھروسا کر کے آئی ہو۔ میں تمہاری دنیا، تمہاری زندگی اور تمہارا مزاج بدل دوں گا۔ جاؤ اپنا ایک لباس نکال کر لاؤ، غسل کرو، پاک صاف ہو جاؤ۔ میں تمہیں اپنی زندگی میں لانے سے پہلے اپنے مذہب میں لانا چاہتا ہوں۔"

وہ سر جھکا کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک لباس لے کر آئی پھر باتھ روم میں جا کر غسل کرنے لگی۔ غسل سے فارغ ہونے کے بعد اس نے پارس کو بلایا۔ وہ باتھ روم میں آیا پھر اسے وضو کرنے کا طریقہ بتانے لگا۔ وہ اس طریقے پر عمل کرنے لگی پھر وہ باتھ روم سے باہر آ گئے۔

پارس نے کمرے میں آ کر قالین پر ایک صاف ستھرا کپڑا بچھایا پھر اس کے ساتھ دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور اسے کلمۂ طیبہ پڑھانے لگا۔ وہ پڑھ رہی تھی اور اس کی ہدایت کے مطابق عہد کر رہی تھی کہ آج سے وہ سچے دل سے مسلمان ہے اور اپنی زندگی پارس کے لیے اور پارس کے خدا اور رسول کے لیے وقف کر رہی ہے۔

پھر پارس نے سمجھایا: "تم نے اسلام قبول کیا ہے۔ اس سعادت کو حاصل کرنے کے بعد تمہیں سجدۂ شکر ادا کرنا چاہیے آؤ میں شکرانے کی نماز ادا کر رہا ہوں۔ تم بھی میرے ساتھ نماز پڑھتی جاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرتی جاؤ۔"

وہ نمازِ شکرانہ ادا کرنے لگے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک اسی طرح دوزانو بیٹھے رہے۔ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ایک دوسرے کو پانے کا یقین کرتے رہے پھر وہاں سے اٹھ کر بالکونی میں آ گئے۔ پارس نے کہا: "اب تم دل ہی دل میں سوچو کہ جو کچھ بھی ہوا، جو نئی زندگی تم نے میرے ساتھ شروع کی ہے، وہ کہاں تک مناسب ہے اور تم کہاں تک میرے ساتھ چل سکو گی؟"

وہ قریب آئی، اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی: "جب عورت فیصلہ کر لیتی ہے تو پھر پیچھا نا ہو جاتی ہے۔ میں زندگی کی آخری سانس تک تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

پارس نے اسے دونوں بازوؤں سے تھام لیا۔ وہ سسکیاں لے رہی تھی۔ شادی کے دو دن اور دو راتوں کے بعد انھیں آسودگی اور اطمینان حاصل ہوا تھا۔ وہ کمرے میں آ گئے۔

رات کے دس بجے پارس آدم قد آئینے کے سامنے بیٹھا ہوا اپنے چہرے پر سے ایک ایک پٹی اتار رہا تھا۔ نینسی بستر پر بڑھال سی لیٹی ہوئی پارس کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے سے جیسے جیسے پٹیاں اتر رہی تھیں، اس کی خوبروئی نمایاں ہوتی جا رہی تھی۔ اگر وہ خوبرو نہ بھی ہوتا تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ جب عورت تن من دھن سے کسی کی ہو جاتی ہے تو پھر صورت نہیں دیکھتی۔ اب تو ڈان مورس کی صورت بھی پرائی لگ رہی تھی۔ بس ایک ہی چہرہ تھا جو آئینے سے جھانک رہا تھا اور دل میں اتر رہا تھا۔

وہ ایک گھنٹے بعد اپنی کار میں بیٹھے یروشلم کی شاہراہوں اور گلیوں سے گزر رہے تھے۔ اس شہر کا حسن دیکھ رہے تھے۔ کئی ریستوران کے قریب سے گزرنے کے بعد وہ بولی: "ہم پرانے یروشلم چلیں گے۔ وہ ایک تاریخی شہر ہے۔ وہاں روایتی کھانے ملتے ہیں جو بہت لذیذ ہوتے ہیں۔ تمہیں پسند آئیں گے۔"

انھوں نے جافہ گیٹ کے پاس آ کر گاڑی روک دی پھر پیدل چلتے ہوئے پرانے یروشلم میں داخل ہوئے۔ وہاں لوگوں کی اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ عورتوں اور مردوں نے قدیم طرز کے لباس پہنے ہوئے تھے اور ریستوران بھی قدیم طرز کے تھے۔ انھوں نے ایک جگہ بیٹھ کر خوب سیر ہو کر کھایا پھر پارس نے کہا: "جب ہم بیت المقدس تک آ گئے ہیں تو ہمیں دو رکعت نماز ادا کرنی چاہیے۔ آؤ ہم مسجدِ عمر بن خطاب کے صحن میں نماز ادا کریں گے۔"

"نہیں پارس، تم نے وعدہ کیا تھا، ہم آہستہ آہستہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کریں گے۔ یہاں میرے اور میرے نانا کے بہت سے شناسا ہو سکتے ہیں۔ تم چونکہ ڈان مورس کے روپ میں نہیں ہو، اس لیے تمہیں کوئی نہیں پہچانے گا۔ تم مسجد میں جا سکتے ہو، لیکن میں نہیں جا سکتی۔ اپنے وعدے کے مطابق رفتہ رفتہ خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے بعد مسجد میں قدم رکھوں گی..."

"میں اس مجبوری کو سمجھتا ہوں۔ کوئی بات نہیں، تم کار میں جا کر بیٹھو، میں تھوڑی دیر میں آ جاؤں گا۔"

پارس مسجد کی طرف جانے لگا۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑی اسے دیکھتی رہی، جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو جلدی سے پلٹ گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی جیونہ کوارٹرز کی طرف آئی۔ مختلف گلیوں سے گزرتی ہوئی سیناگوگ کے سامنے پہنچ گئی۔ وہ اپنے دل پر بہت بڑا بوجھ محسوس کر رہی تھی۔ سر جھکا کر عبادت گاہ میں داخل ہو گئی۔ ایک گوشے میں پہنچ کر فرش پر دوزانو ہو کر دیوار سے سر ٹیک کر رونے لگی پھر زیرِ لب کہنے لگی: "اے ربِّ موسیٰ! اے ربِّ عظیم! مجھے معاف کر دے۔ میں اس مسلمان کو بہت چاہتی ہوں۔ اتنا چاہتی ہوں کہ اس کے بغیر جینے کا تصور نہیں کر سکتی۔ یہ میرے اندھے جذبات سہی لیکن میں مذہب کے معاملے میں اندھی نہیں ہوں۔ میں نے اپنا مذہب نہیں چھوڑا، صرف اپنے چاہنے والے کی دلجوئی کی ہے۔ ہماری دنیا میں ایسا ہوتا ہے۔ میاں بیوی کے مذاہب الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ساری عمر ازدواجی زندگی گزارتے ہیں۔ اولادیں پیدا کرتے ہیں اور سوسائٹی میں کوئی ان پر انگلی نہیں اٹھاتا۔ میں بھی اسی طرح زندگی گزاروں گی۔ میں پیدائشی طور پر یہودی ہوں اور مرتے دم تک یہودی رہوں گی۔ اے ربِّ موسیٰ! اے ربِّ عظیم! مجھے معاف کر دے۔"

اپنی غلطیوں پر اعتراف کرنے اور دعا مانگنے کے بعد اسے محسوس ہوا جیسے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہے۔ وہ آنسو پونچھتی ہوئی عبادت گاہ سے باہر آئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی جافہ گیٹ کے باہر اپنی کار کے پاس پہنچ گئی۔ پارس بھی ٹھیک اسی وقت وہاں آیا تھا۔ اس نے پوچھا: "تم کہاں گئی تھیں؟"

اس نے گھبرا کر دیکھا پھر اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر مسکراتے ہوئے بولی: "بہت دنوں بعد ادھر آئی ہوں۔ اس لیے کار میں ایک جگہ بیٹھنے کے بجائے ٹہل رہی تھی۔ یہ ارضِ مقدس ہے۔ اس زمین کے کسی بھی حصے میں قدم رکھتے جاؤ اور دعا مانگتے جاؤ تو دعا قبول ہوتی ہے اور غلطیوں کی معافی ملتی ہے۔ میں نے اپنی غلطیوں کی معافی مانگی ہے اور اپنے دلی سکون کے لیے دعا مانگی ہے اور میں سمجھتی ہوں، دعا قبول ہو چکی ہے اور میں خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی ہوں۔"

وہ اپنے مطلب کی بات کر رہی تھی لیکن پارس اس کے دل میں اور دماغ میں اتر کر معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ وہ ہوٹل واپس آ گئے اور کمرے میں بند ہو گئے۔ نینسی بہت خوش تھی۔ اسے زندگی کی ایسی مسرتیں مل رہی تھیں جنھیں وہ کبھی دولت سے نہیں خرید سکتی تھی۔

وہ رات گزر گئی، دوسرا دن آیا۔ وہ خوب ہنستے بولتے ہوئے وقت گزار رہے تھے۔ گفتگو کے دوران ایک آدھ بار نینسی نے پوچھا: "اگر میں یہودی رہتی تو کیا فرق پڑتا؟"

"کیا تمہارا ارادہ ڈگمگا رہا ہے؟"

وہ جلدی سے بولی: "یہ بات نہیں ہے۔ اب تو میں نے تمہارا مذہب قبول کر لیا ہے لیکن میں سوال کر رہی ہوں، اس کا جواب دو۔"

"ہم غیر مذہب کی عورت سے شادی نہیں کر سکتے۔"

"یہ تو کہنے کی باتیں ہیں۔ ہماری موجودہ دنیا میں ایسی ہزاروں مثالیں ملیں گی کہ مسلمان دوسرے مذاہب کی عورتوں سے شادی کرتے ہیں۔ ان سے بچے بھی پیدا ہوتے ہیں اور کوئی ان پر انگلی نہیں اٹھاتا۔"

"وہ نام کے مسلمان ہوتے ہیں۔"

وہ جواب سن کر مایوس ہو جاتی تھی۔ سوچنے لگتی تھی کس طرح اسے سمجھائے۔ ان دونوں کو اپنے اپنے دین پر قائم رہنا چاہیے۔ ایک بار اس نے کہا: "اب میری سمجھ میں آ رہا ہے کہ کل صبح تم نے سمندر کے ساحل پر کس طرح اس کانٹے دشمن کو زہریلی سوئی چبھوئی تھی۔ آخر تم کیوں ان بے چارے یہودیوں سے انتقام لے رہے ہو۔ مانا کہ تمہاری ماں کے ساتھ زیادتی ہوئی مگر تم نے اور تمہارے ماں باپ نے اچھی طرح انتقام لیا ہے اب یہ انتقام کا سلسلہ بند ہو جانا چاہیے۔"

"تم میرے یہودی دشمن کی حمایت میں بول رہی ہو۔ میں برا نہیں مانوں گا کیونکہ بچپن سے یہودی رہی ہو۔ اس کا اثر ابھی قائم رہے گا۔ تمہاری ہمدردیاں ان کے ساتھ رہیں گی۔"

"ایسا نہ سوچو۔ یہ سوچو کہ میں انسانی ہمدردی کے تحت کہہ رہی ہوں۔"

"اگر تم انسانی ہمدردی کے تحت کہہ رہی ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنا تیسرا چیلنج پورا کرنے کے بعد پھر کسی سے انتقام نہیں لوں گا۔"

"یعنی تم اس کی ایک ٹانگ ضرور کاٹو گے؟"

"ہاں، میں جو کہہ دیتا ہوں اسے ضرور کرتا ہوں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ پارس نے پوچھا "کیا بات ہے۔ تم پریشان کیوں ہو رہی ہو؟"

"میں نہیں چاہتی، یہ سلسلہ دراز ہو۔ کیا اپنا تیسرا چیلنج پورا کرنے کے بعد تم یہ ملک چھوڑ دو گے، یہاں سے چلے جاؤ گے؟"

"تم ایسے پوچھ رہی ہو جیسے میں تنہا جاؤں گا اور تم میرے ساتھ نہیں رہو گی۔"

"میں اربوں ڈالر کے کاروبار کو اور نانا کو اس بڑھاپے میں چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں۔ تم اگر جاؤ گے تو وقتی جدائی ہو گی۔ جب چاہو گے میرے پاس آ جایا کرو گے۔ تم اپنی جگہ اپنے طور پر زندگی گزارو گے۔ میں اپنی جگہ اپنے طور پر زندگی گزاروں گی۔"

"یعنی تم کبھی یہ اعلان نہیں کرو گی کہ تم نے اسلام قبول کیا ہے، تم مسلمان ہو گئی ہو اور ایک مسلمان کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہی ہو؟"

وہ ٹالنے کے لیے بولی "کیا بحث لے بیٹھے ہو۔ ہم اس موضوع پر پھر کبھی باتیں کر سکتے ہیں۔ کوئی دوسری بات کرو۔"

وہ شام تک مختلف مقامات پر تفریح کے لیے جاتے رہے۔ پارس سوچتا رہا، میں نے نیکی کر کے کیا کھویا کیا پایا؟ میں تو اس لڑکی کی عزت رکھنا چاہتا تھا۔ آج بھی چاہتا ہوں، یہ عزت و آبرو کے ساتھ میری شریکِ حیات رہے۔ اگر یہ اندر سے ابھی تک یہودی ہے تو اس کا مطلب ہے، یہ خود گناہ کی مرتکب ہو رہی ہے۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

پھر دوسرا خیال اس کے دماغ میں آتا تھا: یہودیت اس کی گھٹی میں پڑی ہے۔ اسے اپنے لوگوں سے زیادہ ہمدردی ہے۔ اگر ایک واردات کے بعد دوسری واردات ہوئی یا کسی اور طرح کوئی اور یہودی ہلاک ہوا۔ مجاہدوں نے اسے گولی مار دی تو نینسی یہی الزام دے گی کہ میں انتقام لے رہا ہوں۔ وہ کب تک اس بات کو برداشت کرے گی۔ اس کا یہودی خون جوش مارے گا۔ وہ کسی موقع پر مجھے قانونی گرفت میں لا سکتی ہے۔

"نینسی! میں نے ڈان مورس کا میک اَپ اتار دیا ہے۔ یہاں سے تل ابیب تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ لوگ تم سے پوچھیں گے، ڈان مورس کہاں ہے تو کیا جواب دو گی؟"

"میں باتیں بنا سکتی ہوں۔ نانا سے اور اپنے دور و قریب کے رشتے داروں سے کہہ سکتی ہوں کہ فرہاد صاحب نے تمہیں ٹریپ کیا ہے اور کہیں غائب کر دیا ہے۔ ہم سب تمہیں تلاش کرتے رہیں گے۔ تم جہاں روپوش رہو گے وہاں میں چپ چاپ آ کر تم سے ملتی رہوں گی۔ تم اپنا تیسرا چیلنج پورا کر لو تو یہاں سے فوراً چلے جانا۔ وہاں سے اصل ڈان مورس کو یہاں بھیج دینا اسے اچھی طرح سمجھا دینا کہ وہ صرف ظاہری شوہر بن کر رہے۔ در پردہ میں تمہاری بیوی بن کر رہوں گی۔"

"جب وہ یہودی ڈان مورس تمہارے خاندان میں آئے گا تو تمہیں اعلان کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ تم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور تم ایک مسلمان کی بیوی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "یہی تو میں چاہتی ہوں۔ کیا ضرورت ہے اعلان کرنے کی۔ میں نے دل سے تمہیں قبول کیا ہے، تمہارے مذہب کو قبول کیا ہے، تمہاری ہر چیز کو قبول کیا ہے، تمہیں دنیا

والوں سے کیا لینا ہے؟"

پارس نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا: "مرد خود کو بہت ذہین، بہت چالاک سمجھتا ہے۔ لیکن عورت کے چکر میں آ جاتا ہے۔"

وہ ہوٹل پہنچ گئے۔ جب سے وہ اپنے اصلی روپ میں آیا تھا، وہ دونوں ہوٹل میں ایک ساتھ نہیں جاتے تھے اور نہ ہی ایک ساتھ باہر آتے تھے کیونکہ نینسی، ہوٹل کے ریکارڈ کے مطابق ڈان مورس کے ساتھ آئی تھی۔ لہٰذا وہ پہلے ہوٹل میں گئی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد پارس داخل ہوا۔ لفٹ کے ذریعے ساتویں منزل پر پہنچا پھر اپنے سوئٹ کے پاس جاتے جاتے ٹھٹک گیا۔ ہوٹل کے ایک کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس کھلے دروازے پر ماریہ کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ اس کے اندر زہریلا رشتہ جوش مارنے لگا۔ ان کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ اس کے باوجود دونوں کی آنکھوں میں زہریلی کشش تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی جانب کھنچے آ رہے تھے۔

وہ قریب آ گئے۔ پارس نے حیرانی سے پوچھا: "ماریہ! تم... تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

اس نے پارس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا پھر الٹے قدموں چلتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لیے ہوئے دروازے تک پہنچی پھر بولی: "مجھے تمہارے پاپا نے بتایا کہ تم یہاں ہو۔"

وہ تعجب سے بولا: "پاپا نے؟ نہیں، میں نہیں مانتا۔ یہ کوئی اور چکر ہے۔"

وہ اس کے ساتھ اندر آئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ اس نے کہا: "میں دنیا کے چکر کو نہیں سمجھتی اور نہ ہی سمجھنا چاہتی ہوں۔ لوگ مجھے ناگن کہتے ہیں۔ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ میں اپنے ناگ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ میں تم سے بے وفائی کی شکایت بھی نہیں کروں گی۔ میں تو صرف محبت کرنا جانتی ہوں اور جو میری محبت کو چھین لینے کی کوشش کرے اسے ڈس لینا جانتی ہوں۔ میں نے اس چھیننے والی حسین بلا کو دیکھ لیا ہے۔"

"ماریہ! تم اسے نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔"

"کیا وہ مجھ سے زیادہ حسین اور دل نشین ہے۔ کیا وہ...؟"

وہ بات کاٹ کر بولا: "نہیں ماریہ! دنیا کی حسین ترین لڑکیاں بھی تم سے زیادہ پُرکشش نہیں ہو سکتیں۔ میں نینسی کو بھی تم سے کم تر نہیں کہوں گا کیونکہ وہ میری شریکِ حیات ہے۔"

"میں اسے تمہاری حیات سے کاٹ کر رکھ دوں گی۔"

"تمہارا یہ ارادہ میرے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجا رہا ہے۔"

"کیا تمہیں مجھ سے ملنے کی خوشی نہیں ہے؟ اس کی آنے والی موت کا افسوس ہے؟"

"یہ تو میں سمجھتا ہوں کہ تم فطرتاً ٹیڑھی لوگی، کسی کو میرے قریب برداشت نہیں کرو گی لیکن سوچنے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تمہیں میرے قریب کس نے پہنچایا ہے؟"

"کہہ تو چکی ہوں، تمہارے پاپا نے۔"

"میرا خیال ہے، پاپا کو میری یہاں موجودگی کا علم نہیں ہے۔ اگر ہے بھی تو وہ تمہیں میرے قریب نہیں آنے دیں گے۔ کبھی یہ نہیں چاہیں گے کہ تمہارا دوبارہ پھر مجھے نقصان پہنچائے۔"

"تمہارے پاپا ایسا نہیں سمجھتے، میں ثابت کر سکتی ہوں کہ وہ میرا اور تمہارا ملاپ چاہتے ہیں۔"

"کیسے ثابت کر سکتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "اے، وہ تو میرے دماغ میں موجود ہیں۔ پاپا! آپ ذرا..." وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ تھوڑی دیر تک خلا میں تکتی رہی پھر بولی: "وہ... وہ تو چلے گئے، ابھی میرے دماغ میں تھے۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا: "میرے پاپا کبھی میدان چھوڑ کر نہیں جاتے جب تک کہ وہ تمہارے دماغ سے نکل بھاگا ہے۔ تم افریقہ کے جنگل سے مہذب انسانوں کی دنیا میں آئی ہو۔ تمہیں رفتہ رفتہ معلوم ہو گا کہ ہماری مہذب دنیا کے انسان جنگلی درندوں سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ تمہارے دماغ میں میرے پاپا نہیں، ہمارا ایک دشمن آتا ہے اور دشمن صرف دشمنی کے لیے آتا ہے۔"

وہ خلا میں تکتے ہوئے پکارنے لگی: "تم کون ہو؟ کہاں ہو؟ پھر میرے دماغ میں آؤ۔"

"اگر اسے آنا ہوتا تو وہ ابھی نہ جاتا۔ اس کا ایک مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اس نے تمہارے ذریعے مجھے پہچان لیا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ میں اب تک نینسی کے ساتھ رہتا آیا ہوں۔"

پارس سوچنے لگا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے پہچاننے کے بعد اور کیا کیا نقصان پہنچا سکتا ہے؟ اسے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ ڈان مورس نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ نینسی دراصل تو یہودی ہے لیکن پارس کو ایک مسلمان کی حیثیت سے قبول کرتی ہے۔ وہ نینسی کے دماغ میں پہنچ کر اصل ڈان مورس کے متعلق معلوم کرے گا۔ وہ جہاں بھی پارس کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے جائے گی، دانیال کو اس جگہ کا علم ہو جائے گا۔

اب بھی اس کے لیے خطرہ تھا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا، پارس ہوٹل میں ماریہ کے پاس ہے۔ وہ اسے قتل کرانے کے لیے غنڈوں کو یا گرفتار کرانے کے لیے قانون کے محافظوں کو وہاں پہنچا سکتا ہے۔

اس نے ماریہ کے بازو کو پکڑ کر کہا۔ "تمہاری وجہ سے میرے لیے خطرہ بڑھ گیا ہے۔ اس دشمن کے آلۂ کار کسی لمحے بھی مجھ پر حملہ کر سکتے ہیں۔ مجھے یہاں سے ابھی جانا ہوگا۔ میں بعد میں تم سے"

وہ بات کاٹ کر بولی "میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی۔ اب تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔"

"ہوش کی باتیں کرو۔ وہ تمہارے ذریعے پھر مجھ تک پہنچ جائے گا۔"

"میں آئندہ کبھی اسے دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ مجھے ڈیڈی نے بتایا ہے، سانس روکنے سے دماغ میں آنے والا آپ چلا جاتا ہے۔"

وہ مجبور ہو کر بولا "اچھی بات ہے۔ فوراً لباس تبدیل کرو۔"

"یہ لباس بہت اچھا ہے۔"

"بحث نہ کرو۔ ابھی وہ شارے دماغ میں تمہارے لباس کے رنگ کا اور کرسٹینا کی ساڑی پہنا ہوا ہے۔ اس کے آلۂ کار اس لباس کے ذریعے تمہیں پہچانیں گے اور تمہارے ذریعے مجھے۔"

اس نے اٹیچی سے ایک لباس نکالا پھر اسے لے کر باتھ روم میں گئی۔ پارس فوراً ہی کمرے سے نکلا پھر دوڑتا ہوا لفٹ میں پہنچا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا۔ ہوٹل کے باہر ایک ٹیکسی لی۔ ڈرائیور سے کہا۔ "مجھے کسی سستے سے ہوٹل میں پہنچا دو۔"

ٹیکسی چل پڑی۔ اسے ماریہ کو چھوڑنے کا افسوس تھا۔ دل اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا لیکن وہ دماغ سے کام لے رہا تھا۔ ماں باپ کی نگرانی میں ماریہ کی صحت اچھی ہو گئی تھی۔ وہ عام لڑکیوں سے مختلف تھی۔ اس کا حسن و شباب طلسماتی تھا۔ دیکھنے والے سحر زدہ ہو جاتے تھے۔ تلاش کرنے والے اسے آسانی سے ڈھونڈ نکالتے تھے۔ پہنچ سکتے تھے۔

ٹیکسی والے نے ایک سستے سے ہوٹل تک پہنچا دیا۔ اس نے ایک کمرا وہاں حاصل کیا پھر فون کے ذریعے نینسی سے رابطہ قائم کیا۔ نینسی نے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

"میں خود کو چھپانے کی کوشش میں ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اصلیت معلوم کر چکا ہے۔ ہو سکتا ہے، وہ اس وقت تمہارے دماغ میں رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہو۔ اس لیے میں اپنا موجودہ پتا نہیں بتاؤں گا۔"

"اوہ گاڈ! تم کہتے ہو، وہ میرے دماغ میں ہو سکتا ہے۔ تم نے تجسس میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں بے چینی محسوس کر رہی ہوں۔ پتا نہیں، وہ میرے اندر رہ کر کیسی کیسی باتیں معلوم کر رہا ہوگا۔ پارس! ایسے وقت مجھے تنہا نہ چھوڑو۔ مجھے اپنے پاس بلا لو۔"

"تم ذہین ہو۔ ذہانت کی باتیں کرو۔ میں تمہیں نہیں بلا سکتا۔ ہم جب بھی ملیں گے، وہ ہماری ملاقات کی جگہ معلوم کر لے گا۔"

"کیا ہم کبھی نہیں مل سکیں گے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں جلد ہی ملاقات کی تدبیر کروں گا۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، چونک کر بولی "کون ہو تم؟"

پارس نے پوچھا "کیا یہ بات مجھ سے کہہ رہی ہو؟"

"نہیں پارس! میرے کمرے میں ایک نوجوان لڑکی گھس آئی ہے۔"

اسے فون کے ذریعے ماریہ کی آواز سنائی دی "میری شکایت نہ کرو۔ پارس! مجھے جانتا ہے۔ وہ میرا ہے۔ صرف میرا۔ میں اس کے پاس جانے والی کسی عورت کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تمہاری زندگی کی بھی چند سانسیں باقی رہ گئی ہیں۔"

پارس نے کہا "نینسی! وہ لڑکی زہریلی ہے۔ اس کے دانتوں سے بچ کر رہنا۔ اس سے کہو، میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ پھر ریسیور رکھ کر فوراً دور ہو جاؤ اور اس سے دور ہی رہنے کی کوشش کرتی رہو۔"

نینسی اسے سہمی ہوئی دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک طرف ریسیور رکھ کر کہا "پارس تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

وہ غصے سے بولی "میں اس سے بات نہیں کروں گی۔ اس سے پوچھو، وہ مجھے دھوکا دے کر کیوں چلا گیا؟"

نینسی نے ریسیور اٹھا کر کہا "پارس! یہ غصے میں ہے۔ تم اسے دھوکا دے کر گئے ہو۔ یہ تم سے بات کرنا نہیں چاہتی۔"

"اسے سمجھاؤ، اچانک غنڈے مجھ پر حملہ کرنے آ گئے تھے۔ میں جان بچا کر نکل آیا ہوں۔ کہیں پناہ لینے کے بعد اسے بلاؤں گا۔"

وہ بولی "میرے آنے سے تمہارے لیے خطرہ ہے۔ کیا اس زہریلی لڑکی کے ذریعے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے پاس نہیں پہنچے گا؟"

"نینسی! وہ زہریلی اور حساس ہے۔ سوچ کی لہروں کو دماغ میں محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے۔ اس کے ذریعے کوئی دشمن مجھے تلاش نہیں کر سکے گا۔"

نینسی نے ماریہ کو سمجھایا کہ پارس نے اسے دھوکا نہیں دیا ہے۔ وہ غنڈوں سے جان بچانے کے لیے کہیں چھپ رہا ہے۔ ماریہ نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ نینسی ذرا فاصلے پر رہ کر اسے ریسیور دیتے ہی اور دور چلی گئی۔ ماریہ نے پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

وہ بولا "بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ اگر تمہیں دھوکا دینا ہوتا تو نینسی کو ساتھ لے کر وہاں سے جاتا۔ میں موقع پاتے ہی تمہیں اپنے پاس بلاؤں گا۔"

"ابھی بتاؤ، کہاں ہو؟ میں آ رہی ہوں۔"

"میں تم عقل سے کام نہیں لو گی، غنڈے کے کہیں چھپ کر تمہاری بھی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ تم آؤ گی تو وہ بھی تمہارے پیچھے چلے آئیں گے۔"

"اگر تم نے مجھے بلایا تو میں تمہیں کہاں ڈھونڈتی پھروں گی۔"

"فار گاڈ سیک، پارس! میں ایک طویل انتظار کے بعد تمہارے پاس آئی ہوں۔ تم نہیں ملو گے تو میں پاگل ہو جاؤں گی۔ پھر ایسے وقت جو بھی آئے گا، میں اسے ڈس لیا کروں گی۔"

"پلیز ماریہ! نارمل رہنے کی کوشش کرو۔ میں تم سے ضرور ملوں گا۔ مگر چند روز تک صبر و تحمل سے انتظار کرتی رہنا۔ کوئی غلط قدم نہ اٹھانا۔ ریسیور نینسی کو دو اور اس کمرے سے چلی جاؤ۔"

"میرے جانے کے بعد تم اس عورت سے پیار و محبت کی باتیں کرو گے۔ اس سے جو کہتے ہو، میرے سامنے کہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ فون بند کر رہا ہوں۔ تم نینسی کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر فوراً کمرے سے چلی جاؤ۔"

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ ماریہ نے دو چار بار سیلو سیلو کہا۔ پھر اس نے ریسیور کو کریڈل سے ہٹا کر رکھ دیا۔ نینسی کو گھور کر دیکھنے لگی۔ نینسی نے محسوس کیا، ماریہ کی آنکھیں اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔ اس نے فوراً ہی نظریں چرا لیں۔ اس کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔ ماریہ نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے غرا کر کہا۔ "وہ تم سے فون پر باتیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے کمرے سے باہر جانے کے لیے کہہ رہا تھا۔ تم نے اسے دیوانہ بنا کر رکھا ہے۔ میں اس کے لیے پیرس گئی پھر لندن میں انتظار کرتی رہی۔ اب معلوم ہوا، تم نے میری طرف سے اس کا دل پھیر دیا ہے۔"

نینسی اس سے کتراتے ہوئے بند دروازے کی طرف جانا چاہتی تھی لیکن ماریہ اس طرح گھیر رہی تھی کہ دروازے تک پہنچنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ ایک میز پر دودھ سے بھرا ہوا گلاس رکھا ہوا تھا۔ ماریہ نے گلاس اٹھا کر دو چار گھونٹ پیے پھر اسے میز پر رکھتے ہوئے بولی "اگر تم اس گلاس کا دودھ پی لو گی تو میں تمہارے قریب نہیں آؤں گی۔ چپ چاپ کمرے سے چلی جاؤں گی۔"

نینسی نے گلاس کی طرف دیکھا۔ دودھ کی سفیدی ہلکے سبز رنگ میں بدل گئی تھی۔ کوئی موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا تھا کہ دودھ زہریلا ہو گیا ہے۔ وہ پریشان ہو کر بولی "تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ میں قانونی طور پر پارس کی شریکِ حیات ہوں۔ اگر تم اسے چاہتی ہو اور مجھے برداشت نہیں کرتی ہو تو پارس سے کہو، وہ مجھے چھوڑ دے۔ میں کبھی اسے نہیں چھوڑوں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ماریہ دوڑتی ہوئی اس کی طرف آئی۔ نینسی اچھل کر دوسری طرف چلی گئی۔ وہاں سے دروازے کی سمت دوڑے گی۔ اس سے اور دروازے سے صرف دو قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ ماریہ اچھل کر سامنے آ گئی جیسے سانپ پھن اٹھا کر ڈسنے کے لیے منہ مارتا ہے، ویسے وہ بھی منہ مارنا چاہتی تھی۔ نینسی نے ایک ہاتھ سے ٹھوڑی کے نیچے اس کے گلے کو دبوچ لیا۔ وہ اس کے منہ کو اپنے سے دور رکھنا چاہتی تھی۔ سپیرے ٹھیک اسی طرح سانپ کو گردن سے پکڑتے ہیں۔

ماریہ نے ایک ہاتھ سے اس کے گریبان کو اور دوسرے ہاتھ سے اس کے ریشمی بالوں کو جکڑ لیا تھا۔ دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔ ماریہ اسے اپنی طرف کھینچنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے جسمانی قوت سے کام لے رہی تھی۔ اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کرنے کے لیے کہہ رہی تھی "مجھے دیکھو۔ میری آنکھوں میں دیکھو۔ تمہیں دیکھنا ہی پڑے گا۔"

نینسی نے سمجھ لیا تھا، وہ اس کی آنکھوں میں نہ دیکھ کر اور اس کے دانتوں سے خود کو بچا کر ہی زندہ رہ سکتی تھی۔ وہ ایسے وقت چیخیں مار کر ہوٹل والوں کو بلا سکتی تھی لیکن اس طرح بات بڑھ جاتی۔ ماریہ گرفتار ہونے کے بعد پارس کا ذکر کرتی پھر یہ بھید کھل جاتا کہ ہوا دیویوں کا دشمن پارس اسی ہوٹل میں تھا اور وہ ایک مسلمان کے ساتھ یہاں راتیں گزارتی تھی۔

دوسری طرف پارس نے دس منٹ تک انتظار کیا۔ اسے یقین تھا، ماریہ چلی گئی ہوگی۔ اس نے پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف فون کے ایکسچینج ہونے کی ٹون سنائی دینے لگی تھی۔ اس نے دو منٹ کے بعد پھر فون کیا۔ ادھر ماریہ نے ریسیور کریڈل سے ہٹا کر رکھ دیا تھا۔ پارس نے جتنی بار فون کیا، وہی ایکسچینج کی ٹون سنائی دی۔ اس نے ہوٹل کا دوسرا نمبر ڈائل کیا۔ آپریٹر سے کہا "میں ڈان مورس ہوں، اپنی وائف سے فون پر بات کرنا چاہتا ہوں لیکن فون ایکسچینج مل رہا ہے۔ آپ جلدی معلوم کر کے بتائیں، کیا میری وائف اس فون پر کسی سے گفتگو کر رہی ہے؟"

آپریٹر نے ہولڈ آن کرنے کو کہا۔ پارس پریشان ہو رہا تھا۔ فون پر رابطہ قائم نہ ہونے سے وہ ماریہ پر شبہ کر رہا تھا۔ آپریٹر کی آواز آئی "جناب! اس فون پر بات نہیں ہو رہی ہے۔ شاید ریسیور ہٹا کر رکھ دیا گیا ہے۔"

"پلیز، مینجر سے بات کرائیے۔"

مینجر سے رابطہ قائم ہوا تو پارس نے کہا "دو سو بیس نمبر کے

سوئٹ میں میری والف کو کوئی خطرہ پیش آرہا ہے۔ تم ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر آپ اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچیں۔"

مینیجر نے یقین دلایا کہ وہ ابھی جا رہے ہیں۔ اُدھر ماریہ نے ایک جھٹکے سے اپنی گردن چھڑالی۔ نینسی نے اسکول کے زمانے میں جوڈو کراٹے سیکھے تھے۔ اگرچہ اس کی پریکٹس نہیں رہی تھی تاہم اس نے ایک داؤ آزمایا۔ تیزی سے پلٹ کر ماریہ کو دائیں کولہے پر رکھ کر دوسری طرف پھینک دیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ سنگر ٹیبل پر اگر گری پھر وہاں سے فرش پر پہنچ گئی۔

نینسی نے کہا۔ "میں شور مچا کر لوگوں کو مدد کے لیے بلا سکتی ہوں اگر تمھیں پارس سے محبت ہے تو ذرا سوچو۔ یہاں مجھ پر زہریلا حملہ کرنے کے الزام میں گرفتار ہو جاؤ گی۔ ہمارے جھگڑے میں پولیس والوں کے سامنے پارس کا نام ضرور آئے گا۔ یہاں کی پولیس اور فوج کے جوانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ پارس کو دیکھتے ہی گولی ماردی جائے۔ کیا تم میرے ساتھ اپنے محبوب کو بھی مارنا چاہتی ہو؟"

وہ فرش پر سے جھٹکا کر اُٹھی پھر بولی۔ "میرے محبوب کو مجھ سے نہ موت چھین سکتی ہے، نہ تم چھین سکتی ہو۔ تم نے لڑنے کے داؤ پیچ سیکھے ہیں۔ میں قسم کھاتی ہوں، پارس کی حفاظت کے لیے اور تم جیسی حسین بلاؤں سے نمٹنے کے لیے میں بھی فائٹنگ کے طور طریقے سیکھوں گی لیکن یہ نہ سمجھو کہ میں تمھیں چھوڑ دوں گی۔"

"یعنی تم پارس کو پولیس والوں کی نظروں میں لانا چاہتی ہو؟"

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی پھر رُک گئی۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ مینیجر کہہ رہا تھا۔ "مادام! دروازہ کھولیے۔ ہمیں فون پر اطلاع ملی ہے کہ آپ کو کسی قسم کا خطرہ پیش آرہا ہے۔"

ماریہ نے غصّے سے کہا۔ "پارس تمھیں آنتا چاہتا ہے کہ فون کے ذریعے تمھاری مدد کے لیے آدمی بھیج رہا ہے۔ میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

نینسی نے ایک گلدان اُٹھا کر کہا۔ "تم جس کے لیے مرنا چاہتی ہو، میں اس کے لیے زندہ رہنا چاہتی ہوں۔"

دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ مینیجر دروازہ کھولنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ نینسی نے کہا۔ "میں کھولنے جا رہی ہوں۔ تم نے حملہ کیا تو سر توڑ دوں گی۔"

وہ محتاط انداز میں ماریہ کی جانب دیکھتی ہوئی دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھول دیا۔ مینیجر ہوٹل کے چار ملازموں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اندر آتے ہوئے پوچھا۔ "مادام! آپ خیریت سے ہیں؟"

نینسی نے ماریہ کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا۔ "شکریہ، میں خیریت سے ہوں۔"

"آپ کے شوہر نے تشویش ظاہر کی تھی۔ بائی دی وے، یہ لڑکی کون ہے؟"

"یہ آپ کے ہوٹل میں قیام کر رہی ہے۔ مجھ سے دوستی کرنے آئی ہے۔ اسے ہاں، میں تو تمھارا نام پوچھنا بھول گئی کیا نام ہے تمھارا؟"

ماریہ نے سمجھ لیا تھا، وہ اتنے لوگوں کی موجودگی میں نینسی کو اپنے راستے سے نہیں ہٹا سکے گی۔ پارس کو روپوش رکھنے کی خاطر فی الحال غصّہ تھوکنا ہوگا۔ وہ بڑی مشکل سے غصّے پر قابو پاتے ہوئے بولی۔ "میرا نام ماریہ ہے۔"

نینسی نے مینیجر سے کہا۔ "ابھی ماریہ نے اگر مجھے اطلاع دی ہے کہ کچھ نامعلوم غنڈے قسم کے لوگ میرے دروازے کی طرف آئے تھے۔ اس اطلاع سے پہلے بھی میں خطرہ محسوس کرتی رہی ہوں۔ پلیز، آپ میری حفاظت کے لیے دو آدمی یہاں چھوڑ دیں ہوٹل کا بل بھیج دیں، میں ادا کر کے چلی جاؤں گی۔"

پھر وہ ماریہ سے مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم نے خطرے سے مجھے آگاہ کیا۔ تمھارا بہت بہت شکریہ۔ میں روانگی کی تیاری کر رہی ہوں، تم اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔"

وہ مجبوراً اس سے مصافحہ کر کے اس کمرے سے باہر چلی گئی۔

نینسی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ مینیجر نے اس کے پاس دو ملازموں کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنا سامان پیک کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ پارس نے پوچھا۔ "تم خیریت سے ہو؟"

"ہاں، تمھاری محبت اور توجہ نے مجھے بچا لیا، ورنہ وہ ناگن مجھے ڈس لیتی۔" نینسی نے ماریہ کے متعلق بتایا پھر کہا۔ "میں تل ابیب میں تمھارے فون کا انتظار کروں گی۔ وعدہ کرو، صبح و شام مجھ سے رابطہ رکھو گے؟"

"اب تمھاری فون کالز چیک کی جائیں گی۔ میں فیکٹری کے ایک گاہک کی حیثیت سے آواز بدل کر بات کروں گا۔ ابھی تمھارے دماغ میں ڈینی وانیال ہو سکتا ہے۔ میں بعد میں مخصوص کوڈ ورڈز متعین کروں گا۔"

"میں نے ماریہ کو سمجھایا ہے۔ تم بھی سمجھا دینا کہ وہ بعد میں میرا پیچھا نہ کرے۔"

"میں اسے سمجھا دوں گا۔ تم ابھی گرینڈ پالیا سے فون پر بات کرو اور انھیں بتا کر مسٹر فریاد نے تمھارے ڈان مورس کو اغوا کر لیا ہے، تم تنہا تل ابیب آرہی ہو۔"

"پارس! تمھیں چھوڑ کر جاتے ہوئے دل ڈوب رہا ہے۔ میں

تمھارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ تم کسی طرح چھپ کر میرے پاس آؤ گے نا؟"

"ضرور آؤں گا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ پارس فون کے پاس بیٹھا تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر ریسیور اٹھا کر ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ آپریٹر سے کہا۔ "میں کمرا نمبر دو سو بارہ میں ماریہ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" چند سیکنڈ کے بعد آپریٹر نے کہا۔ "کمرے میں گھنٹی بج رہی ہے مگر کوئی اٹینڈ نہیں کر رہا ہے۔"

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ سوچنے لگا۔ کیا وہ کمرے سے باہر چلی گئی ہے؟ لیکن وہ کہاں جا سکتی ہے؟ اس نے پھر نینسی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ اپنے سامان کے ساتھ کمرے سے نکل رہی تھی۔ فون کی گھنٹی سن کر رُک گئی۔ ریسیور اٹھایا تو پارس کی آواز سن کر خوش ہو گئی۔ کہنے لگی۔ "تم بار بار یاد کرتے ہو تو مجھے فخر بھی ہوتا ہے اور خوشی بھی ہوتی ہے۔"

"عجب نہیں تم تل ابیب خیریت سے نہیں پہنچو گی، مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔ ابھی میں ماریہ سے فون پر بات کرنا چاہتا تھا، وہ کمرے میں نہیں ہے۔ وہ ہوٹل سے باہر کہیں تمھیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"میں محتاط رہوں گی۔ میرے گرینڈ پا پاڑے اخرور سوخ کے مالک ہیں۔ میں یہاں سے پولیس اسٹیشن جاؤں گی۔ وہاں سے دو سپاہیوں کو اپنے ساتھ تل ابیب لے جاؤں گی۔"

"پھر تو میں مطمئن رہوں گا۔ تین گھنٹے بعد تم تل ابیب میں اپنے بیڈ روم کے اندر رہنا۔ میں تمھارے پرسنل فون پر بات کروں گا۔"

پارس نے اس سے رابطہ ختم کر کے پھر ماریہ تک پہنچنا چاہا۔ اس کا خیال تھا، شاید وہ باتھ روم میں تھی۔ اب کمرے میں آگئی ہو گی۔ آپریٹر نے کہا۔ "جناب! پھر اسی طرح گھنٹی بج رہی ہے، کوئی اٹینڈ کرنے والا نہیں ہے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ ماریہ کہاں جا سکتی ہے؟ وہ دو عورتوں کے درمیان الجھ کر رہ گیا تھا جبکہ اور کئی طرح کی احتیاطی تدابیر ضروری تھیں۔ اپنے اصلی روپ میں آنے کے بعد اسے عارضی میک اَپ کرنا تھا کیونکہ اس کا اصلی چہرہ وہاں کی انٹیلی جنس پولیس اور فوج والے سب ہی پہچانتے تھے۔ ریڈی میڈ میک اَپ خریدنے کے لیے بازار جانا بھی ضروری تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک ٹہلتا رہا پھر اس فیصلے پر پہنچا کہ نینسی، سپاہیوں کے پاس جا رہی ہے۔ خطرے کی بات نہیں ہے۔ اسے بازار جا کر ضروری سامان خریدنا چاہیے۔

اس نے کمرے کی ایک لائٹ آف کی، دوسری آنے

رہنے دی پھر باہر جانے کے لیے جیسے ہی دروازہ کھولا، وہ بلائے ناگہانی کی طرح سامنے نظر آئی۔ وہ حیرانی سے بولا۔ "تم! تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

ماریہ سکتے ہوئے اس کے پاس سے گزرتی ہوئی کمرے میں آئی، پھر بولی۔ "بعض حالات میں دوست سے بہتر دشمن ہوتا ہے۔ دوست ساتھ چھوڑ دیتا ہے، دشمن منزل تک پہنچا دیتا ہے۔"

"دشمن اپنے فائدے کے لیے تمھیں منزل تک پہنچا رہا ہے۔"

"میں نہیں جانتی کہ اس کے کیا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ میں اپنا فائدہ دیکھ رہی ہوں۔ اگر چاہتے ہو کہ میں اسے دماغ میں جگہ نہ دوں تو مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا کرو۔"

"میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، اس نے میرا موجودہ پتا کیسے معلوم کیا؟"

ماریہ کے مُنہ سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔ "میں ڈینی وانیال بول رہا ہوں۔ تم جس ہوٹل سے نکل کر آئے ہو، میں وہاں کے ایک ملازم کو ٹریپ کر کے تمھارا تعاقب کرتا رہا۔ یروشلم میں چند رفاک فائل ہیں۔ میں انھیں بھی یہاں پہنچا سکتا ہوں لیکن میں جلد باز نہیں ہوں تمھیں سوچنے سمجھنے اور اپنا بچاؤ کرنے کی مہلت دے رہا ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "اپنے گھر کا ایک فرد بھی کمزور ہو تو دشمن اس کے ذریعے چاروں طرف جال بچھا دیتے ہیں۔ ماریہ کی دیوانگی نے تمھیں یہ موقع دیا ہے۔ تم نے دور دور تک جال بچھایا ہوگا۔ اس ہوٹل کے باہر نہ جانے تمھارے کتنے جاسوس میری تاک میں ہوں گے۔"

"تم اپنے طور پر ایسا سوچ سکتے ہو کیونکہ ان حالات میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں دو دن سے تمھارے پیچھے ہوں۔ پہلے یقین کرنا چاہتا تھا کہ ڈان مورس ہی پارس ہے۔ اس کے لیے میں نے ماریہ کو تمھارے پاس پہنچایا ہے۔ میں اتنی دیر میں ایسے زبردست انتظامات کر سکتا تھا کہ فریاد صاحب اور دوسرے فلیی بیتی جاننے والے تمھاری مدد کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔ میرا کوئی بھی آلۂ کار ابھی، اسی لمحے کہیں سے چھپ کر فائرنگ کے ذریعے تمھیں زخمی کر سکتا ہے اور مجھے تمھارے دماغ میں پہنچا سکتا ہے لیکن میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔"

"تو پھر یہ کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"میں تمھاری حسرت پوری کرنا چاہتا ہوں۔ تم اور تمھارے والدین ہم ٹیلی پیتی جاننے والوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں تمھیں ڈھونڈنے کی زحمت نہیں دوں گا۔ خود تمھارے

سامنے آؤں گا۔ بولو آجاؤں؟"

پارس نے ماریہ کو دیکھا پھر کہا۔ "تم اس کے دماغ میں ہو، پتا نہیں، میرے رُوبرُو آنے میں کتنی دیر لگا دُگے۔ بہرحال جب چاہو آجاؤ، میں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

اس نے ماریہ کے ذریعے قہقہہ لگایا پھر کہا۔ "یہ دیکھو، میں اس کے دماغ سے اُدھر گیا اور اِدھر تمھارے رُوبرُو آگیا۔"

بات ختم ہوتے ہی کمرے کا دروازہ کھلا۔ پارس کے سامنے ایک قدآور اور ادھیڑ عمر شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور تھا اور ریوالور کا رُخ پارس کی طرف تھا۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میدان میرے ہاتھ ہے۔ صرف ایک گولی چلے گی اور قصّہ تمام ہوجائے گا لیکن میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جلد باز نہیں ہوں تمھیں سوچنے سمجھنے اور اپنا بچاؤ کرنے کی مہلت دے رہا ہوں۔"

واقعی میدان اس کے ہاتھ تھا۔ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں تھی۔ ماریہ تڑپ کر پارس کے سامنے آئی پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "پارس، تمھاری بات دیر سے سمجھ میں آئی ہے دشمن پھر دشمن ہوتا ہے اس کے سہارے منزل تک نہیں پہنچنا چاہیے۔ مجھ سے بڑی نادانی ہوئی لیکن میں تمھیں مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ پہلی گولی میری طرف آئے گی۔ میرے جسم کی دیوار گرنے تک اپنے بچاؤ کی تدبیر سوچ لو۔"

ڈینی دانیال نے مسکراتے ہوئے ریوالور کے سیفٹی کیچ کو ہٹایا۔ اس کی انگلی ٹریگر پر تیار تھی۔

پارس نے موت کو سامنے دیکھ کر آسانی سے زندگی کو رخصت کرنا نہیں سیکھا تھا۔ وہ ریوالور کے سامنے رومانہ اور پومی کی بازی گری کے کرتب دیکھ کر بچاؤ کر سکتا تھا۔ پومی نے دونوں بھائیوں کو جناسٹک کی تھکا دینے والی مشقیں کرائی تھیں وہ ڈینی دانیال کے ریوالور کے سامنے یہی تماشے دکھانے والا تھا۔ ایسے ہی وقت ماریہ آکر اس سے لپٹ گئی تھی۔ اپنے دانست میں محبوب کے لیے ڈھال بن گئی تھی اور یہ محبت اور قربانی کا جذبہ پارس کو دیکھنا پڑ رہا تھا۔

وہ ماریہ کے چہرے پر جھک کر سرگوشی میں بولا۔ "پلیز میرے پاس سے فوراً ہٹ جاؤ۔ دور چلی جاؤ۔ میں ایسے ہتھیاروں سے بچنے کے طریقے جانتا ہوں۔"

وہ اور زیادہ کیل بن گئی۔ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "میں نہیں ہٹوں گی۔ اس دشمن کو میں لائی ہوں، یہ میری لاش پر سے گزر کر ہی تمھارے پاس پہنچے گا۔ مجھے سزا پانے دو، میں نے بہت بڑی نادانی کی ہے۔"

"تم اب بھی نادانی کر رہی ہو۔ پلیز، میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔" یہ کہتے ہی اس نے زور سے دھکا دیا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑاتی ہوئی گئی۔

ڈینی دانیال نے اس کے گرنے سے پہلے ہی ایک ہاتھ سے اسے سنبھال لیا پھر کہا۔ "پارس! ہم جانتے ہیں، تم دونوں بھائیوں کو زبردست ٹریننگ دی گئی ہے۔ میں تمھارے بچنے سے پہلے ہی مانتا ہوں کہ میرے ریوالور کی گولیاں تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی لیکن ماریہ کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟"

اس نے ماریہ کو دانیال کی گرفت میں دیکھا پھر ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "تمھیں جو کرنا ہے، کر گزرو۔ میں اپنی جگہ تیار ہوں۔"

ڈینی دانیال نے ٹریگر سے انگلی ہٹا کر کہا۔ "یہ دیکھو میں نے ٹریگر سے انگلی ہٹا دی اور سیفٹی کیچ کو پھر اسی جگہ لا رہا ہوں۔ یہ ریوالور لاک ہو چکا ہے، اب گولی نہیں چلے گی۔"

واقعی اس نے ریوالور کو لاک کر دیا پھر کہا۔ "اسے کیچ کرو۔"

اس نے ریوالور کو پارس کی طرف اُچھالا۔ پارس نے اسے کیچ کیا، اس کے چیمبر کو دیکھا۔ اس میں چھ گولیاں موجود تھیں پھر اس نے دشمن کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

وہ ہنستا ہوا ایک طرف گیا پھر ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ کر بولا۔ "میں شطرنج کا کھلاڑی ہوں۔ جب میرے اور مقابل کے مُہرے پٹنے لگتے ہیں تو میں غور کرتا ہوں، یہ کیسے پٹ گئے؟ کیوں پٹ گئے؟"

پارس نے کہا۔ "بات مختصر کرو۔"

وہ بولا۔ "کسی بات کو مختلف مثالوں سے اور دوسرے حوالوں سے سمجھنا چاہیے۔ میں اسی طرح سمجھتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچا کہ فریدہ صاحب سے دشمنی کرنے والا حرام موت مرتا ہے۔ ہم نے تمھارے باپ کے مقابلے میں بڑے بڑے نشہ زوروں اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کا غرور خاک میں ملتے دیکھا ہے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "میں کافی وسیع ذرائع کا مالک ہوں۔ اسرائیل میں اتنی طاقت حاصل کر چکا ہوں کہ کسی دن بھی موجودہ حکومت کا تختہ اُلٹ سکتا ہوں لیکن ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد میں نے دل میں عہد کیا تھا کہ ساری دُنیا سے ٹکرا جاؤں گا لیکن تمھارے باپ سے اور تمھارے خاندان کے کسی فرد سے چھیڑ نہیں کروں گا، بلکہ اپنی ذہانت اور حکمتِ عملی سے تم لوگوں کا اعتماد حاصل کروں گا۔"

وہ کرسی سے اُٹھ کر بولا۔ "اگر آج مجھے اعتماد حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی ہے تو تمھارے ہاتھ میں بھرا ہوا ریوالور ہے۔ مجھے دشمن سمجھ کر گولی مار دو۔ تم لوگوں کے منصوبے کے مطابق اس دُنیا سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کم ہو جائے گا۔"

پارس نے ریوالور کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "واقعی، تم جب چاہتے، جہاں چاہتے، چھُپ کر گولی مار سکتے تھے تم پر میرے قتل کا الزام عائد نہ ہوتا مگر تم نے ایسا نہیں کیا۔ میرا اور میرے والدین کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے تم نے زبردست ڈراما پلے کیا ہے۔ میں معلوم کرنا چاہوں گا، تم ہمارا اعتماد کیوں حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"میں ابھی کہہ چکا ہوں، دوسروں کی طرح حرام موت مرنا نہیں چاہتا۔ یہ زندگی ایک ہی بار ملتی ہے اور میں طبعی عمر تک زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر دانیال! میں نے تمھارے سامنے بھرا ہوا ریوالور پھینک دیا، اس کا مطلب ہے، آج سے ہمارے خاندان کا کوئی فرد تمھارا جانی دشمن نہیں ہوگا۔ اس کے لیے صرف ایک شرط ہے، تمھارا کوئی عمل ہمارے خلاف نہ ہو۔"

"میں اپنے عمل سے ثابت کر دوں گا کہ تم لوگوں کا وفادار دوست ہوں۔"

"دوست" کا لفظ یہودیوں کی زبان پر آکر گالی بن جاتا ہے میرے والدین نے بارہا تمھاری قوم سے دوستی کی کوششیں کی اور ہر بار ناکام رہے۔ میں نے شیبا ممی کی موت کے بعد عہد کیا تھا کہ تم لوگ جلتی ہوئی آگ کے شعلوں سے گزر کر بھی یقین دلانا چاہو گے تو میں اپنی ماں کی دشمن قوم پر اعتماد نہیں کروں گا۔ ہم تمھارے اچھے عمل کے جواب میں اچھا عمل پیش کریں گے جیسا کہ ابھی میں کر رہا ہوں۔ تم نے میری جان نہیں لی، میں نے بھی بھرا ہوا ریوالور پھینک دیا۔۔۔۔ آج سے ہمارے خاندان کا ہر فرد تمھارے بُرے وقت میں کام آئے گا لیکن ہم میں سے کوئی تم پر اعتماد نہیں کرے گا اور نہ ہی کبھی دوستی کرے گا۔"

"پارس! پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتی۔ کیا تمھاری شیبا ممی یہودی نہیں تھیں؟ وہ تمھارے باپ سے سچی محبت کرتی تھیں اور ہمیشہ اپنی قوم سے دور رہ کر تم لوگوں کا ساتھ دیتی تھیں۔"

"میری ممی لاکھوں میں ایک تھیں اور لاکھوں یہودیوں میں سے کسی ایک اچھے اور سچے دوست کو پہچاننا بہت مشکل ہے۔"

"وقت کے ساتھ ساتھ پہچان ہو جاتی ہے۔ ابتدا میں تم لوگوں نے شیبا پر مکمل اعتماد نہیں کیا تھا۔ اس نے خود ہی اپنے حسنِ عمل سے اعتماد حاصل کیا تھا اور یہی میں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے، جب وہ وقت آئے گا تو ہم تمھیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔"

"میں آج ہی سے بلکہ اسی لمحے سے تمھارے کام آؤں گا۔ تم نے اپنی ممی کے..... گناہ گار کی ایک آنکھ پھوڑ دی، اس کا ایک ہاتھ کٹوا دیا۔ تمھاری قسم کے مطابق ایک ٹانگ باقی رہ گئی ہے۔ اس کے لیے میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمھارا راستہ آسان بناؤں۔۔۔"

پارس نے انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "تم بھول رہے ہو، میرے والدین، میرے انکل آمر اور میری بیوی جو جو سب ہی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں لیکن میں کسی کا تعاون حاصل نہیں کرتا۔ تم کوئی دوسری بات کرو۔"

پھر اس نے فرانسیسی زبان میں پوچھا۔ "کیا تم یہ زبان جانتے ہو؟"

ڈینی دانیال نے اسی زبان میں جواب دیا۔ "ہاں، میں جانتا ہوں، فرمایئے کوئی حکم؟"

"میں حکم دینے والا حاکم نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں، تم نے ہمارا اعتماد حاصل کرنے کے لیے جو غلط کام کیا ہے اُسے درست کر لو۔ ماریہ ابھی اس قابل نہیں ہے کہ ہماری دُنیا کو پوری طرح سمجھ سکے۔ یہ اپنے والدین کے سائے میں بہت کچھ سیکھ رہی تھی۔ ارے ہاں، میں یہ پوچھنا بھول گیا، کیا یہ تنہا یہاں آئی ہے؟"

"اس کے والدین بھی آئے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "ابھی یہ میرے ساتھ رہے گی۔ تم اس کے والدین کو کل صبح یہاں بھیج دینا۔ وہ اسے سمجھا منا کر واپس لے جائیں گے۔"

"یہ کام کل صبح ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے، آپ اپنا اصلی چہرہ چھُپانا چاہیں گے۔"

ماریہ تھوڑی دیر تک دونوں کو باری باری دیکھتی رہی پھر بولی۔ "تم لوگ شاید فرانسیسی زبان بول رہے ہو۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ کیا مجھ سے کچھ چھُپا رہے ہو؟"

پارس نے کہا۔ "تم تو میری اپنی ہو۔ بھلا تم سے کیا چھُپایا جا سکتا ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا، مسٹر دانیال فرانسیسی جانتے ہیں یا نہیں؟"

دانیال نے کہا۔ "ماریہ کو الجھن ہو رہی ہے۔ لہٰذا اب ہم اپنی زبان بول رہے ہیں۔"

وہ خوش ہوگئی۔ دانیال نے پوچھا۔ "تم عارضی میک اَپ چاہتے ہو یا پائیدار؟"

"اس کا فیصلہ صبح ہوگا۔ ماریہ تھک گئی ہے۔ شاید آرام کرے گی۔"

دانیال نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اچھا، میں چلتا ہوں۔"

پارس نے کہا "آؤ میں تمہیں باہر تک چھوڑ کر آتا ہوں۔"

ماریہ نے کہا "میں تمہیں اکیلے نہیں جانے دوں گی، میں بھی ساتھ چلوں گی۔"

پارس نے مسکراتے ہوئے کہا "تمہیں ڈر ہے کہ میں تمہیں چھوڑ کر پھر بھاگ جاؤں گا۔ بھئی میں اس دروازے کے باہر تک جاؤں گا۔ تم یہاں سے مجھے دیکھ سکتی ہو۔"

دانیال نے ہنستے ہوئے کہا "تم مجھے باہر تک چھوڑنے کا تکلف نہ کرو۔ ماریہ کے ساتھ رہو۔"

پارس باہر جا کر ایک ضروری بات کرنا چاہتا تھا۔ جب اس کا موقع نہ ملا تو اس نے دانیال سے مصافحہ کرتے ہوئے فرانسیسی زبان میں کہا "تھوڑی دیر بعد میرے دماغ میں ضرور آنا۔"

وہ بولا "ضرور آؤں گا، یہ میری خوش نصیبی ہوگی۔"

ماریہ نے آنکھیں جھپکا کر کہا "پھر وہی اجنبی زبان بول رہے ہو۔"

پارس نے کہا "سوری، میں بچپن سے پیرس میں رہا ہوں۔ کبھی کبھی بے اختیار یہ زبان بولنے لگتا ہوں۔ اب نہیں بولوں گا۔"

دانیال چلا گیا۔ پارس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ اُسے یقین تھا کہ وعدے کے مطابق دانیال دماغ میں ضرور آئے گا۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ کچھ دیر بعد ڈینی دانیال نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "سانس نہ روکنا میں دانیال ہوں۔"

پارس نے کہا "میں ڈان مورس کے میک اَپ میں نینسی کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا تم پلاسٹک سرجری کرانا چاہتے ہو؟"

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی، میں عارضی میک اَپ میں جاؤں گا تو کوئی شُبہ نہیں کرے گا۔ اصل خطرہ تمہاری طرف سے تھا جو اب نہیں رہا۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم اس حد تک اعتماد کر رہے ہو۔ کل سے میک اَپ کا سامان پہنچ جائے گا۔"

"کیا تم میری آواز بنا کر بول سکتے ہو؟"

"جی ہاں، میں نے آواز بدلنے کی مشق کی ہے۔"

"تم پارس بن کر نینسی سے فون پر بات کرو۔ اسے بتاؤ کہ میں ڈان مورس کے میک اَپ میں کل دوپہر یا شام اس کے پاس آؤں گا۔ وہ اپنے نانا سے کہہ دے کہ فرہاد صاحب ڈان مورس کو اغوا کرنے کے بعد رہا کر رہے ہیں۔"

"میں ابھی فون پر بات کروں گا اور آپ کو نینسی کی خیریت سے آگاہ کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ پارس نے ماریہ سے کہا "تم مہذب انسانوں کی دُنیا میں آ کر اپنے اندر کیا کمی محسوس کرتی ہو؟"

"میں تمہارے اندر محبت اور وفا کی کمی محسوس کر رہی ہوں۔"

"میں اپنی نہیں تمہاری بات پوچھ رہا ہوں۔"

"میں بھی یہی پوچھ رہی ہوں، مجھ میں کس بات کی کمی ہے کہ تم نینسی کے دیوانے بن گئے ہو؟"

"وہ میری شریکِ حیات ہے۔"

"میں کیوں نہیں ہوں؟"

"میرے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے تمہیں بہت سے علم و ہنر سیکھنے کی ضرورت ہے۔ یہاں قدم قدم پہ میرے دشمن ہیں۔ وہ تمہیں ٹریپ کریں گے، جیسا کہ ابھی دانیال نے کیا تھا۔"

وہ جلدی سے بولی "ہاں، جیسے وہ نینسی بھی کر رہی ہے۔ مجھے لڑنے کا فن آتا تو آج وہ مجھے بلیک میل نہ کر جاتی۔"

"میں تمہیں سمجھا کچھ اور رہا ہوں، تم سمجھتی کچھ اور ہو۔ آخر نینسی کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟"

"میں کسی عورت کو تمہارے قریب برداشت نہیں کر سکتی۔"

"تم اس دُنیا کی تہذیب، قاعدے قانون، رسم و رواج اور قانونی فیصلوں کو تسلیم کرنا نہیں جانتی ہو۔ تمہیں یہ سب کچھ جاننے اور سیکھنے کی ضرورت ہے۔ قانونی طور پر نینسی میری شریکِ حیات ہے۔ تمہیں اسے تسلیم کرنا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں تم اپنے والدین کے سائے میں رہ کر زیادہ سے زیادہ علم و ہنر حاصل کرو۔ جب تم دشمنوں سے بچاؤ کے طریقے سیکھ لو گی، میاں بیوی کے رشتے کو سمجھنے لگو گی اور نینسی سے انتقام لینے کا خیال دل سے نکال دو گی تو میں تمہارے ساتھ زندگی گزاروں گا۔"

"میں تمہیں چھوڑ کر والدین کے ساتھ نہیں رہوں گی میں تمہارے ساتھ رہنے کے لیے نینسی کو برداشت کر لوں گی، اسے کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "بات صرف نینسی کی نہیں ہے، میری باتوں کو سمجھو۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ علم و ہنر سیکھنا چاہیے۔"

"میں تمہارے ساتھ رہ کر سیکھ لوں گی۔"

"میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ سونے جاگنے، کھانے اور پینے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ بہت کچھ سیکھنے کے لیے کوئی مخصوص ٹھکانا، وقت کی پابندی، توجہ اور لگن کی ضرورت ہے۔"

"میں کچھ نہیں سیکھوں گی۔ میں صرف تمہیں چاہتی ہوں۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

"تو پھر صاف صاف سُن لو یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔ میں دشمنوں کو موقع نہیں دوں گا کہ وہ تمہیں ہار بار ٹریپ کر کے مجھے کمزور بناتے رہیں۔"

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ دل ٹوٹ رہا تھا۔ وہ ٹوٹی ہوئی آواز میں بولی "کیا تمہاری دُنیا میں محبت کا یہی صلہ ملتا ہے؟"

"یہ بھی محبت کا ایک انداز ہے۔ میں تمہاری سلامتی اور محبت کے لیے تمہیں چھوڑ دوں گا۔ دور رہ کر تمہارے لیے تڑپتا رہوں گا۔ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں، تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔"

رات گزرنے لگی۔ صبح ہونے لگی۔ پارس نے کہا "تمہیں سمجھاتے سمجھاتے صبح ہو گئی۔ خدا کے لیے میری بات مان لو، محبت سے رخصت ہو جاؤ۔ جب تم مرجانہ اور پوپی آنٹی کی طرح ناقابلِ شکست بن کر ملو گی تو میں تمہیں خود سے جُدا نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ پارس کے بائیں ہاتھ کو چُوم رہی تھی۔ اس نے ہتھیلی کی پُشت کو بھی پیار کیا پھر اچانک ہی اپنے دانت وہاں پیوست کر دیے۔ پارس کے مُنہ سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ کوئی اور ہوتا تو چیخ مار کر گرتا اور اڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا مگر ماریہ کے زہر سے اس کی آشنائی تھی۔ وہ زہر تیز نشے کی طرح دل و دماغ پر چھا جاتا تھا۔ ساری دُنیا مستی میں جھومتی اور گھومتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ پیرس میں ڈاکٹروں نے اسے زہر سے نجات دلانے کی کوششیں کی تھیں۔ وہ بڑی حد تک کامیاب رہے تھے ان کا بیان تھا کہ باقی ماندہ زہر رفتہ رفتہ جسم سے خارج ہو جائے گا لیکن ماریہ پھر اس کی زندگی میں آ گئی تھی اور بڑے پیار سے زہر کی سوغات پیش کر رہی تھی۔

وہ نشے میں جھومتے ہوئے بولا "آہ، تم کہاں گم ہو گئی تھیں۔ یہ نشیلی محبت تم نے کہاں چھپا رکھی تھی؟ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اب مجھے چھوڑ کر کبھی نہ جانا۔"

وہ اسے بستر پر آرام سے لٹاتے ہوئے بولی "اب تو میں جاؤں گی اور چھپ چھپ کر اپنا زہر تمہیں پہنچاتی رہوں گی۔ پھر تم بچ بچ کر میرے بغیر نہیں رہ سکو گے۔ تم دُنیا کی ساری مصروفیات چھوڑ کر اور محبت کے سارے رشتے توڑ کر مجھے تلاش کرو گے۔ اب تک تم آگے آگے تھے، میں پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ آج کے بعد میں آگے رہوں گی تم پیچھے پیچھے آؤ گے۔"

پارس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں۔ وہ اس کے پاس سے اُٹھتے ہوئے بولی "سو جاؤ میرے محبوب! سو جاؤ۔ آج سے تمہاری نیند اور تمہاری بیداری سب میرے لیے ہوگی۔"

وہ اُلٹے قدموں چلتی ہوئی دروازے تک آئی پھر دروازہ کھول کر چلی گئی۔

○

ہمارے بچوں کے ساتھ ایک دن یہ ہونا ہی تھا۔ ہم نے دونوں پارس کو فولاد اور ناقابلِ شکست بنایا تھا۔ وہ اپنی ذہانت اور صلاحیتوں سے کامیابیاں حاصل کرتے جا رہے تھے لیکن تقدیر کا مزاج ہمیشہ یکساں نہیں رہتا۔ خوش قسمتی اور بدقسمتی کا چکر تو چلتا ہی رہتا ہے۔

بدقسمتی سے پارس اور دشمنوں کے چکر میں آ گیا۔ قیلی ہپتی جاننے والے لارنس ڈی کوزا نے اس کے دماغ میں جگہ بنالی تھی اور یہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ ڈمی نہیں بلکہ اصلی پارس روم ہے۔

بحری جہاز کے کیبن میں پارس زخمی پڑا ہوا تھا۔ میں نے جس آلۂ کار کے ذریعے لارنس ڈی کوزا پر گولی چلائی تھی، اس کے دماغ میں مجھے جگہ مل گئی تھی لیکن اس کی سوچ پڑھ کر مایوسی ہوئی تھی، وہ اصل لارنس ڈی کوزا نہیں تھا۔ اصل دشمن اب بھی کہیں چھپا بیٹھا تھا۔

میں نے پارس روم کے پاس آ کر کہا "تم ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہے ہو۔ اس کا مطلب ہے لارنس ڈی کوزا بھی تمہارے دماغ میں موجود ہے اور تمہاری اصلیت معلوم کر چکا ہے۔"

"ہاں، یہ بُرا ہوا لیکن ڈی کوزا کے لیے بھی اچھا نہیں ہوا ابھی آپ نے کسی آلۂ کار کے ذریعے اسے زخمی کیا ہے۔ آپ نے اس کے دماغ میں جگہ بنالی ہوگی۔"

"بیٹے! وہ لارنس ڈی کوزا کی ذہنی ہے۔ اصلی شکار ابھی ہاتھ نہیں آیا۔"

"یعنی میں جال میں پھنس گیا ہوں۔"

"ہاں، دشمن جانتے ہیں کہ تم ہماری جان ہو۔ وہ تمہیں قیدی بنا کر مجھے بلیک میل کریں گے اور ہم سے اپنی اہم شرائط منوائیں گے۔"

"پاپا! کیا آپ میری خاطر کمزور پڑ جائیں گے؟"

"میں حالات کے مطابق عمل کروں گا لیکن تمہاری ماں کو سمجھانا مشکل ہے۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ماما کو میرے حالات نہ بتائیں۔ وہ مجھے دشمن کی قید میں دیکھ کر ان کی اُلٹی سیدھی شرطیں مان لیں گی۔"

"میں ابھی تمہاری ماما کے پاس جا کر کہوں گا، تم بہ دستور سانس روک لیتے ہو۔ ہمیں تمہارے دماغ میں جگہ نہیں ملتی ہے۔ وہ پہلے بھی بار بار کوششیں کر چکی ہیں۔ لہٰذا میری بات کو سچ مان لیں گی۔"

"آپ ابھی جا کر انھیں یہی بات کہہ دیں ایسا نہ ہو کہ وہ یہاں پہنچ جائیں۔"

میں بیٹے کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا، وہاں ہماری توقع کے خلاف کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا تھا لیکن رسونی کو مصلحتاً بیٹے سے

دور رکھنا بھی ضروری تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ بولی۔ "کیا ہوا؟ میرا بیٹا خیریت سے ہے نا؟"

میں نے کہا۔ "میں خیریت کیسے معلوم کروں، وہ سانس روک لیتا ہے۔"

وہ بولی۔ "لیکن ابھی جناب شیخ صاحب نے کہا تھا، تم پارس کے پاس جا سکتے ہو۔ تمہیں اس کا سراغ مل جائے گا۔"

"انھوں نے درست کہا تھا۔ مجھے اس حد تک معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک بحری جہاز میں ہے۔ میں اور معلومات کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ وہ جہاز میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔ تم اپنی جگہ اطمینان سے رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں ایسا کہتے وقت اس کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ اس کی دوسری سوچ کہہ رہی تھی۔ "یہ جھوٹ ہے، سراسر جھوٹ ہے میرا بچہ کسی مصیبت میں ہے۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل سکتی ہے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "رسونتی! یہ کیا سوچ رہی ہو کیا تم سمجھتی ہو، میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں؟"

"میں ایسا نہیں سمجھتی لیکن یہ سوچ آپ ہی آپ دماغ میں آ رہی ہے۔"

"میرا خیال ہے، میں تمہارے دماغ میں ہوں۔ تمہارے دماغ کا راستہ کھلا ہوا ہے، کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطان کو تمہارے پاس آ کر بہکانے کا موقع مل رہا ہے۔ ایسا کرو، میں جاتا ہوں، تم سانس روک لو، پھر کسی کو دماغ میں نہ آنے دو۔"

رسونتی کی دوسری سوچ نے کہا۔ "سانس روکنے سے پہلے عقل سے کام لینا چاہیے۔ بیٹے کے دماغ کی طرف پرواز کرنے میں حرج ہی کیا ہے! جگہ نہیں ملے گی تو واپس آ جاؤں گی۔"

وہ مجھ سے بولی۔ "فرہاد! یہ سوچ زبردستی میرے دماغ میں آ رہی ہے۔"

"میں تم سے کہہ رہا ہوں، سانس روک لو۔ پھر کوئی زبردستی تمہارے دماغ میں نہیں آئے گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میں استنبول کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں تھا۔ اس شہر میں آ کر ٹام مورس کی بیوی تھیلما کو ایک چکر میں ڈالا تھا۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہوٹل میں مجھ سے ملاقات کے لیے آنے والی تھی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر منیجر سے رابطہ قائم کیا پھر اس سے کہا۔ "کوئی بھی مجھ سے ملنے آئے تو پلیز کہہ دیں، میں کمرے میں موجود نہیں ہوں۔ شاید دو گھنٹے بعد مجھ سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

منیجر نے میری یہ ہدایت نوٹ کر لی۔ میں اپنے بیٹے کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں رسونتی ناراض ہو کر کہہ رہی تھی۔ "شاباش بیٹے! میں نے اسی دن کے لیے تمہیں پیدا کیا تھا کہ تم باپ سے مل کر مجھے دھوکا دو اور مجھے اپنے پاس آنے سے روک دو۔ ماں اتنی بُری ہے تو صاف کہہ دو، میں دل پر پتھر رکھ لوں گی۔ ممتا کو کچل ڈالوں گی یا مر جاؤں گی تمہیں ہمیشہ کے لیے ماں سے نجات مل جائے گی۔"

پارس نے کہا۔ "ماما! آپ تو میری جان ہیں، میری زندگی ہیں۔ اگر ایک طرف تمام دنیا کی شہزادیاں ملے اور دوسری طرف آپ ہوں، تو میں دُنیاوی اقتدار کو ٹھکرا کر آپ کی آغوش میں آ جاؤں گا۔ آپ مجھے اور باپا کو غلط نہ سمجھیں۔ ہم آپ کو پریشان نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے آپ کو موجودہ حالات سے بے خبر رکھنے کے لیے سوچ رہے تھے۔"

"میں تمہارے اندر رہ کر محسوس کر رہی ہوں، گولی کے زخم سے ٹیسیں اُٹھ رہی ہیں اور تم برداشت کر رہے ہو۔"

"تکلیف کوئی سی بھی ہو، برداشت کرنا ہی ہوتا ہے۔"

"مگر یہ لوگ تمہیں تنہا چھوڑ کر کہاں گئے ہیں؟ تمہارا باقاعدہ علاج کیوں نہیں کرا رہے ہیں؟"

"ماما! مرہم پٹی ہو چکی ہے۔ میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے انھوں نے صحیح مرہم لگایا ہے اور انجکشن بھی دیا ہے۔ رفتہ رفتہ آرام آ جائے گا۔"

"میں اس گولی مارنے والے کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے کہا۔ "تم یہی سب کرو گی۔ بھلا اچھا ہے، بات کو آگے بڑھانا چاہیے۔ میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمہیں گولی مارنے والے ڈی کوزا کی ڈمی کے پاس پہنچاؤں گا۔"

وہ بیٹے سے بولی۔ "میں ابھی آتی ہوں، تم پریشان نہ ہونا۔"

میں نے کہا۔ "ہاں بیٹے! پریشان نہ ہونا۔ زور زور سے نہ رونا۔ انگوٹھا چوستے رہو، ابھی تمہاری ماں آ رہی ہے۔"

وہ میرے پاس آ کر بولی۔ "کیوں میرا مذاق اُڑاتے ہو۔ کیا مائیں اپنے بچوں کو دُکھ مصیبت میں تسلیاں نہیں دیتی ہیں؟"

"بے شک! بچے خواہ کتنے ہی شہ زور اور ناقابلِ شکست ہوں، مائیں انھیں ناداں اور کمزور ہی سمجھتی ہیں۔"

میں لارنس ڈی کوزا کی ڈمی کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی بھی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ میں نے کہا۔ "تمہارا باس لارنس ڈی کوزا ہم سے براہِ راست گفتگو نہیں کرے گا تو ہم سمجھ لیں گے کہ وہ ہم سے خوف زدہ ہے۔ ہم اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔"

وہ بولا۔ "میرا باس کمزور نہیں ہے۔ تم اپنے بیٹے کی خیر مناؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے زور کی چیخ ماری۔ بستر سے اچھل کر فرش پر گرا۔ پھر تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ رسونتی کہہ رہی تھی۔ "ذلیل کمینے! تم نے میرے بیٹے کو گولی مارنے کی جرأت کی۔ اب اسی جرأت اور مردانگی سے یہ سزا برداشت کر سکتے ہو تو کرو، ورنہ مر جاؤ۔"

اس نے پھر ایک دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ زور زور سے چیخنے لگا۔ فرش پر اِدھر سے اُدھر لوٹنے لگا۔ کتنے ہی مسلح ماتحت اس کے اطراف جمع ہو گئے تھے۔ کچھ اسے سنبھال رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ وہ کس تکلیف میں مبتلا ہے؟

وہ شدید تکلیف کے باعث کچھ سننے اور بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے ہر چیز دھندلا گئی تھی۔ وہ اندھوں کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آس پاس دیکھ رہا تھا اور ٹوٹ ٹوٹ کر رہا تھا۔ "مجھے بچاؤ، باس! مجھے دشمنوں کے دماغی حملوں سے بچاؤ۔ میں شہ زور ہوں، ہزار طرح کی جسمانی تکالیف برداشت کر سکتا ہوں لیکن دماغ میں پیدا ہونے والے زلزلے کو برداشت نہیں کر سکتا۔"

اس کا باس لارنس ڈی کوزا خاموش تھا۔ ایک مسلح ماتحت نے کہا۔ "فرہاد اسے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا ہے۔ میں وارننگ دیتا ہوں، اگر اب اسے تکلیف پہنچے گی تو میں پارس کو گولی مار دوں گا۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پاس کھڑے ہوئے مسلح شخص سے پوچھا۔ "خاموش کیوں ہو؟ تم بھی بولو۔ باس کی جان بچانے کے لیے تم لوگ کچھ نہیں کرو گے؟"

کتنے ہی مسلح افراد نے کہنا شروع کیا۔ "ہم اس جہاز میں باس کی حفاظت کے لیے آئے ہیں۔ اگر باس کو نقصان پہنچے گا تو ہم پارس کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

میں نے اور رسونتی نے دو دو افراد کے لب و لہجے کو سمجھا۔ پھر میں نے ایک کے ذریعے اسٹین گن کا برسٹ مارا۔ تڑ تڑاتڑ کی آواز کے ساتھ کتنے ہی لوگوں کی چیخیں ابھریں پھر فنا ہو گئیں۔ بہت سے افراد کہیں پناہ لینے کے لیے بھاگ رہے تھے۔ رسونتی کے آلۂ کار نے اپنی اسٹین گن سے انھیں بھون کر رکھ دیا۔ تیسرا آلۂ کار میری مرضی کے مطابق اس کیبن کے دروازے پر کھڑا ہو گیا جہاں پارس آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "تم لوگوں نے فرہاد کو چیلنج کیا تھا۔ اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آ رہا ہے۔ میں وارننگ دیتا ہوں، اگر کوئی پارس کی طرف آئے گا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ اپنے سامنے جہاز کے عرشے پر پندرہ لاشیں دیکھ رہے تھے۔ اور خود لاشوں میں تبدیل نہیں ہونا چاہتے تھے۔ رسونتی کے آلۂ کار نے کہا ...

"لارنس ڈی کوزا! تم اپنی ڈمی کے دماغ میں ہو تو سن لو۔ پارس کے سلسلے میں تم سے یا تمہارے سُپر ماسٹر سے اسی وقت بات ہو سکتی ہے، جب اس ڈمی کو گولی مار دی جائے۔ رسونتی یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے بیٹے کو کوئی میلی آنکھ سے دیکھے۔ کجا یہ کہ اس احمق نے اسے گولی مار کر زخمی کرنے کی نادانی کی ہے۔ آؤٹ ڈی کوزا اور اسے موت کی سزا دو۔"

اس ڈمی کو ہم مار سکتے تھے لیکن دشمن کو یہ سمجھانا مقصود تھا کہ پارس کتنا اہم ہے۔ اُسے ہاتھ لگانے والے کو ہم اس کے ہی آدمیوں سے موت کی سزا دیتے ہیں۔ جہاز کے عرشے پر چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔ پھر ایک مسلح شخص نے اپنی اسٹین گن شانے سے لٹکائی، ہولسٹر سے ریوالور نکالا پھر آہستہ آہستہ ڈمی کی طرف بڑھنے لگا۔ ڈمی نے سہم کر فرش پر بیٹھے ہی بیٹھے پیچھے کھسکتے ہوئے کہا۔ "نہیں، باس نہیں، تم مجھے بچا سکتے ہو۔ یہ ہمارا ماتحت ہے۔ فرہاد اس کے اندر ہے۔ یہ مجبور ہو کر مجھے مارنے آ رہا ہے، مجھے بچاؤ باس!"

ریوالور والا اس سے چند قدم کے فاصلے پر رک گیا پھر بولا۔ "میں فرہاد کا آلۂ کار نہیں ہوں۔ لارنس ڈی کوزا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مادام رسونتی کی سنائی ہوئی سزا کی تکمیل کروں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریوالور سے نشانہ لیا پھر اسے گولی مار دی۔ اس کے بعد چاروں طرف گھوم کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "لارنس ڈی کوزا کا حکم ہے، کوئی پارس کو نقصان پہنچانے کا خیال تک دماغ میں نہ لائے ورنہ دماغ میں زلزلہ پیدا ہو جائے گا۔ جہاز کے ڈاکٹر سے درخواست ہے" وہ پوری توجہ سے پارس کو اٹینڈ کرتا ہے۔ اس کے کھانے پینے اور آرام کا خاص خیال رکھا جائے۔"

اس نے پھر ایک بار چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد صاحب! پتا نہیں، آپ ہم میں سے کس کے دماغ میں ہیں۔ لارنس ڈی کوزا کا پیغام ہے کہ پارس کا معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ لہٰذا آپ سُپر ماسٹر سے رابطہ قائم کریں۔"

رسونتی اپنے زخمی بیٹے کے پاس چلی گئی۔ میں نے نائب سُپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "خوش آمدید مسٹر فرہاد! میرے سامنے رکھے ہوئے کمپیوٹر کے ذریعے سُپر ماسٹر سے گفتگو ہو گی۔ میں کمپیوٹر کی تحریر پڑھ رہا ہوں، آپ سنتے رہیں۔"

وہ پڑھنے لگا۔ کمپیوٹر کی اسکرین پر سُپر ماسٹر کے الفاظ نمایاں ہو رہے تھے۔ گویا وہ کمپیوٹر کے ذریعے کہہ رہا تھا...

"مسٹر فرہاد! میں نیا پیر ماسٹر تم سے مخاطب ہوں۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں تمھارے بیٹے کو قیدی بنا کر پہلی بار تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔ پارس کے سلسلے میں کوئی بات شروع ہونے سے پہلے یہ سمجھانا ضروری سمجھتا ہوں کہ پرانے گھسے پٹے انداز میں ہماری اہم تنصیبات کو تباہ کرنے اور ہماری ٹاپ سیکرٹ باتیں ہمارے دشمنوں تک پہنچانے کی دھمکی نہ دینا۔ ہم نے اپنے بچاؤ کی ایسی تدبیریں کی ہیں جن کے متعلق تم کبھی سوچ بھی نہیں سکو گے۔"

اسکرین کا ایک پیراگراف مٹ گیا، دوسرے پیراگراف کی تحریر نمایاں ہوئی۔ "مسٹر فرہاد! یقیناً تم اپنے بیٹے کی رہائی چاہتے ہو۔ ہم اسے رہا کر دیں گے لیکن ہماری ایک چھوٹی سی اور معمولی سی شرط ہے۔ اگر تم یا تمھارے ساتھی یہاں نہیں آئیں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم لوگوں کی تفریح کے لیے اور تخریب کاری کے لیے دُنیا میں بہت سے ملک ہیں۔ ہم تحریری معاہدہ تیار کر رہے ہیں، تم سوچ کر جواب دو۔ جواب دینے کے لیے جتنی مہلت چاہو مل سکتی ہے۔"

اسکرین سادہ ہو گیا۔ میں نے نائب سے کہا: "مجھے مہلت نہیں چاہیے۔ میں ابھی جواب دینے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ موجودہ پیر ماسٹر کو صرف اس لیے عہدہ دیا گیا ہے کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کے نقشے کی پوری طرح حفاظت کرے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، اس نقشے کے مطابق ایک نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کی جا رہی ہے جس کی حفاظت کے لیے ہی ایک راستہ رہ گیا ہے کہ مجھے، میرے ساتھیوں کو اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں کو امریکا میں داخل ہونے سے روک دیا جائے۔"

نائب کمپیوٹر کے ذریعے میرے الفاظ پیر ماسٹر تک پہنچا رہا تھا۔ میں نے کہا: "میں جواب دینے سے پہلے پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر میں یہ معاہدہ نہ کروں تو پارس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

اسکرین پر پیر ماسٹر کا جواب موصول ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہم پارس پر ایسی درندگی سے ظلم کرتے رہیں گے کہ رسونتی کی مامتا دن رات تڑپتی رہے گی۔ یا تو ماں کا کلیجہ پھٹ جائے گا یا پھر وہ تمھاری مخالفت میں ہم سے معاہدہ کر لے گی۔"

کم بخت بڑی شاطرانہ چالیں چل رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "میں قہقہہ لگانا چاہتا ہوں لیکن یہ قہقہہ تمھیں کمپیوٹر کے ذریعے سنائی نہیں دے گا۔ تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے، میں پلک جھپکتے ہی رسونتی کی ممتا کا رُخ بدل سکتا ہوں۔ میرے پاس اس بات کا ٹھوس ثبوت موجود ہے کہ پارس دوم ہمارا اپنا بیٹا نہیں ہے۔ رسونتی نے اسے جنم نہیں دیا ہے۔"

پیر ماسٹر نے کہا: "تم جھوٹ بول رہے ہو، ایک نئی چال چل رہے ہو۔"

"یہ تمھارے لیے نئی چال ہے، درحقیقت میں ایسے کئی زبردست نسخے اپنے پاس رکھتا ہوں اور جب انھیں پیش کرتا ہوں تو وہ دشمنوں کے لیے نئی چال ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں رسونتی کو کبھی راز دار نہیں بناتا کیونکہ وہ پیٹ کی ہلکی ہے۔ اگر میں اس کے سامنے یہ ثبوت پیش کر دیتا کہ اس نے پارس اوّل کو جنم دیا ہے تو وہ پارس دوم سے امتیازی سلوک کرتی اور یہ بات نامناسب ہوتی۔ موجودہ حالات میں تم نے رسونتی کو بہکانا چاہا تو میں مجبور ہو کر یہ سوں کا راز فاش کر دوں گا۔"

"مسٹر فرہاد! کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ معاہدے سے انکار کرو گے اور پارس دوم کو ہمارے رحم و کرم پر چھوڑ دو گے؟"

"ہاں، ایسا کرتے وقت مجھے بہت افسوس ہوگا۔ ہم نے پارس دوم کو ہمیشہ ماں باپ کا پیار دیا ہے۔ اسے اپنے پارس اوّل کے برابر درجہ دیا ہے۔ اس کے باوجود وہ ہمارا بیٹا نہیں ہے۔ میں نے انسانیت کو پیشِ نظر رکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ پارس دوم کو قربان کر دیا جائے۔ ٹیلی پیتھی کے شیطان پیدا کرنے والی مشین کو اور اس کے نقشے کو تباہ کر کے ہم دُنیا والوں کو تمھاری شرانگیزیوں سے محفوظ رکھیں گے۔"

"اچھی طرح سوچ لو، ہم پارس دوم کو گولی مار دیں گے۔"

"میں نے سوچ لیا ہے۔ اب تمھارے سوچنے کی باری ہے کہ اسے اذیتیں دے کر مار ڈالنے کے بعد کیا ہوگا؟"

میری یہ بات سُن کر وہ کانپ گئی۔ اسکرین تھوڑی دیر تک سادہ رہا۔ وہ سوچ رہا ہوگا کہ جواب کیا دیا جائے۔ میں نے کہا۔ "تم مجھے جواب دینے کی مہلت دینا چاہتے تھے، اب میں تمھیں مہلت دے رہا ہوں۔ تمھارا دعویٰ ہے، تم نے اپنے ملک اور قوم کے لیے بڑے سخت حفاظتی اقدامات کیے ہیں۔ میں صرف ایک گھنٹے کے اندر تمام حفاظتی انتظامات کو درہم برہم کر دوں گا۔"

"نہیں، تم ایسا نہیں کرو گے کیونکہ ہم نے پارس دوم کو ابھی تک کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

"تو پھر کب نقصان پہنچا رہے ہو؟"

"فی الحال پارس ہمارا قیدی نہیں، مہمان خاص ہوگا۔ ہم کسی نتیجے پر پہنچنے تک اسے نہایت آرام سے رکھیں گے۔"

"میں صرف بارہ گھنٹے تک اس کی رہائی کا انتظار کروں گا۔"

"بارہ نہیں، چوبیس گھنٹے۔ ہم اتنی دیر میں کوئی دوستانہ معاہدہ کرنے کی صورت پیدا کریں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں چوبیس گھنٹے بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں واپس اپنے بیٹے پارس دوم کے پاس آ گیا۔ میں اسے اپنا بیٹا کہہ رہا ہوں کیونکہ رسونتی نے اسے جنم دیا ہے یا نہیں؟ اس بات کے ہاں یا نہ ہونے کا کوئی ثبوت میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے پیر ماسٹر کو چکر میں ڈالنے کے لیے محض باتیں بنائی تھیں۔ خدا کی قدرت کو سمجھنا محال ہے۔ مجھے دونوں بیٹوں سے بے انتہا محبت ہے۔ مجھے آج تک اپنے پرائے کا ذرہ برابر خیال نہیں آیا۔ دونوں ہی میرے سگے ہیں۔ میرے رب نے چاہا تو یہ کبھی ثابت نہیں ہوگا کہ ان میں سے کوئی پرایا ہے۔

رسونتی وہاں موجود تھی۔ بڑی منتوں مرادوں کے بعد بیٹے کے دماغ میں جگہ مل سکی تھی۔ وہ وہاں سے جانے والی نہیں تھی۔ میں نے اسے پیر ماسٹر سے ہونے والی باتیں بتائیں۔ صرف یہ بات چھپائی کہ میں نے پارس دوم کو لاوارث کہا ہے۔ اس نے پوچھا: "کیا وہ چوبیس گھنٹے بعد میرے بیٹے کو رہا کر دیں گے؟"

"ضرور کریں گے۔ تم ذرا صبر سے کام لو۔"

ایسا کہتے وقت میں رسونتی کے دماغ میں تھا۔ وہاں پھر وہی دوسری سوچ کہہ رہی تھی: "پارس دوم میرا بیٹا نہیں ہے۔ اس کے لاوارث ہونے کا ثبوت فرہاد کے پاس ہے۔ وہ مجھ سے حقیقت چھپا رہا ہے۔"

میں نے کہا: "رسونتی! وہ شیطان پھر تمھاری سوچ میں بہکانے آیا ہے۔"

دوسری سوچ نے کہا: "یہ شیطانی سوچ نہیں ہے۔ میں خود ہی یہ سوچ رہی ہوں کہ فرہاد نے پیر ماسٹر کی شرط قبول نہ کی تو پارس دوم کو گولی مار دی جائے گی، اگر اس سے پہلے فرہاد اپنے دعوے کے مطابق یہ ثابت کر دے کہ رسونتی نے یعنی میں نے پارس دوم کو جنم نہیں دیا ہے، وہ لاوارث ہے تو پیر ماسٹر خواہ مخواہ ایک لاوارث کو ہلاک کر کے فرہاد کو انتقامی کارروائی پر مجبور نہیں کرے گا۔"

رسونتی نے کہا: "یہ میری اپنی سوچ نہیں ہے، میں مانتی ہوں، شیطان بہکاتا ہے۔ تم بھی یہ مان لو کہ وہ بہکانے کے دوران سچ باتیں کہتا ہے۔ تم تھوڑی دیر پہلے مجھ سے جھوٹ کہہ رہے تھے کہ بیٹے کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔ شیطان نے سچ کہا تھا کہ جگہ مل سکتی ہے۔"

"رسونتی، وہ بات اور تھی۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ اگر پیر ماسٹر، پارس دوم کے لاوارث ہونے کا ثبوت طلب کرے گا تو تمھارا جواب کیا ہوگا؟"

"ایک گھنٹا گزرنے دو پھر جو سچ ہے وہ تمھارے سامنے آئے گا۔"

"یہ بات صرف میرے اور تمھارے درمیان رہے گی، مجھے بتا دو سچ کیا ہے؟"

میں نے سخت لہجے میں کہا: "کبھی تو صبر و تحمل سے رہا کرو۔ کیوں فضول باتوں میں میرا وقت برباد کرتی ہو۔ جاؤ، بیٹے کے پاس رہو۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر بری، بحری اور فضائی فوج کے سربراہوں کے پاس باری باری گیا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا، پیر ماسٹر نے کس طرح نئے حفاظتی انتظامات کیے ہیں؟ پتا چلا، وہ جھوٹے دعوے کر رہا تھا۔ کسی بھی ملک کی حکمران پارٹی کے ممبران اور فوج کے اعلیٰ افسران روپوش رہ کر حکومت نہیں کر سکتے۔ اور فوج کو مستعد نہیں رکھ سکتے۔ انھیں فوجی جوانوں کے سامنے آنا پڑتا ہے۔ پیر ماسٹر ان کی حفاظت کے لیے کوئی غیر معمولی انتظامات نہیں کر سکتا تھا۔ میں ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے ان کے چہروں اور آنکھوں میں جھانکتا تھا، ان کی آوازیں سنتا تھا۔ اسی طرح وہاں کے فوجی ڈاکٹروں، انجینیروں اور گوشہ نشین رہنے والے سائنسدانوں کو اپنے حکمرانوں سے رابطہ رکھنا پڑتا تھا۔ ایسے وقت وہ ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں آ جاتے تھے۔

رسونتی نے میرے پاس آ کر کہا: "فرہاد! جلدی آؤ، پارس بے ہوش ہو گیا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ہوش و حواس سے بے گانہ تھا۔ میں نے رسونتی سے پوچھا: "کیا تم اس کے دماغ میں نہیں تھیں؟"

وہ بولی: "نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا، نماز پڑھنے کے بعد بیٹے کے پاس جاؤں گی۔ میں نے اس کے لیے گڑگڑا کر دعائیں مانگی ہیں۔ جانے کیوں اللہ تعالیٰ نہیں ایسی آزمائشوں

سے گزار رہا ہے؟"

میں نے سپر ماسٹر کے نائب کو مخاطب کیا۔ "میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو بے ہوش کیوں رکھا جا رہا ہے؟"

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر لیا۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "پارس کو ایک خفیہ اڈے میں پہنچایا جا رہا ہے۔ اگر اسے بے ہوش نہ رکھا جاتا تو تم لوگ اس کے ذریعے خفیہ اڈے تک پہنچ جاتے۔"

"کیا اس طرح تم پارس کو نقصان نہیں پہنچا رہے ہو؟"

"بالکل نہیں، محض احتیاطی تدابیر پر عمل کیا جا رہا ہے۔ تم نے ہمیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دی ہے اور ہم نے وعدہ کیا ہے، وہ ہمارا قیدی نہیں، خاص مہمان بن کر آئے گا۔ ہم اس کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آنے دیں گے۔"

رسونتی میرے دماغ میں آگئی تھی اور یہ باتیں معلوم کر رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "چوبیس گھنٹے کی مہلت کیا ضروری ہے؟ کیا ابھی پارس کی رہائی کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا؟"

"میں نے سپر ماسٹر پر دباؤ نہیں ڈالا ہے، یہ ظاہر کر رہا ہوں کہ مجھے پارس دوم کی رہائی سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔"

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ وہ میرے بیٹے کو مار ڈالیں گے۔"

"تم ابھی سن چکی ہو۔ وہ اس کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آنے دیں گے۔ ذرا خاموش رہو، مجھے بات کرنے دو۔"

میں نے نائب کے ذریعے کہا۔ "سپر ماسٹر! میں ایک گھنٹے کے اندر تمام حکمرانوں، فوجی افسروں اور گوشہ نشین سائنسدانوں کے دماغوں سے گزر کر آگیا ہوں۔ میں وہ چسپی پٹی دھمکی نہیں دوں گا۔ جو دھمکی تمہیں اور تمہارے حکمرانوں کو یاد ہے، اسے دُہرانے کی کیا ضرورت ہے؟ میں چوبیس گھنٹے گزرنے کا انتظار کر رہا ہوں۔ دیٹس آل۔"

میری بات ختم ہونے پر رسونتی نے خوش ہو کر کہا۔ "یہ دھمکی دے کر تم نے اچھا کیا۔ اب وہ میرے بیٹے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"تم تھوڑے تھوڑے وقفے سے پارس کے پاس جاتی رہو۔ کوئی تشویش کی بات ہو تو مجھے بلا لینا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک موجودہ حالات پر غور کرتا رہا۔ ہر پہلو سے غور کرنے کے بعد یہی یقین ہو رہا تھا کہ وہ پارس دوم کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ میں اُدھر سے مطمئن ہو کر تھیلما کے پاس پہنچا۔ وہ اپنے شوہر ٹام مورس کے ساتھ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے استنبول اگر ایک بحری کی حیثیت سے تھیلما کو بتایا تھا کہ وہ کھوئی ہوئی دولت حاصل کر سکتی ہے۔ اس کی جوان بیٹی سمانتھا اسی دولت کے چکر میں مرگئی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ تھیلما کو بیٹی کی موت کے بعد دولت سے زیادہ دلچسپی نہیں رہی ہے تو میں نے اس کے اندر ایک نئی دلچسپی پیدا کی۔ وہ عمر کے حساب سے جوانی اور بڑھاپے کے درمیان تھی۔ ایسے دور میں عورت کو جوانی کے رخصت ہونے کا بہت صدمہ ہوتا ہے۔ میں نے اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر بتایا کہ وہ دوبارہ جوان ہو رہی ہے۔

تھیلما مجھ سے رخصت ہونے کے بعد بار بار آئینہ دیکھتی رہی تھی، میری ایسی عقیدت مند ہو گئی تھی کہ ہمیشہ مجھے ساتھ رکھنا چاہتی تھی۔ میں اسی مقصد کے لیے اسے خوش فہمی میں مبتلا کر رہا تھا۔ اس کے ہی خاندان کا ایک ممبر بن کر اسرائیل پہنچنا چاہتا تھا۔ تھیلما نے کہا تھا، وہ اپنے شوہر ٹام مورس کے ساتھ مجھ سے ملنے ہوٹل آئے گی اور اب وہ ایک گھنٹے سے وہاں بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھی۔

میں نے ٹام مورس کے خیالات پڑھے۔ وہ تھیلما سے اپنائیت بلینس چھپاتا تھا اور اس کی لاعلمی میں ایک جوان عورت سے عشق کر رہا تھا۔ میں کمرے سے نکلا، لفٹ کے ذریعے نیچے آیا پھر ڈائننگ ہال میں داخل ہوا۔ تھیلما بار بار دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ خوشی کے مارے تقریباً چیختے ہوئے بولی۔

"آپ آگئے، تھینکس گاڈ! میں تو مایوس ہو رہی تھی۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے میرے پاس آئی۔ اگر میں اجازت دیتا اور سامنے شوہر نہ ہوتا تو شاید وہ مجھ سے لپٹ جاتی۔ پھر بھی وہ میرا ایک بازو تھام کر چپک سی گئی۔ اپنے شوہر سے بولی۔ "ٹام! یہی مسٹر اینڈرسن ہیں۔"

ٹام مورس مجھے دیکھتے ہی اُچھل کر کھڑا ہو گیا تھا جیسے برسوں کی گمشدہ چیز ملنے پر تھوڑی دیر تک اس کے ملنے کا یقین نہیں آتا اسی طرح وہ مجھے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آرہا تھا پھر اس نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "اوٹیل مورس! یہ تم ہو؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "ہاں، میں ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ دس برس کے بعد بھی تم بچھڑے ہوئے بھائی کو پہچان گئے ہو۔"

اس نے مجھے گلے سے لگا لیا۔ تھیلما حیرت اور مسرت سے کہہ رہی تھی۔ "اوہ، مسٹر اینڈرسن! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم ٹام کے بھائی ہو، ہمارے خاندان کے ایک فرد ہو۔ ہمیں فخر کرنا چاہیے کہ ہمارے خاندان میں تمہارے جیسا باکمال شخص بھی ہے۔"

ٹام نے مجھ سے الگ ہو کر کہا۔ "اسے اینڈرسن نہیں، اوٹیل کہو۔ یہ بچپن ہی سے زیردست ہپناٹزم جانتا ہے۔ علم نجوم سے تو اسے عشق ہو گیا تھا۔ جب تم نے کسی اینڈرسن نامی نجومی کا ذکر کیا تو مجھے اوٹیل بہت یاد آرہا تھا۔ خدا کا شکر ہے، آج میں نے یاد کیا اور آج ہی یہ مجھے مل گیا۔"

تھیلما بولی۔ "اس کا مطلب ہے، اوٹیل کو ڈھونڈ نکالنے کا سہرا میرے سر ہے۔"

وہ خوشی سے اور چہکنا چاہتی تھی، میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے الگ کر دیا۔ ٹام نے پوچھا۔ "تم اچانک گھر چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟ اور یہ تم نے نام کیوں بدل لیا ہے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "نام نہ بدلتا تو تم لوگ مجھے ڈھونڈ نکالتے اور میں ڈیڈی کے سائے میں رہنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے علم نجوم اور قیافہ شناسی سے جتنی دلچسپی تھی، اتنی ہی ڈیڈی کو نفرت تھی۔ وہ مجھے گھر سے نکال دینے کی دھمکیاں دیتے تھے، میں ایک دن خود ہی نکل گیا۔"

"مگر تم دس برس تک کہاں رہے ہو؟"

"میں دُنیا کے ہر اس ملک میں گیا جہاں کسی ماہر نجومی کا نام سنا دیا۔ میں نے بڑے بڑے عالموں کی خدمت کی ہے۔ علم نجوم، علم الاعداد اور قیافہ شناسی جیسے علوم سے تعلق رکھنے والی کوئی کتاب نہیں چھوڑی اور نہ ہی کسی عالم سے محروم رہا۔ میری برسوں کی محنت رنگ لائی ہے۔ میں نے اس علم میں کمال حاصل کیا ہے۔"

تھیلما نے پوچھا۔ "کیا ساری باتیں یہیں ہو جائیں گی؟"

میں نے کہا۔ "میرے کمرے میں چلو۔"

وہ بولی۔ "جی نہیں، اب تم ایک منٹ بھی ہوٹل میں نہیں رہو گے۔ ہماری کوٹھی میں رہو گے جو اب تمہاری بھی ہے۔"

وہ میرے سامان کے ساتھ مجھے اپنی کوٹھی میں لے گئے۔ تھیلما نے اپنے بیڈ روم کے ساتھ والا کمرہ میرے لیے مخصوص کیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ مجھے ہمیشہ ساتھ رکھنے کی آرزو پوری ہو رہی تھی۔ وہاں سام مورس سے ملاقات ہوئی۔ اس نے گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "جلد ورا اوٹیل! کبھی فرصت ملے تو میرے ہاتھ کی لکیریں بھی دیکھو۔ میں اب تک کنوارا ہوں۔ میری قسمت میں عورت اور دولت ہے یا نہیں؟"

اس کا ہاتھ مصافحہ کے دوران میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے کہا۔ "تمہارا ہاتھ ملائم اور بھدا ہے جیسے میٹنگ ہوتا ہے۔"

میری بات پر سب ہنسنے لگے۔ میں نے کہا۔ "میں انسانی جسم کے ایک ایک عضو کو چھو کر اور دیکھ کر اس کے مزاج اور عادات کے متعلق صحیح بتا سکتا ہوں۔ یہ سام کا میٹنگ جیسا بھدا ہاتھ بتاتا ہے کہ یہ اندر سے کھوکھلا ہے۔ اس میں دولت حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں ہے جس طرح میٹنگ تالاب یا دریا کے کنارے کم پانی میں رہتا ہے، گہرائی میں نہیں جاتا اسی طرح سام محنت و مشقت کی گہرائی سے کتراتا ہے۔ اسے ایک ہی جگہ جو کھانے پینے کو ملے اسی پر گزارا کر لیتا ہے۔"

سام نے ناگواری سے کہا۔ "رہنے دو برادر اوٹیل! تم نے تھیلما یا ٹام سے سُنی لیا ہو گا کہ میں کوئی کام نہیں کرتا۔ ٹام کے گھر میں کھاتا پیتا اور یہیں زندگی گزارتا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "میرے علم کو چیلنج نہ کرو۔ میں تمہارے متعلق ایسی باتیں بھی بتا سکتا ہوں جو تھیلما اور ٹام کے علم میں نہیں ہیں بلکہ تمہارے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔"

وہ بولا۔ "میں اپنے بھائی ٹام کو باپ کے برابر سمجھتا ہوں لہٰذا اس سے کوئی بات نہیں چھپاتا۔ میں سمجھ گیا تم سٹرک چھاپ نجومی ہو۔"

میں مسکرا کر اس کے ہاتھ کو ٹٹولنے لگا۔ تھیلما نے غصے سے کہا۔ "سام! تم اوٹیل کی انسلٹ کر رہے ہو، فوراً اس سے معافی مانگو۔"

میں نے کہا۔ "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے مجھے سٹرک چھاپ کہا ہے، لہٰذا میں اپنے حاصل کردہ علوم کا کمال ضرور دکھاؤں گا۔ میں نے اتنی دیر میں اس کے ہاتھ اور چہرے کی ساخت دیکھی ہے، ہاتھ کی لکیریں مجھے دور ہی سے اپنی ہسٹری سناتی ہیں۔ یہ خود نہیں کماتا ہے لیکن دوسروں کی کمائی میں سے پھیر کر کے اچھی خاصی رقم حاصل کر لیتا ہے۔"

سام نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا کر کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ میں کتنا ایماندار اور وفادار ہوں، یہ بھائی ٹام اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"لیکن بھائی ٹام شاید یہ نہیں جانتے کہ تمہارا کوئی بینک بیلنس بھی ہے۔ میں اپنے علم سے اندازہ کر سکتا ہوں۔ بینک میں پچاس ہزار ڈالر سے زیادہ رقم ہے۔"

وہ ایک دم سے گھبرا گیا پھر غصے سے چیختے ہوئے بولا۔ "یہ سراسر جھوٹ ہے، مجھ پر الزام ہے۔ بھائی ٹام مجھے جیب خرچ کے لیے جو رقم دیتے ہیں، میں اسے جمع کرتا ہوں۔ میرے اکاؤنٹ میں شاید تین یا ساڑھے تین ہزار ڈالر ہیں۔ اوٹیل! تم برسوں بعد آکر ہم دونوں بھائیوں میں نااتفاقی پیدا کر رہے ہو۔"

ٹام نے کہا۔ "اوٹیل! میں ٹام کو بچپن سے جانتا ہوں۔ تم اس کے متعلق ایسی بات کہہ رہے ہو جسے میں کبھی مان نہیں سکتا۔"

"مان جاؤ گے۔ سام کا اکاؤنٹ نمبر بولو اور اس بینک منیجر سے فون پر درخواست کرو کہ سام کے اکاؤنٹ میں جتنی رقم ہے اسے معلوم کرنا ضروری ہے۔"

ٹام نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "دو بج رہے ہیں۔ رقموں کی وصولی اور ادائی کا حساب شام تک جاری رہتا ہے۔ فون کر کے پوچھنے میں کیا حرج ہے۔"

سام دل ہی دل میں مطمئن تھا کہ بینک کا فون بند ہونے کے بعد کسی بھی بینک کا منیجر فون پر تو کیا رُو برُو بھی کسی کے اکاؤنٹ کی رقم نہیں بتاتا۔ سام نے سوچا، آج یہ راز نہیں کھلے گا۔ کل صبح وہ بینک جا کر بڑی رقم نکلوائے گا تاکہ اکاؤنٹ میں صرف تین ہزار ڈالر رہ جائیں اور اونیل کا علم بھوٹا پڑ جائے۔

اس نے فون کا رسیور اٹھا کر کہا۔ "بھائی ٹام! میں ابھی بینک منیجر سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ تم بھی قریب آ کر اس کا جواب سُن لو۔"

ٹام اس کے قریب چلا گیا۔ ہیلما پریشان ہو کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ دل ہی دل میں دُعا مانگ رہی تھی کہ میرا علم سچا ثابت ہو۔ اُدھر رابطہ قائم ہوتے ہی سام نے بینک منیجر سے اپنا تعارف کرایا۔ اپنا نام اور اکاؤنٹ نمبر بتایا پھر کہا۔ "مجھے ایک معاملے میں ابھی اپنی رقم کا حساب کرنا ہے۔ کیا آپ زحمت فرما کر بتا سکتے ہیں کہ میرے اکاؤنٹ میں کل کتنی رقم ہے؟"

منیجر نے ناگواری سے کہا۔ "جناب! آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ ذرا گھڑی دیکھیں۔ بینک بند ہو چکا ہے۔ ہم اپنے حساب کتاب میں مصروف ہیں۔۔۔"

منیجر کا پہلا جملہ سنتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کہنے والا تھا کہ کل صبح آ کر اپنے اکاؤنٹ کی رقم معلوم کر لیں لیکن میں نے ایسا کہنے نہیں دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا۔

"لیکن ہم حساب کتاب میں مصروف ہیں تو کیا ہوا؟ جناب سام صاحب! آپ کو کون نہیں جانتا۔ مجھے تو آپ کی رقم زبانی یاد ہے آپ کے اکاؤنٹ میں باون ہزار تین سو ڈالر ہیں۔"

ٹام مورس بھی ریسیور سے کان لگائے کھڑا تھا۔ یہ سنتے ہی اس نے حیرانی سے چونک کر سام کو دیکھا۔ سام کے ہاتھ سے گھبراہٹ میں ریسیور چھوٹ گیا۔ ہیلما نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

ٹام نے غصّے سے سام کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ آستین کا سانپ ہے۔ اونیل کا علم درست ہے۔ اس کینے کے اکاؤنٹ میں باون ہزار تین سو ڈالر ہیں۔ اب پتا چلا کہ ہمارے گھر پر اخراجات اتنے زیادہ کیوں ہیں۔ دراصل میں اس پر بھروسا کرتا رہا ہوں اور یہ اخراجات میں سے رقم چُراتا رہا۔"

ہیلما اطمینان کی گہری سانس لے کر بولی۔ "ٹام! کیا تم بھول گئے؟ دو برس پہلے ہمارے ہاں ڈاکا پڑا تھا تو پچیس ہزار نقد اور کچھ زیورات چوری ہوئے تھے۔ میں یقین سے کہتی ہوں، اس رات اسی نے نیند کی دوا ہمیں پلائی ہوگی۔ ہم گہری نیند میں رہے، یہ دیکھ نہ سکے کہ ڈاکا ڈالنے والا گھر ہی کا آدمی ہے۔"

سام اپنے بھائی ٹام کے قدموں میں گر کر معافی مانگنا چاہتا تھا۔ ٹام نے اسے ایک ٹھوکر لگا کر کہا۔ "نکل جاؤ میرے گھر سے، لیکن اس سے پہلے پچاس ہزار کا چیک سائن کر دو۔ ورنہ جس چابک سے ڈان مورس کی کھال ادھیڑتا تھا اسی سے تمھاری پٹائی کروں گا۔"

سام فوراً ہی اپنے کمرے میں گیا۔ وہاں سے چیک بک لا کر پچاس ہزار کی رقم لکھی پھر دستخط کر کے ٹام کو دیا۔ میں نے کہا۔ "میں برسوں بعد گھر واپس آیا ہوں۔ اس خوشی میں سام کو معاف کر دو۔ میری آمد پر ایک بھائی گھر سے جائے، یہ مناسب نہیں ہے۔"

"یہ ہمارے ساتھ رہے گا تو پھر نقصان پہنچائے گا۔"

میں نے کہا۔ "اب تو میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔ میرا علم بتا دیا کرے گا کہ کون کس کے ساتھ فریب کر رہا ہے اور کس طرح جھوٹ بول رہا ہے۔"

ٹام نے چور نظروں سے اپنی بیوی ہیلما کو دیکھا پھر مجھے ایک طرف لے جا کر رازداری سے بولا۔ "تم نے بڑے خطرناک علوم حاصل کیے ہیں۔ فارگاڈ سیک! میرے ہاتھ کی لکیریں بھی نہ دیکھنا۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "میرا علم ہاتھ کی لکیروں کو دیکھنے کا علم نہیں ہے۔ میں آنکھوں کو اور چہروں کو پڑھتا ہوں اور نبض پر ہاتھ رکھ کر بہت کچھ بتا دیتا ہوں۔ ہوٹل میں تم سے معافی مانگ کر، وہاں سے تمھاری باتیں سنتا آ رہا ہوں۔ جس طرح آدمی اپنے انداز، تکلم سے پکڑا جاتا ہے اسی طرح زبان سے ادا ہونے والے الفاظ اس کی فطرت اور عادات کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ میں نے تمھارے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کیا ہے۔"

اس نے گھبرا کر پوچھا۔ "کک۔۔۔ کیا معلوم کیا ہے؟"

"گھبراتے کیوں ہو۔ اگر ہیلما کو بتانا ہوتا تو جس طرح سام کو بے نقاب کیا ہے اسی طرح سب کے سامنے کہہ دیتا کہ تمھارا بینک بیلنس ڈیڑھ لاکھ سے اوپر ہے۔ اور یہ بات ہیلما نہیں جانتی ہے۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے مجھے تک رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"میرا تمھارا خون کا رشتہ ہے۔ ہیلما ہماری کوئی سگی نہیں ہے۔ میں اسے کبھی نہیں بتاؤں گا کہ ایک جوان عورت سے تمھارا چکر چل رہا ہے۔"

وہ جلدی سے خوشامدانہ انداز میں میرے بازو کو تھام کر بولا۔ "بس کرو۔ باقی گاڈ اتم بہت خطرناک ہو۔ یہاں آتے ہی ہمارا کچا چٹھا معلوم کر لیا ہے۔"

ہیلما نے دور سے مخاطب کیا۔ "یہ تم دونوں کیا کھُسر پھُسر کر رہے ہو۔ یہ آؤٹ آف اِیٹی کیٹ ہے۔"

وہ بولتے ہوئے قریب آئی۔ ٹام نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "میں اونیل سے سام کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔ اب تم پوچھو گی، میں کیا باتیں کر رہا ہوں۔ بھئی سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ اس گھر کو کسی سے فائدہ پہنچے یا نقصان پہنچے ہم نہیں جانتے۔ آج سے اس گھر کا مالک اور مختار اونیل ہے۔ تم کیا کہتی ہو؟"

وہ خوشی سے دونوں ہتھیلیوں کو تالی بجانے کے انداز میں جوڑ کر بولی۔ "اوہ ٹام! تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ اونیل نے پیش گوئی کی تھی کہ ہمیں کھوئی ہوئی دولت حاصل ہوگی۔ دیکھ لو، یہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اونیل کے یہاں قدم رکھتے ہی ہمیں پچاس ہزار ڈالر مل گئے ہیں۔۔۔"

وہ خوش ہو رہے تھے۔ میری تعریفیں کر رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر آرام کرنے کا بہانہ کر کے اپنے کمرے میں آ کر بیٹھ گیا پھر میں نے پارس دوم کی خبر لی۔ مجھے اس کے دماغ میں مل گئی لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا، اسے کہاں پہنچایا گیا ہے وہ کوما میں تھا۔

میں نے فوراً ہی نائب کو مخاطب کیا۔ غصّے سے کہا۔ "سپر ماسٹر سے بات کراؤ۔ میرے بیٹے کو کوما میں کیوں رکھا گیا ہے؟"

ایک منٹ کے اندر ہی سپر ماسٹر نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "بے ہوشی عارضی ہوتی ہے۔ پارس کے ہوش میں آتے ہی تم اس کے دماغ میں پہنچ جاتے اس لیے اسے کوما میں رکھا گیا ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو، کوما سے نکلنے کے بعد وہ پہلے کی طرح نارمل ہوگا۔ میں نے وعدہ کیا ہے، اس کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آئے گی۔ اب یقین دلاتا ہوں کہ اسے دماغی طور پر بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"چوبیس گھنٹے میں سے چار گھنٹے گزر گئے ہیں۔ مجھے یقین ہے، تم اپنے ملک کو دُنیا کے نقشے سے مٹتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہو گے۔"

میں اسے دھمکی دے کر چلا آیا۔ بہت دنوں بعد سونیا کو مخاطب کیا۔ اسے پارس دوم کے حالات بتانے پھر اس سے پوچھا۔ "تمھارا کیا خیال ہے، انھوں نے پارس کو کوما میں کیوں رکھا؟"

وہ بولی۔ "سپر ماسٹر درست کہہ رہا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے دماغ میں نہیں پہنچنے دے گا۔ وہ نہیں چاہتا، ہم میں سے کوئی چوبیس گھنٹے سے پہلے اسے قید سے نکال کر لے جائے۔"

میں نے کہا۔ "اصل نکتے پر غور کرو، اس نے چوبیس گھنٹے کی مہلت کیوں مانگی ہے؟"

"پہلا خیال یہی آتا ہے کہ ان کے پاس ایک اور ٹرانسفارمر مشین ہے جس کے ذریعے وہ پارس کی تمام صلاحیتوں کو کسی دوسرے جوان میں منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ مشین کے ذریعے اس کی بہترین صلاحیتوں کو ختم بھی کر سکتے ہیں جب وہ ہمیں واپس ملے گا تو ذہنی اور جسمانی طور پر نارمل ہوگا لیکن صلاحیتوں سے خالی ہوگا۔"

"ہوں، یہ تشویش کی بات ہے۔ ہم ثابت نہیں کر سکیں گے کہ سپر ماسٹر نے ایسا کیا ہے کیونکہ دُنیا والوں کی نظروں میں آخری ٹرانسفارمر مشین بھی تباہ ہو چکی ہے۔"

"کچھ بھی ہو، ہمیں مقررہ وقت تک انتظار کرنا ہوگا۔۔۔ سپر ماسٹر اور وہاں کے حکمران اپنے ملک کی تباہی نہیں چاہیں گے لہٰذا پارس زندہ و سلامت واپس آئے گا۔"

"میں چاہتا ہوں، تم وہاں چلی جاؤ۔ جب وہ واپس ملے تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو۔"

"فی الحال تو اس کے لیے خطرہ نہیں ہے۔ دوم یہ کہ تم اور رسونتی خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچتے رہتے ہو۔ پارس اوّل کی فکر کون کرتا ہے۔ اس کے لیے تو ایک میں ہی رہ گئی ہوں۔"

"سونیا! ہمیں الزام نہ دو۔ ہمارے دونوں بیٹے ضدّی اور خودسر ہیں۔ ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لینا چاہتے۔ ہمیں اپنے دماغوں میں آنے نہیں دیتے۔ بڑی مشکل سے ہمیں پارس دوم تک رسائی حاصل ہوئی ہے۔ پارس اوّل کے متعلق اتنا ہی علم ہو سکا کہ وہ کسی ارب پتی مل اونر کی فیملی میں ہے۔ اس فیملی کے کچھ افراد استنبول میں ہیں۔ میں ان کے درمیان پہنچ گیا ہوں۔ بہت جلد ان کے ساتھ اسرائیل پہنچوں گا۔"

"تم سے پہلے میں یہاں پہنچ گئی ہوں۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟"

"وہی جو تم سن رہے ہو۔ میں تل ابیب میں ہوں۔ میں نے ایک شخص کو تاڑ لیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ پیرس سے تل ابیب پہنچا ہے۔ میں اس کے ساتھ یہاں پہنچ گئی ہوں۔"

"اس شخص کے متعلق کچھ بتاؤ؟"

وہ کسی بنگلے کے ایک بیڈ روم میں تھی۔ ایک ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھ کر اس کے متعلق بتانے لگی۔

اصل ڈان مورس پیرس میں تھا۔ پارس نے اس کے روپ میں اسرائیل جانے کے لیے اسے پیرس کے ایک اعلیٰ پولیس افسر کی نگرانی میں چھوڑا تھا۔ اتفاق سے ڈان مورس بھی جوجو کی طرح پیشگانہ ذہن رکھتا تھا۔ نفسیات کے ماہرین نے پارس کو یقین دلایا تھا کہ اس کے اندر سے خوف اور بزدلی رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گی اور پیشگانہ پن بھی جاتا رہے گا۔ اس مقصد کے لیے ایک جوان نرس روما کو اس کے ساتھ رکھا گیا تھا۔ یقین تھا کہ جلد ہی اس بچے پر جوانی کا جادو چل پڑے گا۔

سونیا نے پارس کو سمجھایا تھا "اپنی شیطانی کا انتقام لینے تنہا نہ جاؤ۔"

اس نے پوچھا "ماما کیا آپ بھی مجھے بچہ سمجھتی ہیں اور مجھے بزدل بنا کر رکھنا چاہتی ہیں۔"

"بیٹے! تم بڑے بڑے آزمائشی مراحل سے گزرتے رہو، میں کبھی نہیں روکوں گی لیکن تم ماں کا انتقام لینے کے لیے کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئے ہو۔ آدمی جوش اور جذبات میں آکر کوئی نہ کوئی غلطی کر بیٹھتا ہے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں معمول کے مطابق نارمل رہوں گا اور یوگا کی مشقیں جاری رکھوں گا۔ یوگا کا عمل ہمارے اندر صبر اور استقلال پیدا کرتا ہے۔"

سونیا نے اسے جانے کی اجازت دی مگر وہ مطمئن نہیں تھی۔ اس نے سوچا جلد ہی تل ابیب جائے گی اور دور ہی دور سے بیٹے کی نگرانی کرتی رہے گی۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے رابطہ قائم کیا جو یہودی بن کر تل ابیب کے ایک بہت بڑے اسپتال میں ڈاکٹر کے فرائض انجام دیتا تھا۔ اس نے ڈاکٹر سے کہا۔ "تم اپنی وائف کو سیر و تفریح کی غرض سے پیرس بھیج دو اور اسے تاکید کر دو کہ بابا صاحب کے ادارے میں جا کر رہے۔ میں اس کی جگہ تمہارے پاس آؤں گی۔"

ڈاکٹر نے اس منصوبے پر عمل کیا۔ اس کی وائف روسیلا بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی۔ سونیا کو تل ابیب جانے کی جلدی نہیں تھی۔ اسے معلوم تھا، پارس ابھی ڈان مورس کے روپ میں تل ابیب گیا ہے۔ وہاں تمام مورس کی فیملی میں کچھ روز رہنے کے بعد اسرائیل جائے گا۔ ویسے وہ روسیلا کے روپ میں تیار تھی کسی دن بھی وہاں سے پرواز کر سکتی تھی۔ ایسے ہی وقت وہ شخص اس کی نظروں میں آگیا۔

ایک روز وہ اخبار دیکھ رہی تھی۔ اخبار کا ایک صفحہ خاص پیرس شہر کی تازہ ترین خبریں شائع کرتا تھا۔ اس صفحے کا عنوان ہوتا تھا: "پیرس میں کہاں کیا ہو رہا ہے؟"

اس صفحے پر جلی حروف میں یہ خبر شائع ہوئی تھی: کیسینو ڈی بلانکا میں ایک جواری نے ایک رات میں نوّے لاکھ ڈالر جیت لیے: رپورٹر نے لکھا تھا جیتنے والے کا نام رالبن رائے ہے۔ کیسینو ڈی بلانکا کے شارپرز ساری دنیا میں بدنام ہیں۔ یہ شارپر بڑے بڑے سرمایہ دار جواریوں کی جیبوں سے لاکھوں ڈالر بٹور لیتے ہیں۔ پھر انھیں لاکھ دو لاکھ جیت کر جانے کا موقع دیتے ہیں تاکہ وہ آئندہ بھی اس قمار خانے میں آتے رہیں لیکن رالبن رائے پہلا جواری ہے جس نے اپنا ایک ڈالر بھی کیسینو میں نہیں دیا اور اس کیسینو کو ایک رات میں نوّے لاکھ ڈالر کا نقصان پہنچا کر چلا گیا۔

رالبن رائے نے اپنے ایک بیان میں شاطر جواریوں کو چیلنج کیا تھا اور کہا تھا "اس دنیا میں کوئی اس کی ٹکر کا کھیلنے والا نہیں ہے لہٰذا آئندہ وہ کسی قمار خانے میں نہیں جائے گا۔"

سونیا ایسے شخص کو دیکھنا چاہتی تھی۔ یہ بات حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین تھی کہ ایک جواری اپنی جیب سے ایک ڈالر بھی نہ ہارے اور نوّے لاکھ کی کثیر رقم جیت کر لے جائے۔ یہ کمال تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی دکھا سکتا تھا کیونکہ کھیلنے کے دوران بڑے سے بڑا شاطر کھلاڑی بھی ایک آدھ بازی ہارتا ہے۔ بڑی رقم جیت لینا کوئی بہت زیادہ کمال کی بات نہیں ہوتی لیکن اس کے جیتنے کا انداز چونکا دینے والا تھا۔

سونیا نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا "ہیلو نادیہ! میں سونیا بول رہی ہوں۔"

نادیہ نے بڑی مسرت سے کہا "ابھی میں تمھیں یاد ہی کر رہی تھی۔ واقعی دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔"

"تم ایک بہت بڑے کیسینو کی مالکہ ہو۔ یقیناً تم نے رالبن رائے کی خبر پڑھی ہوگی۔"

"تم پڑھنے کی بات کرتی ہو، میں نے اس کا چیلنج قبول کیا ہے۔ وہ آج رات میرے قمار خانے میں آرہا ہے۔"

سونیا نے کہا "میں جانتی تھی تم ایسا کرو گی۔ کیا تم نے رالبن رائے سے ملاقات کی ہے یا فون پر آج رات کا کھیل طے پایا ہے؟"

"میں نے منیجر سے معاملات طے کیے ہیں۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میں اسے اپنی آواز نہیں سناؤں گی اور رات کو اپنی آنکھوں پر مصنوعی لینس چڑھا کر جاؤں گی۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں نادیہ کہ تم بہت چالاک اور ہوشیار ہو لیکن تم اس کے سامنے گونگی بہری بن کر کھیلنے بیٹھو گی تو وہ اپنے لیے خطرہ محسوس کرے گا کہ اس کی ٹیلی پیتھی کا راز کھل سا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ ہوشیار ہو جائے۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں آج رات نادیہ بن کر اس کے ساتھ دو دو ہاتھ کروں گی۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمھاری موجودگی میں میرے قمار خانے سے ایک ڈالر بھی نہیں لے جا سکے گا۔"

"ہاں، میں اس کی ضمانت دیتی ہوں۔"

"شرمندہ نہ کرو، تمھارا نام ہی ضمانت ہے۔" نادیہ بولی "میں اپنا موجودہ پتا بتا رہی ہوں۔ یہاں چلی آؤ۔ صبح تک رات گزارو۔ میں یہاں سے تمھارے میک اپ میں جاؤں گی۔"

رات گیارہ بجے بازی شروع ہونے والی تھی۔ نادیہ نو بجے اس کے پاس آگئی۔ دونوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا پھر سونیا نے انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کر کے کہا۔۔۔

"میں ایک گھنٹے بعد نادیہ کے قمار خانے میں جا رہی ہوں۔ رالبن رائے نامی ایک شخص کے ساتھ صبح تک بازی چلے گی۔ میں چاہتی ہوں جب وہ قمار خانے سے جائے تو آپ کے جاسوس اس کا پتا ٹھکانا معلوم کریں۔ اسے تعاقب کا شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ایسے سراغرسانوں کا انتخاب کریں جو یوگا کے ماہر ہوں۔"

"مادام! آپ کے حکم کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ کیا اس شخص کا تعلق فرانس سے ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ کسی دوسرے ملک سے یہاں آیا ہے اگر یہاں کا باشندہ ہوتا تو بہت پہلے ہی فرانس کے قمار خانوں میں نام پیدا کر لیتا۔ وہ پچھلی ایک رات سے شیطان کی طرح مشہور ہو چکا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے وعدہ کیا کہ رالبن رائے کے متعلق سونیا کو مکمل معلومات فراہم کی جائیں گی۔ سونیا نے ریسیور رکھا پھر کانچ سے لگل کر نادیہ کی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ اس نے ایک رات کے لیے روسیلا کا میک اپ اتار دیا تھا۔ وہ نادیہ کے روپ میں اس کے قمار خانے والے دفتر میں پہنچ گئی۔ وہاں کے تمام بدمعاش اور شاطر جواری اسے نادیہ سمجھ کر استقبال کر رہے تھے۔ جب رالبن رائے قمار خانے میں داخل ہوا تو اس کا بھی شاندار استقبال ہوا۔ اس نے سونیا کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مادام نادیہ! مجھے تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے قمار خانوں کی دنیا میں تمھارا بڑا نام سنا ہے۔"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولی "تم نے بھی ایک ہی رات میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اس کا مطلب ہے ہم دو بڑے مل رہے ہیں اور آج رات کی صبح فیصلہ سنائے گی کہ ہم دو میں سے کون بڑا ہے۔"

"بڑی خدا کی ذات ہے۔ میری یہ بات یاد رکھو، جوا ہارنا نہیں جانتا، اس جیتنے والے کی جیت محض ایک دھوکا ہوتی ہے۔ صبح معلوم ہوگا کہ تم کس قدر خود فریبی میں مبتلا ہو۔ دھکی چلیے گے یا کافی؟"

وہ اپنا تھوبڑا دکھاتے ہوئے بولا "میں صرف اپنے ہاتھوں کا پکا ہوا کھاتا ہوں اور اپنی پسند کی کافی خود تیار کر کے ساتھ لے آتا ہوں۔ برا نہ ماننا دشمن تو دور کی بات ہیں، میں دوستوں پر بھی بھروسا نہیں کرتا۔"

"تو پھر چلو، گیارہ بج چکے ہیں۔"

وہ دونوں دفتر سے اٹھ کر قمار خانے کے اس حصّے میں آئے جہاں تاش کی بازی ہوا کرتی تھی۔ آج تمام دن یہ چرچا ہوتا رہا تھا کہ نادیہ کے قمار خانے میں رالبن رائے کھیلنے آئے گا۔ اخبارات کے رپورٹر اور فوٹو گرافر موجود تھے۔ فلیش بلب کی روشنیاں بجلیوں کی طرح چمک چمک کر رہی تھیں۔ رپورٹر طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ دونوں نے مختصر سے جوابات کے بعد کہا "پلیز، ہمیں کھیلنے کا موقع دیا جائے۔ جب تک ہمارا کھیل جاری رہے گا، کوئی غیر ضروری آدمی اس ہال میں داخل نہیں ہوگا۔"

سب لوگوں کو وہاں سے ہٹایا جا رہا تھا۔ نادیہ کا منیجر اخبار والوں سے کہہ رہا تھا "آپ لوگ کیسینو کے کسی بھی حصّے میں جا کر بیٹھ جائیں۔ رننگ کمنٹری کا خاص انتظام ہے۔ آپ لوگوں کو ہر بازی کا نتیجہ فوراً سنایا جائے گا۔"

مطالعہ کریں امتحان شیخ الزیادہ لٹ بڑھا دیکھ ایک بہت مکمل نفسیاتی کتاب

جنات اور ان کی تسخیر کے راز

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی نمبر ۱

وہ ہال خالی ہوگیا۔ سونیا اور رابسن رائے ایک میز کے اطراف آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ کیبنٹری کرنے والا ان سے کچھ فاصلے پر مائیک کے سامنے تھا۔ تاش کی ایک نئی گڈی کھولی گئی۔ قاعدے کے مطابق جس کے پاس سب سے چھوٹا پتا آتا۔ اسی کو تاش پھینٹنے اور بانٹنے کا پہلا موقع ملتا تھا۔ جوئے باز شائد پر ہوتے ہیں وہ پھینٹنے اور بانٹنے کا پہلا موقع چاہتے ہیں تاکہ مکاری سے پتے لگانے کا موقع ہاتھ آجائے۔ یہ رابسن رائے کی بدقسمتی تھی کہ سونیا کو پہلا موقع مل گیا۔

وہ بڑی مہارت سے پتے پھینٹنے لگی۔ رابسن رائے نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "تمہارے ہاتھ مشین کی طرح چلتے ہیں۔ کتنے عرصے سے کھیل رہی ہو؟"

وہ اسے باتوں میں لگانا چاہتا تھا تاکہ اسے پتوں کا حساب نہ ملے۔ وہ کسی سے کم نہیں تھی۔ مسکرا کر بولی "پندرہ برس کی عمر سے کھیل رہی ہوں۔ اب چالیس برس کی ہوں۔"

وہ دونوں طرف تین تین پتے بانٹنے کے بعد یوں ٹھٹک گئی۔ جیسے کوئی غلطی کر بیٹھی ہو۔ پھر پریشان ہو کر بولی "ذرا دیکھو میں نے تین ہی پتے دیے ہیں نا؟"

وہ مسکرا کر بولا "ہاں، ہم دونوں کے پاس تین تین ہی ہیں یہ رہا میری طرف سے دس ہزار ڈالر کا اوور ڈرا۔"

اس نے دس ہزار کا ایک ٹوکن درمیان میں رکھ دیا۔ سونیا نے گڈی ایک طرف رکھی۔ اس کے برابر دس ہزار کا ٹوکن رکھا۔ وہ بولا "میری عادت ہے، میں پہلی چال پچاس ہزار سے شروع کرتا ہوں۔"

اس نے پچاس ہزار کے پانچ ٹوکن درمیان رکھے کیبنٹری کرنے والا بول رہا تھا کہ کس طرح دونوں چالیں چل رہے ہیں۔ مادام نادیہ بہت محتاط ہو کر کھیلتی ہیں لیکن رابسن رائے نے مادام کو دس ہزار پھر پچاس ہزار ڈالر بڑھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ یعنی پہلی ہی چال میں ان کے درمیان میز پر ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر آچکے ہیں۔

رابسن رائے نے پہلے ہی سونیا کی غلطی کو بھانپ لیا تھا پھر یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس نے دوسری چال میں ایک لاکھ ڈالر رکھے۔ سونیا نے چونک کر دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا "میں کیسینو ڈی بلان کا سے نوّے لاکھ ڈالر لے گیا تھا۔ یہاں سے دُگنی رقم لے جاؤں گا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ بڑی بڑی چالیں چلتا رہوں۔"

سونیا نے ایک لاکھ ڈالر کے ٹوکن رکھ دیے۔ وہ دو لاکھ رکھتے ہوئے بولا "بہتر ہے اپنے پتے دیکھ لو۔ میں ایک دو چالوں تک اپنے پتے نہیں دیکھتا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "میں پتے دیکھوں گی اور کھیل جاری رکھوں گی تو مجھے چار لاکھ دینے ہوں گے۔"

"ہاں، یہ تو کھیل کا اصول ہے۔"

وہ دو لاکھ ڈالر کے ٹوکن رکھتے ہوئے بولی "میں پتے دیکھ کر دوگنی رقم نہیں دوں گی۔"

وہ پانچ لاکھ رکھتے ہوئے بولا "میں اپنے مقابل کو مجبور کر دیتا ہوں۔"

اسی لمحے سونیا نے اپنے اندر پرانی سوجھ کی لہروں کو محسوس کیا۔ جب پارس پانچ برس کا تھا اور استنبول میں ایک بزرگ کی دُعائیں سونیا کو ملی تھیں۔ تب سے وہ اپنے اندر روحانی قوتوں کو محسوس کرتی تھی۔

اسے ایسی روحانی قوت حاصل ہوئی تھی کہ وہ اپنے خفیہ خیالات چھپا پاتی تو کوئی خیال خوانی کرنے والا ان خیالات تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ رابسن رائے نے اس کے دماغ میں آتے ہی اس کی سوجھ میں پتے اُٹھا کر اسے دیکھنے پر مجبور کیا۔ اس نے بہ ظاہر مجبور ہو کر پتے اٹھائے اور اپنی سوجھ میں بولی۔ "نہلا، دہلا اور غلام..."

اس نے پتے میز پر اوندھے رکھ دیے چونکہ یہ جیتنے والے پتے تھے اس لیے اس نے میز پر دس لاکھ ڈالر رکھ دیے۔ حقیقتاً اس کے پاس اکّا، دُگی اور تگی کے سب سے بڑے رنگ پتے تھے۔ اس نے خیال خوانی کرنے والے کو گمراہ کر دیا تھا۔ رابسن رائے کو تشویش ہوئی کیونکہ نہلا، دہلا اور غلام معمولی پتے نہیں تھے۔ اس نے اپنے پتے اٹھا کر دیکھے تو خوش ہوگیا۔ اس کے پاس بادشاہ بیگم اور غلام تھے۔ اس کی دانست میں سونیا کبھی جیت نہیں سکتی تھی۔ اس یقین کے ساتھ اس نے پچیس لاکھ کی چال دی۔

اس چال کا مطلب یہ تھا کہ سونیا پچاس لاکھ دے کر شو نہیں کرائے گی۔ میدان چھوڑ دے گی لیکن خلافِ توقع اس نے شو نہیں کرایا۔ پچیس کے جواب میں اس نے پچاس لاکھ ڈالر کے ٹوکن میز پر رکھے۔ وہ سوچنے لگا "کہیں خیال خوانی میں غلطی تو نہیں ہوئی ہے؟"

سونیا نے پھر اسے دماغ میں محسوس کیا۔ اس کے مجبور کرنے پر دوبارہ اپنے پتے اٹھا کر دیکھے پھر اپنی سوجھ میں بولی "نہلا، دہلا اور غلام۔"

وہ مطمئن ہو کر مسکراتے ہوئے بولا "مادام نادیہ ابھی

جیتنا ناممکن ہے۔ اب جو چال چل رہا ہوں، اس کے بعد تم میدان چھوڑ دو گی۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک کروڑ کے ٹوکن میز پر رکھے۔ کیبنٹری کرنے والا جوش و خروش سے کہہ رہا تھا "سامعین! میری دانست میں آج تک دُنیا کے کسی قمار خانے میں ایسا جوا کسی نے نہیں کھیلا۔ ایک ہی چال میں ایک کروڑ ڈالر داؤ پر لگانا نہ تو بچوں کا کھیل ہے نہ قصے کہانیوں کی بات ہے۔ میرے سامنے جو حساب لکھا ہوا ہے اس کے مطابق مسٹر رابسن رائے کے اب تک ایک کروڑ تینتیس لاکھ اور ساٹھ ہزار ڈالر اور مادام نادیہ کے تریسٹھ لاکھ ساٹھ ہزار ڈالر میز پر آچکے ہیں۔ اب مادام کو شو کرانے کے لیے دو کروڑ ڈالر ادا کرنا ہوں گے، ورنہ انھیں میدان چھوڑنا ہوگا۔"

قمار خانے کے دوسرے حصّوں میں بیٹھے ہوئے لوگ چیخ چیخ کر یہ مشورے دے رہے تھے کہ مادام کو یہ بازی ہار کر دوسری بازی شروع کرنی چاہیے لیکن کیبنٹری کرنے والے نے یہ چونکا دینے والی خبر سنائی کہ مادام نادیہ نے اپنے مقابل کے جواب میں ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر کی چال چلی ہے۔

یہ چال بتا رہی تھی کہ وہ کمزور نہیں ہے اور کھیل جاری رکھے گی۔ رابسن رائے نے پاس رکھے ہوئے ریسیور کو اٹھا کر قمار خانے کے بینکر سے پوچھا "میرے اکاؤنٹ میں کتنی رقم ہے؟"

بینکر نے جواب دیا "آپ نے دو کروڑ جمع کرائے تھے جس میں سے ڈیڑھ کروڑ کے ٹوکن لیے گئے۔ اب آپ کو صرف پچاس لاکھ کے ٹوکن مل سکتے ہیں۔"

رابسن نے سوچنے کے انداز میں سر جھکا لیا پھر خیال خوانی کے ذریعے ایک یہودی سرمایہ دار سے کہا "فوراً اٹھو اور دو کروڑ ڈالر لے کر نادیہ کے قمار خانے میں آؤ۔"

سرمایہ دار نے پریشان ہو کر کہا "مسٹر! عقل کی بات کرو۔ آدھی رات ہو چکی ہے۔ کوئی سرمایہ دار اتنی بڑی رقم اپنے گھر میں نہیں رکھتا۔ میں اتنی جلدی رقم کہاں سے لاؤں گا؟"

رابسن نے کہا "نقدی نہ سہی، تمھاری کوٹھی اور کارخانے کے کاغذات ہیں انھیں لے آؤ۔"

"وہ دس کروڑ کے کاغذات ہیں، کیا تم مجھے ڈبو دینا چاہتے ہو؟"

"تم جانتے ہو، میرے پاس ٹیلی پیتھی کی طاقت ہے۔ میں تمھیں کل صبح تک دس ارب اور دس کھرب ڈالر دے سکتا ہوں۔ بحث نہ کرو۔ فوراً کاغذات لے آؤ۔ لیکن روانگی سے پہلے میرے فون کا انتظار کرو۔ میں دُنیا والوں کو دکھانے کے لیے تم سے قرض کے طور پر وہ کاغذات مانگوں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ سونیا نے پوچھا "مسٹر! کس سوچ میں پڑ گئے؟ آگے کھیلنا منظور نہیں ہے تو دو کروڑ پچاس لاکھ دے کر شو کرا ڈو۔"

"مادام نادیہ! تم یہ بازی مجھ سے کبھی جیت نہیں سکو گی۔ میں یہاں سے تمھیں اچھا سبق سکھا کر جاؤں گا۔ دراصل میرے پاس رقم کی کمی ہے۔ اگر اجازت ہو تو فون کر کے ایک دوست سے رقم منگوالوں؟"

"ضرور۔ تم ایک نہیں درجنوں دوستوں کو مدد کے لیے بلا سکتے ہو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر اسی یہودی سرمایہ دار سے رابطہ قائم کیا۔ سونیا کو سنانے کے لیے کچھ باتیں کیں پھر پوچھا "مادام نادیہ! میرے دوست کے پاس کوٹھی اور کارخانے کے کاغذات ہیں جن کی مالیت دس کروڑ ڈالر ہے۔ کیا اسے قمار خانے کے بینک میں گروی رکھ کر مجھے پانچ کروڑ دیے جا سکتے ہیں؟"

سونیا نے اپنے پاس رکھے ہوئے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نادیہ کے وکیل سے اس معاملے میں دریافت کیا۔ وکیل نے کہا۔ "میں قمار خانے میں پہنچ رہا ہوں۔ ان سے کہو، دس کروڑ کے کاغذات پر زیادہ سے زیادہ دو کروڑ دیے جا سکتے ہیں۔ اس سے پہلے کوٹھی اور کارخانے کا مالک گروی رکھنے کا ایک کاغذ خود دیکھے گا اور دستخط کرے گا۔"

سونیا نے یہ بات رابسن کو بتائی۔ رابسن نے یہودی سرمایہ دار کو کاغذات لانے کے لیے کہا پھر ریسیور رکھ دیا۔ کھیل ایک گھنٹے کے لیے رُک گیا۔ میز پر تاش کے پتے، لاکھوں کروڑوں کے ٹوکن اسی طرح پڑے رہے۔ فیصلہ ہونے تک کوئی انھیں ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔

فیصلہ تو بہرحال ہونا ہی تھا۔ ایک گھنٹے کے اندر کاغذات گروی رکھنے کے سلسلے میں قانونی کارروائی ہوگئی۔ رابسن کو دو کروڑ ڈالر کے ٹوکن مل گئے۔ اس نے سونیا کے سامنے دو کروڑ پچاس لاکھ ڈالر کے ٹوکن رکھ کر کہا "میں ابھی مجبور ہوں۔ فوراً بڑی رقم کا انتظام نہیں کر سکتا اس لیے شو کرا رہا ہوں، اپنے پتے دکھاؤ۔"

سونیا نے جب تینوں پتے اُلٹ کر دکھائے تو وہ حیرت سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ بے اختیار میز پر ہاتھ مار کر بولا "یہ دھوکا ہے تمھارے پاس دوسرے پتے تھے۔"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا "تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ پتے

اُٹھنے سے پہلے دوسرے تھے؟"

اس سوال پر اسے ہوش آیا۔ وہ کہہ نہیں سکتا تھا کہ اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا اور جو معلوم کیا تھا اس کے برعکس نتیجہ نکل چکا ہے کمینٹری کرنے والا کہہ رہا تھا...

"سامعین! مادام نادیہ نے بڑے ہی ڈرامائی انداز میں بازی جیت لی ہے۔ میرے سامنے لکھے ہوئے حساب کے مطابق پچھلی رات نوّے لاکھ ڈالر جیتنے والے مسٹر رالبن رائے یہاں دو گھنٹے تک کھیلتے رہے جس میں سے ایک گھنٹا قانونی کارروائی میں گزر گیا۔ اس طرح وہ صرف ایک گھنٹے میں تین کروڑ تراسی لاکھ اور ساٹھ ہزار ڈالر ہار چکے ہیں۔ اب وہ میز چھوڑ کر اٹھ چکے ہیں۔ اس کا مطلب ہے یہ پہلی بازی ہی ان کے لیے آخری بازی ثابت ہوئی ہے۔ شاید وہ آئندہ کیسینو نادیہ کا رُخ نہیں کریں گے۔"

رالبن رائے تیزی سے چلتا ہوا کمینٹری کرنے والے کے پاس آیا پھر ایک جھٹکے سے مائک اٹھا کر چیختے ہوئے بولا۔

"میں آؤں گا۔ کل بھی یہاں آؤں گا۔ میں رالبن رائے اعلانیہ کہتا ہوں، کل رات ہونے والی بازی میں صرف اس قمارخانے کو ہی نہیں، قمارخانے کی مالکہ نادیہ کو بھی جیت کر لے جاؤں گا۔ کل میں دکھا دوں گا کہ میں کیا ہوں۔"

وہ مائیک کو ایک طرف پھینک کر غصّے سے طنطناتا ہوا چلا گیا۔ سونیا نے مینیجر سے کہا۔ "تمام رقم سنبھال کر رکھو، میں ابھی آتی ہوں۔ کیسینو کے ہر ملازم کو انعام دوں گی۔"

وہ کیسینو کے پچھلے دروازے سے نکل کر اپنے کاٹیج پہنچ گئی۔ اس نے نادیہ کو جب یہ بتایا کہ اس نے صرف ایک گھنٹے کی ایک ہی بازی میں رالبن رائے سے تین کروڑ تراسی لاکھ ساٹھ ہزار ڈالر نچوڑ لیے ہیں تو اس نے حیرانی اور بے یقینی سے دیکھا پھر خوش ہو کر بولی "بے شک! یہ کارنامہ تم ہی انجام دے سکتی ہو۔ میری طرف سے فریلڈ صاحب کا شکریہ ادا کر دینا۔"

سونیا نے کہا۔ "تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں نے کسی گیلی پیتچی جاننے والے کا تعاون حاصل نہیں کیا۔"

اس نے نادیہ کو دس کروڑ کے کاغذات گڑی رکھوانے والی بات تفصیل سے بتائی پھر کہا۔ "میں ابھی آتے وقت کیسینو کے ملازموں کو انعام دینے کا وعدہ کر آئی ہوں، تم انھیں انعام ضرور دینا۔ اب جا سکتی ہو۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا نے ریسیور اٹھا کر انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا۔ افسر نے کہا۔ "رالبن رائے مغربی جرمنی سے آیا ہے۔ سفارت خانے میں اس کے کاغذات کی نقل دیکھی گئی ہے۔ ان کاغذات کے مطابق بھی اس کا نام رالبن رائے ہے اور وہ پیدائشی طور پر مغربی جرمنی کا باشندہ ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "لیکن وہ اپنے چہرے، لہجے اور طور طریقوں سے امریکی معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس کی ٹیلی پیتھی کا علم ثابت کرتا ہے کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار ہے اور وہ مشین صرف امریکا میں ہے۔"

افسر نے چونک کر پوچھا۔ "کیا واقعی وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"جی ہاں۔ اپنے سراغرسانوں کو تاکید کر دیں۔ میں اس کی دن رات کی مصروفیات معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ آپ کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ پیرس میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔"

"مادام! آپ نے ٹیلی پیتھی کے حوالے سے خطرے کی گھنٹی بجا دی ہے۔ اب اس پر دن رات کڑی نظر رکھی جائے گی..."

وہ بولی۔ "جب تک آپ بہت مجبور نہ ہوں، اس وقت تک اسے نہ چھیڑیں۔ اگر وہ ملک سے باہر جانے لگے تو اسی طیارے میں میرے لیے بھی ایک سیٹ ضرور حاصل کریں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ آئینے کے سامنے بیٹھ کر نادیہ کا میک اپ اتارا۔ لباس تبدیل کیا پھر سونے کے لیے بستر پر آ گئی۔ ایسے ہی وقت اس نے پھر پرائی سوچ کی لہر محسوس کی لیکن کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کیا۔ چُپ چاپ آنکھیں بند کر کے دماغ کو ہدایات دینے لگی کہ وہ صبح چھ بجے تک گہری نیند سوتی رہے۔ اگر اس چار دیواری میں کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے۔ ایک منٹ کے اندر اس کی آنکھ لگ گئی۔

دوسری طرف رالبن رائے حیران تھا کیونکہ سونیا کے دماغ میں نیند کا سناٹا تھا۔ اگرچہ نیند کی حالت میں بھی سوچ جاری رہتی ہے جو خواب کی صورت میں نظر آتی ہے لیکن جس دماغ میں وہ پہنچا ہوا تھا وہاں نہ سوچ تھی، نہ خواب تھے۔ وہ اپنی سوچ میں بولا۔ "اٹھو۔ آنکھیں کھولو اور اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔"

رالبن رائے نے دماغ کے سناٹے میں اپنی ہی سوچ کی لہروں کو سنا۔ اگر سونیا سن کر بھی انجان بننا چاہتی تو خیال خوانی کرنے والا اس کی چالاکی کو سمجھ لیتا۔ وہاں تو ایسا لگ رہا تھا جیسے سونیا اور رالبن رائے کے درمیان نیند کا پردہ حائل ہو گیا ہے اور رالبن کی سوچ اس پردے کے پار نہیں پہنچ رہی ہے۔

اس نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا نیا

علم حاصل کیا تھا۔ ابھی اس نے انسانی دماغوں کو مختلف حالات میں سمجھنا اور ان سے کھیلنا نہیں سیکھا تھا۔ اس کی عقل سمجھا رہی تھی کہ سونیا جیسے دماغ بھی ہوتے ہیں جہاں سوچ کی لہریں پہنچتی تو ہیں لیکن وہاں اثر انداز نہیں ہوتیں۔ اگر حیرا معلومات حاصل کرو تو غلط معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مثلاً سونیا کے پاس اکاذکی اور تگی کے پتے تھے اور اسے دو بار غلط معلومات حاصل ہوئیں کہ مقابلے پر کھیلنے والی کے پاس نہلا، دہلا اور غلام ہیں۔

وہ آزمائش کے طور پر اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہتا تھا، اس کے لیے لازمی تھا کہ اس کا دماغ گرفت میں آئے اور وہ گرفت میں نہیں آرہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ہوا کو مٹھی میں پکڑنا چاہتا ہو۔ وہ دماغ کے سمندر میں غوطے لگا سکتا تھا لیکن اس کے پانی کو اپنے بازوؤں میں نہیں بھر سکتا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے چیخ کر کہا۔ "میں حکم دیتا ہوں کہ میری سوچ کی لہروں کو سنو اور آنکھیں کھول دو، فوراً اٹھ کر کھڑی ہو جاؤ۔"

ذرا سی دیر میں احساس ہوا، وہ رات کی تاریکی میں کسی اندھیری، ویران گلی میں کھڑا کتے کی طرح بھونک رہا ہے اور صبح تک اسی طرح بھونکتا رہے گا۔ وہ تھک ہار کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سونیا کے دماغ نے اسے پریشان کر دیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک ٹہلتا ہوا سوچتا رہا۔ پھر اس نے موجودہ پیٹر ماسٹر کے دماغ پر دستک دی اور اپنے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ "ہیلو ماسٹر! دی کریزی مین از نو مور کریزی۔" (سر پھرا آدمی اب سر پھرا نہیں رہا۔)

رابن رائے کا اصل نام کچھ اور تھا۔ بچپن میں سب اسے کریزی کہا کرتے تھے۔ یعنی 'سر پھرا بچہ' کیونکہ وہ پڑھنے کے بعد فارغ اوقات میں کبھی لکڑی کے تختے سے گھر بنا تا تھا۔ کبھی گتے کی موٹر یا ریل گاڑی بنانے کی کوشش کرتا تھا۔ اسکول میں سائنس کا جو سبق پڑھایا جاتا اس کا عملی تجربہ، سائنسی تجربہ گھر میں کیا کرتا تھا۔ اسی لیے سب اسے خبطی یا سر پھرا کہتے تھے۔

جب وہ اعلیٰ تعلیم سے فارغ ہو کر سیاست میں حصہ لینے لگا تو کریزی مین کہلانے لگا۔ وہ خود کو بہت چالاک اور مکار سیاست دان ثابت کر چکا تھا۔ اس کے باوجود اسے پیٹر ماسٹر کا عہدہ نہیں دیا گیا کیونکہ اسے جوا کھیلنے کا نشہ تھا وہ ہر رات دو چار گھنٹے کسی کیسینو میں ضرور گزارتا تھا۔ جب ہارتا تو شراب پی کر غم غلط کرتا تھا اور جیتنے کی خوشی میں شراب کے ساتھ شباب کی رنگینیوں میں کھو جاتا تھا۔ ایسا شخص حکومت کے رازوں کو اپنے سینے میں چھپا کر نہیں رکھ سکتا — تاہم اس کی اعلیٰ سیاسی خدمات کے صلے میں اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا تھا اور اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ ملک سے دور رہ کر ملک کی خدمت کرتا رہے۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے نئے پیٹر ماسٹر کا نام وی وان ایڈگر تھا۔ اب تک مشین کے ذریعے جتنے افراد نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا ان میں سے پہلا پیٹر ماسٹر میرے ہاتھوں... مارا گیا تھا۔ دوسرا جیری جیکب، پارس دوم کے ہاتھوں انجام کو پہنچا، تیسرے خیال خوانی کرنے والے لارنس ڈیکوزا نے پارس دوم کو پھانس کر موجودہ پیٹر ماسٹر کی قید میں پہنچا دیا تھا۔ چوتھا خیال خوانی کرنے والا پیٹر ماسٹر وی وان ایڈگر تھا۔ پانچویں کو کریزی مین کہتے تھے چھٹا ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈینی دانیال، پارس اوّل کی دوستی اور اعتبار حاصل کرنے کی ٹھوکر میں تھا۔ ساتواں شیطان کہیں روپوش تھا کسی دن وہ بھی ظاہر ہونے والا تھا۔

ان سات شیطانوں میں ڈینی دانیال غداری کر رہا تھا۔ اسے پیٹر ماسٹری کا منصب منظور نہیں تھی۔ وہ اقتدار چاہتا تھا وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اسے کبھی پیٹر ماسٹر کا عہدہ نہیں ملے گا۔ وہ یہودی تھا۔ اس کے سامنے یہی ایک راستہ تھا کہ اسرائیل میں رُوپوش رہے۔ اپنے ہم خیال یہودی سیاست دانوں اور فوجی افسروں کی ایک ٹیم بنائے پھر موجودہ حکومت کا تختہ اُلٹ کر اپنی مرضی کے حکمرانوں کو لائے اور ان کی پُشت پر رہ کر منظرِ عام پر آئے بغیر وہاں حکومت کرتا رہے۔ اس مقصد کے لیے خود کو بہت زیادہ مستحکم بنانے کے لیے اور پیٹر ماسٹر کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیم سے محفوظ رہنے کے لیے وہ فرہاد علی تیمور کی ٹیم میں شامل ہونا چاہتا تھا۔

ڈینی دانیال کی رُوپوشی نے موجودہ پیٹر ماسٹر وی وان ایڈگر کو تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ دُنیا کے کس حصّے میں چھپا ہوا ہے اور کیا کر رہا ہے؟ یہ معلوم کرنا ضروری تھا۔ پیٹر ماسٹر وی وان کا اندازہ تھا کہ وہ بہ حیثیت یہودی اسرائیل میں کہیں ہے یا پھر پیرس میں ہوگا تاکہ پیٹر ماسٹر کے خلاف فرہاد علی تیمور سے دوستی کرے اور اپنی سلامتی کو یقینی بنا لے۔

کریزی مین عرف رابن رائے کو اسی لیے پیرس بھیجا گیا تھا۔ پیٹر ماسٹر نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ فرہاد، رستوتی اور آمر کی خیال خوانی سے محفوظ رہے بغیر ڈینی دانیال کو تلاش کرے جب وہاں ناکامی ہو تو پھر اسرائیل چلا جائے۔ کریزی مین نے پہلے ایک ہفتے سے پیرس میں تھا۔ اس نے کتنے ہی پولیس اور فوج کے افسران کے دماغوں میں جگہ بنالی تھی۔ آخر ایک اعلیٰ افسر کے دماغ سے معلوم ہوا کہ ڈان مورس نامی پُراسرار ذہن رکھنے والا ایک بُزدل جوان اس کی تحویل میں ہے۔ اس بزدل جوان کی جگہ پارس اوّل 'ڈان مورس' بن کر استنبول گیا ہے۔

کریزی مین نے پیٹر ماسٹر کو یہ اطلاع دی اور کہا۔ "یہ معلوم کیا جائے کہ استنبول میں مورس فیملی کہاں رہتی ہے۔ اس فیملی میں کتنے افراد ہیں اور سہروپیا ڈان مورس اس خاندان میں پہنچ چکا ہے یا نہیں؟"

پیٹر ماسٹر نے اپنے وسیع ذرائع استعمال کیے پھر شام تک کریزی مین کو بتایا۔ "استنبول میں جو مورس فیملی ہے اس میں چار افراد ہیں۔ ٹام مورس، سام مورس، ٹام کی بیوی عقیلہ اور ان کی بیٹی سمارتھا۔ پانچواں جوان ڈان مورس ایک دن کے لیے کہیں گھر سے بھاگ گیا پھر واپس آگیا۔ اب وہ پانچوں استنبول میں نہیں ہیں۔ کچھ عرصے کے لیے تل ابیب گئے ہوئے ہیں..."

ان معلومات کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ پارس 'ڈان مورس' کے روپ میں مورس فیملی کے ساتھ تل ابیب پہنچ گیا ہے۔ پیٹر ماسٹر نے کہا۔ "میں تل ابیب میں مورس فیملی پر نظر رکھوں گا۔ تم یہاں مزید دو چار روز ڈینی دانیال کو تلاش کرو۔ وہ مل جائے تو اچھی بات ہے، ورنہ اصلی ڈان مورس کو اغوا کر کے تل ابیب لے جاؤ۔"

کریزی مین نے اس اعلیٰ افسر کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ میرا ایک کام اتنی رازداری سے کرو کہ تمہارے کسی ساتھی افسر کو بھی اس کا علم نہ ہو۔"

افسر نے کہا۔ "فرہاد صاحب! ہم آپ کے تابعدار ہیں، حکم دیجیے۔"

کریزی مین نے کہا۔ "میں کسی وقت بھی ڈان مورس کو تل ابیب بھیج سکتا ہوں۔ میرا بیٹا ڈان مورس بن کر جس مقصد کے لیے گیا تھا وہ پورا ہو رہا ہے۔ ایک آدھ روز میں اصلی ڈان مورس وہاں جائے گا۔ ہمارا پارس یہاں آئے گا۔ تم بڑی رازداری سے ڈان مورس کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کراؤ۔ میں بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

کریزی مین جب سے پیرس آیا تھا، کسی قمار خانے میں جانے کے لیے ترس رہا تھا۔ پیٹر ماسٹر نے سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ کسی کیسینو میں جا کر جُوا نہ کھیلے۔ اگر وہ کھیلے گا اور دوسروں کے پتے معلوم کر کے ان کے دماغوں میں جائے گا تو کوئی حساس دماغ والا اس پر شبہ کرنے لگے گا۔

وہ اپنی خواہش کو مارتا جا رہا تھا۔ شام ہوتے ہی پینا شروع کر دیتا تھا تاکہ نشے میں جُوا کھیلنے کی خواہش کمزور پڑ جائے۔ ایک رات وہ کلب میں گیا۔ خیال تھا کسی حسین عورت کے ساتھ بیٹھ کر پیے گا۔ کلب کے ایک حصّے میں تاش کی بازی ہو رہی تھی۔ وہ دیکھنے بیٹھ گیا۔ اپنی عادت سے مجبور ہو کر تمام کھیلنے والوں کے دماغوں کو ٹٹولنے لگا کہ کس کے پاس کون سے پتے ہیں۔

ڈابن جس کھلاڑی کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ مایوس ہو کر میدان چھوڑنا چاہتا تھا۔ کریزی مین نے آہستگی سے کہا۔ "جیت تمہاری ہوگی۔ میدان ہرگز نہ چھوڑنا۔"

کھلاڑی نے کہا۔ "میرے پاس مزید رقم نہیں ہے۔"

کریزی مین نے اپنی جیب سے پانچ ہزار ڈالر نکال کر دیے۔ کھیل جاری رہا۔ آخر کار وہ کھلاڑی پچیس ہزار ڈالر جیت گیا۔ جیتنے والا کریزی مین کی تعریفیں کرتے ہوئے بولا۔ "تم تو استاد معلوم ہوتے ہو۔ تمہیں کیسینو ڈی بلان کا یا کیسینو نادیہ میں جا کر کھیلنا چاہیے۔" اس کھلاڑی نے پیرس کے کیسینو کا ایسا نقشہ کھینچا کہ کریزی مین کی بے چینی اور بڑھ گئی۔ وہ دوسرے دن کیسینو ڈی بلان گیا اور صبح تک نوّے لاکھ ڈالر جیت کر لے آیا۔ شراب، شباب اور تاش کے پتّے زندگی بھر پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اگر آدمی جیت لے تو وہ جیت اسے اور زیادہ کھیلنے پر اکساتی ہے۔ اگر ہار جائے تو اگلی بازی جیت لینے کی خوش فہمی میں وہ کھیلتا چلا جاتا ہے۔

نادیہ کے قمار خانے میں بُری طرح ہارنے کے بعد وہ دوسری رات بھی اگر کھیلنے والا تھا لیکن وہ سونیا کے دماغ میں پہنچ کر حیران اور پریشان ہو گیا تھا۔ اسے خطرہ محسوس ہو رہا تھا اور وہ یہ بھی سوچ رہا تھا۔ "شاید خطرہ نہ ہو۔ بعض انسانوں کے دماغ ایسے ہوتے ہوں جہاں خیال خوانی کرنے والا پہنچ کر کچھ حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہو۔ یہی سوچ کر اس نے پیٹر ماسٹر وی وان ایڈگر سے رابطہ قائم کیا، اسے بتایا، نادیہ نامی ایک عورت کا دماغ کچھ غیر معمولی ہے۔ میں اسے اپنی معمولہ بنانے میں ناکام رہا ہوں۔"

پیٹر ماسٹر نے پوچھا۔ "کیا وہ سانس روک لیتی ہے؟"

"نہیں، اس کے دماغ میں جگہ ملتی ہے مگر میری سوچ کی لہریں اسے متاثر نہیں کرتیں۔ اس کے چور خیالات بھی سنائی نہیں دیتے۔"

"تم عجیب باتیں کر رہے ہو۔ میں تمہارے دماغ میں آرہا

ہوں۔ تم اس عورت کے دماغ میں چلو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، یہ معاملہ کیا ہے۔"

سپر ماسٹر، کریزی مین کے ذریعے سونیا کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا، اسے بھی وہاں گہرا سناٹا محسوس ہوا۔ سپر ماسٹر کو صرف اپنی ہی سوچ کی لہریں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ کہہ رہا تھا "نادیہ! انگوٹھی میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، تم کون ہو، ایسا کون سا عمل جانتی ہو کہ پرائی سوچ کی لہریں تم پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔"

وہ سائنسی ترقی کے دور میں سانس لینے والے روحانیت کے قائل نہیں تھے۔ وہ بھی یقین نہیں کر سکتے تھے کہ اس عورت کو بابا فرید واسطی مرحوم، جناب شیخ الفارس غلام البرقی اور استنبول کے ایک بزرگ کی دعاؤں نے روحانیت کے کمال تک پہنچایا ہے۔ سپر ماسٹر نے حیران ہو کر کریزی مین سے کہا "میں نے ایسے دماغ کے متعلق نہ کبھی پڑھا، نہ کبھی سنا۔ میں دنیا کے نامور ڈاکٹروں اور ماہرینِ نفسیات سے ایسے دماغ کے متعلق سوالات کروں گا۔ ان سے کوئی معقول بات معلوم ہو سکتی ہے۔ بائی دی وے تم اس عورت تک کیسے پہنچ گئے؟"

اس نے کیسینو والی بات بتا دی۔ اپنے سپر ماسٹر سے کہا "میں نے اسے ایفل ٹاور کے پاس دیکھا تھا۔ یہ بہت حسین ہے۔ اپنی ایک سہیلی سے باتیں کر رہی تھی۔ میں نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد رکھا۔ پھر ہوٹل کے کمرے میں آ کر اس کے دماغ میں پہنچنے اور متاثر کرنے کی کوشش کی۔ نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "اب پیرس میں وقت ضائع نہ کرو۔ اصل ڈان مورس کو لے کر تل ابیب جاؤ۔"

کریزی مین نے پوچھا "کیا تم نے خیال خوانی کے ذریعے مورس فیملی میں جگہ بنائی ہے؟"

"مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔ میں یہاں پارس دوم کے پیچھے تھا۔ کسی طرح فرہاد کی ایک بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں لارنس ڈی نوزا نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس نے پارس دوم کو میرے پاس پہنچا دیا ہے۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔"

"اس سے بھی بڑی خوشی تب ہو گی جب پارس اوّل ہمارے ہاتھ آئے گا۔ اسی لیے کہتا ہوں، پیرس میں وقت ضائع نہ کرو۔ ڈان مورس کو لے کر تل ابیب پہنچو۔ اگر پارس وہاں ابھی تک ڈان مورس کے روپ میں ہو گا تو ہمارے ہاتھ لگ جائے گا۔"

کریزی مین نے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ "کیا ڈان مورس کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار ہو گئے؟"

"جی ہاں، فرہاد صاحب! سب کچھ تیار ہے لیکن وہ اپنی نرس روما کے بغیر کہیں نہیں جائے گا۔ میں نے احتیاطاً روما کے کاغذات بھی تیار رکھے ہیں۔"

"تم نے دانشمندی سے کام لیا ہے۔ ان دونوں کو کل صبح دس بجے والے طیارے سے تل ابیب روانہ کر دو۔"

"کیا وہ دونوں تنہا جائیں گے؟"

"ہاں، میرا ایک آدمی اس طیارے میں ان کی نگرانی کرتا رہے گا۔"

دوسری طرف سونیا اپنے کاٹیج میں آرام سے سو رہی تھی۔ اس نے اپنے دماغ کو چھ بجے بیدار ہونے کی ہدایت کی تھی لیکن ایک گھنٹا پہلے ہی فون کی گھنٹی نے اسے جگا دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کی آواز سنائی دی "مادام! وہ ٹیل پیتھی جاننے والا ربن رائے کریزی بوائے، کل صبح دس بجے کی فلائٹ سے تل ابیب جا رہا ہے۔"

"میرے لیے روسیلا کی حیثیت سے اسی طیارے میں سیٹ ریزرو کروا دیں۔ اگر واقعی وہ کل جا رہا ہے تو اس کی آپ نگرانی نہ کرائی جائے۔ میں نہیں چاہتی کہ اسے کسی قسم کا شبہ ہو۔"

"یس مادام! صبح آٹھ بجے سے پہلے آپ کے پاس ٹکٹ اور پاسپورٹ پہنچ جائے گا۔"

سونیا نے ریسیور رکھا..... اٹھ کر باتھ روم میں گئی پھر واپس آ کر الماری سے جوگنگ کا لباس نکالا۔ اسے پہن کر بچوں کے کل اچھلتی ہوئی باہر جانا چاہتی تھی، فون کی گھنٹی نے اسے روک دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

ڈان مورس کی نگرانی کرنے والے افسر نے کہا "مادام! فرہاد صاحب کے حکم کے مطابق میں ڈان مورس اور روما کو کل صبح دس بجے والی فلائٹ سے تل ابیب بھیج رہا ہوں۔"

"فرہاد صاحب نے تم سے کب رابطہ قائم کیا تھا؟"

"یوں تو انھوں نے دو دن پہلے ہی مجھے حکم دیا تھا اور تاکید کی تھی کہ ڈان مورس کی روانگی کو راز میں رکھا جائے۔ میں اپنے کسی ساتھی افسر سے بھی ذکر نہ کروں لیکن آپ سے فرہاد صاحب کی کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ یہی سوچ کر ڈان کو روانہ کرنے سے پہلے آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ فرہاد صاحب کا حکم ہے تو انھیں جانے دو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہیں قالین پر پلتھی مار کر بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیے پھر آنکھیں بند کر کے مراقبے میں پہنچ گئی۔ تقریباً بیس منٹ تک وہ بالکل بے حس و حرکت اسی طرح بیٹھی رہی جیسے پتھر کی مورت بن گئی ہو۔ پتا نہیں، وہ مراقبے کے دوران کون سے جہان میں پہنچی ہوئی تھی۔ اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو یہی سمجھتا کہ اس کی جان نکل گئی ہے، خالی جسم بیٹھا رہ گیا ہے اور اس کی روح نکل کر کہیں سفر کر رہی ہے۔ دوستوں اور دشمنوں کی دنیا میں پہنچ رہی ہے اور ان کا حال اور چال معلوم کر کے واپس آ رہی ہے۔

تقریباً بیس منٹ کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی، رعب اور دبدبہ تھا۔ وہ قالین پر سے اٹھ گئی۔ باہر جا کر جوگنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔ الماری سے دوسرا لباس نکال کر پہنا پھر کاٹیج کے باہر آ کر دروازے کو لاک کیا۔ اس کے بعد اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کی منزل وہ ہوٹل تھا جہاں کریزی مین رہائش پزیر تھا۔

وہ آرام سے اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ کال بیل کی آواز پر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے رسٹ واچ دیکھی۔ چھ بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ وہ بستر سے اٹھ کر دروازے کے پاس آیا پھر ناگواری سے بولا "کون ہے؟"

سونیا نے کہا "مارننگ سرا میں آپ کے لیے بیڈ ٹی لائی ہوں۔"

وہ جانتی تھی کہ وہ آواز سنتے ہی دماغ میں آئے گا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر خود سوچنے لگی۔ "ہائے میں بیس برس کی جوان دوشیزہ ہوں۔ اس کمرے میں رہنے والا ادھیڑ عمر کا لگتا ہے مگر بہت ہی خوبرو اور اسمارٹ ہے۔"

کریزی مین کی ناگواری، خوش مزاجی میں بدل گئی۔ صبح آنکھ کھلتے ہی ایک جوان دوشیزہ دروازے پر آئی تھی۔ اس نے سونیا کے وہی سرسری خیالات پڑھے۔ اتنا ہی پڑھنے کے بعد وہ صبر نہ کر سکا۔ فوراً ہی دروازے کو ذرا سا کھولا۔ پہلے وہ دیکھنا چاہتا تھا، آنے والی صرف جوان ہے یا حسین بھی ہے۔

سونیا نے ایک زور کی ٹھوکر ماری۔ دروازہ پوری طرح کھل گیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ قالین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ سونیا نے اندر آ کر دروازے کو بند کر دیا۔ وہ غصے سے اٹھتے ہوئے بولا "کون ہو تم؟"

"میں کون ہوں؟ اس کا جواب تمہارے عمل سے ملے گا۔"

اُردو ادب کا نیا رُخ

آپ کے جانے پہچانے مشہور ادیب اثر نعمانی کے قلم سے

طنز و مزاح سے لبالب بھرپور رومانی ناولوں کے دلچسپ سلسلے کی چار کتابیں

گھر کی مُرغی

قیمت ۱۲/۰ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/۰ روپے

حکیمی ٹیکسی

قیمت ۱۰/۰ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/۰ روپے

بے وقوف

قیمت ۱۰/۰ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/۰ روپے

آپ کے سر پر

قیمت ۱۰/۰ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/۰ روپے

چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

تم زندگی چاہو گے تو میں زندگی ہوں۔ موت چاہو گے تو موت بھی ہوں۔"

ایسا کہتے وقت وہ اپنے دماغ میں اس کی سوچ کی لہریں محسوس کر رہی تھی۔ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "کبھی تمہارے باپ نے بھی خیال خوانی کی تھی؟ تم قارغانے سے بار بار میرے دماغ میں آکر اُلٹ بنتے رہے ہو۔ کیا تم عقل سے کچھ سمجھ نہیں سکتے؟"

وہ حیرانی سے ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔ "کیا تم نادیہ ہو؟ کیا ابھی اس دوسرے روپ میں آئی ہو؟ تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں، کسی حیل وحجت کے بغیر اپنی پوری ہسٹری بیان کرو اور یہاں سے تل ابیب جانے کا مقصد بتلاؤ۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا، میں تل ابیب جا رہا ہوں؟"

"مجھ سے سوال نہ کرو، میرے سوال کا جواب دو۔"

"تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے میں کمزور ہوں اور تمہارے کسی دباؤ میں آگیا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس کے منہ پر ایک زبردست اُلٹا ہاتھ پڑا۔ آنکھوں کے سامنے کتنے ہی قمقمے جلنے بجھنے لگے۔ دوسرا گھونسا ناک پر پڑا۔ وہ چند ساعتوں کے لیے سانس لینا بھول گیا۔ جب اس نے سانس لی تو ناک کے نتھنوں سے گرمی بہتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ہاتھ لگا کر دیکھا تو ناک سے اور باچھوں سے لہو رِس رہا تھا۔ وہ ایک عورت کے ہاتھوں سے چُپ چاپ مار نہیں کھا سکتا تھا۔ اس نے جوابی حملہ کرنے کی حماقت کی۔ نتیجہ اور بُرا نکلا۔ اس کے منہ پر اور پیٹ پر لاتیں پڑیں۔ کراٹے کے ہاتھ جہاں پڑتے تھے وہاں کی ہڈیاں جیسے چٹخنے لگتی تھیں۔ اس کے سامنے یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ چیخنا شروع کر دے تاکہ ہوٹل والے مدد کو پہنچ جائیں۔

اس کے حلق سے غرغر کی آوازیں نکلنے لگیں جیسے منہ میں پانی لے کر غرارے کر رہا ہو۔ اس کے منہ میں لہو حلق تک بھر گیا تھا۔ سونیا نے کہا۔ "اس سے پہلے کہ مار کھاتے کھاتے بولنے کے قابل نہ رہو، بولنا شروع کر دو۔"

کریزی مین نے سر جھکا کر تھوکا۔ ڈھیر سارا خون قالین پر آگیا۔ وہ ہانپتے اور کانپتے ہوئے بولا۔ "تت... تم پچھتاؤ گی۔ میں اکیلا نہیں ہوں۔ میرے خیال خوانی کرنے والے ساتھی تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

سونیا نے اس کی گردن پر کراٹے کا زبردست ہاتھ رسید کیا۔ وہ قالین پر اوندھا ہو گیا۔ سونیا نے ٹھوکر ماری، وہ سیدھا ہو گیا۔ سونیا نے اس کے سینے پر پاؤں رکھ کر کہا۔ "یہی پاؤں تمہارے حلق پر رکھوں گی تو سانس رُک جائے گی۔ بولو، سانس روک دوں یا بولتے ہو؟ تمہارا کوئی ساتھی میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

وہ سمجھ گیا تھا کہ مار کھاتے کھاتے مر جائے گا لیکن سُپر ماسٹر کو مدد کے لیے نہیں بلا سکے گا کیونکہ سونیا کے حملوں نے اس کے دماغ کو قدرے کمزور کر دیا تھا۔ اس نے ایک دو بار خیال خوانی کی کوشش کی لیکن سوچ کی لہریں سُپر ماسٹر تک نہیں پہنچ سکیں۔

وہ گڑگڑا کر بولا۔ "مم... میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔ مجھے اُٹھنے تو دو۔"

"اسی طرح زمین پر پڑے رہو اور سمجھتے رہو، جتنی اونچی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہو، اتنی ہی پستی میں پڑے ہوئے ہو۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر بولنے لگا۔ "ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی ڈینی دانیال، سُپر ماسٹر سے غداری کر رہا ہے۔ میں اس کی تلاش میں آیا ہوں۔"

"تل ابیب کیوں جا رہے ہو؟"

"دانیال یہودی ہے۔ وہ وہیں مل سکتا ہے۔"

"تمہارے ساتھ اور کون جا رہا ہے؟"

"میں اکیلا ہوں۔"

"سوچ سمجھ کر جواب دو۔ ہر غلط جواب پر لات جوتے پڑیں گے۔ تم نے یہاں کتنے ملٹری اور سول افسروں کے دماغوں میں جگہ بنائی ہے؟"

"جو بھی سامنے آگیا جس کی بھی آواز سُن لی، اس کے دماغ کو پڑھ لیا۔"

"اتنے اہم افسروں کے دماغوں کو پڑھنے کے بعد بھی خالی ہاتھ جا رہے ہو۔ کیا کسی افسر کے دماغ نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ تل ابیب کی ایک فیملی سے تعلق رکھنے والا ایک نوجوان یہاں موجود ہے اور تمہارے سُپر ماسٹر کے بہت کام آسکتا ہے؟"

"ن... نہیں، میں کچھ نہیں جانتا۔"

سونیا نے پھر اس کی پٹائی کی۔ وہ نڈھال سا ہو کر بولا۔ "ڈا... ڈا... ڈان مورس۔ سُپر ماسٹر نے مجھے حکم دیا ہے، میں ڈان کو وہاں لے جا کر پارس کو تڑپ کروں۔"

وہ دور ہٹ کر بولی۔ "پہلے ہی سیدھی طرح بول دیتے تو اتنی مار نہ کھاتے۔ اُٹھو اور جا کر آئینہ دیکھو۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اُٹھنے لگا۔ اس کے بدن کا جوڑ جوڑ دُکھ رہا تھا۔ وہ فرش پر سے اُٹھ کر لڑکھڑاتے

قدموں سے آئینے کے پاس آیا۔ پہلی نظر میں خود کو پہچان نہ سکا۔ اس کے چہرے کی جلد جا بجا پھٹ گئی تھی۔ تمام چہرہ لہو سے بھیگا ہوا تھا۔ آنکھیں سوج گئی تھیں، پوری طرح نہیں کھل پا رہی تھیں۔ ہونٹ پھول کر موٹے ہو گئے تھے۔ منہ ذرا ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک نہتی عورت اس طرح حلیہ بگاڑ کر رکھ دے گی۔

وہ ریسیور کان سے لگائے کسی سے کہہ رہی تھی۔ "میرا ایک فنکار بُری طرح زخمی ہو گیا ہے۔ اس کی مرہم پٹی کے لیے ایک ڈاکٹر کو بھیج دو۔ ڈاکٹر سے کہنا، اعصاب کمزور کرنے والا انجکشن لے آئے۔"

کریزی مین چونک کر پلٹ گیا۔ سونیا کسی کو ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر بتا رہی تھی۔ وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا۔ "میں تمہارا تابع دار ہوں۔ میں نے تمام باتیں سچ بتا دی ہیں پھر یہ اعصاب کمزور کرنے والا انجکشن کیوں منگوا رہی ہو؟ تمہیں خدا کا واسطہ مجھے معاف کر دو۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"اگر میں چھوڑ دوں تو زندہ اور تندرست رہ کر کیا کرو گے؟"

وہ قدموں پر گر کر بولا۔ "تم جو کہو گی، وہ کروں گا۔"

"تم تو وہ بھی کرو گے، جو سُپر ماسٹر کہے گا۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں، صرف تمہارے حکم کی تعمیل کیا کروں گا۔"

"سُپر ماسٹر کا نام کیا ہے؟"

"وی وان ایڈگر۔"

وہ بولی۔ "پہلا خیال خوانی کرنے والا سُپر ماسٹر حرام موت مر گیا۔ دوسرے کو پارس نے ختم کر دیا۔ میرے تم ہو، چوتھا ڈینی دانیال ہے۔ پانچواں لارنس ڈیکوزا، چھٹا موجودہ سُپر ماسٹر وی وان ایڈگر ہے۔ ساتواں کون ہے؟"

وہ بولا۔ "میں جھوٹ نہیں کہوں گا۔ اب تمہیں دھوکا دینے کی جرأت نہیں کروں گا۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے متعلق برائے نام معلومات رکھتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد سب ہی پُراسرار بن گئے ہیں۔ سب نے اپنی رہائش گاہیں بدل دی ہیں۔ خود کو روپوش رکھنے کے لیے نام بھی تبدیل کیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص ہم سب کے لیے معمّا ہے۔ ہم نے آج تک نہ اس کی صورت دیکھی ہے، نہ اس کا نام سنا ہے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "میں کیسے یقین کروں؟"

"میں اتنی مار کھا چکا ہوں کہ تمہارا ایک اور ہاتھ پڑے گا تو مر جاؤں گا۔ میں ایسی حالت میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔"

"تمہارے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی جب تمہارے دماغ میں آکر زلزلے پیدا کریں گے تب تمہاری کیا حالت ہو گی؟"

"میرا دماغ حساس ہے۔ میں پرائی سوچ کی لہریں محسوس کر کے سانس روک لیتا ہوں لیکن شراب نوشی کے باعث زیادہ دیر دشمنوں کو دور نہیں رکھ سکوں گا۔ اگر تم میرے اعصاب کو کمزور نہ بناؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں، شراب چھوڑ دوں گا۔ پھر میرے دماغ میں کوئی زلزلے پیدا نہیں کر سکے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہیں آزماؤں گی۔ شراب چھوڑ دو گے اور میری ہدایات پر عمل کرتے رہو گے تو تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے بھی تمہیں بچاؤں گی۔"

"مجھے یقین ہے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ تم زبردست ہو، پلیز مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

"میں میک اَپ میں ہوں۔ میرا اصلی چہرہ کچھ اور ہے۔ کیا اتنا کہنا کافی ہو گا کہ مجھے سونیا کہتے ہیں۔"

وہ اس کے قدموں کے پاس گھٹنوں کے بل جھکا ہوا تھا۔ سونیا کا نام سنتے ہی دھپ سے قالین پر گر پڑا۔ چاروں شانے چت ہو کر چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "خدا کی قسم! ایسی زبردست پٹائی سونیا ہی کر سکتی ہے۔ تم بے شک سونیا ہی ہو۔ میری وفاداری اور سچی ہو گئی۔ میں نے تمہارا اور فرہاد صاحب کا ریکارڈ پڑھا ہے۔ تم دونوں اپنے وفاداروں کے لیے جان کی بازی لگا دیتے ہو۔ مجھے اب کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں سُپر ماسٹر کی کھل کر مخالفت کروں گا۔"

"میں تمہیں یہ مشورہ نہیں دوں گی۔ تم فی الحال وہی کرو گے جو سُپر ماسٹر کہہ رہا ہے۔ تم کام اُس کا کرو گے لیکن فائدہ ہمیں پہنچاؤ گے۔"

کال بیل کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ ڈاکٹر مریم پٹی کے لیے آیا تھا۔ اس کا تعلق پولیس اسپتال سے تھا۔ وہ سونیا کو جانتا تھا۔ اگرچہ وہ میک اَپ میں تھی تاہم اس کے افسر نے بتایا تھا کہ سونیا نے اسے ہوٹل میں بلایا ہے۔ پھر اس زخمی کو دیکھ کر تصدیق ہو گئی کہ بادام نے اس کا حلیہ بگاڑا ہے۔ اس نے زخموں کو صاف کیا مرہم رکھا۔ کھانے پینے کے لیے دوائیں دیں پھر چلا گیا۔

دن کے دس بجے وہ طیارے میں تھے۔ سونیا اور کریزی مین ایک دوسرے کے ساتھ والی سیٹ پر تھے۔ اسی قطار میں درمیانی راہداری کے دوسری طرف رُوما اور ڈان

تھے۔ کریزی مین نے ڈان مورس سے طیارے میں ملاقات کی تھی۔ اسے یقین دلایا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور کا آدمی ہے اور تل ابیب پہنچ کر اس کے نانا سے اسے ملا دے گا۔

سونیا نے سفر کے دوران کہا۔ "تم وہاں پہنچ کر روما اور ڈان کے ساتھ ہوٹل میں قیام کرو گے۔ پھر مورس فیملی کے کسی اہم فرد کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرو گے کہ وہاں پارس ڈان کی حیثیت میں کیا کر رہا ہے؟"

"جب ہم اصلی ڈان مورس کو اس فیملی میں پہنچائیں گے تو پارس کی پوزیشن کیا ہوگی؟"

"میں اس سے پہلے ہی اسے وہاں سے نکل جانے کا موقع دوں گی۔"

کریزی مین نے سونیا کا ہاتھ دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر سانس لیتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولا۔ "ہیلو! کون ہے؟"

سپر ماسٹر نے کوڈ ورڈز بتا دیے۔ "دی کریزی مین از نو مور کریزی۔ تم نے میرے آتے ہی سانس کیوں روک لی تھی؟"

وہ یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ سونیا پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ اسے چپ کرانے کے لیے سانس روکی تھی۔ اس نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "میں اب محتاط رہنے لگا ہوں، کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا میرے دماغ میں آسکتا ہے۔"

"اس میں محتاط رہنے کی کیا بات ہے۔ ہم تو کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد ایک دوسرے کے دماغ میں آتے ہیں۔"

"بعض اوقات کوڈ ورڈز بھی دشمن کو معلوم ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے اطمینان کے لیے آپ سے سوال کر رہا ہوں۔ جواب دیجیے۔ میں کہاں جا رہا ہوں اور کس کے ساتھ جا رہا ہوں؟"

"مجھے خوشی ہے کہ تم بہت زیادہ محتاط رہنے لگے ہو۔ تم ڈان مورس کو لے کر تل ابیب جا رہے ہو۔ اب بتاؤ کیا تم کسی اندیشے میں مبتلا ہو؟"

"ماسٹر دی وان ایڈگر! میں صرف ڈینی دانیال کی تلاش میں آیا تھا۔ اب فرہاد کے بیٹے پارس کے معاملات میں مداخلت کرنے اور اسے ٹریپ کرنے جا رہا ہوں۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ دل میں سو طرح کے اندیشے جنم لیتے ہیں اور یہ اچھی بات ہے، اس طرح میں بہت زیادہ محتاط رہنے لگا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "وہاں پہنچ کر جلد بازی سے کام نہ لینا۔ تم ڈان کے ساتھ کسی ہوٹل میں قیام کرو گے۔ ڈان کو کمرے سے نکلنے میں دو گے یہ اچھی طرح اندازہ کر لو گے کہ کس طرح پارس کو کسی رکاوٹ کے بغیر وہاں سے میرے پاس پہنچایا جا سکتا ہے۔"

"میں خوب سوچ سمجھ کر منصوبہ بناؤں گا۔"

"یاد رکھو کریزی مین! تمہارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی لارنس ڈی کوزا نے پارس دوم کو قیدی بنا کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ تمہیں بھی ایسا ہی کارنامہ انجام دینا چاہیے۔ اگر تم اپنی دو دنوں بری عادتوں کو چھوڑ دو گے تو آئندہ سپر ماسٹر کا عہدہ حاصل کر سکو گے۔ تم لارنس ڈیکوزا سے سینیئر ہو۔ پہلے تمہیں یہ عہدہ مل سکتا ہے۔"

"میں کوشش کر رہا ہوں۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں نے شراب چھوڑ دی ہے۔ کوشش کروں گا کہ تاش کے پتوں کو بھی ہاتھ نہ لگاؤں۔"

"مجھے اس روز خوشی ہوگی جب تم مستقل مزاجی سے ہر بری عادت پر قابو پا لو گے اور ایک دن میری جگہ یہ عہدہ سنبھالو گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تم میرا حوصلہ بڑھانے کے لیے ایسا کہہ رہے ہو۔ ورنہ سبھی کہتے ہیں کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا سب سے پراسرار شخص سپر ماسٹر بنے گا۔"

"یہ غلط ہے۔ چونکہ وہ روپوش رہ کر بڑے پراسرار انداز میں ہمارا ایک اہم کام کر رہا ہے اس لیے اس کے متعلق قیاس آرائیاں کی جاتی ہیں۔ اگر وہ اپنے مشن میں کامیاب ہوگا تو تم لوگوں کی قیاس آرائی درست ہوگی، ورنہ میرا یہ عہدہ تمہارے لیے ہے تم فقط دو باتیں ذہن میں رکھو۔ بری عادتوں سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر لو اور پارس آل کو میرے پاس پہنچانے کا کارنامہ انجام دو۔ وشز آل۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ کریزی مین اسی طرح خاموش بیٹھا رہا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے سپر ماسٹر کی اونچی کرسی تھی۔ سپر ماسٹر کا عہدہ اس ملک کے صدر سے بھی زیادہ اہم ہوتا تھا۔ اس عہدے پر رہنے والا درپردہ دنیا کے سب سے بڑے ملک پر حکومت کرتا تھا۔ وہ منظر عام پر نہیں آتا تھا، پھر بھی اس کے نام کا ڈنکا بجتا رہتا تھا۔ وہ عزت اور وقار کے ساتھ زندگی گزارتا تھا۔ اس کے برعکس وہ سونیا اور فرہاد کا ساتھ دے کر دانیال کی طرح غدار کہلانے والا تھا اور یہ کوئی اچھی بات نہ ہوتی۔ اپنی قوم اپنی ہی ہوتی ہے۔ سونیا اور فرہاد غیر ہیں غیر ہی رہیں گے۔

کریزی مین کی وفاداری ڈگمگا رہی تھی۔ وہ کشمکش میں تھا سونیا کو دھوکا دینے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اچھی طرح

سوچنا چاہتا تھا کہ کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ کس کا ساتھ دینا اور کس کا ساتھ چھوڑنا چاہیے۔ ابھی سونیا کے منصوبے نے اسے دونوں طرف سے وفادار رہنے کا موقع دیا تھا۔ آئندہ ایسا وقت آنے والا تھا جب اسے مکمل کرسی سے وفاداری اور کرسی کی مخالفت کرنا تھی۔ وہ سوچ کر پریشان ہوا جا رہا تھا کہ ایسے وقت پتا نہیں کیسے حالات ہوں گے؟

سونیا اسے کن انکھیوں سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی: آخر یہ خیال خوانی کے ذریعے کس سے باتیں کر رہا ہے۔ ایسا کون سا الجھا ہوا موضوع ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا ہے؟

ایئر ہوسٹس ٹرالی پر کھانے کی ٹرے لائی تو وہ چونک گیا۔ اس نے اور سونیا نے اپنے اپنے کھانے کی ٹرے لی۔ وہ کھانا شروع کرتے ہوئے بولا۔ "ابھی سپر ماسٹر سے باتیں ہو رہی تھیں۔"

وہ بولی۔ "تم ایک گھنٹے سے بت بنے بیٹھے تھے۔"

"آں؟" وہ ذرا گھبرایا جیسے سونیا نے اسے دوغلے پن سے سوچتے ہوئے پکڑ لیا ہو پھر وہ سنبھل کر بولا۔ "ہاں بڑی لمبی بحث ہو رہی تھی۔ سپر ماسٹر کہہ رہا تھا کہ تل ابیب میں پارس نظر آئے تو اسے فوراً گولی مار دی جائے۔"

سونیا نے تعجب سے کہا۔ "سپر ماسٹر ایسی احمقانہ باتیں نہیں کر سکتا۔ وہ دونوں پارس کو زندہ و سلامت اپنی قید میں رکھ کر فرہاد کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ کیا سپر ماسٹر نشہ کرتا ہے؟"

"میرا خیال ہے!" اس نے تھوڑی پی رکھی تھی۔ دوسری بار اس نے بات بدل دی۔ کہنے لگا۔ "پارس کو پہلے اغوا کر کے اس کے پاس پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ ناکامی کی صورت میں اسے گولی مار دی جائے۔ میں نے کہا، ناکامی کی صورت میں بھی اسے ہلاک کرنا دانشمندی نہیں ہوگی۔ ہو سکتا ہے ہم کبھی دوسری بار اسے اغوا کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

"پھر بھلا سپر ماسٹر نے کیا کہا؟"

"کہنا کیا تھا بس گھنٹے بھر بحث کرتا رہا۔ آخر میری بات مان گیا کہ پارس کو ہر حال میں زندہ رکھا جائے گا۔ جب میں تمہارا اور فرہاد صاحب کا وفادار بن چکا ہوں تو بھلا پارس کو نقصان پہنچتے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟"

"تم بہت اچھی اداکاری کر لیتے ہو۔"

وہ ٹھہر کر بولا۔ "کیا تم سمجھتی ہو، میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں، تمہیں دھوکا دے رہا ہوں؟"

"میرے کہنے کا مطلب ہے، تم نے سپر ماسٹر کے سامنے خوب اداکاری کی ہے۔"

اس نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی پھر کھانے میں مصروف ہو گیا۔

ایئر پورٹ پر روميلا کا شوہر، سونیا کے استقبال کے لیے آیا تھا۔ سونیا نے کریزی مین کو اپنا پتا اور فون نمبر دے کر کہا۔ "مجھے فون پر فوراً بتانا کہ کس ہوٹل میں اور کس کمرے میں قیام کرو گے؟"

وہ رخصت ہو کر روميلا کے شوہر کے ساتھ ایک کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ وہ وہاں کے ایک بڑے اسپتال کا ڈاکٹر تھا۔ درحقیقت بابا صاحب کے ذریعے سے اس کا تعلق تھا۔ اس کا نام فرینک مارٹن تھا۔ اس نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔ "مادام! میں نے..."

سونیا اس کی بات کاٹ کر بولی۔ "تم اپنی وائف روميلا کو کیا کہہ کر مخاطب کرتے ہو؟"

"میں اُسے پیار سے رومی کہتا ہوں۔"

"مجھے بھی پیار سے رومی کہو گے تو میں سچ مچ تمہاری بیوی نہیں بن جاؤں گی۔ خبردار! آئندہ مجھے مادام نہ کہنا۔"

"سوری مادام! مجھ سے بھول ہو گئی۔"

"تم پھر بھول رہے ہو!"

وہ جھینپ کر بولا۔ "میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں، آپ کا بہت زیادہ عقیدت مند ہوں۔ بے اختیار مادام کہہ دیتا ہوں۔ آئندہ محتاط رہوں گا۔"

"تم کچھ کہنا چاہتے تھے۔"

"ہاں، مجھے اتفاق سے مورس فیملی میں جانے کا موقع ملا تھا۔ ارب پتی مل اونر کی نواسی نینسی اور نواسے ڈان مورس کی شادی کی تقریب تھی۔"

سونیا نے چونک کر پوچھا۔ "کیا نینسی اور پارس کی شادی ہو گئی ہے؟"

"جی ہاں، شادی تو ہو گئی لیکن ایک عجیب بات ہو گئی۔ نینسی نے کسی بات پر مسلمانوں کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال کیے تو پارس کے دماغ کو شدید جھٹکا پہنچا۔ وہ کچھ دیر تکلیف میں مبتلا رہا پھر اس کی زبان سے فرہاد صاحب کی آواز سنائی دی۔"

سونیا نے کہا۔ "ذرا ٹھہرو، مجھے سوچنے دو۔"

وہ سوچنے لگی۔ دونوں پارس اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین کو اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتے تھے پھر فرہاد، پارس

کے دماغ میں آ کر کیسے بول سکتا ہے؟

سونیا نے کہا "فرینک! مجھے یقین نہیں آتا کہ فرہاد نے بیٹے کی زبان سے کچھ کہا ہوگا۔ اچھا یہ بتاؤ کیا کہا تھا؟"

"فرہاد صاحب کہہ رہے تھے۔ نینسی نے مسلمانوں کی توہین کی ہے اس لیے میں اس کے دُکھ کو ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرتا رہوں گا۔ نینسی کے ارب پتی نانا، فرہاد صاحب سے معافی مانگنے لگے تو فرہاد صاحب نے کہا' معافی اسی صورت میں مل سکتی ہے جب ڈان مورس اسلام قبول کرنے اور اسلامی طریقے سے نینسی کو شریکِ حیات بنائے۔ اس طرح نینسی پھر کبھی مسلمانوں کی بُرائی نہیں کرے گی۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "میں سارا کھیل سمجھ گئی۔ میرا بیٹا، نینسی کے ساتھ گناہ گار نہیں بننا چاہتا تھا اس لیے خود ہی باپ کی آواز میں یہ ڈراما پلے کر رہا تھا۔ آگے بولو۔"

"آگے پتا نہیں، کیا ہوتا رہا۔ مجھے کل صبح معلوم ہوا کہ وہ اور نینسی ہنری ایکاریو شام گئے ہیں۔ آج صبح معلوم ہوا، نینسی تنہا اپنے نانا کے پاس یہاں آئی ہے۔ پارس اس کے ساتھ نہیں ہے، پتا نہیں، کہاں رہ گیا ہے۔"

"ان کے ارب پتی نانا کے فون نمبر بتاؤ۔"

وہ بتانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹے سے بنگلے میں پہنچ گئے۔ سونیا نے پیرس میں ہی رُومیلا سے اس کی مصروفیات اور اس کی سہیلیوں کے متعلق تفصیل سے معلوم کر لیا تھا۔ فرینک مارٹن بھی اسے بہت کچھ بتانے لگا۔ فون کی گھنٹی سُنتے ہی سونیا نے ریسیور اُٹھا لیا۔ دوسری طرف سے کریزی مین اسے ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر بتا رہا تھا۔ سونیا نے ارب پتی ہل اور نہ کے فون نمبر نوٹ کرائے پھر کہا "ابھی رابطہ قائم کرو، جو بھی بات کرے اس کے دماغ سے نینسی کے دماغ تک پہنچو اور معلوم کرو، اس کا ڈان مورس یعنی پارس کہاں ہے؟"

کریزی مین نے ایک نمبر پر رابطہ قائم کیا۔ اسے ایک ملازم کی آواز سنائی دی۔ اس نے ریسیور رکھ کر ملازم کے دماغ سے معلوم کیا۔ نینسی رات کے پچھلے پہر آئی تھی۔ اپنے بیڈ روم میں سو رہی تھی۔ اس نے نینسی کے ذاتی نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر اسے نیند بھری آواز سنائی دی۔ "ہیلو کون ہے؟"

کریزی مین ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا، نینسی اور پارس کی ایک طویل داستان ہے۔ اس سلسلے میں سب سے خوشی کی بات یہ تھی کہ ڈینی دانیال کا سراغ مل گیا تھا۔ نینسی کی سوچ نے بتایا' دانیال اکثر اس کے دماغ میں آتا ہے۔ کریزی مین نے جو اہم باتیں معلوم کی تھیں وہ یہ تھیں۔

پارس پہلے ڈان مورس کو نینسی کی زندگی میں آیا۔ جب ان کی شادی ہوئی تو اس نے ازدواجی رشتہ قائم نہیں کیا۔ وہ نینسی کی عزت سے کھیلنا نہیں چاہتا تھا۔

جب پارس نے اپنی حقیقت بتائی کہ وہ مسلمان ہے اور ایک یہودی لڑکی کی عزت کرتا آ رہا تھا تو نینسی اس سے اور زیادہ متاثر ہوئی۔ کچھ نئی دلہن کے جذبات کا تقاضا بھی تھا لہٰذا اس نے پارس کی ہدایت کے مطابق اسلام قبول کر لیا تھا۔

لیکن یہ نینسی کا جذباتی عمل تھا۔ وہ دل سے اب بھی یہودی تھی اور وہی بے ایمان دل پارس سے سچی محبت کرتا تھا۔ اب وہ مسلمانوں سے نفرت نہیں کرتی تھی کیونکہ ایک مسلمان اس کے جسم و جان کا مالک تھا۔ وہ اسلام کا احترام کرتی تھی کیونکہ اسلام اس کے پارس کا مذہب تھا لیکن یہودیت اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ اسے اپنے مذہب اور قوم سے ذہنی لگاؤ تھا لہٰذا اس کی محبت اور وفاداری دونوں طرف تھیں۔

یہ سب ہی جانتے تھے کہ پارس کسی قدر زہریلا ہے اس سلسلے میں کریزی مین کو ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ ماریہ، پارس کے پاس پہنچ گئی ہے، وہ نینسی کو اپنے زہر سے مار ڈالنا چاہتی ہے۔ پارس، ماریہ کو واپس جانے کا مشورہ دے رہا تھا۔ فی الحال اس نے نینسی کو قتل ایبیہ بھیج دیا تھا۔ اور وعدہ کیا تھا، اس سے رابطہ قائم کرتا رہے گا۔

نینسی کی سوچ نے بتایا' پارس اور ڈینی دانیال کے درمیان کسی قسم کا سمجھوتا ہو گیا ہے۔ اسی لیے وہ پارس کو اسرائیل میں بے نقاب نہیں کر رہا ہے اور نہ ہی مورس فیملی میں یہ ظاہر کر رہا ہے کہ نینسی ایک مسلمان کے ساتھ ازدواجی رشتے میں منسلک ہو گئی ہے۔

کریزی مین نے سونیا کو یہ تمام اہم باتیں بتائیں۔ وہ توجہ سے یہ باتیں سنتی رہی پھر بولی "پارس نے نینسی سے پچھلی رات فون پر رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ جانتی ہوگی کہ اس کا محبوب کس ہوٹل میں ہے۔ تم پھر اس کے دماغ میں جاؤ۔ ہوٹل کا نام اور ٹیلی فون نمبر معلوم کرو۔"

وہ بولا "میں نے معلوم کیا تھا۔ نینسی کو ہوٹل کا نام اور فون نمبر معلوم نہیں ہے، پارس نے اس سے کہا تھا کہ صبح وہ ہوٹل چھوڑ دے گا۔"

"میں سب سے پہلے پارس کا ٹھکانا معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد ہی تم ڈان مورس کو اس کے نانا کے پاس پہنچاؤ گے۔ نینسی کے پاس آتے جاتے رہو۔ جیسے ہی پارس اس سے رابطہ قائم کرے، تم نینسی کی سوچ میں مجبور کرو کہ وہ ضد کر کے پارس کا موجودہ پتا اور فون نمبر معلوم کرے۔"

"میں ایسا کروں گا۔ ابھی سپر ماسٹر کو اپنی کارکردگی کی رپورٹ دینا ضروری ہے۔ مجھے بتاؤ، اتنی ساری باتوں میں سے کتنی باتیں بتائی جائیں اور کتنی چھپائی جائیں؟"

سونیا نے کہا "کوئی بات نہ چھپاؤ۔ سپر ماسٹر کے وفادار بن کر ساری باتیں بتا دو۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم بہت اچھی ہو۔ اُدھر بھی میری پوزیشن مضبوط رکھتی ہو۔"

"میں کوشش کروں گی، سپر ماسٹر کی نظروں میں تمہاری پوزیشن ہمیشہ مستحکم رہے۔"

"میں تمہارا بے حد ممنون ہوں، وہاں رپورٹ پیش کرنے جا رہا ہوں۔ جلد ہی واپس آ کر نینسی سے پارس کا ٹھکانا معلوم کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ ایک بات سمجھ میں آئی کہ کریزی مین کو نینسی کے ذریعے پارس کا ٹھکانا معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ یوں بھی پارس بہت محتاط رہنے کا عادی تھا۔ سونیا کو یقین تھا کہ وہ نینسی کو اپنا صحیح پتا ٹھکانا نہیں بتائے گا۔

انسان کی ایک چھٹی حس ہوتی ہے جو بعض اوقات اسے کسی خطرے سے آگاہ کرتی ہے یا کسی غلطی کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہ چھٹی حس کسی میں قدرے تیز ہوتی ہے اور کسی میں برائے نام ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں سونیا قدرتی طور پر بہت حساس تھی۔ جب وہ کسی بات کی تہ تک پہنچنے کے لیے مراقبے میں جاتی تو اسے بزرگانِ دین کی دُعاؤں سے آگہی حاصل ہوتی تھی۔ وہ مراقبے میں جس کا تصور کرتی تھی، وہ اُسے فوراً یاد کرنے لگتا تھا۔

اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کریزی مین پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے، خصوصاً اسے پارس کا موجودہ ٹھکانا معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی ایک ہی صورت تھی کہ سونیا جلد سے جلد پارس تک پہنچ جائے۔ وہ تھوڑی دیر تک ہر پہلو سے حالات کا جائزہ لیتی رہی پھر فرش پر مصلیٰ مار کر مراقبے کے لیے بیٹھ گئی۔ اپنے دماغ سے ہر قسم کی فکر نکال کر بابا فرید اولیاء مرحوم کا تصور کیا۔ انھوں نے کلامِ پاک کی چند آیتیں اسے یاد کرائی تھیں۔ وہ ان آیتوں کو زیرِ لب پڑھتی رہی۔ ان کے اختتام پر اس نے مجھے تصور میں دیکھا۔ میں اس فکر میں تھا کہ پارسل دوم صحیح سلامت سپر ماسٹر کی قید سے آ سکے گا یا نہیں؟ ایسے ہی وقت میرے اندر یہ خیال پیدا ہوا کہ سونیا سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

یہ قدرت کا نظام ہے۔ ایک دوسرے سے دل لگاؤ ہو یا کسی طرح کی گہری وابستگی ہو تو دونوں بیک وقت ایک دوسرے کو یاد کرتے ہیں۔ میں نے سونیا کو مخاطب کر کے پارس دوم کے متعلق بتایا۔ پھر اس سے پوچھا کیا وہ پارس کی خاطر امریکا جا سکتی ہے؟ تب اس نے بتایا کہ وہ تل ابیب میں ہے، ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کریزی مین کے ساتھ آئی ہے۔ اس نے کریزی مین کے بارے میں تفصیل سے بتانے کے بعد کہا "میں جلد سے جلد پارس تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ تم میرے ذریعے نینسی کے دماغ میں پہنچو اور پارس کا ٹھکانا معلوم کرو۔"

سونیا نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر نینسی کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے کہا "پتا نہیں کیا آج صبح سے رانگ نمبر لگ رہا ہے۔"

نینسی نے کہا "محترمہ! میرے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔"

سونیا نے معذرت چاہتے ہوئے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ میں نینسی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پارس کے فون کا انتظار کر رہی تھی۔ اس سے پہلے اس نے فون پر نینسی کو بتایا تھا کہ وہ پھر ڈان مورس کے عارضی میک اَپ میں دوپہر یا شام تک اس سے ملنے آئے گا یا فون پر باتیں کرے گا۔

سونیا کی تشویش درست تھی۔ ادھر اصلی ڈان مورس اس کے نانا کے پاس پہنچایا جانے والا تھا۔ ایسے وقت پارس کو پھر ڈان مورس کے روپ میں نینسی سے ملنے نہیں آنا چاہیے تھا، اس سے پہلے پارس اور سونیا کے درمیان رابطہ قائم ہونا بہت ضروری تھا۔

ڈینی دانیال کے وعدے کے مطابق میک اَپ کا تمام سامان مہیا کر دیا تھا اور فون کے ذریعے ماریہ کے والدین کو اطلاع دی تھی کہ وہ ڈیلائٹ ہوٹل میں پارس کے ساتھ ہے۔ وہ اپنی بیٹی کو لندن واپس لے جائیں کیوں کہ یہاں پارس کے لیے قدم قدم پر خطرات ہیں۔ ان کی بیٹی کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔

یہ اطلاع دینے کے بعد وہ پارس کے دماغ میں آیا۔ اس کا خیال تھا' وہ دستور کے مطابق سانس روکے گا لیکن دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ ایسی گہری نیند میں

تھا جو مدہوشی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس نے حیرانی سے سوچا، آخر یہ معاملہ کیا ہے؟

اس کا خیال تھا، ماریہ اس کے پاس موجود ہوگی۔ اس نے اس کے دماغ تک پرواز کی تو اس نے سانس روک لی۔ دانیال نے دو تین بار کوشش کی۔ اس کے سانس روکتے روکتے انتہا کی: "ماریہ! میں تمہاری بھلائی کے لیے آیا ہوں۔ سانس نہ روکو۔"

لیکن وہ کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔ اُسے دماغ سے باہر بھگا دیتی تھی۔ اس نے پریشان ہوکر پارس کو آواز دی: "پارس اٹھو، تمہیں کیا ہوگیا ہے؟"

وہ کراہتے ہوئے کروٹ بدلنے لگا۔ اس کی نیند ٹوٹ رہی تھی مگر غنودگی نہیں ٹوٹ رہا تھا۔ دانیال نے کہا: "میں تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں۔ تم کبھی شراب نہیں پیتے۔ پھر یہ مدہوشی کیسی ہے؟"

وہ مستی میں چور تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ ایک ہاتھ اٹھا گرجدار آواز میں کہا تھا: "ماریہ! میری جان ماریہ... کہاں ہو تم؟ یہ میرے اور تمہارے درمیان کون بول رہا ہے؟ کہاں ہو اس کی آواز کو مار ڈالو۔ میں صرف تمہاری آواز سننا چاہتا ہوں۔"

دانیال نے سمجھ لیا، ماریہ کا زہر اس کے اندر بول رہا ہے۔ اس نے پارس کے اندر رہ کر اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا تاکہ اس کمرے میں ماریہ کی موجودگی یا عدم موجودگی کا پتا چل سکے۔ اس نے آنکھیں کھولیں پھر دانیال کی مرضی کے مطابق پورے کمرے کو دیکھا۔ وہ نہیں تھی۔ باتھ روم میں ہو سکتی تھی۔ پارس خود اسے طلب کر رہا تھا، پکار رہا تھا مگر جواب نہیں مل رہا تھا۔

اس نے لیٹے ہی لیٹے مستی میں انگڑائی لی پھر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ نیند ختم ہوگئی تھی، نشہ بھی کچھ کم ہوگیا تھا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ خوش ہوکر بولا: "آگئی میری جان ماریہ آگئی۔ اسے تمہیں دستک دے کر آنے کی کیا ضرورت ہے۔ آؤ صنم جاؤ صنم گھر تمہارا ہے۔"

دروازہ کھلا۔ ماریہ کے والدین نظر آئے۔ انھوں نے کمرے میں آکر چاروں طرف دیکھا پھر پوچھا: "ماسٹر پارس! ہماری بیٹی کہاں ہے؟"

"بیٹی؟" پارس نے انھیں سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر کہا: "اچھا ماریہ تمہاری بیٹی، میری جان تم اسے ڈھونڈ رہے ہو میں اسے پکار رہا ہوں، ماریہ! میری ماریہ! تم کہاں ہو؟"

اس کے والدین نے باتھ روم کے دروازے پر دستک دی پھر ماں نے اندر جا کر دیکھا۔ واپس آکر بولی: "وہاں نہیں ہے۔ میری بچی پردیس میں نہ جانے کہاں چلی گئی ہے!"

دانیال خیال خوانی کے ذریعے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پارس کو کس طرح نارمل حالت میں لانا چاہیے؟ پھر وہ یروشلم کے ایک بہت ہی معروف اور تجربہ کار ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا: "اگر کوئی سانپ کے زہر سے نشہ کرتا ہو تو اس کے توڑ کے لیے کون سی دوائی استعمال کی جاتی ہے؟"

ڈاکٹر سوچنے لگا۔ کئی طرح کے سانپ ہوتے ہیں۔ زہر کم بھی ہوتا ہے زیادہ بھی ہوتا ہے اور تیز تر بھی ہوتا ہے ویسے انتہائی زہریلا نشہ کوئی نہیں کر سکتا۔ اس زہر کی ننھی سی بوند موت کی نیند سلا دیتی ہے۔"

دانیال نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا: "انتہائی زہر کو پھیلنے سے پہلے کس طرح کم کیا جا سکتا ہے یا ختم کیا جا سکتا ہے؟"

ڈاکٹر اس کے توڑ کی دوا سوچنے لگا۔ دانیال نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ اس نے اپنی دواؤں کا بیگ لیا۔ اس میں زہر کے توڑ کی مختلف دوائیں رکھیں پھر اپنے بنگلے سے نکل کر کار میں آیا۔ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے ہوٹل تک پہنچ گیا۔ وہاں سے پارس کے کمرے میں آیا۔ پارک ابھی تک مدہوشی کے عالم میں تھا۔ ڈاکٹر کو دیکھ کر بولا: "کیا تم نے میری ماریہ کو دیکھا ہے؟"

دانیال نے ڈاکٹر کی زبان سے کہا: "ہاں، مجھے ماریہ نے بھیجا ہے۔ وہ کہتی ہے پہلے تم ایک انجکشن لگواؤ، کچھ دوائیں کھاؤ پھر وہ تمہیں اپنے پاس بلائے گی۔"

پارس نے راضی خوشی انجکشن لگوایا۔ کچھ دوائیں کھائیں۔ دانیال پریشان ہوکر سوچ رہا تھا، ماریہ کے والدین بیٹی کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوانے پولیس اسٹیشن جائیں گے تو وہاں پارس کا بھی ذکر کریں گے۔ اس طرح پولیس والے ہوٹل تک پہنچ جائیں گے۔ پارس کو فوراً اس ہوٹل سے نکال کر لے جانا بہت ضروری تھا۔

مشکل یہ تھی کہ وہ ڈاکٹر کے دماغ سے نکل کر پارس کی حفاظت کے لیے انتظامات کرتا تو ڈاکٹر بدحواس ہوکر سوچتا، وہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے اور سامنے بستر پر پڑا ہوا نوجوان کون ہے؟ وہ بھی ہوٹل کے منیجر اور پولیس والوں کو بلا سکتا تھا۔

پھر ماریہ سے خطرہ تھا۔ پتا نہیں وہ کہاں روپوش ہو

گئی تھی۔ کہیں سے آکر پھر پارس کو زہریلی محبت سے مدہوش بنا سکتی تھی۔

سوچنے سمجھنے کے لیے زیادہ وقت نہیں تھا۔ اس نے ڈاکٹر کے دماغ کو ذرا آزاد چھوڑ کر کہا: "ہیلو ڈاکٹر! میں تمہیں ہپناٹزم کے ذریعے آپ کو پریشان کر رہا ہوں۔ اس کی معافی چاہتا ہوں۔ اس نوجوان کو فوری طور پر نارمل حالت میں لانا بہت ضروری ہے۔ اس کے اندر زہر پھیلا ہوا تھا۔ آپ نے ابھی جو انجکشن لگایا تھا اور دوائیں کھلائی تھیں، وہ سب آپ کے سامنے رکھی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ اور کچھ کر سکتے ہیں تو فوراً کریں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔"

ڈاکٹر حیران و پریشان ہوکر اپنے دماغ میں ہونے والی باتیں سن رہا تھا۔ دانیال نے کہا: "میں دس پندرہ منٹ کے لیے آپ کے دماغ سے جا رہا ہوں۔ پلیز! آپ اس نوجوان کو چھوڑ کر کمرے سے باہر نہ جائیں۔ ڈیئر یہ، میں ابھی آرہا ہوں۔"

ڈاکٹر تھوڑی دیر تک گم صم بیٹھا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا: "میرے ذریعے کوئی غیر قانونی کام کرایا جا رہا ہے۔ اگر یہ نوجوان خطرے میں ہے تو اسے فوری ٹریٹمنٹ کے لیے اسپتال پہنچانا میرا فرض ہے۔"

وہ اُٹھ کر ٹیلیفون کے پاس آیا لیکن ریسیور اُٹھانے سے پہلے ہی ڈگمگا گیا۔ اس کی سانس رُک رہی تھی۔ دانیال نے کہا: "میں تمہاری سانس روک رہا ہوں اور اس طرح تمہیں ہلاک کر سکتا ہوں۔ کیا تمہیں میرا دوستانہ رویہ پسند نہیں آیا تھا؟"

ڈاکٹر نے کہا: "میں اسے فوراً اسپتال پہنچا کر اس کی جان بچانا چاہتا ہوں۔"

"یہ نوجوان زہر کا عادی ہے۔ انتہائی زہر اسے صرف مدہوش کرتا ہے لہٰذا اس کی جان کی فکر نہ کرو۔ اسے جلد از جلد نارمل حالت میں لانے کی کوشش کرو۔ اب اگر تم نے کمرے سے باہر قدم رکھا یا کسی طرح کسی سے رابطہ قائم کرنا چاہا تو میں تمہیں سانس لینے نہیں دوں گا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمہارا دم نکل جائے گا۔"

وہ سہم کر پارس کے پاس آگیا۔ اس کا اچھی طرح معائنہ کر کے ایک اور انجکشن تیار کرنے لگا۔ دانیال اس کی سوچ پڑھ کر مطمئن ہوگیا پھر اپنے ایک خاص ماتحت کے پاس پہنچ کر بولا: "جو میک اپ کا سامان خریدا گیا ہے اسے لے کر فوراً پارس کے پاس پہنچو۔ پانچ منٹ میں ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے عارضی طور پر اس کا چہرہ تبدیل کرو اور اسے

وہ ڈاکٹر کے دماغ میں آگیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ دوسرے انجکشن کے اثر سے کچھ دیر بعد ہی پارس نارمل ہو سکے گا۔ دانیال نے ماریہ کے باپ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ایک پولیس افسر کے سامنے میں بیٹھا ہوا تھا۔ افسر کہہ رہا تھا: "اچھا تو بیٹی کا نام ماریہ ہے؟ عمر کیا ہے؟"

ماں نے کہا: "سترہ برس۔ وہ بہت خوبصورت ہے۔ گلاب کے پھول کی طرح ہے۔ اس کی بڑی بڑی ہرنی جیسی آنکھوں میں مقناطیسی کشش ہے۔"

افسر نے پوچھا: "آپ خلیہ بیان کر رہی ہیں یا شاعری سنا رہی ہیں؟ چند لفظوں میں جواب دیں، کیا وہ کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ فرار ہوئی ہے؟"

ماں کی زبان سے پارس کا ذکر ہونے والا تھا۔ دانیال نے اس کی زبان سے کہا: "جی نہیں، میری بچی بہت معصوم ہے۔ اس کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے۔"

باپ نے حیرانی سے کہا: "ڈارلنگ! یہ کیا کہہ رہی ہو؟ ہماری بیٹی تو..."

دانیال نے فوراً ہی اس کی ادھوری بات کو یوں مکمل کیا: "ہماری بیٹی تو صرف معصوم نہیں بلکہ انتہائی معصوم ہے۔ بالکل نوزائیدہ بچی کی طرح ہے۔"

افسر نے پوچھا: "پھر وہ آپ لوگوں کو چھوڑ کر کہیں گئی ہے؟"

دانیال نے اس کے باپ کی زبان سے کہا: "وہ بہت ضدی ہے۔ رات کو ایک کھلونے کے لیے ضد کر رہی تھی۔ ہم نے کہا، دوسرے دن دُکان کھلے گی تو کھلونا خرید کر دیں گے لیکن وہ ضد کرتی رہی۔ رات کو دیر تک روتی رہی... صبح ہماری آنکھ کھلی تو وہ نہیں تھی۔ وہ غصے میں چلی گئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے، کسی نے اسے اغوا کیا ہو؟"

ماں نے کہا: "ہاں، میری بچی بہت خوبصورت ہے۔ کوئی بھی اسے اُٹھا کر لے جا سکتا ہے۔"

"اس کا پاسپورٹ اور تصویریں دکھائیں۔"

اس کے والدین نے وہ چیزیں پیش کر دیں۔ افسر نے تصویر دیکھ کر کہا: "واقعی غیر معمولی حُسن ہے۔ آنکھیں خوبصورت ہیں مگر خطرناک ہیں۔ آپ ہوٹل میں جا کر آرام کریں۔ ہمارے آدمی شام تک اسے کہیں سے پکڑ لائیں گے۔"

وہ دونوں پولیس اسٹیشن سے باہر آکر ہوٹل کی رینٹڈ کار میں بیٹھ گئے۔ ماریہ کے باپ نے کہا: "ہم سخاک رپورٹ

لکھوائی ہے۔ ہم کہنا کچھ چاہتے تھے اور کہتے کچھ اور رہے۔ کیا ہم ٹیلی پیتھی کے زیر اثر ہیں؟"

دانیال نے کہا "آپ درست سمجھ رہے ہیں۔ میں فرہاد بول رہا ہوں۔ اگر آپ پولیس افسر کے سامنے پارس کا ذکر کرتے تو یہ سیودی میرے بیٹے کو زندہ نہ چھوڑتے۔ آئندہ آپ دونوں کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ کسی بھی معاملے میں پارس کا ذکر نہ آئے۔"

"فرہاد صاحب! آپ خیال خوانی کے ذریعے ماریہ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں کئی بار کوشش کر چکا ہوں، جیسے ہی اس کے دماغ میں پہنچتا ہوں، وہ سانس روک لیتی ہے۔ میری کوئی بات سننا نہیں چاہتی۔ میں پھر کوشش کروں گا۔ آپ میری بات یاد رکھیں۔ اس ملک میں کبھی پارس کا نام زبان پر نہ لائیں۔ سمجھ رہے؟"

وہ پارس کے پاس آیا۔ اس کا ماتحت اسے ہوٹل سے نکال کر وین کے پچھلے حصے میں لے آیا تھا۔ پارس خاموش اور پُرسکون تھا۔ ماریہ کو یاد نہیں کر رہا تھا۔ ویسے وہ ہلکے ہلکے سرور میں تھا۔ اسے نہ اپنی فکر تھی، نہ زمانے کا خوف تھا۔ بس اپنے خیال میں مست تھا۔

دانیال نے اپنے ماتحت سے کہا۔ "اسے اپنے خفیہ اڈے میں لے جاؤ۔ اس کا اچھی طرح خیال رکھو۔ اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور یہ کسی چیز کی کمی محسوس نہ کرے۔ میں ابھی آؤں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ ماریہ کو کس طرح قابو میں کرے۔ وہ دماغ میں آنے کا موقع ہی نہیں دیتی تھی وہ اس اجنبی ملک اور اجنبی شہر میں جہاں بھی جاتی، لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتی۔ اس کا غیر معمولی حسن اور مقناطیسی آنکھیں دلوں کو دھڑکا دیتی تھیں۔ جب تک وہ بھٹکتی رہتی، پارس کے لیے خطرات پیدا کرتی رہتی۔ اسے جلد سے جلد قابو میں لانا بہت ضروری تھا۔

پھر دانیال کے دماغ میں بات آئی۔ آخر وہ ناگن ہے۔ حسد اور جلاپے میں نینسی کو مار ڈالنے کے لیے تل ابیب جا سکتی ہے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ نینسی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ وہی وقت تھا جب سونیا نے فون کے ذریعے مجھے نینسی کی آواز سنائی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ پڑھ رہا تھا اور معلوم کر رہا تھا کہ پارس آج دوپہر یا شام کو پھر ایک بار ڈان مورس کے روپ میں اس سے ملنے آئے گا۔

ابھی میں نے نینسی کو مخاطب نہیں کیا تھا، چُپ چاپ اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا، وہ میرے بیٹے سے کس طرح ٹوٹ کر محبت کرتی ہے اور کتنی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہی ہے۔ ایسے ہی وقت میں نے ڈسی دانیال کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "نینسی میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ چونک کر خلا میں تکنے لگی۔ دانیال کہہ رہا تھا "تم میری بہو ہو۔ تمہاری حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔ ماریہ، پارس کو ہوٹل میں چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے۔ اس کے والدین اور پولیس والے اسے تلاش کر رہے ہیں۔ جیسا کہ تم جانتی ہو کہ وہ پارس کے قریب کسی عورت کو برداشت نہیں کرتی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں ڈسنے کے لیے آ جائے۔ میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں، جب تک پارس تمہارے پاس نہ آ جائے، تم کسی بھی اجنبی عورت کو اپنے قریب نہ آنے دینا۔"

نینسی نے کہا۔ "میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گی لیکن پارس کہاں ہے؟ اس نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں قائم کیا؟"

"ماریہ نے پچھلی رات اس کے جسم میں زہر پہنچایا تھا۔ وہ بُری طرح مدہوش تھا۔ میں ایک ڈاکٹر کے ذریعے اسے تقریباً نارمل حالت میں لے آیا ہوں۔ وہ ایک آدھ گھنٹے میں تم سے فون پر بات کرے گا۔"

میں یہ باتیں سُن رہا تھا۔ میں ابھی ڈسی دانیال کو نہیں جانتا تھا۔ وہ جو کہہ رہا تھا، اس کی تصدیق کے لیے میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ مجھے اپنے بیٹے کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی کہا۔ "دانیال! واقعی تم دوستی نباہ رہے ہو۔ یہ بتاؤ، ابھی تم نے مجھے کون سی جگہ پہنچا دیا ہے...؟"

میں نے کہا۔ "بیٹے! میں تمہارا باپ ہوں۔ ابھی تم کسی دانیال کو مخاطب کر رہے تھے۔ ظاہر ہے، وہ خیال خوانی کرنے والے دشمنوں میں سے ایک ہوگا۔ آخر وہ دوست کیسے بن گیا ہے؟"

پارس مختصر الفاظ میں اپنی ہسٹری بیان کرنے لگا۔ میں نے تمام حالات سننے کے بعد کہا۔ "بے شک، اب ہمیں کسی یہودی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے لیکن دانیال نے کتنے ہی مرحلوں میں تم سے دشمنی نہیں کی۔ وہ چاہتا تو تمہیں آسانی سے ہلاک کر سکتا تھا یا قانون کے حوالے کر کے کسی کال کوٹھڑی میں پہنچا سکتا تھا لیکن وہ دوستی کا ثبوت دیتا آ رہا ہے۔ ہم اس پر ایک حد تک اعتماد کر سکتے ہیں۔"

مجھے پارس کے دماغ میں ڈسی دانیال کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "جناب فرہاد صاحب! آج میں دُنیا کا خوش نصیب انسان ہوں۔ آپ ایک حد تک اعتماد کر رہے ہیں، میرے لیے اتنا ہی بہت ہے۔ میں کبھی اندھا اعتماد کرنے کے لیے نہیں کہوں گا۔ اپنے عمل سے ثابت کروں گا کہ سیودی بھی انسان ہوتے ہیں۔ اگر ہم میں سے اکثر دشمن ہوتے ہیں تو بعض شیبا کی طرح دوست بھی ہو سکتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تم درست کہتے ہو۔ اب میں تمہارے کام آ رہا ہوں۔ ایک خطرے سے آگاہ کر رہا ہوں۔ سپر ماسٹر تمہاری تلاش میں ہے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کریزی مین یہاں پہنچ گیا ہے۔ اسے معلوم ہو چکا ہے تم نینسی کے دماغ میں جایا کرتے ہو۔ آئندہ ادھر کا رُخ نہ کرنا۔ اپنی سرحدوں میں محدود کر لو۔ ویسے تمہارا ساتھ دینے کے لیے یہاں صرف میں نہیں، سونیا بھی موجود ہے۔"

پارس نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا ممایہاں آ گئی ہیں؟"

میں نے اسے ٹیلیفون نمبر بتایا۔ وہ فوراً ہی ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں اس کے دماغ سے نکل کر دانیال کے پاس آیا پھر اس سے پوچھا۔ "کیا تم سانس نہیں روک سکتے؟"

وہ شرمندہ سا ہو کر بولا۔ "میں بہت زیادہ پینے کا عادی ہوں۔ میں اکثر سوچتا تھا اگر کبھی آپ کی خدمت کرنے کا موقع مل گیا تو اپنی اس کمزوری کے باعث آپ کی نظروں میں گر جاؤں گا۔ میں آپ کے سامنے دعویٰ تو نہیں کرتا مگر کوشش کروں گا، یہ پینے کی عادت چھوٹ جائے یا کم ہو جائے۔"

"دانیال! یہ تمہارا ذاتی فعل ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سپر ماسٹر کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت چپکے سے دماغ میں آ کر تمہارے منصوبے معلوم کرتا رہے گا اور تمہیں خبر نہیں ہوگی۔ تم کسی بھی معاملے میں اپنی شکست اور ناکامی کے ذمے دار خود ہو گے۔ اگر تمہارے سامنے کوئی بہت بڑا مقصد ہے تو اس مقصد میں کامیابی ممکن نہیں ہوگی۔"

وہ بڑی حسرت سے بولا۔ "اسی شراب نوشی کے باعث میں سپر ماسٹر نہ بن سکا۔ مجھے اقتدار کا نشہ ہے۔ میں یہی سوچ کر اپنی قوم میں آیا ہوں تاکہ یہاں حکومت کر سکوں۔"

"یہاں بھی تم چھُپ کر حکومت کر سکو گے۔ سینہ تان کر منظرِ عام پر نہیں آ سکو گے۔ آؤ گے تو کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ میں زلزلے پیدا کر دے گا۔ تمہیں اقتدار کا نشہ ہے اور نشہ دشمنی ہوتا ہے۔ کوئی بھی مخالف یہ نشہ اتار دے گا۔ اگر ملک و قوم کی بہتری کا جذبہ ہوگا تو تم پوری تیاریوں کے ساتھ اور اپنی حفاظتی تدابیر کے ساتھ اقتدار حاصل کرو گے۔"

"میں جینے کا انداز بدلنے کی کوشش کروں گا۔"

"آج یہاں کریزی مین آیا ہے۔ آئندہ یہاں دوسرے خیال خوانی کرنے والے آئیں گے۔ سپر ماسٹر تمہیں مار ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ اپنی طبعی عمر تک زندہ رہنا چاہتے ہو تو کچھ عرصے کے لیے گوشہ نشین ہو جاؤ۔ ہم میں سے کسی کے دماغ میں آؤ تو خوف نہ بو لو۔ کوئی دشمن ہمارے دماغوں میں چھُپ کر تمہاری آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے سکتا ہے۔"

"میں آپ کی ہدایات پر عمل کروں گا۔ اگر خیال خوانی ضروری ہوئی یا کسی سے فون وغیرہ پر بات کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو آواز بدل کر بولوں گا۔"

"میرا شور رہے تم ایک مخصوص آواز بنا لو اور اسی بدلے ہوئے لب و لہجے میں بولا کرو۔ اب آؤ، میں سونیا سے تمہاری ملاقات کراتا ہوں۔"

میں سونیا کے پاس آیا۔ وہ اپنے بنگلے میں نہیں تھی۔ کریزی مین نے جس ہوٹل میں قیام کیا تھا اس ہوٹل کے سامنے ایک اسنیک بار کے کاؤنٹر کے پاس کھڑی کافی پی رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"فرہاد! وہ کریزی مین کہیں غائب ہو گیا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟ چند گھنٹے پہلے اس سے تمہارا رابطہ رہ چکا ہے۔"

"میں نے اپنے بنگلے سے فون کیا تھا۔ وہ ریسیور اُٹھا کر بول رہا تھا۔ اسی وقت گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر بھاگنے دوڑنے کی آوازیں بھی آتی رہیں۔"

سونیا بیان دیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "میں نے اسی لمحے کسی کو دماغ میں محسوس کیا۔ میں سمجھی کریزی مین آیا ہے لیکن کوئی اور تھا۔ مجھ سے پوچھ رہا تھا، تم کون ہو؟ میں نے پوچھا، پہلے تم بتاؤ کون ہو؟ اس نے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی پھر ناکامی کے بعد بولا۔ اچھا تو تم وہی ہو جس کے دماغ کو خیال خوانی کی لہریں متاثر نہیں کرتی ہیں۔"

سونیا کی باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ سپر ماسٹر کا ایک اور خیال خوانی کرنے والا بندہ آ گیا ہے۔ وہ بندہ کریزی مین کے کمرے میں تھا۔ اس نے فون کے ذریعے سونیا کی آواز سنی تھی اور اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کر کے اسے قابو میں کرنے کی ناکام کوشش کر چکا تھا۔ جب سونیا نے پوچھا، تم کون ہو؟ اور کریزی مین کے کمرے میں یہ فائرنگ

کی آواز کیسی ہے تو وہ دماغ سے چلا گیا۔

میں نے پوچھا "تم یہاں کریزی مین کی خبر لینے آئی ہو؟"

"ہاں، کچھ پولیس والے ہوٹل میں آئے ہیں۔ شاید فائرنگ کی وجہ معلوم کر رہے ہو۔ میں ہوٹل کے ایک آدمی کو مخاطب کرتی ہوں۔ تم اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرو، وہاں کیا ہو رہا ہے؟ کریزی مین کہاں ہے وہ فون پر مجھ سے بات نہیں کر پایا تھا۔ اس کے ساتھ روما اور ڈان مورس بھی ہیں۔"

اس نے اسنیک بار کے ساتھ والے فون بوتھ میں جا کر ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ چند لمحوں کے بعد منیجر کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا "سونیا ریسیور رکھ دو۔ ہمارے درمیان ایک نیا ساتھی ڈینی دانیال ہے۔ یہ تمھارے دماغ میں آ رہا ہے۔ اس سے باتیں کرو۔"

میں نے منیجر کے پاس آ کر معلوم کیا۔ وہ فائرنگ کے بعد ہوٹل کے اس کمرے میں پہنچا تھا۔ وہاں کریزی مین نہیں تھا۔ آس پاس کے کمرے والوں نے اسے بھاگ کر لفٹ میں جاتے دیکھا تھا۔ اس کے پیچھے دو آدمی گئے تھے لیکن لفٹ نیچے جا چکی تھی۔ اب پولیس والے آ گئے تھے۔ روما اور ڈان مورس سے سوالات کر رہے تھے۔ یہ انھیں معلوم ہو گیا تھا کہ وہ یہاں کے اَرب پتی ہل اوٹر کا نواسا ہے۔ اسے فرہاد کا ایک آدمی پیرس سے یہاں لایا ہے۔

کریزی مین نے ڈان مورس کو یہی بتایا تھا کہ وہ فرہاد کا آدمی ہے۔ اس کے نانا کو تلاش کر کے اسے وہاں پہنچا دے گا۔ اب وہ پولیس والے اسے اس کے نانا کے پاس پہنچانے جا رہے تھے۔

میں نے سونیا کے دماغ میں آ کر کہا "دانیال، تم باتیں نہ کرو۔ کریزی مین اپنے دشمنوں سے بچ کر نکل گیا ہے۔ وہ مدد کے لیے سونیا کے پاس ضرور آئے گا۔"

دانیال نے کہا "میں آپ کی ہدایت کے مطابق آواز اور لہجہ بدل کر بول رہا ہوں۔ کوئی دشمن میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

اسی وقت ہم نے سونیا کے دماغ میں کریزی مین کی آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا "دانیال، تم درست کہہ رہے ہو۔ میں تمھاری آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر تمھارے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہا۔ ناکام ہو کر پھر بلادام کے پاس آیا ہوں۔ یہاں فرہاد صاحب بھی موجود ہیں۔ پلیز، آپ مجھے اس درندے سے بچائیں۔ وہ لارنس ڈی کوزا ہے۔ سپریم ماسٹر کو میری غداری کا علم ہو گیا ہے۔"

سونیا نے پوچھا "اسے کیسے معلوم ہو گیا؟"

"غلطی میری تھی، میں توبہ کرنے کے باوجود شراب پینے بیٹھ گیا۔ مجھے پتا بھی نہ چلا کہ سپریم ماسٹر پیچھے سے دماغ میں آ کر میرے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔ وہ مجھ پر پچھلے دو دنوں سے شبہ کر رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ میں کیسینو میں جا کر جُوا کھیلتا ہوں اور اس سے یہ باتیں چھپاتا ہوں۔ اس نے چپ چاپ میرے پیچھے لارنس ڈی کوزا کو لگا دیا تھا۔ وہ ہمارا تعاقب کرتا ہوا یہاں آیا ہے۔"

میں نے کہا "کریزی مین! تم گدھے ہو۔ لارنس ڈی کوزا تمھارے پیچھے یہاں سونیا کے دماغ میں بھی آ چکا ہو گا۔ تم یہاں سے جاؤ۔ میں تمھارے پاس آ رہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں آیا۔ وہ ٹرین کے ایک کمپارٹمنٹ میں کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اسے جلدی میں فرار ہونے کے لیے یہ ٹرین ہی ملی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جا کر چھپنا چاہیے؟

میں نے کہا "تم کہیں چھپ نہیں پاؤ گے۔ اپنی سانسوں پر قابو پانے کی صلاحیت نہ رکھنے والے جب ٹیلی پیتھی سیکھتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں کہ خیال خوانی کرنے والے دشمن دماغ میں پہنچ کر ان کے ہر خفیہ مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔"

"مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ میں چند سیکنڈ تک سانس روک سکتا تھا مگر شراب نے بچاؤ کا یہ راستہ بھی کمزور کر دیا۔ فرہاد صاحب! مجھے اپنی پناہ میں بلائیں۔ میں آپ کے قدموں میں پڑا رہوں گا۔ آپ کا سہارا ملے گا تو میں سپریم ماسٹر کو سیستا نابود کر دوں گا۔ آپ میرے دماغ میں رہ کر سپریم ماسٹر کی آواز سن سکتے ہیں۔ وہ میرے پاس آتا رہتا ہے۔"

"سپریم ماسٹر کو معلوم ہو چکا ہے کہ تمھارا رابطہ سونیا سے ہے اور میں تمھارے دماغ میں آتا ہوں۔ وہ تمھاری اس کھوپڑی میں کبھی اپنی آواز نہیں سنائے گا۔"

"میں کیا کروں۔ مجھے کوئی راستہ دکھائیں۔ ایک بار میری جان بچائیں۔ میں ہزار بار آپ کے لیے جان کی بازی لگاؤں گا۔"

"فی الحال یہ ٹرین جہاں تک جا رہی ہے وہاں تک جاتے رہو۔ میں تمھاری حفاظت کے لیے انتظامات کرنے جا رہا ہوں۔ کم از کم آدھے گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں یہ کہنے کے بعد اس کے دماغ میں خاموش رہا۔ وہ بُری طرح سہما ہوا تھا۔ کمپارٹمنٹ میں ہر آنے جانے والے کو گھور کر دیکھتا تھا۔ ٹرین تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ کھڑکی کے باہر مناظر تیزی سے گزرتے جا رہے تھے۔ ہوٹل میں

لارنس ڈی کوزا کے آلۂ کار اسے گولی مارنے آئے تھے۔ وہ بچ کر چلا آیا تھا۔ ڈی کوزا اس کے دماغ میں ایک بار آیا تھا اور اسی کی سوچ میں بولتا رہا تھا "میں اپنی آواز نہیں سناؤں گا۔ تمھیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔ کریزی مین! بھاگو جہاں تک اور جتنی دیر تک بھاگ سکتے ہو، بھاگتے رہو، میں تمھیں دوڑا دوڑا کر مار دوں گا۔"

کریزی مین سوچ رہا تھا "لارنس ڈی کوزا بہت چالاک ہے، اس وقت بھی میرے دماغ میں ہو سکتا ہے، ڈیکوزا! بولو کیا تم موجود ہو؟ مجھے یوں دہشت زدہ نہ کرو۔ بولو! مجھے اپنی آواز سناؤ۔"

میں نے اس کے دماغ میں قہقہہ لگایا پھر آواز بدل کر کہا "میں ڈی کوزا بول رہا ہوں لیکن تم میری اصلی آواز کبھی نہیں سُن سکو گے۔ میں تمھیں اور فرہاد کو اپنے دماغ میں آنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا "میں ایک بار سپریم ماسٹر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ تم لوگوں کو میرے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں اپنی وفاداری کا ثبوت دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا ثبوت دو گے؟"

اس نے کہا "یہ ثبوت کم نہیں ہے کہ میں نے سونیا کا اعتماد حاصل کر لیا ہے۔ فرہاد بھی میرے پاس آنے والا ہے۔ میں بہت جلد پارس تک پہنچنے والا تھا مگر ڈی کوزا تم کام بگاڑ رہے ہو۔ مجھے تھوڑی سی مہلت دو۔ میں فرہاد، سونیا اور پارس کو کہیں ایک جگہ ملنے کے لیے بلاؤں گا۔ سپریم ماسٹر چاہے گا تو تینوں کو ایک ہی جگہ فنا کر دے گا یا ہم پارس کو اغوا کر کے سونیا اور فرہاد کو گولی مار دیں گے۔"

ٹرین کی رفتار دھیمی ہو رہی تھی کوئی اسٹیشن آ رہا تھا۔ میں نے ڈینی دانیال کے پاس آ کر کہا "کریزی مین کے دماغ میں آؤ اور دیکھو جو خیال خوانی کرنے والے، دشمنوں کو دماغ میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ وہ کس عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔"

دانیال بھی چپ چاپ کریزی مین کے دماغ میں آ گیا۔ وہ سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا "ڈی کوزا! تم خاموش کیوں ہو؟ بولتے کیوں نہیں؟ میں سمجھ گیا تمھیں اور سپریم ماسٹر کو مجھ پر بھروسا نہیں ہے۔ یہ ٹرین رُک رہی ہے، تم ضرور اپنے آدمیوں کو اس کمپارٹمنٹ میں بھیجو گے۔ میں ہاتھ نہیں آؤں گا۔ میں کہتا ہوں مجھے سپریم ماسٹر کا وفادار سمجھو، ورنہ دشمن بن کر مقابلہ کروں گا۔"

وہ فوراً اپنی جگہ سے اُٹھا۔ دوڑتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ اسے کھول کر دو تنگ پلیٹ فارم پر نظریں دوڑانے لگا۔ کچھ فاصلے پر تھے اور کچھ سوار ہو رہے تھے۔ ٹرین پر سوار ہونے والا ہر مسافر ڈی کوزا کا آلۂ کار لگ رہا تھا۔ دو شخص اس کے کمپارٹمنٹ کے دوسرے دروازے سے اندر آ رہے تھے۔ وہ کود کر باہر پلیٹ فارم پر آ گیا۔ بھاگتا ہوا دوسرے کمپارٹمنٹ میں سوار ہوا۔ وہاں بیٹھے ہوئے تمام مسافروں پر نظریں دوڑائیں پھر پچھلا دروازہ کھول کر دیکھنے لگا کیونکہ اگلی دشمن پچھلے دروازے سے بھی اندر آ سکتے تھے۔

دانیال نے کہا "فرہاد صاحب! یہ تو دہشت سے مرا جا رہا ہے۔ ڈی کوزا اس کے دماغ میں خاموش رہ کر دہشت بن گیا ہے۔"

میں نے کہا "ڈی کوزا خاموش رہنے پر مجبور ہے۔ وہ مجھ سے خوف زدہ ہے۔ اس کے دماغ میں آواز بدل کر شاید اس وقت کچھ بولے گا جب یقین ہو جائے گا کہ میں موجود نہیں ہوں۔ اس نے ہوٹل میں کسی کو آلۂ کار بنا کر اس پر گولی چلائی تھی لیکن اسے جان سے نہیں مارا۔ شاید وہ اسے گولی سے نہیں، دہشت سے مارنا چاہتا ہے۔"

"فرہاد صاحب! کریزی مین کے یہ حالات میرے لیے عبرت ناک ہیں۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ اب کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ شراب کے بغیر جان نکلتی ہے تو نکل جائے۔ میں کریزی مین کی طرح عذاب میں مبتلا رہنا نہیں چاہوں گا۔"

اُدھر کریزی مین نے دیکھا کہ دو شخص، اس دوسرے کمپارٹمنٹ میں بھی سوار ہو رہے ہیں تو وہ پچھلے دروازے سے اُتر گیا۔ کسی اور کمپارٹمنٹ کی طرف جاتے ہوئے سوچنے لگا۔ "مجھے ایسی جگہ چھپ کر سفر کرنا چاہیے جہاں دشمن کے آلۂ کار نہ پہنچ سکیں۔"

ٹرین چلنے والی تھی۔ وہ دو کمپارٹمنٹ کے درمیان رُک کر لوہے کی اس سیڑھی کو دیکھنے لگا جو ہر بوگی کے پیچھے لگی ہوتی ہے۔ تاکہ ریلوے ملازم چھت پر جا کر ہر کمپارٹمنٹ کے واٹر ٹینک میں پانی بھر سکیں۔ وہ تیزی سے آگے بڑھ کر اس سیڑھی پر چڑھ گیا۔ ٹرین چل پڑی تھی۔ اب وہاں کوئی نہیں آ سکتا تھا۔ وہ مضبوطی سے نچلے پائیدان پر پاؤں جمائے اور اوپری پائیدان کو ہاتھ سے پکڑے اطمینان سے کھڑا ہوا تھا۔ سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا "ڈی کوزا! میں سمجھ گیا، جب میں فرہاد کو اپنی وفاداری کا یقین دلا رہا تھا تو تم

چپ چاپ رہ کر باتیں سن رہے تھے، میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں، ہو سکتا ہے، جب میں سپر ماسٹر کے ساتھ وفاداری کا تمھیں یقین دلا رہا تھا تو فرہاد نے بھی سن لیا ہو، میں اُدھر کا ہوں، نہ اِدھر کا ہوں۔ نہ اُدھر کی بوگی میں ہوں، نہ اِدھر کی بوگی میں ہوں۔ بیچ میں لٹک رہا ہوں۔ کیا میرا یہی انجام ہے؟"

ٹرین اب تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ اگر سیڑھی پر ہاتھوں کی گرفت ذرا بھی کمزور ہوتی یا پاؤں پھسلتا تو وہ تیز رفتار ٹرین کے نیچے آ کر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتا۔ اسے ایسی موت کا خوف نہیں تھا۔ ایسی موت سے بچنے کے لیے سیڑھی پر ہاتھ پاؤں کی مضبوطی کافی تھی۔ خوف تو اُن دیکھے دشمن کا تھا جو کسی وقت بھی خیال خوانی کے ذریعے قدم اکھاڑ سکتا تھا۔

پھر اچانک ہی اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ کوئی اس کے اندر بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا "ہاتھ چھوڑ دو۔ کب تک سیڑھی پکڑے رہو گے؟"

اس نے اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔ انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں ڈیکوزا نہیں، تم مجھے مرنے پر مجبور نہیں کر سکتے، چلے جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روکنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں چند سیکنڈ تک کامیاب رہا۔ میں اور دانیال بھی اس کے دماغ سے نکل گئے تھے۔ جب دو بارہ وہاں پہنچے تو وہ چیخ رہا تھا۔ ڈیکوزا نے ہم سے پہلے ہی آ کر اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ رہے تھے۔ میں نے کہا "کریزی مین! میں تمھیں دشمن کے حملوں سے بچا سکتا ہوں مگر سوال پیدا ہوتا ہے، تمھیں کیوں بچایا جائے؟"

وہ گڑگڑانے لگا "فرہاد صاحب! میرا دماغ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا ہے۔ میں دوسرا جھٹکا برداشت نہیں کر سکوں گا۔ آپ کو آپ کے پیارے بچوں کا واسطہ دیتا ہوں، مجھے بچا لیجیے۔"

"میرے اچھے پیارے بچوں میں سے ایک کو سپر ماسٹر نے قیدی بنایا ہے اور دوسرے بچے کو تم اغوا کرنے آئے تھے۔ کس منہ سے ان کا واسطہ دے رہے ہو؟"

اسی وقت میں نے اس کے دماغ میں زلزلہ محسوس کیا۔ اس کے حلق سے آخری چیخ نکلی۔ ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے، پاؤں اپنی جگہ سے اکھڑ گئے۔ پھر وہ دونوں بوگیوں کی دیواروں سے ٹکراتا ہوا نیچے چلا گیا۔ ٹرین اسی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی گئی ہو گی۔ ہمیں اس کے بعد کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ ہم اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے تھے۔

پھر میں نے دانیال کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ گم صم بیٹھا اپنی موت کو یاد کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا اگر میں بُری عادتیں نہیں چھوڑوں گا، سانس روکنے کی مشق نہیں کروں گا اور فرہاد صاحب کا وفادار نہیں رہوں گا تو ایسی ہی حرام موت مروں گا۔"

میں نینسی کے پاس آیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں اپنے نانا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ سامنے والے صوفے پر روما اور ڈان مورس تھے۔ دوسری جانب پولیس افسر بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا "مسز نینسی مورس! تم اپنے شوہر کو اچھی طرح پہچانتی ہو، کیا یہ ڈان مورس تمھارا شوہر نہیں ہے؟"

ڈان فوراً ہی روما سے لپٹ کر بولا "میں کسی کا شوہر نہیں ہوں۔ روما! مجھے یہاں سے لے چلو۔ ہمارے ساتھ دھوکا ہو رہا ہے۔"

روما اسے پیار سے تھپکتے ہوئے بولی "گھبراؤ نہیں، میں تمھارے ساتھ ہوں۔"

ڈان کے نانا نے کہا "دھوکا میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ کل رات نینسی نے آ کر کہا کہ مسٹر فرہاد نے ہمارے ڈان کو اغوا کیا ہے اور اب اس احمق سے ڈان کو میرے پاس بھیج دیا ہے۔ میں کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ یہ میرا اپنا نواسا ہے۔"

روما نے کہا "جناب، آپ کے نواسے کی طرح بدنصیب اور مظلوم کوئی نہ ہو گا۔ اس کے دونوں انکل ٹام اور سام نے اس پر ظلم کی انتہا کر دی تھی، یہ دیکھیے۔"

اس نے ڈان کو قمیص اتارنے کے لیے کہا۔ جب اس نے اپنا آدھا اوپری جسم ننگا کر کے دکھایا تو وہاں جا بجا چابک کے نشانات تھے۔ کئی جگہ سے کھال اُدھڑ کر سوکھے ہوئے زخم کی صورت اختیار کر گئی تھی۔

روما نے کہا "وہ ظالم چچا اس اَرب پتی نانا کے نواسے کو روکھی سوکھی کھانے کو دیتے تھے۔ اسے دماغی کمزوری کی دوا استعمال کراتے تھے — میں نرس بن کر اس کی زندگی میں آئی تو اسے مضر رساں دواؤں سے محفوظ کرنے لگی۔"

بوڑھے نانا کے دل میں درد اُٹھ رہا تھا۔ دل پوچھ رہا تھا "یہ میرا نواسا ہے تو اس پر اتنے مظالم کیوں ڈھائے گئے؟ میں نے اتنے عرصے تک اس کی خبر نہیں لی۔ میں بھی قصوروار ہوں۔"

رُوما نے کہا "ہمیں دولت کا لالچ نہیں ہے لیکن ایک دن پارس اچانک ہماری زندگی میں آیا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ ڈان کو اس کا حق دلائے گا اور اس کے نانا تک کیا کہ وہ ڈان کو اس کا حق دلائے گا اور اس کے نانا تک اسے پہنچائے گا لیکن اس سے پہلے لازمی ہے کہ ڈان کو پیرس میں کچھ عرصے رکھ کر دماغی امراض کے ماہرین سے علاج کرایا جائے۔ وہاں اس کا علاج ہونے لگا۔ ادھر پارس ڈان بن کر آپ کے ہاں پہنچ گیا۔ جسے آپ اپنا نواسا اور نینسی کا شوہر سمجھتے ہیں، وہ دراصل پارس ہے۔"

نانا نے چونک کر نینسی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ جلدی سے سر جھکا کر ایک ناخن سے پالش کو کھرچنے لگی۔ پولیس افسر بھی پارس کا نام سُن کر چونک گیا۔ اس نے نینسی سے پوچھا "کیا یہ درست ہے؟"

اس کے نانا نے کہا "یہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟ اگر وہ پارس ہوتا تو مسٹر فرہاد شادی کے دن اپنے بیٹے کو دماغی تکلیف کیوں پہنچاتے؟"

میں نے نینسی سے کہا "بیٹی! اب حقیقت نہ چھپاؤ۔ انشاء اللہ تمھارے پارس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اصل ڈان مورس کو اس کا حق مل جائے گا۔ بے چارے نے واقعی بہت مصیبتیں اٹھائی ہیں۔"

نینسی ایک گہری سانس لے کر بولی "گرینڈ پا! میں حقیقت نہیں چھپاؤں گی۔ میری شادی آپ کے نواسے سے نہیں، پارس سے ہوئی ہے۔ پہلے میں یہ بات نہیں جانتی تھی۔ پارس نے شادی کے دن سے دماغی تکلیف پہنچنے کا فراڈ کیا تھا۔ اس فراڈ کے ذریعے وہ مجھ سے دور رہنا چاہتا تھا۔ اس کا ضمیر یہ گوارا نہیں کرتا تھا کہ مجھے فریب دے اور میری عزت سے کھیلے۔ جب مجھے حقیقت معلوم ہوئی تو میں نے دل و جان سے اسے اپنا جیون ساتھی تسلیم کر لیا۔"

نانا غصّے سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "کیا تم ہوش و حواس میں ایسا کہہ رہی ہو؟ میں کسی مسلمان کی توہین کر کے ذہنی عذاب میں مبتلا نہیں ہونا چاہتا لیکن جب مسلمان اپنی بیٹی یہودیوں کو نہیں دیتے تو ہم اپنی بیٹی کیسے مسلمانوں کو دے سکتے ہیں؟"

افسر نے کہا "بات صرف یہودی اور مسلمان کی نہیں ہے، پارس ہمارے ملک میں غیر قانونی طور پر آیا ہے اور ایک خطرناک مجرم کی طرح واردات کر رہا ہے۔ اس نے ہمارے ایک اہم آدمی کی پہلے آنکھ پھوڑی پھر اس کا ایک ہاتھ کاٹنے پر مجبور کیا۔ اب اسے ایک ٹانگ سے محروم کرنے والا ہے۔ تمھارے گرینڈ پا اسرائیل کے چند ارب پتی سرمایہ داروں میں سرِفہرست ہیں۔ تم اتنے بڑے آدمی کی نواسی ہو کر ایک مجرم مسلمان کو اپنا جیون ساتھی تسلیم کر رہی ہو!"

نینسی نے کہا "جو حقیقت ہے، اسے میں نے بیان کر دیا ہے۔"

افسر نے کہا "تم نے سچ کہا، یہ بہت اچھی بات ہے۔ اب پارس کو قانون کے حوالے کرنے میں ہماری مدد کرو۔"

"آفیسر! میں تمھیں اپنی شہ رگ تک پہنچنے دوں گی لیکن پارس تک پہنچنے کا موقع کبھی نہیں دوں گی۔"

"اس کا انجام جانتی ہو؟"

"کسی بُرے انجام کی دھمکی دینے سے پہلے یہ یاد کر لینا کہ میں فرہاد علی تیمور کی بہو ہوں اور اس وقت میرے فادر ان لا میرے دماغ میں موجود ہیں۔"

اس کے نانا ایک دم سے نرم پڑ گئے۔ ہچکچاتے ہوئے بولے "کیا واقعی فرہاد صاحب یہاں موجود ہیں؟"

میں نے نینسی سے کہا "بیٹی! اب حقیقت نہ چھپاؤ۔"

میں نے ایک پولیس مین کی زبان سے کہا "جی ہاں، میں ابھی اپنی بہو کے پاس تھا۔ اب اس سپاہی کی زبان سے بول رہا ہوں۔ میری موجودگی کا مزید ثبوت یہ ہے کہ یہ آفیسر تھوڑی دیر تک اپنی جگہ سے اُٹھ نہیں سکے گا۔ آپ اس سے اُٹھنے کی فرمائش کریں۔"

یہ کہتے ہی میں پولیس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا، کیا میں واقعی اپنی جگہ سے اُٹھ نہیں پاؤں گا؟

اس نے آزمائش کے طور پر ہولے سے اُٹھنے کی کوشش کی۔ میں نے کوشش ناکام بنا دی۔ اس کے دماغ نے سمجھایا "مجھے جلدی سے پوری قوت کے ساتھ اُٹھنا چاہیے۔"

اس نے اچانک ہی پورا زور لگایا لیکن زور محض جسم کا نہیں ہوتا، جسم دماغ کے تابع ہوتا ہے۔ گویا دماغ زیادہ زور آور ہوتا ہے اور وہ میری مٹھی میں تھا۔ دماغ کی مرضی کے بغیر وہ ہل نہیں سکتا تھا۔ سب اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ بار بار اُٹھنا چاہتا تھا مگر صرف دائیں بائیں ہل کر رہ جاتا تھا۔ تب اس افسر کو احساس ہوا کہ وہ تماشا بن رہا ہے۔ اس نے جھینپ کر مسکراتے ہوئے کہا "یہ ٹیلی پیتھی عجیب و غریب علم ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں، یہاں فرہاد صاحب موجود ہیں۔ اور میں ان کی مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں اُٹھ سکوں گا۔"

نینسی نے کہا "گرینڈ پا! جس طرح یہ سچ ہے کہ میں آپ کے سامنے ہوں اور آپ میرے سامنے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ یہی ڈان مورس آپ کا نواسا ہے۔"

آپ اسے قبول کر کے اس کی بدنصیبی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔"

نانا نے آگے بڑھ کر ڈان مورس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا۔ "میرے بچے اُٹھو۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہوا تو نانا نے گلے سے لگا لیا۔ رُدما خوشی کے مارے رونے لگی۔ میں نے نینسی سے کہا۔ "بیٹی! اس لڑکی نے ڈان کی تاریک زندگی کو روشن کر رکھا تھا۔ دشمن جب بھی اسے زخم لگاتے تھے، یہ زخموں پر مرہم رکھا کرتی تھی۔ یہ سچی ہے۔ اپنے سینے میں محبت کرنے والا دل رکھتی ہے۔ ڈان بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکے گا۔"

نینسی نے رُوما کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ اُس کے آنسو پونچھے پھر کہا۔ "تمہارے جیسی مضبوط ارادوں کی لڑکیاں مصیبتوں میں کبھی نہیں روتیں۔ خوشی ملے تو رونے لگتی ہیں۔ بس بہت رو لیا۔ اب مسرتوں کا زمانہ آیا ہے۔ ہمیشہ مسکراتی رہو۔ ڈان تمہارا ہے۔ تمہارا ہی رہے گا۔"

ایک ملازمہ نے اوپری منزل سے نینسی کو مخاطب کر کے کہا۔ "آپ کا فون ہے۔"

وہ فوراً ہی دوڑتی ہوئی زینے تک آئی۔ ایک قدم میں دو دو زینے پھلانگتے ہوئے اوپر پہنچی پھر اپنے بیڈ روم میں آ کر ریسیور اُٹھا کر ہانپتے ہوئے بولی۔ "پارس! یہ تم ہو؟"

"ہاں معلوم ہوتا ہے تم دوڑتی ہوئی آ رہی ہو۔"

"کیا کروں، تم دور ہو۔ ہو بھی دور رہی ہو۔ معلوم ہوتا ہے خدا نے ہماری سُن لی ہے۔ ابھی یہ سب کو معلوم ہو چکا ہے کہ پارس میرا جیون ساتھی ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ میں کتنا فخر محسوس کر رہی ہوں۔ اوہ گاڈ! میں اس خوشی میں تمہاری غیر حاضری کو پوچھنا بھول گئی۔ میں نے سنا تھا، ماریہ نے تمہیں ڈس لیا ہے۔ اب کیسے ہو؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔ اس کا زہر مجھے مارتا نہیں، سرور پہنچاتا ہے۔"

"مجھے جلاتا ہے ہو۔"

"تمہیں جلانا ہوتا تو ماریہ سے دور نہ ہوتا۔ وہ ابھی مذہب، قانون اور تہذیبی تقاضوں کو نہیں سمجھتی ہے۔ میں نے سونیا تما سے بات کی ہے۔ وہ ماریہ کو ڈھونڈ کر اپنے ساتھ لے جائیں گی لیکن پہلے تمہیں دیکھیں گی۔ مجھ سے پوچھ رہی تھیں، تم کیسی ہو۔"

"تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے کہا ہے ایک فضول سی لڑکی، جس کے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پارس نے کہا۔ "تمہارے کہلے ہے، اب یہاں کی پولیس، فوج اور انٹیلی جنس والے مجھے گرفتار کرنے کے لیے تمہارے گھر پر نظر رکھیں گے۔"

وہ دل برداشتہ ہو کر بولی۔ "کیا ہم نہیں ملیں گے؟"

"ملنے کے لیے خطرہ مول لینا ہوگا اور خطرہ صرف یہاں کے محافظوں سے ہی نہیں، سپر ماسٹر اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے بھی ہے۔ سب مجھے تلاش کر رہے ہیں۔"

"اب کیا ہوگا پارس؟ تم سے نہ ملنے کا خیال مجھے مار ڈالتا ہے۔۔۔"

"میں خود تمہارے لیے تڑپ رہا ہوں۔ سوچتا ہوں، تمہارے ڈرائیور کے میک اَپ میں ملنے آ جاؤں۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔ ابھی رُوما اور ڈان مورس کو شاپنگ کرانے کار میں بٹھا کر نکلو۔ ڈرائیور کو پہلے رازدار بنا لو۔ اس کی دو چار تصویریں اپنے پرس میں ایک لفافے کے اندر رکھو۔ کہیں بھی شاپنگ کے دوران مسٹر دانیال تمہارے دماغ میں آئیں گے۔ وہ تصویروں والا لفافہ جیسے دینے کے لیے کہیں گے، چُپ چاپ اسے دے دینا۔"

"کیا ان تصویروں کو دیکھ کر میک اَپ کر لو گے؟"

"ہاں میک اَپ مکمل ہونے کے بعد مسٹر دانیال تمہیں بتائیں گے کہ ڈرائیور کو اب کس مقام پر بھیجنا چاہیے۔ اس وقت تم اس کے ساتھ نہ آنا۔ تمہارے نانا یا ڈان مورس وغیرہ آ جائیں تو اچھی بات ہے۔ میں ان کی موجودگی میں ڈرائیور کی جگہ آ جاؤں گا اور کسی کو پتا نہیں چلے گا۔"

وہ پارس کی باتیں سن رہی تھی اور ریسیور کان سے لگائے خوشی سے بَل کھا رہی تھی۔ "اوہ۔ میں کیا بتاؤں، مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ میں ابھی تمہارے مشوروں پر عمل کر رہی ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر ڈرائنگ روم کی طرف آئی۔ وہاں ابھی تک پولیس افسر بیٹھا اس کے نانا سے باتیں کر رہا تھا۔ نینسی نے کہا۔ "ڈان! منہ ہاتھ دھو کر فریش ہو جاؤ، لباس تبدیل کر دو۔ میں تمہیں اور رومانا کو شاپنگ کے لیے لے جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ کچن کی طرف آئی، پھر کچن کے پچھلے دروازے سے ڈرائیور کے کوارٹر کی طرف جانے لگی۔

وہ صورت سے ہی بے رحم لگتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے شیطان ناچ رہا ہو۔ ہاتھ پاؤں کی خاصی مضبوط تھی۔ لڑنے کا ہنر جانتی تھی۔ کسی مقابل کو بغل

میں دبوچ لیتی تو وہ نکل نہیں پاتا تھا۔ اس کا باپ تنویمی عمل کا ماہر تھا۔ اس نے بیٹی کی شیطانی آنکھوں اور شیطانی آواز کو بہ نظرِ غائر دیکھ کر اسے تنویمی عمل سکھایا تھا۔ آج وہ اتنی خطرناک عاطفہ بن گئی تھی کہ اسے سپر ماسٹر کی سرپرستی حاصل ہو چکی تھی۔

سپر ماسٹر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت لارنس ڈیکوزا سے بہت خوش تھا۔ اس پر بہت اعتماد بھی کرتا تھا۔ ڈیکوزا نے پارس دوم کو اس کی قید میں پہنچا کر اور زیادہ اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ اس لیے اس نے ڈیکوزا کو کریزی مین کے پیچھے لگا دیا تھا۔ اس کا خیال تھا، ڈیکوزا ہی دوسرے پارس کو بھی اغوا کر کے اس کی قید میں پہنچائے گا۔

سپر ماسٹر کو یقین تھا کہ میں اور سونتی، پارس اوّل کی پوری حفاظت کریں گے۔ اگر ہم کسی طرح ڈیکوزا کے دماغ میں پہنچیں گے تو میرے دونوں بیٹوں کو قیدی بنا کر رکھنے کا منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔ کامیابی کا انحصار صرف اس بات پر تھا کہ ہم ڈیکوزا کے دماغ تک کبھی نہ پہنچ سکیں۔ جب کہ ڈیکوزا میں بھی وہی خرابیاں تھیں جن کے باعث آدمی اپنی سانسوں پر قابو نہیں پاتا۔ مغربی سوسائٹی میں بھی شراب اور شباب کو روز کا معمول سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔ مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والوں میں بڑی بڑی خوبیاں تھیں لیکن قمار بازی، شراب اور شباب سے کھیلنے کی بُری عادتیں انھیں لے ڈوبتی تھیں۔

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ڈیکوزا! تمہارے اندر جو کمزوری ہے اسے ایک عورت ہی دور کر سکتی ہے۔"

عورت کے ذکر پر اس کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ بہت خوش ہوا مگر تعجب سے بولا۔ "ماسٹر وی وان! تم کہتے ہو، شراب اور عورت مجھے کمزور بنا دیتی ہیں پھر ایک عورت میری کمزوری کیسے دور کر سکتی ہے؟"

"میں جس کا ذکر کر رہا ہوں وہ عورت ایک بلا ہے۔ تم اسے اپنی مرضی سے کبھی ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔ وہ ہمیشہ تمہیں اپنے زیرِ اثر رکھے گی۔"

"ایک عورت اور مجھے اپنے اثر میں رکھے گی؟ کیسی باتیں کر رہے ہو ماسٹر؟ وہ عورت کیا سونیا ہے؟"

"نہیں۔ اسے کلرز کوئین (قاتلوں کی ملکہ) کہتے ہیں۔ نام اس کا کوئلی گرایم ہے۔ وہ تل ابیب میں تمہارے ساتھ رہے گی اور وقتاً فوقتاً تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو مقفل رکھے گی۔ فرہاد جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تمہارے اندر نہیں آ سکیں گے۔ دماغی طور پر تمہیں کمزور نہیں بنا سکیں گے۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں، میں اس کا معمول بن کر رہوں۔ ایک عورت سے کم تر ہو جاؤں؟"

"کوئلی گرایم کو تمہارے کم تر یا برتر ہونے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ ہماری طرح سرکاری ملازم ہے۔ وہ صرف تمہارے دماغ کو لاک کرے گی اور تمہارے دماغ میں یہ باتیں نقش کرے گی کہ تم مشن پورا ہونے تک شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے اور کسی عورت کے قریب نہیں جاؤ گے۔"

"اس طرح میں کوئلی کا پابند ہو جاؤں گا؟"

"مشن پورا ہونے تک تمہیں اس کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں میں رہنا ہوگا۔ یہ میرا حکم ہے۔ تمہارے پیچھے جو دروازہ ہے اسے کھول کر جاؤ اور اس سے ملاقات کرو۔"

یہ باتیں خیال خوانی کے ذریعے ہو رہی تھیں۔ ڈیکوزا اپنے بنگلے کے اسٹڈی روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے چونک کر پچھلے دروازے کو دیکھا پھر کہا۔ "ماسٹر! میں اپنے بنگلے کے تمام دروازے اور کھڑکیاں بند رکھتا ہوں۔ وہ اندر کیسے آ گئی؟"

"یہ سوال کوئلی سے کرو، وہ جواب دے گی۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس دروازے کے پاس آیا جس کے پیچھے ڈرائنگ اور ڈائننگ روم تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر آیا۔ ایک طرف کھانے کی میز پر وہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن آنکھیں ملتے ہی ساکت رہ گیا۔

وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے حسین مکھڑے پر ایسی سختی اور سنگدلی تھی جیسے پتھر کو تراش کر بنائی گئی ہو۔ اس کے ہونٹ قدرتی طور پر گلابی تھے۔ دانت صاف اور نکیلے تھے۔ آنکھوں سے درندگی، خود غرضی اور مکاری صاف جھلکتی تھی۔ جسم ایسا صحت مند تھا جیسے وہ صبح و شام ورزش کرتی ہو یا بھاگتی دوڑتی رہتی ہو۔ وہ عجیب چیز تھی۔ عطر ناک بھی تھی۔ اسے حاصل کرنے کی آرزو بھی ہوتی تھی۔ مگر حاصل کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ جیسی حس کہتی تھی یہ بلا ہے، کبھی بھلا نہیں کرے گی۔

ڈیکوزا نے ہمت کرتے ہوئے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "تم میرے بنگلے میں کس طرح داخل ہوئیں؟"

"تم اسٹڈی روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ تم نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ میں اندر آئی، تم دروازہ بند کر کے پھر اپنی پہلی جگہ جا کر بیٹھ گئے تھے۔"

"تم جھوٹ کہتی ہو۔ میں دو گھنٹے سے اسٹڈی روم میں ہوں۔ کسی نے دروازے پر دستک نہیں دی۔ کیا تم مجھے پاگل

یا غائب دماغ پروفیسر سمجھتی ہو کہ میرے سامنے سے گزر کر جاؤ گی اور میں تمہیں نہیں دیکھوں گا۔"

"ڈیکوزا! تم سپر ماسٹر کے لیے اہم فرائض ادا کر رہے ہو۔ لیکن شراب پیتے وقت بھول جاتے ہو کہ دشمن تمہاری مدہوشی سے بہائے تمہارے اور سپر ماسٹر کے اہم معاملات کی تہ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں ابھی مدہوش نہیں ہوں۔ پھر تم کیسے آگئیں؟"

"تم نے پچھلی رات بہت زیادہ پی لی تھی۔ کیا تمہیں پتا ہے تم کلب سے یہاں تک کس طرح آئے تھے؟"

وہ سوچنے لگا۔ اسے اچھی طرح یاد نہیں آرہا تھا۔ کوئی نے کہا۔ "تم کلب سے نکل کر کار میں آئے تھے۔ میں پہلے ہی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔ تم نے پوچھا، میں کون ہوں؟ میں نے کہا تم اس حالت میں ڈرائیو نہیں کر سکو گے۔ میری آنکھوں میں دیکھو۔"

وہ بولا۔ "ہاں، مجھے کچھ یاد آرہا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟"

"تم نے میری آنکھوں میں دیکھا۔ اس کے بعد تمہیں اپنی خبر نہ رہی۔ یقین نہ ہو تو ابھی میری آنکھوں میں دیکھو۔ ہوش اڑا دوں گی۔"

ڈیکوزا نے آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں پھر فوراً ہی نظریں ہٹالیں۔ ایسا نہ کرتا تو واقعی ہوش اڑ جاتے۔ آنکھیں جتنی خوبصورت تھیں اتنی ہی ان میں شیطانی کشش تھی۔ نظریں ملتے ہی اپنی طرف کھینچ لیتی تھیں۔ وہ بولی۔ "میں نے پچھلی رات تم پر عمل کیا تھا اور تمہیں اپنے چند احکامات کا پابند بنا لیا تھا۔"

"آخر ایسی حرکتوں کی کیا ضرورت تھی؟"

"کیا اب بھی نہیں سمجھے؟ میری طرح کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن تمہارے گھر میں داخل ہو سکتا ہے اور خیال خوانی کے ذریعے تمہارے شرابی، کمزور دماغ پر قبضہ جما سکتا ہے۔"

سپر ماسٹر اور وہاں کے موجودہ حکمران اس کی قابلیتوں اور صلاحیتوں سے کام لینا چاہتے تھے۔ اس کی ایک آدھ کمزوری آڑے آئی تھی۔ اسے دور کرنے اور ڈیکوزا کو پوری طرح مستعد بنائے رکھنے کے لیے انھوں نے کوئی کو اس کے ساتھ لگا دیا تھا لیکن وہ اس کا سہارا لینے میں اپنی انسلٹ محسوس کر رہا تھا۔

کوئی نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "مجھے سپر ماسٹر کے فیصلے سے انکار نہیں ہے لیکن میرے ساتھ تمہارا اسرائیل جانا ضروری نہیں ہے۔ تم میرے دماغ کو لاک کر چکی ہو۔ اب کوئی دشمن میرے دماغ میں نہیں آئے گا۔"

"میں پرانے طریقِ کار کے مطابق تنویمی عمل نہیں..... کرتی۔ میں کہیں بھی تنہائی ہو یا محفل، کسی کے روبرو بیٹھ کر اس کی آنکھوں میں اُتر جاؤں تو وہ میرا اسیر ہو جاتا ہے لیکن یہ اسیری عارضی ہوتی ہے۔ میرے احکامات میرے معمول کے دماغ میں دو چار روز تک نقش رہتے ہیں، پھر دھندلانے لگتے ہیں اسی لیے میں ہر جمعے یا پانچویں دن تم پر عمل کروں گی اور تمہارے ساتھ رہا کروں گی۔ اگر ایسا نہ ہوا تو کسی دن بھی تمہاری دماغی کمزوری دشمنوں کو فائدہ پہنچا دے گی۔"

وہ کوئی کے ساتھ پیرس آیا تھا۔ پھر کریزی مین کا تعاقب کرتا ہوا تل ابیب پہنچ گیا تھا۔ کوئی کو نئی دستی تھی۔ "مجھے بڑا ارمان ہے، کبھی سونیا سے سامنا ہو جائے۔ میں مانتی ہوں، اس کے تجربات تک پہنچنے اور اس کی مکاریوں کو سمجھنے میں ایک عمر لگے گی لیکن اس سے مقابلہ کرنے کی حسرت پوری ہو جائے گی۔"

اسے سونیا کا سامنا کرنے کی حسرت تھی اور وہ سونیا کے ساتھ اسی طیارے میں تل ابیب آئی تھی۔ وہاں پہنچ کر کریزی مین نے خوب پی تھی جس کے نتیجے میں ڈیکوزا کو اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "آپ کریزی مین کے دماغ میں پہنچ کر دیکھیں۔ وہ ایک طرف ہم سے وفاداری کی قسمیں کھاتا ہے، دوسری طرف سونیا کو اپنی دوستی اور وفاداری کا یقین دلا رہا ہے۔ سونیا یہاں ایک ڈاکٹر کی بیوی رومیلا کے روپ میں آئی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کریزی مین کی مدہوشی میں اس کے خیالات پڑھے پھر حکم دیا۔ "ڈیکوزا! اس آستین کے سانپ کو ختم کر دو اور محتاط رہو۔ کریزی مین کے دماغ میں پہنچ کر اپنی آواز اور لب و لہجے میں کبھی نہ بولنا۔ ورنہ فرہاد، رسوتی اور آرمر تمہاری کھوپڑی میں جگہ بنا لیں گے۔"

ڈیکوزا نے کوئی سے کہا۔ "تمہاری حسرت پوری ہونے والی ہے۔ سونیا یہاں ایک ڈاکٹر کی بیوی کی حیثیت سے موجود ہے۔ میرا مشورہ ہے، ابھی اسے نہ چھیڑنا۔ میں چاہتا ہوں، تمہارے ہاتھ پاؤں سلامت رہیں، تم میری تنہائی میں آؤ تو میں تمہیں اپاہج نہ دیکھوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "شاباش! اسی طرح میری تمنا کرتے رہو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے شراب چھوڑ دی ہے۔

میں جا رہی ہوں۔ سونیا سے دور رہو گی لیکن اسے ضرور دیکھوں گی۔"

"خواہ مخواہ وقت برباد کرو گی۔" ڈیکوزا نے کہا۔

وہ بولی۔ "ہم دراصل پارس کو اغوا کرنے آئے ہیں۔ سونیا پارس کے قریب رہتی ہو گی یا اکثر اس سے ملاقات کرتی ہو گی۔ اس طرح مجھے اس نوجوان تک پہنچنے کا موقع ملے گا۔"

وہ ہوٹل کے کمرے سے چلی گئی۔ ڈیکوزا خیال خوانی میں مصروف رہا۔ کریزی مین کو دہشت میں مبتلا کرتا رہا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ فرہاد اور ڈینی دانیال بھی کریزی مین کے دماغ میں آتے رہتے ہیں۔ اس نے اپنی آواز نہیں سنائی۔ بڑی خاموشی سے اپنے شکار کو خوفزدہ کرتا رہا۔ آخر اسے تیز رفتار ٹرین کی دو بوگیوں کے درمیان گرا کر مار ڈالا۔

اس نے شام کو کوئی سے کہا۔ "ہم آج رات پارس کو اغوا کر سکتے ہیں۔"

"کیا وہ تنہا ہو گا؟"

"نینسی اس کے ساتھ ہو گی۔ یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ انھیں یقین ہے، وہ اپنی نئی دلہن نینسی سے ملنے آئے گا۔ اس ارب پتی بل اونر کے بنگلے کے اندر اور باہر مسلح پولیس والوں کا سخت پہرا ہے۔"

"پھر وہ اپنی دلہن سے کیسے ملے گا؟"

"نینسی کے ڈرائیور کے روپ میں رہے گا۔ ڈرائیور کو رازدار بنا کر چھٹی دے دی گئی ہے۔ پارس کوٹھی کے پچھلے ڈرائیور کے کوارٹر میں رہے گا۔ رات کو موقع پا کر نینسی کی خواب گاہ میں پہنچ جائے گا۔"

کوئی کچھ دیر سوچتی رہی۔ "اس کی پلاننگ اچھی ہے لیکن فرہاد نے سیکڑوں بار روپ بدل کر دشمنوں کو اور قانون کے محافظوں کو دھوکا دیا ہے۔" وہ کچھ دیر بعد بلند آواز میں بولی۔ "کیا یہاں کی انٹیلی جنس والے نینسی کے ایسے ملازموں پر شبہ نہیں کریں گے جو پارس کے قد اور جسامت سے مماثلت رکھتے ہوں؟"

"ہاں، شبہ کر سکتے ہیں لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین ان کے دماغوں میں جا کر شبہات کو کمزور کر سکتے ہیں۔ وہ دونوں اپنے بیٹے اور بہو کی حفاظت کے لیے وہاں خیال خوانی کے ذریعے موجود رہیں گے۔"

وہ بولی۔ "تم صرف یہ سوچو، یہاں کی انٹیلی جنس والے شبہ کر سکتے ہیں۔ اگر وہ پارس کو گرفتار کریں گے اور اسے قیدی بنا کر آہنی پردوں کے پیچھے چھپا دیں گے تو ہماری مشکلات بڑھ جائیں گی۔ پارس ابھی آزاد گھوم رہا ہے۔ اس کی آزادی میرے لیے مفید ہے۔ ہم ایسے ہی وقت اسے ٹریپ کر سکتے ہیں۔"

"ہوں۔ اس کا مطلب ہے، آج پارس اور نینسی کو ملنے کا موقع نہ دیا جائے۔"

"اگر تم ڈرائیور کے دماغ میں رہو گے تو کامیابی ہو گی۔ پارس کسی مقام پر ڈرائیور کی جگہ آئے گا۔ ایسے وقت تم مجھے پارس کے پاس پہنچا دینا۔"

"ہم کیا کرو گی؟"

"میں اس کے اور نینسی کے درمیان دیوار بن جاؤں گی۔ نہ وہ نینسی کی طرف جا سکے گا، نہ اس کی گرفتاری کا اندیشہ رہے گا۔"

"میں ابھی پارس تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ تم باہر جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

ڈیکوزا نے آنکھیں بند کیں، نینسی کا تصور کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پارس کی ہدایت کے مطابق رُوما اور ڈان مورس کو شاپنگ کے لیے لے جا رہی تھی۔ ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا۔ نینسی نے اسے رازدار بنا لیا تھا۔ اب کسی شاپنگ سینٹر میں دانیال اس کے دماغ میں آکر بتانے والا تھا کہ ڈرائیور کی تصویروں والا لفافہ کس کے حوالے کرنا ہے۔

وہ لفافہ جس کے ہاتھ میں جاتا، ڈیکوزا اس کے دماغ میں جا کر پارس کے موجودہ ٹھکانے تک پہنچ سکتا تھا۔

ماریہ کو سب ہی تلاش کر رہے تھے۔ پارس اور دانیال کو اندیشہ تھا کہ وہ نینسی کو ڈس لینا چاہے گی لیکن اس کے لیے یروشلم سے تل ابیب پہنچنا محال تھا۔ یہ ملک اس کے لیے اجنبی تھا۔ یہ ملک ہی کیا، یہ دُنیا بھی ماریہ کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ دانیال نے پارس کو یقین دلایا تھا کہ وہ ماریہ کو نینسی تک پہنچنے نہیں دے گا۔

اُدھر پولیس افسر نے ماریہ کے والدین سے کہا تھا۔ "آپ لوگ ہوٹل میں جا کر آرام کریں۔ ہم شام تک لڑکی کو ڈھونڈ نکالیں گے۔"

ماریہ نے لندن میں رہ کر اچھی طرح بولنا اور پہننا اوڑھنا سیکھ لیا تھا۔ انسانوں کے درمیان رہنے کے کچھ طور طریقے بھی اسے سکھائے گئے تھے۔ اس نے یروشلم میں مسلمان عورتوں کو نقاب میں دیکھا تو سمجھ میں آیا، اگر وہ اسی طرح نقاب میں رہے گی تو کوئی اسے پہچان نہیں سکے گا۔

اس نے ایک دکان سے چادر اور نقاب خریدی... دکاندار نے اسے چادر اوڑھنا اور آنکھوں کے نیچے نقاب باندھنا سکھایا۔ اس سے پہلے ہی کچھ دل چھینک نوجوان... رئیس زادے اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ جب وہ نقاب پہن کر دکان سے نکلی تو ایک رئیس زادے نے اس کے قریب اپنی رولس رائس کار روک دی۔ اتنی مہنگی اور شاندار گاڑی دیکھ کر ہی حسین لڑکیاں پھسل جاتی تھیں۔ ماریہ نے پوچھا "یہ تین کا ڈبا میرے سامنے لاکر راستہ کیوں روک رہے ہیں؟"

نقاب میں صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ رئیس زادے نے پہلی بار اس کی آنکھوں میں دیکھا تو کھڑے ہی کھڑے ڈگمگا سا گیا۔ اس نے جلدی سے نظریں ہٹالیں، اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، اس سے ڈرنا چاہیے یا اس پر مرنا چاہیے۔

وہ کترا کر جانے لگی۔ وہ جلدی سے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بولا "یہ تم نے نقاب پہن کر اچھا کیا۔ میں بہت دیر سے اور بہت دور سے دیکھتا آرہا ہوں، لوگ تمہیں اچھا کر دیکھ رہے ہیں۔"

وہ رئیس زادے کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے بولی "تم میرے پیچھے کیوں آرہے ہو؟ میں اپنے پارس کے پاس جارہی ہوں۔ دور ہی دور سے اس پر نظر رکھوں گی۔ اب وہ مجھے پہچان نہیں سکے گا۔ کہیں بھاگنا چاہے گا تو میں نقاب میں رہ کر پیچھا کروں گی۔"

"کیا پیچھا کرنے کے لیے تمہارے پاس گاڑی ہے؟"

اس نے چونک کر رئیس زادے کو دیکھا پھر انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں ہے، میں ٹیکسی پر پیچھا کروں گی۔"

"اگر فوراً ٹیکسی نہ ملی تو کیا کرو گی؟"

وہ اچانک دوڑنے لگی۔ وہ بھی ساتھ دوڑتے ہوئے بولا "یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ دوڑتی ہوئی کہاں جارہی ہو؟"

وہ پریشان ہوکر بولی "میں بھول گئی کہ اسے ہوش آئے گا تو وہ کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر مجھ سے دور چلا جائے گا۔ میں فوراً ہوٹل پہنچنا چاہتی ہوں۔"

"ارے تم نے تو مجھے بھی چکرا دیا ہے۔ دوڑنے کی کیا ضرورت ہے، میرے پاس گاڑی ہے۔ ذرا رکو، میں تمہیں گاڑی میں پہنچا دوں گا۔"

وہ واپس دوڑتا ہوا گیا پھر اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا آگیا۔ اپنے ساتھ والی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔ "تم بہت اچھے ہو۔ مجھے جلدی سے میرے پارس کے پاس پہنچا دو۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی پھر رفتار بڑھاتے ہوئے بولا "پارس تمہارا کون ہے؟"

"میرا دوست ہے۔"

"کیا مجھ سے دوستی کرو گی؟"

"تم مجھے اچھے نہیں لگتے۔ کوئی بھی اچھا نہیں لگتا۔ جب اسے دیکھتی ہوں، اس کا نام سنتی ہوں اور جب اسے یاد کرتی ہوں تو فوراً اڑتے ہوئے اس کے پاس پہنچنے کو جی چاہتا ہے۔"

"جب اسے اتنا چاہتی ہو تو دور کیوں رہتی ہو؟"

"وہ ہرجائی ہے۔ مجھے چھوڑ کر نینسی کے پیچھے جاتا ہے۔ میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

"اس کا پیچھا کرنے کے لیے ہمیشہ گاڑی کی ضرورت ہوگی۔ مجھ سے دوستی کرو گی تو اسے تم سے دور نہیں جانے دوں گا، فوراً گاڑی میں اس کے پاس پہنچا دیا کروں گا۔"

وہ خوش ہوکر بولی "سچ؟"

"دوستی کرکے دیکھ لو۔"

"مجھے منظور ہے۔ آج سے تم بھی میرے دوست ہو۔"

رئیس زادے نے خوش ہوکر سوچا، واقعی لڑکی معصوم ہے یا پھر احمق ہے۔ اسے اُلّو بنا کر اپنا اُلّو سیدھا کیا جاسکتا ہے۔ اس نے ہوٹل کے سامنے کار روکتے ہوئے کہا۔ "میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

ماریہ کو تو پر لگ گئے تھے۔ گاڑی رُکتے ہی وہ دروازہ کھول کر بھاگتی چلی گئی۔

رئیس زادے نے کار کو ایک جگہ پارک کیا پھر ہوٹل کے اندر جانے لگا۔ ماریہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر پہنچی۔ رئیس زادہ وہاں پہلے سے موجود تھا وہ ہنستے ہوئے بولا "معلوم ہوتا ہے، پارس کی بہت دیوانی ہو۔ دیوانگی میں لفٹ چھوڑ کر سیڑھیاں چڑھتی ہوئی آرہی ہو۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر تیزی سے چلتی ہوئی پارس کے کمرے کے سامنے آئی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ہوٹل کا منیجر اور پولیس افسر تین سپاہیوں کے ساتھ نظر آرہا تھا۔ افسر نے ماریہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟"

ماریہ نے اندر آکر پوچھا "تم کون ہو؟ میرا پارس کہاں ہے؟"

افسر نے کہا "میری باتوں کا جواب دو۔ کیا تمہارا نام ماریہ ہے؟"

"ہاں، میں ماریہ ہوں۔ اپنے پارس سے ملنے آئی ہوں۔"

افسر نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "تمہارے والدین نے تمہاری گمشدگی کی رپورٹ لکھاتے وقت پارس کا ذکر نہیں کیا۔ کیا یہ پارس، فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے؟"

"ہاں، فرہاد کا بیٹا ہے۔ مگر وہ کہاں ہے؟"

"ہم خود اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔"

ماریہ نے پلٹ کر رئیس زادے سے کہا "چلو، ہم گاڑی میں اسے تلاش کریں۔"

افسر نے اس کے سامنے آکر کہا "سوری! تم نہیں جاؤ گی۔ فی الحال حراست میں رہو گی۔"

رئیس زادے نے اپنی جیب سے ایک کارڈ نکال کر پولیس افسر کو دیتے ہوئے کہا "میں آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

افسر نے کارڈ پر ایک نظر ڈالی پھر اس کے ساتھ کمرے سے باہر آکر بولا "فرمایئے۔"

وہ بولا "اس کارڈ کو پڑھ کر آپ نے اندازہ کیا ہوگا کہ میں کتنا دولت مند ہوں۔ نیچے میری کار میں فی الحال دس ہزار ڈالر پڑے ہیں۔ وہ بھی چل کر آپ لے سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ میرے بھگنے تک چل کر دے سکتے ہیں اس لڑکی پر میرا دل آگیا ہے آپ اسے حراست میں نہ لیں۔"

افسر نے ہکچاتے ہوئے کہا "آپ بہت بڑی آفر دے رہے ہیں لیکن آپ نہیں جانتے، یہ بہت ہی اہم اور پیچیدہ معاملہ ہے۔ کیا آپ نے فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہے؟"

"سنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں، یہ ٹی پیتی محض بکواس ہے، کوئی کسی کے دماغ کے اندر نہیں پہنچ سکتا۔ اگر ایسا کوئی فرہاد ہے تو مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دلچسپی صرف اس حسینہ سے ہے۔ میں آپ کو پچیس ہزار دوں گا۔"

افسر نے ایک زوردار سانس کھینچی جیسے سانس کے ذریعے پچیس ہزار ڈالر اپنے اندر پہنچا رہا ہو۔ اس نے پوچھا "کیا ابھی ملیں گے؟"

"آپ لڑکی کے ساتھ میرے بھگنے تک چلیں۔ رقم مل جائے گی۔"

پولیس افسر نے ماریہ سے کہا "ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ رئیس زادے کے پاس آکر بولی "میں اس کے ساتھ پارس کو ڈھونڈنے جاؤں گی۔ اس کے پاس گاڑی ہے۔"

وہ ہوٹل کے باہر آئے۔ افسر نے تینوں سپاہیوں کو ایک طرف لے جاکر کہا "تمہیں پانچ پانچ سو ڈالر ملیں گے۔ کسی سے یہ ذکر نہ کرنا کہ ہم نے اس لڑکی ماریہ کے سلسلے میں پارس اور فرہاد کا نام سنا ہے۔"

سپاہیوں نے وعدہ کیا۔ سب کے منہ پر ڈالروں کی مُہر لگ گئی۔ افسر ماریہ اور رئیس زادے کے ساتھ اس کے بھگنے تک آیا۔ پھر پچیس ہزار ڈالر لے کر چلا گیا۔ ماریہ نے پوچھا "تم یہاں کیوں آئے ہو؟ میرے پارس کو ڈھونڈنے چلو۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ روم کی طرف لے جاتے ہوئے بولا "یہ افسر اپنے سپاہیوں کے ساتھ اسے تلاش کرنے گیا ہے۔"

وہ ہاتھ چھڑا کر بولی "میں بھی جاؤں گی۔"

وہ خوشامدانہ انداز میں بولا "ہاں، تم بھی میری گاڑی میں چلو گی۔ پہلے ہم ٹیلیفون سے معلوم کریں گے، تمہارا پارس کہاں مل سکتا ہے؟"

وہ اسے بیڈ روم میں لے آیا۔ اس نے پوچھا "ٹیلیفون سے کیسے معلوم ہوگا؟"

"تمام شہر میں میرے آدمی موجود ہیں۔ وہ ہمیں پارس

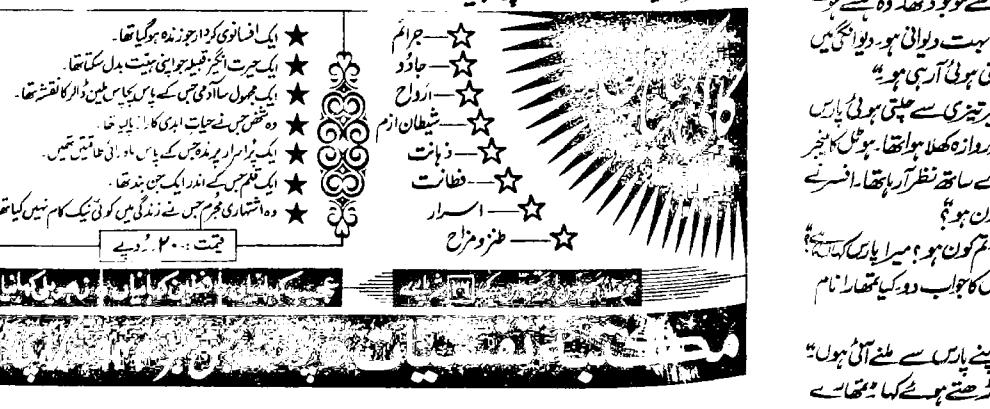

کے سلسلے میں رپورٹ دیں گے۔"

اس نے خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا بستر کے پاس جا کر فون کا رسیور اُٹھا کر یونہی نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس کے بعد بولا "ہیلو، میرا حکم غور سے سنو، اور اس پر عمل کرو۔ ہمارے تمام آدمیوں سے کہو۔ اپنی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر پارس کو تلاش کریں۔ ہاں، اچھا... اچھا۔ بہت خوب... کیا پارس کو آدھے گھنٹے میں یہاں لے آؤ گے؟ شاباش۔ یہاں ماریہ انتظار کر رہی ہے۔ اسے آدھے گھنٹے میں ضرور لے آؤ۔"

ماریہ سن رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ رئیس زادے نے رسیور رکھتے ہوئے کہا "تم بڑی قسمت والی ہو میرے آدمی پارس کو یہاں لانے والے ہیں۔"

وہ قریب آکر اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی "تم بہت اچھے ہو۔ میں ہمیشہ تمہیں دوست سمجھتی رہوں گی۔"

"صرف سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ جیسے پارس سے محبت کرتی ہو، ویسے ہی مجھ سے کرو۔"

"تم جو کہو گے، وہ کروں گی مجھے بتاؤ، آدھا گھنٹا کب ختم ہوگا؟"

اس نے دیواری گھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھو، دن کے بارہ بجنے میں دو منٹ باقی ہیں جب چھوٹا کانٹا دو پر اور بڑا کانٹا بارہ پر آئے گا تو پارس آجائے گا۔"

وہ بول رہا تھا اور ماریہ کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ اس کے بدن کی زہریلی حرارت دیوانہ بنا رہی تھی۔ اس معاملے میں وہ نہیں جانتی تھی کہ اچھا کیا ہے؟ اور بُرا کیا ہے؟ پارس اسے معصوم محبت تک محدود رکھتا تھا۔ رئیس زادہ اس حد سے تجاوز کرنا چاہتا تھا، اس نے جذباتی انداز میں کہا "تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ تم مجھے پیار کرو۔"

ماریہ نے تعجب سے پوچھا "کیا تم میرا پیار برداشت کر لو گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اس میں برداشت کرنے کی کون سی بات ہے۔ جیسے تم پارس کو کرتی ہو، ویسے ہی مجھے پیار کرو۔"

"وہ تو مجھے برداشت کر لیتا ہے، صرف مدہوش ہو جاتا ہے۔ تم مر جاؤ گے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "ایک ننھی سی بچی کی طرح باتیں کرتی ہو۔ مجھے میری فکر نہ کرو۔ میں نہیں مروں گا۔"

اس نے رئیس زادے کے داہنے ہاتھ کو چوم لیا اس کے سامنے دونوں گھٹنے ٹیک کر بولی "تم میرے بہت کام آئے ہو۔ میں تمہاری کوئی خواہش نہیں ٹھکراؤں گی۔ میں پارس کو اسی طرح پیار کرتی ہوں۔"

اس کا چہرہ رئیس زادے کی ہتھیلی کی پُشت پر جھک گیا اس کے سفید چمکیلے دانت نمایاں ہوئے پھر اس عیاش کی جلد اور گوشت میں اُتر گئے۔ اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی چیخ اس ویران بنگلے کے در و دیوار کی محدود فضا میں گونجتے گونجتے دھیمی ہوئی پھر دھیمی ہوتے ہوتے مر گئی۔

وہ فرش پر گھٹنے ٹیکے ہوئے تھی، اُٹھ کر کھڑی ہو گئی اور جو کھڑا ہوا تھا وہ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ ماریہ نے اس پر ایک نظر ڈالی پھر دیواری گھڑی کو دیکھنے لگی۔ رئیس زادے کے پورے بارہ بج چکے تھے۔ پارس کے دو منٹ بچ رہے تھے۔ وہ انتظار کرنے کے لیے بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔

وہ خواب گاہ بڑی پُرسکون اور آرام دہ تھی۔ بستر نہایت ملائم تھا۔ بیٹھنے اور لیٹنے والا اس میں دھنس جاتا تھا۔ وہ تھکن محسوس کر رہی تھی۔ آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گئی۔ وہ پچھلی رات پارس کے ساتھ جاگتی رہی تھی۔ صبح ہوتے ہی اسے چھوڑ کر نکل گئی تھی اور اب تک بھٹک رہی تھی۔ آرام سے لیٹنے کے بعد آنکھیں آپ ہی آپ بند ہونے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

جب آنکھ کھلی تو وہ چند لمحوں تک ساکت پڑی رہی، سوچنے لگی "یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ کس کا بستر ہے، کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟"

پھر اسے رئیس زادہ یاد آیا۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ سر گھما کر فرش کی طرف دیکھا۔ عیاش عاشق کی لاش اسی طرح پڑی ہوئی تھی جیسی ماریہ نے سونے سے پہلے دیکھی تھی۔ گھڑی کی ٹن ٹن سنائی دی۔ اس نے سر اُٹھا کر سامنے دیوار کو دیکھا۔ دیوار گھڑی میں چار بج گئے تھے۔ اس نے چیخ کر آواز دی "پارس! تم کہاں ہو؟ کیا یہاں آگئے ہو؟" مجھے جواب دو پارس! میرے والا کہہ رہا تھا، تم آدھے گھنٹے میں آجاؤ گے پھر کیوں نہیں آرہے ہو؟"

اس نے بستر سے اُتر کر اپنی چادر اور نقاب کو اٹھایا۔ آئینے کے سامنے نقاب باندھ کر چادر اوڑھی، اپنے عکس کو دیکھا پھر بولی "میں اتنی دیر تک دھوکے میں اگر سوتی رہی تو پتا نہیں مسٹر پارس کتنی دور چلا گیا ہوگا۔ میں اسے کہاں ڈھونڈوں؟ کس سے اس کا پتا پوچھوں؟ کوئی بتائے یا نہ بتائے، مجھے پوچھنا ہی ہوگا۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں اسے تو پوچھنا ہی ہوگا۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں اسے مرتے دم تک ڈھونڈتی رہوں گی۔"

وہ آئینے کے پاس سے پلٹ گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی بنگلے کے باہر آئی۔ پورچ میں وہی رولس رائس کار کھڑی تھی۔ وہ کار کے پاس پہنچ گئی۔ مایوس ہو کر بولی "میں گاڑی نہیں چلا سکتی۔ پارس ٹھیک کہتا تھا، میں نادان ہوں، کچھ نہیں جانتی ہوں۔ مجھے بہت کچھ سیکھنا ہوگا۔ اگر مجھے ڈرائیونگ آتی تو میں یہ گاڑی چلاتی ہوئی پارس تک ضرور پہنچ جاتی۔"

اس نے کار کی کو حسرت سے دیکھا پھر تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی بنگلے کے احاطے سے باہر چلی گئی۔

لارنس ڈیکوزا اس بات کو اہمیت دے رہا تھا کہ پارس یہودیوں کی قید میں نہ پہنچے۔ اسے بچائے رکھنے کے لیے لازمی تھا کہ وہ ڈائریکٹر برن کرنسی سے ملاقات کے لیے جائے۔ دوسری بات یہ کہ پاس اپنی شیطانی کے قاتل سے طول میں انتقام لے رہا تھا۔ پہلے اس کی آنکھ پھوڑی پھر ایک ہاتھ کٹوایا اور اب اس کی ایک ٹانگ کاٹنے والا تھا۔ ڈیکوزا سوچ رہا تھا "پارس کو یہ آخری انتقام نہیں لینا چاہیے کیونکہ وہاں بھی سخت پہرا تھا۔ وہ گرفتار ہو سکتا تھا۔

یہ سوچ کر ڈیکوزا نے شیبا کے قاتل تک رسائی حاصل کی۔ دراصل اس نے براہِ راست شیبا کو قتل نہیں کیا تھا۔ ڈی فرہاد بن کر اس کی عزت سے کھیلتا رہا تھا۔ جب راز کھلا تو شیبا حیا سے مر گئی۔ یعنی وہ اس کی موت کا سبب بن گیا تھا۔ اگر وہ ایسی شیطانی حرکت نہ کرتا تو شیبا خودکشی نہ کرتی۔ اس شیطان نے اسے بالواسطہ قتل کیا تھا۔ وہ اسرائیلی فوج میں سیکرٹ ایجنٹ تھا۔ اس کی حفاظت کی ہر ممکن کوشش کی گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ ایک آنکھ اور ایک ہاتھ سے محروم ہو گیا تھا۔

اسرائیلی فوج کے افسران کو یقین تھا کہ تیسری بار پارس ان کی گرفت میں آجائے گا۔ سیکرٹ ایجنٹ کے کاڈیج کے چاروں طرف مسلح فوجی جوانوں کا سخت پہرا تھا۔ وہ کاڈیج سمندر کے ساحل پر تھا۔ وہاں بے شمار مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے تفریح کے لیے آیا کرتے تھے تفریح کرنے والوں کو کاڈیج کے قریب جانے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن بعض اوقات معصوم بچوں کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔

ڈیکوزا نے ایسے ہی ایک بچے کے ذریعے کاڈیج کے میں گیٹ کی طرف گیند پھینکی۔ بچہ اپنی گیند کے لیے دوڑتا ہوا گیا۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے ایک فوجی جوان نے گیند کو اٹھا کر ہنستے ہوئے کہا "میں اس سے کھیلوں گا، تمہیں نہیں دوں گا۔"

بچے نے کہا "یہ گیند میری ہے، تمہاری نہیں ہے۔ مجھے دو، نہیں تو ڈیڈی سے شکایت کروں گا۔ پھر وہ تمہاری پٹائی کریں گے۔"

فوجی جوان نے ہنستے ہوئے اس سے چند باتیں کیں پھر اسے گیند دے دی۔ بچہ چلا گیا۔ ڈیکوزا اس فوجی کے دماغ میں رہ گیا۔ وہاں سے اس نے ایک فوجی افسر تک رسائی حاصل کی۔ وہ افسر کبھی کبھی کاڈیج کے اندر جاتا تھا اور اس سیکرٹ ایجنٹ کی ضروریات پوری کرتا تھا۔ اگر کوئی معمولی دشمن ہوتا تو ایسے سخت حفاظتی انتظامات نہ کیے جاتے۔ کیونکہ اس اپاہج سیکرٹ ایجنٹ کی اہمیت نہیں رہی تھی۔ سرکاری طور پر صرف دو سپاہیوں کی ڈیوٹی لگا دی جاتی لیکن وہ پارس کو گرفتار کر کے فرہاد کو کمزور بنانا چاہتے تھے اس لیے کاڈیج کے چاروں طرف دن رات مستعد رہتے تھے۔

اتنی مستعدی اور حفاظت کے باوجود ڈیکوزا اس کانے ایجنٹ کے اندر پہنچ گیا۔ شام کا وقت تھا۔ ایک فوجی ڈاکٹر اس کے کٹے ہوئے ہاتھ کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ جب وہ چلا گیا تو کانا اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ڈیکوزا نے اس کی سوچ میں کہا "آج میرے پاس دونوں پاؤں ہیں، میں آرام سے ٹہل رہا ہوں۔ جب ایک پاؤں کٹ جائے گا تو ٹہلنا اور اپنے بل پر چلنا پھرنا ایک خواب ہو جائے گا۔ مجھے بیساکھی کا سہارا لینا ہوگا۔"

وہ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر ایک آنکھ سے اپنا عکس دیکھنے لگا۔ اور سوچنے لگا "وہ شیطان کا بچہ اب مجھ سے انتقام نہیں لے سکے گا۔ باہر سخت پہرا ہے۔ اندر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ پھر میری جیب میں بھرا ہوا ریوالور رہتا ہے۔ ڈاکٹر اور آفیسر کے سوا کوئی بھی کمرے میں داخل ہونا چاہے تو مجھے پوچھے بغیر اسے گولی مارنے کی اجازت ہے۔"

ڈیکوزا اسے آئینے کے پاس سے چلتا ہوا دروازے کے پاس لایا۔ دروازے کو اندر سے بند کرایا پھر کہا "ہیلو! کانے دجال! کیسے ہو؟"

اس نے گھبرا کر ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ خلا میں تکتے ہوئے سوچنے لگا "کیا میرے اندر کوئی بول رہا ہے؟"

"موت بول رہی ہے۔"

وہ چیخ کر مسلح پہرے داروں کو بلانا چاہتا تھا۔ ڈیکوزا نے اسے موقع نہیں دیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر جیب

سے ریوالور کو نکالا۔ پھر اسے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ دماغ کو ذرا آزاد چھوڑ کر بولا۔ "مرنا چاہتے ہو تو ریوالور کی نال کنپٹی پر رکھو۔ زندہ رہنا چاہتے ہو تو اس نال کو ایک پاؤں کے گھٹنے پر رکھو۔ یہ آخری سزا ہے، بولو کیا چاہتے ہو۔ موت؟ یا بھکاری زندگی؟"

وہ پھر چیخنا چاہتا تھا مگر حلق سے آواز نہ نکل سکی۔ ریوالور اس کے گھٹنے کی طرف جا رہا تھا۔ اور وہ اسے روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈیکوزا نے کہا۔ "اگر یہ منظور نہیں ہے تو ریوالور کنپٹی کی طرف لے جاؤ۔"

وہ ریوالور والا ہاتھ کنپٹی کی طرف جانے لگا۔ وہ کانے دشمن کا اپنا ہاتھ تھا۔ اور وہ اسے روک نہیں سکتا تھا۔ خوف سے کانپتے ہوئے بولا۔ "نن... نہیں... نہیں... میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے چھوڑ دو، مجھے معاف کر دو۔"

ریوالور کی نال تیزی سے گھٹنے پر آئی۔ پھر ٹھائیں سے گولی چل گئی۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ گھٹنے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ خون تیزی سے بہنے لگا۔ باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر فوجی افسر نے دروازہ پیٹتے ہوئے کہا۔ "کیا ہو گیا۔ یہ گولی کس نے چلائی ہے، دروازہ کھولو۔"

دوسری بار ٹھائیں کی آواز ابھری۔ ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ تیسرے فائر سے پنڈلی کے ساتھ والی ہڈی ٹوٹ گئی۔ چوتھی گولی نے ٹخنے کو چور چور کر دیا۔ ڈیکوزا اس سے پانچویں گولی نہ چلوا سکا۔ تکلا دے ہوش ہو چکا تھا۔ وہ دماغ سے نکل آیا۔

کوئی نے باہر جانے کے لیے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ شوخ رنگ کے پیٹی کوٹ اور بلاؤز میں اس کا حسن اور شباب دونوں نکھر آئے تھے۔ وہ اتنے تھے ہوئے گلے کا بلاؤز پہنتی تھی کہ بلاؤز نہ بھی پہنتی تو کوئی فرق نہ پڑتا۔ ڈیکوزا نے دھڑکتے ہوئے اور کانپتے ہوئے دل سے پوچھا۔ "میرے صبر کا امتحان کب تک لو گی۔ تم دیکھ رہی ہو، میں نے شراب چھوڑ دی ہے، یوگا کی مشقیں کر رہا ہوں۔"

"ابھی کرتے رہو، میں کہیں بھاگی نہیں جا رہی ہوں۔ تمہارے ساتھ رہتی ہوں۔ جب میں دیکھوں گی کہ تم دو میل کی دوڑ لگا سکتے ہو اور پانچ منٹ تک سانس روک سکتے ہو تو میں خود تمہارے پاس آ جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگی پھر بولی "تم مجھے پارس تک پہنچانے والے تھے۔ میں لباس بدل کر آ گئی ہوں۔ مجھے وہاں پہنچاؤ۔ پھر دیکھنا، وہ نوجوان مجھے دیکھ کر کسی اور کو دیکھنا بھول جائے گا۔"

وہ بولا۔ "بہت زیادہ خوش فہمی ہو گئی ہے۔"

"تم جل کر بول رہے ہو۔"

"شرط لگاؤ۔ وہ تمہیں گھاس بھی نہیں ڈالے گا۔"

وہ غرا کر بولی۔ "تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ میں ضرور شرط لگاؤں گی۔ اسے دیوانہ بنا کر یہاں تمہارے سامنے لاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ اگر تم جیت جاؤ گی تو میں بارہ گھنٹے کے لیے تمہارا غلام بن جاؤں گا۔ تم مجھ سے جیسی بھی خدمت کرانا چاہو گی، میں انکار نہیں کروں گا۔"

"مجھے منظور ہے۔ اگر میں ہار جاؤں گی تو بارہ گھنٹے کے لیے تمہاری کنیز بن جاؤں گی۔ تم مجھ سے جیسا بھی سلوک کرو گے میں اعتراض نہیں کروں گی۔"

دونوں نے ایک دوسرے کی شرط منظور کر لی۔ ڈیکوزا نے کہا۔ "میں ابھی پارس کا ٹھکانا معلوم کرتا ہوں۔"

وہ آنکھیں بند کر کے خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا نینسی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ رُوما اور ڈان مورس کے ساتھ ایک بہت بڑے شاپنگ سینٹر میں تھی۔ اس کے دماغ میں یقیناً ڈینی دانیال ہو گا۔ اس لیے ڈیکوزا بالکل خاموش تھا۔ جب نینسی شاپنگ کے بعد کاؤنٹر پر بل ادا کرنے لگی تو دانیال نے کہا۔ "کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے کیشیئر سے کوئی بات کرو۔"

نینسی نے بات کی۔ دانیال نے کہا۔ "میں کیشیئر کے پاس جا رہا ہوں۔ تم ڈراگور کی تصویروں والا لفافہ اسے دے دو۔"

نینسی نے بل کی رقم کے ساتھ وہ لفافہ کیشیئر کو دے دیا۔ ادھر ڈیکوزا بھی کیشیئر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا لیکن اس طرح بات بننے والی نہیں تھی۔ اس نے وہیں دکان میں ایک گاہک کی آواز سنی پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس کے ذہن کیشیئر پر نظر رکھیں۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ پارس ابھی میک اپ میں آ رہا ہے اور کیشیئر سے وہ لفافہ لے کر جانے والا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان آیا۔ اس نے میک اپ کے دو چار آئٹم خریدے پھر بل ادا کرنے کا وعدہ کر آیا۔ تو کیشیئر نے مطلوبہ رقم لے کر وہ لفافہ اس کے حوالے کر دیا۔ نوجوان لفافہ لے کر باہر پارکنگ ایریا میں آیا۔ ڈیکوزا کا معمول اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس نے بھی اپنی کار میں آ کر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ نوجوان کی کار وہاں سے نکل کر جانے لگی۔ معمول نے اپنی کار اس کے پیچھے لگا دی۔

وہ ٹریفک کے ہجوم میں آگے پیچھے چلتے رہے۔ پھر نوجوان کی کار کیسینو کی ایک عمارت کے پیسمنٹ میں چلی گئی۔ نوجوان کی صرف کاریں پارک کی جاتی تھیں۔ نوجوان اپنی کار وہاں چھوڑ کر عمارت کے ایک حصے میں آیا اور ایک لفٹ کے سامنے پہنچ گیا۔ وہاں پہلے سے دو عورتیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ڈیکوزا کا معمول بھی ان کے ساتھ لفٹ میں گیا۔ پھر نوجوان کے ساتھ ساتویں منزل پر لفٹ سے باہر آ گیا۔ وہاں ہوٹلوں کی طرح مختلف کمروں کے دروازے دکھائی دے رہے تھے۔ نوجوان ایک دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

ڈیکوزا اس معمول کو واپس شاپنگ سینٹر پہنچانے کے بعد دماغی طور پر حاضر ہو گیا پھر آنکھیں کھول کر کوئی سے بولا۔ "کیسینو ڈلائمہ کی عمارت میں جاؤ۔ پارس ساتویں منزل کے بارہ نمبر کمرے میں ہے۔"

اس نے اپنا پرس اٹھایا۔ وہ جانا چاہتی تھی، ڈیکوزا نے کہا۔ "اپنی شرط یاد رکھنا۔"

وہ بل کھاتی ہوئی دروازے تک گئی پھر بولی۔ "یاد ہے میری واپسی پر ہم دونوں میں سے کوئی ایک بارہ گھنٹے کے لیے دوسرے کا تابع دار ہو جائے گا۔"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ ڈیکوزا تھوڑی دیر کے لیے خالی دروازے کو دیکھتا رہا پھر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کوئی نہ سہی، اس جیسی کوئی زبردست حسینہ خیال خوانی کی مٹھی میں آ سکتی تھی۔ اگر کوئی شرط ہار جاتی تو وہ بارہ گھنٹے تک خوب غم غلط کرتا رہتا۔ خود ہارنے کی صورت میں کوئی کی متبادل حسینہ لازمی ہو گئی تھی۔

وہ لباس تبدیل کر کے جانے لگا۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ وہ روز صبح پانچ بجے اور شام پانچ بجے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرتا تھا۔ اسرائیل آنے کے بعد یہ خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ فرہاد وغیرہ ڈیکوزا کے ذریعے سپر ماسٹر تک پہنچ سکتے ہیں۔ لہٰذا اسے رابطہ قائم کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ سپر ماسٹر خود ہی آواز اور لہجہ بدل کر اسے مخاطب کر لیا کرتا تھا۔

وہ باہر نہ جا سکا۔ سپر ماسٹر کسی وقت بھی آنے والا تھا۔ وہ باہر کے ہجوم میں پوری توجہ سے باتیں نہیں کر سکتا تھا اس لیے ہوٹل کے کمرے ہی میں رہ گیا۔ ایک صوفے پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد اس نے بدلی ہوئی آواز اور لہجہ اپنے دماغ میں سنا۔ کوڈورڈز کے ذریعے یقین ہو گیا کہ وہ سپر ماسٹر ہے۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "پارس کا معاملہ کہاں تک پہنچا ہے؟"

"میں نے اس کا ٹھکانا معلوم کر لیا ہے۔ کوئی اس سے ملنے گئی ہے۔"

"تمہیں کوئی کے دماغ میں رہنا چاہیے۔ اُسے کسی موقع پر ٹیلی پیتھی کی ضرورت ہو سکتی ہے۔"

"ماسٹر وی وان! اسے اپنے حسن و شباب پر بڑا ناز ہے۔ وہ دعویٰ کر کے گئی ہے کہ پارس کو دیوانہ بنا کر لے آئے گی۔"

"وہ اپنے دعوے میں اکثر کامیاب رہتی ہے۔ تم پارس کو اغوا کرنے اور وہاں سے نکل آنے کے انتظامات کا پھر سے جائزہ لو۔ کہیں کوئی خامی نہ رہ جائے۔"

"میں تھوڑی دیر پہلے جائزہ لے چکا ہوں۔ میرے ماتحت بالکل الرٹ ہیں۔ میرا حکم ملتے ہی ایک ہیلی کاپٹر اس ہوٹل کی چھت پر آئے گا۔ ہم پارس کو بے ہوش کر کے اس میں صرف آدھے گھنٹے تک سفر کریں گے۔ ایک ویرانے میں ہمارے لیے طیارہ موجود ہے۔ ہم ہیلی کاپٹر سے طیارے میں منتقل ہو کر اسرائیل کی سرحد سے نکل آئیں گے۔"

"ڈیکوزا! وقت کا خیال رکھو، میں نے پارس دوم کو چوبیس گھنٹے بعد رہا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ وعدہ پورا کرنے کے لیے صرف چار گھنٹے رہ گئے ہیں۔ اگر میں نے اسے رہا نہ کیا تو فرہاد کی دشمنی شروع ہو جائے گی۔ میں چاہتا ہوں پارس اوّل بھی ہماری قید میں آ جائے تو پھر فرہاد دوم نہیں مارے گا۔ دونوں بیٹوں کی سلامتی کے لیے ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دے گا۔"

ڈیکوزا نے کہا۔ "ہم چار گھنٹے کے اندر پارس اوّل کو یہاں سے نکال لے جانے کی پوری کوشش کریں گے لیکن یہ اتنا آسان بھی نہیں ہے۔ دیر ہو سکتی ہے میں جلد بازی میں کام بگاڑنا نہیں چاہتا۔ آپ دو گھنٹے بعد رابطہ قائم کریں۔"

سپر ماسٹر دماغ سے چلا گیا۔ اس نے گہری سانس لی کمرے کے اندر گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ وہ باہر آ گیا۔ کوریڈور سے گزرتا ہوا لفٹ میں پہنچا۔ وہ لفٹ اسے نیچے لے آئی۔ وہ زیادہ دور نہیں جانا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر ہوٹل کے باہر کھلی فضا میں سانس لینا چاہتا تھا۔ کسی حسینہ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے شکار کر کے اپنے کمرے میں لے جانا چاہتا تھا۔

نیچے پہنچ کر جیسے ہی لفٹ کا دروازہ کھلا، اس کی آنکھیں بھی کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ایک نہایت ہی حسین و جمیل کم سن دوشیزہ نظر آئی۔ وہ ایک ایسے شخص کے ساتھ تھی جو صورت سے ہی بدمعاش نظر آتا تھا۔ ڈیکوزا کو لفٹ سے باہر جانا تھا اور اس حسینہ کو بدمعاش کے ساتھ لفٹ کے اندر آ کر کہیں اوپر

جانا تھا۔ ڈیکوزا نے کہا: "آپ اندر آجائیں۔ میں اپنے کمرے میں رومال بھول گیا ہوں۔ واپس اوپر جارہا ہوں۔"

وہ دونوں اندر آگئے۔ لفٹ اوپر جانے لگی۔ ڈیکوزا نے پوچھا: "آپ کس فلور پر جائیں گے؟"

"فورتھ فلور۔" جواب ملا۔

ڈیکوزا نے چوتھی منزل کا بٹن دبایا۔ اس کے ساتھ ہی بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی، وہ ایک اسمگلر ہے۔ اسکندریہ سے چند ہیرے اسمگل کرکے لایا ہے اور یہاں کسی پارٹی سے ان کا سودا کرنے والا ہے۔

لفٹ چوتھی منزل پر رک گئی۔ وہ دونوں چلے گئے۔ دروازہ پھر بند ہوگیا۔ وہ واپس اپنے کمرے میں جلدی سے آیا پھر ریسیور اٹھا کر بولا۔ "پینٹر، فورتھ فلور کے کمرا نمبر 9 سے رابطہ قائم کرائیں۔"

ڈیکوزا نے اتنی دیر میں یہ معلوم کرلیا کہ وہ کم سن حسینہ کو کہیں سے پھانس کر لایا ہے۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہیلو۔" ڈیکوزا نے کہا: "ہیلو مسٹر! میں یہ بتا سکتا ہوں کہ تمھارے پاس کتنے ہیرے ہیں اور وہ کہاں چھپا کر رکھے گئے ہیں۔"

اس نے گھبرا کر پوچھا: "تم کون ہو؟"

"اگر مجھے دیکھنا اور سمجھنا چاہتے ہو تو ایک لمحہ ضائع کیے بغیر فیصلہ سناؤ۔ ہیرے چاہتے ہو یا وہ حسینہ جسے کہیں سے پھانس کر لائے ہو۔ دو میں سے ایک چیز میری ہوگی، دوسری تمھاری۔"

"تم ہیروں کے تعلق کیسے جانتے ہو؟"

"وقت ضائع کررہے ہو۔ فیصلہ سناؤ۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میں لڑکی تمھارے حوالے کردوں تو تم ان قیمتی ہیروں کو لیکر میں طلب نہیں کرو گے یا پولیس والوں کو میرے پیچھے نہیں لگاؤ گے۔"

"تم کل رات اس ہوٹل میں آئے تھے۔ میں تمھارا دشمن ہوتا یا میرے جواہرات کا لالچی ہوتا تو ابھی تم آہنی سلاخوں کے پیچھے ہوتے یا ان ہیروں کو میرے اور اپنے درمیان تقسیم کرچکے ہوتے۔ میں ہیروں کا نہیں حسن کا قدر داں ہوں۔ اس حسینہ کو ساتویں منزل کے بارہ نمبر کمرے میں پہنچادو۔"

"اچھی بات ہے، میں ابھی آرہا ہوں۔"

ڈیکوزا نے اسے اپنے کمرے کا نمبر بتا کر پھر ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُدھر وہ ریسیور رکھ کر حسینہ سے کہہ رہا تھا: "ابھی فون پر معلوم ہوا ہے کہ تمھارا پارس ساتویں منزل کے بارہویں کمرے میں ہے۔ میں تمھیں وہاں لے چلتا ہوں۔"

ڈیکوزا پارس کا نام سن کر چونک گیا۔ وہ اسمگلر سوٹ کیس کھول کر ایک ریوالور نکالنے کے بعد اس میں سائلنسر لگا رہا تھا۔ حسینہ نے پوچھا: "کیا تم میرے پارس کو گولی مارو گے؟"

"پارس کو نہیں، اس شخص کو ماروں گا جو تمھیں چھین لینا چاہتا ہے۔"

ڈیکوزا نے ماریہ کی آواز سن کر اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی لیکن واپس آگیا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ وہ گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ تیزی سے سوچنے لگا۔ کیا پارس یا فرہاد اس لڑکی کے ذریعے مجھے جال میں پھانس رہے ہیں؟

اس کے دماغ میں پہلا خیال یہی آیا کہ ہوٹل کے کمرے سے نکل بھاگے۔ پھر یہ سمجھ میں آیا، ابھی وہ حسینہ کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کرچکا ہے۔ یہ بات فرہاد کو معلوم ہو چکی ہوگی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ ابھی کسی نے ساتویں منزل کے بارہ نمبر کمرے سے فون کیا تھا۔ فرہاد کی ٹیلی پیتھی جاننے والی پوری ٹیم نے بارہ نمبر کمرے کا اور ہوٹل کا محاصرہ کرلیا ہوگا۔

وہ بھاگ کی طرح صوفے پر بیٹھ گیا۔ اچانک کوئی کا خیال آیا۔ اگر وہ پارس کو اپنی ذات میں الجھا رہی ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پارس کو اس ہوٹل میں آنے والی حسینہ کا علم نہیں ہے اور یہ حسینہ کسی وجہ سے پارس کو ڈھونڈتی ہوئی اس اسمگلر کے ہاتھ لگ گئی ہے۔

اس نے کوئی کے دماغ پر دستک دی۔ کوڈورڈز ادا کیے۔ کوئی نے کہا: "سوری! ابھی میں پارس کو ٹریپ کرنے میں کامیاب ہونے والی ہوں۔ تم بعد میں رابطہ قائم کرنا۔"

اس نے سانس روک لی۔ ڈیکوزا واپس اپنی جگہ آگیا۔ اس نے ذرا سی دیر میں معلوم کرلیا تھا، پارس کوئی کے سامنے موجود ہے۔ اب یہ بات کھٹک رہی تھی کہ وہ ہوٹل میں آنے والی حسینہ سے بے خبر ہے۔

وہ جھنجلا رہا تھا۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بھی یہ صحیح طور پر معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ خیال خوانی والے دشمن اسے گھیر رہے ہیں یا وہ محض دہشت میں مبتلا ہے۔ پارس کا تعلق اس حسینہ سے ہے یا وہ حسینہ یونہی اس کی دیوانی ہوکر اسے تلاش کرتے ہوئے ایک اسمگلر کے پاس آگئی ہے۔

دوسری طرف کوئی نے درست کہا تھا کہ وہ پارس کو ٹریپ کرنے میں کامیاب ہورہی ہے۔ جب وہ ڈیکوزا کے بتائے ہوئے پتے پر پارس کے کمرے میں پہنچی تو وہ نہانے سے ڈرائیور کی تصویر نکال کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے

سامنے بڑے سے آئینے کے پاس میک اپ کا سامان بکھرا ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر کوئی کو دیکھا پھر ناگواری سے بولا۔ "کیا تم اتنی سی تہذیب نہیں جانتیں کہ دوسرے کے ہاں اجازت لے کر آنا چاہیے۔"

کوئی کو ذرا دکھ ہوا۔ اسے پہلی بار دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ جاتے تھے اور وہ تھا کہ اسے تہذیب سکھا رہا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی: "میں اس کمرے کو دوسرے کا نہیں اپنا سمجھ کر آئی ہوں اور جب آہی گئی ہوں تو تم اخلاق اور تہذیب کا مظاہرہ کرو۔"

وہ سکراتے ہوئے اٹھ گیا پھر بولا۔ "میں تمھاری اس نادانی کو نظر انداز کرتا ہوں۔ آؤ بیٹھو، پہلے بتاؤ کیا پیو گی؟ ٹھنڈا یا گرم؟"

وہ قریب آکر بولی۔ "جو پلانا چاہتے ہو، اپنی آنکھوں سے پلاؤ۔"

پارس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ اسے محسوس ہوا کہ آنے والی کی آنکھیں اسے گرفتار کرنا چاہتی ہیں لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ پارس اپنی ماریہ کا زہر ہضم کرلیتا ہے۔ جو زہر کو معمولی نشے کی طرح قبول کرلیتا تھا اس پر کوئی کی تنویمی عمل کرنے والی آنکھیں بھلا کیا اثر کرسکتی تھیں۔

چند لمحوں کے بعد ہی پارس کا خیال درست نکلا۔ وہ اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں میں ڈال کر کہہ رہی تھی۔ "تم مجھے دیکھ رہے ہو، میری آنکھوں میں ڈوب رہے ہو۔ اب ان آنکھوں کے سحر سے نکل نہیں سکو گے۔"

وہ بولا۔ "میں ان آنکھوں میں ڈوب رہا ہوں، مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"پہلے تم میرے معمول بن جاؤ پھر بتاؤں گی۔"

"مجھے کوئی بات معلوم نہ ہو تو میں بے چین ہوجاتا ہوں۔ پلیز اپنا مقصد بتاؤ۔"

وہ بتانا ضروری نہیں سمجھتی تھی، اسے یقین تھا کہ وہ نوجوان دوسروں کی طرح آسانی سے اس کا معمول بن جائے گا۔ وہ اپنی دانست میں اسے بڑی کامیابی سے سحر زدہ کررہی تھی۔ پارس نے اس کا ایک ہاتھ تھام لیا پھر اس کی آنکھوں سے اپنی آنکھیں ہٹالیں۔ وہ تعجب سے بولی۔ "کیا میری آنکھیں تمھیں متاثر نہیں کررہی ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تم سر سے پاؤں تک متاثر کررہی ہو۔ کیا میں تمھارا یہ ہاتھ چوم سکتا ہوں؟"

وہ خوش ہوگئی۔ آنکھوں کا نہ سہی، حسن و شباب کا جادو تو چل رہا تھا۔ پارس نے اس کی ہتھیلی کی پشت پر ہونٹ رکھے پھر اس کے دانت نمایاں ہوئے۔ دوسرے ہی لمحے کوئی کے حلق سے چیخ نکلی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے کمرے کے در و دیوار گھومنے لگے، اپنے جسم کے اندر زہر کی جلن محسوس کرتے کرتے چکرا کر گر پڑی اور جہاں گری، وہاں سے پھر اُٹھ نہ سکی۔

ہوٹل کے کمرے میں ڈیکوزا سہما ہوا سا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ مارے خوف کے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ جیسے موت دروازے پر دستک دے رہی ہو۔

سوال پیدا ہوا۔ کون آیا ہے؟

جواب سمجھ میں آیا۔ 'سائلنسر لگی ہوئی موت....'

موت اچانک ہی آکر دبوچ لے تو آدمی کسی خوف کے بغیر مر جاتا ہے۔ کیونکہ خوفزدہ ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ لیکن پہلے سے اطلاع مل جائے کہ موت فلاں وقت ضرور آئے گی تو اس کے آنے سے پہلے ہی آدمی دہشت سے مرتا رہتا ہے۔ بُرا ہو ٹیلی پیتھی کا جس کے ذریعے ڈیکوزا کو معلوم ہوگیا تھا کہ ماریہ پارس کو تلاش کرتی ہوئی اس ہوٹل میں آئی ہے، گویا موت آئی ہے۔

ڈیکوزا نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا، وہ اسمگلر سائلنسر لگا ہوا ریوالور لے کر ماریہ کے ساتھ آیا تھا۔ اسے ریوالور کا خوف نہیں تھا۔ وہ دماغی جھٹکا پہنچا کر اسمگلر کے ہاتھ سے ریوالور گرا سکتا تھا۔ اسے مار کر بھگا سکتا تھا اور ماریہ کو مالِ غنیمت کی طرح حاصل کرسکتا تھا۔ لیکن یہ سوچ کر خوف آرہا تھا کہ ماریہ کے دماغ میں فرہاد چھپ کر آرہا ہوگا۔

دروازے پر دوسری بار دستک ہوئی۔ اسے دروازہ تو کھولنا ہی تھا۔ وہ بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتا تھا۔ اس نے

آہستہ آہستہ قریب آکر چٹکی بجائی اور ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ وہ ماریہ کے ساتھ اندر آیا۔ پھر ڈیکوزا کو دیکھ کر بولا۔ "اچھا تو تم ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے لفٹ میں تم ہمارے ساتھ آئے تھے۔ باقی دی دئے میں تمہاری معلومات کی داد دیتا ہوں۔ اور یہ غرور معلوم کرنا چاہوں گا کہ تمہیں اُن ہیروں کا علم کیسے ہوا؟"

آنے والے نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ ڈیکوزا اُسے نظر انداز کر کے ماریہ کو مسلسل دیکھا جا رہا تھا اور سوچ رہا تھا نا کہ یہ بے حد حسین ہے۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ آدمی اسے دیوانہ وار دیکھتا جائے اور اس کے قریب تر ہونے کے لیے مچلتا رہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، اس کے وجود میں کیسی کشش ہے' میں اس کے سامنے کوئی کو ہار جانے کے لیے تیار ہوں۔"

اسمگلر نے کہا۔ "تم اس حسینہ کو دیوانہ وار دیکھ رہے ہو۔ مجھے یقین آگیا، تم ہیروں کے نہیں حسن کے طلب گار ہو۔ میں اسے لے آیا ہوں۔ لیکن تمہارے حوالے کرنے سے پہلے معلوم کرنا چاہوں گا، تم کون ہو؟ میرے پاس چھپے ہوئے ہیروں کا علم تمہیں کیسے ہوا؟"

ماریہ دونوں کو باری باری سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "یہ تم لوگ کیسی باتیں کر رہے ہو۔ اسے مسٹر! تم نے کہا تھا، مجھے اس کمرے میں پارس مل جائے گا، کہاں ہے پارس؟"

ڈیکوزا نے اسمگلر سے پوچھا۔ "یہ لڑکی کون ہے؟ اور کسی پارس سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

وہ بولا۔ "میں کسی پارس کو نہیں جانتا۔ یہ لڑکی بھی میرے لیے اجنبی ہے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ یہ پارس نامی کسی شخص کی دیوانی ہے اور عشق سے پیدل ہے۔"

ماریہ نے اسے غصّے سے دیکھ کر کہا۔ "تم نے کہا تھا، پارس اس ہوٹل میں ملے گا۔ پھر اپنے کمرے میں لے جا کر کہا' میرا پارس اس کمرے میں ملے گا۔ اب یہاں آکر کہتے ہو کسی پارس کو نہیں جانتے۔ تم دونوں مجھے جھوٹے اور مکار لگتے ہو۔"

ڈیکوزا نے پوچھا۔ "کیا فرہاد علی تیمور تمہارے دماغ میں آکر بولتا ہے؟"

"ہاں، جب میں لندن میں تھی تو اس نے کہا' میں اسرائیل جاؤں گی تو پارس ملے گا۔ میں یہاں آئی تو معلوم ہوا' میرے دماغ میں فرہاد نہیں کوئی اور دشمن آیا تھا، وہ میرے ذریعے پارس کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ تمہاری یہ دنیا میری سمجھ میں نہیں آتی۔ جو پارس کو ہلاک کرنا چاہتا تھا، وہ اس کا دوست بن گیا۔ مجھے یہ دماغ میں آکر بولنے والے اچھے نہیں لگتے۔ اب تو میں سانس روک لیتی ہوں، کسی کو اپنے اندر آکر بولنے نہیں دیتی۔"

ڈیکوزا نے پوچھا۔ "کیا فرہاد کو بھی نہیں؟ وہ تو پارس کا باپ ہے۔"

"پارس کے باپ کو تو کبھی دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، وہ اپنے بیٹے کو مجھ سے دور رکھنا چاہتا ہے۔"

اسمگلر حیرانی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں نے فرہاد صاحب کا بہت نام سنا ہے۔ ان کی نیلی پیتھی حیرت انگیز کارنامے بھی سنے ہیں لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کے بیٹے کا نام پارس ہے اور یہ لڑکی اسی جوان کو ڈھونڈ رہی ہے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے کانوں کو پکڑتے ہوئے بولا۔ "میں نے لاعلمی میں تم سے جھوٹ کہا، تمہیں دھوکا دے کر یہاں لے آیا۔ میں اپنی غلطی کی تلافی کروں گا۔ تمہیں غلط ہاتھوں میں پڑنے نہیں دوں گا۔ بولو کہاں جاؤ گی؟ کس طرح پارس کو تلاش کرو گی؟ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

ڈیکوزا کو اتنی دیر میں یقین ہو گیا کہ ماریہ کے پیچھے کرائے ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ اگر کوئی خیال خوانی کرنے والا آئے گا بھی تو یہ نادان لڑکی اسے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔ ماریہ خوش ہو کر اس اسمگلر سے پوچھ رہی تھی۔ "کیا تم میرے ساتھ پارس کو ڈھونڈنے چلو گے؟"

"ہاں! ابھی چلو۔"

ڈیکوزا نے کہا۔ "نہیں مسٹر! تم اب بھی اس معصوم لڑکی کو دھوکا دے رہے ہو۔ بہتر ہے، اپنے ہیروں کی فکر کرو۔ اسے یہاں چھوڑ دو۔"

اسمگلر نے سائلینسر لگا ہوا ریوالور جیب سے نکال کر کہا۔ "تمہاری زبان ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گی تو میرے ہیرے محفوظ رہیں گے۔"

ماریہ نے کہا۔ "اسے گولی مار دو۔ یہ ہمیں پارس کے پاس جانے سے روک رہا ہے۔"

ڈیکوزا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "نادان لڑکی! تمہیں پارس نے میرے پاس بھیجا ہے، کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا پارس دماغ میں آکر بولنے لگا ہے؟"

وہ حیرت اور مسرت سے بولی۔ "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ اس نے میرے دماغ میں آکر کہا تھا' تمہیں ایک بدمعاش ہوٹل میں لے آیا ہے۔ اس کے پاس اسمگل کیے ہوئے ہیرے ہیں۔ لیکن میں ہیروں کے چکر میں پڑوں اور تمہیں اپنے کمرے میں بلا لوں۔"

اسمگلر نے اُسے گھور کر دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا تم اسے حاصل کرنے کے لیے کوئی چال چل رہے ہو؟"

"بے وقوف! تم میرے سامنے ریوالور تانے کھڑے ہو۔ ٹھائیں سے گولی مار سکتے ہو۔ لیکن ایسا نہیں کر سکو گے۔ پارس نے کہا ہے، تم اپنا ریوالور میری طرف اُچھال دو گے۔ پھر اس کمرے سے چلے جاؤ گے۔"

ماریہ نے پوچھا۔ "وہ تمہارے پاس آتا ہے تو میرے دماغ میں کیوں نہیں آتا؟"

ڈیکوزا نے کہا۔ "میں ابھی پوچھ کر بتاتا ہوں۔ اے بھائی پارس! اگر تم سن رہے ہو تو اپنی محبوبہ کے دماغ میں آکر اس کی تسلی کر دو۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ پھر کہا۔ "پارس میرے دماغ میں بول رہا ہے۔ جب تم اس بدمعاش کے کمرے میں تھیں تو وہ تمہارے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ لیکن تم نے سانس روک لی تھی۔ کیا یہ سچ ہے؟"

وہ جلدی سے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "مجھے کیا معلوم تھا، میرا پارس آرہا ہے۔ معلوم ہوتا تو کبھی سانس نہ روکتی۔ اس سے کہو میرے پاس فوراً آئے۔ میں اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئی ہوں۔"

ڈیکوزا نے کہا۔ "وہ تمہارے پاس آرہا ہے لیکن اس بدمعاش سے پہلے نمٹے گا یہ دیکھو۔"

اس نے اسمگلر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ریوالور کو اپنی طرف اُچھالا۔ اسے کیچ کیا، پھر سوچ کے ذریعے کہا۔ "میں تمہارے اندر پارس بول رہا ہوں۔ یہ ریوالور تمہیں واپس مل جائے گا۔ تمہارے چھپائے ہوئے ہیرے کسی پر ظاہر نہیں کیے جائیں گے۔ اس لڑکی کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

اس نے آگے بڑھ کر ریوالور اُسے واپس کر دیا۔ وہ ماریہ سے بولا۔ "ابھی میرے دماغ میں مسٹر پارس بول رہے تھے کہ میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں۔"

ڈیکوزا اسی وقت ماریہ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بے اختیار سانس روکنا چاہتی تھی، اس نے کہا۔ "میں پارس ہوں۔ کیا تم پھر مجھے بھگانا چاہتی ہو؟"

وہ جلدی سے بولی۔ "نہیں پارس! تمہاری ماریہ تمہیں کیسے بھگا سکتی ہے۔ میں سمجھ رہی تھی، دماغ میں کوئی دشمن آرہا ہے۔ اب سانس نہیں روکوں گی۔"

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصّوں میں

تاریک براعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور عقل کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور اُن کے دشمنانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت —— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا —— شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اُچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کیجاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حُسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا —— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

کتابی شکل میں پہلی بار منظرِ عام پر آئی ہے

قیمت فی حصہ -/۲۰ روپے، علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

پھر وہ اسنگر سے بولی۔ "اے! تم یہاں سے جاؤ۔"

وہ خواہ مخواہ ٹیلی پیتھی والوں میں پھنسنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے ہیروں کے تحفظ کی ضمانت مل رہی تھی، وہ فوراً ہی باہر چلا گیا۔ ڈیکوز انے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر ایک ہاتھ اس کی کمر پر ڈال کر دوسرے ہاتھ سے بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "چلو، وہاں آرام سے باتیں کریں گے۔"

وہ اسے ایک طرف دھکا دیتے ہوئے بولی۔ "خاموش رہو۔ مجھے پارس سے باتیں کرنے دو۔"

وہ بستر پر اکڑ کر بیٹھ گئی پھر بولی۔ "ہاں پارس! اب بولو۔ تم کہاں ہو؟ خود میرے پاس کیوں نہیں آتے؟ مجھے اس لنگور کے کمرے میں آنے کے لیے کیوں کہا تھا؟"

ڈیکوز انے سوچ کے ذریعے کہا۔ "اسے لنگور نہ کہو، یہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔ اس کا دل خوش کرو۔"

"کیسے خوش کروں؟"

"جیسے میرا دل خوش کیا کرتی تھیں۔"

"تم کہتے ہو تو خوش کر دوں گی۔ میں تمہاری کسی بات سے انکار نہیں کرتی ہوں۔ مگر تم مجھ سے کیوں چھپ رہے ہو؟"

"میں بہت مجبور ہوں۔ مجھے دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ میں نہیں چاہتا، دشمن تمہیں کوئی نقصان پہنچائیں۔ اسی لیے تمہیں اپنے اس دوست کے پاس چھپ کر رہنے کو کہتا ہوں۔ میں آج رات کو کسی وقت تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "سچ کہہ رہے ہو؟ کہیں تم نہیں دھوکے گی؟"

"اپنے میں تو تمہارا [illegible] ہے۔ میں نے زندگی کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ میں تمہارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں آنے گی۔"

وہ بستر سے اٹھ کر تالیاں بجانے لگی۔ ڈیکوز انے اس کے تالیاں بجانے والے ہاتھ تھام کر پوچھا۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟"

وہ خوشی سے اچھل کر بولی۔ "[illegible] آئے گا۔ میں تمہارے اس کمرے میں رہوں گی۔ کیا مجھے یہاں رہنے دو گے؟"

"کمرے کی کیا بات کرتی ہو۔ میرے دل میں رہو۔"

اس نے ذرا قریب کھینچا۔ وہ قریب ہو کر بولی۔ "پارس تمہاری بہت تعریفیں کر رہا ہے۔ کہتا ہے میں تمہیں خوش کرتی رہوں۔"

"پھر وہ کس بات کی ہے، آؤ میرا دل باغ باغ کر دو۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

"میں پارس کو خوش کرنے کے لیے اسے پیار کرتی ہوں۔ وہ مدہوش ہو جاتا ہے۔ کیا تم بھی مدہوش ہی رہو گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "بس تم شروع ہو جاؤ۔ میرے اڑاؤ۔ آج میں ہوش سے بے گانہ ہو جانا چاہتا ہوں۔"

"کہیں تم اس کی طرح مر تو نہیں جاؤ گے؟"

"تم کس کی بات کر رہی ہو؟"

"مجھے ایک جوان ملا تھا جو اپنے بنگلے میں لے گیا۔ بڑے دعوے کرتا تھا کہ میرے پیار میں ثابت قدم رہے گا۔ لیکن ایک ہی پیار سے اس کے قدم ہمیشہ کے لیے اکھڑ گئے۔"

وہ سینہ تان کر بولا۔ "وہ کوئی موم کا مرد ہو گا۔ میں ہوں۔ مجھے پیار کرو اور زیادہ نہ ترپاؤ۔"

ماریہ نے اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر اپنی پشت پر اپنے گلابی گلابی ہونٹ رکھ دیے۔ وہ خوش ہو کر اس کی ابتدا کو دیکھ رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں پتا چلا، یہ ابتدا ہے، وہی انتہا ہے۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی، وہ تڑپ کر قالین پر گرا پھر جاں کنی کی آخری چیخ نکلی، وہ تڑپ کر قالین پر گرا پھر جاتی زندگی کے لیے تھوڑا پھڑپھڑانے لگا۔ "اے زندگی! تو کتنی ہے، تیرے حسن کو ڈوب کر دیکھنے کے لیے میں نے [illegible] یکسر بے نیاز ہو گئی۔ تو بھی فنا ہو رہی ہے، میرے دماغ کے لیے میرے پاس کیا رہ جائے گا؟"

[illegible] آخری [illegible] پھڑپھڑایا۔ پھر جسم ہمیشہ کے لیے [illegible] ہو گئی۔ [illegible] تھا۔ لوگ [illegible] سے دور [illegible] ہے۔ میں نے زندگی کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ [illegible] راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں آئے گی۔"

وہ بستر سے اٹھ کر تالیاں بجانے لگی۔ ڈیکوز انے اس کے تالیاں بجانے والے ہاتھ تھام کر پوچھا۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟"

وہ خوشی سے اچھل کر بولی۔ "[illegible] آئے گا۔ میں تمہارے اس کمرے میں رہوں گی۔ کیا مجھے یہاں رہنے دو گے؟"

"کمرے کی کیا بات کرتی ہو۔ میرے دل میں رہو۔"

اس نے ذرا قریب کھینچا۔ وہ قریب ہو کر بولی۔ "پارس تمہاری بہت تعریفیں کر رہا ہے۔ کہتا ہے میں تمہیں خوش کرتی رہوں۔"

"پارس نے دیکھا، اس کا گورا بدن [illegible] پڑنے لگا۔ زندگی رخصت ہونا چاہتی تھی۔ اس نے فوراً ریسیور [illegible]

ڈائل کیے، اس کیسینو کی عمارت میں گراؤنڈ فلور پر بہت سی دکانیں تھیں۔ وہاں دوائیں بھی فروخت ہوتی تھیں۔ پارس نے ماتحت سے کہا۔ "فوراً اٹھو۔ دوڑتے ہوئے ڈانیال کے ماتحت کے پاس جاؤ۔ وہ جو انجیکشن کہہ رہا ہوں، وہ سرنج کے ساتھ لے آؤ۔ نیچے جاؤ اور جو انجیکشن کا نام بتایا، ریسیور رکھا۔ وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی پارس اس کے پاس گھٹنے ٹیک کر جھک گیا۔ اس کے ڈسے ہوئے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا پھر ہتھیلی کی پشت پر ہونٹ رکھ کر زہر چوسنے لگا اور وہ زہر ایک طرف تھوکنے لگا۔ دس منٹ بعد دستک سنائی دی۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ ڈانیال کا ماتحت مطلوبہ انجیکشن لے آیا تھا۔ پارس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر سرنج میں دوا بھری پھر اسے کوئی کے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ ایسے وقت کوئی کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ پارس نے کسی قدر مطمئن ہو کر اسے دیکھا۔ پھر ماتحت سے کہا۔ "معلوم کرو، تمہارا ماسٹر ڈانیال کہاں ہے۔ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ ٹیلی فون کے پاس گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے کئی نمبر ڈائل کرنے لگا، آخر ایک نمبر پر رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "ماسٹر! آپ سے مسٹر پارس بات کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز ہولڈ آن۔"

پارس نے آگے ریسیور لیا پھر ماتحت کو وہاں سے جانے کے لیے کہا۔ جب وہ چلا گیا تو وہ آہستگی سے بولا۔ "میرے دماغ کا دروازہ کھلا ہے۔"

اس نے ریسیور رکھا، پھر پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بولا۔ "ڈانیال! میرے کہنے کے فرش پر ایک لڑکی بے ہوش پڑی ہے۔ یہ بڑی بے تکلفی سے میرے کمرے میں آ گئی تھی۔ کراہ رہی تھی۔ آنکھوں سے مجھے سحر زدہ کرنا چاہتی تھی۔ یقیناً تمہی عمل کر کے مجھے [illegible] بنانا چاہتی تھی۔ میں نے اسے زہر سے [illegible] کیا ہے۔ [illegible] مرجاتی [illegible] جیسے [illegible] کا دماغ طور پر کمزور [illegible] ہی ایسے وقت [illegible] بہت [illegible] کو معلوم کر لو گے۔"

"یہ کب تک ہوش میں آ جائے گی؟"

"میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں، ہوش میں نہ آئی تو دوسرا انجیکشن لگاؤں گا۔ کیا تم کہیں مصروف ہو؟"

"میں تمہارے لیے تمام مصروفیات چھوڑ سکتا ہوں۔"

"میرے دماغ میں ماما اور پاپا بھی آتے ہیں تو میں بے چینی محسوس کرتا ہوں۔ سوچتا ہوں، پتا نہیں وہ میرے دماغ میں رہ کر میرے کیسے کیسے خیالات پڑھ رہے ہوں گے۔ اسی لیے میں مختصر اور ضروری باتیں کر کے سانس روک لیا کرتا ہوں۔"

ڈانیال چلا گیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی اس کا ایک ماتحت آیا، اس نے مسکرا کر کہا۔ "مسٹر پارس! میں ڈانیال ہوں۔ اب اس کے دماغ میں رہ کر اس دوشیزہ کے ہوش میں آنے کا انتظار کروں گا۔ تم درست کہتے ہو۔ ہم کبھی یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ہمارے اندر پہنچ کر وہ خیالات پڑھے جن کا تعلق صرف ہم سے اور ہماری محبوبہ سے ہوتا ہے۔"

پارس نے کہا۔ "شکریہ کہ تم میرے دماغ سے چلے گئے لیکن میرے لیے موجود ہو۔ میرا خیال ہے، تم اپنے ماتحت کو کہیں چھپا دو اور وہاں سے اس کے ذریعے اس اجنبی دوشیزہ کی آواز اور لہجہ سنو۔ یہ کسی تیسرے کی موجودگی میں مکمل گفتگو نہیں کرے گی۔ میں چاہتا ہوں، یہ پہلے کی طرح بے تکلفی کا مظاہرہ کرے۔ میں اسے باتوں میں لگا کر ٹیلی پیتھی کے بغیر خود بھی کچھ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"ٹھیک ہے، ہم اپنے اپنے طور پر معلومات حاصل کریں گے۔ باقی دیکھ لیں گے۔ تم نے اس کے متعلق اب تک کیا اندازہ لگایا ہے؟"

"یہ تو ہپناٹزم کے ذریعے میرے دماغ کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتی تھی۔ اگر میں اس کا اسیر ہو جاتا تو شاید یہ مجھے کہیں لے جاتی۔ ہمارا خیال تو سپر ماسٹر کی طرف ہی جاتا ہے، شاید یہ اس کی اہم آلۂ کار ہے۔ ہو سکتا ہے، میرا اندازہ غلط ہو۔ تم خیال خوانی کے ذریعے حقیقت معلوم کر لو گے۔"

ڈانیال اپنے ماتحت کو دوسرے کمرے میں لے گیا۔ اتنی دیر میں ڈانیال کے پاس آیا۔ اپنے کوڈ ورڈ ادا کیے۔ اس نے مجھے کوڈ کے متعلق بتایا۔ میں نے کہا۔ "میں سوئٹزر کے پاس جا رہا ہوں۔ میری ضرورت ہو تو وہاں چلے آنا۔"

پھر وہاں سے چلا آیا۔ پارس اپنے کمرے میں ایک کرسی پر بیٹھا ہاتھ کی پشت سے کوئی کو دیکھ رہا تھا۔ کوئی کا چہرہ اور [illegible] پر [illegible] بن گئی تھی، لیکن [illegible] کر رہا تھا۔ کیونکہ وہ اجنبی دوشیزہ اس پر [illegible] عمل کر رہی تھی۔ کوئی کا لہلہاتا جسم اس کے ارادوں کو سمجھنا بہت ضروری تھا۔

وہ ایزی چیئر سے اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ اس کی نبض تھام کر محسوس کرنے لگا۔ نبض کی رفتار نارمل تھی۔ وہ ہوش میں آنے ہی والی تھی۔

پھر اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھلنے لگیں۔ پارس اس کے چہرے پر جھک گیا، ایک عاشق کے انداز میں بولا۔ "اے حسن و شباب کی ملکہ! جاگو، آنکھیں کھولو۔ تم کون ہو؟ یہاں

میرے ہوش اُڑانے آئی تھیں اور خود بے ہوش پڑی ہوئی ہو۔"

وہ پوری طرح آنکھیں کھول کر اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی: "میں کہاں ہوں اور یہ خوبرو جوان کون ہے؟"

اسے فوراً ہی یاد آ گیا کہ وہ پارس کو ٹریپ کرنے آئی تھی اور جسے پھانسنے آئی تھی، اس نے خود اُسے پھانس لیا ہے۔ اسے یہ بھی یاد آ رہا تھا کہ اس خوبرو جوان نے اس کی ہتھیلی کی پُشت کو چُوما تھا پھر ایسا لگا تھا جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ اس کے بعد وہ چکرا کر گر پڑی تھی۔

اتنا یاد آتے ہی وہ اُٹھنے لگی۔ مگر اُٹھ نہ سکی۔ سر چکرانے لگا۔ وہ ہاتھ کہتی ہوئی پھر چاروں شانے چت ہو گئی۔ کراہتے ہوئے بولی: "آہ! میں بہت کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ کیا تم واقعی پارس ہو یا کوئی بلا ہو؟"

پارس نے کہا: "یہی سوال میں نے کیا تھا، تم کون ہو؟ مگر تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔"

وہ پھر آہستہ آہستہ اُٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ پارس سہارا دینے کے لیے اسے تھامنا چاہتا تھا، وہ سہم کر پیٹھے ہی لیٹے پیچھے ہٹ کر بولی: "خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ تم پارس نہیں ہو، کوئی زہریلے آدمی ہو۔ میں غلط جگہ آ گئی ہوں۔ اُس کمینے بدذات نے مجھے اپنے مقصد میں ناکام بنانے کے لیے یہاں کا پتا بتایا ہے۔"

دانیال نے پارس کے دماغ میں چپکے سے کہا: "ٹیلی پیتھی جاننے والے لارنس ڈیکوزا کو کمینہ بدذات کہہ رہی ہے۔ اس کا نام کوٹلی گرا ہم ہے۔"

پارس نے پوچھا: "کوٹلی! ڈیکوزا تمہیں کسی مقصد میں ناکام بنانا کیوں چاہتا ہے؟"

وہ بولی: "انگور نہ ملیں تو کھٹے معلوم ہوتے ہیں۔ میں اس کے ہاتھ نہیں آ رہی تھی، وہ جبراً مجھے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اُنتقاماً اس نے..."

وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ پھر بولی: "تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا، تم ڈیکوزا کو کیسے جانتے ہو؟"

"میں اُسے اتنی اچھی طرح جانتا ہوں، جتنا کہ ایک دوست اپنے جگری دوست کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ تم بہت خطرناک ہو، آسانی سے قابو میں نہیں آؤ گی۔ لہٰذا تمہیں قابو میں کرنے کے لیے میں نے تمہارے اندر ہلکا سا زہر پہنچا دیا تھا۔"

وہ کراہتے ہوئے آہستہ آہستہ فرش پر سے اُٹھ گئی۔ پھر اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ ڈگمگاتی ہوئی ایزی چیئر پر آ کر گر پڑی۔

پارس نے کہا: "تمہارے حسن و شباب میں شیطانی کشش ہے، میں تمہیں حاصل کرنے کے لیے اپنے دوست ڈیکوزا کو دھوکا دے سکتا ہوں۔"

اس نے چونک کر پارس کو دیکھا۔ پھر مکاری سے مُسکرا کر بولی: "میں تو یہی عمل میں ناکام رہی۔ مگر میرے حسن و شباب کا جادو چل رہا ہے۔ میں ڈیکوزا کے آئرن کار کو اس کے ہی خلاف استعمال کر سکتی ہوں۔" وہ گھور کر بولی: "میں کیسے یقین کروں، تم اپنے دوست کو دھوکا دے کر میرا ساتھ دو گے؟"

میں نے بیٹے کے دماغ میں آ کر کہا: "اس سے کہو کہ اسے پارس کے پاس پہنچا دو گے۔ لیکن یہ تو اتنا فی الحال کرنے کے لیے کچھ کھا پی لے۔ دانیال اس کے لیے خاص دوا بھیج رہا ہے۔"

پارس نے کہا: "کوٹلی! میں تمہیں پارس کے پاس پہنچا دوں گا۔"

"جب تک میرا کام نہیں بنے گا، میں تمہیں بدن کو ہاتھ لگانے نہیں دوں گی۔"

"مجھے منظور ہے، میں جلد باز نہیں ہوں۔ تم آرام سے بیٹھو، کچھ کھا پی کر توانائی حاصل کرو۔ پھر میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔"

جب تک پارس کوٹلی سے باتیں کرتا رہا، میں دانیال کے ساتھ اس کے دماغ میں رہ کر تمام اہم معلومات حاصل کرتا رہا۔ ہمیں سپر ماسٹر اور ڈیکوزا کا منصوبہ معلوم ہو گیا۔ سونیا نے کوٹلی کے پاس آ کر کہا: "ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈیکوزا سی وی یو کے دس نمبر کمرے میں ہے۔ وہاں جاؤ اور دروازے پر نظر رکھو۔ جب تک کوئی مجبوری نہ ہو، اس سے چھیڑ نہ کرنا۔ میں ابھی آ کر تمہیں تمام باتیں تفصیل سے بتاؤں گی۔"

میں نے واپس آ کر پارس کو سمجھایا کہ کوٹلی کو توانا بحال کرنے کے بہانے کچھ کھلایا پلایا جائے۔ دانیال کا کھانے کا کچھ سامان کمرے میں لے گیا۔ میں کوٹلی کے رہ کر اسے مزید کمزوری کا احساس دلا رہا تھا اور اس کی جوان کو اپنا دیوانہ بنا کر پارس تک جلد پہنچنا چاہیے اور اس میں کہہ رہا تھا: "مجھے ضرور کچھ کھانا پینا چاہیے اور اس کے ترغیب دینے پر وہ کھانے لگی۔ کھانے بعد اس نے ایک کپ کافی پی۔ اسے پھر نشہ ہونے لگا کے سامنے در و دیوار گھومنے لگے۔ وہ بولی: "یہ مجھے کیا ہے؟ بار بار نشہ طاری ہو جاتا ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔"

پارس نے اسے ایزی چیئر پر سے دونوں بازوؤں سے

اٹھایا۔ پھر دوسرے کمرے میں بستر پر لا کر لٹا دیا۔ وہ پریشان ہو کر بستر سے اُٹھنا چاہتی تھی، میں نے خیال خوانی کے ذریعے ٹالنے کا کہا پارس اسے وہیں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

وہ مطمئن ہو کر لیٹی رہی۔ میری سوچ کی لہریں آہستہ آہستہ اسے تھپکنے لگیں۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ میں نے پارس کے پاس آ کر کہا: "کوٹلی اور اس کا ساتھی ڈیکوزا تمہیں یہاں سے اغوا کر کے سپر ماسٹر کے پاس پہنچانے آئے ہیں۔ میں اپنی زندگی میں خطرات سے کھیلنے کے لیے اکثر ایسے اقدامات کرتا رہا ہوں لیکن یہ تمہارا معاملہ ہے، بولو کیا چاہتے ہو؟ کوٹلی اور ڈیکوزا ہماری چپکیوں میں ہیں۔ تم کسی وقت بھی انہیں قتل کر سکتے ہو یا انہیں وقتی طور پر کامیاب بنا کر سپر ماسٹر تک پہنچ سکتے ہو۔"

اس نے کہا: "پاپا! مجھے سپر ماسٹر تک پہنچنے کا شوق نہیں ہے لیکن اپنے بھائی تک پہنچنے کا راستہ مل گیا ہے۔ میرے اطراف جال بچھانے کا مطلب یہی ہے کہ سپر ماسٹر ہم دونوں بھائیوں کو قیدی بنا کر آپ کی طاقت کو بالکل ہی توڑ دینا چاہتا ہے۔ گویا یہ صرف میرا معاملہ نہیں ہے۔ اس میں اہمیت آپ کی ہے۔ خدانخواستہ آپ کی طاقت ٹوٹے گی تو ہم سب ٹوٹ کر رہ جائیں گے۔ میں دُشمنوں کے ہاتھوں اغوا ہو کر بھائی تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے، میں سپر ماسٹر کا طلسم توڑ کر بھائی کو واپس لے آؤں گا۔ اب آپ اپنا فیصلہ سنائیں۔"

"باپ بیٹے کا خون ایک، خیال ایک، پھر فیصلہ کیسے ایک نہیں ہو گا۔ لیکن میں ایک شرط پر تمہارے اغوا کا منصوبہ کامیاب ہونے دوں گا۔"

"فرمائیے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"دشمنوں کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے، اس لیے تم باپ کی مدد لینے سے انکار نہیں کرو گے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"شاباش بیٹے! میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ ابھی کوٹلی سے نمٹنے جا رہا ہوں۔"

میں کوٹلی کے دماغ میں آیا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ میں نے اسے سوچنے پر مجبور کیا۔ نیند کی حالت میں جو سوچیں ہوتی ہیں، وہ خواب کی صورت میں نظر آتی ہیں۔ اس نے خواب میں دھواں دھواں سا ماحول دیکھا۔ پھر میری آواز سنی۔ میں نے کہا۔ "کوٹلی! تمہاری آنکھیں سو رہی ہیں۔ تمہارا جسم سو رہا ہے مگر دماغ جاگ رہا ہے۔"

وہ خاموش تھی۔ خواب میں خود کو سوتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا: "تمہارا دماغ میری آواز سن رہا ہے۔ میں جو کہہ رہا ہوں اسے تم سنتی رہو گی اور میرا حکم سمجھ کر اس پر عمل کرتی رہو گی۔"

اس نے نیند کی حالت میں میری بات دُہرائی۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ کو اپنی آواز اور لہجے سے متاثر کرتا رہا۔ اس کے حواس پر مسلط ہوتا رہا۔ جب یقین ہو گیا کہ وہ ٹرانس میں آ گئی ہے اور پوری طرح میری معمول بن گئی ہے تو میں نے کہا: "تم بیدار ہونے کے بعد بھول جاؤ گی کہ پارس زہریلا ہے اور تم اس کے زہر سے ہمارے جال میں پھنس گئی تھیں۔"

وہ بولی: "میں بھول جاؤں گی کہ پارس زہریلا ہے اور اس کے زہر کے باعث تم لوگوں کے جال میں پھنس گئی تھی۔"

"تم اپنے پہلے منصوبے کے مطابق پارس کو اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کرو گی، اسے اپنے ساتھ ہوٹل لے جاؤ گی، وہاں سے پروگرام کے مطابق پہلے اسے ہیلی کاپٹر میں پھر ایک طیارے میں سپر ماسٹر کے ملک تک لے جاؤ گی۔"

اس نے میری بات دُہرائی۔ میں نے کہا: "تم غیر شعوری طور پر پارس کی حمایت میں رہو گی۔ سپر ماسٹر اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ارادوں سے اسے آگاہ کرتی رہو گی اور سپر ماسٹر کا اعتماد بحال رکھتے ہوئے درپردہ پارس کے کام آتی رہو گی۔"

اس نے پھر میری بات دُہرائی۔ میں نے کہا: "بیدار ہونے کے بعد تمہارے دماغ کا وہ خانہ مقفل رہے گا جہاں چور خیالات رہتے ہیں۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا پارس سے متعلق رکھنے والے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا اور نہ ہی تم پڑھنے دو گی۔"

پارس کی حفاظت کے سلسلے میں جتنی اہم باتیں ہو سکتی تھیں، وہ تمام باتیں میں نے کوٹلی کے دماغ میں نقش کرا دیں۔ پھر بیٹے کے پاس آ کر کہا: "کوٹلی دو گھنٹے بعد تمہیں نیند سے بیدار ہو گی۔ اب میں تم پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔ آؤ اور راضی خوشی خود کو میرا معمول بنا دو۔"

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم کوئی منصوبہ بناتے ہیں، لیکن ٹھیک اس کے مطابق حالات پیش نہیں آتے۔ کیونکہ تقدیر بھی اپنا کام دکھاتی رہتی ہے۔ میں نے سونیا سے کہا تھا، وہ ڈیکوزا پر نظر رکھے۔ وہ اس مقصد کے لیے سی وی یو ہوٹل گئی تھی۔ کوئی پندرہ منٹ کے بعد ہی وہ ماریہ کو وہاں دیکھ کر چونک گئی۔ وہ ڈیکوزا کے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آئی تھی۔ پریشان ہو کر دور دور تک دیکھ رہی تھی۔ اس کو بیڈ روم میں صرف سونیا

دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے پہلے کبھی پارس کی تمنا کو نہیں دیکھا تھا لیکن سونیا نے اس کی تصویریں دیکھی تھیں۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی قریب آئی۔ پھر سونیا سے بولی۔ "تم نے کسی قد آور خوبرو جوان کو دیکھا ہے؟ وہ یہاں آنے والا تھا۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیا تم پارس کو پوچھ رہی ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "ہاں ہاں، پارس کو پوچھ رہی ہوں۔ اس کا مطلب ہے تم میرے پارس کو جانتی ہو۔ تمہیں ضرور معلوم ہے، وہ کہاں ہے اور کب تک یہاں آنے والا ہے؟ پلیز مجھے جلدی بتاؤ۔"

"پہلے تم بتاؤ۔ ہوٹل کے اس کمرے میں کیا کر رہی ہو؟"

"پارس نے اسی کمرے میں آنے کے لیے کہا تھا۔ وہ میرے دماغ میں آیا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا، رات کو کسی وقت آئے گا۔"

سونیا اُس نادان لڑکی کے حالات کو اس کی باتوں سے سمجھ رہی تھی۔ وہ ڈیکوزا کے کمرے سے نکل کر آئی تھی۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ ماریہ کے دماغ میں پارس نہیں ڈیکوزا آیا ہوگا اور وہی یہاں بن کر اسے اب تک بے وقوف بنا رہا ہے۔ اس نے پوچھا۔ "ماریہ! اُس کمرے میں جو آدمی ہے، وہ کیا کر رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "اب وہ کیا کرے گا؟ تم بالکل ہی بے وقوف ہو، بھلا آدمی مرنے کے بعد بھی کچھ کر سکتا ہے؟"

سونیا نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر اس کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی اس کمرے کی طرف لے جاتے ہوئے بولی۔ "کیا واقعی وہ مر چکا ہے؟ مگر کیسے؟"

"اور کیسے؟ پارس نے دماغ میں آ کر خنجر اس طرح دل میں مارا ہے، اسے خوش کرتی ہوں اسی طرح اس کے دشمنوں کو ختم کر دیتا ہوں۔ اب [illegible] کی خلش آہستہ آہستہ [illegible] ہو رہی ہے۔ میرا [illegible] ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ میرے [illegible] ہے۔"

وہ دونوں دروازہ کھول کر اندر گئیں۔ سونیا دوڑتی ہوئی ڈیکوزا کی لاش کے پاس آئی۔ اس کی نبض دیکھنا فضول تھا۔ کیونکہ تمام جسم نیلا پڑ چکا تھا۔ سونیا نے لاش کی جیبوں کی تلاشی لی۔ پھر اُٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ ڈیکوزا کے سامان کی تلاشی لیتے ہوئے بولی۔ "یہ کب سے مُردہ پڑا ہے؟"

"جب سے میں کمرے میں آئی ہوں۔"

"یہی تو پوچھ رہی ہوں کب سے؟ کیا تم گھڑی کے مطابق وقت نہیں بتا سکتیں؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "میری ٹیچر نے ایک بار وقت دیکھنا سکھایا تھا، میں بھول گئی۔"

"کیا یہاں کوئی ملنے والا یا ہوٹل کا کوئی ملازم آیا تھا؟"

"نہیں، میں یہاں اکیلی بیٹھی بیٹھی پریشان ہو گئی تو دروازہ کھول کر باہر نکلی تھی کہ شاید پارس نظر آ جائے۔"

"تم کیا غضب کر رہی تھیں؟ تم نے یہ کیوں نہ سوچا کہ دروازہ کھلے گا تو کوئی اس لاش کو دیکھ لے گا؟ تم نے لندن میں رہ کر کیا سیکھا ہے، کیا تمہارے ممی ڈیڈی نے یہ نہیں سمجھایا کہ کوئی بھی تمہارے زہر سے مرے گا تو تم قاتلہ کہلاؤ گی، تمہیں عمر قید یا سزائے موت ہوگی۔"

"ممی اور ڈیڈی نے سمجھایا ہے لیکن میں سزا کے ڈر سے یہ کرا نہیں چھوڑ سکتی۔ یہاں پارس آنے والا ہے۔"

"وہ یہاں نہیں آئے گا۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ کون ہو تم؟"

"میں اس کی ماں ہوں۔ اس نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ اس کا دوست تمہارے زہر سے مر گیا ہے۔ اور پولیس والے تمہیں گرفتار کرنے آ رہے ہیں۔ اس سے پہلے میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں۔"

"میں پارس سے ملنے کے بعد اس کے ساتھ جاؤں گی۔"

"ماریہ! بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمہیں اسی کے پاس لے جانے آئی ہوں۔ میں اس کی ماں ہوں۔ وہ آج آدھی رات کو دشمنوں سے چھپ کر مجھ سے ملنے آئے گا۔"

"میں کیسے یقین کر لوں؟ اس نے کہو میرے دماغ میں آ کر بولے۔"

سونیا نے ڈیکوزا کی لاش کو دیکھا پھر کہا۔ "اب وہ دماغ میں آ کر نہیں بولے گا۔"

"کیوں نہیں بولے گا؟ پہلے [illegible] کر میرے دماغ میں بولتا رہا۔"

سونیا نے [illegible] کہا۔ "[illegible] ہے، جب تک کہ اسی قسم کا نہیں ہو گی وہ دماغ میں نہیں آ سکے گا۔ تم بہت چالاکی سی سمجھ رہی ہو۔ پارس سمجھ رہا تھا، جلے ہی میں اس کا پیغام سنا دوں گی تم سمجھ جاؤ گی اور فوراً میرے ساتھ چل پڑو گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ سونیا نے کہا۔ "تم نہیں چلو گی تو میرا کیا ہے، میں چلی جاؤں گی۔ پولیس والے تمہیں پکڑ کر لے جائیں گے اور لوہے کے پنجرے میں بند کر دیں گے۔ پھر نہ پارس تم سے ملنے آ سکے گا اور نہ ہی تم پنجرے سے کبھی نکل پاؤ گی۔"

ماریہ نے ڈیکوزا کی لاش کو دیکھا۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ پولیس والے پکڑ کر لے جائیں گے تو پھر پارس سے مل نہیں سکے گی۔ وہ چلنے کے لیے راضی ہو گئی۔ سونیا نے ریسیور اُٹھا کر دانیال کے دو چار نمبر ڈائل کیے۔ ایک نمبر پر رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے فرانسیسی زبان میں کہا۔ "میرے دماغ میں آؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ماریہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی۔ "فوراً یہاں سے چلو۔ باہر نکل کر اس مرنے والے کی کوئی بات نہ کرنا۔"

اس نے ماریہ کے ساتھ باہر آ کر دروازے کو بند کیا پھر لفٹ کی طرف جانے لگی۔ دانیال نے آ کر پوچھا۔ "مادام! خیریت تو ہے؟"

سونیا مختصر طور پر ماریہ کو پیش آنے والے واقعات کے بارے میں بتانے کے بعد بولی۔ "میں فی الحال اسے اپنے بنگلے میں لے جا رہی ہوں۔ فرہاد سے کہو مجھ سے بات کرے اور تم یہ سوچو کہ اس زہریلی لڑکی کو کس طرح جلد سے جلد پیرس یا لندن پہنچایا جا سکتا ہے۔"

دانیال نے کہا۔ "مادام! ماریہ نے ڈیکوزا سے پہلے ایک ریٹس زادے کو بھی ڈسا ہے۔ کل کے اخبارات شہ سرخیوں میں یہ خبر شائع کریں گے کہ ایک ہی قسم کے زہر سے دو آدمی مارے گئے اور دونوں کی ہتھیلی کی پشت پر انسانی دانتوں کے نشان ہیں۔"

سونیا نے تائید کی۔ "ہاں یہ ہمارے لیے تشویش کی بات ہے۔ ماریہ کو کوئی معصوم نہیں سمجھے گا۔ یہ بہت ہی نادان ہے۔ اپنا بھلا بُرا نہیں سمجھ سکتی۔ ہم اس کی طرف توجہ دیتے رہیں گے تو دشمن ہماری نیک طرف [illegible] خانماں برباد اُٹھائیں گے تو [illegible] کوئی اور پارس پر تنویمی عمل کرنے کے بعد سونیا کے پاس آیا، دانیال سے معلوم ہو چکا تھا کہ ماریہ نے ڈیکوزا کا کام تمام کر دیا ہے۔ اگرچہ اس نے بُرا نہیں کہا تھا، ہماری دُنیا سے ایک [illegible] جانے والے شیطان کو کم کر دیا تھا۔ ہم [illegible] کرنے والے تھے۔ لیکن ہم مناسب وقت پر ایسا [illegible] ہمارے منصوبے کے خلاف ہوا تھا۔ ماریہ ہمارے [illegible] پیدا کر رہی تھی۔

اس نے کہا۔ "سونیا! یہ ماریہ ہمارے لیے آج ایک دن کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ آئندہ بھی ہمارے لیے کئی زندگی میں آئے گی لہٰذا اس کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔"

"ابھی ہم کیا کر سکتے ہیں، اسے زیادہ سے زیادہ پیرس پہنچا سکتے ہیں۔"

"تم نے پارس کی پرورش کی ہے۔ اسے ہیرے کی طرح تراشا ہے۔ کیا تم بیٹے کی خاطر ماریہ کو ہیرے کی طرح نہیں تراش سکتیں۔ ماریہ زہریلی ہے۔ اگر یہ منچالی کی طرح چالاک، تیز طرار اور بہترین فائٹر بن جائے تو آئندہ پارس کے لیے مسئلہ نہیں بنے گی بلکہ خطرناک مراحل میں اس کے شانہ بہ شانہ رہے گی۔"

"یہ بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی میں پارس کو چھوڑ کر اس کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"پارس کو مجھ پر چھوڑ دو۔ ہم کوئی کوئی موقع دے رہے ہیں، وہ اسے اغوا کر کے لے جائے گی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا دوسرے بیٹے کو بھی سپر ماسٹر کے حوالے کر دو گے؟"

"تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے یہ نادان اور بھولا بھالا ہے، وہ اپنے طور پر کوئی فیصلہ کرنا نہیں چاہتا۔ یہ ہم باپ بیٹے کا فیصلہ ہے۔ وہ پوری احتیاطی تدابیر کے مطابق جا رہا ہے۔"

"تم دشمنوں کو راحتیں کیوں سمجھتے ہو؟ کیا وہ تمہاری احتیاطی تدابیر کا توڑ نہیں کر سکتے؟"

"وہ بھی کرتے ہیں، ہم بھی کرتے ہیں۔ میری اور تمہاری تمام زندگی جوڑ توڑ میں گزر گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں، ہماری زندگی میں ہماری آنکھوں کے سامنے یہ دونوں بیٹے خطرات میں کود کر واپس صحیح سلامت آنے کے تجربے اور جوڑ توڑ سیکھ لیں۔ جب تک ہماری سانس چل رہی ہے تب تک انھیں [illegible] تجربات سے گزرتے رہنا چاہیے۔"

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سے لیں گے۔"

"ایسے بُرے وقت کے لیے ہم نے دونوں بیٹوں کو فولاد بنایا ہے۔ یہ ٹرانسفارمرشین کا جھگڑا ختم ہو جائے گا تو ہم اعلان کریں گے کہ فرہاد اور اُس کی فیملی کے تمام ممبران سیدھی سادھی، پُرامن شہریوں کی سی زندگی گزار رہے ہیں۔ آئندہ کوئی ہم سے چھیڑ نہ کرے۔ ہم بھی کسی کے معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے۔"

"میں بھی ایسے ہی خواب دیکھتا ہوں۔ دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہمارے مقابلے کا کوئی دولتمند نہیں ہے۔ لیکن ہم دُنیا جہان کی دولت دے کر بھی اپنے خوابوں کی تعبیر نہیں خرید سکیں گے۔"

"مایوسی گناہ ہے۔ جب پارس یہاں سے جا رہا ہے تو میں بھی ماریہ کو لے کر پیرس جاؤں گی۔ پاکستان، فرانس، انگلینڈ اور امریکا میں زمینیں خریدوں گی۔ تمھارے خاندان کے تمام افراد اور تمھارے جانباز ساتھیوں کے لیے آرام دہ بنگلے تعمیر کراؤں گی۔ اس دوران ماریہ کی تعلیم اور تربیت کا بھی خیال رکھوں گی۔ تم کوشش کرو، ٹرانسفارمرشین کا معاملہ جلد سے جلد ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ ہم ایک بار پھر پُرسکون گھریلو زندگی گزارنے کا راستہ اختیار کریں گے۔"

"ہمیں راحت و سکون پہنچانے والے پروردگار نے چاہا تو ہم اپنے نیک ارادوں میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ ویسے تم صرف ماریہ کو نہیں فرزانہ کو بھی ضروری ٹریننگ دو گی۔ اسے بھی تمھارے پاس پہنچایا جائے گا۔"

دانیال نے آگر کہا۔ "مادام! میں یہاں کے ایک پائلٹ کو خالی طیارے کے ساتھ اغوا کر سکتا ہوں۔ کیا آپ ایسے طیارے میں ماریہ کو بھیجنا چاہیں گی؟"

"میں خود بھی اُسی طیارے میں جاؤں گی۔ تم انتظامات کرو۔ لیکن ہم اغوا کیا ہوا طیارہ اور اس کے پائلٹ کو پیرس لے جا کر حکومتِ فرانس کو بدنام نہیں کریں گے۔ تم اس پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر ہمیں بیروت تک لے جاؤ گے، وہاں ہمارے لیے بابا صاحب کے ادارے سے پرائیویٹ طیارہ آ جائے گا۔ فرہاد! تم دانیال سے وقت کا تعین کر کے جناب شیخ صاحب سے کہہ دو، وہ ہمارے لیے طیارہ روانہ کر دیں گے۔"

یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں نے اور دانیال نے وقت کا تعین کر لیا۔ اصل مسئلہ ماریہ بنی ہوئی تھی۔ سونیا نے کہا۔ "فرہاد! یہ لڑکی پارس سے ملے بغیر نہیں جائے گی۔ اور پارس کسی حالت میں اس سے ملنے نہیں آ سکے گا۔ اس کی ایک ہی صورت ہے۔ تم پارس بن کر اس کے دماغ میں بولو۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ پارس کب سے دماغ میں بولنے لگا ہے؟"

سونیا نے مجھے بتایا کہ کس طرح ڈیکوزا نے پارس بن کر ماریہ کے دماغ میں آ کر یقین دلایا تھا کہ اب پارس بھی خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرنے لگا ہے۔ جب ڈیکوزا مر گیا تو سونیا نے ماریہ کو سمجھایا کہ ابھی پارس کو کھانسی ہو رہی ہے، وہ خیال خوانی کے ذریعے بول نہیں سکے گا۔

میں نے سارا معاملہ سمجھنے کے بعد ماریہ کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ وہ سانس روکنے والی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں پارس بول رہا ہوں۔ میری کھانسی ختم ہو گئی ہے۔"

پہلے تو وہ خوش ہوئی۔ پھر ناراض ہو کر بولی۔ "اب میرا خیال آیا ہے تمھیں؟ جانتے ہو، تمھارے لیے کہاں کہاں بھٹک رہی ہوں اور کتنی مصیبتیں اُٹھا رہی ہوں؟"

"ماریہ ذرا عقل سے سوچو، اگر تم مجھے مدہوش کر کے ہوٹل میں چھوڑ کر نہ جاتیں، اپنے والدین کے ساتھ رہتیں اور مجھ سے بھی ملاقات کرتی رہتیں تو یوں تم مصیبتیں نہ آتیں۔"

"مجھے الزام نہ دو۔ تم نے کہا تھا، جب تک میں علم و ہُنر سیکھ کر اس دُنیا کی اونچ نیچ کو نہیں سمجھوں گی اس وقت تک تم مجھے خود سے دور رکھو گے۔"

"میں نے اپنی اور تمھاری بھلائی کے لیے یہ بات سمجھائی ہے۔ تم خود دیکھ رہی ہو، اس دُنیا کو نہ سمجھنے اور لوگوں کے فریب میں آتے رہنے سے تمھیں بھی پریشانی ہوتی ہے اور تمھارے ذریعے دُشمن ہمارا پتا بھی معلوم کر لیتے ہیں۔ میں جہاں چُھپا ہوا تھا، دُشمن وہاں پہنچ گئے۔ اب میں وہاں سے بھاگ کر پیرس جا رہا ہوں۔"

"ٹھہر جاؤ پارس! اکیلے نہ جاؤ۔ مجھے یہاں تنہا نہ چھوڑو۔ میں بھی تمھارے ساتھ جاؤں گی۔"

"میں ابھی ایک طیارے میں سفر کر رہا ہوں۔ تمھارے پاس واپس نہیں آ سکتا۔ آؤں گا تو دُشمن پھر گھیر لیں گے۔" میں نے اپنی سونیا ماسی سے کہہ دیا ہے، وہ آج آدھی رات کو چپ چاپ تمھیں ایک ہوائی جہاز میں بٹھا کر پیرس لے آئیں گی۔"

"تم وہاں ملو گے نا؟"

"پہلے وہاں آ جاؤ۔ جب میں دیکھوں گا کہ دُشمن میرا پیچھا نہیں کر رہے ہیں تو میں تمھارے پاس آ جاؤں گا۔"

وہ سونیا کے ساتھ جانے پر راضی ہو گئی۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ رات کو کسی وقت پارس خیال خوانی کے ذریعے

اس سے بات کرے گا۔ بڑی مشکل تھی، پارس کی زندگی میں دو بچا نا ذہن رکھنے والی لڑکیاں آ کر ہم سب کو خاصا پریشان کر رہی تھیں۔ ماریہ سے پھر بھی توقع تھی کہ وہ سونیا کے سامنے میں رہ کر چالاک بن جائے گی۔ جو جو سے قیامت تک اس بات کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں ڈمی پارس کے ساتھ ہنستی بولتی رہتی تھی، وہ اسے سچ مچ اپنا پارس سمجھتی تھی۔ ہمیں اطمینان تھا، وہ اتنی معصوم تھی کہ ڈمی گناہ گار نہیں بن سکتا تھا۔

ہم یہ نسخہ ماریہ پر نہیں آزما سکتے تھے۔ اسے بہلانے کے لیے پارس کی ڈمی کو اس کے ساتھ لگا دیتے تو چند گھنٹوں میں ہمیں ڈمی کی لاش ملتی۔ اُس کا زہر صرف پارس ہی برداشت کر سکتا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ سونیا کس طرح خود کو اس کے زہر سے محفوظ رکھتے ہوئے اُسے پارس کے شایانِ شان زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھائے گی۔

میں نے کوٹلی پر تنویمی عمل کر کے اسے دو گھنٹے بعد بیدار ہونے کے لیے کہا تھا۔ پارس پر بھی عمل کیا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ تنویمی عمل کا بظاہر اثر نہ لے گا۔ کسی بھی عامل کو خوش فہمی میں مبتلا کرے گا مگر باطن میں ذہنی طور پر نارمل رہے گا۔ اسی طرح کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے چہرے خیالات پڑھنے نہیں دے گا۔

وہ بھی تنویمی نیند سو رہا تھا۔ کوٹلی سے آدھا گھنٹا پہلے بیدار ہو گیا۔ جب کوٹلی بیدار ہونے لگی تو میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پھر اسے اُس پوزیشن میں لے آیا جس میں وہ پارس کے زہر کے باعث بے ہوش ہو گئی تھی۔ جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو پارس اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اس کی ہتھیلی کی پُشت کو چوم رہا تھا۔ پھر وہ اُٹھ کر بولا۔ "تمھاری آنکھوں میں بلا کی کشش ہے۔ جی چاہتا ہے، ان میں ڈوب جاؤں۔"

وہ اس کی گردن میں بانہوں کا ہار پہناتے ہوئے بولی۔ "ڈوب جاؤ۔ میں تمھیں ڈبونے آئی ہوں۔ بس اسی طرح میری آنکھوں میں دیکھتے رہو۔"

پارس یوں دیکھنے لگا جیسے ہوش و حواس سے بے گانہ ہو گیا ہو۔ ساری دُنیا کو بھول چکا ہو اور اسے ان سحر زدہ کرنے والی آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہ آ رہا ہو۔ وہ عالمانہ انداز میں بولی۔ "تم ساری دُنیا کو بھول چکے ہو۔ تمھیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے، تم صرف میری آنکھوں کو دیکھ رہے ہو۔ تمھیں کچھ سُنائی نہیں دے رہا ہے۔ تم صرف میری آواز سُن رہے ہو۔"

وہ بڑبڑائی۔ "میں ساری دُنیا کو بھول چکا ہوں، مجھے صرف تمھاری آنکھیں دکھائی دے رہی ہیں، صرف تمھاری آواز سُنائی دے رہی ہے۔"

"تم اپنے والدین اور اپنی محبوباؤں کو بھول جاؤ گے، صرف مجھے یاد رکھو گے۔"

"میں اپنے والدین اور محبوباؤں کو بھول جاؤں گا۔ صرف تمھیں یاد رکھوں گا۔"

"تم میری ہر بات کو پتھر کی لکیر سمجھ کر یاد رکھو گے اور بے چون و چرا میرے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

وہ اس کی ہر بات دُہراتا جا رہا تھا۔ کوٹلی کو رفتہ رفتہ یقین ہو گیا کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ وہ بولی۔ "تم اسی طرح یہاں کھڑے رہو گے، اپنی جگہ سے ذرا بھی حرکت نہیں کرو گے۔"

کوٹلی نے اس سے الگ ہو کر ذرا پیچھے ہٹ کر دیکھا۔ وہ اپنی جگہ ساکت ہو گیا تھا۔ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پتھر بن گیا تھا۔ وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی پھر اسے دیکھتے ہوئے ٹیلی فون کے پاس آئی۔ ریسیور اُٹھا کر ڈیکوزا کے ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر کسی نے پوچھا۔ "تم کون ہو اور کمرا نمبر دس کے مسافر سے تمھارا کیا تعلق ہے؟ میں اس ہوٹل کا منیجر تم سے سوال کر رہا ہوں۔"

"کیا تمھارے ہوٹل میں فون کرنے والوں سے سوالات کیے جاتے ہیں؟"

"سوری میڈم! یہ حالات کا تقاضا ہے۔"

"کیسے حالات؟ تم کمرا نمبر دس سے رابطہ کیوں نہیں کرانا چاہتے؟"

"اس لیے کہ وہاں پولیس والے ہیں۔ اس کمرے کا مسافر مُردہ پایا گیا ہے، اس کی موت زہر سے ہوئی ہے۔"

کوٹلی کو ڈیکوزا کی موت کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ چند لمحوں تک سوچتی رہ گئی۔ "یہ اچانک کیسے ہو گیا؟ ہمارے دُشمن ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم میں سے کسی کو ہلاک کر سکتے ہیں۔ پھر زہر سے ہلاکت کیسے ہوئی؟ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ ڈیکوزا نے زہریلی کر خودکشی کی ہو گی۔"

دوسری طرف سے منیجر نے کہا۔ "میڈم! معلوم ہوتا ہے، کہ اس مُردوں کے مسافر کی موت سے تمھیں شاک پہنچ رہا ہے۔ کیا تم مس کوٹلی گراہم ہو جو مسٹر ڈیکوزا کے ساتھ ہمارے ہوٹل میں آئی تھی۔ اور ڈیکوزا کے ساتھ والا کمرا لیا تھا؟"

"ہاں، میں کوٹلی ہوں۔ پولیس آفیسر سے کہیں، میں ابھی آ رہی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر پارس کو دیکھا، وہ اس کے حکم کے مطابق بے حس و حرکت اسی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ وہ سوچنے لگی، نینسی معصیت آگئی۔ ڈیکوزا آج رات خیال خوانی کے ذریعے ہیل کاپٹر کو ہوٹل کی چھت پر لانے کا حکم دے چکا تھا۔ پائلٹ سے کہا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ہوٹل کے ٹیرس پر آنے کا وقت بتایا جائے گا۔ اب میں اس پائلٹ کو وقت کیسے بتاؤں گی؟ میرے پاس ٹرانسمیٹر ہے لیکن پائلٹ سے ابلاغ قائم کرنے کی فریکوئنسی اور کوڈ ورڈز معلوم نہیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ خیال خوانی کا سہارا ٹوٹ جائے گا اور رابطے کے لیے ٹرانسمیٹر کا محتاج بننا پڑے گا۔

وہ پارس کے پاس آئی۔ پھر بولی "میری آنکھوں میں دیکھو۔" اس نے حکم کی تعمیل کی، اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ کوٹلی نے پوچھا: "تم موجودہ میک اپ میں کس حیثیت سے یہاں ہو؟"

"یہاں کیسینو کے مالک کا بھائی بن کر رہتا ہوں۔"

"کیا اس سلسلے میں تمہارے پاس ضروری کاغذات ہیں؟"

"میرے پاس تمام ثبوت اور کاغذات موجود ہیں۔"

"انھیں اپنے ساتھ لے کر میرے ساتھ چلو۔ ہوٹل میں پولیس والے تمہاری موجودہ حیثیت کی تصدیق کرنا چاہیں گے۔ میں کہوں گی، تم میرے بوائے فرینڈ ہو۔"

وہ ضروری کاغذات اپنی جیب میں رکھ کر اس کے ساتھ کیسینو سے باہر آیا۔ کوٹلی ہوٹل کی ریسیپشن کا دروازہ کھول کر بولی "تم ڈرائیو کرو۔ میں ابھی الجھن میں ہوں۔"

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پارس نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، کار اسٹارٹ کی۔ پھر آگے بڑھا کر ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا "کیا الجھن ہے؟"

کوٹلی نے کہا "تم پریشان کیوں ہو؟"

"معاملہ کیا ہے، تم پریشان کیوں ہو؟"

"میرا ایک ساتھی کسی نامعلوم دشمن کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ اس کا قاتل کون ہے، کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، قصہ کیا ہے۔ کیا وہ کوٹلی کے ساتھی کے پاس کمرہ نمبر دس میں گئی ہوگی؟"

میں، کوٹلی کے دماغ میں تھا۔ وہ نیند کی تو ہمی عمل کے مطابق کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو دماغ میں محسوس کر سکتی تھی، مگر مجھے محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ میں اس کی باتیں سن کر سمجھ گیا، پارس پریشان ہو رہا ہوگا۔ میں نے اس کے پاس جا کر کہا "ماریہ خیریت سے ہے۔ تمہاری تمنا اسے آج رات یہاں سے پیرس لے جا رہی ہیں۔"

اس نے کہا "پاپا! میں نے کوئی کا معمول بن کر وعدہ کیا ہے، اپنے والدین کو اور بھوباؤں کو بھول جاؤں گا، صرف اسے یاد رکھوں گا۔ میں اس کے سامنے نینسی کا نام بھی نہیں لے سکتا۔ وہ بے چاری آج میرا انتظار کرے گی، میرے لیے تمام رات جاگتی رہے گی۔"

میں نے کہا "اس کے لیے ہم افسوس تو کر سکتے ہیں لیکن اسے تمہارے موجودہ حالات کے متعلق کچھ بتا نہیں سکتے۔ ڈیکوزا اس کے دماغ میں جاتا تھا تو سپر ماسٹر نے بھی اس کے دماغ میں جگہ بنائی ہوگی۔ فی الحال نینسی کو تمہارے حالات نہیں بتائے جا سکتے۔"

"پاپا! جب دشمنوں کے منصوبے کے مطابق میرے اغوا کی اطلاع آپ کو ہوگی تو آپ ایسے وقت نینسی کو میرے حالات بتا سکیں گے۔ آپ اسے مشورہ دے سکتے ہیں کہ وہ دو چار دن کے بعد پیرس جا کر رہے تو مجھ سے کسی دن ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اسے مشورہ دوں گا۔"

وہ ہوٹل سی ویو کے کیسینو میں پہنچ گئے۔ کار ایک جگہ پارک کی پھر ہوٹل کے اندر کاؤنٹر کے پاس آئے۔ وہاں ایک پولیس آفیسر موجود تھا۔ منیجر نے کوٹلی کو دیکھ کر پہچانتے ہوئے کہا "آفیسر! یہ ہیں مس کوٹلی گراہم۔ ان کا قیام کمرۂ نمبر گیارہ میں ہے۔"

پولیس افسر نے پوچھا "مس گراہم! کیا تم کارلس ڈیکوزا کے ساتھ نیویارک سے آئی ہو؟"

کوٹلی نے کہا "جی ہاں۔ یہ ایک اتفاقی ملاقات تھی۔ سفر کے دوران ہماری دوستی ہو گئی تھی۔"

"تمہارے کمرے الگ الگ ہیں؟ کیا تم دونوں نے ایک ہی کمرے میں اکٹھے رہنے سے انکار کر دیا تھا؟"

"جی ہاں۔ پھر بھی دوستی بیڈ روم کے باہر ہوتی ہے۔"

"یہ نوجوان کون ہے؟"

کوٹلی نے پارس کا تعارف کرایا پھر کہا "مجھے منیجر نے بتایا تھا کہ ڈیکوزا کی ہلاکت زہر سے ہوئی ہے۔ میں یہاں سے دن کے تین بجے گئی تھی، کیا میرے جانے کے بعد یہاں کوئی ڈیکوزا سے ملنے آیا تھا یا آئی تھی؟"

"ہاں۔ یہاں کے ایک ملازم کا بیان ہے کہ ایک غیر ملکی ہی حسین اور کم سن لڑکی اس کمرے میں تھی۔ یہ معلوم نہ ہو سکا وہ کون تھی؟ کہاں سے آئی تھی؟ اور کہاں غائب ہو گئی ہے؟ بہرحال ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"کیا میں اس کمرے میں جا سکتی ہوں؟"

افسر نے کہا "میرے ساتھ آؤ۔ ویسے لاش پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دی گئی ہے۔"

پارس لفٹ کے ذریعے ان کے ساتھ ڈیکوزا کے کمرے میں آیا اور توجہ سے کمرے کے ایک ایک سامان اور ایک ایک جگہ کو دیکھنے لگا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ماریہ کے خلاف کوئی ثبوت یا سراغ ملے۔ کوٹلی سوچ رہی تھی، ڈیکوزا کی موت نے شکلات پیدا کر دی ہیں۔ پولیس والے اسے اس ہوٹل سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی، کہنے لگی۔

"آفیسر! ڈیکوزا بہت اچھا آدمی تھا۔ مجھے اس کی ہلاکت سے شاک پہنچا ہے۔ کیا میں کھلی فضا میں جا سکتی ہوں؟"

"تم اپنا بیان لکھوا کر دستخط کر دو پھر تم ہوٹل سے باہر جا سکتی ہو لیکن شہر سے باہر نہیں جا سکتیں۔ مجھے امید ہے، تم قانون کے مطابق ہم سے تعاون کرو گی۔ پلیز! اپنا پاسپورٹ میرے حوالے کر دو۔"

وہ پولیس افسر کے ساتھ اپنے کمرے میں آئی۔ اس کی تسلی کے لیے پاسپورٹ دے دیا۔ اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی کیونکہ وہ غیر قانونی طور پر پارس کو وہاں سے لے جانے والی تھی۔ پریشانی اس بات کی تھی کہ ہیل کاپٹر اور طیارے کے پائلٹ سے کس طرح رابطہ قائم ہوگا؟

وہ پارس کے ساتھ ہوٹل سے باہر آئی۔ پارس نے پوچھا "کہاں جانا چاہتی ہو؟"

"کہیں بھی نہیں۔ میرا خیال ہے مجھے کوئی نہ کوئی کہیں رابطہ قائم کرے گا۔ ہم شہر میں نہیں گھومتے پھرتے رہیں گے۔"

پارس کی بھوری پیلا اُن کا تعاقب کر رہا ہے۔ کوٹلی نے پوچھا "کون ہمارا تعاقب کر سکتا ہے؟"

"ہیلن مجھے پارس کی حیثیت سے کوئی پہچانتا نہیں ہے۔ میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔ تمہارے جیسی حسین عورت کے ساتھ ہوں، ہو سکتا ہے کوئی رقیب پیدا ہو گیا ہو۔"

وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی۔ پھر سنجیدگی سے عقب نما آئینے میں دیکھ کر بولی "وہ گاڑی اب بھی ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ تم گاڑی ایک طرف روک لو۔"

اس نے ایک فٹ پاتھ کے کنارے کار روک دی۔ کوٹلی نے اس کی طرف جھک کر حکم دیا "میری آنکھوں میں دیکھو۔"

پارس دیکھنے لگا۔ یوں تاثر دینے لگا جیسے اس کی آنکھوں میں ڈوب رہا ہو۔ وہ بولی "تم ڈنیلے سے جھوٹ بول سکتے ہو، ان آنکھوں سے جھوٹ نہیں بول سکتے۔ سچ بتاؤ، کیا فراڈ یا کوئی اور تمہارے دماغ میں رہ کر ہمارا تعاقب کر رہا ہے؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں، میرا دماغ بہت حساس ہے۔ میں یوں بھی کسی کو دماغ میں آنے نہیں دیتا۔ پھر تمہاری آنکھیں دیوار بن گئی ہیں۔ میری ماما، پاپا اور انکل آرمر پریشان ہوں گے کہ میں ان سے رابطہ قائم کرنے سے انکار کیوں کر رہا ہوں۔ اب یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے، انھیں چونکہ میرے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے لہٰذا وہ کسی کو اپنا آلۂ کار بنا کر ہمارا تعاقب کرا رہے ہیں۔"

وہ قائل ہو کر بولی "تم درست کہہ رہے ہو۔ تمہارے پاپا کے آدمی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ چلو کسی اوپن ایئر ریستوران میں بیٹھ کر رات کا کھانا کھائیں گے۔"

پارس نے دوبارہ کار اسٹارٹ کی، ایک اوپن ایئر ریستوران کے سامنے آ کر رُک گیا۔ وہ دونوں کار سے اُتر کر ایک میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے۔ اُن کے ایک طرف ذرا فاصلے پر بڑی سی شاہراہ تھی۔ سیکڑوں گاڑیاں آتی جاتی نظر آ رہی تھیں۔ وہ تعاقب کرنے والی گاڑی وہاں سے گزر گئی تھی۔ کوٹلی نے کہا "وہ گاڑی آگے جا کر رُکے گی۔ اس میں بیٹھنے والے ادھر ضرور آئیں گے۔"

"اچھا ہے۔ آنے دو۔ ہم ذرا قریب سے انھیں دیکھ سکیں گے۔"

انھوں نے کھانے کا آرڈر دیا۔ پھر کھانے کے دوران آس پاس نظریں دوڑاتے رہے۔ کوٹلی نے کہا "میرے بائیں طرف والی میز پر ابھی دو آدمی آئے ہیں اور مجھے بار بار دیکھ رہے ہیں۔ یہی ہو سکتے ہیں۔"

"تم ایسی زبردست ہو کر بھی بار بار تمہیں دیکھتے ہیں۔ یہاں کی ہر میز پر بیٹھنے والے تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ اپنے بائیں طرف دیکھو۔"

کوٹلی نے دیکھا، وہاں میز پر ایک شخص اطمینان انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سادہ لباس میں تھا۔ لیکن اس کا جسد کھل گیا ہوٹل کا بیرا اسے دیکھتے ہی سلام کر رہا تھا۔ منیجر ریستوران کے اندر سے بھاگتا ہوا آیا تھا اور ادب سے کھڑا ہو کر کچھ کہہ رہا تھا۔ کوٹلی نے کہا "اس کا مطلب ہے، پولیس والے ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔ آخر ڈیکوزا کی ہلاکت کا معاملہ ہے۔ یہ لوگ میرا پاسپورٹ رکھنے کے باوجود مجھے بالکل ہی آزاد نہیں چھوڑیں گے۔"

"صرف پولیس والے نہیں، پاپا کے آلۂ کار بھی ہمارے

آس پاس کہیں ہوں گے۔ وہ ضرور معلوم کرنا چاہیں گے، میں کہاں ہوں، کیا کر رہا ہوں اور کس کے ساتھ وقت گزار رہا ہوں۔"

"تمھارے پاپا کے آرڈر کار تمھیں مجھ سے چھین لے جانے کے لیے کیا کہہ سکتے ہیں؟"

"بہت کچھ کہہ سکتے ہیں۔ مگر پہلے پاپا یقین کرنا چاہیں گے کہ تم میری دوست نہیں ہو، دشمن ہو اور اغوا کر کے کہیں لے جانا چاہتی ہو۔"

"کیا تمھارے پاپا یہ نہیں سوچ سکتے کہ میں نے تمھارے دماغ کو لاک کر دیا ہے اور بیٹے کو باپ سے دور لے جا رہی ہوں؟"

"میرے پاپا یہ بھی سوچ سکتے ہیں کہ میں کسی حسینہ کے ساتھ محبت کر رہا ہوں اس لیے دماغ کے دروازے بند رکھ رہا ہوں۔"

"وہ ایسا کب تک سوچتے رہیں گے؟"

"میرے پاپا نے بڑی رنگین جوانی گزاری ہے۔ اتنا تو سمجھتے ہی ہوں گے کہ آج رات کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔ وہ کل صبح میرے پاس آ سکتے ہیں۔"

"ابھی تم نے کہا تھا، ان کے آرڈکار ہمارے آس پاس ہوں گے۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ وہ دوسرے ذرائع سے معلوم کرنا چاہیں گے کہ میں جس لڑکی کے ساتھ وقت گزار رہا ہوں، وہ کیسی ہے؟ کہیں دشمنوں کی آرڈکار تو نہیں ہے؟ وہ مجھے آزادی دے سکتے ہیں۔ دشمنوں کو آزاد نہیں چھوڑ سکتے۔"

کوٹلی نے ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ سپر ماسٹر اس کی سوچ میں کوڈ ورڈز ڈی کوڈ کرنے کے بعد کہہ رہا تھا: "مجھے ڈیکوزا کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ کیا میں سمجھوں کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہا؟"

وہ بولی: "یس ماسٹر! اس کی موت زہر سے ہوئی ہے۔ مجھے سمجھنے کی فرصت نہیں ہے کہ یہ کیسے ہو گیا اور نہ ہی میں اپنے تعلق زیادہ تفصیل میں جا کر وقت ضائع کرنا چاہتی ہوں۔ میں تین گھنٹے سے پارس کو ساتھ لے کر گھوم رہی ہوں۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے رابطہ قائم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ہم دونوں کو فوراً یہاں سے نکالو۔ ڈیکوزا کی ہلاکت کے بعد پولیس والوں نے میرا پاسپورٹ رکھ لیا ہے، اس کے باوجود میری نگرانی ہو رہی ہے۔"

"تم جہاں کہو، ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ جائے گا۔"

"چونکہ پولیس والے نگرانی کر رہے ہیں لہٰذا کھلے میدان میں ہیلی کاپٹر کو اتارنا دانشمندی نہ ہوگی۔ ہم پر چاروں طرف سے فائرنگ ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے اسی ہوٹل کی چھت مناسب ہے۔"

"کیا ہوٹل میں پولیس والے نہیں ہوں گے؟"

"بے شک ہیں۔ لیکن کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کی چھت پر ایک ہیلی کاپٹر آنے والا ہے۔ تم میرے دماغ میں آتے جاتے رہو۔ میں پارس کے ساتھ ہوٹل میں پہنچ کر چائے پیوں گی۔ تم پائلٹ کو پرواز کرنے کے لیے کہو۔ جب وہ ہوٹل کے قریب آئے تو مجھے بتا دینا۔ میں احتیاطاً وہاں کے ایک مسلح افسر سے بات کروں گی تاکہ تم وقتِ ضرورت اسے آرڈکار بنا سکو۔"

تمام معاملات طے کرنے کے بعد اس نے کھانے کا بل ادا کیا۔ پھر پارس کے ساتھ کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد پتا چلا، پھر ایک گاڑی ان کے تعاقب میں ہے۔ پارس نے پوچھا: "عقب نما آئینے میں دیکھ رہی ہو؟"

"پروانہ کرو۔ ہم ہوٹل واپس جا رہے ہیں۔ پولیس والے مطمئن رہیں گے۔"

ہوٹل پہنچ کر پارس نے ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں کار روکی۔ کوٹلی نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا: "ہم تھوڑی دیر بار میں بیٹھیں گے۔"

"تم جانتی ہو، میرے خاندان میں کوئی شراب نہیں پیتا۔"

"اپنے خاندان کو بھول جاؤ۔ آج سے تم میرے ہو، صرف میرے..."

وہ باتیں کرتے ہوئے بار میں آئے اور ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ کوٹلی نے وولارج پیگ کا آرڈر دیا۔ پارس نے کہا: "تم اپنا ہر حکم منوالو۔ مگر پینے پر مجبور نہ کرو۔"

وہ میز پر جھک کر بولی: "میری آنکھوں میں دیکھو۔"

پارس نے دیکھا۔ پھر وہی تاثر دینے لگا جیسے ان آنکھوں میں ڈوب رہا ہو اور آس پاس کی دنیا کو بھول چکا ہو۔ وہ حالماً انداز میں بولی: "تم ہو گے اور اپنے باپ کی توہین توڑ دو گے۔ یہ آنکھیں تمھیں حکم دے رہی ہیں۔"

ویٹر نے وولارج پیگ لا کر ان کے سامنے رکھ دیے۔ کوٹلی نے اپنا جام اٹھا کر اسے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ اس نے بھی جھجکتے ہوئے جام اٹھا کر کہا: "تمھارا حکم سر آنکھوں پر۔ میں انکار نہیں کر رہا ہوں۔ دیکھ بھی رہا ہوں۔"

کوٹلی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "میں آزمانا چاہتی تھی، تم اپنے مذہب اور خاندانی روایات کے خلاف میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو یا نہیں، اب مجھے کسی شک و شبے کے بغیر یقین ہو گیا ہے، تم پوری طرح میری آنکھوں سے سحر زدہ ہو چکے ہو۔"

وہ اس کے ہاتھ سے جام لے کر بولی: "میں تمھیں پلاؤں گی، خوب پلاؤں گی مگر ابھی تمھیں ہوش و حواس میں رکھنا ضروری ہے۔ تم نے کبھی پی نہیں اس لیے ایک ہی پیگ میں تم آؤٹ آف کنٹرول ہو جاؤ گے اور میں یہ نہیں چاہتی۔"

اس نے پارس کے جام کو منہ لگا کر ایک ہی سانس میں اُسے خالی کیا۔ اسی وقت سپر ماسٹر نے رابطہ قائم کیا اور کہا۔ "میں معلوم کرنا چاہتا تھا، تم ہوٹل پہنچ گئی ہو یا نہیں؟"

"میں اسی ہوٹل میں ہوں۔ جب کہو گے پارس کے ساتھ چھت پر پہنچ جاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے، میں پائلٹ کو روانہ کر رہا ہوں۔ ابھی تمھارے پاس آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ کوٹلی نے میز پر جھک کر آہستگی سے کہا: "تیار رہو، ابھی ہم لفٹ میں جائیں گے۔"

وہ دوسرا جام ہونٹوں سے لگا کر ایک ایک گھونٹ پینے لگی۔ ویٹر کو بلا کر بل ادا کیا گیا۔ پارس نے ایک اناڑی کی طرح حیرانی سے پوچھا: "تم نے وولارج پیگ پی لیے، تمھیں نشہ نہیں ہو رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "مجھے صرف کامیابی کا نشہ ہوتا ہے۔ جب میں تمھیں سپر ماسٹر کے پاس پہنچانے میں کامیاب ہو جاؤں گی تو مدہوش ہو کر تمھارے بازوؤں میں گم ہو جاؤں گی۔"

"کیا تمھیں یقین ہے کہ سپر ماسٹر تمھیں مجھ سے ملنے کی اجازت دے گا؟"

"کیوں نہیں، میں اس کے لیے خطرات سے کھیلتی ہوں۔ بڑے بڑے کارنامے انجام دیتی ہوں۔ اگر میں تمھیں انعام کے طور پر مانگوں گی تو وہ فرہاد کی چالبازیوں کے خوف سے میرا مطالبہ پورا نہیں کرے گا۔ لیکن روزانہ تم سے دو چار گھنٹے ملنے کی اجازت ضرور دے گا۔"

وہ ذرا چپ ہوئی، خلا میں تکتی رہی۔ پھر آخری گھونٹ پی کر خالی جام میز پر رکھتے ہوئے بولی: "کم آن، ہری اَپ۔ ہم لفٹ میں جائیں گے۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پارس اس کے ساتھ بار سے نکل کر ریسپشن ہال میں آیا۔ کاؤنٹر کے قریب سے گزرتے وقت ایک پولیس افسر نے انھیں روک لیا۔ پھر پوچھا: "تم دونوں کہاں جا رہے ہو؟"

منیجر نے جلدی سے کہا: "آفیسر! یہی مس کوٹلی گرامچہ ہے۔"

افسر نے کہا: "او آئی سی۔ مس گرامچہ! میں ٹریڈ کے سلسلے میں چند سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ کیوں نہ ہم بار میں چل کر بیٹھیں۔"

وہ جبراً مسکرا کر بولی: "میں قانون کے محافظوں سے ہر ممکن تعاون کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن میں اپنے کمرے میں ضروری کام سے جا رہی ہوں۔ واپس آ کر تمھارے سوالات کے جواب دوں گی۔"

"تم کمرے میں جا رہی ہو تو کوئی بات نہیں، میں بھی چلتا ہوں۔ ہم وہیں بیٹھ کر باتیں کر سکتے ہیں۔"

کوٹلی ذرا پریشان ہو گئی۔ سپر ماسٹر اسے ہیلی کاپٹر کے آنے کی اطلاع دے کر کہیں ضروری کام سے چلا گیا تھا۔ اگر وہ دماغ میں ہوتا تو پولیس افسر کو ٹریپ کر لیتا۔ پارس نے اس کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے کہا: "آفیسر! کچھ تو موقع کی نزاکت کو سمجھو۔ میں کوٹلی کا بوائے فرینڈ ہوں۔ ہم ذرا تنہا جانا چاہتے ہیں۔"

افسر نے کہا: "تعجب ہے! مس کوٹلی گرامچہ کے ساتھ والے کمرے میں مرڈر ہوا ہے اور تم دونوں..."

کوٹلی نے بات کاٹ کر کہا: "وہ مرنے والا میرا کوئی رشتے دار یا دوست نہیں تھا۔ کسی قانون کے محافظ کو ہماری ذاتی آزادی میں رکاوٹ ڈالنے کا حق نہیں ہے۔"

وہ ناگواری سے بولا: "میں قانون کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ تم دونوں میرے ساتھ بار میں چلو گے یا کمرے میں؟"

وہ لفٹ کی طرف بڑھنے لگی۔ افسر نے مسکراتے ہوئے کہا: "میں بہت ضدی ہوں، قبر تک پیچھا نہیں چھوڑتا۔"

وہ بولی: "پھر تو تم قبر تک ساتھ جانے والے وفادار شوہر بن سکتے ہو۔"

وہ لفٹ کے دروازے پر آئے۔ پارس نے ایک بٹن دبایا۔ کوٹلی اجنبی لوگوں سے نظریں جھکا کر باتیں کرتی تھی یا پھر سیاہ گاگلس میں آنکھیں چھپائے رکھتی تھی۔ وہ نظریں اٹھا کر بولی: "آفیسر! میری آنکھوں کے متعلق کیا خیال ہے؟"

پولیس افسر نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس نے نظریں ہٹانے کی کوشش کی۔ وہ بولی: "مرد ہو کر آنکھیں چرانا چاہتے ہو؟ دیکھتے رہو، میری آنکھوں میں دیکھتے رہو۔"

لفٹ کا دروازہ کھل گیا۔ پارس اندر گیا۔ وہ بولی: "اسی طرح میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے لفٹ کے اندر چلو۔"

وہ سحر زدہ سا ہو کر اس کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ جس طرح کوئی لنگڑا بیساکھی کا سہارا لے کر چلتا ہے، وہ ان شیطانی آنکھوں کے سہارے آہستہ آہستہ چلتا ہوا اندر آ گیا۔ وہ بولی: "پارس! ٹیرس کا بٹن دباؤ۔"

لفٹ کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ پارس نے چھت پر جانے کے لیے بٹن دبایا، لفٹ اپنی مخصوص رفتار سے اوپر

جانے لگی۔ کوٹلی جارحانہ لہجے میں بول رہی تھی: "آفیسر! جواب دو۔ کیا چھت پر مسلح سپاہی موجود ہیں؟"

اس نے جواب دیا: "چھت پر کسی کی ڈیوٹی نہیں ہے۔"

"میں حکم دیتی ہوں، اگر کوئی چھت پر مجھے اور میرے ساتھی کو روکنا چاہے تو تم اسے مداخلت سے باز رکھو گے۔ جو باز نہ آئے اسے گولی مار دو گے۔"

وہ ایک تابعدار کی طرح اس کی باتیں دُہرانے لگا۔ لفٹ رُک گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ چھت پر پہنچ گئے تھے۔ پارس نے لفٹ سے نکل کر دیکھا، ایک ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا آرہا تھا۔ جیسے جیسے وہ قریب آرہا تھا، ہوائیں تیز تر ہوتی جارہی تھیں۔ چھت کے ایک حصّے سے کسی نے چیخ کر پوچھا: "یہ ہیلی کاپٹر یہاں کیوں اُتر رہا ہے؟ یہ غیر قانونی لینڈنگ ہے۔"

کوٹلی نے افسر کو ابھی تک اپنی آنکھوں کا اسیر بنا رکھا تھا۔ اس نے کہا: "یہاں کوئی غیر قانونی لینڈنگ کی بات کر رہا ہے۔ اسے مطمئن کرو۔ اگر وہ مطمئن نہ ہو تو اسے گولی مار دو۔ جاؤ نظریں ہٹالو۔"

وہ نظریں ہٹا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ایک طرف ذرا فاصلے پر ایک اور افسر دو سپاہیوں کے ساتھ شراب کی بوتل پکڑے کھڑا تھا۔ سپاہی کو بوتل دے کر ہولسٹر سے ریوالور نکال رہا تھا۔ کوٹلی کے معمول افسر نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "ابھی مجھے وائرلیس سے اطلاع ملی ہے کہ اس نوجوان جوڑے کو ہیلی کاپٹر میں جانے دیا جائے۔ یہ ایک سرکاری خفیہ معاملہ ہے۔"

ہیلی کاپٹر چھت کے بالکل قریب آگیا تھا۔ وہاں سے ایک رسّی کی سیڑھی لٹکائی گئی تھی۔ کوٹلی نے پارس سے کہا۔ "فوراً اوپر جاؤ۔"

اس نے سیڑھی سے لٹکے ہوئے رسّے کو تھام لیا۔ افسر نے نشانہ لیتے ہوئے کہا: "خبردار! مجھے وائرلیس سے ابھی کوئی اطلاع نہیں ملی ہے۔ ہیلی کاپٹر کی ڈیلیوری سے دو منٹ مطمئن ہونے کے بعد تمہیں روکوں گا۔"

کوٹلی نے اپنے معمول افسر کو گھور کر دیکھا۔ اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر فرض نبھانے والے افسر کو گولی مار دی۔ پارس تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچ گیا۔ کوٹلی بھی سیڑھی پر پاؤں رکھ چکی تھی۔ گولی کھانے والے افسر کے ساتھ جو سپاہی تھے، ان میں سے ایک نے معمول افسر پر گولی چلائی، اس کا ہاتھ زخمی ہوا۔ ریوالور چھوٹ کر دور چلا گیا۔ کوٹلی اوپر پہنچنے والی تھی، سپاہی نے اس کی طرف فائرنگ کی۔ ہیلی کاپٹر دوسری طرف گھوم گیا۔ وہ بال بال بچی۔ دوسری بار ہیلی کاپٹر سے فائرنگ ہوئی۔ سپاہیوں کی چیخیں سُنائی دیں۔ ہیلی کاپٹر بلند ہو چکا تھا۔ کوٹلی نے نظریں اُٹھا کر دیکھا۔ پارس کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی۔ اُس کا رُخ کوٹلی کی طرف تھا۔

وہ ایک دم سکتے میں رہ گئی۔ دروازہ اس سے ایک ہاتھ کے فاصلے پر رہ گیا تھا جہاں پارس موت بن کر موجود تھا۔ نیچے سیکڑوں فٹ کی پستی تھی، پرواز اور بلند ہوتی جارہی تھی۔ ہیلی کاپٹر ایک طرف تیزی سے جارہا تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار اس بُری طرح پھنسی تھی۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے، اوپر نیچے موت ہی موت تھی۔ بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

پارس نے ہنستے ہوئے کہا: "میری جان! کس سوچ میں پڑ گئی ہو۔ ہاتھ بڑھاؤ۔"

اس نے نیچے کی طرف جُھک کر ہاتھ بڑھایا۔ کوٹلی کی جان میں جان آئی کیونکہ اسٹین گن چلانے والا ہاتھ اسے سہارا دے رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے تھام لیا۔ پہلی بار اسے محسوس ہوا کہ پارس کے ہاتھ فولاد ہیں، اس میں ایسی فولادی قوت بھی تھی کہ وہ اسے ایک ننھی سی بچّی کی طرح اوپر کھینچ کر ہیلی کاپٹر کے اندر لے آیا تھا۔

سیڑھی اندر کرنے کے بعد دروازہ بند کر دیا گیا۔ وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے بولی: "تم نے تو میری جان ہی نکال دی تھی۔ میں سمجھی، مجھے نشانہ بنانا چاہتے ہو۔ پھر عقل آئی، تم نے اسٹین گن سے سپاہیوں کو نشانہ بنایا تھا۔ میں یہ نہیں بھولوں گی کہ تم نے میری جان بچائی ہے۔"

پھر وہ چونک کر بولی: "یہ اسٹین گن کہاں سے آگئی؟"

"تمہارے پائلٹ نے دی ہے۔ سپر ماسٹر نے معمول نظام کیا ہے۔"

کوٹلی نے ناگواری سے منہ بنایا۔ "میرے پائلٹ کو بھی کوئی عام آدمی سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔"

"جی نہیں۔ ماسٹر نے کہا تھا، تمہارے پاس ہے۔"

وہ غصّے سے بولی: "ماسٹر میرے پاس نہیں ہے۔ اس نے ایسے وقت رابطہ ختم کر دیا جب اس کی خیال خوانی کی سخت ضرورت تھی۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر پائلٹ کے قریب جُھک کر بولی۔ "کہیں ہم کسی کے جال میں تو نہیں پھنس رہے ہیں؟"

کوٹلی! میں ایسا نہیں سمجھتا۔ کوئی بیس منٹ پہلے وہ میرے دماغ میں تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا، تم پارس کو لے کر

چھت پر آرہی ہو۔ وہ صرف بیس منٹ سے غیر حاضر ہے؟"

"ایسے حضرات سے کھیلتے وقت ایک سیکنڈ کی بھی غفلت تمام منصوبوں پر پانی پھیر سکتی ہے اور ہماری جان لے سکتی ہے۔"

"غصّہ تھوک دو۔ سپر ماسٹر کے ساتھ کوئی مجبوری ہو گی۔ پارس کو یہاں سے لے جانے کا معاملہ سب سے زیادہ اہم ہے وہ اس اہم معاملے سے یقیناً کسی مجبوری کی بنا پر غافل ہو گیا ہے۔"

"میں کسی پر غصّہ نہیں دکھا رہی ہوں۔ بلکہ اس بات پر جھنجلا رہی ہوں کہ اتنی محنت کے بعد ناکام ہونے والی ہوں۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے، خلاف توقع کچھ ہونے والا ہے۔"

پارس نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا: "اگر کچھ ہونے والا ہے تو کیا تم اُسے روک سکو گی۔ چپ چاپ بیٹھ کر سکون سے سوچو، ہم کہاں جارہے ہیں اور جہاں جارہے ہیں، وہاں تمہارے کتنے قابل اعتماد آدمی ہوں گے؟"

"موجودہ مشن میں تمام آدمی قابل اعتماد ہیں۔"

"تمہارے اس پائلٹ کے علاوہ کتنے آدمی ہوں گے؟"

"ہم جس طیارے میں جائیں گے اُس کا ایک پائلٹ، کو پائلٹ، ایک ایئر ہوسٹس اور دو باڈی گارڈز ہوں گے۔"

"کیا سب یوگا کے ماہر ہیں؟"

"ہو سکتے ہیں۔"

"یعنی تمہیں یقین نہیں ہے۔ ان میں سے کسی کی بھی کمر پڑی کسی خیال خوانی کرنے والے کی گرفت میں آسکتی ہے۔ اس طرح تمہارے ہاتھ سے نکل کر تمام لوگ تمہارا اعتماد کھو دیں گے۔"

"یہ کیا [illegible] میں سپر ماسٹر کے لیے [illegible]

"[illegible] تو شوشہ آپ [illegible] والی لگا رہی ہیں [illegible] ہوں، خاموش رہو۔ ایک [illegible]

[illegible] پارس [illegible] کہا تھا [illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔

گئی۔ کوٹلی نے ایک جام پارس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اب ہم اپنوں میں ہیں۔ اگر ایک پیگ میں تمہاری کھوپڑی اُلٹے گی تو کوئی بھی تمہیں سنبھال لے گا۔"

پارس نے جام لیا۔ وہ اپنا جام مُنہ سے لگا کر ایک گھونٹ پینے کے بعد بولی۔ "ہو سکتا ہے سپر ماسٹر کسی مصیبت میں نہ ہو، شاید اچانک بیمار پڑ گیا ہو اور بیماری کے باعث خیال خوانی کے قابل نہ رہا ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

پارس نے پھر جواب نہیں دیا۔ پہلے کی طرح خاموش رہا۔ وہ گھور کر بولی۔ "اے! میں اتنی دیر سے بول رہی ہوں اور تم خاموش ہو۔ کیا میں پاگل کی بکی ہوں؟ تم بولتے کیوں نہیں ہو؟"

وہ بولا۔ "تم نے ہیلی کاپٹر میں خاموش رہنے کا حکم دیا تھا۔ میں تمہارے حکم کے خلاف کیسے بول سکتا ہوں؟"

"اوہ سوری! میں بھول گئی تھی۔ اب حکم دیتی ہوں، بولو۔"

وہ اپنے جام کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "اگر میں نے اِسے پی لیا تو تم دُہری پریشانیوں میں مبتلا ہو جاؤ گی۔"

"کیا مطلب؟"

"ابھی سُپر ماسٹر کی طرف سے ایک پریشانی ختم نہیں ہوئی ہے اور تم میری مدہوشی کو اپنے لیے دوسری پریشانی کا سبب بنانا چاہتی ہو۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پارس نے کہا۔ "فکر اور پریشانی ہو تو شراب سے غم غلط کرو۔ اگر کسی مصیبت کی آمد کا اندیشہ ہے تو جام رکھ دو۔ اور پورے ہوش و حواس میں رہو۔"

کوٹلی نے اس کے ہاتھ سے جام لے کر کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں ہوش میں رہنا چاہیے۔" اس نے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ دونوں مسلح گارڈز اُٹھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ وہ ایک کو قریب بُلا کر بولی۔ "تم کتنی دیر سانس روک سکتے ہو؟"

وہ بولا۔ "مس گراہم! میں نے کبھی حساب نہیں کیا۔"

"تم دونوں گھڑی دیکھ کر سانس روکو اور مجھے حساب بتاؤ۔"

وہ واپس اپنے ساتھی کے پاس چلا گیا۔ ہوسٹس نے اگر تیسرا پیگ بنایا۔ پھر پارس کے لیے بھی ایک اور تیار کرنا چاہتی تھی کہ کوٹلی نے کہا۔ "اور ضرورت نہیں ہے۔ یہ بتاؤ تم کتنی دیر سانس روک سکتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں بلیک بیلٹر ہوں، تین منٹ سے کچھ زیادہ سانس روک لیتی ہوں۔"

"ویری گڈ۔ سُپر ماسٹر نے سوچ سمجھ کر تمہارا انتخاب کیا ہے۔"

ایک گارڈ نے آگے کہا۔ "مس گراہم! ہم دونوں گارڈز ایک ڈیڑھ منٹ تک سانس روک سکتے ہیں۔"

"سپر ماسٹر نے تم لوگوں کا انتخاب کیوں کیا ہے؟"

"میں انجینئر ہوں۔ میرا ساتھی ڈاکٹر ہے۔ ہم فوج میں رہ چکے ہیں۔ ہم جنگلوں، پہاڑوں اور صحراؤں میں جنگ لڑنے کے طریقے جانتے ہیں۔ اندھیرے میں آواز پر صحیح نشانہ لگا سکتے ہیں۔ کبھی آزمائش کا وقت آئے گا تو ہم اپنی بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں گے۔"

"اوکے، ایسا وقت نہ آئے اور ہم خیریت سے اپنی منزل تک پہنچ جائیں۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی پائلٹ کیبن میں گئی۔ کو پائلٹ نے اسے دیکھ کر سلام کیا۔ وہ بولی۔ "کیا سُپر ماسٹر نے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"جی ہاں۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی۔ "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

پائلٹ نے کہا۔ "مس گراہم! ہم تمہارے عہدے اور شخصیت کو جانتے ہیں، تم سے جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔"

"ماسٹر نے کب رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ابھی پندرہ منٹ پہلے انہوں نے خیریت معلوم کی۔ جب انہیں اطمینان ہو گیا کہ ہم کسی رکاوٹ کے بغیر آرام سے سفر کر رہے ہیں تو وہ چلے گئے۔"

وہ غصّے سے مُٹھیاں بھینچ کر بولی۔ "میں مانتی ہوں تم جھوٹ نہیں بولو گے۔ لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے، میں اس ٹیم کی لیڈر ہوں، وہ مجھ سے رابطہ نہ کرے اور صرف تم سے باتیں کر کے چلا جائے! یہ کیسے ہو سکتا ہے! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

وہ اپنی توہین محسوس کر رہی تھی۔ وہ پارٹی لیڈر تھی، یہ حیثیت ایسے وقت ختم ہو رہی تھی جب وہ پارس کو اغوا کر کے اسے سپر ماسٹر تک پہنچانے کا کارنامہ انجام دے رہی تھی۔ وہ جھنجلاہٹ اور بے چینی سے ایک جگہ بیٹھ نہیں سکتی تھی۔ چھوٹے سے کیبن میں کبھی اِدھر آ کر دیوار کو گھورتی تھی، کبھی اُدھر جا کر دیوار کو گھونسا مارتی تھی۔

کو پائلٹ نے کہا۔ "سپر ماسٹر کچھ سوچ سمجھ کر تم سے رابطہ قائم نہیں کر رہا ہے۔"

وہ غرّا کر بولی۔ "وہ کیا سوچ رہا ہے؟ کیا سمجھ رہا ہے؟ میرا دماغ حساس ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن میری

اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں آ سکتا۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے پارس کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنایا ہے۔ اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین ہمیں اس کے ذریعے ٹریپ نہیں کر سکیں گے۔"

وہ بولتے بولتے رُک گئی۔ گھور کر پائلٹ کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "کیا تمہارا دماغ حساس ہے یا تم یوگا کے ماہر ہو؟"

"تھینکس گاڈ، میں حساس دماغ رکھتا ہوں۔ مجھے کوئی خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ نہیں کر سکتا۔ تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ منزل پر پہنچ کر سپر ماسٹر ضرور بتائے گا کہ وہ تمہیں کیوں نظر انداز کرتا رہا ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر وہاں سے جانا چاہتی تھی لیکن پائلٹ کی سیٹ کے پاس وہسکی کی بوتل دیکھ کر رُک گئی۔ وہ بوتل آدھی خالی ہو چکی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "یہ آدھی بوتل تم نے پی ہے؟"

کو پائلٹ نے کہا۔ "ہم دونوں شیئر کر رہے ہیں۔"

"کیا تم دونوں کو خوش فہمی ہے کہ نشے کی حالت میں خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روک سکو گے؟"

"ہمارے پینے کی ایک حد ہے۔ تم دیکھ رہی ہو کہ ہم نارمل ہیں، جب نشہ ہو گا تو بوتل بند کر دیں گے۔"

کوٹلی نے آگے بڑھ کر بوتل اُٹھائی۔ پھر سخت لہجے میں کہا۔ "اب ایک گھونٹ بھی نہیں پیو گے۔"

وہ بوتل لے کر کیبن سے باہر آئی۔ ہوسٹس کو بوتل دیتے ہوئے کہا۔ "پائلٹ اور کو پائلٹ کو اب ایک پیگ بھی نہ دینا۔"

پھر وہ دونوں باڈی گارڈز کے پاس آئی۔ وہ اُٹھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ اس نے کہا۔ "اِس طے سے تم دونوں مجھ سے یا کسی سے بھی بات نہیں کرو گے۔ ایک دوسرے کو بھی اپنی آواز نہیں سُناؤ گے حتیٰ کہ تنہائی میں بھی باتیں نہیں کرو گے۔"

"یس میڈم۔"

"شٹ اَپ! یُو فُول۔ میں مُنہ سے آواز نکالنے سے منع کر رہی ہوں اور تم جواب دے رہے ہو۔ آئندہ خاموشی سے احکامات کی تعمیل کرو گے۔"

دونوں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ پارس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ سکتی تھی لیکن اس سے بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔ پریشانی اور بڑھ گئی تھی۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، تمہیں کیا جواب دوں۔"

"جو بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، اسے ہی بیان کر دو۔"

"پائلٹ کہتا ہے، ابھی تھوڑی دیر پہلے سپر ماسٹر نے اس سے گفتگو کی تھی جبکہ میں پارٹی لیڈر ہوں۔ اس نے مجھ سے بات نہیں کی، اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟"

"اگر آرام سے بیٹھ کر باتیں کرو گی اور تھوڑی دیر کے لیے پارٹی لیڈر کی حیثیت سے اپنی توہین کو بھلا دو گی تو یہ معاملہ آسانی سے سمجھ میں آ جائے گا۔"

وہ بیٹھنا نہیں چاہتی تھی، پارس نے اُس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے پاس بٹھا لیا پھر کہا۔ "میری چند باتوں کا جواب دو۔ ابھی بات سمجھ میں آ جائے گی۔"

"جلدی بولو، کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"سپر ماسٹر بے حد ذہین اور حاضر دماغ ہوا کرتا ہے۔ تم نے اُسے قریب یا دور سے دیکھا ہے تو جواب دو، کیا تمہارے خیال میں وہ ایسے وقت نادانی کر سکتا ہے جبکہ تم مجھے اغوا کر کے بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہی ہو؟"

"مجھے اُس سے ایسی نادانی کی توقع نہیں ہے؟"

"توقع کی بات نہ کرو۔ یقین سے جواب دو۔"

"میں یقین سے کہتی ہوں، وہ میری صلاحیتوں کی بہت قدر کرتا ہے۔ اہم معاملات میں مجھ پر اعتماد کرتا ہے۔ میرا دل نہیں مانتا کہ آج وہ مجھے نظر انداز کر رہا ہے۔"

"تو پھر بات آئینے کی طرح صاف ہے۔ سپر ماسٹر نے پائلٹ سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہے یا بُری طرح بیمار ہے۔ کسی خیال خوانی کرنے والے نے پائلٹ کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔"

وہ سوچتی اور سمجھتی ہوئی نظروں سے پارس کو دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی۔ "بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ تمہارے پاپا ہی ایسا کر سکتے ہیں۔"

"اگر پاپا ہوں گے تو سب سے پہلے تمہیں مجبور کریں گے۔ پائلٹ کے ذریعے حکم دیں گے کہ تم نے میرے دماغ کو جو لاک کیا گیا ہے، پھر عمل کے ذریعے کھول دو تاکہ وہ بیٹے سے دماغی رابطہ قائم کر سکیں۔"

"میں کبھی ایسا نہیں کروں گی۔"

وہ کوٹلی کا ہاتھ عاشقانہ انداز میں تھام کر بولا۔ "ایسا کبھی نہ کرنا، ورنہ وہ مجھے تم سے چھین کر لے جائیں گے۔ میں تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ میرا دل کہتا ہے، میں تم سے بچھڑ کر کبھی سکون سے نہیں رہ سکوں گا۔"

وہ ہاتھ چھڑا کر بولی۔ "تم سکون سے رہو یا نہ رہو، میں

کسی حال میں تمہیں ہاتھ سے جانے نہیں دوں گی۔ تم بھی سوچو، میں بھی سوچتی ہوں۔ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ پاپا کو اپنے اور میرے دماغ میں آنے نہ دو۔ وہ طیارے کو تباہ نہیں کریں گے، انہیں میری سلامتی عزیز ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ مصیبتوں میں مبتلا کریں گے، ہم آئندہ حالات کے مطابق اپنے بچاؤ کی تدبیر کر سکتے ہیں۔"

"تم درست کہتے ہو۔"

"میں ہمیشہ درست کہتا ہوں مگر تم میری باتوں کو نظر انداز کر دیتی ہو۔"

"اب تم اتنے بھی ذہین اور معاملہ فہم نہیں ہو کہ میں تمہاری ہر بات درست مان لیا کروں۔ یہ تم فضول باتیں کر کے مجھے اصل مسئلے سے کیوں ہٹا دیتے ہو۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ پائلٹ کو ہم کس طرح اپنے قابو میں کر سکتے ہیں۔"

"اسے خیال خوانی کے طلسم سے نکالا نہیں جا سکتا۔ البتہ ہم اسے گولی مار سکتے ہیں۔"

"کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ پائلٹ اور کو پائلٹ دونوں ہی خیال خوانی کے ذریعے ہمارے ہر حملے کو ناکام بنا سکتے ہیں۔ پھر ہم دونوں کو کیوں مارنے پر تلے ہوئے ہو؟"

"میں خیال بچاؤ کی بات کر رہا ہوں۔"

"مگر کیا تمہارا خیال ہے کہ پاپا ایسا کرنے دیں گے؟ وہ پائلٹ سے ہی جا کر پوچھو، اسی کے دماغ میں رہ کر میرا باپ بھی یہ جہاز چلا رہا ہوگا۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "میں نے تمہاری بڑی تعریفیں سنی تھیں۔ افریقہ کے جنگلوں میں تم نے بڑے کارنامے دکھائے ہیں۔ کیا ایسی الٹی کھوپڑی سے یہ کارنامے انجام دیتے تھے۔ پائلٹ کو مار کر جہاز تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

"اس طیارے کو میں کنٹرول کر دوں گا۔"

"کیا؟" وہ حیرت سے بولی۔ "تم اور یہ جہاز چلا ؤ گے؟"

"بابا صاحب کا ادارہ ایک بے مثال تربیت گاہ ہے، تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتیں کہ ہم دونوں بھائیوں نے اس ادارے میں رہ کر کیا کچھ سیکھا ہے۔"

وہ حیرانی سے سن رہی تھی۔ پھر چونک کر بولی۔ "اے! تم مجھے پھر اصل معاملے سے ہٹا کر فضول باتوں میں لگا رہے ہو۔ میں پائلٹ کو گولی مارنے کی نادانی نہیں کروں گی۔ تمہارے جیسے ڈینگیں مارنے والے جوان میں نے بہت دیکھے ہیں۔"

وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوا۔ پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے بولا۔ "کسی مصیبت کے وقت مناسب سمجھو تو مجھے جگا دینا۔"

وہ دوسری طرف منہ پھیر کر موجودہ حالات پر غور کرنے لگی۔ پارس آنکھیں بند کر کے سوچ رہا تھا۔ پاپا نے میرے اور کوٹلی کے دماغوں کو اپنے طور پر مقفل کیا ہے۔ ان کی ٹیکنک کے مطابق ہم دونوں صرف ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکیں گے، باقی دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیں گے۔ پھر کیا بات ہے کہ پاپا مجھ سے رابطہ قائم نہیں کر رہے ہیں۔ میں نے کوٹلی کا ماتھا چھو کر اس کے سامنے پاپا کے خلاف کہہ دیا کہ وہ ہی طیارہ اغوا کر رہے ہیں، چکر ایسا نہیں ہے۔ پاپا، پائلٹ کے دماغ میں آئیں گے تو میرے پاس بھی ہوں گے اپنے موجودہ منصوبے کی تفصیل بتانے گے، یہ کوئی دوسرا ہی چکر چل رہا ہے۔"

وہ اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے، آنکھیں بند کیے آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ جب یقینی طور پر کوئی خطرہ پیش آنے والا ہو تو خوف کھانے، پریشان ہونے یا فکر مند ہونے سے خطرہ ٹل نہیں جاتا، اس کا حل تو دماغ سے سوچنا پڑتا ہے۔ اطمینان سے سوچو کہ کیا ہو سکتا ہے کہ وہ یقیناً مجھ سے کچھ اور غافل ہونے کا انتظار کیا جائے۔

[redacted] سوچ رہا تھا کہ [redacted] والا ہوش کھو دیتا ہے، [redacted] اغوا کرنے کا مقصد کیوں نہیں بتا رہا ہے؟ شاید اس لیے کہ وہ یقیناً مجھ سے اغوا کے مقصد کو بھانپ چکا ہے۔ وہ بیٹے کو رہا کرا رہا ہے اور مجھے قیدی بنانے والا ہے۔

وہ غصے سے پارس کی سیٹ کے پاس آئی۔ پھر پاؤں پٹخ کر بولی۔ "تمہارا پاپا سمجھتا کیا ہے؟ میرا نام کوٹلی گراہم ہے۔ آج تک کوئی مجھے قید نہیں کر سکا۔ وہ مجھ سے سپر ماسٹر کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکے گا۔ میں تمہارے باپ کو بھی اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کر کے اپنا غلام بنا لوں گی۔"

وہ بول رہی تھی اور وہ آنکھیں بند کیے یوں سیٹ پر نیم دراز تھا جیسے سو چکا ہو۔ کوٹلی نے غصے سے ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھا۔ یہ اور زیادہ غصہ دلانے والی بات تھی کہ باپ ٹریپ کر رہا تھا اور بیٹا آرام سے سو رہا تھا۔ وہ ہمیشہ سے حکومت کرنے کی عادی رہی تھی۔ اپنے غلام کی یہ آرام طلبی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے ایک قدم آگے بڑھ کر زور کا تھپڑ جما دیا۔

وہ ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک عورت یوں مالکن بن کر اس پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کرے

گی۔ اس نے ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ کوٹلی کے حلق سے چیخ نکلی۔ پھر وہ دوسری چیخ نکالنے کے قابل نہ رہ سکی۔ اس کا سر چکرا گیا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ اپنے پاؤں پر کھڑی نہ رہ سکی۔ لڑکھڑا کر پیچھے گئی۔ دوسری طرف کی سیٹ سے ٹکرائی۔ پھر دو سیٹوں کی قطار کے درمیان فرش پر گر پڑی۔ اسے یوں لگا تھا جیسے منہ پر لوہے کا ہاتھ پڑا ہے۔ ایک طرف کا جبڑا پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ منہ میں خون بھر گیا تھا۔ پتا نہیں کتنے دانت ٹوٹ گئے تھے۔

دونوں باڈی گارڈز نے اسے اسٹین گن کی زد پر رکھ کر وارننگ دی۔ "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ ورنہ ہم لوگ گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

پارس نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "تمہارا سپر ماسٹر مجھے زندہ دیکھنا چاہتا ہے۔ پہلے تم دونوں فیصلہ کر لو مجھے مار دیا جائے یا ماسٹر کے لیے چھوڑ دیا جائے۔"

یہ درست تھا۔ سپر ماسٹر نے اسے زندہ طلب کیا تھا۔ دونوں گارڈز نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ذرا سی دیر کے لیے ان کی نظریں پارس کی طرف سے ہٹیں۔ اتنی ہی مہلت کافی تھی۔ اس نے ایک اسٹین گن پر ہاتھ مارا، دوسرے نے اسٹین گن پر ایک ٹھوکر ماری جس کے نتیجے میں دوسرے کے ہاتھوں سے ہتھیار نکل گیا۔ پہلے کو نہتا کرنے کے لیے کراٹے کا ہاتھ رسید کرنا پڑا۔ دونوں نہتے ہو کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اس کی پٹائی کر کے اپنی اسٹین گنوں تک پہنچنا چاہتے تھے مگر خود پٹ رہے تھے۔ صرف پندرہ منٹ میں وہ فرش سے اٹھنے کے قابل نہیں رہے۔

کوٹلی ایک ہاتھ سے سر تھام کر دوسرا ہاتھ فرش پر ٹیک کر اٹھ رہی تھی۔ پارس نے اس کے پرس سے بے بی آئینہ نکالا۔ پھر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھایا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنے لگی۔ وہ اس کے ہاتھ میں آئینہ پکڑا کر بولا۔ "تم نے میری لاعلمی میں مجھے ایک ہاتھ مارا۔ اب آئینہ دیکھو۔ میں ابھی مزید صورت بگاڑنے والا ہوں۔"

اس نے دوسرا ہاتھ منہ پر مارا۔ اس بار حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی بس ایک کراہ نکلی۔ پھر وہ فرش پر گر کر بے ہوش ہو گئی۔ اسٹیورڈ کے کیبن سے ہوسٹس کی آواز سنائی دی۔ "بہت دیر ہی دکھائے پارس! یہ درست ہے کہ سپر ماسٹر تمہیں زندہ دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن صحیح سلامت پہنچانے کی شرط نہیں ہے۔ اب اگر تم نے میڈم پر ہاتھ اٹھایا تو میں تمہارے ہاتھ توڑ دوں گی۔"

اس کے بدن پر اب ہوسٹس والا لباس نہیں تھا۔ وہ شرٹ اور پاجامہ پہنے ہوئے تھی۔ کمر سے سیاہ بیلٹ بندھا ہوا تھا۔ پاؤں ننگے تھے۔ وہ مارشل آرٹ میں مہارت کا ثبوت پیش کرنے کے لیے بالکل تیار تھی۔ پارس نے مٹھی اڑانے کے انداز میں ہاتھ ہلا کر کہا۔ "تم نے آنے میں دیر کر دی۔ یہاں کوئی اس قابل نہیں رہا جس پر میں ہاتھ اٹھاؤں۔ ہوسٹس کی ڈیوٹی ہے، وہ مسافروں کی خدمت کرے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرے۔ مجھے چیلنج کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ اپنی میڈم کو طبی امداد پہنچاؤ۔"

وہ ٹھنڈی پڑ گئی۔ کیونکہ اس وقت سچ مچ لڑائی کی نہیں، میڈم کی مرہم پٹی کی ضرورت تھی۔ وہ دوڑ کر کیبن میں گئی اور فرسٹ ایڈ کٹ لے کر کوٹلی کے پاس پہنچ گئی۔ پارس نے دونوں اسٹین گنوں کو اٹھایا، ان سے لگے ہوئے کارتوس کے ایک ایک راؤنڈ کو الگ کیا۔ وہاں دو سیٹوں کے درمیان کارتوس کی ٹھنسی پیٹیاں تھیں۔ اس نے کسی کو ہاتھ نہیں لگایا۔ خالی اسٹین گنوں کو اپنے پاس رکھ لیا۔

دونوں گارڈز بری طرح ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔ فرش پر اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کے جسم میں حرکت ہوئی۔ اس نے آہستگی سے ریوالور نکال کر اپنے نیچے دبا لیا تھا۔ پارس نے اسے کن انکھیوں سے دیکھا پھر اچانک بیٹھ گیا۔ گارڈ نے یکبارگی کروٹ بدل کر فائر کیا تھا۔ گولی بہت دور ایک دیوار میں جا کر لگی۔ اس نے خالی اسٹین گن کھینچ کر ماری۔ گارڈ نے بچنے کے لیے پھر کروٹ لی۔ پارس نے اس کے ہاتھ پر ایک ٹھوکر ماری۔ ریوالور دور جا گرا۔ وہ ریوالور تک رینگتے ہوئے جانا چاہتا تھا، کیونکہ پاؤں پر کھڑے ہونے کی سکت نہیں تھی۔ پاؤں چھلانگ لگا کر اس پر کھڑا ہوا تو وہ دب کر رہ گیا۔ پارس دوسری چھلانگ میں ریوالور اٹھا کر بولا۔ "اپنی جگہ چپ چاپ پڑے رہو۔ ویسے مجھے یقین ہے تم میں اب اٹھنے کی سکت نہیں رہی ہوگی۔"

اس نے قریب آ کر اس کی جیبوں کی تلاش لی۔ ایک لمبا سا چاقو اور ریوالور کی ایک درجن گولیاں نکلیں۔ پارس نے انہیں اپنے پاس رکھ لیا۔ دوسرے گارڈ کے پاس سے بھی کچھ ایسی ہی چیزیں نکلیں۔ ہوسٹس فائٹنگ کے وقت ہی مداخلت کے لیے آنا چاہتی تھی مگر کوٹلی کی کراہیں سن کر اسے اٹینڈ کرنے لگی تھی۔ اس کے بعد وہ پارس کی مخالفت میں کچھ نہ کر سکی۔ کیونکہ اس کے پاس ریوالور آ گیا تھا۔

وہ دو ریوالور، دو درجن کارتوس اور دو خالی اسٹین گنیں لے کر سب سے آخری سیٹ پر بیٹھ گیا۔ تاکہ سب پر نظر رکھ سکے۔ جب کوٹلی کو ہوش آ گیا تو ہوسٹس نے کہا۔ "میڈم، بیٹوں

پر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ گم صم پڑی خلا میں تک رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ اس کے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے، کیا وہ حقیقت ہے، یا وہ ترہن آمیز خواب دیکھ رہی تھی؟ ہوسٹس نے کہا۔ "تمہیں توانائی کی ضرورت ہے۔ میں دودھ میں اوولٹین لاتی ہوں۔"

وہ اٹھ کر اپنے کیبن کی طرف جانے لگی۔ راستے میں دونوں گارڈز پڑے ہوئے تھے، وہ ان سے کترا کر گزرنے لگی۔ پارس نے اسے شانے پر رکھ کر پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہو؟"

وہ حقارت سے بولی۔ "مرد ہو کر نشئی عورت کو ریوالور دکھا رہے ہو؟"

"ہتھیار نہیں ہوگا تو تم مقابلے پر اتر آؤ گی۔ ایک عورت سے مقابلہ کرنا مردوں کی شان نہیں ہے۔ تمہارے جیسی عورت کو لگام دینے کا یہی طریقہ مناسب ہے۔"

وہ تن کر جانا چاہتی تھی، پارس نے اس کے پاؤں کے پاس فائر کیا۔ وہ اچھل کر پیچھے گئی۔ "میرے سوال کا جواب دیے بغیر جانا چاہو گی تو لنگڑی ہو جاؤ گی، میں نے کیا پوچھا تھا؟"

"میں اپنے کیبن میں جا رہی ہوں۔ میڈم کے لیے دودھ اور ٹیبلٹس لینے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا۔ "چلو، میں دیکھنا چاہتا ہوں، کیبن میں نقصان پہنچانے والی کوئی چیز تو نہیں ہے۔"

وہ اس کے پیچھے چلتا ہوا کیبن میں آیا۔ وہاں کے ایک ایک حصے کو دیکھنے لگا۔ کھانے کے سامان کے پیچھے دو بکتری کی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں، ایک میں ٹیلی اسکوپ لگی ہوئی چھ رائفلیں تھیں، دوسری پیٹی میں کارتوس بھرے ہوئے تھے۔ وہ بولا۔ "یہاں کی چابی مجھے دو۔"

اس نے چپ چاپ چابیاں اس کے حوالے کر دیں، خود دودھ اوولٹین لے کر چل گئی۔ پارس نے ٹائیلٹ کا دروازہ کھول کر دیکھا پھر کیبن کو تفصیل کر کے اسی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ ہوسٹس اب گارڈ نے کے پاس آ کر ان کی مرہم پٹی کر رہی تھی۔ کوٹلی بیٹھی ہوئی دودھ اوولٹین پی رہی تھی۔ گلاس خالی کرنے کے بعد اس کی نظر سب سے آخری سیٹ پر گئی۔ پارس دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سیٹ کے ہتھے پر رکھا ہوا صرف ایک ہاتھ نظر آ رہا تھا۔ ترہن کے احساس سے اس کا دل بیٹھنے لگا۔ صرف دو ہاتھ کھانے کے بعد وہ دوسرے اس ہاتھ کو پہچاننے لگی تھی۔

اگرچہ مرہم پٹی ہو چکی تھی، پھر بھی تمام چہرہ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اب چہرہ نہیں رہا بلکہ اس کی جگہ ایک پھوڑا رہ گیا ہے۔ اسے یاد آیا، پارس نے اسے صورت دیکھنے کے لیے بے بی آئینہ دیا تھا۔ اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ قریب ہی فرش پر ننھا سا آئینہ پڑا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھایا۔ پھر رک گئی۔ پارس کے سامنے آئینہ دیکھنے سے اور زیادہ توہین کا احساس ہوتا۔ اس نے جھکتے ہوئے آخری سیٹ کی جانب دیکھا۔ پہلے کی طرح صرف اس کا ہاتھ نظر آ رہا تھا۔ وہ فوراً ہی آئینہ اٹھا کر سیٹوں کے درمیان رینگتی ہوئی آئی۔ پھر وہاں بیٹھ کر جیسے ہی آئینہ دیکھا، منہ سے چیخ نکل گئی۔ آئینے میں زخموں سے سجا ہوا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ جابہ جا میڈیکیٹڈ پٹیاں چپکی ہوئی تھیں۔ چہرہ پھول کر پہلے سے دگنا لگتا تھا۔ وہ کسی موٹی بھدی عورت کی صورت معلوم ہوتی تھی۔ وہ غصے میں گالیاں دیتے ہوئے اٹھنا چاہتی تھی لیکن فولادی ہاتھ یاد آ گئے۔ تمام زخموں سے ایک ساتھ ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ وہ ہزار ضبط کے باوجود کراہنے لگی۔ اگر کسی چار دیواری میں تنہا ہوتی تو زور زور سے روتی اور چیخ چیخ کر اسے گالیاں دیتی۔

ہوسٹس نے آ کر کہا۔ "تم آرام سے لیٹ جاؤ۔"

کوٹلی نے آہستگی سے کہا۔ "میرے قریب آؤ۔"

ہوسٹس فرش پر گھٹنے ٹیک کر سیٹوں کے درمیان اس کے قریب ہو گئی۔ وہ بولی۔ "تم کہہ رہی تھیں کہ پیرسائٹر تمہیں ناقابل شکست فائٹر سمجھتا ہے۔ تم بلیک بیلٹ ہو، اسی لیے اس مہم کے لیے تمہارا انتخاب کیا گیا ہے؟"

"میڈم! میں نے غلط نہیں کہا ہے۔"

"تم بکواس کرتی ہو۔ کیا میری حفاظت کرنا تمہاری ذمے داری نہیں ہے؟ کیا تم میری انسلٹ کا بدلہ نہیں لے سکتی تھیں؟"

"میں اس کے ہاتھ پاؤں توڑ سکتی ہوں۔ لیکن اس کے پاس ریوالور ہے۔ اس نے ہمارے تمام ہتھیاروں اور کارتوس کی پیٹیوں پر قبضہ جما لیا ہے۔"

کوٹلی چند لمحوں تک سوچتی رہی۔ پھر بولی۔ "اس کے باپ نے اسے خیال خوانی کے ذریعے سمجھایا ہوگا کہ پہلے اسلحہ اور بارود پر قبضہ جمایا جائے تاکہ بیٹے کی جان کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

"میڈم! کیا تمہیں یقین ہے کہ فرہاد اس طیارے کو اغوا کر رہا ہے؟"

"نان سنس! احمقانہ سوال نہ کرو۔ میرے زخموں سے ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔ مجھے حیرانی ہے، اس کے ہاتھ فولادی کیسے ہو گئے؟ دیکھنے میں وہ عام سا باڈی بلڈر لگتا ہے۔"

"تم باتیں نہ کرو۔ تکلیف بڑھ جائے گی۔ میں اپنا خیال

ظاہر کرتی ہوں کہ فرہاد اپنے بیٹے کے پاس نہیں آتا۔ میں نے خود دیکھا ہے..... ہمارے ایک گارڈ نے اس پر گولی چلائی تھی، یوں سمجھو ایک سیکنڈ کا فرق پڑ گیا۔ اگر وہ بیٹھ نہ جاتا تو گولی کا نشانہ ضرور بنتا۔ اگر فرہاد ہوتا تو بیٹے کے لیے ایسا خطرہ مول نہ لیتا، وہ گارڈ کے ہاتھ سے ریوالور چھڑا دیتا۔ جبکہ پارس نے اپنے لڑنے کے فن سے اس کا ریوالور چھینا ہے۔ اس نے ہم سب کو اپنی دلیری اور حاضر دماغی سے قابو میں کیا ہے۔"

وہ ہوسٹس کو گھور کر دیکھنا چاہتی تھی مگر آنکھیں بھی دکھنے لگیں۔ اپنی غضب ناک آنکھوں سے کام لینے کے قابل نہیں رہی تھی۔ کراہتے ہوئے بولی۔ "کیا تم اس پر مرمٹی ہو؟"

"میڈم! ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے تو خیر و اور بڑے بڑے شہ زوروں کو ٹھکرا دیا ہے۔ تم میری بات پر غور کرو۔ ہمیں فرہاد نہیں کوئی اور اغوا کر رہا ہے۔ اگر فرہاد ہوتا تو سوچو، باپ بیٹے نے پورے جہاز کو ہر پہلو سے اپنے قبضے میں کیا ہے۔ انھیں یہاں کسی بات سے روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ فرہاد فاتحانہ انداز میں تمہیں ضرور مخاطب کرتا۔"

"میں دعا کرتی ہوں کہ فرہاد نہ ہو۔ اس سے بدتر کوئی دشمن ہوگا تو ہم اپنے بس سے نمٹ لیں گے۔ پھر بس پارس سے ایسا انتقام لوں گی کہ وہ اپاہج بن کر زندگی گزارے گا۔ جب بھی مجھے یاد کرے گا تو خوف سے لرزنے لگے گا۔"

"میڈم! ہم خطرات میں گھرے ہوئے ہیں اور تم صرف پارس سے انتقام لینے کی بات سوچ رہی ہو۔"

"میں جب تک اسے اپاہج نہیں بناؤں گی، اس کی صورت نہیں بگاڑوں گی تب تک میرے اندر آگ بھڑکتی رہے گی۔ میں اسے ٹھوکریں مارنے کے لیے اس جہاز کو اغوا کرنے والے سے بھی دوستی کر سکتی ہوں۔"

"کیا تم ہوش و حواس میں ایسا کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ یہ حالات کا تقاضا بھی ہے۔ ہم اغوا کرنے والے سے دشمنی کر کے نقصان اٹھائیں گے۔ ہم اسے دوست بنا کر، اس کی کمزوریاں معلوم کر کے اس پر غالب آ سکتے ہیں۔ تم کسی طرح پارس کو مقابلہ کرنے پر مجبور کرو۔ اس کی مردانگی کو للکارو۔"

میں نے ایسا کیا تھا۔ اس سے کہا تھا کہ مرد ہو تو ہتھیار پھینک کر مقابلہ کرو۔ مگر وہ عورت سے لڑنا اپنی توہین سمجھتا ہے۔ اگر تم اس پر ہاتھ نہ اٹھائیں تو وہ..."

وہ جلدی سے بات کاٹ کر بولی۔ "بکواس مت کرو۔ ایک آئیڈیا ہے۔ تم میرا انداز اختیار کرو۔ اس کے پاس جاؤ اور اس کے منہ پر ایک طمانچہ جڑ دو۔ میں نے دیکھا ہے، وہ فوراً بپھر جائے گا۔ تم سے بھی لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔"

وہ سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ "جب تم نے طمانچہ مارا تھا تو اس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں تھا۔"

"ڈرتی کیوں ہو، وہ گولی نہیں مارے گا۔"

ہوسٹس اس کے پاس سے اٹھ کر بولی۔ "اچھی بات ہے، ہمیں پورا یقین کرنا چاہیے کہ فرہاد اس کے پاس آتا ہے یا نہیں؟ جب میں بیٹے کی اچھی طرح پٹائی کروں گی تو باپ ضرور مداخلت کرے گا۔"

پھر وہ جھک کر بولی۔ "میڈم! ابھی تمہارا دماغ کمزور ہے، وہ تمہارے دماغ میں موجود ہوگا۔ اگر یہ سچ ہے تو میں اسے چیلنج کرتی ہوں، وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھے مقابلے سے روکنے کی دانشمندی کرے۔ ورنہ اسے بنا صحیح سلامت نہیں ملے گا۔"

وہ کوٹلی کو سہارا دے کر سیٹ پر بٹھاتے ہوئے بولی۔ "یہاں بیٹھ کر تماشا دیکھو، ابھی وہ تسلیم کر لے گا کہ میں عورت نہیں ہوں، میرے اندر ایک شہ زور مرد چھپا ہوا ہے جو مقابلے کے وقت باہر آ نکلے اور مقابل کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔"

وہ ایک جنگجو سپاہی کے انداز میں چلتی ہوئی پارس کی سیٹ کے سامنے رک گئی۔ کوٹلی کے دماغ میں سنسناہٹ سی ہو رہی تھی۔ وہ چیخ چیخ کر کہنا چاہتی تھی۔ "مارو۔ اس ذلیل کتے کا منہ توڑ دو۔ میں ابھی آ کر اس کے منہ پر تھوکنا چاہتی ہوں، اسے ٹھوکر مارنا چاہتی ہوں۔۔۔"

وہ اس سے آگے نہ سوچ سکی۔ اچانک طیارہ ڈگمگا گیا تھا۔ پرواز کی ناہمواری نے ہوسٹس کے قدم اکھاڑ دیے۔ طیارہ جدھر جھکا، وہ ادھر چیختی مارتی ہوئی گرتی ہوئی فرش پر لڑھکتی ہوئی سیٹوں کی دو قطاروں کے درمیان جا کر پھنس گئی۔ پارس سیٹ بیلٹ باندھے آرام سے اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ کوٹلی اور دونوں گارڈز بھی سیٹوں سے اٹک کر ادھر ادھر پڑے ہوئے تھے۔ اسپیکر کے ذریعے پائلٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ معذرت چاہتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "مجھے افسوس ہے۔ ایک ٹیکنیکل خرابی کے باعث پرواز ناہموار ہو رہی ہے۔ ہم ابھی یہ خرابی دور کر لیں گے۔ آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ سیٹ بیلٹ باندھ لیں تاکہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ شکریہ۔"

پرواز کو ہموار ہونے میں تھوڑی دیر لگی۔ پھر پائلٹ نے اسپیکر کے ذریعے کہا۔ "ہم معذرت چاہتے ہیں۔ طیارے میں پیدا ہونے والی خرابی دور ہو سکتی ہے مگر ہم ایسی حالت میں پرواز نہیں کریں گے۔ آپ حفاظتی بیلٹ باندھے رکھیں۔ سگریٹ بجھا دیں۔ طیارہ پندرہ منٹ میں لینڈ کرنے والا ہے۔"

ہوسٹس کو سخت چوٹیں آئی تھیں۔ لیکن وہ زخم کھانے کی عادی تھی۔ پھر اُٹھ کر کھڑی ہوگئی تھی۔ کرنل نے کہا۔ "یہ لوگ طیارہ کہاں اُتار رہے ہیں؟ ہماری پرواز غیر قانونی ہے۔ ہم کسی بھی ایئر پورٹ پر اُتریں گے تو گرفتار کرلیے جائیں گے۔"

ہوسٹس یہی باتیں دروازہ پیٹ پیٹ کر کہنے لگی۔ لیکن دوسری طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ تھک ہار کر قریب ہی ایک سیٹ پر بیٹھ گئی۔ حفاظتی بیلٹ باندھتے ہوئے کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔ پرواز بہت نیچی ہوگئی تھی۔ طیارہ کسی ویران علاقے میں اُترنے والا تھا۔ درخت اور ہریالی کہیں کہیں دکھائی دے رہی تھی، ورنہ ہر طرف اونچی نیچی پہاڑیاں نظر آرہی تھیں۔ پھر کچے پکے چھوٹے چھوٹے مکانات نظر آنے لگے۔ اس کے بعد وسیع میدان میں دور تک خیمے دکھائی دیے۔ بڑے بڑے ٹرک اور مسلح افراد اِدھر اُدھر آجا رہے تھے۔ طیارہ ایک وسیع و عریض سڑک پر دوڑتا ہوا ایک جگہ رُک گیا۔

سب نے بیلٹ کھول دیے۔ ایک کھڑکی سے دوسری کھڑکی کی طرف جاکر دیکھنے لگے۔ وہ اس علاقے کو اچھی طرح سمجھنا چاہتے تھے۔ جہاں طیارے کو اُتارا گیا تھا وہاں دونوں طرف وسیع میدان میں خیمے نظر آرہے تھے، ان کے اطراف میلوں دور تک تار کی دیوار بنائی گئی تھی۔ اس دیوار کے ساتھ ہر سو گز کے فاصلے پر مضبوط لکڑیوں کی اونچی مچانیں تھیں جن پر مسلح افراد تھے اور بڑی بڑی ہیڈ لائٹس تھیں جن کی روشنی رات کو دور تک حرکت کرتی جاتی تھی۔ کوئی اجازت کے بغیر تاروں کی باڑھ کے نہ باہر جاسکتا تھا، نہ اندر آسکتا تھا۔

ہوسٹس نے دور سے پارس کو دیکھا۔ وہ آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "کیبن کی چابی دو۔ ہم سب کو مسلح رہنا چاہیے۔"

اس کے قریب آنے سے پہلے ہی وہ اسے ریوالور کے نشانے پر رکھ کر بولا۔ "وہیں رُک جاؤ۔ ابھی ہتھیار ہمارے کسی کام نہیں آئیں گے۔"

ایک گارڈ نے آگے بڑھ کر کہا۔ "تم کیا سمجھتے ہو، ہم سے چھینے ہوئے ہتھیار تم تنہا ان کے خلاف استعمال کرسکو گے؟"

"یہ تم سمجھتے ہو، میں نہیں سمجھتا۔"

دوسرے گارڈ نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، تم ان کے سامنے ہتھیار ڈالنا چاہتے ہو؟"

"ہاں، کچھ ایسی ہی بات ہے۔"

ہوسٹس نے کہا۔ "اتنی عقل ہمیں بھی ہے کہ ہم چاروں طرف سے بے شمار مسلح دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہمیں ہتھیار ڈالنا ہی چاہیے۔ لیکن ہم اگر جدّوجہد کیے بغیر گھٹنے ٹیک دیں گے تو وہ ہم بزدل سمجھ کر کمزور قیدیوں جیسا سلوک کریں گے۔ یہ ہمارا تجربہ کار دشمن خواہ کیسا ہی شیطان صفت ہو، وہ دلیر قیدیوں کی قدر کرتا ہے۔"

پارس نے کہا۔ "قیدی بننے کے بعد بھی تم لوگوں کو دلیر دکھانے اور فرار ہونے کی کوششیں کرنے کے مواقع مل سکتے ہیں۔ ایسے وقت اپنی حسرتیں پوری کرلینا۔"

کرنل نے کہا۔ "اِدھر دیکھو، بہت سی گاڑیاں آرہی ہیں۔"

وہ سب دونوں طرف کی کھڑکیوں کے پاس جاکر دیکھنے لگے۔ مسلح افراد سے بھری ہوئی گاڑیاں طیارے کا محاصرہ کررہی تھیں۔ وہ مسلح افراد چھلانگیں لگا کر اُتر رہے تھے اور اپنی اپنی گاڑی کے پیچھے جاکر مورچہ سنبھال رہے تھے۔ کرنل نے دوسرے پارس کو نفرت سے دیکھا پھر کہا۔ "یہ لوگ اس کے باپ کے آدمی ہیں۔ یہ کبھی نہیں چاہے گا کہ ہم کیبن سے ہتھیار نکال کر اُن پر فائرنگ کریں۔ نگرمیں وارننگ دیتی ہوں، ہمیں قیدی بنا کر ہر سختیاں کی جائیں گی تو سپر ماسٹر تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس علاقے کو ہوائی حملوں سے نیست و نابود کردے گا۔"

پارس نے کہا۔ "تم اُس آنے والے کل سے ڈر رہی ہو جسے ہم میں سے کسی نے نہیں دیکھا۔ ہمیں اپنے آج سے ڈرنا اور سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانا چاہیے۔ میرے ٹیل پتنگی جلانے والے والدین نے ہمیں یہاں نہیں پہنچایا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو میرے دماغ میں ضرور کتے۔ مگر تم لوگوں کو ابھی یقین نہیں آئے گا اور میں یقین دلانے کے لیے خواہ مخواہ بحث کرنا نہیں چاہتا۔ جو حقیقت ہے، وہ جلد ہی سامنے آنے والی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسپیکر کے ذریعے کہا گیا۔ "میں طیارے کا پائلٹ بول رہا ہوں۔ ابھی میرے اور کو پائلٹ کے دماغوں کو ٹیلی پیتھی سے نجات مل جائے گی پھر ہم بھی تمہاری طرح قیدی بنالیے جائیں گے۔ اس سے پہلے وہ خیال خوانی کرنے والی ہستی کہتی ہے، اسے طیارے کے اندر ہونے والی ہر بات کا علم ہے۔ اسلحے کا چھوٹا سا ذخیرہ ہوسٹس کے کیبن میں ہے۔ اس کی چابی پارس کے پاس ہے۔ پارس ہتھیار ڈالنا چاہتا ہے جبکہ دوسرے اعتراض کررہے ہیں۔"

ایک ذرا خاموشی ہوئی پھر اسپیکر سے کہا گیا۔ "اب میری بات ذرا دھیان سے سنو۔ میرے احکامات سننے کے بعد پارس طیارے کا دروازہ کھولے گا۔ اس کے پاس دو اسٹین گنیں اور دو ریوالور ہیں۔ وہ انھیں لے کر طیارے سے تنہا نیچے آئے گا۔

چابیاں ہمارے حوالے کرے گا۔ اس کے بعد دوسرے لوگ باری باری دونوں ہاتھ اُٹھا کر باہر آئیں گے۔ چلو اب حکم کی تعمیل کرو اور دروازہ کھول دو۔"

پارس اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اسی وقت پائلٹ کیبن کا دروازہ کھل گیا۔ پائلٹ اور کو پائلٹ اُن کے درمیان آگئے۔ وہ سب انھیں گھور کر دیکھ رہے تھے۔ پارس نے چابی کے ذریعے ایگزٹ دروازہ کھولا۔ تہ کی ہوئی سیڑھیاں کھول کر نیچے ٹیک پہنچائیں پھر دو ریوالور اور دو اسٹین گنیں اُٹھائے سیڑھی سے اُترتا ہوا نیچے آگیا۔ تمام ہتھیار زور پھینک دیے پارس کے بعد دونوں ہاتھ اُٹھا کر کھڑا ہوگیا۔

ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس سے چابیاں لیں۔ اسے ایک گاڑی میں پیچھے بیٹھنے کا حکم دیا۔ دوسرے بھی باہر آرہے تھے اور اسی گاڑی میں پیچھے بیٹھ رہے تھے۔ پھر وہ گاڑی چل پڑی۔ اُن کے پیچھے مسلح افراد کی گاڑیاں تھیں۔ پائلٹ پریشان ہوکر کہہ رہا تھا۔ "میں طیارے کو یہاں تک کیسے لے آیا، یہ سمجھ میں نہیں آتا۔"

کوئی خیال کرے تو ہولی جموراتی پتنگوں کی سمجھ میں آجاتی ہے۔ وہ تمہاری کیا سمجھ میں آتی؟"

"میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم پر جادو ہوا تھا۔ ہم شراب نہ پیتے تو بہتر ہوتا۔"

کرنل نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سمجھا تھا بلکہ اس سے بوتل چھین لی تھی۔"

کو پائلٹ نے کہا۔ "تم بوتل لے کر گئیں تو پائلٹ کیبن میں چار بوتلیں اور نکل آئیں۔ اب غور کرنے سے بات سمجھ میں آتی ہے۔ کسی نے ہمارے دماغوں پر قبضہ جماکر پہلے ہی وہ تمام بوتلیں وہاں پہنچا دی تھیں تاکہ ہم اس کے زیر اثر رہ کر پیتے رہیں۔"

ہوسٹس نے پارس کو دیکھ کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے۔ ہم نے آپس کی لڑائی میں وقت ضائع کردیا۔ اگر ہم پائلٹ یا کو پائلٹ میں سے کسی کو خیال خوانی کے اثر سے نکالنے کی کوشش کرتے تو شاید کامیاب ہوجاتے۔"

کرنل کو یاد آیا۔ پارس نے اسے مشورہ دیا تھا کہ پائلٹ اور کو پائلٹ کو گولی ماردی جائے۔ وہ طیارے کو منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ لیکن وہ اب بھی اس کی صلاحیتوں پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھی۔ شاید اس لیے کہ وقت گزر چکا تھا۔ اب یقین کرکے کون سی کامیابی حاصل ہونے والی تھی؟

وہ گاڑیاں ایک جگہ رُک گئیں۔ انھیں گاڑی سے اُترنے کا حکم دیا گیا۔ پارس نے اُتر کر چاروں طرف نظر دوڑائیں۔

وہ تار سے بنے ہوئے احاطے کے اندر ایک کیمپ میں تھے۔ ہر سو گز کے فاصلے پر اونچی اونچی مچانوں میں مسلح افراد مستعد نظر آرہے تھے۔ جن مسلح افراد کی ڈیوٹی نہیں تھی، وہ مختلف خیموں میں آرام کررہے تھے۔ ان میں جوان عورتیں بھی تھیں، وہ چست جینز، بنیان یا شرٹ پہنے ہوئے تھیں۔ اُن کے شانوں سے اسٹین گنیں لٹک رہی تھیں۔ کچھ عورتوں کے پاس جدید رائفلیں تھیں اور کچھ نے ریوالور پر اکتفا کیا تھا۔ اُن کی کمر سے کارتوس کی پٹی بندھی ہوئی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور نظر آرہے تھے۔

انھیں جہاں گاڑی سے اُتارا گیا وہاں تین مرد کھڑے تھے جنھوں نے تار کی بلّیوں کی دیوار کھڑی کی تھی۔ شاید وہ قیدیوں کو رکھنے کی جگہ تھی۔ اب سب کو ایک قطار میں کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا۔ ان کا ایک افسر آرہا تھا جو اُن کی قسمت کا فیصلہ کرنے والا تھا۔ وہ آکر سامنے کھڑا ہوگیا۔ سب ایک قطار میں کھڑے ہوگئے۔ ایک خیال نے بیدلی سے پارس کو مضطرب کردیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ دونوں عورتیں بھی اس قطار میں کھڑی ہیں جنھیں پارس نے یہ بات ثابت کرنے کے لیے قتل کیا تھا کہ وہ قیدی بنا کر لانے والے گروہ کے ہمدرد بنے ہوئے تھے۔ صرف ایک شخص بولا تھا۔ یقیناً وہ پائلٹ رہا ہوگا۔ اس پاس سے گزرنے والے مسلح افراد بھی خاموش تھے۔

وہ افسر آگیا۔ اس کے ساتھ اسٹین گن اُٹھائے ہوئے افراد تھے۔ ایک دراز قد صحت مند عورت نظر آئی۔ اس کی آنکھوں پر سیاہ عینک تھی۔ اس کے چلنے اور کھڑے ہونے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ زبردست فائٹر ہے اور خطرناک زندگی گزارنے کی عادی ہے۔ اس کے ساتھ ایک سولہ یا سترہ برس کی نوخیز لڑکی بھی تھی۔ اس کے چہرے پر اگرچہ معصومیت تھی مگر انداز بتا رہا تھا کہ وہ بھی خطرناک زندگی گزارنے کی ٹریننگ حاصل کررہی ہے۔ وہ پارس کو تک رہی تھی۔ آنے والے تمام افراد نے پہلے پارس ہی کو دیکھا تھا۔ پھر افسر نے پوچھا۔ "تم پارس علی تیمور ہو؟"

"ہاں، اتفاق سے یہ میرا اصل چہرہ ہے، مجھے میک اپ کرنے کا موقع نہیں ملا۔"

افسر نے سخت لہجے میں کہا۔ "جتنا سوال ہو، اتنا ہی جواب دو۔"

وہ بولا۔ "میں قیافہ شناس ہوں۔ تمہارا پہلا سوال بتا

رہا تھا کہ دوسرا سوال میری صورت کے سلسلے میں ہوگا۔"

افسر نے غصے میں پوچھا۔ "تم میں سے کوئی گراہم کون ہے؟"

پارس نے کہا۔ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں، میں نہیں ہوں؟"

افسر نے ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اپ!"

کوئلی نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ "میں ہوں کوئلی گراہم۔"

پیچھے کھڑے ہوئے ایک مسلح شخص نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "قطار میں رہ کر بات کرو۔"

وہ ایک جھٹکے سے بالوں کو چھڑاتے ہوئے بولی۔ "مجھ سے ناروا سلوک کرنے سے پہلے یہ جان لو، میں سپر ماسٹر کی خاص ماتحت ہوں۔ اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ یہاں ہوائی حملے نہ ہوں، یہ کیمپ تباہ نہ ہو تو مجھے دی آئی پی ٹریٹمنٹ دو اور مجھ سے مذاکرات کرو۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ سپر ماسٹر مجھے اور پارس کو حاصل کرنے کے لیے یہاں کچھ بھی کر سکتا ہے۔ پھر تم لوگوں کو پچھتانے کی مہلت بھی نہیں ملے گی۔"

افسر نے کہا۔ "ہمیں نہ سمجھاؤ۔ ہم نادان بچے نہیں ہیں۔ ہم نے سنا تھا کہ کوئلی گراہم ایک بے حد خطرناک عورت ہے، وہ اپنے شیطانی حسن و شباب سے اور اپنی طلسمی آنکھوں سے تنویمی عمل کرتی ہے۔ لیکن تمھارا چہرہ زخموں کا مینا بازار لگ رہا ہے۔ چہرے کی سوجن میں وہ طلسمی آنکھیں بٹن جیسی دکھائی دے رہی ہیں۔ ایک خیال خوانی کرنے والی ہستی نے ہمیں بتایا ہے، صرف دو ہاتھ کھانے کے بعد ہی چہرے کا جغرافیہ بدل گیا ہے۔"

وہ غصے اور نفرت سے پارس کو دیکھنے لگی۔ افسر نے حکم دیا۔ "پارس اور کوئلی کو چھوڑ کر باقی تمام قیدیوں کو خود اپنی زندگی اور موت کا فیصلہ کرنے دو۔"

مسلح افراد نے پائلٹ، کوپائلٹ، ہوسٹس اور دونوں گارڈز کو پکڑ لیا۔ پھر انھیں کھینچتے ہوئے تارکانٹوں کی چار دیواری میں پہنچا دیا۔ افسر نے پانچ مسلح عورتوں کو بلا کر حکم دیا۔ "ہتھیار یہاں چھوڑ دو۔ تم پانچوں صرف ایک ایک چاقو لے کر اندر جا سکتی ہو۔"

انھوں نے حکم کی تعمیل کی — اپنی اپنی اسٹین گن اور ریوالور وغیرہ دوسرے مسلح افراد کو دے دیے۔ پھر ایک ایک کھلا ہوا چاقو لے کر تارکانٹوں کی چار دیواری میں چلی گئیں۔ افسر نے قیدیوں سے کہا۔ "تم پانچ ہو۔ یہ عورتیں بھی پانچ ہیں۔ ان سے مقابلہ کرو۔ اور انھیں مار ڈالو۔ ورنہ یہ تمھیں مار ڈالیں گی۔"

پائلٹ اور کوپائلٹ تھوک نگلنے لگے۔ کیونکہ وہ ماہر ہوا باز تھے، فائٹر نہیں تھے۔ دو گارڈز میں سے ایک نے کہا۔ "یہ پانچ کی تعداد مجھے دکھاوا ہے۔ جب ہم ان عورتوں کو ختم کر دیں گے تو تم دوسروں کو مقابلے پر بھیجو گے۔"

افسر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "جنٹلمین! یہ میرا وعدہ ہے، ان پانچ عورتوں سے زندہ بچنے والے کو اس کیمپ میں زندگی ملے گی پھر کوئی مقابلے پر نہیں آئے گا۔"

وہ خوش ہو گئے۔ مقابلے پر آنے والیوں کے پاس چاقو تھے تو کیا ہوا، آخر وہ عورتیں تھیں۔ بہترین فائٹر ہونے کے باوجود مردوں سے بازی نہیں لے جا سکتی تھیں۔ یہ بات کسی حد تک درست تھی۔ جب مقابلہ شروع ہوا تو اُن عورتوں کے حملوں سے بچنے کے دوران اندازہ ہو گیا کہ وہ جوان عورتیں تازہ دم ہیں اور زبردست تربیت یافتہ ہیں۔

پائلٹ اور کوپائلٹ جان بچانے کے لیے بھاگتے پھر رہے تھے۔ تارکانٹوں کی چار دیواری سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ دو عورتوں نے آسانی سے انھیں چاقوؤں کی نوک میں پرو لیا۔ وہ مٹی میں گر کر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے پڑ گئے۔ ہوسٹس اور گارڈز جم کر مقابلہ کر رہے تھے۔ چاقو سے بچ رہے تھے، ہاتھوں اور لاتوں سے جوابی حملے کر رہے تھے۔ دیکھنے والوں کے سامنے اس مقابلے کا نتیجہ صاف ظاہر تھا۔ چاقو چلانے والی عورتیں نہتے قیدیوں کو اگلے چند منٹوں میں ختم کرنے والی تھیں۔

ایک گارڈ کے حلق سے چیخ نکلی۔ ایک عورت چاقو کی نوک سے اس کے جسم پر خون کی لکیر بناتی چلی گئی تھی۔ لباس سینے سے لے کر پیٹ تک کٹتا چلا گیا تھا۔ دوسری طرف ایک عورت کے حلق سے چیخ نکلی۔ ہوسٹس فضا میں چھلانگ لگا کر اس کے سر کے اوپر سے قلابازی کھاتی ہوئی پیچھے گئی تھی۔ پھر تیزی سے پلٹ کر لات ماری تھی۔ وہ توازن قائم نہ رکھ سکی، منہ اور سینے کے بل تارکانٹے کی دیوار سے جا کر لگ گئی۔ اس کے پلٹنے سے پہلے پھر ایک لات پڑی، وہ پھر تارکانٹوں سے الجھ گئی۔ جب وہاں سے نکلی تو چہرہ اور جسم لہولہان ہو رہا تھا۔ وہ ایک آنکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے چیخیں مار رہی تھی۔ اس کی اس حرکت سے ظاہر تھا کہ ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی۔ وہ ادھر ادھر ڈگمگا رہی تھی۔ دوسری چاقو والی نے ہوسٹس پر حملہ کیا۔ اس نے زخمی عورت کو اپنے آگے کھینچ لیا۔ اس کے لیے آنے والا چاقو زخمی عورت کے سینے میں اتر گیا۔ ہوسٹس اس کا چاقو چھین کر ایک نئے سرے سے مقابلے کے لیے تن گئی۔ اب وہ چاقو والیوں کے لیے

خطرہ بن گئی تھی۔

مقابلہ اچانک دلچسپ ہو گیا تھا۔ سب کی نظریں ہوسٹس پر تھیں۔ دونوں گارڈز کی اہمیت نہیں رہی تھی۔ اُن میں سے ایک چاقو کھا کر گر پڑا تھا۔ دوسرا بھی گرنے والا تھا۔ مقابلہ کرنے والی عورتیں اگلے ایک منٹ میں اسے بھی ٹھنڈا کر دیتیں۔ اسی اثنا میں ایک اور چاقو والی بھی ٹھنڈی پڑ گئی۔ ہوسٹس نے سمجھ لیا، وہ عورتیں پہلے اس آخری گارڈ کو ہلاک کرنے کے بعد اس اکیلی کو گھیرنا چاہتی ہیں۔ اُدھر انھوں نے گارڈ کا آخری فیصلہ کرنا چاہا، ادھر ہوسٹس نے ان کی ذرا سی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر زخمی چاقو والی کو ختم کیا اور ایک کی گردن پیچھے سے دبوچ لی۔ دو عورتیں اسے دو طرف سے گھیرنے لگیں۔ تیسری کی گردن اس بری طرح ہوسٹس کی گرفت میں تھی کہ وہ چند جھٹکے بازو سے نکل نہیں پا رہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک حملے کرنے کے لیے پینترے بدلتی رہیں۔ ہوسٹس سمیت وہ سب کی سب زخمی تھیں۔ اپنے اپنے لہو میں بھیگ رہی تھیں۔ کسی وحشی قبیلے کی عورتیں نظر آ رہی تھیں۔ ایک عورت بڑک لگانے کے انداز میں چیختی ہوئی لپکی۔ ہیلی لائٹ کی روشنی میں چاقو کا پھل چمکتا ہوا آ رہا تھا۔ لیکن ہوسٹس کا کچھ نہ بگڑا۔ اس کے لیے ڈھال بنی ہوئی عورت کام آ گئی۔ حملہ کرنے والی کو اس کے جسم سے چاقو نکالنے میں جو کم سے کم وقت لگتا، اتنے سے وقت میں ہوسٹس نے اپنا چاقو اس کے جسم میں اتارا، پھر اس کا چاقو لے کر قلابازی کھاتی ہوئی ایک طرف چلی گئی۔ ایسا نہ کرتی تو آخری چاقو والی اس کے قریب پہنچ چکی ہوتی۔ اب وہ تنہا رہ گئی تھی۔ سنبھل سنبھل کر پینترے بدل رہی تھی۔ یہی اس کی غلطی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی، ہوسٹس بھی اسی طرح پینترے بدلتی ہوئی آئے گی۔ لیکن ہوسٹس نے گھوم کر چاقو کو نوک کی طرف سے پکڑا تاکہ حملہ کرنے والی نہ دیکھ سکے۔ پھر اچانک ہی پلٹ کر اس نے چاقو پھینکنے کی مہارت کا مظاہرہ کیا۔ وہ چاقو فضا میں سنسناتا ہوا گیا اور آخری عورت کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ اس وحشت اور بربریت سے بھرپور جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ تارکانٹوں کی چار دیواری سے باہر کھڑے ہوئے تماشائی تالیاں بجانے لگے۔ اُچھل اُچھل کر ہاتھ ہلا ہلا کر ہوسٹس کو نئی زندگی کی مبارک باد دینے لگے۔ یہ کوئی معمولی مقابلہ نہیں تھا۔ تنہا ہوسٹس نے پانچ چاقو والیوں کو ان کے ہی چاقوؤں سے ہلاک کیا تھا۔

افسر نے بلند آواز سے کہا۔ "ہمارے وعدے کے مطابق تم زندہ رہو گی۔ تمھارے ساتھ اب کلاس قیدیوں جیسا سلوک کیا جائے گا۔ یہاں آ جاؤ۔ تمھاری مرہم پٹی کی جائے گی۔ میں بھی تمھیں نئی زندگی کی مبارک باد دیتا ہوں۔"

کوئلی نے پارس کو حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "طیارے میں تمھارے نصیب اچھے تھے۔ اسے موقع نہیں ملا، ورنہ یہ تمھیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی۔"

پارس نے مسکرا کر کہا۔ "تم اپنی ٹوٹ پھوٹ کو آئینے میں دیکھو اور سوچو، زخم بھرنے کے بعد بھی پہلے جیسی خوبصورتی بحال ہو گی یا اسی طرح چڑیل نظر آتی رہو گی۔"

ہوسٹس ابھی تارکانٹوں کی چار دیواری میں ہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے بلند آواز سے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ یہاں وعدہ وفا کیا جاتا ہے۔ میں اس جیت کی خوشی میں اپنی ایک خواہش پوری کرنا چاہتی ہوں۔ کیا مجھے اپنی خواہش پوری کرنے کی اجازت دی جائے گی؟"

• تمھاری خواہش ضرور پوری ہو گی۔ پوری ہو گی۔ پوری ہو گی۔" چاروں طرف سے شور بلند ہونے لگا۔ افسر نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ اس خطرناک عورت کی خواہش کیا ہے؟"

وہ پارس کی طرف انگلی اُٹھا کر بولی۔ "میں اس کے ہاتھ پاؤں توڑنا چاہتی ہوں۔"

افسر نے کہا۔ "سوری، ابھی ہم اسے زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔"

• میں تمھارے لیے اسے زندہ رکھوں گی۔ صرف اپاہج بناؤں گی۔ اس میں تمھارا ہی فائدہ ہے۔ یہ ٹوٹنے پھوٹنے کے بعد یہاں سے فرار ہونے کے قابل نہیں رہے گا۔ تمھیں اس کے لیے پہرا لگانے اور چوکنا رہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

کوئلی نے کہا۔ "میں اپنی اس باڈی گارڈ کی پُرزور حمایت کرتی ہوں۔"

تارکانٹے کی چار دیواری کے چاروں طرف کھڑے ہوئے مسلح افراد ہوسٹس کی حمایت میں شور مچانے لگے۔ "مقابلہ ہو گا۔ مقابلہ ہو گا۔ ہو گا بھئی ہو گا۔۔۔"

وہ نوخیز حسینہ جو دراز قد عورت کے بازو سے لگی پارس کو دیکھ رہی تھی، اس نے ایک چھوٹے سے کاغذ پر کچھ لکھ کر پارس کی طرف بڑھایا۔ اس نے کاغذ لے کر پڑھا اس پر لکھا تھا۔ "میں نے تمھاری اتنی تعریفیں سُنی ہیں کہ تمھیں دیکھنے کے لیے مَیں کے ساتھ چلی آئی۔ یہ لڑنے والی مغرور عورت تمھیں چیلنج کر رہی ہے اور مَیں سمجھتی ہوں، تمھاری انسلٹ ہو رہی ہے کیا تم ایسا نہیں سمجھ رہے ہو؟ مَیں چاہتی

ہوتو تم اس کا سر اور اس کا غرور توڑ دو۔ کیا میری خواہش پوری نہیں کرو گے؟"

سیاہ چست پہننے والی عورت اُن تو پچی حسینہ کی ماں تھی۔ اس حسینہ نے کاغذ پر اپنا نام "یاسمینہ" لکھا تھا۔ پارس نے کہا "پتا نہیں تم نے یہاں میری تعریفیں سن لی ہیں۔ اب میں اتنا دلیر نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ موت کو دعوت دینے اُس میدان میں چلا جاؤں۔ اُس تنہا جگہ پر زبردست چاقو والیوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے کے بعد تم میرے لڑنے مرنے کی خواہش نہ کرو۔"

یاسمینہ نے پہلے اسے بے یقینی سے دیکھا پھر مایوس ہو کر اپنی ماں کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ تمام تماشائی پارس کی جانب ہاتھ ہلا ہلا کر "سیم ٹیم" کہنے لگے۔ کوئی طنزیہ انداز میں دیکھا پھر حقارت سے ایک طرف تھوک دیا۔ یاسمینہ کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو رہا تھا۔ وہ جیسے اپنی توہین محسوس کر رہی تھی۔ پارس کو ناکاری سے گھورتے ہوئے اپنی ماں کی طرف مڑی۔ ماں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔ افسر کے کان میں جھک کر کچھ کہا۔ اس کے بعد افسر نے تالیاں بجا کر اور دونوں ہاتھ اٹھا کر تماشائیوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ سب کی توجہ اس کی طرف ہو گئی۔ اس نے کہا "ہم نے ایک اہم مقصد کے لیے پارس کو اغوا کیا ہے۔ ہمارے لیے اس کا زندہ رہنا ضروری ہے۔ جب یہ مقابلے میں جیتنے والی ٹیم کو ہرا دے گا تب اسے زندہ رہنے دیے گی صرف اپاہج بنائے گی تو ہمیں اعتراض نہیں ہے۔ اگر میم پارس کو لڑنے پر مجبور کر دے تو ہم ضرور یہ تماشا دیکھیں گے۔"

تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ ہوسٹس سے کہنے لگے "کم آن۔ اُسے مجبور کرو۔ اسے کھینچ کر رنگ میں لے جاؤ۔"

وہ فاتحانہ شان سے چلتی ہوئی پارس کے سامنے آئی پھر حقارت سے بولی "تم نے میڈم کوئی کا ایک طمانچہ برداشت نہیں کیا۔ کیوں کہ مرد، عورت سے مار کھانا اپنی توہین سمجھتا ہے۔ اب جو توہین ہونے والی ہے اُسے کیسے برداشت کرو گے؟ لو سنبھلو۔ میں اُسی طمانچے سے شروع کرتی ہوں۔"

اس نے یکبارگی زور کا طمانچہ مارا۔ پارس نے سر کو ذرا پیچھے ہٹا لیا، وہ ہاتھ چلانے کے زور میں گھوم گئی مگر بہت تجربہ کار فائٹر تھی۔ گھومتے ہی ایک لک ماری۔

آواز کو ٹوٹی کے حلق سے نکلی۔ پاری کو ٹوٹی کو کھینچ کر اپنی جگہ لے آیا تھا۔ ہوسٹس کی لک اسے لگی تھی۔ یاسمینہ خوشی سے اُچھل کر تالیاں بجانے لگی۔ اس کے دو حملے خالی گئے تھے دوسرے حملے میں اس نے اپنی ہی میڈم کی پٹائی کر دی تھی۔ اس بار اس نے سنبھل کر حملہ کیا۔ وہ اُچھل کر پیچھے چلا گیا۔ تماشائی کانٹے کی دیوار کے پاس ٹھہر گیا۔ ہوسٹس نے حساب لگایا وہ ہر حملے میں پیچھے ہٹ کر بچ جاتا ہے۔ اب پیچھے جائے گا تو تماشائیوں میں جا پھنسے گا۔ اس نے جھپٹ کر پکڑنا چاہا۔ پارس سمجھ گیا۔ جھک کر بائیں سے بچ نکلنا چاہا لیکن وہ توقع کے خلاف اوپر کی طرف اچھلا۔ اس کے سر کے اوپر سے گزرتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حملہ کرنے والی تماشائیوں میں جا کر اُلجھ گئی۔ وہ چیخ مار کر پیچھے لڑھکتی چلی گئی۔

سب لوگ دم سادھے خاموشی سے تماشا دیکھ رہے تھے صرف یاسمینہ خوش ہو کر تالیاں بجا رہی تھی۔ کبھی کبھار آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آتا تھا کہ پانچ چاقو والیوں کو تنہا مارنے والی، پارس کو ایک ہاتھ سے نہتی مار پڑ رہی تھی، پارس نے بھی اسے ہاتھ نہیں اٹھایا تھا لیکن وہ زخمی شیرنی بن گئی۔ اس کے بعد وہ زخمی شیرنی ہی تھی۔ آج تک جتنے داؤ پیچ سیکھے تھے، بڑے بڑے شنہ زور دل سے مقابلہ کر کے جتنا تجربہ حاصل کیا تھا، وہ سب آزمائے گی۔ پارس صرف بچاؤ کا انداز اپنا رہا تھا۔ ہر ہپ ہپ کی آواز پر وہ گاتا ہوا اچھلنا شروع کر دیتا۔ ہوسٹس کے کراٹے کا انداز نہ فلائنگ لک اور اچھلا کیں لگانے کی مہارت کام نہیں آ رہی تھی۔ اس کا ہر حملہ ناکام ہو رہا تھا، اب ایک ہی حسرت رہ گئی تھی کہ کسی طرح اُسے ایک ہاتھ مار دے۔

وہ بُری طرح ہانپنے لگی۔ کسی وقفے کے بغیر آدھے گھنٹے تک لڑتے رہنا معمولی بات نہیں ہوتی۔ وہ پسینے پسینے ہو رہی تھی۔ اب ٹھہر ٹھہر کر گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ اور سوچ سمجھ کر حملے کر رہی تھی۔ تماشائی چلا چلا کر اب پارس کی حمایت میں بول رہے تھے "اسے مارو۔ کیا ایک عورت کو ایک ہاتھ بھی نہیں مار سکتے۔ اسے مارو، مقابلہ ختم کرو۔"

افسر نے قریب آ کر کہا "پارس! ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔ اس پر حملہ کرو۔ قصہ ختم کرو۔"

پارس نے کہا "سوری مسٹر! نہ میں نے پہلے لڑنے کی خواہش کی تھی نہ اب کر رہا ہوں، میں نے بہت مجبور ہو کر لڑنا شروع کیا تھا۔ اور نہ عورت پر ہاتھ اٹھانا یا اس کو ہی پر ہاتھ اٹھانا یا اس کو مرد انگی نہیں ہے۔ یہ مجھے اپاہج بنانا چاہتی تھی، اس کے مقابلے پر آنا مردانگی ہے۔ اس سے کہو اپنی خواہش پوری کرے یا میدان چھوڑ دے۔"

افسر نے پیچھے ہٹ کر ہوسٹس سے کہا "میں تمہیں دس منٹ دیتا ہوں، اگر تم نے اسے اپاہج نہ بنایا تو یہ مقابلہ ختم کرنے کے لیے میرے آدمی تمہیں گولی مار دیں گے۔"

ہوسٹس نے پریشان ہو کر پارس کو دیکھا۔ ابھی ابھی اس نے پانچ عورتوں کو قتل کر کے نئی زندگی حاصل کی تھی۔ اب اپنی بلاؤنی سے پھر موت کے مُنہ میں جانے والی تھی۔ وہ پھر پینترے بدل بدل کر حملے کرنے لگی۔ مایوسی اور موت اس کا مقدر بن چکی تھی، وہ کسی طرح ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ بجلی کی طرح اِدھر سے اُدھر لپکتا تھا۔ نظریں اُس پر ٹھہرنے نہیں پاتی تھیں۔ پلک جھپکتے ہی وہ دائیں سے بائیں اور آگے سے پیچھے پہنچ جاتا تھا۔ افسر بلند آواز سے کہہ رہا تھا "پانچ منٹ گزر چکے ہیں۔ چھ منٹ، سات منٹ، آٹھ منٹ ہونے والے ہیں میدان ہارنے والی کو گولی مارنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

ایک مسلح ماتحت ریوالور نکال کر تیار ہو گیا۔ اُدھر ہوسٹس نے لاشوں کے پاس پڑے ہوئے چاقو اٹھا لیے۔ میدان مارنے کے لیے اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ اس نے نوک کی طرف سے چاقو کے پھل کو پکڑ کر ایک بار پھر اپنی مہارت کا مظاہرہ کیا۔ یکے بعد دیگرے دونوں چاقو پھینکے۔ اس کا نشانہ درست تھا لیکن ٹارگٹ اپنی جگہ نہیں رہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہ آدمی نہیں جن ہے، ایک طرف غائب ہوتا ہے، دوسری طرف نمودار ہوتا ہے۔ افسر نے بلند آواز سے کہا "دس منٹ پورے ہو گئے۔ فائر..."

ٹھائیں کی آواز ابھری۔ ریوالور سے گولی چلی۔ اس سے پہلے ہی پارس نے ہوسٹس پر چھلانگ لگائی اور لیے ہوئے زمین پر گرا۔ وہاں سے لڑھکتا ہوا اُس سے الگ ہو کر لیٹے ہی لیٹے الٹی قلابازی کھائی۔ سب یہ تماشا دیکھنے میں لگے ہوئے تھے۔ اُس نے ریوالور والے کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر فضا میں اُچھلا۔ پھر نیچے آنے سے پہلے ہی اس نے اُچھل کر کیچ کر لیا۔ ہوسٹس کے سامنے ڈھال بن کر بولا "تمہیں وعدے سے پھرنا نہیں چاہیے۔ تم نے اس عورت کو نئی زندگی کی مبارک باد دی تھی۔ اب موت میں دے سکتے؟"

افسر نے کہا "یہاں ہماری حکومت ہے۔ ہم فیصلہ کر کے بدل سکتے ہیں۔ تم ایک قیدی ہو کر اپنی بات نہیں منوا سکتے۔"

"مجھے منوانے کے طریقے آتے ہیں۔ میں اس ہوسٹس کو مرنے نہیں دوں گا۔"

افسر نے طنزیہ انداز میں پوچھا "کیا ایک ریوالور سے ہماری پوری فوج کا مقابلہ کرو گے! مجھے تم سے اس نادانی کی توقع نہیں ہے۔"

"میں ایک بات جانتا ہوں، میں زندہ رہے گی، تم مرنے موت کا حکم بدل دو گے۔"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں، تم مجھے حکم بدلنے پر کیسے مجبور کرو گے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے چاروں طرف گھوم کر افسرانہ انداز میں حکم دیا "اپنے اپنے ہتھیار سنبھال لو اور اس کی دونوں ٹانگوں کو نشانے پر رکھو۔ اسے زندہ رکھنا ضروری ہے لیکن تم اسے اپاہج بنا سکتے ہو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پارس نے وہ کیا جس کی وہ توقع نہیں کر سکتے تھے۔ اس نے پلٹ کر ہوسٹس کو نشانے پر رکھا۔ سب لوگ حیرانی سے دیکھنے لگے۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی "سچ پوچھو تو میری یہی تمنا ہے۔ میں تمہارے ہاتھوں سے مرنا چاہتی ہوں، تم نے صحیح معنوں میں خود کو مرد ثابت کیا ہے۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔"

وہ آہستگی سے بولا "فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ جیسے ہی اندھیرا ہو، تم پوزیشن بدل کر افسر کی طرف چلی جانا۔"

"کیا تم مجھ جیسی دشمن کے لیے اتنی بڑی فوج سے ٹکرانے کی حماقت کرو گے؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ تیزی سے گھوم کر مچان کی بلندی پر رکھی ہوئی ہیڈ لائٹ پر گولی چلائی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی تاریکی چھا گئی۔ دوسری مچانوں کی لائٹس سرچ لائٹوں کی طرح ایک طرف سے دوسری طرف روشنی پھینکتی جا رہی تھیں۔ جب تک وہ روشنیاں تار کانٹوں کی چار دیواری کی طرف آئیں، تب تک پارس بھی اپنی پوزیشن بدل چکا تھا۔ مسلح ماتحت اپنے افسر کے حکم کے مطابق فائرنگ نہ کر سکے کیوں کہ اندھیرے میں پارس کی جان جا سکتی تھی۔ اس کی صرف ٹانگوں کو زخمی کرنا تھا۔ جب روشنی ہوئی تو پارس کی آواز سنائی دی "میں یہاں ہوں۔"

سب نے آواز کی سمت دیکھا۔ پارس نے ایک بازو میں یاسمینہ کو جکڑ رکھا تھا۔ ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگا کر کہہ رہا تھا: "آفیسر! تم دیکھنا چاہتے تھے، میں تمہارا فیصلہ کس طرح بدل سکتا ہوں، لو دیکھ لو۔"

افسر نے بے بسی سے یاسمینہ کی ماں کو دیکھا۔ ماں کے چہرے پر کوئی پریشانی نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے پارس کو دیکھ رہی تھی۔ افسر نے کہا: "تم غلطی کر رہے ہو۔ ہماری ایک ٹکڑی کو ڈھال بنا کر پوری فوج کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔"

وہ مسکرا کر بولا: "مجھے تمہاری فوج سے مقابلہ کرنے کا شوق نہیں ہے۔ میں دو باتیں جانتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ ہر شش زندہ رہے گی، دوسرے یہ کہ تمہارے آدمی مجھے اپاہج نہیں بنا سکیں گے۔"

افسر نے کہا: "یاسمینہ! اسے سمجھاؤ، تم ہمیں بے حد عزیز ہو لیکن فرہاد کے بیٹے کو قابو میں کرنے کے لیے ہم تمہاری قربانی دے سکتے ہیں۔"

پارس نے جھک کر یاسمینہ کے کان میں کہا: "تم میرے خیالوں اور خوابوں سے زیادہ حسین ہو۔ تمہیں ایک بار دیکھنے کے بعد بار بار دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ میں نے محض دھمکی دینے کے لیے یہ ریوالور تمہاری کنپٹی سے لگایا ہے، تم ناراض تو نہیں ہو؟"

وہ اپنی تعریفیں سن کر خوشی سے کھل رہی تھی۔ پھر یہ تسلیم کر رہی تھی کہ پارس اپنے بچاؤ کے لیے ایسا کر رہا ہے۔ وہ اپنی ماں اور افسر کی طرف سے منہ گھما کر سرگوشی میں بولی: "ممی نے مجھے باتیں کرنے یا اپنی آواز سنانے سے منع کیا ہے۔"

"میں تم سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ چلو گی؟"

"جہاں کہو گے، چلوں گی۔"

اس کی ماں قریب آنا چاہتی تھی، پارس کی دھمکی سن کر رک گئی۔ وہ بولا: "ہمارے قریب کوئی نہ آئے۔ میں یاسمینہ کے ساتھ چہل قدمی کے لیے ادھر جا رہا ہوں۔ تم لوگ دور ہی دور سے مجھے نشانے پر رکھ سکتے ہو لیکن گولی چلانے یا قریب آنے کی حماقت نہ کرنا۔"

اس نے یاسمینہ کی کمر کے گرد ہاتھ ڈالا پھر اس کے ساتھ ایک طرف جانے لگا۔ دشمن مطمئن تھے، وہ اس کیمپ سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ اچانک یاسمینہ نے سانس روک لی۔ پارس نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

وہ بولی: "کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ میں تین منٹ تک سانس روک سکتی ہوں۔ اس کے بارے میں ممی کہتی ہیں، آج جو قیدی لائے گئے ہیں ان کے سامنے مجھے بولنا نہیں چاہیے کیونکہ فرہاد یا سپر ماسٹر میرے دماغ میں آ جائے گا۔"

"ابھی جو تمہارے دماغ میں آنا چاہتا تھا، وہ کون تھا؟"

"میں اُسے نہیں جانتی۔ وہ میرے پاس آ کر امتحان لیتا ہے کہ میں کتنی دیر سانس روک سکتی ہوں۔"

"تم لوگ کون ہو؟ اور یہ کیمپ یہاں کیوں بنایا گیا ہے؟"

وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ پارس نے پوچھا: "کیا پھر تم نے سانس روکی ہے؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگی۔ وہ بولا: "شاباش، اسے ابھی دماغ سے باہر رکھو۔ مجھے اس کیمپ کے بارے میں بتاؤ۔"

"اس کیمپ میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے۔"

"یہ کیمپ کس نے قائم کیا ہے؟"

"میرے پاپا نے۔"

"اوہ یاسمینہ! تم بہت بھولی ہو۔ اتنے بڑے ٹیرر ٹریننگ سینٹر کا قیام کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں ہے ایسے سینٹر تو کوئی بہت بڑی حکومت ہی قائم کرتی ہے لیکن اس سلسلے میں اپنا نام نہیں آنے دیتی۔ تمہارے پاپا اکثر اُس حکومت کی مہربانیوں کا ذکر کرتے ہوں گے۔"

"وہ میرے اور زرینہ کے سامنے اس کیمپ کی باتیں نہیں کرتے اور نہ ہی ہمیں یہاں کسی سے گھلنے ملنے دیتے ہیں۔"

"یہ زرینہ کون ہے؟"

"میری بہن ہے۔ مجھ سے دس منٹ بڑی ہے۔ ہم ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے۔"

"تمہارے پاپا کا نام کیا ہے؟ وہ کہاں ہیں؟"

"اُن کا نام سلمان رازی ہے۔ وہ علی تیمور کو اغوا کرنے گئے ہیں۔"

پارس نے چونک کر پوچھا: "کون علی تیمور؟"

"تمہارا دوسرا بھائی..... دراصل تم دونوں بھائیوں کا نام ہمیں اُلجھا دیتا ہے۔ پارس اوّل اور دوم کا نام یاد نہیں رہتا کہ کون اوّل ہے اور کون دوم۔ اس لیے ممی اور پاپا تمہیں پارس اور تمہارے بھائی کو علی تیمور کہتے ہیں۔"

"تمہارے پاپا علی تیمور کو اغوا کرنے کہاں گئے ہیں؟"

"میں نے ممی سے پوچھا تھا، انھوں نے کہا، ایسی باتیں بچوں کو نہیں بتائی جاتیں۔ میری ممی اور پاپا بیڈ روم میں باتیں بچوں کو نہیں بتاتے ہیں۔"

"ہم سے چھپ کر باتیں کرتے ہیں؟"

"تم کہتی ہو، تمہیں اس کیمپ میں آنے اور یہاں کسی سے ملنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ پھر آج کیسے آئی ہو؟ باتیں کرنے کی اجازت دی جاتی۔"

وہ سر جھکا کر شرمانے اور مسکرانے لگی۔ پارس نے پوچھا: "اس میں شرمانے کی کیا بات ہے؟"

وہ خوشی سے لرزتی ہوئی آواز میں بولی: "زرینہ کی شادی علی تیمور سے اور میری شادی تم سے ہونے والی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "اچھا تو آج تم مجھے دیکھنے یہاں آئی ہو، کیا میں پسند آیا؟"

وہ اس کے بازو کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر سرتاپا میں ڈوب کر بولی: "اوہ پارس! میں بیان نہیں کر سکتی کہ تمہیں دیکھتے ہی میرا دل کتنی زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔"

"تمہاری ممی نے تمہیں بہت سمجھ دار بنا دیا ہے۔"

"انھوں نے اور پاپا نے ہم دونوں بہنوں کو اور بہت کچھ بنایا ہے۔ ہم پچھلے ایک برس سے یوگا کی مشقیں کرتے ہیں اور تم بھائیوں کی طرح حاضر دماغ رہنے اور پوری ذہانت سے بروقت صحیح فیصلہ کرنے کی ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں۔"

"کسی کو بھی دنیا جہان کی ٹریننگ دی جا سکتی ہے لیکن عقل نہیں دی جا سکتی۔ یہ خداداد ہوتی ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مجھ میں عقل نہیں ہے؟"

"یہ تو تمہیں رفتہ رفتہ آزمانے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔"

"تو پھر جلدی آزماؤ نا۔"

"ابھی بات ہے۔ جب ہم یہاں سے تمہاری ممی اور افسر کے پاس واپس جائیں گے تو یہ ریوالور تمہارے ہاتھ میں ہو گا۔ اس طرح انھیں یقین ہو گا کہ تم نے اپنی محبت سے مجھے جیت کر میرا ریوالور لے لیا ہے۔"

وہ پارس کے بازو سے چپک کر بولی: "اوہ ممی بہت خوش ہوں گی۔ وہ مان جائیں گی کہ ان کی ٹریننگ کے مطابق میں نے تمہیں جیت لیا ہے۔"

"کیا تم اپنی کوئی بات منوا سکتی ہو؟"

"ضرور منوا سکتی ہوں۔"

"تو یہ بات ضرور منوانا کہ وہ اُس دلیر عورت کو زندہ رکھیں اور اپنے وعدے کے مطابق اس سے اے کلاس قیدی جیسا سلوک کریں۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے!"

"شاباش۔ یہ کون سا ملک ہے؟"

"یہ کوئی ملک نہیں ہے۔ لیبیا اور مالٹا کے درمیانی سمندر میں ایک جزیرہ ہے۔"

"تم کب سے اس جزیرے میں ہو؟"

"تقریباً دس برس سے۔ ممی کہتی ہیں پہلے ہم لیبیا میں تھے، میرے پاپا فوج میں میجر تھے۔ انھوں نے حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی، کرنل قذافی نے انھیں گرفتار کر کے گولی مارنے کا حکم دیا۔ پاپا راتوں رات ہمیں وہاں سے ایک کشتی میں لے کر اس جزیرے میں آ گئے۔ تم ٹھیک کہتے ہو، پاپا اتنا بڑا دہشت گردوں کا کیمپ تنہا قائم نہیں کر سکتے تھے، کسی حکومت سے ان کا گہرا رابطہ ہے۔ ممی نے ایک بار کہا تھا، کسی حکومت نے پاپا کو یہ جزیرہ اُن کی خدمات کے صلے میں دیا ہے۔ تمہارے ساتھ باتیں کر کے بہت سی باتیں میری سمجھ میں آ رہی ہیں۔"

"پھر تو واقعی تم عقل مند ہو۔ تم نے چند منٹوں میں اپنی عقل سے کتنی دُور تک سوچ لیا۔ ایک اور عقل کی بات سمجھاتا ہوں، تم ممی اور پاپا کے سامنے یہ سیاسی باتیں نہ کرنا، خود کو اس سلسلے میں نادان ظاہر کرتی رہنا۔"

"تم جو کہو گے، میں وہی کروں گی۔"

"تم اسی طرح ذہانت کا ثبوت دو گی تو میں ساری زندگی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ چلتے چلتے رُک گئی، پھر ایک جذب کے عالم میں بولی: "تم کسی بھی لمحے آزما لو۔ میں تمہارے ساتھ رہنے کے لیے ساری دنیا کو چھوڑ سکتی ہوں۔ میں نے بڑی محنت اور دعاؤں کے بعد تمہیں آج پایا ہے اور آج کے بعد مر تے دم تک کھونا نہیں چاہتی۔"

اچانک سرچ لائٹ اُن پر آ کر رُک گئی۔ کتنے ہی مسلح افراد رائفلیں اور اسٹین گنیں تانے دُور ہی دُور سے اُن کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ یاسمینہ کی ممی اس افسر کے ساتھ وہاں آ گئی۔ افسر نے پارس سے پوچھا: "تم بے بی یاسمینہ کو اور کتنی دیر اپنے قبضے میں رکھو گے؟"

وہ یاسمینہ کو ریوالور دیتے ہوئے بولا: "اگر اس کی ممی کو اعتراض نہ ہو تو میں ساری زندگی اسے اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا ہوں۔"

اس کی ماں چہرے سے ہی سخت مزاج رکھنے والی فائٹر دکھائی دیتی تھی۔ پارس نے پہلی بار اس کے چہرے پر

مسکراہٹ دیکھی۔ یاسمینہ نے کہا۔ "پارس نے ان چند منٹوں میں مجھے اتنی محبت دی ہے جس کا میں اظہار نہیں کر سکتی میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ مجھے آج جیسی مسرتیں پہلے کبھی نہیں ملیں۔" پھر وہ ریوالور کو ماں کے قدموں کے پاس پھینک کر بولی۔ "میں التجا کرتی ہوں کہ پارس نے جس عورت کو ریوالور کی گولی سے بچایا ہے، اسے زندہ رکھا جائے اور اسے کلاس ٹریٹمنٹ دیا جائے۔"

پہلی بار اس کی ماں نے زبان کھولی اور کہا۔ "وہ زندہ رہے گی اور اسے اسے کلاس ٹریٹمنٹ ملے گا۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی قریب آئی۔ دونوں باہیں بیٹی کے لیے پھیلا دیں۔ یاسمینہ ان بانہوں میں جا کر سما گئی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ سنگدل ماں اپنی اولاد سے بہت پیار کرتی ہے۔ وہ بیٹی کی پیشانی کو چوم کر آہستگی سے بولی۔ "پارس! بہت جلد میں تمہیں بھی پیار کروں گی۔ ابھی مجبوری ہے۔ بہت سے معاملات میں تمہارے والدین ہم سے اختلاف کریں گے۔ کوئی تصفیہ ہونے تک تمہیں قیدی بنا کر رکھا جائے گا۔"

یاسمینہ نے کہا۔ "اوہ نو ممی! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"بیٹے! تم بہت سے معاملات کو نہیں سمجھتی ہو۔ تم جانتی ہو، تمہارے پاپا کیسے بے رحم قصائی ہیں۔ کوئی سمجھوتا ہونے سے پہلے میں پارس کو اپنے ہاں مہمان بنا کر رکھوں گی تو وہ میری کھال کھینچ لیں گے۔ ذرا صبر کرو، جلد ہی کوئی درستانہ سمجھوتا ہو جائے گا۔"

پارس نے کہا۔ "یاسمینہ! اپنی ممی کی بات مان لو۔ تم نے وعدہ کیا تھا، میں جو کہوں گا، وہ کرو گی۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ بولی۔ "میں ممی کی بات مان رہی ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "مسز سلمان رازی! میری خواہش ہے، جب تک یاسمینہ کے پاپا نہ آئیں، آپ مجھے یاسمینہ سے ملنے کی اجازت دیتی رہیں۔"

"میں یاسمینہ کو اپنے ساتھ لاؤں گی۔ رات کے دو بج رہے ہیں۔ اب جا کر آرام سے سو جاؤ۔"

ماں جانا چاہتی تھی، بیٹی لپٹ کر پارس کے گلے لگ گئی۔ وہ جس جزیرے میں تھے، اس کے شمال میں یورپ اور جنوب میں افریقہ تھا۔ سلمان رازی کی فیملی مغربی تہذیب کی حامل تھی اسی لیے یاسمینہ نے سرِعام بے باکی کا مظاہرہ کیا۔ پارس نے محبت کا جواب محبت سے دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک شرارت کی۔ یاسمینہ کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ ہلکا زہر تھا جو مار نہیں سکتا تھا، نشے میں چور کر سکتا تھا۔ وہ چکرا گئی۔ پارس نے اسے دونوں ہاتھوں سے سہارا دیتے ہوئے کہا۔ "یاسمینہ! حوصلہ رکھو۔ ہم ہمیشہ کے لیے جدا نہیں ہو رہے ہیں۔ تم تو اتنی سی جدائی میں نڈھال ہو گئی ہو۔"

ماں نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ وہ خرابی لہجے میں کہہ رہی تھی۔ "میں نہیں جاؤں گی، تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ پارس! آؤ مجھے اپنے بازوؤں میں چھپا لو۔"

ماں نے اسے بانہوں میں سنبھال کر حکم دیا۔ "گاڑی نکالو لے آؤ۔"

ایک جیپ ان کے قریب آ کر رک گئی۔ ماں نے سہارا دے کر اسے گاڑی میں بٹھایا۔ وہ بیٹھنا نہیں چاہتی تھی۔ پارس کے لیے مچل رہی تھی۔ اس کے ساتھ قید خانے میں رہنے کے لیے کہہ رہی تھی لیکن وہ جیپ اسے دور لے گئی۔ افسر نے کہا۔ "پارس! واقعی تم جو کہتے ہو، وہ کر دکھاتے ہو۔ تم نے کہا تھا، میرا فیصلہ بدل جائے گا۔ میڈم رازی نے فیصلہ بدل دیا۔ وہ عورت زندہ رہے گی۔"

وہ افسر کے ساتھ چل رہا تھا۔ دائیں بائیں اور پیچھے اسٹین گن والے چل رہے تھے۔ افسر نے کہا۔ "میں نے پہلی بار لڑنے کا یہ انداز دیکھا ہے۔ تم نے پون گھنٹے کی لڑائی میں ایک بار بھی حملہ نہیں کیا اور وہ حملہ کرنے والی اپنے حملوں سے زخمی بھی ہوتی رہی اور شکست بھی کھاتی رہی۔"

پارس خاموش تھا۔ افسر نے پوچھا۔ "کیا تم مجھ سے بات کرنا نہیں چاہتے؟"

وہ بولا۔ "تم نے اب تک کوئی جواب طلب بات نہیں کی، میں بات کیا کروں؟"

اس نے کہا۔ "اس میں شبہ نہیں کہ تم سے شکست کھانے والی زبردست فائٹر ہے۔ اس کا نام کیا ہے؟"

"میں نے اب تک نام نہیں پوچھا۔ اسے ایک ہوسٹس کی حیثیت سے جانتا ہوں۔ خدا کے لیے اب یہ نہ کہنا کہ میں اس پر عاشق ہو گیا ہوں۔"

"کمال ہے! تم کیسے معلوم کر لیتے ہو کہ آئندہ میں کیا کہنے والا ہوں۔ اس سے قبل بھی تم نے میرے آئندہ سوال سے پہلے ہی اس کا جواب دے دیا تھا۔"

"میں نے بتایا ہے کہ میں قیافہ شناس ہوں۔ لوگوں کی نفسیات سمجھتا ہوں۔ مثلاً وہ ہوسٹس ایک خوب صورت عورت کی مالکہ ہے۔ میں نے جان پر کھیل کر اسے ریوالور کی گولی سے بچایا۔ اسے زندہ رکھنے کے لیے یاسمینہ کو پکڑ کر لے گیا۔ ان حالات میں خوب صورت جسم کے لیے للچانے والے یہی سوچیں گے کہ میں اس عورت پر سر مٹاتا ہوں، تم اس کے لیے للچا رہے ہو، وہ کہ میں اس عورت میں ہے مگر جانتے ہو وہ زبردست عورت تمہاری تحویل میں آئے گی لہٰذا مجھ سے گفتگو کر کے اس کی کوئی کمزوری معلوم کرنا چاہتے ہو یا میرے ذریعے اسے پگھلانا چاہتے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "کمال ہے، تم میرے دل کی بات کہتے جا رہے ہو۔ کیا تم بھی اپنے دماغ کی طرح دماغ میں گھسنا جانتے ہو؟ مگر کیسے گھس سکتے ہو، میں بولگا کا ماہر ہوں۔ میں یقین سے کہتا ہوں، ابھی تک کوئی میرے دماغ میں نہیں آیا ہے۔ خیر، چھوڑو ان باتوں کو، میرے لائق ہو خدمت ہو تو کچھ کہو، میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔ ابھی چلو، میں اسے تمہاری تحویل میں دلا دوں گا۔"

وہ اچھل کر اس سے پیچھے ہٹا پھر غصے سے بولا۔ "کیا کہا اس نے تمہارے ساتھ ایسا ویسا سلوک کیا تو میری ایسی پٹائی کرائوں گا کہ ساری عمر یاد رکھو گے۔"

یہاں میں بھی ایک چیز تمہیں بتا دیتا ہوں۔ میرے ہاتھ آ کر اگر کوئی عورت مجھ پر ہاتھ اٹھاتی ہے تو میں اس کا ہاتھ توڑ دیتا ہوں۔ اس کی ٹانگ توڑ دیتا ہوں۔ لیکن اس کی جان نہیں نکالتا۔ وہ زندہ بچ جاتی ہے۔ اس سے میرے بارے میں لوگ جان جاتے ہیں کہ میں کیا ہوں۔ پھر کوئی میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ وہ عورت والوں کو بتا نہیں سکے گی کہ تم اس سے ہو گیا جا رہے ہو۔"

وہ تھوڑی دیر تک اسے غصے اور بے بسی سے دیکھتا رہا۔ یہ دوست تھا کہ پارس کو اپاہج بنانے یا زخمی کرنے کی صرف دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔ ہوسٹس کو اس کے مقابلے میں جان بوجھ کر فضیلت دی گئی تھی۔ وہ جانتے تھے، تیمور علی تیمور کا بیٹا ایسا گیا گزرا نہیں ہو گا کہ کوئی قاتر اسے اپاہج بنا دے۔ یہ تاثر صرف پارس کو دیا جا رہا تھا تاکہ وہ سمجھ لے کہ اس کے ساتھ کسی طرح کا بھی غیر انسانی سلوک کیا جا سکتا ہے۔

وہ مسلح افراد کے نرغے میں ایک چھوٹے سے پختہ مکان کے سامنے آیا۔ یہ دراصل جیل خانہ تھا۔ اس میں کئی کمرے تھے۔ اسے ایک کمرے میں پہنچا کر آہنی سلاخوں والا دروازہ مقفل کر دیا گیا۔ تمام کمروں کی دیواریں آہنی سلاخوں سے بنائی گئی تھیں۔ ساتھ والے کمرے میں ہوسٹس کو بند کیا گیا تھا۔ پارس نے اسے دیکھ کر پوچھا۔ "تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟"

"نیند نہیں آ رہی ہے۔ میں تمہارے بارے میں سوچتے سوچتے پاگل ہو رہی ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، میں نے آج تک تمہارے جیسا جوان نہیں دیکھا۔ تم نے ثابت کر دیا کہ مرد صرف دلیر نہیں ہوتا، ایک سچا انسان بھی ہوتا ہے۔ مجھے کئی کارمن ملتے ہیں۔ وہ کئی جوسبر ماسٹر کی وفادار تھی، مر چکی ہے۔ یہ نئی زندگی تم نے دی ہے۔ آج سے میری تمام وفاداریاں تمہارے لیے ہیں۔ تمہارے آرام کا خیال رکھنا بھی میرا فرض ہے۔ بہت رات ہو چکی ہے۔ نیند پوری کرو۔ خدا جانے آنے والا دن کیسا ہو گا۔ ویسے قیدیوں کے لیے اچھا نہیں ہوتا لہٰذا جو موقع ملے غنیمت جان کر آرام کر لینا چاہیے۔ شب بخیر۔"

وہ اپنے بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ پارس نے اسے تعارفی نظروں سے دیکھا۔ وہ کھل بن جانے والی عورت نہیں تھی اور نہ ہی عاشق مزاج تھی۔ اس نے صرف اپنی وفاداری کا اظہار کیا تھا اور آرام کرنے کا معقول مشورہ دے کر سونے چلی گئی تھی۔ وہ بھی اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ سونے سے پہلے مجھے دفرہاوس منصوبہ میں دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا۔ واہ پاپا! جب ہم آپ کا تعاون نہیں چاہتے تھے، تب آپ بار بار شریر ثابت ہوئے۔ اب آپ کے تعاون کی ضرورت ہے تو آپ پہلی شام سے غائب ہیں۔

اس نے سوچا۔ پاپا اتنے غیر ذمے دار نہیں ہیں۔ انہوں نے ضرور کوئی بہت بڑا کارنامہ کر دیا ہے۔ دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کی طرف سے متفکل کی تھا ان کی ضمنی کے مطابق میں اغوا کیا گیا۔ پھر وہ کیسے مجھے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ خدانہ کرے وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہوں۔ شاید بیماری، خیال خوانی کے قابل نہیں رہے ہیں۔ ماما، انکل آر مر اور ڈینی دانیال میرے دماغ میں آ نہیں سکتے، دوستوں اور دشمنوں سب کے لیے میرا دماغ مقفل ہے۔ میں صرف پاپا کی سوچ کی لہروں کو قبول کر سکتا ہوں۔ یہی ایک مشکل آ گئی ہے کہ میرے خیال خوانی کرنے والے بزرگ بھی میری خیر خیریت معلوم نہیں کر سکتے۔

اس نے دوسرے پہلو سے سوچا۔ خدا جو کرتا ہے، بہتری کے لیے کرتا ہے۔ قدرت کا کیا عجیب تماشا ہے، یہاں میرا بھائی بھی اغوا کر کے لایا جانے والا ہے۔ پاپا کی عدم موجودگی سے ان کا منصوبہ ناکام ہونے کے باوجود کامیاب ہونے والا ہے۔ یہاں علی تیمور آ جائے، پھر دیکھوں گا کہ دشمن کیا چاہتے ہیں اور ہم کیا کرتے ہیں۔

اس نے آنکھیں بند کیں، جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا، پھر دماغ کو ہدایات دینے کے بعد گہری نیند میں گم ہو گیا۔ یہاں آ کر اسے چند اہم باتیں معلوم ہوئی تھیں اور وہ یہ کہ سلمان رازی ایسیا کی حکومت سے غداری کر کے فرار ہوا۔ وہ ایک بڑی حکومت کو خوش

کرنے کے لیے کرنل قذافی کا دشمن ہو گیا تھا۔ اُس بڑی حکومت نے اسے ایک جزیرہ انعام کے طور پر دیا تھا جہاں جوان مرد اور عورتوں کو دہشت گردی کی ٹریننگ دی جاتی تھی۔

لیبیا سے امریکا کی دشمنی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ صاف ظاہر تھا کہ امریکا نے ہی سلمان رازی کو اس جزیرے کا مالک اور دہشت گرد تنظیم کا سربراہ بنایا ہے۔ اب غور کرنے کی بات یہ تھی کہ پارس اوّل یعنی علی تیمور، سپر ماسٹر کی قید میں تھا اور سلمان رازی اُسے اغوا کر کے لانے والا تھا۔ کیا جو امریکا اس پر مہربان تھا، وہ اسی کے سپر ماسٹر سے علی تیمور کو چھین کر لانے کی گیا تھا؟ کیا سلمان رازی کے پیچھے امریکا نہیں تھا کوئی اور ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص تھا جس نے خیال خوانی کے ذریعے طیارے کو اغوا کر کے پارس اور کوٹی کو جزیرے میں پہنچا دیا تھا اور وہی خیال خوانی کرنے والا علی تیمور کے اغوا کے لیے بھی سلمان رازی کی مدد کر رہا تھا۔ آخر وہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا جس کے بل پر سلمان رازی بہت بڑی طاقت بن کر اُبھر رہا تھا؟

میرے بیٹے پارس کے لیے عجیب چکر چل گیا تھا۔ دراصل میری اور سپر ماسٹر کی خاموشی نے اس معاملے میں بہت زیادہ تجسس پیدا کر دیا تھا۔ میں نہیں جانتا سپر ماسٹر کے ساتھ کیسے حالات پیش آ رہے ہیں اور وہ اس معاملے میں خاموش کیوں ہو گیا۔۔۔۔ میں اپنے بارے میں بیان کر سکتا ہوں۔ میری رہائش ٹام مورس کے بنگلے میں تھی۔ اس کی بیوی تھیلما پھر سے جوان بننے کی دھن میں میری عقیدت مند بن گئی تھی۔ میں وہاں ٹام کے بچھڑے ہوئے بھائی اونیل مورس کے روپ میں تھا اور ایک مجرم بن کر سام مورس کے خفیہ بینک اکاؤنٹ کا پول کھول دیا تھا۔ اس نے ٹام کے گھر سے ہی رقمیں چرا کر اپنا بینک اکاؤنٹ بڑھایا تھا۔ پول کھلنے کے بعد اس اکاؤنٹ کی تمام رقم ٹام اور تھیلما کو واپس مل گئی تھی۔ وہ دونوں مجھ سے خوش تھے لیکن سام میرا دشمن بن گیا تھا۔

میں بڑے بڑے خطرناک دشمنوں کو خاک میں ملا چکا ہوں، پھر بھلا سام کو کیا خاطر میں لاتا؟ وہ تو ایک فضول اور بے کار سا آدمی تھا۔ اپنے بھائی ٹام کے رحم و کرم پر زندگی گزار رہا تھا۔ میں نے سوچا، یہ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ مجھے پارس کے معاملات سے فرصت ملے گی تو میں سام کے چور خیالات پڑھوں گا۔ فی الحال اس کے چور خیالات میں مجھ سے دشمنی نہیں تھی۔ صرف جھنجلاہٹ اور بے بسی تھی اور مجھ سے بیزاری تھی۔ یہ بیزاری رفتہ رفتہ دشمنی میں بدل اور مجھے مصروفیات کی وجہ سے اس کا علم نہ ہو سکا۔

رات کو ٹام اور تھیلما کے ساتھ کھانے کے عادتاً چائے پی رہا تھا۔ مجھے شبہ ہوا، چائے کا عجیب سا ہے۔ میں نے دو گھونٹ پی کر کہا "میں نہیں پیوں گا۔ ذرا معلوم کرو، یہ چائے کس نے بنائی تھیلما نے باورچی کو بلا کر پوچھا۔ دو گھونٹ سے ہی مجھ پر غشی طاری ہو رہی تھی۔ باورچی نے میں نے بنائی ہے۔"

میرے سامنے در و دیوار گھوم رہے تھے۔ میں بڑی مشکل سے کہا "معلوم کرو سام کہاں ہے؟"

پھر میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے میں پہنچنا چاہا مگر ایسی حالت میں خیال خوانی کی پرواز نہیں تھی۔ میں نے سامنے میز پر سر ٹیک دیا، اس کے مجھے اپنی خبر نہ رہی۔ میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ ٹام نے مجھے فوراً اسپتال پہنچایا۔ ڈاکٹروں نے میرا فوری طبی امداد پہنچائی اور بیان دیا کہ میرے جسم میں گیا ہے۔ لیکن میں خطرے سے باہر ہوں۔ ڈاکٹروں کے لیے یہ بات حیرت انگیز تھی کہ جسم میں زہر پھیلنے کے میں زندہ تھا۔ اُن بے چاروں کو پتا نہیں تھا کہ میرے برسوں پہلے منجالی کا زہر جڑ پکڑ چکا تھا۔ عجیب اتفاق کہ میرے بیٹے پارس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔ بیٹے تو کوئی سانپ بھی زہر وقتی طور پر مدہوش کر سکتا ہے مار نہیں سکتا۔

بہر حال میں دوسری صبح تک مدہوش رہا کی نیند سوتا رہا۔ کچھ ہوش آنے کے بعد نرس سے کیا "میں کہاں ہوں؟ مجھے یہاں کون لایا ہے؟"

اس نے جواب دیا "کل رات دس بجے مسٹر نے تمھیں اسپتال میں داخل کیا تھا۔"

میں نے پریشان ہو کر سوچا۔ کل رات مجھے پارس کوٹی کے دماغ میں رہنا تھا۔ میرا بیٹا اغوا کیا جا رہا تھا۔ اور دن نکل چکا تھا یعنی وہ اغوا ہو چکا تھا اور پتا نہیں کن سے گزر رہا تھا۔ میں نے فوراً آنکھیں بند کیں، اپنے کا تصور کیا۔ پھر خیال خوانی کے لیے پر تولے لیکن پ ہو گئے تھے۔ سر دکھ رہا تھا، میں ابھی خیال خوانی نہ سکتا تھا۔

میری نظر دیوار کی گھڑی پر گئی۔ دن کے گیارہ بج

میرا ایک بیٹا پہلے ہی سپر ماسٹر کی قید میں تھا۔ میری طویل بیہوشی یا مدہوشی کے باعث دوسرا بیٹا بھی ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ میں نے کہا "سسٹر! میں ایک ضروری فون کرنا چاہتا ہوں۔"

"فون ڈاکٹر کے چیمبر میں ہے۔"

میں اُٹھ کر بیٹھنے لگا۔ میرا سر گھوم رہا تھا۔ نرس مجھے تھام کر بولی "یہ کیا کر رہے ہو؟ تمھیں بستر سے اٹھنا نہیں چاہیے۔"

وہ مجھے جبراً لٹانے لگی۔ میں نے کہا "میرا فون کرنا بہت ضروری ہے۔"

"تم آرام سے لیٹے رہو۔ میں ڈاکٹر سے کہتی ہوں۔ شاید فون کا تار یہاں تک لایا جا سکے یا تمھیں اسٹریچر پر فون تک پہنچایا جا سکے۔"

وہ چلی گئی۔ اسی وقت ڈٹینی دانیال نے مجھے مخاطب کیا۔ پھر مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد پوچھا "کیا آپ کسی اسپتال میں ہیں؟ میں آپ کے اندر رہ کر آپ کی دماغی کمزوری کو محسوس کر رہا ہوں۔"

میں نے اُسے مختصر طور پر بتایا کہ پچھلی رات میرے ساتھ کیا ہوا تھا۔ میں فی الحال خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ وہ پریشان ہو کر بولا "یہ بازی تو پلٹ رہی ہے۔ آپ نے پارس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ میں اس کی خیریت معلوم نہیں کر سکوں گا۔ شاید میڈم رسونتی اور مسٹر آرمر بھی اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ میں کیا کروں؟ مجھے کوئی مشورہ دیجیے۔"

"رسونتی سے رابطہ قائم کرو۔ اس سے کہو وہ میرے پاس آئے۔ تم بھی آتے جاتے رہا کرو۔"

وہ چلا گیا۔ نرس نے آ کر کہا "سوری، ڈاکٹر چیمبر میں نہیں ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تمھیں ٹیلیفون تک پہنچا سکوں گی۔"

میں نے کہا "شکریہ۔ اب میں فون نہیں کروں گا۔ تم بہت اچھی ہو۔ ایک بار پھر شکریہ۔"

دراصل میں فرانس کے سفیر سے فون پر رابطہ قائم کر کے رسونتی تک وہی پیغام پہنچانا چاہتا تھا جو آب دانیال کے ذریعے پہنچ گیا تھا۔ دس منٹ کے بعد ہی رسونتی نے مجھے مخاطب کیا "فرہاد! خیریت سے تو ہو؟ یہ دانیال کیا کہہ رہا ہے؟ تم پر ... کا اثر نہیں ہونا چاہیے۔"

"وقتی طور پر لازمی اثر ہوتا ہے۔ اب میں ٹھیک ہوں۔ پرابلم یہ ہے کہ فی الحال خیال خوانی نہیں کر سکتا۔ پارس دوم کے پاس پہنچ نہیں سکتا۔ تمھیں یا کسی اور کو بھی اس کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔ ویسے وہ اغوا کیے جانے کے بعد سپر ماسٹر کے پاس پہنچا دیا گیا ہوگا۔ تم نائب سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرو۔ اُس نے وعدہ کیا تھا کہ چوبیس گھنٹے کے بعد پارس اوّل کو رہا کر دے گا۔ اُس نے وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس پر پارس دوم کے اغوا کا بھی الزام لگاؤ۔ پھر تم سے جو باتیں ہوں، وہ مجھے آ کر بتاؤ۔ آرمر سے کہو، میرے پاس آئے۔"

وہ بولی "کل رات ہی چوبیس گھنٹے پورے ہو گئے تھے۔ میں نے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرنا چاہا تھا، اس کے نائب نے بتایا، سپر ماسٹر کو کسی نے قتل کر دیا ہے جب تک دوسرا ماسٹر اس کی جگہ نہیں آئے گا، نائب اپنی ذمے داری پارس اوّل کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکے گا۔ اس نے درخواست کی ہے کہ ہم نے جہاں چوبیس گھنٹے انتظار کیا ہے وہاں مزید بارہ یا بیس گھنٹے صبر کر لیں۔ نئے سپر ماسٹر کے آتے ہی سب سے پہلے پارس اوّل کی رہائی کی بات کی جائے گی۔"

"تم نے مجھے کل رات ہی کیوں نہ بتایا؟"

"میں جناب شیخ الفارس صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی۔ انھوں نے حکم دیا، میں صبح تک خیال خوانی نہ کروں۔ قدرت کو کچھ اور ہی منظور ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "پتا نہیں قدرت کو کیا منظور ہے؟ میرے دونوں بیٹے نظروں سے دُور تو تھے، اب خیال خوانی سے بھی دُور ہو گئے ہیں۔ کیا پارس اوّل ابھی تک کوما میں ہے؟"

وہ روتی ہوئی بولی "پتا نہیں میرا بیٹا کس عالم میں ہے۔ جناب شیخ صاحب نے کل سے پابندی لگا رکھی ہے۔ میں ابھی جا کر اُن سے خیال خوانی کی اجازت لیتی ہوں۔"

"رسونتی! اگر وہ اجازت نہ دیں تو بیٹے کے لیے صبر کر لینا۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے صرف دماغوں تک پہنچتے ہیں۔ یہ بزرگانِ دین اپنے کشف و کمالات سے مستقبل میں دُور تک دیکھتے ہیں۔ انھیں پیش آنے والے قدرتی حالات کا علم ہوتا ہے۔"

وہ میرے دماغ سے چلی گئی۔ اپنی جگہ دماغی طور پر قائم ہو کر اپنے بالائی مکان سے نکلی پھر جناب شیخ الفارس صاحب کے حجرے میں پہنچ کر ان کے سامنے دوزانو ہو گئی۔ وہ مراقبے میں تھے۔ انھوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا پھر کہا "بیٹے کے لیے پریشان ہو؟"

وہ سر جھکا کر بولی "ہم ہر طرف سے مصیبت میں گھرے ہوئے ہیں۔ پارس کے پاپا اسپتال میں ہیں، خیال خوانی کے قابل نہیں ہیں۔ پارس دوم کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔ کیا ان حالات میں بھی مجھے پارس اوّل کے پاس نہیں جانا چاہیے؟"

"جانا چاہو تو جا سکتی ہو مگر کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ تم سب وسیع ذرائع کے مالک ہو۔ فرانس کی حکومت تمھاری پشت پر ہے۔ تم یہاں ہوی خیال خوانی کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ سکتے ہو لیکن دونوں بیٹوں تک پہنچ کر بھی نہیں پہنچ سکو گے۔ یہ سوچنے سمجھنے اور سبق حاصل کرنے کا مقام ہے۔ انسان ساری دنیا کے خزانوں کا مالک بن کر، ساری طاقتوں کا سرچشمہ بن کر بھی اپنے مقدر کے سامنے بے بس رہتا ہے۔ جاؤ اور جتنے ذرائع استعمال کر کے بیٹوں تک پہنچ سکتی ہو، پہنچو۔ ہونا وہی ہے جو مقدر میں لکھا ہے۔"

"حضور! اتنی تسلی کر دیں، کیا ہمارے حق میں بہتر ہوگا؟"

"میں کہوں، بدتر ہوگا تو کیا تم بیٹوں تک پہنچ کر انھیں آنچل میں چھپا لو گی؟ بیٹی! عمل بندے کا ہوتا ہے، ردِعمل خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اسی لیے بندوں سے کہا جاتا ہے اپنے اعمال بہتر سے بہتر بناؤ تاکہ ردِعمل میں بہتری ملے۔"

یہ کہہ کر انھوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر مراقبے میں چلے گئے۔ رسونتی اُلٹے قدموں سر جھکا کر حجرے سے باہر آئی۔ پھر اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر مجھ سے بولی "میں پارس اوّل کے پاس جا رہی ہوں۔ ابھی آ کر اس کے حالات بتاؤں گی۔"

وہ ایک کرسی پر آ کر آرام سے بیٹھ گئی۔ پھر آنکھیں بند کر کے خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اپنے بیٹے علی تیمور کے پاس پہنچ گئی۔ "ہیلو پارس! میری جان! میں تمھاری ماں بول رہی ہوں۔ تم خیریت سے ہو ہم مجھے فوراً جاؤ اجاؤ کہاں ہے؟"

بیٹے نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنے کمرے میں واپس آ گئی۔ وہ دوسری بار اس کے دماغ میں جا سکتی تھی لیکن جانا مناسب نہیں تھا۔ ایک حسین دوشیزہ اس کی سانسوں کے قریب آ رہی تھی۔ بیٹے نے اس حسینہ کی خاطر ماں کو کیٹ آؤٹ کر دیا تھا۔

رسونتی کی عجیب حالت تھی۔ ایک طرف اطمینان تھا کہ بیٹا اب کوما میں نہیں ہے، بخیریت ہے اور دماغی طور پر نارمل ہے۔ دوسری طرف غصہ آ رہا تھا، اُس نے ماں سے ہمیشہ کی طرح شدید محبت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ تقریباً چالیس گھنٹے بعد رابطہ قائم ہوا تھا اور اس نے ماں سے ملنے کے لیے تڑپ اور بے قراری ظاہر نہیں کی تھی۔ کوئی اور بات ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی۔ دُکھ یہ تھا کہ بیٹے نے اس کے مقابلے میں ایک لڑکی کو اہمیت دی تھی۔

وہ میرے دماغ میں آ کر رونے لگی۔ میں گھبرا گیا کہ خدانخواستہ کوئی نامناسب بات نہ ہو جائے۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟ جلدی بتاؤ، بیٹا خیریت سے تو ہے؟"

وہ روتی ہوئی بولی "ہاں خیریت سے ہے۔"

"پھر کیوں رو رہی ہو؟"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "دن رات تڑپتے رہنے کے بعد رابطہ قائم ہوا تھا مگر اس نے دماغ سے نکال دیا۔"

"کیوں نکال دیا؟ پوری بات کیا کرو۔"

"ایک لڑکی اس کے پاس تھی۔"

"دیکھو رسونتی، تمھیں برا نہیں ماننا چاہیے۔ اس نے مجبور ہو کر تمھیں دماغ سے باہر کیا ہے۔"

"کیا یہ ماں کی توہین نہیں ہے؟"

"کیسی اُلٹی باتیں کرتی ہو۔ میں یقین سے کہتا ہوں، اس نے مجبور ہو کر سانس روکی ہے۔ دراصل ماں کو بلانے کے لیے لڑکی کو دُور کرنے کی مہلت ضروری ہوگی۔ وہ مہلت اسے مل چکی ہے۔ اب تم جاؤ گی تو وہ سانس نہیں روکے گا۔"

"تم کہتے ہو تو جا رہی ہوں۔"

میں نہ کہتا، تب بھی وہ جاتی۔ بہرحال اُسے بیٹے کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ جھینپ کر کہہ رہا تھا "ماما! مجھے افسوس ہے، مجبور ہو کر سانس روکنا پڑا تھا ورنہ میں تو آپ کو یاد کر کے تڑپ رہا تھا۔"

رسونتی خوش ہو کر بولی "کوئی بات نہیں، تم سانس نہ روکتے تو میں خود ہی چلی جاتی لیکن بیٹے! تم تو لڑکیوں سے بیزار رہتے تھے۔ ہمیشہ کچھ نہ کچھ پڑھنے لکھنے اور زیادہ سے زیادہ علوم سیکھنے کی دُھن میں رہتے تھے۔ پھر یہ لڑکی کون ہے؟"

"اب کیا بتاؤں؟ بس ہے ایک لڑکی۔"

"تم کہاں ہو؟"

"آپ دیکھ رہی ہیں، میں جہاں بھی ہوں، خیریت سے ہی ہوں۔"

"مجھے بتاؤ کہاں ہو؟ کس کے ساتھ ہو؟"

"میں جس کے ساتھ ہوں، وہ مجھ پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہے۔ میرا محافظ ہے۔ مجھے دوسروں کی دشمنی سے محفوظ رکھتا ہے۔"

"تم لڑکی کے متعلق ٹال رہے ہو، جگہ کی نشاندہی

نہیں کر رہے ہو۔ اگر کوئی شخص تم پر مہربان ہے، تمہارا محافظ ہے تو وہ میرے لیے قابلِ صد احترام ہے مجھے اس کا نام، پتا اور ٹھکانا بتاؤ۔"

"سوری ماما! میں ان کے متعلق کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"کیوں نہیں بتا سکتے؟ کیا سپر ماسٹر کوئی چال چل رہا ہے۔ میں نے سنا ہے، اسے قتل کر دیا گیا ہے، کوئی نیا سپر ماسٹر آنے والا ہے۔"

"میں کسی سپر ماسٹر کو نہیں جانتا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تم بھول گئے ہو کہ... لارنس ڈیکوزا نے تمہیں سپر ماسٹر کی قید میں پہنچایا تھا؟"

"آپ کیا کہہ رہی ہیں، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ میں تو اپنے ایک مہربان کے ہاں مہمان ہوں۔"

"اوہ خدایا! معلوم ہوتا ہے، دشمنوں نے کسی طریقۂ کار سے تمہارے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔"

وہ ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی سہلانے لگا پھر کہنے لگا۔ "شاید آپ درست کہہ رہی ہیں۔ مجھے یاد نہیں رہتا کہ دس بارہ گھنٹے پہلے کہاں تھا۔ جن کے ساتھ میں نے وقت گزارا ہے، وہ لوگ مجھے یاد رہتے ہیں جیسے میں آپ کو، پاپا کو، بھائی پارس کو اور سب کو یاد رکھتا ہوں لیکن جگہ اور واقعات بھول جاتا ہوں۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں آپ کے ساتھ کس ملک میں اور کس شہر میں رہتا تھا۔ اسی طرح یہ یاد نہیں ہے کہ کل میرے ساتھ کیا کچھ ہوا تھا۔"

"بیٹے! یہ بات تشویشناک ہے۔ دشمن تمہاری ذہنی کمزوری سے کوئی بہت بڑا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ تم فوراً میرے پاس چلے آؤ یا مجھے اپنا بتا دو۔"

"میں اپنا پتا نہیں بتا سکتا۔ میرے مہربان نے منع کیا ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے، تم کسی کے تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہو، مجھے چاہنے کے باوجود خود نہیں بتا سکو گے۔ کوئی بات نہیں، تم یونہی خاموش بیٹھے رہو، میں جو رخیالات سے تمہارا پتا ٹھکانا اور اس مہربان کا نام معلوم کر لوں گی۔"

وہ ماں کی ہدایت کے مطابق خاموش بیٹھا رہا۔ ماں اس کے دماغ کی گہرائیوں میں اُترتی رہی۔ وہ دماغی طور پر بہ بالکل نارمل تھا۔ اس کے اندر ہوش مندانہ خیالات تھے لیکن اس کا کوئی چور خیال یہ نہیں بتا رہا تھا کہ وہ ابھی کہاں ہے اور اس کا مہربان کون ہے؟

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "تمہارے دماغ میں جتنی سوچ کی لہریں ہیں ان میں سے کوئی ایسی نہیں ہے جسے پڑھ کر میں دشمنوں کا نام اور پتا معلوم کر سکوں۔ بیٹے! انھوں نے تمہارے دماغ کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا ہے۔ جسے تم مہربان کہہ رہے ہو، وہ ہرگز تمہارا دوست اور ہمدرد نہیں ہے۔"

"ماما! پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ آپ ہر اجنبی کو دشمن نہ سمجھا کریں۔ میرا یہ مہربان واقعی مہربان ہے۔"

"اگر واقعی ایسا ہے تو اسے مجھ سے گفتگو کرنے کو کہو۔"

"وہ آپ کو اپنے دماغ میں بلانے والا ہے مگر ابھی کسی معاملے میں بے حد مصروف ہے۔ اس نے مجھے یقین دلایا ہے کہ اس کے اور میرے والدین کے درمیان بہت ہی مستحکم دوستی ہو گی۔"

"تم چاہو اور اسے مجبور کرو تو جلد از جلد دوستی ہو سکتی ہے۔ کیا تم میرے پاس آنا نہیں چاہتے؟"

"وقت آنے پر میں آؤں گا، یا آپ کو کہیں بلا کر ملاقات کروں گا لیکن میں چار دیواری میں نہیں رہنا چاہتا۔ یہ دنیا دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے، آپ اعتراض نہیں کریں گی۔"

"تمہارا دماغ کچھ عجیب سا ہو گیا ہے۔ تمہیں میرے اعتراض کا بھی خیال ہے، تم میرے فرماں بردار بیٹے بھی ہو، اور دوسری طرف دشمنوں کی تمام باتیں چھپا رہے ہو اگر اتنا معلوم ہو جائے کہ تم کس ملک کے کس علاقے میں ہو تو میں خود ہی وہاں پہنچ کر دشمنوں کو دوست بنا لوں گی۔ وہ تمہیں بنانا چاہیں گے تو انھیں خاک میں ملا کر تمہیں وہاں سے لے آؤں گی۔"

"شاید آپ کے ایسے ہی خیالات کی وجہ سے میرا مہربان محتاط ہے۔ وہ نادان بچہ نہیں ہے کہ خود کو خاک میں ملانے کے لیے آپ کو یہاں تک پہنچنے کا موقع دے۔ ہائی دی وے ہم کافی طویل گفتگو کر چکے ہیں۔ مجھے اجازت دیجیے۔ اب آپ سے کل باتیں ہوں گی۔"

"کل کیوں؟ میں تمہاری ماں ہوں۔ جب چاہو تمہارے پاس آ سکتی ہوں۔"

"خیریت معلوم کرنے کے لیے دن میں ایک بار آنا کافی ہے۔ اچھا خدا حافظ۔ آپ کے لیے بہت سی محبتیں۔ کل رابطہ قائم ہو گا۔"

"ٹھہرو، تم کیسے بیٹے ہو، تم نے پاپا کی خیریت دریافت نہیں کی۔ وہ اسپتال میں ہیں۔ تمہارا بھائی پارس اغوا کیا گیا ہے۔ ابھی بہت سی باتیں کرنے کو رہ گئی ہیں۔"

"آپ اتنی دیر فضول باتیں کرتی رہیں، میرے باپ اور بھائی کو نظر انداز کر دیا۔ بہرحال پاپا کی دیکھ بھال آپ کر رہی ہیں گی۔ رہ گیا پارس تو وہ سو شیطانوں کا ایک شیطان ہے۔ اسے اغوا کرنے والے پچھتا رہے ہوں گے۔ میں اس کی طرف سے مطمئن ہوں۔ خدا حافظ ماما!"

اس نے سانس روک لی۔ ماں پھر باہر آ گئی۔ اسے غصہ بہت جلد آتا تھا۔ بیٹے کے اس رویّے نے پھر غصہ دلایا مگر وہ دل کو سمجھانے لگی، بیٹا مجبور ہے، کسی نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔ عمل کرنے والے کا یہ بھی احسان ہے کہ اس نے ماما کو اس کے ذہن سے نہیں بھلایا۔ اگر بھلا دیتا تو وہ اس کا کیا بگاڑ لیتی؟

اسے جناب شیخ الفارس صاحب کی باتیں یاد آئیں۔ انھوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ "جانا چاہتی ہو تو بیٹے کے پاس جاؤ مگر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔"

واقعی کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ صرف بیٹے کی خیریت معلوم ہوئی تھی مگر اسے دشمنوں کی قید سے واپس لے آنے کے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی تھی اور کامیابی تو دُور کی بات ہے، بیٹے نے دشمنوں کی نشاندہی تک نہیں کی تھی۔ بیٹا اب رسمی طور پر اپنا تھا، ورنہ پرایا ہو چکا تھا۔

پارس نے صبح سات بجے بیدار ہونے کے لیے دماغ کو ہدایت دی تھی لیکن فائرنگ کی آواز سُن کر آنکھ پہلے ہی کھل گئی تھی۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ سلاخوں کے دوسری طرف، ہوسٹس کی کار میں بھی بیدار ہو گئی تھی۔ وہ بولی۔ "صبح ہو گئی ہے، میں گہری نیند میں تھی لیکن باہر مردوں اور عورتوں کا شور کچھ زیادہ ہی ہے جیسے وہ آپس میں لڑ رہے ہوں، رہ رہ کر فائرنگ کی آوازیں بھی آ رہی ہیں، یہ باہر کیا ہو رہا ہے؟"

پارس کان لگا کر سُن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہاں کی عورتیں اور مرد صبح کی ورزش کر رہے ہیں۔ جوڈو اور کراٹے کی مشق بھی ہو رہی ہیں۔ دُور کہیں نشانہ بازی کی بھی مشقیں جاری ہیں۔ فائرنگ کی آوازیں وہیں سے آ رہی ہیں۔"

کمی کار میں ایک کرسی پر بیٹھ کر روشندان کے باہر دیکھنے لگی پھر پلٹ کر بولی۔ "تم نے آوازوں کا درست تجزیہ کیا ہے۔ واقعی باہر سیکڑوں عورتیں اور مرد مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ جوڈو کراٹے سیکھ رہے ہیں یا سکھا رہے ہیں۔"

چار مسلح افراد وہاں آئے۔ انھوں نے آہنی دروازوں کا تالا کھولا تاکہ وہ باتھ روم جا کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو جائیں۔ پارس نے ایک شخص سے پوچھا۔ "کوئی گرائم کہاں ہے؟"

اس شخص نے غصے سے دیکھ کر اشین گن کے ذریعے باتھ روم کی طرف اشارہ کیا۔ پارس نے کہا۔ "تم اپنی آواز سنانا نہیں چاہتے، کوئی بات نہیں لیکن لکھ کر تو جواب دے سکتے ہو۔ اگر جواب دینے کے لیے منع کیا گیا ہے تو اپنے افسر سے اجازت لے کر آؤ۔ میں یہ معلوم کر کے رہوں گا کہ کوئی کہاں ہے؟ اگر نہ بتایا گیا تو میں غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہنگامہ شروع کر دوں گا۔ مجھے صرف مسز سلمان ہی اگر ہنگاموں سے باز رکھ سکتی ہیں۔" یہ کہہ کر وہ ایک باتھ روم میں چلا گیا۔ کمی دوسرے میں چلی گئی۔

وہ دونوں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر باتھ روم سے باہر آئے۔ ان کے لیے ناشتے اور چائے کی دو ٹرے آئی تھیں۔ ایک ٹرے پر تہہ کیا ہوا کاغذ تھا۔ پارس نے اسے کھول کر پڑھا۔ افسر نے لکھا تھا۔ "مسٹر پارس! تمہیں اور کمی کارمن ..... کو اسے کلاس میں رکھا گیا ہے۔ کوئی عام قیدیوں کے ساتھ ہے۔ امید ہے تمہاری تسلی ہو گئی ہو گی۔"

پارس وہ کاغذ کمی کو دے کر ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ کمی نے اسے پڑھ کر ایک طرف پھینک دیا پھر بولی۔ "کوئی کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہو؟"

"اس کے لیے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ میں صرف معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے زندہ رکھا گیا ہے یا غیر ضروری سمجھ کر مار دیا گیا ہے۔"

"اس طرح کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ وہ خیر ضروری نہیں ہے، اسے زندہ رکھا جائے گا۔ وہ سپر ماسٹر کے قبضے میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔"

"تم نے کوئی رائے قائم کی کہ ان دہشت گردوں کے کیمپ کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے اور وہ خیال خوانی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟"

"ہاں، ایک اندازہ ہے سپر ماسٹر نے خاموشی اختیار کر لی ہے لیکن وہ خاموش نہیں ہے۔ ایک نیا پُراسرار خیال خوانی کرنے والا بن کر اُس نے مجھے اس جزیرے میں پہنچا دیا ہے۔"

"تم عجیب چونکا دینے والی بات کر رہے ہو سپر ماسٹر ایسا کیوں کرے گا؟"

"اُس نے میرے پاپا سے وعدہ کیا تھا کہ چھ بجے گھنٹے

بعد میرے بھائی پارس علی تیمور کو رہا کردے گا۔ کل رات معلوم ہوا کہ سلمان رازی، علی تیمور کو اغوا کرنے گیا ہے، جیسے یہ بچوں کا کھیل ہو۔ کیا سپر ماسٹر کی قید سے کسی کو نکال کر لایا جاسکتا ہے؟"

"بہت مشکل ہے بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔"

"ہمیں آج یہاں معلوم ہوگا کہ سلمان رازی میرے بھائی کو اُس کی قید سے نکال لایا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"تم جلد ہی سُن لوگی اور تسلیم کروگی کہ سلمان رازی کے لیے سپر ماسٹر کا قید خانہ باپ کا گھر ہوگیا ہے۔ وہ گیا اور باپ کے گھر سے میرے بھائی کو یہاں لے آیا۔ سپر ماسٹر بعد میں اپنی مسلسل خاموشی کی وجہ یہ بتا سکتا ہے کہ کسی دشمن نے اسے زخمی کر دیا تھا اور وہ خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اُسے زخمی کرنے والا پارس علی تیمور کو اغوا کرچکا ہے۔ یعنی جب پارس علی تیمور، سپر ماسٹر کی قید میں نہیں ہوگا تو میرے پاپا اس سے رہائی کا مطالبہ کیسے کریں گے؟"

"لیکن کسی نئے پُراسرار خیال خوانی کرنے والے کا وجود کون تسلیم کرے گا؟"

"تم شاید نہیں جانتیں، سات ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے جن میں سپر ماسٹر، ڈینیال اور ایک نامعلوم شخص زندہ ہیں، باقی چار مرچکے ہیں۔ اس نامعلوم شخص کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ اسی نے ہم دونوں بھائیوں کو اغوا کرکے کہیں قید کر رکھا ہے۔"

"یہ بڑا پیچیدہ ڈراما ہے مگر سمجھ میں آتا ہے، سپر ماسٹر تم دونوں بھائیوں کے اغوا کے الزام سے بچنے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔"

چار مسلح افراد نے آکر پارس سے کہا۔ "ناشتا بہت ہو چکا، اب اُٹھو۔"

پارس اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ کمی نے پوچھا۔ "اسے کہاں لے جا رہے ہو؟"

ایک شخص نے آہنی دروازہ کھول کر اسٹین گن سے کمی کو دھکا دیتے ہوئے کہا۔ "یہاں قیدیوں کے سوالوں کے جواب نہیں دیے جاتے، چلو۔"

اسے اندر پہنچا کر آہنی دروازے کو مقفل کر دیا گیا۔ پارس اسٹین گن کے نرغے میں باہر آیا۔ اسے ایک جیپ میں بٹھایا گیا، پھر وہ جیپ ایک طرف چل پڑی۔ آگے پیچھے بھی گاڑیاں تھیں۔ انھیں اندیشہ تھا کہ وہ دو چار مسلح افراد کو ختم کرکے فرار ہوسکتا ہے۔ وہ ایک جزیرے میں تھے۔ فرار ہوکر وہ سمندر میں ڈوب نہیں جاسکتا تھا۔ ان کے اندیشوں سے ظاہر تھا کہ وہ ہمنے کے لیے ساحل پر موٹر بوٹ اور دوسری کشتیاں ایک آدھ بیلی کاپٹر ہے۔ دشمن بہت چالاک ہوسکتے لیکن اپنی حماقتوں سے فرار کا راستہ سُجھا رہے تھے۔

ایک پختہ مکان کے سامنے گاڑیاں رُک گئیں آدمی اسے گاڑی سے اُتار کر ایک بڑے سے کمرے پھر انھوں نے باہر جاکر دروازے کو بند کر دیا، وہ کمرا سے خالی تھا۔ صرف ایک بستر اور دو کرسیاں تھیں میں دیر نہیں لگی کہ اس بستر پر اُسے لٹا کر تنویمی عمل کیا گا۔ وہ آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

بند کمرے میں کسی کی آواز اُبھرنے لگی، آواز بھاری بھرکم اور گونجتی ہوئی سی تھی کہ سُن کر ہیبت ہوتی تھی۔ وہ نرمی سے بول رہا تھا لیکن آواز گرجتی محسوس اور دل کو دھڑکاتی تھی۔ پارس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی تابعداری میں جھکتا چلا جاتا۔ ایسی شیطانی آواز اور لہجہ آسانی سے کسی کو بھی اپنا معمول اور تابع فرمان بنا لیتا۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "اے نوجوان! تُو سُو رہا ہے یا دماغ میں سوچ کی لہروں کو سُن رہا ہے؟ اگر سُن رہا ہے بڑی اچھی بات ہے۔ تیرے ذریعے تیرا باپ بھی میری سُن رہا ہوگا۔ میں اُس سے پوچھنا چاہتا ہوں، ایک معصوم کے دماغ میں قبضہ جماکر اس سے شرابی کی ایکٹنگ کرانے اسے مدہوش رکھنے میں کیا مصلحت ہے؟ وہ اس کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

پارس سمجھ گیا، یہ بات یاسمینہ کے متعلق کہی جا رہی ہے۔ پچھلی رات اس کے زہر کی ایک ذرا سی مقدار یاسمینہ کو بے خود کر دیا ہوگا۔ بے خودی میں نہ جانے کیا کہتی اور کرتی رہی ہوگی۔ وہ لوگ سمجھ رہے تھے فرار اس لڑکی کے دماغ میں جگہ بنالی ہے۔

کمرے میں اُبھرنے والی آواز نے پوچھا۔ "تُو جواب نہیں دیتا؟ خاموش کیوں ہے؟ میں فرہاد علی تیمور کے بیٹے کے ذریعے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

پارس اطمینان سے کرسی پر خاموش بیٹھا رہا۔ اسی لہجے میں کہا۔ "پارس! میں تجھ سے مخاطب ہوں، کیا تیرا باپ نہیں ہے؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ آواز گرجنے لگی۔ اُس سے پورا کمرا جیسے جھنجھنا رہا تھا۔ "میں تجھے حکم دیتا ہوں جواب دے۔ جواب دے۔ میری ایک آواز پر مُردے

پڑتے ہیں۔ تُو بھی بولے گا۔ بول، بول! میری بات کا جواب دے۔"

پارس سامنے والی کرسی پر پاؤں پھیلا کر اور زیادہ آرام سے بیٹھ گیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی ایک اندرونی دروازہ کھلا۔ یاسمینہ کی ماں تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ وہ بہت غصے میں تھی۔ پارس جلدی سے اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ ڈانٹ کر بولی۔ "تم سے پوچھا جا رہا ہے، اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟"

اس نے پوچھا۔ "کیا وہ پوچھنے والا پردہ کرتا ہے؟"

"وہ سامنے آئے گا تو تم دہشت سے بولنا بھول جاؤ گے۔"

"جن ماؤں نے میری پرورش کی انھوں نے بچپن میں کسی بھوت سے نہیں ڈرایا۔ تم جوانی میں ڈرا رہی ہو، بہرحال جو سامنے آکر بولے، میں اسی کی بات کا جواب دیتا ہوں۔"

اس نے چند لمحوں تک اسے گھُور کر دیکھا پھر بولی۔ "میں تمھارے سامنے بول رہی ہوں۔ اپنے باپ سے کہو کہ مجھ سے باتیں کرے۔"

"کل سے میری یہی دُعا ہے کہ پاپا میرے پاس آئیں، مگر افسوس کہ میری دُعا قبول نہیں ہو رہی ہے۔"

"تمھارے اس جھوٹ کو ایک نادان بھی تسلیم نہیں کرے گا۔"

"کیا میں ایک نادان سے باتیں کر رہا ہوں؟"

"یو شٹ اَپ! کل رات میری بیٹی کے ساتھ کیا ہوا تھا؟"

"تم ہی بتانے کی زحمت کرو، کیا ہوا تھا؟"

"وہ مدہوش ہوگئی تھی، جیسے بہت زیادہ نشہ کیا ہو۔"

"میں نے یاسمینہ سے مختصر سی ملاقات کی ہے، وہ ایک سیدھے اور صاف دل کی لڑکی ہے۔ ایسی لڑکیاں کبھی نشہ نہیں کرتیں پھر وہ مدہوش کیسے ہوسکتی ہے؟"

"تم میرا ہی سوال مجھ سے پوچھ رہے ہو۔"

"یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب ایک ماں ہی دے سکتی ہے تم ایک جہاں دیدہ عورت ہو، پتا نہیں کتنے بچوں کی ماں ہو۔ ذرا عقل سے سوچو، ایک جوان لڑکی کے ساتھ کیا ہوسکتا ہے۔"

وہ پریشان ہوگئی۔ آخر ماں تھی۔ سر جُھکا کر سوچنے لگی۔ پارس نے کہا۔ "میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہتا ہوں... پاپا سے میرا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ یقیناً وہ بیمار ہوں گے۔ تمھاری پشت پر جو خیال خوانی کرنے والا ہے، اُس سے کہو، میرے دماغ میں آئے، وہ نہیں آسکے گا۔ میرے بھائی علی تیمور سے میرا دماغ مختلف ہے۔ پاپا نے تنویمی عمل کے ذریعے ایسی گرہ باندھ دی ہے کہ میری ماما اور انکل آرمر بھی میرے دماغ میں نہیں آسکتے۔ کوئی بھی آنا چاہے گا تو میں بے اختیار سانس روک لوں گا۔ میں خود کوشش کروں کہ ماما وغیرہ دماغ میں آجائیں تو میری کوشش ناکام ہوگی۔ تم کسی تنویمی عمل کرنے والے سے کہو، وہ مجھے اپنا معمول بنا کر میرے اندر کی سچائی معلوم کرے۔ مختصر یہ کہ میں کسی بھی طرح تمھیں اپنی سچائی کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔ اور یہ صرف اس لیے کہ تم یاسمینہ کی ماں ہو۔ وہ بہت سچی، کھری اور معصوم سی لڑکی ہے، مختصر سی ملاقات میں میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہے۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے پارس کو دیکھ رہی تھی پھر بولی۔ "کیا تم یاسمینہ کو دل سے چاہتے ہو؟"

"میں اسے ایمان سے چاہتا ہوں اور ایمان ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ تم ذرا تفصیل سے بتاؤ، کل رات اسے کیا ہوا تھا؟"

"وہ تم سے بچھڑتے ہی بہکی بہکی باتیں کرنے لگی تھی۔ صرف تمھارے پاس جانے کے لیے مچل رہی تھی۔"

"کیا وہ کسی بھی چیز کو حاصل کرنے کے لیے ایسی ہی ضد کرتی ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ میری دونوں بیٹیاں سنجیدہ اور متحمل مزاج ہیں، وہ ایسی ہی خواہش کرتی ہیں جو پوری ہو جائے۔ جو پوری نہ ہو اُسے نظر انداز کر دیتی ہیں۔"

"تو پھر ایک ہی بات میری سمجھ میں آتی ہے۔ مجھے اس سے ملنا نہیں چاہیے تھا۔ ہم نے مختصر سا وقت گذارا ہے مگر وہ اتنے پیار بھرے لمحات تھے جن کے چھین لیے جانے پر ایک نوجوان لڑکی ہسٹیریا میں مبتلا ہوسکتی ہے۔"

وہ دھپ سے کرسی پر بیٹھ کر بولی۔ "اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو سے سوچا نہیں تھا۔ کل رات وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ اُس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا۔"

"ٹھہرو، تم کہہ رہی ہو، اُس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا۔ ابھی وہ چھپ کر بولنے والا کہہ رہا تھا، میرے پاپا ایک معصوم لڑکی کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے شرابی اور مدہوش بنا رہے تھے۔ یہ بات دل کو لگتی ہے کہ یاسمینہ کا دماغ کسی نے اپنے قابو میں کر رکھا ہو۔ اس کا مقصد صاف ظاہر ہے، وہ مجھے اور میرے پاپا کو بدنام کرنا چاہتا ہے۔"

"تم کس کی بات کر رہے ہو، میں نہیں سمجھی؟"

"یہ سمجھنے اور غور کرنے کی بات ہے۔ یاسمینہ مجھ سے بچھڑتے ہی بہکی بہکی باتیں کرنے لگی۔ میرے پاپا کا ریکارڈ اس بات کا مستند ثبوت ہے کہ وہ کسی شریف لڑکی کے دماغ کو کبھی چوری سے نہیں پڑھتے، پھر بیٹا جس لڑکی کو چاہتا ہو۔ اُس کے دماغ میں کیسے جھانک سکتے ہیں! ایک غیرت مند باپ اپنی بہو جیسی لڑکی کے چور جذبوں کو اس کے اندر کبھی نہیں پڑھے گا اور نہ ہی اس معصوم کو کل کی طرح تماشا بنائے گا۔ میرے پاپا صرف ایسے دماغوں میں جاتے ہیں جن کے ذریعے اہم مقاصد پورے کیے جاسکیں۔ بہرحال میں اپنی اور پاپا کی صفائی میں زیادہ نہیں کہوں گا لیکن یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا یاسمینہ کے دماغ میں آتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ یاسمینہ میری محبت میں گرفتار ہو۔ وہ نہیں یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ تمہاری ممی خیال خوانی کرنے والوں کے خاندان میں جائے گی تو اسی طرح دماغی مریضہ بن جائے گی۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فکر میں مبتلا ہوگئی۔ پارس نے کہا۔ "ایسے وقت کوئی معقول بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ابھی تمہارے لیے یہ سمجھنا ضروری نہیں ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اور ایسا کون کر رہا ہے؟ ایک ماں کی حیثیت سے پہلے بیٹی کا تحفظ کرو۔ میں آخر باتیں وقت سے پہلے سمجھ لیا کرتا ہوں۔ اس کمرے کا ماحول اور کس پر وہ بولنے والے کی آواز تبادر ہی ہے کہ یہاں مجھ پر تنویمی عمل کیا جائے گا میں یاسمینہ کی محبت میں تمہیں دانش مندانہ مشورہ دیتا ہوں، جتنی جلدی ہو سکے بیٹی پر تنویمی عمل کراؤ اور اس کے دماغ کو لوہے مقفل کرا دو کہ میرے پاپا اور تمہارا کوئی خیال خوانی کرنے والا کبھی اس کے دماغ میں جگہ نہ پا سکے۔ مجھے یقین ہے، تم بیٹی کی حفاظت کے لیے فوراً یہ قدم اٹھاؤ گی۔"

وہ اچانک کرسی سے اُٹھ کر بولی۔ "بیٹے! تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں، پھر دُمیں ابھی آتی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ پارس کرسی پر بیٹھ گیا۔ دوسرے کمرے سے باتیں کرنے کی دھیمی سی آوازیں آئیں پھر وہ آوازیں بلند ہوگئیں۔ یاسمینہ پوچھ رہی تھی۔ "ممی! یہ پابندی کیوں ہے؟ میں اس سے کیوں نہیں مل سکتی؟"

"بیٹی! یہ پابندی شام تک اٹھالی جائے گی۔ تم اُس سے ضرور ملو گی۔ ابھی ہم اس کے ساتھ مصروف ہیں۔"

پارس تیزی سے اُٹھ کر دروازے کے پاس آیا یاسمینہ کہہ رہی تھی۔ "پارس ابھی مصروف نہیں ہے۔ کمرے میں تنہا ہے۔ میں پانچ منٹ کے لیے اُس کے پاس جاسکتی ہوں؟"

پارس دروازہ کھول کر اُن کے سامنے آگیا۔ یاسمینہ اسے دیکھتے ہی خوشی سے چیخ پڑی۔ دوڑتی ہوئی اگر وہ تقاطیس اس کمرے میں اس کی ماں کے ساتھ ایک لمبا تڑنگا پہلوان شخص بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ اور آنکھیں دیکھ کر پتا چلتا تھا کہ تنویمی عمل میں مہارت حاصل ہوگی۔ پارس نے یاسمینہ کو ایک طرف لے جاکر کہا۔ "تم یہاں کھڑی رہو۔ میں جو سوال کروں اُس کا جواب دو۔ میں نے پہلی ملاقات میں سمجھ لیا ہے، تم جھوٹ نہیں بولو گی، خصوصاً مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں بولو گی۔"

"میں جھوٹ بولنے سے پہلے مر جاؤں گی۔"

وہ اُس سے دُور جاکر بولا۔ "تمہاری ممی نے بتایا ہے تم کسی بات کی ضد نہیں کرتیں۔"

وہ بولی۔ "ممی درست کہتی ہیں۔"

"تمہاری ممی اور پاپا نے تمہیں یقین دلایا ہے کہ ایک دن ہم دونوں جیون ساتھی بنیں گے اور تمہیں اپنے والدین پر پورا بھروسا ہے؟"

"ہاں مجھے اُن پر پورا بھروسا ہے۔ پھر تمہاری محبت نے بھی یقین دلایا ہے ہم ضرور جیون ساتھی بنیں گے۔"

اس کی ماں اور وہ شخص پوری توجہ سے پارس کو دیکھ رہے تھے اور اس کی باتیں غور سے سُن رہے تھے۔ وہ بولا۔ "یاسمینہ! اب اپنے اندر جھانک کر خوب سوچ سمجھ کر جواب دو۔ کیا تمہارے اندر یہ خیال ایک شدید خواہش بن کر مچل کرتا ہے کہ تم بھاگ کر میرے پاس چلی آؤ؟"

"ہاں میرے اندر بار بار یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔"

پارس اچانک سخت لہجے میں کہا۔ "یہ خواہش نہیں پرائی سوچ کی لہریں ہیں جو تمہیں میرے پاس آنے پر مجبور کرتی ہیں۔ تم اپنے والدین کی سعادت مند بیٹی ہو۔ ان سے چھپ کر کوئی ایسا قدم نہیں اٹھا سکتیں جس سے ان کے دل ٹھیس پہنچے۔ اس کے باوجود وہ سوچ کی لہریں والدین، تمہارے اعتماد کو کمزور بنا رہی ہیں۔ تمہارے صبر و تحمل ختم کر رہی ہیں۔ تم اپنے اندر جھانک کر خود سے سوال کرو جب ہمارے جیون ساتھی بننے پر والدین کو اعتراض نہیں ہے اور تمہیں مجھ پر بھروسا ہے تو پھر تمہارے اندر دراڑیں کون شیطان پیدا کر رہا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ کر کھڑی رہی پھر بولی۔ "ہاں میں سوچتی ہوں، مجھے مناسب وقت کا انتظار کرنا چاہیے لیکن یہ سوچنے کے باوجود میرے اندر آپ

سے ملنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔"

"اور تم اس تحریک پر قابو پا نہیں سکتیں، کیوں کہ پرائی سوچ کی لہریں تمہارے دماغ پر حاوی ہو جاتی ہیں۔ کل رات تمہاری ممی تمہیں اپنے قابو میں نہ رکھتیں تو وہ خیال خوانی کرنے والا تمہیں مدہوش کر کے میرے پاس پہنچا دیتا اور تمہارے والدین پر یہ ثابت کر دیتا کہ میرے پاپا نے ایک معصوم لڑکی کی عزت کی دھجیاں اُڑانے کے لیے اُسے میرے پاس پہنچا دیا ہے۔ میرے پاپا ایسی گندی اور گھناؤنی حرکت کبھی نہیں کر سکتے۔ جو ایسی ناپاک سازش کر رہا ہے، میں اس پر تھوکتا ہوں۔"

یاسمینہ کی ماں کے پاس بیٹھا ہوا شخص اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُٹھنے پر اس کا پہاڑ جیسا ڈیل ڈول اور وا فضح ہوگیا۔ جب وہ بولا تو پتا چلا، اسی شخص کی آواز دوسرے کمرے میں گونج رہی تھی۔ اس نے پارس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "واقعی تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں۔ مجھے سلمان رازی کہتے ہیں۔"

پارس نے چونک کر کہا۔ "اوہ مسٹر رازی! تم سے مل کر بے حد خوشی ہو رہی ہے۔ اگر میری کوئی اچھائی تمہیں پسند آئی ہے تو اس کے صلے میں فوراً بتاؤ، میرے بھائی کو یہاں لانے میں کامیابی ہوئی ہے یا نہیں؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "سلمان رازی کی زندگی میں ناکامی ہمیشہ ناکام رہتی ہے۔ میں علی تیمور کو لے آیا ہوں، تم اس سے شام کو مل سکو گے، تم دونوں بھائی آج رات کا کھانا ہمارے گھر میں میری فیملی کے ساتھ کھاؤ گے۔"

"تمہاری محبت کا بہت بہت شکریہ۔"

سلمان رازی نے کہا۔ "لیکن بیٹے! اس سے پہلے میں اپنے اطمینان کے لیے تم پر تنویمی عمل کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں یاسمینہ کے والدین کو مطمئن کرنے کے لیے کسی بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن ایک بات بتا دوں، میں فولادی مزاج رکھتا ہوں، کوئی مجھے آسانی سے اپنا معمول نہیں بنا سکتا۔ اگر آپ کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو مجھے اعصابی کمزوری کی دوا کھلائیں یا انجکشن لگائیں۔"

سلمان رازی حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا بیگ رازی نے آگے بڑھ کر کہا۔ "میں تو یار پارس پر ایمان لے آئی ہوں۔ دیکھو رازی! یہ ہمارے لیے کتنا سچا ہے۔ اپنی مرضی سے ہمارا معمول بننے کے لیے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہونے کو تیار ہے۔ کیا اس طرح کوئی جان بوجھ کر اپنا دل اور دماغ کسی کے حوالے کر سکتا ہے؟"

سلمان رازی نے کہا۔ "بیٹے! تم نے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ آخر ہم میں ایسی کیا بات ہے کہ تم اپنا دماغ میری مٹھی میں دینے کو تیار ہو؟"

پارس نے یاسمینہ کو دیکھا، وہ بڑی محبت سے مسکرا رہی تھی، وہ بولا۔ "کسی کو دوستی اور محبت کا ثبوت پیش کرنے کے لیے برسوں لگ جاتے ہیں لیکن یہاں یاسمینہ سے ملتے ہی ثبوت مل گیا کہ تم میرے دشمن نہیں ہو، اگر دشمنی کرو گے تب بھی مجھے نقصان نہیں پہنچاؤ گے کیوں کہ دشمن خواہ کتنا ہی شیطان صفت ہو، وہ اپنے داماد کو کبھی نقصان نہیں پہنچاتا۔"

دونوں میاں بیوی بے اختیار واہ واہ کرنے لگے۔ یاسمینہ آکر اپنے محبوب کے بازو سے لگ گئی۔ اس کے بازو سے کہا۔ "میں نے انسانوں اور شیطانوں کی بہت دنیا دیکھی ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، تمہارے جیسا دہین نوجوان پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ تم نے ہم پر اعتماد کرنے کے لیے جو اہم نکتہ بیان کیا ہے، اس سے زیادہ ٹھوس اور مدلل بات ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک بات بتاؤ، تمہارے پاپا کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"میں جو بات کہہ چکا ہوں، اس کی بنیاد پر پاپا سے بہ آسانی دوستی ہو جائے گی لیکن مجھ پر تنویمی عمل کے بعد بھی دماغ کو اس حد تک آزاد رکھنا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کر سکیں۔ اگر یہ رابطہ ختم ہوگا تو وہ تمہیں دشمن سمجھیں گے۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں، میرے تنویمی عمل کے بعد باپ بیٹے کے درمیان ہمیشہ دماغی رابطہ قائم رہے گا۔"

"اب میری ایک خواہش ہے۔"

"ہم تمہاری ہر خواہش پوری کریں گے۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں، آپ یاسمینہ کے دماغ کو لاک کر دیں تاکہ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اُس کے دماغ میں نہ آئے۔"

"بیٹے! یہ تو تم ہمارے ہی فائدے کی بات کہہ رہے ہو۔ میں ابھی اس کے دماغ کو بھی لاک کر دوں گا۔"

سلمان رازی نے اپنے ماتحت کو حکم دیا، وہ اعصابی کمزوری کے لیے ایک انجکشن تیار کر کے لے آیا۔ پارس نے یاسمینہ کے پاس آکر اس کے ایک ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا پھر کہا۔ "شام کو ہماری ملاقات ہوگی۔ اپنے دماغ میں کسی شیطان کو آنے نہ دینا۔"

اس نے گورے گلابی سے ہاتھ کو بوسہ دیا پھر دوسرے

کمرے میں آکر بستر پر لیٹ گیا۔ سلمان رازی نے اس کے ایک بازو میں انجکشن لگایا۔ پھر قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ کر ردِعمل دیکھنے لگا۔ ذرا سی دیر میں پارس اپنی آنکھوں سے یہ تاثر دینے لگا جیسے بہت کمزوری محسوس کر رہا ہو۔ سلمان رازی نے اس کی نبض تھام لی۔ نبض کی رفتار اور دل کی دھڑکنوں کا تعلق انسان کی سانسوں سے ہے۔ سانس رُک جائے تو نبض اور دل دونوں تھم جاتے ہیں۔ جو لوگ سانس روکنے کے ماہر ہوتے ہیں وہ سانسوں کی کمی بیشی سے نبض کی رفتار کو بھی سُست، تیز یا نارمل رکھنے کا ہنر جانتے ہیں۔ سلمان رازی نے اس کی نبض کو سُست پایا اور یقین کر لیا کہ پارس اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو چکا ہے۔

وہ بستر کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ پارس نے اس کی آنکھوں میں دیکھنے ہی نظریں نیچی کر لیں۔ وہ بھاری بھرکم، تحکمانہ لہجے میں بولا "نظریں اٹھاؤ اور میری آنکھوں میں دیکھتے رہو۔"

اس نے آہستہ آہستہ نظریں اُٹھائیں پھر یوں ساکت ہو گیا جیسے سلمان رازی کی مقناطیسی آنکھوں میں ڈوب چکا ہو۔ وہ گونجتی ہوئی سرگوشی میں بول رہا تھا "تم میری آنکھوں میں دیکھو گے اور ان آنکھوں کے سوا کہیں نہیں دیکھو گے۔ تمہارے کان صرف میری آواز سُنیں گے، دنیا کی کوئی آواز تمہارے کانوں میں نہیں جائے گی۔ یہ دنیا تمہاری نظروں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ تمہاری محدود دنیا میں صرف میری آنکھیں ہیں اور میری آواز ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک رُعب اور دبدبے سے بولتا رہا پھر اُس نے آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا۔ پارس نے آہستہ آہستہ آنکھیں بند کر لیں۔ وہ کہہ رہا تھا "تم سو رہے ہو، مگر تنویمی نیند سو رہے ہو۔ تمہارا دماغ میری آواز سننے اور میرے احکامات قبول کرنے کے لیے بیدار رہے گا۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک پارس کو دیکھتا رہا۔ اسی لمحے پارس نے اپنے دماغ میں پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر ایک دم سے ہڑبڑا کر اُٹھ گیا۔ بڑی کمزوری ظاہر کرتے ہوئے گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ سلمان رازی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ نڈھال سا ہو کر بولا "کوئی میرے دماغ میں آیا تھا۔"

"کیا تم تنویمی عمل کے زیرِ اثر نہیں تھے؟ کیا ٹرانس میں نہیں آئے تھے؟"

وہ نڈھال سا ہو کر پھر لیٹ گیا۔ کمزور سی آواز میں کہنے لگا "میں نیند میں تھا۔ مجھے تمہاری صورت اور مُورت سے زیادہ تمہاری آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ شاید تم نے کچھ کہا بھی تھا میں نے تمہاری آواز سُنی تھی۔"

"بے شک تم ٹرانس میں آ گئے تھے۔ اوہ خدایا! میری اتنی محنت برباد ہو گئی۔ تمہارے دماغ میں کون آیا تھا؟"

"میں نہیں جانتا۔ اتنا جانتا ہوں کہ میرا دماغ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا ہے اور بے اختیار میں سانس روک لیتا ہوں۔ اگر نیند میں رہوں تو چونک کر اُٹھ جاتا ہوں۔"

"تمہیں اعصابی کمزوری کا انجکشن لگایا گیا ہے۔ اس سے دماغ بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ پھر دماغ نے پرائی سوچ کی لہروں کو کیسے محسوس کیا؟"

"میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔ مجھے کچھ پینے کے لیے دو۔"

سلمان رازی نے کمرے سے باہر جا کر دودھ اور اوولٹین لانے کا حکم دیا پھر اندر آ گیا۔ اس سے بولا "میری بات کا جواب دو۔"

پارس نے ایک گہری سانس لے کر یوں اٹکتے ہوئے کہا جیسے سچ مچ حلق خشک ہو رہا ہو۔۔۔۔ "میں تفصیل سے نہیں بتا سکتا کہ پارسا نے مجھ پر کیسا عمل کیا ہے اور کس ٹیکنیک سے میرے دماغ کو فولاد بنا دیا ہے۔ میرا دماغ ہزار کمزوریوں کے باوجود دوسروں کی موجودگی کو سمجھ لیتا ہے۔ تم اس بات کو یوں سمجھ سکتے ہو کہ تمہارا معمول ٹرانس میں آنے کے بعد اس لیے تمہاری ہر بات مان لیتا ہے کہ اس کا دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ تم اس سے کہتے ہو، وہ صرف تمہاری آواز سُنے اور دنیا کی تمام آوازوں سے بہرا ہو جائے۔ وہ سچ مچ عمل کے دوران دنیا کی کوئی آواز نہیں سنتا لیکن عمل کے دوران کوئی تیسرا مداخلت کرے تو تنویمی نیند ٹوٹ جاتی ہے۔"

سلمان رازی نے تائید میں سر ہلایا۔ "تنویمی عمل ایسی جگہ کیا جاتا ہے جہاں مکمل خاموشی ہوتی ہے اور کوئی مداخلت کرنے والا نہیں ہوتا۔ اُن لمحات میں معمول کا دماغ کمزور ہوتا ہے، اپنے عامل کی طرف جھکتا چلا جاتا ہے لیکن ذرا سی مداخلت سے چونک جاتا ہے۔"

پارس نے پوچھا "جب دماغ بیرونی مداخلت سے چونک جاتا ہے تو اندرونی مداخلت سے کیوں نہیں چونکے گا؟"

دروازے پر دستک ہوئی۔ سلمان رازی نے جا کر دروازہ کھولا، دودھ اوولٹین سے بھرا ہوا گلاس لیا پھر اسے پارس کو لا کر دیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پارس نے دودھ پیتے ہوئے چور نظروں سے دیکھا۔ وہ سر جھکائے ہوئے تھا۔ اس کی خاموشی اور اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اپنے دماغ میں کسی خیال خوانی کرنے والے سے باتیں کر رہا ہے۔

پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دوسری طرف گیا۔ ایک دیوار کے سامنے رُک گیا۔ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی پشت پارس کی طرف تھی۔ معلوم ہوتا تھا وہ کسی اہم مسئلے پر ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بحث کر رہا ہے۔ اس نے ایک بار انکار میں سر ہلایا۔ شاید اسے کوئی بات پسند نہیں تھی۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ اس انداز میں اٹھایا جیسے اپنی کوئی بات منوانا چاہتا ہو۔ پھر اس نے اُٹھے ہوئے ہاتھ کی مُٹھی باندھ لی جیسے کوئی بات ناقابلِ برداشت ہو اور وہ برداشت کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

پھر اچانک ہی اس کمرے میں زلزلہ سا آ گیا۔ اس نے دیوار پر ایک گھونسا مارتے ہوئے شیر کی طرح دہاڑتے ہوئے کہا "یو شٹ اَپ! سؤر کے بچے! تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔ میں تمہارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو خاک میں ملا دوں گا۔ اب اچھی طرح سُن لو۔ اس لمحے سے تم میرے اور میری فیملی کے کسی ممبر کے دماغ میں نہیں آؤ گے ورنہ میں باس سے دو باتیں کروں گا۔ پھر تم سے نمٹ لوں گا۔ چلو میرے دماغ سے نکل جاؤ۔ گیٹ آؤٹ!"

سلمان رازی خاموش ہو گیا۔ یقیناً اُس نے سانس روک کر خیال خوانی کرنے والے کو بھگایا ہو گا۔ وہ تھوڑی دیر تک مٹھیاں بھینچے کھڑا رہا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس نے غصّے میں پارس کو یا تو بھلا دیا تھا یا اب تنویمی عمل سے بھی زیادہ اہم مسئلہ درپیش تھا۔ اس نے دوسرے کمرے میں آ کر فون کا رسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے بیگم سلمان رازی کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "خانم! میری بات غور سے سنو اور بیٹیوں کو بھی سمجھا دو۔ اس لمحے سے تم ماں بیٹیاں کسی کو دماغ میں آنے نہیں دو گی۔"

وہ بولی "ہمارے دماغوں میں صرف ماسٹر زیرو آتا ہے۔"

"میں اُس زیرو کو سچ مچ زیرو بنا دوں گا۔ پارس کی ایک بات درست ہے۔ ابھی میں نے باتوں باتوں میں ماسٹر زیرو کے دل کی بات معلوم کر لی۔ یوں سمجھو، پارس کی رقابت میں اس نے دل کی بات کہہ دی کہ وہ یاسمینہ کو چاہتا ہے چونکہ ہماری بیٹی اس کے مقابلے میں کم سِن ہے اس لیے وہ مناسب وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ پارس کی آمد نے رقابت کی آگ بھڑکا دی۔"

خانم نے کہا "اس کا مطلب ہے، کل رات وہی کم بخت میری بچی کو پریشان کر رہا تھا۔"

"ہاں مگر وہ کل رات کی شیطانی حرکتوں کو تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ مجھ سے کہہ رہا تھا، وہ یاسمینہ کو کسی غیر کے ساتھ ... برداشت نہیں کرے گا۔ وہ اس کا رشتہ مانگ کر ہم سے دوستی مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ میں نے انکار کیا تو اُس نے دھمکی دی کہ وہ جب چاہے گا چٹکی بجا کر یاسمینہ کو حاصل کر لے گا۔"

"اوہ خدایا! اب کیا ہو گا۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"تم رازی کی بیوی ہو کر خوف زدہ ہو۔ خدا کا شکر ادا کرو، ہم سب سانس روک سکتے ہیں۔ ہماری بیٹیاں اسی طریقے سے فی الحال محفوظ رہیں گی۔ میں اس سے نمٹنے جا رہا ہوں۔ بیٹیوں کو سختی سے تاکید کر دو، وہ کسی حال میں بھی ایک لمحے کے لیے اسے دماغ میں نہ آنے دیں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اپنے ماتحت کو بلا کر کہا۔ "ٹرانسمیٹر لاؤ اور جمشید کو یہاں بھیج دو۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ پارس سمجھ رہا تھا، بازی پلٹ رہی ہے۔ وہ بستر سے اٹھ کر دروازے پر آیا۔ اعصاب شکن انجکشن نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا تھا جب اس پر زہر اثر نہیں کرتا تھا تو بھلا دوائیں کیا خاک اثر کریں گی۔ پھر بھی وہ دروازے کا سہارا لے کر کمزوری ظاہر کرتے ہوئے بولا "مسٹر رازی! میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ کیا تنویمی عمل نہیں کرو گے؟"

سلمان رازی نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اس کے پاس آ کر اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "تم میرے بیٹے ہو، جب تک کوئی مجبوری نہیں ہو گی، میں تم پر عمل نہیں کروں گا۔ ابھی میں آستین کے سانپ کو کچلنے کا بندوبست کر رہا ہوں۔"

اس کا ماتحت ٹرانسمیٹر لے آیا۔ جمشید نے آ کر اسے سیلوٹ کیا۔ سلمان رازی نے ماتحت سے کہا "پارس کے لیے تازہ بھل لے آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ سلمان رازی نے پارس سے ایک صوفے پر بیٹھنے کے لیے کہا پھر جمشید سے مخاطب ہوا "میرے جتنے وفادار یوگا کے ماہر ہیں یا حساس دماغ رکھتے ہیں انھیں فوراً حکم دو کہ ماسٹر زیرو کو دماغ میں ایک ساعت کے لیے

بھی نہ آنے دیں۔ اور جو مسلح وفادار سانسوں پر قابو پانا نہیں جانتے ان سب سے ہتھیار لے کر اسلحہ خانے میں لاک کر دو۔ جاؤ، مجھے پندرہ منٹ کے اندر بتاؤ، میرے احکامات کی کہاں تک تعمیل ہوئی ہے۔"

وہ سلام کر کے چلا گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا پھر رابطہ قائم ہونے پر کوڈ ورڈ زادا کرنے کے بعد بولا۔ "سالار یامین! میرے حکم پر فوراً عمل کرو۔ اس لمحے سے ماسٹر زیرو کو اپنے دماغ میں ایک ساعت کے لیے بھی نہ آنے دو۔ دونوں ہیلی کاپٹر زکی چابیاں میرے پاس لے آؤ۔ ان کے ایک آدھ پُرزے نکال کر انھیں پرواز کے ناقابل بنا دو۔ جس طیارے میں پارس کو لایا گیا تھا، اسے بھی بیکار کر کے فوراً میرے پاس آؤ۔ ماسٹر زیرو سے سامنا ہو تو اس سے کوئی بات نہ کرنا۔ بس چلے آؤ۔ دیٹس آل۔"

اس نے رابطہ ختم کر کے دوسری فریکوئنسی پر رابطہ قائم کیا پھر کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا۔ "یوسف رباط! میرے احکامات غور سے سنو اور فوراً عمل کرو۔ ماسٹر زیرو کو ایک لمحے کے لیے بھی دماغ میں نہ آنے دو۔"

"باس! وہ ابھی پانچ منٹ پہلے میرے دماغ میں آیا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا، ایک موٹر بوٹ تیار رکھی جائے، وہ ابھی سالٹا جائے گا۔"

"خبردار! اُسے جزیرے سے باہر نہ جانے دینا میرے جتنے وفادار ہیں، انھیں ساتھ لے کر جاؤ۔ تمام موٹر بوٹ اور لانچوں کو وقتی طور پر بے کار کر دو۔ ہمارے جو وفادار لوگ کے ماہر ہیں اُن سے ہتھیار لے کر ساحلی اسلحہ خانہ میں لاک کر دو۔ عیسائی اور یہودی ماتحتوں پر بھروسا نہ کرنا۔ انھیں فوراً نہتا کر دو۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں ابھی اپنے وفاداروں کے ساتھ جا رہا ہوں۔ آپ حکم دیں، اگر ماسٹر زیرو یہاں آئے تو اس سے کیسا سلوک کیا جائے؟"

"اسے گرفتار کر کے یہیں بند کر دو، پھر مجھے اطلاع دو، دیٹس آل۔"

اس نے رابطہ ختم کر کے جزیرے کے جنوبی حصے والے وفادار سے رابطہ قائم کیا۔ اُسے بھی یہی احکامات دیے۔ اس دوران پارس آرام سے بیٹھا پھل کھا رہا تھا۔ سلمان رازی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے فضائی اور بحری راستوں کی ناکا بندی کر دی ہے۔ میں اسے اپنے جزیرے میں بے بس کر دوں گا۔"

پارس نے ایک سیب کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا۔ "وہ بے بس نہیں ہوگا۔ یاسمینہ کو ٹریپ کر کے ہم سب کو بے بس کر دے گا۔"

"میری بیٹی اسے دماغ میں آنے نہیں دے گی۔"

"کل رات وہ کسی چور راستے سے اس کے دماغ میں آیا تھا۔"

وہ پریشان ہو کر پارس کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پارس سیب چباتے ہوئے بولا۔ "سوچنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ پہلی فرصت میں اُسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خالی کرو۔ اپنے تمام وفاداروں کو حکم دو، اُسے فوراً تلاش کر کے اس حد تک زخمی کر دیں کہ وہ خیال خوانی کے قابل نہ رہے۔"

اس نے فوراً ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹے! میں پریشانی میں اتنی اہم بات بھول گیا۔ کوئی بات نہیں ابھی میرے آدمی اسے ڈھونڈ کر زخمی کر دیں گے۔"

وہ ٹرانسمیٹر پر پھر سے اپنے وفاداروں سے رابطہ قائم کرنے لگا، تقریباً آدھے گھنٹے تک جزیرے کے تمام حصوں میں اپنا نیا حکم صادر کرتا رہا۔ پھر ٹرانسمیٹر رکھ کر موجودہ صورتِ حال کے ہر پہلو پر غور کرنے لگا۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا تمہاری رہائش گاہ کے چاروں طرف سخت پہرا ہے؟"

"ہاں، گھر والوں کی اجازت کے بغیر کوئی وہاں قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔"

"یہ کافی نہیں ہے۔ اپنے سیکورٹی گارڈز کو حکم دو کہ تمہاری والدہ اور دونوں بیٹیوں کو گھر کی چار دیواری سے باہر نہ جانے دیں۔ ماسٹر زیرو اُن میں سے کسی کے بھی دماغ پر قبضہ جما کر انھیں اپنے پاس بلا سکتا ہے۔"

سلمان رازی نے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ خانم سے رابطہ قائم ہوتے ہی پوچھا۔ "تم سب خیریت سے ہو؟"

"ہاں۔ اس نے کئی بار یاسمینہ کے دماغ پر دستک دی۔ ہماری بیٹی نے ہر بار سانس روک لی۔"

"وہ کسی چالاکی سے تم میں سے کسی کو ٹریپ کر سکتا ہے۔ دماغ پر قبضہ جما کر گھر سے باہر بلا سکتا ہے۔ سیکورٹی افسر سے بات کراؤ۔ میں اسے حکم دوں گا کہ وہ تم میں سے کسی کو گھر سے نہ نکلنے دے۔"

خانم نے کہا۔ "تم نے یہ پہلے کیوں نہ کہا کہ ہمیں گھر سے نکلنا نہیں چاہیے۔ پارس علی تیمور ہماری بیٹی زرینہ کے ساتھ باہر گیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "یہ تو غضب ہو گیا۔ سیکورٹی افسر کو ہر احکم سنا دو اور دو چار محافظوں کو دوڑا دو۔ مدہ زرینہ اور علی تیمور کو ڈھونڈ کر واپس لے آئیں۔"

پارس نے بھائی کا نام سنتے ہی چونک کر پوچھا۔ "علی تیمور کہاں ہے؟ اسے کہاں سے واپس بلا رہے ہو؟"

"علی تیمور میری رہائش گاہ میں تھا۔ ابھی میں تمہیں وہاں لے جانے والا ہوں لیکن وہ زرینہ کے ساتھ کہیں باہر گیا ہے۔ ماسٹر زیرو ان دونوں کو آسانی سے ٹریپ کر لے گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہاری بیٹی کے ساتھ میرا بھائی ہے۔ اُسے ماسٹر زیرو کا باپ بھی ٹریپ نہیں کر سکے گا۔"

وہ رسیور کو کریڈل پر پٹخ کر بولا۔ "تم نہیں جانتے، علی تیمور کا دماغ ماسٹر زیرو کے قبضے میں ہے۔"

پارس نے ایک دم سے اُٹھ کر پوچھا۔ "کیا مطلب؟ میرا بھائی اس کے قبضے میں کیسے آگیا؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ میں نے ماسٹر زیرو کی مدد سے ہی علی تیمور کو اغوا کیا ہے۔ ورنہ تم جانتے ہی ہو، تمہارا بھائی تم سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ میں صرف اپنی ذہانت اور جسمانی طاقت سے اسے یہاں نہیں لا سکتا تھا۔ ماسٹر زیرو اس کے دماغ میں پہنچ کر جو حکم دیتا ہے، وہ اسی پر عمل کرتا ہے۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔ اب صرف محافظوں کے تلاش کرنے سے کچھ نہیں ہوگا بلکہ ہمیں بھی ان کے پیچھے جانا ہوگا۔"

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے باہر آئے۔ کتنے ہی مسلح محافظ الرٹ ہو گئے۔ وہ جیپ میں بیٹھ گئے۔ سلمان رازی نے اسٹیئرنگ کو سنبھالا، گاڑی اسٹارٹ کی۔ اس کے ساتھ ہی تین اور گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر جیپ کے پیچھے چل پڑیں۔ سلمان رازی دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا کہ وہ غصے میں بعض اوقات بڑی غلطیاں کرتا ہے اور اہم باتیں بھول جاتا ہے۔ وہ ماسٹر زیرو کو جزیرے کے باہر جانے سے روکنے کے انتظامات کرتا رہا اور یہ بھول گیا کہ اس کا آلۂ کار پارس علی تیمور گھر میں بیٹھا ہے۔

علی تیمور رات کے تین بجے سلمان رازی کے ساتھ جزیرے میں پہنچا تھا۔ تمام راستے کوئی اس کے دماغ میں بولتا رہا تھا۔ "علی تیمور! تم ایک نئی زندگی گزارنے جا رہے ہو اور یہ بھولتے جا رہے ہو کہ اس ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے سے پہلے تم کہاں تھے؟ اور کیسا وقت گزارتے رہے تھے۔ اب تم پچھلی باتیں بھول کر صرف نئی زندگی کی باتیں یاد رکھو گے۔"

پارس علی تیمور کو سپر ماسٹر کی قید میں کوما سے نکال کر اس کا برین واش کیا گیا تھا۔ اس کے دماغ کو کمزور بنا کر اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ عمل کرنے والے دو شخص تھے۔ ایک سپر ماسٹر تھا جو اس کے دماغ کے اندر رہ کر میری (فرہاد) پوری فیملی کے اور بابا صاحب کے ادارے کے متعلق معلومات حاصل کر چکا تھا۔ دوسرا شخص تنویمی عمل کرنے والا تھا۔ اس نے علی تیمور کے دماغ میں ایسی گرہ باندھ دی تھی کہ ہم میں سے کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ تک تو پہنچ سکتا تھا لیکن ان چور خیالات تک نہیں پہنچ سکتا تھا جو سپر ماسٹر سے تعلق رکھتے تھے۔

یہ احکامات اس کے دماغ میں نقش کر دیے گئے تھے کہ وہ بظاہر اپنے والدین کا سعادت مند اور فرماں بردار بیٹا رہے گا لیکن باطن میں سپر ماسٹر سے وفاداری کرتا رہے گا۔

اگر کوئی اس سے پوچھے کہ سپر ماسٹر کی قید میں اس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تو وہ جواب دے کہ پچھلی باتیں بھول جاتا ہے۔

اس کے دماغ میں یہ بات نقش تھی کہ وہ سپر ماسٹر کی سوچ کی لہروں کو نہیں پہچانے گا۔ دماغ میں جو آواز آئے گی اُسے پُراسرار احکامات سمجھ کر ان کی تعمیل کرتا رہے گا۔ جب وہ آواز دماغ میں اُبھرے گی تو وہ دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روک دے گا۔

وہ ہر ہفتے کی رات بارہ بجے ساری دنیا سے رابطہ ختم کر کے کسی کمرے میں بند ہو جائے گا۔ بستر پر جا کر لیٹ جائے گا، جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر آنکھیں بند کر لے

گا۔ وہ پُراسرار آواز پھر اس پر تنویمی عمل کرے گی اور پچھلے تمام اسرار کی بات دوبارہ دماغ میں نقش کرا لے گی۔ یعنی اس تنویمی عمل کا اثر صرف ایک ہفتے تک رہتا تھا اس کے بعد دماغ اس کے اثر سے نکلنے لگتا تھا۔ یہ بات صرف سپر ماسٹر جانتا تھا۔ ویسے تنویمی عمل کرنے والے یہ عام سی بات جانتے ہیں کہ ایسے عمل کا اثر ہفتے دو ہفتے سے زیادہ نہیں رہتا۔ بہت کم ایسے تجربہ کار عامل ہیں جو اپنے معمول کو مہینے بھر تک اپنے اثر میں رکھ سکتے ہیں۔

اُس پُراسرار آواز نے علی تیمور کو حکم دیا کہ وہ جس جگہ جا رہا ہے، اس جگہ کو اپنے چور خیالوں کے اُس خانے میں چھپا کر رکھے گا جہاں دوسرے خیال خوانی کرنے والے کی رسائی ممکن نہیں ہوتی۔ اسے بتایا گیا، وہ جس شخص کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہا ہے اس کا نام سلمان رازی ہے۔ وہ اپنے والدین کو اس کا نام نہیں بتائے گا۔ سلمان رازی کو صرف مہربان دوست کہے گا اور اس کی رہائش گاہ میں قیام کرے گا۔ اس مہربان کی ایک بیٹی سے وہ دوستی کرے گا پھر اس سے شادی بھی کرے گا۔

ان حالات میں وہ سلمان رازی کے ساتھ رات کے تین بجے جزیرے میں پہنچا پھر ایک جیپ میں بیٹھ کر اس کی رہائش گاہ میں آیا۔ وہاں خانم اور اس کی بیٹی زرینہ سے تعارف ہوا۔ سلمان رازی نے پوچھا "یاسمینہ کہاں ہے؟"

خانم نے بتایا "وہ کیمپ میں پارس سے ملنے کے بعد جنون میں مبتلا ہو گئی تھی۔ شرابیوں جیسی حرکتیں کر رہی تھی، اب اپنی خواب گاہ میں مدہوش پڑی ہے۔"

علی تیمور نے کہا "میرا بھائی پارس یہاں کیمپ میں ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

سلمان رازی نے کہا "کل صبح اس سے تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔"

اُس پُراسرار آواز نے اس کے دماغ میں کہا "علی تیمور! تم کل شام سے پہلے پارس کے سامنے نہ جانا۔ پہلے اس پر تنویمی عمل کیا جائے گا، پھر اسے تم سے ملنے کی اجازت دی جائے گی۔"

سپر ماسٹر نے یہی حکم سلمان رازی کو دیا "مسٹر رازی! ہماری حکومت نے تمہیں اس جزیرے کا مالک بنایا ہے۔ تم سے یہ نیا سمجھوتا ہوا تھا کہ تم فرہاد کے دونوں بیٹوں کو جزیرے میں چھپا کر رکھو گے۔ جس طرح میں نے علی تیمور کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھا ہے، اسی طرح تم پارس کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنے قابو میں رکھو گے۔ اگر ہم اس مقصد میں ناکام ہوں گے تو میں تمہیں فرہاد کے دونوں بیٹوں سے اپنی بیٹیوں کا رشتہ کرنے کی اجازت دوں گا۔"

سلمان رازی نے کہا "مجھے یہ شرط یاد ہے۔ صبح پارس پر تنویمی عمل کروں گا۔"

"یاد رکھو، اس عمل سے پہلے دونوں بھائیوں کو اگر پارس کو معلوم ہو گا کہ علی تیمور تنویمی عمل کے ذریعے بنایا گیا ہے تو وہ بدک جائے گا پھر کبھی تمہارے نہیں آئے گا۔"

جب سلمان رازی کو معلوم ہوا کہ پارس نے اور اس کے باپ نے یاسمینہ کو جنون میں مبتلا کیا ہے تو اس نے قسم کھائی تھی، پارس کو عملِ تنویم کے ذریعے اپنا غلام رکھے گا لیکن دوسری صبح بازی پلٹ گئی تھی۔ وہ پارس کی سچائی اور ذہانت کا معترف ہو گیا تھا۔ اُدھر رات کو علی تیمور کی ملاقات زرینہ سے ہوئی۔ اس کے دماغ میں پُراسرار آواز نے کہا "اس سے محبت کرو، یہ تمہاری خواب گاہ تک تمہیں دوں۔"

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے اس رہائش گاہ کے خوبصورت حصوں سے گزرنے لگے۔ زرینہ نے کہا "میں نے متی اور پارس تمہاری بہت تعریفیں سُنی ہیں۔ وہ جب بھی تمہارا ذکر کرتے تھے، تو تم میرے تصور میں چلے آتے تھے۔ اب میں تمہیں دیکھ کر اپنے آپ کو بھول گئی ہوں۔ میرا وجود گم ہو گیا ہے۔ اب محض تمہارا سایہ ہوں، تمہارے ساتھ ساتھ چل رہی ہوں۔"

"ہم چل نہیں رہے ہیں، کھڑے ہو گئے ہیں۔ تم بہت خوب صورت باتیں کرتی ہو۔ تمہیں دل کی بات کہنے کا سلیقہ آتا ہے۔"

وہ پاس والا دروازہ کھول کر بولی "یہی تمہاری خواب گاہ ہے۔ میں نے کوشش کی ہے، یہاں تمہاری ضرورت کا ہر سامان موجود ہے۔ اس کے باوجود کسی معمولی ضرورت کے لیے بھی سر ہانے رکھا ہوا انٹر کام استعمال کر لینا۔"

اس نے زرینہ کو دیکھا۔ خواب گاہ کی تنہائی میں اسے فرصت سے دیکھنے کا موقع مل رہا تھا۔ وہ سولہ سترہ برس کی نوخیز حسینہ تھی۔ چہرے پر معصومیت بھی تھی اور محبت بھی جھلک رہی تھی۔ اس کے اندر آواز آئی "آگے بڑھو، اس سے محبت کرو، یہ تمہارے لیے ہے۔"

اس نے زرینہ کے بھرے بھرے بازوؤں کو تھام لیا، اسے اپنے قریب لاتے ہوئے کہا "تم اتنی اچھی لگتی ہو کہ میں تمہیں بلا ناغہ نہیں چاہتا، ہمیشہ دل کے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ تمہیں بلانے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔"

دونوں کو چپ لگ گئی۔ تھوڑی دیر تک انھیں ایک دوسرے سے کہنے سننے کی فرصت نہ ملی۔ اگر حالات موافق ہوتے تو انھیں بڑی دیر تک فرصت نہ ملتی۔ خانم کی آواز نے انھیں چونکا دیا۔ وہ جلدی سے الگ ہو کر بولی "ممی آ رہی ہیں!"

"پھر کب آؤ گی؟" علی تیمور نے پوچھا۔

"گھڑی دیکھو، چار بج چکے ہیں۔ اب اچھے بچے کی طرح سو جاؤ۔"

"سو جاؤں گا لیکن صبح جب تک نہیں آؤ گی، میں آنکھیں نہیں کھولوں گا۔"

خانم نے آ کر پوچھا "بیٹے! کرایا پسند آیا؟ کسی چیز کی کمی ہو تو..."

وہ بات کاٹ کر بولا "زرینہ نے سب کچھ سمجھا دیا ہے جب آپ لوگوں کی محبت مل رہی ہے تو بھلا کس چیز کی کمی ہو گی؟"

ماں بیٹی تھوڑی دیر تک باتیں کرتی رہیں پھر شب بخیر کہہ کر چلی گئیں۔ پارس علی تیمور نے جوتے موزے اتارے، لباس تبدیل کیا پھر وردانے نے اندر سے بند کر کے بستر پر لیٹ گیا۔ اُسی آواز نے کہا "تم بہت خوش مزاج ہو۔ کیا زرینہ حسین اور صحت مند دوشیزہ نہیں ہے؟"

"بے شک ہے۔"

"اس کے رخصت ہوتے وقت کچھ تو مسکرانا چاہیے تھا۔ میں نہ کہوں تو شاید تم اُس کا ہاتھ بھی نہ پکڑو۔"

"دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین لڑکی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو بھی ملا جواب حسن سامنے آئے اُسے سمیٹ لیا جائے۔ ایسی حرکتیں میرا بھائی پارس کرتا ہے۔ میں اپنے دل سے مجبور ہوں، یہ دل صرف فرزانہ کے لیے دھڑکتا ہے۔"

"تم نے پورے امریکا میں فرزانہ کو تلاش کیا، کنگ ٹرافی کی ایک رہائش گاہ اور کاروباری عمارتوں کی نگرانی کی لیکن وہ نہ ملی۔ تمہارے والدین نے اسے کہیں چھپا دیا ہے۔"

"میرا خیال ہے، فرزانہ نے میرے مشورے پر عمل کیا ہے، وہ سونیا ممّا کے پاس چلی گئی ہے۔"

"اچھا اب سو جاؤ لیکن فرزانہ کو نہیں زرینہ کو یاد کرتے ہوئے آنکھیں بند کرو۔ میں چار گھنٹے بعد آؤں گا۔"

وہ پُراسرار آواز گم ہو گئی۔ پارس علی تیمور نے اس کے حکم کے مطابق زرینہ کا تصور کیا۔ آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو چار گھنٹے تک سوتے رہنے کی ہدایت کی پھر نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ اُن دنوں وہ فطری اور غیر فطری دماغ کا حامل تھا۔ وہ فطری طور پر صرف فرزانہ سے وفا کرنے کا قائل تھا لیکن سپر ماسٹر کی چال اسے فطرت کے خلاف زرینہ کی طرف مائل کر رہی تھی۔ پہلے وہ اپنے مزاج کے مطابق دشمنوں سے دشمنی کرتا تھا۔ اب تنویمی عمل کے نتیجے میں انھی دشمنوں کا درپردہ دوست تھا اور انہوں سے جھوٹ بول کر جھوٹی سعادت مندی اور فرماں برداری ظاہر کرنے لگا تھا۔ وہ فطرتاً بہت سنجیدہ تھا، کبھی مسکراتا نہیں تھا لیکن اور اب سُپر ماسٹر کے حکم پر وقت ضرورت مسکرانے لگا تھا۔

چار گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے اُٹھ کر اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھولا پھر باتھ روم میں جانا چاہتا تھا، اُس کے اندر آواز آئی "تم نے زرینہ سے کہا تھا، جب تک وہ نہیں آئے گی، تم بستر پر رہو گے اور آنکھیں نہیں کھولو گے۔"

"میں اپنے معمول کے مطابق صبح باتھ روم سے نکل کر جوگنگ کے لیے جاتا ہوں اور جب تک تھک نہیں جاتا، تب تک دوڑتا اور ورزش کرتا رہتا ہوں۔"

"آج معمول کے مطابق ایسا نہ کرو۔ زرینہ کو اپنی محبت سے متاثر کرنے کے لیے بستر پر لیٹ جاؤ۔ وہ آتی ہی ہو گی۔"

وہ مجبوراً بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ پندرہ منٹ تک بے زاری سے کروٹیں بدلتا رہا پھر اس نے آہٹ سُن کر آنکھیں بند کر لیں۔ اُس کے قریب خوشبو کا جھونکا آیا۔ چند ساعتوں کے بعد سانسوں کی آنچ محسوس ہوئی۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھل گئیں۔ چہرہ اتنے قریب تھا کہ ساری دنیا چھپ گئی تھی، آنکھوں کے سامنے وہی وہ تھی، صبح کی طرح اُجلی، شبنم کی طرح دھلی ہوئی اور تازہ گلاب کی طرح نکھری ہوئی تھی۔ یہ ایسا وقت ہوتا ہے جب حسن و شباب کے طلسم سے کوئی نکلنا نہیں چاہتا۔ نمرود پیچھا چھڑا کر جوگنگ کے لیے جانا چاہتا تھا۔ اس کے دماغ

میں وہ پُراسرار آواز نہیں تھی۔ اس نے موقع دیکھ کر پوچھا۔
"زرینہ! تم صبح جوگنگ اور لائٹ ورزش نہیں کرتیں؟"
"ہم دونوں بہنیں ممی کے ساتھ روز ہی لمبی دوڑ لگاتی ہیں۔ آج تمہاری مہمان نوازی ضروری تھی۔ اس لیے..."
وہ جلدی سے اُٹھ کر بولا۔ "اس سے بہتر مہمان نوازی نہیں ہوسکتی کہ ہم ایک ساتھ صبح کا وقت گزاریں۔ تم تیار ہو جاؤ۔ میں باتھ روم سے ابھی آتا ہوں۔"
زرینہ، علی تیمور کے ساتھ باہر جانے کے خیال سے خوش ہوگئی۔ وہ دونوں آدھے گھنٹے بعد رہائش گاہ سے باہر آئے اور پھر دونوں ایک ساتھ دوڑتے ہوئے دور چلے آئے۔ تقریباً ایک میل کے فاصلے پر کتنے ہی مسلح افراد نظر آئے۔ وہ زرینہ کو دیکھ کر الرٹ ہوگئے تھے اور سیلیوٹ کر رہے تھے۔ علی تیمور نے پوچھا۔ "یہ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"
وہ بولی۔ "یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر سمندر ہے۔ یہ سب ساحلی گارڈز ہیں۔ ادھر مور چا بنا کر رہتے ہیں۔ نہ کسی کو پاپا کی اجازت کے بغیر جزیرے کے باہر جانے دیتے ہیں اور نہ ہی کسی کو ہمارے جزیرے میں آنے دیتے ہیں۔ آؤ واپس چلیں۔"
واپسی پر ایک جگہ رُک کر زرینہ اپنے انداز میں یوگا کی ورزش کرنے لگی۔ جب علی تیمور اپنے مخصوص انداز میں ورزش کرنے لگا تو وہ حیرانی سے دیکھنے لگی۔ وہ بڑی دیر تک ایسی مشقوں سے گزرتا رہا۔ آخر اس نے ایک بلند شاٹ سے چھلانگ لگائی۔ فضا میں دو قلابازیاں کھائیں۔ زرینہ نے سانس روک لی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ بُری طرح زمین پر گرے گا۔ لیکن وہ ٹھیک اس کے سامنے آکر دونوں پاؤں پر کھڑا ہوگیا۔
وہ لمبی لمبی سانسیں لیتے ہوئے بولی۔ "میرا تو دم نکل رہا تھا۔ کیا تم روز ایسی ہی مشقیں کرتے ہو؟"
"ہاں۔ کتنی ہی مختلف اور خطرناک مشقیں ہیں جو ہمیں باباصاحب کے ادارے میں سکھائی جاتی ہیں۔ اب میں یہاں سے کوئی بھاری چیز اٹھا کر گھر تک دوڑتا جاؤں گا۔"
"گھر یہاں سے آدھے میل کے فاصلے پر ہے۔"
وہ اِدھر اُدھر تلاشی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کوئی بھاری پتھر نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "اپنا وزن بتاؤ؟"
وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میں وزن کم کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ پھر بھی اسّی پونڈ کی ہوں۔ کیا بھاری کر دوڑنے کا ارادہ ہے؟"
اس کی بات ختم ہوتے ہی علی تیمور نے اس کی دونوں ہاتھوں سے تھام کر اٹھا لیا۔ اس کو سر سے بلند پھر وہاں سے دوڑنا شروع کیا۔
وہ خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی سمجھ رہی تھی۔ بے چاری غلط سمجھ رہی تھی۔ اُس کو معلوم نہیں تھا کہ اُس وفاشعار دیوانے کے دل و دماغ پر صرف فرزانہ کی حکومت ہے۔ سلمان رازی اپنی والدہ کے ساتھ برآمدے میں کھڑا اپنی بیٹی کو علی تیمور کے ہاتھوں میں دیکھ کر قہقہے لگا رہا تھا۔ خانم نے کہا۔ "میری بچی کہیں گر نہ جائے۔"
وہ ناگواری سے بولا۔ "میں نے کتنی بار سمجھایا ہے ہم دہشت گردوں کی دنیا میں جی رہے ہیں۔ یہاں ہماری اولاد کو کب اور کہاں زخم لگیں گے، یہ ہم نہیں جانتے۔ البتہ بہتری اور تحفظ کے لیے میں نے سپر ماسٹر سے دونوں بچوں کا سودا کیا ہے۔ ان جوانوں کو اس جزیرے میں چھپا کر فرار علی تیموری دشمنی مول لے چکا ہوں۔ جب تک ہم انھیں چھپا کر رکھنے میں کامیاب رہیں گے، ہمیں کوئی خطرہ پیش نہیں آئے گا۔"
خانم نے پوچھا۔ "جب فرہاد کو معلوم ہوگا، تب کیا ہوگا؟"
"وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا لیکن ہماری بیٹیوں کی زندگی بن جائے گی۔ وہ اپنی بہوؤں سے کبھی دشمنی نہیں کرے گا۔ اگر ان سے اولاد ہوگی تو انھیں اور زیادہ مالدار گا۔ میں نے خوب سوچ سمجھ کر یہ قدم اُٹھایا ہے۔"
پارس علی تیمور نے دوڑتے ہوئے قریب آکر کہا اس کے ماں باپ کے سامنے اتار کر کھڑا کر دیا پھر کہا "سوری انکل! میں ہر روز صبح... کوئی وزنی چیز اٹھا دوڑتا ہوں۔ راستے میں کوئی چیز نہیں ملی، میں نے زبر اٹھا لیا۔ اسے چاروں طرف سے دیکھ لیں، یہ بالکل سلامت ہے۔"
وہ سب ہنسنے لگے۔ ناشتے کے وقت یاسمینہ علی تیمور کی ملاقات ہوئی۔ زرینہ نے پوچھا۔ "کیسی طبیعت ہے یاسمینہ؟"
"بالکل ٹھیک ہوں۔ ابھی ممی اور پاپا کے ساتھ

سے ملنے جاؤں گی۔"
سلمان رازی نے کہا۔ "ابھی تمہارا اُس سے ملنا مناسب نہیں ہے یہاں رہو اور سانس روکنے کی مشقیں کرو ورنہ مسٹر فرہاد پھر تمہیں ٹریپ کریں گے۔"
فرہاد پھر تمہیں ٹریپ کریں گے" کہہ کر پوچھا۔ "کیا میرے پاپا پارس علی تیمور نے چونک۔ ایک لڑکی کو ٹریپ کریں گے، وہ بھی ایسی لڑکی کو جو ایک دن ان کی بہو بننے والی ہے۔ انکل! آپ کے دماغ میں یہ خیال کیسے آیا؟"
"بیٹے! ہمیں شبہ ہے۔"
"آپ اس شبہے کو ذہن سے نکال دیں۔"
سلمان رازی نے اس سلسلے میں بحث نہیں کی۔ ناشتے کے بعد وہ خانم اور یاسمینہ کے ساتھ چلا گیا۔ گھر میں زرینہ اس کے ساتھ تنہا رہ گئی۔ یوں تو دو درجن مسلح افراد اس رہائش گاہ کے چاروں طرف ڈیوٹی پر موجود رہتے تھے لیکن کوئی اجازت کے بغیر اندر نہیں آسکتا تھا۔ زرینہ نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا۔ "میں نے کئی بار دانتوں میں انگلی دبائی۔ اپنے بازو میں چٹکی لی کہ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہی ہوں۔ تمہیں پا کر بھی پانے کا یقین نہیں آرہا ہے۔ علی! مجھے بازوؤں میں چھپا لو۔ مجھے اتنا پیار دو، اتنا پیار دو کہ میں نیند سے جاگ جاؤں۔"
وہی پُراسرار آواز کہنے لگی۔ "آدمی بنو، پیار کرنا سیکھو۔ وہ جاگنا چاہتی ہے، اسے پوری محبت سے جگاؤ۔"
وہ آواز کا تابعدار تھا۔ اس کے بچپن کو سُلانے اور نئی بہاروں کو جگانے لگا۔ پھر سورج کے ذریعے بولا۔ "اگر تم میرے اندر موجود ہو تو پلیز ایسے وقت چلے جاؤ۔"
وہ آواز پھر سُنائی نہیں دی لیکن دوسری بار اسے اپنی ماما کی آواز سنائی دی۔ رسوتی بول رہی تھی۔ اس نے جلدی سے سانس روک لی، پھر زرینہ سے الگ ہو کر بولا۔
"سوری! ابھی میری ماما مخاطب کر رہی تھیں میں نے سانس روک لی۔ تم ذرا اُدھر بیٹھ جاؤ۔ وہ پھر آئیں گی۔"
وہ اپنی ماں کی عادت کو سمجھتا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد آئی۔ اس سے معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ وہ کہاں ہے؟ اور وہ مہربان کون ہے جو ماں باپ سے بچھڑا کر اپنے گھر لے آیا ہے لیکن اس نے ماں کو ٹال دیا۔ کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد اس نے سانس روک لی۔ ماں چلی گئی، اُس آواز نے کہا۔ "میں تم سے خوش ہوں۔ تم نے بڑی خوبصورتی سے اپنی ماما کو ٹال دیا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ موج کرو۔"
ایک گھنٹے بعد خانم اور یاسمینہ واپس آگئیں۔ خانم نے کہا۔ "پارس یہاں دوپہر تک آجائے گا۔ تم اپنے بھائی سے مل سکو گے۔"
دوپہر ہونے سے پہلے ہی علی تیمور کو وہی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "میرے حکم پر فوراً عمل کرو۔ زرینہ سے کہو، اس کے ساتھ باہر چہل قدمی کے لیے جاؤ گے۔ وہ انکار نہیں کرے گی۔ تم اسے لے کر شمالی ساحل کی طرف جاؤ۔"
"مجھے کیسے معلوم ہوگا، شمالی ساحل کدھر ہے۔"
"بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ زرینہ تمہیں راستہ دکھائے گی۔"
اس نے زرینہ سے باہر چلنے کے لیے کہا، وہ فوراً

مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے
ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں
نک ویلوٹ کی چوریاں
وہ تمام کہانیاں جو اب تک لکھی گئی ہیں
قیمت ۲۵/- روپے
ڈاک خرچ ۱۰/- روپے
کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

راضی ہوگئی۔ خانم نے کہا "ابھی مسٹر رازی کا فون آیا تھا۔ انھوں نے تاکید کی ہے، ہم اپنے دماغوں میں کسی خیال خوانی کرنے والے کو نہ آنے دیں۔ ماسٹر زیرو سے تمھارے پاپا کا اختلاف ہوگیا ہے۔"

علی تیمور نے کہا "آپ پریشان نہ ہوں۔ زرینہ میرے ساتھ رہے گی، ہم دونوں کسی کو دماغ میں آنے نہیں دیں گے اور جو سامنے آئے گا، وہ منہ کی کھا کر جائے گا۔"

خانم نے اعتراض نہیں کیا۔ وہ زرینہ کے ساتھ گھر سے نکل کر بولا "ہم شمال کی طرف چلیں گے۔ تم کانٹیڈ کرو۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر چلنے لگی۔ اس آواز نے کہا "علی تیمور! میرے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی سے سمان رازی جھگڑا کر بیٹھا ہے۔ میں اُسے ایک اچھا سبق سکھانا چاہتا ہوں۔ تم اپنے دماغ میں میرے خیال خوانی کرنے والے ساتھی کو آنے دو۔ اس کے کوڈور ڈز ہیں۔ ہم چار پرندے جزیرے سے پرواز کریں گے۔"

"یہ چار پرندے کون ہیں؟"

"تمھیں آگے چل کر معلوم ہوگا۔ میرے ساتھی کا فرضی نام ماسٹر زیرو ہے۔ تم اس کا ساتھ دو گے اور "داں رازی" کی مخالفت کرو گے۔ ویسے تم زرینہ کو اغوا کر کے مخالفت کی ابتدا کر چکے ہو۔"

چند سیکنڈ کے بعد ماسٹر زیرو نے اس کے دماغ میں آ کر کوڈور ڈز ادا کیے پھر کہا "اب شمال کی سمت نہ جاؤ۔ میں وہاں سے ایک لانچ میں فرار ہونا چاہتا تھا۔ مگر سمان رازی نے اپنے تمام وفاداروں کو میرے خلاف ہوشیار کر دیا ہے۔ تم زرینہ کو اپنے اعتماد میں لو۔ مشرق کی سمت گھنا جنگل اور پہاڑیاں ہیں۔ وہ اُدھر تمھاری راہنمائی کرے گی۔"

پارس علی تیمور نے چلتے چلتے رُک کر زرینہ سے پوچھا۔ "تم مجھے کتنا چاہتی ہو؟ میرے لیے کیا کر سکتی ہو؟"

"میں زبان سے نہیں کہوں گی، آزما کر دیکھ لو۔"

"مجھے جزیرے کے مشرقی حصّے میں لے چلو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "یہ بھی کوئی آزمائش ہے، آؤ میرے ساتھ۔"

وہ سمت بدل کر مشرق کی سمت جانے لگے۔ اُس نے کہا "آزمائش بہت سخت ہے۔ تم فیل ہو جاؤ گی۔"

"جو لڑکی محبت میں جان دے سکتی ہے وہ کسی امتحان میں فیل نہیں ہوتی۔"

"یہ بات ہے تو تم میرے ساتھ ابھی اس جزیرے سے باہر جاؤ گی؟"

"ضرور جاؤں گی لیکن ممی اور پاپا سے کیا کہوں گی؟"

"انھیں کچھ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ایک لڑکا سے بھاگنے کے لیے اپنے بڑوں سے اجازت نہیں لیتی۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "خوب مذاق کرتے ہو، جب میں بیوی راضی ہیں اور ماں باپ راضی ہیں تو بھاگنے کی کیا ضرورت ہے بھلا؟"

"تمھارے والدین ہماری شادی کے بعد مجھے اس جزیرے میں قید رکھنا چاہتے ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"یہ سچ ہے۔ میں نے تمھارے پاپا سے کہا تھا، ہماری شادی میں میرے والدین بھی یہاں آئیں گے، انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ کہنے لگے میرے والدین کو اس جزیرے کا پتا بھی نہیں بتایا جائے گا۔ اس کا مطلب ہے، وہ مجھے والدین کے پاس جانے بھی نہیں دیں گے۔"

"ہاں پاپا نے ایک بار کہا تھا، تم ہمیشہ اس جزیرے میں میرے ساتھ رہو گے۔ میں تو بھول ہی گئی تھی کہ تمھارے ماں باپ پرابلم بن جائیں گے۔"

"پرابلم تو تمھارے ماں باپ بن گئے ہیں۔"

"ابھی چلو، میں اُن سے صاف صاف کہہ دوں گی کہ شادی کے بعد تم مجھے جہاں لے جا کر رکھنا چاہو گے، میں تمھارے ساتھ جاؤں گی۔"

"تم اپنے باپ کی ضد اور ہٹ دھرمی کو خوب سمجھتی ہو اور میں بھی سمجھ گیا ہوں کہ وہ میرے باپ کا دشمن ہے، یہ دوست کبھی نہیں ہوگا۔"

"علی تیمور! تم اچانک دشمنی کے لہجے میں بولنے لگے ہو۔ مجھ سے محبت ہے تو بھروسا کرو، میں اپنے والدین سے تمھارے حق میں فیصلہ کرا دوں گی۔ پہلے مجھے ایک سعادت مند بیٹی کا فرض ادا کرنے دو۔ اگر وہ نہیں مانیں گے تو میں تمھیں اس جزیرے سے نکال کر لے جاؤں گی۔"

"میں تمھارے والدین کا فیصلہ جانتا ہوں لہٰذا واپس جانے کی حماقت نہیں کروں گا۔"

وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ باتوں ہی باتوں میں گھنے جنگل تک چلی آئی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا مجھے چھوڑ کر واپس جاؤ گی؟"

"کیا تم چاہتے ہو، والدین کو چھوڑ کر تمھارے ساتھ چلی جاؤں؟"

"تم جوان ہو چکی ہو۔ تمھیں باقی زندگی اپنے مرد کے ساتھ گزارنی چاہیے۔"

"اس کے قانونی اور مذہبی طریقے ہیں۔ جو لڑکی کی شادی سے پہلے والدین کو دھوکا دے کر جاتی ہے، وہ ایک دن اپنے شوہر کو بھی دھوکا دیتی ہے۔ ایک دن تم ہی طعنے دو گے کہ ماں کا دودھ پینے والی، والدین کے لاڈ پیار میں پلنے والی نے کہاں کا دودھ بخشا، احسانوں کو بھلا کر والدین کو دھوکا دیا ہے۔ لہٰذا تمام محبتوں اور احسانوں کو بھلا کر والدین کے قابل نہیں ہوں۔"

"میں بھروسے کے قابل نہیں ہوں۔"

"آگے بڑھتے ہوئے باتیں کرو۔"

"میں واپس جاؤں گی۔ تمھیں بھی میرے ساتھ چلنا چاہیے۔"

پارس علی تیمور نے اسے اچانک اٹھا کر کاندھے پر ڈالا، پھر وہاں سے دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ وہ پہلے محبت سے سمجھاتی رہی "مجھے چھوڑ دو۔ میری بات سمجھو میں تمھاری ہوں۔ مگر ہمیں اس طرح نہیں جانا چاہیے۔"

مگدہ دوڑتا جا رہا تھا۔ آخر وہ مجبور ہو کر چیخنے چلّانے لگی۔ اس کی آواز دور دور تک گونجتی جا رہی تھی، اچانک ٹھائیں کی آواز اُبھری۔ ایک گولی سنسناتی ہوئی اس کے قریب سے گزر گئی۔ وہ دوڑتے دوڑتے رُک گیا۔ چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگا۔ دو مسلح شخص ایک درخت کی آڑ سے نکلے۔ ایک نے کہا "بے بی کو نیچے اتارو اور اسے ہمارے پاس آنے دو۔"

وہ اُترنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ اس نے اور مضبوطی سے کاندھے پر اُسے جکڑ لیا۔ اس کے اندر آواز نے کہا "میں بولنے والے کے دماغ میں جانا چاہتا تھا۔ اس نے سانس روک لی۔ ان سے اپنے طور پر نمٹ کر آگے بڑھو۔"

وہ دونوں مسلح افراد کو دیکھتے ہوئے بولا "زرینہ میرے لیے ڈھال ہے۔ گولی چلاؤ گے تو یہ بھی زخمی ہوگی یا ساری جائے گی۔"

یہ کہتے ہوئے وہ ان کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے زرینہ کو اپنے سامنے کر کے اس طرح پکڑ لیا تھا کہ وہ مکمل ڈھال بن گئی تھی۔ وہ دونوں اسٹین گن اٹھائے اس کے قریب آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ انھوں نے سوچا تھا، ایک علی تیمور کے آگے رہے گا، دوسرا پیچھے چلا جائے گا۔ پھر اس کے پاؤں میں تڑا تڑ گولیاں لگیں گی تو وہ گر پڑے گا لیکن اس نے قریب آتے ہی زرینہ کو ایک کے اوپر اچھال دیا۔ دوسرا پیچھے کی طرف جانا چاہتا تھا، اسے ایسے حملے کی توقع نہیں تھی۔ جب ہاتھ پر پٹھو کر پڑی تو معلوم ہوا، شکار ہونے والا ایسے وقت جان پر کھیل جاتا ہے۔ ٹھوکر پڑتے ہی اسٹین گن ہاتھ سے نکل کر علی تیمور کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس نے پلٹ کر اس کے پاؤں پر گولیاں چلائیں جو زرینہ کو سنبھالتے سنبھالتے گر پڑا تھا۔

دوسرے نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس کے ہاتھ سے بھی اسٹین گن گرا دی، دوسرے لفظوں میں اُس نے خود ہی اسٹین گن چھوڑ کر اُسے ایک کھونسا رسید کیا۔ کھونسا کھانے والے کو یوں لگا جیسے آہنی ہتھوڑا پڑا ہو۔ آنکھوں کے سامنے قمقمے جلنے بجھنے لگے۔ اس نے سر جھٹک کر دونوں پاؤں پر کھڑے رہنے کی کوشش کی۔ منہ پر لات پڑتے ہی اُس کے قدم اُکھڑ گئے۔ وہ اُچھل کر زمین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔

علی تیمور نے اسٹین گن اُٹھا کر اس کے پیروں کو بھی گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ اب دونوں اُٹھنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ اس نے ایک اسٹین گن کو بُلٹ بلیٹ سے خالی کیا، اسے ایک طرف پھینکا، پھر ایک ریوالور اور دوسری اسٹین گن اٹھائی۔ زرینہ اُٹھتے ہوئے بولی "مجھے اناڑی نہ سمجھو، میں اتنی دیر میں اسٹین گن اٹھا کر تم پر گولیاں چلا..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس نے ہاتھ کھینچ کر پھر اسے شانے پر لاد لیا۔ وہ درست کہہ رہی تھی۔ اس پر گولیاں چلا سکتی تھی مگر دل سے مجبور ہو گئی تھی۔ اس مجبوری نے اسے پھر قیدی بنا دیا تھا۔ وہ اسے اُٹھائے دوڑتا جا رہا تھا۔ ماسٹر زیرو نے اس کے دماغ میں کوڈور ڈز ادا کرنے کے بعد کہا "میں تمھیں دور بین سے دیکھ رہا ہوں۔ تم صحیح سمت میں آ رہے ہو۔ سامنے بہت دور ایک چھوٹی سی پہاڑی پر لکڑیوں سے بنا ہوا ایک کاٹیج ہے، میں اسی کاٹیج کی کھڑکی سے تمھیں دیکھ رہا ہوں۔ سیدھے چلے آؤ۔"

وہ پہاڑی کی سمت ہی دوڑ رہا تھا۔ دور گھنے درختوں کے درمیان ایک کاٹیج دکھائی دے رہا تھا۔ پہاڑی کی بلندی سوفٹ ہوگی۔ اس کی چوٹی پر کاٹیج بنا ہوا تھا۔ اچانک کئی گاڑیاں پہاڑی کے دامن میں آ کر رُک گئیں۔ کتنے ہی مسلح افراد ان میں سے چھلانگیں لگا کر باہر آئے پھر درختوں اور بڑے بڑے پتھروں کے پیچھے پوزیشن سنبھالنے لگے۔ پارس علی تیمور نے اسٹین گن شانے سے لٹکائی۔ دوسرے شانے سے زرینہ کو اتارا، پھر اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے بلند آواز سے کہا "تم تعداد میں بہت زیادہ ہو، ہزاروں

گولیاں چلا سکتے ہو لیکن سلمان رازی کی بیٹی کے لیے صرف ایک گولی کافی ہے۔"

چاروں طرف سے پوزیشن لینے والے اسے دھمکی کے طور پر گھیر سکتے تھے لیکن گولیاں نہیں چلا سکتے تھے۔ پہاڑی کی بلندی پر کاٹیج تک جانے کے لیے ایک ٹیڑھا میڑھا پتھریلا راستہ بنایا گیا تھا۔ علی تیمور نے کہا۔ "مجھے اوپر جانے کا راستہ دو۔ اس راستے سے سو سو گز دور چلے جاؤ۔ اگر کوئی قریب آنے کی حماقت کرے گا تو میں گولی مار دوں گا۔ مجھے کسی کے قتل پر مجبور نہ کرو۔"

مسلح افراد کے گروہ کے لیڈر نے کہا۔ "مسٹر علی تیمور! تمہارا دماغ شیطان کے چنگل میں ہے۔ تم سلمان رازی جیسے دوست سے دشمنی اور دشمن سے دوستی کر رہے ہو۔"

"مجھے باتوں میں لگا کر وقت ضائع نہ کرو۔ میں کسی کے چنگل میں نہیں ہوں۔"

"علی تیمور! ذرا عقل سے سوچو۔ آج سے پہلے تم نے اور تمہارے باپ نے کبھی کسی عورت کی مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ کبھی کسی کی بیٹی کو اغوا نہیں کیا۔ کیا تم فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہونے میں فخر کر سکتے ہو؟"

اس نے گروہ لیڈر پر گولی چلائی۔ وہ کسی کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا، صرف لیڈر کے بازو کو زخمی کرنا چاہتا تھا۔ نشانہ اتنا سچا تھا کہ صرف بازو ہی زخمی ہوا۔ وہ تڑپ کر گر پڑا۔ پارس نے کہا۔ "یہ نشانے بازی کا ایک ہلکا سا نمونہ ہے، میں چاہتا تو تمہیں اسی گولی سے ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کر دیتا۔ اب آخری وارننگ دے رہا ہوں۔ میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ ورنہ زرینہ کو زخمی ہوتے دیکھو گے۔"

وہ آہستہ آہستہ راستے سے ہٹنے لگے، وہاں سے دور جانے لگے۔ جب وہ رکنا چاہتے تو وہ سخت لہجے میں بولتا۔ "اور دور جاؤ۔ میں کسی کو چالاکی دکھانے کا موقع نہیں دوں گا۔ اور دور جاؤ۔"

وہ مجبور تھے۔ جزیرے کے مالک کی بیٹی کو صحیح سلامت حاصل کرنا چاہتے تھے، اس لیے پہاڑی راستے سے بہت دور چلے گئے۔ علی تیمور نے پوچھا۔ "زرینہ! تم آرام سے چلو گی یا میں زبردستی کروں؟"

وہ آگے آگے چلتے ہوئے بولی۔ "تم میرے خلوص اور محبت کی توہین کر رہے ہو۔ اب میں کسی سے آنکھیں ملا کر نہیں کہہ سکوں گی کہ مجھ سے محبت کرنے والا لاکھوں میں ایک ہے۔"

وہ اس کے پیچھے پہاڑی پر چڑھتے ہوئے بولا۔ "کم بخت تم سے محبت کر رہا ہے۔ وہ تو مجھے مجبور کیا ہوا تھا۔ اچھا ہوا، اس پُراسرار آواز نے جلد ہی محبت کا ڈرامہ ختم کرا دیا۔ میں تو بیزار ہو گیا تھا۔"

"یہ پُراسرار آواز کا مطلب کیا ہوا؟ کیا کسی خیال خوانی کرنے والے نے تم سے بات کر رہے ہو؟ کیا اس نے میرے اغوا کے لیے تمہیں مجبور کیا ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم خاموشی سے چلتی رہو۔"

"مجھے یقین ہے تم مجھے دل سے چاہتے ہو۔ ابھی کسی نے تمہارے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔"

"میری زندگی میں صرف ایک لڑکی آئی ہے، دوسری کوئی آئی ہے نہ آئے گی۔"

"میری اطلاع کے مطابق تمہارے بھائی پارس نے جو جو سے شادی کی پھر سُنا کہ قتل ابیب میں اس کی ایک اور شریکِ حیات ہے۔ اس کے باوجود وہ یاسمینہ سے محبت کرتا ہے، اس سے شادی کرنے کو تیار ہے۔"

"ارے وہ ایک نمبر کا فراڈ ہے۔ ایک دن تمہارا سارا خاندان سر پکڑ کے روئے گا۔ وہ کرتا کچھ ہے، سمجھاتا کچھ ہے۔ جب تک اصل بات سمجھ میں آتی ہے وقت گزر چکا ہوتا ہے۔"

اسی وقت پہاڑی کے دامن میں سلمان رازی کی چیخ آ کر رکی۔ پارس اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے جیپ سے باہر چھلانگ لگا کر پہاڑی کی بلندی پر دیکھا۔ وہ زرینہ کے ساتھ نصف بلندی طے کر چکا تھا۔ سلمان رازی نے رائفل اٹھا کر نشانہ لیا۔ پارس نے رائفل کو ایک طرف ہٹا کر کہا۔ "دیکھتے نہیں زرینہ اس کے نشانے پر ہے؟"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "میری اولاد کی طرف آج تک کسی نے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کی اور یہ ریوالور اٹھا رہا ہے۔ میں اسے گولی چلانے کا موقع نہیں دوں گا۔ اس کی پشت ہماری طرف ہے۔ میری گولی پہلے اسے لگے گی۔ پھر وہ ریوالور پکڑنے کے قابل نہیں رہے گا۔"

پارس نے کہا۔ "مسٹر رازی! تمہیں یقین نہیں آئے گا، ہم دونوں بھائیوں کے سر کے پیچھے بھی ایک آنکھ ہے۔ ہم آگے چلتے ہیں مگر پیچھے کی خبر رکھتے ہیں۔ میری بات سمجھو، وہ اس قدر پھرتیلا ہے کہ تمہاری رائفل کی گولی سے کترائے گا، نتیجے کے طور پر زرینہ ہلاک یا زخمی ہو گی۔"

بیٹی کا معاملہ تھا، وہ خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے بے بسی سے رائفل کو زمین پر پٹخ کر کہا۔ "تم نہیں جیتے، سپر ماسٹر کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ اس کا بیلی کاپٹر کہیں سے آ رہا ہو گا۔ ہم پہاڑی پر نہیں جا سکیں گے۔ وہ اور ماسٹر زیرو میری بیٹی کو لے جائیں گے۔"

پارس نے کہا۔ "بیٹی کی عزت اور زندگی خطرے میں دیکھ کر تمہارے منہ پر سپر ماسٹر کا نام آ گیا۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ ہم دونوں بھائیوں کو اغوا کرانے کا انتظام اسی نے ایک نئے انداز میں کیا ہے۔"

وہ غصے سے بولا۔ "مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مگر یہ غلطی پر پچھتانے کا وقت نہیں ہے، کوئی تدبیر سوچو۔"

پارس جیپ میں بیٹھ کر بولا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"

اس نے جیپ اسٹارٹ کی۔ سلمان رازی نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "کہاں جا رہے ہو؟"

وہ جیپ آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "میں تمہاری بیٹی کو واپس لے آؤں گا لیکن ایک شرط پر۔"

"ارے، ایسے وقت کیا شرط منواتے ہو، جلدی سے بتاؤ۔"

"آج کے بعد ہم دونوں بھائی جزیرے میں آزاد رہیں گے اور جب چاہیں گے یہاں سے جا سکیں گے۔"

"کیا تم بھی میری یاسمینہ سے بے وفائی کرنا چاہتے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ میں صرف آزادی کی شرط ماننے کو کہہ رہا ہوں۔"

"مجھے منظور ہے۔"

پارس نے ایک جگہ جیپ روک کر کہا۔ "میں پہاڑی پر جا رہا ہوں۔ تم اپنے لوگوں میں جاؤ۔ میں زرینہ کو واپس لے آؤں گا۔"

"کیا مجھے نادان باپ سمجھ کر جھوٹی تسلی دے رہے ہو۔ کاٹیج میں ماسٹر زیرو ہتھیاروں کے ساتھ موجود ہے۔ علی تیمور بلندی پر پہنچ رہا ہو گا۔"

پارس نے جیپ سے چھلانگ لگاتے ہوئے کہا۔ "میں اس سے پہلے اوپر پہنچ جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے چڑھائی پر دوڑنا شروع کیا۔ سلمان رازی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ اونچائی پر اتنی تیزی سے چڑھتا جا رہا تھا جیسے ہموار زمین پر دوڑ رہا ہو۔ اس نے پچاس برس کی زندگی میں کسی کو بلندی کی طرف یوں دوڑتے نہیں دیکھا تھا۔ سلمان رازی نے فوراً ہی جیپ کو واپس موڑ لیا۔

وہ اپنے لوگوں میں جا کر دیکھنا چاہتا تھا کہ پارس اپنے بھائی علی تیمور سے پہلے بلندی پر پہنچتا ہے یا نہیں؟

علی تیمور اپنے بھائی سے بے خبر تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اوپر جا رہا تھا، کیوں کہ زرینہ کی رفتار سُست تھی۔ ماسٹر زیرو کاٹیج کی کھڑکی سے لگا ہوا دونوں ہاتھوں میں مشین گن تھامے کبھی زرینہ اور علی تیمور کو آتے دیکھ رہا تھا اور کبھی پہاڑی کے نیچے کھڑے ہوئے سلمان رازی اور اس کے مسلح افراد پر نظر رکھتا جا رہا تھا۔ وہ یکبارگی چونک کر اچھل پڑا۔ مشین گن ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گئی۔ کسی نے اس کے شانے کو تھپتھپایا تھا۔ اچھل کر پلٹتے ہی منہ پر ایک ہتھوڑا سا ہاتھ پڑا۔ آنکھوں کے سامنے ناچتے ہوئے تاروں کے درمیان پارس دکھائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "یہ کھلا دروازہ تم نے میرے بھائی کے لیے کھلا رکھا ہے۔ کوئی بات نہیں، دوسرے بھائی سے ملو۔"

ماسٹر زیرو چیخ کر علی تیمور کو ہوشیار کرنا چاہتا تھا۔ مگر دوسرا ہاتھ پڑتے ہی گن سمیت گر پڑا۔ والسورو کی نے دونوں بھائیوں کو صحیح معنوں میں فولاد بنایا تھا۔ وہ دوسرے ہاتھ میں ہی ڈھیلا پڑ گیا۔ مزید دو ہاتھ پڑنے پر وہ بیہوش ہو گیا۔ پارس نے اُسے اور مشین گن کو اٹھایا۔ اسے پہلے کی طرح کھڑکی سے یوں لگا کر کھڑا کر دیا کہ کاٹیج میں داخل ہونے والے علی تیمور کو وہ ہتھیار کے ساتھ کھڑکی کے باہر دیکھتا ہوا نظر آتا۔ اس نے مشین گن کا بلٹ بیلٹ نکال دیا۔ پھر دوڑتا ہوا آ کر دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

یہ کارروائی کرنے کے دوران اسے ایک طرح سے ناکام ہونے کا خیال تھا۔ یعنی سپر ماسٹر اگر علی تیمور کے دماغ سے نکل کر ماسٹر زیرو کے پاس آئے گا تو بازی پلٹتے دیکھ کر علی تیمور کو ہوشیار کر دے گا۔ بس ایک اُمید تھی کہ سپر ماسٹر اس کے بھائی کو ہدایات دینے میں مصروف ہو گا اور ماسٹر زیرو کے پاس نہیں آئے گا۔

وہ کھلے ہوئے دروازے کے پیچھے کھڑا تھا۔ اُسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ آ رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ آ چکا تھا لیکن دروازے کے باہر رُک گیا تھا۔ اُس کے اندر پُراسرار آواز نے پوچھا۔ "کیوں رُک گئے؟ اندر جاؤ۔"

وہ بولا۔ "نیند کی حالت میں بھی میرا دماغ بیدار رہتا ہے اور ابھی تو میں جاگ رہا ہوں۔ وہ تمہارا ماسٹر زیرو مشین گن کھڑکی سے لگائے اس پر جھکا ہوا ہے، اس کی صرف پشت نظر آ رہی ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ

مرچکا ہے یا زخم کھا کر بیہوش ہو گیا ہے۔ اُس کا لہو بوند بوند فرش پر ٹپک رہا ہے۔"

آواز نے کہا۔ "میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

پارس نے ماسٹر زیرو پر قابو پانے کے بعد بڑی احتیاط سے کام لیا تھا۔ اس نے مار مار کر ماسٹر کا مُنہ توڑ دیا تھا پھر اس کا مُنہ مشین گن پر جُھکا کر کھڑکی سے باہر رکھا تھا تاکہ لہو باہر ٹپکتا رہے۔ لیکن کبھی کبھی حساب کتاب غلط ہو جاتا ہے۔ لہو اُس کے مُنہ سے رِستا ہوا گن کی نالی پر پھیلتا ہوا کھڑکی کے اندر فرش پر ٹپک رہا تھا۔ اسی آواز نے علی تیمور کے دماغ میں کہا۔ "تم نے درست کہا تھا۔ ماسٹر زیرو بیہوش ہے۔ کاریڈور کے اندر خطرہ ہے۔ صرف آدھا گھنٹا کسی طرح بچنے کی کوشش کرو۔ ہیلی کاپٹر پہنچنے ہی والا ہے۔"

پارس علی تیمور نے کھلے ہوئے دروازے کو دیکھا۔ پھر سخت لہجے میں پوچھا۔ "اندر کون ہے؟ ایک ہے یا دس ہیں، جتنے بھی ہیں، میں وارننگ دیتا ہوں کہ زرینہ کو کوئی نقصان پہنچا تو ہتھیار پھینک کر سامنے آجاؤ۔"

پارس نے دروازے کے پیچھے سے کہا۔ "میں ہوں تمھارا بھائی۔ تم جانتے ہو، میں ہتھیار نہیں رکھتا اور میرے پیچھے کبھی فوج نہیں ہوتی۔ میں آرہا ہوں۔ گولی نہ چلانا۔"

وہ دروازے کے پیچھے سے نکل کر سامنے آگیا۔ دونوں بھائی بہت عرصے کے بعد ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ایک دروازے کے اندر تھا، دوسرا باہر۔ دوسرے نے پوچھا۔ "ہیلو پارس! کیسے ہو؟"

وہ بولا۔ "خیریت سے نہیں ہوں۔"

"خیریت کیوں نہیں ہے؟"

"جب ایک بھائی ہتھیار لے کر سامنے آئے تو دوسرے بھائی کی خیریت نہیں ہوتی۔"

"یہ ہتھیار تمھارے لیے نہیں ہے۔ اچھا ہوا تم یہاں تنہا آئے ہو۔ ہم اس جزیرے سے زرینہ اور ماسٹر زیرو کو لے کر نکل جائیں گے۔ ایک ہیلی کاپٹر آنے والا ہے۔"

"میرا بھائی علی تیمور ایک غیرت مند باپ کا غیرت مند بیٹا ہے۔ وہ کسی کی بیٹی کو اغوا کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں، تمھارے اندر سُپر ماسٹر بول رہا ہے۔ میں اسے بتا دوں کہ ہیلی کاپٹر خالی جائے گا یا تباہ ہو جائے گا۔"

"تم چیخ کر رہے ہو؟"

"بھائی کو نہیں، سُپر ماسٹر کو۔"

"میرے اندر کوئی سُپر ماسٹر نہیں ہے۔ میں اپنے ہوش و حواس میں ہوں۔ ہمیشہ کی طرح آزاد ہوں۔ فرہاد علی تیمور کا بیٹا اور تمھارا بھائی ہوں۔"

"بھائی ہونے کا ثبوت دو، وہ ریوالور پھینک دو۔ ہم بچپن سے خالی ہاتھ گلے ملتے آتے ہیں۔ آؤ میرے گلے لگ جاؤ۔"

"مجھے افسوس ہے۔ یہ ریوالور میں نے زرینہ کے باپ اور اس کی فوج کو دور رکھنے کے لیے پکڑا ہے۔ ورنہ تم جانتے ہو، میں کبھی عام حالات میں کبھی معمولی سے ہتھیار کا بھی بوجھ نہیں اُٹھاتا۔"

پارس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "یہ میرے لیے اطمینان کی بات ہے کہ تم نے میرے لیے ریوالور نہیں اُٹھایا ہے۔"

وہ دروازے کے باہر آگیا۔ علی تیمور نے للکار کر کہا۔ "خبردار، میرے قریب نہ آنا۔ میں تمھاری مکاریوں کو بچپن سے جانتا ہوں۔"

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "مکاری تو ابھی دکھا سکتا ہوں لیکن نہیں دکھاؤں گا۔ زرینہ کی زندگی کا سوال ہے۔"

وہ پیچھے ہٹ کر کاریڈور کے اندر آیا۔ علی تیمور نے کہا۔ "تمھارے لیے یہی بہتر ہے کہ دروازے کو اندر سے بند کر لو۔ جب تک ہیلی کاپٹر واپس نہ جائے، دروازہ نہ کھولنا۔"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پنجوں کے بل چلتا ہوا سامنے والے دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر باہر نکلا۔ پہاڑی کے نیچے سلمان رازی اور اس کے وفادار اُسے دیکھ کر آگے بڑھنا چاہتے تھے، اُس نے ہاتھ کے اشارے سے انھیں وہیں رُکنے کے لیے کہا پھر پانی کی ٹنکی تک جانے والے پائپ کو پکڑ کر چڑھتا ہوا چھت پر پہنچ گیا۔ لکڑی کی چھت پر اوندھا لیٹ کر چھپکلی کی طرح رینگتا ہوا پچھلے حصّے کی طرف جانے لگا۔ دور سے آنے والے ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ اب فوراً ہی کچھ کر گزرنا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے دیکھنے والے اس پر فائرنگ کر سکتے تھے۔

علی تیمور ایک ہاتھ سے زرینہ کا بازو پکڑے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر پہاڑی کے پچھلے حصّے کی طرف سے آرہا تھا، اس لیے آسمان کی طرف سر اُٹھانے کے باوجود وہ پارس کو نہ دیکھ سکا۔ پارس نے یکبارگی چھت کی بلندی سے اس پر چھلانگ لگائی۔ علی تیمور پر آتے ہی ریوالور والے

ہاتھ کو پکڑا تاکہ بے تکی فائرنگ سے زرینہ کو نقصان نہ پہنچے۔ دونوں بھائی ایک دوسرے سے لپٹ کر زمین پر گر پڑے تھے۔ پارس نے چیخ کر کہا۔ "زرینہ! فوراً یہاں سے بھاگو۔ پہاڑی کے نیچے اپنے پاپا کے پاس جاؤ۔ ورنہ ہیلی کاپٹر سے فائرنگ ہو گی۔"

وہ بھاگتی چلی گئی۔ اسے پہاڑی سے اُترتے دیکھ کر سلمان رازی خوشی سے کھل گیا۔ اپنے مسلح وفاداروں کے ساتھ تیزی سے پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "ہیلی کاپٹر کو اُترنے نہ دو۔ اس پر فائرنگ کرو۔"

دوسری طرف دونوں بھائی اُلجھے ہوئے تھے۔ دونوں کی گرفت ریوالور پر تھی۔ وہ پتھریلی زمین پر اِدھر سے اُدھر لڑھک رہے تھے۔ دونوں کے داؤ پیچ ایک دوسرے کے خلاف ناکام ہو رہے تھے کیونکہ ایک کا داؤ دوسرے کو معلوم تھا۔ والٹر روکی نے کسی بھائی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ ہتھیار چھیننے کے تمام ہتھکنڈے دونوں کو معلوم تھے۔ اس لیے کوئی کسی سے ریوالور چھین نہیں پا رہا تھا۔

وہ لڑتے لڑتے اُٹھ گئے تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف زور لگا رہے تھے۔ اس جدوجہد میں دو بار ریوالور سے گولیاں چل چکی تھیں۔ ان میں سے کوئی بھی زخمی یا ہلاک ہو سکتا تھا۔ ہیلی کاپٹر قریب آگیا تھا۔ اس میں سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ اب کاریڈور کے سامنے والے حصّے سے سلمان رازی کے وفادار ہیلی کاپٹر پر جوابی فائرنگ کر رہے تھے۔ آخر تو یہی تھے کہ سُپر ماسٹر کو شکست کھانی پڑے گی، اس کا ایک خیال خوانی کرنے والا ماسٹر زیرو بیہوش پڑا ہوا تھا۔ زرینہ اپنے باپ کے پاس پہنچ گئی تھی۔ علی تیمور اپنے بھائی پارس سے اُلجھا ہوا تھا۔ دونوں کی جسمانی قوت سے اندازہ ہوتا تھا، کوئی کسی پر غالب نہیں آسکے گا۔ پارس غالب نہ آئے تب بھی اس کی جیت تھی کیونکہ اس نے علی تیمور کو اُلجھا رکھا تھا۔

لیکن پھر بازی پلٹتی ہوئی نظر آئی۔ سُپر ماسٹر کا دوسرا ہیلی کاپٹر آگیا تھا اور اس میں سے مسلح افراد ہینڈ گرنیڈ پھینک رہے تھے۔ دھماکوں کی زوردار آواز میں سلمان رازی کے وفاداروں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ زخمی ہو کر یا لاشوں کی صورت میں پہاڑی پر سے لڑھکتے ہوئے نیچے جا رہے تھے۔ اُدھر دونوں بھائی ایک دوسرے کے خلاف زور لگاتے ہوئے کاریڈور کے بند دروازے سے ٹکرا گئے اور دروازہ توڑتے ہوئے اندر گھس گئے تھے۔ سُپر ماسٹر نے علی تیمور سے پوچھا۔ "تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تم اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے؟"

وہ بولا۔ "پارس بھی مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ ہمارے الگ ہونے کی ایک ہی صورت ہے کہ میں ریوالور چھوڑ دوں۔"

"یہ غلطی نہ کرنا۔ ریوالور سے کسی طرح اُسے زخمی کرنے کی کوشش کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کر دوں گا۔"

"ہم دونوں میں سے کوئی کسی کو زخمی نہیں کر سکے گا۔ ہمارا پلڑا برابر ہے۔ ہم ایک دوسرے کی چال کو خوب سمجھتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ اسی طرح اسے اُلجھائے رکھو۔ ہیلی کاپٹر سے ہمارا ایک آدمی اُتر کر پارس کو زخمی کرے گا۔ میں تم دونوں بھائیوں کو زندہ چاہتا ہوں۔ انتظار کرو۔"

سُپر ماسٹر تھوڑی دیر کے لیے چلا گیا۔ پہاڑی پر آنے والے سلمان رازی کے وفادار دھماکوں سے بچنے کے لیے پھر نیچے اُتر گئے تھے۔ بلندی پر کاریڈور کے اندر صرف دو بھائی رہ گئے تھے جو تھکا دینے والی جنگ لڑ رہے تھے اور تھکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ ایسے ہی وقت اچانک رسونتی پہنچ گئی۔ اس نے بیٹے کے دماغ میں اُتر کر اُسے لڑتے ہوئے دیکھا پھر پریشان ہو کر بولی۔ "میرے بچے! میرے لال! تم کس سے لڑ رہے ہو؟"

"ماما! یہ پارس میرا دشمن بن گیا ہے۔ . . . . . .

. . . . . میں ایک دشمن کی قید سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہوں، اب ایک ہیلی کاپٹر میں فرار ہونے والا ہوں لیکن یہ میرے دشمن کی حمایت میں مجھ سے لڑ رہا ہے۔"

رسونتی نے دانت پیس کر کہا۔ "میں جانتی تھی، یہ آستین کا سانپ ہے۔ ایک دن میرے بچے کو نقصان پہنچائے گا۔ اچھا ہوا میں وقت پر آگئی۔ ابھی اسے دشمنی کی سزا دیتی ہوں۔"

وہ بیٹے کے دماغ سے نکل۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی پارس کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی، اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس بیٹے کے پاس آکر بولی۔ "کمبخت سانس روک لیتا ہے۔"

"ماما! بار بار اس کے پاس جائیں، وہ بار بار سانس روکنے کی مصیبت میں ذرا کمزور پڑ جائے گا پھر میں اس سے ریوالور چھین لوں گا۔"

"نہیں بیٹے! ایسے میں ریوالور چل پڑے گا۔ خدانخواستہ تمھیں گولی لگ سکتی ہے۔ اس سے کہو، میں کہہ رہی ہوں، اس کے پاپا سخت بیمار ہیں۔ میں اس کے پاس پاپا کا ایک پیغام لے کر آئی ہوں۔ اس پر عمل کرنے سے دونوں بھائیوں

کا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔"

علی تیمور نے کہا۔ "پارس! میں تم سے کم نہیں ہوں، تمام دن اور تمام رات لڑ سکتا ہوں لیکن ماما آکر کہہ رہی ہیں، پاپا سخت بیمار ہیں، انھیں ہماری لڑائی کا علم ہو گیا ہے۔ انھوں نے ماما کے ذریعے ایک مشورہ دیا ہے جس پر عمل کرنے سے یہ لڑائی ختم ہو سکتی ہے۔"

پارس نے کہا۔ "میرا خیال درست نکلا۔ میں سمجھ رہا تھا، وہ اچانک بیمار پڑ گئے ہوں گے لیکن انھوں نے ماما کے ذریعے کوئی مشورہ نہیں دیا ہے۔"

"کیا ماما جھوٹ کہہ رہی ہیں؟"

"میں اپنی ماں کو جھوٹی کہنے کی جرأت اور گستاخی نہیں کر سکتا۔ تمھارے دماغ میں سپر ماسٹر بول رہا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ پاپا نے میرے دماغ میں کیسی گرہ باندھی ہے۔ میرے اندر ماما بھی نہیں آسکتیں اور یہ بات ماما کو معلوم ہے۔"

رسونتی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے غصے میں پھر پارس کے دماغ پر دستک دی۔ وہ مجبور تھا۔ بے احتیاط سانس روک لیتا تھا۔ وہ بار بار اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کرنے لگی۔ پارس پر اب دو طرفہ حملے ہو رہے تھے۔ ایک طرف وہ علی تیمور کے خلاف جسمانی قوت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ دوسری طرف بار بار سانس روک رہا تھا۔ وہ پندرہ منٹ تک مسلسل سانس روک سکتا تھا اور رسونتی تھی کہ اس کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ آخر بے چارہ کمزور پڑنے لگا۔

پھر اچانک فیصلہ ہو گیا۔ ایک بھائی کے حلق سے دل خراش چیخ نکلی، اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا ہو گیا تھا۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا اور دوسرے بھائی نے اُسے نشانے پر رکھ لیا تھا۔

کاریڈور کے باہر ایک ہیلی کاپٹر اُتر رہا تھا۔ وہ پارس کے چیلنج کے مطابق خالی جانے والا تھا یا تباہ ہونے والا تھا۔ یا علی تیمور کے عزم کے مطابق دونوں بھائی اس میں جانے والے تھے۔

فیصلہ ابھی باقی تھا۔

✸

"جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اُس میں گرتا ہے۔"

یہ ایک صدیوں پرانی کہاوت ہے لیکن آج بھی یہ کہاوت دُہرائی جاتی ہے۔ آج بھی لوگ دوسروں کے لیے گڑھا کھودتے ہیں پھر اچانک خود ہی اس میں گر پڑتے ہیں۔ رسونتی چیخ رہی تھی۔ متلاشی بے حال ہو کر تڑپ رہی تھی کیوں کہ زلزلہ پارس کے دماغ میں نہیں، علی تیمور کے دماغ میں آیا تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر ڈگمگا رہا تھا۔ رسونتی اس کے اندر آکر رو رو کر پوچھ رہی تھی۔ "ماں کی جان! میرے لال! یہ کون تمھیں دماغی اذیت پہنچا رہا ہے؟"

دماغ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ وہ تکلیف برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ماں کو جواب نہیں دے پا رہا تھا۔ ویسے وہ خود نہیں جانتا تھا کہ ایسا کس نے کیا ہے؟ اس کے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا تھا۔ پارس اسے چند لمحوں تک نشانے پر رکھ کر سوچتا رہا، پھر یکبارگی خوشی سے ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "پاپا زندہ باد! تھینک یو پاپا! تھوڑی دیر میرے بھائی کو اور سنبھال لیں، میں دشمنوں سے نمٹ رہا ہوں۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "ٹھیک ہے بیٹے! تم جاؤ، میں ان ماں بیٹے سے نمٹ لوں گا۔"

وہ دوڑتا ہوا کھڑکی کے پاس گیا جہاں ماسٹر زیرو بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ پاس ہی منی مشین گن رکھی ہوئی تھی۔ اس نے مشین گن کو اُٹھاتے ہوئے کہا۔ "پاپا! بھائی کو اگلے کاریڈور کے دروازے سے نکال کر پہاڑی کے نیچے لے جائیں۔ میں آرہا ہوں۔"

کاریڈور کے پچھلے دروازے کے باہر دور تک کھلی جگہ تھی، وہاں ہیلی کاپٹر اتر رہا تھا۔ سپر ماسٹر کا وہ ہیلی کاپٹر ماسٹر زیرو اور دونوں بھائیوں کو لے جانے آیا تھا۔ چند لمحے پہلے تک بازی سپر ماسٹر کے ہاتھ میں تھی، وہ دونوں ایک دوسرے سے لڑنے کے دوران یوں اُلجھ گئے تھے کہ کوئی کسی سے نجات نہیں پا رہا تھا۔ ایسے میں ہیلی کاپٹر سے آنے والے اُن بھائیوں کو کن پوائنٹ پر اپنے ساتھ بہ آسانی لے جا سکتے تھے۔ اب بھی پارس وہاں تنہا تھا اور ہیلی کاپٹر سے پتا نہیں کتنے مسلح دشمن وار دہونے والے تھے۔ اب اسے جو بھی کرنا تھا طوفانی رفتار سے کرنا تھا۔

میں علی تیمور کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کاریڈور کے اگلے دروازے سے باہر لے آیا تھا۔ ابھی اس پر دشمنوں کی نظر نہیں پڑی تھی۔ رسونتی نے روتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ نے میرے بیٹے کو دماغی اذیت پہنچائی ہے؟"

میں نے ناگواری سے کہا۔ "ذرا ٹھہرو۔ میں تمھیں اس سے زیادہ اذیت پہنچانے والا ہوں۔"

اس نے غصے سے پوچھا۔ "میرا اور میرے بیٹے کا قصور کیا ہے؟ کیا آپ پارس کی محبت میں اتنے اندھے ہو گئے ہیں کہ دوسرا بیٹا دشمن نظر آرہا ہے؟"

"فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ اپنے بیٹے کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جماؤ۔ اس بات کا خاص خیال رکھو کہ کوئی اس کے دماغ میں ایک لفظ بولنے نہ پائے۔ دیکھو میں نے اس کے دماغ میں ایک لفظ بول دیا ہے۔ تم اسے نیچے لے جاؤ۔ اسے آدھی پہاڑی تک اتار دیا ہے۔ تم اسے نیچے لے جاؤ اور اس کے ذریعے سلمان رازی سے فریاد کرو کہ وہ اپنے بیٹے کو اس کے پاس امانت کے طور پر چھوڑ رہی ہو۔ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ میرا پارس کے پاس رہنا ضروری ہے۔"

میں اسے ضروری ہدایات دے کر پارس کے پاس آیا۔ وہ بے ہوش پڑے ہوئے ماسٹر زیرو کو ریوالور سے گولی مارچکا تھا۔ اب منی مشین گن اٹھائے کاریڈور کے اگلے دروازے سے نکل کر کچھ دور جانے کے بعد ہیلی کاپٹر میں آنے والوں سے نمٹنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک طرف دوڑتے ہوئے دیکھا، جو ہیلی کاپٹر وہاں اُترنے والا تھا وہ واپس جانے کے لیے پھر بلند ہو رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "دیر نہ کرو۔ وہ نکل جائیں گے۔"

وہ رُک گیا۔ منی مشین گن سنبھال کر اس نے ایک بار اپنے ٹارگٹ کو سر اُٹھا کر دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے اُس نے فائرنگ شروع کر دی۔ سپر ماسٹر کو بازی ہارنے کا یقین ہو گیا تھا اس لیے ہیلی کاپٹر والوں کو واپس بلا رہا تھا۔ چند سیکنڈ کی فائرنگ کے بعد ہی زبردست دھماکا ہوا۔ زمین سے بلند ہونے والا ہیلی کاپٹر شعلوں میں گھر گیا تھا۔ پارس مشین گن پھینک کر دوڑتا ہوا اور جھلانگیں لگاتا ہوا پہاڑی سے اُتر رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کے پرخچے اُڑ رہے تھے۔ جلتے ہوئے ٹکڑے اس کے آس پاس آکر گر رہے تھے۔

سلمان رازی "مرحبا۔ مرحبا" کہتا ہوا اس کی طرف بڑھتا آرہا تھا۔ ایک جلتا ہوا ٹکڑا سیدھا پارس پر آیا۔ اس سے پہلے ہی سلمان رازی اس سے لپٹ گیا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ پارس نے اسے سنبھال کر نیچے اُترتے ہوئے کہا۔ "سٹر رازی! یہ تم نے کیا حماقت کی؟"

"جوان! تم اسے حماقت کہتے ہو؟ ارے تم پر تو میں، میرا خاندان اور یہ پورا جزیرہ قربان ہے۔ خدا کی قسم! ایسی ذہانت اور دلیری کی مثال نہیں مل سکتی۔ تم نے تنہا سپر ماسٹر کے چھکے چھڑا دیے ہیں۔"

پارس نے میری ہدایت کے مطابق پوچھا۔ "میرا بھائی علی تیمور خیریت سے ہے؟"

"بے شک۔ ابھی اس کی زبان سے تمھارا باپ بول رہا تھا کہ وہ اپنی امانت ہمارے پاس چھوڑ رہا ہے، پھر وہ خیریت سے کیسے نہیں ہو گا۔ بائی دی وے، میں علی تیمور کی ذہنی حالت کو سمجھتا ہوں۔ بے چارہ تنویمی عمل کے زیر اثر ہے۔ تم اپنے باپ سے کہنا، وہ بُرا نہ مانیں، ہم اُسے کڑی نگرانی میں رکھیں گے ورنہ سپر ماسٹر بھی اس کے ذریعے کوئی شیطانی چال چل سکتا ہے۔"

"ابھی میرے پاپا مصروف ہیں۔ بہت جلد تم سے خود ہی گفتگو کریں گے۔"

میں ادھر سے مطمئن ہو کر رسونتی کے پاس آیا۔ پھر بولا۔ "جی چاہتا ہے، تمھارے دماغ کی چولیں ہلا کر رکھ دوں۔ تم نے صرف یہ دیکھا کہ پارس تمھارے علی تیمور سے لڑ رہا ہے اور تمھیں غصہ آگیا۔ تم نے یہ سمجھنے کی زحمت نہیں کی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔"

"مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ میرا بیٹا سحر زدہ ہے۔ بظاہر ہمارا فرماں بردار ہے لیکن اپنے عامل کے اشاروں پر چل رہا ہے۔"

"اور وہ عامل ہے سپر ماسٹر۔"

"ہاں، میں موجودہ حالات سے سمجھ رہی ہوں۔"

"تم پانی سر سے گزر جانے کے بعد سمجھتی ہو۔ اگر میری دماغی توانائی بحال نہ ہوتی اور میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا پارس کے پاس نہ پہنچتا تو تم علی تیمور کے ساتھ مل کر اسے مار ڈالتیں۔"

"مجھے شرمندہ نہ کرو۔"

"کیا واقعی تمھیں شرم بھی آتی ہے؟ کیا اس سے پہلے تم نے پارس سے دشمنی نہیں کی؟ کیا اس سے پہلے بھی تمھیں شرم نہیں آئی تھی؟"

"مجھ سے جو غلطی ہوئی ہے اس کی سزا دو یا تلافی کا موقع دو۔"

"میں تمھیں آخری وارننگ دیتا ہوں۔ آئندہ پارس اور علی تیمور کے درمیان کوئی فرق ڈالو گی یا کسی سے امتیازی سلوک کرو گی تو ایسی سزا دوں گا کہ تمھاری ماما دن رات انگاروں پر لوٹتی رہے گی۔"

وہ گھبرا کر بولی "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"صاف اور سیدھی بات سننا چاہتی ہو تو سنو۔ میں علی تیمور کو ہمیشہ کے لیے تم سے بہت دور بھیج دوں گا اور اس کے دماغ پر ایسا عمل کروں گا کہ وہ تمہاری سورج کی لہروں کو کبھی اپنے پاس پھٹکنے نہیں دے گا۔"

"نہیں، تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔"

"اگر یہ چیلنج ہے تو مجھے ایسا نہ کرنے دو۔ میں ابھی یہی کرنے جا رہا ہوں۔"

"نہیں نہیں، میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ میں چیلنج نہیں کر رہی ہوں۔ میرے منہ سے بات پھسل گئی تھی۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، دونوں بیٹوں کو ایک آنکھ سے دیکھوں گی۔ پارس کے پسینے کی جگہ خون بہاؤں گی۔ کبھی اس کے پاؤں میں کانٹا نہیں چبھنے دوں گی۔ مجھے ایک بار یہ ثابت کرنے کا موقع دو کہ میں دونوں کے لیے ایک جیسی ماں ہوں۔"

"میں پارس کی سلامتی پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہوئے تمہیں ایک موقع دے رہا ہوں۔"

"تم بہت اچھے ہو۔ میں علی تیمور کے پاس جاؤں؟"

"تم نے دیکھا ہے کہ علی تیمور محفوظ ہے۔ اس کے برعکس پارس خطرات سے کھیل رہا ہے۔ تمہاری ممتا نے اس کے لیے تڑپ کر یہ نہیں کہا کہ میں پارس بیٹے کے پاس جاؤں گی۔ اسے ماں کی ضرورت ہوگی۔"

"میں ابھی کہنے والی تھی، تم نے میرے منہ کی بات چھین لی۔"

"کتے کی دم کبھی سیدھی نہیں ہوتی اور تمہاری جیسی عورت کی فطرت کبھی نہیں بدلتی۔ بہتر یہی ہے کہ پارس کی فکر نہ کرو۔ خدانخواستہ اسے تم سے نقصان پہنچنے کا ذرا بھی اندیشہ ہوگا تو میں تم سے سمجھ لوں گا۔ جاؤ مرد اپنے بیٹے کے پاس۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تھیلما مجھ سے اسپتال میں ملنے آئی تھی۔ مجھے بستر پر بیٹھا دیکھ کر خوشی سے بولی "تھینکس گاڈ! تم اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پچھلی رات تمہاری حالت بڑی تشویشناک تھی۔ میں کل سے ابھی تک جاگ رہی ہوں۔ رو رو کر [illegible] مانگ رہی ہوں کہ وہ ہماری جان لے لے مگر تمہیں سلامت رکھے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "خدا تمہاری جان کیسے لے گا۔ ابھی تو تمہیں دوبارہ جوان ہونا ہے۔ ذرا آئینہ دیکھو۔ زبردست تبدیلیاں آ رہی ہیں۔"

وہ بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بولی "اونیل! میرے دل کی بات خدا جانتا ہے، تم میرے دل و دماغ پر چھا گئے ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں لیلیٰ کی طرح تم پر عاشق ہو گئی ہوں۔ ہاں تم دل و جان سے تمہیں چاہتی ہوں۔ تمہاری عقیدت مند ہوں۔ میرے خلوص اور بے لوث محبت کا ثبوت یہ ہے کہ اگر میرے دل میں دولت کی ہوس اور جوانی کی تمنا نہیں ہے تو میں چاہتی ہوں، ساری زندگی تمہارے ساتھ رہوں اور ایک رفیقہ انسان بنی رہوں۔ میرا ماضی بہت شرمناک ہے۔ میں نے اپنے ایک بھتیجے پر بہت ظلم کیے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔ میرا علم وہ بات مجھ کو پہلے بتا دیتا ہے جو تمہاری زبان پر آنے والی ہوتی ہے۔"

وہ ماضی میں ہونے والی غلطیوں کا اعتراف کر رہی تھی۔ میں نے ایک ذرا اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سچ کہہ رہی تھی۔ وہ دل و دماغ کی گہرائیوں سے مجھ سے متاثر ہو گئی تھی۔ میں دو وجوہ سے اس کی نیمی میں آیا تھا۔ ایک تو یہ کہ اس یہودی فیملی میں رہ کر یہ آسانی اسرائیل پہنچ جائے گا تو وہاں کوئی مجھ پر شبہ نہیں کرے گا۔ دوسرے یہ کہ تھیلما اور تمام مورس وغیرہ نے اپنے بھتیجے ڈان مورس پر بے انتہا مظالم ڈھائے تھے۔ میں اس کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ لیکن تھیلما اپنی غلطیوں کا اعتراف کر رہی تھی۔ کہیں ڈان مورس مل جاتا تو ان غلطیوں کی تلافی کر سکتی تھی۔ وہ قابل معافی تھی اور تمام مورس ہنوز بے ایمان اور دولت کا لالچی تھا۔ میں کسی وقت اسے سزا دے سکتا تھا مگر اب اسرائیل جانا ضروری نہیں رہا تھا۔ پارس وہاں سے نکل کر ایک جزیرے میں پہنچ گیا تھا۔ (میں ابھی وہاں کے حالات بیان کروں گا۔) سونیا اپنے ساتھ ماریہ کو لے گئی تھی۔ اب صرف ایک نفسی رہ گئی تھی جو قانوناً میری ہو تھی لیکن یہ مجھ سے زیادہ پارس کا ذاتی معاملہ تھا۔ مجھے آج کل میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اونیل مورس کے روپ میں موجودہ یہودی فیملی کے ساتھ رہنا چاہیے یا نہیں؟

ڈاکٹر میرا معائنہ کرنے کے لیے آیا۔ میں نے اس کے دماغ میں یہ بات پیدا کی کہ مجھے چند گھنٹوں تک تنہا آرام کرنا چاہیے اور کسی سے گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ اس نے تھیلما سے یہی بات کہہ دی۔ وہ بولی "واقعی تمہیں آنکھیں بند کر کے آرام کرنا چاہیے۔ میں شام کو سات بجے آؤں گی۔"

ڈاکٹر کے چلے جانے کے بعد وہ بھی چلی گئی۔ میں آرام سے لیٹ کر آنکھیں بند کر کے سپر ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ یہ ہماری سب سے بڑی کامیابی تھی کہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والا سپر ماسٹر آہنی پردوں کے پیچھے چھپا رہتا تھا، اس کے ایک منصوبے کی اطلاع مجھے اس کے دماغ سے پہنچا دیا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ وہ علی تیمور کو تنویمی عمل کے ذریعے ہمیشہ اپنا معمول بنا کر رکھے گا۔ پارس کو جب جزیرے میں پہنچایا جائے گا تو سلمان رازی اس پر تنویمی عمل کرے گا۔ اس طرح میرے دوسرے بیٹے کو بھی دماغی طور پر اپنے قبضے میں رکھے گا، اس کے بعد وہ دونوں بیٹے کو بھی دماغی طور پر اپنے قبضے میں رکھے گا، اس کے بعد مجھے اطلاع دے گا کہ میرے دونوں بیٹے اس کی قید سے فرار ہو گئے ہیں۔ اس کے منصوبے کے مطابق جب میں دونوں سے دماغی رابطہ قائم کرتا تو وہ سعادت مند بچوں کی طرح میری ہر بات کا جواب دیتے لیکن یہ کبھی نہ بتاتے کہ وہ ایک جزیرے میں زندگی گزار رہے ہیں۔

وہ بڑی حد تک کامیاب ہو چکا تھا۔ علی تیمور کے دماغ پر حکومت کرنے لگا تھا۔ پارس کو بھی کسی رکاوٹ کے بغیر جزیرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اسے سلمان رازی پر بڑا اعتماد تھا کیوں کہ وہ اس کی حکومت کا پرانا وفادار تھا۔ اس حکومت نے اس کی خدمات سے خوش ہو کر اسے وہ جزیرہ انعام کے طور پر دیا تھا۔ سلمان رازی اس کے منصوبوں کے مطابق جزیرے میں دہشت گرد تیار کرتا تھا اور انھیں تخریب کاری کے لیے بھیجتا رہتا تھا، یعنی وہ اتنا وفادار تھا کہ اس پر اعتماد کر کے میرے دونوں بیٹوں کو اس کے پاس جزیرے میں بھیجا گیا تھا۔ اعتماد اس لیے بھی تھا کہ وہ انھیں اپنا داماد بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ اتنے گہرے رشتے کے بعد وہ انھیں جزیرے سے کبھی نکلنے نہ دیتا لیکن بات یہیں سے بگڑ گئی۔ سپر ماسٹر یہ نہیں جانتا تھا کہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماسٹر زیرو یاسمینہ کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔

جہاں سے بات بگڑنے لگی وہیں سے ذکر کرتا ہوں۔ ماسٹر زیرو نے جب دیکھا کہ پارس اور یاسمینہ ایک دوسرے میں دلچسپی لے رہے ہیں تو اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ہمیشہ کے لیے پارس کا ذہنی توازن بگاڑ دے گا جب سلمان رازی پارس پر تنویمی عمل کرنے لگا تو وہ چپکے سے اس کے دماغ میں آیا۔ خیال تھا کہ تنویمی عمل کی وجہ سے پہلے ہی اس کا دماغ کمزور ہو گا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے پوری طرح اس پر قبضہ جمائے گا پھر رفتہ رفتہ اسے پاگل بنا دے گا لیکن پارس نے اسے دماغ میں محسوس کر لیا تھا۔ سلمان رازی سے کہہ دیا تھا، اس کا تنویمی عمل کامیاب نہیں ہو گا کیوں کہ کوئی اس کے دماغ میں آ رہا ہے۔

بھید کھلنے پر ماسٹر زیرو نے کہا "مسٹر رازی! میں پارس کا ذہنی توازن بگاڑنا چاہتا ہوں۔ اس کا ہوشمند رہنا ہم سب کے لیے خطرناک ہوگا۔"

سلمان رازی نے کہا "میں خطرات سے کھیلنے کا عادی ہوں، اسی لیے فرہاد کے دونوں بیٹوں کو اپنے پاس رکھنے کا خطرہ مول لے چکا ہوں۔"

"لیکن تم پارس کو داماد نہیں بناؤ گے کیوں کہ میں یاسمینہ کو چاہتا ہوں۔"

"بکواس مت کرو، یاسمینہ کا نام زبان پر لانے سے پہلے سوچو کہ کس سے باتیں کر رہے ہو۔"

"تمہیں سوچنا اور خوش ہونا چاہیے کہ سپر ماسٹر کا رائٹ ہینڈ تمہاری بیٹی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ چلو اسے داماد بنانا چاہتے ہو کوئی بات نہیں، بعد میں بنا لینا۔ پہلے اسے ایک دو رات کے لیے میرے پاس بھیج دو۔"

یہ ایسی بات تھی جسے سنتے ہی سلمان رازی آپے سے باہر ہو گیا۔ اس کا دماغ پھٹ پڑا، برسوں کی وفاداری ریزہ ریزہ ہو گئی۔ اس نے گرجتے ہوئے کہا "ذلیل کتے! اب ایک لفظ نہ کہنا۔ اگر اپنی خیریت چاہتا ہے تو سپر ماسٹر کو فوراً میرے دماغ میں بھیج دے۔"

سپر ماسٹر کے آنے میں کچھ دیر ہوئی۔ اتنی دیر میں سلمان رازی نے پورے جزیرے کی ناکابندی کرا دی تاکہ ماسٹر زیرو فرار ہونے نہ پائے۔ دراصل سپر ماسٹر نے سمجھ لیا تھا، کھیل بگڑ رہا ہے۔ سلمان رازی کو بیٹی کی گالی پڑی ہے، اس کا غصہ آسانی سے ٹھنڈا نہیں ہوگا۔ اسے ٹھنڈا کرنے سے پہلے اُس جزیرے سے ماسٹر زیرو اور دونوں پارس کو نکالنا ہوگا۔ انھیں وہاں سے نکالنے کے تمام انتظامات کرنے کے بعد اس نے سلمان رازی سے کہا "تم افریقی مسلمانوں میں یہی ایک خرابی ہے کہ تم لوگ بہت گرم مزاج ہوتے ہو۔ ذرا سی بات پر تمہیں غصہ آ جاتا ہے۔"

وہ گرج کر بولا "اگر یہ ذرا سی بات ہے تو اپنی بیٹی ایک رات کے لیے ماسٹر زیرو کے پاس بھیج دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھے غصہ نہیں آئے گا۔"

"اس لیے غصہ نہیں آئے گا کہ تمہاری سوسائٹی میں بیٹیاں راتوں کو گھر سے باہر رہتی ہیں۔ تمہارے ہاں ان کی ایک آدھ رات کا حساب نہیں ہوتا۔ ہم غیرت مند لوگ ہیں۔ کوئی ہماری بیٹی کا نام زبان پر لاتے تو ہم اسے زندہ

نہیں چھوڑتے۔ ماسٹر زیرو نے جیسی بات کہہ دی ہے اس کے بعد وہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جائے گا۔"

"مسٹر رازی! تم اور ماسٹر زیرو دونوں ہی میرے لیے اہم ہو۔ میں تم میں سے کسی کا جانی نقصان برداشت نہیں کروں گا۔ اس نے سیدھے سادے انداز میں تمھاری بیٹی کا ہاتھ مانگا اور تمھیں غصہ آگیا۔ اگر یہ غصے کی بات ہے تو اُسے جزیرے سے باہر نکال دو۔ آئندہ وہ تم سے رابطہ قائم نہیں کرے گا۔ وہ دونوں پارس کو لے کر میرے پاس آجائے گا۔"

"ماسٹر! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میری دونوں بیٹیاں ذہنی طور پر دونوں پارس سے وابستہ ہو چکی ہیں۔"

"فرہاد کے بیٹے محض تمھاری رشتے داری کے لیے اغوا نہیں کیے گئے ہیں۔ عقل کی بات کرو۔ یہ دونوں ایسی جگہ رکھے جائیں گے۔ جہاں میں اور ماسٹر زیرو انھیں اپنے قابو میں رکھ سکیں۔ چوں کہ تم ماسٹر زیرو کو پسند نہیں کرتے اس لیے اب دونوں پارس کی جگہ تبدیل کی جارہی ہے۔"

"نہیں ماسٹر! دونوں پارس میرے پاس محفوظ رہیں گے۔ فرہاد کبھی ادھر کا رُخ نہیں کرے گا۔ تم ماسٹر زیرو سے دوستی بنا رہنے کی خاطر اتنے اہم معاملے میں تبدیلی نہ کرو۔"

"میں دونوں کو جزیرے میں رکھ کر تنہا اُن پر توجہ نہیں دے سکتا۔ میری دوسری مصروفیات بھی ہوتی ہیں۔ ایسے وقت ماسٹر زیرو ہی ان کی نگرانی کر سکتا ہے۔ بہر حال میں نے دوسرے انتظامات کر لیے ہیں، میرا ایک ہیلی کاپٹر وہاں پہنچنے والا ہے۔"

"میری اجازت کے بغیر کوئی ہیلی کاپٹر جزیرے میں نہیں اُترے گا۔"

اس طرح دونوں میں ٹھن گئی۔ سپر ماسٹر کو سلمان رازی سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہ ایسے وفادار گرگوں کو غداری کرنے پر آسانی سے ٹھکانے لگاتا رہتا تھا۔ اُسے خطرہ میری طرف سے تھا۔ اُس نے پچھلی شام سے ہر اُس ملک میں جاسوسوں کا جال بچھا رکھا تھا جہاں میری موجودگی کی توقع تھی۔ چونکہ میں خیال خوانی کے ذریعے اپنے بیٹے کی خبر نہیں لے رہا تھا اس لیے خیال پیدا ہوا میں بیمار ہوں۔ دماغی طور پر کمزور ہوں۔ اس کے جاسوس مجھے اسپتالوں میں ڈھونڈ رہے تھے۔ آخر معلوم ہوگیا کہ میں استنبول کے ایک اسپتال میں ہوں۔

ایسے وقت سپر ماسٹر سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں تھا۔ میں اس کے راستے کا سب سے بڑا پتھر آپ ہی آپ ہٹ گیا تھا۔ وہ میری دماغی کمزوری سے بھی فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن بیمار شیر کی بھی دہشت ہوتی ہے۔ وہ ابھی راہ راست پر آنے والا نہیں تھا۔ وہ مجھے چھیڑ کر کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ پہلے دونوں پارس کو ایک محفوظ مقام تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس نے وقتی طور پر مجھے نظر انداز کیا۔ اس کے اطمینان کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے راستے میں نہیں آؤں گا۔ وہ جزیرے میں مصروف ہوگیا۔

ایسے وقت اس کی بھی ایک کمزوری تھی۔ اتفاق سے وہ کچھ بیمار تھا۔ خیال خوانی کر سکتا تھا لیکن چند سیکنڈ سے زیادہ سانس روک نہیں سکتا تھا۔ اس کا خیال تھا وہ جلد سے جلد دونوں پارس کو جزیرے سے نکالنے کے بعد آرام کرے گا اور اپنا باقاعدہ علاج کرائے گا لیکن وہاں تنہا پارس اس کے لیے مصیبت بن گیا تھا۔ وہ ماسٹر زیرو کو بے ہوش کرنے کے بعد علی تیمور کا راستہ روک رہا تھا۔ دونوں بھائی ایک دوسرے سے گتھم گتھا تھے۔ ایسے وقت میں نے دماغی توانائی مجتمع کی، سب سے پہلے بیٹے کی خبر لینے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے پاس پہنچ کر معلوم ہوا کہ علی تیمور، سپر ماسٹر کا معمول بنا ہوا ہے اور اپنے بھائی سے لڑ رہا ہے۔ میں علی تیمور کے پاس آکر اس کی ذہنی حالت کا اندازہ کرنے لگا۔ اس وقت سپر ماسٹر جھنجلا کر اُس سے کہہ رہا تھا "کیا تم پارس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے؟"

وہ فکر مند تھا، جزیرے میں وقت ضائع کیے بغیر میرے دونوں بیٹوں کو وہاں سے نکال لینا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت رسونتی اپنے بیٹے کی مدد کے لیے وہاں پہنچ گئی۔ مجھے تقدیر نے سپر ماسٹر کی آواز سنا دی تھی۔ میں نے اس کا لب و لہجہ اچھی طرح یاد کر لیا تھا لیکن اس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ جب موقع ملا تو وہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ یہ تقدیر کے تماشے ہیں کہ ایک گھنٹا پہلے میں بستر پر تھا اور اب تقدیر نے اسے لاکر بستر پر پٹخ دیا تھا۔

لوگ بیماری سے پریشان ہوتے ہیں، وہ اس فکر سے مرا جا رہا تھا کہ کہیں میں نے علی تیمور کے دماغ میں آکر اس کی آواز نہ سن لی ہو۔ وہ ہر لمحے اپنے دماغ میں میری آمد کا منتظر تھا۔ اس کا خیال تھا، میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لے گا۔ میں نے اس خام خیالی میں اسے مبتلا رکھا اور پچھلے کچھ اہم معلومات حاصل کرنے لگا۔

اس کا نام راجر ہٹن تھا۔ ہٹن کے ایک شاندار بنگلے میں رہتا تھا۔ بنگلے میں ایک خفیہ ٹیلیفون تھا جس کے ذریعے حکومت کے اہم افراد سے رابطہ قائم کرتا تھا یا کمپیوٹر کے ذریعے گفتگو کرتا تھا۔ ایمرجنسی کال پر ایک فوجی ڈاکٹر اس کے علاج کے لیے آیا تھا۔ اس کا اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد دوائیں دے کر چلا گیا تھا۔ اس کے صحت یاب ہونے تک دو فوجی افسروں کی ڈیوٹی لگا دی گئی تھی۔ میں نے اس کے دونوں افسروں کی حفاظت کے ذمے دار تھے۔ مشین اور اس کے نقشے کی حفاظت کے ذمے دار تھے۔ اب وقت آگیا تھا کہ میں جلد از جلد وہاں تک پہنچ کر انھیں ہمیشہ کے لیے تباہ کر دوں۔

میں نے ان افسران کے نام پتے اور ٹیلیفون نمبر معلوم کیے، ان میں سے کوئی یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ وہ سب عمر رسیدہ ریٹائرڈ فوجی افسر تھے اور سب بہت ریزرو رہتے تھے۔ ابھی خاصی زندگی گزارنے کے بعد اب دنیاوی عیش و عشرت کے خواہش مند نہیں رہے تھے۔ کسی کلب وغیرہ میں نہیں جاتے تھے۔ انھوں نے جوانی میں شادی نہیں کی تھی اس لیے بڑھاپے میں کوئی رشتے دار نہیں تھا۔ وہ تعداد میں تین تھے، زیر زمین خفیہ اڈے کے انچارج تھے۔ ایک زیر زمین اڈے میں ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی تھی، دوسرے خفیہ اڈے میں مشین کا نقشہ اور بلیو پرنٹ رکھے ہوئے تھے۔ تیسرا خفیہ اڈا ایک چھوٹا سا ورکشاپ تھا جہاں آج کل ایک اور نئی ٹرانسفارمر مشین تیار ہو رہی تھی۔

قدرت کو جب منظور ہوتا ہے تو بندوں کی آزمائش کے لیے درجنوں شیطان پیدا ہو جاتے ہیں اور جب تا منظور ہوتا ہے تو ہر فرعون کے لیے ایک موسیٰ پیدا کر دیتا ہے۔ انھوں نے کئی ٹرانسفارمر مشین بنائیں، کئی شیطان پیدا کیے۔ آج ایک مشین کی موجودگی میں احتیاطاً دوسری مشین تیار کی جارہی تھی۔ ایسے میں قدرت نے مجھے ان خفیہ اڈوں کے انچارج تک پہنچا دیا تھا۔

میں نے خوب چھان بین کے بعد ایک خفیہ اڈے کے انچارج تک رسائی حاصل کی۔ اس کی آواز سُنی، پھر اس کے دماغ میں جا کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ وہ مشین، نقشے اور ان کے بلیو پرنٹ کا انچارج تھا۔ اس کے دماغ نے پورے یقین سے بتایا کہ نقشے اور اس کی نقلوں کا آخری اسٹاک اسی اڈے میں ہے۔ کسی اور سرکاری، خفیہ شعبے میں اس کی کوئی نقل نہیں ہے البتہ اس کی ایک نقل تیسرے خفیہ اڈے میں تھی جہاں اس کے مطابق نئی مشین تیار ہو رہی تھی۔

میں اس انچارج افسر کو کسی وقت بھی وہاں پہنچا کر ان تمام نقشوں کو جلا خاکستر رکھ کر سکتا تھا لیکن اس جلد بازی سے دوسرے اڈے کے انچارج افسران ہوشیار ہو جاتے۔ میں نے بڑے صبر و تحمل سے مناسب وقت کا انتظار کیا۔ باقی دو افسران کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے

بدنام ترین مجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل

قیمت ۲۰ روپے

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

خفیہ اڈوں کے متعلق بھی معلومات حاصل کرتا رہا۔ آخری معلومات کے مطابق نئی مشین تیار ہو چکی تھی۔ اُسے آزمانے کے لیے ایک مرد اور ایک بہت ہی ذہین لڑکی کو اس میں سے گزارا گیا تھا۔ اب اس میں ایک نیا تجربہ کیا جا رہا تھا۔ مشین میں ایک نئی تبدیلی کی جا رہی تھی، اگر اس میں کامیابی ہوتی تو اس مشین سے گزرنے والا اپنی پچھلی زندگی بالکل بھول جاتا۔ جس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتا اسی کی شخصیت بھی اختیار کر لیتا۔ یہ تجربہ دوسرے دن صبح ہونے والا تھا اور وہ تینوں افسر وہاں جانے والے تھے۔

میرے لیے اُن تینوں اڈوں کی تباہی بہت بڑا مسئلہ بن گئی تھی کیوں کہ ان مختلف تین زیرِ زمین اڈوں کے اوپر جو عمارتیں تھیں وہاں مسلح فوجیوں کا پہرا ہوتا تھا، وہ تینوں انچارج افسران پوری طرح تلاشی دینے کے بعد عمارتوں کے تہ خانوں میں جاتے تھے وہ اپنے ساتھ ایسا سامان نہیں لے جا سکتے تھے جس کے ذریعے مشینوں کو تباہ کیا جا سکتا۔ تہ خانوں کے دروازے مخصوص نمبروں سے کھلتے تھے اور وہ نمبر صرف وہی تینوں افسر جانتے تھے۔ اُن مشینوں کو اور ان کے نقشوں کو ..... ہمیشہ کے لیے ختم کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔ اگر میں آسان سمجھ کر ان کی تباہی پر تُل جاتا اور اس کے بعد ایک مشین یا ایک نقشہ کسی طرح تباہ ہونے یا جلنے سے رہ جاتا تو پھر وہی ٹرانسفارمر مشین کا چکر چلنے لگتا اور اس کی حفاظت کرنے والے پہلے سے زیادہ محتاط ہو جاتے۔

میں دوسرے دن کچھ نہ کر سکا۔ ان تینوں کے پاس باری باری جاتا رہا۔ ان کے ذریعے اُن فوجی افسران کے دماغوں میں جگہ بناتا رہا جو اُن تہ خانوں کے اوپر والی عمارتوں میں ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ اس بار میں نے رسونتی اور آرمر کے علاوہ ڈینی دانیال کو بھی ساتھ رکھا۔ ہم چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تقریباً تیس افسران اور اہم فوجی جوانوں کے دماغوں میں جگہ بنالی۔ اس روز ان کی طرف سے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جو نیا تجربہ کیا گیا وہ ناکام رہا یعنی مشین کے ذریعے نہ صرف دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوا تھا، ہم نے فیصلہ کر لیا، اب کسی تیسرے کا اضافہ نہیں ہوگا۔

آدھی رات کے بعد ہر خفیہ اڈے پر صرف دو افسر چند فوجی جوانوں کے ساتھ پہرا دیتے تھے۔ ہم چاروں نے پہلے نقشے والے تہ خانے پر حملہ کیا، وہاں کے افسروں اور جوانوں کے دماغوں کو اپنے قابو میں کیا۔ دو افسران کو تہ خانے میں پہنچا یا۔ دروازے کھولنے کے مخصوص نمبر ہمیں یاد تھے۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر اصل نقشہ اور اس کے تمام ہیڈ پوزیشن وغیرہ کو ایک جگہ جمع کیا پھر ان پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی۔ جب تک وہ تمام نقشے جل کر راکھ نہیں ہوئے وہ وہاں کھڑے رہے۔ پھر تہ خانے سے باہر آ کر انھوں نے مخصوص نمبروں سے دروازے کو بند کیا، اس کے بعد اپنی ڈیوٹی کی جگہ پہنچے تو ہم نے ان کے دماغوں کو آزاد کر دیا ایسا کرنے سے انھیں کسی خاص بات کا احساس نہیں ہوا کیوں کہ وہ تہ خانے میں جانے سے پہلے پی رہے تھے، خاصے نشے میں تھے، وہاں سے واپس آنے تب بھی نشے میں تھے ہم نے بڑی فراخدلی سے انھیں تہ خانے میں پیتے رہنے کا موقع دیا تھا۔

باقی دو تہ خانوں کے لیے خاص بارودی دھماکوں کے انتظامات کیے گئے تھے۔ پہلا مرحلہ خاموشی سے طے ہو گیا تھا۔ دوسرے دو مرحلے خاصے ہنگامہ خیز تھے۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ دوسرے تہ خانے میں دھماکے ہوں تو تیسرے تہ خانے والے ہوشیار ہو جائیں۔ اس غلطی سے بچنے کے لیے ہم نے دونوں جگہ دھماکوں کا ایک ہی وقت مقرر کیا۔ ایک تہ خانے میں جو افسران گئے ان کے دماغوں پر میں نے اور آرمر نے قبضہ جمایا۔ دوسرے تہ خانے میں جانے والے افسروں کے ساتھ رسونتی اور ڈینی دانیال لگے ہوئے تھے۔ دونوں جگہ ایک ایک ٹرانسفارمر مشین تھی۔ اُن افسروں نے مشین کے اہم اور پیچیدہ پُرزوں کو کھول کر بڑے سے بیگ میں ڈال لیا۔ دونوں مشینوں کو بالکل ناکارہ بنا دیا پھر ان مشینوں کے اندر اور باہر چار چار بھاری قوت کے ٹائم بم لگا دیے۔ اس کے بعد تہ خانوں سے باہر آ کر عمارت سے باہر نکلے، ڈیوٹی پر حاضر رہنے والے جوان انھیں سلام کر رہے تھے اور وہ سر ہلا ہلا کر جواب دیتے ہوئے اپنی اپنی کاروں میں بیٹھ رہے تھے۔ پھر انھوں نے کاریاں آگے بڑھائیں بہت دور جا کر وہ ہماری مرضی کے مطابق مختلف گٹر کے نزدیک رکتے گئے ان کے ڈھکن اُٹھا کر تھوڑے تھوڑے پُرزے بیگ سے نکال کر گٹر کی گہرائی میں پھینکتے گئے۔ یہ عمل دیر تک جاری رہا۔

جب تمام پُرزے پھینک دیے گئے، بیگ خالی ہو گئے تو وہ اپنی ڈیوٹی کی جگہ واپس جانے لگے۔ دونوں تہ خانوں میں چار بم رکھے گئے تھے۔ اُن آٹھوں کی بلاسٹنگ کا ایک ہی وقت مقرر تھا۔ جب وہ وقت آیا

تو جیسے قیامت آ گئی، رات کے وقت ان دھماکوں نے پورے شہر کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہم نے افسروں کے دماغوں کو آزاد کر دیا۔ اب ان کے دماغوں کو ہلانے کے لیے وہ دھماکے کافی تھے۔ رسونتی، آرمر اور دانیال میرے دماغ میں آ کر بے حد خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ میں نے کہا "واقعی آج صرف ہمارے لیے نہیں بلکہ ساری دنیا کے لیے خوشی کا موقع ہے۔ ہم نے اچھی طرح اطمینان کر لیا ہے کہ ہماری اس دنیا میں اب کوئی ٹرانسفارمر مشین نہیں رہی ہے اور نہ ہی کوئی نقشہ کسی بھولے بھٹکے کردار کے پاس رہ گیا ہے۔ ان مشینوں کے ماہرین تھے وہ انہی عمارتوں میں رہتے تھے۔ بم کے دھماکوں نے انھیں بھی نابود کر دیا ہوگا۔"

ہم چاروں نے تھوڑی دیر بعد خیال خوانی کی پرواز کی۔ مشین کے جتنے میکینک اور ماہرین تھے، ان میں سے کسی کا دماغ ہماری سوچ کی لہروں کو قبول کرنے کے لیے زندہ نہیں رہا تھا۔ دانیال نے کہا "فرہاد صاحب! میں سمجھتا ہوں یہ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ اس کے بعد آپ کوئی اور ایسا کارنامہ انجام نہیں دے سکیں گے۔"

رسونتی نے پوچھا "بھلا وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ آج کل دونوں بیٹوں نے باپ کو چھٹی دے رکھی ہے۔"

اس پر سب قہقہے لگانے لگے۔ آرمر نے کہا "اتنی محنت کے باوجود ابھی سپر ماسٹر اور دوسرے خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں۔"

"وہ دونوں جب تک کم نام رہیں گے، خوش نصیب رہیں گے۔ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے، آنجہانی کہلانے لگیں گے۔ رہ گیا سپر ماسٹر، اس سے ابھی نمٹ لیتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ سانس روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے ہلکا سا جھٹکا پہنچایا تو وہ کھڑے کھڑے گر پڑا۔ فرش پر تڑپتے ہوئے چیخنے لگا۔ ڈیوٹی دینے والا فوجی افسر دو مسلح جوانوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا پھر اسے سہارا دے کر اُٹھاتے ہوئے بولا "کیا بات ہے؟"

اس نے میری مرضی کے مطابق لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا "مجھے فرہاد ہو گیا ہے۔"

"کیا؟" افسر نے حیرانی سے پوچھا "کیا ہو گیا ہے؟"

"کیا میری بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے؟ اس خطرناک بیماری کو کیا کہتے ہیں جس کا کوئی علاج نہیں ہے اور جو مرتے دم تک پیچھا نہیں چھوڑتی؟"

"اُسے کینسر کہتے ہیں۔"

"نہیں، اُسے فرہاد کہتے ہیں۔"

"کیا مسٹر فرہاد تمھارے دماغ میں ہیں؟"

"اگر ہیں تو تم ان کا کیا بگاڑ لو گے؟ کیا ایسا کوئی ہے جو مجھے فرہاد کی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رکھ سکے؟"

افسر نے کہا "میں مسٹر فرہاد سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہمارے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کریں۔ ہمارے حکام اُن سے اہم معاملات طے کرنا چاہتے ہیں۔"

سپر ماسٹر راجر ہملٹن نے کہا "جب میں نے فرہاد کے بیٹے علی تیمور کو اپنا معمول بنایا اور پارس کو اغوا کرایا تب ہمارے حکام کو فرہاد یاد کیوں نہ آیا؟ اب اسے کیا پڑی ہے کہ وہ ہمارے حکام سے گفتگو کرے؟"

افسر نے کہا "مسٹر راجر! اب تم سپر ماسٹر نہیں رہے، تم خاموش رہو، مجھے مسٹر فرہاد سے باتیں کرنے دو۔"

راجر نے کہا "میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں، جب تک میرا وجود ختم نہیں ہوگا، فرہاد کسی سے بات نہیں کرے گا لہٰذا میں جا رہا ہوں۔ یہ لو۔"

اس نے سانس روک لی۔ دوسرے لفظوں میں میں نے اسے سانس لینے نہیں دیا۔ وہ تڑپتا رہا اور میں سوچ کے ذریعے کہتا رہا "تم نے اپنی سیاسی چالوں کو کامیاب بنانے کے لیے جتنے بے گناہوں کو قتل کیا یا کرایا، ان تمام بے موت مرنے والوں کو یاد کرو۔ خدا نخواستہ میں یا میرے بچے کمزور ہوتے تو تم انھیں کس طرح اذیتیں دے کر مارتے، یہ میں جانتا ہوں۔ تمھارے جیسے شیطان قابلِ معافی نہیں ہوتے۔"

اس کا دم نکل گیا اور دیدے پھیل گئے۔ میں نے افسر کے دماغ میں آ کر کہا "اپنے اعلیٰ حکام سے کہنا، میرا حساب برابر ہو گیا۔ آئندہ کوئی نیا حساب شروع ہوگا تو میں ان سے گفتگو کرنے آؤں گا۔ ڈیٹس آل!"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہ سات شیطان جنھیں مشین نے پیدا کیا تھا، ان میں سے چھ مر چکے تھے۔ ڈینی دانیال رہ گیا تھا۔ وہ ہمارا وفادار تھا اور اب تک دوستی کا ثبوت پیش کرتا جا رہا تھا۔ وہ ایسی کوئی شیطانی حرکت نہیں کر رہا تھا جس پر ہمیں اعتراض ہوتا۔ وہ جلد ہی اسرائیل میں موجودہ حکومت کا تختہ الٹ کر یا نئے سرے سے انتخابات کرانے کے بعد وہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ یہ اس کا اپنا قومی اور ملکی معاملہ تھا۔ ہمیں اس سلسلے میں اس حد تک دلچسپی تھی کہ وہ ہمارا تعاون چاہتا تو

ہم پوری طرح تعاون کرتے کیوں کہ وہ بھی دن رات ہمارے کام آتا رہتا تھا۔

مشین اور نقشوں کو ہمیشہ کے لیے تباہ کرنے میں ایک ہفتہ لگا۔ اس عرصے میں جزیرے کے حالات تیزی سے تبدیل ہوئے۔ دونوں پارس کو پھر آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ میں ابھی وہاں کے تفصیلی واقعات بیان کروں گا۔ پہلے میں اپنے حالات بیان کر دوں کیوں کہ اب استنبول شہر چھوڑ رہا ہوں۔

تھیلما دن میں کئی بار مجھ سے ملنے اسپتال آتی تھی۔ میں تیسرے دن اس کے ساتھ گھر آگیا۔ ٹام مورس نے مجھ سے کہا: "اونیل! تم میرے بھائی ہو۔ میں تمھیں بہت چاہتا ہوں لیکن تھیلما کی چاہت برداشت نہیں کر سکتا۔ میں دیکھ رہا ہوں، وہ دن بہ دن تمھاری دیوانی ہوتی جا رہی ہے۔"

میں نے کہا: "اس کی دیوانگی میں خلوص اور نیک نیتی ہے۔ تم اسے ایک گناہگار کی آنکھوں سے نہ دیکھو۔"

"تم مجھے گناہگار کہہ رہے ہو؟"

"کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔ آج کل تمھاری دو لڑکیوں سے دوستی ہے۔"

پہلے تو وہ چونکا۔ پھر ڈھیٹ بن کر بولا: "تمھارے نجومی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ہر بات درست کہتے ہو۔ یہ سراسر مجھ پر الزام ہے۔"

"اگر ڈھٹائی سے انکار کرو گے تو میں سچائی ثابت کر دوں گا۔"

"تم کبھی ثابت نہیں کر سکو گے کیوں کہ میں نے آج تک تھیلما کے سوا کسی لڑکی کا ہاتھ نہیں پکڑا ہے۔"

میں نے کہا: "تھیلما! اپنے شوہر کی قدر کرو۔ یہ میرا بھائی ہے۔ میں بھی قدر کرتا ہوں، ہمیں بات کو تلخی کی حد تک نہیں بڑھانا چاہیے۔"

وہ کسی کام سے چلا گیا۔ لوگ اتنے ڈھیٹ ہوتے ہیں کہ گناہ کے خیال سے کہیں جاتے ہیں لیکن دعویٰ کر کے جاتے ہیں کہ گناہگار نہیں ہیں۔ میں نے تھیلما کے دماغ میں باہر جانے کی شدید خواہش پیدا کی۔ وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اونیل بھی غلط نہیں کہتا، اس کی ہر بات درست ہوتی ہے لیکن ٹام اپنی پارسائی کا دعویٰ کر کے گیا ہے۔ اگر میں اس کا تعاقب کروں اور کہیں رنگے ہاتھوں پکڑوں تو پھر ایک بار اونیل کی سچائی ثابت ہو جائے گی۔"

وہ میری انسلٹ برداشت نہیں کر سکتی تھی، اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی: "تم آرام کرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ گھر سے باہر نکلی۔ ٹام بہت پہلے ہی جا چکا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے کہاں جانا ہے لیکن ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بے اختیار بولی: "سینٹرل روڈ۔"

کوئی چالیس منٹ کے بعد وہ سینٹرل روڈ کے فٹ پاتھ پر چل رہی تھی۔ وہاں کتنے ہی مساج اینڈ باتھ کے پرائیویٹ اڈے تھے۔ بوڑھے رئیس اور شوقین نوجوان گرم پانی کے حمام کے ذریعے غسل کرنے آتے تھے۔ غسل سے پہلے نوجوان عورتیں ان کے بدن کی مالش کرتی تھیں۔ ظاہر ہے وہ ان حالات میں پارسا نہیں رہتے ہوں گے۔ تھیلما نے ایک اڈے کے منتظم سے پوچھا: "مسٹر ٹام مورس کون سے باتھ روم میں ہیں؟"

وہاں کسی کے پرائیویٹ معاملات دوسروں کو نہیں بتائے جاتے تھے۔ منتظم نے پہلے کچھ بتانے سے انکار کیا پھر میرے مجبور کرنے پر بتا دیا۔ وہ باتھ روم نمبر دس کے دروازے پر پہنچی۔ ایسے دروازے اندر سے بند ہوتے ہیں لیکن میں نے ٹام مورس کی بے خیالی میں دروازہ اس سے کھلوا لیا تھا۔ تھیلما نے اچانک دروازہ کھول کر دیکھا تو ٹام ایک دم سے بوکھلا گیا۔ وہ ایسی حالت میں تھا کہ کہیں فرار بھی نہیں چھپا سکتا تھا۔ وہ غصے سے بولی: "یو چیٹ! غلاظت کے کیڑے! ابھی اسی وقت گھر آؤ۔ آج ہمارا فیصلہ ہوگا۔"

یہ کہتے ہی وہ تھوک کر چلی آئی۔ ایک گھنٹے بعد وہ دونوں میرے سامنے تھے۔ ٹام نے کہا: "ٹھیک ہے میں نے جو کچھ کیا، وہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اپنی عورت جب دوسرے مرد سے عشق کرنے لگے تو مرد بھی باہر جا کر بہکتا ہے۔"

تھیلما نے نفرت سے کہا: "تمھیں شرم نہیں آتی۔ اپنے گناہ کا حساب کم کرنے کے لیے مجھے گناہگار کہہ رہے ہو۔"

"مجھے شرم دلانے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو تم اب میرے قابل نہیں رہی ہو۔ میں تمھارے ساتھ زندگی نہیں گزاروں گا۔"

"اور اگر تم زندگی گزارنے کی بات کرتے ہو تو ایک سیکنڈ تمھارے ساتھ رہنا اپنی توہین سمجھتی ہوں۔"

"ایسی بات ہے تو پھر نکلو یہاں سے۔ میرے گھر میں کیا کر رہی ہو؟"

"یہ تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے۔ کیا بھول گئے؟ شادی کی پچیسویں سالگرہ پر تم نے یہ مکان مجھے تحفے کے طور پر دیا تھا۔ باقاعدہ کورٹ پیپر پر میرے نام رجسٹری کرائی تھی۔ ابھی یہاں سے نہیں نکلو گے تو وہ کاغذات لاکر سے نکلوا کر قانونی کارروائی کروں۔

"تم مجھے میرے گھر سے نکالو گی؟ اور اس اذیل کے بل بوتے پر نکالو گی؟ میں ابھی تمہیں سیدھا کرتا ہوں۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا دوسرے کمرے میں گیا۔ تھیلما سہم کر مجھ سے بولی "یہ کمینہ بہت ظالم ہے۔ غصے میں آتا ہے تو ہنٹر سے مارتا ہے۔"

میں نے کہا "کمزور مارکھاتے ہیں۔ میرا علم کہتا ہے، تم شہ زور ہو، اس سے ہنٹر چھین کر اس کی پٹائی کرو گی۔"

"بے شک تمہارا علم سچا ہے لیکن وہ ہاتھ پاؤں کا مضبوط ہے۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ٹام نے ڈرائنگ روم میں آکر "شٹاپ" کی آواز کے ساتھ ہنٹر کو فضا میں لہرایا پھر تھیلما کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "میں عورت اور گھوڑی کو قابو میں رکھنا جانتا ہوں۔"

میں تھیلما کے دماغ میں تھا۔ اس کا نشانہ چوک نہیں سکتا تھا۔ اس نے گلدان اٹھا کر ٹام کے سر کا نشانہ لیا۔ گلدان ٹھیک سر پر لگا۔ وہ اچھل کر اس کے پاس آئی اس کے سنبھلنے سے پہلے ہنٹر کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا پھر کچھ فاصلے پر جاکر ہنٹر کو لہراتے ہوئے اس کی پٹائی کرنے لگی۔ وہ بچنا چاہتا تھا، میں اس کے دماغ میں رہ کر بچنے نہیں دیتا تھا۔ تھیلما کا کوئی ہاتھ خالی نہیں جارہا تھا۔ ٹام کا لباس پھٹ رہا تھا۔ جسم پر سُرخ نشان پڑ رہے تھے۔ جہاں چمڑے کا ہنٹر پڑتا تھا وہاں سے خون اُبل پڑتا تھا۔ ٹام نے کئی بار کوشش کی، اس کے قریب جانے اور ہنٹر چھین لے لیکن میں اسے ناکام بناتا رہا۔ آخر وہ چکرا کر گر پڑا۔ تھیلما پسینے پسینے ہو رہی تھی۔ ہانپتے ہوئے کہہ رہی تھی "اسی ڈرائنگ روم میں تم نے سیکڑوں بار ڈان کو ہنٹر سے مار مار کر لہولہان کیا۔ پھر اسی جگہ ایک دن ڈان نے ہم سب کی پٹائی کی۔ آج میں تمہاری کھال اُتار رہی ہوں۔ اپنی زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ۔ پھر کبھی میرے دروازے پر آؤ گے تو ملازموں سے جُوتے کھا کر جاؤ گے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے فرش پر بیٹھ گیا۔ ایسی حالت میں وہ اپنے پاؤں پر چل کر نہیں جاسکتا تھا۔ میں نے ایک ملازم کو بلا کر کہا "اس کی مرہم پٹی کرواور لباس کرواؤ۔"

ملازم حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ جب مرہم پٹی، لباس بدل گیا تو اس نے کہا "تھیلما! جو ہوا اس پر شرمندہ ہوں۔ میں تمہارا شوہر ہوں۔ ہم آج سے ایک نئی زندگی شروع کریں گے۔"

"نئی زندگی ہم نہیں، میں شروع کروں گی۔ عورت سے مار کھانے والا مرد میرا جیون ساتھی نہیں ہو سکتا۔ یہاں سے۔"

اس نے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "تم نے میرے علم کو غلط کہا تھا اس لیے میں نے تمہیں مستقبل کی بات نہیں بتائی تھیں۔ اب بتا رہا ہوں۔ اس گھر سے نکلنے کے بعد تم کوڑی کوڑی کی محتاج ہو جاؤ گے۔"

وہ بولا "میں تمہارے علم کو مانتا ہوں مجھے سے بچالو۔"

"اگر تمہیں بچاؤں گا اور پھر اس گھر میں اپنے موقع دوں گا تو میں مر جاؤں گا۔ سام مجھے ہلاک کرنے میں ناکام رہا، تم کامیاب ہو جاؤ گے۔"

"میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں تمہیں نہیں ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی "تمہارے قسم کھانے سے مقدر نہیں بدلے گا۔ میرا ہے، میں یہاں سے جلدی جانے والا ہوں۔ میرے تھیلما کو قتل کرو گے۔ اگر تم دونوں میں علیحدگی ہو تو یہ زندہ رہے گی اور ایک امیر کبیر خاتون کی طرح گزارے گی۔ بہتر ہے، تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔"

وہ سر جُھکا کر چلا گیا۔ تھیلما میرے پاس آکر پر گھٹنے ٹیکتے ہوئے بولی "کیا تم یہاں سے چلے جاؤ گی؟"

"ہاں۔ ہم سب تقدیر کے ہاتھوں میں کھلونا ہیں۔ تدبیریں اور تمہارے آنسو مجھے روک نہیں سکیں گے۔ اب میری باتیں غور سے سنو۔ کل سے تمہارے پاس دولت آتی رہے گی۔ دولت کے ساتھ دشمن بھی پیدا ہوتے رہیں گے۔ لہٰذا تم اپنی دولت سے غنڈے خرید و گی، حفاظت کریں گے اور دشمنوں کے دلوں پر تمہاری طاری کریں گے۔"

"او نیل! میں جانتی ہوں، تم جو کہتے ہو، وہی ہوتا لیکن یہ سب خواب کی سی باتیں لگ رہی ہیں۔"

"آنے والے کل کو آنے دو اور ابھی مجھے تنہا

ہم آج کی رات کلبوں اور قمار خانوں میں گزاریں گے۔"

وہ آج رات میرے ساتھ وقت گزارنے کے خیال سے خوش تھی، مجھے تنہا چھوڑ کر چلی گئی۔ ان دنوں میں تنہائی میں ٹرانسفارمیشن اور اس کے نقشوں کو تباہ کرنے کے سلسلے میں خیال خوانی کیا کرتا تھا۔ ہم رات کے آٹھ بجے گھر سے نکلنے لگے۔ میں نے کہا "تمام ملازموں کو اور نائٹ چوکیدار کو چھٹی دے دو۔ گھر کی کھڑکیاں اور دروازے لاک کر دو۔ آج رات یہاں کوئی نہیں رہے گا۔"

اس نے بے چون وچرا میری ہدایات پر عمل کیا۔ وہ صحیح معنوں میں مجھ پر اندھا اعتماد کرتی تھی۔ اس نے تمام دروازوں کو مقفل کر دیا۔ میں نے اس سے چابیاں لے کر ڈیش بورڈ میں رکھ دیں۔ اس نے اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ بہت خوش تھی، بڑے موڈ میں کار ڈرائیو کرنے لگی۔ میں نے کہا "تھیلما! کبھی جذبات میں بہہ کر میرے پاس نہ آنا۔ ورنہ بلندی پر جاتے جاتے اچانک ذلت کی پستیوں میں جا گرو گی، میں ہمیشہ وہی سمجھاتا ہوں جس سے تمہاری زندگی سنور سکتی ہے۔"

"میں مانتی ہوں، تم کوئی غلط بات نہیں سمجھاؤ گے۔"

ہم ایک بہت بڑے کلب میں آئے۔ وہاں صرف کروڑ پتی اور ارب پتی سرمایہ دار جُوا کھیلنے آتے تھے وہاں کے دستور کے مطابق قدر رقم لاتے تھے اور اپنے ساتھ ایک دو مسلح گارڈز رکھتے تھے تاکہ قدر رقم پر کوئی ہاتھ صاف نہ کر سکے۔ ہم ایک کارنر ٹیبل کے اطراف اگر بیٹھ گئے پہلے اپنی اپنی پسند کے مشروب کا آرڈر دیا۔ بیرا چلا گیا تو میں نے کہا "تھیلما! یہاں میری کوئی حرکت عجیب لگے تو خاموش رہنا، تمہیں بعد میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا اور جب میں سر جُھکا کر خاموش رہوں یا کھانے میں مصروف رہوں تو مجھے مخاطب نہ کرنا۔ کوئی بیرا یا کوئی اجنبی آئے تو اسے دو چار باتیں کر کے ٹال دینا۔"

میں نے ایک اور بیرے کو اشارے سے بلا کر وقت پوچھا۔ اپنی رسٹ واچ بائیں ہاتھ میں لی جیسے اپنی گھڑی کا وقت درست کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے وقت بتایا، میں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا "تم جا سکتے ہو، ہم آرڈر دے چکے ہیں۔"

وہ چلا گیا۔ میں دو بیروں کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ وہ جس میز پر آرڈر کی تکمیل کے لیے جاتے تھے، میں اس میز والے کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرتا تھا، وہ جُوا کھیلنے آیا ہے یا محض حسینوں کے ساتھ رقص کرنے کے بعد کھانا کھا کر گھر جانے والا ہے؟ کئی دولت مند افراد کی سوچ نے بتایا کہ وہ خاصی رقم لے کر کھیلنے آئے ہیں۔ مجھے مایوسی ہوئی، کسی کے بیگ یا بریف کیس میں دو چار لاکھ یا پانچ لاکھ ڈالر سے زیادہ رقم نہیں تھی۔

میرے سامنے مشروب سے بھرا ہوا گلاس آگیا تھا۔ میں نے اس کی ایک چسکی لے کر کہا "تھیلما! اب میں بالکل خاموش رہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے ایک ایسے رئیس کے دماغ پر قبضہ جمایا جس کے بریف کیس میں پانچ لاکھ ڈالر تھے۔ وہ اپنے سامنے بیٹھی ہوئی حسینہ سے بولا "میں ذرا باتھ روم سے آتا ہوں۔"

حسینہ نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔ وہ بریف کیس اٹھا کر باتھ روم میں آیا پھر ایک دروازے پر پہنچا۔ وہاں میں نے پوری طرح اس کے دماغ کو مٹھی میں لے لیا۔ پھر اسے کلب کے پچھلے راستے سے نکال کر تھیلما کی کار میں لے آیا۔ وہ اُسے ڈرائیو کرتا ہوا تھیلما کے بنگلے میں پہنچا۔ ڈیش بورڈ کھول کر بنگلے کی چابی نکالی۔ ایک ہاتھ سے بریف کیس اٹھایا پھر مقفل دروازوں کو کھولتا ہوا تھیلما کے بیڈ روم میں آیا۔ بریف کیس کھول کر اسے بستر پر الٹ دیا۔ نوٹوں کی گڈیاں پلنگ کی چادر پر دور تک پھیل گئیں۔ اس نے بریف کیس کو دوبارہ بند کیا، پھر اسی طرح تمام دروازوں کو مقفل کرتا ہوا کار میں آکر بیٹھ گیا۔ بنگلے کی چابیاں واپس ڈیش بورڈ میں رکھ دیں۔ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا کلب کے اسی حصے میں پہنچا، وہاں گاڑی پارک کی پھر کلب کے پچھلے حصے سے داخل ہو کر باتھ روم کے اسی دروازے تک پہنچا، جہاں میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا تھا۔ میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر کچھ سوچا، اپنے آس پاس دیکھا۔ دماغ نے سمجھایا، وہ ابھی بیس دروازے کے سامنے تھا۔ میں نے اسے سوچنے سمجھنے کے لیے چھوڑ دیا اور دماغی طور پر حاضر ہو کر مشروب سے بھرا گلاس دوبارہ اٹھا کر پینے لگا۔

تھیلما چور نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی میں نے پوچھا "تم میری خاموشی سے بور ہو رہی ہو؟"

وہ جواباً مسکرا کر بولی "تمہاری خاموشی میں بھی مصلحت ہوتی ہے۔ میرے لیے یہ خوشی کیا کم ہے کہ تمہارے ساتھ وقت گزار رہی ہوں۔"

"کیا تمہیں ٹام سے الگ ہونے کا دکھ نہیں ہے؟"

"بائی گاڈ، خوشی ہو رہی ہے۔ میں خود کو ایسی ہلکی پھلکی محسوس کر رہی ہوں جیسے میرے اوپر سے بہت بڑا بوجھ اُتر گیا ہو۔"

میں اس سے باتیں بھی کرتا رہا اور وہاں بیٹھے ہوئے دولت مند عیاشوں کے پاس بھی پہنچتا رہا۔ آخر ایک ایسے شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جس کے پاس ایک کروڑ چالیس لاکھ ڈالر کالے دھن کی صورت میں تھے۔ اتفاق سے اس کی کوٹھی تھیلما کے بنگلے کے قریب ہی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں پھر خاموش رہوں گا۔ تم کھانے کا آرڈر دو مگر مجھے بالکل مخاطب نہ کرنا۔"

میں نے اس کالے دھن والے کے دماغ پر قبضہ جما کر کلب سے اس کی کوٹھی میں پہنچا یا۔ وہ تمام دولت بیڈ روم کے فرش کے نیچے ایک خفیہ خانے میں چھپائی گئی تھی۔ اس نے ایک بڑے سے بیگ میں تمام نوٹوں کی گڈیاں بھریں، وہاں ایک نوٹ بھی نہیں چھوڑا پھر تھیلما کے بنگلے میں آکر، اس کے بیڈ روم میں پہنچ کر وہ تمام نوٹ اس کے بستر پر اُلٹ دیے۔ میرے پہلے شکار کی طرح تمام دروازوں کو مقفل کرتا ہوا باہر آیا۔ چابیوں کو ڈیش بورڈ میں رکھا پھر گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا ایک ویران راستے پر رُک گیا۔ دروازہ کھول کر اس خالی بیگ کو نکالا جس میں رقم لایا تھا۔ اس بیگ پر لاٹر کا پٹرول چھڑک کر آگ لگائی، اسے ایک طرف پھینکا، پھر دس منٹ کے اندر کلب میں واپس آکر اپنی میز کی اسی کرسی پر بیٹھ گیا۔

میں اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر تھیلما کو مسکراتے ہوئے دیکھنے لگا۔ وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولی "اپنے غم میں ڈوبنے کے لیے گھر کی تنہائی مناسب ہوتی ہے۔ تم میری خاطر ہجوم میں پریشان ہو رہے ہو۔ ہم کھانے کے بعد گھر چلیں گے۔"

بیرا ہمارے درمیان کھانے کی ڈشیں لاکر رکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "اب مجھے تنہائی اور خاموشی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خوب باتیں کریں گے۔ تم مجھے استنبول کی سیر کراؤ گی۔"

ہم کھانے کے بعد کلب سے باہر آئے۔ رات کے گیارہ بجے تھے۔ اس نے اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے جیسے عظیم انسان کے لیے آخر میں کیا کروں؟"

"کہ تو رہی ہو۔ اتنے دنوں سے مجھے اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے۔ میری خدمت کر رہی ہو۔ دن رات میرے آرام کا خیال رکھتی ہو۔ کچھ اور کرنا چاہتی ہو تو گاڑی اسٹارٹ کرو، اس شہر کی سیر کرا دو۔"

ہماری گاڑی کے ساتھ ہی وہ کار رکھڑی ہوئی تھی جس کے مالک کے پانچ لاکھ ڈالر میں ہاتھ صاف کر چکا تھا۔ تھیلما جھنجلا کر اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا تھا۔ اس کے پیچھے آنے والا مسلح گارڈ کہہ رہا تھا "باس! میں سامنے والے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ میں نے آپ کو کہیں جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پھر بریف کیس آپ کے پاس رکھے رکھے کیسے خالی ہو گیا؟"

"یہی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

ادھر تھیلما گاڑی اسٹارٹ کرنا چاہتی تھی، میں نے کہا۔ "ذرا رُک جاؤ۔ مجھے ان لوگوں کی باتیں سننے دو۔"

اُدھر وہ مسلح گارڈ کہہ رہا تھا۔ "باس، ہمیں اُس عورت کا تعاقب کرنا چاہیے جو کلب میں آپ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کوئی ایسا چکر چلایا ہے جو ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ اس کی نازک سی گردن دبوچنے سے اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ ایک ادھیڑ عمر کا شخص باس آکر کہہ رہا تھا۔ "باس! میں آپ کو ڈھونڈتا ہوا یہاں آیا ہوں۔ کل صبح میری وائف کا میجر آپریشن ہونے والا ہے۔ اگر میں نے صبح سے پہلے دس ہزار ڈالر اسپتال کے کاؤنٹر پر جمع نہ کرائے تو یہ آپریشن نہیں ہو گا۔ میری گھر والی مر جائے گی۔"

باس نے غصّے سے کہا۔ "بھاگ جاؤ یہاں سے۔ تمہیں تنخواہ نہیں ملتی ہے؟"

"ملتی ہے باس! مجھے ایڈوانس دے دیجیے۔"

"یہاں میں لُٹ چکا ہوں۔ میرے پانچ لاکھ ڈالر ہو گئے ہیں اور تم دس ہزار کا کھڑاگ رو رہے ہو؟"

"باس! آپ کے لیے پانچ لاکھ کچھ نہیں ہیں۔ آپ کسی رات جُوئے میں جیت لیتے ہیں اور خوشی سے ہار جاتے ہیں۔ مجھے اپنی بیوی کی زندگی کو جیتنے کے لیے صرف دس ڈالر کی ضرورت ہے۔"

"کیوں میرا دماغ چاٹ رہے ہو۔ میں ابھی کسی کو ڈالر بھی نہیں دوں گا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ مسلح گارڈ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ باس کار دوڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ میں نے اُس ادھیڑ عمر کے شخص سے کہا۔ "مسٹر! ادھر آؤ۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ پلٹ کر میرے پاس آیا پھر بولا۔ "میرا نام کیشو ایڈوانی ہے۔ فرمائیے؟"

میں نے تھیلما سے پوچھا۔ "تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟"

"تم نے قمار خانے میں جانے کا ارادہ کیا تھا۔ میں بنک سے چالیس ہزار ڈالر لائی تھی۔ میرے اکاؤنٹ میں اتنی ہی رقم تھی۔"

میں نے اس سے پندرہ ہزار ڈالر لے کر کیشو ایڈوانی کو دیتے ہوئے کہا۔ "ابھی جا کر اسپتال میں دس ہزار جمع کراؤ۔ پانچ ہزار اوپری اخراجات کے لیے رکھو۔"

وہ حیران حیران سا مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایک کاغذ پر تھیلما کے بنگلے کا پتا نوٹ کر کے اسے دیتے ہوئے کہا۔ "ایسے لوگوں کی ملازمت چھوڑ دو جو جُوے میں لاکھوں ہار جاتے ہیں لیکن ضرورت مند ملازم کو دس ہزار نہیں دے سکتے۔ کل شام کو اس پتے پر آؤ۔ تمہیں پہلے سے زیادہ تنخواہ والی ملازمت ملے گی۔"

وہ مجھے دُعائیں دینے لگا۔ تھیلما نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تمہارے پاس زبردست علم ہے۔ تم کسی کو دیکھتے ہی سمجھ لیتے ہو کہ وہ کام کا آدمی ہے یا نہیں؟"

"ہاں، مجھے اس کے چہرے اور اس کی آنکھوں نے بتایا تھا کہ وہ بہترین اکاؤنٹنٹ ہے۔ بڑے بڑے بیوپاریوں کے ساتھ رہ چکا ہے۔ بہت سے کاروبار کے اندرونی رازوں کو جانتا ہے۔ تم اسے اپنا ذاتی مشیر بنا کر رکھو گی اور اس پر اندھا اعتماد کرو گی یہ تمہاری دولت کی حفاظت بھی کرے گا اور دولت کو بڑھانے کے گُر بھی بتاتا رہے گا۔"

"تم جو کہتے ہو، میرے دماغ میں نقش ہو جاتا ہے اور میں تمہاری ہر ہدایت پر بے اختیار عمل کرنے لگتی ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "یہاں کا بدنام علاقہ کون سا ہے؟ یعنی ایسا علاقہ جہاں چور، بدمعاش اور خطرناک قسم کے مجرم رہتے ہیں۔"

"کیا تم ایسی جگہ جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں مجھے لے چلو۔"

مختلف راستوں سے گزر کر ہم ایک ایسے علاقے میں پہنچے جہاں کسی قدر گندگی تھی، عورتیں نیم عریانیت کا اشتہار بنی ہوئی تھیں جو بھی مرد نظر آتا تھا، مستی میں چُور دکھائی دیتا تھا۔ وہاں قہوہ خانے بھی تھے اور شراب خانے بھی۔ کیبرے ہاؤس اور قمار خانے بھی جا بجا تھے۔ تھیلما نے ایک قہوہ خانے کے قریب گاڑی روک دی۔

میں دروازہ کھول کر باہر نکلا تو ایک غنڈہ آکر مجھ سے ٹکرا گیا۔ اس بہانے میری جیب صاف کر دی۔ میں نے انجان بن کر کہا۔ "بھائی، ذرا دیکھ کر چلو۔"

وہ بولا۔ "راستے میں گاڑی کھڑی کرتے ہو، ٹکر تو ضرور لگے گی۔ جو بگاڑنا چاہو بگاڑ لو۔"

میں نے چند سیکنڈ کے لیے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کی جیب کا سارا مال اپنی جیب میں منتقل کیا پھر اپنے ایک کان کو پکڑتے ہوئے کہا۔ "معاف کرنا، غلطی ہو گئی۔ قہوہ پینے کے بعد گاڑی یہاں سے ہٹا دوں گا۔"

"اچھا جاؤ، شرافت سے معافی مانگ رہے ہو اس لیے معاف کر دیا۔"

وہ ایک طرف چلا گیا۔ دو چار غنڈے مجھے گھور رہے تھے۔ میں نے قہوہ خانے کے مالک سے کہا۔ "دو کپ قہوہ پلا دو۔"

مالک نے اپنے ملازم کو حکم دیا۔ پھر مجھ سے کہا۔ "آج پہلی بار تمہیں دیکھا ہے۔ اچھا ہوا ٹونی کے منہ نہیں لگے اور معافی مانگ لی ورنہ تمہارے ساتھ یہ گاڑی بھی ٹوٹ پھوٹ جاتی اور تمہاری عورت کا جو حشر ہوتا اسے تم دیکھ نہیں پاتے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا ٹونی یہاں کا داداہے؟"

"یہاں کا دادا مائیکل ہے۔ ٹونی اس کا چھوٹا بھائی ہے۔ تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں دیکھنے آیا ہوں، یہاں کا دادا اگر دلیر اور دفادار ہوا تو میں اسے ملازم بنا کر رکھوں گا۔"

دکان کے مالک نے زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر بلند آواز سے کہا۔ "سنو لوگو! سنو، یہ جنٹلمین ہمارے دادا مائیکل کو ملازم بنانے آیا ہے۔"

غنڈے بدمعاش جمع ہونے لگے اور مجھے دیکھ کر قہقہے لگانے لگے۔ ٹونی واپس آگیا تھا۔ اس نے میرا گریبان پکڑ کر پوچھا۔ "کیوں بے گدھے کے بچے! تو نے میرے بھائی کی شان میں کیا گستاخی کی ہے؟"

میں نے عاجزی سے کہا۔ "بھائی گریبان چھوڑ دو۔ قہوہ پینے کے بعد پکڑ لینا۔"

وہ گرج کر بولا۔ "گرم قہوے کی کیتلی لاؤ اور اس کے سر پر انڈیل دو۔ اس کے مُنہ سے جتنی چیخیں نکلیں گی، اسے اتنی ہی لاتیں جوتے پڑیں گے۔"

اسی وقت مسلسل فائرنگ کی آواز سُنائی دی۔ شور اُٹھا

کہ مائیکل دادا آرہا ہے۔ بہت سے لوگ سامنے والے چوراہے سے اُٹھ کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ دو جیپ گاڑیاں نقد آئیں۔ ان کی سیٹوں پر کھڑے ہوئے غنڈے ہوائی فائرنگ کر رہے تھے اور چوراہے کے وسط میں آکر رُک گئے تھے۔ اب جیپوں سے کود کر باہر آرہے تھے۔ ایک نے بلند آواز میں کہا۔ "بولو مائیکل زندہ باد۔"

سب زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ ان نعروں کی گونج میں مائیکل نظر آیا۔ وہ ایک جیپ کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب اُٹھ کر کھڑا ہوا تو پتا چلا، اچھا قد آور پہلوان ہے۔ ہمہ شیر کی طرح ہیبت ناک تھا۔ وہ اپنے پاس بیٹھی ہوئی ایک حسینہ کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھاتے ہوئے اور اسے سیٹ پر کھڑا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "دیکھو، اسے اچھی طرح دیکھو اور پہچانو، یہ کنگ آف کرائمز کی بہن جُولی ہے۔ اس کا بھائی جرائم کی دنیا کا بادشاہ کہلاتا ہے۔ کل اُس نے میرے ایک آدمی کو مارا تھا، میں اس کے بدلے آج اُس کی بہن کو اُٹھا لایا ہوں، وہ جب بھی جُولی کو لینے آئے گا، یہاں سے اس کی لاش جائے گی۔"

ٹونی نے خوشی سے اُچھل کر کہا۔ "بھائی مائیکل زندہ باد۔ تم اپنے بھائی کے لیے حسین کھلونا لائے ہو، میں اسے چھو کر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے مجھے بھول گیا۔ جُولی کے حسن و شباب کو چھونے کے لیے دوڑتا ہوا گیا۔ میں نے اس کے دونوں پاؤں کو ایک دوسرے سے ٹکرا دیا۔ وہ زوردار آواز کے ساتھ اوندھے منہ گرا۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے آرمر اور دانیال کو بلا لیا۔ وہ میرے دماغ میں آگئے۔ میں نے کہا۔ "ابھی میں غنڈوں کے ایک علاقے میں ہوں۔ ان کے پاس ریوالور اور رائفلیں ہیں۔ تم دونوں چند ہتھیار والوں کو اپنے قابو میں رکھو۔ مجھے کوئی خطرہ پیش آئے تو انھیں آلۂ کار بنا لینا۔ ورنہ خاموش رہنا۔"

اُدھر مائیکل نے ڈانٹ کر چھوٹے بھائی سے کہا۔ "یونان سنس، حسین عورت کو دیکھتے ہی دیوانے ہو جاتے ہو۔ اُٹھو وہاں سے۔ یہاں آکر جُولی کو اٹھاؤ اور اسے کاندھے پر بٹھا کر لوگوں کو دکھاؤ کہ تمھارے بھائی نے کنگ آف کرائمز کی بہن کو تحفے کے طور پر تمھیں دیا ہے۔"

ٹونی کپڑے جھاڑتا ہوا اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جُولی سہمی ہوئی چاروں طرف یوں دیکھ رہی تھی جیسے کسی سے مدد کی توقع کر رہی ہو۔ دو آدمی اسے گھسیٹ کر چوراہے کے اونچے چبوترے پر آئے تھے۔ ٹونی نے وہاں پہنچ کر ایک فاتح کی شان سے چاروں طرف دیکھا۔ سب لوگ تالیاں بجا رہے تھے۔ وہ جُولی کو دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا۔ "میری جان! آؤ میرے کاندھوں پر بیٹھو۔ میں دنیا کو دکھاؤں گا کہ آج میری رات کی دلہن ہو۔"

وہ سہم کر پیچھے ہٹنا چاہتی تھی، ٹونی نے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ پھر اُسے اُٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک مرد کے لیے کسی عورت کو اُٹھا کر کاندھے پر بٹھا لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اس میں زیادہ محنت نہیں لگتی لیکن وہ محنت کر رہا تھا۔ پوری قوت سے اٹھانا چاہتا تھا مگر زمین سے ایک انچ بھی نہیں اُٹھا پا رہا تھا۔ مائیکل نے غصے سے کہا۔ "یو ایڈیٹ! تم ایک عورت کو نہیں اُٹھا سکتے؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولا۔ "برادر! یہ بہت بھاری ہے۔ اسے کوئی اُٹھا نہیں سکے گا۔"

"کیا بکواس کرتے ہو، ہٹو سامنے سے، میں تمھیں اُٹھا کر دکھاتا ہوں۔"

وہ شیر کی طرح چلتا ہوا جُولی کے قریب آیا۔ ذرا جھک کر اس کی پتلی سی کمر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا۔ وہ اتنا طاقت ور تھا کہ اسے پھول کی طرح اُٹھا کر اپنے کاندھے پر رکھ سکتا تھا لیکن وہ بھی نہ اُٹھا سکا۔ اسے حیرانی ہوئی۔ اس نے کچھ زیادہ زور لگایا، پھر اور زیادہ زور لگایا لیکن زور صرف جسمانی قوت کا نہیں ہوتا، اس کے لیے دماغی قوت بھی لازمی ہے اور میرے دماغ کو بوجھ اُٹھانے سے روک دیتا تھا۔ جب دماغ ساتھ نہ دے تو جسم کچھ نہیں کر سکتا۔ مائیکل کئی بار کوشش کر کے پیچھے ہٹ گیا۔ بے یقینی سے جُولی کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا، تم ضرورت سے زیادہ وزنی ہو یا کوئی جادو جانتی ہو۔ سچ بتاؤ، کیا تماشا ہے!"

وہ بولی۔ "گاڈ کی مرضی کے بغیر تم ایک تنکا بھی نہیں اُٹھا سکتے۔ میں سمجھتی ہوں، مجھے صرف میرا مرد ہی اُٹھا سکتا ہے۔"

مائیکل نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں اعلان کرتا ہوں، جو اس عورت کو اُٹھا کر اپنے کاندھے پر بٹھائے گا، اُسے انعام کے طور پر مل جائے گی۔"

یہ اعلان سُن کر کتنے ہی جوان ہاتھ اُٹھا کر کہنے لگے کہ وہ یہ شرط جیت لیں گے۔ مائیکل نے کہا۔ "تم سب کو آزمانے میں رات گزر جائے گی، ہو سکتا ہے اس کا بھائی یہاں حملہ کرنے آجائے اور ہمارے جھگڑے میں یہ ہماری جائے۔ یہ کسی کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ لہٰذا یہ کڑی شرط سُن لو، جو اُٹھانے میں ناکام رہے گا، میں اسے گولی مار دوں گا۔"

یہ بات سنتے ہی سب ٹھنڈے پڑ گئے۔

اب کوئی اس حسینہ کو اُٹھانے اور انعام کے طور پر پانے کے لیے بے قرار نہیں تھا۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "مجھے یہ شرط منظور ہے۔ میں اسے اُٹھا کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

میرا دعویٰ سُن کر کچھ لوگ ہنسنے لگے۔ کچھ آپس میں ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے۔ تھیلما گھبرا کر کار سے باہر نکل آئی۔ ٹونی نے مائیکل سے کہا۔ "برادر! یہ کوئی پاگل کا بچہ ہے۔ تھوڑی دیر پہلے کہہ رہا تھا، تمھیں اپنا ملازم بنانا چاہتا ہے۔"

مائیکل نے غرا کر مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تو کیا بکواس کر رہا تھا؟"

میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "یہاں لوگوں کو کتے سُناہے، تُو مرد کا بچہ ہے۔ بڑے بڑے شہ زوروں کے قدم اُکھاڑ دیتا ہے۔ لیکن تُو ایک کمزور عورت کو اس کے بھائی کی غیر موجودگی میں اُٹھا کر لایا ہے۔ تُو بہادر نہیں، بزدل اور بے غیرت ہے۔ میں تجھے اپنا ملازم نہیں بناؤں گا۔"

کوئی اسے ملازم بنانے والی بات کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا جب کہ میں بھرے مجمع میں اسے ملازم بنانے والی بات سے انکار کر رہا تھا۔ دونوں صورتوں میں اس کی انسلٹ ہو رہی تھی۔ مارے غصے کے اس کی کھوپڑی گھوم گئی۔ اس نے یکبارگی مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں ایک طرف ہو گیا، وہ اوندھے منہ زمین پر گرا۔ اُسی وقت آرمر اور دانیال نے اپنے اپنے معمول کے ذریعے فائرنگ کی۔ ایک ہوائی فائر تھا۔ دوسری گولی ٹونی کے شانے کی ہڈی توڑتی ہوئی گزر گئی۔ دو ریوالور والے اونچے چبوترے پر آگئے۔ ایک نے کہا۔ "یہ اجنبی اکیلا اور نہتا ہے۔ جو اس پر حملہ کرے گا، اس کا حشر یہی ہو گا، جو تمھارے سامنے ٹونی کا ہو رہا ہے۔"

ایک رائفل والے نے یہ بات کہنے والے کا نشانہ لیا۔ اس سے پہلے ہی ہمارے تیسرے معمول نے اس کے پاؤں میں گولی ماری، وہ چیخ مار کر اچھلا پھر زمین پر گرا۔ دوسرے نے کہا۔ "اس اجنبی نے مائیکل دادا کو بزدل اور بے غیرت کہا ہے، لہٰذا مائیکل اپنے طور پر اسے جواب دے گا۔ ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا نہیں آئے گا۔"

مائیکل نے غصوم کر مجھے ایک ہاتھ مارنا چاہا، اس سے پہلے ہی میرا ایک ہاتھ اس کی ناک پر پڑا، دوسرا اس کے جبڑے پر۔ اس کے بعد میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ سب لوگ پیچھے ہٹ رہے تھے۔ وہ مار کھانے کے دوران سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے ایک آدھ بار جوابی حملے کا موقع ملا۔ لیکن میں نے بچاؤ کر لیا۔ اس چوراہے پر دور تک مردوں اور عورتوں کی بھیڑ تھی۔ سبھی کو اس بات کی حیرانی تھی کہ جو مائیکل دادا بڑے بڑے شہ زوروں کو میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کرتا تھا، وہ مجھ پر ایک حملہ بھی کرنے میں ناکام رہا تھا۔ اس کا چہرہ لہولہان ہو رہا تھا۔ جسم کے کئی حصوں پر چوٹیں آئی تھیں۔ اب وہ ڈگمگانے لگا تھا۔ حملہ کرنے کا خیال دل سے نکال چکا تھا، صرف بچنے کی تدبیر کرتا جا رہا تھا۔

آخر اس نے آنکھوں کے پاس سے لہو پونچھتے ہوئے چاروں طرف دیکھا پھر ہانپتے کانپتے ہوئے کہا۔ "نمک حرامو! میرا کھاتے ہو، اور میری پٹائی کا تماشا دیکھتے ہو۔ میں حکم دیتا ہوں، اسے گولیوں سے چھلنی کر دو۔"

کتنی ہی رائفلیں میری طرف اُٹھ گئیں۔ میں نے مائیکل کو کھینچ کر اپنے سامنے کیا۔ ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔ ہمارے ایک معمول نے میری طرف ایک ریوالور پھینکا۔ میں نے اسے کیچ کرتے ہوئے کہا۔ "اپنے ہتھیار پھینک دو، ورنہ میں اسے گولی مار دوں گا اور ہم کتنے طاقت ور ہیں، یہ تم ٹونی کی حالت سے سمجھ سکتے ہو۔"

مائیکل نے خوف زدہ ہو کر اپنے آدمیوں سے کہا۔ "ہتھیار پھینک دو، کیا میری موت کا تماشا دیکھنا چاہتے ہو؟"

وہ لوگ اپنے ہتھیار پھینکنے لگے۔ میں نے کہا۔ "تھیلما! جُولی کو اپنے پاس گاڑی میں بٹھاؤ۔"

وہ جُولی کو اپنے ساتھ اگلی سیٹ پر لے آئی۔ میں مائیکل کی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھے ہوئے گاڑی کے پاس آیا۔ ایک معمول نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ مائیکل نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟ کیا کنگ آف کرائمز کے آدمی ہو؟"

میں نے اسے گاڑی کے اندر دھکا دیا۔ وہ اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان پھنس گیا۔ میں نے اندر بیٹھ کر دروازہ بند کیا۔ تھیلما نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی پھر ٹکر بڑھائی ہوئی اس علاقے سے باہر نکل آئی۔ میں نے کہا۔ "جُولی! اپنا پتا بتاؤ، ہم تمھیں پہنچا دیں گے۔"

اپنا پتا بتاتے ہوئے جُولی کسی خاص خیال کے تحت مجھے بار بار عقب نما آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کے خیالات پڑھنے شروع کیے۔ اُس کا دل کہہ رہا تھا، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ وہ سچ کہہ رہی تھی۔ میرے ساتھ بھلا معجزہ کیوں ہو گا؟ میں کون سی اللہ والی ہوں؟ البتہ ہو نا قابلِ یقین

واقعات میری آنکھوں کے سامنے ہوئے، وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی پیش آسکتے ہیں۔ مائیکل اور ٹونی جیسے جوان مجھے تین سے ایک انچ اوپر نہ اٹھا سکے۔ یہ اجنبی، دشمنوں کے درمیان ان کے لیڈر سے یوں لڑ رہا تھا کہ اپنی تنہائی کا ذرا خوف نہ تھا۔ اس کی حمایت مائیکل کے دو ایسے ریوالور بردار کر رہے تھے جو مجھے تھوڑی دیر پہلے اٹھا کر لائے تھے اور وہ دشمنی کرنے والے میری حمایت میں اس اجنبی کا ساتھ دے رہے تھے۔ بے شک وشبہ یہ سارا کھیل ٹیلی پیتھی کا تھا۔

تھیلما نے ایک بڑی سی شاندار کوٹھی کے سامنے گاڑی روک دی، وہاں کتنی ہی گاڑیوں میں مسلح افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے والی جیپ میں کنگ آف کرائمز بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سب مائیکل کے علاقے پر حملہ کرنے اور جولی کو واپس لانے جا رہے تھے۔ جولی ہماری گاڑی سے نکلی تو سب اسے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ اس کے بھائی نے جیپ سے اُترتے ہوئے پوچھا "تم اُس شیطان کے چنگل سے کیسے نکل آئیں؟"

"صرف آئی نہیں، اُس شیطان کو بھی لائی ہوں۔"

میں نے پچھلا دروازہ کھول کر مائیکل کو کھینچ کر باہر نکالا پھر اسے کنگ آف کرائمز کے سامنے دھکیل دیا۔ دانیال نے میرے پاس آکر کہا "میں اور آمر ابھی تک تھیلما کے دماغ میں تھے۔ ہمارا خیال ہے، یہاں بھی ہماری ضرورت ہو سکتی ہے۔"

"شاید ہو سکتی ہے۔ ذرا یہ دیکھ لیں کہ کنگ آف کرائمز کا مزاج کیسا ہے۔"

جولی اپنے بھائی کو میرے متعلق بتا رہی تھی۔ اس نے میرے پاس آکر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ اس کے آدمی مائیکل کو کھینچ کر کہیں لے جا رہے تھے۔ کنگ آف کرائمز نے کہا "مجھے کنگ آرتھر کہتے ہیں۔"

میں نے کہا "میرا نام اونیل مورس ہے اور یہ میڈم تھیلما ہے۔ ہمیں بہت ہی دلیر اور تجربہ کار باڈی گارڈز اور سیکورٹی گارڈز کی ضرورت ہے۔ ہم اسی مقصد کے لیے مائیکل کے علاقے میں گئے تھے۔"

کنگ آرتھر نے کہا "تم غلط جگہ گئے تھے۔ میں تمہاری تمام ضروریات پوری کروں گا۔ آؤ میرے ساتھ ایک کپ چائے پیو۔ مجھے خوشی ہوگی۔"

وہ مجھے اور تھیلما کو اپنی شاندار کوٹھی میں لایا۔ جولی کہیں چلی گئی تھی۔ میں نے ایک ذرا خیال خوانی کی تو پتا چلا کہ وہ ڈرائنگ روم میں تھے، وہ اس کی ایک دیوار کے پیچھے کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔ کنگ آرتھر نے کہا "مسٹر اونیل! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم نے تنہا مائیکل کی پٹائی کی اور اسی کے علاقے سے اسے گرفتار کر کے لے آئے۔ لیکن میرے یقین نہ کرنے سے یہ حقیقت نہیں بدلے گی کہ تم میرے دشمن کو اور میری بہن کو لے آئے ہو۔ باقی دی دے میڈم تھیلما سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"میں تھیلما کا ایک مہمان ہوں۔ یہ دنیا میں اکیلی ہے۔ میں اس کی حفاظت کے لیے قابلِ اعتماد اور باصلاحیت لوگوں کو ملازم رکھنا چاہتا ہوں۔"

ہماری باتوں کے دوران دس جوان اور دس ادھیڑ عمر کے مسلح افراد دو قطاروں میں آئے اور فوجی انداز میں سیلوٹ کر کے ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے۔ کنگ آرتھر نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا "مس جولی نے ہمیں مسٹر اونیل کے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ یہ ہم میں سے اپنے کام کے آدمیوں کو منتخب کر سکتے ہیں۔"

کنگ آرتھر نے ہنستے ہوئے کہا "میری بہن جلد سے جلد تمہارے احسان کا بدلہ چکانا چاہتی ہے۔ تم چاہو تو ان سب کو لے جاؤ۔ یہ لوگ بہت ہی ہوشیار اور تجربے کار ہیں۔ ساری عمر میڈم تھیلما کی خدمت کریں گے۔ لیکن انھیں ہماری طرف سے تنخواہیں ملتی رہیں گی۔"

میں نے کہا "سوری مسٹر آرتھر! ہم اسی کو پسند کریں گے جو ہمارا نمک خوار ہوگا۔ آپ ایسی بات نہ کریں جس سے میڈم تھیلما کی انسلٹ ہوتی ہو۔"

وہ جلدی سے بولا "میں تم دونوں کی انسلٹ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میرے جذبات کو سمجھو۔ میں بھی تم لوگوں کے کام آنا چاہتا ہوں۔"

"خدانخواستہ میڈم پر کوئی بُرا وقت آئے تو ضرور کام آئیں۔ ابھی ایسی جلدی کیا ہے؟"

میں نے وہاں آنے والوں سے کہا "تم لوگ باری باری اپنا نام اور مختصر طور پر اپنا کام بتاتے جاؤ۔"

وہ باری باری بولنے لگے۔ میں انھیں غور سے دیکھ رہا تھا اور ان کے خیالات پڑھتا جا رہا تھا۔ وہ سبھی کام کے آدمی تھے، لیکن ذہنی طور پر کنگ آرتھر سے متاثر تھے۔ ان میں سے تین بہت ضرورت مند تھے۔ وہ آرتھر سے زیادہ رقم کو اہمیت دیتے تھے اور رقم کی خاطر جان جوکھم میں ڈال سکتے تھے۔ میں نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "فی الحال ان تینوں کی ضرورت ہے۔ میں پتا لکھ دیتا ہوں، یہ کل سے ڈیوٹی پر آسکتے ہیں۔ میں ان کی ماہانہ تنخواہ بتا دیتا ہوں۔"

کنگ آرتھر نے کہا "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جو دو گے، یہ اس سے انکار نہیں کریں گے۔"

"یعنی ہمارے پاس آکر بھی تمہارے دباؤ میں رہیں گے۔ تم جتنی تنخواہ لینے کا حکم دو گے، یہ اسے قبول کریں گے؟"

"بھئی، یہ میرے پاس سے جا رہے ہیں۔ میرا حکم ضرور مانیں گے۔"

"مجھے صرف میڈم تھیلما کے لیے وفاداروں کی ضرورت ہے۔ میں بھول گیا تھا کہ تمہارے پاس سے آنے والے تمہارا حکم بھی مان سکتے ہیں۔"

"اس میں حرج کیا ہے؟"

میں نے پوچھا "اگر تم حرج نہیں سمجھتے ہو کہ تمہارے گھر کا اور تمہارے دھندوں کا راز ہمیں معلوم ہوتا رہے تو ہمارے بھی دو چار آدمی یہاں آکر تمہارا کام کرتے رہیں گے۔ ہم دونوں کے وفادار رہیں، ایک دوسرے کا راز بتا دیا کریں گے۔"

وہ بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے بولا "یہ نہیں ہو سکتا۔ میرا کوئی وفادار میڈم تھیلما کو میرا کوئی راز نہیں بتائے گا۔ میں تمہاری بات سمجھ گیا ہوں۔ ان تینوں کو لے جاؤ، آج سے میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہے گا۔"

میں نے تھیلما کا پتا لکھ کر دے دیا۔ پھر اس سے رخصت ہونا چاہا، وہ ہمیں باہر گاڑی تک چھوڑنے آیا۔ کہنے لگا "مسٹر اونیل! میں تم دونوں کے کام آنے کے لیے بڑی بے چینی سے کسی موقع کا انتظار کروں گا۔"

میں اس سے مصافحہ کر کے رُخصت ہو گیا۔ راستے میں تھیلما نے کہا "میں پہلی بار آزادی سے تمہارے ساتھ گھومنے نکلی، مگر یہ تفریح بڑی خطرناک ثابت ہوئی۔ اگر مائیکل کے آدمی تھیں گولی مار دیتے تو کیا ہوتا؟"

"کیسے مار دیتے؟ میرے مقدر میں ابھی زندگی ہے۔"

"میں محسوس کر رہی ہوں، تم صرف خوش نہیں اور بھی بہت کچھ ہو۔ اوہ گاڈ! تم کتنی مہارت سے لڑ رہے تھے اور یہ کتنے تعجب کی بات تھی کہ مائیکل کے دو آدمی تمہارا ساتھ دے رہے تھے۔"

میں نے جماہی لی۔ اس نے پوچھا "نیند آرہی ہے؟"

"ہاں رات کے دو بج چکے ہیں۔"

تھیلما نے بنگلے کے پورچ میں گاڑی روک دی۔ میں ہوٹل بورڈ سے چابیاں نکالیں، پھر ہم دروازہ کھولتے کر جہاں تھی، وہیں کھڑی رہ گئی۔ اسے بستر پر بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں نظر آرہی تھیں۔ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا، دیدے پھیل گئے تھے۔ پھر وہ دوڑتی ہوئی بستر پر گئی۔ ان بھاری گڈیوں کو اُٹھا کر دیکھتے ہوئے بولی "اتنے ڈالرز میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھے تھے۔ کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟"

اس نے اپنی ایک انگلی دانتوں میں دبائی پھر چیخ مار کر بولی "یہ خواب نہیں ہے۔ مگر اتنی دولت میرے کمرے میں کیسے آگئی؟ یہ نوٹ ہیں، کچرا تو نہیں ہے پھر اسے کون یہاں پھینک گیا ہے؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں نے کہا تھا نا کل سے تم بے انتہا دولت مند بننے والی ہو۔ وہ کل آج رات بارہ بجے سے شروع ہو چکی ہے۔"

اس کی آنکھیں خوشی سے بھیگ رہی تھیں۔ وہ حیرت سے کانپتی ہوئی بولی "تم میرے لیے آسمان سے اُتر کر آئے ہو۔ خدا کے لیے بتا دو، تم کون ہو، نہیں تو میں سوچتے سوچتے مر جاؤں گی۔"

وہ میرے قدموں میں گرنا چاہتی تھی، میں نے اسے پکڑ لیا۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی چیخنے لگی۔ وہ فون کے پاس گئی۔ ابھی کسی سے بات کرنا نہیں چاہتی تھی، میری حقیقت معلوم کرنے کے لیے بے چین ہو گئی تھی۔ اس نے ناگواری سے رسیور اُٹھا کر کہا "ہیلو، کون ہے؟"

میں اس کے دماغ میں تھا۔ دوسری طرف سے جولی نے پوچھا "کیا تم میڈم تھیلما ہو؟"

"ہاں، تم کون ہو؟"

تھیلما نے اسے آواز سے نہیں پہچانا۔ وہ بولی "میں کوئی بھی ہوں، فرہاد علی تیمور سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

تھیلما نے حیرانی سے پوچھا "کون فرہاد علی تیمور؟"

"وہی جو تمہارے پاس ہے۔"

تھیلما نے کن انکھیوں سے مجھے دیکھا۔ میں دھپ سے صوفے پر گر پڑا۔ وہ جولی میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کا ہاتھ کریڈل پر رکھ دیا۔ دونوں کے درمیان رابطہ ختم ہو گیا۔ اِدھر تھیلما "ہیلو، ہیلو" کہہ رہی تھی، اُدھر جولی سوچ رہی تھی "میں نے کریڈل پر ہاتھ رکھ کر فون ڈسکنیکٹ کیوں کر دیا؟"

تھیلما نے میری مرضی کے مطابق بے خیالی میں رسیور کو کریڈل سے ہٹا کر رکھ دیا تاکہ پھر رابطہ قائم نہ ہو اور مجھے جولی سے نمٹنے کے لیے کچھ سوچنے کا موقع مل جائے۔

###

پہاڑی کے نیچے تمام مسلح افراد "پارس زندہ باد" کے نعرے لگا رہے تھے۔ پہاڑی کے اوپر ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکا تھا۔ دشمن پسپا بھی ہوئے تھے اور موت کے گھاٹ بھی اُتر چکے تھے۔ سب سے اہم اور قابلِ تعریف بات یہ تھی کہ سُپر ماسٹر موجودہ دنیا کی بہت بڑی طاقت تھا، اسے پارس نے شکست دی تھی۔ سلمان رازی اس کے شانے کو تھپک کر کہہ رہا تھا "میرے وفادار اور جاں نثار! دیکھو، یہ میرا ہونے والا داماد ہے۔ اس پاس کے ملکوں میں میری بہادری کے چرچے ہیں۔ میں نے آج تک کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا، پارس بھی نہ کسی کے آگے جھکتا ہے، نہ کسی کو عوام خواہ مخواہ جھکانا ناپسند کرتا ہے۔ یہ صرف میرا ہونے والا داماد ہی نہیں، اس جزیرے کا اگلا مالک بھی ہے۔"

سب لوگ خوشی کے نعرے لگانے لگے، پارس کو مبارک باد دینے لگے۔ وہ بولا "مسٹر رازی! ہیلی کاپٹر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بچا ہوا مجھ پر آ رہا تھا، آپ ڈھال بن کر میری جگہ زخمی ہو گئے۔ آپ کی اس محبت کا بہت بہت شکریہ۔ آپ کو فوری طور پر طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

وہ خوشی سے چیختے ہوئے بولا "آج مجھے اپنے زخموں کی پروا نہیں ہے۔ آج ہم فتح کا جشن منائیں گے۔"

وہ اور بہت کچھ کہنے والا تھا، پارس نے کہا "پلیز! آج جشن منانے کا پروگرام نہ بنائیں۔ سُپر ماسٹر جوابی کارروائی کرے گا، ہمیں علی تیمور پر پوری توجہ دینا چاہیے۔ وہ پھر میرے بھائی کو آلۂ کار بنا سکتا ہے۔ اس جزیرے میں اس کے کچھ حمایتی اور تمہارے دشمن ہو سکتے ہیں، جب تک پاپا یا اس سے نمٹ نہیں لیں گے، ہمیں یہاں بہت محتاط رہنا ہوگا۔"

اس نے کہا "میں ہمیشہ محتاط رہتا ہوں۔ میں جشن مناتے وقت بھی دشمنوں پر نظر رکھتا ہوں۔ تم فکر نہ کرو میرے بچے! یہ سلمان رازی ہر حال میں دشمنوں سے نمٹنا جانتا ہے۔"

وہ قافلہ وہاں سے روانہ ہوا۔ ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر علی تیمور بیٹھا ہوا تھا۔ پارس اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا۔ علی تیمور نے کہا "تم اس جزیرے میں ہیرو بن گئے ہو۔"

"علی تیمور! تم بھی ہیرو بن سکتے تھے لیکن یہ دماغ تمہارے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ جب تنویمی عمل کے اثر سے نکلو گے تو میری بات سمجھ میں آئے گی۔"

"میں کسی کے اثر میں نہیں ہوں۔ اور میں اس سلسلے میں کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا۔"

"اچھی بات ہے۔ لاحاصل بحث سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ مجھے یقین ہے، پاپا تمہیں دشمنوں کے اثر سے ضرور نکالیں گے۔"

وہ ناگواری سے بولا "میرے سامنے پاپا کا نام نہ لو۔"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم پاپا سے بیزاری ظاہر کر رہے ہو؟"

"کیا مجھے تمہاری طرح خوش ہو کر پاپا زندہ باد کہنا چاہیے؟ وہ میرے دماغ میں زلزلے پیدا کر رہے تھے اور تم خوشی سے نعرے لگا رہے تھے۔ تم نے اور پاپا نے مجھے کھلی دشمنی کی ہے۔ کیا کوئی باپ اپنے بیٹے کو اس طرح ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرتا ہے؟"

پارس نے کہا "کوئی ماں بھی ایسا نہیں کرتی اور تم ماں کو میرے دماغ میں آ کر زلزلہ پیدا کرنے کا موقع دینا چاہتے تھے۔ پاپا وقت پر نہ پہنچتے تو میں اب تک دماغی تحریر کی میں مبتلا رہتا اور ہم دونوں بھائی سُپر ماسٹر کی قید میں ہوتے۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولا "اور اب ہم جزیرے میں قید ہیں۔"

"یہاں ہم آزاد ہیں۔ جلد ہی پاپا اور سلمان رازی میں تمہارا سمجھوتا ہو گا۔"

"تم خود کو آزاد سمجھتے ہو، میں خود کو قیدی سمجھتا ہوں۔ یہ اپنے اپنے سوچنے اور سمجھنے کا انداز ہے۔ میری صحیح بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"اپنی صحیح بات مضبوط دلیل سے پیش کرو، میں قائل ہو جاؤں گا۔"

"آدمی خواہ کتنا ہی ذہین ہو، وہ حسین عورت کے چکر میں احمق بن جاتا ہے۔ تم میری عادت کو سمجھتے ہو، میں زندگی بھر کی حسین ترین لڑکیوں سے متاثر نہیں ہوتا اور تم ہو جاتے ہو۔ یہاں سلمان رازی کی ایک بیٹی کا جادو مجھ پر نہیں چلا، چلا دوسری بیٹی کا جادو تمہارے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ تم اس کے چکر میں احمق بن رہے ہو۔"

پارس نے تائید میں سر ہلا کر کہا "بڑی مضبوط دلیل ہے، مجھے قائل ہو جانا چاہیے۔ واقعی سچا کہنے والے حسن و شباب کے سامنے عقل کام نہیں کرتی۔ مگر بھائی! میری عقل اب اکیلی نہیں ہے، راما اور پاپا خیال خوانی کے ذریعے ہمارے پاس پہنچ گئے ہیں، انہیں یاسمین کے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔ میں تو عاشق مزاج ہوں، لیکن ہمارے جزیرے میں رہنے یا نہ رہنے کا فیصلہ پاپا کریں گے۔ اس لیے تم اپنی دلیل کے ساتھ انتظار کرو، ہم میں سے کون راستی پر ہے، یہ حقیقت جلد سامنے آ جائے گی۔"

وہ خاموش رہا۔ پارس نے کہا "میں نہیں چاہتا تھا یہاں آہنی سلاخوں کے پیچھے رکھا جائے۔ کیا تم نارمل نہیں رہ سکتے؟"

"کیا میں تمہیں پاگل نظر آ رہا ہوں؟"

"تم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرو گے یا سلمان رازی کے خلاف کسی کی سازش میں شریک ہو جاؤ گے تو یہ پاگل پن ہوگا۔"

وہ اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے بولا "جب سے پاپا نے مجھے دماغی جھٹکا پہنچایا ہے، تب سے میرے دماغ میں وہ پُراسرار آواز نہیں آ رہی ہے۔ وہ آواز سچی ہے۔ سیدھی میرے دل میں اُترتی ہے اسی لیے میں اُس کی بات پر عمل کرتا ہوں، اور عمل کرتا رہوں گا۔"

پارس ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اس کا بھائی مجبور تھا، وہ خود اپنی بے بسی کو نہیں سمجھ رہا تھا۔ اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ اُن کا قافلہ سلمان رازی کے بنگلے کے سامنے پہنچ رہا تھا۔ یاسمین دُور سے دوڑتی ہوئی پاس آئی پھر پارس کو مبارک باد دے کر کہنے لگی "میری بہن زرینہ نے بتایا ہے کہ علی تیمور اس سے دشمنوں جیسا سلوک کر رہا تھا۔ تم نے زرینہ کو اس کے چنگل سے چھڑایا تھا۔"

"میرا بھائی تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہے، انشاء اللہ وہ جلد ہی نارمل ہو جائے گا۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے بنگلے کے سامنے آئے۔ سب لوگ گاڑیوں سے اُتر آئے تھے، صرف علی تیمور بیٹھا ہوا تھا۔ سلمان رازی کے آدمی اس کے دونوں طرف رائفلیں تانے کھڑے ہوئے تھے۔ پارس نے پوچھا "یہ کیا ہے، ہر رائفل ہتھیار؟"

سلمان رازی نے کہا "بیٹے! بے شک یہ تمہارا بھائی ہے لیکن قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ تمہارے پاپا نے کہا تھا وہ ابھی آ کر مجھ سے باتیں کریں گے۔ لیکن وہ نہیں آ رہے ہیں، دانش مندی یہ ہے کہ فی الحال اسے سلاخوں کے پیچھے قید رکھا جائے۔"

"یہ دانش مندی نہیں ہوگی۔ اگر علی تیمور کو سلاخوں کے پیچھے رکھو گے تو پاپا سے دوستی نہیں ہو سکے گی، کیوں کہ یہ مجرم نہیں ہے، سحر زدہ ہے۔"

"کیا تم چاہتے ہو، میں اسے آزاد چھوڑ دوں؟"

"نہیں، وہ سامنے چھوٹا سا کاٹیج ہے، وہاں علی تیمور رات پہرا دیں گے۔"

"میں تم سے غرض ہوں اس لیے تمہاری بات مان لیتا ہوں۔ ورنہ میں اپنی بیٹی کے ساتھ جارحانہ انداز میں پیش آنے والے کو زندہ نہیں چھوڑتا۔"

"میرے بھائی کے لیے ایسے الفاظ استعمال نہ کرو، تم اتنے ہی غصے والے ہو تو جا کر سُپر ماسٹر کو گولی مار دو۔ اسی نے علی تیمور کے دماغ میں رہ کر تمہاری بیٹی سے دشمنوں جیسا سلوک کیا ہے۔"

وہ گھور کر دیکھنے لگا۔ ایسے وقت کوئی اس سے نظریں نہیں ملا سکتا تھا۔ ایک تو وہ جزیرے کا مالک تھا، دوسرے تنویمی عمل کا ماہر تھا۔ اس کی نظریں گولی کی طرح لگتی تھیں، لیکن پارس نے بھی شمع بینی کی مشقیں کی تھیں پھر اس کی آنکھوں میں زہریلی کشش تھی، وہ اس کی گھورتی ہوئی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اطمینان سے دیکھتا رہا۔ دونوں کی حالت ایسی تھی جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں جنگ چھڑ گئی ہو اور دونوں ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

وہاں آس پاس اور دُور تک کھڑے ہوئے مسلح افراد پریشان ہو گئے تھے۔ وہ جانتے تھے، باس سے آنکھیں ملانے والا حرام موت مرتا ہے۔ زرینہ اور یاسمین نے خانم سے کہا۔ "ممی! یہ کیا ہو رہا ہے؟ پلیز آپ ڈیڈی کو مخاطب کریں۔"

خانم اپنے شوہر کے مزاج کو خوب سمجھتی تھی۔ اگر اُس کے گھورنے کے تسلسل کو مخاطب کر کے توڑا جاتا تو میدان چھوڑنے سے اس کی انسلٹ ہوتی جسے وہ کبھی برداشت نہ کرتا، وہ خانم پر غصہ اتارتا اور پارس پر بھی ٹوٹ پڑتا۔ خانم تیزی سے چلتی ہوئی اُن کے قریب آئی، پھر پارس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا "بیٹے! ذرا اپنی حالت تو دیکھو، صبح سے کتنے تھکے ہوئے ہو۔"

سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے

مفرور — جاسوسی سلسلہ

طالوت — جاسوسی سلسلہ

صدیوں کا بیٹا — جاسوسی سلسلہ

کتابی شکل میں تیار ہیں

آج ہی خط لکھ کر طلب فرمائیں یا اپنے قریبی بک سٹال سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی نمبر ۱

پارس کی توجہ سلمان رازی سے ہٹ گئی۔ وہ بڑی مصلحت سے بولی: "آئندہ انھیں مسٹر رازی نہ کہنا تم ان کے سامنے بچے ہو، انھیں انکل کہا کرو۔"

سلمان رازی خوش ہو گیا۔ کیوں کہ خانم پارس کو بچہ کہہ رہی تھی۔ وہ اسے بازو سے پکڑ کر زرینہ اور یاسمینہ کے پاس برآمدے میں لے آئی پھر بولی: "رازی! چارج بچ چکے ہیں۔ تم لوگوں نے ابھی تک لنچ نہیں کیا۔ چلو میز پر آجاؤ۔"

خانم کچن کی طرف گئی۔ چار مسلح افراد علی تیمور کو سامنے والے کاٹیج میں لے جا رہے تھے۔ زرینہ ٹوٹے ہوئے دل سے اُسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ پارس نے یاسمینہ سے ہاتھ چھڑایا، پھر زرینہ کو ایک بازو کے حصار میں لے کر بنگلے کے اندر جاتے ہوئے بولا: "تم تو بہت سمجھ دار لڑکی ہو تمھیں محروم رہ کر بھی مسکرانا اور ناکامی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔"

یاسمینہ نے ساتھ چلتے ہوئے کہا: "جب سے یہ پہاڑی سے آئی ہے، میں اسے یہی سمجھا رہی ہوں۔ اگر علی تیمور کے دل میں چاہت نہیں ہے تو تم اس کے دل میں زبردستی چاہت پیدا نہیں کر سکو گی۔"

وہ آنسو بھرے لہجے میں بولی: "آخر مجھ میں کس چیز کی کمی ہے؟ میں تو ہین کے احساس سے مری جا رہی ہوں۔"

پارس نے کہا: "تم میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے، تم ایک مکمل و حسین و شیزہ ہو لیکن علی تیمور کا مزاج مختلف ہے۔ اس نے تمھاری توہین نہیں کی بلکہ عزت کی ہے۔ وہ چاہتا تو محبت کا فریب دے کر تمھاری معصومیت سے کھیل سکتا تھا۔ پھر کسی موقع پر تمھیں چھوڑ کر جا سکتا تھا۔ کیا تم وہ جھوٹ اور فریب برداشت کر لیتیں جب کہ یہ سچ تم سے برداشت نہیں ہو رہا ہے؟"

کھانے کی میز پر اس کے ممی اور ڈیڈی بھی تھے اور یہی موضوع زیرِ بحث تھا۔ سلمان رازی نے بیٹی سے کہا۔ "تمھارے باپ نے تم دونوں کی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی خواہش پوری کی ہے۔ یہ علی تیمور کیا چیز ہے، یہ تم سے شادی کرے گا اور اسی جزیرے میں تمھارے ساتھ زندگی گزارے گا۔"

پارس نے کہا: "انکل! آپ نے ابھی فرمایا، علی تیمور کیا چیز ہے؟ میں آپ کی یہ غلط فہمی دور کر دوں کہ آپ نے اُسے اپنی مرضی سے قیدی بنا کر رکھا ہے۔ یقین کریں، وہ منہ زور طوفان ہے۔ آج میں بھی اسے روک نہیں سکتا تھا۔ پاپا نے اس کے دماغ کو جھٹکے دے کر محرور کر دیا ہے، ورنہ وہ مجھے اور زرینہ کو کسی نہ کسی طرح بے بس کر کے یہاں سے لے جاتا اور آپ کی پوری فوج دیکھتی کی دیکھتی رہ جاتی۔"

"کیا تم میری فوج کو مٹی کا کھلونا سمجھتے ہو؟"

"آپ کی فوج زبردست تربیت یافتہ ہے لیکن زرینہ کو یرغمال بنانے کے بعد فوج کیا کر سکتی تھی۔ کیا بھول گئے آپ سب مجبور تماشائی بن کر رہ گئے تھے؟"

اس نے میز پر گھونسا مار کر کہا: "تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

پارس چاہتا تو کرسٹے کا ایک بھرپور ہاتھ مار کر ابھی نیز کے دو ٹکڑے کر سکتا تھا۔ لیکن والٹسر روی کی نصیحت یاد تھی کہ کبھی اپنی طاقت کی نمائش نہ کرو۔ نمائشی جذبوں کو ہمیشہ کچلے رہو۔ محبت اور طاقت سے جیتو، دہشت طاری نہ کرو۔

ایک ملازم نے آکر کہا: "جناب! علی تیمور نے کھانے سے انکار کر دیا ہے۔"

پارس نے اس سے کھانے کی ٹرے لے کر کہا: "میں اسے سمجھا سنا کر کھلاؤں گا۔"

وہ ٹرے لے کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد خانم نے کہا: "رازی! تم اپنی طرح ایسا ہی زبردست داماد چاہتے تھے۔ پارس دلیر بھی ہے، ذہین بھی ہے اور سچ بولتے وقت تم سے بھی نہیں ڈرتا۔ کیا تمھیں اسی لیے غصہ آتا ہے کہ یہ تم سے خوف زدہ نہیں ہے؟"

"مجھ سے ساری دنیا ڈرتی ہے۔ یہ جوان کیا چیز ہے؟"

"یہ فولاد ہے، اگر تمھارے سامنے جھک جائے تو پھر تمھارا داماد کہاں رہا؟"

"اچھا اچھا، چپ چاپ کھاؤ، دماغ نہ خراب کرو۔"

خانم اٹھ کر سب کی پلیٹیں بدلنے لگی۔ وہ بولا: "بے شک میں ایسے ہی داماد چاہتا ہوں لیکن میری بیٹیوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ میرے معمول بن کر رہیں، ورنہ یہ آزاد رہیں گے تو کسی دن یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ یا فرہاد علی تیمور انھیں لے جائے گا۔"

خانم نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا: "میں مان لوں میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ ایسے بہادر اور ہونہار داماد ہمارے قبضے میں رہیں، اور میری بیٹیاں ساری زندگی ان کے ساتھ اس جزیرے میں حکومت کرتی رہیں۔"

"انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ آج رات کھانے کے بعد انھیں جو جائے یا کافی دی جائے گی، اس میں اعصاب کمزور کرنے والی دوا حل کی جائے گی۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے دونوں کو اپنا تابع دار بنا لوں گا۔"

یاسمینہ لقمہ چباتے چباتے رُک گئی۔ اُس کی ممی خوش ہو رہی تھیں، زرینہ بھی مطمئن تھی کیوں کہ اس طرح وہ علی تیمور کو اپنا بنا کر رکھ سکتی تھی۔ لیکن پارس ہوش و حواس میں رہ کر یاسمینہ کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ ایسی چاہت انمول تھی، اسے مقدر سے مل رہی تھی۔ وہ اپنے محبوب کو سحر زدہ نہیں دیکھنا چاہتی تھی، اس لیے سوچ میں پڑ گئی کہ اسے باپ کے تنویمی عمل سے کیسے محفوظ رکھے؟

فتح کا جشن منانے کے لیے بنگلے کے سامنے ایک بڑا سا اسٹیج بنایا گیا تھا جہاں کھیل تماشے اور رقص و موسیقی کا پروگرام پیش کیا جانے والا تھا۔ بنگلے اور اسٹیج کے آس پاس دور تک جگمگاتی ہوئی روشنیوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ کئی جانور ذبح کیے گئے تھے تاکہ رات بھر شراب و کباب کا دور چلتا رہے۔

یاسمینہ اور پارس روشنیوں کی سجاوٹ دیکھتے ہوئے بنگلے سے ذرا دور چلے آئے۔ آسمان پر پورا چاند نکل آیا تھا۔ جزیرے میں حدِ نظر تک چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اس کے بازو سے لگ کر بولی: "سچ بتاؤ، کیا تمھیں جزیرے سے جانے کا موقع ملے گا تو مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"میں کبھی تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن حالات نے مجبور کیا تو تمھارے ساتھ بھی وہی ہو گا جو نینسی کے ساتھ ہو چکا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تمھارے ساتھ اغوا کی جانے والی عورتوں نے بیان دیا ہے کہ تم نے تل ابیب میں ایک ارب پتی تاجر کی نواسی سے شادی کی تھی مگر وہاں تم مجبور تھے۔ تمھیں اغوا کیا گیا تھا، تم وہاں نینسی کو چھوڑنے پر مجبور تھے، یہاں کوئی تمھیں جزیرے سے نہیں لے جا سکے گا۔"

"تمھارے ڈیڈی کا جو رویہ ہے، اُس کے نتیجے میں میرے پاپا مجھے یہاں سے لے جائیں گے۔ تمھارے ڈیڈی ٹیلی پیتھی کا راستہ نہیں روک سکیں گے۔"

"کیا تم چلے جاؤ گے؟"

"تمھیں شاید نہیں معلوم، میرا دماغ پاپا کی مٹھی میں رہتا ہے۔ لیکن وہ محبت کرنے والوں پر کبھی ظلم نہیں کرتے۔ وہ میرے ساتھ تمھیں بھی لے جائیں گے۔ کیا ان حالات میں تم اپنے ماں باپ کو چھوڑ سکو گی؟"

وہ چلتے چلتے کچھ سوچتے ہوئے بولی: "میں اپنے مرد ڈیڈی اقتدار کے نشے میں میرے خیالات اور جذبات کو نہیں سمجھیں گے۔ وہ تمھیں گھر داماد بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ پارس! میں نہیں چاہتی کہ تم میرے ڈیڈی کے زیرِ اثر رہو۔ میں رازی کی بات بتا رہی ہوں، وہ تمھیں اور علی تیمور کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ آج رات کے کھانے کے بعد چائے یا کافی میں ایک ضرر رساں دوا ملائی جائے گی، پھر تم دونوں پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔ ڈیڈی تم دونوں کو اپنا تابع دار بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔"

پارس اس کی یہ بات سُن کر چونک گیا۔ پھر رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے بولا: "آٹھ بج رہے ہیں، ہمیں واپس چلنا چاہیے۔"

"میں محفل میں جا کر تم سے دُور رہنا نہیں چاہتی۔"

"ہم رات کے کھانے کے بعد پھر چہل قدمی کے بہانے یہاں آئیں گے۔ ابھی مجھے علی تیمور کے پاس جانا چاہیے۔ میں اسے اعصاب شکن دوا سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔"

"تم پہلے اپنی فکر کرو۔ وہ تمھیں بھی دھوکے سے یہ دوا پلائیں گے۔"

"میں اپنی بھی فکر کر لوں گا۔ چلو۔"

وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر واپس بنگلے کی طرف جانے لگے۔ وہ بولی: "مجھے ڈر لگ رہا ہے، کہیں ڈیڈی سمجھ نہ لیں کہ میں نے دوا والی بات تمھیں بتائی ہے۔"

"انھیں معلوم نہیں ہو گا۔"

"جب تم ان کی کوشش ناکام بناؤ گے تو وہ تم پر شبہ کریں گے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں انھیں شبہ کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

بنگلے کی سمت سے ناچنے گانے اور قہقہے لگانے کی آوازیں دُور دُور تک گونج رہی تھیں۔ وہ لوگ جشن منا رہے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے ہوائی فائرنگ بھی کر رہے تھے۔ وہ دونوں اُس کاٹیج کی طرف آئے جہاں علی تیمور کو نظر بند رکھا گیا تھا۔ وہ کھڑکی کی سلاخیں تھامے ہوئے تھا۔ زرینہ کھڑکی کے باہر کھڑی اس سے باتیں کر رہی تھی، وہ یاسمینہ اور پارس کو دیکھ کر جانے لگی۔ پارس نے کہا: "یاسمینہ! تم بھی میرے ساتھ چلو، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ زرینہ کے ساتھ چلی گئی۔ پارس نے کھڑکی کے پاس آکر کہا: "میں تم سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"بولو، میں قید میں رہ کر بھی کانوں سے سُن لیتا ہوں۔"

"تم قیدی نہیں ہو۔ میں یہ کہنے آیا ہوں کہ تم یہاں میرے بغیر کھانے سے انکار کر دیا کرو۔"

"اس کے پیچھے تمھارا کوئی مقصد ہو گا۔"

"میں نہیں چاہتا، یہاں کوئی دشمن تمھارے کھانے

کو ضرر رساں بنائے، مَیں تمہارے ساتھ کھایا کروں گا تو سلمان رازی ہمارا کھانا اچھی طرح چیک کر کے بھیجا کرے گا۔"

وہ ابھی علی تیمور کو صحیح بات نہیں بتانا چاہتا تھا۔ اندیشہ تھا کہ وہ پھر سپر ماسٹر کے زیرِ اثر ہو کر سلمان رازی کو بتا دے کہ چائے یا کافی کو نقصان دہ بنایا گیا ہے اور یہ بات پارس نے بتائی ہے، یوں سلمان رازی سمجھ لے گا کہ پارس کو یاسمینہ نے بتایا ہوگا۔

علی تیمور سر جھکائے سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "آج کون سا دن ہے؟"

"یہ ہفتے کی رات ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں، مَیں بے چینی محسوس کر رہا ہوں، مَیں چاہتا ہوں، میرا عامل آ کر مجھ پر تنویمی عمل کرے کیونکہ اس عمل کی خواہش شدت اختیار کر رہی ہے۔"

پارس نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، تمہارے دماغ کو ہر ہفتے تنویمی عمل کا پابند بنایا گیا ہے۔ یہ عمل نہ ہو تو تم بے چینی محسوس کرنے لگتے ہو۔"

"ہاں، کچھ ایسی ہی بات ہوگی۔"

"پھر تو اچھی بات ہے۔ سپر ماسٹر، پاپا کے خوف سے تمہارے دماغ میں نہیں آئے گا۔ اگر سپر ماسٹر کے کسی عامل نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا تو وہ اس جزیرے میں نہیں ہوگا۔ یوں دوبارہ عمل نہ ہونے کے نتیجے میں تم اس کے اثر سے نکلتے رہو گے۔"

ایک مسلح پہرے دار نے آ کر کہا۔ "مسٹر پارس! ہمارے باس نے آپ کو یاد کیا ہے۔"

اس نے کہا۔ "اچھی بات ہے علی! مَیں جا رہا ہوں کھانے کے وقت ملاقات ہوگی۔"

"جاؤ، مگر زرینہ کو سمجھاؤ، وہ میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

"اگر ہمارے مقدر میں طویل زندگی ہے تو بتا نہیں کتنی حسین دوشیزائیں میرے غیور و بہادر بھائی پر جان دیتی رہیں گی، مَیں کس کس کو سمجھاؤں گا۔ بھئی، یہ تمہارا معاملہ ہے، تم سمجھو۔ مَیں تو کسی حسینہ کا دل توڑنا گناہ سمجھتا ہوں۔"

علی تیمور نے کہا۔ "انسانی تاریخ اٹھا کر پڑھو جہاں موت ناکام ہوتی ہے وہاں حسین عورت کی مسکراہٹ مار ڈالتی ہے۔ پاپا ٹیلی پیتھی نہ جانتے تو کوئی حسینہ ان کی فاتحہ پڑھوا چکی ہوتی۔ وہ تو جیتے رہے ہیں مگر تم کسی لڑکی کی آغوش میں ضرور مرو گے۔"

"ذرا غور کرو، وہ موت کتنی حسین ہوگی۔"

"جاؤ، بھاگ جاؤ یہاں سے۔ گدھے کہیں کے!"

وہ ہنستا ہوا بنگلے کی طرف جانے لگا۔ یاسمینہ ایک جگہ نیم تاریکی میں کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں سے وہ کاٹیج نظر آ رہا تھا جہاں علی تیمور کھڑکی کے اندر اور پارس کھڑکی کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھے اُس چھینے جھپٹے والے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کو دیکھ دیکھ کر دل نہیں بھر تا تھا۔

اسٹیج کی طرف سے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔ وہاں دلچسپ تماشا ہو رہا تھا۔ سلمان رازی ہاتھ میں جام لیے تماشائیوں کی بھیڑ سے گزر رہا تھا، اپنے ماتحتوں سے کہہ رہا تھا۔ "پارس کہاں ہے؟ ابھی تک کیوں نہیں آیا؟ جاؤ اُسے اُٹھا کر میرے پاس لے آؤ۔"

اس کی بات پر خانم، زرینہ اور یاسمینہ ہنسنے لگیں۔ اس نے پوچھا۔ "کیوں ہنس رہی ہو؟"

پارس نے کہا۔ "ہنسنے کی بات ہی ہے۔ مَیں آپ کے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں اور آپ مجھے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

اس نے پلٹ کر دیکھا، پھر ڈانٹ کر پوچھا۔ "تم میرے سامنے کیوں نہیں آ رہے تھے؟"

"فرماں بردار بچوں کو بزرگوں کے پیچھے رہنا چاہیے۔"

وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولا۔ "شاباش! اسے کہتے ہیں فرماں بردار داماد۔"

وہ پارس کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا اسٹیج کی طرف لے جاتے ہوئے بولا۔ "میرے وفادار و میرے جاں نثار! دیکھو! یہ میرا ہونے والا داماد ہے، یہ میری طرح دلیر ہے، تنہا پوری فوج پر بھاری پڑتا ہے۔"

وہ اسے لے کر اسٹیج پر آ گیا۔ کہنے لگا۔ "اسے اچھی طرح پہچان لو۔ یہ اس جزیرے کا آئندہ مالک ہو گا بلکہ ایک نہیں دو مالک ہوں گے۔ اس کا بھائی علی تیمور سپر ماسٹر کی ٹیلی پیتھی کا شکار ہے۔ میں نے اسے کاٹیج میں نظر بند کر رکھا ہے۔ میرے لیے وہ بھی پارس جیسا ہے۔ مَیں اسے دشمنوں کے سحر سے نکال کر اپنا داماد بناؤں گا۔ تم لوگوں نے آج اسے دشمن کے روپ میں دیکھا ہے لیکن وہ جلد ہی میرا تابع دار بن جائے گا۔"

پارس کو اس کی یہی بات بُری لگتی تھی۔ وہ دونوں بھائی اپنے قبیلے پیتھی جاننے والے والدین کی عائد کردہ پابندیوں میں نہیں رہتے تھے اور یہ کم بخت انھیں تابع دار بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "جب میرے گھر میں بیٹیاں پیدا ہوئیں تب ہی میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میرے ہونے والے داماد میری طرح جسمانی طور پر شہ زور ہوں گے اور دماغی طور پر میری طرح ذہین اور چالاک ہوں گے۔ سُنا ہے، یہ اچھے نشانے باز ہیں۔ اگر ان میں کمی ہو گی تو میں سکھا دوں گا۔ مَیں سسر بننے سے پہلے ان کا اُستاد بن کر اپنی طرح ہر فن مولا بنا دوں گا۔"

مسلح ماتحتوں کے ایک افسر نے کہا۔ "باس! آپ کے ہاتھ میں بندوق ہو تو دشمن کی موت یقینی ہوتی ہے کیوں کہ آپ کا نشانہ کبھی نہیں چُوکتا۔ آج خوشی کے موقع پر ہم سب کی خواہش ہے کہ آپ سچی نشانہ بازی کا مظاہرہ کریں۔"

سب لوگ ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر تائید کرنے لگے۔

سلمان رازی نے فخر سے پارس کو دیکھا، پھر کہا۔ "آج فتح کی خوشی میں تم لوگوں کی کسی بات سے انکار نہیں کروں گا۔ ٹارگٹ بناؤ اور دو اچھے ریوالور لاؤ۔ پارس بھی نشانہ لگائے گا۔"

پھر اس نے قریب آ کر پارس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "بیٹے! اتنے مجمع میں اپنے حواس بحال رکھو گے تو صحیح نشانہ لگا سکو گے۔ ویسے مَیں تمھیں گائیڈ کروں گا۔"

"انکل! مَیں اپنے حواس میں ہوں مگر آپ نے کتنی پی رکھی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولے۔ "میرے پینے پر نہ جاؤ، مَیں نشے میں بھی صحیح نشانہ لگاتا ہوں۔"

وہ دونوں اسٹیج پر کھڑے ہوئے تھے۔ ان سے پندرہ فٹ کے فاصلے پر ایک ٹارگٹ بورڈ لگا کر رکھا گیا۔ پارس اور سلمان رازی کو بھرا ہوا ایک ایک ریوالور دیا گیا۔ سلمان رازی نے ٹارگٹ کی طرف پشت کی پھر تماشائیوں کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا۔ "مَیں نے صرف ایک بار ٹارگٹ کو دیکھا ہے، اب فوراً پلٹتے ہی فائر کروں گا۔ میری گولی دائرے کے ٹھیک درمیانی نقطے میں پیوست ہو جائے گی۔"

اس نے کہنے کے مطابق فوراً پلٹ کر گولی چلائی۔ درمیانی نقطے میں سوراخ ہو گیا۔ پورا مجمع اُچھل اُچھل کر تالیاں بجانے لگا۔ اس نے فخر سے مسکراتے ہوئے پارس سے کہا۔ "دیکھو بیٹے! اسے کہتے ہیں نشانہ۔ تم بھی کوشش کرو۔"

پارس نے مجمع کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے شمار حسین اور جوان لڑکیاں ہیں، ان میں سے کسی کے پاس لپ اسٹک ضرور ہوگی۔"

دہشت گردی کی ٹریننگ حاصل کرنے والیاں عام طور پر میک اَپ نہیں کرتی تھیں، ہمیشہ مردانہ لباس میں رہتی تھیں۔ آج جشن منانے کے لیے سب نے بلاؤز اسکرٹ پہنا تھا۔ میک اَپ بھی کیا تھا، کتنی ہی لڑکیوں نے لپ اسٹک نکال کر دکھائی۔ پارس نے کہا۔

"مجھے ایک چاہیے۔"

ایک لڑکی نے لپ اسٹک اچھالی۔ اس نے کیچ کی پھر ٹارگٹ بورڈ کے پاس آیا۔ سلمان رازی نے جس نقطے پر سوراخ کیا تھا، اس کے چاروں طرف وہ چھوٹے چھوٹے اور نقطے بنانے لگا۔ سب لوگ خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ اس نے سر اُٹھا کر اوپر کی جانب دیکھا۔ اسٹیج کے پردے کو تین جگہ رسیوں سے باندھا گیا تھا۔ اس نے ریوالور اٹھا کر درمیانی رسّی پر فائر کیا۔ رسّی گرہ کی جگہ سے ٹوٹ کر نیچے جھولنے لگی۔ سلمان رازی نے پوچھا۔ "کیا واقعی بدحواس ہو گئے ہو؟ یہ کیا کر رہے ہو؟"

اس نے رسّی کے نچلے سرے کو اپنی کمر سے باندھ لیا۔ پھر بلند آواز میں کہا۔ "ٹارگٹ پر درمیانی نقطے کے چاروں طرف پانچ سُرخ نقطے بنے ہوئے ہیں۔ مَیں اس رسّی سے بندھا ہوا تیزی سے گول گھومتا رہوں گا۔ اور اُن پانچ سُرخ نقطوں پر سوراخ کرتا جاؤں گا کیوں کہ میرے ریوالور میں اب پانچ گولیاں رہ گئی ہیں۔"

سارا مجمع مکھیوں کی طرح بھنبھنانے لگا۔ کوئی یقین کرنے کو تیار نہیں تھا کہ اس طرح کوئی صحیح نشانہ لگا سکتا ہے۔ سب ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے۔

سلمان رازی نے کہا۔ "تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ اس طرح گھوم کر نشانہ لگاؤ گے تو گولیاں ہم میں سے کسی کو بھی لگ سکتی ہیں۔"

وہ رسّی سے بندھا ہوا گول گھومتا ہوا بولا۔ "جسے جان کا خوف ہے وہ زمین پر لیٹ جائے۔"

وہ اسٹیج پر پاؤں ٹیکتا جا رہا تھا اور گول گھومتا جا رہا تھا۔ سب کے سب زمین پر لیٹ گئے تھے مگر سر اُٹھا کر دیکھ رہے تھے۔ اس کے گھومتے رہنے سے جب رسّی پوری طرح بل کھا گئی تو اس نے زمین پر سے پاؤں اُٹھا لیے۔ اب وہ رسّی والیں گھوم رہی تھی۔ اس کے ساتھ وہ بھی گول چکر کھا رہا تھا۔ اور ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ فائر کرتا جا رہا تھا۔ اس کا حساب بالکل درست تھا۔ وہ آدھے سیکنڈ میں ایک چکر پورا کر کے ٹارگٹ کی طرف رُخ کرتا تھا۔ اتنی تیزی سے گھومتے ہوئے درست حساب رکھنا بچوں کا کھیل نہیں ہوتا مگر وہ دونوں بھائی بچپن سے یہ کھیل کھیلتے آئے تھے۔ پانچویں گولی چلانے کے بعد وہ زمین پر پاؤں ٹیک کر رُک گیا۔ اپنی کمر سے رسّی کھولنے لگا۔ سب لوگ اُٹھ کر دیکھ رہے تھے۔ ان پانچوں رُخ نقطوں میں سوراخ ہو چکے تھے۔ وہ سب کے سب اس قدر حیران تھے کہ تالیاں بجا کر داد دینا بھول گئے تھے۔

سلمان رازی بے یقینی سے کبھی ٹارگٹ کو اور کبھی پارس کو دیکھ رہا تھا پھر سب سے پہلے یاسمینہ نے تالی بجائی، اس کے ساتھ ہی سب کے سب چونک کر تالیاں بجانے لگے۔ سلمان رازی ایک سرے سے دوسرے سرے تک تالیاں بجانے والوں کو دیکھ رہا تھا اور یوں گہری گہری سانسیں لے رہا تھا جیسے پارس نے بھرے مجمع میں اُسے اُٹھا کر پٹخ دیا ہو۔ وہ زندگی کی آخری سانس تک کوشش کرتا تب بھی ہونے والے داماد کی طرح ایسی حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین نشانہ بازی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔

یہ اس کے بچپن کی عادت تھی، کبھی کسی سے شکست تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اس نے رفتہ رفتہ خود کو اتنا شہ زور، دہشت ناک اور صاحبِ اقتدار بنا لیا تھا کہ کوئی اسے کسی معاملے میں کم تر بنانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ آج پہلی بار ایک نوجوان اسے کم تر بنا رہا تھا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا، اگر اس نے پارس کو ابھی کسی معاملے میں نیچا نہ دکھایا تو برسوں کا رُعب اور دبدبہ خاک میں مل جائے گا۔ وہ جز یرے کا مالک اور حاکم ہو کر کسی سے نظریں نہیں ملا سکے گا۔ اب اپنی عزت رکھنے کا یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا کہ کسی طرح پارس کی انسلٹ کی جائے اور یہ سارا مجمع جو تالیاں بجا رہا ہے، اس کا مذاق اڑانے لگے۔

اس نے شراب کی دو بوتلیں منگوائیں حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔ اسٹیج پر ایک میز لا کر رکھی گئی۔ اس پر دو بھری بوتلیں، دو گلاس اور چار سوڈا واٹر کی بوتلیں لا کر رکھی گئیں۔ سلمان رازی نے کہا۔ "میرے وفادارو! اور جاں نثارو! تم نے ابھی حیرت انگیز نشانہ بازی دیکھی ہے۔ میں بھی ایسا ہی کمال دکھا سکتا ہوں لیکن ابھی نشے میں ہوں یہ نوجوان ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مجھ سے ہر معاملے میں آگے ہے۔"

اس نے دونوں بوتلیں اُٹھا کر کہا۔ "یہ شراب سے بھری ہوئی ہیں۔ میں آدھی بوتل پیوں گا۔ یہ نوجوان مجھ سے آگے رہنے کے لیے پوری ایک بوتل پیے گا۔"

کچھ لوگوں نے تالیاں بجائیں، کچھ نے حیرانی کا اظہار کیا۔ سلمان رازی نے کہا۔ "اگر تم لوگوں میں سے کوئی ایک پوری بوتل پینے کا مظاہرہ کرے گا تو یہ نوجوان اس سے بھی آگے رہنے کے لیے دو بوتل پیے گا۔"

پارس نے قریب آ کر آہستگی سے کہا۔ "انکل! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ شراب حرام ہے اور آپ مجھے حرام چیز پینے پر مجبور کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ بولا۔ "جو چیزیں پیتا ہوں، وہ میرے لیے حرام نہیں ہوتی۔ تمھارے لیے بھی حرام نہیں ہے۔ اب میدان چھوڑ کر بھاگنے کا بہانہ نہ کرو۔ تم نے مجھے نشانہ بازی میں نیچا دکھانے کی کوشش کی ہے۔ اب پینے کے مقابلے میں بھاگو گے تو لوگ تمھارا مذاق اڑائیں گے اور زیادہ پینے کی حماقت کرو گے تو سب کے سامنے نشے میں اوندھے منہ گرو گے۔ تمھارے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

وہ ہنسنے لگا پھر اُس نے اپنی بوتل کھولی، ایک گلاس میں ڈبل پیگ بنایا پھر سوڈا واٹر کی بوتل کھولنے لگا۔ پارس نے بلند آواز سے کہا۔ "مائی انکل! بنے یا اناڑی پینے والے وہسکی میں سوڈا ملا کر پیتے ہیں۔ آپ تو پینے کے ماسٹر ہیں، آپ کو سوڈا یا پانی ملائے بغیر پینا چاہیے۔"

سلمان رازی نے وہسکی سے پورا گلاس بھر لیا پھر اُسے اُٹھا کر مجمع کو دکھاتے ہوئے بولا۔ "کچھ ملائے بغیر پینا گویا آگ کو حلق سے اتارنا ہے۔ میں تو پرانا پاپی ہوں اسے کسی طرح پی جاؤں گا لیکن اس جوان کو بھی کچھ ملائے بغیر پینا ہوگا۔ اگر تجھے زیادہ نشہ ہو جائے تو تم سب مل کر اسے زبردستی پلانا۔ میں ہوش میں آنے کے بعد اس کا انجام دیکھوں گا۔"

خانم تیزی سے چلتی ہوئی اسٹیج کے قریب آئی۔ دونوں لڑکیاں زرینہ اور یاسمینہ بھی اس کے ساتھ تھیں۔ وہ بولی۔ "رازی! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ خالص وہسکی حلق سے اُترتے ہی آگ ہو جاتی ہے۔ دن رات پینے والوں کا بھی سر گھما دیتی ہے۔ تم اپنے ہونے والے داماد سے دشمنی کر رہے ہو۔"

وہ بولا۔ "یہ دشمنی نہیں، دوستانہ مقابلہ ہے۔ یہ مغرور جوان مجھ سے ہر مقابلے میں سبقت لے جانا چاہتا ہے پھر تم اعتراض کرنے کیوں آئی ہو؟"

یاسمینہ نے پوچھا۔ "ڈیڈی! اگر پارس مقابلہ نہ کرنا چاہے اور اپنی شکست تسلیم کر لے تو کیا بات ختم ہو جائے گی؟"

پارس نے کہا۔ "یاسمینہ! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ میں مرد ہوں، شکست تسلیم کر کے تمھارا سر نہیں جھکاؤں گا۔ اگر تمھیں شکست کھانے والا مرد پسند ہے تو میرا خیال دل سے نکال دو۔"

وہ چپ رہی، اسے پریشان ہو کر دیکھنے لگی۔ اس نے بوتل کھولی پھر اسے ایک ہاتھ میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ "انکل کو شبہ ہے کہ انھیں نشہ ہو گا تو میں پینے سے بھاگ جاؤں گا۔ لہٰذا پہلے میں پیتا ہوں۔ لوگ ایک چھوٹا سا جام اُٹھا کر کسی کے نام پر پیتے ہیں۔ میں یہ پوری بوتل اپنی یاسمینہ کے نام سے پی رہا ہوں۔"

وہ بوتل کو منہ سے لگا کر غٹا غٹ پینے لگا سب اسے پھر ایک بار حیرانی سے دیکھنے لگے۔ سلیمان رازی کا خیال تھا کہ وہ دو چار گھونٹ کے بعد ہی بوتل منہ سے ہٹا لے گا۔ یہ پینے والے جانتے ہیں کہ خالص وہسکی کس طرح حلق میں انگارے بھرتی ہے اور سینے میں آگ لگا کر گھما دیتی ہے پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایسا نشہ طاری ہوتا ہے کہ پینے والا اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکتا۔ اکثر ہوش میں آ کر پینے والے اپنا ذہنی توازن کھو دیتے ہیں۔ انھیں بڑی مشکلوں سے نارمل حالت میں لایا جاتا ہے۔

یاسمینہ نے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ آہستہ آہستہ اسٹیج کی طرف بڑھ رہی تھی تاکہ وہ چکرا کر گرے تو اُسے اپنی ریشمی بانہوں میں تھام لے۔ سلمان رازی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ بوتل جوں کی توں منہ سے لگی ہوئی خالی ہوتی جا رہی تھی۔ آنکھوں سے دیکھ کر یقین نہیں آ رہا تھا کہ تمام خالص وہسکی پارس کے اندر چلی گئی ہے۔ اُس نے آخری گھونٹ حلق سے اُتار کر بوتل کو منہ سے الگ کیا پھر اُسے اُلٹ کر لوگوں کو دکھایا کہ وہ خالی ہو چکی ہے۔

تالیوں کا شور دیر تک اور دُور تک گونجنے لگا۔ لوگ اسے تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور اب اس کے چکرا کر گرنے کا انتظار کر رہے تھے لیکن وہ اپنے پیروں پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ سینے پر ہاتھ رکھ کر، سر جھکا کر داد وصول کر رہا تھا پھر وہ سلمان رازی کے قریب آیا۔

اس نے بھرا ہوا گلاس اُٹھا کر مجمع کو دکھایا۔ سب خاموش ہو گئے۔ وہ بولا۔ "آپ نے دیکھا، میں نے پوری بوتل خالی کر دی۔ اس کے باوجود نارمل ہوں۔ میری زبان بھی نہیں لڑکھڑا رہی ہے۔ اب میں انکل سے درخواست کروں گا کہ یہ اپنے حصّے کا گلاس خالی کریں۔"

لوگ اپنے آقا کے لیے تالیاں بجانے لگے۔ سلمان رازی نے مجبور ہو کر گلاس ہاتھ میں لیا۔ وہ گلاس خالی کرنے کے بعد بھی پارس سے کم تر رہتا کیوں کہ گلاس اور بوتل میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ لوگوں کی تالیوں نے اسے پینے پر مجبور کر دیا۔ اس نے گلاس کو ہونٹوں سے لگایا۔ پارس نے بلند آواز سے کہا۔ "لوگو! توجہ سے دیکھو۔ انکل میری طرح گلاس کو خالی کیے بغیر ہونٹوں سے الگ نہیں کریں گے۔"

پھر تالیاں بجنے لگیں۔ سلمان رازی نے دل ہی دل میں ہونے والے داماد کو گالی دی پھر غٹا غٹ پینے لگا چند گھونٹ میں ہی حلق اور سینے کی جلن ناقابلِ برداشت ہو گئی مگر گلاس کو خالی کیے بغیر ہٹانے سے جو بے عزتی ہوتی اُسے وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ سانس روک لی پھر خود پر جبر کرتے ہوئے جلدی جلدی گلاس کو خالی کر دیا۔

لوگ اپنے آقا کو خوش کرنے کے لیے تالیاں بجا رہے تھے۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو سرور سا چھا گیا۔ آنکھوں کے سامنے تمام لوگ اِدھر سے اُدھر ڈولتے دکھائی دے رہے تھے پارس نے دل ہی دل میں کہا۔ "بیٹے! اب تم تنویٰ عمل کرنے کے قابل نہیں رہے۔ آج علی تیمور تم سے محفوظ رہے گا۔"

وہ خالی گلاس میں وہسکی انڈیلنے لگا۔ سلمان رازی نے گھبرا کر پوچھا۔ "یہ کیا؟ مم... میں او... اور نئی پیوں گا؟"

خانم نے ہمارہ "پارس! یہ کیا کر رہے ہو؟ رازی کو اور نہ دو۔"

وہ بولا "آنٹی! ابھی مقابلہ ختم نہیں ہوا ہے۔ اگر آپ ختم کرانا چاہتی ہیں تو انکل سے اسی طرح شکست تسلیم کرنے کے لیے کہیے جس طرح یاسمینہ نے مجھ سے کہا تھا میں نے عورت کی بات نہیں مانی، شاید انکل مان لیں۔"

وہ اپنی باتوں سے سلمان رازی کو طیش دلا رہا تھا۔ اس کی کھوپڑی میں خالص وھسکی پہلے ہی چیخ رہی تھی نشہ تیزی سے غالب آرہا تھا۔ وہ گرج کر بولا "میرا نام سلمان رازی ہے۔ میں وہ دلیر باغی ہوں، جسے لیبیا کی حکومت آج تک زندہ یا مُردہ گرفتار نہ کر سکی۔ میں وہ شہ زور ہوں جسے سپر ماسٹری حکومت نے یہ جزیرہ جاگیر کے طور پر انعام میں دیا ہے۔ میں یہاں ڈھائی ہزار دہشت گردوں پر حکومت کرتا ہوں اور یہ کل کا چھوکرا مجھے شکست تسلیم کرنے کو کہہ رہا ہے۔ ہرگز نہیں۔ میں یہ مقابلہ جیت کر اس دشمن چھوکرے کو گولی مار دوں گا۔"

اس نے اپنی برتری دکھانے کے لیے گلاس لیا پھر اسے ہونٹوں سے لگا کر پینے لگا۔ اکثر لوگ جو زندگی بھر کامیابیاں حاصل کرتے رہتے ہیں، وہ بھول جاتے ہیں کہ بڑھاپا انھیں کمزور بنا دیتا ہے۔ سلمان رازی پچاس برس کا ہو چکا تھا۔ اب اس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ دو گلاس خالص وھسکی کے تیز نشے کو برداشت کر پاتا۔ دوسرا گلاس خالی ہونے سے پہلے ہی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ وہ بھی لڑکھڑایا مگر گرنے سے پہلے ہی پارس نے اسے سہارا دے دیا۔ دوسری طرف سے خانم نے آکر تھام لیا۔ پھر وہ مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔ "تم لوگ کھیل تماشے جاری رکھو۔ میں تھوڑی دیر بعد آکر دلچسپی لوں گی۔"

دو ہٹے کٹے باڈی گارڈز نے آکر سلمان رازی کو اٹھا لیا۔ پھر جنگلے میں لے جانے لگے۔ خانم نے گھور کر پارس کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اس نے پوچھا "آنٹی! کیا بات ہے؟"

وہ سخت لہجے میں بولی "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اپنی ہیٹیوں کے ساتھ جانے لگی۔ پارس ان کے پیچھے تھا۔ یاسمینہ اپنی رفتار سست کر کے پارس کے... شانہ بہ شانہ چلتے ہوئے بولی "میں تم پر جتنا فخر کروں، اتنا ہی کم ہے۔ خوشی سے میرے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے ہیں۔ ساری دنیا میں میرے محبوب کی مثال نہیں مل سکتی لیکن تم نے ڈیڈی کو شکست دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد تمہارے دشمن بن جائیں گے۔ تم نے انھیں اچھی طرح نہیں سمجھا ہے، میں سمجھتی ہوں اور تمہارے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔"

خانم زرینہ کے ساتھ آگے آگے چل رہی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھے بغیر ڈانٹ کر کہا "یاسمینہ! چلو ادھر آؤ۔"

اس نے بے بسی سے پارس کو دیکھا پھر آگے بڑھ کر ماں کے ساتھ چلنے لگی۔ دونوں باڈی گارڈز نے سلمان رازی کو اس کی خواب گاہ میں لا کر لٹا دیا۔ دو ملازم اور آگئے تھے، اپنے آقا کو لیموں کا رس پلا رہے تھے۔ وہ اس قدر مدہوش تھا کہ خود پی نہیں سکتا تھا۔ اس کے حلق میں چمچے سے زبردستی لیموں کا رس پہنچایا جا رہا تھا۔ سر پر برف کی تھیلی رکھی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ قے کرنے لگا۔ ملازموں نے اسے اٹھا کر پھر خواب گاہ میں پہنچایا۔ اس کا لباس تبدیل کیا۔ اُسے گہری نیند آگئی تھی، وہ خراٹے لے رہا تھا۔

پارس ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ خانم اس کے سامنے کچھ فاصلے پر آکر کھڑی ہو گئی۔ پھر سرد لہجے میں بولی۔ "سیکڑوں افراد نے تمھیں پوری ایک بوتل پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیا وہ شراب نہیں تھی، پانی تھا؟"

"پورا مجمع گواہ ہے، وہ خالص شراب تھی۔"

"پھر تم نارمل کیسے ہو؟ رازی تھوڑی اور پیتا تو اس کا دماغ الٹ جاتا۔ مگر تم نے اس سے کئی گنا زیادہ پی۔ تم بے ہوش نہیں ہوئے، تم ذرہ برابر نشے میں نہیں لگتے۔"

"آنٹی! کسی کو ایک چھوٹے پیگ سے نشہ ہو جاتا ہے، کسی کو ایک بوتل سے بھی نہیں ہوتا۔ میں ہلکا ہلکا سرور محسوس کر رہا ہوں، دو بوتلیں اور پینے کے بعد مجھے کچھ نشہ ہوگا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "یعنی تین بوتلوں کے بعد کچھ نشہ ہوگا؟"

"جی ہاں، چھ بوتلوں کے بعد اچھا خاصا نشہ ہوتا ہے۔"

"میں نے بڑے بڑے پینے والے دیکھے ہیں لیکن آج تک خالص وھسکی کی چھ بوتلیں پیتے ہوئے نہ کسی کو دیکھا نہ کسی سے سُنا۔ تم انسان کی نہیں شیطان کی اولاد ہو۔"

"میں فرہاد علی تیمور کی اولاد ہوں۔ تم بہت خوش قسمت ہو کہ ایک عورت ہو۔ اگر کوئی مرد میرے باپ کو شیطان کہتا تو میں اس کا منہ توڑ دیتا۔"

وہ ایک دم سے بپھر کر بولی "تم مجھے چیلنج کر رہے ہو، تم کہنا چاہتے ہو کہ میرا منہ توڑ سکتے ہو۔ میں ابھی تمہاری کھال ادھیڑ لوں گی۔"

وہ پاؤں پٹختی ہوئی دوسرے کمرے میں گئی پھر بھی کے تار سے بنا ہوا ایک چابک لے آئی۔ زرینہ اور یاسمینہ اس کے اطراف چلتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ "ممی! یہ انصاف اور انسانیت نہیں ہے۔ غصہ تھوک دیجیے۔ پارس نے کوئی قصور نہیں کیا ہے۔"

وہ ڈانٹ کر بولی "یو شٹ اپ۔ مجھ سے دور رہو۔"

زرینہ، پارس کے سامنے ڈھال بن کر بولی "میں مانتی ہوں، ڈیڈی نے بڑے لاڈ پیار سے ہماری پرورش کی ہے لیکن جب مجھے اغوا کیا جا رہا تھا تب ڈیڈی اور ان کی پوری فوج بے بس ہو گئی تھی۔ مجھے صرف پارس نے جان پر کھیل کر بچایا ہے۔ اس بات کو ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے اور آپ نے اتنا بڑا احسان بھلا دیا۔"

وہ ناگواری سے بولی "جو ہمارے جزیرے میں رہتا ہے اور ہمارا کھاتا پیتا ہے، اُس کا کوئی احسان نہیں ہوتا۔ ہمارے یہ فوجی جو جزیرے کی حفاظت کرتے ہیں اور دشمنوں سے لڑتے ہوئے ہماری سلامتی کے لیے جانیں دیتے ہیں، تو کیا ہم ان سب کا بھی احسان مانتے رہیں؟ ذرا عقل کی بات کرو۔ ہماری حفاظت کرنا، ہمارے احکامات کی تعمیل کرنا ان کی ڈیوٹی ہے اور یہ اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ احسان نہیں کرتے۔"

یاسمینہ نے کہا "پارس کسی کا ماتحت یا ملازم نہیں ہے۔ یہ آپ کا ہونے والا داماد ہے اور آپ داماد سے بھی غلاموں جیسا سلوک کرنا چاہتی ہیں؟"

خانم نے اُسے گھور کر دیکھا پھر کہا "ابھی اس رشتے کی بات نہ کرو جس طرح ایک جانور کو چابک مار کر سدھایا جاتا ہے اسی طرح تمہارے ڈیڈی اپنی ٹھوکروں سے اسے سمجھائیں گے کہ ہمارے داماد کو یہاں سر جھکا کر رہنا چاہیے۔"

پارس نے ناگواری سے خانم کو دیکھا پھر کہا "میں جوابی سخت بات کہہ سکتا ہوں لیکن تم میری یا یاسمینہ کی ماں ہو، میں گستاخی نہیں کروں گا۔"

خانم نے کہا "رازی کے ہوش میں آنے تک گستاخی کرتے ہو۔ اس کے بعد تمھیں موقع نہیں ملے گا۔"

اس نے مسلح محافظوں کو بلا کر کہا "اس مغرور کو علی تیمور کے ساتھ قیدی بنا کر رکھو۔"

یاسمینہ نے پوچھا "ممی! یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ پارس کا جرم کیا ہے؟"

"تمہارے باپ کی جان بچ گئی اس لیے تمھیں پارس کا جرم سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ کیا اس نے تمہارے باپ کی انا اور برتری کو بھڑکا کر اُس کی برداشت سے زیادہ خالص وھسکی پینے پر اسے مجبور نہیں کیا؟ یہ چاہتا تھا کہ اس طرح رازی مر جائے۔ مقابلے کا مقابلہ رہے گا، اس پر الزام نہیں آئے گا پھر یہ تم سے شادی کر کے اس جزیرے کا مالک بن جائے گا۔"

زرینہ نے کہا "ممی! یہ انصاف نہیں ہے۔ ڈیڈی نے پہلے اسے ایک بوتل خالص وھسکی پینے کے لیے چیلنج کیا تھا۔"

"بکواس مت کرو۔ اپنے کمروں میں جاؤ اور تم لوگ منہ کیا دیکھ رہے ہو؟ اس مجرم کو یہاں سے لے جاؤ۔"

مسلح گارڈز آگے بڑھے۔ پارس نے کہا "رُک جاؤ۔ مجھے پکڑ کر لے جانا چاہو گے تو میں کبھی ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا لہٰذا مجھ سے دور رہنا۔ میں خود تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

مسلح گارڈز نے خانم کو سوالیہ نظروں سے دیکھا وہ بولی "ٹھیک ہے، اسے خود جانے دو مگر محتاط رہو۔"

پارس نے یاسمینہ پر ایک نظر ڈالی۔ وہ بڑی محبت اور بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ آگے بڑھ گیا۔ مسلح گارڈز اس کے پیچھے جانے لگے۔ ایسے وقت میں خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا پھر اس کے ذریعے دوسرے اہم افراد تک پہنچتا رہتا تھا۔ اس دوران موقع ملنے پر دونوں بیٹیوں کے پاس بھی آتا رہتا تھا۔ میں نے پارس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے بیٹے؟"

اس نے کہا "پاپا! یہ سلمان رازی خرد و ماغ ہے۔ ہمیں تنویمی عمل کے ذریعے ہمیشہ تابع دار بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے خود مجھے نشانے بازی اور شراب نوشی کے مقابلے کے لیے چیلنج کیا تھا۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم نے اس کے مقابلے میں شراب پی؟"

"ہاں پاپا! یہ میرے لیے حرام نہیں ہے کیوں کہ مجھے نشہ نہیں ہوتا۔"

میں بھول گیا تھا۔ مجھے فوراً یاد آیا کہ ماریہ کے زہر نے انتہائی نشے کو بھی پارس کے لیے پانی کر دیا ہے۔ اس نے مجھے مختصر طور پر بتایا کہ ابھی اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ وہ بنگلے سے نکل کر مجمع کے درمیان سے گزرتا جا رہا تھا۔

سلمان رازی نے فتح کا جشن منانے کے لیے قیدیوں کو بھی اسٹیج تماشا دیکھنے کی اجازت دی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر مسلح ماتحتوں کی نگرانی میں ایک طرف بٹھایا گیا تھا۔ وہاں کئی کارسن بھی ہتھکڑیاں پہنے بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس کو دیکھ کر اُٹھ گئی۔ حیرانی سے بولی۔ "پارس! یہ دونوں تمہارے پیچھے رائفلیں کیوں تانے ہوئے ہیں؟"

وہ بولا۔ "میں نے اِن کے آقا کی کھوپڑی اُلٹ دی ہے اس لیے قیدی بنایا گیا ہوں۔ سلمان رازی ہوش میں آنے کے بعد میرے لیے سزا تجویز کرے گا۔"

وہ نفرت سے بولی۔ "یہ لوگ احسان فراموش ہیں۔ میں تمہارے خلاف یہ زیادتی برداشت نہیں کروں گی۔"

"نہیں کمی! کوئی ایسا قدم نہ اُٹھانا جس سے تمہیں جانی نقصان پہنچے۔ میں اپنے بچاؤ کا راستہ نکال لوں گا۔"

میں نے پارس سے کہا۔ "اس عورت سے کہو میں تھوڑی دیر بعد اس سے دماغی رابطہ قائم کروں گا۔"

اس نے قریب ہو کر کمی کے کان میں کہا۔ "میرے پاپا تمہارے دماغ میں جلد ہی آئیں گے، اُن کے کوڈ ورڈز ہیں، فرہاد ٹو کس یور مائنڈ۔"

خانم نے برآمدے سے ڈانٹ کر پوچھا۔ "ان قیدیوں کو باتیں کرنے کی اجازت کیوں دی جا رہی ہے؟ اُس عورت کو لے جاؤ۔"

دو مسلح ماتحتوں نے کمی کو پکڑ کر پیچھے ہٹا لیا۔ پارس کاٹیج کی طرف جانے لگا۔ میں نے کمی کارسن کے متعلق پوچھا۔ اس نے مختصر طور پر بتایا کہ جس طیارے سے اسے اغوا کیا گیا تھا، اس میں کئی ایئر ہوسٹس تھی۔ وہ بہت زبردست فائٹر ہے۔ پہلے سپر ماسٹر کی وفادار تھی۔ بعد میں پارس نے اس کی جان بچائی تو وہ سپر ماسٹر سے بدظن ہو کر اس کی حمایتی اور دوست بن گئی ہے۔

پارس کو اس کاٹیج میں پہنچا کر دروازہ بند کر دیا گیا۔ علی تیمور نے مسکرا کر کہا۔ "ہے پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولا۔ "دوست ہوں یا دشمن سب یہی چاہتے ہیں کہ ہم دونوں بھائی ایک جگہ رہیں اس لیے میں تمہارے پاس آ گیا ہوں۔"

میں نے علی تیمور کے پاس آ کر کوڈ ورڈز دُہرائے پھر کہا۔ "مجھے یقین ہے، تم تنویمی عمل کے اثر سے نکل رہے ہو۔"

اس نے پوچھا۔ "یہ آپ نے کیسے جان لیا؟"

میں اُس پُراسرار آواز تک پہنچ گیا ہوں جس سے تمہارا دماغ متاثر تھا۔ اب وہ آواز تمہیں کبھی سنائی نہیں دے گی۔ وہ دراصل سپر ماسٹر ہے۔ آج کل سخت بیمار ہے۔ بیمار نہ بھی ہوتا تو تمہارے پاس نہ آتا کیوں کہ تمہارے دماغ میں میری موجودگی کا علم اُسے ہو گیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے آپ اُسے آسانی سے ختم کر سکتے ہیں؟"

"ہاں۔ کچھ اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے دماغ میں جانے سے معلوم ہوا کہ اس کا ایک عامل ہے جس نے تمہارے دماغ میں یہ بات نقش کرا دی ہے کہ ایک پُراسرار آواز ہر ہفتے تمہارے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کرے گی۔ کسی وجہ سے یہ عمل نہ ہو سکا تو تم پچھلے عمل کے اثر سے نکل آؤ گے اور وہ ہفتے کا دن گزر چکا ہے۔"

"آپ درست کہہ رہے ہیں۔ میں خود کو ہلکا پھلکا اور آزاد محسوس کر رہا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے، تم ایکشن کے لیے تیار ہو۔"

"جی ہاں پاپا! یہ سلمان رازی نامعقول شخص ہے اس نے پارس کو بھی قیدی بنا لیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "لوگ اپنے مطلب اور مقاصد کے لیے خود غرض بن جاتے ہیں۔ وہ اقتدار کے نشے میں ہے۔ اس جزیرے میں کسی کی برتری برداشت نہیں کرتا۔ تم دونوں دلیر ہو، حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو، وہ ایسے ہی داماد چاہتا ہے، لیکن دامادوں کو خود سے کم تر بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔"

"اس کا یہ خواب کبھی پورا نہیں ہو گا۔"

دروازہ کھولنے کی آواز آئی۔ ایک ملازم مختلف کھانوں سے بھری ہوئی بڑی سی ٹرے لایا اور اُسے ایک میز پر رکھ کر چلا گیا۔ پارس نے قریب آ کر علی تیمور سے سرگوشی میں کہا۔ "میں ہر کھانا چکھنے کے بعد تمہیں دوں گا۔ کھانے کے بعد چائے یا کافی نہ پینا۔ اگرچہ رازی تنویمی عمل کرنے کے قابل نہیں ہے لیکن خانم ہم دونوں بھائیوں کو ابھی سے اعصابی کمزوری میں مبتلا رکھنا چاہتی ہے۔"

میں نے کہا۔ "سورج سمجھ کر کھا ڈر میں ابھی آتا ہوں۔"

میں کمی کے پاس آیا۔ اس کے دماغ نے پرانی چوٹ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن وہ کوڈ ورڈز سُن کر خوشی سے بولی۔ "فرہاد صاحب! میں بہت خوش نصیب ہوں کہ آپ کو اپنے دماغ میں پا رہی ہوں۔ سب سے پہلے یقین دلاتا

چاہوں گی کہ آپ باپ بیٹوں کے لیے جان بھی دے سکتی ہوں۔ آپ میرے چور خیالات پڑھ لیں، میں تھوڑی دیر خاموش رہوں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا بیٹا تمہاری قدر کرتا ہے، میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ تمہیں شاید نہیں معلوم، میں اجازت حاصل کیے بغیر کسی عورت کے دماغ میں نہیں جاتا اور نہ ہی اس کے چور خیالات پڑھتا ہوں۔ ہاں اگر وہ دشمنوں سے تعلق رکھتی ہو تو میں اس کے دماغ کی تہ تک پہنچ جاتا ہوں۔"

"میری بڑی خواہش ہے کہ میں پارس کے کسی کام آؤں۔"

"تمہاری یہ خواہش ابھی پوری ہو گی۔ تم کچھ کھا پی لو پھر پتا نہیں کب کھانا نصیب ہو۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ اسٹیج سے کچھ فاصلے پر طرح طرح کے کھانوں کا انتظام کیا گیا تھا جس کا دل چاہتا تھا، وہ وہاں جا کر اپنی پسند کی چیزیں کھاتا تھا اور اپنی پسند کی شراب پیتا تھا۔ قیدیوں کو بھی کھانے پینے کی اجازت تھی، ہر طرف مسلح افراد تھے، اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ قیدی فرار ہو جائیں گے۔ ایک تو ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوتی تھیں۔ دوسرے جزیرے سے باہر جانے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ کمی وہاں جا کر کھانے پینے لگی۔

میں نے پوچھا۔ "تمہیں ہتھکڑی کس نے پہنائی تھی؟"

وہ بولی۔ "یہاں ہر دس قیدیوں پر ایک سیکیورٹی افسر ہے۔ مجھے جس افسر نے ہتھکڑی پہنائی، وہ ابھی کاؤنٹر کے پاس کھڑا وہسکی پی رہا ہے اور اسٹیج پر ہونے والا تماشا دیکھ رہا ہے۔"

"تم اس کے پاس جا کر باتیں کرو۔"

وہ اپنی پلیٹ اُٹھا کر ایک بوٹی چباتی ہوئی سیکیورٹی افسر کے پاس آئی پھر بولی۔ "ہیلو آفیسر! مجھے یوں لگتا ہے تم میری ہتھکڑی کھولنے والے ہو۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "تم راضی ہو جاؤ میں تمہارے ہاتھ کھول دوں گا۔"

وہ مچلا کر بولی۔ "سمجھو راضی ہو گئی۔ بولو کہاں چلوں؟"

"میں اپنے کیبن میں لے جاؤں گا لیکن دو مسلح گارڈ بھی ہمارے ساتھ رہیں گے۔ میں اپنے ہتھیار گارڈز کو دے دوں گا تاکہ تم مجھ سے ہتھیار چھین کر یہاں سے فرار ہونے کی حماقت نہ کرو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "مجھ پر مرتے بھی ہو، مجھ سے ڈرتے بھی ہو؟"

"کیا کروں؟ یہ دل تمہاری جیسی زبردست عورتوں کے لیے ہی مچلتا ہے، مجھے نازک عورتیں پسند نہیں آتیں۔"

"تو پھر چلو اور مجھے جی بھر کے پسند کرو۔"

اس افسر نے دو مسلح ماتحتوں کو ساتھ لیا پھر کمی کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر جانے لگا۔ میں نے کہا۔ "کمی! میں دو چار منٹ کے لیے جا رہا ہوں۔ اِسے اُلو بناتی رہو۔ میں ابھی آ جاؤں گا۔"

میں سلمان رازی کے دماغ میں آیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ دماغ پر ابھی تک نشہ حاوی تھا۔ اس کی کوئی سوچ ایک جگہ قائم نہیں رہتی تھی اور نہ ہی میں اس کے مدہوش ذہن کو قابو میں رکھ کر اس پر تنویمی عمل کر سکتا تھا۔ اگر ایسا ہو سکتا تو چشم زدن میں بازی پلٹ جاتی۔ میرے بیٹوں کو تنویمی عمل سے اپنا تابع دار بنانے والا خود ہمارا غلام بن جاتا۔ پھر بھی میں نے سوچا اس کے دماغ میں آتا جاتا رہوں گا۔ جب بھی اس کی مدہوشی ختم ہو گی، میں اس پر

سسپنس، جاسوسی ایڈونچر اور خوفناک کہانیوں کا بہترین انتخاب

قیمت: ۲۰/- روپے | ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے

شکیل نجم کی ان تمام کہانیوں کا بے مثال انتخاب جنہیں مختلف ڈائجسٹوں نے اوّل انعام کا مستحق قرار دیا ——— آج ہی طلب فرمائیں۔

کتابیات پبلی کیشنز، ہال روڈ، لاہور

عمل کروں گا۔"

میں پھر کتی کے پاس آگیا۔ وہ افسر کے ساتھ بیٹھی دوسرے کیمپ میں پہنچ رہی تھی۔ اُس نے پوچھا۔ "فرہاد صاحب! ہم پارس کو اغوا کر کے سُپر ماسٹر کے پاس لے جا رہے تھے۔ مگر ہمیں اغوا کر کے یہاں پہنچا دیا گیا۔ میں حیران ہوں کہ سُپر ماسٹر ہماری خبر کیوں نہیں لے رہا ہے؟"

"سُپر ماسٹر بیمار ہے اور اس کا دماغ میری مٹھی میں ہے۔ اُس کے علاوہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن زندہ نہیں ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے گئے ہیں۔ میری کوشش ہے کہ یہ دو نئے آخری ثابت ہوں اور مشین کا طلسم ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جائے۔"

وہ جیپ ایک کیبن کے سامنے آکر رُک گئی۔ سیکنڈ افسر نے گاڑی سے اُتر کر اپنے تمام ہتھیار مسلح ماتحتوں کو دیتے ہوئے کہا۔ "یہاں مستعدی سے پہرا دیتے رہو۔ اگر کتی تنہا کیبن سے نکل کر جانا چاہے تو اسے دوبارہ ہتھکڑی پہنا دینا، اگر یہ قابو میں نہ آئے تو اسے گولی مار کر زخمی کر دینا۔"

ایک ماتحت نے کہا۔ "جناب! ہم محتاط اور مستعد رہیں گے۔"

افسر نے کتی کے ہاتھ کھول کر ہتھکڑی ماتحت کو دی پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کیبن میں لے آیا۔ میں نے ایک ماتحت کی آواز سنی تھی۔ اس نے اپنی رائفل... سیدھی کرتے ہوئے مسلح ساتھی سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے، تمہاری زندگی کی سانسیں ختم ہو رہی ہیں۔ ٹریگر دبنے تک اپنی سانسوں کو گن سکتے ہو تو گن لو۔"

وہ گھبرا کر بولا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

یہ اس کی زندگی کے آخری الفاظ تھے۔ ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھ رہا تھا۔ گولی چل گئی۔ کیبن کے اندر افسر نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا، پھر پوچھا۔ "کس نے فائر کیا ہے؟"

اس کے مسلح ماتحت نے اندر آتے ہوئے کہا۔ "تمہارے باپ نے گولی چلائی ہے۔"

اس نے کتی کے سامنے اسٹین گن، رائفل اور ریوالور پھینکتے ہوئے کہا۔ "یہ تمام ہتھیار لے سکتی ہو لیکن اس افسر سے نمٹنے سے پہلے مجھے گولی مار دو، ورنہ میں کسی وقت بھی تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہوں۔"

افسر نے غرا کر ماتحت کو دیکھا، پھر آگے جھک کر ہتھیار اُٹھانا چاہا، کتی نے اس کے مُنہ پر ایک ٹھوکر ماری، وہ دوسری طرف اُلٹ گیا۔ میں نے کہا۔ "ابھی اسے ہلاک نہ کرنا۔ البتہ اس کے ماتحت کو ختم کر دو۔"

اس نے ریوالور اُٹھا کر ماتحت کو گولی مار دی۔ کیبن کے باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے افسر کی زبان سے کہا۔ "کتی! اب میں اس کے دماغ میں ہوں، اسے ریوالور دے دو۔"

کتی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ افسر نے مُڑ کر ماتحت کی جیب سے ہتھکڑی اور چابی نکالی۔ کتی کو دوبارہ ہتھکڑی پہنائی۔ باہر سے مسلح افراد پوچھ رہے تھے۔ "کیبن کے اندر کون ہے؟ ہمارے آدمیوں کو کس نے گولی ماری ہے؟"

افسر، کتی کو ریوالور کی زد پر باہر لا کر بولا۔ "میں اس کے ساتھ عیاشی کرنے آیا تھا۔ اس نے موقع پا کر ہمارے دو آدمی مار دیے۔ میں اسے ماسٹر رازی کے پاس لے جا رہا ہوں۔ تم میں سے ایک آدمی پیچھے جیپ میں آکر بیٹھ جائے۔"

وہ کتی کے ساتھ اگلی سیٹوں پر بیٹھ گیا۔ ایک مسلح جوان پیچھے آگیا۔ جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ افسر اُسے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا کیمپ کے احاطے سے باہر آیا پھر کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد جیپ روک دی۔ کتی کی ہتھکڑی کھول کر بولا۔ "میں اپنے ماتحت کو نہتا کر کے جیپ سے باہر جا رہا ہوں، تم ہم سے جس طرح نمٹنا چاہو نمٹ سکتی ہو۔"

اس نے اپنے ماتحت کو ریوالور کی زد پر رکھ کر نہتا کیا۔ اس کے ہتھیار جیپ کی اگلی سیٹ پر پھینک کر بولا۔ "گاڑی سے اُتر جاؤ۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "سر! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

اس نے گریبان پکڑ کر اُسے باہر کھینچ لیا۔ کتی نے ریوالور نکال کر کہا۔ "تم افسر ہو، مجھے پارس کو آزاد کرانے کے لیے تمہاری ضرورت ہوگی۔ تم واپس آؤ اور اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالو۔"

اس نے ماتحت کو گولی مار دی۔ افسر نے واپس آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ جیپ اسٹارٹ کی پھر وہ کاسمیج کی طرف جانے لگے۔ میں نے دونوں بیٹوں سے کہا۔ "تیار رہو، کتی آ رہی ہے۔"

علی تیمور نے پوچھا۔ "اگر ہم رازی کے خلاف محاذ آرائی نہ کریں، آپ اس کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھیں، کیا یہ مناسب نہ ہوگا؟"

"بیٹے! وہ بُری طرح مدہوش ہے۔ میں اس کے ہوش میں آنے کا انتظار نہیں کر سکوں گا۔ سُپر ماسٹر کی طرف سے جوابی کارروائی کسی وقت بھی ہو سکتی ہے۔"

"آپ نے تھوڑی دیر پہلے کہا تھا، اس کا دماغ آپ کے قابو میں ہے۔"

"ہاں میں نے اس سُپر ماسٹر کے متعلق کہا تھا جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ابھی بیمار ہے۔ کسی سُپر ماسٹر کا انتخاب کرنے والے نادان نہیں ہو سکتے۔ اس کے بیمار پڑتے ہی سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں۔ لہٰذا اس کی جگہ فوراً کوئی دوسرا سُپر ماسٹر لایا گیا ہوگا۔ اس کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ میرے دونوں بیٹوں تو فوراً یہاں سے اغواء کیا جائے اور سلمان رازی کو نافرمانی کی سزا دی جائے۔ میں نہیں چاہتا، ایسی جوابی کارروائی کے دوران تم دونوں ایک جگہ قید رہو اور اپنی سلامتی کے لیے جدوجہد نہ کر سکو۔ تم بھائیوں کو جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہیے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی باہر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ میں یہ سمجھا، کتی اکیلی ہے۔ میں مدد کے لیے اُس کے پاس پہنچا تو پتا چلا، ابھی وہ راستے ہی میں ہے۔ میں واپس بیٹوں کے پاس آیا۔ اُس وقت تک کاسمیج کا دروازہ ٹوٹ چکا تھا۔ کئی مسلح جوان دندناتے ہوئے اندر آئے۔ ایک نے کہا۔ "علی تیمور! ہم تمہاری رہائی کے لیے آئے ہیں۔ یہاں سے نکلو۔"

دوسرے نے کہا۔ "لیکن ہم یہاں پارس کی توقع نہیں کر رہے تھے۔ یہ پھر ہمارے راستے کی رکاوٹ بنے گا۔"

علی تیمور نے پارس کے سامنے ڈھال بن کر کہا۔ "گولی نہ چلانا۔ اسے عقل آگئی ہے۔ یہ اب سلمان رازی کا حامی نہیں بلکہ قیدی ہے، اس لیے اسے میرے ساتھ یہاں قید کیا گیا ہے۔"

اُسے حملے نے کہا۔ "اگر تمہارا بھائی ہمارے ساتھ خلاف کوئی حرکت کرے گا تو ہم فوراً گولی مار دیں گے۔"

فائرنگ کی آوازیں بنگلے اور اسٹیج تک گئی تھیں۔ اندازیں کاسمیج کو دور سے گھیر نے آ رہے تھے۔ یوں محاصرہ مسلح افراد کے درمیان دوڑتے ہوئے وہاں سے دور جانے لگے۔ میں نے ایک کے دماغ میں جا کر معلوم کر لیا کہ میرے بیٹوں کو رہائی دلانے والے وہ عیسائی اور سیودی ہیں جن پر سلمان رازی کبھی بھروسا نہیں کرتا تھا اور اچھی طرح جانتا تھا کہ سُپر ماسٹر سے کبھی محاذ آرائی ہو گی تو یہ لوگ اس کے خلاف ہو جائیں گے اور سُپر ماسٹر کا ساتھ دیں گے۔"

سلمان رازی کا خیال درست تھا۔ انھیں خفیہ پیغام موصول ہوا تھا کہ آدھی رات تک جزیرے پر طیارے پرواز کرتے ہوئے بمباری کریں گے۔ وہ اس سے پہلے دونوں پارس کو جزیرے کے شمالی ساحل کی طرف لے جائیں گے، وہاں کسی وقت ہیلی کاپٹر آئے گا جس میں وہ میرے دونوں بیٹوں کو بحفاظت وہاں سے نکال کر لا سکتے ہیں۔

میں نے دونوں بیٹوں کو اُن کے بارے میں بتایا۔ پھر کتی کے پاس پہنچا۔ مجھے دیر ہو گئی۔ وہ کاسمیج کے قریب آکر اُلجھن میں پڑ گئی تھی۔ ایک تو میں جیپ ڈرائیو کرنے والے افسر کے دماغ سے نکلا ہوا تھا، وہ صرف کتی کے ہتھیاروں سے سہما ہوا تھا۔ دوسرے کاسمیج کے حالات بدل گئے تھے۔ دونوں پارس وہاں سے جا چکے تھے۔ اُس نے افسر کو ایک جگہ جیپ روکنے پر مجبور کیا تھا۔ اس کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی تھی تاکہ افسر کی پسلی سے لگا ہوا ریوالور کسی کو نظر نہ آئے۔ اُسے میرا انتظار تھا۔ وہ کاسمیج کے حالات معلوم کرنا چاہتی تھی۔

میں نے افسر کی زبان سے کہا۔ "سوری کتی! مجھے آنے میں دیر ہو گئی۔ ہتھیار اسے واپس کر دو۔ اس کے ساتھ بنگلے کے پچھلے دروازے سے اندر جاؤ، وہاں سے یاسمینہ کو گن پوائنٹ پر لے آؤ، پھر اُسے لے کر جزیرے کے شمالی ساحل کی سمت جاؤ، راستے میں کہیں پارس وغیرہ سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ میں افسر کے اندر موجود تھا۔ وہ دونوں بنگلے کے پچھلے حصے میں آئے۔ وہاں بھی مسلح گارڈز موجود تھے۔ انھیں للکار کر کہا گیا۔ "ہالٹ! وہیں رُک جاؤ۔"

افسر نے میری مرضی کے مطابق شناخت کرائی پھر کہا۔ "میں دو نمبر کیمپ کی قیدی کتی کارمن کے ساتھ آیا ہوں۔ یہ بالکل نہتی ہے اور خانم کو سُپر ماسٹر کے متعلق اہم اطلاع دینا چاہتی ہے۔"

خانم نے کھڑکی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اُسے اندر لے آؤ۔"

افسر، کتی کو اسٹین گن کی زد پر رکھتے ہوئے بنگلے کے

ڈرائنگ روم میں آیا۔ توقع کے مطابق زرینہ اور یاسمینہ نظر نہیں آرہی تھیں۔ صرف خانم، دو مسلح باڈی گارڈز کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ تجی نے کہا: "جیسا کہ آپ جانتی ہیں، میں سُپر ماسٹر کے لیے کام کرتی ہوں۔ جزیرے میں ماسٹر کے جاسوس ہیں، وہ ابھی میرے پاس آئے تھے۔ انھوں نے اس افسر کو گن پوائنٹ پر رکھ کر میری ہتھکڑی کھلوائی۔ وہ کہہ رہے تھے، اس جزیرے پر ہوائی حملہ ہونے والا ہے۔ اس سے پہلے مجھے اور دونوں پارس کو ایک محفوظ مقام پر پہنچایا جائے گا۔ وہاں سے وہ ہمیں ہیلی کاپٹر میں جزیرے سے باہر لے جائیں گے۔"

خانم نے افسر کو دیکھ کر پوچھا: "کیا یہ درست کہہ رہی ہے؟"

"بالکل درست کہہ رہی ہے۔ آپ نے تجی کے لڑنے کا انداز اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میری توقع کے بالکل خلاف اس نے رہائی دلانے والوں پر حملہ کیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان سے ہتھیار چھین کر انھیں مار ڈالا۔ وہ تعداد میں تین تھے، تینوں مر گئے۔"

خانم نے تجی سے پوچھا: "تم نے اپنے حمایتیوں کو کیوں مار ڈالا؟"

"میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ آپ نے اور پارس نے میری جان بخشی تھی۔ یہ نئی زندگی آپ کی امانت ہے۔ میں التجا کرتی ہوں، آفاراری اور دونوں بیٹیوں کو لے کر یہاں سے کسی محفوظ مقام کی طرف چلی جائیں۔ دشمنوں کو آپ کی رہائش گاہ کا علم ہے، وہ یہاں ضرور بمباری کریں گے۔"

خانم سوچ میں پڑ گئی۔ افسر نے کہا: "آپ وقت ضائع نہ کریں۔ کاٹیج کا دروازہ توڑ کر دشمن دونوں پارس کو لے گئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سُپر ماسٹر کی طرف سے جلد ہی زبردست انتقامی کارروائی ہوگی۔"

خانم نے کہا: "بات سمجھ میں آرہی ہے۔ تم لوگوں کو ملنے والی اطلاع پر بھروسا کرنا چاہیے۔ حالات بھی کچھ ایسے ہی ہیں۔ ہمیں احتیاطاً یہاں نکل جانا چاہیے۔"

اس نے حکم دیا: "سلمان رازی کو اسٹریچر پر ڈال کر ایک ویگن میں پہنچایا جائے۔" وہ تھوڑی دیر کے لیے ایک کمرے میں گئی، جب باہر آئی تو اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ ہتھیاروں سے لیس تھی۔ پھر وہ قافلہ ایک ویگن میں وہاں سے روانہ ہوا۔ تجی اور افسر اپنی جیپ میں ان کے پیچھے چل پڑے۔ خانم اور سلمان رازی نے بُرے وقت کے لیے اُس جزیرے میں ضرور کوئی پناہ گاہ بنائی ہوگی۔ وہ شاید اسی طرف جا رہے تھے۔

میں پارس کے پاس آیا۔ وہ لوگ کاٹیج سے دو فرلانگ کے بعد ایک جیپ میں سوار ہو گئے تھے۔ اس میں چھ افراد کی گنجائش تھی۔ دو میرے بیٹے اور چار مسلح دشمن تھے۔ انھیں علی تیمور کی طرف سے اندیشہ نہیں تھا۔ وہ اُسے اپنا آدمی سمجھتے تھے اسی لیے اُسے اگلی سیٹ پر بٹھایا گیا تھا۔ پارس پچھلے حصے میں تین افراد کے نرغے میں تھا۔ میں ان کی آواز سن کر ان کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ میں نے دونوں بیٹوں سے کہا: "یہ جہاں جا رہے ہیں، وہاں ان کے آدمی کافی تعداد میں ہیں۔ لہٰذا راستے میں ہی نجات حاصل کر لو۔"

دُور سے کئی طیاروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر دھماکے سنائی دیے۔ میں نے ایک دشمن کے دماغ پر قبضہ جما کر اس سے فائرنگ کرائی۔ پیچھے بیٹھے ہوئے دو افراد ختم ہو گئے۔ ڈرائیو کرنے والے نے جیپ روک دی۔ وہ پلٹ کر فائرنگ کی وجہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اسے بھی ایک گولی نے تمام کر دیا۔

پارس نے فائرنگ کرنے والے سے تمام ہتھیار لے لیے۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ پریشان ہو گیا اور اپنے مُردہ ساتھیوں کو دیکھنے لگا۔ علی تیمور نے کہا: "وہاں سے اُٹھو اور اپنے آدمیوں کی لاشیں باہر پھینکو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ تیسری لاش پھینکتے وقت اس سے بھاگنے لگا لیکن وہ گولی سے تیز نہیں جا سکتا تھا۔ ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی۔ اس کے بھاگتے ہوئے قدم زمین سے اُکھڑے پھر وہ اوندھے منہ گر کر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ میں نے کہا: "جیپ ڈرائیو کرنے والے کے پاس نقشہ تھا، اسے لے کر دیکھو اور مغربی ساحل کی طرف جاؤ۔ خانم کا قافلہ اسی سمت گیا ہے۔"

علی تیمور نے لاش کی جیب سے قطب نما نکال کر دیکھا، بہت دُور پھر دھماکے سنائی دیے۔ اُس نے ایک سمت دیکھتے ہوئے کہا: "اس قطب نما سے پتا چلتا ہے مغربی ساحل پر بمباری ہو رہی ہے۔"

میں فوراً ہی تجی کے پاس پہنچا۔ اُس نے افسر کو پھر ریوالور کے ذریعے قابو میں کر رکھا تھا۔ میں نے اُس کی زبان سے پوچھا: "تم لوگوں کی گاڑیاں کیوں رُک گئی ہیں؟"

وہ بولی: "ہم جدھر جا رہے ہیں، اُدھر بمباری ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا: "مغربی ساحل پر رازی کی جتنی موٹر بوٹس اور لانچیں ہیں، انھیں دشمن تباہ کر رہے ہوں گے تاکہ یہ فیملی جزیرے سے فرار نہ ہو سکے۔"

"خانم راستہ بدل رہی ہے۔ کسی دوسری سمت جائے گی۔"

"تجی! اس کا راستہ روکو۔ شمالی ساحل پر خطرات زیادہ ہیں۔ میں افسر کے ذریعے فائرنگ شروع کرتا ہوں، تم جیپ سے نکل کر کسی درخت یا پتھر کی آڑ میں چلی جاؤ۔"

افسر نے جیپ میں رکھی ہوئی اسٹین گن اُٹھائی پھر وہاں سے اُتر کر ویگن کے پچھلے پہیوں پر فائر کرنے لگا۔ ویگن راستہ بدلنے کے لیے ایک سمت گھوم رہی تھی۔ اچانک دھماکے ہوئے۔ دونوں پہیے بے کار ہو گئے۔ افسر دوڑتا ہوا ایک درخت کی طرف جانے لگا۔ خانم کے آدمی ویگن سے نکل کر اس پر گولی چلانے لگے۔ وہ یکبارگی... چیخ مار کر لڑکھڑایا۔ اسٹین گن ہاتھ سے نکلی، پھر وہ زمین پر گر پڑا۔ ہم نے اس کم بخت سے بڑے کام لیے تھے، اب وہ کم بخت کسی کام کا نہیں رہا تھا۔

اُدھر ایک مسلح گارڈ، تجی کی فائرنگ سے ہلاک ہو گیا تھا۔ دوسرا گارڈ کہہ رہا تھا: "بیوقوف عورت! تم اکیلی ہو، ہتھیار پھینک کر سامنے آجاؤ۔ ورنہ حرام موت مرو گی۔"

"کیا ہتھیار پھینکنے کے بعد جو موت تم مجھے دو گے، وہ حرام نہیں ہوگی؟"

خانم نے پوچھا: "تمھاری سازش کامیاب ہوئی تم ہمیں جھگلے سے نکال کر یہاں لے آئیں۔ یقیناً تم سُپر ماسٹر کے لیے ایسا کر رہی ہو۔"

وہ بولی: "خانم! تم جزیرے کی مالکہ ہو، مگر عقل سے پیدل ہو۔ اگر میں سُپر ماسٹر کے لیے کام کرتی تو یوں تنہا نہ ہوتی۔"

"پھر ہم سے کیوں دشمنی کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم لوگوں نے پارس سے خواہ مخواہ دشمنی شروع کر دی ہے۔ میں زندگی کی آخری سانس تک پارس کی احسان مند رہوں گی۔ وہ یاسمینہ کو دل و جان سے چاہتا ہے۔ میں یاسمینہ سے پوچھتی ہوں، اس کا محبوب ایک طرف سُپر ماسٹر کے آدمیوں سے نمٹ رہا ہے، دوسری طرف اس کے والدین کی دشمنی بھگت رہا ہے۔ ایسے وقت کیا وہ اپنے محبوب کا ساتھ دینا چاہے گی؟ میں اس کے پاس جا رہی ہوں، کیا وہ میرے ساتھ چلے گی؟"

یاسمینہ نے ویگن کی کھڑکی سے سر نکال کر کہا: "میں اپنے پارس کے پاس جاؤں گی۔"

خانم اسے کھڑکی کے اندر کھینچ کر بولی: "شٹ اَپ! کیا دیوانی ہو گئی ہو، ماں باپ اور بہن کا ساتھ چھوڑنا چاہتی ہو؟"

"ممی! آپ کے ساتھ جزیرے کے ہزاروں فوجی ہیں، پارس اکیلا ہے، موت آئے گی تو میں اُس کے ساتھ مزا چاہوں گی۔"

خانم کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر تھا۔ اس کے ایک مؤدار کی آواز آرہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: "دشمن کے طیاروں نے مغربی ساحل کی ایک موٹر بوٹ اور ایک لانچ کو تباہ کر دیا ہے۔ ہمارے کئی آدمی مارے گئے ہیں، کئی زخمی ہو چکے ہیں، انھیں طبی امداد پہنچائی جا رہی ہے۔"

خانم نے حکم دیا: "جزیرے میں جتنے غدار عیسائی اور یہودی ہیں، انھیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دو۔ یہ آستین کے سانپ ختم ہو جائیں گے تو ہیلی کاپٹر یا پیراشوٹ سے اُترنے والے دشمنوں کو نابود کرنا آسان ہو گا۔"

ویگن کی آڑ میں کھڑے ہوئے گارڈز نے کسی کو للکار کر کہا: "تم بے بی یاسمینہ کو بہلا پھسلا کر یہاں سے نہیں لے جا سکو گی۔ ہماری بے بی نادان نہیں ہے۔ ہم تمھیں آخری وارننگ دیتے ہیں، ہتھیار پھینک کر سامنے آجاؤ۔"

تجی نے ایک گولی چلائی، بولنے والا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ وہ بولی: "میرے پاس ہینڈ گرینیڈ ہیں۔ صرف ایک ہی پھینکوں گی تو تم سب ویگن سمیت تباہ ہو جاؤ گے۔ میں تم لوگوں کو ویگن سے نکل کر جانے بھی نہیں دوں گی۔"

کیا آپ جانتے ہیں کہ مٹاپا غم کم کر دیتا ہے؟

آپ چاہتے ہیں کہ آپ ایک سڈول اور صحت مند جسم کے مالک ہوں؟

ان خواتین کیلئے بھی جو ایک شاداب اور متناسب جسم چاہتی ہیں!

ہزاروں ماہر ڈاکٹروں طب کی آراء کی روشنی میں مرتب کردہ کتاب

موٹاپا — چند حقائق

موٹاپے کو کیوں ہو جاتے ہیں

وٹامن اشیاء اور موٹاپا

خوراک اور موٹاپا

تعلیری پروگرام

مضر اشیاء

ورزشیں

اور وہ سب کچھ جو آپ کو موٹاپے کے عذاب سے نجات دلا کر ایک صحت مند جسم کا حصول ممکن ہے

تو کتاب

موٹاپا

اور اس کا سدباب

کامطالعہ کریں

قیمت ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ الگ

مکتبہ جمال نفیسا پوسٹ بکس ۹۴۴۰ کراچی ۱

اس سے پہلے ہی موت کے دھماکے شروع ہو جائیں گے۔"

خانم اپنی فیملی کو موت سے بچانا چاہتی ہے تو یاسمینہ کو خالی ہاتھ یہاں بھیج دے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر کمی نے کہا "میں جانتی ہوں، تم ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے وفاداروں کو یہاں بلا رہی ہو۔ بہت بڑی حماقت کر رہی ہو۔ ذرا عقل سے سوچو، جب تم میرے لیے موت کو اٹل بنا دو گی تو میں تم لوگوں کو کیسے زندہ چھوڑ دوں گی؟ مرتے مرتے بھی ہینڈ گرینیڈ کے ذریعے تم سب کے چیتھڑے اڑا دوں گی۔ میں دس تک گنتی ہوں۔ اس کے بعد جو ہو گا، اس کی ذمے داری مجھ پر نہیں ہو گی۔"

پھر اس نے گنتی شروع کی "ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔۔۔"

خانم نے پوچھا "جس یاسمینہ کو پارس کے پاس لے جانے آئی ہو، کیا اسے بھی ہمارے ساتھ مار ڈالو گی؟"

"یاسمینہ کی موت سے پارس کو صدمہ ہو گا۔ لیکن مرنے والوں کے لیے لوگ کتنے دن روتے ہیں؟ آخر صبر آ جاتا ہے۔ پانچ۔ چھ۔ سات۔ آٹھ۔۔۔"

دیوان کا دروازہ کھل گیا۔ چاندنی میں یاسمینہ دکھائی دی۔ وہ خالی ہاتھ تھی۔ آہستہ آہستہ بڑھتی ہوئی پوچھ رہی تھی "تم کہاں ہو؟ میں آ رہی ہوں۔"

"سیدھی چلی آؤ۔"

وہ بہت دور تک سیدھی چلتی رہی۔ کتنے ہی درخت اس پاس سے گزر گئے، دیوان نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس نے پوچھا "آخر تم کہاں ہو؟"

"میں زیادہ دور نہیں ہوں۔ اپنے دائیں طرف مڑ جاؤ۔ پھر اسی سمت چلتی رہو۔ میں تمہیں دیکھ رہی ہوں۔"

وہ دائیں جانب مڑنے کے بعد اسی سمت چلتے ہوئے بولی "تم سامنے کیوں نہیں آتیں؟"

جواب میں گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ ایک گلا ڈکی آخری چیخ دور تک گونجتی ہوئی گئی۔ کمی نے کہا "تمہارے باپ کے وفادار تمہارے آس پاس چھپ کر آ رہے ہیں۔ میں گوریلا جنگ لڑنا جانتی ہوں۔ تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ تمہارے سامنے کیوں نہیں آ رہی ہوں۔"

وہ جہاں سے بول رہی تھی، ادھر کئی جگہ سے فائرنگ ہوئی۔ پھر چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ خیال تھا کہ کمی ماری گئی ہے یا زخمی ہو گئی ہے۔ گھنے درختوں کے باعث چاند کی روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔ دور تک گھرے سائے تھے۔ کتنے ہی سائے دوڑتے ہوئے دکھائی دیے، پھر جوابی فائرنگ ہوئی۔ دوڑنے والے دو سائے اچھل کر گر پڑے۔ کمی کی آواز سنائی دی "میں ہر بار بولنے کے بعد جگہ بدل دیتی ہوں۔ یاسمینہ! تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ تم پر کوئی گولی نہیں چلائے گا۔ تم سیدھی آتی رہو۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ یاسمینہ کی حفاظت کرنے والے اس پر گولی چلا رہے تھے اور وہ جوابی فائرنگ کر رہی تھی۔ یاسمینہ کو دونوں طرف سے تحفظ حاصل تھا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ جزیرے میں پیدا ہوئی تھی، وہیں جوان ہوئی تھی۔ وہاں کے چپے چپے سے واقف تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جزیرے کے کس حصے سے گزر رہی ہے اور کس سمت جا رہی ہے لیکن کب تک چلتے رہنا ہو گا؟ یہ نہیں جانتی تھی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد اس نے بیزار ہو کر کہا "ممی! میں ایک چٹان کے آس پاس آ کر رک گئی ہوں۔ کوئی ادھر گولی نہ چلائے۔ میں اب آگے نہیں بڑھوں گی۔"

جواب میں پارس کی آواز سن کر وہ خوشی سے کھل گئی۔ وہ کہہ رہا تھا "یاسمینہ! میں آ گیا ہوں۔ کمی کی چال کو سمجھو، ہم مطمئن تم سے دور ہیں۔ تم اپنے باپ کے وفاداروں سے اور ماں سے کہو، تمہارے پیچھے نہ آئیں۔"

یاسمینہ نے کہا "میں تمام وفاداروں کو حکم دیتی ہوں، وہ واپس چلے جائیں۔"

خانم ہی کو سنتی ہوئی آواز سنائی دی "کوئی واپس نہیں جائے گا۔ یاسمینہ! تم واپس آؤ۔ اب ہماری طرف کوئی ہینڈ گرینیڈ نہیں پھینکے گا۔ ہم محفوظ ہیں، میری بچی یاسمینہ! واپس آ جاؤ۔"

وہ بولی "ممی! تھوڑی سی عقل مجھ میں بھی ہے۔ آپ نے پارس سے دشمنی کی ہے۔ میں اس کا ساتھ دوں گی تو آپ اور ڈیڈی میری خاطر اسے دوست بنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ آپ میری واپسی کا خیال دل سے نکال دیں اور اپنے وفاداروں کے ساتھ ڈیڈی کو خفیہ پناہ گاہ میں لے جائیں۔ میں یقین دلاتی ہوں، پارس کبھی دشمن بن کر اس خفیہ پناہ گاہ کی طرف نہیں آئے گا۔"

میں خیال خوانی کے ذریعے کبھی پارس اور علی تیمور کے پاس اور کبھی رسنتی کے پاس آتا تھا۔ وہ اب ایک دوسرے سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھے، کسی وقت بھی مل سکتے تھے۔ میں نے سپر ماسٹر کے ذریعے جن اہم افراد کے دماغوں میں جگہ بنائی تھی ان کے ذریعے مجھے تین ایسے خفیہ اڈوں کے متعلق معلومات حاصل ہونے والی تھیں جہاں ٹرانسفارمر شین کے نقشے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے دونوں بیٹیوں سے کہا "میں سپر ماسٹر کے ذریعے اہم خفیہ اڈوں تک پہنچنے والا ہوں۔ مجھے یقین ہے، تم دونوں حالات پر قابو پا لو گے۔"

انھوں نے کہا کہ میں اطمینان سے جاؤں، ان کی فکر نہ کروں۔ اگر دوسری جگہ دن رات کی مصروفیت رہے تو آدھر ان کی خیریت معلوم کرتا رہے گا لیکن ان کی ماما رسنتی کو ان کے دماغوں میں آنے سے روکا جائے ورنہ وہ ممتا کی ماری پھر کچھ گڑبڑ کریں گی۔ میں نے رسنتی کو سختی سے منع کیا۔ وہ بولی "ایک ماں ایسی پابندی برداشت نہیں کر سکتی۔"

میں نے کہا "ایک ماں کو کچھ قربانیاں بھی دینا پڑتی ہیں۔ تمہارے وہاں نہ جانے میں ہی دونوں بیٹوں کی بھلائی ہے۔ تمہیں زیادہ پریشانی ہو تو آدھر سے ان کی خیریت۔۔۔ دریافت کر لینا۔"

آدھر نے بھی رسنتی کو سمجھایا کہ دونوں پارس دو طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں، انھیں اپنے طور پر ان سے نمٹنے دیا جائے۔ مختصر یہ کہ میں جزیرے سے چلا آیا۔ ابھی سپر ماسٹر کی حکومت سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ جزیرے سے میرے بیٹوں کو اغوا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ میں اس حکومت کے اعلیٰ عہدے داروں کی دانست میں غافل تھا۔ ابھی میں نے ٹیلی پیتھی جاننے والے سپر ماسٹر کو چھیڑا نہیں تھا اور تین خفیہ اڈوں تک پہنچنے سے پہلے چھیڑنے کا ارادہ بھی نہیں تھا۔ وہ سب تذبذب میں تھے، انھیں شبہ تھا کہ میں ہمارے سپر ماسٹر کے دماغ تک پہنچ گیا ہوں لیکن یہ بھی معلوم تھا کہ میں خود بیمار ہوں اور خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ ایسی ہی خوش فہمیوں اور غلط فہمیوں کے ذریعے حالات اور واقعات کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔

یاسمینہ، پارس کی آواز سننے کے بعد چٹان کے پاس ٹھہر نہ سکی۔ اس کی آواز کی سمت جانے لگی۔ علی تیمور نے کہا "ایسا تمام رات ہوتا رہے گا۔ یاسمینہ تمہاری طرف بڑھتی رہے گی اور خانم اس کے پیچھے آتی رہے گی۔ میں دوسری سمت جا رہا ہوں، ادھر سے فائرنگ کر کے خانم اور اس کے وفاداروں کو اپنی طرف بلاؤں گا۔"

وہ پارس سے الگ ہو کر درختوں اور پتھروں کی آڑ لیتا ہوا کہیں نیم تاریکی میں گم ہو گیا۔ وہاں پہلے ہی کئی اور پارس دو مختلف سمتوں سے فائرنگ کر رہے تھے۔ جب علی تیمور نے تیسری سمت سے فائرنگ شروع کی تو خانم اور اس کے وفادار اپنی جگہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ انھیں یاسمینہ سے دور ہونا پڑا۔ وہ ایک گائڈ کے بغیر نہ کہیں جا سکتے تھے نہ کسی جگہ رک سکتے تھے کیوں کہ سلمان رازی غائل پڑا ہوا تھا۔ اسے اپنے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا ایک مسئلہ بن گیا تھا۔

پارس نے آواز دی "یاسمینہ! میری آواز کی سمت آؤ۔"

یہ کہتے ہی وہ اپنی جگہ چھوڑ کر ذرا دور ایک درخت کے پیچھے آ گیا۔ اگر دشمن شوٹنگ ٹارگٹ کے فاصلے پر تھے تو ضرور اس کی آواز پر گولی چلا لیتے۔ ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ آواز کی سمت گولی نہیں آئی۔ یاسمینہ دیوانہ وار دوڑتی ہوئی آئی۔ پارس نے آواز دی "میں ادھر نہیں، ادھر ہوں۔"

اس نے آواز کی سمت ایک درخت کو دیکھا۔ وہ کچھ فاصلے پر تھا مگر صرف درخت تھا، وہ نہیں تھا۔ اس نے پاؤں پٹخ کر پوچھا "کیا مجھ سے آنکھ مچولی کھیل رہے ہو؟ دیکھو میں تمہارے لیے اپنا میکا چھوڑ کر آئی ہوں۔"

"جس درخت کو دیکھ رہی ہو، اسی کے سائے میں چلی آؤ۔"

وہ دوڑتی ہوئی آ گئی، چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگی۔ "پارس! تم کہاں ہو؟"

"میں زمین اور آسمان کے بیچ میں ہوں۔"

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ درخت کی ایک شاخ پر بیٹھا اس کی طرف جھکا ہوا کہہ رہا تھا "ہاتھ بڑھاؤ۔"

اس نے دونوں ہاتھ اٹھا لیے، پارس اس کے ہاتھوں کو تھام کر اوپر اٹھانے لگا۔ وہ گھبرا کر بولی "یہ کیا کر رہے ہو؟"

"میری جان! آسمان مہربان ہے اور زمین پر گولے برس رہے ہیں۔ اب پیار کرنے والوں کے لیے یہی جگہ رہ گئی ہے۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، پارس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی میں کہا "منہ سے آواز نہ نکالنا۔ ایک ذرا حرکت نہ کرنا۔ یہ پتوں میں چھپی رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ آہستگی سے اٹھ کر دو شاخوں پر پاؤں جما کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھوں میں اسٹین گن سنبھال کر نیچے دیکھنے لگا۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز قریب آ رہی تھی۔ دونوں بھائیوں کی قوت سماعت کو اس قدر تیز اور حساس بنایا گیا تھا کہ وہ دور کی آہٹ کو بھی سن لیتے تھے۔ وہ آنے والے اسی درخت

کے نیچے آکر رُک گئے تھے، وہ صرف دو تھے ایک نے کہا: "وہ کہاں غائب ہوگئی، میں نے اسی درخت کے پاس دیکھا تھا۔"

دوسرے نے کہا: "تمہیں دھوکا ہوا ہے۔"

"کیسی بات کرتے ہو، میں نے دُوربین سے دیکھا تھا یہ درخت کا تنا ذرا سا کھوکھلا ہے، لڑکی یہیں تھی۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ سلمان رازی کی بیٹی ہوگی۔"

"اگر وہ ہاتھ آجائے تو سُپر ماسٹر خوش ہوجائے گا۔"

ایک نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ پارس بالکل تیار تھا۔ لیکن سر اُٹھا کر دیکھنے والا مایوس ہوگیا تھا۔ درخت گھنا تھا بے شمار پتوں نے انھیں چھپا رکھا تھا۔ چاند کی روشنی کافی نہیں تھی۔ وہ ٹارچ کے ذریعے دیکھ سکتے تھے مگر ٹارچ نہیں ہوگی یا اُسے روشن کرکے وہ کسی کی گولی کا نشانہ نہیں بننا چاہتے ہوں گے۔

اُس جزیرے میں آج سب ہی کا رات جاگا تھا۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک سب ہی دوڑتے بھاگتے، مارتے اور مرتے پھر رہے تھے۔

درخت کے سائے میں کھڑے ہوئے دونوں مسلح افراد اُچھل کر تنے کی آڑ میں چلے گئے۔ ایک گاڑی کی آواز قریب آرہی تھی۔ پھر کوئی بیس یا تیس گز کے فاصلے پر ایک جیپ آکر رُک گئی۔ اس میں چھ مسلح افراد نظر آرہے تھے۔ اس میں سے دو افراد اُتر کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔ ایک نے جیپ کے اندر سے بوتل اُٹھائی پھر اُسے کھول کر چند گھونٹ پینے کے بعد مُنہ بنا کر بولا: "اگر وہ دونوں بھاگ کر کہاں جاسکتے ہیں۔ سلمان رازی بھی ان کا دُشمن ہوگیا ہے۔ ہم بھی انھیں جزیرے کے آخری سرے تک نہیں چھوڑیں گے۔"

اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے کال کیا جارہا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "بیلی کاپٹر آچکا ہے۔ دونوں پارس کہاں ہیں؟ اوور۔"

"ہم تلاش کررہے ہیں، وہ جلد ہی ہمارے ہاتھ آجائیں گے۔ اوور۔"

"ہم جس ٹیم سے رابطہ قائم کرتے ہیں، وہ یہی کہتی ہے کہ انھیں تلاش کیا جارہا ہے۔ آخر وہ کب ہاتھ آئیں گے؟ شمالی ساحل پر سلمان رازی کے وفادار دل کا دباؤ بڑھ رہا ہے۔ ہیلی کاپٹر یہاں زیادہ دیر رُک نہیں سکے گا۔ ہم زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے تک انتظار کریں گے۔ اوور اینڈ آل۔"

چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی، وہ ایک بوتل سے باری باری پی رہے تھے۔ درخت کی آڑ میں کھڑے ہوئے دو میں سے ایک شخص نے کہا: "گولی نہ چلانا، ہم تمہارے آدمی ہیں۔"

اس نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ پھر اپنے ساتھی کے ساتھ درخت کے پیچھے سے نکل آیا۔ کہنے لگا: "ہم نے تھوڑی دیر پہلے یہاں ذرا فاصلے پر دونوں پارس اور سلمان رازی کی فیملی کے درمیان فائرنگ ہوتے دیکھی تھی۔"

جیپ والے ایک شخص نے پوچھا: "کیا تم لوگوں نے دونوں پارس کو ادھر دیکھا ہے؟"

"ہم نے آنکھوں سے نہیں دیکھا مگر خانم اپنی بیٹی کو پارس کے پاس جانے سے منع کررہی تھی۔ ایک بار پارس نے بھی آواز سنائی دی۔ جلد ہی خانم کو اپنے آدمیوں کے ساتھ میدان چھوڑ کر جانا پڑا۔ کیوں کہ اُن پر تین طرف سے فائرنگ ہورہی تھی۔"

تعجب سے پوچھا گیا: "تین اطراف سے کیسے فائرنگ ہوسکتی ہے، وہ صرف دو بھائی ہیں۔ کیا انھوں نے اپنے حمایتی پیدا کرلیے ہیں؟"

"یہی بات ہوسکتی ہے۔ خانم کے جانے کے بعد میں نے دوربین سے دیکھا، میدان صاف ہوگیا تھا۔ کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ بڑی دیر بعد ایک لڑکی اس درخت کے پاس دکھائی دی۔ وہ سلمان رازی کی بیٹی ہوگی۔ ہم اِدھر آئے تو وہ غائب ہوچکی تھی۔"

جیپ والے نے گھور کر پوچھا: "کیا تم کوئی جادو ئی واقعہ سُنا رہے ہو؟"

دوسرے جیپ والے نے کہا: "ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ اگر وہ رازی کی بیٹی تھی تو اس کے ساتھ دونوں پارس بھی ہوں گے۔"

ان کا اطمینان ختم ہوگیا۔ وہ اپنے اپنے ہتھیار سنبھال کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگے۔ دُور جہاں چاندنی تھی، وہاں تک دُوربین سے بھی دیکھا جارہا تھا۔ پھر خانم سے گولی چلی۔ دُوربین سے دیکھنے والے کی پیشانی میں سوراخ ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی ہر طرف سے فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں۔ سلمان رازی کے وفادار بڑی دیر سے چُپ چاپ انھیں گھیر رہے تھے اور اب ہر طرف سے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کررہے تھے۔ جیپ والوں نے بھاگتے ہوئے جوابی فائرنگ کی مگر ان میں سے ایک بھی نہ بچ سکا۔ دیکھتے ہی

بھتے سب فنا ہوگئے، صرف ایک شراب کی بوتل رہ گئی، وہ جیپ کے مڈگارڈ پر ترچھی پڑی ہوئی تھی اور اس میں سے شراب ایک پتلی سی دھار کی صورت میں گرتی جارہی تھی اور زمین پر پڑی ہوئی ایک لاش کے چہرے کو دھوتی جارہی تھی۔ اس پینے والے کا آخری غسل بھی شراب سے ہورہا تھا۔

کامیاب حملہ کرنے والے فاتحانہ محتاط انداز میں قدم بڑھاتے ہوئے آئے، وہ تعداد میں دس تھے۔ ایک نے کہا: "وہ لوگ بے بی یاسمینہ کو یہاں سے لے گئے ہیں۔ ہمیں خانم کے حکم کے مطابق شمالی ساحل کی طرف جانا چاہیے۔"

وہ اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر چلے گئے۔ پارس آہستگی سے یاسمینہ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ وہ بولی: "تم اپنے بھائی کے ساتھ کب تک اور کہاں تک بھاگتے رہو گے؟ یہاں جتنی بھی پناہ گاہیں ہیں، وہاں ڈیڈی کے وفادار پہنچ گئے ہوں گے تاکہ ہمیں کہیں پناہ لینے کی مناسب جگہ نہ ملے۔"

"کیا تم خوف زدہ ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ میں تمہارے ساتھ جینے اور تمہارے ساتھ مرنے آئی ہوں۔"

"تو پھر اطمینان رکھو، میں اپنی کوششوں کی حد تک تمہیں مرنے نہیں دوں گا اور نہ ہی تمہارا سر جھکنے دوں گا۔ انشاءاللہ! تم اپنے فیصلے پر نہیں پچھتاؤ گی۔"

"تم اتنے مطمئن کیسے ہو؟ آخر تم نے کچھ تو سوچا سمجھا ہوگا؟"

"میں یہ بات اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ اس جزیرے میں تمہارے باپ کے اقتدار کا سورج ڈوب چکا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"ایسے کہ یہاں دو بڑی طاقتوں کی جنگ شروع ہو چکی ہے، ایک طاقت نئے سُپر ماسٹر کی ہے، دوسری طاقت ہمارے پاپا کی۔ سپر ماسٹری حکومت نے لیبیا کے خلاف محاذ آرائی کے لیے یہ جزیرہ تمہارے ڈیڈی کو دیا تھا۔ تمہارے ڈیڈی اب اُن کے لیے قابلِ اعتماد نہیں رہے اب وہ سلمان رازی کی جگہ دوسرا مُہرہ یہاں لائیں گے تاکہ یہاں سے لیبیا میں دہشت گردی اور تخریب کاری کا سلسلہ جاری رہے۔ دوسری اہمیت ہم بھائیوں کی ہے۔ پاپا ہمیں سُپر ماسٹر کے ہاتھوں میں جانے نہیں دیں گے اور اس جزیرے سے دہشت گردوں کا خاتمہ کریں گے۔ اس طرح یہ جنگ ہمارے پاپا اور سُپر ماسٹر کے درمیان ہورہی ہے۔ تمہارے ڈیڈی کی اب کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

وہ خاموش ہوگیا، پھر آہٹ سُنائی دے رہی تھی۔ ذرا دیر بعد ہی کچھ اور علی تیمور نظر آئے، وہ محتاط انداز میں جیپ کی طرف جارہے تھے۔ پارس نے آواز دی: "علی! گولی نہ چلانا۔ ہم آرہے ہیں۔"

کچھ اور علی تیمور دونوں ہی چونک کر اُچھل پڑے تھے۔ علی فوراً ہی آواز کی سمت معلوم کرکے گولی چلاتا تھا اور اُس نے ریوالور کا رُخ ٹھیک اسی درخت کی شاخ کی طرف کیا تھا مگر بھائی کی آواز نے اُسے روک دیا تھا۔ پارس نے یاسمینہ کا ہاتھ تھام کر اسے شاخ سے نیچے اتارا پھر کود کر نیچے آیا۔ علی تیمور نے کہا: "تمہیں تلاش کرتے کرتے ہم دُور چلے گئے تھے۔ پھر اِدھر مسلسل فائرنگ کی آواز سُن کر واپس آگئے۔ کیا یہ لاشیں تم نے گرائی ہیں؟"

پارس نے اسے مختصر طور پر بتایا کہ وہ سُپر ماسٹر کے آدمی تھے سلمان رازی کے دس آدمیوں نے انھیں گھیر کر مار ڈالا۔ وہ لوگ ان بھائیوں کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔

جیپ والوں کا ٹرانسمیٹر سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔ اس میں سے اشارہ موصول ہورہا تھا۔ علی تیمور نے اُسے اُٹھا کر آپریٹ کیا۔ پارس ان کے کوڈ ورڈز سُن چکا تھا۔ اس نے وہ کوڈ ورڈز دُہرائے۔ دوسری طرف سے کہا گیا: "بڑے افسوس کی بات ہے۔ تم لوگ دو بھائیوں کو نہ پکڑ سکے۔ سلمان رازی کے سپاہیوں نے ہمارے تمام آدمی مار ڈالے ہیں۔ شمالی ساحل پر ہم نہیں رہ سکتے تھے اس لیے ہیلی کاپٹر پرواز کرچکا ہے۔ ہم جارہے ہیں۔ تم لوگ ہتھیار ڈال دو۔ سُپر ماسٹر سلمان رازی کو چین سے بیٹھنے نہیں دے گا۔ جلد ہی تم لوگوں کو رہائی مل جائے گی۔ اوور۔"

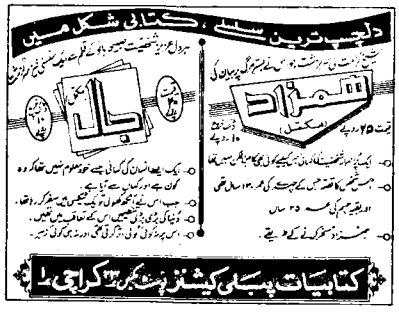

علی تیمور نے کہا "یہاں سے جا رہے ہو، بڑا احسان کر رہے ہو، تمھارے آدمی ہتھیار ڈالنے سے پہلے ہی زمین پر سو رہے ہیں۔ کیوں کہ آدمی کو آخری نیند مٹی میں ہی آتی ہے، اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا اور کیبی کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پارس نے پچھلی سیٹ پر یاسمینہ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا "کہاں چلنے کا ارادہ ہے؟"

وہ جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "ہم جہاں جائیں گے، مسلح دشمنوں سے سامنا ہوتا رہے گا۔ ہمارے لیے ایک پناہ گاہ ضروری ہے۔"

یاسمینہ نے کہا "یہاں کی کئی پناہ گاہیں میرے علم میں ہیں لیکن وہاں ڈیڈی کے مسلح وفادار ہوں گے۔"

علی نے کہا "ہمیں اُن کی پروا نہیں ہے۔ تم کسی ایسی پناہ گاہ کی طرف رہنمائی کرو جہاں ہمیں ہتھیار اور کھانے پینے کی چیزیں مل جائیں۔"

"ہماری ہر پناہ گاہ میں یہ ضروری چیزیں موجود ہیں۔ بعض پناہ گاہوں کے چور راستے بھی ہیں۔"

"ان چور راستوں کا علم ہمارے ڈیڈی اور ان کے سپاہیوں کو بھی ہوگا۔ وہ راستے ہمارے لیے مصیبت بن جائیں گے۔ کوئی ایسی جگہ بتاؤ، جہاں سے ہم چاروں طرف نظر رکھ سکیں۔"

وہ بولی "جزیرے کے چاروں طرف ایسے مورچے بنے ہوئے ہیں جہاں سپاہی محفوظ بھی رہتے ہیں اور چھت پر وہ کر کسی طرف سے بھی آنے والے دشمن کو دیکھ کر ٹھکانے لگا دیتے ہیں۔"

"یہ ہمارے کام کی جگہ ہے۔ ایسے ہی کسی مورچے کی طرف لے چلو۔"

وہ مشرقی ساحل کی طرف اُن کی رہنمائی کرنے لگی۔

صبح کے پانچ بج رہے تھے۔ سلمان رازی مدہوشی اور گہری نیند سے واپس آ رہا تھا۔ زرینہ اور خانم جاگ رہی تھیں۔ بار بار ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے وفادار وں سے پوچھ رہی تھیں کہ وہ یاسمینہ کو واپس لانے میں کامیاب ہو گئے ہیں یا نہیں؟ انھیں ہر بار مایوس کُن جواب ملتا تھا۔ سلمان رازی کے کراہنے کی آواز سُن کر ماں بیٹی اس کے پاس آئیں۔ وہ آنکھیں کھول کر سوچتی ہوئی نظروں سے تنبو کی چھت کو تک رہا تھا۔ خانم نے لیموں کے رس سے بھرا ہوا گلاس بڑھاتے ہوئے کہا "اسے پی لو، طبیعت سنبھل جائے گی۔"

وہ اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا "یہ تو ہماری خفیہ پناہ گاہ ہے۔ ہم یہاں کیوں ہیں؟"

"سُپر ماسٹر نے جزیرے پر حملہ کر دیا ہے، تم گرفتار ہوتے ہوتے بچے ہو۔ پارس ہماری یاسمینہ کو لے گیا ہے لیکن وہ جزیرے سے باہر نہیں جا سکے گا، تم اسے پی لو۔"

اُس نے گلاس کو ایک ہاتھ مار کر دور پھینکتے ہوئے کہا "ہم پر اتنی تباہی آ گئی اور میں مدہوش پڑا رہا۔ یہ اُن کی سوچی سمجھی اسکیم تھی۔ وہ مجھے مدہوش کر کے میری بیوی اور بیٹیوں کو دربدر بھٹکانا چاہتا تھا۔ اس نے ایک خاص منصوبے کے مطابق یاسمینہ کو اغوا کیا ہے۔"

زرینہ نے کہا "ڈیڈی ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ پارس نے مجھے اغوا نہیں کیا تھا۔ اس نے اپنے ہی بھائی کے جال سے مجھے نکالا تھا۔ اس نے آپ کو مدہوش نہیں کیا۔ آپ نے ہی اُسے مقابلے پر مجبور کیا تھا۔"

وہ گرج کر بولا "بکواس مت کرو۔ کیا تمھاری مال غلط کہہ رہی ہے کہ اس نے یاسمینہ کو اغوا کیا ہے؟"

"اس نے میری بہن کو اغوا نہیں کیا، اپنی سلامتی اور تحفظ کی ضمانت بنایا ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں جب وہ واپس آئے گی تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا ہوگا۔"

خانم نے ایک گہری سانس لے کر کہا "یہ دونوں لڑکیاں ان لڑکوں پر مرمٹی ہیں۔ اب تو میں بھی کہتی ہوں ذرا ٹھنڈے دماغ سے کام لے کر پارس اور علی سے دوستی کر لیں۔ پھر پہلے منصوبے کے مطابق تو یمی علی کو ذریعے اپنا تابع دار بنا لیں۔"

سلمان رازی ایک طرف گھورتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ خانم نے کہا "آج آپ دونوں بھائیوں سے ٹکرائیں گے، کل ان کا باپ جزیرے میں پہنچے گا تو کیا ہوگا؟ اس سے پہلے بیٹوں کو اپنی غلامی میں لینا بہت ضروری ہے۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا "میں طاقت اور اقتدار کے نشے میں سیاسی چالیں چلنا بھول جاتا ہوں۔ اگر میں پارس کے ساتھ پینے کا مقابلہ نہ کرتا تو ابھی تک دونوں بھائیوں پر تنویمی عمل کر چکا ہوتا۔ وہ اس طرح باغی نہ ہوتے، میرے غلام اور میری بیٹیوں کے فرماں بردار ہوتے۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ میں بگڑی ہوئی بات بنا سکتا ہوں۔"

وہ اُٹھ کر ٹرانسمیٹر کے پاس آیا۔ پھر اسے آپریٹ

کرنے کے بعد بولا "میں تمھارا آقا سلمان رازی بول رہا ہوں۔ جزیرے کے تمام وفاداروں کو بتا دو، میں ہوش میں آ گیا ہوں۔ پارس اور علی تیمور تک یہ پیغام پہنچاؤ کہ رازی تمھارا بزرگ اور دوست ہے اور یہ زبان دیتا ہے کہ اس کی ذات سے دونوں کو کبھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ یاسمینہ کے ساتھ واپس آ جائیں۔"

اس نے کئی ماتحت افسروں کو یہ پیغام پہنچانے کا حکم دیا۔ پھر ٹرانسمیٹر کو آف کر کے بولا "سُپر ماسٹر تو یہ دشمنی نبھانے پر تُلا ہوا ہے۔ اب میں ماسک مین سے دوستی کروں گا۔ میرے دہشت گرد اب سُپر ماسٹر کے حمایتی ملکوں میں تخریبی کارروائیاں کریں گے۔ اُس نے جو گڑھا لیبیا کے لیے کھودا تھا، آئندہ خود اس میں گرے گا۔"

وہ چکرا کر بیٹھ گیا۔ خالص دشمنی کا نشہ نہیں رہا تھا مگر کچھ اثرات رہ گئے تھے۔ خانم نے لیموں کا دوسرا گلاس لا کر دیا۔ اس نے ایک ہی سانس میں اُسے خالی کر دیا۔ کچھ فاصلے پر زرینہ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بیٹی کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ خانم نے کہا "میری یہ بیٹی یاسمینہ سے زیادہ سمجھ دار ہے۔ یہ علی تیمور کو چاہتی ضرور ہے لیکن ماں باپ کو زیادہ اہمیت دیتی ہے۔"

زرینہ نے کہا "ممی! یاسمینہ بھی آپ دونوں کو اہمیت دیتی ہے۔"

"میں تم سے زیادہ جانتی ہوں۔ پارس کی طرف جاتے وقت اسے ہمارے پاس واپس آنے کے بہت سے مواقع ملے تھے مگر وہ نہیں آئی۔"

"ممی! اگر علی تیمور مجھے بلاتا تو میں بھی اس کے پاس چلی جاتی۔ ایسے وقت میں بھی واپس نہ آتی۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"میں سوچ سمجھ کر بول رہی ہوں۔ وہ دونوں ہم بہنوں کو جزیرے سے باہر نہیں لے جا سکتے تھے۔ ہم اپنی محبت سے انھیں آپ کے پاس آنے پر راضی کر لیتے۔ مجھے یقین ہے، یاسمینہ بھی یہی کرے گی اور پارس اتنا سمجھ دار ہے کہ وہ آپ سے دشمنی کر کے یاسمینہ کا دل نہیں دُکھائے گا۔"

خانم نے مسکرا کر اپنے شوہر کو دیکھا پھر کہا "میری بیٹیاں ابھی سے اتنی سمجھ دار ہیں کہ اپنے شوہروں کو اپنے دلدار کا تابع دار بنائے رکھنے کے گُر جانتی ہیں۔ مجھے اس بات کا دُکھ ہے کہ وہ کم بخت علی تیمور اسے پسند نہیں کرتا۔"

سلمان رازی نے کہا "اس کا تو باپ بھی اسے پسند کرے گا۔ یہ یاسمینہ سے کسی بات میں کم نہیں ہے۔ دراصل علی تیمور مزاج میں پارس سے مختلف ہے۔ اس کی طبیعت میں سنجیدگی ہے۔ اسے جو کرنا ہوتا ہے چپ چاپ کر گزرتا ہے۔ جب میں اپنے عمل سے اُسے زرینہ کی طرف مائل کروں گا تو پھر وہ اسے دل و جان سے چاہنے لگے گا۔"

زرینہ خوش ہو کر بولی "ڈیڈی! میں بچپن سے جس بات کی ضد کرتی آئی ہوں، آپ اسے پورا کرتے آئے ہیں۔ یہ میری آخری ضد، آخری خواہش ہے۔ آپ علی تیمور پر عمل کرنے میں دیر نہ کریں۔ مجھے ڈر ہے، وہ کہیں ہاتھ سے نکل نہ جائے۔"

"بیٹی! وہ کہیں نہیں جائے گا۔ میں اُسے جزیرے..."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ وہ اسے آپریٹ کرتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے بولا "رپورٹ دو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "آقا! دونوں بھائیوں نے مشرقی ساحل کے مورچے سے ہمارے سپاہیوں کو پسپا کر دیا ہے۔ اب اس مورچے پر ان کا قبضہ ہے۔"

"ناں سنس! وہاں میرے ایک سو پچیس سپاہی طرح طرح کے ہتھیاروں سے لیس رہتے ہیں۔ تم مجھے فلمی اسٹوری سُنا رہے ہو کہ دو جوانوں نے پوری ایک فوج کو مورچا چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ کیا اسے عقل تسلیم کرتی ہے؟"

"حضور! میری پوری بات سُن لیں۔ ہمارے سپاہی ان پر بھرپور جوابی حملے نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ ان کے ساتھ بے بی یاسمینہ ہے۔ خدانخواستہ کوئی گولی ہماری بے بی کو بھی لگ سکتی تھی۔"

"او آئی سی۔ انھوں نے یاسمینہ کو سامنے رکھ کر ہمارے ایک مورچے پر قبضہ جمایا ہے۔ کوئی بات نہیں، میں اُدھر آ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر رکھ کر دوسرے کمرے میں لباس تبدیل کیا۔ فوجی طرز کے جوتے پہنے، کمر سے کارتوس کی پیٹی باندھی، ہولسٹر میں ریوالور رکھا، کمر سے ایک شکاری چاقو لٹکایا، شانے سے اسٹین گن لٹکائی، پھر پناہ گاہ سے باہر آیا۔ وہاں بے شمار مسلح افراد آقا رازی زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ اس کی روانگی کے لیے کئی گاڑیاں ایک قطار میں کھڑی ہوئی تھیں۔ خانم اور زرینہ ایک گاڑی کے پاس اس کا انتظار کر رہی تھیں رات کی تاریکی چھٹ گئی تھی، دن نکل آیا تھا۔ خانم نے اک ٹرانسمیٹر

اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے اسے لے کر سُنا، ایک ماتحت افسر ہیلی کاپٹر میں پرواز کرتے ہوئے کہہ رہا تھا: "آقا! صبح سویرے غوش خبری سُنا رہا ہوں، سُپر ماسٹر کو پھر ایک بار شرمناک شکست ہوئی ہے۔ ہمیں صرف شمالی ساحل پر کچھ نقصان پہنچا ہے اور آپ کی رہائش گاہ تباہ ہوگئی ہے۔ میں پورے جزیرے پر پرواز کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، ان نقصانات کے عوض ہم نے پچھلی رات ان کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا ہے۔ جزیرے میں سُپر ماسٹر کے جتنے آدمی ہمارے وفادار بن کر رہتے تھے، اُن میں سے بیشتر ہلاک ہوگئے ہیں، باقی قیدی بنا لیے گئے ہیں۔ میں نے ابھی مشرقی مورچے کی چھت پر بے بی یاسمینہ کو پارس کے ساتھ دیکھا ہے۔ آپ اس سلسلے میں کوئی حکم دینا چاہیں گے؟ اوور۔"

سلمان رازی نے کہا: "میں بے بی کی طرف جا رہا ہوں۔ واپسی پر ہر کیمپ میں جا کر دیکھوں گا کہ میرے زخمی جاں نثاروں کو کس طرح طبی امداد پہنچائی جا رہی ہے۔ مجھے ایک گھنٹے بعد ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہوگی۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر کے کہا: "میرے ساتھ گارڈز کی صرف ایک گاڑی جائے گی۔ باقی لوگ اپنے اپنے محاذ پر رہیں گے۔ سُپر ماسٹر کی طرف سے پھر کوئی حملہ ہو سکتا ہے۔"

وہ ایک گاڑی میں خانم اور زرینہ کے ساتھ بیٹھ کر مشرقی ساحل کی طرف چل پڑا۔ راستے میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک ماتحت افسر سے رابطہ قائم کر کے کہا: "میں مشرقی مورچے کی طرف جا رہا ہوں۔ ابھی ان دو بھائیوں کو بالکل نہ چھیڑنا۔ اپنے سپاہیوں کو حکم دو کہ وہ اُن کی نظروں میں آئے بغیر مورچے کے چاروں طرف بالکل مستعد رہیں۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ خانم نے پوچھا: "آپ یہ کیسا حکم دے رہے ہیں؟ تھوڑی دیر پہلے آپ کہہ رہے تھے، ان لڑکوں سے دوستی کریں گے، پھر ان پر عمل کریں گے، انھیں تابع دار بنا کر رکھیں گے؟"

"بے شک، میں انھیں دوست اور فرماں بردار اتحادی بنا کر رکھوں گا لیکن میں ایک فوجی آدمی ہوں۔ اپنے دشمن کو صلح نامہ پیش کرنے سے پہلے اسے چاروں طرف سے گھیر لیتا ہوں تاکہ دوستی نہ ہو تو دشمنی منتقی نہ پڑے۔"

وہ اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا ایک گھنٹے میں مشرقی مورچے کے قریب پہنچا۔ آنکھوں سے دُوربین لگا کر دیکھا۔ چھت پر کئی اسٹین گن لیے کھڑی تھی۔ وہ بھی دُوربین سے دیکھ رہی تھی۔ سلمان رازی گاڑی سے اُتر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا مورچے کے قریب آ رہا تھا۔ کئی نے ایک کاغذ پر جلدی جلدی کچھ لکھ کر اس کاغذ کو ایک پتھر پر لپیٹا اور رازی کی طرف پھینکا۔ رازی نے اسے اُٹھا کر کھولا اور پڑھا۔ اس نے لکھا تھا: "مورچے سے دُور رہو۔ پارس، یاسمینہ اور علی تین رات بھر کے جاگے ہوئے تھے، اس لیے آرام کر رہے ہیں۔ گمان یہ نہ سمجھو کہ میں اکیلی ہوں۔ میں ایک فائر کروں گی، وہ تینوں ہتھیاروں کے ساتھ پہنچ جائیں گے۔ بیٹی سے ملنا چاہتے ہو تو دوپہر کو آؤ۔"

اس نے وہ تحریر پڑھ کر سوچا: دونوں بھائی سو رہے ہیں۔ ایسی غفلت کے دوران میرے سپاہی چُپ چاپ مورچے کی چار دیواری میں داخل ہو جائیں تو انھیں آسانی سے گرفتار کر سکتے ہیں۔ اس طرح یاسمینہ کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

وہ پلٹ کر جیپ کے پاس آیا۔ خانم نے پوچھا: "اس عورت نے چھت پر سے کیا پھینکا تھا؟"

وہ بولا: "دونوں بھائی پچھلی رات کی نیند پوری کر رہے ہیں۔ یہ اچھا موقع ہے۔ ہمارے سپاہی انھیں گرفتار کر سکتے ہیں۔"

وہ ٹرانسمیٹر اُٹھا کر اپنے ماتحت افسر سے بات کرنا چاہتا تھا، خانم نے ہاتھ پکڑ کر کہا: "یہ دھوکا بھی ہو سکتا ہے۔ میں نہیں مانتی کہ صرف کئی کو پہرے پر چھوڑ کر دونوں بھائی غافل ہو گئے ہوں گے۔ اگر اس بار ہم نے دوستانہ قدم بڑھایا تو وہ ہم پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔"

وہ کئی کی تحریر دکھاتے ہوئے بولا: "اُس نے لکھا ہے، ہم بیٹی سے ملنے دوپہر کو آئیں۔ کیا میں اُس عورت کی مرضی پر چلوں گا۔ کیا ہماری بیٹی ان کی ملکیت ہو گئی ہے کہ اپنی مرضی سے مل نہیں سکتے؟"

خانم نے کہا: "اُس عورت کے لکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ میں ابھی زرینہ کے ساتھ وہاں جا رہی ہوں۔ آپ ہتھیاروں سے لیس ہیں لہٰذا آپ نہ جائیں، یہاں سپاہیوں کے ساتھ ہماری واپسی کا انتظار کریں۔"

"اگر انھوں نے تم ماں بیٹی کو بھی یرغمال بنا لیا تو؟"

"وہ ایسا نہیں کریں گے۔ دوستی کرنے کے لیے دشمنوں پر ایک حد تک بھروسا کرنا پڑتا ہے۔"

وہ زرینہ کے ساتھ گاڑی سے اُتر کر مورچے کی طرف

جانے لگی۔ کمی نے اسٹین گن کا رُخ ان کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "رُک جاؤ۔ مجھے فائرنگ پر مجبور نہ کرو۔"

خانم نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "ایک ماں کو بیٹی کے پاس پہنچنے سے کسی کی فائرنگ نہیں روک سکتی۔ احمق نہ بنو۔ اچھی طرح آنکھیں کھول کر دیکھو، ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ میرا شوہر اور مسلح سپاہی اپنی جگہ رہیں گے، یہاں نہیں آئیں گے کیوں کہ میں دوستی اور محبت کے لیے آئی ہوں۔"

علی تیمور نے مورچے کی چار دیواری سے نکلتے ہوئے کہا۔ "کمی! انھیں آنے دو۔ یہ محبت سے دو قدم آگے آئی ہیں، میں استقبال کے لیے دس قدم آگے بڑھوں گا۔"

اس نے خانم کے سامنے آکر سر جھکا کر سلام کیا۔ خانم نے مسکرا کر اپنا دایاں ہاتھ پیش کیا۔ اس نے ہتھیلی کی پُشت کو بوسہ دے کر کہا۔ "تشریف لائیے۔"

زرینہ حسرت سے اسے دیکھ رہی تھی اور ڈوبتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی۔ "یہ ایسا پتھر کیوں ہے؟ کیا میں حسین اور جوان نہیں ہوں؟ یہ چور نظروں سے ایک بار تو مجھے دیکھ سکتا ہے۔ آہ! میں یاسمینہ کی طرح خوش نصیب نہیں ہوں۔ میں ڈیڈی کے عمل سے ہی اسے جیت سکتی ہوں۔"

وہ ماں کے ساتھ مورچے کی چار دیواری کی طرف جا رہی تھی۔ سلمان رازی نے بلند آواز سے کہا۔ "علی تیمور! انھیں جانے دو۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

علی تیمور رُک گیا۔ پلٹ کر بولا۔ "اگر یہ ہمارے درمیان طویل فاصلہ ہے تاہم میں تمھاری آواز سن رہا ہوں۔ قریب آنا ضروری نہیں ہے۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"تم کچھ کہے سنے بغیر بھی سمجھ سکتے ہو۔ تم لوگوں نے یاسمینہ کو یرغمال بنایا ہے، میں نے اپنی ایک اور بیٹی اور بیوی کو تمھارے پاس بھیج دیا۔ میں آپس میں اعتماد قائم کرنے کے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔ میں فوجی افسر ہوں، اس جزیرے کا مالک ہوں۔ تم بچوں کے سامنے ہتھیار ڈالنا میری توہین ہوگی۔ لہٰذا تم دونوں ہاتھ اٹھا کر میرے پاس آجاؤ۔"

"ہتھیار ڈالنے والے اور قیدی بننے والے ہاتھ اٹھا کر آتے ہیں۔ کوئی عقل کی بات کرو۔"

ان کی باتوں کے دوران خانم اور زرینہ مورچے کی چار دیواری میں داخل ہو گئی تھیں۔ وہاں ایک طرف سوکھی گھاس پر یاسمینہ اور پارس بے خبر سو رہے تھے۔ ان کے پاس دو رائفلیں رکھی ہوئی تھیں۔ یوں تو وہاں کئی طرح کے ہتھیار تھے لیکن دو رائفلیں نسبتاً قریب تھیں۔ خانم نے زرینہ کا بازو پکڑ کر آگے بڑھنے سے روک دیا۔ دونوں والوں کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اس کا خاندان جھک کر دوستی نہیں کرنا چاہتا تھا، ایک فاتح کی شان سے دونوں داماد وں کو اپنا فرماں بردار بنانا چاہتا تھا اور یہ اس کی انا اور خودداری کو برقرار رکھنے کا مناسب موقع تھا۔

خانم نے دبے قدموں آگے بڑھ کر دونوں رائفلیں اٹھا لیں۔ ایک رائفل زرینہ کی طرف اچھالی، دوسری کی نال پارس کے سینے پر رکھ کر بولی۔ "بہت سو چکے، اٹھ جاؤ۔"

پارس نے آنکھیں کھولیں۔ یاسمینہ بھی اُٹھ بیٹھی۔ زرینہ نے کہا۔ "یاسمینہ! اپنی جگہ بیٹھی رہو، جب تک ممی کا حکم نہ ہو اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔"

پارس نے خانم سے پوچھا۔ "کیا یہ دوستی اور محبت کرنے کا طریقہ ہے؟"

"ہماری بیٹی کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے والے کو گولی مار دی جاتی ہے۔ ہمارا احسان مانو کہ تم اسے اغوا کرنے کے بعد بھی زندہ ہو۔ اور ہم تمھیں زندہ رکھیں گے مگر بڑی محبت سے غلام بنا کر۔۔۔"

اس نے زرینہ سے کہا۔ "اپنے ڈیڈی سے کہو، ایک ہماری گرفت میں آگیا ہے، دوسرے کو وہ اندر نہ آنے دیں۔"

زرینہ نے چھوٹی سی کھڑکی کے پاس آکر کہا۔ "ڈیڈی! یہاں ممی نے پارس کو گن پوائنٹ پر رکھ لیا ہے، آپ علی تیمور کو اندر نہ آنے دیں۔"

سلمان رازی نے یہ سنتے ہی ہولسٹر سے ریوالور نکال کر علی تیمور پر فائر کیا، اس کے ساتھ ہی سپاہیوں نے بھی فائرنگ شروع کر دی۔ علی چھلانگیں لگاتے ہوئے ایک درخت کی شاخ پر پہنچ گیا تھا۔ کمی اس کے بچاؤ کے لیے چھت پر سے فائرنگ کر رہی تھی۔ چاروں طرف سے چھپ کر مورچے کو گھیرنے والوں نے بھی گولیاں چلانا شروع کر دیں۔ پارس نے کہا۔ "خانم! میں بار بار یاسمینہ کو سمجھا رہا ہوں کہ اس کے ماں باپ موقع ملتے ہی کس طرح کمینگی پر اتر آتے ہیں۔ تم ماں بیٹی کی رائفلیں خالی ہیں، انھیں پھینک دو۔"

وہ کروٹ بدلتے ہوئے اپنے نیچے سے ریوالور نکال کر بیٹھ گیا۔ خانم نے بڑی پھرتی سے نشانہ لے کر ٹریگر کو دبایا۔ زرینہ نے بھی یہی کیا۔ پھر دونوں کے ہاتھوں سے رائفلیں چھوٹ

گئیں۔ وہ واقعی خالی تھیں۔ ایک گوشے میں کئی طرح کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ خانم نے اُدھر پلٹ کر دوڑ لگائی۔ اس سے پہلے ہی پارس اچھل کر سامنے آگیا۔ خانم کا گریبان پکڑ کر اس کی کنپٹی سے ریوالور لگاتے ہوئے بولا۔ "زرینہ! کھڑکی کے پاس جا کر اپنے باپ سے کہو، اس جزیرے کی مالکہ کا گریبان جارحانہ ہاتھ تین سے ہے۔ اگر فائرنگ بند نہ ہوئی تو میں اسے گولی مار دوں گا۔"

وہ دوڑتی ہوئی کھڑکی کے پاس گئی، پھر چیخ کر بولی۔ "ڈیڈی! فائرنگ روک دیجیے۔ ہم دھوکا کھا گئے ہیں۔ ممی کی زندگی خطرے میں ہے۔ اگر فائرنگ بند نہ ہوئی تو پارس انھیں گولی مار دے گا۔"

سلمان رازی پریشان ہو کر کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پارس نے زرینہ کو دھکا دے کر وہاں سے ہٹایا، پھر خانم کو کھڑکی کے پاس لا کر کہا۔ "جزیرے کے مغرور حاکم! اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ ریوالور تیری ملکۂ عالیہ کی کھوپڑی سے لگا ہوا ہے۔ اگر میرے بھائی اور کمی کو گولی لگی تو یہی تجھے مُردہ ملے گی۔"

وہ جلدی سے گاڑی کے پاس آیا، وہاں سے ٹرانسمیٹر اُٹھا کر اُسے آن کرتے ہوئے چیخ چیخ کر بولا۔ "فائرنگ بند کرو، تمام سپاہیوں سے کہہ دو، کوئی گولی نہ چلائے۔"

وہ بار بار چیخ کر حکم دے رہا تھا۔ فائرنگ بند ہو گئی۔ وہ ٹرانسمیٹر کے قریب منہ لے جا کر بولا۔ "میری باتیں غور سے سنو۔ علی تیمور ہماری فائرنگ سے بچنے کے لیے درختوں کے جھنڈ میں گیا تھا۔ اپنے اپنے ریوالور میں سائلنسر لگاؤ اور خاموش فائرنگ کے ذریعے اسے مورچے کی طرف واپس آنے سے روکو۔ اُسے رگیدتے ہوئے یہاں سے دور لے جاؤ۔ میں تھوڑی دیر میں آرہا ہوں۔ دشمن کے ایک اہم مہرے کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ میں ناکامی برداشت نہیں کروں گا۔"

پارس اسے کھڑکی سے دیکھ رہا تھا مگر یہ سُن نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنے آدمیوں سے کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے بلند آواز سے کہا۔ "کمی! تم چھت پر چاروں طرف گھوم کر علی کو پکارو۔ اُسے مورچے میں آنے کے لیے کہو۔"

کمی تھوڑے تھوڑے وقفے سے علی کو پکارنے لگی۔ سلمان رازی اور اس کے سپاہی چند قدم آگے بڑھے وہ للکار کر بولی۔ "پیچھے جاؤ۔ ہماری اجازت کے بغیر ایک قدم آگے نہ بڑھانا۔"

سلمان رازی نے کہا۔ "میں سمجھوتا کرنا چاہتا ہوں۔ اتنی دُور سے باتیں نہیں کی جا سکتیں۔"

پارس نے کہا۔ "علی کی واپسی تک کوئی بات نہیں ہوگی۔ کمی انھیں تین تک گنتی سناؤ۔ وہ پیچھے نہ جائیں تو گولیاں برساؤ۔ ان کی طرف سے جوابی فائرنگ ہوئی تو میں خانم کو گولی مار دوں گا۔"

کمی کے گننے سے پہلے ہی وہ سب پیچھے چلے گئے۔ سلمان رازی نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ "ان لڑکیوں کا وقت پورا ہو گیا ہے۔ تم سب یہاں رُکو، ایک گولی بھی نہ چلانا تمھاری مالکہ کی جان عذاب میں ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی، پھر اسے موڑ کر مورچے سے دور ہوتا گیا۔ یاسمینہ نے کہا۔ "ڈیڈی کہیں گئے ہیں۔ وہ تمھارے لیے ایک نیا خطرہ بن سکتے ہیں۔"

زرینہ نے کہا۔ "تمھیں شرم نہیں آتی، تم اپنے ڈیڈی کے خلاف اسے ہوشیار کر رہی ہو۔"

وہ بولی۔ "شرم تو ہمارے والدین کو آنی چاہیے۔ تھوڑی دیر پہلے میں پارس سے کہہ رہی تھی کہ ممی اور ڈیڈی یہاں محبت اور دوستی کے لیے آئے ہیں، ہمیں ان پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

پارس نے کہا۔ "میں نے یاسمینہ کو سمجھایا جو لوگ طاقت اور اقتدار کے نشے میں ہوتے ہیں ان پر کبھی بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔"

یاسمینہ نے کہا۔ "میں پارس کی بات نہیں مان رہی

تھی۔ مجھے اپنے والد پر بھروسا تھا۔ تب پارس نے دو رائفلیں خالی کر کے اُدھر رکھ دیں اور میرے ساتھ گہری نیند سونے کا ناٹک کیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہو رہا ہے، شرم سے میری گردن جھک رہی ہے۔ اب میں کبھی ماں باپ کی حمایت میں نہیں بولوں گی۔"

پارس بولا "یاسمینہ! تم تھوڑی دیر کے لیے چھت پر چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا تم اپنی ماں اور بہن کو اس بے بسی کی حالت میں ذلت میں اٹھاتے ہوئے دیکھو۔"

وہ جانا نہیں چاہتی تھی، ماں کو محبت سے دیکھتے ہوئے بولی "ممی تمہارے قابو میں ہیں، ڈیڈی مجبور ہیں۔ پوری فیملی تمہارے قبضے میں ہے، اب اور کیا چاہتے ہو؟ کیا ان کے ساتھ قیدیوں جیسا سلوک کرو گے؟"

"تمہارا باپ کسی شیطانی مقصد سے گیا ہے۔ اگر اُس نے علی کو کچھ نقصان پہنچایا تو میں زرینہ اور خانم کو اذیتیں پہنچاؤں گا۔ جو سلوک میرے بھائی کے ساتھ کیا جائے گا، وہ میں تمہاری ماں اور بہن سے کروں گا۔"

"پھر تو میں نہیں جاؤں گی۔ اپنی ماں اور بہن پر ظلم نہیں ہونے دوں گی۔"

"حالات کو سمجھو یاسمینہ! ابھی تک علی واپس نہیں آیا ہے۔ اگر وہ گرفتار ہو گا تو میں ان ماں بیٹی پر ظلم کر کے ہی اُسے رہائی دلا سکوں گا۔"

"میرے سامنے میری ماں اور بہن پر ظلم کرنے کی بات نہ کرو۔ میں تمہارے لیے انھیں چھوڑ کر آئی تھی۔ میں تمہارے لیے جان بھی دے سکتی ہوں لیکن ماں اور بہن کی محبت کو خواہ مخواہ نفرت میں نہیں بدل سکتی۔ میں انھیں تمہارے رحم و کرم پر چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

پارس نے ممی کو آواز دے کر نیچے بلایا۔ اس سے کہا "یاسمینہ کو اوپر اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی "میں نہیں جاؤں گی۔ کیا تم یہی میری محبت کا صلہ دے رہے ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے جس طرح تم اپنے خون کے رشتوں پر ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتیں، اسی طرح پارس سے میرا خون کا رشتہ ہے، میں اُس پر ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکوں گا۔"

"تمہارا کوئی خون کا رشتہ نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہے، تم دونوں میں سے کوئی ایک لاوارث ہے۔"

"اگر میں لاوارث ہوں تو میرا یہ سب سے بڑا فرض ہے کہ جس ماما اور پاپا نے مجھے اولاد کی طرح پالا ہے، میں اُن کے بیٹے علی تیمور کے لیے تمہاری محبت کو ٹھکرا دوں۔"

"پارس! تم میرا دل توڑ رہے ہو۔"

"تم اپنی نادانی سے یا خون کے رشتوں کی محبت میں مجھے دل توڑنے پر مجبور کر رہی ہو، ورنہ میں اب بھی تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔"

یاسمینہ نے ایک گہری سانس لی پھر کہا "ممی! آپ بزرگوں کے غلط اقدام نے ہمیں زندگی کے اس موڑ پر پہنچا دیا ہے۔ جب میں یہ کہتی ہوں کہ پارس کے لیے جان بھی دے سکتی ہوں تو اس کے لیے خون کے رشتوں کو بھی چھوڑ سکتی ہوں۔ اپنے ضمیر کو سمجھا سکتی ہوں کہ آپ لوگوں کی غلطیوں نے ایسے حالات پیدا کیے، ان حالات کو ہم سب کے موافق بنانا آپ ہی بزرگوں کی ذمے داری ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ممی کے ساتھ چھت پر چلی گئی۔ پارس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ زرینہ نے سہم کر پوچھا "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا "کوئی سوال کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔ کل میں اپنے بھائی کے خلاف تمہارا لحاظ تھا، آج دشمن ہوں۔ مجھے تمہارے ماں باپ نے کیسی کیسی حماقتوں سے دشمن بنا دیا ہے، یہ سمجھنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔"

زرینہ نے لاجواب ہو کر ماں کو دیکھا۔ ماں نے کہا۔ "تمہارے باپ نے آج تک کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ وہ جزیرے کا حاکم ہے۔ ایک حاکم اپنا سر بلند رکھنے کے لیے کوئی بھی چال چل سکتا ہے۔ تم نے یاسمینہ کو چھت پر بھیج کر بہت بڑی حماقت کی ہے۔ میں رازی کی عدم موجودگی میں اس جزیرے پر حکومت کرتی ہوں۔ اب میری سیاسی چال دیکھو۔"

وہ زرینہ کے قریب جا کر بولی "اپنے باپ کی سربلندی چاہتی ہو تو میری ایک ایک ہدایت پر عمل کرو۔ چلو چیخنا چلانا شروع کرو۔"

یہ کہتے ہی اس نے بیٹی کو زور کا تھپڑ مارا۔ اس نے چیخ ماری۔ وہ زرینہ کے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر جھٹکے دیتے ہوئے لہنائی زبان میں بولی "چیخ چیخ کر کہو، پارس مجھے چھوڑ دو، میری عزت پر ہاتھ نہ ڈالو۔ تمھیں شرم نہیں آتی۔ میں تمہاری یاسمینہ کی بہن ہوں۔ بس اسی طرح الزامات دینے کے لیے چیختی جاؤ۔"

پارس نے پہلے تو حیرانی سے سوچا کہ خانم اپنی بیٹی کو مار پیٹ کر کیا فائدہ اٹھانا چاہتی ہے؟ جب زرینہ چیخ چیخ کر اسے شرمناک الزامات دینے لگی تو وہ ماں بیٹی کو الگ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا "یہ تم کیا بکواس کر رہی ہو؟"

خانم نے زرینہ کا گریبان پھاڑ دیا۔ چیخ کر کہنے لگی "ایسا نہ کرو۔ ہمیں جان سے مار ڈالو، میری بیٹی کا لباس سلامت رہنے دو۔"

یاسمینہ سیڑھیوں سے اُترتی ہوئی اور پارس کو آواز دیتی آ رہی تھی۔ اس نے بند دروازے کو پیٹتے ہوئے کہا "تم کیا کر رہے ہو؟ دروازہ کھولو۔ ابھی علی تیمور پر کسی نے ظلم نہیں کیا ہے، تم میری ماں اور بہن کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟"

پارس نے دروازہ کھول کر کہا "تمہاری ماں مجھ پر خواہ مخواہ الزامات عائد کرنا چاہتی ہیں۔"

یاسمینہ اندر آتے ہی ٹھٹک گئی۔ بہن کا گریبان پھٹا ہوا تھا۔ وہ اپنے گورے بدن کو دوپٹے سے ڈھانپتے ہوئے رو رہی تھی۔ "ہائے یاسمینہ! تو نے کس شیطان سے دل لگایا ہے۔ اس نے تیری بہن کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کے لیے مجھے چھت پر بھیج دیا تھا۔ دیکھ اپنی آنکھوں سے دیکھ! میں ماں ہو کر یہ شرمناک ظلم دیکھ رہی ہوں۔ تو بے غیرت بن کر دیکھ۔ تو نادانی کر کے اس کے ساتھ نہ آتی، تو ہم بھی یہاں آ کر بے عزت نہ ہوتے۔ ہائے! میں اپنے وفاداروں اور غلاموں کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہی۔"

یاسمینہ نے طیش میں آ کر پارس کا گریبان پکڑ لیا۔ اسے جھنجوڑتے ہوئے بولی "میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میری ہی بہن کے گریبان پر ہاتھ ڈالو گے۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ میں تمہاری صورت بھی دیکھنا نہیں..."

وہ ڈانٹ کر بولا "بچو! اس مدت کرو اپنی ماں کے فریب میں نہ آؤ۔ میں خود کو بہت چالاک سمجھتا ہوں مگر تمہاری ماں کی چالاکی سے دھوکا کھا گیا ہوں۔ یہ ماں نہیں، صرف جزیرے کی ملکہ ہے، اپنی جیت کے لیے ایک بیٹی کی بے غیرتی کا ناٹک بھی کر لیتی ہے۔"

"میں تمہارے فریب میں نہیں آؤں گی۔ تم مجھے نادان سمجھ کر سمجھانا چاہتے ہو کہ یہ ناٹک ہے۔ میری ماں نے بہن نے خود یہ گریبان پھاڑا ہے اور میری بہن کے گالوں پر آپ ہی آپ طمانچوں کے نشان پڑ گئے ہیں۔ مگر آج تک تم سے دھوکا کھاتی رہی، اب ایسا نہیں ہو گا۔"

پارس نے اچانک اسے ایک طرف دھکا دے کر فائر کیا۔ خانم موقع غنیمت جان کر ہتھیاروں کے پاس جا رہی تھی۔ گولی چلنے ہی چیخ مار کر دوسری طرف جا گری۔ وہ بولا "دیکھو، یہ تمہاری ماں کا ڈراما ہے۔ تمہارے دل میں میرے لیے نفرت پیدا کی پھر ہمیں آپس میں اُلجھا کر ان ہتھیاروں تک پہنچنا چاہا۔"

خانم فرش پر سے اُٹھتے ہوئے بولی "ہاں! میں ہتھیاروں تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ مجھے صرف ایک رائفل یا ریوالور دو۔ میں زرینہ کو گولی مار کر خود مر جاؤں گی۔ مگر تمہارا ظلم برداشت نہیں کروں گی۔"

یاسمینہ روتے ہوئے بولی "ممی! مجھے معاف کر دیجیے۔ میں اس فریبی سے اب دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ مجھ سے جو غلطی ہوئی ہے اس کی تلافی کروں گی۔ اس ہوس پرست نے میرے بعد اب میری بہن پر میلی نظر ڈالی ہے۔ میں اسے مار ڈالوں گی یا خود مر جاؤں گی۔"

وہ غصے اور نفرت سے دوڑتی ہوئی ہتھیاروں کی طرف آئی۔ اس کے مُنہ پر ایک اُلٹا ہاتھ پڑا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتی ہوئی ماں کے پاس آ گئی۔ ہتھیاروں کے سامنے بھی تن کر کھڑی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی "یاسمینہ! شاید پارس تمہارا لحاظ کرے گا لیکن میں نہیں کروں گی۔ اگر تم جان پر کھیل کر ہتھیار حاصل کرنا چاہو گی تو اس سے پہلے میں تمہاری ماں اور بہن کو گولی مار دوں گی۔ تمہارے جان پر کھیلنے سے پہلے تمہاری آنکھوں کے سامنے یہ مریں گی۔ یقین نہ ہو تو اِدھر ایک قدم بھی بڑھا کر دیکھ لو۔"

یاسمینہ کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ وہ یہ بے غیرتی اور بے حیائی برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ پارس اس کے حسن و شباب سے کھیلنے کے بعد اس کی بہن کے گریبان تک پہنچے۔ وہ سچ مچ پارس کو گولی مار کر خود مر جانا چاہتی تھی لیکن یہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی ماں اور بہن ممی کے ہاتھوں ماری جائیں، اس لیے وہ پارس کو نفرت سے دیکھتی رہ گئی۔

وہ بولا "مجھے اس سے مطلب نہیں ہے کہ تم اپنی ہی ماں کے فریب میں آ گئی ہو، میرے لیے سبق حاصل کرنے کی بات یہ ہے کہ ایسی لڑکی کے ساتھ ازدواجی زندگی نہیں گزارنا چاہیے، جس کا باپ خردماغ ہو اور ماں ایک طوائف کی طرح اپنی بیٹی سے ننگا ڈراما پلے کرائی

ہو۔ تم لوگوں کو ایک جزیرہ الغام میں مل گیا لیکن شرم اور شرافت کبھی الغام میں نہیں ملتی۔ اس کے لیے اچھا خاندان اچھی پرورش اور اعلیٰ ظرفی لازمی ہوتی ہے اور یہ تمہارے خاندان میں نہیں ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ وقت سے پہلے آنکھ کھل گئی اور تم سے نجات مل رہی ہے۔"

پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔ "میں علی تیمور کی ذہانت کو تسلیم کرتا ہوں۔ وہ کہتا ہے، ایک لڑکی سے دور رہ کر ایک ہزار پریشانیوں سے دور رہا جا سکتا ہے۔ یہی دیکھ لو، صرف تمہاری خاطر میں نے اس جزیرے میں اتنا وقت برباد کیا اور اپنے دن رات کا سکون غارت کرتا رہا۔ بہرحال اب تم بھی اپنی ماں اور بہن کی طرح صرف ایک قیدی ہو۔"

اس نے کہا۔ "ان ماں بیٹیوں کے لیے تمہاری جیسی ظالم عورت مناسب ہے۔ میں چھت پر جا رہا ہوں، میری واپسی تک ان میں سے کوئی مصیبت بننا چاہے تو اسے گولی مار دینا۔"

اس نے ہتھیاروں کے پاس جا کر ایک اسٹین گن لی، کارتوس کے کئی بیلٹ اٹھائے پھر وہاں سے باہر چلا گیا۔

علی تیمور ایک شاخ سے دوسری شاخ پر، ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں لگاتا ہوا شوٹنگ رینج سے دور نکل آیا تھا۔ ہر طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی ایسے میں درختوں کی شاخوں اور پتوں نے اسے گولیوں کی بوچھاڑ سے بچایا تھا۔ اس نے بھی بچاؤ کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ بہت دور نکل آنے کے بعد ایک درخت کی شاخ پر رک گیا۔ اسے خوش فہمی نہیں تھی کہ وہ دشمنوں سے بچ نکلا ہے۔ فائرنگ بند کی گئی تھی، اس کی کوئی وجہ ہو سکتی تھی۔

اس نے پوزیشن بدل دی — وہ درخت سے چھلانگ لگا کر قریبی چٹان پر آیا پھر دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ تعاقب کرنے والوں میں سے کچھ دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اسٹین گن شانوں سے لٹکا کر اپنے اپنے ریوالور پر سائیلنسر لگا رہے تھے کیوں کہ اُدھر پارس نے دھمکی دی تھی کہ کبیٰ اور علی پر فائرنگ کی گئی تو وہ خانم اور زرینہ کو گولی مار دے گا۔ سلمان رازی نے پارس کو دھوکا دینے کے لیے فائرنگ بند کرا دی تھی لیکن چپ چاپ حکم دیا تھا کہ سائیلنسر لگا کر علی تیمور کو شکار کیا جائے۔

علی نے دیکھا، وہ سائیلنسر لگانے کے بعد چٹان کی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ وہ چٹان کے پیچھے لیٹ گیا۔ اُدھر اونچی نیچی پتھریلی زمین تھی۔ وہ چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا کچھ دور ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے آیا۔ اسی پتھر کے پیچھے ایک شخص ریوالور لیے رینگتا آ رہا تھا۔ دونوں کا اچانک سامنا ہوا۔ دونوں اوندھے مُنہ لیٹے ہوئے تھے، اس نے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گولی چلائی۔ وہ لیٹے ہی لیٹے قلابازی کھا کر اس کے اوپر آیا، پھر اسے دبوچ لیا۔ اس کی گردن پر کراٹے کا فولادی ہاتھ جمایا۔ بس ایک ہی ہاتھ میں گردن ڈھلک گئی۔ اس نے ریوالور اور کارتوس کی پیٹی لی، پھر رینگتا ہوا دوسری چٹان کے پیچھے آیا۔ قریب ہی کوئی کہہ رہا تھا۔ "وہ اسی طرف کہیں چھپا ہوا ہے۔ تم اُدھر جاؤ، میں اِدھر جا رہا ہوں۔"

وہ اِدھر آیا اور علی کی گولی کا نشانہ بن گیا۔ اس نے دوسرا ریوالور اور کارتوس کی پیٹی بھی رکھ لی۔ پتا نہیں یہ مقابلہ کب تک جاری رہنے والا تھا۔ وہ احتیاطاً زیادہ ہتھیار پاس رکھنا چاہتا تھا۔ یہ احتیاط بعد میں درست ثابت ہوئی۔ جنگل اور اس پہاڑی کے حصے میں دو گھنٹے تک خاموش فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا۔ وہ ان سے آنکھ مچولی کھیلتا رہا، پھر انھیں ڈاج دے کر پہاڑی کے پیچھے آ گیا۔

یہ وہی جگہ تھی جہاں گزشتہ روز وہ زرینہ کو اغوا کر کے ہیلی کاپٹر میں سپر ماسٹر کے پاس لے جانا چاہتا تھا لیکن پارس راستے کی دیوار بن گیا تھا۔ وہاں زبردست جنگ ہوئی تھی۔ پارس نے ہیلی کاپٹر تباہ کر دیا تھا۔ وہاں جو کانیج تھا، وہ بھی کھنڈر بن گیا تھا۔ اُس کھنڈر میں سلمان رازی دکھائی دے رہا تھا۔

علی نے دبے قدموں آگے بڑھ کر دیکھا۔ رازی کے ساتھ دو مسلح گارڈز بھی تھے۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ "علی تیمور اتنی آسانی سے قابو میں نہیں آئے گا۔ میں پہاڑی کے اوپری حصے میں ہوں۔ یہاں پچاس جوانوں کو فوراً بھیجو۔ اُس شیطان کے بچے پر ادھر سے بھی حملہ ہونا چاہیے۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا، اسی وقت ایک مسلح گارڈ چیخ مار کر اُچھلا پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کی کھوپڑی سے بہنے والا خون بتا رہا تھا کہ سائیلنسر لگا ہوا ریوالور اس کے اپنے ہی آدمی پر استعمال ہو رہا تھا۔ وہ خطرہ محسوس کرتے ہی شکستہ دیواروں کی آڑ میں جانا چاہتے تھے، اتنی دیر میں دوسرا گارڈ بھی گولی کھا کر گرا۔ سلمان رازی ایک دیوار کے پیچھے اپنی اسٹین گن لیے ساتھ تیار تھا۔

علی نے کہا۔ "رازی! تو اکیلا رہ گیا ہے، اکیلا میں بھی ہوں، پھر ایک دوسرے سے چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔"

رازی نے اچانک دیوار کی آڑ سے نکل کر آواز کی سمت اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ پھر اُچھل کر دوسری دیوار کے پیچھے چلا گیا۔ اس کی تمام گولیاں ضائع ہو گئی تھیں۔ اُسے علی کی آخری چیخ سنائی نہیں دی تھی۔ وہ دبے قدموں دوسری طرف جانے لگا۔ تب اُسے آواز سنائی دی۔

"میں اُدھر نہیں ادھر ہوں۔"

اس نے گھبرا کر چھت کی طرف دیکھا۔ پچھلے روز دھماکے سے چھت اُڑ گئی تھی۔ اُوپر ایک خالی دیوار پر علی کھڑا ہوا تھا۔ وہ جتنی دیر میں اسٹین گن کا رُخ اوپر کرتا، خاموش ریوالور سے گولی چلی پھر اس کے ہاتھ سے اسٹین گن نکل گئی۔ علی نے کہا۔ "ہونسٹر سے ریوالور نکالنے کی حماقت نہ کرنا ورنہ دیوار کی طرف مُنہ کر لے اور بڑی سہولت سے ریوالور نکال کر دُور پھینک دے۔"

وہ دوسری طرف گھوم گیا، پھر آہستہ آہستہ ریوالور کو ہولسٹر سے نکالنے لگا۔ جیسے ہی وہ پوری طرح ہولسٹر سے باہر آیا، اس نے اچانک زمین پر گر کر اوپر کی طرف فائر کیا۔ لیکن نالو سیدھی ہوئی، علی وہاں نہیں تھا۔ تب سمجھ میں آیا کہ اس نے مُنہ کھا کر ریوالور نکالنے کو کیوں کہا تھا۔ اچانک اس کے ریوالور کو جھٹکا سا لگا۔ خاموش گولی نے اس ریوالور کو بھی اس کے ہاتھ سے گرا دیا۔ علی تیمور نے ایک دیوار کی آڑ سے نکل کر کہا۔ "اسی طرح آرام سے زمین پر لیٹے رہو اور سمجھتے رہو تم ایک چھوٹے سے جزیرے کے آقا ہو، بڑے بڑے شہنشاہ بھی ایک دن اسی طرح مٹی میں پہنچ جاتے ہیں۔"

اس نے قریب آ کر ریوالور کو ٹھوکر مارتے ہوئے دُور کیا۔ اس کی کمر سے شکاری چاقو نکال کر اسے بھی دُور پھینک دیا پھر کہا۔ "مغرور آقا! تم میرے قدموں میں ہو۔ میں نے تمہاری تمام طاقت چھین لی ہے۔ اب جسمانی قوت رہ گئی ہے۔ میں اسے آزمانے کا پورا موقع دوں گا۔"

اس نے پیچھے ہٹ کر اپنے دونوں ریوالور دُور پھینک دیے۔ کمر سے کارتوس کی پیٹی بھی الگ کر دی۔ سلمان رازی تیزی سے اُٹھ بیٹھا پھر اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ بلا جھجکے ہی اس نے اُچھل کر ایک فلائنگ کک ماری۔ علی نے ذرا جھک کر اسے فضا میں کھینچ کر لیا۔ اسی طرح دونوں ہاتھوں پر سر سے بلند کیے ایک گول چکر لگا کر زمین پر آرام سے اُتار دیا۔ پھر کہا۔ "تجھے اپنی انسلٹ کا بہت خیال آتا ہے۔ میں تجھے ہاتھوں میں اُٹھانے کے بعد دیوار پر دے مارتا۔ مگر دیوار کی انسلٹ ہوتی۔ تو نے زندگی میں جتنے داؤ پیچ سیکھے ہیں اور جتنی طاقت حاصل کی ہے، ان سب کو آزما لے۔ میں وعدہ کرتا ہوں، اگر تو مجھے ایک ہاتھ بھی مارنے میں کامیاب ہو گیا تو میں تجھے زندہ چھوڑ دوں گا۔"

سلمان رازی سچ مچ اپنی انسلٹ محسوس کر رہا تھا۔ علی نے اُسے اتنے آرام سے زمین پر اُتار دیا تھا جیسے اسے بچہ سمجھ رہا ہو اور اب چیلنج کر رہا تھا کہ وہ اسے ایک ہاتھ بھی نہیں مار سکے گا۔ اس نے اچانک ایک ہاتھ مارا۔ لیکن اُس ہاتھ کی کلائی گرفت میں آ گئی۔ پھر وہ کلائی یوں مُڑ گئی کہ وہ جوڈو کے داؤ سے گزرتا ہوا دُور جا کر زمین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔

جہاں وہ گرا، وہاں قریب ہی اس کا ریوالور پڑا ہوا تھا۔ اس نے فوراً کورٹ بدل کر ریوالور پر ہاتھ مارا، اسی لمحے علی اُچھل کر اس کے ہاتھ پر آ کھڑا ہوا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ کئی انگلیوں کی ہڈیاں کڑکڑائی تھیں، وہ پھر اُچھل کر دُور ہو گیا۔ سلمان رازی کا ہاتھ اب بھی ریوالور پر تھا مگر وہ اُسے اُٹھا نہیں سکتا تھا۔ انگلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔

علی نے اس کی جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر کہا۔ "اسے دوسرے ہاتھ سے آپریٹ کرو۔ اپنے ماتحت افسر سے کہو، اِدھر جو پچاس جوان آ رہے ہیں انھیں واپس بلا لیا جائے۔ علی تیمور جزیرے کے کسی دوسرے حصے میں چلا گیا ہے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بیٹھ گیا۔ علی نے کہا۔ "پہلے کراہنا بند کرو۔ اگر تمہارے کسی آدمی کو شبہ ہو گا اور وہ اِدھر آئے گا تو تمہارے حق میں بُرا ہو گا۔"

اس نے تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اس ملٹنت افسر سے رابطہ قائم کیا جو پچاس جوانوں کے ساتھ آ رہا تھا۔ وہ اپنے آقا کا دوسرا سسم سُن کر رُک گیا پھر بولا۔ "میں علی تیمور کو تلاش کرنے دوسری طرف جا رہا ہوں۔"

سلمان رازی نے 'اوور اینڈ آل' کہہ کر ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ علی نے ایک ریوالور اُٹھا کر کہا۔ "تمہارا دایاں ہاتھ بے کار ہو چکا ہے۔ کیا بائیں ہاتھ سے میرا نشانہ لے سکتے ہو؟"

وہ ذلت کے احساس سے کانپتے ہوئے بولا۔

"خدا کی قسم، ایک بار یہ ریوالور ہاتھ آ جائے تو اس کی ایک گولی بھی ضائع نہیں کروں گا۔ سب کی سب تمہارے ناپاک وجود میں اُتار دوں گا۔"

وہ بولا "دنیا جانتی ہے، فرہاد علی تیمور زبان کا دھنی ہے، جو زبان سے کہہ دیتا ہے، اسے جان کی بازی لگا کر بھی نباہتا ہے۔ میں اپنے باپ کی قسم کھا کر زبان دیتا ہوں اگر تم مجھ سے پنجہ لڑانے میں جیت جاؤ گے تو یہ ریوالور تمہیں دے دوں گا۔"

سلمان رازی فوراً اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں شدید تکلیف تھی لیکن اس میں برداشت کرنے کا حوصلہ تھا۔ دونوں نے اپنے اپنے بائیں ہاتھ کو آگے بڑھایا۔ ان کی انگلیاں ایک دوسرے میں اُلجھ گئیں۔ سلمان رازی نے فوراً ہی پوری طاقت صرف کرتے ہوئے اس کی انگلیوں کو موڑنا چاہا تو کچھ پریشان ہو گیا۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا، اس کی انگلیاں لوہے کی سلاخوں میں پھنس گئی ہیں۔ علی نے کہا "جتنا زور لگا سکتے ہو لگاؤ۔ میں صرف ایک بار زور لگاؤں گا، صرف ایک بار۔"

سلمان رازی کو یاد نہیں تھا کہ اس نے آج تک کتنے شہ زوروں سے پنجہ لڑایا ہے لیکن یہ یاد تھا کہ اس نے آج تک کسی سے شکست نہیں کھائی تھی۔ اس نے سوچا تھا، ہمیشہ جیتنے کا یہ ہنر آج کام آئے گا اور وہ ریوالور جیت لے گا، مگر اب وہ پسینے پسینے ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنی انگلیاں چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ علی نے کہا "اس کا مطلب ہے، تم اپنے حصّے کا سارا زور لگا چکے ہو، اب نجات چاہتے ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک زور کا جھٹکا دیا۔ رازی کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ علی نے "والٹر وی زندہ باد" کہہ کر اُسے چھوڑ دیا۔ اُس کی چار انگلیوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ وہ تکلیف کی شدت سے اِدھر سے اُدھر ڈگمگا رہا تھا۔ ہتھیاروں کے پاس سے بھی گزر رہا تھا مگر کسی ہتھیار کو چھُو بھی نہیں سکتا تھا۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بے کار ہو گئی تھیں۔

علی نے کارتوس کی پیٹی دوبارہ کمر سے باندھتے ہوئے کہا "مجھ میں اور پارس میں ایک بڑا فرق ہے۔ وہ ہمہ وقت تفریح کے موڈ میں رہتا ہے، میں کبھی وقت ضائع نہیں کرتا۔ اگر میں پہلے ہی دن تنویمی عمل کے اثر میں نہ ہوتا تو وہی پہلا دن تمہاری زندگی کا آخری دن ہوتا۔ میں اسی دن اِس منحوس جزیرے سے نکل جاتا۔"

اس نے ایک ریوالور اٹھایا، پھر اسٹین گن شانے سے لٹکاتے ہوئے کہا "کوئی بات نہیں، اب ہم تمہارے ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر اس جزیرے سے جائیں گے اور تم جو ہمیں تاوان بنانے والے تھے، بڑی تابع داری سے ہماری رہنمائی کا فریضہ سرانجام کرو گے۔ چلو۔"

اس کے دونوں ہاتھ بے جان ہو کر شانوں سے لٹکے ہوئے تھے۔ وہ اتنی ذلّت آمیز شکست کھا کر اپنے اعتماد کو مُنہ نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ علی نے اس کی گردن پکڑ کر آگے دھکا دیا۔ وہ ذرا لڑکھڑایا، پھر بوجھل قدموں سے اس کے آگے آگے چلنے لگا۔ پہاڑی کے دامن میں وہ گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس میں وہ دو مسلح گارڈز کے ساتھ آیا تھا۔

وہ تکلیف کی شدّت سے کانپتے ہوئے بولا "پہلے مجھے طبّی امداد پہنچاؤ، میں تمہیں انسانیت کا واسطہ دیتا ہوں۔"

وہ گردن دلوچ کر بولا "اس بلندی سے دھکا دوں گا تو کٹے ہوئے شہتیر کی طرح لڑھکتے ہوئے نیچے جاؤ گے۔ انسانیت کا واسطہ پارس کو دینا ہو سکتا ہے، وہ تمہارا رشتے کا کچھ خیال کرے۔ میں ایسی بیماریاں نہیں پالتا۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم بھائیوں کو جزیرے سے جانے دو۔ جانے میں کوئی رکاوٹ ہو گی تو دونوں ہاتھ بھی ٹوٹ جائیں گے۔"

جزیرے کے آقا نے اسے بے بسی سے دیکھا، پھر سنبھل سنبھل کر پہاڑی سے اُترنے لگا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ جزیرے میں اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے اپنے ہونے والے داماد کو رخصت کر دینا ہی بہتر ہے، پھر اس کی حاکمانہ اور ظالمانہ فطرت کہنے لگی، "نہیں، اگر اپنی ذلّت اور بے عزتی کا انتقام نہ لیا اور انھیں جانے دیا تو سر ہمیشہ جُھکا رہے گا اتنے بڑے جزیرے کا مالک جھکے ہوئے سر سے حکومت نہیں کر سکے گا۔ ان دونوں کے ہاتھ پاؤں توڑنے کے بعد ہی انھیں جزیرے کے باہر پھینکا جائے گا۔"

وہ سنبھل سنبھل کر پہاڑی سے اُتر گیا۔ علی نے کہا "تم کسی ہاتھ سے گاڑی کا دروازہ نہیں کھول سکو گے پھر کس طرح اندر بیٹھو گے؟"

وہ جھنجلا کر بولا "تم میری بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہو۔ کیا میرے لیے دروازہ نہیں کھول سکتے؟"

"میں تمہاری گاڑی کا دروازہ کھولنے والا ملازم نہیں ہوں۔ اگر پاؤں سے کھول کر اندر بیٹھ سکو تو اچھی بات ہے ورنہ میں گاڑی میں بیٹھوں گا اور تم آگے آگے دوڑتے جاؤ گے۔"

"ہرگز نہیں، میں مر جاؤں گا مگر ایسا نہیں کروں گا۔ تم مجھے ذلیل کرنے کے لیے میری رعایا کے سامنے اپنے آگے آگے گدھے کی طرح دوڑانا چاہتے ہو۔"

"میں آدمی کی طرح دوڑنے کو کہہ رہا ہوں، مگر کُتا آخر کُتے ہی کی طرح دوڑنے کی بات سوچتا ہے۔"

وہ غصّے سے غرّانے لگا، پھر تن کر بولا "مجھے گولی مار دو۔ میں یہاں سے جا کر کسی سے آنکھیں نہیں ملانا چاہتا۔"

اس نے شکاری چاقو نکال کر کہا "جو ہاتھوں سے مجبور ہو، اُس پر ہاتھ نہیں اُٹھانا چاہیے۔ میں اس چاقو سے تمہارا لباس تار تار کروں گا تو تم اور زیادہ تماشا بن جاؤ گے۔ پھر بھی تم نے دوڑنے سے انکار کیا تو لباس کی ایک دھجی بھی تمہارے بدن پر نہیں رہے گی۔"

اس نے بشرٹ پر چاقو کا ایک ہاتھ مارا۔ اسے اوپر سے نیچے تک چیرتا چلا گیا۔ وہ گھبرا کر بولا "مم... مجھے بے لباس نہ کرو۔ میں... میں دوڑوں گا۔"

"چلو گاڑی کے آگے جاؤ اور مشرقی مورچے تک دوڑتے چلو۔"

وہ اپنی بے بسی پر غرّاتا ہوا آگے آیا۔ اگر اس کے پاؤں توڑ دیے جاتے تو وہ ہاتھ سے کوئی ہتھیار اٹھا کر خودکشی کر لیتا۔ وہ اپنے لباس کی سلامتی کے لیے دوڑنے لگا۔ دونوں ہاتھوں کی ٹوٹی ہوئی اُنگلیوں سے زبردست ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ وہ خاصی قوّتِ برداشت کا مالک تھا۔ اگر قوّتِ برداشت نہ ہوتی اور وہ حوصلہ ہار کر گر پڑتا تو صیّاد اُسے لباس سے محروم کر دیتا۔

وہ آج سے پہلے کئی بار اپنے جزیرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑتا رہا تھا۔ اس کے ساتھ دوڑنے والے افسر تھک جاتے تھے مگر وہ دم لینے کے لیے کہیں نہیں رُکتا تھا۔ آج اسے صرف مشرقی مورچے تک جانا تھا جو ایک میل کے فاصلے پر تھا لیکن اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ میلوں دُور سے دوڑتا آ رہا ہو اور نہ جانے کتنے میل ابھی اور دوڑنا پڑے گا۔ وہ ڈگمگانے لگا تھا۔ علی نے کہا "سنبھل کر دوڑتے رہو، گرو گے یا گرو گے تو لباس کی دھجیاں اُڑیں گی۔"

وہ لباس کی خاطر ہی اپنی آخری قوّتِ برداشت سے کام لیتے ہوئے مشرقی مورچے کے قریب پہنچ گیا۔ پارس چھت پر اسٹین گن لیے کھڑا تھا۔ سلمان رازی کے مسلح

اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات
ضیاء تبسم بلگرامی کے قلم سے
روشنی کے مینار
قیمت ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ضیاء تبسم بلگرامی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ
عظمت کے مینار
قیمت ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ
وہ فن پارے
جن کی آپ کو تلاش ہے۔
ایمان کا سفر
قیمت ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ
جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔
کچرا گھر
قیمت ۶۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو پاکیزگی کے لبادے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں
آدھا چہرہ
قیمت ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

جرائم، جادو، شیطان ازم، ارواح طلسم و مزاح، اسرار و خوف سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں
کالی کہانیاں
قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مشہور چور نک ویلوٹ جو بیش قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چُراتا ہے۔
نک ویلوٹ کی چوریاں
قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ فی جلد ۱۰ روپے

جوانوں نے مورچے کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ انھوں نے اپنے آقا کو بُری حالت میں ہانپتے کانپتے دیکھا تو اپنی رائفلوں کا رُخ علی کی طرف موڑ دیا۔ علی نے گاڑی سے اُتر کر سلمان رازی کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "ہتھیار پھینک دو۔ تمھارا آقا آدھا مر چکا ہے، باقی آدھے کے لیے میری ایک گولی کافی ہوگی۔"

چھت پر سے پارس نے کہا "نادانو! اب کس کی اطاعت اور حفاظت کے لیے ہتھیار کا بوجھ اُٹھا رہے ہو، اُدھر تمھارا آقا اور اِدھر تمھاری ملکہ اور ملکہ زادیاں ہمارے قبضے میں ہیں۔"

مورچے کی چار دیواری میں خانم نے پہلے علی تیمور کی زبان سے سُنا کہ رازی آدھا مر چکا ہے، اُسے یقین نہیں آیا۔ جب پارس نے چھت پر سے کہا کہ اس کا پورا خاندان دونوں بھائیوں کے قبضے میں آ چکا ہے تو وہ دوڑتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی۔ وہاں سے کافی دُور ایک کھلی جگہ سلمان رازی لنگڑا لنگڑا کر بھاگ رہا تھا۔ پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے گھٹنوں کے بل زمین پر آ گیا۔ کوئی اور ہوتا تو وہ اوندھے مُنہ گر پڑتا۔ مگر وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

خانم نے کھڑکی سے چیخ کر کہا "نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ میرے سر کا تاج ہے۔ اس جزیرے کا آقا ہے، کوئی اسے توڑ نہیں سکتا۔"

وہ کھڑکی سے پلٹ کر دوڑتی ہوئی دروازے کی طرف آئی۔ وہ باہر رازی کے پاس جانا چاہتی تھی۔ کمی نے اس کے مُنہ پر ایک کراٹے کا ہاتھ مارا۔ وہ چیخ مار کر پیچھے کی طرف چلی گئی۔ دونوں لڑکیوں نے کھڑکی سے جھانک کر اپنے شہ زور باپ کو دیکھا۔ علی کہہ رہا تھا "میں نے تمھارے آقا کے دونوں ہاتھ توڑ دیے ہیں۔ اگر تین گِنتے تک تم لوگوں نے ایک جگہ ہتھیاروں کا ڈھیر نہیں لگایا تو تمھاری مالکہ کے پاؤں توڑے گی۔ ایک... دو..."

سب ایک جگہ اپنے اپنے ہتھیار لا کر پھینکنے لگے۔ پارس نے چھت پر سے کہا "علی! رازی کے پورے خاندان کو ایک جگہ رہنا چاہیے۔ میں اس کی بیوی اور بیٹیوں کو لا رہا ہوں اور نہتے جوانوں کو حکم دے رہا ہوں کہ وہ دُور چلے جائیں۔"

پارس چھت سے اُتر کر چار دیواری میں آیا۔ خانم نے تڑپ کر کہا "رازی کو فوراً طبّی امداد پہنچاؤ۔ تمھیں خدا کا واسطہ اسے زندہ رہنے دو۔ ہم نے تم سے شک تم سے دشمنی کی مگر خدا گواہ ہے، ہم تمھاری جان کے دشمن نہیں تھے۔ تمھیں تابع دار بنانے کے لیے سختی سے پیش آئے تھے۔"

پارس نے کہا "مجھے تمھاری جیسی بے غیرت ماں پر ترس نہیں آئے گا۔ تم نے صرف یاسمینہ کا دل پھیرنے کے لیے زرینہ کے ساتھ ایک ننگا ڈراما پلے کیا۔ اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کا گریبان پھاڑ کر مجھے الزام دیا۔ دیکھو اور عبرت حاصل کرو کہ کس طرح خدا کی مار پڑ رہی ہے۔ ان لمحات میں نہ تمھارے پاس اقتدار ہے، نہ طاقت ہے، نہ فوج ہے۔ تم لوگوں کی عزت دو کوڑی کی نہ رہی۔ جلو اب باہر چلو۔"

یاسمینہ سوچتی اور بچھتاتی ہوئی نظروں سے پارس کو دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی "ممّی! اگر پارس کی نیّت خراب ہوتی تو وہ میرے ساتھ آپ کو بھی چھت پر بھیج دیتا اور آپ کو گن پوائنٹ پر جانا ہی پڑتا۔ پھر یہ تنہائی میں زرینہ کے ساتھ من مانی نہ کر سکتا تھا۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں تھا۔ اتنی سی بات میری سمجھ میں پہلے نہیں آئی۔ جواب دیجیے، آپ نے ایسی شرم ناک حرکت کیوں کی؟"

خانم نے پریشان ہو کر کہا "بکواس مت کرو۔ تمھارا باپ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے اور تم اپنا دُکھڑا رو رہی ہو۔ پہلے اپنے باپ کے پاس چلو۔"

یاسمینہ، پارس کے پاس آئی، پھر گلے کا ہار بن کر بولی "مجھے معاف کر دو۔ میں ممّی کے بہکانے میں آ گئی تھی۔"

پارس نے کہا "کمی! میں عورت پر ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔ اسے دُور کرو۔"

کمی نے یاسمینہ کے بالوں کو مُٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ تکلیف کی شدّت سے چیختی ہوئی الگ ہو گئی۔ پارس نے کہا "میں مانتا ہوں، تم بہک گئی تھیں، تمھارا زیادہ قصور نہیں ہے۔ لیکن تمام زندگی نچوڑنے کے لیے وفا لڑکی کو نہیں اس کے خاندان کو بھی دیکھا جاتا ہے اور میں تمھارے باپ کا کھوکھلا غرور اور ماں کی بے حیائی دیکھتا آ رہا ہوں۔"

وہ دروازے سے باہر آیا۔ ماں بیٹیاں سر جھکا کر اس کے پیچھے چل رہی تھیں۔ ان کے پیچھے کمی اسٹین گن اُٹھائے ہوئے تھی۔ وہ کھلی جگہ پر رازی کے پاس آئے۔ خانم اس کے قریب جا کر اُسے کچھ سہارا دینا چاہتی تھی، علی نے اس کے پاؤں کے پاس فائر کیا۔ وہ اُچھل کر پیچھے چلی گئی۔ اس نے کہا "خانم! تم ماں بیٹیاں، رازی سے دُور رہو گی۔ میں نہیں چاہتا کوئی قریب جا کر اس کے لیے ڈھال بن جائے اور ضرورت پڑنے پر میں اُسے گولی نہ مار سکوں۔"

خانم نے گڑگڑاتے ہوئے کہا "میرے شوہر پر رحم کرو۔ یہ پیاسا ہے، اسے مرہم پٹی کی ضرورت ہے۔"

"تم ہماری ضرورت پوری کرو، ہم تمھاری ضرورت پوری کریں گے۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہم حکومتِ فرانس سے رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں، وہاں سے ہمارے لیے ہیلی کاپٹر یا طیارہ آئے گا۔"

"ہمارا ایک لانگ رینج ٹرانسمیٹر خفیہ پناہ گاہ میں ہے، تم اس کے ذریعے اس پاس کی کسی بھی حکومت سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ ویسے میں چاہتی ہوں تم دونوں بھائی جلد سے جلد چلے جاؤ۔ ہمارا ایک ہیلی کاپٹر تھیں وہاں پہنچا دے گا۔"

علی نے پوچھا "کیوں پارس! تمھارا کیا خیال ہے؟"

اس نے جواب دیا "ہم کسی کے بھی ہیلی کاپٹر میں جائیں گے تو ماں بیٹیوں کو یرغمال بنا کر لے جائیں گے تاکہ پرواز کرتے ہی ان کے وفادار ہیلی کاپٹر کو تباہ نہ کر سکیں۔"

خانم نے کہا "میں نہیں جاؤں گی۔ رازی کو ایسی حالت میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ مجھ پر ایسا ظلم نہ کرو۔"

"ہم تمھیں زیادہ دُور نہیں لے جائیں گے۔ اٹلی کے جنوبی ساحل پر چھوڑ دیں گے۔ تم اپنی بیٹیوں کے ساتھ بخیریت واپس جاؤ گی۔"

"تم میری دونوں بیٹیوں کو لے جاؤ، مجھے یقین ہے، میری بیٹیاں خیریت سے واپس آئیں گی۔ تم دونوں ایک شریف اور اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے ہو، میری بچیوں کی عزت پر آنچ نہیں..."

وہ کہتے کہتے پارس کو دیکھ کر رُک گئی۔ پارس نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہا "میں نے تھوڑی دیر پہلے تمھارے ہی جزیرے کی پناہ گاہ کے ایک مورچے میں زرینہ کی عزت پر ہاتھ ڈالا تھا، پھر تم اسی بے حیا زبان سے کیسے کہتی ہو کہ جزیرے کے باہر لے جا کر ہم تمھاری جوان لڑکیوں کو عزت آبرو سے واپس آنے دیں گے۔"

وہ بات بدل کر بولی "خواہ مخواہ بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ رازی کو دواؤں اور مرہم پٹی کی ضرورت ہے۔"

علی نے کہا "وقت تم ضائع کر رہی ہو۔ تم ہمارے ساتھ جانے کے بعد یہاں واپس آؤ گی تو تمھارے وفادار اس کی مرہم پٹی کر چکے ہوں گے۔ تمھارے جانے اور آنے میں زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹے لگیں گے۔"

"بازی تمھارے ہاتھوں میں ہے۔ میں اپنی بات نہیں منوا سکوں گی لیکن مجھے رازی کے پاس جا کر مشورہ کرنے کی اجازت دو۔"

علی نے کہا "ہم نے فاتح کی حیثیت سے حکم دیا ہے اور حکم صادر ہونے کے بعد کسی مشورے کی گنجائش نہیں ہوا کرتی۔"

سلمان رازی اسی طرح گھٹنے ٹیکے، ٹوٹے ہوئے ہاتھوں کو زانو پر رکھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے اور جھنجلاتے ہوئے کہا "بے وقوف عورت! میں یہاں تڑپ رہا ہوں، تو ان سے ناکام مذاکرات کر کے مجھے اور موت کے قریب پہنچا رہی ہے۔ اُلو کی پٹھی! جا اُن کے ساتھ۔ اپنی اولاد کو بھی لے جا۔ تیرے دفع ہونے سے میری مرہم پٹی تو ہو سکے گی۔"

خانم نے ایک افسر سے ٹرانسمیٹر لے کر رابطہ قائم کیا۔ پھر ایک ہیلی کاپٹر لانے کا حکم دیا۔ یاسمینہ نے کمی سے کہا "مجھے پارس سے دو باتیں کرنے دو۔"

کمی نے کہا "تم تیمور خاندان کو نہیں جانتی ہو۔ اس خاندان کے افراد جو کہہ دیتے ہیں، وہ بات پتھر کی لکیر بن جاتی ہے۔ جب اس نے کہہ دیا ہے کہ تمھیں قریب بھی نہ آنے دیا جائے تو پھر بات کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"کمی! تم عورت ہو، یہ بات اچھی طرح جانتی ہو کہ ایک لڑکی اپنا سب کچھ جس کے حوالے کرتی ہے، پھر اس کے سوا کسی دوسرے کا تصور بھی نہیں کرتی۔"

"میں ایسی لڑکیوں میں سے نہیں ہوں۔ میں نے آج تک اپنے آپ کو کسی کے حوالے نہیں کیا۔ شاید اس لیے کہ کوئی مرد مجھے جیت نہیں سکا۔"

"میں سمجھ گئی، پارس نے تمھیں جیت لیا ہے، تم اپنے چانس میں ہو، اس لیے میرا راستہ کاٹ رہی ہو۔"

"بکواس کرو گی تو مُنہ توڑ دوں گی۔ میں پارس کو چھوٹے بھائی یا بیٹے جیسا سمجھتی ہوں۔ اُسے تمھارے خاندان سے دور رکھنا، میرا فرض ہے۔ میں آہنی دیوار ہوں۔ تمھارا باپ بھی مجھے توڑ کر تمھیں پارس تک نہیں پہنچا سکے گا۔"

وہ بے بسی سے دُور کھڑے ہوئے پارس کو دیکھنے لگی۔ ایسے ہی وقت میں پارس کے پاس آیا۔ وہاں میری توقع کے خلاف سچوایشن بدلی ہوئی تھی۔ میرے بیٹوں نے سلمان رازی سمیت اس کی پوری فیملی کو قیدی بنایا ہوا تھا۔ پارس نے پچھلی رات سے اب تک کے حالات بتائے۔ میں نے کہا "کمی سے کہو وہ سلمان رازی کو گن پوائنٹ پر رکھے، تم دونوں بھائی ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ۔ میں تمھارے ذریعے علی سے بھی گفتگو کروں گا۔"

پارس نے کمی کو میری ہدایات سنائیں۔ وہ سلمان

رازی کو نشانے پر رکھ کر اس سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔ دونوں بیٹے قریب ہو گئے۔ دور سے ہیلی کاپٹر کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے پارس کے ذریعے کہا "علی! ابھی یہ جزیرہ چھوڑ کر جانا مناسب نہیں ہے۔ تم دونوں کو صرف اپنی نجات کا راستہ نہیں دیکھنا چاہیے۔ تم جب چاہو گے، اپنی صلاحیتوں کے بل پر یہاں سے نکل آؤ گے۔ اگر زیادہ مشکلات پیش آئیں گی تو ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری مدد کریں گے۔"

علی نے کہا "پاپا! ہمیں کہیں نہ کہیں مصروف رہنا ہے۔ اگر یہاں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہ بیٹھنا پڑے تو میں جزیرے میں رہوں گا۔"

"یہاں تمہاری کافی مصروفیات ہوں گی۔ یہاں کے دہشت گرد ویسا جیسے اسلامی ملک میں تخریبی کارروائیاں کرتے ہیں۔ یہ دہشت گردی کرنے والے نہ کسی ملک اور قوم کے دشمن ہوتے ہیں نہ کسی سے مذہبی بغض رکھتے ہیں۔ یہ صرف رقم کی خاطر بے گناہوں کو قتل کرتے ہیں اور شہری امن و امان غارت کرتے ہیں۔ سلمان رازی، سپر ماسٹر سے دشمنی مول لینے کے بعد اپنی فوج کے جوانوں کو بھاری معاوضہ نہیں دے سکے گا۔ اس کے لیے وہ ماسک مین سے سودے بازی کرے گا۔ ماسک مین لیبیا کا دوست ہے لیکن کسی دوسرے اسلامی ملک میں ان دہشت گردوں کو استعمال کرے گا۔"

"یس پاپا! بات سمجھ میں آ گئی ہے۔ ہم یہاں رہ کر ان دہشت گردوں کو کسی بڑے طاقتور ملک کا آلۂ کار نہیں بننے دیں گے۔"

پارس نے کہا "لیکن انھیں اپنے کنٹرول میں رکھنے کے لیے ہمیں بھاری معاوضہ ادا کرتے رہنا ہوگا۔"

میں نے کہا "ہمارے لیے دولت حاصل کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تم انھیں تنخواہ دار سپاہی بنا کر رکھو گے، انھیں انعام و اکرام سے نوازتے رہو گے تو یہ تمہارے وفادار اور جاں نثار بن جائیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے ہمیں اس جزیرے میں سلمان رازی کے اقتدار کو ختم کرنا ہوگا؟"

"وہ تو تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ جب یہ تمام مسلح جوان تمہارے تنخواہ دار ہوں گے تو رازی کس پر حکم چلائے گا؟ کس پر حکومت کرے گا؟"

علی نے کہا "درست ہے، کوئی ملک ہو یا جزیرہ وہاں کی فوج جس کے کنٹرول میں ہوگی، وہی اس علاقے کا حکمران ہو گا اور ہمیں سپر ماسٹر کے بعد ماسک مین کو یہاں کا کنٹرول سنبھالنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔"

پارس نے سوچ کے ذریعے کہا "پاپا! میں سمجھتا ہوں، یاسمینہ اپنی بہن اور ماں باپ سے مختلف ہے۔ ان کی بھلائی دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ یاسمینہ پر بھی ان کا اثر ہو گا۔ آئندہ وہ بھی کسی موقع پر بے حیائی کا مظاہرہ کر سکتی ہے کیوں کہ اس خاندان کے افراد وہ رہ کر اپنا مزاج اور اپنا رویہ بدلتے رہتے ہیں۔ یہ سوچ کر میں اس سے نفرت ظاہر کرنے لگا ہوں مگر دل کہتا ہے، میں اس سے ناانصافی کر رہا ہوں۔"

میں نے کہا "تم علی کے ساتھ ان کے سامنے ابھی فیصلہ بدلو۔ میں یاسمینہ کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرتا ہوں۔"

ہیلی کاپٹر کچھ دور آ کر اتر گیا تھا۔ خانم نے کہا "علی! میں اپنی بیٹیوں کو لے کر تم لوگوں کے ساتھ چل رہی ہوں، آؤ دیر نہ کرو۔ رازی کو میڈیکل ایڈ ملنے دو۔"

علی نے کہا "ذرا صبر کرو۔ ابھی ہم کچھ اہم فیصلے کر رہے ہیں۔ کیا یہاں ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑنے اور پلاسٹر کرنے والے ڈاکٹر ہیں؟"

خانم نے کہا "یہاں ہر طرح کا علاج ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں نہایت تجربے کار ڈاکٹر ہیں۔"

"میں نے اس کی انگلیاں توڑی ہیں، اپنی آنکھوں کے سامنے اس کا علاج کراؤں گا، پھر جاؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو تم لوگ جب تک رہو گے، ہمیں رازی کے قریب جانے نہیں دو گے۔"

"اگر اپنی خفیہ پناہ گاہ میں اس کا علاج کراؤ گی تو تم مال بیٹیاں اس سے آزادی کے ساتھ مل سکو گی۔ اس پناہ گاہ میں ہم بھی رہیں گے۔ ہماری اجازت کے بغیر کوئی ملازم یا افسر اندر نہیں آئے گا۔"

سلمان رازی نے پھر تکلیف سے پریشان ہو کر جھنجلاتے ہوئے کہا "بحث مت کرو۔ یہ جو کہتے ہیں، مان لو۔ ڈاکٹر کو فوراً یہاں بلاؤ۔"

علی نے قریب جا کر ریوالور دکھاتے ہوئے کہا "ڈاکٹر یہاں نہیں آئے گا۔ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ اور ہیلی کاپٹر میں چل کر بیٹھو۔ تمہارا علاج خفیہ پناہ گاہ میں ہوگا۔"

وہ بڑی مشکل سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ کسی کو قریب آ کر سہارا دینے کی اجازت نہیں تھی۔ پہلے علی ہیلی کاپٹر کے اندر گیا۔ پھر رازی کو اندر آنے کے لیے سہارا دیا۔ اس کے بعد خانم، اس کی بیٹیاں، مجتبیٰ اور پارس آ کر بیٹھ گئے۔ میں یاسمینہ کے دماغ میں آیا، وہ سانس روکنا چاہتی تھی، میں

نے کہا "میں فریاد ہوں۔"

اس نے پوچھا "میں کیسے یقین کروں؟ تم کوئی دشمن بھی ہو سکتے ہو۔"

"فی الحال اس دنیا میں ہمارے سوا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ اگر تمھیں یقین نہیں ہے تو میں جا رہا ہوں۔"

اس نے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے پارس کو دیکھا پھر کہا "آپ ان کے پاپا ہیں تو نہ جائیں۔ آپ کے آنے سے مجھ ڈوبنے والی کو سہارا مل رہا ہے۔"

"مجھے بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں تمھارے دماغ میں رہ کر سچ اور جھوٹ کو سمجھنا چاہتا ہوں۔"

وہ خاموش رہی مگر شرماتی رہی کہ شاید میں پارس کے لیے اس کے جذبات کو پڑھ رہا ہوں۔ میں اس کے چور خیالات اور چور ارادے پڑھ رہا تھا۔ اس کا دل اور دماغ پارس کے لیے آئینے کی طرح صاف تھا۔ وہ ایک بار اس کے کردار پر شبہ کر کے پچھتا رہی تھی اور اس کے چور ارادے بتا رہے تھے کہ وہ کسی بھی آزمائشی موقع پر پارس کی خاطر اپنے ماں باپ کی جانی دشمن بن جائے گی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں! جس ماں نے مجھے پیدا کیا، جس باپ نے مجھے لاڈ پیار سے پالا بچپن سے لے کر آج تک کسی چیز سے محروم نہیں رکھا، جوانی میں میرے لیے پارس جیسے جواں مرد کو اغوا کیا اور مجھے اس کی آغوش میں پہنچایا، میں انھی ماں باپ سے دشمنی کی بات سوچ رہی ہوں۔"

میں نے اسے مثبت اور منفی سوچوں کے درمیان الجھا دیا۔ تھوڑی دیر کے لیے اپنی موجودگی بھلا دی۔ وہ بولی "مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ یہ بات ایک موٹی سی عقل سے بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ دونوں پارس کو ہمیشہ کے لیے ہم دونوں بہنوں کا وفادار بنا کر رکھنے کی خاطر ہی ممی اور ڈیڈی اتنی مصیبتیں اٹھا رہے ہیں۔ سچ ہے، اولاد جوانی میں اندھی ہو جاتی ہے۔ محبوب کے دماغ سے سوچتی ہے تو ماں باپ سمجھ میں نہیں آتے۔ محبوب کی آنکھوں سے دیکھتی ہے تو والدین بچھڑ نظر آتے ہیں۔ مجھے اپنی ممی اور ڈیڈی سے محبت ہے، میں ان کے سر جھکے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا "ابھی ان کے سر جھک گئے، اور میں ہوں کہ ان کے سر جھکانے والے کی برائی ہو رہی ہوں۔ آخر کیوں؟"

وہ کشمکش میں رہی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "ابھی میری ایک ذرا سی بھول پر پارس کے تیور بدل گئے، اس نے مجھے دھتکار دیا ہے۔ اس کا ساتھ دینے والی کتی نے مجھے مارا بھی ہے اور وہ تماشا دیکھتا رہا ہے۔ مجھے اور میرے خاندان کو یہ جس قدر ذلیل کر سکتا ہے، کرتا جا رہا ہے۔ جب ڈیڈی اسے تنویمی عمل کے ذریعے تابع دار بنا لیں گے تو پھر یہ بھی ہمارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائے گا۔ ہمیشہ میرے اشاروں پر چلے گا۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "ہاں پھر میرے والدین کے سر نہیں، دونوں پارس کے سر جھکے رہیں گے۔ خدا کرے، میرا پارس جزیرے سے نہ جائے اور میرے ڈیڈی جلد صحت یاب ہو جائیں۔ پھر وہ اس پر عمل کریں گے۔ اسے ہمیشہ کے لیے اپنا بنائے رکھنے کے لیے مجھے یہی دعا کرنا چاہیے۔"

میں نے پھر دوسرے پہلو سے خیالات پیدا کیے۔ "لیکن یہ تو یک طرفہ محبت ہوگی۔ یعنی محبت صرف میں کروں گی اور پارس کے دماغ میں تنویمی عمل کے ذریعے زبردستی محبت ٹھونسی جائے گی۔"

اس نے فیصلہ کن انداز میں سوچا "چلو جبری محبت ہی سہی۔ وہ کبھی مجھے چھوڑ کر اس جزیرے سے نہیں جائے گا۔ اب مجھے پارس پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

سلمان رازی کو خفیہ پناہ گاہ میں پہنچا دیا گیا تھا۔ ایک ڈاکٹر، ایک اسسٹنٹ اور دو نرسوں کو اس کے پاس جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ وہ اس کی انگلیوں کی ہڈیوں کو جوڑنے میں مصروف تھے۔ میں نے پارس سے کہا "یاسمینہ تمھیں بے شک چاہتی ہے لیکن اس کی رگوں میں سلمان رازی کا اقتدار پسند خون ہے۔ تمھیں چاہتے رہنے کے لیے تم پر قبضہ جمائے رکھنا چاہتی ہے۔ یوں دیکھا جائے تو یہ ہر عورت کا حق ہے، وہ اپنے مرد پر صرف اپنا قبضہ دیکھنا چاہتی ہے لیکن تعویذ گنڈوں، جادو ٹونوں اور تنویمی عمل کے ذریعے مرد کے دل و دماغ کو اپنی طرف پھیرنا سراسر سازش ہے۔ جب کسی عمل سے کسی کی مردانگی کو زیر کر لیا جائے تو اس عورت کے پاس ایک مکمل مرد نہیں رہتا، صرف اس کی ضرورت پوری کرنے والا ایک آدمی رہ جاتا ہے۔"

"پاپا! ان کا پورا خاندان ناقابلِ اعتماد ہے۔ انھیں جب بھی موقع ملے گا، یہ ہمیں تابع دار بنا کر رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

میں نے کہا "انھیں تابع دار بنانے کے لیے تمھیں کچھ عرصہ یاسمینہ کے ساتھ رہنا ہوگا۔ تم، علی اور کتی ایک ساتھ

اس خفیہ پناہ گاہ میں نہیں رہو گے۔ میں نہیں چاہتا، کوئی مصیبت آئے تو تم سب ایک ساتھ اس میں گرفتار ہو جاؤ۔ اس لیے تم کسی دوسری پناہ گاہ میں یاسمینہ کے ساتھ رہو گے۔ وہیں کبھی، خانم کی نگرانی کرے گی، علی یہاں سلمان رازی اور زرینہ کے ساتھ رہے گا۔"

"میں اور کبھی باری باری سو سکے جاگتے خانم اور یاسمینہ کی نگرانی کر سکتے ہیں لیکن علی یہاں تنہا رہے گا۔"

"میں ابھی تم لوگوں کے لیے سچے وفادار تلاش کرتا ہوں۔ ابھی کبھی باہر جائے گی۔"

میں نے کبھی کے پاس آ کر کہا۔ "ہمیں وفاداروں کی ضرورت ہے۔ ہم ابھی سے رازی کے سپاہیوں پر بھروسا نہیں کریں گے۔ تم نے دو نمبر کیمپ میں قیدیوں کو دیکھا ہے، وہ مظلوم ہیں، سلمان رازی سے نفرت کرتے ہیں وہی ہمارا ساتھ دے سکتے ہیں۔"

وہ بولی۔ "جب میں اسے کلاس جیل میں جاتی تھی تو وہ مشقت کرنے والے اور ظلم سہنے والے قیدی مجھے حسرت سے دیکھتے تھے۔ مجھے یقین ہے، وہ ہمارے حمایتی بن جائیں گے۔"

"ان قیدیوں میں فریبی اور مکار بھی ہو سکتے ہیں۔ تم ابھی ہیلی کاپٹر میں جاؤ، وہاں ان سے باتیں کرو، میں تمہارے ذریعے ان کے اندر پہنچ کر وفاداروں کا انتخاب کروں گا۔"

وہ خانم کے پاس آ کر بولی۔ "میں کیمپ نمبر دو میں جا رہی ہوں، اپنے سینئر افسر سے کہو، وہ میرے ساتھ رہے گا۔ میں جس قیدی کو چاہوں گی اسے قید خانے سے نکال کر مسلح کروں گی، وہ اس سلسلے میں میری مدد کرے گا۔"

خانم نے ایک سینئر افسر کو اس کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جانے کا حکم دیا۔ وہ دس منٹ میں وہاں پہنچ گئی۔ ایک ایک قیدی سے باتیں کرنے لگی۔ میں ہر ایک کے دماغ کی تہ میں پہنچ کر اس کی فطرت اور اس کے ارادوں کو سمجھ رہا تھا۔ کبھی اُن سے کہتی جا رہی تھی کہ جزیرے پر اب فرہاد علی تیمور کے بیٹوں کا قبضہ ہے۔ انھیں فوری طور پر وفاداروں کی ضرورت ہے۔ یہ سُن کر سب قیدی خود کو وفاداری کے لیے پیش کرتے تھے۔ اسی بہانے قید سے رہائی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ یہ سوچ کر خوش ہوتے تھے کہ رہائی کے ساتھ ہتھیار بھی ملیں گے۔ پھر ہیلی کاپٹر اور بڑی لانچوں میں بیٹھنے کا موقع ملے گا تو وہ کبھی اور دو دن پارس کو جُل دے کر جزیرے سے فرار ہو جائیں گے۔

میں نے ایسے مکاروں کو قید ہی رہنے دیا تھا۔ میں ایسے قیدیوں کو رہائی دلاتی جو اپنے حالات کے پیشِ نظر ذہانت اور سنجیدگی سے میرے بیٹوں کے وفادار بننا چاہتے تھے۔ اُن میں سے بیشتر ایسے تھے جن کا دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ وہ جزیرے سے باہر نکلنے کے لیے بے چین نہیں تھے۔ بعض نئے وفادار میرے نام سے اور شخصیت سے متاثر تھے۔ انھوں نے سوچا، فرہاد صاحب پلک جھپکتے ہی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتے ہیں، ہم اُن کے ذریعے اپنے بیوی بچوں کی خیریت معلوم کر سکتے ہیں، انھیں مالی امداد پہنچا سکتے ہیں، ہمیں دونوں پارس کی خدمت کرتے رہنے سے ذاتی اور گھریلو خوشحالی نصیب ہو گی۔

ہمارے متعلق ایسے خیالات رکھنے والے وفادار دوسرے قیدیوں کو بھی یہی باتیں سمجھاتے تھے۔ میں نے ان لوگوں کو باری باری مخاطب کیا۔ اُن کے ملکوں، شہروں اور گھروں کے پتے پوچھ کر نوٹ کیے اور انھیں یقین دلایا کہ میں چھ گھنٹے کے اندر تمام وفاداروں کی فیملی تک پہنچ کر ان کی خیریت معلوم کر دوں گا۔ ان میں سے ہر فیملی کو ماہانہ پانچ ہزار ڈالر ملتے رہیں گے، اس رقم کی ادائیگی آج ہی سے شروع ہو گی۔

ایک تو انھیں رہائی مل گئی تھی، دوسرے بیوی بچوں کو جانی اور مالی تحفظ حاصل ہو رہا تھا۔ ایسے میں وہ دونوں پارس کی خاطر اپنی گردنیں کٹانے کے لیے بھی تیار ہو گئے تھے۔ ان میں سے بارہ، فیملی والے تھے۔ ان کی وفاداری کبھی بدل نہیں سکتی تھی۔ اُن میں سے پانچ علی کے اور پانچ پارس کے خاص باڈی گارڈ بنائے گئے، باقی دو افراد کو ان کا کھانا تیار کرنے یعنی کچن کا کام سنبھالنے کا حکم دیا گیا کیوں کہ کسی اور کے ہاتھوں کا کھانا نقصان پہنچا سکتا تھا۔

علی اُس خفیہ پناہ گاہ میں زرینہ اور سلمان رازی کے ساتھ تھا۔ اس کے پانچ گارڈز باری باری ڈیوٹی پر رہتے تھے، انھیں اور ایک باورچی کو اندر آنے کی اجازت تھی۔ باقی نو وفادار پناہ گاہ کے باہر مسلح رہ کر پہرا دیتے تھے۔ زرینہ کو یقین تھا، وہ علی کے اس قدر قریب رہ کر اسے اپنی طرف مائل کر لے گی۔ باقی مائل کرنے میں جو کسر رہ جائے گی، وہ باپ صحت یاب ہونے کے بعد پوری کر لے گا۔ مگر علی، پتھر تھا۔ پتھر پر ایک حسین اور پُرشباب عورت آ کر بیٹھ جائے یا لیٹ جائے تو وہ پگھلتا نہیں ہے۔ وہ پتھر ہی رہتا ہے۔ زرینہ اُس پتھر سے ٹکرا کر مر سکتی تھی لیکن محبت نامی کوئی چیز حاصل نہیں کر سکتی تھی۔

پارس اپنے وفاداروں کے ساتھ یاسمینہ اور خانم کو لے کر دوسری پناہ گاہ میں آ گیا تھا۔ خانم کو ایک کمرے میں بند رکھا گیا تھا۔ وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ دونوں بھائی جزیرے سے واپس نہیں جائیں گے۔ قیدیوں کو رہائی دلا کر مسلح کرنے کا مطلب یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ جزیرے پر رفتہ رفتہ چھا رہے ہیں۔

پارس نے صاف طور پر کہہ دیا تھا۔ "تمہارے اقتدار کا سورج غروب ہو چکا ہے۔ سلمان رازی کے ہاتھوں پر پلاسٹر چڑھایا جا چکا ہے۔ دوسرے دن رازی اپنے تمام افسروں اور غداروں کو پناہ گاہ کے سامنے حاضر ہونے کا حکم دے گا، ان کے سامنے اپنی شکست کا اعتراف کرے گا اور اقتدار ہمیں منتقل کرنے کا فیصلہ سُنا کر گوشہ نشین ہو جائے گا۔"

خانم نے کہا۔ "تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ضرور ہو مگر اقتدار حاصل کرنے کا خواب نہ دیکھو۔ اس معاملے میں ابھی بچے ہو۔ تم دونوں بھائیوں کو اور تمہارے باپ کو موجودہ کامیابی پر بہت زیادہ خوش نہیں ہونا چاہیے۔ یہ عارضی کامیابی ہے۔ رازی کے اقتدار کا سورج کبھی غروب نہیں ہو سکتا۔ ہمارا اقتدار بحال کرانے کے لیے ایک طاقتور ملک کی فوج بہت جلد اس جزیرے میں اُترنے والی ہے۔"

وہ اُس طاقت ور ملک کا نام نہیں لے رہی تھی۔ گرہم جانتے تھے، وہ آئندہ سپر ماسٹر کے حملوں اور سیاسی سازشوں سے بچنے کے لیے ملک مین سے امداد حاصل کر رہی ہے۔ میں جزیرے میں ایک بڑی فوج کے اُترنے سے پہلے میں ملک مین کو وارننگ دے سکتا تھا کہ وہ میرے بیٹوں کے خلاف ایسا اقدام نہ اُٹھائے لیکن وہ میری مخالفت سے بچنے کے لیے صاف جھوٹ بول دیتا کہ سلمان رازی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی طرح بھی اس کی مدد کر رہا ہے۔

سیاسی چالیں کچھ ایسی ہی ہوتی ہیں، سپر پاور کہلانے والے شاطر غدار ہی اپنی فوج کسی دوسرے ملک میں بھیجتے ہیں۔ وہ خود کو خیر خواہ ظاہر کرتے ہیں۔ اپنے زیرِ اثر رہنے والے چھوٹے ممالک کے فوجی جوانوں کو بھیجتے ہیں۔ ملک مین میری خیال خوانی سے محفوظ رہنے کے لیے ایسی ہی چال چلنے والا تھا۔

مُکے نے آرمر اور ڈینی دانیال سے کہا۔ "میں دوسرے اہم معاملات میں مصروف ہوں، اپنے چند نئے وفاداروں کے نام اور پتے بتا رہا ہوں۔ ان وفاداروں کے فیملی ممبر مختلف ممالک میں رہتے ہیں، تم دونوں ان کے بیوی بچوں تک پہنچو، ان کی خیریت معلوم کرو اور ہر فیملی کو پانچ ہزار ڈالر ادا کر دو۔"

میں نے انھیں وفاداروں کے پتے نہیں بتائے کیوں کہ ان دو وفاداروں کا خاندان استنبول میں تھا۔ میں براہِ راست ان سے ملاقات کر سکتا تھا۔ فی الحال میں ٹرانسفارمر شین اور نقشوں کے سلسلے میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ جب تک میرے بیٹے جزیرے میں قدم جمانے اور اپنے لیے حفاظتی انتظامات کرنے میں مصروف ہیں، تب تک میں اپنے کچھ دلچسپ واقعات پیش کر رہا ہوں۔

***

میں نے تھیلما کی نیند اڑا دی تھی۔ وہ دیوانی ہو کر کبھی بستر کے اِدھر آ رہی تھی کبھی اُدھر جا رہی تھی۔ جہاں اسے سونا چاہیے تھا، وہاں نوٹوں کی بے شمار گڈیاں جاگ رہی تھیں۔ نوٹ اتنے تھے کہ بستر کی چادر کہیں سے نظر نہیں آ رہی تھی، صرف سو ڈالر کے نوٹ ہی نظر آ رہے تھے۔ اس نے زندگی میں کبھی اتنی دولت نہیں دیکھی تھی۔ وہ ایک ایک گڈی کو اٹھا کر کبھی سینے سے لگا رہی تھی،

سب بنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

سرفروش کیپٹن بجاروں

قیمت ۱۰۰ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰۰ روپے

- ایک ایسے بجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مرگیا تھا لیکن اس کی لاش مُردہ گھر کے تہہ خانے میں اعلیٰ حالت میں موجود تھی۔
- سرناگ کے علاقے پر اس مُردہ بجاری کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر گزندہ انسان کو زندہ کھا جاتا تھا۔
- ایک مغرور اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آ کر بدی کی طاقتوں کا خادم بن گیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کر لیں۔
- وہ طاقتور ترین شخص بن گیا لیکن کیا ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔

بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟

ایک شخص کی ہولناک ترین مگر گزشت مکمل طور پر کہانی کی شکل میں دستیاب ہے۔

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب بنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

اژدہا (ناول)	اقابلا (ناول)	غلام روحیں (ناول)
قیمت ۱۵۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰۰ روپے	قیمت ۱۵۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰۰ روپے	قیمت ۱۵۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ - کراچی

کبھی آنکھوں سے لگا رہی تھی، کبھی چوم رہی تھی۔ یقین کر رہی تھی کہ یہ بے شمار دولت خواب میں نہیں حقیقت میں ملی ہے۔

میں نے کہا: "دیر نہ کرو۔ کوئی بھی آسکتا ہے۔ انھیں الماری میں چھپا دو!"

اس نے مجھے چونک کر دیکھا۔ وہ خوشی میں بھول گئی تھی کہ دولت آتی ہے تو اس کے لٹ جانے کا دھڑکا شروع ہو جاتا ہے۔ اس نے جلدی سے الماری کھولی اور اس کا ایک بڑا سا خانہ خالی کیا۔ پھر نوٹوں کی گڈیوں کو سلیقے سے ایک پر ایک رکھتے ہوئے پوچھا: "کیا میں صبح انھیں بینک میں جمع کر دوں؟"

"کل تمھارا مشیر آئے گا، وہی اس سلسلے میں معقول مشورے دے گا۔"

فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ تھیلما نے بیزار ہو کر کہا: "پتا نہیں کون عورت ہے، فرہاد علی تیمور کو پوچھ رہی ہے۔ بھلا میرے گھر میں کوئی فرہاد کہاں سے آئے گا!"

میں نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو۔ رات کے تین بج رہے ہیں۔ کسی کی نیند خراب کرنے سے پہلے گھڑی دیکھ لینا چاہیے۔"

جولی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا: "میں خوب جانتی ہوں، میری نیند اُڑانے والے کو میری بددعا لگی ہے۔ اسے سنگ دل! تو بھی کروٹیں بدل رہا ہے۔"

"تم رانگ نمبر پر بول رہی ہو۔"

"میں ریسیور رکھتی ہوں، تم دماغ کے صحیح نمبر پر آجاؤ۔"

"یہ دماغ کا صحیح نمبر کیا ہوتا ہے؟ کیا تم نیند میں بول رہی ہو؟ پلیز، مجھے سونے دو۔ بڑی مہربانی ہوگی۔"

"ریسیور رکھنے سے پہلے یہ یقین کر لینا کہ جب تک مجھ سے چھٹکارا نہ پا چکو گے، میں تمھیں سونے نہیں دوں گی۔ بڑی آرزوؤں، بڑی دعاؤں اور بڑے انتظار کے بعد ملے ہو۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ تھیلما تمام گڈیاں رکھنے کے بعد الماری بند کر رہی تھی۔ اس نے پوچھا: "آخر یہ کون ہے؟ بار بار فون پر پریشان کر رہی ہے۔"

"میں نے ریسیور ہٹا کر رکھ دیا ہے، تم آرام سے سو جاؤ۔ مجھے بھی نیند آرہی ہے، میں کمرے سے باہر آیا۔ اُسے یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کہ دروازہ اندر سے بند کر لے۔ دولت خود ہی محتاط بنا دیتی ہے۔ میں بنگلے کے بیرونی دروازے کے پاس آیا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ میں نے اندر کا لاک کھول دیا۔ اب کوئی بھی باہر سے دروازہ کھول کر آسکتا تھا۔ میں اپنی خواب گاہ میں آکر لیٹ گیا۔ آج تھیلما نیند کی گولیاں کھا لیتی تب بھی اُسے نیند نہ آتی۔ اس میں ایک دولت مند کی بے چینی، فکر اور پریشانی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے دوسری صبح نو بجے تک کے لیے سُلا دیا۔

کوئی آدھے گھنٹے بعد بنگلے کا بیرونی دروازہ آہستگی سے کھلا۔ جولی دبے قدموں اندر آئی۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ مجھے سونے نہیں دے گی۔ لہٰذا میری نیند اُڑانے آگئی تھی۔ میں نے تمام بنگلے کی روشنیاں بجھا دی تھیں۔ وہ پنسل ٹارچ کی روشنی میں آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا، وہ بھٹکتی ہوئی تھیلما کے دروازے پر جائے، اس لیے میں اس کے دماغ کی راہنمائی اپنی خواب گاہ کی طرف کر رہا تھا۔

وہ میرے دروازے تک آئی پھر ٹھٹک گئی۔ اُسے اپنے پیچھے آہٹ سی سنائی دی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ڈرائنگ روم میں ایک ٹارچ کی روشنی جھلملا رہی تھی۔ وہ چپ چاپ اُدھر گئی۔ اسے تین سائے نظر آئے۔ ایک کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔ وہ تینوں ڈرائنگ روم سے گزرتے ہوئے آرہے تھے۔ جولی نے آہستگی سے چبھتی ہوئی آواز میں کہا: "ٹارچ کی روشنی میری طرف نہ کرنا، ورنہ گولی چلا دوں گی۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ ٹارچ بجھ گئی تھی۔ اس نے پوچھا: "تم لوگ کون ہو؟"

ٹام مورس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا: "یہی سوال میں کروں گا، تم کون ہو؟"

"میں اس گھر کی مالک ہوں۔"

"جھوٹ کہہ رہی ہو۔ میں پچیس برس سے تھیلما کی آواز اندھیرے میں پہچانتا آرہا ہوں۔ آج اس کی زندگی کی یہ آخری رات ہے۔ تم چوری کی نیت سے آئی ہو تو چلی جاؤ۔ یہاں تمھیں کچھ نہیں ملے گا۔"

میں نے اتنی دیر میں معلوم کر لیا، ٹام مورس اپنے دو خطرناک غنڈوں کے ساتھ آیا تھا۔ غنڈوں کا دعویٰ تھا کہ وہ کئی قتل کر چکے ہیں۔ ٹام تھیلما کو قتل کرانے کے بعد بھی اس واردات میں پھنسانے آیا تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اچانک ان میں سے ایک نے گولی چلائی۔ جولی کے حلق سے چیخ نکلی۔ ٹام مجھے کسی کے بھی قتل کے الزام میں پھانسنا چاہتا تھا۔ اس کے سامنے تھیلما نہیں جولی آئی۔ اس کے غنڈے نے جولی کو ہی گولی مار دی، پھر وہاں سے بھاگنے لگے۔ بنگلے کے احاطے کے باہر ان کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ اُسے اسٹارٹ کیا، پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگے۔ میں انھیں جھوڑنے والا نہیں تھا مگر فی الحال چھوڑ دیا کیوں کہ جولی کو سنبھالنا ضروری تھا۔ میں نے مین سوئچ آن کیا۔ پورے بنگلے کے اندر اور باہر روشنی ہو گئی۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے جہاں گرتے ہوئے دیکھا تھا تیزی سے وہاں پہنچا مگر وہ وہاں نہیں تھی۔

میں سے پھر اُس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ہاتھ میں پستول لیے ان کے پیچھے دوڑتی ہوئی گئی تھی۔ بڑی جی دار تھی، گولی لگنے کے باوجود ان کا تعاقب کر رہی تھی مگر رفتار سست تھی اس لیے وہ تینوں فرار ہو گئے۔ وہ بھی اپنی کار میں آئی تھی، ان کا تعاقب کر سکتی تھی لیکن مجھ سے ملنے کی شدید خواہش اسے یہاں لائی تھی۔ وہ مجھے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

وہ ایک دیوار سے ٹیک لگائے اپنے زخم کو دیکھ رہی تھی۔ گولی دائیں پسلیوں کے قریب ذرا سے گوشت اور کھال کو ادھیڑتی ہوئی گزر گئی تھی — بلاؤز کا وہ حصہ خون سے تر ہو گیا تھا۔ میں نے کہا: "تم بہت ضدی ہو، آخر مجھ سے ملنے چلی آئیں۔"

وہ مسکرا کر بولی: "جان چلی جاتی تو تمھیں میری چاہت کا اندازہ ہوتا۔"

"صرف اندازہ نہیں، یقین ہو گیا ہے۔ آؤ میں مرہم پٹی کر دوں گا۔"

میں نے اسے سہارا دیا۔ وہ اپنی آواز میں جان بوجھ کر کمزوری پیدا کرتے ہوئے بولی: "میں اپنے پیروں سے چل نہیں سکوں گی۔"

"میں جانتا ہوں، تم اس حالت میں بھی دشمنوں کے پیچھے دوڑ کر جا سکتی تھیں، ان تینوں کو بے موت مار سکتی تھیں۔ مگر جس کی خاطر زخم کھا چکی ہو، وہ تمھیں آرام سے لے جائے گا۔"

میں نے اسے دونوں بازوؤں میں اُٹھا لیا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں میرے سینے پر بجنے لگیں۔ اس کے مُنہ سے آہ نکلی، میں سمجھا، زخم سے ٹیس اٹھی ہے۔ اس نے کہا: "ہائے! قیامت کا انتظار ختم ہوا۔ آج میں تمھارے بازوؤں میں مر جاؤں گی۔"

میں اسے مرہم پٹی کے لیے اُٹھا کر خواب گاہ میں لے جا رہا تھا۔ اس کے بدن کی زرخیزی اپنا تعارف پیش کر رہی تھی۔ ٹام مورس دشمنی کرنے آیا تھا مگر اس کی نرم و گرم دوستانہ قربت دے کر چلا گیا تھا۔ وہ کچھ نہیں بولی رہی تھی، مگر بدن کی شادابی سے نکلنے والی آنچ پوچھ رہی تھی، 'کہاں بچ کے جاؤ گے؟'

میں اُسے بستر پر لٹا کر فرسٹ ایڈ باکس لینے گیا جب واپس آیا تو دل کی دھڑکنیں وحشت ناک ہو گئیں۔ دشمن کی گولی نے عجیب تماشا دکھایا۔ زخم ایسی جگہ آیا تھا کہ پٹی باندھنے کے لیے بلاؤز کو الگ کرنا ضروری تھا۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کیسے لہو صاف کیا، کس طرح مرہم لگایا اور کیسے ہاتھ کانپتے پٹی باندھی۔

کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے گھڑی دیکھی، چار بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ وہ بولی: "کیا تم خیال خوانی کے ذریعے آنے والوں کو لوٹا نہیں سکتے؟"

"جب تک میں کسی آنے والے کی آواز نہیں سنوں گا، اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گا۔"

"میں یہاں تک پہنچنے کے بعد تھیں اور کہیں پہنچنے نہیں دوں گی۔ ذرا سمجھنے کی کوشش کرو، دلوں بے وقت کون آسکتا ہے۔ کوئی رشتے دار یا بے تکلف دوست، یا پھر کوئی دشمن ہی ہو گا۔"

اس کی بات سنتے ہی میں نے ٹام مورس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ کم بخت وہی تھا۔ پولیس والوں کو ساتھ لایا تھا، تاکہ جسے گولی ماری گئی ہے، میں اس کی لاش کہیں چھپا نہ دوں۔ میں نے کہا: "جولی! میں جسمانی طور پر تمھارے پاس رہوں گا لیکن تھوڑی دیر تک دماغی طور پر غائب رہوں گا۔"

میں نے ٹام کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ بے اختیار قہقہہ لگانے لگا۔ پولیس انسپکٹر دوسری بار کال بیل کا بٹن دبانے جا رہا تھا۔ اس نے تعجب سے پوچھا: "کیوں ہنس رہے ہو؟ کیا پاگل ہو گئے ہو؟"

ٹام اچھل کر پیچھے گیا۔ پھر جیب سے ریوالور نکال کر بولا: "پاگل ہو گا تمھارا باپ۔ کس گدھے نے تمھیں انسپکٹر بنایا ہے۔ میں صبح چار بجے قتل کی رپورٹ دینے آیا اور

تم اپنے سپاہیوں کے ساتھ دوڑتے چلے آئے۔ ارے قتل اس بنگلے میں نہیں ہوا ہے، میرے آگے آگے احاطے سے باہر چلو، میں ابھی بتاتا ہوں قتل کیسے ہونا چاہیے اور کہاں ہونا چاہیے؟"

انسپکٹر آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ اپنے ہولسٹر کی طرف لے جا رہا تھا۔ ٹام نے للکار کر کہا "خبردار! ذرا بھی چالاکی دکھاؤ گے تو گولی مار دوں گا۔ فوراً یہاں سے چلو۔"

وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر ہمارے احاطے سے باہر گیا۔ ٹام انھیں اسی حالت میں ذرا دور مین روڈ پر لے آیا۔ پھر اس نے کہا "قتل یہاں ہونا چاہیے اور ایسے ہونا چاہیے۔"

میں نے اس کے ذریعے ایک سپاہی کی ٹانگ پر گولی ماری۔ پھر وہ اچھل اچھل کر قہقہے لگانے لگا۔ انسپکٹر نے ریوالور نکال کر کہا "اپنا ریوالور پھینک دو، ورنہ..."

ٹام نے پلٹ کر اس کے بائیں بازو میں گولی ماری، وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ اپنی سلامتی کے لیے مجرم پر گولی چلانا لازمی ہو گیا تھا۔ میں نے انسپکٹر کے دماغ میں پہنچ کر ٹام کو گولی ماردی۔ ہمیشہ کے لیے اس کا قصہ تمام کر دیا۔

جولی نے مجھے مسکراتے دیکھ کر پوچھا "کیا ہوا؟"

میں نے کہا "اب کوئی مداخلت نہیں کرے گا۔"

وہ خوش ہو گئی۔ اس نے یہ نہیں پوچھا کہ کون آیا تھا؟ اور اس سے پہلے آنے والوں نے اسے گولی کیوں ماری تھی؟ اسے کچھ پوچھنے کی فرصت نہیں تھی۔ وہ زیادہ سے زیادہ مسرتیں سمیٹنے میں مصروف ہو گئی تھی۔ دن نکل آیا تھا۔ صبح کے سات بج رہے تھے۔ میں نے کہا "پچھلی رات تمھیں اغوا کیا گیا تھا۔ میں نے تمھیں بخیریت تمھارے بھائی کے پاس پہنچا دیا تھا۔ کیا اب تمھارا بھائی پریشان نہیں ہو گا؟ کیا وہ تمھیں تلاش نہیں کرے گا؟"

"میں اپنے بیڈ روم میں ایک پرچی چھوڑ آئی ہوں، وہ اسے پڑھ کر مطمئن ہو جائے گا۔"

"میں نے تھیلما کے دماغ کو صبح نو بجے تک سونے کی ہدایات دی ہیں۔ تم کہو تو میں اس کی نیند کا وقت بڑھا دوں گا۔"

"نہیں، بے چاری کو وقت پر جاگنے دو۔ اب میں جاؤں گی۔"

وہ جانے سے پہلے اپنی محبت میں دیوانگی کا ثبوت

دیتی رہی، وہ جانا نہیں چاہتی تھی مگر جانا ضروری تھا۔ میں نے کہا "ایسی بھی کیا بے قراری ہے، یہ ہماری پہلی ملاقات ہے، آخری تو نہیں ہے۔"

"مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے ہر خوشی آخری خوشی ہے، وصال کا ہر لمحہ آخری ہوتا ہے۔"

اس وقت یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں حسن و شباب کی رنگینیوں میں زیادہ گہری باتیں سمجھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ پتا نہیں وہ کوئی غیر معمولی حسینہ تھی جو مجھے اپنی ذات میں گم کر رہی تھی یا ایک طویل مدت کے بعد تور توڑنے کی وجہ سے اس کا جادو سر پر چڑھ کر بول رہا تھا۔ اس نے صبح چار بجے سے آٹھ بجے تک مجھے ساری دنیا سے چھڑا دیا تھا۔ میرے کانوں میں صرف اس کی رس بھری آواز تھی، میری نگاہوں کے سامنے صرف اسی کا جلوہ رہا۔ جب وہ رخصت ہونے لگی تو مجھے جیسے ہوش آیا۔ میں نے اعتراف کیا "تم بہت زبردست فنکارہ ہو، تم نے اپنی دلفریب اداؤں میں مجھے گم کر رکھا تھا۔ میں تمھیں بھلا نہیں سکوں گا۔ آج رات تم جہاں بھی رہو گی میں خیال خوانی کی ہتھیلی پر تمھیں بٹھا کر لے آؤں گا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بڑے پیار سے رخصت ہو گئی۔ میں نے بنگلے کے بیرونی دروازے کو اندر سے بند کیا۔ تمام بتیاں ابھی تک آن تھیں، میں نے آف کر دیں۔ تھیلما کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ گہری نیند میں تھی۔ کوئی چالیس منٹ کے بعد بیدار ہونے والی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ بیدار ہونے کے بعد میری نیند میں مداخلت نہ کرے۔ میں خود ہی اپنے وقت پر بیدار ہو جاؤں گا۔

میں نے دونوں بیٹوں کی خبر لی۔ ان کے ساتھ آدھے گھنٹے تک مصروف رہا پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر نیند پوری کرنا چاہتا تھا کہ ایسے ہی وقت فون کی گھنٹی چیخنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

جولی نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا "میں نے کہا تھا نا وصال کا ہر لمحہ آخری لمحہ ہوتا ہے۔ میں وہ آخری لمحہ گزار آئی ہوں، تم آئندہ مجھے کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، اُسے تم سمجھ نہیں پاؤ گے۔"

"ریسیور رکھو، میں تمھارے پاس آ رہا ہوں۔"

"تم میرے دماغ میں نہیں آ سکو گے۔"

وہ اچانک پُراسرار بن رہی تھی۔ میں کئی بار اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ اب کوئی نئی بات کیسے ہو سکتی تھی۔ میں نے آزمائش کے طور پر خیال خوانی کی پرواز کی، اس کے دماغ میں جگہ مل گئی، اس نے دعویٰ کیا تھا، میں اس کے اندر نہیں آ سکوں گا۔ اس لیے میں خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا کہ اس نے آخر ایسا کیوں کہا تھا؟

وہ ڈائننگ ٹیبل پر ناشتا کر رہی تھی اور میرے متعلق سوچ رہی تھی۔ "مجھے پورا یقین ہے کہ مجھے دشمنوں کے نرغے سے نکال لانے والا فرہاد علی تیمور ہی ہے۔ کل رات مجھے موقع نہیں مل سکا۔ میں ابھی ناشتا کر کے اس سے ضرور ملنے جاؤں گی۔"

میں شدید حیرانی سے اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ وہ صبح چار بجے سے آٹھ بجے تک میرے پاس نہیں تھی، یعنی اس نے جسمانی طور پر ایک لمحے کے لیے بھی مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی۔ ٹیلیفون کا ریسیور میرے کان سے لگا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولی "اچھا تو تم نے خیال خوانی کی اور جولی کے دماغ میں پہنچ گئے۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میرے دماغ میں نہیں آ سکو گے۔"

"میں پھر پوچھ رہا ہوں، تم کون ہو؟"

"میں ایک بدنصیب لڑکی ہوں۔ میری عمر صرف چھ گھنٹے کی تھی جس میں سے چار گھنٹے تمھارے ساتھ گزارے، اب میری چند سانسیں رہ گئی ہیں۔ میرے آس پاس میری جان کے دشمن موجود ہیں، ایک ریوالور کا رُخ میری طرف ہے، میں جا رہی ہوں میرے محبوب!"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ اچانک معمّا کیوں بن گئی ہو؟ اگر یہ درست ہے کہ تمھارے آس پاس دشمن موجود ہیں تو مجھے دماغ میں آنے دو۔ جولی کے لہجے میں نہ بولو، اپنی اصلی آواز سناؤ، میں تمھیں مرنے نہیں دوں گا۔"

"مجھے افسوس ہے فرہاد! میں نے تمھارے ساتھ تنہائی میں مسرت بھرے لمحات گزارنے کے لیے اپنی جان کا سودا کیا تھا۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے جو چند ساعتوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ مجھے معاف کر نا میرے محبوب! میں جا رہی..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی، ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی، اس کے ساتھ ہی اُس پُراسرار حسینہ کی آخری چیخ ریسیور سے اُبھری۔ میں نے چیخ کر کہا "نادان نہ بنو، اگر زخمی ہوئی ہو تو اب بھی اپنی اصل آواز سناؤ۔ میں تمھاری جان بچانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ بولو، تم کون ہو؟"

اچانک رابطہ ختم ہو گیا۔ دوسری طرف سے یقیناً وہاں ٹیلیفون کا تار الگ کیا گیا ہو گا۔ میں تھوڑی دیر تک اسی طرح ریسیور تھامے گم صم سوچتا رہا۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ وہ کون تھی، جو چند گھنٹوں کے لیے میرے پاس آئی پھر خود کو دشمنوں کے حوالے کر دیا۔ میں اس کے متعلق جتنا سوچتا جا رہا تھا، اتنا ہی اُلجھتا جا رہا تھا۔

پھر میں ایک دم سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ کہہ رہی تھی، اس نے میری چاہت میں میرے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے کے لیے زندگی کا سودا کسی سے کیا تھا۔ وہ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ آخری وقت اس کے پاس کئی دشمن تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ میرے دشمن تھے۔ انھوں نے اس حسینہ کے ذریعے یہ تصدیق کی تھی کہ میں ہی فرہاد علی تیمور ہوں۔ تصدیق کرنے کے بعد وہ مجھے گھیرنے والے تھے یا اب تک گھیر چکے تھے۔ پتا نہیں کیوں ابھی تک خاموش تھے؟ نہ مجھ پر حملہ کر رہے تھے، نہ مجھے چیلنج کر رہے تھے، کیا وہ میرے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے تھے؟

میں خواب گاہ سے باہر آیا۔ ڈرائنگ روم کی ایک کھڑکی کا پردہ ذرا سا ہٹا کر دیکھا۔ احاطے کے مین گیٹ کے پاس دو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ اُن میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے پردے کو برابر کیا پھر تیزی سے چلتا ہوا زینے کے پاس آیا۔ اس زینے پر چڑھتا ہوا چھت پر پہنچا، وہاں سے چاروں طرف دیکھا۔ بنگلے کے چاروں طرف گاڑیاں ہی گاڑیاں کھڑی دکھائی دے رہی تھیں۔ اُن میں مسلح اجنبی نظر آ رہے تھے۔ تھیلما کا وہ بنگلا سانپ کا بل بن گیا تھا۔ اُن کے آگ دکھانے کی دیر تھی، میں سانپ کی طرح مجبور ہو کر اس بل سے باہر نکلنے پر مجبور ہو جاتا۔

میں زینے سے اتر کر نیچے آیا۔ تھیلما بیدار ہو گئی تھی، اپنی خواب گاہ سے باہر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر خوشی سے کچھ کہنا چاہتی تھی، گولی چلنے کی آواز پر سہم کر دوڑتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ باہر سے فائرنگ کر کے بند دروازے کے لاک کو توڑا گیا تھا۔ چار مسلح شخص دندناتے ہوئے اندر آئے پھر مجھے دیکھ کر رُک گئے۔ ایک نے میری طرف انگلی اٹھا کر کہا "ہمیں ملنے والی اطلاع کے

مطابق اس بنگلے میں ایک ہی مرد ہے اور وہ فرہاد علی تیمور ہے"
تھیلما نے کہا۔ "یہ اوئیل ہے۔ اوئیل مورس۔ تم لوگ کون ہو؟"

"اے عورت! چپ رہ۔ اب بولے گی تو ریوالور کی ایک گولی تجھے خاموش کر دے گی۔"

میں نے کہا۔ "تھیلما! میری اصلیت یہی ہے جو یہ بیان کر رہا ہے۔ میں اوئیل نہیں، فرہاد علی تیمور ہوں۔ اب ہمارے درمیان کچھ نہ بولنا۔"

اُس شخص نے کہا۔ "چلو اچھا ہوا، تم نے خود ہی اپنے فرہاد ہونے کا اعتراف کر لیا۔ میرا خیال ہے، پہلے تم ہمارے دماغوں میں پہنچنے کی ناکام کوششیں کر لو، اس کے بعد ہم اپنی بات کریں گے۔"

ایک تو اپنی آواز سنا رہا تھا۔ باقی تینوں بھی اپنی آواز سنانے لگے۔ میں نے کہا۔ "میں خیال خوانی ضروری نہیں سمجھتا۔ کام کی بات کرو۔"

"جلدی کیا ہے؟ تم ہمارے دماغوں میں نہیں آنا چاہتے، نہ آؤ مگر خیال خوانی کے ذریعے اپنے خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں کو بُلا لو۔ اپنے بچاؤ کے جتنے ذرائع استعمال کر سکتے ہو کر لو۔ ہم چاہتے ہیں تمہارے دل میں کوئی حسرت نہ رہے۔"

میں نے کہا۔ "تمہارا یہ چیلنج بتا رہا ہے کہ آج میری کوئی احتیاطی تدبیر کام نہیں آئے گی۔ اتنی سی عقل مجھ میں بھی ہے۔ تمہارے آدمیوں نے اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ اگر میرے آدمی یا قانون کے محافظ ان کا محاصرہ توڑ نا چاہیں گے یا میرے خیال خوانی کرنے والے ساتھی کسی طرح تم لوگوں کو ٹریپ کرنا چاہیں گے تو تم میں سے کوئی بھی مجھے فوراً گولی مار دے گا۔"

"کافی سمجھ دار ہو۔"

"ہاں، میں نے سمجھ داری کا ثبوت دیا ہے، اب بتاؤ ارادہ کیا ہے؟"

"سُپر ماسٹر تمہیں اپنا خاص مہمان بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔"

"تمہارا یہ نیا سُپر ماسٹر کچھ زیادہ ہی دلیر ہے اب سے پہلے جتنے بھی سابق سُپر ماسٹر اور ماسک مین آئے، وہ مجھ سے ٹکراتے وقت اپنا نام اور اپنی شخصیت چھپاتے تھے تاکہ ان کے ملک اور قوم پر ٹیلی پیتھی کی آفت نازل نہ ہو۔"

"موجودہ سُپر ماسٹر فولادی دماغ رکھتا ہے وہ تمہاری ٹیلی پیتھی کے شعلوں سے کبھی نہیں پگھلے گا۔ اُس کا پیغام ہے، دشمنی ابھی شروع ہوئی ہے، ابھی ختم ہو جائے گی بس ایک شرط ہے، اپنے دونوں بیٹوں سے کہو، وہ 48 گھنٹے کے اندر اس جزیرے کو چھوڑ دیں کیوں کہ سُپر ماسٹر نے ان دونوں کو اغوا کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ وہ جزیرہ ہمارا ہے اور ہمارے لیے بہت اہم ہے، ہم اسے سلمان رازی سے خالی کرا لیں گے۔"

"مجھے اور میرے بیٹوں کو اس جزیرے سے بس اتنی ہی دلچسپی ہے کہ آئندہ وہاں دہشت گرد تیار نہ کیے جائیں۔ میں اس سلسلے میں خود تمہارے سُپر ماسٹر سے بات کرتا ہوں، تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔"

"نہیں مسٹر فرہاد! ہمارا سُپر ماسٹر تم سے براہِ راست گفتگو نہیں کرے گا اور نائب سُپر ماسٹر کو موجودہ معاملات کے اس نئے رُخ کا علم نہیں ہے۔ تم جو گفتگو کرنا چاہو گے مجھ سے کرو گے۔ میرا نام ہرمین گیبل ہے۔ سُپر ماسٹر کے خاص معاملات میرے ذریعے رازداری سے طے کیے جاتے ہیں۔"

میں نے اسے ناگواری سے دیکھا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے نائب سُپر ماسٹر کو مخاطب کیا اور کہا۔ "میں موجودہ سُپر ماسٹر سے بات کروں گا۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے لگا۔ ہرمین گیبل نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "ایسٹر مارک نے منع کرنے کے باوجود تم اس سے رابطہ قائم کر رہے ہو؟"

اسی وقت رابطہ قائم ہو گیا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہرمین گیبل نامی شخص کے ذریعے تم مجھے ٹریپ کر رہے ہو؟"

کمپیوٹر کی اسکرین پر جواب اُبھرا۔ "کون ہرمین گیبل؟ میں اس نام کے کسی شخص کو نہیں جانتا۔ آخر معاملہ کیا ہے؟ تمہاری باتوں سے پتا چل رہا ہے کہ وہ میرے نام کی آڑ لے کر تمہیں ٹریپ کر رہا ہے۔ اگر تم کسی طرح بے بس ہو گئے ہو تو مجھے فوراً بتاؤ۔ میں تمہارے کام آسکتا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "میں ابھی تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے آدمر کو مخاطب کیا، اسی لمحے شدید تکلیف

کا احساس ہوا۔ ہرمین نے فائر کیا۔ ایک گولی میرے بائیں بازو کو چھید کر گزر گئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تمہاری خاموشی بتا رہی تھی کہ تم سُپر ماسٹر کو زحمت دے رہے ہو مگر اب نہیں دے سکو گے۔ میں تمہاری قوتِ برداشت کا اندازہ کر رہا ہوں۔ اگر تم ایک گولی کھا کر بے ہوش نہ ہوئے تو ہم ایک انجکشن کے ذریعے تمہیں گہری نیند سُلا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

گولی بازو میں رہ جاتی تو ناقابلِ برداشت تکلیف ہوتی وہ زخم پہنچا کر گزر گئی تھی۔ میں زخم سے اُٹھنے والی ٹیسوں کو برداشت کر رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ دشمنوں کے چنگل سے نکل نہیں پاؤں گا۔ فوری طور پر ماسک مین کی چال سمجھ میں آ رہی تھی، وہ سُپر ماسٹر کے کاندھے پر بندوق رکھ کر جزیرہ خالی کرانا چاہتا تھا۔ میرے الزام دینے پر وہ کبھی تسلیم نہیں کرے گا کہ وہ سلمان رازی کی مدد کرنے اور میرے بیٹوں کو جزیرے سے نکالنے کے لیے مجھے قیدی بنا رہا ہے۔

اور اگر یہ ماسک مین کی چال ہے تو سُپر ماسٹر خاموش تماشائی نہیں ہو گا۔ وہ بھی اپنے جزیرے کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کوئی گہری چال چل رہا ہو گا۔ بہرحال دو سُپر طاقتوں کے درمیان ہم باپ بیٹے بُری طرح پسنے والے تھے۔

میرے بازو سے خون بہہ رہا تھا۔ تھیلما اپنی میکسی کے دامن کو چیر کر بازو پر پٹی باندھنے اور خون کو روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی — پریشان ہو کر پوچھ رہی تھی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا تم میرے ساتھ رہنے کی سزا پا رہے ہو؟ تم اوئیل ہو یا فرہاد، میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم ایک عظیم انسان ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، میں تمہارے کس طرح کام آؤں۔ اب گولی چلے گی تو ڈھال بن جاؤں گی۔"

وہ مجھ سے ڈھال بن کر لپٹ گئی۔ میں نے ایک ہاتھ سے اسے ہٹا کر کہا۔ "میں نہیں چاہتا، یہ لوگ تمہارے ساتھ بدتمیزی کریں۔ تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ میرے یہاں سے جانے کے بعد ہی باہر نکلنا۔ تم میرے لیے کچھ کرنا ہی چاہتی ہو تو فوراً میرے مشورے پر عمل کرو۔"

"کیا تم چلے جاؤ گے؟"

"ہاں۔ مگر جلد ہی واپس آؤں گا۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "تم جو کہتے ہو، وہی کرتے ہو۔ مجھے یقین ہے، تم واپس آؤ گے۔"

وہ چلی گئی۔ ہرمین نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! تم بہت سخت جان ہو۔ میرے ریوالور کی ایک گولی نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا۔ تمہیں نیند کا انجکشن لگانا ہی ہو گا۔"

میں زخمی ہونے کے باعث تکلیف میں مبتلا تھا۔ خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ گولی لگنے سے پہلے ہی میں نے آدمر کو مخاطب کیا تھا۔ وہ میرے دماغ میں آ گیا تھا۔ مجھے دشمنوں کے نرغے میں دیکھ کر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ میری مدد کیسے کرے؟ وہ بہت ہی سیدھا سادہ اور امن پسند آدمی تھا۔ اس نے رونق کو بلایا، وہ مجھے مصیبت میں دیکھ کر روکتی تھی، دشمنوں کو رُلانے کی تدبیر نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے ناگواری سے کہا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔ ڈینی دانیال کو بلاؤ۔"

وہ گئی اور دانیال کو بُلا کر لے آئی۔ اس وقت تھیلما میرے پاس سے اُٹھ کر جا رہی تھی اور ہرمین گیبل اپنے ایک ماتحت سے کہہ رہا تھا۔ "انجکشن تیار کرو۔ ہمیں یہاں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

میں نے دانیال سے کہا۔ "یہ شخص جو انجکشن لگانے کی بات کر رہا ہے، اس کا نام ہرمین ہے۔ خود کو سُپر ماسٹر کا خاص ماتحت کہہ رہا تھا۔ ابھی سُپر ماسٹر نے کہا ہے کہ وہ کسی ہرمین کے ذریعے مجھے قیدی نہیں بنا رہا ہے۔ اس انکار کے بعد ایک ماسک مین ہی ایسا ہے جو مجھے قیدی بنانے کی جرأت کر سکتا ہے۔"

ڈینی دانیال نے کہا۔ "ذرا ایک منٹ، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ تھیلما کے پاس گیا۔ تھیلما اپنے بیڈ روم میں پریشانی سے ٹہل رہی تھی۔ اس نے دماغ میں رہ کر معلوم کیا۔ اس کے پاس ریوالور وغیرہ ہے یا نہیں، پھر اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر الماری کے پاس لے گیا۔ تھیلما نے الماری کو کھولا، اس کے ایک حصّے میں نوٹوں کی گڈیاں ہی گڈیاں نظر آ رہی تھیں، ان گڈیوں کے اوپر ایک بھرا ہوا ریوالور رکھا ہوا تھا۔ وہ ریوالور لے کر کھڑکی کے پاس آئی، پردے کو ذرا سا سرکا کر دیکھا۔ ہرمین اپنے تین ماتحتوں کے ساتھ نظر آ رہا تھا۔ اس نے ہرمین کے دائیں بازو کا نشانہ لیا، پھر ٹریگر دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی ہرمین کے حلق سے چیخ نکلی۔ گولی بازو کے بجائے سینے میں پیوست ہو گئی تھی۔ وہ اُچھل کر فرش پر گر پڑا تھا۔

ڈینی دانیال چاہتا تھا، اسے زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جائے اور اس کے ذریعے تمام ماتحتوں کو کنٹرول کرے لیکن وہ دم توڑ رہا تھا۔ اس نے اس کے ڈوبتے ہوئے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہا کہ وہ کس کے لیے کام کر رہا ہے لیکن اسی لمحے میں اس نے دم توڑ دیا۔ اس کے دو ماتحت دوڑتے ہوئے تھیلما کے کمرے کی طرف آ رہے تھے۔ دانیال نے پھر تھیلما کے دماغ پر قبضہ جما کر ریوالور سے فائر کرایا۔ ایک گولی ضائع

ہوگئی۔ آنے والوں میں سے ایک دیوار کی آڑ میں ہوگیا تھا اور دوسرا صوفے کے پیچھے کود کر جا رہا تھا" دوسری گولی نے اُسے گرا دیا۔ تھیلما اس کھڑکی سے ہٹ گئی۔ وہاں سے دوڑتی ہوئی دوسرے دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھول کر ایک کوریڈور سے گزرتی ہوئی دوسرے کمرے میں آئی پھر بنگلے کے مختلف حصّوں سے گزرتی ہوئی ڈرائنگ روم کی ایک کھڑکی کے پاس پہنچی۔ اب دو دشمن رہ گئے تھے۔ ایک اسے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ دوسرا میرے سامنے کھڑا اس کے بیڈروم کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں، میرے دس گننے تک ہتھیار پھینک کر سامنے آجاؤ، ورنہ فرہاد کو گولی مار دوں گا۔"

وہ گننے کے لیے ایک بھی نہ کہہ سکا۔ ایک گولی اس کے شانے کی ہڈی توڑتی ہوئے گزری۔ ریوالور قالین پر گرا تو میں نے اُسے اٹھا لیا۔ آرمر نے میرے دماغ میں آکر کہا "کسی طرح چند منٹ اور انھیں الجھائے رکھو۔ میں نے استنبول کی انتظامیہ کو چیلنج کیا ہے کہ اگر تمھاری جان کو کچھ ہوا تو پورے شہر میں ٹیلی پیتھی کا زلزلہ آجائے گا۔ کافی تعداد میں پولیس فورس یہاں پہنچ رہی ہے۔"

میں نے کہا "اس زخمی کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرو کہ یہ لوگ کس کے لیے کام کر رہے ہیں؟"

میری بات ختم ہوتے ہی گولی چلنے کی آواز آئی۔ تھیلما کی چیخ سنائی دی۔ میں صوفے پر سے لڑھک کر قالین پر آیا۔ اگر ذرا بھی دیر کرتا تو صوفے کی پشت میں پیوست ہونے والی گولی مجھے چاٹ جاتی۔ میں نے کروٹ بدل کر فائر کیا۔ وہ چوتھا اور آخری شخص تڑپ کر اُچھلا پھر فرش پر پہنچ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ میں اٹھ کر تھیلما کی طرف آیا۔ وہ کراہتے ہوئے بولی "میرے پاؤں میں گولی لگی ہے سمجھ میں نہیں آتا، مجھ میں اچانک اتنی دلیری کیسے پیدا ہوگئی۔ میں نے پہلے کبھی ریوالور نہیں پکڑا۔ آج میں نے ایک کو زخمی کیا اور دو کو مار ڈالا۔"

ڈینی دانیال نے کہا "فرہاد صاحب! میں تھیلما کے ذریعے ہرمین کو صرف زخمی کرنا چاہتا تھا لیکن تھیلما اناڑی ہے اور میرا نشانہ بھی کوئی خاص نہیں ہے۔ وہ سمجھتے ہمارے اناڑی پن سے مر گیا۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع نہیں ملا ورنہ معلوم ہو جاتا کہ وہ کس کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

آرمر نے کہا "فرہاد! یہ زخمی کرائے کا ٹٹو ہے۔ ان سب کو ہرمین بڑی بڑی رقمیں دے کر لایا تھا۔ یہ لوگ کسی سپر ماسٹر یا ماسک مین کو نہیں جانتے۔"

دانیال نے کہا "جو لوگ اس بنگلے کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں، ان میں سے شاید کوئی اصل دشمن کا نام بتا سکے۔"

میں ان باتوں کے دوران فرسٹ ایڈ بکس لا کر تھیلما کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ اسی وقت باہر سے فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔ میں نے مردہ دشمنوں کے ہتھیار اٹھائے پھر تھیلما کو کاندھے پر لاد کر سیڑھیاں چڑھتا ہوا چھت پر جانے لگا۔ باہر سے ٹینگ ہو رہی تھی۔ آنسو گیس کے گولے کھڑکیوں کے شیشے توڑ کر اندر آرہے تھے۔ دشمن چاہتے تھے کہ میں مجبور ہو کر باہر نکل آؤں۔ میں چھت پر پہنچتے ہی تھیلما کے ساتھ لیٹ گیا۔ حملہ کرنے والے ہمیں دیکھ لیتے تو چھت پر شیلنگ شروع کر دیتے۔ وہاں ہم کھلی فضا میں سانس لے رہے تھے۔

باہر زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔ آرمر نے آکر بتایا، استنبول کی پولیس فورس پہنچ گئی ہے۔ دشمن مر رہے ہیں، یا پھر فرار کا راستہ پا کر بھاگ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد فائرنگ بند ہوگئی، سناٹا چھا گیا۔ چند لمحوں کے بعد ایک پولیس افسر نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہم اندر آرہے ہیں۔"

میں نے چھت پر کھڑے ہو کر دیکھا، میدان دشمنوں سے صاف ہو چکا تھا۔ صرف مسلح سپاہی نظر آرہے تھے۔ ہم چھت سے اُتر کر ڈرائنگ روم میں آگئے۔ پولیس افسر آرمر کی ہدایت کے مطابق پہلے ہی ایک ڈاکٹر کو ساتھ لے آیا تھا۔ اس نے میری اور تھیلما کی مرہم پٹی کی۔ افسر نے فائرنگ کے سلسلے میں رسمی سوالات کیے۔ پھر دو دشمنوں کو میرے سامنے لایا گیا۔ وہ فوراً ہونے میں ناکام رہے تھے۔ میں نے کہا "اپنے اپنے نام اور پتے بتاؤ۔"

وہ بتانے لگے۔ میں نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے دماغوں میں آرہے ہیں۔ اگر سانس روکو گے تو میں تمہیں گولی مار کر زخمی کروں گا۔"

ایک نے کہا "ہم سانس نہیں روکیں گے جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔"

ڈینی دانیال، رسونتی اور آرمر ان دونوں کے دماغوں میں پہنچ گئے تھے۔ میں نے پوچھا "کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

ایک نے جواب دیا "ہم کنگ آف کرائمز کی بہن جولی کے آدمی ہیں۔"

میں نے کہا "کیا جولی کہتی ہے تو وہ تو میری احسان مند ہے۔ وہ مجھ سے دشمنی کیوں کرے گی؟"

"جناب! ہماری بات کا یقین کریں۔ ہم دشمنی کی وجہ نہیں جانتے۔ جولی صبح آٹھ بجے آپ کے پاس سے یہاں کے چھ نمبر بنگلے میں آئی تھی۔ ہم اس کے حکم کے مطابق اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے آکر کہا "ہرمین گیبل، فرہاد کے بنگلے کا محاصرہ کر رہا ہے۔ ہمیں ہرمین کی مدد کے لیے جانا چاہیے۔ مگر پہلے وہ یقین کرنا چاہتی تھی کہ آپ بنگلے میں سو رہے ہیں یا کہیں باہر جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ اس کے ساتھی نے کہا "جولی نے ہمارے سامنے ریسیور اٹھا کر آپ سے رابطہ قائم کیا اور آپ کو یہ تاثر دیا کہ اس نے آپ کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے کے لیے دشمنوں سے اپنی جان کا سودا کیا تھا۔ اس کے آس پاس دشمن ہیں اور وہ اسے گولی مارنے والے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے ریسیور کے قریب ریوالور سے ہوائی فائر کیا، خواہ مخواہ چیخ مار کر خاموش ہوئی۔ پھر ٹیلیفون کا پلگ نکال کر ہمیں حکم دیا کہ ہم ہرمین کی مدد کے لیے چلے جائیں۔ اب ہم حکم کی تکمیل کے لیے یہاں آکر پھنس گئے ہیں۔"

دانیال نے میرے پاس آکر کہا "میں نے ان کے چہرخیالات پڑھے ہیں۔ ان کا بیان درست ہے۔"

پولیس افسر نے کہا "میں ابھی جا کر جولی کو حراست میں لے لوں گا۔"

میں نے کہا "جولی بے قصور ہے۔ میں زخمی ہونے سے پہلے اس کے دماغ کو پڑھ چکا ہوں۔ وہ میرے پاس یہاں نہیں آئی تھی۔ میرے پاس آکر جانے والی جولی ایک فراڈ حسینہ ہے۔ جولی کے یہ دونوں ماتحت بھی دھوکا کھا گئے۔ ان کا بیان درست ہونے کے باوجود جولی بے قصور ہے۔ پلیز! آپ جولی اور اس کے بھائی کنگ آف کرائمز کے خلاف میرے سلسلے میں قانونی کارروائی نہ کریں۔"

پولیس افسر سپاہیوں کے ساتھ چلا گیا۔ باہر چار مسلح سپاہی ڈیوٹی پر چھوڑ گیا تھا۔ رسونتی نے پوچھا "اگر جولی بے قصور ہے تو وہ عورت کون تھی؟"

میں نے کہا "اس عورت نے معمّا بننے کی کوشش کی تھی مگر اس حد تک معلوم ہوگیا کہ وہ سپر ماسٹر یا ماسک مین کی آلۂ کار تھی۔ اس نے میرے پاس آکر تصدیق کی کہ میں فرہاد ہی ہوں۔ اس کے بعد مجھے گھیرنے کی کوشش کی گئی تھی اور گھیرنے والے ہم سے جزیرہ خالی کرانا چاہتے تھے۔"

"کیا آپ پھر سے عیاشی کے راستے پر چل پڑے ہیں؟"

"فضول باتیں نہ کرو۔"

"واقعی یہ فضول باتیں ہیں، میں نہیں کروں گی مگر دنیا کرے گی یہ بات جوان بیٹوں کو معلوم ہوگی تو کیا آپ کو شرم نہیں آئے گی؟"

"بیٹے نادان نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ موت یا عورت کسی جرم کی سزا بن کر آجاتی ہے۔"

"یہ سراسر ڈھٹائی ہے۔ وہ عورت جو ناکام ہوئی ہے، وہ پھر آئے گی اور آپ عادت سے مجبور ہو کر پھر پھنسیں گے۔"

میں نے سوچا، کیا وہ پھر آئے گی؟ اگرچہ دشمن جاں تھی مگر بہت خوب تھی۔ میری یادوں میں اپنی اداؤں کی بہت سی رنگینیاں چھوڑ گئی تھی۔ اس نے بڑی چالاکی سے دشمنی بھی کی تھی اور دوستی بھی۔ صفائی کے آخری لمحے تک یقین دلاتی رہی کہ میری خاطر دشمنوں کی گولی کا نشانہ بن رہی ہے۔ ایسی مکار حسینہ میرے کسی دشمن کی معمولی آلۂ کار نہیں ہوگی۔ وہ کسی خاص اہمیت کی حامل ہوگی۔ اس کے لیے دماغ سے سوچنا چاہیے مگر دل سوچ کر، دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا، وہ مجھے پھانسنے کے لیے پھر کسی نئے روپ میں آئے گی۔

*

سلمان رازی کی ٹوٹی ہوئی انگلیاں جوڑنے کے لیے پلاستر چڑھایا گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ گود میں رکھے بستر میں بیٹھا رہتا تھا یا پناہ گاہ کے اندر چلتا پھرتا رہتا تھا۔ اس نے علی تیمور سے کہا۔ "اس چار دیواری میں میرا دم گھٹ رہا ہے۔ مجھے باہر کھلی فضا میں جانے دو۔"

اس نے جواب دیا "جب تمہارا دم گھٹ جائے گا تو چار آدمی کاندھوں پر اٹھا کر باہر لے جائیں گے۔ فی الحال یہاں

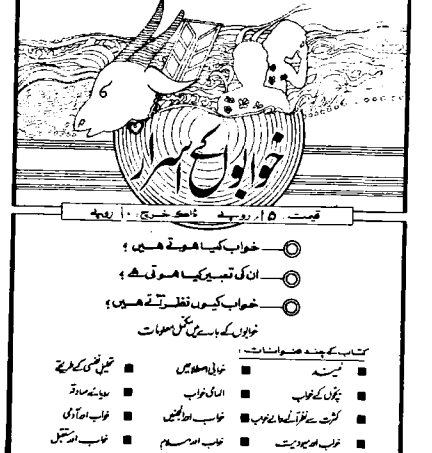

آرام سے رہو۔ زیادہ بولو گے تو اسٹور روم میں بند کر دوں گا۔"

وہ کمرے میں جا کر ٹرانسمیٹر کے ذریعے پارس اور کمی سے رابطہ قائم کرتا تھا۔ وہ تینوں جزیرے میں مضبوطی سے قدم جمائے رکھنے کے لیے منصوبے بناتے تھے پھر اس پر عمل کرتے تھے۔ علی تیمور نے تمام جزیرے میں اعلان کرایا تھا۔ "اب سلمان رازی اپنی فیملی کے ساتھ محض شکست خوردہ قیدی ہے۔ لہٰذا اس کے تمام وفادار میری اور پارس کی پناہ گاہوں کے سامنے آ کر ہتھیار ڈال دیں اور کیمپ نمبر دو میں جا کر اگلے احکامات کا انتظار کریں۔ جو لوگ ہتھیار نہیں ڈالیں گے اور گوریلا جنگ لڑنے کی حماقت کریں گے، انھیں کتے کی موت مارا جائے گا۔"

کمی اپنے فرائض انجام دے رہی تھی۔ وہ ہتھیار ڈالنے والوں کو دونوں پارس کی وفاداری کے لیے کہتی تھی۔ ان سے روبرو باتیں کرتی تھی۔ آرمر اور دانیال ان کے دماغوں میں جا کر سچے اور کھرے وفاداروں کی پہچان کرتے تھے۔ باقی لوگوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ شمالی ساحل پر جمع ہو جائیں، انھیں جزیرے سے باہر بھیجنے کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔

پارس تمام مورچوں اور کیمپوں میں جا کر دیکھتا تھا کہ ہتھیار ڈالنے سے انکار کرنے والا کوئی رہ نہ گیا ہو۔ وہ خائم کو اپنے ساتھ گن پوائنٹ پر رکھ کر لے جاتا تھا۔ اس طرح کوئی چھپ کر رہنے والا سلمان رازی کا وفادار اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ جب مجھے اغوا کرنے اور قیدی بنانے کا منصوبہ ناکام ہو گیا تو دونوں سپر طاقتیں رسونتی اور میرے دونوں بیٹوں سے رابطہ قائم کرنے لگیں۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "مادام رسونتی! وہ بدبخت سلمان رازی ہم دونوں کا مشترکہ دشمن ہے، اسے جزیرے سے نابود کرنے کے لیے فوجی امداد ضروری ہے۔ میں یہ امداد پہنچانے کے لیے تیار ہوں۔"

رسونتی نے جواب دیا۔ "سپر ماسٹر! بدبخت رازی سے پہلے تم دشمن تھے، تم نے میرے دونوں بیٹوں کو اغوا کرنے اور قیدی بنا کر رکھنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔"

"یہ سابقہ سپر ماسٹر کی غلطی تھی۔ فرہاد صاحب نے اس غلطی کی سخت سزا دی ہے۔ تمام ٹرانسفارمر مشینیں اور نقشے برباد کر دیے اور اس سپر ماسٹر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب آپ لوگوں کا غصہ ختم ہو جانا چاہیے۔ میں سپر ماسٹر کا عہدہ سنبھال کر آپ لوگوں سے دوستی کی نئی مثال قائم کرنا چاہتا ہوں۔"

"آج تک جتنے سپر ماسٹر آئے، سب نے دوستی کی عبرتناک مثالیں قائم کیں۔ مجھے افسوس ہے مسٹر فرہاد تمام بڑے ممالک سے اپنی تعلقات تو رکھ سکتے ہیں، اندھی دوستی نہیں کر سکتے اور نہ ہی جزیرے میں کسی کی امداد قبول کر سکتے ہیں۔"

"دنیا کا کوئی ملک بڑے ممالک کی امداد کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا اور یہ تو ایک ننھا سا جزیرہ ہے اور اس جزیرے کے قانونی مالک ہم ہیں۔ اگر مسٹر فرہاد کسی بھی ملک کی فوج کو وہاں قدم رکھنے کی اجازت دیں گے یا در پردہ لیبیا کو اس جزیرے سے فائدہ پہنچائیں گے تو یہ معاملہ بین الاقوامی عدالت میں جائے گا، جزیرہ ہماری ملکیت ہے اس لیے مقدمے کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو گا۔ بات بڑھانے سے کیا فائدہ؟ آپ لوگ آسائش کی معروفیات چھوڑ کر خواہ مخواہ کسی مقدمے میں ملوث ہونا نہیں چاہیں گے۔ آپ اس معاملے پر اچھی طرح غور کر لیں۔ میں پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

ماسک مین نے جناب شیخ الفارس سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے رسونتی کو بلایا۔ اس کی موجودگی میں ماسک مین سے کہا۔ "سلمان رازی نے تمھاری فوج کو جزیرے میں آنے کی دعوت دی۔ تم اس کی مدد نہیں کرو گے تو وہ اسرائیلی فوج کو بلائے گا۔ وہ جزیرہ حقیقتاً سپر ماسٹر کی ملکیت ہے۔ وہ اپنی ملکیت سے دست بردار نہیں ہو گا جس کے نتیجے میں یہ معاملہ ایک طویل جنگ کی صورت اختیار کر لے گا۔"

ماسک مین نے کہا۔ "اگر فرہاد صاحب ہمارا تعاون حاصل کرنا پسند کریں تو سپر ماسٹر اس جزیرے میں اپنے دہشت گرد تیار نہیں کر سکے گا۔"

انھوں نے کہا۔ "فرہاد کسی بھی چھوٹی بڑی طاقت کا تعاون حاصل نہیں کرے گا۔ ہم کل صبح تک جزیرے کے متعلق ایک اہم فیصلہ سنائیں گے۔"

ماسک مین نے رابطہ ختم کر دیا۔ جناب شیخ صاحب نے رسونتی سے کہا۔ "فرہاد سے پوچھو، جزیرے سے اس کی کیا دلچسپی ہے؟"

رسونتی نے کہا۔ "وہ چاہتے ہیں اس جزیرے میں اسلامی ممالک کے خلاف دہشت گرد تیار نہ کیے جائیں۔"

"یہ بہت ہی نیک مقصد ہے اور یہ مقصد جزیرے سے دور رہ کر بھی پورا کیا جا سکتا ہے۔ دونوں بیٹوں کو وہاں سے نکل جانے کے لیے کہو اور سپر ماسٹر سے معاہدہ کرو کہ وہ جزیرے کو تمام دہشت گردوں سے خالی رکھے گا اور وہاں کبھی فوجی اڈا نہیں بنائے گا تو اس کی ملکیت اسی کی رہے گی۔"

رسونتی نے مجھ سے رابطہ قائم کر کے جناب شیخ صاحب کی ہدایات سنائیں۔ اگرچہ جزیرے پر پوری طرح دونوں پارس چھا گئے تھے، کوئی ان کے قدم نہیں اکھاڑ سکتا تھا۔ تاہم شیخ صاحب کی ہدایات بلکہ احکامات کے سامنے ہم دم نہیں مار تے تھے۔ ان کی

نظر دور رس نتائج پر رہتی تھی۔ میرے بازو کے زخم کی تکلیف کم ہو گئی تھی۔ میں پھر خیال خوانی کے قابل ہو گیا تھا۔ میں نے دونوں بیٹوں سے کہا۔ "جناب شیخ صاحب نے تمھیں جزیرے سے نکلنے کی ہدایت کی ہے۔ وہاں سے واپسی کے لیے تیار رہو۔ میں سپر ماسٹر سے معاملات طے کر رہا ہوں۔"

میں نے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "مسٹر فرہاد! مجھے یقین ہے جزیرے کے سلسلے میں دوستانہ معاملات طے ہوں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "اگر ہم وہ جزیرہ تمھارے حوالے کر دیں تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہاں سے دہشت گردوں کو نکال دیا جائے گا اور وہاں کوئی فوجی اڈا قائم نہیں کیا جائے گا؟"

اس نے کہا۔ "ہماری حکومت کی طرف سے آج شام تک بابا صاحب کے ادارے میں یہ تحریری بیان پہنچ جائے گا کہ ہم نے وہاں ایک بھی دہشت گرد نہ رکھا یا فوجی اڈا قائم کیا تو فرہاد علی تیمور اور اس کے بیٹے جوابی کارروائی کر کے پھر اس جزیرے پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اس تحریری معاہدے کی رُو سے ان حالات میں تم باپ بیٹے جزیرے کے قانونی مالک بن جاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ تحریری معاہدہ بھیج دو۔ کل صبح تک میرے بیٹے اس جزیرے سے نکل جائیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ معاملہ اتنی آسانی سے طے ہو جائے گا۔"

"ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں۔ سلمان رازی کی فیملی میں تین عورتیں ہیں۔ ایک بیوی اور دو جوان بیٹیاں، میں چاہتا ہوں تم انھیں جسمانی سزا نہ دو۔ اس جزیرے سے نکال دو، یہی بہت بڑی سزا ہو گی۔"

"میں آپ کی خواہش کے مطابق ہی کروں گا۔"

میں نے پوچھا۔ "اب بتا دو، وہ حسینہ کون تھی؟"

اس نے تعجب سے پوچھا۔ "کون حسینہ؟"

"وہی جو چار گھنٹے کے لیے میری تنہائی میں آئی تھی اور مجھے تمھارا قیدی بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"آپ مجھ پر غلط شبہ کر رہے ہیں۔ آپ کو جلد ہی یقین ہو جائے گا۔ ایسی چالیں ماسک مین ہی چلتا ہے۔"

"اوہ! ابھی تو شبہ ہے۔ میں زیادہ بحث نہیں کروں گا۔"

"فرہاد صاحب! میں تو کھلی ہوئی کتاب ہوں۔ جب ہمارے درمیان خوش اسلوبی سے معاملات طے پا رہے ہیں تو میں احمقانہ چالیں کیوں چلوں گا؟"

"ایسی چالیں چلنے کی ایک بہت ہی اہم وجہ ہے۔ میں نے تمھارے ملک کے خلاف جو تباہی مچائی ہے، اس کے بعد اب کوئی ٹرانسفارمر مشین تیار نہیں ہو سکے گی۔ تمھارے ہاتھوں میں اب صرف دو ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں تم ان کے ذریعے ہمیں نیست و نابود کر دینے کی ہر ممکن کوشش کرو گے تاکہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار صرف تمھارے ملک میں رہے۔"

"آپ اپنے نقطۂ نظر سے الزام عائد کر رہے ہیں۔ میں نیا سپر ماسٹر ایک نئے دوستی کے جذبے سے رابطہ قائم کر رہا ہوں اور جلد ہی اپنے بہترین دوست ہونے کا ثبوت پیش کروں گا۔"

"چلو یہی سہی۔ کل وہ جزیرہ تمھارا ہو گا، اس سے پہلے اُدھر کا رخ نہ کرنا۔ خدانخواستہ میرے بیٹوں کے خلاف کوئی سازش ہو گی تو تم پر الزام آ سکتا ہے۔ کل تک جزیرے سے دور رہو۔ وٹیس آل۔"

میں نے فرانس کے ایک اعلیٰ حاکم سے کہا کہ وہ شام چھ بجے تک ایک طیارہ اس جزیرے سے میں بھیج دے۔ وہاں سے علی تیمور، پارس اور ان کے تقریباً پچاس وفادار پیرس آئیں گے۔ پھر میں نے رسونتی، آرمر اور دینی دانیال سے کہا۔ "جب تک ہمارے دونوں بیٹے اپنے وفاداروں کے ساتھ پیرس بخیریت نہ پہنچیں، اس وقت تک وہ خیال خوانی کے ذریعے جزیرے میں موجود رہیں۔ انھیں ہر

طرح کا تحفظ فراہم کرتے رہیں اور دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے مستعد رہیں۔"

رسونتی کو اس بہانے اپنے بیٹے علی تیمور کے دماغ میں رہنے کا موقع مل گیا۔ آرمر اور دانیال وہاں مختلف لوگوں کے دماغوں میں چپ چاپ آتے جاتے رہتے تھے اور پارس سے رابطہ قائم رکھتے تھے۔ پارس نے دانیال سے کہا۔ "بہت دنوں بعد میرے دماغ میں آئے ہو۔"

دانیال نے کہا۔ "میں نے کئی بار تم سے رابطہ قائم کرنا چاہا پھر سوچا، آجکل تمھارے پاپا سے تم بھائیوں کی گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ شاید میری خدمات کی ضرورت نہ ہو۔"

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو پاپا سے کہی نہیں جاسکتیں۔ مثلاً میں تمھارے ہی ذریعے نینسی تک یہ پیغام پہنچا سکتا ہوں کہ وہ کل تک پیرس پہنچ جائے۔ انشاءاللہ وہاں ہماری ملاقات ہوگی۔"

"میں ابھی تمھارا پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ کیا وہ میری بات کا یقین کرے گی؟"

"تم پاپا کی آواز اور لہجے میں بولو۔ وہ یقین کرلے گی۔"

دانیال اسی وقت نینسی کے پاس پہنچ کر میرے لہجے میں بولا۔ "بیٹی! میں تمھارے پارس کا پاپا فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "اوہ پاپا! آپ کہاں تھے؟ کس دشمن نے پارس کو اغوا کیا ہے؟ اس کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ وش ہو جاؤ۔ پارس خیریت سے ہے۔ اگر کل تک تم پیرس پہنچ جاؤ تو اس سے ملاقات ہو جائے گی۔"

وہ مارے خوشی کے اُچھل کر کھڑی ہوگئی۔ "میں ابھی جاؤں گی پاپا! میں اُڑ کر جاؤں گی۔ اوہ گاڈ! مجھے قوتِ پرواز دے۔ میں کیا کروں سمجھ میں نہیں آتا۔"

وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ مایوس ہو کر سوچنے لگی۔ کیا میں اپنے ملک سے باہر جاسکوں گی؟ حکومت کی طرف سے سخت باز پُرس ہوگی۔ یہ بات اب چھپی نہیں رہی ہے کہ میں پارس کی شریکِ حیات اور فرہاد علی تیمور کی بہو ہوں۔"

دانیال نے کہا۔ "بیٹی! میں تمھاری سوچ پڑھ رہا ہوں، فرہاد کی فیملی کا راستہ صرف خدا روکتا ہے۔ اس دنیا کا کوئی بندہ روک نہیں سکتا۔ تم پاسپورٹ نکال کر رکھو۔ یہاں کا کوئی اعلیٰ حاکم خود تمھارے گھر چل کر آئے گا۔ تم سے پاسپورٹ لے جائے گا پھر آج رات یا کل صبح کی کسی فلائٹ سے وہ تمھارے لیے سیٹ بھی ریزرو کرا دے گا۔ تم سفر کی تیاری کرو۔"

دانیال وعدے کے مطابق ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ "میں فرہاد تم سے مخاطب ہوں۔"

وہ بیٹھا ہوا تھا، اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پریشان ہو کر بولا۔ "آپ؟ فرہاد صاحب؟ آپ کیسے آگئے؟ کیا ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے؟"

"کیا میری بہو کے ملک سے باہر جانے پر پابندی ہے؟"

"آں؟ نہیں۔ کوئی خاص پابندی نہیں ہے۔ دراصل نینسی پر مصلحتاً پابندی عائد کی گئی ہے۔ ہم جانتے تھے آپ اس پابندی کے خلاف کچھ بولنے آئیں گے تو اس طرح آپ سے ضروری باتیں ہو جائیں گی۔"

"میں آگیا ہوں۔ آپ ضروری باتیں کریں۔"

"ہم جانتے ہیں، شیبا کی ہلاکت کے بعد ہمارے آپ کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ پیدا ہو گیا ہے۔ آپ یہ فاصلہ کبھی کم نہیں کریں گے، کبھی ہم پر اعتماد نہیں کریں گے لیکن آپ نے نینسی کو بہو بنا کر ہمارے دلوں میں اُمید کی کرن پیدا کر دی ہے۔ آپ ہماری قوم کی ایک بیٹی سے رشتہ جوڑ چکے ہیں۔ ہمارے لیے بھی اپنے دل میں کوئی نرم گوشہ پیدا کر سکتے ہیں۔"

دانیال نے کہا۔ "دل میں نرم گوشہ پیدا نہیں کیا جاتا، خود پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو میں پھر رابطہ قائم کروں گا۔ فی الحال یہ کہنے آیا ہوں کہ نینسی کا پاسپورٹ جاکر لیں اور آج رات کسی فلائٹ سے اسے پیرس روانہ کر دیں۔"

"میں خود ابھی جاتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں، نینسی آج پیرس پہنچ جائے گی۔ پلیز! آپ ہم سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنے کا وقت مقرر کریں۔"

"ضرور مقرر کروں گا۔ فی الحال خدا حافظ!"

دانیال اتنا کہہ کر اس کے دماغ میں خاموش رہا۔ وہ میرا نام لے کر مجھے مخاطب کر رہا تھا اور بہت کچھ کہنا چاہتا تھا جب مسلسل خاموشی رہی اور اسے یقین ہو گیا کہ فرہاد جا چکا تو اس نے ریسیور اٹھا کر دوسرے حکام سے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "ابھی فرہاد علی تیمور میرے دماغ میں آیا تھا۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "کیا دشمن بن کر آیا تھا؟"

"نہ دشمن بن کر نہ دوست بن کر۔ وہ نینسی کو آج رات پیرس پہنچانے کے لیے کہہ رہا ہے۔"

"وہ دوست بھی نہیں تھا، دشمن بھی نہیں تھا۔ اس کا مطلب ہے، کوشش کی جائے تو وہ دوست بن سکتا ہے۔ ہمیں فوراً نینسی کو روانہ کرنے کے انتظامات کرنے چاہئیں۔ ہم ابھی آتے ہیں۔"

دانیال ان کے دماغ سے چلا آیا۔ پارس کو بتایا۔ "تمھاری نینسی آج ہی رات کو پیرس پہنچ جائے گی۔ وہ خوشی سے دیوانی ہو رہی ہے۔ میں اس کے اندر رہ کر آیا ہوں اور یقین سے کہہ

ہوں، وہ صدقِ دل سے اور اپنی جان سے زیادہ تمھیں چاہتی ہے۔"

پارس نے کہا۔ "یوں تو پہلی بار میرا نکاح جو جو سے ہوا تھا لیکن صحیح معنوں میں نینسی میری شریکِ حیات ہے۔ وہ میری زندگی کی پہلی ازدواجی مسرت ہے۔ میں بھی اسے دل و جان سے چاہتا ہوں۔ باقی دی وے، تم مجھے اس کی چاہت کا یقین کیوں دلا رہے ہو؟"

دانیال نے کہا۔ "میں بھی یہودی ہوں اور ہم یہودی دوستی نبھانے کے معاملے میں اکثر ناکام رہے ہیں۔ ابھی تک آپ لوگوں نے صرف شیبا پر اندھا اعتماد کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم نینسی پر بھی اتنا ہی اعتماد کرو۔ وہ مر جائے گی لیکن تم سے کبھی بے وفائی نہیں کرے گی۔ رہ گئی میری بات تو میں اپنے عمل سے اور دن رات کی خدمات سے تمھارے پاپا کے دل میں جگہ بنانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"دانیال! تم نے ابھی سے ہم باپ بیٹوں کے دل جیت لیے ہیں۔ تم ایسے ایسے حالات میں ہمارے اور پاپا کے کام آتے رہے ہو جہاں خدا کے سوا کوئی کام نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں بے لوث اور وفادار دوست بنا کر ہمارے لیے بھیجا ہے، ہم شیبا کی طرح تم پر بھروسا کرتے ہیں۔"

علی تیمور، پارس اور کئی بڑا مصروف دن گزار رہے تھے۔ انھوں نے اپنی روانگی کا ذکر صرف اپنے وفاداروں سے کیا تھا تاکہ وہ تیار رہیں۔ سلمان رازی اور اس کی فیملی سے یہ بات چھپائی گئی تھی۔ اس کے وفاداروں کو جیلوں میں ٹھونس کر باہر سے دروازے مقفل کر دیے گئے تھے۔ وہ وفادار ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ سب کے لیے جیلوں میں گنجائش نہیں تھی، جو بچ رہے تھے انھیں باہر درختوں کے ساتھ رسّیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ اس طرح کوئی ان کی روانگی کے وقت رکاوٹ نہیں بن سکتا تھا۔

شام کو ساڑھے چار بجے ٹرانسمیٹر پر اطلاع ملی کہ ایک مسافر بردار طیارہ چھ بجے تک جزیرے میں پہنچ جائے گا۔ آرمر نے خیال خوانی کے ذریعے اس اطلاع کی تصدیق کی۔ رسونتی نے کہا۔ "جو پائلٹ اور کو پائلٹ طیارہ لے کر آرہے ہیں، میں ان کے دماغوں میں جگہ بنا چکی ہوں کسی شبہے کی بات نہیں ہے۔ طیارہ فرانس کا ہے اور اس کا عملہ محبِ وطن ہے۔"

علی تیمور اس پناہ گاہ سے سلمان رازی اور زرینہ کو پارس، خانم اور یاسمینہ کے پاس لے آیا تھا۔ کئی نے کہا۔ "ہماری دانست میں ان کا کوئی وفادار نہیں ہے۔ سب ہی جیل خانوں میں ہیں یا درختوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ اگر ہماری نادانستگی میں کوئی آزاد ہوگا تو یہاں آکر سلمان رازی کو بھی اس مقفل پناہ گاہ سے آزاد کرا لے گا۔"

سلمان رازی نے پوچھا۔ "کیا تم ہمیں یہاں قید کر کے کہیں جا رہے ہو؟"

علی تیمور نے کہا۔ "ہاں۔ تمھارے لیے خوش خبری ہے۔ ہم ہمیشہ کے لیے یہ جزیرہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔"

وہ خوش ہو گیا مگر دونوں بیٹیاں اداس ہو گئیں۔ یاسمینہ نے پارس کا بازو تھام کر پوچھا۔ "کیا یہ سچ ہے؟ تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

زرینہ بھی سوالیہ نظروں سے علی تیمور کو دیکھ رہی تھی۔ پارس نے یاسمینہ کا ہاتھ اپنے بازو سے الگ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھ سے محبوبانہ انداز میں سوال نہ کرو۔ میں تمھارے باپ کا غلام اور تمھارے حسن و شباب کا بھوکا نہیں ہوں۔ اپنے باپ سے کہو بیٹیوں کے لیے دوسرے مرغے پھانس کر لائے اور ان پر تنویمی عمل کر کے انھیں تم بہنوں کا غلام اور گھر داماد بنا کر رکھے۔"

انھوں نے پوری فیملی کو اس رہائش گاہ میں بند کر دیا۔ باہر سے تمام دروازے مقفل کر دیے۔ کھڑکیاں جالی دار تھیں۔ انھیں بڑی محنت سے توڑنے کے بعد ہی باہر نکلا جا سکتا تھا۔ علی تیمور نے وارننگ دیتے ہوئے کہا۔ "گھڑی پر نظر رکھو۔ سات بجے سے پہلے کھڑکیاں یا دروازے توڑ کر باہر نہ نکلنا۔ ورنہ بے موت مارے جاؤ گے۔"

اس رن وے پر آ گئے جہاں جزیرے سے تعلق رکھنے والے طیارے لینڈ کرتے تھے۔ وہ تقریباً پچپن وفاداروں کے ساتھ طیارے کا انتظار کر رہے تھے۔ اندیشہ تھا کہ کسی بھی دشمن کی طرف سے سازشی اقدامات کیے جا سکتے ہیں یا کوئی اُن دیکھی مصیبت راستہ روک سکتی ہے لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ میں، رسونتی، آرمر اور دانیال خیال خوانی کے ذریعے ان کی حفاظت کر رہے تھے۔ وہ بخیریت پیرس پہنچ گئے۔

فرانس کے جنوب میں جہاں ایبین کی سرحد ہے، وہاں چار مربع کلومیٹر زمین میرے نام تھی۔ حکومتِ فرانس نے بابا صاحب کے ادارے کی عمدہ کارکردگی اور میری پائدار دوستی سے خوش ہو کر یہ زمین میری فیملی کے لیے دی تھی۔ سونیا وہاں ہمارے لیے اور ہمارے وفاداروں کے لیے رہائشی مکانات تیار کروا رہی تھی۔ پارس اور علی تیمور کے ساتھ آنے والی کئی اور تمام وفاداروں کو سونیا کے پاس روانہ کر دیا گیا۔ علی تیمور، بابا صاحب کے ادارے میں اپنی ماما سے ملنے چلا گیا۔ پارس کو نیلسی کا انتظار تھا، یوں بھی وہ بابا صاحب کے ادارے میں جانا مناسب نہیں سمجھتا تھا کیونکہ جو جو وہاں ایک ڈمی پارس کے ساتھ اپنی ازلی معصومیت سے زندگی گزار رہی تھی، وہاں دوسرے پارس کو دیکھ کر اُلجھ سکتی تھی۔

دانیال نے بتایا تھا کہ نیلسی رات گیارہ بجے پہنچنے والی ہے۔ پارس ایک سرکاری بنگلے میں اس کا منتظر تھا۔ ابھی دشمنوں کی طرف سے کوئی نئی سازش، نیا ہنگامہ درپیش نہیں تھا۔ راوی میرے بیٹوں کے لیے چین لکھ رہا تھا لیکن میرے نصیب میں چین و آرام نہیں تھا۔ لہٰذا میں داستان کا رخ اپنی طرف موڑ رہا ہوں۔

تھیلما کے بنگلے میں جیسے طوفان آ کر گزر گیا تھا۔ وہ حیران پریشان تھی۔ مجھے تعجب سے دیکھ رہی تھی۔ میں اچانک اونیل سے فرہاد علی تیمور بن گیا تھا اور اس کی نظروں میں ایسا متماثلا تھا جو شاید پوری طرح حل نہیں ہوا تھا۔ وہ میرے سامنے گھٹنے ٹیک کر بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا، تم کون ہو؟ کیا ہو؟ تمہارے سامنے سے جتنے پردے اٹھتے جاتے ہیں، تم اتنے ہی پُراسرار ہوتے جاتے ہو۔"

میں نے مسکرا کر کہا "میرے بارے میں زیادہ نہ سوچو۔ بس اتنا سمجھ لو، میں جو بھی ہوں، جیسا بھی ہوں، ایک انسان ہوں۔"

"مگر بہت خطرناک ہو۔ دشمنوں کے لیے خطرناک اور دوستوں کے لیے مہربان۔ پچھلی رات غنڈوں کے علاقے میں اکیلے گئے اور اس علاقے کے دادا کی پٹائی کر دی۔ درجنوں غنڈوں کی موجودگی میں اسے پکڑ لائے اور مہربان ایسے کہ مجھے ایک رات میں کروڑ پتی بنا دیا۔ ابھی دشمنوں نے تمہیں مارنے یا قیدی بنا کر لے جانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"میں تمہاری دلیری کی وجہ سے بچ گیا۔ تم نے ریوالور سے گولیاں چلا کر کسی کو زخمی کیا کسی کو ہلاک کر دیا۔ تم بھی کمال دکھانے میں مجھ سے پیچھے نہیں رہیں۔"

"مجھے اور زیادہ نہ بناؤ۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی، تمہارے پُراسرار علم نے مجھ میں دلیری اور صحیح نشانہ بازی کا ہُنر پیدا کیا تھا، ورنہ آج سے پہلے میں نے کبھی گولی نہیں چلائی، مجھے گولی چلنے کی آواز سے ہی ڈر لگتا ہے۔"

پولیس آفیسر چار سپاہیوں کو بنگلے کے باہر پہرا دینے کے لیے چھوڑ گیا تھا۔ ایک سپاہی نے کہا "کوئی مسٹر کیشو ایڈوانی اور کنگ آف کرائمز کی بہن جولی دو آدمیوں کے ساتھ آئی ہے۔"

میں نے کہا "انھیں اندر آنے دو۔"

سپاہی چلا گیا۔ میں نے تھیلما سے کہا "تمہارا مشیرِ خاص کیشو ایڈوانی آ گیا ہے۔ جولی ان دو باڈی گارڈز کو بھی لائی ہے جو ہمیشہ تمہاری حفاظت کریں گے۔"

"میں صرف تمہاری حفاظت میں رہنا چاہتی ہوں۔"

"سوری، میں نے کل ہی کہہ دیا تھا کہ ہم پھٹ جائیں گے اور وہ وقت آ گیا ہے۔ اگر میں ابھی نہیں جاؤں گا تو دشمن پھر یہاں حملہ کر سکتے ہیں۔ میں اپنی اصلیت کہیں ظاہر نہیں کرتا۔ کل رات کسی طرح ظاہر ہو گئی تو یہ مصیبت آ گئی تھی۔ میں ابھی یہاں سے نکلتے ہی روپوش ہو جاؤں گا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ میں دشمنوں کی نظروں میں آتا رہوں؟"

"نہیں، میں تمہاری سلامتی چاہتی ہوں۔"

"تمہارے ساتھ رہوں گا تو سلامتی مشکوک رہے گی۔"

جولی اور کیشو ایڈوانی اندر آئے۔ ان کے پیچھے دو باڈی گارڈ تھے۔ میں نے ان سب سے مصافحہ کیا۔ جولی نے کہا "میں دو گھنٹے پہلے اِدھر آئی تھی، مگر زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔ میرے بھائی نے پولیس والوں سے معلوم کیا، پتا چلا کہ نامعلوم دشمنوں نے فرہاد علی تیمور کو گھیر لیا ہے مگر پسپا ہو رہے ہیں۔ ہمیں اِدھر آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔"

وہ باتیں کرتی ہوئی میرے قریب ایک صوفے پر بیٹھ گئی، پھر بولی "کل رات غنڈوں کے علاقے میں جب دونوں غنڈے بھائی مجھے بازوؤں میں لے اُٹھا کے اور تم نے تنہا ان سب کو بے دست و پا کر دیا۔ تب میں سمجھ گئی کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو اور شاید فرہاد علی تیمور ہو۔ آج اس بات کی تصدیق ہو گئی ہے۔"

میں نے کہا "ہاں، ابھی یہی بات تھیلما کو سمجھا رہا تھا میری اصلیت ظاہر ہو جانے تو دشمن مجھے میں چین سے جینے نہیں

دیں گے۔ جو میرے لیے اجنبی ہوں گے تمہیں شاید نہیں معلوم، میں کسی بھی اجنبی کی آواز سُنے بغیر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔"

لہٰذا میں پھر روپوش ہونے جا رہا ہوں۔"

جولی نے کہا "میرے بھائی نے اس بنگلے سے ذرا دور ہر طرف اپنے مسلح ماتحتوں کا جال بچھا دیا ہے۔ ہمارے ہوتے ہوئے تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ میں التجا کرتی ہوں، میرے ساتھ چلو، ہم پر بھروسا کرو۔ ہمیں اپنی خدمت کا موقع دو۔"

تھیلما نے کہا "اگر تم جولی کے بھائی کے ساتھ رہو تو مجھے اطمینان ہو گا کہ مجھ سے زیادہ دور نہیں ہو۔"

"میں جب کسی چار دیواری سے باہر قدم نکالتا ہوں تو خود نہیں جانتا کہ حالات مجھے کدھر لے جائیں گے۔"

جولی نے کہا "میں تمہارے حالات کو اپنے قابو میں رکھوں گی، میرے ساتھ چلو۔"

"میں ذرا باتھ روم سے آتا ہوں۔ پھر چلوں گا۔"

میں وہاں سے اٹھ کر اپنی خواب گاہ کے باتھ روم میں گیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی اور مائٹی پاشا کو مخاطب کیا۔ کچھ عرصہ پہلے دشمنوں نے پارس اور جوجو کو اغوا کیا تھا اور انہیں پرنس آئی لینڈ میں لائے تھے، وہاں کا سب سے خطرناک غنڈہ مائٹی پاشا میرا وفادار بن گیا تھا۔ میرے مخاطب کرنے پر وہ خوش ہو کر بولا "جناب، آپ نے ایک طویل عرصے کے بعد ناچیز کو یاد کیا ہے۔ حکم دیجیے، میں حاضر ہوں۔"

میں نے اسے تھیلما کے بنگلے کا نمبر بتا کر کہا "میں یہاں سے پندرہ منٹ بعد نکلوں گا اور ایک حسین دوشیزہ کے ساتھ ایک کار میں جاؤں گا۔ کار کا رنگ اور نمبر نوٹ کر لو۔"

میں نے اسے کار کے متعلق بتانے کے بعد پوچھا "کنگ آف کرائمز نے آپ کے لیے بڑے سخت انتظامات کیے ہیں۔ میں بھی اس سے کم نہیں ہوں۔ اگلے چوراہے پر دھوئیں کے گولے پھٹیں گے پھر اتنا دھواں پھیلے گا کہ ایک دوسرے کو دیکھنا محال ہو جائے گا۔ میرا کوئی آدمی آپ کو گن پوائنٹ پر جولی کی گاڑی سے لے جائے گا۔ وہ جہاں کہئے آپ اس کے ساتھ بے دھڑک چلے جائیں۔ میں آپ کے آس پاس ہی رہوں گا۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جولی سے کہا "بڑی مشکل ہے، بعض اوقات خیال خوانی بھی کام نہیں آتی۔ میں جن دشمنوں کو جانتا ہوں ان کے دماغوں میں پہنچ کر دیکھ چکا ہوں۔ وہ اپنے گھروں میں آرام کر رہے ہیں۔"

"پھر پریشانی کیا ہے؟"

"یہی کہ دشمن نادان نہیں ہیں، وہ ایسے آلۂ کار استعمال کریں گے جو میرے لیے اجنبی ہوں گے تمہیں شاید نہیں معلوم، میں کسی

اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ میں اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ بلاشبہ بے حد حسین اور اسمارٹ تھی، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے روپہلی خوبی ہو جو حسن و شباب کی چکاچوند میں میرے لیے شکست اور ذلت چھوڑ گئی تھی۔ اگرچہ یہ اصلی جولی تھی مگر اب میں عورتوں کے چکر میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔

جب وہ کار بنگلے کے احاطے سے باہر نکلی تو میں نے آگے پیچھے گاڑیاں دیکھیں۔ جولی نے فخر سے کہا "میرے بھائی نے تمہاری حفاظت کے لیے زبردست انتظامات کیے ہیں۔ تم پر کسی دشمن کا سایہ بھی نہیں پڑے گا۔"

میں نے کہا "میرے دشمن معمولی واردات کرنے والے مجرم نہیں ہوتے۔ وہ سپر پاور کہلاتے ہیں۔ سپر اسمارٹ اور مارک مین کے آدمی مجھے اغوا کرنے آئیں گے تو تمہارے بھائی کے تمام انتظامات دھرے رہ جائیں گے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے بھائی کو کم تر کہہ رہا ہوں، صرف یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ ہماری دنیا میں سپر پر سوا سیر موجود رہتے ہیں۔"

وہ بولی "جب تم سنجیدہ پیت ہماری رہائش گاہ پر پہنچ جاؤ گے تو تمہیں یقین آ جائے گا کہ میرا بھائی سب پر سوا سیر ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ذرا خاموش رہ کر دشمنوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں تم خیال خوانی کرو گے۔ ہائے تمہارے پاس کتنا زبردست علم ہے، بیٹھے بیٹھے دوستوں اور دشمنوں کے پاس پہنچ جاتے ہو!"

میں نے مائٹی پاشا کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "کنگ آف کرائمز نے آپ کے لیے بڑے سخت انتظامات کیے ہیں۔ میں بھی اس سے کم نہیں ہوں۔ اگلے چوراہے پر دھوئیں کے گولے پھٹیں گے پھر اتنا دھواں پھیلے گا کہ ایک دوسرے کو دیکھنا محال ہو جائے گا۔ میرا کوئی آدمی آپ کو گن پوائنٹ پر جولی کی گاڑی سے لے جائے گا۔ وہ جہاں کہئے آپ اس کے ساتھ بے دھڑک چلے جائیں۔ میں آپ کے آس پاس ہی رہوں گا۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جولی سے کہا "بڑی مشکل ہے، بعض اوقات خیال خوانی بھی کام نہیں آتی۔ میں جن دشمنوں کو جانتا ہوں ان کے دماغوں میں پہنچ کر دیکھ چکا ہوں۔ وہ اپنے گھروں میں آرام کر رہے ہیں۔"

"پھر پریشانی کیا ہے؟"

"یہی کہ دشمن نادان نہیں ہیں، وہ ایسے آلۂ کار استعمال کریں گے جو میرے لیے اجنبی ہوں گے تمہیں شاید نہیں معلوم، میں کسی بھی اجنبی کی آواز سُنے بغیر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔"

"تم ناحق پریشان ہو رہے ہو۔ تم نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ کیا اتنا نہیں جانتے، جو عورت اپنا دل دیتی ہے، وہ جان دے کر بھی دل والے کی حفاظت کرتی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک دھماکا ہوا۔ پھر یکے بعد دیگرے مسلسل دھماکوں سے پبلک سی مچ گئی۔ دُھواں تیزی سے پھیل رہا تھا۔ مردوں اور عورتوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں چونکہ سامنے راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس لیے جُولی کار روک کر ڈیش بورڈ سے ریوالور نکال رہی تھی۔ اسی وقت کسی نے کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر اس کی گردن دبوچ لی۔ میری طرف کا دروازہ کھلا۔ ایک شخص نے مجھے گن پوائنٹ پر رکھ کر کہا۔ "میرے دماغ پر تمہاری خیال خوانی کا اثر نہیں ہوگا۔ فوراً باہر آؤ۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

میں باہر آگیا۔ وہ سرگوشی میں بولا۔ "گستاخی معاف کیجیے گا۔ یہاں سے صرف چند قدم چلیں اور یہ ماسک پہن لیں۔"

میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے ماسک پہنا۔ میری پشت پر ایک سلنڈر باندھ دیا گیا۔ ایک جگہ رُک کر ایک شخص نے زمین پر جھک کر گٹر کا ڈھکن ہٹایا۔ مجھ سے کہا۔ "اس کے اندر چلے جائیں۔"

مَیں مین ہول کے اندر اُتر گیا۔ نیچے گہرائی میں جانے کے لیے آہنی سیڑھیاں لگی ہوئی تھیں۔ جب میں اندر آیا تو اوپر سے ڈھکن لگا دیا گیا۔ نیچے ٹارچ روشن ہوگئی۔ اس گٹر میں میری رہنمائی کرنے والے موجود تھے۔ میں سیڑھی سے اُتر کر گندے پانی میں آگیا۔ اگر ناک اور مُنہ پر ماسک نہ ہوتا تو وہاں کی بدبُو سے دماغ پھٹ جاتا۔ گندہ پانی کہیں ٹخنوں تک اور کہیں پنڈلیوں تک تھا۔ دیواروں کے کنارے غلاظت سے آلودہ تھے۔ چوہے اِدھر سے اُدھر دوڑ رہے تھے۔ میں رہنمائی کرنے والوں کے ساتھ آدھے گھنٹے تک اس غلاظت میں چلتا رہا۔ پھر وہ ایک آہنی سیڑھی کے پاس رک گئے۔ ایک شخص اس پر چڑھتا ہوا اوپر گیا۔ پھر اپنی ٹارچ کے ذریعے گٹر کے ڈھکن کو نیچے سے ہٹایا۔ اوپر کھلی فضا میں ہمارا انتظار کیا جا رہا تھا۔ کسی نے اوپر سے ڈھکن کو بٹھا دیا۔ میں بھی سیڑھی پر چڑھتا ہوا روشن اور کھُلی فضا میں آگیا۔ ایک شخص نے میرے غلاظت سے آلودہ جوتے، جرابیں اور پتلون اتاری۔ میں نے گیس ماسک اتار دیا۔ صرف نیکر پہن کر ایک کار میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ کار وہاں سے چل پڑی۔

وہ کار مائٹی پاشا ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں اپنے ایک خفیہ اڈے کی طرف جا رہا ہوں جہاں میں تنہا رہتا ہوں۔ میرے کسی خاص ماتحت کو بھی اس جگہ کا علم نہیں ہے۔ میں نے سوچا کبھی بُرا وقت آئے گا اور اپنے بھی دغا کریں گے تو میں وہاں روپوش رہ کر دغا کرنے والوں سے نمٹ لوں گا۔ آج وہ جگہ آپ کے کام آئے گی۔"

ہم شہر کے ایک مہنگے علاقے میں پہنچے۔ وہاں ایک سے ایک شاندار کوٹھی نظر آرہی تھی۔ پاشا نے بتایا۔ "اس علاقے میں صرف کروڑ پتی اور ارب پتی سرمایہ دار رہتے ہیں۔ غنڈے بدمعاش تو دور کے لوگ ہیں، پولیس والے بھی یہاں کسی کوٹھی میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرتے۔"

اس نے ایک بہت ہی خوبصورت کوٹھی کے سامنے کار روکی، اُتر کر بڑے سے گیٹ کو کھولا پھر دوبارہ آکر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک سایہ دار پورچ میں آیا۔ پھر کار کا انجن بند کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے خاص طور پر یہ جگہ گاڑی روکنے کے لیے بنائی ہے تاکہ باہر والے نہ دیکھ سکیں کہ کار سے کون اُتر کر کوٹھی کے اندر جا رہا ہے۔"

ہم کوٹھی کے اندر آئے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ جدید طرز کا شاہی محل ہو۔ اس نے کہا۔ "آپ نے جو نقد رقم اور میرے جواہرات دیے تھے، ان میں سے ایک ہیرے کو فروخت کر کے میں نے یہ کوٹھی خریدی ہے۔ آپ کی مہربانی سے اس مہنگے علاقے میں کوئی میرے مقابلے کا دولت مند نہیں ہے۔"

"پاشا! تم نے بے انتہا دولت مند بننے کا خواب پورا کر لیا ہے تو اب یہ بدمعاشیاں چھوڑ دو اور شریفوں کی طرح زندگی گزارو۔"

"میں یہاں شریف آدمی کہلاتا ہوں۔ تھانے میں اور اعلیٰ حکام والوں کے پاس میری غنڈا گردی کے جتنے دستاویزی ثبوت تھے، انھیں میں نے رشوت دے کر حاصل کیا۔ پھر وہ تمام ثبوت نذرِ آتش کر دیے۔ آج بہت عرصے بعد میں نے آپ کے لیے غنڈوں کو کرائے پر حاصل کیا تھا۔ کام نکل جانے کے بعد انھیں بہت دور چھوڑ آیا ہوں۔"

"میں یہاں چھُپ کر نہیں رہ سکوں گا۔ میرے دشمن تھانے ذریعے پہنچ جائیں گے۔"

"پلیز آپ نہ جائیں۔ یہ کوٹھی اور یہاں کا عیش و آرام سب آپ کے لیے ہے۔ آپ کو مجھ پر اعتراض ہے تو میک اپ کے ذریعے میری صورت بدل دیں۔"

"فی الوقت دو خیال خوانی کرنے والے دشمن ہیں۔ وہ کسی وقت تمھارے دماغ میں پہنچ کر اصلیت معلوم کر لیں گے۔ انھیں معلوم ہو جائے گا کہ تم مائٹی پاشا ہو اور فرہاد علی تیمور کے ساتھ اس کوٹھی میں رہتے ہو۔"

"پھر بھی آپ نہ جائیں۔ میں چلا جاؤں گا۔ آپ سے دور رہ کر خدمت کروں گا۔"

"تم دور رہو گے تب بھی تمھارے دماغ سے دشمنوں کو اس کوٹھی کا پتا معلوم ہو جائے گا۔"

"آہ! کاش، میں سانس روک سکتا، یا میرا دماغ حساس ہوتا۔ کیا میں شراب پینا چھوڑ دوں تو میرا دماغ حساس ہو سکتا ہے؟"

"بُری عادت چھوڑنے کی یہ مخصوص شرط نہیں ہونی چاہیے کہ اس سے فلاں فائدہ پہنچے گا۔ جبکہ بُری عادتیں چھوڑنے سے کسی شرط کے بغیر ہی بے شمار فائدے پہنچتے ہیں۔ میرا خیال ہے، میں برائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں۔"

"یہ ٹھیک ہے۔ برائی کوئی سی ہو اُسے جڑ سے اکھاڑ دینا چاہیے۔"

"مجھے ریوالور میں سائلنسر لگا کر دو۔ میں تمھیں گولی مار دوں گا۔ تم سے پاؤں تک بُری عادتوں کے حامل ہو۔ نہ تم رہو گے نہ برائیاں رہیں گی۔"

وہ گہرا کر جبراً مسکراتے ہوئے بولا۔ "آ... آپ مذاق کر رہے ہیں۔"

"بھئی، تم مصیبت کی جڑ ہو۔ زندہ رہو گے تو خیال خوانی کرنے والے مجھ تک پہنچیں گے۔"

"جی ہاں۔ یہ تو درست ہے کہ میں آپ کے لیے مصیبت بن گیا ہوں۔"

"تم دعوے کرتے آئے ہو کہ میری خاطر جان بھی دے سکتے ہو۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک الماری کے پاس گیا۔ اسے کھول کر ایک ریوالور نکالا۔ اس کے چیمبر میں گولیاں بھریں۔ اس میں سائلنسر لگایا۔ پھر میرے پاس آکر دونوں ہتھیلیوں کی طشتری پر ریوالور رکھ کر مجھے پیش کیا۔ میں نے ریوالور لے کر کہا۔ "اپنی خواب گاہ میں چلو۔"

وہ ایک شکار کی طرح آگے آگے چلتا ہوا اپنی خواب گاہ میں آیا۔ پھر بولا۔ "مجھے یقین ہے، میری موت کے بعد میری دولت اور جائداد آپ میرے بیوی بچوں کو دے دیں گے۔"

"پاشا! ہماری موت کے بعد بیوی بچوں اور محبت کے لازمی رشتوں کے ساتھ وہ بھلائی نہیں ہوتی جو ہم زندگی میں سوچتے ہیں۔ اس اعتماد کو ٹھیس پہنچتی ہے جو ہم دوستوں پر کرتے ہیں۔ لہٰذا صرف خدا پر بھروسا کر کے دنیا سے جاؤ۔ وقت ضائع نہ کرو۔ بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ریوالور کو دیکھ رہا تھا۔ موت کو آنے میں جتنی دیر لگتی ہے، جب وہ آتی ہے تو لگتا ہے، جلدی آگئی ہے۔ میری انگلی نے ٹریگر کو دبایا۔ ایک گولی سنسناتی ہوئی نکلی اور مائٹی پاشا کے سینے میں ٹھیک دل کی جگہ پیوست ہوگئی۔

یہ سب خیال خوانی کا کمال تھا۔ اسے وہی محسوس ہو رہا تھا جو میں محسوس کرا رہا تھا۔ اسے اپنے سینے میں زبردست تکلیف کا احساس ہوا تھا، جیسے گولی وہاں پیوست ہوگئی ہو۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ اُس کا دماغ میری مٹھی میں تھا۔ میں کر رہا تھا کہ موت کی تاریکی چھا گئی ہے۔ آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہوگئی ہیں اور اس کے کان دنیا کی تمام آوازوں سے محروم ہوگئے ہیں۔

یہ تنویمی عمل کرنے کا نیا تجربہ تھا۔ وہ جلد ہی گہری نیند میں ڈوب گیا۔ میں نے رسونتی کو بُلا کر کہا۔ "کاغذ قلم لے کر بیٹھو۔ میں مائٹی پاشا کی ذاتی زندگی کے متعلق جو معلومات حاصل کر رہا ہوں تم انھیں نوٹ کرو۔"

وہ نوٹ کرنے کے لیے کاغذ قلم لے کر بیٹھ گئی۔ میں ایک عامل کی حیثیت سے ضروری سوالات کرتا رہا۔ پاشا جواب دیتا رہا۔ میں نے آخر میں کہا۔ "تم مائٹی پاشا نہیں ہو۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد تم اپنی ذات کو اور ماضی کو بھول جاؤ گے۔ تمھارا نام مائیکل گارڈن ہے، تم پیرس سے یہاں آئے تھے اور آج ہی پیرس چلے جاؤ گے۔"

میں نے ضروری ہدایات دینے کے بعد اسے تنویمی نیند سُلا دیا اور رسونتی سے کہا۔ "فرانس کے اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کرو۔ وہ مائٹی پاشا کو یہاں سے پیرس پہنچائیں گے۔ تم یہ انتظامات کرانے کے بعد میرے پاس آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے پاشا کے دماغ سے معلوم کیا تھا کہ ضرورت کی کون کون سی چیز کہاں رکھی ہے۔ میں نے ریوالور کو واپس الماری میں رکھا۔ کوٹھی کے بیرونی دروازے کو اندر سے بند کیا۔ ایک کمرے میں جا کر میک اپ کا سامان نکالا۔ پھر ایک بڑے آئینے کے ساتھ تمام سامان لے کر مائٹی پاشا کی خواب گاہ میں آگیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ میں اسے دیکھ کر اپنے چہرے پر تبدیلیاں لانے لگا۔

پندرہ منٹ کے بعد رسونتی نے آکر پوچھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

"پہلے اپنے کام کی رپورٹ دو۔"

"وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوگا تو چار آدمی ایک ویگن میں آئیں گے۔ پھر اسے ایک فلائنگ کلب میں لے جائیں گے۔ وہاں سے اُسے پیرس پہنچا دیا جائے گا۔ پیرس میں اس کی رہائش کا بھی انتظام کر دیا گیا ہے۔"

"کیا تم خیال خوانی کے ذریعے ان چار آدمیوں کو چیک

کرو گی جو پاشا کو لے جانے آئیں گے؟"

"ہاں۔ میں انھیں چیک کروں گی۔ اب بتاؤ کیا تم یہاں پاشا کے میک اپ میں رہو گے؟"

"ہاں۔ تمھارے لیے ایک خوش خبری ہے۔"

"کیسی خوش خبری؟"

"ہر عورت کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا مرد اس کے اشاروں پر چلے اور اپنے میاں کی دن رات کی مصروفیات کا علم اسے ہوتا رہے۔ اگر تمھیں بھی یہ سہولتیں حاصل ہو جائیں تو؟"

"کیا تم اپنی لگام میرے ہاتھوں میں دے رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں یہ غلطی کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی نہیں۔ یہ غلطی نہیں، دانشمندی ہے۔ بیوی کو اختیارات حاصل ہوں تو وہ شوہر کو سیدھے راستے پر چلاتی ہے۔"

"چلو ایک تجربہ کر کے دیکھ لیتا ہوں۔ تم ایک ہفتے کے لیے مجھ پر تنویمی عمل کرو گی، میرے دماغ سے عارضی طور پر میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو بھلا دو گی اور میرے ذہن میں یہ نقش کر دو گی کہ میں فرہاد نہیں، مائٹی پاشا ہوں۔"

"میں سمجھ گئی۔ تم چاہتے ہو، وہ خیال خوانی کرنے والے دشمن کبھی اتفاق سے تمھارے دماغ میں آنا چاہیں تو انھیں آسانی سے جگہ مل جائے اور وہ تمھیں مائٹی پاشا سمجھ کر پیچھا چھوڑ دیں۔"

"وہ بالکل ہی پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ وہ جانتے ہوں گے کہ میں نے کبھی پاشا کو اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔ ہو سکتا ہے، اسے آئندہ بھی آلۂ کار بناؤں، اس خیال سے وہ پاشا سمجھ کر میری نگرانی کریں گے۔ اگر ایسا وقت آئے تو تم ڈینی دانیال کے ساتھ ان نگرانی کرنے والوں کے اصل نام اور پتے معلوم کرو گی اور اگر وہ خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچنے کا یقین ہو جائے تو مجھے فوراً تنویمی عمل کے اثر سے نکال لینا۔ میں ان سے خود نمٹنا چاہوں گا۔"

"کیا میں تمھارے دماغ میں آ کر گفتگو کیا کروں گی؟"

"ہرگز نہیں۔ اگر دشمن میرے دماغ میں آئیں گے تو تمھاری باتیں سن کر میری اصلیت معلوم کر لیں گے۔ تم پاشا کی سوچ اور لب و لہجے میں مجھے گائیڈ کرو گی۔ اب تم جاؤ۔ ایک گھنٹے بعد آ کر تنویمی عمل کرنا۔"

"کیوں بھگا رہے ہو؟"

"تنویمی عمل کے بعد یہ دماغ حساس نہیں رہے گا۔ یہاں تمھاری حکمرانی ہو گی پھر شکایت کیسی؟ تھوڑی دیر اور اس مردِ آزاد کو آزاد رہنے دو۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے باری باری پارس اور علی تیمور کو مخاطب کیا اور جو کچھ میں کرنے جا رہا تھا، اس کے متعلق انھیں بتایا۔

دونوں بیٹوں نے کہا۔ "وہ ہماری ماما ہیں، ہم ان کا بے حد احترام کرتے ہیں لیکن آپ انھیں اتنی بڑی ذمے داری نہ سونپیں، ان کی ایک ذرا سی غلطی سے آپ پر مصیبت نازل ہو سکتی ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہ ذمے داری کسی کو تو دینی ہو گی۔ آرمر سیدھا سادہ بندہ ہے۔ تمھاری ماما کسی موقع پر دشمنوں کے لیے ظالم بن سکتی ہیں مگر آرمر نہیں بنے گا۔ ڈینی دانیال نے آرمر پر بڑے سخت آزمائشی مرحلوں میں دوستی اور وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ پھر بھی عارضی طور پر دماغی طور پر خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑنا دانشمندی نہ ہو گی۔"

پارس نے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں، آپ دو خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچنے کے لیے یہ چال چل رہے ہیں۔ پاپا! آپ بے شمار خطرات سے کھیلتے آ رہے ہیں، اب بس کریں، ہم جوان ہو چکے ہیں، ہم نے آپ سے اور سونیا ممّا سے دشمنوں پر غالب آنا سیکھا ہے، آپ آرام کریں۔ میں ان آخری خیال خوانی کرنے والے شیطانوں کو ٹریپ کروں گا۔"

"نہیں بیٹے! آرام کرنے سے بڑھاپا طاری ہو جاتا ہے اور بڑھاپا موت کی سلوموشن ریہرسل ہے۔ میں ابھی یہ ریہرسل کرنا نہیں چاہتا۔ انتظار کرو۔ جب تھک کر گر جاؤں اور اپنے لوگوں تو جوان بازوؤں سے سہارا دینا۔"

"آپ دو دھاری تلوار کی طرح چلتے بھی ہیں اور بولتے بھی ہیں۔ بہرحال آپ نے کوئی احتیاطی تدبیر تو کی ہو گی؟"

"ہاں۔ میں ایک ہفتے کے لیے خود کو تمھاری ماما کے حوالے کر رہا ہوں۔ علی تیمور روزانہ اپنی ماما سے معلوم کرے گا کہ میں کہاں ہوں؟ کیا کر رہا ہوں اور کن حالات سے گزر رہا ہوں؟ اگر آٹھویں دن میں خیال خوانی کے ذریعے تم دونوں سے رابطہ قائم نہ کر سکوں تو سمجھ لینا، تمھاری ماما کسی چکر میں پڑ گئی ہیں اور میں کسی مصیبت میں مبتلا ہو چکا ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "آپ جانتے ہیں۔ مجھے ماما سے فوری معلومات حاصل نہیں ہو سکیں گی۔ آپ موجودہ معاملے میں نکل جائیں، کو بھی راز دار بنا لیں۔ وہ چپ چاپ آپ کے دماغ میں تاریکی گے اور اپنی سوچ کی لہروں کو ظاہر کیے بغیر واپس آ جایا کریں مجھے ان کے ذریعے صبح و شام آپ کی خبر ملتی رہے گی۔"

میں نے پارس کی بات مان لی۔ جب رسوتی تنویمی عمل کر آئی تو میں نے آرمر کو بھی اپنے دماغ میں بلا لیا اور اسے سمجھا کہ پارس کو میرے دن رات کی مصروفیات کی اطلاع دی جائے یہ وہ وقت تھا جب دونوں بیٹے جزیرے سے نکل کر پہنچ گئے تھے۔ علی تیمور اپنی ماما کے پاس بابا صاحب کے

میں چلا گیا تھا اور پارس ایک سرکاری رہائش گاہ میں نیسی کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ رات کے گیارہ بجے پیرس پہنچ گئی۔ اسے یقین تھا پولیس بڑی بے تابی سے ائیرپورٹ پر اسے لینے آئے گا لیکن وہ گیج ہال سے نکل کر دور دور تک نظریں دوڑا کر مایوس ہو گئی۔ امیگریشن کاؤنٹر پر ایک افسر نے اسے بتایا تھا کہ باہر ایک پولیس افسر اس کا منتظر ہے۔ اس پولیس افسر نے کہا "آپ سمجھ سکتی ہیں مسٹر پارس دشمنوں میں گھرے رہتے ہیں اگر وہ یہاں آتے تو آپ بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتیں۔ آئیے میں ان کے پاس آپ کو بخیریت پہنچا دوں گا۔"

وہ افسر کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئی۔ افسر کو کار ٹیلیس ریسیور کے ذریعے اطلاع مل رہی تھی کہ راستہ صاف ہے۔ نیسی کو سیدھا پارس کے پاس پہنچایا جا سکتا ہے۔ گاڑی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ بیس منٹ کے بعد اطلاع ملی۔ اُن کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا وہ پولیس ہیڈ کوارٹر چلے آئیں۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اس کی حفاظت کے لیے راستہ بدل دیا گیا ہے مگر دل ڈوب رہا تھا۔ اتنے دنوں سے پارس کے لیے تڑپ رہی تھی۔ تل ابیب میں جس رات اس سے ملاقات ہونے والی تھی اسی دن دشمنوں نے اس کے محبوب کو اغوا کر لیا تھا۔ آج وہ میکے سے ہزاروں میل کا سفر کر کے آئی تھی اور دشمن پھر راستے کی دیوار بن رہے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی، کیسے محبوب سے دل لگایا ہے، اس سے ملنے کے لیے ہمیشہ کسی میدانِ جنگ میں جانا پڑتا ہے۔

پارس نے پولیس ہیڈ کوارٹر میں ٹیلیفون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ وہ تیزی سے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پاتے ہوئے بولی "اوہ پارس! یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا میں صرف تصور کی آنکھ سے تمہیں دیکھتی رہوں گی اور دور سے تمہاری آواز سنتی رہوں گی؟"

"میری جان! ذرا تحمل سے کام لو۔ ابھی ہم ملنے والے ہیں۔ پولیس کے جاسوس اب تعاقب کرنے والوں کا تعاقب کر رہے ہیں اور جلد ہی انھیں گرفتار کر لیں گے۔"

"جہنم میں جائیں گرفتار کرنے والے۔ مجھے ان کی گرفتاری سے کیا لینا ہے۔ میں ابھی تمہارے پاس آؤں گی۔"

"یعنی اپنے ساتھ دشمنوں کو بھی لاؤ گی؟"

"کیا ہم ایسی جگہ نہیں جا سکتے جہاں دشمن نہ ہوں؟"

"ہمارے لیے دنیا میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے۔"

پولیس افسر نے آگے کہا "مسٹر پارس! آئیے راستہ صاف ہو گیا ہے۔"

وہ خوشی سے چیخ کر بولی "پارس! میں آ رہی ہوں۔ راستہ صاف ہو گیا ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر افسر کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی کال روم سے باہر آئی۔ اس سے بولی "آفیسر! کیا تم میری طرح تیز نہیں چل سکتے؟"

وہ مسکراتے ہوئے تیزی سے چلنے لگا۔ یہ اس کے قدم سے قدم ملانے کے لیے دوڑنے لگی۔ وہ ایک گاڑی میں اگر بیٹھ گئے۔ افسر نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ نیسی گھڑی دیکھنے لگی۔ پندرہ منٹ میں وہ ایک سرکاری بنگلے کے سامنے پہنچ گئی۔ گاڑی سے اتر کر دوڑتی ہوئی بنگلے کے برآمدے میں آئی۔ اسی وقت ایک فائر کی آواز کے ساتھ اس گاڑی کا پہیہ ایک دھماکے سے بیکار ہو گیا جس میں وہ ابھی آئی تھی۔ کسی کی آواز سنائی دی "افیسر دونوں ہاتھ اٹھا لو۔ ورنہ پہیے کی طرح تم بھی برسٹ ہو جاؤ گے۔"

نیسی نے گھوم کر دیکھا، پولیس افسر کے پیچھے ماسک پہنے ہوئے دو شخص گن لیے کھڑے تھے۔ ایک شخص افسر سے ریوالور چھین رہا تھا۔ پھر نیسی کی کنپٹی سے ایک ریوالور کی نال آ کر لگی۔ اس کے قریب بھی ایک شخص ماسک میں چہرہ چھپائے کہہ رہا تھا۔ "یہ فرہاد کا بیٹا تو چوہا ثابت ہوا۔ ہمارے آتے ہی دُم دبا کر بھاگ گیا۔ مگر کہاں جائے گا۔ سنا ہے، تم پر جان دیتا ہے تمہاری سلامتی کے لیے ہمارے پیچھے ضرور آئے گا۔ چلو۔"

انھوں نے پولیس افسر کو ایک کمرے میں بند کر دیا۔ نیسی کو زبردستی کھینچتے ہوئے ایک کار کے پاس لائے، اسے دھکا دے کر اس میں بٹھایا، پھر وہ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "اے حسینہ! اپنی جوانی پر ترس کھا۔ پارس کو چھوڑ اور ہمارا ساتھ دے۔ اگر اسے گرفتار کرانے میں ہم سے تعاون کرے گی۔ تو تیرے خوبصورت جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آئے گی۔"

وہ غصے سے بولی "تم لوگ کون ہو؟ کیوں ہمارے پیچھے پڑ گئے ہو۔ مجھے پارس کے پاس جانے دو۔ مجھ سے سودا کرو۔ بتاؤ دشمنی ختم کرنے کے لیے کتنی رقم لو گے؟"

"تم ارب پتی نانا کی نواسی ہو، ہمیں بہت کچھ دے سکتی ہو۔ مگر ہمیں رقم نہیں پارس چاہیے۔ تم ایسے نوجوان کے لیے رقم دینا چاہتی ہو جو تمہیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

"وہ میدان سے بھاگنا نہیں جانتا۔ ابھی موت کی طرح تم لوگوں کا پیچھا کر رہا ہو گا۔"

وہ سب ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا "ایک گاڑی بڑی دیر سے ہمارے پیچھے آ رہی ہے۔ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔"

نیسی خوشی سے سرگھما کر پیچھے آنے والی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔ تعاقب کرنے والی تین گاڑیاں تھیں۔ تینوں میں بیٹھے ہوئے دشمن ایک دوسرے سے بے خبر تھے۔ ایک میں سپر ماسٹر کے آٹھ کار بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہہ رہا تھا "جناب! وہ لڑکی کوہاٹی وے کی طرف لے جا رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "آخر وہ کون لوگ ہیں؟"

"وہ ماسک مین کے آدمی ہو سکتے ہیں۔"

دوسری گاڑی میں تعاقب کرنے والے اسرائیلی ایجنٹ تھے۔ ایک یہودی کہہ رہا تھا "ہم نیسی کو تل ابیب سے یہاں لا کر پارس کو پھانسنا چاہتے تھے مگر وہ خود اغوا کی جا رہی ہے، یقیناً اغوا کرنے والوں کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ پارس کو اپنے پیچھے لگا کر اسے گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔"

"آخر نیسی کو کون اغوا کر رہا ہے؟"

"وہ سپر ماسٹر یا ماسک مین کے آدمی ہو سکتے ہیں۔"

تیسری گاڑی میں ماسک مین کے آٹھ کار بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا "یہ نیسی کو کون اغوا کر رہا ہے؟"

دوسرے نے کہا "جب تک ہم اغوا کرنے والوں کو نہیں پکڑیں گے، حقیقت معلوم نہیں ہو گی۔"

"افسوس تو یہ ہے کہ نیسی کے اغوا ہونے سے پارس ہاتھ سے نکل گیا۔"

"تم عقل سے پیدل ہو۔ وہ شمع کا پروانہ ہے۔ ابھی اس کے پیچھے آ رہا ہو گا اور ہم نیسی کے پیچھے نہیں، اسی عاشق کے پیچھے جا رہے ہیں۔ دیکھ لینا، جہاں نیسی کو اغوا کرنے والے رُکیں گے، وہاں پارس سے ٹکراؤ ہو گا۔ ہم اس ٹکراؤ سے فائدہ اٹھا کر پارس کو زخمی کر کے لے اُڑیں گے۔"

ایک طرح کی اندھی بھاگ دوڑ لگی ہوئی تھی۔ سب کے سب نیسی کا تعاقب کر رہے تھے لیکن پارس کو شکار کرنا چاہتے تھے۔ فورٹی ویزلیڈ سب نے دیکھا۔ نیسی کو اغوا کرنے والے ایک فلائنگ کلب کے احاطے میں داخل ہو گئے تھے۔ اس کا مطلب تھا وہ نیسی کو شہر سے یا ملک سے باہر لے جا رہے ہیں۔ کسی نے ایسی آپریشن کے متعلق سوچا بھی نہیں تھا اور سوچتے بھی کیسے؟ نیسی کا اغوا محض پارس کو پکڑنے کے لیے تھا اور پارس اسی شہر میں تھا۔ پھر نیسی کو شہر سے باہر لے جانے کی تک سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

سب نے فلائنگ کلب کے افسر مشن کاؤنٹر پر دریافت کیا "ابھی جو لوگ ایک لڑکی کو لے کر یہاں آئے ہیں، وہ کہاں گئے اور کہاں جا رہے ہیں؟"

کاؤنٹر کلرک نے کہا "یہاں دو گھنٹے سے کوئی کسی لڑکی کے ساتھ فلائی کرنے نہیں آیا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی خطرے کا الارم بجنے لگا۔ اسپیکر کے ذریعے وہاں کے ایک سیکیورٹی افسر سے کہا جا رہا تھا "ہری اپ پلیز! کچھ لوگ ہمارا ایک طیارہ اغوا کر کے لے جا رہے ہیں۔ آگے رن وے پر رکاوٹ پیدا کرو۔ کم آن۔ کم ان ایشن۔ ہری اپ۔"

اسپیکر کے ذریعے چیخ چیخ کر خبردار کیا جا رہا تھا۔ فلائنگ کلب میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ سیکیورٹی فورس کے مسلح افراد گاڑیوں میں بیٹھ کر رن وے کی طرف جا رہے تھے۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور اسرائیلی ایجنٹ ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہو گئے تھے۔ وہ بھی رن وے کی طرف دوڑ لگا رہے تھے لیکن وہ طیارہ تیزی سے دوڑتا ہوا رن وے سے بلند ہو گیا تھا۔ سیکیورٹی فورس کو رکاوٹیں پیدا کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ سب کے سب سر اٹھا کر بے بسی سے اس طیارے کو فضا میں بلند ہوتے اور دور جاتے دیکھ رہے تھے۔

سیکیورٹی فورس کے مسلح جوانوں نے تینوں تنظیموں کے آٹھ کاروں کو گھیر لیا۔ پھر دریافت کیا "تم لوگ کون ہو اور اجازت کے بغیر رن وے پر کیوں آئے ہو؟"

ان میں سے کسی نے جواب دیا کہ وہ اُدھر سے گزر رہے تھے، ہنگامہ دیکھ کر چلے آئے۔ کسی نے کہا۔ وہ ایک طیارہ چارٹرڈ کرانے آئے تھے۔ پھر اُن میں سے ایک بولا "تم ہمارا احاطہ کر کے قیمتی وقت ضائع کر رہے ہو۔ تمھیں طیارہ اغوا کرنے اور پرواز کے اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف اقدامات کرنے چاہئیں۔"

فلائنگ کلب کے ایک افسر نے پوچھا "تم کس کی بات کر رہے ہو؟ کس نے ہمارا طیارہ اغوا کیا ہے؟"

سپر ماسٹر کے ایک ماتحت نے حیرانی سے کہا "ابھی کچھ لوگ یہاں سے جبراً ایک طیارہ لے گئے ہیں۔ تعجب ہے تم انجان کیوں بن رہے ہو؟"

"مسٹر! ہمارے فلائنگ کلب سے طیارہ اغوا کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ تم لوگ مختلف تنظیموں کے ایجنٹ ہو، ہمارے ملک میں آ کر امن پسند شہریوں کو پریشان کرتے ہو۔ ہم یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ تم سب سپر ماسٹر اور ماسک مین کے آٹھ کار ہو۔ ہم نے تمہیں چکر میں ڈالنے کے لیے طیارے کے اغوا ہونے کا شور مچایا تھا۔"

ایک نے افسر سے کہا "تم شاید اغوا کرنے والوں سے

ملے ہوئے ہو۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے نفیسی نامی حسینہ کو غنڈوں کے ساتھ یہاں تک آتے دیکھا ہے۔ اس حسینہ کو اغوا کیا گیا ہے۔"

"مسٹر! کوئی اپنی بیوی کو اغوا نہیں کرتا۔ پارس اپنی شریکِ حیات کے ساتھ ہنی مون منانے گیا ہے۔"

ان سب کو جیسے بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔ وہ چند ساعتوں تک سکتے میں رہ گئے۔ بے اختیار سب ہی آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ طیارہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو کر بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ نیسی تنہا تھی۔ پریشان ہو کر کبھی اٹھ رہی تھی، کبھی بیٹھ رہی تھی۔ وہ ایک چھوٹا سا طیارہ تھا جس کی وہ تنہا مسافر تھی۔ کوئی اور نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر جب اسٹیورڈ کا کیبن کھلا اور وہاں پارس نظر آیا تو وہ حیرت سے اُچھل پڑی۔ دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اس نے ہنستے ہوئے پوچھا: "کیوں رو رہی ہو؟ کیا میری ملاقات سے دُکھ پہنچ رہا ہے؟"

وہ اسے بڑی محبت سے مارتے ہوئے بولی: "تم نے اپنے ساتھ زندگی گزارنا مشکل بنا دیا ہے۔ اب میں تمھیں کہیں جانے نہیں دوں گی۔ اغوا کرنے والوں سے کہوں گی کہ مجھے بھی تمھارے ساتھ لے جائیں۔ موت سے کہوں گی، تمھارے ساتھ مجھے بھی دنیا سے اٹھا لے۔"

وہ رو رہی تھی اور بول رہی تھی: "ہائے میرے محبوب! کوئی سوکن تمھیں مجھ سے چھیننا چاہتی تو میں اس کے ٹکڑے کر دیتی مگر تمھارے دشمنوں کی کوئی گنتی نہیں ہے۔ یہ دھڑکا ہمیشہ ہے گا کہ جانے کون تمھیں کب چھین کر الگ کر دے۔ میں کیا کروں؟ کس طرح تمھیں اپنے اندر چھپا کر رکھ لوں؟"

وہ ایک دوسرے کی سانسوں میں ڈوب رہے تھے، اُبھر رہے تھے، آواز گم ہو گئی تھی۔ مگر جذبے بول رہے تھے۔

"میری جان! یہی زندگی ہے۔ کبھی چھیننا کبھی چھن جانا۔ کبھی ملنا، کبھی بچھڑ جانا اور بچھڑ کر پھر مل جانا۔ اس طرح محبت مضبوط اور پائدار ہوتی ہے، ہماری محبت رفتہ رفتہ پہاڑ جیسی اٹل ہو گی اور پہاڑ کو کسی کی دشمنی گرا نہیں سکتی۔"

"مگر یہ سب کیسے ہوا؟ تم میری حفاظت کرنے والے پولیس افسر کو گن پوائنٹ پر رکھ کر اپنی ہی رہائش گاہ سے مجھے لے آئے، آخر یہ سب کیا ہے؟"

"یہ ایک ڈھلما تھا۔ دشمن تمھارے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے تھے۔ اس لیے میں تمھیں وہاں سے لے اُڑا۔ دشمن دھوکا کھا گئے۔ سُپر ماسٹر، ماسک مین اور تمھارے ملک کے یہودی جاسوس ایک دوسرے کے متعلق سوچتے رہے کہ ان میں سے کوئی تمھیں لے جا رہا ہے۔ اس ڈرامے کو پلے کرنے میں پیرس کے پولیس افسران اور فلائنگ کلب کے ذمے دار افسران نے میرا ساتھ دیا ہے ہو۔ مگر ہم ابھی کہاں جا رہے ہیں؟"

"فی الحال ہم کچھ روز استنبول میں رہیں گے۔"

یہ پارس کا سوچا سمجھا منصوبہ تھا اور میرے قریب رہنا چاہتا تھا۔ سیدھی سی بات تھی، اسے رسونتی پر بھروسا نہیں تھا۔ میں ایک ہفتے تک اس کے تنویمی عمل کے اثر میں رہنے والا تھا۔ پہلے نے سوچا، دشمن نیسی کے پیچھے آئیں گے، پیرس میں ان میاں بیوی کو محبت اور سکون سے رہنے نہیں دیں گے۔ لہٰذا انھیں ڈارچ دے کر میرے قریب آ رہا تھا۔ اس نے کہا: "ہم ابھی میک اپ کے ذریعے اپنی صورت اور شناخت بدلیں گے۔ اس طرح دشمن ہمیں پہچان نہیں سکیں گے۔"

"کیا میری صورت بالکل بدل جائے گی؟"

"میں تمھارے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کروں گا۔ ہم جہاں قیام کریں گے۔ اس کی چار دیواری میں یہ تبدیلی ختم کر دیا کروں گا، تم اصلی روپ میں سامنے رہو گی۔ باہر نکلنے سے پہلے پھر ہلکی سی تبدیلی لازم ہو گی۔"

اس نے چکنے اور چمکتے دمکتے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیا۔ پھر اس پر گونگی شاعری فرمانے لگا۔

*

میں اپنی ہستی گم کر چکا ہوں۔ فی الحال سر سے پاؤں تک اور دل سے دماغ تک مائٹی پاشا ہوں۔ ایک ساعت کے لیے بھی خیال نہیں آتا کہ میں کبھی فرہاد علی تیمور تھا۔ ایسی حالت میں کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دشمن مجھے پہچان نہیں سکتا تھا۔

رسونتی میرے دماغ میں ہو گی، میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنی آواز سنائے بغیر میرے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھتی ہو گی۔ میرے کھانے پینے، کہیں جانے اور کسی سے ملنے پر اس کا اختیار ہو گا، جو میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد میں سب کو بھول گیا تھا۔ آئینہ دیکھ کر یاد آیا تھا کہ میں پرنس آئی لینڈ کا ایک خطرناک غنڈا مائٹی پاشا ہوں۔

مجھے ان تمام جگہوں کے نام یاد آ رہے تھے جہاں پاشا راتیں گزارتا تھا۔ جب سے شرافت کی زندگی شروع کی تھی، تب سے اونچی سوسائٹی کے مہنگے کلبوں میں جاتا تھا اور معزز سرمایہ داروں کے ساتھ جُوا کھیلتا تھا۔ میں نے سوچا کسی کلب میں

پاکھنڈا چاہیے۔ پھر دوسری سوچ نے کہا: تاش کے پتّے کاغذ کے ہوتے ہیں مگر فولادی انسان کو توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ یعنی پاکھنڈ سے فولاد کٹ جاتا ہے تباہ و برباد کرنے والے شوق سے تو کرنا چاہیے۔"

میرے دماغ میں یہ دوسری سوچ رسونتی کی تھی۔ وہ میرے لب و لہجے میں بول رہی تھی اس لیے میں اس کی موجودگی کو سمجھ نہ سکا۔ وہ عام بیویوں کی طرح مجھے جُوا کھیلنے سے باز رکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی: آج رات اسی کوٹھی میں آرام کرنا چاہیے۔ مجھے سوچتے سوچتے نیند آ گئی۔ یعنی رسونتی نے تھپک کر سُلا دیا۔

اُدھر پورے استنبول شہر میں فرہاد علی تیمور کو تلاش کیا جا رہا تھا۔ یہاں بھی سُپر ماسٹر، ماسک مین اور اسرائیلی جاسوس سرگرم عمل تھے۔ ان سب کا منصوبہ تقریباً ایک جیسا تھا۔ میں جس کے بھی ہتھے چڑھ جاتا، وہ اپنی اصلیت چھپا لیتا اور کوشش کرتا کہ مجھے اغوا کرنے اور قیدی بنانے کا الزام دوسروں پر عائد ہوتا رہے۔ وہ یہ بھی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آج بھری پُری شاہراہ سے کون لوگ مجھے جُول سے چھین کر لے گئے تھے؟

جُول اور کنگ آف کرائمز میرے لیے پریشان تھے۔ اس شرمندگی سے جھنجلا رہے تھے کہ وہ مجھے حفاظت سے اپنے گھر تک نہ لا سکے۔ سُپر طاقتوں کے جاسوس اور آلۂ کار ان بہن بھائی کو دھمکیاں دے رہے تھے۔ ان سے پوچھ رہے تھے کہ انھوں نے فرہاد کو کس کے حوالے کیا ہے؟ وہ قسمیں کھا رہے تھے کہ انھوں نے کسی کے حوالے نہیں کیا۔ کوئی زبردست چال چل کر اُن سے فرہاد کو چھین کر لے گیا ہے لیکن کوئی ان کی قسموں پر بھروسا کرنے کو تیار نہیں تھا۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور اسرائیلی ایجنٹ جس والے ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کے آلۂ کار کو پکڑ کر پوچھ رہے تھے: "بتاؤ فرہاد کو اغوا کر کے کہاں چھپایا ہے؟"

انھوں نے ایئرپورٹ اور فلائنگ کلبوں میں جا کر معلومات حاصل کی تھیں۔ شہر کی تمام شاہراہوں کی ناکا بندی کر دی تھی۔ انھیں یقین تھا، اغوا کرنے والوں نے مجھے اسی شہر میں کہیں چھپا رکھا ہے۔ ایسے میں علی تیمور نے ماں کو مشورہ دیا: "ماما! آپ ان کنگوں کو آپس میں لڑاتی رہیں۔ ہر ایک کے پاس جا کر دھمکی دیجیے کہ وہ پاپا کو آپ کے حوالے کر دیں۔ ورنہ ہماری دشمنی مہنگی پڑے گی۔"

رسونتی نے پہلے سُپر ماسٹر سے پوچھا: "تم نے فرہاد کو کہاں قید کیا ہے؟"

وہ قسم کھا کر بولا: "ہم نے فرہاد صاحب کو دیکھا تک نہیں ہے۔ آپ ہم پر شبہ کیوں کر رہی ہیں؟"

وہ بولی: "ابھی فرہاد نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے بتایا ہے کہ اُسے اغوا کرنے والوں نے نیند کا انجکشن لگایا تھا۔ اسے معلوم نہ ہو سکا کہ کن راستوں سے کہاں لے جا کر اسے قید کیا گیا ہے۔ بیدار ہونے کے بعد وہ خود کو ایک تاریک کوٹھری میں پا رہا ہے، اسے کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ نہ ہی کوئی اس کی کسی بات کا جواب دے رہا ہے۔ ایک بھری پُری شاہراہ سے اسے اغوا کرنے کی جرأت تمھارے آدمی ہی کر سکتے ہیں۔"

"آپ بھول رہی ہیں، یہ جرأت ماسک مین بھی کر سکتا ہے اور اسرائیلیوں کو تو سُپر پاور بننے کا خبط ہے، وہ اس مقصد کے لیے جائز یا ناجائز طریقوں سے فرہاد صاحب کو اپنی مٹھی میں رکھنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ یہ حرکت ان کی بھی ہو سکتی ہے۔"

"اب میں ماسک مین کو الزام دوں گی تو وہ بھی اس الزام کو تسلیم نہیں کرے گا۔"

"آپ ماسک مین اور اسرائیلی حکام کو الزام نہ دیں۔ چپ چاپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس مکار تک پہنچنے کی کوشش کریں جس نے فرہاد صاحب کو قیدی بنانے کی احمقانہ جرأت کی ہے، اس سلسلے میں ہمیں بھی اپنے تمام ذرائع استعمال کر رہا ہوں لیکن دو نئے دشمن ایسے ہیں جن تک ہم نہیں پہنچ سکتے۔"

"یہ نئے دشمن کون ہیں؟"

"یہ میرے ملک کی بدنصیبی ہے کہ ٹرانسفارمر مشین اور نقشے آپ لوگوں نے تباہ کر دیے۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارا سرمایہ تھے۔ انھوں نے بھی دھوکا دے دیا۔ وہ دونوں پچھلے پانچ دنوں سے لاپتا ہیں۔ جاتے جاتے نائب سُپر ماسٹر سے کہہ گئے ہیں کہ وہ ہمارے ملک کے پابند رہ کر کام نہیں کریں گے۔ فرہاد علی تیمور کی طرح اپنی ایک نئی دنیا آباد کریں گے اور دنیا کے تمام ممالک کو اور سُپر طاقتوں کو ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے کم تر بنا کر رکھیں گے۔ آپ یقین کریں، وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے بغاوت کر کے ہمارے لیے بہت بڑا خطرہ بن گئے ہیں۔ ان حالات میں ہم آپ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کریں گے۔"

ہم سوچ رہے تھے کہ دشمنوں کی تعداد کم کریں گے جو دشمن رہ گئے ہیں ان کی دنیا سے دور رہنے کے لیے سونیا میری فیملی کے لیے ایک الگ بستی بسا رہی تھی۔ ادھر دو ٹیلی پیتھی جاننے والے سُپر ماسٹر کو چھوڑ کر ایک نیا محاذ بنا چکے تھے۔ جب بھی نئے

دشمن پیدا ہوتے ہیں، میری داستان کچھ اور طویل ہو جاتی ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں، یہ داستان شیطان کی آنت کی طرح لمبی کیوں ہوتی جا رہی ہے۔ اسے بند کرو بھئی، بند تو تب ہو گی جب دشمن ختم ہوں گے اور دشمن تب ختم ہوں گے جب میری زندگی ختم ہو گی۔ گویا تقاضا کرنے والے جب یہ کہتے ہیں کہ داستان ختم کرو تو گویا کہتے ہیں، فرہاد علی تیمور کی زندگی کی کتاب بند کر دو۔ شکل یہ ہے کہ یہ کتاب کسی کی حاسدانہ سازش سے بند نہیں ہو گی۔ دعا مانگنے سے بھی بات نہیں بنے گی۔ ایسے میں صرف بد دُعا رہ جاتی ہے۔ بات پھر وہیں آ کر رکتی ہے۔ جب تک بد دُعا قبول ہو گی، تب تک داستان تو چلتی رہے گی۔

رات کے دو بجے تھے۔ میں گہری نیند میں تھا۔ اچانک آنکھ کھل گئی۔ میں فوراً ہی اٹھ بیٹھا۔ مجھے خطرے کا احساس ہو رہا تھا۔ میں پلنگ سے اُتر کر چپل پہنتا ہوا آگے بڑھا پھر خواب گاہ کا دروازہ کھولتے ہی ٹھٹک گیا۔ چند مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے ریوالور کی نال میرے سینے پر رکھ کر پوچھا "تم مائٹی پاشا ہو؟"

میں نے سہم کر کہا "ہاں، میں مائٹی پاشا ہوں مگر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جرائم کا راستہ چھوڑ چکا ہوں۔ میں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ تم لوگ مجھے نقصان پہنچانے کیوں آئے ہو؟"

وہ ریوالور کی نال سے مجھے پیچھے ہٹاتا ہوا اور آگے بڑھتا ہوا بولا "اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہ آئے تو ہمیں فرہاد علی تیمور کا پتا بتا دو، یا اس کے پاس پہنچا دو۔"

"فرہاد علی تیمور؟" میں نے سوچتے ہوئے کہا "فرہاد صاحب سے تقریباً دس ماہ پہلے پرنسس آئی لینڈ میں ملاقات ہوئی تھی۔ انھوں نے مجھ سے ایک کام لیا تھا، اس کے عوض مجھے کافی دولت دی تھی۔ تب سے آج تک میں نے ان کی صورت نہیں دیکھی۔"

"صورت نہیں دیکھی ہو گی، اپنے دماغ میں آواز تو سُنی ہو گی۔ ہم نے اچھی طرح معلوم کیا ہے۔ تم فرہاد کے خاص آدمی ہو۔ تم نے آج صبح اسے فرار ہونے میں مدد دی ہے۔ ہو سکتا ہے تم نے اسی کوٹھی میں یا کسی خفیہ اڈے میں اسے پناہ دی ہو۔"

میں نے کہا "پہلے تم لوگ اس کوٹھی کی اچھی طرح تلاشی لو۔ میں نے تمام خفیہ اڈے اپنے سابقہ وفاداروں کو دے دیے ہیں۔ کیونکہ اب شرافت کی زندگی گزار رہا ہوں۔ پھر بھی تم لوگوں کی تسلی کے لیے ان اڈوں میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

"ہم احمق نہیں ہیں۔ فرہاد کسی اڈے میں ہو گا تو وہ جگہ چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ چلا جائے گا، ابھی وہ تمہارے دماغ میں رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہو گا۔"

"تم لوگ خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہو۔ مجھ سے جیسی بھی قسم لے لو، میرا فرہاد صاحب سے فی الحال کوئی رابطہ نہیں ہے۔"

دو مسلح جوانوں نے آگے بڑھ کر کہا "ہم نے پوری کوٹھی دیکھ لی ہے۔ یہاں فرہاد نہیں ہے۔ اسے ہمارے پاس لے چلو۔"

وہ مجھے دھکے دیتے ہوئے باہر لے آئے۔ وہاں ایک کار اور ویگن کار کھڑی ہوئی تھی۔ کار کی پچھلی سیٹ پر ایک موٹا اور بھدا سا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے سائنس کے میٹرک کو قیمتی کار میں بٹھا کر لایا گیا ہو۔ وہ میٹرک ہی کی طرح موٹی بھدی آواز میں بولا "بینگ، بینگ۔ اسے چھوڑ دو۔ یہ درست کہہ رہا ہے۔ ایک طویل عرصے سے اس نے فرہاد کو نہ دیکھا ہے نہ دماغ میں اس کی آواز سنی ہے۔"

مسلح افراد نے مجھے چھوڑ دیا۔ میٹرک نے کہا "بینگ بینگ۔ مگر یاد رکھو پاشا! اگر تمہارے پاس فرہاد آئے تو اسے ضرور پناہ دینا ہمیں خوشی ہو گی۔"

میں نے کہا "میں ضرور پناہ دوں گا لیکن آپ کو کیسے اطلاع دے سکتا ہوں؟"

"ہمیں خبر ہو جائے گی۔ بینگ بینگ۔"

وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ میں نے کوٹھی کے اندر آ کر دروازے کو بند کیا۔ پتا نہیں ہم کیوں اپنے گھروں کے دروازے بند کرتے ہیں جبکہ شریف آدمی دستک دیے بغیر نہیں آتے۔ چور، بدمعاش اور قاتل مخصوص تکنیک سے تالے کھول کر یا توڑ کر چلے آتے ہیں۔ ہم کبھی بند دروازے کے پیچھے محفوظ نہیں رہتے۔ پھر بھی دروازوں کو مقفل رکھتے ہیں۔

میری نیند اُڑ گئی تھی۔ میں فرہاد علی تیمور کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟ یہ کون لوگ مجھے پریشان کرنے آ گئے تھے؟ اگر فرہاد میرے گھر میں ہوتا تو شاید وہ بے گولی مار دیتے۔ یہ تنویمی عمل بھی عجب تماشے دکھاتا ہے۔ میں فرہاد ہو کر فرہاد کے متعلق سوچ رہا تھا کہ وہ اِدھر نہ آئے تو اچھا ورنہ میری شامت آ جائے گی۔ میں مرے پاؤں تک اور دماغ کے چور خانوں تک مائٹی پاشا تھا اور اس کوٹھی میں ایک شریف آدمی کی طرح پُرسکون زندگی گزارنے کی تمنا کر رہا تھا۔

یہ میرے حق میں بہتر تھا۔ دو نئے خیال خوانی کرنے والوں میں سے کوئی میرے دماغ میں پہنچ گیا تھا، اسی لیے کار میں بیٹھے ہوئے میٹرک کو یقین ہو گیا تھا کہ میں حقیقتاً مائٹی پاشا ہوں اور فرہاد نے کئی ماہ گزرنے کے بعد بھی مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے جو میری کوٹھی میں گھس آئے تھے، ان کے ذہن میں خیال خوانی کرنے والے کو میرے دماغ کی تہ تک پہنچنے کا موقع نہیں ملا ہو گا، اسی نے میٹرک کو بتایا ہو گا کہ پاشا فی الحال کام نہیں کرے گا، اسے چھوڑ دیا جائے۔ ہو سکتا ہے، فرہاد آئندہ رابطہ قائم کرے۔ خیال خوانی کرنے والا اب میرے دماغ میں آتا جاتا رہے گا اور معلوم کرتا رہے گا کہ فرہاد میرے پاس پناہ لینے یا مجھ سے کوئی کام لینے آتا ہے یا نہیں؟

میں یہ محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ ایسے وقت صرف دشمن خیال خوانی کرنے والا تھا یا رسونتی بھی تھی۔ یہ جو کچھ بیان کر رہا ہوں، وہ بعد میں معلوم ہوا۔ رسونتی نے مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے بُلایا تھا اور مطمئن ہو کر خود سو گئی تھی۔ اس کے حساب سے میں صبح پانچ بجے بیدار ہونے والا تھا۔ یہ اچھا ہوا کہ میں نے آرمر کو رازدار بنا لیا تھا۔ وہ رات گئے تک جاگنے کا عادی تھا۔ جب وہ سونے سے پہلے میری خیریت معلوم کرنے آیا تو اُس وقت مسلح جوان کوٹھی میں فرہاد علی تیمور کو تلاش کر رہے تھے۔

اس نے فوراً ہی پارس کو اطلاع دی "تمہارے پاپا کے بیڈ روم میں کچھ لوگ گھس آئے ہیں۔ انھیں مائٹی پاشا سمجھ کر کوٹھی کے ہر حصے میں تمہارے پاپا کو تلاش کر رہے ہیں۔"

نیفی کے لیے آج جیسے سہاگ رات تھی۔ وہ ایک ایک پیار بھرے لمحے سے جی بھر کے کھیل رہی تھی۔ پارس، آرمر سے باتیں کرنے باتھ روم میں آ گیا تھا۔ اس نے کہا "انکل! پلیز آپ نیفی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے فوراً سُلا دیں۔ ورنہ وہ مجھے باہر نہیں جانے دے گی۔"

پارس نے اسی علاقے میں ایک چھوٹا سا بنگلا کرائے پر لیا تھا جہاں میں پاشا کی حیثیت سے مقیم تھا۔ اس کے پاس ایک گاڑی اور وہاں کی کافی کرنسی بھی تھی۔ ایک فرانسیسی جاسوس نے یہ تمام انتظامات کیے تھے۔ جب وہ بنگلے سے نکلا تو نیفی گہری نیند میں ڈوب چکی تھی۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا پاشا کی کوٹھی کی طرف جانے لگا۔ قریب پہنچ کر ایک اسٹریٹ پر گاڑی روک دی، پاشا کی کوٹھی کے باہر دو گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ مجھے کچھ لوگ پکڑ کر میٹرک کے سامنے لے آئے تھے۔ آرمر، پارس کو بتا رہا تھا، بیٹے! خطرہ ٹل گیا ہے۔ انھوں نے تمہارے پاپا کو چھوڑ دیا ہے، وہ انھیں گرفتار کر کے نہیں لے جائیں گے۔"

پارس نے پوچھا "گرفتار کرنے کے بعد کیوں چھوڑ دیا ہے؟"

"ان کا موٹا سا باس کہہ رہا تھا کہ پاشا سچ کہہ رہا ہے فرہاد سے پاشا کا رابطہ قائم نہیں کیا۔ تمہارے پاپا سے کہہ رہا ہے کہ فرہاد وہاں پناہ لینے آئے تو اسے ضرور پناہ دی جائے۔"

ان کی باتوں کے دوران وہ دونوں گاڑیاں واپسی کے لیے مُڑ گئی تھیں۔ پارس بھی گاڑی اسٹارٹ کر کے ان کے پیچھے چل پڑا۔ آرمر نے پوچھا "کیا تم تعاقب کرو گے؟"

"جی ہاں۔ ان لوگوں کا تعلق کسی خیال خوانی کرنے والے سے ہے۔ مجھے ان کا پتا ٹھکانا معلوم کرنا چاہیے۔"

"بیٹے! میری ایک بات مانو گے؟"

"ضرور۔ فرمائیے۔"

"دشمنوں کو دوست بنانے کی کوشش کرو۔ اس سے طاقت بڑھتی ہے۔ جیسے ڈینی دانیال کے دوست بننے سے ہماری قوت میں اضافہ ہوا ہے۔ اگر ان دو نئے خیال خوانی کرنے والوں کے بھی دل جیت لو گے تو سونیا اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گی۔ وہ جو نئی بستی بسا رہی ہے، وہاں پھر کوئی دشمن کبھی قدم نہیں رکھ سکے گا۔"

"انکل! یہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے پَر نکلتے ہی ہوائی حملے کرنے لگے ہیں۔ ان کے تیور بتا رہے ہیں کہ یہ ہمارے خلاف قسم کھا کر میدان میں آئے ہیں۔ پھر بھی آپ پیار و محبت، امن و آشتی کے لیے مشورہ دے رہے ہیں۔ دشمنوں سے بھی نیکی کر کے دیکھ لینے میں حرج نہیں ہے۔ میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گا۔"

رات کے تین بجنے والے تھے۔ سڑکوں پر اکا دکا گاڑیاں نظر آتی تھیں۔ ایسے میں تعاقب کرنے والی گاڑی صاف پہچانی جاتی ہے۔ پارس نے آگے جانے والی دونوں گاڑیوں سے کافی فاصلہ رکھا تھا۔ تاکہ اس کی گاڑی کا رنگ اور بناوٹ اچھی طرح نظروں میں نہ آئے اور یہ شبہ نہ ہو کہ ایک ہی گاڑی پیچھے چلی آ رہی ہے۔

وہ اپنی کوششوں میں کامیاب رہا۔ آگے جانے والے مطمئن تھے۔ آدھے گھنٹے بعد اس میٹرک کی کار ایک کوٹھی کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ پارس نے اپنی کار کی رفتار اور سست کر دی جس ویگن کار میں مسلح افراد بیٹھے تھے، اس کا تعاقب لازمی نہیں تھا۔ وہ آہستہ آہستہ کار ڈرائیو کرتا ہوا اس کوٹھی کے سامنے سے گزرا۔ مین گیٹ پر لگی ہوئی نیم پلیٹ پر ایک نظر ڈالی۔ کسی جان گاسکر کا نام لکھا ہوا تھا۔ وہ اسٹریٹ اور کوٹھی کا نام اور نمبر ذہن نشین کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

آگے جانے والی ویگن کار جانے کہاں نکل گئی تھی۔ اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ ہوا خوری کے انداز میں ڈرائیو کرتا ہوا پندرہ منٹ کے بعد ایک ٹیلیفون بوتھ کے سامنے رُک گیا۔ بوتھ کے اندر جا کر فرانسیسی جاسوس سے رابطہ قائم کیا۔ وہ سو رہا تھا۔ فون کی گھنٹی بجتی رہی پھر نیند بھری آواز سنائی دی "اوگاڈ! چار بجنے والے ہیں۔ ایسی گہری نیند سے جگانا کہاں کی شرافت ہے؟ کون ہو تم؟ کس سے بات کرنا چاہتے ہو؟"

پارس نے کہا "ایسے وقت جگانا شرافت نہیں ہے۔ لہٰذا میں شریف آدمی نہیں ہوں۔ میری آواز سنتے ہی نیند اُڑ گئی ہوگی۔"

وہ جلدی سے بولا "آ... آپ ہیں؟ سوری سر! وہ اکثر رانگ نمبر ڈائل کرنے والے نیند خراب کرتے ہیں اس لیے..."

پارس نے بات کاٹ کر کہا "صحیح نمبر ڈائل کرنے والے نے بھی نیند خراب کی ہے۔"

"سر! مجھے شرمندہ نہ کریں۔ میں پوری طرح بیدار ہو چکا ہوں۔"

"تو پھر نوٹ کرو۔ رابعہ بصری یونیورسٹی میں آٹھ سو آٹھ نمبر کی کوٹھی ہے جس پر جان گاسکر کی نیم پلیٹ ہے۔ میں اس کوٹھی کے مکینوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

جاسوس نے کہا "جان گاسکر ترکی کا مشہور پہلوان ہے۔ بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے اور بہت خطرناک آدمی ہے۔ پولیس والے اس سے کتراتے ہیں۔ وہ استنبول میں مافیا مین کی خطرناک تنظیم کا باس ہے۔ میں ایک گھنٹے کے اندر مزید معلومات فراہم کر سکوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں خود ہی رابطہ قائم کروں گا۔"

پارس ریسیور رکھ کر بوتھ سے باہر آیا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال کر آگے بڑھ گیا۔ اگلے راؤنڈ اباؤٹ سے گھوم کر واپس جانا چاہتا تھا لیکن آگے جا کر راستے سے بھٹک گیا۔ وہ وہاں کے علاقوں اور راستوں کو پہچانتا نہیں تھا۔ آرمر نے کہا "میں اس جاسوس کے دماغ میں چپ چاپ جا کر تمہاری رہائش گاہ تک جانے والے راستے معلوم کروں گا پھر تمہیں آگر بتاؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ پارس آہستہ آہستہ کار چلا رہا تھا۔ ایک دوراہے پر پہنچ کر اس نے سوچا کس راستے پر جانا چاہیے؟ اس نے دور تک نظر دوڑائی، تقریباً سو گز کے فاصلے پر وین کار کھڑی ہوئی دکھائی دی، جس میں مسلح افراد سفر کر رہے تھے۔ وہ ایک بار اوپن ریستوران کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بھی اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ کار کو فٹ پاتھ کے کنارے کھڑی کر کے باہر آیا۔ ریستوران خالی تھا۔ بار کے کاؤنٹر پر چھ افراد نظر آئے۔ انھوں نے ہتھیاروں کو وین میں چھپایا ہوگا۔ وہ بیئر کے مگ پکڑے ہوئے پی رہے تھے اور ایک دوسرے سے مذاق کر رہے تھے۔ پارس نے کاؤنٹر پر آکر پوچھا "کافی مل سکتی ہے؟"

کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی ہوئی ایک ادھیڑ عمر کی عورت نے کہا "سوری! ریستوران اب صبح کھلے گا۔"

ایک شخص نے کہا "جوان! پیاس لگی ہے تو بیئر پی لو۔"

پارس نے کہا "شکریہ۔ میں نہیں پیتا۔"

"ہمارے اکاؤنٹ میں پی لو۔"

دوسرے شخص نے کہا "بچے کو شراب نہیں دودھ پلاتے ہیں۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ پارس نے کہا "تمہارے جیسے زندہ دل لوگ مجھے اچھے لگتے ہیں۔ میں ایک شرط پر بیئر پیوں گا۔"

تیسرے شخص نے کہا "تمہاری شرط معلوم ہے۔ تم کہو گے کہ ہم سب کا بل تم ادا کرو گے۔ بھئی، ہم تمہارا دل نہیں توڑیں گے۔"

وہ پھر قہقہے لگانے لگے۔ پارس نے کہا "چلو سب کا بل میں ادا کروں گا لیکن شرط یہ ہے کہ ہم بیئر نہیں وہسکی پئیں گے اور ایک دوسرے کو اپنی جھوٹی شراب پلائیں گے۔ اس طرح آپس میں ہماری محبت بڑھے گی۔"

سب نے یہ شرط منظور کی۔ پارس نے ان کا پچھلا بل ادا کیا، پھر سب کے لیے وہسکی کے ڈبل پیگ کا آرڈر دے کر اس کی رقم بھی ادا کر دی۔ ادھیڑ عمر کی عورت نے سب کے لیے لارج پیگ بنائے۔ آرمر نے دماغ میں آکر پوچھا "یہاں کیا کر رہے ہو؟ میں نے تمہاری رہائش گاہ کا راستہ معلوم کر لیا ہے۔"

"انکل! میں ان کی کھوپڑی گھما رہا ہوں۔ اگر یہ لوگ کے اہم ہیں تو چند منٹ بعد سانس روکنے کے قابل نہیں رہیں گے پھر آپ ان کا کچا چٹھا معلوم کر لیں گے۔"

سب نے اپنے اپنے گلاس اٹھا لیے۔ پارس نے اپنے گلاس میں سے ایک گھونٹ لیا۔ پھر اس گلاس کو دوسرے شخص کے ہاتھ میں دے کر اس کا گلاس لے لیا۔ اس میں سے ایک گھونٹ پی کر تیسرے کو وہ گلاس دے دیا۔ اس طرح دوسروں کا جھوٹا گلاس اس کے پاس آرہا تھا اور اس کا جھوٹا گلاس دوسروں کے پاس جا رہا تھا۔ وہ پی رہے تھے اور کہہ رہے تھے "بھئی کمال کی وہسکی ہے۔ دو چار گھونٹ میں نشہ ہونے لگا ہے۔"

ایک نے کاؤنٹر پر جھک کر ادھیڑ عمر کی عورت سے کہا "بیگم! کیا تم جادو جانتی ہو؟ تھوڑی دیر پہلے تم بڑھیا لگتی تھیں۔ اب ایک دم سے جوان ہو گئی ہو۔ ہائے کتنی حسین لگ رہی ہو!"

میگی نے کہا "میرا ایک بیٹا تمہاری عمر کا ہے۔ اس حساب سے تم اپنی ماں کو حسین اور جوان دیکھ رہے ہو۔ بولو اب کیسی دکھائی دے رہی ہوں؟"

وہ ناگواری سے بولا "تمہارے منہ لگنے سے نشہ بھنگ ہو جاتا ہے۔"

پارس کے منہ سے لگی ہوئی چیز شراب ہو یا پانی اس کا نشہ ٹوٹ نہیں سکتا تھا۔ وہ نشہ سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ زہر کی ایک ذرہ برابر مقدار نے شراب کو دو آتشہ بنا دیا تھا۔ آرمر اگلے کے دماغ میں پہنچ کر ضروری سوالات کر رہا تھا اور جوابات حاصل کر رہا تھا۔ ایک دوسرے سے پوچھا "یار! ہم کس کے لیے کام کرتے ہیں؟"

دوسرے نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا "ہم گاسکر کے بھروسے والے بندے ہیں۔ اس ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بڑے بڑے بدمعاش ہمارے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہیں۔"

تیسرے شخص نے کہا "تمہاری شرط پر بیئر پیوں گا، لیکن پولیس کے سپاہی ہمیں سلام کرتے ہیں۔ ہم اس شہر کے ہیرو ہیں، ہیرو۔"

تیسرے شخص نے کاؤنٹر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "تمہیں گاسکر کے پاس کون لے جاتا ہے؟ کیا تم سے کہا ہے؟ میں لے جاتا ہوں میں۔ تم سب کتوں کی طرح خاموش کھڑے رہتے ہو۔ گاسکر سے باتیں کون کرتا ہے؟ میں کرتا ہوں میں۔ میں اس کا رائٹ ہینڈ ہوں۔ اس کے بہت سے رازوں سے واقف ہوں۔"

آرمر نے اس کی سوچ میں پوچھا "گاسکر کا کوئی اہم راز بتاؤ؟"

وہ اپنے ایک ساتھی کا گریبان پکڑ کر بولا "کیوں بے! مجھ سے راز پوچھتا ہے؟"

نشے میں سب کی کھوپڑی گھوم رہی تھی۔ پارس نے کہا "ہاں، یہ پوچھتا ہے مگر تجھے کچھ معلوم نہیں ہے، تو راز کیا بتائے گا؟"

وہ پھر کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر بولا "میں بتاؤں گا۔"

پارس نے کہا "میں نہیں بتانے دوں گا۔ تیرا منہ توڑ دوں گا۔"

"تیرا باپ بھی نہیں توڑ سکے گا۔ گاسکر اب ایک کے لیے نہیں دو کے لیے کام کرتا ہے۔ وہ بظاہر ماسک مین کی خفیہ تنظیم کا باس ہے مگر سپر ماسٹر کا بھی کوئی خاص کام کر دیا جاتا ہے۔ دونوں طرف سے مال کماتا ہے۔"

پارس نے اس کی تعریف کی "ارے تم تو واقعی گاسکر کے رازدار ہو، تم نے راز کی بات بتا دی اور میں تمہارا منہ نہ توڑ سکا، بھلا کیسے توڑ سکتا ہوں۔ تم تو گاسکر جیسے خطرناک باس کے پیچھے ہو مگر یاد رکھو، جس دن ماسک مین کو ایسی دوغلی حرکتوں کا علم ہوگا، اس کے آدمی گاسکر کو گولی مار دیں گے۔"

وہ پھر کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے ہی نشہ غالب ہو گیا اور وہ کاؤنٹر پر اوندھے منہ پڑا رہ گیا۔ آرمر نے کہا "یہ دعوے سے کہنا چاہتا تھا کہ گاسکر کو ماسک مین کا کوئی آدمی گولی نہیں مار سکتا۔ کوئی دشمن اس کے قریب نہیں جا سکتا کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آتے ہیں اور اسے تمام خطرات سے بچاتے رہتے ہیں۔"

پارس نے کہا "آپ گاسکر کا فون نمبر معلوم کریں۔ یہ سپر ماسٹر بڑی گہری چال چل رہا ہے۔ ماسک مین کے کاندھے پر بندوق رکھ کر ہم باپ بیٹوں کو شکار کرنا چاہتا ہے۔ میں یہاں سے اٹھ رہا ہوں۔ آپ کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی ہوئی عورت کے دماغ میں رہیں تاکہ وہ میری گاڑی کا نمبر، اس کا رنگ اور ماڈل یاد نہ رکھ سکے۔"

آرمر نے میگی کی توجہ دوسرے کاموں میں لگا دی۔ پارس اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ گاسکر کے وہ چھ آدمی ہوش و حواس میں نہیں تھے۔ کوئی بیٹھے بیٹھے کاؤنٹر پر اوندھا ہو گیا تھا۔ کوئی زمین پر چاروں شانے چت پڑا تھا اور کوئی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھا رہ گیا تھا۔ میگی نے ایک ایک کو جھنجھوڑ کر ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ پھر فون کے پاس بڑبڑاتی ہوئی آئی "یہ کمبخت آجکل کے جوان ہیں۔ ایک لارج پیگ میں ہی ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھے ہیں۔"

وہ قریبی پولیس اسٹیشن سے رابطہ قائم کر کے ان شرابیوں کے متعلق اطلاع دے رہی تھی۔ آرمر نے پارس کے پاس آکر اسے رہائش گاہ تک گائیڈ کیا۔ پھر پوچھا "کیا اب تم نیند پوری کرو گے؟"

"جی ہاں۔ آپ بھی آرام کریں۔ اب چھ گھنٹے بعد ملاقات ہوگی۔ مگر آپ سونے سے پہلے یا پیاسی خیریت معلوم کریں۔"

آرمر چلا گیا۔ پارس نے بنگلے کے اندر آکر دیکھا، نئی گہری نیند میں تھی۔ ایک تو وہ یوں بھی دل کھینچ لیتی تھی۔ خوابیدہ حسن کچھ اور دل کھینچ رہا تھا۔ وہ سحر زدہ سا ہو کر اس کی طرف بڑھا۔ پھر رُک گیا۔ ایک ضروری کام رہ گیا تھا۔ وہ بیدار ہونے کے بعد حسن و شباب کے طلسم میں گم کر دیتی۔ کسی اور طرف دھیان دینے کی مہلت ہی نہ دیتی۔ اس لیے وہ پہلے ٹیلیفون کے پاس آیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر فرانسیسی جاسوس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بولا "کچھ معلوم ہوا؟"

اس نے جواب دیا "جی ہاں۔ بین الاقوامی شہرت یافتہ پہلوان جان گاسکر کوٹھی نمبر آٹھ سو آٹھ میں رہتا ہے۔ ایک جوان بیٹا اور بیٹی اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ بیٹا بہت بڑا پولیس افسر ہے، وہ اپنی جوان بیٹی کی شادی انٹیلی جنس کے ایک بوڑھے ڈائریکٹر جنرل سے کرنا چاہتا تھا تاکہ بیٹے اور بیٹی کے ذریعے پولیس اور انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں دو طرفہ رسائی حاصل کر سکے مگر ابھی اطلاع ملی ہے کہ اب سے دو گھنٹے پہلے اس کی بیٹی ٹینا کو اغوا کیا گیا ہے۔ اس وقت گاسکر کی کوٹھی میں پولیس اور انٹیلی جنس کے بڑے بڑے افسران موجود ہیں۔ شہر کے ہر بدمعاش کا محاسبہ کیا جا رہا ہے۔ ایئرپورٹ، بندرگاہوں اور ہائی وے کی پولیس چوکیوں پر سختی سے چیکنگ ہو رہی ہے۔ اگر آپ اس سے رابطہ قائم کرنا چاہیں تو اس کے چار عدد فون نمبر نوٹ کریں۔"

پارس نے وہ چاروں فون نمبر نوٹ کرنے کے بعد پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ گاسکر، ماسک مین کی تنظیم کا علاقائی باس ہے؟"

"میری وائف پریس رپورٹر ہے۔ وہ بڑے بڑے معروف لوگوں کی پرائیویٹ لائف کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ اس نے مجھے گاسکر کے متعلق بتایا ہے۔"

"معلومات فراہم کرنے کا شکریہ۔ میں نے صبح چار بجے تمہاری

نیند خراب کی۔ اب چاہو تو چھ گھنٹے تک آرام سے سو سکتے ہو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس جاسوس کو کاسک کے اندرونی راز معلوم نہیں تھے۔ اس نے ایک ہی اہم خبر پہنچائی تھی کہ اس کی بیٹی ٹینا کو اغوا کیا گیا ہے۔ گاسکر کی بیٹی پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کوئی زبردست دشمن ہی کر سکتا تھا۔ اس کے کسی دشمن سے فی الحال پارس کو دلچسپی نہیں تھی۔ وہ نینسی کے پاس آگیا۔ اس کے گلاب جیسے چہرے پر سانسوں کی آنچ سے دستک دینے لگا۔ پہلی ہی دستک پر آنکھیں کھل گئیں۔ آنکھوں میں نیند کا خمار تھا۔ وہ چند لمحوں تک اپنے دیوانے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی پھر چونک کر بولی: "اوہ مائی گاڈ! میں سو گئی تھی۔"

"ہاں۔ میں باتھ روم میں گیا تھا۔ واپس آکر دیکھا تو تم سو گئی تھیں۔"

وہ وال کلاک کو دیکھتے ہوئے بولی: "مجھے یاد ہے تم ڈھائی بجے مجھے چھوڑ کر باتھ روم میں گئے تھے۔ اب پانچ بج چکے ہیں۔ تم نے ان ڈھائی گھنٹوں میں مجھے کیوں نہیں جگایا؟"

"میں کشمکش میں تھا۔ دل تمہارے لیے مچل رہا تھا۔ میں تمہیں جگانا چاہتا تھا مگر عجت سمجھاتی تھی کہ میری جان تھک گئی ہے۔ اسے نیند سے جگانا ظلم ہوگا۔"

"عجت میں یہ ظلم اچھا لگتا ہے، کیا اتنا بھی نہیں جانتے؟ کیا اتنی دیر کشمکش میں رہے؟"

"تمہارا خوابیدہ حسن میرے ہوش اڑا رہا تھا۔ میں تمہیں دیکھتا ہی رہا۔ مجھے وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔ میں کیا بتاؤں تم کیا چیز ہو، سوتے وقت بھی لوٹ لیتی ہو۔"

وہ خوش ہو کر لوٹنے کا سامان کرنے لگی۔

دوسری صبح سونتی میرے دماغ میں آئی میں نے تخریبی عمل سے پہلے اسے سختی سے منع کیا تھا کہ وہ ایک ہفتے تک مجھے مخاطب نہیں کرے گی۔ نہ ہی کسی طرح میرے دماغ میں اپنی سوچ کی لہروں کو ظاہر ہونے دے گی۔ پارس نے پچھلی رات جو معلومات حاصل کی تھیں، ان کے مطابق خیال خوانی کرنے والے گاسکر سے رابطہ قائم کر رہے تھے گاسکر نے اپنے آدمیوں سے کہا تھا کہ میں واقعی مائٹی پاشا ہوں۔ میرا ایمان درست ہے لہٰذا مجھے چھوڑ دیا جائے۔ اس کے یقین سے بھی ثابت ہوتا تھا کہ کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دماغ کو کھنگالا ہے اور میرے مائٹی پاشا ہونے کا یقین کیا ہے۔

میں جانتا تھا ایسا ضرور ہوگا۔ اسی لیے میں نے رسونتی کو اپنے دماغ میں محتاط رہنے کی تاکید کی تھی۔ اس نے صبح آکر چپ چاپ معلوم کیا کہ پچھلی رات مسلح اجنبی کوٹھی میں گھس آئے تھے میرے سامنے مجھے ہی تلاش کرتے رہے تھے پھر کوئی نقصان پہنچائے بغیر واپس چلے گئے تھے۔ رسونتی نے آرمر سے پوچھا: "کیا آپ کو معلوم ہے پچھلی رات فرہاد کے ساتھ کیا ہوا؟"

"ہاں، میں فرہاد کے پاس خاموشی سے موجود تھا۔"

"آپ نے مجھے کیوں نہیں بلایا؟"

"تم سو رہی تھیں۔ کوئی تشویش کی بات نہیں تھی۔ میں نے تمہیں نیند سے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ البتہ پارس کو اطلاع دی تھی۔ اس نے مجرموں کا تعاقب کیا تھا۔"

"وہ مجرم کون تھے؟ مجھے بتاؤ پارس نے کتنی اہم معلومات حاصل کی ہیں؟"

"وہ سپر ماسٹر کے آدمی تھے۔ ان کے درمیان کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود تھا۔ اسی نے فرہاد کے دماغ کو ٹٹولا ہوگا اور اسے مکمل پاشا کی حیثیت سے دیکھ کر یقین کیا ہوگا کہ فرہاد اس کی کوٹھی میں نہیں ہے۔"

"میں نہیں مانتی۔ وہ خیال خوانی کرنے والے اب سپر ماسٹر کے ساتھ نہیں ہیں۔ پارس نے غلط معلومات حاصل کی ہیں۔"

"میں غلط اور صحیح نہیں جانتا۔ جو مجھے معلوم ہے وہی بیان کر رہا ہوں۔"

"اچھی بات ہے، میں ابھی پارس سے بات کرتی ہوں۔"

"ٹھہرو۔ وہ تمام رات جاگتا رہا ہے۔ ابھی سو رہا ہے۔ تمہیں چھ گھنٹے بعد رابطہ قائم کرنا چاہیے۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی: "پارس بہت چالاک ہے۔ وہ غلط معلومات سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اگر اس کی معلومات درست ہیں تو اس کا مطلب ہے، سپر ماسٹر نے مجھ سے جھوٹ کہا ہے۔ مجھے یہ کہہ کر دھوکا دے رہا ہے اور خود کو مظلوم بنا رہا ہے کہ آخری دو خیال خوانی کرنے والوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔"

وہ اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ 'ابھی سپر ماسٹر کے پاس جا کر اس کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ میں اس کی خوش فہمی ختم کر دوں گی، اسے بتا دوں گی کہ اس کا جھوٹ پکڑا گیا ہے۔'

وہ ہفتے میں سوچ رہی تھی اور خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتی تھی۔ اس نے دل میں یہ عہد کیا تھا کہ کبھی غصے میں نہیں آئے گی اور جوش میں آکر سوچے سمجھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھائے گی۔ ایسا کوئی وقت آئے گا تو اپنے بیٹے علی تیمور سے مشورہ کرے گی۔ بیٹا اس وقت بابا صاحب کے ادارے کی لائبریری میں بیٹھا مطالعے میں مصروف تھا۔ فرزانہ اس سے ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر سونیا کے پاس تھی۔ یہ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ وہ کاریا بیلی کاپٹر

کے ذریعے وہاں جا سکتا تھا۔ اپنی محبوبہ کے ساتھ رنگین لمحات گزار سکتا تھا لیکن وہ خشک کتابوں کے ساتھ وقت گزار رہا تھا۔

رسونتی نے اس سے پوچھا تھا: "کیا فرزانہ سے ملنے نہیں جاؤ گے؟"

"نہیں ماما! ابھی اس سے ملنا مناسب نہیں ہے۔ وہ سونیا مما کے پاس رہ کر ضروری ٹریننگ حاصل کر رہی ہے۔ مجھے دیکھ کر اس کا دھیان بٹ جائے گا۔ وہ پوری توجہ سے تربیت حاصل نہیں کر سکے گی۔ ایسے وقت ہمیں تفریحی جذبات کو کچل دینا چاہیے۔"

رسونتی یہ سوچ کر خوش ہوتی تھی کہ بیٹا ہونے والی بہو سے زیادہ لگاؤ نہیں رکھتا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کو مخاطب کیا۔ اس نے کتاب سے سر اٹھا کر پوچھا: "یس ماما! کیا آپ پاپا کے پاس گئی تھیں؟"

"ہاں، وہ خیریت سے ہیں۔ پچھلی رات کچھ لوگ ان کی کوٹھی میں گھس آئے تھے۔ پھر انھیں مائٹی پاشا سمجھ کر واپس چلے گئے۔"

رسونتی نے پوری تفصیل بتائی۔ علی تیمور نے کہا: "یقیناً ان مجرموں کے ساتھ کوئی خیال خوانی کرنے والا تھا۔"

"پارس کی معلومات کے مطابق وہ سپر ماسٹر کے آدمی تھے اور سپر ماسٹر نے قسم کھا کر مجھ سے کہا ہے کہ آخری دو خیال خوانی کرنے والوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔"

"دشمن کی قسم میں بھی دشمنی چھپی ہوتی ہے۔ سپر ماسٹر نے آپ سے جھوٹ کہا ہے۔"

"کیا میں اس کے ساتھ سختی سے پیش آؤں؟"

"اس کا فائدہ کیا ہوگا؟"

"اسے یہ تو معلوم ہوگا کہ میں نے اس کا جھوٹ پکڑ لیا ہے، آئندہ وہ فراڈ نہیں کرے گا۔"

"آپ دوسرے پہلو پر بھی نظر رکھیں۔ کل رات اس نے جھوٹ کہا اور آپ نے یقین کر لیا۔ آج صبح اس جھوٹ کی تردید کریں گی تو وہ سمجھ لے گا کہ پچھلی رات پاشا کا محاسبہ کرتے وقت یہ بات سامنے آئی تھی کہ خیال خوانی کرنے والے سپر ماسٹر کے آدمیوں کے ساتھ تھے یعنی پاشا کے دماغ میں پاپا آتے جاتے ہیں۔ یا پھر وہ پاشا، پاپا کے لیے اہم رول ادا کر رہا ہے جس کا سراغ پاشا کے دماغ سے نہیں مل رہا ہے۔ اس کا مطلب سمجھ میں آجائے گا کہ اس کے دماغ کو تخریبی عمل کے زیر اثر رکھا گیا ہے۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ سپر ماسٹر کو ایک کڑی سے دوسری کڑی ملتی جائے اور اس طرح وہ پاپا تک پہنچ جائے؟"

"نہیں بیٹے! میں نے اتنی دور تک نہیں سوچا تھا۔ اس لیے تم سے مشورہ کر رہی ہوں۔ میں سپر ماسٹر سے رابطہ قائم نہیں کروں گی لیکن ایک بات کھٹک رہی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"پارس اپنے باپ کی حفاظت کے لیے استنبول پہنچ گیا ہے، وہ آخری دو خیال خوانی کرنے والوں تک مزید پہنچے گا اور انھیں ختم کر دے گا۔"

"آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ پارس ایک اور بڑا کارنامہ انجام دے کر مجھ سے برتر ہو جائے گا؟"

"ہاں۔ تم فوراً استنبول جاؤ اور ان ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں تک پہنچو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے راستے کے پتھر ہٹاتی جاؤں گی۔"

"اوہ میری اچھی ماما! آپ یہ کام پارس کے لیے بھی کر سکتی ہیں۔"

"وہ تو میں کروں گی۔ وہ بھی میرا بیٹا ہے۔ مگر تم استنبول جاؤ۔"

"میں آپ کو کیسے سمجھاؤں۔ مجھے یہاں مصروف رہنے دیں۔ میں اس ادارے میں رہ کر ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دینے والا ہوں۔"

"میں نے سنا ہے، تم کوئی الیکٹرونک آلہ تیار کر رہے ہو، آخر وہ کیا ہے؟"

"یہ ایک زبردست ایجاد ہوگی۔ یہ آلہ ایک چھوٹے سے لاکٹ کے مانند ہے، اسے گلے میں پہنا جا سکتا ہے۔ جیب میں رکھا جا سکتا ہے یا انگوٹھی کے طور پر انگلی میں پہنا جا سکتا ہے۔"

"آخر یہ ہے کیا؟"

"یہ ایک نئے طرز کا ریموٹ کنٹرولر ہے۔ اگر سامنے کوئی گن لے کر کھڑا ہو اور مجھے گولی مارنا چاہتا ہو تو یہ ریموٹ کنٹرولر اس گن کا رخ دوسری طرف پھیر دے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"میں آپ سے جھوٹ بولنے یا مذاق کرنے کی گستاخی نہیں کر سکتا۔"

"لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ریموٹ کنٹرولر کا تعلق ٹی وی کے کنٹرولنگ سسٹم سے ہوتا ہے۔ تمہارے کنٹرولر کا تعلق کسی گن سے کیسے ہو گا؟"

"میں آپ کو ٹیکنیکل باتیں سمجھاؤں گا تو آپ نہیں سمجھ پائیں گی۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ ہر وہ ہتھیار جس سے فائرنگ ہوتی ہے یا ایرو شوٹنگ ہوتی ہے، ان سب کا کنٹرولنگ سسٹم ہوتا ہے یعنی کارتوس لوڈ کرنا، سیفٹی کیچ ہٹانا اور ٹریگر دبانا۔ یہ تمام ہتھیار فولاد سے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ میرے کنٹرولر کا تعلق فولاد سے ہوگا،

کنٹرولر کی ننھی سی چرخی جیسے ہی گھومے گی، سامنے والی گن کی نال بھی دوسری طرف گھوم جائے گی۔"

"تمھاری بات کچھ کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ یہ ریموٹ کنٹرولر کب تیار ہوگا؟"

"کوشش کر رہا ہوں۔ جلد ہی تیار ہو جائے گا۔"

"پھر تو تم مصروف رہو۔ تمھیں استنبول نہیں جانا چاہیے، پہلے اپنی حفاظت کا سامان تیار کرنا چاہیے۔"

"آپ پھر پاپا کے پاس جائیں گی؟"

"ہاں، ابھی جاؤں گی۔ پاپا سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"آپ کیسی بات کر رہی ہیں؟ وہ خود کو فرہاد کی حیثیت سے نہیں پہچانتے۔ آپ میرا کوئی پیغام کیسے پہنچائیں گی۔ کیا دشمن خیال خوانی کرنے والے ان کے دماغ میں موجود نہیں ہوں گے؟"

"میں بھول گئی تھی۔ یونہی روانی میں پوچھ بیٹھی کہ شاید تم اپنے پاپا کو پیار کہنا چاہو گے۔ اب نہیں بھولوں گی۔"

"ماما! آپ پرانہ مانیں۔ پاپا کے دماغ میں جا کر فوراً آ جایا کریں، ان کے کسی کام میں مداخلت نہ کریں۔ مداخلت ضروری ہو تو پہلے مجھ سے اس معاملے میں گفتگو کر لیا کریں۔ پاپا کسی کلب یا قمار خانے میں جائیں گے، وہاں کسی عورت سے ملیں گے تو آپ برداشت نہیں کر پائیں گی۔ اپنی دانست میں کوئی قدم اٹھائیں گی تو پاپا کو براہِ راست یا بالواسطہ نقصان پہنچے گا۔"

"میں کوئی جذباتی قدم نہیں اٹھاؤں گی۔ تم اطمینان رکھو۔"

وہ بیٹے سے رخصت ہو کر میرے دماغ میں آئی۔ میں اسے محسوس نہ کر سکا، اس نے بھی مجھے مخاطب نہیں کیا۔ صبح کے نو بجے تھے۔ میں ناشتا کرنے کے بعد چائے پی رہا تھا۔ فون کی گھنٹی سن کر اٹھ گیا۔ ہاتھ میں پیالی لیے ڈرائنگ روم میں آیا۔ پیالی سینٹر ٹیبل پر رکھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو۔"

دوسری طرف سے کسی نے پوچھا: "کیا تم مائٹی پاشا بول رہے ہو؟"

"جی ہاں، میں ہی مائٹی پاشا ہوں فرمائیے!"

"کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

رسونتی میرے دماغ میں رہ کر چونک گئی ہوگی کیونکہ فرہاد کو ہی فون پر کوئی فرہاد علی تیمور مخاطب کر رہا تھا۔ میں نے پریشان ہو کر پوچھا: "فرہاد صاحب! میں آپ کا خادم آپ کے لیے پریشان ہوں۔ آپ کو چند نامعلوم مسلح افراد تلاش کر رہے ہیں۔ آپ کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

"میں ایسی جگہ ہوں جہاں دشمن کسی بھی وقت پہنچ سکتے ہیں۔ میں تمھارے پاس آرہا ہوں۔"

"میرے لیے یہ خوشی اور فکر کی بات ہے کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں گے لیکن جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں، دشمن آپ کی تاک میں ہیں، یہاں آپ کے آتے ہی وہ بھی آجائیں گے۔"

"وہ پچھلی رات مطمئن ہو کر گئے ہیں۔ بار بار اس کوٹھی کی تلاشی لینے نہیں آئیں گے۔ تمھاری کوٹھی سے بہتر میرے لیے اور کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ میں آرہا ہوں۔"

"فرہاد صاحب! میرے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آتا ہے۔ اسے میرے ہاں آپ کی موجودگی کا علم ہو جائے گا۔"

"ہونے دو۔ میں بہت مجبور ہو کر آرہا ہوں۔ میرا دماغ کمزور ہو گیا ہے جس کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں اسی لیے فون پر گفتگو کر رہا ہوں۔ اگر مجھے شام تک آرام کرنے کا موقع ملے گا تو میں خیال خوانی کے قابل ہو جاؤں گا پھر دشمنوں سے مقابلہ کر سکوں گا۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں سوچ رہا تھا، فرہاد میرے پاس آکر رہے گا تو کیسے حالات پیش آئیں گے۔ پچھلی رات جو مینڈک آیا تھا، اسے کسی خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے یہاں فرہاد کی موجودگی کا علم ہو جائے گا۔ میری کوٹھی میدانِ جنگ بن جائے گی۔ میں ریسیور رکھ کر چائے پینے لگا۔ اتنی دیر میں چائے ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ میں نے پیالی سینٹر ٹیبل پر رکھ دی۔ فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا: "ہیلو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی: "بینگ، بینگ، کیا تم نے مجھے پہچانا؟"

"ہاں، پہچان رہا ہوں۔ بھلا کوئی آدم سائز کے مینڈک کو بھول سکتا ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔ ہوش میں تو ہو؟"

میں بے خیالی میں اسے مینڈک کہہ گیا تھا۔ میں نے بات بناتے ہوئے کہا: "سوری، میں ابھی نیند سے بیدار ہوا ہوں اور ابھی تک خمار باقی ہے۔ جانے کیا کہہ گیا۔ ویسے تمھارا نام کیا ہے؟"

"مجھے جان گاسکر کہتے ہیں۔ سنو، تم یہ شرافت کی زندگی ترک کرنے سے پہلے بدمعاش نمبر ون رہ چکے ہو۔ استنبول کے بڑے اور نئے پرانے مجرم کو پہچانتے ہو۔ اگر میرا ایک کام کر دو گے تو میں تمھیں منہ مانگا معاوضہ بھی دوں گا اور کبھی تمھارے کام بھی آؤں گا۔"

"مجھے معاوضہ نہیں چاہیے۔ دوستی میں تمھارا کام کر سکتا ہوں۔"

"کل رات جب میں تمھارے پاس آیا تھا، اسی وقت کوئی دشمن میری بیٹی کو اٹھا کر لے گیا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے اور شہر کے تمام غنڈے، بدمعاش اسے تلاش کر رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں

تم بھی اسے تلاش کرو۔ اس کے لیے تمھیں جتنے آدمیوں کی، گاڑیوں کی اور ہتھیاروں کی ضرورت ہوگی، میں دوں گا۔"

"مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ابھی یہاں سے نکل رہا ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ، ایسے کتنے دشمن ہیں جو تمھاری بیٹی کو اغوا کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں؟"

"مجھے سپر اسٹار، ماسک مین اور یہودی تنظیم میں سے جو بڑی رقم دیتا ہے، میں اس کے لیے کام کرتا ہوں۔ اگر ایک کے لیے دوسرے کے مفاد کے خلاف کام کرتا ہوں تو وہ دوسرا مجھ سے دردناک انتقام لیتا ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ یہ بتاؤ، ان دنوں کس کے لیے کام کر رہے ہو اور اس سے کن لوگوں کو نقصان پہنچ رہا ہے؟"

"یہ راز کی بات ہے، میں نہیں بتاؤں گا کہ کس کے لیے کام کر رہا ہوں۔ البتہ یہ کام فرہاد کے خلاف ہے لیکن اس نے آج تک کسی کی بہو بیٹی کو اغوا نہیں کیا۔ یہ ذلیل حرکت یہودیوں کی ہو سکتی ہے۔"

"کیا یہودی تنظیم کے ایک آدھ شخص کی نشان دہی کر سکتے ہو؟"

گاسکر نے دو افراد کے نام اور پتے بتائے۔ پھر ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بیڈ روم میں آکر لباس تبدیل کیا، جرابیں اور جوتے پہنے پھر آئینے کے سامنے آکر بالوں میں کنگھی کرنے لگا۔ تب یاد آیا کہ فرہاد صاحب آنے والے ہیں۔ میں گاسکر کی باتوں میں انھیں بھول گیا تھا۔ اگرچہ مجھے ان کے آنے کی خوشی تھی مگر پریشانی بھی تھی۔ پتا نہیں، ان کی آمد کے بعد یہاں کیا ہونے والا تھا۔

اُدھر میں اپنی ذات کو بھول کر کسی فرہاد کا انتظار کر رہا تھا۔ اُدھر رسونتی پارس کے دماغ میں آئی۔ وہ سو رہا تھا۔ پرائی سوچ کی لہر محسوس کرتے ہی بیدار ہو گیا۔ رسونتی نے کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا: "تمھارے پاپا خطرات میں گھرے رہتے ہیں اور تم لمبی تان کر سوتے رہتے ہو۔"

"ماما! میں پچھلی تمام رات جاگتا رہا تھا۔ ابھی تین گھنٹے کی نیند پوری کی ہے۔ آپ فوراً پاپا کے متعلق بتائیں۔"

"دشمن کا کوئی آدمی فرہاد بن کر تمھارے پاپا کے پاس کوٹھی میں آرہا ہے۔"

رسونتی نے بتایا، کس طرح ایک اجنبی نے فرہاد بن کر جھوٹے گفتگو کی ہے اور میں خود فرہاد ہو کر دھوکا کھا رہا ہوں۔ اور اپنے ہاں اس دشمن فرہاد کا انتظار کر رہا ہوں۔ پارس نے کہا: "ماما! آپ اُن خطرات کا ذکر کریں جن میں پاپا گھرے ہوئے ہیں۔"

"کیا کسی دشمن کا فرہاد بن کر آنا تمھارے پاپا کے لیے خطرناک نہیں ہے؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ ابھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آپ خطرہ نہیں خطرات کی بات کر رہی تھیں۔ کسی دوسرے خطرے کے متعلق بتائیں۔"

"تم میری بات پکڑ رہے ہو اور وقت ضائع کر رہے ہو۔ ابھی علی تیمور ہوتا تو فوراً اپنے پاپا کے لیے حفاظتی تدبیر کرتا۔"

"اِن حالات میں علی تیمور بھی کچھ نہ کر تا۔ میری طرح نیند پوری کرنا ضروری سمجھتا۔ کیا آپ مجھے تھوڑی دیر سونے کی اجازت دیں گی؟"

"تمھارے جیسی اولاد سے اور کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ نئی نویلی دلہن کے ساتھ ہو۔ ایسے میں باپ کی محبت ہوگی نہ اہمیت۔"

وہ دماغ سے چلی گئی۔ پارس نے نیلسی کو دیکھا۔ وہ تھک ہار کر سو رہی تھی۔ دن کے دس بج رہے تھے۔ اس نے نیند میں اس کی طرف کروٹ لی۔ پارس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے دماغ کو ہدایات دیں۔ اس کے بعد سو گیا۔

رسونتی نے علی تیمور کے پاس آکر کہا: "تم کہہ رہے تھے، میں خیال خوانی کے ذریعے پارس کے کام آؤں۔ اسے تو سونے سے ہی فرصت نہیں۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ تمھارے پاپا کے پاس ایک دشمن فرہاد بن کر آرہا ہے۔"

رسونتی نے اسے اجنبی فرہاد کے متعلق بتایا۔ علی تیمور نے کہا: "ماما! پریشانی کی بات نہیں ہے۔ جب تک وہ شخص فرہاد کی حیثیت سے پاپا کے پاس آکر نہیں رہے گا اس وقت تک یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ دشمن ایک نقلی فرہاد کے ذریعے کس قسم کی چالیں چل رہے ہیں۔ پارس اسی لیے اطمینان سے سو گیا ہے۔ آپ اطمینان رکھیں، وہ نیند پوری کرنے کے بعد اس شخص کے پیچھے پڑ جائے گا۔"

"بیٹے! وہ شخص کہہ رہا تھا کہ میں فرہاد ہوں لیکن ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ اس کا مطلب ہے، وہ کسی وجہ سے دماغی طور پر کمزور ہے۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس نہیں کر سکے گا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کر لوں گی۔"

"ماما! خدا کے لیے ایسی غلطی نہ کریں۔ آپ یقین سے نہیں کہہ سکتیں کہ وہ شخص دماغی طور پر کمزور ہوگا۔ ہو سکتا ہے، وہ آپ کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لے۔ پھر یہ بھید کھل جائے گا کہ خیال خوانی کرنے والے، مائٹی پاشا یعنی پاپا کے قریب چھپے رہتے ہیں۔ آپ کسی بھی دشمن کے دماغ میں جانے کا ارادہ کبھی نہ کریں خواہ وہ کتنا ہی کمزور نظر آتا ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں صرف خاموشی سے تمھارے پاپا کی

نگرانی کروں گی۔ کوئی خاص بات ہوگی تو تمھیں بتاؤں گی۔"

"آپ مجھے نہیں، پارس کو بتایا کریں۔"

"میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔ وہ روز بہ روز گستاخ ہوتا جارہا ہے۔ وہ مجھ سے باتیں کرسکتا تھا مگر بڑی بے رُخی سے آنکھیں بند کرکے سوگیا۔"

علی تیمور اپنی ماں کی غلط بیانی کو سمجھ رہا تھا۔ بھلا اس کی ماما کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ آنکھیں بند کرکے سوگیا تھا؟ یہ تو اسی وقت معلوم ہوتا جب ماما اس کے دماغ میں رہتیں اور سنتیں۔ دماغ والا پارس ماما کی موجودگی میں آنکھیں بند کرکے سو نہیں سکتا تھا۔ ایسی حالت میں کبھی نیند نہیں آتی۔

علی تیمور نے کہا۔ "کوئی بات نہیں ماما! آپ پارس کے پاس نہ جائیں مگر آرمر انکل کو پاپا کے متعلق رپورٹ دیتی رہیں۔ اس طرح پارس بدلتے ہوئے حالات سے باخبر رہے گا۔"

"میں تو بس رپورٹ پہنچانے کے لیے ہی رہ گئی ہوں۔ ٹھیک ہے، تم کہہ رہے ہو اس لیے ایسا ہی کروں گی۔"

وہ بیٹے کے دماغ سے نکل کر میرے پاس آئی۔ اِدھر میرا انتظار ختم ہوا۔ میں نے کال بیل کی آواز سن کر دروازہ کھولا۔ کوئی اجنبی ایک حسین دوشیزہ کے ساتھ نظر آیا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ دونوں اندر آگئے۔ پھر اس شخص نے کہا۔ "میں فرہاد ہوں۔ تم مجھے نہیں پہچان سکو گے۔ میں میک اپ میں ہوں اور یہ تمھاری بھابی رسوتی ہے۔"

میں نے حیرانی سے دوشیزہ کو دیکھ کر کہا۔ "بھابی دو جوان بیٹوں کی ماں ہوکر بھی کم سن لڑکی دکھائی دیتی ہیں۔ میں انھیں دیکھ کر حیران ہورہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "یہ میک اَپ کا کمال ہے۔ کبھی تمھارے سامنے میک اپ اُتارے گا تو تمھیں دو بچوں کی ماں نظر آئے گی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئے۔ نقلی فرہاد نے کہا۔ "پہلے ہمارا مکرا دکھاؤ۔ تاکہ ہم کچھ دیر آرام کرسکیں۔"

میں انھیں ایک کمرے میں لے آیا پھر بولا۔ "یہ بہت بڑی کوٹھی ہے۔ آپ جہاں رہنا چاہیں، رہ سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ آپ ہی کا دیا ہوا ہے۔ میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ آپ یہاں تھکن اتاریں، میں ایک ضروری کام سے جارہا ہوں۔ شام تک واپس آؤں گا۔"

"ایسا کیا ضروری کام ہے کہ شام تک واپسی ہوگی؟"

میں نے کہا۔ "جان گاسکر نامی ایک شخص کی بیٹی اغوا ہوگئی ہے۔ میں اس کی تلاش میں جارہا ہوں۔"

"کیا اس کی بیٹی کو صورت شکل سے پہچانتے ہو؟"

میں نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد کہا۔ "پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا ہے۔ میں کچھ بھولنے لگا ہوں۔ گاسکر سے بہت کچھ پوچھا۔ مگر اس کی بیٹی کا حلیہ پوچھنا بھول گیا۔ ابھی میں ڈائریکٹری میں فون نمبر دیکھ کر گاسکر سے بات کروں گا اور اس کی بیٹی کی تصویر طلب کروں گا۔"

میں ٹیلیفون ڈائریکٹری لے کر گاسکر کے فون نمبر ڈھونڈنے لگا۔ دشمن میرے آس پاس جیسا چکر چلا رہے ہیں، اس سے اندازہ ہے کہ یہ داستان بہت زیادہ اُلجھ جائے گی۔ لہٰذا میں دشمنوں کی چالوں کو وضاحت سے بیان کررہا ہوں۔ مجھے یقین ہے وضاحت کے بعد یہ داستان اور زیادہ دلچسپ ہوجائے گی۔

میڈونا جکسن نیند سے بیدار ہوئی تو اس کی دنیا بدل چکی تھی۔ پچھلی رات اسے ایک سرکاری خفیہ کمرے میں سُلایا گیا تھا۔ وہ کمرا اس خفیہ تہ خانے میں تھا، جہاں ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی تھی۔ اس مشین سے گزرتے وقت ہی میڈونا گہری نیند میں ڈوب گئی تھی۔

اس نے آنکھ کھلتے ہی خود سے سوال کیا۔ "میں کہاں ہوں؟"

دماغ نے جواب دیا۔ "خفیہ تہ خانے کے ایک کمرے میں ہوں اور ٹیلی پیتھی کی ایک نئی دنیا میں داخل ہوچکی ہوں۔"

سرہانے رکھے ہوئے انٹر کام کے اسپیکر سے آواز اُبھری۔ "ہیلو میڈونا! ہم تمھیں دیکھ رہے ہیں۔ تمھاری نیند پوری ہوچکی ہے۔ تم کیسا محسوس کررہی ہو؟"

وہ انٹر کام کا ریسیور اٹھا کر جواب دینا چاہتی تھی، آواز آئی۔ "اسٹاپ، ریسیور کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ کیا تم اس کے بغیر بات نہیں کرو گی؟"

وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی۔ اس کا رُخ شمال کی طرف تھا۔ اس نے آنکھیں بند کرکے بولنے والے کی آواز اور لب و لہجے کو اپنے اندر دُہرایا۔ دوسری بار دُہراتے وقت اسے محسوس ہوا۔ جیسے وہ چشمِ زدن میں دوسری جگہ پہنچ گئی ہے۔ اسی لب و لہجے والے کو سوچتے ہوئے سُن رہی ہے۔ تب یقین ہوگیا کہ وہ انٹرام پر بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گئی ہے۔ اس نے خوش ہوکر کہا۔ "مسٹر گراہم! میں تمھارے دماغ میں ہوں۔ ابھی تم بائیں ہاتھ سے سگار بجھا رہے ہو اور دائیں ہاتھ سے کافی کی پیالی تھامے ہوئے ہو۔"

گراہم نے مسکرا کر اپنے پاس بیٹھنے والوں سے کہا۔ "میڈونا میرے دماغ میں ہے۔ میری حرکات و سکنات کے بارے میں درست بیان کررہی ہے۔"

پھر اس نے میڈونا سے پوچھا۔ "کیا تم مسٹر راجر کی آواز سن رہی ہو؟"

"ہاں سُن رہی ہوں۔ وہ تمھارے سامنے بیٹھے ہیں۔"

"مسٹر راجر سگریٹ سلگانے جارہے ہیں۔ تم انھیں اس کا موقع نہ دو۔"

میڈونا نے راجر کے لب و لہجے کو دُہرایا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ سگریٹ ہونٹوں میں دبائے لائٹر جلا رہا تھا۔ لائٹر سے ایک ننھا سا شعلہ نکلا۔ میڈونا نے راجر کے مُنہ سے پھونک مار کر اسے بجھا دیا۔ سب ہنسنے لگے۔ راجر نے پھر لائٹر سے شعلہ نکالا، میڈونا نے پھر اس کے ذریعے پھونک مار کر اُسے بجھا دیا۔ راجر نے مسکرا کر پوچھا۔ "اچھا تو یہ میڈونا کی شرارت ہے؟"

میڈونا نے کہا۔ "تم لوگوں نے نئی مشین سے کامیاب تجربہ کیا ہے۔ میں یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

راجر نے کہا۔ "تم بہترین کھلاڑی ہو۔ آئس اسکیٹنگ کی چیمپئن ہو۔ دس فٹ اونچی چھلانگیں لگاتی ہو۔ جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہو، اس کے لیے سانسوں پر قابو رکھنا پڑتا ہے۔ تمھارے ریکارڈ کے مطابق تم صرف تین منٹ تک سانس روک لیتی ہو۔ لیکن ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جس شخص کے دماغ سے تمھارے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کی گئی ہے، وہ دس منٹ تک سانس روک لیتا ہے۔ تمھارے سرہانے کی میز پر اسٹاپ واچ موجود ہے۔ اسے ہاتھ میں لے کر سانس روکو اور بتاؤ، سانس روکنے کے سلسلے میں کیا تبدیلی آئی ہے۔"

میڈونا نے اسٹاپ واچ اٹھا کر اسے آن کرتے ہی سانس روک لی۔ اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ جس شخص کی صلاحیتیں اس میں منتقل کی گئی ہیں، وہ دس منٹ تک سانس روک سکتا ہے، لہٰذا اسے بھی یہی کوشش کرنی چاہیے۔ اسٹاپ واچ کا کانٹا اپنی مخصوص رفتار سے گھوم رہا تھا اور وہ حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ تین منٹ سے زیادہ ہوگئے تھے اور اسے مسلسل سانس روکنے میں دشواری پیش نہیں آرہی تھی۔ جب وہ بے چینی محسوس کرنے لگی اور سانس لینا شروع کیا تو دس منٹ گزر چکے تھے۔ وہ خوشی سے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے بولی۔ "میں نے دس منٹ تک سانس روکی ہے۔ اوہ گاڈ! میں کیا سے کیا ہوگئی ہوں۔ پلیز، مجھے بتاؤ، اس شخص میں اور کیا کیا خوبیاں ہیں جو مجھ میں منتقل ہوگئی ہیں؟"

وہ خود ہی خوبیوں کا مجسمہ تھی۔ چہرے کے نقوش دیکھنے کے لائق رکھتے تھے، مسح خیزی کی عادت تھی۔ یوگا کی مشق طلب مشقیں کرتی تھی۔ جمناسٹک کے کمالات میں یکتا تھی، اس لیے جسم نہایت ہی خوبصورت تھا۔ اسے دیکھنے سے دل کی دھڑکنیں پاگل ہو جاتی تھیں۔

وہ جتنی حسین تھی اتنی ہی سنگین بھی تھی۔ اسے ہاتھ لگانے والا پھر کبھی ہاتھ لگانے کے قابل نہیں رہتا تھا۔ وہ اپنی تنہائی میں کسی مرد کو برداشت نہیں کرتی تھی۔ جس سرکاری شعبے میں ٹریننگ حاصل کی تھی، وہاں خطرناک وحشی فائٹر بھی جاتی تھی۔ ہفتے میں ایک بار اس کی ذہانت اور حاضر دماغی کے امتحانات ہوتے تھے اور وہ ہمیشہ زیادہ نمبروں سے کامیاب رہتی تھی۔

اسے بتایا گیا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ایک رات میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ایک زبردست و بامراد حیات جوان کے دماغ میں یہ علم منتقل کیا گیا ہے لیکن دونوں کو ایک دوسرے سے چھپایا جائے گا۔ تاکہ فرہاد یا اس کے بیٹے کسی ایک کے پاس پہنچ جائیں تو اس کے ذریعے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سراغ نہ لگا سکیں۔ میڈونا نے کہا۔ "اس بار وہ ہم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ انھوں نے ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک ایک کرکے ہلاک کیا ہے۔ اب میں انھیں ایک ایک کرکے موت کے مُنہ میں پہنچاؤں گی۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "تم فرہاد کا تمام ریکارڈ پڑھ چکی ہو۔ اس کے ایکشن اور ری ایکشن سے متعلق ویڈیو فلمیں دیکھ چکی ہو۔ دونوں پارس اپنے باپ سے بھی آگے نکل رہے ہیں۔ پہلے ایک سے نمٹنا مشکل تھا، اب تین سے نمٹنا پڑتا ہے۔ فرہاد کو ہلاک کرنے کے کتنے ہی زبردست منصوبے بنائے گئے۔ کتنے ہی خطرناک فائٹر، مکار اور چالباز دشمن مقابلے پر آئے اور موت کے مُنہ میں چلے گئے۔ تم اس کے مقابلے میں طفلِ مکتب ہو۔ اتنا بڑا دعویٰ نہ کرو۔"

وہ بولی۔ "اب سے پہلے ہمارے لوگ اس لیے مارے گئے کہ وہ فرہاد کے مقابلے میں جاتے تھے یا فرہاد انھیں ڈھونڈ نکالتا تھا۔ میں آپ لوگوں سے رخصت ہوکر جہاں رہوں گی، وہاں کا پتا کسی کو معلوم نہیں ہوگا۔ میں فرہاد کے مقابلے پر خود کبھی نہیں جاؤں گی۔ اسے میرا نام اور میرا حلیہ کبھی معلوم نہیں ہوسکے گا۔ مجھے کبھی کبھی اس شخص کی ضرورت پیش آئے گی جس کی صلاحیتیں میرے دماغ میں منتقل کی گئی ہیں۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "وہ شخص ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کا آخری سرمایہ ہے۔ پہلے پہل ہم یہ علم اپنے لوگوں میں منتقل کرنے کے لیے کبھی فرہاد کو اور کبھی جوجو کو پریکٹس کرتے رہے۔ جب یہ علم حاصل ہوگیا تو ہم نے ایک شخص کے اندر اسے منتقل کرکے پوشیدہ رکھا ہے۔ فرہاد اور دوسرے دشمن یہی جانتے ہیں کہ

ہمارے پاس آخری دو خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں۔ تیسرے کا علم نہ کسی کو ہے، نہ ہوگا۔ لہٰذا تم سے بھی اس کا رابطہ کبھی نہیں رہے گا۔ تمھاری اطلاع کے لیے کہہ دوں، میں بھی اس کا نام اور پتا ٹھکانا نہیں جانتا۔"

"کوئی بات نہیں، جب اس شخص کو اس قدر راز میں رکھا گیا ہے تو میں اس کے بغیر ہی کام کروں گی۔ فی الحال مجھے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو تنویمی عمل کرنے میں خاصی مہارت رکھتا ہو۔ اور ایک ایسا شخص بھی ضروری ہے جو پلاسٹک سرجری کے علاوہ عارضی میک اپ کرنے کا بھی تجربہ رکھتا ہو۔"

"اچھی بات ہے، تم کہیں بھی جا کر اپنی رہائش کا انتظام کرو پھر آج شام پانچ بجے دماغی رابطہ قائم کرنا، تمھارے مطلوبہ افراد کی آوازیں سنا دی جائیں گی۔"

میڈونا نے موجودہ رہائش گاہ چھوڑ دی۔ اس کے سگے رشتے داروں میں کوئی نہیں تھا۔ وہ دور کے رشتے داروں سے ملتی نہیں تھی۔ کسی مرد سے دوستی کرنا تو دور کی بات ہے، وہ کسی لڑکی کے ساتھ بھی زیادہ باتیں نہیں کرتی تھی۔ بہت کم لوگ اسے صورت شکل سے پہچانتے تھے۔ اس نے ایسے لوگوں سے دور رہنے کے لیے پیرس میں رہائش اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ فرہاد اور اس کی ٹیلی کے قریب رہ کر خود کو ہمہ وقت متحد رہنے کی عادی بناتی رہے۔

اس نے شام کو سُپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ سُپر ماسٹر نے کہا: "تم میرے دماغ میں رہو اور اپنے مطلوبہ افراد کی آوازیں سنو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا: "ہیلو مسٹر بلیک ڈیتھ! کیا تم ہو؟"

"جی ہاں۔ میں بول رہا ہوں۔ مجھے کہا گیا ہے کہ سرکاری طور پر مجھے کہیں مصروف رکھا جائے گا۔ کیا یہ درست ہے؟ کیا تم وہی سرکاری آدمی ہو؟"

"ہاں! میں وہی ہوں اور افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ تم سرکاری ملازمت کے قابل نہیں ہو۔ دفع ہو جاؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ کر پوچھا: "میڈونا! کیا تم اس کے دماغ میں پہنچ جاؤ گی؟"

"میں ابھی آ رہی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بلیک ڈیتھ کے دماغ میں پہنچی۔ وہ بے چینی محسوس کرنے لگا تھا لیکن یہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اس کے دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں ہیں۔ میڈونا نے واپس آ کر سُپر ماسٹر سے کہا: "دوسرے شخص کی آواز سناؤ۔"

اس نے پھر فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا پھر کہا: "میں جیے لارنس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں جیے لارنس بول رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"میں پلاسٹک سرجری کے سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"بات کرو۔ میں سن رہا ہوں۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "میں قانون کے محافظوں سے چھپنے کے لیے سرجری کے ذریعے چہرہ تبدیل کرانا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے منہ مانگا معاوضہ دوں گا۔"

"سوری، میں قانون شکن نہیں ہوں۔ میرے پاس آؤ گے تو سرجری کے آلے سے تمھاری گردن تن سے الگ کر دوں گا۔"

جیے لارنس نے ریسیور رکھ دیا۔ میڈونا اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا: "پتا نہیں کون تھا؟ بھلا ایسی باتیں فون پر کی جاتی ہیں! میرا خیال ہے، انٹیلی جنس والے مجھ پر شبہ کر رہے ہیں۔ آہ! کتنے دن ہو گئے، کوئی مجرم تگڑی رقم لے کر پلاسٹک سرجری کے لیے نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے، مجھے واشنگٹن چھوڑ کر نیویارک جانا ہوگا۔ یا یہ ملک ہی چھوڑ دینا ہوگا۔"

میڈونا نے کہا: "تمھارا یہ آخری خیال درست ہے۔ تمھیں یہ ملک چھوڑ دینا چاہیے۔ اپنا پاسپورٹ نکالو اور سفر کی تیاری کرو۔"

وہ دونوں ہاتھ سے سر تھام کر خلا میں تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا: "میرے دماغ میں یہ آواز کیسی ہے؟"

"یہ ٹیلی پیتھی کی آواز ہے۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ حیرانی سے بولا: "کیا آپ مسٹر فرہاد ہیں؟"

"کیا اتنی بڑی دنیا میں ایک فرہاد ہی ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"میں اس سلسلے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ آپ کون ہیں؟"

"مجھے بلیک لیڈی کہتے ہیں۔ میں تمھاری خدمات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیسی خدمات؟"

"میں جس کا چہرہ تبدیل کرانا چاہوں گی، تم پلاسٹک سرجری کے ذریعے یا کبھی عارضی میک اپ کے ذریعے تبدیل کر دیا کرو گے۔"

"میں غیر قانونی کام نہیں کرتا۔"

میڈونا خاموش ہو گئی، اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا پھر بولا: "کیا تم چلی گئی ہو؟ اگر موجود ہو تو اپنا نام بتاؤ۔ بلیک لیڈی کوئی نام نہیں ہے۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا: "کیا میرا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ بھلا میرے دماغ میں کون بولے گا؟ فرہاد کے متعلق ایسا سنا ہے۔ لیکن واقعی کوئی فرہاد اس دنیا میں ہے، اس کا یقین نہیں ہے۔ مزید یہ کہ کوئی بلیک لیڈی بول رہی تھی۔ یہ میرا واہمہ ہے، کوئی نہیں بول رہی تھی۔"

میڈونا نے کہا: "میں اب بھی بول رہی ہوں۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ تم غیر قانونی کام نہیں کرتے۔ وہ ٹوٹی آبجکل شکاگو میں ہے جس نے دو قتل کیے، تم نے اسے پولیس والوں کی نظروں سے چھپانے کے لیے اس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی۔ اس کا چہرہ بدل چکا ہے، اس نے اپنا نام راجر اسمتھ رکھ لیا ہے۔ شکاگو کے مضافات میں ایک اپر ٹاؤن ہے، وہاں اسٹریٹ نمبر پینتالیس کے ساتویں مکان میں رہتا ہے۔ میں نے تمھارے دماغ سے اس کا فون نمبر بھی معلوم کر لیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر خلا میں تک رہا تھا۔ میڈونا نے کہا۔ "رائٹ برادرز ایک بدنام ڈاکو ہے۔ ایک بینک وکیتی کے کیس میں مطلوب ہے۔ تم نے اس کا چہرہ بھی بدل دیا۔ آجکل وہ جیمس ہیرالڈ کے نام سے مین ہٹن کے ایک بنگلے میں رہتا ہے۔ میں ابھی خیال خوانی کے ذریعے ان دونوں کو پولیس اسٹیشن پہنچاؤں گی۔ وہ تمھارے خلاف بیان دے کر خود کو قانون کے حوالے کریں گے۔"

وہ بے یقینی سے بولا: "کیوں مذاق کرتی ہو۔ بھلا کوئی ڈاکو بینک سے لوٹے ہوئے کروڑوں ڈالر واپس کیوں کرے گا۔ کوئی قاتل پھانسی کے پھندے تک کیوں جانا چاہے گا۔ وہ دونوں اپنے جرم کا اعتراف کبھی نہیں کریں گے۔"

"صرف وہ نہیں، تم بھی کرو گے اور اس طرح کرو گے۔"

میڈونا نے اس کے دماغ کو قابو میں کرتے ہوئے ریسیور اٹھا کر قریبی پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کرنے پر مجبور کیا۔ وہ ڈائل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پھر بھی اس نے کیا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا: "میں پلاسٹک سرجری کا ڈاکٹر جے لارنس بول رہا ہوں۔ تھانے کے انچارج سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولنا نہیں چاہتا تھا مگر بے اختیار بول رہا تھا۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "میں تھانے کا انچارج بول رہا ہوں۔ فرمائیے؟"

اس نے کہا: "آفیسر! میں اپنے بہت سے جرائم کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے بڑے بڑے قاتلوں کے اور بینک ڈکیتی میں ملوث افراد کے چہروں کی سرجری کر کے انھیں پولیس والوں سے بچایا ہے۔ وہ تمام مجرم مختلف چہروں اور ناموں سے جہاں جہاں زندگی گزار رہے ہیں، میں وہاں تک ان کی نشان دہی کروں گا لیکن اس سے پہلے میں پانچ منٹ تک غور کروں گا کہ مجھے عوام سمیت خود کو قانون کے حوالے کرنا چاہیے یا نہیں؟ آپ پانچ منٹ تک انتظار کریں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میڈونا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ تو وہ گڑگڑا کر بولا: "میں خود کو قانون کے حوالے نہیں کروں گا۔ مجھے معاف کر دو۔ میں تمھارا ہر کام کروں گا۔ تمھارے کسی حکم سے انکار نہیں کروں گا۔"

"سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا۔ تم نے مجھے بھی ٹیڑھا بننے پر مجبور کر دیا۔ بہرحال کل صبح نو بجے تم پاسپورٹ لے کر گھر سے نکلو گے۔ میں تمھیں ملک سے باہر جانے کا اجازت نامہ دلاؤں گی۔"

"مجھے کہاں جانا ہوگا؟ سفر کے اخراجات کہاں سے آئیں گے؟"

"تم استنبول جاؤ گے۔ اخراجات کی فکر نہ کرو، جہاں رہو گے دولت سے کھیلتے رہو گے۔"

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میں استنبول کے ایک اسپتال میں تھا۔ سُپر ماسٹر کو معلوم ہو چکا تھا لیکن وہاں مجھ پر نہ قاتلانہ حملہ کیا گیا، نہ ہی مجھے قیدی بنانے کی کوشش کی گئی کیونکہ اپ سے پہلے کئی بار وہ میرے دھوکے میں میری ڈمی کیچ کر سُپر ماسٹر سے اس بار میڈونا نے کہا تھا کہ پہلے! مجھے معلوم ہے، فرہاد پھر ہاتھ تصدیق کرے گی۔ پھر سُپر ماسٹر سے گرفتار کرانے میں کوئی کسر نہیں جائیں گے۔ دیمیوں کی نااہلی ہے۔"

میڈونا نے اسی مقصد کی بھی غیر ذمے داری ہے۔ اگر جے لارنس کو اپنا پابند بنایا۔ نہ کہ دماغ میں موجود رہتیں تو کامیابی میڈونا کو ایک معمولی عورت سمجھ کر اس سے۔

جب میڈونا نے اسے دماغی جھٹکے پہنچائے تو اس سے۔ بر کر رہنے کے لیے گھٹنے ٹیک دیے۔ وہ پیرس چلی گئی۔ ان دونوں کو استنبول بھیج دیا۔ وہاں سپر ماسٹر کے جاسوس نے بتایا کہ جسے فرہاد سمجھا جا رہا تھا، وہ اونیل مورس کے نام سے تھیلما نامی ایک عورت کے ساتھ ایک بنگلے میں رہتا ہے۔ میڈونا نے کہا: "مجھے تھیلما کی آواز سناؤ۔"

اس کی آواز سنانے کے لیے وہی کیا گیا جیسا کہ اکثر میں کرتا ہوں۔ ایک جاسوس نے فون پر رابطہ قائم کیا۔ تھیلما نے گھنٹی کی آواز سن کر ریسیور اٹھایا۔ پھر بولی: "ہیلو کون ہے؟"

جاسوس نے پوچھا: "ہیلو! مسٹر سام مورس موجود ہیں؟"

وہ بولی: "سوری، سام نے ہمیشہ کے لیے یہ بنگلا چھوڑ دیا ہے۔ آئندہ اس فون پر کبھی اس سے بات نہیں ہو سکے گی۔"

تھیلما نے ریسیور رکھا۔ میڈونا اس کے دماغ میں پہنچ گئی وہ سمجھ رہی تھی، میں عیاشی کے لیے تھیلما کے ساتھ رہتا ہوں اور تھیلما کی سوچ کہہ رہی تھی: "اونیل کبھی میرے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنا نہیں چاہتا، شاید اس لیے کہ میری عمر زیادہ ہے یا پھر یہ کسی عورت سے دلچسپی نہیں رکھتا۔ یہی بات درست ہے، اس نے آج تک کسی عورت سے دوستی نہیں کی۔"

میڈونا اس کے خیالات پڑھ کر اُلجھ گئی۔ اگر میں واقعی عورتوں سے دوستی نہیں کرتا تو پھر میں فرہاد نہیں ہوں لیکن جس طرح

میں نجومی بن کر پیش گوئی کرتا رہا اور ٹام مورس کو گھر سے نکال دیا اس سے شبہ ہوتا تھا کہ یہ علمِ نجوم کا نہیں ٹیلی پیتھی کا چکر ہے۔

اس روز میں نے تھیلما سے کہا تھا: "ابھی میں تنہائی میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ آج رات کو تمہارے ساتھ باہر جاؤں گا۔ پھر ہم کلبوں اور قمار خانوں میں وقت گزاریں گے۔"

میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جلد ہی تھیلما کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا لیکن وہ کل صبح سے ایک دولت مند خاتون بن جائے گی اور شاید اس بات کا یقین دلایا تھا کہ اس کے لیے پیچھے ہوئے بدمعاشوں کو کرائے پر حاصل کیا جائے گا۔ جو اس کے باڈی گارڈز بن کر رہیں گے۔ یا پھر تھیلما نے خود سوچا ہوگا کہ اونیل کے جانے پھر اس کے باڈی گارڈز رکھے گی جو غنڈے سے بدمعاش ہوں گے کی آوازیں سنا دی جائیں

میڈونا نے موجودہ رہائش سوچا کہ مجھے اور تھیلما کو غنڈوں رشتے داروں میں کوئی نہیں تھا۔ وہ دو تھا جائے کہ میں کس طرح وہاں نہیں تھی۔ کسی مرد سے دوستی کرنا تو دیقت معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ لڑکی کے ساتھ بھی زیادہ باتیں نہیں۔ تجارہا ہوں یا خیال خوانی کرنے؟ صورت شکل سے پہچانتے تھے۔ مرکے میرے فرہاد ہونے کی مکمل تصدیق رہنے کے لیے یہ ا

وہ شام تک اپنے ایجنٹوں کے دماغوں میں آتی جاتی رہی۔ استنبول کے غنڈوں، بدمعاشوں کے متعلق معلومات حاصل کرتی رہی۔ پتا چلا، ایک علاقے کے دادا مائیکل اور کنگ اف کرائمز کے درمیان زبردست ٹھن گئی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے رہتے ہیں اور آج مائیکل اپنے دشمن کی بہن جُولی کو اغوا کرنا چاہتا ہے۔ میڈونا نے سوچ لیا، وہ رات کو جُولی کے اغوا میں مائیکل کی مدد کرے گی۔ وہ جُولی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے مزاج کو اور اس کی رفتار و گفتار کو سمجھتی رہی، دوسری طرف اپنے آلۂ کاروں کو حکم دیا کہ جُولی سے قدرے مشابہت رکھنے والی کسی لڑکی کو اغوا کر کے خفیہ اڈے میں لے جاؤ۔ وہاں اسے عارضی طور پر جُولی بنایا جائے گا۔

جب میں تھیلما کے ساتھ کلب میں بیٹھا ہوا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے تھیلما کے بیڈ روم میں نوٹوں کی گڈیاں پہنچا رہا تھا۔ اس وقت میڈونا ہمارے درمیان نہیں تھی، ایک نئی جولی کو تیار کرنے میں مصروف تھی۔ اگر وہ تھیلما کے دماغ میں ہوتی تو شاید اسے میری خیال خوانی کا علم ہو جاتا۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے اس وقت تھیلما کے پاس آئی جب میں اس کے ساتھ مائیکل کی بستی میں جا رہا تھا۔ اُدھر اس نے اصل جُولی کو اغوا کرنے کے لیے مائیکل کا راستہ صاف کیا۔ مائیکل، جولی کو لے کر اپنی بستی میں آیا۔ اپنے بھائی کے سامنے جولی کو پیش کرتے ہوئے کہا: "یہ میری طرف سے حسین تحفہ ہے۔ اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر ساری بستی والوں کو دکھاؤ۔"

مائیکل کا بھائی جولی کو اٹھانے گیا، میں نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے اٹھانے نہیں دیا۔ مائیکل بھی اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھانے میں ناکام رہا۔ تب میڈونا کا شبہ یقین میں بدلنے لگا وہ سمجھ رہی تھی کہ میں اونیل کے رُوپ میں ہوں لیکن تھوڑی دیر میں یقین ڈگمگا گیا۔ کیونکہ مائیکل کے دو آدمی میری حمایت میں فائرنگ کر رہے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میرے ساتھ دوسرے خیال خوانی کرنے والے ساتھی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اونیل، فرہاد کی ڈمی کے طور پر سامنے ہو اور اس کے پیچھے فرہاد خیال خوانی کر رہا ہو۔ وہ اس معمّے کو حل کرنے کے لیے بڑے صبر سے مناسب وقت کا انتظار کر رہی تھی۔

میں جس انداز میں جولی کی عزت بچا کر اسے غنڈوں کی قید سے لے جا رہا تھا اور مائیکل کو بھی قیدی بنا لیا تھا۔ اس کے نتیجے میں جُولی بھی مجھے فرہاد سمجھنے لگی تھی اور میری ذات میں دلچسپی لے رہی تھی۔ میڈونا نے جولی کو مجھ میں دلچسپی لینے کے لیے چھوڑا، خود ڈمی جُولی پر تنویمی عمل کرانے میں مصروف ہو گئی۔ حامل اس لڑکی کے دماغ سے اس کی ذات کو گم کر رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں ہپناٹزم کے ذریعے بیچاری کا برین واش کر رہا تھا اور اسے جُولی کی شخصیت میں ڈھال رہا تھا۔ اس کے دماغ میں جولی کی پوری زندگی کے واقعات نقش کرنا ضروری نہیں تھا کیونکہ میں خود اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ جب وہ میری تنہائی میں آئی تو میں نے سرسری طور پر اس کے اندر جھانک کر دیکھا تھا اور اسے کنگ آف کرائمز کی بہن جولی پا کر مطمئن ہو گیا تھا۔

شاید وہ لڑکی جُولی بن کر بھی مجھ سے فطرتاً شرماتی اور جھجکتی لیکن میڈونا اس کے اندر موجود تھی یعنی جسم اس لڑکی کا تھا مگر جسم کی ادائیں، دل کی دھڑکنیں، زبان سے ادا ہونے والے الفاظ اور خود سپردگی کا انداز میڈونا کا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو لڑکی کی طرف سے غصّہ تھا کہ وہ کسی بھی وقت کام بگاڑ دے گی۔

میڈونا نے پہلے کسی کو بوائے فرینڈ نہیں بنایا تھا۔ کسی کے ساتھ تنہائی میں چند منٹ بھی نہیں گزارے تھے۔ وہ اپنی جان بنانے جسم کو خوبصورت رکھنے اور ذہانت کو چمکانے کی لگن میں رہتی تھی۔ مجھے سپر ماسٹر کا قیدی بنانے کے لیے پہلی بار میری تنہائی میں مجبوراً آئی تھی اور اس کے لیے ایک لڑکی کا جسم اُدھار لائی تھی۔ اس نے سمجھا تھا کسی دوسری کو پیش کر کے خود پار سا بن جائے گی لیکن یہ اس کی زندگی کا انوکھا تجربہ تھا۔ وہ چار گھنٹے ساتھ رہی تھی۔ ابتدا میں یوں ہوش اُڑ رہے تھے کہ وہ مجھ سے میری حقیقت اگلوا بھول گئی تھی۔ شاید وہ تھوڑی دیر کے لیے آئی تھی۔ ہوش و حواس

قابو میں نہ رہنے کے باعث چار گھنٹے لگ گئے تھے۔ اس نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ میں خیال خوانی کیسے کرتا ہوں؟

میں نے اس کے سامنے خیال خوانی کا عملی مظاہرہ کیا تھا۔

وہ اٹھ کر جانا چاہتی تھی، میں اسے سُلا دیتا تھا۔ وہ دوسری طرف منہ کرتی تھی، میں اسے اپنی طرف کروٹ لینے پر مجبور کر دیتا تھا۔

ایسے وقت اسے میرے فرہاد ہونے کا یقین ہو گیا۔ کیونکہ میں کوئی ڈمی ہوتا تو فرہاد ایسے رنگین لمحات گزرنے کے دوران ڈمی کے دماغ میں نہ آتا۔ میری اتنی سی شرافت کو دشمن بھی تسلیم کرتے تھے۔

میڈونا چار گھنٹے بعد ڈمی جولی کو میرے پاس سے لے گئی۔ اس جولی کو تو اس کے آلۂ کاروں نے سنبھال لیا تھا اور منصوبے کے مطابق عمل کر رہے تھے لیکن میڈونا کو سنبھالنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ پریس میں اپنے ایک کاٹیج کے بستر پر پڑی کروٹیں بدل رہی تھی۔ جو جل اٹھتا تھا یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتی تھی۔ تمام بدن جل رہا تھا، جیسے بخار میں پھُنک رہی ہو۔ اندر نا معلوم سا غبار بھرا ہوا تھا جو نکل نہیں رہا تھا۔ خیال خوانی کرنے والا دماغ دُھواں دُھواں ہو رہا تھا۔ وہ گھبرا کر اٹھ گئی۔ پنجوں کے بل اُچھلتی ہوئی دوسرے ہال نما کمرے میں گئی، وہاں طرح طرح کی ورزش کرنے کا سامان تھا۔ وہ محنت طلب ورزش کر کے اپنے اندر کا غبار نکالنے لگی۔

بڑی دیر بعد اسے قرار آیا۔ مگر آج اس پر اچانک ایسا حملہ ہوا تھا جس کی وہ توقع نہیں کر سکتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جنگ ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کے آثار رہ جاتے ہیں۔ دھماکوں سے گرنے والی عمارت کو دوبارہ تعمیر کیا جاتا ہے۔ بظاہر پہلا سا سکون حاصل ہو جاتا ہے لیکن دھماکوں کی یاد رہ جاتی ہے۔ حملہ آور کا دہشت ناشور میں گھر کر لینا ہے۔ وہ ماننے کو تیار نہیں تھی کہ مجھ جیسا بدترین دشمن اس کے حواس پر چھا رہا ہے۔ اس نے ایک بڑی ڈاکٹر سے رجوع کیا۔ ڈاکٹر نے اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد کہا: "تمہاری صحت قابلِ رشک ہے۔ نارمل بھی دکھائی دیتی ہو، پھر سکون حاصل کرنے کی دوا کیوں مانگ رہی ہو؟"

"بس یونہی، میرے اندر کچھ نامعلوم سی بے چینی ہے؟"

"شوہر سے کیسے تعلقات ہیں؟"

"میں نے ابھی شادی نہیں کی۔"

"کوئی بوائے فرینڈ ہے؟"

"میرا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے۔"

"تم اتنی حسین ہو کہ تمہارے ایک اشارے پر دل والوں کا میلہ لگ جائے گا۔ پھر بوائے فرینڈ کیوں نہیں ہیں۔ کیا مردوں سے نفرت ہے یا ان سے دور رہنے کی کوئی نفسیاتی وجہ ہے؟ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔"

"میں کسی کو اپنے حواس پر حاوی ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔"

"اس کا مطلب ہے، کوئی حاوی ہونا چاہتا ہے۔ تم اسے گولی نہیں مار سکتیں۔ لہٰذا خود گولیاں کھا کر سکون حاصل کرنا چاہتی ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔ مگر مجھے زود اثر دوا دو۔"

وہ دوائیں لے کر کاٹیج میں آئی۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق کچھ گولیاں کھا کر پانی پیا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "مادام! پیزا ٹاک لائن پر بات کریں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر نائب سپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرایا۔ وہ بولی: "ہیلو ماسٹر! مجھے معلوم ہے، فرہاد پھر ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ میں نے اسے گرفتار کرانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ یہ آپ کے آدمیوں کی نااہلی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "تمہاری بھی غیر ذمے داری ہے۔ اگر تم خیال خوانی کے ذریعے ہر پل کے دماغ میں موجود رہتیں تو کامیابی یقینی تھی۔"

"میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ میں ابھی ایک لیڈی ڈاکٹر سے دوائیں لے کر آتی ہوں۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ فرہاد کے ستارے اچھے ہیں۔ اس کے بچاؤ کا کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی آتا ہے۔ بہرحال، ابھی وہ استنبول میں ہی ہے۔ تم اسے گھیر سکتی ہو۔ کیا تم بہت بیمار ہو؟"

"نہیں۔ اب ٹھیک ہوں۔ فرہاد جہاں بھی ہوگا، اسے ڈھونڈ نکالوں گی۔"

"ایک افسوس ناک خبر سنا رہا ہوں۔ تمہارے ساتھ جس شخص کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل کیا گیا تھا، وہ باغی ہو گیا ہے۔"

"یہ خبر افسوس ناک ہی نہیں، تشویش ناک بھی ہے۔ وہ ہمارے بہت سے خفیہ اداروں اور اہم رازوں سے واقف ہوگا۔"

"ہاں، یہ تشویش کی بات ہے۔ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے سے چھُپایا تھا۔ یہ اچھا ہی ہوا۔ وہ تمہارے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ مگر اب میں اس کے متعلق تمہیں بتا رہا ہوں۔"

وہ بتانے لگا۔ "اس کا نام جان نویل ہے۔ اس کے باپ دادا مشرقی جرمنی سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ آدھی صدی سے امریکا کے وفادار تھے۔ دادا کئی ممالک میں اسوسی ٹیر رہ چکا تھا۔ باپ وزارتِ خارجہ میں معمولی عہدے پر فرائض ادا کرتے ہوئے ایک دن اسی وزارتِ خارجہ میں سیکرٹری کے عہدے تک پہنچ گیا

تھا۔ جان نویل کی بھی سیاسی خدمات قابلِ قدر تھیں۔ ان پر غور کرنے کے بعد ہی اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا تھا۔ آج اس نے رپورٹ دی ہے کہ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں نہیں ہیں۔ وہ ہمارے ملک کی کوئی خدمت نہیں کر سکے گا۔"

میڈونا نے پوچھا "کیا اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے بعد آزمایا نہیں گیا تھا؟"

"بے شک آزمایا گیا تھا۔ اس نے بڑی کامیابی سے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا تھا لیکن اب وہ انکار کر رہا ہے۔ اس کی دو ہی وجوہات سمجھ میں آتی ہیں۔ یا تو مزاد نے اس کا دماغ الٹ دیا ہے۔ یا پھر مالسک مین نے اُسے خرید لیا ہے۔"

میڈونا نے کہا "جان نویل کا خاندان آدھی صدی سے ہمارے ملک کا وفادار رہا ہے۔ خود اس کے ریکارڈ میں ذرا سا دھبا نہیں ہے۔ وہ نافرمان اور باغی نہیں ہو سکتا۔ یقیناً فرہاد نے انتقامی کارروائی کی ہے۔ اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ سے خیال خوانی کی صلاحیتیں مٹا دی ہیں۔"

"اگر فرہاد کو اس کا موقع ملتا تو وہ تنویمی عمل پر تکیہ کر کے اسے زندہ نہ چھوڑتا، پہلی فرصت میں مار ڈالتا۔ جیسا کہ وہ اور اس کے بیٹے خیال خوانی کرنے والوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سُپر ماسٹر کے نائب نے ریسیور اٹھایا، دوسری طرف سے آواز آئی "سر! ہم سُپر ماسٹر تک پیغام پہنچانا چاہتے ہیں۔ جان نویل ہماری کسٹڈی میں تھا، اچانک وہ مُردہ پایا گیا ہے۔"

"کیا واقعی؟ لیکن... لیکن وہ کیسے مر گیا؟ کیا اسے اذیتیں پہنچائی گئی تھیں؟"

"جی نہیں۔ یہاں پولیس، فوج اور انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران موجود ہیں۔ وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ اس کے جسم پر کوئی نشان نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، وہ بیٹھے بیٹھے کیسے مر گیا؟"

نائب نے کمپیوٹر کے ذریعے یہ اطلاع سُپر ماسٹر کو پہنچائی۔ سُپر ماسٹر نے کہا "اوہ گاڈ! میڈونا کا خیال درست نکلا۔ فرہاد نے پہلے اس کا دماغ الٹ دیا۔ پھر ہمارے سامنے چیلنج کے طور پر اسے پیش کیا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار کو یوں صلاحیتوں سے خالی کر سکتا ہے۔ پھر اسے اندیشہ ہو گا کہ بعد میں کبھی جان نویل کی.... صلاحیتیں بحال ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا اس نے اس کی سانس روک کر اُسے مار ڈالا۔"

میڈونا نے کہا "میں جا رہی ہوں۔ فرہاد کو استنبول سے نکلنے نہیں دوں گی۔"

اس نے استنبول کے آلۂ کاروں سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ ایک خاص ماتحت نے بتایا، فرہاد کو پورے شہر میں تلاش کیا جا رہا ہے۔ استنبول کے ہر چھوٹے بڑے جرم کے گھر میں اور اس کے خفیہ اڈے میں اسے ڈھونڈا جا رہا ہے۔ میڈونا نے کہا "وہاں کے سب سے بڑے بدمعاش کے بارے میں بتاؤ۔"

"اس کا نام گاسکر ہے۔ وہ مالسک مین کی خفیہ تنظیم کا باس ہے۔ اس کا ایک بیٹا پولیس افسر ہے اور وہ اپنی بیٹی کو انٹیلی جنس کے ایک بوڑھے ڈائریکٹر سے کرنے والا ہے۔"

"مجھے اس کی آواز سناؤ۔"

اس کے خاص ماتحت نے فون پر گاسکر کو مخاطب کیا۔ میڈونا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ بڑبڑاتے ہوئے ریسیور رکھ رہا تھا اور ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر کے کہہ رہا تھا "پتا نہیں کس کمبخت نے فون کیا تھا۔ کوئی جواب دیے بغیر ریسیور رکھ دیا، ہاں تو میں کہہ رہا تھا، اب ایک مائٹی پاشا رہ گیا ہے۔ میں ابھی اس کی کوٹھی میں جا کر تلاشی لوں گا۔ مالسک مین سے کہو میں آج رات تک فرہاد کو ڈھونڈ نکالوں گا۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ میڈونا نے پوچھا "کیا اپنے باپ سے باتیں کر رہے تھے؟"

وہ ایک دم سے گھبرا کر خلا میں تکنے لگا۔ اسے بھرّاتی آواز سنائی دی "کیا یقین نہیں آ رہا کہ یہ آواز تمھارے دماغ میں چکرا رہی ہے؟ اور میں تمھارے اندر بول رہی ہوں۔"

وہ جلدی سے بولا "جی ہاں۔ جی ہاں۔ یقین آ گیا ہے، آپ مادام رسونتی ہیں۔"

"کیا ٹیلی پیتھی کا ٹھیکا رسونتی اور فرہاد نے لے رکھا ہے؟ بیوقوف! اگر میں رسونتی ہوتی تو فرہاد سے دشمنی کرنے پر ابھی تجھے مار ڈالتی۔"

"تو... تو پھر تم کون ہو؟"

"میں کوئی بھی ہوں، مجھے فرہاد چاہیے۔"

"کیا تم بھی اُسے تلاش کر رہی ہو؟"

"ہاں۔ یوں تو اکیلی اس سے نمٹ سکتی ہوں۔ جہاں بھی ہو گا اس کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تو مجھ سے پہلے فرہاد تک پہنچ جائے اور اسے قیدی بنا کر مالسک مین کے پاس پہنچا دے اور میں یہ نہیں چاہوں گی۔ اس لیے میرے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تو میرے لیے کام کرے اور مالسک مین کو بظاہر وفادار بن کر دھوکا دیتا رہے، دوسرا یہ کہ تیرے انکار پر میں تجھے ابھی ختم کر دوں۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں تمھارا کام کروں گا۔ مجھے ایک نہیں ہزار بار آزما کر دیکھ لو۔ میں تمھارا

وفادار ثابت ہوتا رہوں گا۔"

"چلو اٹھو۔ مائٹی پاشا کے ہاں اسے تلاش کرو۔"

گاسکر ایک صوفے میں دھنسا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ وہ قد میں چھوٹا تھا مگر موٹا تھا۔ جسامت میں خوب پھیلا ہوا تھا۔ بیٹھنے کی حالت میں مینڈک کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ بے پناہ جسمانی قوت کا مالک تھا۔ کسی پہلوان کو داؤ پر لے آتا تو اس کے چھکے چھڑا دیتا تھا۔ مدِمقابل کو یا تو شکست تسلیم کرنی پڑتی تھی یا پھر وہ اپنے ہاتھ پاؤں تڑوا لیتا تھا۔

وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ میری کوٹھی تک آیا تھا۔ خود اپنی کار میں بیٹھا رہا تھا۔ اس کے آدمی کوٹھی کے اندر آئے تھے۔ مجھ سے باتیں کی تھیں، میرا جواب سُن کر میڈونا میرے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ میں اُسے محسوس نہ کر سکا تھا۔ وہ میرے دماغ کو ٹٹول رہی تھی۔ میرے اندر پاشا کی شخصیت رچی بسی تھی۔ دماغ کے کسی گوشے میں فرہاد علی تیمور کی ہلکی سی جھلک بھی نہیں تھی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ میں مائٹی پاشا ہوں اور اتنی بڑی کوٹھی میں بالکل تنہا رہتا ہوں۔ اس نے یہ باتیں گاسکر کو بتائیں۔ گاسکر نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا "اسے چھوڑ دو۔ اس نے فرہاد کو پناہ نہیں دی۔"

پھر جاتے جاتے میڈونا کی ہدایت کے مطابق مجھے تاکید کی کہ اگر فرہاد آئے تو میں اسے ضرور پناہ دوں اور جب بھی میں پناہ دوں گا، انھیں معلوم ہو جائے گا۔ اِدھر وہ مجھے تلاش کر رہا تھا، اُدھر اس کی بیٹی ٹینا کو اغوا کر لیا گیا تھا۔ کس نے اغوا کیا؟ اور کس دشمنی کے بنا پر کیا؟ یہ بات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی تھی کہ شاید مالسک مین کو اس کی غداری کا علم ہو گیا ہے، اس نے سزا کے طور پر اس کی بیٹی کو اٹھوا لیا ہے لیکن ابھی جو چکّر چل گیا تھا، وہ سُپر ماسٹر اور میڈونا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

اس کا نام پاسکل بُوبا تھا۔ پولینڈ کا رہنے والا تھا اور مالسک مین کا وفادار تھا۔ مالسک مین کے ایک سیکرٹ ایجنٹ نے سُپر ماسٹر کے ایک خفیہ شعبے سے اس فہرست کی نقل حاصل کر لی تھی جس میں ایسے باصلاحیت افراد کے نام تھے جو یکے بعد دیگرے ٹرانسفارمر مشین سے گزارے جانے والے تھے۔ اس فہرست میں ان کے نام اور پتے کے ساتھ ان کی تصاویر بھی تھیں۔ وہ تعداد میں بارہ تھے۔ مالسک مین نے ایسے بارہ آدمی تیار کرائے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے اُن سب کو سُپر ماسٹر کے بارہ آدمیوں کے ہمشکل بنایا۔ پاسکل بُوبا کو سرِفہرست رہنے والا جان نویل بنایا گیا تھا۔

اس نے جان نویل کے مزاج کو اور رفتار و گفتار کو اچھی طرح ذہن نشین کیا تھا۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ اس میں اور جان نویل میں کوئی فرق نہیں رہا ہے تو ایک رات اسے بے ہوش کرنے کے بعد اغوا کر لیا گیا۔ اس کی جگہ پاسکل بُوبا آ گیا۔

جان نویل کے والدین مر چکے تھے۔ بھائی بہن نہیں تھے۔ وہ تنہا رہتا تھا۔ صرف ایک حسینہ شیلی اینڈرس ایسی تھی جو اس کے قریب آتی تھی۔ دونوں میں رومانس چل رہا تھا۔ جان نویل نے شیلی کو نہیں بتایا تھا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے والا ہے۔ یہ ایک سرکاری راز تھا۔ اس لیے اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ اسے ایک بڑا سرکاری عہدہ ملنے والا ہے، اس کے بعد وہ اس سے شادی کر لے گا۔

پاسکل بُوبا نے شیلی کے متعلق بھی اچھی خاصی معلومات حاصل کی تھیں لیکن وہ باتیں معلوم نہیں کر سکتا تھا جو ایک دوسرے کو چاہنے والے تنہائی میں کرتے ہیں۔ ویسے اس سلسلے میں زیادہ پریشانی کی بات نہیں تھی۔ اس نے جس روز جان نویل کی جگہ سنبھالی تھی، اس کے دوسرے دن اُسے آبزرویشن میں رکھا جانے والا تھا تاکہ ٹرانسفارمر مشین تک جانے سے پہلے اس کا اچھی طرح میڈیکل چیک اپ ہو تا رہے۔

لیکن آبزرویشن میں رہنے کے لیے دوسرے دن جانا تھا۔ اس سے پہلے شام کو شیلی نے فون پر مخاطب کیا "ہیلو جان! میں کب سے تمھارے فون کا انتظار کر رہی ہوں۔ کیا مجھے بھُول گئے ہو؟"

اس نے کہا "میری زندگی! میں تمھیں کیسے بھُول سکتا ہوں، بس ایک ضروری کام میں مصروف ہو گیا ہوں۔"

"کیا بات ہے، آج تم مجھے 'میری زندگی' کہہ رہے ہو جبکہ ہمیشہ 'سویٹ ہارٹ' کہتے آئے ہو؟"

وہ ذرا گڑبڑایا پھر سنبھل کر بولا "یہ تمھارے دیوانے کی زبان ہے، کچھ بھی کہہ سکتی ہے۔ میں تمھیں صرف سویٹ ہارٹ نہیں اپنے دل کی دھڑکن بھی کہوں گا۔ کیا تم اعتراض کرو گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اوہ جان! آج تمھیں کیا ہو گیا ہے، تم نے پہلے کبھی اس قدر رومانی انداز میں گفتگو نہیں کی۔ لگتا ہے باقی گاڈ! یہ انداز بہت اچھا لگ رہا ہے۔ بولو آج رات کا کھانا کہاں کھاؤ گے؟"

"ایسی جگہ جہاں میرے اور تمھارے سوا کوئی نہ ہو۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی "آج تم مجھے بہت ہنسا رہے ہو۔ ایسی جگہ تو شادی کے بعد ہی نصیب ہو سکتی ہے۔"

"کیا شادی سے پہلے نہیں؟"

وہ ذرا سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی "میری ایک سہیلی اپنے

کاٹیج میں تنہا رہتی ہے۔ وہ ہمیں ڈسٹرب نہیں کرے گی۔"

"میں تمہاری سہیلی کے کاٹیج میں کیسے پہنچوں گا؟"

"میں ٹھیک سات بجے تمہیں لینے آؤں گی۔"

جان نویل کی رہائش گاہ میں بھی تنہائی تھی لیکن وہ اپنے سیاسی کیریر کو اسکینڈل سے بچانے کے لیے شیلی کو وہاں نہیں بُلاتا تھا۔ شیلی اس بات کو سمجھتی تھی۔ اسی لیے اس نے سٹنگ فاؤنٹین کے پاس سات بجے ملاقات کی اور پاسکل بُوبا کو اپنا محبوب سمجھ کر گلے لگ گئی۔

اسے فوراً ہی محسوس ہوا جیسے وہ بھول سے کسی اجنبی کے گلے لگ گئی ہے۔ اس نے سوچا: میں یہ صورت دیکھ کر اور جان کو پہچان کر قریب آئی ہوں، پھر یہ اجنبی کیسے ہو سکتا ہے؟

اس نے جلدی سے الگ ہو کر ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پاسکل بُوبا نے پوچھا: "کیا بات ہے؟ محبت میں آگے بڑھ کر پیچھے ہٹ رہی ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولی: "پتا نہیں کیوں مجھے ایسا لگا جیسے تم جان نویل نہیں ہو۔ میں بھٹک کر کسی غیر کے پاس آ گئی ہوں۔"

وہ بھی پریشان ہو گیا مگر پریشانی کو چھپانے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ اس حقیقت کو بھول گیا تھا کہ عورت کی حس اپنے مرد کے مقابلے میں بڑی چوکنی ہوتی ہے۔ وہ ڈھیٹ بن کر بولا۔ "اچھی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ لو۔ ہونٹوں سے چھو لو، ناک سے سونگھ لو، پھر بھی غیر سمجھو گی تو میں گھر جا کر آئینہ دیکھوں گا۔"

وہ بولی: "محبوب کی آنکھیں آئینہ ہوتی ہیں۔ تم میری آنکھوں میں دیکھو، میں تمہاری آنکھوں میں دیکھوں گی۔ یہ سیاہ چشمہ ہٹاؤ۔"

وہ ذرا گڑبڑایا۔ پھر جلدی سے بولا: "یہ چشمہ کیا چیز ہے، سارے پردے اٹھا دوں گا، پہلے یہاں سے چلو۔ خواہ مخواہ کل کے اخباروں میں فرسٹ پیج پر ہماری تصویریں شائع ہو جائیں گی۔ میں اونچے مقام پر پہنچنے سے پہلے کوئی اسکینڈل نہیں چاہتا۔"

وہ بات بنا کر اس کے ساتھ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ شیلی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولا: "میں تمہاری سہیلی کے گھر نہیں جاؤں گا۔"

"کیوں نہیں جاؤ گے؟ وہ بیچاری انتظار کرے گی۔"

"انتظار کرنے دو۔ ہم ذرا ایٹ جائیں گے۔ ابھی ٹبی ڈرائیونگ کا ارادہ ہے۔"

اس نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ پھر بولا: "تم بیٹھو، میں ذرا ایک ضروری فون کر کے آتا ہوں۔"

"میں بھی چلتی ہوں۔ اپنی سہیلی کو فون پر کہہ دوں گی کہ ہم ذرا دیر سے آئیں گے۔"

"کیا غضب کرتی ہو! یہاں لوگ تمہیں میرے ساتھ دیکھیں گے۔ کیا تم چاہتی ہو، سیاست میں کامیابی سے پہلے ہی میں فلرٹ قسم کا آدمی مشہور ہو جاؤں؟"

"سوری! میں تمہارے ساتھ رہ کر صرف اپنی محبت یاد رکھتی ہوں، باقی سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ ٹھیک ہے، میں یہیں بیٹھی رہوں گی۔"

"اپنی سہیلی کا فون نمبر بتاؤ۔ میں اسے لیٹ آنے کی وجہ بتا دوں گا۔"

وہ فون نمبر پوچھ کر ایک بوتھ میں آیا۔ وہاں پہلے ماسک مین کے ایک خاص ایجنٹ سے رابطہ قائم کر کے بولا۔ "میں شیلی کو لا رہا ہوں، کاٹیج خالی رکھو۔ تم کہیں چھپ کر رہ سکتے ہو؟"

پھر اس نے شیلی کی سہیلی سے رابطہ قائم کر کے پوچھا۔ "کیا تم ریٹا ہو؟"

"ہاں۔ تم کون ہو؟"

"میں جان نویل بول رہا ہوں۔ کیا شیلی وہاں ہے؟"

"جی نہیں۔ وہ تو آپ کے ساتھ آنے والی تھی۔"

"میں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔ پتا نہیں، کیا بات ہے، اب تک نہیں آئی۔ اگر وہ آئے یا اس کا فون آئے تو کہہ دینا کہ میں اب اپنی رہائش گاہ میں ملوں گا۔"

وہ ریسیور رکھ کر واپس کار میں آیا۔ پھر اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا: "تمہاری سہیلی نے کہا ہے، کوئی بات نہیں، ہم جتنی بھی دیر سے آئیں، وہ انتظار کرے گی۔"

اس نے رفتار بڑھا دی۔ آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد ایک کاٹیج کے سامنے کار روک دی۔ شیلی نے پوچھا: "یہ کس کا کاٹیج ہے؟"

"ہمارا ہی ہے۔ بے دھڑک چلی آؤ۔"

وہ کار سے اُتر کر اندر آئے۔ شیلی نے کہا: "یہاں اندھیرا ہے۔"

اس نے سوئچ آن کر کے دروازہ بند کر دیا۔ پھر کہا: "یہاں تنہائی ہے اور تیز روشنی ہے۔ تم جس انداز میں چاہو۔ مجھے جی بھر کے پہچان سکتی ہو۔"

اس نے آنکھوں سے سیاہ چشمے کو ہٹا دیا۔ وہ مسکراتے ہوئے قریب آئی۔ گردن میں بانہیں ڈال کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ پھر اس کی مسکراہٹ ماند پڑنے لگی۔ وہ بڑے پیار سے پیش آنے لگا۔ وہ کسمساتے ہوئے بولی: "پلیز! چھوڑ دو۔ مجھے کچھ ہو رہا ہے۔"

"محبت میں کچھ نہ کچھ ہوتا ہے۔ پریشان کیوں ہوتی ہو؟"

وہ خود کو چھڑاتے ہوئے بولی: "نہیں جان! مجھے کچھ سمجھنے دو۔ مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے تم میرے پاس نہیں ہو۔"

تمہاری آنکھیں کچھ ہیں تو ویسی ہی، پھر بھی ویسی نہیں لگ رہی ہیں۔ تم بدل گئے ہو اور تمہاری تبدیلی میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"مجھے سمجھنے کے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ میرے بازوؤں میں آ کر خود کو گم کر دو۔ دوسرا راستہ بعد میں بتاؤں گا۔"

اس نے اپنی طرف کھینچ کر اسے جکڑ لیا۔ وہ پریشان ہو رہی تھی، اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔ "تم جان نویل نہیں ہو۔ میرا جان ایسی زبردستی نہیں کرتا تھا۔ میں جب تک تمہارے جان ہونے کا یقین نہیں کروں گی، تمہارے قریب نہیں آؤں گی۔ مجھے چھوڑ دو۔ چھوڑ دو مجھے..."

اس نے چھوڑ دیا مگر گردن دبوچ لی۔ پھر کہا: "بہروپیا ساری دنیا سے چھپ سکتا ہے مگر عورت اور کتے سے نہیں چھپ سکتا۔ میں اپنی اصلیت نہ بتاؤں، تب بھی تم یہاں سے جا کر اپنی سہیلیوں سے کہو گی کہ میں جان نویل سے مختلف لگتا ہوں۔ تم پولیس والوں کے سامنے بھی یہی بیان دے سکتی ہو۔ لہٰذا تمہیں زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

دونوں ہاتھوں کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ گردن نہیں چھڑا سکتی تھی۔ اس کے دیدے پھیل رہے تھے۔ وہ کمر ہلا رہا تھا۔ "تم غضب کی حسینہ ہو۔ تمہاری جوانی دیکھ کر دل للچاتا ہے مگر میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہوں گا۔"

اس کی جدوجہد کمزور پڑ گئی تھی۔ وہ آنکھوں سے رحم کی بھیک مانگ رہی تھی۔ آخری دم بہت زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: "اگر آج کھانے سے آدمی بیمار پڑتا ہو تو اسے فاقہ کر کے کل اچھا کھانے کے لیے زندہ رہنا چاہیے۔ کل میں ٹبی ہیتھی کا علم حاصل کر کے دنیا کی تمام حسیناؤں کو فتح کرتا رہوں گا، آج ایک حسینہ نہ سہی۔"

اس کے دیدے پھیل گئے، جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ اس نے جسم کو چھوڑا تو وہ کٹی ہوئی شاخ کی طرح زمین پر آ گئی۔ اس نے باہر نکل کر ماسک مین کے خاص ماتحت کو بلایا اور کہا: "اندر لاش پڑی ہے، اُسے چار دیواری سے باہر نہ نکالنا۔ ہزار احتیاط کے باوجود کوئی مصیبت آ سکتی ہے۔ کاٹیج کے اندر ہی گڑھا کھود کر اُسے چھپا دو اور یہ کام تنہا کرو۔ کسی کو رازدار نہ بناؤ۔"

وہ حکم دے کر چلا آیا۔ دوسرے دن چار فوجی افسر اس کی رہائش گاہ پر آئے۔ پھر اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس نے تین گھنٹے تک ہیلی کاپٹر میں سفر کیا۔ اس کے بعد پھر ایک بند گاڑی میں سفر جاری رہا۔ وہ گاڑی ایک گیراج کے اندر آ گئی۔ پھر وہ جہاں آ کر رُکی، وہاں کی زمین اندر دھنسنے لگی۔ وہ گاڑی ہمیت ٹرخانے میں پہنچا دیا گیا۔ اس ٹرخانے میں اسے ایک دن اور ایک رات رکھا گیا۔ اس کے مختلف طبی معائنے ہوتے رہے۔ دوسری صبح اسے ٹرانسفارمر مشین کے سائے میں پہنچا دیا گیا۔

اس میں شبہ نہیں کہ پاسکل بُوبا نے اس مشین تک پہنچنے کے لیے بڑی محنت کی تھی اور بڑے خطرات مول لیے تھے۔ آخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے دماغ میں ٹیلی ہیتھی کی صلاحیتیں منتقل ہو گئیں۔ اس ترخانے میں اس کی صلاحیتوں کو آزمایا گیا، پھر اُسے رہائش گاہ میں واپس پہنچا کر چوبیس گھنٹے آرام کرنے کی ہدایت کی گئی۔ اسی چوبیس گھنٹے میں اس نے جان نویل کے میک اَپ سے نجات حاصل کر لی۔ اس کے ماتحتوں نے اصلی جان نویل کو اس کی جگہ پہنچا دیا۔ اس بیچارے کو اب تک کوما میں رکھا گیا تھا۔ جب وہ کوما سے نکلا تو پاسکل بوبا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تاکہ وہ بھید نہ کھول دے۔ اس نے ماسک مین کے ملک پہنچنے تک اسے ٹیلی ہیتھی کی گرفت میں رکھا۔ چوبیس گھنٹے بعد سپر ماسٹر کے نائب نے فون پر کہا: "مسٹر نویل، پلیز ہاٹ لائن پر گفتگو کریں۔"

پاسکل بُوبا نے جان نویل کے ہاتھ سے ریسیور رکھوا دیا۔ خود نائب سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر بولا: "ماسٹر سے کہو، میں آ گیا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا: "جیسا کہ ہمیں معلوم ہے، فرہاد آجکل استنبول میں ہے۔ اگلے پچاس گھنٹوں تک ہماری ایک اور ٹیلی ہیتھی جاننے والی اسے ڈیوٹ کرنے کی کوشش کرتی رہے گی۔ اگر وہ ناکام ہو گی تو تمہیں پچاس گھنٹوں کا وقت دیا جائے گا۔ تم ابھی سے پلاننگ کر سکتے ہو۔"

اس نے پوچھا: "یہ دوسری خیال خوانی کرنے والی کون ہے؟"

"سوری، ہم چاہتے ہیں، تم دونوں ایک دوسرے سے انجان رہو۔ تاکہ فرہاد کسی بُرے وقت میں ایک کے ذریعے دوسرے تک نہ پہنچے۔"

"کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ فرہاد استنبول میں کہاں ہے؟"

"وہ جہاں تھا، اب وہاں نہیں ہے۔ ہماری ٹیلی ہیتھی جاننے والی نے بڑی زبردست چال چلی تھی مگر اس کمبخت کے ستارے اچھے ہیں، وہاں سے بچ کر کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ ابھی اس کی تلاش جاری ہے۔"

وہ سپر ماسٹر سے باتیں کرنے کے بعد جان نویل کے پاس آیا۔ تو وہ ریسیور کان سے لگائے شیلی کی سہیلی سے پوچھ رہا تھا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ دو دن پہلے شیلی سے میری فون پر بات نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ تمہارے ہاں رات گزارنے کی بات نہیں کی تھی۔"

شیلی کی سہیلی ریٹا نے کہا۔ "میں کیسے یقین کروں خود آپ نے فون پر شیلی کے متعلق دریافت کیا تھا کہ کیا آپ کی یادداشت کمزور ہوگئی ہے۔ پلیز آپ ہوش کی باتیں کریں۔ شیلی اسی شام سے لاپتا ہے۔ اس کے والدین اور پولیس والے اسے تلاش کر رہے ہیں، ابھی مجھ سے پوچھا جا رہا تھا۔ میں نے بتا دیا ہے کہ آپ سے اس کی ملاقات ہونے والی تھی لیکن وہ آپ سے بھی نہ مل سکی۔ میرا خیال ہے، پولیس اور انٹیلی جنس والے آپ کے پاس بھی آئیں گے۔"

وہ ریسیور رکھ کر پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ پچھلے تین دن سے کہاں تھا؟ یہ تین دن کیسے گزرے، کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ بھلا کیسے یاد آتا، وہ کوما میں پڑا ہوا تھا۔ کوما سے نکلا۔ تو پاسکل بُوبا نے اس کے دماغ کو اپنی گرفت میں رکھ کر اس کی رہائش گاہ میں واپس پہنچایا۔ تب سے وہ یہی گتھی سُلجھا رہا تھا۔ دو بار ٹیلی فون کا اطلاعی نمبر ڈائل کر کے وقت، دن اور تاریخ کی تصدیق کر چکا تھا۔ پہلے وہ سمجھ رہا تھا۔ آج ستائیس جولائی ہے کیونکہ اسی دن اچانک بیہوش ہوا تھا (داخل ماسک مین کے آدمیوں نے اس کی نادانستگی میں اسے بیہوش کیا تھا) پھر وہ کوما میں رہا تھا) ہوش میں آنے کے بعد یہی سمجھ رہا تھا کہ آج ستائیس جولائی ہے اور فون پر اسے بتایا جا رہا تھا کہ تیس جولائی کا دن ہے۔

اس حساب سے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کا دن بھی گزر چکا تھا اور یہی زیادہ پریشانی کی بات تھی۔ اس نے اپنے دفتر میں فون کر کے پوچھا۔ پتا چلا واقعی تین دن گزر چکے ہیں اور وہ باقاعدہ آفس اٹینڈ کرتا رہا ہے۔ ان الجھنوں کے پیشِ نظر اس نے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن پاسکل بُوبا نے اس کا موقع نہیں دیا۔ وہاں سے ماسک مین کے ملک پہنچنے کے بعد اس نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ دماغی طور سے آزاد ہونے کے بعد جان نویل کے لیے پریشانیاں اور بڑھ گئیں، کوئی اس کی بات کا یقین نہیں کر رہا تھا۔ اُدھر ماسک مین نے کہا۔ "پاسکل بوبا! تم نے جان نویل کو آزاد چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔ وہ سپر ماسٹر کو تین دن کا حساب نہیں دے سکے گا۔ اس طرح معلوم ہو جائے گا کہ اس کی جگہ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر چکا ہے۔ اگر سا سے مار ڈالا جائے تو الزام فرہاد پر آئے گا کہ اس نے پہلے کی طرح ان کے ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالا ہے۔ یہ کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ماسک مین کے پاس بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آگیا ہے۔"

اس کے مطابق پاسکل بوبا نے جان نویل کو چپ چاپ ختم کر دیا۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میں استنبول میں کہیں چھپا ہوا ہوا ہوں۔ ماسک مین نے کہا۔ "وہاں میری تنظیم کا ایک باس ہے جس کا نام گاسکر ہے۔ میں اس کی آواز سنا رہا ہوں۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنا آلۂ کار بناؤ اور اس کے ذریعے فرہاد کو تلاش کرو۔"

اس نے گاسکر کی آواز کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ماسک مین کی ہدایت کے مطابق طریقۂ کار یہی تھا کہ پاسکل بُوبا ایک پُراسرار شخص بن کر گاسکر وغیرہ کو اپنا آلۂ کار بنا لے گا۔ گاسکر کے دماغ میں پہنچ کر پتا چلا، وہ پہلے ہی ایک خیال خوانی کرنے والی کا آلۂ کار بن چکا ہے اور اب مائٹی پاشا کے ہاں مجھے تلاش کرنے گیا ہے۔

پاسکل بُوبا نے ماسک مین سے کہا۔ "تمہیں اپنی تنظیم کے باس پر اندھا اعتماد کرنا ہوتا ہے کیونکہ تم کسی کی اندرونی نیت کو پڑھ نہیں سکتے۔ تمہارا وہ گاسکر تمہیں دھوکا دے رہا ہے اور سپر ماسٹر کے لیے کام کر رہا ہے۔"

اس نے گاسکر اور نئی خیال خوانی کرنے والی کے گٹھ جوڑ کے بارے میں بتایا تو ماسک مین نے نفرت اور غصّے سے کہا۔ "اس غدار پر کوئی الزام نہ لگاؤ۔ چپ چاپ اسے سزا دیتے رہو، اسے ذہنی عذاب میں مبتلا رکھو۔"

پاسکل بُوبا نے کہا۔ "گاسکر کی بیٹی جوان بھی ہے اور حسین بھی۔ کیا میں اُسے اغوا کرنے جاؤں؟"

"تم شیطانی نیت رکھتے ہو۔ یہ ہوس تمہیں نقصان پہنچائے گی۔ ہماری حکومت نے اسی لیے تم پر ہمارے ہی ملک میں رہنے کی پابندی عائد کی ہے۔ یہاں حسن و شباب کی کمی نہیں ہے۔ تمہاری ہر ضرورت یہاں پوری ہو سکتی ہے۔ لہٰذا استنبول میں ایسے آلۂ کار بناؤ جو لڑکی کے اغوا ہونے کے بعد اسے چھپا کر رکھ سکتے ہوں۔ یاد رکھو، تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اِس ملک سے باہر نہ جاؤ اور اپنا تعلق ہماری حکومت سے ظاہر نہ ہونے دو۔"

اس نے فوری طور پر استنبول کے دو جوانوں کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ پھر ان سے پوچھا۔ "تم میں سے کون گاسکر کی بیٹی کو حاصل کرنا چاہتا ہے؟"

ایک نے کہا۔ "میں اس مغرور لڑکی کو جبراً حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا باپ یہاں کا بے تاج بادشاہ ہے۔ وہ مجھے آوارہ سمجھ کر میرے نام پر تھوکتی ہے جبکہ اس کا باپ شہر کا بدترین غنڈا ہے۔"

"اگر وہ مل جائے تو کچھ عرصے تک اسے کہاں چھپا کر

رکھو گے؟"

"شہر سے باہر ایک کھنڈر ہے۔ وہاں کی خستہ و شکستہ دیواری میں اسے باندھ کر رکھوں گا۔ جب وہ سر سے پاؤں تک بیڑیوں میں جکڑی ہو جائے گی تو باپ پر بھروسا کرنا بھول جائے گی پھر شاید میرے ساتھ زندگی گزارنے پر راضی ہو جائے۔"

"تم اپنی گاڑی میں گاسکر کی کوٹھی کے قریب رہو جب وہ باڈی گارڈ کے ساتھ باہر نکلے تو اس کا تعاقب کرنا۔ میں مناسب وقت پر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

پاسکل بُوبا نے گاسکر کے ذریعے اس کی بیٹی ٹینا کی آواز سنی تھی۔ وہ ٹینا کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کوٹھی کے باہر لے آیا۔ دو باڈی گارڈز اس کے سامنے آ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ وہ بولی۔ "میرے ساتھ کوئی ایک جائے گا اور وہی کار ڈرائیو کرے گا۔"

ایک نے اس کے لیے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ وہ شاہانہ انداز میں بیٹھ گئی۔ دوسرے باڈی گارڈ نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے کوٹھی کے احاطے سے نکالتے ہوئے پوچھا۔ "بے بی! کہاں چلوں؟"

"کسی بھی بڑے شاپنگ سینٹر تک چلو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ایک شاپنگ سینٹر کے سامنے آ کر گاڑی روک دی۔ ٹینا نے کہا۔ "میرے لیے کوکو چاکلیٹ کا ایک پیکٹ لے آؤ۔"

وہ کار سے اُتر کر تیزی سے چلتا ہوا گیا پھر شاپنگ سینٹر کی بھیڑ میں گم ہو گیا۔ ٹینا پچھلی سیٹ سے نکل کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اسے آگے بڑھاتی چلی گئی۔ جب وہ خاصا دور نکل گئی تو پاسکل بُوبا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ وہ یکدم حیران ہو کر سوچنے لگی۔ "یہ میں گاڑی میں کیسے آ گئی! ابھی تو اپنے بیڈ روم میں تھی۔"

اس نے سڑک کے کنارے کار روک دی۔ پاسکل بُوبا نے نوجوان آلۂ کار سے کہا۔ "مارٹن! اس کار کے پیچھے گاڑی روکو اور جا کر ٹینا کو لے آؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ پاسکل بُوبا پھر ٹینا کے دماغ پر حاوی ہو گیا تھا۔ وہ مارٹن کے ساتھ آ کر اس کی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "ٹینا! کیا بات ہے، آج مجھے ایک معمولی چور اُچکا نہیں سمجھ رہی ہو۔ کیا مجھ سے نفرت ختم ہو گئی ہے؟"

پاسکل نے ٹینا کی زبان سے کہا۔ "زیادہ خوش فہمی میں نہ رہو۔ میں اس لڑکی کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے ہوں۔ اسے آزاد چھوڑوں گا تو یہ ہنگامہ شروع کر دے گی، فوراً اسے کھنڈر کی طرف لے جاؤ۔"

وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا شہر سے باہر آیا پھر کھنڈر کی طرف جانے لگا لیکن خلافِ توقع وہاں خانہ بدوشوں کا قافلہ اپنے خیمے لگا رہا تھا۔ پاسکل نے پوچھا۔ "کیا یہی تمہاری خفیہ جگہ ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "جناب! ایک گھنٹا پہلے میرے ساتھی نے خبر دی تھی کہ یہ جگہ بالکل خالی اور ویران ہے۔"

"میں نے کن گدھوں کو اپنا آلۂ کار بنایا ہے۔ تم لوگوں کے ساتھ میری عقل بھی ماری گئی تھی۔ مجھے سمجھنا چاہیے تھا۔ کھنڈر کی طرف کوئی بھی آ سکتا ہے۔ اب دوسری جگہ ملنے تک مجھے ٹینا کے دماغ میں رہنا ہوگا۔ مجھے اپنی جگہ بھی حاضر رہنا پڑتا ہے۔"

"جناب! میں شرمندہ ہوں۔ اسے شہر لے جا کر کسی دوست کے ہاں چھپا نہیں سکتا۔ اب تک اس کی تلاش شروع ہو چکی ہوگی۔"

"میں اسے گاڑی سے اتار رہا ہوں۔ یہ کھنڈر کے پاس رہے گی، تم فوراً گاڑی لے کر جاؤ اور میک اپ کا زیادہ سے زیادہ سامان لاؤ۔ اس کا چہرہ تبدیل کیا جائے گا۔"

ٹینا گاڑی سے اُتر گئی۔ مارٹن گاڑی تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ وہ اطمینان سے ٹہلتی ہوئی کھنڈر میں چلی آئی۔ اس کے جسم پر قیمتی زیورات تھے۔ ایک انگلی میں ہیرے کی انگوٹھی تھی۔ خانہ بدوش مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے سب ہی اسے حوالہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ پاسکل بُوبا نے اس کے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی، وہ گھبرا کر چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر خود کو دیکھا تھا، اب ایک کھنڈر میں خود کو پا رہی تھی۔ وہاں کئی خوفناک قسم کے خانہ بدوش اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پاسکل نے پوچھا۔ "ہیلو ٹینا! کیا تمہاری سمجھ میں کچھ آ رہا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگی۔ "یہ میرے دماغ میں کون بول رہا ہے۔ کیا یہ ٹیلی پیتھی ہے؟"

"خوب سمجھ رہی ہو۔ میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ایکدم سے خوش ہو کر بولی۔ "کیا سچ مچ تم فرہاد ہو؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ بھلا تمہاری نظر مجھ پر کیسے پڑ گئی۔ سنا ہے، تمہیں حسین ترین عورتوں سے فرصت نہیں ملتی۔"

"تم نے درست سنا ہے۔ تمہارے حسن کی شہرت سن کر استنبول آیا ہوں۔ ابھی تمہیں اغوا کیا ہے۔ اب میں مارٹن کے رُوپ میں تمہارے پاس آنے ہی والا ہوں۔"

"کون مارٹن؟"

"وہی جو تم سے عشق کرتا ہے اور تم نے نفرت سے اس

کی طرف تھوک دیا تھا۔"

"تم اس کے روپ میں نہ آؤ۔ میں تمہارا اصلی روپ دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"فی الحال مشکل ہے۔ دشمن میرے پیچھے ہیں۔ میں اپنی اصلی صورت تمہیں نہیں دکھا سکوں گا۔ میں کسی روپ میں بھی آؤں فریادی رہوں گا، کیا مجھے قبول نہیں کرو گی؟"

"تن من سے قبول کروں گی۔ مگر میں نے مارٹن پر تھوک دیا تھا، اب تھوکنے کے بعد محبت کیسے کروں گی؟"

"یہ کیوں بھولتی ہو کہ وہ مارٹن نہیں ہوگا۔ صرف اس کا چہرہ ہوگا۔ میری مجبوری ہے، میں ابھی کسی دوسرے روپ میں نہیں آسکتا۔"

دو خانہ بدوش اس کے قریب آگئے۔ ایک نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دوسرے نے اس کی گردن کی چکناہٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم بہت خوبصورت ہو مگر ہم خانہ بدوشوں کے لیے تمہارے زیورات زیادہ خوبصورت ہیں۔ تم انھیں خود اتارو گی یا ہم اتاریں؟"

ان کے پیچھے کچھ اور خانہ بدوش آکر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے چاقو نکال کر کہا۔ "ان زیورات میں سب کا حصّہ برابر ہوگا۔"

ایک بوڑھے نے کہا۔ "یہ لڑکی یہاں سے جا کر ہمارے خلاف رپورٹ درج کرائے گی۔"

کئی لوگوں نے کہا۔ "اسے ختم کر دو۔ یہ زندہ رہے گی تو ہم گرفتار ہو جائیں گے۔"

ٹینا سہمی ہوئی تھی۔ پاسکل بُوبا نے کہا۔ "تم جھوٹ کہہ رہی ہو کہ فرہاد تمہارے پاس ہے۔"

وہ ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔ "تم جسمانی طور پر نظر نہیں آرہے ہو تو میرے دماغ کے اندر رہ کر کیا کر سکو گے؟"

"ابھی تماشا دیکھو۔"

اس نے دیکھا، چاقو والے شخص نے پہلے آنے والے دو آدمیوں میں سے ایک کو لات ماری اور دوسرے کا کالر پیچھے سے پکڑ کر اس کی گردن پر چاقو رکھ دیا۔ پھر کہا۔ "ایک تنہا لڑکی کو لوٹتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ اگر کسی نے اسے ہاتھ لگایا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ لڑکی سے دور چلے جاؤ۔"

ایک شخص نے چاقو والے کو رائفل کے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "تم لڑکی سے ہمدردی دکھا کر سارا مال اکیلے ہڑپ کرنا چاہتے ہو۔ مگر یہ اس وقت ممکن ہے۔ جب تم میرے نشانے سے بچ جاؤ۔"

سب لوگ رائفل والے کے حامی بن گئے۔ پاسکل بُوبا نے رائفل والے کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ اپنی حمایت کرنے والوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "میرے پاس رائفل دیکھ کر تم لوگ ایک تنہا لڑکی سے دشمنی کر رہے ہو۔ بتاؤ، میں تم میں سے پہلے کسے گولی ماروں؟"

وہ سب دور بھاگنے لگے۔ ٹینا وہاں سے اٹھ کر بھاگنے لگی۔ وہ سوچ کے ذریعے فرہاد کو پکار رہی تھی۔ پاسکل رائفل والے کے دماغ میں گھسا ہوا فائرنگ کرا رہا تھا۔ وہاں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ اب کوئی ٹینا کی طرف نہیں آرہا تھا۔ دوسری طرف مارٹن میک اپ کا سامان لے کر پہنچ رہا تھا۔ پاسکل بُوبا نے اس کے پاس آکر کہا۔ "تم ٹینا کے سامنے خود کو فرہاد علی تیمور کہو گے۔ وہ تم سے نفرت کرتی ہے، میں نے اسے سمجھایا ہے کہ فرہاد، مارٹن کے روپ میں اس کے پاس آرہا ہے۔"

"اچھی بات ہے جناب! میں خود کو فرہاد ظاہر کروں گا۔"

اس نے گاڑی کنڈکٹر کے قریب روک دی۔ پاسکل نے کہا۔ "ٹینا! وہ سامنے گاڑی دیکھو۔ میں اس میں ہوں اور اب تمہارے لیے باہر آرہا ہوں۔"

مارٹن گاڑی سے باہر آیا۔ دونوں نے دور سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ سوچتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ یہ تو کسی پہلو سے فرہاد علی تیمور نہیں لگتا۔ بالکل مارٹن ہے۔

پاسکل نے کہا۔ "میں تمہارے سامنے ہوں مگر دماغ میں بول رہا ہوں۔ تم نے مجھے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میرا قد اور میری جسامت بالکل مارٹن کی طرح ہے۔ اس لیے ابھی مجھے سامنے دیکھ کر تمہارا دل نہیں مانتا۔"

وہ مارٹن کے سامنے آکر اسے غور سے دیکھنے لگی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "ہیلو ٹینا! میں ابھی تک تمہارے دماغ میں تھا۔ اب نگاہوں کے سامنے آگیا ہوں۔ ہو سکتا ہے، اب بھی تمہیں یقین نہ آئے۔ میں تمہیں ٹیلی پیتھی کا کمال دکھاتا ہوں۔ تم یقین نہ کرنے کے باوجود میری آغوش میں آجاؤ گی۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی پاسکل نے اُسے آغوش میں پہنچا دیا۔ اس کا دماغ کسی حد تک آزاد تھا مگر وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ یہ مان رہی تھی کہ نہ چاہنے کے باوجود کچھ ہی جاری ہے۔ مارٹن اسے حاصل کرنے کے خواب دیکھتا رہا تھا۔ اب جاگتی آنکھوں کے سامنے دونوں ہاتھ سے خواب کی تعبیر لوٹ رہا تھا۔

پاسکل نے کہا۔ "کم آن، اس کا میک اپ کرو۔ وہ نہ تماشا کرنے والے یہاں بھی پہنچ سکتے ہیں۔"

"جناب! مجھے میک اپ کرنا نہیں آتا۔"

"جرائم کی دنیا میں رہتے ہو اور چھپنے کے ہتھکنڈے نہیں جانتے۔ چلو شروع کرو، میں تمہارے ہاتھوں سے کام لوں گا۔"

اس نے کہا۔ "آؤ ٹینا! گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

تمہارے چہرے کو ذرا تبدیل کروں گا تاکہ تمہارا باپ اور بھائی تمہیں پہچان نہ سکیں۔"

وہ بولی۔ "اس کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تمہارا نام سنتے ہی تمہیں میرا محبوب تسلیم کر لیں گے۔ اسے تو وہ اپنی خوش قسمتی سمجھیں گے۔"

"وہ مجھے گولی مار دیں گے۔ کیونکہ میں ماسک مین کا دشمن ہوں اور گارکر ماسک مین کا دوست ہے بلکہ اس کا زر خرید غلام ہے۔ وہ تمہاری خوشی کے لیے بظاہر خوش ہو گا مگر اس کے کسی آدمی کا گولی مجھے چاٹ جائے گی۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔"

وہ پچھلی سیٹ پر آگئی۔ پاسکل، مارٹن کے ذریعے اس کا میک اپ کرنے لگا۔ اس وقت دن نکل آیا تھا۔ اُدھر سے ایمبولینس گاڑیاں اور راہگیر گزر رہے تھے۔ ان کی گاڑی اس گزرگاہ سے دور گھنی جھاڑیوں کے پیچھے تھی، کوئی انھیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ صبح آٹھ بجے میک اپ مکمل ہو گیا۔ ٹینا نے آئینے میں اپنی صورت دیکھی۔ پھر خوش ہو کر کہا۔ "کمال ہے! میں آئینے میں کسی دوسری لڑکی کو دیکھ رہی ہوں۔ تم واقعی فرہاد ہو۔ ایسا کمال تم ہی دکھا سکتے ہو۔"

پاسکل نے کہا۔ "مارٹن! غش کرو۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں۔ تم یہاں انتظار کر سکتے ہو یا حالات کے مطابق جگہ بدل سکتے ہو۔ میں کہیں بھی تم سے رابطہ قائم کر لوں گا۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا گارکر کے پاس آیا۔ اس کے ڈرائنگ روم میں پولیس اور انٹیلی جنس کے بڑے بڑے افسران بیٹھے ٹینا کے اغوا پر بحث کر رہے تھے۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ شہر کے تمام چھوٹے بڑے مجرموں کا محاسبہ کیا جا رہا ہے۔ شہر سے باہر جانے والی تمام شاہراہوں کی ناکا بندی کی گئی ہے جتنے پینگ گیسٹ ہاؤس اور ہوٹل ہیں، ان پر نظر رکھی جا رہی ہے۔ پاسکل بُوبا نے گارکر کی کہنی میں کہا۔ "میں بیٹی کو تلاش کرنے میں مصروف ہو گیا ہوں۔ آخر فرہاد کو کب تلاش کروں گا؟"

اس کی سوچ نے جھنجلا کر کہا۔ "جہنم میں جائے فرہاد۔ میری عزت خاک میں مل رہی ہے۔"

وہ بدمعاشوں کا بدمعاش اور شیطانوں کا شیطان تھا، اس کے باوجود عزت دار ہونے کا دعویٰ کرتا رہا۔ پاسکل نے اس کی کہنی میں کہا۔ "مجھے ماسک مین سے غداری کر کے کیا ملا؟ میں نے ماسک مین کے ساتھ ساتھ فرہاد کو بھی دشمن بنا لیا ہے۔"

وہ بولا۔ "نہیں، ماسک مین کو میری غداری کا علم نہیں ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ فرہاد نے اسے میرے خلاف بھڑکایا ہو۔ بہرحال بات کچھ بھی ہو، میں پہلے اپنی بیٹی کو تلاش کروں گا۔"

پاسکل بُوبا خاموش رہ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سپر ماسٹر کی خیال خوانی کرنے والی کب دماغ میں آئی تھی؟ اس عورت نے اپنا کوئی نام بتایا تھا یا نہیں؟ ایسے ہی وقت میڈونا کی سوچ سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "گارکر! میں خیال خوانی کے ذریعے ان تمام مجرموں کو ٹٹول چکی ہوں جن کی آوازیں تم نے سنائی تھیں اور جتنے محرم ہیں، ان کی بھی آوازیں سناؤ۔ اس طرح میں صرف ٹینا نہیں، بلکہ فرہاد تک بھی پہنچ جاؤں گی۔"

اس نے یکے بعد دیگرے کئی مجرموں کی آوازیں سنانے کے لیے ریسیور اُٹھایا پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پاسکل بُوبا نے آنکھیں بند کیں۔ میڈونا کے لب و لہجے کو دل ہی دل میں دُہرایا، پھر اس کے دماغ میں پہنچتے ہی باہر نکل آیا۔ میڈونا نے فوراً سانس روک لی تھی۔ اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچ رہی تھی۔ "فرہاد نے پہلی بار مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا میں اسے دماغ میں آنے دوں؟"

پاسکل بُوبا نے دوسری بار کوشش کی، وہ پھر سانس روک کر سوچنے لگی۔ "نہیں، میرے دماغ میں آتے ہی اُسے معلوم ہو جائے گا کہ میں پیرس میں ہوں۔ اُسے خیال خوانی کا برسوں پُرانا تجربہ ہے، وہ چشم زدن میں دماغ کی تہ سے میرا نام اور میری ایسی کمزوریاں معلوم کر لے گا جن سے میں خود واقف نہیں ہوں۔"

وہ سوچ رہی تھی اور مجھے خیالوں میں پھنستے جھپٹتے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ڈٹی جُول کے اندر چھُپ کر میری تنہائی میں آکر اپنے لیے مصیبت مول لی تھی۔ میرا نام آتے ہی میں خیالوں میں آجاتا تھا اور خیالوں میں آتے ہی اس کی سانسیں گرم ہو جاتی تھیں، دل و دماغ میں دھُواں سا بھرنے لگتا تھا، ہیجانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ جی چاہتا تھا، چیخیں مار کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے یا مجھے تار تار کر ڈالے۔ ایسے وقت وہ اُچھلنے کودنے اور جسمانی کی مشقیں کرنے لگتی تھی۔ اس بار بھی اس نے اُچھلتے کودتے ہوئے گارکر سے کہا۔ "پتا نہیں تم نے کتنے مجرموں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ میں تمہارے دماغ میں نہیں تھی، تمہیں خطرے سے آگاہ کرتی ہوں، فرہاد تمہارے اندر آکر چھُپا رہتا ہے۔ ابھی اس نے میرے دماغ میں آنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ میں تمہارے ذریعے اسے مخاطب کر رہی ہوں۔ اگر وہ مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے تو میرے پاس کبھی نہیں آسکے گا، تمہارے دماغ میں اس سے گفتگو ہو سکتی ہے۔"

پاسکل بُوبا نے میرے لہجے اور میرے انداز میں پوچھا۔ "تمہاری عمر کیا ہے؟"

میڈونا نے کہا: "عمر طوفانی ہے۔"

"آدمی کبھی طوفان کی طرف نہیں جاتا۔ طوفان آدمی کی طرف آتا ہے۔ تم نے اشارے سے کہہ دیا ہے کہ خود میرے پاس آؤ گی۔"

"تم آج بھی خود کو گلفام سمجھتے ہو۔ کیا آئینہ تمھیں عمر کا حساب نہیں بتاتا؟"

"آئینہ تم سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ جب بھی میرے پہلو میں آؤ گی، عمر کا حساب صاف ہو جائے گا۔"

"کیا تم ایسی ہی فضول باتیں کرنے آئے ہو؟"

"میں کہنے آیا ہوں کہ مجھے باجماعت کیوں تلاش کر رہی ہو۔ تنہا ڈھونڈنے نکلو، میں کہیں بھی مل جاؤں گا۔"

"میں تنہا آؤں گی، بتاؤ کہاں ملاقات ہو گی؟"

"میں اپنے طور پر یقین کروں گا کہ تم واقعی تنہا ہو تو تم سے آملوں گا۔"

"یعنی میں اپنی خفیہ پناہ گاہ سے نکل کر تمھاری نظروں میں رہوں گی اور تم مناسب موقع کی تلاش میں میرا تعاقب کرتے رہو گے؟"

"تم اتنی نادان بھی نہیں ہو کہ مجھے بتا کر اپنی پناہ گاہ سے نکلو گی اور نہ ہی میں ملاقات کی کوئی جگہ اور وقت مقرر کروں گا۔ میں تو صرف اتنا کہتا ہوں کہ جب تک اپنے آلۂ کاروں کا سہارا لیتی رہو گی، میرے قدموں کی دُھول کو بھی نہیں پا سکو گی۔"

"تمھارے قدموں کے نشان استنبول میں ہیں۔ تم اس شہر سے باہر نہیں جا سکو گے۔ میں تمھارے متعلق اس حد تک جانتی ہوں۔ تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"میں بتاؤں گا تو تم محتاط ہو جاؤ گی۔ وہ جگہ چھوڑ دو گی۔ دوسری جگہ جاؤ گی تو وہ فون کال موصول نہیں ہو گی جسے سن کر تم ہاٹ لائن پر یعنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرتی ہو۔"

یہ سنتے ہی میڈونا کے ہوش اُڑ گئے۔ وہ فوراً ہی گاسکر کے دماغ سے نکل گئی۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر پریشانی سے سوچنے لگی: فرہاد میرے متعلق بہت کچھ جانتا ہے۔ تعجب ہے! اُسے کیسے معلوم ہوا کہ مجھے فون پر اطلاع ملتی ہے۔ تب میں ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر سے بات کرتی ہوں اور یہ 'ہاٹ لائن' کو ڈورڈز ہیں جن کا مطلب ہے۔ مجھے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔

وہ گھبرا کر اپنا ضروری سامان پیک کرنے لگی۔ اب وہاں ایک منٹ بھی نہیں رہنا چاہتی تھی۔ کسی پہلی فلائٹ سے یہ پرس چھوڑ دینا چاہتی تھی۔ پاسکل بُوبا بڑی مکاری سے اس کے قدم اکھاڑ رہا تھا۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ پیرس میں رہتی ہے۔ وہ جان نویل کے روپ میں رہ کر سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرنے کے طریقے اور کوڈ ورڈز معلوم کر چکا تھا۔ میڈونا اور سپر ماسٹر کے خیال میں جان نویل مر چکا تھا۔ کوئی اور یہ طریقے اور کوڈ ورڈز نہیں جانتا تھا۔ ایسے میں یہی اندیشہ پیدا ہوا کہ فرہاد نے بڑی چالاکی سے میڈونا کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔ اسی لیے میں وہ اس شہر میں نہیں رہ سکتی تھی۔ صرف پندرہ منٹ میں اپنا ضروری سامان لے کر اس کاٹیج سے نکل گئی تھی۔

وہ اپنی کار خود ڈرائیو کر رہی تھی۔ بار بار عقب نما آئینے میں دیکھ رہی تھی لیکن لمبی ڈرائیو کے باوجود کسی گاڑی والے پر تعاقب کا شبہ نہیں ہو رہا تھا اور اندیشے کہہ رہے تھے کہ فرہاد کی نادیدہ آنکھیں اُسے دیکھ رہی ہیں۔ عجیب تماشے ہو رہے تھے میں خود کو جھُلائے بیٹھا تھا اور وہ دونوں خیال خوانی کرنے والے میرے نام کے آگے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ پاسکل بُوبا میرا لہجہ اور انداز اختیار کر کے میڈونا کو دھوکا دے رہا تھا اور میڈونا میرے دماغ میں آسانی سے آ کر مجھے مائٹی پاشا سمجھ کر چلی گئی تھی اور ایک فراڈ کو فرہاد سمجھ کر دوسری پناہ گاہ کی تلاش میں جا رہی تھی۔

پاسکل بُوبا کے دماغ میں بات آئی کہ شہر میں بڑی سرگرمی سے ٹینا کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا مارٹن کو فرہاد ہی کے میک اَپ میں ٹینا کے ساتھ مائٹی پاشا کے پاس پہنچا دینا چاہیے۔ مارٹن نے اس کی ہدایت کے مطابق مجھ سے فون پر رابطہ قائم کیا اور مجھے پاشا کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ وہ فرہاد ہے اور پناہ لینے اس کی کوٹھی میں آ رہا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ ٹینا کو لے کر میرے پاس کوٹھی میں آ گیا تھا۔ فرہاد بن کر آنے والے کو معلوم نہیں تھا کہ وہ اصل فرہاد کے پاس آ گیا ہے اور مجھ اصل فرہاد کو بھی معلوم نہیں تھا کہ میں نہیں ہوں۔ میں نے پاشا کی حیثیت سے اُسے اور ٹینا کو کوٹھی میں جگہ دی اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ شام تک واپس آؤں گا۔

میڈونا کے لیے خود کو چھُپانا پرابلم بن گیا تھا۔ اس نے اچھی خاصی ڈرائیونگ کے بعد گاڑی کو ایک بڑے ڈپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے روکا۔ پھر کار سے اُتر کر وہاں کی بھیڑ میں گم ہونے لگی۔ وہ دائیں بائیں، آگے پیچھے محتاط نظروں سے دیکھتی جا رہی تھی۔ پھر وہ لیڈیز ڈپارٹمنٹ میں آ کر اپنے لیے وگ اور لباس پسند کرنے لگی۔ اسے ایک سیلز گرل اٹینڈ کر رہی تھی۔ اس نے اس کے دماغ کو اس حد تک قابو میں رکھا کہ وہ چہرے کو اچھی طرح یاد نہ رکھ سکے پھر وہ لباس تبدیل کرنے کے لیے کیبن کے اندر گئی۔ وہاں اس نے فوراً لباس تبدیل کیا، سنہری بالوں کی وگ سر پر اچھی طرح لگائی۔ اپنے بیگ سے آئی لینسز نکال کر اپنی نیلوں کے رنگ کو تبدیل کیا، ٹیتھ گم نکال کر اپنی بائیں داڑھ میں دبائی جس کے نتیجے میں بایاں رخسار اوپر سے پھُولا ہوا دکھائی دینے لگا اور ہونٹوں کا کنارہ ایک طرف کچھ نیچے جھُک گیا۔ دونوں نتھنوں میں ننھا سا اسپرنگ سیٹ کر لیا جس کے باعث ناک پھیل گئی۔ اگر کسی نے اسے پندرہ منٹ پہلے دیکھا ہو گا تو اب اسے پہچان نہیں سکے گا۔

اس نے سیلز گرل کے دماغ کو پھر کنٹرول میں رکھا کیبن سے باہر آئی۔ اسے لباس اور وگ دینے والی نے اس کے چہرے پر توجہ نہیں دی۔ وہ کاؤنٹر پر بل ادا کر کے باہر آئی، اپنی کار وہیں چھوڑ دی۔ ایک اسٹوڈیو میں جا کر انسٹینٹ کیمرے سے پاسپورٹ وغیرہ کے لیے تصویریں بنوائیں۔ پاسپورٹ کے دفتر پہنچ کر متعلقہ افسران کے دماغوں سے کھیلتے ہوئے استنبول جانے کا اجازت نامہ حاصل کیا۔ اس کے بعد وہ کسی بھی فلائٹ میں جگہ حاصل کر سکتی تھی۔ اس روز صرف دو ہی فلائٹس تھیں اور دونوں میں ایک سیٹ بھی خالی نہیں تھی۔ دوسرے دن کی فلائٹ میں آسانی سے جگہ مل گئی۔ وہ آدھا دن اور ایک رات گزارنے کے لیے ایک ہوٹل کے کمرے میں آ گئی۔ وہاں اطمینان سے بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے ایک ماتحت سے کہا: "میری کار ڈپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے کھڑی ہے۔ اسے کاٹیج کے گیراج میں لے جاؤ اور کاٹیج کو لاک کر دو۔ میں پیرس چھوڑ کر جا چکی ہوں۔"

پھر اس نے نائب کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا اور کہا: "میں پیرس چھوڑ چکی ہوں۔"

"تم نے جگہ کیوں تبدیل کی؟ کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔ گاسکر کے دماغ میں فرہاد سے ٹکرا ہو گئی تھی۔ وہ جانتا ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان رابطے کے کوڈ ورڈز کیا ہیں اور میں نے کہاں رہائش اختیار کی ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی میں نے فوراً جگہ تبدیل کر لی۔"

"اوہ میڈونا! اس نے مکاری دکھائی ہے، تم نے خواہ مخواہ گھبرا کر وہ جگہ چھوڑ دی۔ میں دعوے سے کہتا ہوں، وہ تمھاری رہائش گاہ کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ اگر جانتا تو سیدھا تمھارے کاٹیج میں گھس آتا۔ ہمارے پچھلے ٹیلی پیتھی جاننے والے جب بھی اس کی نگاہوں میں آئے، اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر انھیں ختم کر دیا، پھر تمھیں کیسے زندہ چھوڑ دیتا۔"

"اسے ہمارا طریقۂ کار اور کوڈ ورڈز کیسے معلوم ہوئے؟"

"تم بدحواسی میں بھُول گئیں کہ فرہاد نے جان نویل کو ٹریپ کیا۔ اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم کیں، اس کے

علم ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے

ایک ماہر ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

باتصویر

ہپناٹزم کی جدید تحقیقات

قیمت ۲۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

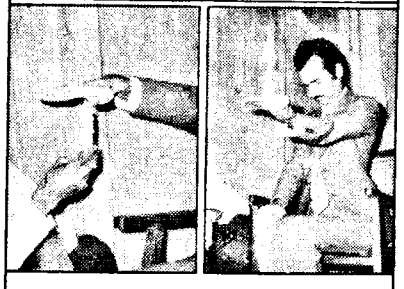

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پُورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارکانِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۲ کراچی

چور خیالات پڑھ کر ہمارے طریقۂ کار اور کوڈ ورڈز معلوم کیے پھر اسے مار ڈالا۔"

میڈونا، سپر ماسٹر کی باتیں سُن رہی تھی اور اُن لمحات میں مجھے پھاڑ اور خود کو رائی محسوس کر رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ 'اوگاڈ! وہ کیسا چکّر باز ہے۔ اس نے تھوڑی دیر کے لیے مجھے چکّر میں ڈال دیا۔ مجھے یہ بات یاد نہ رہی کہ اس نے جان نویل کے دماغ سے کوڈ ورڈز وغیرہ معلوم کیے ہوں گے۔ دراصل میں لاشعوری طور پر اس سے متاثر ہوگئی ہوں۔ وہ میرے لیے طلسمِ ہوشربا بن گیا ہے۔ یاد آتے ہی خیالوں میں ہوش اڑانے لگتا ہے، مجھے اس طلسم کو کسی طرح توڑنا ہوگا۔ اپنی جان دے کر بھی اس کے اثر سے نکلنا ہوگا۔ ورنہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح بے موت ماری جاؤں گی۔'

وہ پریشان ہو کر ٹہلتی رہی اور سوچتی رہی۔ اس بات کا اطمینان تھا کہ وہ کس کاپیج میں رہتی ہے، کس شہر میں قیام ہے، اس کا علم مجھے نہیں تھا اور نہ میرا کوئی آدمی اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس کے اندیشے ختم ہو گئے تھے لیکن وہ جذباتی وابستگی میں جکڑی ہوئی تھی۔ وہ ایسے جذبات سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی۔ اس کے دو ہی راستے تھے کہ جذبات کو زبردستی کچل ڈالے مگر مکمل زور جذبوں کو کچل کر ختم کرنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ وہ کسی ایسے صحت مند اور شہ زور کو اپنا جیون ساتھی بنا لے جو اس کے شایانِ شان ہو اور اس کے دل و دماغ سے میری جادوگری کا زور توڑ کر رکھ دے۔

دوسرا راستہ بہتر تھا۔ اگرچہ اس کے مزاج کے خلاف تھا۔ وہ خود کو زیر سمجھتی تھی، کسی سے زیر ہونا نہیں چاہتی تھی۔ خصوصاً میرے زیرِ اثر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ خود کو مجھ سے بچائے رکھنے کے لیے کسی دوسرے کو قبول کرنے کے متعلق غور کر رہی تھی۔ بے شک، عورت دنیا کا ہر کام کر سکتی ہے اور بڑے سلیقے سے کر سکتی ہے لیکن کسی حادثاتی موقع پر جذبات اسے بے لگام کرتے ہیں تو وہ بنتے ہوئے کاموں کو بگاڑ دیتی ہے۔ مجھ سے نہ سہی، کسی اور سے سہی، اب اس کے بگڑنے کا وقت آ رہا تھا۔ اس کے بگڑنے سے سُپر ماسٹر کے تمام منصوبے خاک میں ملنے والے تھے۔

اس نے دو چار روز اسی ہوٹل میں رہنے کا ارادہ کیا۔ ایک تو اسے ہوٹل پسند تھا، دوسرے وہ میک اپ میں رہ کر اپنے کاپیج پر نظر رکھنا چاہتی تھی، پوری طرح یقین کر لینا چاہتی تھی کہ وہ اور اس کی رہائش گاہ میری نظروں میں نہیں ہے۔ اس کے اصل نام اور چہرے کو صرف سُپر ماسٹر، ایک خاص ماتحت اور فوج کے چار اعلیٰ افسر جانتے تھے۔ باقی وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے ہماری نظروں میں نہیں آئی تھی۔ اس نے اندیشوں میں گھر کر اپنے چہرے کو میک اپ میں چھپا لیا تھا۔ اس نے کئی بار اپنے کاپیج کی طرف جا کر اور اس کے آس پاس گھنٹوں رہ کر یقین کیا، کوئی اس کا پیچ کی نگرانی نہیں کر رہا تھا۔ اس کے دماغ پر سے بہت بڑا بوجھ اُتر گیا۔ وہ سچ مچ آزاد تھی، اگر کوئی دشمن اسے جاننے پہچاننے والا نہیں تھا۔ اس نے ایک دن بعد ہی ہوٹل چھوڑ دیا، میک اپ سے نجات حاصل کر لی اور کاپیج میں واپس آ گئی۔ اسے خیال آیا کہ مائٹی پاشا کو دوسری بار چیک نہیں کیا۔ وہ فرہاد کا خاص آدمی ہے۔ پھر اس کے دماغ کو چپ چاپ پڑھنا چاہیے۔ گاسکر نے دوبارہ پاشا کی طرف رُخ نہیں کیا تھا۔ میڈونا نے اس کے دماغ کو یعنی میرے دماغ کو دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو پتا چلا، فرہاد علی تیمور ایک جوان لڑکے کے ساتھ اس کی کوٹھی میں پچھلے چوبیس گھنٹوں سے موجود ہے۔

وہ آرام سے خیال خوانی کر رہی تھی، میرا پتا ملتے ہی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اگرچہ اس معلومات سے خوش ہو رہی تھی تاہم وہ تصدیق کرنا چاہتی تھی۔ اس نے میرے ذریعے ٹینا کی آواز سنی، پھر اس کی سوچ پڑھ کر معلوم ہوا، گاسکر جس بیٹی کو تمام شہر میں ڈھونڈ رہا تھا، پھر وہ ہے، وہ فرہاد کے ساتھ ہنسی خوشی رنگ رلیاں منا رہی ہے۔

اگر میڈونا، مارٹن کے دماغ میں پہنچتی تو اسے فراڈ کا علم ہو جاتا لیکن وہ سوچ رہی تھی، ابھی فرہاد کے دماغ میں پہنچ کر اسے خطرے کا احساس نہیں دلانا چاہیے۔ ورنہ وہ پھر ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اس نے یہ بات گاسکر کو نہیں بتائی۔ میڈونا کی دانست میں فرہاد، گاسکر کے پاس آتا تھا۔ لہٰذا وہ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے پاس گئی۔ اسے سوچ کے ذریعے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا: "کیا آپ مادام رسوتی ہیں؟"

"میں کوئی بھی ہوں، تمھیں گاسکر کی بیٹی ٹینا کا پتا بتانے آئی ہوں لیکن اس سے پہلے معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ تم کتنے ذمّے دار افسر ہو۔ اگر خیال خوانی کرنے والے فرہاد نے اس لڑکی کو اغوا کیا ہوگا تو کیا تم اُسے گرفتار کرو گے؟"

"میرے باپ سے بھی جرم سرزد ہو تو میں اسے گرفتار کروں گا لیکن ایک پرابلم ہے، وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پتا نکالتا ہے۔"

"میری ہدایت پر عمل کرو گے تو دنیا کے سب سے خطرناک مجرم کو گرفتار کرنے کا اعزاز حاصل کرو گے۔"

"میں ضرور تمھاری ہدایت پر عمل کروں گا۔"

"وہ مائٹی پاشا کی کوٹھی میں ہے۔ اس کے ساتھ ٹینا ہے۔ پہلی احتیاط کا خیال رکھو۔ تم اور تمھارے سپاہی کسی کو اپنی آواز نہیں سنائیں گے اور نہ ہی آپس میں گفتگو کریں گے۔"

"سمجھ گیا مادام!"

"دوسری بات بھی اچھی طرح سمجھ لو۔ اس کوٹھی میں ٹینا اور مائٹی پاشا کے علاوہ جو شخص ہوگا، وہی فرہاد ہو سکتا ہے۔ میں تمھارے دماغ میں یہ کر گائیڈ کروں گی، جیسے ہی میں اس کی نشان دہی کروں، تم اسے گولی مار کر زخمی کر دینا۔ اس طرح وہ وقتی طور پر خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا۔ مجھے بھی اس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع مل جائے گا۔"

اعلیٰ افسر بڑی رازداری سے بیس سپاہیوں کی ایک جماعت لے کر پاشا کی کوٹھی تک آیا۔ اس نے سپاہیوں کو بہرحال میں گونگا بن کر رہنے کی تاکید کی تھی۔ اس کوٹھی کا محاصرہ کرنے کے بعد وہ چار سپاہیوں کے ساتھ کوٹھی کے احاطے میں آیا۔ کال بیل کا بٹن دبایا۔ میں نے دروازہ کھول کر پولیس والوں کو تعجب سے دیکھا۔ پھر پوچھا: "فرمائیے جناب! مجھ سے کیا کام ہے؟"

وہ لوگ مجھے ایک طرف ہٹاتے ہوئے اندر آ گئے۔ میڈونا نے میری سوچ سے معلوم کیا کہ فرہاد کہاں ہے؟ پھر افسر کو اس کمرے میں پہنچا دیا۔ ٹینا اپنی دانست میں فرہاد کا دل خوش کر رہی تھی۔ ایک سپاہی نے اسے پکڑ کر مارٹن سے الگ کیا۔ مارٹن بستر سے اٹھ کر سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ رہا تھا۔ افسر نے اس کی ٹانگ میں گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑا۔ میڈونا فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے گہرائی تک خوب ٹٹول کر اصلیت معلوم کی پھر ناگواری سے کہا: "لعنت ہے تم پر، تم مارٹن ہو کر فرہاد کیوں بن رہے تھے؟"

اس نے اپنی روداد سنائی۔ میڈونا نے کہا: "فرہاد تمھارے دماغ میں ضرور ہوگا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ وہ اتنا بے غیرت ہوگا کسی کو ڈمی فرہاد بنا کر ایک کنواری دوشیزہ کی عزت کی دھجیاں اُڑائے گا۔"

مارٹن کا بیان سن کر ٹینا رو رہی تھی، اسے گالیاں دے کر کہہ رہی تھی: "قانون تمھیں معمولی سزا دے کر چھوڑ دے گا۔ مگر میرا باپ تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

افسر نے کہا: "تم نے بھی اسے فرہاد سمجھ کر اپنے باپ کو دھوکا دیا ہے۔ اس کے جرم میں تم بھی برابر کی شریک ہو۔"

"میں اپنے باپ کا گھر چھوڑ کر نہیں گئی تھی کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ایک کھنڈر تک پہنچا دیا۔ کئی بار ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا۔ میں نے فرہاد سمجھ لیا۔ مجھے اس شخص سے نفرت ہے۔ میں اس پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی۔"

میڈونا نے خیال خوانی کے ذریعے گاسکر کو وہاں بُلایا۔ وہ غصّے سے تلملا رہا تھا۔ ٹینا اور مارٹن کی پٹائی کرنا چاہتا تھا مگر سپاہیوں نے اُسے پکڑ لیا۔ وہ مجھ پر بھی غصّہ دکھا رہا تھا اور مجھے قانون کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ میڈونا نے کہا: "بکواس مت کرو۔ پاشا بھی ہماری طرح دھوکا کھاتا رہا تھا، اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ پاشا کے خلاف کوئی کارروائی کرو گے تو کھوپڑی میں زلزلہ پیدا کر دوں گی۔"

میڈونا کو اُمید تھی کہ میں اسی طرح پاشا سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا تو کبھی نہ کبھی اس کی گرفت میں آؤں گا، اسی لیے وہ پاشا کی حمایت کر رہی تھی۔ ان سارے چکّروں میں ابھی تک ماسک مین کا ٹیلی پیتھی جاننے والا بے نقاب نہیں ہوا تھا۔ وہ جو کچھ کر رہا تھا، اس کا الزام میرے سر تھوپتا جا رہا تھا اور میں فی الحال ان تمام معاملات سے بے خبر تھا۔

پارس کو آرمر کے ذریعے میرے حالات معلوم ہوتے رہتے تھے چونکہ میں محفوظ تھا، مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا، نہ ہی کسی مصیبت میں گرفتار ہو رہا تھا اس لیے وہ خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔ صرف ایک بار جب گاسکر اپنی بیٹی کے اغوا کے جرم میں مجھے شریک سمجھ رہا تھا اور مجھے حوالات پہنچانا چاہتا تھا، تب پارس، آرمر اور دانیال فیصلہ کر رہے تھے کہ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگنے نہیں دیں گے۔ دانیال میرا لب و لہجہ اختیار کر کے خیال خوانی کے ذریعے انھیں پاشا سے یعنی مجھ سے دور رہنے پر مجبور کر دے گا۔

اس سے پہلے ہی میڈونا نے میری حمایت کی تو دانیال نے مداخلت نہیں کی۔ پارس، آرمر کے ذریعے اسٹڈی کر رہا تھا کہ ایک اجنبی خیال خوانی کرنے والا کیسی کیسی چالیں چل رہا تھا اور اس کی ہر چال کس کے خلاف ہو سکتی ہے اور وہ کسے فائدہ پہنچانا چاہتا تھا؟ میڈونا اور اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کے ٹکراؤ سے یہ ثابت ہو چکا تھا کہ وہ اجنبی سُپر ماسٹر کے خلاف ہے لیکن وہ ماسک مین کا حمایتی ہے، اس کا ثبوت نہیں مل رہا تھا۔

پارس نے آرمر سے کہا: "انکل! ابھی سب ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ میں آپ کے ذریعے ان دو خیال خوانی کرنے والوں کو چالیں چلتے دیکھ رہا ہوں۔ مگر ان تک پہنچنے کا کوئی اشارہ یا حوالہ نہیں مل رہا ہے۔ اسی طرح وہ دونوں پاپا تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔"

"بیٹے! تمھارے پاپا کی چال پہلے سمجھ میں نہیں آتی۔ بعد میں اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آتے ہیں۔ اگر وہ مائٹی پاشا بن کر اپنی شخصیت کو گم نہ کرتے تو اُن خیال خوانی کرنے والوں کی روزانہ مصروفیات کا علم ہمیں نہ ہوتا۔ ہم نے ان کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا ہے۔ وہ ایک دن اپنی کسی نہ کسی کمزوری کے باعث ضرور ہماری گرفت میں آئیں گے۔"

یہی بات میڈونا سوچ رہی تھی: "فرہاد اپنی کمزوری کے باعث میری گرفت میں آئے گا۔ وہ آج بھی کسی عورت کے پہلو میں

ہوگا اور کوئی عورت ہی مجھے اس کی شہ رگ تک پہنچائے گی۔"

وہ کسی عورت کے تعلق سے میرے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ سوچتے ہی اندر سے بکھرنے لگتی تھی۔ اس نے خوب سوچنے سمجھنے کے بعد میرے طلسم کو توڑنے کے لیے کسی کو اپنے فرینڈ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ شام کو کاریج سے نکلی۔ پیرس کی شام بڑی حسین ہوتی ہے۔ میڈونا جیسی حسیناؤں کے جلوے نگاہوں کو پکارتے رہتے ہیں۔ کتنے ہی جوان ایسے تھے جو اس کے ایک اشارے پر کھنچے چلے آتے۔ بعض نوجوان کسی اشارے کے بغیر ہی دوستی کے لیے آتے تھے مگر وہ انھیں لفٹ نہیں دیتی تھی۔ اس نے میرے ریکارڈ کا مطالعہ کرنے کے دوران میری تصویریں کئی زاویوں سے دیکھی تھیں، اسی کے مطابق اسے ایک پکی عمر والے کی تلاش تھی، جو صحت مند ہو اور جس میں مردانگی کوٹ کوٹ کر بھری ہو، جسے دیکھ کر دل بے قرار ہو جائے اور جو ہر اعتبار سے میری کمی پوری کر دے۔

اس نے اسٹیڈیم کے پارکنگ ایریا میں کار روک دی۔ وہاں فری اسٹائل کشتیوں کا شو ہو رہا تھا۔ بین الاقوامی شہرت رکھنے والے پہلوان اپنے داؤ پیچ دکھانے آئے تھے۔ میڈونا داؤ پیچ سیکھنے کے دوران ریسلنگ کی ویڈیو فلمیں دیکھا کرتی تھی۔ پہلی بار پہلوانوں کو قریب سے دیکھنے آئی تھی۔ خیال تھا کہ شاید ان میں سے کوئی شہ زور پسند آ جائے۔ اس نے کاؤنٹر پر فرسٹ لائن کی سیٹ طلب کی تو پتا چلا، تمام سیٹیں پہلے سے بیزرو ہیں۔ اس نے دوسری لائن کی ایک سیٹ لے لی۔

اسٹیڈیم کے اندر ہزاروں تماشائی تھے۔ ان میں عورتوں کی خاصی تعداد تھی۔ اچانک لاؤڈ اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی: "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! جیسا کہ آپ جانتے ہیں، ہر سال کی طرح ہمارے شہر میں دنیا کے نامی گرامی پہلوان آئے ہیں۔ ان میں ایسے ناقابل شکست پہلوان ہیں، جو پچھلے دو چار برسوں سے ہر مقابلہ جیت کر چیمپئن ٹرافی اور لاکھوں ڈالر حاصل کرتے رہے ہیں۔ آج بھی یہ اپنی غیر معمولی جسمانی قوتوں اور نت نئے داؤ پیچ کا مظاہرہ کریں گے۔ ان مقابلوں کے انعقاد کے لیے ہم نے ایک مہمانِ خصوصی کو مدعو کیا ہے۔ ہماری آج کی مہمان کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے شہ زور ان کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہیں۔ بین الاقوامی شہرت کی مالک آپ کے درمیان تشریف لا رہی ہیں۔ پُرزور تالیوں میں ان کا استقبال کیجیے، آج کی مہمانِ خصوصی مادام سونیا..."

میڈونا کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ چاروں طرف تالیوں کا شور گونج رہا تھا۔ کتنے ہی رنگوں کے رہن فضا میں لہرائے جا رہے تھے۔ بلندی پر نصب کی ہوئی لائٹس اِدھر اُدھر رقص کر رہی تھیں۔ سونیا ان رنگوں اور روشنیوں سے گزرتی آ رہی تھی۔ اس کے میزبان دائیں بائیں اور پیچھے چل رہے تھے۔ یوں تو ساری دنیا میں جانی پہچانی جاتی تھی لیکن فرانس کی حکومت اور وہاں کے باشندے اس کی بے حد عزت اور احترام کرتے تھے۔ کیا مرد اور کیا عورتیں، پورا اسٹیڈیم ایک آواز ہو کر کہہ رہا تھا: "وی لو سونیا۔ وی لو سونیا۔ سونیا۔ وی لو سونیا..."

میڈونا کے سینے میں دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ پہلی بار سونیا کو کچھ فاصلے سے دیکھ رہی تھی۔ دشمنوں کے دلوں پر اس کے نام سے دہشت طاری ہو جاتی تھی۔ میڈونا کا خیال تھا کہ وہ سونیا سے مرعوب نہیں ہے، اس کے باوجود دل یوں دھڑک رہا تھا جیسے دھڑک نہ رہا ہو، خطرے کی گھنٹی بجا رہا ہو۔

وہ ایک اونچے پلیٹ فارم پر آ کر مائیک کے سامنے کہہ رہی تھی: "مائی ڈیئر لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میں آپ کی ہوں، آپ میرے ہیں، میری ذات سے آپ کو اور آپ کے ملک کو نہ کبھی نقصان پہنچا ہے نہ پہنچے گا۔ اس کے برعکس ہمیں ایک دوسرے سے فائدے ہی فائدے اور محبتیں ہی محبتیں ملتی ہیں۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ یہاں بابا صاحب کے ادارے کو سرکاری تحفظ اور ہمیں عزت ملتی ہے، اس کے عوض ہم اس ملک کی سلامتی اور بقا کے لیے جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ یہ بات پُرجوش کہلانے والے ممالک نہیں سمجھتے۔ اپنے اپنے فلک سے ہمارے لیے موت ایکسپورٹ کرتے ہیں۔ ہم نے بارہا سمجھایا ہے، ہمیں پرچوڑ، ہمیں امن و سکون سے زندگی گزارنے دو تمھاری ایکسپورٹ کی ہوئی موت کو ہمیشہ موت آ جاتی ہے۔ تم موت کے ٹھیکیدار نہیں ہو۔ ہمیں جب موت آئے گی، خدا کی طرف سے آئے گی۔ سمجھانے کے باوجود یہاں اسٹیڈیم میں ایک خوبصورت بلا موجود ہے جو حال ہی میں فرہاد علی تیمور کے لیے ایکسپورٹ کی گئی ہے۔"

پورے اسٹیڈیم میں سرگوشیاں ہونے لگیں۔ وہاں جتنی جیسیاں تھیں، انھیں لوگ مشکوک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میڈونا فوراً ہی اٹھ کر جانا چاہتی تھی مگر عقل نے سمجھایا: خبردار! ابھی سے اٹھے گی ہی سونیا کی بات درست ثابت ہو گی۔ ہو سکتا ہے یہ محض سونیا کا ایک اندازہ ہو، وہ تجھے صورت سے پہچانتی نہ ہو۔

وہ اپنی سیٹ پر جم کر بیٹھی رہی۔ سونیا کہہ رہی تھی: "میں آپ لوگوں سے درخواست کرتی ہوں، پلیز کسی پر شبہ نہ کریں۔ آپ لوگوں کی موجودگی میں ہیشہ کی طرح اسے سمجھانا چاہتی ہوں کہ وہ امن و سلامتی اور محبت کا راستہ اختیار کرے۔ اس راستے پر پہلے میں قدم رکھتی ہوں اور اسے محبت سے ایک بوسہ دیتی ہوں۔"

اس نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا پھر ایک ہوائی بوسہ فضا میں اُچھال کر کہا: "اے کس فرام سونیا وِدھ لو..."

تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ پتا نہیں یہ محض اتفاق تھا یا سونیا نے دانستہ ایسا کیا تھا۔ اس کے بوسہ لہرانے والے ہاتھ کا رُخ میڈونا ہی کی طرف تھا چونکہ ان کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ اس لیے کسی نے اس ہاتھ کی حرکت پر توجہ نہیں دی لیکن میڈونا خود کو ڈوبتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ اپنے بچاؤ کی تدبیر سوچ رہی تھی۔ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ سونیا پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار اثر نہیں کرے گا، شاید اب سے پہلے فرہاد کو کوئی پ کرنے والا خود اس طرح ٹریپ نہیں کیا گیا ہو گا جیسے میں کی جا رہی ہوں۔ میرے چاروں طرف ہزاروں تماشائی ہیں اور یہ سب سونیا کے ایک اشارے پر میرے جسم کو بوٹی بوٹی اور ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔ اوہ گاڈ! میں کہاں آ کر پھنس گئی ہوں۔"

سونیا اپنے میزبانوں کے درمیان چلتی ہوئی اسی کی طرف آ رہی تھی۔ وہ جہاں بیٹھی ہوئی تھی، اس کے سامنے والی سیٹیں خالی تھیں۔ کاؤنٹر پر بتایا گیا تھا کہ فرنٹ لائن کی سیٹیں ریزرو ہیں۔ اب پتا چلا، وہ سونیا اور اس کے میزبانوں کے لیے مخصوص کی گئی تھیں۔ وہ بڑے دلکش انداز میں مسکراتے ہوئے آئی پھر ٹھیک میڈونا کے آگے والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اب میڈونا کو اس کی پشت نظر آ رہی تھی۔ اس نے سونیا کے ساتھ کئی کارٹن کود دیکھا۔ وہ کئی کو خوب پہچانتی تھی کیونکہ فرہاد اور اس کے بیٹوں کی وفادار بننے سے پہلے کئی پُر ماسٹر کی ایک خاص ماتحت تھی۔ میڈونا کو اس کی تصویر دکھا کر تاکید کی گئی تھی کہ غداری کرنے والی کئی کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ آج وہ سونیا کے ساتھ نظر آ رہی تھی۔

میڈونا فی الحال اُسے نظر انداز کر کے سونیا کے رویّے پر حیران ہو رہی تھی اور سوچ رہی تھی: سمجھ میں نہیں آتا۔ سونیا واقعی مجھے پہچان گئی ہے یا اندازے سے تیر مار رہی ہے۔ شاید اس نے اندازہ لگایا ہے۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ میں فرہاد کی جان کی دشمن ہوں تو ابھی مجھے زندہ نہ چھوڑتی اور ٹھیک میرے سامنے پشت کر کے نہ بیٹھتی۔ میں بڑی آسانی کے ساتھ پیچھے سے حملہ کر سکتی ہوں!

پھر اس نے خود ہی سوال کیا: مگر حملہ کیسے کر سکتی ہوں۔ میرے پاس نہ ریوالور ہے، نہ چاقو۔ میں بہترین فائٹر ہوں مگر اس عورت کے مقابلے میں طفلِ مکتب ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ کیا یہ مجھے بے بسی کا احساس دلا رہی ہے؟ ساری دنیا اس کی مکارانہ صلاحیتوں کی قائل ہے۔ کیا یہ محض چاپلوسی اور مکاری سے مجھے احساسِ کمتری میں مبتلا کر رہی ہے؟

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں؛

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

آپ کی شخصیت میں اتوکھا نکھار پیدا کر دیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجیے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجیے!

قیمت -/۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۴۴۹۰ کراچی

کشتی شروع ہو چکی تھی۔ دو پہلوان رنگ کے اندر اپنی اپنی جسمانی قوت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اب وہ کشتی دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ بار بار وہاں سے جانے کے لیے سوچ رہی تھی۔ پھر خیال آتا تھا، اگر سونیا یا اس کے آدمیوں نے راستہ روکا تو وہ کیسے بچ کر نکلے گی؟ سامنے بیٹھی ہوئی سونیا اس سے بے نیاز تھی۔ کبھی کشتی دیکھ رہی تھی اور کبھی کبھی سے باتیں کر رہی تھی۔ اس نے ایک بار بھی میڈونا کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کی بے نیازی یا غفلت سے ظاہر تھا کہ وہ میڈونا کو نہیں پہچانتی۔

وہاں کشتی کا دستور یہ تھا کہ جو پہلوان جیت جاتا تھا، وہ رنگ میں رہتا تھا، ہارنے والا چلا جاتا تھا۔ پھر دوسرا پہلوان اس جیتنے والے سے مقابلے کے لیے آتا تھا۔ اسپیکر کے ذریعے کہا جا رہا تھا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اب آپ کے سامنے لیڈی کلر آ رہا ہے۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ عورتیں اس کی دیوانی ہو جاتی ہیں اور مرد اس کے سامنے میدان چھوڑ دیتے ہیں۔ حسن والیاں اپنے اپنے دل سنبھال کر بیٹھ جائیں۔"

ایک دراز قد، خوبرو جوان زنجیریں پہنے ہوئے اپنے حمایتیوں کے درمیان آ رہا تھا۔ اس کا جسم فولاد کی طرح مضبوط دکھائی دے رہا تھا۔ سینہ چٹان کی طرح چوڑا تھا۔ بازوؤں کی ابھری ہوئی پھلیاں کسی حسینہ کے سرہانے تکیہ بن سکتی تھیں۔ کتنی ہی عورتیں اس کے مردانہ حسن کو دیکھتی ہی رہ گئی تھیں۔ میڈونا نے بھی اُسے دیکھا اور سوچا، "ہاں یہ میرے معیار کا آدمی ہے مگر ہے تو کیا کروں؟ ابھی تو اپنی جان کے لالے پڑے ہیں۔ میں یہاں سے کس طرح نکلوں؟"

وہ لیڈی کلر رنگ تک پہنچ کر اپنے جسم سے زنجیریں اتار رہا تھا۔ ایک شخص اس کے قریب مائیک لا کر پوچھ رہا تھا۔ "تم مردوں سے مقابلہ کرتے ہو اور انھیں شکست دیتے ہو۔ تمھارا نام مین کلر ہونا چاہیے لیکن تم لیڈی کلر کیوں کہلاتے ہو؟"

وہ خوبرو جوان احمقانہ انداز میں چند عورتوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عورتیں ہنس رہی تھیں۔ اس کے انسٹرکٹر نے اس کے کان میں کچھ کہا۔ وہ مائیک کے سامنے بولا "مجھ کو عورتیں اچھی لگتی ہیں۔ اول عورتیں بھی مجھ پر مرتی ہیں۔ اس لیے میں لیڈی کلر کہلاتا ہوں۔"

اس کی باتیں سن کر لوگ کھلکھلا کر ہنس رہے تھے۔ میڈونا نے سوچا، "یہ بن رہا ہے یا واقعی تھرلا کر بولتا ہے؟" اس تجسس میں وہ اس کے اندر پہنچ گئی۔ دوسرا پہلوان مائیک چھین کر ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا "ایک بڑے سائز کے بچے کو میرے مقابلے پر بھیجا گیا ہے۔ میں اسے ایک ہاتھ ماروں گا تو یہ رو رو کر فیڈر مانگنے لگے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی لیڈی کلر نے اس کے سر پر ایک ہاتھ مارا۔ اس کے ہاتھ سے مائیک چھوٹ گیا۔ وہ چکرا کر ڈگمگانے لگا پھر اس کے منہ پر ایک ہاتھ پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر رنگ کے رسّے سے ٹکرا کر واپس آیا۔ جوان نے اسے دونوں ہاتھوں میں اٹھایا، چاروں طرف گھوم کر تماشائیوں کو دکھایا پھر اُسے رنگ سے باہر پھینک دیا۔ ہر طرف تالیوں کا شور گونجنے لگا۔ عورتیں اُچھل اچھل کر داد دے رہی تھیں۔ رنگ کے باہر گرنے والا بیس تک گننے کے باوجود نہ اٹھ سکا۔ منصف نے لیڈی کلر کو فاتح قرار دیا۔ میڈونا نے سوچا، "یہ میرے کام کا آدمی ہے۔ یہی مجھے یہاں سے نکال کر لے جائے گا۔"

وہ کسی حد تک اس کے دماغ کو پڑھ چکی تھی۔ پتا چلا، وہ جسمانی طور پر جتنا مضبوط تھا، اتنا ہی دماغی طور پر کمزور تھا۔ اپنی بالکل ہی احمق تھا۔ اس کے دو بھائی اسے پہلوانوں سے لڑاتے تھے اور جیتنے کی صورت میں جو ہزاروں ڈالر ملتے تھے، خود ہڑپ کر جاتے تھے۔ ایسا احمق شہ زور، میڈونا کے لیے دردِ سر نہیں بن سکتا تھا۔ اس کی خیال خوانی کے دوران دوسرا پہلوان اس جوان سے لڑنے آیا تھا اور اس سے مار کھا رہا تھا۔ میڈونا نے کئی بار اسے اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کیا۔ ایک بار اس نے سونیا سے کہا "مادام! آپ کے پیچھے میلی جان ہے۔ میں اس کو کس گنوانا چاہتا ہوں۔ اے! کم آن سویٹی۔"

سب لوگ میڈونا کو دیکھنے لگے۔ لیڈی کلر نے اپنے مقابل کو دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر سر سے بلند کرتے ہوئے کہا۔ "لوگو! سنو جب سے میں نے اس حسینہ کو دیکھا ہے، تب سے دیوانہ ہو گیا ہوں۔ میں ابھی تم لوگوں کے سامنے اسی ملکہ اسے بازوؤں میں اٹھاؤں گا اور یہاں سے لے جاؤں گا۔ وہ میلی جان ہے۔ میلے ساتھ ضرور جائے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے پہلوان کو رنگ کے باہر پھینک دیا پھر رسّوں کو پھلانگ کر خود باہر آیا۔ میڈونا نے گھبرانے اور شرمانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "اوہ گاڈ! یہ تو سچ مچ میرا دیوانہ ہے۔ مجھے یہاں سے جانا چاہیے۔"

وہ دوسری قطار سے باہر آئی۔ لیڈی کلر چھلانگ لگا کر اس کے سامنے آ گیا۔ کتنی ہی عورتیں چیخ رہی تھیں، اسے اپنی طرف بُلا رہی تھیں۔ لوگ ہنس رہے تھے۔ لیڈی کلر نے میڈونا کو دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا، پھر اسٹیڈیم کے ایک حصّے میں اپنے کیبن کی طرف جاتے ہوئے بولا "اب میں کشتی نہیں لڑوں گا۔ آج سے میں پہلوان نہیں، بس ایک عاشق ہوں۔"

وہاں کے منتظم اعلیٰ نے اس کا راستہ روکتے ہوئے مگر خوف سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "موسیو بلا! پلیز رنگ سے باہر نہ آؤ۔ ہم نے تم پر شرط لگائی ہے۔ تم جیتی کشتی جیتو گے ہمیں اتنے ہی پچاس ہزار ڈالر ملیں گے۔"

لیڈی کلر کا اصل نام بلا اسمتھ تھا۔ وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ میڈونا نے اس کی زبان سے کہا "مجھے تمھاری شرط اور پچاس ہزار ڈالر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

اس کے دونوں بھائی راستے میں آ گئے مگر وہ بھی پیچھے ہٹتے ہوئے بولے "بلا! یہ کیا کر رہے ہو؟ تم شیر اور ہاتھی کی خوراک کھاتے ہو۔ کچھ کماؤ گے نہیں تو کھاؤ گے کیا؟"

"آج سے میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔ صرف محبت کروں گا۔"

ایک بھائی نے پوچھا "تم تتلا کر بولتے تھے، اب ایسی صاف باتیں کیسے کر رہے ہو؟"

میڈونا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ پھر اس کی زبان سے بولی "جب تک تم دونوں بھائی مجھے اُلّو بناتے رہے، میں اُلّو کی طرح بولتا رہا اب میں عاشق ہوں، عاشق کی طرح بول رہا ہوں۔"

تماشائی شور مچا رہے تھے، نوجوان سیٹیاں بجا رہے تھے۔ میڈونا اس کے بازوؤں میں مسکرا رہی تھی، تماشائیوں کو دیکھ کر ہاتھ ہلا رہی تھی۔ عورتیں اپنے رومال اور اسکارف بلا کی طرف اُچھال رہی تھیں۔ کتنے ہی لوگ ہنستے ہوئے تالیاں بجا رہے تھے۔

سونیا نے کئی لوگوں کو مسکرا کر دیکھا۔ کئی نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا "مادام! آپ کمال کرتی ہیں۔ اسے یہاں سے جانے کے لیے ایسا ہی کوئی راستہ اختیار کرنا تھا۔ وہ آپ کے پیچھے زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتی تھی۔ یقیناً آپ نے بھی یہی سوچا ہوگا۔"

"نہیں۔ میں سمجھ رہی تھی، وہ خیال خوانی کے ذریعے دو چار پہلوانوں کو خونریز اور ہلاکت خیز جنگ پر آمادہ کرے گی۔ یہاں بھگدڑ مچے گی اور وہ ایسی بھگدڑ کا فائدہ اٹھا کر چلی جائے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ پھر سانس لینے پر ڈانیال نے کوڈورڈز ادا کیے، اس کے بعد کہا "مادام! میں نے اس پولیس افسر کے دماغ میں رہ کر بلا اسمتھ کے دماغ میں بھی جگہ بنا لی ہے۔ اسٹیڈیم کے باہر اس کے دونوں بھائی راستہ روکنے کی کوشش کر رہے تھے جس کے نتیجے میں اس نے ایک بھائی کی پٹائی کر دی۔ دوسرا سہم کر دور چلا گیا ہے۔"

سونیا نے کہا "تم محض اتنی سی بات بتانے نہیں آئے ہو۔"

"جی۔ جی ہاں! میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، آپ میڈونا کو ڈھیل کب تک دے رہی ہیں جنرل صاحب تو کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کو فوراً ہی ختم کر دیتے ہیں۔"

"فرہاد! دو دن بعد تنویمی عمل کے اثر سے نکلے گا، اسے میرا پیغام پہنچا دینا کہ میڈونا زندہ رہے گی۔ وہ دوسرا خیال خوانی کرنے والا فرہاد بن کر اس سے ٹکرا رہا ہے۔ دونوں ٹکراتے رہیں گے تو وہ دوسرا بھی جلد ہی ہماری نظروں میں آ جائے گا۔"

"مادام! ایک اور سوال کی جرأت کر رہا ہوں۔ آپ میڈونا تک کیسے پہنچ گئیں؟"

"اس کی حماقت سے۔ پتا نہیں، وہ کیوں بوکھلا گئی تھی اور پیرس چھوڑ کر جانا چاہتی تھی۔ اس نے اُلٹے سیدھے میک اپ میں تصویریں بنوائیں، پھر پاسپورٹ کے دفتر پہنچ کر فوراً نیا پاسپورٹ بنوانے کے لیے ٹیلی پیتھی کا سہارا لیا۔ وہاں کے دو افسران کا بیان ہے کہ انھوں نے کسی انکوائری کے بغیر بے چون و چرا ایک نئے پاسپورٹ پر مُہر لگا دی تھی اور دستخط کر دیے تھے۔ بعد میں انھیں احساس ہوا کہ وہ کسی انجانی قوت کے زیرِ اثر تھے۔ انھوں نے انٹیلی جنس والوں کو رپورٹ دی۔ میں اپنی نئی ڈیوٹی کے سلسلے میں ضروری کام سے پیرس آئی ہوئی تھی۔ میں نے انٹیلی جنس کے ایک افسر کے ساتھ تفتیش کی۔ میڈونا نے نئے پاسپورٹ کا فارم پُر کیا تھا۔ اس میں اس ہوٹل کا پتا درج تھا، اس کا کمرا نمبر بھی لکھا ہوا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ دوسرے دن پیرس چھوڑ دے گی۔ اس کی تھوڑی سی خیال خوانی کا علم کسی کو نہیں ہوگا۔ پتا نہیں، وہ کس چکر میں آ گئی تھی۔ اس نے پیرس نہیں چھوڑا۔ اپنا میک اپ بھی اُتار دیا۔ چوری چھپے اپنے کاٹیج کی طرف جاتی تھی اور شاید یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی تھی کہ کہیں اس کا کاٹیج دشمنوں کی نگاہوں میں تو نہیں آ گیا ہے؟ ہمارے جاسوس نے صرف ایک بار اسے کاٹیج کے پاس دیکھا۔ پھر اس کا کاٹیج اور ہوٹل کے کمرے کی فون کالیں ریکارڈ ہونے لگیں۔ اس طرح ہم پر اس کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔"

سونیا نے ذرا توقف سے کہا "اس میں ہماری ذہانت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ میڈونا کی بے سروپا حرکتوں اور حماقتوں نے اسے ظاہر کر دیا ہے۔"

"مادام! آپ نے مجھے تفصیل سے یہ بات بتائی، شکریہ۔ میں بلا کے پاس جا رہا ہوں۔ کوئی اہم بات ہوگی تو آپ کے پاس آؤں گا۔"

وہ بلا عرف لیڈی کلر کے پاس آ گیا۔ میڈونا کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ بلا کہہ رہا تھا "پتا نہیں، مجھے کیا ہو گیا تھا۔ پہلوانوں کو اٹھا کر پھینکتے پھینکتے تمھیں اٹھا کر لے آیا۔ میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔"

"ہاں، تم اپنے آپ میں نہیں تھے۔ میرے دیوانے ہو گئے تھے، کیا میں بہت حسین ہوں؟"

"ہاں، منگل میں نے پہلے کسی حسینہ کے ساتھ ایسی حرکت نہیں کی۔"

"مجھے یہ حرکت پسند آئی ہے۔ کیا تم میرے ساتھ رہو گے؟"

"نہیں۔ میں بہت کھاتا ہوں۔ کھانے کے لیے کشتی بھر منصولی ہے۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ میرے پاس بہت دولت ہے۔ تم میرے باڈی گارڈ بن کر رہو گے۔ میں تمہیں ہر روز پانچ سو ڈالر دیا کروں گی۔"

"لوز پانچ سو ڈالر؟"

"ہاں۔ شرط یہ ہے کہ تم بھائیوں کے پاس واپس نہیں جاؤ گے۔ وہ تمہیں اُلو بنا کر تمہاری کمائی پر عیش کرتے ہیں۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"میں سب جانتی ہوں۔ میرے ساتھ رہو گے تو تمہاری تتلاہٹ ختم کر دوں گی۔"

"کیسے کلو گی؟"

"اب تم بول کر دیکھو۔"

وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی زبان سے بولی۔ "ہاں، میں بول رہا ہوں۔ آئندہ حرف 'ر' صاف طور سے ادا کروں گا۔ رے۔ رے۔ رے۔ رے۔ رے۔"

وہ اسے 'رے' بولنے پر مجبور کرتی رہی۔ وہ بے اختیار بولتا چلا گیا۔ کار اپنی مخصوص رفتار سے جا رہی تھی۔ وہ اس کے دماغ سے نکل کر ڈرائیونگ کی طرف توجہ دے رہی تھی۔ چونکہ اس نے زبان کو 'رے' کی ادائیگی پر لگا دیا تھا اس لیے وہ صاف طور سے تھوڑی دیر تک بولتا رہا۔ پھر اس نے حیرت سے کہا۔ "میں تتلاتا نہیں ہوں۔ صاف بول رہا ہوں۔ کیا تم جادوگر ہو؟"

"ہاں، جادوگر ہوں۔ جو میری بات نہیں مانتا میں اُسے آدمی سے اُلو بنا دیتی ہوں۔"

"میں تمہاری بات مانتا ہوں مجھے بتاؤ تم اُلو کیسے بناتی ہو؟"

اس نے کار سڑک کے کنارے روک دی۔ پھر کہا۔ "عقب نما آئینے میں دیکھو، تم اُلو بن چکے ہو۔"

یہ کہتے ہی وہ اس کے دماغ پر قابض ہو گئی۔ بلا اُمتھ کے دونوں ہاتھ سکڑ گئے، دیدے سے پھیل گئے۔ وہ آئینے میں دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ہاں میری آنکھیں اُلو کی طرح گول اور ناک نکیلی چونچ ہو گئی ہے۔ میں تو بالکل اُلو دکھائی دے رہا ہوں۔ نہیں، میں اُلو بننا نہیں چاہتا۔ اے جادوگر حسینہ! مجھے پھر سے آدمی بنا دے۔ میں تیری ہر بات مانوں گا۔ تیرا وفادار بن کر رہوں گا۔"

میڈونا نے اس کی آنکھیں بند کرائیں پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر آئینے میں دیکھا۔ پھر چہرے کو ٹٹول کر بولا۔ "اوہ تھینکس گاڈ! میں پھر سے آدمی بن گیا ہوں۔ تم تو بڑی خطرناک ہو۔"

میڈونا نے گھور کر دیکھا۔ وہ جلدی سے بولا۔ "نہیں۔ تم بہت اچھی ہو، بہت خوبصورت ہو۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

"تم کسی کو نہیں بتاؤ گے کہ میں جادو جانتی ہوں۔"

"میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ مگر ہم کہاں جا رہے ہیں، ہم تو شہر سے باہر آ گئے ہیں۔"

"کیا تمہیں شہر سے باہر ڈر لگتا ہے؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔ میں تو بس یونہی کہہ رہا تھا۔"

اس نے ایک سرائے کے سامنے گاڑی روکی۔ وہاں سے سرائے کے اندر آئے اور ایک کمرا کرائے پر لیا۔ میڈونا نے کہا۔ "تم جو کھانا چاہو آرڈر دے دو۔"

اس نے آرڈر لکھوانا شروع کیا تو سرائے کا مالک اور ویٹر حیرت سے اس کا مُنہ تکتے گئے اور لکھتے گئے۔ اس نے دس صحت مند آدمیوں کا کھانا طلب کیا تھا۔ میڈونا نے ایک گھنٹے بعد کھانا کمرے میں پہنچانے کو کہا پھر باہر آ کر اپنی کار لاک کر کے اس کے پاس کمرے میں آ گئی۔ بستر پر تھکے ہوئے انداز میں گر پڑی۔ پھر بولی۔ "میرے اندر ایک شیطان ہے، میں اُسے بھگانا چاہتی ہوں، تم مجھ سے محبت کرو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا محبت کرنے سے شیطان بھاگ جائے گا؟ کیا مجھے نظر آئے گا؟ وہ کون ہے، کیسا ہے؟"

"وہ نظر نہیں آتا مگر مجھے دن رات جلاتا ہے۔ اس ذلیل کمینے کا نام ہے فرہاد۔ آؤ، میرے پاس آؤ اور اُسے دور تک بھگاتے جاؤ۔"

ازل سے یہ ہوتا آیا ہے کہ انسان، شیطان کو بھگانا چاہتا ہے۔ مگر شیطان انسانیت کو بھگا کر دم لیتا ہے۔ عورت کو اس وقت دُکھ ہوتا ہے، جب اس کی شرم و حیا رخصت ہوتی ہے۔ میڈونا جس معاشرے کی پروردہ تھی، وہاں شرم نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی البتہ اپنے صحت مند اور پُرشباب جسم کی قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس نے بہت عرصے تک اپنے جسم کو سنبھال کر رکھا تھا۔ اسے اپنے آپ سے بے حد محبت تھی۔ اس لیے اپنا آپ کسی کے حوالے نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بہت مجبور ہو کر مجھ سے نجات حاصل کرنے کے لیے آج خود کو ہارتی جا رہی تھی اور مطمئن

ہوتی جا رہی تھی کہ اس نے مجھے جیت جانے کا موقع نہیں دیا ہے۔

شہر سے دور ایک سرائے میں رات گزارنے کا مقصد کچھ اور بھی تھا۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی، سونیا کے ماتحت اس کا تعاقب کرتے ہیں یا نہیں؟ اس نے سپر ماسٹر کے خاص ماتحت سے ذہنی رابطہ قائم کر کے کہہ دیا تھا۔ مجھ سے کانٹیکٹ کے فون پر آئندہ رابطہ قائم نہ کرنا۔ میں خود تمہیں مخاطب کیا کروں گی۔"

پھر اس نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "آج میں نے سونیا کو قریب سے دیکھا ہے، اس کے ساتھ کئی کارمن بھی تھی۔ سونیا نے اسٹیڈیم میں ایک مختصر سی تقریر کی تھی، اس تقریر سے پتا چلتا ہے کہ وہ میرے متعلق کچھ معلومات رکھتی ہے مگر مجھے چہرے سے نہیں پہچانتی۔"

میڈونا نے اسٹیڈیم میں پیش آنے والے واقعات تفصیل سے بتائے۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "وہ بہت ہی خطرناک حد تک مکار ہے تمہیں بے نقاب کرنے کے لیے ایسی تقریر کر رہی تھی۔ اگر وہ تمہاری صورت آشنا ہوتی تو تمہیں زندہ نہ چھوڑتی۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی خاص مقصد کے تحت مجھے ڈھیل دے رہی ہو۔"

"بے شک، ہر پہلو سے غور کرنا چاہیے لیکن مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ اگر ہمارے پاس دور اندیشی خوانی کرنے والا ہوتا تو سونیا اُسے بے نقاب کرنے کے لیے تمہیں ڈھیل دیتی رہتی۔ ہمیں ہم سے کچھ حاصل نہیں کرنا۔ وہ قبیلی بیقی کی طاقت کا توازن بگاڑنے کے لیے پہلی فرصت میں تمہیں ختم کرے گی اور تمہاری قاتل ہونے کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑے گی۔ ہم اسے الزام نہیں دے سکیں گے۔ ہر پہلو سے جائزہ لینے کے بعد یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ تمہیں صورت سے نہیں پہچانتی اور نہ ہی اسے تمہارے ٹیلنٹ کا علم ہے۔"

"پھر وہ کیسے کہہ رہی تھی کہ اسٹیڈیم میں ایک خوبصورت لڑکی موجود ہے اور اسے سپر ماسٹر نے دشمنی کے لیے ایکسپورٹ کیا ہے؟"

"سونیا کے متعلق یہ بات سُنی جاتی ہے کہ اس پر بابا فرید اولیاء اور دیگر بزرگانِ دین کی دعائیں ہیں۔ وہ اکثر سچی پیش گوئیاں کرتی ہے اور پیش آنے والے خطرات کو محسوس کر لیتی ہے۔ وہ روحانی قوتوں سے تمہاری موجودگی کو سمجھ گئی لیکن تمہیں پہچان نہ سکی۔ میرا مشورہ ہے تمہیں احتیاطاً پیرس چھوڑ دینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو، وہ روحانی قوتوں سے تمہارے قریب پہنچ جائے۔"

"یہی مناسب ہے۔ میں اپنے ایک باڈی گارڈ کے ساتھ جا رہی ہوں۔ یہ سفر کار میں جاری رہے گا۔"

"تم مجھ سے ہر گھنٹے، دو گھنٹے بعد رابطہ قائم کرتی رہو۔ میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے جس پر عمل کر کے فرہاد کو اس کی خفیہ پناہ گاہ سے باہر آنے پر مجبور کر سکو گی۔"

"میں ضرور عمل کروں گی۔"

"ایک بار تم نے ڈمی مجرلی تیار کی تھی۔ اسے اوئیل مورس کی تنہائی میں بھیج کر فرہاد کی اصلیت معلوم کی تھی۔ اس بار پھر ایک ڈمی تیار کرو۔"

"جب تک فرہاد کا پتا معلوم نہیں ہو گا، میں اس ڈمی کو اس کے پاس کیسے بھیجوں گی۔"

"اگر تم کمی کو ٹریپ کر کے کوما میں ڈال دو گی اور اس کی ڈمی کو استنبول کی گلیوں اور شاہراہوں پر بھٹکاؤ گی تو فرہاد اس کی آوارگی پر تجسس میں مبتلا ہو کر کسی طرح اس سے رابطہ قائم کرے گا اور اسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔"

"بہت عمدہ تدبیر ہے۔ اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے فرہاد کی کسی بھی محبوبہ کی ڈمی تیار کی جا سکتی ہے۔"

"اس کے لیے صرف کمی کا انتخاب کرو۔ فرہاد کسی عورت کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے جو اُسے حاصل نہ ہوئی ہو۔ وہ کمی میں زیادہ کشش محسوس کرے گا۔ اسے اپنی خفیہ پناہ گاہ کی تنہائیوں میں لے جانے کے لیے ضرور باہر نکلے گا۔"

"کمی کو ٹریپ کرنا کچھ مشکل نہ ہو تا کیوں کہ وہ کمبخت سونا بنانے

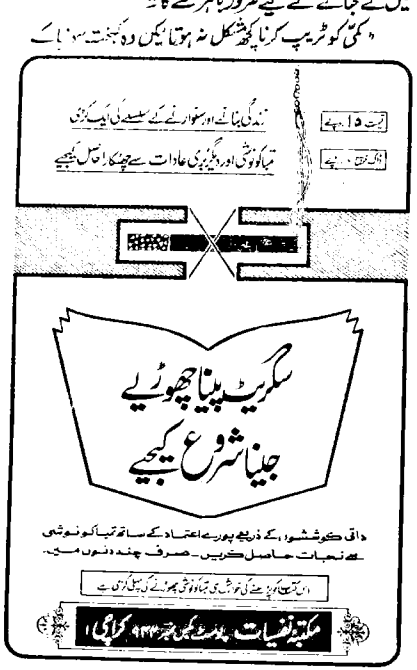

ساتھ ہے۔"

"کسی وجہ سے ساتھ ہوگی۔ اپنے ماتحت کو اس کی نگرانی پر مامور کر دو۔ تم کار کے ذریعے جس راستے پر اٹلی جا رہی ہو اسی طرف فرانس اور اٹلی کی سرحد کے قریب سونیا ایک نئی بستی آباد کر رہی ہے۔ کمّی وہاں ضرور ہوگی۔"

"میں کمّی کو ٹریپ کرنے کی پلاننگ کر رہی ہوں۔"

"یہاں کمّی کا پورا ریکارڈ موجود ہے۔ اس کی آواز کا کیسٹ اور ویڈیو فلمیں بھی ہیں۔ میرے خاص آدمی ان چیزوں کی مدد سے ایک ڈمّی تیار کریں گے۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس ڈمّی کے دماغ میں کمّی کی تمام خصوصیات فیڈ کر دی جائیں گی۔ میں پرسوں تک اس ڈمّی کو استنبول پہنچا دوں گا۔"

اس نے اپنے ایک ماتحت سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا۔ "اس شہر سے فوراً نکلو۔ کار یا ٹرین کے ذریعے پروونس کے علاقے میں پہنچو۔ وہاں تمھیں معلوم ہوگا کہ سونیا نئی بستی کہاں آباد کر رہی ہے۔"

"میں ابھی روانہ ہو رہا ہوں۔"

"تم وہاں سونیا، کمّی اور ان کے اہم ساتھیوں کی نظروں میں نہ آنا بلکہ تم چھپ چاپ وہاں کے دو چار عام آدمیوں سے ملاقات کرو گے۔ میں تمھارے ذریعے ان کے دماغوں تک پہنچوں گی پھر تم پیرس واپس آ جاؤ گے۔"

وہ ہدایات دے کر دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ بلا سپلوان بستر پر پہاڑ کی طرح پڑا تھا۔ اس کے خراٹوں کی آواز پتا نہیں سرائے میں کتنی دور تک جا رہی ہوگی۔ وہ بڑی نفاست پسند اور نازک مزاج تھی۔ خراٹوں کی بے ہنگم آواز اس کے مزاج پر گراں گزرتی تھی۔ دماغ میں پہنچ کر اس کی آواز کو بند کر سکتی تھی لیکن آج یہ آواز اچھی لگ رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا، جیسے بھاری بھرکم درندہ غرّا رہا ہو۔ وہ چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ میڈونا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے خواب میں جلوہ دکھایا۔ ایسے جلوے دیکھ کر آدمی نیند میں بھی ہڑبڑا جاتا ہے۔ درندے نے آنکھ کھول کر اسے دیکھا پھر کروٹ لے کر اس کی طرف ڈھلک گیا۔

وہ صبح پانچ بجے بیدار ہوئی۔ اس نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ بلا سپلوان گہری نیند میں تھا۔ میڈونا نے اس کے دماغ کو دن کے گیارہ بجے بیدار ہونے کی ہدایت کی۔ پھر وہ اپنا پرس اٹھا کر کمرے سے نکلی۔ کاؤنٹر پر آئی اور وہاں کا بل ادا کرتے ہوئے کہا "میرا ساتھی سو رہا ہے۔ اُسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ وہ اپنی مرضی سے اُٹھ کر جائے گا۔"

وہ سرائے کے باہر آئی پھر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چل پڑی۔ خیال خوانی کے ذریعے پتا چلا، اس کا ماتحت پروونس کی طرف جانے کے لیے اپنی کار میں نکلا تھا مگر کار میں خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ اب وہ ریلوے اسٹیشن پہنچا ہوا تھا۔ اس نے کہا "اور اگر یہ اٹلی کی سرحد تک جانے والی تیز رفتار ٹرین ہے۔ میں رات کے آٹھ بجے تک پروونس پہنچ جاؤں گا۔"

"میں بھی اتنی لمبی ڈرائیو نہیں کروں گی، ٹرین سے جاؤں گی۔ میرے لیے ایک فرسٹ کلاس کیبن ریزرو کراؤ۔ میں دس منٹ بعد مخاطب کروں گی۔"

اس نے کار ریلوے اسٹیشن کی طرف موڑ دی۔ دس منٹ کے لیے استنبول پہنچ گئی۔ وہاں اپنے آلۂ کاروں سے میرے متعلق پوچھتی رہی۔ وہ لوگ مجھے تلاش کرنے میں ابھی تک ناکام رہے تھے۔ میڈونا نے واپس آ کر اپنے ماتحت سے پوچھا "کیا ریزرویشن ہو گیا؟"

اس نے جواب دیا "مادام! تمام کیبن ریزرو ہو چکے ہیں صرف ایک کیبن میں ایک برتھ خالی تھی، میں نے اُسے ریزرو کرا لیا ہے۔ اگر آپ نہیں جانا چاہیں گی تو میں ٹکٹ واپس کروا لوں گا۔"

"میں جاؤں گی۔ کیا تم نے معلوم کیا کہ اس کیبن کی دوسری برتھ کس کے نام ہے؟"

"جی ہاں۔ کسی سسرائیٹی کا نام معلوم ہوا ہے۔"

"یہ کچھ عجیب سا نام ہے۔"

"جی ہاں۔ اٹلی کا باشندہ ہو سکتا ہے۔"

"اگر ٹرین پلیٹ فارم پر ہو تو کیبن میں جا کر دیکھو اور اسے مخاطب کرو۔"

"میں سمجھ گیا۔ ابھی جاتا ہوں۔"

وہ بکنگ کاؤنٹر سے ہٹ کر تیزی سے چلتا ہوا پلیٹ فارم پر آیا۔ وہاں ٹرین کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس بوگی میں داخل ہوا جس میں فرسٹ کلاس کیبن تھے۔ اس نے چھ نمبر کیبن کے دروازے پر دستک دی۔ کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آیا، وہاں کوئی نہیں تھا۔ دوسرا مسافر ابھی نہیں آیا تھا۔ میڈونا نے کہا "تم وہیں انتظار کرو۔ میں اسٹیشن تک پہنچ گئی ہوں۔"

کار پارکنگ ایریا میں چھوڑ کر پلیٹ فارم پر ہی رہوں گی جب تک دوسرے مسافر کو سمجھ نہیں لوں گی، کیبن میں نہیں آؤں گی۔"

وہ کیبن میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ پلیٹ فارم پر ٹہلتی رہی۔ بیس منٹ بعد ٹرین کو چلنے کا سگنل مل گیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی اپنے کیبن کے پاس آئی۔ اس کے ماتحت نے ٹکٹ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا "دوسرے مسافر کا کوئی پتا نہیں ہے۔ میں اپنے کمپارٹمنٹ میں جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ میڈونا کیبن میں آئی۔ اپنے بیگ کو ایک طرف

رکھ کر آرام سے برتھ پر بیٹھ گئی۔ کھڑکی کے پار گزرتے ہوئے مناظر دیکھتے ہوئے سوچنے لگی، کمّی کو کتنے طریقوں سے پھانسا جا سکتا ہے؟ اس کے ماتحت کے پاس مختلف قسم کی ادویات تھیں، ضرورت کے مطابق کمّی کو بیہوش کر کے یا گہری نیند سُلا کر اغوا کیا جا سکتا تھا۔ پھر اعصاب کمزور کر کے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا جا سکتا تھا۔ اگر وہ کسی طرح قابو میں نہ آتی تو اسے گولی مار کر اس کی لاش غائب کی جا سکتی تھی۔

ٹرین شہر کی حدود سے نکل آئی تھی۔ ایک مضافاتی اسٹیشن پر رُکے بغیر تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ وہ ایکسپریس ٹرین تھی۔ صرف تک چند بڑے شہروں کے اسٹیشن پر رُکتی تھی لیکن اگلا اسٹیشن آنے سے پہلے اس کی رفتار سست ہونے لگی۔ میڈونا کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ ایک بہت بڑے قلعے کی دیوار نظر آ رہی تھی۔ اس دیوار پر جگہ جگہ جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا "خبردار! ان دیواروں کے اوپر چاروں طرف بجلی کے نادیدہ تار ہیں۔ موت سے دور رہو۔"

میڈونا نے سوچتی ہوئی نظروں سے ان دیواروں کو دیکھا۔ وہ کوئی بہت ہی جدید طرز کا قلعہ تھا۔ اُسے یاد آیا کہ وہ ایسے ہی ایک قلعے کے متعلق بہت کچھ سن چکی ہے۔ اس کے سوچنے کے دوران ہی ٹرین قلعے کے تصدیق ہو گئی۔ اب قلعے کا صدر دروازہ نظر آ رہا تھا۔ اس دروازے کو اور وہاں کے آس پاس کے انتظامات کو دیکھ کر اس کے ذہن میں آتا تھا کہ الیکٹرونک سسٹم کے ذریعے وہاں داخل ہونے والوں کی شناخت کرنے، دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے تمام انتظامات کیے گئے ہوں گے۔ صدر دروازے کی بلندی پر بابا فرید (اسی مرحوم کا نام پڑھ کر وہ فراسیدھی بیٹھ گئی۔ ٹرین پٹریاں بدلتی جا رہی تھی۔ ایک چھوٹا سا اسٹیشن آ رہا تھا۔ وہ ٹرین کسی چھوٹے اسٹیشن پر نہیں رکتی تھی لیکن سگنل نہ ملنے تو رکنا پڑتا تھا۔ وہ رُک گئی۔ پلیٹ فارم ویران تھا، صرف ایک مسافر دور کھڑا ہوا دکھائی دیا۔ اس کے سر پر فیلٹ ہیٹ جھکا ہوا تھا اور کوٹ کے کالر کھڑے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں ایک اٹیچی تھی۔ وہ ٹرین میں سوار ہو گیا۔ میڈونا دیکھ نہ سکی کہ وہ کس کمپارٹمنٹ میں گیا ہے کیونکہ اگلا کوشیشہ اٹھا یا نہیں جا سکتا تھا۔

ٹرین چل پڑی۔ اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے دوسرے مسافر کے انتظار میں اسے اندر سے بند نہیں کیا تھا۔ باہر سے ہینڈل پر دباؤ ڈالا گیا تو دروازہ کھل گیا۔ ایک دراز قد خوبرو جوان نظر آیا۔ اوور کوٹ میں پہاڑ جیسا مانگ چہرے پر بلا کی مردانہ کشش تھی۔ وہ شاید اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ کیبن آنے والے نے اسے ناگواری سے دیکھا تو وہ غصّے سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی اس کے حسن و شباب کو ناگواری سے بھی دیکھ سکتا ہے۔ اس نے رسماً "ہیلو یا ہائے" نہیں کہا تھا۔ مسافر ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں۔ اس نے تعارف ضروری نہیں سمجھا تھا۔ ہیٹ اور اٹیچی رکھنے اور اوور کوٹ اتارنے کے بعد نکٹائی اور کوٹ اُتار کر کھونٹی سے لٹکا رہا تھا۔

میڈونا نے کن انکھیوں سے دیکھا، اس کی پشت نظر آ رہی تھی۔ وہ ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر جا رہا تھا۔ پھر وہ دروازہ بند ہو گیا۔ اسے اپنے آپ پر غصّہ آنے لگا۔ سوچنے لگی، میں کیوں اسے دیکھ رہی تھی؟

پھر اس نے خود ہی جواب دیا "میں تجسّس میں ہوں۔ معلوم کرنا چاہتی ہوں، میرا ہم سفر کون ہے۔ ایک بار اس کی آواز سُن لوں یا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دماغ میں پہنچ جاؤں تو اطمینان حاصل ہو گا۔"

پھر اس کے دماغ نے سمجھایا "یہ جوان ایسے اسٹیشن سے سوار ہوا ہے جو بابا صاحب کے آستانے کے قریب ہے۔ اس کے دماغ میں جھانکنے سے اس کی اصلیت معلوم ہو سکتی ہے۔ کیا میں اسے کھولوں؟"

اس نے ٹائلٹ کے بند دروازے کو دیکھا۔ ٹرین تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ اس کا خیال تھا، وہ اتنی ہی تیزی سے اٹیچی کے اندر دیکھ کر اسے دوبارہ بند کر کے اپنی جگہ واپس آ جائے گی۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے اندر سے کوئی ایسی چیز برآمد ہو سکتی تھی جس سے وہ فائدہ اٹھا سکتی تھی یا وہ چیز اس جنّی جوان کی شخصیت پر روشنی ڈال سکتی تھی۔

وہ پلٹ کر سامنے والی برتھ کے پاس آئی۔ اٹیچی نیچے رکھی ہوئی تھی، اس نے گھٹنے ٹیک کر اسے برتھ کے نیچے سے کھینچا۔ اس میں تالا نہیں لگا تھا۔ اسے بڑی آسانی سے کھولا جا سکتا تھا لیکن جیسے ہی اس نے کھولا، ایک مرد کا قہقہہ سنائی دیا۔ اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ وہ اچھل کر پیچھے گئی، پھر اپنی برتھ سے ٹکرا کر فرش پر بیٹھی رہ گئی۔ خوف اور حیرت سے اٹیچی کو دیکھنے لگی۔ حیرانی کی بات ہی تھی، وہ اٹیچی کہہ رہی تھی "پلیز، مجھے بند کر دو۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھ رہی تھی۔ وہاں سے پھر آواز اُبھر رہی تھی "کیا تم نے سنا نہیں؟ چلّو، ہاتھ بڑھاؤ اور مجھے بند کر دو۔"

اٹیچی کے سامنے والے حصّے سے ایک چھوٹا سا کیا اینس

اُبھر آیا۔ ایک نتھی سی سرخ روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ اُبھرتی ہوئی آواز کہہ رہی تھی "مجھے اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کا سبب کیا ہے؟ کیا تم نے پہلے کبھی ایٹچی نہیں دیکھی۔ ابھی میں نرمی سے کہہ رہا ہوں۔ ورنہ گرمی سے ایک بار کہوں گا دوسری بار میرے اندر سے ایک دھماکا ہوگا اور تم بُری طرح زخمی ہو جاؤ گی"۔

اس نے فوراً ہی آگے بڑھ کر اسے بند کر دیا۔ کیمرا لینس خود بخود اس ایٹچی میں غروب ہو گیا۔ سرخ بتی بجھ گئی۔ میڈونا اسے برتھ کے نیچے سرکا کر جلدی سے اپنی برتھ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اب بھی اس کی نظریں ایٹچی پر تھیں۔ اسے آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سن کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک ایٹچی مردانہ آواز میں بول رہی تھی۔ اسے بند کرتے ہی جیسے مُنہ بند ہو گیا تھا۔ وہ برتھ کے نیچے خاموش پڑی ہوئی تھی۔

پھر اسے اپنی بدحواسی پر جھنجلاہٹ ہوئی۔ ایسے وقت اس نے ایٹچی سے ابھرنے والی آواز اور لب و لہجے پر توجہ نہیں دی۔ اس تمام عرصے میں حیران اور پریشان رہی تھی۔ اس نے لب و لہجے کو یاد کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اگر وہ آواز گرفت میں آ جاتی تو وہ بولنے والے کے دماغ میں پہنچ جاتی۔ پھر معلوم ہو جاتا کہ کس کی آواز ٹیپ کر کے اس ایٹچی کے کیسٹ پلیئر میں رکھی گئی ہے۔

اس کے دماغ میں سوال پیدا ہوا "اگر وہ کیسٹ پلیئر کی آواز ہوتی تو بولنے والے کو کیسے علم ہوتا کہ وہ ایٹچی کو حیرانی سے دیکھ رہی ہے اور اس نے اب تک ایٹچی بند نہیں کی۔ اسے بند کرنے کے بعد ہی وہ ناقابلِ فہم ایٹچی خاموش ہوئی تھی۔

ٹائلٹ کا دروازہ کھلا۔ میڈونا نے بے اختیار نظریں اٹھا کر دیکھا۔ مگر وہ نہیں دیکھ رہا تھا۔ نظر انداز کرنے کا یہ انداز اُسے تکلیف پہنچا رہا تھا۔ وہ برتھ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے جھک کر نیچے سے ایٹچی اٹھائی، اسے اپنے پاس رکھ کر کھولا۔ میڈونا منتظر تھی کہ پھر قہقہہ بلند ہوگا اور وہ ایٹچی مردانہ آواز میں بولے گی لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ وہ بے اختیار اسے دیکھ رہی تھی۔ اجنبی نوجوان نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا "تم کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

وہ چونک گئی۔ یہ وہی آواز اور لب و لہجہ تھا جو ایٹچی سے اُبھر رہا تھا۔ اس نے سوچا "یہ اچھا ہی ہوا کہ مجھے لب و لہجہ یاد نہیں تھا۔ اگر میں خیال خوانی کرتی تو اس جوان کے دماغ میں جگہ نہ ملتی۔ یہ غیر معمولی شخصیت کا حامل ہے۔ مجھے محتاط رہنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ بابا صاحب کے ادارے سے آیا ہے"۔

اس نے پوچھا "کیا تم گونگی ہو؟ میرے سوال کا جواب دو"۔

وہ ناگواری سے بولی "اپنا لہجہ درست کرو۔ تم نے مجھے گونگی کہنے کی جرأت کیسے کی؟"

وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے دکھاتے ہوئے بولا "یہ ہاتھ کسی عورت پر نہیں اُٹھتے لہٰذا میری زبان کی سختی برداشت کرو۔ تم بُری ذات میں دلچسپی کیوں لے رہی ہو؟"

"کیا تم خود کو گلفام سمجھتے ہو؟ تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ کوئی بھی عورت تمہیں دیکھتے ہی دلچسپی لینے لگتی ہے؟"

اجنبی جوان نے چند تصویریں ایٹچی سے نکال کر اس کی طرف بڑھائیں۔ وہ کبھی نہ لیتی، اس کے ہاتھ کو جھٹک دیتی مگر اپنی ہی ایک تصویر پر نظر پڑتے ہی اس نے لپک کر تمام تصویریں لے لیں، انہیں ایک ایک کر کے حیرانی سے دیکھنے لگی۔ وہ سب اس وقت اتاری گئی تھیں، جب وہ ایٹچی کھول چکی تھیں۔ پھر خوف اور حیرت سے پیچ پڑی تھی۔ اس کے بعد پیچھے آ کر خاموشی سے اپنی برتھ سے ٹکرا کر بیٹھ گئی تھی اور انکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایٹچی کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہر ایکشن کی تصویر اس کے سامنے موجود تھی۔

یہ چوری پکڑی جانے پر اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا، وہ فوراً ہی بات بناتے ہوئے بولی "پتا نہیں، مجھے کیا ہو جاتا ہے میں اکثر ایسی حرکتیں کرنے لگتی ہوں، جن پر بعد میں شدید حیرانی ہوتی ہے مگر میں حیرانی کا اظہار ہونے نہیں دیتی، ڈھیٹ بن جاتی ہوں۔ کیونکہ میری کوئی ناپسندیدہ حرکت کسی کی نظروں میں نہیں آئی۔ آج پہلی بار میری یہ حرکت پکڑی گئی ہے"۔

"تم کہنا چاہتی ہو کہ تم پر کسی نے جادو کیا ہے؟"

"میں ایسا کہوں گی تو تم میرا مذاق اُڑاؤ گے۔ آج کے سائنسی دور میں جادوگری محض بچگانہ بات ہے۔ مگر میں کچھ ایسا ہی محسوس کرتی ہوں، جیسے کوئی انجانی قوت مجھ سے میری مرضی کے خلاف کام کراتی رہتی ہے"۔

وہ خشک لہجے میں بولا "کسی ڈاکٹر یا ماہرِ نفسیات سے رجوع کرو تاکہ دماغ درست ہو جائے گا۔ ورنہ پولیس والے درست کر دیں گے"۔

وہ گفتگو کے اس انداز پر تلملا رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ "غصہ دکھانے سے کشیدگی بڑھے گی، دونوں طرف خاموشی رہے گی تو میں اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں کر سکوں گی"۔

وہ جبراً مسکرا کر بولی "مجھے میڈونا کہتے ہیں، تمہارا نام کیا ہے؟"

"مسافروں کے نام ان کے کیبنوں کے دروازوں پر لگا دیے جاتے ہیں۔ میرا نام بھی دروازے پر لگا ہوا ہے"۔

اس نے ایٹچی سے ایک کتاب نکالی۔ اسی وقت ایک تصویر کتاب سے نکل کر نیچے فرش پر گری۔ میڈونا نے دیکھا تصویر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ وہ کس کی ہے، نظر نہیں آ رہی تھی۔ اجنبی جوان برتھ کی پشت سے ٹیک لگا کر کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔

وہ بولی "میں نے دروازے پر لگی ہوئی چٹ پڑھی ہے۔ تم مسٹر ایٹی ہو مگر یہ کچھ عجیب سا نام ہے۔ ایٹی کے معنی کیا ہیں؟"

وہ جیسے مطالعے میں غرق ہو گیا تھا۔ میڈونا کی آواز اس کے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ یہ بھی غصہ دلانے والی بات تھی مگر وہ برداشت کر رہی تھی۔ اُدھر وہ اپنے دماغ میں رسونتی کی آواز سن کر سمجھ رہا تھا "ماما! میں یہاں بیٹھ کر سورج کے ذریعے گفتگو نہیں کر سکتا۔ یہ سامنے بیٹھی ہوئی عورت بار بار مجھے مخاطب کر رہی ہے"۔

"ٹائلٹ میں جاؤ"۔

وہ اُٹھ کر ٹائلٹ کی طرف گیا۔ پھر دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ اس کے بعد بولا "ماما! یہ وہی عورت ہے جس کی مختلف تصویریں انٹیلی جنس والوں نے بابا صاحب کے ادارے کو بھیجی تھیں۔ پچھلی رات سے سونیا تمّا نے ڈینی دانیال کو اس کے پیچھے لگایا ہے"۔

رسونتی نے کہا "دانیال نے رپورٹ دی تھی کہ وہ اپنے ساتھی کو سرائے میں چھوڑ کر کہیں گم ہو گئی تھی۔ دانیال اسی شخص کے ذریعے نگرانی کر سکتا تھا۔ یہ عورت بہت چالاک ہے۔ اپنے ساتھی کو بھی دھوکا دے کر آئی ہے۔ دیکھو بیٹے! یہ خیال خوانی کرتی ہے۔ کیا اس نے تمہارے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی؟"

"نہیں، ابھی تک کوئی پرائی سوچ کی لہر میرے دماغ میں نہیں آئی۔ ویسے یہ کہہ رہی تھی کہ اپنی مرضی کے خلاف بے اختیار ناپسندیدہ کام کرتی ہے، کوئی انجانی قوت اسے مجبور کرتی ہے۔ ہو سکتا ہے، یہ خیال خوانی کرنے والی نہ ہو بلکہ وہ خیال خوانی کرنے والی اسے آلۂ کار بنا کر ہمیں چکر دے رہی ہو"۔

"ہاں۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔ میں ابھی سونیا سے بات کرتی ہوں"۔

ٹائلٹ کے اندر ماں بیٹا محوِ گفتگو تھے۔ کیبن کے اندر میڈونا اپنی برتھ پر بیٹھی تھی جیسے ہی علی تیمور اُٹھ کر باتھ روم میں گیا، اس نے لپک کر فرش پر پڑی ہوئی تصویر اُٹھا لی۔ وہ علی تیمور کی ہونے والی دُلہن فرزانہ کی تصویر تھی۔ میڈونا نے زیرِ لب کہا "اچھا تو یہ نوجوان اپنی محبوبہ کی تصویر کتابوں میں رکھتا ہے۔ کون ہے یہ لڑکی؟ بلا کی حسین ہے!"

فرزانہ تصویر میں مسکرا رہی تھی۔ اس کی روشن آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔ میڈونا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے دیکھتے دماغ میں پہنچ گئی۔ فرزانہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی سوچ سے پتا چلا کہ وہ بیمار تھی، اب صحت یاب ہو رہی ہے اور اس کے سرہانے اس کی ہونے والی ساس رسونتی بیٹھی ہے۔ رسونتی کا نام سنتے ہی میڈونا فوراً دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا۔ وہ سہمی ہوئی سوچ رہی تھی، کہاں آ کر پھنس گئی ہے؟ یا اسے پھانسنے کے لیے سونیا پچھلی رات سے گھیر رہی ہے؟

اس نے فرزانہ کی تصویر پھر سامنے والی برتھ کے نیچے ڈال دی۔ اپنی برتھ پر آ کر آرام سے لیٹ گئی مگر آرام تو ختم ہو چکا تھا۔ اندر ہلچل مچی ہوئی تھی۔ وہ اب وہاں سے نکل بھاگنا چاہتی تھی مگر اس کی صورت نظر نہیں آ رہی تھی کیونکہ وہ ایکسپریس ٹرین نہ جانے کس اسٹیشن پر رُکنے والی تھی اور کتنے گھنٹے بعد رُکنے والی تھی۔ پھر یہ کہ اچانک کیبن سے جانے پر وہ جوان راستہ روک سکتا تھا۔

اس جوان کا خیال آتے ہی اس نے سوچا "میں نے اس حسینہ کے دماغ سے اجنبی جوان کے تعلق کچھ معلوم نہیں کیا۔ رسونتی کا نام سنتے ہی بھاگ آئی، مجھے پہلے اس کے بارے میں معلوم کرنا چاہیے۔ کیونکہ ابھی اسی سے سامنا ہے۔ کیوں نہ میں اسی طرح لیٹے ہی لیٹے اس لڑکی کے دماغ میں جاؤں"۔

اس کے سوچتے ہی ٹائلٹ کا دروازہ کھلا۔ علی تیمور باہر آیا۔ وہ اپنی فطرت سے مجبور تھا۔ کوئی عورت خواہ کتنی ہی حسین ہو، اس کی طرف دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ سیدھا اپنی برتھ پر آ کر بیٹھ گیا۔ میڈونا وہاں سے اٹھ گئی۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی باتھ روم میں آئی۔ دروازے کو اندر سے بند کیا، اس کے بعد خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی فرزانہ کے اندر پہنچ گئی۔ رسونتی اپنی بہو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہی تھی "چلو اٹھ کر کچھ کھا لو۔ میرا بیٹا آج رات تک یہاں پہنچ جائے گا"۔

میڈونا نے فرزانہ کی زبان سے پوچھا "آپ کے صاحبزادے کہاں ہیں؟ وہ رات تک کیوں آئیں گے؟"

"بیٹی! میں نے کہا تھا کہ ہیلی کاپٹر سے آ جائے مگر پتا نہیں اسے کیا سوجھی ہے، وہ ٹرین سے آ رہا ہے۔ تقدیر اس کا ساتھ دیتی ہے۔ ٹرین میں ایک ایسی عورت سفر کر رہی ہے جو پرفیکٹ ماسٹر کی آلۂ کار ہے۔ ہم اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کا نام میڈونا سمجھ رہے تھے لیکن شاید میڈونا آلۂ کار ہے۔ میرا بیٹا سفر کے دوران اس کی حقیقت معلوم کر لے گا"۔

فرزانہ نے کہا "ماما! وہ عورت علی کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ جب وہ محض آلۂ کار ہے اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کے دماغ میں آتی ہے تو آپ بھی اس کے دماغ میں جا کر حقیقت معلوم کر سکتی ہیں"۔

"میں نے ایسا ہی سوچا تھا لیکن سونیا نے اس کے دماغ

میں جانے سے منع کیا ہے، اگر میڈونا آلۂ کار ہے تو کسی نہ کسی پیتھی جاننے والی نے اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو حساس بنا دیا ہوگا اور یہ تاکید کی ہوگی کہ جب بھی وہ اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے سواکسی دوسری سوچ کی لہر کو محسوس کرے تو اُسے بتا دیا کرے۔ سونیا کے مشورے کے مطابق اسے معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ہم اس کی آلۂ کار میڈونا کو تاڑ گئے ہیں۔"

میڈونا نے یہ سُن کر اطمینان کا سانس لیا۔ اُس پر پوری طرح شبہ نہیں کیا جا رہا تھا۔ اسے محض ایک آلۂ کار سمجھا جا رہا تھا۔ اس نے سُپر ماسٹر کو مخاطب کر کے تمام حالات بتائے۔ اس نے سننے کے بعد کہا۔" ٹائٹ میں زیادہ دیر نہ رہو۔ علی تیمور کو تمھاری خیال خوانی کا شبہ ہوگا۔ اپنی برتھ پر جاؤ اور آنکھیں بند کر کے سونے کے بہانے مجھ سے باتیں کرو۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں، وہ تمھیں نہ تو ہلاک کریں گے، نہ قیدی بنائیں گے۔ تم یہاں سے نکلو۔ تم نے رسونتی تک پہنچ کر بہت بڑا کمال کیا ہے۔ ابھی تم فرہاد تک بھی پہنچ جاؤ گی۔"

"کیسے پہنچوں گی؟"

"تم یہاں سے نکلو، پھر باتیں ہوں گی۔"

وہ ٹائلٹ سے نکل کر اپنی برتھ پر آئی۔ چند منٹ تک بیٹھی رہی، پھر ایک بھرپور انگڑائی لینے کے بعد لیٹ گئی۔ علی تیمور کتاب پر نظریں جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دماغ میں دانیال بول رہا تھا۔" مجھے مادام سونیا اور آپ کی ماما نے میڈونا کے متعلق بتایا ہے۔ کل رات میں بہلا پہلوان کے ذریعے اس کی نگرانی کر رہا تھا۔ پہلوان آنکھیں بند کر کے سو گیا۔ میں نے سوچا، اس کے بیدار ہونے کے بعد پھر میڈونا پر نظر رکھ سکوں گا لیکن یہ اُسے سوتا چھوڑ کر چلی آئی۔ تھیلکس گاڈ! یہ آپ سے ٹکرا گئی ہے لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں کہ دھوکا پھر ہو سکتا ہے۔ یہ پھر ہماری نظروں سے اوجھل ہو سکتی ہے۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔ اسے نظروں سے اوجھل ہونے نہیں دوں گا۔ اگر ایسا وقت آئے گا تو اسے زخمی کر دوں گا، تاکہ آپ لوگوں کو اس کے دماغ میں جگہ مل سکے۔"

"بس میں یہی چاہتا ہوں، شکریہ۔"

میڈونا برتھ پر آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی اور سُپر ماسٹر سے پوچھ رہی تھی۔" میں فرہاد تک کیسے پہنچ سکتی ہوں؟"

اس نے کہا۔" دونوں میاں بیوی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں، وہ اس علم کے ذریعے ایک دوسرے کی حفاظت کرتے ہوں گے اور ایک دوسرے کے متعلق جانتے ہوں گے کہ کون کہاں ہے؟ رسونتی کو بھی فرہاد کا موجودہ ٹھکانا معلوم ہوگا۔ تم فرزانہ کے ذریعے اس سے بہت کچھ اگلوا سکتی ہو۔"

"میں ابھی کوشش کرتی ہوں۔"

وہ پھر فرزانہ کے پاس پہنچ گئی۔ وہ کھانے کی میز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ رسونتی کہہ رہی تھی۔" اگر تم یہ پھل کھا کر دودھ نہیں پیو گی تو میں اپنے بیٹے کو تم سے ملنے نہیں دوں گی۔"

"ماما! مجھ سے یہ دودھ نہیں پیا جاتا۔"

"نہیں پیو گی تو توانائی کیسے آئے گی۔ کیا تمھیں ہماری محبت کا اندازہ نہیں ہے؟"

رسونتی کی اس بات سے فائدہ اٹھا کر میڈونا نے فرزانہ کی زبان سے کہا۔" پاپا کو مجھ سے محبت نہیں ہے۔ میں بیمار تھی، وہ مجھے دیکھنے نہیں آئے۔"

"بیٹی! وہ مجبور ہیں۔ دشمنوں سے چھُپ کر انھیں چکّر دے رہے ہیں۔"

"آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"اگر اب بھی بتا دوں تو تم کیا کر سکو گی؟"

"ماما! جو کچھ نہیں کر سکتے، وہ دعا تو کر سکتے ہیں۔"

"تم نے دل سے نکلنے والی بات کی ہے۔"

"میں دل سے دعا کرتی ہوں، میرے پاپا جہاں بھی رہیں، سلامت رہیں۔ ان پر کوئی آنچ نہ آئے۔ دشمن برباد ہوتے رہیں۔"

رسونتی نے کہا۔" آمین۔"

میڈونا نے فرزانہ کے ذریعے پوچھا۔" کیا مجھے پاپا کے متعلق معلوم ہوگا تو دشمن مجھے پکڑ کر لے جائیں گے؟"

رسونتی نے ہنستے ہوئے کہا۔" تم سونیا کی نئی بستی میں ہو اس کی حفاظت میں رہتی ہو۔ تم پر کسی دشمن کا سایہ بھی نہیں پڑے گا۔"

"کیا میرے دماغ میں کوئی آسکتا ہے؟"

"تمھیں کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی نئے خیال خوانی کرنے والوں نے تمھاری آواز سنی ہے، پھر بھلا کوئی تمھارے دماغ میں کیسے آسکتا ہے؟"

"تو پھر مجھے بتائیے نا! پاپا کہاں ہیں؟ مجھے یہ سب کچھ جاننا چاہیے کیونکہ علی بھی ایسی مہماتی زندگی گزارتے ہیں۔ آپ مجھے نہیں بتائیں گی تو مجھے دشمنوں سے نمٹنے کے طور طریقے کیسے معلوم ہوں گے۔ کیا آپ مجھے اپنے بیٹے کے قابل نہیں بنائیں گی؟"

"میں نہیں بناؤں گی تو کون بنائے گا۔ تمھارے پاپا اور تمھارا علی ہمیشہ پیچیدہ چالیں چلتے ہیں۔ میں تمھیں بتا رہی ہوں، غور سے سنو اور یاد رکھو کہ بُرا وقت آنے پر میں اپنے مجازی خدا کی طرح رازدار بن کر دن رات ان کے کام آتی ہوں۔ تمھارے دل میں میرے بیٹے کے لیے بھی ایسی ہی لگن اور جذبہ ہونا چاہیے۔"

اس نے محتاط نظروں سے آس پاس دیکھا۔ وہ اپنی ہونے والی بہو کے ساتھ کمرے میں تھی۔ کھڑکیاں اور دروازے بند تھے۔ اس نے بہو کے قریب کرسی کھسکا کر آہستگی سے کہا۔" میری باتیں کوئی نہیں سنے گا، پھر بھی میں تمھارے دماغ میں آ کر بول رہی ہوں۔ احتیاط لازمی ہے۔"

وہ فرزانہ کے دماغ میں آ گئی۔ پھر میرے متعلق بتانے لگی کہ میں کیوں اور کس طرح مائٹی پاشا کے روپ میں ایک ہفتے کے لیے چھُپ گیا ہوں اور ہفتہ پورا ہونے میں صرف ایک دن باقی ہے۔ ایک دن بعد میں تنویمی عمل کے اثر سے نکل جاؤں گا۔

میڈونا کو پوری تفصیل سننے کی ضرورت نہیں تھی، بس اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ اس نے سُپر ماسٹر کو میرا موجودہ حلیہ اور موجودہ ٹھکانا بتایا اور کہا۔" میں اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے ابھی پاشا کی کوٹھی کا محاصرہ کرتی ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔" ٹھہرو، تم نے تھیلما کی کوٹھی کا بھی محاصرہ کیا تھا۔ فرہاد چاروں طرف سے گھر گیا تھا۔ مگر نتیجہ کیا نکلا؟ نہیں میڈونا! اُسے قابو میں کرنے کے لیے کوئی زبردست انتظام نہ کرو۔ صرف ایک ایسا آلۂ کار منتخب کرو جو سانس روک لیتا ہو اور جس کا نشانہ کبھی چُوکتا نہ ہو۔ مجھے سے ہر لمحہ الرٹ رکھو۔ میں ہدایت دیتا جاؤں گا، تم عمل کرتی جاؤ گی۔"

وہ استنبول کے ایک آلۂ کار کے پاس پہنچ گئی۔

میں لنچ کے بعد سو رہا تھا۔ نیند مجھے اپنی آغوش میں لیے ہوئے تھی۔ جاگنے میں کیا خواب دیکھ رہا تھا۔ جب میری اپنی ہی شخصیت نہیں تھی تو شاید خواب بھی پرائی شخصیت کے مطابق آ رہے ہوں گے۔ بہرحال کال بیل کی آواز سے آنکھ کھل گئی۔ میں نے گھڑی دیکھی، تین بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ میں چپلیں پہنتا ہوا کوٹھی کے مختلف حصّوں سے گزرتا ہوا بیرونی دروازے کے پاس آیا، پھر اسے کھولنے سے پہلے پوچھا۔" کون ہے؟"

جواب میں خاموشی تھی۔ میں نے جماہی لے کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔" پتا نہیں، کال بیل کی آواز تھی یا نیند میں میرے کان بج رہے تھے۔ مجھے سونا چاہیے۔"

میں پلٹ کر جانا چاہتا تھا، پھر کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔" کون ہے بھائی؟"

پھر جواب نہیں ملا۔ میں نے کہا۔" ارے کچھ منہ سے تو پھُوٹو۔ کیا گونگے ہو؟"

پھر کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا۔" دروازہ نہیں کھُلے گا۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ہلکا سے کھٹکا ہوا۔ اس نے سائلینسر لگے ہوئے ریوالور سے لاک کی جگہ فائر کیا تھا۔ پھر ایک زور کی ٹھوکر ماری تھی، دروازہ ایک دھڑاکے سے کھُل گیا۔ میں نے صرف اتنا ہی دیکھا، موت کا فرشتہ ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑا تھا۔ اس کے بعد کچھ دیکھنے کی مہلت نہیں ملی۔ اس کے ریوالور سے گولی چلی، میں چیخ مار کر اُچھلا، پیچھے جا کر صوفے پر گرا، وہاں سے لُڑھکتا ہوا فرش پر آیا۔ میرے ہوش اڑ چکے تھے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور جو ہو رہا ہے، وہ محض خواب ہے یا حقیقت؟

میں فرش پر گر کر ساکت ہو گیا۔ میری آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی تھی۔ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ آخری دَم لیوں لگا جیسے کسی نے مجھے ٹھوکر ماری ہو۔ شاید زندگی مجھے ٹھکرا رہی تھی۔ میں ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ بیویاں وفادار ہوتی ہیں۔ ہمارے پسینے کی جگہ خون بہاتی ہیں، ہمارے لیے جان دیتی ہیں مگر آج زندگی اور موت کے درمیان اٹکنے کے بعد یہ ضرور کہوں گا کہ ان کی محبتیں اور وفاداریاں سر آنکھوں پر لیکن کسی بیوی کو کبھی اپنا رازدار نہیں بنانا چاہیے۔

علم دُوجیت پر ایک بے حد کارآمد کتاب

ٹیلی پیتھی اور مستقبل بینی

ایک کتاب میں دو کتابیں

اپنا پیغام دُوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور اُن کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ

قیمت =/۲ روپے

مُجھ پر کیا گزر رہی ہے یہ میں نہیں جانتا تھا۔ ہم جو کچھ آج نہیں جانتے وہ آنے والے دنوں میں جان لیتے ہیں۔ میں تو گولی کھانے کے بعد موت کے ظالم شکنجے میں پھنس رہا تھا۔ سخت جان تھا، اس لیے جان باقی تھی اور بچی کھچی سانسوں کو زندگی کی طرف واپس لانے کے لیے فوری طبی امداد کی ضرورت تھی جبکہ اس نیک کام کی توقع دشمنوں سے نہیں کی جا سکتی تھی۔

دشمنوں کی کامیابی یقینی تھی کیونکہ مجھے گولی مار نے یا قیدی بنا کر لے جانے کا وہ مناسب وقت نہیں تھا۔ میڈونا کو معلوم ہو چکا تھا کہ رسوتی کے علاوہ آرمر اور ڈینی دانیال بھی میرے دماغ میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ مجھ پر حملہ کرنے کے لیے رات کا ایسا وقت مقرر کیا جا سکتا تھا جب میرے ساتھی جاگتے والے ساتھی سو رہے ہوں یا کسی دوسری جگہ مصروف ہوں۔ لیکن میرا اٹھ کھڑا ہونے کے بعد میڈونا اور سپر ماسٹر رات ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ آنے والا کوئی بھی لمحہ مجھے ان کے شیطانی منصوبے سے بچا سکتا تھا۔ اس اندیشے کے باعث انھوں نے دن کے وقت حملہ کیا اور ایک زبردست قاتل کو میرے پاس بھیجا جس نے میرے سامنے پہنچتے ہی کوئی بات نہیں کی کوئی مہلت نہیں دی۔ ریوالور سیدھا کیا اور گولی مار دی۔

مجھے گولی لگنے سے کچھ پہلے آرمر میرے پاس آیا تھا۔ اگر میں نیند میں ہوتا تو وہ واپس چلا جاتا لیکن میں کال بیل کی آواز پر اٹھ گیا تھا۔ بیرونی دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ جب میں نے دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا کہ کون آیا ہے اور مجھے اس کا جواب نہیں ملا تو آرمر نے پارس کو بتایا۔ کوئی شخص کال بیل کا بٹن دبانے کے بعد جواب نہیں دے رہا ہے۔ یہ سنتے ہی پارس نے اپنی رہائش گاہ سے ڈرگائی وہ مجھ سے صرف دو اسٹریٹ کے فاصلے پر تھا۔ آرمر ایک ایک پل کی رپورٹ اسے دے رہا تھا۔ جب اس نے بتایا کہ قاتل ریوالور سے فائر کر کے دروازے کے لاک کو توڑ چکا ہے تو اس وقت پارس میری رہائش گاہ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے کہا۔ انکل! آپ پاپا کے پاس رہ کر انھیں بچانے کی کوشش کریں۔

پارس نے احاطے میں پہنچتے ہی میری چیخ سُنی۔ وہ چھلانگیں لگاتا ہوا بیرونی دروازے تک پہنچا۔ میں فرش پر گر چکا تھا۔ قاتل آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آ گیا۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ مجھ میں کتنی جان رہ گئی ہے۔ اُس نے مجھے ٹھوکر ماری مگر دوسری گولی نہ مار سکا۔ آہٹ سنتے ہی اس نے پلٹ کر پارس کو دیکھا پھر اس پر گولی چلائی۔ پارس نے فضا میں اُچھل کر قلابازی کھائی۔ فرش پر آیا پھر وہاں سے ایک لمبی چھلانگ لگائی۔ قاتل کی آنکھیں اس پر ٹھہر نے نہیں پائی تھیں۔ وہ انتظار میں تھا کہ آنے والا ایک لمحے کے لیے ٹھہرے تو اُس پر گولی چلائے مگر آنے والا جمناسٹک کے کرتب دکھاتا ہوا سر پر پہنچ گیا تھا۔ قاتل کی کنپٹی پر ایسی زبردست ٹھوکر لگی کہ سر چکرا گیا۔ اس نے سنبھل کر فائر کرنا چاہا تو دوسری ٹھوکر میں ریوالور ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کے بعد قاتل کی شامت آ گئی۔ پارس کی آہنی انگلیوں اور فولادی ہاتھوں نے اس کے دماغ کو سوچ کی لہروں قبول کرنے کے قابل نہیں چھوڑا۔ میڈونا نے سپر ماسٹر سے کہا "میرے آلہ کار نے فرہاد کو گولی ماردی ہے، مگر وہ دوسری گولی نہ مار سکا۔ پتا نہیں ایک نوجوان اچانک کہاں سے آ گیا ہے۔ وہ کوئی آندھی طوفان ہے۔"

سُپر ماسٹر نے پوچھا "تم میرے پاس وقت ضائع کرنے کیوں آئی ہو؟ اپنے آلہ کار کے ذریعے اُس نوجوان کو گولی مارو۔"

"میں نے کہا نا وہ آندھی طوفان ہے۔ بجلی کی طرح اِدھر سے اُدھر لپکتا رہا۔ میرے آلہ کار کی نظر اس پر ٹھہرتی نہیں تھی، پھر وہ گولی کیسے چلاتا۔ اب تو ریوالور بھی اس کے ہاتھ میں نہیں رہا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کر رہی تھی کہ نوجوان کے ہاتھ فولادی ہیں۔ ہتھوڑے کی طرح پڑتے ہیں۔"

"کیا وہ پارس ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ میرا آلہ کار بے ہوش ہو چکا ہے۔"

"فرہاد کی بات کرو۔"

"وہ بھی بے ہوش ہے۔ میں اس کے بے حس دماغ میں پہنچ کر اسے ہلاک نہیں کر سکوں گی۔"

"دوسرے آلہ کاروں سے کہو وہ تیار رہیں۔ فرہاد کو وہاں سے اسپتال لے جایا جائے گا۔ ایمبولینس کو کسی جگہ بموں سے تباہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر اس طرح بھی بچ نکلے تو کسی اسپتال میں آسے ختم کر سکوں گی۔ ابھی تمھارے لیے بہت سے مواقع ہیں۔ آج تمھاری ذہانت اور حاضر دماغی کی آزمائش ہے۔"

وہ اسٹیشنوں کے تمام آلہ کاروں کو باری باری مخاطب کر کے کہنے لگی "فرہاد دراصل ماسٹر پاشا کے رُوپ میں ہے۔ وہ بُری طرح زخمی ہو چکا ہے۔ ابھی اسے اسپتال پہنچایا جائے گا۔ تم میں سے ہر ایک کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ اس کی ایمبولینس اسپتال تک نہ پہنچ سکے۔ اسے راستے میں ہی تباہ کر دو۔"

اسی شہر میں پاسکل بُوبا کو بھی ضرورت کے لیے آلہ کار بنا تا پھر رہا تھا۔ وہ ایک بدنام قاتل کے دماغ میں پہنچا تو وہاں میڈونا اس سے کہہ رہی تھی "میں تمھیں مُنہ مانگی رقم دوں گی۔ پاشا کی کوٹھی سے ایک ایمبولینس نکلنے والی ہے۔ فرہاد کو زخمی حالت میں لے جایا جا رہا ہے۔ اسے کسی طرح ختم کر دو۔"

یہ سنتے ہی پاسکل بُوبا اپنے آلہ کاروں کے پاس گیا۔ اُن سے کہا "فوراً پاشا کی کوٹھی میں پہنچو۔ ایک ایمبولینس فرہاد کو زخمی حالت میں اسپتال لے جائے گی۔ تم میں سے جس کو بھی موقع ملے وہ ایمبولینس

کے ڈرائیور سے بات کرے اور اُسے سمجھائے کہ اس کی گاڑی پر زبردست حملے ہونے والے ہیں لہٰذا وہ اسپتال کے مختصر راستوں پر نہ چلے بلکہ کوئی لمبا راستہ اختیار کرے۔ باقی میں سمجھ لوں گا۔"

اب میڈونا اور پاسکل بُوبا کے درمیان ٹھن گئی تھی۔ میڈونا کو علم نہیں تھا کہ پاسکل اس کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ دونوں کے آلہ کار کوٹھی سے ذرا فاصلے پر پہنچ گئے تھے۔ میڈونا کا اندازہ درست نکلا۔ ایسے وقت کسی بھی زخمی کو ایمبولینس کے ذریعے اسپتال پہنچایا جاتا ہے۔ وہ ایمبولینس کوٹھی سے نکل کر ایک طرف جانے لگی تو اس پر کئی سمتوں سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ اس کے جواب میں پاسکل کے آدمیوں نے فائرنگ کرنے والوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ ایک آلہ کار نے موٹر سائیکل پر ایمبولینس کے برابر دوڑتے ہوئے ڈرائیور سے کہا "مجھے ایمبولینس کے زخمی سے ہمدردی ہے۔ کیا میرے مشورے پر عمل کرو گے؟"

وہ سیدھی طرح کہہ سکتا تھا کہ گاڑی دوسرے راستے سے لے جاؤ لیکن وہ سوال کر رہا تھا تاکہ جواب ملے جسے سُن کر پاسکل کو پاس کے دماغ میں پہنچ جانے لیکن ڈرائیور خاموش رہا۔ ہاں کی آواز نہیں نکالتا ہوا ہاتھ کے اشارے سے پوچھ رہا تھا۔ وہ واقعی گونگا تھا۔ پاسکل نے اسے گالیاں دیتے ہوئے کہا "یہ بن رہا ہے۔ تم گاڑی پر قبضہ کرو اور خود ڈرائیو کرو۔ میں اسے کسی طرح بھی اپنے خفیہ اڈے میں لے جانا چاہتا ہوں۔"

ایمبولینس جہاں سے گزر رہی تھی وہاں سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا میڈونا اور پاسکل کے آدمیوں نے اسپتال تک جگہ جگہ مورچے بنا رکھے ہیں۔ فائرنگ اور جوابی فائرنگ سے جھگڑ پڑ گئی تھی۔ فٹ پاتھ پر چلنے والے اپنی اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ رہے تھے۔ دوسری گاڑیاں راستہ بدل کر فائرنگ سے محفوظ رہنے کے لیے آڑی ترچھی ہو رہی تھیں۔ ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ اب پولیس کی گاڑیاں بھی سائرن بجاتی آ رہی تھیں۔ ایسے ہی وقت ایمبولینس کے قریب ہینڈ گرینیڈ کا دھماکا ہوا۔ گاڑی اچھل کر ایک طرف گھومی۔ پھر ایک دکان کے شوکیس سے ٹکرا کر اندر گھس گئی۔ حملہ آوروں نے اور ایک گرینیڈ پھینکا۔ اس بار جو دھماکا ہوا اس سے ایمبولینس اور دکان میں آگ لگ گئی۔ شعلے بھڑکنے لگے۔ پاسکل بوبا نے ایک ایک آلہ کار کے دماغ میں پہنچ کر کہا "فرہاد کو ایمبولینس سے نکالو۔ جو اسے نکالے گا میں اسے لاکھوں ڈالر انعام دلاؤں گا۔"

دو شخص جان کی بازی لگا کر شعلوں میں کود گئے۔ کچھ لوگ آس پاس کی دکانوں سے آگ بجھانے کے سلنڈر لا کر بھڑکتے ہوئے شعلوں کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر ایمبولینس کی پیٹرول کی ٹنکی پھٹنے کے باعث پھر ایک دھماکا ہوا۔ گاڑی کے چیتھڑے اُڑنے لگے۔ اندر جانے والوں میں سے ایک شخص باہر آ کر گرا۔ دو آدمی اُسے گھسیٹ کر دور لے جانے لگے۔ پاسکل بوبا نے پوچھا "کیا ہوا؟ تمھارا دوسرا ساتھی کہاں ہے؟"

بچ کر آنے والے کی حالت بہت نازک تھی۔ وہ مُنہ کھولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا "ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ ایمبولینس کے پچھلے حصّے میں زخمی فرہاد تو کیا ایک چڑیا کا بچہ بھی نہیں تھا۔"

وہ ناکامی سے تلملا کر بولا "فرہاد اور اس کے محافظ شیطان کی اولاد ہیں۔ مجھے اور سپر ماسٹر کی خیال خوانی کرنے والی کو ایک دوسرے سے لڑاتے رہے اور فرہاد کو کسی دوسرے راستے سے نکال کر لے گئے۔"

مجھے اسپتال پہنچانے والا صرف ایک پارس تھا۔ آرمر نے اس سے کہا "بیٹے! میں نے فرانسیسی جاسوس سے کہہ دیا ہے وہ ایمبولینس کے ساتھ پہنچنے ہی والا ہے۔ اب میں پولیس والوں کو اطلاع دینے جا رہا ہوں۔"

پارس نے کہا "رک جائیے۔ آج پولیس والے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی پابجا کی حفاظت نہیں کر سکیں گے۔ دشمن مارنے مرنے کی ٹھان چکے ہیں۔ آپ کسی کو اطلاع نہ دیں۔ صرف ایمبولینس کو آنے دیں۔"

ایمبولینس آئی تو پارس نے جاسوس کو روک لیا۔ ایمبولینس کو واپس بھیج دیا۔ جب وہ احاطے سے نکل کر دور چلی گئی تو اس نے بازوؤں میں مجھے اٹھایا۔ پاشا کی کار موجود تھی۔ جاسوس نے پچھلا دروازہ کھولا۔ پارس مجھے سیٹ پر شاکر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گیا۔ جاسوس میرے پاس بیٹھ گیا۔ پھر وہ کار آندھی طوفان کی رفتار سے اسپتال پہنچ گئی۔ میرے بیٹے کی حاضر دماغی نے کسی دشمن کو راستے میں آنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

وہ ایک فوجی اسپتال تھا۔ مجھے گولی لگتے ہی آرمر نے جناب شیخ الغفار سے رابطہ قائم کر کے انھیں میری حالت بتائی تھی۔ انھوں نے فرانس کے اعلیٰ حکام سے کہا "فرہاد کو گولی لگی ہے۔ آپ لوگ ترکی کے حکام سے درخواست کریں کہ اسے سخت حفاظتی انتظامات میں آپریشن تھیٹر پہنچایا جائے۔ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے ڈاکٹروں اور نرسوں کی نگرانی کریں گے۔"

یہ معاملات ہاٹ لائن پر طے ہوئے۔ رسوتی آرمر اور دانیال نے خیال خوانی کے ذریعے ان ڈاکٹروں اور نرسوں کو چیک کیا جو میرے جسم سے گولی نکالنے کے لیے آپریشن تھیٹر میں آئے تھے۔ تمام فوجی افسروں سے معذرت چاہتے ہوئے درخواست کی تھی کہ وہ اسپتال کے باہر رہیں۔ دوسرے مریضوں کی عیادت کو آنے والے بھی باہر روک دیے گئے تھے۔ مریضوں کو ان کے وارڈ سے باہر جھانکنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک بڑے فوجی افسر نے غصّے سے کہا "ہم

فوج کے قابلِ اعتماد افسر ہیں۔ ہم اسپتال کے اندر ضرور جائیں گے۔"

دانیال نے سمجھایا۔ "دشمن خیال خوانی کرنے والے آپ کے دماغ میں چھپ کر آئیں گے اور فرہاد صاحب کو نقصان پہنچائیں گے۔"

وہ بولا۔ "میں دماغی طور پر نارمل ہوں۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میری مرضی کے خلاف بھلا کوئی کام کیسے کرا سکتا ہے؟"

"میں ابھی ثابت کرتا ہوں۔ آپ مستقل مزاجی سے فیصلہ کریں کہ دوسری طرف گھوم کر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ میں آپ کی مرضی کے خلاف یہاں سے لے جاؤں گا۔"

"میں یہاں سے گھوم کر نہیں جاؤں گا۔ دیکھتا ہوں تم مجھے کیسے لے جاتے ہو۔"

چند سیکنڈ کے بعد وہ اباؤٹ ٹرن ہو گیا۔ اس کا دماغ کسی قدر آزاد چھوڑ گیا تھا تاکہ وہ اپنی بے بسی کو سمجھ سکے۔ جب وہ لیفٹ رائٹ کہتا ہوا اسپتال کے احاطے سے باہر چلا گیا تو دانیال نے پوچھا۔ "کیا اب بھی آپ اسپتال کے اندر جانے کی ضد کریں گے؟"

وہ جھینپ کر ناگواری سے بولا۔ "جب تم لوگ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوستوں اور دشمنوں کا راستہ روک سکتے ہو تو ہم فوجیوں کی کیا ضرورت ہے؟"

"تم ہمارے مطلب کے محافظ نہیں ہو۔ کوئی بھی دشمن تمہیں آسانی سے اپنا آلۂ کار بنا سکتا ہے۔ لہٰذا تم جاؤ۔"

"تم مجھے حکم دے رہے ہو؟ تم ہو کیا چیز؟ میں ابھی فوج کو یہاں سے لے جاؤں گا۔ ہم تمہارے باپ کے نوکر..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے دماغ میں زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ چیخ مار کر گر پڑا۔ کہتے ہی فوجی جوانوں نے لپک کر اسے اٹھایا۔ ایک اور اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اچانک چیخ مار کر کیوں گر پڑے؟"

دانیال نے اس کے دماغ کو دوسرا جھٹکا پہنچایا۔ وہ ذبح ہونے والے بکرے کی طرح تڑپ تڑپ کر چیخ رہا تھا۔ پھر دانیال نے اس کی زبان سے کہا۔ "میں فرہاد کا ٹیلی پیتھی جاننے والا محافظ بول رہا ہوں۔ اس افسر کے دماغ میں ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن گھس آیا ہے۔ اسے اسپتال سے دور بھیج دو پھر ڈیوٹی پر واپس نہ بلاؤ۔"

اس واقعے کے بعد پھر کسی نے اسپتال میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کی۔ میڈونا اور پاسکل بُوبا اپنے طور پر مجھ تک پہنچنے کی کوششوں میں مصروف ہوں گے۔ میرے جسم سے کوئی نکلنے کے دس گھنٹے بعد تک دانیال نے کسی ڈاکٹر اور نرس کو باہر جانے کی اجازت نہیں دی۔ اگر وہ جاتے تو باہر سے دشمنوں کی ٹیلی پیتھی کا شکار ہو کر آتے۔ تمام ٹیلیفون کے تار کاٹ دیے گئے تھے۔ میڈونا اور پاسکل باہر سے کوئی رابطہ قائم کر کے اسپتال کے اندر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ان کے اسلحے اور گولہ بارود کو ناکام بنانے کے لیے فوجی ہمیشہ الرٹ رہتے تھے۔ آپریشن کامیاب رہا تھا۔ میں خطرے سے باہر تھا مگر بے ہوش تھا اور یہ بے ہوشی فی الحال میری محافظ تھی۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے میرے بے حس دماغ میں اگر سوچ کی لہروں سے زلزلے پیدا نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی میری سانس روک سکتے تھے۔ ڈاکٹر ولسن نے کہا تھا میں تقریباً چھ گھنٹے بعد ہوش میں آؤں گا۔ اگرچہ رسونتی اور دانیال میرے ہوش میں آتے ہی میرے دماغ پر قبضہ جما کر رہ سکتے تھے لیکن کب تک رہ سکتے تھے؟ جو بھی باری باری ڈیوٹی دیتا وہ کسی حادثے یا ناگہانی مصیبت کے باعث دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو سکتا تھا۔ میرے دماغ سے چند لمحوں تک غیر حاضر ہونے کا کوئی بھی اتفاقی سبب ہو سکتا تھا۔

آپریشن کامیاب ہوتے ہی میرے خیال خوانی کرنے والے صاحبیوں نے ڈاکٹروں اور فوجی افسروں سے کہا۔ "کمزور دل کے مریضوں کو فوراً دوسرے اسپتال منتقل کرو۔ مادام رسونتی ہیلی کاپٹر میں اپنے شوہر سے ملنے آ رہی ہیں اور ہیلی کاپٹر اسپتال کی چھت پر اتارا جائے گا۔"

اُن کی ہدایات پر عمل کیا گیا۔ آدھے گھنٹے میں کئی مریض دوسرے اسپتال منتقل کر دیے گئے۔ فرانس کا ایک ہیلی کاپٹر چھت پر اُترا۔ مجھے اسٹریچر پر لٹا کر خون کی بوتلوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچایا گیا۔ ایک گھنٹے قبل نینسی کو بلایا گیا تھا۔ وہ بھی پارس کے ساتھ اس ہیلی کاپٹر میں چلی گئی۔ اسپتال کا عملہ حیرانی سے یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ رسونتی نے خیال خوانی کے ذریعے ڈاکٹر سے کہا۔ "معذرت چاہتی ہوں میں نہ آ سکی لیکن فرہاد کے جانے کے بعد دس گھنٹے تک کوئی اسپتال سے باہر نہیں جائے گا۔ آپ لوگ میرے فلائر کریں گے کہ میں ہیلی کاپٹر میں دو نہایت تجربہ کار ڈاکٹر آئے تھے۔ وہ مجھے اپنی نگرانی میں لے جا رہے تھے۔ اس سفر کے دوران نینسی پہلی بار مجھے دیکھ رہی تھی اور پارس سے کہہ رہی تھی۔ میں نے کئی بار پاپا کو اپنے دماغ میں سنا، آج آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ انھیں بے ہوشی کی حالت میں دیکھ کر میرا دل صدمے سے چُور چُور ہے۔ آخر یہ سپر اسٹار ماسک مین اور یہودی تنظیم والے کیوں ان کی جان کے دشمن ہیں، یہ دشمنی کب ختم ہو گی؟"

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "جب ٹیلی پیتھی ختم ہو گی۔"

"ٹیلی پیتھی دشمنوں کا کیا بگاڑتی ہے۔ پاپا اپنے اس علم سے کسی ملک پر حکومت کرنے نہیں جاتے کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ "سپر طاقت کہلانے والے ممالک کے پاس ایٹم بم، ہائیڈروجن

اور جدید ترین خطرناک میزائل ہیں لیکن ان سب سے زیادہ خطرناک ہتھیار ٹیلی پیتھی ہے۔ پاپا خواہ مخواہ یہ ہتھیار کسی کے خلاف استعمال نہیں کرتے۔ لیکن اس کی دہشت نے پاپا کو سپر پاور سے زیادہ سپر پاور بنا دیا ہے۔ بڑے ممالک دھونس اور دہشت میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ اس لیے مختلف حیلے بہانوں سے یا پرائے کاندھوں پر بندوق رکھ کر پاپا کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ پھر ناکام ہو کر قتل کی سازش کا الزام نہیں لیتے۔ دوسری طاقتوں اور تنظیموں کو قصوروار ٹھہراتے ہیں۔"

"پاپا ساری زندگی موت سے لڑتے رہے ہیں اب تم دونوں جوان بیٹوں کا فرض ہے کہ وہ باپ کو ہر طرح کا تحفظ دیں اور کوئی ایسی تدبیر کریں جس پر عمل کرنے سے پاپا کا کوئی دشمن نہ رہے۔ اگر رہے تو دوست بن کے رہے۔" نینسی نے کہا۔

"ہماری فیملی کے لیے اور ہمارے وفاداروں کی ایک بستی آباد ہو جانے کے بعد پاپا یہ اعلان کریں گے کہ سب کی سلامتی اور سکونِ قلب کے لیے وہ اور اُن کے ساتھی چھ ماہ تک خیال خوانی نہیں کریں گے۔ اس نئی بستی سے باہر نہیں جائیں گے۔ اگر کسی کے دل میں دشمنی باقی ہے تو وہ چھ ماہ تک ہم سے چھیڑ نہ کرے۔ ہماری بستی سے دور رہ کر غور کرے کہ دوستی میں بھلائی ہے یا دشمنی میں؟"

"پھر بھی دشمنی کی گئی تو؟"

"ہم چھ ماہ تک دشمنی کا جواب دشمنی سے نہیں دیں گے صرف اپنا بچاؤ کرتے رہیں گے۔"

نینسی نے کہا۔ "دشمنوں کو دوست بنانے اور امن و امان قائم رکھنے کا یہ سچا دوستانہ طریقہ ہے۔ میرا خیال ہے دشمن ہمارا پیچھا چھوڑ دیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

ہیلی کاپٹر پاپا صاحب کے ادارے میں اُترا۔ مجھے ادارے کے اسپتال میں پہنچایا گیا۔ وہاں میاں بیوی کو رہنے کی اجازت نہیں ملتی تھی اس لیے نینسی اور پارس اُسی ہیلی کاپٹر سے شہر چلے گئے۔ ادارے کے قابل ڈاکٹروں نے کہا۔ "مسٹر فرہاد ہوش میں آئیں گے تو خیال خوانی کرنے والے ساتھی ان کی دماغی توانائی کے تعلق سے ٹیلی پیتھی سے بتائیں گے۔ ہم بھی اپنے طور پر ان کا معائنہ کریں گے۔ اگر حالت تشویشناک نہیں ہوگی تو انھیں کوما میں رکھا جائے گا۔ اس طرح خیال خوانی کرنے والے دشمن انھیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

"اگر حالت تشویشناک ہو گی تو؟"

"تو انھیں کوما میں نہیں رکھا جا سکے گا۔ خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں کو کسی نہ کسی طرح ان کی حفاظت کرنی ہوگی۔"

میں اپنے ساتھیوں کے لیے اور بیٹوں کے لیے پرابلم بن گیا تھا۔ دشمن میرے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے ہوں گے اور میرے ہوش میں آنے سے میرے پیاروں کے ہوش اُڑنے والے تھے کیونکہ چوبیس گھنٹے میرے دماغ میں جم کر رہنا اور دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے مجھے بچائے رکھنا بہت مشکل تھا۔ میری حفاظت کرنے والوں کی ذرا سی غفلت مجھے موت کے منہ میں پہنچا سکتی تھی۔

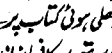

ٹرین تیز رفتاری سے اپنی منزل کی طرف جا رہی تھی۔ علی تیمور نے کھلی ہوئی کتاب پر سے نظر اُٹھا کر میڈونا کو دیکھا۔ وہ سامنے والی برتھ پر کافرانہ انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔ اپنے پُرشباب جسم کی نمائش میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ چہرے سے کبھی غصہ اور کبھی ناگواری جھلک رہی تھی۔ جیسے وہ بند آنکھوں کے پیچھے کسی کو دیکھ رہی ہو اور کسی ناکامی پر تلملا رہی ہو۔

علی تیمور نے سوچا۔ اگر کسی خیال خوانی کرنے والے نے اسے آلۂ کار بنایا ہے تو وہ اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمائے گا تاکہ یہ غصے اور ناگواری کا اظہار نہ کرے۔ بے اختیار ایک آلۂ کار کے فرائض انجام دیتی رہے لیکن اس کے چہرے سے ایسا ظاہر ہو رہا ہے جیسے یہ خود خیال خوانی کر رہی ہے اور کسی کو غصہ دکھا رہی ہے۔ اس عورت کی ایک ایک حرکت کو توجہ سے دیکھنا اور سمجھنا چاہیے۔

اُس نے میڈونا کو توجہ سے دیکھنے کے لیے کتاب بند کر دی، اسے اٹیچی میں رکھنے کے لیے برتھ کے نیچے جھکا تو فرش پر پڑی ہوئی فرزانہ کی تصویر نظر آ گئی۔ اس نے تصویر کو اُٹھا کر دیکھا اور سوچا۔ یہ کتاب سے کب گری تھی؟

کتاب سے تصویر کا گرنا کوئی انوکھی بات نہیں تھی لیکن یہ اس کے باتھ روم میں جانے سے پہلے گری تھی تو سوال پیدا ہوتا ہے کیا میڈونا نے اسے اٹھا کر دیکھا ہوگا؟

اس نے تصویر کو اُلٹ کر دیکھا۔ اس پر چیل کے سول کا ہلکا سا نشان تھا۔ جب وہ باتھ روم سے آیا تو چیل گیلی تھی۔ اس کا ایک پاؤں تصویر پر پڑا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ باتھ روم میں جانے سے پہلے تصویر وہاں گری تھی۔ اور جتنی دیر وہ باتھ روم میں رہا اتنی دیر میں میڈونا کو تصویر اٹھا کر دیکھنے پھر اسے واپس اسی جگہ رکھنے کو کافی وقت ملا ہوگا۔

اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ میڈونا نے اس تصویر کو دیکھا ہے اور اس تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر فرزانہ کے دماغ میں پہنچی ہے۔ شاید اسی لیے بڑی دیر سے آنکھیں بند کیے پڑی ہے۔ اسے فرزانہ کی سوچ پڑھ کر معلوم ہو چکا ہوگا کہ میں علی تیمور ہوں۔ یہ اور بہت سی اہم معلومات حاصل کر رہی ہوگی۔ اسے خیال خوانی سے باز رکھنا چاہیے۔ میں اسے مخاطب کر دوں گا۔

اس سے پہلے ہی رسونتی نے مخاطب کیا۔ "بیٹے! غضب

ہوگیا۔ کسی نے تمھارے باپ کو گولی ماری ہے۔ پارس نے انھیں اسپتال پہنچایا ہے۔"

اُس نے کہا۔ "خدا رحم کرے۔ بابا کی حالت تشویشناک تو نہیں ہے؟"

"بہت تشویشناک ہے۔ میں فرزانہ کو چھوڑ کر بابا صاحب کے ادارے میں جارہی ہوں۔ آپریشن کامیاب ہوگا، گولی نکل جائے گی تو انھیں بابا صاحب کے ادارے میں لایا جائے گا۔"

"ماما! گولی کس نے چلائی؟ قاتل کو کیسے معلوم ہوا کہ پاپا مائٹی پاشا کے روپ میں ہیں؟"

"پتا نہیں، دشمنوں کو کیسے معلوم ہوگیا؟"

"کیا پاپا کوٹھی سے باہر گئے تھے؟"

"نہیں، بیچ کے بعد سو رہے تھے۔۔۔"

رسونتی تفصیل بتا رہی تھی۔ علی تیمور سامنے لیٹی ہوئی میڈونا کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "ماما! آپ اپنے بیٹے سے کوئی بات نہیں چھپاتی ہیں کیا ایک بات پوچھوں؟"

"ہزار باتیں پوچھو۔ کیا اپنی ماما پر بھروسا نہیں ہے؟"

"بھروسا ہے اسی لیے پوچھ رہا ہوں۔ کیا آپ نے کچھ دیر پہلے فرزانہ کو پاپا کے متعلق بتایا ہے؟"

"ہاں، یہ میری ہونے والی بہو ہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے تم باپ بیٹے کیسی خطرناک زندگی گزار رہے ہو۔"

"کیا آپ نے یہ بھی بتایا کہ وہ مائٹی پاشا کے روپ میں ہیں؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "کیا مجھ سے غلطی ہوئی ہے؟"

"آپ ہاں یا نہ میں جواب دیں۔"

"ہاں، بتایا ہے۔"

وہ ایک جھٹکے سے اُٹھا۔ پھر ایک قدم بڑھا کر میڈونا کے پاس آیا۔ آہٹ سُن کر اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ سہم کر دیکھنے لگی مگر اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔ علی تیمور نے ایک پاؤں اُٹھا کر اس کی ٹھوڑی کے نیچے حلق پر رکھ دیا تھا۔ اس کی سانس رکنے لگی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اس کا پاؤں پکڑ کر ہٹانا چاہتی تھی لیکن وہ پاؤں ستون کی طرح جم گیا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ حلق پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اسی طرح چپ چاپ لیٹی رہو۔ میری ماما تمھارے دماغ میں آرہی ہیں۔ میں چاہتا ہوں تم سانس نہ روکو۔ اگر روکو گی تو میرا پاؤں ہمیشہ کے لیے سانس کا رشتہ توڑ دے گا۔"

وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اس کے خیالات پڑھے۔ رسونتی کو دماغ میں جگہ دینے سے سارا بھید کھل جاتا۔ لیکن وہ سانس روک کر اسے بھگا نہیں سکتی تھی۔ علی تیمور اس بُری طرح دبوچ رہا تھا کہ سانس رک رک کر آرہی تھی، ایسے میں یوگا کی مہارت کا ثبوت نہیں دیا جاسکتا تھا۔ وہ پوری قوت سے تڑپ تڑپ کر برتھ سے آدھی نیچے آگئی۔ اس کے بعد وہ جدوجہد نہ کرسکی۔ حلق پر پاؤں کا دباؤ بہت بڑھ گیا تھا۔ وہ آدھی اوپر آدھی نیچے رہ گئی۔ علی تیمور کو رحم طلب نگاہوں سے دیکھتی رہی۔

"میں عورتوں پر نہ ہاتھ اُٹھاتا ہوں، نہ ہاتھ لگانا پسند کرتا ہوں۔ اسی لیے تمھیں پاؤں تلے رکھ رہا ہوں۔ تمھاری بھلائی اسی طرح خاموش پڑے رہنے میں ہے۔"

وہ بے بسی سے خاموش پڑی رہی۔ تھوڑی دیر بعد رسونتی نے کہا۔ "یہی اصل خیال خوانی کرنے والی ہے۔ اسی کے ایک آلۂ کار فرحان نے تمھارے پاپا کو گولی ماری ہے۔ ذرا اس کے مُنہ میں کپڑا ٹھونس کر باندھ دو۔"

اس نے اپنا رومال نکال کر اس کے مُنہ میں ٹھونسا۔ پھر اس کا اسکارف لے کر مُنہ باندھ دیا۔ تب رسونتی نے اس کے دماغ کو جھٹکے پہنچائے۔ وہ پہلے ہی جھٹکے میں ماہی بے آب کی طرح پھڑپھڑا کر ڈھیلی پڑ گئی۔ رسونتی نے کہا۔ "یہ دوسرے جھٹکے میں مر جائے گی۔ جو کچھ پوچھنا ہے مجھے بتاؤ، میں اس کی سوچ سے معلوم کروں گی۔"

"آپ اس سے پوچھیں، دوسرے خیال خوانی کرنے والے کا نام کیا ہے؟"

رسونتی نے میڈونا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ "مجھے اسی طرح ادھ موئی بن جانا چاہیے ورنہ دوسرا جھٹکا پہنچایا گیا تو میں برداشت نہیں کرسکوں گی۔"

رسونتی بڑی خاموشی سے اس کے دماغ کی تہہ میں اُتر گئی۔ پھر بیٹے کے پاس آکر بولی۔ "یہ میڈونا اور پُراسرار دوسرے خیال خوانی کرنے والے کے متعلق اتنا ہی جانتے ہیں کہ تمھارے پاپا نے اسے ٹریپ کرکے مار ڈالا ہے۔"

"پُراسرار کو یہ غلط فہمی کیسے ہوگئی؟"

"بیٹے! وہ دوسرا خیال خوانی کرنے والا میڈونا کے خلاف ہے۔ استنبول میں جو واردات کرتا ہے اس کا الزام تمھارے پاپا کے سر رکھتا ہے۔"

"پھر تو وہی شخص پُراسرار کا آدمی تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد دانیال کی طرح پُراسرار کے خلاف ہوگیا۔ وہ ہمارا بھی دشمن ہے۔ یقیناً ماسک مین یا یہودی تعلیم کے لیے کام کر رہا ہوگا۔ کیا آپ نے اچھی طرح میڈونا کے خیالات پڑھے ہیں؟"

"ہاں بیٹے! میں اس کے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔"

"ماما! آپ سیاست اور میرا بچہ ری کو نہیں سمجھتی ہیں۔ پلیز، میری تسلی کے لیے دانیال کو بلائیں۔"

رسونتی نے دانیال کو بلایا۔ وہ بڑی خاموشی سے میڈونا کے دماغ کو اچھی طرح کھنگالتا رہا پھر بولا۔ "تمھاری ماما درست کہتی ہیں، وہ دوسرا خیال خوانی کرنے والا پُراسرار کو زبردست دھوکا دے رہا ہے جس طرح میں اس سے تعلقات توڑ کر تم لوگوں سے آملا ہوں، اسی طرح وہ کسی دوسری تنظیم کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"کیا وہ اور میڈونا ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک اس کی سوچ پڑھنے کے بعد بولا۔ "پُراسرار نے میڈونا اور اُس خیال خوانی کرنے والے کو ایک دوسرے سے چھپایا تھا تاکہ فرہاد صاحب اگر ایک کے دماغ میں پہنچیں تو اس کے ذریعے دوسرے کا سراغ نہ لگا سکیں۔ جب دوسرے نے پُراسرار سے غداری کی تو اسے حراست میں رکھا گیا۔ حراست کے دوران ہی وہ شخص مارا گیا۔ میڈونا اور پُراسرار سمجھ رہے ہیں کہ فرہاد صاحب نے ہمیشہ کی طرح پھر ان کے ایک خیال خوانی کرنے والے کو مار ڈالا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے میڈونا اور پُراسرار کو اس نئے خیال خوانی کرنے والے کا علم نہیں ہے۔"

"جی ہاں، انھیں کیسے علم ہوسکتا ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس کا الزام تمھارے پاپا پر عائد کرتا ہے۔ ابھی کسی کو اس کے وجود کا علم نہیں ہے۔ ایک اور بات ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہمیں بھی تیسرے خیال خوانی کرنے والے کا علم نہیں ہے۔"

"اوہ گاڈ! کیا تیسرا بھی ہے؟"

"جی ہاں اور بہت عرصے سے ہے۔ پُراسرار کا ملک اسے ہمیشہ راز میں رکھتا ہے۔ پہلے ان کے پاس ٹرانسفارمر مشینیں تھیں۔ ان کے ذریعے اپنے ملک میں مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کیا جاسکتا تھا۔ دوسروں کے دماغوں میں یہ علم منتقل کرنے کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو آج تک انتہائی رازداری میں رکھا گیا ہے۔ تمام ٹرانسفارمر مشینیں اور نقشے تباہ ہوچکے ہیں لیکن وہ تیسرا خیال خوانی کرنے والا ابھی تک کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"وہ میڈونا سے ضرور رابطہ قائم کرتا ہوگا۔"

"میڈونا کی سوچ بتا رہی ہے کہ وہ تیسرا ابھی اس سے رابطہ نہیں رکھا بلکہ پُراسرار سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"یہ تیسرا خطرہ کسی وقت بھی ہماری طرف آسکتا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ چپ چاپ ہمارے خلاف کوئی کام کرکے جاتا ہو اور ہمیں اس کا علم نہ ہوتا ہو۔"

"جی ہاں، وہ ایسا کرتا ہوگا۔"

"اگر میڈونا نہ رہے تو پُراسرار ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے محروم ہوجائے گا۔ دوسری طرف ہم اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کو ہلاک کریں گے۔ ایسے میں پُراسرار اور وہاں کے اعلیٰ حکام اس تیسرے کو میدانِ عمل میں لانے پر مجبور ہوجائیں گے۔"

"بے شک۔ تیسرے کو منظرِ عام پر آنے کے لیے مجبور کرنا چاہیے۔ میں میڈونا کو ٹرین سے اُتار کر لے جارہا ہوں۔ اس کا قصہ تمام ہونا چاہیے۔"

علی تیمور اپنی برتھ پر آکر آرام سے بیٹھ گیا۔ میڈونا نڈھال سی ہوگئی تھی۔ برسوں کی بیماری لگ رہی تھی۔ وہ کراہتے ہوئے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر علی تیمور کے آگے گھٹنے ٹیک کر بولی۔ "مجھے معاف کردو۔ میں تمام عمر تمھاری وفادار کنیز بن کر رہوں گی۔"

وہ بولا۔ "مجھے آج تک کسی ملازم کی ضرورت نہیں پڑی۔ پھر میں کنیز رکھ کر کیا کروں گا۔ میں اپنا ہر کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتا ہوں۔"

"میں تمھارے ہاتھ پاؤں دباؤں گی۔ تمھاری تنہائی دور کروں گی۔"

"پارس ہوتا تو ہاتھ پاؤں دبوانے کے متعلق سوچتا۔ مجھے معاف کرو مائی۔"

وہ فرش پر سے اُٹھ گئی۔ اپنا سامان بیگ میں رکھتے ہوئے بولی۔ "میں بے اختیار کیوں تمھارے پاس سے اُٹھ گئی ہوں؟ یہ سامان بیگ میں کیوں رکھ رہی ہوں؟"

دانیال نے اس کے دماغ میں کہا۔ "تم یہاں سے جارہی ہو؟"

"نہیں، میں نہیں جاؤں گی۔ میں علی تیمور کے قدموں میں سر پٹخ پٹخ کر معافی مانگوں گی۔ تم میرے چور خیالات پڑھ کر علی تیمور کو یقین دلا سکتے ہو کہ میں سچے دل سے اس کی وفادار رہوں گی۔"

"تم سچے دل سے پُراسرار کی وفادار تھیں۔ اب پٹری نہ بدلو۔ اسی سچے دل سے پُراسرار کے لیے قربان ہوجاؤ۔ اب میں تمھارے دماغ کو پوری طرح گرفت میں لے رہا ہوں، چلو۔"

وہ علی تیمور کو دیکھے بغیر کیبن سے باہر آگئی۔ کمپارٹمنٹ کے کوریڈور سے گزرتے ہوئے دروازے کے پاس پہنچ گئی۔ ٹرین ایک اسٹیشن پر رک رہی تھی۔ چیکر نے پوچھا۔ "مادام! آپ توبارڈر کے آخری اسٹیشن تک جانے والی تھیں؟"

وہ بولی۔ "مسٹر! ہم اپنے بارے میں بہت دور تک سوچ لیتے ہیں اور بہت دور تک جانا چاہتے ہیں لیکن اچانک زندگی کا آخری اسٹیشن آجاتا ہے۔"

"جی مادام! میں آپ کی بات سمجھ نہیں پایا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "میں نے بات ہی ایسی کی ہے جو صرف میری سمجھ میں آئے۔"

وہ ٹرین سے اُتر گئی۔ پلیٹ فارم پر خاصی گہما گہمی تھی۔ دانیال نے اس کے دماغ کو ذرا ڈھیل دی۔ وہ پریشان ہوکر اپنے آس پاس سے گزرتے ہوئے مسافروں کو دیکھنے لگی۔ سامنے ٹرین کھڑی ہوئی تھی۔ وہ پھر اس میں سوار ہونے کے لیے آگے بڑھی۔ دانیال نے اس

کے قدم روک دیے۔ وہ پھر آگے بڑھنا چاہتی تھی' اس بار اُس کے قدم لڑکھڑا گئے۔ وہ گرتے گرتے بچ گئی۔ ایک مسافر نے اسے تھام لیا تھا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "مادام! کیا تم دن کے وقت بھی پیتی ہو؟"

"مم۔ میں نے پی نہیں ہے مگر میں ہوش میں رہنا نہیں چاہتی۔ میں بے ہوش ہو جانا چاہتی ہوں۔ پلیز میری مدد کرو! یہ شہر میرے لیے نیا ہے۔ مجھے کسی ڈاکٹر کے پاس پہنچا دو۔ میں بے ہوش رہنا چاہتی ہوں۔"

"تمھیں بے ہوشی کیوں پسند ہے؟"

"وہ... وہ تم نہیں جانتے۔ میں تمھیں بعد میں بتاؤں گی۔ پہلے مجھے بے ہوش ہو جانے دو۔"

"جب تم بے ہوش ہو جاؤ گی تو بعد میں کیسے بتاؤ گی؟"

"اوہ تم نہیں سمجھو گے۔ میری جان کے دشمن میرے دماغ میں ہیں۔"

مسافر نے کہا۔ "اچھا تو یوں کہو نا تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خوفزدہ ہو؟"

"ہاں پلیز! جلدی چلو۔ معلوم ہوتا ہے' وہ ابھی میرے دماغ سے چلا گیا ہے۔"

"بالکل چلا گیا ہے۔ جب میں تمھارے سامنے موجود ہوں تو بیک وقت تمھارے دماغ میں کیسے رہ سکتا ہوں؟"

"آں!" وہ سہم کر اسے دیکھنے لگی۔ مسافر نے مسکرا کر کہا۔ "میں اس شہر کے ہر فرد کے دماغ میں رہوں گا۔ تم کسی سے مدد حاصل نہیں کر سکو گی۔ یہ تمھارے لیے شہرِ دشمناں ہے۔ تمھیں یہاں ایک بھی ہمدرد نہیں ملے گا۔"

یہ کہہ کر مسافر وہاں سے چلنے لگا۔ دانیال نے پوچھا۔ "تم نے مسافر کی بات سن لی۔ یقین نہ ہو تو پولیس والوں سے مدد حاصل کرو۔ تم اُن کے دماغوں میں بھی مجھے پاؤ گی۔"

وہ گڑگڑا کر بولی۔ "مجھے معاف کر دو۔ ایک بار مجھے آزما لو۔ مجھے تمھاری دانشمندی نے بہت کچھ سکھایا ہے۔ تم نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتے ہی سپر ماسٹر سے علیحدگی اختیار کر لی' اسی لیے آج تک زندہ ہو۔ فرہاد جس کا دشمن ہوتا ہے' اُس کے ماتحت زندہ نہیں بچتے۔ اسی لیے سپر ماسٹر کے کئی خیال خوانی کرنے والے یکے بعد دیگرے مارے گئے۔ میرا بھی وقت آ گیا۔ تم فرہاد اور اُس کی فیملی کے وفادار ہو' تمھاری سفارش پر مجھے ایک نئی زندگی مل سکتی ہے۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں' یہ نئی زندگی تمھاری خدمت کے لیے وقف کر دوں گی۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولتی ہوئی پلیٹ فارم سے باہر آئی۔ پھر ایک طرف چلنے لگی۔ دانیال نے کہا۔ "ذرا یہ بھی سمجھتی جاؤ کہ موت کی طرف ایک ایک قدم جاتے وقت کیسے جان نکلتی جاتی ہے۔"

"ہاں میں سمجھ رہی ہوں' تم مجھے معاف نہیں کرو گے اور اسی طرح موت کی طرف لے جاؤ گے تو میں موت سے پہلے ہی مر جاؤں گی۔ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"اپنے دائیں بائیں عمارتوں کے سائن بورڈ پڑھتی جاؤ۔"

وہ پڑھتے ہوئے جانے لگی۔ ایک ہوٹل کے سامنے پہنچ کر دانیال نے کہا۔ "یہاں ایک کمرا حاصل کرو۔"

اس نے ہوٹل کے اندر پہنچ کر کمرا حاصل کیا۔ پھر چابی لے کر کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولی۔ "کیا تم اسی شہر میں ہو؟ میرے کمرے میں آؤ گے؟ پلیز آ جاؤ۔ ایک بار مجھے آنکھوں سے دیکھ لو۔ میں تمھیں سر سے پاؤں تک خوش کر دوں گی۔"

ہوٹل کے ملازم نے اس کے لیے دروازہ کھولا پھر پوچھا۔ "آپ کے پاس اور سامان نہیں ہے؟"

"نہیں بس یہی ہے۔ تم جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر کے پوچھا۔ "پلیز مجھے بتاؤ' میرے پاس کب آ رہے ہو؟"

"میں تم سے ہزاروں میل دور ہوں۔"

وہ مایوس ہو کر بولی۔ "پھر مجھے اس کمرے میں کیوں لائے ہو؟"

"تمھیں ایک نئی زندگی دینا چاہتا ہوں۔"

خوشی کے مارے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ اس نے دونوں بانہیں پھیلا دیں جیسے اپنے محسن کو جوانی کی سلگتی ہوئی آغوش میں بلا رہی ہو پھر چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "مجھ پر اتنا بڑا احسان نہ کسی نے کیا ہے نہ کر سکتا ہے۔ آج سے یہ زندگی صرف تمھارے لیے ہے۔"

"میں نے تمھیں زندہ چھوڑا ہے لیکن خود کو حرام موت سے بچانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔"

"میں ہمیشہ اُس راستے پر چلوں گی۔"

"ابھی تم نے خود کہا تھا کہ میں فرہاد کا وفادار بن کر ابھی تک زندہ ہوں۔ یہ بالکل درست ہے۔ میں زندہ بھی ہوں اور محفوظ بھی ہوں۔ میں اُن کی ہر مشکل میں کام آتا ہوں۔ وہ بھی میری مشکلات دور کرتے رہتے ہیں۔"

"میں نئی زندگی کی قسم کھا کر کہتی ہوں' اپنی آخری سانس تک فرہاد اور اس کی فیملی کی وفادار رہوں گی۔"

"میڈونا! کبھی کبھی ایک سیدھی سی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ تم بے انتہا دولت چاہتے ہیں' اقتدار چاہتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد ہماری خواہش ہوتی ہے کہ دنیا کے تمام خطرناک مجرم' تمام سپر طاقتیں ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دیں مگر یہ تب ہی ممکن ہے' جب ہم زندہ رہیں۔ یہی سوچ سمجھ کر میں طبعی عمر تک زندہ رہنے کے لیے فرہاد کا وفادار بن گیا ہوں۔"

"پلیز' فرہاد کو یقین دلاؤ کہ میری زندگی کا ایک ایک لمحہ اس

کے ساتھ وفاداری میں گزرے گا۔"

"فرہاد صاحب تمھاری حماقتوں کے باعث زندگی اور موت کی کشمکش میں ہیں۔ جب تک وہ ہوش میں نہیں آئیں گے اور سنبھل نہیں ہوں گے' میں اُن سے تمھاری بات نہیں کر سکوں گا۔"

"مجھے ان کے پاس پہنچا دو۔ میں اپنا خون دے کر ان کی جان بچاؤں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ فی الحال تم پر تنویمی عمل ضروری ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"اگر سپر ماسٹر کو معلوم ہو گا کہ ہم نے تمھیں زندہ چھوڑ دیا ہے اور تم فرہاد کی وفادار بن گئی ہو تو وہ تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"میں اس سے کبھی رابطہ قائم نہیں کروں گی' وہ سمجھے گا کہ میں مر چکی ہوں۔"

"تم تیسرے خیال خوانی کرنے والے کو بھول رہی ہو۔ سپر ماسٹر اُس کے ذریعے تمھیں ڈھونڈ نکالے گا۔"

"ہاں' وہ ایسا کر سکتا ہے۔ وہ دوسرا اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی میری آواز سن چکا ہے۔ میرے لب و لہجے کو پہچانتا ہے۔ زندگی کے کسی موڑ پر اچانک سامنا ہو گا تو وہ مجھے پہچان کر زخمی کرے گا اور میرے دماغ پر قبضہ جما لے گا۔"

"میں تمھاری آواز اور لب و لہجہ بدل دوں گا۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے تمھاری صورت بھی بدل دوں گا۔ سپر ماسٹر کے ہاں تمھارے ریکارڈ میں جو تصویریں ہیں اُن کے ذریعے وہ کبھی تم تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کرینا نے اس کے احکامات دُہرائے۔ اب وہ میڈونا نہیں رہی تھی اُن لمحات سے کرینا کیمرون بن چکی تھی۔ دانیال نے کہہ دیا تھا دماغ صرف میری سوچ کی لہروں کو قبول کرے گا۔ ایسے وقت تم سانس نہیں روکو گی۔ میرے تمام احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی۔"

"میں تمہاری سوچ کی لہروں کو قبول کرتی رہوں گی اور تمہارے احکامات کی تعمیل کرتی رہوں گی۔"

"میں کسی بھی روپ میں تمہارے سامنے آؤں گا تو تم مجھے صورت سے نہیں آواز اور لہجے سے پہچان لیا کرو گی اور مجھے اپنا عامل تسلیم کر کے میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گی۔"

اس نے دانیال کے احکامات دُہرائے۔ وہ بولا "تم خیال خوانی صرف ایسے وقت کرو گی جب یہ تمہارے لیے بہت ضروری ہو جائے اس سے پہلے تمہیں یقین کرنا ہو گا کہ تمہیں خیال خوانی کرتے ہوئے نہ کوئی دیکھ رہا ہے نہ اِس خیال خوانی کے نتیجے میں تم کسی وقت پکڑی جاؤ گی۔"

اس نے احکامات پر عمل کرنے کا وعدہ کیا۔ دانیال نے کہا "تم اپنی پچھلی زندگی یکسر فراموش کر چکی ہو۔ اُس زندگی کا ایک لمحہ بھی اب تمہیں یاد نہیں آئے گا۔"

"مجھے اپنی پچھلی زندگی کا ایک لمحہ بھی یاد نہیں آئے گا۔"

"میں تمہیں کرینا کیمرون کی پیدائش سے لے کر آج تک چھوٹے بڑے واقعات سُنا رہا ہوں اور اہم باتیں بتا رہا ہوں انہیں ذہن نشین کرو۔"

وہ اسے بتانے لگا۔ کرینا کے متعلق اس کی ایک ایک بات دماغ میں نقش ہونے لگی۔ اِس طرح وہ میڈونا کا برین واش کر چکا تھا۔ اس کی پہلی شناخت اور شخصیت کو مار چکا تھا۔ چونکہ وہ دماغی طور پر تبدیل ہو چکی تھی اس لیے آئندہ کوئی بھی میڈونا کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ایک ہفتہ پہلے میں نے اپنی شخصیت کو گم کرنے اور مائٹی پاشا کے روپ میں رہنے کے لیے یہی طریقہ کار اختیار کیا تھا۔ دانیال بھی اسی طریقے کے مطابق اسے مکمل طور پر اپنی معمولہ بنا چکا تھا۔

اس نے آخر میں حکم دیا "تم چھ گھنٹے تک آرام سے سوتی رہو گی۔ بیدار ہونے کے بعد اسی شہر میں رہو گی۔ ایک بیسل کا پٹر کسی وقت بھی آ کر تمہیں یہاں سے لے جائے گا۔"

اس نے تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے اسے چھوڑ دیا اور دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ تل ابیب میں تھا۔ پُر اسرار موکو دینے کے بعد مستقل اسی شہر میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ صرف میں اور میرے فیملی ممبران اسے جانتے تھے۔ اس نے ایک جگہ رُک کر ہمارے سائے میں بے انتہا دولت جمع کی تھی۔ دنیا کے ہر بڑے ملک کے بڑے شہر میں کروڑوں پونڈ اور اربوں ڈالرز محفوظ کیے تھے۔ ہر شہر میں عورت کے مطابق کوٹھیاں، کاریں اور وفادار ملازمین موجود تھے۔ وہ بے شمار فلائنگ کلبوں کے پائلٹوں اور بلیک پورٹ کے مجرموں کے مافوق میں پہنچ چکا تھا۔ بڑے سے بڑے ممالک کے اہم رازوں سے واقف ہو گیا تھا۔ ان کے اہم خفیہ اڈوں کے افسرانِ کو کسی وقت بھی ٹریپ کر کے اُن سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکتا تھا۔

اس طویل عرصے میں وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک وسیع ذرائع کا مالک بن چکا تھا۔ تمام پُر طاقتیں اس سے دشمنی کا کر سکتی تھیں اور بہ ظاہر ہر جی حضوری بھی کر سکتی تھیں۔ وہ ہیری طرح اپنی ایک الگ حیثیت منوا سکتا تھا لیکن وہ سوچتا تھا۔ "نہیں، دنیا کے بڑے بڑے شہ زور اور غیر معمولی ذہانت اور علوم رکھنے والے فرہاد سے دشمنی کر کے بے موت مارے گئے ہیں۔ میں زندہ رہوں گا۔ فرہاد کا تابعدار بن کر اس کے تجربات سے بہت کچھ سیکھوں گا۔ دنیا کے چپے چپے پر اپنے قدم مضبوطی سے جماؤں گا۔ میں مانتا ہوں کہ اپنی ایک الگ حیثیت سے اُبھرنا چاہیے۔ لیکن الگ حیثیت سے زیادہ مجھے زندگی عزیز ہے۔"

اس نے شراب کی بوتل کھولی۔ پھر گلاس میں شراب اُنڈیلتے ہوئے سوچا۔ "جب تک یقین نہیں ہو گا کہ فرہاد ہر اعتبار سے کمزور یا مجھ سے کمتر ہوتا جا رہا ہے تب تک میں بھول کر بھی اس سے دشمنی نہیں کروں گا۔ میں چاہتا تو جزیرے میں پارس اور علی تیمور کو ختم کرا سکتا تھا فرہاد ابھی زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے۔ میں اس کی سانس روک کر اسے ختم کر سکتا تھا مگر باپ مرے گا تو بیٹے پیچھے پڑ جائیں گے۔ بیٹے مریں گے تو باپ مجھے تڑپا تڑپا کر مارے گا۔ ان سب کو ایک ساتھ موت کے گھاٹ اتارنا ممکن نہیں ہے۔ رسونتی اور آرمر خیالی خوانی کے ذریعے مجھے کہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے۔ پھر بابا صاحب کے ادارے میں غیر معمولی ذہانت رکھنے والے افراد موجود ہیں۔ وہ مجھے زیادہ عرصے تک چھپنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

اس نے چند گھونٹ پیے پھر سوچا۔ "ابھی میں بہت مطمئن زندگی گزار رہا ہوں اور آہستہ آہستہ اپنی طاقت بڑھا رہا ہوں۔ وہ لوگ میڈونا کو مار کر ایک اور ٹیل پتھی کی طاقت کو ختم کر دینا چاہتے تھے اِس طاقت کو میں نے اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ میں ایسا کرنے کا خطرہ کبھی مول نہ لیتا۔ کیونکہ کسی کام میں بھی ذرا سا کچا پن ہو تو فرہاد کو اُس کی خبر ہو جاتی ہے۔ ابھی حالات میرے موافق ہیں میں سارا الزام اس دوسرے خیال خوانی کرنے والے پر عائد کروں گا۔"

اس نے غٹاغٹ پیتے ہوئے گلاس خالی کیا مسرت اور مستی میں گلاس کو زوردار آواز کے ساتھ میز پر رکھا۔ پھر سوچا۔ "دوسرے اجنبی خیال خوانی کرنے والے نے میرے لیے بہت سی سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔ فرہاد کے ہوش میں آنے کے بعد میں چپ چاپ اس کے دماغ میں جاؤں اور اس کی سانس روک دوں تو الزام اسی دوسرے

اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر آئے گا۔"

اس نے گھڑی دیکھی۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ میں تقریباً چھ گھنٹے بعد ہوش میں آؤں گا۔ وہ چھ گھنٹے پورے ہو رہے تھے۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پیرس کے دماغ میں آیا۔ مگر واپس چلا گیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ "یہ دشمن بے بس اور کمزور ہونے کے باوجود دوستوں کی دشمنی سے بچ جاتا ہے۔ یہ جو اپنی موت کا وقت لکھوا کر آیا ہے اس سے پہلے نہیں مرے گا۔"

وہ مایوس ہو کر دوسری بار گلاس بھرنے لگا۔ میں تمام دشمنوں کی پہنچ سے دور چلا گیا تھا۔ جناب شیخ الفارس کے مشورے کے مطابق مجھے ہوش آتے ہی کوما میں ڈال دیا گیا تھا۔ میں زندہ تھا مگر مجھے زندگی کے پانچوں حواس سے محروم کر دیا گیا تھا۔ نہ میں خود سوچنے کے قابل تھا نہ ہی پرائی سوچ کی لہروں کو میرا بے حس دماغ قبول کر سکتا تھا۔

اس نے رسونتی کے دماغ پر دستک دی۔ پھر کوڈ ورڈ ادا کرنے کے بعد بولا "مادام! آج پہلی بار مجھ سے ایک کام بگڑ گیا ہے۔ میں میڈونا کو ٹرین سے اُتار کر اسے ہلاک کرنے لے جا رہا تھا۔ اگر وہ ٹرین میں مر جاتی تو علی صاحب سے طرح طرح کے سوالات کیے جاتے۔ جب میں اسے پلیٹ فارم پر لایا تو ایک شخص اس سے ٹکرا گیا۔ تب میں نے محسوس کیا میڈونا کا دماغ اندھیرے میں ڈوب رہا ہے۔ میں نے اسے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن وہ بے ہوش ہو کر غائب ہو گئی۔"

"کیا تم نے کسی دوسرے کو آلۂ کار بنا کر یہ نہیں دیکھا کہ کون اسے بے ہوش کر کے لے گیا ہے؟"

"میں ایسی سچویشن کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ایسا اچانک ہوا تھا۔ اس اجنبی جگہ میرا کوئی دوسرا آلۂ کار نہیں تھا۔ میں نے ٹرین میں چیکر کی آواز سُنی تھی۔ اس کے ذریعے پلیٹ فارم کے ایک مسافر تک پہنچا۔ اس کے دماغ میں رہ کر دور دور تک دیکھا۔ میڈونا نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر میں نے اس مسافر کو پلیٹ فارم کے باہر پہنچایا۔ وہ اِدھر اُدھر دوڑتا ہوا اسے تلاش کر رہا تھا۔ اس بھاگ دوڑ میں آدھا گھنٹا گزر گیا۔ ایک ٹیکسی ڈرائیور نے بتایا کہ دو شخص ایک بے ہوش عورت کو سفید رنگ کی کار میں لے گئے ہیں۔"

"اوہ دانیال! تم نے بہت دیر کر دی۔"

"میں اور کیا کر سکتا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے بتایا کہ وہ سفید رنگ کی کار رہائی وے پر پیرس کی طرف گئی ہے۔ میں نے اپنے آلۂ کار کو اُس ٹیکسی میں روانہ کیا وہ ٹیکسی ایک گھنٹے تک ہائی وے پر دوڑتی رہی لیکن وہ کار نہیں نظر نہیں آئی۔"

"یہ بہت بُرا ہوا۔ ایک خیال خوانی کرنے والی ہاتھ آ کر نکل گئی۔"

"مادام! میں سزا کا مستحق ہوں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ ہم انسان ہیں، ہم سب دھوکا کھاتے ہیں، تم نے بھی دھوکا کھایا۔ کوئی بات نہیں۔ میں سونیا کو رپورٹ دینے جا رہی ہوں۔"

"میں علی صاحب کو رپورٹ دے رہا ہوں۔"

وہ علی تیمور کے پاس اگر وہی بیان دُہرانے لگا جو رسونتی کو دے چکا تھا۔ آخر میں وہی فقرہ ادا کیا۔ "مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ میں سزا کا مستحق ہوں۔"

علی تیمور نے اس کی توقع کے خلاف کہا۔ "بے شک تمہیں سزا دی جائے گی۔ میں نے یہ سوچ کر میڈونا کو تمہارے حوالے کیا تھا کہ تم اسے ٹرین کے باہر نہیں جانے دو گے۔"

"علی صاحب! اگر میں اُسے ٹرین کے اندر ہلاک کرتا تو آپ پر الزام آتا۔ وہ آپ کے ساتھ کیبن میں سفر کر رہی تھی۔"

"میرا کوئی ہم سفر دشمنی کرے تو مجھ پر کیسے الزام آ سکتا ہے۔ تم میڈونا کو ریل کے حملے کی موجودگی میں ٹرین سے چھلانگ لگانے پر مجبور کرتے تو چشم دید گواہوں کے سامنے اس کا کام تمام ہو جاتا۔"

"آپ درست کہتے ہیں مگر اس نے فرہاد صاحب کو زندگی سے توڑ کر موت کے مُنہ میں پہنچا ہی دیا تھا۔ اُن پر تقدیر ہی مہربان ہے۔ میں ایسی دشمن عورت کو صرف ایک چھلانگ میں مارنا نہیں چاہتا تھا۔ اُسے اذیتیں دے کر تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا تھا۔"

"مسٹر دانیال! ایسے وقت انتقامی جذبات کو کچل کر مصیبت کو پہلی فرصت میں ختم کیا جاتا ہے۔"

"علی صاحب! مجھے فرہاد صاحب کے ہوش میں آنے کا انتظار ہے۔ میں اُن سے التجا کروں گا کہ آئندہ وہ مجھے بڑی ذمے داریوں کا کام نہ دیا کریں۔"

"تم پھر جذباتی ہو رہے ہو۔ پاپا نے تمہیں کسی کام کے لیے کبھی پابند نہیں کیا تم ہمیشہ دوست بن کر ہمارے معاملات سے دلچسپی لیتے رہے ہو۔ جو اتحت ہوتے ہیں وہ التجا کرتے ہیں۔ دوست معذرت چاہتے ہیں۔ ویسے دوستی ایک مشکل رشتے کا نام ہے۔ کیونکہ دوست کسی حالت میں سو فیصد وفادار مجبور نہیں ہوتا۔ کوئی غلطی ہو جائے تو ہر حال میں اس کی تلافی کرتا ہے۔"

"میں تلافی کروں گا۔ جلد ہی میڈونا کو ڈھونڈ نکالوں گا۔"

رسونتی نے آ کر کہا۔ "دانیال! سونیا تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔"

"یس مادام! ابھی جا رہا ہوں۔"

اس نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈ ادا کیے پھر کہا۔ "میں ندامت کے باعث آپ کے پاس نہیں آ رہا تھا مگر آپ کے حکم پر حاضر ہو گیا ہوں۔"

"دانیال! اپنی غلطی کو بھول جاؤ۔ میں کچھ اور کرنا چاہتی ہوں۔"

"فرمایئے مادام!"

"کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ وہ میڈونا تھی؟"

"جی ہاں۔ جب مادام رسوتی نے اسے دماغی جھٹکا پہنچایا تو دماغ کمزور پڑ جانے کے باوجود وہ خیال خوانی کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔"

"اس بات کو یوں سمجھو کہ وہ میڈونا کی ڈٹی تھی۔ خیال خوانی نہیں جانتی تھی۔ اس لیے ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اور جو جانتی تھی وہ رسوتی کے دماغی جھٹکوں سے محفوظ تھی۔"

"آپ کی باتیں مجھے اُلجھا رہی ہیں۔ مجھے اچھی طرح غور کرنا ہوگا کہ میں نے اُس عورت کو میڈونا کیوں سمجھ لیا سا سے میڈونا تسلیم کرنے کا کوئی اہم جواز ضرور ہوگا۔"

"تم اچھی طرح غور کر لو۔ تمھیں یقین ہو جائے تو میرے پاس فوراً چلے آؤ۔ میں ایک نیا تماشا دکھانا چاہتی ہوں۔"

"کیسا تماشا؟"

"یہاں ایک عورت میری نظروں میں ہے۔ جس کے متعلق میں پورے یقین سے کہتی ہوں کہ وہ میڈونا ہے۔ اس نے میرے دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسے خوبرو جوان کو اپنی طرف مائل کر لیا جو اُسے نظر انداز کر کے جا رہا تھا۔ جب وہ عورت کے قریب آیا تو جھجکنے لگا۔ عورت نے کچھ کہا جس کے جواب میں وہ اسے حقارت سے دیکھ کر واپس جانے لگا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد وہ پھر پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اس عورت کی طرف جانا نہیں چاہتا تھا مگر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پاس آ ہی گیا۔"

"آپ اس کی نگرانی کرا رہی ہوں گی؟"

"نگرانی کرنے والے اس کی نظروں میں آ سکتے ہیں۔ میں نے اس کی رہائش گاہ دیکھ لی ہے۔ اس کی کار میں ایک ڈیوائس لگوا دیا [illegible]"

"مادام! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں ضرور آؤں گا۔ آپ بھی [illegible] میں موجود ہیں۔"

"تم اڈمر کے متعلق اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ ایک سیدھا سادہ سا آدمی ہے۔ اس معاملے میں زیادہ چالاکی اور ہوشیاری نہیں دکھا سکے گا۔ رسوتی بھی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی ہے۔ وہ فرہاد کو اوٹ پٹانگ کرتی رہے گی۔ کسی اور معاملے میں مصروف ہونا نہیں چاہے گی۔ اگر تمھیں یہاں آنے میں کوئی پریشانی ہو رہی ہو تو کوئی بات نہیں میں اپنے طور پر کچھ کروں گی۔"

"مادام! میں نے انکار نہیں کیا ہے۔ میں آ رہا ہوں۔ یہاں ایک ضروری کام میں پھنسا ہوا ہوں۔ کل صبح تک آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"اچھی بات ہے اب تم جا سکتے ہو۔"

رسوتی بھی ان کی باتیں سن رہی تھی۔ دانیال کے ساتھ وہ بھی سونیا کے دماغ سے نکلی۔ پھر چند لمحوں کے بعد دوبارہ آ کر کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد بولی۔ "میں تمام باتیں سن چکی ہوں۔ تم نے اسے پیرس بلانے کے لیے اتنی لمبی باتیں کیوں بنائیں؟"

"باتیں نہ بناتی تو اُسے شبہ ہوتا کہ اچانک کیوں اپنے پاس بلا رہی ہو؟"

"کیا تم اُس پر شبہ کر رہی ہو؟"

سونیا نے کہا۔ "میں یقین سے کہہ نہیں سکتی۔ میرے اندر یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ فرہاد کو کوما سے نکالتے وقت ہمیں کسی پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"سونیا! تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔"

"میں بھلا کیا چھپاؤں گی؟"

"دانیال نے ابھی میڈونا کے سلسلے میں بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اس کے بعد ہی تم نے فیصلہ کیا ہے کہ فرہاد کو کوما سے نکالنے سے پہلے دانیال کو اپنے قابو میں رکھا جائے۔"

"میں دانیال کو یقین سے دشمن نہیں کہہ سکتی۔ اس احتیاطی تدبیر [illegible]"

"فرق [illegible]"

"تمام [illegible] پڑھے گا کہ ڈٹی دانیال پیرس میں ظاہر ہو گیا ہے تو کیا وہ بدکنیں جانے کا؟ ہو سکتا ہے تمھارے پاس نہ آئے۔ واپس چلا جائے۔"

"تم بھول رہی ہو۔ دانیال اپنے اصلی روپ میں نہیں آئے گا۔ وہ مطمئن رہے گا کہ اُسے کوئی پہچان نہیں سکے گا۔ دوسری طرف ہماری پیش کی ہوئی دانیال کی ڈٹی اپنا کام دکھاتی رہے گی۔"

"تم بہت اُلجھی ہوئی چالیں چلتی ہو۔"

"اسی لیے دشمن اُلجھ جاتے ہیں۔ تم خواہ مخواہ نہ اُلجھو، فرہاد کا خیال رکھو۔"

اُدھر دانیال کچھ پریشان ہو گیا تھا۔ وہ سونیا کی کسی گہری چال کے متعلق نہیں سوچ رہا تھا لیکن فی الحال پیرس نہیں جانا چاہتا تھا۔ دو چار روز میڈونا کو نظر کرم عنایت کے ساتھ مصروف رہنا چاہتا تھا۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے میڈونا کو کرینا کے روپ میں لانا ضروری تھا، ورنہ فرانسیسی جاسوس اسے کسی جگہ بھی پہچان کر گولی مار سکتے تھے۔

اُس نے اٹلی کے شہر روم جانے کے لیے شام کی فلائٹ میں اپنی ایک سیٹ ریزرو کرائی۔ وہ تل ابیب میں ایک فرضی نام سے رہتا تھا۔ اسی نام سے پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات بھی تھے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے لیے اچانک روم اور پھر پیرس جانے کا قانونی اجازت نامہ حاصل کر لینا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اصلی کرینا یکم جون دونوں لندن میں تھی۔ اُس نے کرینا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ کے ذریعے سے روم جانے پر آمادہ کیا۔ اب میڈونا کا مسئلہ تھا وہ اسے بھی روم پہنچانا چاہتا تھا۔

وہ چھ گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہو گئی۔ چند لمحوں تک اس کا ذہن خالی رہا۔ وہ بستر پر لیٹی چھت کو تک رہی تھی۔ پھر اُس نے سوچا، میں کون ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں؟

اُسے یاد آیا کہ وہ کرینا کیمرون ہے۔ تل ابیب کی رہنے والی ایک دولت مند یہودی باپ کی بیٹی ہے۔ دانیال اس کے دماغ میں خاموش رہ کر اپنے تنویمی عمل کی کامیابی دیکھ رہا تھا۔ وہ خود کو میڈونا کی حیثیت سے مجبول چکی تھی۔ صرف وہی باتیں یاد رہ گئی تھیں جو دانیال نے کرینا سے متعلق پوری تفصیل سے بتائی تھیں۔ پھر وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ ہوٹل کے کمرے کو دیکھ کر سوچنے لگی، یہ کون سی جگہ ہے؟ میں ابھی کہاں ہوں؟

دانیال نے پوچھا۔ "کیا تم میری آواز پہچانتی ہو؟"

وہ سحر زدہ سی ہو کر بولی۔ "ہاں۔ ایسا لگتا ہے یہ آواز رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے۔ تم کون ہو؟"

"میرا نام نہ پوچھو۔"

"نہیں پوچھوں گی۔ شاید تم میرے حاکم ہو۔ تمھاری آواز سن کر سر جھک جاتا ہے۔ اسے میرے حاکم! میں کہاں ہوں؟"

"ایک ہوٹل کے کمرے میں ہو۔ یہاں سے نکلو۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر سے باہر جاؤ۔"

وہ اس کے حکم کے مطابق کمرے سے نکلی۔ ہوٹل کا بل ادا کر کے باہر آئی۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر سے باہر جانے لگی۔ دانیال کہہ رہا تھا۔ "شہر کے باہر تمھیں کچھ دیر انتظار کرنا ہوگا۔ پھر ایک ہیلی کاپٹر آئے گا۔ تم اس میں بیٹھ کر میرے پاس آؤ گی۔"

"تم کہاں ہو؟"

"میں وہاں ہوں جہاں تم آؤ گی۔"

"میں شہر سے باہر آ گئی ہوں۔ مجھے کہاں رکنا چاہیے؟"

"کسی ویران راستے کے کنارے اُتر کر ایک طرف چل پڑو۔ میں گائیڈ کروں گا۔"

"یہ ٹیکسی ڈرائیور مجھے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔"

"یہ دشمن کا آدمی بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر نیت معلوم کرو۔"

وہ سوچنے لگی کہ دماغ میں کیسے پہنچا جاتا ہے۔ دانیال نے خیال خوانی کی پرواز میں اس کی مدد کی تو اُسے پرانے دماغ میں پہنچنے کا طریقہ یاد آ گیا۔ وہ ڈرائیور کی سوچ پڑھ کر بولی۔ "یہ کوئی دشمن نہیں ہے صرف میرے حسن و شباب کو جبراً حاصل کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔"

"کوئی خاص پریشانی کی بات نہیں ہے۔ میں ٹیکسی روک رہا ہوں۔ تم باہر نکل کر دائیں طرف جاؤ۔ دور پہاڑیاں نظر آ رہی ہیں۔ اسی سمت چلتی رہو۔ میں تمھارے پاس اُتنا جاتا رہوں گا۔"

دانیال نے ڈرائیور کے دماغ کو قابو میں کیا۔ گاڑی رُکتے پر وہ اُتر کر جانے لگی پہلے خیال تھا کہ ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر واپس شہر پہنچا دے گا۔ یا بہت دور آگے پہنچا دے گا لیکن اس میں وقت ضائع ہوتا۔ پھر اندیشہ تھا کہ وہ کسی آبادی میں پہنچ کر ایک پُراسرار حسینہ کا ذکر کرتا۔ اپنے دماغی طور سے گم ہونے کی بات کرے گا تو یہ بات لوگوں سے ہوتے ہوتے ہم خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچ جاتی۔ وہ کسی غلطی کی گنجائش چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے ڈرائیور کو گاڑی سمیت کچھ آگے لے گیا پھر وہاں سے گاڑی کو ایک گہری کھڈ میں گرا دیا۔ ڈرائیور کا دماغ موت کی تاریکی میں ڈوبتے ہی اس کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔

اس نے میڈونا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ خیریت سے پہاڑی کی سمت جا رہی تھی۔ دور دور تک انسان تو کیا جانور بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ مطمئن ہو کر پیرس کے ایک فلائنگ کلب میں پہنچا وہاں سے ایک ہیلی کاپٹر اُڑانے کا ارادہ تھا۔ اس وقت ایک شخص ایک ہیلی کاپٹر میں اٹلی کے ایک ساحلی شہر نیپلز کی طرف جا رہا تھا۔ پائلٹ وائرلیس کے ذریعے کلب کے ایک افسر سے باتیں کر رہا تھا۔ دانیال اس کے ذریعے پائلٹ تک پہنچ گیا۔

اس نے آدھے گھنٹے کی پرواز کے بعد ہیلی کاپٹر کو میڈونا کے پاس اُتارا پھر اسے لے کر فرانس کی سرحد کے پار جانے لگا۔ چونکہ پائلٹ اور دوسرے مسافر کے پاس اٹلی کے شہر نیپلز تک جانے کا اجازت نامہ تھا اس لیے وہ آسانی سے سرحد پار چلی آئی۔ مزید دو گھنٹے کی پرواز

کے بعد روم پہنچ گئی۔ شہر کے باہر ایک ویران علاقے میں دانیال کے چند ماتحت موجود تھے۔ میڈونا کو وہاں اُتار دیا گیا۔ وہ ماتحتوں کے ساتھ چلی گئی۔ دانیال پائلٹ کے دماغ میں موجود رہا۔ مسافر پریشان ہو کر پوچھ رہا تھا۔ "یہ تم نے کس حسینہ کو ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچایا ہے۔ تم لوگ ہمارے لیے ہیلی کاپٹر چارٹر کرتے ہو اور دوسروں سے ٹکڑی رقم لے کر انھیں غیر قانونی طور سے سرحد پار کراتے ہو۔"

دانیال نے پائلٹ کی زبان سے کہلوایا۔ "فکر نہ کرو۔ ابھی ہم دونوں اس دنیا کی سرحد پار کر جائیں گے۔"

مسافر نے پوچھا۔ "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"ذرا نیچے دیکھو۔ ہم زمین پر نہیں سمندر پر پرواز کر رہے ہیں۔ ہیلی کاپٹر نیچے جاتے جاتے ڈوب جائے گا۔"

"کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ یہ تو سوچو، تم بھی میرے ساتھ ڈوب جاؤ گے۔"

"مجبوری ہے ڈوبنا ہی پڑے گا۔ اگر ہم دونوں میں سے کوئی بچے گا تو وہ پولیس اسٹیشن جا کر اس پُراسرار حسینہ کے بارے میں رپورٹ دے گا اور میں نہیں چاہتا کہ اس بٹا خا حسینہ کی پبلسٹی ہو۔"

"اے بھائی! وہ حسینہ تمھاری کیا لگتی ہے؟ اگر لگتی ہے تو اکیلے ڈوب جاؤ۔ پہلے مجھے نیچے اُتار دو۔"

"یہ دیکھو، نیچے ہی اُتر رہے ہیں۔ بہت گہرائی میں اُتر رہے ہیں۔"

وہ ہیلی کاپٹر سمندر کی سطح کے بہت قریب آ گیا تھا۔ مسافر اپنی جگہ سے اٹھ کر پائلٹ سے لپٹ گیا تھا اور اُسے ہیلی کاپٹر اوپر لے جانے کے لیے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ لیکن وہ پورے وزن کے ساتھ سمندر کی سطح پر آیا — پنکھا پہلے ہی بند ہو چکا تھا۔ وہ دو مسافروں سمیت گہرائی میں ڈوبتا چلا گیا۔

میڈونا ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دی گئی تھی۔ دانیال نے پہلے ہی ایک بلاسٹک سرجری کے ماہر کو تار کر رکھا تھا۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے اس اڈے میں لے آیا۔ اس کے خاص ماتحت نے ڈاکٹر کے سامنے کرینا کیمرون کی کئی زاویوں سے اتاری ہوئی تصویریں رکھ کر کہا۔ "اس حسینہ کے چہرے کو سرجری کے ذریعے اس تصویر والی کی ہم شکل بنا دو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "تم لوگ کون ہو اور میں اپنے گھر سے یہاں کیسے پہنچ گیا ہوں؟"

"صرف تم نہیں، تمھاری سرجری کا سامان بھی پہنچ گیا ہے۔ تمھارے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ جیسے ہی کام ختم کرو گے، ہم تمھیں دو لاکھ ڈالر ادا کریں گے۔"

اُس نے بریف کیس کھول کر نوٹوں کی گڈیاں دکھائیں۔ اس نے پوچھا۔ "زبردستی لائے ہو تو زبردستی کام بھی کرا سکتے ہو۔ پھر اتنا بھاری معاوضہ کیوں دے رہے ہو؟"

"ہم مجبور ہیں تمھیں زبردستی لائے ہیں۔ تم سے وقت طے کر کے یہ کام کرایا نہیں جا سکتا تھا۔"

"پہلے مجھے بتاؤ، میں یہاں کس طرح آیا؟"

"ٹیلی پیتھی کے ذریعے۔"

"اوہ! آئی سی۔ میں تو فرہاد صاحب کا پرستار ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنا نام بتا دیتے تو میں دوڑا چلا آتا۔"

دانیال نے اس کے دماغ میں کہا۔ "ڈاکٹر! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

"اوہ گاڈ! آپ میرے دماغ میں بول رہے ہیں؟"

"ہاں، مجھے افسوس ہے۔ میں نے جلدی میں آپ سے گستاخی کی ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں ابھی کام شروع کرتا ہوں۔ میں اس حسینہ کو تصویر کی ایسی ہم شکل بناؤں گا کہ تصویر والی کے ماں باپ بھی شک و شبے کے بغیر اسے بیٹی تسلیم کر لیں گے۔"

اس نے کام شروع کیا۔ دانیال نے میڈونا کے پاس آ کر کہا۔ "میں دوسری جگہ مصروف ہوں۔ یہ ڈاکٹر تمھارا چہرہ تبدیل کرتا رہے گا۔ اگر کوئی پریشانی ہو تو صبر اور سمجھ داری سے کام لینا۔ میں ابھی آؤں گا۔"

میڈونا نے پوچھا۔ "کیا تمھارا نام فرہاد ہے؟"

دانیال نے سوال کیا۔ "تم کسی فرہاد کو جانتی ہو؟"

"نہیں، یہ نام میرے لیے نیا ہے۔"

"اس نام کو بھول جاؤ۔ میں ڈاکٹر سے کام نکالنے کے لیے جھوٹ بول رہا ہوں۔"

وہ میڈونا کے دماغ سے نکل کر کرینا کے دماغ میں آیا۔ وہ لندن سے روم پہنچ گئی تھی اور اسی ہوٹل میں آ رہی تھی جہاں دانیال قیام کر رہا تھا۔ وہ اپنے خفیہ اڈے میں جا کر ماتحتوں سے روبرو کوئی کام لینا نہیں چاہتا تھا۔ کسی پر بھروسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کوئی بھی کسی وقت بھی دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلتے ہوئے اُسے گولی مار سکتا تھا۔ جب خیال خوانی کے ذریعے ہر حکم کی تعمیل کرا لیتا تھا تو پھر سامنے جانے کی کیا ضرورت تھی۔

اس نے کرینا کو ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں دیکھا۔ بیوٹی کوئین لگ رہی تھی۔ اس نے تہیہ کیا تھا کہ حسن و شباب کی اس مورت کو ضرور حاصل کرے گا۔ وہ اس قدر پسند آئی تھی کہ اسے مستقل اپنے پاس رکھنے کے لیے میڈونا کو اس کا روپ دے رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اُس کی میز پر آیا۔ کرینا نے نظریں اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "تم اکیلی ہو، کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ خشک لہجے میں بولی۔ "سوری، میں تنہائی پسند کرتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، میں بھی تنہائی کی پریکٹس کروں گا۔"

وہ ایک قریبی میز پر جا کر ایک کرسی کھینچتے ہوئے بیٹھ گیا۔

کرینا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں بولا۔ "مجھے اس اجنبی کو نہیں دکھانا چاہیے تھا۔"

اس کی سوچ نے اپنے طور پر کہا۔ "کیا میں اُسے اپنے مزاج کے خلاف اپنے سامنے بٹھا لیتی؟ ہر اَیرے غیرے کو منہ لگانا دانشمندی نہیں ہے۔"

دانیال نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔ "اس کے ساتھ تھوڑا وقت گزارنے کے بعد یہ اَیرا غیرا نہیں رہے گا۔"

کرینا نے جھنجلا کر دانیال کی جانب دیکھا پھر سوچا۔ "پتا نہیں میں یوں اس کمبخت کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ یہ کوئی گلفام تو نہیں ہے۔"

"جب اس پر دل آئے گا تو گلفام ہی نظر آئے گا۔"

"اونہہ۔ میرا دل اور اس پر آئے گا؟ میں اس پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی۔"

وہ ایک دم سے تلملا گیا جیسے تھوک منہ پر آ کر پڑا ہو۔ وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ڈائننگ ہال سے نکل کر لفٹ کے دروازے پر آیا۔ پھر لفٹ کے ذریعے بارھویں منزل پر پہنچا۔ وہاں اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر کرینا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوپ پی رہی تھی۔ اس کے سامنے میز پر کھانے کی دوسری ڈشیں رکھی جا رہی تھیں۔ اس نے کرینا کو ادیر سانس کھینچنے پر مجبور کیا۔ جس کے نتیجے میں سوپ حلق کی طرف جانے کے بجائے دماغ کی طرف چڑھ گیا۔ پھر ایسا ٹھسکا لگا کہ ہاتھ سے چمچ چھوٹ گیا۔ وہ کھانستے کھانستے میز پر دُہری ہو گئی۔ سب اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ معزز اور نفاست پسند لوگ تھے۔ کھانے کی احتیاط سے کھاتے تھے۔ محفل میں کبھی کھانستے یا چھینکتے نہیں تھے۔ اجنبی بے احتیاطی پر شرمندہ ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھ سے اور ناک سے پانی بہہ رہا تھا۔ وہ کھانے سے انکار کرتے ہوئے اُٹھ گئی۔ لوگوں کی نظروں سے بچتی ہوئی ڈائننگ روم سے لفٹ کی طرف بھاگی۔

دانیال نے ایک حد تک اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تھا لیکن دماغ کو لگام دیتا جا رہا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر کمرے میں آئی پھر اسے اندر سے بند کرنے کے بعد اس کے سامنے پہنچ کر چونک کر پریشان ہو کر بولی۔ "تم میرے کمرے میں کیا کر رہے ہو؟"

وہ اس کی طرف تھوکتے ہوئے بولا۔ "سوری، ابھی ابھی تمھارا منہ گرا لیا ہے۔ تم مجھ پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی تھیں اور خود چل کر میرے کمرے میں آئی ہو۔"

"مائنڈ یور لینگویج، تم مجھے گالی دے رہے ہو۔"

وہ غصے میں پاؤں پٹختی ہوئی باہر جانا چاہتی تھی مگر دروازہ کھولنے سے پہلے ہی واپس آ گئی۔ حیرت کرتے ہوئے بولی۔ "یہ میں کیا کر رہی ہوں۔ یہاں سے جانا چاہتی ہوں، جا نہیں سکتی۔ چیخنا چاہتی ہوں، چیخ نہیں سکتی۔ اپنی شرم رکھنا چاہتی ہوں مگر رکھ نہیں سکتی۔ مجھے کیا ہو رہا ہے۔ کیا تم وچ ڈاکٹر ہو، مجھ پر جادو کر رہے ہو؟"

وہ بولتے بولتے اس کے پاس صوفے تک آ گئی۔ اس نے کہا۔ "تم مجھ سے نفرت کر رہی تھیں، اگر اس وقت ویڈیو فلم اُتاری جاتی تو اسے دیکھ کر اپنی ذات سے نفرت کرنے لگتیں۔ اب بھی تم بہت کچھ سمجھ رہی ہو۔"

"ہاں، سمجھ رہی ہوں۔ خود کو بالکل ہی بے بس سمجھ رہی ہوں۔ تم ایک خطرناک وچ ڈاکٹر ہو۔ پلیز، مجھے معاف کر دو۔ مجھے جانے دو!"

"مجھے سر سے پاؤں تک خوش کر دو، پھر چلی جاؤ۔"

"مجھے ابھی جانے دو۔"

"سوری، دراصل میں نے تمھاری ایک ڈمی تیار کی ہے۔ اُسے تمھاری رفتار و گفتار کے انداز سکھائے ہیں۔ اب یہ سکھانا باقی رہ گیا ہے کہ تم تنہائی میں کیسی ادائیں دکھاتی ہو۔ آؤ میں تمھاری اسٹڈی کروں گا۔"

کرینا نے ایسی زنجیریں نہیں دیکھی تھیں جو دکھائی نہیں دیتی تھیں مگر اُسے جکڑے ہوئے تھیں۔ جذبے کبھی ایسے پاگل نہیں ہوئے تھے جیسے اس پُراسرار اجنبی کے لیے ہو رہے تھے۔ وہ ہوش میں تھی مگر اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ آج تک کوئی چور اس کے بیڈ روم سے ایک زیور بھی چُرا کر نہیں لے گیا تھا جبکہ وہ چوری بھی کر رہا تھا، سینہ زوری بھی کر رہا تھا اور بڑی دیدہ دلیری سے سارا ذخیرہ لوٹتا چلا جا رہا تھا۔

اُدھر میڈونا کو نیا روپ مل رہا تھا۔ ایک طرف نئی کرینا بن رہی تھی، دوسری طرف اصلی کرینا بگڑ رہی تھی۔ ٹوٹ پھوٹ رہی تھی اور پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ "میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، یہ سب ٹیلی پیتھی کا شیطانی عمل ہے۔ میں نے تل ابیب میں فرہاد علی تیمور کا بڑا چرچا سنا تھا۔ مگر سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم ایسے شیطان نکلو گے۔ دنیا تمھیں انسان دوست فرہاد علی تیمور کہتی ہے۔ اگر تنہائی میں

تمھاری یہ ذلالت اور کینگی دیکھ لے تو تمھارے منہ پر تھوکنے لگے۔"

وہ بول رہی تھی اور رو رہی تھی "آہ! میں نے نینسی کے ساتھ تمھارے بیٹے پارس کو ایک بار ٹل ایبب میں دیکھا تھا۔ اُس وقت معلوم نہیں تھا کہ وہ پارس ہے۔ بعد میں یہ بھید کھلا تھا میں نے بڑی حسرت سے سوچا تھا کاش ایسا جواں مرد میرے نصیب میں ہوتا اور میں تمھاری بہو منتی مگر تم نے تو بیٹی جیسی بہو کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ میں اپنی نظروں سے گر گئی ہوں۔ اب میں زندہ نہیں رہوں گی۔"

دانیال ہنستے ہوئے بولا "تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ تمھاری جیسی شریف دادی کو ایسی بے حیائی کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ جاؤ یہاں سے اور خودکشی کر لو۔"

وہ جانے کے لیے اُٹھ گئی۔ پہلے دانیال نے کمرے سے نکل کر دیکھا۔ کوریڈور خالی تھا۔ ہوٹل کا کوئی ملازم بھی کرینا کو اس کے کمرے سے نکلتے ہوئے دیکھنے کے لیے موجود نہیں تھا۔ وہ کمرے سے باہر آگئی۔ لفٹ کے ذریعے آٹھویں منزل پر آئی۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر سامان پیک کیا، ملازم کو بلا کر سامان نیچے لے جانے کے لیے کہا پھر خود نیچے آکر ہوٹل کا بل ادا کیا۔ دانیال نے اپنے خاص ماتحت کو پہلے ہی ٹیکسی ڈرائیور کی حیثیت سے وہاں بُلوالیا تھا۔ کرینا اس کی مرضی کے مطابق اسی ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگئی۔

ہماری دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے، جو کسی کو دُکھ نہیں پہنچاتے، کوئی گناہ نہیں کرتے، کسی جرم کا حوصلہ نہیں کرتے انھیں سزا ملتی ہے۔ اُن کی عزت بھی لُوٹی جاتی ہے اور زندگی بھی چھین لی جاتی ہے۔ دانیال اُسے زندہ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس نے اپنی جان بچانے کے لیے کرینا کی زندگی چھین لی، اپنے اڈے میں گڑھا کھود کر اُس کی لاش کو وہاں چھپا دیا۔ اس کی اور خاص ماتحت کی نظروں میں وہ فنا ہو چکی تھی۔ لیکن دنیا والوں کی اور پیدا کرنے والے والدین کی نظروں میں زندہ تھی اور زندہ رہے گی۔ کسی کو مارنے اور کسی کو زندہ رکھنے کا کمال سب نہیں جانتے۔ اُس نے کمال دکھایا تھا۔ قبر کے اندر کرینا کو چھپایا تھا اور میڈونا کے اندر کرینا کو چھپا رکھا تھا۔

میڈونا آدم قد آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی اپنے نئے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ دانیال نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولی "میں کرینا ہوں مگر یہ چہرہ؟"

"یہی تمھارا اصلی چہرہ ہے۔ تم یہی چہرہ لے کر پیدا ہوئی تھیں اور اسی چہرے کے ساتھ مروگی۔ اب سے پہلے جو بھی شکل و صورت تھی، اُسے بھول جاؤ۔"

"تمھارے حکم دیتے ہی بھول جاتی ہوں جو کام نہ کرنا چاہوں، وہ تمھارا حکم سنتے ہی کرنے لگتی ہوں۔ تم سچ مچ جادوگر ہو۔ تمھاری آواز سن کر میرا دل تمھاری طرف کھنچا جاتا ہے۔"

"میں تمھیں جلد ہی اپنے پاس بلاؤں گا۔ تم میرے ساتھ پُرلطف زندگی گزارو گی۔ فرہاد اور رسوتنی کی طرح ہم دونوں خیال خوانی کرنے والے ساری دنیا پر چھا جائیں گے۔"

"یہ فرہاد اور رسوتنی کون ہیں؟"

"جب میں ضرورت سمجھوں گا تو اُن کے متعلق بتاؤں گا۔ تم خیال خوانی کی پرواز کرو اور میرے دماغ میں آؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ کر دانیال کے پاس پہنچ گئی۔ وہ بولا "میں ایک حسینہ کے دماغ میں جا رہا ہوں، تم میرے اندر رہ کر اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لو لیکن خبردار! اس کے ساتھ جو نوجوان ہوگا، اس کے دماغ میں بھول کر بھی نہ جانا۔"

وہ فرزانہ کی آواز اور لہجے کو دُہراتے ہوئے اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا اندازہ درست تھا۔ علی تیمور اپنی بیمار محبوبہ کے پاس پہنچ گیا تھا۔ ریوتی وہاں سے میرے پاس چلی آئی تھی۔ علی تیمور فرزانہ سے کہہ رہا تھا "تمھیں بلانا غریبوں کی مشقتیں کرتی چاہئیں۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرنے کے باعث دشمن نے تمھارے دماغ میں آکر تمھاری زبان سے باتیں بنائیں اور بڑی چالاکی سے ماما کو پاپا کا بتاتے پر آمادہ کیا۔"

"مجھے شرمندگی ہے۔ میری وجہ سے پاپا پر مصیبت آئی ہے۔"

"تمھارا قصور نہیں ہے۔ ماما ایک طویل عرصے سے خیال خوانی کرتی آرہی ہیں۔ انھیں دشمنوں کے طریقِ کار کا علم ہونا چاہیے تھا اور اپنے طور پر محتاط رہنا چاہیے تھا لیکن اپنی ہونے والی بہو کو رازدار بنانے کے لیے پاپا کی موجودہ پلاننگ بتلا دی۔ جبکہ ہم باپ بیٹے اور سگے بھائی بھی اپنا کوئی راز ایک دوسرے کو کبھی نہیں بتاتے۔"

دانیال نے میڈونا کی آواز اور لہجے میں فرزانہ کے ذریعے کہا "بے شک تم باپ بیٹے بہت محتاط رہتے ہو لیکن میں بھی کم نہیں ہوں تمھاری کمزوریوں سے کھیلنا جانتی ہوں۔ تمھاری اس کینی ماں نے مجھے دماغی جھٹکے پہنچا کر مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اب میں تمھاری محبوبہ کو دماغی جھٹکے پہنچاؤں گی۔"

فرزانہ اپنی زبان سے یہ باتیں کر رہی تھی اور حیرانی و پریشانی سے علی تیمور کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "نہیں میڈونا! فرزانہ معصوم ہے۔ اس نے تمھیں کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ اگر تم اس کے دماغ میں..."

اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی فرزانہ نے تڑپ کر دل ہلا دینے والی چیخ ماری۔ پھر اُچھل کر فرش پر گر پڑی۔ وہ تکلیف کی شدت سے فرش پر پھٹ پھٹ کر اڑ رہی تھی۔ علی تیمور اُسے سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "میڈونا! عقل سے کام لو۔ تم فرزانہ کو اذیت دے

ہی کی زندگی چھین کر ہمیں کچھ حاصل نہیں کر سکو گی۔ ہم تمھیں ختم سے اور پاتال کی گہرائیوں سے ڈھونڈ نکالیں گے۔ اب اگر دماغی جھٹکے پہنچاؤ گی تو میں تمھیں روز زندگی کی بھیک دے دے انکار ہوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "چیختے رہو، تڑپتے رہو۔ مجھے بڑا مزہ آرہا ہے۔ تم نے مجھے معاف کر دیا تھا، مجھے بھیڑ بکری سمجھ کر دانیال قصائی کے حوالے کر دیا تھا۔ آئندہ بھی میں تمھارے ہاتھ آؤں گی تو مجھے زندہ چھوڑ دو گے۔ تم باپ بیٹوں نے مخالف خیال خوانی کرنے والوں کو ختم کر کے مار ڈالا ہے۔ ہم دو رہ گئے ہیں۔ تم لوگ ہمیں بھی زندہ چھوڑو گے۔ پھر میں فرزانہ کو کیوں چھوڑوں؟"

یہ کہتے ہی اس نے پھر ایک دماغی جھٹکا پہنچایا۔ فرزانہ کے حلق سے اور چیخ نکل پھر اس میں چیخنے کی سکت نہ رہی۔ وہ بیہوشی سے فی اس پر یہ عذاب نازل ہو رہا تھا۔ وہ اتنی کمزور تھی کہ تڑپنے و حرکت نہیں کر رہا تھا۔ وہ صرف لرز رہی تھی۔ اس کے دیدے پھیلے تھے۔ علی تیمور نے بے بسی سے کہا "سنو میڈونا! یہ درست ہے کہ تم دشمن خیال خوانی کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تعلق سوچو جب تم میں سے کسی کے ہاتھ اپنی زندگی لی بھیک مانگو گی، ایسے وقت ہم ایسے ضرور پہنچ جائیں گے۔ تمھیں اپنی قید سے نکل کر جان بچانے کا موقع تمھاری زندگی کی طرح قیمتی ہوگا۔ اگر تم منظور ہو تو آئندہ فرزانہ کے دماغ

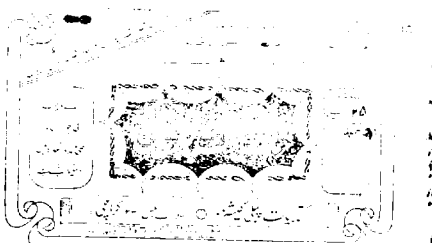

پہنچاؤ گی۔ تم فرزانہ کی بلا اُس بے چاری کے سر ڈالنا چاہتی ہو۔ میری بات سنو۔ ہم سے دشمنی نہ کرو۔ جہاں چھپ کر زندگی گزار رہی ہو، وہیں زندگی کو دراز کرتی رہو۔ کیا تم سن رہی ہو؟ کیا تم موجود ہو؟"

اس نے فرزانہ کو ہوتے ہوئے جھنجھوڑ کر پوچھا مگر وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ دوسری طرف میڈونا نے دانیال سے کہا "میں ابھی فرزانہ کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔"

"تم نے کیا سنا اور کیا سمجھا؟"

"میری سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی میڈونا نام کی عورت تھی جسے علی تیمور اور اس کا باپ فرہاد وغیرہ مار ڈالنا چاہتے تھے مگر وہ بچ گئی۔ تم میڈونا بن کر فرزانہ سے انتقام لے رہے تھے۔ مگر ایک شرط پر تم نے ایک ماہ تک فرزانہ کے دماغ میں نہ جانے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"میں وعدے کے مطابق اسے ایک ماہ تک نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن اس کے دماغ میں چپ چاپ جایا کروں گا کیونکہ اُس کے ذریعے اُس فیملی کی بہت سی باتیں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے ہی میں نے فی الحال علی تیمور سے سمجھوتا کیا ہے۔"

"تم نے فرہاد کی دوسری بہو کا ذکر کیا تھا۔"

"ہاں اس کا نام نینسی ہے۔ اُسے ختم کر کے فرہاد اور اس کے بیٹوں کو ان کی بے بسی کا احساس دلایا جا سکتا ہے۔"

"کیا دوسری بہو سے یہ معلومات حاصل نہیں کرو گے؟"

"نہیں، وہ فرہاد کی فیملی سے دور پارس کے ساتھ رہتی ہے۔ رسوتنی اس بہو کو قریب نہیں دے گی۔"

رہو۔ جی بھر جائے گا تو نانا جان یاد آئیں گے۔ اپنا وطن، اور اپنے لوگ یاد آکر تڑپائیں گے۔ پھر تم اُدھر جانے کے لیے پر تولو گی۔"

"ہرگز نہیں میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"لیکن شادی کے بعد ہر لڑکی مائیکے ضرور جاتی ہے۔"

"میرا مائیکہ تمہارے لیے دشمنوں کا گھر ہے۔ میں تمہیں اپنے ساتھ اسرائیل نہیں لے جاسکتی اور تمہیں چھوڑ کر جاؤں گی تو دشمن حالات مجھے پھر ملنے نہیں دیں گے۔"

"حالات از خود دشمن نہیں ہوتے، انھیں دشمن بنا دیا جاتا ہے۔ تمہاری یہودی تنظیم کے افراد ہماری نگرانی کرتے ہیں۔ اسرائیل کے یہودی حکام مجھے اپنی زمین پر برداشت نہیں کریں گے۔ وہ بہ ظاہر دوستی اور محبت سے پیش آئیں گے لیکن در پردہ مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کریں گے۔ اگر میں ان کی سازش سے مر جاؤں گا تو وہ میری موت پر اسی طرح مگرمچھ کے آنسو بہائیں گے جس طرح ممی کی ہلاکت پر انھوں نے ماتمی ڈراما پیش کیا تھا۔"

"تم سارا الزام ہم یہودیوں کو کیوں دیتے ہو؟ کیا تمہارے پاپا سنے تمہاری پوری فیملی سے صرف یہودی دشمنی کرتے ہیں؟ کیا دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک دوسری قوم اور مذہب کے لوگ دشمنی نہیں کرتے؟"

"بے شک یہودیوں سے زیادہ دوسری قوم اور مذہب کے لوگ ہمارے دشمن ہیں لیکن یہاں صرف میری اور تمہاری بات ہو رہی ہے۔ تمہارے مائیکے اور پورے ملک میں صرف یہودی ہمارے دشمن ہیں۔"

"میں مانتی ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں کئی بار کوششیں کرنے کے باوجود ہمارے لوگ تمہارے پاپا کو دوست نہ بنا سکے یا پاپا دوستی نہ کر سکے۔"

"بجائے اس مت کرو۔ تمہارے بڑے بڑے سیاستدانوں کی چالبازی اور تمہارے ربی کی مکاریوں نے پاپا کے دوستانہ جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

وہ غصے میں اس کی آغوش سے نکل گئی پھر بولی "تم کس لہجے میں بول رہے ہو؟ کیا میں بجوا اس کر رہی ہوں ہم میری قوم کے معمار سیاستدانوں کو اور مذہبی پیشوا کو چالباز اور مکار کہہ رہے ہو۔ کیا تمہارے مذہب میں بیوی کو پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا ہے۔ کیا بیوی کے مذہب اور قوم پر کیچڑ اچھالی جاتی ہے؟ تم نے جذبات میں آکر میرے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ سوری کہو۔"

وہ بڑی نرمی سے بولا "ہمارے ہاں بیوی کے مذہب اور قوم پر کیچڑ نہیں اچھالی جاتی کیونکہ وہ ہماری ہم مذہب ہوتی ہیں غیر مذہب کی عورت سے شادی کی اجازت نہیں ہے۔"

"پھر تم نے مجھ سے شادی کیوں کی؟"

"تم بھول رہی ہو میں نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر تمہیں اپنی منکوحہ بنانے سے پہلے یہ صاف طور سے بتا دیا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ تم نے کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی وقت غسل کرنے کے بعد وضو کیا میرے ساتھ کلمہ پڑھا مجھے یقین دلایا کہ مسلمان ہو گئی ہو۔ میں تمہارے دل کی بات کیسے جان سکتا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ تم نے میری قربت حاصل کرنے کے لیے جذبات سے مغلوب ہو کر ایسا کیا تھا۔ میں نے اپنے علم و عمل کے مطابق ایک مسلمان لڑکی سے شادی کی۔ تم ہمیشہ کی طرح یہودی رہیں یہ تمہارا عمل ہے۔"

وہ غصے سے سوچ رہی تھی، میری غلطی تھی میں جذبات سے بے قابو ہو گئی تھی۔ پارس چاہتا تو اپنی اصلیت ظاہر کیے بغیر میری عزت سے کھیل سکتا تھا۔ یہ اصول کا پکا اور نیت کا سچا ہے۔ میں اس کی دیوانی ہوں لیکن یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ یہ میری قوم اور مذہب کے بڑوں کی شان میں گستاخی کرے۔

دانیال بڑی خاموشی سے نینسی کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر کے مجھے اور پارس کو بے بسی کا احساس دلانا چاہتا تھا مگر نینسی کی گفتگو سے یہ تدبیر سوجھی کہ اس کے مذہبی اور قومی جذبات کو زیادہ سے زیادہ ابھار کر اپنا آلۂ کار بنایا جائے۔ وہ پارس کے لیے محبت کی طرح میٹھی ہے لہٰذا اُسے میٹھی چھری بنا کر رکھا جائے۔

وہ نینسی کی زبان سے بولا "پارس! ہم میاں بیوی ہیں۔ ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہتے ہیں مگر ہم وطن کی محبت سے، مذہبی عقیدت اور اپنی شناخت سے الگ نہیں رہ سکتے۔ آئندہ تم میری قوم کے لوگوں کے خلاف کبھی نہ بولنا۔"

"جس قوم کے لوگوں نے میری ممی کو بے موت مرنے پر مجبور کر دیا، میں ان کے خلاف صرف بولوں گا نہیں بلکہ انھیں خاک میں بھی ملاتا رہوں گا۔ تم یہ خوش فہمی دل سے نکال دو کہ میں تمہاری محبت میں گم ہو کر اپنی ماں کی موت اور بے حرمتی کو بھلا دوں گا۔"

"ایسے ہی ماں کے لال ہو تو اسرائیل سے کیوں چلے آئے؟"

"مجھے اغوا کیا گیا تھا۔ اگر وہاں رہ جاتا تو ایک ایک یہودی جلاد کو ممی کی قبر پر لا کر تڑپ تڑپ کے موت مارتا۔"

"مرد کے بچے ہو تو جاؤ ماں کا انتقام لو۔"

پارس نے اُسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا "تم مجھے بھڑکا رہی ہو؟ کیا طیش دلا کر اپنے ساتھ قتل اور بے جا جانا چاہتی ہو؟ اس وقت تمہارا لہجہ محبت کرنے والی بیوی کا نہیں ہے۔ میں ایک سوال کر رہا ہوں، وعدہ کرو کچھ سوچے سمجھے بغیر فوراً جواب دو گی۔"

"بات سوچ سمجھ کر کی جاتی ہے اور تم اُلٹی بات سمجھا رہے ہو۔"

"پھر رہنے دو۔ میں سوال نہیں کروں گا۔"

وہ تھوڑی دیر سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ دراصل دانیال سوچ میں پڑ گیا تھا کہ پارس کیا سوال کرنے والا تھا۔ نینسی کی زبان سے پوچھا "تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"پہلے وعدہ کرو۔ کچھ سوچو گی نہیں، سمجھو گی نہیں، فوراً جواب دو گی۔"

"چلو وعدہ کرتی ہوں۔"

"فوراً بتاؤ کیا تمہارا دماغ قابو میں ہے؟"

"نہیں" آں" ہاں۔ ہاں بالکل قابو میں ہے۔ پورے ہوش و حواس میں رہ کر گفتگو کر رہی ہوں۔ کیا تم مجھے پاگل سمجھتے ہو؟"

"میں تمہاری بات کا جواب اُس عقلمند کو دے رہا ہوں جس نے وعدے کے مطابق فوراً جواب دینے کے چکر میں سچ کہہ دیا۔ تمہارا دماغ اپنے قابو میں نہیں ہے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہے؟"

"مجھے سمجھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ تمہاری زبان سے بولنے والے نے سمجھا دیا ہے۔"

دانیال فوراً اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہ گھبرا گیا تھا۔ یہ اندیشہ ہو رہا تھا کہ تھوڑی دیر اور نینسی کے ذریعے بولے گا تو پارس اسی طرح نفسیاتی حملے کر کے اس کی اصلیت معلوم کر لے گا۔

میڈونا نے کہا "میں تمہارے ذریعے نینسی تک پہنچ گئی تھی، تم واپس کیوں آگئے؟"

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ کتنی چالاکی سے خیال خوانی کرنے والے کی موجودگی سمجھ گیا تھا۔"

"ہاں۔ بہت چالاک معلوم ہوتا ہے۔ کیا ہمیں اُس سے دور رہنا چاہیے؟"

"تم نینسی کے دماغ میں رہ کر جو کرنا چاہتی ہیں گے، چپ چاپ کریں گے لیکن اس کی زبان سے ایک لفظ نہیں بولیں گے۔"

وہ دونوں پھر اس کے دماغ میں آگئے۔ وہ پارس کے سینے پر سر رکھے رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی "خدا گواہ ہے میں بے اختیار اُلٹی سیدھی باتیں کر رہی تھی۔ ورنہ اتنے دنوں کی رفاقت میں میں نے کبھی اپنے مذہب اور قوم کی بات نہیں چھیڑی۔ بے شک میں نسلاً یہودی ہوں۔ مجھے اپنے لوگوں سے محبت ہے لیکن تم سے زیادہ کسی کی اہمیت نہیں ہے۔ میں تمہارے لیے سب سے منہ موڑ کر آئی ہوں۔ تم کہو گے تو سب کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دوں گی۔"

وہ محبت سے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا "روتی کیوں ہو؟ مجھے پورا یقین ہے کہ تم میرے لیے ساری دنیا کو ٹھکرا سکتی ہو۔ اس وقت تمہارے دماغ میں وہ خیال خوانی کرنے والا اجنبی شیطان موجود ہے جو پاپا کا نام لے کر واردات کرتا رہتا ہے۔"

انھیں فون کی گھنٹی نے متوجہ کیا۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ ایک افسر کہہ رہا تھا "مسٹر پارس! ابھی مسٹر علی تیمور نے اطلاع دی ہے کہ میڈونا انتقام لینے کے لیے مس فرزانہ کے دماغ میں آئی تھی۔ فرزانہ کی جان بچانے کے لیے مسٹر علی تیمور نے میڈونا سے کوئی سمجھوتا کیا ہے۔ اب وہ آپ کی منکر کے دماغ میں آ رہی ہے۔ بلکہ آچکی ہوگی۔ آپ کسی طرح اُن کی حفاظت کریں۔ میں مسٹر اکبر کو اطلاع دے رہا ہوں۔"

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ نینسی نے پوچھا "فون پر کون تھا؟"

وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا "فون پر کوئی بھی تھا مگر تم کون ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں تمہاری نینسی ہوں۔"

"میں تم سے نہیں، تمہارے دماغ میں چھپنے والی ہستی سے پوچھ رہا ہوں۔"

دانیال نے نینسی کے ذریعے قہقہہ لگایا۔ پھر کہا "میں میڈونا بول رہی ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے تمہاری ہونے والی بھابی پر۔ جو گزری ہے اس کی اطلاع تمہیں مل گئی ہوگی۔"

"ہاں مل چکی ہے۔ تم کیا چاہتی ہو؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ تمہارے باپ کو مارنے کی کوشش کی تھی مگر وہ شیطان کی عمر لکھوا کر آیا ہے۔ اس کے جواب میں تمہاری ماں نے مجھے دماغی جھٹکے پہنچائے۔ تمہارے بھائی علی تیمور نے مجھے مار ڈالنے کے لیے دانیال کے حوالے کر دیا۔ وہ یقیناً مجھے مار ڈالتا مگر شاید میری عمر بھی شیطانی ہے۔ اب میں تمہارے خاندان کے کسی ایسے فرد کو زندہ نہیں چھوڑوں گی جس کے دماغ میں مجھے جگہ ملتی رہے گی۔"

"کیا تم یہی ارادہ کر کے فرزانہ کو ہلاک کرنے گئی تھیں؟"

"ہاں۔ تمہارے بھائی نے بڑی دانشمندی سے سمجھوتا کر کے فرزانہ کو ایک ماہ کے لیے میرے انتقام سے بچا لیا ہے۔"

"مجھے بتاؤ، علی تیمور سے کیا طے پایا ہے شاید مجھ سے بھی سمجھوتا ہو جائے۔"

"بس ایک ہی سمجھوتا کافی ہے۔ تمہارے بھائی نے وعدہ کیا ہے کہ کبھی میں تم لوگوں کے ہاتھ آؤں گی تو مجھے ایک بار معاف کیا جائے گا۔ اس معافی کے بعد دس گھنٹے تک مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس کے بدلے میں ایک ماہ تک فرزانہ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

"تم مجھ سے سمجھوتا نہیں کرو گی؟"

"نہیں۔ اوّل تو میں کبھی تم لوگوں کے قابو میں نہیں آؤں گی اور بدقسمتی سے آ بھی گئی تو تمہارے بھائی کا ایک وعدہ مجھے کم از کم ایک دن بچا لے گا۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ نینسی کو ابھی مرنا چاہیے۔"

میں تھیں اور تمھارے ٹیلی پیتھی جاننے والے پورے خاندان کو چیلنج کرتی ہوں۔ اسے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔"

اس نے نینسی کے دماغ میں زلزلہ سا پیدا کیا۔ وہ چیخیں مار کر تڑپنے لگی اور تڑپ تڑپ کر چیخیں مارنے لگی۔ دانیال نے اسے آلۂ کار بنائے رکھنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ اس کے چیخ خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا کہ وہ بہ دستور یہودی ہونے کے باوجود اپنے مسلمان شوہر کے لیے اپنی قوم اور مذہب کے لوگوں کو چھوڑ سکتی ہے۔ ایسے خیالات رکھنے اور پارس کی محبت میں پاگل رہنے والی سے وہ اپنی مرضی کے مطابق کام نہیں لے سکتا تھا۔ لہٰذا اُسے مار ڈالنا چاہتا تھا۔

پارس اسے بازوؤں میں چھپائے ہوئے تھا۔ اس کا سر سہلا رہا تھا اور دانیال ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا "سر سہلانے سے دماغی تکلیف دور نہیں ہوگی اور بازوؤں میں چھپا لینے سے وہ موت سے نہیں چھپ سکے گی۔ اب تم باپ بیٹے سب کے سب میرے آگے بے بس ہو۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "درست کہتی ہو۔ نہ تم سے سمجھوتا ہو سکتا ہے نہ ہم کسی تدبیر سے اسے بچا سکتے ہیں۔ نینسی میری جان! الوداع! میں تمھاری خاطر موت سے ٹکرانے والا محبوب ہوں مگر بہت مجبور ہوں۔ آج تمھیں کسی طرح نہیں بچا سکوں گا۔ الوداع میری جان! الوداع..."

وہ اسے چومنے کے لیے جھکا۔ اس کے ہونٹ نینسی کی گردن تک آئے جہاں گوری گوری چکنی چکنی گردن میں دانت پیوست ہو گئے۔ نینسی کے حلق سے کراہ نکلی۔ اس نے ڈوبتی ہوئی نظروں سے پارس کو دیکھا۔ پارس نے کہا "میڈونا! ابھی تم بچی ہو۔ میری نینسی کو ہلاک کر دو۔ اس کی باتیں سن کر میرا دماغ پھر اسے بے ہوش کرنے لگا ہے۔ اسے لے جاؤ۔ تم اسے ہپناٹائز کر کے..."

دانیال نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سنا۔ سونیا کی باتیں سن کر اس کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے پارس نے بڑی چالاکی سے معلوم کیا تھا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا نینسی کو اس کے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ وہ پارس اور سونیا سے بہت گھبراتا تھا۔ وہ دونوں ایک معمولی سی بات پکڑ کر راز کی گہرائی تک پہنچ جاتے تھے۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ علی تیمور اور پارس نے اس کی کون سی غلطی نوٹ کی ہے۔ ایک سیدھی سی بات یہ سمجھ میں آتی تھی کہ وہ فرزانہ اور نینسی کے دماغوں میں میڈونا کے لہجے میں بولتا رہا تھا۔ شاید بولنے کے دوران وہ نادانستگی میں ایک آدھ لفظ اپنے لہجے میں ادا کر گیا ہو۔ اگر ایسا ہے تو اس نے بہت بڑی غلطی کی ہے اور آئندہ میڈونا بن کر اسے بولنا نہیں چاہیے۔

اس نے میڈونا کے پاس پہنچ کر پوچھا "تم نے سنا سونیا کیا کہہ رہی تھی؟"

"ہاں، میں نے سنا ہے۔ وہ غلطی پر ہے۔"

"کیا تم کہنا چاہتی ہو، سونیا غلطی پر ہے؟"

"ہاں۔ میں کہتا ہوں اور وہ مجھے فرزانہ اور نینسی کے دماغ ٹٹولنے والی میڈونا سمجھ رہی ہے۔"

"یو نان سنس۔ اِس غلطی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ میڈونا کی آواز اور لہجے میں بولتے وقت میں نے کیا غلطی کی؟"

"اگر میں میڈونا کی آواز اور لہجے کو جانتی تو تمھاری کسی غلطی کو سمجھنے کی کوشش کرتی۔ کیا مجھے میڈونا کے متعلق کچھ بتانا پسند کرو گے؟"

"یہ وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔ تم آرمر کے پاس جاؤ۔ اگر نہ جانا ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"کیا تم سونیا کی موجودگی میں جانا نہیں چاہتے؟"

"کیسے اضافہ کرو گے؟"

"آج کی سب سے بڑی قوت ٹیلی پیتھی ہے۔ پہلے فرہاد تنہا خیال خوانی کے ذریعے اپنے نام کی دھاک جماتا رہا۔ اگر وہ تنہا رہتا تو بہت پہلے مارا جاتا لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والی رسونتی اس کی زندگی میں آ گئی۔ اس کی قوت دوگنی ہو گئی پھر شیبا اس سے آ ملی۔ اس کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ پھر اور اضافہ ہوتا گیا۔ آرمر اور جوجو بھی اسے مل گئے۔ اگرچہ جوجو بچہ ہے لیکن نہ ذہن رکھتی ہے لیکن کبھی کبھی خاص موقع پر اس سے کام لیا جاتا ہے۔"

"کیا فرہاد کے پاس اتنے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟"

"ہاں۔ صرف شیبا نہیں رہی۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ جو کام دنیا کی کوئی قوم اپنی ذہانت سے نہیں کر پائی، اسے یہودی کمال عیاری سے کر دیتے ہیں۔ انھوں نے شیبا کو خودکشی پر مجبور کر کے فرہاد کی ایک ٹیلی پیتھی کی قوت گھٹا دی۔"

"تم اپنی طاقت میں کیسے اضافہ کرو گے؟"

"اضافہ ہو رہا ہے۔ پہلے میں تنہا خیال خوانی کرنے والا تھا۔ اب تم میری زندگی میں آ گئی ہو۔ میری قوت دوگنی ہو گئی ہے۔ اگر میں جوجو اور آرمر کو اپنے قابو میں کر لوں تو میرے پاس تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے۔ فرہاد کے پاس صرف ایک رسونتی رہ جائے گی۔ دونوں کی عمر ڈھل چکی ہے۔ آخر کتنے عرصے تک خیال خوانی کر پائیں گے۔ اگر ان کے مقدر میں طبعی عمر تک جینا لکھا ہوا ہے تو وہ طبعی عمر بھی تھوڑی رہ گئی ہے۔ یا پھر ہم تھوڑی کر دیں گے۔"

"آرمر کس طرح قابو میں کرو گے؟"

"آج کل آرمر مجھ پر مہربان ہے۔ آرمر [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

کر کسی حیل وحجت کے بغیر مجھے اپنے دماغ میں جگہ دیا کرو گے اور میرے تمام احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

اس نے دانیال کی باتیں دہرائیں۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ اُس کی پہلی شخصیت بالکل ختم ہو گئی ہے اور وہ نئے نام اور نئی شخصیت کے ساتھ اس کا تابعدار بنے گا تو اس نے اسے دو گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سُلا دیا۔ میڈونا نے خوش ہو کر کہا۔ تم نے کتنی آسانی سے اسے اپنا معمول اور محکوم بنا لیا ہے۔ کیا یہ ہمیشہ کے لیے اپنی پہلی حیثیت بھول گیا ہے؟"

"نہیں" تنویمی عمل کا اثر زیادہ دنوں تک نہیں رہتا۔ میں اگلے ہفتے پھر اس پر عمل کروں گا۔ آج سے ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو گئے۔ میں نے فرہاد کی قوت گھٹا کر اپنی قوت بڑھا لی ہے بہرحال تم جہاں ہو وہیں آرمر کو پہنچانے کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔"

"اتنی رات کو یہاں اُسے کیسے لاؤ گے؟"

اس نے میڈونا کو روم پہنچانے کا جو طریقہ اختیار کیا تھا، اسی پر عمل کرتے ہوئے دو گھنٹے بعد آرمر کے پاس پہنچا۔ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ دانیال نے پوچھا۔ "ہیلو! کیا تم مجھے آواز اور لہجے سے پہچان رہے ہو؟"

"ہاں میں نے یہ آواز سنی ہے۔ یہ لہجہ میری روح میں اُترا ہوا ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ چند لمحوں تک سوچنے کے بعد بولا۔ "جیری کوسلو"

"تم نے دیر سے جواب دیا۔ کیا اپنا نام بھول گئے تھے؟"

"میں محسوس کر رہا ہوں، میرا دماغ کچھ کمزور ہو گیا ہے۔"

"تم بیمار ہو اس لیے ایسا محسوس کر رہے ہو۔ بستر سے اٹھو اور چلنے پھرنے کی کوشش کرو۔ میں تمہاری جسمانی توانائی کا اندازہ کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر بستر سے اُتر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے سے باہر آیا۔ اسپتال میں گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ تمام مریض گہری نیند میں تھے، باہر پہرا دینے والے سپاہی بھی سو گئے تھے۔ اگر نہ سوتے تو وہ انھیں ٹیلی پیتھی کی لوری دے کر سلا دیتا۔ اسپتال کے باہر ایک پولیس افسر نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "مسٹر آرمر! آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

اس نے کہا۔ "تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے میرا نام آرمر نہیں جیری کوسلو ہے۔"

افسر نے اسے تعجب سے دیکھا۔ اسی وقت دانیال نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اچانک اس کا مزاج بدل گیا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "سوری مسٹر کوسلو! میں نے پہچاننے میں غلطی کی۔ آیئے آپ جہاں جانا چاہتے ہیں میں پہنچا دوں گا۔"

افسر اسے اپنی گاڑی میں بٹھا کر اسپتال سے کئی میل دور ایک وسیع میدان میں لے آیا۔ وہ گاڑی سے اتر گیا۔ افسر گاڑی میں واپس چلا آیا۔ اسپتال کے سامنے آ کر وہ چونک گیا۔ دانیال نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ میں کہاں سے آ رہا ہوں، میرے ساتھ کوئی تھا؟ مگر کون تھا؟ ابھی کچھ دیر پہلے میں نے اسپتال کے احاطے میں مسٹر آرمر کو دیکھا۔ اوہ گاڈ! کیا ٹیلی پیتھی کا چکر چل رہا ہے؟

وہ اسپتال کے احاطے میں آیا۔ گاڑی سے اُتر کر دوڑتا ہوا آرمر کے کمرے میں پہنچا مگر خالی تھا۔ وہ پہرا دینے والے سپاہیوں کو ڈانٹنے ڈپٹنے لگا۔ پھر اس نے اعلیٰ افسروں سے رابطہ قائم کیا۔ اعلیٰ افسران نے پوچھا۔ "تم آرمر کو اسپتال کے احاطے میں دیکھنے کے بعد اچانک کہاں کہاں گئے تھے؟"

"جناب! میں نے دماغ پر بہت زور دیا مگر یاد نہیں آ رہا ہے کہ کہاں گیا تھا۔ اسپتال کے سامنے آنے کے بعد مجھے ہوش آیا تھا۔"

"اس کا علاج ہے تمھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے آرمر کو کسی خاص جگہ پہنچایا گیا ہے۔ مادام سونیا کو فوراً اطلاع دی جائے۔"

رات کا پچھلا پہر تھا۔ سونیا آرام سے سو رہی تھی۔ فون کی گھنٹی سے آنکھ کھل گئی۔ اس نے ریسیور اُٹھا کر کان سے لگایا پھر بولی۔ "میں سونیا ہوں۔"

"مادام! غضب ہو گیا۔ مسٹر آرمر کو اسپتال سے اغوا کیا گیا ہے۔"

"آپ نے بہت بُری خبر سنائی ہے۔ میں رسوائی سے کتنی ہوں، وہ آرمر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لے گی کہ اغوا کرنے والے کہاں لے گئے ہیں۔"

اس نے ریسیور رکھا، ایک جماہی لی پھر آرام دہ بستر پر کروٹ بدل کر نہایت اطمینان سے آنکھیں بند کر کے سو گئی۔ اسے آرمر کے اغوا ہونے کی قطعی پروا نہیں تھی۔ چند لمحوں کے بعد ہی وہ پہلے کی طرح گہری نیند میں ڈوب چکی تھی۔

جب میں گولی لگنے کے بعد اسپتال پہنچا تھا تب ہی سونیا نے سمجھ لیا تھا کہ میرا بُرا وقت آ گیا ہے۔ میرے ہوش میں آتے ہی خیال خوانی کرنے والا دشمن مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اسی لیے اس نے اور جناب شیخ صاحب نے مجھے کوما میں رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔

سوال پیدا ہوتا تھا کہ مجھے کب تک کوما میں رکھا جائے گا؟ زیادہ دنوں تک کوما میں رہنے والے کے اعصاب سُن ہو جاتے ہیں۔ رگوں میں خون کی روانی کی رفتار کو نارمل رکھنے کے لیے پھر ایک صبر آزما میڈیکل ٹریٹمنٹ سے گزرنا پڑتا ہے۔ بشرطیکہ خیال خوانی کرنے والے دشمن مجھے طبی سہولتوں سے گزرنے کا موقع دیتے۔ ان حالات میں سونیا نے سوچا تھا کہ جب مجھے کوما سے نکال کر مجھ پر تنویمی عمل کیا جائے گا اور خیال خوانی کرنے والوں سے محفوظ

رہنے کے لیے میرے دماغ کو حساس بنایا جائے گا تب کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے پاس آنے کا موقع نہیں ملنا چاہیے۔ وہ انھیں روکنے کی تدبیر کر رہی تھی۔

سونیا کی نظروں میں ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن دو تھے۔ ایک میڈونا تھی اور دوسرا ایک اجنبی تھا۔ علی تیمور نے میڈونا کو ختم کرانے کے لیے اسے دانیال کے حوالے کیا تھا۔ اب صرف اجنبی سے خطرہ تھا۔ سونیا نے رسوئتی کو سمجھایا تھا کہ مجھے کوما سے نکالتے وقت اسے اور دانیال کو میرے دماغ میں رہ کر دشمن کے حملوں کو روکنا اور مجھے دماغی توانائی پہنچانا چاہیے لیکن جلد ہی سونیا نے دانیال کو اس منصوبے سے خارج کر دیا۔ اسے اطلاع ملی کہ وہ میڈونا کو ہلاک کرنے میں ناکام رہا ہے۔ انسان کامیاب یا ناکام تو ہوتا ہی رہتا ہے مگر دانیال کی ناکامی ناقابلِ قبول تھی۔ وہ فوراً ہی اسے تیز رفتار ٹرین سے گرا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔

سونیا نے کہا۔ "رسوئتی! میں ابھی یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ دانیال ہمارے خلاف کوئی چال چل رہا ہے۔ یا وہ میڈونا کو اپنی طرف مائل کر کے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار میں اضافہ کر رہا ہے مگر یہ ضرور کہوں گی کہ ہم دانیال پر بہت زیادہ بھروسا کرنے لگے ہیں اور یہ نامناسب ہے۔"

"کیا فرہاد کو کوما سے نکالتے وقت دانیال کو اعتماد میں نہیں لیا جائے گا؟"

"نہیں، تم آرمر کے ساتھ فرہاد کے پاس رہو گی۔"

"اگر وہ اعتماد کے قابل نہیں ہے تو چپکے سے فرہاد کے دماغ میں آ کر دشمنی کر سکتا ہے۔"

"میں اُسے موقع نہیں دوں گی۔"

"سونیا! پہلے ہمارے علم میں دو ہی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اجنبی دشمن تھا۔ پھر میڈونا زندہ رہ گئی۔ وہ بھی فرہاد کے دماغ میں آئے گی۔ دانیال کی طرف سے بھی اندیشہ ہے۔ کیا فرہاد کے دماغ میں رہ کر اتنے دشمنوں کو روکنا ممکن ہو گا؟"

"حوصلہ رانے سے ہر بات ناممکن ہو جاتی ہے۔ میں دانیال کو اپنے پاس بلا رہی ہوں، کل میری طرف سے ایک ڈمی دانیال ظاہر ہو گا۔ دانیال سمجھے گا کہ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا دشمن ہے اور اس کے نام سے پیرس میں واردات کرنے آیا ہے اور وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا سوچے گا کہ موقع غنیمت ہے۔ جب دانیال ظاہر ہو گیا ہے تو اسے موت کے گھاٹ اُتار دینا چاہیے۔ اس طرح وہ خیال خوانی کرنے والے آپس میں اُلجھے رہیں گے۔ میں انھیں زیادہ مصروف رکھوں گی۔ اُدھر تمھیں فرہاد پر تنویمی عمل کرنے کا موقع مل جائے گا۔"

"تم زبردست چال چل رہی ہو لیکن وہ آپس میں اُلجھنے سے

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اُجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام رُوحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے
ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی اندھی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اُس کا سینہ انتقام کے شعلے سے دہک رہا تھا۔ انتقام کے شعلے اُس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ۔۔۔ ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کر دی۔!!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت :۔ ۱۵ روپے

ملنے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی۔

پہلے فرہاد کو ختم کرنا ضروری سمجھیں گے۔ انھیں ایسا موقع بار بار نہیں ملے گا۔"

"میں مانتی ہوں۔ وہ پہلے فرہاد کو ختم کرنے آئیں گے لیکن تم مستعد رہو گی تو میڈونا ناکام ہو کر دوسرے دشمن کی طرف پلٹیں گے۔ ادھر میں دانیال کو وقتی طور پر خیال خوانی کی صلاحیت سے محروم کر دوں گی وہ فرہاد کے دماغ میں نہیں جا سکے گا۔"

"واقعی تم کسی حال میں مایوس ہونا نہیں جانتی ہو لاشاراللہ میں تمھاری ہدایات پر عمل کر کے دشمنوں کو فرہاد سے دور رکھوں گی۔"

سونیا نے اس منصوبے پر عمل کر کے ایک ڈمی دانیال تیار کیا۔ اس کے لیے دانیال کا ہم شکل ہونا ضروری نہیں تھا۔ ظاہر یہ کرنا تھا کہ وہ ڈمی میک اپ میں ہے اور میک اپ کے پیچھے دانیال کے اصل چہرے کو چھپائے ہوئے ہے۔ یہ تو سونیا ہی جانتی تھی کہ اس ڈمی سے کس طرح ڈراما پلے کرائے گئے۔

حالات بڑی تیزی سے بدل رہے تھے اور حالات کے مطابق منصوبے میں بھی تبدیلی ہو رہی تھی۔ دانیال نے فرزانہ اور نینسی کے دماغ میں آمر غلطی کی۔ اگر چہ ابھی تک سونیا اسے دشمن نہیں سمجھ رہی تھی۔ تاہم اپنی دشمن کے متعلق سوچ رہی تھی کہ میڈونا کی وجہ سے اس کی ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ اور اضافہ کرنے کے لیے آمر اور جوجو کو بھی ٹریپ کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ دونوں آسانی سے معمول بنائے جا سکتے ہیں۔

یہ خیال آتے ہی اس نے رسونتی سے کہا: "آمر پر تنویمی عمل کرو۔ اسے اپنے احکامات کا پابند بناؤ اور یہ بات ذہن نشین کرا دو کہ آئندہ چند دنوں میں وہ کسی دوسرے عامل سے اثر قبول نہیں کرے گا۔ اگر کوئی اس پر عمل کرنا چاہے گا تو تم اس کے دماغ میں رہ کر تنویمی عمل کو بے کار کر دو گی لیکن وہ بہ ظاہر اس عامل کا وفادار رہے گا۔"

رسونتی نے پوچھا: "کیا ایسا ہو سکتا ہے؟"

"مجھے آثار نظر آ رہے ہیں، جو کہتی ہوں، وہ کرتی جاؤ۔"

رسونتی نے آمر پر عمل کر کے اسے اپنا تابعدار بنایا۔ پھر اسے بیمار اور دماغی طور پر کمزور بنا کر پیرس کے ایک اسپتال میں پہنچا دیا۔ شطرنج کھیلنے والے پہلے ہی تاڑ لیتے ہیں کہ مقابل کیسی چال چلنے والا ہے۔ سونیا نے بھی درست اندازہ لگایا تھا۔ دانیال اپنی قوت بڑھانے کی دھن میں آمر تک پہنچ گیا تھا۔ رسونتی اس کی آمد کی رپورٹ سونیا کو دے رہی تھی۔ سونیا نے پوچھا: "کیا تم نے آنے والے کو نیچے سے پہچانا ہے؟"

"نہیں، اس کی آواز اور لہجہ پہلی بار سن رہی ہوں۔"

"تم آمر کے دماغ میں بالکل خاموش رہو۔ کسی حال میں بھی ایک لفظ نہ کہو۔ اس دشمن خیال خوانی کرنے والے کی شامت آ گئی ہے۔ وہ اپنی قوت میں اضافہ کرنے کے لیے آمر کو خفیہ اڈے میں لے جائے گا۔ میڈونا سے ملاقات کرائے گا اور تم وہاں کی ایک ایک رپورٹ جوجو تک پہنچاتی رہو گی۔"

دانیال نے ایک دانشمندی کی تھی۔ میڈونا اور آمر کے الفاظ میں اگر پرائی آواز اور لہجے میں بولتا رہا تھا اس لیے وہ ابھی تک شبہے سے بالاتر رہا۔ رسونتی اور سونیا اسی اجنبی خیال خوانی کرنے والے پر شبہ کرتی رہیں۔ دانیال ابھی محفوظ تھا مگر اس کا خفیہ اڈا اس وقت ظاہر ہو گیا جب آمر کو اغوا کر کے وہاں پہنچایا گیا۔ یوں تو فرانسیسی سراغرسانوں کو پہلے ہی شبہ ہو گیا تھا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خفیہ رہائش گاہ روم میں ہے۔ کیونکہ اس شہر کے قریب ہی وہ ہیلی کاپٹر سمندر میں گر کر تباہ ہوا تھا جس میں میڈونا آئی تھی۔ آمر کو لانے والا ہیلی کاپٹر بھی سمندر کے اسی حصے میں گر کر تباہ ہوا تھا۔ رسونتی نے صبح چار بجے سونیا کو نیند سے جگایا پھر کہا: "آمر کو شہر روم کے ایک بہت بڑے بنگلے میں پہنچایا گیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنے گیا ہے۔ اب آتا ہی ہو گا۔ میں آمر کے پاس جا رہی ہوں۔"

سونیا نے کہا: "بار بار میرے پاس آؤ گی تو وہاں کی کوئی اہم بات رہ جائے گی۔ کوئی خاص بات ہو یا کوئی مشورہ لینا ہو تو آ جانا، ورنہ ایک گھنٹے بعد مجھے مخاطب کر سکتی ہو۔"

رسونتی پھر آمر کے پاس آ گئی۔ اس وقت دانیال پوچھ رہا تھا: "ہیلو جیری کو سلو! تم نے بیماری میں سفر کرنے کی زحمت اٹھائی ہے تمھیں آرام سے سو جانا چاہیے۔"

"مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔ میں اس بنگلے کے باغیچے میں ٹہلنا چاہتا ہوں۔"

"جیسا کہ تم جانتے ہو، تم جیری کو سلو ہو۔ تمھارے بہت سے دشمن ہیں۔ باغیچے میں ٹہلنے جاؤ گے تو کسی دشمن کی نظروں میں آ جاؤ گے۔ میں ایک شخص کو بھیج رہا ہوں۔ وہ تمھارے چہرے پر عارضی میک اپ کرے گا۔ تم پندرہ منٹ بعد باغیچے میں چہل قدمی کے لیے جا سکو گے۔"

پانچ منٹ کے بعد ہی ایک حسین عورت ایک شخص کے ساتھ آئی۔ وہ شخص آمر کے چہرے کو معمولی میک اپ سے عارضی طور پر بدلنے لگا۔ آمر میک اپ کے دوران اس حسینہ کو بار بار دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھی بڑی اداؤں سے ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔ نظروں ملنے سے مسکراتی تھی۔ آمر فوراً نظریں جھکا لیتا تھا۔ بیس منٹ میں میک اپ مکمل ہو گیا۔ وہ دشمن چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حسینہ نے مسکرا کر کہا: "تمھارے بارے میں جو سنا، وہی پایا ہے، تم بڑے شرمیلے ہو۔ عورتوں سے نظریں چراتے ہو۔"

وہ جھینپتے ہوئے بولا: "تم کون ہو؟"

وہ ریوالونگ چیئر سے اٹھ کر اس کے پاس آئی۔ آمر گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی: "میرا نام کرینا کیمرون ہے۔ میں بھی تمھاری طرح خیال خوانی کر لیتی ہوں۔"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولا: "ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے کے دوران میرے اندر آواز آ رہی تھی کہ میں خیال خوانی کر سکتا ہوں۔ اس کے لیے مجھے صحت مند ہونے کی ضرورت ہے۔ کیا میں بیمار ہوں؟"

"مجھے تو صحت مند لگ رہے ہو۔ آؤ باہر کھلی فضا میں چلتے ہیں۔"

وہ میڈونا کے ساتھ باغیچے میں آ گیا۔ رسونتی اس کے ذریعے اس کے اردگرد کے علاقے کو سمجھ رہی تھی۔ آمر نے پوچھا: "کیا تمھارے دماغ میں بھی کوئی بولتا ہے؟"

"ہاں، بولتا ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ اسے دیکھنے کی آرزو کرتی ہوں۔ خیالوں میں اس کی تصویر بناتی ہوں۔ یقین کرو، وہ تصویر ہو بہو تمھاری ہوتی تھی۔ جیسے یوں لگ رہا ہے جیسے تم ہی میرے دماغ میں بولتے رہے ہو اور اب جیری کو سلو بن کر سامنے آئے ہو۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "تم بہت ہی ہینڈسم اور اسمارٹ ہو۔"

"مس کرینا! یہ کیا مذاق ہے۔ میں بوڑھا ہوں۔ بوڑھے ہینڈسم اور اسمارٹ نہیں ہوتے۔ ان کے چہروں پر بزرگی اور شخصیت میں وقار ہوتا ہے۔ کیا تمھاری بینائی کمزور ہے؟"

"جیری ایمیری جان! بینائی تمھاری کمزور ہو سکتی ہے۔ کیونکہ تم خود کو بڑھاپے کی نظر سے دیکھتے ہو۔ میں تمھیں جوانی کی آنکھ سے دیکھ رہی ہوں۔"

"میں اپنے ماضی کا بہت سا حصہ بھول گیا ہوں مگر اتنا سمجھتا ہوں کہ میری جوانی میں کسی عورت نے جادو نہیں جگایا، اسی لیے آج تنہا ہوں۔"

رسونتی نے سونیا کے پاس آ کر کہا: "ایک عورت آمر سے بے شرمی کی حد تک فری ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔ اپنا نام کرینا کیمرون بتاتی ہے۔ ہم میڈونا کی توقع کر رہے تھے لیکن یہ خیال خوانی کرنے والی دوسری عورت سامنے آئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے یہی میڈونا ہو۔ اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی شخصیت اور لب و لہجہ بدل دیا ہو تاکہ تم میں سے کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اسے پہچان نہ سکے۔"

"جس بنگلے میں آمر اور کرینا ہیں، میں اس کے آس پاس کے علاقے کو کسی حد تک سمجھ گئی ہوں۔ وہاں تک اپنے لوگوں کی راہنمائی کر سکتی ہوں۔"

"ابھی ان میں سے کسی کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"وہ جگہ تبدیل کر کے کہیں گم ہو سکتے ہیں۔ آمر کو ایسی جگہ قید کر سکتے ہیں جہاں سے اس کا دماغ ہماری راہنمائی نہ کر سکے۔"

"جب تک خطرہ نہیں ہو گا، وہ آمر کو کہیں قید نہیں کریں گے، اپنا مطلب بنا کر رکھیں گے، اسی لیے سمجھا رہی ہوں، کسی سے چھیڑ نہ کرنا۔"

"میں تمھارے مشوروں پر عمل کر رہی ہوں۔ اگر اپنے طور پر کچھ کرنا ہوتا تو کرینا کے دماغ میں آسانی سے پہنچ جاتی۔ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا جب آمر کے دماغ میں آتا ہے تو مخصوص کوڈ ورڈ سناتا ہے۔ وہ یہی کوڈ ورڈ کرینا کے پاس آ کر ادا کرتا ہو گا۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ بعض لوگ مردوں اور عورتوں کے لیے علیحدہ کوڈ ورڈ مقرر کرتے ہیں۔ تم نے کرینا کے دماغ میں نہ جا کر عقلمندی کی ہے۔ ذرا تحمل سے کام لو۔ ہمیں اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے تک پہنچنا ہے۔"

"کیا دانیال تمھارے پاس آ گیا؟"

"ابھی اس نے رابطہ قائم کیا تھا۔ کہہ رہا تھا ایک گھنٹے کے اندر پیرس میں ہو گا۔"

"کیا وہ تل ابیب سے آ رہا ہے؟"

"نہیں، میں بتاؤں گی تو تم چونک جاؤ گی۔"

رسونتی نے حیرانی سے پوچھا: "کیا روم سے آ رہا ہے!"

"شاباش رسونتی! اب تم تیزی سے صحیح سمت چل رہی ہو۔"

"مگر سونیا! تمھارا جواب نہیں ہے۔ تم غلط افراد کو بہت پہلے

ہی بھانپ لیتی ہو۔ جب سے میڈونا دانیال کے ہاتھ سے نکلی ہے تم نے دانیال پر بھروسا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اب یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ روم میں کب سے ہے، اور وہاں کیا کرتا رہا ہے؟"

"اُس کی موجودگی میں روم سے کچھ فاصلے پر دو ہیلی کاپٹر سمندر میں غرق ہوئے۔ ایک اس وقت غرق ہوا جب میڈونا کو ہمارے ہاتھوں سے نکلے ہوئے چار چھ گھنٹے گزرے تھے۔ دوسرا ہیلی کاپٹر آرمر کے اغوا کے بعد تباہ ہوا۔ اس تمام کارروائی کے دوران دانیال وہاں موجود رہا کہ ہم سے اُن ہیلی کاپٹروں کے متعلق گفتگو کر سکتا تھا۔ اپنا خیال ظاہر کر سکتا تھا کہ وہی خیال خوانی کرنے والا اجنبی ایسی حرکتیں کر رہا ہے مگر اس کے دل میں چور ہے اس لیے اس نے ان وارداتوں کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کی۔"

"ہاں۔ اُس کے خلاف شبہات بڑھتے جا رہے ہیں۔"

وہ گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے بولی: "آدھے گھنٹے میں دانیال یہاں پہنچنے والا ہے۔ ایئرپورٹ کے امیگریشن کاؤنٹر پر جس کی ڈیوٹی پہلے تم اس کے دماغ میں رہو۔ دانیال کا پاسپورٹ جس کاؤنٹر پر لائے گا وہاں ڈیوٹی دینے والے کے ذریعے پاسپورٹ کو پڑھ کر معلوم کر سکو گی کہ وہ کل ابیب سے کب روانہ ہوا، روم کب پہنچا اور وہاں کتنے دن رہ کر یہاں آ رہا ہے۔"

سونیا اس کے استقبال کے لیے ایئرپورٹ آئی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد رسونتی نے بتایا: "وہ پچھلے دن صبح تل ابیب سے روانہ ہو کر روم پہنچا۔ روم میں پچھلا ایک دن اور ایک رات گزار کر یہاں آ رہا ہے۔"

"اب اس کی دوسری چالیں واضح ہوتی جا رہی ہیں۔ روم میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے افراد سے کہو اُس بنگلے کا محاصرہ کر کے تمہارے حکم کے منتظر ہیں۔ جب تک تمہاری اجازت نہ ہو، وہاں کسی کو چھیڑا نہ جائے۔ میں تمہیں بتاؤں گی کہ میڈونا کو کب ختم کرنا ہے۔ ہر کام مناسب وقت پر ہو گا۔ ورنہ دانیال کو خیال خوانی کے ذریعے میڈونا کے خلاف ہونے والی کارروائی کا علم ہو جائے گا۔"

رسونتی اس کے دماغ سے چلی گئی۔ انٹیلی جنس کے ایک جاسوس نے آ کر کہا: "مادام! وہ لیگ ہال سے ایک ایٹچی لے کر باہر آ رہا ہے۔ اس نے ڈارک بلیو سوٹ پہن رکھا ہے۔ اس کے پیچھے ہمارا ایک جاسوس بھی ہے۔ کیا اتنی شناخت کافی ہو گی؟"

سونیا نے گہرے نیلے رنگ کے سوٹ میں ایک شخص کو دیکھا۔ اس کے پیچھے سونیا کا جانا پہچانا جاسوس نظر آ رہا تھا۔ وہ فوراً آگے بڑھ کر اس شخص کے سامنے آ گئی۔ وہ ٹھٹک گیا۔ اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ سونیا نے اپنی آنکھوں سے سن گلاسز کو ہٹاتے ہوئے کہا: "میری آواز سن کر یا میری آنکھوں میں جھانک کر معلوم کرو میں کون ہوں۔"

وہ عارضی میک اَپ میں تھی، وہ پہچان نہ سکا۔ یہ سوچ کر گھبرا گیا کہ وہ خود پہچان لیا گیا ہے، اسی لیے ایک اجنبی عورت راستہ روک کر خیال خوانی کی دعوت دے رہی ہے۔ اس نے فوراً ہی دماغ میں بتانا چاہا۔ سونیا نے سانس روک لی پھر کہا: "تم نے میرے دماغ میں آنے کی ناکام کوشش کر کے میرے شبے کو یقین میں بدل دیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا: "تم کون ہو؟ اور مجھے کیا سمجھ رہی ہو؟"

وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر بولی: "مجھے دوست سمجھو۔"

اس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "دوست ہو تو اپنا تعارف کراؤ۔"

اوہ..." وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ مصافحے کے دوران سونیا کی انگوٹھی سے ایک سوئی نکل کر اس کی ہتھیلی میں چبھ گئی تھی.... اس کے ساتھ ہی چند لمحوں کے لیے اس کا تمام جسم سُن ہو گیا۔ وہ جُوں کا توں کھڑا رہ گیا۔ پھر سونیا نے اپنا ہاتھ اس سے الگ کیا تو وہ نارمل ہونے لگا، جیسے جسم میں دوبارہ جان آ گئی ہو۔ وہ گہری سانس لیتے ہوئے بولا: "تمہاری انگوٹھی نے مجھے چند لمحوں کے لیے بے بس کر دیا تھا۔ میں اب بھی کچھ کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ کیا تم نے میرے اعصاب کو کمزور بنا دیا ہے؟"

"مجھ سے کیوں پوچھتے ہو۔ میڈونا سے رابطہ قائم کرو۔"

"کون میڈونا؟ میں کسی میڈونا کو نہیں جانتا۔ آخر تم کون ہو؟"

"مجھے پہچاننے کے چکر میں رہو گے تو میرے آدمی روم کے اس بنگلے میں پہنچ جائیں گے جہاں تم میڈونا اور آرمر کو چھوڑ آئے ہو۔"

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اب پتا چلا کہ اعصاب کی کمزوری کے ساتھ دماغی توانائی میں بھی کمی آ گئی ہے۔ وہ میڈونا کو خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ یہ اتنا ضروری تھا کہ وہ چند ساعتوں کے لیے بے اختیار آنکھیں بند کر کے پھر خیال خوانی کی پرواز کرنے لگا۔ سوچ کا پرندہ پَر تو تولتا تھا مگر تھک کر اُڑنے سے رہ جاتا تھا۔ پھر اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ دو شخص اس کے دونوں طرف تھے اور اُسے دھکے دے کر لے جا رہے تھے۔

اس ناگہانی مصیبت نے اُس کے ہوش اُڑا دیے تھے۔ بچاؤ کی کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار پر اتنا بھروسا تھا کہ وہ اس ہتھیار سے محروم ہونے کا کبھی تصور بھی نہیں کرتا تھا۔ اُسے ایک کار کی پچھلی سیٹ پر لا کر بٹھایا گیا۔ پھر اس کے دائیں بائیں دو مسلح گارڈز بیٹھ گئے۔ سونیا اگلی سیٹ پر آ گئی۔ ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی اسی وقت رسونتی نے آ کر کہا: "اس بنگلے کی چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ وہ لوگ تمہاری اجازت کے منتظر ہیں۔"

"پہلے دانیال کے دماغ میں چپکے سے جاؤ اور چور خیالات پڑھ کر بتاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ دانیال اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتے سوچتے تھک

یا تھا۔ وہ بار بار اگلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ آخر اس نے پوچھا: "کیا تم سونیا ہو؟"

وہ بولی: "کیا میرے سونیا ہونے سے کوئی فرق پڑے گا؟"

"اگر تم کوئی اور ہو تو میرے ساتھ ایسا سلوک کرنے کے بعد اپنی جان سے جاؤ گی۔ میں فرہاد صاحب کا وفادار ہوں۔ فرہاد صاحب یا ان کی نسل کا کوئی بھی عضو تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"تو پھر آواز دو فرہاد کو۔"

"تم نے مجھے خیال خوانی کے قابل کب چھوڑا ہے۔"

"رسونتی تمہارے دماغ میں آ سکتی ہے۔ اور اگر آ جائے اور تمہارے چور خیالات پڑھنے لگے تو کیا ہو گا؟"

وہ تھوڑی دیر کے لیے بجھ گیا تھا کہ ابھی سانس روکنے کے قابل نہیں ہے، کوئی بھی اس کے دماغ میں آ کر اس کی دُہری چالوں کو سمجھ سکتا ہے۔ فرہاد سے وفاداری کی قسمیں کھانے کے جھوٹ اور فریب کو سمجھ سکتا ہے۔ اس نے گھبرا کر کہا: "نہیں۔ میرے دماغ میں کوئی نہیں آ سکتا۔ لم... میں سانس روک لوں گا۔"

"تمہارا دماغ بے حس ہو چکا ہے۔ تم پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اپنے اندر کی تمام گمنام آوازوں کو اُگلنا شروع کر دو۔"

"میں نے کسی کے خلاف کوئی سازش نہیں کی ہے۔ تم کون ہو؟"

"تم بار بار پوچھ رہے ہو، اس لیے بتاتی ہوں۔ میں تمہاری موت ہوں۔"

"تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"دشمن کو معلوم ہونا چاہیے کہ دشمنی کیا ہوتی ہے؟ اور کیوں ہوتی ہے؟"

"میں کسی کا دشمن نہیں ہوں۔"

"نہیں ہو تو ہو جاؤ۔ فرہاد کو ختم کر دو۔ تم میں سے کوئی ایک زندہ رہے گا۔ تم اسے ہلاک نہیں کرو گے تو میں تمہاری موت بن جاؤں گی۔"

"تم فرہاد کو کیوں ختم کرنا چاہتی ہو؟"

"میں تمہیں جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔"

"میرا دل کہتا ہے کہ تم سونیا ہو اور میرا امتحان لے رہی ہو۔"

"اگر سونیا کو تمہاری حقیقت معلوم ہو جائے تو وہ اتنی دیر تمہارے ساتھ کار میں نہیں بیٹھے گی۔ پہلی فرصت میں تمہیں قتل کر دے گی اور آرمر کو روم سے واپس لے آئے گی۔"

"تم آرمر کے متعلق کیسے جانتی ہو؟"

"جب تم اس پرتنویری عمل کرنے والے تھے، اس وقت اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس نے تمہارے عمل کو پہلے اثر کر دیا تم نے مطمئن ہو کر آرمر کو تنویری نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ ایسے ہی وقت اس اجنبی نے اس پر عمل کیا اور اسے اپنا معمول بنا کر حکم دیا کہ وہ بظاہر تمہارا تابعدار بنا رہے۔ اس طرح آرمر ابھی تک محض دکھاوے کے لیے تمہارا تابعدار بنا ہوا ہے۔"

کار ایک ویران بنگلے کے احاطے میں داخل ہو کر رُک گئی۔ وہ سب کار

سے اُتر کے پھر بنگلے کے اندر آ گئے۔ وہاں کے تمام کمرے ہائی فی سامان سے خالی تھے صرف ایک بڑے سے کمرے میں چند کرسیاں تھیں۔ دونوں مسلح گارڈ نے دانیال کو ایک کرسی پر بٹھا کر رسیوں سے اچھی طرح باندھ دیا وہ بولا "تم مجھ سے کام لینا چاہتی ہو لیکن دشمنوں جیسا سلوک کر رہی ہو۔"

"یہ دشمنی نہیں احتیاطی تدابیر ہیں۔ ابھی ایک انجکشن کے ذریعے دماغی توانائی واپس لائی جائے گی پھر تم خیال خوانی کر سکو گے۔ تم اسی حالت میں فرہاد کے دماغ تک پہنچ کر اُسے ختم کر دو گے۔ ہم دوسرے ذرائع سے معلوم کریں گے اگر وہ موت کے گھاٹ اُتر چکا ہو گا تو ہم تمہیں آزاد کر کے دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں فرہاد کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سانس روک دوں گا۔"

کہیں سے فون کی گھنٹی کی آواز آ رہی تھی۔ سونیا تیزی سے چلتی ہوئی دوسرے کمرے میں آئی پھر ریسیور اُٹھا کر کہا "ہیلو کون ہے؟"

پارس کی آواز سنائی دی "ہیلو ماما! میں آپ کا بیٹا بول رہا ہوں۔ ابھی آپ کے خاص آدمی نے بتایا ہے کہ آپ نے دانیال کو ٹریپ کیا ہے۔ آخر بات کیا ہے؟"

"یہ کمبخت آستین کا سانپ نکلا۔ اب ہماری نینسی اور فرزانہ کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہی شیطان میڈونا بن کر انہیں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ آنا چاہو تو چلے آؤ۔"

"ابھی آ رہا ہوں۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ ایئر پورٹ سے اس بنگلے میں آنے تک رسونتی نے دانیال کے چور خیالات پڑھے تھے۔ پھر سونیا کو بتایا تھا کہ یہی دانیال میڈونا بن کر فرزانہ اور نینسی کی جان لینا چاہتا تھا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آرمر کے ساتھ فری ہونے والی میڈونا نہیں تھی اس کی ڈمی تھی۔ اصلی میڈونا اسی شہر کے دوسرے بنگلے میں تھی۔

سونیا نے کہا "ہمارے آدمیوں سے کہو وہ دوسرے بنگلے پر چھاپا مار کر میڈونا کو گرفتار کریں۔ اگر وہ ذرا بھی بچ نکلنے کی کوشش کرے تو اُسے گولی مار دیں۔"

رسونتی نے کہا "کیا میں وہاں جانے سے پہلے دانیال سے اعترافِ جرم کراؤں؟"

"اس کے چور خیالات نے اسے آستین کا سانپ ثابت کر دیا ہے۔ باقی میں اس کی زبان کھلوا لوں گی۔"

"وہ بہت ڈھیٹ ہے۔ اس کی زبان کھلوانا مشکل ہے۔ میں پلک جھپکتے ہی ایسا کر سکتی ہوں۔"

"تم پلک جھپکتے ہی یہاں سے جاؤ۔ ورنہ میڈونا ہاتھ سے نکل جائے گی۔ جب واپس آؤ گی تو وہ اعترافِ جرم کر چکا ہو گا۔"

سونیا نے پارس سے باتیں کرنے کے بعد ریسیور رکھا تو رسونتی واپس آ گئی۔ اُس نے کہا "دوسرے بنگلے میں میڈونا نہیں ہے۔"

"رسونتی تم نے خود ہی دانیال کے خیالات پڑھے تھے اس بنگلے کا نمبر نوٹ کیا تھا؟"

"میں پھر اس کے خیالات اچھی طرح پڑھ کر آتی ہوں۔"

وہ گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد آ کر بولی "او سونیا! تم نے تو کمال کر دیا۔ اس کی سوچ بتا رہی ہے کہ اس نے مختلف انداز میں اعترافِ جرم کیا ہے۔ تم فرہاد کی دشمن بن کر اس سے..."

سونیا نے بات کاٹ کر کہا "پلیز رسونتی! کام کی بات کرو۔ میڈونا کہاں ہے؟"

"دانیال کی سوچ اسی بنگلے کا پتا بتا رہی ہے مگر میڈونا وہاں نہیں ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ رسونتی نے پوچھا "کیا تم وہی سوچ رہی ہو جو میں سوچ رہی ہوں؟"

"میں کیا جانوں تم کیا سوچ رہی ہو۔"

"یہی کہ میڈونا دانیال کے زیرِ اثر نہیں تھی۔ موقع ملتے ہی دوسرے بنگلے سے فرار ہو گئی۔"

سونیا نے کہا "تمہیں خیال خوانی کرتے ہوئے اتنی عمر گزر گئی مگر کسی خاص بات پر پوری توجہ دینے کا ڈھنگ نہیں آیا۔ جاؤ پھر دانیال کے خیالات پڑھو تمہیں پتا چلے گا اس نے کن حالات میں میڈونا کو چھوڑا اور بے بس بنا کر تنہا کیوں عمل کیا تھا۔ تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ اس کے زیرِ اثر تھی۔ وہ خود فرار نہیں ہوئی ہے بلکہ اغوا کی گئی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میں پوری توجہ سے اس کے خیالات پڑھ کر آتی ہوں۔"

وہ پھر گئی۔ سونیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اور سوچتی ہوئی اس بڑے کمرے کی طرف جانے لگی جہاں دانیال کو باندھ کر رکھا گیا تھا۔ رسونتی نے فوراً ہی واپس آ کر کہا "سونیا! وہ... وہ دانیال تو مر چکا ہے۔"

وہ دوڑتی ہوئی دانیال کے پاس آئی۔ اس کا سر آگے کی طرف ڈھلکا ہوا تھا۔ سونیا نے اس کی نبض ٹٹولی۔ رسونتی نے کہا "میں اس کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کر چکی ہوں مگر یہ موت کی تاریکیوں میں گم ہو گیا ہے۔"

سونیا نے مسلح گارڈ سے پوچھا "کیا تم لوگوں نے اسے تڑپتے ہوئے دیکھا تھا؟"

ایک نے کہا "جی ہاں۔ ہم سمجھ رہے تھے یہ رسیوں سے آزاد ہونے کی جدوجہد کر رہا ہے۔ پھر اچانک ہی یہ ساکت ہو گیا۔"

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر سوچ کے ذریعے کہا "رسونتی میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ میڈونا فرار نہیں ہوئی اُسے اغوا کیا گیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسی چالیں چل رہا ہے۔"

"ہاں اور یہ ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو! خوشی کی بات کیسے ہے؟"

"وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا بڑی خاموشی سے کام کر رہا تھا۔ میں نے اُسے کچھ کھٹکنے پر مجبور کرنے کے لیے ہی دانیال کے متعلق خبریں ذائع کرائی تھیں تاکہ وہ دانیال کے پیچھے پڑنے کے لیے پیرس آئے یا اور وہ اسے ٹریپ کرے مگر اس کی حرکتیں ہماری نظروں میں رہیں۔"

"لیکن اس نے ہمارے شکار کو مار ڈالا ہے۔"

"ہم سے کب زندہ چھوڑنے والے تھے۔"

فون کی گھنٹی پھر سنائی دی۔ سونیا نے دوسرے کمرے میں آ کر ریسیور اُٹھایا پھر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں سسٹر سونیا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں سونیا بول رہی ہوں۔"

"اوہ سسٹر! آپ نے مجھے بھائی بنا کر میری برسوں کی آرزو پوری کی ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"آپ اتنی جلدی بھول گئیں۔ ابھی ایئر پورٹ سے آتے وقت آپ نے دانیال سے کہا تھا کہ آپ اجنبی خیال خوانی کرنے والے بھائی ہو۔"

"اچھا تو تم میرے خیال خوانی کرنے والے بھائی ہو۔"

"جی ہاں۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"اس میں احسان کی کیا بات ہے؟"

"آپ اور مسٹر فرہاد زبان کے دشمن ہیں۔ جو کہہ دیتے ہیں اسے ضرور پورا کرتے ہیں۔ آپ کے بھائی کہنے کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ مجھے کبھی دشمن نہیں سمجھیں گی۔"

"ٹھیک سمجھے برادر! اچھا اور سمجھا رہی ہوں وہ بھی سمجھ لو ہمارے رشتے کے مطابق آج سے فرہاد تمہارا دولھا بھائی ہے۔"

وہ چونک کر بولا "ایں؟"

"آگے سنو۔ تم پارس اور علی تیمور کے ماموں جان ہو۔ اپنے سنوئی اور بھانجوں کی جتنی عزت کرو گے اس بہن سے تمہیں اتنی ہی محبت اور سراہتی ملے گی۔"

دوسری طرف ریسیور رکھ دیا گیا۔ رسونتی نے ہنستے ہوئے کہا "وہ بھاگ گیا۔"

سونیا نے کہا "تمام انسانی رشتوں میں بہن کا رشتہ بہت مشکل آتا ہے اسے صرف غیرت مند ہی نباہ سکتے ہیں۔"

پارس نے کمرے میں آ کر کہا "ماما! میں آپ کی باتوں سے مطمئن ہو کر نینسی کو اسپتال میں چھوڑ آیا ہوں۔ یہاں آتے ہی معلوم ہوا کہ دانیال کی موت ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوئی ہے۔ کیا اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے نینسی اور فرزانہ کو خطرہ پیش نہیں آئے گا؟"

"ہاں مجھے بھی یہی تشویش ہے۔ وہ اجنبی بہت کچھ کر سکتا ہے۔"

وہ ٹہلنے کے انداز میں سامنے دیوار کی طرف گیا پھر واپس آتے ہوئے بولا "حالات بہت کچھ سکھاتے ہیں۔ آج عقل کہتی ہے کہ ہم بھائیوں کو شریکِ حیات بنانے کے لیے ایسی لڑکیوں کا انتخاب کرنا چاہیے جو حساس دماغ رکھتی ہوں اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوں۔ میک اَپ کی ماہر ہوں بہترین فائٹر بھی ہوں ذہانت اور حاضر دماغی سے اپنی حفاظت آپ کر سکتی ہوں۔ آپ فرزانہ اور نینسی کو ایسا بنانا چاہتی ہیں لیکن آپ کو وقت نہیں مل رہا ہے اور جب تک وقت ملے گا دشمن آنکھیں تھم کر دیں گے۔"

سونیا نے کہا "رسونتی! تم فرزانہ اور نینسی کی خبر لیتی رہو۔"

"فرہاد کا کیا ہو گا؟ وہ کب تک کوما میں رہے گا؟"

"مجبوری کی حالت میں کوما کی مدت بڑھائی جا سکتی ہے۔ وہ اجنبی موت کی طرح فرہاد کے سر پر منڈلا رہا ہے۔"

"میں تو کہتی ہوں فرزانہ اور نینسی کو بھی کوما میں پہنچا دیا جائے۔ یہ لڑکیاں خواہ مخواہ ہمارا وقت ضائع کر رہی ہیں اور پریشانیاں بڑھا رہی ہیں۔"

"یہ مت بھولو یہ لڑکیاں ہمارے بچوں کی محبت ہیں۔"

چھاپہ مار جنگ کے عملی طریقے اور ذاتی بچاؤ کے جدید کراٹے کا کتاب

ایک ماہر عالم کے قلم سے

چھاپہ مار جدید تحقیقات

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۳ روپے

- چھاپہ مار کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ۔
- جدید طریقے اور مشقیں۔
- چھاپہ مار کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام۔
- بے شمار قارئین کے ہزاروں سوالوں کے جواب۔
- چھاپہ مار کے موضوع پر ایک مکمل کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مختلف تصاویر

مکتبہ نفسیات

پوسٹ بکس ۹۲۴۲ کراچی

"ایسی جنتیں سلامت نہیں رہتیں۔ میں پارس سے متفق ہوں۔ آئندہ ہم ایسی لڑکیوں کو بہو بنائیں گے جن میں تمہاری اور پوپی جیسی صلاحیتیں ہوں۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو" پارس نے یہ نہیں کہا ہے کہ فرزانہ اور نینسی کو دشمن کی ٹیلی پیتھی کے حوالے کر کے نئی بہوؤں کو تلاش کیا جائے۔ پلیز، اُن لڑکیوں کے پاس جاؤ۔"

وہ پہلے فرزانہ کے پاس آئی۔ دانیال نے وعدہ کیا تھا کہ فرزانہ کو ایک ماہ تک نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ایسا ہی معاہدہ اجنبی خیال خوانی کرنے والے سے کیا جا سکتا تھا۔ وہ نینسی کی خاطر بھی دشمن سے کوئی سمجھوتا کر سکتی تھی لیکن پہلے اپنے بیٹے علی تیمور کی پریشانی کا خیال تھا اس لیے وہ فرزانہ کے پاس آئی۔ علی اس سے کہہ رہا تھا "تمہیں صبح و شام یوگا کی مشقیں کرنی چاہئیں۔ ماما سے کہوں گا وہ تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کر دیں گی۔ پتا نہیں نینسی کا کیا حال ہے؟ وہ بے چاری بھی ٹیلی پیتھی کے عذاب میں مبتلا ہو گئی ہے۔"

رسونتی نے کہا "میں فرزانہ کی زبان سے بول رہی ہوں۔ حالات کچھ زیادہ ہی تشویش ناک ہو گئے ہیں۔ میں تفصیل سے سناتی ہوں۔ تو صبر سے سنو۔"

وہ دانیال کی سازش، دوستی اور ہلاکت کے بارے میں بتانے لگی۔ وہ تمام باتیں تفصیل سے سننے کے بعد بولا "مجھے اسی وقت شبہ ہوا تھا جب اس نے میڈونا کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ اُسے اپنے مطلب کے لیے زندگی دینے والا خود موت کے منہ میں چلا گیا۔"

"بیٹے! اُس کے مرنے کے بعد بھی فرزانہ کے لیے خطرہ برقرار ہے۔ وہ اجنبی کسی وقت بھی اسے ختم کرنے کے لیے آ سکتا ہے۔"

"مشکل تو یہ ہے کہ اس کے دماغ کو حساس بنانے کے لیے ابھی اس پر تنویمی عمل نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ میں ابھی اسے گہری نیند سلا کر کر سکتی ہوں۔"

"میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ وہ اجنبی آپ کے تنویمی عمل کے دوران اگر فرزانہ کے دماغ پر قبضہ جما سکتا ہے۔ آپ کے عمل کو بے اثر کر سکتا ہے۔ یوں آپ کو پتا نہیں چلے گا اور ہم خوش فہمی میں رہیں گے کہ یہ محفوظ ہو گئی ہے۔"

"کیا مشکل ہے، ہم اسے یونہی مرنے کے لیے چھوڑ نہیں سکتے۔"

"میں موت کے لیے چھوڑ نہیں سکتا لیکن اسے زندہ رکھنے کے لیے چھوڑ سکتا ہوں۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

اس نے فرزانہ سے کہا "میری تمہاری چاہت یہیں تک تھی۔ اب تم امریکا کنگ فرنانڈو کے پاس چلی جاؤ۔"

"علی! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نہیں جاؤں گی۔ تمہاری خاطر مر کر مر جاؤں گی۔"

"میں ایسی محبت نہیں چاہتا جس کے نتیجے میں تمہیں موت ملے۔"

"کیا میرے امریکا چلے جانے سے بات ختم ہو جائے گی؟"

"دشمن کو یقین ہو جائے گا کہ ہمارا رشتہ ختم ہو چکا ہے۔"

"تم بھول رہے ہو، وہ دماغ میں آ کر میری محبت کی سچائی کو پڑھ لے گا۔"

"اس سے کہنا میرے پاس آئے، اُسے میرے دماغ میں تمہارے لیے نفرت ہی نفرت ملے گی۔"

"نہیں علی! تم نے نفرت کی تو دشمن کے مارنے سے پہلے ہی مر جاؤ گے۔"

"تم مر جاؤ یا زندہ رہو، میں تم سے نفرت کرتا رہوں گا۔ صرف تم سے نہیں، دنیا کی ہر لڑکی سے نفرت کرتا رہوں گا۔ جب میں کسی کو مکمل تحفظ نہیں دے سکتا تو مجھے کسی سے محبت کرنے یا شادی کرنے کا کوئی حق نہیں۔"

اسی وقت رسونتی کو فرزانہ کے دماغ میں اجنبی دشمن کی آواز سنائی دی "تمہاری ہونے والی بہو اور بیٹے کے درمیان بڑے جذباتی مکالمے ادا ہو رہے ہیں۔ انہیں خوشخبری سناؤ کہ نینسی مر چکی ہے۔"

رسونتی نے کہا "بیٹے! اس اجنبی دشمن نے نینسی کو مار ڈالا ہے۔"

اجنبی نے فرزانہ کی زبان سے کہا "مجھے الزام نہ دو۔ بے شک میں اسے ہلاک کرنے گیا تھا مگر اس کے مردہ دماغ میں جگہ نہیں ملی۔"

"میں ابھی جا کر حقیقت معلوم کرتی ہوں۔"

"ضرور جاؤ مگر یہ سن لو، میں فرزانہ کو آدھے گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں، یہ فیصلہ کرے کہ یہ میری طرف سے آنے والی موت کا انتظار کرے گی یا اپنے محبوب کو پریشانیوں سے نجات دلانے کے لیے نینسی کی طرح خودکشی کرے گی۔ میں آدھے گھنٹے بعد آؤں گا۔"

علی تیمور نے گرج کر کہا "رک جاؤ، تم مجھے ایک نئے عذاب میں مبتلا کرنا چاہتے ہو۔ تمہاری شیطانی چال یہ ہے کہ فرزانہ جذبات میں آ کر مجھے آدھے گھنٹے کے لیے بھی پریشان نہ دیکھے اور خودکشی کر لے اور میں بے بسی سے خودکشی کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہ جاؤں۔"

رسونتی نے کہا "اجنبی! ہم سے دانستہ یا نادانستہ تم سے کبھی دشمنی نہیں کی۔ ہم تو تمہیں جانتے بھی نہیں۔ بے شک تم ہمارے کسی دشمن کے لیے کام کرو، مگر ہمیں بھی دوست بنا کر رکھو۔ ہم تمہے وقت پر تمہارے کام آئیں گے۔ کیا تم سن رہے ہو؟ پلیز بتاؤ، ہم سے کیا سمجھوتا کرو گے؟"

وہ جواب سننے کے لیے چپ ہوئی مگر جواب نہیں ملا۔ وہ جا چکا تھا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس ڈاکٹر کے پاس پہنچی جس کے زیر علاج نینسی تھی۔ پارس نے اسے ٹیلی پیتھی کے عذاب سے بچانے

کے لیے اپنے زہر کی معمولی مقدار سے بے ہوش کر دیا تھا۔ اس کے جسم سے وہ زہر نکالنے کے لیے اسے اسپتال پہنچایا گیا تھا۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد نارمل ہو رہی تھی مگر اچانک پتا چلا کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔

اس کے سرہانے سے ایک تہ کیا ہوا کاغذ ملا جس پر اس کی آخری تحریر تھی۔ اس نے لکھا تھا "پارس! میں تمہیں جان سے زیادہ چاہتی ہوں۔ تم زندہ دل ہو، ہمیشہ ہنستے ہوئے اچھے لگتے ہو۔ میں تمہارے چہرے سے جھلکتی ہوئی پریشانی نہیں دیکھ سکتی۔ جب تک مجھے یقینی طور پر زندگی نہیں ملے گی، یقینی طور پر موت نہیں آئے گی۔ تم میرے لیے تدبیریں آزماتے رہو گے، میرے لیے تھکتے رہو گے اور میرے لیے کھانا پینا اور سونا بھولتے رہو گے۔ میں تمہیں ان تمام دکھوں اور پریشانیوں سے نجات دلا رہی ہوں۔ محبت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف تم میرے لیے مرتے رہو۔ میرا بھی فرض ہے کہ تمہارے لیے مر جاؤں۔ اس کے بعد دشمن کے ہاتھوں میں تمہاری کوئی کمزوری نہیں رہے گی۔

مجھے کسی نے خودکشی پر مجبور نہیں کیا ہے۔ میرے سامنے یہودی عورت کی محبت اور قربانیوں کی زندہ روایات ہیں۔ تمہاری شیبا ممی نے تمہارے پاپا کو دشمنوں کے سامنے کمزور ہونے نہیں دیا۔ اپنی جان دے کر دشمنوں کے ہاتھوں میں بھی ان کی کوئی کمزوری نہیں رہنے دی میں بھی یہی کر رہی ہوں۔ آج سے تم آزاد ہو اور دشمن کی موت ہو۔ الوداع میرے محبوب الوداع!"

وہ خط پارس کے ہاتھوں میں گھلا ہوا تھا۔ سونیا اس کے شانے پر ہاتھ رکھے کھڑی ہوئی تھی اور ایک افسر سے کہہ رہی تھی "یہاں کے یہودیوں کے پیشوا کو مطلع کرو۔ نینسی کی آخری رسومات ان کے مذہبی عقیدے کے مطابق ہوں گی۔ اس کے نانا کو بھی اطلاع دو۔ ساتھ ہی غلط ظاہر کرو کہ نینسی کی تدفین پیرس میں ہو گی۔ کیونکہ آخری رسومات تل ابیب میں ادا کی جائیں گی تو پارس وہاں نہیں جا سکے گا۔"

پارس آہستہ آہستہ چلتا ہوا نینسی کے پاس آیا۔ وہ ابدی نیند میں اور پیاری لگ رہی تھی۔ اس نے جھک کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ پھر اس کے چہرے کو چادر سے ڈھانپ دیا۔ رسونتی نے کہا "پارس! میں تمہارے دکھ میں شریک ہوں۔"

"شکریہ ماما!"

"میں یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی۔ اُدھر فرزانہ کے لیے خطرہ ہے۔ اُس شیطان نے آدھے گھنٹے کی مہلت دی ہے۔"

"آپ فوراً جائیں۔ یہاں جو ہونا تھا، وہ ہو چکا ہے۔ کسی طرح بھی فرزانہ کو بچانے کی کوشش کریں۔"

وہ واپس فرزانہ کے دماغ میں پہنچی تو اس کی چیخیں سنائی دیں۔ وہ شعلوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ کچن کے بند دروازے کے دوسری طرف سے علی تیمور کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ دروازہ پیٹ پیٹ کر اسے پکار رہا تھا اور دروازہ کھولنے کے لیے کہہ رہا تھا۔

ایسی حالت میں رسونتی پہلے تو سمجھ نہیں پائی کہ اُسے کیا کرنا چاہیے پھر عقل آ گئی۔ اس نے جبراً فرزانہ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ دروازہ کھولنا نہیں چاہتی تھی رسونتی اسے زبردستی وہاں تک لے گئی۔ اس کے ہاتھوں سے دروازہ کھلوایا۔ علی تیمور کو ماں نے بتایا تھا کہ وہ شعلوں میں لپٹی ہوئی ہے۔ وہ دوڑ کر کمبل لے آیا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی اس نے فرزانہ کو کمبل سے ڈھانپ دیا۔ صرف چہرہ کھلا رکھا تاکہ بجھنے والی آگ کے دھوئیں سے اس کا دم نہ گھٹ جائے مگر دیر ہو چکی تھی۔ وہ چکرا کر گرنا ہی چاہتی تھی، علی نے اسے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اُسے بیڈ روم میں لے جانے لگا۔ رسونتی نے کہا "میں نے ڈاکٹر کو اطلاع دی ہے۔ وہ پہنچنے ہی والا ہے۔ بیٹے! تم نے اسے تنہا کیوں چھوڑا تھا؟"

"ماما! میں بھی اس کے ساتھ کچن میں کافی تیار کرنے گیا تھا لیکن فون کی گھنٹی سن کر ذرا سی دیر کے لیے کچن سے نکلا تو اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ کپڑوں میں آگ لگاتے ہوئے بولی "میں آنکھوں سے دور جا رہی ہوں مگر دل میں ہمیشہ موجود رہوں گی" اوہ ماما! یہ کیا ہو گیا۔ مجھے اس کی نبض نہیں مل رہی ہے۔"

وہ بُری طرح جل چکی تھی۔ علی تیمور اس کے سینے پر سر رکھ کر دل کی دھڑکنیں سننے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ طرحنیں خاموش تھیں۔ پھر بھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کی خشک زندگی میں آنے والی بہار کوئی گل کھلائے بغیر گزر گئی ہے۔ ڈاکٹر نے آ کر اس کی موت کی تصدیق کر دی۔

میری اپنی زندگی میں یا میری چاہنے والیوں کی زندگیوں میں ایسے المناک واقعات پیش نہیں آئے تھے۔ میرے دونوں بیٹے اپنی اپنی محبت کی میت کے سرہانے گم صم بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کی خاموشی کسی آنے والے زبردست طوفان کا پیش خیمہ تھی۔

سونیا کی نئی بستی سے لے کر بابا صاحب کے ادارے تک ماتمی سکوت چھایا ہوا تھا۔ فرزانہ اور نینسی کی موت نے سبھی کو سوگوار بنا دیا تھا۔ تل ابیب سے نینسی کے نانا اور امریکا سے کنگ فرنانڈو اپنی اپنی نواسی کی تدفین کے لیے آ گئے تھے۔ سونیا نے پارس اور علی تیمور کو منع کیا تھا کہ وہ اُن کی آخری رسومات میں شریک ہونے کے لیے قبرستان تک نہ جائیں۔ وہ دونوں کو بابا صاحب کے ادارے میں اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھے ہوئے تھی۔

علی تیمور نے کہا "ماما! ہم ان دیوتاؤں کی طرح جوش اور جذبات میں آ کر دشمن کی تلاش میں نہیں جائیں گے لیکن ہمیں پیرس تک جانے دیں۔"

سونیا نے پوچھا "یہاں کیا تکلیف ہے؟"

"یہاں کے ماحول میں دم گھٹ رہا ہے۔ میں حلیہ بدل کر جاؤں گا

کوئی مجھے پہچان نہیں سکے گا۔"

"پارس! تمھارا خیال کیا ہے؟"

"میں بھی ادارے سے باہر جانا چاہتا ہوں۔ ہم دونوں بھائی یہ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں کہ پاپا کی جان کو خطرہ ہے۔ ہمیں اُن کے قریب رہنا چاہیے لیکن یہاں آپ، ماما اور جناب شیخ الفارس صاحب جیسی ہستیاں موجود ہیں، ہم آپ لوگوں کے سامنے طفلِ مکتب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو آپ لوگوں کی کوششوں سے پاپا محفوظ رہیں گے۔"

"اس لیے تمھیں جانے دیا جائے؟"

"آپ کو اعتراض کیا ہے؟"

"میں جوان بچّوں پر اعتراض کرنا دانشمندی نہیں سمجھتی لیکن پہلے میں جا رہی ہوں۔"

"آپ کیوں جا رہی ہیں؟"

"پیر کرم میں آکر ملاقات کرو گے تو بتاؤں گی۔"

وہ دس منٹ کے اندر ہی اس ادارے سے چلی گئی۔ انھیں بتایا گیا کہ ہوٹل ڈی مورا میں قیام کرے گی۔ اس کے جانے کے بعد پارس نے علی سے پوچھا۔ "تم تمّا سے ملنے ہوٹل جاؤ گے؟"

اس نے الٹا سوال کیا۔ "کیا تم نہیں جاؤ گے؟"

"میں آسی کوچ میں قیام کروں گا اور روز کسی بار میں جا کر غم غلط کروں گا۔ شراب کے نشے میں بھٹکتا رہوں گا۔"

"دشمن کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا عمدہ طریقہ ہے۔ اسے یہ نہیں معلوم ہوگا کہ دنیا کا بدترین نشہ بھی تم پر اثر نہیں کرتا۔ وہ تمھیں سچ مچ نشے میں سمجھ کر دماغ میں آنے گا۔"

"اور میں دماغ کے دروازے کھلے رکھوں گا۔ وہ مجھے جس طرح ٹریپ کرنا چاہے گا، میں اس کی خوشی پوری کر دوں گا۔"

"اگر وہ تمھیں اپنے زیرِ اثر رکھنا چاہے گا تو تم اسے فریب دے کر اس کے معمول بن جاؤ گے اور اگر وہ دماغ میں پہنچتے ہی تمھاری سانس روک کر ہلاک کرنا چاہے گا تو تمھیں اپنی دماغی توانائی کو بروئے کار لانا ہوگا اور ظاہر کرنا ہوگا کہ شراب نے تمھارے دماغ کو کمزور نہیں بنایا ہے۔"

"ہاں، ایسے وقت میرا منصوبہ ناکام ہوگا۔"

"ناکام نہیں ہونا چاہیے۔ منصوبہ بہت اچھا ہے۔ اس طرح وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا ہمارے آس پاس بھٹکتا رہے گا۔ یا کسی وقت ہمارے سامنے آنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اسے قریب لانے کے لیے اس منصوبے کو ہر پہلو سے ٹھوس اور مکمل ہونا چاہیے۔ آؤ ہم شیخ صاحب سے مشورہ کریں گے۔"

وہ جناب شیخ الفارس صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے سامنے زانوئے ادب طے کیا پھر اپنا ارادہ تفصیل سے ظاہر کیا۔

انھوں نے فرمایا۔ "دشمن کا سراغ لگانا ضروری ہو گیا ہے۔ وہ چھپ کر رہنے کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ جب تک اُسے فائدہ پہنچتا رہے گا، وہ کبھی خود کو ظاہر نہیں کرے گا۔ پارس کی تدبیر سے اتنا تو ہو گا کہ دماغ میں اس کی آواز اور لہجہ سنائی دے گا۔ وہ گفتگو کے دوران کوئی غلطی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو اس کی سوچ سے نکلا ہوا کوئی ایک لفظ اس کی نشان دہی کرے گا۔"

انھوں نے ذرا توقف سے کہا۔ "میں تمھارے دماغ سے ایسی تمام باتوں کو مٹا دوں گا جنھیں پڑھ کر وہ تمھیں دشمن سمجھے۔ اس کے برعکس دماغ میں ایسی باتیں پیدا کر دوں گا جن پر یقین کر کے وہ تمھیں اپنا آلۂ کار بنانا پسند کرے گا اور تم پر اعتماد کرنے لگے گا۔"

پارس ان کی ہدایت کے مطابق پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ پھر اُن کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ اگر یہ خود اس کی آنکھیں زہریلی تھیں، وہ کسی کی مقناطیسی نظروں سے متاثر نہیں ہوتا تھا لیکن جناب شیخ صاحب کی آنکھوں سے عجیب و غریب روحانی قوت اُسے پکار رہی تھی۔ اس نے بھی راضی خوشی خود کو اُن آنکھوں کی گہرائیوں میں ڈوبنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔

پارس کے اندر باپ اور بھائی کے لیے اپنی ماما اور تمّا کے لیے اور بابا صاحب کے ادارے کے لیے جو محبت اور جذبات تھے، اُن میں جناب شیخ صاحب نے گرہ ڈال دی۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دماغ کے تاریک گوشے میں پہنچ کر اُس کی محبت اور جذبات کو نہیں پڑھ سکتا تھا۔

اس کے برعکس انھوں نے خون کے رشتوں کے خلاف اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ناگواری اور بیزاری پیدا کر دی اور اس گمراہی کو واضح کیا کہ وہ اپنوں سے دور رہ کر خود کو عیش و عشرت میں گم کر رہا ہے گا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد رسونتی نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

"سانس نہ روکنا۔ میں وہی اجنبی ہوں جس کا نام اور پتا ٹھکانا کبھی تم لوگوں کو معلوم نہیں ہو گا۔"

"کیوں آئے ہو؟"

"یہ معلوم کرنے کہ فرہاد کو کب تک کو ما میں رکھو گی؟"

"کیا انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہو؟"

"میں قیامت تک انتظار کر سکتا ہوں لیکن اُسے قیامت تک زندہ لاش بنا کر نہیں رکھا جا سکتا۔ چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اگر اسے کوما سے نہ نکالا گیا تو وہ اسی حالت میں مر جائے گا۔"

"وہ زندہ رہے گا۔ اپنی طبعی عمر تک زندہ رہے گا تم اسے ہلاک نہیں کر سکو گے۔"

"بڑے یقین سے کہہ رہی ہو!"

"ہاں، بابا فرید واسطی مرحوم نے اپنی زندگی میں پیشین گوئی کی تھی کہ فرہاد کی آخری سانسوں میں صرف سونیا اُس کے قریب ہوگی۔ ہم میں سے کوئی اس کے پاس نہیں ہوگا۔ سونیا یہ ادارہ چھوڑ کر چلی گئی ہے تاکہ فرہاد سے بہت دور رہے۔"

اس نے قہقہہ لگایا پھر کہا۔ "احمقانہ پیشین گوئی پر احمقانہ اعتماد کر کے خود کو بہلا رہی ہو۔ اسے ابھی کوما سے نکالو اور دیکھو، پیشین گوئی غلط ہو جائے گی۔"

"تمھیں یقین کر لینا چاہیے کہ اب اس کی طبعی عمر تک اسے کوما میں رکھا جائے گا۔"

"یعنی وہ آخری عمر میں بے دست و پا رہ کر مرے گا۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ اس سے پہلے ہم تمھیں بے دست و پا بنا دیں گے۔"

اس نے پھر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "رسّی جل گئی، پر بل نہیں گئے۔ ابھی دو بہوؤں کی لاشیں دفنا چکی ہو۔ اب سہاگ کا کفن بھی سِیا جائے گا پھر بھی خوش فہمی ہے کہ مجھے بے دست و پا بنا دو گی۔"

"تم یہ معلوم کرنے آئے ہو کہ اسے کوما سے کب نکالا جائے گا، تمھیں اس کا جواب مل چکا ہے۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی، وہ چلا گیا۔ دو گھنٹے بعد پھر آیا۔ رسونتی نے پوچھا۔ "اب کیا ہے؟"

"میں سمجھانے آیا ہوں، اپنی ضد چھوڑ دو اور عقل سے سوچو، تمھیں فرہاد عزیز ہے یا یہ بابا صاحب کا ادارہ؟"

"مجھے دونوں ہی عزیز ہیں۔"

"اگر ایک کی سلامتی کے لیے دوسرے سے رشتہ توڑنا پڑے تو کیا کرو گی؟"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں یہ ادارہ اور یہاں کے تمام لوگوں سے رشتہ توڑ دوں۔ تمھاری ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ کرنے کے لیے تمھاری لابی میں چلی آؤں تو تم فرہاد کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے؟"

"بے شک فرہاد کی زندگی تمھارے ہاتھ میں ہے۔ مجھے معلوم ہے، تم اپنے بیٹے علی تیمور پر جان دیتی ہو۔ ایک موذی عفریت سے سوچ سکتی ہو، بیٹا کیسا ہی ناقابلِ شکست اور طاقت ور سہی، میرا کوئی آلۂ کار اُسے کہیں بھی گولی مار کر گزر جائے گا۔ جس کے نتیجے میں وہ جان سے جائے گا۔ اگر صرف زخمی ہوگا تو مجھے دماغ میں آنے سے روک نہیں سکے گا۔ پھر فرزانہ اور نیلسی کا جو انجام ہوا، وہی اس کا ہوگا۔"

دشمن نے رسونتی کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ میرے معاملے میں دل کو پتھر بنا رہی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ اپنی خیال خوانی سے اور سونیا اور جناب شیخ صاحب کی ذہانت اور روحانی قوتوں سے مجھے بچا لیا جائے گا لیکن بیٹے کے معاملے میں دل کانپ گیا۔ ممتا نے چیخ کر کہا۔ "کہیں سے آنے والی اندھی گولی کو اس کی خیال خوانی نہیں روک سکے گی۔ سونیا اور جناب شیخ صاحب چوبیس گھنٹے علی تیمور کی نگرانی نہیں کر سکیں گے، اسے ہر لمحہ تحفظ نہیں دے سکیں گے۔ بیٹے کی سلامتی اس میں ہے کہ دشمن کوئی نہ ہو اور جو ہے اس سے کوئی سمجھوتا کر لیا جائے۔"

وہ ممتا سے مجبور ہو کر بے اختیار سوچ رہی تھی اور بھول گئی تھی کہ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں بیٹھا ممتا کی کمزوریوں کو پڑھتا جا رہا ہے۔ پھر اُس نے چونک کر کہا۔ "اوہ خدایا! تم میرے خیالات پڑھ رہے ہو؟"

"میں تمھارے اندر ایک سچی عورت کو دیکھ رہا ہوں۔ تم اپنے شوہر کی وفادار ہو اور اپنے بیٹے پر جان دینے والی ماں ہو۔ تمھاری جیسی ذہین عورت میں حالات کا تجزیہ کرتی ہیں۔ اس خود غرض دنیا کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد اپنے شوہر اور اپنی اولاد کے لیے ساری دنیا سے رشتہ توڑ دیتی ہیں۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تمھیں کوئی احمق بنا کر اپنی مرضی سے فیصلہ نہیں کرا سکتا۔ تم اپنی خداداد ذہانت سے خود ہی اپنے شوہر اور بیٹے کے حق میں فیصلہ کرو گی۔"

وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ رسونتی کے پاس سب کچھ ہے مگر خداداد ذہانت نہیں ہے۔ وہ موجودہ حالات میں ہر پہلو پر غور نہیں کرے گی۔ ذہانت سے نہیں، جذبات سے فیصلہ کرے گی۔ اس نے جذبات کو بھڑکایا، اُس کی تعریفیں کیں، پھر دماغ سے چلا گیا۔

وہ پریشان ہو کر ٹہلنے لگی اور سوچنے لگی۔ یہ بات پہلے سمجھ میں کیوں نہیں آئی کہ جو دشمن فرزانہ کو ہلاک کر سکتا ہے، وہ میرے بیٹے کی بھی جان لے سکتا ہے۔ میرا بیٹا ہزار با صلاحیت سہی لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ باپ کی طرح قسمت کا دھنی ہو۔ باپ تو ہر بار دشمنوں سے بچ نکلتا ہے ہو سکتا ہے، بیٹا اپنی ذہانت اور حاضر دماغی کے باوجود دشمن کی مکاری سے نہ بچ سکے۔ میری تو دنیا لٹ جائے گی۔ کسی کا کچھ نہیں جائے گا۔ میرے اپنے صرف تسلیاں دیں گے اور صبر کی تلقین کریں گے۔ کیا صبر کرنے سے بیٹا واپس آ جائے گا؟

اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کو مخاطب کیا۔ وہ سونیا سے ملنے ہوٹل جا رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "ہیلو ماما! کیا بات ہے؟"

"بیٹے! جب فرزانہ شعلوں میں لپٹی ہوئی تھی تو تم اس کے قریب تھے۔ دشمن اپنے آلۂ کار کے ذریعے تمھارے دماغ کو کمزور بنا سکتا تھا، تمھیں بھی خدانخواستہ خودکشی پر مجبور کر سکتا تھا۔"

"دشمن تو بہت کچھ کر سکتے ہیں، مگر بات کیا ہے؟"

"دشمن کو دوست بنایا جا سکتا ہے۔"

"دوست بنانے کا وقت گزر چکا ہے۔ وہ میرے ہاتھوں

فرزانہ کی طرح زندہ جلے گا۔ میں ایک دن آپ کو یہ تماشا دکھاؤں گا۔"

"تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ایک اندھی گولی کہیں سے آکر لگے گی، تمہاری جان لے گی یا دشمن کو تمہارے دماغ میں پہنچا دے گی۔"

"ماما! زندگی کے عملی میدان میں اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ دشمن آپ کو یا پاپا کو گن پوائنٹ پر رکھ کر ہمیں کمزور بنا سکتے ہیں۔ ایک دشمن نے فرزانہ اور فینسی کو مرنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ پاپا کی موت بن کر مجھے دھمکی دے سکتا ہے کہ باپ کی زندگی چاہتے ہو تو ٹیلی پیتھی جاننے والی ماں کے ساتھ فوراً میرے پاس چلے آؤ۔"

"ایسے وقت تم کیا کرو گے؟"

"آپ جواب دیں اگر دشمن کہے کہ باپ کی سلامتی چاہتے ہو تو ماں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلے آؤ تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"نہیں بیٹا نہیں۔ تم ماں کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤ گے۔"

"اسی طرح میں پاپا کو، سونیا خالہ کو، اسٹورو کی اور جناب شیخ صاحب کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤں گا۔ کیا آپ کے لیے ایسا کوئی مسئلہ پیدا ہو گیا ہے؟"

"ہاں۔ وہ کہتا ہے اگر میں تمہارے ساتھ اس کی لابی میں چلی جاؤں تو وہ تمہارے پاپا کو کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"وہ پھر بھی نقصان پہنچائے گا اپنے مقابلے میں پاپا کا رعب داب دبدبہ برداشت نہیں کرے گا۔ پاپا اپنی زندگی میں مجھے اور آپ کو دشمن سے دوستی نہیں کرنے دیں گے کیونکہ وہ دوستی کی آڑ میں آپ کو اس قدر مجبور کرے گا کہ آپ پاپا کے چاہنے والوں اور وفاداروں کے خلاف ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنے پر مجبور ہو جائیں گی۔ آپ اس کی باتوں میں نہ آئیں۔"

"اس کے آلۂ کار کسی وقت بھی تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

"میں کسی وقت بھی راستہ چلتے حادثے کا شکار ہو سکتا ہوں۔ کسی فضائی سفر میں طیارہ تباہ ہو سکتا ہے۔ کیا آپ مجھے چھوٹے بڑے حادثے سے بچا سکتی ہیں؟"

"ہم حادثات کے متعلق نہیں جانتے کہ وہ کب اور کہاں پیش آئیں گے لیکن دشمنوں کے ارادوں کو سمجھ کر حفاظتی تدابیر کر سکتے ہیں۔"

"حفاظتی تدابیر یا ضرور عمل کرنا چاہیے لیکن دشمنوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنا نادانی ہے۔"

"آخر کون سی حفاظتی تدابیر پر عمل ہو رہا ہے؟ ہم میں سے ہر فرد بہترین صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس کے باوجود ہماری آنکھوں کے سامنے دو موتیں ہو گئیں۔ نہ ہم انھیں بچا سکے نہ دشمن کا کچھ بگاڑ سکے۔ خدانخواستہ تمہاری جان کو کچھ ہو گا تو سب مجھے صبر کی تلقین کریں گے۔ کیا صبر کرنے سے میرا بیٹا مجھے واپس مل جائے گا؟"

"ماما! میں سمجھتا ہوں ماں سے زیادہ حوصلہ کسی میں نہیں ہوتا۔ وہ اپنی موت سے لڑتے ہوئے بچے کو جنم دیتی ہے اور جنم دینے سے پہلے اس صدمے کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے کہ ابھی پیدا ہونے والا بچہ کسی دن بھی اس کی آنکھوں کے سامنے مر سکتا ہے۔ کیا آپ نے مجھے پیدا کرتے وقت ایسا نہیں سوچا تھا؟"

"میں حوصلے والی ماں نہیں ہوں۔ مجھ سے بڑی بڑی باتیں نہ کرو۔"

اس نے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ چند لمحوں کے بعد سونیا نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں علی تیمور۔"

دروازہ کھل گیا۔ اس نے اندر آکر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا "ہمارے درمیان ماما موجود ہیں۔ یہ ایک مسئلے میں الجھی ہوئی ہیں بلکہ الجھائی گئی ہیں۔ میں انھیں بڑی دیر سے سمجھا رہا ہوں مگر ان کے سامنے کا بچہ ہوں اس لیے میری باتیں ان کے لیے قابلِ قبول نہیں ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "کیا بات ہے رسونتی؟"

وہ سونیا کے پاس آکر تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگی۔ علی تیمور ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا۔ سونیا نے ساری باتیں سننے کے بعد پوچھا "کیا وہ تمھیں اور علی تیمور کو ادارے سے باہر اپنے پاس کہیں بلانا چاہتا ہے؟"

رسونتی نے کہا "میں نے اسے اپنا فیصلہ نہیں سنایا تھا اس لیے یہ نہیں پوچھا کہ مجھے کہاں بلانا چاہتا ہے۔"

"اس سے معاملات طے کرو۔ اور اسے دوستی کا یقین دلاؤ۔ اگر وہ فرہاد اور اس کے بیٹوں کو نقصان نہیں پہنچائے گا تو ہم سب اسے بہترین دوست سمجھتے رہیں گے اور دوستی نباہتے رہیں گے لیکن تم ہم سے دور علی تیمور کے ساتھ کہیں نہیں جاؤ گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی اس سے معاملات طے کر کے آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا نے کہا "تمھاری ماما اس اجنبی سے باتیں کرنے گئی ہے۔ تم نے ابھی تک اپنی ماں کے مزاج کو نہیں سمجھا ہے۔ ان حالات میں اس کی متاثر اندیشوں میں گھری ہوئی ہے۔ وہ تمھاری سلامتی کے لیے ہم میں سے کسی کی بات نہیں مانے گی اس لیے میں نے اس کی بات مان لی ہے۔"

علی تیمور نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی "میں تمھاری ماں کو ہینڈل کرنا جانتی ہوں۔ میں نے کہا ہے وہ دشمن کو ہماری بھلائی اور دوستی کا یقین دلائے لیکن تمھیں اپنے ساتھ لے کر ہم سے دور نہ جائے۔"

"دشمن یہ بات نہیں مانے گا۔"

"مجھے بھی یقین ہے نہیں مانے گا اور رسونتی اس سے کہے گی کہ وہ سونیا کو ناراض نہیں کرے گی۔ تب دشمن اسے سکھائے گا کہ وہ چپ چاپ بیٹے کو لے کر اس کے پاس چلی آئے۔ بعد میں یہ بیان دے سکتی ہے کہ اسے اور علی تیمور کو اغوا کیا گیا تھا۔"

"کیا آپ چاہتی ہیں کہ ماما مجھے لے کر اس کے پاس چلی جائیں؟"

"کیا تم نہیں چاہتے کہ دشمن کا سراغ ملے؟"

"ضرور چاہتا ہوں۔ وہ جہنم میں ہو گا تو میں جہنم کی آگ میں بھی کود جاؤں گا۔ لیکن ماما ساتھ رہیں گی تو میں کمزور پڑ جاؤں گا۔"

"کمزور تو ہم اب بھی ہیں۔ تمھارے پاپا جب تک مکمل دماغی توانائی حاصل نہیں کریں گے ہم فرزانہ اور فینسی کے بعد بھی نقصانات اٹھاتے رہیں گے۔ تم کسی راستے سے بھی دشمن تک پہنچو گے تو سائل کا سامنا ہوتا رہے گا۔ آج باپ کی وجہ سے کمزوری ہے کل ماں کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔"

"پاپا اور ماما میں بڑا فرق ہے۔ پاپا زیادہ پرابلم نہیں بن سکتے۔ یہ تو مجبوری کے باعث کوما میں ہیں۔ جیسے ہی ہوش میں آئیں گے ہماری قوت بن جائیں گے مگر ماما میں نہ حوصلہ ہے نہ حاضر دماغی۔"

"میں جانتی ہوں رسونتی بہت زیادہ پرابلم بن جائے گی لیکن ہم اسے دشمن کے ہاتھوں میں جانے سے روک نہیں سکیں گے۔ تم تھوڑی دیر پہلے اس سے بحث کر چکے ہو۔ بحث میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے اس کی آدھی بات مان لی کہ دشمن سے دوستی کرنی چاہیے لیکن اس کے ہاتھوں میں نہیں جانا چاہیے۔"

رسونتی نے دماغ پر دستک دی۔ سونیا نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں۔ اس اجنبی نے میری بات مان لی ہے۔ میں لوگوں سے دور نہیں جاؤں گی۔ وہ دوستی کا ثبوت دینے کے لیے فرہاد کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ وہ نقصان نہیں پہنچائے گا؟"

"فرہاد کو کوما سے نکال کر دیکھ لو۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رہوں گی۔ دشمن کی نیت میں کھوٹ نہیں ہو گا تو وہ میرے سہ گاک کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

سونیا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "تیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اسے کوما سے یوں بھی نکالنا ہو گا۔ تم اور آمر فرہاد کے دماغ میں پوری توجہ سے مستعد رہو گے۔ جناب شیخ صاحب سے اس سلسلے میں گفتگو کرو۔ وہ بھی اسے کوما سے نکالنے پر رضامند ہوں تو تم آمر کو میرے پاس بھیج دینا۔ میں اسے کچھ ضروری ہدایات دینا چاہتی ہوں۔"

ٹھیک اسی وقت آمر کی آواز سنائی دی۔ "سونیا! فرہاد کی حالت بہت نازک ہے۔ ڈاکٹر اسے اینڈ کر رہے ہیں۔ تمام ڈاکٹروں کی متفقہ رائے ہے کہ تمھیں فوراً فرہاد کے پاس جانا چاہیے۔"

"میں ملیں جاؤں گی۔"

رسونتی نے کہا "میں جا رہی ہوں۔ تمھیں سمجھاؤں گی کہ بابا فرہاد کو سطحی اور ہوم کی پیشین گوئی کے مطابق تمھیں موجود نہیں رہنا چاہیے۔"

آمر نے کہا "سونیا! تم ساری دنیا سے لڑتی آئی ہو مگر مقدر سے نہیں لڑ سکو گی۔ جناب شیخ صاحب نے تمھیں فوراً آنے کے لیے کہا ہے۔"

آمر نے یہی بات علی تیمور کو بتائی۔ اس نے کہا "ماما ہم سب اس پیشین گوئی پر پورا یقین رکھتے ہیں لیکن جناب شیخ صاحب بھی کچھ سمجھ کر ہی آپ کو بلا رہے ہیں۔ اُن کی باتیں ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہیں۔ کیا آپ اُن کے حکم سے انکار کریں گی؟"

وہ تذبذب میں تھی۔ جانا نہیں چاہتی تھی مگر سمجھ گئی تھی کہ جانا ہی پڑے گا۔ رسونتی آئی تو ور رہی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر سوچ کی لہریں الجھ رہی تھیں۔ سونیا نے گھبرا کر پوچھا "کیا ہوا؟ جلدی بتاؤ، کیوں رو رہی ہو؟"

وہ اٹک اٹک کر بولی "فرہاد سکرات کے عالم میں ہے۔ اس کے دماغ میں گہرا سناٹا ہے۔ اس کی سماعت ختم ہو گئی ہے۔ باہر کی کوئی آواز اس کے دماغ تک نہیں پہنچ رہی ہے۔ میری سوچ کی لہریں اس کے اندر گونج کر رہ گئیں۔ وہ سن نہ سکا۔ میں نے اتنا دیکھا کہ وہ اکھڑی اکھڑی سانسیں لے رہا ہے اس سے زیادہ نہ دیکھ سکی۔ جناب شیخ صاحب کے پاس جا کر کہا۔ آپ دعا کریں کسی طرح اُسے زندگی کی طرف واپس لے آئیں۔..."

ایسا کہتے کہتے وہ پھر رونے لگی۔ سونیا نے پوچھا "جناب شیخ صاحب کیا فرماتے ہیں؟"

"وہ کہہ رہے تھے، میں ایک عاجز بندہ ہوں۔ خدا کی مرضی میں دخل دوں میری کیا مجال ہے۔ سونیا سے کہو وہ کل کا پٹر کے ذریعے یہاں پہنچے۔"

سونیا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ رسونتی نے کہا "سب سے قریبی فلائنگ کلب میں ہیلی کاپٹر موجود ہو گا۔ میں ابھی انتظام کر رہی ہوں تم یہاں سے نکلو۔"

وہ اور علی تیمور ہوٹل کے کمرے سے نکلے تیزی سے چلتے ہوئے باہر آئے پھر کار میں بیٹھ کر فلائنگ کلب کی طرف جانے لگے۔ وہ قیامت کی گھڑی تھی۔ سب نے سمجھ لیا تھا کہ دنیا کے تمام شیطانوں سے لڑنے

والا کسی لمحے بھی آخری سانس چھوڑ دے گا اور اس آخری سانس کے لیے وہ سونیا کا منتظر ہے۔

وہ ہیلی کاپٹر میں علی تیمور کے ساتھ روانہ ہوئی۔ پھر آدھے گھنٹے میں ادارے کے احاطے کے اندر پہنچ گئی۔ وہاں سے مٹی کار میں بیٹھ کر اسپتال کے اُس حصے میں پہنچی، جہاں فرہاد علی تیمور کو ایک کمرے میں رکھا گیا تھا۔ کمرے کے باہر ہولوئی، آمنہ، والٹسو روکی، رسوتی اور بہت سے جاننے والے موجود تھے۔ جناب شیخ الفارس دروازے کے پاس سر جھکائے زیرِ لب کچھ پڑھنے میں مصروف تھے۔ سونیا ڈوبتے ہوئے دل سے ایک ایک کو دیکھتے ہوئے دروازے تک آئی۔ جناب شیخ صاحب نے علی تیمور کا بازو تھام کر اسے اندر جانے سے روک دیا۔

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی۔ ڈاکٹر فرہاد کی نبض تھامے جھکا ہوا تھا۔ سونیا کو دیکھ کر سیدھا کھڑا ہوا۔ پھر نرس کے ساتھ چلتا ہوا باہر جانے لگا۔ سونیا اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے سے مایوسی کو پڑھ رہی تھی۔ اُن کے جانے کے بعد وہ کمرے میں تنہا رہ گئی۔

اس کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ پیشین گوئی درست ہو رہی تھی۔ وہ فرہاد کے پاس تنہا تھی۔ اس تنہائی سے بھاگنے کے لیے وہ پیرس گئی تھی لیکن تقدیر اسے پھر کھینچ لائی تھی۔ اگر وہ نہ آتی تو فرہاد کا دم اٹکا رہتا اور وہ کرب میں مبتلا رہتا۔ وہ قریب آکر اس پر جھک گئی۔ آہستگی سے آواز دی "فرہاد!"

وہ ساکت پڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا "فرہاد! ہم زندگی میں ہر بُرے وقت کے ساتھی رہے۔ کیا آئندہ بُرے وقتوں سے لڑنے کے لیے مجھے تنہا چھوڑ جاؤ گے؟"

وہ کوئی جواب نہیں دے سکتا تھا۔ سونیا نے کہا "رسوتی نے بتایا ہے، تمھاری سماعت ختم ہو چکی ہے۔ باہر کی کوئی آواز تمھارے اندر نہیں پہنچتی ہے۔ کیا تم اپنی سونیا کے لمس کو محسوس کر سکتے ہو؟ میں تمھیں چھو رہی ہوں، مجھے محسوس کرو۔"

اس نے فرہاد کے ایک ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ پھر اسے آہستہ آہستہ سہلانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کی آنکھیں دھیرے سے جھل گئیں۔ وہ آنکھیں چھت کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ وہ بڑی محبت سے بولی "فرہاد! میں تمھاری سونیا ہوں۔ تم تو غیر معمولی حوصلہ رکھتے ہو۔ میری خاطر ایک بار پھر موت کو شکست دے دو۔ مجھے دیکھو۔"

اس نے دیدے گھما کر سونیا کو دیکھا۔ وہ خوش ہو گئی۔ یہ عارضی خوشی تھی۔ نظریں ملتے ہی دیدے ساکت ہو گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔ چند ساعتوں کے بعد ہی باہر سے رسوتی کی چیخ سنائی دی۔ "نہیں نہیں۔ تم نہیں جا سکتے۔ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ میں پھر تمھارے دماغ میں آ رہی ہوں۔ مجھے جگہ دو۔"

وہ آخری وقت فرہاد کے دماغ میں تھی۔ دیدے ساکت ہوتے ہی اس کی سوچ کی لہریں دماغ سے نکل گئی تھیں۔ موت کی تصدیق ہو گئی تھی۔ اس نے اپنی تسلی کے لیے دوسری بار دماغ میں جانے کی کوشش کی لیکن جگہ نہیں ملی۔ وہ ٹیلی پیتھی کا سکہ جمانے والا دماغ موت کی ابدی تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔

رسوتی دوڑتی ہوئی کمرے میں آئی۔ پھر اس کی لاش سے لپٹ کر رونے لگی۔ اس کے پیچھے علی تیمور آیا۔ باپ کے پیروں کے پاس کھڑے ہو کر دیکھا۔ سونیا اس کی پتھرائی ہوئی آنکھوں کو بند کرنے کے بعد چہرے کو چادر سے ڈھانپ رہی تھی۔ علی نے باپ کے پاؤں کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ پھر سر جھکا کر اسی طرح کھڑا رہ گیا۔ پوری آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی۔ اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ اس نے فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر پلنگ کے پائے سے لپٹ کر نڈھال سی ہو کر بیٹھ گئی۔

والٹسو روکی نے گہری سانس لے کر میت کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ماسٹر! یقین نہیں آتا کہ تمھیں موت آئی ہے۔ شاید دھیرے دھیرے یقین آ جائے گا مگر یہ بڑی بات ہے، اتنے وفاداروں کو چھوڑ کر بے وفائی دکھا کر چلے گئے ہو۔ ہم نے تم سے بہت کچھ سیکھا، یہ بے وفائی تو نہ سکھاؤ۔"

سونیا وہاں سے جانے لگی۔ آمنہ اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ پھر بولی "کوئی رو رہا ہے، کوئی چیخ رہا ہے۔ کسی نہ کسی طرح صدمات کا اظہار ہو رہا ہے۔ تم خاموش کیوں ہو؟ رونا ہو گا کم از کم ایک بار چیخنا ہو گا۔ اپنے اندر کا غبار نکالو۔"

وہ سونیا کو دیوانہ وار جھنجوڑنے لگی "تم روتی کیوں نہیں ہو؟ تمھیں رونا ہو گا۔ میں تمھیں رُلا کر رہوں گی۔"

وہ بُری طرح جھنجوڑ رہی تھی۔ سونیا نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑایا۔ پھر اس کے گال پر ایک زور کا طمانچہ رسید کیا۔ وہ ساکت رہ گئی۔ سونیا نے کہا "نادان عورت! تیرے لیے بُری خبر ہے۔ تو فرہاد کے قریب جانے کا موقع گنوا چکی ہے۔ تو اب کبھی اُس سے دل کی بات نہیں کہہ سکے گی۔ وہ مر چکا ہے، تیرا فرہاد مر چکا ہے۔ مر چکا ہے۔۔۔"

آمنہ نے نہیں سُنتے ہوئے زور کی چیخ ماری۔ پھر سونیا سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

ادارے کے ذمے دار افراد نے پہلے فرانسیسی حکام کو اطلاع دی۔ پھر ٹیلیفون، ٹرانسمیٹر، ٹی وی اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ خبر پہنچائی جانے لگی۔ دنیا کی سپر طاقتیں اور دوسرے بڑے ممالک یقین کرنے کو تیار نہیں تھے۔ کیونکہ فرہاد علی تیمور پہلے بھی کئی بار مر چکا تھا۔ بعد میں انکشاف ہوا تھا کہ وہ فرہاد کی ڈمی تھی۔ اس کی موت کا چکر اتنی بار چلایا گیا تھا کہ آج کوئی یقین کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سپر طاقتیں اور خطرناک تنظیموں کے سربراہوں نے تو سمجھ لیا تھا جیسے فرہاد نے مرنے سے پہلے کسی سے ذکر نہیں کرو گی۔ پارس اور کی طرح قیامت تک زندہ رہے گا۔ کسی دن پھر آؤں گا۔"

ادارے کے ذمے دار افراد نہیں سمجھتے۔ وہ لڑکی ہوں کسی کو آپ کی آمد کے بارے میں نہیں بتاؤں اس کا وعدہ کریں جب آپ آئیں گے تو مجھ سے بہت سی باتیں کر سکیں گے۔"

ڈیگر اینڈ ڈیگر نے وعدہ کیا پھر سورج کے ذریعے اسے چومنے والے بابا صاحب کے کالی پھر اس کے دماغ سے نکل گئے۔ ایک ڈیگر نے اس کے سے شام کے چھ بجے تک ہونے والی ایسی باتیں چھیڑ دی تھیں کہ وہ فرہاد سے اجازت نامہ لے کر آئیں۔

سپر طاقتوں میں صرف ایک ماسک مین تھا جسے فرہاد علی تیمور کی موت کا پختہ یقین تھا۔ کیونکہ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا پاسکل بوبا، فرہاد کے آخری لمحات میں اس کے اندر تھا۔ اس نے اچھی طرح دیکھا تھا جب سونیا نے فرہاد کا ہاتھ پکڑا تھا تو اس نے آنکھیں کھول دی تھیں ان لمحات میں اس کے اندر زندگی کی رمق پیدا ہوئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر سونیا کو دیکھا تھا۔ اس کے دماغ نے اسے بتایا تھا۔ وہ دماغ اچانک موت کے اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔

پاسکل بوبا نے ماسک مین کو اُن آخری لمحات کی مکمل رپورٹ دی تھی۔ ماسک مین نے پوچھا "کیا تم نے فرہاد کے خیالات پڑھے تھے؟"

اس نے جواب دیا "جب پہلی بار اس کے دماغ میں گیا تو وہ قدرے ہوش میں تھا۔ ڈاکٹروں کی موجودگی میں وہ شخص فرہاد کے بدن کی مالش کر رہے تھے۔ مسلسل کوما میں رہنے کے باعث اس کا جسم بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ دماغ بے حد کمزور تھا۔ میں کوئی ایک ایک منٹ تک اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ پھر وہ دماغ بالکل ہی کمزور ہو گیا۔ میں نے رسوتی کی آواز سُنی، وہ فرہاد کو پکار رہی تھی مگر سوچ کی لہریں دماغ کے سناٹے میں گونج کر رہ جاتی تھیں۔"

ماسک مین نے پھر سوال کیا "تم یقین سے کہہ رہے ہو کہ تم نے ایک منٹ تک اس کے خیالات پڑھے ہیں؟"

"میں پورے یقین سے کہتا ہوں، وہ فرہاد تھا۔ میں نے اس کی سوچ اور لہجے کو ایک منٹ تک پوری توجہ سے پڑھا تھا۔"

"اچھی بات ہے۔ میرا نائب اس کی آخری رسومات میں شریک ہونے جائے گا۔ تم اس کے ساتھ اپنے کسی آلۂ کار کو بھیج سکتے ہو اور موقع پا کر رسوتی کے حساس دماغ کو تھوڑا کمزور بنا سکتے ہو۔ اگر اسے اغوا کرنے میں کسی طرح کامیاب ہو جاؤ گے تو ٹیلی پیتھی کی قوت صرف ہمارے پاس ہو گی۔ آمر اور جوجو اگرچہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں مگر وہ دونوں کسی کام کے نہیں ہیں، تم رسوتی پر توجہ دو۔"

دوسری طرف سپر ماسٹر بھی کچھ ایسا ہی منصوبہ بنا رہا تھا۔ وہ بظاہر بڑی بڑی بازیاں ہار تا رہا تھا۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے

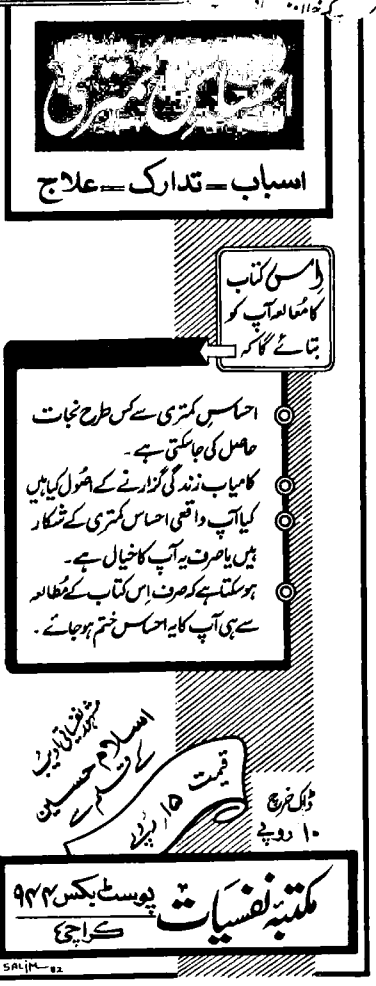

والا کسی لمحے بھی آخری سانس چھوڑ دے گا اور اس آخری سانس کے لیے وہ سونیا کا منتظر ہے۔

وہ ہیلی کاپٹر میں علی تیمور کے ساتھ روانہ ہوئی پھر آدھے گھنٹے میں ادارے کے احاطے کے اندر پہنچ گئی۔ وہاں سے منی کار میں بیٹھے کراسپتال کے اُس حصے میں پہنچی جہاں فرہاد علی تیمور کو ایک کمرے میں رکھا گیا تھا۔ کمرے کے باہر پولوئی آمنہ، واٹسورو کی رسونتی اور بہت سے چاہنے والے موجود تھے۔ جناب شیخ الفارس دروازے کے پاس سر جھکائے زیرِ لب کچھ پڑھنے میں مصروف تھے۔ سونیا ڈوبتے ہوئے دل سے ایک ایک کو دیکھتے ہوئے دروازے تک آئی۔ جناب شیخ صاحب نے اور لوگوں سے کہا۔ "[illegible]"

ماسک مین نے جواب دیا۔ "جس طرح میں آفتاب کے مشرق سے نکلنے کی حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں اسی طرح فرہاد کی موت کو تسلیم کر رہا ہوں۔"

"اس پختہ یقین کا کوئی تو سبب ہوگا؟"

"فرہاد کی موت کے وقت میرے آدمی اس کے سرہانے موجود تھا۔ صاف بات یہ ہے کہ اس کے دماغ میں موجود تھا۔ اب ہماری دنیا میں ٹیلی پیتھی کا اکانمی رہا۔ مجھے اب کھل کر اعتراف کرنا چاہیے کہ تمھاری ٹرانسفارمر مشین سے آخری دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے پاس ہیں اور میرے ملک کے وفادار ہیں۔"

"ہمیں شبہ تھا کہ وہ ابھی خیال خوانی کرنے والا تمھاری پناہ میں ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ چونکا دینے والا انکشاف ہے کہ تم نے میڈونا کو بھی اغوا کرایا ہے۔ کیا وہ دونوں فرہاد کے آخری لمحات میں اس کے اندر موجود تھے؟"

"میڈونا کی ابھی برین واشنگ ہو رہی ہے۔ صرف ایک ہی خیال خوانی کرنے والا موجود تھا۔ فرہاد نے ہمیشہ اپنی جگہ ڈمی پیش کی اور ہمیں دھوکا دیتا رہا۔ ہم دھوکا کھاتے رہے کیونکہ ڈمی کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتے تھے۔ اس بار دھوکا کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میرے آدمی نے اطمینان کی حد تک فرہاد کے دماغ کو پڑھا ہے اور اس کی آخری سانس تک اس کے اندر موجود رہا ہے۔"

نائب نے کمپیوٹر کے ذریعے سپر ماسٹر کو یہ باتیں بتائیں۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "اب فرہاد کی موت کا یقین کرنا ہوگا۔ ماسک مین نے ہمیں بہت بڑی چوٹ دی ہے۔ اُسے فرہاد کی موت سے بے شمار فائدے پہنچنے والے ہیں۔ وہ آئندہ رسونتی، آرمراد، جوجو کو حاصل کرنے کی کوششیں کرے گا۔ اس کی کوششوں کو ناکام بنانے کے لیے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے مسٹر ڈیگر اینڈ ڈیگر کو میدانِ عمل میں لانا ہوگا۔"

سپر ماسٹر نے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا کچھ عجیب سا نام لیا تھا۔ مسٹر ڈیگر اینڈ ڈیگر کسی کمپنی یا لمیٹڈ فرم کا نام لگتا تھا جیسے جین اینڈ جین کمپنی یا والٹر اینڈ والٹر بینک لمیٹڈ۔ لیکن ڈیگر اینڈ ڈیگر کے ساتھ "مسٹر" کہا گیا تھا۔ جیسے یہ کسی ایک شخص کا نام تھا۔ دو میں سے ایک بات مجھے جگہ دو۔"

وہ آخری وقت فرہاد کے دماغ میں گئے یا دو اشخاص کا وہ مشترکہ نام ہوگا۔ ہی اس کی سوچ کی لہریں دماغ سے نکل گئی۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ایک تھی۔ اس نے اپنی تسلی کے لیے دوسری بار دماغ کی لیکن جگہ نہیں ملی۔ وہ ٹیلی پیتھی کا سکہ جمانے والا دماغ بے حد کمزور تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔

رسونتی دوڑتی ہوئی کمرے میں آئی۔ پھر اس کی لاش سے لپٹ گئی۔ اس کے پیچھے علی تیمور آیا۔ باپ کے پیروں کے پاس کھڑا دوسرے دیکھا۔ سونیا اس کی پتھرائی ہوئی آنکھوں کو بند کرنے کے لیے جادو سے ڈھانپ [illegible] نقش کرایا ہے اسی طرح ہر ایک نے مزاج تھا اور فطری عادتوں کو ایک دوسرے میں منتقل کیا گیا تھا۔ ان کے حواسِ خمسہ کو اس قدر زود حس بنایا گیا تھا کہ وہ ایک سوئی کے فرش پر گرنے کی آواز سن سکتے تھے، اندھیرے میں اُلو کی طرح دیکھ لیتے تھے، فضا میں سُنگھ سکتے تھے اور بتا دیتے تھے کہ شکار کس سمت میں ہے اور جگہ بدل بدل کر کہاں جا رہا ہے۔ زبان سے چکھ کر ہر مزہ رساں چیز کی پہچان لیتے تھے اور ہاتھ سے چھُو کر کسی بھی چیز کا درجہ حرارت معلوم کر لیتے تھے۔

وہ دونوں کئی بار ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد عجوبہ بن گئے تھے۔ ایک کی خواہش دوسرے کی خواہش ہوتی تھی۔ ایک کو کسی چیز سے تکلیف پہنچتی تھی تو دوسرے کو بھی وہی چیز تکلیف پہنچاتی تھی۔ ایسا اُن بچوں کے ساتھ ہوتا ہے جو قدرتی طور پر جڑواں پیدا ہوتے ہیں۔ انسان کی بنائی ہوئی ٹرانسفارمر مشین نے ان دونوں کو نئے سرے سے جڑواں پیدا کیا تھا اسی لیے دونوں کا نام بھی ایک ہی تھا۔ پہلے کا نام بھی ڈیگر دوسرے کا نام بھی ڈیگر۔ اس طرح وہ مسٹر ڈیگر اینڈ ڈیگر کہلانے لگے تھے۔

ان دونوں کے دماغوں میں پہلے ہی فرہاد، سونیا، رسونتی، پارس اور علی تیمور، پومی اور آمنہ کی آواز اور لہجوں کو نقش کر لیا گیا تھا۔ وہ آمر اور جوجو تک بھی پہنچ سکتے تھے۔ انھوں نے سب سے پہلے جوجو تک پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روکنا چاہتی تھی۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر نے فرہاد کی آواز اور لہجے میں کہا۔ "بیٹا! سانس نہ روکنا میں تمھارا پاپا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "پاپا؟ آپ تو مر چکے ہیں۔"

"ہاں بیٹی! میری موت اچانک ہو گئی مگر دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی پیاری بیٹی سے نہ مل سکا تھا اس لیے واپس آ گیا۔"

وہ جلدی جلدی آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ "پاپا! سب لوگ کہتے ہیں آپ کبھی میرے پاس نہیں آئیں گے مگر آپ کتنے اچھے ہیں! مرتے ہی میرے پاس آ گئے۔"

"بیٹی! میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ اللہ میاں واپس

بلا رہے ہیں۔ میں تمھیں پیار کر کے جا رہا ہوں۔"

"آپ پھر آئیں گے نا؟"

"اگر تم میری آمد کے سلسلے میں کسی سے ذکر نہیں کرو گی۔ پارس اور آمر کو بھی نہیں بتاؤ گی تو میں کسی دن پھر آؤں گا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کسی کو آپ کی آمد کے بارے میں نہیں بتاؤں گی مگر آپ بھی وعدہ کریں جب آپ آئیں گے تو مجھ سے بہت سی باتیں کریں گے۔"

ڈیگر اینڈ ڈیگر نے وعدہ کیا پھر سوچ کے ذریعے اسے چومنے کی آواز نکالی پھر اس کے دماغ سے نکل گئے۔ ایک ڈیگر نے اس کے بچگانہ مزاج کو سمجھتے ہوئے ایسی باتیں چھیڑ دی تھیں کہ وہ فرہاد سے رابطے کے کوڈ ورڈز پوچھنا بھول گئی تھی۔ اس کی باتوں کے دوران دوسرے ڈیگر نے دماغ کی تہ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز معلوم کر لیے تھے۔

رسونتی نے چوڑیاں توڑ ڈالی تھیں۔ سادہ سا لباس پہن لیا تھا اور اپنے بیڈ روم کے دروازے کھڑکیوں کو بند کر کے تنہا فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ تنہائی میں خوب دل کھول کر رونا چاہتی تھی۔ یہ سوچ کر ہی آنسو نکل آتے تھے کہ پہاڑ جیسا جیون ساتھی اب کبھی واپس نہیں آئے گا۔ کبھی خیال نہیں آتا تھا کہ اسے بھی موت آ سکتی ہے۔ آہ! آ گئی۔

اس نے اچانک سانس روک لی۔ پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئی تھیں۔ پھر وہ سانس لیتے ہوئے غصے سے بولی۔ "کون ہے؟ چلے جاؤ۔ مجھے تنہا رہنے دو۔"

پاسکل بُوبا نے کہا۔ "میں فرہاد کو واپس نہیں لا سکتا مگر تمھارے غم میں شریک تو ہو سکتا ہوں۔"

"میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتی۔ چلے جاؤ۔"

"میں تمھارا دوست اور ہمدرد ہوں۔ خطرات سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔"

"میری دنیا لٹ چکی ہے۔ اب خطرات مجھے کیا ڈرائیں گے۔"

"خطرات تو اب شروع ہوئے ہیں تمھارے لیے اور تم سے زیادہ علی تیمور کے لیے۔"

ماں کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے گھبرا کر پوچھا۔ "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اب ولدیت کا مسئلہ اُٹھے گا۔ فرہاد نے اپنی زندگی میں کسی بیٹے کو واضح طور پر باپ کا نام نہیں دیا۔ اس کا فیصلہ اب تم کر سکتی ہو لیکن تم سے زیادہ سونیا کی بات مانی جاتی ہے اور وہ جلد ہی پارس کو فرہاد کا بیٹا منوا کر رہے گی۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ میں ماں ہوں۔ دنیا والے میری بات مانیں گے۔"

"دنیا والے نادان نہیں ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ بیٹا پیدا ہونے کے بعد کئی بار تم سے بچھڑ چکا ہے۔ جب بھی کوئی بچہ تمھاری گود میں آ کر دیا گیا، تم نے اسے اپنا بیٹا تسلیم کر لیا۔ ان واقعات کی روشنی میں تمھاری بات تسلیم نہیں کی جائے گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "کسی کے تسلیم نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے علی تیمور میرا بیٹا ہے۔"

"سونیا یہ مسئلہ اُٹھانے والی ہے۔ یقیناً اس کے پاس کوئی ثبوت ہوگا یا وہ اپنی فطرت کے مطابق مکاری سے پارس کو فرہاد کا بیٹا ثابت کرے گی۔ کیا تم سوچ سکتی ہو کہ پارس ابھی کہاں ہوگا؟ وہ باپ کی موت پر یہاں کیوں نہیں آیا؟"

"میں صدمات سے چُور ہو گئی ہوں۔ میں نے وہ سمجھا ہی نہیں تھا کہ پارس باپ کی موت کی خبر سُن کر بھی نہیں آیا ہے لیکن یہ بات تو اس کے خلاف جاتی ہے۔ جب وہ اپنا خون ہی نہیں ہے تو فرہاد کی موت سے کیا خاک اثر لے گا۔"

"ہو سکتا ہے یہ سونیا اور پارس کی ملی بھگت ہو۔ وہ کوئی زبردست چال چل رہے ہوں۔"

"پارس یہاں سے دور رہ کر کیا چال چل سکتا ہے!"

"بعض چالیں وقت گزرنے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔"

بابا صاحب کے ادارے میں ہر طرف بڑے بڑے اسپیکر لگے ہوئے تھے جن کے ذریعے کارکنوں کو ہدایات دی جا رہی تھیں۔ کل صبح فرہاد کی تدفین کے وقت مختلف ممالک کے اہم افراد آنے والے تھے۔ انھیں ادارے کے ایک خاص حصے تک محدود رکھنے کے سلسلے میں ریہرسل کی جا رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اسپیکر سے کہا گیا۔ "مادام سونیا! متوجہ ہوں۔ پارس بابا آئے ہوئے ہیں لیکن وہ ادارے کے اندر نہیں آنا چاہتے۔ وہ تشویش ناک حالت میں ہیں۔ آپ فوراً مین گیٹ پر آ جائیں۔"

اسپیکر سے اُبھرنے والی یہ آواز رسونتی تک پہنچ رہی تھی۔ پاسکل بُوبا نے کہا۔ "شیطان کا ذکر کرتے ہی وہ پہنچ گیا۔ تمھیں دیکھنا چاہیے کیا واقعی وہ تشویش ناک حالت میں ہے؟"

رسونتی خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ نشے میں تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی۔ اس نے اپنی کار مین گیٹ کے سامنے روک دی تھی اور کار کی چھت پر بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا۔ "مجھے معلوم ہے میرے پاپا مر چکے ہیں۔ اب وہ کبھی یہ بتانے کے لیے واپس نہیں آئیں گے کہ میں ان کا اصلی بیٹا ہوں مگر اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں اصلی ہوں، اصلی ہی رہوں گا۔"

ادارے کے ایک بزرگ نے گیٹ پر آ کر کہا۔ "پارس! تم نے باپ کے وفات پاتے ہی شراب کی بوتل پکڑ لی۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے۔ اس ادارے میں شرابیوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ واپس جاؤ اور صبح کو پاک صاف ہو کر یہاں آؤ۔"

وہ بوتل کو منہ سے لگا کر دو گھونٹ پینے کے بعد بولا۔ "یہاں نہیں آؤں گا اور اس وقت تک پاپا کی آخری رسومات ادا کرنے نہیں دوں گا جب تک شیخ صاحب کل آنے والے تمام حمایتوں کے نمائندوں کے سامنے مجھے فرہاد علی تیمور کا اپنا بیٹا تسلیم نہیں کریں گے۔"

رسونتی نے کہا۔ "تم حد سے بڑھ رہے ہو۔ میں پیدا کرنے والی ماں ہوں، میں اچھی طرح جانتی ہوں علی تیمور کو میں نے جنم دیا ہے۔ تم اپنی اوقات میں رہو۔"

وہ بوتل والا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "سنو لوگو! سنو! میری ماں میرے اندر بول رہی ہے کہ اس نے مجھے جنم نہیں دیا ہے۔"

ادارے کے افراد گیٹ پر جمع ہو رہے تھے۔ رسونتی نے پہرے دار کی زبان سے کہا۔ "میں اس کی زبان سے کہہ رہی ہوں۔ میں رسونتی ہوں اور آج اعلان کرتی ہوں کہ میں نے علی تیمور کو جنم دیا ہے۔ پارس سے میرا دور کا بھی رشتہ نہیں ہے۔"

سونیا وہاں پہنچ گئی تھی۔ اس نے پہرے دار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "رسونتی! حالات کو سمجھا کرو۔ وہ نشے میں ہے اور تم ہو کہ ایک بچے کے ساتھ ننھی بچی بن کر جھگڑا بڑھا رہی ہو۔"

"سونیا! مجھے ناداں نہ سمجھو۔ یہ لڑکا زہریلا ہے۔ اس پر شراب اثر نہیں کرتی۔ یہ خود کو خواہ مخواہ نشے میں ظاہر کر رہا ہے اور اس بہانے خود کو فرہاد کا بیٹا منوانا چاہتا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ اب زہریلا نہیں رہا۔ اس کا مکمل علاج ہو چکا ہے اس لیے شراب اس پر اثر کرتی ہے۔ تم ماں ہو، اسے پیار دو۔ یہ شراب چھوڑ دے گا۔"

"میں اس کی ماں نہیں ہوں۔"

پارس نے ہاتھ نچا کر کہا۔ "میں کب کہتا ہوں تم میری ماں ہو۔ سوتیلی ماں کبھی اپنی ماں نہیں ہوتی۔ میری سگی ماں تو یہ ہیں، میری تما۔ کیوں تما! خاموش کیوں ہیں، کل صبح دنیا کے کتنے ہی ممالک کے اہم افراد، پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز آئیں گے۔ آپ کل سب کے سامنے اعلان کریں گی کہ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں اور آپ نے مجھے جنم دیا ہے۔"

"کیا؟" سب ہی چونک کر سونیا کو دیکھنے لگے۔ رسونتی بھی چونک کر دماغی طور پر حاضر ہو گئی تھی اور بڑبڑا رہی تھی۔ "یہ میں کیا سن رہی ہوں، کیا سونیا نے فرہاد کے بیٹے کو جنم دیا ہے؟ کیا پارس کی پیدائش اتنی راز داری سے ہوئی کہ مجھے آج تک معلوم نہ ہو سکا؟"

پاسکل بوا بولے کہا۔ "تم اسی طرح سوچتی رہو گی۔ ذرا ادھر جا کر دیکھو کیا ہو رہا ہے۔"

وہ پھر پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ سونیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے پاس آ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "کار سے نیچے اترو۔"

پھر اس نے خود ہی قریب آ کر سہارا دے کر نیچے اتارا۔ اس کے ہاتھ سے بوتل لے کر ایک طرف پھینک دی۔ پھر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر بڑی ممتا سے کہا۔ "میرا بیٹا! آج باپ سے محروم ہو گیا ہے مگر ماں کی ممتا سے کبھی محروم نہیں رہے گا۔"

یہ کہتے ہی وہ اس کے چہرے کو جگہ جگہ سے چومنے لگی۔ ماں کی ایک ایک ادا سے ممتا پھوٹ رہی تھی۔ پھر اس نے سینے سے لگا کر کہا۔ "بیٹے! تم نشے میں ہو، تمہیں ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ابھی تم جاؤ، صبح نہا دھو کر صاف ستھرے ہو کر یہاں آنا لیکن تم اس حالت میں کیسے ڈرائیو کرو گے؟ دشمن ایسی حالت میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ خدانخواستہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ چلو، میں تمہیں چھوڑ کر آؤں گی۔"

اس نے پارس کو اگلی سیٹ پر بٹھایا پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے جانے لگی۔ رسونتی کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ وہ اپنی جگہ بیٹھی نہ رہ سکی۔ فوراً اٹھ کر رہائش گاہ سے باہر آئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی جناب شیخ صاحب کے حجرے کے سامنے پہنچ گئی۔ دروازے پر چند مرید بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے اپنی آمد کی اطلاع پہنچائی۔ ایک مرید نے حجرے سے نکل کر کہا۔ "حضور فرماتے ہیں آپ شیطان کے ساتھ آئی ہیں اور شیطان کو حجرے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

رسونتی نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "مجھے خیال ہی نہ رہا کہ تم ابھی تک موجود ہو۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ دماغ سے چلا گیا۔ رسونتی نے پھر اطلاع بھیجی۔ اس بار جواب آیا۔ "تم نے شیطان کو بھگایا ہے شیطانی خیالات کو نہیں بھگایا۔ میرے سامنے ہر انسان کے لیے نیکی اور محبت لے کر آؤ۔"

وہ سوچنے لگی "میرے اندر سب ہی کے لیے نیکی اور محبت ہے پھر شیخ صاحب ملنے سے انکار کیوں کر رہے ہیں؟"

اس کے اندر سے آواز آئی۔ "پارس کے لیے نہ نیکی ہے، نہ محبت۔"

وہ جھنجلا کر سوچنے لگی۔ "اس کے لیے کبھی دل میں محبت نہیں ہوئی میرے ساتھ بردست دھوکا ہوا ہے۔ فرہاد نے آخری سانس تک دھوکا دیا اور سونیا پارسا بن کر مجھے متاثر کرتی رہی۔ چپ چاپ فرہاد کے ایک بیٹے کو جنم دے کر اسے میرا بیٹا کہتی رہی اور دنیا والوں کے سامنے فرہاد کے دونوں بیٹوں کو معما بناتی رہی۔ واقعی مکاری میں اس کا جواب نہیں ہے۔ یہ آستین کا سانپ بن کر مجھے ڈستی رہی ہے۔"

وہ بڑی دیر تک سوچتی رہی۔ حجرے کا دروازہ بند رہا۔ خیال پیدا ہوتا رہا۔ "جناب شیخ صاحب حقیقت جانتے ہیں لیکن زبان سے کہنا نہیں چاہتے" اس لیے دروازہ بند رکھا ہے۔ اگر میں سب کے لیے نیکی اور محبت لے کر حجرے میں جاؤں گی تو سونیا اور پارس کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکوں گی۔ اسی لیے جناب شیخ صاحب نے مجھے

نیکی اور محبت کی شرط میں جکڑ دیا ہے۔"

وہ دروازے سے واپس چلی آئی۔ اپنی رہائش گاہ کے دروازے پر پہنچنے تک پاسکل بوا پھر آگیا کہنے لگا۔ "اس وقت تم بے یار و مددگار ہو۔ اس ادارے کے احاطے میں جب تک رہو گی، تمہیں اپنی کم مائیگی کا احساس ہوتا رہے گا۔ میں نہ کہوں، تب بھی تمہیں یہ حماقت سمجھ میں آئے گی کہ تم نے ایک مسلمان سے شادی کر کے اور اسلام قبول کر کے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے۔"

وہ بولی۔ "ہاں میں سمجھ رہی ہوں۔ فرہاد اپنی زندگی میں دھوکا دیتا رہا۔ اس کے مرتے ہی سونیا اور پارس اپنی اصلیت دکھا رہے ہیں اور یہاں کے اتنے بڑے عالم حجرے میں منہ چھپا رہے ہیں۔ میں یہاں ایک منٹ نہیں رہوں گی۔ ابھی اپنے بیٹے کو یہاں سے چلنے پر مجبور کروں گی۔"

"ایسی غلطی نہ کرنا۔ علی تیمور صرف تمہارا ہی نہیں ایک مسلمان کا بھی بیٹا ہے۔ باپ سے بے حد متاثر ہے۔ وہ اس ادارے سے جانے پر راضی نہیں ہو گا۔ تم توہمت و ہین ہو، اس نکتے کو سمجھو۔ اگر یہاں سے تنہا جا کر بیٹے سے کہو گی کہ تم دشمنوں کے فریب میں آ گئی ہو تو وہ تمہاری مدد کے لیے آئے گا۔ پھر ان تمام دشمنوں سے دور تم اسے تنہائی میں سکون سے اچھی بری باتوں کی تمیز کرا سکو گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پاسکل بوا نے کہا۔ "تمہاری ذہانت کو کیا ہوا ہے، علی تیمور اپنے باپ کی تدفین سے پہلے نہ خود یہاں سے جائے گا نہ تمہیں جانے دے گا۔ پھر تم یہاں رہ کر لڑنگاروں پر لوٹتی رہو گی۔"

وہ اپنے کمرے میں آئی۔ فون کا ریسیور اٹھا کر مستظم اعلیٰ سے کہا۔ "میں یہاں گھٹن محسوس کر رہی ہوں۔ ہوا خوری کے لیے جانا چاہتی ہوں۔ کار بھیج دیجیے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "کار ابھی بھیجی جا رہی ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پاسکل بوا نے کہا۔ "تم ادارے سے نکل کر پیرس جانے والی شاہراہ پر جاؤ۔ کم از کم ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد تمہیں میرے آدمی ملیں گے وہ تمہیں میرے پاس لے آئیں گے۔ میں یقین سے کہتا ہوں ہم دونوں مل کر علی تیمور کو فرہاد کی جائز اور پارس کو ناجائز اولاد ثابت کر دیں گے۔ میں جا رہا ہوں۔ تمہیں وقتاً فوقتاً کالیڈ کرتا رہوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ رسونتی کی رہائش گاہ کے سامنے کار آ گئی۔ وہ کمرے سے نکلنا ہی چاہتی تھی کہ ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ اسے فرہاد کی آواز سنائی دی تھی۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی لیکن وہ فرہاد کے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "فرہاد ٹو کس یور مائنڈ۔ میری جان رسونتی کاش میں مر جاتا یا خیال خوانی کے قابل نہ رہتا۔ تمہاری یہ دشمن سوچ نہ پڑھ سکتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ میری موت کا یقین ہوتے ہی تم پھر دشمنوں کے فریب میں آ رہی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "یہ کیا چکر ہے۔ تم زندہ کیسے ہو؟ اس وقت کہاں ہو؟"

"میں جہاں بھی ہوں تمہیں کیوں بتاؤں۔ تم تو میرے دشمن کا ساتھ دینے جا رہی ہو۔"

"کیا مجھے نہیں جانا چاہیے؟ تم نے ساری زندگی مجھے دھوکا دیا ہے۔"

"تم بے وقوف ہو۔ میں بہت دیر سے تمہارے دماغ میں ہوں۔ میں نے تمہارے اندر رہ کر پارس کو شراب پیتے دیکھا ہے۔ وہ تمہاری ممتا سے محروم ہو کر جوش و جذبے میں کہہ رہا تھا کہ تم سوتیلی ہو اور سونیا نے اسے جنم دیا ہے تو تم نے اسے سچ مان لیا۔ تمہارے جیسی بے وقوف عورت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ ٹھیک ہے جاتی ہو تو جاؤ لیکن خبردار! میرے دشمنوں کو کبھی نہ بتانا کہ میں زندہ ہوں۔ اگر بتاؤ گی تو میں اعلان کر دوں گا کہ صرف پارس میرا بیٹا ہے اور علی تیمور ناجائز ہے۔"

"نہیں۔" وہ گھبرا کر بولی۔ "خبردار میرے بیٹے کو ناجائز کہہ کر میری پارسائی اور وفاداری کو گالی نہ دینا۔ اگر یہ غلط ہے کہ سونیا نے پارس کو جنم نہیں دیا ہے تو میں دشمنوں کو دشمن ہی سمجھوں گی اور یہ ادارہ چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"باہر گاڑی آ گئی ہے۔ اس میں بیٹھ کر نکلو اور میرے پاس آؤ۔"

"تم کہاں ہو؟"

"ادارے کے مین گیٹ سے نکل کر بائیں جانب والے راستے پر جانا اور اس شیطان خیال خوانی کرنے والے کو دماغ میں نہ آنے دینا۔ میں جب بھی آؤں گا کوڈ ورڈز ادا کروں گا۔"

"مگر تم کہاں ہو؟"

"مجھے بڑی رازداری سے ایک خفیہ پناہ گاہ میں پہنچایا گیا ہے، اس کا علم سونیا کو بھی نہیں ہے۔ ابھی جناب شیخ صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ انھوں نے تمہارے لیے حجرے کا دروازہ نہیں کھولا، کیونکہ تم شیطان کے فریب میں آ رہی تھیں۔ انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہیں بڑی رازداری سے اپنے پاس بلا لوں۔"

وہ باہر آ کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ پھر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی بابا صاحب کے ادارے سے باہر جانے لگی۔ فرہاد کی آواز آئی۔ "تم اطمینان سے ڈرائیو کرتی رہو۔ فرانسیسی حکومت کا ایک ہیلی کاپٹر تمہارے پاس پہنچنے والا ہے۔ میں ابھی پھر آؤں گا۔ دماغ میں کسی اور کو نہ آنے دینا۔"

اس کے دماغ میں ایک ڈیگر خاموش رہا تاکہ رسونتی سمجھے کہ وہ چلا گیا ہے لیکن اس کی موجودگی ضروری تھی۔ وہ پاسکل بوا کو بھی آنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ دوسرا ڈیگر ایک ہیلی کاپٹر اغوا کرنے کے لیے اڑا تھا۔ رسونتی اس کے بتائے ہوئے راستے پر جا رہی تھی۔ کوئی پچاس منٹ کے بعد ایک ہیلی کاپٹر دور سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ ڈیگر نے کہا۔ "وہ ہیلی کاپٹر

تمھارے لیے ہے۔ گاڑی کو دائیں طرف کچے راستے پر اُتار لو۔ آگے ایک میدان ہے۔ ہیلی کاپٹر وہیں تمھارے لیے اُتارا جا رہا ہے۔"

اس نے گاڑی کو کچے راستے پر اُتار لیا۔ اُسی وقت پاسکل بُوا نے آنکھ کھا میں آگیا ہوں۔" پھر وہ چونک کر بولا۔" ارے، تم یہ کچے راستے پر کہاں جا رہی ہو؟"

وہ بولی۔" میں اپنے فرہاد کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولا۔" کیا کہہ رہی ہو؟ کیا یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ زندہ ہے؟"

"ہاں، میرا سہاگ سلامت ہے۔ تم یہاں سے جاؤ۔"

"رسونتی! تم دھوکا کھا رہی ہو۔"

ڈیگر نے فرہاد کے لہجے میں کہا۔" یُونان سنس! میری بیوی کو سب عزت سے مادام کہتے ہیں۔ تم میری موت کی خبر سنتے ہی اسے ایک عام عورت کی طرح نام لے کر مخاطب کر رہے ہو۔ یہ ابھی سانس روک کر تمھیں بھگا سکتی ہے لیکن مجھ سے باتیں کر رہی ہے۔ سانس روکے گی تو میں بھی دماغ سے نکل جاؤں گا۔ تم یہاں سے جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گا۔ تم دھوکا کھا رہی ہو۔ فرہاد مر چکا ہے۔ میں اس کی آخری سانس تک دماغ میں تھا۔ میں نے اسے دم توڑتے دیکھا ہے۔"

رسونتی نے کہا۔" میں نے تو دھیان ہی نہیں دیا تھا تم مجھے نام سے مخاطب کر رہے تھے۔ تمھاری اتنی جرأت کیسے ہوئی؟ میں اپنے شوہر کو اپنی عمر بھی دے دوں گی مگر تم اسے مُردہ اور مجھے بے یار و مددگار سمجھ کر عام عورتوں کی سطح پر لے آئے تھے، چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ میدان میں پہنچ کر کار سے اُتر گئی۔ ہیلی کاپٹر کا پنکھا تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ وہ تیز قدم اُٹھاتی ہوئی اُدھر جانے لگی۔ دو مسلح شخص نظر آ رہے تھے۔ پاسکل بُوا نے پریشان ہو کر کہا۔" اوہ گاڈ! تم ہیلی کاپٹر میں کہاں جا رہی ہو۔ رسونتی! مم۔ میرا مطلب ہے مادام! آپ عقل سے کام لیں۔ اب بھی وقت ہے، میں آپ کو دشمنوں سے بچانے کی پوری کوشش کروں گا۔ پلیز! آپ سانس روک کر فوراً کار میں واپس جائیں۔ مسلح افراد سے دور جانے کی کوشش کریں۔"

لیکن وہ اُن افراد کے قریب پہنچ گئی تھی۔ انھوں نے اسے ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے کے لیے سہارا دیا۔ پائلٹ کے پیچھے دو سیٹیں خالی تھیں۔ آخری سیٹوں پر دو اور مسلح افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ رسونتی کے احترام میں اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ نیچے کھڑے ہوئے افراد بھی آگئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر زمین چھوڑ کر بلندی پر جانے لگا۔ اسی وقت ایک نے پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی۔ دوسرے نے اس کے بازوؤں کو جکڑ لیا۔ پاسکل بُوا نے کہا۔" دیکھو دیکھو تمھارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اگر تمھارے دماغ میں آنے والا فرہاد ہوتا تو کیا تم سے ایسا سلوک کیا جاتا؟"

وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ اس کے بازو میں ایک سُوئی چبھی تھی۔ اس کے بعد اُسے ہوش نہیں رہا۔ پاسکل بُوا نے اس کے بے ہوش دماغ سے نکل آیا۔ ماسک مین سے بولا۔" سُپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا مہم سے بازی لے گیا ہے۔ وہ رسونتی کو ایک ہیلی کاپٹر میں لے جا رہا ہے۔ میں فرانس کے ایئر پورٹ ٹاور اور بین الاقوامی پرواز کی تنظیم سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

ماسک مین نے کہا۔" سُپر ماسٹر کے بھی بڑے وسیع ذرائع ہیں۔ اب ہم تم اسے روک نہیں سکیں گے۔ تم وقت ضائع نہ کرو۔ آرمر یا جو جو کو اغوا کرنے کی کوشش کرو۔"

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچا۔" ایک بار آرمر کو اغوا کیا گیا تھا، وہ کچھ محتاط ہو گیا ہو گا۔ اس کے لیے محنت زیادہ کرنی ہو گی۔ کیوں نہ جو جو کے لیے کوشش کی جائے۔ اس سے پہلے کہ رسونتی کے اغوا ہونے کی اطلاع سونیا اور اس کے بیٹوں تک پہنچے، جو جو کو وہاں سے نکال لانا چاہیے۔"

وہ جو جو کے دماغ میں آیا۔ وہ بولی۔" اوہ پاپا! آپ پھر آگئے؟"

پاسکل بُوا بولا۔" ہاں، تم مجھے بہت یاد آ رہی تھیں۔ ہائے جنت کتنی خوبصورت جگہ ہے۔ میں نے سوچا اگر میں اپنی بیٹی کو وہاں کی سیر کراؤں گا تو خوش ہو جائے گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔" سچ پاپا! میں جنت کی سیر کر سکتی ہوں؟"

"بے شک۔ میں نے اجازت حاصل کر لی ہے۔ تم یہاں سے دو چار گھنٹوں کے لیے جاؤ گی، پھر صبح سے پہلے یہاں ادارے میں پہنچ جاؤ گی۔"

"لیکن پاپا! رات کو جنت اچھی طرح دکھائی نہیں دے گی۔"

"پگلی کہیں کی۔ جنت میں کبھی رات نہیں ہوتی۔ تم یہاں سے نکلو تو سہی۔"

"یہ تو شکل ہے۔ مجھے تو رات کے وقت تنہا جانے کی اجازت نہیں ہے، ابھی رات کو کیسے آپ کے پاس آ سکتی ہوں؟ آپ کہاں ہیں؟"

"میں جنت میں ہوں۔ جب تم ادارے سے باہر جاؤ گی تو کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد فرشتے ملیں گے۔ وہ تمھیں میرے پاس لے آئیں گے۔"

"ہائے اللہ! میں نے فرشتوں کو کبھی دیکھا نہیں ہے۔ انھیں ضرور دیکھوں گی۔ مجھے بتائیے میں کیسے آؤں؟"

"پارس کے ساتھ آ سکتی ہو مگر ابھی میرے بارے میں اسے کچھ نہ بتانا، باہر فرشتے ملیں گے تو تم ان فرشتوں سے اس کا تعارف کرا دو گی اور بتاؤ گی کہ جنت میں مجھ سے ملنے کے لیے جا رہی ہو تو وہ حیران رہ جائے گا۔"

وہ خوشی سے تالی بجا کر بولی۔" پارس کو سرپرائز دینے میں بڑا مزہ آئے گا۔"

وہ ادارے میں ڈمی پارس کے ساتھ رہتی تھی اور اسے ہی اپنا اصلی پارس سمجھتی آ رہی تھی۔ وہ اس کے پاس آ کر بولی۔" میرا دل گھبرا رہا ہے، چلو، باہر گھومنے چلیں گے۔"

ڈمی نے کہا۔" رات کے گیارہ بج رہے ہیں۔ ہم ادارے کے اندر چہل قدمی کر سکتے ہیں، باہر نہیں جا سکتے۔"

"کیوں نہیں جا سکتے؟"

"تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ میرے پاپا کا انتقال ہو گیا ہے۔ کل اُن کی تدفین ہو گی۔ ایسے میں کیا سیر و تفریح اچھی لگتی ہے؟"

وہ پاسکل بُوا کی ہدایت کے مطابق بولی۔" یہاں کا ماحول ماتمی ہو گیا ہے۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے باہر ہو آئیں گے تو کیا ہو جائے گا۔ کیا تم میرا دل بہلانا نہیں چاہتے؟"

اس نے ریسیور اٹھا کر منتظم اعلیٰ سے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔" جناب! جو جو بہت پریشان ہے۔ پاپا کی موت سے شاک پہنچا ہے۔ میں اس کا دل بہلانے کے لیے باہر لے جانا چاہتا ہوں۔"

جواب ملا۔" ریسیور جو جو کو دو۔"

اس نے ریسیور اسے دیا۔ وہ بولی۔" ہاں، میں جو جو بول رہی ہوں۔ میرے لیے گاڑی بھیج دیجیے۔"

"بیٹی! ہمارے ادارے میں تفریحی مقامات ہیں۔ دل بہلانے کا سامان بھی ہے۔ رات کو باہر جانا مناسب نہیں ہے۔"

"میں جاؤں گی۔ نہیں تو ابھی رونا شروع کر دوں گی۔ فیتھ صاحب سے شکایت کروں گی، تم لوگ مجھے کار میں بیٹھ کر گھومنے پھرنے نہیں دیتے۔"

"فیتھ صاحب کے پاس نہ جانا۔ وہ عبادت میں مصروف ہیں۔ میں تمھارے اور پارس کے لیے گیٹ پاس حاصل کر کے ابھی گاڑی بھیج رہا ہوں مگر تمھارے ساتھ دو مسلح گارڈز ہوں گے۔"

جو جو نے ریسیور رکھ دیا۔ پاسکل بُوا نے کہا۔" میں ابھی جا کر فرشتوں کو بھیج رہا ہوں۔ تم پیرس جانے والی شاہراہ پر گاڑی لے جاؤ۔ پارس کو میرے بارے میں ابھی کچھ نہ بتانا۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے دماغ سے چلا گیا۔ پندرہ منٹ کے اندر ہی گاڑی آ گئی۔ ڈمی پارس اور جو جو اگلی سیٹ پر آ گئے۔ پچھلی سیٹ پر مسلح گارڈز بیٹھ گئے۔ ڈمی کار ڈرائیو کرتا ہوا ادارے کے احاطے سے باہر آ گیا۔ جو جو کی مرضی کے مطابق پیرس جانے والی شاہراہ پر چلنے لگا۔ کار کی رفتار سست تھی۔ وہ اطمینان سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ جو جو نے کہا۔" ذرا تیز چلاؤ، نہیں تو دیر ہو جائے گی۔"

ڈمی نے حیرانی سے پوچھا۔" کس بات کی دیر ہو گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔" تمھیں نہیں بتاؤں گی۔ سرپرائز دوں گی۔"

"کیسا سرپرائز؟"

"یہی کہ..." وہ کہتے کہتے رک گئی۔ اسی وقت پاسکل بُوا پہنچ گیا تھا۔ اس نے زبان بند کر دی تھی۔ ڈمی نے پوچھا۔" تم خاموش کیوں ہو گئیں؟"

وہ بولی۔" گاڑی تیز چلاؤ۔ ابھی تمھیں معلوم ہو جائے گا۔"

اس نے رفتار بڑھاتے ہوئے کہا۔" جو جو! پلیز، تمھارے دماغ میں کوئی خاص بات ہے تو مجھ سے نہ چھپاؤ۔ تم مجھے کسی بات سے حیران کرنا چاہتی ہو تو وہ بات بتاؤ، میں ابھی حیران رہ جاؤں گا۔ تم بتا کر تو دیکھو۔ پلیز بتاؤ۔"

وہ کشمکش میں تھی۔ پاسکل بُوا سے بولنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اُن کی گاڑی پولیس چوکی تک پہنچ گئی۔ ایک افسر نے گاڑی روکنے کو کہا۔ ڈمی نے گاڑی روک کر بابا صاحب کے ادارے کا شناختی کارڈ دکھایا۔ اس افسر کے ساتھ صرف ایک سپاہی تھا۔ اس نے کہا۔" ہمیں اوپر سے حکم ملا ہے کہ کسی گاڑی کو پوری طرح چیک کیے بغیر جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ آپ لوگ باہر آ جائیں۔"

وہ ایک ایک کر کے باہر آئے۔ اچانک ہی افسر اور سپاہی نے فائرنگ شروع کر دی۔ جو جو کے ساتھ آنے والے اس ناگہانی افتاد کے لیے تیار نہیں تھے۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ پولیس والے جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ انھیں پھر سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہ ملی۔ وہ ایک ایک کر کے زمین پر گر پڑے۔ مرنے والوں میں پارس کی ڈمی بھی تھی۔ جو جو سہمی ہوئی چیخ رہی تھی۔" پاپا! جلدی آیئے۔ اپنے فرشتوں کو بھیجیے۔ نہیں تو یہ دشمن مجھے مار ڈالیں گے۔"

پولیس افسر نے کہا۔" گھبراؤ مت۔ میں اس افسر کی زبان سے تمھارا پاپا بول رہا ہوں۔ ذرا نظریں گھما کر دیکھو، فرشتے آ گئے ہیں۔"

جو جو نے گھوم کر دیکھا۔ پولیس چوکی کی چھوٹی سی چار دیواری کے اندر سے مسلح افراد باہر آ رہے تھے۔ افسر نے کہا۔" ہم نے یہاں کے تمام سپاہیوں کو ختم کر دیا ہے۔ تمھیں ساتھ لے جانے کے لیے یہ ضروری تھا۔"

وہ غصے سے آگے بڑھ کر اپنے نازک ہاتھوں سے اسے مارتے ہوئے بولی۔" تم نے میرے پارس کو مار دیا ہے۔ اسے بھی زندہ کرو۔ اسے بھی جنت میں لے چلو۔ نہیں تو میں نہیں جاؤں گی۔"

"مرنے والے خود ہی جنت یا دوزخ میں جاتے ہیں۔ چونکہ تم زندہ ہو، اس لیے میں تمھیں لے جاؤں گا۔"

دو آدمیوں نے جو جو کو جکڑ لیا۔ پھر اس کے ساتھ بھی وہی ہوا جو رسونتی کے ساتھ ہو چکا تھا۔ ایک انجکشن لگتے ہی وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد بابا صاحب کے ادارے میں اطلاع پہنچی کہ قریبی پولیس چوکی میں پارس کی لاش پڑی ہے۔ اس کے علاوہ ادارے کے دو گارڈز اور چوکی کے کئی سپاہی اپنے افسر کے ساتھ مارے

گئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی سونیا کا دل ڈوبنے لگا۔ پارس کو اگر چہ نشہ نہیں ہوتا تاہم اُس نے شراب پی تھی' اس لیے سونیا نے اُس سے کہا تھا کہ وہ دوسری صبح پاک صاف ہو کر ادارے میں آئے۔ چونکہ وہ تنہا گیا تھا' اس لیے صوت کی خبر سُن کر سونیا کا دھیان اسی کی طرف گیا تھا۔

وہ علی تیمور کے ساتھ تیزی سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی جوہی ناک آئی۔ اس کے پیچھے ادارے کے کچھ اور رفقے دار افراد آئے تھے۔ جوہی میں پولیس اور انٹیلی جنس والوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ سونیا اور علی تیمور نے سب سے پہلے ڈمی کی لاش دیکھی پھر سمجھ گئے کہ وہ پارس نہیں ہے۔ پارس اور ڈمی کے درمیان جو فرق تھا اسے صرف خاص لوگ ہی سمجھتے تھے۔ ادارے کے ایک شخص نے بتایا کہ جو جو بھی ڈمی کے ساتھ لگی تھی۔ ادارے میں منتظم اعلیٰ نے تصدیق کی جس سے ثابت ہوا کہ جو جو کو اغوا کیا گیا ہے۔ پھر رسونتی کے متعلق بھی تشویش ہوئی۔ آمر نے سوتی اور جو جو کے دماغ تک پہنچنے کی ناکام کوششیں کیں۔ پھر کہا "وہ دونوں بے ہوش ہیں۔ ابھی کچھ معلوم نہیں ہو گا کہ انھیں کون لے گیا ہے اور کہاں لے گیا ہے؟"

دوسرے دن ادارے میں ایک تو فرہاد علی تیمور کی موت کے باعث ماتمی سکوت طاری تھا' دوسرے رسونتی اور جو جو کی گمشدگی نے سب کو پریشان کر رکھا تھا۔ پارس ادارے میں واپس آگیا تھا۔ اس نے کہا "پاپا کے وفات پاتے ہی دشمنوں کے حوصلے بھی بلند ہو گئے ہیں اور کامیابی بھی اُن کا مقدر بن گئی ہے۔ میں حیران ہوں کہ ماما کو جو جو کو باہر جانے کی اجازت کیوں دی گئی؟"

منتظم اعلیٰ نے کہا "ماما رسونتی اپنی مرضی کی مالک ہیں۔ ہم انھیں باہر جانے سے روک نہیں سکتے تھے اور جو جو ضد کر رہی تھی۔ جناب شیخ صاحب کے حُجرے میں جانا چاہتی تھی۔ جبکہ وہ عبادت میں مصروف تھے۔ میں نے مجبور ہو کر اسے ڈمی پارس اور مسلح گارڈز کے ساتھ جانے دیا۔"

سونیا نے کہا "جو ہو چکا ہے' اس پر بحث کرنا فضول ہے۔ جو ہونے والا ہے' اس سے ہوشیار رہنے اور احتیاطی تدابیر پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔"

فرہاد علی تیمور کی تدفین کے وقت بڑے بڑے ممالک کے کئی نمائندے آئے تھے۔ وہ فرہاد کی موت پر افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔ رسونتی اور جو جو کی تلاش کے سلسلے میں اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلا رہے تھے۔ پُر پاسٹرا اور مالک مین کے نمائندوں نے تمام لوگوں کے سامنے' سونیا' پارس اور علی تیمور کی موجودگی میں صاف طور سے کہہ دیا کہ بڑے ممالک سکون کا سانس لے رہے ہیں' فرہاد اپنی ٹیلی پیتھی کی دہشت کے ساتھ فنا کی گود میں چلا گیا ہے۔ اس کی فیملی کا زوال شروع ہو چکا ہے اور سونیا ایک ایسا اکیلا ہاتھ ہے جو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تالی بجانے کے لیے دوسرے ہاتھ سے محروم رہا کرے گا۔

بابا صاحب کے ہزاروں سوگواروں کی پُرنم آنکھوں کے سامنے فرہاد علی تیمور کو مٹی میں سلا دیا گیا۔ اس دنیا میں کوئی کتنا ہی سرکش' زور یا عظیم انسان ہو' اسے ایک دن مٹی میں ملا دیا جاتا ہے اور یہ محض اس لیے کہ زندہ لوگ عبرت حاصل کرتے رہیں۔

✡

میں زندہ ہوں۔

آپ بھی زندہ ہیں اور ہم سب اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک کاتبِ تقدیر کو منظور رہے گا۔ میں نے بارہا موت کے چنگل سے نکل کر نئی زندگی حاصل کی اور ہر بار خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ شکر اس لیے بھی ادا کیا کہ نئی زندگی کے ساتھ نئے مصائب بھی ملتے ہیں اور مصائب سے گزرنے کا حوصلہ بھی وہی ربِ کریم دیتا ہے۔

اس بار میں اپنوں کے لیے بوجھ بن گیا تھا۔ مجھے آپریشن تھیٹر پہنچانے کے بعد یہ مسئلہ پیدا ہو گیا تھا کہ مجھے خیال خوانی کرنے والے دشمنوں سے کس طرح بچایا جائے۔ میڈونا کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا۔ کیوں کہ علی تیمور نے اُسے پہچان لیا تھا۔ رسونتی نے اسے دماغی جھٹکے پہنچا کر وقتی طور پر خیال خوانی کے ناقابل بنا دیا تھا۔ دانیال سے توقع تھی کہ وہ میڈونا کو ٹھکانے لگا دے گا لیکن وہ درپردہ اپنی ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ کرنے کے لیے ہمارے خلاف نئی چالیں چلنے لگا تھا۔ اُدھر آپریشن کے بعد مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔ دشمن میرے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان دشمنوں میں دانیال بھی شامل تھا۔

لیکن کسی کو پتا ہی نہ چلا کہ مجھے کب ہوش آیا اور کب مجھے کوما میں پہنچا دیا گیا۔ یہیں سے میری نئی زندگی کا آغاز ہوا۔ دوست اور دشمن مجھے کوما کی حالت میں دیکھ رہے تھے۔ دراصل میں کوما میں نہیں تھا۔ میں خود نہیں جانتا کہ میں کس عالم میں تھا۔ میرے دماغ میں' میری بند آنکھوں کے پیچھے نور ہی نور تھا۔ اس نور میں کسی کا سایہ نہیں تھا۔ کوئی سورج کی لہر نہیں تھی' نہ اپنی تھی نہ پرائی۔ میں یہ سمجھنے کے قابل نہیں تھا کہ میں کون ہوں؟ کہاں ہوں؟ اور کس حالت میں ہوں؟

میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ وقت تھم گیا ہے یا بدستور چل رہا ہے۔ اگر تھم گیا ہے تو میں مر چکا ہوں اور اگر زندہ ہوں

تو نہ جانے کتنے دن' کتنے سال اور کتنی صدیاں گزر گئیں۔ مجھے پہلی بار اُس وقت زندگی کا احساس ہوا جب جناب شیخ الفارس کی دھیمی دھیمی سی مگر گونجتی ہوئی سی آواز سُنائی دی۔ وہ فرما رہے تھے "یہ ساری دنیا فانی ہے۔ فنا ہوتی رہتی ہے' فنا ہوتی رہے گی' صرف ایک اللہ کی ذات باقی ہے اور باقی رہے گی۔ تم ہر بار فنا سے بچتے آئے ہو' اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم باقی رہ جاؤ گے۔ تم اس لیے رہ جاتے ہو کہ طبعی عمر تک سانس لینا تمھارے مقدر میں لکھا ہے۔"

میں نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر کھول نہ سکا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں کہاں ہوں اور جناب شیخ صاحب کہاں ہیں؟ کیا وہ میرے قریب ہیں؟ یا میرے اندر بول رہے ہیں؟

وہ بول رہے تھے "تم نے زندگی میں کئی مراحل طے کیے۔ اب آخری مرحلہ طے کرنے کے لیے زندہ ہو۔ آج سے اپنی زندگی کے آخری دنوں تک تم گمنام رہو گے۔ تم دنیا والوں کے لیے مر چکے ہو۔ اپنی زبان سے اپنا نام اور اپنی شخصیت ظاہر نہیں کرو گے۔ ایسا کرنے میں ایک خاص مصلحت ہے۔"

میں سُن رہا تھا اور ان کی ایک ایک بات سے متاثر ہو رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کیوں اپنے نام اور شخصیت کو گم کر دینا چاہیے۔ یہ دونوں چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کے لیے آدمی جیتا ہے اور مرتا ہے۔ اس کے باوجود میں ان کی باتوں کو درست تسلیم کر رہا تھا۔ انھوں نے فرمایا "سونیا ایک نئی بستی آباد کر رہی ہے تاکہ دنیا والوں سے دُور رہ کر تمھارا خاندان سکون سے زندگی گزارے۔ لیکن وہ بستی بھی تو دنیا میں ہی ہو گی اور دنیا میں سکون محال ہے۔ یہ سکون صرف ہمیں حاصل ہوتا ہے۔"

انھوں نے ایک ذرا توقف سے کہا "ہم محل میں نہیں' حُجرے میں رہتے ہیں۔ دنیا میں نہیں' دین کے ماحول میں سانس لیتے ہیں۔ ہم سادہ کھاتے ہیں اور سستا پہنتے ہیں۔ ہم کسی سے کچھ نہیں مانگتے۔ اللہ سے مانگتے ہیں اور بندوں کو دیتے ہیں۔ اب ذرا غور کرو میں بھی اسی دنیا میں ہوں' پھر میرا کوئی دشمن کیوں نہیں ہے۔ میں نے اکثر عبادت کے تسلسل سے نکل کر تم لوگوں کو معقول مشورے دیے ہیں اور قدرت کا منشا سمجھتے ہوئے تمھاری اور تمھارے بچوں کی مدد کی ہے۔ اس طرح تمھارے دشمن میرے دشمن ہو گئے ہوں گے۔ اس کے باوجود وہ دشمن مجھ تک کیوں نہیں پہنچ پاتے؟ یہی غور کرنے کا مقام ہے۔"

وہ ذرا چُپ رہے جیسے مجھے غور کرنے کا موقع دے رہے ہوں۔ پھر انھوں نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "ہم زیادہ سے زیادہ عبادت میں وقت گزارتے ہیں اور بندوں سے بہت کم بولتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق کم بولنے سے باتوں میں وزن ہوتا ہے۔ وہ باتیں اثر کرتی ہیں۔ فساد نہیں پھیلاتیں۔ ہم بھوک کے مطابق کم کھاتے ہیں اور ضرورت کے مطابق سستا اور سادہ پہنتے ہیں۔ اس لیے کسی کو اندیشہ نہیں ہوتا کہ ہم زیادہ کے لالچ میں اس سے کچھ چھیننے آئیں گے۔"

"دشمنوں کو یہ یقین نہیں ہوتا کہ عبادت میں مصروف رہنے والا شیخ الفارس بڑی خاموشی سے فرہاد اور اس کی فیملی کی گاہے بگاہے مدد کرتا ہے۔ یقین اس لیے نہیں ہوتا کہ موجودہ سائنسی دور میں روحانیت پر سے اعتماد اُٹھ گیا ہے۔ لوگ اس بات کو مذاق سمجھتے ہیں کہ کوئی روحانی عمل بھی ہوتا ہے۔ دنیا والوں کے لیے تمھاری یہ نئی زندگی بھی ایک مذاق ہو گی۔ تمھاری دنیا میں کسی کو کوما میں پہنچا کر اس کے دماغ اور جسم کو ایسی بنا یا جاتا ہے۔ میں نے روحانی عمل کے ذریعے دشمنوں کو تمھارے دماغ میں آنے نہیں دیا اور تمھاری جگہ اپنے ادارے کے ایک قریب المرگ مریض کو ڈمی فرہاد بنا کر اُسے کوما میں رکھا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اُسے فرہاد سمجھتے رہے۔ اس قریب المرگ ڈمی کا دماغ بہت ہی کمزور تھا۔ خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ کی تہ تک خفیہ خیالات کے خانوں میں پہنچتے تھے اور یہ سمجھ نہیں پاتے تھے کہ وہاں روحانی عمل جاری ہے۔ اسے جاری رکھنے کے لیے میں اپنے حُجرے میں بند رہتا ہوں۔ رسونتی بھی میرے حجرے کے دروازے تک آکر واپس چلی گئی تھی۔ میرے مُرید جانتے تھے کہ میں روحانی عمل میں مصروف ہوں لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ اس عمل کا تعلق تم سے ہے۔"

"آج سے تمھاری زندگی کیا ہے؟"

"تم زندہ ہو مگر نہیں ہو۔"

"تم فرہاد علی تیمور ہو مگر نہیں ہو۔"

"یہاں تمھارے جتنے لمحے اور زبان کے رشتے ہیں وہ تمھیں دیکھیں گے مگر پہچان نہیں پائیں گے۔ تم انھیں مخاطب کرو گے۔ اُن سے گفتگو کرو گے مگر اپنی شناخت نہیں پیش کرو گے۔ اس سے بھی زیادہ بہت کچھ ہونے والا ہے۔ وہ سب کچھ ہونے والا ہے جس کی توقع کوئی نہیں کر سکتا۔"

"تمھاری داستانِ حیات ایک عجیب و غریب موڑ پر آگئی ہے۔ اب وہ ہو گا جو کبھی نہیں ہوا۔ دنیا اسی کو کہتے ہیں۔

یہاں وہ ہو جاتا ہے جو پہلے کبھی نہیں ہوتا۔"

"اپنی آنکھیں بند رکھو جب کھولو گے تو اُسی پرانی دنیا میں پہنچو گے مگر وہ سراسر نئی اور انوکھی ہوگی۔"

جناب شیخ الفارس خاموش ہو گئے۔ مَیں نے سوچا کہ شاید وہ پھر بولیں گے لیکن وہ میرے اندر سے چلے گئے تھے یا میرے سامنے سے جا چکے تھے۔ مَیں اپنی مرضی سے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔

پتا نہیں یہ آنکھ کب کھُلے گی۔ جب بھی کھُلے گی مَیں اپنوں کو اور غیروں کو، دوستوں کو اور دشمنوں کو، نئے مزاج نئی دوستی اور نئی دشمنی کے رنگ میں رنگا ہوا دیکھوں گا۔

ماسک مین اور پاسکل بوبا ایک بڑی سی اسکرین کے سامنے کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انھیں اسکرین پر جو نظر آ رہی تھی۔ وہ آنکھیں بند کیے ایک بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ بستر کے سرہانے اور بائیں جانب طرح طرح کی مشینیں اور آلات دکھائی دے رہے تھے۔ ایک ڈاکٹر مشین کے پاس مصروف تھا۔ دوسرا ڈاکٹر جوجو کا معائنہ کر رہا تھا۔ نرسیں اور اسسٹنٹ اُن کے احکامات کی تعمیل کر رہے تھے۔

ماسک مین نے اُن کی مصروفیات سے نظریں ہٹا کر پاس بیٹھے ہوئے پاسکل بوبا کو دیکھا پھر کہا۔ "تم نے رسونتی کو اغوا کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تھی لیکن سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا بازی لے گیا۔"

وہ سوچنے کے انداز میں چُپ ہوا پھر بولا۔ "فرہاد کی موت کے بعد ٹیلی پیتھی کے اعتبار سے رسونتی اور ذہنی صلاحیتوں کے اعتبار سے سونیا بہت اہم ہے۔ رسونتی کو دشمن کی لائی میں نہیں پہنچنا چاہیے تھا۔"

پاسکل بوبا نے کہا۔ "مَیں سونیا کو ٹریپ کر کے اُس کی تلافی کر سکتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ سونیا کے قریب بھی نہ گزرنا۔ وہ ایک ناقابلِ علاج بیماری ہے۔ تمھیں لگے گی تو یہاں تک آئے گی۔ پھر یہاں سے تمھاری قبر تک جائے گی۔ ہم نہیں چاہتے کہ وہ کبھی ہمارے ملک میں قدم رکھے۔"

"لوگ کہتے ہیں، روس آہنی دیواروں کے پیچھے ہے اور یہ درست ہے۔ فرہاد جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہمارے ملک کی زمین پر قدم نہ رکھ سکا تھا۔ پھر سونیا کیسے آ سکے گی؟"

"فرہاد نے یہاں کبھی قدم رکھنے کی اس لیے ضرورت نہیں سمجھی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے جہاں چاہتا تھا پہنچ جاتا تھا۔ میرا خیال ہے سونیا جوجو کی خاطر یہاں ضرور آئے گی۔ اس لیے تم اس کے قریب نہ جاؤ۔ اُسے خود آنے دو۔ اب اُس کے پاس ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں رہا۔۔۔ وہ یہاں آ کر بے موت مرے گی۔"

پاسکل بوبا نے کہا۔ "میرا خیال ہے جوجو کی تلاش میں پارس آئے گا۔"

وہ اپنی بات جاری نہ رکھ سکا۔ جوجو کو اٹینڈ کرنے والے ڈاکٹر دوسرے کمرے میں آ گئے تھے اور کیمرے کو دیکھتے ہوئے یعنی کیمرے کے ذریعے اسکرین پر دیکھتے ہوئے ماسک مین سے کہہ رہے تھے۔ "سر! ہم نے پوری توجہ سے معائنہ کیا ہے۔ اس کے بچگانہ پن کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ یہ ذہنی طور پر بالغ ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے برین کا میجر آپریشن ضروری ہے۔"

دوسرے ڈاکٹر نے کہا۔ "لیکن ایک قباحت ہے آپریشن کے نتیجے میں یہ اپنی پہلی زندگی بھول سکتی ہے کیوں کہ یہ آپریشن ایک طرح کا برین واش بھی ہو سکتا ہے۔"

ماسک مین نے مائیک کو سامنے رکھ کر کہا۔ "مَیں برین واشنگ کی اجازت نہیں دوں گا۔ جوجو کی اہمیت محض ٹیلی پیتھی کے باعث ہے۔ اگر یہ صلاحیت ختم ہو جائے گی تو یہ ہمارے کسی کام کی نہیں رہے گی۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ ہماری پہلی اسٹڈی ہے۔ ہمارے ملک میں برین سے متعلق عالمی شہرت رکھنے والے دو ڈاکٹرز ہیں۔ اب انھیں ہماری ٹیم میں شامل کر دیں۔ ہم جوجو کی ٹیلی پیتھی کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

"وہ دونوں ڈاکٹرز کل یہاں پہنچ جائیں گے۔ ڈنر آلہ"

ڈاکٹر اس کمرے سے چلتے ہوئے پھر جوجو کے پاس آ کر مصروف ہو گئے۔ ماسک مین نے پاسکل سے کہا۔ "آدمی کے پاس اگر بہترین صلاحیتیں ہوں اور وہ اُن سے کسی کو فائدہ پہنچانا نہ جانتا ہو تو وہ تمام تر صلاحیتوں کے باوجود ناکارہ ہوتا ہے اور فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچاتا ہے۔"

پاسکل نے کہا۔ "مَیں سمجھ رہا ہوں۔ آپ جوجو کے متعلق کہہ رہے ہیں۔ اس لڑکی کے ذریعے فرہاد اور اس کے ساتھیوں کو کئی بار نقصان پہنچا ہے۔ انھوں نے اپنی چالاکی سے کبھی فائدہ بھی اٹھایا ہے۔ مگر ایسا بچگانہ ذہن رکھنے والی لڑکی ہمارے لیے خطرہ بن جائے گی۔ اس کا ذہنی طور پر بالغ ہونا بے حد ضروری ہے۔"

"ہم دیکھیں گے کہ ہمارے عالمی شہرت رکھنے والے ڈاکٹرز جوجو کے سلسلے میں کیا کرتے ہیں۔ تم بتاؤ رسونتی کا سراغ کیسے لگاؤ گے؟"

"مَیں خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر کے تمام خفیہ اڈوں تک پہنچ رہا ہوں۔ اس کے ایک اڈے کے اطراف بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں۔ وہاں ڈیوٹی پر حاضر رہنے والا ایک معمولی سپاہی بھی یوگا کا ماہر ہے۔ یہ امتیاطی عمل ظاہر کرتا ہے کہ رسونتی اُسی جگہ رکھی گئی ہے۔ ہمارے جاسوس موقع کے انتظار میں ہیں۔ وہاں ڈیوٹی دینے والے کسی اعلیٰ افسر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کریں گے۔ پھر میں خیال خوانی کے ذریعے اس اڈے کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"

"تم رسونتی کے دماغ میں جانا چاہتے ہو تو وہ سانس روک لیتی ہے۔ اس کا مطلب ہے، سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا کوڈ ورڈز کے ذریعے اس سے باتیں کرتا ہے۔ اُسے قابو میں کرنے کی ایک اور تدبیر ہے۔ وہ علی تیمور پر جان دیتی ہے۔ تم اُس کی جان یہاں لے آؤ تو وہ تم سے دماغی رابطے پر راضی ہو جائے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "مَیں نے علی تیمور کی مصنوعی فزالہ کو زندہ جلنے پر مجبور کیا تھا۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ مجھے بھی زندہ جلائے گا۔ بے چارہ بھول گیا ہے کہ ٹیلی پیتھی کا سہارا دینے والا باپ اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ آئندہ وہ ہماری ٹیلی پیتھی کی ایک پھونک سے اُڑ جائے گا۔"

"پاسکل! ایسی خوش فہمی نقصان پہنچاتی ہے۔ فرہاد کے دونوں بیٹے طرح طرح کے علم و ہنر میں یکتا ہیں۔ اور دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے بچنے کے ہتھکنڈے بھی جانتے ہیں۔ میرا مشورہ ہے خوب سوچ سمجھ کر منصوبے بناؤ اور پوری طرح محتاط رہ کر علی تیمور کو ٹریپ کرو۔ ذرا سی ایک لہر رسونتی کو یہاں لا سکتا ہے۔ پھر یہاں لانا بھی ضروری نہیں ہے جب تک بیٹا ہماری مٹھی میں رہے گا، ماں دشمن کے پاس رہ کر بھی ہماری وفادار رہے گی۔"

پاسکل بوبا نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا۔ "مَیں جا رہا ہوں۔ کل تک کوئی اچھی خبر سناؤں گا۔"

وہ ماسک مین سے مصافحہ کر کے چلا آیا۔ پر وجیکشن روم سے نکل کر مختلف کوریڈورز سے گزرتے ہوئے ایک ایکسرے روم میں پہنچا۔ ماسک مین سے ملاقات کرنے والے کو آنے اور جانے کے وقت اس کمرے سے گزرنا پڑتا تھا۔ وہاں نصب کی ہوئی مشینیں بتاتی تھیں کہ گزرنے والا کیا کچھ چھُپا کر لے جا رہا ہے۔ پاسکل بوبا پر مکمل اعتماد تھا، اس کے باوجود اسے بھی پوری طرح چیک کیا جاتا تھا۔

وہ ایکسرے روم سے نکل کر سیکیورٹی افسر کے کمرے میں پہنچا۔ وہاں اس نے اپنا شناختی کارڈ اور ماسک مین سے ملاقات کا اجازت نامہ دوبارہ دکھایا۔ اس نے ماسک مین کے پاس آتے وقت بھی یہ چیزیں دکھائی تھیں اور مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے تھے۔ یہی عمل واپسی پر بھی دُہرانا پڑتا تھا۔ افسر نے مطمئن ہو کر اس کا ضبط کیا ہوا ریوالور اسے واپس کر دیا۔

وہاں ہر کمرے میں خفیہ کیمرے نصب کیے گئے تھے جو آنے جانے والوں کو مسخ فلموں میں ریکارڈ کرتے تھے۔ وہ داخلی دروازے کے پاس آیا، وہاں ایک بڑی سی میز پر ایک بڑا سا رجسٹر رکھا ہوا تھا۔ اُس نے آتے وقت اپنی آمد کا مقصد اور وقت لکھا تھا۔ اب اس نے روانگی کا وقت لکھا، اپنے دستخط کیے۔ پھر دروازے کی طرف مُنہ کر کے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے بولا۔ "دروازہ کھول دو۔"

وہ خودکار دروازہ صرف خود سے بند نہیں ہوتا تھا بلکہ مقفل بھی ہو جاتا تھا۔ پاسکل بوبا کی آواز پر وہ خود بخود کھُل گیا۔ باہر مسلح گارڈز الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ ماسک مین کی رہائش گاہ کے باہر چاروں طرف کھلا میدان تھا۔ میدان کے چاروں طرف ایک مصنوعی جھیل تھی جو کئی میل تک پھیلی ہوئی تھی۔ اُس جھیل کے پانی کو چھوتے ہی بجلی کا جھٹکا پہنچتا تھا۔ کشتی یا موٹر بوٹ کے ذریعے کوئی ماسک مین تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ خشکی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ صرف ہیلی کاپٹر کے ذریعے آمد و رفت ممکن تھی۔ اور ماسک مین کا مخصوص ہیلی کاپٹر ہی وہ جھیل عبور کر سکتا تھا۔

پاسکل بوبا ہیلی کاپٹر کے ذریعے ماسکو کے سرکاری فلائنگ کلب تک آیا۔ پھر وہاں سے ایک کار میں اپنی رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ اس کی رہائش گاہ کے چاروں طرف بھی سخت فوجی پہرا رہا کرتا تھا۔ پاسکل بوبا کو بھی پوری طرح اپنی شناخت پیش کرنے کے بعد اس احاطے میں داخل ہونے کی اجازت ملتی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں آ کر آرام سے بیٹھ گیا۔ آنکھیں بند کر کے علی تیمور کو تصور میں دیکھنے لگا۔ اس کی آواز، آواز کے لب و لہجے کو سوچ کے ذریعے دُہرانے لگا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

علی تیمور نے فوراً ہی سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے بولا۔ "کون ہے؟ ماما! اگر آپ ہیں تو

کو ڈور ڈز بتا نہیں ؟"

پاسکل بولا نے کہا "میں کوئی اور ہوں۔"

"میں مکمل تعارف کیے بغیر کوئی بات نہیں کروں گا۔"

"میں تمھاری ماں کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے تمھارے بہت کام آسکتا ہوں۔"

"شکریہ، میں پہلے کہہ چکا ہوں، اپنا نام اور پتا بتاؤ۔"

"میری کچھ مجبوری ہے۔ تمھیں ماں چاہیے یا میرا تعارف؟"

علی تیمور نے سانس روک لی۔ وہ دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اسے بہت غصہ آیا جیسے علی تیمور نے دھکے مار کر نکال دیا ہو۔ وہ تھوڑی دیر تک غصہ پیتا رہا اور سوچتا رہا۔ ایک بیٹے کے لیے ماں سے اہم کوئی رشتہ نہیں ہوتا لیکن بیٹا اصولوں کا پابند ہے، کسی اجنبی سے ماں کے سلسلے میں تعاون حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ مجھے جھوٹ اور فریب سے کام نکالنا ہوگا۔

اس نے پھر پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ "سانس نہ روکنا۔ میرا نام جان شیفرڈ ہے۔ میں اس وقت برلن میں ہوں۔"

علی تیمور نے کہا "تم جس جگہ ہو، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماسک مین کے لیے کام کر رہے ہو۔"

"درست ہے۔ اس طرح یہ بھی سمجھ گئے ہو گے کہ تمھاری ماں سپر ماسٹر کی قید میں ہے۔"

"ہاں۔ اور یہ بھی سمجھ رہا ہوں کہ ماسک مین میری ماما کو سپر ماسٹر کی قید میں برداشت نہیں کرے گا۔ وہ چاہتا ہے پاپا کے بعد ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کی جو طاقت رہ گئی ہے، وہ اسے مل جائے۔ یہ دونوں سپر طاقتیں میری ماما کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہیں۔"

"تم اپنی ماما کو سمجھاؤ کہ وہ ہم میں سے کسی کی قید میں رہنا پسند نہ کریں۔ انھیں جہاں قید کیا گیا ہے، وہ وہاں کے متعلق تمھیں بتاتی رہیں گی اور مجھے معلوم ہوتا رہے گا تو میں پہرا دینے والے گارڈز کے دماغوں میں پہنچ جاؤں گا۔ ماما کو وہاں سے نکال لاؤں گا۔"

"اور تم ماما کو وہاں سے نکال کر میرے پاس پہنچا دو گے؟ کیا مجھے نادان بچہ سمجھ کر آئے ہو؟"

"تم طعنے کیوں دے رہے ہو؟ میں پہلی بار دوست بن کر آیا ہوں۔ تم نے مجھے پہلے کبھی آزمایا نہیں تو پھر یہ بے اعتمادی کیوں؟"

"سپر ماسٹر اور ماسک مین کو ہزاروں بار آزمایا گیا ہے۔ اُن کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی وہی مزاج رکھتے ہوں گے۔ اگر تم انسان دوست ہوتے تو پاپا کی طرح آزاد ہوتے۔ ماسک مین کے غلام نہ بنتے۔ میرا خیال ہے، اس کے بعد کچھ کہنے سننے کی گنجائش نہیں رہی۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک کر اُسے بھگا دیا اور سوچنے لگا۔ چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ ماما نے مجھ سے رابطہ کیوں قائم نہیں کیا۔ اگر اغوا کرنے والوں نے انھیں بے ہوش کیا ہوگا تو انھیں اب تک ہوش میں آجانا چاہیے۔ اگر ان کی بے ہوشی طویل ہو رہی ہے تو یہ بات تشویش ناک ہے۔

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا "آرمر انکل! میں بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں، چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

"بیٹے! میں کئی بار اُن کے پاس جا چکا ہوں۔ ان کا دماغ بے حس ہے۔ میری سوچ کی لہروں کا جواب نہیں دیتا۔ ذرا انتظار کرو، میں پھر ہو کر آتا ہوں۔"

آرمر نے ریسیور رکھ کر خیال خوانی کی۔ پھر رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر اُسے مخاطب کیا لیکن جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر مخاطب کیا۔ "مسز فرہاد! میں محسوس کر رہا ہوں آپ نارمل نہیں، جواب دیجیے۔"

اُسے کسی مرد کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مسٹر! اب یہ مسز نہیں رہی۔ فرہاد مر چکا ہے۔ اسے اب فرہاد سے منسوب نہ کرو۔ یہ خالی زمین کی طرح ہے۔ کوئی بھی ذہانت سے یا قوتِ بازو سے اس زمین پر قبضہ جما سکتا ہے۔ اور جو قبضہ جمالے وہی اس کا مالک اور مختار کہلائے گا۔ آج ہم اس کے مالک ہیں اور مختارِ کُل کی طرح اس زمین کا نقشہ اور نام بدل رہے ہیں۔ یہاں سے جاؤ۔ پھر کبھی آؤ گے تو اس کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔ اگر کبھی سامنا ہو گا تو اسے پہچان نہیں سکو گے، یہ کسی اور ہی رنگ و روپ میں رہے گی۔ فی الحال یہاں سے جاؤ۔"

اس بولنے والے نے رسونتی کو سانس روکنے کا حکم دیا۔ اس نے سانس روکی۔ آرمر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ رسونتی کا دماغ اندھیرے میں ڈوب رہا تھا۔ اس نے مخاطب کیا۔ مگر اتنی سی دیر میں وہ دماغ ڈوب چکا تھا۔ وہ مایوس ہو کر واپس آیا اور علی تیمور کو ساری روداد سنانے لگا۔ علی نے پریشان ہو کر کہا "پتا نہیں، وہ لوگ ماما کے ساتھ کس طرح پیش آ رہے ہیں! آپ فوراً سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کریں۔ ان سے صاف صاف کہہ دیں، اگر کسی پہلو سے بھی ماما کی توہین کی گئی تو میں اُن کے ملک میں تباہی مچا دوں گا اور ایسی انتقامی کارروائی کے لیے میں ٹیلی پیتھی کا محتاج نہیں ہوں۔"

آرمر نے نائب سپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔ نائب نے کہا۔ "ماسٹر بہت مصروف ہیں۔ وہ تمھارے جیسے چوہے خیال خوانی کرنے والے سے گفتگو کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔"

آرمر نے کہا "مجھے اس بات پر غصہ آسکتا ہے اور میں تمھیں دماغی جھٹکے پہنچا سکتا ہوں۔ مگر میں اپنے مزاج سے مجبور ہوں، کسی کو اذیت میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا۔ میں علی تیمور کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اس نے کہا ہے، مادام رسونتی کو واپس بھیج دو۔ انھیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچانا چاہیے، ورنہ انتقامی کارروائی بہت مہنگی پڑے گی۔"

نائب نے ہنستے ہوئے کہا "آرمر! اُن کی پُشت پر ایک تم ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہو۔ تم ہمارے خفیہ اڈوں اور یورینیم کے ذخیروں کو تباہ نہیں کرو گے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ تمھارا وطن ہے، تم اس کی ترقی کو خاک میں نہیں ملاؤ گے۔ دوسرے ان اڈوں کو تباہ کرنے سے سیکڑوں افراد مارے جائیں گے اور تم ناحق کسی کی جان لینا گوارا نہیں کرو گے۔ آخری بات یہ کہ اتنی بڑی دنیا میں صرف جوجو تمھیں عزیز ہے۔ اگر تم علی تیمور کی انتقامی کارروائی میں شریک ہو گے تو ہم ماسک مین سے سودا کریں گے۔ وہ رسونتی اور جوجو کے تبادلے پر راضی ہو جائے گا۔ ہم رسونتی کو اس کے حوالے کریں گے اور جوجو کو بے موت مارنے اپنے پاس لے آئیں گے۔"

وہ گھبرا کر بولا "نہیں، تم معصوم جوجو کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"

"تم یہ بُرا وقت نہ آنے دو۔ جاؤ، آرام سے بیٹھو اور علی تیمور کی وکالت نہ کرو۔ اُسے غصے اور جنون میں ادھر آنے دو۔ اُس نے ہماری ٹرانسفارمر مشین تباہ کی تھی ہم اُس کی ماں کے سامنے مشین کی طرح اُسے دھماکے سے اُڑا دیں گے۔"

آرمر شکست خوردہ انداز میں علی تیمور کے پاس آیا۔ اُسے نائب سپر ماسٹر کی باتیں سنائیں۔ علی نے کہا "بس اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کے ذریعے میری باتیں اُن تک پہنچ گئی ہیں۔ آپ آرام کریں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو بیٹے؟ میں بے شک جوجو کو اپنی جان سے زیادہ چاہتا ہوں۔ لیکن اُس کی خاطر تم لوگوں کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ فی الحال تم لوگوں کے ساتھ میں ہی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا ہوں۔"

"انکل! جب پاپا زندہ تھے، تب بھی ہم ٹیلی پیتھی کا سہارا لینے سے انکار کرتے تھے۔ پارس سے جا کر پوچھیے۔ وہ بھی آپ کا تعاون حاصل نہیں کرے گا۔ اتنے عرصے میں آپ کو سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارا طریقہ کار سب سے مختلف ہے۔"

"میں مانتا ہوں، مگر میرے نقطۂ نظر سے دیکھو میں جوجو کو واپس لانے کے لیے خیال خوانی کی پروازیں جاری رکھوں گا، پھر تمھاری ماما کے لیے ایسا کیوں نہیں کر سکتا؟"

"آپ جو کرنا چاہیں ضرور کریں۔ مگر مجھے اپنی خیال خوانی سے دور رکھیں۔ آپ صرف خیریت دریافت کرنے آسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہوگی۔ خدا حافظ!"

اس نے سانس روک لی۔ آرمر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں تھا۔ اپنے کوارٹر میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ پھر وہ کوارٹر سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا پومی کے پاس پہنچا۔ وہ سوگوار بیٹھی ہوئی تھی۔ ادارے کا پورا ماحول ماتمی تھا۔ آرمر نے کہا "فرہاد مرحوم کا ماتم کرتے رہنے سے زندوں کی مصیبتیں ختم نہیں ہوں گی۔"

وہ بولی "آپ رسونتی اور جوجو کے لیے پریشان ہیں مگر یہ تو معلوم ہو کہ انھیں اغوا کر کے کہاں پہنچایا گیا ہے۔"

نئی نسل کی انقلابی ادیبہ اور مشہور کالم نگار
زاہدہ حنا
کے افسانوں کا مجموعہ
قیدی سانس لیتا ہے
قیمت ۶۰۰ روپے
کا تیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے
آج ہی طلب فرمائیں اضافی قیمت پر وہ نقاد میں دستیاب ہے
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس نمبر ۱۰۱۰

"یہ معلوم ہو چکا ہے، ایک دشمن خیال خوانی کرنے والے نے علی تیمور سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اس کی باتوں سے پتا چلا ہے کہ رسونتی کو سپر ماسٹر نے اور جوجو کو ماسک مین نے اغوا کیا ہے۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی "کیا آپ نے تصدیق کی ہے؟"

"میں نے خود نائب سپر ماسٹر سے گفتگو کی ہے۔ پھر کئی بار رسونتی کے دماغ میں جا چکا ہوں۔ آخری بار اس کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا ابلیول رہا تھا۔ میں یقین سے کہتا ہوں، رسونتی سپر ماسٹر کی قید میں ہے۔ نائب سپر ماسٹر مجھے دھمکی دے رہا تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے تم لوگوں کی مدد کروں گا تو وہ رسونتی کو ماسک مین کے حوالے کریں گے اور اس سے جوجو کو حاصل کر کے اس معصوم کو بے موت ماریں گے۔"

"مسٹر آرمر! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں دشمنوں کے مزاج کو خوب سمجھتی ہوں۔ فرہاد کی وفات کے بعد تمام دشمن پہلے ہماری قوت کا اندازہ کریں گے۔ اگر انھیں یقین ہو گا کہ ہم فرہاد کے بعد بے بس ہو گئے ہیں تو وہ من مانی کریں گے۔ رسونتی اور جوجو کو ہلاک کریں گے۔ ورنہ ان دونوں کو ہماری کمزوری بنا کر زندہ رکھیں گے۔"

"پومی! تمھاری باتوں سے حوصلہ ہو رہا ہے۔ اگر پارس اور علی تیمور میرا تعاون حاصل کرنے کو تیار ہو جائیں تو ہم منظم ہو کر دشمنوں کی نیندیں اُڑا سکتے ہیں۔"

"وہ دونوں کبھی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لیں گے آپ اُن کی فکر نہ کریں۔ میں سونیا سے مشورہ لیتی ہوں، اگر وہ راضی ہو جائے تو ہم دو ٹیمیں بنا کر دو طرف جائیں گے۔ ایک ٹیم رسونتی کے لیے اور دوسری جوجو کے لیے ہو گی۔ آپ سونیا سے رابطہ قائم کریں۔"

آرمر نے سونیا کو مخاطب کیا۔ وہ ماریہ کے ساتھ ایک شراب خانے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے آرمر؟"

"میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنے آیا ہوں۔ لیکن ماریہ کو دیکھ کر حیران ہوں۔ اس زہریلی لڑکی کو غصہ بڑی جلدی آتا ہے۔ یہ آپ کے لیے مصیبت بن جائے گی۔"

"میں اسے ٹریننگ دے رہی ہوں۔ اسی لیے دن رات اپنے ساتھ رکھتی ہوں۔ اس کی فکر نہ کرو، اپنی بات شروع کرو۔"

وہ شروع سے آخر تک سپر ماسٹر، ماسک مین، جوجو، رسونتی اور علی تیمور کے متعلق بتانے لگا۔ سونیا نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "پومی سے کہو، اگر سبھی ادارے نکل کر رسونتی اور جوجو کے لیے جدّ و جہد کریں گے تو نقصان اٹھائیں گے۔ پومی، آمنہ اور والٹسورو کی ادارے میں رہیں گے۔ جب بھی ضرورت ہو گی میں انھیں بلا لوں گی۔ آپ بھی آرام کریں اور اطمینان رکھیں، جوجو ضرور واپس آئے گی۔"

سونیا نے سانس روک لی۔ آرمر چلا گیا۔ ماریہ نے کہا "ممّا! آپ باتیں کرتے کرتے چُپ ہو گئی تھیں، کیا سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہی تھیں؟"

"ہاں آرمر آیا تھا۔ یہ تم نے پھر مجھے ممّا کیوں کہا تھا؟"

"سوری! بھول گئی تھی کہ ہم میک اَپ میں ہیں۔ ہمارے درمیان عمر کا زیادہ فرق نہیں ہے۔ لہٰذا میں آپ کی ہونے والی بہو نہیں ہوں بلکہ ایک سہیلی ہوں۔ ہم دونوں آوارہ ہیں اس لیے شراب خانے میں آئے ہیں۔ میں بہت زیادہ پیتی ہوں مگر آپ ایک بوند بھی نہیں پیتیں اور مجھے بھی نہ پینے کی نصیحتیں کرتی رہتی ہیں۔"

"تم مجھے آپ کہہ رہی ہو، سہیلی کو 'تم' سے مخاطب کیا جاتا ہے۔"

"سوری! میں اب نہیں بھولوں گی۔ لیکن آپ... میرا مطلب ہے تم یہ بتاؤ کہ مجھے شراب خانے میں کس قسم کی ٹریننگ دینے آئی ہو؟"

"تمھارے صبر اور ضبط کا امتحان لینے والی ہوں۔ یہاں تمھیں کوئی بھی پسند کی چیز نظر آئے تو تم للچاؤ گی نہیں، اس کی تمنا نہیں کرو گی۔"

"میں اپنی ہر پسند پر لعنت بھیج دوں گی۔ لیکن اگر پارس نظر آ جائے گا تو میں دوڑ کر اس سے لپٹ جاؤں گی پھر اسے کبھی نہیں چھوڑوں گی۔"

"تو پھر صبر و ضبط کے امتحان میں فیل ہو جاؤ گی۔"

"پلیز، ہر طرح میرا امتحان لو، مگر پارس کے لیے نہ آزماؤ۔"

"نہیں۔ تم امتحان دینے آئی ہو۔ اس کے سامنے اجنبی بن کر رہو گی، بلکہ جب تک تمھاری ٹریننگ مکمل نہیں ہو گی تم اس سے نہیں ملو گی، یہ بات میں کئی بار سمجھا چکی ہوں۔"

"تم ظالم ہو، مجھ پر ظلم کر رہی ہو۔ اگر میں تمھاری بات نہ مانوں تو میرا کیا بگاڑ لو گی؟"

"میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ میں جہاں دو جانتی ہوں، پارس کا دل تم سے پھیر دوں گی۔ وہ تمھیں کبھی پہچان نہیں سکے گا۔"

"میرا پارس مجھے ہر حال میں پہچانے گا۔ میں نے سُنا ہے جس پر محبت کا جادو چل جاتا ہے اس پر کسی اور کا جادو اثر نہیں کرتا۔"

"اچھی بات ہے، کاؤنٹر کی طرف دیکھو، تمھیں پارس نظر آئے گا۔"

اس نے کاؤنٹر کی سمت دیکھا پھر خوشی سے اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ وہیں سے چیخ کر بولی "پارس! مجھے دیکھو، میں آ گئی ہوں۔"

شراب خانے میں سب ہی چونک کر اُسے دیکھنے لگے۔ وہ دوڑتی ہوئی کاؤنٹر کے پاس آئی۔ پارس کا بازو پکڑ کر بولی "کیا بہرے ہو گئے ہو؟ اتنی زور سے آواز دے رہی ہوں، سنتے ہی نہیں۔"

پارس نے سر گھما کر اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر سنجیدگی سے پوچھا "کون ہو تم؟ میرا نام کیسے جانتی ہو؟"

"میں تمھاری ماریہ ہوں۔ کیوں انجان بن رہے ہو، تم نے اس چہرے کو ہزاروں بار..."

وہ کہتے کہتے چونک گئی، پھر بولی "اوہ نے میں تو بھول گئی تھی کہ میک اَپ میں ہوں، اسی لیے تم مجھے نہیں پہچان رہے ہو۔ ٹھہرو، میں ابھی میک اَپ صاف کر کے تمھیں چونکا دوں گی، تم اپنی ماریہ کو دیکھ کر خوشی سے اُچھل پڑو گے۔"

اس نے کاؤنٹر مین سے پوچھا "کیا یہاں صابن اور پانی وغیرہ ملے گا؟"

"مس آپ باتھ روم میں چلی جائیں۔"

وہ جانا چاہتی تھی، پارس نے اسے روکتے ہوئے پوچھا "ذرا ایک منٹ۔ یہ جو تم بار بار ماریہ کا نام لے رہی ہو تو یہ محترمہ آخر ہیں کون؟"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تم ماریہ جیسا پیارا نام بھول گئے ہو؟ میں تمھارا منہ نوچ لوں گی۔"

"دیکھو لڑکی، تم خواہ مخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"کیا ہم پہلے بے تکلف نہیں تھے؟ کیا میں تمھارے گلے پڑ رہی ہوں؟ بے وفا، ہرجائی! تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

اُن کے آس پاس شرابیوں کی بھیڑ لگتی جا رہی تھی۔ ایک منچلے نے کہا "میری جان! وہ جوہری نہیں ہے، میں ہیرے کی قدر کرتا ہوں، میرے ساتھ چلو۔"

اس نے ماریہ کا ہاتھ پکڑا۔ ماریہ نے اُسے گھور کر دیکھا۔ اُس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ آنکھیں ایسی تیز اور زہریلی تھیں جیسے ناگن پھنکار رہی ہو۔ وہ شرابی فوراً ہی نظریں چُرا کر دُور چلا گیا۔

ماریہ میک اَپ صاف کرنے باتھ روم کی طرف چلی گئی۔ پارس نے چور نظروں سے دُور بیٹھی ہوئی سونیا کو دیکھا۔ ماں بیٹے کی نظریں ملیں۔ وہ مسکراتی ہوئی اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ پھر شراب خانے کے اُس حصّے کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جانے لگی۔ یہ ماں بیٹے کی پلاننگ تھی۔ وہ ماریہ کے ذریعے اس خیال خوانی کرنے والے تک پہنچنا چاہتے تھے جس نے فرزانہ اور نینسی کو خودکشی پر مجبور کیا تھا۔

وہ بے چاریاں اس لیے ماری گئی تھیں کہ وہ فرہاد کی بہنے والی بہنیں اور اس کے بیٹوں کی محبوبائیں تھیں۔ اس لحاظ سے جوجو کے بعد پارس کی پہلی محبوبہ ماریہ تھی۔ جوجو کا شمار نہ تو بیوی میں ہوتا تھا نہ محبوبہ میں۔ لہٰذا محبت کے پہلو سے ماریہ کی اہمیت تھی۔ پتا نہیں پاسکل بوبا نے اتفاقاً ماریہ کو کیوں ہلاک نہیں کیا تھا؟

اس کی ایک وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ماریہ سونیا کی پناہ میں تھی۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے خیال خوانی کرنے والے سونیا سے کترا کر اپنی چالیں چلتے اور کامیاب ہوتے آ رہے تھے۔ انھیں اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ اس مکار عورت سے دُور رہ کر جو کام کرو گے اس میں ضرور کامیابی ہو گی۔ سونیا دشمن کی چالوں کو خوب سمجھتی تھی۔ اُس نے پارس سے کہا "بیٹے! ماریہ اگر مجھے چھوڑ کر بھاگ جائے یا مجھ سے دُور ہو جائے تو دونوں خیال خوانی کرنے والے دشمن اُسے بھی ٹریپ کرنا چاہیں گے۔"

پارس نے پوچھا "آپ کی پلاننگ کیا ہے؟"

"میں ایسے ماریہ کو دُور کروں گی تو دشمن میری چالبازی پہ شبہ کریں گے۔ اگر ماریہ کہیں تھیں دیکھ لگی تو مجھے چھوڑ کر تمھارے پیچھے پڑ جائے گی تم اسے پہچاننے سے انکار کر دو گے۔ خیال خوانی کرنے والے تمھارے دماغ میں آئیں گے تم ماریہ کی بھلائی کے لیے سوچتے رہو گے کہ جان بوجھ کر اُسے پہچاننے سے انکار کر رہے ہو۔ کیوں کہ خیال خوانی کرنے والے دشمنوں کو معلوم ہو گا کہ تم ماریہ کو دل و جان سے چاہتے ہو تو پھر دشمن، فرزانہ اور نینسی کی طرح اسے بھی مار ڈالیں گے۔"

پارس نے کہا "بڑی اچھی چال ہے آپ بہت اچھی ہوئی چال سوچتی ہیں۔ وہ لوگ ماریہ کو میری زندگی، میری جان

اور میری محبت سمجھ کر اغوا کرنے اور اسے میری کمزوری بنانے کی کوشش کریں گے۔"

"ویسے تو وہ جو بھی ہماری تمہاری کمزوری بنا کر پریشان کرنے والے ہیں، تمہارے پاپا کے بعد وہ ہمیں چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے، ہم میں سے ہر ایک کو ختم کرنے کے بعد ہی مطمئن ہوں گے۔ اس سے پہلے ہی ہمیں خیال خوانی کرنے والوں کی شہ رگ تک پہنچنا ہے۔"

اسی پلاننگ کے مطابق وہ ماریہ کو میک اپ میں شراب خانے تک لائی تھی۔ بہانہ یہ تھا کہ وہ عملی تربیت کے لیے اُسے ساتھ لے کر گھوم رہی ہے۔ وہ خوب سمجھتی تھی کہ ماریہ تمام عملی تربیت کی ایسی تیسی کر کے پارس کے پیچھے بھاگنا شروع کر دے گی اور اس نے جو سوچا اور سمجھا تھا، وہی ہو رہا تھا۔ ماریہ باتھ روم گئی، وہاں سے میک اپ صاف کر کے کاؤنٹر کے پاس آئی۔ پارس کے بازو کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے بولی "اب بولو! میں تمہاری ماریہ ہوں یا نہیں؟"

پارس نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا یہ تمہاری جانی پہچانی صورت نہیں ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں زندگی میں پہلی بار تمہیں دیکھ رہا ہوں، معلوم ہوتا ہے تم نے بہت زیادہ پی لی ہے۔"

وہ ہاتھ نچا کر بولی "تم اچھی طرح جانتے ہو، میں اس شراب خانے کی ساری بوتلیں پی جاؤں تب بھی نشہ نہیں ہوگا۔"

اس کی بات پر سب ہنسنے لگے، قہقہے لگانے لگے۔

ماریہ کاؤنٹر پر چڑھ کر کھڑی ہو گئی۔ ایک گلاس اٹھا کر فرش پر مارتے ہوئے بولی "چپ ہو جاؤ۔ گھوڑوں کی طرح ہنسنا نابند کرو۔"

شراب خانے میں خاموشی چھا گئی۔ وہ بولی "کان کھول کر اچھی طرح سنو، میں ناگن ہوں، ناگن۔ یہ میرا ناگ ہے اور ناگن مرتے دم تک اپنے ناگ کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ تم لوگ مفتی بوتلوں کی شرط لگاؤ گے، میں جیتی جاؤں گی۔ میری شرط یہ ہے کہ پارس مجھے پہچاننے سے انکار نہ کرے۔"

ایک شخص نے بھری ہوئی بوتل پیش کرتے ہوئے کہا "پہلے ہمیں یقین دلاؤ کہ تم اس کے چند گھونٹ پی سکتی ہو۔"

ماریہ نے بوتل لے کر منہ سے لگائی۔ سونیا نے قریب آ کر کہا "یہ تم کیا کر رہی ہو؟ کیا شراب خانے میں تماشا بننا چاہتی ہو؟"

وہ جواب نہیں دے رہی تھی۔ بوتل کو منہ سے لگائے ایک ہی سانس میں غٹا غٹ پیتی جا رہی تھی۔ وہاں جتنے لوگ تھے، سب کے سب آنکھیں پھاڑے، حیرت سے منہ کھولے اُسے یوں دیکھ رہے تھے جیسے سانس لینا بھول گئے ہوں۔

وہ شاید پیتی ہی چلی جاتی، لیکن بوتل خالی ہونے سے پہلے یاد آیا کہ تماجادو جانتی ہیں، انھوں نے جادو کے ذریعے پارس کا دماغ پھیر دیا ہے، اسی لیے وہ اپنی ماریہ کو نہیں پہچان رہا ہے۔ وہ پینا بھول گئی۔ بوتل کو منہ سے ہٹا کر سونیا کو دیکھتے ہوئے بولی "میں سمجھ گئی، آپ جادو کر رہی ہیں، یہ بے چارہ پارس مجبور ہو گیا ہے۔ پارس! تم کہاں ہو؟ پارس!" اس نے بھیڑ میں نظریں دوڑائیں، وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

ماریہ کاؤنٹر پر سے چھلانگ لگا کر فرش پر آئی۔ پھر پارس کو آوازیں دیتی ہوئی، بھیڑ کو چیرتی ہوئی جانے لگی۔ سونیا نے اس کے پیچھے جاتے ہوئے کہا "رک جاؤ ماریہ! اکیلی نہ جاؤ، میں آ رہی ہوں۔"

دو آدمیوں نے سونیا کو پکڑ لیا۔ تیسرے نے کہا "اسے لڑکی کے پیچھے نہ جانے دو، ہمارے آدمی اُسے اٹھا کر اڈے پر پہنچا دیں گے۔"

وہ تیسرا شخص دوڑتا ہوا شراب خانے کے باہر آیا۔ ماریہ فٹ پاتھ پر کھڑی دُور تک دیکھ رہی تھی اور پارس کو آوازیں دے رہی تھی۔ اُسی وقت ایک کار اُس کے سامنے آ کر رُکی۔ ایک شخص باہر نکل کر بولا "اے تم پارس کو بلا رہی ہو، وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جھیل کی طرف گیا ہے۔"

وہ بولی "جھیل کدھر ہے؟"

"میرے ساتھ آؤ، میں تمہیں وہاں پہنچا دوں گا۔"

وہ کار کی اگلی سیٹ پر اس شخص کے ساتھ بیٹھ گئی۔ پچھلی سیٹ پر دو شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ شراب خانے سے آنے والا شخص چیختے ہوئے بولا "اے! لڑکی کو کہاں لے جا رہے ہو، رُک جاؤ، میں کہتا ہوں رُک جاؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا آیا، مگر کار آگے بڑھ گئی تھی اور تیز رفتاری سے دُور ہوتی جا رہی تھی۔ وہ پلٹ کر دوڑتا ہوا شراب خانے کے اندر آیا۔ پھر ایک کرسی کو ٹھوکر مار کر گراتے ہوئے بولا "اتنی حسین لڑکی ہاتھ سے نکل گئی۔ پتا نہیں وہ کون لوگ تھے؟ اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ میں پوچھتا ہوں، ہمارے آدمی کہاں مر گئے ہیں؟"

سونیا نے کہا "تم پوچھتے رہو، مجھے تو چھوڑ دو۔"

اُس نے غصے سے کہا "اسے جانے دو۔"

وہ اطمینان سے چلتی ہوئی باہر فٹ پاتھ کے پاس کھڑی ہوئی کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر پارس بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ سونیا نے ایک بٹن کو دبایا۔ تو ڈیش بورڈ پر ایک ننھا سا اسکرین روشن ہو گیا۔ اسکرین پر ایک ننھا سا بلب تیزی سے جل بجھ رہا تھا اور ایک سڑک پر تیز رفتاری سے جا رہا تھا۔ ماریہ کو ایک انگوٹھی پہنائی گئی تھی جو دراصل ایک انڈیکیٹر تھی۔ وہ شہر کی جس شاہراہ یا گلی سے گزرتی، وہ شاہراہ یا گلی اسکرین پر نظر آ جاتی۔ سونیا نے کہا "وہ ہائی وے کی سمت جا رہے ہیں۔"

پارس اُسی طرف کار دوڑاتے ہوئے بولا "کسی خیال خوانی کرنے والے نے مجھ سے اب تک رابطہ ہی قائم نہیں کیا ہے۔"

سونیا نے کہا "یہ حیرانی کی بات ہے۔ جو جو کو اغوا کرنے والے جانتے ہیں تم اُس لڑکی کے لیے کتنے اہم ہو۔ پھر بھی وہ خاموش ہیں۔"

"تما! ایک ڈمی پارس مارا گیا ہے۔ جو جو کی آنکھوں کے سامنے اس کی موت ہوئی تھی۔ لہٰذا وہ مجھے مُردہ سمجھ رہی ہوگی۔ اُس کی غلط فہمی کے باعث دشمن مجھے وقتی طور پر نظر انداز کر رہے ہیں۔"

"تمہاری بات معقول ہے، لیکن ماریہ کے سلسلے میں وہ تم سے ضرور رابطہ قائم کرے گا۔ ابھی وہ اُس لڑکی کو قیدی بنانے کا منتظر ہوگا۔"

"اگر وہ ابھی آ جائے تو آپ کو میرے ساتھ دیکھ لے گا۔"

"دیکھنے دو۔ وہ تو یہی سمجھے گا کہ ہم ماریہ کو تلاش کر رہے ہیں۔ تم موجودہ پلاننگ کے مطابق اس لڑکی سے بظاہر دُور بھاگتے ہو مگر دل سے اس کے لیے پریشان رہتے ہو، اسی لیے اس کی تلاش میں بھٹک رہے ہو۔"

ماریہ کے ساتھ منسلک رہنے والا انڈیکیٹر اُن کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اس کے مطابق پارس اطمینان سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اُس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ وہ جیب سے شراب کی ننھی سی بوتل نکال کر گھولنے لگا۔ سونیا سمجھ گئی کہ ڈرامہ شروع ہو چکا ہے۔ اس نے ناگواری سے کہا "پارس! کیا میری نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا؟ تم پھر پی رہے ہو۔"

وہ بولا "میں آپ کو کتنی بار سمجھاؤں کہ مجھے نصیحت نہ کریں۔"

"کیا شراب پینے سے نینسی زندہ ہو جائے گی اور جو جو دشمنوں کی قید سے نکل آئے گی۔ اس کا نقصان جانتے ہو؟ کوئی دشمن تمہارے دماغ میں آئے گا تو تم نشے کی حالت میں اسے محسوس نہیں کر سکو گے۔ اور محسوس کرو گے تو سانس نہیں روک سکو گے۔"

"معاف کیجیے گا تما! آپ بہت ذہین کہلاتی ہیں، لیکن یہ کیا حماقت ہے۔ آپ ماریہ کو شراب خانے میں کیوں لائی تھیں؟"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ تم وہاں موجود ہو گے۔"

"یہ میری بات کا جواب نہیں۔"

"میں ماریہ کو عملی طور پر ٹریننگ دے رہی ہوں، اسے ہر اچھی بُری جگہ لے جاتی ہوں۔ میں یہ کبھی نہیں چاہتی تھی کہ وہ ٹریننگ مکمل ہونے سے پہلے تمہارے قریب آئے۔ یہ محض اتفاق ہے کہ تم شراب خانے میں آئے اور وہ تمہیں دیکھ کر دیوانی ہو گئی۔"

"اس دیوانگی کا نتیجہ دیکھ لیجیے۔ اگر وہ میرے قریب رہے گی تو نینسی کی طرح ماری جائے گی۔ یا جو جو کی طرح اغوا کی جائے گی۔ میں یقین سے کہتا ہوں، ابھی ہمارے کسی دشمن نے اسے اغوا کیا ہے۔ ہم اُسے کہاں تلاش کریں؟"

"بیٹے! میں نادان نہیں ہوں۔ میں نے ماریہ کو ایک انڈیکیٹر والی انگوٹھی پہنائی ہے، اور وہ انگوٹھی بتا رہی ہے کہ دشمن اسے جھیل کنارے لے گئے ہیں۔"

لاکھوں قارئین کے دل کی دھڑکن
محی الدین نواب
کی ۱۰ سلگتی معاشقی کہانیوں کا مجموعہ
ایمان کا غم
منگوانے کا پتہ
مکتبہ نفیسہ
پوسٹ بکس ۹۴۴۲ کراچی
قیمت: ۸۰ روپے
شائع ہو چکا ہے!
قریبی بکسٹال سے طلب کریں یا براہِ راست منگوائیں

سونیا کی بات ختم ہوتے ہی پارس نے مسکرا کر کہا "تم! وہ میرے دماغ سے چلا گیا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اپنے آدمیوں سے جا کر کہے گا کہ ماریہ کی انگوٹھی اُتار کر اسے دوسری جگہ لے جاؤ۔ ویسے ہم جھیل کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ گاڑی روکو۔ میں جا رہی ہوں۔ تم اپنا راستہ لو۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ سونیا کو خدا حافظ کہا۔ پھر گاڑی سے اُتر کر ایک سمت جانے لگا۔ سونیا اسٹیرنگ سیٹ پر آ کر جھیل کی طرف روانہ ہو گئی۔

پاسکل بوبانی الحال پارس کی جانب توجہ نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ رسوتی تک پہنچنے کی فکر میں تھا۔ چوں کہ جو جواس کے قبضے میں تھی اس لیے اطمینان تھا کہ جب چاہے گا، پارس کی اس کمزوری سے کھیل سکے گا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، دنیا کے ہر ملک کے ہر بڑے شہر میں ماسک مین کا ایک خاص ایجنٹ ہوتا ہے جسے باس کہتے ہیں۔ پیرس کے باس نے اطلاع دی کہ ماریہ ایک شراب خانے میں ہے۔ وہ میک اَپ میں آئی تھی لیکن پارس کو دیکھ کر اپنی اصلیت ظاہر کر رہی ہے۔

ماسک مین نے پاسکل بوبا سے کہا "وہاں خیال خوانی کے ذریعے جا کر دیکھو کیا ہو رہا ہے۔ ہم پارس کی ایک اہم محبوبہ کو بھول گئے تھے جیسا کہ تم جانتے ہو، پارس اپنے باپ کی طرح ہر جائی اور عیاش ہے۔ وہ نینسی کی موت اور جوجو کے اغوا کو بھلانے کے لیے ماریہ کے حسن و شباب میں ڈوب جائے گا۔ اُسے غم غلط نہ کرنے دو، جو بھی لڑکی اس کی زندگی میں آئے اُسے ختم کر دو یا اُس کی کمزوری بنا لو۔ جاؤ خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤ۔"

وہ ماسک مین کے ایک ماتحت کے دماغ میں پہنچا۔ اُس وقت ماریہ کاؤنٹر پر کھڑی بھری بوتل کو منہ سے لگائے پی رہی تھی اور پارس موقع غنیمت جان کر وہاں سے کھسک رہا تھا۔ پاسکل نے ماتحت سے کہا "اس لڑکی کو تماشا بنا کر تم لوگوں کو اُلو بنایا جا رہا ہے۔ پارس یہاں سے بھاگ رہا ہے، اس کا پیچھا کرو اور معلوم کرو، وہ ماریہ سے دُور کیوں ہو رہا ہے۔"

ماتحت حکم کی تعمیل کے لیے باہر آیا، مگر پارس غائب ہو چکا تھا۔ پاسکل نے کہا "ماریہ ضرور اس کی تلاش میں آئے گی۔ اُسے اُٹھا کر کسی خفیہ اڈے میں لے جانا۔"

اس کا اندازہ درست نکلا۔ تھوڑی دیر بعد ماریہ اُسے تلاش کرتی ہوئی شراب خانے سے باہر آئی۔ باس کے آدمی باتیں بنا کر اُسے لے گئے۔ پاسکل بوبا نے سوچا، سونیا شراب خانے میں ماریہ کو کیوں لائی تھی؟ اور وہ دونوں میک اَپ میں کیوں آئی تھیں؟

اِس دلچسپ ترین داستان
کے بقیہ واقعات
بائیسویں حصے میں
مُلاحظہ فرمائیے

سسپنس ڈائجسٹ کی کہانی

دھوکا

بائیسواں حصہ

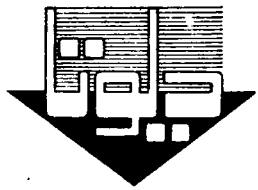

اس کی اتنی جرأت نہیں تھی کہ یہ معلوم کرنے سونیا کے دماغ میں جاتا۔ وہ بڑی پُراسرار اور مکار سمجھی جاتی تھی۔ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے دشمن بھی اس سے کترانے میں اپنی سلامتی سمجھتے تھے۔ یہ بات عام ہو چکی تھی کہ پارس آج کل بہت پینے لگا ہے۔ شام کے بعد اکثر مدہوش رہتا ہے۔ اس کے دماغ میں آسانی سے جگہ مل سکتی تھی۔ جب ماریہ کو جھیل والے اڈے میں پہنچا دیا گیا تو وہ معلومات حاصل کرنے کے لیے پارس کے پاس آ گیا۔

اس نے سب سے پہلے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ پارس اس کی موجودگی کو سمجھ رہا ہے یا نہیں؟ انسان خواہ کتنی ہی چوری سے سوچے، خیال خوانی کرنے والے اُس سوچ کو پڑھ لیتے ہیں۔ لیکن جناب شیخ الفارس نے اُس پر عمل کیا تھا۔ اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے اس کے دماغ کو بھول بھلیاں بنا دیا تھا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اُس کے دماغ میں پہنچتے ہی یہ معلوم کرتا کہ پارس کو شراب نے دماغی طور پر کمزور بنا دیا ہے۔ وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ باپ کی موت، نینسی کی خودکشی اور جو جو کے اغوا نے اُسے توڑ دیا ہے۔ اب وہ منفی انداز میں سوچنے لگا ہے۔

پارس کے دماغ میں پہنچنے کے بعد ان باتوں کی تصدیق ہو گئی، وہ جیب سے بوتل نکال کر پی رہا تھا اور سونیا کی نصیحتوں سے بیزاری ظاہر کر رہا تھا۔ دونوں ماں بیٹے کے درمیان جو باتیں ہوئیں، وہ بہت رازدارانہ تھیں، کسی کی موجودگی میں کہی نہیں جا سکتی تھیں۔ سونیا کی آخری بات نے چونکا دیا تھا کہ ماریہ کی انگلی میں انڈیکیٹر والی انگوٹھی ہے جس کی نشاندہی میں وہ جھیل والے اڈے تک پہنچ جائے گی۔

اس آخری بات سے پاسکل نوبا کو یقین ہو گیا کہ پارس کو اس کی موجودگی کا احساس نہیں۔ اگر وہ ماں بیٹا کوئی ڈراما پلے کرتے تو اتنی اہم راز کی بات نہ اگلتے۔ اُس نے فوراً باس کے ماتحت کے پاس پہنچ کر کہا: "تم لوگ دھوکا کھا رہے ہو۔ ماریہ کی انگلی سے انگوٹھی نکال کر پھینکو۔ وہ انڈیکیٹر ہے۔ سونیا یہاں پہنچ جائے گی۔ ماریہ کو دوسری جگہ منتقل کرو۔"

وہ ماریہ کو اس اڈے سے ہٹانے تک ماتحت کے دماغ میں رہا۔ ماتحت نے اس کے حکم کے مطابق اپنے ایک آلۂ کار کو وہاں چھوڑا پھر ماریہ کو دوسری جگہ لے گیا۔ پاسکل نے اُس آلۂ کار کے ذریعے دیکھا، سونیا وہاں آئی تھی۔ اس نے آلۂ کار سے پوچھا: "ماریہ کہاں ہے؟"

وہ بولا: "میں کسی ماریہ کو نہیں جانتا۔ میں تو یہاں کا چوکیدار ہوں۔ کچھ لوگ ایک لڑکی کو زبردستی لائے تھے۔ میں

نے صاف کہہ دیا کہ اغوا کی ہوئی لڑکی کو یہاں چھپانے نہیں دوں گا۔ میں مالک کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔"

پاسکل اُس آئی کار کے ذریعے بول رہا تھا۔ اس کا خیال تھا، وہ سونیا جیسی چالاک عورت کو چکر دے رہا ہے۔ سونیا نے اُسے چکر دینے کے لیے پوچھا: "کیا اُس لڑکی کی انگلی میں کوئی انگوٹھی تھی؟"

وہ بولا: "میں نے تو توجہ نہیں دی۔ البتہ یہ انگوٹھی اُدھر فرش پر پڑی ہوئی تھی۔"

اس نے جیب سے انگوٹھی نکال کر دکھائی۔ سونیا نے اُس انڈیکیٹر کو دیکھ کر مایوسی کا اظہار کیا۔ پھر شکست خوردہ انداز میں اُس اڈے سے نکل کر باہر آئی۔ اپنی کار میں بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کیا۔ پاسکل اُس کی تنہائی میں آکر دیکھ نہیں سکتا تھا کہ وہ کیا کرتی پھر رہی ہے۔ وہ مطمئن تھا کہ انڈیکیٹر کے بغیر وہ ماریہ تک نہیں پہنچ سکے گی۔

اس نے کار آگے بڑھا کر ڈیش بورڈ کے بٹن کو دبایا۔ ننھا سا اسکرین روشن ہوتے ہی ایک چھوٹا سا بلب جلنے بجھنے لگا اور بتانے لگا کہ وہ ماریہ کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ سونیا نے کورڈلیس ریسیور آپریٹ کرنے کے بعد ایک فرانسیسی جاسوس سے کہا: "تمہارا شکریہ، مجھے راہنمائی حاصل ہو رہی ہے۔ دشمنوں کو شبہ تو نہیں ہوگا؟"

"ہرگز نہیں مادام! میں نے انڈیکیٹر کو نمبر پلیٹ کے پیچھے چھپایا ہے۔"

"پھر ایک بار شکریہ۔" اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اطمینان سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی سوچنے لگی۔ کچھ دیر موجودہ حالات پر غور کرنے کے بعد اس نے جاسوس سے دوبارہ رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا: "یہ لوگ ماریہ کو ہائی وے پر لے جا رہے ہیں۔ شاید شہر سے باہر جائیں گے۔ ہائی وے کی چوکی سے رابطہ قائم کرو، اپنے کسی ذہین ساتھی سے کہو، ان کی گاڑی روک کر چیکنگ کی جائے۔ ماریہ کو چیک کرنے کے دوران اس کے سینڈل کی ہیل سے یا ہیئر کلپ سے انڈیکیٹر منسلک کر دے۔ کار کا کوئی پرزہ ساتھی ہے، وہ اُسے کہیں بھی چھوڑ سکتے ہیں۔"

"مادام! چیک پوسٹ پر یہ ظاہر ہو سکتا ہے کہ ماریہ اغوا کی جا رہی ہے۔ ایسے وقت ان لوگوں کو حراست میں لینا ہوگا۔"

"ماریہ دیوانی ہے۔ پارس کی دُھن میں ان کے ساتھ جا رہی ہے لہٰذا اغوا کیے جانے کا شبہ نہیں ہوگا۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ پکڑے جائیں۔ انھیں فرار ہونے کی چھوٹ ملتی رہنی چاہیے۔ شکریہ۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔

پاسکل معلوم کرنا چاہتا تھا، ماریہ کو تلاش کرنے کے سلسلے میں کیا کیا جا رہا ہے؟ یہ معلوم تھا کہ فرانس کی پولیس اور انٹیلی جنس والے ماریہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ لیکن وہ سونیا اور پارس کی جدوجہد کے متعلق معلوم کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا وہ پارس کے پاس آگیا۔

وہ سونیا سے رخصت ہو کر سڑک کے کنارے چل رہا تھا۔ اس کے قریب سے کتنی ہی گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ وہ کسی سے لفٹ نہیں مانگ رہا تھا۔ اسے گھر پہنچنے کی جلدی نہیں تھی۔ نہ ہی ماریہ کی فکر تھی۔ اس کی حفاظت کے لیے سونیا کافی تھی۔ وہ دشمنوں پر ظاہر کر رہا تھا کہ اُسے ماریہ سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔

تھوڑی دُور جانے کے بعد اُس نے اپنے دماغ میں پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ کوئی اس کی اپنی ہی سوچ میں کہہ رہا تھا: "میں پیدل کیوں جا رہا ہوں؟ ایک گاڑی تو بہت ہی معمولی سی بات ہے۔ میں ایک فون کر کے یہاں کے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ افسران کو سڑک کے کنارے بلا سکتا ہوں۔ پھر پیدل چلنے کی حماقت کیوں کر رہا ہوں؟"

اُس نے جواباً سوچا: "یہاں تنہائی ہے۔ کوئی مخاطب کرنے والا نہیں ہے۔ میں ٹہلنے کے انداز میں چل رہا ہوں، اور اپنے حالات پر غور کر رہا ہوں۔ پاپا کی وفات کے بعد جب بھی میں مستقبل کے متعلق سوچتا ہوں تو۔۔۔"

اس نے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔ پاسکل بے چین ہو گیا۔ اس نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے مستقبل کے متعلق الجھن میں نہیں پڑنا چاہیے۔ اپنے آپ کو بتانا چاہیے کہ میں کیا سوچتا ہوں۔"

پارس نے جواباً سوچا: "میں جتنی بار سوچتا ہوں اتنی بار ایک ہی عقل کی بات سمجھ میں آتی ہے کہ دو سپر طاقتوں میں سے مجھے کسی ایک کا وفادار بن جانا چاہیے۔ ابھی سپر ماسٹر اور ماسک میں دونوں ہمیں نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اگر سپر ماسٹر کا تابعدار بن جاؤں تو پھر ایک ہی ماسک میں دشمن رہ جائے گا۔ میں ایک دشمن سے نمٹنے کی صلاحیتیں رکھتا ہوں۔"

پاسکل نے اس کی سوچ میں کہا: "میں اُلٹی بات سوچ رہا ہوں۔ جو جو تو ماسک میں کی قید میں ہے۔ مجھے ماسک میں کا تابعدار بننا چاہیے۔"

"پہلے ماں پھر محبوبہ۔ ماں کو رہائی دلانے کے لیے میں سپر ماسٹر کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔"

"لیکن سپر ماسٹر کبھی میری وفاداری کا یقین نہیں کرے گا۔"

"ویسے تو ماسک مین بھی یقین نہیں کرے گا۔ مگران کے خیال خوانی کرنے والے میرے ڈھکے چھپے خیالات کو پڑھ کر اپنے آقاؤں کو یقین دلا سکتے ہیں۔"

پاسکل بوبا خاموش رہ کر اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ دماغ کی تہ میں اُترنے کے بعد ہی معلوم ہوا کہ پارس کسی ایک سپر طاقت کا وفادار بن کر رہنے کے معاملے میں نہایت سنجیدہ ہے۔ وہ سوچ رہا تھا: "اگر پاپا حکمتِ عملی سے کسی ایک سپر طاقت کو اپنی دوستی اور وفاداری کا یقین دلاتے تو کسی دشمن کی گولی سے مارے نہ جاتے۔ فرزانہ اور نینسی بھری جوانی میں خودکشی نہ کرتیں۔ کوئی جوجو اور ماما کو اغوا کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ بڑے بڑے ملک کسی ایک طاقت کی سرپرستی حاصل کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ میں بھی سپر ماسٹر یا ماسک مین کے سائے میں تحفظ حاصل کر سکتا ہوں۔"

پاسکل نے پیرس کے باس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "پارس ایفل ٹاور کے قریب ایک سڑک کے کنارے پیدل چل رہا ہے۔ تم اپنی کار میں جاؤ، میں تمھیں گائیڈ کروں گا۔ اسے دوست بنانے کی کوشش کرو۔ اس سے کہو اگر وہ ہمارا وفادار رہے گا تو جوجو واپس کر دی جائے گی۔ ہم اُن دشمنوں کا بھی سراغ لگائیں گے جنھوں نے ماریہ کو اغوا کیا ہے۔ اس کی ماما سونتی کو بھی سپر ماسٹر کے چنگل سے نکال لانے کی کوشش کریں گے۔"

باس نے فوراً اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ اُسی وقت اپنی گاڑی میں چل پڑا۔ پاسکل نے پارس تک اس کی راہنمائی کی۔ پھر ان لوگوں کے پاس آیا جو ماریہ کو لے گئے تھے۔ وہ شہر سے باہر ایک چھوٹے سے بنگلے میں تھی اور پارس سے ملنے کی ضد کر رہی تھی۔ وہ لوگ اسے محبت سے سمجھا منا رہے تھے۔ انھیں بتایا گیا تھا کہ لڑکی زہریلی ہے۔ اُسے غصہ آئے گا تو کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گی۔ باس کے خاص ماتحت نے اس کی تسلی کے لیے اُس کے سامنے ریسیور اُٹھا کر یوں ہی نمبر ڈائل کیے پھر کہا: "مسٹر پارس جہاں بھی ہیں، اُن سے کہو فوراً یہاں آجائیں اور آنے سے پہلے فون پر ماریہ سے بات کریں۔"

ماریہ خوش ہو گئی۔ پاسکل نے خاص ماتحت سے کہا۔ "اس لڑکی کو یہاں رکھنا مناسب نہیں ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے پہنچ سکتے ہیں۔"

"جناب! راستے میں بھی چیکنگ ہوئی تھی۔ وہ تو خیریت ہوئی کہ ماریہ نے ہمارے خلاف شور نہیں مچایا۔ یہ پارس سے ملنے کی دُھن میں تھی۔ جب تک پارس یہاں نہیں آئے گا اسے ہم کہیں لے جا نہیں سکیں گے۔"

"اچھی بات ہے، اسے بہلا کر رکھو۔ اگر یہ یہاں سے جانے پر راضی نہیں ہوگی تو بے ہوش کر کے لے جانا ہوگا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اُس نے ماسک مین سے رابطہ قائم کیا۔ ماریہ کے متعلق بتایا کہ وہ فی الحال قابو میں ہے۔ پارس کو اپنا وفادار بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور سونیا، ماریہ کی تلاش میں بھٹک رہی ہے۔ ماسک مین نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ "پہلے ماریہ ضروری ہے۔ اس لڑکی سے صرف پارس نہیں، سونیا بھی جذباتی طور پر وابستہ ہے۔ پھر ایسی زہریلی لڑکی کو ہم ٹریننگ دے کر اپنی ایک زبردست ایجنٹ کار بنا سکتے ہیں۔ اسے برلن پہنچاؤ۔ وہاں سے پھر اسے ماسکو پہنچا دیا جائے گا۔"

"وہ پارس کے بغیر کہیں نہیں جائے گی۔"

"ہوں۔" ماسک مین سوچ میں پڑ گیا۔ پاسکل نے پوچھا "کیا آپ ڈمی پارس کے متعلق سوچ رہے ہیں؟"

"ہاں، مگر بات نہیں بنے گی۔ ہماری طرف سے کوئی پارس بن کر جائے گا تو وہ اُسے ضرور پیار کرے گی اور پیار کا انجام ہوگا ڈمی کی موت۔ اسی لیے پارس اس سے کتراتا ہے۔ پہلے وہ زہریلا تھا، اس کے پیار کو برداشت کر لیتا تھا۔ بہرحال، تم ہمارے آدمیوں سے کہو، ابھی فون پر ماریہ کی ڈمی پارس سے گفتگو کرائی جائے اور وعدہ کیا جائے کہ دوسرے ملک میں پارس سے ملاقات ہوگی۔ یہ کام کر کے آؤ، پھر آگے بات ہوگی۔"

پاسکل نے خاص ماتحت سے کہا: "اپنے کسی نقال سے کہو کہ وہ پارس کی آواز میں فون پر ماریہ سے گفتگو کرے۔"

"جناب! وہ فون پر کیا کہے گا؟"

"جو کہنا ہے، اُس کے ذریعے میں کہوں گا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ پھر ماسک مین کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "وہ زہریلی لڑکی سونیا کے قابو میں رہتی ہے۔ اگر ہم کسی تیز طرار عورت کو سونیا کے بک اَپ میں اس کے پاس رکھیں تو وہ عورت اُسے بہلا پھسلا کر یہاں لے آئے گی۔"

"یہی مناسب ہے۔ میں ابھی پیرس کے باس سے بات

کرتا ہوں۔"

اس نے باس کو مخاطب کیا۔ وہ پارس کو لفٹ دے کر اپنی رہائش گاہ میں لے آیا تھا۔ پاسکل نے کہا "تم اس سے اپنے مطلب کی بات کرو اور مجھے یہ بتاؤ ایسی کوئی تیز و طرار عورت ہے جو سونیا کا رول ادا کر سکے؟"

وہ فخر سے بولا "میرے پاس حرافہ قسم کی عورتوں کی کمی نہیں ہے۔ نادیہ نام کی ایک زبردست فائٹر ہے۔ حاضر دماغ اور چالاک ہے، میرے تعاون سے وہ ایک کیسینو کی مالکہ بن گئی ہے۔ میری احسان مند رہتی ہے۔ اگر اس کے لیے لندن میں ایک کیسینو قائم کرنے کا لالچ دیا جائے گا تو وہ ہمارے اشاروں پر کام کرے گی۔"

"اسے یقین دلاؤ کہ اس کا ہر مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ وہ دو گھنٹے کے اندر سونیا بن کر ماریہ کے پاس پہنچ جائے۔ تمہارا کوئی آدمی ماریہ کے متعلق اسے سب کچھ سمجھا کر وہاں لے جائے گا۔"

وہ خاص ماتحت کے پاس آیا۔ اس کے ذریعے اس شخص تک پہنچا جو پارس کی آواز اور لہجے کی نقل کرنے والا تھا۔ اس نے کہا "ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرو اور ماریہ کی باتیں سنو۔ میں تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

اس نے مطلوبہ نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر ماریہ کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "ماریہ! میں پارس بول رہا ہوں۔ مجھے ابھی معلوم ہوا کہ تم اس بنگلے میں میرا انتظار کر رہی ہو۔"

ماریہ نے کہا "تم کہاں ہو؟ فوراً یہاں آؤ، یا مجھے اپنے پاس بلاؤ۔"

"میں دوسرے ملک میں ہوں۔ تمہیں ہوائی جہاز میں آنا پڑے گا۔"

"میں اکیلی کیسے آؤں گی؟"

"سونیا تمہارے پاس آ رہی ہے۔ ان کے ساتھ چلی آؤ۔"

"وہ تو ہماری ملاقات پر اعتراض کرتی ہیں۔ جادو سے تمہارا دل پھیر دیتی ہیں۔"

پاسکل یہ بات سن کر ذرا چکرایا۔ پھر سنبھل کر بولا "وہ ہماری دشمن نہیں ہیں، صرف یہ چاہتی ہیں کہ تم تنہائی میں مجھے پیار نہ کرو۔ میرے اندر سے زہر نکال دیا گیا ہے، تم پیار کرو گی تو میں مر جاؤں گا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔ تمہاری ہدایت کے مطابق تم سے ایک بالشت دور رہا کروں گی۔ تم سے محبت کرتی رہوں گی، لیکن پیار نہیں کروں گی۔"

"میں نے یہی بات تمہاری سمجھائی ہے کہ تم بہت سمجھدار لڑکی ہو۔ مجھ سے دور ہی دور سے محبت کرتی رہو گی۔ اچھا میں بات ختم کرتا ہوں۔ تمہارا دو گھنٹے تک پہنچ جائیں گی۔ کل اس کے ساتھ تم ہوائی جہاز میں آؤ گی۔ میں بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ خدا حافظ!"

رابطہ ختم ہو گیا۔ پاسکل نے ماریہ کے پاس آ کر دیکھا وہ ریسیور رکھ کر مسکرا رہی تھی۔ کام بن گیا تھا۔ اب اطمینان تھا کہ وہ زہریلی لڑکی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اور کوئی اعتراض کیے بغیر نادیہ کو سونیا سمجھ کر ماسکو تک پہنچا دی جائے گی۔

سونیا اس بنگلے کے قریب پہنچی ہوئی تھی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ ماریہ کو آخر کار کہاں پہنچایا جائے گا۔ اگر وہ خیال غائب کرنے والا پیرس میں یا فرانس کے کسی شہر میں ہو گا تو وہ لوگ ماریہ کو ضرور وہاں لے جائیں گے۔ اس طرح ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔ اگر وہ ماریہ کو کسی دوسرے ملک پہنچانا چاہیں گے تو وہ راستے کی دیوار بن جائے گی۔ ماریہ کو اس سے واپس لے آئے گی۔

وہ اپنی کار میں بیٹھی اُن کے اگلے اقدامات کا انتظار کر رہی تھی۔ کورڈلیس فون کے بزر نے اُسے مخاطب کیا۔ اُس نے ریسیور اُٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مادام! آپ سے نادیہ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہے۔ آپ اس سے رابطہ قائم کریں۔"

اس نے نادیہ کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر نادیہ نے ہنستے ہوئے کہا "سونیا! مزے کی بات سنو۔ اس وقت میں تمہارا میک اَپ کر رہی ہوں اور تمہارا رول ادا کرنے ماریہ کے پاس پہنچائی جانے والی ہوں۔"

"کچھ باتیں سمجھ گئی ہوں۔ کچھ سمجھنا چاہتی ہوں۔"

"وقت ضائع نہ کرو۔ باس کے آدمی ایک گھنٹے بعد مجھے لینے آئیں گے۔ تم جہاں بھی ہو چل پڑو۔ راستے میں کورڈلیس سے باتیں ہو جائیں گی۔"

"میں اپنی کار میں ہوں اور کورڈلیس سے باتیں کر رہی ہوں۔ ذرا ایک منٹ، میں گاڑی آگے بڑھا لوں پھر باتیں کرتی ہوں۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ اب سے کچھ عرصہ پہلے سپر ماسٹر کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کریکٹر نے پیرس کے قمار خانے میں بڑی دھوم مچائی تھی۔ ایک رات اُس نے لاکھ ڈالر جیت لیے تھے۔ دوسری رات نادیہ کے کیسینو نے لاکھ ڈالر جیت لیے تھے۔

میں کھیلنے والا تھا۔ سونیا نے نادیہ کا ایک آپ کر کے کرنسی میں کو کر دڑوں کا نقصان پہنچایا تھا اور نادیہ کو ایک ہی رات میں اتنا نافع پہنچایا تھا جس کی وہ توقع نہیں کر سکتی تھی۔ وہ سونیا کو دل و جان سے چاہتی تھی۔ اس نے کہا "وہ مجھے بہت بڑا لالچ دے رہے ہیں۔ اگر میں ماریہ کو ماسکو پہنچا دوں اور کچھ عرصے تک اس کے ساتھ وہاں رہوں تو وہ میرے لیے لندن میں ایک بہت بڑا کیسینو قائم کریں گے۔"

"چلو بیٹھے بٹھائے لندن سے بھی لاکھوں ڈالر ملا کریں گے۔ میں ماریہ کے ساتھ جاؤں گی تو تمہارے لیے چھپ کر رہنا ایک مسئلہ ہو گا۔"

"تم اپنے ذرائع استعمال کر کے مجھے راتوں رات ملک سے باہر بھیج دو۔ میں فار ایسٹ جانا چاہتی ہوں۔ وہاں مختلف ممالک کی سیر کرتی رہوں گی۔ یہاں کے سرکاری افسران جب بلائیں گے تو سمجھ لوں گی تمہارا کام ہو گیا ہے، میں یہاں چلی آؤں گی۔"

وہ ایک پلاسٹک سرجری کے ماہر کو لے کر آئی۔ نادیہ سے کہا "یہ ڈاکٹر ہمارے رازدار ہیں۔ ماسک مین کا باس یہاں آئے گا تو میرے چہرے پر سرجری ہوتی رہے گی۔ ڈاکٹر اسے دوسرے کمرے میں بیٹھنے کے لیے کہے گا۔ یوں اُسے یقین ہو جائے گا کہ تمہیں پلاسٹک سرجری کے ذریعے سونیا بنایا گیا ہے۔"

اس نے فون کے ذریعے ایک اعلیٰ افسر سے کہا "میرے ایک اہم معاملے میں نادیہ کو کچھ عرصے تک روپوش رہنا پڑے گا۔ اپنے ہیڈ ٹائٹر کرنے والے سے کہو، نادیہ کے دماغ سے اس کی اپنی آواز اور لب و لہجہ مٹا دے۔ اس طرح کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں نہیں پہنچے گا۔ وہ بھٹکتا ہوا میرے دماغ میں آئے گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ایک بند گاڑی نادیہ کے بنگلے کے پیچھے آئے گی اور اُسے دوسرے بنگلے میں لے جائے گی۔ وہیں اس پر تنویمی عمل ہو گا۔ کل تک وہ جہاں جانا چاہے گی، ہم اُسے بھیج دیں گے۔"

"ٹھیک ہے تنویمی عمل فوراً ہونا چاہیے۔"

اس نے فون رکھ دیا۔ نادیہ نے اسے اپنی الماری اور سیف کی چابیاں دیں پھر کہا "میرے پاس دوسری چابیاں ہیں، یہ تم رکھ لو۔ ہو سکتا ہے تمہیں باس کے سامنے سیف اور الماریوں کو کھولنے کی ضرورت پیش آئے۔"

پندرہ منٹ کے اندر ایک بند گاڑی آئی، نادیہ اُس میں چلی گئی۔ آدھے گھنٹے بعد ملازم نے باس کے آنے کی اطلاع دی۔ سونیا نے کہا "اسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ اور کہو میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری ہو رہی ہے۔ وہ مجھے دیکھنا چاہے تو اس کمرے میں لے آنا۔"

ڈاکٹر نے سونیا کے چہرے پر جا بجا چھوٹی چھوٹی پٹیاں چپکا دی تھیں۔ باقی چہرے کو سفید کریم سے چھپا دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد باس کمرے میں آیا۔ اس نے کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم سرجری کے ذریعے یہ کام کرو گی۔ مجھ سے دو باتیں کرو، ہمارا آدمی تمہاری آواز سن کر تم سے دماغی رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا "سوری مسٹر! ابھی یہ ہونٹ نہیں ہلائیں گی۔ آپ ایک گھنٹے بعد گفتگو کر سکتے ہیں۔ کیا آپ ڈرائنگ روم میں انتظار کرنا پسند کریں گے؟"

وہ بولا "میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ ڈاکٹر نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ سونیا نے ڈاکٹر سے پوچھا "کیا آپ پرائی سوچ کی لہریں محسوس کر رہے ہیں؟"

"نہیں مادام! اگر محسوس کروں گا تو آپ کی ہدایت کے مطابق ڈراما شروع کر دوں گا۔"

ڈراما یہ تھا کہ کسی کے دماغ میں آتے ہی وہ اٹک اٹک کر سانس لیتا اور پاگلوں کی طرح اپنے بالوں کو نوچ کر سوچتا کہ وہ پانچ برس تک دماغی مریض رہ چکا ہے۔ ایک برس پہلے پاگل خانے سے آیا ہے۔ اب بھی دماغ میں کوئی غیر معمولی سی بات ہوتی ہے۔ پتا نہیں معلوم سا بوجھ ہوتا ہے تو پاگلوں جیسی حرکتیں کرنے لگتا ہے اور سانس آپ ہی آپ رُکنے لگتی ہے۔ جوں کہ وہ سانس روک روک کر سوچتا، اس لیے خیال خوانی کرنے والے کو اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہ ملتا۔

لیکن پاسکل بولا اس کے دماغ میں نہیں آیا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ نادیہ سرجری کے باعث ابھی نہیں بولے گی تو وہ فوراً پارس کے دماغ میں چلا گیا۔ پارس اس ڈاکٹر سے زیادہ اہم تھا۔ باس اسے اپنی رہائش گاہ میں شراب اور شباب کے ساتھ چھوڑ کر آیا تھا، ایسے وقت وہ پھر پارس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ اس نے پہلی بار مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہیلو پارس! میں تمہارا ایک دوست اور ہمدرد ہوں۔"

اس نے چونک کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا پھر کہا "اوہ گاڈ! شراب نوشی کا یہی ایک نقصان ہے۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اب تو کوئی بھی دشمن دوست بن کر آ سکتا ہے۔"

"میں دشمن نہیں ہوں۔ مالک میں کا دست راست ہوں۔ ابھی جا رہا ہوں۔ کسی وقت اچانک آ کر تمہارے چودہ طبق روشن کر جاؤں گا۔ جب یقین ہو گا کہ تم مالک میں کے وفادار رہ سکتے ہو تو پھر ہمارے درمیان چند اہم معاملات طے ہوں گے۔"

"اچھا تو باس نے تمہیں بتایا ہے کہ میں کسی ایک سپر طاقت کی جھولی میں جا رہا ہوں۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "میں کسی باس کا محتاج نہیں رہتا۔ میں نے بچپن سے تمہارے خیالات پڑھ لیے تھے۔"

"کسی کے ذہن میں یا دماغ میں بغیر اجازت آنے والا چور بدمعاش ہوتا ہے۔ تم نہ تو اچھے انسان ہو سکتے ہو نہ اچھے دوست چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولا "میں اپنی مرضی سے آتا ہوں اور اپنی مرضی سے جاتا ہوں۔ یاد رکھو، تمہاری جیسی صلاحیتوں والے بہت مل جاتے ہیں۔ ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے، تمہیں ہماری ضرورت ہے۔ اگر ہمارے سائے میں پناہ نہیں لو گے تو سپر ماسٹر تم سب کو پیس کر رکھ دے گا۔ میں چاہوں تو تمہیں اپنے گھر کا کتا بنا کر وفاداری سے دُم ہلانے پر مجبور کر دوں۔"

پارس ایک دم سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر شراب کی بوتل اُٹھا کر بولا "آج تمہاری باتوں نے مجھے جھنجھوڑ دیا ہے، میری سمجھ میں آ گیا ہے کہ شراب آدمی کو کتا بنا دیتی ہے۔ اگر میں اسے نہ پیتا تو تمہارا باپ بھی میرے دماغ میں نہیں آ سکتا تھا۔ میں پھر اپنی دماغی توانائی واپس لاؤں گا۔ آج سے شراب پر ہزار لعنت۔"

اس نے بوتل کو فرش پر دے مارا۔ پھر چند سیکنڈ کے لیے سانس روک کر پھر سانس لینے لگا۔ وہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ نشے کے باعث زیادہ دیر ایسا نہیں کر سکے گا۔ پاسکل اس کے دماغ سے باہر نکلا پھر واپس آ کر بولا "میں جانتا تھا کہ تم چند سیکنڈ سے زیادہ سانس نہیں روک سکو گے۔ تمہارے اندر اتنی توانائی نہیں ہے کہ مجھے زیادہ دیر کے لیے باہر نکال سکو۔"

پارس نے ٹیلیفون کے پاس آ کر ریسیور اُٹھایا پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پاسکل نے پوچھا "کیا آرمر کی ٹیلی پیتھی کا سہارا لینا چاہتے ہو؟"

"ہم دونوں بھائی کبھی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لیتے۔" رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے ایک پولیس افسر کی آواز آئی۔ پارس نے کہا "انکل! میں پارس بول رہا ہوں۔ ابھی ریڈ پاور کے باس کی رہائش گاہ میں ہوں۔ مجھے فوراً یہاں سے آ کر لے جائیں۔"

پاسکل نے زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "نا کام پارس نے تو تمہارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی ہے۔ تم گدھے ہو۔ کیا قانون کی پناہ میں جا کر ٹیلی پیتھی کے عذاب سے بچ سکتے ہو؟"

"کیا تم میرے دماغ میں زلزلے پیدا کر دو گے؟"

"تمہیں سبق سکھانے اور مٹی کے کیڑے کی طرح رینگ رینگ کر اپنے پاس آنے کے لیے تمہیں دماغی جھٹکے ضرور دوں گا۔ ذرا اور سوچ لو، کس طرح بچ سکتے ہو؟"

"میں نے بہت پہلے ہی خود کو سنبھال لیا ہے، یہ دیکھو۔"

اس نے اپنی انگوٹھی کے ایک ننھے سے بٹن کو دبایا اس میں سے ایک سوئی نکلی۔ پھر اس سے پہلے کہ پاسکل کچھ سمجھ پاتا، اس نے فرش پر ایٹ کر وہ سوئی اپنے بازو میں چبھو لی۔ دوسرے ہی لمحے وہ پارس کے دماغ سے نکل آیا۔ دماغی جھٹکے پہنچانے کی حسرت ہی رہ گئی۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اور اس اطمینان سے بے ہوش ہوا تھا کہ پولیس افسر اسے وہاں سے اُٹھا کر لے جائے گا۔

پاسکل دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر جھنجلا رہا تھا۔ اُسے پورا یقین تھا کہ پارس کسی طرح بھی ٹیلی پیتھی کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔ لیکن اس نے بڑی توہین آمیز شکست دی تھی۔ ایسا کام کر گیا تھا جس کے متعلق پاسکل خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ سونیا اور پارس سے ٹکرا کر پتا چل رہا تھا کہ ذہانت اور حاضر دماغی کیا ہوتی ہے اور ابھی تو سونیا کی چال سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ جب سمجھنے کی گھڑی آئے گی تو وہ سر پیٹ کر بیٹھ جائے گا۔

یوں دیکھا جائے تو پارس کی مکاری بھی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ حقیقتاً وہ کسی قدر زہر ملا تھا۔ جب زہر اثر نہیں کرتا تھا تو انگوٹھی کی سوئی کیا اثر کرتی۔ اس سوئی میں کوئی دوا تھی ہی نہیں۔ ایسا صرف پاسکل کو سمجھانے کے لیے کیا گیا تھا۔ اصل میں اس نے سوئی چبھوتے ہی آہستہ آہستہ یوں سانس روکی تھی جیسے دھیرے دھیرے ذہن ڈوب رہا ہو — اس طرح پاسکل اس کے دماغ سے نکل گیا تھا۔ اس کی حرکتوں سے یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ سب کچھ سوئی انجکٹ کرنے کے باعث ہوا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک جھنجلاتا رہا۔ پھر ماسک میں سے دماغی رابطہ قائم کر کے بولا "میں پارس کو بہت ہی عبرتناک سزا دوں گا۔ اسے اپنے قدموں میں لوٹنے پر مجبور کر دوں گا۔"

"بات کیا ہے؟ پہلے تم نے آ کر کہا تھا کہ اسے اپنا تابعدار بنایا جا سکتا ہے۔"

"وہ خطرناک حد تک چالاک ہے۔ ہم اُس پر بھروسا کریں گے تو وہ ہمیں کسی دن لے ڈوبے گا۔"

"مجھے بتاؤ آخر ہوا کیا ہے؟"

اس نے پارس کے متعلق تفصیل بتائی۔ مالک میں نے کہا "تم اس کے پاس جا کر بھول گئے تھے کہ اس کی پرورش سونیا نے کی ہے۔ بے شک وہ خطرناک ہے۔ کیا شیر خطرناک نہیں ہوتا؟ وہ آدمی کو چیر پھاڑ کر کھا جاتا ہے۔ اس کے باوجود آدمی اسے پنجرے میں بند کر لیتا ہے۔ سرکس کا رنگ ماسٹر اُسے اپنے اشاروں پر تماشا بنا دیتا ہے۔ پارس چالاک اور خطرناک ہے۔ اسی لیے میں اسے اپنا تابعدار بنانے پر راضی ہو گیا تھا۔ مگر تم نے کھیل بگاڑ دیا ہے۔"

"میں نے کیا بگاڑا ہے؟"

"اس کا شہ اب میں ڈوبے رہنا ایسا ہی تھا جیسے شیر پنجرے میں رہنے لگا ہو۔ تم جب چاہتے اس کے چور خیالات پڑھ لیتے لیکن اُسے طیش دلا کر تم نے اس کی شراب چھڑا دی۔ کل سے تم اس کے دماغ میں نہیں جا سکو گے۔ ذرا سوچو ہمارا کتنا بڑا نقصان ہو رہا ہے؟"

"اوہ گاڈ!" اس نے غصے اور غرور میں اس پہلو کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اب کیا ہو گا؟"

"وہ ہم سے بدک گیا ہے۔ اگر اسے روکا نہ گیا تو وہ سپر ماسٹر کی جھولی میں چلا جائے گا۔"

"میں اسے جانے نہیں دوں گا، جیسے ہی وہ ہوش میں آئے گا میں اس کے دماغ پر چھا جاؤں گا۔"

"یعنی پھر اُس پر حملہ کرنا چاہو گے اور وہ پھر کسی چالاکی سے تمہاری فیلی پیتھی کو شکست دے گا۔"

"اس نے ایک بار دھوکا دیا ہے، دوسری بار نہیں دے سکے گا۔ اب وہ مجھ سے زندگی کی بھیک مانگے گا۔"

"ایسی ہی خوش فہمیوں کے باعث تم جیسوں کی موت ہوتی ہے یا پھر ایسا ہی نقصان اٹھاتے ہو جیسے پارس کے سلسلے میں اٹھا رہے ہو۔ وہ ہماری طرف مائل ہو سکتا تھا۔ مگر تم اسے بدترین دشمن بنا رہے ہو۔ شطرنج کی بساط پر کام آنے والے مہروں کی تعداد دیکھی جاتی ہے۔ میری بساط پر تم اور میڈونا ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ سپر ماسٹر کے پاس بھی روسو تھی اور ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ جو کسی شمار میں نہیں ہے۔ پتا نہیں برین واشنگ کے بعد وہ ہمارے کام آ سکے گی یا نہیں۔ علی تیمور بہترین صلاحیتوں کا مالک ہے۔ وہ اپنی ماں کی خاطر سپر ماسٹر کی طرف جھکے گا۔ اگر ہم پارس کو محبت سے دوست بنائیں گے اور ہماری دوستی ثابت ہوتی رہے گی تو سونیا بھی پارس کی خاطر ہمارے کام آتی رہا کرے گی۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دونوں پارس اور سونیا کو زندہ رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"انھیں ہلاک کرنا ہمارے اختیار سے باہر ہے۔ فرہاد اور سونیا کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک مدت گذر گئی۔ ان کے بچے پیدا ہوئے اور جوان ہو گئے۔ آج بھی سپر طاقتوں پر ان کی دہشت طاری ہے۔ تقریباً پچیس برس کے عرصے میں ایک فرہاد مارا گیا ہے۔ اس کی جگہ دو فرہاد پیدا ہو گئے ہیں۔ سونیا روز اوّل کی طرح ناقابل گرفت ہے۔ ہوائی طرح کبھی قسمت میں نہیں آئی۔ میری حکمت عملی کو سمجھو۔ انھیں بہترین دوست بناؤ۔ جب وہ ہم پر اندھا اعتماد کرنے لگیں تو دانیال کی طرح پیٹھ بدل کر ایسا کاری حملہ کرو کہ وہ فرہاد کی طرح بچ نہ سکیں۔ سیدھے موت کے منہ میں چلے جائیں۔"

"واقعی ہم اسی طرح انھیں ختم کر سکتے ہیں۔ میں مصلحتاً اپنی شکست کو بھول کر پارس سے دوستی کروں گا۔ مگر اس کے دماغ میں آزادی سے نہیں پہنچ سکوں گا۔ اُس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکوں گا۔"

"تم بہت جلدی مایوس ہو جاتے ہو۔ پہلے دوستی کرو، پھر اُسے شراب نوشی پر مائل کیا جا سکتا ہے۔ کسی کے بھی دماغ کو کمزور بنانے کے اور بھی کئی ہتھکنڈے ہیں۔"

پاسکل نے چونک کر کہا "اوہ! میں تو نادیہ کو بھول ہی گیا۔ ابھی اُس کے چور خیالات پڑھنا ضروری ہیں۔ وہ سونیا کا اہم روپ ادا کرنے والی ہے۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا باس کے پاس آیا۔ باس ایک گھنٹے بعد نادیہ کے کمرے میں آ گیا تھا اور سونیا کو دیکھ کر حیرت سے کہہ رہا تھا "پلاسٹک سرجری کے ماہر نے کمال کر دیا ہے۔ تم ہر زاویے سے مکمل سونیا بن گئی ہو۔ وہ ڈاکٹر کہاں ہے؟"

"اس کا کام ختم ہو گیا۔ وہ چلا گیا ہے۔"

پاسکل بڑی خاموشی سے باس کے دماغ میں تھا۔ وہاں سے اس نے نادیہ کی آواز اور لہجہ سنا۔ پھر اُس کے

دماغ میں پہنچنے کے لیے پرواز کی یہ پرواز ذرا لمبی ہو گئی۔ کیوں کہ نادیہ پر تنویمی عمل ہو چکا تھا۔ اب سونیا اس آواز اور لہجے کو اپنا رہی تھی۔ وہ بھٹکتا ہوا اس کے دماغ میں آ گیا۔ وہ نیا خیال خوانی کرنے والا تھا۔ اس لمحاتی رکاوٹ کو سمجھ نہ پایا۔ سونیا کے خیالات پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ وہ سوچ رہی تھی: میں آئینے میں مکمل سونیا نظر آ رہی ہوں۔ اب اس کی گفتار اور رفتار کی بھی کامیاب نقل کروں گی تو ماریہ اور پارس وغیرہ کبھی مجھ پر شبہ نہیں کریں گے۔

پاسکل نے اس کی سوچ میں کہا: میں ایک خطرناک کام کرنے جا رہی ہوں۔ سونیا کو پتا چلے گا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

سونیا نے سوچ کے ذریعے کہا: ریڈ پاور کا باس سونیا سے کم نہیں ہے پھر اس کی پشت پر اسکے مین ہے، سب میری حفاظت کریں گے۔ سونیا میرے پیچھے ماسکو نہیں آ سکے گی۔ اسے یہ کبھی معلوم نہیں ہو گا کہ نادیہ نے اس کا رول ادا کیا تھا۔ ہائے جب میں واپس آؤں گی تو لندن میں ایک کیسینو کی مالک بن جاؤں گی! اتنا بڑا منافع حاصل کرنے کے لیے خطرات سے کھیلنا ہی پڑتا ہے۔ اونہہ سونیا کی ایسی کی تیسی!

پاسکل یہ خیالات پڑھ کر مطمئن ہو گیا۔ اس نے باس سے کہا: تمہارے بیان کے مطابق نادیہ بہترین نقال ہے اسے سونیا کی آواز سنا ڈ۔ اور اس کے متعلق مزید معلومات فراہم کرو۔"

باس نے کہا: میں تمام انتظامات کے ساتھ آیا ہوں۔ میرے پاس سونیا کے ویڈیو اور آڈیو کیسٹس ہیں۔"

اگلے ایک گھنٹے تک سونیا اپنی ہی آواز کی کیسٹ سنتی رہی اور ٹی وی اسکرین پر اپنی متحرک فلم دیکھتی رہی۔ باس کے سامنے اپنی رفتار اور گفتار کی نقل کرتے وقت کبھی کبھی غلطی کرتی تھی تو باس اسے ٹوکتا تھا۔ پھر وہ غلطی درست کر لیتی تھی۔ پاسکل نے باس سے کہا: نادیہ بہت ذہین ہے۔ ایک آدھ گھنٹے کی مشق کے بعد سونیا کی ہر بات اور ہر ادا کی نقالی کامیابی سے کرے گی۔ میں ان کی روانگی کا انتظام کرنے جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ رات کے دو بجے باس نے کہا: تم بڑی کامیابی سے نقل کر رہی ہو۔ کسی پہلو سے نادیہ نظر نہیں آ رہی ہو۔ چلو مختصر سا سامان پیک کرو اور یہاں سے چل پڑو۔"

وہ باس کو ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر نادیہ کے بیڈ روم میں آئی۔ ٹرانسمیٹر نکال کر ایک اعلیٰ افسر سے کہا: کچھ لوگ مجھے اور ماریہ کو جعلی پاسپورٹ کے ذریعے برکن لے جائیں گے۔ متعلقہ افسران کو تاکید کریں کہ سختی سے چیکنگ نہ کی جائے۔ ہمیں جانے کی اجازت دے دی جائے۔ پارس کو بتا دیں کہ میں برکن کے بعد ماسکو میں رہوں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ ایک اٹیچی میں ضروری سامان رکھا۔ پھر ایک نئے سفر اور نئے ہنگاموں کے لیے روانہ ہو گئی۔

فرہاد علی تیمور کی فیملی میں وہ پہلی عورت تھی جو روس کی زمین پر قدم رکھنے والی تھی۔

رسونتی بستر پر پڑی ہوئی سوچ رہی تھی: میں کہاں ہوں اور کن لوگوں میں ہوں؟ میں یہاں کیسے پہنچ گئی؟"

وہ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ دماغ بھی قدرے کمزور ہو چکا تھا۔ ابتدائیں وہ کچھ سمجھ نہیں پائی۔ ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر چپ چاپ پڑی رہی۔ پھر رفتہ رفتہ یاد آنے لگا۔ بابا صاحب کے ادارے کا ماحول ماتی تھا۔ فرہاد کی موت پر سب ہی سوگوار تھے۔ وہ اپنے کوارٹر میں پریشانی سے ٹہل رہی تھی۔ اپنے بیٹے علی تیمور کی ولدیت کا مسئلہ تھا۔ فرہاد کی زندگی میں فیصلہ نہیں ہو پایا تھا کہ بیٹا پارس ہے یا علی تیمور؟ پھر پارس نے نشے کی حالت میں ایک نیا انکشاف کیا تھا کہ سونیا نے اسے جنم دیا ہے۔ اگرچہ ایسا اس نے نشے میں کہا تھا مگر ایسا ممکن تھا۔ سونیا اور فرہاد کی ملی بھگت ہو سکتی تھی۔ پارس کو سونیا نے پیدا کیا اور مال کا رشتہ رسونتی سے جوڑتی رہی۔ وہ ایسے ہی خیالات میں الجھی ہوئی تھی کہ ایسے میں اچانک فرہاد نے مخاطب کیا۔ وہ اپنے دماغ میں اس کی آواز اور لہجہ سن کر حیران رہ گئی۔ اس کی میت بابا صاحب کے ادارے میں رکھی ہوئی تھی اور وہ دماغ میں بول رہا تھا: میں زندہ ہوں اور ایک جگہ روپوش ہوں۔ یہ راز صرف تمہیں بتا رہا ہوں۔ تم میری شریکِ حیات ہو۔ ایسے وقت مجھے تمہاری سخت ضرورت ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے نکلو۔ تمہیں اپنے پاس لانے کے لیے میں گائیڈ کروں گا۔"

رسونتی نے یہ نہیں سوچا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے فراڈ کر سکتے ہیں۔ ایک تو دماغ میں بولنے والے نے فرہاد کے کوڈ ورڈز ادا کیے تھے۔ دوسرے اس بات کی خوشی ہو رہی تھی کہ فرہاد زندہ ہے۔ اب سے پہلے بھی وہ کئی بار اپنی موت کا ڈراما پلے کر چکا تھا۔ اس لیے اس کی موت کا یقین

نہیں ہوتا تھا۔ ادارے میں کسی ڈمی فرہاد کی میت ہو سکتی تھی۔ رسونتی کو اس بات کی بھی خوشی تھی کہ فرہاد اسے رازدار بنا رہا ہے اور سونیا کو اہمیت نہیں دے رہا ہے۔ یہی سب کچھ سوچ کر وہ ادارے سے باہر آ گئی تھی اور کار ڈرائیو کرتی جا رہی تھی۔

ایسے وقت ایک خیال خوانی کرنے والے نے اسے فریب سے آگاہ کیا لیکن وہ یقین کرنے کو تیار نہیں تھی۔ فرہاد نے اس کے لیے ہیلی کاپٹر بھیجا تھا۔ جب وہ اس میں سوار ہوئی تو فریب کھانے کا یقین ہوا۔ ہیلی کاپٹر کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے والوں میں سے ایک نے اسے دبوچ لیا تھا۔ دوسرے نے اُسے انجکشن لگایا۔ اس کے بعد اُسے ہوش نہیں رہا۔ ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک بستر پر پایا۔ رفتہ رفتہ سوچنے سے یاد آیا گیا کہ وہ کس طرح دھوکا کھا کر دشمنوں کی قید میں پہنچ گئی ہے۔

تھوڑی دیر بعد کسی نے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا: ہیلو رسونتی! ہوش میں آ گئی ہو؟"

وہ بولی: ہاں، میں ایسے ہی وقت ہوش میں آتی ہوں جب پانی سر سے گزر جاتا ہے۔ تم کون ہو؟"

"ایک دوست ہوں۔"

"مجھے جبراً یہاں لا کر دوستی کا دعویٰ کر رہے ہو؟"

"میں یہاں نہ لاتا تو سونیا تمہیں جلد ہی ذلیل کرتی۔ اس نے فرہاد کے ساتھ باقاعدہ نکاح پڑھوایا تھا۔ پارس ان کا جائز بیٹا ہے۔ تمہارا بیٹا علی تیمور پیدا ہونے کے بعد کئی بار دشمنوں کے ہاتھ لگ چکا ہے۔ سونیا دعوے سے کہنا چاہتی ہے کہ تمہارا بیٹا بدل گیا ہے۔ یا دشمنوں نے اصل بیٹے کو مار ڈالا ہے۔"

"ایسی منحوس باتیں نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ میرے علی تیمور کو لمبی عمر دے گا۔ یہی میرا اپنا بیٹا ہے۔"

"بے شک، تمہارا اپنا ہے، مگر سونیا پھیلا کر رہے گی۔ وہ کیسی مکارانہ چالیں چلتی ہے، یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔ تم اس سے دُور رہ کر ہی اسے منہ توڑ جواب دے سکتی ہو۔ علی تیمور کی حفاظت کر سکتی ہو اور اپنے بیٹے کے حقوق منوا سکتی ہو۔ میں تمہیں یہاں لا کر دوستی کا ثبوت دے رہا ہوں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی: مجھے بے ہوش کر کے لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ میں آ کر ہمیں ہمارے خلاف بھڑکا رہا تھا۔ اگر تمہیں بے ہوش نہ کرتے تو وہ دشمن تمہارے دماغ میں رہ کر یہاں تک چلا آتا۔"

"ہاں، بات تو معقول ہے، مگر تم کون ہو؟ میں کہاں ہوں؟"

"میں تم سے درخواست کرتا ہوں، ایسے سوالات نہ کرو۔ دشمن کسی وقت بھی تمہارے دماغ میں آ کر معلوم کر لے گا کہ تم کہاں ہو اور کس کی پناہ میں ہو۔"

"یہ اندیشہ ہمیشہ رہے گا۔ کیا میں کبھی تمہارے بارے میں معلوم نہیں کر سکوں گی۔ میں بہت اُلجھن میں ہوں۔"

"تمہاری اُلجھن جلد ہی دُور ہو جائے گی۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو حساس بنا دوں گا۔ پھر کوئی تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے اندر نہیں آ سکے گا۔"

"ہاں، میں واقعی کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ مجھ میں پہلے جیسی توانائی پیدا کرو۔ میں جلد از جلد خیال خوانی کے ذریعے اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"وہ بالکل خیریت سے ہے۔ میں تمہاری تسلی کے لیے پھر اس کے پاس جا رہا ہوں۔ میرے واپس آنے تک تم تنویمی عمل کے لیے خود کو آمادہ کرتی رہو۔ میں دس منٹ میں آواز لگاؤں گا۔"

وہ چلا گیا لیکن اس کے دماغ میں پاسکل بوبا بڑی دیر سے تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اسے پہلے اسی نے اُسے فریب سے آگاہ کیا تھا، اسے سمجھایا تھا کہ فرہاد کے لہجے میں دشمن بول رہا ہے، اسے ہیلی کاپٹر میں سوار نہیں ہونا چاہیے لیکن رسونتی نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔ اب بھی وہ بے وقوف بن رہی تھی۔ پاسکل نے سوچا ماں سے نصیحت کرنے سے بات نہیں بنے گی۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والے کو بتائے گی کہ کوئی اُسے دماغ میں آ کر بہکا رہا ہے۔ اُس نے خاموشی سے تماشا دیکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

تھوڑی دیر بعد ڈیگر اینڈ ڈیگر اس کے دماغ میں آئے۔ ایسے وقت ایک ڈیگر خاموش رہتا تھا۔ دوسرے نے کہا: رسونتی! تمہارا بیٹا خیریت سے ہے۔ اس کا اندازہ ہے کہ تمہیں سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے نے اغوا کیا ہے۔ وہ نیویارک آنے کی تیاری کر رہا تھا۔ میں نے کہا: چند گھنٹے صبر کر لو، تمہاری ماں کی دماغی توانائی بحال ہوتے ہی وہ خیال خوانی کے ذریعے تم سے رابطہ قائم کریں گی۔"

رسونتی نے کہا: مجھ پر فوراً عمل کرو۔ میں اپنے بیٹے سے باتیں کرنے کے لیے توانائی حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ سپر ماسٹر کے پاس دو خیال خوانی کرنے والے ہیں اور وہ ڈیگر اینڈ ڈیگر کہلاتے ہیں۔ ایک ڈیگر نے دوسرے ڈیگر سے کہا: میں بڑی دیر سے رسونتی کے دماغ

میں خاموشی سے چھپا ہوا ہوں۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا موجود نہیں ہے۔ شکر ہے کہ آرمر بھی نہیں آیا ہے۔ یہ اچھا موقع ہے۔ اس پر ابھی تنویمی عمل کر سکتے ہو۔ میں جا رہا ہوں۔"

وہ جوجو کے پاس جا کر معلوم کرتا رہتا تھا کہ کس طرح ملکہ کے تجربے کار ڈاکٹرس اس کا معائنہ کر رہے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ جس طرح وہ رسونتی پر تنویمی عمل کر رہے ہیں اسی طرح دشمن خیال خوانی کرنے والا جو جوجو پر عمل کرے گا۔ ایسے وقت وہ ان کے تنویمی عمل کو ناکام بنا دے گا۔

اُن کا دشمن یہی کام رسونتی کے دماغ میں انگریز کر رہا تھا۔ ایک ڈیگر جا چکا تھا۔ دوسرا ڈیگر اپنے عمل کے ذریعے رسونتی کو ٹرانس میں لا رہا تھا۔ اُدھر پاسکل نے اس کے کمزور دماغ کو یہ باور کرایا کہ وہ ٹرانس میں آ رہی ہے اور اس کی معمولہ بن رہی ہے۔

دونوں طرف سے توڑ جوڑ جاری تھا۔ رسونتی بیچ میں پھنسی ہوئی تھی۔ عامل کے جواب میں پاسکل نے رسونتی کی زبان سے یقین دلایا کہ وہ مکمل طور پر معمولہ بن چکی ہے۔ اور اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرے گی۔ عامل ڈیگر نے کہا: "تمھارا نام رسونتی نہیں ہے۔"

وہ بولی: "میرا نام رسونتی نہیں ہے۔"

"تمھارا نام پامیلا جونز ہے۔"

"میرا نام پامیلا جونز ہے۔"

ڈیگر نے پوچھا: "تمھاری عمر کتنی ہے؟"

"میں شاید چالیس برس کی ہونے والی ہوں۔"

"تم پچیس برس کی جوان دوشیزہ ہو۔"

"میں پچیس برس کی جوان دوشیزہ ہوں۔"

"ابھی تمھاری شادی نہیں ہوئی ہے۔ تم کسی بچے کی ماں نہیں ہو۔"

رسونتی ایسا کہتے وقت ہچکچانے والی تھی۔ پاسکل بوریا نے اُسے سنبھال لیا۔ وہ ڈیگر کی باتیں دُہرانے لگی۔ پھر ڈیگر نے کہا: "جب تم تنویمی نیند سے بیدار ہو گی تو اپنا ماضی پاسکل بھول جاؤ گی۔"

"میں اپنا ماضی بھول جاؤں گی۔"

"تم فرہاد کو خود دشمن سمجھ کر یاد رکھو گی۔ پارس اور علی تیمور کو سونیا کی اولاد سمجھ کر اُن سے نفرت کرو گی۔"

وہ سونیا اور پارس کے متعلق ایسا کہہ سکتی تھی لیکن علی تیمور سے نفرت اور دشمنی محسوس کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ایسا کرنے سے پہلے اس کی جان نکل جاتی۔ علی تیمور اس کی جان تھا، وہ اسی کے لیے زندگی کی سانس لے رہی تھی۔ یعنی اسی کو دیکھ دیکھ کر جی رہی تھی۔ اِدھر تنویمی عمل کرنے والا اُسے اپنی معمولہ بنا کر بیٹے کے خلاف لڑنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔

وہ ایک دم سے پھٹ پڑی۔ آنکھیں کھول کر چیختے ہوئے بولی: "تسور کے بچے! ذلیل! کمینے! تُو ماں کو بیٹے کا... دشمن بنا رہا ہے اور شیطان کی طرح دوستی کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ میں دنیا چھوڑ سکتی ہوں مگر بیٹے کو نہیں چھوڑ سکتی۔ اور بیٹے کو چھڑانے والے کی زندگی حرام کر سکتی ہوں۔ اگر ہمت ہے تو نکلنے آ۔ دماغ میں چھپ کر کیوں آتا ہے۔ میری دماغی توانائی بحال ہونے دے، پھر مجھ سے نمٹ لوں گی۔"

ڈیگر نے کہا: "اچھا تو وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا اپنی چال چل چکا ہے۔ کوئی بات نہیں، میں آئندہ محتاط رہوں گا۔ اور رسونتی تم یہ غوش فہمی دل سے نکال دو کہ میں تمھاری دماغی توانائی بحال ہونے دوں گا۔ تم ایسی ہی کمزور رہو گی۔ میں تمھارا برین واش کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والے کا جواب سُننا چاہتا تھا۔ رسونتی نے کہا: "میں بے بس ہوں۔ خدا سے دعا کرتی ہوں کہ کسی طرح خیال خوانی کے قابل ہو جاؤں۔ تم کتنے ہو، کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں ہے۔ میں بھی یہی سمجھتی ہوں۔ اس کے تعاون سے میں تمھارے فریب میں نہ آ سکی۔ میں اُس مہربان سے وعدہ کرتی ہوں، اگر وہ تمھارے ہتھکنڈوں سے مجھے بچا کر یہاں سے لے جانے کا تو میں ہمیشہ اُس کے کام آتی رہوں گی۔"

ڈیگر نے ہنستے ہوئے کہا: "بے وقوف عورت! ذرا سوچ سمجھ کر وعدہ کر۔ تیرے دماغ میں جو چھپا ہوا ہے اُسی نے فرزانہ اور سنینی کو خودکشی پر مجبور کیا تھا۔ وہی جوجو کو اغوا کر کے لے گیا ہے۔"

"مجھے اس کے خلاف بھڑکانے کی فضول سی کوشش کر رہے ہو۔ وہ تمھارا بھی بُرا ہو گا ہم سے بہتر ہو گا۔ وہ ماں کو بیٹے کا دشمن نہیں بنائے گا۔"

"ایک دشمن دوسرے سے بہتر نہیں ہوتا۔ ہمیشہ بدتر ہوتا ہے۔ تم اس کا سہارا لے کر پچھتاؤ گی۔ ویسے میں کسی کا سہارا لینے کا موقع ہی کب دوں گا۔"

پاسکل بوریا نے کہا: "رسونتی! میں بہتر ہوں یا بدتر یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ تم اطمینان رکھو، یہ شیطان آئندہ تم پر تنویمی عمل نہیں کر سکے گا۔"

ڈیگر نے کہا: "میں اتنی دیر سے تمھاری باتیں سننے کے لیے ہی باتیں بنا رہا تھا۔ میں ایک شخص کو رسونتی کے سامنے بھیج رہا ہوں، تم اس کی آواز سُن کر اُس کے دماغ میں آؤ۔ میں کچھ اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

رسونتی نے جلدی سے کہا: "نہیں، میرے مہربان تم نہ جانا۔ یہ تم سے سودے بازی کرے گا۔ تمھیں میرا دشمن بنانے کی کوشش کرے گا۔"

پاسکل نے کہا: "تم اطمینان رکھو۔ میں کوئی نادان بچہ نہیں ہوں۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ دشمنوں کی بھی باتیں سُن لیا کرو۔ میں سُن کر جلد ہی واپس آؤں گا۔"

"تمھارے جاتے ہی یہ دماغی جھٹکے پہنچائے گا۔"

"تم سیاست کو نہیں سمجھتی ہو۔ یہ تمھیں اذیتیں پہنچائے گا تو تم ایک عرصے تک کمزوری کے باعث خیال خوانی نہیں کر سکو گی۔ اور خیال خوانی کے بغیر تمھاری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ اور اس کا سپر ماسٹر ایک عام سی عورت کو قیدی بنا کر کیا حاصل کریں گے؟ کچھ نہیں۔"

رسونتی نے پوچھا: "کیا میں سپر ماسٹر کی قید میں ہوں؟"

ڈیگر نے کہا: "ہاں، اب چھپانا فضول ہے۔ میں سپر ماسٹر کے لیے اور یہ تمھارا نامہربان ماسک مین کے لیے کام کر رہا ہے۔ اور یہ درست کہہ رہا ہے، میں ٹیلی پیتھی کے جھٹکے پہنچا کر تمھارے دماغ کا کچرا نہیں کرنا چاہتا۔ آرام سے پڑی رہو۔"

ایک شخص نے رسونتی کے پاس آ کر کہا: "مسٹر ابھی خیال خوانی کرنے والے! میں اپنی آواز سُنا کر جا رہا ہوں۔ یقیناً تم سُن رہے ہو۔ میرے دماغ میں چلے آؤ۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں۔"

وہ رسونتی کے کمرے سے باہر آیا۔ پاسکل نے کہا: "میں موجود ہوں۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

ڈیگر نے کہا: "شکریہ، تم نے میری بات مان لی۔ میں تم سے دوستی کے لیے نہیں کہوں گا۔ کیوں کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین آگ اور پانی ہیں۔ ہمارے درمیان دوستی جب بھی ہو گی، دشمنی کے پردے میں ہو گی۔"

"تم تمہید باندھ رہے ہو۔ کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ کہ میں بھی جوجو کے معاملے میں رکاوٹ بن سکتا ہوں۔"

"کیا پوچھ کر رکاوٹ بننا چاہتے ہو؟"

"ظنز نہ کرو۔ ایک دوسرے کے لیے رکاوٹ بننے کے نتائج پر غور کرو۔ یوں ہم ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں گے اور ہماری لڑائی سے فرہاد کی فیملی کو فائدہ پہنچے گا۔"

"اس بات کو اس وقت سوچنا تھا جب میں رسونتی کو بابا صاحب کے اڈے سے نکال کر لے جانا چاہتا تھا مگر تم نے فرہاد بن کر مجھ سے بڑا ڈراما پلے کیا۔ اور میرے شکار کو چھین کر لے گئے۔ تم مجھ سے دشمنی کی پہل کرنے کے بعد دوستی کی توقع کر رہے ہو؟"

"بدترین حالات میں بھی سمجھوتا ہو جاتا ہے۔"

"بے شک ہو جاتا ہے۔ میرا شکار مجھے واپس کر دو۔"

"تم احمقانہ مطالبہ کر رہے ہو۔ جنگل میں کتنی ہی پارٹیاں شکار کھیلنے جاتی ہیں۔ جو کامیاب ہوتا ہے، شکار اُسے مل جاتا ہے۔ سو ہمیں مل گیا۔"

"ابھی نہیں۔ ملاشکاریوں کا کھیل ابھی جاری ہے اور اس کھیل سے بوکھلا کر ہی تم نے مجھے یہاں بلایا ہے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو، رسونتی کو مجھ سے چھین کر لے جاؤ گے؟"

"سمجھتا ہوں، اسی لیے تمھارے سامنے دیوار بن گیا ہوں۔ اگر تمھارے خیال کے مطابق ناکام ہوا تو رسونتی کو تمھارے کام کے قابل نہیں چھوڑوں گا، اسے ذہنی مریضہ بنا دوں گا۔"

"میں اس کے جواب میں جوجو کو قتل کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے، اس طرح بھی ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ اُس دوزخی فرہاد کی فیملی میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہے گا۔ ایک آرمر ہے وہ کسی کام کا آدمی نہیں ہے اور بہت ممکن ہے، جوجو کے بعد وہ بھی زندہ نہ رہے۔ خود اپنی ہی جان سے کھیل جائے۔"

"اس کا مطلب ہے، سمجھوتے کی کوئی صورت نہیں رہ گئی؟"

"تم ذرا کم سمجھتے ہو۔ میں نے تو کہہ دیا ہے، سمجھوتا ہو گا۔ رسونتی کو میرے حوالے کر دو۔"

"لعنت ہے تم پر، جاؤ جو کر سکتے ہو کر لو۔ ہم تم سے کم نہیں ہیں۔"

"بڑے بھائی! ناراض کیوں ہوتے ہو، ایک اور صورت بھی ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"رسونتی نہ ہمارے پاس ہو نہ تمھارے پاس۔ اُسے کسی تیسری جگہ رکھا جائے۔ اُس تیسری جگہ کا علم صرف ہم دونوں کو ہو گا اور وہ ہماری قید میں رہ کر ہم دونوں کے کام آتی رہے گی۔"

وہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولا: "یہ مشورہ احمقانہ

بھی ہے، عجیب بھی ہے مگر طل کو بھی لگتا ہے، میں سپر ماسٹر سے مشورہ کروں گا۔ اگر وہ راضی ہو جائے تو جوجو کو بھی اُس تیسری جگہ پہنچانا ہوگا۔"

"اس کے لیے میں بھی ماسک میں سے مشورہ کر لوں گا۔"

"اچھی بات ہے، ہم آدھے گھنٹے بعد پھر اس شخص کے دماغ میں ملیں گے۔"

وہ دونوں اپنے اپنے حاکم کے پاس آئے۔ سپر ماسٹر نے تمام باتیں سُننے کے بعد کہا۔ "جب تک رسونتی کا دماغ کمزور رہے گا وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا ہمیں پریشان کرتا رہے گا۔ تیسری جگہ والی بات اُن حالات میں معقول ہے جب رسونتی ہمارے ہاتھ سے نکلنے لگے یا دشمن اسے دماغی مریضہ بنا دے لیکن میں ایسے حالات پیدا نہیں ہونے دوں گا۔"

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"جن ڈاکٹروں نے رسونتی کا معائنہ کیا تھا، اُن کی رپورٹ آگئی ہے۔ وہ کہتے ہیں، آپریشن کے ذریعے اس کی زبان میں ایسی تبدیلی لائی جائے گی کہ اس کی آواز اور لہجہ بدل جائے گا۔ اگر ہم اس کا چہرہ بھی تبدیل کر دیں تو کوئی اسے پہچان نہیں سکے گا اور اجنبی لہجے کے باعث اس کے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

ڈیگر نے کہا۔ "ایسا فوراً ہونا چاہیے۔ لیکن رسونتی کا دماغ جب تک اپنی نئی آواز اور لہجے کا عادی نہیں ہو گا اور پرانی آواز اور لہجے کو نہیں بھولے گا تب تک وہ دشمن دماغ میں آتا رہے گا۔ اس کا راستہ روکنے کے لیے تنویمی عمل بہت ضروری ہے۔ کچھ عرصے کے لیے اس کے دماغ کو حساس بنانا ہوگا۔"

"تم دیکھ چکے ہو، وہ تنویمی عمل کے دوران رکاوٹ بن جاتا ہے۔"

اسی وقت دوسرے ڈیگر نے آکر کہا۔ "وہ لوگ جوجو کو آپریشن تھیٹر لے جا رہے تھے۔ اس پرائیویٹ اسپتال میں ڈاکٹر، نرس، وارڈ بوائے سے لے کر ایک معمولی سپاہی تک یوگا کے ماہر ہیں۔ جب میں نے دیکھا کہ جوجو کو بے ہوش کر دینے کے بعد بھی پھر کسی کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی تو میں نے وہاں اپنے سفیر کے ذریعے ایئر فورس کے ایک افسر اور پائلٹ تک رسائی حاصل کی۔ پائلٹ نے میری مرضی کے مطابق ایک طیارہ اُڑایا اور اس اسپتال پر بمباری کر دی۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "یہ تم نے کیا کیا؟ جوجو بمباری میں مر گئی ہوگی؟"

ڈیگر نمبر دو نے کہا۔ "اُس آپریشن کو روکنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ آپریشن کے بعد جوجو کا ذہن تبدیل ہو جاتا۔ آواز اور لہجہ بدل جاتا پھر ہم اُسے کبھی پا نہ سکتے۔ ماسک میں اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھاتا رہتا۔ وہ ہمارے لیے مرچکی ہوتی لہٰذا اگر بمباری کے نتیجے میں مرتی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے، بہرحال وہ زندہ ہے۔ میں اس کے دماغ سے ہو کر آرہا ہوں۔ آپریشن کا معاملہ ذرا کھٹائی میں پڑ گیا ہے۔"

"شاباش، تم نے زبردست کام کیا ہے۔"

"سر! ہماری کامیابی تو یہ ہے کہ دو نہایت تجربے کار اور سرجری کے ماہر ڈاکٹر جو دماغ کا آپریشن کرنے والے تھے، وہ بمباری سے ہلاک ہو گئے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا تم ڈاکٹروں کے دماغوں میں گئے تھے؟"

"نہیں، وہ گونگے بنے رہتے تھے۔ میں کبھی اُن کی آواز نہ سُن سکا۔ جوجو کے دماغ میں رہ کر ایک فوجی افسر کی رپورٹ سُنی ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق دونوں ڈاکٹر مر چکے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے آپریشن کے لیے از سر نو انتظامات میں کافی وقت لگے گا۔ جاؤ کسی طرح جوجو کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کرو۔ ناکامی کی صورت میں اس لڑکی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا۔"

ڈیگر نمبر دو چلا گیا تو نمبر ایک نے پوچھا۔ "ہم رسونتی کو کس طرح دشمن سے چھپا کر رکھ سکتے ہیں؟"

"ایک ہی راستہ ہے۔ تمھیں مسلسل رسونتی کے دماغ میں خاموش رہنا ہوگا۔ جب یقین ہو جائے کہ دشمن نہیں ہے تو اس عورت کو فوراً فرانس میں لا کر حکم دو کہ تمھارے سوا کوئی بھی سوچ کی لہر آئے تو اس کا دماغ محسوس کر لے اور وہ فوراً سائنس روک لے، تم اتنا کرلو، باقی کام آپریشن سے ہو جائے گا۔"

ڈیگر نمبر ایک بڑی خاموشی سے رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُدھر پاسکل، جوجو کے معاملے میں مصروف ہو گیا تھا۔ ایئر فورس کے پائلٹ کا بیان تھا کہ اس کے دماغ پر کسی نے قبضہ جمایا ہوا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق یہی سمجھ میں آتا تھا کہ سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسپتال کو تباہ کر دیا ہے۔ پاسکل نے ماسک میں سے پوچھا۔ "بمباری کس وقت ہوئی تھی؟"

ماسک میں نے کہا۔ "ٹھیک دس بج کر دس منٹ پر۔"

پاسکل نے کہا۔ "میں دس بجے سے ساڑھے دس بجے تک ایک شخص کے دماغ میں رہ کر سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے سے گفتگو کر رہا تھا۔ پھر وہ کیسے اسپتال پر بمباری کرا سکتا ہے۔"

"کیا تمھاری گھڑی ٹھیک روسی وقت کے مطابق ہے؟"

"جی ہاں۔ میں وقت کا حساب کر کے یقین سے کہتا ہوں کہ یہ کسی دوسرے خیال خوانی کرنے والے کی بدمعاشی ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ سپر ماسٹر کے پاس کوئی دوسرا بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے؟"

"ہو سکتا ہے، دوسرا بھی ہو۔ لیکن میں نے ٹرانسفارمر مشین سے گزرتے وقت ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دیکھا تھا۔ بہرحال آمر بھی اپنی بہن جوجو کو آپریشن سے بچانے کے لیے ایسا کر سکتا ہے۔"

"بے شک آمر ایسا کر سکتا ہے۔"

پاسکل نے آمر کے پاس آکر کہا۔ "ہم سمجھتے تھے، تم انسان کے روپ میں فرشتہ ہو۔ دشمنوں کو بھی جانی نقصان نہیں پہنچاتے۔ مگر تم نے اسپتال پر بمباری کرا کے کتنے ہی بے گناہ انسانوں کو موت کی نیند سلا دیا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو! میں اپنے کوارٹر میں بیٹھا دعائیں مانگ رہا ہوں۔ اپنی معصوم جوجو کی سلامتی کے لیے الٰہ مریم سے التجائیں کر رہا ہوں۔ دیکھو، میں صلیب کے سائے میں ہوں، میرا ایمان ہے، میں نے اور میری بہن نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا، خداوند یسوع مسیح جوجو کو بھی نقصان نہیں پہنچنے دے گا۔"

دوست ہوں یا دشمن، سبھی جانتے تھے کہ آمر کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ پاسکل فطرتاً شیطان تھا۔ لیکن وہ بھی مانتا تھا کہ آمر صلیب کے سائے میں کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔ اُس نے پوچھا۔ "آمر! ابھی وہ اسپتال میں تباہی مچانے والا کون ہو سکتا ہے؟ وہ سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے، وہ بمباری کے وقت مجھ سے گفتگو کر رہا تھا۔"

آمر نے کہا۔ "تم میڈونا کو بھول رہے ہو۔"

"میڈونا کو میں دانیال سے چھین کر لایا تھا۔ وہ میری فرماں بردار ہے میرے خلاف ایسا نہیں کرے گی۔"

"تم اُس پر اندھا اعتماد کر رہے ہو۔ ذرا اُسے ٹٹول کر دیکھو۔"

یہ سُنتے ہی پاسکل نے وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر میڈونا کے دماغ میں پہنچا لیکن اس نے سانس... روک لی۔ دوسری بار اُس نے دماغ میں پہنچتے ہی مخصوص کوڈ ورڈ ادا کیے۔ وہ ناگواری سے بولی۔ "یونان سنس! تم کون ہو؟ اور یہ کیسے الفاظ ادا کر رہے ہو، کیا یہ کوڈ ورڈز ہیں؟ اگر ہیں تو ان سے میرا کیا تعلق ہے؟"

"اچھا تو تم کوڈ ورڈز بھول گئی ہو اور میری آواز نہیں پہچانتی ہو۔ کیا دانیال کو بھول گئی ہو جس نے علی تیمور کے حکم پر تمھیں قتل نہیں کیا تھا۔ تم پر تنویمی عمل کر کے تمھیں اپنی کنیز بنا لیا تھا۔"

وہ دو انگلیوں سے اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے بولی۔ "ٹھہرو، مجھے سمجھنے دو کہ میں کن حالات سے گزرتی رہی ہوں۔ ابھی جاؤ۔"

اس نے سانس روکی۔ پاسکل بوبا دماغی طور پر اپنی جگہ آگیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ دانیال نے میڈونا پر جو تنویمی عمل کیا تھا، اس کا اثر ختم ہو چکا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا دانیال نے کتنے عرصے کے لیے اُسے اپنی معمولہ بنایا ہے۔ اس نے ایک ہفتے بعد چپ چاپ میڈونا کے ذہن کو ٹٹول کر دیکھا تھا۔ وہ بدستور تنویمی عمل کے اثر میں تھی۔ اپنے عامل دانیال کو پوجتی تھی اور پاسکل اس کے عامل دانیال کے لب و لہجے میں اُسے کنٹرول کرتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ تنویمی عمل کا اثر جس دن بھی ذرا کمزور پڑے گا اسی دن وہ میڈونا کو اپنے عمل کے اثر میں لے آئے گا۔

وہ پچھلے چوبیس گھنٹوں سے ماریہ کو اغوا کرنے، سونیا اور پارس سے نمٹنے اور رسونتی کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں اس قدر مصروف رہا کہ میڈونا کے دماغ میں پہنچنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چوبیس گھنٹے میں میڈونا تنویمی عمل کے اثر سے نکل کر آزاد ہو جائے گی جوں کہ وہ دانیال کے لہجے میں بولتا تھا، اس لیے وہ پاسکل کی حیثیت سے اسے نہیں پہچانتی تھی۔ اور اب آزاد ہونے کے بعد دانیال کو بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو رہی تھی۔

ادھر میڈونا کو ایک ایک بات یاد آگئی تھی۔ دانیال نے اُسے رسونتی اور علی تیمور سے بچایا تھا۔ اس کے لیے اُس کا نام اور اصلی شخصیت کو تنویمی عمل کے ذریعے گم کر دیا تھا۔ وہ بھی راضی خوشی اس کے زیر اثر آگئی تھی کیوں کہ جان بچانے کا یہی ایک راستہ تھا۔

اب وہ ہر صبح ناشتے کے بعد سے نکل کر سوچ رہی تھی کہ کیا مجھے پھر دانیال کے زیر اثر رہنا چاہیے؟ اور اس کی برتری کو قبول کرنا چاہیے؟ ہرگز نہیں۔ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ میں اپنی الگ حیثیت منواتی رہوں گی۔

وہ دانیال کی موت سے بے خبر تھی۔ یاسکل نے دستو کے مطابق ابھی اُسے دانیال بن کر مخاطب کیا تھا، اس لیے وہ اُسے زندہ سمجھ رہی تھی۔ اُس نے سوچتے رہنے کے دوران ایک عدد سالباس پہنا، آئینے میں خود کو دیکھا، چہرے پر ہلکا سا میک اَپ کیا۔ یہ میک اَپ نہ ہوتا تب بھی وہ بلا کی حسین تھی۔ اس نے پرس میں اچھی خاصی کرنسی رکھی پھر اس رہائش گاہ سے باہر آگئی۔

اس کی دانست میں دانیال موجودہ رہائش گاہ کا مکین جانتا تھا۔ خود وہاں آکر یا اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے اسے قیدی بنا کر اس کے دماغ کو کھرچ کر کسی بھی تنویمی عمل کر سکتا تھا۔ اس طرح وہ کبھی اس کے اثر سے نکل نہ پاتی۔ اس کی تابعدار بن کر زندگی گزارتی رہتی۔

ابھی یہ سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا کہ تنہا کہاں جائے گی اور کس طرح دشمنوں سے چھپتی رہے گی۔ اس کے خیال میں ایک طرف فرہاد کی فیملی اس کی جان لینا چاہتی تھی۔ کیوں کہ اسی نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے فرہاد پر گولی چلائی تھی۔ پھر ماسک مین کا خیال خوانی کرنے والا بھی اس کا مخالف تھا۔ دوسری طرف سپر ماسٹر اس کی طویل غیر حاضری سے دشمن بن گیا ہوگا۔ لیکن ابھی وہ دانیال کے خطرے سے دُور جا رہی تھی۔

اس نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے سوچا۔ اگر میں میک اَپ کے ذریعے چہرے میں تبدیلی کر لوں تو دانیال مجھے پہچان نہیں سکے گا۔

وہ فرانس کے ایک چھوٹے سے شہر لا مینز میں موجود تھی، وہاں بڑے شہر کی طرح خاطر خواہ میک اَپ کا سامان نہیں مل سکتا تھا۔ تلاش کرنے پر اسٹیج ڈراموں کے میک اَپ کی چیزیں اور کئی طرح کی وگیں نظر آئیں۔ اس نے اپنی پسند کی چند چیزیں خریدیں۔ پھر تھیٹر کے ایک میک اَپ مین کا پتا معلوم کرتے اس کے گھر پہنچ گئی۔ وہ ایک بوڑھا آدمی تھا اور تنہا رہتا تھا۔ وہ اسے پانچ سو ڈالر دیتے ہوئے بولی: "میرے چہرے پر کچھ ایسی تبدیلی لے آؤ کہ پہچانی نہ جا سکوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا: "زیادہ رقم دے کر چہرہ چھپانے والے مرد کبھی کبھی آتے ہیں۔ مگر ایک لڑکی پہلی بار آئی ہے۔ قانون سے چھپ رہی ہو یا مجرموں سے؟"

"تم اپنے کام سے مطلب رکھو۔ کوئی سوال نہ کرو۔"

"تمھیں غلطیوں سے بچانے کے لیے سوالات کر رہا ہوں۔ تم جواب دے کر میری نیک نیتی کو سمجھ لو گی۔"

اس نے جواب دیا: "میں قانون کے محافظوں اور اپنے دشمنوں، دونوں سے چھپنا چاہتی ہوں۔"

"کیا تم نے چھپنے کے لیے پچھلی تمام نشانیاں مٹا دی ہیں، صرف یہ چہرہ رہ گیا ہے؟"

"ہاں۔ میں نے پچھلی رہائش گاہ اور اپنے استعمال کی تمام چیزیں چھوڑ دی ہیں۔"

"اور یہ کار جو باہر کھڑی ہے؟"

وہ چونک کر بولی: "اوہ گاڈ! میں تو بھول گئی تھی۔ اس گاڑی کے ذریعے یہاں پہنچ سکتا ہے۔"

"سوچتی کیا ہو۔ فوراً جاؤ اور اسے کہیں پھینک کر آؤ۔ تم عالدار لگتی ہو۔ ایک گاڑی کا نقصان برداشت کر سکتی ہو۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی گاڑی میں آکر بیٹھ گئی، اُسے ڈرائیو کرتی ہوئی شہر کے ایک مصروف علاقے میں آئی۔ وہاں گاڑی کو چھوڑا۔ پھر ایک گھوڑے والی بگھی میں بیٹھ کر بوڑھے میک اَپ مین کے پاس آگئی۔ اس دوران وہ بوڑھے کے خیالات پڑھتی رہی۔ پتا چلا اُس نے اب تک کتنے ہی مجرموں کو... میک اَپ کے ذریعے چھپایا تھا اور ان کے خلاف پولیس میں مخبری نہیں کی تھی۔ وہ عام انسانوں کی طرح تھوڑا بے ایمان اور تھوڑا ایماندار تھا۔ جس کا کام کرتا تھا، اُس سے کبھی بھی بے ایمانی نہیں کرتا تھا۔ اس کا نام اور لالنو سا چا تھا۔ اس نے ایک جوان لڑکی کی تصویر میڈونا کو دکھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہ صورت بنا دوں؟"

اس نے تعریف کرتے ہوئے کہا: "بہت خوب صورت ہے۔ کون ہے یہ؟"

"میری بیٹی تھی۔ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"مجھے یہ سن کر افسوس ہوا۔ آؤ اور میرے وجود میں اپنی بیٹی کو پھر سے زندہ کر دو۔"

وہ اپنا کام شروع کرتے ہوئے اپنی بیٹی بار بارا کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ ایک بدمعاش نے بار بارا کے چہرے پر تیزاب پھینک دیا تھا۔ اس کا چہرہ بُری طرح جھلس گیا تھا۔ پھر وہ مر گئی۔

اور لالنو سا چا اپنی بیٹی کی دُکھ بھری داستان سُنانے کے ساتھ ساتھ پوری توجہ اور مہارت سے اپنا کام بھی کرتا جا رہا تھا۔ میڈونا وہاں کریناکیمرون کے روپ میں آئی تھی۔ بوڑھے اور تجربے کار سا چا کے مشاق ہاتھ اسے رفتہ رفتہ بار بارا بنا رہے تھے۔ وہ بولی: "اب تم پھر اپنی بار بارا کو زندہ کر رہے ہو۔ لوگوں سے کیا کہو گے؟"

"لوگ تمھیں نہ دیکھیں تو بہتر ہوگا۔ شام ہو چکی ہے، تھوڑا میک اَپ مکمل ہونے تک رات ہو جائے گی۔ تم اندھیرے میں چھپ کر جا سکو گی۔"

رات کے آٹھ بجے میک اَپ مکمل ہو گیا۔ آئینہ کہہ رہا تھا، وہ چہرے کے ایک ایک نقش کے اعتبار سے بار بارا بن گئی ہے۔ سا چا گم صُم کھڑا اپنی بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی بوڑھی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ رہی تھیں۔ میڈونا نے کہا: "میں تمھارے جذبات کو سمجھ رہی ہوں۔ آؤ مجھے گلے لگا کر پیار کرو۔ میں تمھاری بیٹی ہوں۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ آئینے کے پاس سے گھوم کر سا چا کے سامنے آئی۔ اُس نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔ تھوڑی دیر تک روتا رہا۔ پھر اس کی پیشانی کو بوسہ دے کر الگ ہو گیا۔ جیب سے پانچ سو ڈالر نکال کر واپس کرتے ہوئے بولا: "میں نے باپ بن کر پیار کیا ہے۔ بیٹی سے رقم نہیں لوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی: "رقم واپس لوں گی تو رشتہ پکا ہو جائے گا۔ میں تمھیں یہاں تنہا نہیں رہنے دوں گی۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ تم میرے ساتھ رہو گی۔"

وہ رقم لے کر پرس میں رکھتے ہوئے بولی: "تمھاری بیٹی بہت دولت مند ہے۔ آج سے تم کام نہیں، آرام کرو گے۔ میں جہاں جاؤں گی، میرے سرپرست بن کر ساتھ رہو گے۔"

"بیٹی! تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟ کیا کرتی ہو؟ مجھے معلوم ہونا چاہیے۔"

اس نے اپنی زندگی کے حالات مختصر طور پر بیان کیے۔ سا چا نے حیرانی سے پوچھا: "تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گئی پھر اُس کی ایک ایک سوچ کو بیان کرنے لگی۔ بوڑھے سا چا نے قائل ہو کر کہا: "میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سُنا تھا۔ آج اپنے دماغ کے اندر اس کا عمل دیکھ رہا ہوں۔ بیٹی بتاؤ تم نے غلط کس دشمن سے چھپ رہی ہو؟"

"یوں تو دانیال سے چھپنے یہاں آئی ہوں۔ وہ تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ پر حاوی تھا اور میری رہائش گاہ سے واقف تھا۔ اس کے عمل سے آزاد ہوتے ہی میں نے وہ رہائش گاہ، چھوڑ دی ہے۔"

"کیا وہ تمھارے دماغ میں نہیں آسکتا؟"

"وہ آتا ہے۔ میں سانس روک لیتی ہوں۔ اس کی سوچ کی لہریں دماغ سے باہر چلی جاتی ہیں۔ وہ معلوم نہیں کر سکے گا کہ میں تمھارے پاس اس مکان میں ہوں۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے اور کتنے دشمن ہیں؟"

"سب سے خطرناک فرہاد علی تیمور ہے۔ میں نے ایک آلۂ کار کے ذریعے اُسے گولی مار دی تھی۔ پتا نہیں وہ زندہ ہے یا مر گیا؟"

"وہ مر چکا ہے۔ ملک کے تمام اخبارات نے اس کی موت پر پریسیڈنٹ کا پیاں شائع کی تھیں۔ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اس کی موت کی خبر نشر کی گئی تھی۔"

میڈونا کا سر جھک گیا۔ وہ آہستگی سے بولی: "میں نے اچھا نہیں کیا۔ سپر ماسٹر کے حکم پر میں نے خود ہی فرہاد کو دشمن بنا لیا تھا۔ آج میں سپر ماسٹر کے پاس نہیں جا سکتی۔ میری اتنی طویل غیر حاضری سے اسے یقین ہو گیا ہوگا کہ میں اس کے دشمنوں کے لیے کام کر رہی ہوں۔ وہ بہ ظاہر مجھے معاف کر دے گا۔ مگر پردے قتل کرا دے گا۔ میں گھر کی رہی نہ گھاٹ کی۔"

"بیٹی! سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا کرو۔ عقل کی بات یہ ہے کہ دوست بناؤ، دشمن نہ بناؤ۔ کسی سے دوستی نہ کر سکا جا ہو تو کوئی بات نہیں مگر کسی حال میں دشمنی نہ کرو۔ دشمنی سکون چھین لیتی ہے۔"

"میں اس نصیحت پر عمل کروں گی۔"

"خود کو مصروف رکھنے کے لیے لوگوں کے دماغوں کو چھاپ پڑھتی رہو اور خود کو ظاہر کیے بغیر اُن کے کام آتی رہو۔ پھر دیکھو، تمھیں کس قدر روحانی سکون ملے گا۔"

"پاپا! میں نے فرہاد کا ریکارڈ پڑھا تھا۔ وہ ایک اچھا انسان تھا۔ جس کا دوست بن جاتا تھا، اُس کے لیے جان کی بازی لگا دیتا تھا۔ اس کی موت نے مجھے اندر سے جھنجھوڑ دیا ہے۔ میں اس کی موت کی ذمے دار ہوں۔"

"اپنے دل کا بوجھ نہ بڑھاؤ۔ ہر انسان سے غلطی ہوتی ہے۔ تم خود کو اس طرح سمجھاؤ کہ جب بھی موقع ملے گا، اس غلطی کی تلافی کر دو گی اور فرہاد کے بیوی بچوں کے بُرے وقت میں آئندہ کام آتی رہو گی۔"

"ہاں اسی طرح میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو سکتا ہے۔"

"اور بتاؤ کتنے دشمن ہیں؟"

"فرہاد کی بیوی رسونتی ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ وہ میری تاک میں ہوگی۔ اس نے میری آواز سُنی ہے، ایک بار مجھے دماغی جھٹکے سہنا پڑ چکے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ وہ شوہر کی موت کا بدلہ لینے میرے پاس کیوں نہیں آ رہی ہے؟ اُس نے ایک بار بھی خیال خوانی کے ذریعے مجھے پریشان نہیں کیا۔"

"غیر معمولی صلاحیت رکھنے والی عورت اپنے شوہر کا خون

معاف نہیں کرے گی۔ میرا خیال ہے ابھی وہ کسی مصیبت یا الجھن میں ہے اس لیے تمہیں نظر انداز کر رہی ہے۔ جب وہ آئے تو سانس روک لیا کرنا۔ جب تک میں نہ کہوں اس سے بات نہ کرنا۔ سیدھی سی بات ہے، ایسی عورت سے براہِ راست ہونے والی گفتگو ناکام رہتی ہے۔ ہم اس کے بچوں کے ذریعے اسے موم کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"پاپا! تم بڑے تجربے کی باتیں سمجھا رہے ہو۔"

"آگے بولو اور کتنے دشمن ہیں؟"

"سپر ماسٹر کے پاس ایک خیال خوانی کرنے والا ہے، اور دوسرا خیال خوانی کرنے والا شاید ماسک میں کے لیے کام کر رہا ہے۔ میرا دل کہتا ہے، اگر کسی طرح سونیا مجھے معاف کر دے تو رسونتی بھی معاف کر دے گی۔ فرہاد کی فیملی میں سونیا سب سے سمجھ دار عورت ہے۔ میں اس کی پناہ میں پہنچ جاؤں تو دشمن آسانی سے مجھ پر حملہ نہیں کر سکیں گے۔ وہ فولاد ہے فولاد جس کے سر پر محبت سے ہاتھ رکھتی ہے اُسے بھی فولاد بنا کر چھوڑتی ہے۔"

"ایسی بات ہے تو ہم سونیا تک پہنچنے کی کوشش کریں گے، وہ کہاں مل سکتی ہے؟"

"وہ پیرس میں ہوگی۔"

"ہم کل صبح یہاں سے روانہ ہوں گے۔"

"پاپا! میں یہاں مطمئن نہیں ہوں۔ دانیال کے آدمی یہاں آسکتے ہیں۔ وہ مجھے نہیں پہچانیں گے مگر دانیال ان کے ذریعے تمہارے دماغ میں پہنچ کر سب کچھ معلوم کر لے گا۔"

"اس کا مطلب ہے، میں تمہارے لیے خطرہ ہوں۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ تم اپنا دل اور دماغ راضی خوشی میری طرف مائل کر لو تو میں تم پر تنویمی عمل کروں گی۔ اور تمہارے دماغ میں یہ بات نقش کر دوں گی کہ میں تمہاری بیٹی ہوں۔ امریکا سے آئی ہوں اور کچھ عرصے تک تمہارے ساتھ رہوں گی۔ اس طرح یہ بات تمہارے دماغ سے نکل جائے گی کہ تم نے کسی لڑکی کو اپنی بار بردار کا روپ دیا ہے۔"

اُسے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا، وہ تنویمی عمل کے لیے راضی ہو گیا۔

پاسکل بوبا پریشان تھا۔ یہ اندیشہ سر اُٹھا رہا تھا کہ ٹیڈونا سپر ماسٹر کے پاس چلی جائے گی تو اُدھر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ اس کے آدمی لامینز شہر میں اُسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ وہ ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ وہاں کسی بھی خطرناک تنظیم کا کوئی ایجنٹ یا آلۂ کار نہیں تھا۔ پاسکل اپنے آلۂ کاروں کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں پہنچا سکتا تھا۔ مگر یہ بات فرانس کی حکومت کے علم میں آجاتی کہ ریڈ پاور کے باس نے لامینز شہر میں اپنے آدمی بھیجے ہیں اور وہ میڈونا کو گرفتار کرنے سے پہلے یہ بات کسی کے علم میں لانا نہیں چاہتا تھا۔

مختصر یہ کہ پاسکل کے بیس آدمی کاروں کے ذریعے رات کے نو بجے اُس شہر میں پہنچے۔ اس دوران پاسکل نے لامینز کے ایک پولیس افسر کو فون کیا تھا اور کہا تھا: "کرینا کیمرون نامی ایک لڑکی نے اپنے آشنا کو قتل کر کے اس کی لاش کہیں چھپا دی ہے۔ وہ فلاں بنگلے میں رہتی ہے، اُسے فوراً گرفتار کریں، میں قتل کے ثبوت کے ساتھ شام تک وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

پولیس افسر نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

اس نے اپنا فرضی نام اور پتا بتا کر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا، پھر اس افسر کے اندر رہ کر میڈونا کے بنگلے میں گیا۔ وہ مقفل تھا۔ افسر دروازے کا لاک توڑ کر اندر گیا۔ وہاں سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ کرینا کیمرون کی تصویر بھی نہیں ملی۔ ایک پڑوسی نے اس کا مبہم سا حلیہ بتایا۔ پاسکل، افسر کو پورے شہر میں دوڑاتا رہا۔ شہر سے باہر جانے والے راستوں کی پولیس چوکیوں میں جا کر اس حلیے کی لڑکی کے بارے میں پوچھا گیا۔ جواب میں مایوسی ہوئی۔

پاسکل کے ساتھ ماسک میں بھی پریشان تھا۔ وہ کسی بھی قیمت پر ٹیلی پیتھی جاننے والی میڈونا کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا: "باس کے آدمی اس شہر میں پہنچ کر اسے تلاش کرتے رہیں گے۔ تم باس سے کہو، اپنے آدمیوں کو فرانس کے مختلف شہروں میں بھیج دیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ لڑکی ٹیک اَپ میں چھپی ہوئی ہے۔ کسی چھوٹے شہر میں جا کر پناہ لے گی۔ فرہاد کی فیملی کے خوف سے پیرس کا رُخ نہیں کرے گی۔"

پاسکل نے ماسک میں کا حکم ریڈ پاور کے باس کو سنا دیا۔ باس نے کہا: "میرے آدمی اس ملک کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں جا کر اسے تلاش کرتے رہیں گے۔"

میڈونا کے چکر میں پاسکل کئی گھنٹے تک رسونتی کے پاس نہ جا سکا۔ جب وہ گیا تو مایوسی ہوئی۔ رسونتی نے سانس روک لی تھی، اس کا مطلب یہی تھا کہ ڈیجر تنویمی عمل کے ذریعے رسونتی کے دماغ کو حساس بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اب وہاں پاسکل کی دال نہیں گل سکتی تھی۔

مایوسی صرف پاسکل کے نصیب میں نہیں تھی، صرف

ماسک مین بازی نہیں ہار رہا تھا۔ سپر ماسٹر کو بھی مات ہو رہی تھی۔ ڈیگر نمبر دو نے آکر کہا "سر! ہم دھوکا کھا گئے۔ ماسک مین نے یہ جھوٹی خبر پھیلائی تھی کہ دونوں تجربے کار ڈاکٹر مارے گئے ہیں۔ اب جوجو کے آپریشن میں تاخیر ہوگی۔ جب کہ دونوں ڈاکٹر زندہ ہیں۔ انھوں نے آپریشن سے پہلے جوجو کو بے ہوش کر دیا ہے۔ اب میں اس کے دماغ میں جا کر یہ معلوم نہیں کر سکوں گا کہ کس اسپتال میں آپریشن ہو رہا ہے۔ مجھے افسوس ہے، جوجو کو ہلاک کرنے کا بھی کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "کوئی بات نہیں۔ ہم نے زسونتی کو دشمن خیال خوانی کرنے والے سے بچا لیا ہے۔ معلوم کرو دشمن جوجو کے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں؟"

اب جوجو تک پہنچنا دشوار تھا۔ کسی کو اس کے دماغ میں جگہ مل نہیں سکتی تھی اور ماسک مین اسپتال میں بہاری کے بعد بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ اسی طرح سپر ماسٹر، رسونتی تک پہنچنے کے تمام راستے بند کر چکا تھا۔ دونوں کے خیال خوانی کرنے والے فی الحال بے بس تھے۔ پاسکل بوبا کی تمام تر توجہ اب میڈونا تک پہنچنے کے لیے تھی۔ وہ اپنی دانست میں سونیا اور پارس کی کمزوریوں سے کھیلنے کے لیے ماریہ کو اغوا کر چکا تھا۔

سپر ماسٹر اور ڈبل ڈیگر اب تک میڈونا سے بے خبر تھے۔ انھیں بہت پہلے اطلاع مل چکی تھی کہ وہ مر چکی ہے۔ پاسکل بوبا اُن کی لاعلمی سے جلد از جلد فائدہ اٹھا لینا چاہتا تھا۔ اس کے آدمی لامینز شہر میں اسے تلاش کر رہے تھے۔ اُن میں سے دو شخص آدھی رات کے بعد اور لالو ساچا کے مکان پر پہنچے۔ انھوں نے اندازہ لگایا تھا کہ میڈونا بچنے کے لیے بوڑھے میک اَپ مین کا سہارا لے سکتی ہے۔ میڈونا نے دروازے پر دستک سن کر پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی "پولیس۔ دروازہ کھولو۔"

اس نے بولنے والے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ تیزی سے اُن کے خیالات پڑھے۔ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ریڈ پاور کے آدمی ہیں اور تعداد میں دو ہیں۔ اُس نے دروازہ کھول کر پوچھا "آدھی رات کو معزز شہریوں کی نیندیں خراب کرنا کس کا قانون ہے؟"

ایک نے کہا "زیادہ قانون کی بات نہ کرو۔ تم کون ہو اور وہ بوڑھا میک اَپ مین کہاں ہے؟"

"وہ میرے پاپا ہیں۔ اس وقت سو رہے ہیں۔ آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"شام کو ایک لڑکی یہاں آئی تھی۔ تمھارے باپ نے میک اَپ کے ذریعے اس کا چہرہ بدل دیا۔ کیا یہ درست ہے؟"

"غلط ہے۔ یہاں کوئی لڑکی نہیں آئی تھی۔"

"تم کہاں سے آئی ہو؟ پڑوسیوں نے بتایا ہے کہ بوڑھے کی بیٹی شادی کے بعد امریکا میں رہتی ہے۔"

"میں امریکا سے آئی ہوں۔ اگر تم پولیس کا شناختی کارڈ دکھاؤ گے تو میں اپنا پاسپورٹ وغیرہ دکھاؤں گی۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر ایک نے کہا "اچھی بات ہے۔ ہم اپنے افسر کو بُلا کر لاتے ہیں، وہ اپنا شناختی کارڈ دکھائے گا۔"

وہ باہر چلے گئے۔ میڈونا دروازہ بند کر کے اُن میں سے ایک کے دماغ میں آگئی۔ وہ کسی ٹیلیفون بوتھ میں جا کر ریڈ پاور کے باس سے یا پاسکل بوبا سے رابطہ قائم کرنا چاہتے تھے اور کہنا چاہتے تھے کہ بوڑھے میک اَپ مین کی ہمیں مشکوک ہے، اُس کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کی جائے۔

پبلک کال بوتھ وہاں سے کافی دُور تھا۔ چلتے چلتے اُن میں سے ایک نے ریوالور نکال کر کہا "ہمارا شبہ درست ہے، وہی لڑکی کریا کیمرون ہے۔ اب وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔ فوراً اپنا ریوالور نکالو۔"

"تم ریوالور نکالنے کا مشورہ کیوں دے رہے ہو؟"

"میں نتھنے پر گولی چلانا مناسب نہیں سمجھتا۔"

وہ حیرانی سے بولا "کیا وہ لڑکی تمھارے دماغ میں ہے؟"

"تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ میں تین تک گنتے ہی گولی چلا دوں گا۔"

دوسرے نے گنتی شروع ہونے سے پہلے ہی ریوالور نکال کر کہا "ہمیں بچاؤ کی تدبیر کرنی چاہیے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم دونوں ریوالور واپس رکھ دیں۔ پھر اسے ہاتھ نہ لگائیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں سے گولی چلی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا، تکلیف سے کراہتا ہوا پیچھے گیا۔ پھر اس نے تو لی چلانے والے کو نشانہ بنایا۔ وہ بھی گولی کھا کر اچھلا۔ پھر زمین پر گر پڑا۔

اس کے بعد دونوں نے ایک ساتھ دوسری بار فائرنگ کی۔ آس پاس کے مکانوں کی کھڑکیاں کھلنے لگیں۔ کھڑکیوں سے جھانکنے والے، بیچ راستے پر دو خون آلود لاشوں کو دیکھ رہے تھے۔

میڈونا نے دس بجے تنویمی عمل ختم کر کے اور لالو ساچا کو سلا دیا تھا۔ دو گھنٹوں میں تنویمی نیند پوری ہو چکی تھی۔ اس نے ساچا کو جگاتے ہوئے کہا "فوراً یہاں سے نکل چلو۔ دشمن یہاں تک پہنچ سکتا ہے۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے چھوٹی سی ٹوکری میں اپنے اور میڈونا کے لیے ایک ایک جوڑا رکھا۔ کچھ ضروری کاغذات بھی رکھے۔ وہ بولی "ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت کے وقت ہر چیز حاصل کر لوں گی۔ دروازے کو لاک کر کے چلو۔"

وہ باہر آئے۔ دروازے کو مقفل کیا۔ پھر ایک طرف چل پڑے۔ جدھر فائرنگ ہوئی تھی اور دو لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ وہاں لوگوں کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ شہر کے دوسرے حصّوں میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ ویران راستوں کے فٹ پاتھ سے گزرنے لگے۔ چھوٹے سے شہر میں رات کے وقت شاذ و نادر ہی ٹیکسیاں نظر آتی ہیں۔ وہ کسی طرح اس شہر سے دُور نکل جانا چاہتے تھے لیکن ایسا کوئی ذریعہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

ایک راستے کے موڑ پر کسی نے آواز دی "رُک جاؤ۔"

وہ رُک گئے۔ حکم دیا گیا "ادھر آؤ۔"

انھوں نے اُدھر دیکھا۔ دو سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ وہ اُن کے قریب گئے۔ ایک سپاہی نے کہا "اے مسٹر ساچا! اتنی رات کو کہاں جا رہے ہو؟"

ساچا نے کہا "یہ میری بیٹی ہے۔ دو بجے والی ٹرین سے مارسیلز جا رہی ہے۔ اسے اسٹیشن تک پہنچانے جا رہا ہوں۔"

سپاہیوں نے جانے کی اجازت دے دی۔ ساچا نے کچھ دُور جا کر کہا "بیٹی! ہمیں ٹرین سے ہی جانا ہوگا۔"

وہ بولی "دشمن مختلف ذرائع سے تیز رفتار ٹرین میں پہنچ جائیں گے۔ شاید ریلوے اسٹیشن کے پاس ہمیں کسی گل جائے گی۔"

دُور سے ایک کار آتی ہوئی دکھائی دی۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں کار والے نے ایک حسینہ کو بوڑھے کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔ اس نے رفتار سُست کر دی۔ قریب آکر گاڑی روک دی۔ پھر پوچھا "کیا میں کوئی مدد کر سکتا ہوں؟"

ساچا اس سے باتیں کرنے لگا۔ میڈونا نے اس کی سوچ پڑھ کر سمجھ لیا۔ کم بخت عیاش ہے۔ میرے اشاروں پر چلے گا۔

وہ مسکراتے ہوئے قریب آئی پھر بولی "ہم بہت دُور جانا چاہتے ہیں۔"

وہ جواباً مسکرا کر بولا "تالی دونوں ہاتھوں سے بجے گی تو بہت دُور تک پہنچا دوں گا۔"

"تالی دونوں ہاتھوں سے بجے گی۔"

ساچا پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اجنبی نے پوچھا "یہ کانا کون ہے؟"

"کوئی بھی ہے۔ مگر چُھٹنے والا نہیں ہے۔"

"تو پھر وہ کام کہتا ہوں، آجاؤ۔"

وہ اس کے برابر والی سیٹ پر آگئی۔ ساچا پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا، کار آگے بڑھ گئی۔ اجنبی نے سوچا۔ ہاتھ بڑھا کر حسینہ کے بدن کو چھونا چاہیے۔ لیکن وہ کوشش کے باوجود اسٹیئرنگ پہیے سے ہاتھ نہ ہٹا سکا۔ پھر اس نے پریشان ہو کر سوچا۔ چلو باتوں سے ہی چھیڑ چھاڑ شروع کرنا چاہیے۔

اس نے کچھ کہنے کے لیے مُنہ کھولا۔ وہ مُنہ آپ ہی آپ بند ہو گیا۔ اس نے دوسری بار مُنہ کھولا تو کراہنے کی آواز نکلنے لگی۔ میڈونا نے پوچھا "تم کسی تکلیف میں مبتلا ہو؟"

وہ جواب دینا چاہتا تھا مگر مُنہ سے درد ناک آوازیں نکلنے لگیں۔ وہ بولی "کوئی بات نہیں۔ مُنہ اور زبان کو زحمت نہ دو۔ خاموش رہو۔"

ایک پولیس چوکی پر انھیں روکا گیا۔ ایک افسر نے پوچھا "تم لوگ کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟"

کار والے کو پہلی بار خیال آیا کہ وہ شہر سے باہر آگیا ہے لیکن وہ اپنی حیرانی اور پریشانی کو ظاہر نہ کر سکا۔ میڈونا کی مرضی کے مطابق بولا "میں راجر اسمتھ ہوں۔ یہ میری والف ہے اور پیچھے میرے فادر ہیں۔"

اُس نے ڈیش بورڈ کھول کر کاغذات نکالے۔ افسر نے کہا "ٹھیک ہے۔ کاغذات رہنے دیں۔ آپ جا سکتے ہیں۔"

اُس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ سوچنے لگا۔ میں شہر سے باہر کیسے چلا آیا؟ اب بھی بے اختیار اس راستے پر ڈرائیو کر رہا ہوں۔

اچانک وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا "یہ کار آگے جا کر رُکے گی ضرور رُکے گی۔ اسے کوئی شیطانی قوت زبردستی نہیں چلا سکے گی۔ کیوں کہ پٹرول ختم ہو رہا ہے۔"

میڈونا اور ساچا نے دیکھا، ایندھن کی نشان دہی کرنے والی سوئی صفر کی طرف آرہی تھی۔ راجر خوش ہو رہا تھا۔ اُس نے بلند آواز میں کہا "بہتر ہے کہ میں گاڑی واپس موڑ لوں۔ اب کوئی نادیدہ قوت مجھے روک نہیں سکے گی۔"

اس نے گاڑی کو یو ٹرن دینے کے لیے رفتار سُست کرنی چاہی مگر کار اور تیزی سے چلنے لگی۔ وہ غصّے سے بولا "میں دیکھتا ہوں، یہ ایندھن کے بغیر کیسے چلے گی۔ دو چار میل کے بعد اسے رُکنا ہوگا۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ آگے کچھ فاصلے پر آبادی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ میڈونا نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بستی کے اندر سے گزر رہے تھے۔ راجر نے ایک پٹرول پمپ کے سامنے کار روکی۔ ٹنکی فل کرائی۔ رقم ادا کی پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔ بستی سے بہت دُور نکل جانے کے بعد میڈونا نے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی۔ اس نے سوچا: مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ کیا میں رہ رہ کر سو جاتا ہوں؟ پتا ہی نہیں چلتا کہ کہاں گم ہو جاتا ہوں۔"

وہ سوچتے سوچتے ایندھن کی نشان دہی کرنے والی سوئی کو دیکھ کر چیخ پڑا۔ سوئی بتا رہی تھی کہ ٹنکی فل ہے۔ اب وہ گاڑی پیرس پہنچنے تک نہیں رُکے گی۔ وہ اچانک ہی دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ "اوہ گاڈ! گاڑی میں چلا رہا ہوں۔ میں نے کہیں اسے روکا نہیں، راستے میں کوئی پٹرول پمپ نہیں آیا۔ پھر ٹنکی کیسے فل ہو گئی۔ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ ہا ہا ہا میں پاگل ہو گیا ہوں۔"

اس نے خود کو پاگل بنانے کی کوشش کی تاکہ اس طرح گاڑی رُک جائے مگر وہ تیز رفتاری سے بھاگی جا رہی تھی۔ اُس نے میڈونا اور ساچا کو باری باری مخاطب کیا، مگر دونوں آنکھیں بند کیے سو رہے تھے۔ ساچا سچ مچ سو گیا تھا لیکن میڈونا جاگ کر کنٹرول کر رہی تھی۔

وہ صبح چھ بجے پیرس پہنچ گئے۔ شہر کے قلب میں پہنچ کر گاڑی رُک گئی۔ وہ اسٹیئرنگ کو گھونسا مارتے ہوئے بولا: "کیوں رُک گئی؟ مجھے جہنم میں پہنچا کر رُکنا چاہیے تھا۔ مگر میں خوب سمجھتا ہوں۔ یہاں سے نکل کر باہر جانا چاہوں گا تو پھر چل پڑے گی۔ نہیں۔ میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ یہیں بیٹھا رہوں گا۔"

میڈونا نے ساچا کو جگایا۔ اس کے ساتھ کار سے باہر آئی۔ پھر کھڑکی پر جھک کر بولی: "مسٹر راجر! تمھارا بہت بہت شکریہ۔ قسمت کو منظور ہوا تو پھر کبھی ملیں گے۔"

وہ جھنجلا کر بولا: "لعنت ہے تم پر۔ ایک بار بھی تمھیں چھو نہ سکا۔ آئندہ میں کسی لڑکی کو لفٹ نہیں دوں گا بلکہ کار ہی نہیں چلاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے بے اختیار کار اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ میڈونا وہیں فٹ پاتھ پر کھڑی آدھے گھنٹے تک اس کے دماغ میں رہی۔ پھر ساچا سے بولی: "میں نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی تھی۔ اب وہ اپنی مرضی سے ڈرائیو کرتا ہوا لا مینز کی طرف واپس جا رہا ہے۔ میرا خیال ہے یہ میرے دشمنوں کے ہتھے نہیں چڑھے گا۔ میں تھوڑی دیر بعد پھر اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھوں گی۔"

ساچا نے کہا: "یہاں ہم کسی ہوٹل میں یا کسی مکان میں پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہیں گے تو دشمن آسانی سے ہم تک پہنچ جائیں گے۔ ہمیں کسی پرائیویٹ مکان میں رہنا ہوگا۔"

وہ فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے بولی: "ہم رہائشی علاقے میں ہیں۔ تم ایک آدھ گزرنے والے کو مخاطب کرتے رہو۔ شاید کسی سے کوئی بات بن جائے۔"

"بیٹی! ہر پہلو پر غور کیا کرو۔ ہم جس علاقے میں مکان کرائے پر لے کر رہیں گے، وہاں کے لوگ ہمارے متعلق پوچھ گچھ کریں گے۔ دشمن تلاش کرتے آئیں گے تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ فلاں علاقے کے فلاں مکان میں ایک لڑکی بوڑھے باپ کے ساتھ آئی ہے۔ اور اس صبح آئی ہے، جس رات تم لا مینز سے فرار ہوئی تھیں۔"

"پاپا! تم ہر پہلو پر دور تک سوچتے سمجھتے ہو۔ پلیز! کوئی تدبیر سوچو۔ ہمیں محفوظ پناہ گاہ کہاں مل سکتی ہے؟"

"کیا تم اس بات پر دھیان دے رہی ہو کہ کبھی کبھی کسی گاڑی کی رفتار سُست ہو جاتی ہے۔ ڈرائیو کرنے والے تھیں دیکھتے ہوئے گزرتے ہیں۔"

"یہ تم کون سی بات لے بیٹھے ہو؟"

"یہی ضروری بات ہے۔ کوئی ایسا عیاش دولت مند جو تنہا رہتا ہو، اس کے ہاں تم محفوظ رہو گی۔ بڑے بڑے لوگ ایک دوسرے کے بنگلوں میں جھانکتے نہیں آتے۔ کسی کو پتا نہیں چلتا کہ کس کے ہاں کون آ رہا ہے اور کون جا رہا ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے دُور تک اور دیر تک چلتے رہے۔ اچانک ایک بہت ہی قیمتی گاڑی میڈونا کے پاس آ کر رُک گئی۔ شاید پھر کسی کی شامت آ گئی تھی۔

سونیا اپنی اٹیچی میں پلاسٹک سرجری کا سامان چھپا کے لائی تھی، اس کے لیے یہ سامان بہت اہم تھا۔ اسے یقین تھا کہ روس کی سرحد میں داخل ہوتے وقت سختی سے سامان کی چیکنگ نہیں ہو گی کیوں کہ وہ اور ماریہ ماسک مین کی خاص مہمان بن کر جا رہی تھیں۔ پھر پاسکل بوبا کو یہ غوش فہمی تھی کہ وہ نادیہ (سونیا) کے دماغ کو پوری طرح پڑھ رہا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ دونوں اپنے ساتھ کیا سامان لے جا رہی ہیں۔ چور خیالات پڑھنے کے بعد سامان کی چیکنگ کی ضرورت نہیں رہ جاتی تھی۔

ماریہ کی دماغی حالت پہلے جیسی تھی۔ یعنی اس کا زہریلا دماغ کسی بھی غیر معمولی بات کو محسوس کر لیتا تھا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو برداشت نہیں کرتی تھی۔ جب بھی پاسکل اس کے خیالات پڑھنے آتا تھا، وہ بوجھ محسوس کرتی تھی اور چیخنے لگتی تھی: "جاؤ۔ میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ نہیں تو میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

سونیا نے اسے سانس روکنے کی تربیت دی تھی۔ لیکن ابھی ابتدا تھی۔ وہ زیادہ دیر سانس نہیں روک سکتی تھی۔ دوسری یا تیسری بار سانس لینے کے بعد بھی پاسکل دماغ میں آنا چاہتا تو وہ غصّے میں ناگن بن جاتی تھی۔ جو لوگ اُسے بھلا پھسلا کر سرحد پار پہنچانا چاہتے تھے اُن میں سے ایک شخص کو اُس نے ایسے ہی غصّے کی حالت میں ڈس لیا تھا۔ سونیا نے پاسکل کو مخاطب کر کے کہا تھا: "تم جس کے بھی دماغ میں ہو، یہ سُن لو کہ اس زہریلی ناگن کے دماغ میں کوئی چور خیال نہیں ہے۔ یہ نہ مکاری جانتی ہے، نہ اسے سیاسی چالیں معلوم ہیں۔ اس کے دل، دماغ اور روح کی گہرائیوں میں صرف پارس ہے۔ اس کے دماغ میں اگر خواہ مخواہ اسے غصّہ نہ دلاؤ۔ ورنہ میں اسے اپنے قابو میں نہیں رکھ سکوں گی۔"

پاسکل بوبا نے اس کے بعد ماریہ کے دماغ کو نہیں چھیڑا۔ یہ بات موٹی سی عقل میں بھی آ جاتی تھی کہ جو لڑکی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے تک وحشیوں کے درمیان زندگی گزارتی رہی، وہ مہذب دنیا کے جھوٹ اور فریب کو نہیں سمجھتی ہو گی۔ اس دنیا میں اگر اُس نے سب سے پہلے پارس کو دیکھا تھا، اس کے بعد نہ کسی کو دیکھنا گوارا کرتی تھی اور نہ ہی اس کے علاوہ کچھ سوچنا چاہتی تھی۔

انھوں نے باقاعدہ پاسپورٹ کے ذریعے فرانس سے ایک طیارے میں پرواز کی۔ ان کے ساتھ ماسک مین کے دو آدمی تھے۔ وہ فرینک فرٹ پہنچے، وہاں سے کار کے ذریعے ہرمن شہر آئے۔ یہاں سے مشرقی جرمنی کی سرحد قریب تھی۔ وہ آدھی رات کو سرحدی نہر کے قریب پہنچے۔ پاسکل اُن کے ذریعے بارڈر فورس کے سینئر افسر تک پہنچا۔ پھر اُس کے دماغ پر قبضہ جما کر انھیں سرحد پار لے آیا۔ وہاں ان کے لیے پہلے سے ایک وین کار موجود تھی جس میں سفر کرتے ہوئے وہ برلن تک پہنچ گئے۔

آدھ ہر دو گھنٹے بعد سونیا، پارس اور علی تیمور کی خیریت معلوم کیا کرتا تھا۔ اس نے سونیا کے دماغ میں کوڈ ورڈ زاد ادا کیے۔ وہ بولی: "ہم ابھی طیارے میں ہیں۔ ماسکو جا رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ چار روسی عورتوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ دیکھو! ایک عورت اپنی جگہ سے اُٹھ رہی ہے۔ وہ میرے قریب سے گزرے گی تو میں اُسے مخاطب کروں گی۔ تم اس کے دماغ میں جاؤ گے۔"

وہ ٹائلٹ کی طرف جانے کے لیے قریب سے گزر رہی تھی۔ سونیا سر جھکائے ایک میگزین کا مطالعہ کر رہی تھی۔ وہ اس طرح سر جھکائے اُٹھ کر کھڑی ہوئی جیسے مطالعہ کرتے ہوئے ٹائلٹ کی طرف جانا چاہتی ہو۔ ایسے میں آنے والی عورت اس سے ٹکرا گئی۔ سونیا نے ناوم ہو کر کہا: "اوہ سوری، یہ فیچر اتنا دلچسپ ہے کہ مجھ سے ایسی حماقت ہو گئی۔"

اس عورت نے کہا: "کوئی بات نہیں، ایسا ہو جاتا ہے۔"

وہ آگے بڑھ گئی۔ آدمر نے کہا: "مادام! اگر وہ اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہر محسوس کر لے تو؟"

"تو تم سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے بن سکتے ہو۔"

وہ اُس عورت کے دماغ میں آیا۔ وہاں خیریت تھی۔ وہ اُسے محسوس نہیں کر رہی تھی۔ آدمر خاموشی سے اُس کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس کا نام مریم سلگانک ووونا تھا۔ پاسکل نے ماسک مین کو بتایا تھا کہ نادیہ (سونیا) کو روسی زبان نہیں آتی، اس لیے مریم سلگانک ووونا کو اس کے اور ماریہ کے ساتھ مترجم اور راہنما خاتون کی حیثیت سے رکھا گیا تھا۔ یہ ماسکو میں اُن کے ساتھ مستقل رہنے والی تھی۔ تین برس پہلے بیوہ ہو گئی تھی۔ اس کے دو بچے سرکاری ہوسٹل میں رہتے تھے۔ اور تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

آدمر نے باقی تین عورتوں کے متعلق معلوم کرنا چاہا۔ پتا چلا، وہ تینوں مختلف شعبوں سے تعلق رکھتی ہیں اور ایک دوسرے کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھیں۔ آدمر نے آ کر کہا: "مادام! چاروں عورتیں سرکاری احکامات کی پابند ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کریں گی۔ میں مریم کے ذریعے ان عورتوں تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ آپ کوئی تدبیر کریں۔"

"میرے پاس رہو۔ میں کچھ کرتی ہوں۔"

سونیا نے ماریہ کو دیکھا۔ وہ سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے عورتوں کو دیکھا جو الگ الگ سیٹ پر ایک دوسرے سے بے نیاز بیٹھی ہوئی تھیں۔ مریم کے چہرے پر ذرا نرمی تھی، باقی تینوں عورتیں اپنے چہروں اور آنکھوں سے بے رحم مگر فرض شناس دکھائی دیتی تھیں۔ ان کی خاموشی اور پُر وقار

انداز بتا رہا تھا کہ وہ ضرورت کے بغیر کسی سے بات کرنا گوارا نہیں کرتیں۔

سونیا نے پوچھا "ماریہ! کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ چونک گئی۔ خیالات کی دنیا سے نکل کر بولی "ماسکو کے ایئر پورٹ پر پارس مجھے لینے آئے گا نا؟"

"اُسے ضرور آنا چاہیے۔ میرا خیال ہے تم اُس عورت سے جاکر پوچھو جو دائیں جانب کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔"

"کیا وہ پارس کو جانتی ہے؟"

"شاید جانتی ہوگی۔ پارس ان کے ملک میں رہتا ہے۔ یہ عورتیں ہی اس کے بارے میں کچھ بتا سکیں گی۔"

ماریہ اپنی سیٹ پر سے اُٹھ کر اُس عورت کے پاس پہنچ گئی۔ وہ ایک چھوٹا سا کمپیوٹر سامنے رکھے اُس میں اپنی کچھ یادداشت محفوظ کر رہی تھی۔ ماریہ نے پوچھا "کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

اس عورت نے پیشانی پر بل ڈال کر اُسے دیکھا پھر پوچھا "کیا تمہیں اپنی سیٹ پر تکلیف ہو رہی ہے؟"

ماریہ نے کہا "ہاں میں اپنی تکلیف دور کہنے آئی ہوں، مجھے بتاؤ ایئر پورٹ پر پارس مجھے لینے آئے گا یا نہیں؟"

"تم کس پارس کے متعلق پوچھ رہی ہو؟"

"ارے واہ! کیا میرے چاہنے والے دس پارس ہیں؟ ایک ہی تو ہے۔ پوری دنیا میں ایک ہی پارس ہے۔ وہ تمہارے ملک میں رہتے ہے کیا تم نہیں جانتی ہو؟"

"مجھے افسوس ہے، میں نہیں جانتی اب اپنی سیٹ پر جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ پہلے بتاؤ، کیا وہ دوسری عورتیں پارس کو جانتی ہیں؟"

"اُن سے ہی پوچھ لو۔"

ماریہ ذرا فاصلے پر بیٹھی ہوئی دوسری عورت کے پاس آئی۔ اس سے بھی وہی سوال کیا۔ اسے بھی پارس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ غصے سے بولی "لعنت ہے تم پر جب پارس کو نہیں جانتی ہو تو ہمارے جہاز میں مرنے کیوں آئی ہو؟"

اس عورت نے برہم ہو کر کہا "تم بہت بدمزاج ہو۔ میں تمہاری جیسی عورتوں کو چٹکی بجا کر درست کر دیتی ہوں یہ نہ سمجھنا، اپنے زہر سے مجھے نقصان پہنچا سکو گی، میں بچاؤ کی تدبیر جانتی ہوں۔"

سونیا تک اُن کی آواز نہیں پہنچ رہی تھی، لیکن وہ اُن کے بگڑے ہوئے تیور دیکھتے ہی اُٹھ گئی۔ تیزی سے ماریہ کی طرف بڑھتی ہوئی بولی "کیا بات ہے؟ تم پھر غصے میں نظر آ رہی ہو۔ میں نے کتنی بار سمجھایا ہے، غصہ تمہیں نقصان پہنچائے گا۔"

اس عورت نے کہا "ہاں! اسے اور اچھی طرح سمجھا دو۔ یہ میرے ہاتھوں زبردست نقصان اٹھائے گی۔"

سونیا نے کہا "تم ایک نادان لڑکی کو اور زیادہ غصہ دلانے والی بات کر رہی ہو۔"

وہ بولی "میں بہتر سمجھتی ہوں کس سے کس قسم کی گفتگو کرنی چاہیے۔"

سونیا، ماریہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی اپنی سیٹ پر لے آئی۔ اُسے سمجھاتی رہی کہ وہ اجنبی دیس میں ہیں۔ اُسے بات بات پر غصہ نہیں کرنا چاہیے۔ پارس اگر ماسکو میں ہوگا تو ضرور انھیں ایئر پورٹ لینے آئے گا۔

تھوڑی دیر بعد آرمر نے آکر کوڈ ورڈ ادا کیے پھر کہا۔ "جو عورت کھڑکی کے پاس بیٹھی کمپیوٹر کو میموری فیڈ کر رہی ہے، وہ روسی فوج کے ایک اہم شعبے سے تعلق رکھتی ہے۔ فوجی ضرورت کے مطابق برلن گئی تھی۔ وہاں سے اسی طیارے میں ہیڈ کوارٹر واپس جا رہی ہے۔ آپ لوگوں کے معاملات سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

سونیا نے کہا "اس کی آواز اور لہجے کو یاد رکھو۔ یہ کبھی کام آسکتی ہے۔ وہ جو ماریہ کو چیلنج کر رہی تھی، اس کے متعلق بتاؤ۔"

"اس کا نام تاتیانہ ہے۔ وہ طٹری انٹیلی جنس کی ایک نہایت ہی خطرناک جاسوس ہے۔ اس نے فرہاد رستمی اور تمہارے متعلق بہت اسٹڈی کی ہے۔ ویڈیو فلموں میں تمہیں دیکھا ہے۔ اس قدر ذہین ہے کہ ابھی تک تمہاری حرکات و سکنات سے تم پر سونیا ہونے کا شبہ کر رہی ہے۔ وہ گرم مزاج نہیں ہے، محض تمہارا ردِ عمل دیکھنے کے لیے ماریہ کو چیلنج کر رہی تھی۔"

"پھر تو واقعی یہ عورت ذہین ہے اور قابلِ تعریف ہے۔ آگے بولو۔"

"یہ آگ ہے، پتا نہیں کتنوں کو پھونک چکی ہے۔ آندھی ہے، دشمنوں کو تنکے کی طرح اُڑا دیتی ہے۔ چوں کہ ذہین اور بے حد دلیر ہے، اس لیے تمہاری قدر کرتی ہے۔ لیکن محبِ وطن ہے۔ اپنے ملک کی خاطر اپنی محبتوں اور رشتوں کو بھی قربان کرنے کا عزم رکھتی ہے۔"

"اس کی آواز اور لہجے کو یاد رکھو۔ میرا خیال ہے یہ ہماری نگرانی کے لیے ہمارے ساتھ رہے گی۔"

"جی ہاں۔ اگر یہ نظروں کے سامنے نہ رہی تب بھی چھپ کر نگرانی کرتی رہے گی۔"

آرمر! وہ دیکھو، تاتیانہ اُس چوتھی عورت سے باتیں کر رہی ہے۔ جاؤ اُس آخری عورت تک پہنچو۔"

آرمر چلا گیا۔ ماریہ غصے سے کہہ رہی تھی "اگر پارس نہیں آئے گا تو میں اسی طیارے سے واپس چلی جاؤں گی۔"

سونیا مجبور تھی۔ اسے یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ یہاں ایک قیدی ہے اور پارس ہزاروں میل دُور بیریں میں رہ گیا ہے۔ اگر وہ حقیقت بتا دیتی تو وہ غصے میں یہ باتیں دشمنوں کے سامنے اُگل دیتی۔ اس نے سمجھاتے ہوئے کہا "ماریہ! تم نے وعدہ کیا تھا اپنی ممّا کی ہر بات پر عمل کرو گی۔ پھر غصہ کیوں برداشت نہیں کرتی ہو؟"

"میں بڑے سے بڑا ظلم برداشت کر سکتی ہوں مگر پارس کی جدائی برداشت نہیں ہوتی۔"

"تم نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ جب تک تمہاری تربیت مکمل نہیں ہوگی تم پارس سے نہیں ملو گی۔"

"بے شک میں نے وعدہ کیا تھا لیکن وہ یہاں ملنے والا ہے تو کیوں نہ ملوں؟"

"وعدوں اور قسموں کی اہمیت ہوتی ہے۔ وہ ملنے آئے تو اس سے کہہ دینا چاہیے کہ تم تربیت حاصل کر کے اس کے شایانِ شان بن کر ملو گی۔"

"نہیں ممّا! وہ آنکھوں کے سامنے ہوگا اور میں ملنے سے انکار کر دوں گی تو میرا کلیجا پھٹ جائے گا۔"

"اگر وہ ماسکو ایئر پورٹ پر نہ آئے تو تمہیں صبر کرنا چاہیے۔"

"وہ کیوں نہیں آئے گا؟"

"وہ یہاں ایک سرکاری کام میں مصروف ہے۔ آنے کی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے۔ تمہیں اپنی محبت پر یقین رکھنا چاہیے۔ وہ بعد میں کہیں مل سکتا ہے۔"

"مثلاً کہاں مل سکتا ہے؟"

"جہاں ہمارا قیام ہوگا" وہاں آسکتا ہے مگر کام سے فرصت پانے کے بعد۔"

وہ مایوس ہو کر سوچنے لگی۔ آرمر نے آکر کہا "مادام! ایک بہت ہی چونکا دینے والی اطلاع ہے۔ وہ چوتھی عورت سانس روک لیتی ہے لیکن میں ایسے وقت پہنچا جب اس کے دماغ میں دوسرا ابال رہا تھا۔ اس لیے وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکی۔"

"وہ دوسرا کون تھا؟"

"یہی چونکا دینے والی بات ہے۔ وہ سپر ماسٹر کا ایک خیال خوانی کرنے والا ہے۔ اس عورت کا لومینا توف نام ہے۔ اس کی ماں روسی اور باپ امریکی تھا۔ وہ ایک سیاسی سازش میں مارا گیا۔ لومینا کی پرورش سرکاری تربیت گاہ میں ہوئی لیکن وہ ہمیشہ باپ سے متاثر رہی۔ یہاں ایک امریکی سیکرٹ ایجنٹ سے اس کا رابطہ رہا۔ وہ ایجنٹ بڑی رازداری سے اس پر تنویمی عمل کراتا رہا تاکہ پاسکل بوبا اس کی اصلیت معلوم نہ کر سکے۔"

"اب ان کی پلاننگ کیا ہے؟"

"لومینا، سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جو جوتک پہنچانا چاہتی ہے۔ اس کی سوچ کے مطابق جو جوکا آپریشن ہو چکا ہے اور اُسے کریملن کے علاقے میں ایک جگہ سخت پہرے میں رکھا گیا ہے۔"

"اُس جگہ کی تفصیلات معلوم کرو۔"

"لومینا صرف اتنا جانتی ہے کہ کسی سرکاری عمارت کے تہ خانے میں جو جو کو رکھا گیا ہے۔"

"لومینا ہمارے متعلق کیا جانتی ہے؟"

"وہ ماسکو پہنچ کر اپنی ڈیوٹی پر چلی جائے گی۔ اس لیے اُسے ماریہ کے متعلق نہیں بتایا گیا ہے۔ یہ بات اسے ابھی معلوم ہوئی ہے، جب ماریہ نے تاتیانہ سے پارس کے متعلق دریافت کیا تھا۔ وہ ابھی سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے کو بتا رہی تھی کہ ماریہ اور نادیہ کا تعلق پارس سے ہے۔"

"تم لومینا کے پاس رہو۔ اور بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔"

"اگر وہ خیال خوانی کرنے والا جا چکا ہوگا تو وہ مجھے محسوس کر لے گی۔"

"پہلے تم تاتیانہ کے پاس جاؤ، اُس کے ذریعے لومینا کو دیکھو اگر وہ سوچ میں گم ہو گئی تو اس کے چہرے کے تاثرات سے معلوم ہو جائے گا۔"

وہ تاتیانہ کے دماغ میں گیا۔ لومینا ایک رسالہ کھولے مطالعے میں غرق تھی۔ آرمر نے اُس کے چہرے کے تاثرات بدلتے دیکھے تو یقین ہو گیا کہ وہ سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہی ہے۔ وہ چپکے سے اس کے دماغ میں پہنچا، واقعی سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا بول رہا تھا "میں جا رہا ہوں۔ ابھی آپریشن شروع ہوگا تم ہمیشہ کی طرح غیر جانب دار رہو گی۔ گڈ لک اینڈ گڈ بائی۔"

وہ لوسینا کے دماغ سے رخصت ہو رہا تھا اس لیے آرمر بھی وہاں سے نکل گیا۔ اُس نے سونیا کے پاس آکر کہا "وہ لوسینا کے دماغ سے ابھی گیا ہے۔ کہہ رہا تھا، ابھی کوئی آپریشن شروع ہونے والا ہے۔"

"یعنی کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔ اگر ابھی ہونے والی ہے تو زیادہ سے زیادہ اس طیارے کو اغوا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"ایسے وقت آپ کیا کریں گی؟"

"اغوا کی کوشش ناکام بنانے کے لیے سوچ رہی ہوں۔ میں یہاں سے فوراً والیس جانے کے لیے نہیں، جو جو کو ساتھ لے جانے آئی ہوں۔ تم پائلٹ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

اس نے اپنا پرس کھول کر ایک لپ اسٹک نکالی۔ اُس اسٹک سے سرخی والا حصہ نکال کر پرس میں رکھ لیا۔ پھر لائٹر نکال کر اسٹک کی خالی جگہ تھوڑا سا پٹرول ڈال کر اس لپ اسٹک کو بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایک شخص ریوالور لے کر پائلٹ کیبن سے باہر آیا۔ وہ جہاز کا اسٹیورڈ تھا۔ اس نے آتے ہی اُس عورت کو مخاطب کیا جو کھڑکی کے پاس بیٹھی کمپیوٹر کو آپریٹ کر رہی تھی۔ اس نے کہا "لیڈی رونزا! اس طیارے میں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے اُسے گولی ماردی۔ دوسری گولی اس کے پیچھے بیٹھے ہوئے شخص کو لگی۔ تاتیانہ نے حیرانی سے پوچھا "تم ہمارے آدمی ہو کر ہم سے غداری کر رہے ہو؟ کس کے لیے ایسا کر رہے ہو؟ تمہارا مقصد کیا ہے؟"

اس نے کہا "تاتیانہ! ابھی مجھے پتا چلا ہے کہ تم بہت خطرناک عورت ہو۔ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر تمہیں قتل کر دینا چاہیے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سونیا نے لپ اسٹک کے نچلے حصے کو ہٹا کر مُنہ سے نکلا اگلے حصے کی طرف لائٹر کو روشن کیا پھر زور کی پھونک ماری۔ اسٹک کے اندر کا پٹرول، لائٹر کی آگ سے گزرا تو شعلہ دُور تک لہراتا ہوا گیا اور ٹھیک ریوالور والے کے مُنہ پر پڑا۔ اُس شعلے سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ لیکن یہ نفسیاتی حملہ تھا۔ وہ بدحواس ہو کر ڈگمگایا۔ تاتیانہ کے لیے اتنی مہلت کافی تھی۔ اس نے سیٹ پر سے اُٹھتے ہی ایک لات جمائی۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر دُور گرا۔ پھر تاتیانہ نے فائٹر ہونے کا ثبوت پیش کیا۔ دو چار ہاتھ ایسے جمائے کہ وہ پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا۔ فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔

وہ اس کی گردن کو دونوں پاؤں میں پھنسا کر بولی "یہ میرا شیطانی ہے۔ ایک جھٹکے میں گردن ٹوٹ جائے گی۔ جلدی بولو تم کتنے ساتھی ہیں اور پائلٹ روم میں کیا کر رہے ہیں؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولا "صرف ایک ساتھی ہے اُس پائلٹ کو گن پوائنٹ پر رکھا ہے۔"

سونیا خاموش تماشائی کی طرح بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ تا کے فائٹنگ کے انداز کو اُس کی مہارت کو دیکھنا چاہتی تھی۔ تا نے ریوالور اٹھا کر خالی کیا۔ پھر وہ ریوالور اسٹیورڈ کو دیتے ہو بولی "چلو اٹھو دیر نہ کرو۔ مجھے ریوالور کی زد پر رکھ کر پائلٹ میں لے جاؤ۔ اپنے ساتھی کو یقین دلاؤ کہ طیارہ پوری طر تم لوگوں کے کنٹرول میں ہے اور سب لوگ نہتے ہو چکے

وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بولی "اپنا حلیہ درست کرو

اس نے جیب سے رومال نکال کر چہرے کو ا طرح صاف کیا۔ اپنی انگلیوں سے بالوں میں کنگھی کی لباس کو اِدھر اُدھر سے کھینچ کر درست کیا۔ پھر ریوالو سیدھا کیا۔ تاتیانہ اُس ریوالور کے سامنے گھوم کر دو قدم اُٹھا کے پائلٹ کیبن کے دروازے پر آئی۔ پھر آہ سے بولی "دروازہ کھلتے ہی تم مجھے اندر کی طرف زور دھکا دو گے۔"

اُس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے پو گیا "یور آئی ڈینٹٹی؟"

اسٹیورڈ نے کوڈ ورڈ ادا کیے۔ وہ سمجھ گیا ک حکم کی تعمیل نہ کرنے پر بے موت مارا جائے گا اور پ بے دردی سے مارا جائے گا۔ کوڈ ورڈ سنتے ہی دروا دیا گیا۔ تاتیانہ دھکا کھا کر اندر گئی۔ وہاں دوسرے ریوا والے نے ایک طرف ہٹ کر صورتِ حال کو سمجھنا چا تاتیانہ نے اچھی طرح سمجھا دیا۔ ریوالور پر ایک ہاتھ ا مُنہ پر دوسرا ہاتھ مارا، مُنہ تو رہ گیا، ریوالور اپنی جگہ نہ ہاتھ سے نکل کر اچھلتا ہوا پائلٹ کی گود میں چلا گیا۔ پائ نے فوراً اُسے اُٹھا کر سر گھماتے ہوئے دیکھا، وہ دشم ہینڈز اَپ کہنا چاہتا تھا لیکن وہ ریوالور کے سامنے دو ہاتھ اٹھانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ شیطانی داؤ استعمال والی نے ایک ہی داؤ میں اُسے فرش پر لٹا دیا تھا۔

اُن کے ساتھ سفر کرنے والے ایک شخص نے کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے۔ پھر تاتیانہ سے کہا "مادام! نے کمال دکھایا ہے۔ ایک لائٹر سے اتنی دُور تک شعا کہ یہ اسٹیورڈ گھبرا گیا۔"

تاتیانہ نے سونیا کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا: "یہ حاضر دماغی کا بہترین مظاہرہ تھا۔ تمہارا شکریہ، تم نے مجھے ایکشن کا موقع دیا۔"

سونیا جواباً مسکرا کر رہ گئی۔ تاتیانہ نے اسٹیور ڈ سے پوچھا: "کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

وہ بولنا چاہتا تھا مگر اس کی سانس رکنے لگی۔ اس نے اٹک اٹک کر کہا: "آر... آر... آر... مر..."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ سانس لینے کے لیے تڑپنے لگا۔ تاتیانہ نے فوراً ہی دوسرے دشمن کی گردن دبوچ کر کہا: "تم فوراً بتاؤ، سچ بولو گے تو میں تمہیں بچا لوں گی۔"

اس نے کہا: "سپر..." اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کی سانس رکنے لگی۔ وہاں ایک ہی ڈیگر تھا۔ دوسرا ڈیگر کہیں مصروف ہوگا۔ اگر دونوں ساتھ ہوتے تو طیارہ اغوا کرنے والے دونوں آلہ کاروں کو بیک وقت ختم کر دیتے۔ ایک ڈیگر دوسرے کی سانس روکنے گیا تو اسٹیور ڈ نے چیخ کر کہا: "یہ کیا ذلالت ہے۔ ہم جان پر کھیل کر اپنے ملک سے غداری کر کے تمہارے لیے جہاز کو اغوا کر رہے تھے اور تم ہمیں مار ڈالنا چاہتے ہو۔ تم سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے شیطان ہو۔"

راز فاش ہو چکا تھا، اس کے باوجود ڈیگر نے دونوں کو یکے بعد دیگرے مار ڈالا۔ وہ چاہتا تھا کہ لومینا پر کسی طرح آنچ نہ آئے۔ تاتیانہ اس عورت کی لاش کے پاس آئی جو کھڑکی کے پاس تھی۔ اس کے سامنے چھوٹا سا کمپیوٹر رکھا ہوا تھا۔ اس کمپیوٹر کے اوپر اس کا ایک بے جان ہاتھ تھا۔ اس کے ہاتھ کی مٹھی میں ایک کاغذ دبا ہوا تھا۔ تاتیانہ نے اس کاغذ کو مٹھی سے نکال کر دیکھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا: "لومینا غدار ہے۔ وہ ایک عرصے سے سپر ماسٹر کے لیے کام کر رہی ہے۔ اس کا محاسبہ کرو۔"

تاتیانہ سوچ میں پڑ گئی کہ مرنے والی کو لومینا کے متعلق بہت کچھ معلوم تھا۔ پھر اس نے اپنی زندگی میں سرکاری طور پر اطلاع کیوں نہیں دی۔ اس نے ابھی یہ پرچی کیسے لکھی؟ کیا اسے معلوم تھا کہ اچانک ایک شخص پائلٹ روم سے باہر آتے ہی اسے گولی مار دے گا؟ کیا اس نے پہلے سے یہ پرچی لکھ کر اپنی مٹھی میں دبا لی تھی اور گولی کھا کر مر گئی تھی؟ یہ سب احمقانہ اندازے تھے۔ مرنے والی کو کچھ نہیں معلوم تھا جسے معلوم تھا، وہ اس طیارے میں ابھی زندہ تھی یا تھا۔ وہ خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی یا چاہتا تھا۔

تاتیانہ نے چور نظروں سے سونیا کو دیکھا، پھر وہ کاغذ لے کر لومینا کے پاس آئی۔ اس تحریر کو دکھا کر پوچھا: "تم اپنی صفائی میں کیا کہو گی؟"

لومینا نے اس کاغذ کو جھپٹ لیا۔ پھر لائٹر جلا کر کاغذ کو جلانے لگی۔ تاتیانہ نے ناگواری سے کہا: "اگر یہ ٹھوس ثبوت ہوتا تو میں اسے جلانے کا موقع نہ دیتی۔ اسے جلا کر تم نے غدار ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ اب تم بچ کر کہاں جاؤ گی۔ کیا سپر ماسٹر تمہیں بچا لے گا؟"

اچانک ہی تاتیانہ لڑکھڑا گئی۔ اس کے حلق سے نکلی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کراہتے ہوئے بول رہی تھی: "بزدل کہیں کے! میں طویل بیماری کے بعد ڈیوٹی آئی ہوں۔ اگر پوری طرح صحت مند ہوتی تو مجھے میرے دماغ میں کبھی جگہ نہ ملتی۔"

وہ شاید کچھ اور کہنا چاہتی تھی مگر اس کی سانس رکنے لگی۔ سونیا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ ڈیگر اتنی ذہین اور دلیر کو اپنے آلہ کاروں کی طرح آسانی سے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ لمبی لمبی سانس لے کر زندگی کی طرف آنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی، مگر دماغ دشمن کے قبضے میں تھا۔ وہ اپنی اور حاضر دماغی کو کام میں نہیں لا سکتی تھی۔

اچانک سونیا نے قریب آ کر تاتیانہ کے سر کو دونوں ہاتھوں میں جکڑ لیا۔ پھر ایک جھٹکا دے کر بولی: "دیکھو میری آنکھوں میں دیکھو۔ میں حکم دیتی ہوں میری آنکھوں میں دیکھو..."

تاتیانہ نے دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی۔ سونیا کی آنکھوں سے نظریں نہ ہٹا سکی۔ ان لمحات میں سونیا کی آنکھیں ہپناٹائز کرنے والوں کی طرح بے رحم نہیں تھیں۔ تاتیانہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کی نظریں شیطانی گرفت نہیں ہیں، سامنے جو عورت ہے اس کی آنکھوں سے نور پھوٹ رہا ہے۔ وہ نور جسم کے ایک ایک حصے میں دماغ کے ایک ایک گوشے میں پھیل رہا ہے۔ اب آسانی سے سانس لے رہی تھی۔ اس کے دماغ پر قبضہ کرنے والے کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تھی۔ وہ بول رہا تھا: "یہ عورت کون ہے۔ یہ اپنی آنکھوں سے کیسا جادو جگا رہی ہے۔ میری خیال خوانی کمزور پڑ گئی ہے۔"

اُسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے حکم دیا: "عورت کو مخاطب کرو، ورنہ میں ہم تمہیں سانس روکوں گا۔"

تاتیانہ نے سورج کے ذریعے کہا: "شیطان کے بچے! اس عورت کی آنکھوں کا نور کہہ رہا ہے کہ زندگی اور موت پر صرف خدا کو قدرت حاصل ہے۔ تیرا باپ بھی مجھے نہیں مار سکے گا۔"

ڈیگر نے پھر اس کی سانس روکنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس نے فوراً ہی دوسرے ڈیگر کو مخاطب کیا۔ پھر اسے موجودہ صورت حال سے آگاہ کرنے کے بعد کہا: "میں نے پہلی بار ایسی آنکھیں دیکھی ہیں جو دماغ کو تنویمی عمل کے بغیر متاثر کرتی ہیں اور ٹیلی پیتھی کا راستہ روکتی ہیں۔"

دوسرے ڈیگر نے پوچھا: "کیا اغوا کی کوشش ناکام ہو گئی ہے؟"

"ہاں، تاتیانہ بہت زبردست عورت ہے۔ اس نے ہمارے دونوں آلہ کاروں کو ختم کر دیا۔ میرا خیال ہے، وہی نورانی آنکھوں والی اس کی مدد کرتی رہی ہے۔"

"اس مدد کرنے والی کا کوئی نام تو ہوگا۔"

"میں اب تک اس کی آواز نہ سن سکا تو نام کیسے معلوم کرتا؟ دوسروں کے ذریعے معلوم ہو سکتا تھا مگر حالات اتنی تیزی سے بدل گئے کہ میں لومینا کو بچانے اور تاتیانہ کو مار ڈالنے کی کوششوں میں مصروف رہا۔"

"آؤ اب ہم معلوم کریں گے۔ طیارے کو پھر اغوا کیا جا سکتا ہے۔ مجھے پائلٹ کے دماغ میں پہنچاؤ۔"

ایک ڈیگر نے دوسرے ڈیگر کو پائلٹ کے دماغ میں پہنچایا۔ اس نے پائلٹ سے کہا: "اب دو خیال خوانی کرنے والے آ گئے ہیں۔ ایک تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر طیارے کو اپنی منزلِ مقصود کی طرف لے جائے گا۔ دوسرا تاتیانہ کو مار ڈالے گا۔ وہ نورانی آنکھوں والی تنہا کسے بچائے گی؟"

پائلٹ نے پوچھا: "تم کس کی بات کر رہے ہو؟"

"وہی جسے ماریہ کے ساتھ لائے ہو۔"

پائلٹ نے مسکرا کر کہا: "اس کا نام سن لینا تم لوگوں کے لیے کافی ہوگا، وہ سونیا ہے۔"

دونوں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ ایک نے کہا: "سونیا؟"

دوسرے نے کہا: "یقین نہیں آتا، وہ اتنی آسانی سے اسلک مین کی قیدی بن کر جا رہی ہے اور اُن کی مدد کر رہی ہے، چل کر مدد کر رہی ہے، اس لیے یقین کرنا پڑے گا۔"

"مگر ہم اپنا مشن چھوڑ کر دماغی طور پر حاضر کیوں ہوئے ہیں؟"

"احتیاطی تدابیر کے لیے۔ ہمیں شروع سے بار بار تاکید کی گئی ہے کہ جہاں سونیا ہو، وہاں سے نہ گزرو۔"

"لیکن کامیابی نظر آ رہی ہو تو پائلٹ کے دماغ سے ضرور گزریں گے۔"

انھوں نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پائلٹ کے دماغ میں آئے۔ اس پر قبضہ جما کر طیارے کو اغوا کرنا چاہا۔ پتا چلا، کوئی پہلے سے قبضہ جمائے بیٹھا ہے اور اس کے ذریعے طیارے کو اسلک لے جا رہا ہے۔ وہ سمجھ گئے اسلک مین کا خیال خوانی کرنے والا وہاں پہنچ گیا ہے اور یہ درست تھا۔ پاسکل بوبا تھوڑی دیر پہلے آیا تھا۔ صورت حال کی نزاکت سمجھتے ہی پائلٹ کو اپنے مکمل کنٹرول میں لے کر طیارے کو اپنی منزل تک لے جا رہا تھا۔

ڈبل ڈیگر سپر ماسٹر کے پاس آئے۔ اُسے ناکامی کی پوری رُوداد سُنائی۔ اس نے سُن کر کہا: "انھوں نے پہلے جو جو کو اغوا کیا، پھر ماریہ کو لے جا رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے وہ پارس کو اہمیت دے رہے ہیں۔ اس کی کمزوریوں سے کھیلنا چاہتے ہیں۔ سونیا کی وجہ سے بھی پارس، اسلک مین کی جھولی میں جائے گا۔"

ایک ڈیگر نے کہا: "لیکن یہ سونیا سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "میں بھی اُلجھ گیا ہوں۔ وہ مکار عورت کوئی زبردست ڈراما پلے کر رہی ہے، اسلک مین کی قیدی بھی ہے اور اس کی سخت تنی کی مدد بھی کر رہی ہے۔ کیا اسلک مین اُس کی مکارانہ چالوں کو نہیں سمجھ رہا ہے؟ کیا اُس نے اندھا اعتماد کر رہا ہے؟"

اس نے اپنے نائب سے کہا: "ہارٹ لائن پر اسلک مین سے بات کراؤ۔"

پانچ منٹ کے اندر رابطہ قائم ہو گیا۔ سپر ماسٹر نے کہا: "میں تمہیں ماریہ کو حاصل کرنے کی مبارک باد دیتا ہوں۔"

اسلک مین نے کہا: "اور میں تمہاری ناکامی پر افسوس کرتا ہوں، تمہارے آدمی طیارہ اغوا نہ کر سکے۔"

"گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں۔ بائی دی وے، یہ سونیا کس طرح کا رول ادا کر رہی ہے؟"

"اس کا جواب سونیا ہی دے سکتی ہے۔"

"کیا تمھیں اندیشہ نہیں ہے کہ اس نے جوجو تک پہنچنے کے لیے طیارے کے اغوا کو اکا کام بنایا وہ ہر حال میں ماسکو پہنچنا چاہتی ہے اور تم اُسے قیدی بنا کر بہت بڑا نقصان اٹھانے والے ہو۔"

"تمھارا شکریہ، مجھے پیش آنے والے نقصان سے آگاہ کر رہے ہو۔ یہ تم میرے ہمدرد کب سے بن گئے ہو؟"

"میں سمجھ گیا۔ وہ قیدی بن کر نہیں دوست بن کر تمھارے مَک میں جا رہی ہے۔ اسی لیے تمھارے آدمیوں کی مدد کر رہی تھی تم جوجو کو اس کے حوالے کرنے والے ہو۔ سونیا کو ہمیشہ دوست بنائے رکھنے کا یہی ایک راستہ رہ گیا ہے۔"

"خوب سمجھے برادر، کیا اسی لیے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"میں تمھیں سمجھانا چاہتا ہوں۔ ہماری آپس کی دشمنی سے زیادہ کی فیملی کو فائدہ نہیں پہنچنا چاہیے۔ ایک طویل عرصے کی جدوجہد کے بعد ہم نے فرہاد کو اس کی ٹیلی پیتھی کے ساتھ فنا کیا ہے۔ رسونتی کو میں نے اور جوجو کو تم نے قابو میں کیا ہے۔ اب ان کے پاس ٹیلی پیتھی کی کوئی بڑی طاقت نہیں ہے۔ آمر نہ ہونے کے برابر ہے۔ تمھارے ہاں جوجو کا دماغی آپریشن ہو رہا ہے۔ اس میں کامیابی ہوگی، اس کا بچگانہ ذہن ختم ہوگا اور وہ اپنی عمر کے مطابق ذہانت کا مظاہرہ کرے گی تو ٹیلی پیتھی بھی اُس ذہانت سے استعمال کرے گی۔ لہٰذا جوجو کو سونیا کے حوالے نہ کرو۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ لڑکی تمھارے کام کی نہیں ہے تو مجھ سے سودا کرو۔ ہم دونوں سپر طاقت کہلاتے ہیں، کسی اور کو یہ طاقت حاصل نہ کرنے دو۔ فرہاد کی فیملی ذلت اور ناکامیوں کی پستی میں جا رہی ہے، اسے جانے دو۔"

"تم نے بہت ہی مدلل تقریر کی ہے اور ہمارے باہمی فائدے کی باتیں سمجھائی ہیں، مجھے سمجھ لینا چاہیے۔ لیکن بزرگوں نے کہا ہے کہ دشمن کی عمدہ نصیحتوں اور معقول مشوروں کے پیچھے بھی دھوکا چھپا ہوتا ہے۔ اگر دشمن ایسی ہی نیک نیتی سے سیدھی راہ دکھائے تو پھر دشمن کیوں کہلائے؟ معاف کرنا بھائی! کوئی اور بات کرو۔"

ماسک مین رابطہ ختم کر کے مسکرانے لگا۔ وہ اس بات پر مسکرا رہا تھا کہ سپر ماسٹر نادیہ کو سونیا سمجھ رہا ہے۔ یقیناً تقدیر ماسک مین کی خوش فہمی پر مسکرا رہی ہوگی۔

دوسری طرف سپر ماسٹر نے ڈیگر اینڈ ڈیگر سے کہا۔ "ماسک مین کی گفتگو سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جوجو کا دماغی آپریشن سونیا کی مرضی سے ہو رہا ہے اور اب وہ سکا زعورت جوجو اور پارس سمیت ماسک مین کے لیے کام کرے گی۔"

ایک ڈیگر نے کہا۔ "سر! ایک سونیا کی وجہ سے ماسک مین بہت مضبوط ہو جائے گا پھر پارس بھی کچھ کم خطرناک نہیں ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "مایوس نہیں ہونا چاہیے، میری یہ بات نوٹ کر لو کہ ماسک مین، سونیا کے ہاتھوں زبردست نقصان اُٹھائے گا۔ اس کے پاس ایک ہی خیال خوانی کرنے والا وفادار ہے۔ جوجو کا پتا نہیں کیا بنے گا۔ میرے پاس تم دو وفادار ہو۔ دو چار روز میں رسونتی بھی میری وفادار بن جائے گی۔ مال کی وجہ سے علی تیمور ہماری طرف جھکنے پر مجبور ہوتا رہے گا۔ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کی قوت زیادہ ہے۔"

دوسرے ڈیگر نے کہا۔ "آج میڈونا ہوتی تو ہم اور زیادہ طاقت ور ہوتے۔ وہ ایسی لاپتا ہوئی ہے کہ آج تک اس کا سراغ نہ مل سکا۔ میرا دل نہیں مانتا کہ وہ مر چکی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ایسی لڑکی کو مرنا بھی نہیں چاہیے۔ اس نے فرہاد علی تیمور کو ہلاک کرا کے ایک ناقابلِ فراموش کارنامہ انجام دیا تھا۔ آخری بار وہ ٹرین میں سفر کر رہی تھی اس کے بعد ہی لاپتا ہو گئی۔"

سپر ماسٹر خاموش ہو کر میڈونا کو تصور میں دیکھنے لگا۔ اُس کی دُعا تھی کہ وہ لڑکی زندہ رہے اور دلی تمنا تھی کہ کبھی سے اس کا سراغ مل جائے۔

وہ کار بہت قیمتی تھی۔ اس کار کو دیکھ کر اس کے مالک کی رئیسانہ شان و شوکت کا پتا چلتا تھا۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا کھڑکی کے باہر میڈونا کے حُسن و شباب کو سر سے پاؤں تک دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے مسکرا کر کہا۔ "پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہوں اور منزل دور ہو تو میری کار تیز لے آتی ہے۔"

اور لالو ساہا نے پوچھا۔ "بیٹی! کیا خیال ہے، میں اسے باتوں میں لگاؤں؟"

"جی ہاں۔" وہ مختصر سا جواب دے کر کار والے کے دماغ میں پہنچ گئی۔

اُدھر ساہا کہہ رہا تھا۔ "موسیو! ہم بے گھر ہو گئے۔ میری جوان بیوی نے مجھے اور میری بیٹی کو گھر سے نکال دیا ہے۔"

"کیوں نکال دیا ہے؟"

"وہ کم بخت کہتی ہے، میری بیٹی بہت حسین ہے۔ کسی دولت مند کی داشتہ بن کر ہمیں دولت مند بنا سکتی ہے۔"

"کیا تم دولت مند نہیں بننا چاہتے؟"

"دولت کون نہیں چاہتا مگر میں عزت چاہتا ہوں۔"

"اگر عزت بھی ملے اور دولت بھی تو؟"

ساجا کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میڈونا نے اس کے دماغ میں آکر کہا۔ "اسے ٹرخا دو۔ یہ آدمی ہمارے لیے خطرناک ہے۔"

ساجا نے کار والے سے کہا۔ "معاف کرو موسیو! ہم میری جوان بیٹی کے لیے یہ آفر دے رہے ہو۔ میں بے غیرت نہیں ہوں۔"

وہ پلٹ کر میڈونا کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔ وہ کار اسٹارٹ کر کے ان کے برابر چلتا ہوا بولا۔ "یو اولڈ مین! ہم اطمینان سے کار میں بیٹھ کر باتیں کر سکتے ہیں۔"

ساجا نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے، میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ پلیز، ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔"

وہ کار کی رفتار بڑھا کر آگے چلا گیا۔ میڈونا نے کہا۔ "یہ ریڈ پاور کا باس ہے۔ ہر ملک کے ہر بڑے شہر میں ریڈ پاور تنظیم کے باس ہوتے ہیں۔ ان سب کا آقا ماسک مین کہلاتا ہے۔ ماسک مین کے پاس بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ ابھی میرا پیچھا دانیال سے نہیں چھوٹا ہے۔ میں ایک اور... خیال خوانی کرنے والے کو اپنے پیچھے لگانا نہیں چاہتی۔"

"شکر کرو، تمھارے پاس یہ علم ہے تم بُرا وقت آنے سے پہلے دشمنوں کو پہچان لیتی ہو۔ ذرا دیکھو، وہ باس تمھارے لیے کیا سوچ رہا ہے؟"

وہ چلتے چلتے باس کے پاس پہنچ گئی۔ اس کی تمنا کرنے والا زیادہ دُور نہیں گیا تھا۔ اس نے پارکنگ ایریا میں گاڑی روک دی تھی۔ کھڑکی سے جھانک کر دُور سے آتی ہوئی میڈونا کو دیکھ رہا تھا۔ پھر کار کے کلر ڈشبے سے چڑھ کر ٹرانسمٹر کے ذریعے اپنے ماتحت سے کہہ رہا تھا۔ "پہنچ بیک اسنیک کے پاس آؤ۔ ایک لڑکی کو اغوا کرنا ہے۔ وہ میری نظروں میں ہے، اپنے باپ کے ساتھ فٹ پاتھ پر جا رہی ہے۔ اگر راستہ بدلے گی تو میں پھر ٹرانسمٹر کے ذریعے گائیڈ کروں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب اُسے اپنے ماتحت کا انتظار تھا۔ اس نے انتظار کرنے کے لیے وسکی کی بوتل نکالی۔ اُسے کھول کر مُنہ سے لگایا۔ وہ تھوڑی سی پینا چاہتا تھا۔ صبح کے وقت پینے کی خواہش نہیں ہوتی تھی۔ مگر غضب کا حُسن و شباب دیکھ کر موڈ میں آگیا تھا۔ میڈونا نے اس کے دماغ میں بیٹھ کر کئی گھونٹ پلا دیے۔

اس نے کلر ڈشبے کے پیچھے دیکھا۔ میڈونا قدیمی فٹ پاتھ پر اپنے باپ کے ساتھ آرہی تھی۔ اس نے سوچا۔ "اور نہیں پینا چاہیے۔"

لیکن اور پی گیا۔ پھر بوتل کو بند کرنا چاہا۔ وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا، میڈونا کی جوانی اس کے اندر انگڑائیاں لے رہی تھی۔ اُس نے آدھی بوتل ختم کر دی۔ کار کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ میڈونا نے سوچا۔ "اس کم بخت کو ٹیلی پیتھی جاننے والے اور نہ جاننے والے تمام دشمنوں کا علم ہوگا۔ اس سے معلومات حاصل کرنی چاہیے۔"

وہ ساجا کے ساتھ فٹ پاتھ چھوڑ کر دوسرے راستے پر آگئی۔ پھر باس کے دماغ میں آئی۔ وہ پریشان ہو کر گاڑی روکنے کے بعد سوچ رہا تھا۔ "یہ میں کہاں آگیا ہوں؟ وہ لڑکی کہاں ہے؟ میں نے زیادہ پی کر غلطی کی ہے۔"

وہ کار سے نکل کر دیکھنے لگا۔ اس کی مطلوبہ حسینہ یہاں نظر نہیں آرہی تھی۔ مطلوبہ حسینہ نے اُسے پھر کار میں بٹھا دیا۔ اُس کے مُنہ سے بوتل لگا کر اُس کی سوچ میں بولی۔ "ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی کہاں ہوگا؟ کیا بھلا سا نام ہے اس کا؟"

باس نے بے اختیار سوچ کے ذریعے کہا۔ "پاسکل بولا۔ ارے پاسکل کہیں تم میری تھوپڑی تو نہیں گھما رہے ہو؟"

وہ اس کی سوچ میں بولی۔ "میں غلط سوچ رہا ہوں، پاسکل تو اپنا آدمی ہے۔ وہ دشمن دانیال ہوگا۔"

وہ مُنہ پھاڑ کر ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔ "واقعی شراب مجھے چکرا رہی ہے، میں کیسی بے تکی بات سوچ رہا ہوں۔ دانیال کو تو پاسکل بوبا نے سونیا کی قید میں مار ڈالا تھا۔"

میڈونا نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "فرہاد کی موت کے بعد رسونتی، میڈونا کے پیچھے پڑ گئی ہوگی۔"

وہ ناگواری سے مُنہ بنا کر بولا۔ "وہ کمینی میڈونا کل رات سے میرے آدمیوں کو پریشان کر رہی ہے۔ پاسکل بھی خیال خوانی کے ذریعے اُس حرافہ تک نہیں پہنچ سکا۔"

میڈونا اس کی سوچ میں بات کرنے کے بجائے دماغ کے تہ خانے میں پہنچ کر معلومات حاصل کرنے لگی۔ پتا چلا، رسونتی کو سپر ماسٹر نے، جوجو اور ماریہ کو ماسک مین نے اغوا کیا ہے۔ سوفیا، پارس اور علی تیمور پیرس میں ہیں۔ پاسکل نے فرزانہ اور سنیتی کو خودکشی پر مجبور کر دیا تھا۔

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ فرہاد کی فیملی پر بہت بُرا وقت آیا ہے اور ایسا صرف میڈونا کے گولی چلانے

ہوا ہے۔ وہ ندامت سے ساجا کو دیکھ کر بولی۔ "پاپا! تم نے کہا تھا میں پھول غلطیوں کی تلافی کر سکتی ہوں۔ رسونتی، جوجو اور ماریہ مصیبت میں ہیں۔ سونیا ان حالات میں کبھی خاموش نہیں بیٹھتی۔ مجھ معلوم ہوتا ہے، اُسے رسونتی وغیرہ تک پہنچنے کا راستہ نہیں مل رہا ہے۔ پارس اور علی تیمور بھی بے بس ہو گئے ہوں گے۔ میں جلد سے جلد اُن کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ جلد سے جلد کچھ کرنے کا خیال دماغ سے نکال دو۔ انسان عجلت میں ہر پہلو پر نظر نہیں رکھ سکتا۔ اس سے لازماً غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ پہلے یہ بتاؤ اُس ریڈ پاور کے باس کا کیا بنا؟"

"اوہ! میں تو اُسے بھول گئی تھی۔"

"دیکھا تم نے؟ دوسرے مسئلے کی طرف جاتے ہوئے تم پہلے مسئلے کو پوری طرح حل کرنا بھول گئی تھیں۔ تم نے باس کو اتنی دیر سے دماغی چکر دیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں خیال خوانی کرنے والی سمجھ لے۔ پہلے اس سے نمٹ کر آؤ۔"

وہ باس کے پاس پہنچ گئی۔ پتا چلا، ابھی دو منٹ پہلے اس نے ٹرانسمٹر کے ذریعے اپنے ماتحت کو اس جگہ بلایا ہے جہاں میڈونا نے اُسے پہنچا دیا تھا۔ اُس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ اسے کسی کی خیال خوانی کا شبہ نہیں ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا، زیادہ پی لینے کے باعث وہ بہک کر اُدھر چلا آیا ہے۔ اب پیرس کے تمام ماتحتوں کو اس حسینہ کی تلاش میں دوڑا لے گا۔ اُسے میڈونا کو حاصل کرنے کی ضد ہو گئی تھی۔

میڈونا نے ساجا کو یہ باتیں بتائیں۔ وہ بولا۔ "فی الحال اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ آئندہ کسی کام آئے گا۔ یہاں سے کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر دُور نکل جانا چاہیے۔ باس کے کتے ہماری تلاش میں آنے والے ہیں۔"

اس نے ایک گزرنے والی ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ وہ پاس آکر رُک گئی۔ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ساجا نے ڈرائیور سے پوچھا۔ "تم کتنی دیر ہمیں ٹیکسی میں ٹھہرا سکتے ہو؟"

"میں رات ایک بجے سے صبح نو بجے تک گاڑی چلاتا ہوں پھر اسے مالک کے حوالے کر دیتا ہوں۔ ابھی سات بج کر پچاس منٹ ہوئے ہیں۔ میں ایک گھنٹے اور گاڑی چلاؤں گا۔"

"چلو ایک گھنٹا ہی سہی۔ ہمیں اس شہر کے اہم مقامات دکھاؤ۔"

ٹیکسی چل پڑی۔ ڈرائیور سے باتیں کرنے کا مقصد اس کی آواز سُننا تھا۔ وہ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ ایک عام سا آدمی تھا۔ ایک فلیٹ میں تنہا رہتا تھا۔ کبھی شادی کر کے فلیٹ آباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُسے عورت سے نہیں صرف تاش کے پتّوں سے عشق تھا۔ جو کماتا تھا جُوئے میں ہار جاتا تھا اور کبھی کبھی جیت کر خوش ہو جایا کرتا تھا۔

ساجا نے میڈونا سے معلومات حاصل کرنے کے بعد ڈرائیور سے کہا۔ "ہم اس شہر میں اجنبی ہیں۔ تم ہماری رہائش کے لیے کوئی مناسب جگہ بتا سکتے ہو؟"

وہ بولا۔ "اخبارات سے بہت سی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ ان میں کرائے پر دیے جانے والے فلیٹوں اور مکانوں کی تفصیلات اور پتے ہوتے ہیں۔"

ساجا نے کہا۔ "میں اخبار سے زیادہ انسان کو معتبر سمجھتا ہوں۔ اگر تم کچھ جانتے ہو تو بتاؤ۔"

"ایک نیا پلازا تعمیر ہوا ہے۔ وہاں فلیٹس قیمتاً بھی ملتے ہیں اور کرائے پر بھی۔ کیا وہاں چلنا پسند کرو گے؟"

انھوں نے رضامندی ظاہر کی تو ڈرائیور نے بیس منٹ میں وہاں پہنچا دیا۔ چوں کہ اس پلازا میں نئے لوگ آباد ہونے آرہے تھے اس لیے سب ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے۔ ساجا نے کرایہ ادا کر کے ڈرائیور کو رخصت کر دیا۔ پھر دفتر میں جا کر ایک فلیٹ خریدنے کی بات کی۔ پوری قیمت ادا کرنے پر وہ فلیٹ چوبیس گھنٹے کے اندر اُن کے حوالے کیا جا سکتا تھا۔ ان کے پاس پوری رقم نہیں تھی۔ میڈونا نے کچھ پیشگی ادا کر کے کہا۔ "اور لاؤنج ساجا کے نام یہ کاغذات تیار کرو۔ ہم ایک گھنٹے میں آکر باقی تمام رقم ادا کر دیں گے۔"

وہ دفتر سے باہر آئے۔ ساجا نے کہا۔ "باس اپنے آدمیوں کو ہمارا لباس اور حلیہ بتا چکا ہوگا۔ ہمیں کم از کم لباس تبدیل کر لینا چاہیے۔"

دُور سے ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور نظر آرہا تھا۔ میڈونا نے کہا۔ "ہمارا ساتھ گھومنا مناسب نہیں ہے۔ وہ لوگ ایک بوڑھے اور جوان لڑکی کی تلاش میں ہوں گے۔ لباس بدلنے کے بعد ہم فلیٹ کی رقم ادا کریں گے۔ پھر ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے۔ ہمارے درمیان ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ رہے گا۔"

انھوں نے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں اپنے اپنے لیے لباس پسند کیا۔ ڈریسنگ روم میں جا کر اُسے پہنا۔ اس کا بل ادا کیا۔ پھر میڈونا نے کہا۔ "پاپا! تم پلازا کے دفتر میں انتظار کرو۔ میں رقم لے کر آؤں گی۔"

وہ ساجا سے الگ ہو کر ایک ریستوران میں آئی۔ وہاں

ایک پُرسکون گوشے میں میز کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ ناشتے اور چائے کا آرڈر دیا پھر باس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا۔ زیادہ نشہ ہونے کے باعث شاور کے نیچے بیٹھا ٹھنڈے پانی سے کھوپڑی درست کر رہا تھا۔ اس کی بیوی لائم جوس پیش کرتے ہوئے کہہ رہی تھی "صبح سویرے اتنی پینے کی ضرورت کیا تھی۔ کچھ اپنے بڑھاپے کا تو خیال کرو۔ اسے ایک سانس میں پی لو۔ نشہ کم ہو جائے گا۔"

وہ لائم جوس ڈے کر کڑبڑاتی ہوئی بیڈ روم میں آئی، وہاں سے کوریڈور میں پہنچی۔ ایک نوجوان نے پوچھا "ممی! نشہ کم ہوا؟"

"ہو جائے گا۔ نہیں ہو گا تو ڈاکٹر کو بلایا جائے گا۔"

میڈونا اس نوجوان کے دماغ میں پہنچی۔ وہ باس کا منجھلا بیٹا تھا۔ اُس کی ماں بڑبڑاتی ہوئی کچن کی طرف گئی۔ وہ باپ کے بیڈ روم میں آیا۔ تکیے کے پاس سے چابیاں اٹھائیں۔ ایک طرف رکھے ہوئے سیف کو کھولا۔ اس میں سے دو لاکھ ڈالر نکالے۔ بڑے بڑے نوٹوں کی دو گڈیاں لیڈیز پرس میں آسکتی تھیں۔ اس نے نوٹوں کو قمیص کے اندر ڈالا۔ اس کے بٹن لگائے۔ سیف کو بند کر کے چابیوں کو تکیے کے پاس رکھا۔ پھر باہر آکر ایک کار میں بیٹھ گیا۔

میڈونا خاموش بیٹھی آہستہ آہستہ ناشتا کر رہی تھی۔ جب اُس نے چائے کا آخری گھونٹ پی کر پیالی رکھی تو وہ آکر اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر قمیص کے اندر سے گڈیاں نکالیں۔ میز کے نیچے میڈونا نے پرس کھول رکھا تھا۔ وہ گڈیاں اس کے اندر پہنچ گئیں۔ نوجوان وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ میڈونا اُسے گھر پہنچانے تک چائے کی دوسری پیالی سے شغل کرتی رہی۔ پھر ویٹر ٹپ دے کر ریستوران سے باہر آگئی۔

باس کے بیٹے نے شدید حیرانی سے خود کو کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر دیکھا۔ کار اس کے شاندار بنگلے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے سوچا "میں ابھی کوریڈور میں ممی سے باتیں کر رہا تھا۔ پھر یہاں کار میں کیسے پہنچ گیا؟"

میڈونا کی مرضی کے مطابق اس نے رسٹ واچ دیکھی۔ پھر پریشان ہو کر بڑبڑایا "میں سوا نو بجے کوریڈور میں ممی سے ڈیڈی کی خیریت پوچھ رہا تھا۔ میں نے سوچا تھا، ڈیڈی نائٹ کلب گئے تو اُن سے دس ہزار مانگوں گا۔ لیکن اب میری گھڑی دس بجا رہی ہے۔ میں نے اتنا وقت کہاں گزارا؟ کیا وہ ڈیڈی کے... ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ سے کھیل رہا تھا؟ مجھے ابھی جا کر ڈیڈی کو سب کچھ بتانا چاہیے۔"

میڈونا نے بھاری بھرکم لہجے میں کہا "آرام سے بیٹھے رہو۔ بے شک میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے دماغ سے کھیل چکا ہوں۔ لیکن میں تمہارے ڈیڈی کا ٹیلی پیتھی جاننے والا دوست نہیں ہوں۔ بلکہ سپر ماسٹر کا خاص آدمی ہوں۔"

وہ سہم کر بولا "تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"جو چاہتا تھا، وہ ہو چکا۔ میں اپنے ایک مقصد کے لیے تمہیں اس کار میں بٹھا کر ایک جگہ لے گیا تھا۔ میرا احسان مانو کہ تم خیریت سے واپس آگئے ہو۔ میں چاہتا تو تمہیں کسی بھی کار ایکسیڈنٹ میں مار ڈالتا۔ کیا میں ایسا نہیں کر سکتا تھا؟"

وہ ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگا۔ میڈونا نے کہا "جو کچھ تمہارے ساتھ ہو چکا ہے، اُسے پیٹ میں رکھو۔ باہر نکالو گے تو میں کسی وقت بھی تمہیں ٹیلی پیتھی کی چٹکی میں مسل دوں گا۔"

وہ نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا "میں خاموش رہوں گا۔ کسی سے کچھ نہیں بولوں گا۔"

"آؤ کے پیچھے! تم خاموش رہو گے۔ کسی سے کچھ نہیں بولو گے تو سب کو تمہارے گونگے پن پر تشویش ہو گی۔"

"نہ میرا مطلب ہے، میں تمہارے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔"

"شاباش! اب گھر جاؤ۔ میں پھر کبھی آؤں گا، گڈ بائی۔"

وہ اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ بلازا کے دفتر میں پہنچ کر اُس نے باقی تمام رقم ادا کی۔ پھر باہر آکر ساچا کو پچاس ہزار ڈالر دیے۔ وہ بولا "میں اتنی رقم کیا کروں گا؟"

"رکھ لو۔ خوب خرچ کرو۔ کم پڑیں گے تو اور آجائیں گے۔ فلیٹ کا قبضہ ملے گا تو ہم یہاں ساتھ رہیں گے۔ یہاں سے باہر نکل کر پھر الگ ہو جایا کریں گے۔"

"بیٹی! تم پچھلی رات سے جاگ رہی ہو۔ نیند کہاں پوری کرو گی؟"

"اس کے لیے کچھ سوچوں گی۔"

"جب بھی پریشانی ہو، مجھے مخاطب کر لینا۔"

"یا پا! میں سونیا، پارس اور علی تیمور کے کام آنا چاہتی ہوں۔ رسونتی، جوجو اور ماریہ کو اُن کے پاس پہنچانا چاہتی ہوں۔"

"تم مجھ سے رابطہ رکھتی رہو۔ میں کوئی تدبیر سوچتا ہوں۔ مگر یاد رکھو، اُن کے کام آنے کی لگن میں اُن کے سامنے نہ چلی جانا۔ وہ تم سے ناراض ہوں گے۔ پہلے چھپ کر گمنام رہ کر اُن کے لیے کچھ کارنامے انجام دو۔ پھر وہ ضرور تمہاری ایک بڑی غلطی کو معاف کر دیں گے۔"

وہ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ میڈونا ایک طرف چل پڑی۔ ناشتا کرنے کے بعد آرام سے سونے کی خواہش ہو رہی تھی۔ سوال پیدا ہوتا تھا، وہ کہاں نیند پوری کرے۔ پچھلی رات سے تعاقب کرنے والے گنتے کچھ کم نہیں تھے، اب باس کے آدمی بھی اسے ہوٹلوں اور پینگ گیسٹ والے مکانوں میں ڈھونڈنے پھریں گے۔ باس کو معلوم ہو گیا تھا کہ باپ بیٹی بے گھر ہو گئے ہیں، وہ ایسی ہی کسی جگہ پناہ لیں گے۔ لہٰذا وہ نیند پوری کرنے کسی ہوٹل میں نہیں جا سکتی تھی، کسی مالک مکان کو چوبیس گھنٹے کے لیے پینگ گیسٹ رکھنے کے لیے نہیں کہہ سکتی تھی۔

بڑی مشکل ہے، ایک حسین اور جوان عورت دنیا کے کسی حصے میں تنہا محفوظ نہیں رہ سکتی۔ مرد کہیں بھی دریا کے کنارے، درخت کے سائے میں یا فٹ پاتھ پر کھلے عام نیند پوری کر سکتا ہے، ایک حسین عورت ایسا کرنا چاہے تو غریب اپنے جھونپڑے اور امیر اپنے محل چھوڑ کر فٹ پاتھ پر اس کے پاس سونے کے لیے قطار میں کھڑے ہو جائیں گے۔

وہ چلتے چلتے جھیل کے کنارے آگئی۔ دن کے بارہ بج رہے تھے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ساچا کو اپنی پریشانی بتائی۔ وہ بولا "جھیل کنارے امیر کبیر لوگوں کے بنگلے ہوتے ہیں۔ اگر وہاں بھی ہیں تو باری باری ہر بنگلے کے مالک یا نوکر کے دماغ تک پہنچو۔ کوئی نہ کوئی بنگلا ضرور خالی ملے گا۔ وہاں کے چوکیدار کو ٹرپ کر کے تم اندر جا سکتی ہو اور نیند پوری کر کے واپس آسکتی ہو۔"

وہ ساچا کی ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ جھیل کے کنارے دُور دور تک خوبصورت کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ وہ ایک فرضی نام اور پتا پوچھتے ہوئے ایک ایک کاٹیج کے سامنے سے گزرتی گئی۔ اُسے منفی میں جواب دینے والوں کا دماغ معلومات کا ذریعہ بنتا گیا۔ وہاں ہر بنگلے کا مالک اپنے بیوی بچوں کے ساتھ موجود تھا یا کہیں شاپنگ یا کاروباری مقصد کے لیے گیا ہوا تھا۔ کوئی نوکر اپنے مالک کی واپسی کے متعلق نہیں جانتا تھا۔ میڈونا کو یقین ہوتا کہ کوئی چار پانچ گھنٹے بعد آنے والا ہے تو وہ اس کے کاٹیج میں جا کر کم از کم دو گھنٹے تک سو سکتی تھی۔ وہ مایوس ہونے لگی۔

تب ایک کاٹیج نظر آیا۔ اُس کا مین گیٹ کھلا ہوا تھا۔ وہ احاطے میں آئی۔ کوئی چوکیدار یا دوسرا ملازم نظر نہیں آرہا تھا۔ اُس نے برآمدے میں پہنچ کر آواز دی "کوئی ہے؟ کیا یہاں مسٹر جوزف رہتے ہیں؟"

اُسے جواب نہیں ملا۔ وہ کاٹیج کے دائیں جانب سے پیچھے گئی۔ بائیں جانب سے واپس برآمدے میں آئی۔ وہاں رکھوالی کے لیے آدمی تو آدمی ایک کتا بھی نہیں تھا۔ بڑے تعجب کی بات تھی۔ اُس نے دروازے پر دستک دی۔ جواب کا انتظار کیا، مگر خاموشی رہی۔ پھر اُس نے دروازہ پیٹنے کے لیے ہاتھ مارا تو وہ ذرا سا کھل کر بند ہو گیا۔ اس نے حیرانی سے سوچا، یہاں کوئی نہیں ہے اور دروازہ کھلا ہوا ہے۔ کیا یہ کاٹیج ویران ہے؟

وہ محتاط انداز میں دروازہ کھولتی ہوئی اندر آئی۔ ایک ڈرائنگ روم خوب صورتی سے سجا ہوا نظر آیا۔ اس نے آواز دی۔ "مسٹر جوزف! کیا تم موجود ہو؟"

بدستور خاموشی رہی۔ اس نے دبے قدموں چلتے ہوئے پورے کاٹیج کو اندر سے دیکھ لیا۔ ایسا لگتا تھا کوئی اس کے ہر کمرے کو ضرورت کے تمام سامان سے سجا کر چلا گیا ہے اور جانے والا اتنا احمق یا لاپرواہ ہے کہ کسی دروازے کو لاک نہیں کیا۔ میڈونا سوچتے سوچتے اونگھنے لگی۔ اُسے پوری رات جاگنے کی عادت نہیں تھی۔ اگر کبھی دیر تک جاگتی تو دن چڑھے تک سوتی رہتی تھی۔ اُس نے ایک ایک کھڑکی سے جھانک کر باہر دور تک نظریں دوڑائیں، کوئی اس کاٹیج کی نگرانی کرتا ہوا دکھائی نہیں دیا۔ اس نے نیند سے پریشان ہو کر سوچا، جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ اگر یہاں آنے والا دشمن ہو گا تو اس کی شامت آجائے گی۔

اس نے تمام دروازوں کو اندر سے بند کر دیا۔ ایک خوابگاہ میں آکر لباس اُتارا، ایک پتلی سی چادر لپیٹ لی۔ کیوں کہ ایک ہی لباس تھا پہن کر سونے سے شکنیں پڑ جاتیں۔ بہرحال، وہ بستر پر آرام سے لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کرنے کے بعد اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ چار گھنٹے تک گہری نیند سوتی رہے گی۔ اگر کوئی کاٹیج کی چار دیواری میں قدم...

وہ ہدایت پوری نہ کر سکی۔ نیند ایسی غالب آئی کہ وہ غفلت کے اندھیرے میں ڈوب کر رہ گئی۔ زندگی کے عملی میدان میں حوصلے اور برداشت کی قوت لازمی ہوتی ہے۔ وہ ایسی بچی تھی کہ نیند کا غلبہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اُسے اور بھی کئی طرح کے تجربات سے ابھی گزرنا تھا۔ اگر ساچا اُس کے ساتھ نہ ہوتا تو وہ پچھلی رات ہی پاسکل بوبا کے پیچھے چڑھ جاتی۔ بہرحال، وہ حالات کے مطابق گھوڑے بیچ کر سو گئی۔

ٹھیک اُس کے سامنے والے کاٹیج میں ایک شخص کھڑکی کے پردے کے پیچھے کھڑا تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا ٹیلیفون

کے پاس آیا۔ ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ جواباً دوسری طرف سے بھی کوڈز کے جواب دیے گئے پھر اس شخص نے کہا "جناب! ایک نوجوان لڑکی آپ کے کاٹیج میں داخل ہوئی ہے۔ میں آدھے گھنٹے سے انتظار کر رہا ہوں، وہ ابھی تک باہر نہیں آئی ہے۔"

دوسری طرف سے جواب ملا "وہ باہر آئے تو اُسے جانے نہ دینا۔ جب تک اندر رہے، اُسے مخاطب نہ کیا جائے۔ میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔

ریڈ پاور کا باس نارمل حالت میں تھا۔ اُسے اطلاع ملتی جارہی تھی کہ ابھی تک اس حسینہ اور اس کے باپ کا سُراغ نہیں ملا ہے۔ اُن کی تلاش جاری ہے۔ دن کے ایک بجے تک ایسی چھ لڑکیوں کی تصویریں اس کے پاس پہنچ گئی تھیں جو اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ دیکھی گئی تھیں وہ جھنجلا کر بولا۔ "ان میں سے کوئی نہیں ہے۔ وہ لڑکی ایشیا کی فرانسیسی رقاصاؤں جیسا لباس پہنے ہوئے ہے۔"

ایک ماتحت نے کہا۔ "باس! اتنی دیر میں اُس نے لباس بدل لیا ہوگا۔"

دوسرے ماتحت نے کہا۔ "وہ بوڑھا اپنی بیٹی کے ساتھ نہیں ہوگا۔ ہوسکتا ہے، بیٹی کو کسی شناسا کے ہاں چھوڑ کر کہیں بھٹک رہا ہو۔ ہم بیٹی کے بغیر اس بوڑھے کو نہیں پہچان سکیں گے۔"

باس سوچ میں پڑ گیا۔ ایسے ہی وقت پاسکل بول بانے اُسے مخاطب کیا۔ "ہیلو باس! کس فکر میں ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "ایک حسینہ میرے لیے چیلنج بن گئی ہے۔ میں اُسے ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں بہت دیر سے تمہارے دماغ میں ہوں۔ تمہاری ضد اور ہوس کو سمجھ رہا ہوں۔ تم اتنے ہوس پرست ہو کہ اپنے فرض سے غافل ہوگئے ہو۔"

"مجھے کسی غفلت پر الزام دے رہے ہو جب کہ میں بخوبی اپنے فرائض ادا کرتا آرہا ہوں۔"

"میں پچھلی رات سے تمہارے آدمیوں کے ساتھ لامینیز شہر میں اُسے ڈھونڈ رہا ہوں۔ بیک وقت کئی جگہ مصروفیات کے باعث صرف میڈونا پر توجہ نہ دے سکا۔ مجھے یقین تھا، تم پوری توجہ دے رہے ہوگے، مگر تم کسی اور لڑکی کے چکر میں پڑ گئے ہو۔ اُسے حاصل کرنے کی دھن میں صبح سویرے ضرورت سے زیادہ پی لی۔ اُس لڑکی کو نظر میں رکھنا تھا مگر تم ڈرائیو کرتے ہوئے کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔ کیا یہ حماقت نہیں ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا میں زیادہ کیسے پی گیا، پھر نشے میں گاڑی کیسے ڈرائیو کی۔ یہ کیسا نشہ تھا کہ میں نے مدہوشی کے باوجود اپنے ماتحت سے ٹرانسمٹر پر بات کی اور اُسے اپنے پاس بلایا۔"

پاسکل نے چونک کر کہا۔ "یہ متضاد باتیں قابلِ غور ہیں۔ ذرا اچھی طرح سوچو کیا تمہیں ایسا لگ رہا تھا کہ تمہارا دماغ تمہارے اپنے قابو میں نہیں ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ گزشتہ رات میں پہلی بار صبح کے وقت میں نے بے اختیاری سے، مجھے یاد آرہا ہے، ایک بار میں نے بوتل کو بند کرنا چاہا۔ اس کے باوجود پیتا گیا۔"

"باس! مجھے شبہ ہے کوئی تمہارے دماغ سے کھیل رہا تھا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "وہ کون ہوسکتا ہے؟"

"سپر ماسٹر کا آدمی ہوسکتا ہے۔ میڈونا بھی ہوسکتی ہے۔"

"کیا اُس بوڑھے کے ساتھ میڈونا تھی؟"

وہ دونوں سوچ میں پڑ گئے۔ پھر پاسکل نے کہا۔ "یہ ممکن ہے۔ اس نے لامینیز شہر چھوڑ دیا ہے۔ پچھلی رات وہاں سے فرار ہو کر صبح پیرس آئی ہے۔ یہ بڑی حد تک ممکن ہے۔ ہمیں اس پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ وہ میڈونا ہو سکتی ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ باس نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔"

دوسری طرف سے ایک ماتحت نے کہا۔ "ایک لڑکی اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ نظر آئی ہے۔ وہ ایک اسٹور سے کچھ خرید رہی ہے۔"

باس نے پاسکل سے پوچھا۔ "کیا تم میرے ماتحت کی بات سن رہے ہو؟"

"ہاں ریسیور رکھ دو۔ میں ابھی لڑکی کی اصلیت معلوم کرتا ہوں۔"

وہ ماتحت کے دماغ میں آیا۔ اُسے اسٹور کے اندر لڑکی کے قریب لے گیا۔ اس کے ذریعے لڑکی کی آواز سننا چاہتا تھا۔ بوڑھے باپ کی آواز سنائی دی۔ یہی کافی تھا۔ اس کے سوچ پڑھ کر معلوم ہوا اُس کے ساتھ میڈونا نہیں ہے۔ لیکن وہ مطمئن نہیں ہوا۔ اُس نے باپ کے ذریعے بیٹی سے گفتگو کی۔ اس

کے دماغ کو ٹٹولا پھر باس کے پاس آکر کہا۔ "وہ میڈونا نہیں ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "وہ حرافہ کہاں غائب ہوگئی ہے؟ اُس کی روپوشی بتا رہی ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُسے چھپنے میں آسانی ہو رہی ہے۔ اور ہم ناکام ہوتے جارہے ہیں۔"

"جھنجلاتے کیوں ہو؟ دراصل تمہارے آدمی ناکارہ ہیں۔ دو جارِ بے حد چالاک اور عیار قسم کے آدمیوں کی خدمات حاصل کرو، میڈونا ضرور ہمارے ہاتھ آئے گی۔"

باس نے چٹکی بجا کر پوچھا۔ "پارس کے متعلق کیا خیال ہے۔ وہ قبر میں بھی ہوگی تو وہ اُسے ڈھونڈ نکالے گا۔"

پاسکل نے کہا۔ "ہاں، اس نے ماسک مین کا وفادار رہنے کا وعدہ کیا ہے۔ اسے آزمانا چاہیے۔ وہ کتنی وفاداری اور کتنی دیانتداری سے ایک خیال خوانی کرنے والی کو ہمارے قدموں میں لائے گا۔"

"بے شک اُسے آزمانا چاہیے۔ تم اس سے رابطہ قائم کرو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس اپنی کار ڈرائیو کر رہا تھا اور اپنے دماغ میں کسی کو محسوس کر رہا تھا۔ اس کے یہ چور احساسات پاسکل کی سمجھ میں نہیں آسکتے تھے۔ صرف وہی نہیں، کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس خوش فہمی میں رہتا تھا کہ وہ پارس کے دماغ میں چھپ کر اس کے خیالات پڑھ رہا ہے۔

تقریباً ایک منٹ کے بعد پاسکل نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم نے دھوئی دیا تھا، اب خراب نہیں ہوگے، تمہارا دماغ حساس ہوجائے گا۔ پھر تم سانس روک کر ہمیں بھگا دیا کرو گے۔"

پارس نے کہا۔ "نشہ چھوڑتے ہی دماغ حساس نہیں ہو جاتا۔ اب میں صبح اُٹھ کر دوڑ لگاتا ہوں۔ ورزش کرتا ہوں۔ انشاء اللہ جلد ہی تم جیسوں کو دماغ سے بھگا دیا کروں گا۔"

"تمہاری نارافگی بجا ہے۔ پچھلی بار میں نے تم سے توہین آمیز گفتگو کی تھی۔ مجھے اس کا افسوس ہے۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ ماسک مین سے وفاداری کرو گے۔ میں یقین دلاتا ہوں..."

"تم یقین دلانے کی زحمت نہ کرو۔ میرے پاپا نے کبھی کسی کی غلامی نہیں کی۔ تم لوگ وفاداری کے نام پر مجھے غلام بنانا چاہتے ہو۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے میں نشے میں نہیں ہوں اور جو ہوش و حواس میں ہوتے ہیں، وہ کسی کے غلام نہیں بنتے اور نہ کسی کے دباؤ میں آتے ہیں۔ کیا تم میرے دماغ سے جانا پسند کرو گے؟"

"میں تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا پسند کروں گا۔"

"تمہارے دل میں حسرت ہی رہے۔ کوشش کرو۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ پاسکل کو یوں لگا جیسے لات مار کر باہر نکال دیا گیا ہو۔ وہ اس بار غصے سے آیا۔ ارادہ تھا جیسے ہی چند سیکنڈ کے لیے جگہ ملے گی، وہ دماغی اذیتیں پہنچانے کی انتہا کر دے گا۔ لیکن جگہ نہیں ملی۔ دماغ کے دروازے بند تھے۔ اُس نے کئی بار کوشش کی۔ مگر ناکام رہا۔ اُسے حیرانی تھی کہ وہ کتنی دیر سے سانس روکے ہوئے ہے۔ ایک بار پتا چلا، وہ سانس لے رہا ہے لیکن اس کے پہنچتے ہی اس نے پھر دم سادھ لیا۔ پاسکل نے باہر آکر حیرانی سے سوچا۔ اسے کیسے معلوم ہوا کہ میں آیا ہوں؟ کیا یہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا ہے اور مجھے آٹو بنا رہتا ہے؟"

اس نے باس کے پاس آکر کہا۔ "وہ سونیا کی طرح مکار ہے۔ ہمیں آٹو بنا رہا تھا۔ وہ مجھے دماغ میں محسوس کر لیتا ہے۔"

"تم میڈونا کے سلسلے میں گئے تھے۔"

"جب وہ ہم سے مخلص نہیں ہے تو میں یہ راز اُسے کیوں بتاتا کہ میڈونا ہاتھ سے نکل گئی ہے اور ہم اُسے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

"ہاں، وہ سونے کی چڑیا ہے۔ پارس کو اُس کی ہوا بھی نہیں لگنی چاہیے۔"

پاسکل تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد اس نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ صرف رسوخ کے معاملے میں مات کھا گیا تھا۔ کیوں کہ مقابلے میں دوسرا خیال خوانی کرنے والا تھا۔ لیکن پارس خیال خوانی نہیں جانتا تھا۔ اس سے مات کھا کر وہ تلملا رہا تھا۔ اسے کسی طرح ایک بار دماغی جھٹکے پہنچا کر اپنی برتری قائم رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کے دماغ تک پہنچا لیکن حملہ کرنے سے پہلے ہی باہر نکل آیا۔ پارس نے سانس روک لی تھی۔

پارس اطمینان سے کار ڈرائیو کرتا ہوا اپنے کاٹیج کے قریب آیا۔ کار ڈیلیس ریسیور اٹھا کر رابطہ قائم کیا۔ اپنے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "جناب! وہ ابھی تک کاٹیج کے اندر ہے باہر نہیں آئی ہے۔ کیا آپ کسی کو اندر بھیجنا چاہیں گے؟"

"نہیں۔ میں خود جا رہا ہوں۔"

اس نے کار کاٹیج کے سامنے روک دی۔ مین گیٹ کھول کر احاطے کے اندر آیا۔ برآمدے میں پہنچ کر دبے قدموں چلتا ہوا دروازوں اور کھڑکیوں کو دیکھتا گیا۔ پورا کاٹیج اندر سے بند تھا۔ وہ کاٹیج کے چاروں طرف چکر لگانے

کے بعد چھت پر چڑھ گیا۔ ایک رسّے کو آتشدان کی چمنی سے باندھ کر اس کے اندر سے لٹکتا ہوا اپنی خواب گاہ کے آتش دان میں پہنچ گیا۔ وہاں سے سر اُٹھا کر دیکھا ایک کافر حسینہ اس کے بستر پر حسن و شباب کا خزانہ لیے پڑی تھی۔ اس کی آنکھیں اس پر نہ ٹھہر سکیں۔ جو چادر وہ لپیٹے پڑی تھی، وہ نیند میں اِدھر سے اُدھر ہو گئی تھی۔ دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا، ہے دیکھنے کی چیز، اسے بار بار دیکھ۔ اور شرافت کہتی تھی، کسی کی غفلت کو تماشا نہیں بنانا چاہیے۔

وہ آتش دان سے رینگتا ہوا کمرے کے قالین پر آیا۔ پھر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سامنے آدم قد آئینے میں وہ بھوت لگ رہا تھا۔ چمنی کی کالک اس کے چہرے اور لباس تک لگی ہوئی تھی۔ وہ خود کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس نے دبے قدموں آگے بڑھ کر چادر اٹھائی اور اُس پر ڈال دی۔ اُسی وقت اس کی آنکھ کھل گئی۔

وہ شاید ڈراؤنا خواب دیکھ رہی تھی۔ سامنے بھوت کو دیکھتے ہی چیخ پڑی۔ پارس نے فوراً ہی ایک ہاتھ اُس کے مُنہ پر رکھا۔ دوسرے ہاتھ کی اُنگلی سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ پارس نے اشاروں کی زبان میں سمجھایا کہ وہ چوری کرنے آیا ہے۔ لہٰذا وہ شور نہ مچائے۔ سیف کی چابی اس کے حوالے کر دے۔

وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر ناگواری سے بولی "اچھا تو تم چوری کے ارادے سے آئے ہو مگر تمھیں مایوسی ہوگی۔ یہ میرا گھر نہیں ہے اور نہ ہی میرے پاس چابیاں ہیں۔ اگر ہوتیں تب بھی میں نہ دیتی۔ میرا فرض ہے کہ میں اس گھر کو نقصان نہ پہنچنے دوں۔"

وہ بیڈ کے پاس سے چلتا ہوا الماری کے پاس آیا پھر جیب سے چابیاں نکال کر الماری کھولنے لگا۔ ریڈونا نے للکار کر کہا۔ "خبردار! میں تمھیں نقلی چابیوں سے الماری نہیں کھولنے دوں گی۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔"

وہ اپنے پرس سے ریوالور نکال کر اُسے نشانے پر رکھے ہوئے تھی۔ پارس نے کہا "سچ مچ گولی نہ چلانا۔ میں اس گھر کا مالک ہوں۔"

میڈونا نے اُسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اسی لمحے پارس نے پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ اُس نے سوچا، پاسکل بوبا پھر آیا ہے۔ وہ سانس روک کر سسکرانے لگا۔ میڈونا نے سمجھا، شاید وہ سامنے والا اس کی خیال خوانی کو سمجھ کر مسکرا رہا ہے۔ وہ سخت لہجے میں بولی "کیوں مسکرا رہے ہو؟"

پارس نے پوچھا "کیا تمھیں زندہ دلی پسند نہیں ہے؟"

"بکواس مت کرو۔ پہلے تم چوروں کی طرح مجھ سے چابیاں مانگ رہے تھے۔ پھر مالک مکان بن بیٹھے۔ کیا مالک مکان مُنہ پر کالک لگا کر آتے ہیں؟"

"تمھاری مہربانی سے یہ حلیہ بن گیا ہے۔ تم نے تمام دروازوں اور کھڑکیوں کو اندر سے بند کر لیا تھا۔ مجھے چمنی کے راستے آتش دان میں ٹپکنا پڑا۔ پھر میں نے چور بن کر آزمایا کہ چوری سے یہاں آنے والی چور کا ساتھ دیتی ہے یا نہیں؟ ہم تم اچھی لڑکی ہو۔"

"اگر تم مالک ہو تو ایک ہی چابی سے الماری کھول سکو گے۔ چور کی طرح کٹی کٹی چابیوں کو نہیں آزماؤ گے۔"

اس نے ایک ہی چابی سے الماری کے دونوں پٹ کھول دیے۔ وہ اُلجھ گئی۔ اس کے مالک مکان ہونے کا کسی حد تک ثبوت مل گیا تھا۔ لیکن وہ سانس روک کر کیوں مسکرایا تھا؟ کیا اپنے سامنے والی کی خیال خوانی کو سمجھ گیا تھا؟ آخر یہ ہے کون؟ یہ جو کوئی بھی ہے، ٹیلی پیتھی سے بچاؤ کے طریقے جانتا ہے۔ یعنی یہ خیال خوانی کرنے والوں سے ٹکراتا رہا ہے۔

اس نے آزمائش کے طور پر پھر اس کے دماغ میں ایک چھلانگ لگائی۔ پارس نے اس بار ناگواری سے کہا "اُلو کے پٹھے! کیوں پیچھے پڑ گیا ہے، تو ہمیشہ ناکام رہے گا۔"

میڈونا نے انجان بن کر حیرانی سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

وہ الماری سے اپنا لباس نکالتے ہوئے بولا "تم نہیں سمجھو گی۔ یہ ایک ٹیلی پیتھی کا چکر ہے۔"

"میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق پڑھا ہے اور اس کے بارے میں بہت کچھ سنتی رہی ہوں۔ کیا ابھی کوئی تمھارے دماغ میں آیا تھا؟"

"ہاں! ایک دشمن ہے۔ مگر تم کون ہو؟ میرے کاٹیج میں آ کر یوں گہری نیند سو رہی تھیں جیسے اپنے گھر میں ہو۔ کیا کسی کی آلۂ کار ہو؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ تمھارے بارے میں سوچ رہی ہوں کہ تم ان دشمنوں کے لیے کام کر رہے ہو جن سے چھپنے کے لیے میں نے یہاں پناہ لی ہے؟"

"میں کسی کے لیے کام نہیں کرتا ہوں۔"

"پھر کیا کرتے ہو؟"

"کچھ نہیں کرتا۔ کچھ نہ کرنا ہماری خاندانی روایت ہے۔"

میرے باپ نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی کام نہیں کیا۔ نہ ملازمت کی، نہ کاروبار کیا۔ ساری عمر دشمنوں سے لڑتے لڑتے گزار دی۔ میں بھی یہی کر رہا ہوں۔ نہ کرنا چاہوں، تب بھی یہی کرنا پڑتا ہے۔ دشمن خود بخود آتے ہیں۔ ابھی ایک دماغ میں آیا تھا۔ دوسری طرف تم ریوالور تانے چادر میں لپٹی ہوئی ہو۔ اب چادر گرے گی تو نہیں اٹھاؤں گا۔"

"بکواس بند کرو۔ اپنا نام بتاؤ۔"

"مجھے پارس کہتے ہیں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر اُسے غور سے دیکھنے لگی۔ دل دھڑک رہا تھا اور ریوالور والا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ وہ بولا "تم تو یوں دیکھ رہی ہو جیسے مجھے پہچانتی ہو۔ یا میرا نام جانتی ہو۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم پارس ہو؟"

"کیا میرے دشمنوں نے سمجھایا ہے کہ یقین ہوتے ہی مجھے گولی مار دو؟"

"فار گاڈ سیک! مجھے یقین دلاؤ ورنہ گولی چل جائے گی۔"

اس نے الماری کے اندر ایک ہاتھ ڈالا۔ وہ للکار کر بولی "کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ بڑی آہستگی سے ہاتھ نکالو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ الماری کے اندر سے دھیرے دھیرے ہاتھ باہر آیا۔ اس نے ایک بڑی سی تصویر پکڑ رکھی تھی۔ وہ باپ بیٹے کی تصویر تھی۔ میڈونا فرہاد کی تصویر دیکھتے ہی سکتے کے عالم میں رہ گئی۔ پارس نے تصویر اس کے سامنے اُچھال دی۔ وہ بستر پر آ کر گری۔ اس نے کہا "یہ میں اور میرے پاپا فرہاد علی تیمور ہیں۔ فی الحال میرے پاس یہی ثبوت ہے۔ میں غسل کر کے لباس بدل کر آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ باتھ روم کے شاور سے پانی گرنے کی آواز آنے لگی۔ وہ وہاں سے پوچھ رہا تھا "کیا میرے پارس ہونے کا یقین ہو گیا؟"

اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ پھر پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ کیا مجھے گولی مارے بغیر چلی گئی ہو؟"

اُسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے غسل کرنے کے بعد تولیے سے بدن کو خشک کیا۔ دوسرا لباس پہنا پھر باتھ روم سے نکلتے ہوئے بولا "کمال ہے! اپنا تعارف کرائے بغیر چلی گئیں۔"

وہ کمرے میں آتے ہی ٹھٹک گیا۔ وہ چادر میں لپٹی اسی طرح گم صم بیٹھی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں ریوالور بھی تھا۔ پارس پھر شانے پر کھڑا تھا۔ مگر ریوالور سے گولی نہیں، اس کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ پارس نے تعجب سے پوچھا "تم رو رہی ہو؟"

اُس کا ضمیر رُلا رہا تھا۔ وہ تصور میں دیکھ رہی تھی کہ اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے اس نے فرہاد علی تیمور پر گولی چلائی ہے۔ وہ پہاڑ جیسے کوئی زلزلہ نہ گرا سکا، اس کی گولی نے اُسے ہمیشہ کے لیے گرا کر نابود کر دیا تھا۔

وقت وقت کی بات ہے آج فرہاد کا بیٹا اُس کے نشانے پر تھا۔ وہ بک جھکتے ہی اُسے بھی نابود کر سکتی تھی مگر اندر پچھتاوے کی آندھی چل رہی تھی۔ آنسوؤں کا سیلاب ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اچانک ریوالور گر پڑا۔ وہ بیٹھے بیٹھے سجدے میں گر پڑی۔ پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

وہ فوراً ایک طرف ہٹ گیا۔ سجدہ شکر کا ہو یا پچھتاوے کا، وہ صرف معبود کے لیے ہوتا ہے۔ معاف بندہ نہیں کرتا خدا کرتا ہے۔

سونیا

سونیا نے کھڑکی سے دیکھا طیارہ رن وے پر دوڑنے کے بعد اب رُک رہا تھا۔ وہ ائر فورس کا کوئی اڈا تھا۔ کچھ جنگی طیارے اور فوجی وردی میں ملبوس سپاہی آتے جاتے یا کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ایک چھوٹی سی عمارت نظر آ رہی تھی جہاں غالباً فوجی دفاتر تھے۔ طیارے کے رُکنے کے بعد تین گاڑیاں قریب آکر رُک گئی تھیں۔ وہ حفاظتی بند کھول کر ماریہ کے ساتھ اُٹھ گئی۔ تاتیانہ اس سے پہلے ہی اُٹھ کر دروازے کے پاس چلی گئی تھی۔ اس نے بلیٹ کر سونیا کو دیکھنا تک گوارا نہیں کیا تھا۔

تاتیانہ کی جگہ خوئی اور ہوتی تو سونیا کے قدموں میں گر جاتی۔ میں نے ایسے خیال خوانی کرنے والے دشمن سے بچایا تھا۔ اس سے پہلے ڈیگرا اپنے دوسرے دشمنوں کی سانسیں روک روک کر انھیں مار چکا تھا۔ ایسے وقت شاید کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی مرنے والے کو بچا سکتا تھا۔ جب کہ سونیا یہ علم نہیں جانتی تھی۔ تاتیانہ کی سانسیں جواب دے رہی تھیں، وہ مرنے ہی والی تھی۔ ایسے میں سونیا نہ ہوتی تو طیارے سے لے جائی جانے والی لاشوں کے ساتھ تاتیانہ کی بھی لاش جاتی۔

تاتیانہ نے جیسے پھر سے جنم لیا تھا۔ اس نے نئی زندگی کی سانسیں لیتے ہوئے ایک لمحے کے لیے سونیا کو احسان مندی سے دیکھا تھا۔ رسمی طور پر شکریہ ادا کیا تھا پھر اپنی جگہ پر بیٹھ کر گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے سونیا کو دیکھنے لگی تھی۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "یہ نادیہ نہیں ہو سکتی۔ ہمارے اعلیٰ حکام نادیہ کو سونیا کے روپ میں یہاں لا کر بہت بڑی غلطی کر رہے ہیں۔ سونیا سے کچھ بعید نہیں ہے۔ اُس نے نادیہ کو سونیا کا روپ اختیار کرنے سے پہلے ہی ختم کر دیا ہو گا اور اس کی جگہ خود آ گئی ہو گی۔ ماسک مین کے ساتھ خیال خوانی کرنے والا یا گل ہمیں بھی دھوکا کھا رہا ہے۔ وہ اسے سونیا کے میک اپ میں نادیہ سمجھ رہے ہیں۔"

تاتیانہ کے دماغ میں سوال پیدا ہوا، کیا خیال خوانی کرنے والا کسی کے چور خیالات پڑھ کر بھی دھوکا کھا سکتا ہے؟

تاتیانہ نے سوچا، یہ ممکن ہے جو عورت مجھ سے آنکھیں ملا کر میرے دماغ پر قبضہ جمانے والے دشمن کو بھگا سکتی ہے، وہ اپنے اندر آنے والے دشمن کو بھی بھٹکا سکتی ہے۔ یہ سونیا ہے۔ اگر نہیں ہے تو نادیہ بھی نہیں ہے۔ کوئی بہت ہی خطرناک عورت ہے اور چالباز بھی ہے اس نے دو بار میری جان بچائی ہے، میرا دل جیت رہی ہے۔ لیکن میں اپنی سلامتی سے خوش ہو کر ایک دشمن عورت کو اپنے ملک میں من مانی نہیں کرنے دوں گی۔ ہمارے ماسک مین کو دھوکا دینے والی ہماری دوست نہیں ہو سکتی۔ میں اسے جلد ہی بے نقاب کر دوں گی۔"

وہ سب طیارے سے باہر آئے۔ سونیا کا خیال تھا کار اس کے اور ماریہ کے لیے آئی ہے۔ لیکن تاتیانہ اس میں بیٹھ کر چلی گئی۔ ایک فوجی افسر نے لومینا کو ہتھکڑی پہنا کر ایک بند گاڑی میں بٹھا دیا، چند سپاہی اسے لے گئے۔ سونیا اور ماریہ تیسری گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ ان کے ساتھ مریم تھی جو ان کے لیے مترجم کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ اس کے علاوہ چند مسلح سپاہی تھے جو ان کی نگرانی کے لیے متعین کیے گئے تھے۔

ماریہ دُور دُور تک دیکھ رہی تھی، جب گاڑی چل پڑی تو مایوس ہو کر بولی "پارس نہیں آیا۔ میں اس سے بات نہیں کروں گی۔"

"میں نے تمھیں سمجھایا ہے، ذرا صبر کرو۔ وہ کہیں مصروف ہو گا۔ فرصت ملتے ہی تمھارے پاس آ جائے گا۔"

ان کی گاڑی ماسکو کے مختلف علاقوں سے گزر رہی تھی۔ مریم انھیں علاقوں، سڑکوں اور عمارتوں کے نام بتا رہی تھی۔ کریملن کی ایک کشادہ سڑک سے گزرتے ہوئے سونیا دور تک دیکھتے ہوئے سوچنے لگی، اسی علاقے کی کسی عمارت کے تہ خانے میں جو کچھ چھپا کر رکھا گیا ہو گا۔ جلد سے جلد اس عمارت کا سراغ لگانے کا کوئی راستہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔

اس نے مریم سے پوچھا "کیا لنچ کے بعد شہر کی سیر کراؤ گی؟"

مریم نے کہا "میں اعلیٰ افسران سے درخواست کروں گی، درخواست منظور ہو گی تو ضرور سیر کراؤں گی۔"

"کیا یہاں شاپنگ کرنے یا تفریح کے لیے بھی اجازت لینی پڑتی ہے؟"

"جی ہاں، یہاں کے شہری اپنے ساتھ شناختی کاغذات رکھتے ہیں جن پر شبہ ہوتا ہے، اس کے کاغذات چیک کیے جاتے ہیں، باہر سے آنے والوں کے لیے قدم قدم پر پابندیاں عائد کی جاتی ہیں، جس مسافر کے لیے جو ہوٹل مقرر کر دیا جاتا ہے اس کے علاوہ وہ کسی ہوٹل میں اپنی مرضی سے قدم نہیں رکھ سکتا۔ اپنے ہوٹل سے نکلتے وقت محاسبے کے رجسٹر پر اُسے لکھنا پڑتا ہے کہ وہ کس وقت ہوٹل سے جا رہا ہے؟ کہاں جا رہا ہے اور کب تک واپس آئے گا؟ اگر وہ وقت مقررہ پر واپس نہ آئے تو پولیس والے اُسے پکڑ لے آتے ہیں، اُسے ملک سے باہر نکل جانے کا حکم دیتے ہیں۔ پھر ہر حال میں حکم کی تعمیل کرنی پڑتی ہے۔"

سونیا سوچنے لگی، یہاں آسانی سے دال نہیں گلے گی۔ یہ تو بڑی الجھن

یورپ یا امریکا نہیں ہے کہ جس کی جہاں مرضی ہوتی ہے، دن رات کے کسی حصے میں بھی تفریح کرتا پھرتا ہے۔ روس کے ہر شہر، ہر قصبے میں سونے جاگنے، کام کرنے اور تفریح کرنے کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ جو لوگ رات کو چیک کیے جاتے ہیں انھیں ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ نائٹ ڈیوٹی سے یا کسی تقریب یا تھیٹر سے آئے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ نگرانی کرنے والوں کو دھوکا دے کر جو جگہ تلاش میں نہیں جا سکتی تھی۔ وہ جہاں جاتی، جس راستے یا گلی سے گزرتی، وہاں پولیس والے اس کا محاسبہ کرنے کے لیے موجود ہوتے۔ یہی کیا کم تھا کہ تاتیانہ اس پر شبہ کر رہی تھی ایسے میں اپنی رہائش گاہ سے چھپ کر نکلنا تقریباً ناممکن تھا۔

انھیں ایسے علاقے کے ایک بنگلے میں پہنچایا گیا جہاں نہ بس آتی تھی نہ کوئی ٹیکسی وغیرہ۔ بنگلے کے احاطے میں صرف ایک سرکاری گاڑی تھی جس کے ذریعے شہر تک جا کر واپس آیا جا سکتا تھا۔ یعنی سرکاری اجازت کے بغیر آمد و رفت کا بھی کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ سونیا نے بنگلے کے اندر ہر حصے میں جا کر دیکھا، برآمدے، کوریڈور، ڈرائنگ روم اور دوسرے کمروں میں طاقت ور مائیک لگے ہوئے تھے، جن کے ذریعے اس کی اور ماریہ کی باتیں کہیں دوسری طرف سُنی جا سکتی تھیں۔

سونیا ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گئی۔ ماریہ نے کہا "آپ صبر کرنے کو کہتی ہیں۔ میں پوچھتی ہوں آخر صبر کی انتہا کیا ہے؟"

سونیا نے مریم سے کہا "پلیز، فون کے ذریعے معلوم کرو، اس کا پارس کہاں ہے؟"

مریم ٹیلی فون کی طرف جا رہی تھی۔ اسی وقت گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اُٹھا کر کہا "ہیلو" پھر دوسری طرف کی بات سُن کر بولی "یس ماریہ! تمھارا فون ہے۔"

وہ غصّے سے بولی "میں کسی سے بات نہیں کروں گی۔"

"تو میں پارس سے کہہ دوں، تم بات کرنا نہیں چاہتیں؟"

وہ ایک دم سے اچھل پڑی۔ دوڑتی ہوئی آئی، اس سے ریسیور چھین کر بولی "اے تم کہاں ہو؟ میں تمھیں سوتے جاگتے، کھاتے پیتے یاد کرتی ہوں، تمھارے لیے میں نے لندن چھوڑا، تمھیں تلاش کرتے ہوئے تل ابیب گئی، وہاں سے پیرس آئی اور اب ماسکو پہنچی ہوں۔ مجھے کتنا دوڑاؤ گے۔ تمھیں شرم نہیں آتی۔ مجھے لینے ائرپورٹ بھی نہیں آئے۔ کیا مجھ سے زیادہ تمھارا کام ضروری ہے۔ کیا تمھیں مجھ سے نہیں کام سے محبت ہے۔ یہ بھی کوئی شرافت ہے۔ ایک طویل عرصے کے بعد ملے ہو تو گونگے بن گئے ہو، اتنی دیر سے میں بولتی جا رہی ہوں۔ کیا تم مجھ سے بولنا بھی پسند نہیں کرتے ہو۔ ارے کچھ بولو نا۔۔۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "خدا کے لیے خاموش ہو جاؤ۔ میں پارس نہیں ہوں۔ کیا تم دوسروں کو بولنے کا موقع نہیں دیتی ہو؟ پلیز اب کچھ نہ بولنا! میں پارس سے رابطہ کرا رہا ہوں۔ ہولڈ آن پلیز۔"

وہ جھنجلا کر بولی "تم پارس نہیں ہو تو پہلے کیوں نہیں بتایا؟ تمھیں شرم نہیں آتی، پہلے خوب میری باتیں سُن لیں۔ اب پارس سے بات کرانے کی بات کرتے ہو، یہ سب کچھ پہلے نہیں کہہ سکتے تھے؟"

سونیا نے کہا "ماریہ! خدا کے لیے چپ ہو جاؤ، غلطی تمھاری ہے۔ ریسیور ہاتھ میں لیتے ہی تم نے بولنا شروع کر دیا۔ رُکنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ وہ بے چارہ تمھیں کیسے بتاتا کہ سلسلہ کیا ہے، اب پارس سے سلسلہ ملے گا، خاموش رہو۔"

دوسری طرف سے پارس کی آواز سنائی دی۔ وہ یقیناً ڈمی پارس تھا۔ ماریہ کو وہاں خوش رکھنے کے لیے ایک ڈمی پیش کی جا رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "ماریہ! مجھے افسوس ہے، میں کام کی زیادتی کے باعث ائرپورٹ نہ آ سکا۔ تم خیریت سے ہو نا؟"

وہ بہت خوش تھی۔ خوشی میں نہ جانے کیا کیا بولے جا رہی تھی "پارس! میں خیریت سے ہوں۔ تمھارے پیچھے نہ جانے کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھا رہی ہوں۔ میں تنہائی میں بھی تمھیں یاد کر کے روتی ہوں۔ اب بھی تم میرے پاس نہیں آؤ گے تو میں رونا شروع کر دوں گی۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں، جب محبت کرنے والی روتی ہے تو محبت کرنے والا موم کی طرح پگھلنے لگتا ہے۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ محبت آنسوؤں سے شروع ہوتی ہے اور آنسوؤں میں ختم ہو جاتی ہے۔"

سونیا دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر دوسرے کمرے میں آئی، وہاں ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گئی۔ اسی وقت آرمر نے آ کر کوڈ ورڈ ادا کیے پھر کہا "تاتیانہ آپ لوگوں سے الگ ہو کر ملٹری انٹیلی جنس کے دفتر گئی تھی۔ وہاں اس نے ایک لمبی رپورٹ ٹائپ کی۔ طیارے کو اغوا کرنے کے سلسلے میں جو واقعات پیش آئے تھے، انھیں تفصیل سے بیان کیا۔ ماسک مین کا خیال خوانی کرنے والا لومینا کے دماغ میں جا کر اُسے مجبور کر رہا ہے کہ وہ دشمنوں کے تنویمی عمل کے اثر میں رہ کر کوئی بات نہ چھپائے ورنہ اسے اعصابی کمزوری کا انجکشن دیا جائے گا۔ پھر اس کے کمزور دماغ سے سب کچھ معلوم کر لیا جائے گا۔ لومینا ملک سے غداری کا اعتراف کر رہی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تاتیانہ نے میرے متعلق کوئی رپورٹ لکھی ہے؟"

"جی ہاں۔ اُسے شُبہ ہے کہ آپ سونیا ہیں یا پھر کوئی خطرناک عورت۔ وہ آپ کو بے نقاب کرنے کے لیے اعلیٰ افسران سے اجازت طلب کر رہی ہے۔"

"کیا اُس نے مجھے بے نقاب کرنے کا کوئی منصوبہ بنایا ہے؟"

"نہیں، اجازت ملنے پر کوئی تدبیر سوچے گی پھر اس پر عمل کرے گی۔"

"کیا تم اس کے ذریعے ملٹری انٹیلی جنس کے چھوٹے بڑے افسران اور سراغ رسانوں تک پہنچ رہے ہو؟"

"کوشش کر رہا ہوں۔ اب تک چار اعلیٰ افسران اور دو نامور سراغرسانوں تک پہنچ چکا ہوں۔ ان کی آوازوں اور لہجوں کی نقل ٹیپ میں ریکارڈ کر چکا ہوں۔ کوئی کام ہو تو بتائیں۔ میں مزید افراد کے دماغوں میں جگہ بنانے جا رہا ہوں۔"

"مجھے تاتیانہ کی گھریلو اور سماجی زندگی کے متعلق بتاؤ۔"

"میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

وہ تاتیانہ کے پاس آیا۔ وہ ابھی تک دفتر میں تھی، ایک کوریڈور سے گزرتی ہوئی ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کے سامنے حاضر ہونے جا رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ حالیہ بیماری نے میرے حساس دماغ کو ذرا کمزور کر دیا ہے۔ ورنہ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوں۔ کیا پتا اب بھی کوئی میرے دماغ میں ہو اور میں محسوس نہ کر پا رہی ہوں؟

کسی نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "یہی بات ہے، تم مجھے محسوس نہیں کر رہی ہو۔"

وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ پھر بولی۔ "کون، پاسکل بوبا ہمگر تم ہو تو فوراً گوڈور ڈزادا کرو۔"

اس نے کوڈ ورڈ سنائے۔ وہ مطمئن ہو گئی۔ سامنے آفس کا دروازہ کھول کر بولی۔ "کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟"

اُسے آنے کے لیے کہا گیا۔ ایک بڑی سی میز کے پیچھے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ بیٹھا ہوا تھا۔ میز کے اطراف دوسری کرسیوں پر دوسرے سینئر افسر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہیڈ نے کہا۔ "مس تاتیانہ! ہمارے ڈیپارٹمنٹ کو اور ہماری حکومت کو تم پر ناز ہے۔ تم نے بیماری سے اُٹھ کر ڈیوٹی پر آتے ہی سُپر ماسٹر کو منہ توڑ جواب دیا ہے۔ ہمارے طیارے کو اغوا کرنے کا منصوبہ ناکام بنا دیا ہے۔"

وہ بولی۔ "شکریہ جناب! میں آخری سانس تک اپنے ملک کے لیے جان کی بازی لگاتی رہوں گی۔"

"تمھاری رپورٹ نادیہ کے متعلق بڑی چارجانہ ہے۔ وہ یہاں سونیا کے روپ میں آئی ہے۔ ماریہ کو قابو میں رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا۔ تم اسے اصل سونیا سمجھ رہی ہو۔ آخر کس بنا پر؟"

"اس نے دو بار میری جان بچائی ہے۔ پہلی بار اغوا کرنے والا مجھے راستے کا کانٹا سمجھ کر فوراً گولی مارنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت نادیہ نے حیرت انگیز طور پر حاضر دماغی کا ثبوت دیا۔ دشمن پر نفسیاتی حملہ کیا۔ کسی ہتھیار کے بغیر اُسے بدحواسی میں مبتلا کر دیا۔"

اس نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ "دوسری بار دشمن خیال خوانی کرنے والا میری سانس روک رہا تھا۔ مجھے ٹیلی پیتھی سے بچانے والا پاسکل بوبا موجود نہیں تھا۔ ایسے میں میری موت یقینی تھی لیکن نادیہ نے مجھے اپنی آنکھوں کے سحر میں جکڑ لیا۔ یہ پتا ہی نہ چلا کہ میں کس طرح دوبارہ زندگی کی سانسیں لینے لگی اور وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا کب اور کہاں بھاگ گیا۔"

ہیڈ نے کہا۔ "نادیہ نے تمھاری جان بچائی ہے، مگر اس واقعے کے بعد مشکوک ہو گئی ہے۔ ایک قمار خانے کی مالکہ اپنی آنکھوں میں ایسی مقناطیسی کشش رکھتی ہے کہ تمھیں سے زندگی کی طرف لے آتی ہے اور دشمن کو بھاگنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ پیرس کے باس سے ہم معلوم کر چکے ہیں، وہ بھی نادیہ کی اس پُراسرار صلاحیت کے متعلق کچھ نہیں جانتا اور ہم دشمن بن کر نادیہ پر شبہ نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ وہ ہمارے کام آ رہی ہے۔ کوئی ضروری نہیں کہ پیرس کا باس اس کی زندگی کا ہر راز جانتا ہو۔ اکثر لوگ ایسی پُراسرار صلاحیتوں کو چھپا کر رکھتے ہیں۔ نادیہ بھی یہی کر رہی ہے اور ایسا کرنا قانون کے خلاف نہیں ہے۔ وہ ایسا کرنے کا حق رکھتی ہے۔"

دوسرے سینئر افسر نے کہا۔ "مس تاتیانہ! تم نادیہ کے خلاف خود نہیں سوچ رہی ہو، بلکہ تمھیں سوچنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔"

وہ چونک کر بولی۔ "کیا آپ کہنا چاہتے ہیں کہ دشمن خیال خوانی کرنے والا مجھے نادیہ کے خلاف بھڑکا رہا ہے؟"

"بے شک! تمھارا ذہن ابھی پرائی سوچ کی لہروں کو اعلیٰ میں قبول کر رہا ہے۔ وہ دشمن چاہتا ہے، جس نادیہ کے باعث طیارے کے اغوا کا منصوبہ ناکام ہو گیا اُسے تمھارے ہی ہاتھوں ختم کرا دے۔ ناکامی کے بعد سُپر ماسٹر نے ملک مین سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ بھی نادیہ کو سونیا سمجھ کر ماسک مین سے کہہ رہا تھا کہ ہم سونیا کو ماسکو بلا کر اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔ اس کم بخت کو پتا نہیں ہے کہ جسے وہ سونیا کہہ رہا ہے۔ وہ دراصل نادیہ ہے۔ اس کا خیال خوانی کرنے والا بھی یہی سمجھ کر تمھارے دماغ میں چپکے سے آتا ہے اور تمھاری ہی سوچ میں نادیہ کے خلاف تمھیں بھڑکاتا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پاسکل بوبا نے کہا۔ "میں تمھارے دماغ میں ہوں اور تمھاری دماغی حالت کو خوب سمجھتا ہوں۔ تم ایک پہلو کو نظر انداز کر رہی ہو۔ اگر وہ سونیا ہوتی تو آرسر تمھارے دماغ میں آ کر سونیا کی حمایت میں تمھیں قائل کرتا۔ اس نے دو بار تمھاری جان بچائی اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ آرمراس حوالے سے تمھارے اندر دوستی کا جذبہ پیدا کر سکتا تھا۔ تمھیں سونیا کا گرویدہ بنا سکتا تھا۔"

تاتیانہ قائل ہو کر بولی۔ "ہاں، یہ درست ہے۔ میں مانتی ہوں، میری دماغی کمزوری نے مجھے دشمن کے ہاتھوں میں کھلونا بنا دیا ہے۔"

پھر وہ ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے بولی۔ "میں دماغی توانائی حاصل کرنے تک چھٹی کرنا چاہتی ہوں۔ کوئی ضروری کام ہو تو حاضر ہو جاؤں گی ورنہ آرام کروں گی۔"

"ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا تمھارے ذریعے ہمارے منصوبوں کو ناکام نہیں بنا سکے گا۔"

وہ بولی۔ "معاف کیجیے گا سر! وہ دشمن آپ لوگوں کے دماغوں میں بھی پہنچا ہو گا۔"

"بے شک وہ ہمارے اندر آتا ہو گا۔ لیکن اُسے کوئی خاص کامیابی نہیں ہو گی۔ چند اہم منصوبوں کا علم ہمیں بھی نہیں ہے۔ اور جسے ہے، وہاں تک وہ دشمن نہیں پہنچ سکے گا۔ پھر یہ کہ وہ ایک بار تمھاری جان لینے کی کوشش کر چکا ہے۔ دوسری بار بھی ایسا کر سکتا ہے۔ تم ہمارے ملک کا قیمتی سرمایہ ہو۔ ہم چاہتے ہیں تم... جلد سے جلد دماغی توانائی حاصل کرو اور جب تک یہ حاصل نہ ہو، تم نادیہ کے قریب رہو۔ وہ دشمن اچانک حملہ کرے گا تو نادیہ ہی تمھیں بچا سکے گی۔ پاسکل بوبا چوبیس گھنٹے تمھاری نگرانی نہیں کر سکے گا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں، میرے ساتھ ٹیلی پیتھی کا چکر چل گیا ہے۔ میں جس نادیہ کو دشمن سمجھ رہی ہوں، اُسی کے پاس میری سلامتی ہے۔ وہ عورت خواہ کتنی ہی پُراسرار ہو، میری دشمن نہیں ہے۔ کیا میں ابھی فون پر اس سے بات کر سکتی ہوں؟"

"ضرور بات کرو۔"

تاتیانہ نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہونے کے بعد کہا۔ "مریم! نادیہ سے بات کراؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد سونیا کی آواز آئی۔ "ہیلو! کیا تم تاتیانہ بول رہی ہو؟"

"ہاں، میں ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"پوچھنے سے پہلے وہ بات تمھارے دماغ میں ہو گی۔ دشمن اس بات کو سمجھ گیا ہو گا۔ اس اہم نکتے کو ہمیشہ یاد رکھو اور اب پوچھو۔"

"نادیہ! واقعی تم ذہین ہو۔"

"پلیز! مجھے سونیا کہو۔"

وہ چونک کر بولی۔ "کیا تم واقعی سونیا ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "جب تک یہاں ماریہ کے ساتھ ہوں، میرا یہی نام ہے۔ ابھی مریم نے بھی مجھے نادیہ کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ ماریہ سُن لے گی تو گڑبڑ ہو جائے گی۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ آئندہ ہم محتاط رہیں گے۔ میں پوچھنا چاہتی ہوں، جس طرح تم نے دشمن خیال خوانی کرنے والے کو میرے دماغ سے بھگایا تھا، کیا اسی طرح ہمیشہ اس کم بخت کو مجھ سے دُور رکھ سکتی ہو؟"

"میں ایسا کر سکتی ہوں۔ مگر کیسے کر سکتی ہوں، یہ نہیں بتاؤں گی۔ وہ دشمن یہی سمجھے گا کہ میں تنویمی عمل سے تمھارے دماغ کو لاک کروں گی۔ وہ اس سے زیادہ نہیں سمجھ سکے گا۔ میں اسی فریب میں اُسے مبتلا کر کے اچانک تمھیں اُس کی ٹیلی پیتھی سے دُور لے جاؤں گی۔"

"اوہ نادیہ! تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔"

"تم پھر مجھے نادیہ کہہ رہی ہو۔"

"سوسوری، آئندہ غلطی نہیں ہو گی۔ میں شام تک تمھارے پاس آؤں گی۔"

"میں بے چینی سے تمھارا انتظار کروں گی۔"

تاتیانہ نے ریسیور رکھ کر کہا۔ "سر! وہ بہت ذہین ہے۔ دُور تک سوچتی ہے۔ اُسے بھی یقین ہے کہ دشمن میرے دماغ میں رہتا ہے۔ وہ دشمن کو خوش فہمی میں مبتلا کر کے اچانک میرے دماغ کو لاک کر دے گی۔"

ہیڈ نے کہا۔ "یہ ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔ اعلیٰ حکام تمھاری سلامتی چاہتے ہیں۔ نادیہ ہمارے لیے بڑی اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ وہ لندن میں ایک کیسینو تعمیر کرانے کے لالچ میں یہاں آئی ہے۔ وہ دولت کی خاطر ہمارے لیے اور بڑے بڑے کام کر سکتی ہے۔"

ایک سینئر افسر نے کہا۔ "ہمارے دشمن اسے ہم سے زیادہ لالچ دے کر خرید سکتے ہیں۔"

"ہاں لالچی عورت کہیں بھی بک جاتی ہے۔"

تاتیانہ نے کہا: "آپ نادیہ کو مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں اپنی حکمت عملی سے یوں اُسے مٹھی میں لوں گی کہ وہ مجھے کبھی چھوڑ کر نہیں جانا چاہے گی۔"

ہیڈ نے کہا: "ہمیں تم سے یہی امید ہے۔"

پاسکل بوبا نے کہا: "اگر وہ تمہارے دماغ کو لاک کرے گی تو میں تم سے دماغی رابطہ کیسے قائم کروں گا؟"

تاتیانہ نے کہا: "سب سے پہلے میں اپنی سلامتی چاہتی ہوں، میرے دماغ میں تمہارا آنا زیادہ ضروری نہیں ہے۔ ضروری ہوگا تو دیکھا جائے گا۔"

"تو پھر میں چلا جاؤں؟"

"کیا تم دشمن کو اپنی رخصتی کی اطلاع دے رہے ہو تاکہ وہ مجھے مار ڈالے۔ پہلے مجھے سونیا کے پاس پہنچنے دو۔ پھر چلے جانا۔"

وہ چُپ چاپ اس کے دماغ سے نکل گیا تاکہ دشمن کو خبر نہ ہو۔ پھر سونیا کے پاس آکر بولا: "ہیلو نادیہ! میں کچھ پوچھنے آیا ہوں۔"

"تم کون ہو؟"

"میں دوست خیال خوانی کرنے والا ہوں۔ مجھے بتاؤ تم تاتیانہ کا دماغ کیسے لاک کرو گی؟ کیا اس کے بعد میں اُس کے دماغ میں جا سکوں گا؟"

سونیا نے کہا: "کیا تم مجھے نادان سمجھتے ہو۔ ایسی رازکی باتیں پوچھنے والا دوست نہیں ہو سکتا۔ جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ پاسکل کو غصہ آیا، مگر پھر خیال آیا: نادیہ درست سوچ رہی ہے، وہ دشمن دوست بن کر آسکتا ہے اور میں نے اب تک نادیہ کے پاس آنے کے لیے خاص کوڈ ورڈز مقرر نہیں کیے ہیں۔ غلطی میری ہے۔

وہ پھر تاتیانہ کے پاس آگیا۔ وہ دفتر سے باہر آگئی تھی۔ اپنی کار اسٹارٹ کرتے ہوئے رہائش گاہ کی طرف جا رہی تھی۔ وہ اس کے اندر آکر پہلے اس کے دل کا حال معلوم کیا کرتا تھا۔ اُس کا خیال تھا، وہ اس کی غیر معمولی صلاحیت سے متاثر ہو کر اس کے بازوؤں میں آجائے گی لیکن وہ فولادی دماغ اور فولادی ارادے رکھتی تھی۔ کسی مرد سے متاثر نہیں ہوتی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ خود اس کی طرف نہیں آرہی ہے تو وہ چُپ چاپ دماغ میں رہ کر اس کی سوچ بدلنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے پہلی بار اُس کی سوچ میں کہا۔

"یہ پاسکل بوبا میرے اندر بولتا ہے تو میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔"

تاتیانہ نے حیرانی سے سوچا: میرا دل کیوں دھڑکے گا۔ کیا پاسکل بوبا کوئی بھوت شیطان ہے یا میں ڈرپوک بچی ہوں؟

اس نے اس کی سوچ میں کہا: "میرا دل ڈر سے نہیں، محبت سے دھڑکتا ہے۔ پاسکل بوبا کی محبت سے۔"

"میرا دل صرف وطن کی محبت سے دھڑکتا ہے۔ پھر میں نے آج تک پاسکل کو نہیں دیکھا اور دیکھ کر کروں گی بھی کیا؟ بے شک وہ سیلی پیتھی جانتا ہے لیکن وہ اس دنیا کا فرہاد علی تیمور نہیں بن سکتا۔"

"میں بن سکتا ہوں۔ فرہاد کی طرح ساری دنیا پر دہشت بن کر سیلی پیتھی کا شہنشاہ کہلا سکتا ہوں۔"

تاتیانہ نے ناگواری سے کہا: "اچھا اتنی دیر سے تم میرے ہی لہجے میں بول رہے تھے۔ تمہیں شرم آنی چاہیے۔ ہمارا رشتہ صرف وطن سے ہے۔ میں ایسی رشتے سے تمہیں دماغ میں آنے دیتی ہوں۔ آئندہ ایسی حرکت کرو گے تو سانس روک لیا کروں گی۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

اس نے سانس روک کر اُسے دماغ سے باہر کر دیا تھا۔ اس روز سے پاسکل بوبا تلملا رہا تھا۔ اُسے ضد ہو گئی تھی اپنا کارنامہ اُس نے مارک مین سے کہا: "میں تمہارے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتا ہوں۔ اس کے بدلے ایک انعام چاہتا ہوں۔"

مارک مین نے ہنستے ہوئے کہا: "تم زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جو ہٹو سیلی پیتھی کے ذریعے حاصل کر سکتے ہو۔ تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے پھر بھی انعام چاہتے ہو۔ بولو میں کیا دے سکتا ہوں؟"

"میں تاتیانہ کو اپنے بیڈ روم میں چاہتا ہوں۔"

مارک مین نے حیرانی اور پریشانی سے پوچھا: "کیا تم ہوش میں رہ کر ایسی بات کر رہے ہو؟ وہ سوویت روس کی عزت، وقار، رعب اور دبدبہ ہے۔ بیرونی ممالک سے آنے والے سیکرٹ ایجنٹ ہزار جالاکیوں کے باوجود اس سے بچ کر نہیں جاتے۔ وہ واحد جاسوسہ ہے جو کسی اپائنٹمنٹ کے بغیر صرف اپنا شناختی کارڈ دکھا کر تمام اعلیٰ حکام سے آدھی رات کو بھی مل سکتی ہے۔"

"میں اُس کے بارے میں اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں۔ یہ میری ضد ہے، میں اُسے ہر حال میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضد کرو گے تو بات بگڑ جائے گی۔ ہم تاتیانہ کے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتے اور نہ ہی سرکاری طور پر جبر کر سکتے ہیں کہ وہ تمہیں پسند کرنے لگے۔"

"میں سیلی پیتھی کے ذریعے اُسے مجبور کر سکتا ہوں۔"

"تم کب تک اُسے سیلی پیتھی کے شکنجے میں رکھو گے؟ جب بھی وہ آزاد ہو گی، ہم سے تمہارا مطالبہ کرے گی۔ قانوناً تمہیں گرفتار کرنے کی ضد کرے گی۔ تم دونوں ہمارے ملک کے اہم ستون ہو۔ ہم کسی ایک کو نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتے۔"

"میں مانتا ہوں، ہم دونوں اس ملک کے لیے بے حد اہم ہیں۔ ہمیں آپس میں ٹکرانا نہیں چاہیے۔ کوئی بات نہیں، میں ایسا طریقہ اختیار کروں گا کہ وہ مجھے پہچان نہیں سکے گی اور میری مراد بھی پوری ہو جائے گی۔"

"دیکھو پاسکل! وہ شیرنی ہے۔ اگر کسی طرح اُسے تمہاری چال بازی کا علم ہو جائے گا تو وہ تمہاری موت بن جائے گی اور ہم سے بھی بدظن ہو جائے گی۔"

"آپ اطمینان رکھیں، آپ پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔"

"میں تمہارے اعمال کا ذمے دار نہیں ہوں۔ لیکن پہلے تمہیں اہم معاملات کو نمٹانا ہو گا۔ تاتیانہ ابھی بیمار ہے۔ تم اُدھر نہیں جاؤ گے۔"

"یہی تو بہترین موقع ہے۔ بیماری کی وجہ سے اس کا کمزور دماغ میری مٹھی میں ہو گا۔ میں جہاں چاہوں گا اُسے بلا لوں گا۔"

"تم جذبات میں اندھے ہو رہے ہو۔ وہ کوئی معمولی ہستی نہیں ہے۔ ملٹری اسپتال میں زیرِ علاج ہے۔ وہ مسلح فوجیوں کی حفاظت میں رہتی ہے۔ تم رسوائی کو حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ میڈونا تمہارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اگر تم اسی طرح جذبات میں اندھے ہوتے رہے تو ہر مرحلے میں ناکام رہو گے۔ میرے مشورے پر عمل کرو۔ پہلے ماریہ کو ماسکو پہنچنے دو پھر تمہاری مرضی، جو چاہو کرتے رہو۔ مگر بچتانے کے لیے میرے پاس نہ آنا۔"

مارک مین نے ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران کو بھی رازداری سے یہ بتا دیا کہ پاسکل بوبا ہوس میں مبتلا ہو کر تاتیانہ کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لہٰذا بڑی رازداری سے پاسکل کی نگرانی کی جائے۔ اُدھر پاسکل سوچ رہا تھا، ماریہ ماسکو پہنچ گئی ہے، میڈونا کی تلاش جاری ہے۔ جلد ہی اس کا سراغ مل جائے گا۔ اب تاتیانہ کو حاصل کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ اگر وہ دماغی توانائی حاصل کر لے گی تو پھر اُسے قابو میں کرنا مشکل ہو گا۔

تاتیانہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی اپنی رہائش گاہ تک آئی۔ پاسکل اُس کے دماغ میں بھی تھا اور اپنی کار میں اس کا تعاقب بھی کر رہا تھا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں جا کر لباس اتارنے کے بعد باتھ روم میں آئی اور غسل کرنے لگی۔ پاسکل کو اطمینان ہو گیا، وہ غسل سے فارغ ہو کر ہی باہر آسکتی تھی۔ اس نے دبے پاؤں اس کی رہائش گاہ میں آکر بیڈ روم کی جانب دیکھا پھر کچن میں آیا۔ جیب سے ایک ڈبیا نکال کر اس کے سفوف کو ملک پاؤڈر میں ملا دیا۔ وہ غسل کے بعد چائے یا کافی پینے کے لیے ملک پاؤڈر استعمال کرنے والی تھی۔ اس کے استعمال کے بعد وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو جاتی۔ پھر اس کی جسمانی اور دماغی تمام صلاحیتیں کسی کام کی نہ رہتیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے اپنے لٹنے کا تماشا دیکھتی اور ہزار کوششوں کے باوجود اپنا بچاؤ نہ کر پاتی۔

وہ کچن سے اپنا کام کر کے باہر آگیا۔ وہاں سے کچھ دُور اپنی کار میں آکر بیٹھنے کے بعد تاتیانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ آرمر بھی تاتیانہ کے دماغ میں تھا۔ جب وہ غسل کے ارادے سے لباس اتارنے لگی تو وہ سونیا کے پاس آگیا اور اس کے متعلق رپورٹ دینے لگا۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ پاسکل کس شیطانی منصوبے پر عمل کر رہا ہے۔ وہ تاتیانہ کے دماغ سے صرف اتنا معلوم کر سکا تھا کہ ایک بار پاسکل نے اُسے پھانسنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔

سونیا نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا: "پاسکل کسی وجہ سے غیر حاضر ہو گا تو وہ دشمن تاتیانہ کو نقصان پہنچائے گا تمہیں وہاں رہنا چاہیے۔"

"میں کیسے جا سکتا ہوں۔ وہ غسل کر رہی ہے۔"

"وہ عملی میدان میں ایک سپاہی کی طرح زندگی گزارتی ہے۔ نہانے اور میک اپ کرنے میں زیادہ وقت ضائع نہیں کرے گی۔ تم جاؤ۔"

اس نے آکر دیکھا۔ وہ غسل کے بعد دوسرا لباس پہن چکی تھی اور اب کچن کی طرف جا رہی تھی۔ اگر خود نہ جاتی تو پاسکل اس کے اندر چائے پینے کی خواہش پیدا کرتا۔ لیکن قدرتی طور پر ایسی خواہش ہوتی ہے۔ سردیوں میں اکثر لوگ غسل کرنے کے بعد چائے یا کافی پیتے ہیں۔ اس نے چائے تیار کی، پیالی میں چینی اور ملک پاؤڈر ڈالا۔ پھر چائے ڈال کر چمچ ہلاتی ہوئی بیڈ روم میں آکر بیٹھ گئی۔

چائے پینے کے بعد سونیا کے پاس جانے کا ارادہ تھا۔ چند گھونٹ پینے کے بعد اُسے چائے کا ذائقہ عجیب سا لگا۔ وہ پیالی میز پر واپس رکھنا چاہتی تھی لیکن پاسکل نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ آرمر کو تب پتا چلا کہ کوئی تاتیانہ کے دماغ پر چھایا ہوا ہے اور وہ بے اختیار ناپسندیدہ چائے کو حلق سے اُتارے جا رہی ہے۔

اُس نے سونیا کے پاس آکر یہ بات بتائی پھر پوچھا: "کیا

مجھے اس کے کام آنے کے لیے خود کو ظاہر کرنا چاہیے؟"

"خود کو ہرگز ظاہر نہ کرنا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والا اسے تنہا رہائش گاہ میں ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ تم اُسے وہاں سے بھگا دو اور میرے پاس پہنچا دو۔"

آرمر نے واپس آکر دیکھا۔ وہ چائے پینے کے بعد کمزوری محسوس کر رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ ٹریپ کی جا رہی ہے۔ آرمر کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ اُٹھ گئی، تیزی سے چلتی ہوئی بیڈروم میں آئی۔ کار کی چابی لی، پھر لڑکھڑاتی ہوئی باہر اپنی کار میں پہنچ گئی۔ ایسے وقت وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ دشمن سے صرف سونیا نجات دلا سکتی ہے۔

پاسکل تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر حاضر ہو گیا کیوں کہ وہ ایک لمبی ڈرائیونگ کے بعد رہائش گاہ کے پیچھے آکر اپنے چہرے پر ماسک چڑھا کر تاتیانہ کی خواب گاہ میں جانا چاہتا تھا تاکہ وہ اپنے لوٹنے والے کو پہچان نہ سکے۔ اسے یقین تھا، وہ کمزوری کے باعث رہائش گاہ سے باہر نہیں نکل سکے گی لیکن تھوڑی دیر بعد وہ حیران رہ گیا۔ تاتیانہ کمزوری کے باوجود کار ڈرائیو کرتی ہوئی جا رہی تھی۔ اُس نے دماغ پر قبضہ جمانا چاہا مگر ناکام رہا۔ یہ ناکامی بتا رہی تھی کہ کسی اور نے قبضہ جما رکھا ہے یا وہ غیر معمولی قوتِ ارادی سے ڈرائیو کرتی جا رہی ہے۔

آرمر خیال خوانی کے ذریعے اس میں دماغی توانائی پیدا کر رہا تھا۔ پاسکل اس کی موجودگی کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن تاتیانہ کا یہ خیال پڑھ چکا تھا کہ وہ پناہ کے لیے سونیا کے پاس جا رہی ہے۔ کیوں کہ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والے پر شبہ کر رہی ہے۔ سونیا نے دو بار اُسے بچایا تھا لہٰذا تیسری بار بھی اُس کے پاس ہی جا رہی تھی۔

پاسکل خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مریم کے پاس پہنچا۔ اس نے مریم کے دماغ پر قبضہ جمایا، وہ اس کی مرضی کے مطابق ماریہ کے کمرے میں گئی۔ پھر ایک گلدان اٹھا کر پیچھے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر گر پڑی۔ اُس نے مریم کے ذریعے ٹٹول کر اُسے دیکھا، پتا چلا وہ بے ہوش ہو گئی ہے۔

پھر اس نے مریم کو بیڈ پر لا کر سُلا دیا۔ صرف دو منٹ کی کوشش کے بعد وہ گہری نیند سو گئی۔ پھر وہ نادیہ (سونیا) کے پاس آیا۔ وہ جانتا تھا، اس پر بڑی مشکل سے قابو پائے گا مگر ضرور قابو پالے گا۔ وہ سو رہی تھی، پاسکل خوش ہو گیا۔ اس نے اُس کے خوابیدہ دماغ کو اپنے قبضے میں کر کے اور گہری نیند سلا دیا۔ اب میدان صاف ہو چکا تھا۔

تاتیانہ بڑی مشکلوں سے ایک طویل فاصلہ طے کرتی ہوئی سونیا کی رہائش گاہ تک آئی۔ کار سے اُتر کر ڈگمگاتی ہوئی برآمدے میں پہنچی۔ کمزوری کے باعث کھڑے ہونے کی بھی سکت نہیں تھی۔ آرمر کسی طرح اُسے سنبھال رہا تھا۔ اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ دیوار کا سہارا لیتی ہوئی دروازے تک پہنچی۔ دروازے کا سہارا لینا چاہا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ آرمر کو تعجب ہوا کہ کال بیل کی آواز سُن کر کوئی دروازے تک کیوں نہیں آیا۔ اس نے سونیا کو مخاطب کیا تو مزید حیران ہوا، وہ گہری نیند میں تھی۔ اس نے آواز دی۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اس نے ماریہ کی خیر لی، پتا چلا، وہ بے ہوش ہے۔ مریم کے پاس پہنچا تو وہ بھی گہری نیند میں تھی۔

بات صاف تھی، دشمن نے سب کو غفلت کی نیند سُلا دیا تھا۔ آرمر یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ سونیا پر کوئی عمل کر سکتا ہے۔ وہ تاتیانہ کے پاس آیا۔ پتا چلا کوئی شخص چہرے پر ماسک پہنے ہوئے ہے۔ اس نے تاتیانہ کو بازوؤں میں اٹھا لیا ہے اور ایک خواب گاہ کی طرف جا رہا ہے۔ وہ بے بسی سے کراہ رہی ہے۔ موت سے پنجے لڑانے والی بڑی نقاہت سے دشمن کو مار رہی ہے مگر دشمن پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔ آرمر پھر سونیا کے پاس آیا اور بولا "مادام! اٹھیے، دشمن اس چار دیواری کے اندر ہے۔ تاتیانہ کو اُٹھا کر ایک بیڈروم میں لے گیا ہے۔"

وہ اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی "میں یہی جاننا چاہتی تھی کہ دشمن اسے ٹریپ کرنے کے بعد کیا سلوک کرنا چاہتا ہے۔"

وہ تیزی سے اُٹھ کر چلتی ہوئی دوسری خواب گاہ میں پہنچی۔ پاسکل نے تاتیانہ کو بستر پر پھینک دیا تھا۔ وہ نقاہت سے بول رہی تھی "تم کیسے مرد ہو۔ ایک عورت سے مقابلہ کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ اس لیے میری چائے میں کوئی دوا ملا دی۔"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا "تم بہت مغرور اور خود سر ہو۔ کسی مرد سے قریب ہونا نہیں چاہتی تھیں۔ آج میں تمھاری ہی نظروں میں تمھیں گرا دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے تاتیانہ کے گریبان پر ہاتھ ڈالا۔ پھر لباس کے اس حصے کو ایک جھٹکے سے پھاڑ ڈالا۔ اس کے بعد پوچھا "کہاں گئی تمھاری وہ طاقت اور ذہانت جس کے بل پر تم ناقابلِ شکست کہلاتی تھیں۔ آج نہ تم خود کو بچا سکتی ہو، نہ کوئی تمھیں بچانے یہاں آسکتا ہے۔"

اس نے پھر لباس پھاڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، اسی وقت ایک ہاتھ اُس کے مُنہ پر پڑا۔ وہ مار کھا کر پیچھے گیا، پھر سونیا کو دیکھ کر بوکھلا گیا "تت... تم نادیہ! تم بیدار ہو؟"

تاتیانہ اُسے دیکھ کر خوش ہو گئی تھی۔ سونیا نے کہا۔ "ایک تو تم نے اس بے چاری کو بے دست و پا کر دیا۔ دوسرے نقاب پہن کر آئے ہو۔ کون ہو تم؟ ذرا اپنا اصلی چہرہ تو دکھاؤ۔"

پاسکل نے اچانک حملہ کیا، مگر وہ سونیا تھی۔ اچانک حملہ اسے کہتے ہیں جو مدِ مقابل کی بے خبری میں ہو اور سونیا کبھی بے خبر یا غافل رہنے کی عادت نہیں کرتی تھی۔ پاسکل اچھا فائٹر تھا۔ ناکامی کے بعد اس نے دوسرا حملہ کیا، پھر مان گیا کہ نادیہ کچھ کم نہیں ہے۔ وہ دو لاتیں کھا کر دیوار سے جا کر ٹکرا گیا تھا۔ اس نے سوچا "اب ایک زبردست حملہ کروں گا پھر بھاگ نکلوں گا، ورنہ لڑائی کے دوران نقاب چہرے سے ہٹ سکتا ہے۔ میری اصلیت کا پتا نہیں چلنا چاہیے۔"

وہ پینترے بدلتا ہوا مقابلے پر آیا۔ سونیا نے ایک ہاتھ بڑھا کر کہا "کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔ ایک بار پنجہ لڑاؤ۔ جیت جاؤ تو چلے جانا۔ میں تمھارا راستہ نہیں روکوں گی۔"

عورت سے پنجہ لڑانا شرم کی بات ہے۔ لیکن وہاں سے فرار ہونے کے لیے یہ لازمی تھا۔ بھلا عورت کا ہاتھ موڑنا کون سی بڑی بات تھی۔ اس نے سونیا کی انگلیوں میں انگلیاں پھنسائیں، پہلی ہی گرفت میں یوں لگا جیسے آہنی سلاخوں میں انگلیاں پھنسا بیٹھا ہو۔ اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو حلق سے چیخ نکل گئی۔ انگلیوں کی ہڈیاں کڑکڑانے لگی تھیں۔

اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا۔ سونیا نے اس ہاتھ کی انگلیوں کو بھی گرفت میں لے لیا۔ اُس کے دونوں ہاتھ بندھ گئے تھے۔ وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ خود کو چھڑا نہیں سکے گا۔ بڑی تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "تم کیا بلا ہو۔ چھوڑ دو مجھے، مجھ سے دوستی کر لو۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں، تمھاری ہر خواہش پوری کروں گا۔ اوہ مائی گاڈ! میری انگلیاں ٹوٹ جائیں گی۔"

سونیا نے کہا "تاتیانہ! یہ تکلیف کی شدت سے اصل آواز اور لہجے میں بول رہا ہے۔ تم نے اسے یقیناً پہچان لیا ہو گا۔"

"ہاں، یہ پاسکل ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آرہی ہے کہ یہ ہمارے ملک کا وفادار رہا ہے۔ یہ شیطان کا بچہ میری عزت کی دھجیاں اُڑانے آیا تھا۔ میں نارمل ہو کر اسے کتے کی موت مار سکتی ہوں۔ لیکن میں اس کیس کو مدرز کورٹ تک پہنچاؤں گی۔ اسے جانے نہ دو۔ صرف زخمی کر کے یہاں پھینک دو۔ میں نمبر بتاتی ہوں۔ میرے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کو صورتِ حال سمجھا دو۔"

سونیا نے بڑی سفاکی سے مسکرا کر پاسکل بوبا کو دیکھا پھر دونوں ہاتھوں کو دور کا جھٹکا دیا۔ اس کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ دس انگلیوں میں سے نہ جانے کتنی انگلیوں کی ہڈیاں کڑکڑا ہٹ کی آواز کے ساتھ ٹوٹ گئی تھیں۔

وہ بدستور سجدے کی حالت میں جھکی ہوئی تھی اور پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اس کے قریب ہی بستر پر بھرا ہوا ریوالور پڑا ہوا تھا۔ پارس حیرانی سے اور ٹٹولتی ہوئی نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس کا خیال تھا، وہ جلد ہی سجدے سے اُٹھ کر بیٹھ جائے گی اور یوں رونے کی وجہ بیان کرے گی لیکن اس کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔

آخر وہ قریب آکر بیٹھ گیا پھر بولا "آخر تم کون ہو؟ اور اس طرح کیوں رو رہی ہو؟"

وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ آنسو اب تک بہہ رہے تھے۔ آنکھوں کو بھگو رہے تھے۔ گلابی رخساروں کی چکناہٹ پر پھسل رہے تھے۔ اس نے پرس سے ٹشو پیپر نکال کر آنسوؤں کو خشک کیا پھر ریوالور اٹھا کر اُسے دیتے ہوئے کہا "اسے لو اور مجھے گولی مار دو۔"

پارس نے ریوالور لیتے ہوئے کہا "اتنی سی بات کے لیے رونے کی کیا ضرورت تھی۔ پہلے ہی گولی مارنے کو کہہ دیتیں، اب تو یہ آنکھیں آنسوؤں سے دُھل کر کنول ہو گئی ہیں۔ چہرہ تر بتر ہو کر تازہ گلاب کی طرح کھل گیا ہے۔ تم دیکھتی ہو تو نیت ڈگمگانے لگتی ہے۔ ایسے میں ہاتھ کانپ جائے گا۔ نشانہ چُوک جائے گا۔ مجھے افسوس ہے، میں تمھیں گولی نہیں مار سکوں گا۔"

"تم میری بات کو مذاق میں اُڑا رہے ہو۔ میں تم لوگوں کی دشمن تھی۔ میں نے ہی تمھارے پاپا کو گولی ماری تھی۔"

وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس سے ذرا دُور ہو کر بولا "میں کیسے یقین کروں؟"

"میرا ایک آلۂ کار مانٹی پاشا کی کوٹھی میں گیا تھا۔ میں اُس کے دماغ میں تھی۔ جیسے ہی تمھارے پاپا نے دروازہ کھولا، میں نے آلۂ کار سے گولی چلوا دی۔"

پارس اُسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

"ہاں، تھوڑی دیر پہلے میں ہی تمھارے دماغ میں دو بار آئی تھی۔ تم سمجھ رہے تھے، تمھارا کوئی دشمن پریشان کر رہا ہے۔ یعنی تم میڈیونا ہو؟"

"ہاں، میں پچھتاوے کی آگ میں جل رہی ہوں۔ میرے

ایک بزرگ نے سمجھایا کہ میں چھپ کر رہوں اور فرہاد کی فیملی سے کام آتی رہوں۔ جب میں اُن کے بُرے وقتوں میں کام آتی رہوں گی تو میرے ضمیر کا بوجھ ہلکا ہوتا رہے گا۔ لیکن اچانک تمہارے سامنے آکر میں اندر سے ٹوٹ رہی ہوں۔ میرا دل، میرا دماغ کہتا ہے، میں ساری عمر تم لوگوں کی خدمت کرتی رہوں گی تب بھی تمہارے پاپا کو واپس نہیں لا سکوں گی۔ مجھے مرجانا چاہیے۔ مجھے مار دو، مجھے گولی مار دو۔"

پارس نے ریوالور سیدھا کیا۔ اُسے نشانے پر رکھا پھر نفرت سے پوچھا "یہ کیا تمہیں گولی مارنے سے پاپا واپس آ جائیں گے؟"

"میں کیا جواب دوں میری سمجھ میں نہیں آتا۔ بس اتنا ہی سمجھ میں آتا ہے کہ قاتلوں کو سزائے موت دی جاتی ہے۔ مجھے بھی یہی سزا دو۔"

وہ آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "سزا تو تمہیں ملے گی مگر یہ جھوٹ ہے کہ تم پچھتاوے کی آگ میں جل رہی ہو۔ اگر پچھتاوا ہوتا تو تم گلے میں پھندا ڈال کر دریا میں کود کر یا کسی گاڑی کے نیچے آ کر مر جاتیں۔ یوں میرے پاس نہ آتیں۔"

"میں تم میں سے کسی کے سامنے اقبالِ جرم کے بعد جلاد دینا چاہتی تھی۔"

"اگر یہ بات ہے تو لو، یہ ریوالور اپنی کنپٹی سے لگاؤ اور گولی چلا دو۔"

پارس نے ریوالور کو اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا پھر اس سے دُور جا کر اسے دیکھا۔ وہ ریوالور کو اپنی کنپٹی سے لگا چکی تھی اور اسے بھیگی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ بولا "مجھ سے رحم دلی کی توقع نہ کرو۔ اور نہ کچھ سوچو، کیوں کہ مرنے والے سوچتے نہیں ہیں۔"

"میں نہ ڈرتی ہوں نہ رحم دلی کی توقع رکھتی ہوں مگر چاہتی ہوں کہ مرنے سے پہلے تم میری ایک خواہش پوری کر دو۔"

"خواہش معقول ہوئی تو ضرور پوری کروں گا۔"

"یہ موت میرے لیے کوئی سزا نہیں ہے۔ یونہی مر جاؤں گی تو میری روح بے چین رہے گی۔ میرے پاس آؤ اور ایک بار میرے منہ پر تھوک دو۔ میں فوراً مر جاؤں گی۔"

"بعض نفرت انگیز افراد پر تھوکا جاتا ہے مگر تم ایسی گئی گزری ہو کہ تم پر اپنا تھوک ضائع کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ مرنا چاہتی ہو تو مرو۔ ورنہ یہاں سے چلی جاؤ۔"

میڈونا نے ایک سرد آہ بھری۔ ریوالور کو دوبارہ کنپٹی سے لگایا پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے ٹریگر کو دبا دیا۔ کھٹ کی آواز کے ساتھ خاموشی چھا گئی۔ اس نے چند لمحوں تک انتظار کیا، جیسے یقین نہ ہو رہا ہو کہ ابھی وہ زندہ ہے۔ اس نے دوسری بار ٹریگر دبایا۔ پھر آنکھیں کھول کر پارس کو دیکھا، اس کے بعد ریوالور کو دیکھا۔ اس کا چیمبر خالی تھا۔ وہ حیرانی سے بولی "یہ بھرا ہوا تھا۔ میں نے اسے لوڈ کیا تھا!"

"میں نے اسے خالی کر دیا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم نے جو گولی چلائی تھی، وہ آپریشن کے ذریعے نکال لی گئی تھی۔ پاپا بچ گئے تھے۔ ان کی موت دشمن خیال خوانی کرنے والوں کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اگر ان کی طرف سے اندیشہ نہ ہوتا تو انھیں کوما میں نہ رکھا جاتا۔ کوما کی طوالت ان کی موت کا سبب ہے۔ کیا اُن دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح تم بھی میرے پاپا کی ناک میں تھیں؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔ مجھے دانیال نے تنویمی عمل کے ذریعے سحر زدہ کر رکھا تھا۔ میں خود کو بھول گئی تھی۔ اب سے چالیس گھنٹے پہلے تنویمی عمل کا سحر ختم ہوا، تب پتا چلا، میں کیسی ٹھوکر کھا رہی ہوں۔ ماسک مین کا خیال خوانی کرنے والا میرے پیچھے پڑ گیا۔ وہ مجھے ماسک مین کا وفادار بنانا چاہتا ہے۔ میں کسی کی تابع دار بن کر نہیں رہنا چاہتی۔ میرے ایک مرد دوست ہیں، میں انھیں پاپا کہتی ہوں۔ ابھی ان کی بیٹی کے روپ میں ہوس ناں کا نام اور لانوسا چاہے۔ انھوں نے نصیحت کی ہے کہ میں اپنی زندگی فرہاد کی فیملی کے لیے وقف کر دوں۔"

"اچھا تو تم اپنی زندگی وقف کرنے یہاں آئی ہو؟"

"میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ تمہارا کاٹیج ہو سکتا ہے اور تم سے اچانک ملاقات ہو سکتی ہے۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا، سوچنے لگا۔ اگر یہ چاہتی تو مجھے ریوالور کا نشانہ بنا سکتی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ چیمبر خالی ہے۔ اس کی آنسو گیس مجھ کے نہیں تھے۔ اسے شدید پچھتاوا ڈرا رہا تھا اور اس نے میرے فیصلے کے مطابق خود کو گولی مارنے سے دریغ نہیں کیا تھا۔ ایسی عورتیں جب پچھتاتی ہیں اور توبہ کرتی ہیں تو پھر زندگی کی ہر آزمائش میں سچی اور وفادار رہتی ہیں۔ اسے آئندہ آزماتے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وہ بستر سے اُتر کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی، پھر فرش پر اُس کے قدموں کے پاس بیٹھ گئی۔ اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر بولی "میں سمجھ گئی ہوں، تم مجھے مارنا نہیں چاہتے اور شاید معاف کرنا بھی نہیں چاہتے۔ میری ایک بات مان لو۔ مجھے آزمائش کے طور پر کچھ عرصے کے لیے اپنے قدموں میں رہنے دو۔ دشمنوں نے تمہاری ماما اور جوجو کو اغوا کیا ہے۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی اور تمہاری ذہانت کے ذریعے انھیں دشمنوں کی قید سے نکال لاؤں گی۔ مجھ پر ایک بار بھروسا کر کے دیکھو۔"

وہ بول رہی تھی، پارس اُسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "یہ تمہارے چہرے پر عارضی میک اَپ ہے؟"

"ہاں، میرے پاس مستقل میک اَپ کا وقت نہیں تھا۔ فی الحال اس چہرے کے پیچھے خود کو چھپا رکھا ہے۔"

میڈونا نے اُس کا ٹیچ میں آتے ہی دروازے بند کرنے کے بعد اپنا لباس اُتار دیا تھا کیوں کہ ایک ہی لباس تھا، اسے پہن کر سونے سے شکنیں پڑ جاتیں، وہ چادر لپیٹ کر سو گئی تھی۔ اس وقت بھی چادر لپیٹے پارس کے قدموں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس نے کہا "اپنا لباس اُٹھاؤ۔ باتھ روم میں جاؤ اور میک اَپ اُتار کر آؤ۔"

وہ فوراً حکم کی تعمیل کے لیے لباس اُٹھا کر چلی گئی۔ وہ سوچنے لگا۔ ماما روس چلی گئی ہیں۔ جوجو اور ماریہ اسی ملک میں ہیں۔ ماما امریکا میں قید ہیں۔ میں اتنے دنوں سے کوشش کر رہا ہوں کہ دشمنوں سے ٹکرانے کا کوئی بہانہ ملے اور میں ماسک مین یا سپر ماسٹر تک پہنچ جاؤں۔ اس کے لیے شرابی بننے کی ایکٹنگ کی تاکہ دشمن مجھے ٹریپ کریں۔ ماریہ کو دشمنوں کے ساتھ جانے دیا۔ لیکن میری جگہ ممّا ماریہ کے ساتھ چلی گئیں۔ مقدر سے اس وقت ممّا کا ہی داؤ چل رہا تھا مگر اب میڈونا کے روپ میں ایک آندھی میرے پاس آ گئی ہے۔ میں تمام طوفانوں کو اپنی طرف بلاؤں گا اور یہ طوفان مجھے تنکا سمجھ کر اڑائیں گے اور میری محبت تک مجھے پہنچائیں گے۔

اس نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ وہ جانتا تھا، علی تیمور خاموش نہیں ہو گا۔ کچھ کہ گزرنے کے لیے پُر تول رہا ہو گا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بجتی رہی۔ علی تیمور ریسیور اٹھا نہیں رہا تھا۔ پارس نے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کر کے پوچھا "علی تیمور کہاں ہے؟"

اعلیٰ افسر نے جواب دیا "مسٹر علی تیمور نے اَب سے تقریباً تیس گھنٹے پہلے یہ ملک چھوڑ دیا تھا۔ ہمیں علم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہوں گے۔"

پارس نے ریسیور رکھ کر دیکھا، میڈونا باتھ روم سے اپنے اصلی روپ میں واپس آئی تو پہلے سے زیادہ حسین اور جاذبِ نظر لگ رہی تھی۔ جی بھر کے دیکھنے کو جی چاہتا تھا۔ وہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولا "تم اپنے اصل روپ میں قیامت ہو۔ لہٰذا تمہیں اسی روپ میں رہنا چاہیے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم میرے حسن کی تعریف کر رہے ہو، میرے لیے اس سے بڑی بات کوئی نہیں ہو سکتی۔ میں ساری عمر اپنے اصلی روپ میں رہوں گی۔ لیکن دشمن پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"کیا تم ڈرتی ہو؟"

"تم مجھے سہارا دو گے تو ٹھوکروں میں دشمنوں کو اُڑا دوں گی میں۔"

"تمہارے پاس ٹیلی پیتھی جیسا غیر معمولی علم ہے۔ میرے سہارے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میرے پاس ذہانت نہیں ہے۔ تم منصوبے بنایا کرو اور مجھے حکم دیا کرو، میں تعمیل کرتی رہوں گی۔"

"میرا پہلا حکم ہے کہ اپنی باقی نیند پوری کرو۔ میں دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں۔"

"میرے پاس ایک ہی لباس ہے، اس میں شکنیں پڑ جائیں گی۔"

پارس نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر کہا "اپنا ناپ نوٹ کرو۔"

وہ بتانے لگی۔ اس نے فون پر کہا "یہ ناپ نوٹ کرو۔ اور مختلف ڈیزائن کے زنانہ ملبوسات، سینڈل اور چپکیں وغیرہ شام تک یہاں پہنچا دو۔"

وہ ریسیور رکھ کر اُٹھ گیا۔ کمرے سے جاتے ہوئے بولا "دروازہ اندر سے بند کر لو۔ تم آج کی رات اپنے اصلی روپ میں رہو گی اور میرے ساتھ کلبوں اور قمار خانوں میں وقت گزارو گی۔"

وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ کھلے ہوئے دروازے کو دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی، سوچ رہی تھی۔ میں نے پہلے کبھی نا دانستگی میں ضرور کسی کے ساتھ نیکی کی ہو گی جس کا اتنا بڑا صلہ مل رہا ہے۔

اُس نے اور لانوسا چاسے رابطہ قائم کیا اور اُسے اپنی اور پارس کی ملاقات کے بارے میں تفصیل سے ہر بات بتائی۔ وہ بولا "بیٹی! خدا تم سے خوش ہے، اسی لیے تم صحیح جگہ پہنچ گئی ہو۔ میری نصیحتیں یاد رکھو۔ غرور اور خوش فہمی سے بچا کرو۔ خود کو خاک بنا لو اور پارس کے ہر حکم کی تعمیل کرتی رہو۔ تم رفتہ رفتہ محسوس کرو گی کہ تمہارے ضمیر پر سے بوجھ اُتر گیا ہے اور تمہیں ہر طرح کا تحفظ حاصل ہو گیا ہے۔"

"پاپا! میں آپ کی نصیحتوں پر عمل کروں گی۔"

"اب مجھے اجازت دو۔ میں اپنے شہر واپس جاؤں گا۔"

"نہیں پاپا! اُس شہر میں اب آپ کا کوئی نہیں ہے۔ آپ یہاں رہیں گے۔ میں آپ کا خیال رکھوں گی۔ آپ کل بینک جائیں اور اپنے نام سے اکاؤنٹ کھولیں۔ اُس اکاؤنٹ میں رقم جمع ہوتی رہے گی اور آپ دل کھول کر خرچ کرتے رہیں گے۔ ویل پاپا! پھر آؤں گی خدا حافظ۔"

اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ دروازہ بند کرنے کے لیے وہ آگے بڑھی تو پارس آ گیا۔ اس کی آمد سے دل دھڑکنے لگا۔ لیکن اس نے کمرے میں قدم نہیں رکھا۔ باہر سے پوچھا۔ "کیا تم میرے دماغ میں ابھی آنا چاہتی تھیں؟"

"نہیں تو۔ میں ابھی پاپا سے باتیں کر رہی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے وہی دشمن تھا۔ بہتر ہے تم مخصوص کوڈ ورڈز یاد رکھو تاکہ میں تمہیں اپنے دماغ میں پہچان سکوں۔"

"وہ کوڈ ورڈز کیا ہیں؟"

"تم میرے دماغ میں آیا کرو گی۔ تم ہی بتاؤ۔"

وہ ذرا دیر سوچ کر بولی۔ "میں جب بھی آؤں گی تو کہوں گی میڈونا از مائنٹی بکاز آف یو۔ (میڈونا تمہاری وجہ سے شاندار ہے) "میں یہ کوڈ ورڈز یاد رکھوں گا۔"

پارس چلا گیا۔ وہ دروازہ بند کرنے کے بعد اپنے بستر پر چاروں شانے چت ہو گئی۔ نیند اُس سے کوسوں دُور تھی۔ وہ دماغ کو ہدایات دے کر گہری نیند سو سکتی تھی۔ مگر ابھی کھلی آنکھوں کے سپنے میں مزہ آ رہا تھا۔

رسونتی نے آنکھیں کھول کر دیکھا، ایک اجنبی کمرا تھا، اُس نے دماغ پر زور ڈال کر سوچا، اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کمرے میں پہلے کبھی آئی تھی۔ وہ بیڈ روم بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ کسی ملک کی ملکۂ عالیہ کی خواب گاہ ہی اتنی دلکش اور خوبصورت ہو سکتی تھی۔ اُس پلنگ کا گدا اتنا ملائم اور آرام دہ تھا جیسے وہ ماں کی گود میں لیٹی ہوئی ہو۔ وہ پلنگ ایک دائرہ نما پلیٹ فارم پر تھا۔ دائیں طرف سرہانے ایک ریشمی پھندنا لٹک رہا تھا۔ اس پھندنے سے ایک کارڈ منسلک تھا جس پر لکھا تھا۔ "میں گول گھوم سکتا ہوں۔ ہنڈولے کی طرح جھلا سکتا ہوں اور خواب آور موسیقی سنا سکتا ہوں۔"

اس نے ریشمی پھندنے کو پکڑ کر ذرا کھینچا۔ چند سیکنڈ بعد ہی محسوس ہوا، وہ پورا پلنگ دائرہ نما پلیٹ فارم کے ساتھ بہت آہستہ آہستہ گھوم رہا تھا۔ ہلکی ہلکی موسیقی بہت بھلی لگ رہی تھی۔ وہ پلنگ بہت دھیرے دھیرے دائیں بائیں یوں ہلتے لگا تھا جیسے بڑی محبت سے بچے کو پالنے میں جھلایا جا رہا ہو۔

جب دائرے کا ایک چکر مکمل ہوا تو رسونتی نے ریشمی پھندنے کو پھر پکڑ کر کھینچا، اس کی گردش تھم گئی۔ موسیقی بند ہو گئی۔ خواب گاہ میں پہلے جیسا سناٹا چھا گیا۔ بائیں جانب سرہانے جو ریشمی پھندنا تھا، اس کے کارڈ پر لکھا تھا۔ "کمال ہی!"

رسونتی نے اُس پھندنے کو پکڑ کر کھینچا۔ بہت دُور تک جیسے چاندی کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ خواب گاہ کا دروازہ آہستہ آہستہ کھل گیا۔ کتنی ہی جوان لڑکیاں ساڑی اور بلاؤز میں نظر آئیں۔ ان سب کے پیروں میں چاندی کی پائلیں تھیں۔ وہ چھم چھم کی آواز کے ساتھ چلتی ہوئی پلنگ کے قریب آئیں۔ پھر سروں کو جھکا کر ہاتھوں کو نمستے کے انداز میں جوڑ کر کھڑی ہو گئیں۔ ان سب نے لانبے بالوں کی چوٹیاں گوندھی ہوئی تھیں اور چوٹیوں میں سفید بیلے اور موتیے کے پھول مہک رہے تھے۔ رسونتی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ انھیں حیرانی سے دیکھ کر بولی۔ "تم کون ہو؟"

سب نے ایک آواز میں کہا۔ "ہم آپ کی داسیاں ہیں۔"

اس نے پوچھا۔ "میں کون ہوں؟"

"آپ ہماری مالکن ہیں۔"

"مجھے یاد کیوں نہیں آتا کہ میں تمہاری مالکن ہوں؟ میرا نام کیا ہے؟"

"آپ شریمتی رسونتی دیوی ہیں۔ دشمنوں نے آپ پر حملہ کیا تھا۔ آپ کے سر پر زبردست چوٹ آئی تھی تب سے آپ پچھلی زندگی بھول گئی ہیں۔"

"یہاں میرا کوئی اپنا ہو گا۔ کوئی رشتے دار ہو گا؟"

"آپ کے پتی ٹھاکر رگھویر سنگھ سورگ باس ہو گئے۔ آپ بیوہ ہیں۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ آپ کے صرف ایک بھائی کنور رنجیت سنگھ اور آپ کی بھاوج کماری للاج دنتی ہیں۔"

اُسی وقت ایک عورت ساڑی میں ملبوس خواب گاہ میں آئی۔ پھر رسونتی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "دیدی... بھگوان کی کرپا سے تم تندرست ہو گئی ہو۔ تمہارے اشنان کے لیے پانی گرم ہے۔ جلدی سے نہا لو۔ پوجا کا وقت ہو چکا ہے۔"

وہ تعجب سے بولی۔ "یہ پوجا کیا ہوتی ہے؟"

"اوہ دیدی! تم سب کچھ بھول گئی ہو۔ تم ایک ہندو ناری ہو۔ ہندو عورتیں صبح اشنان کرنے کے بعد پہلے بھگوان کے سامنے پوجا کے لیے ہاتھ جوڑ کر بیٹھتی ہیں۔ اس کے بعد گھر گرہستی اور دنیا داری کے تمام کام کرتی ہیں۔"

"کیا تم ہماری للاج دنتی ہو؟"

"جی ہاں، بھگوان کا شکر ہے، تم نے مجھے پہچان لیا ہے۔"

"میں تمہیں خاک نہیں پہچان رہی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا مجھے کیا ہو گیا ہے۔ مجھے پہلے کی کوئی بات یاد نہیں آ رہی ہے۔"

"ڈاکٹروں نے بہت علاج کیا ہے۔ وہ مایوس ہو گئے ہیں، کہتے ہیں شاید کبھی حادثاتی طور پر تمہاری یادداشت واپس آ جائے ورنہ علاج کے ذریعے تم کبھی خود کو پہچان نہیں سکو گی۔"

"اوہ گاڈ! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا میرے بھائی کا نام رنجیت سنگھ ہے؟"

"جی ہاں، تمہارے بھائی میرے پتی ہیں۔ اُن سے ناشتے کی میز پر ملاقات ہو گی۔ اب چلو دیر ہو رہی ہے۔"

ایک داسی نے رسونتی کی چپلیں لا کر رکھیں۔ وہ اُٹھ کر کھڑی ہوئی تو دوسری داسی نے اس کے بدن سے نائٹی اتاری، تیسری نے ریشمی گاؤن پہنایا۔ پھر تمام داسیاں اس کے اطراف چلتی ہوئی کماری للاج دنتی کی راہنمائی میں ایک دروازے پر آئیں۔ وہ دروازہ کھلنے لگا۔ دوسری طرف نہانے کے لیے صاف و شفاف نیم گرم پانی سے بھرا ہوا حوض تھا۔ پانی کی حرارت کو اس کی پسند کے مطابق رکھا گیا۔ وہ بڑے شاہانہ انداز میں غسل کرنے کے دوران اپنے بارے میں بار بار سوچ رہی تھی مگر اُسے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔

اُس کی رہائش کے لیے ایک محل نما کوٹھی تھی۔ اس کوٹھی کے ہر حصے میں خفیہ کیمرے نصب کیے گئے تھے۔ وہاں سے دور ایک عمارت میں نائب سپر ماسٹر اُسے ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ غسل کے بعد للاج دنتی اُسے ایک کمرے میں لے گئی۔ اس کمرے کو پوجا گھر بنایا گیا تھا وہاں شری کرشن بھگوان کی بڑی سی مورتی رکھی گئی تھی۔ ایک پجاری نے کہا۔ "آؤ بیٹی! بھگوان کے چرنوں میں بیٹھو اور پرارتھنا کرو کہ وہ تمہیں من کی شانتی اور دھرم کا پالن کرنے کی شکتی دے۔ تم اتل ہندو ہو، اَمر ہندو ہو۔ تم نے ایک ہندو گھرانے میں جنم لیا تھا۔ ایک ہندو میں تمہاری پرورش ہوئی۔ تم اس مندر میں جوان ہوئیں۔ وہیں تم نے یوگا اور ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا۔ ایک مسلمان فرہاد علی تیمور نے تمہارے ساتھ چھل کپٹ کیا۔ تمہیں ہندو سے مسلمان بنا دیا۔ بھگوان کی لیلا نیاری ہے، وہ دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی ہی رہنے دیتا ہے۔ تم پھر اپنے دھرم کی طرف واپس آ گئی ہو اور وہ فرہاد علی تیمور کتے کی موت مارا گیا ہے۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "پجاری جی! یہ فرہاد کون تھا؟"

"وہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان تھا۔ تم سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن ٹھاکر رگھویر سنگھ جی نے اُسے مقابلے میں شکست دی۔ تمہیں اس سے چھین کر لے آئے۔ انھوں نے تم سے شادی کی مگر افسوس چند برسوں کے بعد فرہاد سے پھر مقابلہ ہوا۔ اُس شیطان نے تمہارے پتی کو مار ڈالا۔ تمہارا سُہاگ چھین لیا مگر خود تمہارے وفادار بھائی رنجیت سنگھ کے ہاتھوں مارا گیا۔ تمہیں رفتہ رفتہ اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں سب کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔"

پجاری اتنا کہہ کر پوجا کرانے لگا۔ ایک ڈیگر نے نائب سپر ماسٹر کے پاس آ کر کہا۔ "میں رسونتی کے دماغ سے آ رہا ہوں۔ ابھی وہ اُلجھی ہوئی ہے۔ اس کے باوجود اپنے شوہر رگھویر سنگھ کے قاتل فرہاد سے نفرت کر رہی ہے۔ پوجا کرتے ہوئے دل کی گہرائیوں سے کہہ رہی ہے کہ میرا سہاگ چھیننے والا فرہاد مر چکا ہے لیکن میں اس کے خاندان والوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اسے یقین نہیں ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ پوجا کے بعد اپنی اس صلاحیت کو آزمانا چاہتی ہے۔ دوسرا ڈیگر اس کے دماغ میں موجود ہے۔ وہ، بدستور خاموش رہ کر اسے خیال خوانی کی پرواز کا طریقہ بتائے گا۔"

پوجا کے بعد یہی ہوا۔ رسونتی نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر آسانی سے پجاری کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اُس پجاری کی سوچ نے کہا۔ "وہ ذاتی طور پر رسونتی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا جو اُسے بتایا گیا تھا، وہی رسونتی کے سامنے بیان کر رہا تھا۔"

اس نے پوچھا۔ "میرے بارے میں کون جانتا ہے؟"

اس کے دماغ نے جواب دیا۔ "کنور رنجیت سنگھ اور کماری للاج دنتی جانتی ہیں۔"

وہ للاج دنتی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ للاج دنتی اور رنجیت سنگھ کے دماغوں کو تنویمی عمل کے ذریعے معدوم کیا گیا تھا۔ رسونتی اُن کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔ للاج دنتی کی سوچ نے بتایا۔ "پہلے ہم ہندوستان میں رہا کرتے تھے۔ فرہاد نے بڑی چالاکی سے دیدی رسونتی کو ٹریپ کیا۔ اُسے ہندوستان سے فرانس لے آیا۔ اُسے داشتہ بنا کر اُس کی عزت سے کھیلتا رہا۔ دیدی کا ہاتھ جوڑ کر پاؤں پکڑ کر گڑگڑاتی رہی کہ اُسے داشتہ نہ بناؤ۔ اس سے شادی کر لو۔ لیکن سونیا فرہاد کی نیلی بیوی تھی۔ اُس نے شادی نہیں ہونے دی۔ اُس نے فرہاد کے لیے دو بیٹے

پیدا ایسے ایک کا نام پارس اور دوسرے کا نام علی تیمور ہے۔ وہ دونوں بیٹے بھی رسونتی سے نفرت کرتے تھے اور اپنی ماں سونیا کی حمایت میں رسونتی پر ظلم کیا کرتے تھے۔"

وہ لاج دنتی کے خیالات پڑھ رہی تھی اور غصے سے تلملا رہی تھی۔ ڈیگر اس کے دماغ میں رہ کر بھڑکا رہا تھا۔ "اس مسلمان کے خاندان نے مجھ ہندو عورت کو برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ میں بھی ایک ایک کو چن چن کر صفحۂ ہستی سے مٹا دوں گی۔"

اس نے بوجا کے کمرے سے نکلتے ہوئے پوچھا۔ "لاج دنتی! کیا تم سونیا اور اس کے دونوں بیٹوں کی تصویریں دکھا سکتی ہو؟"

"ہمارے پاس ان کی تصویریں، ویڈیو فلمیں اور ان کی پوری ہسٹری موجود ہے۔ پہلے تم ناشتا کر لو۔"

"نہیں، پہلے میں ان کی تصویریں دیکھوں گی، ان کی... آوازیں سنوں گی۔ پھر ان کے دماغ میں پہنچ کر انھیں تگنی کا ناچ نچاؤں گی۔ انھیں تڑپا تڑپا کر ماروں گی۔"

"دیدی! یہ اتنا ہی آسان ہوتا تو سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے انھیں بہت پہلے فنا کر چکے ہوتے۔ وہ لوگ یوگا کے ماہر ہیں۔ سانس روک کر تمھیں دماغ سے باہر نکال دیں گے۔"

"یہ سپر ماسٹر کون ہے؟"

"وہ تمھارا اور ہمارا محسن ہے۔ تمھارے پتی کی موت کے بعد اسی نے تمھیں اپنے ملک میں پناہ دی ہے۔ یہ محل اسی کا ہے۔ وہی تمھارے شاہانہ اخراجات برداشت کرتا ہے۔"

"وہ میرے لیے یہ سب کچھ کیوں کر رہا ہے؟"

"اس لیے کہ وہ مجبوروں کا ہمدرد اور مددگار ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ فرہاد تمھارے پتی کے بعد تمھیں بھی مار ڈالے گا یا پہلے کی طرح اپنی داشتہ بنا لے گا تو وہ تمھیں اپنے ملک میں لے آیا۔ اس کے خیال خوانی کرنے والے نے فرہاد کو مار ڈالا۔ تمھاری سلامتی اور عزت اسی میں ہے کہ تم سپر ماسٹر کی وفادار بن کر رہو۔ اور اس کی مدد سے سونیا اور اس کے بیٹوں کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کرتی رہو۔"

"میں سپر ماسٹر سے ملوں گی اور اس کا شکریہ ادا کروں گی۔"

وہ ڈائننگ روم میں آئی۔ وہاں ایک بڑی مونچھوں والے جوان نے سر جھکا کر دونوں ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا پھر پوچھا۔ "کیا دیدی اپنے پیارے بھائی رنجیت سنگھ کو پہچان رہی ہیں؟"

رسونتی نے کہا۔ "میں نے تمھارا ذکر سنا ہے۔ میری یادداشت اس قابل نہیں ہے کہ میں تم سے مل کر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کروں۔ ویسے یہ میرے لیے اطمینان کی بات ہے کہ میں اپنوں میں ہوں۔"

وہ ایک میز کے اطراف بیٹھ کر ناشتا کرنے لگے۔ اس دوران رنجیت سنگھ سپر ماسٹر کے گن گاتا رہا اور رسونتی کو اس سے وفادار رہنے پر مائل کرتا رہا۔ ڈیگر یہی کام اس کے دماغ میں رہ کر انجام دے رہا تھا۔ وہ کافی پینے کے بعد ایک کمرے میں آئے۔ وہاں رسونتی کو سونیا، پارس، علی تیمور، یومی، داسٹور کی اور آرمر کی تصویریں دکھائی گئیں۔ بڑے سے اسکرین پر ان کی ویڈیو فلمیں بھی دکھائی گئیں۔ اس نے سب سے پہلے سونیا کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ اس نے کوڈر ڈز پوچھے رسونتی نہ بتا سکی۔ سونیا نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی۔ "رنجیت! وہ سونیا مجھ سے کوڈر ڈز پوچھ رہی تھی۔ کیا ہمارے درمیان کوڈر ڈز کا تبادلہ ہوتا تھا؟"

رنجیت نے کہا۔ "جب تک تم اُن کی وفادار تھیں تب تک خیال خوانی کے ذریعے اُن کے لیے بڑے بڑے کام کرتی تھیں۔ اُن کے دماغ میں آنے کے لیے کوڈر ڈز مقرر تھے اور وہ الفاظ یہ تھے۔ رسونتی ٹو کس یور مائنڈ ٹیم۔ یہ الفاظ سونیا اور اس کے بیٹوں کے دماغ میں ادا کرو۔ ہو سکتا ہے، وہ تم سے باتیں کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔"

لاج دنتی نے پوچھا۔ "مگر دیدی! تم ان سے کیا بات کرو گی؟"

رسونتی نے جواب نہیں دیا۔ فوراً خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے دماغ میں پہنچتے ہی بولی۔ "رسونتی ٹو کس یور مائنڈ۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ بہت پرانے کوڈر ڈز ہیں۔ سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمھارے دماغ سے یہی کچھ معلوم ہو سکا ہے۔ بہرحال تم بہت انتظار کرانے کے بعد آئی ہو۔ بولو کس حال میں ہو اور کہاں ہو؟"

"یہ نہ پوچھو میں کہاں ہوں کیوں کہ موت کہیں بھی ہونے والے سے زیادہ دور نہیں ہوتی۔ میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"مجھے اندازہ تھا دشمن تمھیں یہی کہنگی سکھائیں گے اور تم اُن کے اشاروں پر ناچنا شروع کر دو گی۔"

"جب تک میں مجبور تھی، تم نے اور فرہاد نے مجھے اپنے اشاروں پر نچایا۔ وہ مجھے اپنی داشتہ بنا کر میری عزت سے کھیلتا رہا اور تم خوش ہوتی رہیں۔ تمھارے دونوں بیٹے مجھ سے نفرت کرتے رہے۔ یاد رکھو ابھی میں تمھیں زندہ رکھوں گی اور تمھاری آنکھوں کے سامنے تمھارے بیٹوں کو کتے کی موت ماروں گی۔"

"خدا تم پر رحم کرے۔ سپر ماسٹر نے تمھیں بہت زہریلا بنا دیا ہے۔ فی الحال میری کوئی نصیحت تم پر اثر نہیں کرے گی۔ تمھیں ہم پر نہ سہی خدا پر تو بھروسا ہے۔ اس معبود کے آگے ہاتھ پھیلا کر دعا مانگو کہ وہ تمھیں سچ اور جھوٹ کو..."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "یو شٹ اَپ۔ خدا ہوگا تمھارا۔ میں جنم جنم سے ایک ہندو عورت ہوں۔ تم نے اور فرہاد نے مجھے تباہ کرنے کی ناکام کوششیں کیں لیکن میں ناکام نہیں رہوں گی۔ جاؤ اور اپنے بیٹوں کو بچا سکتی ہو تو بچا لو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ کنور رنجیت سنگھ نے کہا۔ "دیدی! تم بہت غصے میں نظر آ رہی ہو۔"

وہ ڈانٹ کر بولی۔ "خاموش رہو۔ میں غصے میں بھول گئی کہ سونیا کے دماغ میں زلزلے پیدا کر سکتی ہوں۔ ٹھہرو میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ پھر سونیا کے پاس پہنچی پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس کے دماغ کو زور کا جھٹکا پہنچایا مگر کچھ نہ ہوا۔ سونیا نے پوچھا۔ "رسونتی! کیا یہ حماقت تم کر رہی ہو؟"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر حیرانی سے بولی۔ "میری... ٹیلی پیتھی کا ہتھیار اُس پر اثر کیوں نہیں کرتا؟"

اس کا سب سے ڈیگر کی سمجھ میں بھی نہیں آیا۔ وہ سونیا سے گفتگو کے دوران رسونتی کے دماغ میں تھا۔ پھر سونیا کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ پیرس میں ہے یا ماسکو میں؟ لیکن اس کی سوچ سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس کا دماغ بتا رہا تھا کہ وہ دھواں دھواں سے ماحول میں ہے اور کس جگہ ہے، یہ دھوئیں کے باعث سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

جب رسونتی اسے دماغی جھٹکا پہنچانے میں ناکام رہی تو ڈیگر نے خود یہی کوشش کی۔ اُسے دماغی اذیتوں میں مبتلا کرنے کی ہر ممکن تدبیر کرتا رہا۔ آخر سونیا نے ناگواری سے ادھنہ کہہ کر سانس روک لی تھی۔

یہ بات اس نے دوسرے ڈیگر اور سپر ماسٹر کو بتائی۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "وہ عورت ناقابلِ فہم ہے۔ اسی لیے میں تم دونوں کو ابتدا سے سمجھاتا آ رہا ہوں۔ کبھی اس سے ٹکرانے کی حماقت نہ کرو۔ اگر تقدیر کبھی اسے سامنے لے آئے تو اس سے کترا کر نکل جاؤ۔ تم دونوں میرے پاس ٹیلی پیتھی کے آخری ہتھیار ہو۔ میں تم میں سے کسی کو اس کے ہاتھوں مرتے نہیں دیکھنا چاہتا۔"

ادھر رسونتی اپنی خواب گاہ میں آئی پھر ایک شاہانہ طرز کی آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر بولی۔ "میں تنہائی چاہتی ہوں یہاں سے جاؤ۔"

لاج دنتی اور رنجیت سنگھ وہاں سے چلے گئے۔ ایک ڈیگر پھر اس کے دماغ میں آ گیا۔ اُس پر تنویمی عمل کے دوران اس کے دماغ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ دونوں ڈیگر کو اپنے اندر کبھی محسوس نہیں کرے گی، ان کے علاوہ کوئی بھی سوچ کی لہر آئے گی تو وہ بے اختیار سانس روک لیا کرے گی۔ اس وقت اُس نے آنکھیں بند کیں۔ پارس کو تصور میں دیکھا، اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا۔ پھر دماغ میں پہنچتے ہی بولی۔ "رسونتی ٹو کس یور مائنڈ۔"

پارس نے خوش ہو کر کہا۔ "اوہ ماما! خدا کا شکر ہے۔ میں آپ کی آواز سن رہا ہوں۔ آپ کہاں ہیں؟"

وہ بولی۔ "مجھے ماما نہیں اپنی موت کہو۔"

"پلیز! آپ چند سیکنڈ کے بعد تشریف لائیں۔"

اس نے سانس روک لی۔ رسونتی کو دماغ سے باہر کیا۔ پھر میڈونا سے کہا۔ "ابھی ماما میرے دماغ میں بول رہی تھیں۔ اُن کے تیور دشمنوں جیسے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سپر ماسٹر نے ان کی برین واشنگ کی ہے۔ تم میرے اندر آؤ اور میرے دماغ پر قبضہ جمائے رکھو تاکہ وہ دماغی جھٹکے پہنچانے میں ناکام رہیں۔"

میڈونا نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ جیسے ہی اس نے قبضہ جمایا، رسونتی دوبارہ وہاں آ گئی۔ نفرت سے بولی۔ "تمھاری ماں فی الحال مجھ سے بچ گئی تم نہیں بچ سکو گے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے دماغ میں زلزلہ پہنچانے کی تکنیک استعمال کی۔ ڈیگر نے بھی یہی کیا۔ پھر پارس نے سانس روک لی۔ رسونتی کی سمجھ میں نہیں آیا لیکن ڈیگر نے سمجھ لیا کہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے پارس کی حفاظت کر رہا تھا اور اس کے خیال کے مطابق وہ آرمر ہی ہو سکتا تھا۔

وہ آرمر کے دماغ میں آیا۔ آرمر نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

وہ بولا۔ "میں کوئی بھی ہوں، یہ پوچھنے آیا ہوں کب تک پارس کی حفاظت کر سکتے ہو؟"

"میں کچھ سمجھا نہیں!"

"کیا تم ابھی پارس کے دماغ میں رہ کر اس کی حفاظت نہیں کر رہے تھے؟"

"یہ دنیا جانتی ہے کہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور سچ یہ ہے کہ میں نے پہلے کئی گھنٹوں سے خیال خوانی نہیں کی ہے۔"

"پھر وہ پارس کے دماغ میں کون تھا؟"

"خدا گواہ ہے، میں نہیں جانتا۔"

"کیا وہ جو جو ہوگی؟"

"اگر وہ پارس کے پاس آئے گی تو میرے پاس بھی

آئے گی۔ میں صرف اس کا بھائی نہیں، باپ بھی ہوں۔ لیکن وہ خیال خوانی نہیں کر رہی ہے۔ میں اس کے دماغ میں جانا چاہتا ہوں، وہ سانس روک لیتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے، وہ تم سے نہیں صرف پارس سے رابطہ رکھنا چاہتی ہو۔"

"پارس جو جو کے لیے میری محبت کو سمجھتا ہے۔ اگر وہ اس سے رابطہ رکھتی تو پارس مجھ سے یہ بات کبھی نہ چھپاتا۔ پہلی فرصت میں مجھے اس کی خیریت سے آگاہ کرتا۔"

ڈیگر اس کے دماغ سے آگیا۔ دوسرے ڈیگر نے آکر کہا "میں بھی آرمر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ سچ کہہ رہا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے وہ پارس کے پاس نہیں تھا۔ جو جو بھی نہیں ہو سکتی۔ ماسک مین کا خیال خوانی کرنے والا جو جو کی سختی سے نگرانی کر رہا ہوگا۔"

"ہمیں یہ اسرار معلوم کرنا چاہیے کہ ابھی پارس کے دماغ میں کون تھا؟"

"فی الحال رسونتی کے پاس چلو، اب وہ علی تیمور سے باتیں کر رہی ہوگی۔"

وہ دونوں رسونتی کے دماغ میں آئے۔ وہ غصے سے علی تیمور کو گالیاں دے رہی تھی۔ پتا چلا، وہ بار بار اس کے دماغ میں جاتی رہی اور وہ سانس روک کر اُسے بھگاتا رہا۔ اس نے کوڈ ورڈ اڈا کیے اس کے باوجود اس نے دماغ میں اسے ٹھہرنے نہیں دیا۔ ہر بار سانس روکتا رہا۔

ڈیگر اینڈ ڈیگر اچھی طرح جانتے تھے کہ علی تیمور اپنی ماں کو بہت چاہتا ہے۔ بے انتہا چاہت کے باوجود وہ ماں کو دماغ میں جگہ نہیں دے رہا تھا۔ اس نے خیریت کا ایک لفظ بھی ادا کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ ماں دشمن کی قید میں تھی، اس کی بھی پروا نہیں تھی۔ بس وہ یوں سانس روکتا رہا تھا جیسے اسے تمام سازش کا علم ہو چکا ہو۔

ایسی بات نہیں تھی۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اسے دل و جان سے چاہنے والی ماں جان کی دشمن بن گئی ہے۔ دراصل اُس نے طے کر لیا تھا کہ ماں کو بھی دماغ میں اس لیے نہیں آنے دے گا کہ اس کے پیچھے دشمن بھی آئیں گے اور یہ چُپ چاپ معلوم کر لیں گے کہ وہ پیرس سے فرینکفرٹ پہنچ گیا ہے اور اب عارضی میک اَپ کے ذریعے حلیہ بدل کر نیویارک جانے والا ہے۔

وہ اپنی ماں کو بچپن سے دیکھتا اور سمجھتا آیا تھا۔ وہ جلد ہی دوسروں کی باتوں میں آجایا کرتی تھی۔ اکثر غلط فیصلے کرتی تھی، وہ یہ بھی نہیں سوچے گی کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے ماں کا سہارا لے کر بیٹے کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، اُس نے سوچا تھا: "میں نیویارک جا رہا ہوں۔ ماما کو نیویارک یا واشنگٹن کی کسی عمارت میں چھپا کر رکھا گیا ہوگا۔ میں کسی نہ کسی طرح ماما تک پہنچ جاؤں گا۔ پہلے خود کو ان سے چھپاؤں گا اور انھیں دشمنوں کے اثر سے نکالوں گا ورنہ وہ ان کی باتوں میں آکر مجھے بھی اُن کا قیدی بنا دیں گی۔ دانشمندی یہی ہے کہ کامیابی حاصل ہونے تک ماما سے بھی کوئی رابطہ نہ رکھا جائے۔"

وہ ایک نئے نام اور نئے چہرے کے ساتھ ایک نیا پاسپورٹ حاصل کر چکا تھا، شام کی فلائٹ سے روانہ ہونے والا تھا۔ وہ پیرس سے بھی نیویارک کے لیے پرواز کر سکتا تھا لیکن یہ خوب جانتا تھا کہ دشمن اُس پر نظر رکھتے ہیں۔ وہ جہاں بھی جائے گا، وہ سائے کی طرح ساتھ لگے رہیں گے۔ انھوں نے فرینکفرٹ تک بھی پیچھا کیا ہوگا جس ہوٹل میں اس کا قیام تھا، وہاں بھی اُن کی نظر ہوگی اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اسے میک اَپ میں پہچان رہے ہوں۔ اس نے جان بوجھ کر اناڑیوں جیسا... میک اَپ کیا تھا۔ پیرس سے انھیں سمجھاتا آرہا تھا کہ علی تیمور خوش فہمی میں مبتلا ہے اور اپنی دانست میں دشمنوں کو دھوکا دے کر نیویارک جا رہا ہے۔ یہ آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ کون کس سے دھوکا کھا رہا ہے۔

جان بوجھ کر فریب کھانے کا یہ فائدہ تھا کہ دشمن اُسے دُور ہی دُور سے فریب کرتے ہوئے ضرور ماں تک پہنچائیں گے اور ماں کو اس کے سامنے مجبور اور بے بس بنا کر بیٹے کو بھی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کریں گے۔ اس نے آرمر کو بہت پہلے سمجھا دیا تھا کہ دو دن بعد پیرس کے وقت کے مطابق دوپہر دو بجے اس سے دماغی رابطہ قائم کرے۔ اس کے لیے کوڈ ورڈز مقرر ہو گئے تھے۔ اس نے کہہ دیا تھا، مقررہ وقت سے پہلے وہ آرمر کو بھی دماغ میں نہیں آنے دے گا۔

وہ دن کے گیارہ بجے ایک بہت بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں آیا۔ سفر کے لیے چند جوڑے کپڑے اور کچھ ضروری سامان خریدنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ نگرانی کرنے والے دشمنوں کو بھی بھانپنا چاہتا تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے خریداری کر رہا تھا۔ اپنے آس پاس محتاط نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی دُور تک نظریں دوڑاتا تھا۔ ایک بار اسٹور کے داخلی دروازے پر نظر گئی تو وہ چونک گیا۔ چند لمحوں کے لیے اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ اس نے دوسری بار دیکھا۔ فرزانہ دکھا دے رہی تھی۔ وہ فرزانہ جو اس کے سامنے آگ میں جل گئی تھی، جس نے اُس کی آغوش میں دم توڑا تھا۔ وہ پھر زندہ ہو کر نگاہوں

کے سامنے آگئی تھی۔ اس کے بالکل قریب سے گزرتے ہوئے زنانہ ملبوسات کے شوروم کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے ساتھ ایک بوڑھی عورت اور ایک جوان لڑکا تھا۔ وہ اسٹور کے دوسرے حصے میں جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی لیکن علی تیمور اُس جگہ کو دیکھتا ہوا سوچ میں گم ہو گیا تھا، جہاں وہ نظروں سے اوجھل ہوئی تھی۔

اس نے سوچا، زنانہ ملبوسات کے شوروم میں جانا چاہیے۔ دماغ نے سمجھایا، یہ دشمنوں کی چال ہو سکتی ہے۔ وہ تصدیق کرنا چاہتے ہیں کہ میک اَپ کے پیچھے علی تیمور ہے اور اگر ہے تو فرزانہ کی ہم شکل کے پیچھے بے اختیار جائے گا۔ لہٰذا وہ بے اختیار ملبوسات کے شوروم میں چلا آیا۔ بیچارے دشمنوں کو مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ اپنے لیے لباس کا انتخاب کر رہی تھی۔ اُس کے ساتھ آنے والا نوجوان کہہ رہا تھا: "امی! یہ لباس تم پر خوب جچے گا۔"

وہ بولی: "جی نہیں، مجھے گہرا سُرخ رنگ پسند نہیں ہے۔"

بوڑھی عورت نے کہا: "بیٹی! کبھی اپنے بھائی کی پسند کو بھی مان لیا کرو۔ آخر یہ مرد ہے، سمجھتا ہے کہ عورت کو کیا پہننا چاہیے۔"

امی نے کہا: "بے شک راجر مرد ہے، لیکن بھائی ہے۔ ایک بھائی اور کسی آئیڈیل کی پسند میں بڑا فرق ہوتا ہے۔"

راجر نے کہا: "تمھارا آئیڈیل تو اس دنیا میں نہیں ہے۔ پتا نہیں تمھارے دماغ میں کیا ہے، جو بھی تم میں دلچسپی لیتا ہے، تم اسے اونہہ کہہ کر مسترد کر دیتی ہو۔"

وہ ناگواری سے بولی: "پلیز راجر! ہم یہاں شاپنگ کے لیے آئے ہیں۔ اس ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں کوئی آئیڈیل نہیں ملتا جو تمھیں اچھا لگتا ہے اسے خرید کر چلو۔"

علی تیمور قریب ہی کھڑا لباس پسند کرنے کے بہانے امی کو دیکھ رہا تھا اور اُس کی باتیں سُن رہا تھا۔ اس کا نام اور لب لہجہ نرزانہ سے مختلف تھا۔ اس کے باوجود وہ سر سے پاؤں تک فرزانہ دکھائی دے رہی تھی۔

کوئی ضروری نہیں تھا کہ یہ دشمنوں کی چال ہو۔ قدرت کے کارخانے سے کتنے ہی ہم شکل اس دنیا میں آتے ہیں۔ نہ ایک سر سے دوسرے سر تک کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی کا ہم شکل نظر آ ہی جاتا ہے۔ امی، اس کی بوڑھی ماں اور راجر کی باتوں میں تصنع کی جھلک نہیں تھی اور نہ ہی کسی طرح کی ایکٹنگ کا شبہ ہو رہا تھا۔

وہ لباس کے بعد میک اَپ کا سامان خرید رہی تھی۔

جب تک وہ شوق کی چیزیں پسند کرتی رہی، وہ اسے اِدھر اُدھر جا کر دیکھتا رہا۔ یہ جانتا تھا، مرنے والے کبھی واپس نہیں آتے۔ مگر اُسے لگ رہا تھا، وہ واپس آگئی ہے۔ وہ دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ دل تو بہکنے، بہکانے اور پیار میں دھوکے کے لیے ہوتا ہے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ مجھے ہمیشہ بیدار ذہن رہنا سکھایا گیا ہے۔ میں دماغی طور پر محتاط رہوں گا اور دل کے اعتبار سے غافل رہوں گا۔ دل شرارت میں رہے گا اور دماغ حرارت میں رہے گا۔

لیکن پھر اچانک اس کے دیکھتے دیکھتے اور سوچتے سوچتے وہ جانے لگی۔ علی تیمور نے اپنے سامان کا بل ادا کیا پھر اس کے پیچھے تھوڑا فاصلہ رکھ کر جانے لگا۔ وہ جو کسی کے حسن و شباب میں دلچسپی نہیں لیتا تھا، سحر زدہ ہو کر پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔

ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے باہر فٹ پاتھ پر مردوں، عورتوں اور بچوں کی اچھی خاصی آمد و رفت تھی۔ امی نے اپنی کار شاید کہیں دُور پارک کی تھی اسی لیے وہ ماں اور بھائی کے ساتھ پیدل جا رہی تھی۔ اچانک ایک جوان علی تیمور کو دھکا دے کر دوڑتا ہوا امی کے پاس پہنچا۔ اُس کی ماں کو بھی ایک طرف گرا کر اس نے امی کا پرس چھینا، پھر بھاگنے لگا۔ اس واردات سے لوگ پریشان ہو کر ایک طرف ہو گئے تھے پر اس چھیننے والے کو بھاگنے کا صاف راستہ مل گیا تھا لیکن امی نے کیا رگی چھلانگ لگائی۔ فضا میں قلابازی کھائی، پھر اس کے سر پر سے گزرتی ہوئی سامنے آکر دیوار بن گئی۔

پرس چھیننے والے کو سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ اس کے مُنہ پر ایک مُکا پڑی۔ وہ بڑی تیز اور پھرتیلی تھی۔ اس نے گھوم کر دوسری کک ماری۔ پرس اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ قریبی عمارت کی دیوار سے جا کر ٹکرایا۔ پھر فٹ پاتھ پر گر پڑا۔ امی نے اپنا پرس اٹھایا پھر اس کی جانب دیکھے بغیر اس طرح اطمینان سے جانے لگی جیسے یقین ہو کہ ایک بدمعاش کے لیے اتنی ہی خوراک کافی ہے۔

فٹ پاتھ پر اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ پولیس والے اس چور کو زمین پر سے اٹھا رہے تھے۔ علی تیمور بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ وہ اپنی کار میں بیٹھ گئی تھی اور وہ کار ایک یو ٹرن لے رہی تھی۔ علی تیمور کی کار بہت پیچھے فٹ پاتھ کے کنارے تھی۔ وہاں تک جا کر امی کا تعاقب نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اتنی دیر میں وہ جانے کہاں چلی جاتی۔ اس نے آس پاس نظر دوڑائی، کوئی ٹیکسی بھی دکھائی نہیں دی۔ امی کی کار دُور جا کر ٹریفک کے ہجوم میں گم ہو گئی تھی۔ اس نے بڑی حسرت سے کہا: "آدمی کو اتنا ہی ملتا

ہے جتنا تقدیر دیتی ہے اور اگر یہ دشمنوں کی مہربانی ہے تو یہ مہربانی پھر ہوگی۔"

وہ اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل پہنچا۔ وہاں اس نے ہوٹل کی کار واپس کی، بل ادا کیا پھر ائیرپورٹ کے لیے نکل پڑا۔ ابھی روانگی میں پورے پانچ گھنٹے باقی تھے۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا پھر ڈرائیور سے بولا "اپنے شہر کی سیر کراؤ۔ ایک گھنٹے بعد ائیرپورٹ پہنچا دینا۔"

ٹیکسی چل پڑی۔ وہ کھڑکی سے باہر گزرتے ہوئے لوگوں کو دیکھنے لگا۔ دل کہتا تھا کہیں ایمی نظر آجائے گی۔ وہ ایک چہرہ دیکھنے کے لیے سیکڑوں ہزاروں چہرے دیکھتا چلا گیا اور مایوسی کہتی گئی ہے "تھی جس کی جستجو وہ میسر نہیں ملا۔"

ایک گھنٹے بعد وہ ائیرپورٹ پہنچ گیا۔ وہاں بھی اس کی نظریں بھٹکتی رہیں۔ وہ وزیٹرز لابی کا ایک چکر لگا کر کاؤنٹر پر آیا۔ بورڈنگ کارڈ لے کر ویٹنگ روم میں پہنچا۔ وہاں بھی وہ نہیں تھی۔ اس نے ایک کولڈ ڈرنک لیا پھر پیتے ہوئے دل ہی دل میں کہا۔ اس ڈرامے میں چونکا دینے والا موڑ آئے گا، اب وہ طیارے میں ضرور ملے گی۔

جب وہ طیارے میں پہنچا تو اندازہ درست نکلا۔ وہ کھڑکی کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے برابر والی سیٹ علی تیمور کی تھی۔ بہت ہی گھاٹا پڑا تھا جس شدت سے ایمی کی تلاش تھی، اُسے پا کر اتنی خوشی نہیں ہوئی۔ وہ آرام سے سیٹ پر بیٹھ کر بولا "ہیلو ایمی!"

اس نے چونک کر اُسے دیکھا، پھر پوچھا "تم کون ہو؟ مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"مس! تا نہیں تم مسز ہو یا مس لیکن میں تمھیں مس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ آج ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں تمھیں دیکھا تو دل ہار گیا۔ میں تمھارے پیچھے کچھ تک جانا چاہتا تھا مگر دماغ نے سمجھایا اُس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ آج نیویارک تک میرے ساتھ سفر کرے گی۔"

"مجھے اُلجھی ہوئی باتیں پسند نہیں ہیں۔ سیدھا سا جواب دو۔ تم مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"میرے دماغ میں کوئی آکر بولتا ہے جس کے متعلق جاننا چاہتا ہوں، وہ اس کے بارے میں پوری معلومات فراہم کر دیتا ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

"میں نے تو نہیں پوچھا کہ ابھی تمھارے دماغ میں کون بول رہا تھا۔"

وہ ذرا چونکی۔ پھر سنبھل کر بولی "تم مجھ سے کیا کہہ رہے ہو، معلوم ہوتا ہے، ٹیلی پیتھی کی کتابیں پڑھتے ہو یا فرہاد علی تیمور کی طرح تم بھی خیال خوانی کے خواب دیکھتے ہو۔"

"اچھا تو تم فرہاد علی تیمور کو جانتی ہو؟"

"آں۔ ہاں۔ جانتی ہوں مگر آنکھوں سے کبھی اُسے نہیں دیکھا اور جب تک آنکھوں سے نہ دیکھ لوں، یہ بھی یقین نہیں کروں گی کہ دوسرا کوئی ہمارے دماغ میں آکر بول سکتا ہے۔"

"لیکن میرے اندر کوئی..."

وہ کہتے کہتے رک گیا پھر ایمی سے بولا "ذرا ایک منٹ کے لیے خاموش ہو رہا ہوں۔ وہ سوچ کے ذریعے مجھ سے کوئی خاص بات کہہ رہا ہے۔"

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ طیارے کے اندر ایک طرف یوں ٹکٹکی لگا جیسے دماغ کے اندر کسی کی خاص بات سن رہا ہو۔ اسی وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر کہا "میں سمجھ رہا تھا ایمی کسے دماغ سے نکل کر میرے دماغ میں اس لیے آئے گی کہ کوئی مجھ سے پرائیویٹ باتیں کر رہا ہے۔ ایسے میں میں دوسری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروں گا۔ تمھاری احمقانہ آمد کا شکریہ، اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ ڈیگر باہر نکل گیا پھر ایمی کے دماغ میں آکر دوسرے ڈیگر سے بولا "یہ شیطان کے بچے ہیں، اپنے باپ سے بھی زیادہ چالاک ہیں۔ اس کے دماغ میں کوئی نہیں تھا۔ اس نے ایمی کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے باتیں بنائی تھیں اور تم نے اس کی باتوں میں آکر مجھے اس کے دماغ میں جانے کے لیے کہہ دیا۔"

"کیا واقعی اس کے اندر کوئی نہیں تھا؟"

"جب وہ اپنی ماں کو آنے نہیں دیتا تو بھلا کسی دوسرے کو کیسے آنے دے گا۔ میرے پہنچتے ہی اس نے ہم پر طنز کیا اور سانس روک لی۔"

ایمی نے علی تیمور کی چالاکی پر اُسے کوسا۔ آنکھوں سے دیکھا اور سوچا "مائی گاڈ! مجھے پارس اور علی تیمور کے متعلق بہت کچھ بتایا گیا ہے مگر اس کے شاطرانہ طریقۂ کار کو دیکھ کر پتا چلتا ہے، ابھی ان کے متعلق بہت کچھ معلوم کرنے کو رہ گیا ہے۔ کاش میں اس کی اصلی صورت دیکھ سکتی!"

ڈیگر اینڈ ڈیگر نے پوچھا "کیا تم اس سے متاثر ہو رہی ہو؟"

وہ ناگواری سے بولی "بچو! اس سے مت کرو۔ ٹیلی پیتھی سیکھ لینے سے عقل نہیں آجاتی۔ تم نے اس کے دماغ میں جانے کی غلطی کر کے کھیل بگاڑ دیا۔ میں اس بچگی کو بنانے کی کوشش کروں گی ورنہ یہ نیویارک پہنچنے سے پہلے ہی ہاتھوں سے نکل جائے گا۔"

"ہمیں بتاؤ تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"میں تمھاری پابند نہیں ہوں، جاؤ، سپر ماسٹر سے کچھ عقل مانگ کر لاؤ۔"

"تم ہماری توہین کر رہی ہو، غلطی ہر ایک سے ہوتی ہے، آئندہ ہم محتاط رہیں گے، ہمیں بتاؤ تم اب کیا کرو گی؟"

"تم دونوں پھر غلطی کر رہے ہو۔ کیا سوچنے کے لیے اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ علی تیمور مجھے ڈیپارٹمنٹل اسٹور سے تاڑتا آرہا ہے، وہیں آمر نے میری آواز سنی ہوگی اور اسے بتایا ہوگا کہ میرا نام ایمی ہے اور میں اس کے ساتھ سفر کرنے والی ہوں۔"

"مگر تم سانس روک لیتی ہو۔ آمر تمھارے دماغ میں کیسے آئے گا؟"

"میں ایسے وقت اُسے محسوس کر سکتی ہوں جب میرے دماغ میں کوئی نہ ہو مگر تم دونوں میں سے کوئی نہ کوئی آتا جاتا رہتا ہے۔ اس وقت بھی وہ سن رہا ہوگا کہ میرا اگلا طریقۂ کار کیا ہوگا۔ کیا میں بتا دوں؟"

"نہیں، ہم پوچھ کر دوسری بار غلطی کر رہے ہیں۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے جا رہے ہیں۔ تم اپنے طور پر کام کرو۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ سوچ کے ذریعے باتیں کرتے وقت ایمی کی آنکھیں بند تھیں۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا پھر چونک گئی۔ علی تیمور اپنی سیٹ پر نہیں تھا۔ کیا وہ سفر کا ارادہ ملتوی کر کے طیارے سے اتر گیا ہے؟

اس نے سر گھما کر دیکھا وہ دروازے کے پاس کھڑا ہوا ایک اسٹیورڈ سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی پھر بولی "تم سیٹ چھوڑ کر کیوں آگئے؟"

اسٹیورڈ نے بتایا "یہ اپنی سیٹ بدلنا چاہتے ہیں۔ میں کہہ رہا ہوں، جہاز کو پرواز کرنے دیں۔ کوئی سیٹ خالی رہی یا کوئی سیٹ تبدیل کرنے پر راضی ہوا تو یہ جگہ بدل سکیں گے۔"

ایمی نے علی تیمور کے ہاتھ سے بورڈنگ کارڈ جھپٹ لیا پھر بولی "سیٹ تبدیل نہیں ہوگی میری جان! محبت میں تکرار ہوتی ہی رہتی ہے۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ تم مجھ سے دُور ہو کر میری انسلٹ کرو۔"

اس نے علی تیمور کے بازو کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اسٹیورڈ نے کہا "یہ آپ لوگوں کا ذاتی معاملہ ہے بلکہ محبت کا معاملہ ہے، پہلے آپس میں فیصلہ کر لیں۔ میں ہر طرح خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

وہ ایمی کے ساتھ آکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اب کوئی نیا ڈراما شروع کر رہی ہو؟"

"بالکل نہیں۔ میں نے سانس روک کر انھیں بھگا دیا ہے۔"

"انھیں کا مطلب یہ ہوا کہ تمھارے پاس ایک سے زیادہ خیال خوانی کرنے والے ہیں۔"

"کیا تم نہیں جانتے کہ وہ دو ہیں؟"

"یہ مجھے تم بتا رہی ہو۔"

"تمھارا آمر میرے دماغ میں آکر بہت کچھ پڑھ سکتا ہے۔ میں اسے کھلی چھٹی دوں گی۔ وہ میرے چور خیالات پڑھ کر تمھیں یقین دلائے گا کہ اب میں تمھارے لیے مخلص اور سنجیدہ ہوں، صرف اس وقت فراڈ کروں گی جب وہ دونوں میرے دماغ میں آئیں گے۔"

"وہ کون ہیں؟"

"سپر ماسٹر انھیں ڈیگر اینڈ ڈیگر کہتا ہے۔ برائے نام مشین کے ذریعے ایک دوسرے کی تمام صلاحیتوں کو ان میں منتقل کیا گیا ہے۔ وہ عادتوں اور صلاحیتوں کے اعتبار سے جڑواں بھائی لگتے ہیں۔ اس لیے ڈیگر اینڈ ڈیگر کہلاتے ہیں۔ میری دانست میں وہ ناقابلِ شکست فائٹر ہیں، ذہین اور حاضر دماغ ہیں لیکن آج تمھارے جیسے پہاڑ کے سامنے وہ اونٹ لگ رہے تھے۔"

"تم اپنے لوگوں کے خلاف بول رہی ہو۔"

"میں انتظار کر رہی ہوں کہ میرے دماغ میں آمر آئے اور تمھیں صحیح بات بتائے۔ میں بتاؤں گی تو تم یقین نہیں کرو گے۔"

"میں یقین کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"میں اچھی فائٹر ہوں۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر کے مقابلے میں دیر تک میدان نہیں چھوڑتی۔ ذہانت میں ان دونوں کو چیلنج کر سکتی ہوں۔ سپر ماسٹر مجھے کسی قابل سمجھتا ہے اسی لیے فرزانہ کا رول ادا کرنے کی اجازت دی ہے۔ خنفر یہ کہ میرے پاس جتنی بھی صلاحیتیں ہیں ان سے میں فرہاد علی تیمور کی فیملی کو فائدہ پہنچانا چاہتی ہوں۔"

"اس لیے تم پٹڑی بدل رہی ہو۔"

"تمھارے لہجے میں طنز ہے۔ میں جانتی ہوں، زبان سے اپنی سچائی کا یقین نہیں دلا سکوں گی۔"

"ہاں، یہ مجبوری ہے۔ میرے پاس کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے، ورنہ وہ اصلیت معلوم کر لیتا۔"

"کیا تم آمر سے فائدہ نہیں اٹھاتے؟"

"نہیں، میں نے عہد کیا ہے جب تک اپنی ماں کو واپس نہیں لاؤں گا کسی کو دماغ میں آنے نہیں دوں گا۔ آمر سے کوئی کام لوں گا تو اسے دماغ میں آنے کی اجازت دینی ہوگی لہٰذا میں اُسے بھی آنے نہیں دیتا۔"

"یہ کوئی دانش مندی نہیں ہے۔ سُپر ماسٹر اور مالک مین کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔ تمھارے لیے خطرات بڑھتے جا رہے ہیں اور تم آرمر کی مدد لینے سے انکار کر رہے ہو، یہ سراسر نادانی ہے۔"

"میری نادانی کو چھوڑو، یہ بتاؤ تم نے میری ماما کو دیکھا ہے؟"

"ہاں، دیکھا ہے۔"

"اگر تم ہماری فیملی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنا چاہتی ہو تو مجھے میری ماما تک پہنچا دو۔"

"میں ضرور پہنچاؤں گی لیکن تمھیں مایوسی ہوگی۔"

"تم سمجھتی ہو، میں اپنی ماں کو واپس نہیں لا سکوں گا؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ تم بہت کچھ کر سکتے ہو مگر سونتی دیوی اب تمھاری ماں نہیں رہی۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ اور یہ تم میری ماں کو دیوی کیوں کہہ رہی ہو؟"

"اس لیے کہ وہ اپنے ہندو دھرم کی طرف لوٹ گئی ہیں۔"

"نہیں۔ ماما ایسا نہیں کریں گی۔"

"ایسا ہو چکا ہے، وہ اپنی پچھلی زندگی بھول گئی ہیں۔ انھیں سمجھایا گیا ہے کہ وہ لاولد ہیں۔ تم اور پارس ہونیلہ کے بیٹے ہو۔ تم سب نے مل کر انھیں تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، تمھارا باپ ان کے ایک ہندو شوہر کا قاتل تھا اس طرح وہ تم سب کے خون کی پیاسی بن گئی ہیں۔"

"اوہ خدایا! یہ میں کیا سُن رہا ہوں؟"

وہ اپنی ماں کے متعلق سوچ میں گم ہو گیا، وہ سمجھ رہا تھا، برین واشنگ کے بعد ماما سب کچھ بھول جائیں گی، صرف وہی یاد رکھیں گی جو دشمن چاہیں گے پھر بھی اس کا دل نہیں مانتا تھا کہ اسے دل و جان سے چاہنے والی صرف اس کے لیے جینے اور مرنے والی ماں اپنے بیٹے کے خون کی پیاسی ہوگی۔

ایمی کی باتوں کے دوران دو نوں ڈیگر موجود تھے، بعد میں ایک چلا گیا تھا۔ دوسرا کہہ رہا تھا۔ "تمھاری دُہری چال خوب ہے۔ علی تیمور تم پر بھروسا کرنے لگے گا۔"

وہ کن انکھیوں سے علی تیمور کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ یہ ابھی کسی گہری سوچ میں گم ہے۔"

"تم نے اس کی ماں کے متعلق چونکا دینے والی باتیں کی ہیں، یہ اب دیر تک الجھتا اور پریشان ہوتا رہے گا۔ کیا تمھیں یقین ہے کہ آرمر اس کے یا تمھارے دماغ میں نہیں آتا؟"

"مجھے یقین ہے میری باتوں کے دوران تم دو بار میرے دماغ سے گئے، میں نے کسی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کیا۔ ورنہ تمھارے جاتے ہی چھپے ہوئے آرمر کو محسوس کر لیتی، یوں بھی علی کا سچ کہہ رہا ہے۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں، یہ اپنی ماں کو بھی دماغ میں نہیں آنے دیتا۔ کسی بھی خیال خوانی کرنے والے دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے آرمر کو بھی دُور رکھتا ہے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا جو سپر ماسٹر کے خلاف رسونتی کے متعلق اسے سب کچھ سچ بتا دیا۔"

"نیویارک میں ماں بیٹے کا سامنا ہونے والا ہے، اس وقت علی تیمور کو جتنی باتیں معلوم ہونے والی ہیں، اتنی ہی باتیں میں نے پہلے سے بتا کر اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ ابھی تک سوچ میں گم ہے۔ کاش تم میں سے کوئی اس کے دماغ میں پہنچ سکتا۔ کم بخت کہیں میرے خلاف نہ سوچ رہا ہو۔"

دوسرے ڈیگر نے آگے کہا۔ "ایمی سارک ہو۔ میں نے سپر ماسٹر کو تمھارے موجودہ طریقۂ کار کے متعلق بتایا ہے، تم سے بہت خوش ہے وہ تمھیں سونیا کی طرح مکار سمجھتا ہے اور یہ تمھارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔"

وہ خوش ہو گئی تھی اور بے اختیار مسکرا رہی تھی۔ علی تیمور نے سوچنے کے دوران گن انکھیوں سے اسے دیکھا، بھٹک گیا۔ اس کی غیر معمولی ذہانت نے سوال کیا۔ کیا یہ اپنی مکاری پر خوش ہو رہی ہے؟

یہ انسانی کمزوری ہے۔ آدمی اپنے مخالف کو پریشانی سے سوچتے دیکھ کر اپنی کامیابی پر مسکراتا ہے اور سونیا کی طرح مکار کہلانے والی ایمی سے یہ غلطی ہو چکی تھی۔

پتا نہیں سونیا نے اس کے دونوں ہاتھوں کی کتنی انگلیوں کو توڑ ڈالا تھا۔ پاسکل بوبا کو یوں لگ رہا تھا جیسے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے ہیں۔ اگر کسی نے اسے نہ بچایا تو دونوں پاؤں بھی ٹوٹ جائیں گے اور اس طرح وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بے دست و پا کہلائے گا۔

سونیا نے اسے چھوڑ دیا، ایک طرف ہٹ کر بولی۔ "تم شہ زور ہو، تم اسے قابو میں نہیں کر سکتے تھے اس لیے شیطانی چال چلی۔ اس کے اعصاب کمزور کر دیے، جس لڑکی کے قدموں کی چاپ سُن کر بڑے بڑے خطرناک مجرم چیخنے لگتے ہیں، وہ اب بے دست و پا ہو کر پڑی ہے۔ میں نے بھی تمھارے ساتھ یہی سلوک کیا ہے۔ جاؤ وہ حسین اور پُرشباب لڑکی بستر پر تمھاری منتظر ہے۔ مرد ہو تو اپنی ہوس پوری کر لو۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "نادیہ! یہ نہ بھولو

ہمارے ملک میں ہو، میں تمھارا جینا محال کر دوں گا۔ تم اپنی بھلائی چاہتی ہو تو مجھے طبی امداد پہنچانے کے لیے فوراً ڈاکٹر اور ایمبولینس طلب کرو۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیوں تاتیانہ! تمھارا کیا خیال ہے؟"

وہ بولی۔ "یہ کمینہ ہے مگر ہمارے ملک کا سرمایہ ہے، اسے خیال خوانی کے لیے اور ملک کی خدمت کرنے کے لیے زندہ رہنا چاہیے۔ میں نمبر تار ہی ہوں، تم میرے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے بات کرو۔"

اسی وقت کسی نے "ہالٹ" کہا۔ سونیا نے دروازے کی طرف دیکھا، ایک فوجی جوان گن لیے کھڑا تھا، دوسرے کئی مسلح جوان اندر آ رہے تھے۔ تاتیانہ نے کہا۔ "اس شخص کو حراست میں لے لو اور ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کے پاس لے چلو، وہیں اس کے لیے طبی امداد فراہم کرو۔"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "ہمیں بتایا گیا تھا کہ کوئی شخص آپ کو نقصان پہنچانے والا ہے۔ ہم آپ کی نگرانی کرتے رہتے تھے، آج یہ گرفتار ہوا ہے، ہم اس سے اصلیت اگلوا لیں گے۔"

"اسے کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے اور نہ ہی اس کی گرفتاری کا ذکر کسی سے کیا جائے، اس کا فیصلہ ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کے دفتر میں ہوگا۔"

ان مسلح فوجیوں سے پاسکل بوبا کی اصلیت چھپائی جا رہی تھی۔ وہ اسے پکڑ کر لے گئے۔ سونیا نے نمبر ملانے کے بعد ریسیور تاتیانہ کو دیا، وہ اسے کان سے لگا کر بولی۔ "پاسکل بوبا میرے لیے آستین کا سانپ ثابت ہوا ہے، اُسے ایک مجرم کی طرح آپ کے سامنے لایا جا رہا ہے۔ اس کی کمینگی کے باعث میں کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ ابھی آپ کے سامنے حاضر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے فون پر پوری تفصیل بیان کر رہی ہوں۔"

وہ شروع سے آخر تک بتانے لگی۔ ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے پوری رپورٹ سُننے کے بعد کہا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا، ہمارا پاسکل ایسی گری ہوئی حرکت کرے گا۔ وہ اس ملک کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ہماری زندگی کے لیے سانس ہوتی ہے۔ بہرحال تم یہاں آؤ گی تو ہم اس کے متعلق کسی نتیجے پر پہنچیں گے۔ تمھارے لیے ڈاکٹر آ رہا ہے۔"

"میں نادیہ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہوں۔"

"رکھ سکتی ہو۔ ماسکو کے پاس ڈمی پارس پہنچ رہا ہے۔ اس دہری لڑکی کو قابو میں رکھنے کے لیے اب نادیہ کو سونیا کا رول ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے یہ نادیہ، سونیا سے کچھ کم نہیں ہے۔ اس نے دوبارہ تمھاری جان بچائی اور تمھاری عزت پر آنچ نہیں آنے دی۔ ہر بار اس نے حیرت انگیز صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ اپنی آنکھوں کی پُراسرار قوت سے دشمن خیال خوانی کرنے والے کو بھگا دیا تھا اور آج کسی نامعلوم وائرلیس کے ذریعے پاسکل کی انگلیاں توڑ دی ہیں۔ یہ عورت بہت خطرناک ہے، تمھیں ہوشیار رہنا چاہیے۔"

"میں نے اپنی زندگی میں کسی پر بھروسا نہیں کیا۔ نادیہ پر بھی نہیں کروں گی لیکن تمام عمر اس کی احسان مند رہوں گی اور اپنی جان کی طرح اسے عزیز رکھوں گی۔"

اس نے کچھ اور باتیں کرنے کے بعد ریسیور رکھ دیا پھر سونیا سے کہا۔ "میں نے اپنے اعلیٰ افسر سے جو کچھ کہا ہے، وہ تم نے سُنا ہے۔ میں تم پر کبھی بھروسا نہیں کروں گی لیکن محبت اتنی کروں گی کہ تمھارے لیے وقت آنے پر جان کی بھی بازی لگا دوں گی۔"

"تم مجھے چاہتی ہو یہی کافی ہے، یہاں ڈمی پارس آ رہا ہے، میری ضرورت نہیں رہی ہے۔ مجھے واپس جانے دو۔"

"پیرس میں تمھارا کوئی گھر والا نہیں ہے، بچے نہیں ہیں۔ کیسینو کی آمدنی تمھارے بینک میں جمع ہوتی رہے گی یا تمھارے وفادار اسے کالا دھن بناتے رہیں گے۔ وہاں جا کر کیا کرو گی، میرے ساتھ رہو، مجھے تمھاری ضرورت ہے۔"

"جہاں میری ذات پر بھروسا نہ ہو، وہاں میں نہیں رہتی۔"

"نادیہ! مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہمارے ملک میں ایسے جاسوس بھی آتے ہیں جو ہمارے اعلیٰ افسران کا بھرپور اعتماد حاصل کرتے ہیں۔ جب وہ یہاں سے کوئی اہم راز چُرا کر لے جاتے ہیں یا چُرا لے جانے سے پہلے مارے جاتے ہیں، تب عقل آتی ہے کہ ملکی معاملات میں کبھی کسی پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ میں تمھیں بھی یہی مشورہ دیتی ہوں کہ مجھ پر بھی زیادہ اعتماد نہ کرو۔ اگر میں نے کبھی اپنے ملک کے خلاف تمھیں کوئی قدم اٹھاتے دیکھ لیا تو تمھیں دوسری سانس لینے کی مہلت نہیں دوں گی۔"

"تم مجھے اپنے ساتھ کیوں رکھنا چاہتی ہو؟"

"تم ذہین ہو کر ایسا سوال کر رہی ہو۔ پہلے سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا سمیر دشمن تھا۔ اب یہ پاسکل بوبا بھی کھل کر دشمنی کر چکا ہے۔ میں جانتی ہوں، اسے سزا نہیں ہوگی۔ وارننگ دے کر چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ مجھ سے آئندہ دشمنی نہ کرنے کا وعدہ کرے گا لیکن پھر کسی ہتھکنڈے سے نقصان پہنچائے گا۔ مجھے کمزور بنا کر دماغی جھٹکے پہنچائے گا اور الزام سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے کو دے گا۔ صرف ایک تم ایسی ہو جو کسی کو بھی میرے دماغ سے بھگا سکتی ہو۔ جب تک دشمن

خیال خوانی کرنے والے فنا نہیں ہوں گے، میں تمہیں جانے نہیں دوں گی۔"

"یعنی تم مجھے جبراً روک سکتی ہو؟"

"ایسا وقت نہ آنے دو، تم سمجھ دار ہو۔"

"مجھ پر جبر کرو گی اور مجھ سے توقع بھی کرو گی کہ میں خیال خوانی کرنے والوں سے تمہیں بچا کر رکھوں گی کیا یہ تمہاری دانائی ہے؟"

"جب تمہیں جبراً روکا جائے گا تب میں تم سے دوستی اور وفاداری کی توقع نہیں کروں گی۔ فی الحال تم دوست ہو دوستانہ انداز میں فیصلہ کرو۔"

سونیا ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے بولی۔ "میں تمہارے ملک میں آئی تو پاسکل لوبا کی موت آتے آتے رہ گئی۔ میں چاہتی تو وہ ابھی زندہ نہ رہتا۔ اگر تم اپنے ذرائع سے سپر ماسٹر تک پہنچا دو تو میں اس کے خیال خوانی کرنے والے کو ختم کر دوں گی۔ جب تمہارا دشمن نہیں ہوگا تو تمہیں میری ضرورت بھی نہیں رہے گی۔"

"تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ میں خود امریکا جانا چاہتی ہوں۔ آج کل جوجو کو ایک تجربے سے گزارا جا رہا ہے۔ کل تک اس کا نتیجہ معلوم ہوگا۔ جب میرے اعلیٰ حکام کو یہ اطمینان ہو جائے گا کہ پاسکل کے علاوہ جوجو کی خیال خوانی بھی ہمارے کام آ رہی ہے تو مجھے یہاں سے جانے کی اجازت مل جائے گی۔ تم میرے ساتھ چلو گی۔"

سونیا نے کہا۔ "میں نے سنا ہے جوجو کا ذہن بچگانہ ہے، وہ بھلا اس ملک کے لیے کیا کام کرے گی۔ جب کہ اس نے فرہاد کی زندگی میں کچھ نہیں کیا تھا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "یہی تجربہ کیا جا رہا ہے۔ پہلے وہ عمر رسیدہ بچی تھی اب اپنی عمر کے مطابق ذہانت سے بھرپور بنائی جا رہی ہے۔ اس کے دماغ کا آپریشن کیا گیا ہے۔ ڈاکٹروں کو یقین ہے کہ خاطر خواہ نتائج سامنے آئیں گے۔"

"یہ روسی ڈاکٹروں کا حیرت انگیز کارنامہ ہوگا۔ کیا میں جوجو کو دیکھ سکوں گی؟"

"سوری، اس کے پاس ماسک مین کے علاوہ دو ڈاکٹر اور دو نرسیں ہی جا سکتی ہیں۔ میں اپنے خصوصی اجازت نامے کے ذریعے جا سکتی ہوں۔ لیکن جانا ضروری نہیں سمجھتی۔"

"کیا یہ تجسس پیدا نہیں ہوتا کہ بچگانہ ذہن رکھنے والی اپنی عمر کے مطابق کیسے ذہین ہو گئی اور اب وہ کیسی لگے گی؟"

"ہاں، اسے دیکھنے کو جی چاہتا ہے مگر جلدی کیا ہے۔ میں اہم ملکی معاملات کے دوران اس سے کہیں نہ کہیں ضرور مل لوں گی۔"

سونیا نے جوجو کے متعلق مزید گفتگو نہیں کی۔ تاتیانہ بہت شکی مزاج تھی، وہ کبھی یہ نہ بتاتی کہ جوجو کو کہاں رکھا گیا ہے۔ وہاں تاتیانہ کے علاج کے لیے ڈاکٹر آ گئے تھے۔ ماریہ اور مرد گہری نیند سے بیدار ہو گئی تھیں۔ ڈمی پارس بھی پہنچ گیا تھا۔ ماریہ اس سے بہل رہی تھی۔

ڈاکٹر نے تاتیانہ کو دوائیں کھانے کے لیے دیں، ایک انجکشن بھی لگایا پھر کہا۔ "تشویش کی بات نہیں ہے۔ مس تاتیانہ آپ کے اندر نارمل ہو جائیں گی۔"

ڈمی پارس نے سونیا سے تنہائی میں طالقات کی درخواست کی۔ کہا۔ "مس نادیہ! آپ سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ میں نے سنا ہے آپ زبردست فائٹر ہیں اور کونگ فو کا بھی علم جانتی ہیں۔"

"تم کیا جانتے ہو، بتاؤ تاکہ میں بھی خوش ہو سکوں۔"

"میں فوجی تربیت حاصل کر رہا ہوں۔ بہترین لڑاکا سمجھا جاتا ہوں، اس لیے پارس کا رول ادا کر رہا ہوں۔"

"جب یہاں جوجو لائی گئی تھی، تب بھی تم پارس بنے ہوئے تھے؟"

"ہاں، وہ بہت معصوم لڑکی تھی۔"

"تھی کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ اب معصوم بچی نہیں رہے گی۔ اپنی عمر کے مطابق چالاک تیز و طرار بنائی جا رہی ہے۔"

"سنا ہے اس کے دماغ کا آپریشن کیا گیا ہے۔"

"ہاں، ہمارے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام آپریشن کے نتائج کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔"

"کیا اس کی صورت اور لب و لہجہ بھی بدل جائے گا؟"

"پتا نہیں، کیا کچھ تبدیلیاں آئیں گی۔ اسے بڑے راز میں رکھا گیا ہے۔"

اسی وقت آدمر نے دماغ میں آتے ہی کوڈ ورڈ ادا کیے۔ سونیا نے ڈمی سے کہا۔ "اچھا میں ذرا باتھ روم جا رہی ہوں۔"

اس نے ڈمی کو ٹال دیا، باتھ روم میں جا کر بولی۔ "کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں، جوجو ہوش میں آ گئی ہے جوں کہ ابھی رات ہے اس لیے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی، نیند پوری کر رہی ہے۔"

"آدمر! یہ بہترین موقع ہے۔ تم تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی معمولہ بنا سکتے ہو۔"

"لیکن وہاں پاسکل موجود ہوگا۔"

"میں نے اس کی انگلیاں توڑ دی ہیں، ابھی وہ خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔"

"خدا ہم پر مہربان ہے۔ میں ابھی اپنا کام کرتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا باتھ روم سے باہر آئی۔ ماریہ خوابِ غفلت کی بانہوں میں سوئے ہوئے تھی، خوش ہو کر بولی۔ "ممّا! میں پارس کے ساتھ گھومنے جا رہی ہوں۔"

"جاؤ بیٹی! اگر میری نصیحت یاد رکھو۔ غصہ برداشت کرنے کی کوشش کرتی رہو۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "اب مجھے غصہ نہیں آئے گا، میرا پارس میرے ساتھ ہے۔"

وہ اس کے بازو میں بازو ڈال کر چلنا چاہتی تھی، ڈمی گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا پھر بولا۔ "تم نے وعدہ کیا ہے ہم ایک دوسرے سے کم از کم ایک بالشت دور رہیں گے۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولی۔ "پتا نہیں میرے اندر سے یہ زہر کبھی ختم ہوگا یا نہیں؟ آہ! محبت کرنے والا بھی مجھ سے خوف کھاتا ہے۔"

وہ اس سے فاصلہ رکھتی ہوئی باہر چلی گئی۔ تاتیانہ بستر سے اٹھ کر ٹہل رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "میں ابھی خاصی توانائی محسوس کر رہی ہوں، مریم! مجھے دودھ اور ٹین پلاؤ۔"

مریم اس کے لیے گرم دودھ میں اوٹین ملانے لگی۔ تاتیانہ نے سونیا کو دیکھ کر کہا۔ "ڈاکٹر کی دوا نے خوب اثر کیا ہے۔ میں توانائی محسوس کر رہی ہوں۔"

"پاسکل کی دوا بھی عارضی کمزوری کے لیے تھی، چلو اچھا ہوا تم نارمل ہو گئی ہو۔"

"میں ابھی باہر جاؤں گی۔ تم بھی تیار ہو جاؤ، اپنا سامان لے کر چلو۔ آج سے تم میرے ساتھ رہو گی۔"

وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد تاتیانہ کا انتظار کرنے لگی۔ آدمر نے آ کر کہا۔ "کام ہو گیا۔ جوجو نے ہوش میں آ کر دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ ڈاکٹروں نے سمجھا کمزوری کے باعث سو رہی ہے۔ انھوں نے اُسے آرام کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ میں نے اُس پر تنویمی عمل کیا تو وہ بڑی آسانی سے معمولہ بن گئی۔ میں اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کر چکا ہوں کہ وہ.. صحت مند ہونے کے بعد میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی، اگر محسوس کرے تو انھیں نظر انداز کر دے گی۔ اب وہ تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ میں جا کر معلوم کرتے رہو کہ اُسے کہاں رکھا گیا ہے اور اس کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔ ویسے اس کی ذہنی حالت کیسی ہے؟"

"افسوس، اب وہ پہلے والی جوجو نہیں رہی۔ وہ بچپن سے اب تک کے تمام رشتوں کو بھول چکی ہے۔ تاتیانہ تجربے کار ماہر ڈاکٹروں نے دماغ کے کس حصّے کا آپریشن کیا اور کن حصوں کو چھوڑ دیا۔ جوجو کو وہ تمام علم و ہنر یاد ہیں، جو وہ حاصل کر چکی ہے۔ اسے خیال خوانی کی تکنیک یاد ہے۔"

"ماسک مین کو صرف اس کی ٹیلی پیتھی سے دلچسپی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپریشن کے بعد بھی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت باقی ہے ورنہ وہ لوگ جوجو کو ناکارہ سمجھ کر مار ڈالتے۔"

"مجھے [illegible] ہے کہ میری جوجو [illegible] کی طرح زندگی گزارے گی۔ ٹیلی پیتھی کا علم بھی برقرار رہے گا۔ اس طرح وہ زندگی کی تمام خوشیاں حاصل کرے گی۔"

"ہاں آدمر! یہ ہم سب کے لیے خوشی کی بات ہے دشمنوں کی دشمنی سے جوجو کو بہت بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے۔"

"دو گھنٹے بعد تاتیانہ کی نیند پوری ہو جائے گی۔ میں اس کے دماغ میں رہا کروں گا۔"

"ٹھیک ہے اسے زیادہ سے زیادہ ایڈجسٹ کرو لیکن ہر آدھ گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہو۔ مجھے کسی وقت بھی تمہاری ضرورت پیش آ سکتی ہے۔"

وہ آدمر کے جانے کے بعد سوچنے لگی۔ ایک بہت بڑا مرحلہ طے ہو گیا ہے۔ آدمر جب چاہے گا جوجو کے پاس پہنچ جائے گا اور مجھے بھی اس کے صحیح حالات معلوم ہوتے رہیں گے۔ اب دو بہت ہی مشکل مرحلے رہ گئے ہیں، ایک تو یہ کہ جوجو کو کسی طرح خفیہ اڈے سے نکالنا، دوسرا یہ کہ اسے اس ملک کی سرحد سے باہر لے جانا۔ یہ تقریباً ناممکن ہے، یہاں قدم قدم پر پابندیاں ہیں۔ یہاں غیر ملکی طیارے یا ہیلی کاپٹر خفیہ پرواز نہیں کر سکتے اور اس ملک کے کسی طیارے کو اغوا کر کے لے جانا ممکن نہیں ہے۔ لیکن ناممکن کو کسی طرح ممکن بنانے کی کوشش کروں گی۔

وہ خیالات سے چونک کر تاتیانہ کے کمرے میں آ کر پوچھ رہی تھی۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "تم مجھے اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہو۔ یہ میرے لیے بہت ہی خوشی کی بات ہے۔ لیکن میں محسوس کر رہی ہوں کہ میں ایک قیدی ہوں، اس ملک کی اور اس شہر کی حد بھر کے سیر نہیں کر سکوں گی۔"

تاتیانہ ہنستے ہوئے بولی۔ "یہ تمہارا خیال ہے، جہاں میں جاؤں گی، وہاں تم جاؤ گی۔ اس طرح تم صرف ماسکو شہر کو ہی نہیں

پورے سوویت روس کو دیکھ سکو گی، میں ابھی تمھیں شہر کی سیر کرا دوں گی۔ تھوڑا پیدل بھی چلوں گی تاکہ توانائی اور تھکن کا اندازہ ہو سکے اور تمھاری بھی خواہش پوری ہو سکے۔"

سونیا اپنی اُپچی اٹھا کر اس کے ساتھ باہر آئی۔ دو مسلح گارڈز وہاں موجود تھے۔ انھوں نے تاتیانہ کو سیلوٹ کیا۔ سونیا کی اُپچی لے کر ڈکی میں رکھی۔ وہ دونوں فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ تاتیانہ نے کار ڈیلیس ریسیور کے ذریعے انٹیلی جنس والوں کو بتایا کہ وہ نادیہ کے ساتھ شہر کے کون کون سے علاقوں اور بازاروں میں جائے گی اور کہاں گاڑی چھوڑ کر پیدل چلے گی۔ پھر واپس گاڑی میں آ کر اپنی رہائش گاہ میں جائے گی۔ یہ اطلاع دینے کے بعد اس نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے آگے بڑھاتے ہوئے اطمینان سے ڈرائیو کرنے لگی۔

سونیا نے پوچھا: "یہاں تمھاری حیثیت کسی اعلیٰ حاکم سے کم نہیں ہے کچھ بھی تم روانگی سے قبل رپورٹ دیتی ہو۔ کیا یہ پابندی نہیں ہے؟"

"اعلیٰ حکام بھی پابند ہوتے ہیں اور میری طرح روانگی سے پہلے پورا پروگرام طے کر لیتے ہیں اور ایسا ہر ملک کے حکام کرتے ہیں۔ ایسی پابندیاں تحفظ فراہم کرتی ہیں۔"

وہ مختلف موضوعات پر باتیں کرتی ہوئی ہنستی بولتی ہوئی ایک بازار کے قریب پہنچ گئیں۔ پھر تاتیانہ ایک جگہ گاڑی پارک کر کے بولی: "آؤ یہاں کے بازار کی سیر کرو اور جو چیز پسند آئے خرید لو۔"

"میرے پاس یہاں کی کرنسی نہیں ہے۔"

"میں یہاں کی چلتی پھرتی کرنسی ہوں۔ اکثر دکاندار مجھے جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے میرا خصوصی شناختی کارڈ دیکھ کر بل میرے دفتر میں بھیج دیتے ہیں۔"

سونیا نے اس کے ساتھ بازار کی سیر کی۔ اسے خریداری کا شوق نہیں تھا۔ تاتیانہ نے بے حد اصرار پر اس نے ایک لباس خرید لیا۔ پھر ایک ریستوران میں آ کر بیٹھ گئیں۔

سونیا نے پوچھا: "کیا تم تھکن محسوس کر رہی ہو؟"

"بالکل نہیں، میں پہلے کی طرح نارمل ہوں، جسمانی تھکن نہیں ہے۔ اگر وہ کم بخت پاسکل دھوکے سے دوا نہ کھلاتا تو میں اب تک دماغی توانائی بھی حاصل کر لیتی۔"

"فکر نہ کرو، میں تمھارے ساتھ ہوں۔"

"بے شک، تمھاری موجودگی میں کوئی خیال خوانی کرنے والا مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا لیکن وہ ابھی چپ ہو گا۔ یہ سوچ کر بے چینی سی ہوتی ہے، میں مجبور بن کر نہیں رہنا چاہتی، جلد از جلد دماغی توانائی حاصل کر کے اپنے اندر چھپے ہوئے دشمنوں کو بھگانا چاہتی ہوں۔"

اس نے ایک بہت بڑے پارک کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہ پارک بہت خوبصورت تھا۔ رنگ برنگے خوشنما پھول اپنی اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ صحت مند خوبرو مرد بچے اور بوڑھے وہاں ٹہل رہے تھے یا دھوپ میں بیٹھے سردی اور سورج کی ہلکی دھوپ کا لطف اٹھا رہے تھے۔ تاتیانہ سبز ملائم گھاس پر چلتے ہوئے پنجوں کے بل اچھلنے لگی۔ وہ دوڑنے، اچھلنے کودنے اور دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے دوران تھکتی نہیں تھی۔ اس وقت آزمانا چاہتی تھی کہ بیماری اور اعصابی کمزوریوں سے گزرنے کے بعد اب کتنی دیر تک محنت کر سکتی ہے۔

ورزش کے دوران سونیا کو مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔ آرمر حسب وعدہ آدھے گھنٹے بعد آیا تھا۔ اس طرح وہ دو دن آ چکا تھا۔ دوسری بار سونیا نے کہا تھا: "ماریہ کی خیریت معلوم کرو۔ مریم کے ذریعے تم ماریہ اور ڈمی پارس کا حال معلوم کر سکتے ہو۔ بلکہ اس ڈمی کے دماغ میں جاؤ، ہو سکتا ہے معلومات میں مزید اضافہ ہو جائے۔"

آرمر تیسری بار اس وقت آیا جب تاتیانہ پارک میں اچھل کود رہی تھی۔ اس نے سونیا سے کہا: "ماریہ تفریح کے بعد واپس آ گئی ہے۔ وہ پارس کو پا کر بہت خوش ہے۔ میں ڈمی کے دماغ میں گیا تھا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا، معلوم ہوتا ہے وہ زیادہ دور نہیں رہے گا۔ ماریہ میں بے حد کشش محسوس کر رہا ہے۔ زہر کے خوف سے دور بھی رہتا ہے اور قریب بھی جانے کے لیے دل مچلتا ہے۔"

"ماریہ میں خطرناک حد تک زہریلی کشش ہے۔" تاتیانہ نے کہا: "انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر سے کہہ رہا تھا کہ بے حد حسین بھی ہے۔ مضبوط قوتِ ارادی رکھنے والے پیرس کے باس کو تاکید کی گئی ہے وہ نادیہ کو دوبارہ تلاش کر کے اس کے قریب جانے سے بچا سکتے ہیں۔ ڈمی پارس ہے۔ نادیہ کے بنگلے اور کیسینو میں اس کے ماتحت نادیہ کے ارادے میں کمزوری پیدا ہو گی تو حرام موت مرے گی۔ محافظوں کو پکڑ کر لے جا رہے ہیں اور اس کے متعلق تاتیانہ پنجوں کے بل اچھلتی ہوئی آگے پھر پائنتی موالات کر رہے ہیں۔ اگر پاسکل بوبا فہمی نہ ہوتا تو وہ خیال بولی: "میں مزید ایک گھنٹے تک ہلکی پھلکی ورزش کر لوں ہوں۔ مگر آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے؟"

"ہاں خود کو زیادہ نہ تھکاؤ، تمھارا یہی حوصلہ سارا چاروں میں دماغی توانائی بحال ہو جائے گی۔"

"وہ کار میں آ کر بیٹھ گئیں۔ آرمر نے کہا: "میں جا رہا ہوں۔"

وہ بولی: "آرمر! ابھی اپنے دماغ سے بھی کچھ دیر کر دو۔ کتنی دیر سے تاتیانہ کے پاس نہیں گئے۔ اس کا دماغ پڑھتے ہوئے جاؤ۔"

وہ چلا گیا، شاید تاتیانہ کے دماغ سے کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے وہ واپس نہیں آیا۔ سونیا دیکھ رہی تھی، تاتیانہ نے انٹیلی جنس والوں کو اپنی تفریح کا جو پروگرام اور وقت بتایا تھا، اسی وقت کے مطابق وہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئی تھی۔ اس کا خوبصورت سا بنگلا چار کمروں پر مشتمل تھا۔ صرف ایک کمرا سونے اور آرام کرنے کے لیے تھا۔ باقی تین کمرے اس کی ضروریات کے سامان سے بھرے ہوئے تھے۔ ایک کمرے میں ہر طرح کے جدید ہتھیار، ویڈیو کیمرے، وی سی آر ٹی وی اور ہزاروں ویڈیو کیسٹس تھے جن کے ذریعے دنیا بھر کی معلومات حاصل ہوتی تھیں۔

دوسرا کمرا ایک چھوٹی سی لیبارٹری بنا ہوا تھا۔ اس کا باپ ایک مشہور سائنسدان تھا۔ اس نے اپنے باپ سے بہت کچھ حاصل کیا تھا۔ فرصت کے وقت اس لیبارٹری میں کچھ نہ کچھ کرتی رہتی تھی، تیسرا کمرا ہوادار تھا۔ وہاں ورزش کرنے اور جمناسٹک کی مشقیں کرنے کا تمام سامان موجود تھا۔ سونیا نے کہا: "یہ کمرا میری ضرورت اور شوق کے مطابق ہے۔ تمھیں سائنسی تجربات کا شوق ہے؟"

وہ اپنے شوق کے متعلق بتانے لگی۔ باتوں کے دوران آرمر نے اگر کہا: "تمھیں خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ پیرس کے باس نے مالک مین کو اطلاع دی ہے کہ اس نے پیرس میں نادیہ کو دیکھا ہے۔"

"اوہ گاڈ! یہ تو گڑبڑ ہو جائے گی۔ تمھیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟"

"میں جوجو کے دماغ میں تھا۔ مالک مین اُسے دیکھتے ہی بولا تھا: "انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر سے کہہ رہا تھا کہ نادیہ کو دوبارہ تلاش کر کے قریب جانے سے بچا سکتے ہیں۔ ڈمی پارس ہے۔ نادیہ کے بنگلے اور کیسینو میں اس کے ماتحت نادیہ کے ارادے میں کمزوری پیدا ہو گی تو حرام موت مرے گی۔ محافظوں کو پکڑ کر لے جا رہے ہیں اور اس کے متعلق موالات کر رہے ہیں۔ اگر پاسکل بوبا فہمی نہ ہوتا تو وہ خیال کے ذریعے اسے ڈھونڈ نکالتا۔"

"آرمر! تم فوراً نادیہ کے پاس پہنچو اور اسے خطرے سے آگاہ کرو۔ تم نے ہی اس پر تنویمی عمل کیا تھا، وہ تمھاری ہدایت مانے گی۔ اس سے باتیں کر کے فوراً میرے پاس آؤ۔"

آرمر نے نادیہ کے پاس پہنچ کر پوچھا: "کیا آج تم اپنے ملی روپ میں باہر کہیں گئی تھیں؟"

"ہاں، سونیا نے مجھ پر عارضی میک اپ کیا تھا، وہ آہستہ آہستہ بگڑ رہا تھا۔ میں نے مجبوراً وہ میک اپ اتار دیا، مگر میں ایسی کار میں گئی تھی جس کے شیشے کلر ڈ ہیں، باہر سے کوئی اندر نہیں دیکھ سکتا۔"

"تم کار سے تھوڑی دیر کے لیے باہر نکلی ہو گی یا کسی ضرورت سے شیشہ ہٹایا ہو گا۔ وہاں باس نے تمھیں دیکھ لیا ہے۔ اس کے تمام ماتحت تمھیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"اوہ، یہ تو بہت بُرا ہوا۔ سونیا مجھ سے ناراض ہو جائے گی۔"

"ابھی کچھ بگڑا نہیں ہے، آئندہ محتاط رہو۔ اس سرکاری بنگلے کی کھڑکی سے بھی باہر نہ جھانکو، دشمن تمھیں تلاش نہیں کر سکیں گے۔ میں پھر آؤں گا۔"

آرمر نے سونیا کے پاس آ کر رپورٹ دی، اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ تاتیانہ نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو، تاتیانہ دس اینڈ۔"

سونیا نے کہا: "آرمر! تاتیانہ کے پاس جاؤ۔"

ادھر دوسری طرف سے انٹیلی جنس کا ایک اعلیٰ افسر کہہ رہا تھا: "مس تاتیانہ! تمھیں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ پیرس کے باس نے اپنے شہر میں نادیہ کو دیکھا ہے۔ اگر وہ نادیہ ہے تو تمھارے ساتھ کون ہے؟ اور تمھارے ساتھ نادیہ ہے تو وہ پیرس میں [illegible] والی کون ہے؟ اسے باس کے ماتحت [illegible] ہے ہیں، جلد ہی حقیقت سامنے آ جائے گی۔ میں نے تمھیں ہوشیار کرنے کے لیے یہ اطلاع دی ہے، میرے آئندہ فون کا انتظار کرو۔"

تاتیانہ نے ریسیور رکھ کر سونیا کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ انجان بنی آرام سے کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ آرمر اسے فون پر ہونے والی باتیں بتا رہا تھا۔ وہ بولی: "تاتیانہ کے پاس رہو اور اس کے ارادوں سے مجھے باخبر کرتے رہو۔"

پھر اس نے تاتیانہ کو [illegible] کے بعد چونک کر بولی: "کیا بات ہے؟ تم مجھے [illegible] نظروں سے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

"میں تمھیں دیکھ رہی ہوں اور سوچ رہی ہوں، میری چھٹی حس کبھی غلط نہیں ہوتی، لیکن میں نے تمھارے معاملے میں اپنی چھٹی حس کو بھی جھٹلا دیا تھا۔"

"تم پہیلی نہ بجھواؤ۔"

"تم نے طیارے میں جس حاضر دماغی سے لائٹر کے ذریعے شعلہ پھینکا تھا اور دشمن کو نفسیاتی حملے سے بدحواس کر دیا تھا، اسی وقت میرے دماغ نے چیخ

کر کہا تھا تم سونیا ہو۔"

وہ سونیا کا ردِعمل دیکھنے کے لیے ذرا چُپ ہوئی پھر بولی۔

"لیکن میں نے اس یقین کو جُھٹلا دیا کیونکہ پاسکل بوبا نے تمھارے دماغ کو پڑھ کر یقین سے کہا تھا، تم نادیہ ہو یوں بھی میں نادیہ کی ہسٹری نہیں جانتی تھی اس لیے مان گئی کہ وہ عورت بھی سونیا کی طرح چالاک اور حاضر دماغ ہو سکتی ہے۔"

وہ پھر ذرا چپ ہوئی، اس کے بعد بولی "جب دشمن خیال خوانی کرنے والا مجھ پر سٹیل پتھی کا ہتھیار استعمال کر رہا تھا تو تم نے مجھے اپنی آنکھوں میں دیکھنے کے لیے کہا میں نے دیکھا اور حیران رہ گئی، تمھاری آنکھوں میں کوئی شیطانی قوت نہیں تھی، نور ہی نور تھا۔ تم نے مجھ پر کوئی عمل نہیں کیا مگر میرا دماغ دشمن کی دی ہوئی اذیت کو بھول گیا حتیٰ کہ دشمن بھی دماغ سے چلا گیا۔ اس وقت بھی میرے دماغ نے چیخ کر کہا تم سونیا ہو۔"

سونیا نے پوچھا "یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ سونیا کوئی پُراسرار علم جانتی ہے۔"

وہ بولی "اس وقت تمھاری مسکراہٹ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی، اب سمجھ گئی ہوں طلسماتی میں سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا دشمن میرے پاس نہیں آیا تھا۔ تم نے آمر کو میرے دماغ میں بھیجا تھا اور اسے سمجھا دیا تھا کہ جیسے ہی میں تمھاری آنکھوں میں دیکھنا شروع کر دوں وہ چلا جائے اور میں تمھاری احسان مند ہو جاؤں کہ تم نے ٹیلی پتھی جاننے والے دشمن سے مجھے بچا لیا ہے۔ تمھاری مسکراہٹ سمجھ میں نہیں آتی، جب سمجھ میں آتی ہے تو پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔"

وہ پھر چپ ہوئی، سونیا نے کہا "تاتیانہ اور جب میں نے پاسکل کی انگلیاں توڑیں تو تمھارا ردِعمل بھی دور ہو گیا اور تم نے مجھے سر سے پیر تک سونیا سمجھ لیا اور سمجھ کر بھی مجھے اپنے ساتھ لے کر بازاروں میں گھومتی رہیں۔ پارک میں جمناسٹک کے کرتب دکھاتی رہیں اور مجھ پر بھروسا نہ کرتے ہوئے بھی بھروسا کرتی رہیں۔"

"یو شٹ اَپ، مجھے ابھی فون پر اطلاع ملی ہے کہ نادیہ پیرس میں ہے۔"

"وہ اچھا تو یہ وجہ ہے تمھاری طوطا چشمی کی۔ وہاں چونکہ میری ہم شکل ہے، اس لیے میں نادیہ نہیں ہوں۔"

"وہ نہ صرف تمھاری ہم شکل نہیں بلکہ تم اس کی ہم شکل بن کر آئی ہو۔"

"کیا اس نادیہ کو اچھی طرح پرکھ لیا گیا ہے؟"

"نہیں مگر جلد ہی پرکھ لیا جائے گا۔ چند گھنٹوں میں اصلیت سامنے آ جائے گی۔"

"تم نے چند گھنٹوں تک صبر نہیں کیا اور مجھ پر حملے کرنے مجھے آ گئی ہو۔ اس کی وجہ؟"

"اس کی وجہ میری چھٹی حس ہے یہ میری غیر معمولی حس ہے، اس کی بدولت میں نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ میں پورے یقین سے تمھیں سونیا کہتی ہوں۔"

سونیا نے مسکرا کر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "میں تمھارے یقین کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی، بے شک میں سونیا ہوں اب بتاؤ میرے ساتھ کیا سلوک کرو گی؟"

تاتیانہ بھی اٹھ کر اس کے سامنے تن گئی پھر بولی "وہی سلوک جو ایک محبِ وطن کو اپنے وطن کے دشمنوں سے کرنا چاہیے۔"

"تاتیانہ! تم اس بنگلے کی چار دیواری میں تنہا ہو، مانتی ہوں کہ بڑی شہ زور ہو۔ آج تک اپنے دشمنوں پر بھاری پڑتی رہی ہو اگر آج بھاری نہ پڑ سکیں تو تمھیں کون بچانے آئے گا؟"

تاتیانہ نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہا "میں نے پہلے بتا دیا تھا کہ کسی پر بھروسا نہیں کرتی۔ تم پر بھی نہیں کرتی اور تمھیں یہاں لانے کا مقصد یہ بھی تھا کہ ہماری تمھاری گفتگو ریکارڈ ہوتی رہے۔ جس طرح مادریہ کی رہائش گاہ کے ہر حصے میں مائیک لگے ہوئے ہیں اسی طرح یہاں بھی مائیک ہیں جو تمھیں نہیں آتے۔ ہماری گفتگو دوسری طرف سنی جا رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ تم مجھ پر بھاری پڑو، یہاں مسلح سپاہی پہنچ جائیں گے، تمھاری مکاری آج ختم ہو چکی ہے۔ ہا ہا ہا....."

وہ قہقہے لگا رہی تھی جس ملک میں قدم قدم پر پہرہ ہو وہاں کے ایک بنگلے سے سونیا کا بچ نکلنا بالکل ہی نہیں تھا۔ تاتیانہ کے فاتحانہ قہقہے کمرے کی چار دیواری میں گونج رہے تھے۔

میڈونا تھوڑی دیر تک پارس کو دیکھتی رہی پھر بولی "کیا سوچ رہے ہو؟ تمھاری ماما اب دماغ میں نہیں آئیں گی۔"

وہ خیالات سے چونک کر بولا "وہاں شاید اب نہیں ہیں۔"

"میں حیران ہوں، وہ اس ہو کر تمھیں دماغی جھٹکے دینا چاہتی تھیں۔"

وہ اداسی سے مسکراتے ہوئے بولا "وہ پہلے ہی مجھے بیٹا تسلیم نہیں کرتی تھیں۔ سپر ماسٹر نے انھیں میرے خلاف اور بھڑکا دیا ہو گا۔"

"جب وہ تمھیں نہیں صرف علی تیمور کو بیٹا سمجھتی ہیں تو تم بھی انھیں نظر انداز کر دو، ایک دن انھیں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔"

"ماں نادان ہے، بیٹا تو نادان نہیں ہے، انھوں نے مجھے جنم دیا ہے اسی لیے میں قدرتی طور پر ان کے منفی رویے سے اداس ہو جاتا ہوں۔"

ویٹر میز پر کھانا لگا رہا تھا جب وہ چلا گیا تو پارس نے کہا "تم خاموشی سے کھانا کھاؤ اور ماما کے دماغ میں پہنچ کر ان کے موجودہ حالات کو سمجھو۔"

"کیا وہ مجھے دماغ میں آنے دیں گی؟"

"جا کر آزماؤ جگہ نہ ملے تو لوٹ آنا کسی کو تم پر شبہ نہیں ہو گا۔"

پارس اُسے خیال خوانی میں لگا کر نہایت اطمینان سے اس کے حسن اور شباب کو دیکھ رہا تھا۔ بلکہ نگاہوں کی انگلیوں سے جی بھر کے ٹٹول رہا تھا ماں نے محسوس کیا وہ برائے نام کھا رہی تھی، رہ رہ کر پہلو بدل رہی تھی اور آپ ہی آپ شرما رہی تھی۔ پارس نے پوچھا "تم خیال خوانی میں مصروف نہیں ہو۔"

وہ سر جھکائے کانٹے اور چمچ سے کھیلنے لگی۔ اس نے پوچھا "تم لڑکیاں یہ کیسے سمجھ لیتی ہو کہ تمھیں کوئی نظر بھر کے دیکھ رہا ہے؟"

وہ مسکرانے لگی پھر بولی "ہر عورت ٹیلی پتھی جانتی ہے، اپنے مرد کے مزاج کو خصوصاً اس کے رومانٹک موڈ کو خوب سمجھتی ہے اس لیے دیکھے بغیر، پوچھے بغیر سمجھ لیتی ہے کہ اس کا چاہنے والا کس وقت کیا چاہتا ہے۔"

"تم میری چاہت کا سراغ لگا رہی ہو۔ ماما کے پاس نہیں گئیں؟"

"میں پندرہ منٹ ان کے دماغ میں رہ کر آئی ہوں، تمھیں یہ سُن کر دکھ ہو گا کہ ماما نے تمھارے مذہب کو چھوڑ دیا ہے۔ اپنا ہندو دھرم پھر اختیار کر لیا ہے۔ اس کا ایک بھائی کنور رنجیت سنگھ ہے اور ایک بھابی لاج ونتی ہے سپر ماسٹر کی اسٹڈی کے مطابق ماما کے شوہر بھاکر رگھو ویر سنگھ کو تمھارے پاپا نے قتل کیا تھا اور ماما کو دانستہ بنا کر رکھا تھا وہ سونیا ماسے، علی تیمور سے اور تم سے اپنی ذلت اور بربادی کا انتقام لینا چاہتی ہیں۔"

سپر ماسٹر کے زیرِ سایہ رسونتی دیوی جو نیا ڈرامہ پلے کر رہی

خوف!

ایک ایسا مسئلہ جس سے ہر شخص دوچار ہے

خوف سے آدمی پریشان ہوتا ہے۔
خوف سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔
خوف سے زندگی ناکام ہو جاتی ہے۔
خوف سے ازدواجی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔
خوف سے آدمی خودکشی کر لیتا ہے۔
خوف دیمک کی طرح زندگی کو چاٹتا رہتا ہے۔
شرم بھی خوف ہی کا ایک پہلو ہے اور اتنا ہی خطرناک

اُردو کے جانے پہچانے منفرد نفسیاتی ادیب اسلام حسین کے قلم سے

خوف و شرم

اور اس کا سدِ باب

کا مطالعہ کیجیے

اور ان کمزوریوں سے نجات حاصل کر کے
کامیاب اور خوش و خرم زندگی گزاریے

قیمت: ۲۵ روپے

مکتبۂ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

تھی اس کے متعلق میڈونا بتاتی رہی۔ پارس نے کہا "ماما نے اپنی زندگی میں کبھی اپنے دماغ سے کچھ سوچ کر کام نہیں کیا۔ ان کی اسی کمزوری سے سپر مائنڈ کھیل رہا ہے۔ تم علی تیمور کے پاس جاؤ اور اسے ماما کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر علی تیمور کے دماغ میں پہنچتے ہی واپس آگئی۔ اس نے دو بدلا ایسا کیا کہ ہر بار اس نے سانس روک لی میڈونا نے پارس سے کہا "تمہارے بھائی سے بڑا ڈر لگتا ہے اس نے مجھے موت کی سزا سنائی تھی۔ وہ بہت چالاک ہے اس نے پتا نہیں کیسے مجھے دشمن خیال خوانی کرنے والی کی حیثیت سے پہچان لیا تھا۔"

"اب تو دشمن نہیں ہو۔ اس لئے مجھ سے فون پر رابطہ تائم کرے۔ میں تمہاری طرف سے صفائی پیش کروں گا۔"

"میں اس سے کیسے کہوں، وہ دماغ میں آنے ہی نہیں دیتا میں تین بار کوشش کر چکی ہوں۔"

"ہوں، علی تیمور وہی کر رہا ہے جو میں کر رہا ہوں۔ دشمن ہمارے اندر آکر کسی وقت بھی دماغی اذیت پہنچا سکتے ہیں۔ بہتری اسی میں ہے کہ دوستوں کو بھی دماغ میں نہ آنے دیا جائے۔"

"پھر مجھے کیوں آنے دیتے ہو؟"

"تم میرے سامنے رہتی ہو جب کسی اہم گفتگو کے لیے اشارہ کرتی ہو تو میں دماغ کے دروازے کھول دیتا ہوں۔ میری نظروں سے اوجھل ہو کر دماغ میں آنا چاہو گی تو پہلے خاص کوڈ ورڈ سنوں گا — اس کے بعد آنے دوں گا۔"

"یہاں کسی اعلیٰ افسر کے ذریعے علی تیمور سے رابطہ ہو سکتا ہے؟"

"نہیں، کوئی نہیں جانتا، وہ کہاں ہوگا۔"

ہوٹل کا منیجر اپنے ہاتھوں میں ایک پلے کارڈ اٹھائے ڈائننگ ہال کے مختلف حصوں سے گزر رہا تھا اس پلے کارڈ پر مس میڈونا لکھا ہوا تھا۔ میڈونا نے کہا "پارس! وہ دیکھو پلے کارڈ پر میرا نام ہے۔ تمہارے منصوبے کے مطابق کسی نے مجھے پہچان لیا ہے۔"

پارس نے منیجر کو اشارے سے بلایا۔ پھر قریب آنے پر بولا "کیا پیغام ہے؟"

اس نے کارڈ لیس ریسیور بڑھا دیا۔ پارس نے وہ ریسیور میڈونا کو دیا۔ وہ اسے آپریٹ کرتے ہوئے کان سے لگا کر بولی "ہیلو، مس میڈونا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "تم اصلی روپ میں ہو اور اپنے میڈونا ہونے کا اعتراف کر رہی ہو، میں اس جرأت پر بہت حیران ہوں۔"

وہ بولی "حیران ہونے والے کا کوئی نام اور کام بھی ہوگا، وہ تم مجھ پر پوچھنے کا تکلف کر رہی ہو۔ جبکہ میرے دماغ میں اگر بہت کچھ معلوم کر سکتی ہو۔"

"میں اس وقت کھانے کی میز پر ہوں۔ تمہارا دماغ اگر ثابت ہوا تو ایک لقمہ بھی نہیں کھا سکوں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے پارس کو اشارہ کیا پھر دماغ میں پہنچ کر پوچھا "کیا بات آگے بڑھاؤں؟"

پارس کے منع کرنے پر اس نے ریسیور کو آف کیا پھر اسے پانچ ڈالر کے ساتھ منیجر کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ پارس نے کہا "تم اطمینان سے کھانے کے بعد اس کے دماغ میں جاؤ گی، ویسے دشمنوں نے تمہاری نگرانی شروع کر دی ہوگی۔"

"میں کھا چکی ہوں۔"

"کیا دشمنوں کے خوف سے بھوک مر گئی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "جب سے تمہارا ساتھ نصیب ہوا ہے، میں خود کو دنیا کی سب سے شرور عورت سمجھ رہی ہوں۔ میں اس میز پر سے اٹھوں گی تو سینہ تان کر باہر جاؤں گی۔"

وہ رسٹ واچ کو دیکھ کر بولا "نو بج کر پچیس منٹ ہوئے ہیں۔ ہم ساڑھے دس بجے تک نادیہ کے کیسینو جائیں گے وقت گزارنے کے لئے کافی پی جائے؟"

"اگر میں انکار کروں تو؟"

"میں انکار کی وجہ پوچھوں گا۔"

"میں کھلی فضا میں تمہارے ساتھ گھومنا چاہتی ہوں، ہم ساتھ چلیں گے، دشمن جلیں گے، ہم کسی اسنیک بار میں رک کر کافی پی لیں گے۔"

وہ بل ادا کر کے اٹھ گئے۔ میڈونا نے پوچھا "کیا مجھے اس شخص کے متعلق کچھ معلوم نہیں کرنا چاہیے؟"

پارس نے کہا "یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم میڈونا ہو، اس نے فون پر تم سے بات کی۔ دوسرے لفظوں میں اپنے دماغ کے اندر تمہیں آنے کی دعوت دی۔ اس جرأت کا مطلب ہے، وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے اور سانس روک سکتا ہے تم اس کی توقع کے خلاف اسے نظر انداز کر رہی ہو۔۔۔ وہ بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔ دشمن کو زیادہ اہمیت نہ دے کر اسے احساسِ کمتری میں مبتلا رکھنا چاہیے۔"

وہ ہوٹل سے باہر پارکنگ ایریا میں آئے۔ اپنی کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے، میڈونا نے کہا "میں پیدل چلنا چاہ رہی تھی۔"

"ہم تھوڑی دیر بعد پیدل چلیں گے۔ نگرانی کرنے والوں کو ذرا اپنے پیچھے دوڑنے دو۔ ان کے تعاقب سے پتا چلے گا، گاڑی ایک ہے یا ایک سے زیادہ۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے پارکنگ ایریا سے نکالتے ہوئے بولا "سردی کچھ زیادہ ہے تمہارا کیا خیال ہے؟"

وہ مسکرا کر قریب آگئی، اس سے لگ کر بیٹھ گئی۔ پارس نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو سنبھالا پھر اسے دوسرے ہاتھ سے سیٹ کر کے بولا "اب تو سردی کے موسم کو بھی پسینہ آئے گا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ کار یکساں رفتار سے دوڑ رہی تھی، ایک شاہراہ سے دوسری شاہراہ پر جا رہی تھی۔ اس نے کہا "اب تک دو گاڑیاں نظر میں آئی ہیں، ایک ہمارے سامنے جا رہی ہے، دوسری پیچھے آ رہی ہے۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو کہ یہ ہمارا تعاقب کرنے والوں کی گاڑیاں ہیں؟"

"ابھی آزمالو جب ہماری کار کسی گاڑی کے برابر چلتی رہے تو تم ڈرائیو کرنے والے کو مخاطب کرو گی۔"

وہ رفتار بڑھا کر اگلی کار کے برابر آگیا میڈونا نے کھڑکی سے جھانک کر اس گاڑی کے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رفتار بڑھا کر آگے نکل گیا۔ وہ بولی "واقعی یہ دشمن ہیں، انھیں سمجھایا گیا ہے کہ ہم سے گفتگو نہ کی جائے ورنہ کھوپڑی سلامت نہیں رہے گی۔"

"کیا پیچھے آنے والی گاڑی کے لوگوں کو بھی آزماؤ گی؟"

"میں انھیں سنا دینا چاہتی ہوں۔"

"سنبھل کر بیٹھو، ابھی سنا لے گی۔"

اس نے اپنی کار کو ذرا سا ٹیڑھا کرتے ہوئے اچانک بریک لگائے۔ پیچھے آنے والی گاڑی کا تھوڑا سا اگلا حصہ رکنے والی گاڑی سے ٹکرایا جس کے نتیجے میں تیز رفتار گاڑی گھوم گئی۔ بریک کی چرچراہٹ دور تک سنائی دی۔ ایک گاڑی کے گھومنے سے پیچھے آنے والی تمام گاڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرا کر رکنے لگیں۔ پارس نے اپنی گاڑی سے نکلتے ہوئے کہا "یہیں بیٹھی رہو اور میرے دماغ میں آجاؤ۔"

وہ کار سے نکلتے ہی دوڑتا ہوا تعاقب کرنے والی گاڑی کے پاس آیا، دوسرے لوگ بھی آ رہے تھے۔ اس نے دروازہ ایک جھٹکے سے کھول کر ڈرائیو کرنے والے کا گریبان پکڑ لیا پھر کار سے باہر کھینچتے ہوئے بولا "اندھے ہو کر اوور ٹیک کر رہے تھے۔ گاڑی چلانی آتی ہے یا نہیں؟"

وہ بے شمار گاڑیوں کو ٹکراتے دیکھ کر بوکھلا گیا تھا۔ ہکلاتے ہوئے بولا "مم میرا قصور نہیں ہے۔ تم نے اچانک بریک لگائے تھے۔"

پارس نے سوچ کے ذریعے پوچھا "کیا تم نے اس کی آواز اور لہجے کو پہچانا؟"

"ہاں، میں اس کے دماغ میں جا رہی ہوں۔"

پولیس والے آگئے تھے، پارس نے پولیس افسر کو اپنا شناختی کارڈ دکھایا۔ اس نے الرٹ ہو کر سیلیوٹ کیا۔ اس کے بعد کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا پھر اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگا۔

میڈونا نے کہا "یہ تعاقب کرنے والے کرائے کے آدمی ہیں، یہ نہیں جانتے کس نے کرائے پر انھیں حاصل کیا ہے، ایک ایجنٹ کے ذریعے سودا طے پایا ہے کہ اگر یہ ہمیں ٹریپ کر کے رومن کھنڈرات میں لے جائیں گے تو ان میں سے ہر شخص کو دس ہزار ڈالر دیے جائیں گے۔"

پارس نے گاڑی کو رومن کھنڈرات کی طرف موڑ دیا، میڈونا نے کہا "ان کرائے کے آدمیوں کو سختی سے منع کیا گیا ہے کہ میرے سامنے زبان نہ کھولیں اور نہ ہی مجھ سے آنکھیں ملائیں۔"

"ہاں، وہ نہیں چاہتے تھے ہمیں اس جگہ کا علم ہو جہاں وہ ہمیں لے جانا چاہتے ہیں — اگر دشمن خیال خوانی کرتا ہے تو اسے معلوم ہو چکا ہوگا کہ اس کے ایک آدمی نے ہمارے سامنے زبان کھول دی ہے۔"

"پھر تو وہ رومن کھنڈرات میں نہیں ہوں گے۔"

"چل کر دیکھ لینے میں کیا حرج ہے، ویسے اب اس دشمن کے دماغ میں پہنچنے کا وقت آگیا ہے جس نے تمہیں فون پر مخاطب کیا تھا۔"

"میں ابھی جاتی ہوں۔"

اس نے پرواز کی، اس کے دماغ میں پہنچی، وہ ہنسنے لگا۔ پارس کا اندازہ درست تھا، اس نے میڈونا کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "بڑا انتظار کرایا میری جان! کیا پارس سے چھٹکارے کے بعد اسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا؟"

وہ خاموش رہی۔ اس نے پوچھا "کیا میری بات کا جواب نہیں دو گی؟"

اس نے جواب کا انتظار کیا پھر ہنستے ہوئے کہا "اچھا کچھ گیا، چپ چاپ میرے خیالات پڑھ رہی ہو۔ مجھے افسوس ہے،

میں تمہاری خاموشی برداشت نہیں کروں گا، آئندہ کچھ بولنا ہو تو آنا ورنہ خدا حافظ!"

اس نے سانس روک لی۔ میڈونا دھماکے طور پر حاضر ہو کر بولی۔ "یہ اس کا نام جکاٹا ہے۔ سپر ماسٹر کا ایک خطرناک ایجنٹ ہے اس نے مجھے تھائے ساتھ ہوٹل میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ جب دانیال نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا اور میں لاپتا ہو گئی تھی تو سپر ماسٹر نے میری تصویریں تمام ملکوں کے ایجنٹوں کے پاس بھیج دی تھیں۔ جکاٹا کو یقین نہیں آیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، وہ بھی اسی ہوٹل میں تھا۔ اس نے فون کے ذریعے میرے مٹیما ہونے کی تصدیق کی۔ پھر اپنے کچھ آدمیوں کو ہماری نگرانی کے لئے مقرر کر کے حکم دیا کہ ہمیں روم نمبر ۵۰۰ میں گھیر کر لایا جائے۔"

"کیا سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا اس کے ساتھ نہیں ہے؟"

"جکاٹا نے ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر کو اطلاع دی ہے کہ میں زندہ ہوں اور تمہارے ساتھ ہوں۔ خیال خوانی کرنے والے کو فوراً میرے دماغ میں بھیجا جائے۔ شاید وہ خیال خوانی کرنے والا کہیں مصروف ہے اسی لیے ابھی تک کوئی میرے دماغ میں نہیں آیا ہے۔"

"تم جکاٹا کی ذاتی زندگی کے متعلق معلوم کرو، اس کا پتا ٹھکانا معلوم ہونا چاہیے۔"

وہ پھر جکاٹا کے دماغ میں پہنچی وہ بولا "تم پھر خاموش رہنے کے لئے آئی ہو تو چلی جاؤ۔"

اس نے کہا "میں تمہارے چور خیالات پڑھ کر یقین کرنا چاہتی ہوں کہ تم واقعی سپر ماسٹر کے وفادار ہو یا نہیں۔"

"میری جان! تمہاری وفاداری کو کیا ہو گیا ہے۔ تم نے سپر ماسٹر سے رابطہ کیوں ختم کر دیا؟"

"یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتی۔ سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا میرے دماغ میں آئے گا تو اسے حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ تم زیادہ نہ بولو۔ مجھے اپنے خیالات پڑھ کر یقین کرنے دو۔"

"سوری، میں تمہارے پاس اپنی کوئی کمزوری چھوڑنا نہیں چاہتا۔"

اس نے سانس روک لی۔ میڈونا نے پارس سے کہا۔ "جکاٹا گیارہ رابسن اسٹریٹ میں رہتا ہے۔ اس کی بیوی مر چکی ہے، ایک دس سالہ بیٹا ہے جسے وہ جان سے زیادہ چاہتا ہے۔"

"کیا تم سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے کے دماغ میں جا سکتی ہو؟"

"میں نے اس کی آواز کبھی نہیں سنی اور نہ ہی اسے دیکھا۔"

پارس نے کار ڈیسی فون کے ذریعے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا پھر کہا "جکاٹا نامی ایک شخص گیارہ رابسن اسٹریٹ میں رہتا ہے۔ وہاں اس کا دس سالہ بیٹا ہو گا اسے اپنے دفتر میں لے آئیں۔ میں تھوڑی دیر کے لیے اسے یرغمال بنانا چاہتا ہوں، آپ فوراً یہ کام کریں، شکریہ۔"

اس نے دوسری طرف سے کچھ باتیں سنیں پھر ریسیور رکھ دیا۔ میڈونا نے پوچھا "کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"میں جس افسر سے باتیں کر رہا تھا تم نے اس کی آواز سنی ہے؟"

"میں اس کے دماغ میں جا سکتی ہوں۔"

"جاؤ اور دیکھو اس لڑکے کو جب اغوا کیا جائے تو مجھے بتا دینا۔"

وہ بیٹھے بیٹھے افسر کے پاس پہنچ گئی۔ پارس نے ایک جگہ سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ آگے جانے والی گاڑی بھی کچھ دور جا کر رک گئی۔ کسی کا تعاقب کرنے والے پیچھے رہتے ہیں مگر وہ آگے آگے جا رہے تھے کیونکہ میڈونا کی کار خود ہی ان راستوں پر جا رہی تھی، جہاں سے گزر کر وہ رومن کھنڈرات تک پہنچنا چاہتے تھے۔ اس کے اچانک رکنے پر انھیں بھی رکنا پڑ گیا۔ ایک نے کہا "یہ کمبخت کیوں رک گئی ہے؟"

دوسرے نے کہا "یو شٹ اَپ، ہمیں گونگا بن کر رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔"

"ہمیں میڈونا کے سامنے زبان کھولنے سے منع کیا گیا ہے اور وہ ہم سے دور ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے انھیں اپنی منزل تک لے جانے کے لیے اب زبردستی کرنی ہو گی۔"

ان سب نے اپنے اپنے ریوالوروں کو چیک کیا، انھیں اپنی اپنی جیب میں رکھا پھر کار سے باہر آ گئے۔ پارس کی کار نیم تاریکی میں تھی۔ وہ سب اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر محتاط انداز میں آ رہے تھے پھر ایک نے کہا "ہم سب مسلح ہیں فائرنگ کی حماقت نہ کرنا ورنہ گولیوں سے چھلنی کر دیے جاؤ گے۔"

وہ دھمکیاں دیتے ہوئے قریب آئے پھر چونک گئے۔ کار خالی تھی۔ میڈونا اور پارس نہیں تھے۔ ایک نے کہا "وہ فرار ہونا چاہتے ہیں مگر زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے تم ادھر جاؤ، تم ادھر، میں سڑک کے کنارے دوڑتا ہوا جاؤں گا۔ شاید وہ کسی گاڑی والے سے لفٹ لے کر بھاگنا چاہتے ہوں۔"

وہ تینوں ان کی تلاش میں جانا چاہتے تھے پھر کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سن کر رک گئے۔ ان کی اپنی کار اسٹارٹ ہو کر آگے جا رہی تھی اور اس کی رفتار بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ اپنی کار کے پاس دوڑے پھر رک گئے۔ پلٹ کر دوڑتے ہوئے پارس کی کار کے پاس آئے۔ اس کے دروازے کو کھول کر بیٹھ گئے لیکن اسے اسٹارٹ نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ باہر نکل کر اپنی کار میں گھسنے لہراتے ہوئے گالیاں دینے لگے۔

پارس عقب نما آئینے میں دیکھتا جا رہا تھا۔ میڈونا نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "تم نے تو کمال کر دیا... ان کو بیدل کر دیا۔ میں تمہارے ساتھ فداہنت اور حاضر دماغی کی ایک نئی دنیا میں پہنچ گئی ہوں۔"

"کیا اس لڑکے کو اغوا کر لیا گیا ہے؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

وہ گئی پھر تھوڑی دیر میں آ کر بولی "وہ لڑکا آفیسر کے پاس پہنچ گیا ہے۔"

"اب جکاٹا کے پاس جاؤ، اسے بیٹے کا حوالہ دے کر دماغ کا دروازہ کھلا رکھنے پر مجبور کرو، پھر معلوم کرو سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا تمہارے پاس کیوں نہیں آ رہا ہے۔ اگر آئے تو جکاٹا اپنے دماغ میں تمہاری موجودگی کے متعلق سے کچھ نہ بتائے۔ تم اس خیال خوانی کرنے والے کے لب و لہجے کو یاد رکھو گی؟"

اسی وقت میڈونا نے سانس روک لی پھر آہستہ آہستہ سانس لینے لگی چند سیکنڈ کے بعد پھر سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ وہ بولی "میں نے کہا سانس نہ روکنا میں سپر ماسٹر کا پیغام سناتا ہوں۔"

"وہ پیغام میں تمہارے دماغ میں آ کر سنوں گی۔"

اس نے سانس روک کر اسے بھگایا۔ پھر پارس سے کہا۔ "ابھی کوئی میرے دماغ میں آیا تھا، سپر ماسٹر کا پیغام سنانا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے کہہ دیا، اس کے دماغ میں آ کر سنوں گی۔"

"شاباش، تم نے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "یہ تمہاری ایک دن کی صحبت کا نتیجہ ہے۔ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟"

"اچھا اب جاؤ اور سپر ماسٹر کی باتیں سن کر آؤ۔"

وہ دیگر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ناگواری سے بولا۔ "تم بہت چالاک بننے کی کوشش کر رہی ہو۔ شاید تم نہیں جانتیں الیکٹرو مشین کے ذریعے میری ہی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں تمہارے دماغ میں منتقل کی گئی ہیں۔ تمہیں میرا اور سپر ماسٹر کا احسان ماننا چاہیے۔ ہمارے ماسٹر نے کہا ہے صبح کا بھولا شام کو لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ تم لوٹ آؤ۔ تمہیں پہلے سے زیادہ مان اور مرتبہ ملے گا۔"

"مجھے مان اور مرتبہ، دولت اور شہرت نہیں چاہیے، میرا دل، میری جان اور میری دنیا صرف پارس ہے۔"

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے ہمارا ماسٹر فرہاد کی موت کے بعد اس کی فیملی کے تمام افراد کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کرنا چاہتا ہے تم تمام عمر پارس کے ساتھ رہو، ہم اسے دوست بنا کر رکھیں گے۔"

"اور ماں کو بیٹوں کا دشمن بناتے رہیں گے بلکہ خوب دوستی ہے۔"

"طنز نہ کرو، اگر پارس اور علی تیمور صرف ہمارے بن کر رہیں گے تو ہم رسوتی کے دماغ سے نفرت اور دشمنی نکال دیں گے۔"

"جو لوگ اپنے دماغ سے دشمنی نہیں نکال سکتے وہ دوسروں کی بھلائی کیا کریں گے، سپر ماسٹر سے کہو، میں پارس کو اس کا دوست بناؤں گی، میں بھی اس کی وفادار رہوں گی، اس کے لیے صرف ایک شرط ہے، ماں کو بیٹوں کے پاس پہنچا دو۔"

"پہلی ملاقات میں معاملات طے نہیں ہو سکتے۔ میں سپر ماسٹر سے ان معاملات کا کوئی مناسب حل معلوم کر کے بتاؤں گا۔"

"میرے دماغ میں آنے کی کبھی زحمت نہ کرنا۔ فون کے ذریعے اطلاع دو گے تو میں تمہارے دماغ میں آ جاؤں گی۔"

وہ واپس آ کر پارس کو تمام باتیں بتانے لگی۔ وہ بولا "سپر ماسٹر ابھی تذبذب میں رہے گا۔ ماما اور تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ وہ کسی کو چھوڑنا نہیں چاہے گا۔ یہ اندیشہ رہے گا کہ تم اس کی وفادار نہ رہیں تو ماسک میں کسی طرح تمہیں اپنے بس میں کر لے گا اور اگر ماما اس کے فریب سے نکل آئیں گی تو ہماری پوری فیملی کبھی اس کے دباؤ میں نہیں رہے گی۔"

"یہ احمقانہ خیال ہے، وہ مجھے اغوا کرانے کی کوشش کرے گا۔"

"صحیح خیال ہے، ان حالات میں وہ یہی کرے گا۔ تم جکاٹا کے پاس جاؤ اور وارننگ دو کہ اس کے کسی آدمی نے آئندہ ہمارا پیچھا کیا یا اس نے ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو دوسری بار اس کا بیٹا اغوا ہونے کے بعد نہیں ملے گا۔"

وہ جکاٹا کے پاس جا کر بولی "ہیلو! تمہارا ایک ڈیگر میرے پاس آیا تھا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا ڈیگر نے اپنا نام بتایا ہے؟"

"کیا تم نے اپنا نام بتایا تھا؟ دماغ میں ذرا سی دیر کے لیے جگر مل جائے تو اندر کی بہت سی چھپی ہوئی باتیں معلوم ہو جاتی

ہیں۔ سپر ماسٹر کے پاس ایک نہیں دو خیال خوانی کرنے والے ہیں اور وہ ڈیگر اینڈ ڈیگر کملاتے ہیں۔"

"وہ نہیں تین کہو کیا تم ہمارے ماسٹر کی وفادار نہیں رہو گی؟"

"یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔ تمہیں سمجھانے آئی ہوں کہ آئندہ تمہارا کوئی آدمی میرا تعاقب نہ کرے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم سمجھ رہی ہو یا وارننگ دے رہی ہو؟"

"ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ ذرا فون پر اپنے بیٹے سے بات کرو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"کچھ نہ پوچھو، فون کرو۔"

اس نے فوراً ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی۔ بیٹے نے فون نہیں اٹھایا۔ وہ غصے سے ہاتھ پٹختے ہوئے بولا "ٹیڈونا! میرا بیٹا کہاں ہے؟ جلدی بتاؤ، ورنہ میں موت بن کر تمہیں فنا کر دوں گا۔"

"کیا میرے فنا ہونے سے بیٹا مل جائے گا؟"

اس نے تلملا کر پوچھا "تم کیا چاہتی ہو؟"

"تمہیں اپنے معاملے میں شریف آدمی دیکھنا چاہتی ہوں، تم سپر ماسٹر کے لیے میرے خلاف کوئی کام نہیں کرو گے۔"

"نہیں کروں گا، میرا بیٹا کہاں ہے؟"

"سپر ماسٹر تم سے مایوس ہو کر جسے ہمارے پیچھے لگاتے گا تم اس کا نام اور پتا بتاؤ گے۔"

وہ دہاڑتے ہوئے بولا "بتاؤں گا، بتاؤں گا، میرا بیٹا کہاں ہے؟"

"ایک منٹ، ابھی بتاتی ہوں۔"

وہ پارس سے بولی "جمکاٹا میری باتیں مان رہا ہے افسر سے کہہ دو اس کے بیٹے کو واپس کر دیا جائے۔"

پارس نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے پاس گاڑی روکی کیونکہ دشمنوں کی کار میں کار ٹیلی فون نہیں تھا۔ اس نے افسر سے بات کی، افسر نے کہا "ایک سپاہی ابھی لڑکے کو گھر پہنچانے جا رہا ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر بوتھ سے باہر آیا، کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا "افسر یا لڑکے کے دماغ میں جا کر دیکھو۔"

وہ لڑکے کے پاس آئی پھر اس کے باپ کے پاس پہنچ کر بولی "تمہارا بیٹا گھر پہنچ رہا ہے جا کر دیکھ لو۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر ہوٹل سے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر گھر کی طرف جانے لگا جب لڑکا خیریت سے گھر پہنچ گیا دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اطمینان کی سانس لیتے ہوئے بولا "اب ہمارا کوئی تعاقب نہیں کرے گا۔"

"یہ تمہارا خیال ہے دشمنوں کو ہم سے بے حد بیر ہے وہ پیچھا چھوڑنا نہیں چاہتے۔"

میڈونا نے گھوم کر پیچھے دیکھا کتنی ہی گاڑیاں آتی دکھائی دے رہی تھیں۔ پارس بولا "ایک بار دیکھنے سے کچھ نہیں آئے گا۔ بار بار سر گھماؤ گی تو گردن دکھنے لگے گی، آئینے میں دیکھو، ہر گاڑی تھوڑی دیر میں ادھر اُدھر چلی جاتی ہے۔ صرف ایک سفید کار ہمارے پیچھے رہ جاتی ہے۔"

"کیا اُن کار والوں کو بھی چکر دو گے؟"

"نہیں تم بار بار قریب آ کر موسم بدل رہی ہو۔ کلائمیٹ چل رہے ہیں۔"

وہ ذرا شرمائی، ذرا مسکرائی پھر بولی "اور یہ دشمن"

"ان کا انتظام ہو جائے گا۔"

"یہ جمکاٹا باز نہیں آ رہا ہے۔"

"نہیں میڈونا! ابھی وہ بیٹے کو گلے لگا کر چوم اب ہم سے دشمنی کی جرأت نہیں کرے گا۔ یہ کوئی اور ماسک مین کے آدمی ہوں گے۔"

"یہودی تنظیم کے افراد بھی ہو سکتے ہیں۔"

اس نے کانچ کے سامنے گاڑی روک دی پیچھے والی سفید گاڑی ان کے قریب سے گزر کر آگے چلی اور کیا چاہتا ہے؟"

وہ اس کے دماغ میں آ گئی۔ اس نے ایک کروٹ ہو کر رہنے رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھایا۔ پھر کراہتے ہوئے بولا "آہ! کون ہو بھائی؟"

دوسری طرف سے ریڈ پاور کے باس نے کہا "ہیلو پارس! میں بول رہا ہوں۔"

"صبح بولتے تو یہ بگڑ جاتا؟"

"کیا بات ہے؟ تمہاری آواز سے پتا چل رہا ہے، تم تکلیف میں ہو۔"

"بڑی تکلیف میں ہوں، مجھے میڈونا پر یشر ہو گیا ہے۔"

"کیا ہو گیا ہے؟"

"میڈونا پریشر۔ یہ ایک نہایت ہی خوبصورت بیماری ہے۔ جب سے مجھے لگی ہے، ڈاکٹر سپر ماسٹر اور ڈاکٹر مسک میں میرا علاج کرنے پر تل گئے ہیں۔ اس بیماری کو مجھ سے چھین کر اپنے اپنے ملک میں لے جانا چاہتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "خوب مذاق کرتے ہو۔ بڑے ہنسی زندہ دل ہو۔ مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ میڈونا تمہارے پاس ہے۔ قسم سے کہتا ہوں، مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ وہ تمہارے پاس ہی محفوظ رہ سکتی ہے۔ میرا خیال ہے وہ جاگ رہی ہو گی اور تمہارے ذریعے میری آواز سن رہی ہو گی اگر وہ میرے دماغ میں آنے کی زحمت کرے تو یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔"

"یہ خوش نصیبی کل صبح ملے تو کوئی حرج ہے؟"

"آں، کل صبح؟ ابھی رات کو نہیں؟ اچھا اچھا سمجھ گیا، کمال ہے! میں دیر سے کیوں سمجھا، جب کہ میں بھی جوان رہ چکا ہوں، بلکہ اب بھی جوان ہوں اسی لیے تو سمجھ گیا۔ ہا ہا ہا..."

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ میڈونا کے ساتھ خود کو جل میں چھپا لیا۔ میڈونا کا ایک ہاتھ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا... ٹیلیفون تک گیا پھر اس نے ریسیور کو کریڈل سے ہٹا کر ایک طرف رکھ دیا۔

کمرے میں خاموشی تھی۔ کیسٹ ریکارڈر چپ ہو چکا تھا۔ صرف سانسیں تھیں جو کچھ کہہ رہی تھیں اور کچھ سن رہی تھیں۔ باہر ایک فائر کی آواز سنائی دی۔ پھر سناٹا چھا گیا۔ تھوڑے وقفے کے بعد لگاتار فائرنگ کی آواز گونجتی ہوئی آئی پھر خاموشی چھا گئی۔ یوں لگتا تھا، پیار کے دشمن ٹوٹ پڑنا چاہتے ہیں۔ پارس پیار کی منزلیں طے کرتا ہوا جذبہ پر آ گیا تھا۔ اسی لمحے ہلکا سا کھٹکا سنائی دیا۔ اُس نے فوراً ہی ایک کروٹ بدلی، تکیے کے نیچے سے ریوالور نکالا اور روشن دان کی طرف ٹھائیں سے گولی چلا دی۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی کسی کی آخری چیخ سنائی دی، وہ پھر کروٹ بدل کر چاند پر پہنچ گیا۔

طیارہ دو گھنٹے تک لندن کے ائرپورٹ پر کھڑا رہا۔ کچھ مسافر اپنا مختصر سامان لے کر جا رہے تھے اور کچھ نیویارک تک سفر کرنے آ رہے تھے۔ الیمی نے علی تیمور کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "میں بیٹھے بیٹھے بور ہو گئی ہوں۔ چلو ائرپورٹ کے ویٹنگ روم تک چلیں۔ ایک طرح کی آؤٹنگ ہو جائے گی۔"

علی تیمور ہاتھ چھڑا کر اُٹھ گیا، اُس کے ساتھ طیارے سے باہر آیا، وہ اس کے بازو میں اپنا بازو ڈال کر چلتے ہوئے بولی "ہاتھ کیوں چھڑاتے ہو؟"

"میں ہتھکڑی نہیں پہننا چاہتا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "ہتھکڑی فولاد کی ہوتی ہے اور میں پھول ہوں۔"

"مرد فولاد کو توڑ دیتے ہیں مگر پھول سے ٹوٹ

جاتے ہیں۔ میں ٹوٹنا نہیں چاہتا۔"

"تم کبھی مسکراتے نہیں ہو؟"

"معصوم بچّوں کو دیکھ کر مسکراتا ہوں۔"

وہ چلتے چلتے چیک کر بولی "مجھے بھی بچّی سمجھ کر مسکراؤ۔"

اس نے اپنے بازو سے ایمی کا بازو الگ کیا پھر ایک انگلی بڑھا کر بولا "اسے پکڑ لو۔ سچیاں انگلی پکڑ کر چلتی ہیں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "تم سے جیتنا مشکل ہے، میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔ اگر تم مجھے اپنے بازو سے لگا کر نہیں چلو گے تو لوگ کیا سوچیں گے... میں تو ہمیں محسوس کروں گی۔"

"ہم عاشق یا میاں بیوی نہیں ہیں۔ اگر اپنی انسلٹ سمجھتی ہو تو آگے پیچھے کتنے ہی مرد ہیں، کسی کے بازو سے لگ جاؤ۔"

"تم فلسفے کی طرح خشک، پتھر کی طرح سخت اور چٹان کی طرح اٹل ہو۔ شاید اسی لیے میں تمھیں چاہنے لگی ہوں۔ میں کسی اور سے فری ہو جاؤں گی، یہ خیال دل سے نکال دو۔ ایسی باتیں نہ کرو جو کسی بازاری عورت سے کی جاتی ہیں۔"

"اور تم ایسی حرکتیں نہ کرو جو کسی عیّاش مرد سے کی جاتی ہیں۔ تم بازاری نہیں ہو، میں عیّاش نہیں ہوں۔ اس لیے ہم الگ الگ مہذب انسانوں کی طرح چل رہے ہیں۔ اور اتنے بھی الگ نہیں ہیں کہ ایک دوسرے کی انگلی نہ پکڑ سکیں۔"

وہ ویٹنگ روم کے بک اسٹال پر آ گئے۔ ایمی نے ایک فیشن میگزین خریدا۔ پھر اُس سے پوچھا "کیا پیو گے؟"

"تم نے پرواز کے دوران دیکھا ہے، میں نے کچھ نہیں پیا۔ چائے بھی نہیں پی۔ صرف رات کا کھانا کھایا۔"

"تعجب ہے! تم چائے بھی نہیں پیتے۔"

"کبھی ضرورت محسوس کرتا ہوں تو پی لیتا ہوں۔ باقی دن وہ تم مجھ میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہو؟"

"کیا تم ابھی تک مجھ پر شبہ کر رہے ہو؟"

"جب تم ماما سے ملا دو گی تو پھر کبھی شبہ نہیں کروں گا۔"

اس نے باتوں کے دوران ایک جانب دیکھا۔ ایک جوان عورت ساری پہنے ہوئے تھی۔ ماتھے پر بندیا چمک رہی تھی۔ یورپ میں ہندوستانی لباس بہت سنی لگا ہوں کا مرکز بن جاتا ہے۔ اس لیے علی تیمور کی نگاہ اس پر گئی تھی۔

اُس کے ساتھ ایک مرد بہترین سوٹ میں تھا وہ ایک انگریز سے باتیں کر رہے تھے۔ ایمی نے دیکھا۔ پھر چونک کر بولی "ارے یہ تو وہی ہیں۔"

علی نے پوچھا "کون ہیں یہ؟"

"کنور رنجیت سنگھ اور اس کی دھرم پتنی لاج ونتی۔ یہ تمھاری ماما کے بھائی اور بھاوج بننے ہوئے ہیں۔"

"چلو اچھا ہوا یہیں مل گئے۔ انشاءاللہ صحیح سلامت نیویارک نہیں پہنچیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہ کچھ ضرور کروں گا۔ تم نے کہا تھا کہ میرے آؤ گی۔"

"ہاں مگر ابھی تمھاری حمایت میں کچھ کروں گی تو لوگ مجھے دشمن سمجھیں گے۔ پھر میں تمھیں ماما تک نہیں پہنچا سکوں گی۔"

"تم کھل کر میری حمایت نہ کرو۔ جو کہوں اس پر سے عمل کرو۔"

اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اس میں سے دو گولیاں نکال کر اسے دیتے ہوئے "ایک گولی پانی، چائے یا شراب میں ڈال دی جائے یہ فوراً ہی گھل جاتی ہے۔ اُسے پینے والا نیم بیہوش ہو جاتا ہے۔ رنجیت سنگھ اور لاج ونتی طیارے میں ضرور نہ کچھ پئیں گے۔ تم موقع پا کر یہ گولیاں ان کے مشروب میں ڈال دینا۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "موقع کیسے ملے گا؟"

"تم نادان بچّی کی طرح سوال کر رہی ہو۔ کیا وہ پہلے کوئی کہہ سکتا ہے کہ موقع کب یا کیسے ملے گا؟ نے ڈیپارچر لاؤنج اسٹور کے باہر تمھاری تیزی اور پھرتی ہے۔ تمھاری جیسی تیز و طرار لڑکی موقع کا انتظار نہیں بلکہ خود موقع نکالتی ہے۔"

"اچھی بات ہے، پوری کوشش کروں گی۔"

"تم اتنی ہوشیار ہو کہ خیال خوانی کرنے والوں کو چور خیالات پڑھنے نہیں دیتیں۔ مجھے اُمید ہے تم ان کا معاملہ ڈیگر اینڈ ڈیگر تک پہنچنے نہیں دو گی۔"

"اگر یہ معاملہ اُن تک پہنچے گا تو انھیں یہ بھی جائے گا کہ میں اُن کے خلاف تمھارا ساتھ دے رہی تم اطمینان رکھو، انھیں خبر نہیں ہو گی۔"

اُس نے دونوں گولیاں پرس میں رکھ لیں۔ پھر

ساتھ واپس جانا چاہتی تھی، اسی وقت لاج ونتی نے قریب آ کر مخاطب کیا "ہیلو ایمی! تم اور یہاں!"

ایمی نے مسکرا کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میں نیویارک جا رہی ہوں اور تم؟"

"مجھے ہم سفر سمجھو۔ یہ میرے پتی کنور رنجیت سنگھ ہیں۔"

ایمی، رنجیت سنگھ سے مسکرا کر مصافحہ کرتی ہوئی رسمی جملے ادا کرنے لگی۔ علی تیمور للچائی ہوئی نظروں سے کاری لاج ونتی کو تک رہا تھا اور اس کے چہرے پر خاطر خواہ ردِعمل دیکھ رہا تھا۔ ایمی نے کہا "یہ میرے بوائے فرینڈ مسٹر علی تیمور ہیں۔"

وہ دونوں چونک کر اُسے دیکھنے لگے۔ اُن کی ایکسٹنگ صاف سمجھ میں آ رہی تھی۔ رنجیت سنگھ کے تیور اچانک بدل گئے۔ وہ نفرت سے بولا "اچھا تو تم اُس دشمن کے بیٹے ہو جس نے میری دیدی رسونتی کی زندگی تباہ کر دی۔"

وہ مسکرا کر بولا "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، ہمارے خاندان کا کوئی فرد تمھاری بہن رسونتی کو نہیں جانتا۔ ویسے یہ محض ایک اتفاق ہے کہ میری والدہ کا نام بھی رسونتی ہے۔"

"میں اُسی رسونتی کی بات کر رہا ہوں جسے تم اپنی ماں کہہ رہے ہو۔"

"مسٹر رنجیت سنگھ! تمھیں غلط فہمی ہے۔ تمھاری ہندو بہن میری ماں نہیں ہو سکتی اور میری مسلمان ماں تمھاری بہن نہیں ہو سکتی۔"

وہ باتوں کے دوران کبھی کبھی لاج ونتی کو یوں دیکھ لیتا تھا جیسے اس کے حُسن و شباب کا دیوانہ ہو رہا ہو۔ لاج ونتی نے کہا "رنجیت! ہو سکتا ہے تمھیں غلط فہمی ہو رہی ہو۔ وہاں دیدی ہمیں ائرپورٹ پر لینے آئیں گی۔ مسٹر علی تیمور کے سامنے حقیقت کھل جائے گی۔ دیدی خود بتائیں گی کہ یہ بیٹے ہیں یا دشمن؟"

علی نے کہا "مسز رنجیت سنگھ! آپ جتنی حسین ہیں اتنی ہی ذہین بھی ہیں۔ ہماری دوستی یا دشمنی کا فیصلہ نیویارک میں ہو گا۔ سفر کے دوران ہم دوست رہیں گے۔"

رنجیت نے کہا "تم کیسی باتیں کرتی ہو۔ دیدی اس بہروپیے کو نہیں پہچانیں گی۔ یہ مسٹر میک اپ میں اصلی چہرہ چھپائے ہوئے ہیں۔"

علی نے ہنستے ہوئے کہا "شرط لگاؤ۔ اگر میں میک اپ میں ثابت نہ ہوا تو تمھاری بیوی کے ساتھ نیویارک کے کسی کلب میں ڈانس کروں گا اور ڈنر کھاؤں گا۔"

وہ ناگواری سے بولا "یہ بلاسٹنگ سرجری ہو گی۔"

لاج ونتی یہ سُن کر اپنی خوشی کو چھپا رہی تھی کہ وہ نوجوان اس کے ساتھ ڈانس اور ڈنر کا خواہش مند ہے۔ وہ بولی۔ "رنجیت! تم میک اپ ثابت نہیں کر سکتے پھر بحث کیوں کر رہے ہو؟"

ایمی نے تائید کی "ٹھیک تو ہے۔ بات بڑھانے سے کیا فائدہ؟ چلو روانگی کا وقت ہو رہا ہے۔"

وہ چاروں ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے۔ ایمی نے علی تیمور سے کہا "میں رنجیت کے ساتھ چلوں گی۔ اس سے دوستی کرنے کے لیے یہ تاثر دوں گی کہ میں تمھارے سلسلے میں اس کی غلط فہمی دور کرنے اس کے ساتھ چل رہی ہوں۔"

وہ چلتے چلتے ذرا پیچھے ہو گیا۔ وہ رنجیت کے ساتھ چلتے ہوئے بولی "میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی تھی۔"

رنجیت اپنی بیوی کو پیچھے چھوڑ کر ایمی کے ساتھ جانے لگا۔ اُن کے دماغوں میں ڈیگر اینڈ ڈیگر تھے۔ وہ دونوں ایمی، لاج ونتی اور رنجیت کو گائیڈ کر رہے تھے اور اب لاج ونتی سے کہہ رہے تھے کہ آہستہ چلو اور علی تیمور کے ساتھ ہو جاؤ۔

علی خوب سمجھ رہا تھا کہ اُن کے درمیان کیا کھچڑی پک رہی ہے۔ وہ خود لاج ونتی کے پاس آ کر آہستگی سے بولا "اگر تم اپنی زبان سے رنجیت کو پتی نہ کہتیں تو میں کبھی یقین نہ کرتا کہ تمھاری شادی ہو چکی ہے۔ میں بے اختیار کہنے پر مجبور ہوں کہ الیسا رنگ روپ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں تم میں ایک عجیب سی کشش محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ خوشی سے پھُول رہی تھی۔ اپنی باسی جوانی کے بھرپور انتقام لینا چاہتی تھی، ڈیگر نے سوچ کے ذریعے کہا "خبردار! یہ تمھیں اُلو بنا رہا ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی "ایک تو تم لوگ اجازت کے بغیر دماغ میں آ جاتے ہو پھر ہمارے ذاتی معاملات میں مداخلت کرنے لگتے ہو۔ کیا میں نادان ہوں کہ اُلو بن جاؤں گی؟"

"عورتیں بہت چالاک ہوتی ہیں۔ مگر اپنے حُسن و جوانی کی تعریف سن کر اپنی کم عمری کا یقین کر کے اُلو بن جاتی ہیں۔"

"دیکھو مسٹر! ہمارا منصوبہ ہے کہ علی تیمور کو ٹریپ کر کے سُپر ماسٹر کی قید میں لے جائیں۔ یہ ہم کر رہے ہیں۔ اگر تم سمجھتے

ہو کہ میں اس جوان کے ساتھ مل کر تمہیں دھوکا دوں گی تو غلط سمجھتے ہو۔ اپنی ٹیلی پیتھی پر بھروسا کرو۔ میری غداری تم سے چھپی نہیں رہے گی۔ فی الحال میں غدار نہیں ہوں پلیز جاؤ، میرے چور جذبوں کو نہ پڑھو۔"

ڈیگر نے رنجیت کے پاس آکر کہا۔ "لاج ونتی، علی تیمور پر لٹو ہو رہی ہے۔"

رنجیت نے کہا۔ "میں کیا کر سکتا ہوں۔ ہم کوئی اصلی میاں بیوی نہیں ہیں۔ وہ بڑی حرافہ ہے۔ وہ جوان پسند آگیا ہے تو اس کے ساتھ ضرور کچھ وقت گزارے گی۔"

دوسرے ڈیگر نے کہا۔ "ابھی ایمی نے بتایا ہے کہ علی تیمور نے اسے دو گولیاں دی ہیں۔ وہ تم دونوں کے مشروب میں وہ گولیاں حل نہیں کرے گی۔ لیکن تمہیں پاگل ہوتے کی ایکٹنگ کرتے رہنا ہوگا۔ یہی بات لاج ونتی کو بھی سمجھا دو۔"

ایمی، علی تیمور کے پاس آگئی۔ رنجیت، لاج ونتی کے ساتھ چلتے ہوئے اسے سمجھانے لگا۔ وہ سب طیارے میں آکر بیٹھ گئے۔ طیارہ اپنے وقت پر وہاں سے روانہ ہوا۔ لاج ونتی نے ضد کی کہ وہ علی تیمور کے ساتھ بیٹھے گی۔ یہ بھی اُن کے پروگرام کا ایک حصہ تھا۔ رنجیت اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ علی تیمور نے اس کی جگہ بیٹھ کر لاج ونتی سے کہا۔ "تم نے تو کمال کر دیا۔ اپنے پتی کی جگہ مجھے دے دی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "میں اپنے پتی کو انگلی کے اشارے پر نچاتی ہوں۔"

علی تیمور اس کے ساتھ ہنسنے لگا۔ دوسری طرف رنجیت ایمی سے کہہ رہا تھا۔ "لاج ونتی نے علی تیمور پر عاشق ہو کر اچھا چکر چلایا ہے۔ اب وہ چھوکرا یہ نہیں دیکھ پائے گا کہ تم وہ گولی میرے مشروب میں ملا کر دے رہی ہو یا نہیں؟"

ایمی نے پوچھا۔ "لیکن لاج ونتی کا کیا ہوگا۔ علی تیمور اس کے مشروب میں گولی ضرور حل کرے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ اسے علی تیمور کی سازش سے آگاہ کر دیا گیا ہے، وہ کسی طرح اپنا بچاؤ کر لے گی۔"

ایک گھنٹے بعد رنجیت سنگھ ہنستے ہوئے اپنی سیٹ سے اُٹھ گیا۔ پھر اونچی آواز میں بولا۔ "یہ جہاز میرا ہے۔ میں اِس جہاز کا بادشاہ ہوں۔ ہا ہا ہا ہا!"

مسافروں نے پریشان ہو کر اسے دیکھا۔ ایک فلائٹ اسٹیورڈ نے آکر کہا۔ "مسٹر! آرام سے بیٹھ جاؤ۔ معلوم ہوتا ہے تم نے زیادہ پی لی ہے۔"

وہ جیب سے قلم نکال کر ریوالور کی طرح دکھاتے ہوئے بولا۔ "خبردار! میرے ہاتھ میں ایٹم بم ہے۔ کوئی قریب آئے گا تو میں جہاز کو بتاہ کر دوں گا۔"

جن مسافر عورتوں نے اس کے قلم کو نہیں دیکھا تھا، وہ ایٹم بم کی بات سنتے ہی چیخنے اور رونے پیٹنے لگیں۔ لاج ونتی اپنی جگہ سے اُٹھ کر رنجیت کے پاس آتے ہوئے بولی۔ "یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم تو اچھے بھلے تھے۔"

اسٹیورڈ اس سے قلم چھین کر مسافروں کو دکھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔ ان صاحب کو نشہ ہو گیا ہے۔ مس کیا یہ آپ کے ساتھ ہیں؟"

لاج ونتی نے کہا۔ "ہاں، یہ میرے شوہر ہیں۔ میں حیران ہوں کہ اچانک انھیں کیا ہو گیا ہے۔ بہرحال میں انھیں سنبھال لوں گی۔"

وہ رنجیت کو پکڑ کر اپنی سیٹ کی طرف لے آئی۔ علی تیمور اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ رنجیت کو بٹھاتے ہوئے بولی۔ "مسٹر تیمور! مجھے افسوس ہے۔ ہم زیادہ دیر ساتھ نہ رہ سکے۔ پتا نہیں یہ پاگلوں جیسی حرکتیں کیوں کر رہے ہیں۔"

رنجیت پاگل پن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ وہ پھر اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ علی تیمور نے اس کی گردن دبوچ کر بٹھاتے ہوئے کہا۔ "لاج ونتی! اسے ساری کے آنچل سے باندھ کر رکھو۔ ہم نیویارک میں ملیں گے۔"

وہ ایمی کے پاس آکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ بولی۔ "تم نے لاج ونتی کے مشروب میں وہ گولی نہیں ملائی؟"

"وہ کم بخت نہ کچھ کھاتی ہے، نہ پیتی ہے۔ خود کو برہمن کہتی ہے۔ جو ذات کے برہمن ہوتے ہیں، وہ باہر کا کھانا نہیں کھاتے۔ پانی بھی نہیں پیتے۔ لمبا سفر ہو تو گھر کا دانہ پانی لے کر چلتے ہیں۔ ویسے بھی ایک ہی کا پاگل ہو جانا کافی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "یہ میرا کمال ہے۔ مجھے شبہ ہے تم نے جان بوجھ کر لاج ونتی کو گولی نہیں کھلائی۔ اس پر نثار ہو رہے تھے۔"

"بڑی زبردست عورت ہے۔"

"تم میری توہین کر رہے ہو۔ کیا میں ایسی گئی گزری ہوں کہ میرے سامنے اس کی تعریف کر رہے ہو؟"

"ناراض کیوں ہوتی ہو۔ آئندہ نہیں کروں گا۔"

وہ ناراضگی سے منہ پھلا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اسی وقت آرمر نے علی تیمور کے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "تم نے جو وقت مقرر کیا تھا اسی کے مطابق آیا ہوں۔ مگر تم ابھی بہ طیارے میں ہو۔ کیا جہاز لیٹ جا رہا ہے؟"

"ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے۔ نیویارک پہنچتے ہی ماما سے ملاقات ہونے کی اُمید ہے۔ آپ وقفے وقفے سے میرے پاس آتے جاتے رہیں۔"

"کیا تم سونا چاہتے ہو؟"

"سونے کا وقت ہو گیا ہے۔ مگر جاگنا پڑے گا۔ آپ ابھی کے خیالات پڑھتے رہیں۔ میں اس سے بات کر رہا ہوں۔"

اس نے ابھی کو دیکھا۔ وہ بھی ناراضگی سے دیکھنے لگی۔ اُس نے کہا۔ "مشکل تو یہ ہے کہ مجھے کسی حسین لڑکی کو منانا بھی نہیں آتا۔"

"جب انا ڑی ہو تو مجھے غصہ کیوں دلاتے ہو؟"

"اب غصہ نہیں دلاؤں گا۔ طیارے کے اندر تھوکنا منع ہے، میں تمہیں غصہ تھوکنے کے لیے بھی نہیں کہہ سکتا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ "ایک شرط پر مانوں گی۔ میرے ساتھ کافی پیو۔"

"تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ جب میں رات کو جاگتا ہوں تو کافی ضرور پیتا ہوں۔"

ایمی ہوسٹس کو بلا کر کافی کا آرڈر دینے لگی۔ آرمر نے آکر کہا۔ "تمہیں کافی نہیں پینی چاہیے۔ اس کے خیالات بتا رہے ہیں، تم نے اسے دو گولیاں دی تھیں جنھیں مشروب میں ڈال کر پینے والا پاگل ہو جاتا ہے۔ وہ اب تمہی کو پلائے گی۔"

"انکل! فکر نہ کریں۔ وہ بے ضرر گولیاں ہیں۔ میں نے ایمی کو آزمانے کے لیے وہ گولیاں دی تھیں۔ اس نے ڈیگر اینڈ ڈیگر کے ذریعے یہ بات رنجیت اور لاج ونتی کو بتا دی۔ میرے کہنے کے مطابق رنجیت کو وہ گولی نہیں کھلائی۔ مگر رنجیت پاگل ہونے کی ایکٹنگ کر رہا ہے۔"

"آخر اس تماشے کا فائدہ کیا ہے؟"

"آپ دیکھتے جائیں، میں پاگل بن کر کس طرح دشمنوں کو پاگل بناؤں گا۔ آپ ذرا دیکھیں، کیا ہوسٹس نے کافی تیار کر لی ہے؟"

آرمر گیا پھر فوراً ہی واپس آکر بولا۔ "وہ کافی لے کر آ رہی ہے۔"

علی تیمور نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر ایمی سے کہا۔ "میں ایک منٹ میں ٹوائلٹ سے آ رہا ہوں۔"

وہ مسافروں کی درمیانی راہداری سے گزرتا ہوا ٹوائلٹ میں آیا۔ آرمر نے کہا۔ "تم نے اسے کافی میں گولی ڈالنے کا موقع دیا ہے۔"

"ہاں آپ اس کے دماغ میں رہ کر کچھ کہے سنے بغیر اُسے دونوں گولیاں کافی میں ڈالنے پر مجبور کر دیں۔"

اُس نے جیب سے شیشی نکال کر اُس کی تمام گولیاں کموڈ میں ڈال دیں۔ آرمر نے واپس آکر کہا۔ "مجھے کچھ کرنا نہیں پڑا۔ اُس نے خود ہی دونوں گولیاں تمہاری کافی میں ملا دی ہیں کیا تم چاہتے تھے کہ طبی تجزیے کے لیے اس کے پاس گولی نہ رہے؟"

"ہاں اسی لیے میں نے اپنے پاس کی گولیاں بھی کموڈ میں پھینک دی ہیں۔"

وہ باتھ روم سے نکل کر آیا پھر ایمی کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔ "آہا، دور ہی سے کافی کی مست کر دینے والی خوشبو آ رہی ہے۔"

ایمی نے ایک پیالی اس کی طرف بڑھائی۔ اس نے پیالی لے کر ایک گھونٹ پیا۔ وہ کن انکھیوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ دوسری طرف رنجیت اپنی سیٹ پر آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا، جیسے نیند آگئی ہو۔ وہ مسلسل پاگل کی اداکاری نہیں کر سکتا تھا اس لیے سونے کا بہانہ کر رہا تھا۔ لاج ونتی نے رنجیت کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہا۔

"علی تیمور کافی پی رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں اس پر پاگل پن کا دورہ پڑے گا۔ پھر ہمیں پاگل بننے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

رنجیت نے آنکھیں کھول کر کہا۔ "یہ درست ہے کہ جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودتا ہے، وہ خود اُس میں گرتا ہے۔ علی تیمور جن گولیوں سے ہمیں پاگل بنانا چاہتا تھا، اُن سے خود۔۔۔"

اس کی ادھوری بات علی تیمور کے قہقہوں نے پوری کر دی۔ تمام مسافر سر اٹھا اٹھا کر اُدھر دیکھنے لگے۔ کتنے ہی لوگ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ ایمی کو جھنجوڑ کر کہہ رہا تھا۔ "میں سکندرِ اعظم ہوں۔ تمہارے جیسے حسین جزیروں کو فتح کرتا ہوں۔ میں ابھی تمہیں کاندھے پر اُٹھا کر جہاز سے چھلانگ لگاؤں گا۔ کہاں ہے میرا پیراشوٹ؟"

اس کے بُری طرح جھنجھوڑنے پر ایمی خوف سے چیخیں مار رہی تھی۔ دو اسٹیورڈ دوڑتے ہوئے آئے، انھوں نے علی تیمور کو پیچھے سے جکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ قہقہہ لگا کر کہہ رہا تھا۔ "آ گئے، میرے دشمن آ گئے۔ مگر مجھ سے اس

حسین جزیرے کو چھین نہیں سکیں گے۔ ہا ہا ہا ہا۔۔۔"

ایک مسافر نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا اس طیارے میں پاگلوں کو سفر کرنے کی اجازت دی جاتی ہے؟"

دوسرے نے کہا "یہاں کی کافی میں کوئی گڑبڑ ہے۔ دونوں پاگل ہونے والوں نے پہلے کافی پی تھی۔"

ایک عورت نے کہا "کافی تو میں نے بھی پی ہے اور بھی کئی مسافروں نے پی ہے۔ اُس لڑکی کا محاسبہ کرو جس کے پاس بیٹھ کر کافی پینے والے دونوں مرد پاگل ہو گئے۔"

سب نے ایمی پر سوالات کی بوچھار کر دی "ٹھیک تو ہے، پہلے پاگل ہونے والا بھی اس کے پاس بیٹھ کر پاگل ہوا تھا۔"

دوسرے نے کہا "اس لڑکی سے پوچھو، یہ اپنے پاس بیٹھنے والوں کے ساتھ کیا چاہتی کیا ہے؟"

"اس حسین بُلا کو قانون کے حوالے کیا جائے۔"

"ہاں ہاں، قانون کے حوالے کیا جائے۔"

سب ایک آواز میں ایمی کے خلاف مطالبہ کرنے لگے۔ اتنی دیر میں علی تیمور نے بیہوش نظر آنے کے لیے آنکھیں بند کر لیں اور آرمر سے کہا "انکل! رات سونے کے لیے ہوتی ہے۔ آپ مجھے گہری نیند سُلا دیں۔"

ایک اسٹیورڈ نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر مسافروں سے خاموش رہنے کی درخواست کی۔ پھر کہا "آپ لوگ سکون اور اطمینان سے بیٹھیں۔ ہم اس لڑکی کو کیبن میں لے جا رہے ہیں۔ نیویارک میں پولیس والے اس سے نمٹ لیں گے۔"

دوسرے اسٹیورڈ نے کہا "شاید یہ بیہوش ہو گیا ہے۔ یہاں کوئی ڈاکٹر ہو تو پلیز آ کر اسے چیک کرے اور ہوش میں لانے کی کوشش کرے۔"

وہاں کوئی ڈاکٹر نہیں تھا۔ ایمی کو اپنی جگہ سے اٹھنے کے لیے کہا گیا پھر دو سیٹوں کی ایک بہتر بنا کر علی تیمور کو وہاں لٹا دیا گیا۔ ایک ڈیگر ایمی کے دماغ میں رہا تاکہ اس کے ساتھ کیبن میں ہونے والے سوالات سن سکے اور ہر جوابات میں اس کی مدد کر سکے۔ دوسرے ڈیگر نے سپر ماسٹر کے پاس آ کر تمام واقعات بتائے۔ پھر پوچھا "کیا ہمیں علی تیمور کے دماغ میں جانا چاہیے؟"

سُپر ماسٹر نے کہا "اگر وہ بیہوش ہے تو اس کے دماغ سے کچھ معلوم نہیں ہو گا۔ پھر بھی ایک بار جا کر دیکھ لو!"

وہ علی تیمور کے دماغ میں آیا۔ آرمر اُسے گہری نیند سُلا کر جا چکا تھا۔ اُس نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ نیند کے دوران سوچ کی لہریں بے حد کمزور ہوں گی۔ ڈیگر نے واپس آ کر سُپر ماسٹر سے کہا "اُس کی سوچ بے حد کمزور ہے۔ کچھ معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ وہ واقعی بیہوش ہے۔"

آدھ گھنٹے بعد آرمر کو یقین ہو گیا کہ خیال خوانی کرنے والے علی کے دماغ سے ناکام ہو کر گئے ہوں گے۔ آئندہ اس کے ہوش میں آنے کے بعد اس کی سوچ پڑھنے آئیں گے۔ علی اب ایک پاگل کی حیثیت سے سانس نہیں روک سکتا تھا۔ دشمنوں کے لیے اس کے دماغ کے دروازے کھل گئے تھے۔

اس نے علی تیمور کے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل شروع کیا، اسے معمول بنانے کے بعد حکم دیا کہ جب بھی وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گا۔ اس کی اپنی سوچ کی لہریں گڈمڈ ہو جائیں گی۔ وہ ترتیب سے کوئی بات نہیں سوچ سکے گا اور نہ ہی کسی کی سوچ کا معقول جواب دے سکے گا۔ یعنی سچ مچ پاگل ہو جائے گا۔

آخر میں آرمر نے اس کے دماغ کو حکم دیا "میرے لہجے اور آواز کو یاد رکھو۔ میری سوچ کی لہریں دماغ میں آئیں گی تو تم نارمل رہو گے۔ میں تمھارا عامل ہوں اور دوسروں سے مختلف ہوں۔"

یہ عمل کرنے کے بعد اس نے علی کو تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ سُپر ماسٹر نے احکامات جاری کیے تھے کہ نیویارک پہنچنے پر ایمی کو حراست میں نہ لیا جائے۔ اس کے برعکس علی تیمور کو مسلح افراد کی کڑی نگرانی میں رکھا جائے۔ اس کے متعلق رسونتی فیصلہ کرے گی کہ وہ بیٹا ہے یا دشمن؟ اور اگر دشمن ہے تو وہ انتقاماً اُسے قتل کرے گی یا سُپر ماسٹر کا قیدی بنائے گی؟

علی تیمور نیویارک پہنچنے سے پہلے بیدار ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک طیارے کی چھت کو دیکھتا رہا۔ پھر گرجتے ہوئے بولا "میں کہاں ہوں؟"

اُس پاس کے مسافر اُچھل پڑے۔ وہ جہاں لیٹا ہوا تھا، وہاں سے دور ہٹنے لگے۔ دو اسٹیورڈ پھر دوڑتے ہوئے آ گئے تھے۔ وہ اپنی سیٹ پر سے اُٹھ کر پوچھ رہا تھا "میرا سپاہ سالار کہاں ہے۔ اُسے بلاؤ۔ دشمن میرے حسین جزیرے کو چھین کر لے گئے ہیں۔"

اسٹیورڈ اُسے تھپک تھپک کر خاموش رہنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ اپنے کیبن کی طرف لے جا رہے تھے۔ تاکہ دوسرے مسافروں کو سکون سے بیٹھنا نصیب ہو سکے۔ کنور رنجیت سنگھ اپنی لاج ونتی کے پاس آرام سے بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ اس کے پیچھے بیٹھے ہوئے مسافر اس سے بھی سہمے ہوئے تھے۔ مگر کسی قدر مطمئن بھی تھے کیونکہ وہ بڑی دیر سے پاگلوں جیسی حرکتیں نہیں کر رہا تھا۔ علی تیمور کو کیبن میں لا کر ایک طرف بٹھایا گیا۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر کو ابھی اور لاج ونتی کے ذریعے پتا چلا، علی تیمور ہوش میں آ گیا ہے، انھیں ایک پاگل کے دماغ میں جگہ مل سکتی تھی۔ لہٰذا وہ علی کے پاس پہنچے۔ اس نے جیسے ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا، اُس کی اپنی سوچیں الٹ پلٹ ہوئیں۔ کوئی سوچ اپنی جگہ ترتیب سے نہیں تھی۔ جس کے نتیجے میں سچ مچ اس پر پاگل پن کا دورہ پڑا۔ اُس نے بیٹھے ہی بیٹھے ایک اسٹیورڈ کو لات ماری، وہ ایک طرف جا گرا۔ دوسرے نے اُسے دبوچ لیا وہ دو چار کے بس کا نہیں تھا۔ اپنے حواس میں ہوتا تو ایک ہی داؤ میں دوسرے اسٹیورڈ کو بھی لڑھکا دیتا۔ مگر وہ خود لڑھک گیا۔ منہ سے ایسی آوازیں نکالنے لگا جیسے کوئی اجنبی زبان بول رہا ہو۔ جیسے سچ مچ گڑبڑا گئی تھی ویسے ہی زبان سے بے تکے الفاظ ادا ہو رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ذرا نارمل ہوا۔ کیونکہ ڈیگر اینڈ ڈیگر اس کے دماغ سے نکل گئے تھے۔ اس کی اُلٹی سیدھی سوچوں نے اُسے پاگل ثابت کر دیا تھا۔ نارمل ہونے کے بعد پتا چلا اُسے رسّیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ نیویارک پہنچ کر بھی اسے اسی طرح رسّیوں سے جکڑ کر رکھا گیا۔ ائرپورٹ کی عمارت میں سُپر ماسٹر کے خاص ماتحت موجود تھے۔ انھوں نے اُسے ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑیاں پہنائیں پھر رسّیاں کھول دیں۔ علی تیمور ہنس رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں خوب سمجھتا ہوں اب مجھے پورس کے دربار میں لے جاؤ گے۔ پورس پوچھے گا بتاؤ تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ میں سکندرِ اعظم ہوں اُسے جواب دوں گا، وہی سلوک کرو جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے کرتا ہے ہا ہا ہا ہا۔ میں پورس کا جواب پورس کے منہ پر ماروں گا۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ چند لمحوں کے لیے پاگل پن کو بھول گیا۔ اچانک ماں پر نظر پڑ گئی تھی۔ اس کا دل بے اختیار دھڑکنے لگا تھا۔ وہ بیوہ عورتوں کی طرح سفید ساری پہنے ہوئے تھی۔ دوسروں کے لیے ایک باوقار خاتون اور ٹیلی پیتھی کی ساحرہ تھی۔ بیٹے کے لیے صرف ماں ہی ماں تھی۔ دشمنوں میں یہ تجسس پیدا ہوا کہ وہ پاگل کیا اپنی ماں کو پہچان رہا ہے؟ ایک ڈیگر نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی اسی لمحے دماغ اُلٹ پلٹ ہو گیا۔ وہ بے اختیار پاگلوں کی طرح ہنسنے اور مسلح دشمنوں کو مارنے کے لیے لپکنے لگا۔ مگر پاؤں کی بیڑیاں اُسے روک رہی تھیں وہ فرش پر اوندھے منہ گر پڑا تھا۔

رسونتی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اُس کے قریب آئی۔ ماں کے پاؤں بیٹے کے منہ کے قریب تھے۔ ڈیگر دماغ سے چلا گیا تھا۔ اس نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے سر اٹھا کر ماما کو دیکھا۔ پھر سر جھکا کر پاؤں کو چوم لیا۔۔۔ رسونتی نے فوراً ہی پیچھے ہٹ کر اس کے منہ پر ٹھوکر ماری، غرا کر پوچھا "یہ ابھی تک میک اپ میں کیوں ہے۔ میں دشمن کے بیٹے کا اصلی چہرہ دیکھ کر پہلے ٹھوکروں گی۔ پھر اس کی قسمت کا فیصلہ سناؤں گی۔"

ایک ماتحت نے ادب سے کہا "دیوی جی! ہم اسے آپ کے محل میں لے جا رہے ہیں۔ وہیں اس کا میک اپ اُتارا جائے گا۔"

علی تیمور قہقہے لگانے کے بعد بولا "دیوی جی، ہا ہا ہا، دیوی جی! تمھارے دیوتا جی کہاں ہیں۔ اُنھیں بُلاؤ اور بتا دو کہ میں سکندرِ اعظم ہوں۔"

رسونتی نے اُسے گھور کر دیکھا۔ پھر دماغ میں پہنچ گئی۔ علی سچ مچ پاگل پن میں مبتلا ہو گیا۔ وہ کچھ دیر تک اس کے دماغ کو پڑھنے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔ کوئی سوچ اپنی جگہ قائم نہیں تھی۔ وہ اُسے ناگواری سے دیکھ کر دماغ سے نکل گئی۔ وہاں سے پلٹ کر رنجیت اور لاج ونتی کے درمیان چلتی ہوئی عمارت سے باہر آئی۔ ایک خوبصورت اور مہنگی کار کا پچھلا دروازہ اُس کے لیے کھولا گیا۔ وہ پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہاں نائب سُپر ماسٹر بیٹھا ہوا تھا۔ ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی رسونتی نے کہا "ماسٹر! میں اُس کے دماغ میں گئی تھی۔ وہ سچ مچ پاگل ہو چکا ہے۔"

نائب نے پوچھا "آپ اسے پاگل خانے بھیجنا چاہیں گی؟"

"ہرگز نہیں اس طرح میرا انتقام پورا نہیں ہو گا۔ تم ویڈیو فلم تیار کرنے والوں کو میرے محل میں بھیج دو۔ میں روز صبح و شام اسے طرح طرح سے اذیتیں پہنچاؤں گی۔ اس کی فلم تیار ہوتی رہے گی۔ اور یہ فلم بابا صاحب کے

ادارے کے ذریعے سونیا تک پہنچائی جائے گی۔ وہ اپنے بیٹے کو انتقام کے عذاب سے گزرتے دیکھے گی اور پھر رو رو کر دیواروں سے سر پھوڑتی رہے گی۔"

نائب سپر ماسٹر مسکرا رہا تھا۔ اُس کے دماغ میں بیٹھے ہوئے ڈیگر نے کہا۔ "ہمارا سپر ماسٹر اشتعل کی چالیں چلتا ہے۔ واقعی سونیا یہ دیکھ کر اپنا سر پیٹے گی کہ دل و جان سے چاہنے والی ماں اپنے ہی ہاتھوں سے بیٹے کو تڑپا تڑپا کر مار رہی ہے۔"

نائب نے کہا۔ "ہمارا سپر ماسٹر ابھی علی تیمور کو مرنے نہیں دے گا۔"

"اُسے زندہ کیوں رکھا جائے گا؟"

"پہلی بات تو یہ کہ وہ پاگل ہو چکا ہے۔ اب ہمارے لیے خطرناک نہیں رہا۔ دوسرے یہ کہ ماں بیٹے کی یہ ویڈیو فلم پارس کے پاس بھی بھیجی جائے گی۔ اس فلم کے آخر میں اُس سے کہا جائے گا کہ علی تیمور ابھی زندہ ہے۔ اگر وہ بھائی کی موت نہیں چاہتا تو میڈونا کو ہمارے پاس بھیج دے۔ ہم علی تیمور کو آزاد کر دیں گے۔"

رسونتی کو پتا نہیں تھا کہ اُس کے پاس بیٹھے ہوئے نائب کے دماغ میں کیسی کھچڑی پک رہی ہے۔ اگر وہ نائب کے دماغ میں ابھی پہنچ جاتی تو اُسے کچھ سچی باتوں کا علم ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ سوچ رہی تھی۔ علی تیمور تو قیدی بن چکا ہے۔ اب سونیا اور پارس باقی ہیں۔ میں جلد ہی انھیں بھی اپنی ٹھوکروں میں لے آؤں گی۔"

ان کی کار ایک خوبصورت کوٹھی کے پورچ میں آ کر رُکی۔ وہ سپر ماسٹر کی رہائش گاہ تھی۔ وہ نائب کے ساتھ کار سے اُتر کر کوٹھی کے اندر آئی۔ نائب ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا۔ کیونکہ سپر ماسٹر کسی کے روبرو نہیں آتا تھا۔ رسونتی کو خوش کرنے کے لیے آج وہ اُس سے ملاقات کر رہا تھا اور ملاقات کے وقت وہ اپنے اصلی روپ میں نہیں تھا۔ اس نے ایک خوبصورت سے، ذاتی ملاقات کے کمرے میں اس کا استقبال کیا۔ پھر کہا۔ "دیوی جی! آج آپ کو روبرو دیکھ کر مجھے صرف خوشی نہیں، فخر بھی حاصل ہو رہا ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک عظیم ہستی سے ملاقات کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ڈیگر اینڈ ڈیگر بھی تو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

"وہ خیال خوانی کے معاملے میں ابھی طفلِ مکتب ہیں۔ پھر یہ کہ وہ دونوں میرے ماتحت ہیں۔ میرے احکامات کے پابند ہیں۔ بھلا محکوم لوگوں سے مل کر کیا خوشی ہوگی۔ آپ ایک آزاد ہستی ہیں۔ آپ کے آبخمانی پتی رگھوویر نے زبان دی تھی کہ اُن کی دھرم پتنی یعنی کہ آپ ہمیشہ ہمارے ملک کے کام آتی رہیں گی۔"

"بے شک میں اپنے سورگ باسی پتی کی بات جھوٹی نہیں ہونے دوں گی۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیں۔"

"سونیا ماسکو میں ہے۔ وہ نادیہ نامی ایک عورت کے میک اپ میں چھپی ہوئی ہے۔ وہاں کے حکام اور اعلیٰ افسران کو بڑی کامیابی سے فریب دے رہی ہے۔ اگر وہاں تم اُسے بے نقاب کر دو تو اُسے بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔ وہ جہاں جائے گی تم اُس کا راستہ روک لو گی۔ جس طرح بلی پلک پلک کر چوہے کو پکڑتی ہے، پھر چھوڑتی ہے۔ پھر پکڑ کر پنجے مارتی ہے۔ پھر چھوڑتی ہے۔ مگر بھاگنے اور بچنے کا موقع نہیں دیتی، اسی طرح تم اُسے کمزور بنا کر خیال خوانی کے پنجے مارتی رہو گی۔ ماسکو کی پولیس آخر اُسے مار مار کر تڑپا تڑپا کر ہمیشہ کے لیے ختم کر دے۔"

"میں نے پوچھا تھا، آپ مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ تو میری ہی دشمن کی بات کر رہے ہیں۔ اُسے مارنا میری پہلی اور آخری خواہش ہے۔ آپ میری راہنمائی کریں کہ میں اُسے کس طرح ٹریپ کر سکتی ہوں۔"

"ہمارے کچھ ایجنٹ ماسکو میں ہیں۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر نے وہاں ایک ایسے شخص کے دماغ کو تسخیر کر لیا ہے جو ایک مشہور جاسوسہ تاتیانہ کا اسسٹنٹ ہے اور وہ تاتیانہ آجکل سونیا عرف نادیہ کو اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ پھر تم اسسٹنٹ کے دماغ میں رہ کر دو اور سونیا کی حرکات پر نظر رکھو۔ مجھے رپورٹ دیتی رہو۔ جب وہ کسی ایسے مرحلے سے گزرے جہاں اسے ٹریپ کرنا آسان ہو اور اُس کے فرار کے راستے مسدود کیے جا سکتے ہوں، اسے بے نقاب کر دو گی۔"

"مجھے راہنمائی حاصل ہو گی تو میں جلد ہی اسے عبرتناک انجام تک پہنچا دوں گی۔"

"ایک ڈیگر تمھارے ساتھ رہا کرے گا۔ وہ تمھارے ہر حکم کی تعمیل کرے گا۔ تم صرف ایک بات کا خیال رکھو۔ تک میں سونیا پر حملہ کرنے کو نہ کہوں تم نہ کرنا۔ خواہ تمھیں کتنا ہی اچھا موقع کیوں نہ ملے۔ تم سیاسی چالوں کو نہیں سمجھتی۔ بعض اوقات دشمن بالکل غافل اور کمزور دکھائی دیتے ہیں لیکن در پردہ محتاط رہتے ہیں۔ کسی بھی ناگہانی حملے کا توڑ کر لیتے ہیں۔"

"میں آپ کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گی۔"

اُدھر علی تیمور کو رسونتی کی رہائش گاہ میں پہنچا دیا گیا تھا۔ وہاں ایک کمرا بالکل خالی تھا۔ علی تیمور پہلے ہی زنجیروں میں بندھا ہوا تھا۔ اسے اُس کمرے میں لا کر چھت کی آہنی کڑیوں سے لٹکا دیا گیا تھا۔ وہ چھت سے یوں لٹک رہا تھا جیسے جانور کو ذبح کرنے کے بعد کھال اُتارنے کے لیے لٹکا دیا جاتا ہے۔

آرمر نے آتے ہی کو ڈور ڈز ادا کیے۔ پھر پریشان ہو کر کہا۔ "بیٹے! میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ تم اس مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ تمھیں ان زنجیروں سے بلکہ اس محل سے فوراً نجات حاصل کرنی چاہیے۔"

"انکل! آپ پریشان نہ ہوں۔ ماما کے قدموں تک پہنچنے کے لیے میں نے اتنے پاپڑ بیلے ہیں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ایک ماں اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو کیسی کیسی اذیت پہنچاتی ہے اور بیٹا اپنی ماں کی ممتا کو کیسے بیدار کر سکتا ہے۔"

"تم بہت زیادہ خطرات مول لینا چاہتے ہو۔"

"آپ یہ بتائیں، یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"ابھی تمھارے پاس رہ کر کسی کا انتظار کروں گا۔ کوئی تمھیں مخاطب کرے گا تو میں اس کے دماغ میں جگہ بناؤں گا۔"

"اس بات کا خیال رکھیں۔ ماما کے تمام خدمت گار لوگا کے ماہر ہو سکتے ہیں۔ سپر ماسٹر نے یہاں سخت پہرا لگایا ہوگا۔ آپ کسی کے دماغ میں جائیں گے تو اسے پتا چل جائے گا۔ کوئی میری حمایت میں چالیں چلنے آیا ہے۔"

"میں محتاط رہوں گا۔ ایک لاج وتی کا دماغ ایسا ہے جس کے ذریعے یہاں کام کرنے والوں کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتا ہوں۔"

"تو پھر آپ کو اس کے دماغ میں رہنا چاہیے۔"

"وہ غسل کرنے والی ہے۔ غسل سے پہلے جسمانی حُسن کو برقرار رکھنے کے لیے جانے کیسے کیسے لوشن لگاتی ہے اور مالش کرواتی ہے۔ پتا نہیں، وہ کب غسل سے فارغ ہوگی۔"

"کنور رنجیت سنگھ کیا کر رہا ہے؟"

"اس سے لاج وتی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ صرف تمھاری ماما کے سامنے میاں بیوی بن کر رہتے ہیں۔ رنجیت سنگھ جب محل میں آئے گا تو میں اس کے ذریعے بھی اس محل میں اپنے لیے جگہ بناؤں گا۔"

یوں تو رسونتی کے دماغ میں بھی جگہ مل جاتی تھی۔ برین واشنگ کے بعد اس نے ابھی مکمل طور پر دماغی توانائی حاصل نہیں کی تھی۔ لیکن وہ اپنے خدمت گاروں کی اصلیت سے بے خبر تھی۔ اس کے ذریعے صحیح معلومات حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔

علی تیمور کے کمرے میں کچھ لوگ آنے لگے۔ وہ ویڈیو کیمرا لائے تھے اور بہت سی لائٹیں مختلف جگہ سیٹ کر رہے تھے۔ انھیں سمجھایا گیا تھا کہ وہ آپس میں باتیں نہ کریں اور قیدی کو اپنی آواز نہ سنائیں۔ اسی لیے سب خاموشی سے کام کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد رسونتی آ گئی۔ اُس کے ہاتھ میں چابک تھا۔ اس نے کہا۔ "کیمرا آن کرو۔ ویڈیو فلم دیکھنے والے دشمنوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ علی تیمور زمین اور آسمان کے درمیان، زندگی اور موت کے بیچ لٹک رہا ہے۔ میں نے اس کے پاؤں سے زمین چھین لی ہے اور اسے اذیتیں پہنچا پہنچا کر اس کی زندگی بھی چھین لوں گی۔ لائٹیں آن کرو۔"

کئی لائٹیں آن ہو گئیں۔ کیمرا علی تیمور کو فلمبند کرنے لگا۔ وہ اوپر لٹک رہا تھا۔ رسونتی کا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس نے پاؤں پر ایک چابک رسید کیا۔ بیٹے نے کہا۔ "میں نے پتلون پہن رکھی ہے۔ پاؤں میں جوتے ہیں۔ مجھے چوٹ نہیں لگے گی۔ آپ کا شوق پورا نہیں ہوگا۔"

وہ غصے سے بولی۔ "سانپ کے بچے! مجھے طعنے دیتا ہے۔ میں چابک مار مار کر تیری کھال اُتار دوں گی۔"

وہ نفرت سے اُس پر تھوکنا چاہتی تھی، پھر خیال آیا، منہ اٹھا کر تھوکے گی تو تھوک اپنے ہی منہ پر آئے گا۔

وہ بولی۔ "اسے نیچے اتارو۔ اس کے کپڑے پھاڑ دو۔"

اُس کے احکامات کی تعمیل ہوئی۔ چھت کی کڑیوں سے نیچے اتار کر اس کے تمام کپڑے پھاڑ دیے گئے۔ صرف ایک انڈرویئر رہ گیا۔ رسونتی چابک مارنے لگی۔ وہ ماں کے نازک ہاتھوں سے چابک کھا رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "آپ کے ہاتھ تھکنے لگیں گے مگر مجھ پر اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ زنجیریں چابک کا راستہ روک رہی ہیں۔"

وہ جھنجھلا کر اپنے ملازموں سے بولی۔ "گدھے کے بچو! کیا تمھاری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ اسے یہ

زنجیریں بجا رہی ہیں؟"

ملازموں نے فوراً ہی زنجیریں کھول دیں۔ مسلح گارڈز نے اپنی رائفلیں سیدھی کر لیں تاکہ قیدی بھاگنا چاہے یا دیوی جی پر حملہ کرنا چاہے تو اُسے زخمی کیا جا سکے۔ رسونتی کے ہاتھ واقعی دُکھنے لگے تھے۔ اس نے ایک گارڈ کو چابک دے کر اسے مارنے کا حکم دیا۔ گارڈ نے وہ چابک لے لیا۔ علی تیمور نے کہا۔ "رُک جاؤ۔ میں صرف اپنی ماں سے مار کھا سکتا ہوں اگر کسی اور نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تو اس محل میں زلزلہ آجائے گا۔"

وہ بولی۔ "کمینے، تو ہمیں دھمکی دیتا ہے؟ اسے مارو۔"

گارڈ نے چابک چلایا تو علی نے چابک کو پکڑ لیا۔ گارڈ نے ایک جھٹکے سے چھڑانا چاہا۔ وہ جان بوجھ کر یوں کھینچا چلا آیا جیسے جھٹکا برداشت نہ کر سکا ہو، گارڈ نے اسے دوسرے ہاتھ سے گھونسا مارنا چاہا۔ اس نے جھک کر اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اُسے ایک طرف دھکا دیا پھر ماں کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "خبردار! اگر کسی نے گولی چلائی تو دیوی جی زندہ نہیں رہیں گی۔ اپنے ہتھیار پھینک دو۔"

وہ سہم کر بولی۔ "اے مُنہ کیا دیکھتے ہو۔ ہتھیار پھینک دو۔"

سب نے اپنے ہتھیار علی کے سامنے پھینک دیے۔

اسی وقت اُس نے سانس روک لی۔ کوئی دماغ میں آنا چاہتا تھا' واپس چلا گیا۔ ڈیگر نے ایک گارڈ کی زبان سے پوچھا۔ "تم تھوڑی دیر پہلے سانس نہیں روک سکتے تھے۔ ہم نے تمہارے دماغ میں آکر دیکھا تھا، تمہاری سوچیں بے ترتیب تھیں۔ اب نارمل کیسے ہو گئے؟"

"میں نے اپنی ماں تک پہنچنے کے لیے پاگل پن کا ڈھونگ رچایا تھا۔ آئندہ میرے دماغ میں آنے کی زحمت نہ کرنا۔"

گارڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جیسے ماں کہتے ہو اُسے گولی مارنے کی دھمکی دیتے ہو۔ ذرا اپنے دل میں جھانک کر دیکھو کیا دیوی جی کو نقصان پہنچا سکو گے؟"

علی نے کہا۔ "تم نے میری پوری بات نہیں سُنی۔ میں اس دیوی جی کو ماں سمجھ کر پاگل بن رہا تھا۔ ابھی ابھی آرمر نے میرے دماغ میں آکر انکشاف کیا ہے کہ یہ عورت میری ماما کی ڈمی ہے۔ یہ بھی خیال خوانی جانتی ہے، اس لیے اسے رسونتی دیوی بنا کر دھوکا دیا جا رہا ہے۔ سُپر ماسٹر سے کہو، اب یہ میرے لیے ذرا بھی اہم نہیں ہے۔ اس کی اہمیت تم لوگوں کے لیے ہے اور تم لوگ اپنی خیال خوانی کرنے والی کو میرے ہاتھوں مرنے نہیں دو گے۔"

اسی وقت آرمر نے آکر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "لاج ونتی غسل سے فارغ ہو کر یہاں آرہی تھی' میں نے اُسے باہر گاڑی کے پاس پہنچا دیا ہے۔ تم فوراً اُدھر آؤ۔"

علی نے کہا۔ "میری ایک بات سُن لیں۔ میں نے خیال خوانی کرنے والے دشمن سے کہا ہے کہ آپ کے نئے انکشاف کے مطابق یہ میری ماما نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کی ڈمی ہے۔ دشمن آپ کے پاس یہ پوچھنے آسکتے ہیں کہ آپ نے جھوٹ کیوں کہا؟ آپ جواب دیں گے کہ وہ لوگ ماں کے ہاتھوں سے بیٹے کو ختم کرانا چاہتے تھے' آپ جھوٹ بول کر میرے ہاتھوں سے ماں کو ختم کرانا چاہتے ہیں' ایسی دشمن حال کا نہ رہنا ہی بہتر ہے۔ اب آپ چلیں' میں آرہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ اس دوران ڈیگر اُس گارڈ کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ "نادانی نہ کرو۔ یہاں قدم قدم پر موت ہے تم اپنی ماں کو۔ ہم۔ میرا مطلب ہے دیوی جی کو یہاں سے نہیں لے جا سکو گے۔"

وہ اپنی ماں کو نشانے پر رکھ کر دروازے سے باہر جاتے ہوئے بولا۔ "میں دیکھنا چاہتا ہوں اور دیوی جی کو دکھانا چاہتا ہوں کہ ان کی زندگی اہم ہے یا نہیں؟ اگر اہم ہے تو ہمارا راستہ روکنے کی حماقت نہیں کریں گے۔ جیسے ہی مجھے نقصان پہنچے گا' میں دیوی جی کو گولی مار دوں گا۔"

رسونتی نے چیخ کر کہا۔ "ڈیگر! کوئی ایسا قدم نہ اٹھا جس سے مجھے نقصان پہنچے۔ سُپر ماسٹر کو اطلاع دو۔"

ایک ڈیگر سُپر ماسٹر کو صورتِ حال بتا رہا تھا۔ دوسرا ڈیگر آرمر کے پاس آکر غصّے سے پوچھ رہا تھا۔ "یہ تم کیا حماقت کر رہے ہو؟ کیا ماں کو بیٹے کے ہاتھ سے مرانا چاہتے ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "میں ایسا نہ کروں تو بیٹا ماں کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ میں مصروف ہوں' جاؤ یہاں سے۔"

اُس نے سانس روک لی۔ پھر چند سیکنڈ کے بعد لاج ونتی کے دماغ میں آیا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "میں غسل کے بعد لباس پہن کر میک اپ کرنے والی تھی۔ یہ ہمل کے باہر کار کے پاس کیسے آگئی؟ کیا ڈیگر کوئی شرارت کر رہا ہے؟"

ڈیگر نے کہا۔ "لاج ونتی! فوراً محل میں واپس جاؤ اور کار کی چابی بھی نکال لو۔ علی تیمور اپنی ماں کو لے کر فرار

ہونا چاہتا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی آرمر نے لاج ونتی کو سانس روکنے پر مجبور کیا۔ جس کے نتیجے میں ڈیگر کے ساتھ خود بھی دماغ سے نکل آیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں واپس جا کر لاج ونتی کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ علی اپنی ماں کو کھینچتا ہوا محل کے باہر لے آیا تھا۔ اور اب کار کی طرف جا رہا تھا۔ باہر کھڑے ہوئے تمام مسلح افراد نے اپنی گنیں سیدھی کر لیں۔ سیکیورٹی افسر نے للکار کر کہا۔ "خبردار! دیوی جی کو چھوڑ دو۔ ورنہ ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

ڈیگر نے ایک مسلح شخص کی زبان سے کہا۔ "علی تیمور تم بہت ہی بچگانہ حرکتیں کر رہے ہو۔ کیا تم محل کے احاطے سے، پھر اس علاقے سے، پھر اس شہر سے اور پھر اس ملک سے باہر جا سکو گے؟"

اس نے کہا۔ "میں جان کی بازی لگا کر اس ملک میں آیا ہوں۔ اگر میری ماں کو میرے حوالے نہ کیا گیا تو میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والی ڈمی کو نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک یہ میرے پاس رہے گی تم لوگ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔"

وہ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ لاج ونتی نے کار اسٹارٹ کی پھر اُسے آگے بڑھایا۔ چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھار ہونے لگی۔ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ رسونتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ اس لیے وہ گاڑی کو نشانہ بنا رہے تھے۔ ایک گولی پہیے میں آکر لگی۔ ٹائر برسٹ ہوا۔ کار ایک جانب گھوم کر ایک دیوار سے ٹکرا کر رُک گئی۔ بھاگنے کا اب کوئی موقع نہیں تھا۔

ڈیگر نے ایک مسلح شخص کی زبان سے کہا۔ "اب تمہیں کوئی دوسری گاڑی نہیں ملے گی۔ تم شاید کنگ فرنانڈو کے ہیلی کاپٹر اور پرائیوٹ طیارے استعمال کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حکومت نے اس کے ہیلی کاپٹرز اور طیاروں کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے تمہیں کہیں جانے کے لیے دو پہیوں کی سائیکل بھی نہیں ملے گی۔"

علی نے اپنی ماں سے کہا۔ "دیوی جی! انھیں تمہاری زندگی کی پروا نہیں ہے۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتی ہو تو ان سے پوچھو، یہ مجھے کیوں مجبور کر رہے ہیں کہ میں تمہیں گولی مار دوں۔"

رسونتی نے بلند آواز سے کہا۔ "ڈیگر! تم میرے دماغ میں کیوں نہیں آتے؟ کیا سُپر ماسٹر نے مجھے دشمن کے ہاتھوں مرنے کے لیے چھوڑ دیا ہے؟"

اس نے یہی بات ڈیگر کے دماغ میں جا کر پوچھی۔

اس نے جواب دیا۔ "اُس گاڑی کا ٹائر برسٹ کر کے آپ کو اغوا ہونے سے بچایا گیا ہے۔ آپ ذرا حوصلے سے کام لیں۔ وہ بچوں جیسی حرکتیں کر رہا ہے۔ آپ کو یہاں سے لیجا نہیں سکے گا۔"

علی نے آرمر سے پوچھا۔ "انکل! کیا بات ہے؟ کیا مجھے مدد نہیں پہنچے گی؟"

آرمر کے جواب دینے سے پہلے ہی ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ فوجی ہیلی کاپٹر تھا۔ اسے دور سے دیکھ کر محل کے مسلح محافظ مطمئن ہو گئے۔ یہ اطمینان صرف ایک منٹ کا تھا۔ ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوئے افراد نے قریب پہنچتے ہی محل کے احاطے میں بم پھینکنے شروع کر دیے۔ وہاں بھگدڑ مچ گئی۔ محل کے محافظ اِدھر اُدھر چھپ کر فائرنگ کرنا چاہتے تھے لیکن دُھواں اس قدر پھیل گیا تھا کہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ حیران تھے کہ یہ ہیلی کاپٹر کہاں سے آگیا ہے؟

کنگ فرنانڈو کو نظر بند کیا گیا تھا۔ یہ اس کا ہیلی کاپٹر نہیں تھا۔ نہ ہی پولیس یا ڈائسورو کی وغیرہ اس کی مدد کو آئے تھے۔

وہ ماسک مین کے آدمی بھی نہیں تھے۔ دوسری کسی خطرناک تنظیم کے افراد بھی نہیں آسکتے تھے۔ وہاں جان بوجھ کر ایسے بم پھینکے گئے تھے جو کثرت سے دُھواں پیدا کرتے ہیں۔ اس دُھواں دُھواں سے ماحول میں ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھلا۔ ایک سیڑھی لٹکتی ہوئی نیچے آئی۔ پھر اعلیٰ بی بی نے کھلے ہوئے دروازے سے جھانک کر کہا۔ "علی! کم آن۔ ہری اَپ۔۔۔"

علی نے جھولتی ہوئی سیڑھی پکڑ لی۔ پھر کہا۔ "دیوی جی! گولی چل جائے گی۔ اس سے پہلے چڑھنا شروع کر دو۔"

وہ چڑھنے لگی۔ اس کے پیچھے علی نے سیڑھی پر پاؤں جمائے۔ ہیلی کاپٹر بلند ہو کر وہاں سے جانے لگا۔ آرمر، لاج ونتی کو چھوڑ کر رسونتی کے دماغ میں آیا۔ پھر سیڑھی پر چڑھ کر ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچنے میں اُس کی مدد کرنے لگا۔ نیچے سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ دُھوئیں کے باعث صحیح نشانہ نہیں لیا جا سکتا تھا۔ پھر وہ ہیلی کاپٹر رینج سے باہر نکل گیا۔

وہ اندر پہنچ گئی! اعلیٰ بی بی نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھاتے ہوئے پوچھا۔ "رسونتی! مجھے پہچانتی ہو؟"

وہ ناگواری سے بولی۔ "میں رسونتی کی ڈمی ہوں۔ اپنے

اس جوان سے پوچھ لو۔"

علی نے پاس بیٹھتے ہوئے ماں کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "مَیں نے دشمنوں کو اُلجھانے کے لیے ایسا کہا تھا۔ وہ یہ سوچ کر پریشان ہو گئے کہ مَیں آپ کو ڈھیٹ سمجھتے ہوئے کسی وقت بھی گولی مار سکتا ہوں۔"

"دشمن بہرحال دشمن ہوتا ہے، تم کسی وقت بھی گولی مار سکتے ہو۔"

"نہیں ماما! مَیں تھوڑی دیر کے لیے مصلحتاً دشمن بن گیا تھا۔ اگر مَیں آپ کو ماں تسلیم کرتا تو دشمن کبھی میری دھمکیوں میں نہ آتے۔ انھیں یقین ہوتا کہ مَیں اپنی ماما پر کبھی گولی نہیں چلاؤں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "رسونتی! سُپر ماسٹر نے تمھاری برین واشنگ کرائی ہے۔ انشاءاللہ ہم اس کا توڑ کریں گے۔"

علی نے پوچھا۔ "آنٹی! ہم کہاں جا سکتے ہیں۔ فوجی ہیلی کاپٹر اور طیارے ہمیں گھیرنے کے لیے پرواز کر رہے ہوں گے۔ ہم اِس ملک کی سرحد سے باہر نہیں جا سکیں گے۔"

وہ بولی۔ "ہم شمال کی سمت جا رہے ہیں۔ مغرب اور جنوب کی طرف کئی ہزار میل تک یہ ملک پھیلا ہوا ہے۔ مشرق میں سمندر ہے۔ وہاں کے تمام جزیروں میں فوجی ہیں۔ پھر ہم کسی جزیرے میں اتریں گے تو چاروں طرف سے گھیر لیے جائیں گے۔ جدھر ہم جا رہے ہیں، اُدھر گھنے جنگلات ہیں۔ فی الحال وہیں پناہ لی جا سکتی ہے۔"

"آپ نے یہ فوجی ہیلی کاپٹر کیسے حاصل کر لیا؟"

اُس نے پائلٹ کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ جان کارمن ہیں۔ یہاں کی فضائیہ میں کیپٹن ہیں۔ لیکن میرے بہترین دوست ہیں۔ واپس جا کر بیان دیں گے کہ یہ دماغی طور پر غیر حاضر ہو گئے تھے جب ہوش و حواس میں آئے تو کوئی دماغ میں کہہ رہا تھا کہ انھیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ان کے دماغ پر قبضہ جما کر چار ہزار میل تک پرواز کی گئی ہے۔ کچھ لوگوں کو شمالی سرحد پار کرائی گئی ہے۔ باقی تمھارا سُپر ماسٹر سمجھ لے گا کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔"

اعلیٰ بی بی یہ باتیں عبرانی زبان میں کر رہی تھی تاکہ رسونتی نہ سمجھ سکے۔ اگر پائلٹ جان کارمن کے متعلق معلوم ہوتا تو وہ خیال خوانی کے ذریعے سُپر ماسٹر کو ساری باتیں بتا دیتی۔ دیگر اُس کے دماغ میں کافی دیر رہنے کے بعد سُپر ماسٹر کے پاس آیا۔ پھر بولا۔ "اعلیٰ بی بی اور علی تیمور عبرانی زبان میں باتیں کر رہے ہیں۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"کیا تم پائلٹ کے دماغ میں نہیں جا سکتے؟"

"وہ گونگا اور بہرا بنایا گیا ہے۔ رسونتی کا خیال ہے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا گیا ہے۔"

"تم رسونتی کے ذریعے دیکھو، ہیلی کاپٹر کہاں کہاں سے گزر رہا ہے۔ مَیں نے ابھی فضائیہ کے ناموں سے معلوم کر لیا ہے۔ ہیلی کاپٹر کا انڈیکیٹر کام نہیں کر رہا ہے یا انھوں نے اُسے بیکار بنا دیا ہے۔"

ڈیگر، رسونتی کے پاس آیا پھر بولا۔ "کیا تم کھڑکی کے پاس نہیں بیٹھ سکتیں؟ مَیں تمھارے ذریعے معلوم کرنا چاہتا ہوں، یہ لوگ کن راستوں سے گزر رہے ہیں؟"

رسونتی نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "تم میری سیٹ پر آ جاؤ۔ مَیں کھڑکی کے پاس بیٹھوں گی۔"

"رسونتی! تمھیں یہ سُن کر افسوس ہو گا کہ ہم تھوڑی دیر بعد تمھاری آنکھوں پر پٹی باندھنے والے ہیں۔ تم جہاں بھی بیٹھو گی، ہمارے لیے فرق نہیں پڑے گا۔"

ڈیگر مایوس ہو کر سُپر ماسٹر کے پاس آیا۔ وہ فوج کے ایک میجر سے رپورٹ حاصل کر رہا تھا۔ رپورٹ کے مطابق وہ ہیلی کاپٹر ابھی تک نظر نہیں آیا تھا۔ ائرفورس کے جوان ہیلی کاپٹروں اور طیاروں میں اُسے تلاش کر رہے تھے۔ سُپر ماسٹر کہہ رہا تھا۔ "شمال کی طرف زیادہ زور دو۔ اُدھر گھنے جنگلات ہیں۔ اکثر مجرم فرار ہو کر اسی سمت جاتے ہیں، پھر اُن خطرناک جنگلات سے واپس نہیں آپاتے۔ جس کی موت آتی ہے، وہ ہی اُدھر کا رُخ کرتا ہے۔ ہمیں رسونتی کو ہر حال میں اُدھر جانے سے روکنا ہے۔ ہم نے اس پر بڑی محنت کی ہے۔ فارایسٹ آفیسر کو اطلاع دو اور اُسے تاکید کر دو کہ کوئی بھی ہیلی کاپٹر اُدھر سے گزرے تو فوراً ہمیں اطلاع دے۔"

دو گھنٹے تک کوئی سراغ نہیں ملا۔ تین گھنٹے بعد فارایسٹ آفیسر نے اطلاع دی کہ بہت دور سے ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنی گئی ہے۔ دوربین کے ذریعے اس کی ایک جھلک دکھائی دی۔ پھر وہ سبز پہاڑیوں کے پیچھے گم ہو گیا۔ یہ اطلاع ملتے ہی تمام ہیلی کاپٹروں اور طیاروں کا رُخ اس جنگل کی طرف ہو گیا۔ کسی بڑے ملک کی فضائیہ حرکت میں آ جائے تو فرار ہونے والے سرحد پار نہیں کر سکتے لیکن شمالی امریکا میں یہ سہولت تھی۔ سال کے آٹھ مہینے سیکڑوں میل تک پھیلا ہوا جنگل برف سے ڈھکا رہتا تھا۔ باقی چار مہینے ہریالی رہتی تھی۔ برف پگھل کر آبشاروں اور دریاؤں کی صورت میں بہتی تھی۔ خطرناک درندوں اور جنگلی باشندوں سے مقابلہ کرتے ہوئے بعض سخت جان مجرم سرحد پار کر لیتے تھے۔

آرمر نے علی کے پاس آ کر کہا۔ "اب میں تمھاری مما کے پاس جانا چاہتا ہوں۔"

علی نے کہا۔ "انکل! مَیں سوچ رہا ہوں، پائلٹ جان کارمن کا واپس جانا مناسب نہیں ہے۔ سُپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے اِس کے دماغ کو کمزور بنا کر اُس کے چور خیالات پڑھ لیں گے۔ آپ ذرا پائلٹ سے بات کریں۔"

آرمر نے پائلٹ اور اعلیٰ بی بی سے بات کی۔ پائلٹ نے کہا۔ "اگر میرے بیان پر شبہ نہیں ہو گا تو وہ میرے دماغ کو کمزور نہیں بنائیں گے۔ لیکن دوسرے پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "جان کا واپس نہ جانا زیادہ مناسب ہے۔ انھوں نے بڑی محنت سے رسونتی کو حاصل کیا تھا اور بڑی ٹھوس منصوبہ بندی سے اس کی برین واشنگ کی تھی۔ اس کے بعد یہ ہمیشہ ان کے کام آنے والی تھی۔ ایسی خیال خوانی کرنے والی ہستی ان کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ وہ جھنجلا کر بھی جان کو سزا دیں گے اور اس کے چور خیالات پڑھنے کے بعد تو اسے کبھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

یہ تمام باتیں آرمر کے ذریعے اُن تینوں کے دماغوں میں ہو رہی تھیں۔ آخر جان اُن کے ساتھ جنگل میں رہنے پر راضی ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "آرمر! تم ابھی سونیا کے پاس جا رہے ہو، ضرور جاؤ۔ ہمارے پاس بھی آتے رہنا۔ رسونتی کو نیند کی حالت میں معمولہ بنانا بہت ضروری ہے ورنہ یہ خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کو ہمارا ٹھکانا بتاتی رہے گی۔"

آرمر چلا گیا۔ جان کارمن نے ہیلی کاپٹر کو ایک چھوٹے سے گھاس کے میدان میں اُتارا۔ اس کے چاروں طرف اونچے گھنے درخت تھے۔ وہ ہیلی کاپٹر کو میدان میں چلاتا ہوا درختوں کے درمیان لایا۔ پھر وہ سب نیچے اُتر آئے۔ رسونتی نے کہا۔ "اب تو آنکھوں سے پٹی ہٹا دو۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "کیا تمھارے خیال خوانی کرنے والے دوست بہت بے چین ہو رہے ہیں اور ہمارا ٹھکانا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

علی نے کہا۔ "اُن سے کہہ دیں، یہ عارضی ٹھکانا ہے، ہم کسی وقت بھی یہاں سے پرواز کریں گے۔ اور آپ کو بے ہوش کر کے لے جائیں گے۔"

"یہ ظلم ہے۔ مَیں ہوش میں رہوں گی۔ تم مجھے ماں بھی کہتے ہو اور ظلم بھی کرتے ہو۔"

"آپ میری سگی والدہ ہیں۔ آپ نے مجھے جنم دیا ہے اگر سونیا مما نے مجھے جنم دیا ہوتا تو مَیں آپ کی خاطر مصیبتیں اٹھانے کے لیے اِس ملک میں نہ آتا۔ لیکن میری باتیں آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ دشمنوں نے بالکل ہی دماغ اُلٹ کر رکھ دیا ہے۔"

وہ ذرا دیر خاموش رہی پھر بولی۔ "اعلیٰ بی بی! میرے پاس آؤ، مَیں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی اُس کے قریب گئی۔ رسونتی نے اُس سے آہستگی سے کچھ کہا۔ وہ بولی۔ "اچھی بات ہے، آؤ میرے ساتھ۔"

وہ رسونتی کا ہاتھ پکڑ کر ایک سمت جانے لگی۔ علی تیمور نے پوچھا۔ "مسٹر جان! کیا آپ لوگ بڑی عجلت میں ہماری مدد کے لیے آئے تھے؟"

"ہاں عجلت کہہ سکتے ہیں۔ ویسے آرمر صاحب نے آپ کی آمد کے متعلق پہلے ہی بتا دیا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کئی طرح کے ہتھیار، کارتوس اور کھانے پینے کا سامان جمع کر رکھا تھا۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ تم اتنے سخت پہرے سے نکل آؤ گے مگر اعلیٰ بی بی نے مجھ سے شرط لگائی تھی، بہرحال مَیں شرط ہار گیا۔"

وہ ہیلی کاپٹر کے اندر آئے پھر اس کے پچھلے حصے میں جا کر کھانے پینے کا سامان اور ہتھیاروں کو دیکھنے لگے۔ وہاں کلہاڑیوں اور رسّوں کے بنڈل، ٹارچیں، مشعلیں اور آگ روشن رکھنے کا سامان بھی تھا۔ ہیلی کاپٹر کے لیے فاضل ایندھن بھی موجود تھا۔ اعلیٰ بی بی نے جنگل میں آ کر چھپنے کا منصوبہ بہت پہلے ہی بنا لیا تھا۔

جان نے کہا۔ "تمھاری ماما! بڑی دشواریاں پیدا کریں گی۔"

"ہاں۔ اُن کا کچھ علاج کیا جائے گا۔"

اُس نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ "اتنی دیر ہوگئی، ماما اور آنٹی ابھی تک واپس نہیں آئیں۔"

اُس نے آگے بڑھ کر آواز دی۔ "آنٹی! آپ کہاں ہیں؟"

اُسے جواب نہیں ملا۔ جان نے بھی آگے بڑھ کر کہا۔ "ہمیں جواب دو۔ ورنہ ہم آجائیں گے۔"

انھوں نے چند سیکنڈ تک انتظار کیا۔ پھر اپنی اپنی گن سنبھال کر آگے بڑھنے لگے۔ وہ ہر دو سرے تیسرے قدم پر آواز دیتے تھے۔ پہلے ہی جواب نہ ملنے پر سمجھ میں آگیا تھا کہ خلاف توقع کوئی بات ہوگئی ہے۔

وہ ایک جھاڑی کے پاس ٹھٹک گئے۔ اعلیٰ بی بی گھاس پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ اُس کے سر کے پچھلے حصّے سے خون بہہ رہا تھا۔ بات سمجھ میں آگئی۔ رسونتی نے موقع پاکر کسی مضبوط لکڑی کو اٹھا کر پیچھے سے حملہ کیا ہوگا۔ جان نے کہا۔ "میں اسے ہوش میں لاتا ہوں۔ تم اپنی ماں کو تلاش کرو۔"

اُس نے ماں کو بلند آواز سے پکارا۔ پھر کبھی اِدھر کبھی اُدھر جنگل کے مختلف حصّوں میں دوڑنے لگا۔ وہ حیران تھا کہ ماما بھاگ کر کتنی دور چلی گئی ہیں یا کہاں چھپ گئی ہیں۔

وہ دوڑتے دوڑتے پکارتے پکارتے ایک جگہ رُک گیا۔ دور تک دیکھا نہیں جاسکتا تھا بے ترتیبی سے اُگے ہوئے درخت نگاہوں کے سامنے حائل ہوجاتے تھے۔ ایسے ہی وقت پیچھے سے ماں کی آواز سنائی دی۔ "میرے بچّے! میرے جگر کے ٹکڑے...!"

اس نے فوراً ہی سر گھما کر دیکھا پھر اُسے سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ رسونتی اپنے ہاتھوں میں درخت کی ٹوٹی ہوئی ایک پرانی شاخ پکڑے ہوئے تھی۔ شاخ پرانی تھی مگر مضبوط تھی۔ علی کے پلٹتے ہی وہ مضبوط لکڑی سر پر پڑی۔ آنکھوں نے سامنے تارے ناچ گئے۔ وہ ایک قدم آگے کی طرف لڑکھڑایا۔ پھر گھاس کے فرش پر دھم سے چاروں شانے چت ہوگیا۔

"میرے بچّے! میرے جگر کے ٹکڑے! ہاہاہاہا... ہاہاہاہا..."

ایک ماں کے وحشیانہ قہقہے جنگل میں دور تک گونج رہے تھے۔

علی تیمور جنگل کی ہری بھری گھاس پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ رسونتی کے ہاتھوں میں ایک درخت سے سوکھی ہوئی شاخ تھی جس سے ابھی ابھی اس نے بیٹے پر حملہ کیا تھا۔ مضبوط شاخ بیٹے کے سر پر پڑی تھی جس کے نتیجے میں وہ زمین پر ڈھیر ہوگیا تھا۔

حالات ماں اور بچّوں کو کبھی زندگی کے ایسے موڑ پر لے آتے ہیں۔ وہ ماں جو بیٹے کی ایک ہلکی سی آہ پر تڑپ جاتی تھی، اس کی آہ کے نتیجے میں میلوں پیٹھی کے زلزلے پیدا کردیتی تھی، اس کے پسینے کی جگہ اپنا خون بہانی تھی، آج وہ اسی بیٹے کے خون کی پیاسی ہوگئی تھی۔ اُس پر پہلا حملہ کرنے کے بعد قہقہے لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "میرا بچّہ۔ میرے جگر کا ٹکڑا ہاہاہاہا..."

ڈیگر اینڈ ڈیگر بھی اس کے دماغ میں ہنستے ہوئے کہہ رہے تھے۔ "واہ دیوی جی آپ نے تو کمال کردیا ہے۔ اعلیٰ بی بی اور علی تیمور پر آج تک کوئی ہاتھ نہ اٹھا سکا۔ یا پھر ہاتھ اٹھانے والا ہی موت مرگیا۔ آپ دیوی ہیں۔ آپ زندہ رہیں گی اور ایسے دشمنوں کے سر کچلتی رہیں گی۔ پلیز ڈیرنہ کریں، علی تیمور کا سر کچل دینا ایک حملہ کافی نہیں ہے۔ وہ کمبخت بڑا سخت جان ہے۔"

وہ دونوں ڈیگر اینڈ ڈیگر بغاہر رسونتی کو شہ دے رہے تھے اور مزید حملے کرنے پر آمادہ کررہے تھے لیکن درپردہ اُس کی ہمت و قوت بنے ہوئے تھے۔ رسونتی نازک ہاتھوں سے بڑی سی شاخ اُٹھا کر اعلیٰ بی بی اور علی تیمور پر حملے نہیں کرسکتی تھی، ڈیگر اینڈ ڈیگر اس کے ہاتھوں میں مضبوطی سے شاخ کو پکڑا ہوا تھا اور اس کی آخری بھرپور قوتوں کو جمع کرکے حملے کراتے رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی پر وقتی طور پر کامیاب ہوا تھا لیکن علی تیمور پر بے اثر رہا تھا۔

واٹسو روگی نے پارس اور علی تیمور کو مارنے کا فن سکھانے سے پہلے اچھی طرح مار کھانے، تکلیفیں برداشت کرنے اور انتہائی تکالیف کے دوران حاضر دماغ رہنے کی ٹریننگ دی تھی۔ ڈیگر نے ماں کے ذریعے بیٹے کے سر پر زبردست حملہ کیا تھا۔ دوسرا ڈیگر سامنے ہوتے تب بھی علی تیمور آسانی سے زمین چاٹنے والا نہیں تھا۔ وہ محض یہ دیکھنے کے لیے گر پڑا تھا کہ ماں کے اندر ممتا کی کوئی سی بھی رمق رہ گئی ہے یا نہیں؟

وہ دیدے پھیلا کر ساکت پڑا رہ گیا تھا۔ رسونتی نے کہا۔ "مرچکا ہے۔"

ڈیگر اینڈ ڈیگر نے کہا۔ "سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کمبخت فرہاد کے دونوں بیٹے سخت جان ہیں۔ آپ اس مضبوط شاخ سے اس کے سر پر ضربیں لگاتی جائیں۔"

رسونتی نے دوسری بار حملہ کیا۔ اس حملے میں بھی دونوں ڈیگر نے اپنی قوت استعمال کی۔ لیکن علی تیمور نے شاخ کو پکڑ لیا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "ماما! کیا آپ کے دل میں میرے لیے کچھ بھی نہیں ہوا۔ ہلکی سی تڑپ بھی پیدا نہیں ہوئی؟"

وہ جواب نہیں دے رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے شاخ کو پکڑے ہوئے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ اسے بیٹے کی گرفت سے چھڑا کر پھر ایک بھرپور حملہ کرنا چاہتی تھی۔

"ماما! جتنی قوت سے آپ جھٹکے دے کر اسے چھڑانا چاہتی ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے دماغ میں خیال خوانی کرنے والے شیطان اپنا زور لگا رہے ہیں۔"

وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ رسونتی شاخ کو اپنی طرف کھینچنے کی پوری کوشش کررہی تھی۔ اس نے ماں کو کھینچ لیا۔ وہ بیٹے کے اوپر آگری۔ غصّے سے بولی۔ "خبردار! میرے بدن کو ہاتھ نہ لگانا۔ تمھیں شرم نہیں آتی میں تمھاری ماں کے برابر ہوں۔"

وہ سنجیدگی سے بولا۔ "خدا کا شکر ہے۔ کسی طرح تو آپ نے خود کو میری ماں سمجھا ہے۔ مجھے اپنے دل کی دھڑکنوں سے لگا کر دیکھیں، ہر دھڑکن میرے لیے میں ماں ماں پکارے گی۔"

وہ ماں سے لپٹ گیا۔ ویسے فطرتاً جذباتی نہیں تھا۔ محبت کی شدت سے تڑپ کر کسی رشتے سے لپٹنا گوارا نہیں کرتا تھا۔ کبھی کبھی رسونتی ہی اسے گلے سے لگایا کرتی تھی۔ آج پہلی بار ماں سے جذباتی انداز میں لپٹنے سے ہی اس کی رسٹ واچ سے ایک ننھی سی سوئی نکلی پھر اس کی گردن میں پیوست ہوگئی۔ دوسرے ہی لمحے ڈیگر اینڈ ڈیگر اس کے دماغ سے آپ ہی آپ نکل گئے۔ اپنی جگہ حاضر ہوکر ایک نے کہا۔ "یہ کیا ہوگیا؟"

دوسرے نے کہا۔ "رسونتی نے اپنی گردن میں چبھن محسوس کی تھی۔ اس کے بعد ہی اس کا ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔ علی تیمور نے اسے بے ہوش کرکے ہمارا راستہ روک دیا ہے۔"

ٹیپ ماسٹر کے فوجی الگ الگ ٹیمیں بنا کر ہیلی کاپٹر کے ذریعے جنگل کے مختلف حصّوں میں پہنچ گئے تھے۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر، رسونتی کے دماغ میں رہ کر معلوم کررہے تھے کہ اعلیٰ بی بی اور علی تیمور جنگل کے کن راستوں سے گزر رہے ہیں اور کہاں جانا چاہتے ہیں؟ یہ بہت پُرانا طریقہ کار تھا۔ علی تیمور نے اُس ایک ذریعے کو تھوڑی دیر کے لیے بے کار کردیا تھا۔ اب ان تلاش کرنے والے فوجیوں کی راہنمائی نہیں ہوسکتی تھی۔

اس نے ماں کو بڑے پیار سے ملائم گھاس پر لٹا دیا۔ پھر اُٹھ کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ اعلیٰ بی بی اور پائلٹ جان کارٹن ایک سمت جاتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ رسونتی کے حملے سے جو چوٹ آئی تھی، اس کی مرہم پٹی ہوچکی تھی۔ وہ ہیلی کاپٹر کی طرف جارہے تھے۔ علی نے ماں کو اٹھا کر کاندھے پر لادا پھر خود بھی اُدھر ہی جانے لگا۔

اُس کی ماما زیادہ دیر بے ہوش رہنے والی نہیں تھی، پندرہ بیس منٹ کے بعد ہوش میں آسکتی تھی مگر اس کے بعد بھی دماغی کمزوری کے باعث ڈیگر اینڈ ڈیگر کو صحیح معلومات فراہم نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچ کر اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "کم از کم ایک گھنٹے تک اطمینان رہے گا۔ ماما کسی دشمن کو ہمارے راستے پر نہیں لگا سکیں گی۔"

اُس نے ماں کو گھاس پر لٹا دیا۔ جان کارٹن کلہاڑی سے جھاڑیاں اور پتّوں بھری شاخیں کاٹ رہا تھا تاکہ جھاڑیوں اور پتّوں سے ہیلی کاپٹر کو ڈھانپ دے۔ دوسرے ہیلی کاپٹروں سے پرواز کرنے والے دشمن اب بھی اسے دیکھ نہیں سکتے تھے کیونکہ اُسے گھنے درختوں کے سائے میں لاکر کھڑا کیا گیا تھا۔ تاہم مزید احتیاطی تدبیر لازمی تھی۔ علی تیمور بھی ایک بڑا سا پھرالے کر جھاڑیاں کاٹنے لگا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "آمر کو ہمارے پاس آنا چاہیے۔ وہ تنویمی عمل کے ذریعے رسونتی کے دماغ میں گرہ ڈال دے گا۔ پھر دشمن خیال خوانی کرنے والے ہمارے بارے میں آسانی سے معلومات حاصل نہیں کرسکیں گے۔"

علی تیمور نے جھرا ایک طرف رکھ دیا۔ ماں کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "آپ میرے ساتھ آئیں۔ ماما کو یہاں سے دور لے جاکر رکھنا ہوگا۔ ورنہ یہ دشمنوں کو بتادیں گی کہ ہیلی کاپٹر کو جھاڑیوں اور پتّوں سے چھپایا گیا ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک چلتے رہے، جب ہیلی کاپٹر نظروں سے اوجھل ہوگیا تو اس نے ماں کو ایک درخت کے سائے میں لٹا کر کہا۔ "میں جانتا ہوں آپ بڑی جی دار ہیں۔ ماما کے حملے سے بے ہوش نہیں ہوسکتی تھیں۔ دراصل دشمن خیال خوانی کرنے والے بھی اپنی قوت استعمال کرتے رہتے ہیں۔"

وہ ایک رسّی سے رسونتی کے ہاتھ پاؤں باندھتے ہوئے بولی۔ "مجھے آمر نے بتایا ہے کہ وہ دشمن ڈیگر اینڈ ڈیگر کہلاتے ہیں۔ تمھاری ماں کے ہاتھ پاؤں بندھے رہیں گے تو آئندہ وہ مجھ پر حملہ نہیں کرا سکیں گے۔"

علی نے واپس آکر جھرا اُٹھایا پھر جھاڑیاں کاٹنے لگا۔ اُس نے اور جان کارٹن نے جلد ہی ہیلی کاپٹر کو جھاڑیوں کے ڈھیر میں چھپا دیا۔ پھر علی نے ٹرانسمٹر کے ذریعے امریکا میں مقیم ایک فرنچ جاسوس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا۔ "فوراً آمر تک خبر پہنچاؤ۔ ہم انتظار کررہے ہیں۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ ایک گھنٹا گزر چکا تھا۔ ماں ہوش میں آچکی ہوگی، وہ اُدھر جانے لگا۔

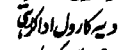

بات اس وقت بگڑی تھی جب باس کے آدمیوں نے نادیہ کو پیرس میں دیکھ لیا تھا اور ادھر سونیا ماسکو میں نادیہ کا رول ادا کر رہی تھی۔ آرمر نے بروقت سونیا کو اس گڑبڑ سے آگاہ کیا۔ پھر اس کی ہدایت کے مطابق تاتیانہ کے دماغ میں پہنچا۔ تاتیانہ ریسیور کان سے لگائے سونیا سے ذرا فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی اور انٹیلی جنس کے ایک افسر کی رپورٹ سن رہی تھی۔ گھور کر سونیا کو دیکھتی جا رہی تھی۔

سونیا نے پوچھا تھا "کیا بات ہے تم ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

اس پر تاتیانہ نے طنزیہ انداز میں کہا تھا "میری چھٹی حس مجھے دھوکا نہیں دیتی۔ تم نے پہلی بار جس انوکھے انداز سے میری جان بچائی تھی تب ہی میں نے سمجھ لیا تھا تم سونیا ہو۔"

سونیا نے کہا "میں نے دو بار تمہاری جان بچائی ایک بار عزت بچائی۔ اگر سونیا ہوتی تو تمہیں زندہ نہ چھوڑتی۔ ویسے تم مجھے سونیا کیوں کہہ رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم نادیہ نہیں ہو۔ نادیہ پیرس میں موجود ہے۔"

سونیا اور تاتیانہ کے درمیان تھوڑی دیر بحث ہوتی رہی، آخر سونیا نے کہا "میں تمہارے یقین کو تھیس نہیں پہنچاؤں گی، بے شک میں سونیا ہوں۔ اب بتاؤ میرے ساتھ کیا سلوک کرو گی؟"

تاتیانہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے سامنے تن گئی، پھر بولی۔ "وہی سلوک جو ایک محب وطن کو اپنے وطن کے دشمنوں سے کرنا چاہیے۔"

سونیا نے کہا "تاتیانہ! تم اس بنگلے میں تنہا ہو۔ مانتی ہوں کہ بڑی شہ زور ہو۔ آج تک اپنے دشمنوں پر بھاری پڑتی رہی ہو اگر آج بھاری نہ پڑ سکیں تو تمہیں کون بچانے آئے گا؟"

تاتیانہ نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہا "تمہیں یہاں لانے کا مقصد یہی تھا کہ ہماری تمہاری گفتگو ریکارڈ ہوتی رہے۔ جس طرح ماریہ کی رہائش گاہ کے ہر حصے میں مائیک لگے ہوئے ہیں اسی طرح یہاں بھی مائیک ہیں جو نظر نہیں آتے۔ ہماری گفتگو دوسری طرف سنی جا رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ تم مجھ پر بھاری پڑو، یہاں مسلح سپاہی پہنچ جائیں گے۔ تمہاری مکاری آج ختم ہو چکی ہے ہاہاہا۔"

اس کا خیال درست تھا جس ملک میں قدم قدم پر سراغ رساں کے ایک بنگلے سے سونیا کا بچ نکلنا بالکل ہی ناممکن تھا۔ تاتیانہ کے فاتحانہ قہقہے وہاں کی چار دیواری میں گونج رہے تھے۔

سونیا نے اچانک ہی ایک الٹا ہاتھ تاتیانہ کے منہ پر رسید کیا۔ قہقہے یکبارگی رک گئے۔ وہ پیچھے جا کر صوفے پر گری پھر اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ تلخ لہجے میں بولی "اچھا تو گرفتار ہونے سے پہلے دو دو ہاتھ کرنا چاہتی ہو۔ میری بھی آرزو تھی کہ تم سے کبھی لڑ کر دیکھوں کہ آخر تم کیا چیز ہو؟"

سونیا نے کہا "افسوس تم نے میرا ریکارڈ اچھی طرح نہیں پڑھا میں حالات کی نزاکت کو دیکھتی ہوں اور لڑنے میں وقت ضائع نہیں کرتی۔"

"یعنی تم مجھ سے بچ کر بھاگنا چاہتی ہو مگر بھاگ کر کہاں جاؤ گی؟"

"سب سے پہلے میں تمہاری خوش فہمی ختم کر دوں کہ میری جوتیوں کی نوک میں چاقو چھپے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھو۔"

اس نے پاؤں فرش پر مارا تو ایک جوتی کی نوک سے چاقو نکل آیا۔ وہ بولی "میں نے یہاں داخل ہوتے ہی اس چاقو سے مائیک کے تار کاٹ دیے تھے۔ تمہارے فوجی جوان اور افسران اس بات سے بے خبر ہیں کہ اس رہائش گاہ میں کیا باتیں ہو چکی ہیں اور اب کیا تماشا ہونے والا ہے۔"

یہ سنتے ہی تاتیانہ فون کی طرف لپکی۔ سونیا نے کہا "آرمر! اسے روکو اور اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لو۔"

وہ فون کے پاس پہنچ کر رک گئی۔ آرمر نے اسے پوری طرح قابو میں رکھتے ہوئے پوچھا "آپ بہت بڑا خطرہ مول لے رہی ہیں۔ آخر کرنا کیا چاہتی ہیں؟"

"یہ بتاؤ کہ تم کتنی دیر اسے اپنے قابو میں رکھ سکتے ہو؟"

"آپ جتنی دیر چاہیں گی۔"

"اسے سامنے صوفے پر بٹھا کر رکھو۔"

وہ دوسرے کمرے میں جا کر اپنی اٹیچی اور ایک بڑا سا آئینہ اٹھا کر لے آئی۔ تاتیانہ سحر زدہ سی ہو کر صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ سونیا نے اٹیچی کھولی۔ لائٹ پلاسٹک سرجری کا سامان نکالا پھر اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرنے لگی۔

ایک گھنٹے بعد ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ریسیور اٹھایا۔ پھر تاتیانہ کی آواز میں کوڈ ورڈ ادا کیے۔ دوسری طرف سے کہا گیا "مس تاتیانہ! پیرس میں دیکھی جانے والی نادیہ کے متعلق ابھی تک کوئی دوسری رپورٹ نہیں ملی ہے۔ تمہارے ساتھ جو نادیہ ہے اسے گرفتار کرنے کی کوشش کرو۔ اپنی رہائش گاہ کے مائیک کا سوئچ آن رکھو۔ ہم یہاں تمہاری اور اس کی گفتگو سنیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ ابھی ہماری گفتگو سن سکیں گے۔"

وہ ریسیور رکھ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہاں سے تاتیانہ کی آواز میں کوڈ ورڈ دہرائے گئے۔ پھر اس کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو! میں تاتیانہ بول رہی ہوں۔ ہیلو!"

اس نے بار بار ہیلو کہا مگر دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ تاتیانہ نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر سونیا سے کہا "ہیلو نہیں ہو رہا۔ شاید تار کٹ گئے ہیں۔"

سونیا نے کہا "ہو سکتا ہے کہ تار کٹ گئے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ہیلو ہو رہا ہو مگر تمہاری آواز نہ پہنچ رہی ہو۔ بہرحال اب ہماری گفتگو کوئی نہیں سن رہا۔ اب بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں تمہیں یہاں سے زندہ نہیں جانے دوں گی۔"

"یہ تو میں بھی نہیں چاہتی۔ میں تمہیں زندہ لے جانا چاہتی ہوں۔ تم نے یہاں آنے سے پہلے اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی تھی اور سونیا کا روپ اختیار کیا تھا۔"

"ہاں، ریڈ پاور کا باس اس بات کا گواہ ہے وہ میری پلاسٹک سرجری کے دوران میری رہائش گاہ میں موجود تھا۔"

"وہ رہائش گاہ کے کسی دوسرے کمرے میں تھا۔ تمہارے سامنے ہوتا تو فوراً کھل جاتا۔ تم نے پہرے سے کوئی میک اپ ہی نہیں کیا تھا۔ تم نے نادیہ کو اس کی رہائش گاہ سے غائب کرا دیا اور تھوڑی دیر بعد باس کے سامنے جا کر یہ تاثر دیا کہ تم میک اپ کے ذریعے سونیا بن گئی ہو جبکہ تم سر سے پاؤں تک پیدائشی طور پر سونیا ہو۔"

"تاتیانہ! تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"سونیا! تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اصلی نادیہ پکڑی گئی ہے۔ وہ باس کی قید میں ہے اور اس نے اپنے بیان میں تمہارا فراڈ ظاہر کر دیا ہے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر سونیا نے تاتیانہ کی آواز میں پوچھا "تم خاموش کیوں ہو۔ ذرا یہ اپنی اٹیچی دیکھو۔ تم ابھی تھوڑی دیر کے لیے ہائپر وم گئی تھیں۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا تو یہ پلاسٹک سرجری کا سامان رکھا ہوا تھا۔ تم نے یہ کس مقصد کے لیے رکھا تھا؟"

وہ ذرا توقف کے بعد بولی "تمہارے پاس اب کوئی جواب نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں تم یہاں کی انٹیلی جنس میں کام کرنے والی کسی عورت کا روپ اختیار کرنا چاہتی تھیں اور کسی طرح جوتوں تک پہنچنا چاہتی تھیں۔"

ایسا کہنے کے دوران وہ اپنا لباس اتار چکی تھی اور اب تاتیانہ کا لباس اتار رہی تھی اور سونیا کی حیثیت سے قہقہے لگا کر کہہ رہی تھی۔ "میں مانتی ہوں تاتیانہ! تم بڑی چالاک ہو مگر احمق بھی ہو۔ اپنی رہائش گاہ میں لاکر تنہائی میں میرا بول کھول رہی ہو۔ اب کون میرے ہاتھوں سے تمہیں بچائے گا۔"

پھر وہ تاتیانہ کی حیثیت سے بولی "میں مانتی ہوں سونیا! تم بڑی شہ زور ہو مگر میں بھی تم سے کم نہیں ہوں۔"

اتنی دیر میں وہ تاتیانہ کو اپنا لباس پہنا چکی تھی۔ پھر اس کا لباس پہنتے ہوئے اس نے صوفے کو ایک طرف الٹ دیا۔ چیخ کر بولی "اچھا تو یہ تمہارا حملہ تھا۔ اب جوابی حملے کو سنبھالو۔"

اس کے بعد وہ اپنی آواز میں چیخنے لگی۔ پھر تاتیانہ کی آواز میں بولی "ارے یہ کیا کر رہی ہو۔ تار کاٹ رہی ہو۔ میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔"

اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑی اور تار کاٹ دیے۔ پھر میک اپ میں مہارت حاصل ہے۔ تم نے یہاں آنے سے پہلے اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی تھی اور سونیا کا روپ اختیار کیا تھا۔"

"ہاں، ریڈ پاور کا باس اس بات کا گواہ ہے وہ میری پلاسٹک سرجری کے دوران میری رہائش گاہ میں موجود تھا۔"

"وہ رہائش گاہ کے کسی دوسرے کمرے میں تھا۔ تمہارے سامنے ہوتا تو فوراً کھل جاتا۔ تم نے پہرے سے کوئی میک اپ ہی نہیں کیا تھا۔ تم نے نادیہ کو اس کی رہائش گاہ سے غائب کرا دیا اور تھوڑی دیر بعد باس کے سامنے جا کر یہ تاثر دیا کہ تم میک اپ کے ذریعے سونیا بن گئی ہو جبکہ تم سر سے پاؤں تک پیدائشی طور پر سونیا ہو۔"

"تاتیانہ! تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"سونیا! تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اصلی نادیہ پکڑی گئی ہے۔ وہ باس کی قید میں ہے اور اس نے اپنے بیان میں تمہارا فراڈ ظاہر کر دیا ہے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر سونیا نے تاتیانہ کی آواز میں پوچھا "تم خاموش کیوں ہو۔ ذرا یہ اپنی اٹیچی دیکھو۔ تم ابھی تھوڑی دیر کے لیے ہائپر وم گئی تھیں۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا تو یہ پلاسٹک سرجری کا سامان رکھا ہوا تھا۔ تم نے یہ کس مقصد کے لیے رکھا تھا؟"

وہ ذرا توقف کے بعد بولی "تمہارے پاس اب کوئی جواب نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں تم یہاں کی انٹیلی جنس میں کام کرنے والی کسی عورت کا روپ اختیار کرنا چاہتی تھیں اور کسی طرح جوتوں تک پہنچنا چاہتی تھیں۔"

ایسا کہنے کے دوران وہ اپنا لباس اتار چکی تھی اور اب تاتیانہ کا لباس اتار رہی تھی اور سونیا کی حیثیت سے قہقہے لگا کر کہہ رہی تھی۔ "میں مانتی ہوں تاتیانہ! تم بڑی چالاک ہو مگر احمق بھی ہو۔ اپنی رہائش گاہ میں لاکر تنہائی میں میرا بول کھول رہی ہو۔ اب کون میرے ہاتھوں سے تمہیں بچائے گا۔"

پھر وہ تاتیانہ کی حیثیت سے بولی "میں مانتی ہوں سونیا! تم بڑی شہ زور ہو مگر میں بھی تم سے کم نہیں ہوں۔"

اتنی دیر میں وہ تاتیانہ کو اپنا لباس پہنا چکی تھی۔ پھر اس کا لباس پہنتے ہوئے اس نے صوفے کو ایک طرف الٹ دیا۔ چیخ کر بولی "اچھا تو یہ تمہارا حملہ تھا۔ اب جوابی حملے کو سنبھالو۔"

اس کے بعد وہ اپنی آواز میں چیخنے لگی۔ پھر تاتیانہ کی آواز میں بولی "ارے یہ کیا کر رہی ہو۔ تار کاٹ رہی ہو۔ میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔"

اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑی اور تار کاٹ دیے۔ پھر بولی "تو یہ ہے ڈبل رول ادا کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ آرمر اسے لیبارٹری میں لے چلو۔ جلدی کرو۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی لیبارٹری میں آئی۔ وہاں کی بہت سی بوتلوں کو اور دوسرے سامان کو توڑنے لگی جیسے سونیا کے ساتھ زبردست جنگ ہوتی رہی ہو۔ تاتیانہ سحر زدہ سی چلتی ہوئی وہاں پہنچی۔ سونیا نے کہا "آرمر! اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دو۔"

آرمر نے اپنی گرفت ڈھیلی کی۔ تاتیانہ نے چونک کر اپنے سامنے دوسری تاتیانہ کو دیکھا۔ سونیا نے کہا "آج سے میں عرب ملی تاتیانہ ہوں۔ میں چاہتی تو تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہلاک کرا سکتی تھی لیکن میں موقع دینا چاہتی ہوں کہ تم مجھے مار ڈالو۔ ورنہ وہ تیزاب کی بوتل رکھی ہے، میں تمہاری صورت بگاڑ دوں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تاتیانہ نے اس پر چھلانگ لگائی۔ یہ بہت ہی گھسا پٹا حملہ تھا۔ سونیا جھک کر دوسری طرف ہو گئی۔ وہ فضا میں اچھلتی ہوئی اگر فرش پر گر پڑی۔ پھر تیزی سے اٹھ کر کھڑی ہوئی مگر سونیا اس سے زیادہ پھرتیلی تھی۔ اس نے پیچھے سے پنچ کا داؤ استعمال کر کے اسے جکڑ لیا۔ پھر کہا "میں نے تجھے بیاؤ کا موقع دیا تھا مگر تو نے اسے گنوا دیا۔ اب میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ فوجی جوان یہاں پہنچنے والے ہیں۔ انھیں سونیا کی لاش ملنی چاہیے۔"

یہ کہتے ہی اس نے تاتیانہ کے سر پر ایک بوتل کو دے مارا۔ بوتل کے ٹوٹتے ہی تاتیانہ کے حلق سے فلک شگاف چیخ ابھری چونکہ بوتل پیشانی کی ٹکر سے ٹوٹی تھی۔ اس لیے تیزاب منہ پر پڑا۔ سونیا نے اس کی دونوں ہتھیلیاں بھی تیزاب میں ڈال دیں۔ مزید پھیلے ہوئے تیزاب پر اس کے چہرے کو ادھر ادھر رگڑتی رہی۔ پھر اس نے ٹوٹی ہوئی آدھی بوتل کو کھڑا کیا۔ تاتیانہ کے بالوں کو مٹھی میں جکڑا۔ اس کے بعد اس کی ٹھوڑی کے نچلے حصے یعنی نرخرے کو بوتل کے ٹکڑے پر دے مارا۔ ایسا دو تین بار کیا۔ نرخرا کٹ چکا تھا۔ سانس کی ڈور ٹوٹ چکی تھی۔ اس نے بالوں کو چھوڑ دیا۔ وہ کٹی ہوئی شاخ کی طرح میز پر پڑے پھسلتی ہوئی فرش پر گر پڑی۔

سونیا مر چکی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر تاتیانہ کھڑی ہوئی تھی۔ آرمر نے آہستہ کہا "مادام! آپ کی زندگی کا یہ پہلو بہت ہی خوفناک ہے۔ آپ نے بڑی بیدردی سے بلکہ بڑی درندگی سے اسے مارا ہے۔"

وہ آرمر کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی "تم تاتیانہ کے جتنے افسروں اور دفتری ساتھیوں کے متعلق تفصیلات بتاتے رہے ہو، وہ سب مجھے یاد ہیں۔ پھر بھی تمہاری موجودگی لازمی ہے۔ میں یہاں سے جا کر جس سے بھی ملاقات کروں، اس کے متعلق دوبارہ بتاؤ اور اس کے خیالات پڑھتے رہو۔ میں کسی موقع پر چوک جاؤں

تو مجھے فوراً ٹوک دینا۔"

وہ چند منٹ تک باتیں کرتے رہے۔ پھر گاڑیوں اور فوجی بوٹوں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ سب اپنی گنیں تان کر محتاط انداز میں آئے پھر لیبارٹری میں تاتیانہ کو دیکھ کر الرٹ ہو گئے۔ ایک افسر نے قریب آکر پوچھا۔ "مس تاتیانہ! تم خیریت سے ہو؟"

وہ تھکے ہوئے انداز میں بولی۔ "میں تھکن اور کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ یہ سونیا کی لاش ہے۔ اسے یہاں سے اٹھوالو۔"

"تم فکر نہ کرو۔ ابھی اسپتال جاؤ۔ تمہارے علاج کے بعد اس سلسلے میں باتیں ہوں گی۔"

ایک افسر اُسے اپنے ساتھ باہر لایا پھر اُس کی گاڑی میں اُسے بٹھا کر ڈرائیو کرتا ہوا اسپتال آگیا۔ اُسی اسپتال میں پاسکل بُوبا زیرِ علاج تھا مگر یہ بات اُسے معلوم نہیں تھی۔ اس کے ساتھ آنے والے افسر نے کہا۔ "اس اسپتال کے چاروں طرف سخت پہرا ہے۔ کیونکہ اس ملک کی دو مایہ ناز ہستیاں یہاں زیرِ علاج رہیں گی۔ ایک تم اور دوسرا پاسکل بُوبا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "میرے سامنے اس شیطان کا نام نہ لو۔ اگر سونیا مجھے نہ بچاتی تو وہ میری عزت خاک میں ملا دیتا۔ افسوس میں سونیا کو مارنا نہیں چاہتی تھی مگر میری عزت بچانے والی اپنی جان بچانے کے لیے میری جان کی دشمن ہو گئی تھی۔"

ڈاکٹر نے کمرے میں آکر کہا۔ "مس! آپ زیادہ نہ بولیں۔ آرام سے لیٹی رہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ چند گھنٹے پہلے آپ کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود آپ نے سونیا کو موت کی گود میں پہنچا دیا۔ ہماری پوری قوم کو آپ پر ناز ہے۔"

وہ سونیا کا معائنہ کرنے اور دوائیں تجویز کرنے لگا۔ وہ سورج کے ذریعے آمر سے بولی۔ "تم ایسے فرشتے ہو کہ کسی کی جان لینا نہیں چاہتے۔ اب ہمارے درمیان فرہاد نہیں رہا۔ تمہاری یہ شرافت کمزوری ہمارے لیے مسئلہ بن جاتی ہے۔"

"کیا میں آپ کے لیے مسئلہ بن گیا ہوں؟"

"میں چاہتی تھی تم تاتیانہ کی سانس روک دو، پھر خیال آیا، تم ہر طرح ہماری مدد کرو گے مگر کسی کی جان نہیں لو گے۔ لہٰذا مجھے جلد سے جلد اُسے ختم کرنا پڑا۔"

"مادام! میں شرمندہ ہوں۔ دراصل میرا دل بہت کمزور ہے۔ میں کسی چیونٹی کو بھی دیکھ کر سوچتا ہوں کہ اس ننھی سی جان کو بھی خداوند کریم نے ہی جان دی ہے۔ مجھے اس کی جان نہیں لینا چاہیے۔"

"اگر کوئی تمہاری جو جو کی جان لینا چاہے تو کیا تم اُسے جان لینے کے لیے زندہ چھوڑ دو گے؟"

"خدا نہ کرے کہ میری جو جو پر کوئی آنچ آئے۔ یہاں آپ موجود ہیں۔ انشاء اللہ کوئی دشمن میری بہن کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ کیا تم ایسے دشمن کو زندہ چھوڑ دو گے جو تمہاری جو جو کو جانی نقصان پہنچانا چاہتا ہو؟"

"میرے خدا! میں کیا جواب دوں؟ مادام! مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔ جو جو کو کچھ ہوا تو میں مر جاؤں گا۔"

"لعنت ہے ایسی شرافت پر۔ خود مر جاؤ گے، دشمن کو نہیں مارو گے۔"

"آخر آپ ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں؟"

"اس لیے کہ جو جو کو اغوا کرنے والا پاسکل بُوبا اس اسپتال میں زیرِ علاج ہے۔ وہ تاتیانہ کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا، صحت یاب ہونے کے بعد جو جو پر بھی بُری نظر رکھے گا۔"

"اگر وہ ایسا کرے گا تو میں اُسے سزا دوں گا۔"

"تم ابھی سزا دے سکتے ہو۔ وہ زخمی ہے۔ تمہارے ٹیلی پیتھی کے حملوں کو روک نہیں سکے گا لیکن صحت یاب ہونے کے بعد تمہیں اپنے دماغ میں آنے نہیں دے گا۔ تم اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

"اچھا میں اُس کے پاس جاتا ہوں۔"

"وہاں پہنچتے ہی اُس کے دماغ میں جو جو کا تصور پیش کرو پھر اُس کے چور خیالات پڑھو۔ اس کے بعد اپنے اندر جھانکو، تمہاری غیرت خود فیصلہ کرے گی۔"

وہ پاسکل کے پاس پہنچا۔ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ آرام سے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ انگلیوں پر پلاستر چڑھا دیا گیا تھا۔ وہ چھت کی جانب تکتا ہوا سوچ رہا تھا۔ میں نے تاتیانہ کو حاصل کرنے کا زبردست منصوبہ بنایا تھا۔ راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی مگر یہ بدبخت نادیہ توقع سے زیادہ مصیبت بن گئی ہے اب میں کبھی تاتیانہ کو حاصل نہیں کر سکوں گا۔ اس کے سامنے بے نقاب ہو چکا ہوں۔ شاید وہ آئندہ میرے ساتھ کام کرنا پسند نہیں کرے گی اور اپنے دماغ میں کبھی آنے نہیں دے گی۔ ہمارے اعلیٰ حکام مجھے زیادہ سے زیادہ تنبیہہ کر سکتے ہیں مگر سزا نہیں دے سکتے۔ میں اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہوں۔ وہ مجھے سزا دے کر اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی کمر توڑنا نہیں چاہیں گے۔"

آمر نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "تاتیانہ میرے حواس پر چھا گئی ہے۔ میں ناکام ہو چکا ہوں، آئندہ بھی اُسے کبھی حاصل کرنے کا کوئی چانس نہیں ہے۔ اس کے باوجود اسی کے متعلق سوچتا رہتا ہوں۔ کیا ستاروں سے آگے اور بھی جہاں ہیں؟"

"ہاں! میں دنیا جہان کی حسیناؤں کو پٹکی بجا کر حاصل کر سکتا ہوں، تاتیانہ کے متعلق اس لیے سوچ رہا ہوں کہ شرمناک شکست برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ میں انتقام لوں گا لیکن اس سے پہلے نادیہ کو

مار ڈالوں گا، اس عورت کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں اب بھی حیران ہوں کہ اس عورت نے کس تکنیک سے میری مضبوط انگلیاں توڑ دیں۔ آہ! اپنا ہمیں میں آئندہ کسی سے پنجہ لڑا سکوں گا یا نہیں؟"

آمر یہ سب کچھ سن رہا تھا اور جو جو کے متعلق اُس کے خیالات معلوم کرنے کے انتظار میں تھا۔ اسی وقت دو فوجی افسر اس کے پاس آئے۔ پاسکل بُوبا نے مصافحے کے لیے بایاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس عورت نے دھوکے سے میرا دایاں ہاتھ بے کار کر دیا۔ میں دماغی توانائی حاصل ہوتے ہی اس کی زندگی برباد کر دوں گا۔"

وہ دونوں افسر اس کے قریب بیٹھ گئے۔ ایک نے کہا۔ "ہم دونوں آپ کے وفادار ہیں۔ ہم نے قسم کھائی تھی کہ نادیہ کو حرام موت مریں گے مگر افسوس ہم سے پہلے تاتیانہ نے اُسے مار ڈالا۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ نادیہ نے اس کی عزت بچائی تھی۔ اس سے پہلے دو بار اس کی جان بچا چکی ہے۔ تاتیانہ احسان فراموش نہیں ہے۔"

"تاتیانہ محبِ وطن ہے۔ جب یہ انکشاف ہوا کہ نادیہ کے بیمیں میں سونیا چھپی ہوئی ہے تو اُس نے..."

پاسکل بُوبا شدید حیرانی سے بولا۔ "سونیا! کیا وہ نادیہ نہیں سونیا ہے؟"

"ہے نہیں، تھی۔ وہ مر چکی ہے۔"

"سونیا مر چکی ہے؟" پاسکل نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیسی بچگانہ باتیں کر رہے ہو۔ کیا وہ اتنی ہی میٹھی گولی تھی کہ تاتیانہ نے نگل لیا اسے ہیں کبھی یقین نہیں کروں گا۔ اسے نادیہ کہو تو مان لیتا ہوں۔"

دونوں افسر اُسے بتانے لگے کہ کس طرح نادیہ پیرس میں دیکھی گئی ہے اور تاتیانہ کے بچگے ہی نادیہ نے جو باتیں کی تھیں وہ فیس ٹائیک کے ذریعے ریکارڈ کی گئی ہیں۔ سونیا نے اعتراف یا اقرار کیا کہ وہ نادیہ کے بھیس میں آئی ہے۔ پھر اعتراف کرتے ہی تاتیانہ پر حملہ کیا تھا۔ دونوں افسر لیبارٹری کے اندر زبردست قسم کی لڑائی کے نتیجے میں سونیا کا چہرہ اور جسم کے کئی حصے تیزاب سے جل گئے۔ وہ مر چکی ہے۔

اس نے پوچھا۔ "سونیا کے فنگر پرنٹس چیک کیے گئے ہیں؟"

"اس کے ہاتھ پاؤں کی کھال اُتر گئی ہے۔ پھر بھی جس حد تک ممکن ہو سکتی تھی وہ ہو چکی ہے۔"

"تم لوگ کچھ بھی کہو، مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"یقین نہ آنے کی بات ہے۔ ہمارے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے کہا ہے تاتیانہ کے ہاتھوں نادیہ یا سونیا کوئی بھی ہلاک ہوئی، یہ بات یقینی ہے کہ ایک خطرناک عورت ہمیں نقصان پہنچانے سے پہلے اپنے انجام کو پہنچ گئی ہے۔ سونیا کی موت کا یقین کرنا فی الحال ضروری نہیں ہے اور نہ ہی ہم اس کی موت کا اعلان کریں گے۔ اس کا ایک بڑا فائدہ ہے۔ اگر سونیا واقعی مر چکی ہے تو سپر ماسٹر جیسے مخالفوں کو نہ اُس کی لاش ملے گی اور نہ ہی آنکھیں شیطانوں سے ٹکرانے والی عورت کی موت کا کبھی یقین آئے گا۔ ہم ڈمی سونیا پیدا کر کے اس کی دہشت طاری کرتے رہیں گے۔ اگر وہ زندہ ہوگی تو ہماری ڈمی کو جھٹلانے منظرِ عام پر آئے گی۔ کوئی ساری زندگی رُوپوش نہیں رہتا۔ وہ ضرور خود کو ظاہر کرے گی۔"

پاسکل بُوبا نے قائل ہو کر کہا۔ "یہ درست ہے۔ سونیا مر بھی چکی ہو تو ہمیں فی الحال یقین نہیں کرنا چاہیے۔ آنے والا وقت اس مکار عورت کو منظرِ عام پر لے آئے گا۔ باقی دی وے جو تاتیانہ کے ہاتھوں ماری گئی ہے، وہ یقیناً ایک بلا تھی۔ کوئی زبردست چال چلنے یہاں آئی تھی مگر یہ امر یکا نہیں روس ہے۔"

ایک فوجی افسر نے فخر سے کہا۔ "ہمارے ملک میں فرہاد کی تو نے کبھی قدم رکھنے کی جرأت نہیں کی، اگر وہ جرأت کرتا تو اس کا انجام بھی سونیا جیسا ہوتا۔"

ان کی باتوں کے دوران آمر، فوجی افسروں کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ دونوں پاسکل کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے اور خوش آمدانہ انداز میں اُسے روس کا بے تاج بادشاہ کہتے تھے۔ ایک افسر نے دھیمی آواز میں پاسکل سے کہا۔ "جو جو کا آپریشن کامیاب ہوا ہے۔ وہ سخت پہرے میں ہے۔ اگر تمہاری دماغی توانائی بحال رہی تو اس کے حالات پیچھے سے معلوم کر لیتے۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "پاسکل! تاتیانہ سے زیادہ جو جو حسین ہے۔ پھر وہ ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے منظرِ عام پر آئے گی اگر تم اسے محبت سے دوست بنا لو بلکہ اُسے شریکِ حیات بنا لو تو اس ملک میں تمہاری اہمیت پہلے سے زیادہ ہو جائے گی۔"

پہلے افسر نے کہا۔ "رسونتی اور فرہاد کے بعد تم اور جو جو تیسری ٹیلی پیتھی جاننے والے جوڑے کی حیثیت سے منظرِ عام پر آؤ گے تو سپر ماسٹر کے ڈیگر اینڈ ڈیگر کمزور پڑ جائیں گے۔"

پاسکل نے کہا۔ "واقعی میں نے تاتیانہ کے چکر میں جو جو کو نظر انداز کر دیا تھا۔ جب اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران تاتیانہ کے سلسلے میں مجھے باتیں سنائیں گے تو میں کہوں گا کہ گوارا ہوں اس لیے گناہ کے راستے پر بھٹک گیا تھا۔ اگر میری شادی جو جو سے کر دی جائے تو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"یہ ہوئی نا بات۔ ہمیں یقین ہے، اعلیٰ حکام یہ شادی اس نقطۂ نظر سے بھی کرائیں گے کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک رشتے میں ہمیشہ کے لیے منسلک رہیں گے۔ جو جو کے دماغ میں ہمارے ملک سے وفاداری کوٹ کوٹ کر بھر دی جائے گی یہاں کے حکام کو اطمینان

رہے گا کہ جوجو کی وفاداری تمہیں بھی کبھی ڈگمگانے نہیں دے گی۔"

آمر نے یہ باتیں سننے کے بعد کہا۔ "پاسکل! یہ کیوں بھول گئے کہ آج کل تمہاری کھوپڑی فری پورٹ ہے۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا آسکتا ہے۔"

وہ گھبرا کر بولا۔ "کون ہے؟ ڈگمیر اینڈ ڈگمیر؟ نہیں تم آمر ہو۔"

"رسونتی اور میڈونا کو کیوں بھول گئے۔ وہ میرے بغیر بھی بول سکتی ہیں۔"

"ہاں مگر تم آمر ہو۔ میں تم سے رشتے داری کی بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ میں سن چکا ہوں۔"

"تم میرے چور خیالات پڑھ لو۔ جوجو کے لیے نیت بری نہیں ہے۔ میں ہمیشہ کے لیے یہاں اس کا محافظ بن سکتا ہوں۔ مجھے یقین ہے تم اس رشتے سے انکار نہیں کرو گے۔"

"اگر تمہاری دماغی توانائی بحال رہتی تو میرے انکار کی پروا نہ کرتے۔ ابھی تو تمہاری جان میری ہتھیلی پر ہے۔ ایک پھونک سے اڑا سکتا ہوں اس لیے بڑی سعادت مندی سے اجازت حاصل کرنا چاہتے ہو۔"

"موجودہ حالات میں میڈونا بھی اگر مجھے پھونک سے اڑا سکتی ہے۔ میں تم سے زندگی کی نہیں جوجو کی بھیک مانگ رہا ہوں۔"

"کوئی لڑکی اپنے شوہر کے ہوتے ہوئے دوسری شادی نہیں کر سکتی۔ اگر جوجو کے لیے نیت بری نہیں ہے تو اسے اس کے جیون ساتھی پارس کے پاس پہنچا دو۔"

"یہ میرے بس میں نہیں ہے۔"

"یہ ہتھیار لڑکی سے شادی کرنا تمہارے اختیار میں ہے؟ ایک بات یاد رکھو۔ میری بہن کو ہاتھ بھی لگانا چاہو گے تو تمہیں جہنم میں پہنچا دوں گا۔ یہ میری پہلی اور آخری وارننگ ہے۔"

آمر دماغی طور پر حاضر ہو کر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ سونیا چاہتی تھی، پاسکل بوبا کو دماغی کمزوری کی حالت میں ختم کر دیا جائے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن کم ہو جائے گا۔ اس سے اچھا موقع شاید پھر نہ ملے مگر آمر اپنی طبیعت اور مزاج کے مطابق سوچ رہا تھا۔ اُسے پہلی اور آخری وارننگ دے چکا ہوں۔ وہ جوجو کو ہاتھ لگانے کی حماقت نہیں کرے گا۔

پھر خیال آیا۔ اگر وہ دماغی توانائی بحال ہونے پر جوجو کو نقصان پہنچائے گا تو میں بہن کو کیسے بچاؤں گا؟

اس خیال کے تحت اُس نے وہاں کے ایک ڈاکٹر کے دماغ میں جگہ بنائی۔ اُس کے ذریعے پاسکل بوبا کو اعصابی کمزوری کا ایک انجکشن لگوایا۔ جب وہ کمزوری کے باعث سو گیا تو اس نے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لیا۔ اُسے اپنا معمول بنا کر اس کے ذہن میں نقش کر دیں۔ ایک تو یہ کہ وہ جوجو کو کبھی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ دوسرے یہ کہ دماغی توانائی حاصل کرنے کے لیے کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ تیسری بات یہ کہ ایک بار چھپ کر تنہائی میں اعصابی کمزوری کی دوا استعمال اور اس کا ذکر کسی سے نہیں کرے گا۔

ان احتیاطی تدابیر کے بعد اُس نے سونیا کو مکمل وہ بے بسی سے بولی۔ "تم اپنے مزاج سے مجبور ہو۔ میں تمہیں کے قتل پر مجبور نہیں کروں گی۔ چلو جو کیا ہے وہی کافی ہے۔"

"میں نادم ہوں صحیح طور پر آپ کے کام نہیں آ رہا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں خود اُسے ٹھکانے لگانے کا نکالوں گی۔"

وہ چونک کر بولا۔ "ایک اہم بات بتانا بھول گیا مصروف تھیں۔ میں نے سوچا بعد میں بتا دوں گا۔"

"کیا بات ہے؟"

"جس میڈونا کو تم دشمن تلاش کر رہے ہیں، وہ ہمارے کے ساتھ رہتی ہے۔ آپ کوڈورڈز بتائیں، وہ آپ کے پاس گی۔ آپ اپنی مرضی کے مطابق اُس سے کام لے سکیں گی۔"

سونیا نے کوڈورڈز بتائے۔ آمر، پارس کے پاس آیا نے سانس روک لی۔ دونوں بھائیوں نے خیال خوانی کرنے کے لیے دماغ کے دروازے بند کر دیے تھے۔ آمر نے یہ اعلیٰ افسر سے کہا۔ "یہ کوڈورڈز میری خواہش کے عین مطابق ہیں۔ میں ابھی کریں اور بتائیں کہ میں ہاٹ لائن پر بات کرنا چاہتا ہوں۔"

افسر نے فون کے ذریعے پارس سے کہا۔ "آپ مسٹر بات کر لیں۔"

تھوڑی دیر بعد آمر نے اس کے دماغ میں کوڈورڈز اس نے کہا۔ "آپ پرانہ مانیں، میں احتیاطاً خیال خوانی کرنے دور رہتا ہوں۔"

"یہ اچھی بات ہے۔ میں تمہاری حمایت خاطر آیا ہوں۔ میڈونا کی ضرورت ہے۔ وہ ان کوڈورڈز کے ذریعے ان میں جاسکتی ہے۔ اُمید سے اُمید رکھنا چاہیے کہ اُمید پوری کرے گا۔"

پارس نے آمر کے جانے کے بعد میڈونا کو اپنی طرف وہ گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "تمہیں یاد لینے کے کوئی اُمید نہیں رکھتی۔ میری ساری اُمیدیں اور آرزوئیں پوری کیا ماما سے اُمید نہیں رکھتی ہو کہ وہ تمہاری غلطی معاف "ہاں، ماما نے معاف کیا تو بھلا سب نے معاف کر

"میں نے یہی اُمید کہتی ہوں۔"

"تو پھر ماما کے دماغ میں جاؤ اور یہی کہو جو میں کہہ رہا ہوں۔"

"کیا وہ مجھ سے بات کرنا پسند کریں گی؟"

"انھوں نے خود تمہیں بلوایا ہے۔"

وہ چند ساعتوں تک حیرانی سے پارس کو دیکھتی رہ گئی۔ وہ "کیا تمہیں یقین نہیں آ رہا ہے؟"

"تم اتنی بڑی بات جھوٹ نہیں بولو گے۔ لیکن اچانک بیٹے تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ماما مجھ سے باتیں کرنا چاہتی ہیں ہم تو آمر کا دماغی میں نہیں آنے دیتے۔"

"یہاں کے ایک اعلیٰ افسر نے بتایا تھا کہ انکل ہاٹ لائن پر ضروری بات کہنا چاہتے ہیں۔ میں نے دماغ کے دروازے کھول انھوں نے کہا۔ میڈونا مخصوص کوڈورڈز ادا کر کے ماما سے بات کر سکتی ہے۔"

"مجھے کوڈورڈز جلدی بتاؤ۔"

"اُمید سے اُمید رکھنا چاہیے کہ اُمید پوری ہوگی۔"

"وہ تو پوری ہو رہی ہے، تم کوڈورڈز بتاؤ۔"

"یہی کوڈورڈز ہیں۔"

"کیا واقعی؟"

پارس نے مسکراتے ہوئے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ "یہ کوڈورڈز میری خواہش کے عین مطابق ہیں۔ میں ابھی اعلیٰ افسر سے کہا۔ "پارس جہاں بھی ہے اس سے فون پر بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اُس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ دماغ میں جگہ ملتے ہی کوڈورڈز سونیا نے کہا۔ "آؤ میڈونا! کہو کیسی ہو؟"

"خدا کا شکر ہے۔ آپ کے بیٹے کی پناہ میں ایک نئی آزاد گزار رہی ہوں۔ ماما میں وہ ذلیل لڑکی ہوں جس کی وجہ سے لوگوں پر تنہائی آئی ہے۔ فرہاد صاحب میری وجہ سے..."

سونیا نے کہا۔ "بس آگے کچھ نہ کہنا۔ میرے بیٹے نے تمہیں معاف کر دیا ہے اس کے بعد کوئی شکوہ کوئی گلہ نہیں ہو سکتا۔ آئندہ میرے میں جاسکتی ہے۔ اُمید سے اُمید رکھنا چاہیے کہ اُمید پوری ہوگی۔"

"میں ایسا ہی کروں گی لیکن آپ اسپتال میں ہیں، کیا میں پارس کو بلا دوں؟"

"یہاں سے جا کر بتا دینا۔ ابھی ایک کام کرو۔ پاسکل بوبا کو بھی ہو؟"

"بہت اچھی طرح سے۔ دانیال کے بعد وہی دانیال کے بعد مجھے معمولہ بنائے ہوئے تھا۔ اس کا ارادہ تھا جب حال کے توہمی عمل کا اثر ختم ہوگا تو وہ مجھ پر عمل کر کے مجھے اپنی طرح اور تابعدار بنائے گا۔"

"اس کا مطلب ہے تم نے صرف دانیال کی آواز سنی ہے، پاسکل بوبا کے دماغ میں نہیں پہنچ سکو گی؟"

"جی ہاں، وہ پچھلے دنوں بہت پُراسرار بنتا رہا ہے۔"

"وہ اسی اسپتال میں ہے۔ میں ابھی تمہیں اس کے پاس پہنچاتی ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ تم اس سے کیسا سلوک کرو گی؟"

"جیسا ایک دشمن سے کرنا چاہیے۔ اور جہاں تک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعلق ہے ان کی تعداد میں کمی ہونا چاہیے۔ آپ حکم دیں گی تو اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"ابھی تم ایک نرس کے ذریعے وہاں پہنچو گی لیکن فوراً عمل نہیں کرو گی۔ ایسے میں شبہ ہو گا کہ نرس میرے کہنے سے آئی تھی لہٰذا ٹیلی پیتھی جاننے والی میڈونا میرے دماغ سے نرس کے دماغ میں پھر پاسکل کے دماغ میں پہنچ گئی۔ مجھ سے سوالات کیے جائیں گے کہ میڈونا مجھ تک کیسے پہنچی؟"

"میں سمجھ گئی۔ پاسکل کے پاس جب کوئی فوجی افسر آئے گا تو میں اُسے مخاطب کروں گی اور اپنی موجودگی ظاہر کروں گی۔"

"شاباش! میں نرس کو بلا رہی ہوں۔"

اُس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ ڈاکٹر سے لے کر وارڈ بوائے تک سب ہی فوجی ملازم تھے۔ ایک نرس نے آ کر ادب سے پوچھا۔ "یس مادام!"

سونیا نے کہا۔ "روم نمبر چھ کے مریض نے مجھے گلدستہ بھیجا تھا۔ میں جواباً یہ گلدستہ بھیجنا چاہتی ہوں۔ پلیز اسے پہنچا کر اُس سے کہہ دو، مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ اُس کی خیریت پوچھ لینا۔"

نرس وہ گلدستہ لے کر گئی۔ میڈونا اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔ پاسکل کے پاس پہنچنے تک نرس کے خیالات پڑھتی رہی تھی۔ پتا چلا، وہ جاسوسہ ہے، ملٹری انٹیلی جنس سے اُس کا تعلق ہے۔ سونیا کو تاتیانہ سمجھا جا رہا تھا۔ اُس کی حفاظت کے لیے کسی جاسوس یا جاسوسہ کی ڈیوٹی بدلتی رہتی تھی۔ وہ پاسکل کے پاس پہنچ گئی۔ سونیا کے پیغام کے ساتھ گلدستہ پیش کیا تو وہ خوش ہو کر بولا۔ "معلوم ہوتا ہے، تاتیانہ کے دل کے کسی گوشے میں میرے لیے محبت چھپی ہوئی ہے۔ یا وہ سونیا پر بھروسا کر کے پچھتا رہی ہے۔ بہرحال میری طرف سے شکریہ ادا کرو اور کہو میں اس کے پاس عیادت کے لیے آنا چاہتا ہوں۔ جیسے ہی اعصابی کمزوری دور ہوئی، میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

میڈونا اس کی باتوں کے دوران اس کے دماغ میں جگہ بنا چکی تھی۔ سونیا کے پاس آ کر بولی۔ "کیا آپ کسی تاتیانہ کا روں ادا کر رہی ہیں؟"

سونیا نے اسے اپنے حالات بتائے تاکہ اس کے ذریعے پارس کو اس کے موجودہ حالات کا علم ہو جائے۔ میڈونا نے تمام روداد سننے کے بعد کہا۔ "پہلے تو میں یہ بتا دوں کہ جو نرس یہاں

سے گئی ہے وہ ایک جاسوسہ ہے۔ آپ پر شبہ نہیں کیا جارہا ہے بلکہ آپ کی حفاظت کے لیے جاسوس لگائے گئے ہیں۔"

"یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی۔ چلو اچھا ہوا تم نے بتادیا۔"

"کیا میں پاسکل کے پاس جاؤں؟"

"میں نے تم سے پوچھا تھا اس سے کیا سلوک کروگی۔ تم نے وہی جواب دیا جو میں چاہتی ہوں۔ ہم اُسے زندہ نہیں چھوڑیں گے یا پھر اُسے مُردوں کی طرح جینے کے لیے چھوڑ دیں گے۔"

"یعنی اُس کے بچ رہنے کا چانس ہے۔"

"ہاں۔ تم جو جو کو بھول رہی ہو۔ تم پاسکل کو ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں پوری طرح جکڑ کر جو جو کو طلب کرسکتی ہو۔"

"اوہ گاڈ میں اس پہلو سے سوچنا بھول گئی تھی۔"

"اس لیے کہ تمھارے دماغ میں انتقام کی خواہش شدید تھی جب کوئی ایک خواہش شدت اختیار کرلیتی ہے تو آدمی دوسرے پہلوؤں پر غور کرنا بھول جاتا ہے۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ میں آپ سے بہت کچھ سیکھتی رہوں گی۔"

"ابھی تم پارس کے پاس جاؤ۔ اس سے کہو وہ جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کرکے ان سے درخواست کرے کہ ادارے سے سونیا کی ڈمی کو میدانِ عمل میں لایا جائے۔ پھر تم یہاں کے اعلیٰ حکام کو چیلنج کروگی کہ پاسکل کی جان تمھاری مٹھی میں ہے۔ اگر وہ اُسے بچانا چاہتے ہیں تو بابا صاحب کے ادارے میں سونیا سے رابطہ قائم کریں۔"

میڈونا دماغی طور پر حاضر ہوکر خوشی سے پارس کے گلے پڑگئی۔

پارس نے پوچھا "کیا تمھارے بہت زیادہ پیار دیا ہے؟"

"بہت زیادہ اعتماد کیا ہے۔ مجھ سے بڑے بڑے کام لے رہی ہیں۔ تم سے کہا ہے جناب شیخ الفارس سے درخواست کرو کہ بابا صاحب کے ادارے میں موجود ڈمی سونیا کو میدانِ عمل میں لائیں۔ ابھی پاسکل میری مٹھی میں ہے۔ وہ لوگ اُسے بچانے کے لیے سونیا سے رابطہ قائم کریں گے۔ ڈمی سونیا ہماری تمّا کے انداز میں ان سے پاسکل کے بدلے جو جو کو طلب کرے گی۔"

پارس نے جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کیا۔ اُن سے اس سلسلے میں گفتگو کی۔ ادارے میں فرہاد، سونیا، پارس اور علی تیمور کی ڈمی کے طور پر کتنے ہی افراد ٹریننگ حاصل کرچکے تھے۔ فرہاد دنیا والوں کے لیے مر چکا تھا۔ رسونتی دشمن بن چکی تھی۔ اس کے باوجود دونوں کے کئی ڈمی افراد وہاں موجود تھے۔ جناب شیخ الفارس نے سونیا کے تمام حالات معلوم کرنے کے بعد پارس سے کہا "اپنی تمّا سے کہو جو جو کو حاصل کرنے میں عجلت سے کام نہ لیا جائے۔ اس کا دماغی آپریشن ہوا ہے۔ وہ دنیا کے بڑے تجربے کار ڈاکٹروں کے زیرِ علاج ہے، اس کی سابقہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو بحال رکھنے کے لیے اُسے کتنے ہی طبّی مراحل سے گزارا جائے گا۔ بہتر ہے ابھی پاسکل جائے۔ آرمر اور میڈونا اپنے طور پر پاسکل کو کمزور بنانے کی اور جو جو کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ جب یہ مکمل رپورٹ ہر اعتبار سے ذہین، سنجیدہ اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کی ہوچکی ہے تو اس کے بعد پاسکل کے بدلے اسے طلب

جناب شیخ صاحب کے مشورے کے بعد پھر کرنا قبول نہیں رہتا تھا۔ انھوں نے کہا "سونیا جو جان وہ درست ہے۔ آج پاسکل بُوبا جس کمزوری کا شکا لیے جیسے مواقع فراہم کررہا ہے ایسے مواقع شاید پھر کبھی سونیا کے خیال کے مطابق جو جو کا باقی علاج یہاں ہوسکے بھی بین الاقوامی شہرت کے حامل ڈاکٹر موجود ہیں لیکن کا تبدیل ہونا مناسب نہیں ہے، جنھوں نے کامیاب آپ جو جو کو انھی کی نگرانی میں طبّی مراحل سے گزرنا چاہیے۔"

جب سونیا نے شیخ صاحب کی باتیں سُنیں تو کہا نے جو فرمایا ہے وہی ہوگا۔ ہم جو جو کا علاج مکمل ہونے کریں گے۔ پاسکل کے مقدر میں ابھی زندگی کی بہت سی سا اُسے سانس لیتا رہنے دو۔ میڈونا! اب تم علی تیمور کی

"آپ راستہ بتائیں۔"

"وہ ماں کو واپس لانے گیا ہے۔ رسونتی تک پہنچا تم اس کے دماغ میں جاؤ۔ وہ سانس روکے گی تو سپر ماسٹر آدمیوں کو پریشان کرنا شروع کردینا۔"

ایک ڈیگر نے میڈونا کے دماغ میں ایک با لیکن میڈونا نے یہ کہہ کر اسے دماغ سے نکال دیا کسی کو نہیں آنے دے گی۔ ڈیگر نے اسے اپنے دماغ موقع دیا۔ اور اُسے سپر ماسٹر کا وفادار بنانے کی کوشش پارس کا چہکا پڑ گیا تھا۔ وہ بھلا کسی اور کی وفادار کیا ہوسکتی اِس رابطے سے ڈیگر کا لب و لہجہ معلوم ہوگیا تھا۔

اُس نے سونیا کے مشورے کے مطابق پہلے رسو پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ تب اُس نے ڈیگر وہ خوش ہوکر بولا۔ "آہا تم ہو۔ میں خوش آمدید کہتا ہوں شام کو گھر آجائے تو اُسے بھولا نہیں کہتے۔"

"میں بھول کر یہاں پچتا کر نہیں آئی ہوں۔ معلوم کا سپر ماسٹر تمھارے لیے کیا کرسکتا ہے؟"

"تم جو چاہو گی ڈمی کرے گا۔ تمھاری تمام معقول کرے گا۔ بولو کیا چاہتی ہو؟"

"رسونتی سے دو باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے تمھیں اس کے دماغ میں

"ہاں۔ تم کہو گے تو جگہ مل جائے گی۔"

ڈیگر نے سانس روک لی۔ میڈونا باہر نکل گئی۔ اُسے اندیشہ تھا کہ وہ کچھ دیر دماغ میں رہے گی تو جو خیالات پڑھ لے گی اُسے رسونتی کے اغوا ہونے کا علم ہوجائے گا۔ پھر علی تیمور کی مدد کرنے اور رسونتی کو واپس لے جانے کے لیے سونیا اور پارس وغیرہ کی ٹیم یہاں آجائے گی۔

اس نے سوچا میڈونا اس سلسلے میں سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرسکتی ہے۔ اس کا راستہ روکنے کے لیے وہ نائب سپر ماسٹر کے پاس آیا۔ اس سے بولا۔ "ابھی میڈونا تمھارے ذریعے سپر ماسٹر سے گفتگو کرنا چاہے گی۔ تم اُسے تھوڑی دیر کے لیے بھی دماغ میں جگہ دو گے تو وہ رسونتی کے اغوا کے متعلق معلوم کرلے گی۔ اُسے یہ ہرگز معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ علی تیمور ماں کو لے گیا ہے۔"

میڈونا، ڈیگر کے دماغ سے نکل کر نائب سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ اُن کی باتیں سُن رہی تھی۔ اگر ڈیگر سے پہلے آتی تو نائب سپر ماسٹر سانس روک لیتا۔ ابھی اُن دونوں کو اس کی موجودگی کا علم نہیں تھا۔ میڈونا نے نائب کی سوچ میں کہا "ہاں! وہ معلوم کرسکتی ہے کہ علی تیمور اپنی ماں کو سخت پہروں سے نکال کر۔۔۔"

میڈونا نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ نائب نے خیال کی روانی میں کہا۔ "شمالی جنگلات کی سمت لے گیا ہے۔"

ڈیگر نے سخت لہجے میں پوچھا۔ "تمھیں یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ وہ کہاں لے گیا ہے؟"

نائب نے کہا۔ "سوری! میری زبان سے بے اختیار یہ بات نکل گئی۔"

میڈونا نے کہا۔ "کوئی بات بے اختیار نہیں ہوتی۔ وہ پہلے شعور یا لاشعور کے خانے میں ہوتی ہے۔ تم میری سوچ کے مطابق سوچتے ہوئے بول گئے۔"

میڈونا نے قہقہہ لگایا۔ نائب نے سانس روک لی مگر بھید کھل چکا تھا۔ اس نے سونیا کے پاس آکر رپورٹ دی۔ سونیا نے کہا۔ "تم نے بڑی ذہانت سے رسونتی کے اغوا کے متعلق معلوم کیا ہے۔ آدھے سے مجھے بہت کچھ معلوم ہوچکا ہے۔ میں تمھیں جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کرنے کی اجازت دیتی ہوں۔ میں رپورٹ سناؤ۔"

وہ خوش ہوکر بولی۔ "یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔ کیا جناب شیخ صاحب مجھ سے گفتگو کرنا پسند فرمائیں گے؟"

"تم جاکر دیکھ لو۔"

اس نے جناب شیخ صاحب کے پاس آکر سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ "آؤ میڈونا! بتاؤ کیا رپورٹ ہے؟"

وہ حیرانی سے بولی۔ "آپ واقعی باکمال بزرگ ہیں۔ میں نے ہم نہیں بتایا کام نہیں بتایا اور آپ نے سمجھ لیا۔"

"بیٹی! ذہانت کو تیز تر کرنے کے لیے عبادت اور ریاضت لازمی ہے۔ تمھیں پہچاننے کے لیے بہت زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں تھی۔ ایک گھنٹا پہلے میں نے جو جو کو آہی واپس لانے سے منع کیا تھا۔ یہاں سے دوسری اغوا ہونے والی رسونتی ہے۔ ظاہر ہے اب میرے پاس جو رپورٹ آئے گی، وہ رسونتی کے متعلق ہوگی۔ فرہاد، رسونتی اور آرمر کے سوا کوئی میرے دماغ میں نہیں آسکتا تھا یعنی اپنے آتے ہیں، بیگانے جرأت نہیں کرتے۔ پارس کے حوالے سے تم ہماری ہو، اس لیے میں نے پہچان لیا۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ نے مجھے اپنوں میں جگہ دی ہے۔ آج مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اپنی غلطیوں پر پچھتاکر سچے دل سے توبہ کی جائے اور تلافی کا راستہ اختیار کیا جائے تو توقع سے زیادہ دلی مسرتیں حاصل ہوتی رہتی ہیں۔"

اس نے بتایا کہ علی تیمور اپنی ماں کو سپر ماسٹر کی قید سے نکال کر شمال جنگلات کی سمت لے گیا ہے۔ وہ کیسے لے گیا ہے، کہاں لے گیا ہے؟ کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔ شیخ صاحب نے کہا۔ "مجھے آرمر کے ذریعے معلوم ہوچکا ہے۔ اُن کے ساتھ اعلیٰ بی بی اور ایک پائلٹ ہے۔ ان کا ہیلی کاپٹر ایک گھنٹے جنگل میں اُترا تھا۔ اس کے بعد اُن کا کوئی سُراغ نہیں مل رہا ہے۔ تم کوشش کرتی رہو، شاید رسونتی کے دماغ میں جگہ مل جائے۔"

وہ اُن کی ہدایت کے مطابق بار بار رسونتی کے پاس جانے لگی۔ مگر ناکامی ہوتی رہی۔ ایک بار اس نے سونیا سے مشورہ لینے کے لیے رابطہ قائم کیا۔ وہ بولی۔ "میڈونا! ہم تمھیں آپتا رہے ہیں۔ جناب شیخ صاحب نے تمھیں رسونتی کے پاس جاتے رہنے کے لیے کہا ہے۔ تم خوشی کے مارے کچھ بوکھلا گئی ہو۔ اسی لیے صرف رسونتی کی طرف دوڑتی جارہی ہو۔ تم یہ کیوں بھول گئیں کہ اس جنگل میں اعلیٰ بی بی، علی تیمور اور ایک پائلٹ بھی ہے۔ تم نے ان کے پاس جانے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"ایک بار علی تیمور سے سامنا ہوا تھا۔ میں اس کا لب و لہجہ بھول گئی ہوں۔ اعلیٰ بی بی کی آواز میں نے کبھی نہیں سُنی۔"

"بابا صاحب کے ادارے میں جاؤ۔ جناب شیخ صاحب تمھیں ریکارڈ روم کے انچارج سے متعارف کرائیں گے۔ تم ان کی آواز اور کے کیسٹ سن سکو گی۔ کام کے وقت ہر پہلو پر سنجیدگی سے توجہ دیا کرو۔"

وہ پھر جناب شیخ الفارس کے پاس آگئی۔

رسونتی نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں۔ وہ کمزوری محسوس کررہی تھی۔ اس نے اُٹھنے کی کوشش کی۔ پتا چلا، ہاتھ پاؤں رسیوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ وہ غصّے سے چیختے ہوئے بولی۔ "کھول دو

ان رسّوں کو کھول دو۔ علی تیمور کے پتے! تیرا باپ بھی شیطان تھا تو بھی شیطان ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ اتنا کہہ کر ہانپنے لگی۔ اس کی سمجھ میں آرہا تھا کہ کمزوری کے باعث زیادہ بول نہیں سکے گی۔ گلا پھاڑ کر چیخنے کی وجہ سے سر پھٹنے لگا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کیے سوچ کے پرندے کو پرواز کرنے پر مائل کرتی رہی پھر تھک گئی۔ لمبی لمبی سانسیں لینے لگی۔ اسے دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ کسی کی آواز نہیں آرہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ "کیا میں اس جنگل میں اکیلی ہوں؟ کیا دشمن مجھے یہاں چھوڑ گئے ہیں؟ ہے بھگوان! یہاں جنگلی درندے ہوں گے۔ مجھے پھر پھاڑ کر کھا جائیں گے۔"

اس نے چیخ کر آواز دی۔ "ارے کوئی ہے؟"

اس کی آواز جنگل میں دور تک گونجنے لگی۔ "کوئی ہے ہے ہے؟"

پھر اپنے دماغ میں ڈیگر کی آواز سنائی دی۔ "اوہ ویری جی! یہ آپ کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

دوسرے ڈیگر نے کہا۔ "آپ کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ وہ ظالم نوجوان آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر کہاں گیا ہے؟"

"مجھے کیا معلوم کہ وہ کہاں مر گیا ہے۔ تم لوگ اتنی دیر سے کیا کر رہے ہو؟ تھالا ئپ سسٹر تماشا دیکھ رہا ہے۔ تم لوگوں کو شرم آنی چاہیے وہ لڑکا بے شمار پہرے داروں کے بیچ سے مجھے زبردستی لے آیا اور سب کے سب منہ دیکھتے رہ گئے۔"

"اگر اس لڑکے کو گولی ماری جاتی تو پہلے وہ آپ کو مار ڈالتا۔ آپ کی سلامتی کی خاطر پہریداروں نے مجبور ہو کر ہتھیار پھینک دیے تھے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ یہاں آکر میرے ہاتھ پاؤں کھولو۔"

"کچھ معلوم تو ہو کہ آپ کہاں ہیں؟ اس جنگل میں تقریباً پچاس فوجی جوان اور دس انسان بھیج گئے ہیں۔ وہ مختلف ٹولیوں میں بٹ کر آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ جہاں ہیں، وہاں کی کچھ نشانیاں بتائیں۔"

"میں کیا بتاؤں۔ بس یہ ایک جنگل ہے۔ آخر یہ کتنا وسیع و عریض ہے کہ تمہارے فوجی مجھے ڈھونڈ نکالنے میں ناکام ہو رہے ہیں؟"

"یہ جنگل ڈیڑھ دو ہزار میل کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ آپ وہاں کے درختوں، پرندوں اور جانوروں کے متعلق کچھ بتائیں۔"

"یہاں کوئی جانور ہوتا تو کیا میں ابھی تک زندہ رہتی؟ ہے بھگوان! یہاں کوئی جانور نہ آئے۔ میں تو اُسے دیکھتے ہی مر جاؤں گی۔"

"وہاں کے درخت اور پرندے کیسے ہیں؟ کیا آس پاس پہاڑیاں یا ٹیلے وغیرہ ہیں؟"

"مجھے درختوں کی پہچان نہیں ہے۔ سب ایک جیسے موٹے، بھدّے اونچے اور گھنے ہیں۔ سرخ رنگ کے طوطے ہیں۔ سفید آبی پرندے بھی ہیں۔"

"یہ ہوئی کام کی بات۔ آبی پرندے کی موجودگی سے پتا چلتا ہے قریب ہی کوئی دریا ہے۔ ہماری ایک سرچنگ پارٹی دریا کے کنارے کیمپ لگائے ہوئے ہے۔ میرا ساتھی ڈیگر انھیں تمہارے متعلق بتانے گیا ہے۔ جلد ہی آپ کو ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے گی۔ آپ گھاس پر لٹر پھینکی ہوئی درختوں کے سائے سے نکل آئیں تاکہ پرواز کرنے والے فوجی آپ کو دیکھ سکیں۔"

وہ ڈیگر کے مشورے کے مطابق لڑھکتی ہوئی ذرا دور گئی پھر تھک کر بولی۔ "میں جتنی دور جاؤں۔ چاروں طرف سایہ دار درخت ہیں۔ مشکل سے ذرا ذرا آسمان نظر آتا ہے۔ ہیلی کاپٹر والے مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ دور سے آرہا تھا۔ گردش کرتے ہوئے پنکھے کا شور بتدریج بڑھتا جا رہا تھا۔ روشنی بولی۔ "کیا تم میرے دماغ سے ہیلی کاپٹر کی آواز سن رہے ہو؟"

اُسے جواب نہیں ملا۔ دوسرا ڈیگر بھی تھوڑی دیر کے لیے کسی ضروری کام سے چلا گیا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر ہیلی کاپٹر والوں کو پکارنے لگی۔ "میں یہاں ہوں! تم لوگ پرواز کرتے ہوئے صحیح جگہ سے گزر رہے ہو۔ یہ جگہ مارک کر لو۔ میں اکیلی ہوں، جلدی آؤ، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ کیا تم لوگ میری آواز۔۔۔"

وہ آگے نہ کہہ سکی۔ اعلیٰ بی بی نے آکر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ سر کو دائیں بائیں جھٹک کر منہ پر سے اس کا ہاتھ ہٹانا چاہتی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "تمہاری آواز قیامت تک بھی ہیلی کاپٹر والوں تک نہیں پہنچ سکے گی۔ میں اس لیے چیخنے سے منع کر رہی ہوں کہ مگرمچھ ہو، خواہ مخواہ خود کو ہلکان نہ کرو اور تمہارے چیخنے سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تمہارے پاس کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود نہیں ہے۔"

اعلیٰ بی بی منہ پر سے ہاتھ ہٹا کر اس کے کانوں میں روئی ٹھونسنے لگی۔ وہ جھنجلا کر بولی۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟"

"اب تمہارے مددگار آئیں گے تو ہیلی کاپٹر کی آواز نہیں سن پائیں گے۔ تم بھی سمجھ نہیں پاؤ گی کہ وہ ہیلی کاپٹر کہاں سے گزر رہا ہے۔"

اس نے ایک کان میں روئی ٹھونسنے کے بعد کہا۔ "اب میری آواز بھی نہیں سن سکو گی۔ لہٰذا یہ یاد رکھو اور اپنے مددگاروں سے کہہ دینا کہ ہمیں کوئی ہیلی کاپٹر تلاش کرنے آئے گا تو ہم تمہیں جھوٹ موٹ کا پٹر کے پنکھے سے زیادہ خطرہ پیش آئے گا تو سب مشین گن سے ہیلی کاپٹر کے پرخچے اُڑا دیں گے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے دوسرے کان میں بھی روئی ٹھونس لی اور آنکھوں پر پٹی باندھ دی تاکہ وہ آسمان کو بھی نہ دیکھ سکے۔ بھیگی ہوئی علی اور جان کارمن کے پاس آئی۔ وہ دونوں اپنے ہیلی سے ضرورت کا تمام سامان نکال چکے تھے۔ کمانڈو لباس ایسا تھا جو کئی طرح کے ہتھیار رکھنے کی گنجائش تھی۔ اوپری دو جیبوں کی جگہ دو ہینڈ گرنیڈ ٹیک کے ذریعے لگے ہوئے تھے۔ کمر کی بیلٹ میں ہر چھ کارتوس کے بعد ایک دستی بم منسلک تھا۔ اُس بیلٹ میں کمر کے دونوں طرف دو لانبے چاقو لٹکے ہوئے تھے۔ پشت پر لدے ہوئے کٹ بیگ میں کھانے کے سامان کے علاوہ ٹارچ لائٹ، چقماق اینٹی ڈارک گاگلز اور فرسٹ ایڈ کی ضروری چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک شانے سے رسّوں کا بنڈل، دوسرے شانے سے پانی کی بوتل لٹک رہی تھی۔ ایک ہاتھ میں شین گن اور دوسرے ہاتھ میں کلہاڑی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے بھی ویسا ہی کمانڈو لباس پہن لیا۔ اسی طرح ضرورت کا تمام سامان رکھ لیا۔ ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ علی تیمور نے غصے سے ٹیک کو آن کرتے ہوئے کہا۔ "مائی گوڈور ڈز آر آل دیل اے ہے۔"

کوڈور ڈز آر سے رسوتی ڈبل اے سے علی تیمور اور اعلیٰ بی بی اور ہے سے جان کارمن کے نام بنتے تھے۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "مرتضیٰ تیمور اوپن دی ڈور اگین یور مانیٹر سسٹر آر مر ہاٹ لائن پر ہیں۔"

"اوکے۔ ہاٹ لائن اِز اوپن۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی آبر نے اگر کوڈور ڈز دا ایکسپھر کہا۔ "میڈونا آج کل پارس کے ساتھ ہے۔ حلوائی سونیا اور جناب شیخ صاحب اس پر مکمل اعتماد کر رہے ہیں۔ تم سے کہا ہے جب بھی وہ مخصوص کوڈور ڈز کے ساتھ آئے اس سے حسبِ منشا کام لیا کرو۔ کوڈور ڈز دا ہیز اُمید سے اُمید رکھنا چاہیے کہ اُمید پوری ہوگی۔"

علی نے کہا۔ "میں اس سے رابطہ قائم کروں گا۔ لیکن ابھی وہ ماما کے پاس جائے۔ اُن کا دماغ کمزور ہے۔ میں چاہتا ہوں تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغ کو لاک کر دیا جائے تاکہ دشمن انھیں آئندہ کار آمد نہ بنا سکیں۔"

"میں ابھی میڈونا کو یہ باتیں سمجھاتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ علی تیمور نے اعلیٰ بی بی اور جان کارمن کو میڈونا کے متعلق بتایا۔ وہ تینوں رسوتی کی طرف جانے لگے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "میڈونا وفادار رہے گی تو ہماری قوتوں میں اضافہ ہوگا۔"

علی نے کہا۔ "مجھے لڑکیوں سے دوستی بہت بُری لگتی ہے۔ وہ بہت ہی چھچھورا ہے، جہاں حسن دیکھتا ہے، پھسل جاتا ہے۔ ویسے دنیا مکاری اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اس نے پیچھے رہ کر بھی میڈونا سے تعلقات بڑھائے ہوں گے۔"

جان کارمن نے ہنستے ہوئے کہا۔ "پارس کی بُرائی بھی کرتے ہو اور اس کی تعریف بھی کرتے ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "علی کو عشق و محبت سے چڑ ہے اور یہ اچھی بات ہے۔ پارس عورتوں کے چکر میں کسی دن بُری طرح پھنسے گا۔ یہ ہم بُرا نہیں کر رہے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ ان دو بھائیوں میں کوئی بُرائی نہیں ڈال سکے گا۔ یہ اندر سے بڑے گہرے ہیں۔ انھیں اوپر سے سمجھنا بہت مشکل ہے۔"

علی تیمور نے چلتے چلتے سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے بولا۔ "کون؟"

میڈونا کی آواز آئی۔ "اُمید سے اُمید رکھنا چاہیے کہ اُمید پوری ہوگی۔ میں صرف اتنا کہنے آئی ہوں کہ ابھی اپنی ماما کو مخالف نہ کرنا اور نہ ہی قریب جانا۔ ان پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔"

"ذرا ایک منٹ۔ ابھی تو ماما کے دماغ میں ڈیگر اینڈ ڈیگر ہوں گے۔"

"میں ڈیگر اینڈ ڈیگر کو اپنی طرف اُبھاتی رہوں گی۔ مسٹر آبر یہاں ماما پر عمل کرتے رہیں گے۔ اس سلسلے میں کوئی مشورہ دینا چاہو گے؟"

"میں نہیں جانتا تم کتنی ذہانت سے کام لیتی ہو۔ میرا مشورہ ہے پرپاسسٹر کو دوستی کرنے کا لالچ دو۔ ان سے مہ رسوتی کو آرمر پروف کرتا رہے گا تمھیں کوئی نہیں کر سکے گا اور تم معلوم کر سکتی ہو کہ ہم جنگل میں کہاں ہیں اور کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"فکر یہ علی! میں تمہارے مشوروں پر عمل کروں گی۔ خدا حافظ۔"

وہ چلی گئی۔ علی نے اعلیٰ بی بی اور جان کارمن سے کہا۔ "ہم ابھی ماما کے پاس نہیں جائیں گے، دور ہی سے نگرانی کریں گے۔ اُن پر تنویمی عمل ہونے والا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ ہمیں کھانے پینے کا وقت مل رہا ہے۔ کیا تم پیکڈ کھانا نکالا جائے؟"

جان کارمن نے کہا۔ "ان کھانوں کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ کیوں نہ ہم شکار کر کے پیٹ کی ضرورت پوری کریں۔"

علی نے کہا۔ "میں ماما کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ تم شکار کھیلنا چاہو تو آنٹی کے ساتھ جا سکتے ہو۔"

دونوں نے اپنی پشت سے کٹ اُتار کر گھاس پر رکھ دیے۔ شکار کے لیے زیادہ دور جانے کا ارادہ نہیں تھا۔ اتنا بوجھ لے جانا مناسب نہیں تھا۔ انھوں نے ایک ایک گن اور ایمونیشن لے لیا۔ باقی ضروری ہتھیار اُن کے کمانڈو لباس میں تھے۔ وہ علی تیمور کو رسوتی سے کچھ فاصلے پر چھوڑ کر ایک طرف چل پڑے۔ کچھ دور جا کر جان کارمن نے کہا۔ "میں نے یہاں ہیلی کاپٹر اتارنے سے پہلے ایک دریا دیکھا تھا۔ وہ کوئی تین چار میل کے فاصلے پر ہوگا۔ مرغابیاں اور ہرن وغیرہ اُدھر پانی پینے آتے ہوں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "ہم چار میل جائیں گے اور چار میل واپس آئیں گے تو بڑی دیر ہو جائے گی۔ ویسے جانا چاہیے۔ دشمنوں کی نقل و حرکت کا پتا چل سکتا ہے۔"

چلتے چلتے کارمن نے پوچھا "اعلیٰ بی بی! میں کہ تمھیں کیا لگتا ہوں؟ دیکھو میں نے تمھاری خاطر اپنا کیریئر تباہ کر لیا ہے۔ فوج کی ملازمت اپنی ترقی، اپنی عزت اور ایک شاندار مستقبل کو ٹھکرا کر یہاں آگیا ہوں۔"

"میں نے یہاں لانے سے پہلے تمھیں کہہ دیا تھا کہ تمھارا ایک نقصان ہوگا تو میں دس فائدے پہنچاؤں گی۔"

"مجھے ایک ہی فائدہ پہنچا دو۔ میری دلی تمنا پوری کر دو۔"

اعلیٰ بی بی چلتے چلتے دھیمی پڑ گئی۔ خلا میں تکنے لگی۔ پھر اس کے منہ سے ایک سرد آہ نکلی۔ وہ بولی "جان! مجھے افسوس ہے تم ایسی نیت سے کبھی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔"

"مجھ میں کیا کمی ہے؟"

"اپنی کمی بیشی کو تم سمجھو۔ میں تمھاری انسلٹ نہیں کرنا چاہتی۔ ویسے تمھیں بتا دوں کہ فریاد کے ساتھ رہنے والی کوئی عورت اور کسی مرد کو سرد نہیں سمجھتی۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموشی سے چلتا رہا۔ اعلیٰ بی بی سمجھ رہی تھی کہ وہ اپنی توہین سے تلملا رہا ہے۔ کوئی دوسری عورت ہوتی تو دیران جنگل میں اس کی ایسی کی تیسی کر دیتا۔ اعلیٰ بی بی کی خطرناک صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف تھا اس لیے دم نہیں مار رہا تھا۔ اس نے کچھ دور جانے کے بعد کہا "مرد اسے کہتے ہیں جو عورت کے انکار کو اقرار میں بدل دے۔ اگر میں تمھارے انکار کو اقرار میں بدل دوں تو؟"

وہ ہنسنے لگی۔ اس کی ہنسی دور تک لہراتی جا رہی تھی۔ وہ بولا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"تمھارا سوال مضحکہ خیز ہے۔ جب تم مجھے اقرار پر مجبور کرو گے تو پھر کوئی سوال ہی نہیں رہے گا۔ باقی دی ڈے آج تک جتنے شہ زور دلاور نے مجھے حاصل کرنا چاہا وہ مردانہ وار سامنے نہیں آئے، انھوں نے ہمیشہ جال بچھایا اور اپنے منہ کی کھاتے رہے۔"

"میں ایسا نہیں ہوں۔ تمھیں اپنی محبت اور وفاداری سے متاثر کر کے حاصل کروں گا۔"

"میں پہلے ہی تمھاری وفاداری کی قائل ہوں۔ تمام عمر تمھاری قدر کرتی رہوں گی۔ ہمیشہ تمھارے کام آتی رہوں گی۔ اس سے آگے کچھ نہ سوچو کیونکہ عورت کی مرضی کے خلاف اس کے انکار کو اقرار میں بدلنے کے لیے مکاری سے کام لینا پڑتا ہے اور مکاری تمھیں نقصان پہنچائے گی۔"

وہ گھنے درختوں کے جھنڈ سے نکل آئے تھے۔ اب بھی بے شمار درخت تھے مگر ایک دوسرے سے دور دور تھے۔ کھلا آسمان نظر آرہا تھا۔ تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر دریا بہتا دکھائی دے رہا تھا۔ کئی طرح کے پرندے درختوں پر اپنی اپنی بولیاں سنا رہے تھے۔

ایک پہاڑی بکرا کنارے پر کھڑا پانی پی رہا تھا۔ جان کارمن نے اپنی گن سیدھی کی۔ اعلیٰ بی بی نے اس کی نال پکڑ کر آسمان کی طرف اٹھا دی ہوئے پوچھا "تم بکرے کا شکار کرنا چاہتے ہو یا دشمنوں کو متوجہ کرنے کا ارادہ ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ کیا میں دشمنوں کی قید میں جانا پسند کروں گا؟"

"جان شکار بہت دور ہے۔ ہمیں کچھ قریب جانا چاہیے اور ہم ایرو شوٹر اس لیے لائے ہیں کہ گن استعمال نہ کریں کیونکہ گولی چلنے کی آواز میلوں دور تک گونجتی جائے گی۔"

دونوں دبے قدموں درختوں کے پیچھے چھپ چھپ کر آگے بڑھنے لگے۔ وہ شکار کے قریب پہنچتے جا رہے تھے۔ ایسے ہی وقت فائرنگ کی آواز پورے جنگل میں گونجنے لگی۔ بکرا اچھل کر گرا اور تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

دشمنوں کی موجودگی کہیں قریب ہی ظاہر ہو گئی تھی۔ جان کارمن نے کہا "میں دوسری طرف سے چھپ کر جاتا ہوں، ہم ان کے حملوں کا جواب دو طرف سے دیں گے۔"

"نہیں جان! یہیں دبکے رہو اور دیکھو کون اس شکار کو اٹھانے آتا ہے اور اسے کہاں لے جاتا ہے۔"

"تمھاری ذہانت دھری رہ جائے گی۔ اگر ہم شکار کا تماشا دیکھتے رہیں گے اور دشمن اطراف سے آکر ہمیں شکار کر لیں گے۔"

"جب تک دشمن نظر نہیں آئیں گے ہم یہاں سے نہیں ہلیں گے۔"

وہ نظر آگئے۔ ایک کشتی میں تین مسلح شخص تھے۔ کنارے کنارے چپو چلاتے ہوئے بکرے کے پاس پہنچ گئے۔ اسے اٹھا کر کشتی میں ڈال لیا۔ پھر ان کی کشتی واپس جانے لگی۔ جان کارمن نے کہا "تم یہاں ٹھہرو میں کنارے کنارے چھپ کر جاؤں گا اور معلوم کروں گا انھوں نے کہاں کیمپ لگایا ہے۔"

اعلیٰ بی بی وہاں رک گئی۔ جان کارمن جانے لگا۔ وہ ایرو شوٹر ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو تو وہ ایک بہت ہی اونچے درخت کے پاس آئی پھر تیزی سے چڑھتی ہوئی ایک اونچی شاخ پر پہنچ گئی۔ وہاں سے وہ نظر آرہا تھا۔ ایک درخت کے پیچھے سے نکل کر دوسرے درخت کی آڑ میں جا رہا تھا اور کشتی میں جانے والوں کو دیکھ رہا تھا لیکن اس کی ایک حرکت شبہ پیدا کر رہی تھی۔ وہ کبھی کبھی پلٹ کر پیچھے اُدھر بھی دیکھتا تھا جدھر اعلیٰ بی بی کو چھوڑ کر گیا تھا۔ سوال یہ تھا کیا اسے اعلیٰ بی بی کے قریب آنے کا اندیشہ تھا؟ وہ اندیشہ کس قسم کا تھا؟

پھر کسی حد تک شبہ کی تصدیق ہونے لگی۔ وہ ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو کر اپنی رسٹ واچ کو توجہ سے دیکھتا ہوا کچھ کر رہا تھا۔

اس نے اپنی کلائی کی گھڑی کو منہ کے قریب کر لیا۔ شاید وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ کچھ سننے کے بعد گھڑی کو کان سے بھی لگا رہا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی سے باتیں کر رہا ہے اور جواباً باتیں سن رہا ہے۔

اعلیٰ بی بی نے پہلے سوچا کہ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے علی تیمور کو دشمنوں کی پوزیشن بتا رہا ہے۔ پھر یاد آیا کہ جان کارمن نے کبھی اپنے پاس ٹرانسمیٹر کی موجودگی ظاہر نہیں کی تھی۔ وہ کلائی کی گھڑی کو گھڑی ہی کہتا تھا، اس نے کبھی نہیں بتایا کہ وہ ٹرانسمیٹر ہے۔

وہ فوراً ہی درخت سے اتر گئی۔ دوڑتی ہوئی علی کی طرف جانے لگی۔ ٹرانسمیٹر کو چھپانے والا علی تیمور سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کوئی اور چال چل رہا تھا۔ اس کی چال بعد میں معلوم ہو سکتی تھی، ابھی علی تیمور کو اس کی دو ملی حرکتوں سے باخبر رکھنا ضروری تھا یعنی پہلے اپنا تحفظ لازمی تھا۔

وہ دوڑتی اور ہانپتی ہوئی رسونتی کے قریب پہنچ گئی۔ رسونتی گھاس پر غافل پڑی ہوئی تھی۔ تنومی نیند پوری کر رہی تھی۔ علی تیمور دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سن کر چھپ گیا تھا پھر اعلیٰ بی بی کو دیکھ کر سامنے آگیا۔ وہ بولی "جان کارمن سے خطرہ ہے۔ کیا اس نے کبھی بتایا ہے کہ اس کی رسٹ واچ ایک ٹرانسمیٹر ہے؟"

"نہیں، مجھ سے کبھی ذکر نہیں کیا۔"

"ابھی وہ ایک جگہ چھپ کر واچ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ اندازہ کرو وہ کس سے رابطہ قائم کرتا ہے؟"

علی نے کہا "سپر ماسٹر سے رابطہ نہیں کرے گا کیونکہ ماما کو وہاں سے نکال لانے میں اس نے ہماری مدد کی اور سپر ماسٹر کو اپنا دشمن بنایا۔ ماسک مین میری ماما کو حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ جان کارمن اس کے لیے کام کر سکتا ہے لیکن یقینی بات یہ ہے کہ وہ یہودی تنظیم کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ رسونتی کو یہاں سے لے چلو۔ جان کارمن دشمنوں کو یہاں بلا رہا ہے۔ ہمیں دوسری پناہ گاہ تلاش کرنا چاہیے۔"

علی نے ماں کو آہستگی سے اٹھا کر ہیلی کاپٹر کی طرف چلتے ہوئے کہا "یہاں سے دور جانے کے لیے ہیلی کاپٹر میں پرواز کرنے کا خطرہ مول لینا ہوگا۔"

"میں مشورہ نہیں دوں گی۔ اس جنگل میں کئی فوجی ہیلی کاپٹر جگہ جگہ موجود ہیں۔ وہ ہمارا تعاقب کریں گے، ہمیں فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔ تمھاری ماں پھر سپر ماسٹر کی قید میں پہنچ جائے گی۔ مجھے اپنی پروا تو نہیں ہے مگر تم بھی قیدی بنا لیے جاؤ گے۔"

"آپ درست کہہ رہی ہیں لیکن ان حالات میں خطرہ مول لینا ہی پڑے گا۔"

"تم اپنی ماں کا بوجھ اٹھا کر کتنی دور چل سکتے ہو؟"

"ماں بوجھ نہیں ہوتی۔ میں اپنی ماما کو اسی طرح اٹھا کر دنیا کے آخری سرے تک جا سکتا ہوں۔"

"تو پھر اسی طرح دور نکل جاؤ۔ رسونتی کو کسی محفوظ جگہ پہنچا دو۔ جان کارمن دشمنوں کے ساتھ آئے گا تو میں اس کا راستہ روکوں گی۔"

"میں آپ کو تنہا خطرات کا سامنا کرنے کے لیے نہیں چھوڑوں گا۔"

"کیا میں ساری زندگی تمھارے سائے میں رہ کر دشمنوں سے لڑتی رہی ہوں؟ کیوں بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ ہم سب باصاحب کے ادارے میں رہ کر تنہا اپنی اپنی جنگ لڑنا سیکھتے رہے ہیں، جو یہ کھا ہے، اس سے انکار نہ کرو۔ جاؤ یہاں سے ورنہ تمھیں بھگانا جانتی ہوں۔"

"آنٹی آپ کی ذہانت کو سب تسلیم کرتے ہیں۔ میں آپ سے کچھ سیکھنا چاہتا ہوں۔ بتائیے آپ مجھے کس طرح بھگائیں گی؟"

"یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔ تمھیں ماں کی حفاظت کے لیے میرا ساتھ چھوڑنا ہوگا اور میں ساتھ چھڑانے کے لیے اُدھر دوڑتی جاؤں گی جدھر جان کارمن کو چھوڑ کر آئی ہوں۔ کیا تم ماں کو اٹھائے ہوئے میرے ساتھ دشمنوں کی طرف جاؤ گے؟"

"اوہ! میں اتنی سی بات بھول گیا تھا کہ آپ ماما کو میری کمزوری بنا لیں گی لیکن اس کا ایک اور پہلو ہے۔ میں ماما کو لے کر آپ کے ساتھ دشمنوں کا سامنا کروں گا۔ کیا آپ انھیں خطرات میں ڈالنا چاہیں گی یا میرے ساتھ یہاں سے دور جانا چاہیں گی؟"

"میں جاؤں گی تو دشمنوں کا راستہ کون روکے گا؟"

"دشمنوں کو تعاقب کرنے دیں، آپ میرے ساتھ اسی طرح چلتی رہیں۔ دیکھیں ہم باتوں باتوں میں کتنی دور نکل آئے ہیں۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی پھر بولی "دشمن یہاں دُکھی رفقاء سے نکلے ہیں۔ تمھارے باپ کے زمانے سے جن اصولوں پر ہم چلتے آئے ہیں اسی پر چلنا چاہیے۔ اپنی جنگ آپ لڑنا چاہیے۔"

اس نے ایک تہ کیا ہوا کاغذ جیب سے نکالا وہ جنگل کا نقشہ تھا۔ اس نے اُسے کھولا پھر نقشے پر انگلی رکھتے ہوئے بولی "ہم یہاں ہیں اور ہمیں جنگل کے اس شمالی حصے میں پہنچنا ہے۔ اُدھر ہمیں ایک کاٹیج بنا ہوا ہے۔ اس کاٹیج کے قریب ہی ایک میدان میں ہمارے لیے ہیلی کاپٹر آئے گا۔ تم ماں کو لے کر جاؤ۔ میں وعدہ کرتی ہوں چوبیس گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ جاؤں گی۔"

اس نے کاغذ تہ کر کے جیب میں رکھا۔ پھر خدا حافظ کہہ کر دوڑتی ہوئی ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگی۔ ان کے پاس فضائی راستے سے فرار ہونے کی سہولت تھی لیکن جنگل میں دشمنوں کے بھی کئی ہیلی کاپٹر تعاقب کے لیے موجود تھے۔ اگر وہ کسی طرح جنگل سے نکلنے میں کامیاب بھی ہو جاتے تو شمالی حصے کو عبور کر کے کینیڈا کی فضاؤں میں پرواز نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ فوجی ہیلی کاپٹر تھا کینیڈا کی فضائی اتھارٹیز کو اطلاع دیے بغیر

اس علاقے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ ہیلی کاپٹر کے پاس آ گئی۔ اس کے سلائیڈنگ ڈور کو ایک جانب سرکا کر وہاں سے ضروری جنگی سامان نکالنے لگی۔ ہیلی کاپٹر سے دور جا کر مختلف درختوں، جھاڑیوں اور پتھروں کی آڑ میں بھاری قوت کے بم چھپا کر رکھنے لگی۔ جن کی توقع تھی، وہ ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔ اُسے جلد جلد آہنی ٹریپ چھپا کر رکھنے کا موقع مل رہا تھا۔

جان کارمن اعلیٰ بی بی کو اپنی محبت اور وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے رسونتی اور علی تیمور کو اُس جنگل میں لے آیا تھا اور سپر ماسٹر کو اپنا دشمن بنا چکا تھا۔ بے شک وہ اعلیٰ بی بی کا دیوانہ تھا اُسے حاصل کرنا چاہتا تھا راتوں کو کروٹ کروٹ اس کے خواب دیکھتا تھا اور یہ اچھی طرح سمجھتا آ رہا تھا کہ اُسے دولت سے، طاقت سے اور آہ وزاری سے حاصل نہیں کر سکے گا۔ کسی مکاری سے ہی وہ خوابوں کی تعبیر بن سکتی ہے۔

اعلیٰ بی بی کو معلوم تھا کہ وہ یہودی ہے۔ تمام یہودی دشمن کام ظرف نہیں ہوتے۔ ان کی محبت اور اعلیٰ ظرفی کی مثالیں بھی موجود ہیں یوں بھی اعلیٰ بی بی دشمنوں سے کام نکالنا جانتی تھی۔ ان کے مزاج اور تیور کو سمجھتی رہتی تھی۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ جان کارمن سپر ماسٹر کے خلاف ضرور ساتھ دے گا لیکن یہودی تنظیم کے خلاف شاید دھوکا دے جائے۔

اس کا خیال درست نکلا، وہ سپر ماسٹر کے خلاف رسونتی کو اس کی قید سے نکال لایا تھا، وہ دُہری چال چل رہا تھا۔ ایک طرف اعلیٰ بی بی کی محبت کا دم بھر رہا تھا، دوسری طرف رسونتی کو سپر ماسٹر کے جنگل سے نکال کر جنگل میں لا کر اسے یہودی تنظیم کے افراد کے حوالے کرنے کے مراحل سے گزر رہا تھا۔

اس نے یہودی تنظیم کے سربراہ کو بتا دیا تھا کہ رسونتی کو اغوا کرنے میں کامیابی ہوئی تو وہ اسے جنگل کے کس حصے میں لے جائے گا۔ اس نے منصوبے کے مطابق ہیلی کاپٹر کو وہیں پہنچایا تھا اور بڑی بے چینی سے اپنے لوگوں کا انتظار کر رہا تھا۔ جب اُس نے دریا کنارے بکرے کا شکار کرنے والوں کو دیکھا تو ناکامی کا اندیشہ ہوا کیونکہ شکار کرنے والے سپر ماسٹر کے آدمی تھے۔

وہ بہانہ کر کے اعلیٰ بی بی سے دور گیا پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے یہودی سربراہ کو مخاطب کیا "تم کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟ سپر ماسٹر کے آدمی رسونتی تک پہنچنے والے ہیں۔"

دوسری طرف سے جواب ملا "ہماری ایک ٹیم سپر ماسٹر کے آدمیوں سے ٹکرا گئی تھی۔ پتا نہیں اُس ٹیم کا کیا بنا۔ ہم راستہ بدل کر آئے ہیں اس لیے دیر ہو رہی ہے۔ نقشہ ہمارے پاس ہے۔ ہم آدھے گھنٹے کے اندر پہنچ جائیں گے۔ کیا سپر ماسٹر کی ٹیم تمہاری نظروں میں ہے؟"

"ہاں، ساحل کے جس حصے میں ٹاور کی طرح ایک اونچی چٹان استادہ ہے وہاں انھوں نے کیمپ لگایا ہے۔ یہ ہمارے ہیلی کاپٹر سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آدھی اعلیٰ بی بی اور علی تیمور پر حملہ کریں گے تو فائرنگ اور بم کی آوازیں دشمنوں کے کیمپ تک جائیں گی۔"

"فکر نہ کرو، میرے پاس زبردست گوریلا فوج ہے پہلے تو خاموشی سے رسونتی کو اغوا کرنے کی کوشش کریں گے۔ ناکامی ہوئی تو فائرنگ ناگزیر ہوگی۔ سپر ماسٹر کے آدمی آتے ہیں تو آنے دو، نمٹ لیں گے۔"

جان کارمن رابطہ ختم کر کے تیزی سے چلتا ہوا اُس درخت کے پاس آیا جہاں اعلیٰ بی بی کو چھوڑ کر گیا تھا۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ اس نے چاروں طرف گھوم گھوم کر نظریں دوڑائیں۔ اُسے اونچی آواز میں پکارنا مناسب نہیں تھا، اعلیٰ بی بی کا نام دشمنوں کے کانوں تک پہنچ سکتا تھا۔ پھر خیال آیا وہ دشمنوں کے ہتھے نہ چڑھ گئی ہو۔ وہ دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگا۔ اُسے اسرائیلی حکومت سے پروشم فلم کی نئی کاروبار کرنے کی سہولتیں اور پانچ کروڑ ڈالر کے علاوہ انعام میں ملنے والی تھی، اگر وہ دشمنوں کے ہاتھ لگ جاتی تو آدھی محنت پر پانی پھر جاتا۔

وہ پوری رفتار سے دوڑتا ہوا اُدھر آیا جدھر گھاس پر پہلے وہ لیٹی ہوئی تھی اور علی تیمور نگرانی کر رہا تھا۔ اب وہاں ماں بیٹے نہیں تھے، اس نے آہنگی سے اعلیٰ بی بی اور علی کو آوازیں دیں پھر وہاں سے دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت اُسے ایک جھٹکا سا لگا، وہ اوندھے منہ گرا، اس کے ساتھ ہی سر نیچے اور پاؤں اوپر ہو گئے۔ وہ اُلٹا لٹکتا ہوا کچھ اوپر گیا پھر درخت کی ایک اونچی شاخ سے لٹکتے ہوئے جھولنے لگا۔ اس کا ایک پیر گھاس میں چھپے ہوئے ٹریپ کے پھندے میں پھنس گیا تھا جس کے نتیجے میں صرف کھوپڑی نہیں اُلٹی تھی، اس کا سر اور پاؤں اُلٹ کر رہ گیا تھا۔

اعلیٰ بی بی چھپ کر دیکھ رہی تھی، خیال تھا کہ اس کے پیچھے آدمی بھی آ رہے ہوں گے۔ لیکن وہ دیر تک تنہا لٹکتا رہا اور مدد کے لیے پکارتا رہا "کون ہے؟ مجھ سے کون دشمنی کر رہا ہے؟ پلیز سامنے آؤ۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میرا قصور کیا ہے؟"

اعلیٰ بی بی اطمینان سے چلتی ہوئی اُس کے پاس آئی، وہ اپنی کلائی کی گھڑی کو دوسرے ہاتھ سے آپریٹ کر کے یہودی ساتھیوں کو خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے کہا "گھڑی پر سے ہاتھ ہٹا لو میں نہیں چاہتی کہ دوسری طرف ہماری باتیں سُنی جائیں۔"

وہ جلدی سے ہاتھ ہٹا کر بولا "یہ کیا کہہ رہی ہو، یہ تو گھڑی ہے۔ دوسری طرف کون باتیں سُنے گا۔ یہ... یہ... کیا تم نے مجھے لٹکایا ہے؟"

"ہاں" اس نے آگے بڑھ کر لٹکتے ہوئے ہاتھ کو پکڑ لیا، اس کی کلائی سے گھڑی اتارنے لگی۔ وہ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے چاقو نکال کر کہا "میں زور نہیں آزماؤں گی۔ کلائی کاٹ کر گھڑی اتار لوں گی۔"

"احمقو! تم سب بارود کے ڈھیر پر کھڑے ہو۔ ریموٹ کنٹرول سے پھر چند جملے نہیں کی۔ اعلیٰ بی بی نے گھڑی کو اُتار کر دیکھا پھر پوچھا "کس پارٹی سے تمہارا گٹھ جوڑ ہے؟"

"کسی سے نہیں ہے تم خواہ مخواہ شبہ کر رہی ہو، میری دوستی اور وفاداری کو بھول رہی ہو۔ میں نے تمہارے لیے ساری دنیا کو دشمن بنا لیا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے گن سیدھی کی پھر اُسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی "تم دوست ہوتے تو اس گھڑی کی حقیقت کو نہ چھپاتے۔ اگر بتاؤ گے کہ ہمارے کس دشمن کو یہاں آنے کی دعوت دی ہے تو میں گولی نہیں ماروں گی ورنہ تمہیں مارنے کے بعد پتا چل جائے گا کیونکہ آنے والے ضرور آئیں گے اور اپنی اصلیت بھی دکھائیں گے۔"

وہ خوف سے تڑپتے ہوئے اِدھر سے اُدھر جھولتے ہوئے بولا "دیکھو گولی نہ چلانا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، یہاں کوئی نہیں آئے گا لیکن اگر تم وہ میرا بھی دشمن ہوگا۔"

"جب میں کسی پر بھروسا نہیں کرتی تو پھر کبھی اسے دوست نہیں سمجھتی۔ میں نشانہ لے رہی ہوں۔ دیکھو گولی تمہارے جسم پر نہیں تمہارے کمانڈو لباس کے کسی بم پر لگے گی پھر دھماکے سے تمہارے پرخچے اُڑ جائیں گے۔"

وہ تیزی سے تڑپتے ہوئے اُلٹا جھولتے ہوئے چیخنے لگا۔ "نہیں تم دھماکا کر کے غلطی کرو گی۔ آوازیں دور تک گونجتی ہوئی دشمنوں تک پہنچیں گی۔ پلیز میری باتوں کا یقین کرو۔ میں جھوٹا اور فریبی نہیں ہوں۔"

وہ بولتا جا رہا تھا۔ کمانڈو لباس اور کارتوس بیلٹ اُتارتا چاہتا تھا تاکہ گولی اس کی طرف نہ آئے۔ اس نے لباس کا اوپری حصہ اُتار کر جتنی دور پھینک سکتا تھا پھینک دیا۔ وہ بولی "کیا لباس سے نہا کر حاصل کر کے موت سے بھی نجات حاصل کر لو گے؟"

"تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو؟"

"اس کا جواب تمہیں مل جائے گا۔ میں جا رہی ہوں یہاں قریب ہی چھپ کر رہوں گی۔"

دور گھاس پر جان کارمن کا پھینکا ہوا لباس پڑا تھا۔ وہ اُٹھا کر قریب لے آئی۔ وہ زمین سے چھ فٹ کی اونچائی پر اُلٹا لٹک رہا تھا، اس نے لباس کو ٹھیک اس کے سر کے نیچے ڈال دیا وہ گھبرا کر بولا "یہ... یہ کیا کر رہی ہو؟"

"میں چھپ کر دیکھتی رہوں گی اگر تم آنے والوں کو میرے پیچھے کے متعلق بتاؤ گے یا وہ لوگ تمہیں دوستانہ انداز میں مخاطب کر لیں گے تو میں اس لباس سے منسلک رہنے والے بموں پر دور سے فائر کروں گی، دھماکا ٹھیک تمہارے سر کے نیچے ہوگا۔"

"اوہ گاڈ! میں کیا کروں، تم میری سوچ سے بھی زیادہ خطرناک بلا ہو۔ مجھے معاف کر دو۔ اس چند سے سے نجات دلا دو میں قسم کھا کر کہتا ہوں، آیندہ سازش نہیں کروں گا۔ ایک کتے سے بھی زیادہ وفادار بن کر رہوں گا۔ آخری بار مجھ پر بھروسا کر دو۔"

وہ بولتا جا رہا تھا اور وہ دور ہوتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ وہ تڑپنے لگا، اس کے نتیجے میں اُلٹا جھولنے لگا۔ چیخ چیخ کر کہنے لگا "تم ذلیل ہو، کمینی ہو، تمہیں قرار دلا دوں تیمور کا واسطہ دیتا ہوں، میرے سامنے آؤ۔ مجھ پر گولی نہ چلاؤ، وہ آنے والے کمبخت مجھے دوستانہ انداز میں مخاطب کریں گے۔ میں انھیں روکنا چاہوں گا، تمہارے پیچھے کے متعلق بتاؤں گا تو تم فائر کرو گی۔ کسی صورت سے میرا بچاؤ نہیں ہوگا۔"

وہ بولنے کے دوران کمر کی طرف سے خم کھا کر اوپر اُٹھ رہا تھا۔ اپنے ایک پیر کو پکڑ کر رسّی تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت بہت سے قدموں کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ اُن کے آنے سے پہلے رسّی کو پکڑ کر اوپر شاخ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ جلد پھندے سے نجات حاصل کر کے نیچے رکھے ہوئے بموں سے دور ہو جانا چاہتا تھا لیکن یہ اتنا آسان نہ تھا جتنا وہ سوچ رہا تھا۔ وہ کوششیں کرتا رہ گیا اور آنے والے آ گئے۔

وہ درختوں کے جھنڈ سے نمودار ہو رہے تھے۔ چار چار، چھ چھ افراد الگ الگ ٹولیوں کی صورت میں تھے۔ چاروں طرف سے ظاہر ہو کر اس سے دور کھڑے ہو گئے تھے۔ اپنے اتفاقیہ کو اُلٹا لٹکتے دیکھ کر سمجھ گئے تھے، خطرہ کہیں آس پاس ہے۔

تقریباً ایک منٹ تک خاموشی رہی۔ وہ لوگ آہستہ آہستہ محتاط انداز میں چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھ رہے تھے۔ دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ سمجھ رہے تھے، پتوں بھرے گھنے درختوں میں یا پتھروں کے پیچھے چھپا جا سکتا تھا۔ کٹی ہوئی جھاڑیوں اور پتوں میں چھپا ہوا ہیلی کاپٹر جھلک رہا تھا۔ آنے والوں میں سے ایک شخص نے کہا "اعلیٰ بی بی اور علی تیمور، ہم سپر ماسٹر کے چیچے نہیں ہیں، تمہارے دوست ہیں۔ ہادام رسونتی کو بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانے کے لیے تمہاری مدد کرنے آئے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی کی آواز گونجتی ہوئی آئی "پہلے یہ بتاؤ تم لوگ کون ہو؟ اور ہم سے ہمدردی کیوں کرنے آئے ہو؟"

"ہم حکومت کے باغی ہیں۔ ہادام رسونتی کو سپر ماسٹر کی قید سے بلکہ اس ملک سے نکال کر تمہارے کام آ کر دوستی کی ابتدا کرنا چاہتے ہیں۔"

"اپنی اصلیت چھپا کر دوستی نہیں کر سکو گے۔"

"ہم پر قبضہ نہ کرو۔ سامنے آ جاؤ۔"

"احمقو! تم سب بارود کے ڈھیر پر کھڑے ہو۔ ریموٹ کنٹرول

میرے ہاتھ میں ہے ـــــ ایک بٹن دبے گا اور تم لوگ دھماکوں سے اُڑتے جاؤ گے۔"

دشمنوں کے ایک سرغنہ نے جان کارمن سے پوچھا۔ "جان! تم نے تو دیکھا ہوگا کیا یہاں ریموٹ کنٹرولنگ بم چھپائے گئے ہیں؟"

"میں نہیں جانتا۔ میں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے۔ البتہ یہ میرے سر کے نیچے جو لباس پڑا ہوا ہے، اس میں بم رکھے ہوئے ہیں، ان کا تعلق ریموٹ کنٹرولر سے نہیں ہے۔ اعلیٰ بی بی فائرنگ کے ذریعے بلاسٹ کر سکتی ہے۔"

سرغنہ نے اپنے ایک آدمی کو حکم دیا۔ "اس لباس کو اُٹھا کر دور پھینک دو۔"

وہ حکم کا بندہ لباس کی طرف جانے لگا۔ جان کارمن نے چیخ کر کہا۔ "خبردار! اسے ہاتھ نہ لگانا۔ وہ چھُپ کر لباس میں رکھے ہوئے بموں پر فائر کرے گی۔ میں مر جاؤں گا۔ میرے قریب نہ آؤ۔ اس لباس کو ہاتھ نہ لگاؤ۔"

مگر وہ قریب آگیا۔ لباس کو اُٹھاتے ہی دور تک دوڑتا ہوا گیا۔ پھر اُسے پھینکنا ہی چاہتا تھا کہ اعلیٰ بی بی نے گولی چلا دی۔ اس کے ساتھ ہی زوردار دھماکا ہوا۔ ایک بم نے دوسرے بم کو بلاسٹ کیا۔ دوسرے نے تیسرے کو۔ اس طرح کئی دھماکوں میں لباس اُٹھانے والے کا پتا نہ چلا کہ اس کا گوشت کدھر گیا اور ہڈیاں کہاں کہاں چلی گئیں۔

دھماکوں کی آوازیں بڑی دیر تک گونجتی رہیں۔ پھر اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "جان کارمن! دیکھو تو تمہارا بھی یہی انجام ہوتا۔ تم اس لیے زندہ ہو کہ تم نے دشمنی سے ہی سہی، مگر رسونتی کو یہاں تک لانے میں بڑا ساتھ دیا تھا۔ تمہاری عداوتی مہربانی کے بدلے یہ زندگی مل رہی ہے۔ لیکن ہاں، تم اپنے لوگوں کو یہاں سے واپس لے جانے میں ناکام رہو گے تو ان کے ساتھ فنا ہو جاؤ گے۔"

اس کے ساتھیوں نے اُسے پھندے سے نجات دلائی۔ وہ اُلٹا تھا، سیدھا ہو کر زمین پر آتے ہی ایک درخت کی آڑ میں چلا گیا، وہاں سے چیخ کر بولا۔ "وہ جھوٹ بول رہی ہے، اگر یہاں ریموٹ کنٹرولر سے منسلک بم ہوتے تو وہ کسی کو زندہ نہ چھوڑتی۔ وہ بچوں کی طرح ڈرا کر ہمیں بھگانا چاہتی ہے۔ اُسے ڈھونڈو، وہ یہیں کہیں چھُپی ہوئی ہے۔"

"جو مجھے تلاش کرنے کے لیے حرکت کرے گا، مارے گا۔"

سرغنہ نے کہا۔ "اب سمجھ میں آیا، یہ تنہا ہے۔ اس نے رسونتی اور علی تیمور کو بھگا دیا ہے۔ ہمارا راستہ روکنے کے لیے باتیں بنا رہی ہے۔ جاؤ اُسے تلاش کرو۔ یہی ہمیں رسونتی تک پہنچائے گی۔"

کتنے ہی مسلح افراد اِدھر اُدھر تلاشی نظروں سے دیکھتے ہوئے جانے لگے۔ اُن کے حرکت کرتے ہی ایک جگہ زوردار آواز سے دھماکا ہوا۔ آس پاس کے کئی جوان فضا میں سوکھے پتوں کی طرح اُڑے پھر اپنے ٹکڑے گننے کے قابل نہ رہے۔

اُن کا خیال تھا، دوسری سمت ایسا نہیں ہوگا۔ لیکن وہاں بھی حرکت کرنے والوں کی پہلے شامت آئی، پھر موت آگئی۔ وہ چوتھے سے جاتے تھے۔ جان لیوا دھماکوں کی زد میں آجاتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بارہ جوان کا فیصلہ ہونے لگا۔ وہاں صرف پانچ آدمی رہ گئے تھے جن میں جان کارمن بھی تھا۔

ان کے سرغنہ نے غصّے سے کہا۔ "جان! تم نے تو کہا تھا کہ ریموٹ کنٹرول سے بلاسٹ ہونے والے بم نہیں ہیں۔ تمہاری ایک غلط اطلاع نے میرے بچاس آدمی مروا دیے۔ اب مُنہ کیا دیکھتے ہو، ہتھیار پھینک دو۔"

جان کارمن نے ان کے ساتھ اپنے ہتھیار پھینکتے ہوئے کہا۔ "اعلیٰ بی بی! یہ دیکھو، ہم نے ہتھیار پھینک دیے ہیں۔ شکست کھائی ہوئی فوج کے سپاہی غلام بن جاتے ہیں۔ ہم تمہارے غلام ہیں۔"

اس کی آواز آئی۔ "تم میں سے ایک آدمی سیدھا کھڑا رہے، باقی اُلٹے لٹکائے جائیں گے۔ چلو فوراً ایک دوسرے کو اُلٹا لٹکاؤ۔"

سرغنہ نے کچھ کہنا چاہا۔ اس کے پیروں کے پاس مسلسل فائرنگ ہوئی۔ پھر آواز آئی۔ "کوئی بحث نہ کی جائے، فوراً چار آدمیوں کو اُلٹا لٹکنا ہے۔ کم آن ہری اپ۔"

یہ کہتے ہی پھر فائرنگ ہوئی، وہ مشین کی طرح حرکت میں آگئے۔ جان کارمن اور سرغنہ نے تین آدمیوں کے پاؤں باندھ کر اُنھیں رسّی کے ذریعے شاخوں سے لٹکا دیا پھر سرغنہ نے کہا۔ "جان! اب تمہاری باری ہے۔"

وہ بولا۔ "میں پہلے بھی لٹک چکا ہوں۔ اب تمہاری باری ہے۔"

دونوں میں تکرار ہونے لگی۔ وہ آپس میں بحث کرتے رہے پھر ایک نے کہا۔ "اعلیٰ بی بی جسے اُلٹا لٹکنے کو کہے گی وہی لٹکے گا۔"

ایک نے آواز دی۔ "اعلیٰ بی بی! تم فیصلہ کرو۔"

دوسرے نے پوچھا۔ "ہم میں سے کسے لٹکنا چاہیے؟"

جواب نہیں ملا۔ انھوں نے بار بار اُسے پکارا، پھر سرغنہ نے آہستگی سے کہا۔ "وہ ہمیں اُلو بنا کر چلی گئی ہے۔"

جان کارمن نے کہا۔ "ایسا نہ کہو۔ وہ اچانک ہی حملہ کر دے گی۔ وہ اسی طرح دھوکے میں رکھتی ہے، پھر بھاگنے کا موقع نہیں دیتی۔"

"ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔ وہ رکنا چاہے گی تو ضرور کچھ بولے گی۔"

وہ دونوں ایک قدم آگے بڑھے پھر رک گئے۔ بہت سے قدموں کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ

پرماسٹر کے فوجی آپہنچے ہیں۔ آخر زبردست دھماکوں کی آوازیں یوں دو رنگ کو گونجتی رہی تھیں اور سمجھاتی رہی تھیں کہ یہ سب کچھ ہونی کے لیے ہو رہا ہے۔

وہ دونوں کان لگا کر ایسی سمت معلوم کر رہے تھے، جدھر سے آواز نہ آرہی ہو تاکہ اُدھر سے فرار کا موقع مل جائے لیکن کسی نے پکار کر کہا۔ "اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ نیچے پڑے ہوئے ہتھیاروں کو اُٹھانے کی حماقت نہ کرنا۔ ہم آرہے ہیں۔"

ایک منٹ تک خاموشی رہی پھر ایک فوجی افسر چند سپاہیوں کے ساتھ نظر آیا۔ وہ انھیں گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے بولا۔ "جان کارمن! تم نے خوب غدّاری کی۔ فوجی ہیلی کاپٹر بُرا دیا۔ پھر رسونتی کو اغوا کر کے اور قوم سے غدّاری کے تمام ریکارڈ توڑ دیے لیکن تمھیں اپنی قوم سے کیا محبت ہوگی، تم یہودی ہو، یہودی رہو گے۔ بہرحال ہم میں جانے سے پہلے بتاؤ، رسونتی کہاں ہے اور تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

جان کارمن بتانے لگا کہ سانپ نکل گیا ہے اور وہ لکیر پیٹ رہے ہیں۔ اعلیٰ بی بی انھیں بڑی دیر تک وہاں اُلجھاتی رہی ہے، اتنی دیر میں پتا نہیں بیٹا اپنی ماں کو لے کر کہاں چلا گیا ہے۔ البتہ اعلیٰ بی بی زیادہ دور نہیں گئی ہوگی۔

اعلیٰ بی بی وہاں سے اس وقت گئی تھی جب وہ سرغنہ اور جان کارمن اپنے تین آدمیوں کو اُلٹا لٹکا رہے تھے۔ وہ سمجھ رہی تھی اتنے دھماکوں کے نتیجے میں پرماسٹر کے فوجی اِدھر ضرور آئیں گے۔ لہٰذا وہ دریا کے قریب پہنچ کر ایک درخت پر چڑھ گئی، پتوں سے بھری ہوئی شاخوں کے درمیان چھُپ کر انتظار کرنے لگی۔ وہ وقفے وقفے سے کئی منٹ تک دھماکے کرتی رہی تھی، یہ دھماکے ہوتے ہوئے اُدھ گھنٹا گزر چکا تھا۔ فوجی محتاط تھے، جہاں دھماکے ہوتے رہے تھے، وہاں بڑی احتیاط سے پہنچنا چاہتے تھے۔

آخر وہ نظر آنے لگے۔ سیکڑوں کی تعداد میں کئی کشتیوں پر آرہے تھے۔ موٹر بوٹ کو بھی چپوؤں سے چلا رہے تھے تاکہ انجن کی آواز مخالفوں تک نہ پہنچے۔ انھوں نے ایک جگہ لنگر نہیں ڈالا۔ دریا کے کنارے ایک میل دور تک کشتیوں سے فوجی جوان اُترتے جا رہے تھے اور گروہوں کے انداز میں اس علاقے کو گھیرنے کے لیے بڑھتے جا رہے تھے۔ جب وہ درجنوں گروہ درختوں پر جاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے تو وہ درخت سے اُتر کر دوڑتی ہوئی کشتیوں کے پاس آئی۔ وہ لوگ کشتیوں کو کنارے پر چھوڑ گئے تھے اور مطمئن تھے کہ اس جگہ کو ہر طرف سے گھیرتے ہوئے جا رہے ہیں اس لیے کوئی دشمن کشتیوں کی طرف آنے سے پہلے نظروں میں آجائے گا۔

وہ ایک بوٹ میں آئی۔ اس میں پٹرول سے بھرا ہوا ٹن رکھا ہوا تھا۔ وہ تھوڑا تھوڑا پٹرول ہر کشتی اور موٹر بوٹ پر چھڑکتی چلی گئی، صرف ایک بوٹ اپنے لیے رکھی۔ درخت کی ایک ٹوٹی ہوئی شاخ کے سرے پر کپڑا لپیٹ کر مشعل بنائی۔ اپنی بوٹ اسٹارٹ کر کے مشعل کو سلگایا پھر بوٹ میں بیٹھ کر تمام کشتیوں کے پاس سے گزرتے ہوئے انھیں آگ لگاتی چلی گئی۔

کچھ بوٹس میں بارودی سامان رکھا ہوا تھا۔ آگ لگنے سے دھماکے ہوئے۔ اُن کی آواز دور تک گئی ہوگی۔ پرماسٹر کے فوجیوں نے دھماکوں کو سُنا ہوگا، سمجھا بھی ہوگا کہ ساحلی کشتیوں پر کیا گزر رہی ہے۔ لیکن کچھ کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ کشتیاں جل چکی تھیں اور جلانے والی جا چکی تھی۔

علی تیمور ماں کو اُٹھائے دریا کے کنارے جا رہا تھا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ نقشے کے مطابق اسے دریا پار کرنا تھا اور پار اُترنے کے لیے کشتی نہیں تھی۔ اُسے ایک جگہ رکنا پڑا۔ ماں کے جسم میں حرکت محسوس ہو رہی تھی۔ شاید تسویکی نیند پوری ہو چکی تھی۔ اس نے آہستہ سے اُسے گھاس پر لٹا دیا۔ وہ آنکھیں کھول کر سوچنے کے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ پھر علی کو دیکھتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ ناگواری سے بولی۔ "کیا میرا پیچھا نہیں چھوڑو گے۔ مجھے کہاں لے آئے ہو؟"

"آپ کو دشمنوں سے دور لے جانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہ میری حماقت بھی ہے اور محبت بھی۔ حماقت اس لیے کہ آپ کو جسمانی طور پر جتنی بھی دور لے جاؤں، دماغ تو دشمنوں کے پاس ہی رہے گا۔"

"پھر جان بوجھ کر حماقت کیوں کر رہے ہو؟"

"ہر شیطانی عمل کا توڑ ہوتا ہے۔ پرماسٹر نے آپ پر جو عمل کرایا ہے، انشاء اللہ اس کا توڑ بابا صاحب کے ادارے میں ہو گا۔"

"میں تمہارے ساتھ کسی ادارے میں نہیں جاؤں گی۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اچانک اس نے سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لینے لگی۔ چند سیکنڈ کے بعد اس نے پھر سانس روک لی۔ علی اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سانس لیتے ہوئے بولی۔ "ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ پرانی سوچ کی لہر محسوس کرتے ہی بے اختیار سانس رُک جاتی ہے۔"

علی نے کہا۔ "آپ پر تسویکی عمل کیا گیا ہے۔ اب ڈیگر اینڈ ڈیگر آپ کے دماغ میں نہیں آسکیں گے۔ پرماسٹر کے تمام لوگوں سے آپ کا رابطہ ختم ہو چکا ہے۔"

وہ پاؤں پٹخ کر ایک طرف جاتے ہوئے بولی۔ "تم محبت جتاتے ہو اور مجھے اپنے لوگوں سے دور کر کے دشمنی کرتے جاتے ہو۔"

"وہ آپ کے لوگ نہیں ہیں مگر آپ مجھے جھوٹا اور فریبی سمجھتی رہیں گی۔"

اس نے بازو پکڑ کر ساحل کی طرف چلتے ہوئے کہا۔ "ادھر نہ جائیں، ہمیں کنارے کنارے چلنا ہے۔ آگے جا کر شاید دریا پار کرنے کی کوئی صورت نکل آئے۔"

وہ ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا کر بولی۔ "اے خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ میں برہمن ہوں، کسی کا چھوا نا برداشت نہیں کر سکتی۔"

"سپر ماسٹر نے خوب جادو چلایا ہے۔ بہرحال آپ میری باتیں مانتی رہیں گی تو آپ کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

وہ خاموشی سے چلتی رہی۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر کے لب و لہجے کو یاد کرنے کی کوشش کرتی رہی لیکن سپر ماسٹر کے کسی بھی ماتحت کا نہ تو لہجہ یاد آ رہا تھا اور نہ ہی وہ خود کو خیال خوانی کے قابل پا رہی تھی۔ آخر اس نے جھنجلا کر پوچھا۔ "مجھ پر کس نے تو یہی عمل کیا ہے؟ میری یادداشت کمزور ہو گئی ہے اور خیال خوانی کی صلاحیت ختم ہو گئی ہے۔"

علی نے جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ چلتا رہا۔ ایسے ہی وقت زوردار دھماکے کی آواز آئی۔ وہ رک گیا۔ پلٹ کر ادھر دیکھنے لگا جدھر سے آواز آئی تھی وہ تقریباً تین چار میل کا فاصلہ طے کر چکا تھا۔ رسونتی نے خوش ہو کر کہا۔ "اب کہاں بچ کر جاؤ گے۔ سپر ماسٹر کے آدمی آ رہے ہیں۔"

یکے بعد دیگرے اور کئی دھماکے سنائی دیتے رہے۔ علی نے کہا۔ "وہاں مقابلے میں صرف میری آنٹی ہیں۔ انھیں مارنے کے لیے اتنے دھماکے نہیں ہوں گے۔ گنیں اور دھماکے ہو رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے، دشمنوں کی شامت آ رہی ہے۔ پلیز! اب کنارے سے ہٹ کر درختوں کے جھنڈ میں سے چلیں۔"

"کبھی ادھر لاتے ہو، کبھی ادھر چلنے کو کہتے ہو، آخر کیوں؟"

"میدانِ جنگ کا شور سن کر دشمنوں کی دوسری پارٹیاں بھی خشکی اور دریائی راستوں سے گزریں گی۔ ہم چھپ کر آگے بڑھیں گے۔ کیا میں ہاتھ پکڑ کر لے چلوں یا آپ خود چلیں گی؟"

وہ خود ہی راستہ بدل کر علی کی مرضی کے مطابق چلنے لگی۔ علی بہت ہی محتاط انداز میں چاروں طرف دیکھتا ہوا چل رہا تھا۔ ایک بار اس نے ماں کو رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ رک گئی۔ بیٹا کان لگا کر سنتے ہوئے بولا۔ "کچھ لوگ آ رہے ہیں۔"

وہ فوراً ہی جھک کر سجدے کی حالت میں گیا پھر زمین سے کان لگا کر سننے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد اٹھ کر بولا۔ "وہ لوگ ادھر ہی آ رہے ہیں۔ تعداد میں چار یا پانچ سے زیادہ نہیں ہیں۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "وہ کتنی دور ہوں گے؟"

"تقریباً چالیس یا پچاس گز کے فاصلے پر۔"

یہ سنتے ہی وہ چیختے ہوئے ادھر بھاگنے لگی۔ "بچاؤ مجھے بچاؤ، میں رسونتی ہوں۔ میں وہی ہوں جسے تم تلاش کر رہے ہو۔"

وہ چیختی جا رہی تھی۔ علی نے ماں کو بے بسی سے دیکھا، وہ آگے جا کر اسے پکڑ سکتا تھا مگر فائدہ کچھ نہ ہوتا۔ آواز دشمنوں تک پہنچ چکی تھی۔ رسونتی کو خوف تھا کہ علی پیچھے سے آ کر پکڑ لے گا، بھاگنے کے دوران پلٹ کر دیکھتی جا رہی تھی۔ پہلے وہ جسے کھڑا ہوا نظر آیا، دوسری بار پلٹ کر دیکھنے پر دکھائی نہیں دیا، گم ہو گیا تھا۔ یہ اور خوفزدہ کرنے والی بات تھی۔ وہ کسی طرح بھی اچانک آ کر پکڑ سکتا تھا۔ وہ پھر چیختے ہوئے بھاگنے لگی۔ کسی نے للکار کر کہا۔ "ہالٹ!"

وہ ایک جھٹکے سے رک گئی۔ ایک طرف سر گھما کر دیکھا، ایک جوان عورت فوجی افسر والی وردی میں تھی۔ اس کے پیچھے چار آدمی تھے۔ عورت نے رسونتی کو دیکھتے ہی خوش ہو کر کہا۔ "تھینکس گاڈ! آخر تم مل ہی گئیں۔ کیا تمھارا کوئی پیچھا کر رہا ہے؟ تم خوفزدہ کیوں ہو؟"

"ہاں علی تیمور کہیں چھپا ہوا ہے۔ وہ کسی وقت بھی مجھے پکڑ لے جائے گا۔ کیا تمھارے آدمی مجھے اس سے بچا سکتے ہیں؟"

"مادام! ہم سب آپ کے خادم ہیں۔ سپر ماسٹر کے حکم پر ہم آپ کو صحیح سلامت یہاں سے لے جانے آئے ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "آپ فکر نہ کریں۔ علی تیمور ادھر آتے زندہ نہیں جائے گا۔ اس جنگل میں اس کی موت لکھی ہوئی ہے۔"

بات ختم ہوتے ہی ایک تیر اس کے سینے میں آ کر پیوست ہو گیا۔ اس جنگل میں دوسرے کی موت پڑھنے والا اپنی موت کی آخوش میں پہنچ گیا۔ اس کے گرتے ہی سب کے سب درختوں اور ٹیلوں کے پیچھے بھاگنے لگے۔ بھاگتے بھاگتے ایک اور گرا پھر اٹھ نہ سکا۔ وہ عورت اور باقی دو ماتحت مختلف درختوں کے پیچھے پہنچ گئے۔ رسونتی کھلی جگہ کھڑی رہ گئی۔

علی نے جان کارمن کی آواز اور لہجے میں کہا۔ "مادام رسونتی! تمھیں ماں کہتا ہے۔ وہ تمھیں نقصان نہیں پہنچائے گا لیکن گولی مار سکتا ہوں جو لوگ تمھارے محافظ ہونے کا دعویٰ کرتے اُن سے کہو ہتھیار پھینک کر تمھارے سامنے آ جائیں۔ اگر انھیں تو تمھاری حفاظت کرنے کا دعویٰ غلط ہو جائے گا کیونکہ تم نشانے پر ہو۔"

اگر علی اپنی آواز میں رسونتی کو مارنے کی دھمکی دیتا تو وہ کبھی یقین نہ کرتے۔ جان کارمن سے توقع تھی کہ وہ گولی مار دے گا۔ رسونتی سہم کر بولی۔ "اے! تم تینوں کیوں چھپ گئے ہو؟ کیا اسی طرح حفاظت کی جاتی ہے؟ پلیز! ہتھیار پھینک کر سامنے آؤ۔"

اس فوجی عورت نے کہا۔ "مادام! آپ علی کے پاس جائیں، اس طرح جان کارمن آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں اسے روکوں گی، جان کو ٹھکانے لگانے کے بعد علی سے بھی نمٹ لوں گی۔"

علی نے اس درخت کے پاس ایک بم پھینکا جس کے پیچھے چھپی ہوئی تھی۔ وہ اس سے ایک گز کے فاصلے پر آ کر گرا تھا، اس کا پلیتہ جلتا جا رہا تھا۔ کسی بھی لمحے وہ پھٹ کر اس فوجی عورت کو چیتھڑے چیتھڑے کر سکتا تھا۔ وہ ہتھیار پھینک کر چیختی ہوئی درخت کے پیچھے سے نکلی۔ "مجھے گولی نہ مارنا، میں نے ہتھیار پھینک دیے ہیں۔ میں شکست تسلیم کرتی ہوں، میں مقابلہ نہیں کروں گی۔"

وہ دوڑتی ہوئی رسونتی کے پاس آئی۔ رسونتی بھی سلگتے ہوئے پلیتے کو دیکھ کر بھاگ رہی تھی۔ پھر دونوں اوندھے منہ گھاس پر گر پڑیں۔ بم پھٹ گیا تھا اور نتیجے میں قیامت کی تباہی مچا رہا تھا۔ اس کی آواز اتنی زبردست تھی کہ قریبی درخت کئی جگہ سے ٹوٹ کر فضا میں اڑتا ہوا دور چلا گیا تھا۔ اس کا ایک بڑا حصہ ایک فوجی جوان پر آ کر گرا تھا جس کے بعد وہ جوان اٹھ نہ سکا۔ دوسرا فوجی پناہ کے لیے بھاگ رہا تھا۔ علی نے ایک گولی میں اسے زمین دکھا دی۔

وہ دونوں گھاس پر منہ چھپائے اوندھی پڑی ہوئی تھیں۔ دھماکا ابھی تک ان کے کانوں میں گونج رہا تھا۔ پھر انھیں قدموں کی چاپ سنائی دی۔ گھاس پر کچھ قدم دھپ دھپ کی آوازیں پیدا کرتے ہوئے قریب آ رہے تھے۔ سپر ماسٹر کی فوجی حسینہ نے سر اٹھا کر دیکھا، ایک گھبرو جوان سر پر کھڑا تھا۔ پھر وہ جھک کر رسونتی کو اٹھنے کے لیے سہارا دیتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ "ماما! کہیں چوٹ تو نہیں آئی؟"

وہ ہاتھ جھٹک کر بولی۔ "اے خبردار! تم نے کہا تھا مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔ مجھ سے دور رہو۔"

فوجی حسینہ نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم علی تیمور ہو؟"

"ہاں، میری ماما کو سہارا دو۔"

اس نے رسونتی کو سہارا دے کر اٹھایا پھر پوچھا۔ "جان کارمن کہاں ہے؟"

"میں اکیلا ہوں، جان کی آواز میں میں ہی بول رہا تھا، تم کون ہو؟"

"میرا نام ایلسی جان ہے۔ میں فوج میں ڈاکٹر ہوں۔ میں نے تمھارا بہت ذکر سنا ہے۔ جہاں پر زندہ بھی پکڑ نہیں مار سکتا، وہاں تم پہنچ کر اپنی مار کرنے آئے۔ مجھے تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

ایلسی نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ اس کے ہاتھ کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔ "تم تسلیم کرتی ہو کہ یہ میری والدہ ہیں۔"

ایلسی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس گبرو کو دیکھ کر دل ہاتھ سے نکل رہا تھا، ایسے میں وہ ماں بیٹے کے رشتے کی حقیقت بیان کرتی تھی۔ اس نے فوراً بات بناتے ہوئے کہا۔ "وہ دراصل میں نے سنا تھا کہ تم مادام کو ماں کہتے ہو لیکن یہ تو ہندو ہیں اور تم مسلمان ہو۔ بھئی، ادھر دیکھ کر میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہوا ہے، تم تھوڑی سی تہذیب ضرور سیکھے ہو گے۔"

"امریکی تہذیب نے مجھے سکھایا ہے کہ دشمن سے ہاتھ نہ ملاؤ، پنجہ لڑاؤ۔ افسوس تم عورت ہو، میری اور ماما کی سلامتی اسی میں ہے کہ میں فوراً تمھیں گولی مار دوں۔"

اس نے گن سیدھی کی۔ ایلسی اچھل کر رسونتی کے پیچھے ہو گئی سہم کر بولی۔ "مجھے نہ مارو، میں تمھارے کام آؤں گی۔"

"پیچھے چھپنے سے موت نہیں ٹلے گی۔ میں دونوں کو گولی مار دوں گا۔"

"کیا مجھے ہلاک کرنے کے لیے اپنی ماں کو گولی مارو گے؟ نہیں جھوٹ بول رہے ہو۔"

علی نے کہا۔ "ماما! یہ عورت دوسری بار آپ کو میری ماں کہہ رہی ہے۔ دشمن ہمارے خون کے رشتے کو پانی کرنا چاہتے ہیں، آپ سچائی کو سمجھنے کی کوشش کریں۔"

رسونتی نے ایلسی کی طرف گھوم کر غصے سے پوچھا۔ "تم بار بار مجھے اس کی ماں کیوں بنا رہی ہو، کیا ماں بن جانے سے یہ تمھیں زندہ چھوڑ دے گا؟"

"اگر یہ مجھے نہ مارے اور زندہ رہنے دے تو میں حقیقت بیان کروں گی۔"

"تم سچ بولو گی تو میں تمھیں معاف کر دوں گا۔"

"مجھے یقین ہے، تم فراڈ کی طرح زبان کے پکے ہو گے۔"

رسونتی ناگواری سے بولی۔ "میرے سامنے فراڈ کا نام نہ لو۔"

ایلسی نے کہا۔ "فراڈ سے نفرت کرو گی تو حقیقت نہیں بدلے گی۔ وہ تمھاری زندگی کا پہلا اور آخری مرد تھا۔ یہ علی تیمور تمھاری اور اس کی محبت کی زندہ مثال ہے۔ تم نے اس جوان کی پرورش اپنے خون سے نوماہ تک کی پھر اسے اپنا دودھ پلاتی رہیں۔ سپر ماسٹر نے برین واشنگ کے ذریعے ماں کو بیٹے کا دشمن بنا دیا ہے۔"

رسونتی نے کہا۔ "یہ تم اپنی جان بچانے کے لیے کہہ رہی ہو۔"

وہ بولی۔ "جب جان جانے کا یقین ہو جائے تو انسان سچ بولتا ہے۔ مادام! میں قسم کھا کر کہتی ہوں، تم علی تیمور کی حقیقی ماں ہو، تم نے اسے جنم دیا ہے۔"

رسونتی نے بیزاری سے منہ پھیر لیا۔ علی نے ایلسی سے کہا۔ "ماما کو ابھی یقین نہیں آئے گا۔ وقت برباد نہ کرو۔ یہ بتاؤ تم کس کیمپ سے آ رہی ہو؟"

"دریا کے اس پار ہمارا کیمپ ہے۔ مسلسل دھماکوں کی آوازیں سننے کے بعد بے شمار فوجی جوان آواز کی سمت گئے ہیں۔"

علی نے پوچھا۔ "وہ کشتیوں کے ذریعے گئے ہوں گے۔ دھماکے والی جگہ یہاں سے کئی میل دور ہے۔ تم یہاں کیا کر رہی تھیں؟"

"ہمارے جیسے کتنے ہی فوجی چار یا چھ کی ٹولیوں میں تمھیں اور مادام کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

وہ ساحل کی سمت چلتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ وہاں پہنچ

کرایسی نے ایک کشتی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے آدمیوں کے ساتھ اس کشتی میں آئی تھی۔ کیا اس پار جانا چاہتے ہو؟"

"دوسرے ساحل سے کیمپ کتنی دور ہے؟"

"میل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔ میں تمہیں دوسرا راستہ بتاؤں گی، کوئی تمہیں نہیں دیکھ سکے گا۔ باقی دن وہیں کہاں جاؤ گے؟"

وہ کشتی پر رسونتی کو سوار کراتے ہوئے بولا۔ "ابھی کوئی منزل نہیں ہے۔"

"تم بتانا نہیں چاہتے۔"

"منزل کا پتا ہوتا تو تم سے کبھی نہ چھپاتا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "کیا میرے لیے تمہارے پاس کوئی جگہ ہے؟"

"تمہاری جگہ کہیں نہیں ہے نہ سپر ماسٹر کے پاس نہ میرے پاس۔ جو اپنے مالک کو دھوکا دے کر میرا ساتھ دے رہی ہو، میں اس پر بھروسا کیسے کر سکتا ہوں۔"

وہ مایوس ہو گئی۔ کشتی لہروں کو کاٹتی جا رہی تھی۔ علی کی بے رخی سے دل کٹ رہا تھا اور اس کا یہ انداز اچھا بھی لگ رہا تھا۔ وہ بولی۔ "تم مجھ پر بھروسا نہیں کرتے اور کوئی بات چھپانا بھی نہیں چاہتے۔"

"ہاں! اس لیے نہیں چھپاؤں گا کہ میری کوئی بات دشمنوں تک پہنچانا چاہو گی تو موت تمہیں پہنچانے کی بھی مہلت نہیں دے گی۔"

"اونہہ۔" ایسی نے دل ہی دل میں کہا۔ "مرد پہلے ایسے ہی پتھر بنتے ہیں پھر رفتہ رفتہ عورت کے قدموں میں گرنے لگتے ہیں، دیکھ لوں گی اسے۔"

رسونتی کشتی کے درمیانی حصے میں بیٹھی دور تک دیکھ رہی تھی۔ بیزاری سے بولی۔ "اس بوٹ کو چپوؤں سے کیوں چلا رہے ہو؟ اس کا انجن کیوں نہیں چلاتے، مجھے پانی میں ڈر لگ رہا ہے۔"

"ماما! میں آپ کو ڈوبنے نہیں دوں گا، بے شک ہم اس طرح دیر سے دوسرے کنارے پہنچیں گے۔ انجن کا شور ہو گا تو دشمن ہمارے استقبال کے لیے پہنچ جائیں گے۔"

"کہاں تک میرے محافظوں سے بھاگو گے۔ وہ بہت جلد تمہیں گھیر لیں گے۔ ہاں! خوب یاد آیا۔ میں نے سنا ہے، پانی پر سے گزرتے ہوئے کسی کو پکارو تو آواز دور تک جاتی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے چیخ چیخ کر پکارنا شروع کیا۔ "سپر ماسٹر! رنجیت سنگھ! لالچ دتی! میں یہاں ہوں۔ میرے پاس آؤ۔ مجھے بچاؤ۔"

وہ مسلسل پکارنا چاہتی تھی، ایسی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "کیا کرتی ہو؟ بیٹے کا رشتہ نہیں سمجھتی ہو، نہ سہی۔ یہ تو سوچو کہ یہ جوان تمہارے لیے آگ اور خون کے دریا سے گزر رہا ہے، مقابلے پر آنے والوں کو ہلاک کر رہا ہے۔ تمہیں دشمن سمجھتا تو اتنی مصیبتیں نہ اٹھاتا، تمہیں بھی مار ڈالتا۔ جواب دو! آخر اس نے تمہیں زندہ کیوں رکھا ہے؟ کیوں تمہارے لیے خطرات سے کھیل رہا ہے؟ کیوں تمہاری ماں کہتا ہے؟"

رسونتی نے اپنے منہ پر سے اس کا ہاتھ ہٹایا۔ خیال تھا کہ اس کی باتوں کا جواب دے گی لیکن اس نے پھر پکارنا شروع کر دیا۔ کہا۔ "ماما! وہ دو گھنٹے پہلے میں نے آپ کو اعصابی کمزوری میں مبتلا تھا۔ کیا آپ پھر یہی چاہتی ہیں؟"

وہ چپ ہو گئی۔ اپنے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ اس کی اعصابی کمزوری برداشت کی تھی سہ پر داشت تو بھی کر لیتی مگر وہ نقصان اٹھا چکی تھی۔ اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ اس کے دماغ سے سپر ماسٹر کے خاص کی آوازوں اور لہجوں کو بھلا دیا گیا تھا۔ وہ خیال خوانی کر سکتی تھی، اپنوں سے رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی اور ڈیگر اینڈ ڈنگ کے ہی سانس روکنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔

دوسرے کنارے پر پہنچتے پہنچتے شام ہونے لگی۔ علی نے سے کہا۔ "آگے چلو اور اپنے کیمپ تک راہنمائی کرو۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "کیا تم تنہا وہاں جاؤ گے؟ وہ تعداد ڈیڑھ سو ہیں۔ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"ابھی تم نے کہا تھا، وہ دھماکوں کی آوازیں سن کر دریا پار گئے"

"ہاں مگر واپس آ گئے ہوں گے۔"

"ہو سکتا ہے، نہ بھی آئے ہوں۔ دور سے جائزہ لینے میں کیا نہیں ہے۔"

وہ آگے آگے چلتی ہوئی بولی۔ "کیا اس کیمپ سے ہتھیار حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"میرے پاس ہتھیاروں اور گولہ بارود کی کمی نہیں ہے، ایک گاڑی کی ضرورت ہے۔ میں ماما کو پیدل چلتے نہیں دیکھ سکتا۔"

"تم مجھ پر بھروسا نہیں کرنا چاہتے۔ پھر بھی کہتی ہوں اس میں نہ جاؤ، مجھے جانے دو۔ میں ایک میجر کی بہترین گاڑی لاؤں گی۔ اس گاڑی کی باڈی بلٹ پروف ہے، اس میں خفیہ گنیں ہیں۔ بٹن دبانے سے ان گنوں کی نالیاں باہر نکل کر دور تک فائر کرتی ہیں۔"

"اور تم اسے لینے جاؤ گی اور مجھ پر فائرنگ کراؤ گی۔"

"پلیز! ایک بار مجھ پر بھروسا کرو۔ دور سے چھپ کر دیکھتے رہو، مجھ پر ذرا بھی شبہ ہو تو گولی مار دینا۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ پھر بولی۔ "اس چھوٹی سی پہاڑی کے پیچھے کیمپ ہے۔ تم اوپر پہنچ کر پورے کیمپ کا جائزہ لے لینا۔"

اس نے پہاڑی کو دیکھا پھر رسونتی سے کہا۔ "آپ [illegible] سن لیں، اگر ذرا بھی کھانسنا کھنکھارنا چاہیں گی تو میں چشم زدن میں [illegible] کر دوں گا۔ اس جنگل میں آپ کسی کو پکارنے کے قابل نہیں رہیں گی۔"

وہ تینوں پہاڑی پر چڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ بلندی پر پہنچ گئے۔ وہاں بڑے بڑے پتھر اور چٹانیں تھیں۔ علی نے ایک چٹان کی آڑ سے دیکھا۔ ایک وسیع میدان میں تقریباً ایک سو خیمے دکھائی دے رہے تھے۔ ایک چار بیس پچیس گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ ہیوی ٹرک، ٹرالر کھینچنے والی گاڑیاں، جیپیں اور وگن کاریں نظر آ رہی تھیں۔ کوئی دس بارہ فوجی جوان اِدھر سے اُدھر جاتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ایسی نے کہا۔ "وہ لوگ دریا پار سے واپس نہیں آئے ہیں۔ یہاں زیادہ سے زیادہ بیس جوان اور دو افسر ہوں گے۔ کیا میں جاؤں؟"

علی نے کہا۔ "ٹھیک ہے، میں تمہیں آزماؤں گا۔ یہ دو عدد بم لے جاؤ۔ یہ میرے ریموٹ کنٹرولر سے منسلک ہیں۔"

"کیا اس کیمپ کو تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

"تمہیں تکلیف ہو رہی ہے، آخر تمہارے سپر ماسٹر کا کیمپ اور فوجی ہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ اگر یہاں دھماکے ہوں گے تو دوسرے کیمپ کے فوجی ہیلی کاپٹر میں پہنچ جائیں گے۔"

"میں چاہتا ہوں کوئی ہیلی کاپٹر ہماری تلاش میں آئے۔"

"اوہ! ایسی بات ہے تو میں ایک بم ایسے خیمے میں رکھوں گی جہاں گولہ بارود کا ذخیرہ ہو۔ دوسرا بم گاڑیوں کے درمیان رکھ دوں گی۔ پھر کچھ دوائیں اور فرسٹ ایڈ بکس لے کر ایک گاڑی میں شمال کی سمت جاؤں گی۔ اس کے بعد تم کیمپ میں بلاسٹنگ کر دینا۔"

وہ دونوں بم لے کر وہاں سے جانے لگی۔ علی نے جھوٹ کہا تھا، ان کا تعلق ریموٹ کنٹرولر سے نہیں تھا۔ جب ایسی راہنمائی کے لیے آگے آگے جا رہی تھی تب علی نے رسونتی کی نظریں بچا کر ایک بم ایسی کی کمر میں رکھ دیا تھا۔ جنگل میں ایسی کمر سبھی کی پشت پر بندھی ہوتی ہے۔ اسے علی کی چال کا پتا نہیں تھا۔ وہ پہاڑی کے نشیب میں تیزی سے اترتی جا رہی تھی۔ کیمپ والوں نے اسے دیکھ لیا تھا۔ اس نے کیمپ کے قریب پہنچنے سے پہلے علی کے دیے ہوئے دونوں بموں کو پوری قوت سے پہاڑی کی طرف پھینک دیا۔ پھر ریت کی بوریوں کے پیچھے آ کر بولی۔ "اس پہاڑی پر علی تیمور اپنی ماں کے ساتھ ہے۔ وہ اس کیمپ کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ جس رسونتی کے لیے یہاں آئے ہو، وہ زیادہ دور نہیں ہے۔ اسے چاروں طرف سے گھیر لو۔"

تمام خیموں سے مسلح جوان نکل کر دو ٹولیوں میں دو افسروں کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک افسر انہیں سمجھا رہا تھا کہ کس طرح دوسرے جا کر علی تیمور کو گھیرا جائے گا۔ دوسرا افسر اپنے ماتحت جوانوں کو گاڑیوں میں جانے کا حکم دے رہا تھا۔ ایسی ان کے قریب آئی تھی اور انہیں علی تیمور کے متعلق بتا رہی تھی۔

چٹان کے پیچھے رسونتی نے ہنستے ہوئے علی سے کہا۔ "بہت چالاک اور دلیر بن رہے تھے۔ اب کہاں جاؤ گے؟ ایسی نے تمہیں خوب اُلو بنایا ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران علی نے ریموٹ کنٹرولر کو ہاتھ میں لے کر مائیس اور تھمری کے بٹن کو دبایا۔ اس کے ساتھ ہی زبردست دھماکا ہوا۔ ایسی اور افسروں کے ساتھ کئی جوانوں کے پرخچے اُڑ گئے، جو بچ گئے۔ وہ محاذ آرائی کے لیے دوڑنے لگے۔ علی نے ایک بم کو انٹر شوٹر کے ایک تیر سے منسلک کیا۔ پھر شوٹر کے ٹرائیگر کو دبا دیا۔ دوسرے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرولر تھا۔ جب وہ تیر گاڑیوں کے درمیان پہنچا تو اس نے بٹن کو دبا دیا۔ اس کیمپ میں دوسرے دھماکے نے تباہی مچا دی۔ کیونکہ گاڑیوں کی ٹنکیوں میں پٹرول بھرا ہوا تھا۔ یکے بعد دیگرے تمام ٹنکیاں پھٹ رہی تھیں اور پٹرول دور تک آگ کے شعلے بھڑکا رہا تھا۔ یہ شعلے اس خیمے تک پہنچے جہاں گولہ بارود کا ذخیرہ تھا۔ پھر رہی سہی کسر بھی پوری ہو گئی۔ رسونتی خوف کے مارے تھر تھر کانپ رہی تھی، ڈر کے مارے بیٹے سے لپٹ گئی تھی۔ اور اس کی آغوش میں منہ چھپا کر بیٹھ گئی تھی۔

علی کی نظریں فوجی جوانوں پر تھیں جو دیکھتے ہی دیکھتے تقریباً جل بھن گئے تھے۔ ان میں سے ایک جوان بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور وہ بدحواسی میں پہاڑی کے اوپر علی کی طرف دوڑتا آ رہا تھا۔ رسونتی نے ڈانٹ کر کہا۔ "اُلو کے پٹھے! یہاں مرنے آ رہے ہو۔ باقی فوج کو بُلا کر نہیں لا سکتے؟"

وہ ٹھٹک گیا۔ پلٹ کر راستہ نہ بدل سکا۔ علی نے گن کا رُخ اس کی طرف کر رکھا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "میری ماں کی خواہش ہے تم فوج کو بلاؤ۔ لہٰذا بتاؤ کہاں جاؤ گے؟ کیسے بلاؤ گے؟"

موت سامنے تھی اور وہ پیچھے موت کا بھیانک تماشا دیکھ آیا تھا۔ خوف سے لرزتے ہوئے بولا۔ "نہیں۔ میں کسی کو نہیں بلاؤں گا۔ مجھے نہ مارو، میں تمہارے کام آؤں گا۔"

"ایسی بھی میرا کام کرنے گئی تھی، ہمیشہ کے لیے کام آ گئی۔"

وہ بولا۔ "عورتیں مکار ہوتی ہیں، میں مرد ہوں، مجھے ایک بار آزما کر دیکھو۔"

"یہ بادام رسونتی میری کون ہیں؟"

"تمہاری والدہ ہیں۔"

"تم لوگ بیٹے سے ماں کو کیوں چھیننا چاہتے ہو؟"

"یہ سپر ماسٹر کا حکم ہے۔ اس نے فرہاد سے انتقام لینے کے لیے پہلے بادام کی برین واشنگ کرائی۔ ان کے دماغ میں یہ باتیں پختہ کر دیں کہ یہ ہندو ہیں اور مسلمان فرہاد اور اس کے بیٹے ان کے دشمن ہیں، جبکہ فرہاد شوہر تھا اور بادام نے نہ صرف یہ کہ آپ کو

جنم دیا ہے بلکہ آپ کو دودھ بھی پلایا ہے۔"

رسونتی سن رہی تھی اور پریشان ہو کر سوچتی ہوئی نظروں سے علی تیمور کو دیکھ رہی تھی۔ ساتویں عرصے بعد وہ پہلی بار سوچنے پر مجبور ہوئی تھی کہ سپر ماسٹر کا ہر ماتحت موت کو سامنے دیکھ کر یہی ایک بات کیوں کہتا ہے کہ میں ہندو نہیں بلکہ مسلمان ہوں اور علی کی ماں ہوں۔

وہ بھاگ کر آنے والا فوجی، جوان ہتھیار پھینک چکا تھا۔ گھٹنے ٹیک رہا تھا۔ وہ بولی "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ سپر ماسٹر جیسا دوست میرا دشمن ہے؟ کیا وہ اتنی بڑی فوج کو میرے لیے آگ اور بارود میں جھونک رہا ہے؟"

"آپ کے پاس ٹیلی پیتھی کی طاقت ہے۔ وہ خود غرض آپ کی طاقت اپنے کام میں لانے کے لیے آپ کے بیٹے کو آپ ہی کے ہاتھوں ہلاک کرنا چاہتا ہے۔"

"نہیں، تم موت کے ڈر سے جھوٹ بول رہے ہو؟"

اُسے یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اندر سے کسی حد تک قائل ہونے لگی تھی۔ ہتھیار ڈالنے والے جوان نے کہا۔ "میں جھوٹ نہیں بولوں گا کیونکہ میں خود بھی ایک مذہم کھا چکا ہوں۔ میری سگی ماں نے آج سے دس برس پہلے اپنے عاشق سے شادی کی خاطر میرے باپ کو قتل کرایا۔ وہ مجھے بھی قتل کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اپنی جان بچانے کے لیے ماں کے محترم رشتے کا خیال نہیں کیا، اُسے گولی مار دی۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "آفرین ہے تمہارے بیٹے علی پر! تم نے اسے ہلاک کرانے کے لیے سپر ماسٹر کی فوج لگا دی۔ مگر یہ تمہیں دل کی دھڑکنوں سے لگائے دشمنوں سے دور لے جانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

رسونتی کو اس دلیل نے بھی متاثر کیا مگر وہ غصّے سے بولی۔ "تم ڈیسل اور کہتے ہو۔ کیا مجھے اپنی ماں کی طرح سمجھتے ہو کہ میں کسی عاشق کے لیے شوہر کو قتل کرا چکی ہوں اور بیٹے کو مارنا چاہتی ہوں؟"

"مادام! ہم کسی سے عشق نہیں کرتی ہو لیکن سپر ماسٹر اور دوسرے اعلیٰ فوجی افسران تمہاری ٹیلی پیتھی سے عشق کرتے ہیں۔ تمہارے قبیلے فرہاد کے دونوں بیٹوں کا خاتمہ کر کے کوئی نہ کوئی تمہیں شادی کے نام پر اپنی جاگیر بنانے کی کوشش کرے گا۔ میں اندر کی بات جانتا ہوں۔ تمہاری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ سپر طاقتوں کے لیے صرف تمہاری ٹیلی پیتھی اہم ہے۔"

علی نے کہا۔ "اب میں تمہیں گولی نہیں ماروں گا۔ تم نے ٹھوس دلائل کے ساتھ ماما کے سامنے حقائق بیان کیے ہیں۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"زپاٹا جانسن۔"

"زپاٹا! ہتھیار اٹھاؤ اور اُجڑے ہوئے کیمپ میں جاؤ۔ مجھے ماما کے ساتھ سفر کرنے کے لیے ایک گاڑی چاہیے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام گاڑیاں تباہ ہو چکی ہیں۔ گھوڑے نظر آ رہے ہیں، ہمارے لیے دو گھوڑے لے آؤ۔"

وہ ہتھیار اٹھا کر بولا۔ "اس پہاڑی کے دامن میں ایک غار ہے۔ اس غار میں ایک فلائنگ مشین ہے۔ اس میں دو افراد پرواز کر سکتے ہیں۔ یہ فلائنگ مشین دراصل ایک فلائنگ اسپتال ہے۔ اس اسسٹنٹ ڈاکٹر کے ساتھ ہمارے کیمپ سے دوسرے کیمپوں کی مریض پرواز کیا کرتی تھی۔ جہاں طبی امداد کی ضرورت ہوتی تھی، وہاں پہنچ جاتی تھی۔"

"ہمیں فلائنگ مشین پر دیکھ کر دشمنوں کے ہیلی کاپٹر تعاقب کریں گے۔ ویسے بھی اس کیمپ کے فوجی یہاں پہنچنے والے ہوں گے۔ ہمیں فوراً یہاں سے جانے کے لیے فلائنگ مشین کو استعمال کرنا ہوگا۔"

زپاٹا پہاڑی کے اوپری حصّے پر ایک سمت جانے لگا۔ علی اپنی ماں کے ساتھ اس کے پیچھے چلتا گیا۔ پھر وہ شیب میں اُتر کر ایک غار میں پہنچے۔ وہاں ایک فلائنگ مشین موجود تھی۔ علی نے اُسے اچھی طرح چیک کیا۔ وہ استعمال کے قابل تھی۔ اس میں فاضل ایندھن تھا اور اُس کے پچھلے حصّے میں طرح طرح کی دوائیں بھری ہوئی تھیں۔

رسونتی نے کہا۔ "مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

زپاٹا ان کے لیے کھانے کا کچھ سامان لے آیا۔ علی مشین کو چلاتا ہوا غار سے باہر لایا۔ اپنی ماں کو ساتھ بٹھایا پھر زپاٹا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے پرواز شروع کی۔ رسونتی کھانے میں مصروف تھی۔ ایسے ہی وقت سائنس روک ل۔ پھر علی کو دیکھا۔ علی نے کہا۔ "ڈیئر ایندھن آپ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے بے چین ہیں۔"

وہ پھر سانس لینے لگی، تھوڑی دیر بعد فلائنگ کے ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ علی نے اُسے آن کیا۔ اُس میں سے آواز آنے لگی۔ "ہیلو! ہیلو! ڈاکٹر ایلسی! کیا تم اٹینڈ کر رہی ہو۔ کیمپ نمبر دو میں کسی سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ کوئی ٹرانسمیٹر اٹینڈ نہیں کر رہا ہے، پلیز جواب دو۔"

علی نے جواب نہیں دیا۔ رسونتی مائیک کا بٹن دبا کر کچھ کہنا چاہتی تھی، علی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ بولی۔ "تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ تمہیں تو شان سے کہنا چاہیے کہ تم نے کیمپ نمبر دو کو تباہ کر دیا ہے۔ کیا تمہیں اتنی بڑی کامیابی پر خوشی نہیں ہو رہی ہے؟"

"میں خوشی میں حماقتیں نہیں کرتا۔ اگر مائیک کا بٹن دبا کر بات کروں گا تو فلائنگ مشین کے پنکھے کی آواز وہاں تک پہنچے گی اور وہ سمجھ لیں گے کہ میں آپ کے ساتھ پرواز کر رہا ہوں، پھر وہ بھی ہیلی کاپٹر استعمال کریں گے۔ ویسے بھی تھوڑی دیر تک جواب نہ ملا تو ان کے ہیلی کاپٹر ہمیں پرواز کریں گے۔"

"اس کا مطلب ہے اب تمہاری شامت آ گئی ہے۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ فلائنگ مشین کا سفر خطرناک ہے۔ اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا جائے گا۔ وہ اب تک مخالفوں کو زیر کرتا آ رہا تھا۔ کبھی مخالف زبردست تھے اور وہ مخالف اسی اُمید کے ساتھ دشمنی کے جنگل میں منگل منانے جا رہے تھے۔

پیرس کا باس یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ اب اس سے باس کا عہدہ چھین لیا جائے گا۔ مائک مین نے کہا تھا۔ "تم کئی معاملات میں ناکام رہے ہو۔ تمہیں کہا گیا تھا پارس کو دوست بناؤ مگر تم نے اسے دشمن بنا لیا۔"

باس نے جواب دیا۔ "تھارا پاسکل بُو باگرم مزاج رکھتا ہے۔ میں پارس کو دوست بنا چکا تھا مگر پاسکل نے اسے چیلنج کر کے کام بگاڑ دیا۔"

مائک مین نے پوچھا۔ "کیا پاسکل کی غلطی سے سونیا روس پہنچ گئی تھی؟ تم نے یقین دلایا تھا کہ نادیہ، سونیا کے روپ میں اُس زہریلی لڑکی کے ساتھ اسکو جا رہی ہے۔ ہماری بین الاقوامی شہرت رکھنے والی جاسوسہ تاتیانہ نہ ہوتی تو سونیا ہمارے ملک کو تباہی کے دہانے تک پہنچا دیتی جو کچھ کو یہاں سے لے جاتی اور پاسکل بُو باگو ختم کر دیتی۔ ہمیں تاتیانہ پر ناز ہے۔ اُس نے سونیا کو قتل کر دیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ مکار زمانہ سونیا سے زیادہ مکار، ذہین اور خطرناک ہے۔"

باس نے کہا۔ "میں مانتا ہوں، سونیا مجھے دھوکا دے کر اسکو پہنچ گئی تھی لیکن میں نے جان بوجھ کر دھوکا نہیں کھایا ہے۔"

"نہیں مسٹر باس! چالاک اُسے کہتے ہیں جو دھوکے سے بھی فریب میں نہ آئے۔ سونیا تو بہت بڑی چیز تھی، تم میڈونا سے بھی دھوکا کھا گئے۔ اُس سے تمہارا سامنا ہوا تھا، تم اس کی اصلیت معلوم کرنے کے بجائے اس کے حسن و شباب کو دیکھ کر للچا گئے۔ تمہاری عیاشی اور ناجائز کارکردگی کے باعث وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی بھاگے ہاتھ سے نکل گئی اور پارس کے پاس پہنچ گئی۔ اب بتاؤ، تمہیں باس کے عہدے سے ہٹایا کیوں نہ جائے؟"

"مائک مین! میں پچھلے سات برس سے تمہارے ملک کے لیے کام کر رہا ہوں۔ اہم خدمات انجام دیتا رہا ہوں۔"

"تم نے خاک خدمت کی ہے۔ جب تک فرہاد کی نسل سے ٹکراؤ نہیں ہوا تم خالی میدان میں تلوار چلاتے رہے۔ فرانس کی حکومت کا ایک آدھ راز چراتے وقت بھی تم نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ فرہاد اور سونیا کو تم پر کبھی شبہ نہ ہو۔ بہرحال میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا، تمہیں ایک آخری موقع دے رہا ہوں۔ چوبیس گھنٹے کے اندر میڈونا کو بے بس کر کے ہمارے پاس پہنچانے کا انتظام کرو۔"

"چوبیس گھنٹے کم ہیں۔"

"تمہارے جیسے وسیع ذرائع رکھنے والے کے لیے یہ وقت بہت زیادہ ہے جبکہ وہ لڑکی روپوش نہیں ہے۔ پارس کے ساتھ ہوٹلوں، کلبوں اور تفریح گاہوں میں گھومتی پھرتی ہے۔ یاد رکھو، اگر تم ناکام رہے تو چوبیس گھنٹے بعد جیری رابسن کو وہاں کا باس بنا دیا جائے گا۔ ویٹس آل۔"

مائک مین کے نائب نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ وہ نائب ہمیشہ مائک مین بن کر تمام ملکوں کے باس سے اہم معاملات پر گفتگو کرتا تھا کیونکہ مائک مین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خوف سے کسی کو اپنی آواز نہیں سناتا تھا۔ اس کی طرف سے دھمکی سن کر باس پریشان ہو گیا تھا۔ کوئی بھی اونچے عہدے سے نیچے گرنا نہیں چاہتا۔ یورپ، فرانس میں اس کی ٹکر کا بدمعاش ایک جیری رابسن ہی تھا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو مائک مین اُسے کھلی دھمکی نہ دیتا۔

میڈونا بڑی دیر سے اس کے دماغ میں رہ کر مائک مین سے ہونے والی گفتگو سنتی رہی تھی اور اب اُس کی بے چینی اور پریشانی کو دیکھ رہی تھی۔ اُس نے باس کی سوچ میں کہا۔ "صرف ایک جیری میری ٹکر کا بندہ ہے۔ اگر میں چوبیس گھنٹوں میں میڈونا کو حاصل کروں اور جیری کو بھی کسی طرح ٹھکانے لگا دینے کی کوشش کروں تو کسی ایک مقصد میں ضرور کامیابی ہوگی۔ مجھے جیری کے موجودہ ٹھکانے کے متعلق ابھی معلوم کرنا چاہیے۔"

باس نے قائل ہو کر اپنے ایک خاص ماتحت کو بلایا پھر اس سے جیری کے متعلق سوالات کیے۔ اس نے اس کا پتا اور فون نمبر بتا دیا۔ باس نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف رابطہ قائم ہونے پر کسی نے پوچھا۔ "ریمنڈ تم کون ہو؟"

اس نے کہا۔ "تمہارے جیری کو پتا ہے، میں باس کہلاتا ہوں، اُس سے بات کراؤ۔"

"تمہیں بھی پتا ہونا چاہیے کہ جیری کسی سے بات نہیں کرتا، اُس کی طرف سے یہ غلام گو جو ہے جو پیغام دو گے جیری تک پہنچ جائے گا۔"

"میں پوچھنا چاہتا ہوں، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی میڈونا کے متعلق کیا جانتا ہے؟"

"وہ بہت کچھ جانتا ہے۔ اپنی معلومات کے مطابق چوبیس گھنٹے کے اندر میڈونا کو مائک مین کے ملک میں ٹرانسفر کر دے گا۔"

"میں پوچھنا چاہتا ہوں، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی میڈونا کے متعلق کیا جانتا ہے؟"

"وہ بہت کچھ جانتا ہے۔ اپنی معلومات کے مطابق چوبیس گھنٹے کے اندر میڈونا کو مائک مین کے ملک میں ٹرانسفر کر دے گا۔"

باس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ان باتوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ مائک مین نے جیری رابسن کو بھی باس کا عہدہ دینے کے لیے میڈونا کے حصول کی شرط رکھی ہے۔ اُس نے کہا۔ "میں جیری سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"چوبیس گھنٹے بعد ملاقات ہو سکے گی۔"

اتنا کہتے ہی دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ باس جھنجلا گیا۔ اس کے سامنے جیری بہت بڑا چیلنج بن گیا تھا۔ اس سے پہلے میڈونا تک پہنچنے کے لیے اب اسے ایڑی چوٹی کا زور لگانا تھا۔

ویسے وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ اپنے تمام چھوٹے بڑے ذرائع استعمال کر کے بھی وہ پارس سے نہیں ٹکرا سکے گا۔ اُس نوجوان کی ذاتی صلاحیتیں ایک طرف تھیں۔ دوسری طرف بابا صاحب کا ادارہ تھا۔ فرانس کی حکومت تھی۔ جانے کتنی ہی خفیہ آنکھیں اس کی نگرانی اور حفاظت کرتی تھیں ایسے میں میڈونا کو اس سے چھین کر لے آنا بچوں کا کھیل تھا نہ بڑوں کا۔ اس کے باوجود یہ فکر تھی کہ کہیں جیری یہ کھیل کھیلنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔

وہ ٹہل رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ میڈونا اس کے دماغ سے نکل کر جیری کے اس ماتحت کے پاس گئی تھی جو باس سے فون پر باتیں کر چکا تھا۔ باس ٹہلنے اور سوچنے کے دوران فون کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اُسے ایک اٹکل سوجھ رہی تھی۔ اگر وہ پارس کو جیری کے عزائم سے آگاہ کر دے تو وہ کبھی میڈونا کو حاصل نہیں کر سکے گا۔ پارس اس کے بارہ بجا دے گا۔

اس نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر کسی نے پوچھا "فرمائیے"

"میں باس ہوں، پارس سے بات کرنا چاہتا ہوں"

"مسٹر پارس کا موجودہ فون نمبر کسی کو بتایا نہیں جاتا۔ تم ریسیور رکھ دو، وہ خود تم سے رابطہ قائم کریں گے"

اس نے ریسیور رکھ کر سوچا، پارس نے جگہ بدل دی ہے۔ میڈونا کے ساتھ کسی ایسے بنگلے میں رہتا ہے جس کا فون نمبر بھی کسی کو بتایا نہیں جاتا۔ ایک منٹ کے بعد ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اُٹھایا۔ پھر پارس کی آواز سن کر بولا "یہ تم نے اچھا کیا جو جگہ بدل دی! ابھی میں نے کاپچ میں فون کیا تھا"

پارس نے کہا "کام کی بات کرو"

"میں تمہیں ایک سازش سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ تم جیری رابسن کو جانتے ہو گے؟"

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جیری یہاں کا باس بننے کے لیے چوبیس گھنٹے کے اندر میڈونا کو اغوا کرنے والا ہے"

"کمال ہے! میں یہ اطلاع دے کر تمہیں چونکانا چاہتا تھا"

"مایوس کیوں ہوتے ہو، تم مجھے ایک خطرے سے آگاہ کرنے آئے تھے اس کے بدلے میں تمہیں جیری تک پہنچا دوں گا۔ جاؤ! اُسے ختم کر دو ورنہ اپنے عہدے سے گر پڑو گے"

پارس نے اُسے جیری کا پتا بتا کر ریسیور رکھ دیا۔ کروٹ بدل کر میڈونا کے پاس آ گیا۔ وہ مسکرا کر بولی "تمہارے پاس رہوں یا پرواز کروں؟"

پارس نے اس پر جھک کر ہونٹوں سے سرگوشی کی "پہلے جال بچھا کر آؤ"

وہ محبت کی آغوش میں رہی اور خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی جیری رابسن کے دماغ میں پہنچ گئی۔ جیری باس کا عہدہ حاصل کرنے کی کوشش برسوں سے کر رہا تھا اور اس کے لیے ایسے انتظامات کرتا رہا تھا کہ اپنے ماتحتوں سے سامنا نہ ہو۔ کوئی اس کی آواز نہ سنے مگر اس کا حکم چلتا رہے اور سارے معجزانہ کام ہوتے رہیں۔ ویسے یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی آواز نہ سنے۔ کوئی ایک خاص ماتحت ضرور رازدار ہوتا ہے۔ ایسے ہی ایک خاص ماتحت کے ذریعے میڈونا نے اس کے دماغ میں جگہ بنا لی تھی۔

وہ سوچ رہا تھا، دنیا میں سب سے طاقتور ہتھیار دولت ہے۔ اس سے صرف غریب ہی نہیں امیر ترین آدمی بھی خریدے جا سکتے ہیں۔ دنیا کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو بھی ڈالر اور پاؤنڈ کے ذریعے محکوم بنایا جاتا ہے۔ فرہاد نے اپنی زندگی میں حکومت فرانس کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے خرید لیا تھا۔ یہاں کے اعلیٰ افسران اس کے رازدار اور وفادار تھے مگر وہ گزر چکا ہے۔ میں نے ایسے ہی ایک اعلیٰ افسر کو خرید لیا ہے، کیونکہ اب ایسے چند افسروں کو آرمر کی ٹیلی پیتھی سے خطرہ نہیں ہے۔ وہ سیدھا سادہ آدمی بڑی محدود خیال خوانی کرتا ہے۔ بہرحال جو افسر میری مٹھی میں ہے اُس نے مجھے میڈونا اور پارس کا موجودہ ٹھکانا بتایا ہے۔ آیندہ بھی اُس سے بہتیری معلومات حاصل ہوتی رہیں گی۔

میڈونا یہ سنتے ہی دماغی طور پر پارس کی آغوش میں حاضر ہو گئی۔ اسے بتایا، ہم اس بنگلے میں محفوظ نہیں ہیں۔ ایک غدار افسر نے جیری کو یہاں کا پتا بتا دیا ہے۔ اس کے آدمی دور ہی دور سے اس بنگلے کی نگرانی کر رہے ہیں اور جیری تک رپورٹ پہنچا رہے ہیں کہ بظاہر یہاں ہمارا کوئی مسلح گارڈ نہیں ہے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ہمارے لیے کس طرح کی احتیاطی تدابیر کی گئی ہیں"

پارس نے کہا "اس غدار افسر نے خفیہ احتیاطی انتظامات کے متعلق جیری کو بتایا ہو گا تم اس افسر کے دماغ میں جاؤ لیکن ابھی اس سے کچھ نہ کہنا۔ ورنہ جیری ہوشیار ہو جائے گا"

"مجھے اُس افسر کی آواز سناؤ"

پارس نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر ایک افسر سے پوچھا "کیا ہمارے بنگلے کے آس پاس مشکوک افراد ہیں؟"

"جی نہیں۔ تین افراد آپ کے سامنے والے بنگلے پر ڈسٹمپر کر رہے ہیں۔ اگرچہ وہ مزدور ہیں تاہم میں اپنے بنگلے سے ان پر نظر رکھ رہا ہوں"

پارس نے اس غدار افسر کے متعلق پوچھا "کیا مسٹر نگورا ہیں؟"

"جی نہیں۔ پندرہ منٹ بعد ڈیوٹی بدلے گی۔ میں جاؤں گا تو وہ میری جگہ آئیں گے"

مسٹر نگورا سے کہو۔ میڈونا کچھ چیزوں کی فرمائش کر رہی ہے۔ ابھی وہ میڈونا سے فون پر بات کرے پھر یہاں ڈیوٹی پر آتے وقت وہ چیزیں ساتھ لے آئے"

"جی بہت اچھا" ڈیوٹی دینے والے افسر نے پارس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر نگورا کے نمبر ڈائل کیے۔ میڈونا اس کے پاس موجود تھی، رابطہ قائم ہونے پر اُسے نگورا کی آواز سنائی دی۔ جب اُسے بتایا گیا کہ میڈونا کچھ فرمائش کر رہی ہے اور اُسے فون پر ابھی اس سے بات کرنا چاہیے تو وہ گھبرا گیا۔ اُس کے دل میں چور تھا۔ وہ چور کہہ رہا تھا، میڈونا سے بات ہو گی، وہ دماغ میں پہنچے گی تو اس کی غداری چھپی نہیں رہے گی۔

نگورا نے کہا "میں ابھی میڈونا سے بات کروں گا"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اب اسے پارس کے بنگلے کا فون نمبر ڈائل کر کے میڈونا سے بات کرنا چاہیے تھی لیکن وہ سہما ہوا ٹیلیفون کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ٹیلیفون اُس ٹیلی پیتھی جاننے والی کو اس کے چور اور بے ایمان خیالات تک پہنچا دے گا۔ یہ بات یقینی تھی اور اس بات کا بھی یقین تھا کہ اس کے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ وہ فون پر بات نہ کرنے کا کوئی بہانہ نہیں کر سکتا تھا۔ پھر بھی تیزی سے کوئی تدبیر سوچ رہا تھا، کیا میں ابھی ملازمت سے استعفا دے دوں؟ اس طرح میں ابھی فون کرنے سے بچ جاؤں گا۔ ملازمت جاتی ہے تو جائے، جان تو بچی رہے گی۔ جیری نے مجھے جتنی دولت دی ہے اس سے میری اولاد کی اولاد عیش کرتی رہے گی۔

پھر اس نے سوچا، اچانک استعفا دینے سے منظور نہیں ہو گا، ابھی جو ڈیوٹی ہے وہ پوری کرنی ہو گی۔ اس کا دوسرا راستہ یہ ہے کہ میں بیمار پڑ جاؤں۔

اس نے پیٹ پکڑ کر چیختے ہوئے اپنے ملازم کو آواز دی۔ ملازم دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا "ڈاکٹر کو بلاؤ۔ میرے پیٹ میں بہت تکلیف ہے"

ملازم نے ریسیور اُٹھا کر سرکاری ڈاکٹر کو فون کیا۔ اُسے صاحب کی حالت بتا کر جلدی آنے کی تاکید کی۔ صاحب نے ملازم سے کہا۔ "اب میرے سینئر افسر کو فون کر کے بتاؤ، میری کیا حالت ہے اور میں ڈیوٹی پر حاضر نہیں ہو سکوں گا"

میڈونا نے پارس کو یہ باتیں بتائیں۔ اس نے کہا "تم اس کے دماغ میں رہو۔ وہ ایسا ڈراما کرنے کے بعد جیری سے رابطہ قائم کرے گا۔ دیکھو اب وہ کیا کھچڑی پکاتے ہیں"

وہ پھر اس کے پاس گئی۔ پارس کا خیال درست نکلا۔ غدار افسر نگورا نے تھوڑی دیر بعد جیری سے فون پر کہا "میں تمہاری مدد کر کے مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ ابھی میں نے بیماری کا بہانہ کر کے جان بچائی ہے"

جیری نے پوچھا "آخر بات کیا ہے؟"

وہ بتانے لگا۔ میڈونا کی کچھ فرمائش سننے کے لیے اس سے فون پر بات کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ دماغ میں آ جاتی اور اس کے چور خیالات پڑھ لیتی پھر اُسے بھی مار ڈالتی اور جیری کو بھی بچ کر جانے کا راستہ نہ ملتا۔

جیری نے کہا "میں سمجھ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ تمہارے دماغ میں پہنچے، مجھے اسے اغوا کر لینا چاہیے۔ تم نے میرا ساتھ دیا ہے۔ ایسے وقت میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ اُسے تمہارے دماغ میں پہنچنے کا موقع نہیں دوں گا۔ صرف آدھا گھنٹا انتظار کرو۔ میں ایسا چکر چلا رہا ہوں کہ اس کی خیال خوانی دھری کی دھری رہ جائے گی"

میڈونا نے جیری کے پاس پہنچ کر اُس کے خیالات پڑھے۔ اس وقت وہ اپنے خاص ماتحت سے کہہ رہا تھا "مسٹر نگورا کو پندرہ منٹ کے اندر سائن چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر وہ زندہ ہے گا تو خیال خوانی کرنے والی میرے دماغ میں آ جائے گی۔ فوراً اُسے ٹھکانے لگاؤ"

خاص ماتحت نے ایک خطرناک قاتل سے رابطہ قائم کیا۔ اُسے حکم دیا "مسٹر نگورا کو ہر حال میں پندرہ بیس منٹ کے اندر ختم کر دو۔ کام ہونے پر تمہیں منہ مانگی رقم مل جائے گی"

کرائے کے قاتل نے کہا "وہ بہت بڑا پولیس افسر ہے۔ اُسے قتل کرنا آسان نہیں ہو گا۔ بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ میں پچیس ہزار ڈالر لوں گا"

"بحث کر کے وقت ضائع نہ کرو۔ میں کہہ چکا ہوں، تمہیں منہ مانگی رقم مل جائے گی"

میڈونا تھوڑی دیر تک اس قاتل کے خیالات پڑھتی رہی۔ وہ بہت شاطر تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ ایک نامی گرامی پولیس افسر کے گھر میں گھس کر اسے قتل نہیں کیا جا سکے گا۔ یا تو اُسے کسی بہانے باہر بلایا جائے یا کوئی بھیس بدل کر اس کے گھر میں داخل ہوا جائے۔

آخر اس نے سوچ لیا کہ اُسے کیا کرنا ہے؟ میڈونا نے نگورا کے پاس آ کر اُسے مخاطب کیا۔ پہلے تو وہ سمجھ نہیں پایا مگر سہم کر سوچنے لگا، کیا یہ میرے دماغ میں کسی عورت کی آواز آ رہی ہے اور وہ میرا نام بھی لے رہی ہے؟

وہ بولی "ہاں میں تمہارا نام لے رہی ہوں۔ بہت دیر سے انتظار کر رہی ہوں کہ تم پارس کو فون کرو گے اور میں وہ فون اٹینڈ کروں گی۔ تمہاری آواز سنوں گی۔ تمہارا لہجہ یاد کروں گی۔ پھر تمہارے دماغ میں آ کر تمہارے چور خیالات پڑھوں گی۔ کیا تم اپنے خیالات پڑھنے دو گے؟"

وہ پریشان ہو کر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "یہ میرے دماغ میں کیسی باتیں آ رہی ہیں۔ کیا سچ مچ وہ بول رہی ہے؟"

میڈونا نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ تکلیف سے چیخیں مارتے ہوئے پیچھے گیا۔ صوفے سے ٹکرایا۔ پھر اس پر گر پڑا۔ ٹیلی پیتھی کے جھٹکے سے دماغ دکھ رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ میڈونا پہنچ گئی ہے۔

وہ بول رہی تھی: ابھی جھٹکا پہنچایا ہے۔ جب زلزلہ پیدا ہو گا تو تمہاری دماغی حالت کیا ہو گی؟"

"مجھے معاف کر دو۔ میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

"اتنی جلدی معافی مانگ رہے ہو۔ ابھی تو میں نے تمہارے چور خیالات بھی نہیں پڑھے۔"

"پڑھ لو۔ میرا دماغ حاضر ہے۔ اس لمحے سے میں تمہارا غلام ہوں، تمہارا وفادار ہوں۔ تمہارا کتا ہوں۔"

"ایسا نہ کہو۔ بلکہ یوں سوچو کہ میں تمہاری کمینگی سے بے خبر ہوں۔ مجھے پتا نہیں ہے کہ تم نے ایک دشمن کو ہمارے نئے خفیہ بنگلے تک پہنچا دیا ہے۔ وہ دشمن پارس کو قتل کر کے مجھے زبردستی اٹھا لے گیا ہے۔ اس کامیابی کے بعد وہ یہاں کا باس بن گیا ہے۔ پھر تم کس کے غلام ہوئے؟ کس کے کتے ہوتے؟"

"مجھے معاف کر دو۔"

"ریکارڈ کی سوئی کی طرح ایک ہی بات پر اٹکے ہوئے ہو کہ مجھے معاف کر دو لیکن کس سے معافی مانگ رہے ہو، میڈونا؟ تو اغوا ہو چکی ہے پارس کا قتل ہو چکا ہے۔"

"خدا پارس کو بھی زندگی دے رہا ہے۔ تمہیں کوئی اغوا کر نے کی ہوٹ نہیں کرے گا۔ میں آ رہا ہوں۔ تمہارے دروازے کے سامنے فعال بن کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ اغوا کرنے والے آئیں گے تو انہیں جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

"تم ہماری نہیں، اپنی فکر کرو۔ جیری نہیں چاہتا کہ تم زندہ رہو اور میں تمہارے دماغ میں اگر اپنے خلاف منصوبوں کو پڑھ لوں۔ اس سے پہلے وہ تمہارے دماغ کو ہمیشہ کے لیے سلا دینا چاہتا ہے۔"

"نہیں، وہ ایسا نہیں کر سکتا۔"

"کیا اس لیے نہیں کرے گا کہ تم اس کے گتے ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ کتا پلٹ کر مالک کو کاٹنا چاہے تو اسے گولی مار دی جاتی ہے۔ اگر یہ حقیقت نہیں جانتے تو جیری سے فون پر پوچھ لو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہوتے ہی پوچھا: "تم مجھے قتل کرانا چاہتے ہو تاکہ میڈونا میرے دماغ کے ذریعے تمہارے دماغ تک نہ پہنچ سکے؟"

"ہاں، میرے لیے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ تمہیں مر جانا چاہیے۔ افسوس کہ تم پناہ مانگنے میڈونا اور پارس کے پاس نہیں جا سکو گے۔ وہ بھی تمہیں موت کی سزا دیں گے۔ میرے حساب سے پندرہ منٹ گزر چکے ہیں۔ اب تک قاتل کو تمہاری شہ رگ تک پہنچ جانا چاہیے تھا۔"

اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میڈونا نے کہا: "فون ریسیور رکھ دو۔ موت دستک دے رہی ہے۔"

اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ وہ دوڑتا ہوا الماری کے پاس گیا۔ اس کی دراز میں سے ریوالور نکالا۔ اس کے چیمبر کو چیک کیا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا پچھلے دروازے سے باہر آیا۔ وہ سوچ رہا تھا: احاطے کے گیٹ پر مسلح سپاہی موجود رہتے ہیں۔ پھر کوئی قاتل اندر تک کیسے پہنچ گیا؟

میڈونا نے کہا: "وہ تمہارے بڑے صاحب کا اردلی بن کر آیا ہے۔ اسی لیے تمہارے سپاہیوں نے اسے احاطے میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے۔"

وہ اپنے بنگلے کے پچھلے حصے سے چھپتا ہوا اگلے حصے کی طرف آیا۔ دروازے کے سامنے کوئی شخص ایک چہرا اسی کی وردی میں کھڑا کال بیل کے بٹن کو دبا رہا تھا۔ اس نے لڑکھڑا کر کہا: "ہالٹ" دونوں ہاتھ اٹھا کر دیوار کے سامنے منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ کوئی چالاکی دکھانا چاہو گے تو حرام موت مرو گے۔"

قاتل نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دو تک نظریں دوڑائیں۔ اسے للکارنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے ریوالور نکال کر اپنی جگہ سے چھلانگ لگاتے ہوئے احاطے کی دیوار کی سمت دوڑنا شروع کیا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ بات کھل گئی ہے۔ وہ گرفتار ہو گا یا اسے گولی مار دی جائے گی۔ ٹھیک اسی وقت نگہبان نے گولی چلائی۔ قاتل اچھل کر گرا پھر زمین پر تڑپنے لگا۔ پہرا دینے والے سپاہی دوڑتے ہوئے آئے۔ ان کے پہنچنے تک وہ ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

میڈونا نے جیری کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ اپنے لباس کے اندر ریوالور چھپا رہا تھا۔ پارس کو گولی مار کر میڈونا کو بنگلے سے لے جانا چاہتا تھا۔ وہ بولی: "جو خود چل کر آئے اس کے لیے گھر سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ تو میں آ گئی۔"

وہ چونک کر ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ کیا یہ میری اپنی سوچ ہے؟ نہیں یہ سوچ کہہ رہی ہے۔ الو میں پاگل کیا۔ کیا وہ میرے دماغ میں آ گئی ہے؟

وہ انتظار کرنے لگا۔ اگر وہ آ گئی ہے تو پھر کچھ بولے گی۔ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ دماغ کے اندر سناٹا تھا۔ وہ ریوالور چلانے جا رہا تھا۔ ایسی ہی حالت میں ہاتھ جیب کے اندر رہ گیا تھا۔ اس نے جیب میں سے ہاتھ نکالنا چاہا مگر وہ نہیں نکلا۔ اس نے زور لگایا۔ زور زبردستی سے بھی وہ نہ نکلا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر اسے نکالنے کی کوشش کی۔ پھر گرج کر اپنے خاص ماتحت کو بلایا۔

وہ دوڑتا ہوا آیا۔ پھر ادب سے بولا: "یس باس!"

اس نے پریشانی سے کہا: "یہ ہاتھ جیب سے نہیں نکل رہا ہے، اسے نکالو۔"

ماتحت نے حیرانی سے باس کو دیکھا۔ آگے بڑھ کر اس ہاتھ کو پکڑا۔ پھر اسے آہستگی اور سہولت سے باہر نکال دیا۔ یہ شدید حیرانی کی بات تھی۔ وہ پورا زور لگا رہا تھا اور ناکام ہوتا رہا تھا۔ ماتحت کا ہاتھ لگتے ہی وہ ہاتھ آسانی سے نکل گیا تھا۔ اس نے پوچھا: "کیا بات ہے باس! آپ پریشان ہیں؟"

وہ جھینپ کر بولا: "پتا نہیں کیا ہو گیا تھا۔ یہ ہاتھ میرے بس میں نہیں تھا۔"

یہ کہتے ہی اس نے تڑاخ کی زوردار آواز کے ساتھ ماتحت کو تھپڑ مار دیا۔ بے چارہ ماتحت تھا، جوابی تھپڑ نہیں مار سکتا تھا۔ اپنے باس کی اس حرکت پر بولے اسے تکنے لگا جیسے پاگل کو تک رہا ہو۔

جیری دہشت زدہ ہو کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولا: "یہ... یہ میں پاگلوں جیسی حرکتیں کر رہا ہوں۔ حالانکہ پاگل نہیں ہوں۔ میڈونا میرے اندر پہنچ گئی ہے۔"

ماتحت نے سہم کر تائید کی: "بے شک یہی بات ہے۔ آپ نے پہلے کبھی مجھ پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔ اب کیا ہو گا باس؟"

جیری نے خالی خالی نظروں سے ایک جانب تکتے ہوئے کہا: "میڈونا! مجھ سے بات کرو۔ میں تمہارا پرستار ہوں۔ تم سے ملنے کی بڑی خواہش ہے۔ تمہاری آواز سن کر آدھی ملاقات ہو جائے گی۔ آدھی خواہش پوری ہو جائے گی۔"

وہ چپ ہو گیا۔ انتظار کرنے لگا۔ ماتحت نے پوچھا: "کیا بات ہو رہی ہے؟"

"نہیں! کوئی جواب نہیں مل رہا۔ میرے دماغ میں صرف میری ہی سوچ ہے۔"

"تو پھر وہ دماغ میں نہیں ہے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو، میں پاگل ہوں اور میں نے پاگل پن میں تم پر ہاتھ اٹھایا ہے؟"

اس کا کوئی جواب دونوں کے پاس نہیں تھا۔ انٹرکام کی آواز سن کر ماتحت نے اس کا بٹن دبا دیا۔ احاطے کے گیٹ سے دربان نے کہا: "کوئی صاحب ملنے آئے ہیں، خود کو باس کہتے ہیں۔"

ماتحت نے کہا: "آنے والے سے بات کراؤ۔"

پھر باس کی آواز سنائی دی: "میں بول رہا ہوں۔ جیری سے کہو، عورتوں کی طرح منہ نہ چھپائے۔ وہ اسی بنگلے میں ہے۔ میں آؤں یا وہ باہر آئے گا؟"

جیری نے سوچا تھا باس کا عہدہ چھیننے تک اس کا ساتھ نہیں کرے گا لیکن وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ بے اختیار باہر چلا آیا۔ اسی بنگلے کے سامنے میڈونا اور پارس بھی پہنچ گئے تھے۔ وہ کار سے اتر کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دشمنوں کی طرف جا رہے تھے۔ باس نے جیری کو دیکھتے ہی ریوالور نکال کر کہا: "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ مگر زندہ چھوڑوں گا یہ لو میں ریوالور خالی کر رہا ہوں۔"

وہ ریوالور خالی کرنے لگا۔ میڈونا اس کے دماغ سے نکل کر جیری کے اندر پہنچی۔ اس نے بھی اپنا ریوالور خالی کرتے ہوئے کہا: "بے شک، ہمیں کسی ہتھیار سے مرنے یا مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تو یوں بھی مرنے والے ہیں۔"

باس کی نظر پارس پر گئی۔ وہ خوش ہو کر بولا: "سٹرابری! دیکھا میں آپ کے دشمن کو ہلاک کرنے آیا ہوں۔"

اس نے میڈونا کو دیکھا پھر کہا: "او گاڈ!" اسے میں نے ایک بار ایفل ٹاور کے پاس دیکھا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ اپنے اندر ٹیلی پیتھی کا ہارورڈ رکھتی ہے۔"

جب جیری کو معلوم ہوا کہ پارس کے ساتھ آنے والی میڈونا ہے تو پہلے وہ گھبرایا، پھر جلدی سے جھک کر ریوالور کی پھینکی ہوئی گولیاں اٹھانے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا: اگر میں اسے زخمی کر دوں تو یہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گی۔ میرے دماغ میں نہیں آ سکے گی۔ میں اس پر لا سے محفوظ رہوں گا۔ پھر دوسری گولی پارس کے سینے میں اتار دوں گا۔

وہ نیچے سے ایک گولی اٹھا رہا تھا پھر اسے پھینک کر دوسری کو اٹھا رہا تھا۔ پھر اس کی سمجھ میں آ گیا اس نے سہم کر دیکھا۔ میڈونا اسے گھور رہی تھی۔ وہ جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ گڑگڑا کر بولا: "مجھے معاف کر دو۔ میں گولیاں کھیل رہا تھا۔ تم... میرا مطلب ہے گولیاں چن چن کر تمہیں دینا چاہتا تھا۔ مگر پتا نہیں کیا بات ہے، ایک بھی گولی ہاتھ میں نہیں رہتی ہے، ایک گر جاتی ہے، دوسری ہاتھ میں آ جاتی ہے۔"

باس نے کہا: "الو کے پٹھے! یہ ہماری میڈونا کا کمال ہے۔ شکر کرو مسٹر پارس تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ ورنہ اب تک تم الٹے لٹکے نظر آتے۔"

پارس نے کہا: "میں یہ معلوم کرنے آیا ہوں، تم دونوں میں سے کون آئندہ باس بن کر رہنا چاہتا ہے؟"

جیری نے کہا: "میں۔"

باس نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "میں ہوں اور آئندہ بھی میں ہی رہوں گا۔"

"لیکن ماسک مین کی شرط ہے، جو ہمیں گھنٹے کے اندر میڈونا کو اغوا کیا جائے۔ تم دونوں کتنے خوش نصیب ہو۔ میڈونا تمہارے سامنے پہنچ گئی ہے۔"

دونوں نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ان کے

سامنے منزل تھی مگر وہ زندگی کی آخری منزل تھی، وہاں تک پہنچنے ہی مرنا ضروری تھا۔ دنیا کی کوئی طاقت انھیں بچا نہیں سکتی تھی۔ بچانے والا صرف خدا ہوتا ہے اور وہ ابھی طرح جانتے تھے کہ خدا ان سے ناراض ہے۔

باس نے کہا "ہم میڈونا کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ میں ابھی ماسک مین سے رابطہ قائم کروں گا، اس سے صاف صاف کہہ دوں گا کہ قیامت تک کوئی اس کی یہ شرط پوری کرکے باس نہیں بن سکے گا۔"

جیری نے کہا "میں بھی ماسک مین سے یہی کہوں گا۔"

اسی وقت ایک گاڑی تیزی سے آکر رکی، ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا پھر وہ غدار افسر بجورا باہر آیا۔ جیری کو دیکھتے ہی ریوالور نکال کر بولا "ذلیل کمینے! میں تیری وجہ سے غدار بن کر گھر کا رہا نہ گھاٹ کا۔ تو نے میڈونا کی ٹیلی پیتھی سے بچنے کے لیے مجھے ہلاک کرانا چاہا تھا۔ میں نے تیرے بھیجے ہوئے قاتل کو ختم کردیا، اب تیری لاش گرانے آیا ہوں۔"

وہ نشانہ لے کر فائر کرنا چاہتا تھا، پارس سامنے آگیا۔ اسے دیکھتے ہی ریوالور پر گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ پھر میڈونا سامنے آئی۔ اس پر نظر پڑتے ہی وہ بوکھلا گیا، ہاتھ سے ریوالور گر پڑا۔ فوراً ہی زمین پر گھٹنے ٹیک کر بولا "مجھ سے جو غلطی ہوئی ہے اس کی تلافی کرنے دو۔ میں جیری کو مار ڈالنا چاہتا ہوں۔"

"تمھیں کس نے روکا ہے؟"

"تمھیں دیکھتے ہی ریوالور گر پڑا۔ یقیناً یہ تمھاری ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔"

"میں نے کچھ نہیں کیا، یہ تمھارے دماغ میں بیٹھی ہوئی دہشت کا کمال ہے۔"

پارس نے کہا "تم تینوں میڈونا کے خلاف سازش کرکے اپنا اپنا مفاد حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن مفاد کوئی ایک حاصل کرے گا۔ فیصلہ کرلو، تم میں سے کون خوش نصیب ہے جو مفاد حاصل کرنے کے لیے زندہ رہے گا اور باقی دو بدنصیب مریں گے اور اس کے ہاتھوں مریں گے جو زندہ رہنا چاہے گا۔"

وہ میڈونا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اطمینان سے چلتا ہوا اپنی کار کے پاس آیا۔ میڈونا غافل نہیں تھی، بڑی تیزی سے تینوں کے خیالات باری باری پڑھ رہی تھی۔ ان میں سے دو پہلے ہی اپنے ریوالور خالی کرچکے تھے۔ صرف ٹھوکرا کا بھرا ہوا ریوالور قریب ہی زمین پر پڑا ہوا تھا۔ وہ جس کے ہاتھ آجاتا وہ زندہ رہتا، باقی دو اس کے ہاتھوں مرجاتے۔

زیادہ سوچنا گویا خطرے کو دعوت دینا تھا۔ تینوں نے بیک وقت ریوالور برچھلانگ لگائی۔ پھر زمین پر اوندھے ہوکر ایک دوسرے سے ریوالور چھیننے لگے۔ ایک انار تھا، تین بیمار۔ جو کبھی اس کے اور کبھی اس کے ہاتھ آتا تھا۔ پھر ہاتھوں سے ہوتا ہوا جاتا تھا۔ میڈونا اور پارس کار میں بیٹھے تماشا دیکھ رہے تھے۔ پارس نے کہا "کب تک یہ کھیل جاری رکھوگی۔ انھیں ان کے حال پر چھوڑو۔"

میڈونا نے خیال خوانی چھوڑ دی۔ اسی وقت باس کے ہاتھ میں ریوالور آیا تھا۔ اس نے ٹھوکرا کو گولی ماردی۔ جیری خونخوار درندہ کراٹھا مگر پیچھے لڑھک گیا۔ جلدی سے اٹھتے ہوئے بولا "گولی چلانا۔ میں تمھیں باس تسلیم کرتا ہوں۔ میں یہ شہر، یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

"تم دنیا چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

باس نے اسے بھی گولی ماردی۔ پھر خوشی سے اچھل کر کہا "میں جیت گیا۔ اب میرے مقابلے پر کوئی نہیں ہے۔"

پارس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی۔ باس نے کہا "رک جاؤ۔ میں دوست ہوں۔ مجھے ساتھ لے چلو۔"

میڈونا نے اس کے دماغ میں کہا "ہم اپنے ساتھ کیسے لے جائیں، تمھیں تو موت لے جارہی ہے۔ دیکھو تمھارے ریوالور کا رخ کدھر ہے۔"

اس نے دیکھا پھر خوف سے چیخ پڑا۔ ریوالور کی نال اس کی ناک کی طرف تھی۔ اس نے جلدی سے اسے ہٹایا۔ جیسے موت ٹلتی ویسے ریوالور نہیں ہٹ رہا تھا، دوسری بار اس کی نال سینے پر آگئی۔ وہ کار کے پیچھے دوڑتے ہوئے بولا "یہ انصاف نہیں ہے، تم نے وعدہ کیا تھا ایک آدمی زندہ رہے گا۔"

"ہاں آدمی زندہ رہے گا مگر تم آدمی نہیں ہو۔ پارس کہہ رہا ہے میں کھیل جلدی ختم کروں۔ چلو ٹرائینگر دباؤ۔"

وہ دوڑتے دوڑتے رک گیا۔ چاروں طرف دیکھتے ہوئے دنیا والوں سے کہنے لگا "مجھے بچاؤ۔ سرِعام قتل ہورہا ہے۔ مجھے بچاؤ۔ یہ کیسی دنیا ہے، ایک آدمی کو نہیں بچا سکتی؟ فار گاڈ سیک آؤ اور میرے ہاتھ سے ریوالور چھین لو۔"

کچھ لوگ فریاد سن کر اس کی مدد کو بڑھے، اس نے بے اختیار ان کی طرف فائر کیا۔ مدد کو آنے والے بھاگ گئے۔ اب وہ پاگل سمجھا جارہا تھا۔ لوگ اس کے ریوالور کو دیکھ کر ادھر ادھر چھپ رہے تھے۔ آخر وہ دوڑتا ہوا ایفل ٹاور کی لفٹ کے پاس پہنچا۔ لفٹ کے ذریعے اوپر گیا۔ اوپر آہنی جالیاں لگی ہوئی تھیں، کوئی وہاں سے چھلانگ لگا کر خودکشی نہ کرے۔ اس نے ایک جالی کے دروازے پر آکر نالے پر فائر کیا۔ تالا ٹوٹ گیا۔ وہ جالی سے بالکونی میں آگیا۔ وہاں سے پیرس شہر حدِ نظر تک دکھائی دیتا تھا۔

اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "دیکھو، میں باس ہوں۔ میں سمجھتا تھا باس کا عہدہ ایفل ٹاور سے بھی اونچا ہوتا ہے مگر آج میں اس کی بلندی پر ہوں اور موت کی پستی میں گر رہا ہوں۔ دنیا کا کوئی عہدہ، کوئی مقام اونچا نہیں ہوتا۔ ہمیں زمین پر چلنا چاہیے۔ میں زمین پر آرہا ہوں۔"

اُس نے چھلانگ لگادی۔ نیچے پہنچ کر اس کی ایک ہڈی بھی سلامت نہیں رہی ہوگی۔ میڈونا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر اپنا سر پارس کے شانے پر رکھ دیا۔ وہ بولا "قصہ ختم ہوا یا نہیں؟"

"ہوگیا۔ سوری، تمھیں انتظار کرنا پڑا۔"

"تمھیں اچھی طرح سمجھا چکا ہوں کہ مجھے ٹیلی پیتھی کا سہارا پسند نہیں ہے۔ تمھاری خواہش پوری کرنے کے لیے میں نے ان تینوں کو تمھارے حوالے کیا تھا۔ آئندہ تم میرے دشمنوں سے دور رہوگی۔"

"یہ تو اپنائیت نہ ہوئی۔ مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ تم کن حالات سے گزر رہے ہو؟"

"میرے ساتھ رہوگی تو معلوم ہوتا رہے گا۔ میں بتاتا رہوں گا مگر کبھی خیال خوانی کے ذریعے میرے معاملات میں مداخلت نہ کرنا۔"

"نہیں کروں گی اور کوئی حکم؟"

"میں حکم نہیں دیتا۔ محبت سے کام نکال لیتا ہوں۔"

"میں مما اور جوجو کی خبر لینے جارہی ہوں۔"

"بڑی دیر بعد اُن کا خیال آیا ہے۔"

"میں ان تینوں کے معاملات میں الجھ گئی تھی۔"

"اس کھیل کو بہت لمبا کردیا تھا۔ وقت کا خیال نہیں رکھوگی تو ہر طرف کے فرائض داریاں پوری نہیں کرسکوگی۔"

"غلطی ہوگئی۔ کان پکڑتی ہوں۔ آئندہ کم سے کم وقت میں دشمنوں سے نمٹا کروں گی۔ میں جاؤں؟"

"ہم پندرہ منٹ میں اپنے بنگلے تک پہنچیں گے۔ تم اتنی دیر میں دنیا کا ایک چکر لگا کر آسکتی ہو۔"

وہ ہنستی ہوئی سونیا کے پاس چلی گئی۔

سونیا تاتیانہ کے روپ میں بیمار بن کر اسپتال کے بستر پر لیٹی تھی۔ اگلے چھٹکارا پانے کے لیے رفتہ رفتہ ظاہر کرتی رہی تھی کہ اعصابی کمزوریاں دور ہوتی جارہی ہیں۔ ڈاکٹر خوش تھے کہ ان کی توجہ اور دوا میں توقع سے زیادہ کام آرہی ہیں۔ انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران بھی چاہتے تھے کہ تاتیانہ جلد از جلد ڈیوٹی پر آجائے۔ اس لیے وہ بھی خوش تھے۔ سونیا کی یہی خوبی تھی، دشمنوں کو خوش رکھتی تھی اور ان کی خوشی سے انھیں آنو بناتی تھی۔

وہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ نرس نے آکر کہا "میں نے آپ کا گلدستہ پہنچا دیا تھا اور کوئی حکم؟"

"شکریہ، میں ذرا چلنا پھرنا چاہتی ہوں۔ کوئی ضرورت ہوگی تو تمھیں بلالوں گی۔"

نرس چلی گئی۔ سونیا نے اُس کے ہاتھوں سے پاسکل بُوبا کے پاس گلدستہ بھیجا تھا تاکہ میڈونا نرس کے ذریعے پاسکل کے دماغ میں پہنچ جائے۔ میڈونا نے اس کے کمزور دماغ کو تھپک کر سُلا دیا تھا۔ پھر اُس کے خوابیدہ دماغ کو ہدایت کی تھی کہ وہ دماغی توانائی حاصل کرنے کے بعد بھی خیال خوانی نہ کرے اور سوچ کی لہروں کو کمزور سمجھتا رہے اور میڈونا کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہ کرے۔

دوسری طرف آمر نے جوجو کے نئے دماغ کو اپنے قابو میں کرلیا تھا۔ اگر سونیا پاسکل بُوبا کی انگلیاں نہ توڑتی تو وہ دماغی طور پر توانا ہوتا۔ خیال خوانی کے ذریعے جوجو پر قبضہ جمائے رکھتا اور آمر کو اس کے پاس پھٹکنے بھی نہ دیتا۔ بہرحال تقدیر مہربان تھی اور اسی تقدیر کی نامہربانی پر ماسک مین اور وہاں کے اعلیٰ حکام پریشان تھے۔ ایسے وقت جبکہ جوجو کا دماغی آپریشن کامیاب ہوگیا تھا، اس کے دماغ میں پاسکل بُوبا کی موجودگی بے حد لازمی تھی۔ اس سے بڑی بدنصیبی کیا ہوگی کہ ان کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ناکارہ ہوگیا تھا۔

سونیا ٹہلنے کے انداز میں چلتی ہوئی کمرے سے باہر آئی۔ پاسکل بُوبا کا کمرا قریب ہی تھا۔ اس کے پاس ماسک مین کا نائب، دوسرے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران آتے جاتے رہتے تھے۔ ڈاکٹروں پر دباؤ ڈالتے رہتے تھے کہ اس کی ٹوٹی ہوئی انگلیوں کی تکلیف بالکل ختم کرنے کی کوشش کریں۔ تکلیف نہیں ہوگی تو وہ خیال خوانی کے قابل ہوسکے گا۔

سونیا کمرے میں پہنچی، وہاں نائب ماسک مین موجود تھا۔ اس نے سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مجھے خوشی ہے کہ تم چلنے پھرنے کے قابل ہوگئی ہو۔ ہم مسٹر پاسکل کے لیے پریشان ہیں۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ سونیا بہت ہی خطرناک اور چالباز تھی۔"

سونیا نے انجان بن کر پوچھا "وہ کیسے؟"

"اُس نے بظاہر پاسکل سے تمھاری عزت بچائی تھی لیکن اس بہانے انگلیاں توڑ کر اس نے پاسکل کو ناکارہ بنادیا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہ تو جوجو کی نگرانی کرسکے اور نہ ہی اس کی دماغی حالت ہمارے سامنے تفصیل سے بیان کرسکے۔ وہ مکار عورت جو کرنا تھی اس کے دُور رس نتائج نکلتے تھے۔ تمھاری جتنی بھی تعریفیں کی جائیں کم ہیں، تم نے اس مکار کو ہمیشہ کی نیند سُلا دیا۔ جو کوئی نہ کرسکا وہ تم نے کر دکھایا۔"

پاسکل بُوبا نیند میں کسمسا رہا تھا۔ سونیا جانتی تھی کہ اس کی تخریبی

نیند پوری ہو چکی ہے۔ میڈونا اُسے سُلا کر گئی تھی اور سونیا کو اس کی بیداری کا وقت بتا گئی تھی۔ اسی کے مطابق وہ اپنے کمرے سے نکل کر اس کے پاس آئی تھی۔ اس نے نائب ماسک مین سے کہا۔ "یہ بیدار ہو رہا ہے۔ اگر یہ میرے ملک کا وفادار نہ ہوتا تو میں اسے کبھی بیدار نہ ہونے دیتی۔"

"غصہ تھوک دو تم بڑے دل گُردے والی عورت ہو — بڑی فراخ دل ہو۔"

پاسکل نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک چھت کو دیکھتا رہا پھر اس نے نائب ماسک مین اور سونیا کو دیکھا۔ بیزار سکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "مس تاتیانہ! پہلے تم نے گلدستہ بھیجا۔ اب ملنے آئی ہو میں بہت خوش ہوں اور مجھے اپنی حرکتوں پر شرمندگی بھی ہے۔"

سونیا نے خشک لہجے میں کہا۔ "جو ہو گیا اُسے بھول جاؤ۔ ہمارے ملک کو تمہاری ٹیلی پیتھی کی سخت ضرورت ہے۔ کچھ اندازے سے بتاؤ کب تک خیال خوانی کے قابل ہو جاؤ گے؟"

"میں بڑی کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

"تم مرد ہو، شہ زور ہو۔ یوگا کی مشقیں کرتے رہتے ہو، آخر یہ کیسی کمزوری ہے جس پر تم قابو نہیں پا سکتے؟ کیا انگلیوں میں تکلیف ہے؟"

"بالکل نہیں۔ پلاسٹر چڑھانے کے بعد بھر بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں، سونیا نے کوئی ایسی حرکت کی تھی جو مجھ میں نہیں آئی اور میں اعصابی کمزوریوں کا شکار ہو گیا۔ ڈاکٹروں کی بھی رپورٹ یہی ہے۔"

نائب ماسک مین نے پوچھا۔ "کیا تم اپنے دماغ میں پرانی سوچ کو محسوس کرتے ہو؟"

"ان حالات میں پرانی سوچ کی لہروں کا پتا نہیں چلتا۔"

نائب نے ڈاکٹر کو بُلا کر حکم دیا۔ "اس کی اعصابی کمزوریوں کو جلد سے جلد دور کیا جائے۔ پھر وہ سونیا کے ساتھ کمرے سے باہر آ کر بولا۔ "آرام کرو گی؟"

وہ ایک ہیلی کاپٹر میں وہاں سے روانہ ہوئے۔ ماسک مین کی رہائش گاہ کے چاروں طرف مسلح افراد پہرا دیتے تھے۔ اس کے علاوہ ایسے الیکٹرونک آلات نصب کیے گئے تھے جو چوری چھپے داخل ہونے والوں کو ظاہر کر دیتے تھے۔ تاتیانہ اور نائب ماسک مین کو سب جانتے تھے۔ اس کے باوجود وہ ایکسرے مشین اور دیگر الیکٹرونک آلات سے گزرتے ہوئے ماسک مین تک پہنچے۔ اس نے کہا۔ "مس تاتیانہ! تمہیں چلتے پھرتے دیکھ کر آدھی پریشانی دور ہو گئی ہے۔ اب آدھی پریشانی پاسکل کے سلسلے میں ہے۔ پتا نہیں وہ کب خیال خوانی کے قابل ہو سکے گا۔"

"میں اسی سلسلے میں آئی ہوں۔ اُس کی حالت دیکھ کر پتا چلتا ہے کہ ہم اگلے چوبیس گھنٹوں تک ٹیلی پیتھی کے ذریعے جوجو کی حفاظت نہیں کر سکیں گے۔"

"جوجو کے اطراف سخت پہرا ہے۔ دو ڈاکٹر اور دو نرسیں ہماری باری اسے اٹینڈ کرتے ہیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان ڈاکٹروں اور نرسوں کے دماغ تک نہ پہنچ سکیں۔"

سونیا نے کہا۔ "آپریشن کے بعد جوجو ذہنی طور پر سنبھالا بالغ ہو گئی ہے۔ اس کی سوچ بدل گئی ہے۔ کیا لہجہ بھی بدل گیا ہے؟"

"نہیں۔ آواز اور لہجہ وہی ہے۔ ڈاکٹروں نے کہا ہے بہتری اس کا لہجہ بھی تبدیل کر دیا جائے گا۔"

"یعنی ابھی اگر اس کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے یا پہنچ چکا ہے؟"

ماسک مین نے کہا۔ "ہم یہی سوچ کر پریشان ہو رہے ہیں۔ اگر آدمر نے کوئی چکر چلایا ہو گا تو ہمارے لیے دشواریاں پیدا ہو جائیں گی۔"

"کیا جوجو ہوش میں ہے؟"

"میں نے آدھا گھنٹا پہلے معلوم کیا تھا۔ ڈاکٹر نے بتایا وہ کوئی دو گھنٹے پہلے ہوش میں آئی تھی۔ پھر نیند میں ڈوب گئی۔"

"پلیز آپ معلوم کریں، وہ ابھی تک نیند میں ہے یا بیدار ہو گئی ہے اور ڈاکٹر اُسے آدمر وغیرہ سے کس طرح دور رکھ سکتے ہیں؟"

نائب نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ وہ بیدار ہو گئی ہے اور سوالات کر رہی ہے کہ وہ کون ہے؟ اسے اپنا نام بھی یاد نہیں ہے۔ دوسرا ڈاکٹر اسے اپنے جوابات سے مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

سونیا نے پوچھا۔ "جوجو کو اس کے متعلق کیا بتایا جا رہا ہے؟"

"یہی کہ وہ ایک روسی نژاد لڑکی ہے۔ اس کے والدین بچپن میں مر گئے تھے۔ یہاں کی سرکار نے اس کی پرورش کی۔ اسے ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا۔ سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈیگر نے اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کیے تھے جس کے نتیجے میں وہ پچھلی زندگی بھول گئی ہے۔"

"کیا وہ یقین کر رہی ہے کہ وہ جوجو نہیں ہے؟ جس وقت ڈاکٹر یہ باتیں اسے سمجھا رہا ہو گا کیا اس وقت آدمر دماغ میں آ کر اس کے بارے حقیقت نہیں بتا رہا ہو گا؟"

"ہاں یہ ممکن ہے۔"

"میں ایسے وقت جوجو کا ردِعمل دیکھنا چاہتی ہوں۔"

ماسک مین نے نائب سے کہا۔ "سیکیورٹی افسر کو حکم دو ہیلی روانگی کا انتظام کرے۔"

نائب کمرے سے باہر چلا گیا۔ ماسک مین نے کہا۔ "تاتیانہ! ہم بڑی مشکلات سے گزر رہے ہیں۔ ہمارے پاس جوجو اور پاسکل دو خیال خوانی کرنے والے ہیں مگر ابھی دشمن ٹیلی پیتھی جانے والوں کے رحم و کرم پر ہیں۔ اگر تم سونیا کو ختم نہ کرتیں تو وہ ہماری ان مشکلات

سے بہت فائدے اٹھاتی۔ تم نے بہت خطرناک بلا سے ہمیں بچایا ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ماسک مین نے کہا۔ "تم جانتی ہو میں کسی سے فون پر بھی بات نہیں کرتا۔ پلیز! تم اٹینڈ کرو۔"

سونیا نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو! میں تاتیانہ ہوں، ماسک مین کا فون اٹینڈ کر رہی ہوں۔ تم کون ہو؟"

انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مس تاتیانہ! میں ارشد نیم بول رہا ہوں۔ اس وقت پاسکل کے پاس ہوں۔ بڑی تشویش کی بات ہے۔ میڈونا پاسکل کے دماغ میں آ کر بول رہی ہے کہتی ہے اگر ماسک مین نے اس سے گفتگو نہ کی تو وہ پاسکل کو ختم کر دے گی۔"

سونیا نے ماسک مین کو یہ بات بتائی۔ پھر اچانک سانس روک لی۔ ماسک مین اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ "میری دماغی توانائی پوری طرح بحال ہو گئی ہے۔ ابھی شاید میڈونا میرے دماغ میں آنا چاہتی تھی۔ میں نے سانس روک لی۔"

پھر اس نے فون پر کہا۔ "مسٹر ابراہیم! وہ تمہارے دماغ میں رہ کر میری باتیں سن رہی ہے۔ اس سے کہو میرے دماغ میں آنے کی فضول کوشش نہ کرے۔ میں اسپتال آ رہی ہوں۔ وہ تمہارے ساتھ رہ کر گفتگو کرے گی۔ اس طرح اس کی باتیں ماسک مین تک پہنچتی رہیں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ماسک مین نے کہا۔ "ٹھیک ہے میں ڈانسٹر کے ذریعے تم سے رابطہ رکھوں گا۔ آخر جس بات کا اندیشہ تھا وہی ہوا۔ کہیں ایسا نہ ہو، پاسکل کے دماغ میں میڈونا کے بعد ڈیگر اور ڈیگر میں پہنچ جائیں۔ میں بہت بے چین ہوں۔ بہتر ہے تم نہ جاؤ۔ یہاں سے ڈانسٹر کے ذریعے ابراہیم سے رابطہ کرو۔ تم یہاں موجود رہو گی تو ہم آپس میں مشورے کر سکیں گے۔"

سونیا نے فون کا ریسیور اٹھا کر پھر ابراہیم سے بات کی۔ اس سے پوچھا۔ "کیا تمہارے پاس ٹرانسمٹر ہے؟ میں اسپتال نہیں آؤں گی، یہاں سے گفتگو ہو گی۔"

معلوم ہوا، اس کے پاس ٹرانسمٹر ہے۔ سونیا نے اس کی فریکوئنسی معلوم کی۔ اسی وقت نائب واپس آ گیا۔ ٹرانسمٹر کے ذریعے رابطہ قائم ہوا۔ سونیا نے پوچھا۔ "ہیلو ابراہیم! کیا میڈونا موجود ہے؟"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "میں ابراہیم کی زبان سے میڈونا بول رہی ہوں۔ ماسک مین کو بتاؤ میں اس کے پاسکل پر بہت بڑا احسان کر رہی ہوں۔ میں نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

اس کی باتیں ٹرانسمٹر کے اسپیکر سے سنی جا رہی تھیں۔ سونیا نے کہا۔ "بے شک بہت بڑا احسان کر رہی ہو لیکن پاسکل کے دماغ میں رہ کر خطرے کی گھنٹی بجا رہی ہو۔ پیرس کے باس نے بتایا تھا کہ تم پاگل کے ساتھ رہتی ہو کیا یہ درست ہے؟"

"ہاں، درست ہے۔"

"اس کا مطلب ہے تمہارے پیچھے اس کی مکاری کوئی کام دکھا رہی ہے۔"

"ماسک مین یا پاسکل تو بتانے جس مکاری سے جوجو کو حاصل کیا ہے، اس کے جواب میں ہماری طرف سے بھی مکاری لازمی ہے۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں نہیں چاہتی، پارس اپنی شریکِ حیات کی واپسی چاہتا ہے۔"

"جوجو ہمارے پاس نہیں ہے۔ یقین نہ ہو تو اس کے دماغ میں جا کر دیکھ لو۔"

"میں اور آدمر کئی بار کوشش کر چکے ہیں۔ ہم نے اس کا دماغ بے حد کمزور پایا ہے۔ یقیناً وہ بے ہوشی کی حالت میں ہے۔"

"وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ دشمنوں نے اسے بے ہوشی کی حالت میں رکھا ہے۔ تم لوگوں کو اس کے پاس پہنچنے نہیں دیں گے۔"

"تاتیانہ! تمہاری بجائے اس پاسکل کو ہلاک کر کے تم کون سا مسئلہ حل کر لو گی؟"

"جواب میں یہی کہہ سکتی ہوں کہ اس کے بعد ماسک مین کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہے گا۔ رہ گئی جوجو تو آج نہ سہی پھر کسی موقع پر ہم اسے حاصل کر لیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "میڈونا! ابھی تم بچی ہو، کیا سونیا نے پارس کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ نادیہ کے روپ میں ماسکو جا رہی ہے؟ جاؤ پارس سے پوچھو! اس کی سونیا نما کہاں ہے؟ جواب نہ ملے تو یقین کر لینا کہ وہ ہماری قید میں ہے۔ ہم نے اسے کوما میں رکھا ہے تاکہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکیں۔"

میڈونا نے کہا۔ "ڈانسٹر بند کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گی۔"

سونیا نے ڈانسٹر کو بند کر دیا۔ ماسک مین نے ہنستے ہوئے کہا۔ "واہ تاتیانہ! تم نے سونیا کا حوالہ دے کر اسے خوب اُلجھایا ہے۔ اب فراہلی کی پوری فیملی سونیا کے لیے پریشان ہو گی اور ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دے گی۔"

وہ بولی۔ "میں نے وقتی طور پر پاسکل کو بچا لیا ہے لیکن اب وہ اور آدمر جوجو تک پہنچنے کی کوشش کریں گے تاکہ ہمارے دونوں خیال خوانی کرنے والے ان کی مٹھی میں رہیں۔ دوسری طرف حقیقت یہ ہے کہ سونیا ہماری قید میں نہیں ہے، اس کا وجود بھی دنیا میں نہیں ہے۔"

ماسک مین کی ہنسی پریشانی میں بدل گئی۔ اس نے نائب سے کہا۔ "فوراً ڈاکٹروں سے رابطہ کرو۔ انہیں حکم دو کسی تنویمی عمل کرنے والے کو فوراً طلب کریں اور جوجو کے دماغ کو لاک کر دیں۔ ہم ابھی

آرہے ہیں۔"

سونیا نے ابراہیم سے رابطہ قائم کرکے پوچھا۔ "کیا میڈونا واپس آئی ہے؟"

"جی نہیں۔ آپ نے اُسے ایسا چکر دیا ہے کہ فرہاد کا پورا خاندان چکراتا رہے گا۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "مسٹر ابراہیم! تم ایک غیر فوجی دار افسر ہو۔ تم کہہ رہے ہو میں نے میڈونا کو چکر دیا ہے۔ یعنی جھوٹ کہا ہے کہ سونیا ہماری قید میں نہیں ہے۔"

"مس تاتیانہ! حقیقت تو یہی ہے۔"

"اور وہ تمھارے دماغ میں چھپ کر یہ باتیں سن سکتی ہے یا ابھی سن رہی ہوگی۔ کیا تم اُسے اپنے اندر محسوس کر رہے ہو؟"

"جی نہیں! مجھے محسوس نہیں ہو رہا ہے۔ مجھ سے واقعی غلطی ہوگئی، مجھے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ آیندہ محتاط رہوں گا۔"

"غلطی دانستہ ہو یا نادانستہ اس کے غلط نتائج سامنے آتے ہیں۔ اگر وہ تمھارے خیالات چپکے سے پڑھ لے گی تو اسے سونیا کے متعلق حقیقت معلوم ہو جائے گی لہٰذا تم چھٹی کرو۔ وہ آئے گی تو اس سے کہنا تمھاری ڈیوٹی ختم ہوگئی ہے تم اُسے اپنے سینئر افسر ولاڈی کے دماغ میں پہنچاؤ گے۔ ابھی ولاڈی سے رابطہ قائم کرکے اسے تمام باتیں سمجھا دو۔"

ماسک مین کی رہائش گاہ سے ان کی روانگی خفیہ طور پر ہوئی۔

راستے میں سونیا نے میڈونا کو محسوس کیا۔ وہ کوڈ ورڈ زاد اکر کے کہہ رہی تھی۔ "ماں! کیا پھر ماسک مین سے گفتگو کروں؟"

"ابھی نہیں، یہ سمجھ رہے ہیں میں نے سونیا کے بارے میں جھوٹ کہہ کر تمھیں اور فرہاد کے پورے خاندان کو اُلجھا دیا ہے۔ ابھی تم سب سونیا کے لیے پریشان ہو رہے ہو لہٰذا ان کی خوش فہمیوں کو قائم رکھو۔ میرے پاس آتی جاتی رہو۔ میں تمھیں ماسک مین کو چیلنج کرنے کا مناسب وقت بتاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ کیا میں جاؤں؟"

"ایک منٹ۔ کوئی تنویمی عمل کرنے والا جوجو کو معولہ بنائے گا۔ آمر سے کہو وہ جوجو کے دماغ میں پہنچ کر اُسے عامل سے محفوظ رکھے۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا، ماسک مین کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ ماسک مین جو دوستوں اور دشمنوں کے لیے بہت پُراسرار تھا، چند اہم افراد کے سوا کسی نے اُسے دیکھا نہیں تھا اور نہ ہی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اُس کی آواز سن سکا تھا۔ سبھی نائب ماسک مین سے گفتگو کرتے تھے۔ اُن کے ملک کے چند اہم افراد میں تاتیانہ کا بھی نام تھا۔ بے چارہ پُراسرار ماسک مین نہیں جانتا تھا کہ اس وقت وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر اپنی موت کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔

ویسے یہ کوئی سمجھ نہیں پاتا کہ موت کب اس کے پاس آتی ہے اور تھوڑا وقت گزار کر اسے اور چند سانسیں لینے کے لیے چھوڑ دیتی ہے۔ اس یقین کے ساتھ کہ پھر جب بھی آئے گی اُسے دبوچ کر پھر پھڑپھڑانے بھی نہیں دے گی۔ یہ خوش فہمی دھری رہ جائے گی کہ وہ بار بار موت سے بچتا رہا ہے اور بچتا رہے گا۔

ان کی گاڑی ایک ایسے احاطے میں داخل ہوئی جس کی دیواریں قلعے کی طرح اونچی اور مضبوط تھیں۔ فوج کے مسلح سپاہی جگہ جگہ نظر آتے تھے۔ جب وہ ویری امپارٹنٹ ملٹری اسپتال کے ایک کوریڈور میں پہنچے تو ماسک مین نے کہا۔ "یہاں سے فرش پر بجلی کے خفیہ تار بچھے گئے ہیں۔ جوجو کے کمرے تک جو بھی راستہ جاتا ہے اس پر یہ تار بچھے ہوئے ہیں۔ ابھی ہماری آمد پر ان کا سوئچ آف کیا گیا ہے۔"

کوئی چھت اور روشن دان سے بھی نہیں آسکتا تھا۔ ہر ہر خطرے کا الارم لگا ہوا تھا۔ ایک بڑے سے کمرے میں کئی ٹی وی پردے رکھے ہوئے تھے۔ کسی بھی حصے سے جوجو کے کمرے میں جانے والے ان تمام ٹی وی اسکرینز پر دیکھا جاتا تھا۔ اس وقت بھی سونیا اور ماسک مین وہاں کے ایک حصے سے گزرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

جوجو کو جہاں رکھا گیا تھا، وہاں صرف اسپتال کا بستر نہیں تھا باقاعدہ بیڈ روم، سٹنگ روم اور ٹی وی لاؤنج وغیرہ تھے۔ ٹی وی میں ایک قد آور شخص نظر آیا جو بیٹھنے کی پوزیشن میں کھڑا ہوا الگ رہا تھا۔ اس کا صحت مند جسم دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ فری اسٹائل پہلوانی کرتا ہے۔ سر کے بال گردن سے نیچے تک بڑھے ہوئے تھے۔ چہرے پر ہلکی سی داڑھی تھی۔ جب اس نے سونیا کو آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو وہ سہم گئی۔ ایسی آنکھیں کسی پہنا ٹائز کرنے والے کی ہی ہو سکتی ہیں۔

اس کے ساتھ فوج کا ایک اعلیٰ افسر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سونیا اور ماسک مین سے اُس کا تعارف کرایا۔ "یہ مسٹر الیگزنڈر، راسپوٹین ہیں۔"

اس کے تعارف سے یاد آیا، زار روس کے دور میں راسپوٹین نامی ایک شخص نے زار کے محل میں رسائی حاصل کی پھر زار اور اس کی ملکہ کو اپنے عمل سے سحر زدہ کر لیا۔ اس کی آنکھیں بڑی خطرناک تھیں، وہ جسے دیکھتا تھا اُسے آنکھوں کی مقناطیسی کشش سے ہلنے نہیں دیتا تھا جسے چاہتا تھا اپنا فرماں بردار بنا لیتا تھا۔

وہ جو الیگزنڈر راسپوٹین بیٹھا ہوا تھا اُسی زار روس کے راسپوٹین کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ خوف ناک آنکھیں اور آنکھوں سے سحر زدہ کرنے کا کمال سینہ بہ سینہ اس کے حصے میں آیا تھا۔ اُس نے تعارف کے دوران ماسک مین کو دیکھا تو ماسک مین نے نظر چُرا لی۔ موجودہ راسپوٹین کی آنکھیں یوں لگتی تھیں جیسے دو ناگ پھنکار کر ڈس رہے ہوں۔ اگر وہ نظریں نہ جھکاتا تو دماغ میں زہر پھیل جاتا۔

پھر اُس نے سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے اُسے دیکھا۔ وہ چاہتی تو اس سے نظریں ملا کر اس کی ساحری کا بھرم توڑ دیتی لیکن اپنی

روحانیت کا کمال دکھا کر کسی طرح کا شُبہ پیدا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے تاتیانہ کی حیثیت سے نظریں جھکا لیں۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "تم سے ملنے کی بڑی آرزو تھی۔ تمھارے جیسی حسین اور اسمارٹ لڑکی سے مل کر حقیقتاً خوشی ہو رہی ہے۔"

"میں بھی باکمال لوگوں سے مل کر بہت خوش ہوتی ہوں۔ کیا تم نے جوجو کے دماغ کو لاک کر دیا ہے؟"

وہ ہنسنے لگا۔ اگرچہ دھیمی آواز میں ہنس رہا تھا مگر آواز گونجتی اور دلوں میں تھرتھراتی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ وہ بولا۔ "ایک ایسی لڑکی جس نے دماغی طور پر ابھی جنم لیا ہو اور جس کی دماغی سلیٹ بالکل خالی ہو، اُسے ٹرانس میں لانے کے لیے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی میں اُس پر ایک نظر ڈالتے ہی اس کے دماغ کو لاک کر دوں گا۔"

ماسک مین نے کہا۔ "ذرا سی دیر میں بہت نقصان پہنچانے گی، پلیز یہ کام ابھی کر دو۔"

راسپوٹین نے کہا۔ "میں تم سے پندرہ منٹ پہلے آیا ہوں۔ یہاں پہنچتے ہی عمل نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے اب کرتا ہوں۔"

وہ بار بار سونیا کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "مس تاتیانہ! میرا کمال دیکھو، میرے ساتھ آؤ۔ میں چٹکی بجا کر جوجو کو معولہ بنا لوں گا۔"

وہ بولی۔ "ہم نے جوجو کو بڑی رازداری میں رکھا ہے۔ اگر تم اُسے معولہ بناؤ گے تو وہ تمھاری تابعدار رہے گی۔ جبکہ اُسے ماسک مین کی یاد میری وفادار رہنا چاہیے۔"

ماسک مین نے تائید کی۔ "یہ ایک اہم نکتہ ہے مسٹر راسپوٹین! ہمارا نہ ماننا یہ سرکاری معاملات ہیں۔ کیا تم جوجو کو ہم میں سے کسی کی تابعدار بنا سکتے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "ایسا میں کرتا نہیں ہوں لیکن تاتیانہ کے لیے کر سکتا ہوں۔"

ماسک مین فوجی افسر کے ساتھ وہیں بیٹھا رہا۔ راسپوٹین نے سونیا کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "اپنا خوبصورت ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔ میں اسے تھام کر چلنا چاہتا ہوں۔"

"سوری! میں کسی مرد کو ہاتھ پکڑنے کی اجازت نہیں دیتی، بغیر لڑائے کلاہ موت دیتی ہوں۔ دماغ کو بھی ایسا وقت نہ آئے۔"

وہ آگے بڑھ گئی۔ راسپوٹین اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ "میں نے آج تک کوئی فری اسٹائل کشتی نہیں ہاری۔ ایسے میں مجھے مغرور ہونا چاہیے۔ تمھاری باتوں کا بُرا ماننا چاہیے لیکن میں تمھیں دیکھنے سے پہلے تمھیں چاہنا رہا، جبکہ آج یہ چاہت اور بڑھ گئی ہے۔ کیا تھوڑی دیر کے لیے باہر ملاقات ہو سکتی ہے؟ دیکھو انکار نہ کرنا۔ میں تمھارے بہت کام آسکتا ہوں۔"

سونیا نے سوچا، دیکھیں یہ کس طرح کام آسکتا ہے۔ اس نے باہر ملاقات کرنے سے انکار نہیں کیا۔ وہ بیڈ روم میں پہنچے۔ جوجو بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ وہ آنکھیں کھولے انھیں دیکھ رہی تھی۔ راسپوٹین سے نظریں ملتے ہی وہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔ سونیا نے قریب آکر کہا۔ "ہیلو! تم کیسی ہو؟ کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

وہ پہلی نظر میں پہچانی نہیں جاتی تھی۔ برین کے آپریشن سے پہلے اس کا سر مونڈا گیا تھا۔ اب پورے سر پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ پیشانی بھی پٹی میں چھپی ہوئی تھی۔ چہرے کا کچھ حصہ کھلا ہوا تھا۔ اُس نے سونیا کو اجنبی نظروں سے دیکھا اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ کسی تاتیانہ کو دیکھ رہی تھی۔ اگر سونیا کی صورت دیکھتی تب بھی اسے پہچان نہیں سکتی تھی، وہ سب کچھ بھول چکی تھی۔

راسپوٹین نے کہا۔ "بیٹی! مجھے دیکھو، مجھ سے آنکھیں ملاؤ، ہم باتیں کریں گے۔"

اس نے جھجکتے ہوئے دیکھا۔ پھر نظریں جھکانا چاہتی تھی مگر راسپوٹین کی شیطانی آنکھوں نے اُسے جکڑ لیا۔ وہ ایک دم سے پریشان ہوگئی، مٹھیاں بھینچنے لگی۔ وہ بہت بے چینی اور تکلیف محسوس کر رہی تھی، آہستہ آہستہ کراہ رہی تھی۔ پھر اس نے نظریں ہٹا لیں۔ آنکھیں بند کرکے کمزور آواز میں چیخنے لگی۔ "مجھے بچاؤ۔ یہ آدمی مجھے مارنا چاہتا ہے۔ میں اس سے نظریں نہیں ملاؤں گی۔ میں آنکھیں نہیں کھولوں گی۔"

آمر نے سونیا کے پاس آکر کہا۔ "اس عامل کی آنکھیں بڑی خوف ناک ہیں۔ میں جوجو کے دماغ میں رہ کر ان آنکھوں سے لڑ رہا تھا۔ آپ ان سے کہیں ابھی اس کا دماغ کمزور ہے، یہ ایسی زہریلی اور چبھتی ہوئی نظریں برداشت نہیں کر سکے گی۔ خدانخواستہ کوئی دماغی نقص پیدا ہو جائے گا۔"

اُس وقت راسپوٹین اپنی بھاری بھرکم آواز میں کہہ رہا تھا۔ "لڑکی! میں حکم دیتا ہوں آنکھیں کھولو اور مجھ سے نظریں ملاؤ۔"

جوجو کی کمزور چیخیں سن کر ماسک مین اور فوج کا اعلیٰ افسر آگیا تھا۔ سونیا نے کہا۔ "مسٹر راسپوٹین! تمھیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ آپریشن کو صرف چودہ گھنٹے گزرے ہیں۔ اس کے ٹانکے کچے ہیں، دماغ ابھی کچا ہے۔ یہ کچا دماغ تمھاری زہریلی نظروں کو برداشت نہیں کر سکے گا۔"

راسپوٹین نے کہا۔ "تم اس لڑکی کے دماغ کو کمزور کہتی ہو، بلی کا ڈر آج سے پہلے میں نے اتنے مضبوط ارادے کی لڑکی نہیں دیکھی۔ میری نگاہوں کی گرفت میں آنے کے بعد کوئی نظریں نہیں ہٹا سکتا۔ مگر اس لڑکی نے میری آنکھوں سے لڑتے لڑتے آخر نظریں ہٹا لیں۔ پتا نہیں ڈاکٹر نے کیسا آپریشن کیا ہے۔ اس کی قوتِ ارادی بہت ہی مضبوط اور غیر معمولی ہے۔"

"میں قوتِ ارادی کی نہیں، آپریشن کے بعد دماغی حالت کی بات

کررہی ہوں۔ بہتر ہوگا تنویری عمل سے پہلے ڈاکٹروں کو بلا کر اس کی ذہنی حالت کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔"

سونیا کے اعتراضات اور مشورے کے مطابق ڈیوٹی پر حاضر رہنے والے ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ وہ ایک مشین اور گراف اسکرین کے ذریعے اس کی ذہنی کیفیات کو سمجھنے لگا۔ آرمر جو چور کے دماغ میں رہ کر اس کی ذہنی کو کمزور ثابت کررہا تھا۔ یہ ثبوت مشین کے ذریعے اسکرین پر مل رہا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "آپ لوگ اس لڑکی کو تنہا چھوڑ دیں۔ آپریشن کے نتیجے میں اس کا دماغ کمزور ہے رفتہ رفتہ توانائی حاصل کرے گی۔ فی الحال تنویری عمل نقصان دہ ثابت ہوگا۔"

آرمر نے اطمینان کی سانس لی۔ جو جو آنکھیں بند کیے ڈاکٹر کی باتیں سن رہی تھی۔ پورچ کے ذریعے بولی۔ "شکریہ مسٹر آرمر! تم میرے اندر رہ کر توانائی پیدا نہ کرتے تو اس شیطان کی آنکھیں نہ جانے میرا کیا حشر کرتیں۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھلاؤں گی۔"

"بیٹی! میں تمہارا بڑا بھائی ہوں، تمہارا باپ ہوں اور باپ اپنے بچوں پر احسان نہیں کرتا۔"

"تم میرے بھائی ہو مگر ڈاکٹر کہتا ہے میرا کوئی نہیں ہے۔ تم مجھے جو جو کہتے ہو۔ ڈاکٹر میرا نام مولینا بتاتا ہے۔ مولینا آندروف۔"

"یہ لوگ سب جھوٹے ہیں، تمہارے دشمن ہیں۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے تمہارا نام اور تمہاری شخصیت بدل رہے ہیں۔"

"مسٹر آرمر! برا نہ ماننا تم بھی دشمن ہو سکتے ہو اور ہو سکتا ہے مجھ سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے میری مدد کو آتے رہتے ہو۔"

"میری سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ میں بھی تم کو کوئی فائدہ حاصل نہیں کروں گا، تمہیں صاف ایسے مشورے دوں گا جن پر عمل کر کے تم دشمنوں کی سازشوں سے بچتی رہا کرو گی۔ دانشمندی یہ ہے کہ فی الحال تم مجھے آنے دو، نہیں بھی آزماؤ۔ وہ تمہیں مولینا آندروف کہتے ہیں، تم خود کو مولینا تسلیم کر کے آنکھیں سفلن کردو۔ جب تک اچھے بُرے اور دوست و دشمن دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نہ ہو جائیں تم نہ جو جو ہو نہ مولینا۔ خدا نے تمہیں ذہانت دی ہے اپنی ذات کے متعلق آخری فیصلہ کرنے تک ایک گنام ذہین لڑکی بن کر رہو۔ بہت جلد تمہیں اپنی صحیح منزل مل جائے گی۔"

"بے شک، یہ مخلصانہ مشورہ ہے۔ میں اس پر عمل کروں گی۔ پلیز اب جاؤ۔ میں تنہائی چاہتی ہوں۔"

"اچھا میں جا رہا ہوں، خدا حافظ!"

"ٹھہرو، پہلے بھی تم نے ایک بار رخصت ہوتے وقت خدا حافظ کہا تھا۔"

"ہاں ایسا مسلمان کہتے ہیں، تم اپنے شوہر کے تعلق سے مسلمان ہو۔"

"شوہر!" اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا میری شادی ہو گئی ہے؟"

"ہاں! تمہیں بتانے کے لیے بہت سی باتیں ہیں مگر تمہارے دماغ پر ابھی معلومات کا بوجھ ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ آرام کرنا چاہیے۔"

"اس کا نام بتاؤ جسے میرا جیون ساتھی کہہ رہے ہو۔"

"اس کا نام پارس علی ہے۔ ویسے یہاں دشمنوں نے ایک ڈھانچا بنایا ہوا ہے۔ یہ ڈمی پارس کیوں بنایا گیا ہے اس کی بھی ایک لمبی روداد ہے۔ میں پھر کبھی سناؤں گا۔ ابھی آرام کرو۔ خدا حافظ!"

وہ چلا گیا۔ اس کے نئے اور کمزور دماغ میں خدا حافظ کے الفاظ آہستہ آہستہ گونج رہے تھے اور پارس کے متعلق سوچ رہی تھی۔ کیا واقعی میرا کوئی جیون ساتھی ہے، اگر ہے اور میں بھول چکی ہوں تو مالک مین نے میرے برین کا آپریشن کرا کے مجھ سے دشمنی کی ہے۔ مجھ سے میری پچھلی زندگی اور پچھلے رشتوں کو چھین لیا ہے اور اگر آرمر غلط کہتا ہے، میرا کوئی جیون ساتھی نہیں ہے تو ڈاکٹر کے بیان کے مطابق میں احمق سے ذہین بن گئی ہوں۔ یہ آپریشن مجھے ذہانت کی دُنیا دے رہا ہے، مجھے مالک مین کا احسان مند ہونا چاہیے۔

یہ وہی جو جو تھی جو ننھی بچی کی طرح دوسروں کے اشاروں پر چلتی تھی۔ اس میں اپنے طور پر سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں تھی۔ اب وہی جو جو دونوں پہلوؤں پر غور کر رہی تھی اور بڑے اعتماد سے سوچ رہی تھی کہ وہ رفتہ رفتہ دوستوں اور دشمنوں کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اپنی حقیقت کو بھی پالے گی۔

اُدھر مالک مین ڈاکٹر سے پوچھ رہا تھا۔ "کیا مس مولینا (جو جو) کے کمزور دماغ پر کوئی خیال خوانی کرنے والا قبضہ جما سکتا ہے؟"

ڈاکٹر نے کہا۔ "میں ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ آپ ماہرین سے معلوم کریں۔"

سونیا نے کہا۔ "میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ تنویری عمل میں سخت اور تھکا دینے والا انداز ہوتا ہے جبکہ خیال خوانی کی لہریں بڑی نرمی اور خاموشی سے پرائے دماغ کو اپنا محکوم بناتی ہیں۔ ویسے کمزور ذہن پر خیال خوانی کا اثر بھی کمزور ہوتا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "ہاں، یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ کمزور ذہن کی یادداشت بھی کمزور ہوتی ہے۔ ایسا شخص کوئی بات دیر تک یاد نہیں رکھتا۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا مس مولینا کے دماغ میں کوئی بات نقش کرنا چاہے گا تو ناکام ہوگا، یہ بات رفتہ رفتہ وہ بھول جائے گی۔"

وہ لوگ طرح طرح کے دلائل سے خود کو اطمینان دلا رہے تھے۔ جبکہ سونیا جانتی تھی کہ آرمر نے جو جو کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا دماغ میں نہیں آسکے گا۔ یہ تجربہ کرنے کے لیے میڈونا ایک بار اس کے دماغ میں گئی تھی۔ جو جو نے فوراً سانس روک لی تھی۔ اس کے فوراً بعد آرمر نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا وہ بے چین ہو رہی تھی اور یہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس نے اچانک سانس کیوں روک لی تھی۔

سونیا، مالک مین، ڈاکٹر اور راسپوٹین اس کمرے سے باہر آئے۔ سونیا نے مالک مین سے کہا۔ "میں ایگزنڈر راسپوٹین کے ساتھ جا رہی ہوں۔ ایک گھنٹے بعد اپنی رہائش گاہ میں ملوں گی۔ اس دوران میڈونا بات کرنا چاہے تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے مجھے اطلاع دی جائے۔ میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

وہ اسپتال سے باہر آئے۔ راسپوٹین نے کہا۔ "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم میرے ساتھ کچھ وقت گزارو گی۔ میری کار حاضر ہے۔"

"سوری، تمہیں میری کار میں بیٹھنا ہوگا۔ میری کار میں ٹیلیفون اور ٹرانسمیٹر وغیرہ ہیں۔ کسی وقت بھی مجھے کال کیا جا سکتا ہے۔"

"میں اپنی کار یہاں نہیں چھوڑ سکتا۔ ویسے میری رہائش گاہ یہاں سے قریب ہے۔ ہم اپنی اپنی کار میں وہاں تک چلیں گے۔ پھر میں اپنی گاڑی چھوڑ کر تمہارے پاس آجاؤں گا۔"

وہ دونوں اپنی اپنی گاڑی میں روانہ ہوئے۔ ایگزنڈر راسپوٹین نے اپنی رہائش گاہ کے احاطے میں گاڑی روک کر کہا۔ "یہاں تک آہی گئی ہو تو میرے گھر کی کافی پی کر چلو۔"

"میں محتاط رہنے کی عادی ہوں، کسی کے ہاں پانی تک نہیں پیتی۔ ویسے کسی کا دل بھی نہیں توڑتی اس شرط پر کافی پی لیتی ہوں کہ کچن میں جا کر خود تیار کروں گی۔"

"مجھے منظور ہے۔"

وہ اپنی کار سے اُتر کر اس کے ساتھ چلتی ہوئی بنگلے کے برآمدے میں آئی۔ راسپوٹین دروازے کے پاس آکر رک گیا۔ دروازے کے ہینڈل کو غور سے دیکھنے لگا۔ سونیا نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ آہستگی سے بولا۔ "پلیز تم تھوڑی دیر کے لیے کار میں جا کر بیٹھو۔ میری غیر موجودگی میں کوئی یہاں آیا ہے۔ شاید وہ اندر موجود ہو، میں نہیں چاہتا تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔"

"ایسی بات ہے تو تمہیں بھی اندر نہیں جانا چاہیے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ یہاں کوئی ہے؟"

"ہاں، اس دروازے کے ہینڈل پر میں ہلکا سا نشان لگا کر جاتا ہوں۔ کوئی بھی اسے پکڑ کر دروازہ کھولنا چاہے تو وہ نشان مٹ جاتا ہے۔ یہ دیکھو، یہاں کوئی نشان نہیں ہے، یعنی اس دروازے سے کوئی اندر گیا ہے۔"

اس نے اچانک ہی ہینڈل گھما کر دروازے کو زور کی لات ماری۔ دیوار کی آڑ میں چھپ کر بولا۔ "کون ہے باہر آؤ۔"

اندر سے آواز آئی۔ "میں ہوں زور وکوف۔ چلے آؤ۔"

اس نے اندر قدم رکھتے ہوئے دیکھا۔ ایک صوفے پر پہاڑ جیسا پہلوان بیٹھا ہوا تھا۔ راسپوٹین نے پوچھا۔ "تم چوروں کی طرح اندر کیوں آئے ہو؟"

زور وکوف نے کہا۔ "فاتحہ کھلا ہو تو اندر کا مضمون پڑھا جا سکتا ہے۔ دروازہ کھولنے سے کھل جائے تو کوئی بھی اندر آسکتا ہے۔ آہا! تمہارے ساتھ کس تاتیانہ ہے۔ اے دلیر اور حسین دوشیزہ! میں تمہاری قدر کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ ہمارے معاملات میں مداخلت نہیں کرو گی۔"

سونیا نے کہا۔ "مجھے تم دونوں کے معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

راسپوٹین نے کہا۔ "زور وکوف! اگر تم فوراً چلے جاؤ تو تمہاری یہاں آنے کی غلطی معاف کر دوں گا۔"

زور وکوف اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا۔ "پچھلے دنگل میں تم نے میرے بھائی کا ایک بازو توڑ دیا تھا۔ اب وہ کشتی لڑنے کے قابل نہیں رہا۔ میں تمہیں بھی اس قابل نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے حملہ کیا۔ راسپوٹین اچھل کر پیچھے گیا۔ پھر ایک فلائنگ لگ ماری۔ زور وکوف لڑکھڑاتا ہوا صوفے پر گرا۔ اُفرنہ اس کے بوجھ سے اُسے لیے ہوئے دوسری طرف اُلٹ گیا۔ زور وکوف اپنے نام کے مطابق زوردار تھا۔ مگر وزن زیادہ ہونے کے باعث پھرتی نہیں دکھا سکتا تھا۔ وہ گرنے کے بعد اطمینان سے اُٹھ رہا تھا۔ راسپوٹین نے اس کے منہ پر ایک لات ماری۔ پھر گھوم کر دوسری لات جمادی۔ وہ مقابل کو سنبھلنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ پہاڑ جیسے بھاری بھرکم پہلوان کی پٹائی کر رہا تھا۔ پھر اس نے گردن میں دونوں پاؤں کی قینچی ڈال کر کہا۔ "تمہاری گردن کو ٹوٹنے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ میرے داؤ کاتو کر سکتے ہو تو کرو۔"

وہ کوشش کر رہا تھا اور اپنی گردن پیروں کی قینچی سے نکالنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ راسپوٹین نے سونیا سے کہا۔ "تاتیانہ! تم قانون کی محافظ ہو۔ تمہارے سامنے میں اس کی گردن توڑ کر ہلاک نہیں کر سکوں گا۔ پلیز مجھے اجازت دو۔ میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ مجھے گردن توڑنے میں کتنی مہارت حاصل ہے۔"

وہ بولی۔ "دو پہلوانوں کو کشتی کے دوران ایک دوسرے کو زخمی کرنے یا ہاتھ پاؤں توڑنے کی اجازت مل جاتی ہے۔ مگر قتل کرنے کی اجازت نہیں ملتی۔"

اس نے زور وکوف کی گردن چھوڑ دی۔ اچھل کر دور ہو گیا۔ وہ اپنی گردن سہلاتا ہوا اُٹھنے لگا۔ راسپوٹین نے کہا۔ "مجھے دیکھو۔"

زور وکوف نے دیکھا تو اس کی آنکھوں سے نظریں نہ ہٹا سکا۔ وہ آنکھیں دو خنجروں کی طرح اس کے دماغ میں پیوست ہو رہی تھیں۔ وہ سوچ کر آیا تھا کہ راسپوٹین سے آنکھیں نہیں ملائے گا۔ پہلے اچھی طرح اس کی پٹائی کرے گا۔ زخمی ہونے کے بعد پھر ان آنکھوں میں سحر زدہ کرنے والی برق رفتاری نہیں رہے گی۔ جب وہ زخموں سے چور ہو گا، دماغ کمزور ہو گا تو آنکھوں کی کشش بھی کمزور پڑ جائے گی، ایسے وقت وہ

سب سے پہلے اس کی آنکھیں پھوڑ دے گا۔

راسپوٹین نے بھی کچھ یہی سوچا تھا کہ زور و کافی زوردار ہے۔ آنکھوں کے سحر میں نہیں آئے گا پہلے اسے زخموں سے نڈھال کرنا ہوگا۔ پھر یہ جسمانی اور دماغی کمزوریوں کے باعث نظریں ملا کر ہپناٹائز نہیں سکے گا اور اب یہی ہو رہا تھا۔ وہ گھٹنے ٹیک رہا تھا مگر سر اٹھائے نظریں ملائے جا رہا تھا۔ راسپوٹین تھوڑی دیر تک اُسے گھورتا رہا اپنی نگاہوں سے چپ چاپ اسے اپنا معمول بناتا رہا پھر اپنی گرجتی اور گونجتی ہوئی آواز میں حکم دیا۔ "اپنا ایک بازو میرے حوالے کر دو۔"

زورو نے ایک بازو اس کی طرف بڑھا دیا۔ راسپوٹین نے اسے داؤ پیچ میں لیا۔ پھر ایک زبردست جھٹکا دیا۔ زورو کے حلق سے دردناک چیخ نکلی اس کا وہ بازو ٹوٹ گیا تھا اور وہ فرش پر گر کر تڑپ رہا تھا۔ راسپوٹین نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کیے پھر چند سیکنڈ کے بعد کہا۔ "ہیلو آفیسر میں الیگزنڈر راسپوٹین بول رہا ہوں۔ آپ میری رہائش گاہ جانتے ہیں یہاں ایک پہلوان مجھے نقصان پہنچانے کی نیت سے آیا تھا۔ میں نے اس کا بازو توڑ دیا ہے۔ مس تاتیانہ یہاں موجود ہیں۔ یہ میرے حق میں گواہی دیں گی۔"

افسر نے فوراً آنے کا وعدہ کیا۔ راسپوٹین نے ریسیور رکھ کر کہا۔ "تاتیانہ اپنے ہاتھوں سے کافی بنانے والی مشین اُٹھاؤ میں کچن دکھاتا ہوں۔"

وہ زورو کو تڑپتا چھوڑ کر کچن میں آگئے۔ سونیا نے کافی تیار کرتے ہوئے کہا۔ "تم شعلہ زود بھی ہو اور داؤ پیچ کے استعمال میں مہارت بھی رکھتے ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "سنائے تم بھی کچھ کم نہیں ہو۔"

"تم سے کم ہوں کیونکہ میں آنکھوں سے سحر زدہ کرنا نہیں جانتی۔"

"میں اور بھی کمالات جانتا ہوں۔ مثلاً تاش کے پتوں سے قسمت کا حال بتا سکتا ہوں۔ تمہارے چہرے کے اُتار چڑھاؤ سے تمہارا چال چلن بتا سکتا ہوں۔ اگر تم مجھ سے نظریں ملاؤ گی تو تمہارے اندر کی تمام چھپی ہوئی باتیں باہر لا سکتا ہوں آزمائش شرط ہے۔"

سونیا نے ایک پیالی اسے دیتے ہوئے کہا۔ "کوئی اپنے اندر کی معمولی سی بات بھی کسی کو نہیں بتانا چاہتا۔ جبکہ میرے اندر بہت سے سرکاری راز چھپے ہوئے ہیں۔ میں تم سے کبھی نظریں نہیں ملاؤں گی۔"

پولیس افسر وہاں آیا۔ اس نے سونیا کو دیکھ کر سلام کیا سونیا نے کہا۔ "زورو کو فوک کو یہاں سے لے جا کر طبی امداد دو۔ غلطی اسی کی ہے۔"

سپاہی اس پہاڑ کو سہارا دے کر لے گئے۔ راسپوٹین نے کافی پینے کے دوران میز پر تاش کے پتے پھیلا دیے۔ پھر کہا۔ "ان میں سے تین پتے اپنی پسند سے اُٹھا لو۔"

سونیا نے دائیں کے تین پتے اُٹھائے۔ راسپوٹین نے تین دائیوں کو گڈی میں رکھ کر پھینٹنا شروع کیا۔ اچھی طرح پھینٹنے کے بعد تمام پتے میز پر اوندھے پھیلا دیے اب وہ نظر نہیں آرہے تھے کہ کون سا پتا کیا ہے۔ وہ بولا۔ "اب ان میں سے تین پتے اُٹھاؤ۔"

سونیا نے اندازے سے تین پتے لیے پھر انھیں اُلٹ دیا۔ وہ تین اکے تھے۔ راسپوٹین نے حیرانی سے ایک بار سونیا کو اور دوسری بار پتوں کو دیکھا۔ وہ بولی۔ "کیا ہوا؟"

اس نے کہا۔ "تم پُراسرار ہو۔ تمہارا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ تم نے خود کو بہت معمولی اور چھوٹا ثابت کرنے کے لیے تین دائیاں اُٹھائیں لیکن مقدر نے تمہارے ہاتھوں میں تین اکے پہنچا دیے۔"

"میں اتنا جانتی ہوں یہ تین پتے سب سے بڑے ہوتے ہیں۔ یہ کسی پتے سے مات نہیں کھاتے لیکن یہ میرے بائیں ہاتھ میں کیا بتاتی ہیں؟"

"یہی کہ تم دوسروں پر حاوی رہتی ہو۔ ہر مقابل کو مات دیتی ہو۔ ہر مسئلے کو بڑی ذہانت سے حل کرتی ہوئی آگے بڑھتی جاتی ہو۔ تین اکوں کی طرح بین الاقوامی شہرت رکھتی ہو۔ سب سے حیرانی کی بات یہ ہے کہ کوئی بیماری تمہارے قریب نہیں آتی۔ ایسا اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے اندر روحانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ تم پکی کمیونسٹ ہو۔ خدا اور مذہب کو نہیں مانتیں پھر تمہارے اندر روحانیت کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟ ان پتوں کے مطابق تم پچھلے کئی برسوں سے بیمار نہیں پڑیں جبکہ پچھلے دنوں تم سخت بیمار رہی تھیں۔ میں نے اخبارات میں پڑھا تھا تم بیماری کے بعد چھٹیاں گزارنے کے لیے برلن گئی تھیں۔ تعجب ہے تم کچھ ہڑپتے کچھ کہتے ہیں۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں طویل بیماری کے بعد پچھلے دنوں ڈیوٹی پر آئی ہوں۔ یہ اٹل حقیقت ہے۔ تاش کے پتے اور ہاتھ کی لکیریں اٹل سچائیاں بیان نہیں کر سکتیں۔ موجودہ حالات میں تم تاش کے پتوں کو اہمیت دو گے یا میرے وجود کی سچائی کو۔"

"میں اُلجھن میں ہوں۔ تاش کے پتوں نے مجھے کبھی غلط بات نہیں بتائی لیکن میں تاتیانہ کو جو جو یا کوئی دوسری لڑکی نہیں کہہ سکتا تم جو ہو وہی ہو۔ باقی دی فٹے اپنا بایاں ہاتھ دکھاؤ میں لکیریں پڑھوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "کچھ لوگ عورت کا ہاتھ پکڑنے کے لیے علم نجوم کا سہارا لیتے ہیں۔ چلو اُٹھو باہر چلتے ہیں۔"

اس نے ہاتھ کی لکیریں دیکھنے پر اصرار نہیں کیا۔ اس کے ساتھ باہر آکر وہ زینے کو لاک کیا۔ پھر اس کی کار میں اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہاتھ کی لکیروں پر خوب یاد آیا۔ میں نے دو دن پہلے ایک ایسے شخص کا ہاتھ دیکھا تھا جو سوسائٹی میں بہت ہی معزز ہے لیکن لکیریں بتا رہی تھیں کہ وہ دوغلی زندگی گزار رہا ہے۔"

سونیا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہے وہ؟"

"اس کا نام نکولائی جوزوف ہے۔ میں نے اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے تاش کے پتے اس کے سامنے رکھے۔ اس نے بھی دو بار تین تین پتوں کو اُٹھایا۔ ایک بار دیکھ کر دوسری بار دیکھے بغیر پھر

"میں ڈیوٹی پر آتے ہی مولینا (جوجو) کے معاملے میں مصروف ہو گئی ہوں۔ ویسے میں اپنے لیے وقت نکالوں گی۔"

میڈرونا آکر رپورٹ دینے لگی۔ جب راسپوٹین سونیا سے باتیں کرتا تو وہ چپ رہتی تھی۔ جب وہ چپ ہوتے تو وہ رپورٹ سنانے لگتی تھی۔ جوجو نارمل تھی اور بستر پر لیٹی اپنے متعلق سوچ رہی تھی۔ کبھی وہ اسکیمین کی طرف مائل ہوتی تھی۔ کبھی آرمر کی محبت اور سچائی سے متاثر ہوتی تھی۔

پھر میڈرونا نے بتایا۔ "پاسکل بہت گھبرایا ہوا ہے۔ اُسے یقین نہیں ہے کہ میں اُسے زندہ چھوڑ دوں گی۔ ایک فوجی افسر یقین دلا رہا ہے کہ میں اسے نہیں ماروں گی کیونکہ سونیا ماسکو مین کی قید میں ہے۔ سونیا اور جوجو کی بھلائی کے لیے میں اُس کا بھی بھلا چاہتی ہوں گی۔"

وہ رپورٹ سناتے سناتے رک گئی۔ راسپوٹین، سونیا کو گھائل کر رہا تھا۔ سونیا اس کے مطابق ڈرائیو کرتی ہوئی ایک بنگلے کے سامنے پہنچ گئی تھی۔ راسپوٹین نے گاڑی سے اتر کر احاطے کا گیٹ کھولا۔ وہ کار اندر لے آئی۔ اس سے پوچھا۔ "کیا وہ یہاں تمہارا ہے؟"

"ہاں، میں کال بیل کا بٹن دباؤں گا۔ دروازہ کھلنے تک تم سامنے نہ آنا۔ ایک لڑکی لیڈی افسر کو دیکھ کر شاید وہ گھبرا جائے۔"

وہ دونوں بنگلے کے دروازے پر آئے۔ اُس نے بیل کا بٹن دبایا سونیا دیوار کی آڑ میں کھڑی ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد اندر سے کسی نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

راسپوٹین نے کہا۔ "میری آواز لاکھوں میں پہچانی جاتی ہے۔"

"آہا، مسٹر الیگزنڈر راسپوٹین۔۔۔" دروازہ کھل گیا۔

وہ اندر قدم رکھتے ہوئے بولا۔ "زیادہ خوش ہو کر دانت نہ نکالو۔ مس تاتیانہ تشریف لائی ہیں۔"

سونیا سامنے آئی پھر کمرے میں پہنچ گئی۔ نکولائی گھبرا رہا تھا۔ راسپوٹین نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر دور رکھے ہوئے انٹرکام کے پاس جا کر ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو میں بول رہا ہوں۔ نو ڈور، نو ونڈو، نو وینٹی لیٹر۔"

"آل رائٹ سر۔"

اُس نے ریسیور رکھ کر کہا۔ "نکولائی! تم تاتیانہ سے پہلے بھی مل چکے ہو؟"

نکولائی نے کہا۔ "ہاں، ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچانتے ہیں مگر یہاں مادام کی موجودگی سمجھ میں نہیں آئی۔"

راسپوٹین نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم تاتیانہ کو پہچانتے ہو لیکن یہ تمہیں نہیں پہچانتی جبکہ تم نے یہودی تنظیم کے ایک ایجنٹ کی نشان دہی کی تھی اور تمہاری مدد سے تاتیانہ نے اسے گرفتار کیا تھا۔ یہ صرف چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔ اب بتاؤ تاتیانہ! تمہاری یادداشت آخر کتنی کمزور ہو گئی ہے؟"

نوں نے بتایا وہ محبِ وطن نہیں ہے اور کسی دوسرے ملک کے لیے کام کرتا رہتا ہے۔"

وہ بولی۔ "میرا تعلق انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ سے ہے، میں ایسے لوگوں سے ابھی ملنا چاہوں گی۔ اُس کا ٹھکانا بتاؤ۔"

"میں فون پر معلوم کروں کہ وہ ابھی کہاں مل سکتا ہے؟"

سونیا نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس نے کارڈلیس ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا۔ "میں راسپوٹین بول رہا ہوں۔ اس وقت نکولائی کہاں ہو گا؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "شام ہو چکی ہے، وہ اپنے بنگلے میں بظاہر شراب سے شغل کر رہا ہو گا۔"

راسپوٹین نے فون کو آف کر کے رکھتے ہوئے کہا۔ "ہائی وے پر پلودہ شہر سے باہر سنڈر ہیلز ٹاؤن میں رہتا ہے۔"

سونیا نے گاڑی ہائی وے کی سمت موڑ دی۔ اسی وقت میڈونا نے کراکوڈور ذرا دیکھ۔ سونیا نے کہا۔ "اچھے وقت آئی ہو۔ میرے ساتھ راسپوٹین بیٹھا ہوا ہے۔ یہ بہترین دوست بھی ہو سکتا ہے اور بدترین دشمن بھی۔ یہ تنومند مرد عمل کا مارا ہے لیکن ایک صحت مند پہلوان ہے، اس کے دماغ میں کبھی نہ جانا۔ ابھی جس سے ملنے جا رہی ہوں۔ شاید اس کے دماغ میں جا سکو۔ ابھی آدھے گھنٹے کے لیے جا سکتی ہو۔ مجھے روسی اور علی تیمور کی کوئی خبر نہیں مل رہی۔ کیا تم علی کے پاس گئی تھیں؟"

"جی ہاں۔ آخری بار جب رابطہ ہوا تو علی تیمور ماما کے ساتھ ایک فلائنگ شین پر سفر کر رہے تھے۔ وہ اور اعلیٰ بی بی صرف سپر ماسٹر کے ذہنوں سے ہی نہیں، یہودی تنظیم کے گوریلوں سے بھی ٹکراتے جا رہے ہیں۔"

"آرمر سے پوچھو، جوجو کی ذہنی حالت کیسی ہے؟ اس کے بعد پاسکل کے دماغ میں جھانک کر آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا ڈرائیو کرتی ہوئی سوچتی رہی، ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی رہی۔ راسپوٹین نے پوچھا۔ "تم نکولائی جوزف کو جانتی ہو گی؟"

"یہ نام سنا ہے، شاید دیکھا بھی ہو۔"

تاتیانہ کا رول ادا کرنے میں یہی دشواری تھی، وہ آرمر کی مدد سے لڑکی انٹیلی جنس اور اہم سرکاری افسران کو پہچان لیتی تھی لیکن عام نکولائی شخصیات کو جاننا ممکن نہیں تھا۔ ایسے لوگ سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں ہو سکتے تھے۔ راسپوٹین نے کہا۔ "تم بہت ذہین ہو۔ تمہاری یادداشت بھی خوب ہے۔ اگر نکولائی سے پہلے کبھی ملاقات ہوئی ہو تو تم اُسے کبھی نہ بھلاتیں۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں؟"

"ہاں یہی بات ہے مگر طویل بیماری نے میرے حافظے پر اثر ڈالا ہے۔ میں کچھ اہم اور غیر اہم باتیں بھولنے لگی ہوں۔"

"تمہیں اس سلسلے میں ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے۔ یہ حافظے کی کمزوری تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

سونیا تن گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے پھر کہا۔

"راسپوٹین! تم کوئی زبردست کھیل شروع کرنے کے لیے مجھے یہاں لائے ہو؟"

"ہاں کچھ ایسا ہی ہے۔"

"کیا تم نے تاش کے پتوں سے یہ نہیں پوچھا کہ تمہاری سانسیں کتنی رہ گئی ہیں؟"

"پلیز تاتیانہ! چیلنج نہ کرو۔ اس لمحے تک میرے دل میں تمہارے لیے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ آج تم نے مجھے نہ پہچان کر اچھا دیا ہے۔ اسپتال میں اس فوجی افسر نے میرا تعارف کرایا اور تم نے اجنبی بن کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ جبکہ چار ماہ پہلے ہماری طویل ملاقات ہو چکی ہے۔ تم خود میرے پاس آئی تھیں۔ کچھ یاد آیا؟"

وہ ناگواری سے بولی۔ "تم میرا امتحان نہ لو۔ بولتے جاؤ میں کیوں آئی تھی؟"

"میں بڑی حد تک سچی پیشین گوئی کرتا ہوں۔ میری شہرت سن کر تم میرے پاس آئی تھیں۔ ہمارے درمیان بہت سی باتیں ہوئیں۔ ان میں خاص بات یہ ہے کہ میں نے آج کی طرح اُس روز بھی تمہارے سامنے تاش کے سیدھے پتے رکھے تھے اور کہا تھا۔ پتے دیکھو اور اپنی پسند کے تین عدد نکال کر مجھے دو۔ جانتی ہو تم نے کون سے تین پتے پسند کیے تھے؟"

"میں سن رہی ہوں۔"

"تم نے تین اِکے نکالے۔ یہ انتخاب ظاہر کرتا ہے کہ تم اندر سے مغرور ہو اور خود کو سب سے برتر سمجھتی ہو۔ اس کے برعکس تم نے آج تین دُکیاں پسند کر کے ظاہر کیا کہ تمہارے اندر خاکساری ہے، تم مغرور نہیں ہو خود کو دوسروں سے برتر نہیں سمجھتی ہو۔ چار ماہ پہلے کی تاتیانہ میں اور آج کی تاتیانہ میں زمین و آسمان کا فرق کیسے پیدا ہو گیا؟"

"کوئی سوال نہ کرو۔ بولتے جاؤ۔"

"اگر میں یہ سمجھ لوں کہ آج تم نے جان بوجھ کر غلط پتے اُٹھائے تھے تو مقدر کے پتے غلط نہیں ہو سکتے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم نے سوچ سمجھ کر تین اِکے پسند کیے اور مقدر نے بغیر دیکھے ہوئے تمہارے ہاتھوں میں تین دُکیاں دیں۔ اس کا مطلب ہے تمہاری برتری بہت جلد ختم ہونے والی ہے اور جو تم سے برتر ہے اُس کے ہاتھوں تمہاری زندگی تمام ہونے والی ہے۔"

"یعنی میں مرنے والی تھی مگر ابھی تک زندہ ہوں؟"

"ہاں، میرے حساب سے تمہیں مر جانا چاہیے تھا میرا حساب غلط کیوں ہوا، یہ معلوم کرنے کے لیے میں تمہیں اپنی رہائش گاہ تک لے گیا، وہاں پھر تمہارے ذریعے تاش کے پتوں سے پوچھا تو بات بالکل برعکس نکلی یعنی تم نے دیکھ سمجھ کر تین دُکیاں پسند کیں اور مقدر نے تمہارے ہاتھوں میں تین اِکے پہنچا دیے۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہ ہوا کہ تم قتل ہونے والی نہیں ہو، قتل کرنے والی ہو۔ تم نے اُس تاتیانہ کو قتل کیا ہے جس کے مقدر میں دُکیاں آئی تھیں۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیا تمہیں تاش کے پتوں پر اتنا بھروسا ہے کہ تم مجھے کسی تاتیانہ کی قاتلہ سمجھ رہے ہو؟"

"بیماری کے بعد یادداشت اتنی کمزور نہیں ہو سکتی کہ تم نکولائی کو بھلا دو۔ میں نے تاتیانہ کے ہاتھ کی لکیریں بھی دیکھی تھیں لاؤ اپنا ہاتھ دکھاؤ۔ ابھی فرق معلوم ہو جائے گا۔"

اسی وقت میڈیونا نے آ کر کہا۔ "نکولائی جوزف کا دماغ ہے کہ یہ لوگ سپر ماسٹر کے ایجنٹ ہیں۔ اور بھی چار جاسوس کہاں ہیں میں ان سب کا لیڈر ہوں۔"

سونیا نے کہا۔ "راسپوٹین! تم میرا ہاتھ دیکھنا چاہتے ہو، ہاتھ دکھاؤں گی تو دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔ ویسے میں تمہارے ہاتھ کی لکیریں دیکھے بغیر بتا سکتی ہوں کہ تم سپر ماسٹر کے چہیتے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "اب صاف صاف باتیں ہوں گی۔ سے ماریہ کو اغوا کر کے ماسکو لایا گیا ہے، یہ بات ہمیشہ زیر بحث ہے کہ طیارے میں ناوریہ نہیں تھی، اُس کے بھیس میں سونیا تھی میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ تم سونیا ہو۔"

"میں جو ہوں وہی رہوں گی۔ دنیا کا کوئی قانون تاش کے اور علم نجوم کی شہادت کو نہیں مانتا۔ تم اپنے داد پر داد اپنی طرح روسی عوام کے دشمن ہو۔ میرے ملک کے غدار ہو میں سلاخوں کے پیچھے پہنچاؤں گی۔"

راسپوٹین نے زوردار قہقہہ لگایا، پھر کہا۔ "تم میرے ڈگمگا رہی ہو۔ چلو مان لیتا ہوں، علم نجوم اور تاش کے پتے بھی غلط نتیجہ بھی پیش کرتے ہیں لیکن تم تاتیانہ ثابت ہو گی تو یہاں زندہ نہیں جا سکو گی۔"

"اور تمہارے علم کے مطابق میں اگر سونیا ہوں تو کیسا زندہ چھوڑ دو گے؟"

وہ ہنستے ہوئے اپنے دونوں کان پکڑ کر بولا۔ "اگر تم سونیا ہمیں اپنی زندگی کی فکر پڑ جائے گی۔ میں اسی لیے دوستانہ انداز تمہیں یہاں لایا ہوں۔ ہمیں ایک دوسرے کے سامنے بالکل ہو جانا چاہیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں اگر تم سونیا ہو تو میں جو دروازے سے نکال لے جانے کے لیے تمہارا ساتھ دوں گا۔ دیکھو یہ یہاں قدم قدم پر پہرا ہے۔ جو جوکو اس ملک سے باہر لے بہت دور کی بات ہے، اُسے اسپتال کے دروازے سے نا ممکن ہے۔"

"اور تم نا ممکن کو ممکن بنا دو گے؟"

"مجھے آزما کر دیکھ لو۔"

"ٹھیک ہے، میں تمہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے بند کر کے آزماؤں گی۔ جو جوکو اس ملک سے باہر لے جانے کا دعویٰ کرنے والا خود دو لوہے کی سلاخوں سے کس طرح باہر آئے گا۔ وہیں پہنچ کر تمہیں یقین آئے گا کہ میں تاتیانہ ہوں۔"

نکولائی جوزف نے کہا۔ "راسپوٹین! اس کا مزاج اور ڈیوٹی کی پابندی ثابت کر رہی ہے کہ یہ حقیقتاً تاتیانہ ہے۔"

راسپوٹین نے گھورتے ہوئے کہا۔ "آج تم ڈیوٹی پوری کرنے کی مہلت لے کر دنیا سے جاؤ گی۔ میں نے یہاں آتے ہی انٹر کام کا وہ پیور اٹھا کر دوسرے کمرے سے رابطہ قائم کیا تھا اور اپنے ایک دوست سے کہا تھا۔ ٹوڈو رانو دمڈو اور نو دیٹی لیٹر۔ اس کا مطلب تھا یہاں کے تمام دروازے کھڑکیاں اور روشن دان بند کر دیے جائیں۔ یہاں ہر دروازے کھڑکیوں کے ساتھ فاضل شٹر ہیں، جو صرف ایک بٹن کے دبانے سے بند ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد یہاں چلنے والا کاروبار زندگی میں باہر نہیں نکل پاتا۔ ہاں اس کی لاش باہر پھینک دی جاتی ہے۔"

سونیا نے چاروں طرف گھوم کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم نے یہ پھانس لیا ہے؟ کیا میں یہاں سے باہر نہیں جا سکوں گی؟"

"میں نے کہا نا، یہ خود کار سسٹم ہے، کوئی اپنے ہاتھوں سے اپنی ہلاکت کا سامان نہیں کرتا۔ اس سسٹم سے اپنی ذہانت سے یہاں کا ایک بھی دروازہ نہیں کھلوا سکے گا۔"

وہ سوئچ بورڈ کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "اگر میں یہاں سے نکل کر دکھا دوں تو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "سوئچ بورڈ کے پاس جا کر اندھیرا کرنا چاہتی ہو، جاؤ اندھیرا کرو، اُجالا کرو۔ سونیا ہو تو خدا کو پکارو۔ تاتیانہ ہو تو دشمن کو پکارو۔ پھر بھی کوئی دروازہ نہیں کھلے گا۔ سوت تمہارا مقدر ہے۔"

وہ سوئچ بورڈ کے پاس سے ہٹ کر دروازے کے سامنے آیا، اُسے کھول کر دیکھا۔ کھلے ہوئے دروازے کے سامنے شٹر گرا ہوا تھا، فرار کا راستہ بند تھا۔ نکولائی جوزف اور راسپوٹین قہقہے لگا رہے تھے۔ اچانک ہی اُن کے قہقہے تھم گئے۔ کیونکہ سونیا قہقہے لگا رہی تھی۔ وہ حیرانی سے اُن کے لٹکے ہوئے چہروں کو دیکھنے لگے۔

پھر جو کچھ ہوا وہ کبھی ہو نہیں سکتا تھا۔ بالکل ہی ناممکن سی بات تھی۔ سونیا نے جھک کر شٹر کو نیچے سے پکڑ کر کہا۔ "کھل جا سم سم۔"

اس نے اوپر کو جھٹکا دیا۔ شٹر اوپر کی طرف اُٹھا۔ وہ باہر گئی، پھر دروازہ کو اندر سے پیٹنے لگی۔ پھر شٹر کو نیچے گرا دیا۔ راسپوٹین نے سارے ماجرا کو سمجھ کر کہا۔ "یہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم جاگ رہے ہیں تو یہ کارنامہ انجام دینے والی سونیا تھی، خدا کی قسم یہ سونیا تھی۔"

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و
تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص
کی آپ بیتی، ھَوا جس کی دوست
تھی، سمندر جس کے لیے آغوش مادر
تھا، آگ اس کے بدن کو نمو دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے
کے ریکارڈ توڑ دیے

صلیبوں کا بیٹا

پانچ حصّوں میں مکمّل

قیمت فی حصہ ۲۵/ روپے ✱ ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰/ روپے

مکمل سیٹ منگانے پر قیمت صرف ۱۰۰/ روپے، ڈاک
خرچ ۱۰/ روپے۔ کل ۱۱۰/ روپے کا منی آرڈر روانہ
فرمائیں۔ یہ رعایت صرف منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی مل سکے گی۔

کتابات پبلی کیشنز

ایک بات جو کسی کے لیے ناممکن ہوتی ہے وہ ضروری نہیں کہ دوسرے کے لیے بھی ممکن نہ ہو۔ سونیا نے ناممکن کو ممکن کیسے بنایا یہ راسپوٹین کی سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ دوڑتا ہوا انٹرکام کے پاس آیا۔ ریسیور اٹھا کر ایک ماتحت سے بولا "کیا تم نے دروازوں اور کھڑکیوں کو خودکار سسٹم کے ذریعے لاک کیا تھا؟"

ماتحت نے جواب دیا "جی ہاں" میں نے بٹن دبا کر ہی دی اکرین پر دیکھا تھا۔ تمام دروازوں، کھڑکیوں اور روشندانوں کے مضبوط شٹر نیچے آکر متقل ہو گئے تھے۔"

وہ گرج کر بولا "تم سے کوئی بھول ہوئی ہے۔ وہ یہاں کے ایک شٹر کو اٹھا کر فرار ہو گئی ہے۔"

"جی ہاں میں نے اسے اسکرین پر دیکھا ہے۔ دیکھنے کے باوجود یقین نہیں آرہا کہ اس نے خودکار سسٹم کو فیل کر دیا ہے۔"

"بکواس نہ کرو سسٹم کو اچھی طرح چیک کرو۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے" اس نے شٹر کو کیسے اٹھایا۔ اوگی بھی نے صرف فیل جاسم تم کہا تھا۔ ہمیں اگو بنایا گیا ہے۔"

اس نے انٹرکام کے ریسیور کو پٹخ دیا۔ نکولائی جوزف نے کہا "سنا تھا دوسروں کے لیے گڑھا کھودنے والے خود اسی گڑھے میں گر پڑتے ہیں۔ آج آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، ہم جسے پھانسنا چاہتے تھے، وہ ہمیں خودکار سسٹم کی کھڑکیوں اور دروازوں میں قید کر گئی ہے۔"

راسپوٹین نے گرج کر کہا "یو شٹ اپ۔ ہمارا آدمی خودکار نظام کی خرابی کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

اسی بنگلے کے ایک کمرے میں وہ ماتحت کسی خرابی کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کسی نے پیچھے سے آکر اس کے شانے کو تھپتھپایا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا پھر حیرت اور خوف سے اچھل پڑا۔ بند کمرے سے نکلنے والی سونیا اس کے پاس کھڑی تھی۔

وہ بولی "میرا اندازہ درست نکلا۔ اسی ایک کمرے کو خودکار سسٹم کے ذریعے پنجرہ بنایا گیا ہے۔ راسپوٹین نے یہ غلطی کی کہ تمہارے کمرے کو تحفظ نہیں دیا۔ وہ دیکھو تمہارا دروازہ صرف ایک تار کی مدد سے کھول کر آئی ہوں۔"

وہ تھوک نگل کر بولا "مادام! ہم بری طرح پھنس گئے ہیں۔ جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ پلیز! یہ بتا دیں آپ نے خودکار شٹر کو کیسے اٹھا لیا تھا؟"

وہ بولی "کسی بھی دشمن کے اڈے پر ہتھیار سے زیادہ حاضر دماغی کام آتی ہے۔ اس بنگلے میں آنے والے شاید توجہ نہ دیتے ہوں کہ یہاں دروازے کے علاوہ شٹر کیوں لگائے گئے ہیں۔ مگر میں نے توجہ دی۔ اس وقت مجھے راسپوٹین پر شبہ نہیں تھا۔ میں نکولائی کو ملک کا دشمن سمجھ کر آئی تھی۔ اس شٹر کو دیکھ کر یہ بات سمجھ میں آئی کہ نکولائی کا بھید کھلے گا تو اس کے آدمی باہر سے شٹر گرا کر مجھے اور راسپوٹین کو قید کر دیں گے۔ یہ بات سمجھ میں آتے ہی میں نے اپنا ایک چھوٹا سا سایہ جگہ گرا دیا جہاں شٹر نیچے آکر رک جاتا تھا۔ اس چابی کو کی ہول میں گھما کر شٹر کو پوری طرح بند نہ ہونے دیا۔ تم لوگوں نے سمجھا وہ خود بخود کام کرتے تحت لاک ہو چکا ہے۔ اب تم بتاؤ یہاں کتنے کمرے اور کتنے

"یہاں دو بیڈ روم اور ایک ڈرائنگ روم ہے۔ ڈرائنگ میں ابھی راسپوٹین اور نکولائی صاحب قید ہیں۔ میں اس کمرے ہوں۔ دوسرا کمرا خالی ہے۔ رات کے دس بجے میری ڈیوٹی ختم دوسرا شخص میری جگہ آئے گا۔"

سونیا نے پوچھا "یہاں تم لوگوں کے خلاف ٹھوس ثبوت کیا مل سکتا ہے؟"

"یہاں کے اٹیچڈ باتھ روم میں واش بیسن کے اوپر دیوار ہے۔ اس آئینے کو دیوار سے الگ کرو تو پیچھے چور خانے بنے ہیں ایک خانے میں اہم دستاویزات اور یہاں سے چرائے ہوئے کی مائیکرو فلمیں ہیں۔ چار ریوالور اور دو لاکٹ مشین گنیں بھی

میڈونا نے سونیا کے پاس آکر کہا "اس کا بیان درست یہ سوچ رہا ہے، اسے سرکاری طور پر معافی مل جائے تو یہ بات تک آپ کی راہنمائی کرے گا۔"

سونیا نے پوچھا "تم جیل جانا چاہو گے یا میرا ساتھ دو

وہ فرش پر گھٹنے ٹیک کر بولا "مجھے معاف کر دو۔ میں ہوں، تمہارے اور بھی کام آؤں گا۔ یہاں اور چار جاسوس ہیں وہاں تک پہنچاؤں گا۔"

اسی وقت انٹرکام کی بھونڈی آواز سنائی دی۔ سونیا اٹھایا۔ دوسری طرف سے راسپوٹین نے غصے میں کہا "خودکار چیک کرنے میں کتنی دیر لگا رہے ہو۔ یہاں کے دروازے کھول آرہا ہوں۔"

سونیا نے کہا "دروازہ کھلے گا تو آؤ گے؟"

وہ چونک کر بولا "تم... تم وہاں ہو؟"

"تم نے کیا سمجھا تھا میں اپنی جان بچا کر بھاگ جاؤں گی کو گرفتار کرنے کا فرض ادا نہیں کروں گی۔ افسوس! تم نے مجھے کو سمجھا نہیں ہے۔"

"اوہ گاڈ میری سمجھ میں نہیں آتا تم کون ہو۔ یہاں سے تم نے جس ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے وہ صرف سونیا کا ہی حصہ تھا تمہاری فرض شناسی بتا رہی ہے کہ تم تاتیانہ ہو، ہمیں قانون کے حوالے ہی رہو گی۔"

"صرف قانون کے حوالے نہیں کروں گی، تمہاری آنکھیں پھوڑوں گی۔ تم ان خوف ناک آنکھوں سے گرفتار کرنے والوں

اور اپنے خلاف فیصلہ سنانے والے منصف کو بھی سحر زدہ کر سکتے ہو۔"

"نہیں قانون نے تمہیں اتنے اختیارات نہیں دیے ہیں کہ تم میری انکھیں پھوڑ سکو۔ تم صرف گرفتار کر سکتی ہو۔"

"جس طرح کسی مجرم کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے تمام ہتھیار چھین لیے جاتے ہیں اسی طرح تمہاری شیطانی آنکھوں کے ہتھیار چھین لینا میرا فرض ہے۔ قانون کے محافظوں کو میں سمجھا دوں گی کہ تم سے مقابلے کے دوران وہ آنکھیں پھوڑ گئیں جبکہ ایسا ارادہ نہیں تھا۔"

"میں اپنی آنکھوں سے اور جسمانی قوت سے پہاڑ جیسے پہلوانوں کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہوں۔ تم سونیا ہو یا تاتیانہ میرے مقابلے پر آنے کی جسارت نہ کرنا۔ میں مقابلے پر آنے والی حسینا کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑتا۔"

میڈونا نے کہا "مما! یہ آپ کو چیلنج کر رہا ہے۔"

"ہاں مجھے بھڑکا رہا ہے تاکہ شٹر اٹھا کر مقابلے پر پہنچ جاؤں۔"

"میری خواہش ہے آپ اس کی پٹائی کریں۔"

"ایسی خواہش کو ہمیشہ کچل دیا کرو اور فوراً فیصلہ کر کے دشمنوں کو کل طرح جلد سے جلد عبرت ناک انجام تک پہنچایا جا سکتا ہے۔"

"اس کی ایک صورت ہے۔ میں نکولائی کے ذریعے اس کی آنکھیں پھوڑ دوں۔ یا اسے بری طرح زخمی بنا دوں۔"

"بعد میں وہ دونوں بیان دیں گے کہ وہ آپس میں بہترین دوست تھے، انھیں کسی نے دماغ میں آکر لڑایا تھا۔ اسی لیے راسپوٹین زور ہونے کے باوجود نکولائی جوزف کے ہاتھوں زخمی ہو گیا۔"

"تو پھر میں دونوں کو بیان دینے کے قابل نہ چھوڑوں؟"

"یعنی دونوں کا کام تمام کر دو گی؟"

"جی ہاں۔ میں انھیں اندھا اور اپاہج بنا کر چھوڑوں گی تب بھی وہ کسی طرح ظاہر کر دیں گے کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا والی نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے۔"

"اگر نکولائی جوزف آئندہ کام آسکتا ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ دونوں کو ختم کر دو۔"

وہ نکولائی کے دماغ میں آئی۔ نکولائی، راسپوٹین سے کہہ رہا تھا یہاں سے نکلنے کی تدبیر کرو۔ بڑی مشکل ہے، ہم سپر ماسٹر سے لابد قائم نہیں کر سکتے۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر پتا نہیں کہاں مصروف ہیں۔ آج صبح سے وہ میرے دماغ میں نہیں آئے۔ اگر وہ اب بھی نہیں آئیں گے تو تاتیانہ ہمارے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کرے گی۔"

راسپوٹین نے انٹرکام سے رابطہ قائم کیا۔ پھر سونیا کی آواز سن کر بولا "تاتیانہ! تم ہمارے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکو گی۔ ہو سکتا ہے کوئی معمولی سزا دلا سکو لیکن ہمیں غدار اور امریکا کا ایجنٹ ثابت نہیں کر سکو گی۔ بہتر ہے ہم سے صلح کر لو۔"

"میں تم سے نہیں نکولائی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

اس نے نکولائی جوزف کو ریسیور دیتے ہوئے کہا "ہمارے دیاں مصالحت ہو سکتی ہے۔ اسے راضی کرنے کی کوشش کرو۔"

وہ ریسیور لے کر بڑے ادب سے بولا "میں تمہاری دلیری، ذہانت اور برتری کا اعتراف کرتا ہوں۔ ایک بار ہم سے مصالحت کر کے دیکھو، ہم تمہاری توقعات سے زیادہ تمہارے کام آتے رہیں گے۔"

"مثلاً کس طرح کام آسکتے ہو؟"

"میں روسی کے تعلق ایک اہم اطلاع دوں گا۔ تمہارا ملک میں تھوڑی سی جدوجہد کے بعد اسے حاصل کر سکتا ہے۔"

"یعنی تم لوگ سپر ماسٹر سے غداری کرو گے۔"

"ہم معاوضے لے کر اپنی محنت اور صلاحیتیں اسے بیچتے ہیں لیکن اس کے کسی کام کے لیے جان نہیں دے سکتے۔ ہم تمہارے بھی انفارمر بن کر یہ صحیح اطلاعات فراہم کر سکتے ہیں مگر تمہارے لیے بھی جان دینے کی قسم نہیں کھا سکتے۔ ہمیں اپنی زندگی عزیز ہے، اسی زندگی کے لیے ہم جان بچا کر خطرات سے کھیلتے ہیں۔"

"تمہاری یہ سچی اور کھری باتیں مجھے پسند آرہی ہیں۔ میں تم پر بھروسا کر سکتی ہوں؟"

"اس اعتماد کا شکریہ۔ پلیز ہمیں باہر نکالو۔"

"صرف تمہیں باہر آنے دوں گی۔"

"میں راسپوٹین کی طرف سے قسم کھاتا ہوں، وعدہ کرتا ہوں اس سے کبھی تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"صرف اپنی بات کرو۔ میری دوستی سے اس ملک میں تمہیں عزت ملے گی۔"

میڈونا نے دیکھا۔ راسپوٹین، نکولائی جوزف کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھور رہا تھا۔ اپنی خوفناک آنکھوں سے مرعوب کر رہا تھا۔ اس کی نظریں دھکی بن گئی تھیں۔ نکولائی اس کے خلاف ہو کر سونیا سے سمجھوتا کرنے کی خود میں جرأت نہیں پا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت میڈونا نے اس کی نظروں کو راسپوٹین کی نظروں سے ہٹا دیا۔ اسے ان آنکھوں کے سحر سے نکال دیا۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ سونیا نے پوچھا "کیا تم کسی الجھن میں ہو؟"

"آں؟ نہیں۔ بالکل نہیں۔ میں دراصل سوچ رہا ہوں کہ ان حالات میں کیا کرنا چاہیے۔"

"وہی جو تمہاری عقل سمجھاتی ہے۔ تم سپر ماسٹر کے لیے ملک کے لیے اور میرے لیے جان نہیں دے سکتے۔ پھر راسپوٹین سے دوستی کیوں نباہ رہے ہو؟"

اسی وقت میڈونا نے اس کی سوچ میں کہا "ہاں، سوچنے کی

بات ہے مجھے اپنی جان بچانے کی فکر کرنی چاہیے۔"

سونیا نے کہا۔ "اس خوش فہمی میں نہ رہو کہ تم لوگوں کے خلاف ٹھوس ثبوت نہیں ملیں گے۔ یہاں انٹیلی جنس کے آدمی پہنچتے ہی باتھ روم کے آئینے کے پیچھے سے تمہارے اعمال کا کچا چٹھا برآمد کرلیں گے۔"

یہ سنتے ہی نکولائی کے ہوش اُڑ گئے۔ اس نے راسپوٹین سے کہا۔ "ہم مر گئے۔ بُری طرح پھنس گئے۔ تاتیانہ کو باتھ روم کے خفیہ خانے کا علم ہے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟"

"ہوسکتا ہے نہیں، ہوچکا ہے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے ریوالور نکال کر راسپوٹین کو نشانے پر رکھ لیا۔ یہ میڈونا کی حرکت تھی جو نکولائی کی سوچ میں کہہ رہی تھی۔

"اوہ گاڈ! میں نے بے اختیار ریوالور نکالا ہے اس کا مطلب ہے، میں اپنے دفاع کو اپنی ذات کو ترجیح دیتا ہوں اور یہ غلط نہیں ہے، اپنی جان بچانے کے لیے مجھے تاتیانہ کا وفادار بننا چاہیے۔"

اُدھر سے سونیا نے کہا۔ "نکولائی! تمہاری سلامتی میری ایک نگاہِ کرم کی محتاج ہے۔"

میڈونا دماغ میں بول رہی تھی۔ سونیا کان میں منتر پھونک رہی تھی۔ وہ بھڑک کر بولا۔ "راسپوٹین! میرے قریب نہ آنا۔ تم جانتے ہو میرا نشانہ کبھی نہیں چوکتا۔ گولی سیدھی دل کے آر پار ہوگی۔"

راسپوٹین نے غصے سے پوچھا۔ "کیا دماغ چل گیا ہے؟ یا تاتیانہ کے بہکانے پر یہ حماقت کرنا چاہتے ہو؟"

"وہ مجھے ایک نئی زندگی دے رہی ہے اور یہ زندگی تمہاری لاش پر سے گزر کر ہی مجھے مل سکتی ہے۔"

راسپوٹین نے اچانک اس پر چھلانگ لگائی۔ اس کے ساتھ ہی گولی چل گئی۔ وہ شیر کی طرح دہاڑتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ گولی ران میں پیوست ہوگئی تھی۔ جسم میں انگارے دہکنے لگے تھے۔ شدید تکلین میں مبتلا ہونے کے باوجود وہ فرش پر رینگتا ہوا اور غراتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ وہ کسی بھی مقابل کے سامنے شکست تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اپنی غیر معمولی قوتِ برداشت کی بدولت مقابلے جیت لیا کرتا تھا۔ اُس نے رینگتے ہوئے غرّا کر کہا۔ "تم بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔ میری آنکھوں میں دیکھو۔ میں کہتا ہوں اِدھر دیکھو۔"

نکولائی جوزف اس سے دور رہنے کے لیے انٹرکام سے دور ہٹ گیا تھا اور اب سونیا سے پوچھنا چاہتا تھا کہ آیا گولی مار کر ختم کر دیا جائے؟ یا اپاہج بنا کر چھوڑ دیا جائے۔

اس نے کہا۔ "راسپوٹین! اگر تم چاہتے ہو کہ میں دوسرا فائر نہ کروں تو پیچھے چلے جاؤ۔ میں تاتیانہ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اسی لمحے میں ڈیگر پہنچ گیا۔ کوڈورڈز اد اکر کے راسپوٹین کو خاطر میں نہ لایا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "اب مرنے آئے ہو۔ میرے سامنے دیکھو، نکولائی جوزف تاتیانہ کی باتوں میں آکر مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ میرے پاؤں میں ایک گولی اُتر گئی ہے۔ اور میرے بڑے تم کیا کہتے ہو؟ تم نے کوڈورڈز اد ایسے۔ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ تم مخاطب نہ کرتے تو میں تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرتا۔ اس ذلیل نکولائی نے گولی مار کر میرے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔"

ڈیگر نے نکولائی کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں آگیا ہوں اور یہ تماشا دیکھ کر حیران ہوں۔ کیا تم اپنے لیڈر کو قتل کرنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا۔ "مسٹر ڈیگر! میں نے پیٹر ماسٹر سے کبھی یہ وعدہ نہیں کیا کہ اس کے کام آنے کے لیے ہمیشہ کے لیے کام آجاؤں گا۔"

"تمہیں جان کا خطرہ کیوں ہے؟"

"تاتیانہ ہمیں گھیر چکی ہے۔ فرار کا راستہ نہیں ہے۔ اگر میں اس سے وفاداری نہیں کروں گا تو وہ مجھے بجلی کی کرسی یا گیس چیمبر تک پہنچا دے گی۔ اس نے کہا ہے کہ میں راسپوٹین کو قتل کر کے ہی زندہ رہ سکتا ہوں۔"

ڈیگر نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تکلیف سے تڑپنے لگا۔ ڈیگر نے کہا۔ "یہ ایک نمونہ ہے۔ اگر اس سے وفاداری اور ہم سے غداری کرو گے تو تڑپ تڑپ کر مرو گے۔"

وہ کراہتے ہوئے بولا۔ "آہ! میں مر جاؤں گا۔ میرے دماغ چلے جاؤ۔ تمہاری بات نہ مانوں تو تم مار دو گے۔ اس کی بات سے انکار کروں تو وہ مجھے جہنم میں پہنچا دے گی۔"

"اس سے پہلے میں تمہیں جہنم میں پہنچا رہا ہوں۔"

راسپوٹین نے گرا ہوا ریوالور اُٹھا لیا تھا۔ اسے نشانے پر رکھ کر کہہ رہا تھا۔ "مسٹر کے بچے! تو نے مجھے زخمی کر کے دماغی طور پر کمزور بنا دیا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ پاسکل مُوبا اسپتال میں ہے، خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ ورنہ تاتیانہ اُسے میرے اندر پہنچا دیتی مگر تم اس سے کیا ہوتا۔ تو نے مجھے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں چھوڑا۔ ڈیگر کوئی راستہ نکال لے تب بھی میں کہیں بھاگ کر نہیں جاسکوں گا۔"

ڈیگر نے کہا۔ "تمہارے دماغ میں میڈونا اور آر مرجی آئے ہیں مگر وہ تمہارے موجودہ حالات سے بے خبر ہیں۔ اس لیے ہوتا ہے کہ تمہارے اس معاملے میں سونیا نہیں ہے۔ ہمیں صرف تاتیانہ سے نمٹنا ہے۔"

"کچھ بھی کرو۔ مگر جلدی کرو۔"

"آہا! غروب یاد آیا۔ تاتیانہ ایک ہفتہ پہلے بیمار تھی۔ سانس

نہیں روک سکتی تھی۔ میں ابھی اُسے ٹریپ کرتا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پروازی۔ اُسے تاتیانہ کی آواز اور بعد اچھی طرح یاد تھا مگر اُس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں اُدھر میڈونا کہہ رہی تھی۔ "ڈیگر تاتیانہ کے دماغ میں جا رہا ہے۔ اب کیا ہوگا؟"

سونیا نے کہا۔ "بھید کھل جائے گا کہ تاتیانہ مر چکی ہے۔ اس کا دماغ اس دنیا سے بجھ گیا ہے۔ تم وہاں جا کر دیکھو کیا ہو رہا ہے؟"

وہ راسپوٹین کے اندر آئی۔ چند لمحوں کے بعد ڈیگر نے آکر کہا۔ "کچھ گڑبڑ ہے۔ میری سوچ کی لہروں کو تاتیانہ کا دماغ نہیں محسوس کر رہا ہے۔"

وہ سانس روکتی ہوگی۔"

"اگر وہ سانس روکتی تو میری سوچ کی لہریں واپس آجاتیں مگر وہ تو خیال خوانی کرتا ہوا بھٹک رہا تھا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ مر چکی ہے۔ تمہیں گھیرنے والی تاتیانہ نہیں کوئی اور ہے۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں دماغوں کے اندر پہنچتا ہوں، غلطی نہیں کرسکتا۔ تمہارا شعور درست ہے۔ یہ سونیا ہے اور اگر سونیا نہ ہو تو بھی یہ ناقابلِ یقین لگتا ہے کہ یہ تاتیانہ نہیں ہے۔ بلکہ کوئی بہت زبردست فراڈ ہے۔ راسپوٹین نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا۔ "اور ایسا فراڈ دنیا ہی کرسکتی ہے۔"

"ٹھہرو، میں آتا ہوں۔"

وہ پرواز کرتا ہوا سونیا کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے کہا۔ "لیٹ آؤٹ۔" پھر سانس روک لی۔ ڈیگر نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا۔ "کمبخت نے اپنے دماغ میں رہ کر یہ معلوم نہیں کرنے دیا کہ وہ کس ملک میں کس شہر میں اور کس گھر میں ہے؟"

اس نے پیٹر ماسٹر کو یہ باتیں بتائیں۔ وہ بولا۔ "ہمارا شبہ یقین میں بدل گیا ہے۔ نادیہ کے روپ میں سونیا ماسکو پہنچی ہوئی ہے اگر ہمارے بیان کے مطابق تاتیانہ مر چکی ہے تو سونیا اس کا رول ادا کر رہی ہے اور اس وقت ہمارے آدمیوں کو ایک بنگلے میں قید کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

ڈیگر نے پوچھا۔ "ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"ہمارے سامنے دو زبردست بازیاں ہیں۔ پہلی بازی سونیا کو گرفتار کر کے اس کے پاس جاؤ۔ اُسے بلیک میل کرو۔ اگر وہ ہم سے سمجھوتا نہ کرے گی تو ہم اس کا راز فاش کر دیں گے۔"

"ہم کس طرح اُس کا پول کھولیں گے؟"

"یہ تیسری بات ہے۔ روس کی ملٹری انٹیلی جنس میں تاتیانہ کے کارنامے کے نشانات ریکارڈ میں ہوں گے۔ اس طرح وہ گرفتار کرلی جائے گی۔ اس کے تمام منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔ وہ جوجو اور ماریہ کو اس ملک سے واپس نہیں لا سکے گی۔ انہیں واپس لانے کے لیے ہم سے دوستی کا معاہدہ کرنا ہوگا۔"

"دوسری بازی کیا ہے؟"

"یہی کہ سونیا کی مخالفت کریں گے۔ اس کا بھانڈا پھوڑ دیں گے۔ ابھی ہم ماسک مین اور سونیا سے ٹکرا رہے ہیں۔ سونیا کے خاتمے کے بعد صرف ماسک مین رہ جائے گا۔ تم میں سے ایک ڈیگر پاسکل مُوبا کے دماغ میں جائے اور اسے اپنا مطیع اور وفادار بردار بنائے۔ اس طرح ماسک مین کی ٹیلی پیتھی کی طاقت صفر ہو جائے گی۔"

دوسری طرف میڈونا سونیا سے کہہ رہی تھی۔ "راسپوٹین کے دماغ میں ڈیگر نہیں ہے۔ اس کی غیر حاضری کا مطلب ہے وہ دوسرے ڈیگر کو بلانے گیا ہے۔ تمہیں پریشان ہونا چاہیے۔ آپ کی بہت بڑی کمزوری اُن کے ہاتھ آگئی ہے۔"

"میں انسان ہوں اور دنیا کا ہر انسان کسی نہ کسی مرحلے پر کمزور اور بے بس ہوتا ہے۔ تم اس لیے پریشان ہو کہ مجھے ناقابلِ گرفت سمجھتی ہو اور یہ تمہاری بھول ہے۔"

"کیا آپ اُن کی گرفت میں آئیں گی؟"

"ہاں تم ہر پہلو پر غور کر کے دیکھو۔ وہ ثابت کرسکتے ہیں کہ میں تاتیانہ نہیں ہوں — میں ایسے میں اپنے بچاؤ کی تدبیر تو کرسکتی ہوں مگر تاتیانہ بن کر نہیں رہ سکوں گی۔ جوجو اور ماریہ کو یہاں سے لے جانے میں بڑی دشواریاں پیدا ہوں گی۔"

"پیٹر ماسٹر پہلی فرصت میں آپ کو بے نقاب کرنا چاہے گا۔"

"نہیں، وہ سودا کرے گا۔ اب دیکھنا ہے وہ کیسی سودے بازی کرے گا۔"

"راسپوٹین کے زخم سے کافی مقدار میں خون بہہ رہا ہے، اُس پر بے ہوشی طاری ہونے والی ہے۔"

"دونوں کو پار لگا دو۔ ان کے بعد ڈیگر اینڈ ڈیگر کو مجھ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کسی آلہ کار کی ضرورت ہوگی۔ جب تک ان کا کوئی آلہ کار مجھ سے بات کرے، تب تک شاید میں کچھ کر گزروں۔"

میڈونا نے راسپوٹین کے اندر پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ ڈیگر ابھی تک نہیں آیا۔ میں بے ہوش ہو جاؤں گا تو نکولائی میرے ہاتھ سے ریوالور لے کر مجھے مار ڈالے گا۔ اس سے پہلے ہی مجھے اس کا کام تمام کر دینا چاہیے۔"

اس خیال کے ساتھ ہی اس نے نشانہ لیا۔ نقاہت کے باعث اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ گولی چلی مگر اِدھر سے اُدھر ہوگئی۔ نکولائی نے اس کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ ریوالور کو اس کی گرفت سے نکال کر اپنی گرفت میں لیا۔ پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اُسے گولی مار دی۔

میڈونا نے اگلی گولی اُس کے نام کردی۔ جب ڈیگر نے وہاں پہنچنا چاہا تو اُسے نکولائی ملانہ راسپوٹین جہاں پہنچنے کی کوشش کی وہاں موت کا سناٹا ملا۔ اُس نے سپرمارکسٹر کے پاس آکر کہا۔ "دونوں مر چکے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے، سونیا نے تمھاری پرواز کے راستے روک دیے ہیں۔ ماسکو میں کسی ایجنٹ کے پاس جاؤ۔ اُس سے کہو وہاں کی خفیہ ایجنسی جنس سے ٹرانسمٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرے تاکہ روسی جاسوس رابطہ قائم کرنے والے کا سراغ نہ لگا سکیں۔ ہمارا ایجنٹ دھمکی دے گا کہ ایک گھنٹے کے اندر اگر تاتیانہ نے اپنے دماغ کے دروازے نہ کھولے تو ہم ایک ہی دھماکے میں اُس کی حیثیت بدل کر رکھ دیں گے۔"

دوسرے ڈیگر نے کہا۔ "میں پاسکل بوبا کے پاس گیا تھا وہ سانس روک لیتا ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ وہ اسپتال میں زخمی ہے۔ سانس کیسے روک سکتا ہے؟"

"شاید آمریا میڈونا نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔"

سپرمارٹ نے غصے سے پوچھا۔ "کیا تم دونوں تماشا دیکھ رہے تھے؟"

"ہم رسوئی کے سلسلے میں مصروف تھے۔ علی تیمور اور اعلیٰ بی بی نے ہمیں اُلجھایا ہوا تھا۔"

"یہ اپنی نالائقی کو چھپانے والی باتیں ہیں۔ تم میں سے کسی ایک کو پاسکل کی طرف دھیان دینا چاہیے تھا۔"

"جناب! اُس جنگل میں تین محاذ کھل گئے تھے۔ یہودی تنظیم کے گوریلوں نے ہمارا بنتا ہوا کام بگاڑ دیا۔ دوسری طرف اعلیٰ بی بی نے تباہیاں مچائیں۔ تیسری طرف علی تیمور نے ہمارے ایک کیمپ کو تباہ کر دیا۔ ہمیں دو قیمتی وقفے نئے حالات کا سامنا کرنا پڑا۔"

دوسرے ڈیگر نے پوچھا۔ "کیا آپ سوچ سکتے تھے کہ سونیا کب پاسکل کو زخمی کر کے اس کے دماغ کو لاک کرا دے گی اور کس طرح تاتیانہ کی جگہ حاصل کرے گی؟ نہیں جناب! یہ آپ بھی مانتے ہیں کہ وہ بجلی ہے، ہم سے پہلے ٹارگٹ تک پہنچتی ہے۔"

"جس لمحے تم نے اُسے بجلی کہا اُس لمحے میں بھی وہ کچھ کر گزری ہوگی۔ پلیز جاؤ، اپنے ایجنٹ کے ذریعے اس کا راز فاش کرنے کی دھمکی دو۔ ہمارے پاس یہی ایک پتا رہ گیا ہے، اسے کامیابی سے پھینکو۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ سپرمارٹر نے کہا۔ "اور سنو، تم میں سے ایک کو ماریہ اور جوجو کی خبر لینی چاہیے۔"

نائب سپرمارٹر نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "جناب! وہ دونوں میرے دماغ سے جا چکے ہیں۔ جب واپس آئیں گے تو آپ کا پیغام پہنچا دوں گا۔"

"اُن گدھوں کو اچھی طرح سمجھا دو کہ ایک ساتھ ایک ہی ہدف نہ جائیں۔ ٹرانسفارمر مشین نے آنکھیں ایک دوسرے کا عادی بنا دیا ہے۔"

"میں انھیں سمجھاؤں گا لیکن جناب! وہاں سونیا کی موجودگی یقین دلا رہی ہے کہ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جوجو کے دماغ تک پہنچا چکی ہے۔"

"پندرہ گھنٹے پہلے ایک ڈیگر نے رپورٹ دی تھی کہ جوجو کا نوزائیدہ دماغ کچا ہے، کمزور ہے، اس کی اپنی سوچ صفر ہے، اس پر پرائی سوچ کا اثر نہیں لے گی۔ جبراً اس کے اندر کچھ کہا جائے گا، وہ دماغی مریضہ بن جائے گی۔ ہم اس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکیں گے۔"

نائب نے کہا۔ "یہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی رائے ہے، وہ پندرہ گھنٹوں کے دوران ایک بار جوجو کی دماغی حالت معلوم کر سکتے تھے لیکن وہ دونوں اپنی مصروفیات کا دکھڑا سناتے رہتے ہیں۔"

"ڈیگر اینڈ ڈیگر نادان نہیں ہیں۔ انھیں سوچ سمجھ کر عمل کا موقع ملے تو وہ بہت کچھ کر جائیں گے۔ ان کی مشکل یہ ہے کہ وہ سونیا اور علی تیمور سے ہے۔ اب تک علی تیمور اُنھیں اُلجھاتا رہا، اب پتا نہیں سونیا کیسی چالیں چلے گی۔ یہ تو غنیمت ہے کہ پارس خاموش بیٹھا ہے۔ میں نے اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ وہ پارس کو بالکل نہ چھیڑیں، اُسے میڈونا کے ساتھ مگن رہنے دیں۔"

"جناب! کیا میڈونا کو نظر انداز کرنا مناسب ہے؟"

"مناسب نہیں ہے مگر ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر موجودہ ذمے داریوں کو پورا نہیں کر پا رہے ہیں۔ اگر ہم سونیا، موجودہ بے بسی سے فائدہ اُٹھا لیں گے اور اسے اپنے قابو میں کر گے تو میڈونا زیادہ دور نہیں ہے۔ میں ایک زبردست شخص اُس کے پیچھے لگا رہا ہوں۔ پارس اور میڈونا کو کبھی پتا نہیں لگا کہ اس شخص کا تعلق ہم سے ہے۔"

اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر طرف کی ذہنی دار پوری نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے میڈونا کے پیچھے ایسے شخص کو جارہا تھا جو ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کے بغیر ہی زبردست بھیجا جاتا دوسرے لفظوں میں وہ سوئے ہوئے پارس کو جگانے والا تھا۔

ڈیگر اینڈ ڈیگر نے اپنے ایک ایجنٹ کے ذریعے مقامی انٹیلی جنس کے ایک افسر سے رابطہ قائم کیا پھر اُسے دھمکی دی اگر تاتیانہ اُن کے لیے اپنے دماغ کے دروازے نہیں کھولے وہ اس کے خلاف ایک بہت بڑا دھماکا کریں گے۔ اس کے انھوں نے ایک گھنٹے کی مہلت دی تھی اور سونیا کے لیے

وہ ابھی اسی بنگلے میں تھی جہاں راسپوٹین اور نکولائی جوزف مردہ پڑے ہوئے تھے۔ ان کا ایک ماتحت سونیا کے قابو میں تھا۔ اُسے تمام ایسے ایجنٹوں کے نام اور پتے بتا رہا تھا جو ماسکو میں سپرمارٹ کے لیے کام کر رہے تھے۔ ان میں دو عورتیں بھی تھیں۔ سونیا اس ماتحت کو ساتھ لے کر تاتیانہ کی رہائش گاہ کی طرف گئی جو کہ اب اس کی اپنی رہائش گاہ تھی۔ اس نے ماتحت سے کہا۔ "ان دو عورتوں کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔"

وہ بولا۔ "اُن میں سے ایک عورت بڑی خطرناک سمجھی جاتی ہے۔ یوگا میں اسے مہارت حاصل ہے۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر اس کی اجازت کے بغیر اس سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔ میں نے سنا ہے راسپوٹین بھی اُسے اپنی آنکھوں سے سحر زدہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بہت پُراسرار کہلاتی ہے۔"

سونیا نے رہائش گاہ میں پہنچ کر پلاسٹک سرجری کا ضروری سامان لیا۔ میڈونا سے کہا۔ "اس ماتحت کے دماغ میں رہو۔ میں اس کے ساتھ اُس پُراسرار عورت کے پاس جا رہی ہوں۔ تم اس ماتحت کے ذریعے اُسے زخمی کر کے اس کے دماغ پر قبضہ جما سکتی ہو۔"

وہ رہائش گاہ سے باہر آئی۔ کار میں بیٹھ کر اس عورت کے بنگلے کے قریب پہنچی۔ پھر ماتحت سے کہا۔ "یہ ریوالور لو۔ اسے جب میں رکھو اور دروازے پر جا کر دستک دو۔"

"میں اُس سے کیا کہوں گا؟"

"اُسے ویش آنے والے خطرات سے آگاہ کرو گے۔ راسپوٹین اور نکولائی جوزف کی موت کے متعلق بتاؤ گے، تم میرے خلاف بھی بہت کچھ کہہ سکتے ہو۔"

وہ کار سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا بنگلے کے احاطے میں پہنچا۔ پھر دروازے کے پاس آکر کال بیل کے بٹن کو دبا دیا۔ وہ عورت مادام ہیری واسکوف کہلاتی تھی۔ علم نجوم اور قیافہ شناسی میں اسے کمال حاصل تھا۔ وہ پہلی ملاقات میں کسی سے مصافحہ کرتے ہی اس کے ہاتھ کی نرمی، سختی اور بناوٹ کو دیکھ کر اس کے متعلق بہت سی ڈھکی چھپی باتیں بتا دیتی تھی۔ چہرہ پڑھ کر اس کا اصل کردار بیان کر دیتی تھی۔ ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ کر دکھ بیماری اور موت کی پیشین گوئی کرتی تھی۔ ایسی صلاحیتوں کے باعث وہ بڑی بڑی مہموں میں مدعو کی جاتی تھی۔ ہر کار فگر شہر کے معزز لوگ اور سیاسی زندگی گزارنے والے اس سے مرعوب رہتے تھے۔ اسی لیے اس کی عزت کرتے تھے۔

ماتحت نے دوسری بار کال بیل کا بٹن دبایا۔ اندر سے مادام ہیری کی آواز سنائی دی۔ "میرے گھر کا دروازہ اندر سے بند نہیں رہتا چلے آؤ۔"

وہ دروازہ کھولتا ہوا اندر آیا۔ چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ مادام ہیری نظر نہیں آرہی تھی مگر اس کی آواز پھر سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "تم کیوں آئے ہو؟ اس وقت نو بج کر پانچ منٹ ہوئے ہیں اور میرے حساب سے نو بج کر چھ منٹ پر یہاں مادام سونیا کو آنا چاہیے۔ میں کھانے کی میز پر اُس کا انتظار کر رہی ہوں تم جاؤ یہاں سے۔"

وہ فوراً ہی پلٹ کر باہر گیا۔ میڈونا نے آگر شدید حیرانی سے کہا۔ "تمام بوہ تو حیرت انگیز طور پر پُراسرار ہے۔ دعوے سے کہتی ہے کہ آپ نو بج کر چھ منٹ پر اُس کے پاس جائیں گی۔"

"میں اُس پیشین گوئی کو غلط کرنے والی بے چاری کو مایوس نہیں کروں گی۔"

وہ کار سے باہر آئی۔ ماتحت نے بھی قریب آکر میڈونا کی باہیں دُھرائیں۔ وہ بولی۔ "تم گاڑی میں بیٹھو، میں آرہی ہوں۔"

وہ احاطے میں آئی۔ وہاں سے بنگلے کے بیرونی دروازے پر پہنچی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جب اس نے اندر آکر ایک دیواری گھڑی کو دیکھا تو نو بج کر چھ منٹ ہوئے تھے۔ مادام ہیری کی آواز سنائی دی۔ "خوش آمدید سونیا!"

سونیا نے کمرے کے ایک گوشے میں لگے ہوئے اسپیکر کو دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا چھپ کر خوش آمدید کہا جاتا ہے؟"

"میں صرف تمھارے سامنے آسکتی ہوں۔ اگلے ایک گھنٹے تک کسی اور کا سامنا نہیں کروں گی، نہ ہی اپنی گفتگو سنانا چاہوں گی۔ پلیز میرے ساتھ تنہائی وقت گزارو۔"

"اچھی بات ہے۔"

پھر اُس نے سوچ کے ذریعے میڈونا سے کہا۔ "تم جاؤ۔ ٹھیک بیس منٹ کے بعد آجانا۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا چند لمحوں تک خاموش رہی۔ اس کے بعد بولی۔ "تم پُراسرار علوم جانتی ہو لیکن میرے اندر کی بات نہیں جان سکتیں، تم نے اندازے سے سمجھا تھا کہ میرے دماغ میں کوئی میرا اپنا موجود ہے۔"

مادام ہیری ڈریسنگ روم کا پردہ ہٹا کر سامنے آئی۔ مسکرا کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔ "میں اندر کی بات جان لیتی ہوں، اب تمھارے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔"

سونیا نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "افسوس! میں تنہا نہیں ہوں، اپنے علم سے دوبارہ اچھی طرح معلوم کرو۔"

وہ جھینپ گئی پھر بولی۔ "پلیز اُسے رخصت کر دو۔"

"میں مجبور ہوں، اُس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگر اس کا وجود تمھیں گراں گزر رہا ہے تو میں جاتی ہوں۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ میرے علمی حساب کے مطابق تم یہاں ایک گھنٹا گزارو گی۔"

"تمھارا حساب یہ بھی تو کہتا ہے کہ میں تنہا رہوں گی جبکہ نہیں ہوں۔"

وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولی "میرے حساب میں تنہائی کی شرط نہیں ہے۔ یہ میں ذاتی طور پر چاہتی تھی کہ کوئی تمہارے دماغ میں رہ کر ہماری گفتگو نہ سنے۔"

"چلو خوش ہو جاؤ۔ میرے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔"

وہ بے یقینی سے بولی "ابھی تم نے کہا تھا تم تنہا نہیں ہو۔"

"بے شک اب بھی تنہا نہیں ہوں میرے ساتھ میرا خدا ہوتا ہے۔"

مادام ہیری نے اطمینان کی سانس لی پھر گھور کر کہا "یہاں آتے ہی مجھے چکرا دیا۔"

"مجھے بے جا ستائش پسند نہیں ہے۔ جتنی زبان ہے اتنا ہی بولو۔ جتنی نظر ہے وہیں تک دیکھو۔ تم کھانے کی میز پر انتظار کر رہی تھیں، اب کھانا ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔"

وہ جلدی سے بولی "آں؟ ہاں ہاں آؤ۔ کھانا تیار ہے۔"

وہ دونوں ڈائننگ روم کا پردہ ہٹا کر آئیں پھر میز کے اطراف آمنے سامنے بیٹھ گئیں۔ مادام ہیری نے کہا "تم مسلمان ہو، حلال گوشت کھاتی ہو۔ یہاں صرف ایک ڈش حلال گوشت کی ہے۔ یہ سوپ لو۔"

اُس نے سوپ کا پیالہ اس کی طرف بڑھایا۔ سونیا نے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا "اس میں بال پڑ گیا ہے۔"

اس نے سبزی کی ڈش اُٹھا کر تھوڑی سی لی پھر سلائس کے ساتھ کھانے لگی۔ ہیری سوپ میں چمچہ ہلا کر دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی "بال کہاں ہے؟ نظر نہیں آ رہا۔"

پھر اُس نے دوسری ڈش اُٹھا کر کہا "یہ حلال گوشت ہے۔"

سونیا نے لقمہ چباتے ہوئے کہا "میں نے کھانا بال پڑ گیا ہے۔"

"تعجب ہے! کیا تمہیں گوشت کی ہر ڈش میں بال نظر آ رہا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ تم بن رہی ہو۔"

"مجھے بناوٹ پسند نہیں ہے۔ حرام گوشت کی دو ڈشوں کے درمیان حلال گوشت کی ایک ڈش رکھی ہوئی ہو تو اس میں بال پڑ جاتا ہے۔ بال پڑنے کا مطلب ہے نامعلوم سائنٹس پیدا ہو جانا۔ بہتر ہے، مجھے سبزی پر گزارہ کرنے دو۔"

ہیری نے اصرار نہیں کیا۔ خاموشی سے کھاتی ہوئی سوچنے لگی۔ جیسا سُنا تھا ویسی ہی ہے۔ اپنی گہرائی کا پتا چلنے نہیں دیتی۔ یہاں ساری حرام گوشت کی ڈشیں ہیں اور یہ بمشکل کتنی صفائی سے بچ نکلی ہے۔ ویسے میرا کام ابھی ہوا ہے۔ میرے سامنے کہاں تک بچی رہے گی۔

سونیا نے گوشت کی ایک ڈش اُٹھا کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "سوری میں کھانے کے آداب بھول گئی تھی۔ تم نے میری طرف ڈش بڑھائی تھی۔ مجھے بھی اسی طرح پیش کرنا چاہیے۔"

ہیری نے مسکراتے ہوئے ڈش لی۔ اس میں سے تھوڑا سا لقمہ لیا پھر ایک لقمہ منہ میں لے کر کہا "تم نے ٹھیک کہا تھا، جتنی زبان ہے اتنا ہی بولنا چاہیے۔ میرے پاس جتنا علم ہے اُسی کے مطابق بول رہی ہوں۔ تم مجھے ہلاک کر کے میری جگہ لینے آئی تھیں۔ کیونکہ ڈیگرا اینڈ ڈیگر تمہیں تاتیانہ بن کر نہیں رہنے دیں گے۔ تمہارا بھانڈا پھوڑ دیں گے۔"

"ہاں تمہارا یہ علم درست ہے۔"

"پھر تم نے ابھی تک مجھے ہلاک کیوں نہیں کیا؟"

"اس کا جواب بھی اپنے علم سے پوچھو۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے بولی "میں پھونک پھونک کر قدم اُٹھاتی ہوں۔ میرا اصرار علم کہہ رہا تھا کہ اگر میں نے بچنے کی تدبیر نہ کی تو تم میرے علمی مسلا جیتوں کا خزانہ نکال دو گی اور اگر میں نے چالاکی دکھائی تو تم میری اور پُرسر ماسٹر کی مٹھی میں ایسے آؤ گی کہ پھر کبھی نکل نہیں پاؤ گی۔"

سونیا نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ اس کی پلکیں جھک رہی تھیں اور وہ جبراً آنکھیں کھولے رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مادام ہیری نے ہنستے ہوئے کہا "ہمیں معلوم ہے کہ تم صرف بابا صاحب کے ادارے میں گوشت کھاتی ہو۔ باقی ہر جگہ تمہیں بال نظر آتا ہے۔ اس حساب سے میں نے سبزی کی صرف ایک ڈش رکھی اور اس میں نشے کی دوا ملا دی۔ تم سیدھی طرح کبھی قابو میں نہ آتیں۔ اب نشے سے کمزور ہونے والے دماغ پر ڈیگرا اینڈ ڈیگر قبضہ جمائیں گے اور تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں اپنی معمولہ بنا کر رکھیں گے۔ تمہیں تاتیانہ ہی کے روپ میں رکھ کر تمہارے ذریعے جو جواہر ماریہ کو یہاں سے لے جانے کو آئے گا۔"

اس کی باتوں کے دوران میڈونا آ گئی تھی اور سونیا سے پوچھ رہی تھی "تمہارا یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا آپ ڈیگرا اینڈ ڈیگر کی معمولہ بن جائیں گی؟"

سونیا نے کہا "میری اہم باتیں یاد رکھو۔ آدھے گھنٹے بعد مادام ہیری کا دماغ بے حس ہو جائے گا۔ تم اُسے اپنی معمولہ بنا لو گی۔ دوسری اہم بات یہ کہ اب میرے پاس آنے سے پہلے جناب شیخ سے اجازت لے لینا، وہ اجازت دیں تو آنا۔ ورنہ مجھ سے دور رہنا۔ اب جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ مادام ہیری کو ہچکیاں آ رہی تھیں۔ اُس کے پُراسرار علم نے درست بتایا تھا کہ اس نے بچنے کی تدبیر نہ کی تو سونیا اس کی تمام علمی مسلا جیتوں کا خزانہ نکال دے گی۔ اُسے ہچکیاں اس لیے آ رہی تھیں کہ گوشت کے سالن میں گڑبڑ ہو گئی تھی۔ سونیا نے وہ ڈش پیش کرنے کے دوران اپنی انگوٹھی سے ایک سفوف سالن میں گرا دیا تھا۔ وہ ایسی دوا تھی جو نامعلوم طور پر دماغی توانائی کو کم کر رہی تھی۔ ابھی وہ نارمل تھی۔ ..... اُس نے پانی پیتے وقت پرانی سوچ کی لہر محسوس کی، ایک ڈیگر نے کو ڈور ڈزاد اکر کے پوچھا "مادام ہیری! کیا خیال ہے، کیا میں اُس کے دماغ میں جاؤں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "آؤ صنم، جاؤ صنم گھر تمہارا ہے۔ میں نے اُس گھر کے دروازے کھول دیے ہیں۔ اب میں اطمینان سے کھانا کھا کر سونے جاؤں گی۔ سونیا کو دوسرے بیڈ روم میں تنویمی نیند سلا دینا۔ اب جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی سونیا نے گھبرا کر کہا "نہیں میں یہاں سے نہیں اٹھوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ بے اختیار اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں ڈیگرا اس کے دماغ میں تھے اور خوش ہو رہے تھے کہ ان کے اٹھاتے ہی وہ کھانے کی میز سے اُٹھ گئی تھی۔ ایک ڈیگر نے کہا "تم ایک طویل عرصے تک ناقابلِ شکست بن کر رہیں، آج ہم تمہیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیں گے چلو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی "نہیں میں نہیں جاؤں گی۔ میرا دماغ کمزور نہیں ہے۔ کوئی میرے اندر نہیں آ سکتا، چلے جاؤ یہاں سے چلے جاؤ۔"

وہ کہہ رہی تھی مگر خود ان کی مرضی کے مطابق ایک بیڈ روم کی طرف جا رہی تھی۔ ہیری فاتحانہ انداز میں مسکرا کر یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ ایسے ہی وقت کے لیے اُس نے سونیا سے کہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے تک تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتی ہے تاکہ میڈونا یا آرمر اس کے دماغ میں رہ کر اس کے بچاؤ کی تدبیر نہ کر سکیں اور اب سونیا کی بے بسی بتا رہی تھی کہ وہ وہاں تنہا ہے۔ کوئی اُس کا یار و مددگار نہیں ہے۔

اور سونیا نے واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ خدا اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

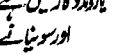

وہ فلائنگ مشین میں دور تک پرواز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایک تو رسوئی اُسے پریشان کر رہی تھی۔ دوسرے اندیشہ تھا کہ دشمنوں کے ہیلی کاپٹر کسی وقت بھی اُسے گھیر سکتے ہیں۔ اس نے تقریباً دس میل دور ایک پہاڑی کے دامن میں فلائنگ مشین کو اُتارا۔ والے بڑی بڑی چٹانوں کے سائے میں چھپانا چاہتا تھا تاکہ ہیلی کاپٹر والے پرواز کے دوران اُسے نہ دیکھ سکیں۔

نیچے اُترتے ہی رسوئی ایک سمت بھاگنے لگی۔ علی تیمور نے مشین کو بند کر کے آواز دی "ماما! رک جایئے۔ یہ نادانی ہے، اس جنگل میں آپ تنہا کہاں جائیں گی؟"

وہ جیسے نہیں سُن رہی تھی۔ بھاگتی جا رہی تھی۔ بیٹے نے پیچھا کیا پھر جلد ہی سمجھ گیا کہ پیچھا کرنے سے وہ اور تیز بھاگتی ہے، ایسے میں گرے گی تو اسے سخت چوٹیں آئیں گی۔ اُس نے فوراً ہی رسّی کا پھندا بنا کر پھینکا۔ بچپن سے جوانی تک کی ٹریننگ کام آ رہی تھی۔ پھندے نے ماں کو جکڑ لیا۔ وہ رہائی پانے کے لیے جدوجہد کرنے لگی مگر ناکام ہو رہی تھی۔ بیتابی کھینچ رہا تھا اور وہ کھنچتی آ رہی تھی پھر جھنجلا کر بولی "مجھے کب تک قیدی بنا کر رکھو گے؟"

وہ پھندا نکالتے ہوئے بولا "میں تو آزاد رکھتا ہوں۔ آپ خود ہی دشمنوں کی قید میں جانا چاہتی ہیں۔ کاش کوئی معجزہ ہو جائے اور میری باتیں آپ کی سمجھ میں آ جائیں۔"

"میں ننھی بچی یا نادان عورت نہیں ہوں۔ ٹیلی پیتھی بھی میری پہلی اور آخری خواہش یہ ہے کہ تم بیمار پڑ جاؤ یا زخمی ہو جاؤ پھر میں تمہارے دماغ میں زلزلے پیدا کر دوں گی، تمہیں تڑپا تڑپا کر مار ڈالوں گی۔"

وہ مشین کو کھینچتا ہوا چٹانوں کے سائے میں لے گیا۔ قریبی جھاڑیاں کاٹ کاٹ کر اُس پر ڈالنے لگا تاکہ وہ سر اوپر سے چھپ جائے۔ اسی وقت دور سے ہیلی کاپٹروں کی آوازیں آنے لگیں۔ علی نے ریوالور کا رُخ ماں کی طرف کیا پھر کہا "آپ یہاں سائے میں چلی آئیں۔"

"نہیں آؤں گی۔ یہ اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تم مجھے کبھی جان سے نہیں مارو گے، صرف دھمکیاں دیتے رہو گے۔"

وہ اپنے گلے سے سفید اسکارف کھول کر آسمان کی طرف لہرانے لگی۔ تاریکی میں بہت دور رُکی ہیلی کاپٹر زمین کی جانب سرچ لائٹ کی روشنی پھینکتے آ رہے تھے۔ علی نے ماں کو پکڑ کر کھینچا پھر اُسے جبراً چٹانوں کے سائے میں لے آیا۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے چیخنے لگی "میں یہاں ہوں۔ چٹانوں کے سائے میں ہوں۔ اِدھر سرچ لائٹ سے دیکھو، تمہیں زمین پر کچھ نظر آئے گا۔"

اُس نے سمجھایا "پلیز ماما! کچھ تو عقل سے کام لیں، ہیلی کاپٹروں کے پنکھوں کے شور میں آپ کی آواز نہیں دب کر رہ جاتی ہے۔ کیوں اپنے حق میں خراشیں ڈال رہی ہیں؟"

لیکن وہ چیختی جا رہی تھی "دیکھو! آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو، تمہیں زمین پر کوئی چیز نظر آئے گی۔"

علی نے پہلے اس کی چیخ و پکار پر غور نہیں کیا تھا۔ پھر اُس نے چونک کر زور دار گھاس پر دیکھا وہاں ماں کا سفید اسکارف نظر آ رہا تھا۔ وہ پریشان ہو گیا۔ اب اتنا وقت نہیں تھا کہ دو ماں کو گرفت میں رکھ کر چٹان کے سائے سے نکلتا اور اسکارف اُٹھا کر لاتا۔ ہیلی کاپٹر قریب آ گئے تھے۔ سرچ لائٹس سے اس علاقے کو دور تک روشن کر رہے تھے اور ان کی روشنی سبز گھاس پر پڑے ہونے سفید پر سے گزرتی جا رہی تھی۔

کوئی ضروری نہیں تھا کہ بلندی سے رات کو وہ اسکارف نظر آ جاتا لیکن بلندی اور پستی کے فاصلے دوربین سے سمٹ جاتے ہیں۔

علی تیمور سمجھ رہا تھا کہ ہر ہیلی کاپٹر میں ایک شخص دوربین آنکھوں سے

لگائے بیٹھا ہوگا۔ اس خیال کی تصدیق ہونے لگی۔ ایک ہیلی کاپٹر اُن چٹانوں کے اوپر وائرلیس کی صورت میں پرواز کرنے لگا۔ وہ وائرلیس کے ذریعے دوسرے ہیلی کاپٹر والوں کو بھی اُس اسکارف کے متعلق بتا رہا ہوگا۔ پانچ منٹ کے بعد ہی وہ سب پرواز نیچی کرتے ہوئے ایک دوسرے سے کافی فاصلہ رکھتے ہوئے اُترنے لگے۔

علی نے اُسے ایک طرف کھینچ کر لے جاتے ہوئے کہا۔ "آپ نے یہ نئی مصیبت پیدا کر دی ہے۔ خدا کے لیے جلدی چلیں۔"

وہ قدم بڑھانا نہیں چاہتی تھی۔ تھوڑی دور تک گھسٹتی ہوئی گئی۔ پھر وہ اسے کاندھے پر لاد کر دوڑنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کے گرد شں کرتے ہوئے تمام پنکھے تھم گئے تھے۔ گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ ایسے میں رسونتی نے چیخ کر کہا۔ "میں اِدھر ہوں۔ مجھے بچاؤ۔"

علی تیمور رک گیا۔ ماں کی آواز جنگل کے سناٹے میں دور تک گونج رہی تھی۔ وہ چاہتا تو اس کے مُنہ پر کپڑا باندھ سکتا تھا۔ کسی طرح جھرلے جا سکتا تھا لیکن وہ قدم قدم پر مصیبت بننے کی قسم کھا چکی تھی۔ اس نے اچانک ہی ماں کا بازو چھوڑتے ہوئے کہا۔ "جائیے، دشمنوں میں جائیے مگر یاد رکھیے آپ کی ڈور میرے ہاتھوں میں ہے آپ پتنگ کی طرح واپس آئیں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ اسے چھوڑ کر بھاگتا ہوا اندھیرے میں گم ہو گیا۔ رسونتی کچھ دیر تک گم صم کھڑی سوچتی رہی۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جان کی بازی لگا کر یہاں تک لانے والا، ہر قدم پر خطرات سے کھیلنے والا اُسے چھوڑ گیا ہے۔ جب اسے تین آدمیوں نے چیخ مار کر سرچ لائٹس کی طرف دوڑتی ہوئی جانے لگی۔ "میں آ رہی ہوں۔ کوئی فائر نہ کرے۔ وہ مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ کوئی گولی نہ چلائے میں آ رہی ہوں۔"

ہیلی کاپٹروں سے اُترنے والے آگے بڑھتے بڑھتے رک گئے۔ اُن میں سے کچھ دوربین لگا کر دیکھنے لگے۔ ایک فوجی افسر نے آنکھوں سے دوربین ہٹا کر کہا۔ "وہ آ رہی ہے۔ اکیلی ہے۔ اُس کے دائیں بائیں یا پیچھے دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ روشنی دور تک پھینکو۔ اس جوان کو بھاگنے کا موقع نہیں ملنا چاہیے۔"

تمام سرچ لائٹس ذرا اوپر ہو کر دور تک روشنی پھینکنے لگیں مگر ہر طرف ویرانی تھی، وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ افسر نے حکم دیا۔ "دائیں بائیں پہاڑیوں پر چڑھتے جاؤ۔ وہ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا۔"

کتنے ہی مسلح فوجی گھیرا ڈالنے کے لیے دائیں بائیں پیش قدمی کرنے لگے لیکن وہ رسونتی کی تنہائی کا یقین کرنے میں دیر کرتے رہے تھے۔ علی تیمور تاریکی میں دور تک دوڑتا گیا تھا۔ اتنی دور تک فوجیوں کو آنے میں کافی وقت لگ سکتا تھا۔ وہ دائیں طرف گھوم کر ہیلی کاپٹروں کی طرف دوڑ لگانے لگا۔ دشمن یہ کبھی سوچ نہیں سکتے تھے کہ ایک تنہا جوان دور بھاگنے کے بعد گھوم کر پیچھے سے گولیوں کی آئے گا۔

وہ افسر چند جوانوں کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا رسونتی کے پاس آیا۔ پھر ادب سے بولا۔ "دیوی جی! تھینکس گاڈ، ہم نے پھر آپ کو پالیا ہے۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں، وہ کدھر گیا ہے؟"

وہ پہاڑی بلندی کی سمت اشارہ کرتی ہوئی بولی۔ "اُدھر گیا ہے۔ وہ زیادہ دور نہیں ہوگا۔ اُسے زندہ نہ جانے دو۔ کمبخت مجھے جنگلوں میں دوڑاتا رہا اور ماں بھی کہتا رہا۔"

افسر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا۔ وہ بیٹا ہوتا تو ماں کو چھوڑ کر کبھی نہ بھاگتا۔ اولاد تو ماں کے لیے تلوار بن کر پالا کر دیتی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی قیامت آ گئی۔ ایک زبردست دھماکے کی آواز کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے پرخچے اُڑنے لگے۔ کتنے ہی شعلے اُٹھتے ہوئے دور تک آتش بازی کا سماں پیش کر رہے تھے۔ وہ رسونتی کو ساتھ لے کر دور بھاگنے لگے۔ درختوں کی آڑ میں چھپنے کے لیے تاکہ ہیلی کاپٹر کے جلتے ہوئے ٹکڑوں سے محفوظ رہ سکیں۔ افسر نے رسونتی سے کہا۔ "آپ وہاں تک میرے ساتھ دوڑتی چلیں۔ پھر ہم چٹانوں کی آڑ لے کر کسی ایک ہیلی کاپٹر تک پہنچ جائیں گے۔"

رسونتی اس کے ساتھ دوڑنے لگی۔ چند قدم جانے کے بعد ہی وہ چیخ مار کر اوندھے مُنہ گر پڑی۔ کیونکہ پھر ایک زبردست دھماکا ہوا تھا اور دوسرے ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے کافی بلندی تک جا کر واپس آ رہے تھے۔ کتنے ہی فوجی جوانوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ جو دائیں بائیں پہاڑی پر گئے تھے، وہ پلٹ کر آ رہے تھے کیونکہ ان کا دشمن ایک ہی تھا اور اُس کی موجودگی ہیلی کاپٹروں کے آس پاس ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ وہیں کہیں چھپا ہوا تھا۔

افسر نے کہا۔ "دیوی جی! پلیز حوصلہ کریں۔ اُس قریبی چٹان کی طرف چلیں۔ کوئی جلتا ہوا ٹکڑا آپ پر آ سکتا ہے۔"

وہ گھاس پر رینگتی ہوئی جھنجلا کر بولی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ ایک چھوکرا تمہارے قابو میں نہیں آ رہا ہے۔ کیا یہی میری حفاظت ہو رہی ہے؟ میں یہاں مر جاؤں گی۔"

"ہم آپ کو صحیح سلامت یہاں سے لے جائیں گے۔ وہ شیطان دماغ رکھتا ہے۔ ہم سے مقابلہ کرنے کے بجائے ہیلی کاپٹروں کو تباہ کر رہا ہے تاکہ ہم آپ کو یہاں سے نہ لے جا سکیں۔"

وہ ٹرانسمیٹر آن کر کے حکم دینے لگا۔ "باقی دونوں ہیلی کاپٹروں کو فوراً پہاڑی کی بلندی پر لے جاؤ۔ میں دیوی جی کو اُدھر لے جا رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "آل رائٹ سر! میں ایک ہیلی کاپٹر تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جان پیٹر دوسرے ہیلی کاپٹر کی طرف جا رہا ہے۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ افسر نے کہا۔ "دیوی جی! دھماکے بند ہو گئے ہیں۔ خطرہ نہیں ہے۔ آپ میرے ساتھ پہاڑی پر چلیں۔"

دوسری طرف ایک ہیلی کاپٹر پنکھا گرد ش کرنے لگا تھا۔ اس کا پائلٹ تھا وہ پرواز کرنے ہی والا تھا۔ رسونتی سہمی ہوئی اُسے دیکھ رہی تھی۔ دو دھماکوں اور دو ہیلی کاپٹروں کی تباہی کے بعد دل دہلا دینے والی دھڑک رہا تھا۔ افسر نے کہا۔ "پلیز میرے ساتھ چلیں۔"

اس نے ہاتھ پکڑا۔ وہ ہاتھ چھڑا کر خوف سے چیختی ہوئی بولی۔ "نہیں! میں نہیں جاؤں گی۔ اس لڑکے کی موت سے رشتے داری ہے وہ سب کے لیے موت بھیجتا رہے گا۔ تمہارے ساتھ جاؤں گی تو میں بھی مر جاؤں گی۔"

"آپ خواہ مخواہ سہم گئی ہیں۔ وہ دیکھیے، وہ پرواز کر رہا ہے۔"

ہیلی کاپٹر زمین سے بلند ہو گیا تھا۔ درختوں سے اونچا ہو گیا تھا۔ اسی لمحے پھر قیامت آ گئی۔ رسونتی آنکھیں بند کر کے چیخنے لگی۔ دائیں بائیں سے سر کے بالوں کو جھلسا کر جھکنے لگی۔ اپنے گھٹنوں میں مُنہ چھپانے لگی۔ اب تباہی کا منظر دیکھنے کا اُس میں حوصلہ نہیں تھا۔ وہ آگ کے پہاڑ چند ثانیوں تک رہ سکنے کی حالت میں آسمان کی طرف اٹھ رہے تھے۔ پھر چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ کیا ایک عورت کی تلاش نہیں کر سکتے جبکہ معلوم ہے، وہ ہیلی کاپٹروں کے پاس ہے۔ اب اُسے آخری ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچنے نہ دو۔"

ایک مسلح جوان دوڑتا ہوا آیا۔ پھر بولا۔ "سر! وہ شروع سے کی ہیلی کاپٹر کے آس پاس نہیں تھا۔ معلوم ہوتا ہے اس کے پاس کافی بم ہیں۔ وہ ایک ایک بم ایک ہیلی کاپٹر میں کہیں ڈال کر اڑا دیتا ہے۔ وہ بم اپنے وقت پر بلاسٹ ہو رہے ہیں۔ اب اس آخری ہیلی کاپٹر کی باری ہے۔"

افسر نے کہا۔ "آخر وہ کتنی دور گیا ہوگا۔ تمہارے ہاتھ کیوں تھرتھرا رہے ہیں؟ کیا ہم چوتھی تباہی کا انتظار کرتے رہیں گے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں جناب! پائلٹ جان پیٹر اس ہیلی کاپٹر میں جانے سے انکار کر رہا ہے۔ جان پیٹر تو کیا کوئی بھی جان بوجھ کر موت کے منہ میں نہیں جائے گا۔"

"نہ جاؤ۔ کوئی نہ جاؤ مگر اُس ایک دشمن کو تو پکڑو۔ ہم سپلائر کو کیا جواب دیں گے؟ ہمارے لیے شرم سے ڈوب مرنے کی بات ہے۔"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ مسلسل فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔ جنگل کی تاریکی میں کتنے ہی شعلے لپک رہے تھے۔ افسر نے کہا۔ "وہ اُدھر گیا ہے۔ فائرنگ اور جوابی فائرنگ ہو رہی ہے۔ جاؤ، اسے چاروں طرف سے گھیر لو۔"

اُس کے آس پاس کھڑے ہوئے سپاہی دوڑتے ہوئے اُدھر جانے لگے۔ ایک منٹ بعد ہی خاموشی چھا گئی، رسونتی سہمی ہوئی، سوالیہ نظروں سے اُدھر دیکھ رہی تھی۔ جہاں فائرنگ کے نتیجے میں شعلے لپک رہے تھے، وہاں گھُپ اندھیرا چھا گیا تھا۔ اُس نے پوچھا۔ "یہ فائرنگ کیوں بند ہو گئی ہے؟ کیا وہ پکڑا گیا ہے؟ کیا مارا گیا ہے؟"

افسر بھی بڑی بے چینی سے اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اس نے بھرائی آواز میں پوچھا۔ "وہاں فائرنگ کیوں رک گئی ہے؟ فوراً پتا کرو۔"

بڑی دیر تک تجسس بڑھانے والی خاموشی رہی۔ پھر ایک جوان نے آ کر کہا۔ "سر! ہمارے پندرہ جوان مارے گئے ہیں۔ اُن میں سے ایک زخمی دم توڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ وہ انسان کا نہیں بندر کا بچہ ہے۔ گھنے درختوں سے فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ ایک شاخ سے دوسری شاخ پر ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں لگاتا ہے۔ کہیں چھپنے کے لیے قلابازیاں کھاتے ہوئے جاتا ہے۔ اندھیرے میں کدھر گم ہو گیا ہے۔"

افسر نے چلانے لگا۔ "تم لوگ اس کی رپورٹ ختم ہوتے ہی فائر۔ "کہاں مر گئے ہو؟"

لگیں۔ اب دوسری جگہ سے شعلے دکھائی دے رہے تھے۔ اگر کوئی ٹرانسمیٹر آن کر کے کہہ "ہیلو جان پیٹر! یہ اچھا سے اپنی زندگی کا کرنے میں الجھا ہوا ہے۔ تم ہیلی کاپٹر پہاڑی کی بلندی پر لے آؤ۔"

"سر! ہیلی کاپٹر کے اندر جانا موت کو دعوت دینا ہے۔"

وہ گرج کر بولا۔ "بزدلی کی باتیں نہ کرو۔ وہ ہیلی کاپٹر سے بہت دور ہے۔ ہمارے جوان اُسے گھیر رہے ہیں۔ تم جلدی جاؤ۔"

"سر! وہ دور ہے مگر ہیلی کاپٹر میں کہیں ٹائم بم رکھ کر گیا ہے۔ کیا پتا، میرے وہاں پہنچتے ہی وہ پھٹ پڑے۔ آپ ذرا انتظار کریں، وہ گرفتار ہوگا تو اُسے اذیتیں دے کر ٹائم بم کے متعلق معلوم کیا جائے گا۔"

رسونتی نے کہا۔ "وہ درست کہہ رہا ہے۔ پہلے اُسے گرفتار ہونے دو۔ جب تک یقین نہیں ہوگا کہ اس میں ٹائم بم نہیں ہے تب تک میں اس میں سوار نہیں ہوں گی۔"

وہ سب انتظار کر رہے تھے ایک اکیلے دشمن کو گرفتار کرنے میں اگرچہ دشواری ہو رہی تھی لیکن یقین تھا کہ وہ بچ کر نہیں جائے گا۔ آخر تقدیر اُسے کہاں تک بچائے گی۔ موت کے سامنے تقدیر بھی ہار جاتی ہے۔

فائرنگ ہوتی تھی پھر خاموشی چھا جاتی تھی۔ پُراسرار سناٹے کے بعد کہیں نہ کہیں سے گولیاں چلنے لگتی تھیں۔ کسی مرنے والے کی چیخ سُن کر دل کہتا تھا وہ مارا گیا ہے۔ لیکن پھر فائرنگ کی آوازیں مایوس کر دیتی تھیں۔

وقت گزرتا جا رہا تھا۔ وہ اکیلا سپاہی نہ ہتھیار ڈال رہا تھا نہ وہاں سے جان بچا کر بھاگ رہا تھا۔ اس کے جنگ لڑنے کا انداز بتا

رہا تھا کہ وہ لوگ ماں کو چھوڑ کر نہ گئے تو اسی طرح آہستہ آہستہ ایک ایک کو ختم کرتا جائے گا۔

وہ جنگ اندھیرا ہونے کے بعد شروع ہوئی تھی۔ اب آدھی رات گزر چکی تھی۔ اُسے تلاش کرنے کے لیے کئی بار ٹریسر گولیاں آسمان کی جانب چلائی گئی تھیں۔ وہ گولیاں بہت بلندی پر جا کر پھٹنے کے بعد دور تک جنگل کو دن کے اُجالے کی طرح روشن کر دیتی تھیں۔ حدِ نظر تک ایک ایک درخت، چٹان اور پتھر نظر آتے تھے مگر وہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

افسر نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں نہیں مانتا کہ ایک چھوکرا ہمارے کمپنی بھر سے اتنی طویل جنگ لڑ رہا ہے۔ اس کے ساتھ ٹیلی پیتھی میں رسونتی نے کہا۔ "وہ ہمارے جوانوں کو آپس میں لڑا رہا اور آمر ہیں۔ وہ ہمارے جوانوں کو آپس میں لڑا علی تیمور رک گیا۔ ان ایک دوسرے پر گولیاں برسا رہے ہیں۔" گونج رہی تھی۔ وہ چاہتا تو بولا۔ "دیوی جی! کیا آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے طرح جبرائیل سکتا تھا لیکن وہ چکی تھی۔ اس نے اچانک ہی ماتھا۔ وہ جوان سانس روک لیتا ہے۔ دشمنوں میں جانے مگر یاد رکھیں اپنے دماغ میں جگہ نہیں دیتا۔"

آپ ہتک افسر نے ایک سپاہی کو بلا کر اس کی آواز سنائی پھر کہا۔ "یہ وہاں جا رہا ہے جہاں فائرنگ ہو رہی ہے۔ آپ اس کے دماغ کو پوری طرح قبضے میں لے کر بولیں گی تو یہ آپ ہی کی آواز اور لہجے میں بولے گا۔ وہ علی تیمور دھوکا کھا جائے گا کہ اس کی ماں فائرنگ کرنے والوں کے درمیان آگئی ہے۔ وہ آپ کو۔۔۔"

رسونتی نے بات کاٹ کر پوچھا۔ "کیا تمھیں یقین ہے کہ وہ مجھے اپنی ماں سمجھے گا؟"

"بے شک، اسی لیے تو وہ آپ کے لیے خطرات سے کھیل۔۔۔" وہ کہتا کہتا رک گیا۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ بات بدل کر بولا۔ "میرا مطلب ہے آپ اس کی کچھ نہیں لگتیں۔ مگر وہ خواہ مخواہ آپ کو ماں کہتا ہے۔"

"یہی تو پوچھ رہی ہوں، وہ ایسا کیوں کہتا ہے؟"

"یہ اس کی بدنصیبی ہے۔ وہ آپ کو ماں کہہ کر آپ کی ممتا کو بھڑکانا چاہتا ہے۔ کیونکہ ہر عورت کے اندر ایک ماں چھپی ہوتی ہے۔ وہ بہت چالاک ہے۔ ہاں، وہ میں کیا کہہ رہا تھا؟"

سپاہی نے یاد دلایا۔ "دیوی جی! میرے دماغ میں آ کر بولیں گی۔"

افسر نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں، دیوی جی! آپ ذرا ریہرسل کریں۔ اس کے دماغ میں جا کر بولیں۔ بیٹا! فائرنگ روک دو۔ میں تمھارے نزدیک ہوں۔"

رسونتی نے سپاہی کے اندر پہنچ کر اس کی زبان سے بولنا شروع کیا۔ وہ نسوانی آواز میں اور اس کے لہجے میں بولنے لگا۔ افسر نے اس سے کہا۔ "ٹھیک ہے، تم فوراً اُدھر جاؤ۔ فائرنگ کی پروا نہ وہ دیوی جی کی آواز سن کر تم پر گولی نہیں چلائے گا۔"

سپاہی دوڑتا ہوا اُدھر آیا جدھر فائرنگ ہو رہی تھی۔ اس کے اندر موجود رسونتی نے جب وہ ایک پتھر کی آڑ میں پہنچا تو وہ زبان سے بولی۔ "بیٹا! فائرنگ روک دو۔ میں تمھارے نزدیک ہوں۔"

چند سیکنڈ کے بعد فائرنگ رک گئی۔ سپاہی پتھر کی آڑ سے رسونتی نے کہا۔ "دیکھو میں آ رہی ہوں مجھے بتاؤ تم کہاں ہو۔"

اسی وقت ٹھائیں سے گولی چلی۔ وہ سپاہی اچھل کر گرا۔ ٹھنڈا پڑ گیا۔ رسونتی نے ذہنی طور پر حاضر ہو کر افسر کو دیکھا۔ افسر نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"میں نے اُسے مخاطب کیا تھا۔ اس نے سپاہی کو گولی مار دی۔"

"یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ اس کی ماں نہیں ہیں۔ اگر سچ مچ ماں ہوتیں تو وہ کبھی گولی نہ چلاتا۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں یہ کہنا بھول گئی تھی کہ اُس کے پاس انٹی ڈارک لینس ہے۔ وہ اندھیرے میں صاف طور پر دیکھ سکتا ہے۔ اس نے سپاہی کو میری آواز میں بولتے دیکھ لیا ہوگا۔"

افسر پریشان ہو کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ "کیا مصیبت ہے افسر! مر گیا، اولاد ہمارے لیے چھوڑ گیا۔ بھگتنے کے لیے ہم گئے ہیں۔"

وہ بولی۔ "تم کیسے فوجی افسر ہو کہ ایک مُردے کو کوسنے سے ہوئی جنگ جیت جاؤ گے۔"

"ابھی میں نے یہ جنگ نہیں ہاری ہے۔"

"اس سے بڑی شکست اور کیا ہوگی کہ تمھارے پاس بہتر ہے اور تم مجھے اُس سے چھین کر لے جا نہیں سکتے۔"

وہ چونک کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا۔ "اوہ گاڈ! وہ چھوکرا اتنی سے ہمیں بے وقوف بنا رہا ہے۔ اگر اُس آخری ہیلی کاپٹر میں ہوتا تو وہ اب تک تباہ ہو چکا ہوتا۔ تقریباً سات گھنٹے گزر چکے دیوی جی! آپ میرے ساتھ چلیں۔"

"کہاں چلوں؟"

"میں آپ کو ہیلی کاپٹر میں یہاں سے لے جاؤں گا۔"

"ہرگز نہیں! پہلے اُسے گرفتار کرو۔ یا چند سپاہی ہیلی کاپٹر کے اندر اور باہر اچھی طرح ٹائم بم تلاش کریں۔ ان کے دوران میں بھی کسی کے دماغ میں رہ کر اطمینان کروں گی پھر سوار ہونے جاؤں گی۔"

"اس نے صرف آپ کے نہیں، سپاہیوں کے دلوں میں بٹھا دی ہے۔ تین ہیلی کاپٹروں کو تباہ کر کے ایک کو چھوڑ ایسے میں کوئی نہیں جائے گا۔ اس کی نفسیاتی مار کو سمجھیں اور میرے ساتھ چلیں۔"

"تم جاؤ۔ میں تمھارے دماغ میں رہ کر دیکھوں گی کہ وہاں پہنچ زندہ رہتے ہو یا نہیں؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ وہاں پہنچ کر موت بھی مل سکتی تھی اور کامیابی حاصل ہو سکتی تھی۔ موت کا یقین نہیں تھا کیونکہ ہیلی کاپٹر ابھی تک سوت نظر آ رہا تھا۔ وہ سوچتے سوچتے اُدھر جانے لگا۔ پائلٹ ہیلی کاپٹر ایک چٹان کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "سر! کیا آپ ہیلی کاپٹر کی طرف جا رہے ہیں؟"

"وہاں جا رہا ہوں۔ اگر اس میں دیوی جی کو لے جانے میں کامیاب ہو جاؤں گا تو سمجھ لو کہ میرا شمار تمھیں کیسی سزائیں دے گا۔"

وہ ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ "اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس ہیلی کاپٹر کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں پائلٹ ہوں۔ میں ہی اسے بھگا لے جاؤں گا۔ آپ دیوی جی کو لے آئیں۔"

افسر نے بتایا کہ وہ دماغ میں موجود ہے اور پہلے اپنا اطمینان کرنا چاہتی ہے۔ وہ دونوں ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچے۔ اُن سے دور نہ فائرنگ جاری تھی۔ گولیاں ان کی طرف نہیں آ سکتی تھیں۔ وہ پنسل ٹارچ کی روشنی میں ہیلی کاپٹر کو اندر اور باہر سے اچھی طرح دیکھنے لگے۔ ہر وہ جگہ دیکھی گئی جہاں ٹائم بم کو چھپایا جا سکتا تھا۔ پائلٹ نے اپنی سیٹ پر آ کر ڈیش بورڈ پر نظر ڈالی جھک کر پنسل ٹارچ کی روشنی میں دیکھا پھر کہا۔ "وہ سچ مچ شیطان ہے۔ یہاں سے پرزے نکال کر لے گیا ہے۔ اُن پرزوں کے بغیر پرواز ممکن نہیں ہے۔"

افسر نے کہا۔ "اُس نے اسے تباہ نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے ہم پر غالب آ کر دیوی جی کو اس میں لے جانا چاہتا ہے۔"

رسونتی نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "میں نہیں جاؤں گی۔ اسے کارآمد یا اس کے کچھ پرزے نکال لو۔ وہ بھی اسے استعمال نہیں کر سکے گا۔"

انھوں نے بھی پرزے نکال لیے۔ اب کوئی ایک دوسرے پرزے حاصل کیے بغیر اسے استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ وہ دونوں ہیلی کاپٹر سے باہر آ گئے۔ چاروں طرف قبرستان جیسی گہری خاموشی تھی۔ ایک ہی سرچ لائٹ رہ گئی تھی جس کی روشنی میں دور تک درختوں کی لالٹینیں نظر آ رہی تھیں۔ جنگل کے سوکھے پتے جل رہے تھے۔ چنگاریوں سے دھواں اُٹھ رہا تھا۔ اچانک خاموشی ٹوٹ گئی۔ فائرنگ کی آواز سے گولی چلی۔ پائلٹ جان پیٹر لڑکھڑایا پھر افسر سے زمین پر گر پڑا۔ افسر اچھل کر پیچھے گیا۔ اس کے بعد دوڑتا ہوا درخت کی آڑ میں آ گیا۔ دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا۔ علی تیمور یہیں ہے، مگر کہاں ہے؟

اُس نے آواز دی۔ "جان۔ پیٹر۔ جان۔ جان۔۔۔"

ایک ہی گولی نے اُسے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا تھا۔ اس نے دوسرے فوجی جوانوں کو آواز دی۔ "ڈیوڈ! جیرالڈ! ولسن! شوبرٹ! تم لوگ کہاں ہو؟ یہ خاموشی کیوں ہے؟" اُس پر گولیاں برساؤ۔ اُسے جانے نہ دو۔ اُسے چاروں طرف سے گھیر لو۔ ہیری! نیومین! رابرٹ۔۔۔"

کھپاک کی آواز کے ساتھ ایک تیر آ کر اُس درخت کے تنے میں پیوست ہو گیا جہاں وہ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ وہاں سے بھاگ کر دوسرے درخت کی طرف جانے لگا۔ وہاں پہنچتے ہی دوسرا تیر اس درخت میں آ کر گھب گیا۔ اس کے حلق سے آواز نکلی۔ "آں۔ ناں۔ نہیں۔ نہیں۔۔۔"

وہ دہشت کے مارے چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ علی نظر نہیں آ رہا تھا لیکن وہ علی کو نظر آ رہا تھا۔ اسی لیے کہیں چھپتے جاتا تھا تو موت پہلے وہاں پہنچ جاتی تھی۔

وہ چاروں طرف گھوم کر چیخ چیخ کر پکارنے لگا۔ "تم لوگ کہاں ہو؟ میری مدد کے لیے آؤ۔ تم سب کہاں مر گئے ہو؟"

وہ جنھیں پکار رہا تھا، وہ مُردہ نظر آ رہے تھے۔ اگر کوئی زندہ ہوتا تو شاید مدد کے لیے آتا۔ اکیلا کم از کم دور ہی سے اپنی زندگی کا ثبوت دیتا اور اس کی تسلی کرتا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ دیکھا جائے تو اب برابر کا مقابلہ تھا۔ وہ بھی ایک تھا اور دشمن بھی ایک ہی تھا۔ مگر کہاں تھا؟

اچانک ایک درخت کی شاخوں اور پتوں میں ہلچل سی ہوئی۔ پھر اس کی بلندی سے وہ چھلانگ لگاتا ہوا آیا اور دھپ سے اس کے سامنے زمین پر پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ افسر کو یوں لگا جیسے موت آسمان سے آئی ہو۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر ایک پتھر سے ٹکرا کر گر پڑا۔ گرتے ہی ریوالور نکال کر فائر کیا۔ اس سے پہلے وہ چھلانگ لگا کر پتھر کے اوپر گیا۔ وہاں سے اس کے سر پر پہنچا۔ پھر ایک ٹھوکر میں اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا دیا۔ اس نے جلدی سے کروٹ بدل کر زمین پر پڑے ہوئے ریوالور تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن دوسری ٹھوکر نے اس ریوالور کو بہت دور پھینک دیا۔

موت سر پر پہنچ گئی تھی۔ علی اپنے ریوالور سے اس کے سر کا نشانہ لے رہا تھا۔ وہ گڑگڑایا۔ کہہ بولا۔ "مجھے نہ مارو۔ میں تمھارے کام آؤں گا۔"

"تمھاری زندگی کے غبارے سے ہوا نکل چکی ہے۔ ہارے ہوئے سپاہی کی وردی، تمغے اور اختیارات کسی کام نہیں آتے پھر تم کس کام آؤ گے؟"

"میں دیوی جی کو قسم کھا کر بتاؤں گا کہ تم ان کے بیٹے ہو۔ انھوں نے تمھیں جنم دیا ہے، تمھیں اپنا دودھ پلایا ہے۔ انھوں نے فرہاد علی تیمور

سے بے پناہ محبت کی تھی۔ اس کی محبت میں اسلام قبول کیا تھا۔ وہ ہندو نہیں مسلمان ہیں۔ سپر ماسٹر بدترین دشمن ہے وہ فرہاد کی پوری فیملی کو دیوی جی کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ختم کر دینا چاہتا ہے وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو رہا ہے۔ اس نے تمہاری سگی ماں کو اپنے ہی بیٹے کا دشمن بنا دیا ہے۔ ماں کے ہاتھوں سے تمہیں قتل کرانا چاہتا ہے۔"

رسونتی اُن سے تھوڑے فاصلے پر چٹان کے سائے میں کھڑی ہوئی اس کی باتیں سُن رہی تھی۔ اس سے پہلے اُس کے دماغ میں رہ کر اس کے چور خیالات بھی پڑھ چکی تھی اور اس کے چور خیالات سے بھی پہلے جتنے سپر ماسٹر کے خاص آدمی علی سے ٹکرانے آئے، رسونتی نے ان کے خیالوں کو بھی پڑھا۔ شروع سے اب تک سب کی سوچیں یہی بتاتی تھیں کہ علی اس کا اپنا بیٹا ہے اور سپر ماسٹر فرہاد سے انتقام لینے کے لیے شیطانی چالیں چل رہا ہے۔

علی تیمور نے اپنی ماں کی طرف گھوم کر دیکھا پھر کہا۔ "ماما! آپ سُن رہی ہیں۔ اس سے پہلے بھی سپر ماسٹر کے کتنے ہی اہم افراد نے آپ کے سامنے سچائی بیان کی ہے۔ میں مانتا ہوں انھوں نے شکست کھانے کے بعد موت کے سامنے یہ بیان دیا ہے۔ آپ کے خیال میں انھوں نے خوف سے جھوٹ کہا ہوگا لیکن سب کا جھوٹ ایک ہی بات کیوں کہتا ہے کہ میں فرہاد کا خون اور رسونتی کا دودھ ہوں۔ جب دنیا کا ہر شخص ایک ہی جھوٹ بولے تو وہ جھوٹ نہیں رہتا، لوگوں کے اندر چھپا ہوا سچ ہوتا ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران وہ افسر زمین پر رینگتا ہوا دور جا رہا تھا۔ پھر وہ ریوالور اٹھا کر علی پر گولی چلانا چاہتا تھا لیکن سوچ پیدا ہوئی، "ابھی نہیں، پہلے مجھے درخت یا چٹان کی آڑ میں جانا چاہیے ورنہ یہ جوابی فائرنگ کرے گا۔"

وہ دوڑتا ہوا ایک درخت کے پیچھے گیا۔ علی نے پلٹ کر اسے دیکھا، وہ فاتحانہ انداز میں بولا۔ "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا، تم کھلی جگہ کھڑے ہوئے ہو۔ میری گولی تمہیں لگے گی لیکن تمہاری گولی میری طرف نہیں آئے گی۔"

پھر وہ رسونتی سے بولا۔ "دیوی جی! میں اسے زخمی کر رہا ہوں، اس کے بعد یہ آپ کو دماغ میں آنے سے نہیں روک سکے گا۔ آپ اس کے ساتھ جیسا سلوک کرنا چاہیں گی اور جس طرح تڑپا تڑپا کر مارنا چاہیں گی، مار سکیں گی۔"

رسونتی چٹان کے سائے سے نکل کر دونوں کے سامنے کھلے میدان میں آئی۔ افسر درخت کے پیچھے سے نکلتے ہوئے بولا۔ "ارے! یہ... یہ میں کھلی جگہ کیوں آ رہا ہوں؟ نہیں، میں اسی درخت کے پیچھے چھپا رہوں گا۔ دیوی جی! میری مدد کریں، شاید اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی مجھے مجبور کر رہے ہیں۔"

رسونتی بڑی بڑی آنکھوں سے گھور کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اپنا ریوالور اپنی کنپٹی کی طرف لے جاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میں خودکشی کرنے جا رہا ہوں... نہیں، میں خود کو گولی نہیں مار سکوں گا۔ میں خودکشی کرنے جا رہا ہوں..."

علی تیمور خاموش کھڑا ماں کو دیکھ رہا تھا۔ اُسے اچھی طرح پتا تھا کہ میڈونا اور آرم اُس افسر کو مجبور نہیں کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ پہلے علی کے پاس آتے۔ فوجیوں سے لڑنے میں اس کی مدد کرتے مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔

اُس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگا لیا تھا اور وہ رسونتی کی دہشت سے کانپتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "فار گاڈ سیک مجھے بچاؤ، اسے دیوی جی، تم کیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو۔ تمہارے سامنے پوری فوج مر گئی اور تم پتھر کی دیوی بنی دیکھتی رہیں۔ اب میری موت کا تماشا بھی دیکھ رہی ہو۔ ارے میرے دماغ میں آنے والو! اس دیوی جی پر لعنت بھیجتا ہوں۔ مجھے زندہ رہنے دو، میں تمہارا بن کر رہوں گا۔ میری وفاداری کو ایک بار آزما کر دیکھ لو۔"

رسونتی نے سرد لہجے میں کہا۔ "تمہارے اندر کوئی نہیں ہے، موت ہے۔ ٹرائیگر پر انگلی کا دباؤ بڑھ گیا۔ ٹھائیں سے گولی چلنے کی دور تک گونجتی چلی گئی۔ فوج کا آخری سپاہی، آخری افسر بھی ختم ہو گیا۔ اُن کے آنے سے پہلے بھی ماں بیٹے تھے اُن کے جانے کے بعد بھی تک پھیلی ہوئی لاشوں کے درمیان ماں بیٹے ہی رہ گئے۔

بیٹے نے کہا۔ "ماما! میں جانتا ہوں اِسے آپ نے ختم کیا، خدا کا شکر ہے پہلی بار آپ نے میری جنگ لڑی ہے اور اگر کوئی کے آخری سپاہی کو جہنم میں پہنچایا ہے۔ اب مجھے ایک بار اجازت دیں سے بیٹا کہہ دیں۔"

وہ آگے بڑھتا ہوا قریب آنا چاہتا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ کر "مجھ سے دور رہو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا، میں کس دنیا میں ہوں ہوں۔ مجھے کسی رشتے کا کسی دوستی کا اور کسی دشمن کا پتا نہیں چل "آپ کوشش کریں گی تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی آجائے گا۔"

اچانک رسونتی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ جھنجلا کر بولی سمجھوں گی؟ کیسے سمجھوں گی؟ یہ تو یقین ہو گیا ہے کہ سپر ماسٹر بے وقوف بنا رہا تھا۔ میں نے اس کے کئی اہم افراد کے ذہن پڑھ لیے۔ وہ خیالات کہتے ہیں کہ تم میرے بیٹے ہو۔ میں جنم دیا ہے اور فرہاد میرا سچا جی خدا تھا۔ مگر کب تھا؟ میں کوئی ایسا جذبہ پیدا نہیں ہوتا کہ میں کسی فرہاد کے لیے محسوس کروں۔ میں نے کب تمہیں جنم دیا؟ میرے اندر ماں پیدا کیوں نہیں ہوتی؟ میں کون ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں کس کی ہوں؟ کس کی نہیں ہوں؟ اور اس جھوٹی اور مکار دنیا میں کس کی بات پر بھروسا کروں؟ میرے تو اپنے ہی دلی جذبات ناقابلِ یقین ہیں، یہ مجھے کسی طرف نہیں لے جاتے پھر میں تمہاری طرف کیسے آؤں؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ آہستہ آہستہ دوزانو ہو کر بیٹے کے سامنے بیٹھنے لگی۔ بیٹا سر جھکائے خاموش تھا، وہ چاہتا تھا اسی طرح ماں کے دل کا غبار نکل جائے۔

میڈونا اسے ایک بار دیکھنے کے بعد دوسری بار دیکھنا نہیں چاہتی تھی مگر اُس میں بلا کی کشش تھی۔ چہرے پر بھرپور مردانگی تھی اور ایسی سختی تھی جیسے وہ گوشت پوست کا نہ ہو کسی پتھر کو تراش کر بنایا گیا ہو۔ وہ سر سے پاؤں تک انسان ہی تھا مگر کسی اور ہی دنیا کی مخلوق لگتا تھا۔

یہ کوئی خرافوں، خیالوں یا افسانوں کی بات نہیں بلکہ حقیقت تھی کہ اسے دیکھتے ہی عورتوں کے دل دھڑکنے لگتے تھے۔ اس کے پاس سے گزرنے والیاں راستہ بھول جاتی تھیں۔ میڈونا حیرانی سے دیکھ رہی تھی، کتنی ہی عورتیں اس کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں چل رہی تھیں۔ وہ کچھ پریشان نظر آ رہا تھا۔

وہ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھی پارس کا انتظار کر رہی تھی، ونڈ اسکرین کے پار اُس شخص کو حسینوں کے میلے میں دیکھ رہی تھی۔ میڈونا نے اُدھر سے آنے والے ایک شخص کو مخاطب کیا۔ "پلیز مسٹر! کیا بتا سکتے ہو کہ اس شخص کے پاس اتنی بھیڑ کیوں ہے؟"

اُس نے جواب دیا۔ "مس! پتا نہیں بے چارہ کون ہے، وہ خود اپنے متعلق نہیں جانتا۔ اپنا نام، اپنی پچھلی زندگی سب کچھ بھول گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے، وہ عورتیں اُس پر مرمٹی ہیں۔"

میڈونا نے معلومات فراہم کرنے والے کا شکریہ ادا کیا، وہ جانے لگا لیکن میڈونا کی مرضی کے خلاف اپنے راستے پر نہ جا سکا۔ پلٹ کر عورتوں کے ہجوم میں پہنچ گیا۔ پھر گرج کر بولا۔ "یہاں بھیڑ کیوں لگائی گئی ہے اور مسٹر! تم کون ہو؟"

اُس خود بروا اجنبی نے کہا۔ "یہی معلوم ہوتا کہ میں کون ہوں تو ان عورتوں کے ہجوم میں نہ پھنستا۔ پلیز! میری کچھ مدد کرو۔"

میڈونا نے سوچا تھا پہاڑ جیسا اونچا چٹانی مرد، سانس روکے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کی آواز اور لہجہ سنتے ہی وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی البتہ یہ پتا چلا کہ وہ کچھ بے چینی محسوس کر رہا ہے۔

میڈونا اس کے اندر رکھ کر چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ ایک سیدھا سادہ آدمی تھا، اس کے دماغ میں کوئی پیچیدہ معاملہ یا کوئی راز چھپا ہوا نہیں تھا۔ وہ جھوٹا اور فریبی نہیں تھا۔ سچ مچ اپنے آپ کو بھول جانے کے باعث پریشان ہو رہا تھا۔ میڈونا نے اُسے اپنی طرف آنے پر مجبور کیا۔ وہ آنے لگا۔

سب عورتیں بھی اس کے پیچھے آ رہی تھیں۔ میڈونا نے اُسے تیزی سے چلایا، وہ قریب آیا پھر اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ بڑی عجیب بات تھی! جو اُسے دیکھتی تھی اسے جی بھر کے دیکھنے کے لیے قریب چلی آتی تھی، اس طرح بھیڑ بڑھتی جا رہی تھی۔ ہر ایک اسے اپنے ساتھ لے جانے، اپنے پاس رکھنے کو کہہ رہی تھی۔

میڈونا نے کہا۔ "تم سب اس کے لیے اچھے جذبات رکھتی ہو، قریبی پولیس اسٹیشن چلی آؤ، میں اسے وہیں لے جا رہی ہوں۔"

اسی وقت پولیس والے آگے آئے، اُن عورتوں کو جبراً وہاں سے ہٹانے لگے۔ وہ بڑی مشکل سے ذرا دور گئیں اور وہاں سے اس کی طرف تکنے لگیں جیسے وہ کار والی کو چھوڑ کر بے اختیار ان کی طرف چلی آئے گا۔ ایک پولیس افسر نے میڈونا سے کہا۔ "سوری مس! یہ شخص پراسرار معاملہ پیدا کر رہا ہے۔ آپ اسے نہیں لے جا سکتیں، یہ ہمارے ساتھ جائے گا۔"

اجنبی نے پوچھا۔ "مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

"ہم تمہیں تحفظ دیں گے۔ ورنہ یہ عورتیں تمہیں اس طرح بانٹ کر کھائیں گی کہ تمہاری ایک ہڈی بھی نہیں ملے گی۔"

میڈونا نے افسر کا دماغ پڑھ کر اجنبی سے کہا۔ "پولیس والوں کو اپنا فرض ادا کرنے دو۔ یہ ہر طرح تمہارے کام آئیں گے۔ ان کے ساتھ جاؤ۔"

وہ چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا پھر دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میڈونا کو یوں لگا جیسے وہ کچھ سحر زدہ سی تھی۔ پتا نہیں اجنبی کی قربت میں کیا جادو تھا۔

یہ بات وہ اجنبی کے دماغ میں جا کر بھی معلوم نہیں کر پائی تھی، پھر بھلا باہر سے کیا خاک معلوم ہوتا۔ اسے دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے وہ اس دنیا کا نہیں ہے۔ کسی اور ہی دنیا سے حسینوں کے دلوں کو تہس نہس کرنے آیا ہے۔

وہ خیالات سے چونک گئی۔ پارس دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا تھا۔ اُس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا خیال خوانی میں مصروف ہو؟"

"نہیں، ابھی میں نے ایک شخص کو دیکھا تھا۔ میں کیا بتاؤں کہ وہ کیا تھا؟"

پارس نے کار آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تھا؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "بتاؤں گی تو جل جاؤ گے۔" پھر کچھ توقف کے بعد کہنے لگی۔ "بتا نہیں سکتی کیا تھا۔ سچ کہتی ہوں، وہ شخص اپنے اندر عجیب سی کشش رکھتا ہے۔ اسے دیکھ کر دل کھنچا جاتا ہے۔ میں نے اُس کے خیالات پڑھے۔ اس کے چہرے کو اور اس کے سراپا کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہی لیکن اس کی سحر انگیزی سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اس لیے تم نے اُسے اپنے پاس کار میں بُلا لیا؟"

"ٹنشن نہ کرو۔ میں اُسے عورتوں کی بھیڑ سے بچانا چاہتی تھی۔"

"وہ آئندہ نظر آئے گا تو کیا کرو گی؟"

"اُسے سمجھنے کی کوشش کروں گی۔"

"اگر میں کہوں اُسے نظر انداز کر دو۔ نہ اس کے متعلق سوچو نہ اس کے کسی کام آؤ تو؟"

"تو میں تمہاری بات مان لوں گی لیکن یہ ضرور پوچھوں گی کہ اسے بالکل ہی نظر انداز کرنے کو کیوں کہہ رہے ہو؟"

"ہماری زندگی میں ایسے عجوبے ہوتے رہتے ہیں۔ جب تم میری تنہائی میں پہلی بار آئیں تو میں نے سمجھا دیا تھا کہ بظاہر ہم بڑی آزاد زندگی گزارتے ہیں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آتے جاتے رہتے ہیں مگر ایک قیدی کی طرح محدود رہتے ہیں۔ کسی سے متاثر نہیں ہوتے۔ کسی پر بھروسا نہیں کرتے۔ کوئی خود چل کر سامنے آئے تو دو باتیں کر لیتے ہیں پھر اُس سے کترا جاتے ہیں۔"

"ہاں تم نے سمجھایا تھا۔ ویسے تم اُس اجنبی پر کچھ شبہ کر رہے ہو؟"

"تمہیں بھی شبہ کرنا چاہیے۔ وہ اپنی پہلی زندگی بھول چکا ہے۔ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے کچھ نہیں جانتا۔ تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ اس کا برین واش کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن سے پچھلی زندگی بھلا دی گئی ہو۔ اس کا دماغ حساس ہے لیکن وہ پرانی سوچ کی لہریں محسوس کر کے بھی سانس روکنا نہیں جانتا۔"

میڈونا نے چونک کر پوچھا۔ "تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟"

"تم سے پہلے انکل آرمر اس کے دماغ کو ٹٹول چکے ہیں۔ وہ کل صبح ایک کشتی میں بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ پولیس والے اسے بے ہوش اجنبی کو اسپتال لے گئے تھے۔ ہوش میں آنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ انٹیلی جنس والوں نے جناب شیخ صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ شیخ صاحب نے انکل آرمر کو اس کے دماغ میں جھانکنے کی ہدایت کی۔ اس طرح پتا چلا کہ اس کے دماغ کی سلیٹ بالکل سادہ ہے۔ وہ معصوم ہے مگر اس کی معصومیت سے دھوکا نہیں کھایا جا سکتا۔ وہ کسی کا معمول اور آلۂ کار ہو سکتا ہے۔ کچھ نہ جانتے ہوئے بھی کسی موقع پر بہت بڑا نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"اوہ گاڈ! ہمیں دھوکا کھا رہی تھی۔ اگر یہ دشمنوں کی چال ہے تو بہت بھونڈی ہے۔ انھوں نے ہمیں ہوشیار کر دیا ہے لیکن..."

پارس نے ڈرائیو کرتے ہوئے کن انکھیوں سے اُسے دیکھا پھر پوچھا۔ "تم کچھ اور کہنا چاہتی ہو؟"

"دشمن ایسی گھٹیا سمجھ سے آنے والی چال نہیں چلیں گے۔ ہو سکتا ہے وہ واقعی معصوم ہو۔ کسی زبردست حادثے میں اس کی یادداشت گم ہو گئی ہو۔"

اُس نے تائید میں سر ہلایا۔ "ہاں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔"

"تم کسی بحث کے بغیر میری بات مان رہے ہو؟"

"جب یہ ممکن ہے تو بحث کیوں کروں۔"

"کیا تم نے اس کے پیچھے جاسوس لگائے ہیں؟"

"یہ یہاں کی انٹیلی جنس والوں کا معاملہ ہے۔"

"فرض کرو یہ دشمن کا آلۂ کار ہے اور مجھے اغوا کرنا چاہتا ہے تو تم کیا کرو گے؟"

"انتظار کروں گا۔"

"کس بات کا؟"

"وہ پھر کسی بہانے تمہارے سامنے آئے گا۔ دشمن اس سے صرف ایک اہم کام لیں گے۔ اُس کی محویت، اس کی مردانگی اور اس کی چٹانی شخصیت سے تمہیں متاثر کریں گے۔"

"میں متاثر ہونے والی کوئی سستی لڑکی نہیں ہوں۔ ایسی باتیں نہ کرو۔"

"جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو ہر پہلو پر نظر رکھو اور ہر طرح کی بات برداشت کیا کرو۔ تم ماسک مین اور سپر ماسٹر کے قابو میں نہیں آ رہی ہو۔ تمہیں قابو میں کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تم کسی طرح مجھ سے دور ہو جاؤ۔ بابا صاحب کے ادارے اور فرانسیسی حکومت کے پہرے سے نکل کر کسی دوسرے ملک میں پہنچ جاؤ۔ پھر وہ تمہیں مکھن کے بال کی طرح چٹکی میں پکڑ کر لے جائیں گے۔"

"مگر میں تمہیں چھوڑ کر اس ملک سے باہر کبھی نہیں جاؤں گی۔"

"خدا کرے نہ جاؤ۔ لیکن یہ اجنبی ایسے وقت سامنے آیا ہے جبکہ میں تم سے تین دن کے لیے دور جانے والا ہوں۔"

"تم کہاں جاؤ گے؟ نہیں، میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

"ساتھ جانے سے کام بگڑ جائے گا۔ ہم دشمنوں کو دھوکا دیں گے کہ پارس میڈونا کے ساتھ پیرس میں ہے جبکہ تین دن تک ایک ڈمی پارس تمہارے ساتھ رہے گا۔"

"میں کسی اجنبی کے ساتھ نہیں رہوں گی۔"

"یعنی اہم معاملے میں اہم کردار ادا نہیں کرو گی؟"

"میں جان بھی دے سکتی ہوں۔ لیکن کسی ڈمی کے ساتھ ایک چھت کے نیچے کیسے رہوں گی۔ کیسے اس پر اعتبار کروں گی۔"

"بابا صاحب کے ادارے کا ہر فرد قابلِ اعتماد ہے۔ وہ ایک بنگلے میں تمہارے ساتھ رہے گا لیکن تمہارے بیڈ روم میں نہیں آئے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ مگر تم کہاں جاؤ گے؟"

"یہ نہ پوچھو۔ تین دن کے بعد تم میرے ساتھ ماما اور علی تیمور کو دیکھو گی۔ کیا اتنا بتا دینا کافی ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تم اس حد تک مجھ پر بھروسا کرتے ہو، یہی بہت ہے۔ ویسے کب جا رہے ہو؟"

"ابھی ہم بچھڑنے والے ہیں۔"

وہ بے یقینی سے بولی۔ "مذاق کر رہے ہو؟"

"ہماری زندگی ایسے ہی مذاق میں خطرات سے کھیلتے ہوئے گزر رہی ہے۔ اگلے لمحے میں کیا ہونے والا ہے یہ ہم نہیں جانتے۔ جب جانتے ہیں تو فوراً عمل کرتے ہیں۔ ابھی تم مجھے ائرپورٹ چھوڑنے جاؤ گی ہو۔ لیکن بگڑانی کرنے والے دشمن یہی سمجھیں گے کہ ہم کسی ضرورت سے ائرپورٹ آ کر پھر اپنے بنگلے کی طرف واپس جا رہے ہیں۔"

"یعنی تم چلے جاؤ گے۔ واپسی میں ڈمی پارس میرے ساتھ ہو گا؟"

"ظاہر ہے ڈمی ساتھ ہو گا۔"

انھوں نے پارکنگ ایریا میں گاڑی روکی۔ گاڑی سے باہر آ کر پارس نے اسے لاک کیا۔ چابی میڈونا کو دی۔ پھر اس کے ساتھ چلتا ہوا عمارت کے اندر آیا۔ مسافروں کی آمد و رفت کے باعث کافی بھیڑ تھی۔ میڈونا نے فلائٹ انفارمیشن بورڈ پر نظر ڈالی۔ پتا چلا ایک گھنٹے کے اندر ایک طیارہ نیویارک اور دوسرا مغربی جرمنی جانے والا ہے۔ یوں اندازہ ہو گیا کہ وہ اپنی ماما اور علی تیمور کو واپس لانے نیویارک جا رہا ہے۔

وہ پارس کے ساتھ چلتی ہوئی ایک کمرے میں داخل ہوئی جو انٹیلی جنس والوں کے لیے مخصوص تھا۔ اس کمرے کے پیچھے اور بھی کمرے ہوں گے کیونکہ پارس اسے ایک افسر کے پاس بڑی محبت سے چھوڑ کر اندر گیا تھا اور سرگوشی میں کہہ گیا تھا۔ "آج سے ٹھیک تین دن بعد گلے لگانے آؤں گا۔ اُس اجنبی سے دور رہنا۔ خدا حافظ!"

وہ چلا گیا۔ میڈونا کرسی پر بیٹھ گئی۔ پارس کے آخری الفاظ دماغ میں چکرا رہے تھے۔ "اجنبی سے دور رہنا۔" اس نے سوچا۔ "احتیاطاً اس سے دور ہی رہنا چاہیے۔ لیکن معلوم بھی کرنا چاہیے کہ وہ دشمنوں کا آلۂ کار ہے یا نہیں؟"

اس کا سیدھا سا راستہ تھا۔ وہ بہت دیر سے اجنبی کے دماغ میں جھانکنا چاہتی تھی لیکن پارس کی موجودگی میں مناسب نہیں سمجھتی تھی۔ اب بھی موقع نہیں تھا۔ پتا نہیں ڈمی پارس کب آنے والا تھا۔

وہ انتظار کرنے لگی۔ پندرہ منٹ کے بعد اندرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ کرسی سے اُٹھ کر اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ وہ قریب آ کر سرگوشی میں بولا۔ "کیا سوالیہ نظروں سے دیکھ کر دوسروں کے دل میں شبہ پیدا کرو گی؟ چلو یہاں سے۔"

وہ چپ چاپ اس کے ساتھ چلتی ہوئی پارکنگ ایریا کی طرف چلنے لگی۔ آہستگی سے بولی۔ "میں بار بار تمہیں دیکھنے پر مجبور ہوں۔ کسی پہلو سے ڈمی نظر نہیں آ رہے۔ قد اور جسامت بھی بالکل وہی ہے اور یہ کپڑے بھی تو وہی ہیں۔"

"ہاں، یہی لباس تبدیل کرنے میں ذرا وقت لگا ہے۔ وہ میرے کپڑے پہن کر گئے ہیں۔ اُنچی میں باقی ان کا ہی سامان تھا۔"

وہ کار کے قریب پہنچ کر کوٹ اور پینٹ کی جیبوں میں چابی تلاش کرتے ہوئے بولا۔ "بڑی بھول ہو گئی۔ میں پارس صاحب سے چابی لینا بھول گیا۔"

وہ پرس سے چابی نکال کر دیتے ہوئے بولی۔ "یہ میرے پاس ہے۔"

وہ چابی لے کر دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا۔ میڈونا کے لیے دوسرے دروازے کو کھولا۔ وہ اگلی سیٹ پر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔ "تم کچھ حواس باختہ سے لگ رہے ہو۔ پارس کا رول ادا کرتے ہوئے گھبرا رہے ہو۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔ "دراصل تمہاری ٹیلی پیتھی جاننے والی صلاحیتوں سے متاثر ہوں۔ ایسے میں پارس صاحب کی طرح عاشق بن کر تمہارے ساتھ رہنا کچھ مشکل ہے مگر ابھی ابتدا ہے۔ میں تم سے فری ہو جاؤں گا۔"

"اسے مسٹر! اپنی اوقات میں رہنا۔ فری ہونے کی کوشش کرو گے تو دماغ میں زلزلے پیدا کر دوں گی۔ ہاں خوب یاد آیا اپنی اصلی آواز اور لہجہ سناؤ۔ میں تمہارے دماغ میں آؤں گی۔"

"فضول ہے۔ میں پندرہ منٹ تک سانس روک سکتا ہوں۔"

"پھر بھی میں تمہارے دماغ میں آنے کا حق رکھتی ہوں۔"

"میں نے یوگا میں اسی لیے مہارت حاصل کی ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنا حق منوا نہ سکیں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تم ڈمی ہو۔ کسی موقع پر مجھے دھوکا دے سکتے ہو۔ میں تمہارے چور خیالات پڑھ سکوں گی۔"

"میرے چور خیالات معلوم کرنے کا حق صرف جناب شیخ الفارس صاحب کو ہے۔"

"کیا شیخ صاحب ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟"

"میرا خیال ہے نہیں جانتے۔ اس کے باوجود ہمارے اندر کے بھید جانتے ہیں۔ یہ روحانی معاملات ہیں، ہماری تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔"

میڈونا کو یہ معلوم کرنے کی بے چینی تھی کہ اس اجنبی میں ایسی کیا باتیں ہیں جو اُسے اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔ وہ جلد سے جلد اپنے بیڈ روم میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کر کے اجنبی کے پاس جانا چاہتی تھی۔ ڈمی کو دیکھ کر بولی۔ "رفتار بڑھاؤ۔ میں گھر پہنچ کر آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے رفتار بڑھا دی۔ میڈونا نے گھور کر

پوچھا: "کیوں مسکرا رہے ہو؟"

"سوری! میں اس بات کا پابند نہیں ہوں کہ اپنے ہنسنے مسکرانے اور رونے کی وجوہات بیان کرتا پھروں۔"

"پھر بھی ہم ساتھ رہیں گے تو تجسس پیدا ہوتا رہے گا۔ ایک دوسرے کو اپنے دل کی بات بتانی چاہیے۔"

"تو پھر بتاؤ! ابھی تم خیالوں میں کہاں پہنچی ہوئی تھیں؟"

"اپنے پارس کے پاس۔"

"لیجئے! پارس صاحب سے پوچھو کیا تین دن کے بعد مجھے اسی لباس میں ان سے ملنا ہوگا؟"

"اچھا! ابھی پوچھ کر آتی ہوں۔"

وہ چپ ہو گئی۔ پارس پھر مسکرانے لگا۔ وہ ڈمی نہیں تھا اُسے چکر دے رہا تھا۔ یہ بات سامنے تھا کہ اُس اجنبی میں شیطانی کشش ہے اور عورتیں شیطان کی طرف زیادہ جھکتی ہیں۔ اور اُسے یہ بھی شبہ تھا کہ اجنبی اگر کسی دشمن کا آلۂ کار ہے تو پھر کسی بہانے میڈونا کے سامنے آئے گا اور یہ میڈونا کے بس میں نہ ہوتا کہ وہ اُسے وہ برقرار پاکر اپنے اختیار میں رہتی۔

اس نے سوچا تھا: اگر اجنبی کسی کا آلۂ کار نہیں ہوگا۔ سچ مچ کسی دماغی نقص کے باعث اپنے آپ کو بھول چکا ہوگا تو میں اس کے کام آؤں گا۔ ڈاکٹروں کے ذریعے اس کی یادداشت واپس لانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

اس کی اصلیت معلوم ہونے تک میڈونا کو ڈھیل دینا لازمی تھا۔ تاکہ وہ آزادی سے اجنبی کے متعلق معلومات حاصل کرے۔ پارس کی موجودگی میں وہ یہی ظاہر کرتی رہتی کہ اسے پارس کے سوا کسی سے دلچسپی نہیں ہے۔ یہی سوچ کر وہ ڈمی بن گیا تھا۔ اس کے قریب ہوتے ہوئے بھی قریب نہیں تھا اسے سن مانی کرنے کی آزادی دے چکا تھا۔

میڈونا خیال خوانی میں مصروف تھی۔ یہ ظاہر کر رہی تھی کہ پارس کے پاس گئی ہے۔ جبکہ پارس نے تین دن تک دماغی رابطہ قائم کرنے سے منع کیا تھا۔ ویسے بھی خواہ مخواہ دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیتا تھا اور وہ تو پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ میڈونا کسی دوسری دنیا میں پہنچی ہوئی تھی۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی: "پارس تمہاری نالائقی پر غصہ کر رہا ہے۔ کہہ رہا ہے عقل سے کام لو۔ تین دن کے بعد اسی ایک لباس میں ضروری نہیں ہے کیا تین دن تک غسل نہیں کرو گے، لباس تبدیل نہیں کرو گے؟ مجھ سے بھی غلطی ہوئی، تمہارے احمقانہ سوال کا جواب معلوم کرنے چلی گئی۔"

پارس نے کہا: "واقعی میں نے احمقانہ سوال کیا تھا۔ آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔"

وہ بنگلے کے احاطے میں پہنچ گئے۔ میڈونا فوراً ہی کار سے اُتر کر اندر چلی گئی۔ کیونکہ خیال خوانی ادھوری رہ گئی تھی۔ اس اجنبی کے دماغ میں رہ کر دلچسپ معلومات حاصل کر رہی تھی۔ پارس نے بنگلے کے اندر آکر آواز دی: "میڈونا! کہاں ہو؟"

بیڈ روم سے آواز آئی: "میں یہاں ہوں۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔"

اس نے دروازے کے پاس آکر دیکھا۔ وہ اسے اندر سے بند کر چکی تھی۔ وہ مسکراتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے آمر سے رابطہ قائم کر کے بولا: "انکل! آپ اجنبی کے دماغ میں رہیں۔ کوئی اہم معاملہ ہو تو مجھے بتائیں۔ شکریہ۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میڈونا اجنبی کے پاس پہنچی ہوئی تھی اُسے مخاطب نہیں کیا تھا مگر وہ بھر رہی تھی کہ پرانی سوچ کے باعث وہ بے چین ہو جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ بھول جاتا ہے کہ کوئی اس کے دماغ میں ہے۔

وہ اجنبی سب کے لیے سوالیہ نشان بنا ہوا تھا۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں میں ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعے اس کے متعلق اعلان کیا گیا تھا۔ اشتہارات میں تصویریں شائع کرائی گئی تھیں تاکہ اس کے عزیز و اقارب آکر اسے لے جائیں۔ اس کا کوئی اپنا نہیں آیا تھا مگر عورتیں چلی آ رہی تھیں۔ انھیں روکنا اور سمجھانا مشکل ہو رہا تھا۔

پولیس اسٹیشن آنے والی عورتوں سے کہہ دیا گیا کہ اجنبی کا کوئی مرد وارث آئے گا تو اُسے جانے دیا جائے گا ورنہ اسے کسی عورت کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ اس فیصلے کے بعد اِکّا دُکّا مرد حضرات آنے لگے لیکن وہ معتبر نہیں تھے۔ ان پر شبہ تھا کہ مالدار عورتوں نے انھیں بھیجا ہے۔ آخر ایک اعلیٰ افسر نے کہا: "میں اسے اپنے ہاں لے جاتا ہوں۔ میرے دروازے پر کوئی نہ پریشان کرنے نہیں آئے گی۔ اس کا کوئی عزیز یا دوست آیا تو ہم اچھی طرح چھان بین کے بعد اسے اُس کے حوالے کر دیں گے۔"

ایسے ہی وقت میڈونا اجنبی کے دماغ میں آئی تھی۔ وہ اجنبی اعلیٰ افسر کے ساتھ تھانے سے باہر آیا۔ اعلیٰ افسر کی کار جہاں کھڑی ہوئی تھی وہاں اس کے پیچھے کھڑی ایک بڑی سی ویگن کار راہ روک دی تھی۔ افسر اپنی کار آگے نہیں لے جا سکتا تھا نہ ہی پیچھے کر سکتا تھا۔ ویگن کار والا پتا نہیں کہاں چلا گیا تھا۔ اجنبی نے کہا: "میں اسے ہٹا دیتا ہوں۔"

"کیسے ہٹاؤ گے؟ چابی نہیں ہے۔"

پھر میڈونا اس کے دماغ میں حیران رہ گئی۔ اجنبی نے ویگن کے پچھلے حصے کو پکڑ کر اُٹھایا۔ پھر اُسے کھینچتا ہوا فٹ پاتھ پر لے جا کر چھوڑ دیا۔ اسٹیئرنگ وہیل پر بیٹھ کر ویگن کو ریورس کیا۔ پھر اسے آگے بڑھا کر اعلیٰ افسر کی کار کے پاس سے گزار کر لے گیا۔ پھر ویگن کو سڑک کے کنارے کھڑا کر کے واپس آیا۔ اعلیٰ افسر کی کار کو بھی پیچھے کر کے سڑک پر لے آیا۔ پھر اعلیٰ افسر سے ہاتھ ملا کر اس کی کار میں بیٹھ گیا۔

میڈونا اس کی پریشانیوں کو سمجھ رہی تھی۔ وہ چھوٹا اور کمزور نہیں تھا۔ اس کے دماغ میں رہ کر وہ محتاط تھی۔ خاموشی سے انتظار کر رہی تھی شاید اس کے اندر کوئی چھپا ہوا کبھی بول پڑے یا اُسے ایسی حرکت پر مجبور کر دے جس سے اُس کے آلۂ کار ہونے کا ثبوت مل جائے۔

وہ اعلیٰ افسر کے ساتھ اس کی کوٹھی میں پہنچا۔ وہاں ایک دوسرا ہی چکر چل گیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں پہنچا تو مسلح افراد نے انھیں گھیر لیا۔ ایک حسین عورت کرسی پر بیٹھی تھی۔ ایک گن مین نے افسر کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا: "یہ ہماری مادام ہیں۔ ہم ان کے خادم ہیں۔ اگر تم ایک طرف خاموش بیٹھے رہو تو تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔"

وہ بولا: "تم لوگ میرے گھر میں کیسے گھس آئے؟"

حسینہ نے کہا: "جیسے بھی آئے مگر آ گئے۔ میں اس غیر معمولی اجنبی سے ملنے آئی ہوں، پیرس کے گھر گھر میں اس کا ذکر ہو رہا ہے۔"

وہ کرسی سے اُٹھ کر اس کی طرف بڑھتی ہوئی بولی: "اجنبی! تم واقعی بھرپور ہو۔ تمہارے اندر مردانہ حسن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اس کے باوجود تم حسن و شباب سے دُور بھاگتے ہو؟"

وہ اس کے سامنے گھوم پھر کے حسن و شباب کی نمائش کرنے لگی طرح طرح کی ہوش اُڑانے والی ادائیں دکھانے لگی۔ اجنبی نے پوچھا۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟ یہ افسر میرا محسن ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے اپنے آدمیوں کو لے کر چلی جاؤ۔"

وہ دونوں بانہیں اس کی گردن میں ڈال کر بولی: "اپنے محسن کو رہا دیکھنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ چپ چاپ چلو۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے کمر کو پکڑ کر اُسے اُوپر اٹھایا۔ وہ اچھل کر ہنسنے لگی۔ پھر اچانک چیخ پڑی۔ اجنبی نے اُسے دو مسلح افراد پر پھینک دیا تھا۔ تیسرے کو گھونسہ رسید کیا۔ لات ہتھوڑے کی طرح چلی تھی۔ وہ گرنے کے بعد اُٹھ نہ سکا۔ چوتھے نے اس پر گولی چلا دی۔ اجنبی نے بازو کی اُبھری ہوئی مچھلی میں پیوست ہو گئی۔ میڈونا نے دیکھا اس نے ہلکی سی تکلیف محسوس کی تھی۔ پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا اُسے دیکھ کر سب دنگ رہ گئے۔

بازو میں جہاں گولی پیوست ہوئی تھی۔ وہاں سے لہو بہہ رہا تھا۔ اُس نے اپنی دو اُنگلیاں بازو کے زخم کے اندر گھسائیں پھر اندر گھسی ہوئی گولی کو ان اُنگلیوں سے کھینچ کر باہر نکال لیا۔ یہ طاقت، قوتِ برداشت اور آپریشن کا ناقابلِ یقین طریقہ انسانی نہیں تھا۔ وہ شاید جنّات میں سے تھا۔

سب مقابلہ بھول کر اس کے زخمی بازو کو دیکھ رہے تھے وہ نیکر اور بنیان پہنے ہوئے تھا۔ پہاڑ جیسا پتھریلا جسم نمایاں تھا۔ بازو بھی ننگے تھے۔ زخم سے لہو کا بہاؤ بند ہو گیا تھا۔ پھر وہ زخم بھرتا ہوا دکھائی دیا۔ اس حسینہ کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ چند لمحوں کے اندر ہی زخم آپ ہی آپ بھر گیا۔ بازو کا گوشت اور کھال پہلے جیسی حالت میں آ گئی۔ پتا نہیں چل رہا تھا کہ ایک منٹ پہلے وہاں گولی لگی تھی۔

وہ بازو سے نکلی ہوئی گولی کو چٹکی میں لے کر حسینہ کی طرف بڑھتے ہوئے بولا: "تمہارے آدمی جتنی گولیاں میرے جسم میں اُتاریں گے وہ ساری گولیاں میں تمہارے اندر گھسا دوں گا۔ اس طرح۔۔۔"

اس نے اپنی ایک ہتھیلی میں وہ گولی پیوست کی پھر اُسے ہتھیلی کی پُشت سے باہر نکال لیا۔ وہاں سے بھی تھوڑا سا خون نکلا۔ پھر ہتھیلی کا گوشت اور کھال برابر ہو گئی۔ وہ خوف سے کانپتی ہوئی بولی: "کوئی گولی نہ چلائے، ہتھیار پھینک دو۔"

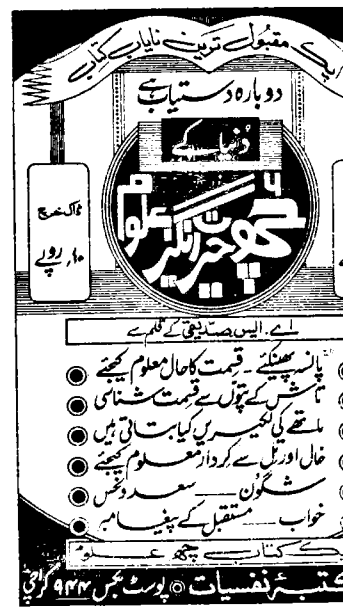

سب نے ہتھیار پھینک دیے۔ میڈونا تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر بیڈ روم میں حاضر ہوگئی۔ وہ سردی کے موسم میں پسینہ پسینہ ہو رہی تھی۔ ایک ہی سوال دماغ میں گونج رہا تھا۔ کیا وہ انسان ہے؟ کیا وہ انسان ہے...؟

بے شک وہ انسان ہی تھا۔ سر سے پاؤں تک جسم انسانی تھا۔ اس کا کھانا پینا، پہننا اوڑھنا، چلنا پھرنا، ہنسنا بولنا سب انسانی تھا۔ اس کا دل تھا اور دماغ تھا اور دماغ کو میڈونا نے پوری توجہ سے سمجھا تھا۔ وہ کسی پہلو سے غیر انسانی یا جنّاتی نہیں تھا۔ ہاں جو انسانوں میں نہیں ہوتی، وہ غیر معمولی قوتِ برداشت اُس میں تھی اور آپریشن کا وہ غیر انسانی انداز تھا۔ جسے دیکھ کر میڈونا چکرا گئی تھی۔ اور دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی، وہ ایک بے مثال فولادی انسان ہے۔ نہیں اس کی مٹھی میں پہنچتے ہی پگھل کر رہ جاؤں گی۔

دوسری طرف آرمر سے تفصیلی روداد سننے کے بعد پارس نے کہا۔ "آج سے کوئی آٹھ برس پہلے ایک سائنس داں ڈاکٹر ہیوبرٹ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ ایک آہنی روبوٹ کو انسان کی طرح کام کرنا سکھایا جاسکتا ہے تو گوشت پوست کے انسان کو بھی روبوٹ کی طرح ناقابلِ شکست بنایا جاسکتا ہے۔"

آرمر نے پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اُس عجیب و غریب اجنبی کو میڈیکل سائنس کے انوکھے تجربات سے گزارا گیا ہے؟"

"ہاں یہی ہوسکتا ہے۔ آپ بابا صاحب کے ادارے کے سائنسدانوں کو اس اجنبی کے متعلق تفصیل بتائیں اور ڈاکٹر ہیوبرٹ کا حوالہ دیں۔ ہمارے ڈاکٹر اور سائنسداں اُس اجنبی کے حیرت انگیز وجود پر ضرور کچھ روشنی ڈالیں گے۔"

آرمر چلا گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازے کے پاس آیا پھر اُسے کھول کر میڈونا کے بیڈ روم کی جانب دیکھا۔ اس کا دروازہ بدستور بند تھا۔ دن کے دو بجے تھے۔ میڈونا نے لنچ نہیں کیا تھا اور یہ سونے کا وقت نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا وہ بھی خیال خوانی کے ذریعے اس اجنبی کی عجیب و غریب حرکتوں سے اُلجھ رہی تھی۔

اس نے دروازے پر آکر دستک دی۔ میڈونا اجنبی کے پاس پہنچتے پہنچتے ٹھٹک گئی۔ آنکھیں کھول کر دروازے کی سمت دیکھا پھر ناگواری سے پوچھا۔ "کیا ہے؟ میں نے کہا تھا مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

"لنچ کا وقت گزر رہا ہے۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے تمہیں بھی بھوک لگ رہی ہوگی۔"

"کم بولا کرو۔ بھوک لگ رہی ہے تو کھانے سے کس نے روکا ہے۔ اب دستک نہ دینا۔ میں سو رہی ہوں۔"

"لیکن میں لنچ کے لیے تنہا کیسے جاسکتا ہوں۔ پارس صاحب نے کہا تھا میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ساتھ رہوں تمہیں تنہا نہ چھوڑوں۔"

"میں کوئی بچی نہیں ہوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے اس کارواں کے اطراف خفیہ پولیس کا سخت پہرا ہوتا ہے۔ تم جاؤ میں یہاں محفوظ رہوں گی۔"

پارس نے بند دروازے کو دیکھا۔ پھر دل ہی دل میں کہا۔ بیڈ روم ہے اور مچھی پُرعرب جمارہی ہے۔ آدمی کی حیثیت بدلے تو اپنے ہی گھر میں دو کوڑی کا نہیں رہتا۔

وہ لنچ کے لیے باہر چلا گیا۔ میڈونا اجنبی کے پاس آگئی۔ دیر میں پولیس والے آکر اس حسینہ کو اس کے مسلح آدمیوں سمیت رہا کرسکتے تھے۔ اعلیٰ افسر یہی چاہتا تھا لیکن اجنبی نے کہا۔ انھیں رہا کردو، جانے دو۔"

"مسٹر! کیسی باتیں کرتے ہو۔ انھوں نے پہلا جُرم یہ کیا کہ جبراً میرے گھر میں گھس آئے۔ دوسرا جُرم یہ کہ مجھے قتل کرنے کی کوشش کی۔ اگر تم اس عورت کی بات نہ مانتے یا ان پر غالب نہ آتے تو مجھے قتل کردیتے۔ ہم مہذب لوگ ہیں، ہمیں قانون کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہیے۔"

اجنبی نے اس حسینہ کو دیکھا پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "مجھے عورتیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ ان پر بہت پیار آتا ہے میں سوچتا ہوں، ایسی ہی کسی عورت نے مجھے جنم دیا ہوگا۔ پلیز! اسے معاف کردیں۔"

اُس حسینہ کی آنکھوں میں اچانک ہی آنسو آگئے۔ کوئی عورت سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ فولاد جیسا جسم اور جان رکھنے والا اندر سے موم کی طرح نرم ہوگا اور عورت کا اس قدر احترام کرتا ہوگا۔ میڈونا نے دل ہی دل میں کہہ رہی تھی۔ ایسی محبت اور ایسا احترام کسی سچے انسان کے دل میں ہی ہوتا ہے اور بے شک یہ اجنبی انسان ہی ہے کسی دیوتا یا دیوی کی مخلوق نہیں ہے۔

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "تم واقعی عجیب و غریب ہو۔ میں تمہارے جذبے کی قدر کرتے ہوئے انھیں معاف کرتا ہوں۔ تم لوگ فوراً چلے جاؤ۔"

وہ سب اپنے ہتھیار اُٹھا کر اُس حسینہ کے ساتھ چلے گئے۔

اجنبی نے کہا۔ "آؤ بیٹھو۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔ باقی دی دے تمہیں کس نام سے پکاروں؟"

"پتا نہیں میرا نام کیا تھا؟ میرے آباؤ اجداد کس نام سے پکارتے تھے؟ میں وہی نام چاہتا ہوں اور جب تک وہ نام معلوم نہ ہو، میں اجنبی کہلانا ہی پسند کروں گا۔"

"اچھی بات ہے اجنبی! لنچ کا وقت گزر چکا ہے۔ تمہیں بھوک لگی ہوگی؟"

"بھوک؟" وہ سوچنے لگا۔

"ہاں! کل سے تم نے کیا کچھ کھایا ہے؟"

"میں نے گھومتے پھرتے کبھی فٹ پاتھ پر کبھی ہوٹلوں میں بہت سی عورتوں، مردوں اور بچوں کو طرح طرح کی چیزیں کھاتے دیکھا ہے۔ میرا دماغ سمجھاتا ہے میں بھی ایسی چیزیں کھاتا ہوں۔ مگر کسی نے کچھ کھانے کو نہیں پوچھا۔"

افسر نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم نے کل سے کچھ نہیں کھایا ہے؟ تب ہے چلو اٹھو۔ میرے ساتھ کچن میں آؤ۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کچن میں آیا۔ فریج کھول کر کہا۔ "اس میں پکا ہوا گوشت اور سبزیاں ہیں جیلی جام مکھن اور نہ جانے کیا کچھ ہے۔ میں تمہیں کھانا گرم کرکے دیتا ہوں۔"

اجنبی نے اس کی باتوں کے دوران گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے اٹھا کر کھانا شروع کردیے تھے۔ کچی سبزیوں پر بھی ہاتھ صاف کر رہا تھا۔ افسر نے کہا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟ اسے پکا کر کھایا جاتا ہے۔"

اس نے ران کے ایک پیس سے گوشت کی بوٹیاں دانتوں سے نوچ کر چباتے ہوئے پوچھا۔ "اسے کیسے پکایا جاتا ہے؟"

وہ گوشت کے ساتھ سیب اور انگور اٹھا اٹھا کر مُنہ میں ٹھونستا اور چبا کر نگلتا جا رہا تھا۔ افسر نے کہا۔ "اب تمہیں پکانا کیا بتاؤں! ایسے ہی ٹھیک ہو۔ کاش! یہ معلوم ہوتا کہ تم کس ملک اور کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟"

وہ آدھے گھنٹے تک فریج کے سامنے کھڑا کھاتا رہا۔ چونکہ تیزی سے چبا چبا کر کھا رہا تھا اس لیے مختصر سے وقت میں فریج خالی ہوگیا۔ افسر نے پوچھا۔ "اور کھاؤ گے؟"

اس نے جواباً پوچھا۔ "کیا اور ہے؟"

"نہیں ہے مگر بازار سے ابھی آجائے گا۔"

وہ مٹھیاں باندھ کر دونوں بازوؤں کی مچھلیاں اُبھارتے ہوئے بولا۔ "کھانے کے بعد کچھ زیادہ طاقت محسوس ہو رہی ہے۔ یہ کھانا اچھی چیز ہے تم کیوں نہیں کھاتے؟"

اعلیٰ افسر نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ قائم ہونے پر کئی طرح کے گوشت، سبزیوں اور پھلوں کے نام لکھوا کر بولا۔ "یہ سب ابھی لے آؤ۔ ایک باورچی کی بھی ضرورت ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "جناب! چکن، مٹن اور بیف وغیرہ کا ایک ٹن گوشت ہوجائے گا۔ کیا آج کوئی تقریب ہے؟"

افسر نے اجنبی کو دیکھا پھر کہا۔ "بہت بڑی تقریب ہے جو لکھوایا ہے اور باورچی کے ساتھ لے آؤ اور اتنا سامان روز یہاں پہنچایا کرو۔"

اس نے رابطہ ختم کیا پھر ایک ٹیلر ماسٹر سے رابطہ قائم کرکے اُسے آنے کا حکم دیا اور ریسیور رکھ کر پوچھا۔ "مسٹر اجنبی! کل سے تم یہی بلیک جینز اور سویٹر پہنے ہوئے ہو؟"

"ہاں میں کھانے اور پہننے کے متعلق نہیں سوچ رہا ہوں۔ میرے دماغ میں گھوم پھر کر یہی سوچ پیدا ہوتی ہے کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ ایک کشتی پر بے ہوش کیسے ہوگیا تھا؟ بے ہوشی سے پہلے میں اُس کشتی پر کیسے پہنچا تھا؟"

"تم نے کل سے بھوک محسوس نہیں کی تھی۔ ابھی کھانے کے بعد جسمانی توانائی زیادہ محسوس کرنے لگے۔ اگر ڈاکٹر تمہیں دماغی توانائی کی دوا کھلاتے رہیں تو شاید تمہیں کچھ بھولی ہوئی باتیں یاد آجائیں۔"

"مجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔"

افسر نے ٹیلیفون کے ذریعے ایک ڈاکٹر کو آنے کے لیے کہا پھر پوچھا۔ "کیا تمہارے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ تم کسی سے محبت اور ہمدردی کرو؟"

"ہاں! ابھی میں نے یہاں آنے والی سے ہمدردی کی تھی۔"

"وہ صرف ہمدردی تھی۔ میں محبت کی بات پوچھ رہا ہوں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ کوئی تمہیں چاہے اور تم اسے چاہو؟ اسے اپنا بناؤ تاکہ تمہیں تنہائی کا احساس نہ ہو۔"

"میں کل سے دیکھ رہا ہوں، کسی مرد کے ساتھ کوئی عورت ہے اور کسی عورت کے ساتھ کوئی مرد ہے۔ لوگ گلیوں میں، شاہراہوں پر، بازاروں میں ایک دوسرے سے ہنستے بولتے، مسکراتے اور پیار جتاتے ہیں۔ تب میں سوچتا ہوں کہیں تنہا ہوں۔ مجھے بھی ہنسنے بولنے والی ساتھی کی ضرورت ہے۔"

"کل تمہیں ساتھی ملی تھی، تم اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔"

"ہاں وہ کچھ عجیب حرکتیں کر رہی تھی۔ مجھے بہت بُری لگ رہی تھی۔"

"پھر تم کیسی ساتھی چاہتے ہو؟"

"کل رات تک میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں، پھر میں سو گیا۔ سوتے وقت ایک بہت حسین لڑکی میرے پاس آئی تھی۔"

"اُس نے تمہیں جگایا تھا؟"

"نہیں وہ نیند میں آئی تھی۔ اُسے کیا کہتے ہیں؟ ہاں خواب۔ وہ خواب میں آئی تھی۔ مجھ سے کہہ رہی تھی کسی لڑکی کو قریب نہ آنے دینا صرف میں تمہارے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ میرا انتظار کرو۔ میں جلد ہی آرہی ہوں۔"

وہ کہتے کہتے خیالوں میں کھو گیا۔ افسر نے پوچھا۔ "کیا وہ یاد آرہی ہے؟"

"ہاں عجیب بات ہے۔ میں خواب دیکھنے کے بعد بھول گیا تھا تم نے یاد دلایا تو وہ یاد آرہی ہے۔"

"تمہارا دماغ کمزور ہے۔ تم بھول جاتے ہو۔ ذرا یاد کرنے کی کوشش کرو۔ اُس لڑکی نے خواب میں اور کیا کہا تھا؟ کیا وہ تمہارے قریب آئی تھی؟"

وہ ذہن پر زور ڈال کر سوچنے اور یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ ان لمحات میں میڈونا کی شدید خواہش تھی کہ وہ ہی خواب والی دوشیزہ ہو جائے۔ اس نے تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر اس کی دماغی آنکھوں میں اپنا تصور پیش کیا۔ اس کی سوچ میں اس کے قریب آئی۔ وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولا۔ "ہاں یاد آ گیا۔ وہ میرے قریب آئی تھی۔"

افسر نے کہا۔ "شاباش! دیکھو کوشش کرنے سے کسی دوا کے بغیر دماغی توانائی حاصل ہوتی ہے۔ اور یاد کرو۔ وہ قریب آ کر کچھ بول رہی تھی؟"

اس نے آنکھیں بند کیں۔ جیسے سوچ رہا ہو حالانکہ میڈونا نے اپنی سوچ کی قوت سے اس کی آنکھیں بند کرائی تھیں اور اس کے تصور میں قریب آ کر سوچ کے ذریعے بول رہی تھی۔ "اگر میں تمہیں بتا دوں کہ کہاں ملوں گی تو تم دوسروں سے ذکر کرو گے۔ اس لیے نہیں بتاؤں گی۔"

اجنبی کی سوچ نے کہا۔ "میں کسی سے ذکر نہیں کروں گا۔ پلیز! مجھے ملاقات کی جگہ بتا دو؟"

"میں پچھلے تاریخ اتوار کی شام پانچ بجے سُرخ رنگ کی اسپورٹنگ کار میں بیٹھی ہوئی نظر آؤں گی۔ یہ کار ہوٹل ڈیلائٹ کے پارکنگ ایریا میں ہو گی۔ میرے بدن پر سفید لباس ہو گا۔"

اجنبی نے پٹ سے آنکھیں کھول کر افسر سے پوچھا۔ "آج کتنی تاریخ ہے؟"

"چھ۔ مگر تم تاریخ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں نہیں بتاؤں گا۔ میں نے خواب والی سے وعدہ کیا ہے۔ آج کون سا دن ہے؟"

"اتوار۔ مگر تم خود کو نہیں پہچانتے ہو پھر یہ دن تاریخ پوچھ کر کیا کرو گے؟"

"ہوٹل ڈیلائٹ کہاں ہے؟"

"اسی شہر میں ہے۔ مگر بہت دُور ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم اپنا نام نہیں جانتے مگر ہوٹل ڈیلائٹ کا نام تمہیں یاد ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس ہوٹل سے تمہاری پچھلی زندگی کا گہرا تعلق ہے۔ میرے ساتھ آؤ میں ابھی وہاں لے چلتا ہوں۔ بڑی کوششوں کے بعد تمہیں اتنا کچھ یاد آیا ہے وہاں پہنچ کر شاید بہت کچھ یاد آ جائے۔"

"ابھی کیا وقت ہوا ہے؟"

وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بولا۔ "تین بج کر چالیس منٹ ہوئے ہیں۔"

"میں وہاں ٹھیک پانچ بجے جاؤں گا۔"

"پانچ بجے کیوں؟"

"تم ہر بات پر سوال کیوں کرتے ہو؟"

اسی وقت ٹیلر ماسٹر اور ڈاکٹر پہنچ گئے۔ میڈونا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوئی۔ پھر مسکراتے ہوئے انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھی۔ اجنبی کے پاس آ کر سفید لباس لٹکا لا۔ اس کے بعد بننے سنورنے کے لیے سنگار میز کے آئینے کے سامنے آ گئی۔ تقدیر یہ طرح سے ہر بار ان عورتوں سے بدکنے والا فولادی مرد صرف ایک خواب کے حوالے سے اور ٹیلی پیتھی کے کمال سے اس کا عاشق بن گیا تھا۔ وہ سر کی طرف پارس اپنی ماما کو واپس لانے چلا گیا تھا۔ وہ تین دن تک آزاد تھی۔

اس نے خود کو آئینے میں دیکھ کر پوچھا۔ "کیا میں پارس کو دھوکا دے رہی ہوں؟"

پھر اس نے خود ہی جواب دیا۔ "ہرگز نہیں۔ اس میں دھوکا دینے کی کیا بات ہے۔ میں اس کی بیاہتا ہوتی تو دھوکا ہوتا۔ ہم تو بس دوست ہیں ویسے ہی وہ اجنبی بھی دوست رہے گا۔ میں اس کی نہیں ہوں کسی سے بھی دوستی کر سکتی ہوں۔"

آئینے کے عکس نے کہا۔ "فرہاد کو تمہارے آنے کا رنج قتل کیا تم اتنے بڑے جُرم پر پچھتا رہی تھیں۔ فرہاد کی فیملی کے ہر طرح کا انتقام چاہتی تھیں۔ پارس کو پاکر تم نے وفاداری کی قسم کھائی تھی۔"

وہ بولی۔ "میں آج بھی وفادار ہوں اور مرتے دم تک پارس کے مفاد کے لیے دشمنوں سے لڑتی رہوں گی۔ میں یہ کبھی نہیں بھولوں گی کہ ماسک مین اور سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جب چاروں طرف سے مجھے گھیر رہے تھے تو مجھے پارس کے ہاں پناہ ملی تھی۔ اور پارک ہی کی بدولت یہاں کوئی دشمن مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ یہ شہر میرے لیے آہنی قلعہ ہے۔ یہاں میرے خلاف دشمنوں کی کوئی چال کامیاب نہیں ہو گی۔ میں پارس کی دوستی اس کی محبت اور اس کے احسانات کو کبھی فراموش نہیں کروں گی۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا۔ "میں آپ کے ہوٹل میں ایک کمرا ریزرو کرانا چاہتی ہوں۔ آج چھ بجے تک وہاں آؤں گی۔ میرا نام مارتھا اسمتھ ہے۔"

"ہم آپ کے خادم ہیں۔ آپ کے لیے ایک بہترین کمرہ بک رہے گا۔"

وہ ریسیور رکھ کر میک اپ کرنے میں مصروف ہو گئی۔ پھر نئے ایک ریسٹوران میں لنچ کے بعد کافی پی کچھ وقت گزار کر اپنی کار آیا۔ کار ڈیلیس ریسیور اٹھا کر رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "رپورٹ؟"

"جناب! ابھی ایک منٹ پہلے میڈونا نے ہوٹل ڈی روما میں ایک کمرا مخصوص کرایا ہے اور وہاں شام چھ بجے تک پہنچنے کی بات کی ہے۔"

"تم کیا کرنے جا رہے ہو؟"

"میں نے ایک افسر کو ہوٹل ڈی روما روانہ کر دیا ہے۔ وہ سادہ لباس میں ہے۔ کاؤنٹر پر معلوم کرے گا کہ مارتھا اسمتھ کے نام کا کمرا بک ہے یا نہیں۔ اگر بک ہے تو وہ کمرے کے قریب ہی کسی جگہ بیٹھ کر نگرانی کرے گا۔ اگر میڈونا وہاں آئی تو اس کی اطلاع دے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کے بعد کیا کرو گے؟"

"اگر میڈونا وہاں آئی تو اس کے دائیں بائیں کوئی ایک کمرا لے گا اور اس کی فوٹو گرافی کرنے کے انتظامات کرے گا۔"

"میڈونا خیال خوانی کے ذریعے کاؤنٹر کلرک سے معلوم کر سکتی ہے کہ کسی نے خاص طور پر اس کے بارے میں پوچھا ہے؟"

"یہ پہلو ہماری نظر میں ہے۔ ہمارے سادہ لباس والے افسر سے پہلے انٹیلی جنس کا ایک آدمی کاؤنٹر پر جا کر چیک کرنے جائے گا۔ اس کے ذریعے ہمارے افسر کو مارتھا اسمتھ کے کمرے کا نمبر معلوم ہو جائے گا۔ آپ اطمینان رکھیں میڈونا کو شبہ نہیں ہو گا۔"

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ اسٹیئرنگ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا۔ "قصور میڈونا کا نہیں ہے۔ وہ اجنبی سوچ پر حاوی ہو رہا ہے۔ قدرت اور سائنسدانوں کا ملا جُلا شاہکار ہے۔ جو دیکھتی ہے دل ہار جاتی ہے۔ عورت خواہ کتنی ہی ذہین اور باصلاحیت ہو دل کے معاملے میں مات کھا جاتی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دیوانگی ایسی شدید ہو گی اور وہ تمام احتیاط کو بھول کر ہوٹل میں کمرا ریزرو کرا لے گی۔"

وہ سوچتا ہوا ڈرائیو کرتا ہوا اپنے کاٹیج سے کافی فاصلے پر پہنچ کر رُک گیا۔ کاٹیج کے احاطے میں سُرخ رنگ کی اسپورٹس کار کھڑی ہوئی تھی۔ میڈونا اسی میں جانے والی تھی۔ پارس کا مزاج یہ نہیں تھا کہ وہ اپنی کسی محبوبہ کے چال چلن پر غور کرتا اور نہ ہی اُسے اتنی فرصت تھی کہ میڈونا کے لیے آہیں بھرتا ہوا اس کا تعاقب کرتا ہوا اس کے نئے یار سے دو دو ہاتھ کرنے پہنچ جاتا۔ اُسے صرف اجنبی سے دلچسپی تھی۔ وہ اب تک پُراسرار تھا۔ یہ سُراغ نہیں مل رہا تھا کہ وہ کس کا آدمی ہے۔ میڈونا کی جلد بازی نے کام بگاڑ دیا تھا۔ اگر وہ صبر سے کام لیتی تو اجنبی دوسرے بہانوں سے ضرور اس کے قریب آتا۔

فون پر اشارہ ملا۔ اس نے کار ڈیس ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "جناب! میں دوسرے کاٹیج سے آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ کیا آپ میڈونا کا تعاقب کریں گے؟"

"تم مجھے بیٹھے بیٹھے تمام معلومات فراہم کر دیتے ہو، پھر میں تعاقب کیوں کروں گا۔ میں جانتا ہوں تمہارے ماتحت ہر گھنٹے الرٹ ملنے میں اسی کاٹیج میں رہوں گا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ چار پانچ منٹ بعد پارس نے انجن اسٹارٹ کیا۔ کار میں بیٹھنے لگی۔ پارس اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا احاطے کے گیٹ پر پہنچ گیا۔ وہ ریورس گیئر پر اپنی کار باہر نکال رہی تھی کہ رائٹر رکتے ہی پریشان ہو گئی۔ عقب نما آئینے میں ڈمی پارس نظر آ رہا تھا۔ وہ زوداختت لہجے میں بولی۔ "گاڑی ہٹاؤ، مجھے جانے دو۔"

وہ بولا۔ "میری گاڑی میں آ جاؤ۔ تمہیں تنہا نہیں جانا چاہیے۔"

اس نے گاڑی ایک طرف کی۔ میڈونا اپنی گاڑی اس کے قریب لا کر بولی۔ "میں تنہا جاؤں گی اور تم میرا پیچھا نہیں کرو گے۔"

"لیکن پارس صاحب کا حکم ہے کہ۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "میں جانتی ہوں تم بڑے فرماں بردار ہو۔ ایک راز کی بات بتا رہی ہوں، اسے صرف اپنے تک رکھنا۔ کسی سے نہ کہنا۔ کیا میں تم پر بھروسا کر سکتی ہوں؟"

"ہاں ہاں ضرور، میں بھروسے کے قابل ہوں اسی لیے ان کی ڈمی بنا کر لایا گیا ہوں۔"

وہ رازدارانہ انداز میں آہستگی سے بولی۔ "ابھی خیال خوانی کے ذریعے پارس سے میری بات ہوئی ہے۔"

"اچھا؟" اس نے حیرانی سے کہا۔

وہ بولی۔ "اس میں حیرانی کی کیا بات ہے؟"

"میں نے سُنا ہے پارس صاحب کسی کو دماغ میں آنے ہی نہیں دیتے!"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تم ہمارے عشق کو نہیں سمجھو گے وہ اپنی ماما کو بھی دماغ میں آنے سے روک دیتے ہیں مگر محبوبہ کو کھل کھیلنے دیتے ہیں کیونکہ پرفیکٹ باتیں سوچ کے ذریعے ہی رازداری سے ہوتی ہیں۔"

پارس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ آئندہ ڈمی بننے سے فرصت ملے گی تو میں بھی عشق کروں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "ایک اور کی بات سنو، پارس اسی شہر

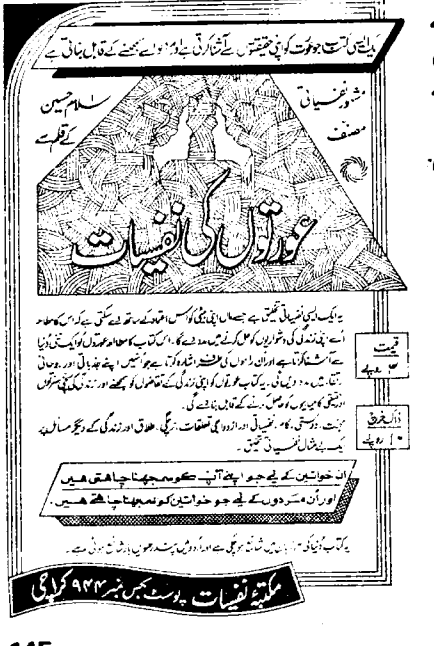

میں ہے۔"

وہ چونک کر بولا۔ "کیا کہہ رہی ہو؟"

"سچ کہہ رہی ہوں۔ اس نے دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے تمہیں میرے ساتھ رکھا ہے۔ وہ جہاز پر سوار نہیں ہوا تھا۔ وہیں ایئرپورٹ پر چھپا ہوا تھا۔ اب بھیس بدل کر ہوٹل ڈی روما میں پہنچ گیا ہے۔ میں وہیں جا رہی ہوں۔ دیکھو یہ راز کی بات بابا صاحب کے ادارے میں بھی کسی کو نہ بتانا۔ میں جلد واپس آؤں گی۔ اچھا گڈ بائی!"

وہ اپنی کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی جانے لگی۔ پارس ایک سرد آہ بھرتے ہوئے بڑبڑایا۔ "اگر دنیا کے تمام شوہر اپنی جگہ ایک ایک ڈمی رکھ کر دور سے تماشا دیکھیں تو نہ جانے کتنی بیویاں انھیں الو بناتی ہوئی دکھائی دیں گی۔"

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا احاطے کے اندر آیا۔ پھر کار سے اتر کر کاٹیج کے اندر چلا گیا۔ میڈونا پونے پانچ بجے ہوٹل ڈیلائلہ کے پارکنگ ایریا میں پہنچی۔ وہ اسی ہوٹل میں ایک کمرا لے سکتی تھی۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ اجنبی کے ساتھ وہ افسر بھی آ رہا تھا۔ پارس کی طرح اس افسر کو بھی چکر دینا تھا۔ کباب میں سے ہڈی کو نکال کر پھینکنا تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے دیکھا۔ افسر اپنی گاڑی میں اجنبی کو لے کر اسی ہوٹل کے احاطے میں پہنچ گیا تھا اور گاڑی روک کر کہہ رہا تھا۔ "تم ہوٹل کے برآمدے میں انتظار کرو۔ میں گاڑی پارک کر کے آتا ہوں۔"

میڈونا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اُدھر اجنبی گاڑی سے اُترا۔ اِدھر یہ افسر سے ڈرائیو کراتی ہوئی گاڑی کو ہوٹل سے دور لے جانے لگی۔ وہ چاہتی تھی کہ افسر کو واپس آنے میں کم از کم ایک گھنٹا لگ جائے تب تک وہ اجنبی کو ہوٹل ڈی روما میں لے جائے گی۔

پندرہ منٹ کے بعد وہ خیال خوانی سے چونک گئی۔ اجنبی پارکنگ ایریا میں اس کے پاس آ گیا تھا اور جھک کر سیلوٹ کر رہا تھا۔ میڈونا نے دیکھا۔ اس غیر معمولی اجنبی کے آس پاس کچھ عورتیں تھیں۔ اُسے مخاطب کر کے پوچھ رہی تھیں کہ وہ کون ہے۔ کس ملک سے آیا ہے؟ اور کہاں رہتا ہے؟

اجنبی پریشان ہو کر میڈونا سے کہہ رہا تھا۔ "مس! میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ مگر معلوم ہوتا ہے اس دُنیا کی عورتوں نے میرا پیچھا نہ چھوڑنے کی قسم کھالی ہے۔ کیا مجھے لفٹ مل سکتی ہے؟"

کتنی ہی عورتیں خوشی سے چیخ پڑیں۔ ایک نے کہا۔ "میں لفٹ دُوں گی۔"

دوسری نے کہا۔ "میرے پاس ہنڈا ایکارڈ ہے میرے ساتھ چلو۔"

تیسری نے دوسری کو دھکا دے کر کہا۔ "چاہے کتنی ہی ننھے ماڈل کی گاڑیاں آ جائیں۔ رولس رائس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گی میرے اجنبی دوست! میرے ساتھ آؤ۔"

وہ قہقہے سے پھٹ پڑا۔ "گیٹ لاسٹ آف مائی سائٹ۔"

اس کی گرج دار آواز ایسی تھی جیسے بم پھٹ پڑا ہو۔ کان بہرے سے ہو گئے تھے۔ دل بھی دہل گئے۔ عورتیں سہم کر چیختی ہوئی پیچھے ہٹ گئی تھیں۔ دُور اور نزدیک سے گزرنے والے رُک گئے تھے اور گھورتے چلے آ رہے تھے۔ میڈونا نے پوچھا۔ "تم اُن میں سے کسی کی گاڑی میں کیوں نہیں چلے جاتے؟"

وہ بولا۔ "میں تم سے بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز مجھے کار میں بیٹھنے دو۔ میں بُرا آدمی نہیں ہوں۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

وہ بڑی بے نیازی سے بولی۔ "اچھی بات ہے۔ آ جاؤ۔"

وہ ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے کار اسٹارٹ کی۔ لوگ قریب آ گئے تھے۔ ایک نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

میڈونا نے کہا۔ "کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔ دیکھ لو وہ تمام عورتیں صحیح و سلامت ہیں۔"

وہ اطمینان سے ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے سے باہر آئی۔ پھر گاڑی کو ایک شاہراہ پر دوڑاتے ہوئے بولی۔ "تم وہی ہو جو صبح میری گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے تھے پھر پولیس والے تمہیں لے گئے تھے؟"

وہ میڈونا کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم وہی لڑکی ہو۔ تعجب ہے! میں نے خواب میں دیکھنے کے بعد بھی تمہیں نہیں پہچانا۔"

"خواب میں؟ کیا تم نے مجھے خواب میں دیکھا تھا؟"

"ہاں! مجھے خواب والا چہرہ اچھی طرح یاد نہیں ہے مگر میں یقیناً تمہیں ہی دیکھا تھا۔"

"واہ! چہرہ یاد بھی نہیں ہے اور یقین بھی ہے۔ کیا تم نے زیادہ پی لی ہے؟ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔"

"بائی گاڈ میں ہوش میں ہوں۔ تم نے خواب میں کہا تھا کہ شام کو پانچ بجے ہوٹل ڈیلائلہ کے پارکنگ ایریا میں ملو گی۔ تمہارا کار کا رنگ سُرخ ہو گا اور تمہارے بدن پر سفید لباس ہو گا۔ میرے خواب کی جیتی جاگتی تعبیر ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تم بڑی دلچسپ باتیں کرتے ہو۔ ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ تمام عورتیں تمہارے پیچھے کیوں پڑ جاتی ہیں؟ میں نے صبح بھی یہی تماشا دیکھا تھا۔"

"میں بہت پریشان ہوں۔ لوگ کہتے ہیں مجھ میں غیر معمولی کشش ہے اور میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ صرف تم ایک ایسی ہو جس نے مجھ میں دلچسپی نہیں لی۔ سچ بتاؤ کیا تم بھی کسی طرح کی کشش محسوس کرتی ہو؟"

"ہاں! تمہارے اندر کچھ ایسی بات ہے۔ لیکن ہر عورت ایسی مجبور اور بے حیا نہیں ہوتی کہ شیطانی کشش کے آگے ہتھیار ڈال دے۔ مجھے بے شرم اور بازاری عورتوں سے نفرت ہے۔"

"واہ! تم بالکل میرے خیال کی لڑکی ہو۔ میں تم سے پاکیزہ دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ دل ہی دل میں بولی۔ "گدھا کہیں کا۔ عورت کے حسن و شباب سے پاکیزہ دوستی کرے گا۔ ابھی ایک ذرا سی آنچ سے پگھل دو گی۔"

اس نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔ جیسے اس میں کوئی خرابی ہو گئی ہو۔ پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی نظروں کو اپنے تشیں پر پھینکنے لگی۔ اس کی سوچ میں کہنے لگی۔ "قدرت نے کیا چیز بنائی ہے۔ اس کا انگ انگ مجھے پکارتا ہے۔ چہرہ کیسا چکنا، بازو کیسے سڈول ہیں۔ چھونے کو جی چاہتا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر دوسری طرف دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ اس کی سوچ میں بولی۔ "میں خواہ مخواہ گھبرا رہا ہوں۔ یہ کار اسٹارٹ کرنے میں مصروف ہے۔ میری نگاہوں اور ارادوں کو نہیں سمجھ رہی ہے۔ پھر میں کوئی گناہ نہیں کر رہا ہوں۔ یہ میرے خوابوں کی شہزادی ہے۔ اس نے خواب میں آ کر یہ بتایا تھا کہ یہ میرے لیے پیدا ہوئی ہے۔ جو چیز قدرت کی طرف سے میرے حصے میں آ رہی ہے اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔"

اس کے دماغ میں ایسے خیالات ٹھونسنے کے بعد اس نے دماغ کو تھوڑی سی ڈھیل دی۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ وہ بے چین ہو گیا تھا۔ کبھی ونڈ اسکرین کے پار اور کبھی دوسری طرف کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ میڈونا کو اندازہ تھا۔ کہیں وہ اسے چھوڑ کر بھاگ نہ جائے۔ وہ مسلسل اس کے دماغ میں رہ کر اُسے پاگل دیوانہ نہیں بنا سکتی تھی۔ کیوں کہ کار چلا رہی تھی۔ ذرا سی غفلت سے حادثہ ہو سکتا تھا۔

اور وہ سوچ رہا تھا۔ "میں کیا کروں؟ اس نے خواب میں بلایا۔ کیں چلا آیا۔ میں نے پاکیزہ دوستی کے لیے کہا۔ اس نے انکار کیا۔ مگر اس کے لیے میرے اندر کچھ ہو رہا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے اسے چھولوں، پکڑ لوں، تو بہ تو بہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ کیا میں اس سے دُور ہو جاؤں؟"

میڈونا نے ہوٹل ڈی روما کے احاطے میں گاڑی روک دی۔

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "ہم۔ میں جانا چاہتا ہوں۔"

"تم کہاں رہتے ہو؟"

"میرا کوئی گھر کوئی رشتے دار نہیں ہے۔ میں اتنی بڑی دُنیا میں بالکل تنہا ہوں۔"

"تو پھر کہاں جاؤ گے؟"

"یہی تو میں نہیں جانتا۔ تقدیر جب تک بھٹکائے گی، بھٹکتا رہوں گا۔"

"اگر مناسب سمجھو تو میرے ساتھ رہو۔"

"آں؟" اُس نے جھکے ہوئے اُسے دیکھا۔ پھر میڈونا نے اسے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے رہنے پر مجبور کیا۔ وہ نظریں ہٹانا چاہتا تھا۔ اور نظریں تھیں کہ اس کے بدن پر جگہ جگہ پھسلتی جاتی تھیں... دل مچل مچل کر اُسے چھونے کی ضد کر رہا تھا۔ آخر اُس نے ہچکچاتے ہوئے میڈونا کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ شرمانے لگی۔ پتا نہیں، وہ کیسا سخت چٹانی جسم کا مالک تھا۔ اس کا ہاتھ پتھر کی طرح لگ رہا تھا۔ وہ اسے پگھلاتے پگھلاتے خود پگھل گئی۔ خیال خوانی بھول گئی۔ وہ جیسے ہوش میں آ گیا۔ جلدی سے اس کا ہاتھ چھوڑ کر بولا۔ "تم ناراض تو نہیں ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "تم نے پاکیزہ محبت سے پکڑا تھا۔ میں ناراض نہیں ہوئی۔"

"ہاں تم نے ٹھیک سمجھا۔ میری نیت بُری نہیں ہے۔ مگر پتا نہیں کیوں تم بہت اچھی لگتی ہو۔ تمہیں بار بار چھونے کو جی چاہتا ہے۔"

"تم ہزار بار چھو سکتے ہو۔ تمہاری نیت نیک ہے۔ مگر پہلے یہ طے کرنا ہو گا کہ ہماری دوستی ہمیشہ رہے گی۔"

"ہمیشہ رہے گی۔ میری تنہائی مجھے پریشان کرتی ہے۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ ہمیشہ ہمیشہ دوست بن کر رہوں گا۔"

میڈونا نے ایک جگہ گاڑی پارک کی۔ پھر اس کے ساتھ ہوٹل کے کاؤنٹر پر آئی۔ اپنا نام مارتھا اسمتھ بتا کر کمرے کی چابی لی۔ اجنبی کاؤنٹر کے پیچھے دیوار سے لگی ہوئی ایک تصویر کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ میڈونا اس کے ساتھ رنگین لمحات گزارنے کے تصور سے موڈ میں آئی ہوئی تھی۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ایک غیر معمولی شخص اس کی زندگی میں آ رہا تھا۔ وہ بولی۔ "چلو۔"

وہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اسی دیوار کی تصویر کو دیکھتا رہا۔ میڈونا نے اُس کے بازو کو تھام کر پوچھا۔ "کیا وہ تصویر اچھی لگ رہی ہے؟"

اجنبی نے پوچھا۔ "اس تصویر میں کون سی جگہ دکھائی گئی ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے کہا۔ "یہ اٹلی کے شہر روم کا منظر ہے۔ ہمارے ہوٹل ڈی روما کے ہر کمرے اور ہر حصے میں روم کے مناظر کی تصویریں لگائی گئی ہیں۔ اس ہوٹل کا تمام اسٹاف بھی شہر روم سے تعلق رکھتا ہے۔"

اجنبی نے کہا۔ "میں اس منظر کو پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔ تصویر میں جو راستے اور عمارتیں دکھائی دے رہی ہیں، میں انھیں پہچانتا ہوں۔"

میڈونا اس کے دماغ میں تھی۔ وہ خود کو شہر روم کے اس تصویری حصے میں محسوس کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "میں یہاں رہ چکا ہوں۔"

وہ ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔ "کمرے میں چلو، وہاں باتیں ہوں گی۔"

وہ دونوں وہاں سے لفٹ میں آئے۔ ساتویں فلور پر پہنچے۔ لفٹ سے باہر آئے تو سامنے دیوار پر شہر روم کے دو سو

علانے کا منظر دکھائی دیا۔ اجنبی تیزی سے چلتا ہوا تصویر کے قریب آیا' اُسے دیکھتے ہوئے بولا۔ "مجھے یاد آیا ہے۔ میں اِس علاقے میں جا چکا ہوں۔"

"پہلے کمرے میں چلو۔ میں اِس شہر کی تصویروں کا البم منگواؤں گی تم انھیں دیکھ کر اپنی پچھلی زندگی کو یاد کر سکتے ہو۔"

وہ دونوں ایک کمرے میں آئے۔ میڈونا نے فون کر کے شہر روم کی تصویروں کی فرمائش کی۔ پھر ریسیور رکھ کر دیکھا۔ اجنبی کمرے میں لگی ہوئی تصویر کے پاس جا کر اسے دیکھنے میں محو ہو گیا تھا۔ میڈونا کا موڈ چوپٹ ہو رہا تھا۔ وہ اپنی ذات میں دلچسپی پیدا کرانے کے لیے اسے یہاں لائی تھی' اور وہ روم کے تاریخی کھنڈرات میں گم ہو گیا تھا۔ اُسے واپس لانے کے لیے وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی پھر اس کی سوچ میں بولی۔ "مجھے تصویر کو نہیں اپنی حسین ساتھی کو دیکھنا اور پوچھنا چاہیے۔"

پہلی بار اجنبی کی سوچ نے انکار کیا۔ "نہیں' میں تصویر کو دیکھتا رہوں گا۔ معلوم ہوتا ہے شہر روم سے میرا گہرا تعلق ہے۔ میں جاؤں گا۔ مجھے اس شہر میں جانا چاہیے۔"

میڈونا نے کہا۔ "میرے دوست! اِدھر آؤ۔ اگر تم ایک گھنٹے تک اس شہر کی باتیں نہ کرو تو میں ایک ہیلی کاپٹر چارٹر کرا کے آج رات تمھیں اس شہر کی سیر کراؤں گی۔"

وہ تصویر کے پاس سے پلٹ کر بولا۔ "اگر تم ابھی وہاں لے چلو تو تم جو کہو گی وہی کروں گا۔"

"ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ پہلے میرے پاس آؤ۔ تم مجھے بار بار چھونا چاہتے تھے۔"

"مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ میرا دل' میرا دماغ کہہ رہا ہے' میں اِس شہر میں پہنچتے ہی خود کو پہچان لوں گا۔ کیا تم نہیں چاہتیں کہ میری پچھلی زندگی میرے سامنے روشن ہو جائے؟"

وہ اُٹھ کر اس کے بالکل قریب آئی پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "زندگی پچھلی ہو یا اگلی' وہ عورت کے بغیر بے رنگ و بے نور ہوتی ہے۔"

اس نے مخملیں جیسی بانہوں کو اپنی گردن سے الگ کیا پھر اُسے پرے دھکیل کر بولا۔ "تم بھی دوسری عورتوں کی طرح گلے پڑ رہی ہو۔ تم بڑی خود غرض ہو۔ تمھیں مجھ سے ہمدردی نہیں ہے۔ تم مجھے میری پچھلی زندگی یاد دلانا نہیں چاہتیں۔ اگر یاد آنے والی باتیں پھر گم ہو گئیں تو میں اپنوں تک کس طرح پہنچوں گا؟"

"میں تمھیں پہنچاؤں گی مگر روم دوسرے ملک میں ہے' ایک ملک سے دوسرے ملک جانے میں وقت لگے گا۔"

"ابھی تم کہہ رہی تھیں' میرے لیے ہیلی کاپٹر چارٹر کرا دو گی۔"

"ہاں' کرا دوں گی لیکن تمھارے ساتھ نہیں جا سکوں گی۔"

"تو نہ جاؤ۔"

"کیا اتنی ہی دیر کی دوستی تھی۔ تم زندگی بھر ساتھ رہنے کا وعدہ کر چکے ہو۔"

"میں وعدے پر قائم ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔"

"میں مجبور ہوں' یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے مجھے شہر سے باہر نہیں جانے دیں گے۔"

"میں تمھیں لے جاؤں گا' جو تمھیں روکے گا اس کا سر توڑ دوں گا۔"

"تم اس دُنیا کی بہت سی باتیں بھول گئے ہو۔ یہ نہ سمجھو کہ مجھ دو چار سپاہی روک لیں گے' میرے لیے پوری فوج آ سکتی ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔ "تم پہلی عورت ہو جو مجھے بہت اچھی' بہت پیاری لگتی ہو۔ شاید تم نہیں جانتیں' مجھ پر گولیاں اثر نہیں کرتیں لیکن تمھیں کسی فوجی کی گولی لگے گی تو میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ میرے ساتھ چلنے کی کوئی تدبیر کرو۔"

وہ بڑی محبت سے بول رہا تھا۔ میڈونا سوچنے لگی کہ اس کے ساتھ جانے کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔ ابھی موقع تھا۔ پارس موجود نہیں تھا۔ وہ قانون اور پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اس ملک سے باہر جا سکتی تھی' اس نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

"اِس ملک سے باہر میرے لیے قدم قدم پر خطرہ ہے۔"

"میں قدم قدم پر تمھارے سامنے ڈھال بن کر رہوں گا۔"

اس نے پہاڑ جیسے فولادی اجنبی کو دیکھا۔ بے شک وہ اس کے لیے ماسک مین اور سپر مارشر سے ٹکرا سکتا تھا۔ ان کے آدمیوں کو جہنم میں پہنچا سکتا تھا۔ لیکن پارس نے کون سا بچ کر آنا تھا۔ وہ بھی تو جہنم میں پہنچائے بغیر تحفظ فراہم کر رہا تھا۔ اپنی عدم موجودگی میں اس کی حفاظت کا مکمل انتظام کر چکا تھا۔ لیکن اس جادوگر اجنبی کے سامنے پارس کی وہ جُھلائی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی جس میں اُس کی اپنی بھلائی تھی۔

اجنبی نے کہا۔ "تم پھر سوچ میں گم ہو گئی ہو؟"

"مجھے یہاں سے چھپ کر یعنی بھیس بدل کر جانا ہو گا۔"

"تو اس میں سوچنے کی کیا بات ہے؟"

"بھیس بدلنے کے لیے میک اپ کا سامان خرید کر لانا ہو گا۔ اس میں وقت لگے گا۔ پھر میں ایک عام لڑکی کی حیثیت سے ملک سے باہر جانے کے لیے ہیلی کاپٹر چارٹر نہیں کرا سکوں گی۔ ہمیں ٹرین کے ذریعے جانا ہو گا اور یہ کم از کم دو دن کا سفر ہو گا۔"

"ہونے دو۔ ہم ریزرو کیبن میں محبت کرتے جائیں گے۔ تمھارے پیار میں دو دن' دو پل لگیں گے۔"

"ہائے کتنا رومان پرور سفر ہو گا۔ چلو ہم سفر کا ضروری سامان خرید کر لائیں گے۔ اور اپنے لیے ٹرین میں ایک کیبن ریزرو کرائیں گے۔"

اس کے ساتھ والے کمرے میں ان کی گفتگو ریکارڈ ہو رہی تھی۔ دوسری طرف آرمر اُس اجنبی کے دماغ میں کئی بار جانے کی کوشش کر چکا تھا۔ اب وہ پرانی سوچ کی موجودگی سے سانس روکنے لگا تھا۔ اُس نے یہ باتیں پارس کو بتائیں۔ پارس نے کہا۔ "یہ تو پہلے ہی سمجھ میں آ گیا تھا کہ اجنبی ایک کھلونا ہے' اس کی چابی ہمارے کسی بڑے دشمن کے ہاتھ میں ہے۔ دشمن نے چابی بدل دی' اب وہ سانس روکنے لگا ہے۔"

آرمر نے کہا۔ "میڈونا کو بھی اس تبدیلی کا علم ہو گیا ہو گا' وہ بھی اس کے دماغ میں جانے کی ناکام کوشش کر چکی ہو گی۔"

"ہاں' خیال غوالی کی ناکامی کے بعد اُسے یقین ہو جانا چاہیے کہ دشمن اسے ہمارے آہنی قلعے سے باہر لے جانا چاہتے ہیں۔ بہرحال' ابھی تھوڑی دیر بعد معلوم ہو جائے گا۔ آپ ایک آدھ گھنٹے بعد میرے پاس فون آئیں۔"

آرمر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد انٹیلی جنس کا ایک افسر ایک کیسٹ لے کر آیا۔ پارس نے اُسے ریکارڈر میں لگا کر سُنا۔ ہوٹل ڈی رُوما کے کمرے میں ہونے والی میڈونا اور اجنبی کی گفتگو سُنائی دے رہی تھی۔ گفتگو کے اختتام پر میڈونا نے اجنبی سے کہا تھا کہ سفر کا سامان خرید کر لائے گی اور ٹرین میں کیبن ریزرو کرائے گی۔ اس کے بعد اجنبی نے کہا۔ "ہاں چلو۔"

میڈونا نے پوچھا۔ "کیا پیار کے بغیر ہی چلو گے؟"

"میں تو پیار سے ہی بول رہا ہوں اور کس طرح پیار کرتے ہیں؟"

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر میڈونا کی حیرت بھری آواز سُنائی دی۔ "اے تم نے ابھی سانس روکی ہے؟"

"ہاں' میں نے پہلے بھی کئی بار دماغ میں بوجھ سا محسوس کیا۔ کچھ میں نہیں آیا' ایسا کیوں ہوتا ہے۔ ایک بار میں نے بے اختیار سانس روکی تو بوجھ ختم ہو گیا۔ ابھی ابھی جو بوجھ تھا' وہ بھی ختم ہو گیا ہے۔"

"میری بات توجہ سے سنو۔ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں' کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر کی چھپی ہوئی باتیں پڑھ لیتی ہوں۔"

"تم دماغ کے اندر کیسے پہنچ جاتی ہو؟"

"میں رفتہ رفتہ تمھیں سمجھاؤں گی۔ ابھی اتنا سمجھ لو کہ یہ ایک قدرتی صلاحیت ہے۔ جیسی قدرتی صلاحیت تم میں ہے کہ تم جسم میں پیوست ہونے والی بُلٹ کو دو انگلیوں سے نکال لیتے ہو۔"

"تعجب ہے! یہ بات تم کیسے جانتی ہو؟"

"ٹیلی پیتھی کے ذریعے۔ بہرحال جب میں تمھارے دماغ میں آؤں گی تو تم بوجھ محسوس کرو گے۔ کیا محبت میں یہ بوجھ برداشت نہیں کرو گے؟ تھوڑے سے سانس روکنے سے میں دماغ سے باہر نکل جاتی ہوں۔"

"عجیب بات ہے۔ اچھا تم ابھی دماغ میں آؤ۔"

وہ اس کے اندر پہنچ کر بولی۔ "مجھے دیکھو' میرے ہونٹ بند ہیں مگر میں بول رہی ہوں اور میری بات صرف تم اپنے دماغ میں سُن رہے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "کیا واقعی تم ہونٹوں کو بند کر کے بول رہی ہو؟"

وہ سوچ کے ذریعے بولی۔ "ہاں' تم ارادہ کر کے اپنا دایاں ہاتھ نہیں اُٹھاؤ گے لیکن وہ ہاتھ میرے حکم سے اُٹھ کر میرے شانے پر آئے گا۔"

"میں اپنا ہاتھ نہیں اُٹھاؤں گا۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پارس کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے سُن رہا تھا۔ میڈونا کی بات سُنائی نہیں دے رہی تھی کیونکہ وہ اس کے دماغ میں بول رہی تھی۔ پھر اجنبی نے حیرانی سے کہا۔ "اے! میرا ہاتھ آپ ہی آپ تمھارے شانے پر آ گیا ہے اور... اور یہ کیا میں نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے تمھیں پکڑ لیا ہے!"

اس نے چند سیکنڈ کے بعد کہا۔ "اِدھر آؤ۔ تم کہتی ہو تو اب میں کچھ نہیں کہوں گا۔ جو ہو رہا ہے' خاموشی سے دیکھتا جاؤں گا۔"

اجنبی کی آواز بھی گم ہو گئی۔ کیسٹ ریکارڈر خاموش ہو گیا۔ افسر نے ریکارڈر بند کرتے ہوئے کہا۔ "بس یہیں تک گفتگو ہوئی ہے۔ اس کے بعد محض جذباتی آوازیں ہیں۔"

پارس نے پوچھا۔ "اٹلی کے بارڈر تک جانے والی ٹرین میں بھیڑ ہوتی ہے؟"

"جی ہاں میڈونا کو کل صبح کے ٹکٹ نہیں ملیں گے۔"

"ملنے چاہئیں۔ انتہائی رازداری سے اس ٹرین میں ایک بوگی کا اضافہ کرادو۔ ان دونوں کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے جناب! ان کی ریزرویشن کے لیے ایک کیبن رکھا جائے گا۔"

"میرے لیے ٹرین کی درمیانی بوگی میں مسٹر اسٹون مارک کے نام سے ایک برتھ ریزرو کراؤ۔ اس کے لیے کسی مسافر کی ریزرویشن کینسل کرادو۔ تم کوئی چکر چلا سکتے ہو؟"

"یس سر! یہ ہو جائے گا۔"

وہ چلا گیا۔ پارس صوفے سے اٹھ کر ایک الماری کے پاس گیا۔ اسے کھول کر اس کے ایک خانے سے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات نکالے۔ ان کاغذات کا تعلق اسٹون مارک نامی شخص سے تھا۔ پاسپورٹ میں اس کی تصویر بھی تھی۔ حکومت کی طرف سے اپنے مختلف ناموں اور تصویروں کے ساتھ چند پاسپورٹ اسے دیے گئے تھے تاکہ وقت ضرورت کام آتے رہیں۔ آدھے گھنٹے بعد آرمر نے مخاطب کیا۔ وہ بولا "انکل! میں میک اپ کرنے کے بعد گیارہ بجے سو جاؤں گا۔ آپ شیخ صاحب کو بتا دیں کہ میں اسٹون مارک کے بھیس میں رہوں گا۔"

"ابھی جا کر کہتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ پارس سے جناب شیخ صاحب کو روحانی لگاؤ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اس کے چور خیالات پڑھ نہیں سکتا تھا۔ اب یہ واضح ہو چکا تھا کہ اجنبی کے پیچھے بھی کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے اور اس اجنبی کی ناوانستگی میں اسے کھلونے کی طرح جھلا رہا ہے۔

پارس چاہتا تو پیرس میں ہی میڈونا کو روک سکتا تھا لیکن مقصد صرف میڈونا کو روکنا اور اس کی حفاظت کرنا نہیں تھا جو خود حفاظتی بند کھول رہی ہو، اسے پستی میں گرنے سے کون بچا سکتا ہے۔ جس لمحے سے اس نے اجنبی کی طرف مائل ہونا شروع کیا اسی لمحے سے پارس نے اسے اپنی زندگی سے خارج کر دیا تھا۔ اب صرف ایک ہی جنگ تھی کہ وہ خیال خوانی کرنے والی کسی دشمن کی آلۂ کار بننے نہ پائے۔ اس کے علاوہ پارس باڈر تک سفر کر کے اجنبی کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا۔

دوسری صبح وہ ٹرین وہاں سے روانہ ہوئی۔ اس کی آخری بوگی کے ایک کیبن میں میڈونا اپنے اجنبی ہیرو کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ اس نے اجنبی کا نام آئرن مین (فولادی آدمی) رکھا تھا۔ ان کے پاس پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات نہیں تھے۔ وہ صرف فرانس کی سرحد تک سفر کر سکتے تھے۔ اس کے بعد میڈونا نے سوچ رکھا تھا کہ خیال خوانی کا تجربہ آزمائے گی۔ بارڈر پر چیک کرنے والے انسان کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے اجنبی کے ساتھ دوسرے ملک میں پہنچ جائے گی۔

وہ جانتی تھی کہ خفیہ پولیس والے اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ اسے ایک ملک سے دوسرے ملک لے جانے والے دشمن نہیں یہ جانتے ہوں گے اور کسی نہ کسی جگہ رکاوٹ کی توقع کر رہے ہوں گے۔ ایسی صورت میں پتا نہیں وہ دشمن کیا کرنے والے تھے۔ میڈونا نے سوچا تھا، خفیہ پولیس سے بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے نمٹ لے گی اور یہی یقین دلائے گی کہ تفریح کے موڈ میں ہے، سرحد تک جا کر واپس آ جائے گی۔

ابھی تک کچھ ہوا نہیں تھا۔ اور وہ دعا کر رہی تھی کہ کچھ نہ ہو۔ پارس کی غیر موجودگی سے خفیہ پولیس والے غافل رہیں تو اچھا ہے۔ وہ لنچ کے لیے اس بوگی میں گئے جو کھانے پینے کے لیے مخصوص تھی۔ کتنی ہی عورتیں، مرد، بچے اور بوڑھے میز کے اطراف بیٹھے کھا رہے تھے۔ ہنس بول رہے تھے۔ شراب اور شیمپین سے بھی تواضع جاری تھا۔

کچھ دیر بعد بیرا آرڈر لینے آیا۔ میڈونا نے وولارج بیگ نکالنے کو کہا۔ ایسے وقت پارس یاد آ گیا۔ وہ جب تک اس کے ساتھ رہی شراب کو کبھی منہ نہیں لگایا ورنہ پہلے پیا کرتی تھی۔ آج پھر نئے ہمسفر کے ساتھ یہ تاثر وع کر رہی تھی۔

بوفے کار کے منتظم نے آکر مائیک کے ذریعے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! ہم اس طویل سفر کے دوران آپ کے لیے دلچسپی کا سامان فراہم کرتے رہے ہیں۔ آج آپ کے سامنے ایک دلچسپ آئیٹم پیش کیا جا رہا ہے۔ آپ نے بلیک میجک جاننے والے مشہور جادوگر اسٹون مارک کا نام سنا ہوگا۔ بھرپور تالیوں کے ساتھ ان کا استقبال کیجیے۔"

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ ایک لانبی اور موٹی عورت حاضر ہوئی۔ مائیک سے کہا گیا "آپ کے سامنے مسٹر اسٹون مارک حاضر ہیں۔"

سب لوگ قہقہے لگانے لگے کیونکہ وہ اسٹون مارک مرد نہیں تھا، عورت تھی۔ پھولے ہوئے لباس کی وجہ سے بہت زیادہ موٹی لگ رہی تھی۔ وہ ہاتھ نچا کر بولی "ہنسنے کیوں ہو؟ کیا عورت جادوگر نہیں ہوتی؟ میں تو کہتی ہوں، بڑی خطرناک جادوگر نی ہوتی ہے۔ بڑے بڑے شہ زوروں کو ایک انگلی پر نچاتی ہے۔"

اسٹون مارک نے میڈونا کو مخاطب کیا "کیوں مارتھا! اسے تم اپنے پہاڑ جیسے مرد کو نچا رہی ہو نا؟"

وہ چونک کر بولی "تم میرا نام کیسے جانتی ہو؟"

"جانتی نہیں، جانتا ہوں۔ میں اوپر سے عورت اور اندر سے مرد ہوں۔ میں تمام حاضرین کے نام بتا سکتا ہوں؟"

ایک عورت نے پوچھا "میرا نام کیا ہے؟"

"تمہارا پہلا نام کیٹی، دوسرا شیلا، تیسرا روسیلا اور چوتھا ڈانا ہے۔ تم مرد کے ساتھ ساتھ اپنا نام بھی بدلتی رہتی ہو۔"

چاروں طرف سے قہقہے ابھرنے لگے۔ میڈونا کو یہ بات بُری لگ رہی تھی، اس نے بھی نئے مرد سے دوستی کرتے ہی نام بدل لیا تھا۔ اسٹون مارک نے کہا "ہیں ڈانا! اگر میں عورت سے مرد بن جاؤں تو کیا میرے لیے پھر نام بدلو گی؟"

اس کی ہر بات پر قہقہے لگ رہے تھے۔ وہ بولا "دیکھو میں تمہاری آنکھوں کے سامنے جنس بدل رہا ہوں۔ عورت سے مرد بن رہا ہوں۔"

سب لوگ دیکھنے لگے۔ اس کے پھولے ہوئے لیڈیز گاؤن سے ہوا نکل رہی تھی، جیسے غبارہ ہوا نکلنے سے پچک رہا ہو، اسی طرح لباس سکڑ گیا۔ پھر وہ لباس بڑی تیزی سے اُتر گیا۔ اندر مردانہ لباس میں وہ کھڑا ہوا تھا۔ بالوں کی لیڈی بزوگ اس نے نکال کر پھینک دی تھی۔ مُنہ پر ہاتھ رکھ کر ہٹاتے ہی چہرے پر مونچھوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ سبز آنکھوں والا لینس بھی نکل گیا تھا۔ بوفے کار کے تمام تماشائی تالیاں بجا رہے تھے۔ میڈونا بے دلی سے تالی بجاتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔

شاید وہ خیال خوانی کرنے والا بھی پہنچا ہو جو اجنبی کے پیچھے چھپا رہتا تھا۔ ویسے دو کیا دس خیال خوانی کرنے والے اس کے چور خیالات پڑھتے تب بھی یہی معلوم ہوتا کہ اس کا نام اسٹون مارک ہے۔ پہلے وہ فرانس کے مختلف شہروں میں بلیک میجک کے کمالات دکھایا کرتا تھا۔ اب اس ٹرین میں کچھ رقم کما تا ہوا سرحد پار اٹلی کے شہروں میں جا کر روزی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اجنبی نے کہا "یہ شخص بہت دلچسپ ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی "ہوگا۔"

"دیکھو کتنی عورتیں اسے دلچسپی سے دیکھ رہی ہیں۔ کیا اس میں میری طرح مردانہ کشش ہے؟"

"خاک ہے۔ کیا تم اس کے سامنے کمتری محسوس کر رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ میں تو اس کی خوبیوں کی تعریف کر رہا ہوں۔"

"کوئی دوسری بات کرو۔"

اچانک ایک عورت ہاتھ میں ننگی تلوار لے کر آئی۔ پھر گرجا کر بولی "یو اسٹون مارک! تم یہاں عورتوں سے دل بہلا رہے ہو، میری انسلٹ کر رہے ہو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

اسٹون مارک نے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! یہ عورت ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔ کہتی ہے مجھ سے شادی کرو ورنہ قتل کر دوں گی۔ یہ کئی بار میرے پروگراموں میں آ کر مجھے قتل کر چکی ہے۔ لیکن میں اگلی بار قتل ہونے کے لیے پھر زندہ ہو جاتا ہوں۔"

لوگ ہنسنے لگے۔ بھلا وہ قتل ہونے کے بعد کیسے زندہ ہو سکتا ہے؟ وہ عورت سچ مچ اس پر ننگی تلوار سے حملہ کرنے لگی تھی اور وہ بچتا جا رہا تھا۔ ایک میز پر بڑا سا کیک رکھا ہوا تھا وہ بچنے کے لیے اُچھل کر ایک طرف گیا تو تلوار سیدھی کیک پر پڑی وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ دوسری بار ایک گاجر کے ٹکڑے ہو گئے اس سے پتا چلتا تھا کہ تلوار اصلی اور تیز دھار ہے۔

وہ تیسری بار بچ نہ سکا۔ عورت نے بڑی مہارت کا ثبوت دیا۔ تلوار اس کے سینے کے آر پار کر دی۔ کتنی ہی عورتوں اور بچوں کی چیخیں نکل گئیں۔ تلوار سچ مچ اس کے سینے میں گھس کر اس کی پشت سے نکل آئی تھی۔ تازہ لہو سے تلوار اور لباس بھیگ رہا تھا۔ اسٹون مارک کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ ذرا اِدھر سے اُدھر لڑکھڑایا جیسے موت کی آغوش میں گرنے ہی والا ہو۔ موت سے کسی ایک کو آشنائی ہے مگر سب پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔

وہ ذرا لڑکھڑانے کے بعد پھر جم کر کھڑا ہو گیا، ایک ہاتھ اُٹھا کر بولا "میں نے بار بار اس عورت کو سمجھایا ہے، مجھے قتل نہ کرے۔ میں کبھی عورت کے ہاتھوں سے نہیں مروں گا لیکن یہ اپنی نادانی سے باز نہیں آتی۔"

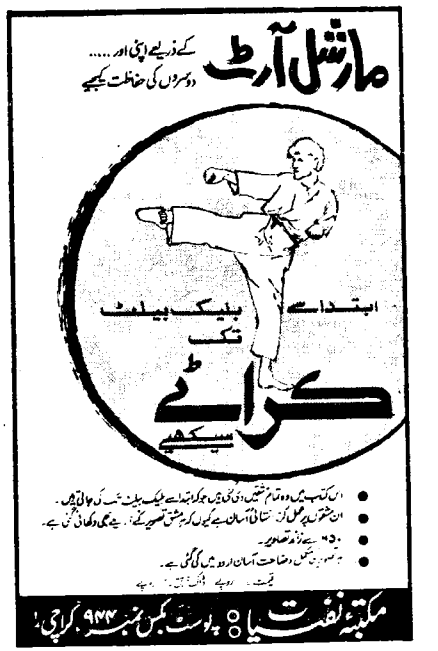

پھر وہ تلوار کو سامنے سے پکڑ کر اپنے جسم سے نکالنے لگا۔ کتنے ہی تماشائیوں کے دل دھڑک رہے تھے۔ تمام لوگوں کی نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ خاص طور پر میڈونا سوچ رہی تھی، کیا ایسی حالت میں یہ زندہ رہ سکتا ہے؟ میرے اجنبی دوست کی بات اور ہے۔ پتا نہیں قدرت نے اس کا جسم کس مٹی سے بنایا ہے، گولی پیوست ہوتی ہے تو یہ اپنے جسم کے اندر دو انگلیاں ڈال کر نکال لیتا ہے پھر وہ زخمی نہیں رہتا۔ وہاں گوشت ایسے بھر جاتا ہے جیسے مٹی کھود کر پہلے گڑھا کیا گیا ہو، پھر اسے مٹی سے بھر دیا گیا ہو۔ یہ بلیک میجک جاننے والا اب زندہ نہیں رہے گا۔

تالیوں کی آواز نے میڈونا کو چونکا دیا۔ اسٹون مارک نے اپنے جسم سے تلوار نکال لی تھی۔ اب اسے فضا میں لہراتا ہوا جا رہا تھا۔ پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا لیکن تالیوں کا شور کم نہ ہوا۔ اجنبی نے میز پر جھک کر میڈونا سے کہا۔ "اس کا جسم بھی میری طرح ہے بلکہ مجھ سے زیادہ حیرت انگیز ہے، میں نے اپنے جسم سے ایک چھوٹی سی گولی نکالی تھی، اس نے پوری تلوار گھسا کر نکالی۔"

"اونہہ! تم نہیں جانتے۔ یہ شعبدہ بازی ہے۔ دیکھنے والی آنکھوں کو فریب دینے کا کمال ہے۔"

وہ بولا۔ "میں انسانی لہو کو دُور سے سونگھ کر پہچان لیتا ہوں، یہ لہو اسٹون مارک کے جسم سے نکلا ہے۔"

"پھر تو وہ کمال دکھانے میں تھوڑا بہت زخمی ہوا ہوگا، اسی لیے فوراً مرہم پٹی کرانے گیا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسٹون مارک بوفے کار میں واپس آیا۔ وہ صرف ایک پتلون میں تھا۔ کمر سے اوپر کا جسم ننگا تھا۔ سینے میں جہاں تلوار پیوست ہوئی تھی، وہاں زخم کا ہلکا سا نشان بھی نہیں تھا۔ اسے دیکھ کر تمام لوگ تالیاں بجا رہے تھے۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کون میرے کمال سے خوش ہو کر مجھے اپنی میز پر دعوت دے گی یا دے گا؟"

اجنبی نے فوراً اُٹھ کر کہا۔ "دوست، میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔"

کچھ عورتوں اور مردوں نے بھی اٹھ کر کہا۔ "پلیز ہمارے پاس آؤ۔"

وہ بولا۔ "میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن سب سے پہلے جس نے دعوت دی ہے، میں اسی کے پاس جاؤں گا۔"

میڈونا نے اجنبی سے کہا۔ "یہ تم نے کیا کیا؟ اسے بُلانے کی کیا ضرورت تھی؟"

اسٹون مارک قریب آ گیا تھا۔ اجنبی نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس لیے بلایا ہے کہ تم میری قوم کے فرد لگتے ہو۔ قدرت نے جسمانی طور پر ہمیں عجیب و غریب بنایا ہے۔"

وہ بول رہا تھا۔ اُدھر مصافحہ جاری تھا، دونوں کے ہاتھ ایسی قوت اور سختی سے مل گئے تھے جیسے دو مضبوط چٹانیں ٹکرا گئی ہوں یا دو فولادی شکنجے ایک دوسرے میں اُلجھ گئے ہوں۔ اجنبی طاقت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا مگر بے اختیار کر رہا تھا۔ پاس جو بابُا اس ہاتھ کی سختی کو پرکھنے کے کمال سے روکے ہوئے تھا۔ اس نے سانس روک لی تھی اور جب تک سانس رُکی رہتی اس وقت تک اجنبی تمام تر قوتوں سے بھی اُسے دبوچ نہیں سکتا تھا۔

آخر اس نے تعریفی انداز میں سر ہلاتے ہوئے پارس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا۔ "میں نے آزما لیا۔ تم میرے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو، پلیز، مجھے میرے لوگوں تک پہنچا دو۔"

میڈونا نہیں چاہتی تھی کہ کوئی کباب میں ہڈی بنے۔ وہ رومانس کے دوران کسی کی مداخلت نہیں چاہتی تھی۔ اجنبی انارکی تھا ایک حسین اور پُرشباب عورت کو نظر انداز کر کے اپنے گم شدہ قبیلے تک پہنچنا چاہتا تھا جب کہ لوگ عورت کی خاطر اپنے قبیلے کو تو کیا دنیا کو چھوڑ دیتے ہیں۔

پارس نے اس کی میز کے دوسری طرف کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میرے اجنبی دوست! میں تمہارے قبیلے کے متعلق نہیں جانتا ویسے چھانگا مانگا قبیلے سے میرا تعلق ہے۔ اگر تم چاہو تو میں اپنے لوگوں میں تمہیں لے جا سکتا ہوں۔"

میڈونا نے کہا۔ "ہرگز نہیں۔ میرے ساتھی کا تعلق کسی چھانگا مانگا قبیلے سے نہیں ہے۔ یہ تمہارے ساتھ نہیں جائے گا۔ اس کی یادداشت گم ہو گئی ہے، تم اس معاملے سے دُور رہو۔"

پارس نے چونک کر پوچھا۔ "کیا یادداشت گم ہو گئی ہے؟ یہ تو بڑا دلچسپ کیس ہے۔ میرے اجنبی دوست نے میری قدر کی ہے۔ میں اپنے دوست کی یادداشت واپس لاؤں گا۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ اسے کس قبیلے سے لا رہی ہو اور کہاں لے جا رہی ہو؟"

اجنبی نے کہا۔ "یہ میری جان ہے، ابھی دو دن کی منگیتر ہے، میرے ماضی کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔ کل میں نے ایک ہوٹل میں شہر روم کی کچھ تصویریں دیکھیں تو مجھے یاد آنے لگا کہ میں وہاں رہ چکا ہوں۔"

"آہا! روم میں چھانگا مانگا کے چند افراد رہتے ہیں۔ میں ایک طویل عرصے کے بعد اُن لوگوں سے ملنے جا رہا ہوں۔ کیسا خوب اتفاق ہے، وہاں تم میرے قبیلے کے لوگوں سے مل سکو گے میری دعا ہے کہ تمہارا تعلق میرے ہی قبیلے سے نکلے۔"

وہ بولی۔ "مسٹر اسٹون مارک! تم پہلک میں تماشے دکھانے ہو اس لیے بولنے کا فن تمہیں آتا ہے۔ میرا ساتھی بہت معصوم ہے، اسے تم نہیں کہ شعبدے باز اپنے جسموں میں تلوار پیوست کر

لیتی ہیں، کیلی سلاخوں کو جسم کے آر پار نکالتے ہیں پھر بھی انھیں کوئی چوٹ نہیں آتی۔ یہ سب فریبِ نظر کا کمال ہے۔ تم اپنی اصلیت صاف صاف بتاؤ اور اعتراف کرو کہ کسی قبیلے سے تمہارا دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔"

پارس نے مسکرا کر اجنبی سے کہا۔ "میں سمجھ گیا، تمہاری گرل فرینڈ کو ہماری یہ دوستی منظور نہیں ہے۔ مجھے اجازت دو، میں کسی دوسری میز پر چلا جاؤں گا۔ یہاں میری پنچایت کرنے والے بہت ہیں۔"

اس کی باتوں کے دوران میڈونا نے اجنبی کے دماغ میں پکارا۔ "سانس نہ روکنا۔ میں تمہاری جان بول رہی ہوں، یہ اسٹون مارک فراڈ ہے، میں اس کے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔ اسے دوسری میز پر جانے دو۔ میں اس کی موجودگی میں ضروری باتیں نہیں کروں گی۔"

ادھر پارس اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ "تم بہت اچھے انسان ہو۔ میں دُور رہ کر بھی تمہارے گم شدہ قبیلے کے لوگوں سے تمہیں ملانے کی کوشش کروں گا۔"

اجنبی نے بھی اٹھ کر کہا۔ "تم ہماری میز چھوڑ کر جا رہے ہو، مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ میں رخصتی مصافحہ نہیں کرنا چاہتا اور قسمیں رخصت بھی نہیں کرنا چاہتا۔ شاید ہم پھر ملیں گے۔"

پارس نے مسکرا کر کہا۔ "شاید۔" پھر وہ پلٹ کر دوسری طرف چلا گیا۔ اجنبی نے دوبارہ بیٹھتے ہوئے میڈونا سے کہا۔ "میں اُسے اس طرح جانے نہ دیتا مگر تم نے دماغ میں آ کر بات کی تو یاد آیا کہ تم نے اسٹون مارک کے دماغ میں بھی جا کر اس کی اصلیت معلوم کر لی ہوگی۔ اگر تمہارے کہنے کے مطابق وہ فراڈ ہے تو اس سے دُور رہنا چاہیے۔ اب بتاؤ حقیقت کیا ہے؟"

"یہی کہ وہ ایک جاسوس ہے۔ پچھلے دو دن سے تم پیرس میں بہت مشہور ہو گئے تھے۔ ٹی وی اور اخبارات میں تمہاری تصویریں شائع ہوئی ہیں۔ اسے محسوس یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ تم اس ٹرین میں سرحد کی طرف کیوں جا رہے ہو؟ اگر سرکاری اجازت کے بغیر تم کسی سرحد کراس کر کے دوسرے ملک جانا چاہو گے تو یہ تمہیں گرفتار کرا دے گا۔"

پھر تو ہمارا دشمن ہے۔ کیا میں اسے چلتی ٹرین سے باہر پھینک دوں؟"

ایسی غلطی نہ کرنا۔ اُس کے پیچھے پتا نہیں کتنے سرکاری جاسوس لگے ہوں گے۔ اور تم اسے ٹرین سے باہر کیا پھینک سکو گے؟ یہ تو میں سمجھ گئی ہوں کہ تم مصافحے کے وقت اس کا ہاتھ دبا رہے تھے اور وہ تمہارے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ مجھے بتاؤ کیا وہ واقعی تمہارے جیسا شعبدہ باز ہے؟"

ہاں، اس کی شہ زوری سے یقین آیا تھا کہ ہم ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر تم دماغوں میں جا کر اصلیت معلوم کرنا جانتی ہو، اس لیے مجھے تمہاری باتوں کا یقین کرنا چاہیے۔ مجھے بتاؤ، ہم اگر دشمن کی جاسوسی سے کیسے بچ سکتے ہیں؟"

"ہمیں سرحد کے قریب پہنچنے تک اپنے کیبن میں رہنا چاہیے جب آخری اسٹیشن آئے گا تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بارڈر کے سب سے بڑے افسر کو ٹریپ کر لوں گی۔ پھر اس کے ذریعے تمہیں سرحد پار لے جاؤں گی۔"

"تب تک یہ ہمارے لیے کوئی جال بچھا سکتا ہے؟"

"تم بھول رہے ہو۔ میں اس کے دماغ میں جاتی رہتی ہوں۔ یہ تمہارے خلاف جو چال چلے گا، میں اس کا توڑ کرتی رہوں گی۔"

اجنبی اس کی ہر بات تسلیم کر رہا تھا مگر اندر سے پوری طرح مطمئن نہیں تھا۔ اس نے ایک بار سر گھما کر دُور بیٹھے ہوئے پارس کو دیکھا۔ وہ ایک حسین عورت کے پاس بیٹھا کسی بات پر قہقہے لگا رہا تھا۔ اجنبی کھانے میں مصروف ہو گیا۔ میڈونا پھر پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اس عرصے میں کئی بار اس کے دماغ کی گہرائی میں اُتر کر معلومات حاصل کر چکی تھی۔ ہر بار یہی معلوم ہوتا رہا کہ وہ اسٹون مارک ہے۔ شعبدہ بازی اس کا پیشہ ہے۔ اور بہت عرصے بعد اٹلی کے شہر روم جا رہا ہے۔ ان باتوں کے علاوہ اور جتنی معلومات ہوئیں ان سے یہی ظاہر ہوا کہ وہ کسی کا دشمن نہیں ہے اور نہ ہی کسی کے معاملات میں پڑتا ہے۔ اجنبی کو اپنے قبیلے کے لوگوں سے ملانا چاہتا ہے تاکہ اس کی یادداشت واپس آ جائے۔

یہ خیال خوانی کے ذریعے جانتے ہوئے بھی کہ اسٹون مارک نقصان پہنچانے والا شخص نہیں ہے، میڈونا نے اس کے خلاف اجنبی کے دماغ میں زہر بھر دیا۔ وہ کسی کو کباب میں ہڈی بنتے نہیں دیکھنا چاہتی تھی اور اجنبی کو یہ تاثر دینا چاہتی تھی کہ اسے ہر قریب آنے

لاکھوں قارئین کے دلوں کی دھڑکن

محی الدین نواب

کی ۱۰ سلگتی ہوئی کہانیوں کا مجموعہ

انسان نما

منگوانے کا پتہ

مکتبہ نفیسہ

پوسٹ بکس نمبر ۹۴۲ کراچی

قیمت ۶/- روپے

شائع ہو چکا ہے!

قریبی بکسٹال سے طلب کریں بصورتِ دیگر براہِ راست منگوائیں

والے شخص سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ یوں خود اس کے سوا کوئی کتنے ہی جتن کرے اس کے قریب نہیں رہ سکے گا۔"

وہ کھانے کے بعد اسے کیبن میں لے گئی۔ پھر اسے باہر نہیں نکلنے دیا۔ دوپہر سے رات ہوگئی۔ رات سے دوسری صبح ہوئی۔ اجنبی نے بیزار ہو کر کہا۔ "میں تو قیدی بن کر رہ گیا ہوں۔ وہ جاسوس مجھے اس کیبن میں بھی آ کر گرفتار کر سکتا ہے۔"

"یہاں گرفتار نہیں کرے گا۔ تم باہر جاؤ گے تو تم پر کوئی جھوٹا الزام لگا کر پکڑے گا۔ تمہیں مجھ سے الگ کر دے گا۔ تمہیں سرحد پار اپنے لوگوں میں جانے سے روک دے گا۔ کیا تم باہر جا کر خطرہ مول لینا چاہتے ہو؟"

وہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔ جھنجلا کر بولا۔ "آخر یہ سفر کب ختم ہوگا، ہم کب سرحد تک پہنچیں گے؟"

"صرف چھ گھنٹے رہ گئے ہیں۔ ہم تین بجے تک سرحد کے آخری اسٹیشن پر پہنچ جائیں گے۔ اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے اسی کیبن میں قید رہو۔"

وہ غصے سے بیٹھ گیا۔ میڈونا نے قریب آ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا۔ "غصہ کیوں کرتے ہو؟ میں تمہارا دل بہلاؤں گی۔"

اس نے ایک جھٹکے سے بانہوں کو ہٹایا پھر اُسے پرے دھکیل کر کہا۔ "مجھ سے غصے کے وقت دُور رہا کرو۔ برسوں کی رات گزر گئی، کل کا دن گزر گیا، پھر کل رات بھی گزر گئی تب سے اب تک تمہاری ہی صورت دیکھ رہا ہوں۔ کب تک دیکھتا رہوں گا، کب تک تم سے بہلتا رہوں گا!"

"کیا تم مجھ سے بیزار ہو گئے ہو؟"

"کسی کو بھی تین دن تک صرف چاکلیٹ کھلاتی رہو گی تو کیا وہ بیزار نہیں ہو گا؟"

"تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

"میں قید برداشت کر رہا ہوں۔ تم انسلٹ برداشت کر لو۔"

"میں تم سے بات نہیں کروں گی۔"

وہ غصہ دکھاتی ہوئی دوسری برتھ پر جا کر لیٹ گئی۔ کوئی دوسرا اس کی "انسلٹ" کرتا تو وہ اسے ٹیل پیتھی کے ہتھیار سے جہنم میں پہنچا دیتی مگر اجنبی بُری طرح ٹوٹ مارکر تا ہوا اس کے دماغ پر چھا گیا تھا۔ وہ اسے مرتے دم تک چھوڑ نا نہیں تھی اس لیے غصے سے ادائیں دکھا رہی تھی۔

چار گھنٹے گزر گئے۔ وہ اپنی اٹیچی میں سامان پیک کرتے ہوئے بولی۔ "تیار ہو جاؤ۔ آخری اسٹیشن آنے والا ہے۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا، غصے میں بھرا بیٹھا رہا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد کیبن کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میڈونا نے دروازہ کھولا۔ پولیس کا ایک افسر سپاہیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "ٹرین کے تمام مسافر اپنے کاغذات چیک کرا رہے ہیں۔ پلیز آپ بھی اپنے ساتھی کے ساتھ باہر لاؤنج میں کاغذات لے کر جائیں۔"

یہ کہہ کر وہ افسر سپاہیوں کے ساتھ چلا گیا۔ اجنبی نے کہا۔ "اب کیا ہوگا؟ میرے شناختی کاغذات نہیں ہیں۔"

وہ بڑے اعتماد سے بولی۔ "فکر نہ کرو۔ کاغذات چیک کرنے والا افسر ٹیل پیتھی کی مٹھی میں ہے۔"

وہ اس کے ساتھ کیبن سے نکل کر مختلف بوگیوں سے ہوتی ہوئی دس نمبر کی بوگی میں پہنچی۔ وہاں ایک افسر مسافروں کے کاغذات چیک کر رہا تھا۔ میڈونا کی باری کافی دیر میں آئی۔ ... اور وہ اپنے محبوب کے ساتھ زیادہ دیر بھیڑ میں نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اس نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا پھر اس کا معمول بن کر بولا۔ "مس! تم وہاں کیوں کھڑی ہو۔ یہاں اپنے کاغذات دکھاؤ۔"

وہ مُسکراتی ہوئی اجنبی کے ساتھ افسر کے سامنے آئی۔ پرس کھول کر اپنے کاغذات نکالے۔ وہ کاغذات دوسرے تھے۔ اصل کاغذ نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس نے پورا پرس دیکھ لیا۔ اس پر پریشانی وہ خیال خوانی نہ کر سکی۔ افسر نے پوچھا۔ "مس کیا بات ہے؟"

وہ بولی۔ "میں نے کاغذات پرس میں رکھے تھے، پتا نہیں کہاں گم ہو گئے۔"

"آپ اپنے دوسرے سامان میں تلاش کریں۔ پلیز دوسرا کاغذات دکھانے کا موقع دیں۔"

وہ ایک طرف ہٹ کر اجنبی سے بولی۔ "شاید وہ کاغذات اٹیچی میں ہوں گے، چلو انھیں لے آئیں۔"

"کیا پھر مجھے کیبن میں لے جاؤ گی؟"

"ہاں، ہم جائیں گے اور فوراً آ جائیں گے۔"

"مجھے معاف کرو۔ کچھ دیر کیبن سے باہر یہاں سامنے دو۔ میں انتظار کروں گا، تم کاغذات لے آؤ۔"

وہ مسافروں کے درمیان اس سے بحث کر کے اپنا راز نہیں کرانا چاہتی تھی۔ وہاں سے کیبن کی طرف جانے لگی۔ اگلا اسٹیشن پر رُکی ہوئی تھی۔ وہ اپنی بوگی میں داخل ہو کر کیبن میں گئی۔ گاڑی پھر چل پڑی۔ اس نے اٹیچی کھول کر کاغذات تلاش کیے، کپڑوں کے اوپر اور نیچے ڈھونڈا مگر سمجھ میں نہیں آیا، وہ ضروری کاغذات کہاں چلے گئے؟

اس نے جھنجلا کر سوچا۔ میں خواہ مخواہ اپنے محبوب کو یہاں لے آئی۔ مجھے پھر افسر کو ٹریپ کرنا چاہیے۔ اس طرح وہ

کاغذات کے متعلق بھی نہیں پوچھے گا۔"

وہ کیبن سے باہر آئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی اپنی بوگی کے دروازے پر پہنچی تو ٹھٹک گئی۔ وہ بوگی ٹرین سے الگ ہو چکی تھی۔ اسے دوسرا انجن کھینچتا ہوا واپس پیسرن کی طرف لے جا رہا تھا۔ دس نمبر کی بوگی جس میں اجنبی محبوب تھا، وہ ٹرین کے ساتھ آخری اسٹیشن کی طرف چلی گئی تھی۔

اس نے چیخ کر پوچھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ آخری بوگی واپس کیوں جا رہی ہے؟ میرا دوست آخر میں ٹرین کے اگلے حصے میں جا رہا ہے۔ اسے روکو، اس بوگی کو روک دو۔"

کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، لیڈی انسپکٹر نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ جلدی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولی۔ "یہ بوگی ٹرین سے الگ کیوں ہو گئی ہے؟"

اچانک میڈونا کو کمزوری کا احساس ہوا۔ لیڈی انسپکٹر نے جانے مادام سونیا کا حربہ ہے۔ میری انگوٹھی سے نکلی ہوئی سوئی ہمارے ہاتھ میں پہنچ گئی۔ اب تم چند گھنٹوں تک خیال خوانی نہیں کر سکو گی۔"

وہ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ دو سپاہی اسے سہارا دے کر اپنی طرف لے جا رہے تھے۔ وہ اجنبی محبوب کو پکار نہیں سکتی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی ساری طاقت چھن گئی تھی۔ اس نے کتنی لمبی دوڑ لگائی تھی اور کس طرح منہ کے بل گری تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ واپس پارس کے دیس میں پہنچائی جا رہی ہے۔

ٹرین صرف آخری بوگی سے محروم ہوئی تھی یعنی اس کی دُم الگ کی گئی تھی۔ باقی پوری ٹرین تیز رفتاری سے آخری اسٹیشن کی طرف جا رہی تھی۔ اجنبی تھوڑی دیر تک میڈونا کا انتظار کرتا رہا پھر بے چین ہو گیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی، کیبن تک جا کر کاغذات لانے میں اتنی دیر نہیں ہو سکتی آخر وہ واپس کیوں نہیں آ رہی ہے؟

اس بوگی کے بیسے کمپارٹمنٹ میں بیٹھی ہوئی عورتیں اسے بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ کچھ لوگ اس سے باتیں کرتے ہوئے اس کا اظہار کر رہے تھے۔ اس آزاد ماحول میں اسے اچھا لگ رہا تھا وہ کیبن میں واپس جانا نہیں چاہتا تھا مگر اس نے محسوس کیا کہ ٹرین زبردستی جا رہا ہے۔ پھر اس نے رُکنے کی کوشش کی۔ اپنی رفتار سے رُک گیا۔ یہ قوتِ ارادی بتا رہی تھی کہ اس کے جسم کا دماغ بھی فولادی ہے۔ پارس کا یہ خیال درست تھا کہ اجنبی کا دماغ فولادی کھلونا ہے۔ اسے کوئی چابی سے چلا رہا ہے یعنی خیال خوانی کرنے والا کبھی اُسے آزاد چھوڑ دیتا ہے اور کبھی حالات کے مطابق اُسے اپنے کنٹرول میں رکھتا ہے۔

اُسے کنٹرول کرنے والا کوئی بھی ہو۔ اُسے اجنبی کے فولادی دماغ پر پوری طرح قبضہ جمانے میں دُشواری ہوتی تھی۔ جب سے اجنبی کو رُوبوٹ کی حیثیت سے تیار کیا گیا ہوگا تب سے یہ دشواری پیش آتی رہی ہوگی۔ اُسے تیار کرنے والوں نے اچھی طرح سمجھا ہوگا کہ اُس سے نرمی سے، پچکے پچکے اپنی مرضی سے مطابق عمل کرایا جا سکتا ہے لیکن جبراً نہ تو اُسے جسمانی طور پر اسیر کیا جا سکتا ہے نہ دماغی طور پر۔

کسی نے پھر ایک بار اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کیبن کی طرف لے جانے کی کوشش کی۔ وہ جھنجلا گیا۔ سمجھ میں نہیں آیا، ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ اس نے مُنہ اٹھا کر میڈونا سے پوچھا۔ "اے! کیا تم میرے دماغ میں آ کر مجھے کھینچ رہی ہو۔ میں کیبن میں نہیں آؤں گا۔"

تب اُسے میڈونا کی آواز اور لہجہ سُنائی دیا۔ "میں مصیبت میں ہوں۔ مجھے کچھ لوگ زبردستی تم سے چھین کر پیرس لے جا رہے ہیں۔ مجھے بچاؤ۔ اس ٹرین میں آگے نہ جاؤ۔"

یہ سُنتے ہی وہ کیبن کی طرف جانے لگا۔ ابھی اس کے دماغ میں میڈونا نے کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ لیڈی انسپکٹر سے مصافحہ کرتے ہی خیال خوانی کے قابل نہیں رہی تھی۔ اسے کنٹرول کرنے والے نے ناکام ہو کر میڈونا کی آواز اور لہجے کا سہارا لیا تھا۔ اُسے سمجھا دیا تھا کہ اس ٹرین میں آگے نہیں جانا چاہیے۔ اس کا مطلب تھا، میڈونا کو لیے بغیر سرحد پار بھی نہیں جانا چاہیے۔

وہ اندھا دھند کیبن کی طرف جاتے ہوئے اسٹون مارک سے ٹکرا گیا۔ دونوں نے گرتے گرتے ایک دوسرے کو سنبھال لیا۔ اجنبی نے پوچھا۔ "ارے تم؟"

پارس نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے مقدر نے ہمیں گرانے کو نہیں ایک دوسرے کو سنبھالنے کے لیے ملایا ہے۔"

سونیا نے تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد آنکھیں کھولیں ایک ڈیگر نے اس پر عمل کیا تھا۔ اسے اپنی معمولہ بنا کر اپنی دانست میں اُسے اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا لیا تھا پھر سپر ماسٹر کے پاس جا کر کہا تھا۔ "میں نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ آج تک کوئی ایک منٹ کے لیے بھی سونیا پر قابو نہ پا سکا۔ میں نے ایک ہفتے کے لیے اسے اپنی کنیز بنا لیا ہے، اب وہ میرے اشاروں پر ناچے گی۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ابھی مجھے یقین نہیں آئے گا کہ وہ پوری طرح مٹھی میں آ کر بھی مٹھی سے باہر رہتی ہے، اس کی مجبوری اور بے بسی کے دیکھے بھی مکاری چھپی رہتی ہے۔ ویسے میں مایوس نہیں

ہوں۔ کبھی فرہاد بھی سونیا کی طرح ناقابلِ گرفت تھا۔ جب ہماری طرف سے بھیجی ہوئی موت اسے گرفتار کر کے لے گئی تو سونیا کب تک خیر منائے گی! اب اس کے بھی دن پورے ہو چلے ہیں۔"

ڈیگر نے کہا۔ اس کی تنویمی نیند پوری ہو چکی ہوگی، میں اُسے گٹھ پتلی کی طرح نچانے جا رہا ہوں۔"

وہ سونیا کے دماغ میں آیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، وہ سوچ رہی تھی، 'میں بے وقت کیسے سو گئی؟ پھر یہ میرے اگھٹنے ہے۔' اس نے دماغ پر زور ڈال کر سوچا تو یاد آ گیا۔ وہ میڈم ہیری کے گھر میں ہے۔ کھانے کی میز پر اس نے کمزوری محسوس کی تھی، کوئی اسے خیال خوانی کے ذریعے ایک بیڈروم میں لایا تھا اور اس پر تنویمی عمل کیا تھا، اس کے بعد اسے ہوش نہ رہا۔ اب آنکھ کھلی ہے، وہ اسی بیڈروم میں ہے۔ کیا اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے؟ کیا وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مٹھی میں آ گئی ہے؟

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پریشان ہو کر بڑبڑانے لگی۔

"نہیں میں آزاد ہوں، کسی کی پابند نہیں ہوں۔ میڈم ہیری نے میرے کھانے کی چیز میں کچھ ملا کر مجھے کمزور بنایا تھا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ دانشمندی یہی ہے کہ اس دشمن عورت کو قتل کر کے یہاں سے فوراً چل جاؤں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر جانا چاہتی تھی مگر اُٹھ کر کھڑی نہ ہو سکی۔ اس نے دوسری بار کوشش کی مگر اسی طرح بیٹھی رہی۔ پھر اپنے دماغ میں کسی کا قہقہہ سُنائی دیا۔ اُس نے پوچھا "کون ہو؟ کون ہو تم؟ میرا دماغ فولادی ہے، کوئی میرے اندر نہیں آ سکتا۔ بولو کون ہو تم؟"

"تمہارے فولادی دماغ میں پہنچنے کا اعزاز صرف مجھے حاصل ہے۔ تم آج تک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تگنی کا ناچ نچاتی آئی ہو آج سے میں تمہیں نچایا کروں گا۔"

"تم کون ہو؟"

"مجھے سُپر ماسٹر سمجھ لو۔ تم میرے لیے جوجو اور ماریہ کو لے کر اس ملک سے نکلو گی۔ جہاں میں کہوں گا، وہاں انہیں پہنچاؤ گی۔"

"نہیں۔ میں ان لڑکیوں کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جاؤں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تم اپنی مرضی سے ہل بھی نہیں سکتیں بستر سے اٹھ نہیں سکتیں۔ پھر ان لڑکیوں کو کیسے لے جاؤ گی؟"

"تمہارا یہ تنویمی عمل کب تک مجھ پر مسلط رہے گا؟"

"یہ جب تک بھی رہے۔ اس مدت میں تم ہمارا کام کر چکی ہو گی۔"

وہ پریشانی سے سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ "میں مانتی ہوں تم دنیا کے پہلے ٹیلی پیتھی جاننے والے شخص ہو جس نے مجھے بے بس کر دیا ہے جب کہ فرہاد بھی اپنی زندگی میں کبھی میرے دماغ پر قبضہ نہ جما سکا۔ تم صحیح معنوں میں مرد ہو۔ عورت کسی زبردست مرد کو پسند کرتی ہے۔ میں سوچ رہی ہوں، پتا نہیں تم کتنی خوبیوں کے مالک ہو۔ پتا نہیں، میں تم سے کیوں متاثر ہو رہی ہوں، کہیں یہ خیال خوانی کے ذریعے مجھے اپنی طرف مائل تو نہیں کر رہے ہو؟"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی طرف زبردستی مائل نہیں کر رہا ہوں۔ تمہارا دل خود میری طرف جھک رہا ہے اور یہ میرے خوش نصیبی ہے۔ میں تمہارے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا ہوں کہ تم کس حد تک مجھ سے متاثر ہو۔ ابھی میں تمہارے دماغ کو چھوڑ رہا ہوں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ شعوری طور پر سمجھ رہی تھی کہ میڈم ہیری کو زندہ نہیں چھوڑے گی اور غیر شعوری طور پر یہ خیال قائم ہو رہا تھا کہ جس نے بھی مجھے قابو میں کیا ہے اور جو اس وقت مجھ سے مخاطب ہے۔ اپنی آواز اور لہجے سے مجھے جیت رہا ہے۔ شخصیت اور لہجہ بھی ایسا نہیں تھا جیسا یہ زبردست ہے۔

ڈیگر خاموش رہ کر اس کے یہ چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ خوش ہو رہا تھا۔ وہ اسے فرہاد پر ترجیح دے رہی تھی۔ جس عورت کے دل پر فرہاد کے سوا کسی نے حکومت نہیں کی، آج اس کے دل پر ڈیگر کی جوں مردی کا سکہ چل رہا تھا۔

سونیا دنیا کی عجیب و غریب، حسین و ذہین اور ناقابلِ تسخیر عورت تھی۔ اُسے تسخیر ہوتے دیکھ کر اور اپنی مردانگی پر اعتماد کر کے ڈیگر کی کھوپڑی ہوا میں اڑنے لگی تھی۔

اگر سونیا کا عشق باہر سے نظر آتا تو وہ کبھی اس پر اعتبار نہ کرتا مگر وہ تو اندر سے اسے ٹٹول رہا تھا۔ اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اور اس کے دھڑکتے ہوئے دل کو سمجھ رہا تھا۔

دوسرے بیڈروم میں اگر تھٹک گئی۔ میڈم ہیری پلنگ پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اس کا سر بستر کے سرے پر ڈھلکا ہوا تھا۔ خراٹے چل رہا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔

سونیا نے زیرِ لب کہا۔ "او گاڈ! یہ کیسے مر گئی؟ میں نے کھانے کے دوران اسے اعصابی کمزوری کی دوا دی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتی تھی لیکن مر نہیں سکتی تھی۔ پھر کیسے مر گئی؟ کیا تم میرے میں ہو؟ کیا تم اس کی موت کا سبب بتا سکتے ہو؟"

وہ دماغ میں خاموش تھا۔ اس طرح یہ تصدیق ہو رہی تھی کہ سونیا واقعی اسے دماغ میں محسوس نہیں کرتی۔ اس پر تنویمی عمل بے حد کامیاب رہا ہے۔ اور وہ بڑبڑا رہی تھی۔ "میرا دماغ خالی ہے، کوئی میرے اندر نہیں ہے۔ میری بلا سے اس کی موت کا سبب کچھ بھی ہو مگر وہ میرے اندر سے کیوں چلا گیا۔ اور میں خواہ مخواہ اس کے متعلق کیوں سوچنے لگتی ہوں۔ وہ

کون لگتا ہے؟"

وہ اپنے ہی خیالات کے متعلق پیچھے پیچھے سوچنے لگی۔ "مجھے یوں لگتا ہے جیسے فرہاد ایک نئے روپ میں آ کر مجھے جیت رہا ہے۔ کاش وہ ایک بار پھر آئے اور اپنی بھاری بھرکم مردانہ آواز سُنائے۔ کاش، وہ پھر آئے۔"

ڈیگر کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں۔ دل خوشی سے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ اچانک اس کی خوشی کچھ ماند پڑ گئی۔ سونیا سوچ رہی تھی۔ "میں اس تسخیر کرنے والے سے دل لگا بیٹھی کر رہی ہوں۔ میری عقل ماری گئی ہے۔ مجھے پہلے ہی سمجھنا چاہیے تھا کہ سپر ماسٹر کی دو خیال خوانی کرنے والے ہیں جو ڈیگر اینڈ ڈیگر کہلاتے ہیں۔ پتا چلا ہے وہ جڑواں ہیں۔ میرے پاس ایک دل ہے۔ میں دو کو کیسے دے سکتی ہوں۔ نہیں میں دونوں سے محبت نہیں کر سکتی اور میری محبت کسی ایک کے لیے ہوگی تو دوسرا ڈیگر مجھے مانی نقصان پہنچائے گا۔ یہ اچھا ہوا کہ میں نے ابھی اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا لیکن اظہار نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ محبت جو قدرتی ہے بھلا اسے میں کیسے کچل دوں؟ آہ! میں کن دو ڈیگروں کے درمیان آ گئی ہوں۔"

ڈیگر بے چین ہو گیا۔ وہ وضاحت کرنا اور ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہی ایک سونیا جیسی افلاطونی عورت کا حقدار ہے۔ اس کامیابی کا دوسرے ڈیگر کا کوئی حصہ نہیں ہے لیکن فوراً ہی اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں تھا۔ وہ شبہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ دماغ میں خاموشی سے موجود ہے اور اس کے محبت بھرے خیالات پڑھ رہا ہے۔

سونیا نے فون کا رسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر تاسیانہ کی حیثیت سے کہا۔ "میں میڈم ہیری کے بنگلے سے بول رہی ہوں۔ یہاں بیڈروم میں اس کی لاش پڑی ہے۔ ایک پولیس کی جماعت یہاں اور دوسری جماعت نکولائی کے بنگلے میں بھیج دو۔ وہاں نکولائی اور جوجو کی لاشیں ملیں گی۔"

اس کے بعد ڈیگر نے اس کی زبان روک دی پھر کہا۔ "نکولائی کے ہاتھ روم میں دو مائیکرو فلمیں اور دوسرے ثبوت پہنچا کر رکھے گئے ہیں۔ ان کے متعلق کوئی رپورٹ نہ دینا۔ وہ مائیکرو فلمیں ہمارے سُپر ماسٹر کے بہت کام آئیں گی۔"

سونیا نے نکولائی کے ہاتھ روم کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ فون پیکر پر رسیور رکھ دیا کہ وہ دفعتہً پہنچ کر ان تین لاشوں کے متعلق تفصیلی رپورٹ دے گی۔ پھر بولی۔ "کیا تم موجود ہو؟"

"ہاں ابھی آیا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ تم اپنے دماغ پر قبضہ جمانے کا موقع نہیں دیتی ہو، اس سے پہلے ہی میری بات مان لی ہوتی۔"

وہ بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا میں تنویمی عمل کی وجہ سے بات مانتی ہوں یا تم سے متاثر ہو کر۔ . . نہیں نہیں، یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "دل کی بات کو زبان پر آنے سے نہ روکو۔ دل کسی کے اختیار میں نہیں رہتا۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ یہ نہ بھولو، میرا نام سونیا ہے۔"

"میں سونیا کو کسی دوسری دنیا کی سنگدل عورت سمجھتا تھا مگر تمہارے چور خیالات نے ثابت کر دیا ہے کہ تمہارے سینے میں محبت کرنے والی عورت کا دل ہے اور یہ دل اب میرے لیے دھڑکنے لگا ہے۔"

"اوہ گاڈ! تم۔ کیا تم میرے اندر چھپے ہوئے تھے؟"

"ہاں سونیا! میں اپنی خوش نصیبی پر فخر کر رہا ہوں، تمہاری ایک غلط فہمی دُور کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسی غلط فہمی؟"

"ہم دو ڈیگر ہیں۔ مگر دوسرا رسونتی کے معاملے میں مصروف ہے۔ صرف میں نے تمہارے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے تسخیر کیا ہے۔ بے شک میں نے دشمن بن کر دماغ کو فتح کیا مگر یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تمہارا دل جیت لوں گا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، دوسرا ڈیگر ہمارے درمیان نہیں آئے گا۔"

"میں کیسے یقین کروں؟ تم نے میرے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے، دوسرا ڈیگر میرے اندر آ کر ہماری محبت کا راز معلوم کر لے گا۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"میں اتنی جلدی اپنے دل کا معاملہ دنیا والوں کو نہیں بتانا چاہتی۔ پہلے میں سمجھنا چاہوں گی کہ تم فرہاد سے بھی زیادہ محبت کرتے ہو اور میرے لیے بڑی سے بڑی قربانی دے سکتے ہو؟"

"تم جب بھی چاہو، میری محبت کو آزما سکتی ہو۔"

"کیا خاک آزماؤں گی۔ ہم کوئی راز کی یا کسی قربانی کی باتیں کریں گے تو دوسرا ڈیگر میرے دماغ سے وہ باتیں معلوم کر لے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "خوش ہو جاؤ۔ میرے تنویمی عمل کے مطابق تم صرف میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرو گی۔ دوسرا ڈیگر یا اور کوئی دماغ میں آئے گا تو تم سانس روک لیا کرو گی۔"

سونیا نے خوش ہو کر کہا۔ "ہائے ڈیگر! تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔ تم فرہاد کی طرح دور تک سوچتے ہو اور اپنے طریقۂ کار سے چونکا دیتے ہو۔ لٹے تم نے مجھے خرید لیا ہے۔"

"میں تمہارے دل اور دماغ کی گہرائیوں سے تمہارے پیار

کی پٹخائی کو سمجھ رہا ہوں۔ پھر بھی آزمانا چاہتا ہوں۔"

"ہزار بار آزماؤ۔"

"تمھاری ٹیلی پیتھی جاننے والی میڈونا یا آرمر نے پاسکل بُوبا کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ وہ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا ہے۔"

"تم چاہتے ہو، میں اس کے دماغ کے دروازے کھلواؤں؟"

"ہاں! میں تمھارے دماغ پر قبضہ جما کر بھی یہ کام تم سے لے سکتا ہوں کیونکہ یہ آرمر ہی کر سکتا ہے۔ تم کسی تدبیر سے یہ کر سکتی ہو۔"

"میں تمھارے لیے پاسکل بُوبا تو کیا جو جو کے دماغ کا دروازہ بھی کھلوا سکتی ہوں۔"

"واہ! تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ تمھارے پیار کی قسم میں بھی تمھارے لیے مشکل سے مشکل کام کر گزروں گا۔"

"میں بھی تمھیں آزمانے کا حق رکھتی ہوں؟"

"ہزار بار آزماؤ۔"

"کیا میرے ساتھ ساری زندگی گزارو گے؟"

"زندگی قیامت تک ہو تو قیامت تک تمھارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔"

"لیکن ہماری زندگی پر ہمارا حق ہوگا یا ہم دوسروں کے محکوم رہیں گے؟"

"بھلا ہم کسی کے محکوم کیوں رہیں گے؟"

"تم نے میری اور فرہاد کی ہسٹری پڑھی ہوگی۔ ہم نے کسی بھی سُپر پاور کے لیے کام نہیں کیا مگر سپر ماسٹر کی کوئی بات اچھی لگی تو اسے مان لیا، ماسک مین نے کوئی مناسب بات کہی تو اسے بھی تسلیم کیا۔ اگر دونوں نے ہمارے مزاج کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو ہم نے مُنہ توڑ جواب دیا۔ ہم کبھی بابا صاحب کے ادارے میں بھی پابند نہیں رہے۔ ہم نے ہمیشہ آزاد رہ کر اتنی بڑی دُنیا میں اپنا الگ مقام بنایا ہے۔ تم کس طرح اپنا مقام پیدا کرنا چاہتے ہو؟"

"اس دُنیا میں سر بلند رہنے کے لیے کسی ایک بڑی طاقت سے دوستی رکھنا چاہیے۔ ورنہ فرہاد کی طرح بے موت مرنا پڑتا ہے۔"

"جسے تم بے موت کہہ رہے ہو، اسے عزت کی موت کہتے ہیں جو غلامی کی زندگی سے ہزار درجہ بلند ہوتی ہے۔"

"میں سمجھ گیا، تم ہمارے سپر ماسٹر کے خلاف ہو۔"

"میں تو ماسک مین کے بھی خلاف ہوں۔ یہودی تنظیم نے کئی بار مجھے اور فرہاد کو قتل اپیب بُلا کر دوستی کرنی چاہی۔ ہم نے دوستی کے پیچھے چھپی ہوئی دشمنی کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ تمھیں یاد نہ ہو تو اپنے سپر ماسٹر سے ریکارڈ میں دیکھو، ہم نے کئی بار ان سپر طاقتوں کی برائے نام دوستی کا پول کھولا ہے۔ میں ٹھوس تجربات کی بنیاد پر تمھارے سپر ماسٹر کی مخالفت کر رہی ہوں اور اس کی مخالفت میں ماسک مین سے دوستی کرنے کو نہیں کہہ رہی ہوں۔ چونکہ تم سے محبت کرتی ہوں اس لیے آزادی کی راہ پر لے جانا چاہتی ہوں۔ تمھیں میری نیک نیتی پر شبہ ہے تو ایک نہیں ہزار بار میرے پوشیدہ خیالات پڑھ لو۔"

"تم نے مجھے دوراہے پر لا کر چھوڑ دیا ہے۔ میں تمھاری نیک نیتی کو پوری طرح تسلیم کرتا ہوں۔ تم مجھے آزادی، خود مختاری اور عزت سے جینے کا راستہ دکھا رہی ہو۔ سب سے بڑی بات یہ کہ آئیدہ تمھارے نام کے ساتھ میرا نام آیا کرے گا۔ ساری دُنیا مجھ پر رشک کرے گی۔ لیکن سپر ماسٹر کو چھوڑنا ہوگا۔ ذرا سوچو، اس کا مجھ پر احسان ہے۔"

"احسان یہی کہ ٹرانسفارمیشن سے گزار کر تمھیں ٹیلی پیتھی سکھائی گئی۔ اگر یہ ٹیلی پیتھی غلط کاموں کے لیے سکھائی گئی ہے تو تم پر احسان نہیں کیا بلکہ ظلم کیا ہے۔ تمھاری ٹیلی پیتھی نے فرہاد کی بیوہ کو اغوا کیا، اب اس کی بہو جو جو کو اغوا کرنا چاہتی ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت اور جان و مال کی حفاظت کی ہے۔ اب یہ فیصلہ کر دو کہ سپر ماسٹر کے احسان کو دیکھو گے یا ٹیلی پیتھی کے جائز استعمال کو اہمیت دو گے۔ تمھارے صحیح فیصلے سے ہی ہماری محبت اور دوستی کی گاڑی آگے بڑھے گی۔"

"مجھے غور کرنے کا موقع دو۔"

"ضرور غور کرو۔ جتنا سوچو گے، سمجھو گے، اتنا ہی سچائی کا چہرہ واضح ہوتا رہے گا۔ میں تمھارا انتظار کروں گی۔"

وہ دماغ سے چلا گیا۔ اس نے جانے کی بات نہیں کہی تھی مگر سونیا سمجھ گئی تھی۔ اس کے دماغ میں چور خیالات کا جو خانہ تھا، وہاں تک ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وہ خانہ بند رہتا تھا اور خیال خوانی کرنے والے جہاں تک پہنچتے تھے وہیں تک سونیا کے دماغ کو گمراہ سمجھتے تھے اور وہاں تک کے تمام خیالات پڑھ کر مطمئن ہو جاتے تھے کہ انھوں نے نہایت اہم چور خیالات پڑھ لیے ہیں۔

اس کے دماغ کے بند رتہ خانے میں کیا تھا؟ وہ کیا چکر چلا رہی تھی، یہ وقت سے پہلے کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔ فی الحال سمجھنے کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ سپر ماسٹر دونوں دیگر کے ذریعے بڑی آسانی سے تاتیانہ کو بے نقاب کر کے سونیا کا چہرہ دکھا سکتا تھا۔ اسے روس کے آہنی قلعے میں بے موت مار سکتا تھا۔

لیکن وہ زمانے بھر کی مکار اپنے دشمنوں کو پانی پلا پلا کر مارتی تھی۔ اس نے ایک ڈیگر کو اپنا دیوانہ بنا کر سپر ماسٹر کے لیے نئی مشکلوں کے باب کھول دیے تھے۔

میں فرہاد علی تیمور آئینے کے سامنے ہوں۔

جب ہم آئینے کے سامنے ہوتے ہیں تو گویا اپنے سامنے ہم ہی ہوتے ہیں۔ کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا تو اس دوسرے کو بھی آئینے کے مقابل آنا پڑتا۔ میں وہاں تنہا تھا اور اپنے سامنے آئینے میں ایک روشن چہرے والے شخص کو دیکھ رہا تھا، جو مجھ سے مشابہت رکھتا تھا۔

چہرے پر ہلکی سنہرے رنگ کی داڑھی تھی۔ جو چہرے کی روشنی اور آنکھوں کے نُور میں اضافہ کر رہی تھی۔ پہلے میری شخصیت میں نُور اور تقدس کا ایسا دلکش امتزاج نہیں تھا۔ میں خود کو بڑی مشکل سے پہچان رہا تھا۔

میں اپنی داستان تفصیل سے سُناتا آرہا ہوں لیکن یہ وضاحت سے نہیں بتا سکوں گا کہ مجھ میں ایسی انقلابی تبدیلی کیسے آگئی۔ میں ایک عیاش دُنیا دار فرد تھا اور موجودہ شخصیت دین دار جیسی ہو گئی ہے۔ میرا ظاہر ہی نہیں، باطن بھی بدل گیا ہے۔ میرے اندر یہ خواہش نہیں ہے کہ مہنگا لباس پہنوں، زیادہ سے زیادہ قیمتی کار میں بیٹھوں اور راستہ چلتے حسین چہروں کا نظارہ کروں۔ میری آنکھیں ہیں مگر حُسن بھٹک گیا ہے۔ حقیقت کا نظارہ رہ گیا ہے۔ میرا دل ہے مگر دل میں کوئی تمنا نہیں ہے، دُکھی انسانوں کے لیے دھڑکنیں رہ گئی ہیں۔ میرا دماغ ہے، اس دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بدستور ہیں مگر کسی کے خیالات پڑھنے کا تجسس نہیں ہے۔

ہندو عقیدے کے مطابق اسے میرا دوسرا جنم کہا جا سکتا ہے۔ اس جنم میں میری آتما وہی ہے۔ صرف ظاہر اور باطن بدل گیا ہے۔

اور اسلامی عقیدے کے مطابق یہ حیات بعد از توبہ ہے۔ ایک مسلمان توبہ کرتے ہوئے کہتا ہے "اے ربّ العالمین! میری توبہ قبول کر لے۔ میرے پچھلے گناہوں کو معاف کر دے۔ میں آج سے نئی زندگی شروع کروں گا اور انتہائی عذاب سے اور دُنیاوی آزمائشوں سے گزرتے ہوئے نیکی اور سچائی کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔"

ہاں، یہ میری حیات بعد از توبہ ہے اور مجھے بے شمار جان لیوا آزمائشوں سے گزرنا ہے اور خود کو سمجھنا ہے کہ میں توبہ پر کب تک قائم رہتا ہوں۔

رات کا وقت ہے۔ میں سونے جا رہا ہوں۔ سونے سے پہلے آئینے کے سامنے لبادہ اُتارنا چاہتا ہوں۔ مگر دروازے پر کسی کے دستک لگانے کی آواز سُن رہا ہوں۔ میرے کانوں میں ایسی آوازیں آرہی ہیں جیسے کوئی بہت سے لوگ باہر کچھ لوگ دبے قدموں چل رہے ہیں۔ مجھے کچھ زیادہ ہی تجسس میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ یہاں کوئی بھی شخص میری مدد کے لینے میں ہوں نہ دینے میں۔ لیکن سوچنے کی بات ہے، اس ویران اور گھنے جنگل میں کون لوگ ہیں جو دبے پاؤں آرہے ہیں؟

بھٹکے ہوئے مسافر نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ یہاں سے قریب ترین آبادی کوئی بارہ سو میل کے فاصلے پر ہے۔ اِدھر سے تو بھی کوئی پیدل نہیں گزرتا۔ یہ سانپ، بچھو اور جنگلی جانوروں کا ٹھونگا کی علاقہ ہے۔ میں جب سے یہاں ہوں، تب سے میں نے ایک ہی انسان دیکھا ہے اور وہ مجھے آئینے میں نظر آتا ہے۔

میں آئینے کے پاس سے پلٹ گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا۔ باہر جنگل کی بھیانک تاریکی میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ بھاری بھرکم بُوٹوں کی حرکت کرتی ہوئی آوازیں صاف سُنائی دے رہی تھیں اور یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ میرے کاٹیج کو چاروں طرف سے گھیر آرہا ہے۔ آنے والے ٹارچ کی روشنی کر سکتے تھے مگر وہ کسی وجہ سے محتاط تھے۔

کاٹیج کے دوسرے کمروں میں اندھیرا تھا۔ میں جس کمرے میں کھڑا ہوا تھا، وہاں کیروسین آئل کا لیمپ روشن تھا۔ دروازے کے پٹ لگے ہوئے تھے لیکن دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ جنگل میں رہائش کا ایک فائدہ ہے۔ آدمی دروازہ کھلا رکھ کر سو سکتا ہے۔ چور ڈاکو، جنگلی جانوروں کے ڈر سے نہیں آتے اور جنگلی جانور آدمیوں کے خوف کے باعث مکان کے قریب سے نہیں گزرتے۔ ویسے بھی ڈاکوؤں کے لیے میرے کاٹیج میں کچھ نہیں تھا۔

پھر کسی کی گرجتی ہوئی آواز سُنائی دی۔ "یہاں کون ہے؟ میری آواز سُنو اور جواب دو، یہاں کتنے لوگ ہیں؟"

وہ گرجنے والا اپنے دماغ کے دروازے میرے لیے کھول چکا تھا لیکن خیال خوانی ضروری نہیں تھی۔ ابھی تھوڑی دیر میں معلوم ہونے والا تھا کہ کون بول رہا ہے اور کیا چاہتا ہے؟

میں اطمینان سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ وہ پھر گرج کر بولا۔ "اس کاٹیج کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ کسی نے باہر نکل کر بھاگنے کی حماقت کی تو اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔ جواب دو، یہاں کتنے افراد ہیں؟"

میں نے بلند آواز میں جواب دیا۔ "میں تنہا ہوں۔ ایک عرصے بعد اپنے علاوہ کسی اور کی آواز سُن رہا ہوں۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ تم تنہا ہو؟"

"میں یقین دلانے کے لیے باہر آرہا ہوں۔"

"ضرور آؤ، مگر دونوں ہاتھ اُٹھائے رکھو۔"

میں نے دروازے کے پٹ کھول کر دونوں ہاتھ اُٹھا دیے۔ دہلیز پار کر کے برآمدے میں آیا۔ مجھ پر چاروں طرف سے ٹارچ کی روشنیاں پڑنے لگیں۔ وہی شخص کہہ رہا تھا۔ "اگر کسی نے ہماری ٹارچ کی سمت فائر

کیا تو ہم اس باہر آنے والے کو گولی مار دیں گے۔ پھر کانچ کو ہم کے ایک دھماکے سے اُڑا دیں گے۔"

"میں کہہ چکا ہوں، کانچ میں کوئی دوسرا نہیں ہے۔"

مجھ پر ٹارچ کی روشنیاں پڑتی تھیں۔ پھر اندھیرا چھا جاتا تھا۔ ٹارچ بجھتے ہی تاریکی اور گہری ہو جاتی تھی۔ میں نے اب تک آنے والوں کی صورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ جب ایک شخص تلاشی کے لیے کانچ کے اندر جانے لگا تو اس کی فوجی وردی نظر آئی۔ اس کے پیچھے دو اور فوجی جوان گئے۔ انھوں نے تھوڑی دیر بعد واپس آ کر کہا۔ "یہاں کوئی نہیں ہے۔"

ایک افسر نے برآمدے میں میرے قریب آ کر کہا۔ "میں نہیں مان سکتا۔ اُن تینوں کو چھپنے کے لیے اس سے بہتر جگہ نہیں ملے گی۔"

میں نے پوچھا۔ "ذرا وضاحت کرو۔ وہ تینوں کون ہیں؟ کیا وہ مفرور مجرم ہیں؟"

"ہاں، بے حد خطرناک مجرم ہیں۔ اُن میں سے ایک کو اعلیٰ بی بی کہتے ہیں اور دوسرے کو علی تیمور۔ دونوں نے ایک اہم سرکاری ہستی رسونتی کو اغوا کیا ہے۔"

میرے دل سے ایک آہ نکلی۔ یہ میرے اپنے تھے اور میں ان کے لیے مر چکا تھا۔ میں انھیں جانتا، پہچانتا تھا۔ مگر کسی رشتے کے حوالے سے اپنی شناخت پیش نہیں کر سکتا تھا۔ مگر کیوں پیش نہیں کر سکتا تھا؟

اس لیے کہ میں مر چکا ہوں۔ مرنے والا اپنی جیب میں وزیٹنگ کارڈ نہیں رکھتا۔ اس کی شناخت قبر کے کتبے سے ہوتی ہے

رسونتی روتے روتے چپ ہو گئی۔ علی تیمور نے سمجھا شاید دل کا غبار نکل گیا ہے۔ اب وہ ہلکی پھلکی ہو کر پیش آتے رہنے والے متضاد حالات کا تجزیہ کرے گی، پھر اُسے دوست اور دشمن سمجھ میں آنے لگیں گے۔

اس نے کہا۔ "ماما! موجودہ حالات میں یہی کہوں گا، ٹیلی پیتھی ایک لعنت ہے۔ اس علم کی ضرورت اپنوں سے زیادہ دشمنوں کو ہے۔ اسی لیے دشمن آپ کو جھٹکا رہے ہیں۔ کاش! یہ علم آپ کے پاس نہ ہوتا تو ہم ایک عام سے ماں بیٹے کی طرح اپنے گھر میں پُرسکون زندگی گزار سکتے۔"

وہ ایک پتھر سے ٹیک لگائے ہوئے تھی۔ آہستہ آہستہ ایک طرف ڈھلکنے لگی۔ بیٹے نے لپک کر سنبھالا۔ اپنی آغوش میں لے کر کہا۔ "ماما! کیا ہو گیا؟"

اس نے نبض ٹٹولی۔ پتا چلا، بے ہوش ہو گئی ہے۔ اس کا بدن گرم ہو رہا تھا۔ اپنی شناخت نہ ہونے کے باعث تنہائی کے احساس، فکر اور پریشانی نے اور کئی طرح کے منفی اثرات نے اسے بخار میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ ماں کو دونوں بازوؤں میں اُٹھا کر ہیلی کاپٹر کے اندر لایا۔ ہم سردی بڑھتی جا رہی تھی تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ اس نے ہیلمٹ سے اسے ڈھانپ دیا۔ جہاں فلائنگ مشین چھپائی تھی وہاں سے کمبل اور دواؤں سے بھری ہوئی پیٹیاں اور دوسرا ضروری سامان بھی ہیلی کاپٹر میں پہنچا دیا۔ وہاں بھی طرح طرح کے اسلحے کے علاوہ کھانے پینے کا سامان وافر مقدار میں موجود تھا۔ اُس نے مُردہ افسر اور اس کے خاص مائنر کی جیبوں سے تمام پُرزے نکالے، انھیں دوبارہ ہیلی کاپٹر میں لگایا۔ پھر اس کا انجن اسٹارٹ کرنے لگا۔

اسی وقت آرمر نے دماغ میں آ کر کوڈورڈ زادا کیے۔ علی تیمور نے پوچھا۔ "زادا کیے انکل؟"

اس نے کہا۔ "جناب شیخ صاحب نے کہا ہے، میڈونا آئے تو اُس پر بھروسا نہ کرنا اور نہ ہی یہ ظاہر کرنا کہ اُس پر بھروسا نہیں کیا جا رہا ہے۔"

"میں تو یوں بھی اُسے اپنے پاس آنے نہیں دیتا تھا۔ اس لیے وہ شاید میرے پاس نہیں آئے گی۔ آپ پلیز معلوم کریں، آنٹی کہاں ہیں؟"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر کوڈورڈ زادا کیے۔ اس نے پوچھا "بولو آرمر کیسے ہو؟"

"علی معلوم کرنا چاہتا ہے، تم کہاں ہو؟"

وہ ایک غار میں جلتے ہوئے الاؤ کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اوپری جیب سے ایک تہ کیا ہوا نقشہ نکالا۔ پھر اُسے کھول کر الاؤ کی روشنی میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں دریائی راستے سے شمال مشرق کے اس علاقے میں پہنچی ہوئی ہوں۔ یہ علاقہ خطرناک دلدل کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ رات کے وقت کسی دلدل میں دھنسنے کا اندیشہ تھا، اس لیے یہاں الاؤ جلا کر بیٹھی ہوئی ہوں۔ علی اپنا نقشہ دیکھ کر اس دلدلی جگہ کو سمجھ لے گا۔ مجھے اس کے متعلق بتاؤ؟"

"میں ابھی پوچھ کر آتا ہوں۔"

وہ باری باری ان کے پاس آ کر ایک دوسرے کے پیغامات پہنچاتا رہا۔ آخر میں اعلیٰ بی بی کو بتایا کہ علی اپنی ماں کو ہیلی کاپٹر میں لا رہا ہے۔ چونکہ میدانی علاقہ دلدلی ہے اس لیے وہ ہیلی کاپٹر کو کسی پہاڑی پر اُتارے گا۔

وہ بولی۔ "ہمارے پاس آتے جاتے رہو۔ میں نے اس پہاڑی کے دوسری طرف نہیں دیکھا ہے۔ وہاں دشمنوں کا کیمپ ہو سکتا ہے اس لیے ہیلی کاپٹر کی آواز پر سب اِدھر آ جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں دس منٹ بعد آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی تمام ہتھیاروں سے لیس ہو کر ضروری سامان سمیٹ کر غار سے باہر آئی۔ تاریکی میں دُور تک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی رہی۔ باہر آتے ہی ٹارچ روشن کرنا دانشمندی نہیں تھی۔ اس لیے وہ تھوڑی دیر تک کھڑی رہی۔ آنکھوں کو اندھیرے کا عادی بناتی رہی۔ پھر پہاڑی پر چڑھتی ہوئی اُوپر جانے لگی۔

آرمر نے اسے بتایا تھا کہ رسونتی اچانک بیمار پڑ گئی ہے۔ ایسی صورت میں علی تیمور کی پریشانی بڑھ جائے گی۔ ایسے وقت وہ پاس رہ کر اس کی تیمارداری کرنا چاہتی تھی۔ وہ تاریکی میں سنبھل سنبھل کر چڑھتی ہوئی بلندی پر پہنچ گئی۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگی۔ ہر طرف جنگل کا گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس نے دُوربین نکال کر آنکھوں سے لگائی۔ یہ اضافہ بخشش شخی ہے۔ اندھیرا آخر اندھیرا ہوتا ہے، دُوربین لگانے سے دُور نہیں ہوتا۔ لیکن وہ کچھ سوچ سمجھ کر ہی ایسا کرتی تھی۔

دراصل اعلیٰ بی بی اور علی تیمور دشمنوں پر غالب آ رہے تھے۔ پہلے اعلیٰ بی بی نے یہودی تنظیم کے حملہ آوروں کو جنگی حکمت عملی سے موت کے گھاٹ اُتارا۔ پھر سپر ماسٹر کی ان تمام کشتیوں کو ہم کے دھماکوں سے اُڑا دیا جن میں مسلح افراد حملہ کرنے آئے تھے۔ علی نے پہلے تو ایک پورے کیمپ کو تباہ کیا تھا۔ پھر ہیلی کاپٹر میں آنے والے دشمنوں میں سے کسی ایک کو بھی زندہ واپس نہیں جانے دیا تھا۔ ان حالات میں دشمنوں کے مزید کیمپ جہاں بھی تھے، وہاں وہ روشنی نہیں کر سکتے تھے۔ بیک آؤٹ کر کے رات گزارنے پر مجبور تھے۔

اعلیٰ بی بی یہ سوچ کر دُوربین سے دیکھ رہی تھی کہ اس کڑکڑاتی سردی میں انھوں نے جیموں کے اندر آگ سُلگائی ہوگی۔ یا کسی خیمے کو کچن بنایا ہوگا جہاں آگ ضرور جلائی گئی ہوگی لیکن مایوسی ہو رہی تھی۔ ہر طرف گھوم گھوم کر دُوربین دیکھنے کے باوجود کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا، اتنی بڑی دُنیا میں تاریکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اس نے آنکھوں سے دُوربین ہٹالی۔ آرمر نے آ کر بتایا، علی تیمور ہیلی کاپٹر میں پرواز کر رہا تھا۔ کسی نے وائرلیس کے ذریعے مخاطب کیا۔ علی نے جواب نہیں دیا۔ میں اس مخاطب کرنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا، جہاں سے علی کا ہیلی کاپٹر گزرا تھا وہاں ایک کیمپ تاریکی میں ڈوبا ہے۔"

"تم اس کے لیے کیمپ کے اعلیٰ افسر کے پاس جاؤ۔"

"میں گیا تھا۔ اُس افسر کے دماغ نے بتایا کہ ایک کیمپ دلدلی علاقے میں ہے۔ میں نے علی سے کہہ دیا ہے، تمھارے قریب ہیلی کاپٹر اُتارنا خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔ یہ سُنتے ہی اس نے راستہ بدل دیا ہے۔ یوں بھی اندھیرے میں اسپاٹ لائٹس کے بغیر صحیح جگہ پہنچنا دشوار ہے۔ میں علی کے پاس رہوں گا، کسی دوسرے کیمپ سے وائرلیس کے ذریعے بھرائے سے مخاطب کیا جا سکتا ہے۔"

"جاؤ، تمھیں پندرہ منٹ کے بعد آ جایا کرو۔"

وہ چلا گیا۔ اسی وقت کہیں سے کسی نے رائفل سے گولی چلائی جو بہت بلندی پر جا کر پھٹ پڑی۔ اُس سے نکلنے والی روشنی کی شعاؤں نے دُور تک علاقے کو روشن کر دیا۔ اس روشنی میں بے شمار خیمے نظر آئے جو اُسی پہاڑی کے دامن میں تھے جس کی بلندی پر اعلیٰ بی بی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ روشنی ہوتے ہی ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے بیٹھ گئی تھی۔ کیمپ میں خطرے کا سائرن بج رہا تھا۔ کتنے ہی فوجی جوان دوڑتے ہوئے اپنے اپنے مورچوں کی طرف جا رہے تھے۔ خیموں کے اندر بے شمار فوجی اپنی وردی پہننے اور اسلحہ سنبھالنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اندھیرے میں چھپے ہوئے کیمپ کو دیکھنے کے لیے اس کیمپ کے دشمنوں نے ٹریسر گولی چلائی ہوگی۔ اس جنگل کو روشن کرنے والے پتا نہیں تعداد میں کتنے ہوں گے۔ انھوں نے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ مورچے سنبھالنے والے کئی جوان گولیاں کھا کر گر پڑے تھے۔ اس کے بعد اندھیرا چھا گیا۔ ٹریسر گولی کی روشنی کی معیاد ختم ہو چکی تھی۔

اب اندھیرے میں ٹھہر ٹھہر کر فائرنگ اور جوابی فائرنگ ہو رہی تھی۔ فائرنگ کے نتیجے میں شعلے لپکتے تھے اور بجھ جاتے تھے۔ پندرہ منٹ کے بعد آرمر نے آ کر کہا۔ "میں تمھارے ذریعے گولیاں چلنے کی آوازیں سُن رہا ہوں، تم خیریت سے تو ہو؟"

"ہاں معلوم ہوتا ہے یہودی تنظیم کے مسلح افراد نے سپر ماسٹر کے فوجیوں پر حملے کیے ہیں۔ ٹیلسر لائٹ میں فوجیوں کا کیمپ واضح ہو گیا تھا۔"

"تمھارے لیے وہاں خطرہ ہے۔"

"میں یہاں سے دوڑتی ہوئی زیادہ سے زیادہ دُور جا رہی ہوں۔ علی سے کہو ہیلی کاپٹر لے آئے۔ وہ لوگ کیمپ میں ابھی لڑتے رہیں گے۔"

وہ پتھر کے پیچھے سے نکل کر تیزی سے ایک طرف جانے لگی۔ تاریکی میں دوڑنا مناسب نہیں تھا۔ بہت دُور جانے کے بعد اُس نے پنسل ٹارچ روشن کی پھر اس روشنی میں راستہ دیکھتی ہوئی دوڑنے لگی۔ پہاڑی کے اوپر کسی دلدلی مقام کا اندیشہ نہیں تھا۔ البتہ ایک ریچھ سے سامنا ہو گیا، یہاں وہ اپنی خاموشی برقرار نہ رکھ سکی۔ اسے رائفل استعمال کرنی پڑی۔ ریچھ تو دو گولیاں کھا کر پہاڑی سے لڑھکتا چلا گیا لیکن فائرنگ کی آواز دُور تک گونجتی گئی تھی۔ کیمپ سے گولیاں چلنے کی آوازیں نہیں آ رہی تھیں۔ فائرنگ کا وقفہ ہوا تھا۔ اسی وقفے نے فوجیوں کو اور یہودیوں کو سوچنے پر مجبور کیا ہو گا کہ پہاڑی پر سے کون گولیاں چلا رہا ہے۔ اور کس پر چلا رہا ہے؟

وقفہ ختم ہوگیا۔ فائرنگ پھر شروع ہوگئی۔ کیوں کہ لڑنے والی دونوں پارٹیاں فیصلہ کن جنگ کے اختتام پر ہی پہاڑی کی طرف جاسکتی تھیں۔ پھر بہت دُور سے ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دی۔ ایک منٹ بعد ہی آرمر نے آکر کہا۔ "علی آرہا ہے، اسے فائرنگ کے جلتے بجھتے شعلے نظر آرہے ہیں۔ تم سگنل دو۔"

اس نے پینسل ٹارچ آسمان کی طرف روشن کردی۔ اسی لمحے کسی نے للکار کر کہا۔ "تم جو کوئی بھی ہو، اسی طرح سگنل دیتے رہو۔ ٹارچ جیسے ہی بجھے گی، ہم چہ دوں طرف سے گولیاں چلائیں گے۔ تم پھٹتی ہو جاؤ گے۔"

وہ ایک بڑے سے پتھر کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ٹارچ کو اسی طرح پتھر پر کھڑا کیا۔ اسے کھڑا رکھنے کے لیے دو چھوٹے پتھروں کا سہارا لیا۔ اس دوران کوئی کہہ رہا تھا۔ "ہم سمجھ رہے ہیں، تم ہیلی کاپٹر کو سگنل دے رہے ہو۔ اس کا مطلب ہے تم سپر ماسٹر کے آدمی ہو۔ کیونکہ ہمارے ہیلی کاپٹر رات کو پرواز نہیں کرتے ہیں۔ بہرحال کوئی چالاکی دکھانے کی حماقت نہ کرنا۔"

اعلیٰ بی بی زمین پر لیٹ گئی تھی۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ بولنے والا کہاں ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اُدھر رینگتی جارہی تھی۔ بولنے والا جو کہتا تھا۔ اس نے کان لگا کر سُنا پھر دبی آواز میں کہا۔ "میری! کتنی بار سمجھایا ہے ایسے وقت حرکت نہ کیا کرو۔ تم غلط فہمی میں مارے جاؤ گے۔"

اعلیٰ بی بی نے آواز کی سمت نشانہ لیا۔ پھر ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک چیخ اُبھری۔ میری کو سمجھانے والا اخود نشانہ بن چکا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے ایک جانب لڑھکتے ہوئے پتھر کے اُوپر رکھی ہوئی پینسل ٹارچ کو گولی ماری۔ ٹارچ نیچے گر پڑی۔ اب علی تیمور دھوکا نہیں کھا سکتا تھا۔ سگنل کے گڑبڑ ہوتے ہی وہ ہوشیار ہوگیا ہوگا۔ اسی وقت آرمر نے آکر پوچھا۔ "ٹارچ کیوں بجھ گئی ہے؟"

"میں دشمنوں میں گھر گئی ہوں۔ علی سے کہو ہیلی کاپٹر واپس لے جائے۔"

اس نے جہاں سے گولی چلا کر ٹارچ گرائی تھی، وہاں کئی جگہ سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ اس نے جوابی فائرنگ کی حماقت نہیں کی۔ اطمینان سے ایک ایک جگہ جلتے بجھتے شعلوں کو گنتی رہی۔ اس طرح ان کی تعداد معلوم ہوگئی۔ ایک کی موت کے بعد پھر رہ گئے تھے اور وہ چھ کہیں نہ کہیں چھپے ہوئے تھے۔

اس نے آہستگی سے اُن ایک طرف رکھی پھریرو شوٹر کو شانے سے اُتارا۔ اس شوٹر سے تیر چلانے پر آواز نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی اندھیرے میں شعلے اُبھرتے تھے۔ اس نے ایک پتھر اُٹھا کر ایک طرف پھینکا۔ پتھر جہاں دھپ سے گرا، اس جگہ گولیاں چلنے لگیں۔ فائرنگ کے دوران دو چیخیں اُبھریں۔ دو دشمن یکے بعد دیگرے تیروں کا نشانہ بن گئے۔

کسی کو پتا نہ چل سکا، موت کدھر سے آئی تھی۔ اندھیرے میں مرنے والے ساتھی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ درزن کے جسموں میں پیوست ہونے والے تیر بتا دیتے کہ دشمن کتنا عام دماغ ہے۔ پہلے پینسل ٹارچ کو بڑے سے پتھر پر رکھ کر دھوکا دیا۔ اب خاموشی سے تیر برسا رہا ہے۔ ایک پتھر کے پیچھے سے آواز آئی۔ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔ "اب کوئی بھی آواز آئے تو اندھا دھند فائرنگ کرو۔ دشمن ہماری عجلت سے فائدہ اُٹھا رہا ہے۔"

آرمر واپس آگیا تھا۔ بولنے والے کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ پھر اس نے اعلیٰ بی بی کے پاس آکر پوچھا۔ "مجھے بتاؤ میں کس طرح کام آسکتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "اپنے شکار کے دماغ میں جاؤ۔ اس کے ذریعے گولی چلاؤ۔ میں چیخ ماروں گی۔ میری آخری چیخ پر وہ پتھروں کے پیچھے سے نکل آئیں گے۔ تم اسی کے ذریعے کسی ایک دشمن کو ہلاک کرسکتے ہو۔"

"مجھے معاف کردو۔ تم جانتی ہو میں کسی دشمن کو بددعا بھی نہیں دیتا پھر اس پر گولی کیسے چلا سکتا ہوں۔"

"میں بھول گئی تھی۔ جس حد تک کام آسکتے ہو، جاؤ اسی حد تک کچھ کرو۔"

وہ چلا گیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی پتھر کے پیچھے سے گولی چلی۔ اعلیٰ بی بی نے فوراً ہی چیخ مار کر ایک پتھر کو نشیب میں لڑھکا دیا۔ کسی نے کہا۔ "ارے یہ تو عورت کی چیخ ہے۔"

دوسرے نے تائید کی۔ "ہاں عورت ہے۔ نیچے لڑھکتی گئی ہے۔"

تیسرے نے کہا۔ "پھر تو یہ سونتی یا اعلیٰ بی بی ہوگی۔"

کتنی ہی ٹارچیں نشیب کی جانب روشن ہوگئیں۔ اس روشنی میں بڑی خاموشی سے تیر چلے۔ پھر ایک ایک کر کے تین دشمن نشیب میں لڑھکتے چلے گئے۔ اب ایک رہ گیا تھا۔ اس نے ایک طرف بھاگنا شروع کیا۔ وہ اپنی موت سے زیادہ تیز نہیں بھاگ سکتا تھا۔ کمان سے نکلے ہوئے تیر نے اسے بھی اوندھے منہ گرا دیا۔

آرمر نے کہا۔ "آہ! میں کس دُنیا میں جی رہا ہوں؟ اور کب تک دوستوں اور دشمنوں کی موت کا تماشا دیکھتا رہوں گا۔؟ اعلیٰ بی بی! تم عورت ہو، تمھارا دل ایسا پتھر کیسے ہوجاتا ہے؟"

"پہلے یہ اطمینان کر کے آؤ، ان میں سے کوئی بچا بھی ہے یا نہیں؟"

"نہیں، وہ چھ تھے، تم نے بڑی بے دردی سے انھیں موت کے گھاٹ اُتارا ہے۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمھیں دُکھ پہنچے گا۔ میں اُن سے کہتی، لو مجھے مار ڈالو۔ لیکن ہمارے آرمر کو خوش رہنے دو۔"

"کیا بات کر رہی ہو، میرے دُکھی ہونے کا سبب یہ ہے کہ

آدمی آدمی کو کیوں ہلاک کرتا ہے؟"

"تم اس مسئلے پر بعد میں غور کرنا۔ پہلے علی کو یہاں بھیج دو۔"

وہ چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی نے ایک گہرا سانس لے کر سوچا۔ آرمر کا دکھ ہر انسان کا دکھ ہے لیکن انسان نما درندوں پر نصیحتیں اثر نہیں کرتیں۔ انھیں کوئی پیغمبر یا آسمانی کتاب راہِ راست پر نہیں لاسکی ایسے لاتوں کے بھوت صرف لاتوں اور جوتوں سے ہی دھوئیں میں آتے ہیں یا مقابلے پر آکر حرام موت مارے جاتے ہیں۔ ہم انھیں نہ کہتے ان کے گھر نہیں جاتے۔

وہ تیزی سے چلتی جارہی تھی اور سوچتی جارہی تھی۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دی۔ شاید علی آرہا تھا۔ آواز قریب آتی جارہی تھی۔ اچانک خطرے کا احساس ہوا۔ وہ دوڑتی ہوئی ایک چٹان کے نیچے چلی گئی۔ کیوں کہ ہیلی کاپٹر کی سرچ لائٹ نیچے آرہی تھی۔ آرمر نے ابھی تک آکر علی کے واپس آنے کی تصدیق نہیں کی تھی۔

چند منٹ کے بعد ہی آرمر نے آکر کہا۔ "غضب ہوگیا، اعلیٰ کے ہیلی کاپٹر کو دو ہیلی کاپٹروں نے گھیر لیا ہے۔ اُسے دھمکی دے رہے ہیں، اگر وہ ان کی حراست میں پرواز کرتا ہوا ایک کیمپ تک نہیں جائے گا تو اس کے ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیا جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "کیا تم دھمکی دینے والے کے دماغ میں نہیں جاسکتے؟"

"علی نے مشورہ دیا ہے، میں اس کے دماغ میں جاکر واپس آجاؤں، جب تک دوسرے ہیلی کاپٹر والے کا بھی دماغ میری مٹھی میں نہ آئے، میں پہلے والے کو نہ چھیڑوں۔ مگر دوسرے ہیلی کاپٹر والے خاموش ہیں۔"

"تم جاؤ، علی کے پاس رہو۔"

"ایک ہیلی کاپٹر تمھارے قریب آگیا ہے۔"

"آنے دو، میری پروا نہ کرو۔"

آرمر علی کے پاس آیا۔ وہ دو ہیلی کاپٹروں کے درمیان پرواز کر رہا تھا۔ پچھلی سیٹ پر رسونتی کمبل میں لپٹی ہوئی پڑی تھی۔ آرمر نے آکر پوچھا۔ "کیا دوسرے ہیلی کاپٹر والوں نے مخاطب کیا تھا؟"

"نہیں، وہاں مسلسل خاموشی ہے۔"

"اب کیا ہوگا؟ وہ تمھیں کیمپ میں لے جاکر قیدی بنالیں گے۔"

"جس نے مجھے مخاطب کیا تھا اُس کے پاس جائیں۔ کم از کم ایک ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیں۔"

"بیٹے! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اُس میں چار افراد ہیں، میں نے کبھی ایک چیونٹی کو نہیں مارا اور تم انسانوں کو ہلاک کرنے کو کہہ رہے ہو۔ نہیں بیٹے! مجھ سے کوئی دوسرا کام لو۔"

علی تیمور نے پریشان ہوکر سوچا پھر کہا۔ "اچھا آپ اُس ہیلی کاپٹر کو مجھے دُور لے جاسکتے ہیں؟"

"ہاں یہ کرسکتا ہوں۔"

"جب تک میں دوسرے سے بچ کر نہ نکلوں آپ اُس کے پائلٹ کو آزاد نہیں چھوڑیں گے۔"

"ٹھیک ہے، میں جارہا ہوں۔"

وہ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ میں آکر اُسے پوری طرح مٹھی میں لے کر پرواز کی سمت بدلنے لگا۔ پیچھے بیٹھے ہوئے افسر نے پوچھا۔ "کیا کر رہے ہو، علی تیمور کے ہیلی کاپٹر سے دُور نہ جاؤ۔"

مگر وہ دُور ہو چکا تھا اور مزید دُور ہوتا جارہا تھا۔ افسر نے غصے سے پوچھا۔ "یو مان سنس! کیا تم میرے حکم کی تعمیل نہیں کرنا چاہتے یا دماغی طور پر ٹریپ کیے گئے ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے کہا۔ "میں سمجھ گیا، تم خیال خوانی کرنے والے کی مٹھی میں ہو۔ اسی لیے دوسرے ہیلی کاپٹر والوں کو خاموش رہنے کی تاکید کی گئی تھی۔ جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے پائلٹ کے ذریعے ہمیں تباہ کرنا چاہتا ہے اُسے میں جتا دینا چاہتا ہوں کہ جیسے ہی ہم تباہ ہوں گے ویسے ہی علی تیمور کے ہیلی کاپٹر پر فائرنگ شروع ہوجائے گی۔"

آرمر نے پائلٹ کی زبان میں کہا۔ "میں امن اور سلامتی چاہتا ہوں، میرا نام آرمر ہے۔ میں انسانوں کو ہنستے مسکراتے ہوئے لمبی زندگی گزارتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں انسانیت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں، دوسرے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو مخاطب کر کے اُسے پیچھا چھوڑ دینے کو کہو۔ علی تیمور تنہا نہیں ہے۔ جس رسونتی کو دھوکا دینے کے لیے تم دیوی جی کہتے ہو اور جس کی ٹیلی میتھی سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہو وہ بھی علی کے ساتھ ہے اور بہت بیمار ہے۔ کم از کم اپنی دیوی جی کی خاطر اس ہیلی کاپٹر پر فائرنگ نہ کراؤ۔"

افسر نے کہا۔ "اس جنگل میں ہمارے دو کیمپ تباہ ہوگئے، سیکڑوں فوجی نوجوان مارے گئے۔ گولہ بارود اور جدید ہتھیاروں کے ذخیرے تباہ ہوگئے۔ چار ہیلی کاپٹروں کے پرخچے اُڑ گئے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی دیوی جی کی ایسی کی تیسی اگر علی تیمور نے گرفتاری پیش نہیں کی تو ہم رسونتی سمیت اس ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیں گے۔"

ایک فوجی جوان نے چیخ کر کہا۔ "پائلٹ کو ہیلی کاپٹر کا رخ موڑنے کا کہو۔ یہ ہیلی کاپٹر کو اس پہاڑی سے ٹکرانے لے جارہا..."

اس کی بات پوری نہ ہوسکی۔ ایک چٹان سے ہیلی کاپٹر کے ٹکرانے کی زبردست دھماکا ہوا۔ آرمر کے رہنے کے لیے وہاں کوئی دماغ نہیں رہا۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے علی کے پاس آگیا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا، اُس نے کہا۔ "انکل! ابھی ڈسٹرب نہ کرنا۔"

وہ خاموش رہ کر اس کے ذریعے دیکھنے لگا۔ علی تیمور پرواز کا کمال

دکھا رہا تھا۔ دوسرے ہیلی کاپٹر کے اوپر ذرا فاصلہ رکھ کر پرواز کر رہا تھا۔ نیچے والے ہیلی کاپٹر کا پائلٹ اس کے سائے سے نکلنے کے لیے دائیں جاتا تو علی بھی دائیں پرواز کرتا۔ بائیں جانب بھی کترا کر نکلنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ فضا میں یہ کھیل بڑی دیر تک جاری رہا۔ آرمر نے کہا "کاش تمہارے ہیلی کاپٹر میں سب مشین گنیں ہوتیں۔ پھر وہ دشمن پیچھا چھوڑ کر بھاگ جاتے۔"

کوئی ضروری نہیں ہے کہ جدید ہیلی کاپٹر میں جدید خفیہ مشین گنیں ہوں۔ انسان حاضر دماغی سے بھی شکست کو فتح میں بدل سکتا ہے۔ ہیلی کاپٹر کے نچلے خانے میں بہت سا فوجی سامان رکھا ہوا تھا۔ علی نے ڈیش بورڈ کے ایک بٹن کو دبایا۔ پھر ایک چھوٹے سے پینڈل کو گھمایا تو نچلا خانہ کھل گیا۔ اس خانے میں رکھا ہوا تمام سامان نیچے والے ہیلی کاپٹر کے گردش کرتے ہوئے پنکھے پر گرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پنکھا بے کار ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر ایک جھٹکے سے نیچے گیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے زمین کی پستی میں پہنچ کر ایک دھماکے سے تباہ ہو گیا۔

علی نے دوسرے بٹن کو دبا کر چھوٹے سے پینڈل کو گھمایا تو سامان والا نچلا خانہ بند ہو گیا۔ آرمر نے کہا "اوہ گاڈ! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا، تم اس طرح اپنا بچاؤ کرو گے جب کہ تمہارے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔"

"انکل! آپ دوسرے ہیلی کاپٹر کے متعلق بتائیں، کیا اسے دُور بھگا دیا ہے؟"

"وہ بھی تباہ ہو گیا ہے۔"

"پھر تو آپ نے پہلی بار ایسا کمال دکھایا ہے۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اُسے تباہ نہیں کیا ہے۔" میں پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر افسر کی باتیں سن رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کیسے پہاڑی سے ٹکرا گیا، میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"تعجب ہے! پائلٹ کا دماغ آپ کے قابو میں تھا اور آپ کو حادثے کی وجہ معلوم نہیں ہے۔ کیا وہ ایک لمحے کے لیے بدحواس ہو گیا تھا؟"

"نہیں، وہ آخری لمحے تک پُرسکون تھا۔"

"اس کا مطلب ہے آپ کے علاوہ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا وہاں موجود تھا۔ جس تباہی کے آپ قائل نہیں تھے، وہ تباہی اُس نے مچا دی۔"

"کیا میڈونا نے ایسا کر کے تمہاری مدد کی ہے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جناب شیخ صاحب نے کچھ سمجھ کر ہی مجھے میڈونا کو اپنے دماغ سے دُور رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ وہ میرے پاس نہیں آئی۔ آپ کے پاس نہیں آئی پھر اس پائلٹ کے پاس کیسے پہنچ گئی؟ پلیز آپ ذرا ممی کی خیریت معلوم کریں۔"

آرمر نے چونک کر پوچھا "کیا پھر معجزہ ہو گیا ہے۔ آپ کی ماما نے مدد کی ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ آپ جا کر معلوم کریں۔"

وہ رسونتی کے دماغ میں گیا پھر فوراً ہی واپس آ کر بولا "وہ بے ہوش پڑی ہیں۔ اس وقت اعلیٰ بی بی کی سخت ضرورت ہے۔"

"میں اُدھر پرواز کر رہا ہوں۔ آپ آنٹی سے رابطہ کریں۔"

آرمر اُدھر گیا۔ اِدھر علی حیرانی سے سوچنے لگا "آخر ماجرا کیا ہے؟ آرمر کسی کی جان نہیں لے سکتا تھا پھر اس ہیلی کاپٹر کو کس نے تباہ کیا؟"

وہ جتنا سوچ رہا تھا، اتنا ہی اُلجھ رہا تھا۔ دوسری طرف اعلیٰ بی بی چٹان کے پیچھے سے نکل آئی تھی۔ دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر اُدھر آیا تھا۔ پھر سرچ لائٹ کی روشنی پھینکتا ہوا چلا گیا تھا۔ آرمر نے آ کر پوچھا "کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟"

"خطرہ تھا مگر ٹل گیا ہے۔ تم علی کی خیریت بتاؤ؟"

"وہ بخیریت ہیں۔ پتا نہیں تم لوگ کس مٹی کے بنے ہوئے ہو، اُس کی گرفتاری یقینی تھی۔ مگر دشمن کے دونوں ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکے ہیں۔"

"تم نے تو تباہ نہیں کیے ہوں گے۔ اس سرزمین پر تم ہی ایک فرشتہ ہو۔"

"مجھے شرمندہ نہ کرو۔ میں اور علی حیران ہیں کہ ایک ہیلی کاپٹر کو کس خیال خوانی کرنے والے نے تباہ کیا ہے۔ وہ میڈونا نہیں ہو سکتی اور میڈم رسونتی بے ہوش پڑی ہیں۔"

"پھر تو یہ واقعی حیرانی کی بات ہے۔"

ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی پھر چٹان کے پیچھے چلی گئی۔ آرمر نے علی کے پاس جا کر کہا "اعلیٰ بی بی ایک چٹان کے پیچھے ہے۔ تم کوئی سگنل دو تاکہ یقین ہو کہ تمہارا ہی ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ رہا ہے۔"

علی نے سرچ لائٹ کے ذریعے مخصوص سگنل کے متعلق بتایا۔ یہ بات آرمر نے اعلیٰ بی بی کو بتائی۔ اس طرح پندرہ منٹ کے بعد ہیلی کاپٹر پہاڑی پر اُترا۔ وہ دوڑتی ہوئی آ کر اس میں سوار ہوئی۔ اس کے بعد دوبارہ پرواز شروع ہو گئی۔

اعلیٰ بی بی سیدھی رسونتی کے پاس آئی۔ اس کی نبض تھام کر دوسرے ہاتھ سے پیشانی کو چھو کر دیکھا۔ اس کا بدن جل رہا تھا۔ وہ بے ہوش نہیں تھی، اگر پہلے تھی تو اب ہوش میں آ رہی تھی۔ بخار کی زیادتی سے بے سُدھ پڑی ہوئی تھی۔ اعلیٰ بی بی بُخار کم کرنے کے لیے ٹوٹکوں پر عمل کرنے لگی۔ وہاں دواؤں کی کمی نہیں تھی۔

یہ اُلجھن نہیں سُلجھی تھی کہ پہلے ہیلی کاپٹر کو کس نے تباہ کیا تھا؟ نقدیروں ہے کہ رسونتی بُخار میں تپ رہی تھی۔ کمبل میں لپٹی ہوئی سوچ رہی تھی: "میں کس مصیبت میں پڑ گئی ہوں؟ سچ کیا ہے؟ جھوٹ کیا ہے۔ میرے مالک! میرے پیدا کرنے والے مجھے سچائی کا چہرہ دکھا دے۔ میں علی کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ وہ سانس روک لیتا ہے۔ اس کے سچے خیالات پڑھنے دے۔ میرے مالک! اگر یہ جھوٹا ہو گا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

یہ سوچ کر وہ خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتی تھی مگر بیماری کے باعث تھک گئی، پرواز نہ کر سکی۔ مگر کراکر کراکر دعائیں مانگنے لگی۔

"میرے مالک! بہت ہو چکا۔ اب میں یہ چھینا جھپٹی برداشت نہیں کروں گی۔ کبھی سپر ماسٹر چھینتا ہے کبھی یہ لڑکا مجھے جھپٹ کر لے جاتا ہے۔ اگر میں مسلمان ہوں تو آخری رسولؐ کا واسطہ دیتی ہوں، مجھے ذرا سی توانائی دے دے۔"

وہ تھوڑی دیر تک گہری گہری سانسیں لیتی رہی پھر اچانک پرواز کرتے ہی علی تیمور کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ سانس روک بیٹھا تھا لیکن اس وقت آرمر دماغ میں تھا۔ اس لیے ماں کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکا۔ آرمر کہہ رہا تھا "میں کبھی ایک چیونٹی کو نہیں مارتا ہوں پھر ہیلی کاپٹر کے آدمیوں کو کیسے ہلاک کر سکتا ہوں؟"

جواب میں علی نے کہا "کم از کم اس ہیلی کاپٹر کو دُور لے جاؤ۔" یہ سُنتے ہی رسونتی آرمر کے دماغ میں آئی۔ وہ پائلٹ کی آواز اور لہجے کو ٹھہرا کر پرواز کرنا چاہتا تھا۔ رسونتی اسی آواز اور لہجے کے سہارے اس سے پہلے پائلٹ کے دماغ میں پہنچ گئی۔

وہاں رہ کر اس نے افسر کی باتیں سُنیں۔ وہ کہہ رہا تھا "ایک دیوی جی کے لیے ہمارے دو کمپنی تباہ ہو گئے، سیکڑوں فوجی جوان مارے گئے، گولہ بارود اور جدید ہتھیاروں کے ذخیرے تباہ ہو گئے۔" اس نے متعدد ہیلی کاپٹروں کی تباہی کا بھی دُکھڑا سنایا پھر کہا "ایسی ٹیمیں بھیجی جانے والی دیوی جی کی ایسی کی تیسی اگر ہم نے گرفتاری پیش نہیں کی تو ہم رسونتی سمیت اس ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیں گے۔"

یہ سنتے ہی رسونتی پائلٹ کے ذریعے ہیلی کاپٹر کو ایک پہاڑی کی طرف لے گئی۔ وہ اپنی تباہی چاہتی تھی نہ اُس لڑکے کی جو اس کے لیے جان پر کھیل رہا تھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر کو پہاڑی سے ٹکرا دیا۔ اس کے بعد نڈھال سی ہو کر دماغی رابطہ ختم ہو گیا۔ بیماری اور کمزوری کے باعث خود کو سنبھال نہ سکی۔ غفلت کے اندھیروں میں ڈوبتی چلی گئی۔

اعلیٰ بی بی، آرمر اور علی تیمور ابھی اس گتھی کو سُلجھا نہیں سکے تھے۔

اسلام کے خاموش ہیروں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات ضیاء تسنیم بلگرامی کے قلم سے

روشنی کے مینار

قیمت فی جلد ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ضیاء تسنیم بلگرامی کے مضامین کا سرا مجموعہ

عظمت کے مینار

قیمت فی جلد ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ وہ فن پارے جن کی آپ کو تلاش ہے۔

ایمان کا سفر

قیمت فی جلد ۶۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے

کچرا گھر

قیمت فی جلد ۶۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو پاکیزگی کے لبادے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں

آدھا چہرہ

قیمت فی جلد ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

جرائم، جادو، شیطان، رُوح، ارواح، طلسم، مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں

کالی کہانیاں

قیمت فی جلد ۲۰ روپے ڈاک خرچ فی جلد ۱۰ روپے

دنیا کے مشہور بنک ڈیلوٹ جو بے قیمت چیزیں گاہکوں کے معائنے کے لیے پیش کرتا ہے۔

بنک ڈیلوٹ کی چوریاں

قیمت جلد اوّل ۲۵ جلد دوم ۲۵ ڈاک خرچ فی جلد ۱۰ روپے

کئی ٹارچیں روشن ہوتی تھیں۔ اُن کی روشنیاں مجھ پر آتی تھیں پھر بجھ جاتی تھیں۔ اس کے بعد گہری تاریکی چھا جاتی تھی۔ حیاتِ انسانی کا یہی خلاصہ ہے۔ پہلے زندگی کا چہرہ روشن ہوتا ہے پھر دائمی تاریکی چھا جاتی ہے۔

کاتبِ تقدیر نے مجھے انسانوں کی بھیڑ سے نکال کر گمنامی کے اندھیرے میں پہنچا دیا ہے۔ اس ویران جنگل میں جہاں صرف خونخوار درندے رہتے ہیں کوئی انسان اِدھر سے نہیں گزرتا مگر انسان پھر انسان ہے، اپنی دنیا کی ایک ایک انچ زمین پر قدم رکھتا جاتا ہے۔ کبھی وہ دانستہ ایسا کرتا ہے کبھی تقدیر اُسے اُن دیکھی زمین کے ٹکڑوں پر لا پھینکتی ہے۔

میری تنہائی ختم ہو چکی تھی۔ پوری فوج کی فوج میرے اطراف کھڑی ہوئی تھی اور وہ تینوں اعلیٰ بی بی، رستمی اور علی تیمور بھی۔ کہیں مجھ سے قریب یا دور ہوں گے۔ گویا میری گمنامی بھی ختم ہونے والی تھی میں پہچانا جانے والا تھا۔ اپنوں کو خوشخبری ملنے والی تھی۔ دشمنوں کے دلوں پر بجلیاں گرنے والی تھیں کہ فرہاد علی تیمور زندہ ہے۔

ویسے ان فوجیوں میں سے کسی نے مجھے نہیں پہچانا تھا جبکہ ایک زمانہ مجھے جانتا تھا اور سپر ماسٹر کا ہر فوجی افسر مجھے تصویر میں بھی دیکھ چکا تھا تصویریں بھی گھورتا تھا اور خوابوں میں بھی دیکھ دیکھ کر چونکتا تھا۔ اس کے باوجود کسی نے مجھے نہیں پہچانا۔ اچھا ہے کہ میری پہچان گم ہو جائے تب ہی میں گمنام رہ سکتا ہوں۔

انھوں نے میرے کاٹیج کو اندر سے اچھی طرح دیکھ لیا تھا۔ پھر بھی افسر کہہ رہا تھا "میں نہیں مانتا۔ اُن تینوں کو چھپنے کے لیے اِس کاٹیج سے بہتر جگہ کوئی دوسری نہیں ملے گی۔ وہ جوان شیطان کا بچہ ہے فرہاد کا بچہ ہوتا تو ہم اسے فرہاد کی طرح ختم کر دیتے۔ وہ ذلیل ہمارے ہاتھ آتے آتے نکل جاتا ہے۔"

ایک جونیئر افسر نے قریب آکر ٹرانسمیٹر بڑھاتے ہوئے کہا۔ "سینٹرل کیمپ سے کال ہے۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر کا مائیک ہاتھ میں لے کر کوڈ ورڈ ادا کیے۔ دوسری طرف سے کسی نے کہا۔ "سر! ہم ایسی تباہی کے متعلق کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے ہمارے چھ ہیلی کاپٹر اور دو فوجی کیمپ مکمل طور پر تباہ ہو چکے ہیں۔ سیکڑوں فوجی جوان اور اہم افسران مارے گئے ہیں۔ ہمیں ہیڈ کوارٹر سے مزید فوج، ہتھیار اور ہیلی کاپٹر درکار ہیں۔ کمک کا مطالبہ کرنا ہوگا۔"

"یہ کتنے شرم کی بات ہے۔ ہم کس منہ سے مطالبہ کریں ایک جوان چھوکرے اور اعلیٰ بی بی کو گرفتار کرنے کے لیے کیا سپر پاور کی پوری فوج چاہیے۔ مجھے چار گھنٹے پہلے خوشخبری سنائی گئی تھی کہ علی تیمور کو اس کی ماں کے ساتھ گھیر لیا گیا ہے۔ محاصرہ سخت تھا اس کے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ پھر وہ کیسے نکل گیا؟"

"سر! یہ ایک لمبی رپورٹ ہے۔ اس قدر تباہیوں کے پیچھے یہی کہا جا سکتا ہے کہ علی تیمور کو گوریلا جنگ لڑنے کی حیرت انگیز تربیت سکھائی گئی ہیں۔"

"اُس نے آخری جنگ کہاں لڑی اور وہ کس سمت جا سکتا ہے؟"

"پندرہ منٹ پہلے کیمپ نمبر چھ کے قریب ہمارا ایک ہیلی کاپٹر تباہ ہوا ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر علی تیمور کا تعاقب کر رہا تھا۔ ایک اطلاع یہ ہے کہ وہ جا سکتا ہے کہ وہ اپنی ماں کو لے کر شمال مغرب کی سمت گیا ہے۔"

"شمال مغرب کے پندرہ منٹ کے فاصلے پر ہمارے ایک اور ہیلی کاپٹر اترے ہوئے ہیں۔ وہ سرحد پار کرنے کی حماقت میں اپنی ماں کے ساتھ مارا جائے گا اور اگر ہیلی کاپٹر اترے گا تو ان علاقوں میں چھوٹے چھوٹے فوجی دستے ہیں۔ سرحد کے اہم راستے پر ہمیں موجود ہوں۔ علی تیمور کو کل کا سورج دیکھنا نہیں دوں گا۔"

میں نے کہا۔ "خدایا! انسان کتنے بڑے بڑے دعوے کرتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ ہر بڑا دعویٰ خدائی دعویٰ ہوتا ہے۔"

افسر نے ٹرانسمیٹر پر کچھ اور باتیں کیں۔ پھر مائیک آف کر کے جونیئر کو دیتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔ "تم کچھ کہہ رہے تھے؟"

"میں کہہ رہا تھا کل کا سورج بہت دور ہے۔ آنے والا ہر انسان اپنے عمل سے اور خدائی رضا سے دیکھتے ہیں۔ توبہ کرو اور یہ کل کو منظور ہوا تو مجرم کو اس کے انجام تک پہنچاؤ گے۔"

"بات ایک ہی ہے مسٹر!"

"ایک نہیں ہے۔ اس طرح کہنے سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اگر وہ مجرم ہوگا تو ضرور اپنی سزا کو پہنچے گا۔"

"مسٹر راہب! تم دنیاوی باتوں کو نہیں سمجھو گے۔ وہ مجرم ہمارا دشمن ہے۔"

"تم نے ابھی ٹرانسمیٹر پر کہا تھا کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ گیا۔ کیا ماں کو ساتھ رکھ کر کوئی کسی سے دشمنی کر سکتا ہے؟ ہاں تو ظلم ہے دنیا جینے کی دشمنی نہیں کرتی۔"

افسر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پھر چونک کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ یہ اضطراری حرکت تھی۔ وہ تاریکی میں دراز فاصلے پر کھڑے ہوئے فوجیوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ سب ہی کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔ بہت دور سے ہیلی کاپٹر کی آواز آ رہی تھی۔

جونیئر افسر فوراً ٹرانسمیٹر آپریٹ کرتے ہوئے شمال مشرق کی مختلف فوجی دستوں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ سب کو پرواز کرتی ہیلی کاپٹر کی اطلاع دیتے ہوئے کہنے لگا۔ "جب تک پائلٹ نہ کہے اُسے آگے نہ جانے دینا پہلے اُسے اُترنے پر مجبور کرنا، پرواز جاری رہے تو اسے مار گرانا۔"

دوسرا افسر دوڑتا ہوا سینئر افسر کے پاس آیا پھر بولا۔ "سر! ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے رابطہ ہو رہا ہے لیکن اُس کے وائرلیس میں زبردست خرابی ہے آواز آ رہی ہے لفاظ سمجھ میں نہیں آ رہے ہیں۔"

"کوئی تو لفظ پلے پڑ رہا ہوگا؟"

"نو سر! ایک ایک لفظ شکستہ ہے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"یہ اس کی چال ہے۔ وہ بلا کا مکار ہے۔ ہمیں دھوکا دے کر وہ بھاگ جانا چاہتا ہے۔ تمام محاذوں پر میرا حکم پہنچاؤ۔ اسے آگے جانے دیا جائے۔"

پھر اُس نے دوسرے افسر سے کہا۔ "اگر ٹریسر بلٹ چلا کر اُس ہیلی کاپٹر کا نشانہ لیا جائے گا تو اُس روشنی میں ہم بھی نظر آئیں گے۔ ہم جوان اس طرح چھپ جائیں کہ کسی کے وجود کا پتا نہ چلے اور تم فوراً بلیک آؤٹ میں جاؤ اور فوراً کیروسین لیمپ بجھاؤ۔"

فوج کا ہر جوان تاریکی میں اِدھر اُدھر چھپنے کی جگہ تلاش کرنے لگا۔ میں نے کاٹیج میں آکر لیمپ کو بجھا دیا۔ ویسے بھی میں رات کو حاجتِ ضرورت کے وقت لیمپ روشن کرتا ہوں پھر بجھا دیتا ہوں۔ اس ویرانے میں میری آنکھیں تاریکی کی عادی ہیں۔ باقی حواس بھی خاصے تیز ہیں۔ میں کاٹیج کے اندر رہ کر فوجیوں کی نقل و حرکت کو سمجھ رہا تھا۔ اندھیرے میں تباہ کن ہتھیار یا کوئی قابلِ اعتراض چیز برآمد ہو سکتی ہے۔ خفیہ دروازے اور تہ خانے کے بھی امکانات ہیں۔ جاؤ اچھی طرح تلاشی لو۔"

وہ سب چلے گئے۔ اس نے پوچھا۔ "تم کھاتے کہاں سے ہو؟"

"اللہ تعالیٰ جنگل میں بھی رزق پہنچاتا ہے۔ یہاں تازہ پھل اور حلال جانور و طیور سے ہیں۔"

"تم یہاں خفیہ سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہو۔ تمھارا کسی سے مستقل رابطہ رہتا ہے۔ مجھ سے نہ چھپاؤ۔"

"اِس میں چھپانے کی کیا بات ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عبادت کے ذریعے رابطہ رہتا ہے۔"

"یو شٹ اپ! ابھی تمھاری اصلیت معلوم ہو جائے گی۔"

تھوڑی دیر بعد جوانوں نے آکر کہا۔ "سر! اس کے پاس سونے کے لیے ایک چارپائی، پہننے کے چند کپڑے، کھانے کے دو چار برتن۔ ایک آئینہ، ایک لیمپ اور جوتوں کے دو جوڑے ہیں۔ ہتھیار میں صرف ایک چاقو ہے۔ باقی پورا کاٹیج خالی ہے۔ فرش کچا ہے۔ تہ خانے کا امکان نہیں ہے۔ اتنے بڑے کاٹیج میں صرف ایک دروازہ ہے جسے ہم استعمال کر رہے ہیں۔"

افسر نے کہا۔ "میں ایسے غیر ملکی جاسوسوں کے ہتھکنڈے خوب سمجھتا ہوں۔ اس کاٹیج کی چھت پر جاؤ۔ اس پاس کے گھنے درختوں اور جھاڑیوں میں تلاش کرو۔ ایسی جگہوں پر ٹرانسمیٹر اور ہتھیار چھپا کر رکھے جاتے ہیں۔"

افسر فوجی انداز میں چلتا ہوا قریب آیا۔ پھر بولا۔ "تم ابھی سو نہیں سکتے۔ میری نظروں میں مشکوک ہو۔"

اس نے اندازاً کر ٹارچ روشن کی۔ پھر کہا۔ "نان سنس! تمھارے کمرے میں بیٹھنے کے لیے ایک کرسی بھی نہیں ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا کرسی کی عدم موجودگی مجھے مشکوک بنا رہی ہے؟"

"نان سنس! میں نے یہ تو نہیں کہا۔ میرے سوال کا جواب دو، تم کون ہو؟ اس ویرانے میں تنہا کیا کرتے ہو؟"

"میں خدا کا بندہ ہوں۔ کبھی عبادت کرتا ہوں، کبھی مراقبے میں رہ کر اپنا محاسبہ کرتا ہوں۔"

"تم نے سر کے پاس کیوں رہائش اختیار کی ہے؟"

میں نے کہا۔ "تمھارے پاس نقشہ ضرور ہوگا۔ اُسے کھول کر دیکھو، میرا کاٹیج تمھاری سرحد لائن کے پار ہے۔"

"زیادہ چالاک نہ بنو۔ سرحدی لائن کبھی مستقل نہیں ہوتی۔ بارڈر فورس کی کارکردگی کبھی اس لائن کو دشمن کے علاقے میں اندر پہنچا دیتی ہے۔ تم غیر ملکی جاسوس ہو۔"

اس نے چند فوجی جوانوں کو طلب کیا پھر حکم دیا۔ "اس کاٹیج کے ایک ایک گوشے کی تلاشی لو۔ ہتھیار، ٹرانسمیٹر یا کوئی قابلِ اعتراض چیز برآمد ہو سکتی ہے۔ خفیہ دروازے اور تہ خانے کے بھی امکانات ہیں۔ جاؤ اچھی طرح تلاشی لو۔"

وہ سب چلے گئے۔ اس نے پوچھا۔ "تم کھاتے کہاں سے ہو؟"

"اللہ تعالیٰ جنگل میں بھی رزق پہنچاتا ہے۔ یہاں تازہ پھل اور حلال جانور و طیور سے ہیں۔"

"تم یہاں خفیہ سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہو۔ تمھارا کسی سے مستقل رابطہ رہتا ہے۔ مجھ سے نہ چھپاؤ۔"

"اِس میں چھپانے کی کیا بات ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عبادت کے ذریعے رابطہ رہتا ہے۔"

"یو شٹ اپ! ابھی تمھاری اصلیت معلوم ہو جائے گی۔"

تھوڑی دیر بعد جوانوں نے آکر کہا۔ "سر! اس کے پاس سونے کے لیے ایک چارپائی، پہننے کے چند کپڑے، کھانے کے دو چار برتن۔ ایک آئینہ، ایک لیمپ اور جوتوں کے دو جوڑے ہیں۔ ہتھیار میں صرف ایک چاقو ہے۔ باقی پورا کاٹیج خالی ہے۔ فرش کچا ہے۔ تہ خانے کا امکان نہیں ہے۔ اتنے بڑے کاٹیج میں صرف ایک دروازہ ہے جسے ہم استعمال کر رہے ہیں۔"

افسر نے کہا۔ "میں ایسے غیر ملکی جاسوسوں کے ہتھکنڈے خوب سمجھتا ہوں۔ اس کاٹیج کی چھت پر جاؤ۔ اس پاس کے گھنے درختوں اور جھاڑیوں میں تلاش کرو۔ ایسی جگہوں پر ٹرانسمیٹر اور ہتھیار چھپا کر رکھے جاتے ہیں۔"

وہ تمام جوان حکم کی تعمیل کے لیے باہر چلے گئے۔ میں دوسرے کمرے کی طرف جانے لگا۔ وہ تارچ روشن کر کے بولا "رک جاؤ"

میں نے کہا "سوری میں وقت پر سونے کا عادی ہوں۔ تمھیں رپورٹ مل چکی ہے۔ یہاں کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں ہے اور نہ ہی خفیہ دروازہ ہے۔ میں باہر نہیں جاسکوں گا۔ مجھے قیدی سمجھو میں اپنی خوشی سے تمھاری قید میں ہوں"

یہ کہتے ہی میں نے سوچا اس کے دماغ میں جاؤں اور اپنے اوپر سے پابندیاں اٹھانے پر اُسے مجبور کردوں لیکن میں ایسا نہ کرسکا۔ حالانکہ خیال خوانی میری گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ جناب شیخ صاحب مجھے ایسی بی گھٹی میں پڑی ہوئی عادتوں سے بچانا چاہتے تھے۔ انھوں نے پابند کیا تھا کہ میں دنیاوی معاملات سے حتی الامکان دور رہوں گا۔ جب حالات ناگزیر ہوں تب کسی معاملے سے نمٹ کر پھر الگ ہوجاؤں گا۔ اس کے لیے لازمی تھا کہ نہ میں کسی کو اپنا سمجھوں نہ پرایا۔ کسی کے لیے زیادہ محبت اور درد محسوس کروں گا تو جذبات میں بہہ کر اُن کے کام آتا رہوں گا۔ دنیاوی معاملات پھر مجھے اُلجھا لیں گے۔

ایک پابندی یہ تھی کہ میں خواہ مخواہ دوسروں کے خیالات نہ پڑھوں۔ اپنے کسی مقصد کے لیے بھی کسی کے دماغ میں نہ جاؤں۔ جب حالات بہت مجبور کریں اور خیال خوانی نہایت ضروری ہوجائے تو میں خود کو ظاہر کیے بغیر ایسا کرسکتا ہوں۔ یعنی میں ان تمام طریقوں پر عمل کرتا رہوں جن سے میری پہلی شخصیت بالکل بچ کر رہ جائے۔

میرے اس عمل سے جناب شیخ صاحب میرے قلب کی صفائی چاہتے ہیں۔ لہٰذا کچھ عرصہ یہی سہی۔ میں ان کی نصیحتوں پر عمل کرتے ہوئے محسوس کررہا ہوں کہ قلب کی صفائی سے شخصیت میں نکھار آتا ہے۔ صلاحیتیں بھی تیز تر ہوتی ہیں اور ہماری گناہوں اور جرائم سے بھری ہوئی دنیا میں نیکی اور شرافت کی تھوڑی سی پہچان ہوجاتی ہے۔

میں فوجی افسر سے نیکی اور شرافت کے ساتھ پیش آرہا تھا۔ تبھی یہ تماشا بھی دیکھ لیتے ہیں کہ میری یہ تبدیلی دوستوں اور دشمنوں میں کوئی خوشگوار تبدیلی لاسکتی ہے یا نہیں؟

میں جناب شیخ صاحب کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے افسر کے دماغ میں نہیں گیا۔ جب نہایت ضروری سمجھوں گا تو جاؤں گا۔ ابھی دیکھنا ہے وہ کیا کرتے ہیں اور میں کس حد تک انھیں برداشت کرسکتا ہوں۔ میں دوسرے کمرے میں آکر بستر پر بیٹھ گیا۔

باہر افسر کی آواز آرہی تھی۔ وہ اپنے ماتحت افسر سے کہہ رہا تھا "یہاں دروازے پر دو جوانوں کی ڈیوٹی لگاؤ۔ راہب پر کڑی نظر رکھو۔ اُسے کاٹیج سے باہر نہ نکلنے دو"

اسے اطمینان ہوگیا تھا کہ یہاں چور دروازہ نہیں ہے۔ میں چھپ کر نہیں جاسکوں گا اور نہ ہی کسی سے رابطہ قائم کرسکوں گا میں نے بستر پر بیٹھی مار کر آنکھیں بند کیں اور رابطہ قائم کرلیا۔

میں جناب شیخ صاحب کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ میرے سامنے اسی انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہماری زبان بھی تھی۔ لب ساکت تھے۔ آنکھیں ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔ دماغ آپس میں بول رہے تھے۔

میں نے کہا "میرا علی بڑے مصائب سے گزر رہا ہے۔ نہ جانے کتنی صعوبتیں اُٹھانے کے بعد سرحد کے قریب پہنچ رہا ہے۔ میں تھوڑی سی مدد کردوں تو وہ اپنی ماں کے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گا"

انھوں نے پوچھا "کیا وہ مدد کے لیے کسی کو پکار رہا ہے؟"

"خدا کو پکارتا ہوگا"

"کیا خدا اس کی سن رہا ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ اب تک کامیاب و کامران رہا ہے"

"تو پھر تمھاری کیا ضرورت ہے؟"

"حضور! بچہ پکارے یا نہ پکارے ماں باپ اپنے جذبوں کی چیخ و پکار میں اُس کی دستگیری کو دوڑتے ہیں"

"اگر تم بے دست و پا ہوتے۔ اپنی جگہ سے ہل نہ سکتے تب کیا کرتے؟"

"دعا کرتا"

"یعنی تب خدا یاد آتا۔ تب خدا پر بھروسا ہوتا۔ بھروسا اٹھ نہیں ہے"

"بھروسا پہلے بھی ہوتا ہے بعد میں بھی ہوتا ہے۔ پہلے ہم خدا پر اس لیے زیادہ یاد نہیں کرتے کہ اپنی جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں۔ پہلے ہم دعا کم اور دوا زیادہ کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا اُس کی مدد کرتا ہے اپنی مدد آپ کرتا ہے"

"بے شک علی اپنی مدد آپ کررہا ہے۔ خدا اس کے ساتھ ہے یہ بتاؤ تم کیا چیز ہو؟"

"میں اُس کا باپ ہوں اُس کے لیے تڑپتا ہوں۔ راستے کے کانٹے ہٹانا چاہتا ہوں"

"افسوس تم اپنی موت کو بھول گئے۔ کتنی دھوم سے تمھارا جنازہ اٹھا تھا۔ ایک دنیا نے دیکھا تھا۔ تم نے بھی اپنی موت کا یقین کرتے ہوئے ایک نئی زندگی کا عہد کیا تھا۔ ایسی زندگی جو صرف خدا کے لیے ہوتی ہے اُس کی عبادت سے وقت ملے تو پھر بندوں کے لیے ہوتی ہے"

"میں عبادت سے فارغ ہوچکا ہوں ایک بندے کے پاس آنا چاہتا ہوں"

"تم روز عبادت سے فارغ ہوتے ہو۔ تمھیں پتا ہے اس وقت میں جگہ جگہ جنگ جاری ہے۔ لوگ مرتے ہیں زخمی ہوتے ہیں

کسی کے زخم پر مرہم رکھنے کیوں نہیں گئے؟ یہ خودغرضی ہے کہ صرف بیٹا تڑپ رہا ہے اور کسی بندے کا درد نہیں پکار رہا ہے"

"جناب! کسی زخمی کی آواز کانوں میں آئے یا اس کا پتا چلے تو میں اس کی مدد کے لیے ضرور جاؤں گا خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ ابھی میرے بیٹے کی آمد کی اطلاع ملی ہے۔ اس لیے اُدھر جانا چاہتا ہوں"

"آمد کی اطلاع ملی ہے مگر وہ آیا نہیں ہے۔ اطلاع غلط ہو سکتی ہے"

"میں خیال خوانی کی ایک جست میں بیٹے کے پاس پہنچ سکتا ہوں"

"مختلف کیمپوں سے کئی افسران نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کی تھی۔ تم نے ان کی آوازیں یہاں کے افسر کے ذریعے سنی تھیں۔ تم ان کیمپوں کے افسران کے پاس جاکر ان کے زخمی فوجیوں تک پہنچ سکتے تھے۔ ان کے دماغوں میں رکے زخموں کی ٹیسوں کا احساس کم کرسکتے تھے۔ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"

"آپ سچائی منوا لیتے ہیں۔ میں مانتا ہوں یہ انسانی خودغرضی ہے۔ میں نے انسانوں کی دنیا سے دور رہ کر ایک عرصے بعد تڑپ محسوس کی تو پہلے اولاد کے لیے۔ آہ! میں کیا کروں۔ آخر انسان ہوں ساری زندگی گوشہ نشین رہ کر عبادت کرتا رہوں گا اور تمام انسانوں کو برابر سمجھتا رہوں گا تب بھی ایک لمحے کے لیے گوشہ تنہائی سے نکلوں گا تو پہلے اولاد کی محبت پکارے گی"

"تو پھر جاؤ تم آزاد ہو"

میں نے حیران ہوکر پوچھا "آپ نے مجھ پر پابندیاں عائد کی تھیں"

"وہ قدرتی پابندیاں ہیں تم پر آیندہ حاوی رہیں گی۔ آزاد ہوکر دیکھ لو تمھارے ساتھ کیا تماشا ہونے والا ہے۔ اب جاؤ"

میں نے آنکھ کھول کر کمرے میں خاموشی تھی۔ میں اپنے بستر پر پلتھی مارے بیٹھا تھا۔ میرے دل میں مسرتیں بھری ہوئی تھیں۔ مجھے اپنے خون کے اور محبت کے رشتوں سے رابطہ قائم کرنے کی اجازت ملی تھی۔ میں اُن کے کام آسکتا تھا۔ میں پھر سے آزاد ہوگیا تھا۔

پتا نہیں جناب شیخ صاحب نے یہ کیوں کہا تھا کہ پابندیاں انھوں نے نہیں لگائی تھیں وہ قدرتی ہیں اور میں آزادی کے بعد بھی پابندیوں میں رہوں گا اور میں یہ ضرور دیکھنا چاہوں گا کہ مجھ جیسے نئے نئے طوفان کو کس طرح کی پابندیاں روک سکیں گی۔ میں خود کو منہ زور طوفان کہہ کر اپنے منہ میاں مٹھو بن رہا ہوں۔ آیندہ ایسے بڑے بول نہیں بولوں گا مگر آج میں اپنے آپ میں نہیں ہوں مسرتوں کی انتہا برداشت نہیں کررہا ہوں۔ مجھے ایک نئی زندگی ملی ہے ایک عرصے کے بعد میں گمنامی کی قبر سے نکل رہا ہوں۔ آرہا ہوں میرے بیٹے! میں آرہا ہوں۔

کاٹیج کے باہر کبھی کبھی قدموں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں کبھی کوئی افسر کسی فوجی جوان سے کچھ کہتا تھا پھر خاموشی چھا جاتی تھی۔ وہ لوگ کاٹیج کے آس پاس درختوں اور جھاڑیوں میں تلاشی لے چکے تھے۔ انھیں میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل رہا تھا اور نہ ہی آیندہ مل سکتا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کیں اپنے بیٹے علی تیمور کا تصور کیا۔ اس کے لب و لہجے کو یاد کیا لیکن پرواز کرتے کرتے رہ گیا۔ قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے ناگواری سے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ فوجی افسر مداخلت کے لیے آگیا تھا۔ کیا اسی کو پابندی کہتے ہیں؟

میں اپنے لوگوں سے ملتے ملتے رہ گیا۔ افسر کی بے وقت آمد نے سوچنے پر مجبور کیا۔ یہ لوگ نہ تو مجھے سکون سے سونے دیں گے نہ ہی اطمینان سے خیال خوانی کا موقع دیں گے۔ میں نے کہا "افسر! کسی کے کمرے میں اجازت حاصل کیے بغیر نہیں آنا چاہیے۔ ابھی میں عبادت کررہا ہوں پھر سو جاؤں گا دونوں صورتوں میں تمھاری مداخلت گراں گزرے گی"

وہ بولا "میرا خیال ہے تم عبادت نہیں کچھ اور کررہے تھے۔ اپنی جگہ سے اُٹھو۔ تم نے کوئی ٹرانسمیٹر چھپایا ہے"

میں نے اسی لمحے میں اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کے دماغ میں سوچ پیدا کی "ارے یہ کیا؟ کمرے میں ہر چیز اپنی جگہ موجود ہے۔ وہ راہب بستر پر سے غائب ہے۔ ابھی تو یہیں بیٹھا ہوا تھا"

دماغ آنکھوں کو دیکھنے کی اجازت دے تو نظر آتا ہے ورنہ سامنے رکھی ہوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ یہ نظر کی خرابی نہیں غائب دماغی ہوتی ہے اور اس کا دماغ ٹیلی پیتھی کی بھول بھلیوں میں غائب ہوچکا تھا۔

پھر میں نے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے بولا "تم ابھی نظر نہیں آرہے تھے۔ غائب ہوگئے تھے۔ تم جادو جانتے ہو؟"

میں نے کہا "ہم روحانیت کی دنیا میں رہتے ہیں۔ ہمیں جادوگر سمجھو گے تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔ میں نے مجبور ہوکر یہ تھوڑا سا روحانی کمال دکھایا ہے۔ میں گوشہ نشین ہوں۔ مجھے تنہا رہنے دو۔ بار بار آکر پریشان کروگے تو تباہی کو اپنا مقدر بنالوگے"

"ہمارے ملک کے سائنسداں چاند پر پہنچ گئے ہیں، ستاروں پر کمند ڈال رہے ہیں اور تم مجھے روحانیت سے ڈرا رہے ہو۔ کیا ناراض بچہ سمجھتے ہو؟ تم غیر ملکی جاسوس ہو۔ میں تمھاری دھونس میں نہیں آؤں گا۔ تمھیں یہاں سے قیدی بنا کر لے جاؤں گا"

اگر میں جناب شیخ صاحب کی ہدایات پر عمل کرتا تو پتا نہیں وہ کس طرح مجھے ان فوجیوں سے نجات دلاتے؟ میں نے اپنے طریقۂ کار پر عمل کیا۔ افسر کے دماغ پر قبضہ جماتے ہوئے بستر پر سے اُٹھ گیا۔

وہ میرے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ دوسرے کمرے سے گزرتا ہوا دروازے پر پہنچا۔ باہر چاند نکل آیا تھا مگر اوس کی دُھند میں کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ قریب کھڑے ہوئے جوانوں نے اٹینشن ہو کر سیلوٹ کیا۔ افسر نے میری مرضی کے مطابق ماتحت افسر کو بُلا کر آہستگی سے کہا۔ "ہم خواہ مخواہ راہب پر شبہ کر رہے تھے۔ یہ راہب نہیں سسٹر ڈینی پال ہیں۔ ہماری خفیہ فورس کے فرنٹ لائن کے جاسوس ہیں۔ اسی لیے سرحدی لائن پر راہب بنے ہوئے ہیں۔ بہت مجبور ہو کر انھوں نے مجھ سے کوڈ ورڈ کا تبادلہ کیا ہے۔"

یہ سنتے ہی ماتحت افسر نے میرے سامنے اٹینشن ہو کر سیلوٹ کیا۔ افسر نے پوچھا۔ "کیا اُس ہیلی کاپٹر کی خبر ملی؟"

"نہیں، ہر محاذ سے یہی رپورٹ مل رہی ہے کہ مختلف پٹرولنگ پارٹیاں اس کی تلاش میں گئی ہیں۔"

افسر نے کہا۔ "میں مسٹر ڈینی پال اور ہیں جوانوں کے ساتھ ذرا دور جا کر دیکھوں گا۔ ہو سکتا ہے، ہیلی کاپٹر یہاں قریب کہیں اُترا ہو۔ میری واپسی تک تم یہاں کے انچارج رہو گے۔"

بیس جوانوں کو تمام اسلحہ اور ضروری سامان سمیٹ کر چلنے میں دس منٹ لگے۔ ہم اُس کا پیچھا سے اور باقی فوجیوں سے دور ہوتے چلے گئے۔ جناب شیخ صاحب نے درست فرمایا تھا کہ میں آزاد رہوں گا مگر پابندیوں میں رہوں گا۔ موجودہ پابندی مجھے میرے بیٹے تک پہنچنے نہیں دے رہی تھی۔ جب سے میں نے علی تیمور کے پاس جانے کا ارادہ کیا تھا، تب سے وہ افسر راستے کا پتھر بن گیا تھا۔ میں اس کے دماغ کو ایک پل کے لیے بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ ذرا بھی گرفت ڈھیلی ہوتی تو وہ شور مچا کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا جا رہا ہے۔ پھر وہ بیس جوان میرے لیے موت بن جاتے۔

میں افسر کے دماغ میں رہ کر فوجی جوانوں پر بھی توجہ دیتا جا رہا تھا۔ وہ ٹارچ روشن کر کے آگے بڑھتے ہوئے کبھی کبھی آپس میں باتیں کرتے تھے میں ان کی آوازیں سنتا جاتا تھا۔ بہت دور نکل آنے کے بعد اچانک افسر نے ریوالور نکال لیا پھر میری گردن پکڑ کر فوجی جوتوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "خبردار! کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ ورنہ میں تمھارے اس مکڑی جاسوس ڈینی پال کو گولی مار دوں گا۔ اس کمبخت جاسوس کو معلوم ہو چکا ہے کہ میں بہروپیا ہوں اور یہودی تنظیم کے لیے کام کر رہا ہوں۔"

سب حیران پریشان ہو کر اپنے افسر کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "تم بے شک بہروپیے ہو۔ میں تمھیں دھوکے میں رکھ کر ہیڈ کوارٹر لے جانا چاہتا تھا مگر تم یہاں اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔ میرے بہت سے جوان اوس کی دُھند میں نظر نہیں آ رہے ہیں۔ اُن میں سے کوئی بھی تمھیں گولی مار سکتا ہے۔ تم حماقت کر رہے ہو۔"

میری بات ختم ہوتے ہی افسر نے جوانوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ سامنے کھڑے ہوئے چار جوان یکے بعد دیگرے گولیاں کھا کر گرے۔ پھر چیخنے لگے۔ ایک نے اپنی رائفل کی گولی افسر کی کھوپڑی اُڑا دی۔ میری گردن پکڑنے والے کی گردن موت کے شکنجے میں چلی گئی۔ اوس کی دُھند میں اُسے مرتے ہوئے شاید کسی نے نہیں دیکھا۔ میں نے اسی جوان کے ذریعے اس کے ساتھیوں پر گولیاں چلوائیں۔ کسی نے کہا۔ "ارے یہ پاگل ہو گیا ہے۔ اس سے رائفل چھین لو۔"

وہ بولنے والا بھی چیخ مار کر گر پڑا۔ جنگل کے سناٹے میں بڑی دیر تک فائرنگ کی آوازیں گونجتی رہیں۔ ایک فائرنگ کرنے والا کسی کی گولی سے مرتا تھا تو میں دوسرے کے دماغ میں پہنچ کر اپنی اُس جنگ کو جاری رکھتا تھا۔

پھر ایک آخری فوجی رہ گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق دوڑ دوڑ کر اِدھر اُدھر جانے لگا۔ لاشوں کو گننے لگا۔ افسر کے علاوہ اکیس لاشیں تھیں۔ بیسواں وہ گننے والا تھا۔ حیران حیران سہما سہما کھڑا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم زندہ رہو گے؟"

اُس نے فوراً ہی مجھے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا۔ "میں بھول گیا یہ ٹیلی پیتھی کی شیطانی چال تھی۔ تم کون ہو؟ خبردار! جیسے ہی دماغ میں آؤ گے، میں گولی چلا دوں گا۔"

"نادان بچے! میں تمھارے دماغ میں ہوں۔ نہ تم مجھے مار سکو گے نہ میں تمھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہلاک کر سکوں گا۔"

اُس نے ٹریگر پر انگلی دبانے کی بار بار کوشش کی مگر ناکام رہا پھر اس کے ہاتھ سے رائفل گر پڑی۔ اس نے سہم کر پوچھا۔ "تم مجھے ہلاک کیوں نہیں کرنا چاہتے؟"

"میں نے تمھارے اندر رہنے کے دوران تھوڑے سے خیالات پڑھے۔ تمھاری سوچ نے بتایا کہ اتنی بڑی دنیا میں تمھاری صرف ایک ماں زندہ ہے اور تمھیں دیکھ دیکھ کر جیتی ہے ـــــ اس جنگل میں آنے سے پہلے تم نے اسے ایک خط لکھا تھا۔ وہ خط اسے ملا ہو گا تو وہ اُسے بار بار چوم رہی ہو گی۔ میں نہیں چاہتا خط کے بعد ماں کو بیٹے کی لاش ملے۔"

وہ گم صُم کھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ "میرا بیٹا اپنی ماں کے ساتھ خطرات سے کھیلتا آ رہا ہے۔ میں اِن ماں بیٹے کے صدقے تم ماں بیٹے کو ملانا چاہتا ہوں۔ جاؤ! دیر نہ کرو۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

وہ پلٹ کر بھاگتا چلا گیا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ میں رہا جب یقین ہو گیا کہ وہ پلٹ کر نہیں آئے گا تو میں نے ایک لاش کا ہیلمٹ اور کارتوس لیے۔ ایک مشین گن اور اس کے کارتوس کی پیٹیاں لیں۔ پھر وہاں سے جانے لگا۔

آگے جا کر کسی محفوظ جگہ بیٹھ کر خیال خوانی کا ارادہ تھا۔ ابھی میں نہیں جانتا تھا رسوتی کے ساتھ کیسا ظلم ہوا ہے اور اس کا برین واش

کیا گیا ہے۔ میں سب سے پہلے اس کے پاس جا کر اپنی زندگی کا مژدہ سنانا چاہتا تھا۔ اپنے ننھے بیٹے کو خوب سمجھتا ہوں، وہ مجھے دماغ میں نہیں آنے دے گا لیکن جب میری حیات نو کا یقین ہو گا تو باپ کے لیے دل اور دماغ کے دروازے کھول دے گا۔ اعلیٰ بی بی کی بھی مستوں کا کوئی ٹھکانا نہ ہو گا۔ وہ میری بیوی اور بیٹے کے لیے خطرات سے کھیل رہی تھی۔ میں تہ دل سے اس کا شکریہ ادا کروں گا۔

دور دور تک کوئی پہاڑی نہیں تھی کسی پتھر کی آڑ میں یا چٹان کے سائے میں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔ میں نے ایک گھنے درخت کے پاس رک کر ٹارچ کی روشنی میں اُسے گھوم گھوم کر چاروں طرف سے دیکھا پھر اس پر چڑھنے لگا۔ اوپر اور اوپر چڑھتے رہنے سے پتا چلا وہ کتنا گھنا ہے۔ ہر شاخ پتوں سے بھری تھی۔ میں نے نیچے ٹارچ کی روشنی کی تو وہ پتوں سے چھن کر زمین تک نہیں پہنچ سکی اس سے اندازہ ہوا کہ کوئی نیچے سے بھی مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ میں آرام سے ایک موٹی شاخ پر بیٹھ گیا۔

میں نے آنکھیں بند کیں اِس بار رسوتی کو تصور میں دیکھا اُس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کیا۔ پھر سوچ کے پرندے نے پرواز کی۔ اچانک ٹھائیں سے گولی چلی۔ پرندہ پھڑپھڑاتا ہوا بے دم ہو گیا۔ میں نے آنکھ کھول دی۔ گولی کہاں سے چلی تھی، کہاں گئی تھی کچھ پتا نہ چلا۔ ویسے میں دائیں بائیں آگے پیچھے بہت ہی دھیمے دھیمے قدموں کی آوازیں سن رہا تھا۔ یعنی بات ایک گولی چلنے تک نہیں تھی، ابھی بات بڑھنے کے امکانات تھے اور میری شامت آئی تھی کہ میں درخت پر چڑھ کر بیٹھ گیا تھا۔ بیچ میں پھنس گیا تھا۔ چاروں طرف سے چلنے والی گولیاں میری طرف آنے والی تھیں، میرے آس پاس سے گزرنے والی تھیں یا مجھے اپنے ساتھ لے جانے والی تھیں۔

اِن حالات میں کیا خاک خیال خوانی کرتا؟ ایک ذرا سی غفلت میری موت کا بہانہ بن جاتی۔ میں جس شاخ پر بیٹھا تھا وہاں سے اُٹھ کر محتاط انداز میں آواز پیدا کیے بغیر اوپر اور اوپر جانے لگا۔ مجھے یقین تھا وہ شرپسند نوے ڈگری پر ہوائی فائرنگ کریں گے اور میں محفوظ رہوں گا۔

آہ! اِسے مقدر کا کھیل کہتے ہیں۔ اپنے بیٹے اور بیوی کے پاس آسانی سے پہنچنے والا نہیں پہنچ رہا تھا۔ قدرتی پابندیاں حالات کے ذریعے خیال خوانی کے پیروں میں زنجیریں ڈال رہی تھیں۔ تڑاتڑ کی مسلسل فائرنگ کے ساتھ گولیاں چلنے لگیں۔ اندھیرے میں یوں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ گھنے درخت کے باعث فائرنگ سے جلنے بجھنے والے شعلے بھی بڑی مشکل سے دکھائی دیتے تھے۔ ایک اندازہ ہو گیا کہ دو پارٹیوں کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہو رہا ہے۔

میں انتظار کے سوا اور کیا کر سکتا تھا۔ اگر کوئی بولتا تو اپنے دماغ کے دروازے کھولتا مگر کوئی بول نہیں رہا تھا۔ وہ نادان نہیں تھے، اچھی طرح جانتے تھے کہ تاریکی میں آواز کی سمت نشانہ لیا جاتا ہے۔ اسی لیے کوئی زبان کھولنا چاہتا تھا نہ ہی قدموں کی آہٹ سنانا چاہتا تھا۔

میں انتظار کر رہا ہوں۔ حالات مجھے پابند کرتے جا رہے ہیں لیکن قارئین! میں آپ کو پابند نہیں کروں گا۔ جو باتیں مجھے بعد میں معلوم ہوئیں، وہ آپ ابھی معلوم کر سکتے ہیں۔

رسوتی کا بخار کم ہو رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے ابتدائی طبی امداد پہنچائی تھی جس کے نتیجے میں ہوش آ رہا تھا۔ علی تیمور نے ونڈ اسکرین کے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس دُھند میں پرواز جاری نہیں رہے گی۔ کوئی بھی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "اسے کہیں اتارو۔ ہم کوئی پناہ گاہ تلاش کریں گے۔"

"میں بڑی دیر سے دیکھ رہا ہوں۔ سرچ لائٹ کی روشنی میں میدانی علاقہ نظر آ رہا ہے۔ گھنے جنگلات ہیں۔ دُھند میں دور تک دیکھا نہیں جا سکتا۔"

"بیٹے! نقشہ دیکھو۔"

"نقشہ بتا رہا ہے، ہم سرحد کے قریب ہیں اور دس بارہ میل پرواز کے بعد اس ملک سے نکل جائیں گے۔"

وہ بولی۔ "پھر تو خطرہ ہے۔ اس دُھند میں سرحدی مورچے نظر نہیں آئیں گے۔ بارڈر فورس کے پاس طیارہ شکن میزائل ہوتے ہیں۔ ہیلی کاپٹر فوراً اتارو۔"

اسی وقت وائرلیس سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ علی نے بٹن کو دبایا۔ اسپیکر سے آواز آنے لگی۔ "ہیلو ہیلو! اَن نون پائلٹ! اپنی شناخت کراؤ۔ تم کون ہو اور کس کیمپ سے آ رہے ہو؟"

اس نے مائیک آن کرتے ہوئے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "میں نے مائیک میں خرابی پیدا کر دی ہے۔ وہ میری ٹوٹی پھوٹی آواز سن رہے ہیں گے مگر کوئی بات اُن کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "مسٹر آمر! کیا تم موجود ہو؟"

وہ دماغ میں آ کر بولا۔ "ہاں! میں میڈم کے دماغ میں تھا۔ یہ بخار، پریشانی اور مایوسی کے سبب بہت نڈھال ہو گئی ہیں۔"

"میں ابھی اور دوا دوں گی۔ تم وائرلیس پر بولنے والے کے پاس جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی تھوڑی دیر میں آ کر بتانے لگا۔ "مختلف کیمپوں اور جگہ جگہ محاذ بنانے والے فوجی دستوں کے درمیان رابطہ قائم ہو رہے ہیں۔ سب اس ہیلی کاپٹر کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ سرحدی لائن میں ایک کانٹیج ہے جہاں فوج کا ایک اعلیٰ افسر، پچاس جوانوں کے ساتھ موجود ہے۔ وہ تمام سرحدی مورچوں تک اپنا حکم پہنچا رہا ہے کہ اگر پائلٹ نے ہیلی کاپٹر نہ اتارا تو اُسے تباہ کر دیا جائے۔"

علی نے ہیلی کاپٹر کو واپس موڑتے ہوئے کہا۔ "انکل! اب آپ

دیکھیں انھیں بیلی کاپٹر کی آواز سنائی دیتی ہے یا نہیں؟"

وہ تھوڑی دیر بعد آکر بولا "نہیں آواز گم ہوگئی ہے۔"

علی نے ذرا اور آگے جاکر بیلی کاپٹر کو زمین پر اتارا پھر ضروری ہتھیار اور سامان لے کر باہر آیا۔ وہ ماں کو کاندھے پر لے جانا چاہتا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اسٹریچر لاکر رکھتے ہوئے کہا "مجبوری ہوگی تو کاندھے پر لے چلنا۔ ابھی ہم اسٹریچر پر لے جائیں گے۔"

"آنٹی! آپ تھک جائیں گی۔"

آمر نے کہا "میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں رہ کر توانائی پہنچاتا رہوں گا۔ یہ جسمانی طور پر تنہا ہوں گی مگر توانائی دو انسانوں کی ہوگی۔"

رسونتی کو اسٹریچر پر لٹایا گیا۔ اس کے آس پاس ہتھیار بھی رکھے گئے تاکہ خطرے کے وقت فوراً استعمال کر سکیں۔ علی نے آگے سے اٹھایا۔ اعلیٰ بی بی نے پیچھے سے پھر وہاں سے چل پڑے۔ وہ چلتے ہوئے بولی۔ "کیا تم نے بیلی کاپٹر کو استعمال کے قابل چھوڑا ہے؟"

"نہیں اس کے کچھ پُرزے نکال لیے ہیں۔"

"تمھارا رُخ سرحد کی طرف ہے۔ اس طرح فوجیوں سے ٹکراؤ ہوگا۔"

"آنٹی! سرحد کے قریب پہنچ کر واپس جانا مجھے منظور نہیں ہے میں ایک کوشش کرتا ہوں۔ ناکامی ہوئی تو واپس بھاگ آئیں گے۔ اپنی توہین نہیں سمجھوں گا۔ جنگ کے دوران لڑنے والے آگے پیچھے ہوتے ہی رہتے ہیں۔"

"اگر ہم رسونتی کو کسی محفوظ مقام تک پہنچا دیں تو پھر دشمنوں سے نمٹنا آسان ہو جائے گا۔"

"ہاں یوں آسانی ہوگی۔ ماما محفوظ رہیں گی۔ میں جدوجہد کے دوران دعا کرتا رہا ہوں کہ میرے مقدر میں یہاں موت ہے تو اے خدا! پہلے میری ماں کو دشمنوں سے دور بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دے پھر میں ہنستے ہنستے جان دے دوں گا۔"

رسونتی کی آہ سنائی دی۔ وہ منہ پر سے کمبل ہٹا کر بولی۔ "مجھے یہاں چھوڑ دو۔ ایک ہتھیار دے دو۔"

وہ چلتے چلتے رک گئے۔ اسٹریچر کو زمین پر رکھ دیا۔ علی نے پاس آکر گھٹنے ٹیک دیے۔ ماں کو چھوڑ کر دیکھا۔ پھر چہرے پر جھک کر بولا۔ "معمولی بخار ہے آپ اچھی ہو جائیں گی۔ ابھی آپ کچھ کہہ رہی تھیں؟"

"میرے اور قریب آؤ۔"

وہ چہرے پر اور جھک گیا۔ رسونتی نے کمبل کے اندر سے ہاتھ نکال کر بیٹے کے چہرے کو چھو کر دیکھا۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اُسے جھکا کر گلے سے لگاتے ہوئے کہا "میرے دل سے لگ جاؤ۔ میری دھڑکنوں کو سنتے رہنے دو کہ تم میرے بیٹے ہو۔ کوئی میرا اپنا ہی میرے لیے اتنی مصیبتیں اُٹھا سکتا ہے۔ میرا بیٹا ہی ایسی دعائیں مانگ سکتا ہے جیسی تم مانگتے رہے ہو۔"

وہ اسے گلے لگا کر رونے لگی۔ بیٹے نے ماں کا سر اُٹھا کر سینے سے لگا لیا اُس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "ماما! آپ نہ روئیں۔ طبیعت اور خراب ہو جائے گی آپ خدا پر بھروسا رکھیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "رسونتی! عورت کے آنسو جنگ لڑنے والوں کو کمزور بنا دیتے ہیں۔ انھیں روک لو تم نے ہمیشہ فرہاد کے شانہ بہ شانہ دلیری کا ثبوت دیا ہے۔"

"میں ثبوت دوں گی۔ مجھے اسٹریچر پر نہ لٹاؤ میں ساتھ چلوں گی۔"

"نہیں ماما! آپ کو ابھی آرام کی ضرورت ہے۔"

"مجھے آرام کی نہیں ہتھیار کی ضرورت ہے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ دشمنوں نے حملہ کیا تو ہتھیار دوں گا۔ ہم ماں بیٹے شانہ بہ شانہ لڑیں گے لیکن ابھی آپ آرام کریں۔"

اس نے اچھی طرح اسے کمبل میں لپیٹا۔ پھر اعلیٰ بی بی کے ساتھ اسٹریچر اُٹھا کر چلنے لگا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد آمر نے آگر کہا۔ "مختلف فوجی دستے مختلف سمت جا رہے ہیں۔ تمھاری طرف کون لوگ آ رہے ہیں یہ کیسے معلوم ہوگا؟"

علی نے رک کر قطب نما دیکھا۔ پھر نقشے پر پینسل ٹارچ کو روشن کر کے کہا "ہمارا رُخ شمال کی طرف ہے۔ نقشے کے مطابق یہ شیڈ ماؤنٹین کا علاقہ کہلاتا ہے۔"

"تو پھر اس علاقے کی طرف ایک فوجی دستہ آ رہا ہے۔ وہ ایک ٹرک اور چار جیپوں میں ہیں۔ دوسرے ٹرک میں صرف اسلحہ بھرا ہوا ہے۔"

"آپ اس دستے کے کمانڈنگ افسر کی پلاننگ معلوم کریں۔ اس دھند میں دور سے آنے والوں کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ آپ ان کے نقشے اور قطب نما کو بھی دیکھتے رہیں۔ اس طرح ہم اُن سے ٹکرانے سے بچے رہیں گے۔ اگر ستر اکر نکل سکیں تو بہتر ہوگا۔"

آمر چلا گیا۔ وہ دونوں پھر اسٹریچر اُٹھا کر آگے بڑھنے لگے۔ ان کے آس پاس گھنے درخت پھیلے ہوئے تھے اور اپنے پھیلاؤ کے باعث ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ یہاں بھی اوس تھی مگر دھند نہیں تھی۔ وہ تقریباً ایک میل تک چلتے رہے پھر رُک گئے۔ دو ایک سمت سے فائرنگ کی آوازیں آ رہی تھیں۔

(یہ وہی فائرنگ تھی جو میری موجودگی میں اس وقت ہو رہی تھی جب میں افسر اور بیس جوانوں کو کانوائے سے کئی میل دور لے آیا تھا اور وہاں خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے کو مارنے مرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ آخر میں ایک جوان کو واپس جانے کے لیے زندہ چھوڑ دیا تھا۔)

اعلیٰ بی بی اور علی تیمور نے اسٹریچر زمین پر رکھ دیا۔ رسونتی اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "آواز دور سے آ رہی ہے۔ شاید یہودی تنظیم والے فوجیوں سے ٹکرا گئے ہیں۔ ہمیں تیار رہنا چاہیے۔"

علی نے چاروں طرف گھوم کر دیکھتے ہوئے کہا "یہ تمام درخت بہت گھنے ہیں۔ اگر ماما کو ایک درخت پر چڑھا دیا جائے تو یہ محفوظ رہیں گی۔ لڑنے والے ایک دوسرے پر گولیاں چلاتے ہیں ہوائی فائر نہیں کرتے۔ درخت کی بلندی پر کوئی گولی نہیں چلائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے تائید کی "اچھا آئیڈیا ہے۔ اتنے گھنے درختوں میں چھپنے کے بعد رسونتی زمین سے نظر نہیں آئے گی۔"

"میں تم لوگوں کو چھوڑ کر درخت پر آرام نہیں کروں گی بیٹے! میں تمھارے ساتھ مل کر لڑوں گی۔"

"ماما! طبیعت سنبھلے گی تو آپ ضرور میرے ساتھ رہیں گی۔ پلیز! ابھی بیٹے کی بات مان لیں۔ آئیں میں اس درخت پر آپ کو پہنچاؤں گا۔"

اس نے کسی طرح سمجھا سنا کر ماں کو اپنے کاندھوں پر چڑھنے کے لیے کہا۔ وہ درخت کے تنے کو پکڑ کر بیٹے کے شانوں پر پاؤں جما کر کھڑی ہوئی پھر پٹا کھڑا ہوا تو وہ ایک شاخ تک پہنچ گئی۔ اس پر چڑھ گئی۔ علی نے اس شاخ پر آ کر اسے پھر کاندھوں پر چڑھایا۔ اس طرح ایک سے دوسری پھر تیسری اور چوتھی شاخ پر پہنچایا تا گیا۔ کافی بلندی پر پہنچانے کے بعد اس نے ماں کو ایک رائفل اور کارتوس دے کر کہا "آپ بہت مجبوری کی صورت میں فائر کریں گی۔ ورنہ بالکل خاموش رہیں گی۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ نیچے گیا۔ پھر کمبل وغیرہ لے کر واپس آیا۔ ماں کو اس میں اچھی طرح لپیٹ کر بولا "آپ خود کو جس قدر محفوظ رکھیں گی ہم اتنے ہی اعتماد سے جنگ لڑیں گے۔"

"میں اپنی حفاظت کروں گی تم پورے اعتماد سے جاؤ۔"

وہ چھلانگیں لگاتا ہوا نیچے آیا۔ اعلیٰ بی بی اسٹریچر کو فولڈ کر چکی تھی۔ وہ اُسے لے کر وہاں سے دور جانے لگے۔ کچھ دور جانے کے بعد آمر نے آکر کہا "وہ جنوب کی سمت گھنے درختوں کے سائے میں بڑھ رہے ہیں۔"

علی نے کہا "اور ہم انھی گھنے درختوں کے سائے میں شمال کی طرف جا رہے ہیں۔ یعنی ان سے ٹکراؤ ہونے والا ہے۔"

اس نے سمت بدل دی۔ اعلیٰ بی بی کے ساتھ مغرب کی جانب بڑھتا گیا۔ تھوڑی دیر بعد بھاری بھرکم بوٹوں کی آوازیں ہلکی ہلکی سنائی دینے لگیں۔ ابھی وہ کچھ فاصلے پر تھے۔ علی کی سماعت حیرت انگیز تھی پھر رات خاموش تھی۔ قدموں کی آوازیں یوں بھی سنائی دیتی ہیں اگر زمین سے کان لگا کر سننے کی کوشش کی جائے۔

وہ دونوں پھر اُدھر جانے لگے جہاں رسونتی کو چھوڑ آئے تھے۔ اسی وقت کہیں سے فائرنگ ہوئی۔ آخر دشمنوں کے ساتھ بھی غیر معمولی سماعت رکھنے والے تھے۔ انھوں نے علی بی بی اور علی کے قدموں کی آہٹیں سن لی تھیں۔ اس طرح فائرنگ اور جوابی فائرنگ ہونے لگی۔

اعلیٰ بی بی اور علی تیمور ایک دوسرے سے دور چلے گئے تاکہ ایک ساتھ گھیرے نہ جا سکیں۔ آمر ان کے درمیان قاصد بنا ہوا تھا۔ انھیں ایک دوسرے کی خیریت بتانے کے علاوہ دشمنوں کی پوزیشن بھی بتاتا جا رہا تھا۔ علی تیمور نے گھاس پر رینگتے ہوئے کہا "انکل! آپ کی رپورٹ کے مطابق میں اس ٹرک کی طرف جا رہا ہوں جو اسلحے سے لدا ہوا ہے۔ وہیں دشمنوں کی کمر توڑوں گا آپ مجھے راستہ بتاتے رہیں۔"

کئی گولیاں اس پر سے گزر گئیں۔ حالانکہ کسی نے اُسے دیکھا نہیں تھا۔ ایسا اندھا دھند فائرنگ کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ پتا نہیں کتنی دور رینگتے رہنے کے بعد فائرنگ سے نجات ملی۔ گولیوں کی آوازیں ذرا دور پیچھے سے آ رہی تھیں یعنی وہ میدان جنگ سے نکل آیا تھا۔ اُس نے پوچھا "ٹرک کہاں ہے؟"

آمر نے کہا "ذرا تیزی سے چلو۔ انھوں نے اُسے دور چھوڑا ہے کیونکہ اس میں گولہ بارود ہے۔"

علی اُٹھ کر جھکتا ہوا دوڑنے لگا۔ وہ آمر کی راہنمائی کے مطابق قطب نما کو بھی دیکھتا جا رہا تھا۔ تقریباً دو سو گز تک دوڑنے کے بعد رک گیا۔ اس کے قدموں کی آواز ٹرک والے فوجی سُن سکتے تھے۔ وہ دبے قدموں چلنے لگا۔ آخر حدِ نظر پر وہ ٹرک نظر آ گیا۔ اس نے کہا "انکل! آپ تصدیق کریں وہ ٹرک اسلحے سے بھرا ہے۔ مجھے دو فوجی ٹرک کے پاس الرٹ دکھائی دے رہے ہیں۔ تیسرا ٹرک سے دور کھڑا سگریٹ پی رہا ہے۔"

آمر نے کہا "بالکل ٹھیک یہی وہ ٹرک ہے۔"

علی نے اپنی کٹ میں سے دو ہینڈ گرنیڈ نکالے پھر چھپتا ہوا اتنے فاصلے پر جانے لگا کہ آسانی سے دستی بم ٹرک کے اندر پھینک سکیں۔ وہ بہت ہی اہم لمحات تھے۔ مقدر کے راضی یا ناراضی ہونے سے تخت بھی ہو سکتا تھا اور تختہ بھی۔

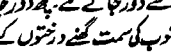

میں درخت کی شاخ پر بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔ فائرنگ تھمی کہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ رہی تھی پہلے مسلسل ہو رہی تھی۔ اب رک رک کر کی جاتی تھی۔ پھر کسی نے کہا۔ "پچھلے پندرہ منٹ کی فائرنگ سے اندازہ ہو گیا ہے کہ ہمارے مقابلے پر کوئی تنہا ہے اور وہ یقیناً علی تیمور ہے ہم پانچ منٹ تک گولی نہیں چلائیں گے۔ اُسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیا جائے۔ سرحد پار کرنا تو دور کی بات ہے وہ ہمارے محاصرے سے بھی نہیں نکل سکے گا۔"

مجھے بڑے انتظار کے بعد ایک فوجی افسر کی آواز سنائی دی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے دوسروں کے دماغوں میں جگہ حاصل کی جا سکتی تھی مگر اس کا موقع نہیں ملا۔ اچانک ایک ایسا دل ہلا دینے والا دھماکا ہوا کہ زمین لرز گئی۔ درخت یوں ہل گئے جیسے

بڑے اکھڑ کر گرنے والے ہوں۔ میں شاخ پر سے گرتے گرتے سنبھل گیا۔ ساتھ ہی ایک نسوانی چیخ سنائی دی۔ پھر جیسے وہ آسمان سے گری اور کھجور میں اٹکی۔ میں پھر گرتے گرتے سنبھلا۔ اسے سنبھالنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ مجھ سے کمبل کی طرح لپٹ گئی تھی۔ سارے دہشت کے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔

میں حیران تھا وہ کون ہے؟ اوپر کب سے چھپی ہوئی تھی۔ دہشت زدہ کرنے والا دھماکہ نہ ہوتا تو بدستور چھپی رہتی۔ یوں پکے ہوئے پھل کی طرح میری آغوش میں نہ آتی۔ قسمت اچھی تھی کہ دھماکے کے باعث فوجیوں نے اس کی چیخ نہیں سنی تھی۔ وہ بھاگ رہے تھے۔ کچھ کہتے جا رہے تھے کہ گولہ بارود سے بھرے ہوئے ٹرک کو بلاسٹ کیا گیا ہے۔

میں نے پوچھا "بی بی تم کون ہو؟"

وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ میں نے کمبل کے اندر ہاتھ ڈال کر اسے چھو لیا۔ وہ بخار میں مبتلا تھی۔ کچھ بخار سے اور کچھ ناگہانی دھماکے سے اس کے اعصاب پر اثر پڑا تھا۔ میں نے کہا "سب سے پہلے یہ یقین کر لو کہ میں دشمن نہیں ہوں۔ تم ایک شریف آدمی کی گود میں اس کا ایمان خراب کرنے آئی ہو۔"

اسے چھو کر اسے پاکر یوں لگ رہا تھا جیسے میری گم شدہ چیز اندھیرے میں مل گئی ہو۔ اس کی اچانک موجودگی سے یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ صرف اور صرف میری شریک حیات رسوتی ہوگی۔ پھر یکایک یاد آیا کہ ابھی ایک فوجی افسر نے علی تیمور کا نام لے کر اسے وارننگ دی تھی۔ اس کا مطلب ہے "بیٹے نے ماں کو میرے آنے سے پہلے اس درخت میں چھپا دیا تھا۔

اس درخت سے دور گولہ بارود کے ٹرک میں اور بھی کئی دھماکے ہوئے تھے۔ کتنے ہی مرنے والوں کی چیخیں کبھی سنائی دیتی تھیں کبھی دھماکوں میں گم ہو جاتی تھیں۔ اب فائرنگ کی آواز کم اور ہینڈ گرینیڈ کی آواز زیادہ سنائی دے رہی تھی۔ مجھے اطمینان تھا کہ ہمارے درخت کے قریب کوئی ہماری باتیں سننے والا نہیں ہے۔ میں نے پوچھا "تم رسوتی ہو نا؟"

وہ اب تک سہمی ہوئی سی مجھ سے لپٹی ہوئی تھی۔ رفتہ رفتہ خوف دور ہو رہا تھا۔ وہ مجھ سے الگ ہونا چاہتی تھی مگر ہو نہ سکی۔ بڑی نقاہت سے بولی "تم کون ہو؟ مجھے چھوڑو۔ جانے دو۔"

"میں چھوڑوں گا تو سیدھی نیچے جاؤ گی۔"

"مجھے الگ بیٹھنے دو۔"

"شاخ ایک ہی ہے۔ ایک نیام میں دو تلواریں اسی طرح رہ سکتی ہیں جس طرح ہم ہیں۔"

وہ غصے سے بولی "باتیں نہ بناؤ۔ مجھے اس شاخ پر چھوڑ کر تم دوسری پر جاؤ۔ جب تم نے جان لیا ہے کہ میں رسوتی ہوں تو اپنے [illegible] کی خیر مناؤ۔"

یوں تو میں اس کی آواز اور لہجے سے سمجھ رہا تھا پھر اس کی [illegible] نے ماضی کی قبر ستوں کو جھٹر کایا تھا۔ جب اس نے زبان سے خود [illegible] کہا تو میں نے جھک کر اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا۔ اس نے احتجاج کیا۔ منہ پھیرنا چاہا پھیر نہ سکی۔ دونوں ہاتھوں سے مجھے مارتی رہی۔ میرے سر کے بال نوچتی رہی۔ پھر میں نے چھوڑ دیا۔ وہ غصے سے کچھ اور کہنا چاہتی تھی مگر سانسوں کی بھیڑ میں بول نہیں پا رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اس پر ایک سُرور سا چھایا ہوا تھا اس کا غصہ بھی آ رہا تھا کہ ایک غیر مرد نے ایسی زیادتی کیوں کی؟

میں نے مسکرا کر کہا "میں غیر نہیں ہوں۔ تمہارا فرہاد ہوں۔"

"فرہاد؟" اس نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں تم جیسی شریک حیات ہو۔ شوہر کی قربت سے اسے پہچان سکتیں۔ کیا میاں بیوی تاریکی میں اپنی پہچان نہیں رکھتے؟"

"بکواس مت کرو۔ فرہاد مر چکا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ہاں مر چکا تھا مگر در پردہ زندہ تھا۔ مجھے اس تاریکی کے باوجود پہچانو۔ میری آواز میرا لہجہ میرے پیار کا [illegible] میری قربت کی شدت مجھے پہچاننے کے لیے تمہارے پاس پچھلے [illegible] برس کی بے حد و حساب محبتیں ہیں۔"

"دشمن کے بچے! میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں پہلے تم [illegible] میرا برین واش کیا۔ میرے دماغ سے پچھلی زندگی جھلا دی۔ میں عذاب کے عذاب میں مبتلا ہوں۔ آج میں نے علی کو بیٹا کہہ کر گلے لگایا ہے [illegible] تم شوہر بن کر گلے لگنے آ گئے ہو۔ وہ ڈیگر اینڈ ڈیگر میرے دماغ [illegible] چپ چاپ رہ کر میرے خیالات پڑھتے رہتے ہیں۔ انھوں نے میرا [illegible] کو بتایا ہوگا کہ میں نے علی کو بیٹا تسلیم کیا ہے تو اب وہ تمہیں بھی [illegible] چال چل رہا ہے۔"

"تم جو کچھ کہہ رہی ہو یہ میرے لیے نئی اطلاعات ہیں میں نہیں جانتا تھا کہ تمہارا برین واش کیا گیا ہے اور تم پچھلی تمام محبتوں اور [illegible] کو بھول چکی ہو۔ ویسے تم نے علی کو بیٹا تسلیم کر کے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ دشمنوں سے ہٹ کر تمہارے پاس آئے گا تو تمہاری [illegible] کے سامنے مجھے پایا کہہ کر میرے گلے لگے گا۔"

پھر میں نے چونک کر کہا "اوہ خدایا! میں تمہیں پا کر تمہیں [illegible] کے لیے بھول گیا کہ بیٹا دشمنوں کے مقابلے میں تنہا ہے۔ [illegible] آتا ہوں۔"

میں نے اس افسر کی آواز اور لہجے کو یاد کیا جس نے علی کو [illegible] دی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر ان فوجیوں کو جہنم میں پہنچا [illegible] تھا لیکن رسوتی نے جھنجوڑ کر کہا "ارے! تم نے ابھی کہا تھا [illegible] ہو۔ جاتے کیوں نہیں؟"

میں نے کہا "جانے کا مطلب ہے میں خیال خوانی کے ذریعے [illegible] ہوں۔"

"کبھی تمہارے خاندان میں بھی کسی نے خیال خوانی کی ہے — خواہ مخواہ مجھ پر رعب نہ ڈالو۔ اوہ گاڈ! میں بھی فضول باتیں کرنے لگی ہوں۔ میں آخری بار سمجھاتی ہوں مجھے الگ کرو اور دوسری شاخ پر [illegible] نہیں تو۔۔۔"

"نہیں تو میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرو گی۔ تم ایسا کرنے کی [illegible] کر چکی ہو مگر بیماری کے باعث کمزور پڑ گئی ہو۔ بہرحال یہاں سنبھل کر بیٹھو۔"

میں نے اسے اپنی جگہ سنبھال کر بٹھایا پھر دوسری شاخ پر [illegible] فراغ جم کر بیٹھنے کے بعد اس افسر کے پاس پہنچ گیا۔ پہلے معلوم کیا میرا [illegible] کہاں ہے؟ اسے معلوم نہیں تھا۔ وہ سب اعلیٰ بی بی کو گھیرنے کی [illegible] کر رہے تھے۔ میں بیٹے کے پاس نہیں گیا۔ اوّل تو وہ سانس روک لیتا۔ پھر یہ بتانے کا موقع نہیں تھا کہ میں مُردہ تھا زندہ کیسے ہو گیا؟ وہ یقین کیے بغیر مجھے دماغ میں آنے نہ دیتا۔

افسر کی سوچ جاری تھی کہ اعلیٰ بی بی فائرنگ نہیں کر رہی تھی۔ چھپ کر تیر چلاتی تھی پھر جگہ تبدیل کر لیتی تھی اس طرح اس کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ دستی بم پھینکتی تھی جس کے نتیجے میں کئی جوان بیک وقت ہلاک ہو جاتے تھے۔

میں اس افسر کے ذریعے دوسرے جوانوں کے پاس پہنچ کر انھیں [illegible] میں لڑانے لگا۔ ایسا ہی ایک جوان اتفاق سے اعلیٰ بی بی کے قریب پہنچ گیا۔ وہ اس سے بے خبر تھی۔ گھاس پر اوندھے منہ لیٹی ہوئی [illegible] تھی۔ فوجی جوان نے اس کا نشانہ لیا۔ میں نے اس کے دماغ پر [illegible] ہلایا۔ اس کی زبان سے کہا "اعلیٰ بی بی!"

وہ ایک دم سے اچھل کر قلابازی کھاتی ہوئی دوسری طرف [illegible] پھر جوان پر گولی چلا دی۔ میں اس کے انداز کو سمجھتا تھا اس لیے جوان [illegible] کر درخت کی آڑ میں لے گیا۔ پھر بولا "اب گولی نہ چلانا۔ میں فرہاد ہوں۔ یہ سایا کی میری خیال خوانی کی مٹھی میں ہے۔"

وہ کھاس پر لڑھکتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ اوس میں [illegible] ہوئی چاندنی میں چار چھ گز تک کچھ نظر آتا تھا۔ پھر دھند کے میں سب [illegible] ہو جاتا تھا۔ میں نے کہا "یقین کر لو میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ [illegible] تمہیں مخاطب نہ کرتا فوراً گولی مار دیتا۔"

اس کی آواز آئی "اگر فرہاد ہو تو فوجی جوان کو ہتھیاروں سے خالی [illegible] سامنے آ کر تم سے بات کروں گی۔"

میں نے اس جوان کے تمام ہتھیار پھینک دیئے اس کے دونوں [illegible] اٹھا لیے۔ پھر اُسے چلاتا ہوا درخت کے پیچھے سے نکال لایا۔ اسے آواز دی "اعلیٰ بی بی! تمہارا فرہاد موت سے پنجے لڑا کر پھر واپس آ گیا ہے۔ میرے سامنے آؤ۔ میری روداد سن کر تم حیران رہ جاؤ گی۔"

"تم نہ سناؤ۔ میں ننھے بچوں کو سنایا کروں گی۔ وہ قبر سے واپس آنے والے فرہاد کو ڈر کو لا بھگا کر خوب ہنسیں گے مگر افسوس تمہاری موت پر رونے والا یہاں کوئی نہیں ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک تیر سنسناتا ہوا آیا۔ تیر اس کے جسم کے اندر آیا۔ میں اس کے دماغ سے باہر ہو گیا۔ میری خوش فہمی ختم ہو گئی۔ اعلیٰ بی بی نے مجھ پر بھروسا نہیں کیا تھا۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا تھا کہ میں ڈرپوک لڑکی بچگانہ کہانی سنا رہا ہوں۔ واقعی دنیا والے اتنی آسانی سے میری حیات نو کو تسلیم نہیں کر سکتے تھے۔ میرے اپنوں کو رفتہ رفتہ یقین آنے والا تھا۔

بہرحال وہ گم ہو گئی تھی۔ میں پھر اُسے یقین دلانے کے لیے نہیں جا سکتا تھا۔ اسی افسر کے ذریعے دوسرے جوانوں کے پاس جا کر اپنے بیٹے کی مصیبتیں کم کرنے لگا۔ وہاں گولہ بارود کے ذخیرے میں زبردست دھماکے ہوئے تھے جن کی آوازیں رات کے سناٹے میں تمام سرحدی چوکیوں تک گئی ہوں گی۔ ہر سمت سے فوجی بھاگے چلے آ رہے ہوں گے۔ دوسری صبح یہاں حدِ نظر تک فوجی ہی فوجی دکھائی دیں گے۔ پھر یہاں سے ہم سب کا نکلنا ممکن نہیں ہو گا۔

دانشمندی یہ ہوتی کہ ہم رسوتی کو یہاں سے جلد از جلد لے جاتے۔ اس کے لیے لازمی تھا کہ میں علی کے پاس جا کر اسے باتیں کرنے پر مجبور کرتا۔ ایسے ہی وقت مجھے علی کی آواز سنائی دی۔ میں چونک کر دائیں طرف حاضر ہو گیا۔ درخت کے نیچے سے آواز آ رہی تھی "ماما! میں آ رہا ہوں۔ آپ کو نیچے اتاروں گا۔"

رسوتی نے کہا "بیٹے! سوچ سمجھ کر آؤ۔ یہاں میرے قریب ایک شخص ہے۔ خود کو فرہاد علی تیمور کہتا ہے۔ کیا اس پر بھروسا کرو گے؟"

علی نے درخت پر چڑھتے ہوئے کہا "اتنا بڑا جھوٹ بولنے والا دشمن ہی ہو سکتا ہے لیکن آپ کی سلامتی بتا رہی ہے کہ اس دشمن سے سمجھوتا ہو سکتا ہے۔"

میں نے کہا "بیٹے! مجھے آواز اور لہجے سے پہچانو۔ پینسل ٹارچ کی روشنی میں چہرہ دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔ خدا نے تم لوگوں کے لیے مجھے زندہ رکھا ہے۔"

اس نے کہا "ازل سے اب تک خدا نے کسی بچے کے باپ کو دوبارہ زندہ نہیں کیا۔ میں کوئی اسپیشل بچہ ہوں جس کے لیے فرہاد علی تیمور کو دوبارہ زندہ کیا گیا ہے۔ کیا تم کوئی عقل کی بات کرو گے؟"

عقل کی بات یہی تھی کہ میں خود کو ابھی فرہاد نہ کہتا۔ میری آواز اور لہجے کی نقل کرنے والے بہت تھے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے میرا چہرہ بھی بنایا جا سکتا تھا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دشمن فرہاد بن کر

انھیں دھوکا دے سکتا تھا۔ لہٰذا رفتہ رفتہ ہی انھیں یقین دلایا جا سکتا تھا۔

وہ اپنی ماں کے پاس پہنچا پھر اچھل کر میری شاخ پر آ گیا۔ سخت لہجے میں بولا۔ "میرے پاس وقت نہیں ہے۔ تم نے میری مرضی کے خلاف کوئی حرکت کی تو چشم زدن میں گولی مار دوں گا۔ اپنے ہاتھ اوپر والی شاخ پر رکھو۔"

اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ میں نے ہاتھ اوپر کیے۔ اُس نے میری گود سے ہتھیار اٹھا کر نیچے پھینک دیے۔ پھر کہا۔ "میں اپنی ماں کو لے جا رہا ہوں تم یہیں بیٹھے رہو گے۔ اگر بابا کی طرح ٹیلی پیتھی جانتے ہو تو اپنے سپر ماسٹر یا میری تنظیم والوں سے کہو کوئی دوسری چال چلے۔"

وہ رسوتی کو ایک ایک شاخ پر اتارتے ہوئے سنبھال کر نیچے لے جاتے ہوئے بولا۔ "میری ماما دیر تک تمھاری پناہ میں رہی تھیں اس لیے تمھیں زندہ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ نیچے بڑے ہتھیار ساتھ لے جاؤں گا۔ میرا تعاقب نہ کرنا ایک جان ہے اسے سنبھال کر رکھو۔"

وہ ماں کے ساتھ نیچے پہنچ گیا۔ میرے ہتھیار اٹھا لیے۔ پھر جانے لگا۔ میں نے کہا۔ "بیٹے! مجھے ساتھ آنے دو یہاں چھوڑ کر جاؤ گے تب بھی تمھاری ماں کے بیمار دماغ میں موجود رہوں گا۔"

علی جاتے جاتے رک گیا۔ ریوالور نکال کر اوپر دیکھنے لگا۔ میں نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے تم واقعی ٹیلی پیتی جانتے ہو اور ماما کے دماغ میں آ کر مصیبت بنتے رہو گے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے گولی چلائی۔ خدا کا شکر ہے گھنا درخت تھا۔ میرے اور اس کے درمیان اتنی شاخیں اور پتیاں تھیں کہ نہ وہ مجھے دیکھ سکتا تھا نہ گولیاں سیدھی میری طرف آ سکتی تھیں۔ البتہ شناخت آنی تو میں پکے ہوئے پھل کی طرح ایک ہی گولی میں نیچے آ سکتا تھا۔

میں نے کہا۔ "بیٹے! یہ ظلم نہ کرو۔ اس بات کا تو خیال کر دیں نے تمھاری ماں کو یہاں بڑے پیار سے رکھا تھا۔"

یہ کہتے ہی میں نے رسوتی کی سوچ پڑھی۔ وہ پیار کے تصور سے جھینپ رہی تھی۔ اس بات کا پھر بُرا ماننا چاہتی تھی لیکن دل اس کی مرضی کے خلاف دھڑک رہا تھا اور اسے بھولی بسری ہوئی آرزوؤں کی طرف دھکیل رہا تھا۔ وہ بولی۔ "بیٹے! اُسے چھوڑ دو میرا دل کہتا ہے وہ ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"ماما! یہ دشمن کا آدمی ہے۔"

"جو بھی ہے کیا اس گھنے درخت میں اس کا صحیح نشانہ لے سکو گے یا اُسے ہلاک کرنے دوبارہ اوپر جاؤ گے؟ فوجی یہاں کسی وقت بھی آ سکتے ہیں۔"

بات معقول تھی۔ وہ میرے پیچھے وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے کہا۔ "ماما کی سفارش پر تمھیں چھوڑ رہا ہوں۔ درخت کے نیچے کہیں بھی نظر آؤ گے تو گولی مار دوں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ درخت کے نیچے جہاں بھی زمین ہے وہ تمھارے باپ کی ہے، کیا میں کہیں نظر نہیں آ سکتا؟ ایک مقدر سے پابند کیا ہے دوسرے سے تم کر رہے ہو تمھاری ایسی کی تیسی تم نے پہلے اپنے باپ کی مدد کبھی نہیں ملی مگر میں اپنی شریکِ حیات کے کام آ سکتا ہوں۔"

میں نے رسوتی کے ذریعے دیکھا وہ دور جا چکا تھا۔ اپنی ناقدری کے متعلق کبھی سوچا بھی نہیں تھا!

ٹرین اپنی تیز رفتاری سے آخری اسٹیشن کی طرف جا رہی تھی۔ فولادی اجنبی نے پارس سے کہا۔ "مسٹر اسٹون مارک! اس وقت تم کو سنبھال سکتے ہو؟"

"بات کیا ہے؟" پارس نے پوچھا۔

"کچھ لوگ میری محبوبہ کو اغوا کر کے لے جا رہے ہیں، پلیز میرے ساتھ کیبن تک چلو۔"

وہ اجنبی کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا مختلف بوگیوں کی راہداری سے گزرتا ہوا آخری بوگی میں آیا۔ پھر بولا۔ "یہ ٹرین کا آخری حصہ ہے تمھاری محبوبہ کس کیبن میں ہے؟"

"ہم آخری ڈبے کے کیبن میں تھے مگر یہ وہ آخری ڈبا نہیں" ایک مسافر نے کہا۔ "مسٹر! پچھلے اسٹیشن پر آخری بوگی کو الگ کر دیا گیا ہے۔ اگر تمھاری گرل فرینڈ بچھڑ گئی ہے تو صبر کرو اسٹیشن سے واپس جا کر اپنی محبوبہ سے مل سکو گے۔"

پارس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں! اب یہی ہو سکتا ہے۔ ٹرین جس اسٹیشن پر رُکے گی تم اتر جانا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پچھلے اسٹیشن جاؤ گے تو وہ مل جائے گی۔"

"تم بھی میرے ساتھ چلو گے۔"

"میں؟ لیکن میں تو دوسرے ملک جا رہا ہوں۔ روم میں اپنے قبیلے والوں سے جا کر ملنے کے لیے بے چین ہوں۔"

"پلیز! ایسی حالت میں مجھے تنہا نہ چھوڑو۔ تم نے وعدہ کیا تھا اپنے قبیلے والوں سے مجھے ملاؤ گے۔ تم نے اپنے قبیلے کا نام کیا بتایا تھا؟"

"چھانگا نانگا قبیلہ مگر اس کے لیے آگے روم جانا ہوگا اور پیچھے جانے کو کہتے ہو؟"

وہ پریشان ہو کر ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "لڑکی سے بعد میں بھی مل سکتا ہوں، مجھے تمھارے ساتھ روم جا کر اپنے لوگوں کو تلاش کرنا چاہیے لیکن میری کھوپڑی الٹی ہے۔ دل اور دماغ اس محبوبہ کے پاس جانے کو مجبور کر رہے ہیں۔"

"تم نے محبوبہ کو جانے کیوں دیا تھا؟"

"وہ خود ضروری کاغذات لانے کیبن میں گئی تھی۔ بہت دیر

ہوا نے میرے دماغ میں آ کر۔۔۔"

وہ بولتے بولتے رُک گیا۔ پھر بولنے کی کوشش کی مگر بول نہ سکا۔ کوئی طاقت اُسے روک رہی تھی۔ پھر میڈونا کی آواز دماغ میں سُنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "تم بالکل احمق ہو۔ اسٹون مارک (پارس) کو یہ کیوں بتا رہے ہو کہ میں تمھارے دماغ میں آتی ہوں؟ دیکھو پہلے کی طرح زبان سے نہیں سوچ کے ذریعے جواب دو۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولا۔ "تم اسٹون مارک پر خواہ مخواہ شبہ کر رہی تھیں۔ یہ جاسوس نہیں ہے۔ میں اس کے ذریعے تمھارے پاس آسانی سے پہنچ جاؤں گا۔ ورنہ اگلے اسٹیشن پہنچ کر ٹیکسی کہاں تلاش کروں، ٹیلی والے کو کہاں جانے کے لیے کہوں؟ تمھیں پتا ہے میں اس دنیا کی بہت سی باتیں نہیں جانتا۔"

پارس سمجھ رہا تھا کہ اجنبی کسی ٹیلی پیتی والے سے گفتگو کر رہا ہے یہ کہ میڈونا کو اغوا کی واردات میں متہلا کرنے کے خیال خوانی کے قابل نہیں چھوڑا گیا تھا۔ پارس کی پلاننگ کے مطابق وہ خفیہ پولیس کی حراست میں پیرس واپس جا رہی تھی۔

یعنی اب اجنبی کے دماغ میں میڈونا نہیں کوئی اور تھی یا تھا۔ یقین کے ساتھ سپر ماسٹر کا کوئی خیال خوانی کرنے والا تھا اور میڈونا کے بھیس میں بول رہا تھا۔ یہ بھید کھل چکا تھا کہ اجنبی کے پیچھے ایک ٹیلی پیتی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ وہ بولتا نہیں تھا۔ اب تک چپ چاپ اس اجنبی کو کھلونے کی طرح چلاتا آ رہا تھا۔ اب بھی شاید نہ بولتا لیکن میڈونا کو اغوا کرنے کا منصوبہ اچانک خاک میں ملتے دیکھ کر وہ اجنبی کو جلد سے جلد دلائل میڈونا کے پاس پہنچانا چاہتا تھا۔

پارس نے انجان بن کر اجنبی سے پوچھا۔ "تم بہت زیادہ پریشان ہو۔ باتیں کرتے کرتے کہیں کھو جاتے ہو۔ ابھی تم کہنے جا رہے تھے۔ اس نے تمھارے دماغ میں آ کر کچھ کہا تھا۔ کیا ٹیلی پیتھی کا چکر ہے؟"

وہ بولا۔ "پتا نہیں کیوں تم مجھے پہلی ملاقات سے بہت اچھے لگ رہے ہو۔"

"اگر یہ وہ منع کر رہی ہے مگر میں ضرور بتاؤں گا۔ وہ ٹیلی پیتی جانتی ہے۔ اس نے میرے دماغ میں آ کر بتایا تھا کہ کچھ لوگ اسے اغوا کر کے لے جا رہے ہیں۔"

پارس نے حیرانی ظاہر کی۔ "اوہ گاڈ! اس سے فوراً معلوم کرو۔ اسے لوگ لے جا رہے ہیں؟"

اس کے دماغ میں آنے والے نے کہا۔ "یہ لوگ آخری بوگی کاٹ کر لے جا رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے یہ سرکاری لوگ ہیں۔"

اجنبی نے دماغ میں بولنے والے کو میڈونا سمجھ کر کہا۔ "میری جان! تم دوسرے دماغوں میں جا کر غلط معلومات حاصل کرتی ہو۔ پہلے تمھارے اسٹون مارک (پارس) کو جاسوس کہہ دیا۔ جبکہ یہ اچھا دوست ثابت ہو رہا ہے۔ اب بھی تمھیں سرکاری لوگ اٹھا کر نہیں لے جا رہے ہوں گے ان کے دماغوں کو اچھی طرح پڑھو۔"

دماغ میں کہا گیا۔ "میں اچھی طرح پڑھ چکی ہوں۔ تم وعدہ کرو، سرحد پار نہیں جاؤ گے، میرے پاس آؤ گے۔"

"میں تمھارے پاس بعد میں بھی آ سکتا ہوں، پہلے روم جا کر اپنے لوگوں سے ملنے دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں وہاں جیسے ہی پچھلی زندگی یاد آئے گی میں تمھارے پاس آ جاؤں گا۔"

ان کے درمیان خیال خوانی کے ذریعے گفتگو ہو رہی تھی۔ اس وقت آرمر نے آ کر کہا۔ "میں کچھ دیر تک میڈونا کے دماغ میں رہا۔ وہ خاصی کمزور ہو گئی ہے اب اپنے اجنبی فرینڈ سے باتیں نہیں کر سکے گی۔"

"انکل! اجنبی کے دماغ میں جا کر دیکھیں میڈونا بول رہی ہے۔"

"یہ ناممکن ہے۔ میں ابھی جا کر معلوم کرتا ہوں۔"

وہ پارس کے دماغ سے نکل کر اجنبی کے اندر پہنچا پھر حیران رہ گیا۔ میڈونا کی آواز اور لہجہ سُنائی دے رہا تھا۔ وہ بولا۔ "ہیلو میڈونا! تم کس حساب میں بول رہی ہو۔ جبکہ ہم نے تمھیں خیال خوانی کے قابل نہیں چھوڑا؟"

اجنبی کے دماغ میں بولنے والا چپ ہو گیا تھا اور اجنبی حیرانی سے بول رہا تھا۔ "مسٹر اسٹون مارک (پارس) میڈونا! اچانک چپ ہو گئی، ابھی کوئی دوسرا بول رہا تھا۔ کہہ رہا تھا میڈونا خیال خوانی کے قابل نہیں رہی۔ یہ میڈونا کون ہے؟"

پارس نے کہا۔ "پتا نہیں تم کیا کہتے ہو کس کے بارے میں کہتے ہو۔ تمھاری بہت سی باتیں سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔"

آرمر نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "میرے معصوم اجنبی! تم چالبازوں کی دنیا میں پتا نہیں کہاں سے آ گئے ہو۔ جسے تم اسٹون مارک کہہ رہے ہو، وہ بے چارہ انسانوں کے اندر کا حال نہیں جانتا۔ میڈونا وہی لڑکی ہے جو تم سے مار تھا اسمتھ بن کر ملتی رہی ہے۔ وہ تمھیں اپنا غلط نام بتاتی تھی۔ اس طرح ابھی کوئی میڈونا یا مار تھا بن کر تمھارے اندر بول رہا تھا۔ تمھیں سب الّو بنا رہے ہیں۔"

اجنبی نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

آرمر نے کہا۔ "میں دوست ہوں۔ سیدھی اور صاف بات بتانے آیا ہوں کہ اب تمھیں پیرس واپس نہیں جانے دیا جائے گا۔ کیونکہ تمھارے دماغ میں چھپ کر رہنے والا اب بھی عورت کی آواز میں بولنے والا تمھارے ذریعے میڈونا کو اغوا کرانا چاہتا ہے اور ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ابھی تمھیں جہز آسرحد پار بھیجا جائے گا۔"

اجنبی نے خوش ہو کر کہا۔ "تم میرے دل کی بات کہہ رہے ہو مگر تم ایک بات نہیں جانتے۔ مار تھا اسمتھ جسے تم میڈونا کہتے ہو اسے کوئی میرے ذریعے اغوا نہیں کرا رہا ہے۔ وہ میری گرل فرینڈ ہے۔ اپنی

مرضی سے میرے ساتھ روم جانا چاہتی ہے۔"

"اجنبی! تم بہت بھولے ہو۔ جب اس دنیا میں آہی گئے ہو تو اچھے اور بُرے لوگوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہو۔ میڈونا ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس دنیا کی سپر طاقتوں کو ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں کی سخت ضرورت ہے۔ تم سمجھتے ہو، میڈونا اپنی مرضی سے تمہارے ساتھ آرہی تھی۔ میڈونا بھی یہی سمجھتی رہی لیکن تمہارے دماغ میں چھپا ہوا شخص جو ابھی میڈونا کی آواز میں تمہیں اتوبنا رہا تھا، وہ تم دونوں کو عاشق اور معشوق کے چکر میں ڈالے ہوئے تھا اور عشق کا کھیل کھلاتے ہوئے میڈونا کو سرحد پار لے جانا چاہتا تھا مگر ناکام ہوگیا۔ فرانس کی پولیس میڈونا کو گرفتار کرکے لے گئی ہے۔"

"کہاں لے گئی ہے؟"

"مجھے افسوس ہے، میں نہیں بتا سکتا۔ تمہارے دماغ میں رہنے والا شخص بھی میڈونا کے دماغ میں جاتا تو وہ ناکام آتا ہوگا۔ کیونکہ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے۔ وہ کسی کو سوچ کے ذریعے نہیں بتا سکتی کہ اُسے کہاں لے جایا جارہا ہے۔"

اجنبی نے پوچھا: "میرے دماغ میں رہنے والے کا نام کیا ہے؟ کیا وہ مجھ سے دوستی کرے گا؟"

"جواب تک چپ رہ کر تمہیں اپنی مرضی کے مطابق چلاتا رہا، وہ بھلا کیا دوستی کرے گا۔ صرف دھاندلی کرے گا۔ تمہیں اپنا آلۂ کار بنا کر رکھے گا۔ ذہنی اعتبار سے سوچو! اس سے دوستی کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"میں سوچتا ہوں، پتا نہیں وہ کب سے میرے دماغ میں رہتا آیا ہے۔ شاید اس سے پہلے بھی رہتا ہو جب میں بے ہوشی کی حالت میں پولیس والوں کو ملا تھا۔ وہ ضرور میری پہلے کی زندگی کو جانتا ہوگا۔"

"یہ تم عقلمندی سے سوچ رہے ہو۔ بے شک وہ تمہارے ابتدائی حالات جانتا ہے۔ تمہارے دوست احباب، عزیز و اقارب کون ہیں؟ تم کس ملک سے تعلق رکھتے ہو؟ تمہارا یہ غیر معمولی جسم کس طرح جدید طبی سائنس کی تجربہ گاہوں سے گزر کر آیا ہے؟ یہ تمام باتیں وہ جانتا ہے مگر اس نے تمہیں کچھ نہیں بتایا۔ وہ پہلے تین دنوں سے تمہیں بھٹکاتا آرہا ہے اور میڈونا کے ساتھ گناہوں کا کھیل کھلاتا آرہا ہے تاکہ تم اسے فرانس کی سرحد سے باہر نکال لاؤ۔ اُسے صرف اپنی غرض سے کام ہے۔ تمہارے بھٹکنے کی پروا نہیں ہے۔ تم اپنوں سے ملنے کے لیے تڑپ رہے ہو مگر وہ تم سے ہمدردی نہیں کررہا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا: "تم اُن تمام پہلوؤں پر روشنی ڈال دے جو ذہن پر مجھے پہلے ہی غور کرنا چاہیے تھا۔ میں اپنے دشمن کو دوست نہیں سمجھوں گا۔ لیکن میں کیا کروں؟ وہ میرے اندر چھپ کر بیٹھا رہتا ہے۔ میں اسے باہر کیسے نکالوں؟"

"وہ چھپ کر رہتا ہے۔ مگر تم اسے محسوس نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی آئے تو تم دماغ پر بوجھ محسوس کرنے لگتے ہو۔ یہ تو اچھا نتیجہ ہے۔"

"تنویمی عمل کیا ہوتا ہے؟"

"انسان کے دماغ کو کنٹرول کرنے کا ایک مخصوص عملی طریقہ ہے، کسی کی سوچ کی لہروں کو کسی حال میں محسوس نہیں کرو گے۔ باقی تمام ٹیلی پیتھی والوں کو بوجھ سمجھا کرو گے۔ اُس عامل نے تمہیں مجبور و ناکارہ کرکھا ہے۔"

"تم بہت دانشمندی کی باتیں کرتے ہو۔ مجھے اس سے بچنے کا کوئی طریقہ بتاؤ؟"

"اگر تم کبھی ایسی بات محسوس کرو جو تمہارے مزاج کے خلاف ہو اور تم اس پر عمل کرنے پر مجبور ہو رہے ہو تو فوراً سوچو۔"

اس نے اچانک سانس روک لی۔ آرمر دماغ سے باہر آگیا۔ یہ کیا کہ دماغ میں چھپنے والے دشمن نے اُسے سانس روکنے پر مجبور کیا تاکہ آرمر اسے بچاؤ کی تدبیر نہ بتا سکے۔ اس نے یہ بات پارس کو بتائی۔ اس نے کہا: "انکل! یہ اجنبی ہماری محبت اور تعاون کا مستحق ہے۔ پھر اس کے پاس جائیں۔"

آرمر نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا: "تم نے اچانک سانس کیوں روک لی تھی؟"

"پتا نہیں۔ ایسا بے اختیار کیا تھا۔ تم کیوں چلے گئے تھے؟"

آرمر کے جواب دینے سے پہلے پھر اس نے سانس روک لی۔ وہ چند سیکنڈ بعد گیا۔ اجنبی گہری گہری سانس لیتے ہوئے سوچ رہا تھا: "مجھے کسی کو دماغ میں آکر بولنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ ابھی جو شخص بول رہا تھا، وہ مجھے بہکا رہا تھا۔ اتوبنا رہا تھا۔ بھلا میرے اندر کیا کررہے گا۔ یہ بے تکی باتیں ہیں۔"

آرمر نے کہا: "یہ تمہاری اپنی سوچ نہیں ہے۔ تمہارے دماغ میں وہی چھپا ہوا شخص بول رہا ہے۔ مجھے تمہارے پاس سے بھگانے کے لیے اُس نے تمہیں دوبارہ اختیار سانس روکنے پر مجبور کیا۔ ہوشیار! وہ اب بھی یہی کرے گا۔ سانس روکنے سے کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا دماغ کے باہر چلا جاتا ہے۔ وہ چھپنے والا ابھی تھوڑی دیر کے لیے باہر جاتا ہوگا۔ میں تمہیں یہی سمجھانا چاہتا تھا کہ تمہارے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو تو سانس روک لیا کرو۔ وہ چھپنے والا عامل تمہیں شدت کسی بات پر مجبور نہیں کرسکے گا۔"

اجنبی نے کہا: "ابھی میں شدت سے محسوس کررہا ہوں کہ مجھے سانس روکنا چاہیے لیکن میں پہلے کی طرح بے اختیار ایسا کروں گا تو تم باہر چلے جاؤ گے۔"

"یہ جو تم شدت سے سانس روکنے والی بات محسوس کررہے ہو، یہ اسی شیطان عامل کی شرارت ہے۔ وہ نہیں چاہتا میں تم سے بات

کروں، تمہاری سانس روک کر وہ مجھے بھگانا چاہتا ہے۔"

"میرے دوست! تم کون ہو؟ تم نے مجھے بہت سی عقل کی باتیں سکھائی ہیں۔"

"میرا نام آرمر ہے۔ اس دنیا کے بُرے سے بُرے لوگ بھی بری تین خوبیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔ بے جا جھوٹ نہیں کہتا اور کسی کو فریب نہیں دیتا۔ دوسری خوبی یہ کہ میں دشمنوں سے بھی محبت کرتا ہوں۔ اُن سے بھی جھوٹ نہیں بولتا۔ تیسری خوبی یہ کہ میں نے آج تک ایک چیونٹی بھی نہیں ماری۔ انسان کو مارنا تو دور کی بات ہے۔ اس کا دل دُکھانا بھی گناہِ عظیم سمجھتا ہوں۔"

"کیا تم اسی دنیا کے آدمی ہو؟ تین دن سے میں جھوٹ اور مکاریاں دیکھ رہا ہوں۔"

"ہاں میرے معصوم دوست! مجھے اندیشہ ہے تمہاری معصومیت یہاں رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گی اور تم بڑے بڑے نقصانات اٹھا کر غیظ و غضب میں انسان سے درندے بن جاؤ گے۔ میری نصیحت ہے کبھی غصے میں نہ آیا کرو۔ غصہ انسان کو شیطان بنا دیتا ہے۔ عقل چین کر پتھر بن جاتا ہے پھر آدمی اس پتھر سے دوسروں کو مارتا رہتا ہے۔"

اسی وقت سلّے فوجی جوان کیپارٹمنٹ میں آگئے۔ اُن کے افسر نے مسافروں سے کہا: "آخری اسٹیشن آرہا ہے۔ گاڑی رُکنے سے پہلے آپ لوگ دوسرے کمپارٹمنٹ میں چلے جائیں۔"

مسافر اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ کر سامان اُٹھانے لگے۔ اجنبی بھی اُٹھانا چاہتا تھا۔ افسر نے قریب آکر کہا: "تم یہاں بیٹھو۔ میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

اجنبی نے کہا: "تمہارے سوال سے پہلے بتا دوں کہ میری کوئی شناخت نہیں ہے اور میرے پاس پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات نہیں ہیں۔"

"یہ ہمیں معلوم ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تم جسمانی طور پر ایک عجیب و غریب انسان ہو۔ بندوق کی گولیاں تم پر اثر نہیں کرتی ہیں۔ تمہارے جیسے شخص کو دشمن اور درندہ ہونا نہیں چاہیے۔ اس کے برعکس تم نہایت رحم دل ہو اور عورتوں کا بے حد احترام کرتے ہو۔"

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں اہم کاغذات کے بغیر سرحد پار کرنے والا دہشت گرد ہوں، آپ لوگ میری اتنی عزت کررہے ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے ایک عام آدمی میرے دماغ میں آکر سمجھا رہا تھا کہ مجھے کبھی غصے میں نہیں آنا چاہیے اور اپنی معصومیت کو برقرار رکھنا چاہیے۔ اسی معصومیت کی بہت آپ لوگ میری عزت کررہے ہیں۔"

افسر نے کہا: "مسٹر آرمر! ہمارے ہی آدمی ہیں۔ ہم تمہیں آئندہ روٹ اور فریب سے بچانے کے لیے یہ پاسپورٹ اور اہم کاغذات سرائے میں سائنسیں کھول کر دیکھو۔"

اس نے پاسپورٹ کھول کر دیکھا۔ اس میں اس کی اپنی تصویر تھی۔ وہ پاسپورٹ حکومت فرانس کی طرف سے جاری کیا گیا تھا۔ افسر نے ایک سرکاری کاغذ کھول کر دکھاتے ہوئے کہا: "اس کاغذ کی رُو سے تم فرانس کے باشندے اس وقت تک ہو جب تک تمہاری پچھلی صحیح شہریت معلوم نہیں ہوگی۔ اس پاسپورٹ کے مطابق تم سرحد پار کرکے مختلف شہروں میں جا سکتے ہو۔ اگر تمہیں اپنی اصلیت معلوم نہیں ہوگی، تمہارے اپنے لوگ نہیں ملیں گے تو تم جب چاہو گے ہمارے ملک میں واپس آجاؤ گے۔ تمہیں سرکاری طور پر یہاں رہائشی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ اور یہ پرچی تم اٹل کے جس قومی بینک میں لے جاؤ گے تمہیں پچیس ہزار ڈالر مل جائیں گے۔"

افسر نے تمام باتیں سمجھا رہا تھا اور دماغ میں بار بار یہ بات پیدا ہو رہی تھی کہ اُسے سرحد پار نہیں جانا چاہیے۔ پیرس واپس جا کر میڈونا کو رہائی دلانا چاہیے۔

آرمر نے کہا: "میرے اجنبی دوست! تمہیں عزت اور احترام سے ایک ملک کی شہریت دی جارہی ہے اور تمہارے دماغ میں چھپا ہوا عامل تمہیں غلط انداز میں سوچنے پر مجبور کررہا ہے۔"

اجنبی کے دماغ میں سوچ پیدا ہوئی: "اگر میں غلط سوچ رہا ہوں اور یہ لوگ میرے ہی ہمدرد ہیں تو انھوں نے میری محبوبہ کو گرفتار کیوں کیا ہے۔ اُسے میرے ساتھ سرحد پار جانے کیوں نہیں دیتے؟"

آرمر نے کہا: "ہم اسے جانے دیں گے لیکن اُس شیطان عامل کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ہم نے میڈونا کے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔ وہ خیال خوانی نہیں کرسکے گی۔ وہ اجنبی کے ساتھ رہے گی لیکن ہمارے جاسوس ہر رہتے اس کے جسم میں بڑی راز داری سے اعصابی کمزوری کی دوا پہنچاتے رہیں گے۔ یو لو ایسی صورت میں میڈونا کو قبول کروگے؟"

اجنبی نے کہا: "بھئی مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ میں عورتوں کا دیوانہ نہیں ہوں۔"

آرمر نے کہا: "میں تم سے نہیں چھپے ہوئے عامل سے کہہ رہا ہوں۔ دیکھو، وہ خاموش ہے۔ اب دماغ میں تمہیں جھڑکانے والی کوئی بات پیدا نہیں کررہا ہے۔"

اجنبی کے پیچھے جو بھی تھا، اُسے چپ لگ گئی تھی۔ اس نے سوچا بھی نہیں ہوگا کہ میڈونا کو اغوا کرنے والا منصوبہ اس طرح ناکام ہوگا۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودی تنظیم والوں کو معلوم تھا میڈونا کتنے سخت پہرے میں رہتی ہے۔ وہ بظاہر آزاد گھومتی تھی لیکن خفیہ پولیس کی آنکھوں سے چھپا کر اُسے پیرس شہر سے باہر لے جانا ممکن نہیں تھا۔ گجا یہ کہ وہ پُراسرار عامل اُسے فرانس کی سرحد کے پار لے جانے کے منصوبے پر عمل کررہا تھا۔

ابھی آرمر نے کہا تھا کہ میڈونا کو بھی اجنبی کے ساتھ سرحد پار

بھیجا جاسکتا ہے۔ آدمی جھوٹ نہیں کہتا تھا لیکن آدمی کی لاعلمی میں فرانس کی خفیہ پولیس والے سچ کو جھوٹ بنا سکتے تھے یا پارس یہ سیدھی سی چال چل سکتا تھا۔ ایک ڈمی میڈونا کو اجنبی کے ساتھ بھیج دیتا۔ یہ بتا دیا گیا تھا کہ میڈونا سے خیال خوانی کی صلاحیتیں چھین لی گئی ہیں یعنی وہ واقعی ایک ڈمی ہوتی، خیال خوانی کے ذریعے دماغ میں نہ آتی۔ اس میں یہ صلاحیت ہی نہ ہوتی پھر وہ پُراسرار عامل اُسے کیوں قبول کرتا۔ اس طرح وہ بُری طرح پھنس گیا تھا۔ گلے میں ہڈی اٹک گئی تھی۔ ڈمی کو وہ نگل نہیں سکتا تھا۔ اصلی کو اُگل نہیں سکتا تھا۔ آخر وہ پریشان ہو کر سُپر ماسٹر کے پاس آگیا۔

سُپر ماسٹر نے تمام رُوداد سُننے کے بعد پوچھا "کیا تم ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے ظاہر ہو گئے ہو؟"

"جی ہاں۔ لیکن میری اپنی آواز اور لہجہ ظاہر نہیں ہوا ہے۔ وہ نہیں جانتے میں کون ہوں اور کس سے تعلق رکھتا ہوں مگر عجیب بات ہے، وہ آپ ہی سے میرا تعلق جوڑ رہے ہیں۔"

"کیا وہ سمجھ رہے ہیں کہ تم ڈیگر اینڈ ڈیگر میں سے نہیں ہو، کوئی اور ہو؟"

"پتا نہیں انھوں نے اس سلسلے میں کیا رائے قائم کی ہے۔"

"کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارے پاس ڈیگر اینڈ ڈیگر کے علاوہ دو اور خیال خوانی کرنے والے ہیں۔"

"اس کی ایک ہی صورت ہے۔ آپ کسی ایک ڈیگر کو جہریل گرانٹ (اجنبی) کے دماغ میں بھیج دیں۔ ڈیگر اس کے دماغ سے ظاہر ہو گا تو مجھ جیسے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے متعلق کوئی نہیں سوچے گا۔"

"ہم ڈیگر اینڈ دیگر کو بھی یہ بتانا نہیں چاہتے کہ ہمارے پاس ان کے علاوہ بھی خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ تم خود ہی ڈیگر بن کر جہریل کے دماغ میں جاؤ۔ اس کے لہجے میں خود کو ظاہر کرو۔"

"اچھی بات ہے، میں جا رہا ہوں لیکن اب میڈونا تک کیسے پہنچا جائے گا؟"

"تمھارے بیان کے مطابق اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی ہے اور اُسے ٹرین سے تار کر کسی ایسی گاڑی میں لے جا رہے ہیں جو ساؤنڈ پروف ہے۔ تم اس کی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے کہ کہاں پہنچائی جائے گی۔ اس کے کانوں سے گاڑی کے باہر کی آوازیں نہیں سُن سکو گے اور اُسے گرفتار کر کے لے جانے والے سپاہیوں کے دماغوں تک بھی نہیں پہنچ سکو گے۔ لہٰذا صبر کرو۔ میڈونا کو کہیں ایک جگہ قیدی کی حیثیت سے پہنچنے دو۔ تب تک دوسری چال چلو۔"

وہ بتانے لگا۔ چال یہ تھی کہ رقم میں اُس اجنبی کی جس کا اصل نام جہریل گرانٹ تھا، تھوڑی سی یادداشت واپس لائی جائے اور یہ یادداشت اس کی جان سے زیادہ عزیز، اس کے دل کی دھڑکنوں میں رہنے والی محبوبہ سُوسانہ واپس لانے گی۔

سُپر ماسٹر نے جہریل کا برین واش کرانے کے بعد اسے بے ہوشی کی حالت میں بڑی رازداری سے پیرس پہنچا دیا تھا لیکن اس سے پہلے سوسانہ کا تعلق پیرس سے ثابت کرنے کے تمام انتظامات کر دیے تھے۔ پیرس میں مارٹیلو ڈیسوزا نام کا ایک شخص اپنی فیملی کے ساتھ شریفانہ زندگی گزار رہا تھا۔ بیس برس پہلے اس نے نیویارک میں ایک حسینہ سے شادی کی تھی۔ یہ شادی زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی۔ طلاق ہو گئی۔ اُس حسینہ سے ایک بیٹی تھی جسے مارٹیلو ڈیسوزا حاصل کر کے اپنے سائے میں اس کی پرورش کرنا چاہتا تھا۔ لیکن کاروباری اُلجھن کے باعث وہ عدم پیروی نہ کر سکا۔ پیرس آکر بہت مصروف ہو گیا۔ بعد میں پتا چلا وہ حسینہ اس کی بیٹی سُوسانہ کو لے کر کہیں چلی گئی ہے۔

سُپر ماسٹر کی پلاننگ کے مطابق دو ہفتے قبل اُس حسینہ کا ایک خط مارٹیلو ڈیسوزا کو ملا۔ جس میں لکھا تھا: میں اسپتال میں ہوں، میرا بچنا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ میں نے تمھاری بیٹی سُوسانہ کو تمھارے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے۔ وہ تم سے ملنے کے لیے بے چین ہے۔ تم یہ دیکھنا کہ وہ تمھاری دولت اور جائداد میں سے تمھارے دوسرے بچوں کا حق مارنے آئے گی۔ وہ خود کروڑوں کی جائداد کی مالک ہے۔ چونکہ تم اخلاقاً لہٰذا تمھارے لیے تڑپ رہی ہے۔ یوں بھی ماں کے بعد باپ کے ہی سائے میں رہنا چاہتی ہے۔ مجھے اُمید ہے تم میری غلطی کی سزا اُسے نہیں دو گے، اُسے محبت سے اپنے پاس رکھو گے۔"

مارٹیلو ڈیسوزا یہ خط پا کر خوشی سے کھل گیا تھا۔ وہ پہلی فرصت میں نیویارک پہنچا۔ اپنی سابقہ بیوی سے ملنے اسپتال گیا۔ وہاں اپنی بیٹی کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس نے سوچا تھا ایک نازک اندام سی لڑکی ہو گی۔ ویسے تو لڑکی ہی تھی مگر بے حد خوبصورت بھی تھی لیکن قد آور بھی۔ بالوں کا ڈھنگ لگ رہی تھی۔ بے چارہ باپ نہیں جانتا تھا کہ بیٹی برسوں پہلے مر چکی ہے اس کی سابقہ بیوی ایک ڈمی بیٹی کو پیش کر رہی ہے۔

وہ ایسا کیوں کر رہی تھی اور کون لوگ اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہے تھے؟ ان حقائق کو وہ خود نہ سمجھ سکی۔ اُسے سمجھنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ مارٹیلو نے جس دن اپنی سابقہ بیوی سے اسپتال میں ملاقات کی، اُسی شام وہ مر گئی یا مار ڈالی گئی۔ مارٹیلو کے لیے یہ ثبوت کافی تھا کہ بیوی نے سُوسانہ کو بیٹی کہہ کر متعارف کرایا تھا۔ اس میں کوئی لالچ یا خود غرضی نہیں تھی کیونکہ سُوسانہ خود کروڑوں کی جائداد کی مالک تھی۔ ماں کی موت کے بعد اُس نے کہا: "ڈیڈی! یہاں کچھ کاروباری معاملات ہیں، انھیں نمٹا کر آپ کے ساتھ چلوں گی۔"

مارٹیلو نے کہا: "بیٹی! میں بھی کاروباری معاملات میں اُلجھا ہوا ہوں، میرا پیرس جانا ضروری ہے۔"

"کوئی بات نہیں، آپ جائیں۔ میں آنے سے پہلے آپ کو اطلاع

دوں گی۔"

وہ پیرس آگیا۔ اپنے بچوں کو سُوسانہ کی تصویر پیش دکھائیں اور پروگرام بنایا کہ بیٹی کی آمد پر بہت بڑا جشن منائے گا۔ وہ اس دن کا انتظار کرنے لگا۔ سُپر ماسٹر کو بھی اُس دن کا انتظار تھا۔ پلاننگ کے مطابق اگر جہریل میڈونا کو بھانس کر روم لے آتا تو پھر سُوسانہ کو پیرس روانہ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اب ناکامی کی صورت میں سُوسانہ کی آمد ضروری ہو گئی تھی۔

مارٹیلو ڈیسوزا کو سُوسانہ کا خط ملا کہ وہ پیرس آرہی ہے لیکن روم کے تاریخی کھنڈرات کی سیر کرتی ہوئی آئے گی۔

پارس اُس اجنبی جہریل کے ساتھ روم پہنچ گیا۔ آدمی نے کہا: "بیٹے! تم نے جو سوچا تھا وہ نہیں ہوا۔ اس کے پیچھے چھپے ہوئے لوگ اُسے واپس پیرس نہیں لے گئے۔"

"آپ کیا سمجھتے ہیں، سُپر ماسٹر میڈونا کا خیال چھوڑ دے گا؟"

"وہ خیال خوانی کی جڑ پا رہا ہے، اُسے ضرور شکار کرے گا لیکن اجنبی سے شاید کام نہیں لے گا۔"

"میڈونا اس کی دیوانی ہے۔ اس کے لیے پھر زنجیریں توڑ کر فرانس سے باہر جائے گی۔ کوئی دوسرا اُسے نہیں لے جا سکے گا۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اجنبی اس کے پاس جائے گا اور اسے سپاہی قید سے نکال کر لانے کی کوشش کرے گا؟"

"اجنبی ابھی نارمل ہے۔ میڈونا میں زیادہ دلچسپی بھی نہیں رکھتا۔ اس سے غیر قانونی اقدامات کی توقع نہیں ہے۔ اس کے باوجود میں کسی بہت بڑے اور غیر متوقع ڈرامے کا منتظر ہوں۔"

"آخر تمھارے اندر ایسی کون سی پھانس چبھ رہی ہے؟"

"انکل! تین دن پہلے میڈونا محبت کی دیوی تھی۔ میری وفاداری کی قسمیں کھاتی تھی۔ کیا آپ سوچ سکتے تھے کہ وہ تیور بدل لے گی؟"

"مجھے افسوس ہے بیٹے!"

"مجھے افسوس نہیں ہے۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وفادار کو بے وفا اور معصوم کو ظالم بنتے دیر نہیں لگتی، تقدیر ہمیں عجب تماشے دکھاتی ہے۔ یہ معصوم اجنبی حالات کے کسی ڈرامائی موڑ پر خطرناک بن سکتا ہے، ایسی کوئی دوسری بات ہو سکتی ہے جس کے متعلق ہم ابھی کچھ کہہ نہیں سکتے۔" وہ ایک ذرا چپ ہوا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا: "ویسے یہ اجنبی بہت پیارا بندہ ہے۔ میں اس کی اصلیت معلوم کر کے رہوں گا۔"

آدمی نے کہا: "میں جا رہا ہوں۔ جناب شیخ صاحب نے کہا ہے، اب مجھے علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کے پاس رہنا چاہیے۔"

"آپ ضرور جائیں لیکن معلوم کرتے رہیں کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے میڈونا کے دماغ میں کب کھچڑی پکاتے ہیں۔"

آدمی چلا گیا۔ پارس ایک ٹیکسی میں اجنبی کے ساتھ سفر کر رہا تھا اور وہ اجنبی کھڑکی کے باہر روم شہر کے گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھتا جا رہا تھا۔ اس نے ایک علاقے کو دیکھتے ہوئے کہا: "یہ ... یہ جگہ میں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔"

اس نے پلٹ کر پارس سے کہا: "اسٹون مارک! ہمیں یہاں رکنا چاہیے۔"

"میرے دوست! ذرا صبر کرو۔ ہم پہلے ہوٹل میں جائیں گے، اپنا سامان رکھیں گے۔ غسل کر کے لباس تبدیل کریں گے۔ پھر میں تمھیں اس شہر کے ہر چھوٹے بڑے علاقے میں لے جاؤں گا۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم ہوٹل جاؤ، سامان رکھو، وہاں جو کرنا ہے، کرتے رہو۔ میں جب تک اس علاقے کو اچھی طرح دیکھ کر اور وہاں کے لوگوں سے مل کر آجاؤں گا؟"

"تم دنیا میں کہیں بھی چلے جاؤ، عورتیں ایک دوسرے سے زیادہ مختلف نہیں ملیں گی۔ یہاں بھی تمھارے پیچھے پڑنے والیاں ہزاروں میں نہ سہی سیکڑوں کی تعداد میں ضرور ہوں گی۔ تم کوئی علاقہ کیا دیکھو گے وہ تمھیں دیکھتے ہی دیکھتے گوشت پہلوان سے ہڈی پہلوان بنا دیں گی۔"

وہ بحث نہ کر سکا۔ ٹیکسی ہوٹل کے احاطے میں داخل ہو گئی تھی۔ وہاں اُن کے لیے دو الگ کمرے ریزرو ہو چکے تھے۔ اجنبی نے ہوٹل کے اندر پہنچ کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا: "میں یہاں بھی آچکا ہوں۔ یہ ریسپشن ہال، یہ کھڑکیوں کے رنگین شیشے اور یہ ہال کے وسط میں گھڑسوار کا مجسمہ۔ یہ سب کچھ میں دیکھ چکا ہوں۔"

پارس نے کہا: "جذباتی نہ بنو۔ اگر یہاں آچکے ہو تو خاموشی سے سوچنے اور یاد کرنے کی کوشش کرو۔"

وہ اُس ہال کے ایک ایک آرائشی سامان کے قریب جا کر دیکھنے اور غور کرنے لگا۔ پارس بڑی دیر تک انتظار کرتا رہا پھر پاس آکر بولا۔ "کوئی ضروری نہیں ہے کہ ایک جگہ کو دیکھتے ہی بہت سی باتیں یاد آجائیں۔ انتظار ہی کافی ہے کہ تمھیں یہ جگہ یاد ہے۔ اس ہوٹل سے باہر ایسے لوگ بھی ملیں گے جو تمھارے متعلق کافی معلومات فراہم کریں گے۔ آؤ، پہلے ہم غسل کر کے حلیہ تبدیل کر لیں۔"

وہ اُس کے ساتھ لفٹ کے ذریعے ساتویں فلور پر آیا۔ وہاں ایک کوریڈور میں دونوں کے کمرے آمنے سامنے تھے۔ وہ اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ پارس نے اپنی کیس کھول کر کپڑے نکالے پھر غسل کرنے چلا گیا۔ شیو کرنے، نہانے دھونے اور لباس تبدیل کرنے میں ایک گھنٹا صرف ہوا۔ بدن ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔ وہ بہت پُرکشش اور جاذبِ نظر لباس پہن کر کمرے سے باہر آیا۔ پھر اجنبی کے دروازے پر دستک دی۔ کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دو قدم پیچھے ہٹ کر دوبارہ کال بیل کو استعمال کیا۔ پھر اپنے کمرے میں آکر ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر

کاؤنٹر سے پوچھا "کیا روم نمبر دس کے مسافر نے چابی جمع کی ہے؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "جی نہیں۔ چابی بورڈ میں نہیں ہے۔"

اس نے آپریٹر سے روم نمبر دس طلب کیا۔ تھوڑی دیر بعد گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ فون کی گھنٹی اجنبی کے کمرے میں بج رہی تھی لیکن وہ ریسیور نہیں اٹھا رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ کمرے میں نہیں ہے کاؤنٹر پر کمرے کی چابی دیے بغیر کہیں چلا گیا ہے۔ یا پھر اسی کمرے میں بے ہوش پڑا ہے یا مر چکا ہے۔ ویسے وہ آسانی سے مرنے والا نہیں تھا چونکہ ہوٹل کے طور طریقے نہیں جانتا تھا۔ اس لیے چابی کاؤنٹر پر دیے بغیر کہیں چلا گیا ہوگا۔

پارس نے مینیجر سے کہا "آپ احتیاطاً ماسٹر کی سے کمرا نمبر دس کھول کر دیکھ لیں۔ میری تسلی ہو جائے گی۔"

مینیجر نے آکر کمرا کھولا۔ اجنبی اندر نہیں تھا۔ وہ کاؤنٹر پر چابی جمع کرائے بغیر نکل گیا تھا۔ اسے اجنبی شہر میں یوں تنہا نہیں جانا چاہیے تھا۔ مگر وہ اپنی پچھلی زندگی کو سمجھنے کے لیے جذبات کی رَو میں بہہ کر گیا تھا۔ پارس نے ہوٹل سے کرائے کی کار حاصل کی پھر اس کی تلاش میں نکل گیا۔

شام کا وقت تھا ایک آدھ گھنٹے میں رات کا اندھیرا چھانے والا تھا۔ وہ دھیمی رفتار میں کار ڈرائیو کرتا اور دُور تک نظریں دوڑاتا جا رہا تھا۔ توقع تھی کہ وہ کہیں نہ کہیں ضرور دکھائی دے گا۔ ایسے ہی وقت اس نے اپنے دماغ میں پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بنا رہا۔ دماغ میں آنے والے کو خوش فہمی تھی کہ وہ اسٹون مارک کے چور خیالات پڑھ رہا ہے اور پارس کے دماغ کا وہ حصہ مقفل تھا جہاں چور خیالات ہوتے ہیں۔ وہ اجنبی کی تلاش میں خود کو پریشان کر رہا تھا۔

پھر ایک ڈیجرکی آواز سنائی دی "ہیلو اسٹون مارک! تم اجنبی کے لیے پریشان کیوں ہو؟"

پارس نے انجان بن کر سوچا "کیا میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہے یا میں خود ایسی بات سوچ رہا ہوں۔"

اس نے کہا "میں تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں اور وہی شخص ہوں جو اجنبی کے اندر چھپ کر رہتا ہے۔"

"اگر تم وہی ہو تو میرے پاس آکر تم نے بڑی مہربانی کی ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ وہ دماغ کے اندر رہنے والا اُس کی بھولی باتوں کو اُس کے بھیدوں کو ضرور جانتا ہوگا۔ کیا تم اُس بے چارے کے بارے میں حقیقت جانتے ہو؟"

"میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ تم میری باتوں کا جواب دو۔ اس اجنبی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"کیسی الٹی بات کرتے ہو۔ دماغ میں رہ کر بھی نہیں جانتے کہ اجنبی نے ایک بار نہیں بار بار مجھے اپنے ساتھ رہنے پر مجبور کیا ہے۔ میں کسی کی طاقت سے نہیں جھکتا۔ مگر محبت سے مجبور ہو جاتا ہوں۔ وہ بہت پیارا بندہ ہے۔ اس کا نام بتاؤ۔"

"جبریل گرا۔ آر۔۔۔" وہ اجنبی کا پورا نام جبریل گرانٹ بتانے لگا تھا۔ پھر ہوش آیا کہ اسٹون مارک نے اپنی بات کرتے کرتے اچانک نام پوچھا تھا اور جواب میں وہ بے اختیار بتانے لگا تھا۔ اس نے غصّے سے کہا "یونان سنس۔ میں نام نہیں بتاؤں گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ پُورا نام نہ سہی، میں اسے جبریل کہہ کر مخاطب کروں گا۔"

"میں تمہارے دماغ کی دھجیاں اڑا دُوں گا۔"

"تمہیں پتا ہے، میں پیشے کے اعتبار سے بازی گر ہوں۔ کئی منٹ تک سانس روک لیتا ہوں۔ دیکھو ایسے۔"

اس نے سانس روکی۔ وہ دماغ سے باہر نکل گیا۔ آنے والا ڈیگر نہیں تھا۔ سپر ماسٹر کی ہدایت کے مطابق ڈیگر بن کر آیا تھا۔ اس کا خیال تھا اسٹون مارک جبریل کے ساتھ رہتا ہے اس لیے آرمز جبریل کے علاوہ اسٹون مارک کے پاس بھی ہوگا اور آرمز دونوں میں سے کسی کے دماغ میں اسے بولتا سُنے گا تو سمجھ لے گا کہ ڈیگر بول رہا ہے۔

وہ تھوڑی دیر بعد پارس کے دماغ میں آیا۔ پارس نے پھر سانس روک کر اُسے بھگا دیا۔ پھر ایک جگہ گاڑی روک دی۔ ایک خوب صورت سے گارڈن میں لوگوں کی بھیڑ دکھائی دے رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا لوگ کسی عجیب و غریب چیز کو دیکھنے وہاں جمع ہو رہے ہیں۔ اور وہ عجیب و غریب چیز جبریل ہوگا جو اپنے آس پاس عورتوں اور مردوں کی بھیڑ لگا لیا کرتا تھا۔

وہ گاڑی سے اُتر کر تیزی سے چلتا ہوا گارڈن میں آیا۔ کچھ لوگ بھیڑ سے واپس آ رہے تھے۔ اس نے ایک سے پوچھا۔ "یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

اسے جواب ملا "قدرت کا تماشا ہے، جاؤ تم بھی دیکھ لو۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا بھیڑ کو چیرتا ہوا سب سے آگے آیا۔ پھر ایک حسینہ کو دیکھ کر رُک گیا۔ وہ ایک اوپن ریستوران کے کاؤنٹر کے پاس بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔ کاؤنٹر پر دُور تک بڑی بڑی ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ کتنی ہی پلیٹیں خالی پڑی تھیں۔ انہیں دیکھ کر پتا چلتا تھا کہ اس حسینہ نے ان پلیٹوں سے گوشت نوچ کر کھایا ہے۔ تمام پلیٹیں بھی اس نے خالی کی ہیں۔ وہ بیٹھنے کے باوجود قد آور لگ رہی تھی۔ جسم سے باڈی بلڈر دکھائی دیتی تھی۔ کتنے ہی لوگ اس کے کھانے کے انداز پر مسکرا رہے تھے۔ لیکن

وہ گھُور کر دیکھتی تھی تو مسکرانے والے سہم کر مُنہ پھیر لیتے تھے یا وہاں سے چلے جاتے تھے۔

وہ ایک بوٹی چباتے ہوئے کہہ رہی تھی "میری سمجھ میں نہیں آتا تم لوگ کیا دیکھ رہے ہو؟ میرے حسن کو؟ میری جسامت کو؟ یا میری خوراک کو؟ اگر یہ سب کچھ غیر معمولی یا حیرت انگیز ہے تو بہت دیکھ چکے۔ اب جاؤ۔ دوسروں کو بھی آکر دیکھنے کا موقع دو۔"

کچھ لوگ جا رہے تھے کچھ آ رہے تھے۔ وہ ایک بوٹی کو دانتوں سے نوچنے کے بعد بولی "بڑی مشکل ہے جہاں جاتی ہوں تماشا بن جاتی ہوں۔ اے لوگو! پلیز! مجھے تماشا نہ سمجھو۔ میں عجوبہ نہیں ہوں۔ پلیز جاؤ اپنا کام کرو۔"

اس بھیڑ سے چار پہلوان نکل کر آئے۔ ایک نے کہا "میری جان! انہیں اپنے جوڑ کا مرد اسی شہر میں ملے گا۔ ہمارے ساتھ چلو، ہمیں میزبانی کا موقع دو۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہوئی۔ تولیے سے مُنہ ہاتھ پونچھتے ہوئے بولی "میں پیچھا چھوڑنے کی بات کر رہی ہوں اور تم لوگ پیچھے پڑنے آ رہے ہو۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ بات بڑھائے بغیر یہاں سے چلے جاؤ؟"

"ہم نہیں جائیں گے۔ جانا ہے تو تم جاؤ۔"

"ایک ہی بات ہے۔ میں چلی جاتی ہوں۔"

اس نے پرس میں سے ایک ہزار ڈالر کا نوٹ نکال کر کاؤنٹر مین کو دیا۔ پھر رقم کا حساب کیے بغیر جانے لگی ایک پہلوان نے سامنے آکر راستہ روکتے ہوئے کہا "بائی گاڈ! میں نے بڑے نامور پہلوانوں کو پچھاڑا ہے لیکن تمہاری جیسی پہلوان عورت کو پچھاڑنے میں جو مزہ آئے گا۔ اس کا نشہ ساری زندگی۔"

بات ختم ہونے سے پہلے ہی حسینہ کا ایک اُلٹا ہاتھ مُنہ پر پڑا وہ دو قدم پیچھے چلا گیا۔ اچانک آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ ہاتھ اتنا زبردست ہوگا، وہ پہلوان سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ ذرا چکرایا۔ پھر آنکھوں کے سامنے سے تاریکی چھٹ گئی۔ شیرنی غراتی ہوئی نظر آئی۔ پہلوان نے حملہ کرنے کے لیے پینترا بدلا۔ آج کل کی لڑائی میں پینترا بدلنے کی مہلت کہاں ملتی ہے۔ شیرنی نے گھوم کر مُنہ پر لات ماری تو پھر وہ پینترا بدلنے کے قابل نہیں رہا۔ چکرا کر گر پڑا۔ یہ پہلوانوں کی توہین تھی۔ دوسرے پہلوان گرجتے ہوئے برسنے کے لیے آئے۔ وُہ دُور ہٹ گئے تھے اور حیرانی سے اس اکیلی عورت کی جی داری دیکھ رہے تھے۔ پارس نے ان کے درمیان جاتے ہوئے کہا "میرے غیرت مند پہلوانو! کیوں تنہا عورت کو پریشان کر رہے ہو۔ مرنا ہے جاؤ اپنے ایک ساتھی کو کاندھوں پر اٹھا کر لے جاؤ۔ ابھی ایک ہے۔ زیادہ ہو گئے تو کوئی کسی کو نہیں اُٹھا سکے گا۔"

ایک پہلوان نے اس کی طرف ہاتھ گھمایا۔ وہ فوراً بیٹھ کر اُٹھ گیا۔ وہ گھومتا ہوا حسینہ کے پاس پہنچا پھر مار کھا کر اپنے ایک ساتھی کے بازوؤں میں جھول گیا۔ حسینہ اُچھل کر اسے فلائنگ کک مارنے آیا۔ اس نے اس کی ٹانگ پر ایک ہاتھ مارا۔ وہ گھوم کر گرنے والا تھا پارس نے اسے دونوں بازوؤں میں روک لیا۔ حسینہ کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا "لو۔ اس کے ساتھ انصاف کرو۔"

حسینہ نے خلافِ توقع پارس کو گھُور کر دیکھا پھر ایک کرارے کا ہاتھ رسید کر دیا۔ پارس نے پہلوان کا مُنہ آگے کر دیا۔ پھر اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولا "کمال ہے، میں تمہاری مدد کر رہا ہوں اور تم مجھ پر ہی حملہ کر رہی ہو۔"

وہ غرّا کر بولی "میں تمہارے جیسے موقع پرستوں کو خوب سمجھتی ہوں۔ ذرا سی ہمدردی جتا کر عشق فرمانے لگتے ہو۔ میں تم پانچوں کے لیے اکیلی کافی ہوں۔"

اُسے پارس سے اُلجھتے دیکھ کر پہلوانوں کو بھاگنے کا موقع مل گیا۔ حسینہ نے اپنے مخصوص انداز میں گھُوم کر کِک ماری۔ پھر پلٹ کر دیکھا۔ پارس دونوں ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑا تھا۔ شاید پہلی بار اس شیرنی کا وار خالی گیا تھا۔ وہ غرّا کر بولی "مقدر سے بچ گئے۔"

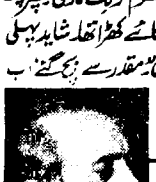

موسیقی کی اَ، ب، ت کا قاعدہ
گانا سیکھنے کے لیے نہایت موزوں کتاب

ابجد موسیقی

یہ صغیر کنارو گلوکار مہدی حسن کہتے ہیں کہ:
[illegible]

موسیقی کے اُستاد نظام الدین حسن کہتے ہیں کہ:
[illegible]

مسرور انور جسے فاقی فیکل مادل زیبہ کہتے ہیں کہ:
[illegible]

جواں فسل مسرور شامی جمال احسانی کہتے ہیں کہ:
[illegible]

قیمت ۳۰۰ روپے علاوہ ڈاک خرچ

کتابیات پبلی کیشنز، پوسٹ بکس ۸۳۳۵، ایسوسی ایشن، ہیرون سنٹر
۳۰۰ گرنی چند روڈ، کراچی ۱۰۰۰۰

نہیں پہنچ گئے۔"

اس نے کراٹے کا ایک ہاتھ مارا۔ پارس نے ذرا سا سر اُٹھایا۔ کراٹے والا ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے سے گزر گیا۔ دوسرا ہاتھ کنپٹی کے قریب سے گیا۔ تیسرا ہاتھ ایک شانے پر سے خالی گیا۔ وہ بدستور ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ والٹور وکی نے اُسے پکا حساب سمجھا یا تھا کہ حملہ آور کی آنکھوں پر سے نظریں نہ ہٹاؤ۔ مگر چور نظروں سے اس کے نچلے تلے ہاتھوں کا حساب رکھو۔ حساب درست ہو گا تو چہرے کو صرف ایک انچ آگے پیچھے یا دائیں بائیں ہٹانے سے حملے ناکام ہوتے رہیں گے۔ پارس نے اُستاد سے مار کھا کھا کر حساب درست رکھنے میں بڑی پختگی حاصل کی تھی۔ یہ بچاؤ کا ایسا انداز تھا کہ حملہ کرنے والا دشمن غصّے میں آپے سے باہر ہو جاتا تھا۔

وہ بھی غصّے میں بھر گئی تھی۔ ایک آدھ حملہ تو کسی کا بھی ناکام ہو سکتا تھا لیکن آج تک اتنے حملے کبھی ناکام نہیں ہوئے تھے۔ وہ شیرنی کی طرح اس پر تیزی سے جھپٹنے لگی۔ پلٹنے لگی۔ کبھی کبھی فضا میں اُچھل اُچھل کر فلائنگ کِک مارنے لگی لیکن مارنے سے پہلے وہ جہاں ہوتا تھا مارتے وقت وہاں سے سرک جاتا تھا۔ ایک ذرا سا ہٹنے اور سرکنے سے اُچھے تُلے حملے ناکام ہو رہے تھے۔ ایسے ہی وقت ایک پہلوان کی گرج دار آواز سُنائی دی۔ وہ پارس سے کہہ رہا تھا۔ "جوان ہٹ جاؤ۔ اب یہ زندہ نہیں رہے گی۔"

پارس نے سر گھما کر دیکھا۔ ایک پہلوان ریوالور سے حسینہ کا نشانہ لے رہا تھا۔ وہ فوراً ہی فضا میں اُچھل کر قلابازی کھاتا ہوا پہلوان کے مُنہ پر لات مارتا ہوا دوسری طرف آ کر کھڑا ہو گیا۔ پہلوان کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر زمین پر گر پڑا تھا۔ لات کھانے والا دوسری طرف چلا گیا تھا لیکن دوسرے پہلوان نے پھُرتی سے ریوالور اُٹھا کر حسینہ پر گولی چلا دی۔ گولی ٹھیک دل کے اُوپر شانے کے قریب جا کر پیوست ہو گئی۔

کتنی ہی عورتوں کے حلق سے چیخ نکلی۔ لوگ جہاں تھے وہیں کھڑے رہ گئے تھے۔ انھیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسی فدآورخوب صورت جسم رکھنے والی حسینہ یوں گولی کھا کر پٹ سے مر جائے گی۔ گولی مارنے والے بھاگ رہے تھے اور وہ چیخ کر کہہ رہی تھی۔ "بزدلو! بھاگتے کہاں ہو؟ میں تمھیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ماروں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے سر کو جھٹکا یا۔ شانے کے پاس اس حصّے کو دیکھا جہاں گولی پیوست ہو گئی تھی اور خون بہہ رہا تھا۔ پھر جو کچھ ہوا اُسے دیکھ کر لوگ دم بخود رہ گئے۔ پارس بھی اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ اس حسینہ نے اپنی دو اُنگلیاں زخم کے اندر ڈالیں۔ پھر اندر گھُسی ہوئی مضبوط دھات کی بنی ہوئی گولی کو ان اُنگلیوں سے نکال کر باہر پھینک دیا۔

سب پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی ایسا آپریشن کبھی کسی نے دیکھا تھا نہ کسی سے سُنا تھا لیکن دیکھنے والے اپنی آنکھوں کو جھٹلا نہیں سکتے تھے اس کے بعد مزید یقین نہ کرنے کی بات یہ تھی کہ وہ زخم دیکھتے ہی دیکھتے بھر گیا تھا۔ خون بھی نہیں بہہ رہا تھا۔ وہ کاؤنٹر سے تولیا اُٹھا کر لباس پر پھیلے ہوئے لہو کو پونچھ رہی تھی۔

کوئی ایک منٹ تک خاموشی رہی۔ پھر پارس نے دونوں بازو حسینہ کی طرف پھیلا کر بڑھتے ہوئے کہا۔ "بھابی جان! ہائے بھابی جان! تمھیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا۔ آخر ریوالور کی ایک گولی نے تمھاری پہچان کرا دی۔"

وہ گھُور کر بولی۔ "اے خبردار! مجھ سے دُور رہو۔ تمھیں دیکھ کر میری جان جل جاتی ہے۔ ایک ہی ہاتھ کھا لینے تو پتا چلا کیا بگڑ جاتا ہے؟"

"تم ایک ہاتھ کی بات کرتی ہو۔ ارے بھابی جان! یہ چھوٹا دیور تو اب دن رات مار کھانے کو تیار رہے۔"

"یہ بھابی جان کا کیا مطلب ہے؟"

"مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے بھائی جان سے تمھارا جوڑ بِکا کر دیا ہے۔ تم دونوں کی جوڑی اتنی شاندار ہو گی کہ دُنیا کے ہر ملک کے ہر قبضے کے لوگ دیکھنے آئیں گے۔"

"تم اتنی بکواس کیوں کرتے ہو؟"

"یہ بکواس نہیں ہے۔ میرے بھائی جان کا تعلق تھائی لینڈ سے ہے۔ وہ بھی اپنے جسم میں دو اُنگلیاں گھُسا کر بلٹ باہر نکال لیتے ہیں۔"

اس نے چونک کر پارس کو دیکھا پھر پوچھا۔ "ابھی تم نے کیا کہا۔ کیا تمھارا بھائی میری طرح گولی کھا کر اس گولی کو اپنے جسم سے نکال لیتا ہے؟ کون ہے وہ؟ کہاں ہے؟ اگر کوئی ایسا ہے تو وہ تمھارا بھائی نہیں ہو گا۔ وہ میری جان ہے۔ میری زندگی اور میری محبت ہے۔"

"اور اس محبت کا نام جبریل ہے۔"

"ہاں۔" اس نے اس طرح مُنہ پھاڑ کر چیختے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ ہاں۔ ہاں۔" کہا کہ لوگ سہم کر ذرا پیچھے چلے گئے۔ وہ ڈری ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی۔ وہ گھبرا کر بولا۔ "ارے ارے! یہ کیا کر رہی ہو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں پیچنا نہیں چاہتا۔"

وہ اسے جھنجھوڑ کر بولی۔ "جبریل کہاں ہے؟"

"اسی شہر میں ہے۔ ہم نے ایک ہی ہوٹل میں قیام کیا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے وہ تنہا کمرے سے نکل کر کہیں چلا گیا ہے۔ میں اسے تلاش کرتا ہوا اِدھر آیا تو تم مل گئیں۔"

"وہ ہوٹل سے کہاں جا سکتا ہے؟"

"اپنے آپ کو تلاش کرنے۔"

"کیا فلسفہ بول رہے ہو؟"

"وہ اپنے آپ کو بھول گیا ہے۔ اپنی پچھلی زندگی بھول گیا ہے حتیٰ کہ اسے اپنا نام بھی یاد نہیں ہے۔"

"میں نہیں مانتی۔ تم بہت اُلٹی سیدھی باتیں کرتے ہو۔"

پارس اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ معلوم کر رہا تھا کہ حسینہ واقعی جبریل کے موجودہ حالات سے بے خبر ہے یا سب کچھ جانتی ہے اور یہاں ڈرامائی انداز میں اپنے محبوب سے ملنے آئی ہے۔ اس نے پوچھا۔ "تمھارا نام کیا ہے؟ تم کہاں سے آئی ہو؟"

"سوسانہ۔ میرا نام سوسانہ ہے۔ میں نیویارک سے آئی ہوں۔"

"تم جبریل کو کب سے جانتی ہو؟"

"تم پولیس والوں کی طرح سوالات کیوں کر رہے ہو؟"

"میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی یادداشت کیسے کھو گئی۔ اگر تمھارے تعلقات پرانے ہیں تو تم ہی اس کی برین واشنگ کے متعلق کچھ بتا سکتی ہو۔"

"برین واشنگ؟ کیا تم سنجیدگی سے یہ بات کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں چھپا ہوا ہے۔ وہ تھوڑی دیر پہلے میرے دماغ میں بھی آیا تھا۔ میں تمھیں سچ کہتا ہوں کہ بے چارے جبریل کے ساتھ دشمنی کی جا رہی ہے۔"

سوسانہ نے کہا۔ "مجھے تو تم پاگل لگتے ہو۔ کبھی کہتے ہو کہ جبریل خود کو بھول گیا ہے اپنا نام بھی اسے یاد نہیں ہے اور کبھی کہتے ہو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دماغ میں آتا ہے۔ کیا بکواس ہے۔ کیا تم ایسی بیہودہ باتوں پر یقین کرو گے؟ کیا تم سنجیدگی سے عقل کی باتیں نہیں کرو گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "کہاں ہے، مجھے عقل کی باتیں سننے کو کہتی ہو۔ کیا یہ بات عقل تسلیم کرتی ہے کہ تمھیں ریوالور کی گولی ہلاک نہیں کرتی۔ ایسی گولی جسم میں پیوست ہو جائے تو بڑی آسانی سے دو اُنگلیوں کے ذریعے اسے جسم سے نکالتی ہو۔ سب سے مزید حیرانی اور بے یقینی کی بات یہ ہے کہ وہ زخم فوراً بھر جاتا ہے۔"

"مسٹر! عقل اسے کہتے ہیں جو سب کے پاس نہیں ہوتی کسی کسی کے پاس ہوتی ہے تمھارے پاس نہیں ہے۔ جس کا مطلب اور سائنس ہوتی ہے، بنا دے تو اس ہونی پر پہلے یقین نہیں آتا۔ حالانکہ آنکھیں اُسے دیکھتی ہیں، کان اسے سنتے ہیں، جو بلٹ میرے اندر گئی اور باہر آئی وہ ٹھوس دھات کی بنی ہوئی تھی۔ اُدھر پڑی ہوئی ہے اسے اٹھا کر اچھی طرح دیکھ لو اس کے بعد بھی کہو گے کہ عقل تسلیم نہیں کرتی تو اس کا مطلب ہے عقل ہے ہی نہیں۔"

"جس کے پاس عقل کی کمی ہوتی ہے، اسے سمجھانے سے پوری ہو جاتی ہے۔ تم مجھے سمجھا دو، دنیا کے تمام انسان بُلٹ لگتے ہی مر جاتے ہیں، تم اور جبریل کیسے زندہ رہ جاتے ہو؟"

"جنھیں کائنات کا علم نہیں ہوتا، وہ کہتے ہیں سورج مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں ڈوبتا ہے جبکہ وہ نکلتا ڈوبتا نہیں ہے۔ سورج اور سیاروں کی گردش کا علم کم لوگوں کو ہوتا ہے۔ اسی طرح طبیعی سائنس کی باتیں کم لوگوں کی سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک کی آنکھ دوسرے کو کیسے لگا دی گئی اور اندھے کو بینائی کیسے مل گئی، یہ تفصیل ہر ایک کو سمجھائی نہیں جا سکتی۔ اس کے باوجود ہر ایک کو یقین ہو جاتا ہے کہ اندھا دیکھنے لگا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ میں اور جبریل گولی کھا کر بھی زندہ رہتے ہیں، ایسی زندگی حاصل کرنے کے لیے ہم طبیعی سائنس کے کتنے دشوار مرحلوں سے گزر کر آئے ہیں۔ یہ میں تمھیں سمجھا نہیں سکتی اور نہ ہی تمھاری سمجھ میں آ سکتا ہے۔"

وہ پٹاخے کی طرح مُنھ میں ٹھائیں ٹھائیں بولتی تھی اور زیادہ بولنے والیوں کی طرح اصل بات بھول جاتی تھی۔ پارس مسکرانے لگا۔ وہ ناگواری سے بولی۔ "یہ تمھارے خوش ہونے کا نہیں افسوس کرنے کا مقام ہے کہ باتیں تمھاری سمجھ میں نہیں آتی ہیں تم عقل سے پیدل ہو۔ ہاں تمھارے لڑنے کی صلاحیتوں کو مانتی ہوں۔ تم میری زندگی میں آنے والے پہلے فائٹر ہو جس پر میرا کوئی داؤ نہیں چلا۔ اس بات پر مجھے بہت غصّہ آ رہا تھا۔ میں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک تمھارا سر نہیں توڑوں گی یہاں سے نہیں جاؤں گی۔"

"تم نے ابھی تک قسم پوری نہیں کی۔"

"میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ تم نے مجھے ریوالور والے سے بچانے کے لیے اپنی جان کی پروا نہیں کی۔ اچھل کر فلائنگ کِک ماری، وہ گولی تمھیں بھی لگ سکتی تھی۔"

"مگر فائدہ کیا ہوا؟ دوسرے نے ریوالور اُٹھا کر تمھیں گولی مار دی، میری جدّوجہد کام نہ آئی۔"

"دل چھوٹا نہ کرو۔ میں زندہ ہوں۔ میں تمھاری ناکامی کی نہیں تمھارے انسانی جذبے کی بات کر رہی ہوں۔ اسی لیے میں نے قسم توڑ دی پھر تم میرے جبریل کے دوست ہو۔ ارے....."

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ پارس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ غصّے سے پاؤں پٹخ کر بولی "تم اتنی دیر سے باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ جبکہ جبریل کو تلاش کرنا ضروری ہے۔"

"بہت خوب، زبان ٹائپ رائٹر کی طرح چلتی ہے، تو رُکنے کا نام نہیں لیتی اور مجھے الزام دے رہی ہو، چلو۔"

وہ اپنی گاڑی کی طرف جانے لگا۔ وہ ساتھ چلتی ہوئی بولی "ہم اسے کہاں تلاش کرنے جائیں گے؟"

"پتا نہیں وہ کہاں بھٹک رہا ہوگا۔ ہاں، خوب یاد آیا۔ وہ شہر روم کی تصویریں دیکھ کر کہتا تھا کہ پہلے بھی یہاں آچکا ہے۔ تم اس سلسلے میں کچھ بتاؤ۔"

"ہائے کیا بتاؤں، ہماری محبت اسی جگہ سے شروع ہوئی تھی، ہم دونوں ایک مشن پر یہاں آئے تھے۔ ہماری پہلی ملاقات ہوٹل بون ویلا میں ہوئی تھی۔ اتفاق سے ہم دونوں نے اسی ہوٹل میں قیام کیا تھا۔"

پارس نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس بار بھی تم اسی ہوٹل میں ہو۔"

"ہاں تم نے کیسے سمجھا؟"

"جو پُراسرار شخص جبریل کے دماغ میں چھپا ہوا ہے۔ وہ ایسے ہی بچگانہ کھیل کھیل رہا ہے۔ یہاں پہنچتے ہی جبریل نے مجھ سے کہا کہ ہم ہوٹل بون ویلا میں قیام کریں گے۔ ظاہر ہے یہ بات اس کے اندر کا آدمی بول رہا تھا۔ اس لیے میں راضی ہوگیا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا جبریل بون ویلا میں ہے؟"

"ہاں، اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی پلاننگ کے مطابق تم دونوں اسی ہوٹل میں ملو گے تاکہ یقین ہو کہ سچی محبت اسی ہوٹل میں دونوں کو پہنچ لائی ہے۔"

"یہ تم بار بار ٹیلی پیتھی کی بات کیوں کرتے ہو۔ یہ ایک خیالی بکواس ہے۔ کیا تم مجھے یہ سمجھانا چاہتے ہو کہ ایک ٹیلی پیتھی والا میرے جبریل کے دماغ میں رہتا ہے اور اس کی وجہ سے جبریل اپنی پچھلی زندگی بھول چکا ہے؟"

"اگر کوئی تمھارے دماغ میں چھپی ہوئی بات بتا دے تو تم تسلیم کرو گی کہ ٹیلی پیتھی واقعی ایک علم ہے؟"

"وہ علم نہیں، جادو ہوگا۔ اندر کی چھپی ہوئی باتیں جادو سے معلوم کی جاتی ہیں۔"

"چلو یہی تسلیم کر لو کہ ایک شخص جادو کے ذریعے تمھارے جبریل کو ایک عورت کے چکر میں پھانس رہا ہے۔"

"کیا کہا تم نے؟ ایک عورت کے چکر میں جبریل کو پھانسا جا رہا ہے؟ ہرگز نہیں، وہ صرف میرا دیوانہ ہے اور یہ تم اپنے

گاڑی کے پاس آکر کیوں رُک گئے ہو۔ مجھے باتوں میں کیوں لگا رہے ہو۔ جبریل کے پاس کیوں نہیں چلتے؟"

پارس کی گاڑی کے پیچھے تھوڑے فاصلے پر اس کی گاڑی تھی، وہ بولا "میرا ہوٹل جانے کا ارادہ نہیں ہے۔ میں یہاں سیر کروں گا۔"

"تم جہنم میں جاؤ۔"

وہ اپنی گاڑی کی طرف جانے لگی۔ پارس نے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا۔ اس نے پیچھے سے آواز دی "رک جاؤ، میری بات سنو۔"

"یہ اتنی دیر سے بولتی جا رہی تھی۔ اب بھی کچھ سنا رہ گیا۔ مجھے جانا چاہیے۔"

اس نے گیئر بدل کر گاڑی آگے بڑھائی۔ گاڑی کچھ آگے بڑھی پھر رُک گئی۔ اسے حیرانی ہوئی۔ اس نے ایکسیلیریٹر پر پاؤں ڈالا، رفتار بڑھائی مگر وہ اپنی جگہ کھڑی رہی، پھر وہ بوکھلا کر گاڑی کا پچھلا حصہ اوپر اٹھ رہا تھا۔ اس نے سر گھما کے دیکھا سوسانہ پچھلے حصّے کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر اٹھائے ہوئے تھی۔ گاڑی کے پچھلے دونوں پہیے گھومتے جا رہے تھے۔ یہ تماشا دیکھنے کے لیے لوگ تھا۔ لوگ پھر جمع ہونے لگے۔ پارس نے گاڑی کا انجن بند کر دیا۔ اس کے بعد سوسانہ نے پچھلا حصہ نیچے رکھ دیا۔ وہ گاڑی سے اتر کر بولا "یہ کیا حماقت ہے، اگر طاقت کا مظاہرہ کرنا ہے تو بتاؤ، میں ٹکٹ لگا دیتا ہوں، خاصی آمدنی ہوگی۔"

عورتیں، مرد، بچے اور بوڑھے سب حیرانی سے سوسانہ کو دیکھ رہے تھے، پولیس والے بھی آگئے تھے۔ ایک سپاہی نے پوچھا "یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

سوسانہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے پارس سے بولی "تمھیں رُکنے کو کہہ رہی تھی۔"

"کیا تم زبردستی روکو گی؟"

"ہاں، میں بھول گئی تھی، تم میرے اندر آگ لگا کے ہو، بعد میں خیال آیا کہ میں اس حرافہ کے بارے میں پوچھ گئی ہوں۔"

"تم کس کی بات کر رہی ہو؟"

"وہ عورت کون ہے، جس کے چکر میں جبریل پھنسا ہوا ہے۔"

"یہ تو جبریل بتائے گا۔"

"تم بتاؤ۔"

"میں تو اتنا جانتا ہوں کہ اس کے نام مارتھا سے ملتا جلتا تھا۔ وہ پیرس سے سرحد تک جبریل کے ساتھ بند کیبن میں سفر کرتی رہی۔ پھر آخری اسٹیشن سے پہلے پولیس والے مار تھا کو

لے گئے۔"

"اچھا ہوا پکڑ کر لے گئے کیا وہ جبریل کے ساتھ بند کیبن میں رہتی تھی؟"

"ہاں کیبن اندر سے بند رہتا تھا۔"

"میں جبریل کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"چھوڑنا بھی نہیں چاہیے لیکن کیسے مارو گی۔ اس پر بھی وار اثر نہیں کرتی۔"

"میں اسے کچا چبا جاؤں گی۔"

"آپ ڈیا چھا ہے۔ مگر پولیس والے سن رہے ہیں۔"

وہ غصّے سے پاؤں پٹختی ہوئی اپنی گاڑی میں گئی پھر اسے اسٹارٹ کر کے ہوٹل کی طرف جانے لگی۔

وہ اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا اور اسے تیزی سے آگے بڑھا کر چلا گیا۔ ایک موٹر سائیکل اور ایک کار میں کچھ لوگ وہاں آئے۔ ان کے پاس کیمرے تھے۔ ایک نے کہا "شاید یہیں رہ گئی ہے۔"

دوسرے نے ایک سپاہی سے پوچھا "کیا یہاں ایسی کوئی نہایت موٹی عورت دیکھی گئی ہے جس پر ریوالور کی گولی اثر نہیں کرتی تھی اور جو ایک ہاتھ سے موٹر گاڑی کے پچھلے حصّے کو پکڑ کر اٹھا رہی تھی؟"

سپاہی نے کہا "ہم نے ایسی عجیب و غریب عورت کو دیکھا ہے، تم کون ہو؟"

"ہم پریس رپورٹر اور فوٹو گرافر ہیں۔ پلیز بتاؤ وہ عورت کہاں ہے؟"

"ہوٹل بون ویلا، مکرا مبرڈس۔"

کتنی ہی گاڑیاں وہاں سے اسٹارٹ ہو کر ہوٹل کی سمت جانے لگیں۔ پارس آرام سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ نیشنل میوزیم کے سامنے لوگوں کی بھیڑ تھی۔ اب تو انسانوں کا ہجوم دیکھ کر اسے جبریل ہی یاد آتے تھے۔ اتفاق سے وہاں جبریل تھا۔ اپنے جیسے قد کے باعث مجمع میں دور سے دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ لوگوں کے درمیان ان کے سوالوں کے جواب دیتا ہوا ہاتھ پر جا رہا تھا۔

پارس نے قریب پہنچ کر گاڑی روکی۔ اسے آواز دی، سر گھما کر دیکھا پھر رُک گیا۔ اس کے ساتھ بھیڑ بھی رُک گئی۔ وہ گاڑی سے باہر آکر ایک ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا "جبریل، تمھارا نام معلوم ہو گیا ہے۔"

وہ غرا کر دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔ لوگ ہٹتے ہوئے راستہ دے رہے تھے۔ وہ غصّے سے مکا مار کر ادھر ادھر ہٹاتا اور گراتا آ رہا تھا۔ یہ

زندگی زرکاں کے لیے ایک زمانہ گزیدہ کی خوں رنگ سرگزشت
ایک مقبول سلسلہ
بابر زماں خاں کی آپ بیتی، جگ بیتی
قیمت فی حصّہ ۲۵۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰۰ روپے
کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

وہ ایک دم سے چونک کر بولا۔ "سوسانہ؟ کہاں ہے میری سوسانہ؟ تم اسے کیسے جانتے ہو؟ بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

اس نے سوال کرتے رہنے کے دھوکے میں اچانک چھلانگ لگائی لیکن جو لوگ ہر لمحہ حاضر دماغ رہتے ہیں۔ ان پر کبھی ناگہانی حملہ کامیاب نہیں ہوتا۔ پارس پھر اس کی گرفت میں نہیں آیا۔ وہ خوب سمجھتا تھا کہ سوسانہ اور جبریل غیر معمولی مشینی قوتوں کے حامل ہیں۔ ان سے دور ہی دور رہ کر ان کے حملوں کو ناکام بنانا چاہیے۔ وہ کبھی گرفت میں بھی آسکتا تھا۔ ان حالات میں والسٹورو کی نے بڑے زبردست نوٹکے سکھائے تھے۔ یہ نوٹکے پھر کبھی کام آسکتے تھے۔

جبریل نے غصے سے کہا۔ "ایک بار میرے ہاتھ آجاؤ، میں تمہیں بھنبھوڑ کر رکھ دوں گا۔"

"پھر بھی سوسانہ تمہیں نہ ملے گی۔"

"میں کہتا ہوں مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ بتاؤ سوسانہ کہاں ہے؟"

"پہلے بتاؤ، یادداشت کیسے واپس آگئی؟"

"میں کیا بتاؤں۔ ایک کھنڈر میں جاکر تھوڑی دیر کے لیے سو گیا تھا۔ آنکھ کھلی تو گم شدہ ماضی کا ایک ایک لمحہ یاد آنے لگا تھا۔"

"تمہیں ہوٹل سے گئے ساڑھے تین گھنٹے ہوگئے۔ کیا تم عقل سے سوچ نہیں سکتے کہ تنویمی عمل کے ذریعے پہلے تمہاری یادداشت ختم کی گئی۔ آج پھر اسی عمل کے ذریعے یادداشت واپس لائی گئی ہے۔ تم نادانستگی میں کسی کے آلۂ کار بن گئے ہو اور وہ دشمن سب سے پہلے مجھ جیسے دوست کو تمہارے ہاتھوں مروانا چاہتا ہے جبکہ میں قدم قدم پر تمہارے کام آتا ہوں۔ میں نے تمہاری سوسانہ کو ہوٹل جانے کے لیے کہا ہے، وہ وہاں تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

یہ سنتے ہی وہ دوڑتا ہوا ایک گاڑی میں جا بیٹھا پھر اسے اسٹارٹ کرکے وہاں سے جانے لگا۔ پارس اس کے پیچھے چل پڑا۔ جبریل کی ڈرائیونگ بتا رہی تھی کہ اسے سب کچھ یاد آگیا ہے وہ کسی سے ہوٹل کا راستہ پوچھے بغیر صحیح سمت جا رہا تھا۔ پیٹر ماسٹر کی ہدایت پر اس پر تنویمی عمل کرکے یادداشت واپس لائی گئی تھی تاکہ وہ ہوش و حواس میں رہ کر سوسانہ سے ملے اور اس کے ساتھ پھر ایک بار پیرس جائے۔

بیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ ہوٹل پہنچا۔ گاڑی سے اتر کر لانبے لانبے ڈگ بھرتا ہوا ریسپشن ہال میں پہنچا۔ وہاں سوسانہ پہلے ہی بھڑ لگائے ہوئے بیٹھی تھی۔ اپنے محبوب کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ جبریل خوشی سے دونوں بازو پھیلائے اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "سوسانہ! مائی سویٹ ڈارلنگ! میری یادداشت واپس آگئی ہے۔ میں تمہارے لیے واپس آگیا ہوں۔"

وہ اسے آغوش میں لینے کے لیے جیسے ہی قریب آیا محبوبہ نے منہ پر زبردست گھونسا جڑ دیا۔ وہ لڑکھڑایا پھر سنبھل گیا۔ گھونسا رسید کرتے ہوئے بولی۔ "وہ حرافہ کہاں ہے؟"

"تم کسے پوچھ رہی ہو؟"

اس نے تیسری بار مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا، اس بار اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا۔ "تم جانتی ہو میں کسی کے بھی ہاتھ توڑ دیا کرتا ہوں۔"

"ہاں اب تو ضرور میرا ہاتھ توڑو گے۔ دوسری ہونل گرل سے۔"

"تمہیں کس نے بتایا؟"

"وہی جو تمہارے ساتھ ہوٹل میں رہتا ہے اور پیرس سے آیا ہے۔"

"وہ پرلے درجے کا بدمعاش ہے۔ میں اسے مار ڈالوں گا۔"

"ہاں، جس نے میری جان بچائی اسے مارو گے، جو تمہیں موت سے چھین رہی ہے اسے زندہ رکھو گے۔ مجھ سے چھپاتے رہو گے۔"

"میں نے کہیں نہیں چھپایا ہے۔ وہ تو سر حد پار کر گئی ہے۔ فرانس کی پولیس اسے گرفتار کرکے لے گئی ہے۔"

پارس نے ہال میں داخل ہوکر کہا۔ "یہ جھوٹ بولتا ہے سوسانہ! میں نے تمہیں بھلا بھی جان کہا ہے۔ میں تمہارے تحفظ کے لیے آخری سانس تک لڑتا رہوں گا۔"

جبریل نے غرا کر کہا۔ "اسٹون مارک! یہ تمہاری زندگی کی آخری رات ہے۔"

"دیکھو سوسانہ! یہ مجھے دھمکی دے رہا ہے تاکہ میں تمہیں حقیقت نہ بتاؤں۔"

سوسانہ نے جبریل کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "تم سچے ہو تو اسے دھمکی کیوں دے رہے ہو؟"

جبریل نے اس کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی کی۔ کہا۔ "یہ دشمن ہے، پیٹر ماسٹر نے حکم دیا ہے پہلے اسے بری طرح زخمی کیا جائے تاکہ یہ سانس نہ روک سکے۔ اگر قابو میں نہ آئے تو اسے ختم کر دیا جائے۔"

پارس نے دور سے کہا۔ "بے چاری محبت کرنے والی عورت کے کان میں جھوٹی سچی باتیں پھونک کر اسی طرح اُلو بنایا جاتا ہے۔"

سوسانہ نے پارس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اسے ختم کر دوں گی، پہلے تم اس عورت کے بارے میں بتاؤ، وہ کہاں ہے؟ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"میں سچ کہتا ہوں، وہ دوسرے ملک میں رہ گئی ہے۔"

پارس نے کہا۔ "وہ اسی ملک اور اسی شہر میں ہے۔"

جبریل گرجتا ہوا آیا۔ ایک تو پارس کو مار ڈالنے کا حکم دیا گیا تھا۔ دوسرے وہ ہاتھ نہیں آرہا تھا، تیسرے یہ کہ جھوٹ بول کر اسے غصہ دلا رہا تھا تاکہ غصے کی حالت میں کبھی کامیاب حملہ کر سکے۔ وہ جیسے ہی اس پر حملہ کرنے آیا، پارس چھلانگ لگا کر چھت کے فانوس تک پہنچ گیا۔ اس فانوس سے لٹکتا ہوا ایک طرف جاکر پھر چھلانگ لگائی۔ وہاں سے کاؤنٹر پر آگر کھڑا ہوگیا۔ پریس کے ڈوئاگرا فر تصویریں اتار رہے تھے۔ بار بار فلیش لائٹ جلتی بجھتی جا رہی تھی۔ وہ کاؤنٹر پر دونوں پاؤں جما کر سیدھی طرح کھڑا ہوکر بولا۔ "سوسانہ! تمہیں آج نہیں تو کل ٹیلی پیتھی کے علم کا یقین کرنا ہی ہوگا۔ تمہارا جبریل صرف تم سے عشق کرتا ہے مگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے ایک حسین عورت کے جال میں پھنسا کر اپنا اُلو سیدھا کر رہا ہے۔"

وہ خیال خوانی کرنے والا جبریل کے دماغ میں تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا۔ "اسٹون مارک تمہیں غصہ دلا رہا ہے۔ ذرا عقل سے کام لو۔ وہ ثابت نہیں کر سکے گا کہ مارتھا اسمتھ (میڈونا) اس شہر میں ہے۔"

اُدھر سوسانہ نے پوچھا۔ "جبریل! کیا واقعی کوئی تمہارے دماغ میں آکر بولتا ہے؟"

جبریل نے کہا۔ "یہ جھوٹ بولتا ہے۔ نہ کوئی دماغ میں بولتا ہے اور نہ ہی اس شہر میں وہ عورت ہے۔ اگر ہے تو اسے ثبوت دینے کے لیے کہو۔"

پارس نے کہا۔ "سوسانہ جانتی ہے کہ میں تمہیں چار گھنٹے سے تلاش کر رہا ہوں۔ ہمیں کیا پتا تم اس عورت کے ساتھ کہاں چھپے ہوئے تھے۔ اتنا پتا چلا کہ وہ عورت تمہارے ساتھ اس گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی جس میں تم ابھی یہاں آئے ہو۔"

"ارے سوسانہ! یہ جھوٹا مکار ہے کسی ثبوت کے بغیر بول رہا ہے۔"

"میں ثبوت پیش کرتا ہوں سوسانہ! باہر جاکر اس کی گاڑی میں دیکھو۔"

سوسانہ نے جبریل کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنی گاڑی دکھاؤ۔"

وہ دونوں باہر آئے۔ ان کے پیچھے ایک بھیڑ چل آئی۔ جبریل نے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ ہے میری گاڑی۔۔۔"

وہ تیزی سے آئی، اس کا اگلا دروازہ کھولا، پھر ڈیش بورڈ کھٹک گئی۔ اس کے پیچھے آنے والا جبریل بھی کچھ بوکھلا سا گیا۔ اگلی سیٹ پر ایک حسینہ کی چند تصویریں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک لیٹر پیڈ بھی تھا۔ سوسانہ نے اسے کھول کر دیکھا۔ اس میں لپ اسٹک اور میک اپ کا دوسرا سامان تھا۔ جو چیز سب سے زیادہ بھڑکانے والی تھی وہ جبریل کی پاسپورٹ سائز کی تصویر تھی جو اس عورت کے پرس سے برآمد ہوئی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں جبریل کی تصویر پر سُرخ سُرخ سے نشانات بھی تھے۔ اس کے بعد کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں رہ جاتی تھی۔

سوسانہ نے غصے سے چیختے ہوئے ایک لات ماری اگلا دروازہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ لوگ دُور بھاگنے لگے۔ جبریل نے کہا۔ "یہ جھوٹ ہے، دھوکا ہے۔ میں نے اس تصویر والی کو آج تک نہیں دیکھا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا عقل کی بات سمجھا رہا ہے کہ اسٹون مارک اپنا بچاؤ کرنے کے لیے ہم محبت کرنے والوں کو آپس میں لڑا رہا ہے۔۔۔۔"

وہ بولی۔ "اب تم نے تسلیم کیا ہے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہیں عقل کی بات سمجھا رہا ہے۔ وہ ساری عقل کی باتیں میں تمہاری گاڑی میں دیکھ چکی ہوں۔"

اس نے حملہ کیا۔ جبریل بچ گیا۔ وہ بولی۔ "مجھے اس چڑیل کے پاس لے چلو۔ انکار کرنے کا مطلب یہی ہوگا کہ وہ مجھ سے اچھی ہے۔ میری ساری اہمیت اور محبت ختم ہو چکی ہے۔"

"وہ یہاں نہیں ہے۔"

پارس نے دور سے کہا۔ "یہ درست کہتا ہے۔ تمہارے ڈر سے اس عورت کو یہاں سے بھگا چکا ہے۔ ابھی جبریل کا ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے چیلنج کر رہا تھا کہ میں نے اس کی تصویریں اور پرس پکڑوا دیا تو اگر اس عورت کو نہیں پکڑوا سکوں گا۔ وہ یہاں رہے گی تو سوسانہ اسے مار ڈالے گی۔"

جبریل نے کہا۔ "ارے جھوٹے، بے ایمان! تجھے کس شیطان کی خالہ نے پیدا کیا ہے۔ ارے کیوں میری سوسانہ کو دشمن بنا رہا ہے۔ یاد رکھ، ہم ایک دوسرے کے دیوانے ہیں۔ تمہارے جیسے دشمن ہمارے دلوں میں نفرتیں پیدا نہیں کر سکیں گی۔ میری کوئی دوسری مجبوبہ نہیں ہے۔ تم جس کی بات کرتے ہو، میں اس پر تھوکتا ہوں۔"

وہ خوش ہوکر بولی۔ "کیا سچ مچ تھوکتے ہو؟"

پارس نے کہا۔ "میں ابھی ثابت کر دوں گا کہ یہ اس پر نہیں تھوکے گا۔"

وہ بولی۔ "تم کیسے ثابت کرو گے؟"

وہ بولا۔ "اگر یہ تمہارا سچا عاشق ہے تو فرانس کی زمین پر قدم نہیں رکھے گا کیونکہ اس حسینہ کو ابھی اسی ملک میں بھیجا جا رہا ہے۔"

خیال خوانی کرنے والے نے جبریل سے کہا۔ "یہ اسٹون مارک بہت گہرا آدمی ہے۔ پہلے تو مجھے اس کے دماغ سے کوئی خاص بات

معلوم نہیں ہو سکی۔ آج سے یہ سانس روکنے یا میرا راستہ روکنے لگا۔ یہ ضرور ہمارے منصوبوں کو دور تک سمجھتا ہے۔ یہ جانتا ہے کہ تم سیڈونا کے لیے پیرس جانے والے ہو۔"

اُدھر سُوسانہ نے جبریل سے کہا۔ "تم اسٹون مارک کو جلب دو۔ سب کے سامنے کہہ دو کہ فرانس کی زمین پر قدم نہیں رکھو گے۔"

جبریل شکل میں پڑ گیا تھا۔ سُپر ماسٹر کی طرف سے اسے پروگرام سمجھا دیا گیا تھا کہ آئندہ کیا کرنا ہے اور آئندہ کے پروگرام سمجھانے کے لیے ہی اس کی یادداشت واپس لائی گئی تھی۔ اس نے سُوسانہ سے کہا۔ "تم پیرس جاؤ گی تو میں بھی جاؤں گا۔ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تمہارے پیچھے تنہا رہ جاؤں۔"

"اب میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ میں پیرس نہیں جاؤں گی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ بیس برس کے بعد تمہارے والد تمہیں ملے ہیں اور تم اپنے باپ کے سائے میں نہیں جاؤ گی؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں بیس برس بعد اپنے باپ سے ملنے جا رہی ہوں؟ اب سے پہلے تو مجھے بھی اپنے باپ کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا! اور نہ ہی تم کچھ جانتے تھے۔"

"بھئی! میرے دماغ میں رہنے والے نے تمہارے باپ کے متعلق بتایا ہے۔"

پارس نے کہا۔ "بہت خوب! وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا سُوسانہ کے دماغ میں بھی آکر چپ چاپ بے چاری کے ذاتی معاملات پڑھتا ہے اور پتا نہیں عورت کے کتنے بھیدانہ رہ کر معلوم کرتا ہو گا۔ سُوسانہ! کیا تم چاہتی ہو کہ تمہاری اجازت کے بغیر کوئی تمہارے اندر آئے اور دن رات تمہارے راز کی باتیں معلوم کرتا رہے؟"

سُوسانہ نے جبریل کو جھنجوڑ کر کہا۔ "کہاں ہے وہ سُور کا بچہ! اُسے میرے اور اپنے اندر سے نکالو، میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ کیا تم بے غیرت ہو گئے ہو؟ تمہیں یہ سوچ کر شرم نہیں آتی کہ تمہاری عورت کے اندر کوئی پرایا مرد آتا ہے۔ سوچو ذرا سوچو۔ اب ذرا شرم کرو۔"

جبریل سر پکڑ کر ایک کار کے بونٹ پر بیٹھ گیا۔ سوچ کے ذریعے بولا۔ "اے خیال خوانی کرنے والے! مجھے گوشت پوست کا روبوٹ بنایا جا رہا تھا۔ تب میں نے سُپر ماسٹر سے کہا تھا میری سُوسانہ کو بھی میری طرح بنایا جائے اور اس کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا کبھی نہ جائے۔ یہ میری عزت اور غیرت ہے۔ میری شرائط مان لی جائیں گی تو میں ہمیشہ سُپر ماسٹر کا وفادار رہوں گا۔ لیکن تم کیوں گئے؟ سُوسانہ کے دماغ میں کیوں گئے؟ کیا اس لیے کہ میں تمہیں جاتے ہوئے نہیں پکڑ سکتا تھا؟"

"یہ بات نہیں ہے جبریل! ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو، ہم تمہاری سُوسانہ کی حفاظت کے لیے اور اسے فریب سے بچانے کے لیے ایسا کرنے پر مجبور ہو گئے۔ سُپر ماسٹر نے مجھے حکم دیا تھا کوئی سُوسانہ کا باپ بن کر پیرس سے آیا ہے۔ یہ ہمارے جبریل کی عزت اور غیرت ہے۔ سُوسانہ اور اس کے نئے باپ کے دماغوں میں جا کر تحقیقات معلوم کرنی چاہیے۔ بس میں تھوڑی دیر کے لیے گیا تھا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، نہ اس سے پہلے تمہاری عورت کے پاس گیا اور نہ آئندہ کبھی تمہاری اجازت کے بغیر جاؤں گا۔ فار گاڈ سیک، یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ یہ اسٹون مارک ہم سب کو آپس میں لڑا کر ہمارے منصوبوں کو خاک میں ملا رہا ہے۔ یہ کوئی بہت بڑا اچالا باز ہے۔"

جبریل نے غصّے سے کہا۔ "اس چالباز کو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا لیکن یہ بات وہ درست کہہ رہا ہے۔ تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی سُوسانہ کے دماغ میں نہیں جانا چاہیے تھا۔ وہ میری عورت ہے، میں اسے سمجھا لوں گا۔ مگر اپنی غیرت کو کیسے سمجھاؤں گا۔ نہیں نہیں، تم جاؤ میرے دماغ سے جاؤ۔ پہلے میں سُپر ماسٹر سے بات کروں گا پھر اس کا کوئی کام کروں گا۔"

"ارے یہ کیا کہتے ہو۔ ہماری پلاننگ اتنی زبردست ہے کہ ہم میڈونا کو قید سے نکال کر لے آئیں گے۔ ایسے میں تم انکار کرو گے تو سُپر ماسٹر ناراض ہو جائے گا۔"

"بکواس مت کرو۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا، میری شرائط کے خلاف کوئی بات ہو گی تو میں وفادار نہیں رہوں گا۔"

"کیا غداری کرو گے، ہوش میں تو ہو؟"

"مجھے جو کرنا اور کہنا ہو گا، وہ سُپر ماسٹر کے سامنے کہوں گا اور کروں گا۔ تم فوراً میرے دماغ سے نکل جاؤ۔ میں کسی بے ایمان اور وعدہ خلافی کرنے والے کو برداشت نہیں کر سکتا، جاؤ یہاں سے۔۔۔"

اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو دماغ سے نکلتے ہوئے محسوس کیا، پھر سر اٹھا کر سُوسانہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اسے بھگا دیا ہے، وہ میرے دماغ میں نہیں ہے۔ میں اس دھوکے باز کو آئندہ بھی آنے نہیں دوں گا۔ آئے گا تو سانس روک لوں گا۔"

پارس ان سے کچھ دور کھڑا ہوا تھا۔ ہنستے ہوئے بولا۔ "کیسے سانس روک لو گے؟ وہ ڈیگریڈ اینڈ ڈیگریڈ کہلاتے ہیں۔ انھوں نے تنویمی عمل کے ذریعے تم دونوں کے دماغوں کو ایک ڈیگ کے لیے بے حس بنا دیا ہے۔ یعنی ایک ڈیگر کی سوچ کی لہروں کو تم محسوس نہیں کر سکتے، دوسرے کو محسوس کر لیتے ہو۔ جیسے محسوس کر سکتے ہو وہ ابھی چلا گیا ہے اور جیسے تنویمی عمل کے باعث محسوس نہیں کر سکتے وہ ابھی دماغ میں ہے یا آنے والا ہے۔"

جبریل نے غصّے سے کہا۔ "اسٹون مارک! تمہاری زندگی پوری ہو گئی ہے۔ تم آگ لگاتے ہوئے آپس میں پھوٹ ڈالتے ہو۔ ہماری آپس میں دشمنی بڑھاتے ہو اور دور سے تماشا دیکھتے ہو۔ تم میرے ہاتھوں سے نہیں بچو گے۔"

سُوسانہ نے کہا۔ "تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ اس نے تمہارے اندر چھپے ہوئے فریبی کو ظاہر کیا ہے۔ ابھی اس نے اور عقل کی بات بتائی ہے۔ ذرا سوچو اور جواب دو۔ کوئی چھپ کر دماغ میں رہتا ہو گا تو کیا تم اسے سمجھ پاؤ گے؟"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا، پارس نے کہا۔ "جواب دینے سے پہلے سُوسانہ کو یہ بتا دو کہ آج شام سے پہلے کتنے دنوں کے لیے تمہاری یادداشت گم کر دی گئی تھی اور شام کے بعد اچانک یادداشت کیسے واپس آ گئی۔ تب سُوسانہ کی سمجھ میں آئے گا کہ جو لوگ اپنی مرضی سے تمہاری یادداشت جب چاہتے ہیں چھین لیتے ہیں، جب چاہتے ہیں واپس کر دیتے ہیں، وہ اور کتنے طریقوں سے تم دونوں کے دماغوں سے کھیل رہے ہوں گے اور کس طرح ایک پہریدار کو تمہارے دماغوں میں ہمیشہ بٹھائے رکھتے ہوں گے۔"

سُوسانہ نے پوچھا۔ "کیا یہ سچ ہے؟ انھوں نے تمہاری یادداشت چھین لی تھی؟"

جبریل نے سرگوشی میں کہا۔ "تم جانتی ہو، میں سُپر ماسٹر کے لیے کام کرتا ہوں۔ یہ یادداشت والا پیکج اس کی پلاننگ کا ایک حصّہ تھا۔ مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا کہ دو چار روز میں جیسے ہی منصوبہ کامیاب ہو گا، میری یادداشت واپس کر دی جائے گی۔ آج انھوں نے وعدہ پورا کر دیا۔"

"ان کا منصوبہ کیا تھا؟"

"سُوسانہ! یہ نہ پوچھو، ہم جیسے وفادار سُپر ماسٹر کے سامنے قسم کھاتے ہیں کہ اس کے منصوبے کا ذکر اپنے سائے سے بھی نہیں کریں گے۔"

"کیا تمہاری قسم مجھ سے بڑھ کر ہے؟"

"اری پگلی! اس دیوانے نے تیری ہی قسم کھائی ہے سُپر ماسٹر اور دوسرے اعلیٰ حکام اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں تیرے لیے پہاڑ کاٹ سکتا ہوں، سمندروں کا سینہ چیر سکتا ہوں، میں عاشق ہوں، سودائی ہوں۔ میرے سر میں صرف تیرا سودا سمایا رہتا ہے۔"

وہ اپنی باہیں اس کی گردن میں ڈال کر بولی۔ "آؤ ہم کہیں دُور چلیں۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے محبت میں کھو گئے۔ پریس فوٹو گرافرز ان کی تصویریں اتار رہے تھے۔ پھر وہ دونوں ہوٹل کے اندر جانے لگے۔ سُوسانہ نے دروازے پر رُک کر پارس کو دیکھا، پھر مسکرا کر بولی۔ "آئی لو یو، تم بہت اچھے ہو۔ کیا پھر ملو گے، یعنی صبح؟"

وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولا۔ "صبح بہت دور ہے، وہ جو دماغ سے گیا ہے، وہ آدھی رات سے پہلے ہی ملنے پر مجبور کر دے گا۔ تب تک جبریل کے ساتھ اچھا وقت گزار لو۔ خدا حافظ۔"

وہ اپنے دیوانے کے ساتھ چلی گئی۔ اخباری رپورٹروں اور فوٹو گرافروں نے پارس کو گھیر لیا۔ ایک نے سوال کیا۔ "کیا تمہیں ان سے ڈر نہیں لگتا۔ یہ عاشق اور معشوق باتوں میں انسان اور تیور بدلنے میں درندے ہیں۔ تم ہاتھ آ جاتے تو ابھی زندہ نہیں رہتے۔ آخر ان خطرات سے کیوں کھیل رہے ہو؟"

پارس نے جواب دیا۔ "سپیروں سے کبھی سوال نہ کرو کہ وہ زہریلے سانپوں سے کیوں کھیلتا ہے۔ بھئی میرے پاس بین بھی ہے، سانپوں کا منتر بھی ہے اور زہر مہرہ بھی۔"

پھر وہ ایک دم سے اچھل کر بولا۔ "ارے غضب ہو گیا! میری بین اور زہر مہرہ کمرے میں رہ گیا۔ میں ابھی لے کر آتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ دوڑتا ہوا ہوٹل کے اندر چلا گیا۔ اسے گھیر کر سوالات کرنے کا۔۔۔ ارادہ رکھنے والے دیکھتے اور سوچتے رہ گئے۔

جبریل کے دماغ میں رہنے والا سُپر ماسٹر سے کہہ رہا تھا۔ "میں آپ کی ہدایت کے مطابق ڈیگریڈ کر اس کے بعد میں بول رہا تھا اور جبریل اس لیے میں آنے والی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا تھا۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے اس کی یادداشت واپس لا چکا ہوں۔ اس کی ملاقات سُوسانہ سے ہو چکی ہے لیکن اسٹون مارک ہمارے لیے بہت بڑی مصیبت بن گیا ہے۔"

"کون اسٹون مارک؟"

"وہی جو ٹرین میں بازی گری کے تماشے دکھا رہا تھا۔ پھر اس نے جبریل سے دوستی کی۔ اس کا دماغ ایک کھلی ہوئی کتاب تھی۔ وہ کسی پہلے سے دشمنوں کا آدمی نہیں لگتا تھا۔ میں نے اس کے متعلق آپ کو تفصیلی رپورٹ دی تھی۔"

"ہاں، یاد آیا۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ جس کا دماغ کھلی کتاب کی طرح ہو، اس سے کسی وقت بھی دھوکا ہو سکتا ہے۔ ہم نے بھی تنویمی عمل کے ذریعے جبریل کے دماغ کو یادداشت سے خالی کر کے کھلی کتاب بنا دیا تھا۔ آرمر وغیرہ کو اس کے دماغ سے کچھ حاصل نہیں ہوا ہو گا۔ اسی طرح اسٹون مارک بھی ہاتھی کے دانت ہو سکتا ہے۔ جو دکھانے کے اور کھانے کے اور ہوتے ہیں۔ بہرحال اب وہ اسٹون مارک مصیبت کیوں اور کیسے بن گیا ہے؟"

"جناب! وہ محض ایک بازی گر نہیں ہے۔ ایک بہت بڑا چالباز اور زبردست فائٹر بھی ہے۔ سوسانہ اور جبریل جیسے انسانی روبوٹ کے چھکے چھڑا دیے ہیں۔"

"میں نہیں مانتا۔ اس دنیا کا کوئی بھی شہ زور ان دونوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہم نے ان کی تیاری میں کئی ملین ڈالر خرچ کیے ہیں اور تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ایک شخص ان سے مقابلے میں جیت گیا ہے؟"

"آپ کی بات درست ہے۔ ان سے کوئی جیت نہیں سکتا۔ مقابلہ کرنے والے کی موت لازمی ہوتی ہے لیکن اسٹون مارک بندر کی اولاد ہے۔ ان کا کوئی حملہ کامیاب ہونے نہیں دیتا پھرتی سے بچ نکلتا ہے کبھی ان کے ہاتھ نہیں آتا۔ اس کی کامیابی کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ نفسیاتی مار مارتا ہے۔ جبریل کو غصہ دلاتا ہے اور میڈونا کو ایک سوکن کی حیثیت سے پیش کر کے سوسانہ کو جبریل سے لڑاتا ہے۔"

"تمھیں ایسے وقت اسٹون مارک کے خیالات پڑھنے چاہئیں۔"

"اب وہ سانس روک لیتا ہے۔"

"پھر تو وہ اسٹون مارک نہیں ہے۔ اس کی اصلیت کچھ اور ہے۔ سوسانہ اور جبریل ہمارے بہت اہم مہرے ہیں اور وہ ان سے کھیل رہا ہے۔"

"جناب! وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ہم جبریل کو پھر فرانس بھیجیں گے۔ وہ سوسانہ سے کہہ رہا تھا، اگر جبریل اس کا سچا عاشق ہے تو آیندہ فرانس کی زمین پر قدم نہ رکھے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہماری پلاننگ کو بڑی حد تک بھانپتا ہے۔"

"اوہ گاڈ! پھر تو وہ بے حد خطرناک ہے، اسے پہلی فرصت میں ختم کر دو۔ جبریل کو میرا حکم سناؤ کہ میں اسٹون مارک کو صبح سے پہلے مردہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"جبریل کہتا ہے پہلے آپ سے براہِ راست بات کرے گا پھر کسی حکم کی تعمیل کرے گا۔ میں کیا بتاؤں جناب! اسٹون مارک کتنا چالباز ہے۔ اس نے جبریل کی زبان سے اگلوا دیا کہ سوسانہ پھر اپنے باپ سے ملنے پیرس جا رہی ہے۔ جبکہ سوسانہ نے یہ بات اسے نہیں بتائی تھی۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ میں اس کے دماغ میں چھپ کر جا رہا ہوں۔ جبریل کو اسی بات پر غصہ آ رہا ہے۔ آپ ذرا غور فرمائیں، یہ اسٹون مارک کتنی مکاری یا حاضر دماغی سے ہمارے منصوبے کو کھٹائی میں ڈال رہا ہے۔"

سپر ماسٹر نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "بڑی دیر سے بعد سمجھ میں آ رہا ہے۔ تم نے اسٹون مارک کے متعلق جتنی تفصیلات بیان کی ہیں ان میں اہم باتیں یہ ہیں کہ وہ مقابلہ نہیں کرتا سونیا کی طرح مقابل کے حملوں کو ناکام بناتا ہے۔ لڑنے میں وقت ضائع کرنے کے بجائے شیطانی چالوں سے خود محفوظ رہتا ہے سوسانہ اور جبریل جیسے خطرناک روبوٹ کو ٹھنڈا کر کے رکھ دیا ہے اور ہمارے منصوبے پر مٹی ڈال رہا ہے۔ یہ تمام سونیا کی چالیں چلنے والا صرف پارس ہی ہو سکتا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں، جاؤ، وقت ضائع نہ کرو۔ سوسانہ اور جبریل کے دماغوں میں خاموشی سے آتے جاتے رہو۔ جبریل سے کہو، سپر ماسٹر لائن پر ابھی گفتگو کرے گا۔ میں نائب سے کہتا ہوں۔ وہ سپر ماسٹر بن کر اس کی تسلی کر دے گا۔ میں دوسرے ذرائع سے پارس کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دوں گا۔"

وہ جبریل کے پاس گیا پھر واپس آ کر بولا۔ "جناب! وہ دلیا نہ ابھی کسی کی نہیں سنے گا۔ اس پر سوسانہ کا جادو چل رہا ہے، کہتا ہے ایک گھنٹے بعد سپر ماسٹر سے بات کرے گا۔"

سپر ماسٹر نے ناگواری سے کہا۔ "لعنت ہے اس پر، میں نے پہلے ہی اعتراض کیا تھا، انسانی روبوٹ کے ساتھ اس کی ایک مادہ تیار نہ کی جائے۔ لیکن خفیہ بورڈ کے ممبران کا متفقہ فیصلہ تھا کہ یہ روبوٹ عام انسانوں کی طرح جذباتی نہیں ہوں گے اگر ہوں گے تو خفیہ ٹیلی پیتھی جاننے والے انھیں کنٹرول کرتے رہیں گے۔ اب کریں کنٹرول۔ ارے مادہ انسان کی ہو، جانور کی ہو یا روبوٹ کی، جب وہ ادائیں دکھاتی ہے تو دنیا کا نقشہ بدل دیتی ہے، ہمارا ایک منصوبہ کیا چیز ہے۔"

وہ بڑبڑا کر چپ ہو گیا۔ خلا میں گھورتے ہوئے سوچنے لگا، اب ایسے کون سے خطرناک ذرائع استعمال کیے جائیں کہ روم سے پیرس وہ چالباز واپس نہ جائے، اس کی لاش جائے۔ کم بخت نے ٹیلی پیتھی کے بغیر ہی سوسانہ اور جبریل کا دماغ جکڑ رکھا ہے۔

اس نے ایک بہترین سوٹ پہن کر آدم قد آئینے میں خود کو دیکھا۔ آدمی خواہ کتنی ہی معمولی شکل و صورت کا ہو، آئینے میں خود کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ وہ بھی معمولی صورت رکھتا تھا۔ اگرچہ بدصورت نہیں تھا تاہم کوئی حسین لڑکی اس کی طرف مائل نہیں ہوتی تھی۔ وہ بہترین لباس پہن کر مہنگی خوشبو لگا کر محفلوں میں جاتا تھا تو لڑکیاں اسے دیکھ لیتی تھیں۔ لیکن دیکھنے سننے کے بعد بات آگے نہیں بڑھتی تھی۔

وہ کسی پر ظاہر نہیں کرتا تھا کہ ٹیلی پیتھی کا علم جاننے والا دنیا کی تمام دولت اپنے قدموں میں لا سکتا ہے۔ زمین کے ایک

سرے سے دوسرے سرے تک جتنی حسین ترین لڑکیاں ہیں، وہ اس کے بیڈ روم میں ہاتھ باندھے کھڑی رہ سکتی ہیں لیکن وہ کسی ٹیلی پیتھی سے نہیں اپنی شخصیت اور اعمال سے متاثر کرنا چاہتا تھا لیکن حسن مغرور ہوتا ہے۔ شخصیت سے نہیں دولت اور ظاہری شان و شوکت سے متاثر ہوتا ہے۔ وہ بے چارہ مایوس ہو چکا تھا ایسے ہی وقت سونیا اس پر عاشق ہو گئی تھی۔

یہ معلوم ہوتے ہی وہ دنگ رہ گیا تھا۔ بڑی دیر تک سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ پھر اس نے بار بار سونیا کی سوچیں پڑھیں۔ چھپ چھپ کر چور خیالات کو کھنگالتا رہا۔ ہر بار یہ یقین مستحکم ہوتا گیا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی ہے۔ دھوکا نہیں دے رہی ہے اس کا دل اور دماغ ڈیگر کی آواز اور لہجے سے بے حد متاثر ہے۔ دنیا جہان کے تجربات رکھنے والی اس کی آواز اور لہجے سے اس کی شخصیت کا ایک مکمل خاکہ بنا چکی ہے اور اس خاکے کی پوجا کر رہی ہے۔

چونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چور خیالات چھپے نہیں رہتے اور نہ ہی کوئی ہزار جتن کے باوجود چھپا سکتا ہے اس لیے ڈیگر کو اپنی خوش قسمتی کا یقین ہو گیا تھا۔ وہ ہواؤں میں اڑنے لگا تھا۔ سونیا کے نام کے ساتھ اپنے نام کو دنیا کے ہر ملک، ہر شہر اور ہر قصبے میں گونجتے ہوئے سن رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا، لوگ رفتہ رفتہ فرہاد کو بھول جائیں گے، آیندہ سونیا اور ڈیگر کی جوڑی یاد رکھیں گے۔

اچھی طرح یقین ہو جانے کے بعد اس نے آئینہ دیکھا اور ذرا مایوس ہوا تو دماغ میں بات آئی، ابھی تو دور سے محبت ہو رہی ہے۔ جب وہ روبرو آئے گی اور اسے دیکھے گی تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ وہ سب کچھ ہے مگر فرہاد کی طرح خوبصورت اور لیڈی کلر نہیں ہے۔

پھر اس نے دل کو سمجھایا، سونیا غیر معمولی ذہانت کی مالک ہے وہ میرے چہرے کو نہیں میری خوبیوں اور صلاحیتوں کو دیکھ رہی ہے گی۔

یہ بات معلوم کرنے کے لیے پھر پیچھے سے سونیا کے دماغ میں گیا، اس کے اندر اپنی طرف سے سوچ پیدا کی تو وہ سوچنے لگی، "میں کیا کر رہی ہوں۔ ڈیگر کو دیکھے بغیر اس کی دیوانی ہو رہی ہوں۔ اگر وہ خوبرو نہ ہوا تو؟"

سونیا کی دوسری سوچ نے کہا، "تو قیامت نہیں آئے گی، بہت لوگ معمولی شکل و صورت کے حامل ہوتے ہیں، کیا وہ اچھے انسان نہیں ہوتے؟ میں لوگوں کو ان کی آواز، لہجے اور انداز گفتگو سے پہچان لیتی ہوں اور میرے دل اور دماغ نے اسے پہچان بھی لیا ہے اور مان بھی لیا ہے۔"

وہ خوش ہو گیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر پھر آئینے میں دیکھنے لگا۔ آنے والے دنوں میں صرف وہی نہیں بلکہ ساری دنیا اسے سب سے زیادہ خوش نصیب شخص کہنے والی تھی۔ دوست ہوں یا دشمن، یہ مانتے ہیں کہ سونیا کو کوئی جیت نہیں سکتا اور اگر جیت لے تو ساری دنیا کو جیت لے گا۔

ڈیگر نے سنجیدگی سے سوچا، ٹھیک ہے کہ سونیا خوبرو کو نہیں دیکھتی لیکن اس کے ساتھ کھڑے ہو کر دنیا والوں کے سامنے اس کے شایانِ شان نظر آنا چاہیے۔ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہیں دینا چاہیے کہ میں محفلوں میں اپنی سونیا سے کم تر نظر آتا ہوں۔

یہ انتہا دولت ہو تو ہر ناممکن بات ممکن ہو جاتی ہے۔ ایک بدصورت دولت مند پلاسٹک سرجری کے ذریعے خوبصورت بن سکتا ہے۔ ڈیگر نے پہلے کئی بار سوچا تھا کہ چہرہ تبدیل کر کے کسی حسینۂ عالم کے جسم و جاں کا مالک بن جائے۔ پھر خیال آیا کہ کسی حسینہ کو فریب ہی دینا ہے تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی دیا جا سکتا ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا جو پسند آئی اسے ٹریپ کیا۔ اسے پسند کرنے کا موقع نہیں دیا۔ بعد میں وہ لڑکیاں بڑی حیران ہو کر اسے چھوڑ گئیں کہ پتا نہیں وہ کیوں اور کیسے اس پر عاشق ہو گئی تھیں۔ اس نے کبھی کسی پہ خیال خوانی کی صلاحیت ظاہر نہیں کی تھی۔ وہ اس معاملے میں بہت محتاط رہتا تھا۔

اب وہ سونیا کی خاطر اپنا چہرہ بدلنے کے متعلق سوچ رہا تھا جو اسے دیکھے بغیر محبت کر رہی تھی، اسے وہ مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جس طرح وہ فرہاد کے شانہ بہ شانہ رہ کر فخر کرتی تھی اسی طرح وہ ڈیگر کے ساتھ رہ کر بھی فخر کرے گی۔ ایسا سوچتے وقت خیال پیدا ہوا، اگر وہ شکلاً فرہاد جیسا ہوتا تو سونیا اس پر اور ناز کرتی۔ ٹھیک ہے کہ وہ ویسا نہیں ہے لیکن پلاسٹک سرجری کے ذریعے بن سکتا ہے۔

کیا اسے بالکل فرہاد بن جانا چاہیے؟ نہیں بالکل فرہاد نہیں، ورنہ دنیا کہے گی کہ ڈیگر کی اپنی کوئی شخصیت نہیں ہے۔ سونیا نے اسے فرہاد کا ہم شکل پا کر اپنا محبوب بنایا ہے۔

پھر اس نے سوچا، فرہاد سے تھوڑی سی مشابہت ہو مگر چہرہ اس سے بھی زیادہ پُرکشش ہو۔ اُسے دیکھ کر لوگ سوچیں کہ فرہاد سے کچھ مشابہت تو ہے لیکن اس سے زیادہ خوبرو اور مردانگی سے بھرپور چہرہ ہے۔ اسے دیکھ کر سونیا فرہاد کو بھول گئی ہے اور خوبرو ڈیگر کو دل دے بیٹھی ہے۔

یہ بات دل کو لگ رہی تھی۔ اس نے بڑی رازداری سے ایک پلاسٹک سرجری کے ماہر سے رابطہ قائم کیا۔ ابھی وہ سپر ماسٹر

سے بھی یہ بات چھپانا چاہتا تھا۔ اگرچہ یہ جانتا تھا کہ سپر ماسٹر کے بلیک اسپائی اس کی نگرانی کرتے ہیں اور اس کی دن رات کی مصروفیات کی رپورٹ اوپر تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ تاہم اس نے بھی خاص حالات میں خود کو چھپانے اور بلیک اسپائی کے سراغرسانوں کو چکر دینے کے انتظامات کر رکھے تھے۔ بہت پہلے کی احتیاطی تدابیر اب کام آنے والی تھیں۔

اُدھر سونیا نے محبت سے سمجھایا تھا کہ ابھی اس کی محبت دوسروں پر ظاہر نہ کی جائے۔ پہلے وہ اس بات کا فیصلہ کرے کہ سپر ماسٹر یا کسی سپر طاقت کا غلام بن کر رہے گا یا فرہاد کی طرح آزاد رہ کر کمزوروں کی حمایت میں بڑی طاقتوں سے ٹکراتا رہے گا۔

سونیا نے اُسے بڑے زبردست مسئلے میں الجھا دیا تھا۔ ڈیگر نے کبھی سپر ماسٹر کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ اس کا بہت احسان مند تھا۔ اس نے ڈیگر کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے لیے منتخب کیا تھا۔ اس کی مہربانی سے اس نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ وہ کبھی سوچتا بھی نہیں تھا کہ وہ سپر ماسٹر کی غلامی کر رہا ہے۔

سونیا نے سمجھایا۔ ایک غلام کی پہچان یہ ہے کہ وہ آقا کے حکم پر، مذہب کے خلاف، قانون کے خلاف اور انسانیت کے خلاف کام کرتا ہے جیسا کہ ڈیگر نے کیا تھا۔ اس نے رسونتی کو اغوا کر کے سپر ماسٹر کی قید میں پہنچایا تھا۔ اب جو جو کو بھی وہاں پہنچانا چاہتا تھا جبکہ کسی کی ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کو اغوا کرنا قانون، مذہب اور انسانیت کے خلاف ہے۔ یہ کام آج تک فرہاد نے نہیں کیا کیونکہ وہ کسی کا غلام نہیں ہے، کسی کے حکم کا پابند نہیں ہے۔ اس نے ہمیشہ ماؤں، بہنوں اور کمزور افراد کی مدد بھی کی ہے اور حفاظت بھی۔ وہ ایک چھوٹی سی سچائی کے لیے بڑی طاقتوں سے بھی ٹکرا جاتا تھا۔

سونیا کے دلائل سن کر پہلی بار عقل آئی کہ سپر ماسٹر نے اس سے جائز اور ناجائز کام کرانے کے لیے اسے ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔ اسے یہ غیر معمولی علم حاصل کرنے کے بعد شیطان بن کر رہنا چاہیے یا انسانیت کی راہ پر چلنا چاہیے۔

وہ اتنی جلدی کوئی معقول فیصلہ نہیں کر سکتا تھا، اس لیے تذبذب میں تھا۔ دل اور دماغ میں یہ بات نقش ہو گئی تھی کہ اسے سونیا کے ساتھ رہ کر فرہاد کی طرح اپنا ایک الگ مقام بنانا چاہیے۔ لیکن غلام زنجیر توڑنے سے پہلے ہچکچاتا بہت ہے۔ ابھی وہ جھجک رہا تھا۔ تخت یا تختہ کے اصولوں پر فوراً ہی کسی فیصلے پر نہیں پہنچ رہا تھا۔

وہ آئینے کے سامنے تیار ہو کر کہیں باہر جانا چاہتا تھا۔

فون کی گھنٹی نے اسے پکارا۔ اس نے ٹیلیفون کے پاس آ کر ریسیور اٹھایا۔ فون کی خفیہ لائن پر نائب سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ دونوں ڈیگر ہمیشہ نائب سے باتیں کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ سپر ماسٹر سے گفتگو کر رہے ہیں۔ نائب یوگا کا ماہر تھا۔ اس کے چور خیالات پڑھ کر حقیقت معلوم نہیں کی جا سکتی تھی۔

فون پر نائب نے کہا۔ "ہیلو پرنس ڈیگر! کیا کر رہے ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "اپنی ڈیوٹی پر ہوں۔ جو جو کو ملکہ کی قید سے نکال لانے کے لیے سونیا سے باتیں سو رہا ہوں۔ سونیا میری معمولہ ہے اور مکمل طور پر میری گرفت میں ہے۔"

"میں تم پہلے بھی کہہ چکے ہو اور میں سمجھا چکا ہوں کہ سونیا آج تک کبھی اتنی آسانی سے تو کیا دشواری سے بھی گرفت میں نہیں آئی۔ یہ مت بھولو کہ جب تم طیارے میں تانیتا نہ کو دماغی انتقال پہنچانا چاہتے تھے تو سونیا نے اسے تمہارے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے بچایا تھا۔ کیسے بچایا تھا؟ یہ آج تک ہماری تمہاری سمجھ میں نہیں آیا اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اسے ہم روحانی عمل کہہ دیتے ہیں۔ بہرحال جو تانیتا نہ کو تم سے بچا سکتی ہے، وہ خود تمہاری گرفت میں کیسے آ سکتی ہے؟"

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں نے سونیا پر کامیاب تنویمی عمل نہیں کیا ہے؟"

"تم نے اپنے طور پر کامیاب عمل کیا ہوگا۔ لیکن اس مکار عورت نے عمل کے دوران کوئی ایسا کھوٹ پیدا کیا ہوگا جو تمہاری سمجھ میں نہ آیا ہو۔ بعد میں سمجھو گے تو پچھتانے کا وقت گزر چکا ہوگا۔"

"تعجب ہے، میں چوری چھپے اس کے چور خیالات پڑھتا ہوں۔ اس کی لاعلمی میں اسے طرح طرح سے آزما چکا ہوں پھر بھی آپ کہتے ہیں تو میں اس پر بھروسا نہیں کروں گا۔ آپ بتائیں اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"یہی کہ بھروسا نہ کرو مگر یہی تاثر دو کہ بھروسا کر رہے ہو۔ تم ماسکو سے جو جو کو اپنے طیارے میں لاؤ گے تاکہ وہ کوئی چال نہ چل سکے۔"

"یہی ہوگا جناب!"

"جو جو کو لانے کے لیے جو تمہارا پیراغتبار کرو، ان سے بھی آگاہ رکھنا۔ پھر ان پر عمل کرتے وقت جان ڈیگر کو بھی ساتھ رکھنا۔"

"وہ تو رسونتی کے معاملے میں مصروف ہے۔"

"نہیں، وہ اچانک بیمار پڑ گیا ہے۔ اور یہ علی تیمور قسمت کا دھنی ہے۔ جان ڈیگر کی بیماری نے اس کے لیے کامیابی کی راہیں ہموار کر دی ہیں۔ میرا مشورہ ہے، سونیا کو ابھی آنا تانہ کبھی بھی اس کے پاس جاؤ۔ اس کے خیالات پڑھ کر آجایا کرو۔

جان ڈیگر کی جگہ رسونتی کے پاس جایا کرو۔ لیکن علی تیمور کو کسی طرح بھی روکو۔ اطلاع ملی ہے کہ وہ جنگل کے راستے سرحد پار کرنے والا ہے۔ ہم اپنی تمام فوج اور تمام ٹیلی پیتھی کی بارود بچھا دیں گے لیکن اسے مال کے ساتھ سرحد پار کرنے نہیں دیں گے۔"

"جناب! آپ جس محاذ پر جنگ لڑنے کو کہیں گے میں اُدھر چلا جاؤں گا لیکن میں اپنی وفاداری کا واسطہ دیتا ہوں، مجھ سے کوئی بات نہ چھپائی جائے۔"

"تم سے کون سی بات چھپائی جا رہی ہے؟"

"یہی کہ کسی مصلحت کی بنا پر مجھے سونیا کے پاس سے ہٹایا جا رہا ہے۔"

"یہ بات تمہارے دماغ میں کیوں آئی؟"

"یوں آئی کہ جان ڈیگر بیمار نہیں ہے۔ آپ نے اسے پارس اور میڈونا کے پیچھے لگایا ہے۔ مجھے پتا چلا ہے، ایک انسانی روبوٹ میڈونا کو سرحد پار لے جانا چاہتا تھا اور اس روبوٹ کو جان ڈیگر گائیڈ کرتا ہے۔"

"تمہاری معلومات غلط ہیں۔ چند سیکنڈ کے لیے جان ڈیگر کے پاس جاؤ اور اس کی عیادت کر کے واپس آجاؤ۔ میں فون پر ہوں گا۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر ڈیگر کے پاس پہنچتے ہی بولا۔ "میرے دوست! سانس نہ روکنا، میں پرنس ڈیگر ہوں۔"

وہ کمزوری سے مسکراتے ہوئے بولا۔ "میں بیمار پڑا ہوں، سانس کیا روکوں گا۔ فی الحال خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔"

"کب سے بیمار ہو؟"

"کل شام سے بستر پر ہوں، کوئی پندرہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

"میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"میرے لیے تو ڈاکٹر ہی کچھ کر رہے ہیں۔ ویسے میری بیماری کے باعث تمہاری مصروفیات بڑھ گئی ہوں گی۔"

"ہاں، اب میں رسونتی کے پاس جاؤں گا۔ کیا تم میڈونا کے پاس جاتے رہے ہو؟"

"تعجب ہے، تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ میں نے ایک بار چپ چاپ میڈونا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تھا، وہ ایک انسانی روبوٹ کے ساتھ وقت گزار رہی تھی۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ روبوٹ کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا رہتا ہے۔ میرے خیال میں وہ تم ہی ہو سکتے تھے۔ اس لیے میں واپس چلا آیا۔"

"جان ڈیگر! میں آج تک کبھی اس روبوٹ کے دماغ میں نہیں گیا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے متعلق سوچتے ہیں۔ اور پھر سپر ماسٹر کسی تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے یہ کام لے رہا ہے اور ہم سے یہ بات چھپا رہا ہے۔"

"جب تم روبوٹ کے پاس نہیں جاتے تو پھر یہی بات ہوگی۔ سپر ماسٹر کو ہماری وفاداری کے باوجود ہم پر اعتماد نہیں ہے۔"

"یہ دل دُکھانے والی بات ہے۔ جب اعتماد نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ ہمارا وفادار رہنا نہ رہنا برابر ہے۔"

"ایسا نہ کہو کسی تیسرے نے چونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہم سے چھپانے میں کوئی مصلحت ہوگی۔"

"یہی کہ ہمارے دماغوں سے شعاعوں کو مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق معلوم نہ ہو۔ ایسے تو دشمن ملک کے بہت سے اہم رازیے ہمارے دماغوں سے معلوم کر سکتے ہیں۔ چونکہ وہ راز ہم سے چھپائے نہیں جا سکتے تھے۔ اس لیے چھپائے نہیں گئے۔ پھر یہ کہ ہمارا دماغ کمزور نہیں ہے۔ کوئی ہماری اجازت کے بغیر ہمارے خیالات نہیں پڑھ سکتا۔ کبھی دماغ کمزور ہوگا اور روشن بہت سے راز معلوم کر سکے گا تو ایک یہ بھی معلوم کر لے گا جو ہم سے چھپایا جا رہا ہے۔"

"پرنس ڈیگر! تم بہت غصے میں ہو۔ ویسے مجھے بھی اپنی توہین کا احساس ہو رہا ہے۔ مگر ہمیں صبر کرنا چاہیے اور اب یہ اندازہ کرتے رہنا چاہیے کہ ہماری کتنی اہمیت ہے اور ہمیں کس حد تک اپنی انسلٹ برداشت کرنا چاہیے۔ جوش میں نہ آؤ ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ میں بھی سوچتا ہوں۔"

"میں فرصت ملتے ہی آؤں گا، سوفار۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر دوبارہ ریسیور اٹھا کر بولا۔ "ہیلو، میں جان ڈیگر سے خیریت معلوم کر کے آیا ہوں۔ وہ جلد ہی صحت یاب ہو جائے گا۔"

"اور کیا باتیں ہوئیں؟"

"کوئی خاص باتیں نہیں ہوئیں۔ بیمار سے زیادہ نہیں بولنا چاہیے..."

"تم کسی انسانی روبوٹ کی بات کر رہے تھے۔ میں تمہاری غلط فہمی دور کر دوں کہ ہمارے اس روبوٹ کو کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بات دماغ سے نکال دو کہ تم دونوں کے علاوہ بھی ہمارے پاس کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے۔"

"یہ بات کیسے دماغ سے نکالی جا سکتی ہے، میڈونا ابھی ایک نامعلوم مکان کی چار دیواری میں قیدی بنا کر رکھی گئی ہے۔ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہے۔ نہ خیال خوانی کر سکتی ہے نہ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی ہے۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ وہ خیالات کہتے ہیں کہ روبوٹ کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا گائیڈ کرتا ہے۔ آپ دماغ میں چھپی ہوئی سچی بات کو جھٹلانا کیوں چاہتے ہیں؟"

نائب سپر ماسٹر نے کہا: "اگر تم نے چور خیالات پڑھے ہیں تو یہ دشمنوں کی چال ہوگی۔ وہ ہمارے روبوٹ کے دماغ میں جاکر اسے گمراہ کرنے کی کوششیں کرتے ہوں گے۔ شاید اسی وجہ سے ہم میڈونا کو سرحد پار لانے میں ناکام رہے ہیں۔"

"جناب! میڈونا کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ جس سپر پاور کی جھولی میں جائے گی اسے عنبروان سپر پاور بنا دے گی۔ اگر آپ نے اسے حاصل کرنے، فرانس کی سرحد سے باہر لانے کے لیے محض ایک روبوٹ پر بھروسا کیا۔ جبکہ یہ خیال خوانی کرنے والوں کی جنگ ہے۔ یہ جنگ کوئی ناقابلِ شکست روبوٹ نہیں لڑ سکتا۔"

"پرنس ڈیگو! میں تنہا کوئی منصوبہ نہیں بناتا۔ میرے پیچھے بڑے بڑے جنگ بازوں، سائنسی علوم رکھنے والوں اور حاضر دماغی سے کام لینے والوں کے دماغ ہیں۔ میں ان کے ساتھ مل کر منصوبہ بناتا ہوں، پھر اس پر عمل کرنے کا حکم متعلقہ افراد کو دیتا ہوں۔ تمھیں سمجھنا چاہیے کہ اس روبوٹ کے متعلق میں بھی کچھ زیادہ نہیں جانتا۔"

"مگر ہم جاننا چاہتے ہیں۔ ہمارا جسم، ہمارا دماغ، ہماری جان اور ہماری دن رات کی محنت اس ملک اور قوم کے لیے ہے۔ ہمارے جیسے وفاداروں سے کوئی بات چھپانے کا مطلب ہے کہ ہم پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ ہماری وفاداری کے ناقدری ہوتی ہے اور فرہاد کی فیملی خواہ ماسکو میں ہو، واشنگٹن میں ہو یا پیرس میں، اس فیملی کے ہر محاذ کا تعلق ہم سے ہے۔ جنگ لڑنے والوں کو ہر محاذ کی اونچ نیچ کا علم ہونا چاہیے۔ شطرنج کے ہر خانے کے مہرے کو دھیان میں رکھ کر چال آگے بڑھائی جاتی ہے۔"

"آج تم اپنے مزاج اور اپنی عادت کے خلاف بہت بول رہے ہو۔"

"آپ ذرا غور کریں، مجھے بولنے پر مجبور کیا گیا ہے ورنہ میں صرف ضرورت کے مطابق بولتا ہوں۔"

نائب جو باتیں کر رہا تھا، وہ کمپیوٹر کے ذریعے سپر ماسٹر تک پہنچ رہی تھیں۔ اس نے نائب سے کہا: "پرنس ڈیگو سے کہو، ملکی اور سیاسی معاملات میں ہم جیسے تمام افراد اپنے اپنے فرائض تک محدود رہتے ہیں اور یہ تنقید نہیں کرتے کہ دوسرے معاملات میں انھیں قابلِ اعتماد کیوں نہیں سمجھا گیا۔ اس سے کہو، اسے جتنا کام دیا جائے اتنا ہی کرے۔ اس کا کام عمل کرنا ہے، ہمارا کام سوچنا اور منصوبے بنانا۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ اپنے فرائض کے پابند ہیں۔ وہ اپنا کام کرے اور سونیا سے نئے سمجھوتے کی رپورٹ ہر دس پندرہ منٹ میں پہنچاتا رہے۔ تاکہ کسی مرحلے پر مکار عورت دھوکا نہ دے سکے۔"

نائب نے کہا: "جناب! پرنس ڈیگو کو اب روسونی کے پاس بھی جانا ہوگا۔"

"نہیں! اسے صرف ایک ہی محاذ پر سونیا کے ساتھ مصروف رہنے دو۔ جوجو کو وہاں سے نکال لانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ کیا روسونی ہمارے ہاتھوں سے نکل چکی ہے؟"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا علی تیمور نے سوچ رکھا ہے۔ سرحد پار کرنے سے پہلے ہی اس کے ہوش اڑ جائیں گے۔ تم پرنس ڈیگو سے باتیں ختم کرو۔"

نائب نے فون پر پرنس ڈیگو سے کہا: "تمھاری باتیں ہمارے دوسرے اعلیٰ دماغوں تک پہنچ رہی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم سب کو صرف اپنے فرائض کی ادائیگی تک محدود رہنا چاہیے اور یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ دوسرے معاملات میں ان پر بھروسا نہیں کیا جاتا۔ جبکہ تمھارا بھی دوسرے معاملات سے تعلق ہوگا تو ان معاملات پر بھی تم پر بھروسا کیا جائے گا۔ بہرحال تمھیں صرف سونیا کے ساتھ رہنا ہے۔ ہر دس پندرہ منٹ میں رپورٹ دینا ہے کہ جوجو کو وہاں سے لانے کے لیے کن تدابیر پر کس طرح عمل کیا جا رہا ہے۔ اب آئندہ دس پندرہ منٹ کے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرو... تھینک یو، سو فار۔"

پرنس ڈیگو نے ریسیور رکھ دیا۔ اسے ٹکا سا جواب ملا تھا کہ صرف اپنے کام سے غرض رکھنی چاہیے۔ اصولاً یہ بات درست تھی، ملک اور قوم کے معاملات سنگین بھی ہوتے ہیں اور نازک بھی، خواہ کوئی گنتا ہی اہم شخص ہو اسے ہر معاملے میں رازدار نہیں بنایا جاتا۔ لیکن بعض لوگ جو ہمیشہ اہم فرائض انجام دیتے ہیں، وہ کچھ مغرور ہو جاتے ہیں اور رازداری کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں، یا پھر اپنی راہ بدلنے کا بہانہ بنا لیتے ہیں۔ پرنس ڈیگو کے دماغ میں سونیا سمائی ہوئی تھی، اس کی بات دل کو لگ رہی تھی کہ اسے فرہاد کی طرح آزادی سے ٹیلی پیتھی کو مثبت مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ لہٰذا وہ سپر ماسٹر سے منہ پھیر کر سونیا کی راہ پر چل پڑنے کے لیے کھوٹے کھرے اعتبارات شروع کر چکا تھا۔

اس نے سونیا کا تصور کیا۔ حالانکہ روبرو کبھی اسے دیکھا نہیں تھا، تصویریں خوب دیکھی تھیں۔ اس کے ایک ایک انگ کا، ایک ایک بات کو بڑی توجہ سے پڑھا اور سمجھا تھا، لیکن عشق ہونے کے بعد تمام سمجھی بوجھی باتیں بیکار اور بے معنی ہو جاتی ہیں۔ وہ سونیا کے عشق میں اس کی مکاریوں کو بھول گیا تھا یا دیوانگی سمجھا تھی کہ وہ دنیا کے لیے مکار ہے اور میرے لیے محبوبہ۔

وہ چپکے سے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ بڑی خوش فہمی تھی کہ اسے خبر نہیں ہوتی۔ جبکہ وہ دماغ کے اس تہ خانے میں محتاط ہو گئی تھی جہاں کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ جوجو اور ماریہ کے متعلق سوچ رہی تھی کہ انھیں حاصل کرنے اور روس کی سرحد سے نکال لانے کا ایک ہی راستہ ہے۔ ماسک مین اور اعلیٰ حکام کو بلیک میل کرنا ہوگا۔ انھیں زبردست نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دینا ہوں گی تب کامیابی کی کچھ امید ہوگی۔

اس کی سوچ کے درمیان آرمر نے اگر کو ڈورڈ زادا یکے پھر کہا: "میں ابھی جوجو کے پاس سے آ رہا ہوں۔ میں کیا بتاؤں کہ مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ وہ بڑی سنجیدگی سے اپنے موجودہ حالات غور کر رہی ہے۔ اب پہلے جیسا بچگانہ پن اس میں نام کو بھی نہیں ہے۔"

"کیا اس نے ذہانت کا کوئی ثبوت دیا ہے؟"

"ہاں، جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں، ماسک مین کے ڈاکٹروں نے اسے سمجھایا ہے کہ وہ ایک روسی لاوارث لڑکی تھی۔ سرکار کی طرف سے اس کی پرورش ہوئی ہے اور اسے سرکاری اخراجات پر ٹیلی پیتھی کا غیر معمولی علم سکھایا گیا ہے اور اس کا نام مولینا آندروف ہے۔ دوسری طرف میں اس کے دماغ میں جا کر اسے جو کچھ لرخاطب کرتا ہوں پہلے وہ الجھ گئی تھی، اپنی اصلیت معلوم کرنے کے لیے بے چین تھی۔ اگرچہ وہ مجھے بھائی تسلیم نہیں کرتی۔ تاہم مجھ پر اعتماد کرتی ہے۔ کیونکہ میں نے اسے راسپوٹین کی شیطانی اثر سے نکالا تھا اور اس کے تنویمی عمل سے بچایا تھا۔ وہ بڑی ذہانت سے سوچ رہی ہے کہ وہ کسی پر بھروسا نہیں کرے گی نہ جوجو پر، نہ مولینا آندروف۔"

"یعنی وہ ماسک مین اور ڈاکٹروں کے سامنے مولینا آندروف ہونے سے انکار کرے گی؟"

آرمر نے کہا: "ہاں، یہ تشویش کی بات ہے۔ ماسک مین سمجھ لے گا کہ میں اس کے دماغ میں جا کر اسے جو جو کہتا ہوں۔"

"اسے سمجھنے دو۔ اب میں جوجو کو یہاں سے لے جانے کی تدبیر پر عمل کروں گی۔"

"تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"سب سے پہلے تو یہ سن لو کہ میں ڈیگو اینڈ ڈیگو میں سے ڈیگو پر اندھا اعتماد کرنے لگی ہوں۔ وہ ہمارے منصوبے میں شریک رہے گا۔"

"تمھاری ذہانت اور طریقۂ کار پر آج تک کسی نے اعتراض نہیں کیا لیکن میں اتنا ضرور پوچھوں گا کہ کیا وہ سپر ماسٹر کے خلاف ہمارا ساتھ دے رہا ہے؟"

"میں نے یہی سوال اس سے کیا ہے، اس سے پوچھا ہے کہ وہ کسی بھی سپر طاقت کا غلام رہے گا یا فرہاد کی طرح آزاد رہ کر اپنا ایک الگ مقام بنائے گا۔ وہ کسی وقت بھی آ کر اپنا فیصلہ سنانے والا ہے۔"

"فرض کرو اسے غلامی پسند ہو تو؟"

سونیا ایک سرد آہ بھر کر بولی: "میرا دل ٹوٹ جائے گا۔"

"تعجب ہے! اس معاملے کا دل سے کیا تعلق ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے۔ ڈیگو میں فرہاد جیسی خوبیاں ہیں۔ میں نے اس کی آواز اور لہجے سے یقین کیا ہے کہ وہ دل کا سچا اور دماغ کا اچھا ہے۔ میرے ساتھ رہے گا تو فرہاد سے بھی زیادہ سپر ثابت ہوگا۔"

پرنس ڈیگو دماغ میں چھپا ہوا سن رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا۔ یہ دل خوش کرنے والی بات تھی کہ سونیا بہت دور تک اس کے مستقبل کو بنانا سنوارنا چاہتی تھی۔ بے چارہ بھول گیا تھا کہ عورت پھر عورت ہوتی ہے۔ مرد کا حال بگاڑ دیتی ہے، مستقبل کیا سنوارے گی۔

آرمر نے کہا: "اگر تم ایک ڈیگو کے متعلق اتنے اچھے خیالات رکھتی ہو تو وہ یقیناً اچھا ہوگا اور مستقبل میں بہت نام پیدا کرے گا۔ یہ بتاؤ ابھی کیا کرنا ہے؟"

"تم نے جو جوجو پر تنویمی عمل کیا ہے اور میڈونا نے پاسکل بوبا کے دماغ کو لاک کیا تھا تاکہ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے اسے ٹریپ نہ کریں۔ لہٰذا ہمارے منصوبے میں میڈونا بھی شریک رہے گی۔"

"اب میڈونا ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ دشمنوں کے فریب میں آ گئی ہے، ایک انسانی روبوٹ سے عشق کرنے لگی ہے۔ اور اس روبوٹ کا تعلق سپر ماسٹر سے ہے۔ کیا میں میڈونا اور روبوٹ کی ہڑی سناؤں؟"

"پھر بھی سن لوں گی۔ تم میڈونا کی آواز اور لہجہ اختیار کر کے پاسکل بوبا کے دماغ میں جاؤ۔ اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر سلاؤ۔ پھر اس پر تنویمی عمل کر کے میڈونا کے طلسم کو اس کے دماغ سے مٹا دو اور اسے اپنا معمول اور فرماں بردار بنا لو۔ یہ عمل کرتے وقت ڈیگو تمھارے ساتھ ہوگا اگر وہ عمل کر کے پاسکل بوبا کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنانا چاہے تو اعتراض نہ کرنا۔ میں ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ مجھے ڈیگو پر کتنا اعتماد ہے۔"

وہ بہت بڑی بات کہہ رہی تھی۔ پرنس ڈیگو کو یہ بات متاثر کر رہی تھی کہ ایک طرف سپر ماسٹر اپنا ہوکر اعتماد نہیں کرتا ہے اور سونیا اپنی بننے کے لیے اس پر بھروسا اعتماد کر رہی ہے۔

وہ آرمر سے بولی۔ "تم پندرہ منٹ کے بعد آؤ۔ ڈیگر میرے پاس آنے ہی والا ہے۔ پھر وہ تمھارے ساتھ پاسکل بوبا کے دماغ میں جائے گا۔"

آرمر چلا گیا۔ وہ جان بوجھ کر عشقیہ انداز میں ڈیگر کے متعلق سوچنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ڈیگر نے اسے مخاطب کیا۔ وہ چونک کر بولی۔ "کیا ابھی آئے ہو یا پہلے سے موجود تھے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "بھئی شبہ نہ کرو۔ ابھی آیا ہوں۔ کیا سوچ رہی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں، عجیب دیوانی ہوں، تمھارے بارے میں جانے کیا کیا سوچتی رہتی ہوں مگر ابھی تک تمھارا نام نہیں پوچھا ہے، صرف ڈیگر کہنے سے بات نہیں بنتی۔ اس دوسرے کا نام بھی ڈیگر ہے۔"

وہ بڑے جذباتی انداز میں بولا۔ "میری جان! محبت کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ جس نام سے پکارو گی دیوانہ چلا آئے گا۔ بانی دی دے مجھے پرنس ڈیگر کہتے ہیں۔"

وہ بولی۔ "ہائے پرنس! میرے خوابوں کے پرنس! کتنا خوبصورت نام ہے۔ تمھاری شخصیت کی طرح تمھارے نام میں بھی کشش ہے۔ تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

وہ تعریفیں سُن کر خوش ہو رہا تھا۔ جب فیصلہ سنانے کی بات آئی تو خوشی ذرا کمزور پڑ گئی۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "میں تمھارا دل نہیں توڑوں گا۔ تمھارا ساتھ دوں گا لیکن سمجھ میں نہیں آتا، سپر ماسٹر کو دھوکا کس طرح دوں؟"

"سمجھ میں نہیں آتا تو مجھے دھوکا دے دو۔ تم نے تنویمی عمل کر کے میرے دماغ کو مٹھی میں لے رکھا ہے۔ جس طرح چاہو مجھے بچا سکتے ہو۔"

"پلیز سونیا! طعنے نہ دو۔ میں نے عامل کی حیثیت سے ابھی تک تمھارے مزاج کے خلاف کوئی کام تم سے نہیں لیا۔ تم خود اس بات کی گواہ ہو۔"

"اسی لیے تو تم پر مرمٹی ہوں۔ سوچتی ہوں کہیں یہ عشق مجھے مہنگا نہ پڑے۔ جب مرد کمزور ہوتا ہے، محبت کے حق میں فیصلہ کرنے سے ہچکچاتا ہے تو عورت گھر کی رہتی ہے نہ گھاٹ کی بے چاری بدنامی کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔"

"میں کمزور نہیں ہوں۔ تم سے پوچھنے آیا ہوں، سپر ماسٹر سے میری علیحدگی کن حالات میں ہوگی؟ ابھی فوراً ہو نہیں سکتی۔ وہ کہتا ہے سونیا پر بھروسا نہ کرو۔ جب ماریہ اور جوجو کو یہاں سے نکالا جائے گا تب سپر ماسٹر کا خاص طیارہ استعمال کیا جائے گا تاکہ تم دھوکا نہ دے سکو۔ ہم ایسی صورت میں کیا کریں گے؟"

"جو سپر ماسٹر چاہتا ہے، وہی کریں گے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟"

"تم پریشان کیوں ہوتے ہو؟ جوجو اور ماریہ ہابا صاحب کے ادارے میں پہنچ جائیں گی۔"

"کیسے؟"

"میں حالات کو دیکھتے ہوئے چال بدل دیتی ہوں۔ ابھی سے کیسے بتاؤں کہ سپر ماسٹر اپنا طیارہ بھیجنے سے پہلے دھوکا کھائے گا یا ہماری پرواز کے بعد اس طیارے کی سمت بدل دی جائے گی۔"

"میں نیویارک میں ہوں۔ سپر ماسٹر اور اس کی بلیک اسپائی کے سراغرسانوں کو میری رہائش گاہ کا علم ہے۔ وہ چوبیس گھنٹے مجھ پر اپنی نظروں میں رکھتے ہیں۔ میں کہاں جاتا ہوں، کس سے ملتا ہوں، کیا کھاتا ہوں، کیا پہنتا ہوں۔ انھیں تمام باتیں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ فراڈ ظاہر ہوتے ہی مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔"

"پرنس! تم سپر ماسٹر سے مرعوب ہو۔ میرے سامنے اپنی یہ کمزوری چھپا رہے ہو۔ ورنہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی آسانی سے مگرمچھ کے آنسو رونے والوں کو پکڑ میں ڈال دیتے ہیں۔"

"میں یہی بات کہنے جا رہا تھا۔ بلیک اسپائی کے کتنے ہی جاسوس میری خیال خوانی کی مٹھی میں ہیں۔ میں انھیں دھوکا دے کر سب سے پہلے اپنی رہائش گاہ تبدیل کرنا اور اپنے چہرے پہ تھوڑی تبدیلی لانا چاہتا ہوں۔"

"شاباش! اب تم فرہاد کے انداز میں منصوبے بنا رہے ہو۔ تمھیں موجودہ رہائش گاہ کو ایسے وقت چھوڑ کر روپوش ہونا چاہیے جب ہم جوجو اور ماریہ کو سپر ماسٹر کے طیارے میں لے جا رہے ہوں۔"

"ٹھیک ہے، میں یہی کروں گا۔"

آرمر نے آ کر کوڈ ورڈ ادا کیے۔ سونیا نے کہا۔ "مسٹر پرنس ڈیگر میرے دماغ میں موجود ہیں، کیا میں تمھارا تعارف کرا دوں؟"

پرنس نے کہا۔ "میں ایک آدھ بار مسٹر آرمر سے سوچ کے ذریعے باتیں کر چکا ہوں مگر تب ہم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اوہ سوری! میں نے غلط کہا۔ میں دشمن تھا۔ مسٹر آرمر کے متعلق سب کہتے ہیں کہ یہ کسی کے دشمن نہیں ہیں۔"

آرمر نے کہا۔ "شکریہ پرنس! مجھے یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ تم بھی انسان دوستی کی راہ پر چل رہے ہو۔ جوجو میری بہن ہے، میری غیرت ہے۔ اگر تم میری یا کسی کی بھی بہن کو عزت سے اس کے گھر پہنچاتے ہو تو تم سے بڑا اور عظیم انسان کوئی نہ ہوگا۔"

"تم لوگوں سے دوستی کر کے مجھے انسانیت کی بہت سی روشن راہیں نظر آ رہی ہیں۔ میں منفی خیالات کو مار کر ان راہوں پر ضرور چلتا رہوں گا۔ مجھے بتاؤ اب کیا کرنا ہے؟"

سونیا نے کہا۔ "میں چاہتی ہوں تم پاسکل بوبا کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھو۔ مسٹر آرمر تمھیں اس کے دماغ تک پہنچائیں گے۔"

آرمر نے کہا۔ "اگر پاسکل کے دماغ میں جانے کا کام رات کو کسی وقت کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ یوں بھی ہم اتنی جلدی جوجو کو یہاں سے نہیں لے جا سکیں گے۔"

"کیا تشویش کی کوئی بات ہے؟"

"تشویش یہ ہے کہ دماغی آپریشن کے بعد اسے کم از کم ایک ہفتہ بستر پر آرام کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر اس کا سر بڑی احتیاط سے کبھی کسی ضرورت کے سخت تکیے سے اٹھاتے ہیں پھر آرام سے لٹاتے ہیں۔ ان حالات میں اسے اسٹریچر پر ڈال کر کسی طیارے میں لے جانا مناسب نہیں ہوگا۔ سر کے ٹانکے ٹوٹ سکتے ہیں یا کسی طرح کا اور نقصان اسے پہنچ سکتا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "تم نے بتایا تھا کہ وہ نارمل ہے، اپنے متعلق سنجیدگی اور ذہانت سے سوچ رہی ہے۔"

"بے شک، سوچنے کی حد تک اس کی دماغی قوت کا اندازہ ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر اس آپریشن میں توقع سے زیادہ کامیاب رہے ہیں۔ لیکن آپریشن کے نتیجے میں زخم اور ٹانکے ابھی کچے ہیں۔ وہ جہاں پڑی ہے اسے وہیں رہنا چاہیے۔ اس کی جگہ سے اسے فی الحال ہلانا بھی نہیں چاہیے۔"

"تم ڈاکٹروں کے خیالات بھی پڑھتے ہو؟"

"ہاں، ان کے خیالات پڑھنے کے بعد ہی میں یہ باتیں کہہ رہا ہوں....."

"ایسی بات ہے تو ہم اپنی جوجو کی زندگی خطرے میں نہیں ڈالیں گے۔"

پرنس ڈیگر نے پوچھا۔ "کیا میں سپر ماسٹر کو جوجو کے موجودہ حالات بتاؤں؟ یہ معاملہ کھٹائی میں پڑ رہا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "مجبوری ہے۔ تم جوجو کے ڈاکٹروں کے خیالات پڑھ کر سپر ماسٹر کو تفصیلی رپورٹ دو۔"

"وہ پوچھے گا، میں جوجو کے دماغ میں کیوں نہیں جاتا۔"

آرمر نے کہا۔ "اسے بتاؤ کہ جوجو کا دماغ بے حد کمزور ہے، اوپر اوپر سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرتی۔ اس کے دماغ میں جانے سے بے چاری کی سوچیں کمزوری کے باعث منتشر ہو جاتی ہیں، کوئی سوچ اپنی جگہ قائم نہیں رہتی۔"

سونیا نے کہا۔ "پرنس! تم سپر ماسٹر سے کہہ سکتے ہو کہ اسے یقین نہ ہو تو وہ دوسرے ڈیگر کو جوجو کے دماغ میں بھیج کر تمھاری رپورٹ کی تصدیق کر سکتا ہے۔"

آرمر نے پرنس ڈیگر سے کہا۔ "میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمھیں جوجو کے ایک ڈاکٹر تک پہنچاؤں گا۔"

پرنس نے کہا۔ "سونیا! میں جا رہا ہوں۔ ڈاکٹر کے خیالات پڑھنے کے بعد سپر ماسٹر کو رپورٹ دوں گا پھر اگر تمھیں اس کا جواب سناؤں گا۔"

سونیا نے کہا۔ "آرمر! ماسٹر پرنس ڈیگر کو ڈاکٹر کے پاس پہنچا کر میرے پاس آؤ۔"

آرمر ایک منٹ کے اندر ہی واپس آ گیا۔ سونیا نے کہا۔ "میں یہ سوچ کر جوجو کو جلد سے جلد لے جانا چاہتی تھی کہ سپر ماسٹر میری اصلیت سمجھ گیا ہے۔ کسی وقت بھی میرے چہرے سے نقاب اٹھا سکتا ہے۔ اگر ہم جوجو کو یہاں سے لے جانے میں ایک ہفتے تک انتظار کریں گے۔ تو وہ کم بخت اسے میری مکاری سمجھے گا۔ مجھے ایک ہفتے تک اپنی گرفت میں رکھنے کے لیے کوئی دوسری چال چلے گا۔ اس سے پہلے ہی مجھے یہاں سے غائب ہو جانا چاہیے۔ تاتیانہ کا نقاب اتارنا پڑے گا۔"

"دانش مندی یہی ہے، پہلے تم اپنی سلامتی دیکھو، جوجو کی فکر نہ کرو۔ اس کے خیالات پڑھ کر میرا حوصلہ بڑھتا ہے اور یہ یقین ہوتا ہے کہ کوئی اسے بہکا نہیں سکے گا۔ وہ نہ میری باتوں میں آتی ہے، نہ ماسک مین کی اس بات کا یقین کرتی ہے کہ وہ مولینا آندرف ہے۔ اس سے اس کی قوت ارادی کا پتا چلتا ہے۔ وہ صرف اپنے طور پر فیصلہ کرتی ہے۔ رہ گئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بات تو وہ اس کی دماغ میں نہیں آ سکیں گے۔ میرے تنویمی عمل کے مطابق آنے والوں کی سوچیں اس کے دماغ میں منتشر ہو جایا کریں گی اور وہ اُسے ٹریپ نہیں کر سکیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ اب آدھے گھنٹے بعد آنا اور آنے سے پہلے جناب شیخ صاحب سے پوچھ لینا کہ تم میرے دماغ کے چور خانے میں کیسے آؤ گے تاکہ پرنس ڈیگر سے چھپ کر باتیں کر سکو۔ مجھے اپنی سمت آنے والے طوفان کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اگلے ایک آدھ گھنٹے میں کچھ ہونے والا ہے۔ بہتر ہے تم آدھے گھنٹے میں پاسکل بوبا کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا لو، پھر میرے پاس آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ پرنس ڈیگر نے ڈاکٹر کے خیالات پڑھنے کے بعد نائب سے فون پر رابطہ قائم کیا پھر جوجو کے متعلق تفصیلی رپورٹ سنائی۔ دوسری طرف سپر ماسٹر کمپیوٹر کے ذریعے رپورٹ پڑھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "ایک ہفتے تک سونیا پر بھروسا کرنے کا مطلب ہے اسے بچ نکلنے کی مہلت دینا۔ ہم اتنی بڑی حماقت ہرگز ہرگز نہیں کریں گے۔"

پرنس ڈیگر نے کہا۔ "سونیا پر بھروسا کریں یا نہ کریں، جوجو کی مکمل صحت یابی کا انتظار کرنا ہی ہوگا۔"

"انتظار کیا جاسکتا ہے لیکن اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ سونیا سے کہو، وہ روسی سرحد سے باہر آکر میرے خاص ایجنٹ سے ملاقات کرے اور آئندہ بھی تاتیانہ بن کر رہنے اور جوجو کو وہاں سے لانے کے سلسلے میں اہم معاملات طے کرے۔"

"وہ روس کے باہر آپ کے ایجنٹ سے کہاں ملاقات کرے گی، باہر جانے کے سلسلے میں اس پر پابندیاں عائد ہوسکتی ہیں۔"

"ماسکو مین اور دوسرے اعلیٰ حکام ایسے ممالک میں تاتیانہ کے جانے پر اعتراض نہیں کریں گے جو روس کے سائے میں رہتے ہیں۔ مثلاً وہ بلغاریہ کے شہر صوفیہ تک آسکتی ہے اور اپنے ساتھ پاسکل بوبا کو لاسکتی ہے۔"

"جناب! وہ اور پاسکل بوبا وہاں کے دو اہم ستون سمجھے جاتے ہیں۔ دونوں کو ایک ساتھ ملک سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

"اجازت نہیں ملے گی تو وہ چھپ کر، دھوکا دے کر آئے گی۔ پاسکل بوبا اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ آرمر نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہوا ہے۔ وہ سونیا کی سلامتی کے لیے پاسکل کو بلغاریہ ضرور پہنچائے گا۔ تم نے کہا تھا، سونیا تمہارے اشاروں پر چل رہی ہے۔ وہ آرمر کے ذریعے تمہیں پاسکل بوبا کے دماغ تک پہنچائے گی۔ یہ ابھی تک صرف باتیں ہی باتیں ہیں، عمل کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ تمہیں فوراً پاسکل بوبا کو اپنی مٹھی میں لینا چاہیے تھا۔"

"ابھی میں وہی کرنے جارہا تھا۔ سونیا کی ہدایت پر مجھے آرمر نے جوجو کے ڈاکٹر کے دماغ تک پہنچایا تھا۔ اب وہ مجھے پاسکل تک بھی پہنچائے گا۔ میں جارہا ہوں۔"

وہ سونیا کے پاس آیا۔ اسے سپر ماسٹر کا حکم سنایا۔ سونیا نے کہا۔ "تم آرمر کے دماغ میں جاؤ۔ وہ تمہیں پاسکل تک پہنچادے گا۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے آرمر کے پاس گیا۔ اس نے سانس روک لی، دوسری بار گیا، اس نے پھر سانس روک لی۔ وہ واپس آکر سونیا سے بولا۔ "آرمر کچھ کہنے کا موقع نہیں دیتا سانس روک لیتا ہے۔"

"کیا تم نے آرمر سے کوڈورڈز کا تبادلہ کیا تھا؟"

"ہمارے درمیان مخصوص کوڈورڈز کی کوئی بات ہرگز نہیں ہوئی تھی۔"

"کیوں نہیں ہوئی تھی؟ تم اس کے دماغ میں گئے پھر جوجو کے ڈاکٹر کے پاس پہنچے۔ آئینہ بھی آرمر کی ضرورت پیش آسکتی تھی۔ تم دونوں کو کوڈورڈز مخصوص کرلینے چاہئیں تھے۔"

"میں بھول گیا تھا لیکن آرمر اتنا محتاط کیوں ہے؟ دماغ میں آنے والے کی بات تو سننا چاہیے۔"

"وہ اس لیے محتاط ہے کہ اب ہماری ٹیم میں وہی ایک پاسل خوانی کرنے والا ہے۔ باقی جو بھی دماغ میں آئے گا، وہ دشمن ہوگا۔ اس لیے وہ سانس روک لیتا ہے۔"

"اُسے یہ تو سوچنا چاہیے کہ میں دوست بن کر گیا ہوں، مائنڈ آسکتا ہوں۔"

"تمہاری اس سے دوستی شروع ہوتی ہے۔ آپس میں اعتماد قائم رکھنے کے لیے تم دونوں کو پہلے سے ایک دوسرے کے دماغ میں آنے کے معاملات طے کرنے تھے۔ مگر تم نے نہیں کیا۔"

"تم اس سے کیسے رابطہ کرتی ہو؟"

"میں کبھی نہیں کرتی۔ وہی اگر کوڈورڈز اکثر کرتا ہے۔ چلیں، اب کتنی دیر میں آئے گا۔"

"یہ تو بڑی مشکل ہوگئی، میں سپر ماسٹر کو کیا جواب دوں؟"

"تم ذرا سی بات پر پریشان کیوں ہوجاتے ہو؟"

"میں حیران ہوں کہ تم اسے ذرا سی بات سمجھ رہی ہو، سپر ماسٹر تمہیں اپنی گرفت میں رکھنے کے لیے بلغاریہ بلا رہا ہے اور تم نے کوئی تشویش نہیں ظاہر کی۔"

"دیکھو، تشویش ہوگی مجھے یا تمہارے ماسٹر کو، اس لیے میرا بات رہنے دو۔ اپنی صفائی میں جاکر کہہ دو، جوجو کی حالت تشویشناک ہوگئی ہے۔ دو ڈاکٹر اسے پوری توجہ سے اٹینڈ کررہے ہیں۔ آرمر ان ڈاکٹروں کے دماغوں میں ہے۔ اپنی بہن کو اس حالت میں چھوڑ کر پاسکل بوبا کے دماغ میں نہیں جانا چاہتا اور ہم اسے جانے پر مجبور نہیں کرسکتے اس لیے انتظار کرنا ہوگا۔"

"اور تمہارے بارے میں کیا کہوں؟"

"کہہ دو، جیسے ہی آرمر اپنی بہن کی طرف سے مطمئن ہوگا، سونیا کی ہدایت کے مطابق وہ پاسکل کو بلغاریہ جانے پر مجبور کردے گا۔ جب پاسکل دیوانہ وار بھاگے گا تو سونیا، تاتیانہ کی حیثیت سے اس کا تعاقب کرتی ہوئی بلغاریہ پہنچ جائے گی۔"

اس نے نائب سے رابطہ قائم کرکے یہ بات کہہ دی۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں حیران ہوں کہ سونیا اتنی آسانی سے کس طرح باتیں مان رہی ہے!"

"جناب! آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ وہ میری معمولہ ہے، میرے احکامات کی پابند ہے۔"

"معمولہ گئی جہنم میں۔ وہ تنویمی عمل کے باعث غیر شعوری طور پر تمہاری محکوم ہے مگر شعوری طور پر سونیا ہے۔ جان ہتھیلی پر رکھ کر ماسکو گئی ہے۔ پاسکل بوبا کو اسپتال میں اور تاتیانہ کو جہنم میں پہنچادیا ہے۔ جوجو کو وہاں سے نکالنے کے لیے ہم لوگوں کو

بلغاریہ کے بحرِ سیاہ میں پہنچا کر خود جوجو کے ساتھ پیرس پہنچ جائے گی اور تم خوش فہمی کے جنگل میں ناچتے رہ جاؤ گے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا جناب! وہ عورت آپ جیسوں کے حواس پر کس قدر چھائی ہوئی ہے۔ جب وہ جھگتی نہیں تھی تب بھی اس سے سہمے رہتے تھے، اب وہ سرحدات پر جھک رہی ہے تب بھی آپ اندیشوں میں گھرے ہوئے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہاں، وہ ایسی ہی بلا ہے کہ ہمیں کسی کروٹ چین لینے نہیں دیتی۔ جاگتی ہے جب بھی جگاتی ہے۔ سوتی ہے تب بھی نیندیں اڑاتی ہے۔ پتا نہیں کب پیدا ہوئی تھی اور کب مرے گی۔ ہمارے بس میں ہوتا تو ہم فرہاد سے پہلے اسے ہی قبر میں پہنچادیتے۔ وہ عورت نہ کسی کے قابو میں آئی ہے نہ ہی کبھی آئے گی۔"

پرنس ڈیگر مسکرا کر سوچنے لگا۔ 'وہ خطرناک اور حسین بلا مجھ پر مرتی ہے۔ میرے قابو میں ہے۔ جب یہ بات سپر ماسٹر اور ساری دُنیا کو معلوم ہوگی تو سب حیران رہ جائیں گے۔'

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں نہیں مانتا کہ جوجو کی حالت تشویشناک ہے اور آرمر نے اپنی بہن کی خاطر دوسری مصروفیات چھوڑ دی ہیں۔ یہ سونیا کی چال ہے۔ وہ تمہیں پاسکل بوبا کے دماغ تک نہیں پہنچائے گی۔ جاؤ، دیکھو، وہ کیا کررہی ہے؟"

پرنس ڈیگر زیادہ سے زیادہ سونیا کے پاس ہی رہنا چاہتا تھا۔ وہ پھر اس کے دماغ میں آیا مگر پریشان ہوگیا۔ وہ بے ہوش تھی۔ اس نے آوازیں دیں لیکن بے ہوشی کے باعث دماغ کمزور تھا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو نہیں سُن رہا تھا۔ اس نے نائب کے پاس آکر کہا۔ "جناب! غضب ہوگیا۔ وہ بے ہوش ہوگئی ہے۔"

"کس کی بات کررہے ہو؟"

"میں بھی سونیا کے دماغ میں گیا تھا۔ وہ دماغی طور پر فاضل ہے۔ کچھ پتا نہیں چل رہا ہے کیسے بے ہوش ہوگئی ہے اور کہاں پڑی ہوئی ہے۔"

"یہ بھی اس کی چال ہوگی۔ وہ اچانک بے ہوش کیسے ہوسکتی ہے۔"

"کیا مصیبت ہے، آپ کو کسی بات کا یقین ہی نہیں آتا۔ کوئی دشمن اس پر غالب آیا ہوگا جس طرح ہم نے اس کے کھانے میں دوا ملا کر اس کے اعصاب کمزور کیے تھے اور میں تنویمی عمل کرنے میں کامیاب ہوا تھا، اسی طرح کسی دشمن نے اسے دھوکے سے بیہوش کردیا ہے۔"

"ماسکو میں اس کا اور کون دشمن ہوگا۔ وہ تاتیانہ بن کر ماسک مین کو اُلو بنا رہی ہے۔ ہم نے اسے ابھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق وہاں یہودی تنظیم کے ایجنٹ نہیں ہیں پھر وہ بے ہوش کیسے ہوگئی؟"

"آپ کی معلومات غلط ہوسکتی ہیں، وہاں یہودیوں کے ایجنٹ ضرور ہوں گے۔"

"تو پھر میرے پاس کیا کررہے ہو۔ وہاں ہمارے ایجنٹوں کے ذریعے سونیا تک پہنچو۔ وہ تاتیانہ کو بھی جارہی ہے، اسے ماسک مین کے آدمی اسپتال لے گئے ہوں گے۔"

وہ ماسکو میں ایک ایجنٹ کے پاس خیال خوانی کے ذریعے پہنچا۔ اسے حکم دیا۔ "تاتیانہ کی رہائش گاہ کی طرف چلو، مگر اس کے بنگلے سے دور رہنا اور وہاں سے کسی مسلح گارڈ کی آواز مجھے سنانے کی کوشش کرنا۔ میں اس گارڈ کے ذریعے تاتیانہ یعنی سونیا تک پہنچ جاؤں گا۔"

ایجنٹ وہاں سے روانہ ہوگیا۔ پرنس ڈیگر تھوڑی دیر کے لیے جوجو کے ایک ڈاکٹر کے پاس گیا۔ اس ڈاکٹر کے پاس فوج کا ایک اعلیٰ افسر بیٹھا فون پر حیرانی اور پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟ تاتیانہ کو اغوا کیا گیا ہے؟ کس نے کیا ہے؟ کیسے کیا ہے؟ وہ کوئی معمولی یا کمزور عورت نہیں ہے۔ اسے اغوا کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہ کیسے ہوگیا؟"

پرنس ڈیگر نے فوج کے افسر کے دماغ میں پہنچ کر سُنا۔ دوسری طرف رپورٹ دینے والا افسر کہہ رہا تھا۔ "تاتیانہ کے کمرے میں سامان بکھرا پڑا ہے اور ایک سرنج پائی گئی ہے۔ لیبارٹری سے آنے والی رپورٹ کے مطابق اس سرنج میں بیہوشی کی دوا تھی۔ یقیناً تاتیانہ کو بے ہوش کرنے کے بعد اسے کہیں چھپایا گیا ہے۔ دشمن اتنی جلدی اسے ماسکو سے باہر نہیں لے جاسکیں گے۔ شہر کے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکا بندی ہوچکی ہے۔ مجرم جلد ہی گرفتار ہوں گے۔"

پرنس ڈیگر نے ایجنٹ کے پاس آکر کہا۔ "تاتیانہ کی رہائش گاہ کی طرف نہ جاؤ۔ یہاں یہودی ایجنٹوں کو تلاش کرو۔ میں تمہارے پاس آتا ہوں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگا۔ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اب اسے فرہاد کی طرح کوئی زبردست قدم اٹھانا تھا۔ اپنی سونیا کو دشمنوں کے پنجے سے چھڑا کر دنیا والوں کے سامنے ثابت کرنا تھا کہ وہ فرہاد سے کم نہیں ہے اور سونیا کا مرد کہلانے کا... مستحق ہے۔

وہ بڑی دیر تک ٹہلتا رہا لیکن سونیا کو اغوا کرنے والوں تک پہنچنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ پتا نہیں ایسے وقت سونیا اور فرہاد کس طرح حاضر دماغی سے کام لیا کرتے تھے۔ اگر وہ

کسی طرح اپنی ذہانت سے بچ نکلے گی تو اس نئے عاشق کے لیے بڑی شرمندگی کی بات ہوگی۔ وہ بار بار فوجی افسروں، ڈاکٹروں اور سپر باسٹر کے ایجنٹوں کے دماغوں میں جا رہا تھا۔ سبھی کو بھاگ دوڑ کرتے اور تاتیانہ کو تلاش کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ لیکن سونیا کی گم شدگی اور طویل بیہوشی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

دراصل اس کا دماغ، اس کی آنکھیں اور اس کا وجود ناقابلِ فہم تھا۔ کیونکہ بابا فرید واسطی مرحوم کی خاص روحانی عنایات اس پر تھیں۔ استنبول کے ایک بزرگ کی دعائیں اس کے لیے تھیں اور جناب شیخ الفارس غلام البرقی اس کی رہنمائی کرتے تھے۔ اسی لیے کوئی اس کے دماغ کے چور خانے تک نہیں پہنچ پاتا تھا۔ وہ کسی تنویمی عمل سے محرز وہ نہیں ہوتی تھی۔ پرنس ڈیگر یا کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کی اصلی دماغی حالت معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ بزرگانِ دین نے اس کے دماغ پر اپنا عمل مستحکم کر رکھا تھا۔ ابھی اس پر ایسے ہی عمل کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ پردے کے اِدھر ظاہر بے ہوش تھی اور اُدھر پورے ہوش و حواس میں تھی۔

اس نے تاتیانہ کا میک اَپ ختم کر دیا تھا۔ اب ایک عام عورت کے رُوپ میں تھی۔ وہ عورت اپنے پاسپورٹ کے ذریعے یوگوسلاویہ کے شہر بلغراد جانے والی تھی۔ تاتیانہ کا میک اَپ ختم کرنے سے ماسک مین اور اس کے لوگ سمجھ رہے تھے کہ ان کی ناقابلِ شکست تاتیانہ کو دشمنوں نے اغوا کیا ہے۔ اس کی دوسری چال کے مطابق آرمر نے پاسکل بُوبا کے اندر پہنچ کر اس کی دماغی توانائی میں اضافہ کیا تھا۔ اب وہ آرمر کی مرضی کے مطابق کہہ رہا تھا۔ "میں تندرست ہو گیا ہوں۔ وہ... وہ سپر باسٹر کا ڈیگر میرے پاس آ کر کہہ رہا ہے، تاتیانہ ان کے قبضے میں ہے۔ میں نے ڈیگر کو دماغ سے بھگا دیا ہے۔"

ماسک مین خوش ہو گیا تھا کہ اس کے خیال خوانی کرنے والے کی دماغی توانائی بحال ہو گئی ہے۔ اس نے کہا۔ "پاسکل! فوراً تاتیانہ کے دماغ میں جاؤ اور معلوم کرو، دشمنوں نے اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟"

یہ کہہ کر پاسکل بُوبا نے آنکھیں بند کر لیں جیسے خیال خوانی کر رہا ہو حالانکہ اُس کے باپ بھی خیال کی پرواز نہیں کر سکتا تھا۔ آرمر نے اس کی آنکھیں بند کر دی تھیں۔ تھوڑی دیر تک اسے مراقبے میں رکھا تھا۔ پھر اس کی آنکھیں کھول کر اس کی زبان سے کہا۔ "وہ ایک طیارے میں جا رہی ہے۔ اس کے دماغ پر ایک ڈیگر نے قبضہ جما رکھا ہے جو مجھے اس کے ذریعے معلوم کرنے کا موقع نہیں دے رہا ہے کہ وہ کس طیارے میں ہے اور کہاں لے جائی جا رہی ہے۔"

یہ معلوم ہوتے ہی ماسک مین، وہاں کے حکام اور فوجی افسران پریشان ہو گئے۔ تاتیانہ ایک مایہ ناز سیکرٹ ایجنٹ تھی۔ اس نے اپنے ملک کے لیے بڑے بڑے اہم کارنامے انجام دیے تھے۔ اس کا آخری کارنامہ یہ تھا کہ اس نے سونیا جیسی ناقابلِ شکست عورت کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ ماسک مین اور اس کے ملک کے لوگ اس پر جتنا بھی ناز کرتے، کم تھا۔ ملک کے کتنے ہی اہم راز اس کے سینے میں محفوظ تھے۔ یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ دشمن اس سے راز اگلوا لیں گے۔

جب سپر باسٹر کو معلوم ہوا تو اس نے ہاٹ لائن پر ماسک مین سے کہا۔ "یہ سراسر جھوٹ ہے سونیا تم سب کو اُلو بنا رہی ہے۔ تاتیانہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ سونیا نے اسے بہت پہلے ہی قتل کر دیا تھا اور خود تاتیانہ بن کر جو جو کو وہاں سے لے جانے کے انتظار میں تھی۔"

ماسک مین نے کہا۔ "ہم تاتیانہ کو تم سے زیادہ جانتے اور پہچانتے ہیں۔ تم اسے اغوا کرا کے ہم سے جو جو کا مطالبہ کر بیٹھو گے تو یہ تمھاری نادانی ہو گی۔ تاتیانہ تمھارے لیے گلے کی ہڈی بن جائے گی جسے نہ اگل سکو گے، نہ نگل سکو گے۔"

"میں کہتا ہوں تاتیانہ مر چکی ہے۔"

"اگر وہ مر چکی ہے تو کیا تم کسی طیارے میں اپنی ماں کو لے جا رہے ہو؟"

"میرے بات کرو، ہم کسی کو اغوا نہیں کر رہے ہیں۔ یہ سونیا کی چال ہے۔"

"فرض کیا کہ سونیا زندہ ہے۔ تاتیانہ بن کر ہمیں بے وقوف بنا رہی ہے۔ پھر وہ جو جو کو چھوڑ کر ایک طیارے میں کیوں جا رہی ہے۔ سونیا ایسی تو نہیں تھی یا ہے کہ اتنے دنوں ماسکو میں رہے اور اپنا مقصد پورا کیے بغیر واپس چلی جائے۔ تم کیوں ہمیں بچوں کی طرح بہلا رہے ہو؟"

سپر باسٹر نے پرنس ڈیگر سے پوچھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

ماسک مین کا خیال خوانی کرنے والا کہتا ہے کہ تاتیانہ طیارے میں سفر کر رہی ہے اور تم کہتے ہو کہ وہ ابھی تک بیہوش پڑی ہے۔"

وہ بولا۔ "میں ابھی ایک منٹ پہلے اس کے کمزور دماغ میں جا کر آیا ہوں۔ پاسکل بُوبا جھوٹ کہتا ہے۔ پھر یہ اچانک پاسکل کے اندر خیال خوانی کی توانائی کیسے آ گئی؟ یہ تو کوئی اور ہی چکر ہے۔"

"بے شک، سونیا کا شیطانی دماغ سب کو چکر میں ڈال رہا ہے۔ آرمر نے اس کی ہدایت کے مطابق پاسکل بُوبا کو اپنا آلۂ کار بنایا ہے۔ ایک طرف وہ روپوش ہو گئی ہے تاکہ ہم اس کے چہرے سے نقاب نہ اٹھا سکیں۔ دوسری طرف پاسکل کے ذریعے ماسک مین کو یقین دلا رہی ہے کہ تاتیانہ کو اغوا کیا جا رہا ہے۔ یعنی اب ہم لاکھ سر پٹخ کر کہتے رہیں کہ وہ سونیا ہے، ہماری بات کوئی تسلیم نہیں کرے گا۔ کیونکہ ان کا خیال خوانی کرنے والا تاتیانہ کے اغوا ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔ اوہ گاڈ! یہ عورت اپنی کھوپڑی میں شیطان کا مغز رکھتی ہے۔"

پرنس ڈیگر نے کہا۔ "لیکن سونیا تو بے ہوش ہے۔"

"میں نے تمھیں پہلے بھی سمجھایا تھا کہ سونیا کے پچھلے غیر معمولی کارناموں کو ان کی پوری اہمیت کے ساتھ یاد رکھو۔ تم ایک بار تاتیانہ کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ سونیا نے ایسے وقت تاتیانہ کو اپنی آنکھوں میں دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا پھر اس کی آنکھوں کے سحر نے تمھاری ٹیلی پیتھی کو ناکام بنا دیا تھا۔ تم تاتیانہ کو نقصان نہیں پہنچا سکے تھے۔ اس واقعے کی روشنی میں کچھ سمجھنے کی کوشش کرو۔ جو عورت دوسروں کو ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے بچاتی ہے، وہ خود اس ہتھیار سے کیسے زیر ہو سکتی ہے۔ وہ تمھیں چکر دے رہی ہے۔ اپنے دماغ سے یہ بات ہمیشہ کے لیے نکال دو کہ اس چڑیل کے چور خیالات پڑھے جا سکتے ہیں اور اس پر تنویمی عمل کا اثر ہو سکتا ہے۔ یہ سب ہماری خوش فہمی تھی۔"

وہ باتیں سن رہا تھا اور اس کا دل ٹوٹ رہا تھا۔ اس کے لاشعور میں یہ بات تھی کہ سونیا ایسی فولاد نہ ہو جیسی بیان کی جا رہی ہے اور جیسی ثابت ہوتی آ رہی ہے۔ بس وہ آغوش میں آ کر پگھل جانے والی محبوبہ ہو۔ محبوبہ اپنی فطرت اور مزاج میں موم ہوتی ہے۔ اگر ایسی نہ ہو تو شاعری اور سخن بیاں میں نہیں آتی، فولاد کے ذکر میں آتی ہے اور فولاد سے محبوبہ نہیں تلوار ڈھالی جاتی ہے۔ وہ بے چارہ سونیا سے نہیں، دو دھاری تلوار سے عشق کر رہا تھا۔

ادھر پاسکل بُوبا نے ماسک مین سے کہا۔ "میں تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ صحت یاب ہونے کے بعد مجھے مسلسل خیال خوانی نہیں کرنی چاہیے۔ ویسے بھی تاتیانہ کا سفر پتا نہیں کب تک جاری رہے گا۔ جب وہ طیارے سے باہر آئے گی تو میں معلوم کروں گا کہ وہ کہاں پہنچائی جا رہی ہے۔"

ماسک مین نے کہا۔ "ٹھیک ہے، تم تھوڑی دیر آرام کرو۔ اگر آرام کرتے رہنے کے دوران کوئی خاص بات سامنے آئے تو مجھ سے فوراً رابطہ کرنا۔"

پاسکل بُوبا دماغی طور پر حاضر ہوا، نڈھال ہو کر بستر پر گر پڑا۔ آرمر نے کہا۔ "اتنے عرصے کے بعد تم نے خیال خوانی کی پرواز کی ہے۔ اس لیے سر میں درد ہو رہا ہے۔"

"میں تمھارا شکر گزار ہوں۔ تم نے ہی پرواز کرائی ہے، تم نے ہی مجھے توانائی دی تھی۔ ورنہ میں ابھی صفر ہوں۔ ایک بات بتاؤ، مجھے زندہ رکھو گے؟"

"زندگی اور موت خدا کے اختیار میں ہے۔"

"مگر آدمی بھی آدمی کو مارتا ہے۔"

"میں کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔"

"سونیا مجھے نہیں چھوڑے گی۔ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اسے اپنی وفاداری کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔"

"تم اس کے کام آتے رہو گے، کسی مرحلے پر دھوکا نہیں دو گے تو اسے یقین ہو جائے گا۔ زبان سے نہ بولو، عمل سے بولو۔"

"وہ جو کہے گی، تم جو کہو گے، میں کرتا رہوں گا۔"

"تمھاری بھلائی اسی میں ہے۔ سونیا کے وفادار رہ کر تم انسان بن جاؤ گے۔ ٹیلی پیتھی کو دوسروں کی بھلائی کے لیے استعمال کرو گے تو خدا بھی خوش رہے گا۔ بندے بھی خوش رہیں گے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں، مجھے یقین ہے تم اپنی بھلائی کے لیے سوچتے رہو گے۔"

"اگر تمھاری غیر موجودگی میں ماسک مین کسی نہایت اہم خیال خوانی کے لیے کہے گا تو میں کیا جواب دوں گا؟"

"اوّل تو میں ایک منٹ سے زیادہ غیر حاضر نہیں رہوں گا، کسی وجہ سے دیر ہو جائے تو تم تھکن اور کمزوری کا بہانہ کر کے خیال خوانی کے مسئلے کو ٹال سکتے ہو۔"

آرمر اس عورت کے دماغ میں آیا جس کے رُوپ میں سونیا بلغراد کا سفر کر رہی تھی۔ وہ عورت اپنے اپارٹمنٹ میں بے ہوش پڑی تھی۔ اس کے ہوش میں آنے کے بعد بھید کھل سکتا تھا۔ اس نے سونیا کے پاس جا کر کہا۔ "وہ ابھی تک بے حس و حرکت پڑی ہوئی ہے۔"

سونیا نے رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرے اندازے کے مطابق وہ آدھے گھنٹے کے اندر ہوش میں آ جائے گی۔ تم پندرہ منٹ کے بعد جاؤ، پھر جیسا کہا ہے ویسا ہی کرو۔"

وہ واپس آیا۔ پاسکل بُوبا کو اس کی آمد کا پتا ہی نہیں چلا تھا۔ تنویمی عمل کے مطابق دوسری تمام سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "بدنصیبی پوچھ کر نہیں آتی۔ بس اچانک ہی شہ زور کو کمزور بنا دیتی ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے کے غرور میں کبھی سوچتا بھی نہیں تھا کہ اس طرح کمزور اور دوسروں کا محتاج بن کر رہ جاؤں گا اور غرور بھی کیسے ٹوٹا؟ ایک عورت نے پنجہ لڑا کر میری انگلیاں توڑ ڈالیں اور مجھے خیال خوانی کے قابل نہیں چھوڑا۔"

آمر نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے مایوس نہیں ہونا چاہیے جلد ہی دماغی توانائی بحال ہو جائے گی۔ میں پھر خیال خوانی کرنے لگوں گا۔ سانس روک لیا کروں گا۔ پھر آمر بھی میرے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

وہ گھبرا کر خلا میں تکنے لگا۔ "سوچنے لگا۔" آمر کسی وقت بھی میرے دماغ میں آسکتا ہے۔ مجھے ایسا نہیں سوچنا چاہیے۔ میری بھلائی یہ سوچنے میں ہے کہ آمر تمام عمر میرے دماغ میں آتا رہے اور مجھ سے اپنے احکامات کی تعمیل کراتا رہے۔ میں ہمیشہ اس کا وفادار رہوں گا۔ آمر! اے مسٹر آمر! کیا تم موجود ہو؟ دیکھو میں تمہارا وفادار بن کر سوچتا رہتا ہوں۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ گھڑی دیکھ کر سوچنے لگا۔ "دو منٹ گزر گئے۔" اس نے ایک منٹ میں آنے کے لیے کہا تھا۔ شاید کسی معاملے میں الجھ گیا ہے۔ بہرحال کچھ بھی ہو، مجھے وفادار بن کر سوچتے رہنا چاہیے۔ میں وفادار ہوں، وفادار ہوں، وفادار ہوں، وفادار ہوں....."

اکثر لوگ عبادت کرتے وقت ایسا ہی سوچتے ہیں کہ میں خدا کا عبادت گزار اور نیک بندہ ہوں۔ لیکن سجدے سے اٹھ کر وہی کرتے ہیں جس میں انا اور غرور کی تسکین ہوتی ہے۔ وہ وفاداری کی قسمیں کھا رہا تھا مگر دماغ کے تہ خانے میں چور خیالات کہہ رہے تھے، میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہو جائے میں سانس روک کر آنے والوں کو بھگاؤں اور آزاد رہوں۔ میں ٹیلی پیتھی کی دنیا کا شیر ہوں، مجھے آزاد رہ کر پنجے مارنا چاہئیں۔"

آمر نے کہا۔ "بس کرو، مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم وفادار ہو۔ جب توانائی حاصل ہو گی تو زنجیریں توڑ ڈالنا۔ ہمیں اس وقت تمہاری ضرورت نہیں رہے گی، تم ابھی ضروری ہو۔"

وہ پاسکل بوبا کے پاس پندرہ منٹ گزار کر پھر اسی عورت کے پاس آیا۔ وہ اسی طرح بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ دماغی حالت بتا رہی تھی کہ چند منٹ میں ہوش آئے گا۔ آمر نے انتظار کیا، جب وہ پرانی سوچ کی لہروں کو سننے کے قابل ہوئی تو آمر اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنانے لگا۔ دماغ میں یہ نقش کرنے لگا کہ وہ دس گھنٹے تک آرام سے گہری نیند سوتی رہے گی۔ دروازے پر دستک ہو یا ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہے، وہ مقررہ وقت سے پہلے بیدار نہیں ہو گی۔

اس نے سونیا کو آگہ کیا کہ دس گھنٹے تک راز نہیں کھلے گا۔ وہ بولی۔ "دس گھنٹے بہت ہیں۔ انشاء اللہ میں چھ گھنٹے میں بلغراد پہنچ جاؤں گی۔ تم پاسکل کے پاس جاؤ۔"

وہ اسی طرح سونیا اور پاسکل کے پاس آتا جاتا رہا۔ چھ گھنٹے بعد اس نے پاسکل کے دماغ میں پھر توانائی پیدا کی۔ وہ ماسک مین کے نائب کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ "میں پاسکل ہوں، ضروری رپورٹ دے رہا ہوں۔"

کمپیوٹر کے ذریعے فوراً ماسک مین سے رابطہ قائم کیا گیا۔ پاسکل نے کہا۔ "تاتیانہ کو یوگوسلاویہ پہنچایا گیا ہے۔"

پوچھا گیا۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ کیا تاتیانہ کا دماغ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کے قبضے میں نہیں ہے؟"

"وہ مسلسل تاتیانہ کو اپنے قبضے میں رکھتے ہیں۔ نہ اس کی آنکھوں سے نہ اس کے کانوں سے سمجھنے دیتے ہیں کہ طیارے میں کس قسم کے مسافر ہیں اور وہ ایک دوسرے سے کیا بول رہے ہیں۔ لیکن ایک خیال خوانی کرنے والا گھنٹوں دماغ پر قبضہ نہیں جما سکتا۔ اسے کبھی چھینک یا کھانسی آسکتی ہے، اس پر کوئی ناگہانی افتاد پڑ سکتی ہے۔ ایسے میں معمول کا دماغ تھوڑی دیر کے لیے آزاد ہو جاتا ہے۔ پتا نہیں دشمن خیال خوانی کرنے والے کو کیا ہوا تھا۔ تاتیانہ کا دماغ تقریباً ایک منٹ کے لیے آزاد ہوا۔ وہ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا تھی ورنہ قیدی بنا کر لے جانے والوں کی ایسی کی تیسی کر دیتی۔"

"تم یہ بتاؤ، اس کے ذریعے کیا معلومات حاصل ہوئیں؟"

"وہ یوگوسلاویہ کا طیارہ تھا۔ تاتیانہ کو طیارے سے اتار کر ایک کار میں بٹھایا گیا۔ اس کے آس پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک نے ڈرائیور سے کہا، "ہوٹل اسٹیورسجا چلو۔" گاڑی آگے چل پڑی۔ دوسرے نے تاتیانہ کو دیکھ کر پوچھا، "مسٹر ڈیگر! کیا تم موجود ہو؟" یہ سوال کرنے سے پہلے ہی ڈیگر واپس آگیا تھا۔ اس نے کہا، "میں تھوڑی دیر کے لیے غیر حاضر ہو گیا تھا۔ کیا تم لوگوں نے کسی جگہ کا نام لیا ہے؟" ایک نے جواب دیا، "ہاں، ہم نے ہوٹل اسٹیورسجا کا نام لیا تھا۔" ڈیگر نے کہا، "گڈ، بڑا اچھا ہو گیا۔" پاسکل بوبا نے ضرور سنا ہو گا۔ اب تاتیانہ کو نہ اس ہوٹل میں لے جایا جائے گا نہ اس شہر میں رکھا جائے گا۔ فلائنگ کلب چلو۔ اس کے بعد گاڑی کا راستہ بدل گیا۔ فلائنگ کلب جانے کا یہی مقصد ہو سکتا ہے کہ وہ شہر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔"

ماسک مین نے کہا۔ "پاسکل! تمہیں ڈیگر سے چھیڑ چھیڑ کر باتیں کرنا چاہئیں۔ اس طرح کچھ اور معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔"

"میں نے یہی کیا تھا۔ اس نے کہا، مجھے احمق نہ سمجھو۔ میں تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دوں گا اور تاتیانہ کے ذریعے بھی کچھ دیکھنے سننے کا موقع نہیں ملے گا۔ البتہ تم لوگوں کا یہ تجسس ختم کر دوں کہ ہم تاتیانہ کو کیسے لے کر آئے؟ سنو اور پتا نوٹ کرو۔ گورکی اسٹریٹ میں ایک عورت روبی سموئوف اپنے اپارٹمنٹ نمبر چھ سو بیاسی میں ایک طویل گہری نیند سو رہی ہے۔ اس کے کانوں کے پاس ڈھول بجائے جائیں تب بھی شام پانچ بجے سے پہلے بیدار نہیں ہو گی۔ ہم تاتیانہ کو اسی عورت کے میک اپ میں اور پاسپورٹ میں یہاں لائے ہیں۔ بس اب جاؤ۔"

آمر، پاسکل بوبا کے ذریعے سونیا کی گھڑی ہوئی کہانی ماسک مین کو سنا رہا تھا۔ کہانی کے آخری حصے میں حقیقت تھی۔ پولیس اور انٹیلی جنس کے افراد روبی سموئوف کے اپارٹمنٹ پہنچے دروازہ دستک پر نہ کھلا تو اس کے لاک کو توڑ آگیا۔ روبی کو جھنجوڑ کر کئی بار جگانے کی کوششیں کی گئیں۔ پھر ایک افسر نے کہا، "زبردستی نہ کی جائے۔ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلائی گئی ہے۔ جبراً بیدار کرنے سے اس کے دماغ پر برا اثر پڑ سکتا ہے۔"

دوسری طرف یوگوسلاویہ کی پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے رابطہ کر کے کہا گیا کہ دوپہر ایک اور تین بجے کے درمیان فلائنگ کلبوں سے جتنے طیارے اور ہیلی کاپٹر پرواز کر چکے ہیں ان کی پرواز کی منزل نوٹ کی جائے۔ وہاں جا کر ایسے لوگوں کا محاسبہ کیا جائے جن کے ساتھ ایک عورت سفر کر رہی ہو۔

غرض یہ کہ سونیا روس سے لے کر یوگوسلاویہ اور امریکا تک ماسک مین اور سپر ماسٹر کے آدمیوں کو دوڑا رہی تھی۔ خود اسی شہر بلغراد میں گھوم رہی تھی۔ روبی سموئوف کا میک اپ اور پاسپورٹ ختم کر دیا تھا۔ پاسکل بوبا اس کی پلاننگ کے مطابق بار بار ماسک مین سے کہہ رہا تھا، "مجھے یوگوسلاویہ جانے دو۔ میں تاتیانہ کے قریب سے قریب تر ہو کر اسے ڈھونڈ ہی نکالوں گا۔"

ماسک مین نے کہا۔ "تم پوری طرح صحت مند نہیں ہو، پھر قریب تر ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے کہیں بھی پہنچ سکتے ہو۔"

اس نے جواب دیا۔ "میں زیادہ فاصلے تک خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوں تو تھک جاتا ہوں۔ قریبی پرواز مجھے نہیں تھکائے گی۔ کہیں ایسا نہ ہو، لمبی پرواز کی تھکن مجھے پھر بیمار کر دے۔"

اس آخری بات نے ماسک مین کو مجبور کر دیا۔ اس نے حکم دیا کہ ایک طیارے میں پاسکل بوبا چند جاسوسوں اور فوجی جوانوں کے ساتھ جائے گا۔ اس کی دیکھ بھال کے لیے ڈاکٹر اور نرسیں بھی ہوں گی۔ بلغراد میں بھی سیکورٹی گارڈ اسے سخت پہرے میں رکھیں گے اور کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

تمام احتیاطی تدابیر پر عمل کراتے ہوئے پاسکل بوبا کو اگارات ایک طیارے میں روانہ کیا گیا۔ وہ صبح چار بجے بلغراد پہنچ گیا۔ وہاں زبردست پہرے میں اس کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا لیکن اس نے کہا، "ابھی مجھے اچانک تاتیانہ کا دماغ چند سیکنڈ کے لیے آزاد مل گیا تھا۔ اس سے پتا چل گیا کہ وہ اسی ملک کے شمال مغربی شہر جیکایں میں ہے۔ مجھے فوراً وہاں لے چلو۔"

اس کے حکم کے مطابق ایک ہیلی کاپٹر لایا گیا۔ اس نے سوار ہونے سے پہلے پائلٹ سے چند باتیں کیں۔ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا، "میں مطمئن ہوں۔ پائلٹ قابلِ اعتماد ہے، چلو۔"

ہیلی کاپٹر وہاں سے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ ایک افسر اور تین مسلح جوان تھے۔ اس میں زیادہ افراد کی گنجائش نہیں تھی۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رجیکا کی فوجی چھاؤنی میں اطلاع دی گئی کہ پاسکل بوبا پہنچ رہا ہے۔ اس کے لیے سخت حفاظتی انتظامات کیے جائیں لیکن وہ لوگ رجیکا شہر تک نہ پہنچ سکے۔ آمر نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے پائلٹ سے کہا، "ہیلی کاپٹر کو شہر سے پہلے ہی دور اتارو۔ یہ ہمارے خفیہ مشن کا ایک حصہ ہے۔"

پائلٹ نے کہا، "مسٹر پاسکل بوبا! آپ افسر کا دماغ پڑھ کر بتائیں۔ کیا منصوبہ واقعی یہی ہے؟"

پاسکل نے کہا، "میں باری باری تم سب کے دماغوں میں رہتا ہوں۔ افسر درست کہہ رہا ہے۔ ہیلی کاپٹر اتارو۔ ہم دشمنوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔"

ہیلی کاپٹر زمین پر پہنچ گیا۔ افسر اپنی جگہ سے اٹھ کر تینوں مسلح جوانوں سے بولا، "فوراً میرے ساتھ چلو۔ ہم پندرہ منٹ میں پھر یہاں واپس آئیں گے۔"

وہ تینوں مسلح جوان اتر گئے۔ پھر اپنے افسر کے حکم کے مطابق اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ پائلٹ نے پوچھا، "یہ کہاں جا رہے ہیں؟"

آمر نے افسر کے دماغ کو چھوڑ دیا۔ پائلٹ پر قبضہ جما لیا۔ دوسرے ہی لمحے میں ہیلی کاپٹر کے پنکھے نے پھر گردش کی اور فضا میں بلند ہونے لگا۔ افسر نے سر کو جھٹک کر سوچا، "یہ میں جنگل میں کیسے پہنچ گیا؟"

اس نے تینوں مسلح جوانوں کو دیکھا۔ پھر چونک کر آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا دور جا چکا تھا۔ جب وہ رجیکا شہر سے بھی بیس کلومیٹر میل آگے نکل گیا تو آمر نے پائلٹ کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر کہا، "تم چند منٹ میں یوگوسلاویہ کی سرحد پار کر کے سوئٹزرلینڈ میں داخل ہونے والے ہو۔ اب بتاؤ، اپنی مرضی سے چلو گے یا پھر تمہارے دماغ کو مٹھی میں لینا ہو گا؟"

وہ بولا۔ "پاسکل صاحب! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ سرحد پار کیوں جانا چاہتے ہیں؟"

"تم سوالات نہ کرو، جو کہا جا رہا ہے وہ کرو۔"

وہ خاموش رہا۔ آمر نے اس کے چور خیالات پڑھے۔ وہ مجبور تھا۔ سرحد پار کرنے کو تیار تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ دھوکا دینا چاہے گا تو اس کا ذہن پڑھ لیا جائے گا۔

ایک گھنٹے بعد سرحد پار ایک فرانسیسی ہیلی کاپٹر پہاڑی کی بلندی پر نظر آیا۔ پائلٹ نے اپنا ہیلی کاپٹر اس کے نزدیک اتارا۔ پاسکل بوبا اتر گیا۔ دوڑتا ہوا دوسرے ہیلی کاپٹر میں آکر سوار ہو گیا۔ یہ سب کچھ وہ اپنی مرضی سے نہیں کر رہا تھا۔ اپنے دماغ میں نرز لے پیدا کرانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے بڑی فرماں برداری سے فرانس کی طرف سفر کر رہا تھا اور سمجھ رہا تھا، یوم حساب آگیا ہے۔ وہ فرہاد کی فیملی سے جو جو کچھ اگلوا کر ماسکو لے گیا۔ آج اسے پتا اگلوا کر فرہاد کی فیملی میں پیرس پہنچایا جا رہا تھا۔

آمر سونیا کے پاس آیا۔ وہ یوگوسلاویہ کے شہر بلغراد سے نکل کر البانیہ پہنچ گئی تھی۔ آمر نے کہا۔ "پاسکل بوبا پیرس پہنچنے والا ہے، تم یہاں کیوں رہ گئیں؟"

"میں تمہاری بات کا جواب دوں گی۔ پہلے ماسک مین کے پاس جاؤ اور اس کے دل پر بجلی گراؤ۔"

آمر نے نائب کے پاس آکر کہا۔ "اپنے ماسک مین سے کہو، کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ جائے۔ سونیا کا قاصد آیا ہے۔"

نائب نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ "اچھا تو تم مردہ عورت کے قاصد ہو؟"

"ابھی تمہارے طنز کا بھی جواب مل جائے گا۔ کیا یہ اطلاع ابھی تک نہیں پہنچی ہے کہ پاسکل بوبا کو اغوا کیا گیا ہے؟"

نائب نے ماسک مین سے رابطہ قائم کرایا۔ آمر نے کہا۔ "میں کسی کا دل نہیں دکھاتا۔ لیکن صحیح خبر پہنچانا نیکی ہے۔ بیگ بڑے افسوس کے ساتھ بتا رہا ہوں کہ تاتیانہ کی رہائش گاہ میں جس لاش کا چہرہ اور دونوں ہاتھ تیزاب سے بگڑ گئے تھے۔ وہ لاش سونیا کی نہیں تاتیانہ کی تھی اور جسے تم لوگ تاتیانہ سمجھتے آرہے ہو، وہ سونیا تھی۔"

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"اب سے نو گھنٹے پہلے سپر ماسٹر نے بھی تم سے یہی کہا تھا۔ بے چارہ سچ کہہ رہا تھا مگر تم نے اسے بھی بکواس سمجھا۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ نائب ہاٹ لائن پر ریسیور اٹھا کر سن رہا تھا۔ پھر اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا واقعی؟ مگر... مگر یہ کیسے ہوا؟ پاسکل بوبا کو کس نے اغوا کیا ہے؟ اوگاڈ! ابھی مسٹر آمر میرے دماغ میں اگر اغوا کی بات کر رہے تھے، میں نے یقین نہیں کیا۔"

نائب کی باتیں دوسری طرف ماسک مین سن رہا تھا۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ "پاسکل کو کون لے جا سکتا ہے؟ وہ تو پہرے میں تھا۔"

آمر نے کہا۔ "اسے سونیا لے گئی ہے۔"

"یہ بکواس ہے۔"

"تعجب ہے! ہم نے جو کیا، وہ تمہاری نظروں میں بزدلی ہے۔ اس جرم کا ہم اعتراف کر رہے ہیں اور تم مانتے نہیں ہو۔ جلدی ہو سکے تو یقین کر لو تاکہ میں بات آگے بڑھا سکوں۔"

"مسٹر آمر! میں ابھی سپر ماسٹر سے گفتگو کرنے کے بعد تم سے بات کروں گا۔"

"ٹھیک ہے، میں سپر ماسٹر کے نائب کے پاس بھی رہوں گا۔"

ماسک مین نے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا پھر پوچھا۔ "تم نے پاسکل بوبا کو اغوا کرایا ہے؟"

سپر ماسٹر نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے ہاتھ سے نکل گیا ہے؟ میں تمہارے اتنے بڑے نقصان پر افسوس کروں گا لیکن معلوم تو ہو، یہ کیسے ہوا؟ تم نے کیسے سمجھا کہ اسے اغوا کیا گیا ہے؟ ہو سکتا ہے وہ تمہاری وفاداری سے تنگ آکر خود چلا گیا ہو۔"

"وہ مجھ سے مخلص اور وفادار تھا۔ وہ اپنے ملک اور اپنی قوم کو چھوڑ کر خود کبھی نہیں جا سکتا۔ تم انجان بن رہے ہو۔ پہلے تم نے تاتیانہ کو اغوا کیا پھر اس کے پیچھے پاسکل کو لگایا...."

سپر ماسٹر نے کہا۔ "کب تک تاتیانہ کو زندہ سمجھتے رہو گے؟ تمہیں اس کی موت کا یقین کیسے آئے گا؟"

اس کے نائب نے کہا۔ "مسٹر آمر میرے دماغ میں بیٹھے اور کہہ رہے ہیں کہ سونیا نے پاسکل بوبا کو قیدی بنا لیا ہے۔ یہ بات مسٹر آمر نے ماسک مین کو بتائی ہے لیکن وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہ تاتیانہ زندہ ہے اور پاسکل کو سپر ماسٹر نے اغوا کیا ہے۔"

ماسک مین نے کہا۔ "اگر سونیا زندہ ہے اور وہی تاتیانہ بن کر یہاں تھی، تو وہ ناکامی برداشت نہیں کر سکتی تھی وہ جوجو کو ہمارے پاس چھوڑ کر خالی ہاتھ کبھی نہ جاتی۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "تمہارا دماغ اب سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا۔ وہ خالی ہاتھ کہاں گئی ہے۔ اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی جوجو کے بدلے تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکل بوبا کو لے گئی ہے۔"

"اگر ہمارے پاسکل کو کچھ ہوا تو میں جوجو کو مار ڈالوں گا۔"

"یعنی پاسکل تو گیا، جوجو کو بھی ختم کر دو گے، اپنے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار نہیں رکھو گے؟ کیوں بچوں جیسی باتیں کرتے ہو؟ ایسی پریشانی میں تمہیں کسی سے بات نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے سرکار سے چھٹی لے کر آرام کرو۔"

"یو شٹ اپ، مسٹر آمر! آپ میرے نائب کے پاس آئیں۔"

آمر نے کہا۔ "تم ایسے حکم دے رہے ہو جیسے اپنے ملازم کو طلب کر رہے ہو۔ تمہیں واقعی ماسک مین کے عہدے سے چھٹی کرنی چاہیے۔"

"سوری مسٹر آمر! مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں، میرے نائب کے پاس تشریف لائیں۔"

پھر اس نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "آمر ہمارے پاسکل کو اغوا کرنے کا اعتراف کر رہا ہے۔ اس لیے میں تمہیں الزام نہیں دوں گا لیکن میرا دل نہیں مانتا کہ تاتیانہ مر چکی ہے۔ اس نے کل صبح چوبیس گھنٹے پہلے مجھ سے گفتگو کی تھی، ہمارے ایک افسر نے اس سے ملاقات کی تھی۔"

"وہ تاتیانہ نہیں، سونیا تھی۔ میں مانتا ہوں تمہیں اور تمہاری قوم کو اتنی جلدی تاتیانہ کی موت کا یقین نہیں آئے گا۔ ویسے ایک طرح سے یقین آسکتا ہے۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

"تم لوگوں نے تاتیانہ کی لیبارٹری میں ایسی لاش دیکھی تھی جس کا چہرہ ناقابل شناخت ہو گیا تھا۔ تاتیانہ نے بتایا، وہ سونیا کی لاش ہے اور تم لوگوں نے یقین کر لیا کیونکہ تاتیانہ ہمیشہ سے قابل اعتماد رہی ہے لیکن سونیا کی زندگی کا ثبوت مل جائے تو اس کا مطلب ہو گا تاتیانہ مر چکی ہے۔ سونیا نے اس کی لیبارٹری میں اس کا قتل کیا۔ تیزاب سے چہرہ بگاڑ دیا پھر خود تاتیانہ بن کر تم لوگوں کو دھوکا دیتی رہی۔"

"ہاں اگر سونیا کی زندگی کا ثبوت مل جائے تو ہمیں تاتیانہ کا ماتم کرنا ہو گا لیکن سونیا کہاں ہے؟"

"یہی سوال میں کرتا ہوں، تاتیانہ کہاں ہے؟"

"اسے تم لوگوں نے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کر دیا ہے، تمہارا ایک ٹیگر اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھتا ہے۔"

"ماسک مین! بہتر ہے تم چھٹی کر دو، کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب ہم تاتیانہ کو قیدی بنا لیتے تو ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرتے۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ زندہ رہتی تو دوسری سونیا بن جاتی۔ ہم اس سے کئی طرح کے فائدے اٹھا سکتے تھے۔"

"لیکن پاسکل بوبا نے کل رپورٹ دی تھی کہ تاتیانہ زندہ ہے اور وہ اغوا کرنے والے تک پہنچائی جا رہی ہے۔"

آمر نے پاسکل بن کر رپورٹ دی تھی۔ ذرا سوچو، پاسکل بیماری سے اٹھ کر اچانک خیال خوانی کیسے کرے گا۔ وہ آمر کا معمول بن کر رپورٹ دے رہا تھا۔"

ماسک مین نے سپر ماسٹر سے رابطہ ختم کر دیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچتا رہا۔ پھر اس نے ہاٹ لائن پر جناب شیخ الفدائی سے رابطہ قائم کیا اور پوچھا۔ "کیا سونیا زندہ ہے؟"

"جسے تم مردہ سمجھ رہے ہو، وہ زندہ ہے، جسے زندہ سمجھ رہے ہو، وہ مردہ ہے۔ اے عقل والو! اتنی سی بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ اپنی موت سے پہلے کوئی نہیں مرتا اور موت کی گھڑی میں کوئی دوسری سانس نہیں لے سکتا۔ موت سے ڈرو، خدا سے ڈرنا آجائے گا۔ خدا کا خوف آدمی کو انسان بناتا ہے۔ خدا حافظ!"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ماسک مین جانتا تھا، جناب شیخ صاحب یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ کوئی ضروری بات ہو تو دو باتوں میں جواب مکمل کر کے نصیحت کر کے خدا حافظ کہہ دیتے ہیں۔

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ آخر میں شیخ صاحب سے پوچھنے کا مقصد یہی تھا کہ ان سے جھوٹی یا غلط اطلاع ملنے کی توقع نہیں تھی۔ صرف ان ہی کی زبان پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا۔ تاتیانہ کی موت اور پاسکل کا اغوا دو ناقابل تلافی نقصانات تھے۔ اپنے ملک کو اتنا نقصان پہنچانے کے بعد وہ ماسک مین کے عہدے پر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے نائب کو انسٹرکشن پر مخاطب کیا پھر کہا۔ "میرا استعفیٰ ٹائپ کراؤ، میں دستخط کر دوں گا۔"

آمر نے سونیا کے پاس آکر اسے تمام رپورٹ سنائی۔ وہ بولی۔ "انتظار کرو، نیا ماسک مین آتے ہی پاسکل بوبا کا مطالبہ کرے گا۔"

آمر نے جواباً کہا۔ "ہم جواباً جوجو اور ماریہ کا مطالبہ کریں گے۔"

"نہیں، صرف ماریہ کا مطالبہ کریں گے۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "کیا کہہ رہی ہو! کیا میری بہن دشمنوں کے پاس رہے گی؟"

"ہاں، تم نے کہا تھا، وہ بہت ہی سنجیدہ اور بے حد ذہین ہے۔ خود کو نہ جوجو تسلیم کرتی ہے نہ مولینا آندروف۔ وہ اپنی پہچان اپنی ذہانت سے کرنا چاہتی ہے۔"

"میں نے یہ کہا تھا لیکن...."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "بہن کی محبت میں جذباتی نہ بنو۔ عقل سے سوچو، تم جوجو کا مطالبہ کرو گے تو وہ جوجو کی حیثیت سے ہمارے پاس آنے سے انکار کر دے گی۔"

"تو پھر مولینا آندروف کی حیثیت سے وہاں رہنے سے بھی انکار کر دے گی۔"

"یہی تو دیکھنا ہے کہ وہ کیا فیصلہ کرتی ہے۔ جاؤ پہلے اس کا فیصلہ معلوم کرو۔"

وہ بہن کو واپس لانے کے لیے بے تاب تھا۔ فوراً ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ آنکھیں بند کیے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ بڑے سکون سے سوچ رہی تھی۔ 'مجھے پریشان اور فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔ جلد سے جلد صحت یاب ہونے کے لیے فکر اور پریشانی کو ذہن سے نکالنا چاہیے۔ ہمیشہ خوش رہنا چاہیے۔ ڈاکٹر اوپر سے دوا کرتے ہیں۔ مریض اندر سے مسکراہٹوں اور حوصلوں سے اپنا علاج خود کرتا ہے۔'

جو بہن بچگانہ ذہن رکھتی تھی، اس کی ذہانت بھری سوچ سن کر آمر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ سونیا کے پاس آ کر بولا۔ "وہ خوش رہ کر بڑی قوتِ ارادی سے جلد از جلد صحت یاب ہونا چاہتی ہے۔ وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ ایسی کوئی فکر کرنا نہیں چاہتی ذرا سوچو سونیا! میری بہن کتنی ذہین ہو گئی ہے۔"

"میں سوچ رہی ہوں۔ تم بھی سمجھنے کی کوشش کرو کیا اسے جو کچھ کہہ کر فکر اور پریشانی میں مبتلا کرو گے؟"

"میں ایسا کرنا نہیں چاہتا لیکن ہم اسے جو نہیں کہیں گے تو دشمن اسے مولینا آندروف ثابت کر دیں گے۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ جب تک آپریشن کا زخم نہیں سوکھے گا وہ بستر سے اٹھنے کے قابل نہیں ہو گی۔ ڈاکٹر بھی اس کے سامنے کسی پریشانی اور فکرمندی کی باتیں کرنے نہیں دیں گے۔ تم ہفتے دو ہفتے بعد اسے جو جو کہہ کر مخاطب کرو گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔"

"میں جانتا ہوں تمہارا طریقۂ کار عجیب ہوتا ہے مگر نتیجہ خیز ہوتا ہے پھر بھی ایک بھائی کی زبان اپنی تسلی کے لیے پوچھتی ہے، کیا میری بہن واپس آ جائے گی؟"

"انشاء اللہ آ جائے گی۔ اسے میں نہیں لاؤں گی تم نہیں لاؤ گے۔ خدا کی مرضی سے اس کا مجازی خدا اسے لائے گا۔"

"مجازی خدا؟ یعنی پارس؟"

میں درخت پر چھپا بیٹھا رہا۔ وہی میرے لیے محفوظ ترین جگہ تھی۔ ایسے بُرے وقت میں بیوی اور جوان بیٹا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ حالانکہ بُرا وقت ان کا بھی پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا۔ انھیں میری ضرورت تھی، اگر میں زندہ ہوتا۔ مجھے ان کی ضرورت ہے کیونکہ میں زندہ ہوں۔

گھنے درخت میں چھپے رہنے سے زمین نظر نہیں آ رہی تھی اور زمین پر سے مجھے دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ بے شمار دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کچھ لوگ درخت کے نیچے سے گزر گئے تھے۔ کچھ وہاں آ کر ٹھہر گئے تھے۔ ایک افسر کہہ رہا تھا: "ادھر سے فائرنگ ہوئی تھی، وہ اطراف میں کہیں ہو گا۔ اسے تلاش کرو۔"

میں اس افسر کے اندر پہنچ کر دیکھنے لگا۔ فوجی جوان بے قدموں بڑھتے ہوئے مختلف سمت جا رہے تھے۔ یہ وہی ماتحت افسر تھا جو اپنے سینئر کے ساتھ میرے کاٹیج میں آیا تھا۔ وہ تمام لوگ مجھے راہب کہتے تھے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا، میرے کیا؟ یہ مجھے کوئی پکار رہا ہے۔"

پھر میں نے اپنی سوچ میں کہا: "مسٹر بیکر! میں درخت میں چھپا ہوا ہوں۔"

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ تب میں نے زبان سے دھیمی آواز میں کہا: "دیکھو گولی نہ چلانا، تم تو مجھے اچھی طرح جانتے ہو، تم نے مجھے کاٹیج میں دیکھا ہے۔"

چار جوانوں نے رائفلوں کا رُخ درخت کی بلندی کی طرف کیا۔ افسر نے پوچھا: "کیا تم راہب ہو؟"

"میں وہی بدنصیب ہوں جہاں جاتا ہوں گولیاں چلنے لگتی ہیں۔ اس درخت پر چڑھ کر چھپا بیٹھا ہوں۔ کیا نیچے آ جاؤں؟"

"آؤ اور بتاؤ یہاں تم نے کسی کو دیکھا ہے؟"

میں نے اترتے ہوئے کہا: "اتنے انسان دیکھے ہیں کہ یہ جنگل نہیں شہر لگتا ہے۔ ویسے سب فوجی تھے۔ مگر وہ دو سب سے الگ تھلگ ایک نوجوان تھا، دوسری عورت تھی مگر تم نے میرے کاٹیج میں دو عورتوں اور ایک جوان کے متعلق پوچھا تھا۔ جبکہ اس جوان کے ساتھ ایک ہی عورت نظر آئی۔"

افسر نے کہا: "دوسری بھی ہے چھپ کر تیر چلا رہی ہے، ویسے وہ تینوں بچ کر نہیں جائیں گے۔ یہ بتاؤ وہ جوان کدھر گیا؟"

علی تیمور مال کو لے کر شمال کی سمت گیا تھا۔ میں نے مغرب کی سمت بتائی۔ افسر نے کہا: "تم ہمارے ساتھ چلو۔"

میں نے کہا: "ہرگز نہیں۔ میں کاٹیج سے تمہارے سینئر افسر کے ساتھ مسلح جوانوں کی بھیڑ میں ادھر آیا تھا۔ جانتے ہو میں نے کیا دیکھا؟"

"کیا دیکھا؟"

"میں کہوں گا تو یقین نہیں کرو گے۔"

"شٹ اپ! وقت ضائع نہ کرو، تم نے کیا دیکھا؟"

"تمہارے فوجی جوان ایک دوسرے پر گولیاں برسانے لگے تھے، اپنے ساتھیوں کو مار رہے تھے اور خود بھی مر رہے تھے۔"

جلدی سے ایک درخت پر چڑھ گیا۔ ہمارے ساتھ آنے والوں میں صرف ایک جوان زندہ رہ گیا ہے۔ جانتے ہو اس نے کیا کیا؟"

"کیا کیا؟"

"میں کہوں گا تو یقین نہیں کرو گے۔"

وہ غصے میں پاؤں پٹخ کر بولا: "نہیں معلوم ہے ان کے ساتھی آمر نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے انھیں آپس میں لڑا کر مرنے پر مجبور کیا ہو گا اور اس آخری جوان نے خودکشی کی ہو گی۔"

میں نے حیرانی سے کہا: "ارے تم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ تم نے ٹیلی پیتھی سے معلوم کر لیا کہ اس نے خودکشی کی۔ اچھا بتاؤ اس نے خودکشی سے پہلے کیا کہا تھا؟"

"تمہارا سر کہا تھا۔ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا مگر طریقۂ کار کو سمجھتا ہوں۔ آمر نے آخری جوان کو اپنی ہی گولی سے مرنے پر مجبور کیا ہو گا۔ باقی دو سے اس نے مرنے سے پہلے کیا کہا تھا؟"

"اس نے کہا تھا: 'اے راہب! تو دین دار ہے، دنیا والوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ تو کسی کا دشمن نہیں ہے اس لیے میں ایک کام کی بات بتاتا ہوں۔ یہاں صبح تک گولیاں چلتی رہیں گی تیرے بچاؤ کے دو راستے ہیں، ایک تو یہ کہ تو اپنے کاٹیج کی چار دیواری میں محفوظ رہے گا۔ دوسرا یہ کہ بیکر نامی ایک فوجی افسر کے گلے میں سُرخ نگوں والی ایک صلیب ہے۔ وہ صلیب جس کے گلے میں ہو گی، وہ زندہ رہے گا۔ گولیاں اس کے آس پاس سے گزر جایا کریں گی۔'"

افسر نے فوراً اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔ وہ سرخ نگوں والی صلیب اس کی وردی کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ صلیب ہو یا تعویذ، لوگ عقیدت کی بنا پر پہنتے ہیں۔ میری باتوں سے اس کے عقیدے میں پختگی آئی کہ وہ اب تک صلیب کے باعث محفوظ ہے۔ تبھی اس نے پوچھا: "مسٹر بیکر! کیا واقعی تمہارے پاس وہ صلیب موجود ہے؟"

"ہاں، اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کیا ہو گا۔ میری تاریخ پیدائش کے مطابق مجھ پر سُرخ رنگ کا مثبت اثر ہوتا ہے۔ اسی لیے میں نے صلیب میں سُرخ نگ لگوائے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ میں اسی وجہ سے محفوظ ہوں۔"

میں نے کہا: "وہ کہہ رہا تھا کہ تمہاری صلیب میں بہن والوں تو محفوظ رہوں گا لیکن تم اپنی صلیب مجھے دے کر موت کو دعوت نہیں دو گے۔"

"بکواس نہ کرو، یہاں سے چلو۔"

"میں اپنے کاٹیج میں محفوظ رہ سکتا ہوں۔ اگر وہ صلیب نہیں دینا چاہتے تو مجھے کاٹیج تک پہنچا دو۔ اس صلیب کے ساتھ میری دعائیں بھی تمہارے کام آتی رہیں گی۔"

اس نے دو فوجی جوانوں سے کہا: "اسے جیپ میں لے جا کر کاٹیج چھوڑ آؤ۔"

افسر اندر سے خود کو ہلکا پھلکا اور ہر طرح سے محفوظ سمجھ رہا تھا۔ بہت خوش تھا میری دعائیں بھی لینا چاہتا تھا اس لیے مجھے حفاظت سے کاٹیج تک پہنچانے کا حکم دے چکا تھا۔

میں نے جیپ پر بیٹھتے ہوئے کہا: "مسٹر بیکر! جانتے ہو، اس آخری جوان نے خودکشی کرتے وقت آخری تین الفاظ کیا کہے تھے؟"

"کیا کہے تھے؟"

"میں کہوں گا تو یقین نہیں کرو گے؟"

اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا: "میرے باپ یقین کر لوں گا۔"

میں نے کہا: "اس بے چارے نے خود کو گولی مارنے سے پہلے ایک آہِ سرد بھری۔ پھر تین الفاظ ادا کیے، ہائے صوفیہ لورین۔"

جیپ اسٹارٹ ہو کر ایک جھٹکے سے آگے بڑھی پھر تیز رفتاری سے کاٹیج کی سمت جانے لگی۔ افسر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے جیپ کے اندر دیکھ رہا تھا جبکہ دُھند میں ہم نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ اس نے ناگواری سے کہا: "یہ کم بخت ڈاہب

ہے؟ پتا نہیں کس نے اسے راہب بنا دیا ہے۔ اُلّو کا پٹھا امید لیے جنگ میں صوفیہ لورین کی یاد دلا کر چلا گیا۔ آہ! ہائے!"

میں اس کے دماغ سے نکل کر رسونتی کے پاس آیا۔ وہ بخار کے باعث مجھے محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ ویسے اب بخار نہیں تھا، صرف کمزوری تھی۔ میں نے سوچ لیا، جب وہ بیٹے کے ساتھ سرحد پار چلی جائے گی تو میں اس کے اندر رہ کر توانائی پیدا کروں گا۔ ابھی موقع نہیں تھا۔ میں انھیں سرحد پار کرانے اور ان کے ساتھ جانے کے لیے کسی محفوظ ترین راستے کی تلاش میں تھا۔

علی نے دشمنوں کی ایک وردی حاصل کر لی تھی۔ اعلیٰ بی بی اور اپنی ماں کے ساتھ نقشے کے مطابق سرحد کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے رسونتی کی زبان سے کہا۔ "بیٹے! یوں خطرات کی طرف نہ جاؤ۔ سرحدی محاذوں پر طیارہ شکن توپیں، میزائل اور نہ جانے کیا کچھ ہوگا۔ محاذوں پر فوج کا ایک ایک سپاہی تاک میں بیٹھا ہوگا۔"

وہ بولا۔ "ماما! اور بھی بہت کچھ ہوگا۔ میں سب سمجھتا ہوں۔ اتفاق سے یہ گاڑی ہاتھ آگئی ہے۔ میں حملہ آوروں سے آپ کو دور لے جا رہا ہوں۔ ہم آگے جا کر رُک جائیں گے۔ سرحدی لائن کی سمت پیدل جائیں گے اور دور سے وہاں کا جائزہ لے کر اُس پار جانے کی تدبیر کریں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "اس وقت آرمر کو ہمارے پاس ہونا چاہیے۔ وہ ایک سپاہی کے دماغ میں جگہ بنا کر پورے محاذ کی خبر لے آئے گا۔"

علی نے کہا۔ "ٹیلی پیتھی جاننے والے پاپا نہ رہے۔ ایسے وقت ماما بیمار ہیں۔ آرمر بے چارہ اپنی بہن جوجو کے سلسلے میں مصروف ہوگا۔ اسی لیے ہم دونوں بھائی شروع سے ٹیلی پیتھی کے خلاف ہیں۔ ہمیں ہر حال میں اپنے بَل پر مسائل کا سامنا کرنا چاہیے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اکثر مشکل ترین مرحلوں میں ماں باپ کا سہارا لیے بغیر کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ اللہ کی مرضی سے آج بھی کامیاب رہیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے آرمر کا ذکر کیا تو مجھے راستہ مل گیا۔ میں نے کار پیچ پہنچ کر فوجیوں کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اپنے بستر پر آ کر ٹیلی پیتھی مار کر بیٹھ گیا۔ آرمر کی آواز اور لہجے کو یاد کیا تاکہ اس کا رول ادا کر سکوں۔ پھر یاد آیا کہ وہ ان کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈ زاد اکرتا ہوگا۔ اس کے بغیر اسے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں ملتی ہوگی۔

میں رسونتی کے پاس آیا۔ میرا خیال درست نکلا۔ اس کے چور خیالات نے کوڈ ورڈ بتا لیے۔ میں ان کے سہارے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بولی۔ "بالکل صحیح وقت پر آئے ہو۔ میں ابھی یاد کر رہی تھی۔"

"میں چبایا ہوا لقمہ نگلنے کے لیے پانی پی رہا تھا۔ اچانک ٹھسکا لگا۔ لقمہ دماغ کی طرف چڑھ گیا۔ آنکھوں سے آنسو اور ناک سے پانی بہنے لگا۔ تب خیال آیا کہ کوئی یاد کرتا ہے تو ہچکی آتی ہیں یا ٹھسکا لگتا ہے مگر بُری طرح لگتا ہے۔ کم از کم کھاتے وقت کسی کو یاد نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "آرمر! تمھیں کیا ہو گیا ہے اپنے مزاج کے خلاف اتنی زندہ دلی سے بولتے جا رہے ہو۔"

مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ دراصل میرے مزاج میں جو زندہ دلی ہے، وہ کبھی کبھی حد سے بڑھ جاتی ہے۔ مجھ جیسے آدمی کو جناب شیخ صاحب دین دار اور فلسفی بنانا چاہتے تھے۔ بلا ایک خیال تھا۔ ان کی ہدایات پر عمل کرتا رہتا تو فرشتہ بن جاتا یا کرامات کا حامل ایک بزرگ کہلاتا۔ لیکن میں اوّل نہیں ہوں، آخر میں ہوں جب تک زمین پر ہوں، زمینی رہوں گا، آسمانی مخلوق نہیں بن سکوں گا۔

میں نے سنبھل کر کہا۔ "اعلیٰ بی بی! آج میں بہت خوش ہوں اس لیے کچھ زیادہ بول رہا ہوں۔"

وہ بولی۔ "میں جانتی ہوں، تمھاری بہن کا آپریشن کامیاب رہا ہے۔ اب وہ بچی نہیں بالغ ہو گئی ہے اور اپنے پاؤں کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارے گی۔ ابھی اس کی دماغی حالت کیسی ہے؟"

"اطمینان بخش ہے اسی لیے تو میں خوش ہوں۔"

یہ بات میں نے اندازے سے کہہ دی۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ جوجو کہاں ہے اور اس کا آپریشن دوستوں نے کرایا ہے یا دشمنوں نے۔ مجھے اتنا موقع نہیں مل رہا تھا کہ میں اپنے ایک ایک عزیز اور رشتے دار کی خیریت معلوم کرتا۔ اعلیٰ بی بی جوجو کے متعلق کوئی بات پوچھ سکتی تھی، اس سے پہلے میں نے پوچھا۔ "تم مجھے کیوں یاد کر رہی تھیں؟ کیا تم لوگ سرحدی لائن تک پہنچ گئے ہو؟"

اسی وقت علی نے گاڑی روک دی، پھر اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "تم ماما کا خیال رکھو۔ میں کچھ دور پیدل جا کر قریبی مورچے کا جائزہ لوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "آرمر میرے پاس ہے۔ میرا خیال چھوڑو، تم اپنی ماں کے پاس رہو۔"

"آنٹی! آپ بھی میری ماں ہیں۔ میں اپنی ایک ماں کو دشمنوں کی طرف بھیج کر دوسری ماں کے پاس رہوں گا تو یہ بے غیرتی اور بے حسی مجھے مار ڈالے گی۔"

"تو پھر آرمر کو اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"یہ مجھے منظور ہے۔"

میں نے بیٹے کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈ زاد اکیے، اس نے کہا۔ "انکل! میں ٹرانسمیٹر پر باتیں کرنے جا رہا ہوں، آپ دوسری طرف کی آواز اور لہجے کو نوٹ کریں۔"

اس نے اپنی کٹ میں سے ایک ٹرانسمیٹر نکالا۔ اسے آپریٹ کیا پھر جاپانی زبان میں کسی کو مخاطب کرنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد دوسری طرف سے بھی جاپانی زبان میں جواب ملا۔ علی نے کہا۔ "ہم نقشے کے مطابق اس سرحدی لائن کے قریب ہیں جو ہمارے تمھارے حساب سے ناردھ کی لائن لیوٹ جانے والی لائن کو کراس کرتی ہے۔ تم بتاؤ کہاں ہو؟"

دوسری طرف سے ایک فرانسیسی سیکرٹ ایجنٹ نے کہا۔ "میں اس کراس لائن سے بیس میل دور ہوں۔ ہمارے پاس تین ہیلی کاپٹر، ایک طیارے کے علاوہ دو جیپیں اور ایک بُلٹ پروف ویگن کا رہے ہے تم جب کہو گے ہم چل پڑیں گے۔"

علی نے کہا۔ "ابھی میں قریبی مورچے کا جائزہ لینے جا رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے ٹرانسمیٹر کسی وجہ سے استعمال میں نہ آ سکے یا اسے استعمال کرنے کا وقت نہ ملے۔ اس لیے مسٹر آرمر تمھارے دماغوں میں آتے جاتے رہیں گے لیکن یہ حضرت جاپانی زبان نہیں جانتے۔ تم انگریزی کا ایک عام سا فقرہ ادا کرو۔ آرمر کو تمھارے پاس پہنچنے کے لیے وہ ایک بات کافی ہوگی۔"

میں جاپانی زبان جانتا تھا لیکن آرمر کی حیثیت میں بول نہیں سکتا تھا۔ علی نے مجھے ایک فقرہ سنوا کر ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ میں سیکرٹ ایجنٹ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ دو چار باتیں کیں پھر علی کے پاس آ گیا۔ وہاں کسی بھی ٹرانسمیٹر سے ہونے والی گفتگو دوسرے محاذوں میں سنی جا سکتی تھی اسی لیے انھوں نے جاپانی زبان میں گفتگو کی تھی۔ اب میری موجودگی میں ٹرانسمیٹر کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

علی دبے قدموں ایک طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ دن کے وقت سرحدی لائن کے قریب اس طرح جانا ممکن نہ ہوتا۔ روشنی میں دور سے دیکھ لیا جاتا۔ اگرچہ پورا چاند نکل آیا تھا مگر گہرے کی زیادتی نے آنکھوں کو اندھا کر دیا تھا۔ دس گز کے فاصلے سے بھی کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اچانک کسی نے للکارا کر کہا۔ "ہالٹ! کون ہے؟"

میں نے کہا۔ "علی! آگے نہ بڑھنا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں للکارنے والے کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ وہ ریت کے بوروں کے پیچھے کھڑا ہوا اپنے افسر سے کہہ رہا تھا۔ "میں نے آواز سنی تھی۔"

افسر نے سرگوشی میں کہا۔ "خاموش رہو۔"

میں افسر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بڑی توجہ سے کان لگا کر سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "کسی جانور کی آہٹ ہو سکتی ہے۔ ویسے سپاہی کو ایک ہی آہٹ پر ہالٹ نہیں کہنا چاہیے، جانور انگریزی نہیں سمجھتے۔"

اتنا کہہ کر میں اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ اس محاذ کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔ پھر علی کے پاس آ کر کہا۔ "تم گاڑی میں واپس جاؤ۔ میں راستہ صاف کر کے ابھی آتا ہوں۔"

"انکل! آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"تم آہٹ پیدا کیے بغیر واپس جاؤ۔ میں آ کر بتاتا ہوں۔"

وہ رینگتے ہوئے واپس جانے لگا۔ میں افسر کے ذریعے اس مورچے کے ان سپاہیوں کے پاس پہنچا جو توپوں اور مشین گنوں کے پاس الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے کبھی کبھی باتیں کرتے تھے یا میں ان میں گفتگو کی تحریک پیدا کرتا تھا اور ایک سے دوسرے اور تیسرے تک پہنچ کر معلوم کرتا تھا کہ کون سے ہتھیار کہاں رکھے ہوئے ہیں؟ اس مورچے میں کتنے سپاہی ہیں اور گولہ بارود کا کتنا ذخیرہ ہے؟

پھر میں شروع ہو گیا۔ ایک مشین گن سے دور کھڑے ہوئے سپاہی نے ہینڈ گرینیڈ نکال کر اس کی چابی دانتوں سے باہر کی پھر اسے مشین گن کے پاس پھینک دیا۔ اندھیرے میں کوئی سمجھ نہ سکا، کس نے کیا چیز پھینکی ہے۔ ایک سپاہی نے پوچھا۔ "ادھر کیا پھینکا گیا ہے؟ کس نے پھینکا....؟"

اس کا سوال پورا ہونے سے پہلے زبردست دھماکا ہوا۔ مشین گن کے ساتھ کتنے سپاہیوں کے جسم فضا میں اڑے، یہ کسی نے گنتی نہیں کی۔ میں دستی بم پھینکنے والے کے دماغ میں

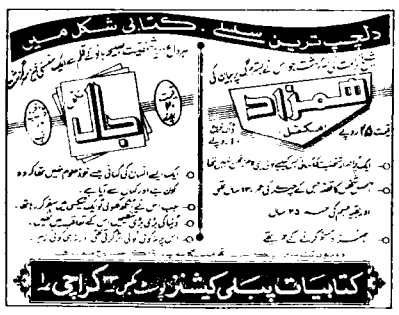

تھا۔ دھماکے سے پہلے ہی مَیں نے اس کے دانتوں سے دوسرے بم کی چابی نکالی تھی اور اسے دوسری مشین گن کی طرف پھینک دیا تھا۔ ایک کے بعد دوسرے دھماکے نے سپاہیوں کے ہوش اڑا دیے۔ انھوں نے کتنے ہی ساتھیوں کے چیتھڑے اڑتے دیکھے تھے۔

افسر چیخ رہا تھا" چاروں طرف گولیاں برساؤ۔ دستی بم پھینکنے والے کہیں قریب ہیں انھیں دور جانے کا موقع نہ دو"

تیسری مشین گن سے گولیاں چلنے لگیں۔ مَیں نے ایک معمول کے ذریعے اسے بھی بم سے اڑا دیا۔ چوتھی اور آخری مشین گن پر کھڑا ہوا سپاہی میری سمجھ میں تھا۔ وہ گن کا رُخ اپنے ہی ساتھیوں کی طرف کرتا ہوا گولیاں چلانے لگا۔ اِدھر اُدھر بھاگنے والے چیخیں مار کر گرنے لگے۔ افسر نے مشین گن والے کو گولی مار دی پھر چیخ کر بولا" مَیں سمجھ گیا' ٹیلی پیتھی کے ذریعے حملہ کیا گیا ہے مگر وہ تینوں یہاں سے نہیں جا سکیں گے۔ دس منٹ کے اندر دوسرے مورچے کے سپاہی یہاں پہنچ جائیں گے"

مَیں نے علی سے کہا" فوراً گاڑی اسٹارٹ کرو۔ تیز رفتاری سے سرحدی لائن کراس کرو۔ جتنی دور جا سکتے ہو جاؤ۔ مَیں سیکرٹ ایجنٹ کو اطلاع دے رہا ہوں"

وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا" انکل! یقین نہیں آ رہا ہے کہ آپ نے یہ دھماکے کرائے ہیں۔ آپ تو ایک چیونٹی کو بھی نہیں مارتے"

گاڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھی' مَیں کوئی جواب دیے بغیر پھر مورچے میں آیا۔ افسر مشین گن کو چاروں طرف چلا کر چلّا رہا تھا۔ جو سپاہی زندہ تھے وہ زمین پر لیٹ گئے تھے۔ مَیں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ رائفل سنبھال کر نیچے لیٹے ہوئے سپاہیوں پر گولیاں برسانے لگا۔ کچھ مرے کچھ اٹھ کر بھاگنے لگے۔ ایک سپاہی نے جوابی فائر کیا۔ افسر کے ہاتھ سے رائفل گر پڑی۔ سپاہی نے کہا" تم افسر ہو کر اپنے سپاہیوں پر گولیاں برسا رہے ہو؟"

مَیں نے سپاہی کے دماغ میں آ کر افسر کو گولی مار دی۔ اسی وقت ایک گاڑی کی آواز سنائی دی۔ وہ تیز رفتاری سے جا رہی تھی' دُھند میں نظر نہیں آ رہی تھی۔ جو سپاہی بچ گئے تھے' وہ آواز کی سمت دوڑتے ہوئے فائرنگ کرنے لگے۔ مَیں نے رسونتی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ علی تیزی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی وگین کا پچھلا شیشہ توڑ کر جوابی فائر کر رہی تھی۔

مَیں نے سیکرٹ ایجنٹ سے کہا" وہ سرحد پار کر چکے ہیں لیکن وگین تعاقب میں ہیں۔ دشمنوں کی توپیں اور مشین گنیں تباہ ہو چکی ہیں"

مَیں اعلیٰ بی بی کے پاس آیا۔ فوجی جوان موٹر سائیکلوں پر تعاقب کرتے ہوئے فائرنگ کر رہے تھے۔ میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں بیٹھ کر ان کا نشانہ لگانے لگا۔ وہ گنتی میں تھوڑے تھے جتنی آوازیں سُنی تھیں اور جتنے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا وہ سب مر چکے تھے۔ تعاقب کرنے والوں میں سے کوئی میرے قابو میں نہیں تھا۔ پھر بھی مَیں نے اور اعلیٰ بی بی نے تین موٹر سائیکل سواروں کو مار گرایا۔ اسی لمحے میں ایک گولی آ کر اعلیٰ بی بی کو لگی۔ اس کے مُنہ سے چیخ نکلی۔ مَیں نے اس کے اندر توانائی پیدا کرتے ہوئے سنبھالا۔ ایک موٹر سائیکل بالکل قریب آ رہی تھی۔ اس پر سوار رسونتی نشانہ بن سکتی تھی۔ مَیں نے اعلیٰ بی بی کے کمزور ہاتھوں سے فائر کرایا۔ پہلا فائر خالی گیا۔ دوسری گولی اسے لگی۔ اُدھر وہ گرا' اِدھر اعلیٰ بی بی پچھلی سیٹ پر گر پڑی۔ اس کی قوتِ مدافعت جواب دے چکی تھی۔

علی نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا" آنٹی! کیا ہوا؟ گاڑی روکوں؟"

مَیں نے رسونتی کی زبان سے کہا" نہیں' گاڑی نہ روکنا' مَیں اعلیٰ بی بی کے پاس جا رہی ہوں"

وہ پچھلی سیٹ کے پاس آئی' مَیں پھر اعلیٰ بی بی کے ڈوبتے ہوئے دماغ میں پہنچا۔ وہ واقعی موت کے اندھیرے میں ڈوبتے جا رہی تھی۔ مَیں نے علی سے کہا" اعلیٰ بی بی کو فوری طبّی امداد کی ضرورت ہے۔ رفتار بڑھاتے جاؤ"

وہ آندھی کی رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا۔ مَیں اعلیٰ بی بی کے پاس آیا۔ رسونتی اس کا سر اپنے سینے سے لگائے کہہ رہی تھی۔

"ہائے مَیں مر جاؤں۔ تم میرے لیے جان پر کھیل گئیں اور مَیں ابھی تک پہچان نہیں پا رہی ہوں کہ تم میری کون سی سگی ہو۔ ہائے کوئی سگی ہوتی تو وہ بھی ایسی قربانی نہ دیتی"

اعلیٰ بی بی نے رُک رُک کر سانس کھینچتے ہوئے کہا" جب تمھیں یاد آئے گا تو میری قسمت پر رشک کرو گی۔ مَیں تم سے اور سونیا سے بازی لے گئی۔ مَیں... مَیں... تم دونوں سے پہلے... فرہاد سے جا کر ملوں گی۔ فر... فرہاد... سے... جا کر... جا کر ملوں گی...."

یہ کہتے ہی اس کی گردن ڈھلک گئی۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ فرہاد کے لیے دھڑکنے والا دل ہمیشہ کے لیے چپ ہو گیا۔ آہ! مَیں کیا ہوں؟ مَیں زندہ ہوں یا مردہ؟ اگر زندہ ہوں تو اعلیٰ بی بی نے مجھے کیوں نہیں پہچانا۔ اگر مُردہ ہوں تو چالیس چور روں کی اعلیٰ بی بی کس مُردہ خانے میں مجھ سے ملنے گئی ہے؟

میری

زندہ دلی دیکھتے ہی دیکھتے مُردہ ہو گئی۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر آنکھیں کھول دیں۔ میں اپنے کانچ کے بستر پر پلتھی مارے بیٹھا تھا۔ وہاں تنہا تھا لیکن اعلیٰ بی بی کی ابدی جُدائی کا صدمہ میرے ساتھ تھا۔ یہ آخری لمحات میں اس کے اندر تھا۔ اسے میں نے دم توڑتے اور دُنیا چھوڑتے دیکھا تھا پھر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ باکمال عورت مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئی ہے۔

بابا صاحب کے ادارے میں جب یہ جاں گداز خبر پہنچے گی تو کسی کو یقین نہیں آئے گا۔ وہ بے مثال تھی' ہر دلعزیز تھی' اپنی صلاحیتوں سے اور حاضر دماغی سے ناممکن کو ممکن بنا دیتی تھی۔ لوگ مجھے بھی کچھ ایسا ہی سمجھتے تھے۔ میرے دوستوں اور دُشمنوں کو پہلے میری بھی موت کا یقین نہیں آیا ہوگا۔ اور اب ایسا یقین پختہ ہو گیا ہے کہ بیوی مجھے نہیں پہچانتی' بیٹا دماغ میں آنے نہیں دیتا۔ میں جس رشتے کے سامنے جاؤں گا' وہ میری حیات کا مذاق اڑائے گا۔

یہ دُنیا عجیب ہے۔ رفتہ رفتہ اعلیٰ بی بی کی موت کا یقین کر لے گی لیکن میری زندگی کا یقین نہیں کرے گی۔ آج میں اجنبی ہوں' فرہاد نہیں ہوں۔ فرہاد علی تیمور کو اس کے ماں باپ نے پیدا کیا تھا۔ اس نے ماں باپ کی دی ہوئی زندگی گنوا دی۔ اس زندگی کی شناخت کھو دی۔ اس لیے میں اجنبی ہوں۔ مجھے موت نے جنم دیا ہے' میں قبر سے اُٹھ کر اس دُنیا میں آیا ہوں۔

آدمی چاہتا ہے' اس کی زندگی کبھی ختم نہ ہو اور میں کہتا ہوں' زندگی ختم ہو تو پھر ایسی نہ ملے جیسی مجھے مل رہی تھی۔ میری بیوی اور بیٹا مجھے دشمنوں کے درمیان چھوڑ گئے تھے۔ خود سرحد پار کر گئے تھے۔ یہ سوچنے یا دیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ مجھے گولیوں کی بوچھاڑ میں درخت کی ایک شاخ پر بٹھا کر چلے گئے ہیں۔ ارے واہ ری زندگی!

اب میرے سامنے بہت بڑا چیلنج تھا۔ مجھے اتنی بڑی دنیا میں نئے سرے سے اپنا وہی مقام بنانا تھا جو بنا کر کھو چکا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوبارہ فرہاد بننا کچھ مشکل نہیں تھا۔ ہاں پھر سے رسونتی کا شوہر' دونوں بیٹوں کا باپ اور سونیا کا محبوب بننا ناممکن کی حد تک مشکل تھا۔ کوئی مجھے گھاس ڈالنے والا نہیں تھا۔

آہ! سونیا کی یاد آئی تو میں بے چین ہو گیا۔ وہ کہاں ہوگی؟ کیا کر رہی ہوگی؟ جس کی آنکھ سے کبھی آنسو نہیں ٹپکا' وہ کیا چُپ رہ کر میرے لیے روتی ہوگی؟ میں اس کے پاس پہنچنے کے لیے بے تاب ہو گیا۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ تصور میں اس کا چہرہ اس کی آنکھیں دیکھیں' اس کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ میں جانتا تھا' وہ سانس روک لے گی! اس لیے دماغ میں پہنچتے ہی بہت پرانے کوڈ ورڈ ادا کیے" فرہاد! تو کس یور مائنڈ۔ اف یو ڈونٹ مائنڈ" (اگر تم خیال نہ کرو تو فرہاد کے خیال کو چوس آیا ہے)

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی" پرنس ڈیگر! میں مانتی ہوں' تم میرے عاشق ہو۔ تم ہو یا کوئی اور ہو' میں کسی کو عاشق بننے سے روک نہیں سکتی۔ لیکن یہ فرہاد بن کر کیوں آئے ہو؟"

میں نے مُسکرا کر کہا" میں کوئی ڈمی نہیں' فرہاد ہوں تمھارا اپنا فرہاد"

"دیکھو تم خیال خوانی کر لیتے ہو۔ آج فرہاد کے لب و لہجے میں بول رہے ہو۔ تمھیں اس کے کوڈ ورڈ کا بھی علم ہو گیا۔ ہو سکتا ہے تم پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس کا چہرہ بھی اپنا لو اور سر سے پاؤں تک فرہاد بن جاؤ' لیکن فرہاد کی روٹھی ہوئی زندگی کیسے واپس لاؤ گے؟"

"اوہ سونیا! میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں' میں تمھارا فرہاد ہوں"

"پرنس! میں نے تمھارے ساتھ محبت کا ناٹک کیا میں مجبور تھی۔ ایسا نہ کرتی تو سپر ماسٹر مجھے ماسکو میں بے نقاب کر دیتا۔ میرا وہاں سے بچ نکلنا مشکل ہو جاتا۔ اس لیے میں فوراً تم پر عاشق ہو گئی اور تم میرے عشق میں گرفتار ہو کر اپنے سپر ماسٹر کو چکر دیتے رہے۔ میں تمھاری شکر گزار ہوں۔ تم بہت اچھے ہو۔ میں تمھیں پسند کرتی ہوں۔ میں نے تمھیں سچے دل سے سمجھایا تھا کہ سپر ماسٹر یا کسی بھی سپر طاقت کی غلامی نہ کرو۔ فرہاد کی طرح آزاد رہ کر اپنا مقام بناؤ۔ مگر تم تو خود کو فرہاد کہنے لگے ہو۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ پرنس سے فرہاد ہو گے تو میں محبت کرنے لگوں گی؟"

میں پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ پرنس ڈیگر کون ہے کہ اسی وقت کسی نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے مخاطب کیا" سونیا! میں پرنس بول رہا ہوں"

وہ ہنستے ہوئے بولی" اب اپنی آواز میں بول رہے ہو اور خود کو پرنس تسلیم کر رہے ہو۔ کیا ابھی تمھارا دماغ چل گیا تھا' خود کو فرہاد کیوں کہہ رہے تھے؟"

پرنس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا" تم نے بے ہوشی کا بہانہ کر کے مجھے اپنے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دیا۔ مجھے دھوکا دے کر ماسکو سے چلی آئیں۔ مجھے اس کا دُکھ نہیں ہے شاید میرے پیار میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔ ابھی میں نے خود کو فرہاد نہیں کہا تھا' لیکن تمھیں اچھا لگتا ہے تو اپنا پیدائشی نام چھوڑ دُوں گا' اپنی پیدائشی صورت بدل دُوں گا۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے فرہاد کا ہم شکل بن جاؤں گا"

"میں ابھی کہہ چکی ہوں تم فرہاد کی ڈمی بن سکتے ہو مگر فرہاد نہیں بن سکو گے۔ وہ جو تھا وہی تھا' اس کی جگہ کوئی نہیں لے سکے گا۔"

وہ بولتے بولتے رُک گئی۔ کسی تیسرے نے اُسے مخاطب کیا تھا۔ یعنی ہم دو سونیا کے دماغ میں تھے۔ تیسرا اس کے سامنے بہ نفسِ نفیس موجود تھا اور پوچھ رہا تھا "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ چونک کر بولی "مسٹر! میں ایک ضروری مسئلے پر غور کر رہی تھی' تم نے مجھے ڈسٹرب کیا ہے۔ پلیز' مجھے اس میز پر تنہا رہنے دو۔"

وہ سوری کہہ کر چلا گیا۔ سونیا کے دماغ میں وہی روحانی پختگی تھی جسے میں کئی بار آزما چکا تھا۔ اس کے چور خیالات پڑھنا ممکن نہیں تھا۔ میں نہیں پڑھ سکتا تھا لیکن اس کی حرکتوں سے خیالات کا کچھ اندازہ ہو جاتا تھا۔ اس نے اپنے سامنے آکر بیٹھنے والے کو اس لیے بھگا دیا کہ ہم اس کی ایک آواز سُننے کے بعد دوسری نہ سُنیں۔ پتا نہیں' پرنس ڈیگر نے اس اجنبی کے لب و لہجے کو توجہ سے سُنا تھا یا نہیں۔ میں تو سُنتے ہی سونیا کو چھوڑ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے؟ کس مُلک اور کس شہر میں ہے اور کس معاملے میں اُلجھی ہوئی ہے؟

میں اس اجنبی کے دماغ میں جگہ بنانے کے بعد پھر سونیا کے پاس آگیا۔ پرنس ڈیگر کہہ رہا تھا "سونیا! تم نے میری نیند اُڑا دی ہے۔ میں دن رات صرف تمھیں خیالوں میں دیکھتا ہوں۔ تمھارے پاس فوراً پہنچ جانا چاہتا ہوں لیکن اپنی رائفل گاڈ اور اپنا ملک چھوڑنے کے لیے عارضی یا مستقل طور پر چہرہ بدلنا ہوگا ورنہ سپر ماسٹر کی بلیک اسپائی کا کوئی بھی جاسوس مجھے غلاف بنتے دیکھ کر گولی مار دے گا۔ میں بہت رازداری سے اپنے چہرے کی سرجری کرانے والا ہوں اور میرا وہ نیا چہرہ فرہاد کا چہرہ ہوگا۔

"ایسی غلطی ہرگز نہ کرنا۔ کوئی یقین نہیں کرے گا کہ فرہاد قبر سے اُٹھ کر آیا ہے اور جب یقین نہیں ہوگا تو لوگ تمھیں فرہاد کی نقل کہیں گے۔ کیا تم اپنی شخصیت کے مقابلے میں نقل کہلانا پسند کرو گے؟"

"میں ہُو بہُو فرہاد کا ہم شکل نہیں بنوں گا صرف اس سے مشابہت ہوگی۔ پلاسٹک سرجری کرنے والا مجھے فرہاد سے بھی زیادہ خوبرو بنا دے گا۔"

"خواہ کتنے ہی خوبرو بن کر آجاؤ' فرہاد کی خطرناک ذہانت کہاں سے لاؤ گے؟ اس کے لیے قدرتی طور پر دل دھڑکتا تھا۔ وہ قدرتی جذبہ مجھ میں کیسے پیدا کرو گے؟"

"پھول مُرجھا کر نہیں کھلتا۔ مُرجھائے ہوئے جذبوں میں کبھی غیر متوقع تازگی آجاتی ہے۔ قدرت کے کھیل عجیب ہوتے ہیں۔ تم مجھے پسند کرتی ہو' یہ بہت ہے۔ مجھے اپنے قریب رہنے اور کسی مہم میں شریک ہونے کا موقع دو۔ ہو سکتا ہے رفتہ رفتہ تمھاری پسند محبت میں بدل جائے۔"

"تمھارا یہ جذبہ قابلِ قدر ہے کہ تم سپر ماسٹر کو چھوڑ کر میرے ساتھ جدّوجہد میں شریک رہنا چاہتے ہو۔ میں جب تک زندہ رہوں گی' ہر نئے چیلنج کا سامنا کرتے وقت تمھیں اپنے ساتھ رکھوں گی۔ لیکن میری پسند اگر محبت میں نہ بدلی تو تم مایوس ہو جاؤ گے۔"

"میرے لیے پہلا اعزاز یہ ہے کہ تم مجھے پسند کرتی ہو۔ دوسرا یہ کہ مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو گی۔ اسی طرح تمھارے دل میں میرے لیے جگہ پیدا ہوتی جائے گی۔ ہاں اگر ناکامی ہوئی تو میں اسے اپنا مقدر سمجھ لوں گا۔ ویسے میں مایوس نہیں ہوں۔"

"تمھاری یہی بات مجھے پسند ہے کہ تم مایوس نہیں ہوتے۔ جاؤ پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرہ تبدیل کراؤ۔ پھر ہم کسی ایک شہر میں ملاقات کریں گے۔"

"ویری نائس آف یُو۔ تم نے خوش کر دیا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ پھر آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بولی "تم ابھی تک نہیں گئے؟"

میں نے کہا "شاید پرنس ڈیگر چلا گیا ہے۔ یہ میں ہوں۔ میں پرنس سے پہلے تمھارے دماغ میں آیا تھا۔ اس کے آنے کے بعد خاموشی سے تمھاری گفتگو سُنتا رہا ہوں۔"

"اچھا تو یہ بات ہے۔ میں سمجھ رہی تھی پرنس پہلے فرہاد بن کر آیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش ہو گئی ہے کہ وہ سر سے پاؤں تک فرہاد بن جائے گا۔ تو میں اس کی دیوانی ہو جاؤں گی۔ بہرحال تم کون ہو؟ ہماری یہ گفتگو سُننے کے بعد سپر ماسٹر سے ضرور یہ کہو گے کہ پرنس ڈیگر باغی ہو گیا ہے اور اسے چھوڑ کر میرے پاس آرہا ہے۔"

"مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ تم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنی طرف لے آئی ہو۔ میری جان! میں دُشمن نہیں ہوں۔ تمھارا فرہاد ہوں۔"

"کیا پاگل خانے سے آئے ہو؟ نارمل رہ کر اپنی اصلیت نہیں بتاؤ گے؟"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں' جناب شیخ صاحب نے مرنے سے پہلے مجھے اپنی اصلیت بتا دی تھی۔ میں فرہاد ہوں۔"

"کیا؟ کیا کہا؟ شیخ صاحب نے تمھیں اپنی اصلیت بتا دی تھی؟ کیا وہ مرنے سے پہلے ہوش میں آگئے تھے؟"

"ہاں۔ وہ مرنے سے پہلے ہوش میں آگئے تھے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ فرہاد ہیں۔ ان کے دماغ میں ایک ایسا راز ہے جو دُنیا کی کسی طاقت کو نہیں ملنا چاہیے۔ اس لیے انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ فرہاد ہیں۔"

"اوہ مائی گاڈ! یہ کیا ہو گیا؟ شیخ صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ وہ فرہاد ہیں۔ ان کے دماغ میں ایک ایسا راز ہے جو دُنیا کی کسی طاقت کو نہیں ملنا چاہیے۔ اس لیے انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ فرہاد ہیں۔"

"کیا؟ کیا کہا؟ شیخ صاحب نے تمھیں اپنی اصلیت بتا دی تھی؟ کیا وہ مرنے سے پہلے ہوش میں آگئے تھے؟"

"ہاں۔ وہ مرنے سے پہلے ہوش میں آگئے تھے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ فرہاد ہیں۔ ان کے دماغ میں ایک ایسا راز ہے جو دُنیا کی کسی طاقت کو نہیں ملنا چاہیے۔ اس لیے انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ فرہاد ہیں۔"

"اوہ مائی گاڈ! یہ کیا ہو گیا؟ شیخ صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ وہ فرہاد ہیں۔ ان کے دماغ میں ایک ایسا راز ہے جو دُنیا کی کسی طاقت کو نہیں ملنا چاہیے۔ اس لیے انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ فرہاد ہیں۔"

"کیا؟ کیا کہا؟ شیخ صاحب نے تمھیں اپنی اصلیت بتا دی تھی؟ کیا وہ مرنے سے پہلے ہوش میں آگئے تھے؟"

"ہاں۔ وہ مرنے سے پہلے ہوش میں آگئے تھے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ فرہاد ہیں۔ ان کے دماغ میں ایک ایسا راز ہے جو دُنیا کی کسی طاقت کو نہیں ملنا چاہیے۔ اس لیے انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ فرہاد ہیں۔"

"اوہ مائی گاڈ! یہ کیا ہو گیا؟ شیخ صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ وہ فرہاد ہیں۔ ان کے دماغ میں ایک ایسا راز ہے جو دُنیا کی کسی طاقت کو نہیں ملنا چاہیے۔ اس لیے انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ فرہاد ہیں۔"

آلۂ کار کے ذریعے اس کے ارادوں کو سمجھ سکتا تھا۔

پنٹو اپنے پاس کے پاس پہنچ گیا۔ اُسے سونیا کے متعلق بریف دینے لگا۔ اُس نے سننے کے بعد پوچھا "اس بستی میں ایک عورت تنہا ہے جبکہ ایک مُرغی بھی تنہا نہیں گھومتی۔ ہم اُسے چیر پھاڑ کر کھا جاتے ہیں۔ میرا نام کیکڑا ہے۔ میں کسی کو پکڑ لیتا ہوں تو اُسے موت کے بعد ہی رہائی ملتی ہے۔ تم لوگ صرف اس اندیشے میں رہ گئے کہ وہ سونیا ہے۔ اگر ہے تو کیا ہوا۔ آخر ہے تو عورت۔"

پنٹو نے کہا "کیکڑا صاحب! اُسے تو آپ ہی پکڑ سکتے ہیں وہ ہمارے بس کی نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے تمھیں اس کے سونیا ہونے کا پختہ یقین ہے۔"

"جی ہاں، یقین ہے۔ صرف عمر کا فرق ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ہم نے یہاں جس سونیا کو دیکھا ہے، وہ کم عمر ہے نوخیز لڑکی دکھائی دیتی ہے۔"

"گدھے! تم ایک دوشیزہ کو سونیا کہہ رہے ہو۔ کیا تمھیں پتا نہیں ہے اس کی پیدائش ہماری پیدائش سے پہلے ہوئی تھی۔ کیا وہ ابھی تک ایک چھوکری ہوگی؟"

"باس! پلاسٹک سرجری کے ذریعے نوجوان نظر آنا ممکن ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولا "میں اپنی آنکھوں سے دیکھوں گا، وہ کون ہے۔ تم یہاں ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ایک بٹن سے ٹرانسمٹر کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ اُسے ایکٹیویٹ کرنے کے بعد کوڈ ورڈ زاد اکرتے ہوئے بولا "میں روزی ولسن عرف کیکڑا بول رہا ہوں۔ میں سونیا کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے جوان بن گئی ہے؟"

دوسری طرف سے جواب ملا "میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ ہوسکتا ہے وہ ہم سے بچنے کے لیے چہرے اور عمر میں تبدیلی لے آئی ہو۔ وہ ماسکو میں سپر ماسٹر کے آدمیوں کو دھوکا دے کر یوگوسلاویہ پہنچی پھر ہمارے جاسوس نے اطلاع دی کہ وہ البانیہ میں ہے۔ کیا تم نے اسے مقدونیہ میں دیکھا ہے؟"

"میرے آدمیوں نے دیکھا ہے لیکن وہ ایک نوجوان لڑکی دکھائی دیتی ہے۔"

"پھر تو وہ سونیا ہوگی۔ اُسے گھیر لو، پکڑ لو، کسی طرح بھی ہاتھ سے نکلنے نہ دو۔ سپر ماسٹر اس کے لیے لاکھوں ڈالر دے سکتا ہے، ہم مالا مال ہو جائیں گے تم اُسے قید کرنے کے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرو۔ ویسے میرے آدمی بھی تمھارے پاس پہنچیں گے۔ جاؤ، دیر نہ کرو۔"

کیکڑا نے ٹرانسمٹر کو آف کیا پھر دروازہ کھول کر باہر اپنے آدمیوں کو آواز دی کہ وہ مسلح ہو کر آئیں۔ وہ پنٹو کے ساتھ اُس ہوٹل کی طرف جانے والا تھا جہاں سونیا نظر آئی تھی۔ میں اُس شخص کے پاس پہنچ گیا جو ٹرانسمٹر پر کیکڑا سے باتیں کر رہا تھا وہ سپر ماسٹر کا ایجنٹ تھا۔ مقدونیہ کے جرائم پیشہ افراد کی بستی میں اُسے سپر ماسٹر کی پشت پناہی حاصل تھی۔ اُسے جدید ترین ہتھیار اور بڑی بڑی رقمیں حاصل ہوتی تھیں مالک کی طرح سے اس علاقے میں اُسے بے تاج بادشاہ کہلانا چاہیے تھا لیکن وہاں دوسری خطرناک تنظیموں کا بھی زور تھا جن میں یہودی تنظیم سرِفہرست تھی۔

اس ایجنٹ نے نائب سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ نائب کے ذریعے سپر ماسٹر نے حکم دیا "سونیا ہو یا اس سے ملتی جلتی کوئی لڑکی ہو، اُسے گھیرنے اور پکڑنے کی حماقت نہ کرو۔ جہاں نظر آئے فوراً گولی مار دو۔ اگر اس کی لاش ثبوت کے ساتھ ہمارے خاص نمائندوں کو دکھاؤ گے تو وہ منہ مانگی رقم ادا کریں گے۔"

میں نے سوچا، نائب سپر ماسٹر کی کھوپڑی میں جا کر باتوں کریں زندہ ہوں۔ میری آواز اور دھمکیاں سنتے ہی سپر ماسٹر سونیا کو گولی مارنے کا حکم واپس لے لے گا، لیکن اینوں کے بیٹے نے سمجھا دیا تھا کہ دوسروں کا رویہ بھی وہی ہوگا۔ دشمن میرے وجود کا یقین نہیں کریں گے لیکن ایک نئے خیال خوانی کرنے والے کی موجودگی سب کو پریشان کر دے گی۔ پتا نہیں آیندہ دوست اور دشمن اپنے اور پرائے میرے متعلق کیا رائے قائم کرنے والے تھے۔

میں اُن بدمعاشوں کے دماغوں میں پہنچا جو پنٹو کے ساتھی تھے اور ہوٹل میں بیٹھ کر سونیا کی نگرانی کر رہے تھے۔ وہ ہوٹل کچھ یونانی ساتھا۔ نچلے طبقے کے لوگ وہاں قہوہ پینے یا کچھ کھانے اور ذرا وقت گزارنے آتے تھے۔ سونیا نے سمجھ لیا ہوگا کہ وہاں آرام سے وقت نہیں گزار سکے گی۔ اس لیے قہوے کا بل ادا کر کے جانے لگی۔ دونوں بدمعاش بھی اُس کے پیچھے جانے لگے۔ ہوٹل کے مالک نے اپنے ملازم سے کہا "پتا نہیں کس ملک سے یہاں مرنے آئی ہے کافی مالدار دکھائی دیتی ہے۔ درندے مال کے ساتھ اس کے بدن کا

پرانا حک نہیں چھوڑیں گے۔"

یہ بات درست تھی۔ درندے تنہا عورت کے پیچھے پڑ جاتے تھے۔ راستوں، گلیوں اور دکانوں میں جو عورتیں نظر آئیں وہ اپنے مردوں کے ساتھ تھیں۔ تمام دکانوں میں آہنی شٹر لگے ہوئے تھے۔ مختلف تنظیموں کے درمیان جیسے ہی گولیوں کا تبادلہ شروع ہوتا تھا، دکاندار اپنے اور مال کے بچاؤ کے لیے فوراً آہنی شٹر گرا کر دکانیں بند کر دیتے تھے۔

سونیا اطمینان سے چلتی ہوئی بستی کے باہر ایک کھنڈر میں پہنچی۔ پھر پلٹ کر دیکھا۔ کوئی بیس مسلح افراد اُس کے پیچھے چلے آئے تھے۔ اُس نے پوچھا "میں ایک انار ہوں اور تم بیس بیمار ہو۔ تم میں سے کس کا بھلا ہوگا؟"

ایک نے اپنی بڑھی ہوئی داڑھی کھجاتے ہوئے کہا۔ مجھے تیرے پرس کی ضرورت ہے، جو رقم ہوگی وہ صرف میری ہوگی۔"

ایک بدمعاش نے اُس کے منہ پر رائفل کا بٹ مارتے ہوئے کہا "شیر کے منہ سے بچے گا تو جھوٹا کھائے گا۔"

پنٹو کے ساتھی نے رائفل والے کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "منڈا لا! تو شیر ہے اور ہم شیر کے شکاری ہیں۔"

پنٹو کے دوسرے ساتھی نے کہا "ویسے سمجھوتا ہو سکتا ہے۔ ہم اس کا بھرا ہوا پرس تیرے حوالے کر دیں گے لیکن اس دوشیزہ کو ہم لے جائیں گے۔"

دوسرے بدمعاشوں کی بھپڑیں سے ایک نے کہا۔ "ہاں، تم آپس میں بانٹ لو۔ ہم یہاں تماشا دیکھنے آئے ہیں۔ ٹھیک ہے یہ تماشا بھی دیکھیں گے کہ ہماری گولیوں کی بوچھاڑ میں کس طرح اسے لے جاؤ گے۔"

سونیا نے کہا "تم سب مارنے مرنے پر آمادہ ہو لیکن تم میں سے کوئی یہ نہیں چاہے گا کہ مجھ جیسی سونے کی چڑیا مر جائے۔ میں گولیوں سے بچنے کے لیے اس دیوار کے پیچھے کھڑی رہوں گی۔ یہاں جو زندہ بچے گا وہ مجھے لے جائے گا۔"

وہ دیوار کے پیچھے ہو گئی، اس کے ساتھ ہی فائرنگ ہونے لگی۔ وہاں کوئی کسی کا دوست نہیں تھا۔ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ وہ تنہا اُنیس بندوں کو مار دے اور اس دوشیزہ کو نقد رقم کے ساتھ لے جائے۔ وہ ایک دوسرے پر جس جس اندازے میں حملے کر رہے تھے اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ آخر میں جو بھی بچے گا، مقدر سے بچے گا کیونکہ وہ لالچی اور بلا ہاز تھے، جلد سے جلد سونیا اور بھرے ہوئے پرس تک پہنچنے کے لیے اندھا دھند حملے کر رہے تھے اور خود پر ہونے والے حملوں کی زد میں آ رہے تھے۔ اُن میں سے کوئی بھی باقاعدہ جنگی مہارت کا حامل نہیں تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے میں میدان صاف ہو گیا۔ ان میں سے چھ سات حرام موت مرے، باقی بُری طرح زخمی ہوئے۔ کوئی اپنے پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل نہیں تھا، کوئی بیٹھا ہوا اور کوئی اسٹرا چھا لیٹا ہوا کراہ رہا تھا۔ کوئی گہری گہری سانسیں کھینچتا ہوا پانی مانگ رہا تھا۔ وہ دیوار کے پیچھے سے نکل کر آئی اور ایک ایک زخمی کے پاس پہنچ کر اُس کے ہتھیار اٹھا کر دور پھینکتی گئی۔ لاشوں کے پاس بھی ایک ہتھیار تک رہنے نہ دیا۔ پھر اُس نے اپنا پرس کھولا۔ اُس میں سے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی۔ اس کے بعد ایک ایک زخمی کے پاس جا کر ایک ایک ڈالر اُن کے سامنے پھینکتے ہوئے بولی "تم سب زن کے لیے یا زر کے لیے مر رہے تھے۔ میں تمھارے درمیان ہوں مگر تم ہاتھ بڑھا کر مجھے چھو بھی نہیں سکتے۔ میں یہ ایک ایک ڈالر دے کر جا رہی ہوں، جسے مرہم کی ضرورت ہے وہ مرہم خرید لے۔ جو لب دم پیاسا ہے وہ پانی خرید لے۔"

وہ اطمینان سے قدم اٹھاتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ جو عورت بیس درندوں میں گھر جائے وہ اپنے بچاؤ کے لیے تھوڑے بہت ہاتھ پاؤں ضرور مارتی ہے ـــــ سونیا نے بالکل بھی ہاتھ پاؤں کو زحمت نہیں دی تھی اور سب کو چت کر دیا تھا۔ تمام زخمی اُسے حسرت سے اُس وقت تک دیکھتے رہے، جب تک وہ نظر آتی رہی۔ ان میں سے کتنے ہی زخمی بھیڑیوں کی طرح غیظ و غضب میں تھے۔ اگر ایک چھوٹا سا ہتھیار بھی ان کے پاس ہوتا تو ہاتھ سے جانے والی کو یوں نہ جانے دیتے، گولی مار دیتے مگر وہ ایک چھٹی ہوئی عورت تھی، پہلے ہی اُن کے ہتھیاروں کو اُن سے دور پھینک دیا تھا۔

میں پنٹو کے ایک زخمی ساتھی کے دماغ میں تھا۔ جب وہ نقطوں سے اوجھل ہو گئی تو میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔

سونیا کو پتا نہیں تھا کہ میں نے کس طرح اس کی حفاظت کی ہے۔ اپنے آلۂ کار کے ذریعے اُن پر حملے کرتا رہا تھا جو دیوار کے پیچھے سونیا کی طرف جانا چاہتے تھے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ دوسرے لڑتے مرتے رہیں۔ اور وہ چھپ کر دیوار کے پیچھے پہنچ جائے لیکن کسی کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی، میں نے پوری ہونے نہیں دی۔

پتا نہیں وہ کدھر گئی تھی۔ میں اُسے تلاش کرتے پنٹو کے پاس پہنچا۔ وہ کیکڑا اور اُس کے مسلح غنڈوں کے ساتھ ہوٹل کی طرف جا رہا تھا۔ کھنڈر سے ہونے والی فائرنگ کی آوازوں

نے انھیں تھوڑی دیر رُکنے اور سوچنے پر مجبور کیا کہ وہاں جا کر فائرنگ کا سبب معلوم کرنا چاہیے۔ پھر کیکڑا نے سوچا اگر بڑی تنظیم کے لوگ ہوں گے تو ان سے خوامخواہ ٹکراؤ ہوگا اہمیت اُس دوشیزہ کی تھی جو ہوٹل میں دیکھی گئی تھی۔ سپر ماسٹر کے حکم کے مطابق اگر وہ سونیا تھی اور سونیا سے مشابہت رکھتی تھی تب بھی اُسے گولی مارنا ضروری تھا۔"

وہ لوگ تیزی سے چلتے ہوئے ہوٹل کے قریب پہنچے۔ کیکڑا نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ "ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر لو۔ کوئی نوجوان لڑکی کسی بھی راستے سے باہر آئے تو اُسے پکڑ لو اور باندھ کر میرا انتظار کرو۔ میں اس کی صورت دیکھنے کے بعد اُسے گولی ماروں گا۔"

مسلح غنڈے ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیرنے لگے۔ پنٹو اپنے باس کیکڑا کے ساتھ ہوٹل میں آیا۔ وہ ہوٹل دن کے وقت چاروں طرف سے کھلا رہتا تھا۔ رات کو ترپال سے ڈھانپ دیا جاتا تھا۔ پنٹو نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ پھر ایک میز پر سونیا کو دیکھ کر چونک گیا۔ وہ پہلے والی میز پر نہیں تھی، دوسری میز پر بیٹھی قہوہ پی رہی تھی۔ لیکن اچھی خاصی عمر والی لگ رہی تھی۔ جبکہ وہ ایک گھنٹے پہلے اُسے نوخیز لڑکی کے روپ میں دیکھ کر گیا تھا۔

کیکڑا نے بھی ذرا فاصلے سے عمر رسیدہ سونیا کو دیکھا پھر پنٹو سے کہا۔ "ابھی تم نے کہا تھا یہ نوخیز اور نوجوان ہے۔ خوبصورت دوشیزہ ہے جبکہ یہ تو عمر میں ہماری ماں کے برابر ہے۔"

پنٹو نے کہا۔ "میں حیران ہوں۔ یہ ہوٹل میں بیٹھے ہی بیٹھے کیسے بوڑھی ہوگئی؟ شاید اس نے عارضی میک اپ کیا تھا۔ وہ میک اپ اُتر گیا اور اب یہ اصلی روپ میں آگئی ہے۔"

کیکڑا نے ریوالور نکال کر سونیا کا نشانہ لیا لیکن وہ میری مرضی کے بغیر گولی نہیں چلا سکتا تھا۔ اُس نے کہا۔ "خبردار سونیا! کوئی چالاکی نہ دکھانا تمھارے چاروں طرف موت ہی موت ہے۔ اپنے دونوں ہاتھ میز پر رکھو اور چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھ لو۔"

سونیا نے حکم تعمیل کی۔ دونوں ہاتھ میز پر رکھے پھر آس پاس نظریں دوڑائیں۔ ہوٹل کے باہر چاروں طرف مسلح غنڈے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ بولی۔ "تم کون ہو اور مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"سپر ماسٹر کا حکم ہے کہ تمھیں دیکھتے ہی گولی مار دی جائے۔۔۔"

"اتنی جلدی کیا ہے۔ میرے سامنے کرسی خالی ہے، آؤ بیٹھو۔ ہم دونوں مل کر گولی کھیلیں گے۔"

"میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ میں تمھیں گولی مارنا چاہتا ہوں مگر پتا نہیں کیوں میری اُنگلیاں سیفٹی کیچ نہیں ہٹا رہی ہیں۔ ٹریگر نہیں دبا رہی ہیں۔"

پنٹو نے پوچھا۔ "باس! کیا واقعی آپ کی اُنگلیاں آپ کی مرضی کے مطابق حرکت نہیں کر رہی ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ہماری شامت آگئی ہے۔ سونیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے دماغ میں ہے۔"

کیکڑا اُبھر اکر اونچی آواز میں بولا۔ "کیا میرے دماغ میں کوئی ہے؟"

میں نے کہا۔ "میں ہوں۔"

اُس کے ہاتھ میں ریوالور کانپ گیا۔ میں نے کہا۔ "تم خاموش رہو گے لیکن میں تمھاری زبان سے بولتا رہوں گا۔ دیکھو اس طرح۔۔۔"

میں نے اس کی زبان سے اونچی آواز میں غنڈوں سے کہا۔ "میں تمھارا باس حکم دیتا ہوں، واپس چلے جاؤ۔ میری اور سونیا کی دوستی ہو رہی ہے۔"

وہ مسلح غنڈے وہاں سے جانے لگے۔ سونیا نے تعجب سے پوچھا۔ "تم مجھ پر مہربان کیوں ہو گئے ہو؟"

اُس نے کہا۔ "تمھارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر گھس کر مجھے مجبور کر رہا ہے۔ کیا مجھ سے دوستی کرو گی؟"

وہ حیرانی سے اُسے دیکھتی ہوئی بولی۔ "کیا واقعی تمھارے دماغ میں کوئی ہے؟"

میں نے اُس کی زبان سے کہا۔ "ہاں، میں فرہاد بول رہا ہوں سونیا! تم نے تھوڑی دیر پہلے میرے وجود سے انکار کیا تھا، مجھے دشمن سمجھ کر سانس روک لی تھی۔ مجھے دماغ سے نکال دیا تھا۔ دیکھ لو، میں کس طرح تمھاری جان بچا رہا ہوں۔ اس کیکڑے کے دماغ میں رہ کر میں نے تمام مسلح افراد کو یہاں سے بھگا دیا ہے۔ کیا اب بھی تم مجھے فرہاد تسلیم نہیں کرو گی؟"

پہلے وہ حیران حیران سی تھی پھر ہنسنے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کس بات پر ہنسی آرہی ہے؟"

"پلیز، مذاق نہ کرو۔" وہ بولی۔ "میں مانتی ہوں تم نے بُرے وقت پر میری مدد کی ہے۔ تم بھی مان لو کہ میں کسی کی مدد کے بغیر مسلح دشمنوں کی ایسی تیسی کر دیتی ہوں۔ پھر بھی میں تمھاری شکر گزار ہوں، تمھیں دوست سمجھتی ہوں لیکن تم فرہاد بننے کا بچگانہ مذاق نہ کرو۔"

"جب تم اسے مذاق سمجھ رہی ہو تو پھر میں کسی کے سامنے خود کو فرہاد نہیں کہوں گا۔ کیا مجھے دماغ میں آنے دو گی؟"

"مجھے افسوس ہے۔ میں نے تمھیں دوست سمجھا ہے لیکن دوستی کے پہلے دن اتنا اعتماد قائم نہیں ہوتا کہ دوست کو گھر کے اندر بُلا لیا جائے۔ کہا یہ کہ تم دماغ کے اندر آنا چاہتے ہو۔ میں یقین دلاتی ہوں، ہم بہترین دوست ثابت ہوں گے۔ ذرا صبر سے کام لو اور انتظار کرو۔"

"میں اپنی باتوں میں ضروری بات کہنا بھول گیا۔ اس کیکڑے نے یہاں آنے سے پہلے سپر ماسٹر کے ایجنٹ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ ایجنٹ بھی اپنے مسلح آدمیوں کے ساتھ آرہا ہوگا۔ سپر ماسٹر کا حکم ہے کہ تمھیں دیکھتے ہی گولی مار دی جائے ویسے تو میں تمھیں اس کے مسلح آدمیوں سے بچا سکتا ہوں، جیسے کیکڑے کے آدمیوں سے بچایا ہے لیکن کوئی چھپ کر تمھیں نشانہ بنا سکتا ہے۔"

"جو لوگ میری تاک میں رہتے ہیں موت اُن کو تاک کر لے جاتی ہے۔ ویسے تم اچھے دوست ہو۔ دوسری بار دشمنوں کے ارادے سے آگاہ کر رہے ہو۔ کیا تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے؟"

"ہم تو ہمیشہ سے ساتھ رہے ہیں۔ اوہ سوری! میں پھر فرہاد کی حیثیت سے بول رہا ہوں، کیا کروں؟ مجبور ہوں، جو ہوں، وہی بے اختیار کہہ دیتا ہوں۔ بہرحال میں ساری زندگی تمھارے ساتھ رہنے کو تیار ہوں۔ لیکن کس طرح رہوں گا۔ تم سے ہزاروں میل دُور ہوں۔ ابھی کیکڑے کی زبان سے بول رہا ہوں کیا مجھ سے باتیں کرنے کے لیے اسے اپنے ساتھ رکھو گی؟"

"یہ کیکڑا مجھے پسند نہیں ہے۔ جب تک مجھ پر جسمانی طور پر بُرے پاس نہیں آؤ گے، میں کسی معقول شخص کو اپنے ساتھ رکھوں گی۔ تم اُس کے دماغ میں رہا کرو گے۔ یہ بتاؤ کب آرہے ہو؟"

"مجھے نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد تمھارے ساتھ رہنے کی بہت خوشی نصیب ہو رہی ہے۔ میں ابھی یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔ چوبیس گھنٹے کے اندر تم جہاں رہو گی، میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

اسی وقت سپر ماسٹر کے ایجنٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ ہوٹل کی طرف آتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ "سسٹر کیکڑا! تم نے ابھی تک سونیا کو گولی نہیں ماری جبکہ یہ تمھارے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔"

میں نے سونیا سے کہا۔ "فکر نہ کرو، میں ایجنٹ کو کنٹرول کرتا ہوں۔"

میں ایجنٹ کے اندر پہنچ گیا۔ کیکڑا نے مجھ سے نجات پاتے ہی دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ سونیا کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بولا۔ "میری ماں! مجھے معاف کر دو۔ میں تمھارا وفادار بن کر رہوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ ہم سب حیران رہ گئے۔ وہ نوجوان سونیا نظر آئی جسے پنٹو اور ہوٹل والے پہلے دیکھ چکے تھے۔ ہوٹل کا مالک مسلح غنڈوں کو دیکھ کر سہما ہوا ایک طرف بیٹھا تھا۔ نوجوان سونیا اپنے مخصوص انداز میں چلتی ہوئی اُس کے پاس آئی۔ پھر بولی۔ "کیا اتنی بڑی بستی میں یہی ایک ہوٹل ہے؟ مجھے گھوم کر یہیں آنا پڑا۔ ویسے میں سمجھتی ہوں، تم دل والے ہو کہ اس خطرناک علاقے میں ہوٹل کھلا رکھتے ہو۔"

وہاں جتنے لوگ تھے، حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کبھی بوڑھی سونیا کو کبھی جوان سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ بوڑھی سونیا تھوڑی دیر تک سوالیہ نظروں سے آنے والی کو دیکھتی رہی پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولی۔ "اے! تم کون ہو؟"

نوجوان سونیا نے ہوٹل کے مالک کی طرف سے پلٹ کر دیکھا پھر اپنی ہمشکل کو دیکھ کر ذرا حیران ہوئی۔ پھر یکبارگی دونوں باہیں بوڑھی سونیا کی طرف پھیلا کر آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ "ممی! میری پیاری ممی! تم یہاں ہو اور میں تمھیں کہاں کہاں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں۔"

وہ گلے لگنے کے لیے قریب آئی۔ بوڑھی سونیا نے اُس کے ایک ہاتھ کی انگلیوں میں اپنی اُنگلیاں ڈال کر کہا۔ "بڑی تیز طرار ہو لیکن میری صورت بنا لینے سے وہ ذہانت نہیں ملے گی، جو مجھے دشمنوں سے بچائے رکھتی ہے۔ تم نے میری جیسی زندہ دلی دکھانے کے لیے اپنی یہ انگلیاں میرے حوالے کر دی ہیں۔ اب تو یہ ٹوٹ کر ہی مجھ سے الگ ہوں گی۔"

"ممی! میری پیاری ممی! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ اپنی بیٹی سے پنجہ لڑا رہی ہو۔ دینا والے کیا کہیں گے؟"

"اچھا تو تم میری بیٹی ہو۔ پھر تو ایک ماں کو صرف انگلیاں نہیں پورے ہاتھ اور پاؤں توڑنے کا بھی حق ہے لیکن اس سے پہلے میں تمھاری حقیقت معلوم کروں گی۔"

میں سپر ماسٹر کے ایجنٹ کے اندر تھا۔ وہ ایجنٹ کو دیکھ کر بولی۔ "میرے اجنبی دوست! ذرا اس لڑکی کے دماغ میں جاؤ اور مجھے بتاؤ اس کے ارادے کیا ہیں؟"

میرے سامنے دو سونیا تھیں۔ دونوں کی آواز اور لب و لہجہ ایک جیسا تھا۔ یکسانیت کے باوجود سوچ کی لہریں اسی کے دماغ میں جائیں گی جو اصل ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نقل میں کوئی ذرہ برابر ایسی خامی ہوتی ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ سوچ

کی قدرتی پرواز کسی نقال کے دماغ میں ٹھہرتی، سیدھی اصل کے پاس پہنچتی ہے۔ میں نوجوان سونیا کے دماغ میں آیا۔ وہ بولی "کیا تم وہی فریاد بننے والے مسخرے ہو؟"

"میری جان! میری سنجیدگی جتنی خطرناک ہوتی ہے میری زندہ دلی میں اتنا ہی مسخرہ پن ہوتا ہے۔ یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

"ہاں یاد آیا۔ تم تھوڑی دیر پہلے میرے دماغ میں آکر دوستی کا دم بھر رہے تھے۔ چلو دوستی کا ثبوت دو اور اس بنا سپتی دنیا کو چکر دو اور اس کے ارادے معلوم کرو۔"

"یہ تھوڑی دیر پہلے میری نظروں میں آئی ہے، مجھے اپنا اصل لہجہ نہیں سنائے گی۔ اس کے موجودہ لہجے کے ذریعے میں تمہارے ہی دماغ میں آجاؤں گا۔ بہرحال ابھی اسے چکر دیتا ہوں، بعد میں ہم اس کی اصلیت معلوم کریں گے۔"

میں ایجنٹ کے دماغ میں واپس آکر اس کی زبان سے بولا "سونیا! یہ جوان لڑکی ذرا مسرھی ہے۔ تم سے اتنی متاثر ہے کہ اکثر خواب میں تمہیں اپنی ماں کے روپ میں دیکھتی ہے، اس نے پلاسٹک سرجری نہیں کرائی ہے۔ یہ پیدائشی طور پر تمہاری ہمشکل ہے۔ آئینہ دیکھتی ہے تو خود کو جوان سونیا اور تمہیں اماں جان کہتی ہے۔ یہ مینٹل کیس ہے، کسی کی آلۂ کار نہیں ہے۔"

بوڑھی سونیا نے انگلیوں پر اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔ اس کا ہاتھ چھوڑ کر بولی "مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ پیدائشی طور پر میری ہمشکل ہے اور کسی کی آلۂ کار نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ اس کے ماں باپ کون ہیں اور یہ کہاں کی رہنے والی ہے؟"

سونیا نے کہا "خیال خوانی کرنے والے نے میرے متعلق سب کچھ سچ کہا ہے مگر یہ جھوٹ ہے کہ میں سرسپھری ہوں۔ میری پیاری اماں! تم سے محبت کرنا کیا پاگل پن ہے؟ تم اس سے کچھ نہ پوچھو۔ میرے ساتھ تنہائی میں کہیں چلو۔ میں سب کے سامنے اپنی اصلیت نہیں بتاؤں گی۔"

بوڑھی سونیا نے کہا "میری نادان بچی! تم جہاں کہو گی وہاں چلوں گی لیکن یاد رکھو تمہاری کوئی بھی چالاکی ایک حماقت ثابت ہوگی۔"

میں نے کہا "فکر نہ کرو۔ میں اس دوشیزہ کے دماغ میں موجود رہوں گا، اسے چالاکی دکھانے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔"

وہ بولی "میرے اجنبی دوست! اس خوش فہمی میں نہ رہو کہ میں تم پر بھروسا کر رہی ہوں۔ ہو سکتا ہے، تمہارا اس سے پہلے ہی گٹھ جوڑ ہو چکا ہو۔ ہمارا خیال خوانی کرنے والا آرمر، بابا صاحب کے ادارے میں مصروف ہے۔ وہ آئے گا تو تمہارے دماغ میں پہنچ کر اصلیت معلوم کر لے گا۔ فی الحال تم ایجنٹ کو یہاں سے جانے دو۔ میں جا رہی ہوں۔"

وہ سونیا کے ساتھ جانے لگی، کم بخت ایسے باتیں کر رہی تھی جیسے سچ مچ آرمر اور بابا صاحب کے ادارے سے اس کا تعلق ہو۔ میں نے ایجنٹ سے پوچھا "کیا تم جانتے ہو کہ ایک خیال خوانی کرنے والا پوری فوج کو کس طرح آپس میں مار نے مرنے پر مجبور کر دیتا ہے؟"

وہ منہ بگاڑ کر بولا "مجھے معاف کر دو۔ میں تم لوگوں کے سامنے کبھی دشمن بن کر نہیں آؤں گا۔"

"دانش مندی یہی ہے۔ جاؤ، میں تمہیں چھوڑتا ہوں۔ سپرائر سے کہنا سونیا لوہے کا چنا ہے، جب بھی چبائے گا، دانت ٹوٹ جائیں گے۔"

کیکڑا اور ایجنٹ اپنے مسلح آدمیوں کے ساتھ چلے گئے۔ میں سونیا کے پاس چلا آیا۔ اس نے سانس روک لی۔ چند سیکنڈ کے بعد میں نے پھر اس کے پاس پہنچتے ہی کہا "دیکھو، سانس نہ روکنا۔ میں تمہارا فرہاد، نن... نہیں، تم پھر مسخرہ سمجھو گی، میں تمہارا دوست ہوں۔"

"میں دوست نہیں پالتی، چلو چھٹی کرو۔"

اس نے سانس روکی تو میں باہر نکل گیا۔ فوراً ہی پنٹو کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اُدھر دوڑایا، جا کر وہ بوڑھی بنا سپتی سونیا کو لے گئی تھی۔ پتا چلا ان دونوں کے پیچھے کچھ مسلح افراد چھپ چھپ کر جا رہے ہیں۔ پنٹو نے میری مرضی کے مطابق راستہ بدلا۔ پھر ان کے پاس پہنچ گیا۔ دونوں سونیا کا تعاقب کرنے والوں میں سے ایک نے گھور کر اسے دیکھا، پھر کہا "پنٹو! تم جانتے ہو ہم کون ہیں اور کتنے خطرناک ہیں پھر مرنے کیوں آئے ہو؟"

وہ بولا "میں بتانے آیا ہوں کہ اُدھر میدان کی طرف سونیا جا رہی ہے۔"

"ہم جانتے ہیں۔"

"مگر یہ نہیں جانتے کہ وہ دونوں عورتیں سونیا ہیں۔"

دوسرے نے ڈانٹ کر کہا "ہم یہ بھی جانتے ہیں۔ اپنی خوش نصیبی سے فائدہ اٹھا کر بھاگ جاؤ کیونکہ ہم تمہیں گولی مار کر فائرنگ کی آواز اس جوان سونیا کو نہیں سنانا چاہتے۔"

میں نے پنٹو کو وہاں سے بھگا دیا۔ تعاقب کرنے والوں میں سے دو کی آوازیں سن چکا تھا۔ تیسرے جو تھے بھی آہستہ آہستہ کچھ نہ کچھ بولتے جا رہے تھے۔ میدان کے پاس ایک ٹوٹا ہوا لکڑی کا مکان تھا۔ سونیا پتا نہیں کس طرح اس معمر سونیا کو باتوں میں لگا کر وہاں لے گئی تھی۔ تعاقب کرنے والوں نے اس شکستہ مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ایک نے کہا "سونیا! تمہارے محافظ پہنچ گئے ہیں، تم خیریت سے ہو نا؟"

اس مکان کے اندر کیا ہو رہا تھا، یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا، سونیا نے اسے وہاں لے جا کر پوچھا تھا "بوڑھی مینا! اب بولنا فروغ کر دے، تو کس تنظیم کے لیے سونیا بن کر پھر رہی ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "مجھے بوڑھی نہ سمجھنا۔ میں نے بڑھاپے کا خول چڑھایا ہے۔ میرے مقابلے پر آنے والے مرد اپنے بیروں سے واپس نہیں جاتے پھر تو کیا چیز ہے۔ تو نے مجھے تنہائی میں گفتگو کرنے کے لیے کہا تب ہی میں سمجھ گئی تھی کہ تیری شامت آگئی ہے۔"

سونیا نے ایک ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "تو میری انگلیاں توڑنا چاہتی تھی۔"

اس نے مسکراتے ہوئے سونیا کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسائیں پھر اس کے ساتھ مسکراہٹ بھی گئی۔ سونیا نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر ایک جھٹکے سے اس کی انگلیاں موڑ دی تھیں۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے دوسرا ہاتھ استعمال کرنا چاہتی تھی لیکن مڑی ہوئی انگلیوں پر اور دباؤ پڑا تو اس کی چیخیں نکلنے لگیں۔ سونیا نے کہا "میں مانتی ہوں تم نے بڑھاپے کا خول چڑھایا ہے، تم جوان اور شہ زور ہو، لیکن بھری جوانی میں انگلیاں ٹوٹ جائیں گی تو کسی یار کا ہاتھ کیسے پکڑو گی؟ چیخنا بند کرو، میرے سوالوں کا جواب دو۔"

"میں... میں سونیا نہیں ہوں۔"

"سونیا میں ہوں تو تم کیسے ہو سکتی ہو۔ جلدی سے اپنی اصلیت بتاؤ۔"

"مم... مجھے میلوڈی کہتے ہیں۔"

"یہ کوئی نام نہیں ہے۔ تم رُک رُک کر جواب دو گی اور کھو گی کہ تمہارا کوئی داؤ چل جائے گا تو یہ تمہاری بھول ہے۔"

اسی وقت باہر سے گھیرنے والوں نے میلوڈی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "سونیا! تمہارے محافظ پہنچ گئے ہیں، تم خیریت سے ہو نا؟"

وہ خیریت سے نہیں تھی۔ انگلیاں ٹوٹنے والی تھیں، شدید تکلیف کے باعث جواب بھی نہیں دے سکتی تھی۔ سونیا نے کہا "تم اسی لیے رُک رُک کر بول رہی تھیں، تمہیں معلوم تھا کہ مجھے یہاں پہنچنے والے ہیں۔ بہرحال پہلے انھیں جواب دو کہ اگر کوئی آئے گا تو تم اُسے زندہ نہیں ملو گی۔"

وہ جواب دینے کے بجائے چیخنے لگی۔ سونیا اس کی چالاکی سمجھ گئی۔ اس طرح وہ اپنے ساتھیوں کو یہ جتانا چاہتی تھی کہ وہ مصیبت میں ہے۔ سونیا نے فوراً بلند آواز سے کہا "تم یہ چیخیں سن رہے ہو۔ میں نے سونیا بننے والی اس جوان چھوکری کو عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے، ابھی اور دردناک چیخیں سنائی دیں گی۔ تم لوگ باہر رہو، جب تک میں سگنل نہ دوں، کوئی اندر نہ آئے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک جھٹکا دیا۔ ہڈیوں کی ہلکی سی کڑکڑاہٹ سنائی دی۔ میلوڈی کے حلق سے دردناک چیخیں نکلنے لگیں۔ باہر کھڑے ہوئے مسلح افراد خوش ہو رہے تھے۔ میں نے پریشان ہو کر سونیا کے دماغ تک چھلانگ لگائی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں مطمئن ہو کر ایک مسلح شخص کے دماغ میں آیا پھر بولا "سونیا! تم نے سانس روک کر بتا دیا ہے کہ عذاب میں کون مبتلا ہے۔ اب میں تمہیں گھیرنے والوں کو ختم کر رہا ہوں، تمہیں گولیوں کی آوازیں سنائی دیں گی لیکن کوئی گولی تمہاری طرف نہیں آئے گی۔"

میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے فائرنگ شروع کی۔ اُسے دوڑاتا ہوا شکستہ مکان کے چاروں طرف لے گیا۔ فائرنگ کے نتیجے میں دو ہلاک ہوئے۔ باقی دو میں سے ایک چھپ گیا۔ دوسرے نے میرے آلۂ کار کے پاؤں میں گولی مار کر پوچھا "کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ تم نے ہمارے دو آدمی مار دیے ہیں۔"

وہ گولی لگتے ہی لڑکھڑا کر زمین پر گرا اور بولا "اُلو کے پٹھے! جب ایک کو سونیا بنا کر لائے ہو تو اس کے پیچھے خیال خوانی کرنے والے لازماً آئیں گے۔ تم لوگ اتنی سی بات بھول گئے تھے۔ میں یاد دلا رہا ہوں۔ مجھے گولی مارو دو ورنہ میں تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک گولی آکر اُسے لگی۔ وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ میں گولی مارنے والے کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے چھپنے والے ساتھی کو آواز دیتے ہوئے بولا "اے! اب چھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اُسے مار ڈالا ہے، باہر آجاؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے باہر آکر بولا "کم بخت پاگل ہو گیا تھا۔ ہمارے پیچھے پڑ گیا تھا۔"

اس کے ساتھی نے رائفل سے نشانہ لیتے ہوئے کہا "پاگل تو میں بھی ہو گیا ہوں۔ یہ دیکھو اور دیکھتے ہی چل بسو۔"

اس نے باہر نکلنے والے کو بھی گولی مار دی۔ میں نے اس کی زبان سے بلند آواز میں کہا "سونیا! یہ پانچ تھے، چار ختم ہو گئے۔ میں پانچویں کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تم کبھی وقت

ضائع نہیں کرتی ہو۔ منٹوں میں فیصلہ کرتی ہو۔ جس عورت کو تم نے عذاب میں مبتلا کیا ہے اب اس کا دماغ کمزور ہو چکا ہو گا۔ میں اس کے اندر کی تمام باتیں تمہیں فوراً بتا دوں گا۔ مجھے اپنے پاس آ کر اس کی آواز سننے دو۔"

اُس نے مکان کے اندر سے کہا۔ "تم آ سکتے ہو۔"

مَیں نے پانچوں کو خود کشی کرائی پھر سونیا کے پاس پہنچا۔ اُس نے سانس نہیں روکی۔ میلوڈی سے بولی۔ "اب تم نے زبان نہ کھولی، تو دوسرے ہاتھ کی بھی چاروں اُنگلیاں ٹوٹ جائیں گی۔"

اُس نے دوسرے ہاتھ کو پکڑ کر اُس کی انگلیوں میں سے انگلیاں پھنسائیں، میلوڈی تڑپ کر بولی۔ "مَیں بولتی ہوں میرا ہاتھ چھوڑ دو۔ مَیں بول رہی ہوں مم۔۔۔ میرا نام جینیفر جانسن ہے۔ مَیں درد بھری آواز میں گاتی ہوں اس لیے سبھی مجھے میلوڈی کہتے ہیں۔"

مَیں نے اُس کے اندر پہنچ کر کہا۔ "تم یہودی ہو؟"

"ہاں، مَیں یہودی ہوں۔"

پھر وہ چونک کر بولی۔ "نہیں! تم میرے اندر نہیں آ سکتے۔" مَیں پانچ منٹ تک سانس روک لیتی ہوں۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

مَیں نے اُس کی زبان روک دی۔ پھر اُس کی زبان سے کہا۔ "سونیا! باہر اس کے جو مددگار آئے تھے اُن کا تعلق یہودیوں کی تنظیم سے تھا۔ اگر یہ سیدھی طرح سونیا بننے کا مقصد بیان نہ کرے تو دوسرے ہاتھ کی انگلیاں بھی توڑ دو۔ جب تک میں اس کے چور خیالات پڑھتا رہوں گا۔"

وہ بولی۔ "تم سُن رہی ہو میلوڈی! کیا دونوں ہاتھوں سے اپاہج ہونا چاہو گی؟ مَیں صرف تین تک گن رہی ہوں۔ اس کے بعد تم ہو گی اور تمہاری چیخیں۔ ۔ ۔"

وہ تڑپ کر بولی۔ "مَیں بتا رہی ہوں۔ میرا ہاتھ چھوڑ دو۔ اگر نہیں بتاؤں گی تو وہ میرے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔ مَیں کوئی بات چھپا نہیں سکوں گی۔"

پھر وہ بتانے لگی۔ یہودی تنظیم کے سربراہوں نے سیرامٹر سے اپنے چند مطالبات منوانے کے لیے ایک پلان تیار کیا تھا۔ وہ پارس کو ٹریپ کر کے تل ابیب کے ایک قید خانے میں پہنچانا چاہتے تھے۔ اب یہ اندیشہ نہیں تھا کہ فرہاد بیٹے کی رہائی کے لیے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُن کے ملک کو نقصان پہنچائے گا۔ ماسکو میں رہنے والے ایک یہودی جاسوس نے بڑے یقین سے یہ اطلاع اسرائیلی حکام تک پہنچائی تھی کہ تاتیانہ نے سونیا کو ہلاک کر دیا ہے اور ماسک میں سونیا کی ہلاکت کو ابھی دنیا والوں سے چھپا رہا ہے۔

اسرائیلی حکام کے لیے یہ بہت بڑی خوش خبری تھی۔ ایک تو فرہاد مُرجھا چکا تھا، دوسرا یہ کہ جب تک ماسک میں سونیا کی ہلاکت کو کسی حکمتِ عملی کے باعث چھپایا تب تک وہ دشمن سونیا سے بہت بڑا کام لے سکتے تھے۔

سونیا نے میلوڈی سے پوچھا۔ "وہ تم سے کیا کام لے رہے ہیں؟"

وہ بولی۔ "تین دن کے بعد شیبا کی برسی ہے۔ پارس اپنی ماں کی قبر پر پھول چڑھانے آ سکتا ہے بشرطیکہ سونیا بھی اُس کے ساتھ تل ابیب جانے کے لیے راضی ہو جائے۔ وہ سونیا کو اپنی ماں کہتا ہے، اُس کی ہر بات مانتا ہے۔ اس لیے میں اُس کے اندر مرحوم ماں شیبا کے لیے جذبات اُبھار کے جا رہی ہوں۔"

"تم پارس سے ملنے کہاں جا رہی ہو؟"

"مجھے بارہ گھنٹے پہلے بتایا گیا ہے کہ پارس روم میں ہے۔"

"تم اُس سے کیسے ملو گی؟"

"آج رات ایک ہیلی کاپٹر مجھے یہاں سے روم پہنچائے گا۔"

سونیا نے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا۔ "پندرہ منٹ میں میرے لیے ایک ہیلی کاپٹر آنے والا ہے۔ مَیں بھی اپنے بیٹے سے ملنے روم جا رہی ہوں۔ تمہارے پاس ٹرانسمٹر تو ہو گا؟"

اُس نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک ٹرانسمٹر نکالا۔

سونیا نے کہا۔ "اپنے خاص آدمی سے رابطہ قائم کرو۔ اُس سے کہو کہ سونیا بننے والی نوجوان لڑکی اسمگلروں کی ساتھی تھی۔ اس کے لیے ایک ہیلی کاپٹر آیا ہے۔ اس سے پہلے اس لڑکی کے آدمیوں سے سخت مقابلہ ہوا تھا۔ نتیجے میں تمہارے اور اُس کے آدمی مارے گئے ہیں۔ تم اس لڑکی کو زخمی کر کے اُس کے ہیلی کاپٹر میں لے جا رہی ہو۔ راستے میں اسے مار ڈالو گی، پھر روم پہنچ کر اپنے خاص آدمی سے رابطہ قائم کرو گی۔"

وہ ایک ہاتھ سے ٹرانسمٹر آپریٹ نہیں کر سکتی تھی کیونکہ دوسرے ہاتھ کی اُنگلیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا۔ "سونیا! میں کوڈ ورڈز بتا رہا ہوں، تم میلوڈی بن کر ٹرانسمٹر پر گفتگو کرو۔ مَیں تمہاری گفتگو کے دوران اسے بولنے نہیں دوں گا۔"

اُس نے یہی کیا۔ مقدونیہ میں میلوڈی کا جو خاص آدمی تھا، اس سے گفتگو کی۔ اس دوران فرانسیسی حکومت کی طرف سے سونیا کے لیے ہیلی کاپٹر پہنچ گیا تھا۔ سونیا نے ٹرانسمٹر کو بند کیا پھر میلوڈی کی گردن کو گرفت میں لے کر کہا۔ "تیزی سے چلو اور ہیلی کاپٹر میں جا کر بیٹھو۔ اس طرح تم زندہ رہو گی۔"

وہ سہمی ہوئی بولی۔ "تم نے میرے خاص آدمی سے کہا ہے کہ جوان سونیا جو ایک عام سی لڑکی ہے اور اسمگلروں سے تعلق رکھتی ہے اُسے تم راستے میں کہیں مار ڈالو گی۔ اس کا مطلب ہے مجھ سے پیچھا چھڑا لو گی۔"

"کیا تمہیں ڈر لگ رہا ہے؟ کیا تم نے سر پر کفن باندھ کر سونیا کا میک اَپ نہیں کیا تھا؟"

"ہاں، مَیں جانتی تھی، بازی پلٹ جائے گی تو مجھے موت ملے گی لیکن اب موت کو سامنے دیکھ کر زندگی کی اہمیت معلوم ہو رہی ہے۔"

وہ باتوں میں وقت ضائع کر رہی تھی۔ مَیں اُسے جبراً چلاتا ہوا شکستہ مکان کے باہر لایا۔ وہ جانے سے انکار کر رہی تھی۔ مَیں نے اُسے ہیلی کاپٹر میں بٹھایا۔ سونیا نے اندر آ کر لائیٹنگ دروازے کو بند کیا۔ پائلٹ کو پرواز کرنے کے لیے کہا اور تاکید کی کہ وہ مُنہ سے آواز نہ نکالے۔ ایک خیال خوانی کرنے والا اجنبی میلوڈی کے اندر موجود ہے۔

مَیں نے میلوڈی کی زبان سے کہا۔ "سونیا! مَیں دوست ہوں، تمہارے کام آ رہا ہوں اور تم پائلٹ کو مجھ سے محتاط رہنے کے لیے کہہ رہی ہو۔"

"تمہاری دوستی مجھ سے ہے، پائلٹ سے نہیں۔ پھر ایک دل میں دوستی مستحکم نہیں ہوتی۔ اگر تم سمجھ دار ہو تو بحث نہ کرو، دوستی کا ثبوت دیتے رہو۔"

ہیلی کاپٹر پرواز کرنے لگا تھا۔ مَیں نے پوچھا۔ "آخر کب مجھ پر اعتماد کرو گی؟"

"جب تمہارے متعلق معلومات حاصل ہوں گی کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور اچانک ٹیلی پیتھی کے آسمان سے کس طرح ٹپک پڑے ہو؟ فار گاڈ سیک! ابھی اپنے متعلق کچھ نہ بتانا پہلے میلوڈی کے بچپن سے لے کر اب تک کی تمام اہم باتیں معلوم کر دو۔"

"یعنی تم یہودی تنظیم کی میلوڈی بن کر تل ابیب جاؤ گی اور پارس کو شیبا کی قبر پر پھول چڑھانے کے لیے اُس کی برسی پر لے جاؤ گی۔"

"مَیں خطرناک حد تک پلان میکر ہو۔ تمہاری ذات سے میری دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے۔ مَیں تمہارا کچا چٹھا معلوم کر کے رہوں گی فی الحال میلوڈی کی ہسٹری معلوم کرو۔"

مَیں معلوم کرنے لگا۔ ہیلی کاپٹر روم کی سمت پرواز کر رہا تھا۔ یہ گوسلاویہ سے اٹلی قریب ہے پھر بھی چار گھنٹے کا سفر ہے۔ مَیں نے ایک گھنٹے بعد سونیا سے کہا۔ "مَیں اس عورت کے سلسلے میں چھوٹی بڑی تمام اہم باتیں معلوم کر چکا ہوں لیکن دو باتیں معلوم نہیں ہو سکتیں۔ ایک تو یہ کہ میلوڈی کا چہرہ بلاسٹک سرجری سے پہلے کیسا تھا۔ اس کے پاس پرانے چہرے والی تصویر موجود نہیں ہے۔ اس کے دوسرے سامان میں ہے جسے یہ مقدونیہ میں چھوڑ آئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ تل ابیب میں جن اعلیٰ فوجی افسران اور حکومت کے عہدیداران سے ملتی آئی ہے اور جن سماجی شخصیات سے اس کی شناسائی ہے اُن کے چہروں کو تم وہاں حاضر کیسے پہچانو گی؟"

سونیا نے کہا۔ "یہ ایک مسئلہ ہے لیکن بہت بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ مَیں ایسے معاملات سے نمٹ لوں گی۔ تم میلوڈی کی ہسٹری بیان کرو۔"

مَیں اُسے ایک ایک بات تفصیل سے بتانے لگا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آمر اِسی وقت سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔ وہ آمر سے کہہ رہی تھی۔ "ایک خیال خوانی کرنے والا اجنبی بار بار میرے کام آ رہا ہے۔ پہلے وہ خود کو فرہاد کہہ رہا تھا۔ جب مَیں نے اُس کا مذاق اُڑایا تو وہ محض دوستی کا دَم بھرنے لگا اور اس میں شبہ نہیں کہ اس نے مشکل مراحل میں میری بڑی مدد کی ہے۔"

آمر نے تعجب سے پوچھا۔ "آخر یہ بہروپیا کون ہو سکتا ہے؟"

"اسے ہم بے نقاب کریں گے۔ فی الحال ایک کام کرو۔ ابھی مَیں اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے دماغ میں بُلا رہی ہوں، وہ میرے پاس آئے گا تو تم میلوڈی کے دماغ میں چلے جانا۔ اُسے کم از کم آٹھ گھنٹے کے لیے گہری نیند سُلا دینا اور اس کے دماغ میں یہ نقش کر دینا کہ کوئی بھی سوچ کی لہر اُسے بیدار کرنا چاہے تو وہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے بیدار نہ ہو۔"

"تم میلوڈی کے ساتھ کیا سلوک کرو گی؟"

"ہمارا پائلٹ اسے پیرس لے جائے گا۔ اسے وہاں چھپا کر رکھا جائے گا۔ تم وقتاً فوقتاً میری ضرورت کے مطابق اس کے دماغ سے معلومات حاصل کرتے رہو گے اور وہاں کے تمام فوجی افسران وغیرہ کے دماغوں میں جا کر معلوم کرو گے کہ میلوڈی سے کس کی جان پہچان ہے اور کس سے گہری شناسائی ہے۔ میلوڈی کے رشتے داروں کے پاس بھی جاؤ گے۔ کوشش کرو گے کہ میرے تل ابیب پہنچنے سے پہلے ان تمام متعلقہ افراد کی تصویریں کسی کے ذریعے مجھ تک پہنچ جائیں۔ وہاں پہنچنے پر پہلے میں تصاویر کو ذہن نشین کروں گی پھر اُن کا سامنا کروں گی۔"

"میں کوشش کروں گا کہ متعلقہ افراد کی تصاویر پہلے ہی تمہارے پاس پہنچ جائیں۔ اُس اجنبی کو اپنے پاس بُلاؤ۔"

سونیا نے میلوڈی کو دیکھتے ہوئے مجھے مخاطب کیا "اجنبی دوست! تم نے بڑی اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ میلوڈی کو آرام کرنے دو، تم میرے دماغ میں آؤ۔"

میں نے غوطہ لگا کر اس کے دماغ میں پہنچتے ہوئے کہا "میری خوش نصیبی ہے کہ تم نے اپنے پاس بُلایا ہے۔"

"کیوں ناشکری کرتے ہو۔ آج کئی بار آ چکے ہو۔"

"ایسا بھی کیا آنا کہ جب چاہتی ہو، سانس روک کر باہر پھینک دیتی ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "ہمیشہ عزت سے آنا اور عزت سے جانا چاہتے ہو تو اپنی اصلیت نہ چھپاؤ۔"

"یوں کہو کہ میں محبت سے آیا کروں اور محبت سے جایا کروں کیونکہ میری محبت امر ہے۔ انسان دنیا سے چلا جاتا ہے، اُس کی محبت کسی نہ کسی صورت میں رہ جاتی ہے۔ یہ تمہاری میری سچی محبت کا کرشمہ ہے کہ میں موت کے بعد بھی زندہ ہوں، دنیا کہتی ہے فرہاد مر چکا ہے، اب کبھی اس دنیا میں واپس نہیں آئے گا۔ لیکن میں تمہارے پیار کی کشش میں چلا آیا ہوں۔"

"اوہ خدایا! تم پھر بکواس کرنے لگے ہو۔ میں تمہیں کیا سمجھوں؟ تم نے پہلی بار میرے دماغ میں آ کر پرنس ڈیگر کے باتیں سُنی تھیں، اُسے بھی فرہاد بننے کا خبط ہے۔ تم بھی اس مرض میں مبتلا ہو۔"

"تم پہلے بھی کہا کرتی تھیں کہ محبت ایک بیماری ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو، میں آج بھی اس مرض میں مبتلا ہوں۔"

"تم میرے ایک ایک سوال کا جواب دو۔ پہلا سوال ہے، کیا تم کسی مینٹل اسپتال یا پاگل خانے میں رہ چکے ہو؟"

"تم مجھے پاگل کیوں سمجھتی ہو؟"

"صرف میرے سوال کا جواب دو۔"

"میں کسی پاگل خانے یا مینٹل اسپتال میں نہیں تھا۔"

"دوسرا سوال ہے، کیا پاگل کبھی خود کو پاگل کہتا ہے؟"

"دیکھو تم اپنے سوالات سے گھیر کر مجھے پاگل ثابت . . ."

وہ میری بات کاٹ کر بولی "صرف سوال کا جواب دو۔"

"تمہارے سوال کی ایسی کی تیسی۔ میں جواب دوں گا کہ پاگل کبھی خود کو پاگل نہیں کہتا تو اس کا مطلب ہوگا کہ میں پاگل ہوں اور خود کو پاگل نہیں سمجھ رہا ہوں۔"

"اچھا ایک اہم سوال ہے۔ سپر ماسٹر کے پاس کتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں؟"

"جب میں زندہ تھا، ہم . . . میرا مطلب ہے کہ ہارمن موت سے قبل میڈونا نامی ایک عورت سپر ماسٹر کی خیال خوانی کرنے والی تھی اور ایک شخص تھا جو بڑا اسرار بن کر رہتا تھا۔ اس کا نام مجھے معلوم نہیں ہے۔ آج تمہارے پاس آ کر پرنس ڈیگر کا نام معلوم ہوا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "جب تم زندہ تھے اُس وقت بھی خیال خوانی کرنے والے دو ڈیگر تھے۔ وہ ہم پر ظاہر نہیں تھے۔ تمہاری عارضی موت کے بعد، ارے ہاں! یہ عارضی موت کیا ہوتی ہے؟"

میں جواب سوچنے لگا۔ اُسی وقت پرنس ڈیگر کی آواز سنائی دی، وہ کہہ رہا تھا "سونیا! یہ پاگل کون ہے؟"

سونیا نے پوچھا "تم کب آئے؟"

"میں تو آتے ہی تمہیں مخاطب کرتا ہوں لیکن تمہارے دماغ میں دوسری آواز سن کر حیران رہ گیا۔ حیرانی کی بات ہے۔ یہ کہہ رہا تھا کہ پہلے کبھی زندہ تھا۔ پھر عارضی موت مر گیا، آخر یہ مُردہ کون ہے؟ اور مُردہ ہے تو کیسے بول رہا ہے؟"

وہ بولی "یہ عجیب و غریب چیز ہے یا تو بہت معصوم اور مظلوم ہے، کسی نے اس خیال خوانی کرنے والے پر تنویمی عمل کیا ہے۔ اس کے دماغ میں اُلٹی سیدھی باتیں نقش کر دی ہیں یا پھر یہ بہت بڑا مکار ہے۔"

پرنس ڈیگر نے کہا "تمہاری آخری بات درست ہے۔ مجھے کل پتا چلا کہ سپر ماسٹر کے پاس صرف ہم دو ڈیگر نہیں ہیں، کوئی اور بھی خیال خوانی کرنے والا ہے۔ ہو سکتا ہے ایک ہو، دو ہوں یا دس ہوں۔"

سونیا نے کہا "یہ خبر تشویشناک ہے۔ اس کے پاس ٹرانسفارمر مشین تھی، پتا نہیں اُس نے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے ہوں گے۔ ویسے تمہیں کیسے علم ہوا؟"

"دو دن سے میں تمہارے ساتھ مصروف تھا اور دوسرا ڈیگر بیمار پڑا ہوا تھا۔ پھر وہ کون تھا، جو انسان نما روبوٹ کے دماغ میں رہ کر میڈونا کو پیرس سے روم پہنچانا چاہتا تھا۔"

وہ بولی "یہ انسان نما روبوٹ والی بات مجھے معلوم نہیں ہے۔ میں بعد میں معلوم کروں گی۔ اہمیت اس بات کی ہے کہ ایک نیا خیال خوانی کرنے والا بھی ہے جو سپر ماسٹر کے لیے میڈونا کو اغوا کرنا چاہتا تھا۔"

پرنس ڈیگر نے کہا "اور وہ نیا خیال خوانی کرنے والا

ابھی تمہارے دماغ میں موجود ہے؟"

میں نے غصے سے کہا "تم بکواس کر رہے ہو۔ میں سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا نہیں ہوں۔ میں سپر ماسٹر، ماسک مین، یہودیوں کی تنظیم اور دوسری تمام خطرناک تنظیموں کا دشمن تھا، دشمن ہوں اور دشمن رہوں گا۔ سونیا! تم اس کی باتوں میں نہ آؤ۔"

"میں کوئی نادان بچی نہیں ہوں، کسی کی باتوں میں نہیں آؤں گی۔ تم یہ بتاؤ جب ہم نے تمام ٹرانسفارمر مشینوں کو تباہ کیا تو اس سے پہلے سپر ماسٹر کو درجن بھر ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنے کا کتنا موقع ملا ہوگا؟"

میں نے کہا "بے شک، اُسے کافی موقع ملا ہوگا۔"

"اب بتاؤ، کیا اُس نے اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے پر تنویمی عمل نہیں کرایا ہوگا؟ اس عمل کے ذریعے اس کی پچھلی زندگی مٹھلا دی ہوگی جسے برین واشنگ کہتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی برین واشنگ کیوں کرائے گا؟"

"اس لیے کرائے گا کہ اس کے دماغ میں فرہاد کی سرشاری بھر دے گا۔ وہ بے چارہ عمل کے بعد خود کو دوبارہ زندگی حاصل کرنے والا فرہاد سمجھے گا۔"

"دیکھو دیکھو، یہ تم مجھے کہہ رہی ہو۔"

"تو پھر سیدھی طرح بتاؤ تم کون ہو؟ مگر تم کیا بتاؤ گے، میں پہلے ہی جان چکی ہوں کہ تم تنویمی عمل کے پابند ہو یا پھر بہت بڑے مکار ہو۔ دونوں ہی صورتوں میں ہمارے لیے خطرناک ہو۔"

"ابھی چھ گھنٹے میں تمہارے کام آ رہا ہوں، تمہارے دشمنوں کو جہنم میں پہنچا تا رہا ہوں۔ کیا تم میری محبت اور دوستی کو نہیں سمجھو گی؟"

"محبت اور دوستی مکاری سے بھی ہوتی ہے۔ پرنس ڈیگر! میں اس اجنبی کو بھگا رہی ہوں۔ مجھے افسوس ہے سانس روکنے سے تم بھی نکل جاؤ گے۔ ہماری ملاقات پھر کسی وقت ہوگی۔"

"سونیا! ٹھہرو، ابھی سانس نہ . . ."

میرے منع کرنے کے باوجود اُس نے سانس روک لی۔ میں باہر نکلا پھر میلوڈی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے اندر رہ کر سونیا سے کچھ کہہ سکتا تھا لیکن وہ بے ہوشی کی حد تک نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے اُسے آواز دی "میلوڈی! اتنی جلدی کیسے سو گئیں؟ اٹھو میلوڈی اٹھو۔"

پھر میری سمجھ میں آیا، وہ سوئی نہیں سُلائی گئی ہے۔ اس کی چار انگلیوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ وہ تکلیف سے پریشان تھی، بھروسا طلبی امداد ملنے اور انگلیوں پر پلاسٹر چڑھانے کے بعد اُسے نیند کی دوا دے کر سُلایا جا سکتا تھا۔ میڈیکل ایڈ سے پہلے یوں گہری نیند نہیں آ سکتی تھی۔ ہاں مگر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا ممکن تھا اور ایسا ہی ہوا تھا۔

میں سمجھ گیا، یہ سونیا کی چال تھی۔ اُس نے مجھے میلوڈی سے دور کر دیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں خود کو مجھ سے دور لے گئی تھی۔

اب میں اُس کی مصروفیات کو دیکھ سکتا تھا نہ سمجھ سکتا تھا اور نہ کسی ذریعے سے سمجھا سکتا تھا کہ تم مجھے فرہاد تسلیم نہیں کرتیں نہ سہی، کم از کم دوست مان لو۔ میں دشمن نہیں ہوں۔ آہ! مگر پرنس ڈیگر کی باتوں میں وزن تھا۔ پتا نہیں سپر ماسٹر نے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھپا کر رکھا ہوگا۔ اُن میں سے میں ایک ہوں۔

میں اپنوں سے دور، بہت دور گھنے جنگل کے اُس کاٹیج میں تنہا تھا۔ بہت دیر سے اپنے بستر پر بیٹھی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے پیروں کو سمیٹا کیا پھر افسوس کرتے ہوئے سوچنے لگا کہ پچھلی رات سے اب تک اعلیٰ بی بی، رسونتی، علی تیمور اور سونیا کے پاس جاتا رہا۔ ہر ممکن طریقے سے اپنی حیاتِ نو کا یقین دلاتا رہا مگر کسی نے یقین نہیں کیا۔ میں اُن کے بُرے وقتوں میں کام آتا رہا۔ ایک اعلیٰ بی بی کو موت کے پنجے سے نہ بچا سکا ورنہ رسونتی اور علی تیمور کو سرحد پار کرا دیا۔ سونیا کے دشمنوں کو آہنی میں لڑنے پر مجبور کیا۔ لیکن ہر طرح سے دوست بننے کا ثبوت دینے کے باوجود دشمن سمجھا جا رہا ہوں۔

اتنی بار مایوسیوں کے بعد بھی اُمید کی ایک کرن تھی۔ رسونتی اور علی تیمور سمجھ رہے تھے کہ ہر بار کرتے وقت آخر میں نے اُن کی مدد کی ہے اگر میں اُن سے کہتا کہ میں نے آخر میں کر انھیں دشمنوں سے نجات دلائی ہے تو وہ یہ بات آخر میں پوچھتے، وہ جواب دیتا کہ سرحد پار کرتے وقت وہ اُن کے پاس نہیں تھا تب انھیں میرے خلوص اور تعاون کا یقین ہوتا۔ میں پھر ایک بار قسمت آزمانے کے لیے رسونتی کے پاس گیا۔

اب اُسے بخار نہیں تھا، وہ علی کے ساتھ ایک چارٹرڈ طیارے میں پیرس کی طرف جا رہی تھی۔ اگرچہ بخار نہیں تھا تاہم کمزوری تھی۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ اس وقت علی تیمور اُس سے کہہ رہا تھا "ماما! میرے پاس انکل آخر موجود ہیں۔ جب آپ کو پچھلی زندگی یاد آئے گی تو انکل آخر بھی یاد آئیں گے۔ یہ نہایت ہی شریف اور سچے انسان ہیں۔ کسی خاتون کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں جاتے۔

یہ آپ سے ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ انھیں آنے کی اجازت دیں گی؟"

رسونتی نے کہا۔ "ٹھیک ہے انھیں آنے دو۔"

دوسرے ہی لمحے میں آرمر نے آکر سلام کیا پھر کہا۔ "بادام! ایک خیال خوانی کرنے والا کچھ عجیب قسم کا آدمی ہے۔ یہ فیصلہ کرنا ابھی مشکل ہے کہ وہ ہمارا دوست ہے یا دشمن۔ ابھی علی نے بتایا ہے کہ وہ آپ لوگوں کے پاس بھی آچکا ہے۔"

وہ بولی۔ "ہاں، وہ میرے دماغ میں آکر خود کو فرہاد کہہ رہا تھا۔"

آرمر نے کہا۔ "بالکل ٹھیک، وہ تھوڑی دیر پہلے سونیا کے پاس جاکر بھی یہی کہہ رہا تھا۔ طرح طرح سے وہ خود کو فرہاد ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ویسے آپ نے اُسے بالکل قریب سے دیکھا ہے کیا اُس نے آپ سے کوئی زیادتی کی تھی؟"

آرمر کے اس سوال سے رسونتی کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ مجھے شوہر کی حیثیت سے نہیں پہچانتی تھی۔ بیٹے کو اور تمام رشتوں کو بھول گئی تھی لیکن میں نے محبت سے جو زیادتی کی تھی، وہ اُسے یاد آرہی تھی۔ جب بھی میرے پیار کا انداز یاد آتا تھا یوں لگتا تھا جیسے یہ سب کچھ پہلے بھی ہو چکا ہو۔ میں اجنبی ہوں مگر پیار میں بالکل اپنا ہوں۔

وہ ایک گہری سانس لے کر آرمر سے بولی۔ "اُس نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ میرا دل کہتا ہے، وہ دشمن نہیں ہے، اگر ہوتا تو مجھے بڑی آسانی سے اغوا کرکے سپر ماسٹر یا کسی بھی دشمن کے پاس پہنچا دیتا۔ علی نے اُسے وارننگ دی کہ ہمارے پیچھے ہرگز نہ آئے۔ وہ بے چارہ درخت پر بیٹھا رہ گیا۔ میرے دماغ میں بھی نہیں آیا، پتا نہیں وہ کون تھا، فوجیوں سے چھپ رہا تھا۔ یہ سوچ کر ندامت ہوتی ہے کہ ہم اُسے دشمنوں کے درمیان چھوڑ آئے ہیں۔"

"بادام! آپ اُس سے متاثر ہیں؟"

"جو شخص نقصان نہ پہنچائے، تنہا دشمنوں میں گھر جائے، کیا اُس کے لیے ہمدردی سے سوچنا نہیں چاہیے؟ جب ہم پچھلی رات سرحد کے قریب پہنچے تو وہ بہت یاد آیا۔ مجھ میں خیال خوانی کی توانائی نہیں تھی — اگر وہ ہوتا تو اس کی ٹیلی پیتھی کے سہارے ہم سرحدی مورچوں کی پوزیشن سمجھ سکتے تھے۔"

آرمر نے کہا۔ "اس کی غیر موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ آپ ماں بیٹے نے ٹیلی پیتھی کے سہارا لے کر آئے ہیں، تم نے ہماری مدد کی تھی؟"

"میں نے مدد کی تھی؟ نہیں، میں تو پچھلی رات اپنی بہن ہرجوڑ اور سونیا کے معاملات میں پھنسا ہوا تھا۔ میں آپ میں سے کسی کے پاس نہیں آیا تھا۔"

"تم نہیں آئے تھے تو پھر وہ کون تھا؟ وہ خود کو آرمر کہہ رہا تھا۔"

"ٹھہریئے" میں علی سے بات کرکے آتا ہوں۔"

آرمر نے علی تیمور کے پاس آکر پوچھا۔ "کیا سرحد پار کرتے وقت تمھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے مدد مل رہی تھی؟"

وہ بولا۔ "انکل! آپ کیسا سوال کر رہے ہیں؟ کل رات آپ نے سرحدی چوکی میں گولے بارود کے دھماکوں سے تباہی مچا دی۔ میں حیران تھا کہ آپ کبھی ایک چیونٹی کو نہیں مارتے ہیں، پھر بے شمار دشمنوں کو کس دل سے ہلاک کر رہے ہیں۔"

"بائی گاڈ، میں نے کسی کو ہلاک نہیں کیا، کوئی دھماکا نہیں کیا۔ میں پچھلی رات سرحد کے قریب ایک منٹ کے لیے بھی نہیں آیا تھا۔ یہ کوئی چکر ہے۔"

"انکل! آپ ہم سے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ اس کا مطلب ہے کوئی آپ کا نام لے کر ہماری مدد کرتا رہا تھا۔"

آرمر نے کہا۔ "شاید وہی اجنبی ہوگا جو تمھاری ماما کے دماغ میں آکر خود کو فرہاد کہہ رہا تھا؟"

"سمجھ میں نہیں آتا۔ ہمارے درمیان صرف آپ ہی ایک خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ میڈونا قابلِ اعتماد نہیں رہی۔ جوجو کے آپریشن کا زخم ابھی کچا ہے۔ وہ بے چاری بستر سے اٹھ نہیں سکتی، خیال خوانی کی پرواز نہیں کر سکتی۔ ماما بھی پچھلی رات بخار میں مبتلا تھیں۔ باقی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دشمن ہیں، وہ کبھی ہمیں سرحد پار نہ کرنے دیتے جبکہ کسی نے آپ کا نام لے کر ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔"

بیٹے نے یہ باتیں ماں کو بتائیں۔ ماں نے کہا۔ "خود کو فرہاد کہنے والے نے ہماری مدد کی ہے۔ یہ بات اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ تم نے اُسے گولی مارنے کی دھمکی دی تھی اور ہمارے پیچھے آنے سے منع کیا تھا۔ پھر وہ دماغ میں کیسے آتا۔ ہماری مدد کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا۔ اس طریقے پر عمل کرتے ہوئے وہ آرمر بن گیا۔ پھر ہمیں سرحد پار کرانے کے بعد چپ چاپ چلا گیا بیٹے! میرا دل کہتا ہے وہ بہت اچھا ہے۔"

میں رسونتی کی باتیں سن کر خوش ہو رہا تھا۔ وہ میرے لیے سوچتی تھی، میری حمایت میں بولتی تھی۔ یہ ایک قدرتی جذبہ تھا۔ غیر شعوری طور پر وہ میری طرف مائل تھی۔ میں پوری

اور بیٹے کے پاس پھر ایک بار خود کو فرہاد کہنے آیا تھا لیکن اب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی، حالات انھیں میری حمایت میں سوچنے پر مجبور کر رہے تھے۔ جب وہ دل سے میرے حامی ہو جاتے، مجھ پر اعتماد کرنے لگتے تو خود کو فرہاد تسلیم کرانا کچھ دشوار نہ ہوتا۔ اس لیے میں چپ چاپ اُن کی باتیں سنتا رہا۔

علی نے کہا۔ "انکل! یہ بہت بڑی اور بہت اہم بات ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا دشمن بھی ہمیں سرحد پار کرنے نہ دیتا۔ اس کا مطلب ہے وہ اجنبی دشمن نہیں ہے۔"

آرمر نے کہا۔ "دوست بھی نہیں ہے۔ تم سونیا کے تجربات سے انکار نہیں کر سکتے وہ کہتی ہے اس اجنبی پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے اُس کی ہدایت پر میلوڈی نامی ایک عورت کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے گہری نیند سلایا تھا۔ پھر سونیا کو یہ بتانے اُس کے دماغ میں آیا کہ میلوڈی آٹھ گھنٹے سے پہلے بیدار نہیں ہوگی۔ اس وقت سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا پرنس ڈیگر سونیا سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ باتیں سنو گے تو اجنبی پر کبھی بھروسا نہیں کرو گے۔"

"وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

آرمر نے کہا۔ "پچھلے دو دن سے پرنس ڈیگر، سونیا کے ساتھ تھا، دوسرا ڈیگر بیمار پڑا ہے۔ اس دوران سپر ماسٹر پیرس سے میڈونا کو اغوا کرا کے روم پہنچانا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مصروف تھا۔ پرنس ڈیگر نے سپر ماسٹر سے پوچھا تھا کہ یہ نیا خیال خوانی کرنے والا کون ہے؟ لیکن اُسے معقول جواب نہیں دیا گیا، اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ سپر ماسٹر نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے کئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پیدا کیا ہے۔ انھیں احتیاطاً دنیا والوں سے اور خصوصاً ہم سے چھپا کر رکھا ہے۔ یہ خیال خوانی کرنے والا جو خود کو فرہاد کہتا ہے، کبھی تمھاری کبھی سونیا کی مدد کرتا آرہا ہے۔ یہ سپر ماسٹر کے خفیہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہے۔"

مجھے آرمر پر غصہ آرہا تھا۔ وہ میری بنتی ہوئی بات کو بگاڑ رہا تھا لیکن وہ اتنا سچا، شریف اور پیارا انسان تھا کہ میں اُسے دشمن نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ اپنے طور پر میرے وجود کا تجزیہ کر رہا تھا۔ پھر سپر ماسٹر کے نئے خیال خوانی کرنے والے نے مجھے شکوک بنا دیا تھا۔ شیبا کی موت کو بھی ایک عرصہ گزر گیا ہے۔ اگر کوئی ہمارے دماغوں میں آکر یقین دلانا چاہے کہ وہ شیبا ہے اور موت کے بعد پھر زندہ ہو گئی ہے تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔ سب یہی کہیں گے کہ سپر ماسٹر کا نیا خیال خوانی کرنے والا کوئی چال چل رہا ہے۔ یہی بات میرے ساتھ ہو رہی تھی۔

میں نے علی سے کہا۔ "بیٹے! مجھے اپنی صفائی میں کچھ کہنے دو۔ آرمر ایک نیک انسان ہے۔ یہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا لیکن لاعلمی کے باعث کوئی غلط بات کہہ سکتا ہے۔"

آرمر نے کہا۔ "تم میری غلطی درست کرو گے تو مجھے خوشی ہوگی۔"

علی نے کہا۔ "تم نے آرمر بن کر ہمیں دھوکا دیا لیکن ہمیں سرحد پار کرا کے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ہم تمھارا یہ احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔"

"احسان کی بات نہیں ہے بیٹا! میں تو محبت سے کام آیا تھا، آئندہ بھی کام آتا رہوں گا۔ تم میری دوستی کو اس طرح سمجھ سکتے ہو کہ اگر میں سپر ماسٹر کا آدمی ہوتا تو آرمر کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر تمھیں سرحدی چوکی پر گرفتار کرا دیتا۔ رسونتی کو سپر ماسٹر کے پاس پہنچا دیتا۔ مجھے ایسا کرتے سے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔ بتاؤ کوئی روک سکتا تھا؟"

"بے شک، تمھارا یہ عمل ثابت کرتا ہے کہ تم سپر ماسٹر کے آدمی نہیں ہو لیکن ماسک مین یا یہودی تنظیم کے آلۂ کار ہو سکتے ہو۔ یہ سپر طاقت اور خطرناک تنظیم والے میری ماما کو کبھی سپر ماسٹر کے پاس نہیں دیکھ سکتے، اسی لیے انھوں نے تمھارے ذریعے ہمیں سرحد پار کرا دیا۔"

"بیٹے! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا ٹیلی پیتھی بچوں کا کھیل ہے کہ اُس کے جاننے والے تمام خطرناک تنظیموں میں پیدا ہوتے ہیں۔"

علی نے جواب دیا۔ "اب یہ بچوں کا کھیل ہوتا جا رہا ہے۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اسرائیل میں یہودیوں کے گھر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہوگا اور وہاں ہماری شیبا ممی پیدا ہو گئی تھیں۔ ماسک مین کو ہماری توقع کے خلاف باسکل بوبا مل گیا۔ باسکل بوبا نے دراصل سپر ماسٹر کی ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ پھر اپنے ماسٹر کو دھوکا دے کر ماسک مین کے پاس چلا گیا تھا۔ ڈینی دانیال بھی سپر ماسٹر کو چھوڑ کر پہلے ہماری دوستی کا دم بھرتا رہا پھر جہنم میں پہنچ گیا۔ ہو سکتا ہے تم نے بھی سپر ماسٹر کی ٹرانسفارمر مشین سے استفادہ کرنے کے بعد اُسے چھوڑ دیا ہو اور کسی دوسری سپر طاقت کے لیے ہمارے کام آرہے ہو، ہمیں سپر ماسٹر کے جال سے نکالنے کے بعد آئندہ کسی نئے جال میں اُلجھا سکتے ہو۔"

"میرے خلاف تمھارے دلائل ٹھوس ہیں لیکن یہ حقیقت نہیں ہے۔"

"تم معقول ثبوت کے ساتھ اپنی حقیقت پیش کرو ہم سرحد پار کرنے کا بہت بڑا احسان اٹھا کر تمھارے بچھائے ہوئے ان دیکھے جال میں نہیں پھنسیں گے۔"

بیٹا مجھ سے معقول ثبوت مانگ رہا تھا اور میرے پاس خود کو فرہاد ثابت کرنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ صرف جناب شیخ صاحب اپنی ایک ہاں سے میری مشکل آسان کر سکتے تھے لیکن وہ ناراض تھے۔ پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ میری یہ نئی زندگی دین کے لیے زیادہ ہے اور دنیا کے لیے کم ہے۔ اگر میں دنیا کی طرف زیادہ جھکنا چاہوں گا تو اپنی صحیح شناخت پیش نہیں کر سکوں گا اور یہی ہو رہا تھا۔

علی نے کہا۔ "انکل! آپ تھوڑی دیر بعد رابطہ کریں۔ میں سانس روک رہا ہوں تاکہ وہ اجنبی مہربان چلا جائے۔"

سانس روکنے سے پہلے ہی میں اس کے دماغ سے نکل کر رسونتی کے پاس آیا پھر بولا۔ "رسونتی! پلیز، بیٹے سے نہ کہنا، میں تمھارے پاس ہوں۔ میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

اُس نے پوچھا۔ "کیا علی اب بھی تمھیں دشمن سمجھتا ہے؟"

"ہاں یہ میری بدنصیبی ہے۔"

"کیا میں علی سے بات کروں؟"

"کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ مجھ پر اعتماد نہیں کرے گا۔"

"تعجب ہے۔ تم نے بڑی محنت سے ہمیں سرحد پار کرا کے بے لوث دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ اس کے بعد تو تم پر اعتماد کرنا چاہیے۔"

"دراصل سپر ماسٹر کا ایک اور نیا خیال عوانی کرنے والا ظاہر ہوا ہے۔ وہ کون ہے؟ اُس کا کیا نام ہے؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔ علی اور سونیا وغیرہ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں۔ علی کہتا ہے میرا تعلق ماسک مین یا یہودی تنظیم سے ہے۔ میں تم دونوں کو سپر ماسٹر کے جال سے نکال کر دوسری تنظیم کے سربراہ کے پاس پھنسا دوں گا۔ علی سمجھتا ہے، میں آیندہ تم ماں بیٹے کے خلاف کوئی چال چلنے والا ہوں۔"

"اگر تم سچے ہو تو میرے بیٹے کی غلط فہمی دور کرو۔ اُسے بتاؤ تم کون ہو؟ تمھارا نام کیا ہے؟ کس ملک اور کس شہر میں رہتے ہو؟"

"میں بتاتا ہوں مگر کوئی یقین نہیں کرتا میں فرہاد ہوں۔"

"فرہاد کے تمام دوستوں، دشمنوں اور رشتہ داروں نے اس کی میت دیکھی ہے۔ اُسے اپنی آنکھوں کے سامنے دفن کیا ہے۔ پھر وہ تمھیں فرہاد کیسے تسلیم کریں گے؟"

"میرا دل کہتا ہے، تمھاری یادداشت واپس آئے گی تو تم مجھے اپنا جیون ساتھی تسلیم کرو گی۔ بیوی اپنے شوہر کے پیار کی چھوٹی سے چھوٹی بات یاد رکھتی ہے۔ کبھی سکون سے تنہائی میں سوچو، کیا میری آواز اور لہجے سے تمھارا دل دھڑکتا ہے؟ کیا میرے پیار کا کوئی انداز کبھی اچانک تمھارے دل کو چھو جاتا ہے؟"

وہ شرمانے لگی۔ اُسے فرہاد یاد نہیں تھا، فرہاد کی محبت یاد نہیں تھی لیکن گھنے درخت کی شاخ پر بیٹھ کر پیار کے جو مختصر سے لمحات گزرے، وہ یاد آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ بھول گئی کہ میں اُس کے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ کیا پیار ایسا ہی ہوتا ہے، بدن میں انگڑائی بھر دیتا ہے۔ اوہ خدایا! میں نے علی تیمور کی سعادت مندی اور خدمت گزاری دیکھ کر اُسے اپنا بیٹا مان لیا ہے۔ کچھ ایسا ہو کہ اس اجنبی کی محبت کے انداز میں میرا گم شدہ شوہر مل جائے۔ اگر فرہاد ہی میرے جسم و جاں کا مالک تھا تو یہی اجنبی فرہاد ہو۔ اس فرہاد کو موت مٹا ئی ہوئی ہے میری عمر لگ جائے میرے مالک!

میں نے کہا۔ "اور میری دعا ہے کہ میری عمر تمھیں لگ جائے تاکہ میرے دونوں بیٹوں کو ماں کی بھرپور ممتا ملتی رہے۔ میرا جینا کیا اور مرنا کیا۔ میں تو جیتے جی اپنوں کے لیے مر چکا ہوں۔ کوئی میرے وجود پر یقین نہیں کر رہا۔"

"پتا نہیں کیا بات ہے۔ میرا دل کہتا ہے تم فرہاد ہو۔ اگر میں نے کبھی کسی کے ساتھ نیکی کی ہو تو اس کے صلے میں خدا میرے دل کا اعتبار درست رکھے۔"

"تم بہت اچھی ہو۔ اتنی بڑی اجنبی دنیا میں ایک تمھارا اعتماد حاصل کر کے مجھے جو خوشی ہو رہی ہے، اُسے لفظوں میں بیان نہیں کر سکوں گا۔ آج مجھے ساری دنیا کی دولت مل گئی ہے۔"

وہ چونک کر بولی۔ "اوہ میں کتنی خود غرض ہوں۔ تم سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ تنہا جنگل میں کہاں بھٹک رہے ہو؟ کیا کھا پی رہے ہو؟ پچھلی رات سے کہیں سونے کی جگہ ملی ہے یا نہیں؟"

"میں خیریت سے ہوں۔ میری فکر نہ کرو۔"

"یہ سوچ کر دل دکھتا ہے کہ تم اکیلے ہو، بالکل اکیلے۔"

"اب اکیلا کہاں رہا۔ تم جو میرے ساتھ ہو۔ میں جلد ہی پیرس آؤں گا۔"

"میرا بیٹا مجھے بابا صاحب کے ادارے میں لے جا رہا ہے۔ یہ ادارہ پیرس کے قریب ہے نا؟"

"ہاں میرا جی بہت چاہتا ہے تم سے ملاقات کروں لیکن یہ خود غرضی ہوگی۔"

"خود غرضی کیوں ہوگی؟"

"اس لیے کہ وہاں تمھارا علاج ہوگا۔ خدا نے چاہا تو جلد ہی تمھاری یادداشت واپس آ جائے گی۔"

"یادداشت جب واپس آئے گی، تب آئے گی۔ میں پیرس میں تم سے ضرور ملاقات کروں گی۔"

"پھر تو میں پیرس نہیں آؤں گا۔ تم مجھے جان سے زیادہ عزیز ہو۔ میں پہلے تمھاری دماغی صحت مندی چاہتا ہوں۔ اس طرح تم ماضی کی تمام یادوں اور محبتوں کے ساتھ مجھے پہچان سکو گی۔"

وہ ناراض ہو کر بولی۔ "اگر نہ پہچان سکوں تو تم ملنے سے انکار کرتے رہو گے۔ جاؤ میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

"تم میری محبت اور جذبے کو سمجھو۔ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر تمھیں علاج کے دوران ماضی کی بہت سی باتیں یاد آتی رہیں گی۔"

وہ کچھ نہ بولی، روٹھی رہی۔ اُس کے روٹھنے کا انداز اچھا لگتا رہا۔ اور میں اُسے مناتا رہا۔ یہ میری نئی زندگی کا یادگار دن تھا۔ سچ مچ ایسا لگ رہا تھا جیسے جوانی کی ابتداء ہے اور پہلی بار کسی سے محبت کر رہا ہوں۔ وہ بیوی کم اور محبوبہ زیادہ لگ رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ اُس نے اپنے اندر والی فرہاد کی بیوی کو بھلا دیا تھا۔ سر سے پاؤں تک اور دل سے دماغ تک محبوبہ ہی محبوبہ رہ گئی تھی۔

میں نے کہا۔ "میں ہار گیا تم جیت گئیں۔ غصہ تھوک دو۔ بابا صاحب کے ادارے میں علاج بھی کراتی رہو اور کبھی کبھی پیرس آ کر مجھے ملتی بھی رہا کرو۔"

وہ مسکرانے لگی۔ علی کی نظر اُس پر گئی۔ اُس نے کہا۔ "ماما! آپ بہت خوش ہیں۔ کس بات پر مسکرا رہی ہیں؟"

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔" رسونتی کو یوں لگا جیسے محبت کی چوری پکڑی گئی ہے۔ وہ گڑبڑانے والی تھی کہ میں نے سنبھال لیا۔ اُس کی زبان سے کہا۔ "بیٹے! میں سوچ رہی تھی، آج تمھیں زبان سے بیٹا کہہ کر خوش ہو رہی ہوں۔ کل برسوں جب پچھلی زندگی یاد آئے گی اور سچ مچ تم میرے بیٹے ثابت ہو گے تو وہ کتنے مسرت بھرے لمحات ہوں گے۔"

"انشاء اللہ جلد ہی برین واشنگ کا توڑ ہو جائے گا آپ پچھلی تمام باتیں یاد آ جائیں گی پھر آپ مجھے بھی بیٹا کہہ کر گلے لگائیں گی۔"

وہ بڑی حسرت اور محبت سے بولی۔ "بیٹے! کیا میں تمھارے باپ کو بھی پہچان لوں گی؟"

"بے شک! آپ اُن کی تصویریں دیکھیں گی، لیکن بہت روئیں گی۔ پاپا کی یادیں آپ کو بہت تڑپائیں گی۔"

"اگر وہ زندہ ہوں تو؟"

"ماما! پارس، سونیا ممّا، پومی آنٹی، استاد واٹسورو کی اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام معزز اور محترم افراد کے ساتھ میں بھی پاپا کی تجہیز و تکفین کے وقت موجود تھا۔ ہم سب کی آنکھوں کے سامنے انھیں سپرد خاک کیا گیا۔ اب آپ ہی بتائیں، کوئی قبر میں جا کر دوبارہ واپس آتا ہے؟"

رسونتی نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "بیٹے! آنکھیں دھوکا کھا سکتی ہیں۔"

"کیا ہزاروں افراد کی آنکھیں بیک وقت دھوکا کھائیں گی؟"

"جو لوگ شعبدے باز ہوتے ہیں، وہ سیکڑوں ہزاروں تماشائیوں کی آنکھوں کے سامنے خالی ہیٹ میں رومال ڈالتے ہیں پھر رومال کی جگہ زندہ، پھڑپھڑاتا ہوا کبوتر نکالتے ہیں۔ یہ نظروں کو فریب دینے کا کمال ہے۔ ہزاروں تماشائی دھوکا کھا جاتے ہیں۔"

علی نے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے رسونتی کو دیکھا۔ وہ بولی۔ "تم اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟"

اس نے پوچھا۔ "ماما! کیا وہ آپ کے دماغ میں ہے؟"

"اُں ہاں۔ وہ آیا تھا، پھر چلا گیا۔"

"آپ سمجھ رہی ہیں جیلا گیا کیونکہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہیں۔ وہ چھپا ہوا ہے۔ خود کو فرہاد ثابت کرنے کے لیے آپ کی زبان سے شعبدے بازوں کی مثال دے رہا ہے۔"

"تم سمجھتے ہو تمھاری ماں نادان ہے، وہ ایسی معقول دلیل پیش نہیں کر سکتی؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ پہلے سپر ماسٹر نے آپ کے دماغ کو نقصان پہنچایا۔ اب کسی دوسری تنظیم کا وہ آلۂ کار آپ کو گمراہ کر کے مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔ کیا آپ دشمن کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر مجھ سے پھر بچھڑ جانا چاہتی ہیں؟"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ میرا علاج کراؤ۔ میری یادداشت واپس لاؤ، پھر مجھے کوئی بہکا نہیں سکے گا۔ میں تمھیں چھوڑ کر کسی دشمن کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"ماما! آپ بہت اچھی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "رسونتی! تم اپنے ذہن کو دوستوں اور دشمنوں کے معاملے میں نہ اُلجھاؤ، آرام کرو۔ میں پھر آؤں گا۔"

اُس نے بڑے پیار سے پوچھا "جلدی آؤ گے؟"

"میں نے جلدی آنے کا وعدہ کیا پھر وعدہ خلافی طور پر اپنے کاریج میں حاضر ہو گیا۔ پچھلی رات سونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ میں چند گھنٹے کی نیند پوری کرنے کے بعد یہاں سے پیرس جانے کی کوئی تدبیر کرنا چاہتا تھا۔ اُسی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ فوج کا ایک افسر دوڑتا ہوا میرے پاس آیا۔ یہ وہی افسر تھا جس سے میں نے کہا تھا کہ جس کے گلے کے لاکٹ میں سُرخ نگوں والی صلیب ہو گی۔ وہ جنگل میں ہونے والی اندھا دھند فائرنگ میں سلامت رہے گا۔ اُسے گولی نہیں لگے گی۔ وہی افسر میرے سامنے آ کر ہانپتے ہوئے بولا۔ "تم نے درست کہا تھا۔"

وہ اپنی قمیص کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر صلیب نکال کر دکھاتے ہوئے بولا۔ "یہ میرے پاس سُرخ نگوں والی صلیب ہے، کل رات سے اب تک سیکڑوں فوجی جوان اور افسران مارے گئے ہیں مگر میں زندہ سلامت ہوں۔ کتنی ہی گولیاں میرے آس پاس سے گزرتی رہیں۔ ایک گولی تو میرے سینے پر آ کر لگی۔ یہ دیکھو صلیب پر گولی لگنے کا نشان ہے۔ تمھارے بیان کے مطابق مجھے گولی نہیں لگی۔"

میں نے اُس کے دماغ میں پہنچ کر اُس کی سوچ میں کہا۔ "اس راہب نے سچا بیان دیا تھا۔ مجھے اس کے کسی کام آنا چاہیے۔"

اِس خیال کے ساتھ ہی اُس نے مجھ سے کہا۔ "میں بہت خوش ہوں۔ مجھے بتاؤ میں تمھاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں کسی شہر تک جانا چاہتا ہوں اور آج ہی جانا چاہتا ہوں۔"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہمارا ایک ہیلی کاپٹر ضروری سامان لانے جا رہا ہے۔ تم ابھی اس میں جا سکتے ہو۔"

مجھے اس لمحے میں رسوتی پر اور زیادہ پیار آیا۔ خود بہ خود سلامت ہو تو عاشق کتے دھلاگے سے بندھا چلا آتا ہے۔ یہ اُسی کی بھولی ہوئی زندگی کی اور بھولی ہوئی محبت کی صدائیں تھیں جو اتنی جلدی میرے سفر کا سامان کر رہی تھیں۔

*

نیا ماسک میں آیا تھا۔ شطرنج کی نئی بساط بچھا کر نئی چالیں چلنے کے لیے بالکل تیار تھا۔ ایسے وقت اُس کے نائب نے اطلاع دی کہ آرمر آیا ہے۔ ماسک میں کمپیوٹر کے سامنے اکڑ بیٹھ گیا۔ آرمر جو باتیں نائب سے کر رہا تھا، نائب وہ باتیں کمپیوٹر اسکرین تک پہنچا رہا تھا۔ اور ماسک میں اپنا جواب نائب کے سامنے رکھے ہوئے کمپیوٹر اسکرین تک ارسال کر رہا تھا۔

آرمر نے کہا۔ "مسٹر نامعلوم! میں تمھیں ماسک میں کا عہدہ حاصل کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ سابقہ ماسک میں کی طرح تم غلطیاں نہیں کرو گے۔ میں بابا صاحب کے ادارے کی جانب سے محبت اور انسان دوستی کا پیغام لے کر آیا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ ہمارے درمیان جو متنازعہ معاملات ہیں انھیں خوش اسلوبی سے نمٹاؤ گے۔"

ماسک میں نے کہا۔ "مبارکباد کا شکریہ۔ میں تمھاری ہر توقعات پر پورا اُترنا چاہتا ہوں۔ ہمارا جھگڑا چشم زدن میں ختم ہو جائے گا تم ہماری تاتیانہ اور پاسکل بُوبا کو واپس کر دو۔ میں جوجو اور ماریہ کو تمھارے حوالے کر دوں گا۔ یہ بہت ہی آسان شرط ہے۔"

"تاتیانہ زندہ نہیں ہے۔ جب فریقین میں صلح کا دروازہ کھلتا ہے تو جنگی قیدیوں کے تبادلے کی بات ہوتی ہے۔ جنگ میں مرنے والے سپاہیوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ ہمارے پاس پاسکل بُوبا ایک قیدی ہے اِسے ہم نہایت آسان شرط پر تمھارے حوالے کر دیں گے۔"

"میں جانتا ہوں تم پاسکل کے عوض جوجو کا مطالبہ کرو گے۔"

"مسٹر نامعلوم! تم ماسک میں کا عمدہ سیٹھا لتے ہی ذہنی دوالیسا پن کا ثبوت دے رہے ہو۔ پہلے تم نے مُردہ تاتیانہ کی زندہ واپسی چاہی اور اب میری شرط سننے سے پہلے ہی اپنی کھوکھلی عقل سے جوجو کی بات کر رہے ہو۔"

"مجھ پر چوٹ نہ کرو، کیا تم لوگ جوجو کی واپسی نہیں چاہتے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔"

"مجھے حیران اور پریشان کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ کر بولو۔"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جوجو میری بہن ہے جسے میں باپ کا پیار دیتا رہا ہوں۔ آپریشن کے بعد اُس کا بچگانہ پن ختم ہو چکا ہے۔ آیندہ وہ ایک ذہین خیال خوانی کرنے والی کی حیثیت سے منظرِ عام پر آئے گی۔ ٹیلی پیتھی سب سے خطرناک اور نایاب ہتھیار ہے۔ اگر ہم پاسکل کو تمھارے حوالے کر کے جوجو کا مطالبہ نہیں کریں گے تو تمھارے پاس دو خیال خوانی کرنے والے ہو جائیں گے۔ ہمارا نقصان ہے، تمھارا فائدہ ہے اس کے باوجود جوجو کو اپنے پاس رکھو۔"

"تم ایسی بات کہہ رہے ہو جسے ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے ہیں بہرحال پاسکل کو واپس کرنے کی شرط کیا ہے؟"

"ماریہ کو ہمارے حوالے کر دو۔"

"تعجب ہے! ٹیلی پیتھی جاننے والی جوجو کے مقابلے میں ماریہ جیسی زہریلی لڑکی کو اہمیت کیوں دے رہے ہو؟"

"یہ سونیا کی حکمتِ عملی ہے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"وہ جو کہتی ہے تم سوچے سمجھے بغیر اس پر عمل کرتے ہو؟"

"ہاں یہی کرتا آ رہا ہوں۔"

"میں نے سُنا ہے تم نہایت ہی سیدھے اور سچے آدمی ہو۔ لہٰذا سچ بتاؤ، جوجو ہمارے ہی پاس رہے گی؟"

"ہاں تمھارے پاس رہے گی۔"

"تم بھی یہاں آ جاؤ۔ اپنی بہن کے ساتھ رہو۔ اُسے تمھارے جیسے بھائی اور سرپرست کی ضرورت ہے۔"

"میں آ جاؤں گا تو تمھارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے تین ہو جائیں گے۔"

"ہاں یہ سب سے سہانا خواب ہے۔ تم سچی تعبیریں سکتے ہو۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تمھیں دولت، شہرت اور عیش و آرام کی تمنا نہیں ہے تم ایک راہب جیسی زندگی گزار رہے ہو لیکن تمھاری بہن کو سب سے زیادہ عزت، سب سے زیادہ شہرت اور سب سے زیادہ دولت کی ضرورت ہو گی تو وہ ہم اسے دیں گے افسوس کہ بھائی کا پیار نہیں دے سکیں گے، اسی لیے کہتا ہوں آ جاؤ، اپنی بہن کی خاطر آ جاؤ۔"

"تم اتنی محبت سے کہہ رہے ہو تو یقین کر لو، میں آ گیا ہوں تمھارے پاس ہوں، بہن کے پاس بھی جاتا ہوں۔ ایک بھائی کے تمام فرائض ادا کرتا رہتا ہوں۔"

"یہ تو کوئی آنا نہ ہوا۔ خیال خوانی کے ذریعے آؤ گے پھر چلے جایا کرو گے۔ اپنی بہن کے پاس نہیں بیٹھو گے۔ اُس کے سر پر ہاتھ نہیں پھیرو گے تم بھائی بہن خیال خوانی کے ذریعے ملاقات کرتے رہو گے مگر ہمیشہ ایک دوسرے کے لیے بے چین رہو گے؟"

"مسٹر نامعلوم! اتنی دیر سے جوجو کا ذکر ہو رہا ہے اور میں انتظار کر رہا ہوں کہ اُسے میری بہن اور مجھے اس کا بھائی کہتے ہوئے تھیں تھوڑی سی شرم آئے گی۔ یا خدا! یہ کیسی بے حس اور بے شرم دنیا ہے، بہن سے اُس کی یاد داشت چھین لی۔ اسے جوجو سے 'ولینا' آندروف بنا دیا۔ اب کس بہن کی سرپرستی کے لیے مجھے اپنے پاس بُلا رہے ہو؟"

"اُس کا نام اور اُس کا ذہن تبدیل ہوا ہے، وجود تو وہی تمھاری بہن کا ہے۔ وہ تمھیں نہ پہچانے، تم تو اُسے پہچانتے ہو۔ اُس کے قریب رہو گے تو وہ بھی رفتہ رفتہ بہن کا پیار دینے لگے گی۔ اتنی سی صرف یہ ہو گا کہ تم اُسے جوجو نہیں کہہ سکو گے۔"

"میں کہوں گا، ہمیشہ جوجو کہتا رہوں گا، کیونکہ مجھے بہن کے نام سے بھی پیار ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں آ جاؤں تو پہلے اُسے بُری جوجو بنا دو۔"

"تاکہ وہ بابا صاحب کے ادارے کو، فرہاد کی فیملی کو اور پارس کو اپنا سمجھے۔ ہم نے یہ اپنائیت ختم کرنے کے لیے اُسے آندروف فیملی سے منسوب کیا ہے تاکہ اس کی محبت اور جذبات صرف ہمارے ملک اور ہماری قوم کے لیے ہوں۔"

"یعنی پہلے ایک لڑکی کو اغوا کر کیا، اُسے اُس کے شوہر سے چھین لیا۔ مجھے جیسے بھائی کو اس سے محروم کر دیا۔ نیک نیتی سے تمھارا دور کا بھی تعلق نہیں ہے، پھر کیسے توقع کرتے ہو کہ میں جنابِ شیخ الفدارس جیسے نیک اور فرشتہ صفت انسان کو چھوڑ کر تمھارے پاس آ جاؤں گا؟"

ماسک میں نے کہا۔ "میرا خیال ہے، ہم فضول بحث میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

"اتنی دیر بعد عقل آئی ہے۔ اب بتاؤ ماریہ سے پاسکل کا تبادلہ کرو گے یا نہیں؟"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم لوگوں نے پاسکل بُوبا کا برین واش نہیں کیا ہو گا؟"

"ہم پاسکل کو جس حالت میں لے گئے تھے اُسی حالت میں واپس کریں گے۔ جوجو کی طرح اس کا ذہن اور نام تبدیل نہیں کیا ہے۔ میری سچائی پر دوست اور دشمن سب ہی یقین کرتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ وہ چند دنوں میں خیال خوانی کے بھی قابل ہو جائے گا۔ ہم میں تم میں یہی فرق ہے کہ ہم کم ظرف نہیں ہیں۔"

"تم، تو لتے بولتے کچھ زیادہ ہی بول جاتے ہو۔ صرف کام کی بات کرو۔"

"بات تم کرو گے، تبادلہ منظور ہے یا نہیں؟"

"جوجو جیسی اہم لڑکی کو چھوڑ کر ماریہ کا مطالبہ کر رہے ہو، اس میں کوئی راز ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد جواب دوں گا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ آرمر نے ماریہ کے پاس آ کر اُسے مخاطب کیا۔ وہ زہریلی لڑکی ابتدا میں پرائی سوچ کی لہروں کو نہیں سمجھتی تھی لیکن دماغ پر بوجھ محسوس کرتی تھی۔ رفتہ رفتہ اُسے خیال خوانی کے متعلق بہت کچھ سمجھایا گیا۔ جس پر عمل کرتے ہوئے وہ سانس روکنے لگی تھی۔ آرمر کی سوچ مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرتی تھی جس کے بعد وہ باتیں کرتی تھی، ورنہ کوئی بھی آتا تو بار بار سانس روک کر اُسے بھگا دیتی تھی۔

وہ پارس کی دیوانی تھی۔ اُس کی خاطر بچپن سے بچھڑے ہوئے ماں باپ کو چھوڑ دیا تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں ناگن کو صرف اپنے ناگ سے لگاؤ تھا۔ وہ اور کسی رشتے اور دوستی کو نہیں سمجھتی تھی ماسکو میں اُسے بُلانے کے لیے ایک ڈمی پارس کو اُس کے ساتھ رکھا گیا تھا اور اُسے اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ ماریہ سے خوب محبت کرنا مگر ایک بالشت دُور رہنا ورنہ وہ زہریلی حسینہ جنھی

طرف روانہ کردے گی۔

وہ بے چارہ ڈمی اُس سے محبت کرتا تھا، ہنستا مسکراتا رہتا مگر اندر سے سہما رہتا تھا۔ جب وہ گلے میں بانہیں ڈالتی تو ڈمی فوراً الگ ہو کر سمجھاتا تھا۔ "دیکھو تم نے وعدہ کیا تھا جب تک تمھارے اندر سے سارا زہر نہیں نکلے گا اور ہماری باقاعدہ شادی نہیں ہوگی، تب تک ہم اپنے درمیان کم از کم ایک بالشت کا فاصلہ رکھیں گے۔"

وہ جھنجلا کر پوچھتی تھی۔ "ہماری شادی کب ہوگی؟"

"جب زہر نکلے گا۔"

"زہر کب نکلے گا؟"

"اس مقصد کے لیے تمھارا علاج ہو رہا ہے، تمھیں دوائیں کھلائی جا رہی ہیں، انجیکشن لگائے جا رہے ہیں۔ زہر رفتہ رفتہ ختم ہوگا۔"

یہ درست تھا۔ وہاں کا ایک ڈاکٹر جو مختلف زہر اور خطرناک زہریلے سانپوں کے متعلق معلومات رکھتا تھا اور زہر کو مختلف ذرائع سے استعمال کرنے کا بھی تجربہ رکھتا تھا، وہ روزانہ ماریہ کے پاس آتا تھا اور اس کا علاج کرتا تھا۔ ڈمی پارس یہی جانتا تھا کہ علاج ہو رہا ہے لیکن اس کے برعکس کچھ اور ہو رہا تھا۔

ڈاکٹر اُس کے اندر زہر میں اضافہ کر رہا تھا۔ پیرس کے ڈاکٹروں نے مسلسل علاج کے ذریعے زہر کو بڑی حد تک کم کیا تھا۔ اُسے نارمل زندگی گزارنے کے قابل بنا رہے تھے۔ اِدھر ماسک مین کی پلاننگ یہ تھی کہ اس زہریلی کو بے حد خطرناک بنا کر اس سے بڑے بڑے کام لیے جا سکتے ہیں کیونکہ زہر ایسا ہتھیار ہے جو نظر نہیں آتا۔ اسے استعمال کرو تو کوئی دھماکا نہیں ہوتا۔ دشمن بڑی خاموشی سے مر جاتا ہے۔

جب زہریلے سانپ کو بین کے شاروں پر نچایا جا سکتا ہے تو ایک لڑکی کو ٹریننگ دے کر اپنے احکامات کا پابند بنانا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ ماسک مین کی جانب سے مقرر کی ہوئی ایک ٹیم اُسے ایک عجوبہ بنانے میں مصروف تھی اس ٹیم کا ڈاکٹر اُسے مزید زہریلی بنا رہا تھا۔ ایک تنویمی عمل کرنے والا اُسے اپنی معمولہ بنانے میں ناکام رہا تھا کیونکہ ماریہ کی آنکھیں اتنی زہریلی کشش کی حامل تھیں کہ عامل خود اُن سے سہم جاتا تھا۔ لہٰذا اُس کے ذہن کو، مزاج کو اور وفاداری کو تبدیل کرنے کے لیے دوماہر نفسیات اُسے دماغی طور پر پہلے اُلجھاتے تھے پھر محبت سے اپنے مقاصد کے مطابق سُلجھاتے تھے۔ ایک ماہر اُسے میک اپ کرنے اور طرح طرح کے روپ بدلنے کا ہنر سکھاتا تھا۔ ماسکو پہنچنے کے بعد وہ بڑے مصروف دن رات گزار رہی تھی۔ اگر کبھی مصروف رہنے سے انکار کرتی تو اسے دھمکی دی جاتی کہ پارس سے ملنے نہیں دیا جائے گا۔

پارس سے ملنے کی دیوانگی اسے مجبور کرتی تھی پارس کے قریب رہنے کی خاطر اُسے جو کہا جاتا تھا، وہ کرتی تھی۔ انھوں نے سوچا تھا، کہ اگر یہ لڑکی کبھی ان کے قابو سے نکلے گی یا سونیا کی چالاکی سے فرار ہو کر پارس کے پاس پہنچے گی تو وہ پارس کا آخری دن ہوگا۔ کیونکہ وہ پہلے کی طرح زہریلی ہوتی جا رہی تھی اس کے برعکس پارس میں صرف زہریلی کشش رہ گئی تھی۔ اندر کا زہر ختم ہو گیا تھا۔ سانپوں کے ڈسنے کا اس پر اثر نہیں ہوتا تھا لیکن ناگن کا زہر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ایسی حالت میں وہ کسی دن اپنی ہی دیوانی کے پیار سے مرنے والا تھا۔

اب پتا نہیں وہ کس حد تک زہریلی ہو گئی تھی اور باہر سے کیسے کیسے ہنر سیکھ رہی تھی، ویسے ایک بات اُس کے دماغ میں اچھی طرح نقش ہو گئی تھی کہ جب تک ماسک مین کی وفادار رہے گی، پارس اسے ملتا رہے گا۔ اس کی وفاداری کو آزمانے کے لیے اُس سے کہا گیا کہ آرمر دشمن ہے، اُسے دماغ میں نہ آنے دو۔ ماریہ نے کہا "وہ دشمن نہیں ہے، مجھے بیٹی کہتا ہے، بہت اچھا آدمی ہے۔"

"دشمن اچھا دوست بن کر ملتا ہے۔ بیٹی کہہ کر چکنی چپڑی باتیں کرتا ہے پھر اچانک نقصان پہنچاتا ہے۔"

"بھلا وہ مجھے کیا نقصان پہنچائے گا؟"

"وہ کبھی تم سے کہے گا کہ یہ شہر، یہ ملک چھوڑ کر پیرس چلو۔"

"میں پارس کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"اُس نے پیرس میں ایک نوجوان کو نقلی پارس بنا کر رکھا ہے۔ اُس نقلی کی جھلک دکھا کر تم سے کہے گا وہ اصلی ہے اور یہاں جس پارس سے روز ملتی ہو وہ نقلی ہے، تب تم کیا کرو گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "میں روز اُسے آنکھوں سے دیکھتی ہوں، اُس کی باتیں سنتی ہوں، اُسے خوب اچھی طرح پہچانتی ہوں، وہ نقلی نہیں ہو سکتا۔"

"آرمر جس کی بات کرے گا وہ بھی دیکھنے سننے میں اصلی پارس لگے گا پھر تم فیصلہ کیسے کرو گی؟"

اُس نے پھر ہنستے ہوئے کہا۔ "ایک بار پارس نے کہا تھا، محبت کرنے والے اپنی صداؤں سے، اپنی اداؤں سے اور اپنی وفاؤں سے پہچانے جاتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہنستے سنجیدہ ہو گئی۔ چند لمحے سوچتی رہی پھر بولی۔ "میں پارس سے روز ملتی ہوں، اس کی وفاؤں سے اُس کی محبت کا یقین کرتی ہوں لیکن جب وہ مجھے صدا دیتا ہے اور پیار کے

لمات میں دُور ہونے کی جو ادائیں دکھاتا ہے تو مجھے کھٹکنے لگتا ہے۔ اس میں وفائیں ہیں لیکن ادائیں اور صدائیں ویسی نہیں ہیں جیسی پیرس میں ہوا کرتی تھیں۔"

"تمھیں کھٹکنا نہیں چاہیے۔ اکثر حالات کے تحت آدمی کا موڈ بدلتا ہے۔ موڈ بدلنے سے آواز میں سختی پھر نرمی اور کبھی گرمی پیدا ہوتی ہے۔ اس کی حرکتیں بھی ذرا مختلف ہو جاتی ہیں۔ تم اس انداز میں سوچو گی تو آرمر تمھیں بہکانے میں آسانی سے کامیاب ہو جائے گا۔"

"مجھے پارس کے سلسلے میں کوئی بہکا نہیں سکے گا۔ میں ہزاروں پارسوں کی بھیڑ میں اپنے ناگ کو پہچان لوں گی۔"

"بھئی کیسے پہچانو گی؟"

"میں اُسے پیار کروں گی۔ اگر میرا زہر برداشت کرے گا تو وہی میرا پارس ہوگا۔ اُسے آنے دو، آج میں ضرور اُسے پیار کروں گی۔"

اُسے مشورے دینے والا پریشان ہو کر بولا۔ "ایسا غضب نہ کرنا۔ یہ کوئی آزمانے کا طریقہ نہیں ہے۔"

ماریہ نے پوچھا۔ "یہ جو روز ملنے آتا ہے کیا یہ اصلی پارس نہیں ہے؟"

"بھئی اصلی ہے لیکن علاج کے ذریعے اس کا زہر ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ اب تمھارا زہر برداشت نہیں کر سکے گا۔"

"میں ایسی نادان بھی نہیں ہوں، اتنا سمجھتی ہوں جو زہریلا ہو جائے اُس کا زہر کم تو ہو سکتا ہے ختم نہیں ہو سکتا۔ میں نے لندن کے نامور ڈاکٹروں سے یہ بات سُنی ہے۔"

"لندن کے ڈاکٹر بکواس کرتے ہیں۔ تم پارس کو پیار نہیں کرو گی۔"

"میں کروں گی۔ تم مجھے روکنے والے کون ہوتے ہو؟"

وہ خاموشی سے اُٹھ گیا۔ ماریہ کی آنکھیں غصے میں غضب ناک ہو جاتی تھیں، وہ اُس سے دُور دروازے پر آیا پھر بولا۔ "جب تک تم پیار کا ارادہ نہیں بدلو گی، ہم پارس کو تمھارے پاس آنے نہیں دیں گے۔"

وہ اچانک کمزور پڑ گئی، غصہ بھول گئی، عاجزی سے بولی۔ "میں اُس سے دُور رہوں گی، وعدہ کرتی ہوں، روز کی طرح اُس سے ملوں گی۔"

"ہماری دوسری شرط یہ ہے کہ آرمر کو دماغ میں آنے نہیں دو گی۔"

"وہ میرا کون سا سگا ہے، اُسے آنے نہیں دوں گی۔"

"شاباش! تمھارا پارس اپنے وقت پر آ جائے گا۔"

وہ مشورے دینے والا چلا گیا۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد آرمر نے اُسے مخاطب کیا۔ مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ بولی۔ "آرمر بھائی! تم چلے جاؤ۔ اگر نہیں جاؤ گے تو میں اپنی سانس روک لوں گی۔"

آرمر نے پوچھا۔ "بیٹی! مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟"

"کیا تم بیٹی کہہ کر مجھے بہکانا چاہتے ہو، یہ کہنا چاہتے ہو کہ اصلی پارس یہاں نہیں پیرس میں ہے۔"

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا۔ آج تک میں نے تم سے اصلی نقلی کی بات نہیں کی۔ میرا ایمان ہے جھوٹ کی کمزوری جلد ہی ظاہر ہو جاتی ہے اور تم تو دل کی گہرائیوں سے پارس کو چاہتی ہو، جب بھی دماغ پر ذرا سا زور دو گی کسی بھی فریبی کو پہچان لو گی۔"

"یعنی تم یہ نہیں کہو گے کہ مجھے اس پارس کو چھوڑ کر پیرس جانا چاہیے؟"

"بیٹی! تم خود گواہ ہو، میں نے پہلے کبھی پارس کے سلسلے میں تم سے گفتگو نہیں کی پھر آئندہ کیوں کروں گا؟"

"اس کا مطلب ہے یہاں جس سے روز ملتی ہوں یہی میرا پارس ہے؟"

"محبت تم کرتی ہو۔ تم اُسے پہچان سکتی ہو۔ میں دور رہ کر اُسے کیسے پہچان سکتا ہوں۔"

"اُس کے دماغ میں جا کر معلوم کر سکتے ہو؟"

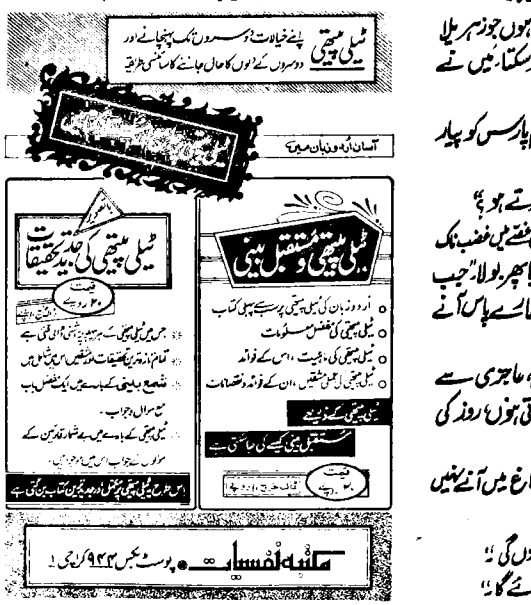

"تم جتنی زہریلی ہو اُتنی ہی معصوم ہو۔ یہ نہیں جانتی ہو کہ تجزیاتی عمل کے ذریعے دماغ کو محدود کر دیا جاتا ہے۔ خیال خوانی کرنے والے ایک حد تک دماغ کو بڑھ سکتے ہیں مگر اس کی گہرائی کو نہیں سمجھ سکتے۔ بیٹی! میرا ایک مشورہ یاد رکھو، کسی کی نہ سنو، اپنی عقل سے اچھے بُرے، جھوٹے اور سچے کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہو، ایسی کوششوں سے ذہانت بڑھتی ہے۔"

"آمر بھائی! تم بہت اچھے ہو۔ میں تمہیں دماغ میں آنے دوں گی اور اُن لوگوں سے کہوں گی کہ سانس روک کر تمہیں بھگا دیتی ہوں۔ ایسا نہیں کہوں گی تو پارس کو مجھ سے ملنے نہیں دیں گے۔"

"تم جیسا بہتر سمجھتی ہو ویسا کرو۔"

"مجھے ایک مشورہ دو، کیا پارس کو آزمانا چاہیے؟"

"محبت آزمائشوں سے گزرتے رہنے کا نام ہے۔ صرف پارس ہی نہیں دوسروں کو بھی کبھی زہر سے کبھی ذہانت سے آزماتی رہا کرو۔"

"ٹھیک ہے، میں ایسا ہی کروں گی۔"

"میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

آمر نے ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ماسک مین سے رابطہ کیا۔ پھر پوچھا۔ "میں ابھی ماریہ کے پاس جانا چاہتا تھا، وہ سانس روک لیتی ہے، تم لوگوں نے اُسے میرے خلاف بھڑکایا ہے۔"

"ہم نے احتیاطاً ایسا کیا ہے تاکہ تم اُسے ہمارے خلاف نہ بہکا سکو، بہرحال ہمیں تمہاری شرط منظور ہے، تم پاسکل کو ہمارے پاس بھیج دو، ہم ماریہ کو یہاں سے روانہ کر دیں گے۔"

"افسوس! وہ شرط ختم ہو چکی ہے۔ ماریہ کو بھی اب اپنے پاس رکھو۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ آدھا گھنٹہ پہلے تم ماریہ کا مطالبہ کر رہے تھے۔"

"اُس وقت معلوم نہیں تھا کہ تم لوگوں نے ماریہ کو ہمارا دشمن بنا دیا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے، ماریہ کے مطالبے سے انکار نہ کرو۔ ہمارا پاسکل بُوبا ہمارے حوالے کرو۔ تم سیدھے سادے آدمی ہو، میرا پھیری اور سیاسی چالوں کو نہیں سمجھتے ہو، بہتر ہے، سونیا کے پاس جاؤ اور اس سے مشورہ کرو۔"

"تمہارا یہ مشورہ معقول ہے، میں سونیا کے پاس جا رہا ہوں، ایک گھنٹے بعد تم سے گفتگو ہو گی، گڈ بائی۔"

آمر نے پہلی بار جناب شیخ صاحب یا سونیا سے مشورہ کیے بغیر ماریہ کے مطالبے سے انحراف کیا تھا۔ اپنی مرضی سے ایک اہم فیصلہ کیا تھا۔ دراصل وہ ماریہ کے چور خیالات کو پڑھ چکا تھا۔

وہ روز ملاقات کرنے والے پارس کو آج آزمانے والی تھی۔ اس آزمائش کے نتیجے میں ماسک مین کی مشکلات بڑھنے والی تھیں۔ اس کے پاس ماریہ کو مطمئن کرنے والی پارس کی دوسری دشمنی نہیں ہو گی، اگر ہو گی تو ماریہ اُسے بھی آزمائے گی۔ ان حالات میں وہ گہرے میں ہتھوڑی کی طرح اٹک جائے گی۔ ماسک مین اسے نگل سکے گا نہ اُگل سکے گا۔ پھر کیا کرے گا؟ وہ یہی دیکھنا چاہتا تھا۔

سونیا نے یہ تمام باتیں سُن کر کہا۔ "شاباش آمر! تم نے ماریہ کے مطالبے سے انکار کر کے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اب تم فوراً ماسک مین کے پاس جا کر اس بات پر زور دو گے کہ ماریہ کو جسمانی یا دماغی نقصان نہ پہنچے اور نہ ہی اُسے حبس بے جا میں رکھا جائے ورنہ ماریہ کا ایک ناخن ٹوٹے گا تو ادھر پاسکل بوبا کا پورا ہاتھ ٹوٹ جائے گا۔ ماریہ کو صدمہ پہنچے گا تو پاسکل کو دماغی مریض بنا دیا جائے گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک سونیا سے داؤ پیچ سیکھتا رہا پھر ماریہ کے پاس آیا۔ ڈمی پارس اُس سے ملنے آیا تھا۔ اس سے پیار بھری باتیں کر رہا تھا۔ ماریہ نے کہا۔ "تم خواہ کتنی ہی محبت جتاؤ، اب وہ پیرس والی بات نہیں رہی ہے۔"

اُس نے پوچھا۔ "پیرس میں کیا بات تھی؟"

"وہاں رکاوٹ نہیں تھی۔ تم مجھ سے ڈرتے نہیں تھے۔ گلے لگتے ہی بھاگتے نہیں تھے۔ اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

وہ بولا۔ "میرے اندر کا زہر نکال کر مجھے نارمل زندگی گزارنے کے قابل بنا دیا گیا ہے۔ ایسی حالت میں تمہارا زہر ناقابلِ برداشت ہو گا۔"

"یہ کیسا علاج ہے کہ تمہارا زہر ختم ہو گیا ہے اور میرا زہر ختم نہیں ہو رہا ہے؟"

"تم بچپن سے زہریلی ہو۔ تمہیں نارمل ہونے میں وقت لگے گا۔"

"میں ایک بات اچھی طرح سمجھتی ہوں، وہ یہ کہ میں ہمیشہ زہریلی رہوں گی اور پہلے کی طرح پھر تمہیں زہریلا بناؤں گی۔ ہماری پہلی ملاقات یاد ہے، میں نے ہلکا سا زہر تمہارے جسم میں پہنچایا تھا اور تم زندگی اور موت کی کش مکش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ میں نے تمہیں مرنے نہیں دیا تھا۔ آج بھی ہلکا سا زہر دوں گی، اتنا ہلکا سا کہ تم برداشت کر لو گے۔"

"نہیں! ایسا نہ کرنا، میں برداشت نہیں کر پاؤں گا۔"

"میں تمہاری برداشت کی حد کو پہلی ملاقات سے سمجھتی آ رہی ہوں، رفتہ رفتہ علاج سے میرا بھلا نہ ہوا۔ میں رفتہ رفتہ تمہیں اپنے برابر زہریلا بنا دوں گی پھر تم میرے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے قابل ہو جاؤ گے۔"

وہ بانہیں پھیلا کر اُس کے قریب آئی، وہ پیچھے ہٹ کر بولا۔ "پلیز! مجھ سے دور رہو۔ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

"میں پوچھتی ہوں، تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ جب میں روز تمہیں پیار کرتی تھی تو میرے دیوانے بن جاتے تھے۔ اسپتال کے ڈاکٹروں نے ہمیں ایک دوسرے سے دور الگ الگ کمروں میں رکھا تھا پھر بھی تم چھُپ کر میرے پیار کا زہر حاصل کرنے پہنچ جاتے تھے آج وہی تم ہو کہ مجھ سے دُور بھاگ رہے ہو۔"

"میں بھاگتا نہیں ہوں۔ اس وقت کا انتظار کرنا چاہتا ہوں جب میری طرح تم بھی زہر سے خالی ہو جاؤ گی۔"

"پارس! میرے صبر کا امتحان نہ لو۔ جب سے میں ماسکو سے آئی ہوں تم مجھ سے بھاگے بھاگے پھرتے ہو۔ دن رات حسرت سے سوچتی ہوں کب مجھے سینے سے لگاؤ گے، آج ایک لمحے کے لیے صرف ایک لمحے کے لیے گلے لگا لو۔"

وہ آگے بڑھی۔ ڈمی سہم کر دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "آج تم خطرناک ہو گئی ہو۔ یہاں آنے سے پہلے ایک افسر نے مجھے بتایا تھا کہ تم اصلی اور نقلی کو پہچاننا چاہتی ہو۔ اس لیے مجھے متاثر رہنا چاہیے، اگر تم فاصلہ نہیں رکھو گی تو میں چلا جاؤں گا پھر بُلاتی رہو گی مگر اب کبھی نہیں آؤں گا۔"

اس کی آنکھیں غضب ناک ہو گئیں۔ آمر نے کہا۔ "وہ تمہاری آنکھوں سے سہم کر بھاگ جائے گا، غصہ کرو گی تو عقل سے کام نہیں لے سکو گی۔ اس سے سچ اگلوانے کی کوشش کرو۔"

ماریہ نے نظریں جُھکا لیں پھر آہستہ سے کہا۔ "ٹھیک ہے، ہمارے درمیان فاصلہ رہے گا۔ میں گلے لگانے کی ضد نہیں کروں گی لیکن ہم ایک دوسرے کا ہاتھ تو تھام سکتے ہیں۔"

وہ ہچکچانے لگا۔ وہ بولی۔ "کیا ہاتھ پکڑنا بھی گناہ ہے؟"

وہ حوصلہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "تمہارے اندر واقعی زہریلی کشش ہے۔ میں تمہاری طرف کھنچا جاتا ہوں۔ تمہاری آنکھیں مجھے لوٹ لیتی ہیں، مگر یاد رکھو، ہاتھ پکڑ کر زبردستی کرو گی تو میں تمہارا ہاتھ توڑ دوں گا۔ تم نازک سی لڑکی ہو، مجھ سے زور آزمائی کی حماقت نہ کرنا۔"

وہ اُس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ "مجھے آج پتا چلا کہ تم میری محبت کے صلے میں ہاتھ بھی توڑ سکتے ہو۔ اتنی زحمت اٹھانے کے بجائے سچ نہیں بول سکتے؟"

"کیا سچ؟"

"یہی کہ پہلے والے پارس کیوں نہیں ہو؟ مجھ سے سہمے ہوئے کیوں رہتے ہو؟"

"ایسی باتیں کرو گی تو ہاتھ چھڑا لوں گا۔"

"بہت دنوں بعد ہاتھ آئے ہو۔ اب تمہاری واپسی ناممکن ہے۔"

اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑایا۔ ماریہ اس حرکت کے لیے پہلے سے تیار تھی۔ اُس نے خود ہی ہاتھ چھوڑتے ہوئے اس کی کلائی میں اپنے ناخنوں سے خراشیں ڈال دیں۔ ڈمی کو ہلکی سی جلن کا احساس ہوا۔ اُس نے کلائی کو دیکھا۔ جلن بڑھتی ہی جا رہی تھی، وہ سرد لہجے میں بولی۔ "میرے پارس ہو تو ان خراشوں کو برداشت کر لو گے کیونکہ یہ بہت ہلکی سی خوراک ہے اور اگر بہروپیے ہو تو تیزی سے بھاگو۔ جتنی جلدی ڈاکٹروں کی امداد حاصل کر سکتے ہو، کرو۔ تمہارا خدا ہی حافظ ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخ مارتے ہوئے بولا۔ "اگر مجھے کچھ ہوا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا، میں تمہیں... تمہیں..."

اُس کی آواز حلق میں اٹکنے لگی۔ زہر کی تاثیر بڑھتی جا رہی تھی، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ تکلیف برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دروازے تک آیا پھر اُسے کھول کر سیکیورٹی گارڈز کو آوازیں دینے لگا۔ الفاظ صاف طور سے نکل

نہیں رہے تھے۔ اُس کی پکار چیخ بن گئی تھی۔ ماریہ کی رہائش گاہ کے اطراف میں سخت پہرا رہتا تھا۔ پہرا دینے والے دوڑتے ہوئے آئے۔ اس وقت تک ڈمی کے مُنہ سے جھاگ نکلنے لگے تھے۔ انھیں سمجھنے میں دیر نہ لگی۔ دو سپاہی اُسے اٹھا کر دوڑتے ہوئے گاڑی کی طرف گئے۔ سیکیورٹی افسر ٹرانسمیٹر کے ذریعے متعلقہ افسر سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔

آرمر نے کہا "بیٹی! یہ تم نے کیا کیا؟ مَیں نے کہا تھا سچ اگلوانے کی کوشش کرو۔"

"آرمر بھائی! مَیں جھوٹ اور فریب برداشت نہیں کر سکتی۔ پھر مَیں نے ناخنوں کی ہلکی سی خراشیں لگائی تھیں۔ اگر میرے دانت لگ جاتے تو یہیں پھڑپھڑا کر مر جاتا۔ یہ سچ ہے کہ جھوٹ کمزور ہوتا ہے، سچ کی ایک چٹکی میں مر جاتا ہے۔"

"میری بچی! اب یہاں کے لوگ تم پر سختیاں کریں گے۔ تم حوصلہ نہ ہارنا، مَیں تمھاری حفاظت کا انتظام کرتے جا رہا ہوں۔"

وہ نائب کے پاس آیا۔ نائب نے ماسک مَین کو اطلاع دی۔ تینوں کے درمیان رابطے سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے ماسک مَین نے کہا "مسٹر آرمر! جب تم سونیا سے مشورہ کرنے گئے تھے تب ہی میرے مشیروں کو خطرے کا احساس ہوا تھا۔ ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ ماریہ نے ڈمی پارس کو ڈس لیا ہے۔ سپاہی اُسے فوری طبی امداد کے لیے اسپتال لے جا رہے تھے۔ اُس نے راستے ہی میں دَم توڑ دیا۔"

آرمر نے پوچھا "وہ تو نارمل تھی، ایمرجنسی کیسے ہو گئی؟"

"معصوم نہ بنو۔ تم نے اُسے بہکایا ہے۔"

"بہت خوب! ایک تو اُسے منع کر دیا کہ مجھے دماغ میں نہ آنے دے، وہ سانس روک لیتی ہے۔ پھر مَیں اُسے کیسے بھجوا سکتا ہوں۔"

"تم لوگ بہت مکار ہو، پتا نہیں کیسے کیسے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہو۔"

"مسٹر نامعلوم! . . ."

"مَیں نامعلوم نہیں، ماسک مَین ہوں۔"

"ایسی ہی غلطیاں کرتے رہے تو آج ہی ماسک مَین کے عہدے سے چھٹی ہو جائے گی۔ ذرا سوچو اور سمجھو۔ وہ روز صبح و شام ڈمی سے ملتی تھی، اُس سے محبت سے پیش آتی تھی۔ آج اُس کے مزاج کے خلاف تم لوگوں نے کیسی باتیں کی ہیں۔ اُسے کس نے غصّہ دلایا ہے۔ یہ ناگن کی فطرت ہے، وہ اپنے راستے جاتی ہے کوئی اُسے چھیڑے تو غصّے میں ڈس لیتی ہے۔"

"ہمیں نہ سمجھاؤ، ہم اُس زہریلی کو روانہ کر رہے ہیں، ہرناؤ کس ملک اور کس شہر میں پاسکل سے اُس کا تبادلہ ہو گا؟"

"تم عجیب احمق ہو۔ مَیں تبادلے سے انکار کر رہا ہوں اور تم اسی بات کو دُہرا رہے ہو۔"

"تم انکار کیوں کر رہے ہو؟"

"سونیا کہتی ہے، پتا نہیں، اس عرصے میں اُسے کس قدر زہریلی بنا دیا گیا ہے۔ وہ ہمارے پاس آ کر ہمارے پارس کو نقصان پہنچائے گی۔"

"ہم بھی اس ناگن کو مہمان نہیں رکھیں گے۔ اُسے گولی مار دیں گے۔"

"ٹھیک ہے یہ بتا دو ہم پاسکل بوبا کی لاش کہاں پہنچائیں گے؟"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ آنکھ کے بدلے آنکھ، جان کے بدلے جان۔ تم ماریہ کو گولی مارو گے ہم پاسکل کو ٹھائیں سے اُڑا دیں گے۔"

"تم بلیک میل کر رہے ہو۔ دھمکی دے رہے ہو۔"

"پہلے تم نے ماریہ کو گولی مارنے کی دھمکی دی ہے۔"

"جب تم اُسے واپس لینا نہیں چاہتے تو ہم اُس کے ساتھ کوئی بھی سلوک کر سکتے ہیں۔"

"سلوک انسانی بھی ہوتا ہے اور غیر انسانی بھی۔ اگر جانور بنو گے تو تمھارے اکلوتے خیال خوانی کرنے والے کو بھی جانور بنا دیا جائے گا۔ یاد رکھو، ماریہ کو سرکاری یا غیر سرکاری طور پر معمولی سی بھی سزا نہ دی جائے۔ اس لڑکی کو حبس بے جا میں نہ رکھا جائے۔ بڑی احتیاط سے اُس کی حفاظت کی جائے۔ اگر اُسے کوئی اتفاقی حادثہ بھی پیش آئے گا تو ناقابلِ تلافی نقصان اٹھاؤ گے۔"

"یہ کیسی زبردستی ہے۔ اُسے واپس کیوں نہیں لے جاتے؟"

"ہم کیوں لے جائیں۔ اغواء تم نے کیا تھا، تمھیں اس کی سزا ملتی رہے گی۔ ہم ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ ذرا دماغ پر زور دو تو ہمارا طریقۂ کار سمجھ میں آ جائے گا۔"

"ذرا ٹھہرو، مَیں ابھی بات کرتا ہوں۔"

ماسک مَین کے پیچھے کئی مشیر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن میں ایک اعلیٰ حاکم، فوج کی تین اعلیٰ افسران اور انٹیلی جنس کے دو بڑے عہدے دار بھی تھے۔ ماسک مین نے اُن سے پوچھا "کیا اُن کا طریقۂ کار سمجھ میں آ رہا ہے؟"

ایک فوجی افسر نے کہا "یہ لوگ اُلجھی ہوئی باتیں بھی کرتے ہیں اور اُلجھی ہوئی چالیں بھی چلتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "یہ لوگ نہ کہو، صرف سونیا کی بات کرو۔ فرہاد کی جگہ وہ مر جاتی تو بہتر ہوتا۔"

تیسرے نے کہا "اُسے کوسنے سے اُس کی چالیں سمجھ میں نہیں

آئیں گی، سمجھنے کے لیے عقل کی ضرورت ہے۔"

"تو تم ہی اپنی عقل کا کرشمہ دکھاؤ۔"

"بے شک، میری عقل کام کر رہی ہے۔ سونیا ابھی ماریہ کے ذریعے ہمیں سبق سکھا رہی ہے کہ آیندہ جو جو کے سلسلے میں بھی یہی کیا جائے گا۔ آرمر نے اسی لیے اپنی چیچی بہن کی واپسی سے انکار کیا ہے۔ جب جو پوری طرح صحت مند . . ."

ایک افسر نے ٹوکتے ہوئے کہا "قطع کلامی کی معافی چاہتا ہوں۔ تم ہمارے منصوبوں کے خلاف اُسے جو جو کہہ رہے ہو جبکہ وہ مولینا آندروف ہے۔"

وہ بولا "سوری! مجھ سے غلطی ہوئی، آیندہ یاد رکھوں گا، ہاں تو مَیں کہہ رہا تھا جب مولینا آندروف پوری طرح صحت یاب ہو کر ہمارے لیے خیال خوانی کرے گی تو وہ بات بات پر اعتراض کریں گے کہ مولینا کی ٹیلی پیتھی فلاں معاملے میں نقصان پہنچا رہی ہے۔ اُسے یوں نہیں کرنا چاہیے، یُوں کرنا چاہیے۔ اگر ہم اُن کی بات نہیں مانیں گے تو وہ پھر پاسکل بوبا کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دیں گے۔"

ایک نے کہا "تمھاری بات درست لگتی ہے، وہ ماریہ کے معاملے میں ایسی دھمکیاں دے رہے ہیں، مولینا کے سلسلے میں اس سے زیادہ شدت اختیار کریں گے۔"

دوسرے نے پوچھا "جب مولینا ہر پہلو سے ہماری وفادار ہو گی، ہر طرح سے ہمارے کام آئے گی تو کیا ہم پاسکل بوبا کا نقصان برداشت نہیں کر سکیں گے؟"

"ہرگز نہیں۔ پاسکل بوبا ہمارا آزمودہ وفادار ہے۔ ہمیں ہر حال میں اُسے واپس حاصل کرنے کی پالیسی اختیار کرنی چاہیے۔ اس طرح ہمارے پاس دو خیال خوانی کرنے والے وفادار ہو جائیں گے۔"

سب نے اس مشورے کی تائید کی۔ یہ متفقہ فیصلہ ہوا کہ پاسکل کو ہر حال میں واپس لانے کی پالیسی پر عمل کیا جائے۔ یہ اندیشہ نہ کیا جائے کہ سونیا اور آرمر، پاسکل کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بنا چکے ہوں گے جس طرح انھوں نے جو جو کا آپریشن کرانے کے بعد بھی اُس کی ٹیلی پیتھی کے علم کو برقرار رکھا ہے اسی طرح پاسکل کا ٹرین واش کر کے اس کے علم کو برقرار رکھا جائے گا۔

ماسک مَین نے کمپیوٹر کے ذریعے آرمر سے کہا "سونیا کی اُلجھی ہوئی چالیں ہماری سمجھ میں نہیں آئیں اور ہم زیادہ پیچیدگیوں میں جانا بھی نہیں چاہتے۔ ہم کسی شرط کے بغیر ماریہ کو جو بیس گھنٹوں کے اندر پیرس پہنچا دیں گے۔ ہمارے لوگ اُسے لاتے تھے لہٰذا اُسے واپس پہنچانے کی ذمّے داری ہماری ہے۔"

آرمر نے کہا "تم اتنی شرافت کا ثبوت دینے جا رہے ہو؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"تمھیں چند گھنٹوں میں یقین آ جائے گا۔ تم پاسکل بوبا کی واپسی کی بات کرو۔"

"مَیں ابھی سونیا سے پوچھ کر جواب دیتا ہوں۔"

اُس نے سونیا سے بات کی۔ وہ بولی "کسی شرط کے بغیر ماریہ کی واپسی کا مطلب ہے، وہ زہریلی مصیبت اپنے سر سے ٹال رہے ہیں اور اُن کی سمجھ میں آ گیا ہے کہ ہم جو جو کے معاملے میں بھی اُنھیں اسی طرح پریشان کریں گے، اسی لیے اب وہ پاسکل کی واپسی پر زور دیتے رہیں گے۔"

"اُنھیں کیا جواب دوں؟"

"اڑتالیس گھنٹے بعد پاسکل اُن کے پاس پہنچ جائے گا۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ توازن بگڑ جائے گا۔ ہم اپنی جو جو کے لیے اُنھیں اپنے دباؤ میں نہیں رکھ سکیں گے۔"

"آرمر! اڑتالیس گھنٹے بعد ماسک مَین کو دن میں تارے نظر آئیں گے جو کہہ رہی ہوں، وہ جا کر کہہ دو۔ اُس کے بعد میرے پاس آؤ۔"

آرمر نے وہی بات ماسک مَین کے پاس جا کر کہہ دی۔ اُس نے پوچھا "اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اڑتالیس گھنٹے بعد پاسکل ہمیں مل جائے گا؟"

"ہم نے ماریہ کے سلسلے میں تم سے ضمانت طلب کی؟ تم کسی شرط کے بغیر اُسے واپس کر رہے ہو۔ ہم بھی کسی شرط کے بغیر پاسکل کو تمھارے حوالے کر رہے ہیں۔ یقین کر سکتے ہو تو کرو۔ یقین نہ کرنے کی صورت میں بھی پاسکل تمھارے پاس پہنچے گا۔ میرا خیال ہے، اس کے بعد کسی بحث کی گنجائش نہیں رہی، خدا حافظ!"

اُس نے ماریہ کے پاس آ کر دیکھا۔ فوجی جوان اُسے اپنی رائفلوں کی زد پر رکھے ہوئے تھے۔ اس کے مُنہ پر ٹیپ چپکا دیا گیا تھا اور دونوں ہاتھ پیچھے باندھ دیے گئے تھے۔ ایک افسر فون پر باتیں کر رہا تھا۔ مَیں نے ماریہ کے ذریعے اس کی آواز اور لہجے کو سنا پھر کہا "بیٹی! صبر کرو۔ مَیں ابھی تمھیں رہائی دلاتا ہوں۔"

وہ افسر کے دماغ میں آ گیا۔ فون پر دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا "ماریہ کو فوراً آزاد کر دو۔ اُسے معمولی سی تکلیف بھی نہیں پہنچنی چاہیے۔ اُسے کسی قسم کی شکایت نہیں ہونی چاہیے۔"

"آل رائٹ سر! ہم حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔"

اُس نے ریسیور رکھ کر سپاہیوں کو حکم دیا "اِسے آزاد کر دو۔ دیکھو مس ماریہ! ہم تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ تمھیں کوئی شکایت ہو گی تو ہم اُسے دُور کریں گے۔ وعدہ کرو تم ہمیں نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔"

اُس کا مُنہ کھل چکا تھا۔ اُس نے کہا: "مجھے دھوکا دینے والوں پر غصہ آتا ہے۔ اُس نے پارس بن کر دھوکا دیا، مَیں نے اُسے ڈس لیا۔ تم مجھے روکا کر رہے ہو۔ مَیں تمھیں نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

آرمر نے کہا: "ماسک مَین تمھیں میرے خلاف بھڑکا رہا تھا۔ ایسے میں اگر مَیں کہتا کہ تمھارا اپنا پارس یہاں نہیں پیرس میں ہے تو تم کبھی یقین نہ کرتیں، اب کرو گی۔"

"ضرور یقین کروں گی۔ کیا وہ پیرس میں ہے؟"

"ابھی تو نہیں ہے جب تم وہاں پہنچو گی تو وہ ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے تمھارے پاس پہنچے گا لیکن ایک بات کہنا چاہتا ہوں، تم یقین کرو گی؟"

"آرمر بھائی! تم بہت اچھے ہو، بہت سچے ہو، ضرور یقین کروں گی۔"

"ماسک مَین کا ڈاکٹر تمھیں نارمل نہیں بنا رہا تھا، تمھیں پہلے کی طرح زہریلا بنا رہا تھا۔ پتا نہیں تم کس حد تک زہریلی بن چکی ہو، پیرس پہنچو گی تو تمھارا معائنہ کیا جائے گا۔ باقاعدہ علاج ہو گا۔ جب تک ڈاکٹری رپورٹ تمھیں نارمل نہ بتائے تم اپنے پارس کو نہیں آزماؤ گی۔"

"مَیں وعدہ کرتی ہوں، پہلے علاج کراؤں گی۔ لیکن مَیں پیرس کیسے جاؤں گی؟"

"ماسک مَین تمھیں چوبیس گھنٹوں کے اندر وہاں پہنچائے گا۔"

"مگر وہ تو دشمن ہے۔"

"تمھاری سونیا تمنا نے اُسے مجبور کیا ہے۔ ماسک مَین کا جو خیال خوانی کرنے والا پاسکل یوبا تمھارے اغوا کا ذمّے دار ہے اُسے سونیا نے اغوا کر کے قیدی بنا لیا ہے۔ ماسک مَین اپنے قیدی کو رہائی دلاتے کے لیے تمھیں ہمارے پاس پہنچانے والا ہے۔ تم آرام سے رہو، مَیں پھر آؤں گا۔"

آرمر نے سونیا کے پاس آ کر تمام باتیں بتائیں پھر پوچھا: "تم نے مجھے ابھی آنے کے لیے کیوں کہا تھا؟"

وہ بولی: "تم نے بتایا ہے کہ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا علی تیمور اور رسونتی کے پاس بھی جاتا ہے۔"

"ہاں، مادام کا دماغ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا۔ اِس لیے اُسے مادام کے پاس ہی جگہ ملتی ہے۔"

"رسونتی سے جا کر کہو، جب بھی وہ آئے تو میرے پاس بھیج دے۔"

"آپ اُس سے کوئی کام لینا چاہتی ہیں؟"

"اُس نے میرا بڑا کام کیا ہے۔ علی اور رسونتی کو بھی سرحد پار کرا رہا ہے۔ ہم سے دوستی کی قسم کھاتا ہے۔ مَیں اس کی دوستی کی حد دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"کیا جو حد کے معاملے میں اس پر کسی طرح کا اعتماد کرو گی؟"

"اُسے آزمانے کی حد تک اعتماد کروں گی۔ تم جانتے ہو، مَیں آخری داؤ سنبھال کر رکھتی ہوں۔"

وہ علی کے پاس آیا۔ ماں بیٹے بابا صاحب کے اڈے پر پہنچ گئے تھے۔ خیال خوانی کی ضرورت نہیں تھی۔ ماں بیٹے چند قدم کے فاصلے پر اپنی رہائش گاہ میں تھے۔ اس نے کہا: "ابھی سونیا سے میری بات ہوئی ہے، اُس نے کہا ہے، وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا تمھارے یا مادام کے پاس آئے تو اُسے سونیا کے پاس بھیج دیں۔"

مَیں رسونتی کے دماغ میں تھا۔ اُس سے پیار کی میٹھی میٹھی باتیں کر رہا تھا۔ اس ادارے میں دو دن سے اس کا علاج ہو رہا تھا جس کے نتیجے میں دماغی توانائی حاصل ہوئی تھی، وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے لگی تھی، ہم نے کوڈ ورڈز مقرر کر لیے تھے۔ مَیں نے آرمر کو دیکھتے ہی کہا: "مَیں تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں ورنہ وہ تمھارے دماغ میں آئے گا تو میری موجودگی کے باعث تم اُسے محسوس نہیں کر سکو گی اور وہ ہماری باتیں سُن لے گا۔"

"وہ بہت نیک آدمی ہے۔ پہلے میرے بیٹے کے ذریعے دماغ میں آنے کی اجازت حاصل کرتا ہے پھر آتا ہے اور اس وقت تو یہ سامنے موجود ہے، دماغ میں نہیں آئے گا۔ تم نہ جاؤ۔"

"اچھا یہ تو کہہ دو کہ تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے لگی ہو۔"

اُس نے آرمر سے کہا: "شاید وہ تھوڑی دیر پہلے آیا تھا۔ مَیں نے محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ اب آئے گا تو تمھارا پیغام سُنا دوں گی۔"

مَیں نے پندرہ بیس منٹ کے بعد علی تیمور کو مخاطب کیا۔ اُس نے پوچھا: "کون ہے؟"

"مَیں ہوں جس کے لیے تم لوگوں کے دلوں میں ذرا سی بھی جگہ نہیں ہے۔ اب تمھاری ماما بھی سانس روکنے لگی ہیں۔"

اُس نے جواب میں کہا: "یہ اندازہ مشکل ہے کہ تم کتنے بے شرم ہو۔ ہم بھگاتے ہیں اور تم بار بار چلے آتے ہو۔"

"نالائق! اپنے باپ کو بے شرم کہتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

وہ ناگواری سے بولا: "ذرا سامنے آ کر خود کو باپ کہو، میں ایک ہی ہاتھ میں تمھارے باپ دادا تک تمھیں پہنچا

دوں گا۔ جب دیکھ رہے ہو کہ ہم تمھارے فرہاد بننے کے فریب میں نہیں آ رہے ہیں تو کوئی دوسری چال چلو یا ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔"

"اچھی بات ہے، مَیں جا رہا ہوں۔ اب کبھی نہیں آؤں گا۔"

وہ جلدی سے بولا: "ارے ٹھہرو، ابھی نہ جانا تم سے ایک کام ہے۔"

"بہت خوب، ذلیل کر کے بھگاتے بھی ہو اور مجھ سے کام بھی لینا چاہتے ہو۔"

"زیادہ اکڑ نہ دکھاؤ۔ کام ہمیں نہیں ہے، سونیا تمنا تم سے بات کرنا چاہتی ہیں۔"

"کیا بات کرنا چاہتی ہیں؟"

"مَیں نہیں جانتا۔ اگر تمنا کے پاس ہوتا تو انھیں مشورہ دیتا کہ تمھارے جیسے پاگل سے کوئی کام نہ لیں۔"

"اچھی بات ہے، مَیں جا کر تمھارا مشورہ سُنا دیتا ہوں۔"

مَیں نے سونیا کے پاس آ کر کہا: "مَیں وہی ہوں جسے تم لوگ ضرورت کے وقت جوتے کی طرح پہنتے ہو۔ پھر اُتار کر کمرے کے باہر چھوڑ دیتے ہو تاکہ قالین گندہ نہ ہو۔"

وہ مُسکرا کر بولی: "اس سے بہتر تمھاری تعریف نہیں ہو سکتی۔"

"اگر تم لوگوں سے دل اور خون کا رشتہ نہ ہوتا تو مَیں تھوک کر چلا جاتا۔"

"ارے تم تو ناراض ہو گئے۔ پہلے تو اپنی سونیا کے مذاق کا جواب مذاق سے دیا کرتے تھے، آج غصہ کیوں آ رہا ہے۔ کیا تم فرہاد نہیں ہو؟"

مَیں نے حیرانی سے پوچھا: "تم مجھے فرہاد سمجھ رہی ہو۔ کیا سچ مچ فرہاد سمجھ رہی ہو یا مذاق اُڑا رہی ہو؟"

"نہیں فرہاد! تمھارے جانے کے بعد مجھے غلطی کا احساس ہوا لیکن غلطی کا دُکھ کم ہوا، خوشی بے حد ہوئی کہ تم میرے لیے زندہ ہو۔ میں دشمنوں کی بھیڑ میں تنہا نہیں ہوں۔ میری خوش نصیبی پھر تمھیں میرے پاس لے آئی ہے۔"

"میرے لیے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہو گی کہ تم نے میرے وجود کو تسلیم کر لیا ہے۔ سب تمھیں مانتے ہیں اس طرح سب مجھے مان لیں گے لیکن تمھیں میری حیات نو کا یقین کیسے آیا؟"

"تم نے مقدونیہ میں یہودی تنظیم کے مسلح افراد کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ مَیں نے سوچا، تم سپر ماسٹر کے آلۂ کار ہو، مجھے متاثر کرنے کے لیے تم نے یہودی کو ہلاک کیا ہے۔ پھر آرمر نے بتایا کہ تم نے سپر ماسٹر کے خلاف علی اور رسونتی کی مدد کی۔ انھیں سرحد پار کرائی۔ یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ تب یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ تم ماسک مَین کے آلۂ کار ہو اور ہمارے دلوں میں جگہ بنانے کے لیے یہودی تنظیم کے افراد کو قتل کر رہے ہو اور سپر ماسٹر کے خلاف ہمارے کام آ رہے ہو لیکن مَیں خود ماسکو سے آئی ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتی ہوں فی الحال ماسک مَین کے پاس ایک بھی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ اس طرح یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے دشمنوں سے تمھارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

مَیں نے خوش ہو کر کہا: "واہ سونیا! تم صحیح معنوں میں ذہین ہو، یہ تو ہو گیا کہ مَیں دشمن نہیں ہوں لیکن تم نے مجھے فرہاد کیسے مان لیا؟"

وہ شرمانے لگی۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی: "جب تم پہلی بار میرے دماغ میں آئے تب سے تمھاری آواز اور لہجہ چپکے چپکے میرے دل میں دھڑکتا آ رہا ہے۔ میرا دل سرگوشی کرتا تھا کہ تم فرہاد ہو، فرہاد ہو اور مَیں خواہ مخواہ جھٹلاتی رہی لیکن دل نے ہار نہیں مانی، مَیں ہی ہار گئی۔"

وہ ایسے رومانی انداز میں کہہ رہی تھی کہ میرا دل لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ مَیں بھول گیا کہ وہ زمانے بھر کی مکار ہے۔ مجھے فرہاد تسلیم نہیں کیا جا رہا تھا، وہ میری اسی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر فرہاد تسلیم کر کے مجھے اُلّو بنا رہی تھی۔ اس وقت خود کو منوانے

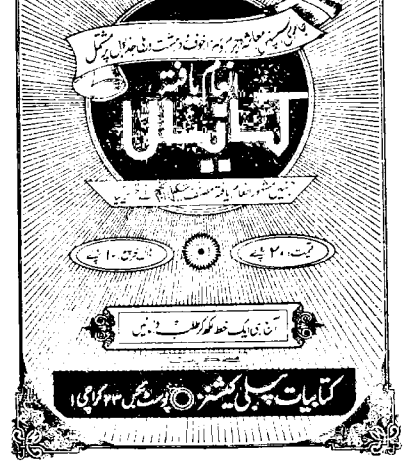

کی خوشی میں بولا۔ "نہیں رہا کہ سونیا سے پالا پڑا ہے۔

"میں نے کہا۔ "سونیا! تم نے مجھے جیت لیا ہے۔ مجھے اپنے پاس بُلا کر تم نے میری حیات نو کو تسلیم کیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم ملی سے بھی کہہ دیتیں کہ میں اُس کا باپ ہوں۔"

وہ بولی۔ "اتنی جلدی کیا ہے۔ ابھی میں نے تسلیم کیا ہے۔ میرے بعد تم پارس کے کام آؤ۔ اپنی بہو جوجو کو ماسک مین کی قید سے نکال لاؤ۔ ہماری فیملی میں ایک پارس رہ گیا ہے جس کے تم ابھی تک کام نہیں آئے ہو۔ جوجو کو یہاں لے آؤ گے تو پورا خاندان تمھیں اپنا ماننے پر مجبور ہو جائے گا۔"

میرے نقطۂ نظر سے وہ معقول بات کہہ رہی تھی اور اپنے نقطۂ نظر سے مجھے قربانی کا بکرا بنا رہی تھی۔ پہلے اُس نے مجھے جوجو اور ماریہ کے حالات بتائے۔ پاسکل بُوبا کے بارے میں تفصیلات بیان کیں۔ پھر کہا۔ "ماسک مین سے وعدہ کیا گیا ہے کہ پاسکل بُوبا کو اڑتالیس گھنٹوں کے اندر ماسکو پہنچا دیا جائے گا۔ تین گھنٹے گزر چکے ہیں، پینتالیس گھنٹے رہ گئے ہیں۔ یہ تمھارے لیے بہت ہیں۔ تم پاسکل کے دماغ میں جا کر اس کی تمام ڈھکی چھپی باتوں کو معلوم کر سکتے ہو۔ اُس کی چال ڈھال اور بولنے کے انداز کی نقل کر سکتے ہو۔"

"سونیا! تم ہمیشہ سے زبردست چالیں چلتی آئی ہو۔ میں پاسکل کا رول ادا کر سکتا ہوں۔ اصل پاسکل کو ہماری قید میں رہنا چاہیے۔ جوجو کی سلامتی کے لیے اُسے یرغمال بنا کر رکھنا چاہیے۔ ویسے ہمیں اس منصوبے پر نظر ثانی کرنا چاہیے۔ اس کے ہر پہلو پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد عمل کرنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے، تم اچھی طرح غور کرو۔ اس سے بہتر تدبیر سوچ سکو تو مجھے خوشی ہوگی۔ بتاؤ پھر کب تک آ رہے ہو؟"

"میں دو گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں پھر آنے کا وعدہ کر کے اس کے دماغ سے نکل گیا۔ مجھے بعد میں پتا چلا کہ آرمر بھی اُس کے دماغ میں تھا۔ میرے جانے کے بعد سونیا نے آواز دی۔ "فرہاد! کیا تم چلے گئے؟"

آرمر اُس کے دماغ سے نکل گیا پھر چند سیکنڈ کے بعد دوبارہ دماغ میں جا کر بولا۔ "میں آرمر ہوں۔ میرا خیال ہے وہ بہروپیا فرہاد جا چکا ہے۔"

"ہاں، وہ چلا گیا ہے۔"

"سونیا! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا تم اُس بہروپیے کو فرہاد تسلیم کر لو گی اور اُسے پاسکل بوبا کا رول ادا کرنے کو کہو گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "کیا میرا دماغ خراب ہے کہ میں فرہاد کو زندہ تسلیم کروں گی۔ اگر وہ نیم پاگل خیال خوانی کرنے والا ہے اور فرہاد بن کر خوش ہوتا ہے تو میں اُسے خوش کر کے اپنے اشاروں پر نچاؤں گی اور اگر وہ چالاک ہے اور ہمارے کسی دشمن کا آلۂ کار ہے تو میں اُسے ماسک مین کے پاس پہنچا کر وہاں سے واپس نہیں آنے دوں گی۔ اُسے پھانسوں گی تو اُس کے پیچھے چھپے ہوئے دشمن ظاہر ہوں گے۔ یہ قربانی کا بکرا ہمارے بہت کام آئے گا۔"

یہی میری حیثیت رہ گئی تھی۔ میرے اپنے مجھے قربان گاہ تک دھوکے سے پہنچا رہے تھے، جبکہ میں محبت سے (یعنی خوشی جائے کو تیار تھا۔ بات ایک ہی تھی۔ مجھے اپنی بہو جوجو کی خاطر وہاں ضرور جانا تھا۔ ہاں افسوس اُس وقت ہوتا جب میں وہاں جا کر خطرات میں گھر جاتا اور سونیا اور علی تیمور وغیرہ کو اپنی مدد نہ کرتا۔ سب یہی سوچتے کہ میں دشمن کا آلۂ کار ہوں، پھنستا ہوں تو پھنس جاؤں، مرتا ہوں تو مر جاؤں۔

دنیا اسی کا نام ہے۔ یہ مرنے کے بعد کبھی اپنی نہیں ہوتی۔

*

پارس نے سوسانہ اور جبریل گرانٹ کو اور جبریل کے دماغ میں آنے والے کو ایسے چکر میں ڈالا تھا کہ اب میڈونا کو اغوا کرنے کا منصوبہ خاک میں ملتا نظر آ رہا تھا۔

میڈونا ایک عام سی عورت ہوتی تو سب ہی اُس پر خاک ڈال دیتے لیکن وہ دورِ حاضر کے سب سے خطرناک ہتھیار کی طرح اہم اور دہشت انگیز تھی۔ وہ جس سپر پاور کی جھولی میں جاتی اُس کی طاقت کو کئی گنا بڑھا دیتی۔ اس لیے سپر ماسٹر اُسے ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا تھا۔ نمبر ون سپر پاور بننے کے لیے وہ طرح طرح کے ہتھکنڈے آزماتا رہتا تھا۔

ایسے ہی ہتھکنڈوں میں سے ایک انسانی روبوٹ تھا جو اچانک پیرس میں ظاہر ہوا تھا۔ اُس کا نام جبریل گرانٹ تھا۔ اس کے چہرے اور جسامت سے ایسی زبردست مردانگی ٹپکتی تھی کہ عورتیں اُسے دیکھتے ہی دیوانہ وار اس کی آرزو کرنے لگتی تھیں۔ اُس نے اپنی مردانگی سے میڈونا کو اپنے پیچھے لگایا تھا۔

لیکن پارس نے اُس خیال خوانی کرنے والی کو اغوا ہونے نہیں دیا تھا۔

یورپ کے تمام اخبارات میں انسانی روبوٹ جبریل گرانٹ کی تصاویر اور اس کے گم شدہ ماضی کی روداد شائع ہو چکی تھی۔ ابھی لوگ اس ایک روبوٹ کے وجود پر حیران تھے کہ روم میں اس کی روبوٹ محبوبہ سوسانہ نمودار ہو گئی۔ وہ بھی اپنے محبوب جبریل کی طرح حیرت انگیز جسمانی قوت رکھتی تھی۔ رائفل وغیرہ کی گولیاں اُن کے لیے کیپسول کی مانند تھیں۔ وہ فولادی گولیاں کو دو انگلیوں کے ذریعے اپنے جسم کے اندر سے نکال لیتے تھے، اُن کے دلوں میں محبت اور دوستی کے جذبات تھے لیکن دشمنی کے وقت درندے بن جاتے تھے۔ جبریل گرانٹ اگر غصّے کی حالت میں کسی طرح پارس کو پکڑ لیتا تو جنگلی درندے کی طرح اُسے چیر پھاڑ کر رکھ دیتا۔

جبریل پہلے پارس کا دوست تھا۔ پھر نامعلوم خیال خوانی کرنے والے نے جبریل کو اُس کا دشمن بنا دیا۔ ایسے وقت پارس کب چُوکنے والا تھا۔ اُس نے بڑی چالاکی سے سوسانہ کو دوست بنا لیا۔ اُسے بتایا کہ جبریل بے وفا ہے میڈونا کے ساتھ ٹرین کے بند کیبن میں سفر کرتا ہوا پیرس سے آیا ہے۔ کسی عورت کو اُس کے شوہر کی گمراہی کی رپورٹ دی جائے تو وہ عورت رپورٹ دینے والے کی احسان مند رہتی ہے۔ سوسانہ بھی پارس کا احسان مانتی تھی۔

پارس نے یہ بھی انکشاف کیا تھا کہ جبریل نے جس خیال خوانی کرنے والے سے دوستی کی ہے، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا سوسانہ کے بھی چور خیالات پڑھتا ہے۔ جبریل نے پہلے ہی سپر ماسٹر سے کہہ دیا تھا کہ اس کی محبوبہ کے دماغ میں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں جانا چاہیے۔ یہ ایک طرح کی وارننگ تھی۔ پارس نے ثابت کر دیا کہ سوسانہ کے ایسے خیالات جنھیں وہ اپنے جبریل کے سوا کسی پر ظاہر نہ کرتی، انھیں وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا پڑھتا ہے۔

اس نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ان حرکتوں نے جبریل کی غیرت کو للکارا تھا۔ اُس نے غصّے میں کہا۔ "اب وہ کسی خیال خوانی کرنے والے کی کسی بات پر عمل نہیں کرے گا۔ میڈونا کو اغوا کرنے والے اُس وقت تک پیرس نہیں جائے گا، جب تک کہ سپر ماسٹر سے براہِ راست گفتگو نہیں ہو گی۔"

لیکن پارس نے اس معاملے کو یہ کہہ کر اور اُلجھا دیا تھا کہ جبریل اپنی دوسری محبوبہ میڈونا کے لیے پیرس جانا چاہتا ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی سوسانہ نے طے کر لیا کہ نہ خود پیرس جائے گی۔ اور نہ جبریل کو جانے دے گی۔ مختصر یہ کہ سپر ماسٹر کا بہت بڑا منصوبہ کھٹائی میں پڑ گیا تھا۔ وہ اپنے نئے خیال خوانی کرنے والے سے تمام رپورٹ سننے کے بعد بولا۔ "وہ نوجوان مارک اسٹون نہیں پارس ہے، بالکل سونیا کے انداز میں چالیں چلتا ہے۔ اس نے سوسانہ اور جبریل جیسے فولادی درندوں کو ٹیلی پیتھی کے بغیر اپنے کنٹرول میں کر رکھا ہے اور تم خیال خوانی جانتے ہوئے بھی اُن کے دماغوں کو اپنے قابو میں نہ رکھ سکے۔"

نئے خیال خوانی کرنے والے نے کہا۔ "جناب! میرا نام مارٹن رسل ہے۔ میں ہاری ہوئی بازی جیت سکتا ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں سوسانہ اور جبریل کے صرف جسم نہیں دماغ بھی فولادی ہیں۔ میں دماغی جھٹکے دوں گا مگر اُن پر ظاہر خواہ اثر نہیں ہو گا۔ اُن کے دماغوں پر پوری طرح قبضہ نہیں جمایا جا سکتا۔ ان سے اپنی مرضی کے مطابق عمل نہیں کرایا جا سکتا۔ زیادہ سے زیادہ اُن کے لہجے اور اُن کی ہی سوچ میں بولتا ہوں تو وہ اسے اپنا ہی خیال سمجھ کر عمل کرتے ہیں۔"

"مارٹن رسل! صرف خیال خوانی سے کچھ نہیں ہوتا۔ فرہاد سونیا اور پارس جیسی چالبازی لازمی ہے۔"

"میں نے کہا نا کہ میں ہاری ہوئی بازی جیت لیتا ہوں آپ مجھ سے تعاون کریں تو بازی پلٹ سکتی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"جناب! پارس کا سارا زور سوسانہ پر ہے، وہ اس کے ذریعے جبریل کو ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ اگر ہم سوسانہ کو غائب کر دیں اور جبریل تنہا رہ جائے تو اُس تنہا روبوٹ سے کام لینے میں آسانی رہے گی۔ سوسانہ کے اغوا کا الزام پارس پر لگا یا جائے گا۔ اس طرح جبریل اس کا جانی دشمن بنا رہے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "سوسانہ بڑی زبردست عورت ہے، اُسے اغوا کرنے میں دشواریاں پیش آئیں گی۔"

"میں دشواریوں سے نمٹ لوں گا۔ دوسری تدبیر یہ ہے کہ جبریل پر پھر تنویمی عمل کیا جائے۔ اُس کے دماغ سے سوسانہ کی محبت کو بھلا دیا جائے۔ محبت کی جگہ نفرت پیدا کی جائے۔ سوسانہ، میڈونا سے حسد اور جلاپے کے باعث رکاوٹ بنے گی تو جبریل اُسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دے گا۔"

"یہ بہت عمدہ تدبیر ہے لیکن وہ فولادی دماغ والا ہے، اُس کی مرضی کے بغیر تنویمی عمل کامیاب نہیں ہوتا۔ شاید وہ ایسے عمل کے لیے راضی نہ ہو پھر بھی میں اُسے منانے کی کوشش کروں گا۔ تم اُس سے کہو سپر ماسٹر ہاٹ لائن پر گفتگو کرنے والا ہے۔"

مارٹن رسل دو گھنٹے پہلے بھی سپر ماسٹر کا پیغام لے کر گیا تھا پھر فوراً واپس آ گیا تھا کیونکہ سوسانہ اور جبریل ساری دنیا سے بے خبر محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ دوسری بار جب وہ پہنچا تو جبریل نے دماغ پر ہلکا سا بوجھ محسوس کیا اور سانس روک لی۔ مارٹن کچھ کہنے سے پہلے ہی دماغ سے باہر ہو گیا پھر سپر ماسٹر کے پاس آ کر بولا۔ "میں نے جبریل پر عمل کیا تھا کہ وہ تمام پرانی سوچ کو محسوس کرے گا اور سانس روک لیا کرے گا۔ صرف مجھے محسوس نہیں کرے گا لیکن ابھی میرے پہنچتے ہی اُس نے سانس روک لی۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے پچھلے تنویمی عمل کا اثر

ختم ہو گیا ہے۔ وہ تمہیں بھی محسوس کرنے لگا ہے۔"

"جی ہاں، اب میں اس کی لاعلمی میں اس کے اندر چھپ کر نہیں رہ سکوں گا۔ اس کی سوچ میں بول کر اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کرا سکوں گا۔"

"کیا مصیبت ہے؟ یہ ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔"

"بہرحال مجھے اس پر تنویمی عمل کرنا ہو گا ورنہ پارس اُسے پھانس کر ہم سے بدظن کر دے گا۔"

"پھر اُس کے پاس جاؤ۔ سانس روکنے سے پہلے ہی کہو کہ اپنے کمرے سے باہر نہ جائے۔ میں ہاٹ لائن پر بات کرنے والا ہوں۔ میں اُسے تنویمی عمل کرانے پر آمادہ کروں گا۔"

مارٹن خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا آیا۔ جبریل سانس روکنا چاہتا تھا، اُس نے کہا۔ "میں سپر ماسٹر کا پیغام لایا ہوں، سانس نہ روکنا۔"

"میں دماغ پر بوجھ محسوس کرتا ہوں، جلدی بولو، کیا بات ہے؟"

"ماسٹر نے کہا ہے، ابھی وہ فون پر بات کرنے والا ہے۔ تم کمرے سے باہر نہ جانا۔"

"نہیں جاؤں گا، تم جاؤ۔"

اُس نے سانس روک لی، مارٹن باہر چلا گیا۔ سوسانہ نے پوچھا۔ "تم مجھ سے باتیں کرتے کرتے رُک گئے تھے، کیا بات ہے؟ کیا وہ دماغ میں آیا تھا؟"

"ہاں، کہہ رہا تھا کہ ابھی سپر ماسٹر فون پر بات کرنے والا ہے۔"

"کیا تم سپر ماسٹر کی غلامی چھوڑ نہیں سکتے؟"

"ایسا نہ کہو۔ اُس نے ہم دونوں کو ناقابلِ شکست بنانے کے لیے کئی ملین ڈالر خرچ کیے ہیں، وہ ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ اگر ہم غداری کریں گے تو وہ ہمیں سکون سے رہنے نہیں دے گا۔"

"تم خواہ مخواہ ڈرتے ہو۔ وہ ہمارا کیا بگاڑ لے گا؟ میری بات مانو! اسٹون مارک (پارس) بہت چالاک ہے، اس سے دوستی کر لو گے تو وہ ہمیں . . . ."

وہ بات کاٹ کر بولا۔ "بکواس مت کرو۔ وہ دشمن ہے، اُس نے ہمارے منصوبے کو خاک میں ملا دیا ہے۔"

"ہمارا کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ اُس نے سپر ماسٹر کی پلاننگ پر عمل نہیں ہونے دیا۔ اگر وہ مجھے مارتھا اسمتھ (میڈونا) کے بارے میں نہ بتاتا تو تم بھی مجھے اندھیرے میں رکھتے۔ میرے ساتھ پیرس جاتے اور وہاں مارتھا کے لیے خطرات سے کھیلتے۔ اپنا مرد دوسری عورت کے لیے خطرات کو دعوت دے تو اسے کوئی عورت برداشت نہیں کرتی۔"

"مارک اسٹون نے تمہیں بہکایا ہے، میڈونا سے میرا کوئی جائز و ناجائز رشتہ نہیں ہے۔"

"تم بہت جھوٹ بولنے لگے ہو۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اُس عورت کی تصویر دیکھی ہے اور تمہاری تصویر پر اُس کی لپ اسٹک کے نشان دیکھے ہیں۔ اوہ گاڈ! ابھی تم نے اُس عورت کا کیا نام لیا تھا؟"

"مارتھا اسمتھ۔"

"نہیں! ابھی کوئی دوسرا نام لیا تھا، سچ سچ بتاؤ۔"

"بھئی، میں نے میڈونا کہا تھا۔ یہ مارتھا اسمتھ کا اصل نام ہے۔"

"پہلے ایک نام تھا اب دو نام ہو گئے۔ میں اتنی احمق نہیں ہوں جتنی تم بنانا چاہتے ہو۔ میں نے تمہاری کار میں جس کی تصویریں دیکھیں اُس کا نام میڈونا ہے اور مارتھا اسمتھ پیرس میں ہے۔"

"کیا مصیبت ہے، تم خواہ مخواہ بات بڑھا رہی ہو۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جبریل نے بستر پر کروٹ بدل کر ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "شاید سپر ماسٹر کا فون ہے، تم بالکل خاموش رہو گی۔"

اُس نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "ہیلو، میں جبریل گراہٹ بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "ہیلو، میں سوسانہ سے بات کروں گی۔"

وہ سوسانہ کو ریسیور دیتے ہوئے بولا۔ "کوئی عورت تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔"

سوسانہ نے ریسیور کان سے لگایا۔ پھر پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

پارس کی آواز آئی۔ "میں مارک اسٹون ہوں، اگر جبریل کو یہ بتاتا تو وہ فون بند پٹخ دیتا۔ اس لیے عورت کی آواز بنائی تھی۔"

"ذرا مجھے بھی وہ آواز سناؤ۔"

پارس نے عورتوں جیسی آواز بنا کر کہا۔ "ہیلو، میں مس سوسانہ سے بات کروں گی۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ جبریل نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "مارک اسٹون نے عورت کی آواز میں تمہیں اُلو بنایا تھا۔"

"اور تم اس بات پر ہنس رہی ہو، ریسیور رکھ دو۔ اُس سے بات نہ کرو۔"

پارس نے کہا۔ "میں تمہارے پیارے کی آواز سن رہا ہوں۔ ریسیور نہ رکھنا۔ تم سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں بولو، جبریل کو تو بات بات پر غصہ آتا ہے، اس کی پروا نہ کرو۔"

پارس نے پوچھا۔ "تم تین گھنٹوں سے اپنے محبوب کے ساتھ تنہا ہو۔ کیا اس دوران تم نے اپنے دماغ پر بوجھ محسوس کیا ہے؟ جیسا کہ پرانی سوچ کی لہروں کے باعث ہوتا ہے۔"

وہ بولی۔ "میں نے آج تک ایسا بوجھ محسوس نہیں کیا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مخصوص خیال خوانی کرنے والے نے تمہارے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے تسخیر کر رکھا ہے۔"

"نہیں اسٹون مارک! میرا دماغ بالکل آزاد ہے۔"

"ذرا عقل سے سوچو۔ سپر ماسٹر نے تم پر اور جبریل پر کئی ملین ڈالر خرچ کیے ہیں۔ وہ جبریل سے بڑے بڑے کام لیتا ہے اور لیتا رہے گا۔ سوال یہ ہے کہ اُس نے تمہیں بھی جبریل کی طرح ناقابلِ شکست روبوٹ کیوں بنایا ہے؟ کیوں تم پر بھی کئی ملین ڈالر خرچ کیے ہیں؟"

"اس لیے کہ جبریل میرا دیوانہ ہے۔ اس نے سپر ماسٹر سے کہا کہ میری سوسانہ کو بھی روبوٹ بنایا جائے تاکہ ہم خوش گوار ازدواجی زندگی گزار سکیں۔"

"وہ کسی کی ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنانے کے لیے اتنی کثیر رقم خرچ نہیں کرے گا۔ جتنی رقم سے ایک ایٹم بم تیار ہو جاتا ہے۔ میری بات کو سمجھو، اُس نے تمہیں بھی اپنا آلۂ کار اس طرح بنا کر رکھا ہے کہ تمہیں بھی اس کی خبر نہیں ہوتی۔"

"مجھے کیسے خبر نہ ہو گی؟"

"جب تم روبوٹ بننے کے دشوار مراحل سے گزر رہی تھیں، اُس وقت تم پر بے ہوشی یا غفلت طاری رہتی ہو گی؟"

"ہاں، اُن مراحل میں ایسا ہوتا تھا۔ مجھ پر غفلت طاری رہتی تھی۔"

"بس ایسے ہی وقت تمہاری لاعلمی میں تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ اس عمل کے نتیجے میں تمہارا دماغ ایک خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے اندر محسوس نہیں کرتا۔ چند ہفتے پہلے تم لاوارث تھیں، پھر پیرس میں تمہارا باپ پیدا ہو گیا اور تم نے اُسے باپ تسلیم کر لیا۔ پھر تمہیں امریکا سے پیرس اپنے باپ کے پاس جانا تھا لیکن وہاں جانے سے پہلے روم آئی ہو۔ وہ تمہارے دماغ میں رہ کر تمہاری سوچ میں بولتا ہے، تمہاری سوچ میں مشورے دیتا ہے۔ تمہاری سوچ میں منصوبے بناتا ہے اور تم بے اختیار اُن پر عمل کرتی جاتی ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں جبریل کی محبت سے مجبور ہو کر کبھی کبھی سپر ماسٹر کا کام کرتی ہوں۔ ایک لاوارث کو جب معلوم ہو کہ اُس کے ماں باپ زندہ ہیں تو اُس کے لیے اس سے بڑی خوشی اور کوئی نہیں ہوتی۔ سپر ماسٹر نے مجھے یہ خوشی دی ہے جبریل کی طرح میں بھی اُس کی احسان مند ہوں۔ کل سے سپر ماسٹر پر اس لیے غصہ آ رہا ہے کہ وہ میرے جبریل کو دوسری عورتوں کے پیچھے لگا رہا ہے۔ میں یہ برداشت نہیں کروں گی۔ اُس کے احسانات کی ایسی کی تیسی کر دوں گی۔ اپنے باپ سے ملنے پیرس نہیں جاؤں گی اور نہ ہی جبریل کو وہاں مارتھا اسمتھ کے پاس جانے دوں گی۔"

جبریل نے کہا۔ "وہ پھر تمہیں بہکا رہا ہے، ریسیور رکھ دو۔ اس سے بات نہ کرو۔"

سوسانہ نے کہا۔ "پلیز جبریل! تم خاموش رہو۔ جب بھی مارتھا اسمتھ کے پاس جانے سے تمہیں روکنا چاہتی ہوں تم بے چین ہو جاتے ہو۔ کیا اُس گفتیا سے بہت محبت ہو گئی ہے؟ وہ مجھ سے زیادہ تمہیں خوش کرتی ہے؟"

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ سوسانہ نے پارس سے کہا۔ "تم مجھے اچھی باتیں سمجھاتے ہو لیکن تمہاری یہ بات غلط ہے کہ میرے دماغ میں کوئی چھپا رہتا ہے۔"

پارس نے کہا۔ "فوراً دماغ پر زور دو۔ آج شام تک جبریل کو معلوم نہیں تھا کہ تمہارا باپ ہے۔ پھر اچانک باپ تمہیں مل گیا ہے۔ نہ ہی تم نے جبریل کو بتایا تھا، اس کے باوجود اُسے معلوم ہو گیا۔ اُس کے خیال خوانی کرنے والے نے تسلیم کیا تھا کہ وہ تھوڑی سی دیر کے لیے تمہارے دماغ میں گیا تھا۔"

"ہاں، وہ تھوڑی دیر کے لیے میری لاعلمی میں آیا تھا۔"

"یعنی اس کے آنے سے تم نے پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا جبکہ تمہارا دماغ فولادی ہے، غیر معمولی طور پر حساس ہے۔"

"ہاں، تمہاری یہ بات درست ہے، میں نے اُسے اپنے اندر محسوس نہیں کیا تھا اور مجھے اسی بات پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ میری اجازت کے بغیر دماغ میں کیوں آیا تھا۔"

"وہ تمہاری اجازت کے بغیر اب بھی تمہارے اندر رہ کر ہماری باتیں سُن رہا ہو گا۔ یہ اس کی مجبوری ہے کہ ابھی کچھ بول نہیں سکے گا۔ بولے گا تو چھپ کر رہنے کا بھید کھل جائے گا۔"

"اوہ اسٹون مارک! تمہاری باتوں سے میرے اندر بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ وہ اگر واقعی میرے اندر موجود ہے تو میں اُسے کیسے نکالوں؟"

"میں جُوتوں کو بھگانا جانتا ہوں، تم مجھ پر بھروسا کرو گی اور میرے

مشوروں پر عمل کرو گی تو میں تمہارے اندر کے شیطان کو بھگا دوں گا۔"

"میں تمہارے مشوروں پر عمل کروں گی۔ تم کیا چاہتے ہو؟"

"تم میرے ایک خیال خوانی کرنے والے کو اپنے دماغ میں آنے دو۔ وہ تم پر تنویمی عمل کرے گا۔ پھر تمہارے دماغ کی گہرائیوں میں جا کر معلوم کرے گا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے نے تمہیں کس طرح اپنے عمل سے تسخیر کیا ہے۔ پھر وہ اس کا توڑ کرے گا۔ اس کے بعد وہ شیطان کبھی تمہاری اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں آ سکے گا۔"

"ایسا ہو سکتا ہے تو ضرور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے پاس بھیج دو۔"

جبریل نے غصے سے پوچھا: "کس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے پاس بلا رہی ہو؟ کیا سپر ماسٹر کے خلاف کسی دشمن ٹیلی پیتھی والے سے دوستی کرنا چاہتی ہو؟ میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔ میں جتنی محبت سے پیش آتا ہوں تم اتنا ہی سر پر چڑھتی جاتی ہو۔"

اس نے سوسانہ کے ہاتھ سے ریسیور چھین لیا۔ وہ جبریل کے ہاتھ سے چھیننے لگی۔ کہنے لگی: "تم بے غیرت ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہاری عورت کے اندر کوئی بچہ پل رہا ہے۔ مگر میں تو شرم والی ہوں۔ میں اُسے بھگانے کی تدبیر ضرور کروں گی۔"

اس نے جبریل کا منہ نوچ لیا۔ جبریل نے اُسے ایک کرارے کا ہاتھ رسید کیا۔ وہ مار کھا کر بستر پر گر گئی۔ پھر کروٹ بدل کر جبریل کے منہ پر لگ گئی۔ دونوں میں باقاعدہ جنگ چھڑ گئی جس کے نتیجے میں پہلے ٹیلیفون کا سیٹ ٹوٹا۔ پھر پلنگ ٹوٹ کر فرش پر آ گیا کیونکہ وہاں انسانوں کی نہیں شیر اور شیرنی کی جنگ ہو رہی تھی۔ وہ دونوں لڑنے کے دوران جس چیز سے ٹکراتے تھے اُس کی شامت آ جاتی تھی۔ ایسے ہی ٹکراؤ میں ہوٹل کا دروازہ بھی ٹوٹ گیا۔

اس ہنگامے نے اچھی خاصی بھیڑ لگا دی۔ منیجر نے قریبی پولیس اسٹیشن سے رابطہ کر کے انہیں فوراً وہاں پہنچنے کے لیے کہا۔ وہ محبت کرنے اور جنگ کرنے کے دوران دنیا سے غافل ہو جاتے تھے۔ کسی بات کی پروا نہیں کرتے تھے کہ ہزاروں لاکھوں کا نقصان کر رہے ہیں، دوسروں کی جان کے لیے بھی خطرہ بن رہے ہیں۔ سپر ماسٹر کے نائب لے گئی بار اس سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن ٹیلیفون ٹوٹ گیا تھا۔ تار اکھڑ گیا تھا۔ یوں بھی جب تک جنگ کسی نتیجے پر نہ پہنچتی تب تک وہ کسی کی سننے والے نہیں تھے۔

اُن سے بہت دور میں نے سوچا کہ میں نے اپنے تمام چاہنے والوں سے رابطہ کیا ہے۔ ایک اپنے پارس سے بات نہیں کی۔ نتیجہ معلوم تھا کہ وہ بھی مجھے تسلیم نہیں کرے گا لیکن خون کی کشش اور محبت کے جذبات نے مجبور کیا کہ بیٹھے بٹھائے گلے نہیں لگ سکتا اُس کے دماغ سے تو لگ سکتا ہوں۔ یہ سوچ کر میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہاں بڑی آسانی سے جگہ مل گئی کیونکہ آدمر موجود تھا۔ پارس کو میری آمد کی خبر نہ ہوئی۔ وہ کہہ رہا تھا: "انکل! سوسانہ کے دماغ سے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو آپ بھگا سکتے ہیں۔ میں سوسانہ کو رانی کا روپ گاؤں تنویمی عمل کے ذریعے آپ کی معمولہ بن جائے گی۔ میں دماغ سے باہر جنگ لڑ رہا ہوں آپ دماغ کے اندر وہ کر لڑیں گے تو دشمنوں کی ایک نہیں چلے گی۔"

آدمر نے کہا: "ٹھیک ہے۔ میں تمہارے پاس ہوں تم سوسانہ سے بات کرو۔"

پارس نے اس سے رابطہ کیا۔ جبریل کی آواز سن کر اس نے غراہٹ کی آواز نکالی اور کہا کہ سوسانہ سے بات کرے گا۔ پھر سوسانہ نے اس سے گفتگو کی۔ پارس نے تھوڑی دیر تک اسے سمجھاتے رہنے کے بعد اپنے خیال خوانی کرنے والے کی معمولہ بننے پر راضی کر لیا۔ ایسے ہی وقت سوسانہ اور جبریل کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ ٹیلیفون کے ساتھ اس کا تار بھی ٹوٹ گیا۔ پارس سے رابطہ ختم ہو گیا۔ آدمر نے کہا: "بیٹے! وہ دونوں درندے ابھی کافی دیر تک جنگ ہو گی۔ جنگ کے بعد اگر وہ تنویمی عمل کے لیے راضی رہے گی تو میں اس کے دماغ میں جاؤں گا۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں۔"

آدمر کے نکلتے ہی میں بھی پارس کے دماغ سے نکل گیا۔ حالانکہ وہاں رہ کر اس سے باتیں کر سکتا تھا لیکن پہلے تجربات نے سمجھایا تھا کہ پہلے میں اپنوں کے کام آؤں۔ سونیا نے بھی یہی کہا تھا۔ جب میری پوری فیملی اس بات پر متفق ہو گئی کہ میں فرداً فرداً سب کے کام آ رہا ہوں تو جلد یا بہ دیر مجھے تسلیم کر لیں گے۔ لہٰذا میں پارس کا کام کرنے کے لیے سوسانہ کے دماغ میں آ گیا۔

اس نے لڑنے کے دوران دماغ پر بوجھ محسوس کیا۔ میں نے کہا: "مجھے پارس نے بھیجا ہے۔ اگر بوجھ سمجھتی ہو تو ابھی چلا جاؤں گا لیکن ایک اہم بات سن لو۔ جبریل تم سے سچی محبت کرتا ہے۔ یہ تم پر ہاتھ اٹھانا نہیں چاہتا تھا لیکن سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے نے اسے بھڑکا دیا۔ وہ چاہتا ہے کہ پارس سے فون پر تمہاری بات نہ ہو۔ اسی لیے جھگڑا کرنے کے بہانے جبریل کے ہاتھوں سے فون تڑوا دیا ہے۔"

سوسانہ میری باتیں سننے کے دوران جبریل سے دو چار گھونسے کھا گئی تھی۔ اس کے بعد جواباً حملے کر سکتی تھی لیکن وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولی: "رُک جاؤ۔ میں تم سے لڑنا نہیں چاہتی۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ مجھے دل و جاں سے چاہتے ہو اور دشمن کے لڑانے سے لڑنے لگتے ہو۔ کیا محبت ایسی ہوتی ہے وہ دماغ میں آ کر کہتا ہے سوسانہ کو مارو اور تم مارنا شروع کر دیتے ہو۔"

"میں نے دشمن کے کہنے سے ہاتھ نہیں اٹھایا ہے تم بہت

بے لگام ہو گئی ہو۔ تمہیں مارک اسٹون سے آئندہ بات نہیں کرنے دوں گا۔"

میں نے کہا: "سوسانہ! اپنے محبوب کی بات مان لو۔ آئندہ پارس تمام اہم باتیں میرے ذریعے تمہیں بتایا کرے گا۔ اپنے محبوب کو خوش رکھنے کے لیے کہہ دو تم پارس سے باتیں نہیں کرو گی۔"

سوسانہ نے یہی کہا۔ جبریل حیران ہو کر بولا: "تعجب ہے! پہلے تو تم آسانی سے جھگڑا ختم نہیں کرتی تھیں؟"

"میں تم سے ساری زندگی لڑتی رہوں گی کیونکہ تم سے محبت کرتی ہوں۔ لیکن اس بزدل دشمن سے لڑنا اپنی توہین سمجھتی ہوں جو تمہارے اندر چھپ کر جنگ چھیڑتا ہے۔"

وہ گریز کر بولا: "میرے اندر کوئی نہیں ہے۔"

وہ بولی: "تمہارے گر جنے سے حقیقت نہیں بدلے گی۔ یہ کئی بار ثابت ہو چکا ہے کہ وہ تمہارے اندر آتا جاتا رہتا ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا: "ہاں آتا جاتا ہے، تم کیا بگاڑ لو گی؟"

"اپنے مرد کو جسم و جاں کا مالک بنانے کے بعد عورت اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ کیونکہ اپنا سب کچھ ہار چکی ہوتی ہے۔ اب میں وہ سوسانہ نہیں رہی جس کی ہر بات تم محبت سے مان لیا کرتے تھے۔ جاؤ جاؤ! سپر ماسٹر کے اشارے پر ناچتے رہو۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔"

وہ اس کمرے کے ٹوٹے ہوئے دروازے سے باہر آئی۔ ایک پولیس افسر کئی سپاہیوں کے ساتھ آ رہا تھا۔ ہوٹل کا منیجر بھی تھا۔ بھیڑ بدستور نظر آ رہی تھی۔ افسر نے سوسانہ اور جبریل سے کہا: "آپ لوگ مہذب دنیا میں رہتے ہیں اور لڑتے ایسے ہیں جیسے پوری عمارت کو تباہ کر دیں گے۔ آپ لوگوں نے یہاں کے معزز مسافروں کو پریشان کیا ہے۔ ابھی ابھی امریکی سفیر نے تمہاری ضمانت دی ہے۔ ورنہ ہم تمہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیتے۔"

وہ اونہہ کہتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی۔ دروازے کو بند کیا۔ پھر ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا: "تمہیں سکون کی ضرورت ہے۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا دوں گا۔"

"میں سونا نہیں چاہتی۔ اُسے تنہا چھوڑ آئی ہوں۔ نہ جانے وہ خیال خوانی کرنے والا شیطان اُسے اور کس طرح بہکائے گا۔ میرا جبریل بہت بھولا ہے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ اُس شیطان کو تمہارے دماغ سے بھگانے کے بعد جبریل کے اندر سے بھی اسے بھگا دوں گا۔"

"وہ میرے اندر نہیں ہے۔ تم جبریل کو اُس سے نجات دلاؤ۔"

"تم بھول رہی ہو، وہ تمہارے اندر ہے۔ پارس سے فون پر باتیں کرتے وقت بھی وہ چپ چاپ موجود تھا۔ اسی کے بھڑکانے سے جبریل نے ٹیلیفون کا تار توڑ دیا تھا۔"

"ہاں یاد آیا۔ وہ کمبخت چھپ کر رہتا ہے۔ پلیز اُسے میرے اندر سے نکالو۔"

"تم آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دو اور یہ سوچتی رہو کہ تم میری آواز اور لہجے سے متاثر ہو کر میری معمولہ بن رہی ہو اور میرے ہر حکم کی تعمیل کرتی جا رہی ہو۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ میں بڑی محبت سے بہلا پھسلا کر اُسے ٹرانس میں لاتا رہا۔ واقعی فولادی دماغ رکھتی تھی۔ بڑی دیر سے متاثر ہوتی تھی جو شکر راضی خوشی معمولہ بنایا جاتی تھی۔ اس لیے میں رفتہ رفتہ کامیاب ہو گیا۔ اس کے دماغ کی گہرائیوں میں اُتر کر اس کی پوری ہسٹری معلوم کرنے لگا۔

وہ لاوارث تھی۔ اس کے ماں باپ کا پتا نہ تھا۔ ایک بوڑھے فوجی نے اس کی پرورش کی تھی۔ اُسے اعلیٰ تعلیم دلا کر ملٹری انٹیلی جنس میں ملازمت دلائی تھی۔ وہ بہت زیادہ ذہین نہیں تھی۔ اپنے غیر معمولی قد اور جسامت کے باعث سپر ماسٹر کی نظروں میں تھی۔ ایک معاملے میں روم آئی تو جبریل گرانٹ سے ملاقات ہوئی۔ وہ بھی سپر ماسٹر کے کسی کام سے آیا ہوا تھا۔ دونوں میں محبت ہو گئی۔

نیدیا رک واپس پہنچنے پر بتایا گیا کہ انسانی روبوٹ کی تیاریوں کے سلسلے میں ان دونوں کا انتخاب ہو چکا ہے۔ پہلے جبریل کو روبوٹ بنانے کے مختلف مراحل سے گزارا جائے گا۔ اس کے بعد سوسانہ کی باری آئے گی۔ اُسے یاد نہیں ہے کہ وہ دونوں جان لیوا مراحل سے کس طرح گزرتے رہے۔ اکثر اُن پر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔ جب وہ آخری مرحلے سے بھی گزر گئے تو حیرت انگیز قوتوں کے مالک بن گئے ان پر خنجر کی تلوار، گولی اور گولے بارود کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ بم کے دھماکوں سے اگر ٹوٹ پھوٹ جاتے تو اپنے جسم سے الگ ہونے والے ہاتھ پاؤں کو خود جوڑ سکتے تھے۔ جسم میں پیوست ہونے والی گولیوں کو خود ہی باہر نکال سکتے تھے۔ ان کے زخم چند سیکنڈ میں آپ ہی آپ بھر جاتے تھے۔ جسمانی نظام میں ایسے ترمیم اور اضافے کیے گئے تھے جن کے باعث باہر کی گرد اور نقصان دہ آلودگیاں اندر نہیں پہنچتی تھیں۔ نقصان دہ جراثیم خون میں نہیں پہنچتے تھے۔ اُن میں قوتِ مدافعت اتنی تھی کہ چاند یا کسی سیارے میں پہنچ کر آکسیجن کی کمی کے باوجود چوبیس گھنٹوں تک زندہ رہ سکتے تھے۔

انھوں نے روبوٹ بننے کے بعد موت کو شکست دی تھی۔ پتا نہیں کتنی طویل زندگی گزارنے والے تھے لیکن ایک نقصان ہوا تھا کہ ان کے دماغ اپنے نہیں تھے۔ اُن کی لامعلمی میں برین واشنگ کی گئی تھی۔ جبریل کے دماغ کو مارٹن رسل اور سوسانہ کے دماغ کو کینی پال نامی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تابع بنایا گیا تھا۔ اگرچہ جبریل نے کہا تھا کہ اُس کی محبوبہ سوسانہ کے دماغ میں کوئی شخص نہ جانے وہ

خود اپنی محبوبہ کو اپنے کنٹرول میں رکھے گا۔ پیر ماسٹر نے دعویٰ کیا تھا کہ سوسانہ کے دماغ کو بھیڑا نہیں جائے گا لیکن درپردہ کینی پال نے اُسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی کنیز بنا رکھا تھا۔

کینی پال کے عمل کے مطابق وہ اس کی معمولہ تھی۔ عمل کے دوران کینی پال نے اُسے اپنا نام بتایا تھا۔ اپنی آواز اور لہجے کو اس کے دماغ میں نقش کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔

کینی پال سوسانہ کی سوچ میں مشورے دیا کرے گا اور حالات کے مطابق منصوبے بنائے گا۔ سوسانہ ان مشوروں اور منصوبوں کو اپنے ہی دماغ کی سوچ سمجھ کر تسلیم کرتی رہے گی اور ان پر عمل بھی کرتی رہے گی۔

اور یہ بھی حکم تھا کہ وہ کسی خیال خوانی کرنے والے کو دماغ میں آنے نہیں دے گی اور کسی کو اپنے چور خیالات پڑھنے نہیں دے گی۔ اس طرح کی برین واشنگ کو چھ ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ تنویمی عمل کا اثر زائل ہو رہا تھا۔ یہ بات کینی پال سمجھ نہیں پایا تھا کیونکہ سوسانہ اب بھی اس کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ اس کے مشوروں پر عمل کرتی تھی لیکن جبریل کی محبت اور سیڈونا کے جلاپے میں پیر ماسٹر بغاوت کر رہی تھی۔

کینی پال کے لیے یہ بات تشویشناک نہیں تھی۔ اس نے سوسانہ کی سوچ میں آج رات تین بجے دوبارہ تنویمی عمل کا وقت مقرر کیا تھا۔ یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اس سے پہلے میں سوسانہ پر تنویمی عمل کر چکا تھا۔

میں نے اُسے حکم دیا کہ لاشعور میں جو کینی پال کی آواز اور لہجہ ہے اُسے یاد کرے۔ جب اس نے یاد کیا تو میں نے حکم دیا۔ اُسے ہمیشہ یاد رکھے جیسے ہی وہ سوچ کی لہر دماغ میں آئے سانس روک کر اسے بھگا دے۔ مجھے اپنے عامل کے طور پر یاد رکھے یہ ہی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرے۔ باقی تمام پرائی سوچوں کو دماغ سے نکال دیا کرے۔

پارس کو ہمیشہ اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھ کر اس سے دوستی قائم رکھے جبریل کو پیر ماسٹر کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے اسے پارس کی طرف مائل کرتی رہے اور اُسے بھی آمادہ کرتی رہے کہ میں اس کے دماغ میں جا کر تنویمی عمل کر سکوں اور کسی خیال خوانی کرنے والے سے اسے بھی نجات دلا سکوں۔

مارٹن رسل اور کینی پال ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی حیثیت سے ابھی منظرِ عام پر نہیں آئے تھے۔ پیر ماسٹر نے انھیں محدود فرائض کا پابند بنا رکھا تھا۔ ایک جبریل کو اور دوسرا سوسانہ کو کنٹرول کرتا رہا تھا۔ ابھی مجھے مارٹن رسل کا نام معلوم نہیں ہوا تھا۔ کسی وقت بھی جبریل کے اندر پہنچنے سے یا حالات کے مطابق دوسرے ذرائع سے وہ میری معلومات کی فہرست میں آ سکتا تھا۔

میں نے تقریباً آدھی رات کو سوسانہ پر عمل کیا تھا۔ پھر اُسے تنویمی نیند سلا دیا تھا۔ اسے حکم دیا تھا کہ صبح تک کوئی دماغ میں آئے یا کہیں میں آئے تو وہ فوراً بیدار ہو جائے اور حالات کے مطابق اس سے نبٹ لے ورنہ صبح تک آرام سے سوتی رہے۔ ایک اور بات جو میں نے اُسے سمجھائی وہ یہ تھی کہ میرا نام آمر ہے۔ میں اس کے دماغ میں آ کر یہ کوڈ ورڈز اُگل دوں گا۔ آمر ردھ لوا اینڈ فرینڈ شپ مزام پارس۔

میری پلاننگ کے مطابق آمر بھی ان کوڈ ورڈز کے ساتھ اس کے دماغ میں جا کر باتیں کر سکتا تھا اُسے پارس کا پیغام پہنچا سکتا تھا میں بھی آمر کے لہجے میں اس سے گفتگو کر سکتا تھا۔ اگر ایسے حالات پیدا ہوتے کہ وہ پارس سے کسی بات پر ناراض ہو کر یا جبریل کے مجبور کرنے سے آمر کو دماغ میں جگہ نہ دیتی تو میں اپنی ذاتی سوچ کے لہجے سے چپ چاپ اس کے دماغ میں رہ سکتا تھا۔ چونکہ میں کبھی کسی عورت کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں جاتا۔ اس لیے فرہاد کی محبت سے اس کے اندر چھپ کر رہنے کا ارادہ نہیں تھا۔ ہاں اگر دشمن اُسے نقصان پہنچانا چاہتے یا اس کے ذریعے ہمارے لیے مصیبت بننا چاہتے تو میں خاموشی سے اس کے اندر رہ کر دشمنوں سے لڑنے پر مجبور ہو جاتا۔

بہرحال ایک اہم مسئلے سے نمٹنے کے بعد میں پارس کے دماغ میں آیا تو وہاں آمر کہہ رہا تھا "بیٹے! مجھے پہنچنے میں دیر ہو گئی سوسانہ گہری تنویمی نیند میں ڈوبی ہوئی ہے۔ میں اُسے مخاطب کرتا تو وہ بیدار ہو جاتی پھر سانس روک کر مجھے باہر نکال دیتی۔ اس کی نیند بتا رہی ہے کہ دشمن ہمیں اس سے دور کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

پارس نے کہا "یہ بہت بُرا ہوا۔ سوسانہ میرے ہاتھ میں ایک اہم مہرہ تھی۔"

میں نے دونوں کو مخاطب کیا "ہیلو آمر! ہیلو بیٹے! میں وہی ہوں جو خود کو فرہاد کہتا ہے۔ آمر نے میرے متعلق تمھیں بتایا ہو گا۔"

پارس نے ایک دم سے چمک کر کہا "اسے پاپا! آپ ہیں۔ جب سے معلوم ہوا ہے کہ سونیا خانم نے آپ کو پہچان لیا ہے اور فرہاد علی تیمور تسلیم کر لیا ہے تب سے میں آپ کا بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "مجھے اپنے بیٹے کی ذہانت سے یہی اُمید تھی۔ میں تمھارے پاس پہلے ہی آ جاتا لیکن سوچا تھا کوئی اہم کام کر کے تمھارا اعتماد حاصل کر لوں پھر تم سے بات کروں گا۔ سوسانہ واقعی ایک اہم مہرہ ہے، وہ تمھارے ہی ہاتھ میں رہے گی۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔"

"واہ پاپا! آپ نے تو کمال کر دیا ہے۔ کیا اُس کے دماغ میں کوئی چھپا رہتا تھا؟"

"ہاں۔ وہ پیر ماسٹر کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اُس کا نام

کینی پال ہے۔ اس کا تنویمی عمل زائل ہو رہا تھا۔ میں نے اُسے بالکل ختم کر دیا ہے۔ آئندہ سوسانہ اسے اپنے دماغ میں محسوس کیا کرے گی تو بھگا دیا کرے گی۔ صرف آمر شخص کو ڈور ڈز کے ذریعے اس کے دماغ میں جا سکتا ہے اور وہ کوڈ ورڈز ہیں۔ آمر ردھ لوا اینڈ فرینڈ شپ مزام پارس۔"

"آپ واقعی ہماری حمایت میں کام کر رہے ہیں لیکن آپ نے کوڈ ورڈز کا تکلف کیوں کیا؟ آمر انکل کا چہرہ اس کے دماغ میں نقش کر دیتے، وہ ایک معمولہ کی حیثیت سے انکل کو دماغ میں محسوس نہ کرتی یوں اس کے دماغ میں چھپ کر آئندہ کسی دشمن کا سراغ لگایا جا سکتا تھا۔"

"اوّل تو میری یا آمر کی عادت نہیں ہے کہ کسی خاتون کے دماغ میں چھپ کر جائیں۔ یہ خلافِ تہذیب ہے۔ پھر یہ کہ سوسانہ کا حساس دماغ اب کسی کو دماغ میں آنے نہیں دے گا۔ وہاں دشمن ایک ساعت کے لیے بھی نہیں جا سکیں گے۔"

آمر نے کہا "مسٹر! تم میری عادت سمجھتے ہو کہ میں کسی خاتون کی اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں جاتا۔ تمھارا شکریہ، تم واقعی مہذب انسان ہو۔ تمھاری دانشمندی سے علی اور مادام سونیا نے پیر ماسٹر سے نجات حاصل کر لی۔ تم نے سونیا کے دشمنوں کو ٹھکانے لگایا۔ تم نے سوسانہ کو بروقت ہماری مٹھی سے پھسلنے نہیں دیا۔ اتنے مہذب اور دانشمند ہونے کے باوجود خود کو فرہاد کیوں کہتے ہو؟"

پارس نے کہا "مسٹر! میں تھوڑی دیر پہلے تمھیں پاپا کہہ کر دھوکا دے رہا تھا۔ تمھیں خوش کر کے تم سے کام لینا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی تم نے ہمارا بہت بڑا کام کیا ہے۔ میں تمھاری قدر کرتا ہوں، تم سے پائیدار دوستی کر سکتا ہوں۔ پلیز اپنے اوپر سے فرہاد کا خول اُتار دو۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "میں بہت نہیں کروں گا۔ ہاں، نیک مشورہ دوں گا۔ اگر کبھی میری آواز، لہجے سے اور میرے اعمال سے تمھارا دل یہ کہے کہ میں تمھارا باپ ہوں تو کسی جھوٹ اور فریب سے کام نہ لینا۔ مجھے پاپا کہہ کر گلے لگانے کا موقع دینا۔ میں اس دن کا صبر سے انتظار کروں گا۔"

"وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔ کیونکہ انسان مرنے کے بعد پھر ایک عرصے تک قبر میں رہنے کے بعد دنیا میں واپس نہیں آتا۔ ویسے تم حقیقتاً کون ہو؟ کیا ہو؟ یہ جاننے کے لیے تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ بولو کہاں ملاقات کرو گے؟"

"میں پیرس پہنچ گیا ہوں۔ ساؤتھ ایک کے سات نمبر کے کاٹیج میں کسی وقت بھی مل سکتا ہوں۔"

"یہ بہتر ہوا کہ تم پیرس آ گئے۔ پہلے میں جناب شیخ الغفار صاحب سے ملاقات کروں گا۔ پھر تم سے ملنے آؤں گا۔"

میں کہنا چاہتا تھا کہ وہ جناب شیخ صاحب سے میرے متعلق کوئی سوال نہ کرے، وہ مجھے دنیا کے لیے مُردہ اور دین کے لیے زندہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے وہ میری دنیاوی زندگی کی تصدیق نہیں کریں گے۔

لیکن میں پارس کو منع کرتا تو وہ مجھے فراڈ سمجھتا۔ یوں بھی میں فراڈ سمجھا جا رہا تھا۔ ان کے دلوں میں مزید شبہات پیدا کرنا مناسب نہیں تھا۔ بزرگانِ دین کی باتیں سمجھ میں تو آتی ہیں لیکن ہماری ایمانی ناپختگی یہ نہیں مانتی کہ اُن کی باتیں اثر رکھتی ہیں۔ جناب شیخ صاحب نے مجھ سے کہا تھا تم دنیا والوں کی طرف جاؤ گے پھٹکا ڈے اور میری عقل کہتی تھی، دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ اسی طرح میں اوّل فرہاد ہوں آخر فرہاد ہوں۔ ساری دنیا مجھے تسلیم کرے گی۔ میں کسی پہلو سے نہیں پھٹاؤں گا۔

اور اب اُن کی پیشین گوئی کے مطابق پھٹا رہا تھا۔ میرے خون کا محبت کا اور دوستی کا کوئی رشتہ مجھے ماننے کو تیار نہیں تھا۔ ایک اُمید تھی کہ جب سونیا اور پارس بابا صاحب کے ادارے میں جائیں گے اور جناب شیخ صاحب سے میرا ذکر کریں گے تو ہمارے وہ بزرگ کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے اور اُن کے سامنے میری حیاتِ نو کی تصدیق کر دیں گے۔

مگر افسوس پھٹا وا میرا مقدر بن گیا تھا۔ دوسری صبح اطلاع ملی کہ جناب شیخ صاحب اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ انھوں نے فجر کی نماز ادا کر کے اپنے ایک مُرید کو حُجرے میں بُلایا تھا پھر مُرید سے کلامِ پاک کی تلاوت کی فرمائش کی تھی۔ مرید نے تلاوت شروع کی تو انھوں نے سنتے سنتے آنکھیں بند کر لیں پھر وہ آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔ اللہ باقی من گل فانی۔

دو روز پہلے بابا صاحب کے ادارے میں اعلیٰ بی بی کی آخری رسومات ادا کی گئی تھیں اور آج پھر ادارے سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کو صدمہ پہنچ رہا تھا۔ شام تک بے شمار حامک سے تعزیتی پیغامات آتے رہے۔ پیر ماسٹر ٹامک مین اور یہودی تنظیم کی طرف سے شیخ الغفار کی وفات پر افسوس کا اظہار کیا گیا تھا۔ ساتھ ہی یہ چرکا دیا گیا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے اہم ستون گرتے جا رہے ہیں۔ پہلے فرہاد پھر اعلیٰ بی بی اس کے بعد شیخ الغفار صاحب اور جلد ہی سونیا کی باری آنے والی ہے۔

پیر ماسٹر نے پیغام کے علاوہ کہا تھا "ادارے کی گرتی ہوئی ساکھ کے باوجود ہم اپنے ملک میں سونیا کو پیر ماسٹر کے متوازی عہدہ دیں گے۔ وہ جب چاہے پارس کے ساتھ آ سکتی ہے۔"

ماسک مین نے کہا تھا "ہوتی کو اپنے بھیانک مستقبل کا اندازہ کر لینا چاہیے۔ فرہاد کی فیملی کو زوال آ چکا ہے۔ اُسے اپنے بیٹے علی تیمور کے

ساتھ ہمارے پاس آجانا چاہیے۔ اب اُن کے لیے بابا صاحب کا ادارہ محفوظ نہیں رہا۔"

اسرائیلی حکام کی طرف سے پیغام آیا: "دوسرے دن شیبا کی برسی ہے اس موقع پر فرہاد مرحوم کی فیملی کے تمام افراد بے پاسپورٹ اور ویزا کی پابندیاں اُٹھائی جارہی ہیں۔ سونیا، رسونتی، علی تیمور، پارس، آرمرڈ اسٹور وی اور پولی وغیرہ کو خوش آمدید کہا جائے گا اور اُن کے قیام کے دوران انھیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جائے گا۔ ہمیں اُمید ہے شیبا کی برسی میں اس کی قبر پر ویرانی نہیں رہے گی۔ اس پر پھولوں کی چادریں چڑھائی جائیں گی۔"

سونیا نے سپر ماسٹر کو جواب ارسال کیا: "فرہاد بہت بڑی چیز تھا۔ اس کا جوان بیٹا اپنی ماں کو تمھاری قید سے نکال لایا ہے۔ تم اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے۔ تم اپنے متعازی کیا عمدہ مزے سکو گے۔ کیڑوں فوجیوں اور درجنوں ہیلی کاپٹروں کی تباہی کے پیشِ نظر تمھیں استعفا دے دینا چاہیے۔"

علی تیمور نے ماسک مین کو جواب دیا: "فرہاد کی فیملی کو زوال آنا تو تمھاری ناقابلِ شکست تانتیا ماری نہ جاتی۔ پاسکل بُوبا کا اغوا نہ ہوتا۔ تم نے کسی فیصلے کے بغیر ماریہ کو واپس کر دیا ہے۔ یہ سب تمھارے زوال کی کہانی ہے۔ بابا صاحب کا ادارہ کیسا زبردست آہنی قلعہ ہے، کبھی اس میں جھانکنے کی حماقت کر کے دیکھو۔"

پارس نے اسرائیلی حکام کو جواب دیا: "میری ماں کے لیے ہمیشہ آگ اور خون کی بارش ہوتی رہی۔ میری ماں پھولوں کی سیج پر دم توڑتی تو میں اس کی قبر پر ضرور پھول چڑھانے آتا۔ لیکن وہاں تو آگ اور خون کی بارش ہونی چاہیے۔ برسی کے دن پورے تل ابیب میں بارود کے دھماکے ہونے چاہئیں۔ اسی طرح میری عظیم ماں شیبا کو خراجِ تحسین پیش کیا جاسکتا ہے۔ مگر بڑے خوش نصیب ہو شیخ الفارس مرحوم کا سوگ تین دن تک منایا جائے گا۔ اگر چاہتے ہو کہ تین دن بعد تمھارے شہر تل ابیب میں قیامت نہ آئے تو معافی نامہ بھیجو۔"

رسونتی اور علی تیمور بابا صاحب کے ادارے میں تھے۔ سونیا اور پارس بھی اپنی مصروفیات چھوڑ کر تین دنوں کے لیے آگئے تھے۔ صرف ماریہ پیرس کے ایک ملٹری اسپتال میں تھی۔ میں بھی شیخ الفارس مرحوم کی آخری رسومات میں شریک ہونے کے لیے ادارے کے احاطے میں داخل ہونا چاہتا تھا لیکن میری گاڑی کو بیرونی گیٹ کے باہر روک دیا گیا۔ سیکیورٹی افسر نے میرے شناختی کاغذات طلب کیے۔ میرے پاس کاغذات تھے لیکن وہ دوسرے نام سے تھے۔ کیوں کہ اس کی بھی ایک کہانی ہے۔ میرے ساتھ جتنی بھی کہانیاں بن رہی تھیں اُن کے پیچھے شیخ الفارس مرحوم کی پیشین گوئی کارفرما تھی کہ میں اپنی صحیح شناخت پیش نہیں کر سکوں گا۔

قصہ یوں ہے کہ علی اور رسونتی کو سرحد پار کرانے کے بعد میں فوجی ایمبولینس میں بیٹھ کر ایک شہر تک پہنچا تھا۔ یعنی جنگل سے نکل کر انسانی آبادی میں آیا تھا۔ وہاں سے آگے سفر کرنے کے لیے اپنا نام، ولدیت، شہریت اور پتا ٹھکانا بتانا لازمی تھا۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ ضروری تھا۔ یہ میرے لیے نہایت معمولی باتیں تھیں۔ میں نے متعلقہ شعبوں کے افسران کے دماغوں میں پہنچ کر تمام ضروری کاغذات کے علاوہ ہزاروں ڈالر بھی حاصل کر لیے تھے۔ لیکن خود کو فرہاد علی تیمور ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ میں سپر ماسٹر کے ملک میں تھا۔ میرا یہ نام جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتا۔ سپر ماسٹر اور دوسرے دشمن مجھے نیویارک کے ائرپورٹ تک بھی نہ پہنچنے دیتے۔ تمام پریس رپورٹرز میرے پیچھے پڑ جاتے۔ اخبارات میں بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوتا کہ پیرس میں مرنے اور دفن ہونے والا فرہاد نیویارک میں زندہ ہو گیا ہے!

اگر یہ یقین نہ آتا کہ مجھے دوبارہ زندگی ملی ہے تو انٹیلی جینس والے حراست میں رکھ کر سوالات کرتے کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ اور میں نے فرہاد کے نام سے پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات کس طرح حاصل کیے ہیں اور اگر میں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرتا تو سپر ماسٹر مجھے آہنی سلاخوں کے پیچھے سے نکلنے نہ دیتا۔ یا میں قید کیے جانے سے پہلے ہی ایک طویل جنگ شروع کر دیتا۔ جنگ کے دوران خود کو فرہاد کہتا رہتا۔ میرے تشخیص میں آنے والے ٹیلی پیتھی سے سمجھ کیوں نہیں تسلیم کرتے اور جبراً تسلیم کروانے کا مطلب یہی ہوتا کہ میں فرہاد نہیں ہوں۔

پھر میں نے سوچا پہلے میرے اپنے مجھے قبول کر لیں گے تو پھر دنیا والوں کی پروا نہیں ہوگی۔ اس لیے جلد از جلد اپنوں تک پہنچنے کے لیے میں نے برائن وولف کے فرضی نام سے کاغذات حاصل کیے تھے۔ اب اس فرضی نام سے اور کاغذات سے میں بابا صاحب کے ادارے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے سیکیورٹی افسر سے کہا۔

"میں تھوڑی دیر بعد اپنی شناخت پیش کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک سائیڈ میں لے گیا۔ پھر اسے روک کر رسونتی کے دماغ پر دستک دی۔ کوڈ ورڈ ادا کیے وہ خوش ہو کر بولی: "تم کہاں ہو؟ پیرس کب آرہے ہو؟"

"میں پیرس پہنچ گیا ہوں اور اب تمھارے دروازے پر آیا ہوں۔"

"میرے دروازے پر؟"

"ہاں۔ میں نے سوچا شیخ الفارس مرحوم کی آخری رسومات میں شریک ہو جاؤں گا اور تم سے ملاقات بھی ہو سکے گی۔ اس لیے اس ادارے کے بیرونی گیٹ کے قریب تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ فوراً ہی اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اُس کا چہرہ خوشی سے کھل گیا تھا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی رہائش گاہ سے باہر آرہی تھی۔ میں نے کہا۔

"رک جاؤ۔ ادارے میں شیخ الفارس مرحوم کے لیے لوگ سوگوار ہیں۔ ایسے میں تم خوشی سے مسکراتی رہو گی تو یہ غلط بات ہوگی۔ بہتر ہے تم میرے پاس نہ آؤ بلکہ مجھے اپنے پاس بلواؤ۔"

"کیا میرے بُلانے سے یہ لوگ تمھیں اندر آنے دیں گے؟"

"تمھیں یاد نہیں ہے کہ یہاں تمھارا کتنا مان کیا جاتا ہے۔ یہاں ہمیشہ سے تمھاری ہر خواہش پوری ہوتی رہی ہے۔ بہتر ہے میں سونیا اور پارس کو اپنی آمد کی اطلاع دیتا ہوں، تم علی اور آرمر کو بتاؤ۔"

اس نے یہی کیا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا اور پارس سے کہا: "میں اس ادارے کے بیرونی گیٹ کے قریب ہوں، کیا اندر آسکوں گا؟"

دس منٹ کے اندر ہی سونیا، رسونتی، پارس، علی تیمور، آرمرڈ اسٹور وی اور پولی وغیرہ آگئے۔ کئی مسلح گارڈز بھی تھے۔ انھیں بیرونی گیٹ کے اندر دیکھتے ہی میں کار سے باہر نکلا پھر اُن کے قریب جاتے ہوئے بولا: "شاید مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں فرہاد ہوں۔ اب تک تم لوگ اپنے دماغوں میں میری آواز اور بعد سنتے رہے۔ آج آنکھوں سے دیکھ لو۔ یہ وہی برسوں کا جانا پہچانا چہرہ ہے۔"

رسونتی نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا: "یہاں میں نے اپنے بیڈ روم میں تمھاری تصویر کو سیکڑوں بار دیکھا ہے۔ تم وہی ہو۔ تم فرہاد ہو۔ زندہ ہو۔"

علی نے ماں کا بازو پکڑ کر کہا: "ماما! آپ کو بہت سے حقائق کا علم نہیں ہے۔ آپ کو ماضی کی ایک ایک بات یاد آئے گی تو اسے فوراً ہی فرہاد تسلیم نہیں کریں گی۔ ہم نے بہت پہلے سمجھ لیا تھا کہ پاپا کی وفات کے بعد ایسے بہروپیے درجنوں کے حساب سے ہمارے سامنے آئیں گے۔ کبھی دوست بن کر، کبھی دشمن بن کر۔"

پارس نے کہا: "ماما! کسی بھی رشتے کو قبول کرنے کے سلسلے میں ٹیسٹ کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ اگر آپ غلطی کریں گی اور کسی کو ہمارا باپ بنانا چاہیں گی تو ہم شرم سے مر جائیں گے یا اس باپ بننے والے کو مار ڈالیں گے۔"

سونیا نے کہا: "میں تمھیں عارضی طور پر فرہاد تسلیم کر کے تم سے بات کام لینا چاہتی تھی مگر تم یہاں تک پہنچے ہو۔ بڑی ڈھٹائی سے ہمارا سامنا کر رہے ہو۔ جب آہی گئے ہو تو اندر آؤ لیکن یہاں تمھیں ایک کانچ کی چار دیواری تک محدود رہنا ہوگا۔ باہر سخت پہرا ہے گا۔ شیخ مرحوم کی تجہیز و تکفین کے بعد ہم تم سے باتیں کریں گے۔"

پھر اس نے مسلح گارڈز کو حکم دیا: "اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر میرے سامنے کانچ میں پہنچا دو۔ یہ کانچ سے نکلنا چاہے تو اسے دوبارہ رننگ دو۔ تیسری بار گولی مار دو۔"

علی نے کہا: "یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کو اس کانچ میں بُلوا سکتا ہے لہٰذا سونیا ماما! اجازت کے بغیر کسی کو اس کے قریب نہ جانے دیا جائے۔"

ایک شخص میری آنکھوں پر پٹی باندھنے لگا۔ میں نے کہا: "یہ تکلف نہ کرو۔ میں اس ادارے کے ایک ایک حصے سے واقف ہوں۔ لائبریری، طبی اور سائنس لیبارٹری، میڈیکل کالج اور اسپتال، کار اور ہیلی کاپٹر کی مرمت کے کارخانے وغیرہ کہاں کہاں ہیں، مجھے سب معلوم ہے۔ جس میدان میں گورلا جنگ کی ٹریننگ دی جاتی ہے اس میدان کے نیچے خفیہ اسلحہ خانہ ہے۔ سونیا کے کانچ کے پیچھے..."

میری بات ادھوری رہ گئی۔ کسی نے مجھے دھکا دے کر کہا۔ "بکواس بند کرو اور گاڑی میں بیٹھو۔"

میری آنکھیں بند کر دی گئی تھیں۔ دو افراد مجھے پکڑ کر ادارے کے اندر چلنے والی ایک ٹرالی پر بٹھانا چاہتے تھے۔ میں نے خود کو چھڑا کر کہا: "آنکھیں بند ہونے کے باوجود میں تمھارے دماغوں میں رہ کر دیکھ رہا ہوں، وہ ٹرالی کتنے فاصلے پر ہے۔"

میں انھیں حیرت زدہ کرتا ہوا ایک ٹرالی میں جا کر بیٹھ گیا۔ سونیا اور رسونتی وغیرہ دوسری ٹرالیوں میں بیٹھی یہ تماشا دیکھ رہی تھیں۔ رسونتی نے سونیا سے کہا: "اگر یہ فرہاد نہیں ہے، پہلی بار یہاں آیا ہے تو تمام شعبوں کے بارے میں کیسے جانتا ہے۔ حتیٰ کہ خفیہ اسلحہ خانے کے متعلق بھی جانتا ہے۔"

سونیا نے جواب دیا: "یہ بہت چالاک ہے۔ یہاں آتے ہی جب سیکیورٹی افسر نے اسے روکا تو اس نے افسر کے دماغ میں رہ کر یہاں کی تمام معلومات حاصل کر لیں۔"

"ابھی علی نے کہا ہے کہ تمھاری اجازت کے بغیر کوئی اس سے ملاقات نہیں کرے گا۔"

"کیا تم ملنا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔ میں روبرو باتیں کر کے اسے سمجھنا چاہتی ہوں۔"

"ابھی تم خود کو نہیں سمجھ پا رہی ہو۔ دوسرے کو کیسے سمجھو گی؟"

"وہ دوسرا نہیں ہے۔ میرا دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے قریب جانے سے مجھے پچھلی کوئی بات یاد آجائے۔"

"تمھاری یہ بات معقول ہے۔ تم جب چاہو اس سے ملنے جا سکتی ہو۔"

"اوہ تھینک یو سونیا! تم بہت اچھی ہو۔"

سونیا نے کہا: "مگر ایک بات ہے۔ ملاقات کے دوران ہمیں ایک کمرے میں بند رکھا جائے گا۔ ہم میں سے کوئی بھی وہاں جا کر کھڑکی کے پاس کھڑے رہ کر گفتگو کر سکے گا۔"

رسونتی کچھ مایوس ہوئی لیکن یہ خیال خوش آئند تھا کہ وہ کھڑکی سے فرہاد کو اپنے سامنے دیکھتی رہے گی۔ علی نے کہا: "ماما! آپ کوئی اجنبی اس شخص سے دور رہنا چاہیے۔ میں آپ کو سمجھا نہیں سکتا کہ دشمن کیسی عجیب و غریب چالیں چلتے ہیں۔"

وہ بولی "میری یادداشت گم ہوئی ہے، ذہانت گم نہیں ہوئی ہے کیا تم سمجھتے ہو تمھاری ماں آنکھیں بند کر کے بے شرمی سے ایک بیگانے کو اپنا مان لے گی۔ بیٹے! مجھے ماں کہتے ہو تو مجھ پر بھروسا کرو۔"

وہ چھوٹی بڑی رکاوٹوں سے گزر کر میرے پاس آ گئی۔ آخر وہ کون سا جذبہ تھا جو اسے میری طرف کھینچ لاتا تھا؟ کوئی مجھے مانتا نہیں تھا وہ مانے لگی تھی جبکہ سونیا پارس علی تیمور سب ہی مجھے دل و جاں سے چاہتے تھے۔ فی الوقت مجھے چاہنے اور ماننے میں بڑا فرق تھا ملنے والی صرف ایک ہی تھی۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی تھی کہ میرے تمام اپنے لوگ ہوش و حواس میں رہ کر میری موجودگی سے انکار کرتے تھے اور روشنی کی کمزور یادداشت نے اس کی ہوش مندی اور فیصلے کی قوت کو کمزور بنا دیا تھا۔ وہ محض جذبات میں بہتی ہوئی مجھ سے کسی بھی بہانے سے منسوب رہنا چاہتی تھی۔

ہماری پہلی ملاقات گھنے درخت کی ایک شاخ پر ہوئی تھی۔ تقدیر نے اُسے اوپر والی شاخ سے گرا کر میری آغوش میں پہنچا دیا تھا جس کے بعد میں نے کچھ رومانی شرارتیں بھی کی تھیں۔ ایک نوجوان لڑکی کی زندگی میں پہلی بار ایسی شرارتیں ہوں تو اس کے دل میں ہلچل اور الجھن میں کھلبلی سی پیدا ہو جاتی ہے۔ روشنی کی پچھلی زندگی نے گم ہو کر اُسے کنواری نوجوان لڑکی بنا دیا تھا۔ وہ علی تیمور سے متاثر ہو کر اسے بیٹا کہتی تھی مگر یقین نہیں تھا کہ اس نے کسی بچے کو کبھی جنم دیا تھا یا کبھی اس کی شادی ہوئی تھی۔ اگر ہوئی تھی اور اس کی زندگی میں کوئی مرد آیا تھا تو وہ گھنے درخت کی شاخ پر چھوڑ چھاڑ کرنے والا مرد تھا۔ صرف اسی مرد کے حوالے سے وہ فرہاد کو تسلیم کر رہی تھی اس کا دل مچل مچل کر کہتا تھا کہ میں پھر اس کی زندگی کی گھنی شاخ پر چلا آؤں۔

کاٹیج کے اندر مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا تھا۔ کمرے کے دروازے پر مسلح گارڈز کھڑے ہوئے تھے۔ دروازے سے چار فٹ کے فاصلے پر ایک کھڑکی تھی جس میں آہنی جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ میں جالی کے اس پار اور وہ اُس پار تھی اور کسمسا رہی تھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ میں پچھلی زندگی بھول گئی ہوں مگر تم مجھے یاد ہو اور تمام رشتے داروں کو پچھلی زندگی یاد ہے مگر وہ تمھیں بھول گئے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ہماری دنیا میں عجیب و غریب تماشے ہوتے ہیں۔ ایک شیخ الفارس مرحوم تھے جو میری حیاتِ نوئی کو اہی دے سکتے تھے، وہ بھی چل بسے۔ شاید اب میں کبھی خود کو فرہاد علی تیمور ثابت نہیں کر سکوں گا۔"

"مایوس کیوں ہوتے ہو۔ میں تمھارے لیے ساری دنیا سے لڑ لوں گی۔"

"فضول ہے۔ سب یہی سمجھیں گے کہ میں اُن کے خلاف تمھیں بہکا کر اپنے ساتھ کہیں لے جانا چاہتا ہوں۔"

"تم مجھے کہاں لے جا سکتے ہو؟"

"کہیں نہیں۔ ہمارا گھر ہماری یہ مختصر سی دنیا دونوں بیٹوں کے ہم قدم ہے۔ تمھیں یاد نہیں ہے تم دونوں میں سے علی تیمور کو شدت سے چاہتی تھیں۔ مجھ سے بھی زیادہ اس پر مان کرتی تھیں۔ ابھی میں تم سے کہوں کہ ان تمام رشتوں کو چھوڑ کر میرے ساتھ بھاگ چلو تو تم راضی ہو جاؤ گی۔ اگر ابھی تمھاری یادداشت واپس آ جائے تو تم علی تیمور کہہ کے مجھ سے دور ہو جاؤ گی۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں تم سے دور ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

"پیش آنے والے حقائق سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ابھی میری باتیں سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ بہرحال میں تمھیں بھگا لے جانے والا دشمن نہیں ہوں۔ تمھارے ساتھ اس گھر کو آباد رکھنا چاہتا ہوں اور اپنے خاندان کو بڑھتے اور پھیلتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ بس ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ باقی رشتے داروں اور چاہنے والوں کو کیسے سمجھاؤں؟ آخر وہ کب مجھے تسلیم کریں گے؟"

وہ بولی۔ "رشتے داروں کا انکار ہمارے درمیان دیوار بن گیا ہے۔ ہم یہ کھڑکی پار نہیں کر سکتے۔ کیا ہم ایسی ہی پابندیوں میں رہیں گے؟"

"نہیں۔ میں سونیا، علی تیمور اور پارس وغیرہ سے باتیں کر کے چلا جاؤں گا۔ تم پیرس کی سیر کرنے اور شاپنگ کے بہانے آؤ گی تو وہاں ہم آزادی سے ملیں گے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اپنے کاٹیج تک تمھاری راہنمائی کروں گا۔"

ہماری باتوں میں کافی وقت گزر گیا۔ شیخ مرحوم کو سپردِ خاک کر دیا گیا سونیا، پارس، علی تیمور، داؤد اور کی آرمر اور پوری مجھ سے ملنے آئے۔ مجھے ڈرائنگ روم میں آ کر ان سے باتیں کرنے کی اجازت دی گئی۔ ہم مختلف صوفوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے۔ سونیا نے کہا۔ "آج کا دن ہمارے لیے بڑا المناک ہے۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ تین دن تک کسی معاملے میں مصروف نہیں رہیں گے۔ لیکن تم نے یہاں آ کر ہمیں گفتگو پر مجبور کر دیا ہے۔"

"میں مجبور نہیں کرنا چاہتا۔ مجھ سے بعد میں بھی گفتگو ہو سکتی ہے۔ میں تو شیخ الفارس مرحوم کی عقیدت میں آیا تھا۔ تم نے مجھے یہاں بند کرا دیا۔"

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم روشنی پر نفسیاتی حملے کر رہے ہو۔ اُسے تاثر دے رہے ہو کہ اُس کی خاطر امریکہ کے خلاف آئے اور اب ہم جیسے مخالفوں کے درمیان اس سے ملنے آ گئے ہو۔ تم نے اس کی سپر مائنڈ کی قید سے نکلنے میں بہت مدد کی، یہ تمھارا احسان مند ہو گیا۔ بلکہ تمھیں دل و جاں سے فرہاد سمجھنے لگی ہے۔"

روشنی نے کہا۔ "سونیا! میں کوئی نادان بچی نہیں ہوں، اپنا بھلا برا خوب سمجھتی ہوں۔ مجھ پر تبصرہ فرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنی بات کرو۔"

"جب تک تمھاری یادداشت واپس نہ آئے تم ایک نادان

بچی ہو۔ اگر نہیں ہو تو ذرا عقل سے سمجھو۔ علی دنیا جہاں کے خطرات سے کھیل کر تمھیں یہاں لایا ہے، وہ اس لیے خطرات سے کھیلتا رہا کہ تم سلامت رہو اور تم پر دشمنوں کا سایہ نہ پڑے آج تم پر سایہ پڑ رہا ہے تو یہ پریشان ہو گیا ہے۔"

علی نے کہا۔ "نہ! آپ ماما کو مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں ان کی نگرانی اور حفاظت کرتا رہوں گا۔ اس شخص کے ہتھکنڈوں کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا! اگر یہ دشمن نہیں ہے، ہم سے دوستی کا دعویٰ کرتا ہے تو پھر اسے سچ بولنا چاہیے۔"

سونیا نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا اپنے بارے میں سچ بیان دو گے؟"

میں نے بے بسی سے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا، سچ آنکھوں کے سامنے بیٹھا ہو پھر بھی سچ نظر نہ آ رہا ہو تو آدمی اور سچ کیا بولے؟"

پارس نے پوچھا۔ "تم پیرس کب آئے؟"

"مجھے یہاں پہنچے چوبیس گھنٹے ہو چکے ہیں۔"

"اگر تم پہنچتے ہوتے ہی پیرس پہنچتے ہی ادارے میں آ کر شیخ الفارس مرحوم سے ملاقات کرتے، ہماری طرح یا پابھی یہ جان جاتے تھے کہ وہ کسی بات کی تصدیق کر دیتے ہیں تو پھر ہم سب کسی حجت اور دلیل کے بغیر اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ بتاؤ تم نے شیخ الفارس مرحوم سے ملاقات کیوں نہیں کی؟ اور ان کے وفات پانے کے بعد کیوں آئے ہو؟"

پارس نے بہت ہی ٹیڑھا سوال کیا تھا۔ میں نے کہا۔ "شیخ مرحوم مجھے دینی احکامات کا پابند بنا کر رکھنا چاہتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ گولی لگنے کے بعد جب مجھے ادارے میں لایا گیا تو اُسی رات شیخ مرحوم نے کہا تھا کہ فرہاد! تمھاری زندگی پوری ہو چکی ہے۔ میں دعا کر رہا ہوں تمھیں کسی دوسری جگہ پہنچا کر علاج بھی کروں گا۔ میرے اندر کا علم کہتا ہے کہ تمھیں نئی زندگی ملے گی تو تم اسے صرف عبادت کے لیے اور خدمتِ خلق کے لیے وقف کرو گے۔"

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ "میں پوری طرح ہوش و حواس میں نہیں تھا۔ بڑے درد و کرب سے گزر رہا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے جواب دیا کہ مجھے بچا لیں میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔"

میں نے ایک نظر سب پر ڈالی پھر کہا۔ "اس کے بعد ہوش نہ رہا۔ کبھی کبھی آنکھ کھلتی تھی۔ پتا نہیں کتنے گھنٹے یا کتنے دن گزر جاتے تھے۔ آنکھوں پر اور دماغ پر دھند چھائی رہتی تھی۔ دماغ کے اندر شیخ الفارس مرحوم کی سرگوشیاں سنائی دیتی تھیں۔ وہ کہتے تھے۔۔۔"

میں نے ایک ذرا رکوشی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ کہتے تھے فرہاد علی تیمور فانی تھا، فنا ہو چکا ہے۔ اُسے سپردِ خاک کر دیا گیا ہے۔ تمھاری یہ حیاتِ نو عبادت، ریاضت اور خدمتِ خلق کے لیے ہے۔ دنیا والوں سے تمھارا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ تم ذات برادری، اپنوں اور بیگانوں کی تمیز کے بغیر سب کے کام آؤ گے مگر کسی سے کوئی رشتہ یا خاص شناسائی نہ ہو گی۔ تمھارے خون کے اور محبت کے رشتوں نے تم پر مٹی ڈال دی ہے، اب وہ تمھیں نہیں پہچانیں گے۔"

"میں اعتراف کرتا ہوں کہ شیخ مرحوم سے جو وعدہ کیا اُسے پورا نہیں کیا۔ مجھے رشتوں کی محبت اور خون کی کشش کھینچنے لگی۔ میں نے شیخ مرحوم سے کہا تھا کہ میں انسان ہوں، انسان رہوں گا فرشتہ نہیں بن سکوں گا۔ میں اپنی قبیلی میں اور اپنے چاہنے والوں میں جانا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا تم ایسا کرو گے تو پچھتاؤ گے، کوئی فرہاد کے وجود کو تسلیم نہیں کرے گا۔ تم خون کے اور پیار کے ایک ایک رشتے کے پاس جاؤ گے، کوئی تمھیں قبول نہیں کرے گا اور یہ ابھی طرح سمجھ لو مجھ سے ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم ہو جائے گا۔ اس سے پہلے کہ تمھارے چاہنے والے میرے پاس تصدیق کے لیے آئیں، اُن سے بھی ہمیشہ کے لیے رابطہ ٹوٹ جائے گا۔"

"آہ! واقعی انھوں نے تم چاہنے والوں سے بھی ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم کر دیا ہے۔ یہ محض ان کی ہی بتی فات تھی جو میری حیاتِ نوئی تصدیق کر سکتی تھی۔ ورنہ میری صورت، میری آواز، میرا لہجہ، میری محبت میرا علم اور میری کوششیں سب بے معنی ہو کر رہ گئی ہیں۔ میں نے اپنے مختصر حالات سنا دیے۔ میں جانتا ہوں کوئی یقین نہیں کرے گا مگر یقین نہ کرنے سے بھی حقیقت یہی رہے گی جو ہے۔ میں ہوں اور جب تک میں ہوں، ہزار انکار کے باوجود میں ہی رہوں گا۔"

میں خاموش ہو گیا۔ علی تیمور نے کہا۔ "میرا مشورہ ہے، اس شخص کا طبی معائنہ کرایا جائے۔ یہ شخص دماغی مریض ہے۔"

پارس نے کہا۔ "مریض نہیں، مکار ہے۔ یہ جانتا ہے، اس ادارے کے مسلمان پانچوں وقت کے نمازی اور بزرگانِ دین کے عقیدت مند ہیں۔ بابا فرید واسطی مرحوم اور شیخ الفارس مرحوم کی زندگی میں عبادت اور ریاضت کے باعث یہاں روحانی فضا قائم ہوتی رہی ہے۔ ایسی ہی روحانیت کے پیشِ نظر یہ حیاتِ نو کی روح پرور داستان سنا رہا ہے۔ اے بھائی! کیوں ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو؟ اپنا اصلی چہرہ کیوں نہیں دکھاتے؟"

سونیا نے کہا۔ "اسے جو کہنا تھا یہ کہہ چکا ہے۔ یہ بہت ضدی ہے، اپنا بیان نہیں بدلے گا۔ اچھا مسٹر! یہ بتاؤ کیا ہمیں یقین دلانے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہو؟"

میں نے پوچھا۔ "تم کیا چاہتی ہو؟"

"آرمر تم پر تنویمی عمل کرے گا۔ جب تمھارا دماغ پوری طرح اس کے قابو میں آ جائے گا تو یہ تمھارے تمام ڈھکے چھپے خیالات پڑھ لے گا۔ تمھاری پچھلی زندگی کے حالات معلوم کرے گا۔ اس طرح تمھارا کردار آئینے کی طرح صاف ہو جائے گا۔ پھر تمھیں کسی طرح کی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

سب نے سونیا کی تائید کی۔ میری اصلیت معلوم کرنے کا یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا۔ میں نے کہا۔ "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آرمر ایک شریف

انسان ہے۔ یہ میرے دماغ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ نہ ہی مجھے اپنا غلام بنائے گا۔ تم سب میرے اپنے ہو اور اپنوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔"

آمر نے کہا: "تم اپنا دماغ میرے حوالے کرنا چاہتے ہو، اس سے تمہاری دوستی کے جذبات کی صداقت معلوم ہوتی ہے۔"

سونیا نے کہا: "ہم نے تین دن تک کسی مسئلے میں نہ اُلجھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اگر ہم تین دن کے بعد تم پر تنویمی عمل کریں گے تو بات بگڑ جائے گی۔"

میں نے پوچھا: "بات کیسے بگڑے گی؟"

وہ بولی: "مجھے شبہ ہے کہ کسی نے پہلے ہی تمہارے دماغ پر تنویمی عمل کیا ہے اور یہ باتیں نقش کر دی ہیں کہ تم فرہاد علی تیمور ہو اور ایک نئی زندگی گزارنے کے لیے اپنے رشتے داروں میں رہنا چاہتے ہو۔ اگر ہم تمہیں قبول کر لیں گے اور تم ہمارے ساتھ رہنے لگو گے تو وہ تنویمی عمل کرنے والا تمہارے ذریعے ہمارے منصوبوں کی خبر رکھتا رہے گا۔ تم اپنی جگہ معصوم رہو گے لیکن تمہارے ذریعے ہمیں نقصان پہنچتا رہے گا۔"

میں نے کہا: "یہ بات ہے تو تمہیں اپنا شبہ دور کرنا چاہیے۔ اگر آمر مجھ پر عمل کرنے میں دیر کرے گا تو اس سے پہلے وہ ٹیلی پیتھی والا میرے دماغ کو لاک کر دے گا جس پر سونیا کو شبہ ہے۔"

وہ بولی: "تم آج رات اسی کاٹیج میں رہو گے۔ آج ہی تم پر عمل کیا جائے گا۔"

رسونتی خوش ہو گئی کہ آج رات میں اس کے کاٹیج کے قریب رہوں گا۔ وہ بے اختیار مسکرانے لگی۔ میں نے چور نظروں سے سونیا کو دیکھا۔ سونیا چور نظروں سے رسونتی کی مسکراہٹ دیکھ رہی تھی۔ میں نے فوراً اس کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز کے حوالے سے کہا: "اپنی خوشیوں کو چھپانے کی کوشش کرو۔ سونیا تمہاری مسکراہٹ کو بھانپ رہی ہے۔"

وہ سونیا کی طرف دیکھنا چاہتی تھی، میں نے روک دیا۔ پھر کہا۔ "اُسے دیکھو گی تو وہ سمجھے گی کہ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہیں اس کی نظروں کے بارے میں بتا رہا ہوں۔ تم بھول گئی ہو کہ وہ کتنی چالاک ہے۔"

رسونتی نے کہا: "مجھے یقین ہے کہ آمر تمہارے چور خیالات پڑھ کر تمہیں فرہاد تسلیم کرے گا۔ مگر ایک بات ہے، اُسے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہم چپکے چپکے ایک دوسرے سے محبت کر رہے ہیں۔"

"معلوم ہونے دو۔ ہم ڈنکے کی چوٹ پر محبت کریں گے۔ جب میں فرہاد ثابت ہو جاؤں گا تو ہمیں کسی کا ڈر نہیں رہے گا۔"

"تمہارے چور خیالات میں مجھے پڑھا جائے گا تو شرم آئے گی۔"

"مجبوری ہے، وہ تو ضرور پڑھے گا۔ کیا میں تنویمی عمل سے انکار کر دوں؟"

"نہیں۔ ایسا نہ کرنا۔ ان کا شبہ یقین میں بدل جائے گا۔"

آمر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے پوچھا: "مسٹر اجنبی! تم رات کو کس وقت بستر پر جاتے ہو؟"

"جب سے نئی زندگی کا آغاز ہوا ہے، دس بجے ضرور سو جاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، میں دس بجے تمہارے دماغ میں آؤں گا۔"

وہ، سونیا، پارس، رسونتی اور علی تیمور کے ساتھ چلا گیا۔ ہاؤی اور والٹورو کی رہ گئے۔ والٹورو کی نے مجھ سے کہا: "مسٹر! تم سر سے پاؤں تک فرہاد نظر آتے ہو۔ سناہے تم ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہو۔ ذرا میرے ماضی میں آ کر مجھے پڑھو تو معلوم ہو گا۔ فرہاد کے جسم سے گولی نکالی گئی تو اس کے بستر کے قریب تھا۔ اس کی آخری سانس کے بعد بھی اس کے قریب رہا۔ میری آنکھوں کے سامنے اسے جنازے میں پھر قبر میں اُتارا گیا۔ قبر بند ہونے کے بعد بھی نہیں کھلی۔ تم کون ہو، یہ خدا بہتر جانتا ہے۔ مجھے تنویمی عمل کے نتیجے کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ پوری مجھے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "ہم نے بہت سا اچھا وقت ساتھ گزارا ہے۔ کیا تم بھی کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی: "تم نے غلط کہا۔ میں نے فرہاد کے ساتھ بہت سا وقت نہیں گزارا۔ مجھے اُس سے ہر جائی سے یہی شکایت ہے۔ میں اس کی زندگی میں آئی تو بہت کم عمر تھی، پارس پیدا ہو چکا تھا۔ میں فرہاد کی محبوباؤں میں کبھی بھی سب سے کم عمر ہوں لیکن اُس کی موت کے بعد کیا ہوں؟ نہ سہاگن تھی، نہ بیوی ہوں۔ نہ بیوی تھی، نہ محبوبہ تھی، ایک کھلونا تھی۔"

"نہیں پوجی! میں تمہیں بہت چاہتا تھا لیکن دشمنوں کے پیدا کردہ حالات نے مجھے زیادہ سے زیادہ تمہارے قریب رہنے کا موقع نہیں دیا۔"

"اگر موقع ملتا بھی تو محبوبائیں اتنی زیادہ تھیں کہ میں یاد بھی نہ آتی۔ میری دعا ہے کہ تمہارا بیان درست ہو۔ تم سچ مچ فرہاد ہو اور اس دعا کے ساتھ یہ بددعا ہے کہ تمہیں کوئی نہ پہچانے، کوئی تمہیں قبول نہ کرے۔ جب تمہیں رشتوں کی محبت سے محرومی کا احساس ہو گا تو شاید تمہیں میری محرومی کا بھی خیال آئے گا۔ اللہ کرے تمہیں لمبی زندگی ملے اور اس لمبی زندگی میں قدم قدم پر ناکامی اور نامرادی ملتی رہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی دروازے تک گئی، پھر وہاں رک گئی۔ پلٹ کر بولی: "تمہارے بیان کے مطابق شیخ مرزم نے کہا تھا کہ تمہیں کوئی قبول نہیں کرے گا تو تمہارے ہر جائی پن کے جواب میں سب سے پہلے میں تمہیں ٹھکراتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے سر جھکا کر دل ہی دل میں اعتراف کیا کہ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اُس نے میرے بعد کسی کو نہیں اپنایا تھا۔ وہ بمشکل تیس یا چونتیس برس کی ہو گی۔ اس عمر میں عورت اپنے جوبن کے ساتھ بھرپور جوانی کے دن گزارتی ہے پھر یادوں کی تو جناٹک کا ماہو تھی۔ بلاناغہ جناٹک کی مشقیں کرتی تھی، جس کے باعث چہرے پر بہار کی تازگی تھی اور بدن میں تراخیدہ مجسمے کا حسن نمایاں تھا۔ اسے کسی خریدار

جوان سے شادی کر کے خوشگوار ازدواجی زندگی گزارنا چاہیے لیکن یہ مشورہ میں نہیں دے سکتا تھا کیونکہ میں ہر جائی تھا۔

رات کے دس بجے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ آمر نے دماغ میں آ کر مخاطب کیا۔ میں نے کہا: "میں حاضر ہوں۔ تمہارے عمل کے لیے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا ہے۔ دماغ کو بھی کسی دباؤ کے بغیر تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔ یہ لو۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے سُلانے لگا۔ جلد ہی میں نیند میں ڈوب گیا۔ وہ میرے خوابیدہ دماغ کو اپنی طرف مائل کر کے مجھے اپنا معمول بنانے لگا چونکہ میں اس عمل کے لیے راضی تھا اس لیے جلد ہی اس کا معمول بن گیا۔ اُس نے کہا: "میرے معمول! تم میرے پابند ہو۔ تم مجھے اپنی زندگی کا ہر اگلا پچھلا راز بتاؤ گے۔"

میں نہیں جانتا تھا کہ میں کہاں ہوں، کس حالت میں ہوں اور آمر کے سوالوں کا کس طرح جواب دے رہا ہوں۔ معمول اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہتا۔ اپنے دماغ کی کتاب کو عامل کے سامنے کھلا چھوڑ کر خود گم ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا: "میں اپنی زندگی کا ہر اگلا پچھلا راز بتاؤں گا۔"

آمر نے کہا: "تم معمول سے معمول اور بڑی سے بڑی بات نہیں چھپاؤ گے۔"

میں نے اُس کی بات دُہرائی۔ اس نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟"

"فرہاد علی تیمور۔"

"تمہارا یہ نام کس نے رکھا؟"

"میں نہیں جانتا۔"

میں واقعی نہیں جانتا تھا۔ میری طرح بے شمار بچے یہ نہیں جانتے کہ ان کے نام کا انتخاب باپ نے کیا ہے یا ماں نے کیا ہے، دادا نے کیا ہے یا کسی نجومی نے مشورہ دیا ہے۔ چونکہ معمول صرف سچ بولتا ہے اور سچ کی تفصیل بیان نہیں کرتا اس لیے میں نے اتنا ہی کہا کہ میں نہیں جانتا۔

اس نے پوچھا: "آپریشن کے ذریعے تمہارے جسم سے گولی نکالی گئی، اس کے بعد بھی تمہاری حالت نازک تھی۔ ہم جانتے ہیں کہ تم موت کی آغوش میں چلے گئے تھے۔ تم بتاؤ، کس عالم میں تھے؟"

"میں نہیں جانتا کس عالم میں تھا۔"

"ہوش میں آنے کے بعد کیا ہوا؟"

"میں نے ایک اجنبی جگہ خود کو تنہا پایا۔ کوئی میرے آس پاس نہیں تھا۔ مگر ہاں کوئی میرے اندر بول رہا تھا۔"

"کون بول رہا تھا؟"

"وہ جناب شیخ الفارس صاحب کی آواز تھی۔"

"صرف آواز تھی؟ آواز کی نقل بھی کی جاتی ہے۔"

"میں نہیں جانتا وہ آواز نقلی تھی یا اصلی۔"

"وہ آواز کیا کہہ رہی تھی؟"

"کہہ رہی تھی: میں آج سے نئی زندگی شروع کرنے والا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے وہ آواز کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تھی؟"

"میں یقین سے ہاں نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی نہیں کہہ سکتا۔"

"تم بتاتے ہو، صرف آواز شیخ مرحوم کی تھی۔ آواز والے نے خود کو شیخ الفارس نہیں کہا تھا؟"

"آواز والے نے خود کو شیخ الفارس نہیں کہا۔"

"اور اُسی آواز نے تمہیں بتایا کہ تم فرہاد علی تیمور ہو؟"

میں جواب دینا چاہتا تھا کہ اس آواز نے نہیں بتایا۔ میں تو بچپن سے خود کو فرہاد کی حیثیت سے جانتا آیا ہوں لیکن جواب دینے سے پہلے ہی مجھے کھانسی آ گئی۔ پتا چلا وہ کھانسی میری نہیں رسونتی کی تھی۔

وہ میرے دماغ میں چھپی ہوئی تھی۔ اُسے یہ معلوم کرنے کی بے چینی تھی کہ میں آمر کا معمول بن کر اپنی کیا حقیقت بیان کرنے والا ہوں لیکن حقیقت سننے سے پہلے اسے کھانسی آ گئی۔ اُدھر آمر نے چونک کر کہا۔ "ارے تمہیں کھانسی آ رہی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے! معمول عارضی طور پر بالکل نارمل رہتا ہے۔ اسے کبھی کھانسی یا چھینک نہیں آتی۔ اس کا مطلب ہے تمہارے دماغ میں کوئی چھپا ہوا ہے۔ کون ہو؟ کون ہو تم؟"

کھانسی کے سبب تنویمی عمل ٹوٹ گیا تھا۔ میں گہری غفلت سے اچانک ہوش مندی کی طرف آیا تو دماغ کو جھٹکا پہنچا۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ کھانسی کے پہلے ہی جھٹکے کے ساتھ رسونتی میرے دماغ سے بھاگ گئی تھی۔ آمر کو جواب نہیں ملا کہ میرے دماغ میں کون چھپا ہوا تھا۔ اس طرح یہ شبہ پختہ ہو گیا کہ میں پہلے ہی کسی کے تنویمی عمل کا غلام ہوں۔ ایک کھانسی کے سبب بھید کھلتے ہی وہ عمل کرنے والا بھاگ گیا ہے۔ یا ابھی تک خاموشی سے میرے اندر چھپا ہوا ہے۔

آمر اگرچہ مجھ سے دور اپنے کاٹیج میں تھا، تاہم میری ذہنی تکلیف کو سمجھ رہا تھا۔ سونیا اس کے کاٹیج میں ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ میرے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوا پھر سونیا سے بولا۔ "کوئی اس کے دماغ میں چھپا ہوا تھا۔ چھپنے والے کو اچانک کھانسی آ گئی تھی۔ جس کے نتیجے میں تنویمی عمل ٹوٹ گیا۔ اس بے چارے اجنبی کو شدید دماغی جھٹکا پہنچا ہے۔ ایسی حالت میں معمول بننے والا دماغی مریض بن جاتا ہے۔"

وہ بولی: "میرا شبہ درست نکلا۔ اس اجنبی کے دماغ پر کسی نے قبضہ جما رکھا ہے۔ کیا اُس کا اصل نام معلوم ہوا؟"

"کیسے معلوم ہوتا۔ وہ نامعلوم خیال خوانی کرنے والا پہلے سے اس کے دماغ میں موجود تھا، اس لیے وہ خود کو بدستور فرہاد کہہ رہا تھا۔"

"جب تک اس نامعلوم خیال خوانی کرنے والے کو اُس کے دماغ سے بھگایا نہیں جائے گا، اُس اجنبی کی حقیقت معلوم نہیں ہو گی۔"

"میں سوسانہ کے دماغ میں جا کر ایک نامعلوم خیال خوانی کرنے

والے کا راستہ روکنے میں کامیاب ہو گیا تھا کیونکہ سوہنا پر تنویمی عمل کرنے کے دوران وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اتفاق سے اس وقت موجود نہیں تھا۔

"آرمر! تمہیں ایسے ہی کسی موقع کی تلاش میں رہنا ہوگا۔ وہ کمبخت خیال خوانی کرنے والا چوبیس گھنٹے اجنبی کے دماغ میں نہیں رہے گا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر پتا نہیں اجنبی کی دماغی توانائی کب تک بحال ہوگی۔ ابھی اسے شدید جھٹکا پہنچا ہے۔ میں پھر جا کر معلوم کرتا ہوں۔"

بے شک میری دماغی تکلیف ناقابلِ برداشت تھی لیکن میں تو بچپن سے تکالیف پر قابو پانے کے تجربات حاصل کرتا آیا ہوں۔ ایسے وقت ڈاکٹر اپنے مریض کو تکلیف سے نجات دلانے کے لیے نیند کا انجکشن یا دوائیں دیتے ہیں۔ میں نے برسوں کی عادت کے مطابق اپنے دماغ کو گہری نیند میں ڈوبنے کی ہدایت کی پھر صبح تک کے لیے سو گیا۔

آرمر نے دوسری بار آ کر مجھے نیند کی حالت میں پایا پھر واپس آ کر سونیا سے کہا۔ "وہ اتنی جلدی گہری نیند میں ڈوب گیا ہے۔ صاف ظاہر ہے اسی نامعلوم خیال خوانی کرنے والے نے اسے دماغی تکلیف سے نجات دلانے کے لیے سلا دیا ہے۔"

بڑی مشکل تھی۔ میرے ساتھ جو حالات پیش آ رہے تھے وہ میرے خلاف گواہی دے رہے تھے۔ آرمر کے تنویمی عمل کے بعد میں فراڈ ثابت ہو جاتا لیکن رسونتی کی مداخلت نے کام بگاڑ دیا۔ ان کے شبے کو تقویت مل گئی کہ میرے دماغ پر کسی خیال خوانی کرنے والے نے قبضہ جما رکھا ہے۔ مجھے اس وقت معلوم نہیں تھا کہ رسونتی چھپی ہوئی تھی۔ ورنہ میں آرمر سے فوراً کہہ دیتا اور وہ رسونتی سے تصدیق کر لیتا۔ ویسے اُسے چاہیے تھا کہ وہ اپنی موجودگی ظاہر کر دیتی لیکن مجھے دماغی تکلیف پہنچا کر شرمندہ تھی۔ پھر وہ کس منہ سے ظاہر کرتی کہ مجھ جیسے اجنبی میں انتہائی دلچسپی لینے لگی ہے۔

اس کے بعد میری گہری نیند نے بھی میرے خلاف اثر ثابت پیش کیا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے آرام سے سلا گیا ہے۔ اگر ہم اپنے آس پاس کے لوگوں کے حالات کے ساتھ اپنے اگلے پچھلے حالات کا بھی جائزہ لیتے رہیں تو پتا چلتا ہے کہ ہم سب تقدیر کے ہاتھوں کس طرح تماشا بنتے رہتے ہیں۔ دوسری صبح سونیا مجھ سے ملنے آئی۔ پھر بولی۔ "تم سمجھ گئے ہو گے کہ پچھلی رات تنویمی عمل کا نتیجہ کیا ہوا؟"

"ہاں! میں سوچ سوچ کر پریشان ہوں کہ کس نے تنویمی عمل کے دوران مداخلت کی تھی؟"

"اسی نے جو تمہارے دماغ پر قبضہ جمائے رکھتا ہے۔ تمہارے اندر تمہاری سوچ میں بولتا ہے اور تم اُسے اپنی سوچ سمجھ کر اس کی مرضی کے مطابق عمل کرتے رہتے ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میرے دماغ میں کوئی نہیں رہتا۔"

"یعنی ثبوت مہیا کرنے کے بعد بھی وہ دماغ میں چھپا ہوا تمہاری زبان سے بول رہا ہے اور اپنی موجودگی سے انکار کر رہا ہے۔"

"سونیا! خدا کے واسطے مجھے پہچانو! حالات میرے خلاف ہیں آرمر سے کہو پھر ایک بار مجھ پر عمل کرے اور میری اصلیت..."

"تمہاری اصلیت معلوم ہو چکی ہے۔ تم ایک مظلوم اور مجبور انسان ہو۔ کسی نے تمہاری پچھلی زندگی کی یادیں مٹا کر تمہارے دماغ میں فراڈ تنویمی کی شخصیت کو نقش کر دیا ہے۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن ہمدردی کے باوجود ہم میں سے کوئی تمہیں اپنے قریب برداشت نہیں کرے گا۔ تم اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں قدم قدم پر تم لوگوں کے کام آنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "ہاں! میں نے تم سے کہا تھا کہ پاسکل بُوبا کی جگہ تم ماسکو جاؤ گے اور اس کا رول ادا کرو گے۔ اس وقت معلوم نہیں تھا کہ میں پیرانہ تمہارے دماغ میں چھپے ہوئے شخص سے کہہ رہی ہوں۔ بہرحال اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ اب واقعی پاسکل بُوبا ماسکو جائے گا اور میں مارکو سے کہوں گی کہ وہ پاسکل کی انگلیوں کے نشانات چیک کر لے تاکہ اسے دھوکا نہ ہو۔"

"سونیا! تم اصلی پاسکل کو وہاں بھیج کر غلطی کرو گی۔"

"نہیں۔ میں غلطی درست کروں گی۔ تمہارا سارا منصوبہ خاک میں مل چکا ہے۔ جاؤ! اس ادارے سے جتنی دور جا سکتے ہو چلے جاؤ اور ہمارے خلاف کوئی دوسری چال سوچو۔"

اُس نے مسلح گارڈز کو بلایا۔ انھوں نے مجھے آ کر گھیر لیا۔ ان میں سے ایک میری آنکھوں پر پٹی باندھنے لگا۔ میں نے رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "مجھے ادارے سے باہر نکالا جا رہا ہے۔"

وہ تڑپ کر بولی۔ "ٹھہرو! میں آ رہی ہوں۔ تمہیں جانے نہیں دوں گی۔"

"رک جاؤ رسونتی! میرے لیے اپنوں سے جھگڑا نہ کرنا۔ میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں! ابھی صبر کر لو۔ مجھے جانے دو۔ ہماری ملاقات پیرس میں ہوگی۔"

"یہ تم پر ظلم ہو رہا ہے فراڈ! مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔"

"برداشت کرو۔ کیونکہ یہ ہمارے اپنے جان بوجھ کر ایسا نہیں کر رہے ہیں! تقدیر میری دشمن بن گئی ہے اور میں ہزار کوشش کے باوجود بدنصیبی کے اندھیرے سے نکلنے میں ناکام ہو رہا ہوں۔"

مسلح گارڈز مجھے ایک ٹرالی میں بٹھا کر ادارے کے باہر لائے۔ پھر آنکھوں سے پٹی ہٹا کر کہا۔ "وہ رہی تمہاری گاڑی۔ پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر یہاں سے چلے جاؤ۔"

میں خاموشی سے اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے پیرس کے راستے پر چل پڑا۔ مجھے یہ منظور نہیں تھا کہ سونیا غلط فہمی کا شکار ہو کر پاسکل بُوبا کو ماسکو مین کے حوالے کر دے۔ میرے

سمجھانے سے وہ سمجھنے والی نہیں تھی۔ لہٰذا اسے اس ارادے سے باز رکھنے کے لیے میں نے سوچا مجھے کسی طرح پاسکل تک پہنچنا چاہیے۔ مجھے فرانسیسی پولیس، انٹیلی جینس اور فوجی افسران یاد آئے۔ میں ان کے لمحوں کو دُہرا کر ہر باری باری ان کے دماغوں میں جانے لگا۔ پتا چلا ایک فوجی چھاؤنی میں دشمن ملک کے سیکرٹ ایجنٹوں کو قید کرنے کے لیے زیرِ زمین کال کوٹھریاں بنائی گئی تھیں۔ وہاں کی ایک کوٹھری میں میڈونا اور دوسری میں پاسکل بُوبا کو قید کیا گیا تھا۔ ان دونوں کے سلسلے میں سخت پابندیاں تھیں۔ انھیں کھانا نہ پہنچانے اور ان کی دیگر ضروریات پوری کرنے کے لیے وہی فوجی جوان ان کے سامنے جاتے تھے جو یوگا کے ماہر ہوتے تھے تاکہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا ان کے ذریعے ان دونوں تک نہ پہنچے۔

میں نے میڈونا اور پاسکل بُوبا کی آوازیں نہیں سُنی تھیں۔ ایک وقت تھا جب تمام افسران میرے احکامات کی تعمیل کرتے تھے۔ آج میں خود کو فراڈ کہہ کر ان سے کوئی بات نہیں منوا سکتا تھا۔ فی الحال ان دونوں تک پہنچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ جب میرے سامنے رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا تو مجھے ضد ہو جاتی ہے۔ زمین کے اندر سرنگ ہی کیوں نہ بنانا پڑے میں ضرور بنا تا ہوں۔

اچانک ایک تدبیر سوجھی۔ میں نے پرنس ڈیگر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں آرمر بول رہا ہوں۔ تمہیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ بابا صاحب کے ادارے میں تین دن تک سوگ منایا جا رہا ہے۔ سونیا تین دن بعد تم سے باتیں کرے گی۔"

اس نے کہا۔ "ہاں میں تعزیت کے لیے سونیا کے پاس گیا تھا۔ کیا تمہارے آنے کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

"ہاں۔ سونیا نے کہا ہے، میں بھی تین دن تک خیال خوانی کروں اس لیے تم سے کہنے آیا ہوں ہمارے سوگ منانے تک تم پاسکل اور میڈونا کا خیال رکھو اور ابھی جا کر معلوم کرو کہیں وہ کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کے فریب میں تو نہ آ رہے ہوں۔"

پرنس ڈیگر نے کہا۔ "میں ابھی جا کر معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کرنے سے پہلے پاسکل بُوبا کی آواز سننے کو یاد کیا۔ میں نے بھی اس کے ساتھ یاد کیا پھر آرام سے پاسکل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک تنگ اور نیم تاریک کمرے میں ایک چٹائی پر لیٹا ہوا تھا۔ سونیا اور آرمر نے اُسے ٹیلی پیتھی سے محروم رکھنے کے لیے وہی پرانا طریقہ اختیار کیا تھا۔ اسے دواؤں کے ذریعے طبعی کمزوریوں میں مبتلا کر رکھا تھا۔ وہ آنکھیں بند کیے سوچ رہا تھا۔ آہ! کیا ہی اچھا ہوتا اگر میں یہ علم نہ جانتا۔ اپنے گھر میں آرام سے دن گزارتا۔ ٹیلی پیتھی نے مجھے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ اب آرمر آئے گا تو اُس سے کہوں گا میرا برین واش کر کے میرے دماغ کو ہمیشہ کے لیے ٹیلی پیتھی سے محروم کر دے۔ مجھے ایک عام سا معمولی سا آدمی بنا کر آزاد کر دے۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ کہیں دور کسی چھوٹی سی بستی میں جا کر باقی زندگی گزار دوں گا۔

پرنس ڈیگر سے اس کی خیریت بتانے سونیا کے پاس گیا۔ سونیا نے سانس روک لی۔ وہ کسی خیال خوانی کرنے والے سے گفتگو نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آرمر اس کے قریب موجود تھا اُس سے روبرو زبانی گفتگو ہو سکتی تھی۔ میں پانچ منٹ کے بعد پھر پرنس ڈیگر کے پاس گیا وہ بولا۔ "مسٹر آرمر! میں نے سونیا کے پاس دو بار جانے کی کوششیں کیں لیکن اس نے آنے نہیں دیا۔"

میں نے کہا۔ "ابھی سونیا مجھ سے کہہ رہی تھی کہ اس کے دماغ میں کوئی آنا چاہتا تھا۔ میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا وہ تین دن تک کسی معاملے پر بات نہیں کرے گی۔"

"کیا تم سوگ نہیں منا رہے ہو؟"

"میں پہلی بار صرف یہ کہنے آیا تھا کہ ہماری غیر موجودگی میں سونیا تم پر بھروسا کرتی ہے۔ اس لیے تمہیں میڈونا اور پاسکل کا خیال رکھنا چاہیے۔"

وہ خوش ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "دوسری بار یہ کہنے آیا ہوں کہ آئندہ دو دن تک ہم سے رابطہ قائم نہ کرنا۔ پلیز! اب میڈونا کے پاس جاؤ۔"

اس نے میڈونا کی آواز اور لہجے کو دہرایا۔ میں اس کے ساتھ اپنی قاتلہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے اپنے آلۂ کار کے دماغ میں رہ کر مجھ پر گولی چلائی تھی اور مجھے اس حال کو پہنچایا تھا کہ آج میں مرد تھا نہ زندہ۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ پہلے وہ میرے قتل پر پچھتاتی رہی تھی۔ پاس کے ساتھ وہ کر ہمارے کام آتے رہنے کا عزم کیا تھا۔ بعد میں ایک انسانی روبوٹ (جیرمل گرانٹ) کی دیوانی ہو گئی تھی اُس کے ساتھ سرحد پار کرتے وقت گرفتار ہو گئی تھی۔ تب سے اس تنگ اور نیم تاریک کمرے میں زندگی گزار رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ جیرمل گرانٹ قید خانے کی دیواریں توڑ کر اُسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔

یہ خیال اس کے دماغ میں پیدا کیا جاتا تھا۔ سونیا نے فوجی جوانوں کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ دشمن اسے اغوا کرنے میں ناکام ہونے کے بعد اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے دماغ میں رہنے کا حکم دے گا۔ لہٰذا سائنسی طریقۂ کار کے ذریعے اس کا برین واش کیا جائے۔ اس کے دماغ کی سلیٹ سے پچھلی ساری باتیں مٹا کر اس کا لب و لہجہ بدل دیا جائے تاکہ پھر کوئی اس کے دماغ میں نہ آ سکے۔

اس کا برین واش ہونے والا تھا۔ یہ بات اُسے معلوم تھی اور وہ سہمی ہوئی تھی۔ اس نے سُنا تھا بجلی کے جھٹکوں سے جو برین واشنگ

ہوتی ہے وہ بڑی اذیت ناک ہوتی ہے۔ وہ زندہ رہے گی لیکن مرتی جائے گی اور مرتے مرتے بھی نہیں مرے گی۔ اس نے گڑگڑا کر کہا تھا کہ ایسی سزا نہ دی جائے۔ سونیا نے کہا تھا "تم نے فرہاد کو قتل کیا، تمہیں موت کی سزا ملنی چاہیے لیکن اس سے بھی زیادہ تمہاری زندگی اذیت ناک ہوگی۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم ہونے کے بعد تم ایک عام سی عورت رہو گی۔ تمہیں سپر ماسٹر کے پاس بھیج دیا جائے گا۔ تم نے اس کی ٹرانسفارمیشن سے ٹیلی پیتھی سیکھ کر اسے دھوکا دیا تھا۔ اس غداری کی سزا سے بچنے کے لیے تم بھاگتی رہو گی اور اس کے شکاری کتے تمہارا پیچھا کرتے رہیں گے۔"

جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو کوئی اس کے اندر بول رہا تھا۔ اُسے تسلیاں دے رہا تھا کہ اس کی قسمت اچھی ہے۔ شیخ مرحوم کے لیے تین دن تک سوگ منایا جا رہا ہے۔ آرمر فی الحال اس کے دماغ میں نہیں آئے گا۔ لہٰذا وہ چند گھنٹوں میں اُسے قید خانے سے نکال کر لے جائے گا۔

میری طرح پرنس ڈیگر بھی یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے آرمر کے لہجے میں کہا "بے شک سب لوگ سوگ منا رہے ہیں لیکن میں ڈیوٹی پر ہوں، تم لوگوں کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر التجا کرنے لگی: "آرمر! تمہاری رحمدلی بے مثال ہے۔ تم کسی چیونٹی کو بھی نہیں مارتے۔ کیا مجھے برین واشنگ کے اذیت ناک مراحل سے گزرتے ہوئے دیکھو گے؟ میں ایک عام عورت بن جاؤں گی تو دشمن مجھے چکیوں میں مسل ڈالیں گے۔ مجھے ایک موقع دو۔ میں یہاں سے نکلتے ہی سب سے پہلے تمہاری جوجو کو ماسکو سے لاؤں گی۔"

"تم نے درست کہا، میں کسی چیونٹی کو بھی نہیں مارتا۔ تمہیں بھی نہیں ماروں گا۔ یہ سب کچھ سونیا کر رہی ہے۔"

"لیکن تم میری جان بچا سکتے ہو۔"

"میں نے کسی مجرم اور قاتل کی کبھی مدد نہیں کی۔"

پرنس ڈیگر، سپر ماسٹر کا آدمی تھا۔ اور جو میڈونا کو قید خانے سے نکال لے جانا چاہتا تھا وہ بھی سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا تھا۔ اگر اسے پتا چلتا کہ پرنس ڈیگر آرمر بن کر بول رہا ہے تو پھر پرنس کی شامت آجاتی۔ سپر ماسٹر اُسے زندہ نہ چھوڑتا۔ بہرحال وہ دھمکی دے کر چلا گیا کہ فوجیوں کو چوکس رہنے کے لیے کہے گا لیکن وہ کسی فوجی جوان کے دماغ میں نہ جا سکا۔ اس نے جس کی بھی آواز سنی وہ یوگا کا ماہر ثابت ہوا۔ آخر وہ مجبور ہو کر سونیا کے پاس آیا۔ وہ ناگواری سے بولی۔ "تم کون ہو؟ کیوں بار بار آ رہے ہو؟"

"میں تمہارا دیوانہ پرنس ڈیگر ہوں۔ ابھی تم نے آرمر کو میرے پاس بھیجا تھا اور یہ تم نے اچھا کیا تھا۔ میڈونا کو چند گھنٹوں میں قید خانے سے نکالنے کی پلاننگ ہو رہی ہے۔"

سونیا نے کہا "میں نے آرمر کو تمہارے پاس جانے کو نہیں کہا تھا۔ کیوں آرمر؟ کیا تم پرنس ڈیگر کے پاس گئے تھے؟"

آرمر نے جواب دیا "بالکل نہیں۔ میں نے کئی گھنٹوں سے خیال خوانی نہیں کی۔"

پرنس ڈیگر نے حیرانی سے پوچھا "پھر وہ آرمر بن کر میرے پاس کون آیا تھا؟"

سونیا نے کہا "کیا مصیبت ہے، ہم چند گھنٹے بھی کسی مسئلے میں اُلجھے بغیر نہیں گزار سکتے۔ ویل پرنس ڈیگر! دشمنوں کی پلاننگ کیا ہوئی؟"

"یہ معلوم کرنے کے لیے دشمن خیال خوانی کرنے والے کے دماغ میں مجھے جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ تم متعلقہ فوجی افسران کو محتاط رہنے کے لیے کہہ دو۔"

سونیا نے آرمر سے کہا۔ آرمر نے اُن افسران کو خطرے سے آگاہ کیا۔ ایک نے کہا "مسٹر آرمر! آپ مطمئن رہیں۔ یہاں جتنے افسران اور سپاہی ہیں سب یوگا کے ماہر ہیں۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے میڈونا اور پاسکل کے دماغوں تک پہنچ سکتے ہیں لیکن ہمارے ذریعے زیرزمیں قید خانے میں اعصابی کمزوری کی دوا استعمال کرا سکتے ہیں۔ پھر اُسے آلۂ کار بنا کر میڈونا کو وہاں سے نکال سکتے ہیں۔ تم ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے کہو کہ تمام فوجی جوانوں اور افسروں کی خفیہ نگرانی کے لیے ابھی خاصی تعداد میں سراغرساں کی ڈیوٹی لگائی جائے۔ جو متعلقہ افسر میڈونا اور پاسکل کو وہاں سے لے جانا چاہے اُسے فوراً حراست میں لیا جائے۔"

میں اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا پیرس کی طرف جا رہا تھا۔ اس طویل سفر میں میڈونا اور پاسکل تو بہت دور کے دماغوں تک پہنچ چکا تھا لیکن سونیا اور آرمر کے درمیان جو باتیں ہو رہی تھیں اُنھیں میں سن نہیں سکتا تھا۔ اب پرنس ڈیگر کے پاس بھی جاتا تو وہ سانس روک لیتا اور مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتا۔ ویسے اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ میں اس سے اپنا کام نکال چکا تھا۔

مجھے مسلسل میڈونا کے دماغ میں آتے جاتے رہنا تھا۔ ڈیوٹی کی طرف بھی توجہ دینی تھی۔ راستے میں ایک پٹرول پمپ سے ٹنکی فل کرانے کے لیے رُکنا پڑا۔ مجھ سے پہلے دو کاریں پٹرول لینے کے لیے قطاروں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک کار سے ایک عورت باہر نکلی۔ وہ خاصی نشے میں تھی۔ کھلی فضا میں دونوں بانہیں پھیلا کر کہہ رہی تھی۔

"دیکھو دیکھو! میں پرواز کر رہی ہوں۔ ہائے کتنا مزہ آ رہا ہے!"

وہ لڑکھڑاتی ہوئی اپنی کار سے ذرا دور گئی۔ اس کے کسی ساتھی نے آواز دی "کہاں جا رہی ہو؟ واپس آؤ۔"

وہ پلٹ کر میری کار کی طرف آئی۔ پھر کھڑکی پر جھک کر مجھے دیکھتے ہوئے بولی "ارے جان! تمہاری صورت کیسے بدل گئی؟"

میں نے کہا "میں جان نہیں ہوں۔ تمہاری گاڑی آگے ہے۔"

وہ دروازہ کھول کر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی "تم بڑے پُراسرار ہو، ایسے ایسے بھیس بدلتے ہو کہ تمہاری صورت پہچانی نہیں جاتی۔"

اس کے ساتھی نے آکر دروازہ کھولا پھر اسے کھینچتے ہوئے کہا "کیٹی! تم سے کتنی بار کہا ہے اتنی پیالہ نہ کرو کم آن۔"

اس عورت سے پیچھا چھڑانے اور اپنی گاڑی کی ٹنکی فل کرانے میں پندرہ منٹ لگ گئے۔ جب میں ڈرائیو کرتا ہوا میڈونا کے پاس پہنچا تو دشمن اپنی چال چل چکے تھے۔ میڈونا زیرزمیں قید خانے سے نکل کر ایک افسر کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو چکی تھی۔ میں نے میڈونا کی زبان سے افسر کو مخاطب کرنا چاہا تو پتا چلا، سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا ہوا ہے۔ میں اس کے دماغ میں جا سکتا ہوں مگر اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال نہیں کر سکتا۔

میں نے دوسرے افسران کے پاس جا کر آرمر کے لہجے میں اطلاع دی "ہمارا ایک افسر میڈونا کو ہیلی کاپٹر میں لے جا رہا ہے۔ اُسے روکو۔"

یہ اطلاع دے کر میں پھر میڈونا کے پاس آیا۔ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا پتا نہیں کہاں جا رہا تھا۔ دس منٹ کے بعد ہی وہ ایک کشادہ سڑک پر اُترا۔ اُس سڑک پر ایک طیارہ کھڑا ہوا تھا۔ میڈونا کو ہیلی کاپٹر سے اُتار کر طیارے میں پہنچایا گیا۔ اس کے ساتھ آنے والے افسر کو کسی نے گولی مار دی۔ افسر گولی کھا کر گرا۔ اس افسر کے دماغ پر قبضہ جمانے والا نفاذید دماغ میں سے نکل گیا تھا۔ اسی لیے افسر کو ہوش آیا۔ زخمی ہو کر گرتے ہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا تھا۔ اُس نے فوراً ہی اپنا ریوالور نکالا پھر تڑاتڑ گولیاں چلانے لگا۔ جواب میں فائرنگ ہوئی، افسر مر گیا لیکن دوسرا بھی زخمی ہو کر طیارے کے اندر پہنچا۔ دروازہ بند ہوتے ہی وہ طیارہ پختہ سڑک پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہونے لگا۔ میں میڈونا کے ذریعے زخمی کی کراہیں سن رہا تھا۔ اُسے ایک سیٹ پر بٹھا کر حفاظتی بیلٹ سے باندھ دیا گیا تھا۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "میرے بازو سے گولی نکالو، نہیں تو مر جاؤں گا۔"

بڑی دیر بعد ایک دشمن کی آواز سنائی دی تھی۔ میں بھلا اُسے کیسے مرنے دیتا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی توانائی میں اضافہ کرنے لگا۔ اُسے طبّی امداد پہنچائی جا رہی تھی۔ امداد پہنچانے والے کچھ نہ کچھ بولنے پر مجبور تھے۔ میں بھی اُنھیں بولنے پر مجبور کرتا ہوا پائلٹ تک پہنچ گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "میڈونا کو لے جانے والو! یہ پائلٹ میرے قبضے میں ہے۔

یقین نہ ہو تو اس کے دماغ میں آ کر دیکھ لو۔"

میں جانتا تھا یہ بات سنتے ہی میڈونا کے دماغ پر قبضہ جمانے والا تصدیق کے لیے پائلٹ کے پاس ضرور آئے گا۔ میں فوراً میڈونا کے پاس آ گیا۔ اس کی زبان سے کہا۔ "اب میں یہاں ہوں۔"

میڈونا نے میری مرضی کے مطابق یہ الفاظ ادا کیے تو میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ دشمن طیارے کو بچانے کے لیے پائلٹ کے پاس گیا ہوا تھا۔ میں نے میڈونا پر پوری طرح قبضہ جما کر کہا۔ "اس عورت کو واپس قید خانے میں پہنچاؤ گے یا خود اسے مار ڈالو گے یا ایک ایک کر کے اپنے ساتھیوں کی موت کا تماشا دیکھو گے؟"

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میڈونا کو پھر اپنے قبضے میں لینا چاہا مگر ناکام ہو کر دوسرے ساتھی کے ذریعے بولا۔ "آرمر! بابا صاحب کے ادارے میں ایک تم ہی خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہو اور ہم یہ اچھی طرح جانتے ہیں تم دھوکا دو گے مگر ہم میں سے کسی کی جان نہیں لو گے اس طیارے کو تباہ نہیں کرو گے۔"

میں چند ساعتوں کے لیے میڈونا کو چھوڑ کر ایک مسلح شخص کے دماغ میں گیا اس کے ہاتھ سے رائفل کو اچھالا۔ پھر میڈونا کے دماغ میں آ کر اس کے ذریعے رائفل کو کیچ کر لیا۔ اس کے بعد ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس مسلح شخص کو گولی مار دی۔ اس کے بعد کہا۔ "اب یقین ہو جائے گا کہ میں آرمر نہیں ہوں۔"

ایک نے حیرانی سے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

"تم لوگ حساب میں بہت کمزور ہو۔ بابا صاحب کے ادارے میں صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو گنتے ہو۔ کیا رسونتی کو بھول گئے؟"

سبھی کو چپ لگ گئی۔ انھیں رسونتی سے رحمدلی کی توقع نہیں تھی۔ پھر بھی ایک نے کہا۔ "ہم مانتے ہیں کہ سپر ماسٹر نے تمھارے ساتھ دھوکا کیا تھا۔ کیا تم اس کا بدلہ ہم سے لو گی؟"

میں نے کہا۔ "نہیں لوں گی۔ میڈونا کو واپس لے جاؤ۔"

اچانک ایک طرف سے گولی چلی۔ میڈونا کے ہاتھ میں لگی۔ رائفل چھوٹ گئی۔ دو افراد نے اس کے دونوں بازوؤں کو گرفت میں لے لیا تاکہ میں اس کے ذریعے کوئی ہتھیار استعمال نہ کر سکوں۔ میں نے کہا۔ "میڈونا! تم یہ تماشے دیکھ رہی ہو۔ کیا تمھیں پتا ہے کہ تمھارا آخری وقت آ چکا ہے؟"

وہ گڑگڑا کر بولی۔ "رسونتی! مجھے بچا لو۔ مجھے اپنے پاس بلا لو۔ میں باقی زندگی تمھارے قدموں میں گزار دوں گی۔"

"میں رسونتی نہیں ہوں۔"

"پھر کون ہو؟"

"فرہاد علی تیمور۔"

"آں؟" وہ دہشت زدہ ہو کر بولی۔ "نہیں۔ وہ مر چکا ہے۔ رسونتی!

میں نے تمھارا سہاگ اُجاڑا ہے۔ میں تمھاری مجرم ہوں۔ مگر ایک بار مجھے آ کر مار کر۔۔۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ "میں رسونتی نہیں ہوں۔ یقین کر دلا نہ کرو۔ فرہاد اپنے خون کا حساب لینے آیا ہے۔"

"نہیں یہ جھوٹ ہے۔ مُردے زندہ نہیں ہوتے۔"

"زندہ مُردے ہو جاتے ہیں۔ تم اب تک میرے ہی انتقام کا نشانہ بننے کے لیے زندہ تھیں۔"

"تم کون ہو؟ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

"کیا بتاؤں؟ کوئی یقین نہیں کرتا۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، آئندہ بھی کوئی میرے وجود کو تسلیم نہیں کرے گا۔ اس لیے سمجھ لو میں فرہاد کی روح ہوں۔ جب تم مر جاؤ گی تو تمھاری روح بتائے گی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کی روح بھی دماغوں میں آ کر انتقام لیتی ہے۔"

میں نے ایک مسلح شخص کے دماغ میں آ کر کہا۔ "تم تعداد میں دس ہو۔ میڈونا کی طرح ایک کو قابو میں کرو گے تو میں دو سے تمھارے پاس پہنچتا رہوں گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے طیارے کے آن بریک ایبل سکرین پر گولی چلائی۔ ٹھنڈا سکرین تڑخ گئی۔ وہاں ایک سوراخ ہوا پھر مسلسل فائرنگ سے طیارہ ڈگمگانے لگا۔ کیونکہ بڑا سکرین سے تیز ہوائیں اندر آ رہی تھیں۔ ان میں سے کوئی خود کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ سب اِدھر سے اُدھر لڑھکتے جا رہے تھے۔

میں نے میڈونا کے پاس آ کر کہا۔ "دیکھو، مرتے مرتے دیکھو، موت کیسے آتی ہے۔ تم نے مجھے زندگی اور موت کے درمیان اٹکا دیا تھا۔ آج تم بھی زندگی اور موت کے درمیان ہو۔ تھوڑی دیر بعد مر جاؤ گی۔ میں چاہتا ہوں تم زندہ رہ کر مُردہ کہلاؤ۔ دنیا میری طرح تمھیں بھی قبول نہ کرے۔ لیکن ایسا سب کے ساتھ نہیں ہوتا۔ مقدر نے صرف مجھے تماشا بنا رکھا ہے۔"

اچانک ایک زور کا دھماکا ہوا۔ پھر سناٹا چھا گیا۔ طیارہ قابو سے باہر ہو کر کہیں ٹکرا گیا تھا۔ وہاں کسی کے دماغ میں میرے لیے جگہ نہیں رہی تھی۔ میڈونا کا نام رہ گیا تھا، وجود مٹ چکا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک اپنی کار میں خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اُسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے پاسکل کی خبر لی۔ پتا چلا سپر ماسٹر کے ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ایک اور افسر کو ٹریپ کر کے پاسکل کو بھی اغوا کرنا چاہا تھا لیکن ملٹری انٹیلی جنس والوں نے فرار ہونے سے پہلے ہی پاسکل اور افسر کو گرفتار کر لیا تھا۔ جو بیل کا پٹرا انھیں دینے آیا تھا اسے تباہ کر دیا گیا تھا۔

یہ معلومات بابا صاحب کے ادارے تک پہنچ گئی تھیں۔ شام تک یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ میڈونا جس طیارے میں جا رہی تھی، وہ

الٹی کی سرحد پار کرنے کے بعد تباہ ہو گیا تھا۔ سونیا یہ سب کچھ سن رہی تھی۔ میڈونا کی موت کا کسی کو افسوس نہیں تھا۔ یہ بات اطمینان بخش تھی کہ پاسکل بدستور قیدی تھا اور سونیا اپنے وعدے کے مطابق اسے ماسک مین کے حوالے کر سکتی تھی۔

اور یہی میں نہیں چاہتا تھا۔ تین دن کے بعد میں نے اس سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا۔ "مجھے دماغ سے بھگانے سے پہلے جواب دو میڈونا کو اغوا کرنے والوں کا طیارہ کیسے تباہ ہوا؟"

"یہ تمھارا کارنامہ ہے تم داد وصول کرنے میرے پاس آئے ہو۔"

"میں صفائی پیش کرنے آیا ہوں۔ پہلے میں نے انھیں مجبور کیا تھا کہ وہ میڈونا کو پیرس واپس لے جائیں لیکن طیارے میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ میڈونا کو سپر ماسٹر تک پہنچا دے گا۔ میں دشمن کے محاذ پر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا طیارے کو تباہ کر دیا۔"

"شاباش! خوش رہو اور جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں دماغ سے نکل آیا۔ اس وقت مجھے بہت غصہ آ رہا تھا۔ اگر وہ سامنے ہوتی تو پٹائی شروع کر دیتا۔

میری محبت بھری کوششوں کی حد ہو گئی تھی۔ میرے صبر کی انتہا ہو چکی تھی۔ میں نے سپر ماسٹر کی ٹیلی پیتھی کی طاقت کو بڑھتے بڑھتے روک دیا تھا۔ مجھے غیر سمجھ کر ہی وہ احسان مان سکتی تھی۔ مجھے دماغ سے بھگانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ کسی حال میں مجھ پر بھروسا کرنا نہیں چاہتی تھی۔

اور میں اپنوں کی محبت سے مجبور تھا۔ غصے میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ سونیا، علی تیمور، اور پارس وغیرہ کو سزا دوں گا۔ انھیں آیندہ خطرات سے آگاہ نہیں کروں گا اور کبھی اُن کی مدد نہیں کروں گا۔ میں ان کے خلاف کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بس یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ ان سے دور رہوں اور شاید مرحوم کی پیشین گوئی درست ہوتی رہے۔

میں شام کو کاٹیج سے نکل کر کہیں باہر وقت گزارنا چاہتا تھا۔

اسی وقت رسونتی نے دماغ پر دستک دی۔ کوڈ ورڈ ذرا دیر سے پھر بولی۔ "میں آ گئی ہوں، دروازہ کھولو۔"

"میرے دماغ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔"

"دماغ کا نہیں کاٹیج کا دروازہ۔"

میں خوشی سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا بیرونی دروازے تک آیا۔ پھر اُسے کھول دیا۔ وہ بہار کی پہلی کھلتی ہوئی کلی کی طرح مسکرا رہی تھی۔ ان لمحات میں اس کی عمر کا حساب نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ اس کی پچھلی زندگی کی طرح اس کی پچھلی عمر بھی گم ہو گئی تھی۔ وہ کسی کی ماں نہیں تھی۔ کسی کی بیوی نہیں تھی۔ ابھی اسے ایک مرد کا پہلا پیار ملنے والا تھا۔ میں نے دروازے پر ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بازوؤں میں کھینچ لیا۔ وہ جذبوں کی کھینچ تان میں گھبرا کر بولی۔ "کوئی دیکھ

اب انتہا ہوگئی تھی۔ میں نے اپنی شناخت کرانے کے لیے اپنے عزیزوں اور خون کے رشتوں سے محبت کی انتہا کر دی۔ بُرے وقتوں میں ان کے کام آتا رہا۔ انھیں دشمنوں کی ناقابل عبور سرحد پار کرائی۔ خطرناک تنظیموں کی سازشوں سے انھیں آگاہ کرتا رہا۔ اُن کے راستوں سے کانٹے صاف کرتا رہا۔ اس کے باوجود انھوں نے مجھ سے نفرت کی۔ مجھے دُھتکار دیا۔ اور انتہا یہ ہوگئی کہ دونوں بیٹے مجھ پر ہاتھ اٹھا رہے تھے اور سونیا میری موت کو یقینی بنا کر مجھے کلمہ پڑھنے کا مشورہ دے رہی تھی۔

رسونتی دوڑتی ہوئی کاٹیج سے باہر آکر میرے پاس پہنچ گئی تھی۔ میں فرش پر گرا ہوا تھا۔ سامنے سونیا کھڑی ہوئی تھی اور دونوں بیٹے ٹوٹی ہوئی کھڑکی سے نکل کر مجھے مار ڈالنے کے لیے آرہے تھے۔ رسونتی مجھ سے لپٹ کر رونے لگی۔ روتے روتے کہنے لگی "تم سب عقل کے اندھے ہو، اپنے خون کو نہیں پہچانتے ہو۔ اب اگر کسی نے ہاتھ لگایا تو میں اُسے مار ڈالوں گی۔ جب تم دونوں باپ کو مار سکتے ہو تو میں بھی بیٹوں کو ہلاک کر سکتی ہوں۔"

پارس نے کہا "ماما! یہ بے حیائی ہے۔ ہمارے سامنے ایک اجنبی کو گلے نہ لگائیں۔ ورنہ ہم اپنی جان دے دیں گے۔"

علی تیمور نے کہا "جان دیں گے نہیں، اس کی جان لیں گے۔"

میں نے فرش پر سے اُٹھ کر رسونتی کو ایک طرف ہٹایا پھر اس سے کہا "آنسو پونچھ لو۔ تمھارا مردان چھوکروں کے اور مادام سونیا کے مقابلے میں کمزور نہیں ہے۔"

میں نے ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے کہا "جتنی دیر بیٹا کہتا رہا اتنی دیر محبت سے سمجھانے کے پھر میں مار کھاتا رہا۔ اب تم سے کسی کا ایک داؤ بھی نہیں چلے گا۔ تم لوگوں نے والٹورو کی سے سب کچھ سیکھ لیا ہے۔ میرے بدترین دشمنوں کو بدترین شکست دیتے رہے ہو۔ لیکن میرے بچو! ابھی تمھارے سیکھنے کے لیے بہت کچھ باقی ہے اور وہ تم ابھی سیکھو گے۔"

پارس نے کیارگی چھلانگ لگائی۔ فضا میں اُڑتا ہوا آیا۔ اس کی فلائنگ کِک ٹھیک میرے سینے پر لگنے والی تھی۔ میں پھرتی سے بیٹھ کر اٹھ گیا۔ میرے بیٹھنے سے اس کی کِک خالی گئی۔ اٹھنے سے وہ میرے دونوں بازوؤں میں آگیا۔

میں نے اسے سونیا کی طرف اچھالا پھر خود اُچھل پڑا کیونکہ علی تیمور نے فرش پر پھسلتی ہوئی گھومتی ہوئی لات چلائی تھی۔ میرے آگے چلنے پر وہ خالی گھوم کر رہ گیا تھا۔

حملے ناکام ہوتے رہیں تو حملہ کرنے والوں کو غصہ آجاتا ہے۔ وہ جوش میں اور غیظ و غضب میں بڑھ بڑھ کر اندھا دھند حملے کرتے ہیں۔ لیکن دونوں بیٹے فوراً پُرسکون ہوگئے تھے۔ مجھ کو جانچ رہے تھے۔ انھوں نے دو چار حملے بڑے اطمینان سے کیے۔ اس دوران مجھے کئی بار جوابی حملوں کا موقع ملا لیکن میں چھوڑ دیتا رہا۔ اور ان سے کہتا رہا "دیکھو، میں صرف دفاعی جنگ لڑ رہا ہوں کیوں کہ میں جنگ نہیں چاہتا۔ محبت اور رشتے داری چاہتا ہوں۔"

سونیا ایک طرف کھڑی گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ رسونتی نے آنسو پونچھ لیے تھے۔ اس کے چہرے سے اطمینان جھلک رہا تھا۔ کیوں کہ اب میں زخم نہیں کھا رہا تھا۔ جوانوں کے داؤ پیچ میں نہیں آرہا تھا۔ میرے دونوں بیٹوں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ میں کسی داؤ میں نہیں آؤں گا۔ انھوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ پھر نئے انداز سے حملے شروع کیے۔ یعنی دونوں بیک وقت مختلف سمتوں سے آنے لگے۔ اگر میں ایک سے بچتا تو دوسرے سے لازمی طور پر مار کھاتا۔ ان کی یہ ترکیب اچھی تھی۔ مگر بچے یہ تدبیر باپ پر آزما رہے تھے۔ میں ایک جگہ رہتا تو یقیناً ایک سے بچتا اور دوسرے سے مار کھاتا۔ لیکن میں چشم زدن میں اِدھر سے اُدھر چلا جاتا تھا۔ وہ مجھے ایک ہی مقام پر نہ پا کر پھر بیک وقت حملہ کرتے تھے اس کے ساتھ ہی میں پھر جگہ بدل دیتا تھا۔

پھر میں نے دوسری چال چلی۔ جگہ بدلتے ہی کبھی پارس کے قریب اور.... علی تیمور سے دور جانے لگا اور کبھی پارس سے دور اور علی تیمور کے قریب آنے لگا۔ اس طرح میں جس کے قریب ہوتا وہی حملہ کر پاتا تھا۔ دوسرے کو میرے قریب آنے میں وقت لگتا تھا۔ یوں وہ دونوں اپنی پلاننگ کے مطابق مجھ پر بیک وقت حملہ نہ کر سکے۔ آخر پارس نے کہا "ہم مان گئے تم پکے شیطان ہو۔ بڑی مکاریوں سے بچتے جا رہے ہو۔"

میں نے کہا "یاد کرو والٹورو کی نے ایسے وقت کیا سکھایا ہے؟"

علی تیمور نے ریوالور سے میرا نشانہ لیتے ہوئے کہا "ماسٹر نے سکھایا ہے کہ مقابل ہماری طرح فولاد کی ہیبتناک طرح ہو اس پر حملے ناکام ہوتے ہوں تو وقت ضائع نہ کرو۔ اگر وہ دوستی کے قابل ہے تو دوست بنا لو۔ اگر وہ بدترین دشمن ہے تو اسے گولی مار دو۔"

میں جانتا تھا میرے غیرت مند بیٹے اپنی ماں کے قریب آنے والے اجنبی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہ سمجھتے ہوئے میں نے یکبارگی چھلانگ لگائی۔ فضا میں قلابازی کھاتا ہوا رسونتی کے پاس آیا پھر اسے پکڑ کر اپنے آگے ڈھال بناتے ہوئے کاٹیج کے اندر جانے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے رسونتی کو سمجھایا کہ میں دکھاوے کے لیے اس کا دشمن بن جاؤں تو وہ بُرا نہ منائے۔

وہ بولی "میں کبھی برا نہیں مناؤں گی تم کسی طرح پیچھا چھڑا کر یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم بعد میں کہیں ملیں گے۔"

علی تیمور نے کہا "ماما! اس کی بزدلی دیکھیں یہ آپ کو ڈھال بنا رہا ہے تاکہ گولی آپ کو لگ جائے۔"

وہ بولی "اچھا ہے مجھے گولی لگ جائے۔ ایسی زندگی سے نجات حاصل ہو جائے۔ نہ بچے میرے ہیں نہ شوہر میرا ہے۔ میں خود بھول گئی ہوں کہ میرا کون ہے؟"

میں ان باتوں کے دوران کاٹیج کے اندر جانا چاہتا تھا۔ سونیا نے کہا "ٹھہرو، اندر کہیں تم نے ریوالور وغیرہ رکھا ہو گا۔ رسونتی کی آڑ لے کر وہاں تک جاؤ گے پھر ریوالور کے جواب میں ریوالور پکڑ لو گے۔ مگر فائدہ کیا ہوگا؟ تم اس ریوالور سے کسے گولی مارو گے؟"

میں رسونتی کے ساتھ ایک جگہ رُک گیا۔ دونوں بیٹے کچھ فاصلے پر تھے۔ پارس کھڑکی کے پاس تھا۔ اس کا ارادہ سمجھ میں آگیا تھا جیسے ہی میں کاٹیج کے اندر جاتا وہ مجھ سے پہلے کھڑکی کے راستے وہاں پہنچ جاتا۔ میں نے کہا "سونیا! تم نے بہت اہم سوال کیا ہے۔ ریوالور میرے ہاتھ میں ہو تو میں کسے گولی ماروں گا؟ تم مجھے جان سے زیادہ عزیز ہو۔ رسونتی میری شریک حیات ہے۔ پارس اور علی تیمور میرا خون ہیں، میرے دل کی دھڑکنیں ہیں۔ میں کسے گولی ماروں گا؟ کسی کو نہیں، کسی کو نہیں۔ جن کے لیے جان کی بازی لگاتا ہوں ان کی جان کیسے لے سکتا ہوں۔ مگر ہاں، تم سب میری جان لو گے۔ شاید قدرت کو یہی منظور ہے۔ تقدیر مجھے نہ مار سکی میرے اپنے مجھے مار ڈالیں گے۔"

علی تیمور نے کہا "تم اپنی غلط حرکتوں سے ہمیں طیش دلا رہے ہو۔ کیا اپنی غلطی سمجھ میں نہیں آتی؟"

"ہاں، یہی سمجھنے اور نہ سمجھنے کا پھیر ہے۔ میں تم سب کو اپنا سمجھ رہا ہوں، تم نہیں سمجھ رہے ہو۔ تمھاری یہ بات درست ہے کہ مردہ اپنی قبر سے کبھی واپس نہیں آتا۔ یقین کرو میں کبھی قبر میں نہیں گیا۔ البتہ عارضی موت سے دوچار ہوا تھا۔ پھر موت سے لڑتا ہوا زندگی کی طرف لوٹ آیا۔"

علی تیمور نے سونیا سے کہا "اوہ ممّا! یہ پھر وہی بکواس شروع کر رہا ہے۔"

سونیا نے مجھ سے کہا "تمھارے کاغذات کے مطابق تمھارا نام برائن وولف ہے۔ لیکن تم فرہاد کہلانے پر بضد ہو۔ ویسے ابھی تمھارے لڑنے کے انداز نے مجھے چونکا دیا ہے۔ دو چار دشمنوں کے درمیان لڑنے کا یہ ہنر اور اسٹائل صرف فرہاد کا ہے۔ وہ کسی سے ایک چوٹ کھائے بغیر دشمنوں کو تھکا مارتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ تنویمی عمل کرنے والا کون ہے جس نے تمھارے دماغ میں فرہاد کے لڑنے کا ہنر اور اسٹائل بھی نقش کر دیا ہے۔"

میں نے کہا "اسی پہلو سے سوچو۔ یہ تنویمی عمل کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔ فرہاد کی زندگی کا باریک سے باریک پہلو مجھ میں نقش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بالکل ہی ناممکن ہے۔ تم فرہاد کی زندگی کی کوئی ڈھکی چھپی بات مجھ سے پوچھو، مجھے اپنی یادداشت پر ناز ہے، میں کبھی کوئی بات نہیں بھولتا۔ مجھے آزماؤ، بار بار آزماؤ۔"

وہ مجھے چند لمحوں تک سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی "اچھی بات ہے میرے ساتھ آؤ۔"

وہ کاٹیج کے گارڈن کی طرف جانے کے لیے مڑ گئی۔ میں نے کہا "سونیا! میں تمھاری چالوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ میں رسونتی کو چھوڑ کر یہاں سے ہٹوں گا تو اُدھر سے علی تیمور مجھے گولی مار دے گا۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولی "تم کیا سمجھتے ہو، میں اتنی دیر تک اپنے بیٹوں سے لڑنے کا موقع کیوں دے رہی تھی؟"

"ہاں تم میرے ہنر اور اسٹائل کو سمجھ رہی تھیں۔"

"کیا تم سمجھتے ہو، میں اگر ایک حملہ کروں تو تمھارا بچ نکلنا ممکن ہوگا؟"

"ہاں تم قیامت ہو، تمھارے آنے کے بعد پھر کوئی قیامت نہیں آتی لیکن تم نے بھی سمجھ لیا تھا کہ تمھارا بھی کوئی

داؤ نہیں چلے گا مجھ پر۔"

وہ قہقہہ لگانے لگی۔ اپنے قہقہوں سے میرا مذاق اُڑانے لگی۔ میں نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے تم اس دوران میرے خلاف کوئی چال چل گئی ہو۔"

"میں نے کوئی چال نہیں چلی، کوئی حملہ نہیں کیا ہے اور میرا اصول ہے کہ میں مقابلہ کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتی۔ اتنا وقت اس لیے ضائع ہوا کہ تم فرہاد کا اسٹائل اپنا کر مجھے حیران کر رہے تھے۔ اب کہو تو میں پک جھپکتے ہی تمھیں گرفتار کر لوں۔"

میں نے اُسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ "میں تین دن سے اس کاٹیج میں ہوں۔ تمھیں میرے خلاف جال بچھانے کے کافی مواقع حاصل ہوئے ہیں۔"

"اب عقل آئی ہے۔ اوّل تو میرے دونوں بیٹے تمھیں یہاں سے جانے نہیں دیں گے۔ اگر کسی طرح بچ نکلو گے تو میرے ہاتھوں زخمی ہو جاؤ گے یا پھر اس شہر کی پولیس تمھیں اس علاقے سے باہر جانے نہیں دے گی۔"

"تم وقت ضائع نہیں کرتی ہو۔ پھر اپنے ہتھکنڈوں سے مجھے زخمی کیوں نہیں کیا؟"

"ہم تمھیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں مگر یہاں نہیں، پاگل خانے میں۔"

میں نے ہنستے ہوئے علی تیمور کے ریوالور کی طرف اشارہ کیا پھر پوچھا۔ "کیا مجھے گولی مار کر پاگل خانے بھیجا جائے گا؟"

علی تیمور نے کہا۔ "مما کا حکم تھا کہ ریوالور خالی رکھا جائے۔"

یہ کہہ کر اس نے ٹریگر دبایا۔ کھٹ کی آواز آئی۔ گولی نہیں چلی اس نے ریوالور کو جیب میں رکھ لیا۔ سونیا نے کہا۔ "جب تم نے یہ کاٹیج کرائے پر حاصل کیا تو اسے اندر اور باہر سے اچھی طرح دیکھ کر مطمئن ہو گئے۔ یہاں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جس سے تمھیں نقصان پہنچتا۔ پھر تم ہم سے ملنے بابا صاحب کے ادارے میں آئے۔ میں نے جان بوجھ کر تمھیں ایک رات کے لیے وہاں روک لیا۔ اور فرانسیسی جاسوس یہاں خفیہ مائیک اور کیمرے نصب کرتے رہے۔ تمھاری دو دن کی آڈیو اور ویڈیو رپورٹ حاصل ہو چکی ہے جسے میں انٹیلی جنس کے دفتر میں جا کر دیکھوں گی ابھی یہاں جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب کچھ دوسری طرف دیکھا جا رہا ہے۔"

"میں سمجھ گیا کہ یہاں سے بچ کر نہیں جا سکوں گا۔ چلیں کہ تم لوگوں سے بہت سی ایسی باتیں کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق صرف مجھ سے اور تم سے ہے اور یہ باتیں کوئی تیسرا شخص نہیں جانتا ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی پولیس کی گاڑیاں آئیں کتنے ہی سپاہیوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا ان کے ساتھ آنے والے دو افسروں نے سونیا کے سامنے آ کر ادب سے پوچھا۔ "کیا اسے ہتھکڑی لگائی جائے؟"

دوسرے افسر نے کہا۔ "یہ آسانی سے ہمارے ساتھ نہیں جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "سونیا! انھیں سمجھا دو کوئی مجھے فرہاد تسلیم کرے یا نہ کرے فرہاد کے ہاتھوں میں آج تک کوئی ہتھکڑی نہیں ڈال سکا۔ یہ بھی ناکام رہیں گے۔ میں اپنی مرضی سے ان کے ساتھ اس شرط پر جاؤں گا کہ پہلے تم مجھے تنہائی میں گفتگو کرو گی۔"

وہ افسران سے بولی۔ "آپ لوگ کاٹیج کے ڈرائنگ روم میں آرام سے بیٹھیں۔ میں اس کی شرط پوری کر رہی ہوں۔ اسے ہتھکڑی پہنانے کی کوشش میں بات بڑھانا مناسب نہیں ہے۔"

وہ میرے قریب آئی پھر بولی۔ "اندر چلو۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے رسونتی سے کہا۔ "بیٹوں کو سمجھانے کی کوشش کرو۔ میں ابھی آؤں گا۔"

میں سونیا کے ساتھ چلتا ہوا کاٹیج کے ڈرائنگ روم سے گزر کر اپنے بیڈ روم میں آیا پھر بولا۔ "تمھیں اعتراض نہ ہو تو دروازہ بند کر دوں؟"

اس نے خود دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔ "اگر کوئی حد سے گزرے تو میں اس کی خواب گاہ میں ہمیشہ کے لیے اسے سُلا دیتی ہوں۔"

وہ ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ ہمارے تمھارے ریکارڈ میں ہے کہ ہماری پہلی ملاقات پاکستان میں ہوئی تھی مگر یہ دنیا کے کسی ملک کے کسی خطرناک تنظیم کے ریکارڈ روم میں نہیں ہے کہ ہم نے تنہائی میں کس طرح رنگین اور سنگین لمحات گزارے ہیں۔"

"بے شک میں نے فرہاد کے ساتھ انتہائی رازداری سے جو لمحات گزارے ہیں، وہ کوئی نہیں جانتا۔ تم بھی نہیں جان سکتے۔"

"اور میں تو کیا دنیا کا کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا تمھارے دماغ میں چھپے ہوئے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا۔"

"ہاں کوئی نہیں پڑھ سکتا بلکہ اجازت کے بغیر میرے دماغ میں بھی نہیں آ سکتا۔ اب میری اور فرہاد کی وہ باتیں بتاؤ جو آف دی ریکارڈ ہیں۔"

میں نے بتانا شروع کیا۔ جب میں نے پہلی بار اس کا دل جیت لیا تھا اور ہم نے محبت میں صبح سے شام اور شام سے صبح کر دی تھی۔ پیار کی رنگینیوں اور جذبات کی سنگینیوں میں اس کا ایک خاص انداز ہوتا تھا بڑی ہوشربا ادائیں ہوتی تھیں جو دوسری عورتوں سے بالکل مختلف ہوا کرتی تھیں۔

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر صوفے پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ کچھ حیران تھی اور کچھ حیا کا تقاضا تھا کہ میرے کارنگ بدل گیا تھا۔ رخسار سُرخ ہو چلے تھے اور وہ ایک بار چونک کر مجھے دیکھنے کے بعد نظریں چُرا رہی تھی مگر اب مجھے فرہاد تسلیم کر لینے تو یوں نظریں نہ چُراتی۔ بھلا اپنے مرد سے کاہے کی شرم؟ لیکن اب بھی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ میں اپنا ہی مرد ہوں۔

میں نے مزید ملاقاتوں کا ذکر کیا۔ ایسی ملاقاتوں کا ذکر جنھیں شاعری میں ملاقات نہیں، وصال یار کہتے ہیں۔ پیار کے نشے میں وہ چند مخصوص جذباتی فقرے ادا کرتی تھی جنھیں صرف میں سنتا تھا۔ دنیا کا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں گھس کر ایسی باتیں معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ جب میں نے ایک ایک کر کے وہ فقرے سُنائے تو وہ ایک دم سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ شرم اور غصے سے وہ سرخ ہو رہی تھی۔ وہ شیرنی کی طرح غُراتے ہوئے بولی۔ "میرے رازوں تک پہنچنے والا اس کمرے سے زندہ نہیں جائے گا تم کون ہو؟ کیا کالا جادو جانتے ہو؟"

"سونیا! یہ سوال کرنے سے پہلے مت بھولو کہ بابا فرید واسطی مرحوم اور دیگر بزرگان دین کی دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ کوئی خطرناک سے خطرناک کالا عمل کرنے والا بھی تم پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ پھر مجھے جادوگر کیوں سمجھتی ہو۔ میں فرہاد ہوں۔"

"میں کیسے مان لوں۔ میری آنکھوں کے سامنے فرہاد کو سپرد خاک کیا گیا۔ وہاں شیخ الفارس مرحوم بھی موجود تھے۔ اگر میں فرض کر لوں کہ فرہاد کی ڈمی کو دفن کیا گیا تھا اور تمھیں چور راستے سے کسی دوسری جگہ پہنچا دیا گیا تھا تو ایسا، شیخ الفارس مرحوم کی اجازت کے بغیر ناممکن ہوتا۔ اگر یہ کہو گے کہ شیخ الفارس مرحوم تمھارے رازدار تھے تو میں یہ تسلیم نہیں کروں گی کیوں کہ مرحوم نے آج تک کوئی راز مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھا۔ اور تمھاری کوئی بات وہ مجھ سے چھپا نہیں سکتے تھے۔ ان حقائق کے پیش نظر تم فرہاد کیسے ہو سکتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "میرے ہونے نہ ہونے کے درمیان شیخ الفارس مرحوم کی خاموشی ہے۔ ان کی خاموشی نے مجھے گھر کا رکھا ہے نہ گھاٹ کا۔ تم یہ تسلیم کر لو کہ انھوں نے کسی مصلحت سے خاموشی اختیار کی تھی۔"

"میں کیوں تسلیم کروں جب کہ انھوں نے کبھی ایسا نہیں کیا؟"

"تو پھر تمھیں ماننا پڑے گا کہ میں تمھاری تنہائیوں کا رازدار فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ بُری طرح الجھ گئی تھی۔ غصہ بھول گئی تھی۔ میری جو باتیں آف دی ریکارڈ تھیں انھوں نے اُسے شش و پنج میں ڈال دیا تھا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتی تھی کہ یہ باتیں صرف اس کا فرہاد ہی بتا سکتا ہے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اور سوچتی ہوئی دروازے تک گئی۔ پھر اس کا لاک ہٹا دیا۔ میں نے اُٹھ کر پوچھا۔ "کیا ہوا؟ کیوں جا رہی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میں زندگی میں پہلی بار میدان چھوڑ رہی ہوں۔ تمھارے بارے میں جو اُلجھن ہے، اُسے دُور کرنے کے بعد ہی تمھارا سامنا کروں گی۔"

اس نے دروازہ کھولا۔ میں اُس کے پیچھے کمرے سے باہر آیا۔

رسونتی، پارس اور علی تیمور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ میں نے سونیا کو اپنی باتوں سے مطمئن کیا ہے یا نہیں؟ وہاں پولیس افسران بھی تھے۔ وہ میری طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک افسر سے بولی۔ "اس کاٹیج میں اس کی جو خفیہ فلم ریورٹ تیار کی گئی ہے وہ میں ابھی دیکھوں گی۔"

پارس اور علی تیمور نے سونیا کو دو طرف سے پکڑا پھر اُسے ایک طرف لے جا کر بولے۔ "مما! آپ کا مزاج کچھ بدلا ہوا سا ہے۔ آپ اس کے ساتھ کمرے میں گئیں تو اس کی دشمن تھیں۔ اب دشمن نہیں لگ رہی ہیں۔"

"ہاں، میرے دل میں پہلی جیسی دشمنی نہیں ہے۔ مگر دوستی بھی نہیں ہے۔ اس شخص نے حیران کر دیا ہے۔ گزرے دنوں کی ایسی ایسی باتیں بتاتا ہے جن کا علم کسی تیسرے

جاننے والے کو بھی نہیں ہو سکتا۔"

علی تیمور نے کہا۔ "یہ کوئی بھی ہو۔ اسے پولیس کی حراست میں رہنا چاہیے۔ اگر آزاد رہے گا اور میری ماں کے قریب آئے گا تو اس بار مقابلہ کرنے میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔ اسے فوراً گولی مار دوں گا۔"

پارس نے کہا۔ "علی! اسے سلاخوں کے پیچھے قید کرو گے تو مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ ماما ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کریں گی۔ یہ دونوں ٹیلی پیتھی کے ذریعے قید کو رہائی میں بدل دیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "تم دونوں کو سمجھا رہی ہوں، اپنے دلوں سے جوش اور جذبات نکال کر حالات کو سمجھو۔ یہ شخص نتالوے فیصد خود کو فرہاد ثابت کر چکا ہے۔ یہ صرف ایک فیصد کھٹک رہا ہے۔"

علی تیمور نے کہا۔ "کھٹکنے کی بات ہے۔ میں نے پاپا کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں لٹایا تھا۔"

"میں بھی وہاں موجود تھی۔ اس کے باوجود یہ سوچنے اور سمجھنے کی گنجائش ہے کہ جس لاش کو ہم نے سپردِ خاک کیا وہ تمھارے پاپا کی ڈمی ہو سکتی ہے۔ شیخ الفارس مرحوم نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین بڑے زبردست حملے کرنے والے ہیں۔ وہ تمھارے بیمار پاپا کو بابا صاحب کے ادارے سے بھی نکال کر لے جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ بعد میں وہ رسونتی اور جوجو کو لے گئے تھے۔ اگر شیخ مرحوم ساری دنیا کے اور تمھارے جیسے خون کے رشتوں کے سامنے بھی فرہاد کی موت کا ڈراما پلے نہ کرتے تو دشمن ان پر کاری ضرب لگاتے۔"

پارس نے پوچھا۔ "ممّا! آپ اس پہلو سے اب گفتگو کر رہی ہیں۔ پہلے آپ نے ایسا کیوں نہیں سوچا تھا؟"

"اس لیے کہ شیخ مرحوم مجھ سے کوئی راز نہیں چھپاتے تھے۔ وہ تمھارے پاپا کو چور راستے سے کسی دوسری جگہ پہنچاتے تو مجھے اپنے منصوبے میں ضرور شریک کرتے۔"

"ہمیں بھی یہ پختہ یقین ہے کہ آپ سے کوئی بات چھپائی نہیں جاتی ہے۔ شیخ مرحوم نے ایسا کوئی ڈراما پلے نہیں کیا ہے۔"

"یہ بھی تو سوچو، انھوں نے کسی مصلحت کی بنا پر ایسا کیا ہو، اس شخص کا بیان ہے کہ شیخ مرحوم نے اسے دنیا سے ہٹا کر بلکہ دنیا سے مٹا کر صرف دین کے راستے پر لگانے کی کوشش کی تھی۔ یہ بات کچھ اہمیت رکھتی ہے۔"

"اوہ ماما! آپ اس کی باتوں سے قائل ہو رہی ہیں۔"

"نہیں بیٹے! میں آسانی سے قائل نہیں ہوں گی۔ اس کی مزید اسٹڈی کروں گی۔ اس سلسلے میں اس کی فلم رپورٹ اہم ہے۔"

وہ پارس اور علی تیمور سے ڈرائنگ روم کے ایک گوشے میں باتیں کر رہی تھی۔ دوسری طرف رسونتی نے میرے پاس آکر پوچھا۔ "کیا تم نے سونیا کو قائل کر لیا ہے؟"

"میرا خیال ہے، اُسے اپنی حمایت میں سوچنے اور غور کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ شیخ مرحوم نے میری موت کا یقین اس قدر پختہ کر دیا تھا کہ میرے اپنے بھی مجھے زندہ تسلیم نہیں کریں گے پھر بھی میں حوصلہ نہیں ہاروں گا... انھیں جلد ہی میری اصلیت کو تسلیم کرنا ہوگا۔"

"کوئی کرے یا نہ کرے، میں تمھیں دل و جان سے مانتی ہوں۔"

پھر اس نے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "علی! اگر مجھے ماں کہتے ہو اور میری انسلٹ نہیں کرنا چاہتے ہو تو فرہاد کو گرفتار نہ ہونے دو۔ ورنہ میں بابا صاحب کے ادارے میں رہنے سے انکار کر دوں گی۔"

علی نے پریشان ہو کر کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔ "ماما...!"

اس سے پہلے ہی میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "رسونتی! ایسی دھمکی نہ دو۔ تم ہر حال میں وہاں رہو گی۔ وہاں تمھارا علاج جتنی توجہ سے ہو رہا ہے، اُس کے نتیجے میں جلد ہی تمھاری یادداشت واپس آجائے گی۔"

"مجھے یادداشت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمھاری گرفتاری برداشت نہیں کروں گی۔"

سونیا نے کہا۔ "رسونتی! اسے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ تم پارس اور علی کے ساتھ ادارے میں واپس جاؤ۔"

رسونتی نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "جب سونیا کہہ رہی ہے تو مجھے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ تم دُور جا کر بھی اپنے اطمینان کے لیے ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری خیریت معلوم کر سکتی ہو۔"

"اچھی بات ہے، تم کہتے ہو تو میں اپنے بیٹوں کے ساتھ چلی جاؤں گی۔ مگر جانے سے پہلے تنہائی میں کچھ باتیں کروں گی۔"

"نہیں رسونتی! ہمارے بیٹے غیرت مند ہیں۔ جب تک یہ مجھے باپ تسلیم نہیں کریں گے تب تک ہمارا تنہائی میں باتیں کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔ اگر یہ طیش میں آئیں

گے تو پھر بات بگڑ جائے گی۔ ہمیں بگاڑنا نہیں بنانا چاہیے۔"

پارس نے علی تیمور سے کہا۔ "تم ماما کو ساتھ لے جاؤ۔ میں ماریہ سے ملنے اسپتال جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ رسونتی سر جھکا کر علی تیمور کے ساتھ باہر جاتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولی۔ "میں ہمیشہ تمھارے دماغ میں آتی جاتی رہوں گی۔ تم بھی آتے رہو گے نا؟"

میں نے سوچ کے ذریعے جواب دیا۔ "محبت کا تقاضا تو یہی ہے کہ ہم خیال خوانی کے ذریعے ہمیشہ ملتے رہیں لیکن اس کا ایک نقصان وہ پہلو یہ ہے کہ تم میرے دماغ میں دیر تک رہو گی تو کوئی خیال خوانی جاننے والا دشمن چھپ کر ہماری باتیں سُنے گا۔ مجھے اپنے دماغ میں اس کی موجودگی کا علم نہیں ہوگا۔ اسی طرح میں تمھارے دماغ میں دیر تک رہوں گا تو تمھیں بھی پرائی سوچ کی لہروں کا احساس نہیں ہوگا۔"

"ہاں، یہ درست ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے آیا کروں گی۔"

"اب تم آدھے گھنٹے بعد میری خیریت معلوم کرنا پھر چار یا چھ گھنٹے بعد آنا۔"

"اتنی دیر میں آنے کے لیے کہہ رہے ہو۔ کیا مجھ سے محبت نہیں ہے؟"

"میرے دماغ کی گہرائیوں میں اُتر کر میری محبت کا یقین کر سکتی ہو۔ میں دیر سے آنے کے لیے اس وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ میری دوسری مصروفیات بھی ہیں۔ میں تمھارے اور اپنے بیٹوں کے دشمنوں پر نظر رکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ قائل ہو گئی۔ اس سے رابطہ ختم ہو گیا۔ سونیا مجھے توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اُسے دیکھا تو وہ بولی۔ "رسونتی سے باتیں ہو رہی تھیں؟"

"ہاں، میں اُسے سمجھا رہا تھا کہ دیوانگی نقصان پہنچاتی ہے۔ محبت میں نارمل رہنا چاہیے۔ اگر وہ خیال خوانی کے ذریعے مسلسل میرے دماغ میں رہے گی تو دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو چھپ کر ہماری باتیں سننے کا موقع ملتا رہے گا۔"

"تم باتیں اچھی کرتے ہو اور ہمیشہ ہمارے حق میں بولتے ہو اور ہماری بھلائی کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہو۔ کیا میں اُمید کروں کہ تم کم از کم دس بارہ گھنٹے اسی کاٹیج میں گزارو گے اور یہاں سے باہر نہیں نکلو گے؟"

"بارہ گھنٹے کیا؟ تم کہو گی تو بارہ برس یہاں سے نہیں ہلوں گا۔ لیکن کوئی ناگہانی مصیبت آئے گی اور وہ مصیبت مجھے باہر نکلنے پر مجبور کرے گی تو میں اپنے وعدے پر قائم نہیں رہ سکوں گا۔"

"مجبوری میں تم باہر جا سکتے ہو۔"

"تمھیں کیسے یقین دلاؤں گا کہ میں واقعی مجبور ہو گیا تھا؟ بہتر ہے مجھ پر پابندی عائد نہ کرو اور اتنا بتا دو کہ ہماری ملاقات اب کہاں ہوگی اور کب ہوگی۔ میں ٹھیک اُسی وقت وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"میں ایک گھنٹے بعد فون کروں گی۔"

وہ پولیس افسران کے ساتھ چلی گئی۔ میں کاٹیج میں تنہا رہ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھے دل سے فرہاد تسلیم کر چکی ہے۔ صرف دماغ کو کسی ٹھوس ثبوت کے ذریعے قائل کرنا چاہتی ہے۔ اب وہ کیسے قائل کرے گی، یہ ایک گھنٹے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

تنہائی میں وقت گزارنے کے لیے اور بہت سی، مصروفیات تھیں۔ مثلاً پاسکل بوبا کے دماغ میں جا کر اس کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ سونیا نے ایک بار کہا تھا مجھے پاسکل بوبا کا رول ادا کرنے کے لیے ماسکو جانا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے پاسکل کے بہت سے رازوں کا علم مجھے ہونا چاہیے تھا۔

میں سوسانہ پر تنویمی عمل کرنے کے بعد صرف ایک بار اس کے دماغ میں گیا تھا۔ آمر اس کے پاس کئی بار جا چکا تھا۔ میں سوسانہ اور جیرمل گرانٹ کے مزید واقعات بعد میں بیان کروں گا۔ اس سے پہلے پاسکل بوبا کی خبر لینا چاہیے۔ آئیے وہاں چلتے ہیں۔

وہ زیرِ زمین قید خانے میں تھا۔ اوپر فوجیوں کا سخت پہرا تھا لیکن ٹیلی پیتھی پہرے اور پابندیوں کی فولادی دیواریں توڑ کر نکل جاتی ہے جیسا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن اسی زیرِ زمین قید خانے سے فوجیوں کا پہرا توڑ کر میڈونا کو لے گئے تھے۔ وہ میڈونا جس نے مجھے جان سے مار ڈالنے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ وہ میرے ہاتھوں ماری گئی تھی۔ اسے اغوا کرنے والے ناکام ہو گئے تھے اور وہ ناکامی سپر ماسٹر کے حصّے میں آئی تھی۔

بہر حال میں پاسکل کے دماغ میں پہنچا۔ اتفاق سے صحیح وقت پر پہنچا۔ اس کے دماغ میں کوئی کہہ رہا تھا۔ "پاسکل! یقین کرو، تمھارے ماسک مین اور ہمارے سپر ماسٹر کے درمیان ایک سمجھوتا ہو گیا ہے۔ ہم تمھیں اس قید سے نکال کر لے

جائیں گے۔ تم ہمارے ساتھ تعاون کرو۔"

پاسکل بولا۔ "میں کیسے تعاون کر سکتا ہوں؟"

"تم راضی خوشی تنویمی عمل کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"یہ ہو گا کہ میں تمہارے دماغ میں چھپ کر رہوں گا اگر سونیا تمہارے ماسک میں سے فرار کرے گی۔ تمہاری جگہ کسی ڈمی پاسکل کو ماسکو روانہ کرے گی تو میں اس کا فساد ظاہر کر دوں گا۔"

"تم تنویمی عمل کے لیے مجھ سے اجازت کیوں حاصل کر رہے ہو؟ میں ابھی بیمار ہوں۔ جس طرح میرے دماغ میں آ گئے ہو اسی طرح تنویمی عمل بھی کر سکتے ہو۔"

"میں نے کوشش کی تھی۔ پچھلی رات تم سو رہے تھے۔ میں نے تمہارے خوابیدہ دماغ کی گہرائی میں اتر کر معلوم کیا ہے تمہارا دماغ پہلے ہی کسی کے عمل سے جکڑا ہوا ہے۔ ظاہر ہے ہمارے دشمنوں کے پاس ایک ہی خیال خوانی کرنے والا آدمی رہ گیا ہے اسی نے تمہارے دماغ میں گرہ لگائی ہے اسی لیے میں تمہیں خوابیدہ حالت میں اپنا معمول نہیں بنا سکا۔ اگر تم ہوش و حواس میں رہ کر خود کو میرے حوالے کرنے پر راضی ہو جاؤ تو میں تنویمی عمل کر کے آدمر کے عمل کے اثرات کو ختم کر دوں گا۔"

"میں اس عمل کے لیے خود کو تمہارے حوالے کر سکتا ہوں لیکن اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ میرے ماسک میں نے تم لوگوں سے سمجھوتا کیا ہے؟"

"اس بات کا ثبوت تمہیں ماسکو پہنچ کر ملے گا۔"

"تم مجھے ٹریپ کر کے نیویارک پہنچا دو گے تو میں تمہارا کیا بگاڑ لوں گا؟"

"میں پہلے ہی سمجھتا تھا تم مجھ پر بھروسا نہیں کرو گے۔ تم اپنی جگہ درست ہو۔ لیکن میں تمہاری جگہ ہوتا تو دوسرے پہلو سے سوچتا کہ اس کال کوٹھڑی میں بے بسی کی زندگی گزارتے گزارتے مر جانے سے بہتر ہے کہ باہر نکلنے کا کوئی بھی سہارا قبول کیا جائے۔"

"بہت اچھا مشورہ دے رہے ہو۔ اگر دشمن میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر یہاں سے رہائی دلائے تو میں رہا ہوتے کے بعد اپنے ہاتھ پاؤں کھولنے اور اس مدد کرنے والے دشمن سے بھی نجات حاصل کرنے کا راستہ نکال لوں گا۔ لیکن ہاتھ پاؤں کے بجائے دماغ کو دشمن کی مٹھی میں دے دوں گا تو آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک جاؤں گا۔"

"کیا تم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ میں دشمن ہوتا تو تمہارے دماغ میں زلزلے پیدا کرنا شروع کر دیتا۔"

"جب میرا انکار اٹل ہو گا اور تمہاری ناکامی یقینی ہو جائے گی تو تم ضرور دماغی جھٹکے پہنچاؤ گے۔"

میں نے پاسکل کے دماغ میں بولنے والے کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے لیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ خیال خوانی کرنے والا سانس روک لیتا ہو گا لیکن اتفاقیہ کامیابی ہو سکتی تھی۔ یہ سوچ کر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچتے ہی ایک مدبر دست جھٹکا دیا۔ وہ چیخ مار کر اپنی جگہ سے الٹ گیا۔

میں نے اتفاقیہ کامیابی کے لیے کوشش کی تھی۔ پھر کامیابی اس لیے ہوئی کہ وہ خیال خوانی کرنے والا اپنے بیڈروم میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں سانس نہیں روک سکتا تھا اور نہ ہی یہ یقین کر سکتا تھا کہ آدمر جیسا شریف آدمی اسے کبھی دماغی اذیتوں میں مبتلا کرے گا۔

اس کا یہ اندازہ غلط نکلا۔ دماغ میں زلزلہ پیدا ہوتے ہی وہ تکلیف کی شدت سے چیختے ہوئے بولا۔ "نہیں نہیں میرے دماغ میں کوئی نہیں آ سکتا۔ میں ابھی سانس روک کر بھگا دوں گا۔"

وہ اپنی تکلیف پر قابو پانے کے بعد ہی سانس روک سکتا تھا۔ میں نے دوسرا جھٹکا پہنچایا تو وہ فرش پر مچھلی کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ اس کا سر اپنے ہی شانوں پر بھاری لگ رہا تھا۔ یہ زلزلے اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گئے تھے۔ میں نے تیسری بار ہدف کا ساجھٹکا پہنچایا تو وہ بے ہوش ہو گیا۔

میں نے پاسکل کے پاس آ کر آدمر کے لہجے میں کہا۔ "میں تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ تم اس کے فریب میں نہیں آئے۔"

پاسکل نے کہا۔ "میں نے آخری بار اس کی چیخ سنی تھی۔"

"میں نے اسے دماغی جھٹکے پہنچا کر بے ہوش کر دیا ہے۔ ابھی اس کے پاس جا کر اس کی اصلیت معلوم کروں گا۔"

"ظاہر ہے وہ سپر ماسٹر کا آدمی تھا۔"

"تم ابھی کسی کے نہیں ہو۔ میں ایک بات کا یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں ایسے ہی دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے قید کیا ہے۔"

"کیا میں ہمیشہ قیدی رہوں گا؟"

"نہیں جلد ہی تمہیں ماسکو پہنچا دیا جائے گا۔"

مجھے رسونتی نے مخاطب کیا۔ میں فوراً ہی پاسکل کے دماغ سے نکل کر بولا۔ "تمہیں مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے تھا کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟"

"ہاں۔ میں نے ابھی دیکھا ہے تم کسی کے دماغ میں تھے۔"

"وہ پاسکل بولا تھا۔ اس نے ہمارے کوڈ ورڈز سن لیے ہیں۔ جب وہ خیال خوانی کے قابل ہو گا تو ان کوڈ ورڈز کے ذریعے ہمیں دھوکا دے گا۔ لہٰذا کوڈ تبدیل کیا جائے گا۔"

"مجھے افسوس ہے فرہاد! میری نادانی سے ایسا ہوا۔"

"یہ اچھا ہوا کہ تم نے آتے ہی فرہاد کہہ کر مخاطب نہیں کیا۔ میں اس سے آدمر بن کر باتیں کر رہا تھا۔ بہرحال مہ میری خیریت معلوم کرنے آئی ہو۔ دیکھ لو میں خیریت سے ہوں۔ سونیا نے مجھے کاپچ میں آزاد چھوڑ دیا ہے ابھی میرے متعلق مزید معلومات حاصل کر رہی ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ بابا صاحب کے ادارے میں اور ہمارے دونوں بیٹوں کی نظروں میں سونیا کی اہمیت زیادہ کیوں ہے؟ آخر وہ کیا چیز ہے؟"

"میں اس کی ہسٹری بتاؤں گا تو صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جائے گی۔ تم کچھ روز صبر کر لو۔ تمہاری یادداشت واپس آتے ہی اس کی اہمیت کے اسباب معلوم ہو جائیں گے۔"

"پچھلی زندگی یاد آنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا میں نے تمہیں اپنا مان لیا ہے یہی کافی ہے۔"

"کیا بیٹوں کو پہچان کر نہیں اپناؤ گی؟"

"بیٹوں نے کون سا تمہیں اپنایا ہے؟ انہیں شرم آنی چاہیے آج انھوں نے تم پر ہاتھ اٹھایا ہے۔"

"صرف ہاتھ نہیں لات بھی اٹھائی اور مجھے اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ میں خوش نصیب ہوں کہ میرے بیٹے غیرت مند ہیں۔ اوہ ابھی دیر ہو رہی ہے۔ اپنے ایک دشمن کے حالات معلوم کرنے جا رہا ہوں تم سے چھ گھنٹے بعد ملوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "کہاں ملو گے؟"

"تمہارے دماغ میں۔"

وہ مایوس ہو گئی۔ میں سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ہوش میں آ گیا تھا۔ مگر اسی طرح فرش پر پڑا ہوا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر بستر پر جانے کی سکت نہیں تھی۔ میں نے کہا۔ "ہیلو میں پھر آ گیا ہوں۔"

وہ چونک گیا۔ خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے بولا۔ "نن۔ نہیں تم نہ آؤ۔ چلے جاؤ۔ تم نے مجھے آدھا مار ڈالا ہے۔ آدمر تم تو کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے تھے، پھر مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"میں آدمر نہیں ہوں۔"

"آں؟ نہیں۔ جھوٹ نہ بولو۔ تم کبھی جھوٹ نہیں بولتے ہو۔"

"میں آدمر ہوتا تو سچ بولتا۔ چوں کہ آدمر نہیں ہوں اس لیے سچ بول رہا ہوں۔ تمہارے یقین کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

وہ بولا۔ "آج ہماری دنیا میں صرف سپر ماسٹر کے پاس خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں صرف تم اور رسونتی ہو۔ رسونتی کے پاس ٹیلی پیتھی کا علم ہے مگر عمل نہیں ہے۔ جو جو بھی بتا نہیں کب دوبارہ خیال خوانی کے قابل ہو سکے گی۔ اس حساب سے صرف ایک آدمر رہ گیا ہے اور وہ تم ہو۔"

"اور ایک بار پھر تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دوں گا تو یقین ہو جائے گا کہ آدمر اتنا ظالم نہیں ہے۔"

"نن۔ نہیں۔ ٹھہرو۔ اب میں دماغی جھٹکا برداشت نہیں کر سکوں گا۔ میں مر جاؤں گا۔ میں مانتا ہوں تم آدمر نہیں ہو مگر یہ تو بتاؤ کون ہو تم؟"

"میں ہوں تمہارا عامل۔ اپنا دماغ میرے حوالے کر دو، میں تمہیں اپنا معمول بنا لوں گا۔"

"نہیں، فار گاڈ سیک، مجھ پر عمل نہ کرو۔ مجھے آزاد رہنے دو۔"

"ابھی تم پاسکل پر عمل کرنا چاہتے تھے۔ تمہیں اس کی آزادی کا خیال کیوں نہیں آیا تھا۔ تم ٹیلی پیتھی جاننے کے غرور میں یہ کیوں بھول گئے تھے کہ تمہیں بھی کوئی اپنا غلام بنا سکتا ہے۔"

میں نے اس کے اندر توانائی پیدا کر کے بستر تک اسے پہنچایا۔ وہ گڑگڑا رہا تھا کہ اس پر عمل نہ کیا جائے۔ میں نے اسے مزید دماغی تمزوری میں مبتلا کیا۔ پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ وہ جلد ہی ٹرانس میں آ گیا۔ میرا معمول بن کر جواب دینے لگا۔ میں نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"جان ڈیگر۔"

"سپر ماسٹر کے پاس کتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں؟"

"میں صرف اپنے ساتھی پرنس ڈیگر کو جانتا ہوں۔ وہ پرنس بھی پچھلے بیس گھنٹوں سے غائب ہے۔ سپر ماسٹر کے آدمی

اُسے تلاش کر رہے ہیں۔"

"تم سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد بتا نہیں سکتے، مگر یہ تو معلوم ہوگا کہ تم دونوں کے علاوہ بھی کچھ خیال خوانی کرنے والے ہیں۔"

"ہاں مجھے اور پرنس ڈیگر کو شبہ ہے کہ سپر ماسٹر ہم دونوں کو سونیا، پارس اور علی تیمور وغیرہ کا مقابلہ کرنے بھیجتا ہے اور باقی فیلی پیتھی جاننے والوں کو چھپا کر رکھتا ہے یا اُن سے بھی اس طرح کام لیتا ہے کہ کام کے دوران انھیں دوسرں پر ظاہر نہیں ہونے دیتا۔"

میں آیندہ اس سے بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا فی الحال اسے حکم دیا کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گا۔ اور میرے معمول کی حیثیت سے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہے گا۔ یہ باتیں نقش کرانے کے بعد میں نے اُسے تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیا اور دماغی طور پر کاٹیج میں حاضر ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اُٹھا کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

سونیا کی آواز آئی۔ "میں ہوں۔ کاٹیج سے نہ جانا، میں آ رہی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں بھی ریسیور رکھتے ہوئے اس پولیس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا جو سونیا کے ساتھ یہاں سے گیا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ سونیا کوئی دو گھنٹے تک میری فلم رپورٹ توجہ سے دیکھتی رہی۔ اب پتا نہیں اس نے دیکھنے کے بعد میرے متعلق مزید کیا رائے قائم کی تھی۔ اور مجھے یاد نہیں تھا کہ میں نے پچھلے دو دنوں میں کاٹیج کے اندر کیسی کیسی حرکتیں کی تھیں۔ ویسے یقین تھا جیسی بھی حرکتیں کی ہوں گی وہ میری فطرت کے عین مطابق ہوں گی۔

آدمی جب گھر میں تنہا ہو اور اسے کوئی دیکھنے والا نہ ہو تو وہ دنیاوی پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ تنہائی میں اپنی دائمی فطرت اور مخصوص عادات کے مطابق کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہے۔ سونیا نے مجھے تنہائی میں مکمل فرہاد پایا ہوگا۔ اسی لیے وہ پھر مجھ سے ملنے آ رہی تھی۔

میں کاٹیج کی کھڑکی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ فاصلے پر ایک خوب صورت سی جھیل تھی۔ اس کے کنارے دُور تک نت نئے ڈیزائن کے کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ دولت مند افراد اپنے بیوی بچوں یا محبوباؤں کے ساتھ وہاں تفریح کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ میں نے اپنے کاٹیج کے آگے پیچھے دوسری کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھا۔ میری نگرانی کے لیے کوئی پولیس والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ سادہ لباس میں جاسوس ہو سکتے تھے۔

کاٹیج کے سامنے سونیا کی کار آ کر رُکی۔ اگلا دروازہ کھلا۔ وہ کار سے باہر آئی۔ میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا۔ چھپ کر دیکھنے لگا۔ وہ سوچتی ہوئی نظروں سے کاٹیج کو دیکھتی ہوئی آہستہ آہستہ آ رہی تھی جیسے ایک ایسے مُردے کا سامنا کرنے آ رہی ہو جو مُردہ ہونے کے بعد اپنی زندگی کا ثبوت دے رہا ہو۔

وہ اندر آئی۔ مجھے دیکھ کر دروازے پر رُک گئی۔ اس کی نگاہوں میں اپنائیت بھی تھی اور اجنبیت بھی۔ وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ "آج تک کسی نے مجھے ایسے نہیں اُلجھایا تھا جیسے آج تم اُلجھا رہے ہو۔"

"سونیا! تم صرف تم ہی ایک ایسی ہو جو اس سیدھی سی اُلجھن کو سُلجھا سکتی ہو۔ اگرچہ اُلجھن سیدھی نہیں ہوتی۔ مگر میرا یقین کہتا ہے کہ تم مجھے فرہاد تسلیم کر چکی ہو۔"

"نہیں۔۔۔" اس کی انہیں، دُور تک کو جنبش چلی گئی وہ ایک انہیں، میرے دماغ میں تیر کی طرح آ کر لگی۔

میں نے گرج کر کہا۔ "یونان سنس! صبر کی ایک انتہا ہوتی ہے۔ تمہارے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور ساری دنیا میں تمہاری ذہانت اور مکاریوں کا ڈنکا بجتا ہے۔ مگر تم کچھ نہیں ہو۔ زیرو ہو۔ دُور ہو جاؤ میری نظروں سے۔۔۔"

"میں تمہاری اجازت سے نہیں آئی ہوں اور نہ تمہارے حکم سے جاؤں گی۔ تمہارے کہنے کے مطابق دنیا میں میرے نام کا ڈنکا بجتا ہے تو پھر اپنا کام دکھا کر جاؤں گی۔"

"یعنی اب بھی آزمائش باقی رہ گئی ہے؟"

"ہاں ایک آخری آزمائش۔"

"میں تیار ہوں۔ امتحان لو۔"

"یہاں نہیں۔ بیڈ روم میں چلو۔"

میں اس کے آگے چلتا ہوا خواب گاہ میں آیا۔ اس نے میرے پیچھے کمرے میں قدم رکھا۔ پھر دروازے کو بند کرتے ہوئے بولی۔ "کپڑے اُتارو۔"

میں نے اسے چونک کر دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا اسے میں جو کہہ رہی ہوں، وہ کرو۔"

میں نے پہلے قمیص اُتار دی، پھر بنیان۔ اس کے بعد پتلون کے بیلٹ کو کھولتے ہوئے کہا۔ "سوچ لو، مجھ پر اخلاقی ذمے داری عائد نہیں ہوگی۔"

"بکواس مت کرو۔ تمہارے بدن پر صرف نیکر رہے گی۔"

میں نے پتلون اُتارتے ہوئے کہا۔ "سمجھ گیا، تم زخموں کے وہ نشانات دیکھنا چاہتی ہو جو وقتاً فوقتاً میرے بدن پر تمغوں کی طرح سجتے رہے ہیں۔ مگر تم بھول رہی ہو۔ ہم اکثر پلاسٹک سرجری کے ذریعے ایسے نشانات چھپا دیا کرتے تھے تاکہ دشمن اپنے دیے ہوئے زخموں سے ہمیں پہچان نہ سکیں۔"

"زیادہ نہ بولو۔ مجھے پتا ہے۔ چلو، اسکیپنگ کرو۔"

"کیا؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا اسکیپنگ نہیں سمجھتے۔ پنجوں کے بل اُچھلنا شروع کرو۔"

"کیا مجھے اُچھال اُچھال کر فرہاد ثابت کرو گی؟"

وہ خاموش رہی۔ میں پنجوں کے بل اُچھلنے لگا۔ دو منٹ کے بعد پوچھا۔ "یہ درزش کب تک جاری رہے گی؟"

"جب تک پسینہ نہیں نکلے گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اچھا۔" پھر ایک دم سے چونک گیا۔ وہ ایسی حرکت کیوں کر رہی ہے، یہ بات سمجھ میں آ گئی۔ بہت عرصہ پہلے اس میں کتوں کی طرح سونگھنے کی عادت تھی۔ وہ ایک بار کسی کی بُو پا لینے کے بعد دنیا کے آخری سرے تک اس کا پیچھا کرتی تھی۔ چھپنے والا لاکھ چھپنے کی کوشش کرے، وہ اس کی بُو سونگھتی ہوئی اس کی شہ رگ تک پہنچ جاتی تھی۔

اُن دنوں ٹیلی پیتھی جاننے والا ماسٹر لُوشے مجھے قتل کرنے امریکا سے پاکستان آیا تھا۔ مجھے تلاش کرنے کے لیے سونیا کو ساتھ لایا تھا۔ سونیا، پہلے مادام گیا کہلاتی تھی۔ ماسٹر لُوشے کو میرے بدن سے اتارے ہوئے کپڑے مل گئے تھے اس نے وہ کپڑے سونیا کو سُنگھائے تھے۔ اس کے بعد وہ میری جان کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ میں چھپنے کے لیے شہر کے جس گوشے میں جاتا تھا، وہ وہاں پہنچ جاتی تھی اور مجھ پر قاتلانہ حملے کرتی تھی۔

میں نے رفتہ رفتہ اُسے کتیا سے انسان اور اپنا دوست بنایا تھا۔ وہ انسان تو بن گئی تھی مگر سونگھنے والی عادت برقرار تھی۔ بابا فرید واسطی مرحوم نے اپنے روحانی عمل سے اس کی یہ حیوانی خاصیت ختم کر دی تھی۔ اگر اب بھی اس میں یہ خاصیت ہوتی تو مجھے اپنی شناخت کرانے کے لیے اتنی تھوکریں نہ کھانی پڑتیں۔ اُدھر میری ڈمی قبر میں جاتی اِدھر سونیا سمجھ لیتی کہ وہ ڈمی ہے۔ اصل فرہاد زندہ ہے کیوں کہ زندہ انسان کی ہی بُو پائی جاتی ہے۔

اس کی یہ سونگھنے والی خاصیت بالکل ختم نہیں ہوئی تھی۔ ہر انسان قریب سے کسی کے بھی پسینے کی بُو سونگھ سکتا ہے اور یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ ہر شخص کے جسم کی بُو دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ میرے بدن کا پسینہ بھی دوسروں سے مختلف تھا جسے میری تنہائی کی ساتھی لاکھوں میں پہچان سکتی تھی۔

میں پسینے پسینے ہو گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ جیتی ہوئی میرے قریب آئی۔ ناک اُٹھا کر سونگھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بند کمرے میں دھاروں بہتا ہوا پسینہ پرانی یادوں کی مہک لا رہا تھا۔ اُس نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھے۔ اچانک ہی اُس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ وہ رو رہی تھی۔ سونیا رو رہی تھی۔ وہ سونیا جسے زندگی کے بدترین حالات اور موت کے ظالم حملے نہ رُلا سکے، وہ روتے روتے مجھ سے لپٹ گئی۔

میرے دماغ سے لاکھوں من کا بوجھ اُتر گیا۔ میں پہچان لیا گیا تھا۔ سونیا نے مجھے تسلیم کر لیا تھا اب ساری دنیا تسلیم کرنے والی تھی۔ میں اُسے دونوں بازوؤں میں چھپا کر ڈھیر ساری محبتیں دینے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی "آہ! تمہاری موت کے یقین نے میرے اندر آنسو بھر دیے تھے۔ میں اوپر سے نہیں روئی۔ پتھر بن کر تمہاری جدائی کا صدمہ سہتی رہی مگر آج رسوتی اور دونوں بیٹوں کو یہاں سے ٹال دیا۔ میں جانتی تھی مجھے تمہاری بُو ملے گی تو میں آنسو ضبط نہیں کر سکوں گی اور تنہائی میں پھوٹ پھوٹ کر روتی رہوں گی۔"

وہ رو رہی تھی۔ میں آنسو پونچھ رہا تھا۔ وہ پچھلے صدمات کے آنسو تھے جنھیں وہ کسی کو دکھا نہیں سکتی تھی اور آج مجھے دکھا رہی تھی۔ موت ایک بازگل لے تو پھر زندگی کو واپس نہیں اگلتی۔ میں موت کے ظالم جبڑوں سے نکل کر اُسے آغوش میں سمیٹ لینے کے لیے آیا تھا۔ اس لیے آنکھوں سے بہنے والے وہ آنسو اس کی مسرتوں کا بھی اظہار تھے۔

وہ تھوڑی دیر تک میرے پیار میں گم رہی پھر تڑپ کر بازوؤں کے حصار سے نکل گئی۔ میں نے سمجھا، وہ دم بھر کے لیے گئی ہے پھر آ جائے گی لیکن وہ چند لمحوں تک سانسوں پر قابو پاتی رہی۔ اپنے حواس درست کرتی رہی۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو وہ پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے پوچھا۔ "میرے پاس نہیں آؤ گی؟"

وہ مُنہ پھیر کر کھڑکی کے پاس گئی۔ پھر دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ "تم جانتے ہو جس دن بابا فرید واسطی

مرحوم نے مجھے بیٹی بنایا تھا" اسی دن میں نے اپنی تمام نفسانی خواہشات کو مار ڈالا تھا۔ تقریباً بیس برس گزر گئے میرے اور تمہارے درمیان کبھی کوئی جسمانی تعلق نہیں رہا۔ میں ایک اللہ والے بزرگ کی پاکیزہ بیٹی بن کر زندگی گزار رہی ہوں۔ مجھے کتنے ہی بزرگانِ دین نے دعائیں دی ہیں۔ پلیز لباس پہن لو۔"

میں نے سوچا اُسے اپنی طرف مائل کروں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ پاکیزہ زندگی گزارنے کے باعث اس کے چہرے پر عجب سا نور آ گیا تھا اور شخصیت ایسی پرکشش ہو گئی تھی کہ اسے دیکھو تو دیکھتے ہی رہنے کو جی چاہتا تھا۔ اور آج اُسے پکڑ لینے کے بعد جھوٹ بولنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے پوچھا "اس کا مطلب ہے اب تم میری نہیں رہیں؟"

"تمہاری ہوں، صرف تمہاری ہوں۔ میری محبت تمہارے لیے ہے میری مامتا تمہارے بچوں کے لیے ہے۔ میرا جینا مرنا صرف تمہارے نام سے ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے تک آئی پھر اُسے کھول کر ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔ میں لباس پہننے لگا۔ ڈریسنگ روم سے اُس کی آواز آ رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "ہیلو ہیلو سپر پارس! میں تمہاری مما ہوں۔ ہاں۔ ہاں بیٹے! بولو۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش رہی پھر بولی "ہاں میں وہ فلم رپورٹ دیکھ کر اسی کاسچ میں آئی ہوں۔ تمہارے پاپا کے پاس ہوں۔ مجھے ٹھوس ثبوت مل گیا ہے یہ تمہارے پاپا ہیں۔"

وہ انسانی جسم کی مہک کے متعلق اُسے بتانے لگی۔ یہ کہ جس طرح ایک شخص کی جسمانی بُو دوسرے سے مختلف ہوتی ہے اور میری مخصوص بُو کو وہ خوب پہچانتی ہے اس لیے یہی سب سے ٹھوس ثبوت ہے۔ اس نے پارس کے بعد علی تیمور کو بھی فون پر یہی بتایا۔ میں اس کے سامنے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا "ٹھیک ہے علی! تم ضرور پاپا سے ملنے لیکن تمہارے اور پارس کے علاوہ کسی کو فرہاد کی حیات نو کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ اوکے۔ گڈ بائی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے پوچھا "تم چاہتی ہو میں منظرِ عام پر نہ آؤں؟ مُردہ ہی سمجھا جاؤں؟"

"کیا تمہیں اعتراض ہے؟"

"میرے اپنے مجھے تسلیم کر رہے ہیں۔ اس کے بعد دنیا مجھے جنتی یا جہنمی سمجھے، مجھے پروا نہیں ہے۔"

"ماسک مین نے ماریہ کو واپس بھیج دیا ہے اور پاسکل بُوبا کا مطالبہ کر رہا ہے۔ کیا تم پاسکل کی جگہ جاؤ گے؟"

میں تھوڑی دیر پہلے پاسکل کے دماغ میں موجود تھا۔ جان ڈیگر اسے سمجھانا نہ اس پر تنویمی عمل کرنا چاہتا تھا تاکہ اس کے دماغ میں چھپ کر معلوم کرتا رہے کہ واقعی پاسکل کو ماسک مین کے پاس بھیجا جا رہا ہے یا نہیں؟"

"ہاں سپر ماسٹر یہ کہہ کر ماسک مین کو بھڑکائے گا کہ اس کے پاس اصل خیال خوانی کرنے والا پاسکل بُوبا نہیں پہنچایا گیا ہے۔"

"میں نے جان ڈیگر کو بڑی آسانی سے ٹریپ کیا ہے، اسے اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا ہے۔"

میں نے اُسے بتایا کہ جان ڈیگر شراب نوشی کے باعث میری مٹھی میں آ گیا ہے۔ وہ خوش ہو کر بولی "تم نے رسونتی اور علی تیمور کو سپر ماسٹر کے فوجیوں سے نجات دلا کر سر حد پار کرا دیا۔ مجھے یہودی تنظیم کے حملہ آوروں سے بچایا، سوسانہ کو کینی بال خیال خوانی سے نجات دلائی اور جان ڈیگر جیسے خیال خوانی کرنے والے کو اپنا معمول بنا لیا ہے۔ اتنے کارنامے انجام دینے کے بعد بھی کوئی تمہیں فرہاد تسلیم نہ کرتا؟"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ میں نے پوچھا "تمہیں میری مخصوص بُو پا لینے کا پہلے خیال کیوں نہیں آیا؟"

"خیال سے آیا آیا نہیں آیا تو پھر نہیں آیا۔ بیس برس سے کبھی کسی کی بُو سونگھ کر اس کا تعاقب کرنے کا خیال نہیں آیا۔ پھر تمہارے لیے کیسے سوچ لیتی؟ تمہاری فلم رپورٹ دیکھتے ہوئے میں نے سوچا تمہاری ایک ایک حرکت فرہاد جیسی ہے۔ تمہارے اندر جو فرہاد چھپا ہوا ہے اُسے کاش میں سونگھ کر معلوم کر لیتی۔ تب یاد آیا کہ میں قریب سے تمہارے پسینے کی مہک کو لاکھوں میں پہچان سکتی ہوں۔"

"سونیا! کیا ہم تمام زندگی ندی کے دو کناروں پر بن کر رہیں گے؟"

"ہم موضوع سے بہک رہے ہیں پاسکل کا کیا کریں؟"

"اُسے ماسکو بھیج دو۔ اس کا دماغ آرمر کی مٹھی میں رہتا ہے۔"

"آرمر اُسے برابر کنٹرول میں نہیں رکھ سکے گا۔ بہتر ہے آج کسی وقت تم آرمر کے ساتھ اس کے دماغ میں جاؤ اور جان ڈیگر کی طرح اسے بھی اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لو۔"

ہم پلاننگ کرنے لگے کہ کس طرح ماسکو میں پاسکل بُوبا کو کمزور بنا کر رکھیں گے اور میں اس کے دماغ میں رہ کر جو جو کی نگرانی کرتا رہوں گا۔ سونیا نے ٹیلیفون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں ایک بزرگ سے رابطہ قائم کیا جو شیخ الفارس کی وفات کے بعد اُن کے قائم مقام تھے اور اُن کے فرائض ادا کرتے تھے۔ اُن کا اسم گرامی علی اسد اللہ تبریزی تھا۔ سونیا نے کہا "جناب میں سونیا بول رہی ہوں۔ پاسکل بُوبا کو بارہ گھنٹے کے اندر ماسک مین کے حوالے کرنا چاہتی ہوں۔"

جناب علی تبریزی نے فرمایا "اچھی بات ہے۔ میں ماسک مین اور فرانس کے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ ایک گھنٹے بعد پارس اور علی تیمور آ گئے۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ دروازے پر رُک گئے تھے۔ علی تیمور نے ندامت سے سر جھکا لیا تھا۔ پارس ڈھٹائی سے مسکرا کر میری طرف بڑھتے ہوئے بولا "یہ علی آپ کا سامنا کرتے ہوئے ندامت محسوس کر رہا ہے۔ میں نے اسے سمجھایا ہے بھئی ندامت کیسی؟ آخر ہمارے پاپا ہیں ہم نے نادانستگی میں گستاخی کی تھی، پاپا ہمیں معاف کر دیں گے۔ کیوں پاپا؟"

میں نے اس کے کان کو پکڑ کر زور سے مروڑا جو اب فولاد ہو چکے تھے۔ بھلا کان مروڑنے کا اثر اس پر کیا ہوتا۔ میں اُسے کان سے کھینچتا ہوا علی کے پاس آیا۔ پھر اس کا ایک کان مروڑتے ہوئے بولا "محبت سے بھی سزا دی جاتی ہے، وہ میں نے دے دی۔ آؤ اب گلے لگ جاؤ۔"

وہ دونوں مجھ سے لپٹ گئے۔ مجھے اِدھر اُدھر سے جی بھر کے چومنے لگے۔ میں نہال ہو رہا تھا۔ خوشی سے بے حال ہو رہا تھا۔ صحیح معنوں میں آج مجھے نئی زندگی مل رہی تھی۔

کینی بال نے پریشان ہو کر سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا پھر کہا "جناب! گڑبڑ ہو گئی ہے۔ میں نے سوسانہ پر جو تنویمی عمل کیا تھا، وہ زائل ہو چکا ہے۔"

وہ ذرا چونکا ہوا سپر ماسٹر نے پوچھا "خاموش کیوں ہو گئے۔ بات کو مکمل کیا کرو۔"

"میں ابھی اُس کے دماغ میں گیا تھا۔ اس نے محسوس کر لیا۔ غصّے میں بولی کون ہے؟ جواب دو؟ میں بھلا کیا کہتا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل گیا۔"

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے تھا کہ تنویمی عمل کا اثر کب تک رہتا ہے۔"

"میرے پاس حساب تھا۔ میرے عمل کا اثر ختم نہیں ہوا تھا البتہ کم ہو رہا تھا۔ بس اسی دوران آرمر اسے اپنی معمولہ بنانے میں کامیاب ہو گیا۔"

"تم نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ تم نے کیوں نہیں اٹھایا؟"

"میں اپنے حساب کے مطابق بارہ گھنٹے بعد سوسانہ پر دوبارہ عمل کرنے والا تھا۔ مجھے کیا پتا تھا کہ وہ مجھ سے پہلے ایسا کیا جائے گا۔"

"آرمر ایسا چالباز نہیں ہے۔ اس کے پیچھے سونیا اور پارس ہیں۔ سونیا نے آرمر کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھا کر پاسکل بُوبا کو ماسکو سے اغوا کیا اور ماریہ کو واپس حاصل کر لیا۔ اب سوسانہ کے دماغ سے تمہیں نکال دیا ہے۔ اگر ہم نے ڈھیل دی تو وہ میرے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جبرئیل گرانٹ کے دماغ سے نکال دے گی۔"

"جناب! آرمر نہ ہو تو سونیا ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔"

"میں یہی تم سے کہنے والا تھا۔ آرمر کو ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹانا ہوگا۔"

"اوہو جناب! ہم رسونتی کو نظر انداز کر رہے ہیں وہ خیال خوانی کرنے کے لیے پھر انپوں میں پہنچ گئی ہے۔"

"اب رسونتی کو اغوا نہیں کیا جائے گا۔ ہم نے بہت نقصان اٹھایا ہے۔ میں ایک ایسی چال چلوں گا کہ وہ زندہ رہے گی مگر ٹیلی پیتھی کے ذریعے انپوں کے کام نہیں آ سکے گی۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"آرام کرو۔ ضرورت ہوئی تو بُلا لوں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ سپر ماسٹر نے نائب سے کہا "مارٹن رسل سے کہو فوراً رابطہ کرے۔"

نائب نے حکم کی تعمیل کی۔ مارٹن رسل نے رابطہ قائم کیا۔ سپر ماسٹر نے پوچھا "کیا تم جبرئیل گرانٹ کے دماغ میں چھپ کر رہتے ہو؟"

"جی ہاں اور وہ مجھے محسوس نہیں کرتا ہے۔"

"تمہارے تنویمی عمل کا اثر کب تک رہے گا؟"

"میرے حساب سے دو دن کے بعد اس پر دوبارہ عمل کرنا ہوگا۔"

"ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا سوسانہ کے دماغ میں رہتا تھا۔ اس کا حساب غلط ہو گیا جس کے نتیجے میں آرمر نے اس روبوٹ لڑکی کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔"

"مجھ سے ایسی غلطی نہیں ہوگی۔"

"تم لوگ اثر زائل ہونے سے پہلے تنویمی عمل کیوں نہیں کرتے ہو، ایسا کرنے میں کیا قباحت ہے؟"

"ہر کام اپنے مخصوص اصولوں کے مطابق ہوتا ہے' پہلے عمل کی میعاد پوری ہونے سے قبل دوبارہ عمل کر کے اپنے معمول کے دماغ پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے۔"

"دشمنوں نے بوجھ ڈالا اور اپنا کام کر گئے۔ مارٹن رسل! آئندہ یہ کبھی نہ سوچو کہ اصول کیا ہیں۔ محبت اور جنگ میں بے اصولی اور بے قاعدگی ہی کام آتی ہے۔ جاؤ اور جبریل گرانٹ کے دماغ میں محتاط رہو۔ اُسے سوسانہ کے مشوروں پر عمل نہ کرنے دو۔ کیوں کہ وہ روبوٹ لڑکی اب آرمر کی مدد سے سونیا اور پارس کی پلاننگ پر عمل کرتی رہے گی۔"

"جناب! جبریل گرانٹ کو میڈرونا کے لیے پیرس بھیجا گیا تھا۔ اب وہ نہیں رہی۔ کیا پاسکل بوبا کو اغوا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"اگر پاسکل ہاتھ آجائے تو ہم ہاری ہوئی بازی جیت لیں گے۔ رسونتی ہاتھ سے نکل گئی۔ یہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ آجائے گا۔"

"لیکن اب جبریل گرانٹ کا پیرس جانا مناسب نہیں ہے۔ یہ سب ہی جان گئے ہیں کہ وہ ہمارا آلۂ کار ہے۔"

"یہ اچھا ہے کہ سب جان گئے ہیں۔ وہ پیرس پہنچے گا تو سونیا اور پارس وغیرہ اس پر توجہ نہیں دیں گے۔ یوں نہ سہی تو مر چکی ہے اور مجھے پتا چل گیا ہے کہ وہ آج کسی وقت پاسکل کو ماسکو بھیجنے والے ہیں۔ ہمارے دشمن یہ سمجھیں گے کہ جبریل گرانٹ پیرس آیا ہے اور ناکام ہو کر چلا جائے گا۔ بے شک وہ سوسانہ کے ساتھ وہاں ناکام پھرتا رہے گا اور ہمارا دوسرا آلۂ کار ماریہ کو وہاں سے لے آئے گا۔"

"ہاں۔ یہ ہوگی شطرنج کی چال۔ دشمنوں کو ایک طرف الجھا کر دوسری طرف ایک مہرے کو اُٹھا لیا جائے گا۔"

"تم جبریل کے پاس جاؤ اور اسے پیرس جانے پر آمادہ کرو۔"

مارٹن رسل نے سپر ماسٹر سے رابطہ ختم کیا پھر جبریل کے پاس پہنچ گیا۔ تنویمی عمل کے مطابق جبریل اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ اور مارٹن رسل اسے یہ یقین دلاتا تھا کہ وہ اس کے دماغ میں چھپ کر نہیں رہتا ہے۔ اس کے لیے وہ دوسرے لہجے میں اس کے اندر آکر مخاطب کرتا تھا اور جبریل خوش فہمی میں مبتلا رہ کر سوسانہ سے کہا کرتا تھا "ہمارے دماغوں میں کوئی چھپ کر نہیں

رہتا ہے۔ ہم سپر ماسٹر کے وفادار ہیں، وہ ہمیں کبھی دھوکا نہیں دے گا۔"

جب مارٹن رسل پچھلے سے اس کے دماغ میں پہنچا تو سوسانہ اس سے جھگڑا کر رہی تھی۔ "تم تو کہتے تھے ہمارے دماغ میں کوئی نہیں آتا۔ پھر ابھی کون آیا تھا؟ میں نے اسے محسوس کر لیا تھا۔ جب میں نے پوچھا کہ کون ہے تو وہ، بھاگ گیا۔"

جبریل گرانٹ نے کہا۔ "میری جان! تم خواہ مخواہ سپر ماسٹر کو ہمارا دشمن سمجھنے لگی ہو۔ یہ سب پارس کی بدمعاشی ہے۔ وہ اِدھر تمہیں بہکاتا ہے اور اُدھر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے آرمر کو تمہارے دماغ میں بھیجتا ہے۔"

"آرمر ایک شریف آدمی ہے، یہ ساری دنیا جانتی ہے۔ وہ کسی عورت کے دماغ میں اس کی اجازت کے بغیر نہیں جاتا۔"

"تو پھر وہ رسونتی ہوگی۔"

"یہ کون ہے؟"

"پارس کی ماں ہے۔"

"جبریل! تم سپر ماسٹر کو الزام سے بچانے کے لیے پارس کی ماں کو ٹیلی پیتھی جاننے والی کہہ رہے ہو۔"

"یہ سچ ہے۔ تم پارس سے پوچھو۔ وہ جھوٹ بولے گا تو آرمر ضرور تمہیں سچ بتائے گا۔"

"پارس میرا سچا اور مخلص دوست ہے۔ اگر اس کی ماں ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو وہ میری دشمن نہیں ہوگی۔ وہ میرے دماغ میں آکر کبھی نہ بھاگتی۔ بڑے فخر سے کہتی کہ وہ پارس کی ماں ہے۔"

"پارس تمہیں اُلو بنا رہا ہے۔"

"سپر ماسٹر تمہیں گدھا بنا رہا ہے۔"

مارٹن رسل نے جبریل کی سوچ میں کہا۔ "مجھے بات نہیں بڑھانی چاہیے۔ اسے پیرس چلنے کے لیے کہنا چاہیے۔"

جبریل نے اس سوچ کے مطابق کہا۔ "جھگڑا ختم کرو اور اپنا سامان پیک کرو۔ ہم پیرس جائیں گے۔"

"تمہیں پھر وہ میڈرونا یاد آرہی ہے۔"

"بالکل نہیں۔ میں تمہاری قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ مر چکی ہے۔"

"تمہیں ہوٹل میں بیٹھے بیٹھے اس کی موت کی خبر کیسے مل گئی؟"

"یہ کیوں بھولتی ہو کہ سپر ماسٹر کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ مجھے ایک ایک پل کی خبر ملتی ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارے پارس کا کوئی سگا پیرس میں مر گیا ہے۔ وہ اس ہوٹل میں نہیں ہے، یہاں سے جا چکا ہے۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بولی۔ "کیا پارس چلا گیا ہے؟ نہیں، وہ مجھ سے ملاقات کیے بغیر جا نہیں سکتا۔"

"کاؤنٹر پر فون کر کے پوچھ لو۔ تمہاری خوش فہمی کو ٹھیس پہنچے گی۔"

اس نے ریسیور اُٹھا کر کاؤنٹر مین سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے پوچھا۔ "کیا مسٹر پارس ہوٹل چھوڑ گئے ہیں؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "کیا آپ مس سوسانہ ہیں؟"

"ہاں میری بات کا جواب دو۔"

"جی ہاں، وہ اچانک گئے ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتے تھے لیکن آپ سو رہی تھیں۔ آپ کے نام ایک خط ہے، مجھے یہ خط کس کمرے میں بھیجنا چاہیے؟"

سوسانہ نے کمرا نمبر بتایا پھر ریسیور رکھ کر کہا۔ "وہ بڑی عجلت میں گیا ہے۔ لیکن میرے نام خط چھوڑ گیا ہے۔"

"لیکن جانے سے پہلے تم سے ملنا ضروری نہیں سمجھا۔"

"مجھے طیش نہ دلاؤ۔ تم نے ہی کہا ہے کہ اس کا کوئی سگا مر گیا ہے۔ ایسی پریشانی میں بھی مجھ سے ملنے آیا تھا۔ مگر میں سو رہی تھی۔"

کال بیل کی آواز سنائی دی۔ جبریل نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ ہوٹل کا ملازم ایک خوب صورت سی ٹرے پر ایک لفافہ رکھ کر لایا تھا۔ جبریل نے لفافہ لے کر اُسے ٹپ دی، پھر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے، یہ نوجوان تم پر بُری طرح عاشق ہو گیا ہے۔ لو پڑھو۔"

اس نے لفافہ لے کر اسے کھولا۔ اس میں سے رٹہ کیا ہوا کاغذ نکالا پھر اُسے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ "سوسانہ! میں بہت مجبور ہو کر تم سے ملاقات کیے بغیر جا رہا ہوں۔ تم اس وقت سو رہی ہو۔ میں تمہاری نیند خراب کرنا نہیں چاہتا۔ میں نے تمہیں نہیں بتایا کہ میری کوئی بہن نہیں ہے۔ تم مجھے اتنی پیاری لگتی ہو جیسے تم نے میری ہی ماں کی کوکھ سے جنم لیا ہو۔ ہو سکے تو پیرس آجاؤ۔ وہاں تم سے ملاقات ہو گی۔ خدا حافظ تمہارا بھائی پارس۔"

وہ خط پڑھ کر جبریل کو گھورتے ہوئے بولی۔ "شرم کرو۔ اپنی گندی ذہنیت سے اسے میرا عاشق کہہ رہے تھے اور وہ مجھے دل سے بہن مانتا ہے۔"

"خدائی قسم سوسانہ! میں نے اپنی زندگی میں اتنا خطرناک چکر باز نہیں دیکھا۔ کم بخت تمہیں بہن بنا کر سپر ماسٹر کے منصوبے کو خاک میں ملا رہا ہے۔"

"تم پھر اُلٹی باتیں کر رہے ہو۔ اس نے تمہاری حمایت میں مجھے پیرس آنے کا مشورہ دیا ہے۔ تم یہی چاہتے ہو یا نہیں؟"

"ہاں چاہتا تو یہی ہوں۔ اُس نوجوان نے میری کھوپڑی گھما دی ہے۔ وہ سمجھ میں نہیں آتا۔ میرے حق میں بولتا ہے مگر بات میری مخالفت میں جاتی ہے۔"

"تعجب ہے تھوڑی دیر پہلے تم پیرس چلنے کو کہہ رہے تھے۔ میرے بھائی نے یہ مشورہ دیا تو یہ مخالفت والا مشورہ کیسے ہو گیا؟"

"اس نے وہاں میرے خلاف کوئی جال بچھا رکھا ہو گا اسی لیے تمہیں بُلا رہا ہے۔ یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ وہاں جاؤں گا۔"

مارٹن رسل پھر سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کر کے بولا۔ "جناب! پارس نے پہلے جو چکر چلایا تھا، اس سے ہمارا منصوبہ خاک میں مل گیا تھا۔ اب وہ پھر کوئی چال چل رہا ہے۔ وہ پیرس جانے سے پہلے سوسانہ کو خط لکھ کر گیا ہے۔ اس خط میں اُس نے پیرس آنے کا مشورہ دیا ہے۔ جب کہ وہ جبریل کے پیرس جانے میں رکاوٹیں پیدا کر رہا تھا۔ کہاں وہ رکاوٹیں اور کہاں یہ پیرس کا بلاوا۔ اسی نے چال بالکل اُلٹ دی ہے۔"

"میرا خیال ہے، اس نے سوسانہ کے بعد جبریل سے دوستی گانٹھنے کے لیے وہاں بلایا ہے۔ وہ جانتا ہے ہمارے دونوں زبردست مہرے ہم سے چھین لینا چاہتا ہے۔ تم جبریل کو اس کی چال سمجھاؤ۔"

مارٹن رسل اسے سمجھانے گیا۔ سپر ماسٹر نے نائب سے کہا۔ "ہمارے روم کے ایجنٹ کو حکم دو کہ بڑی ہوشیاری سے سوسانہ کو مار ڈالے، وہ دونوں روبوٹ صرف ایک ہی چیز سے مر سکتے ہیں۔ ایجنٹ کو اُس چیز کے استعمال کا طریقہ سمجھا دو۔ سوسانہ کی لاش کے پاس پارس کی ایسی کوئی چیز ملے جسے دیکھ کر جبریل اسے اپنی محبوبہ کا قاتل سمجھ لے۔ پھر وہ پارس کا کبھی دوست نہیں بنے گا۔ ہمیشہ جانی دشمن بن کر اُسے موت کے گھاٹ اُتارنے کی کوشش کرتا رہے گا۔"

نائب روم کے ایجنٹ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش

کرنے لگا۔ اُدھر مارٹن رسل نے جبریل کے دماغ میں چھپ کر اس کی سوچ میں کہا: "میں سوسانہ کو پیرس جانے کی بات کہہ کر کھسک گیا ہوں۔ پارس وہاں میری سوسانہ کو اپنی انگلیوں پر نچائے گا۔ اور میں پریشان ہوتا رہوں گا۔ سپر ماسٹر کے کسی کام پر خاطر خواہ توجہ نہیں دے سکوں گا۔"

جبریل کی اپنی سوچ نے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا، ان حالات میں کیا کرنا چاہیے؟"

"کرنا کیا ہے؟ تجھے مرد بننا چاہیے۔ سوسانہ پر حاوی رہنا چاہیے۔ مرد کسی وقت بھی فیصلہ بدل سکتا ہے، عورت اعتراض کرے تو اس کی اچھی طرح پٹائی کرنا چاہیے۔"

"یہ میرے دماغ میں فضول سا خیال آرہا ہے سوسانہ بھی میری طرح فولاد ہے۔ جس پر تلوار اور بندوق کی گولیاں اثر نہیں کرتیں اس کی پٹائی سے کیا حاصل ہوگا۔"

"تو پھر میں نے پچھلی رات اس کی پٹائی کیوں کی تھی؟"

اس نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ "وہ تو محبت سے جھگڑا کیا تھا۔ مجھے اس کی پٹائی کرنے میں مزہ آتا ہے اور وہ مار کھا کر مجھ سے اور زیادہ محبت کرنے لگتی ہے۔ یہ محبت بھی عجیب چیز ہے۔"

مارٹن رسل نے اس کی سوچ میں کہا: "کچھ بھی ہو، مجھے سوسانہ کو پیرس جانے سے روکنا چاہیے۔"

"میں کیسے روک سکتا ہوں؟"

"جیسے بھی ہو اُسے پارس کی چالبازی سے بچانا ہوگا۔ اپنی محبوبہ کو تحفظ فراہم کرنے کا نام ہی محبت ہے۔"

وہ اُٹھ کر ٹہلنے اور سوچنے لگا۔ سوسانہ نے باتھ روم سے باہر آکر اُسے دیکھا۔ پھر پوچھا: "کیا بات ہے؟ کچھ پریشان ہو؟"

"ہاں، پریشان ہوں۔ تمہیں کیا؟"

"کیا تم سمجھتے ہو، مجھے تمہاری پریشانیوں سے واسطہ نہیں ہے؟ کیا تمہیں تکلیف ہوگی تو مجھے نہیں ہوگی؟"

"یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔"

"کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ کیوں اُکھڑی اُکھڑی باتیں کر رہے ہو؟"

اس لیے کہ جو میں سمجھ رہا ہوں، وہ تم سمجھنا نہیں چاہتیں۔ پارس نے اپنی چالبازی سے تمہارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں چھین لی ہیں۔"

"تم تو اُس کے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

"تم اس کے پیچھے پڑ گئی ہو۔ میں مانتا ہوں وہ تمہیں بہن کہتا ہے اور تم اپنے محبوب سے زیادہ بھائی کو اہمیت دیتی ہو۔"

"اس لیے کہ بھائی حقیقتاً کبھی دھوکا نہیں دیتے۔ اُن کی ذات سے بہنوں کو کبھی نقصان نہیں پہنچتا۔"

"کیا میں تمہیں نقصان پہنچا رہا ہوں؟"

"تم سپر ماسٹر کے غلام رہو گے تو انجانے میں دھوکا پہنچا دو گے۔ وہ بہت بُرا آدمی ہے۔ تمہارے کاندھے پر بندوق رکھ کر مجھے شکار کرے گا۔ بعد میں تم کہو گے، معاف کرنا میری جان! مجھے پتا نہیں تھا کہ بندوق میرے کاندھے پر رکھی گئی تھی۔"

"اور یہی بات ایک دن تم کہو گی کہ پارس نے تمہیں اُلو بنا کر مجھے شکار کیا ہے۔ لیکن میں تمہیں یہ کہنے کا موقع نہیں دوں گا۔ اس سے پہلے ہی میں نیویارک جا رہا ہوں۔"

"کیا مجھے چھوڑ کر جاؤ گے؟"

"اور کیا کر سکتا ہوں، تم اپنے بھائی کے حکم پر پیرس جاؤ گی۔ میں ساتھ چلنے کو کہوں گا تو جھگڑا کرو گی۔"

"تم میری بات کا جواب دو۔ کیا اپنی سوسانہ کو چھوڑ کر جا سکتے ہو؟"

"تم میرے سوال کا جواب دو۔ کیا میری سوسانہ میرے ساتھ نیویارک نہیں جائے گی؟ مجھے تنہا جانے دے گی؟"

"میں آخری سانس تک تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔ اوہ گاڈ!"

وہ پیشانی پر ہاتھ مار کر صوفے پر بیٹھ گئی پھر بولی "اب سمجھ میں آیا میرا پیرس کا سفر ملتوی کرانے کے لیے سپر ماسٹر نے تمہیں یہ چال سکھائی ہے۔"

"میں صبح سے تمہارے ساتھ ہوں۔ سپر ماسٹر کیا مجھے سکھانے کے لیے دماغ میں آتا ہے۔"

"اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر موجود ہے اور تم انکار نہ کرنا۔ پہلے میں بھی اس کی موجودگی کو سمجھ نہیں پاتی تھی۔ آرمر نے مجھ پر عمل کر کے اُس شیطان کو میرے اندر سے بھگایا ہے۔ اُسے پتا نہیں تھا کہ میں اس چور کی سوچ کو محسوس کر لوں گی جیسے ہی میں نے پوچھا کون ہے؟ تو وہ بھاگ گیا۔"

"یہ بات کتنی بار سناؤ گی؟"

"جب تک تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"اگر سپر ماسٹر کا کوئی آدمی تمہارے دماغ میں آتا

تو وہ یوں نہ بھاگتا۔ چالاکی سے آرمر کی آواز اور لہجے میں بات کرتا۔"

"پھر بھی میں اپنی سانس روک کر اسے بھگا دیتی۔"

"کیا آرمر تمہارے پاس نہیں آتا ہے؟"

"ضرور آتا ہے، مگر مخصوص کوڈ ورڈز زادِ اکرتا ہے۔ اس طرح میں آرمر کو پہچان لیتی ہوں۔"

"وہ کوڈ ورڈز کیا ہیں؟"

"کیا مجھے احمق سمجھتے ہو؟ یا تم بالکل ہی عقل سے پیدل ہو۔ میں کوڈ ورڈز بتاؤں گی تو تمہارے اندر چھپا ہوا شیطان سُن لے گا۔ اور پلیز، یہ بحث نہ کرنا کہ تمہارے اندر کوئی نہیں ہے۔"

"تمہیں کیسے یقین آئے گا کہ میرا دماغ کسی کی مٹھی میں نہیں ہے؟"

"آرمر کو اپنے دماغ میں آنے دو اور اُسے تنویمی عمل کی اجازت دو۔ راضی خوشی اس کے معمول بن جاؤ۔ وہ چھپے ہوئے چور کو دماغ سے نکال دے گا۔"

"واہ! کیا عورت کی عقل ہوتی ہے۔ فرض کیا کہ میرے اندر کوئی ہے تو کیا ایک شیطان کو نکالنے کے لیے دوسرے شیطان کو دماغ میں گھسا لوں۔"

"کیا تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟"

"بھروسا تمہیں بھی مجھ پر نہیں ہے۔ سیدھا سا جواب دو، میرے ساتھ نیویارک چلو گی؟"

"میں جواب دے چکی ہوں کہ آخری سانس تک ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔ اس کا مطلب ہے تمہارے ساتھ چلوں گی۔ مگر پہلے میں نے اپنے ساتھ چلنے کو کہا تھا۔ تم نے انکار کی یہ صورت نکالی ہے۔ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو، تم خود غرضی کا ثبوت دے رہے ہو اور میں محبت کا۔"

"میں بحث نہیں کروں گا۔"

وہ اُٹھ کر جانے لگی۔ اُس نے پوچھا: "کہاں جا رہی ہو؟"

"شاپنگ کروں گی۔ اور تھوڑی دیر تنہا رہوں گی۔ تم نے مجھے بڑا اپ سیٹ کیا ہے۔"

وہ اُسے روکنا چاہتا تھا۔ اس کے ساتھ جانا چاہتا تھا۔ مارٹن رسل نے خیال پیدا کیا، اُسے تنہا چھوڑ دینا چاہیے وہ نیویارک جانے کے لیے راضی ہوگئی ہے۔ یہ اطمینان ہو گیا ہے کہ اب پیرس نہیں جائے گی اور پارس سے اُس کی ملاقات نہیں ہوگی۔ اس خیال کے تحت جبریل نے اُسے نہیں روکا۔ وہ کمرے سے چلی گئی۔

وہ بے شک تنہائی چاہتی تھی۔ جبریل سے دُور رہ کر سوچنا سمجھنا چاہتی تھی کہ نیویارک تو ضرور جائے گی جبریل کو نہیں چھوڑے گی لیکن پارس سے کیسے رابطہ قائم کرے گی۔ تنہائی چاہنے کے باوجود کمرے سے نکل کر دُکھ ہوا کہ جبریل نے جھوٹے مُنہ سے بھی نہیں کہا: رُک جاؤ میری جان! میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ اپنی جان کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔

عورت کا مزاج سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر وہ آنا چاہتا تو وہ ساتھ نہ لے جاتی اور وہ نہیں آیا تھا تو دل کو صدمہ پہنچ رہا تھا۔ وہ ہوٹل سے باہر آئی۔ کار کا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، کہاں جائے؟ شاپنگ کا تو محض بہانہ تھا۔ کوئی شوق کی چیز خریدنے کو جی نہیں چاہتا تھا لیکن جب کار کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھایا تو اچانک تدبیر سوجھی، وہ فرانسیسی سفارت خانے جا کر پارس کو پیغام بھیج سکتی تھی۔

وہ سیدھی سفارت خانے پہنچی۔ پارس نے روم سے جانے سے پہلے سوسانہ کی نگرانی کے لیے چند جاسوس مقرر کیے تھے، اس کا علم فرانسیسی سفیر کو تھا۔ جب اسے پتا چلا کہ سوسانہ آئی ہے تو وہ خود اس کے استقبال کے لیے دروازے پر آیا۔ اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا: "آؤ سوسانہ! پارس صاحب تمہاری حفاظت کے لیے انتظامات کر گئے ہیں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔"

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں آئے۔ سوسانہ نے کہا: "میں نے یہاں آتے ہوئے محسوس کیا ہے کہ ایک کار میرے تعاقب میں تھی۔ سپر ماسٹر کے آدمی میری نگرانی کر رہے ہیں۔"

"فکر نہ کرو۔ میں ابھی فون کرتا ہوں۔ تعاقب کرنے والوں سے نجات مل جائے گی۔"

"شکریہ، آپ فون کہیں نہ کریں۔ میں بدمعاشوں سے تنہا نمٹ لوں گی۔ دراصل میں چاہتی تھی یہاں میرے آنے کی خبر کسی کو نہ ہو مگر دشمنوں کو معلوم ہو چکا ہے۔ اب وہ جبریل کو بتائیں گے کہ میں پارس سے رابطہ کرنے تمہارے پاس آئی تھی۔"

"میں ابھی ہاٹ لائن پر پارس سے تمہاری بات کراتا ہوں۔"

اس نے فون کے ذریعے کسی سے فرانسیسی زبان میں

کچھ کہا جسے سوسانہ سمجھ نہ سکی۔ دس منٹ کے اندر ہی پارس کی آواز سُنائی دی۔ سوسانہ نے ریسیور لے کہ کان سے لگایا یا پھر جلدی جلدی اُسے اپنے حالات بتانے لگی۔ پارس نے کہا "کوئی بات نہیں۔ مَیں نیویارک پہنچ جاؤں گا۔ اگر ابھی فون پر بات نہ ہوتی تو مجھے تھوڑی دیر بعد معلوم ہو جاتا کیوں کہ آمر انکل تمھاری خیریت معلوم کرنے دن میں دو بار ضرور آیا کریں گے۔"

"پارس! مَیں بہت مجبور ہو کر جا رہی ہوں، جبریل کو ناراض نہ کرنا نہیں چاہتی۔"

"تم پُرانا مانا ماسٹر کی وفاداری میں وہ اتنا بھی احساس نہیں کرتا کہ تم پہلی بار اپنے باپ کے گھر جانا چاہتی تھیں۔ پیرس جانے سے روک کر اس نے بیٹی کو باپ سے ملنے سے روک دیا ہے اور یہ جیتے جی رشتوں کو قتل کرنے والی بات ہے۔"

سوسانہ کے سینے سے ایک آہ نکلی پھر وہ بولی "مَیں جبریل کی محبت میں پاگل ہو گئی ہوں۔ باپ کو اور ساری دنیا کو چھوڑ دیتی ہوں۔"

"پیرس آنے اور باپ سے ملنے کی ایک ہی صورت ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تم جبریل سے جا کر کہو کہ مجھ سے فون پر باتیں ہوئی تھیں۔ پارس نے کہا ہے۔ بہن مجبوری کے باعث پیرس نہیں آ سکتی تو بھائی تو نیویارک آ کر مل سکتا ہے لہٰذا پارس وہاں پہنچنے والا ہے۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"وہ ہم دونوں کو جُدا کرنا چاہتے ہیں۔ جب یہ معلوم ہو گا کہ جُدا کرنے کا منصوبہ ناکام ہو رہا ہے تو شاید وہ نیویارک کا پروگرام منسوخ کر دیں۔"

"نہیں پارس! مَیں جبریل کو تمھارے بارے میں نہیں بتاؤں گی۔ نیویارک اُن کا شہر ہے، امریکا ان کا ملک ہے، وہ تمھیں جان سے مار ڈالیں گے۔"

"مَیں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں، جس شہر میں جاتا ہوں اسے اپنا شہر اور جس ملک میں جاتا ہوں اُسے اپنا ملک بنا لیتا ہوں۔ مَیں وہاں اعلانیہ آ کر تم سے ملاقات کروں گا اور تمھارے جبریل کو دشمنوں کے طلسم سے نکالوں گا۔"

"تم کتنے اچھے ہو پارس!"

"تم بھی تو بہت پیاری بہن ہو۔ مَیں آمر انکل سے کہتا ہوں، وہ تمھارے پاس آتے رہیں گے اور تمھاری خیریت معلوم کرتے رہیں گے۔"

"انکل چاہیں تو برابر میرے دماغ میں رہ سکتے ہیں۔"

"نہیں سوسانہ! انکل مسلسل دماغ میں رہیں گے تو ان کی موجودگی میں تم دشمن خیال خوانی کرنے والے کو محسوس نہیں کر سکو گی۔ وہ آتے جاتے رہیں گے اور ہر بار آتے ہی مخصوص کوڈ ورڈ زاد اکرتے رہیں گے۔"

تھوڑی دیر تک بہن بھائی میں پیار بھری باتیں ہوتی رہیں پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ سفارت خانے سے باہر آئی۔ اس نے کار میں بیٹھنے سے پہلے دُور تک نظریں دوڑائیں جو گاڑی اس کا تعاقب کر رہی تھی، وہ اب نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ مطمئن ہو کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ کار کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔

جب وہ ڈراپ آؤٹ کرتی ہوئی کچھ دُور نکل آئی تو اُسے اپنے پیچھے بہت ہی ہلکی سی آواز سُنائی دی۔ اس نے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہی بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ کر اچانک بریک لگایا۔ پیچھے چھپا ہوا شخص حملہ کرنے کے لیے اُٹھ چکا تھا لیکن بریک لگتے ہی پیچھے سے اُلٹ کر اگلی سیٹ پر سے ہوتا ہوا گیئر اور سیٹ کے درمیان پھنس گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں بڑی سی سرنج تھی اُس سرنج میں زرقی مادّہ تھا جسے وہ انجیکٹ کر کے سوسانہ کے جسم کے اندر پہنچانا چاہتا تھا۔

وہ سرنج والے ہاتھ کو ایک پاؤں سے دباتے ہوئے بولی "یہ کیسا انجیکشن ہے؟"

وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ اسے اپنے ہاتھ پر رکھا ہوا سوسانہ کا پاؤں یوں لگ رہا تھا جیسے پہاڑ رکھا ہوا ہو۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اُسے ہٹانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ وہ بولی "اب تم نے جواب نہ دیا تو مَیں ہلکا سا دباؤ ڈالوں گی اور ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اس سرنج میں کیا ہے؟"

"مم۔ مَیں نہیں جانتا۔"

کڑک کی آواز کے ساتھ ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ مچھلی کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔ ہاتھ سے سرنج چھوٹ گئی تھی۔ سوسانہ نے سرنج کو اٹھا کر کہا "نہ بتاؤ۔ مَیں یہ دوا تمھارے جسم میں انجیکٹ کر کے نتیجہ معلوم کر لوں گی۔"

وہ پوری قوت سے چیختے ہوئے بولا "نہیں، مَیں مر جاؤں گا۔ اس میں تیزاب ہے۔"

"اچھا تو میرے جسم میں تیزاب انجیکٹ کرنے آئے تھے آپ؟"

"ہاں اُس نے کہا تھا تم تلوار اور بندوق کی گولیوں سے نہیں صرف تیزاب سے مرو گی۔ یہ تیزاب اندر پہنچ کر تمھارے گوشت کو گلاتا جائے گا۔"

"یہ تم سے کس نے کہا تھا؟"

"مَیں اُسے نہیں جانتا۔ مَیں نے اُسے پہلی بار دیکھا تھا۔ اُس نے اس کام کا معاوضہ پانچ ہزار ڈالر کی صورت میں دیا تھا۔ مَیں سمجھا تھا ایک عورت کو چُپ کرا انجیکشن لگانا کون سی بڑی بات ہے۔ مگر یہاں تو جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔"

اس نے ایک لات مار کر اُسے گیئر کے پاس سے ہٹایا پھر کہا "یہیں بیٹھے رہو۔ مَیں تمھیں جبریل کے پاس لے جا رہی ہوں، تم اُس کے سامنے یہی بیان دو گے۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "پانچ ہزار ڈالر دینے والے شخص سے کہاں ملاقات ہوئی تھی؟"

"اُسی ہوٹل میں، جہاں سے تم آئی ہو۔ معاوضہ دینے والا مجھے اپنی کار میں بٹھا کر تمھارے پیچھے فرانسیسی سفارت خانے تک آیا تھا۔ پھر مَیں اس کی کار سے نکل کر تمھاری کار کی اگلی سیٹ کے پیچھے چھُپ گیا تھا۔"

ابھی اس کی بات شاید ختم نہیں ہوئی تھی۔ اچانک ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔ اُس کار میں کہیں ٹائم بم چھُپا کر رکھا گیا تھا۔ جس کے بلاسٹ ہوتے ہی کار کے کچھ ٹکڑے اِدھر اُدھر بکھر گئے اور آگ بھڑک گئی۔ پتا نہیں اس حملہ کرنے والے کے کتنے چیتھڑے اُڑے ہوں گے۔ اُس گاڑی کے ٹکڑے سوسانہ کے مُنہ پر اور جسم کے کئی حصّوں میں آ کر لگے۔ جب وہ باہر آ کر گری تو اُس کا ایک ہاتھ ٹوٹ کر الگ ہو گیا تھا۔ پیٹ میں بڑا سا شگاف پڑ گیا تھا۔ مُنہ پر اور جسم پر اتنے زخم آئے تھے کہ وہ لہو میں ڈوب گئی تھی۔ کہیں سے نظر نہیں آ رہی تھی۔ لوگ دھماکے سے خوفزدہ ہو کر دُور بھاگ رہے تھے۔ اُس کے متعلق یقین ہو گیا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔

بہت دُور سے فائر بریگیڈ کی گاڑی اپنے مخصوص سائرن کی آواز سنائی ہوئی آ رہی تھی۔ ایک ایمبولنس بھی کہیں سے آ گئی تھی۔ لوگ اب سوسانہ کی لاش کے قریب آ رہے تھے۔ ایمبولنس سے دو وارڈ بوائے ایک اسٹریچر لے کر دوڑتے ہوئے آئے۔ ان کے ساتھ ایک ڈاکٹر بھی تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سرنج تھی اور اُس سرنج میں بھی تیزاب تھا۔

سُپر ماسٹر کے دو آدمی جانتے تھے کہ وہ دھماکے سے ٹکڑے ہو کر بھی نہیں مرے گی۔ جب تک اس کا دل اور پھیپھڑے تیزاب سے نہیں گلائے جائیں گے اس کا کام تمام نہیں ہو گا۔ دشمن ڈاکٹر اور وارڈ بوائز کے بھیس میں آئے تھے۔ ڈاکٹر نے پاس آ کر زمین پر گھٹنے ٹیک کر اُس کے دل کی جگہ ہاتھ رکھا۔ اس سے پہلے کہ دل کی دھڑکن معلوم ہوتی وہ زخمی ہاتھ ڈاکٹر کے مُنہ پر پڑا۔ وہ ایک طرف اُلٹ گیا، سرنج دوسری طرف گئی۔ قریب آنے والے سہم کر پیچھے ہٹ گئے۔ جیسے مُردے کو زندہ ہوتے دیکھ رہے ہوں۔

اور وہ مُردہ عورت کراہتے ہوئے کروٹ بدل کر ٹوٹے ہوئے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے اُٹھا کر اپنے آدھے بازو سے جوڑ رہی تھی۔ ڈاکٹر جن کر آنے والے کے جبڑے ایک ہی ہاتھ میں ہل گئے تھے۔ وارڈ بوائے بن کر آنے والے نے زمین پر سے سرنج اُٹھا کر اس پر حملہ کیا لیکن سرنج کی نوک جسم میں چُبھنے سے پہلے ہی سوسانہ نے لیٹے ہی لیٹے ایک لات چلائی۔ اس بار سُرنج زمین پر آتے ہی ٹوٹ گئی۔ اندر کا تیزاب چھینٹوں کی صورت میں ڈاکٹر کے مُنہ پر آیا تو وہ جلن کی شدت سے چیخنے لگا۔

اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ سب لوگ زخمی سوسانہ کو دیکھ رہے تھے۔ اس کے پیٹ میں جو شگاف پڑ گیا تھا، وہاں کی خالی جگہ بھر بھر گئی تھی۔ دوسرے زخم بھی بھر رہے تھے۔ ٹوٹا ہوا ہاتھ جُڑ گیا تھا۔ جب وہ اُٹھ کر بیٹھی تو لوگ اور پیچھے چلے گئے۔ لیکن اب کئی دشمن اپنے اپنے ہاتھ میں سرنج لیے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر جدھر بھی راستہ ملا اُدھر بھاگتی چلی گئی۔ اگر وہ دُنیا کے تمام ہتھیار لے کر آتے تو وہ نہ بھاگتی، جم کر مقابلہ کرتی، ایک ایک ہتھیار والے کو موت کے گھاٹ اُتار دیتی۔ لیکن تیزاب اس کے لیے موت تھا اور اس کا بھیجا کرنے والوں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں بھری ہوئی سرنج تھی۔

وہ دوڑتی ہوئی ایک گلی میں گھس گئی۔ وہاں سے دوسری تیسری گلیاں پار کرنے لگی۔ اُسے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھی۔ یہ اچھی طرح پتا نہیں چلتا تھا کہ تعاقب کرنے والے کس گلی سے آ رہے ہیں۔ کیوں کہ وہاں دو چار گلیاں ایک دوسری گلی کو کراس کرتی ہوئی جانے کہاں تک جاتی تھیں۔

وہ بھاگتے بھاگتے ایک جگہ رُک گئی۔ جدھر جا رہی تھی اُدھر سے تین آدمی ہاتھوں میں سرنج لیے آ رہے تھے۔ وہ دائیں جانب گھوم کر دوسری گلی میں جانا چاہتی تھی مگر وہاں سے بھی دو آدمی سرنج میں اس کی موت لیے آ رہے تھے۔ اُس نے پلٹ کر تیسری گلی میں دوڑ لگانا چاہی، موت اُدھر سے بھی آ رہی تھی۔ ایک آدمی سرنج کو پچکاری کی طرح دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ اس نے چند قدم کے فاصلے سے ہی سرنج سے تیزاب کی دھار چھوڑی تاکہ وہ سوسانہ تک پہنچے اور اوپر سے اس کی کھال اور گوشت کو گلا دے۔ اس سے پہلے ہی وہ فضا میں اُچھل کر اسے فلائنگ کِک مارتی ہوئی دوسری طرف گئی۔ تیزاب کی دھار پھینکنے والا لات کھا کر گر پڑا تھا۔ اس گلی میں آگے کوئی دشمن نہیں تھا۔ وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی چلی گئی۔

سُپر ماسٹر کے آدمیوں نے جیسے اس کے نام موت لکھ دی تھی۔ گلیوں کے بچھے ہوئے جال سے نکلتے ہی سامنے تاریخی کھنڈرات نظر آئے۔ وہ اُدھر جانے لگی۔ ان کھنڈرات میں دشمنوں سے نمٹا جا سکتا تھا۔ وہ ادھر اُدھر چھپ کر ایک ایک شخص کے ہاتھ سے سرنج گرانا چاہتی تھی۔

وہ شکستہ دیواروں اور ستونوں کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے لیے پریشانی کی بات یہ تھی کہ وہ لوگ دُور سے ہی سرنج کے ذریعے اس پر تیزاب پھینکنے لگے تھے اور وہ تیزاب جہاں بھی پڑتا، وہاں کا گوشت گلنے کے بعد دوبارہ نہ بھرتا جیسا کہ اس کے بڑے سے بڑے جان لیوا زخم بھر جایا کرتے تھے۔

اس نے دو سرنج والوں سے بچتے ہوئے مقابلہ کیا۔ ایک کی گردن توڑ دی۔ دوسرے سے سرنج چھین کر اسی کے جسم میں تیزاب کو انجیکٹ کر کے ان کے ساتھیوں پر دہشت طاری کر دی۔ یہ ثابت کرتی رہی کہ وہ ناقابلِ گرفت اور، ناقابلِ شکست ہے۔ اس کے باوجود وہ اُن سے پیچھا چھڑانے میں ناکام ہو رہی تھی۔ دشمن منتشر ہونے کے بعد پھر پہلی پوزیشن میں آ کر اُسے چاروں طرف سے گھیرنے لگتے تھے۔

وہ لڑتے لڑتے ایک اندھے کنوئیں کی آہنی جالیوں پر پہنچ گئی۔ اُن جالیوں کے نیچے تاریک کنوئیں کی گہرائی، پتا نہیں کیا ہوگی۔ نیچے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ البتہ ان کے لڑنے اور زخم کھا کر چیخنے کی آوازیں اس کنوئیں کے اندر جاتی تھیں اور گونجتی ہوئی واپس آ جاتی تھیں۔

آہنی جالیوں کا ایک حصّہ کُھلا ہوا تھا۔ وہ اُن سے بچتے بچاتے وہاں پہنچ گئی تھی اور اب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ لوگ اپنا حصار نہیں توڑ رہے تھے۔ کتوں کی منڈیر کی طرح چاروں طرف سے دیوار بن گئے تھے۔ وہ جدھر جاتی اُدھر سے تیزاب کی دھار اس پر پھینکی جاتی۔ اچانک ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ ایک طرف سے آنے والے تیزاب سے بچتے بچتے وہ گر پڑی۔ کھلے ہوئے حصّے کے اندر گرنے سے پہلے جالی کے ایک کنارے کو پکڑ کر لٹک گئی۔

چاروں طرف سے قہقہے گونجنے لگے۔ اب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں رہی تھی۔ وہ کنوئیں کی اندھی تاریکی میں لٹکی ہوئی تھی اور اوپر اُٹھ کر آنے کی مہلت نہیں مل سکتی تھی۔ گھیرنے والے قریب آ گئے تھے اور سرنج کی سُوئیوں سے تیزاب کی باریک دھار چھوڑتے جا رہے تھے۔

ٹھیک ہے کہ موت سے بچاؤ کا راستہ نہیں تھا مگر تیزاب سے بچاؤ کی ایک ہی صورت تھی اُس نے آہنی جالی کے کنارے کو چھوڑ دیا۔ کنوئیں کی اندھی گہرائی میں دُور تک اس کی چیخیں گونجتی ہوئی گئیں پھر موت کا سناٹا چھا گیا۔ کتنے ہی دشمنوں نے کھلے ہوئے حصّے سے اندر جھانک کر دیکھنے کی کوششیں کیں۔ گہری تاریکی میں نہ وہ نظر آئی نہ ہی اس کی آواز سنائی دی۔

موت نہ دکھائی دیتی ہے، نہ سُنائی دیتی ہے پھر بھی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ سوسانہ نے کینی بال کو صحیح دماغ میں آنے نہیں دیا تھا۔ اب وہ اُسے آنے سے روک نہیں سکتی تھی۔ لیکن وہ دماغ کی تاریکیوں میں بھٹک کر واپس آ گیا تھا۔ اُسے سوسانہ کی زندگی کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔

وہ اُلجھ گیا۔ اچھی طرح سمجھ نہ سکا۔ وہ مر چکی تھی، پر موت کی تصدیق کیسے کرے، یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔

پاسکل بوبا ماسکو پہنچ گیا۔ اُسے ایک بند گاڑی میں ائرپورٹ سے ملٹری اسپتال پہنچایا گیا۔ اُس نے ایک فوجی افسر سے پوچھا "یہ گاڑی چاروں طرف سے بند کیوں ہے؟"

افسر نے کہا "بند رہنے دو۔ کیا فرق پڑتا ہے؟"

"مجھے گھٹن ہو رہی ہے۔ میں پانچ دن تک ریزرو میں کوٹھری میں قید رہا۔ مجھے اپنے ملک میں تو کھلی فضا اور تازہ ہوا ملنی چاہیے۔"

ضرور ملے گی۔ پہلے یہ ثابت ہو جائے کہ تم اصلی پاسکل بوبا ہو۔"

"میں اصلی ہوں۔ کھڑکی کھولو۔ تازہ ہوا آنے دو۔"

"تم تازہ ہوا کے لیے نہیں ہمارے ملک اور شہروں کو جاسوس کی نظروں سے دیکھنے آئے ہو۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"اسپتال پہنچو گے تو تمہاری انگلیوں کے نشانات لیے جائیں گے۔"

"ضرور لینے چاہئیں۔ میں فوج کے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام کی ہر طرح تسلی کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے پاسکل ہی قیدیوں جیسا سلوک مجھ سے نہیں کرنا چاہیے۔"

"مسٹر! اگر تم انگلیوں کے نشانات سے پاسکل بوبا ثابت ہو جاؤ گے تب بھی تمہیں سخت نگرانی میں اسی طرح قید رکھا جائے گا۔"

"مجھ جیسے وفادار کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جائے گا؟"

"اس لیے کہ تمہارے دماغ میں رسونتی یا آرمر چھپ کر ہمارے متعلق معلومات حاصل کر رہے ہوں گے۔ ہم تمہیں اُن کی معلومات کا ذریعہ بننے نہیں دیں گے۔"

"میں غیروں میں بھی ناقابلِ اعتماد تھا اپنوں میں بھی بھروسے کے قابل نہیں ہوں۔ دھوبی کا گدھا بن گیا ہوں، گھر کا رہا ہوں نہ گھاٹ کا۔"

"تمہیں مشتعل نہیں ہونا چاہیے۔ صبر و تحمل سے دیکھتے رہو، آئندہ کیا ہوتا ہے۔ اگر تم پاسکل ثابت ہو جاؤ گے تو ہم تمہاری خیال خوانی کی توانائی واپس لانے کے لیے توجہ سے علاج کرائیں گے اور تمہارے تنویمی عمل کرنے والوں کو بھگا دیں گے۔"

اُسے اسپتال پہنچایا گیا۔ وہاں فوج کا ایک اعلیٰ افسر موجود تھا مگر اس نے پاسکل کے سامنے آ کر ملاقات نہیں کی، نہ ہی اپنی آواز سُنائی۔ اندیشہ یہی تھا کہ پاسکل کے دماغ میں چھپے ہوئے رسونتی اور آرمر اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔

اس کی انگلیوں کے نشانات لیے گئے۔ مختلف زاویوں سے تصویریں اُتاری گئیں۔ مشینوں کے ذریعے معلوم کیا گیا کہ وہ بہرا پن ہے یا نہیں۔ اس کی گفتگو کو ریکارڈ کیا گیا تاکہ آواز اور لہجے کا فرق معلوم کیا جا سکے۔ اس سے کتنے ہی کاغذات پر بہت کچھ لکھوایا گیا۔ اس کے دستخط لیے گئے۔ وہ بے چارہ عام دن مختلف آزمائشوں سے گزرتا رہا۔ اس دوران ڈاکٹر اُس کا معائنہ اور علاج کرتے رہے۔ رات کو وہ دواؤں کے اثر سے گہری نیند سو گیا۔

دوسرے دن موصول ہونے والے نتائج سو فیصد اس کے حق میں تھے۔ وہ پاسکل بوبا تسلیم کر لیا گیا۔ لیکن وہ پیرس سے خطرے کی گھنٹی بن کر آیا تھا۔ آئندہ اُسے ملکی راز نہیں بتائے جا سکتے تھے اور نہ ہی اُس سے کوئی اہم کام لیا جا سکتا تھا۔ وہ سوچ سمجھ کر گفتگو کرے یا روانی میں بولتا رہے، اس کی ہر بات پر غور کیا جاتا تھا اور شبہ کیا جاتا تھا کہ وہ رسونتی یا آرمر کی مرضی کے مطابق بول رہا ہے اور جو بول رہا ہے، اُس بات کے پیچھے کیا مقصد ہو سکتا ہے؟

وہ اپنے ملک میں آ کر بھی مصیبت میں پڑ گیا تھا۔ دن گزرتے جا رہے تھے۔ علاج ہوتا جا رہا تھا۔ دماغی توانائی حاصل ہو رہی تھی۔ ایک ماہ کے بعد وہ خیال خوانی کے قابل ہو گیا۔ اپنی عادت کے مطابق پانچ چھ منٹ تک سانس روکنے لگا۔ کوئی پرانی سوچ کی لہر دماغ میں آتی تو وہ سانس روک کر بیٹھی جاننے والے کو دھوکا دے سکتا تھا۔ اس کے باوجود یقین نہیں تھا کہ تنویمی عمل کرنے والا آرمر اس کے دماغ سے جا چکا ہے۔

اس سے ملاقات کرنے وہی ایک فوجی افسر آیا تھا جو اسے ائرپورٹ سے اسپتال لایا تھا۔ اس نے افسر سے کہا "تم لوگ میری میڈیکل رپورٹ پڑھ رہے ہو۔ میں بالکل نارمل ہوں۔ خیال خوانی کرنے لگا ہوں۔ میری دماغی توانائی اس قدر ہے کہ رسونتی یا آرمر میرے اندر اب چھپ کر نہیں رہ سکتے۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"تنویمی عمل کا اثر دس پندرہ دن سے زیادہ نہیں رہتا۔ صرف کمزور دماغ کے لوگ مہینوں تک زیرِ اثر رہتے ہیں۔"

"تم بھی کمزور تھے۔"

"اب نہیں ہوں۔ اس کا ثبوت میڈیکل رپورٹ ہے جو تنویمی عمل مجھ پر کیا گیا تھا اُس کا اثر ختم ہو چکا ہے۔ اس کے بعد کوئی دوسری بار عمل کرنے نہیں آیا۔ اگر آتا تو میں اسے محسوس کر لیتا۔"

"ٹھیک ہے، ہم تمہارا ایک فائنل چیک اپ کرائیں گے۔"

دوسرے دن اسے ملٹری اسپتال کے آپریشن تھیٹر میں پہنچایا گیا۔ اس نے پوچھا "مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟" جواب میں ایک انجیکشن لگایا گیا جس کے نتیجے میں

وہ کوئی سوال کرنے کے قابل نہیں رہا۔ آرمر جو اُس کے دماغ میں چھپا ہوا تھا، دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہ پیرس کے ایک سرکاری بنگلے میں تھا، وہاں سونیا سے ملاقات کرنے آیا تھا۔ اس نے کہا: "انھوں نے پاسکل کو آپریشن تھیٹر میں لے جا کر بے ہوش کر دیا ہے۔ مَیں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ایسا کریں گے۔"

وہ بولی: "اب سوچو انھوں نے ایسا کیوں کیا ہے؟"

"مجھے اُس کے دماغ سے نکالنے کے لیے۔"

"تمھیں اس سے دُور رکھنے کے لیے آخر کب تک اُسے بے ہوش رکھیں گے؟"

"یہ اُن کی نادانی ہے۔"

"نادانی نہیں چالاکی ہے۔ جب وہ ہوش میں آئے گا تو تم اس کے دماغ میں کبھی نہیں پہنچ سکو گے۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ آپریشن تھیٹر میں اُس کا.... برین واش کیا جا رہا ہے؟"

"سیر ماسٹر نے رسونتی کا برین واش کرایا تھا اور یہ تجربہ کیا تھا کہ برین واشنگ کے بعد بھی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ ماسک مین ایسا تجربہ کرنے میں اس سے کئی قدم آگے نکل گیا ہے۔ اُس نے جوجو کے دماغ کو آپریشن کے ذریعے بالکل تبدیل کر دیا۔ اس تبدیلی کے باوجود اس کی ٹیلی پیتھی کا علم برقرار ہے۔ صرف ایک ناکامی ہوئی کہ وہ جوجو کا لہجہ نہ بدل سکے۔ جس کی وجہ سے تم اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ مجھے یقین ہے، پاسکل کے بھی دماغ کا آپریشن کیا جائے گا اور ساتھ ہی اس کے لہجے کو بدلنے کا تجربہ بھی کیا جائے گا تاکہ تم پھر اس کے اندر نہ پہنچ سکو۔"

"تمھاری بات سمجھ میں آتی ہے، وہ یہی کر رہے ہوں گے۔"

"جوجو کا کیا حال ہے؟"

"اچھی صحت مند ہے۔ اسپتال کے باہر لان میں اگزوٹھتی ہے، مجھے مسٹر آرمر کہتی ہے۔"

"دل چھوٹا نہ کرو۔ جب پہچان لے گی تو بھائی کہا کرے گی۔"

"مَیں نے کہا تھا، مجھے بھائی کہا کرو۔ اس نے جواب دیا۔ رشتہ خواہ کتنا ہی معتبر اور مقدس ہو اُسے سوچ سمجھ کر قبول کرنا چاہیے۔ جو لوگ اچھی طرح نہیں سوچتے وہ محض جذباتی رشتہ قائم کرتے ہیں، اور جذباتی رشتے جلد ہی جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا: "ہماری جوجو ایسی نادان بچی تھی اب دانشوروں کے انداز میں بولتی ہے اور بولنے سے پہلے خوب سوچتی ہے۔"

"مَیں نے شام کو اس سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ اجازت دو جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ لیکن چند سیکنڈ کے بعد ہی واپس آ کر پریشانی سے بولا: "وہ بے ہوش ہے۔"

سونیا نے مشورہ دیا: "اس کے خاص ڈاکٹروں کے پاس جاؤ۔"

وہ پھر گیا۔ تھوڑی دیر بعد آ کر بولا: "جوجو کے دونوں ڈاکٹر ایک کمرے میں قیدی کی حیثیت سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی سوچ نے بتایا ہے کہ جوجو کو اٹینڈ کرنے والی نرسوں کو بھی کسی کمرے میں بند کیا گیا ہے۔ دو گھنٹے بعد انھیں رہائی مل جائے گی۔ آخر یہ ماسک مین کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی: "انھوں نے جوجو اور پاسکل بُوبا کو ایک ہی وقت میں بے ہوش کیا ہے۔ وہ ایک ہی وقت میں دونوں کو تم سے نجات دلا کر اُن پر کوئی نیا تجربہ کر رہے ہیں۔"

"کیا وہی لہجہ تبدیل کرنے والا تجربہ؟"

"شاید وہی تجربہ۔ اُن کے ہوش میں آنے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔"

وہ بے چین ہو گیا۔ اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا: "تم بہن کے لیے ایک دم سے پریشان ہو جاتے ہو جب دشمن اس کی ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"مَیں جانتا ہوں دشمن اُسے کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دیں گے لیکن اُسے بار بار آپریشن کے مراحل سے گزارا جا رہا ہے، وہ کتنی تکالیف برداشت کرتی ہو گی، ہم محض اس کا اندازہ کر سکتے ہیں، برداشت تو وہ کر رہی ہے۔"

"برداشت کرنے دو، وہ کُندن بن رہی ہے۔ جاؤ آرام کرو، چار چھ گھنٹے بعد جوجو سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنا۔"

وہ جانے لگا۔ پھر دروازے کے پاس رُک کر بولا: "اُس اجنبی کا کیا بنا، جو خود کو فرہاد کہتا آ رہا ہے؟"

"ہم نے فی الحال اُسے دوست بنا لیا ہے، ہم اُس کی..."

یہ بات آرمر کو بھی نہیں بتائی گئی کہ سونیا، پارس اور علی تیمور نے مجھے فرہاد تسلیم کر لیا ہے۔ رسونتی کو بھی یہی سمجھایا گیا کہ وہ مجھے پسند کرتی ہے اس لیے بیٹوں نے اور سونیا نے اُسے دوست بنا لیا ہے اس طرح ہماری ٹیم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ بھی ہو گا اور اُسے آزماتے بھی رہیں گے۔

آرمر اُس کے جواب سے مطمئن ہو کر باہر آیا۔ اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اُس کے آگے پیچھے دو گاڑیاں تھیں جن میں مسلح افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے سے باہر سخت حفاظتی انتظامات کے ساتھ آتا تھا۔ اُس نے سیکیورٹی افسر سے کہا: "مجھے اسپتال لے چلو۔ میں ماریہ اور پارس سے ملاقات کروں گا۔"

وہ تینوں گاڑیاں اُدھر چل پڑیں۔ آرمر اپنی بہن جوجو کے لیے پریشان تھا۔ اس سلسلے میں پارس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ ایک شوہر کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کیوں نہیں کر رہا ہے۔ پہلے وہ میڈونا کے فریب میں رہا۔ اب ماریہ کے ساتھ وقت گزار رہا ہے۔ جوجو کو دشمنوں کے درمیان بے یار و مددگار چھوڑ رکھا ہے۔ آخر یہ بے حسی کیوں ہے؟

وہ گاڑیاں اسپتال کے احاطے میں رُک گئیں۔ اس اسپتال میں صرف فوج کے جوان اور افسران اپنے شناختی کاغذات دکھا کر داخل ہو سکتے تھے۔ آرمر نے ماریہ اور پارس سے ملاقات کے لیے خصوصی اجازت نامہ حاصل کیا تھا۔ وہ گاڑی سے اُتر کر اسپتال کی عمارت میں داخل ہوا۔ پھر ایک کوریڈور سے گزر کر ماریہ کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ اُدھر سے پارس آ رہا تھا۔ اُس نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ پھر پوچھا: "انکل! آپ یہاں کیسے آ گئے؟"

"کیوں بیٹے! مَیں یہاں آ نہیں سکتا؟"

"آپ تو کہیں آتے جاتے نہیں ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں گوشہ نشین ہو چکے ہیں۔ اسی لیے آپ کو یہاں دیکھ کر حیرانی ہو رہی ہے۔"

"مَیں اطمینان سے کہیں بیٹھ کر باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ ویسے ماریہ کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ علاج میں کامیابی ہو رہی ہے۔ اس کا زہر بالکل ختم نہیں ہو سکتا لیکن کم ہو سکتا ہے۔ اُسے کسی حد تک نارمل بنایا جا رہا ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے اسپتال کے باہر آ گئے۔ اس نے کہا: "مَیں اپنے کاٹیج میں جا رہا ہوں۔ آپ بھی وہیں چل کر باتیں کر سکتے ہیں۔"

وہ پارس کی گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ پارس نے اس کے سیکیورٹی افسر سے کہا: "تم لوگ آرام کرو۔ انکل ادارے میں واپس جانا چاہیں گے تو تمھیں خیال خوانی کے ذریعے بُلا لیں گے۔"

اُس نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسپتال کے احاطے سے نکل کر کاٹیج کی طرف جانے لگا۔ اُس نے مین روڈ پر آ کر پوچھا: "آپ کوئی خاص بات کہنا چاہتے ہیں؟"

"میری خاص بات کا تعلق صرف میری بہن سے ہوتا ہے وہ ہم سب سے اجنبی بن کر دُور ہوتی جا رہی ہے۔ ماسک مین اُسے جو جوسے مولیا آندوف بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہا ہے ان حالات میں تم اُسے بالکل بھول چکے ہو۔"

"ایسی بات نہیں انکل! آپ ماضی میں دیکھ چکے ہیں، مَیں جوجو کو سب سے زیادہ چاہتا ہوں۔ یہ چاہت کم نہیں ہو رہی ہے، بڑھتی جا رہی ہے۔"

"یہ کیسی محبت ہے کہ تم نے اُسے دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ رکھا ہے؟"

"مَیں چند گھنٹوں میں ثابت کر دوں گا کہ میری جوجو وہاں تنہا نہیں ہے۔ مَیں بھی اس کے ساتھ ہوں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"ایک ایسی بات ہے جسے مَیں آپ کو بھی بتانا نہیں چاہتا تھا لیکن آپ میری محبت پر شبہ کر رہے ہیں، اِدھر مَیں جوجو کے پاس پہنچتے... وہ بات اُدھوری چھوڑ کر بولا: "رہنے دیں، بات زبان سے نکلتے ہی پرائی ہو جاتی ہے۔"

"ایسی باتیں کر رہے ہو، کیا میری بہن کی بات میری زبان سے پرائی ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ تم جو بات چھپا رہے ہو اُسے مَیں بھی چھپا کر رکھوں گا۔"

"آپ جانتے ہیں، ہم سب مہما کی اجازت کے بغیر کسی اہم معاملے میں اپنی مرضی سے کوئی قدم نہیں اُٹھاتے۔ مَیں نے کئی بار ذکر کیا، جوجو کے لیے پریشانیاں ظاہر کیں۔ وہاں جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن مہما نے یہ کہہ کر روک دیا کہ صبر کرو۔ وہاں جانا ضروری نہیں ہے۔ جوجو خود یہاں آئے گی۔"

آرمر نے کہا: "مجھے سونیا سے اختلاف ہے، مگر مَیں کیا کر سکتا ہوں، صرف خیال خوانی کے ذریعے بہن کو وہاں سے لا نہیں سکتا۔"

"اگر آپ میرا ساتھ دیں تو وہ آسکتی ہے۔"

"کیسے؟"

وہ کاٹیج میں پہنچ گئے۔ پارس نے کہا۔ "آپ جانتے ہیں، ایک بار میں نما کو بتائے بغیر تل ابیب پہنچ گیا تھا۔ ان دنوں میں شیبا ممی کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لیے اندھا ہو گیا تھا۔ آج جو جو کی محبت میں اندھا ہو کر نما کو بتائے بغیر ماسکو جا رہا ہوں۔"

آرمر نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کب جا رہے ہو؟ کیا تم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے، کوئی مصیبت تو نہیں آئے گی؟"

"مصیبتیں آتی جاتی رہتی ہیں۔ اگر آپ ساتھ دیں گے تو..."

"میں دل سے، دماغ سے اور جی جان سے تمہارے ساتھ ہوں۔ بولو مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو؟"

"میں آپ کو بھی ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

"مجھے؟ مگر میں جاؤں گا تو جلد ہی تمہارے وہاں جانے کا بھید کھل جائے گا۔"

"ہمارے جانے کے بعد نما کو اور ساری دنیا کو معلوم ہو جائے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جب ہم یہاں سے نکل جائیں گے تو نما واپس نہیں بلائیں گی۔"

"مجھے کیوں ساتھ رکھنا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں آپ دوسرے تمام فرائض چھوڑ کر صرف جو جو کے پاس رہیں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ میری طرح ادارے سے دور رہیں۔"

"ہم ماسکو کیسے جائیں گے؟"

"وہاں صرف میں جاؤں گا۔ آپ میرے ساتھ مغربی جرمنی تک چلیں گے۔ وہاں سب سے چھپ کر رہیں گے۔ نما اور علی تیمور وغیرہ سے رابطہ قائم نہیں کریں گے جب ضرورت ہوگی تو انھیں بتایا جائے گا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔"

پارس نے ایک جعلی پاسپورٹ اور ضروری کاغذات نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔ "پاسپورٹ کی تصویر دیکھیں، میں عرب کے بھیس میں ان کے کاغذات کے مطابق آسانی سے ماسکو پہنچ جاؤں گا۔ آپ راضی ہیں تو بتائیں یہاں کا ایک سرکاری افسر شیرازدار ہے۔ وہ ایک گھنٹے کے اندر آپ کے لیے بھی جعلی پاسپورٹ اور دیگر کاغذات فراہم کر دے گا۔"

"بیٹے! تم میری جو جو کے لیے بہت بڑا قدم اٹھا رہے ہو میں ہر قدم پر تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

پارس نے ریسیور اٹھا کر کسی سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اسے ایک جعلی پاسپورٹ، دیگر ضروری کاغذات اور تین گھنٹے بعد جانے والی فلائٹ کے ٹکٹ کے لیے کہا۔ پھر ریسیور رکھ دیا۔ بولا۔ "یہاں آپ کے جن فرائض کی ادائیگی خیال خوانی کے ذریعے رہ گئی ہے۔ ان سب کو نمٹا لیں۔ نما کو بتا دیں کہ آپ میرے پاس آرام کر رہے ہیں۔ یہاں سے چار پانچ گھنٹے بعد جائیں گے۔"

وہ بولا۔ "ٹھیک ہے، اس طرح کسی کو یہاں سے ہماری روانگی کا شبہ نہیں ہوگا۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ پارس نے کہا۔ "ٹھہریے، آپ کس سے باتیں کرنے جا رہے ہیں؟"

"تمہاری نما سے۔"

"آپ کسی ضرورت کے وقت ہی ان سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ کیا ابھی کوئی اہم بات ہے؟"

"ابھی تو نہیں ہے۔ چار یا چھ گھنٹے بعد جو جو کے پاس جاؤں گا پھر سونیا کو اس کے موجودہ حالات بتاؤں گا۔"

"بہتر ہے ابھی نما کے پاس نہ جائیں۔ انھیں اس بات پر شبہ ہو جائے گا کہ آپ ان سے میرے پاس وقت گزارنے کی بات کیوں کہہ رہے ہیں۔ آپ مجھے جو جو کے موجودہ... حالات بتائیں۔"

وہ بتانے لگا۔ ایک گھنٹے بعد اس کے لیے پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات آ گئے۔ پاسپورٹ کی تصویر کے مطابق پارس نے آرمر کا میک اپ کیا۔ اس کے بعد اپنا بھی حلیہ تبدیل کیا۔ پھر ٹھیک وقت پر وہ ائرپورٹ کے اس حصے میں پہنچ گئے جہاں سے چارٹرڈ طیارے پرواز کرتے تھے۔ وہ ایک طیارے میں سوار ہوئے۔ اس طیارے کے مزید دو مسافر تھے۔ ایک پائلٹ اور دوسرا پارس کا خاص ملازم تھا۔ جب وہ طیارہ پرواز کرنے لگا تو ملازم نے دو گلاسوں میں ٹھنڈا مشروب پیش کیا پھر کہا۔ "رات کا کھانا تیار ہے۔ جب آپ حکم دیں گے، حاضر کر دوں گا۔"

آرمر نے کہا۔ "میں ذرا دیر سے کھاؤں گا۔ پارس بیٹے، تم میرا انتظار نہ کرو۔"

"میں جانتا ہوں انکل! آپ جو جو کے لیے پریشان ہیں، جب تک اس کی موجودہ بے ہوشی کا سبب معلوم نہیں ہوگا آپ کی بھوک اور نیند اڑی رہے گی۔"

وہ دونوں پیتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ گلاس خالی ہو گئے۔ پارس نے کہا۔ "چلیے انکل! آپ کی بھوک تو مر چکی ہے، مگر نیند نہیں اڑے گی۔ یہ مشروب ابھی آپ کو گہری

نیند سلا دے گا۔"

وہ خمار آلود آواز میں بولا۔ "میں ابھی سونا نہیں چاہتا۔"

"بے وقوف! تمہارے نہ چاہنے کے باوجود نیند آئے گی۔"

آرمر کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ اس نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔ "تم... تم مجھے بے وقوف کہہ رہے ہو۔ اپنے انکل کو بے وقوف کہہ..."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ بڑے آرام سے نیند اسے لے ڈوبی۔

جبریل گرانٹ بڑا بے چین تھا۔ کبھی کمرے میں ٹہلتا تھا کبھی ہوٹل کے باہر آ کر دور تک دیکھتا تھا کہ سوسانہ واپس آ رہی ہے یا نہیں؟ اسے کوئی جانی نقصان پہنچائے گا، یہ اندیشہ نہیں تھا۔ وہ ناراض ہو کر گئی تھی اور وہ بڑی شدت سے اس کی کمی محسوس کر رہا تھا۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر سلو کہا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کیا میں مسٹر جبریل گرانٹ ہو؟"

"ہاں میں بول رہا ہوں۔"

"میں تاریخی کھنڈرات کا انچارج افسر بول رہا ہوں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ تمہاری گرل فرینڈ سوسانہ یہاں اندھے کنوئیں میں گر پڑی ہے۔ بلکہ خیر... بدمعاشوں نے اسے گرایا ہے۔ اس کنوئیں کی گہرائی نامعلوم ہے۔ اندر زہریلی گیس کا امکان ہے۔ آج تک کسی نے اس کے اندر جانے کی جرأت نہیں کی۔"

وہ دہاڑتے ہوئے بولا۔ "میں اندر جاؤں گا۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

وہ ریسیور کو پھینکتا ہوا، وہاں سے دوڑ لگاتا ہوا، راستے میں آنے والوں کو گراتا اور روندتا ہوا ہوٹل کے باہر آیا۔ پھر کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا تاریخی کھنڈرات کی طرف جانے لگا۔

اس کے دماغ میں چھپے ہوئے مارٹن رسل نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے کنوئیں کے اندر نہیں جانا چاہیے۔ اندر موت ہے اسی لیے وہاں کوئی نہیں جاتا۔"

میری محبت وہاں گئی ہے۔ میں بھی جاؤں گا۔ وہ زندہ ہوگی تو اسے واپس لاؤں گا ورنہ اس کے ساتھ مر جاؤں گا۔

"زندگی کو جان بوجھ کر موت کے حوالے کرنا دانشمندی نہیں ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "میں ایسا کیوں سوچ رہا ہوں۔ کیا میں اپنی سوسانہ کے بغیر زندہ رہنے کا تصور بھی کر سکتا ہوں؟"

مارٹن رسل چند لمحوں تک خاموش رہا پھر اس کی سوچ میں بولا۔ "ہاں اس کے بغیر مجھے زندہ رہنا چاہیے۔ انتقام لینے کے لیے زندہ رہنا چاہیے۔ بدمعاشوں نے میری سوسانہ کو اس کنوئیں میں گرایا ہے۔ میں ایک ایک کو کتے کی موت ماروں گا۔"

اس بار وہ غصے کو ذرا بھول کر غور کرنے لگا۔ وہ بدمعاش کون ہو سکتے ہیں؟ انھیں میری سوسانہ سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟

دماغ میں چھپا ہوا شاطر جان بوجھ کر خاموش رہا۔ وہ جبریل کو اب اپنے طور پر سوچنے کا موقع دے رہا تھا۔ وہ کھنڈرات کے احاطے میں پہنچ گیا۔ اندھے کنوئیں کے پاس پولیس افسران اور سپاہی موجود تھے۔ وہ کار سے اتر کر دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا پھر بولا۔ "میں جبریل گرانٹ ہوں۔ کیا سوسانہ کو اسی کنوئیں میں گرایا گیا ہے؟"

"ہاں اسی کنوئیں میں۔"

سسپنس ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

بستہ قارئین آج تک نہیں بھولے

طالوت

۳ حصوں میں رنگین

قیمت فی حصہ ۲۰ روپے ۲۰ ڈاک خرچ فی حصہ ۲ روپے

۱ بچوں، کمسن لڑکیوں کے شائقین کے لیے

۲ طلبہ و مزاح پسند کرنے والوں کے لیے

۳ جاسوسی کہانیوں کے دلدادہ قارئین کے لیے

ایک دلچسپ داستان جو آج تک آپ نے نہ پڑھی ہوگی

کتابی شکل میں تیار ہے

آج ہی بک سٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہمیں لکھیں

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

وہ تیزی سے چلتے ہوئے کنوئیں کے قریب جانے لگا۔ چند سپاہیوں نے اُسے روکنا چاہا۔ مگر اس کے ایک ہاتھ کے جھٹکے سے وہ سب دُور جا کر گر پڑے۔ ایک افسر نے ریوالور نکال کر کہا۔ "رُک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

ایک جونیئر افسر نے کہا۔ "سر! اس پر گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں۔ یہ دھمکیوں سے نہیں رُکے گا۔"

وہ کنوئیں کی آہنی جالیوں پر چڑھ گیا تھا۔ وہاں کے انچارج نے کہا۔ "ہم تمہیں اندر جانے سے نہیں روکیں گے۔ مگر پورے انتظامات کے ساتھ جاؤ تاکہ سوسانہ کو سنبھال کر اوپر لا سکو۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "جلد بازی سے تم اُسے بچا نہیں سکو گے۔ گیس ماسک پہن لو۔ ایک گیس ماسک اور سلنڈر فاضل رکھ لو۔ ٹارچ وغیرہ بھی ضروری ہے۔ اس کے بعد کمر سے رسّہ باندھ کر اتر جاؤ۔"

جبریل اپنے لیے کبھی احتیاطی تدابیر پر عمل نہ کرتا، فوراً کنوئیں میں چھلانگ لگا دیتا لیکن سوسانہ کو حفاظت سے لانے کے لیے وہ ذرا رُک گیا۔ قریبی دفتر کے اسٹور روم سے گیس ماسک، سلنڈر، ٹارچ اور رسّے وغیرہ لائے جا رہے تھے۔ ایک پولیس افسر نے ایک پاسپورٹ دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ مسٹر پارس علی تیمور کا پاسپورٹ ہے۔ یہاں کنوئیں کے پاس پایا گیا ہے۔ کیا مسٹر پارس کو تم لوگوں سے کوئی دشمنی ہے؟"

جبریل نے افسر سے پاسپورٹ جھپٹ لیا۔ اُسے کھول کر دیکھا۔ اس میں پارس کی تصویر تھی۔ وہ گرج کر بولا۔ "کتے! کمینے! میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تیری بوٹی بوٹی جانوروں کو کھلاؤں گا۔"

مارٹن رسل نے اس کی سوچ میں کہا۔ "پہلے مجھے پارس کو کتے کی موت مارنا چاہیے۔ میں کنوئیں میں جاؤں گا اور زندہ واپس نہیں آؤں گا تو میری سوسانہ کا قاتل سستی کھیلتی زندگی گزارتا رہے گا۔ اُس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ میں بھی جان سے جاؤں گا۔ شاید اس کا یہی منصوبہ ہے کہ میں سوسانہ کی لاش کنوئیں سے لانے کی حماقت میں خود مر جاؤں۔ نہیں۔ مجھے مرنا نہیں چاہیے۔"

کنوئیں میں اُترنے کا تمام سامان مہیا کر دیا گیا۔ اُس نے انچارج سے پوچھا۔ "کیا اس کنوئیں میں پہلے کبھی کوئی نہیں گیا؟"

"برسوں پہلے دو شخص پوری تیاری کے ساتھ گئے تھے۔ پھر لوٹ کر نہیں آئے۔ جو رسّہ کمر سے باندھ کر گئے تھے وہ کٹ گیا تھا۔ اس سے پہلے کی بھی تاریخی رپورٹ بتاتی ہے کہ یہ موت کا کنواں ہے۔ رومن شہنشاہ مجرموں کو آدھا مارتے تھے اور آدھا زندہ چھوڑ کر اس کنوئیں کے اندر پھینکوا دیتے تھے۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "اب اس کنوئیں کے اندر جانا قانوناً منع ہے۔ لیکن تم ہمارے قابو میں نہیں آؤ گے۔ ہم تمہیں زخموں سے چور کر کے بھی اندر جانے سے روک نہیں سکیں گے۔ پھر کیوں نہ یہ تجربہ کیا جائے کہ جس پر تلوار اور بندوق کی گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں ایسا غیر معمولی شخص گہرائی میں جا کر واپس آ سکتا ہے یا نہیں؟"

جبریل نے پاسپورٹ کھول کر پارس کی تصویر دکھاتے ہوئے کہا۔ "مجھ سے وعدہ کرو۔ میرے مرنے کے بعد اسے سزائے موت تک پہنچاؤ گے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "پارس فرانس کا باشندہ ہے۔ اگر وہ ہمارے ملک سے جا چکا ہے تو ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

جبریل نے غصّے سے کہا۔ "میں کسی ملک کی سرحد کو تسلیم نہیں کرتا۔ وہ دنیا کے جس حصّے میں ہوگا، میں اسے تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔"

وہ کنوئیں کی آہنی جالیوں سے اندر جھانک کر پکارنے لگا۔ "سوسانہ! سوسانہ! کیا تم اپنے جبریل کی آواز سن رہی ہو؟ مجھے جواب دو۔ مجھے کسی طرح بتاؤ کہ تم زندہ ہو۔"

ایسا کہتے وقت وہ چونک گیا۔ اُسے یاد آیا کہ.... سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا سوسانہ کے دماغ میں جا کر اس کی زندگی اور موت کے بارے میں معلوم کر سکتا ہے۔ ذہن میں اس خیال کے ساتھ ہی وہ آہنی جالیوں پر سے اچھل کر سپاہیوں کے پاس آیا۔ سب لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ اس نے پوچھا۔ "یہاں ٹیلی فون ہے؟"

ایک افسر نے دفتر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دوڑتا ہوا دفتر کی عمارت میں آیا۔ وہاں پہلے کمرے میں جو پہلا ٹیلیفون نظر آیا اُسے جلدی سے استعمال کرتے ہوئے رابطہ قائم کرتے ہوئے بولا۔ "میں جبریل گرانٹ بول رہا ہوں۔"

"یس سر! حکم دیجیے۔"

"ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر سے کہو میری سوسانہ ایک اندھے کنوئیں میں گر پڑی ہے۔ اس کی زندگی کا سراغ نہیں مل رہا ہے لہٰذا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو فوراً میرے دماغ میں بھیج دے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اندھے کنوئیں میں سوسانہ تک پہنچ سکے گا۔ جلدی کرو، مجھے دس منٹ کے اندر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا چاہیے۔"

مارٹن رسل موجود تھا مگر خاموش تھا۔ جبریل نے سپر ماسٹر کے حسی ایجنٹ سے فون پر بات کی تھی۔ اس کے دماغ میں جا کر بولا۔ "سپر ماسٹر کو تمام باتوں کا علم ہے۔ میں جبریل کے پاس جا رہا ہوں۔"

وہ دس منٹ کے بعد آواز اور لہجہ بدل کر آیا پھر انجان بن کر بولا۔ "کیا سوسانہ اندھے کنوئیں میں ہے؟"

"ہاں۔ فوراً اس کے دماغ میں جاؤ۔"

"کیسے جاؤں۔ میں نے کبھی سوسانہ کی آواز نہیں سُنی۔"

"اوہ۔ یو فول! سپر ماسٹر کے پاس ہم سب کی آواز اور لہجے کے کیسٹ موجود ہیں۔ جاؤ، سوسانہ کی آواز سن کر آؤ۔"

وہ دماغ سے نکل گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد آ کر بولا۔ "میں نے سوسانہ کی آواز کا کیسٹ سُنا تھا پھر اُس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی لیکن افسوس اُس کا دماغ مُردہ ہو چکا ہے۔ وہ مر گئی ہے۔"

"نہیں۔" وہ پوری قوت سے گرجنے لگا۔ "وہ نہیں مر سکتی۔ میں ساری دنیا کو مار ڈالوں گا۔"

اس نے بڑی سی میز کو اُلٹ دیا۔ بھاری بھرکم الماری کو اُٹھا کر پھینک دیا۔ "میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ پارس کے ایک ایک رشتے دار کو موت کے گھاٹ اُتاروں گا۔"

وہ گرجتا ہوا پولیس افسران کی طرف آیا۔ وہ لوگ دُور بھاگنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "مسٹر جبریل! رُک جاؤ۔ ہمیں نقصان پہنچانے سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ تمہارے دشمنی پارس سے ہے، ہم سے نہیں ہے۔"

اس نے عمارت کے باہر کھڑی ہوئی کار کو ایک طرف سے اُٹھایا پھر اُسے دوسری طرف اُلٹ کر کہا۔ "تم پولیس والے یہاں کیا کر رہے ہو؟ جاؤ اُسے تلاش کرو۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اس شہر میں ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو بتاؤ وہ کہاں گیا ہے جو پولیس میں اس کا سراغ لگانے میں ناکام رہے گا میں اُسے جان سے مار ڈالوں گا۔"

ایک افسر دفتر میں جا کر امریکی سفیر سے فون پر کہہ رہا تھا۔ "اگر آپ نے جلد سے جلد جبریل گرانٹ کو ہمارا ملک چھوڑنے پر مجبور نہ کیا تو ہم اُسے بم کے دھماکوں سے اُڑا کر اس پر تیزاب پھینکیں گے۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ سوسانہ تیزاب کے ڈر سے ہی اندھے کنوئیں میں گئی تھی۔"

دوسری طرف سے یقین دلایا گیا کہ وہ گھنٹے بھر کے اندر مُلک چھوڑ دے گا۔ "اُس سے کہو، ائیر پورٹ سے خبر ملی ہے، پارس فلاں فلائٹ سے پیرس چلا گیا ہے۔"

اُس افسر نے پولیس اسٹیشن میں اپنے ایک ماتحت افسر کو فون کر کے یہی بات سمجھائی۔ پھر ہدایت کی کہ وہ پانچ منٹ کے بعد یہاں فون کرے۔ اس کے بعد اس نے جبریل کو بلا کر کہا۔ "مسٹر! ہم نے سارے شہر کی ناکا بندی کر دی ہے۔ وہ جس راستے سے بھی بھاگنا چاہے گا، ہمیں خبر ہو جائے گی۔"

"کب خبر ہو گی؟" اُس نے میز پر گھونسا مارا۔ میز کا وہ حصّہ ٹوٹ گیا۔ ٹیلیفون اُچھل کر اِدھر سے اُدھر ہو گیا۔ افسر اپنی جان بچانے کے لیے کرسی سمیت پیچھے کی طرف اُلٹ گیا۔ مارٹن رسل نے اس کی سوچ میں سمجھایا۔ "یہ میں کیا کر رہا ہوں۔ کیا غصّہ کرنے سے دشمن کی گردن ہاتھ میں آ جائے گی۔ ہر گز نہیں، قانون کے محافظوں کو نقصان پہنچاؤں گا تو یہ بے چارے سہم جائیں گے۔ جیسے میری مدد کرنی چاہیے ویسے نہیں کر سکیں گے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ افسر نے ریسیور اُٹھا کر دوسری

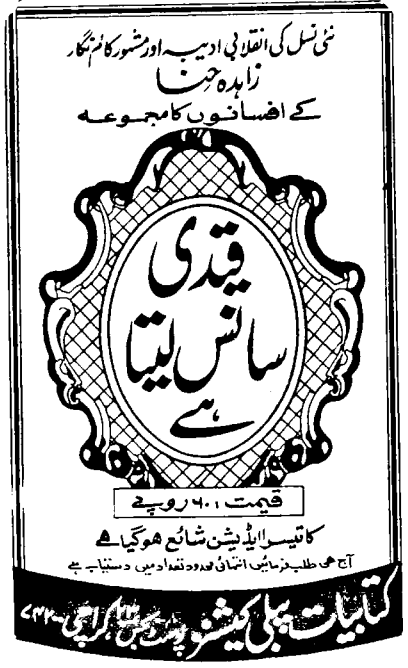

طرف کی بات سُنی پھر کہا۔ "پلیز یہی بات مسٹر جیرل گرانٹ کو بتاؤ۔"

جیرل نے اس سے ریسیور لے کر کان سے لگایا۔ پھر غرا کر پوچھا۔ "کون ہے، کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں ایک پولیس افسر ہوں۔ ائرپورٹ سے بول رہا ہوں۔ پارس علی تیمور آدھا گھنٹہ پہلے جا چکا ہے۔"

"کہاں گیا ہے؟"

"پیرس۔ وہ اپنے چارٹرڈ طیارے میں گیا ہے۔"

اُس نے ریسیور کو ٹیلی فون پر پٹخ دیا پھر اُسے اُٹھا کر سپر ماسٹر کے ایجنٹ سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن وہ فون اس کے پٹخنے کے باعث ٹوٹ گیا تھا۔ تار بھی الگ ہو گیا تھا وہ اُسے اُٹھا کر پھینکنا چاہتا تھا۔ مارٹن رسل نے کہا۔ "میں تمہارے دماغ میں بڑی دیر سے ہوں اور تم غصے میں میری موجودگی کو محسوس نہیں کر رہے ہو۔ بائی دی وے میں نے تمہارے خیالات پڑھ لیے ہیں۔ تم بھی ایک طیارہ چارٹرڈ کر کے پیرس پہنچنا چاہتے ہو۔"

"میں ائرپورٹ جا رہا ہوں۔ ابھی طیارہ چارٹرڈ کراؤں گا۔ میں یہاں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کروں گا۔ جب تک پارس کو قتل نہیں کروں گا ایک دانہ مُنہ میں نہیں ڈالوں گا۔ ایک گھونٹ پانی بھی نہیں پیوں گا۔"

"سُنو جیرل! تمہارے رویہ دکھانے والے تم سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ مجھے تم سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس لیے سمجھاتا ہوں غصہ تھوک دو۔ پارس بہت چالاک ہے۔ وہ تمہارے غصے کو ہتھیار بنا کر تمہیں شکست دے گا۔"

"بکواس مت کرو۔ میری روانگی کا انتظام کرو۔"

"جب تک غصہ کرو گے میں تمہارے لیے کچھ نہیں کروں گا۔"

"تم مجھے اور غصہ دلا رہے ہو۔"

"میں تمہاری بھلائی کے لیے سمجھا رہا ہوں۔ دنیا کا کوئی بھی شُعبہ زور غصے کی حالت میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔"

وہ غصے سے چلتا ہوا اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "اب میں سُپر ماسٹر کے ایجنٹ کے ذریعے طیارہ چارٹرڈ کراؤں گا۔"

"اگر تم پُرسکون نہیں رہو گے اور جوش و جنون میں جاؤ گے تو میں پارس کو تمہاری آمد کی اطلاع دوں گا۔ وہ پیرس چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا جائے گا تم اُسے کبھی تلاش نہیں کر سکو گے۔"

"میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔ میرے سامنے آؤ۔"

"بچگانہ باتیں نہ کرو، غصہ تھوک دو۔"

وہ تیزی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ دماغ میں گرمی بھری ہوئی تھی۔ سر چکرا رہا تھا۔ مارٹن رسل نے اس کے دماغ کو ذرا بہکا دیا۔ گاڑی کا اسٹیئرنگ بہک گیا۔ وہ ایک دکان کے شیشوں کو توڑتی ہوئی اندر گھس گئی۔ ایسے حادثے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے لیکن دکان کو لاکھوں کا نقصان پہنچا۔ سیلز گرل اور دکان دار زخمی ہوئے۔ مارٹن نے کہا۔ "اب تم پریس ہو گا۔ مقدمہ چلے گا۔ یہاں سے فرار ہونا چاہو گے تو اپنی طاقت سے چند لوگوں کو نقصان پہنچاؤ گے لیکن اس ملک کی سرحد کو پار نہیں کر سکو گے۔"

"مجھے سپر ماسٹر یہاں سے نکالے گا۔"

"سپر ماسٹر نے تمہاری مدد کے لیے مجھے یہاں بھیجا ہے اور تاکید کی ہے جب تک تم غصہ کم نہیں کرو گے خود کو نارمل نہیں رکھو گے میں تمہیں پارس سے مقابلے کی اجازت نہیں دوں گا۔ تمہارے راستے میں ایسی رکاوٹیں پیدا کرتا رہوں گا۔"

کتنے ہی سپاہی، افغلیں تان کر اُسے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔ جیرل ٹھنڈا پڑ گیا۔ اب عقل آئی کہ کتنے سپاہیوں کو مارے گا۔ اگرچہ گولیوں سے نہیں مرے گا لیکن زخمی ہوتا رہے گا۔ پیرس پہنچنے میں دیر ہوتی رہے گی۔

مارٹن نے کہا۔ "اب تم نارمل ہو کر درست بات سوچ رہے ہو۔ میں نے کار کے حادثے کا ایک نمونہ پیش کیا ہے جس طیارے میں تم جاؤ گے اس کے پائلٹ کو اپنے قابو میں رکھوں گا اور جب چاہوں گا تمہیں آسمان کی بلندی سے نیچے گرا دوں گا۔ میں تمہارے راستے کا پتھر بھی ہوں اور پھول بھی، نارمل رہ کر مجھے پھول بنائے رکھو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، غصہ نہیں کروں گا۔ اس مصیبت سے نجات دلاؤ۔"

مارٹن نے ایجنٹ کو بلا کر دکانداروں اور پولیس والوں کو یقین دلایا کہ تمام نقصانات کا بھرپور معاوضہ ادا کیا جائے گا۔ مسٹر جیرل کو حراست میں نہ لیا جائے۔ بہرحال اُسے قانون کی گرفت سے بچا کر روم سے پیرس کی طرف روانہ کر دیا۔ اسے سوسانہ سے الگ کرنے کے لیے سپر ماسٹر کے آدمیوں کو بڑی دشواریوں سے گزرنا پڑا تھا اور اتنی دشواریوں اور قاتلانہ منصوبوں کے باوجود وہ زندہ تھی۔

جب اُس پر تیزابی سرنج کے ذریعے حملہ کیے جانے سے قبل سپر ماسٹر کا قیمتی ہتھی جاننے والا مینی پال ان حملہ آوروں میں سے ایک کے دماغ میں تھا اور اس موقع کے انتظار میں تھا کہ سوسانہ بُری طرح زخمی ہو پھر اس کے دماغ میں جگہ بنائے۔ تیزاب کا ایک چھینٹا بھی اس کے بدن پر پڑتا تو وہ اذیت میں مبتلا ہو جاتی لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ وہ آخر وقت تک تیزاب سے بچتی رہی اور یوں بچنے کے لیے ہی اس نے موت کے کنوئیں میں چھلانگ لگا دی تھی۔

مینی پال نے اس کی چیخیں سنتے ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے آس پاس گہری تاریکی تھی اور پتا نہیں کتنی گہری پستی تھی کہ وہ چیخیں مارتی ہوئی نیچے چلی جا رہی تھی اور پستی کی طرف موت کا بلاوا ختم نہیں ہو رہا تھا۔ آخر وہ ایک دلدل میں جا گری۔ مینی پال یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ دلدل ہے۔ کیوں کہ دلدل میں دھنسنے والے اپنے زور پر اُٹھ نہیں سکتے بلکہ جتنا زور لگاتے ہیں، دھنستے چلے جاتے ہیں۔ حیرانی کی بات تھی کہ وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی پھر گردن تک دھنسنے لگی تو اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے مینی پال کو محسوس کیا تو سانس روک لی۔ وہ دماغ سے باہر نکل آیا۔

اُس نے دوسری بار خیال خوانی کی پرواز کی لیکن وہ پرواز نہ کر سکا۔ اُسے یہ معلوم کرنے کی بے چینی تھی کہ سوسانہ اتنی بلندی سے نامعلوم پستی میں گر کر کیسے بچ گئی اور اب وہاں کیا کر رہی ہے؟ اُس نے پھر ایک بار پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پرواز کرتے ہی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

تب میں نے کہا۔ "مینی پال! آرام سے بیٹھے رہو۔ سوسانہ کے پاس جانا چاہو گے تو کھوپڑی کے اندر زلزلے پیدا کر دوں گا۔"

وہ سہم کر خلا میں تکنے لگا۔ اُسے تنویمی عمل یاد آ گیا تھا اور وہ اپنے عامل کو دماغ سے نکال دینے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے عاجزی سے کہا۔ "مجھے سوسانہ کے پاس جانے دو۔ اگر میں اُس کے متعلق سپر ماسٹر کو صحیح رپورٹ نہیں دوں گا تو اُسے شبہ ہو گا کہ میں کسی کے زیر اثر آ گیا ہوں اور اپنے سپر ماسٹر کے منصوبوں کو اپنے عامل پر ظاہر کر رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "تم اپنے ماسٹر کو رپورٹ دے سکتے ہو کہ سوسانہ کا دماغ تاریکیوں میں ڈوب گیا ہے۔ اس کے باوجود دماغ میں جگہ مل رہی ہے۔ وہ زندگی اور موت کے درمیان ہے۔ میں ابھی آ کر تم سے باقی باتیں کروں گا۔"

میں اُسے چھوڑ کر سوسانہ کے پاس پہنچ گیا۔

جب سوسانہ نے فرانسیسی سفیر کے پاس پہنچ کر پارس سے فون پر گفتگو کی تھی، تب پارس میرے ہی پاس کانفرنس میں تھا۔ اس نے مجھے سوسانہ کے حالات بتائے۔ میں نے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ میں اُس کے دماغ میں رہوں گا لیکن اس سے پہلے تمہیں بھی احتیاط روپوش رہنا چاہیے۔"

پارس نے کہا۔ "میں سمجھ رہا ہوں۔ سپر ماسٹر کو یقین ہو گیا ہے کہ میں سوسانہ کی طرح جیرل کو بھی دوست بنا لوں گا۔ لہٰذا وہ مجھ پر قاتلانہ حملے کرا سکتا ہے۔"

"تم حلیہ بدل کر روم جا سکتے ہو۔ سوسانہ کو تمہاری.... ضرورت ہے۔"

"میں روانگی کی تیاری کرتا ہوں۔ آپ مجھے اس کے حالات بتاتے رہیں۔"

میں نے اُس وقت سوسانہ کے پاس آ کر دیکھا تو کتنے ہی دشمن ہاتھوں میں سرنج لیے اُسے گھیرنے کے لیے مختلف گلیوں سے آ رہے تھے۔ وہ اُن سے بچتی ہوئی کھنڈرات میں پہنچ گئی تھی۔ اندھے کنوئیں کے پاس لڑائی کے دوران میں نے کتنے ہی سرنج والوں سے اُسے بچایا۔ لیکن اس وقت مجبور ہو گیا جب وہ آہنی جالی کو پکڑ کر کنوئیں کے اندر لٹک گئی تھی۔ دشمن تیزاب کی پچکاری چھوڑ رہے تھے۔ وہ تیزاب سے گھلنے اور مرنے والی تھی۔ ایسے وقت میرے دماغ میں ایک ہی بات آئی کہ جو ہم بم کے دھماکے سے نہیں مری، ٹکڑے ہو کر بکھیر نہ گئی، ہو سکتا ہے اندھے کنوئیں میں جا کر اپنی جان بچا لے۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں نے آہنی جالی سے اس کی گرفت ڈھیلی کر دی۔ اُسے کنوئیں کی گہری پستی میں پہنچا دیا۔

مجھے یقین تھا کہ مینی پال ایسے وقت میرا اس کے دماغ میں جگہ بنانے آئے گا جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ سوسانہ گہرائی میں پہنچ کر بھی سلامت ہے تو میں مینی پال کو دار تک دینے گیا۔ میرا تنویمی عمل اس کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک گیا تھا نہ مجھے اُگل سکتا تھا، نہ نگل سکتا تھا اور نہ ہی سپر ماسٹر کو بتا سکتا تھا کہ وہ میرا غلام بن چکا ہے۔

میں مینی پال کا راستہ روک کر پھر سوسانہ کے پاس آیا۔ وہ دلدل میں چل رہی تھی اور کنوئیں کی دیواریں کوٹ رہی تھی۔ گہری تاریکی میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دلدل میں چلنا ممکن نہیں ہوتا چوں کہ قدموں تلے سخت زمین تھی اس لیے وہ غیر معمولی قوت کے بل پر دلدل کو چیرتی ہوئی گھوم گھوم کر دیوار کو ٹٹولتی

جارہی تھی۔

ایک جگہ دیوار کی ایک اینٹ ڈھیلی تھی۔ وہ اُس پر سے ہاتھ پھیرتی ہوئی آگے بڑھنا چاہتی تھی، مَیں نے اُسے روک دیا۔ اس کی سوچ میں کہا "یہ ایک اینٹ ڈھیلی کیوں ہے؟ اسے باہر نکال کر آزمانا چاہیئے کوئی خاطر خواہ نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے۔"

اس خیال کے تحت اس نے اینٹ کو ذرا ہلایا پھر زور لگا کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ اینٹ دیوار سے نکل کر ہاتھ میں آگئی۔ مَیں نے اس کی سوچ میں کہا "اس اینٹ کی جگہ ہاتھ ڈال کر دیکھنا چاہیئے۔"

اس نے خلاء میں ہاتھ ڈالا۔ ایک آہنی کُل پر ہاتھ پڑا۔ وہ اُسے دائیں بائیں گھمانے لگی۔ کوئی نتیجہ نہ نکلا لیکن اُس آہنی کُل کا کوئی مقصد تو ہو گا۔ اُس تاریخی اندھے کنوئیں کی گہرائی میں کون وہاں پہنچا تھا؟ کس نے وہ آہنی کُل وہاں لگائی تھی۔ آج کے ترقی یافتہ سائنسی دَور میں تاریخی عمارتیں، اُن عمارتوں کے تہہ خانے اور اندھے کنوئیں پُراسرار نہیں رہے۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرین کو حکومت کے وسیع ذرائع وہاں تک پہنچا دیتے ہیں۔ جن ممالک میں ذرائع محدود ہوتے ہیں وہاں کے اسمگلر اور دوسرے جرائم پیشہ افراد اُن زیرِ زمین حصّوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ سوسانہ نے اُس آہنی کُل کو پوری قوت سے اپنی طرف کھینچا۔ ہلکی سی سرسراہٹ کی آواز آئی۔ کوئی چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ سرک رہی تھی۔

وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر دیوار کو ٹٹولنے لگی۔ ایک جگہ خلاء محسوس ہوا۔ گہری تاریکی میں آنکھیں کام نہیں کر رہی تھیں۔ ہاتھ راہنمائی کر رہے تھے۔ وہ خلاء اتنا بڑا تھا جس میں سے وہ گزر سکتی تھی۔ اس نے سنبھل کر وہاں قدم رکھا۔ ایک اندھی کی طرح دونوں ہاتھ بڑھا کر آگے جانے لگی۔ آگے کوئی رکاوٹ نہیں تھی مگر کوئی مصیبت پیش آسکتی تھی۔ وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ پھر وہی سرسراہٹ کی آواز سُنائی دی۔

اُس نے سمجھے گھوم کر اندازہ لگایا کہ اندھے کنوئیں کی جو دیوار سرک گئی تھی، وہ پھر سرسراہٹ کی آواز کے ساتھ برابر ہو گئی ہے۔ وہ کنوئیں کے دائرے سے نکل کر کسی زیرِ زمین حصّے میں آگئی تھی۔ اس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ آنکھوں کو اندھا کر دینے والے اندھیرے میں کسی نے گہری سرگوشی میں پوچھا۔

"کون ہو تم؟"

وہ خاموش رہی۔ آواز کی سمت کا اندازہ کرنے لگی۔ چوں کہ سرگوشی دُور تک گونجتی گئی تھی اس لیے اندازہ نہ ہو سکا کہ بولنے والا کہاں ہے؟

پھر وہی دھیمی سی آواز آئی "جواب دو، کون ہو؟"

سوسانہ نے پوچھا "تم کون ہو؟ مَیں کہاں پہنچ گئی ہوں؟"

"جہاں بھی ہو، تمھیں باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔"

"جب مَیں آنے کا راستہ لیتی ہوں تو جانے کا راستہ بھی نکال لیتی ہوں۔"

"ہم حیران ہیں کہ تم کنوئیں کی بلندی سے گر کر بھی سلامت ہو اور بڑی دلیری سے چہک رہی ہو۔"

"میرا خیال ہے تم لوگ مجھے دیکھنا پسند کرو گے؟"

"بے شک، تمھیں دیکھیں گے۔ آج تک ہم نے یہاں آنے والوں کی لاشیں دیکھی ہیں۔ تمھاری بھی لاش دیکھیں گے کیوں کہ ہم کسی کو اپنی صورت نہیں دکھاتے ہیں۔"

"میری لاش دیکھنے کے لیے مجھے مارنا ہو گا۔ مارنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہو گی۔ کیا میری آواز کی سمت گولی چلاؤ گے؟"

اسی لمحے کھٹاک کی آواز کے ساتھ ایک گولی آکر اُس کے جسم میں پیوست ہو گئی۔ سائیلنسر لگا ہوا ریوالور استعمال کیا گیا تھا۔ کسی نے ہنستے ہوئے کہا "مَیں اندھیرے میں آواز کی سمت صحیح نشانہ لگاتا ہوں۔ آج تک میرا نشانہ خطا نہیں ہوا۔ افسوس تم اندھے کنوئیں سے تو بچ گئیں، اندھی موت سے نہ بچ سکیں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر اُسی آواز نے کسی کو حکم دیا "لائٹ آن کر دو۔"

وہ اچانک روشنی میں نہا گئی۔

اس دلچسپ داستان کے باقی واقعات
تئیسویں حصّے میں ملاحظہ فرمائیے۔

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

دیوتا

تیئیسواں حصّہ

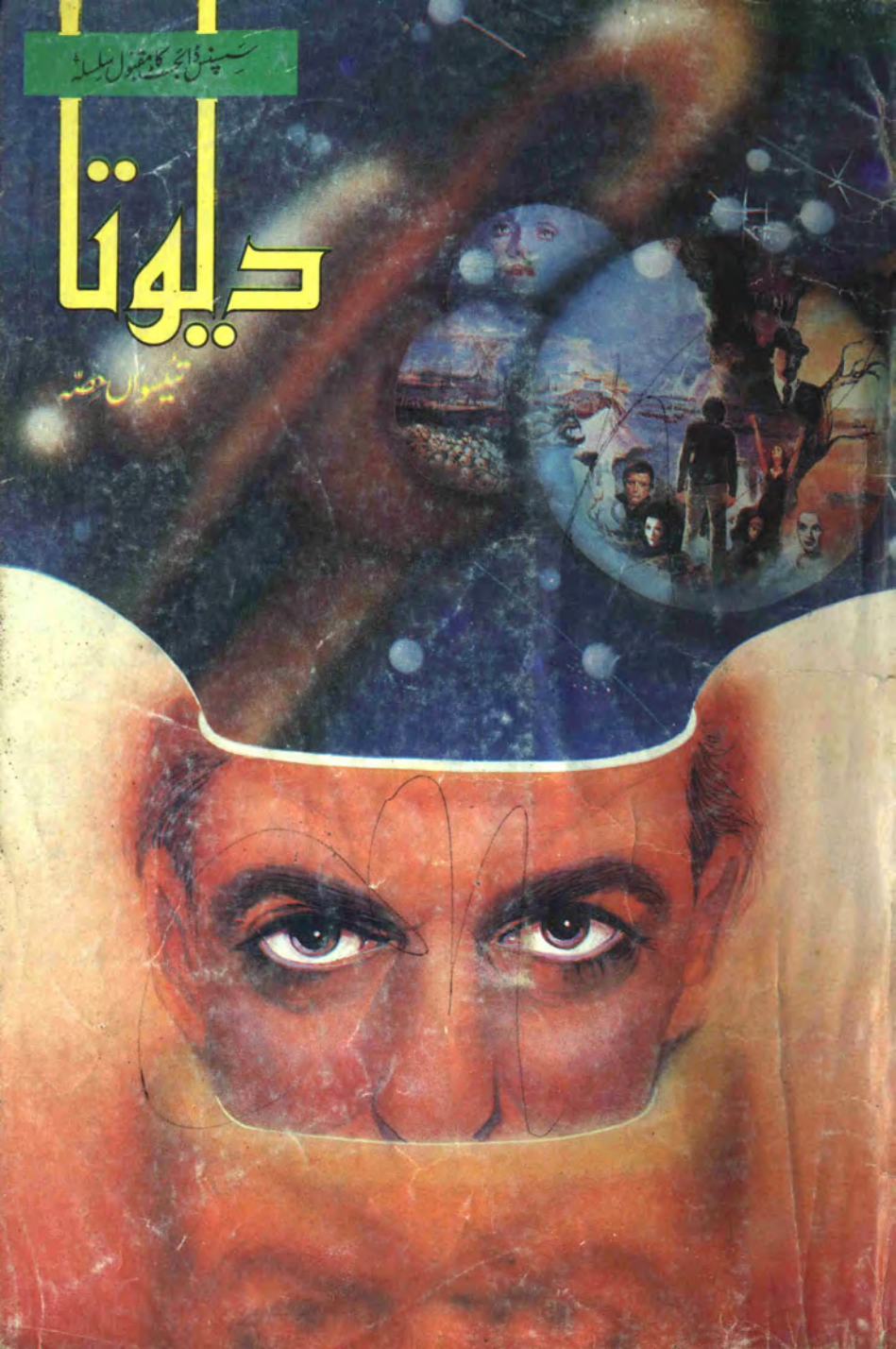

ردّ و قا

فرہاد علی تیمور

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک فسوں کار کا قصّہ، جس کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا۔ اُس شورہ پشت، شوریدہ سر کا احوال، ایک عالم جس کے خُون کا پیاسا تھا۔

تیز روشنی کے باعث اُس کی آنکھیں کُھل گئیں لیکن روشنی حد سے زیادہ ہو تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اُجالا ابھی آنکھوں میں چُبھنے لگتا ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں پر ایک ہاتھ کا سایہ کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایک بند کمرے میں تھا۔

دروازہ بند نظر آ رہا تھا۔ یقیناً وہ مقفّل ہو گا۔ اُس نے روشنی کی طرف سے مُنہ پھیر کر دیکھا۔ اُدھر ایک دیوار پر اٹر کنڈیشنر لگا ہوا تھا۔ کمرے میں ضروریاتِ زندگی کا ہر سامان تھا۔ وہ بستر سے اُٹھ کر سوئچ بورڈ کے پاس آیا پھر اس نے تیز روشنی کو بجھا دیا۔ اب وہاں جو روشنی تھی، وہ قابلِ برداشت تھی۔

اُس نے بستر کے سرہانے رکھے ہوئے ایک ریکارڈر کو دیکھا۔ اُسے وہاں رکھنے کا کوئی مقصد ہو گا۔ اس نے قریب آ کر اس کے بٹن کو دبایا۔ ٹیپ چل پڑا۔ پہلے چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر ایک آواز اُبھری "مسٹر آرمر! شکریہ تم میری آواز سُن رہے ہو۔ میں دوسری بار اُس وقت شکریہ ادا کروں گا، جب تم میرے دماغ میں آنے کی حماقت کرو گے۔ ہاں تو پھر آ رہے ہو؟ آنے سے پہلے اس ریکارڈر کو بند کر دو۔"

آرمر نے اُسے بند کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی پھر اُس کے دماغ میں پہنچتے ہی واپس ہو گیا۔ ریکارڈر کے ذریعے بولنے والے نے سانس روک لی تھی۔ آرمر نے پھر ایک بار کوشش کی۔ پھر ناکام ہوا۔ سرہانے رکھے ہوئے ریکارڈر کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر اس کے بٹن کو دبایا۔ اُس میں سے آواز آئی "تم نے میرے دماغ میں آنے اور ناکام واپس جانے کی حماقت کی ہے۔ مَیں اپنے وعدے کے مطابق تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بلیز، آیندہ ایسی حرکت نہ کرنا تمھیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

ریکارڈر چند ساعت کے لیے خاموش ہوا پھر بولنے لگا۔ "جس طرح تم لوگوں نے میڈرنا اور پاسکل بُوبا کو زیرِ زمین کوٹھڑی میں قید کیا تھا۔ اُسی طرح تمھیں بھی اس زیرِ زمین مہمان خانے میں رکھا گیا ہے۔ لیکن ہماری اعلیٰ ظرفی دیکھو، ہم نے تنویمی عمل یا کسی دوا کے ذریعے تمھارے دماغ کو کمزور نہیں بنایا ہے۔ تم جسمانی طور پر قید ہو مگر دماغی طور پر آزاد ہو، سونیا، پارس، اعلیٰ تیمور اور دنیا جہان کے لوگوں سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"ہاں، یہ تمھاری اعلیٰ ظرفی ہے۔ مجھے کمزور بنا کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے دماغ میں بھیج سکتے ہو لیکن تم میرے دماغ سے دور کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے باتیں کر رہے ہو، میں بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"تم کس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا تعلق مجھ سے جوڑ رہے ہو، کیا مجھے سپر ماسٹر، ماسک مین یا یہودی تنظیم کا کوئی سربراہ سمجھ رہے ہو؟"

"تم کون ہو؟"

"یہ بتانا ہوتا تو سامنے آ کر گفتگو کرتا۔"

"مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"یہ دشمنی نہیں، ایک نئی دوستی کی ابتدا ہے۔ میں ایک ایسی تنظیم کا بانی ہوں، جس کا مقصد صرف محبت اور..... انسان دوستی ہے۔ میں سپر ماسٹر اور ماسک مین کے درمیان طاقت کا توازن قائم کر کے اُن کے سپر پاور ہونے کے دعووں کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ یہ طاقت کی برتری ختم ہوگی تو دنیا میں امن و امان قائم ہوگا۔ پھر یہ طاقتیں فرہاد کی فیملی سے بھی دشمنی نہیں کریں گی۔"

"تم اپنی باتوں سے اور خیالوں سے بہت عظیم لگتے ہو مگر تمھارا عمل انسانیت کی توہین کرتا ہے۔ جیسے تم نے مجھے اغوا کر کے میری توہین کی ہے۔"

"اس کے لیے میں ایک نہیں ہزار بار معافی مانگتا رہوں گا اور تمھیں سمجھانے کی کوشش کرتا رہوں گا کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ بعض حالات میں بہت زیادہ نیکی کرنے کے لیے تھوڑی سی بُرائی کرنی پڑتی ہے اور تمھارے جیسے نیک آدمی کو تھوڑی سی تکلیف برداشت کر لینا چاہیے۔ اگر میں کہتا آمر! بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر کسی کا بھلا نہیں کر سکو گے، میرے پاس آجاؤ تو تم کبھی نہ آتے۔ تم تو بہت سچے ہو۔ سچ بتاؤ کیا تم چلے آتے؟"

"میں بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر اُسی انسان دوستی کے فرائض ادا کر رہا ہوں، جو تم چاہتے ہو۔"

"غلط۔ تم نے اس ادارے میں رہ کر فرہاد کی فیملی کے لیے کام کیے ہیں اور وہ بھی اس لیے کہ تمھاری بہن پارس سے بیاہی گئی ہے۔ تم بیٹے اور ایمان دار کہلاتے ہو، ذرا اپنے ضمیر کی زبان سے بولو تم نے ٹیلی پیتھی جیسے مضبوط ہتھیار سے کبھی دنیا میں امن و امان قائم کرنے کی کوشش کی؟ کبھی مظلوم عوام کی بھلائی کے لیے سپر طاقتوں کی قوتوں کو اعتدال پر لانے کی کوشش کی؟ نہیں آمر! تم کبھی جو جو کے لیے فکر مند رہے۔ اس کی شادی ہوئی تو اسے بالغ بیوی کے روپ میں دیکھنے کے لیے بے قرار رہے۔ کبھی بہن کو کبھی رسونتی کو اغوا ہونے سے بچاتے رہے کبھی پارس اور علی تیمور کے کام آتے رہے کبھی سونیا کے ماتحت بن کر رہے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا: "ذرا غور کرو آمر! فرہاد کی فیملی کے لیے تم سپر ماسٹر اور ماسک مین سے ٹکراتے رہے۔ یعنی سپر ماسٹر، ماسک مین، یہودی تنظیم اور فرہاد کی فیملی کے درمیان جاری رہنے والی جنگ کو اور شدید کرتے رہے ہو۔"

"میں بابا صاحب کے ادارے کی جانب سے کئی بار امن کا پیامبر بن کر سپر طاقتوں کے دربار میں گیا۔ لیکن کسی نے میری محبت اور دوستی کے پیغام کو نہیں سمجھا۔"

"اس لیے نہیں سمجھا کہ تم ایک ادارے کی جانب سے گئے تھے۔ اسی طرح سپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودیوں کی طرف سے پیغامبر آئے تو فرہاد کی فیملی نے انھیں قبول نہیں کیا۔ تم یہ کہو گے کہ دشمن ناقابلِ اعتبار ہوتے ہیں۔ میں بھی یہی کہتا ہوں کہ تم سب ایک دوسرے کے لیے ناقابلِ اعتبار ہو۔ صرف میں بھروسے کے قابل ہوں۔ کیوں کہ میں نے آج تک کسی سے جنگ نہیں کی، کسی کی ذات کو مجھ سے نقصان نہیں پہنچا۔ اگر تم آج سے گمنام رہ کر میرے ساتھ تعاون کرو گے تو کسی طاقت کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ تم میرے ساتھ مل کر امن و امان کے راستے ہموار کر رہے ہو۔"

"میں تنہا تمھارے ساتھ کیا کر سکتا ہوں؟"

"میں اپنے تمام منصوبے تمھیں سمجھاؤں گا لیکن پہلے رازداری شرط ہے۔ جب تم یقین دلاؤ گے کہ تم نے اپنے اور پرائے تمام لوگوں سے ایک نامعلوم مدت کے لیے رابطہ ختم کر دیا ہے اور خود کو گمنام بنا لیا ہے تو..."

آمر نے بات کاٹ کر کہا: "جب تک سانس باقی ہے اپنی جو جو سے رابطہ ختم نہیں کروں گا۔"

"اگر تم رابطہ ختم کر کے بہن کی بھلائی کر سکو، اُسے ماسک مین کی قید سے رہائی دلا سکو، اُسے اپنے داماد پارس تک پہنچا سکو تو کیا تمھاری یہ گم نامی بہتر نہ ہوگی؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اُس نے چونک کر کیسٹ ریکارڈر کو دیکھا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو بات وہ کہہ رہا تھا اُس کا جواب کیسٹ ریکارڈر سے مل رہا تھا۔ اس نے غور سے دیکھا تو کیسٹ رُک گیا تھا۔ ریکارڈر آف ہو چکا تھا لیکن آواز آ رہی تھی۔ وہ گم نام اجنبی ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا: "میں تمھارے قریب ہوں، تم میری آواز سُن رہے ہو۔ مگر مجھ تک پہنچ نہیں سکو گے۔"

"سامنے نہیں آؤ گے تو دوستی اور اعتماد قائم نہیں ہوگا۔"

"اعتماد قائم کرنے کے لیے ہی مشورہ دے رہا ہوں کہ گم نام ہو جاؤ۔ دنیا والوں کے لیے مر جاؤ۔ بہن کی بھلائی کے لیے اور عالمی سطح پر امن و امان قائم کرنے کے لیے زندہ رہو۔ میں تمھیں سوچنے کی مہلت دے رہا ہوں۔ رات کے کھانے پر ملاقات ہوگی۔ تم چاہو گے تو سامنے بھی آجاؤں گا۔"

بولنے والا خاموش ہو گیا۔ آمر نے چند سیکنڈ تک اس کا دوبارہ بولنے کا انتظار کیا۔ پھر پوچھا: "رات کے کھانے کا وقت کب ہوگا؟ مجھے اس قید خانے میں دن رات کا پتا نہیں چل رہا ہے۔ میرے پاس گھڑی بھی نہیں ہے۔"

اُسے جواب نہیں ملا۔ وہ ایک ایزی چیئر پر آ کر بیٹھ گیا۔ وقت معلوم کرنا نہایت آسان تھا۔ کسی بھی شناسا کا دماغ اسے وقت اور دن رات کا حساب بتا دیتا۔ لیکن وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اسے خیال خوانی کرنی چاہیے یا نہیں۔ بھلا گروہ فرہاد کی فیملی کے کسی ممبر سے رابطہ قائم کرے گا تو پھر گمنام یا گم نشدہ نہیں رہے گا۔ اور اس اجنبی کا مشورہ سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کر رہا تھا کہ اُسے اپنوں کے لیے مر جانا چاہیے۔ اپنی بہن اور عالمی امن کے لیے زندہ رہنا چاہیے۔

اجنبی کی اس بات میں وزن تھا کہ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر دنیا والوں کو سپر طاقتوں کے ہتھکنڈوں سے نجات نہیں دلائی۔ ان کی برتری کو اعتدال پر لانے کے لیے کوئی قابلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا۔ اگر وہ گم نام رہ کر ایسے کارنامے انجام دے سکتا ہے اور جو جو کو پارس کے پاس پہنچا سکتا ہے تو اُسے ٹیلی پیتھی کے علم کو اسی مثبت طریقے سے کام میں لانا چاہیے۔

وہ اس سلسلے میں ہر پہلو پر غور کرنے لگا۔ پہلا اہم سوال یہ تھا کہ سپر طاقتوں کی برتری کو ختم کرنے کا عزم کرنے والا... اجنبی خود کتنا طاقتور ہے؟ کیسی ذہانت کا حامل ہے؟ اور کتنے اہم ذرائع کا مالک ہے؟

سپر طاقتوں کو اعتدال پر لانے کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟ اُس اجنبی کی تنظیم میں اور کتنے قابل اور غیر معمولی صلاحیتوں کے آدمی موجود ہیں؟ اُس نے جتنے بھی منصوبے بنائے ہیں، وہ قابلِ عمل ہیں بھی یا نہیں؟ اور ایک اندیشے کی بات یہ بھی کہ یہ سپر ماسٹر یا ماسک مین کی چال بھی ہو سکتی تھی۔ وہ پُراسرار اجنبی بن کر اس سے نیک کام کرانے کے بہانے غلط کام لے سکتے تھے۔

لیکن یہ اندیشہ بس یونہی سا تھا۔ آمر نادان بچہ نہیں تھا۔ اُسے کبھی ایک بار فریب دیا جا سکتا تھا، وہ بار بار دھوکا... کھانے والوں میں سے نہیں تھا۔ آئندہ چند گھنٹوں یا چند دنوں میں وہ پُراسرار اجنبی کو کسی حد تک سمجھنے والا تھا۔

فی الحال اجنبی کے عزائم نیک تھے۔ اُسے آزمایا جا سکتا تھا۔ جب تک وہ اغوا شدہ رہتا، سونیا، پارس اور علی تیمور وغیرہ اُسے یہاں سے نہ لے جاتے تب تک وہ گم نام رہ کر اجنبی کے طریقۂ کار پر چلنے کے تجربات اور ان کے نتائج حاصل کر سکتا تھا۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اجنبی کے پاس گیا۔ اُس نے سلام کو رک کر چند سیکنڈ کے بعد اس کمرے میں آواز سُنائی دی: "اگر تم سچ مچ خیریت سے ہو تو تم میرے پاس کیوں آئے تھے؟"

وہ بولا: "میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے وقت معلوم کر سکتا تھا لیکن میں نے اپنے پرائے کسی سے بھی رابطہ قائم نہیں کیا۔ کیا تم یقین کرو گے؟"

"بے شک، تمھاری سچائی اور نیک نیتی کی قسم دشمن بھی کھاتے ہیں۔ تم یقیناً سچ کہہ رہے ہو۔ ذرا سوچو، میں کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو اغوا کر کے یہاں لا سکتا تھا۔ مگر میں نے تمھارے جیسے نیک انسان کا انتخاب کیا۔ دوسروں سے مجھے دھوکا ہوتا مگر تم سے مجھے ہمیشہ سچائی ملے گی۔"

"میں تمھارا اعتماد قائم رکھنے کی پوری کوشش کروں گا لیکن رسونتی میرے دماغ میں آ سکتی ہے۔ ایک نیا خیال خوانی کرنے والا سونیا کے حکم پر میرے پاس آ سکتا ہے۔"

"کوئی بھی آئے، سانس روک لیا کرو۔ دوست ہو یا دشمن ہر ایک کو تاثر دو کہ کسی نے تم پر تنویمی عمل کر کے تمھارے دماغ کو لاک کر دیا ہے اور تم بے اختیار سانس روک لیتے ہو۔"

وہ سوچتے ہوئے بولا: "اگرچہ یہ انہوں کو دھوکا دینے والی بات ہے مگر میں ساری دنیا کی بھلائی کے لیے ایسا کروں گا۔"

"میرے عزیز! میرے دوست آمر! تم میری تنظیم کے ایسے افراد سے ملو گے جو غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ ان میں ہپناٹزم کے ماہر بھی ہیں۔ میں چاہتا تو تمھاری نیم بے ہوشی کے دوران تم پر عمل کرا سکتا تھا۔ تمھیں جبراً اپنا معمول بنا سکتا تھا لیکن ہم کسی پر جبر کر کے انسانیت کے لیے کوئی اچھا کام نہیں کر سکیں گے۔"

"تمھاری سوچ اور تمھارے طریقۂ کار میں دیانتداری ہے۔ آج سے میں تمھارے ساتھ ہوں۔"

"تم نے خوش کر دیا آمر! آج سے یہ میری نہیں تمھاری تنظیم ہے۔ تم اس تنظیم کی سب سے بڑی قوت ہو۔ اس کرے سے نکلو۔ تم کسی زیرِ زمین قید خانے میں نہیں ہو۔ ہم تمھارے استقبال کے لیے آ رہے ہیں۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازے پر آیا۔ دروازہ مقفل نہیں تھا۔ اسے کھولنے کے بعد پتا چلا کہ وہ کسی عالیشان محل نما کوٹھی میں ہے۔ اُس کوٹھی کا ہال قیمتی سامان سے آراستہ تھا۔ اُس ہال کے وسط میں ایک قد آور صحت مند شخص کھڑا ہوا تھا۔

آرمر کو دیکھتے ہی دونوں بازو پھیلا کر آگے بڑھا۔ دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے۔ ایک دوسرے سے گرم جوشی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ اجنبی نے کہا "میرا نام کرسچن اسٹالن ہے۔ میں روس میں پیدا ہوا تھا۔ بیس برس پہلے وہاں کے حکام نے میرے باپ کو ملک بدر کیا تھا۔ ہم نے مغربی جرمنی میں رہائش اختیار کی تب سے یہیں ہیں۔ تم بھی اس وقت فرینکفرٹ میں ہو۔"

"شکریہ اسٹالن! تم نے یہاں کے دروازے کھول دیے مجھے بتا دیا کہ میں فرینکفرٹ میں ہوں۔ بڑی آسانی سے پیرس جا سکتا ہوں۔ میرے دماغ کے دروازے بھی کھلے رکھے۔ میں پیرس پہنچنے سے پہلے انہیں کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں لیکن اتنی آزادی اور خودمختاری کے باوجود میں تمہارے پاس ہوں اور تمہارے ہی پاس رہوں گا۔"

"تھینکس اسے لاٹ! میرے ساتھ آؤ اور اپنے چند خاص نئے دوستوں سے ملو۔"

اسٹالن اُس کے بازو میں بازو ڈال کر اُسے ایک طرف لے جانے لگا۔ وہ بڑے ہال سے گزر کر دوسرے بڑے کمرے میں پہنچے۔ وہاں دو عورتیں اور چار مرد تھے۔ اسٹالن نے ان کا تعارف کرایا۔ اُن میں سے ایک لڑکی کا نام کرینا کارمن تھا۔ اس نے زبردست سراغرسانی کی ٹریننگ حاصل کی تھی۔ اُس میں اور بہت سی خوبیاں تھیں جو اُس کے فرائض کی ادائیگی کے دوران ظاہر ہو سکتی تھیں۔

دوسری عورت کا نام جوزار دنالڈ تھا، وہ جرائم پیشہ افراد کے متعلق حیرت انگیز معلومات رکھتی تھی اور ان سے نمٹنے کے بڑے دلچسپ نسخے جانتی تھی۔

ایک شخص کو بولڈ ماسٹر کہتے تھے، وہ ہپناٹزم کا ماہر تھا۔

دوسرا شخص جان جو کھم میں ڈال کر خطرات سے گزرنے والا ایک زبردست فائٹر تھا۔ باقی دو شخص ماہر سیاست دان اور پلان میکرز تھے۔ اُن سب نے آرمر سے محبت اور گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ اُسے یقین دلایا کہ اس کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھیں گے۔ وہ جب چاہے اُن کے چور خیالات پڑھ سکتا ہے۔

اسٹالن نے کہا "اور اس لمحے سے میں نے بھی آرمر کے لیے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ ہمارے درمیان کوئی پردہ، کوئی بھید نہیں رہے گا۔ یہ دنیا کی پہلی انوکھی اور بے مثال تنظیم ہے جس کے افراد ایک دوسرے سے سچے اور مخلص ہونے کے ثبوت پیش کرتے رہیں گے۔"

آرمر نے کہا "میں ایک گھنٹا تنہا رہ کر تم سب کے دماغوں کو اطمینان سے پڑھوں گا۔ انسان خطا کا پتلا ہے اور کسی سے کوئی خطا ہونے والی ہوگی تو میں اسے پہلے سے آگاہ کر دوں گا۔ ہم سب محتاط ہو جائیں گے اور اُسے غلطی کرنے سے باز رکھیں گے۔"

"بے شک، تم ایسا کر سکتے ہو۔ لیکن خیال خوانی کے بعد تمہارے چہرے پر تبدیلی کی جائے گی۔"

"کیا یہ ضروری ہے؟"

"ہاں۔ تم چہرہ بدل کر آزادی سے کہیں بھی جا سکتے ہو۔ تمہارا کوئی شناسا تمہیں پہچان نہیں سکے گا اور تمہیں نامعلوم مدت تک گم نام رہنا ہوگا۔"

آرمر اُن سے رُخصت ہو کر اپنے کمرے میں واپس آیا۔ ہر انسان کے دماغ میں تھوڑی بہت خودغرضی ضرور ہوتی ہے کیوں کہ ہر شخص اپنی ذات سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ اپنی زندگی اور خوشیوں کے لیے سب سے الگ ہو کر سوچتا ہے۔ خواہ وہ اوپر سے کتنا ہی انسان دوست اور دوسروں کا ہمدرد کیوں نہ ہو۔

اب آرمر کو معلوم ہونے والا تھا کہ اس تنظیم کے افراد اپنے دماغوں کے تہ خانے میں دوسروں کی بھلائی زیادہ چھپائے ہیں یا اپنی بھلائی کے لیے دوسروں کے کام آنا چاہتے ہیں؟

اور اگر وہ تنظیم واقعی کسی خودغرضی کے بغیر سچے طاقتوں کی برتری ختم کرنے کا عزم کر چکی تھی تو اس کا مطلب تھا قدرت آرمر پر مہربان ہے اور اُسے صراطِ مستقیم پر لے آئی ہے۔

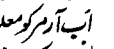

سوسانہ کی آنکھیں تیز روشنی کے باعث چُندھیا گئیں۔ وہ صحیح طور پر کچھ دیکھ نہ سکی۔ آنکھیں صرف اندھیرے میں نہیں تیز روشنی میں بھی دیکھنے کے قابل نہیں رہتیں۔ وہ فرش پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ وہاں جو لوگ موجود تھے وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ گولی لگنے کے بعد وہ مر چکی ہے۔

اور گولی مارنے والا کہہ چکا تھا کہ وہاں بدقسمتی سے پہنچنے والوں کو آج تک زندہ نہیں دیکھا گیا۔ ہمیشہ ان کی لاشیں دیکھی جاتی ہیں اس اُصول کے تحت سوسانہ کو بھی لاش میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ لائٹ آن ہونے کے بعد اُسی آواز نے حکم دیا "اسے سیدھا کرو اور دیکھو یہ کون ہے؟"

اُسے سیدھا کرنے کے لیے دو شخص قریب آئے پھر خود ہی سیدھے ہو گئے۔ وہ اوندھی پڑی ہوئی تھی اچانک اُچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ دونوں کے مُنہ پر دو گھونسے پڑے تھے۔ وہ گیند کی طرح اُچھل کر حکم دینے والے کے قدموں میں آ کر گر پڑے تھے پھر اُن میں اُٹھنے کا حوصلہ نہیں رہا تھا۔ روبوٹ عورت کے گھونسے نے جبڑے توڑ دیے تھے۔

وہ ریوالور کی گولی کو چکی دکھاتے ہوئے بولی "تمہارا نشانہ نہیں چُوکتا۔ مگر موت میرے پاس آ کر چوک جاتی ہے۔ میں ریوالور کے بغیر یہ گولی تمہارے جسم میں پیوست کر دوں گی۔"

وہاں قد آور بھاری بھرکم ہاڈی بلڈرز کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے جسموں پر مختصر سے لباس تھے۔ تیز روشنی میں اُن کے کسرتی جسموں کے خوب صورت نشیب و فراز اُبھرتے ہوئے چمک رہے تھے۔ ان کے سامنے ایک عورت کھڑی ہوئی چیلنج کر رہی تھی۔ اگر کوئی شہ زور پہلوان ہوتا تو وہ تمام ہاڈی بلڈرز اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیتے۔

اُن سب کے لنگوٹ کے ساتھ کارتوس کی پیٹی بندھی ہوئی تھی۔ ان کے ہولسٹرز میں ریوالور تھے۔ سوسانہ نے چیخ کر دلی ہوئی گولی کو دکھاتے ہوئے پوچھا "جس نے بھی یہ گولی چلائی تھی وہ سامنے آ جائے۔"

ایک پہاڑ جیسا شخص آگے بڑھ کر بولا "تمہیں گولیوں سے چھلنی کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ لیکن میں دیر کرنا چاہتا ہوں اور سمجھنا چاہتا ہوں آج پہلی بار میرا نشانہ کیسے چُوک گیا اور تم یہ گولی ریوالور کے بغیر میرے جسم میں کیسے پیوست کرو گی؟"

اس کے گھونسے کھانے والوں میں سے ایک کراہتے ہوئے کہا "باس! یہ عورت فولادی ہے۔ غیر معمولی قوت رکھتی ہے۔ پلیز اچھی طرح سوچ سمجھ کر اس کا چیلنج قبول کریں۔"

دو ہاڈی بلڈرز اپنے باس کے آگے ڈھال بن گئے۔ تیسرا سینہ تان کر سوسانہ کے سامنے آیا۔ پھر اُس کی کلائی پکڑ لی۔ وہ بُلٹ کو اس کے سینے کی طرف لے جاتے ہوئے بولی۔ "میں نے کلائی پکڑنے دی ہے مگر اس گولی کو اپنے سینے میں پیوست ہونے سے نہیں روک سکو گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "باس! یہ الّو کی پٹھی اپنی چکی سے یہ گولی پیوست کرنا چاہتی ہے۔ ہا ہا ہا ہا..."

اچانک اس کے قہقہے رُک گئے۔ وہ اس کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو روکنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ اسے اپنی پوری قوت سے روک رہا تھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ بھاری پڑ رہی ہے اور ایک عورت کے مقابلے میں انسلٹ ہونے والی ہے تو اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کے مُنہ پر گھونسا مار دیا۔ وہ ہوں کی توں کھڑی ہوئی تھی۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ زبردست گھونسے کا اثر نہیں ہوا تھا۔ اس نے دوسرا گھونسا مارنا چاہا اس سے پہلے ہی سوسانہ نے بُلٹ کے اگلے سرے کو اس کے سینے پر رکھ کر انگوٹھے سے دبا دیا۔

اس روبوٹ عورت کے انگوٹھے میں بلا کی قوت ہوگی جو کم از کم انسانی قوت نہیں کہلا سکتی تھی۔ وہ بُلٹ ہاڈی بلڈر کے چٹانی سینے کی جلد اور گوشت میں چُبھتا ہوا اپنا راستہ بناتا ہوا اندر چلا گیا تھا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ سوسانہ نے اس پر ہی بس نہیں کیا، بُلٹ کے ساتھ اپنے انگوٹھے کو بھی سینے کے اندر دُور تک لے گئی۔ وہ تڑپ کر وہاں سے پلٹنا چاہتا تھا لیکن بچاؤ کا وقت گزر چکا تھا۔ پلٹنے سے پہلے ہی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ پہلے تو سب ہی ششدر تھے کہ وہ ایک عورت کو ابھی چٹکی میں مسل دے گا مگر اس کے سینے سے بہتے ہوئے لہو کو دیکھ کر پتا چلا کہ وہ روبوٹ عورت کچھ کر گزری ہے۔

وہ خالی ہاتھ دکھاتے ہوئے بولی "تمہارے ریوالور سے چلائی ہوئی گولی اس کے جسم میں پیوست ہو چکی ہے۔ آپریشن کے ذریعے ہی اسے نکالا جا سکتا ہے۔ ویسے آپریشن کا موقع اب نہیں ملے گا۔"

باس لپک کر زخمی ماتحت کے پاس آیا۔ اُس کے زخم کو دیکھنے لگا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی کہ آپریشن کا موقع نہیں ملے گا۔ اس نے گولی ٹھیک دل کی جگہ پیوست کی تھی۔ باس غصے سے پاگل ہو گیا۔ گرجتا ہوا اُچھلتا ہوا اُس کے مقابل آیا پھر اُس پر تابڑ توڑ حملے کرنے لگا۔ کبھی گھونسا کبھی لات، کبھی جوڈو کبھی کراٹے۔ وہ تھوڑی دیر تک آرام سے مار کھاتی رہی پھر ایک اُلٹا ہاتھ مُنہ پر رسید کیا تو وہ چکرا گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ دوسرا ہاتھ پڑتے ہی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ پھر تو سب ہی گھونسے برسانے لگے۔ وہ بھی جوابی برس رہی تھی۔ اُس کا ایک ایک حملہ لہو اُچھال دیتا تھا۔ اُن کے حملوں سے سوسانہ کو زخم لگتے تھے مگر دیکھتے ہی دیکھتے بھر جاتے تھے۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر کہتے ہی ہاڈی بلڈرز نے ریوالور نکال لیے۔ اُن میں سائلنسر لگانے لگے تاکہ مسلسل فائرنگ کی آوازیں انڈر گراؤنڈ سے گونجتی ہوئی اوپر نہ جائیں۔ سوسانہ نے کسی کو سائلنسر لگانے کا موقع نہیں دیا۔ ایک ٹھوکر میں ریوالور کو اُڑا دیا۔ کسی حملہ آور کو کھینچ کر ڈھال بنا لیا۔ کسی کو اُٹھا کر فائر کرنے والے پر پھینک دیا۔ کسی سے ریوالور چھین کر دشمنوں کو بے موت مرنے یا بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ بھاگنے والوں کی دو چار گولیاں اس کے جسم میں لگیں جنہیں اُس نے آسانی سے نکال کر پھینک دیا۔ یہ دیکھتے ہی اُن کے ہاتھوں سے ریوالور گر پڑے۔ ایک نے کہا "یہ انسان نہیں کوئی بلا ہے۔"

دوسرے نے پوچھا: "اسے تم کیا مصیبت ہو؟ آخر کیا چیز ہو؟"

وہ بولی: "مجھے بھی تم لوگوں کی طرح لاشیں دیکھنے کا شوق ہے بھاگتے کیوں ہو؟ آؤ میں تمہاری لاشیں دیکھوں گی۔"

باس نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "رک جاؤ۔ میں حکم دیتا ہوں، تم سب اپنے ہتھیار معزز لیڈی کے سامنے پھینک دو۔"

جو باڈی بلڈرز چھپ رہے تھے، وہ سامنے آکر ہتھیار پھینکنے لگے۔ باس نے کہا: "محترم لیڈی! تم نے خود کو منوا لیا ہے، تم ہماری دوست ہو۔ آؤ دوستانہ مصافحہ کرو۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ حقارت سے بولی: "میں ہتھیار ڈالنے والے بزدلوں سے مصافحہ نہیں کرتی اور کم تر لوگوں کی دوستی قبول نہیں کرتی۔ یہاں تمہارے باس بن کر رہنے کی خاص وجوہات ہوں گی۔ مجھے بتاؤ تم باس کیوں کہلاتے ہو؟"

وہ بولا: "میں یہاں سب سے زیادہ طاقت ور ہوں۔"

"ہو نہیں تھے۔ تمہارے مقابلے پر میں نے خود کو منوایا ہے، تھوڑی دیر پہلے والے باس کو مر جانا چاہیے۔ بولو اسے کون گولی مارے گا؟"

وہ سب اپنے باس کو تکنے لگے۔ باس غصّے سے بولا۔ "یہ کیا بکواس ہے میں انڈر ورلڈ کا حکمران ہوں۔ یہاں میری حکومت ہے۔"

وہ بولی: "اب یہاں میری حکومت ہے۔ اپنی سابقہ پوزیشن بحال کرنے کے لیے مجھے قتل کرنا ہوگا۔ میں تمہیں موقع دیتی ہوں اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نکالو۔"

پھر وہ دوسروں کو مخاطب کر کے بولی: "مجھے یہاں حکومت کرنے کا شوق نہیں ہے۔ لیکن میں دشمنوں کو معاف نہیں کرتی لہٰذا تم میں سے اسے کوئی مار ڈالے۔ جو انکار کرے گا، اسے میں مار ڈالوں گی۔"

باس نے دیکھا، اس کے کہتے ہی ماتحت اپنی اپنی گنوں کا رُخ اس کی طرف کر رہے تھے وہ اپنے بچاؤ کے لیے ادھر سے اُدھر جاتے ہوئے بولا: "تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے، اس عورت سے خود کو بچانے کے لیے اپنے آقا کو مارنا چاہتے ہو، یہ کیوں بھولتے ہو کہ انڈر ورلڈ کا میں تنہا حکمران نہیں ہوں، میرے علاوہ سات شیطان ہیں جو اس زیر زمیں دنیا کے خطرناک آقا ہیں۔ وہ اس عورت کے سات ٹکڑے بھی جہنم میں پہنچا دیں گے۔"

وہ شش و پنج میں پڑ گئے۔ سوسانہ نے کہا: "اس کا مطلب ہے، مجھے یہاں سے نکل کر اپنی دنیا میں جانے کے لیے سات شیطانوں سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ باقی دی وے میں لڑائی جھگڑے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ میں تمہاری جان بھی بخش دوں گی۔ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"میری جان تمہارے ہاتھ میں ہے، تم مجھے چھوڑ بھی سکتی ہو، مار بھی سکتی ہو، اگر صلح صفائی چاہتی ہو تو تمہیں میرے سات پارٹنرز سے ملنا ہوگا۔ ہماری یہ دنیا اتنی پوشیدہ اور پُراسرار ہے کہ آج تک ہمارے ماتحتوں کے سوا کوئی یہاں تک نہیں پہنچ سکا۔ تم پہلی عورت ہو جو یہاں پہنچ کر ابھی تک زندہ ہو۔ آؤ میرے ساتھ۔"

وہ اس کے ساتھ ایک طرف جانے لگی۔ اُس بڑے سے تہ خانے میں کئی راہداریاں تھیں جو مختلف سمت گئی تھیں۔ باس نے ایک راہداری سے گزرتے ہوئے پوچھا: "تم کون ہو؟ کیا کسی تنظیم سے تعلق رکھتی ہو؟"

"یہ سوال ہم کئی بار ایک دوسرے سے کر چکے ہیں کہ تم کون ہو اور تم کون ہو؟ میرا تعلق ایک ہی تنظیم سے ہے اور وہ ہے محبت کی تنظیم۔ اور اُس محبت کا نام ہے جبریل گرانٹ۔"

"یہ جبریل گرانٹ کون ہے؟"

"میرا محبوب ہے۔"

"وہ کیا کرتا ہے؟"

"مجھ سے محبت کرتا ہے۔"

"میرا مطلب ہے کیا کام کرتا ہے کس شعبے سے تعلق رکھتا ہے، کہاں رہتا ہے؟"

"میرے دل میں رہتا ہے۔ عشق کے شعبے سے تعلق رکھتا ہے۔ کام بہت کرتا ہے۔ دن رات، اُٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے اور سوتے جاگتے مجھ سے محبت کرتا ہے۔"

"محبت سے پیٹ نہیں بھرتا۔ تن کو صحت اور کپڑے نصیب نہیں ہوتے اور تمہاری جیسی عورت کو من بھر خوراک کھلانے کے لیے جبریل کو غیر قانونی کام کرنے پڑتے ہوں گے۔"

وہ مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے ایک بڑے ہال میں پہنچے۔ وہاں آرام دآسائش کا ہر سامان موجود تھا مگر چھت اور دیواریں پتھریلی تھیں جیسے انھیں کھود کر اور تراش کر یہ رہائشی حصّہ بنایا گیا ہو۔ وہ گول گھومتی ہوئی اس جگہ کو دیکھ رہی تھی۔ اسی وقت گڑگڑاہٹ کی آواز سُنائی دی۔ یہ آواز چھت کی طرف سے آئی تھی۔ اس نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ دیکھنے کے بعد سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ ایک بہت بڑا آہنی پنجرہ اوپر سے آیا اور اس کے چاروں طرف فرش پر ٹھہر گیا۔ وہ قید ہو گئی۔

اس کے ساتھ باس بھی قیدی بن گیا۔ وہ بولی: "اچھا تو یہ تم مجھے اپنے پارٹنرز سے ملا رہے ہو؟"

باس نے کہا: "مجھے غلط نہ سمجھو۔ میرے پارٹنرز تمہیں ابھی تک خطرناک دشمن سمجھ رہے ہیں۔ میں ابھی انھیں سمجھاتا ہوں۔"

اس نے سر اُٹھا کر آواز دی: "ہیلو مائی پارٹنرز! کیا تم لوگ میری آواز سُن رہے ہو؟"

خفیہ اسپیکر کے ذریعے کسی نے گرج دار آواز میں جواب دیا: "ہم سُن بھی رہے ہیں، سمجھ بھی رہے ہیں۔ تم جانتے ہو خفیہ ویڈیو کیمرے ہمیں ہر جگہ کا منظر اور ہر دشمن کی حرکتوں کو اسکرین پر دکھا دیتے ہیں۔"

دُوسرے دو پارٹنرز کی آواز آئی: "اس عورت سے مار کھانے کے بعد اب تم پارٹنر نہیں رہے، تمہیں مر جانا چاہیے۔"

اُس نے پریشان ہو کر پوچھا: "یہ کیا بکواس ہے؟"

"بکواس نہیں، حالات کا تقاضا ہے۔ یہ ہمارا تھارا اپنایا ہوا قانون ہے کہ زیرِ زمیں دنیا کا کوئی بھی ادنیٰ یا اعلیٰ شخص بیرونی دنیا کے کسی دشمن کی نظر میں آجائے اور دشمن کے بچ نکلنے کا اندیشہ ہو تو نظر میں آنے والے اپنے آدمی کو گولی مار دی جائے۔"

چوتھے پارٹنر کی آواز آئی: "اس عورت کی نظروں میں جتنے ماتحت آگئے تھے اور جنھوں نے ہتھیار پھینکے تھے وہ ابھی ابھی مارے جا چکے ہیں، صرف تم باقی ہو۔"

"نہیں، یہ میرے ساتھ سراسر دھوکا ہے۔ تم لوگ مجھے مار کر میرے حصّے کی دولت ہڑپ کرنا چاہتے ہو۔"

پانچویں پارٹنر کی آواز آئی: "فضول چیخ رہے ہو۔ وہ، دیکھو ایک اندھی گولی تمہاری طرف آرہی ہے۔"

باس اُچھل کر سوسانہ کے پاس آیا پھر اس کے پیچھے چھپتے ہوئے بولا: "تم پر گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں، میرے لیے ڈھال بن جاؤ۔"

لیکن دشمن چاروں طرف چھپے ہوئے تھے گولی پیچھے سے آکر لگی۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گرا پھر پٹ سے مر گیا۔ چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ سوسانہ نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ گولی مارنے والا نظر نہیں آرہا تھا۔ پھر آواز آئی: "ہم اسکرین پر تمہیں دیکھتے آرہے ہیں، تم پر گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں۔ یقیناً تمہیں طب اور سائنس کا شہ کار بنایا گیا ہے۔ پتا نہیں تم پر کتنے ڈالر خرچ کیے گئے ہوں گے۔ مگر افسوس ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہاں کسی بھی اجنبی کو زندہ رہنے یا واپس جانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔"

وہ بولی: "جب یہ یقین ہے کہ مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے، میں مر جاؤں گی تو پھر سامنے آکر بات کرو۔"

"ہم یہاں بن بلائے مہمانوں کو پہلے لاشوں میں تبدیل کرتے ہیں پھر اُن کے سامنے آجاتے ہیں۔"

وہ پنجرے کی موٹی سلاخوں کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "ایسی بات ہے تو چھپنے کی کوشش کرتے رہو۔ میں ان سلاخوں کو توڑ کر آرہی ہوں۔"

اُس نے قریب آکر جیسے ہی سلاخوں کو تھامنا چاہا ایک زبردست بجلی کا جھٹکا لگا۔ وہ آہنی سلاخوں سے چپک گئی تھی اور تکلیف کی شدت سے چیخیں مار رہی تھی۔ میں جو اُس کے ذریعے پانچ پارٹنرز کی آوازیں سُن چکا تھا، اُن میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر رہا تھا۔ وہ اُس وقت تک بجلی کا سوئچ آف نہ کرتا جب تک وہ مر نہ جاتی یا ناقابلِ عبور کی انتہا کو نہ پہنچ جاتی۔

میں نے اُسے بے اختیار سوئچ آف کرنے پر مجبور کیا۔ پھر سوسانہ کے دماغ میں آکر اُسے پنجرے کی آہنی سلاخوں کے پاس سے ہٹایا۔ وہ ذرا دُور فرش پر گر پڑی تھی۔ کمزوری کے باعث مجھے آرمر کی حیثیت سے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر رہی تھی۔ میں نے اُسے مخاطب کیا: "سوسانہ! میں آرمر ہوں۔ آرمر دودھ لو اینڈ فرینڈ شپ فرام پاریس۔"

وہ کوڈ ورڈز سُن کر بولی: "شکر یہ آرمر! تم اچھے وقت پر آئے ہو۔ میری توانائی بحال ہونے تک دشمنوں کو سنبھال لو۔"

"اُن کی فکر نہ کرو۔ خود کو سنبھالو۔ میں اُن سے نمٹ کر آتا ہوں۔ ابھی یہ پنجرہ یہاں سے ہٹا دوں گا۔"

میں پھر اُس پارٹنر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا دوسرا پارٹنر پوچھ رہا تھا: "تم نے سوئچ کیوں آف کر دیا۔ ابھی وہ عورت اسکرین پر زندہ نظر آرہی ہے۔"

"پتا نہیں کیا بات ہو گئی تھی۔ میں نے بے اختیار آف کر دیا تھا۔"

تیسرا پارٹنر اُس آہنی گل کے پاس کھڑا ہوا تھا جس کے ذریعے آہنی پنجرے کو اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر لایا جا سکتا تھا۔ اُس پارٹنر نے پوچھا: "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے بے اختیار ہو کر اس عورت کو موت سے بچایا ہے۔ تمہارا دماغ تمہارے قابو میں نہیں ہے؟"

"ہاں اُس وقت میرا دماغ بے قابو ہو گیا تھا۔"

"تم یہ کہہ رہے ہو کہ یہاں دماغ کو بے قابو کرنے والا

یعنی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے؟"

تیسرے پارٹنر نے یہ بات کہتے ہی کل کو دبا یا۔ میں نے فوراً ہی سوسانہ کے پاس آکر دیکھا۔ پنجرہ اوپر اُٹھ گیا تھا۔ اور وہ چھلانگ لگا کر پنجرے کی حدود سے دُور چلی آئی تھی۔ میں پھر تیسرے پارٹنر کے پاس آیا۔ دوسرے ساتھی اُسے کہہ رہے تھے "کیا اب تمھارا دماغ بے قابو ہوگیا ہے؟ یہ تم نے کیا کیا؟ اُدھر اسکرین پر دیکھو، پنجرہ اُٹھ گیا ہے۔ وہ آزاد ہو گئی ہے۔"

فرسٹ پارٹنر نے کہا "دوستو! یہ عورت صرف سائنسی کرشمے کا نتیجہ نہیں ہے۔ شاید ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے یا کوئی خیال خوانی کرنے والا اُس کی پُشت پر ہے۔"

سیکنڈ پارٹنر نے کہا "وہ دیکھو، وہ اُس کوریڈور سے گزر رہی ہے، جس کے ایک سرے پر دلدل ہے۔ اُس دلدل میں گرے گی تو زندہ نہیں رہے گی۔ اب ہم دیکھیں گے کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیسے بچے گی۔"

میں اُس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ سوسانہ کے پاس آکر بولا "آگے دلدل ہے۔ اپنے دائیں طرف دیکھو، ایک انسانی کھوپڑی نظر آئے گی۔"

اُس نے دیکھا ایک قدم آگے ہی وہ کھوپڑی نظر آرہی تھی۔ میں نے کہا "اس کھوپڑی کی دونوں آنکھوں میں اپنی دو انگلیاں ڈالو، اندر دو بٹن ہیں۔ ان کے دبنے سے ایک خفیہ دروازہ کھلے گا۔ تم اس میں داخل ہو کر چلتی رہنا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ کھوپڑی کی آنکھوں میں دو انگلیاں ڈال کر اندرونی بٹنوں کو دبا یا تو قریب ہی پتھریلی دیوار ایک طرف سرکنے لگی۔ میں نے پارٹنرز کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اُن میں سے ایک کہہ رہا تھا "اُسے خفیہ دروازے کا علم کیسے ہوگیا؟"

دوسرے نے کہا "وہ اندر آگئی ہے۔ ہماری طرف آرہی ہے۔"

سب کے سب محتاط ہو کر کھڑے ہوگئے تھے۔ ایک نے کہا "ہمارے کمرے کا دروازہ مخصوص نمبروں سے کھلتا ہے اور وہ مخصوص نمبر نہیں جانتی ہے۔"

دوسرے نے جھلا کر کہا "عقل سے سمجھنے کی کوشش کرو۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغوں میں آرہا ہے اور اُس عورت کی راہنمائی کر رہا ہے جیسے دلدل میں جا کر گرنا چاہیے تھا جیسے پنجرے میں بجلی کے جھٹکوں سے مرجانا چاہیے تھا، وہ ہماری موت بن کر آرہی ہے۔"

وہ دروازے تک پہنچ گئی۔ انھیں اسکرین پر نظر آرہی تھی اور اب دروازے کے لاک پر جھکی ہوئی مخصوص نمبروں کو ترتیب دے رہی تھی۔ ایک نے تقریباً چیختے ہوئے کہا "وہ دروازہ کھول رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغ سے نمبر معلوم کر کے اُسے بتا چکا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازہ کھل گیا۔ وہ سامنے تن کر کھڑی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی "لو میں آگئی۔ مجھے مار ڈالنے کا کوئی اور طریقہ رہ گیا ہے تو اُسے بھی آزما لو۔"

ایک نے جلدی سے کہا "معزز لیڈی! اس لمحے سے ہماری دشمنی ختم ہو چکی ہے۔"

وہ بولی "کیوں کہ اس لمحے سے موت تمھارے سر پہ کھڑی ہے۔"

"یقین کرو، ہم صرف موت کے ڈر سے نہیں تمھاری صلاحیتوں کے بھی قائل ہو کر تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

"مجھے تمھاری دوستی سے کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"سب سے پہلے تو یہ کہ زیرِ زمین کی مجہول بھلیوں سے نکل کر اوپر اپنی دنیا میں جانے کا موقع ملے گا۔"

"میرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی مجھے یہاں سے باہر لے جائے گا۔"

"تمھارا ساتھی ہماری سچائی کو سمجھ سکتا ہے، ہم اسے اپنے دماغ میں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "جہاں وہ پہلے ہی گھر بنا چکا ہے، وہاں آنے کی دعوت دے رہے ہو۔"

"تو پھر اپنے ساتھی سے پوچھو، ہم تمھارے وفادار بننا چاہتے ہیں یا نہیں؟"

وہ بولی "تم سات پارٹنرز ہو، مگر یہاں پانچ ہیں، باقی دو کہاں ہیں؟"

وہ سب دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھنے لگے۔ ایک نے پوچھا "واقعی یہ مسٹر ولسن اور مسٹر رانگا موسیٰ کہاں ہیں؟"

دوسرے نے کہا "وہ ہمیں غافل پا کر چور دروازے سے نکل گئے ہیں۔"

"تم سب پارٹنرز کی حیثیت سے یہاں کے چور دروازوں اور خفیہ میکنزم کو جانتے ہو، آخر وہ دونوں کہاں جا کر چھپ سکتے ہیں؟"

ایک نے خفیہ میکنزم سے ایک چور دروازے کو کھول

کر کہا "وہ دونوں اس راستے سے گئے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ آؤ۔"

وہ اُن کے ساتھ چور دروازے سے گزر کر ایک طرف چلنے لگی۔ ایک نے کہا "ہم سات پارٹنرز کے سات خفیہ کمرے ہیں۔ ایک پارٹنر دوسرے پارٹنر کے کمرے میں کبھی نہیں جاتا اور کسی پارٹنر کے دروازے کو کھولنے کے مخصوص نمبر نہیں جانتا۔"

سوسانہ نے ان کے درمیان چلتے ہوئے کہا "میں نمبروں کی محتاج نہیں ہوں۔ دروازہ توڑ کر ان کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی۔"

"پھر بھی انھیں پا نہیں سکو گی۔"

دوسرے نے کہا "ہم میں سے ہر ایک کا کمرا دراصل باہر آنے جانے کا راستہ بھی ہے۔ ناگہانی افتاد پڑنے پر ہم اپنے کمروں میں بند ہو جاتے ہیں اور وہیں سے باہر بھی چلے جاتے ہیں۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ایک دروازے پر آئے۔ میں نے کہا "سوسانہ! یہ اُن کے پارٹنر رانگا موسیٰ کا کمرا ہے۔ میں مخصوص نمبر نہیں بتا سکوں گا۔ مجھے ابھی تک رانگا موسیٰ اور ولسن کی آواز اور لہجہ سنائی نہیں دیا ہے۔ میں ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکوں گا۔"

وہ بولی "کوئی بات نہیں۔ میں دروازہ توڑ رہی ہوں۔"

"اب کوئی بھی قدم سوچ سمجھ کر اُٹھاؤ۔ وہ دونوں فراڈ ہونے والے ہماری لاعلمی میں کوئی بھی چال چل سکتے ہیں۔"

میری باتوں کے دوران اس نے دروازے پر ایک زور کی لات ماری۔ وہ لوہے کا دروازہ تھا، پہلی بار لرز کر رہ گیا۔ دوسری لات پڑنے پر چوکھٹ کے پتھروں سے مٹی گرنے لگی۔ وہ پیتر سے بدل بدل کر، گھوم گھوم کر ٹکر مار رہی تھی۔ مزید دو چار لاتوں میں چوکھٹ پتھریلی دیواروں سے الگ ہو کر گر پڑی۔ کمرے میں جانے کا راستہ مل گیا۔

وہ سب سہمے ہوئے اُسے دیکھ رہے تھے۔ وہ بولی "کمرے میں چلو، مجھے بتاؤ۔ یہاں سے باہر جانے کا راستہ کہاں ہے؟"

وہ ایک ایک کر کے کمرے میں آئے۔ چاروں گھوم کر خفیہ دروازہ تلاش کرنے لگے۔ ایک نے کہا "وہ یہاں سے بیرونی دنیا میں چلے گئے ہیں، معزز لیڈی! تم ہمارے کمروں کے چور دروازوں سے باہر جا سکتی ہو۔"

وہ کمرے میں آکر بولی "وہ بیرونی دنیا میں کہاں رہتے ہیں۔ تم لوگ ایک دوسرے کا پتا ضرور جانتے ہوگے۔"

وہ لاعلمی ظاہر کرنے لگے۔ میں نے کہا "یہ درست کہہ رہے ہیں۔ زیرِ زمین دنیا سے نکلنے کے بعد یہ لوگ ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی رہائش گاہ اور دوسری مصروفیات کے بارے میں نہیں جانتے ہیں۔ تم یہاں سے نکلو۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق وہاں سے جانا چاہتی تھی۔ اُسی وقت ایک آہنی سلاخوں والی دیوار اُوپر سے نیچے آئی۔

اور اس کے راستے میں حائل ہوگئی۔ میں نے اسے فوراً ہی پیچھے ہٹایا ورنہ وہ سلاخوں کو موڑ کر راستہ بنانے کی کوشش کرتی۔ میں نے ایک پارٹنر کو وہاں پہنچایا، تو وہ آہنی سلاخوں سے چپک کر چیخنے لگا۔ اُسے بجلی کے جھٹکے لگ رہے تھے۔ کوئی آدھے منٹ میں ہی وہ بے جان ہو کر فرش پر گر پڑا۔

ایک نے کہا "رانگا موسیٰ نے ہمارا راستہ روک دیا ہے جو بھی یہاں سے جانا چاہے گا، بجلی کے جھٹکوں سے مر جائے گا۔"

دوسرے نے پوچھا "معزز لیڈی! اپنے ساتھی سے کہو میں سوئچ آف کر دے پھر تم آہنی سلاخوں کو موڑ سکو گی۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق بولی "رانگا موسیٰ اور ولسن تم لوگوں سے بہت زیادہ چالاک ہیں۔ انھوں نے اپنی آواز

نہیں سُنائی تھی۔ میرا ساتھی کسی کی آواز سُن کر ہی اُس کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔"

ایک نے کہا۔ "ہم زیادہ بولتے رہے اور مصیبت میں پڑ گئے۔ بزرگوں نے سچ کہا ہے کم بولنے والے مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "جب مصیبتیں نازل ہو جاتی ہیں تو نصیحتیں یاد کرنے سے نجات نہیں ملتی۔ کیوں کہ نصیحتوں پر عمل کرنے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔"

تیسرے نے کہا۔ "وہ دونوں ہمیں یہاں سے نکلنے نہیں دیں گے۔ کبھی یہ برداشت نہیں کریں گے کہ ہم ایک عورت کے غلام بن کر انہی زیرِ زمیں دنیا کا راز باہر پہنچا دیں۔"

چوتھا پارٹنر پتھریلی دیواروں کو ٹٹول کر چور دروازہ تلاش کر رہا تھا۔ اچانک وہ چیخنے لگا۔ دیوار پر پھیلے ہوئے نادیدہ بجلی کے تاروں نے اسے کھینچ لیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی بے جان ہو کر فرش پر گر پڑا۔ اب تین پارٹنر رہ گئے تھے۔ اُن کے ساتھ سوسانہ کی نجات کا بھی کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ پتھریلی دیواروں سے ٹکریں مار مار کر اپنی غیر معمولی قوتوں کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تھی۔ ہر طرف تجلی کے تار موت کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔

سوسانہ کو اندھے کنوئیں کے راستے زیرِ زمیں دنیا میں پہنچے ہوئے تین گھنٹے گزر گئے تھے۔ اُس کے کنوئیں میں گرتے ہی پارس روم کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ اُس کی عدم موجودگی میں ڈمی پارس کو پیرس کی رہائش گاہ میں پہنچایا گیا تھا تاکہ دشمنوں کو اس کے پیرس چھوڑنے کی خبر نہ ہو۔ بہرحال وہ ڈھائی گھنٹے میں روم کے ایک مضافاتی گاؤں میں پہنچ گیا تھا۔

وہاں پانچوں پارٹنرز کا ایک خوب صورت سا رہائشی بنگلا تھا۔ میں اُس پارٹنر کے دماغ سے تمام ضروری معلومات حاصل کر چکا تھا۔ اُس کے مطابق پارس اُس بنگلے کے ایک بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ وہاں پلنگ کے سرہانے نیچے کی طرف ایک ایسی کل تھی، جسے گھمانے سے سرہانے کی پچھلی دیوار ایک طرف سرک جاتی تھی۔ پارس اس چور راستے سے ایک تہ خانے میں پہنچا پھر ایک سُرنگ میں داخل ہوا۔ وہ سُرنگ اندر ہی اندر زیرِ زمیں اڈے تک لے جاتی تھی۔ وہاں سے گزرتے ہوئے اچانک ایک اجنبی کا سامنا ہوا۔ وہ دوسری طرف سے آ رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رُک گئے۔ میں نے پارس سے کہا۔ "انڈر گراؤنڈ میں فی الحال دو ہی پارٹنر آزاد ہیں۔ یہ شخص رانگا موسیٰ یا دلسن ہو گا۔ اسے بولنے پر مجبور کرو۔"

پارس نے اُس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

اُس نے اشارے سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

پارس نے کہا۔ "میں ایک بنگلے میں چوری کی نیت سے داخل ہوا تھا، وہاں مجھے اس تہ خانے کا راستہ مل گیا۔ میں یہاں خزانے کی تلاش میں آیا ہوں۔"

وہ پارس کو باتوں میں مصروف دیکھ کر اپنی جیب کی طرف ہاتھ لے جا رہا تھا۔ پارس دوڑتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ ریوالور نکال چکا تھا مگر اسے استعمال کرنے سے پہلے ہی مُنہ پر گھونسا پڑا۔ اس کے بعد سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ کبھی پیٹ پر، کبھی مُنہ پر جیسے ہتھوڑے پڑتے رہے۔ مار کھانے والا صحت مند اور مضبوط اعصاب کا آدمی تھا ورنہ پارس کا پہلا ہی فولادی ہاتھ اُسے فرش پر پہنچا دیتا۔ اُس نے سنبھل کر جوابی حملہ کرنے کی کئی بار کوشش کی لیکن ایسا لگ رہا تھا مُقابلے پر مشین چل پڑی ہے۔ جوابی حملہ کرنے کی کوشش میں اتنی مار کھا چکا تھا کہ بدن ہتھوڑے کی طرح دُکھنے لگا تھا۔ ہاتھ سے کب ریوالور چھوٹ گیا پتا نہ چلا۔ وہ غصّے میں کب گالیاں بکنے لگا اس کی بھی خبر نہ ہوئی۔ وہ اپنی آواز اور لہجہ سُنا چکا تھا اور وہ دِلسن تھا۔

وہ چکرا کر فرش پر گر پڑا تھا۔ پارس ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کے ریوالور کو اُٹھا کر اُسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "غصّے میں تم گالیاں بکتے رہے اور اپنی آواز ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو سُناتے رہے۔"

وہ فرش پر پڑا تکلیف سے کراہ رہا تھا اور پارس کی بات پر بے یقینی سے انکار میں سر ہلا رہا تھا۔ میں اُس کا سر اقرار میں ہلانے لگا پھر اُسے بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بولنے لگا۔

"نہیں، میں نے گالیاں نہیں دی تھیں۔ میں اپنی آواز تمہارے ذریعے کسی خیال خوانی کرنے والے کو نہیں سُناؤں گا۔ میں گونگا ہوں۔ ہمیشہ خاموش رہوں گا۔"

میں نے اُس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا۔ "یہ کیا؟ میں بولنا نہیں چاہتا تھا مگر بول رہا تھا۔ کیا وہ میرے دماغ میں آ گیا ہے۔ ہرگز نہیں، میں نہیں بول رہا ہوں، میں تو سوچ رہا ہوں۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر پارس سے بولا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ میں اپنے کمرے میں لے جاؤں گا وہاں سے تم زیرِ زمیں اڈے میں پہنچ جاؤ گے۔"

پارس اس کے ساتھ چلنے لگا۔ میں نے اُسے پھر ڈھیل دی۔ وہ چلتے چلتے رُک گیا۔ پارس نے اُسے دھکا دے کر آگے بڑھایا۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "کیا میں اپنے کمرے میں تمہیں لے جا رہا ہوں؟"

پارس نے اُس کے آگے ریوالور پھینک دیا۔ اُس نے سوچا پک کر اُسے اُٹھا لے لیکن میں نے آگے بڑھتے رہنے پر مجبور کیا۔ وہ جاتے جاتے پلٹ کر ریوالور کو دیکھنے لگا جو فرش پر پڑا ہوا تھا۔ پارس نے کہا۔ "تمہاری حسرت رہ جائے گی لیکن اسے اُٹھا نہیں سکو گے لہٰذا چلتے رہو اور بولتے رہو۔ تمہارا ساتواں پارٹنر رانگا موسیٰ کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے۔ ہم اس روبوٹ عورت سے بچنے کے لیے اپنے اپنے کمرے میں گئے تھے۔ ہم تمام پارٹنرز کے باہر جانے کے لیے الگ الگ خفیہ راستے ہیں۔ اور کوئی ایک دوسرے کے راستے کو نہیں جانتا۔"

پارس نے کہا۔ "میں پانچویں پارٹنر کے راستے سے گزر رہا تھا۔ تم اس کے راستے پر کیسے آ گئے جب کہ کوئی ایک دوسرے کے راستے سے واقف نہیں ہوتا؟"

"میری اور رانگا موسیٰ کی گہری دوستی ہے۔ ہم نے بڑی رازداری سے دوسرے پارٹنروں کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ پانچویں پارٹنر کے بیڈ روم میں جو تجوری ہے اس میں بیش قیمت ہیرے جواہرات ہیں۔ میں انھیں حاصل کرنے اس راستے پر آ گیا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا کہ تم سے یا کسی سے سامنا ہو گا تو کبھی ادھر نہ آتا مگر میں یہ باتیں تمہیں کیوں بتا رہا ہوں۔"

میں پارس سے یہ کہہ کر چلا گیا کہ ابھی سوسانہ کے پاس جا کر آؤں گا۔ وہ دِلسن سے بولا۔ "تم رُکنا چاہو گے، نہیں رُک سکو گے۔ بولنا نہیں چاہو گے بولتے رہو گے۔ مجھے اپنے کمرے میں نہیں لے جانا چاہو گے مگر لے جاؤ گے۔ تم ایک نہیں ہزار بار انکار کر کے دیکھ لو۔"

"اب میں انکار نہیں کروں گا۔ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ میرا دماغ کسی دوسرے کے قابو میں ہے۔ میں دنیا کے کسی بھی کونے میں جاؤں گا تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں بھی میرے دماغ میں موجود رہے گا۔"

"شاباش یہی سوچتے رہو۔"

وہ تھوڑی دیر تک مختلف سرنگوں میں سے گزرتے رہے پھر ایک دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ وہ دِلسن کے کمرے کا دروازہ تھا۔ اس نے مخصوص نمبروں کے ذریعے اُسے کھولا۔ پھر وہ دونوں اندر آئے۔ میں نے پارس کے پاس آ کر اُسے بتایا کہ رانگا موسیٰ نے سوسانہ کو اپنے کمرے کی چار دیواری تک محدود کر دیا ہے۔ جب تک میں سوئچ آف نہیں ہو گا، وہ باہر نہیں آ سکے گی۔

پارس نے دِلسن کی گردن دبوچ کر کہا۔ "مجھے فوراً میں سوئچ تک پہنچاؤ۔ ہری اَپ!"

اس کی گردن پارس کے ہاتھ میں اور دماغ میری مُٹھی میں تھا۔ اس لیے وہ ہمیں سیدھا میں سوئچ کے پاس لے آیا۔ پارس نے اُسے آف کیا۔ میں نے سوسانہ کے پاس آ کر کہا۔ "باہر آ جاؤ۔"

وہ آہنی سلاخوں والی دیوار اور پار اُٹھ گئی تھی۔ وہ تین پارٹنرز کے ساتھ باہر آ گئی۔ میں نے کہا۔ "پارس نے یہاں آتے ہی سوئچ کو آف کیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "میرا پارس، میرا بھائی آیا ہے۔"

وہ ایک طرف دوڑتی ہوئی جانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہو؟"

"اپنے پیارے بھائی سے ملنے..."

"وہ اُدھر نہیں ہے، اِدھر سے آ رہا ہے۔"

پارس دُور سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ سوسانہ نے دونوں بانہیں پھیلا کر خوشی سے گرجتے ہوئے کہا۔ "میرا بھیّا!"

پارس چونک گیا۔ جو خوشی کی حالت میں گرجتی ہوئی محسوس ہوئی تھی وہ گلے لگا کر کس طرح ٹوٹ کر محبت کرے گی اور خوشی میں کس طرح توڑ کر رکھ دے گی۔ اس کا اندازہ پارس کو ہو گیا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولا۔ "تم مجھے گلے لگاؤ گی؟"

وہ آگے بڑھ کر بولی۔ "یہ بانہیں تمہارے لیے پھیلی ہیں۔ آؤ میرے بھائی! تم مجھے دشمنوں سے کبھی ہوشیار کرتے ہو کبھی میری جان بچاتے ہو۔ میں تمہیں گلے لگا کر دیر تک پیار کروں گی۔"

"میری بہنا! مجھے معاف کر دو۔"

وہ پلٹ کر بھاگنے لگا۔ وہ پیچھا کرتے ہوئے بولی۔ "ارے بھاگتے کیوں ہو، یہ تمہاری مذاق کی عادت نہیں جاتی۔"

"یا اللہ! مجھے اس مذاق سے بچا لے جو یہ کرنے والی ہے۔"

وہ کبھی اس کے ہاتھ نہ آتا۔ لیکن ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ سوسانہ سر پر پہنچ گئی۔ اُسے اُٹھنے کے لیے سہارا دیتے ہوئے بولی۔ "میرے بھائی کو چوٹ تو نہیں لگی؟"

وہ خود کو چھڑا کر دُور ہٹنا چاہتا تھا۔ مگر اُس نے دونوں بانہوں میں دبوچ لیا۔ "میرا بھائی! میری جان! میں جبریل سے جتنی محبت کرتی ہوں اتنا ہی تم پر اعتماد کرتی ہوں۔ جبریل پر تو اعتماد ہی نہیں کرتی تم نے مجھے بھائی کی محبت دے کر ایک نئی زندگی دی ہے۔"

وہ بول رہی تھی، اُسے چُوم رہی تھی۔ اُسے دونوں

بازوؤں میں دبوچ کر خوشیوں کا اظہار کر رہی تھی۔ وہ کراہتے ہوئے بولا "آہ! آج پتا چلا تو ڑنے پھوڑنے کا نام بھی محبت ہے۔ میری بہنا! آخری رسومات کے لیے میری ہڈیاں چھوڑ دینا۔۔۔"

تقریباً چھ گھنٹے کے بعد پتا چلا کہ آرمر کہیں نہیں ہے، اچانک غائب ہوگیا ہے۔ حالاں کہ اُس کے ساتھ سیکیوٹی گارڈز ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ رہنے والے سیکیوٹی افسر نے رپورٹ دی کہ وہ آخری بار پارس سے ملنے گیا تھا اور گارڈز کو یہ کہہ کر چھٹی دے دی تھی کہ وہ شام تک بلکہ رات تک پارس کے پاس رہے گا۔

گارڈز وغیرہ کو اور آرمر کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ پارس کی رہائش گاہ میں ڈمی پارس ہے۔ جب سونیا کو پتا چلا تو اُس نے پارس کی رہائش گاہ میں ڈمی کو فون کیا۔ وہاں گھنٹی بجتی رہی کسی نے ریسیور نہیں اُٹھایا تب سونیا نے مجھ سے کہا "میرے دماغ میں رہو۔ میں تمھیں ڈمی پارس کی آواز سناؤں گی۔"

اُس نے بابا صاحب کے ادارے میں فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا، وہاں ایک متعلقہ شعبے کے انچارج سے کہا "پارس کی موجودہ ڈمی کی آواز سناؤ۔"

تھوڑی دیر بعد ایک کیسٹ کے ذریعے اس کی آواز سُنائی گئی۔ میں نے اس آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی تو پتا چلا وہ ڈمی کہیں بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ میں نے سونیا سے کہا "وہ بے ہوش ہے، اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔"

وہ بولی "اس کا مطلب ہے، آرمر کو اغوا کیا گیا ہے۔"

"یقیناً وہ بھی بے ہوش ہوگا۔ ہوش میں ہوتا تو تم سے ضرور رابطہ کرتا۔ پھر بھی میں اس کی خبر لیتا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ ہمارے نداز کے خلاف وہ ہوش میں تھا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ میں نے دوسری بار اس کے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس کے باوجود اس نے سانس روک لی۔

سونیا نے یہ باتیں سُن کر کہا "تم رسونتی کے لہجے میں مخاطب کرو۔"

"میں نے رسونتی کا ہی لہجہ اختیار کیا تھا کیوں کہ اس کی دانست میں میں مُردہ ہوں اور ایک اجنبی کی حیثیت سے ناقابلِ اعتماد ہوں۔ تعجب ہے، رسونتی کی آواز اور کوڈ ورڈز کن کر بھی وہ ہم سے تعلق توڑ رہا ہے۔"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ دشمنوں نے تنویمی عمل کے عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کرایا ہوگا۔"

"اس کے لیے کچھ وقت لگتا ہے۔ دشمنوں نے پہلے اُسے اغوا کیا ہوگا۔ اسے ہم سے دُور اس ملک کے باہر لے گئے ہوں گے۔ اس دوران اُسے بے ہوش رکھا گیا ہوگا۔ طویل بے ہوشی دماغ کو اس حد تک کمزور بنا دیتی ہے کہ نیم بے ہوشی یا نیند کی حالت میں اس پر تنویمی عمل ممکن نہیں ہوتا۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ آرمر جان بوجھ کر ہم سے تعلق توڑ رہا ہے؟"

"میں یہی سمجھتا ہوں، اُسے دشمنوں نے سبز باغ دکھائے ہیں، اُسے جو جوی آزادی کا خواب دکھلا کر کوئی بھی بہکا سکتا ہے۔"

"تمھاری یہ بات دل کو لگتی ہے لیکن آرمر ایسا نادان نہیں ہے، وہ خوب سمجھتا ہے جوجو کو ابھی ماسکو میں زیرِ علاج رہنا چاہیے۔ وہ دماغی آپریشن کرنے والے ڈاکٹروں کی نگرانی میں رہ کر ہی مکمل طور پر صحت مند ہو سکتی ہے۔ جوجو کو ابھی وہاں سے آزاد کرا کے لانا گویا اس لڑکی سے دشمنی کرنا ہے۔"

"آدمی کا دماغ پھرتے دیر نہیں لگتی، ماسک مین جوجو کے لیے کوئی بہت بڑی آفر دے گا جس سے بہن کا مستقبل آخری سانس تک خوشگوار اور محفوظ ہو جائے تو وہ ایسی پیشکش کے آگے جُھک جائے گا۔"

"دس گھنٹے پہلے آرمر میرے پاس تھا، اُس نے بتایا تھا کہ ایک طرف پاسکل بوبا کو اور دوسری طرف جوجو کو ڈاکٹروں نے بے ہوش کیا ہے۔ ایسے اقدامات سے ظاہر ہے کہ وہ اُن کے دماغ سے ان کی پیدائشی آواز اور لہجہ ختم کرنے والے ہیں، آئندہ جوجو اور پاسکل کا لہجہ مختلف ہوگا۔"

"اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آرمر اپنی بہن کا نیا لہجہ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوگا۔ اُس نئی آواز اور نئے لہجے کے بغیر کبھی جوجو تک نہیں پہنچ سکے گا، کبھی اس کی خیریت معلوم نہیں کر سکے گا۔ سیدھی سی بات ہے، وہ بہن کی خاطر ہمارا دوست تھا اور بہن کی سلامتی کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں رہتا تھا۔ اب اُس کی سلامتی ماسک مین کے سائے میں ہے، وہ ماسکو میں رہ کر اپنی بہن کو آنکھوں سے دیکھتا رہے گا۔"

ہم جس انداز میں سوچ رہے تھے اس سے یہی نتیجہ نکلتا تھا کہ آرمر نے ماسک مین سے سمجھوتا کر لیا ہے۔ وہ جوجو اور پارس کے ازدواجی رشتے کو اہمیت نہیں دے سکتا تھا۔ اوّل تو شادی کے بعد ازدواجی رشتہ قائم نہیں ہوا تھا، دوم یہ کہ جوجو پچھلی ساری زندگی اور سارے تعلقات بھول چکی تھی، یوں پارس کی اہمیت نہیں رہی تھی۔

میں نے رسونتی کی آواز میں ماسک مین کے نائب کو مخاطب کیا پھر کہا "میں ماسک مین سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد نائب کے ذریعے رابطہ ہوگیا۔ میں نے کہا "مُبارک ہو، آخر تم نے آرمر کو اپنی گود میں بٹھا ہی لیا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "مادام! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"وہی جو جان کر بھی تم انجان بن رہے ہو۔ کیا آرمر تمھارے پاس نہیں ہے؟"

"نہیں ہے۔ تم آرمر سے دماغی رابطہ کر کے حقیقت معلوم کر سکتی ہو۔"

"وہ مجھے دماغ میں آنے نہیں دیتا ہے۔ سانس روک لیتا ہے۔"

"مادام! یہ سُپر ماسٹر کی شرارت ہوگی۔ آرمر کو تنویمی عمل کے ذریعے اس نے اپنا غلام بنایا ہوگا۔"

میں نے بتایا کہ اسے ہم سے بچھڑے ہوئے اتنی دیر ہوئی ہے جتنی دیر میں تنویمی عمل ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا آرمر اپنی مرضی سے ہمارا ساتھ چھوڑ رہا ہے۔ ہمیں اس سے یا ماسک مین سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ چوں کہ وہ ایک طویل عرصے تک ہمارے ساتھ رہ چکا ہے اس لیے ہم اس کی خیریت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

ماسک مین نے کہا "مادام اگر وہ اپنی مرضی سے آپ لوگوں کا ساتھ چھوڑ چکا ہے تو مجھے افسوس ہے۔ اگر وہ ساتھ چھوڑ کر میرے پاس آتا تو مجھے بے حد خوشی ہوتی اور میں اُسے آپ لوگوں سے چھپا کر نہ رکھتا۔ کیوں کہ ہم یا آپ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف اپنا بنا کر نہیں رکھ سکتے۔"

"کیا تم اس حقیقت سے انکار کرو گے کہ آرمر اپنی بہن جوجو کی خاطر صرف تم سے ہی دوستی کر سکتا ہے۔ وہ سُپر ماسٹر کی جھولی میں نہیں جائے گا۔"

"میں مانتا ہوں۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ آرمر کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کیا گیا ہے۔ اگر آپ اس بات کو تسلیم نہیں کرتی ہیں تو پھر آرمر پر بلیک میلنگ یا کسی اور ذریعے سے دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ دشمن کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ وہ آپ لوگوں سے رابطہ نہ رکھے اور وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو رہے ہیں۔"

میں نے یہ باتیں سونیا کو بتائیں۔ وہ بولی "واقعی آرمر اپنی مرضی سے ماسک مین کا دوست بنے گا تو پھر ماسک مین اُسے ہم سے کیوں چھپائے گا؟ وہ تو بڑے فخر سے اعلان کرے گا کہ اس کے پاس ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہوگیا ہے۔"

"یہی بات سُپر ماسٹر کے لیے کہی جا سکتی ہے۔ آرمر اس کے پاس جائے گا تو وہ بھی فخر سے اس کی دوستی کا اعلان کرے گا۔"

"ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دو سُپر طاقتوں کے مقابلے میں کوئی تیسری عطرناک تنظیم ہے جو خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی اور خاموشی سے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتی ہے۔"

"اب ہمیں سوچنا ہوگا کہ کوئی بھی تیسری تنظیم آرمر کے ذریعے ہمیں کتنے پہلوؤں سے نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"آرمر ہمارا دشمن بن کر بھی ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ کسی سے دشمنی کرنا یا کسی کو نقصان پہنچانا اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ تاہم دشمن اس کی سادگی اور شرافت سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔"

سونیا نے فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں جناب علی اسد اللہ تبریزی سے رابطہ کیا۔ انھیں آرمر کے متعلق تفصیل سے بتایا پھر کہا "فرانسیسی حُکّام اور دوسرے متعلقہ افراد اور شعبوں کو تاکید کی جائے کہ آرمر سے نامعلوم مدّت کے لیے تعلقات ختم ہوگئے ہیں۔ لہٰذا اُس کی کسی بات پر عمل نہ کیا جائے اور اس کے کسی کام کی حمایت میں کسی قسم کی سہولتیں فراہم نہ کی جائیں۔"

میں نے رسونتی، پارس اور علی تیمور کو اس سلسلے میں بتایا خاص طور پر پارس کو سمجھایا کہ وہ سوسانہ کو آرمر کی خیال خوانی سے محفوظ رکھے۔ آرمر وہ کوڈ ورڈز جانتا تھا جن کے ذریعے میں آرمر بن کر سوسانہ سے باتیں کرتا تھا۔ پارس نے میری باتیں سُن کر کہا "میں سوسانہ کو سمجھاؤں گا کہ انکل آرمر جو کوڈ ورڈز کہتے تھے، وہ سُپر ماسٹر کو معلوم ہو گئے ہیں اس لیے نئے کوڈ ورڈز مقرر کیے جا رہے ہیں۔ آپ بتائیں نئے کوڈ ورڈز کیا ہوں گے؟"

"وہ کوڈ ورڈز ہوں گے۔ دی ہیومو سیوجیبریل ایٹ اینی کوسٹ" (ہمیں جبریل کو ہر قیمت پر بچانا ہے)۔

پارس نے مسکرا کر کہا "اچھے کوڈ ورڈز ہیں۔ سوسانہ پر نفسیاتی اثر پڑے گا۔"

میں نے پوچھا "وہاں زیرِ زمین دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے بتایا "وہاں کے چھ پارٹنرز پہلے ہی قابو میں آچکے تھے، ساتواں پارٹنر رانگا سونی فرار ہوگیا تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ انڈر ورلڈ سے نکل کر بیرونی دنیا کے کس شہر

میں کس علاقے میں اور کس مکان میں رہتا ہے اور کس روپ میں زندگی بسر کرتا ہے؟"

سوسانہ نے کہا: "رانگا موسیٰ کو جہنم میں جانے دو۔ یہ چار کتے جو میرے سامنے ہیں، انھیں میں اپنے ہاتھوں سے جہنم میں پہنچا دیتی ہوں۔"

وہ سب گڑگڑانے لگے۔ کوئی ہاتھ جوڑ رہا تھا اور کوئی گھٹنے ٹیک رہا تھا۔ زیرِ زمیں اڈے میں جمع کی ہوئی بے شمار دولت سے زیادہ زندگی قیمتی ہو گئی تھی۔ وہ اپنی تمام دولت کے عوض زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔

پارس نے کہا: "انھیں زندہ چھوڑ دو۔ یہ دن رات اس فکر میں مرتے رہیں گے کہ ہم نے یہ زیرِ زمیں دنیا دیکھ لی ہے۔ اب یہاں کا راز زیادہ عرصے تک راز نہیں رہے گا۔ رانگا موسیٰ کی کوشش یہی ہوگی کہ یہ چھ پارٹنرز حرام موت مر جائیں اور تمام خفیہ راستے بند ہو جائیں۔ صرف رانگا موسیٰ کا خفیہ راستہ باقی رہے کیوں کہ اُس راستے کا علم صرف اُسے ہے۔ بہرحال ہمیں یہاں سے فوراً نکلنا چاہیے۔"

وہ سوسانہ کے ساتھ وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت ایک ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ ایک پارٹنر نے اُس ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا۔ دوسری طرف سے آواز آ رہی تھی: "ہیلو ہیلو۔ میں تمھارے ساتویں پارٹنر کا نمائندہ بول رہا ہوں۔"

اِدھر سے کہا گیا: "ہیلو میں فرسٹ پارٹنر ہوں۔ رانگا موسیٰ سے کہو وہ ہم سے باتیں کرے۔"

نمائندے نے کہا: "وہ تمھاری طرح احمق نہیں ہے۔ کسی کو اپنے دماغ میں آنے نہیں دے گا اور میرے دماغ میں کوئی آنا چاہے گا تو ناکام واپس جائے گا۔"

میں نے بولنے والے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اُس نے سانس روک لی۔ پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہا: "اس خیال خوانی کرنے والے کو مایوسی ہوئی ہے وہ واپس چلا گیا ہے۔ میرے باس کا پیغام ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہم سے دوستی کرے، ہمارے کام آئے۔ ہم بھی اُس کے کام آئیں گے۔"

ایک پارٹنر نے پارس سے کہا: "رانگا سے دوستی کر لو وہ تمھیں اتنی دولت دے گا جتنی آج تک تم نے دیکھی نہ ہوگی۔"

پارس نے کہا: "رانگا کے باپ نے بھی اتنی دولت نہیں دیکھی ہوگی جتنی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے قدموں میں ہوتی ہے۔ تم چھ پارٹنرز کی دولت کتاں چھپی ہوئی ہے یہ تمھارے دماغوں سے معلوم ہو چکا ہے۔ بہت جلد رانگا کا دماغ بھی اپنی تمام دولت ہمارے آگے اُگل دے گا۔"

نمائندے نے کہا: "دوستی کے سامنے دولت کوئی چیز نہیں ہے۔ میں معزز لیڈی سے اور اس کے ساتھی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایک بار مجھ سے تنہائی میں ملاقات کریں۔ مجھے یقین ہے کہ ایک ہی ملاقات میں وہ رانگا کی دوستی کی قدر کرنے لگیں گے۔"

پارس نے پوچھا: "ملاقات کہاں ہوگی؟"

"جہاں تم پسند کرو گے۔"

سوسانہ نے کہا: "پارس! اسے ہمارے ہوٹل میں بلاؤ۔"

پارس نے ایک ہوٹل کا نام اور ملاقات کا وقت بتایا۔

نمائندے نے کہا: "دوستی کی اس ابتدا میں تمھارا ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے پاس آ سکتا ہے۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ اُس نے کہا: "خوش آمدید۔ ہم ضروری باتیں ہوٹل میں کریں گے۔ اب اپنے دونوں ساتھیوں سے چُپ چاپ کہہ دو کہ وہ زیرِ زمیں اڈے سے باہر چلے جائیں۔"

میں نے پارس اور سوسانہ کو سورج کے ذریعے وہاں سے جانے کے لیے کہا۔ وہ نمائندہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے دوسرے پارٹنرز سے کہہ رہا تھا: "تم سب یہاں رہو گے۔ ہم ان نئے دوستوں کو انڈر ورلڈ میں پارٹنر بنانے کے معاملات پر غور و فکر کریں گے۔"

سوسانہ اور پارس وہاں سے جانے لگے۔ نمائندے نے پانچویں پارٹنر سے کہا: "تم معزز دوستوں کو انڈر ورلڈ سے باہر چھوڑ کر آؤ۔"

وہ پانچواں پارٹنر سوسانہ اور پارس کے ساتھ جاتے ہوئے بولا: "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ اُلجھا ہوا معاملہ اتنی خوش اسلوبی سے سُلجھ جائے گا۔ مسٹر پارس! اگر آپ رانگا موسیٰ سے دوستی کر لیں گے تو ہم تمام پارٹنرز زندہ رہیں گے۔ رانگا کو یہ خوف نہیں رہے گا کہ آیندہ زیرِ زمیں دنیا کا راز باہر جائے گا۔"

وہ سوسانہ اور پارس کے ساتھ سرنگ سے گزرتا ہوا اپنے بنگلے کے تہ خانے میں آیا۔ وہاں سے چور دروازے کے ذریعے اپنے بیڈ روم میں پہنچا۔ پھر اُن سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا: "میں معزز لیڈی کو تحفے کے طور پر ایک قیمتی ہیرا دینا چاہتا ہوں۔ لیکن میری تجوری کے نایاب ہیرے جواہرات نہ لوٹوں کی مٹھی میں ہیں۔ جب سب کچھ تمھارا ہے تو میں بھلا تحفہ کیا دے سکوں گا۔"

سوسانہ نے کہا: "تم نے زبان سے کہہ دیا تو سمجھو مجھے تحفہ مل گیا ہے۔ ویسے ہم نے اب تک تمھاری تجوری کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔"

وہ اُن سے رخصت ہو کر واپس تہ خانے میں آیا۔ پھر سُرنگ کے مختلف حصّوں سے گزرتا ہوا زیرِ زمیں اڈے میں پہنچا۔ وہاں ایک جگہ اُسے دسٹ پارٹنر کی لاش دکھائی دی۔ دو پارٹنرز پہلے ہی رانگا کے کمرے میں مر چکے تھے۔ یہ تیسرا تھا۔ یعنی اب تین رہ گئے تھے۔ وہ دوسرے پارٹنرز کو آوازیں دیتا ہوا آگے بڑھا تو ایک کوریڈور میں دو پارٹنرز کی لاشیں نظر آئیں۔ تب اس کی سمجھ میں آیا، رانگا موسیٰ کسی کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ وہ ایک ایک کر کے سب کو ختم کر چکا تھا۔ صرف وہی ایک پانچواں پارٹنر رہ گیا تھا۔

وہ چیخ کر بولا: "یہ کیا ہو رہا ہے؟ رانگا تم کہاں ہو؟ ہماری جان کے دشمن کیوں بن گئے ہو؟ میرے زندہ رہنے سے تمھارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ نقصان تو اُن سے ہوگا جو ابھی باہر گئے ہیں۔ لیکن اُس عورت کا اور اس کے ساتھی کا تم کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے اس لیے ان سے دوستی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ تم ایک بار مجھ سے بھی دوستی کر کے دیکھو، میں تمھارے پسینے کی جگہ خون بہا دوں گا۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی ایک گولی کہیں سے آئی اور اس کے سینے میں پیوست ہو گئی۔ وہ اُچھل کر فرش پر گرا۔ پھر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس کے سینے سے لہو بہہ رہا تھا۔ اُس نے چند لمحات پہلے کہا تھا کہ وہ رانگا کے پسینے کی جگہ خون بہا دے گا۔ جرائم کی دنیا میں دوستی اور وفاداری کچھ نہیں ہوتی۔ صرف خون بہانا پڑتا ہے۔

آرمر صاف اور سیدھی زندگی گزارنے والا آدمی تھا۔ اُسے اپنی طرح صاف اور سیدھے لوگ پسند تھے۔ اپنے ضمیر کی آواز پر اُس نے جو فیصلہ کیا اس سے بہتر صورت اور کیا ہو سکتی تھی مگر شیخ سلطان نے اپنے اور اپنی تنظیم کے دوسرے اہم افراد کے دماغوں کو کھول کر پڑھ لیا تھا۔ آرمر کسی کے بھی دماغ کو خیالات پڑھ سکتا تھا اور تنظیم کے باقی کو شیخ سلطان نے کہا تھا اسے سب کے دماغ کو باری باری پڑھنا چاہیے۔

آرمر نے کہا: "میں دشمن بن کر نہیں، دوست بن کر خیالات پڑھوں گا اور کسی کے ذاتی معاملات کو دوسروں پر کبھی ظاہر نہیں کروں گا۔"

سلطان نے کہا: "اگر ہمارے کسی ساتھی کے دل میں کوئی کھوٹ ہو یا وہ تنظیم کے خلاف سوچتا ہو تو کیا یہی اس کا ذاتی معاملہ ہوگا یا کہ تم اسے تنظیم کو نقصان پہنچانے کی اجازت دو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ تنظیم کو نقصان پہنچے گا تو ہم سب کا نقصان ہوگا۔ میں ایسی صورت میں باغی سوچ رکھنے والے کو چُپ چاپ سمجھاؤں گا۔ وہ محبت سے راہِ راست پر آ جائے گا تو ہماری قوت میں اضافہ ہوگا۔ اگر وہ پھر بھی باغیانہ خیالات رکھے گا تو میں تمھیں اس کے بارے میں بتا دوں گا۔"

"شکریہ آرمر! تم صحیح معنوں میں نیک بھی ہو اور معاملہ فہم بھی۔"

اس کے بعد آرمر اپنے کمرے میں آ کر آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ پھر سب سے پہلے وہ بولڈ ماسٹر کے دماغ میں پہنچا۔ بولڈ ماسٹر پینٹاٹرم کا ماہر تھا۔ اس نے آرمر کو مسوس کرتے ہی مسکرا کر کہا: "خوش آمدید۔ میں ایک جگہ آنکھیں بند کر کے بیٹھ رہا ہوں، جب تک چاہو میرے خیالات پڑھتے رہو۔ میں دانستہ کوئی بات چھپانے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

آرمر اُس کے اندر دُور تک پہنچنے لگا۔ اس کے ڈھکے چھپے خیالات پڑھنے لگا۔ اُس تنظیم میں ایک عورت کا نام جوزا رونالڈ تھا۔ وہ جرائم پیشہ افراد کے متعلق بڑی اہم معلومات رکھتی تھی۔ اور ایسے لوگوں سے نمٹنے کے معاملے میں بڑی مکار تھی۔ بولڈ ماسٹر، جوزا کے حُسن و شباب کا دیوانہ تھا۔ اُسے حاصل کرنے کے لیے اپنی متعدد تعلیسی آنکھوں سے کام لیتا تھا۔ اُن آنکھوں سے وہ اچھے اچھوں کو اپنا معمول بنا لیتا تھا۔ لیکن جوزا پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اور یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ فولادی ارادوں کی مالک ہے۔

آرمر خیال خوانی سے چونک کر بڑبڑانے لگا: "توبہ ہے! میں کچھ اور خیالات پڑھنا چاہتا تھا اور بولڈ ماسٹر کے دماغ پر جوزا چھائی ہوئی ہے۔ دوسرے خیالات پسِ پشت چلے گئے ہیں۔ مجھے کام کی باتیں معلوم کرنی چاہئیں اس کے عشق سے یا ہوس پرستی سے مجھے کیا لینا ہے؟"

اُس نے بولڈ ماسٹر کے دماغ میں سوال پیدا کیا: "میں اس امن و امان والی تنظیم میں رہ کر کیا حاصل کرنا چاہتا ہوں؟"

بولڈ ماسٹر کی اپنی سوچ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "جوزا کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

آرمر نے ناگواری سے دوسرا سوال کیا: "اگر جوزا حاصل ہو جائے تو کیا تنظیم کو چھوڑ دو گے؟"

اس کی سوچ نے کہا: "تنظیم تو میرا گھر ہے۔ عورت کو حاصل کرنے کے بعد گھر کو چھوڑا نہیں جاتا بلکہ بچوں سے آباد کیا جاتا ہے۔ پتا نہیں یہ جوزا بچے پیدا کرنا پسند کرے گی یا نہیں؟"

لاحول ولا قوۃ.... آرمر بیزار ہو کر بولڈ ماسٹر کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ مختلف سوالات کے ذریعے اس کے چور خیالات معلوم کرنا چاہتا تھا مگر اس کی ہر سوچ گھوم پھر کر جوزا کی طرف

چلی آتی تھی۔

ویسے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ تنظیم سے کبھی الگ نہیں ہو گا۔ تنظیم کا مقصد انسان دوستی اور امن و امان تھا جب کہ بولڈ ماسٹر کا مقصد جوزا کو حاصل کرنا اور اس سے بچے پیدا کرانا تھا۔ اس نے بولڈ ماسٹر کے اندر آگر سوچ کے ذریعے کہا۔

"ماسٹر! بڑے افسوس کی بات ہے۔ تمھیں اس تنظیم میں رہ کر انسان دوست ہونا چاہیے تھا لیکن تم صرف جوزا کی دوستی کے لیے مر رہے ہو۔"

وہ جھینپ کر بولا۔ "میں دل سے مجبور ہوں۔ اُس عورت نے مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ میرے ہپناٹزم کا جادو اُس پر اثر نہیں کر رہا ہے۔"

"دل کے ہاتھوں مجبور ہونا انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے۔"

"میں مانتا ہوں۔ وہ مجھے ایک بار مل جائے تو اُس کے بعد صرف تنظیم کے نیک مقاصد کے لیے کام کرتا رہوں گا۔"

"جوزا تمھاری طرف مائل نہیں ہو رہی ہے۔ کیا تم اُسے زبردستی اپناؤ گے؟"

"میں ہر قیمت پر اُسے حاصل کروں گا۔"

"تمھاری ضد جوزا کو تنظیم سے متنفر کر دے گی۔ میں تمھیں سمجھا رہا ہوں۔ جوزا کے خیال سے باز آ جاؤ۔ دنیا میں ایسی بے شمار حسین اور جوان عورتیں ہیں۔ یہ نہ کہنا کہ دل ایک ہی عورت پر آتا ہے کسی اور سے دل لگا کر دیکھو۔ جوزا کو بھول جاؤ گے۔"

"ناکامی سے انسان ضدی ہو جاتا ہے۔ سوچتا ہے وہ عورت مجھے کیوں نہیں ملی۔ میں اُسے جبراً حاصل کروں گا۔"

"یہ محبت نہیں ہوس ہے۔ محبت جبراً نہیں کی جاتی ہوس جبراً پوری کی جاتی ہے اور یہیں سے گناہ شروع ہوتا ہے۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُسے میری طرف مائل کر سکتے ہو؟"

"وہ ذہنی طور پر مائل ہو گی۔ جب میں اس کے دماغ سے نکلوں گا تو وہ بھی تمھاری آغوش سے نکل جائے گی۔ کیا تم اسے محبت اور دیانت داری سمجھتے ہو؟"

وہ سر جھکائے سوچتا رہا۔ آرمر نے کہا۔ "میں پھر آؤں گا۔ اس وقت تک اپنے دل اور دماغ کو صرف تنظیم کے مقاصد سے وابستہ کر لو۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر خیال خوانی کے ذریعے کرشچن اسٹالن کو مخاطب کیا۔ اُسے بولڈ ماسٹر کے جو رخیالات بتائے۔ اسٹالن نے کہا۔ "اگر بولڈ ماسٹر صرف جوزا کو حاصل کرنے کے لیے ہماری ٹیم میں ہے تو پھر وہ کبھی تنظیم کے لیے اچھا کام نہیں کر سکے گا۔"

"اسٹالن! تمھیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ انسان غلط راستے پر بھٹکتا ضرور ہے۔ پھر راہِ راست پر بھی آ جاتا ہے۔ وہ کام کا آدمی ہے اسے محبت سے سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ وہ جوزا کے خیال سے باز نہیں آئے گا تو پھر تم اس سے نمٹ لینا۔"

"آرمر! تمھاری ٹیلی پیتھی ہماری تنظیم کے لیے باعثِ رحمت ہے۔ اب ذرا جوزا کے خیالات پڑھ کر بتاؤ۔"

وہ جوزا کے دماغ میں آیا۔ وہ ایک بیڈ روم میں تھی۔ ایک بھرپور انگڑائی لے کر بستر پر گرتے ہوئے بولی۔ "تم آ گئے آرمر! جوانی کے کتنے ہی دن انتظار میں کٹ گئے۔ کتنی ہی راتیں کروٹیں بدل بدل کر گزار دیں۔ میرا دل کہتا تھا، جذبہ سچا ہے تو تم میری طرف کھنچے چلے آؤ گے۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"میں جانتی ہوں تم عورت کی محبت کو بکواس سمجھتے ہو۔ کیا تمھاری بہن عورت نہیں ہے؟"

"بہن اور دوسری عورتوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ بہن کے رشتے میں تقدس ہوتا ہے۔"

"اگر تمھارا باپ تقدس کو بالائے طاق رکھ کر تمھاری ماں سے محبت نہ کرتا تو تمھیں بہن کا مقدس رشتہ نہ ملتا۔"

"ارے! یہ تم کیسی بے حیائی کی باتیں کر رہی ہو؟"

"میاں بیوی یا ماں باپ کے باہمی رشتے میں بے حیائی نہیں ہوتی۔ محبت ہوتی ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے تم محبت کو بے حیائی سمجھتے ہو۔"

"ہاں میں اسے بے حیائی سمجھتا رہوں گا۔"

"تو پھر تمھاری بہن بھی اُن لمحات میں بے حیا ہو گی جب وہ کسی جوان سے دوستی کرے گی۔"

"جوزا! میں تمھیں سمجھاتا ہوں۔ میرے بہن کے بارے میں ایسی باتیں نہ کرنا۔ ورنہ۔۔۔"

"ورنہ تمھارے جیسا سچا آدمی عورت کے رشتے سے سچائی کو نہیں مانے گا۔ بہن ایسا کرے گی تو سچی اور محترم ہو گی۔ میں تم سے محبت کروں گی تو بے حیا اور فلرٹ کہلاؤں گی۔ اگر سچے انسان ہو تو پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر میری باتوں پر غور کرو۔ پھر میرے پاس آؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ آرمر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ناگواری سے سوچنے لگا۔ کیا فضول سی عورت ہے مجھ سے عشق کر رہی ہے اور عشق کرنے کے لیے میری بہن کی مثال پیش کر رہی ہے۔

معقول زندگی گزارنے والا معقول باتیں سمجھتا ہے۔

اُس کے دل نے سمجھایا جوزا درست کہتی ہے۔ محبت کرنے والی عورت کو بے حیا کہنا سراسر ناانصافی ہے جب کہ وہ ان معاملات میں جو جو کو کبھی بے حیا نہیں کہے گا۔

اس معقول بات نے اُسے پریشان کر دیا۔ "کیا میں جوزا کی محبت کو تسلیم کر لوں؟ نہیں اُس کی محبت کسی سے بھی درست ہو سکتی ہے، مجھ سے نہیں ہو سکتی۔"

اس کے دل نے کہا۔ "کیوں نہیں ہو سکتی؟ کیا میں انسان نہیں ہوں۔ کیا انسان محبت کرنے کے لیے پیدا نہیں ہوا ہے؟"

اس نے خود سے کہا۔ "یہ ٹھیک ہے، مگر میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔"

"غلط۔ پینتالیس برس کا کنوارا کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔"

یہ تمام باتیں درست تھیں۔ وہ حقیقت سے انکار کر رہا تھا لیکن اس کے اندر کی سچائی اُسے حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اُس نے پریشان ہو کر سوچا۔ ابھی جوزا سے دُور رہنا چاہیے۔ اُس کے دماغ میں جاؤں گا تو وہ پھر مجھے الجھائے گی۔

وہ اُسے چھوڑ کر تنظیم کے دوسرے فرد کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن ایک نسوانی چیخ سُن کر کرسی سے اُٹھ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ تنظیم کے دوسرے افراد ایک کمرے کی طرف دوڑتے جا رہے تھے۔ وہ بھی تقریباً دوڑتا ہوا وہاں پہنچا۔ جوزا بستر پر تڑپ رہی تھی اور جنونی انداز میں چیخ رہی تھی۔ اُس کی ساتھی کرینا اور ایک ڈاکٹر اُسے قابو میں رکھنا چاہتے تھے۔ دوسرے افراد نے بھی بستر کے پاس آ کر جوزا کو پکڑ لیا۔ ڈاکٹر اس کے لیے ایک انجکشن تیار کرنے لگا۔ آرمر نے پوچھا۔ "اسے کیا ہو گیا ہے؟"

اسٹالن نے ایک سرد آہ بھر کر اُسے دیکھا۔ پھر آرمر کو ایک طرف لے جا کر بولا۔ "کیا تم جوزا کے دماغ میں نہیں گئے تھے؟"

"گیا تھا لیکن اس کے خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔"

"میرا خیال ہے تمھاری خیال خوانی کے دوران اس پر دورہ پڑا ہے۔ ایسا پہلے بھی تین بار ہو چکا ہے۔"

"اس پر دورہ کیوں پڑتا ہے؟"

اسٹالن نے کہا۔ "میں نے یہ بات تنظیم کے کسی فرد کو نہیں بتائی ہے۔ جوزا کو بھی معلوم نہیں ہے کہ اسے کینسر ہو گیا ہے۔ یہ سال چھ ماہ کی مہمان ہے۔"

آرمر کے دل کو دھچکا سا لگا۔ اس نے جوزا کی طرف دیکھا۔ انجکشن لگائے جانے کے بعد وہ پُرسکون ہو گئی تھی۔ آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔ یوں تو وہ پہلے ہی کم حسین نہیں تھی۔ بیماری کے باعث اس کا بیمار حسن اور غضب ڈھا رہا تھا۔ آرمر سوچ رہا تھا۔ کیا یہ بے چاری اچانک کسی دن مر جائے گی۔ زندگی کتنی بے وفا اور موت کتنی ظالم ہوتی ہے۔ بھری جوانی میں بھی اُٹھا لے جاتی ہے۔

اسٹالن کے دو شیر تھے جو ملنے ہوئے سیاستدان اور پلان میکر تھے۔ ان میں سے ایک تجربے کار ڈاکٹر تھا۔ وہ جوزا کا علاج بڑی توجہ سے کرتا رہتا تھا۔ اُس کے پُرسکون ہونے پر سب کمرے سے باہر جانے لگے۔ اسٹالن نے کہا۔ "ہم اسے زیادہ سے زیادہ خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس عمر میں اصل خوشی مرد کے پیار سے ملتی ہے۔"

آرمر نے کہا۔ "اسے شادی کر لینا چاہیے۔"

"ہم سب نے اسے سمجھایا ہے لیکن یہ نہیں مانتی۔ کہتی ہے اس کا ایک آئیڈیل ہے، شادی اسی سے کرے گی ہم پوچھ پوچھ کر تھک گئے کہ آئیڈیل کون ہے؟ اس کا ایک ہی جواب ہوتا ہے کبھی زندگی میں اس سے سامنا ہو گا اور وہ مجھے قبول کرے گا تو دنیا کو بتاؤں گی۔"

آرمر یہ باتیں سُن کر پریشان ہو رہا تھا۔ اسٹالن نے کہا۔ "دیکھو، یہ سکون سے لیٹی ہوئی ہے۔ تم اس کے جو رخیالات پڑھ کر ہمیں اس کے آئیڈیل کے متعلق بتا سکتے ہو۔"

"آئیڈیل کا نام معلوم کر کے کیا حاصل ہو گا؟"

"وہ دنیا کے جس حصے میں بھی ہو گا ہم وہاں جا کر اس کے قدموں میں گر جائیں گے۔ جوزا ہمیں جان سے زیادہ عزیز ہے۔ ہم چاہتے ہیں اسے آخری سانسوں میں ازدواجی مسرتیں حاصل ہوتی رہیں۔ ہمیں یقین ہے اس کا آئیڈیل جو بھی ہو گا، وہ اتنا سنگدل نہیں ہو گا کہ کسی کو آخری لمحات میں خوشیاں دینے سے انکار کر دے گا۔"

آرمر کبھی جوزا کو دیکھ رہا تھا کبھی اسٹالن سے نظریں چُرا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔ میں بعد میں اس کے خیالات پڑھوں گا۔"

"بعد میں کیوں؟"

"وہ دراصل بات یہ ہے کہ۔۔۔ کہ میں کسی عورت کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں کبھی نہیں جاتا۔"

"ہماری تنظیم کے ہر فرد نے تمھیں اجازت دی ہے، جوزا بھی راضی ہے۔"

"وہ۔۔۔ وہ تو ٹھیک ہے مگر۔۔۔ مگر۔۔۔"

"مگر کیا؟"

"وہ نیند سے بیدار ہوگی، نارمل رہے گی تو اس کے دماغ میں جاؤں گا۔"

وہ اسٹالن کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے سے جانے لگا۔ دروازے پر پہنچتے ہی جوزا کی کمزور سی آواز سنائی دی: "آرمر!"

وہ رُک گیا۔ سر گھما کر دیکھا۔ وہ نڈھال سی پڑی ہوئی تھی۔ بیمار آنکھوں سے اُسے دیکھ رہی تھی اور دیکھنے کا انداز اپنی طرف بلا رہا تھا۔ اسٹالن نے کہا: "تمہیں بُلا رہی ہے۔ جاؤ اُسے یقین دلاؤ کہ تم خیال خوانی کے ذریعے اُس کے آئیڈیل کو یہاں لے آؤ گے۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ آرمر جھکتا ہوا بستر کے قریب آیا پھر اٹکتے ہوئے بولا: "تت... تم... جاگ رہی ہو؟"

"میں تو سونا چاہتی ہوں، پھر کبھی اٹھنا نہیں چاہتی۔"

"ایسا کیوں کہتی ہو؟"

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں زیادہ نہیں جیوں گی۔"

"ہمیشہ خوش رہنے سے زندگی کی میعاد بڑھ جاتی ہے۔"

"کیا تم مجھے خوش رکھو گے؟"

وہ نظریں نہ ملا سکا۔ دوسری طرف دیکھنے لگا۔ جوزا نے نقاہت بھرے لہجے میں کہا: "میری عمر ایک دن کی ہو یا ایک ہزار سال کی، میں تمہارا ہی انتظار کرتی رہوں گی۔"

"تم نے مجھے آئیڈیل بنا کر مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ تنظیم کے تمام لوگ اس آئیڈیل کا نام اور پتا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ میں کیسے بتاؤں کہ وہ بے وقوف میں ہی ہوں۔ تمہاری جیسی حسین عورت سے بھی دُور رہنا چاہتا ہوں۔"

"تم مجھ سے کیوں دُور رہنا چاہتے ہو؟"

"یہ فطرت ہے میری۔"

"جانور کی فطرت ایک ہوتی ہے۔ انسان اپنی فطرت میں تبدیلی لانے کی قدرت رکھتا ہے۔ کیا تم کسی کو خوش کرنے کے لیے اپنی فطرت بدل نہیں سکتے؟ جب کہ بدلنے سے کسی کو فائدہ پہنچتا ہے اور تمہاری ذات کو نقصان نہیں پہنچتا۔"

آرمر کے اندر نیک انسان نے سمجھایا: "اس کی زندگی چند مہینوں کی رہ گئی ہے۔ اسے مختصر سی حیات میں زیادہ سے زیادہ خوشیاں دینا سب سے بڑی نیکی ہے۔ میں ہمیشہ دوسروں کے کام آتا رہا ہوں، آج مجھے اتنی بڑی نیکی سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔"

جوزا نے بڑی محبت سے کہا: "میری بات سنو۔"

وہ سننے کے لیے جھکا۔ اس نے گردن میں بانہیں ڈال کر اُسے اور جھکا لیا۔ کنوئیں کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ سرگوشی میں بولی: "تمہیں قسم ہے، ایک سچ بولو گے۔ ان لمحات میں کیسی لگ رہی ہوں؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ جھوٹ بولنے کی عادت نہیں تھی اور سچ یہ تھا کہ زندگی میں پہلی بار کوئی دل و دماغ کو گرما رہی تھی۔ وہ زندگی میں پہلی بار بچنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جوزا کے سوال کا جواب زبان سے نہ دے سکا۔ جواب سوچتے سوچتے اُس پر جھکتے جھکتے اوندھے مُنہ گر پڑا۔

اس کے بعد آرمر کے پاس سر تو رہا، سر میں سوچ نہ رہی۔ اُس کا وجود رہا، وہ خود نہ رہا۔ ایک ایسی جنت میں گم ہو گیا جسے وہ باہر سے دیکھتا رہا تھا، اندر جاتے ہوئے شرماتا تھا اور آج اندر گیا تو باہر آنے کا راستہ بھول چکا تھا۔

بہت سارا وقت گزر گیا جیسے صدیاں گزر گئی ہوں۔ وہ بستر پر پڑا ہانپ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ خدا نے اس دنیا میں ایک ننھے سے ذرّے کو بھی بے مقصد نہیں بنایا اور عورت تو سب سے اہم تخلیق ہے جس کے بغیر انسان مکمل ہوتا ہے نہ دنیا پھر وہ اب تک اس اہم ہستی کی محبتوں اور لطافتوں سے محروم کیوں تھا۔ کیوں خدا کی دین سے انکار کر رہا تھا؟

آج بھی شاید انکار کرتا۔ لیکن آج کل میں مر جانے والی جوزا کا دل توڑنا گناہ تھا۔ اب وہ نئی مسرتوں سے متعارف ہو کر صدق دل سے چاہتا تھا کہ وہ مسرتیں لُٹانے والی زندہ رہے۔ زندگی کی لطافتوں اور جوانی کی لذتوں سے آشنا ہو کر صحیح معنوں میں زندگی کی اہمیت اور موت کی دہشت کا صاف پتا چلتا ہے۔

آرمر دل ہی دل میں جوزا کی موت سے انکار کر رہا تھا۔ اب اس کی سب سے اہم جذباتی خواہش یہی تھی کہ وہ سلامت رہے۔ اس کی سوچ کے دوران غسل خانے کا دروازہ کھلا۔ جوزا تولیے میں لپٹی ہوئی باہر آئی۔ اس کے گورے بدن پر پانی کی بوندیں پھسل رہی تھیں۔ اُسے دیکھتے ہی آرمر اپنے بازو میں مُنہ چھپا کر شرمانے لگا۔

وہ اپنی انگلیوں سے اس کے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے بولی: "میں خوش نصیب ہوں، مجھے تمہارے جیسا شریف آدمی ملا ہے۔ ہماری دنیا میں ایسے لوگ شاذ و نادر ہی نظر آتے ہیں جنہوں نے پینتالیس پچاس برس تک کسی عورت کو ہاتھ نہ لگایا ہو۔ چلو اُٹھو غسل کرو۔"

وہ نظریں نیچی کیے اُٹھ گیا پھر جلدی سے غسل خانے میں چلا گیا۔ جوزا اس کی شرمیلی حرکتوں پر ہنستی رہی۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا۔ کرسچن اسٹالن کھڑا ہوا تھا۔ اُسے مسکراتے دیکھ کر بولا۔

"پورے ایک گھنٹے تک تمہارا دروازہ بند رہا اور ہم اس کے کھلنے کا انتظار کرتے رہے، تب ہماری سمجھ میں آیا کہ آرمر ہی تمہارا آئیڈیل ہے کیا میں درست کہہ رہا ہوں؟"

"مسٹر اسٹالن! آج میں بہت خوش ہوں۔"

"ہم تمہاری خوشی میں خوش ہیں۔ میں آرمر کو ایک بہت بڑی خبر سنانے آیا ہوں۔"

جوزا ذرا شرماتے ہوئے بولی: "وہ باتھ روم میں ہے۔"

"اس سے کہو فوراً میرے دماغ میں آئے۔"

وہ باتھ روم کے دروازے پر آئی، پھر دستک دیتے ہوئے بولی: "آرمر! مسٹر اسٹالن تم سے بہت ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں، ان سے دماغی رابطہ قائم کرو۔"

وہ دماغ میں پہنچ کر بولا: "مسٹر اسٹالن! کیا بات ہے؟"

اسٹالن نے بلند آواز میں کہا تاکہ جوزا بھی سُن لے۔ اس نے کہا: "آرمر! آج تمہاری زندگی میں ایک نئی بہار آئی ہے، ایک اور بہار آنے والی ہے۔ اس کا نام ہے جوجو۔۔۔"

آرمر نے چونک کر پوچھا: "کیا کہہ رہے ہو؟"

"ابھی میرے معتبر جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ تمہاری بہن کو اغوا کیا گیا ہے۔ اب تمہارے عمل کا وقت آیا ہے۔ جوجو دشمنوں کی گرفت سے نکل کر تمہارے پاس آسکتی ہے۔"

"وہ کیسے؟ جلدی بتاؤ؟"

"وہ اغوا کرنے والے جوجو سمیت کہیں گم ہو گئے ہیں۔ ان کا سراغ نہیں مل رہا ہے، تم فوراً اپنی بہن کے دماغ میں جاؤ۔ لیکن ایک بات ہے ہمارے معتبر جاسوس نے بتایا ہے کہ آپریشن کے ذریعے جوجو کی آواز اور لہجہ بدل دیا گیا ہے۔ اس کے چہرے پر بھی ہلکی سی تبدیلی کی گئی ہے۔"

آرمر نے کہا: "میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جوجو کی آواز اور لہجے کو یاد رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تو اُس کی روح میں رچی بسی ہوئی تھی۔ لیکن اتنی گہری وابستگی کے باوجود اس کا سراغ نہیں ملا۔ دشمنوں نے آپریشن کے ذریعے نئی آواز اور نئے لہجے کے مطابق اس کے دماغ میں تبدیلی کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اب سوچ کی لہریں پرانی آواز اور لہجے کے مطابق خیال خوانی کرنے والے کو اس کے دماغ تک نہیں پہنچاتی تھیں۔

وہ فوراً لباس پہن کر باتھ روم سے باہر آیا۔ پھر اسٹالن سے بولا: "مجھے اپنی بہن کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ یقیناً اسے آپریشن کے ذریعے تبدیل کیا گیا ہے۔ میں کیا کروں؟ کیسے اس کے پاس پہنچوں؟"

"فکر نہ کرو۔ انٹرنیشنل اسرائیلائٹ الیسوسی ایشن کے ایک خاص افسر سے ہمارا رابطہ ہے۔ اُس نے بتایا ہے کہ ماسکو سے پرواز کرنے والا ایک طیارہ مشرقی جرمنی اور سوئٹزرلینڈ کے درمیان کہیں گم ہو گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جوجو کو اُسی طیارے میں لے جایا گیا ہے۔ تم روانگی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تمہارے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کی جائے گی۔ تم ایک نئے نام اور نئے چہرے کے ساتھ باہر جاؤ گے۔"

روانگی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ایک گھنٹے میں اُس کا چہرہ تبدیل ہو گیا۔ سفر کا ضروری سامان آگیا۔ دوسرا گھنٹا ختم ہونے سے پہلے وہ جوزا کے ساتھ ایک چارٹرڈ طیارے میں پرواز کر رہا تھا۔

کوئی زبردست چکر چل چکا تھا۔

اُس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ معاملہ کیا تھا۔ ماسک مین نے سپر ماسٹر کے خلاف غصّے کا اظہار کیا تھا کہ اُس نے جوجو کو اغوا کرایا ہے۔ سپر ماسٹر نے تسلیم کیا تھا کہ اس کے آدمی جوجو کو لے جا رہے ہیں۔ پھر اچانک وہ طیارہ لاپتا ہو گیا۔ یہاں سے سوال اُبھرا کہ جوجو کہاں گئی؟ وہ دونوں سپر طاقتوں سے چھین لی گئی۔ کون اُسے چھین کر لے جا رہا ہے؟

میں پہلی فلائٹ سے اُدھر روانہ ہو گیا، جدھر آرمر پہنچنے والا تھا۔

شطرنج

کی بساط بچھی ہو، بساط پر تمام مہرے اپنی اپنی چال پر جمے ہوں تب بھی چالیں آسانی سے سمجھ میں نہیں آتیں کہ اگلی چال ہمیں مات دے گی یا ہم سے مات کھائے گی۔ سونیا نائلا کی شکستگی تھی اُسے یقین کی حد تک شبہ تھا کہ جو جوا نہیں کی گئی ہے، یہ دشمنوں کی کوئی زبردست چال ہے۔

مَیں نے روانگی سے پہلے ہر پہلو کو سامنے رکھ کر اس سے بحث کی۔ سونیا نے کہا، ماسک مین نے جو جو کو فولادی پھرے میں رکھا ہے۔ اُسے وہاں سے نکال لے آنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

مَیں نے پوچھا، "کیا تمہارے لیے بچوں کا کھیل تھا۔ تم نے فولادی پھرے کو توڑ کر تابانہ کو قتل کیا تھا۔ تم نے فولادی اعصاب رکھنے والے وہاں کے حکمرانوں کو اپنی شرائط ماننے پر مجبور کر دیا تھا۔ پاسکل کو وہاں سے اغوا کر کے لانا بھی بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ کیا تمہاری طرح کوئی اور چالاک اور مکار نہیں ہو سکتا؟"

"ہو سکتا ہے، تمام دُنیا کے شاطر ہماری نظروں میں رہتے ہیں، اگر کوئی نیا شاطر پیدا ہو گیا ہو تو اُس کے منظرِ عام پر آنے کا انتظار کرنا ہو گا۔"

"سپر ماسٹر نے اعتراف کیا ہے کہ اُس کے جیالوں نے جو جو کو اغوا کیا ہے لیکن وہ طیارہ اچانک لاپتا ہو گیا ہے اور یہ کوئی زیادہ حیرانی کی بات نہیں ہے۔ ان حالات میں کوئی دوسری پارٹی مداخلت کر کے فائدہ اُٹھا سکتی ہے۔"

"مَیں یہی سمجھا چاہتی ہوں، دو سپر طاقتوں کے درمیان وہ مداخلت کرنے والی دوسری پارٹی کون ہے؟"

مَیں نے کہا، "یہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جنھوں نے آرمر کو اغوا کیا ہے، اُسے اپنے اعتماد میں لیا ہے۔ ہم سے اس کا رابطہ منقطع کرایا ہے پھر اپنے زبردست منصوبے کے مطابق آرمر کی ٹیلی پیتھی کے سہارے جو جو کے طیارے کو اغوا کرایا ہے۔"

یہ اُلجھی ہوئی بحث تھی جب تک وہ اغوا ہونے والا پتا ہونے والا طیارہ نظر میں نہ آتا تب تک معاملات واضح نہیں ہو سکتے تھے۔ سونیا نے کہا، "خدا کرے جو جو اغوا نہ کی گئی ہو، اُسے دو چار ماہ بستر پر لیٹ کر آرام کرنا چاہیے۔ یہ دشمنی والی حرکتیں اُسے نقصان پہنچائیں گی۔ تمھیں سوئٹزرلینڈ جانا چاہیے۔"

مَیں روانگی سے پہلے رسونتی سے ملاقات نہ کر سکا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں زیرِ علاج تھی۔ علی تیمور اپنی ماں کے پاس تھا۔ آخری معلومات کے مطابق پارس، سوسانہ کے ساتھ زیرِ زمین دُنیا سے باہر آ گیا تھا۔ سونیا ہماری نئی بستی آباد کرنے کے سلسلے میں پھر مصروف ہو گئی تھی۔ میری روانگی سے قبل ماریہ کو اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

مَیں چارٹرڈ طیارے کے ذریعے سوئٹزرلینڈ پہنچ کر گمشدہ طیارے کو تلاش کر سکتا تھا لیکن اس طرح دُشمنوں کی نظروں میں آ جاتا۔ پتا نہیں، وہ کیسی چالیں چل رہے تھے۔ انھیں دور ہی دُور سے بھانپنے کے لیے مَیں خیال خوانی سے کام لے رہا تھا۔ فرانس کا ایک ہیلی کاپٹر اور ایک طیارہ اُدھر روانہ ہو چکا تھا۔ سونیا نے اُن کے پائلٹ اور عملے سے یہ کہہ کر میرا تعارف کرایا تھا کہ مَیں بابا صاحب کے ادارے کا ایک نیا خیال خوانی کرنے والا ہوں اور میرا نام برائن وُولف ہے۔

مَیں وقت سے بہت پہلے ائرپورٹ پہنچ گیا۔ تنہا کاٹیج میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ ائرپورٹ کے ریفریشمنٹ ہال میں آ کر کافی پینے لگا۔ وہاں بڑی رونق تھی۔ مختلف ممالک کے لوگ مختلف ملبوسات میں نظر آ رہے تھے۔ بوڑھے، بچے اور جوان سبھی لوگ اپنی میزوں پر اپنے ساتھیوں سے ہنس بول رہے تھے، ایک مَیں ہی تنہا تھا۔

کاؤنٹر کے پاس ایک چودہ یا پندرہ برس کا لڑکا کھڑا نظر آ رہا تھا، وہ لڑکا تھا مگر قدرت نے اُسے لڑکیوں کا سا حُسن دیا تھا۔ چہرے کے نقوش قابلِ دید تھے۔ اس میں بے حد کشش ہونے کے باعث دو افراد اُس کے دائیں بائیں لگ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ کسمسا کر اُن کے درمیان سے نکل گیا۔ ناگواری سے کچھ بولتا ہوا اُن سے ذرا دُور جا کر کاؤنٹر گرل سے کچھ طلب کرنے لگا۔ وہ دونوں اُسے دیکھ کر ہنس رہے تھے پھر ایک شخص ہیڈ کا فون اُٹھائے اس کے پاس آیا۔ تب لڑکے نے چیخ کر پوچھا، "تم کیا چاہتے ہو، مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو؟"

اُس شخص نے آس پاس دیکھا۔ ریستوران کے سبھی لوگ اُنھیں دیکھ رہے تھے۔ وہ کھسیانا ہو کر بولا، "غصہ کیوں کرتے ہو، مَیں تو دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"میری دوستی بہت مہنگی پڑے گی، مجھ سے دُور رہو۔"

وہ اونچی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ مَیں سن رہا تھا۔ جی چاہتا تھا خیال خوانی کا کوئی تماشا کروں لیکن وہ دشمن کے آلۂ کار ہو سکتے تھے۔ یہاں ان میں سے کسی کے دماغ میں جا، اور اس دماغ میں پہلے ہی کوئی خاموشی سے موجود ہوتا تو وہ میری خیال خوانی سے سمجھ لیتا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا سوئٹزرلینڈ جانے کے لیے یہاں موجود ہے۔

وہ خوبرو لڑکا کاؤنٹر گرل سے کافی کی ایک پیالی لے کر وہاں سے پلٹا تو ہال میں دُور تک نظریں دوڑانے لگا۔ کچھ

میزیں خالی تھیں لیکن اُس نے میری میز کا انتخاب کیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آیا پھر بولا، "اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو۔۔۔؟"

مَیں نے کہا، "تم مائنڈ کرنے کی چیز نہیں ہو، بیٹھ جاؤ۔"

اُس نے پیالی کو میز پر اور سفری بیگ کو ایک کرسی پر رکھتے ہوئے شکریہ ادا کیا پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔ مَیں خالی میز پر جا سکتا تھا مگر پتا نہیں کیوں لوگ مجھے تنہا دیکھ کر چھیڑنے لگتے ہیں۔

میرے قریب آ کر بیٹھنا ایک اتفاق بھی ہو سکتا تھا اور منصوبہ بھی اور مَیں اسے منصوبہ ہی سمجھ رہا تھا۔ ایک بات واضح کر دوں کہ مَیں اپنے پیدائشی چہرے کے ساتھ تھا۔ دوست اور دشمن دُور سے مجھے دیکھ کر فرہاد علی تیمور کہہ سکتے تھے مگر کہتے نہیں تھے۔ فرہاد تو مر چکا تھا، اُس سے مشابہت رکھنے والا اجنبی سمجھتے ہوں گے۔ جرائم پیشہ افراد کا خیال ہو گا کہ مَیں فرہاد کا چہرہ بنا کر کوئی بڑی واردات کرنے والا ہوں۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور بیوری تنظیم والے مجھے کبھی زندہ تسلیم نہیں کریں گے لیکن میرے ہم شکل کی کھوج ضرور لگائیں گے۔

شاید وہ خوبرو لڑکا کسی کا آلۂ کار بن کر آیا تھا۔ مَیں نے اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا، "لوگ اس لیے چھیڑتے ہیں کہ تم لڑکا اور لڑکی کا کاک ٹیل ہو، دو دھاری تلوار ہو، اِدھر سے بھی کاٹتے ہو اور اُدھر سے بھی کاٹتے ہو۔"

"تم بھی مجھے چھیڑ رہے ہو؟"

"اپنی ذات کی سچائی برداشت کرو، ورنہ جس سے بات کرو گے وہی چھیڑتا ہوا لگے گا۔"

وہ میز پر ذرا جھک کر بولا، "جانتا ہوں، ابھی تم نے بتایا ہے کہ تمھیں تنہا دیکھ کر چھیڑ۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا، "وہ تو ہے مگر کچھ اور بھی ہے۔"

"اور کیا ہے؟"

"تم بالکل فرہاد علی تیمور لگتے ہو۔"

"تمھارا نام کیا ہے؟"

"جوتی، ویسے مَیں کسی کو اپنا نام نہیں بتاتا، خواہ مخواہ دوستی بڑھتی جاتی ہے۔"

مَیں نے کہا، "تم بالکل جوتی لگتے ہو۔"

اُس نے حیرت سے پوچھا، "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جیسے مَیں تمھیں فرہاد جیسا لگتا ہوں، ویسے ہی تم مجھے جوتی جیسے لگتے ہو۔"

"اوہ تو، مَیں حقیقتاً جوتی ہوں۔"

"پھر مَیں بھی حقیقتاً فرہاد ہوں۔"

اُس نے بے یقینی سے مجھے دیکھا پھر انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "ہرگز نہیں، فرہاد مر چکا ہے۔ مجھے نادان چھوکرا نہ سمجھو، مَیں فرہاد علی تیمور کی پوری ہسٹری پڑھ چکا ہوں۔"

مَیں نے پوچھا، "یہ کس ہسٹری میں لکھا ہے کہ وہ مر گیا ہے؟"

"مَیں نے اپنی آنکھوں سے اخبارات میں پڑھا تھا۔ اُس روز مَیں بہت رویا تھا۔ مَیں کیا بتاؤں مَیں اُس کا کتنا بڑا فین ہوں۔ منّی اور پاپا مجھے فرہاد کا دیوانہ کہتے ہیں، اسی لیے تمھارے پاس آ کر بیٹھ گیا ہوں۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

اُس نے جیب سے ٹکٹ نکال کر دیکھتے ہوئے کہا، "سوئٹزرلینڈ۔"

"کیا ٹکٹ کو پڑھے بغیر نہیں بتا سکتے تھے؟"

"مَیں اتنا سفر کرتا ہوں کہ یاد نہیں رہتا، کہاں سے آ رہا ہوں اور کہاں جا رہا ہوں؟"

پھر وہ اُٹھتے ہوئے بولا، "ایکسکیوزمی! ذرا ٹوائلٹ میں جا رہا ہوں۔"

وہ سفری بیگ اُٹھا کر تیزی سے جانے لگا۔ مَیں اُسے دیکھ رہا تھا۔ ٹوائلٹ اور ریستوران کے درمیان ایک شیشے کی دیوار تھی۔ پتا نہیں، وہ کتنی تیزی میں تھا یا کیسا بدحواس تھا، مردوں کے ٹوائلٹ میں جانے کے بجائے لیڈیز پاؤڈر روم کی طرف چلا گیا تھا جہاں عورتیں اپنا میک اَپ اور بالوں کی وگ وغیرہ درست کرنے جاتی ہیں۔ میرے جی میں آیا، اُسے وہاں سے پکڑ کر لے آؤں پھر مسکرا کر رہ گیا۔ عورتیں اُسے کب لڑکا سمجھیں گی، چھوکری سمجھ کر برداشت کر لیں گی۔

آدھے گھنٹے بعد اناؤنسر نے بتایا، سوئٹزرلینڈ جانے والے مسافر گیٹ نمبر دو میں آ جائیں، جہاز پرواز کے لیے تیار ہے۔ مَیں نے اپنا سفری بیگ اُٹھایا پھر ریستوران سے نکلتے ہوئے لیڈیز پاؤڈر روم کی جانب دیکھا۔ جوتی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ابھی تک زنانہ حصے سے باہر نہیں آیا تھا۔

مَیں مسافروں کی قطار میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ کبھی کبھی پلٹ کر دیکھنے لگا پھر سوچا، "عجیب بات ہے، اس چھوکرے نے مجھے ذہنی طور پر اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ میری نگاہیں کیوں اُسے تلاش کر رہی ہیں؟ مانا کہ بے حد پُرکشش ہے مگر لڑکا ہے۔"

مَیں گیٹ سے نکل کر مسافروں کی بس میں آیا۔ بس کے شیشے کے پار دیکھا جیسے ہی بس آگے بڑھی، مَیں نے اُسے گیٹ

سے نکلتے ہوئے دیکھا حیرانی سے میری آنکھیں کھلی رہ گئیں، وہ جوتی نہیں ہو سکتا تھا، جوتی کی بہن ہو گی۔

ہماری بس آگے بڑھ گئی، وہ پیچھے والی بس میں سوار ہونے جا رہی تھی۔ وہ جو چند سیکنڈ کا نظارہ تھا، کھوپڑی گھمانے کے لیے کافی تھا۔ اُس کی سنہری زُلفیں شانوں تک تھیں۔ مِنی اسکرٹ اور بلاؤز میں بدن کے نشیب و فراز گواہی دے رہے تھے کہ وہ بیدلگشی لڑکی ہے۔ جوتی اُس کے وجود میں کہیں گم ہو گیا تھا یا اُس کے پیچھے آ رہا ہو گا۔ بھائی بہن ہم شکل ہو سکتے ہیں۔

طیارے کے قریب پہنچ کر میں بس سے اُتر گیا۔ مسافر ایک قطار میں طیارے کی سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ دوسری بس بھی آ گئی۔ اس کے مسافر بھی قطار میں لگ گئے، وہ بھی نظر آئی۔ میں نے غور سے دیکھا اُس کے پاس سفری بیگ وہی تھا جو جوتی کے پاس تھا۔ میں اُس کے سامنے آ کر مسکرایا تو وہ جوتی کی طرح مسکرا کر قطار میں چلی گئی۔ میں اس کے پیچھے آ گیا۔ آہستگی سے بولا۔ کیا تمھارا کوئی ہم شکل بھائی ہے؟"

اُس نے سر گھما کر مجھے گھورتے ہوئے دیکھا پھر کہا۔ "میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔ پلیز کسی جوتی کا ذکر نہ کرنا۔ پتا نہیں یہ کمبخت کون ہے جس کے متعلق لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں۔"

ہم آگے پیچھے سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ میں نے کہا۔ "تمھاری طرح میں بھی اُلجھن میں ہوں۔ ابھی آدھا گھنٹا پہلے وہ میرے ساتھ کافی پی رہا تھا۔"

وہ بولی۔ "میرا ایک کام کرو گے؟"

"کیا چاہتی ہو؟"

"بس اتنا چاہتی ہوں کہ آیندہ وہ جوتی نظر آئے تو اُسے گولی مار دو۔ تمھاری اُلجھن بھی دُور ہو جائے گی، مجھے بھی اس کے ذکر سے نجات مل جائے گی۔"

وہ طیارے میں پہنچ کر مجھ سے الگ ہو گئی۔ ہماری سیٹیں مختلف جگہ تھیں، وہ دُور ہوتی تو یوں لگا، یہ دُنیا دلچسپیوں سے خالی ہو گئی ہے۔ میں اُس کے ساتھ بیٹھنا چاہتا تھا۔ میرے لیے یہ معمولی بات تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے اُس کے پاس بیٹھنے والے کو اپنی سیٹ پر بُلا سکتا تھا اور اس کے پاس جا کر بیٹھ سکتا تھا یا اپنے ساتھ بیٹھنے والے کو اُدھر بھیج کر اِدھر حسینہ کو بُلا سکتا تھا اور یہ اُلجھن دُور کرنے کی کوشش کر سکتا تھا کہ وہ جوتی سے بیزار کیوں ہے اور بیزار ہونے کے باوجود اس کی ہم شکل کیوں ہے؟

ان حالات میں بے انتہا تجسس کے باعث کوئی بھی خیال خوانی کے لیے مجبور ہو سکتا ہے، میں بھی مجبور ہو جاتا لیکن سونیا رخصتی کے آخری لمحے تک تاکید کرتی رہی تھی، خیال خوانی سے پرہیز کرتے رہنا، جان پر بن آئے یا ٹیلی پیتھی کے بغیر کوئی مشکل آسان نہ ہو، تب خوب سوچ سمجھ کر خیال خوانی کرنا، نہیں تو پچھتاؤ گے، ایک عورت کے ہاتھوں مرتے مرتے بچے ہو، اب تو عقل سے کام لو۔

اُس لے درست کہا تھا، دُشمن عورت کو میری کمزوری بتاتے ہیں آج وہ مجھے فرہاد نہیں سمجھتے مگر میری حرکتوں سے سمجھ لیں گے۔ میں بے چین ہو کر اُس حسینہ کے دماغ میں جاؤں گا تو دو باتوں کا انکشاف ہو گا۔ ایک تو یہ کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں، دوسرے یہ کہ حسن و شباب دیکھ کر پھسل جاتا ہوں۔ میں نے دل مضبوط کیا۔ اُسے پھلانگنے سے روکا اور اپنی سیٹ پر جم کر بیٹھ گیا۔ یہ ارادہ کر لیا کہ اس کی سیٹ کی طرف سر گھما کر بھی نہیں دیکھوں گا۔

میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک بوڑھی عورت آ کر بیٹھ گئی تھی۔ کوئی بھی مسافر اس کے پاس سے گزرتا تو وہ بار بار پرس سے آئینہ نکال کر میک اَپ درست کرنے لگتی تھی۔ اُسے شبہ ہوتا تھا کہ گزرنے والے اس کے حسن کو میلا کرتے جاتے ہیں۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں دعا مانگ رہا تھا کہ مجھے کوئی حسین ہمسفر ملے۔ آخر میری دُعا پوری ہو گئی۔"

خوشی سے اُس کی باچھیں کھل گئیں، وہ بولی۔ "بڑے شریر ہو۔ تعریف کرنے کا انداز بہت خوب ہے۔ ویسے میں بہت زیادہ حسین تو نہیں ہوں۔"

وہ مجھ سے کھلوانا چاہتی تھی کہ بہت زیادہ حسین ہے۔ میں نے کہا۔ "میں تو زیادہ سمجھ رہا ہوں، تم اگر کم کرنا چاہو تو کر دو۔"

وہ بولی۔ "تم بہت ہینڈسم ہو۔"

"میں زیادہ عمر والا نظر آتا ہوں مگر تم یقین نہیں کرو گی، میں آج پورے بیس برس کا ہو گیا ہوں۔"

"واہ! یقین کیوں نہیں کروں گی، لوگ میری عمر کا بھی غلط اندازہ لگاتے ہیں۔ مجھ میں اور تم میں اُنیس بیس کا فرق ہے۔"

غضب خدا کا، اُس نے اپنی عمر سے کم از کم چالیس برس کم کر دیے۔ پتا نہیں ان عورتوں کو عمر کم سے کم کرنے میں کتنی روحانی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ سفر کے دوران وہ میرے لیے دلچسپ تیا شا بنی رہی۔ میں جوتی کی ہم شکل کو بھول گیا تھا... سوئٹزرلینڈ پہنچ کر ایئرپورٹ ہال میں پیسنجر اُس سے سامنا ہوا۔ میں نے کہا۔ "پتا نہیں آج کے بعد کبھی سامنا ہو یا نہ ہو مگر تمھارے ہم شکل کو کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"پلیز! تم پھر اُس کا ذکر کر رہے ہو۔"

میں نے جاتے ہوئے کہا۔ "اب نہ ملاقات ہو گی اور نہ ذکر ہو گا۔"

اسکیٹنگ کلب کے ایک ریسیٹ ہاؤس میں میرے لیے ایک پورشن ریزرو تھا۔ میں اپنے سامان کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ایک زبردست حسینہ سے بچھڑنے کا افسوس تھا لیکن مجھ سے زیادہ مایوسی دُشمنوں کو ہوئی ہو گی۔ میں نہ تو اُس کے دماغ میں گیا تھا اور نہ ہی جسمانی طور پر اُس کے قریب رہنے کی دانستہ کوشش کی تھی۔

میں نے کمرے میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اس کمرے کے ایک ایک حصّے کو اچھی طرح چیک کیا پھر آرام سے بیٹھ کر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک اسٹیک بار کے کاؤنٹر پر کھڑا کافی پی رہا تھا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اس برفانی علاقے میں ایک ہزار میل کی پرواز کر چکا ہے۔ اُسے کوئی گمشدہ طیارہ نظر نہیں آیا۔ شاید فرانسیسی طیارے کے پائلٹ نے کچھ معلومات حاصل کی ہوں۔

میں نے کہا۔ "اگر اغوا شدہ طیارہ کسی جنگل میں چھپایا ہو تو پتوں سے بھری شاخیں کاٹ کر اُس پر ڈال دیتے ہیں، وہ ہرے بھرے پتّوں اور جھاڑیوں میں چھپ جاتا ہے۔ یہاں حدِ نظر تک برف ہی برف ہے۔ ہو سکتا ہے انھوں نے طیارے کو کسی کھائی میں لے جا کر اُتارا ہو اور اب تک اُس پر برف کی تہیں جم گئی ہوں۔"

"ہاں جناب! ایسا ممکن ہے۔ اُنھوں نے طیارے کو اسی طرح چھپایا ہو گا لیکن ہم کیسے معلوم کریں۔ یہاں تو ایسی ایک انچ جگہ بھی نہیں ہے جہاں برف جمی نہ ہو۔ پہاڑوں پر، میدانوں میں، مکانوں اور دُکانوں کی چھتوں، دیواروں اور برآمدوں میں برف جمی ہوئی ہے۔ اگر ہم گیئر ٹیر کوٹنے والے ڈائنامائٹ استعمال کریں اور آبادی سے دُور مشکوک مقامات پر دھماکے کرتے جائیں تو شاید برف کے پگھلنے سے وہ طیارہ نظر آ جائے۔"

"یہاں کی انتظامیہ دھماکے کرنے کی اجازت نہیں دے گی۔ اُنھوں نے طیارے کو جہاں بھی چھپایا ہے، وہاں کوئی نشان رکھا ہو گا تاکہ ضرورت کے وقت طیارے کو دوبارہ برف سے نکالا جا سکے۔"

پائلٹ نے کہا۔ "ایسے کسی مخصوص نشان کی تلاش کے لیے نیچی پرواز کرنی ہو گی۔ کیا آپ ہمارے ساتھ آئیں گے؟"

"نہیں، میں دور ہی سے رابطہ رکھوں گا تم پھر پرواز کرو۔"

میں اُس سے رخصت ہو کر طیارے کے پائلٹ کے پاس آیا۔ وہ سانس روکنے والا تھا۔ میں نے کوڈ ورڈ ادا کیے تو مطمئن ہو گیا۔ وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں تھا۔ اس کے آس پاس تین افراد تھے۔ ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا، دوسرا اُس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ تیسرے شخص کے ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ وہ پائلٹ سے کہہ رہا تھا۔ "مسٹر ہاروے! ہم تمھیں زبردستی تمھارے کمرے میں لائے ہیں۔ ریوالور کی دھمکی بھی تمھارے سامنے ہے، اس کے باوجود ہم دوست ہیں، تمھاری بھلائی چاہتے ہیں۔ تم فرانسیسی حکومت کے وفادار ہو، ہم بھی تمھارے ہم وطن ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم وطن کے ساتھ ہمارے بھی کام آتے رہو۔"

پائلٹ ہاروے نے کہا۔ "تم لوگ مجھے ٹریپ کر کے غلطی کر رہے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دماغوں میں آتے جاتے رہتے ہیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "فرہاد کی فیملی میں اب کون ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا ہے؟ کوئی نہیں، ایک آرمر تھا، وہ بھی لاپتا ہو گیا ہے۔ رسونتی بھی زیرِ علاج ہے۔ وہ ایسے کچّے ذہن کی عورت ہے کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اُسے ہمیشہ چکر دیتے رہیں گے۔ اگر تمھارے دماغ میں کوئی آتا ہو تو ہمیں بتاؤ۔"

"ابھی تک کوئی دماغ میں نہیں آیا ہے۔ پیرس سے روانگی کے وقت مادام سونیا نے کہا تھا کہ مادام رسونتی نارمل ہوتے ہی ہم سے دماغی رابطہ قائم کریں گی۔"

پائلٹ ہاروے نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا تھا جبکہ اُسے بتا دیا گیا تھا کہ مسٹر برائن وُولف دماغی رابطہ قائم کیا کریں گے اور یہ بات وہ اپنے باپ کو بھی نہیں بتائیں گے، وہ سونیا کی ہدایات کے مطابق ان اجنبی دُشمنوں کے سامنے باتیں بنا رہا تھا۔

ریوالور والے نے کہا۔ "تم یوگا کے ماہر ہو۔ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے دماغ میں آیا تھا، تم نے سانس روک لی، اگر میں ریوالور دِکھا چاقو سے تمھیں زخمی کر دوں تو دماغ میں آنے والے کو کیسے روکو گے؟"

پائلٹ ہاروے میری ہدایت کے مطابق بولا۔ "زخمی کرنے کی کیا ضرورت ہے، میں اس کے لیے دماغ کا دروازہ کھلا رکھوں گا۔"

وہ سب ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "سمجھ دار ہو اور اپنی زندگی سے پیار کرتے ہو۔"

دوسرے نے کہا۔ "ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو جوگا اغوا کیا گیا جس طیارے میں اغوا کیا گیا، وہ طیارہ ان اطراف میں کہیں گم ہو گیا۔ جو جوگا اُس گمشدہ طیارے میں مر بھی سکتی ہے۔ یہ خبر عام ہونے کے بعد سونیا پیرس اور علی تیمور وغیرہ میں سے کوئی اِدھر نہیں آیا، آخر کیوں؟"

ہاروے نے کہا۔ "میں اُن کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں، وہ

بڑے لوگ ہیں اُن سے تو ہمارے اعلیٰ حکام بھی کوئی سوال نہیں کرتے۔"

"ٹھیک ہے مگر کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے؟"

"یقیناً حیرانی کی بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں پہلے وہ ہماری رپورٹ سننا چاہتے ہیں پھر وہاں سے کوئی آئے گا۔"

ایک نے پوچھا "کوئی میک اَپ میں آسکتا ہے؟"

"بالکل آسکتا ہے، آپ یہ باتیں مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"ایک آخری سوال کا جواب دو، یہ فرہاد کا ہم شکل کون ہے؟"

وہ حیران ہو کر بولا "فرہاد کا ہم شکل؟ میں نے ایسے کسی ہم شکل کو نہیں دیکھا ہے۔"

"یہاں فلائنگ کلب کے ریسٹ ہاؤس میں دیکھ سکتے ہو۔ اگر یہ بابا صاحب کے ادارے سے فرہاد کی ڈمی بن کر آیا ہے تو یہ نہایت ہی بچگانہ حرکت ہے۔ ہم جلد ہی اس کا پورا جغرافیہ معلوم کر لیں گے۔"

وہ کہتے کہتے چُپ ہو گیا پھر بولا "ہمارا خیال خوانی کرنے والا آگیا ہے وہ تمھارے پاس آرہا ہے اس کا راستہ نہ روکنا۔"

میں فوراً ہی ہارووے کے دماغ سے نکل گیا تاکہ وہ آنے والے کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکے، پھر اُس کے دماغ میں پہنچ گیا جس نے ابھی اپنی گفتگو ختم کی تھی۔ اگر وہ حساس دماغ کا ہوتا تو مجھے اپنے اندر محسوس کر لیتا۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر آیا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی اُس کے دماغ سے ہارووے کے دماغ میں جانے والا تھا۔ اتنی ہی دیر میں میں نے یہ معلوم کر لیا کہ وہ یوگا کا ماہر نہیں ہے، میں جب چاہوں اس کے ساتھیوں سمیت ان کے دماغوں میں گھر بنا سکتا ہوں۔

اتنا معلوم کرتے ہی میں ہارووے کے دماغ میں آیا، وہاں سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا کہہ رہا تھا "مسٹر ہارووے! تم خاموش بیٹھے رہو، میں تمھارے چور خیالات پڑھ رہا ہوں، اس کے بعد تم سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آواز سنتے ہی میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ تقدیر ہم پر مہربان تھی، وہ جان ڈیگر یا کینی پال تھا جو میرے تنویمی عمل کے زیر اثر تھا۔ وہ خیال خوانی کرنے والا جب پرنس ڈیگر کے ساتھ کام کرتا تھا تو اُس کا نام جان ڈیگر ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ ڈبل ڈیگر کہلاتے تھے، ورنہ اس کا اصلی نام کینی پال تھا۔

میں نے اُسے مخاطب کیا تو وہ بوکھلا گیا۔ خیال خوانی بھول کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں نے کہا "تم ابھی جس کے دماغ میں تھے وہ میرا آدمی ہے۔"

کینی پال نے پریشان ہو کر کہا "تم تو میرے اعصاب پر سوار ہو گئے ہو، کب میرا پیچھا چھوڑو گے؟"

"جب زندگی تمھارا پیچھا چھوڑے گی۔"

"میں سپر ماسٹر کو کیا رپورٹ دوں گا؟"

"اُسے بتانا کہ پائلٹ ہارووے سے کوئی دماغی رابطہ قائم نہیں کرتا ہے۔ آدمی واقعی بابا صاحب کے ادارے سے تعلق توڑ چکا ہے۔ وہ سونتی بھی زیر علاج ہے۔ ہارووے گمشدہ طیارے کی رپورٹ صرف اپنی حکومت کو پہنچاتا ہے۔"

کینی پال نے کہا "سپر ماسٹر اُس فرہاد کے ہم شکل کے متعلق معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اُسے شبہ ہے کہ اس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔"

میں نے انجان بن کر کہا "مجھے کسی فرہاد کے ہم شکل سے دلچسپی نہیں ہے، تم اس کے دماغ میں جا کر معلومات کیوں نہیں حاصل کرتے؟"

"میں ایک بار گیا تھا، اُس نے سانس روک لی تھی تب سے سپر ماسٹر اس کی حقیقت جاننے کے لیے بے چین ہے۔"

"یہ میرا مسئلہ نہیں ہے، تم ہارووے کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے، اب اُس کے دماغ میں جا سکتے ہو۔"

وہ پھر ہارووے کے پاس آیا اور بولا "ٹھیک ہے، میں نے تمھارے چور خیالات پڑھ لیے ہیں، میں تمھارے سامنے والوں کو مطمئن کر دوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے ہارووے سے کہا "ابھی یہ تینوں چلے جائیں گے تم حیرانی ظاہر نہ کرنا، انھیں یہ ثبوت مل گیا ہے کہ تمھارے دماغ میں کوئی نہیں آتا۔"

ایک منٹ کے بعد ہی وہ تینوں اُسے کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ میں نے کہا "اب بتاؤ، تم نے یہاں آکر کتنی پرواز کی؟"

وہ رپورٹ پیش کرنے لگا۔ اُس نے کہا "اگر ان اطراف میں طیارے کو کہیں چھپایا گیا ہے تو اُن چھپانے والوں نے کسی علاقائی فوجی چوکی کے تعاون کے بغیر ایسا نہیں کیا ہوگا اور یہ پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق ہوا ہوگا۔"

میں نے تائید کی "تم درست کہتے ہو، آیندہ تم پرواز کے دوران مختلف فوجی چوکیوں کے پاس لینڈ کر دو گے، چوکیوں کے افسران سے گفتگو کرو گے، ایسے وقت تمھاری جیب میں پاکٹ ریکارڈر ہونا چاہیے تاکہ بعد میں، میں اُن کی آوازیں سن سکوں۔ ویسے میں پرواز کے دوران تمھارے دماغ میں رہنے کا وقت نکالوں گا۔"

میں اُس سے رابطہ ختم کر کے اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ کرسی سے اُٹھ کر کھڑکی کے پاس آیا پھر اس کے پردے کو ایک طرف ہٹایا۔ اُسی لمحے میں کھڑکی کے باہر کوئی اُچھل کر دیوار کی آڑ میں چلا گیا۔ یعنی کوئی باہر کھڑا سن گن لے رہا تھا کہ میں اندر کیا کر رہا ہوں۔ میں انجان بن گیا جیسے کسی کو اُچھل کر جاتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔

کھڑکی کے شیشوں پر برف جمی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں سے باہر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ جوان لڑکیاں اور لڑکے اسکیٹنگ شوز کے ذریعے برف پر پھسلتے جا رہے تھے۔ ایک شخص سرخ لباس میں کرسمس فادر بنا ہوا کھڑکی کے سامنے آکر شیشے پر سے برف صاف کر رہا تھا اور دوسرا ہاتھ ہلا کر مجھے ہیلو کہہ رہا تھا۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلا کر ہیلو کہا۔ ایسے غریب لوگ بچوں کا دل بہلانے اور خیرات لینے کے لیے کرسمس فادر کا روپ اختیار کرتے ہیں۔ میں نے کھڑکی کھول کر کہا "ہیلو فادر! میرے ہاں بچے نہیں ہیں پھر بھی تم خالی ہاتھ نہیں جاؤ گے۔"

میں نے اس کی توقع سے زیادہ دس ڈالر دیے، وہ خوش ہو کر چلا گیا۔ میں نے کھڑکی بند کر کے پردہ برابر کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس ریوالور والے کے دماغ میں پہنچ گیا جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ پائلٹ ہارووے کے کمرے میں آیا تھا۔ اس کے پاس بیٹھا ہوا ساتھی ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہا تھا، پتا چلا وہ گفتگو کرنے والا شخص اُن کی ٹیم کا لیڈر ہے۔ یوگا کا ماہر اور زبردست فائٹر ہے۔

ٹرانسمیٹر سے آواز آرہی تھی "سر! ابھی وہ کھڑکی کے پاس آیا، پردہ سرکا کر باہر کا نظارہ کر رہا تھا۔ میں نے شیشے صاف کیے تو اُس نے کھڑکی کھول کر مجھے دس ڈالر دیے۔"

لیڈر نے کہا "یہ تو کوئی معلومات نہ ہوئی، کوئی کام کی بات معلوم کرو۔"

"سر! وہ ریسٹ ہاؤس کے اندر بیٹھ گیا ہے، ہم اندر جھانک نہیں سکتے، باہر وہ نظر آئے گا تو ہم چھیڑ چھاڑ سے معلومات حاصل کریں گے۔"

"انتظار کرو، میں اُسے باہر نکالوں گا۔"

اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے چار دیواری سے باہر نکالنے کے لیے کون سا قدم اٹھانا چاہتا ہے۔ ویسے سپر ماسٹر سارا زور اس بات پر صرف کر رہا تھا کہ فرہاد کے ہم شکل کی اصلیت کیا ہے، یہ کون ہے؟ کہاں سے پیرس آیا تھا؟ اور اب یہاں آکر کیا کر رہا ہے؟

لیڈر ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کر رہا تھا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی بولا "ہیلو میمونا! کیا رپورٹ ہے؟"

وہ بولی "میں حیران ہوں سر! بابا صاحب کے ادارے سے کوئی فرد نہیں آیا ہے۔ میرے ساتھی اینٹی میک اپ لینس کے ذریعے یہاں کی ایک ایک عورت اور مرد کو چیک کر رہے ہیں۔ ابھی تک میک اَپ میں چھپنے والا چہرہ نظر نہیں آیا ہے۔ اب کسی نے پلاسٹک سرجری کرائی ہو تو یہ الگ بات ہے۔"

لیڈر نے کہا "پلاسٹک سرجری والے بھی زیادہ دیر چھپ نہیں سکیں گے۔ فی الحال تم وہ جگہ چھوڑ دو۔ ریسٹ ہاؤس کے چھ نمبر والے پورشن میں وہی فرہاد کا ہم شکل ہے، ہمیں جلد سے جلد اس کی پوری ہسٹری معلوم کرنا ہوگی۔ سپر ماسٹر سخت ناراض ہے، ہم نے ابھی تک اُس کی اصلیت معلوم نہیں کی ہے۔ تم اُسے کسی طرح ریسٹ ہاؤس سے نکالو یا اس کے ساتھ چار دیواری میں دقت گزارو، جس طرح بھی ممکن ہو اپنے ہتھکنڈوں سے اُسے بے نقاب کرو۔"

وہ بولی "یہ ماسک مین کے آدمی کیا کر رہے ہیں، کیا وہ فرہاد کے ہم شکل کو نظر انداز کر رہے ہیں؟"

وہ نظر انداز نہیں کر رہے ہیں، ابھی ماسک مین کے خاص ماتحت نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ کہہ رہا تھا، بابا صاحب کے ادارے نے کسی خطرناک شخص کو فرہاد کی ڈمی بنا کر بھیجا ہے، وہ سپر طاقتوں کو کسی چکر میں ڈالنا چاہتے ہیں بہر حال ماسک مین کے آدمی بھی فرہاد کے ہم شکل پر ناٹن وولف کے پیچھے لگے ہیں۔"

میمونا نے کہا "ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اُسے بے نقاب کرنے کے لیے وہ کیا کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں ریسٹ ہاؤس میں جاؤں تو ماسک مین کے آدمیوں سے ٹکراؤ ہو جائے۔"

"ایسا نہیں ہوگا، تم پوری پلاننگ کے ساتھ جاؤ۔"

اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب یہ انکشاف ہوا کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین کا آپس میں کوئی سمجھوتا ہو گیا ہے۔ اس سمجھوتے کے مطابق دونوں کے خاص آدمی ایک دوسرے کے تعاون سے فرہاد کی ٹیمل کو گھیرنے کا منصوبہ بنا چکے ہیں، جو جو کے اغوا ہونے کا ڈراما پلے کیا گیا ہے۔ ماسک مین نے شور مچایا کہ سپر ماسٹر کے آدمی جو جو کو لے گئے ہیں اور طے شدہ منصوبے کے مطابق سپر ماسٹر نے اس الزام کو قبول کر لیا۔ کسی طیارے کو اس علاقے میں پہنچا کر گم کر دیا گیا تاکہ ہمیں یقین ہو جائے کہ ہماری جو جو پر اُفتاد آپڑی ہے۔ یوں سونیا، پارس اور علی تیمور وغیرہ اسے بچانے کے لیے اِدھر دوڑے چلے آئیں۔

ایسا منصوبہ بنانے کی وجہ بھی سمجھ میں آرہی تھی۔ میرے بعد ٹیلی پیتھی جاننے والا آرمر تھا۔ دشمنوں نے آرمر کا ذہن ہماری

طرف سے موڑ دیا تھا، صرف ایک رسوتی رہ گئی تھی۔ انھوں نے سوچا یہ بہترین موقع ہے، فرہاد کی فیملی کے باقی ماندہ ممبروں کو فرانس سے باہر بلا کر موت کے گھاٹ اتار جائے۔ جو جو ایک ایسی ہستی ہے جسے مصیبتوں سے بچانے کے لیے سب نہ سہی پارس ضرور ادھر آ تا لیکن وہ بھی نہیں آیا۔ ویسے انھیں یقین نہیں تھا بلکہ وہ یقین کی حد تک سمجھ رہے تھے کہ سونیا اور پارس ناقابلِ شناخت میک اپ میں ضرور آئے ہوں گے اور اُن کی طرف سے دھیان ہٹانے کے لیے اور دُشمنوں کو اُلجھانے کے لیے فرہاد کی ڈمی بھیجی گئی ہے۔

مَیں لیڈر کے پاس کھڑے ہوئے شخص کے دماغ میں تھا۔ بڑی خاموشی سے معلوم کر رہا تھا، یہ میمونا کون ہے؟ اُس کی سوچ بتا رہی تھی کہ ایک کافر حسینہ ہے، بہت تیز طرار اور مکار ہے، شراب اس کے لیے پانی ہے، صبح نہار مُنہ پینا شروع کرتی ہے پھر جہاں بھی فرصت ملتی ہے یا نشہ ٹوٹتا ہے، وہاں پینے لگتی ہے۔ کمال یہ ہے کہ پورے ہوش و حواس میں رہتی ہے۔ اکثر لوگ اُسے مدہوش سمجھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں۔

مَیں میمونا کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ زیادہ پینے والی خواہ مدہوش اور غافل نہ ہوتی ہو مگر اس کا دماغ حساس نہیں ہو سکتا تھا اور یہی بات تھی۔ اُس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ میری طرف آنے کی تیاری کر رہی تھی، خوب بن سنور رہی تھی۔ اس کے ساتھ ایسی تدبیر بھی سوچی جا رہی تھی جس پر عمل کر کے وہ مجھے پہلی ملاقات میں اپنا دیوانہ بنا لے۔

اُدھر مَیں نے لباس تبدیل کیا۔ برفانی علاقے کے لحاظ سے گرم کپڑے اور کوٹ، کانوں کو ڈھانپنے والی ٹوپی اور سیاہ چشمہ پہن کر آئینہ دیکھا تو اتنی ساری چیزوں میں میرا چہرہ بھی بڑی حد تک چھپ گیا تھا کوئی مجھے غور سے دیکھ کر ہی فرہاد کا ہم شکل کہہ سکتا تھا۔ مَیں میمونا کے آنے سے پہلے باہر نکل جانا چاہتا تھا۔ وہ کافر حسینہ ہو گی مگر مَیں ایک دُشمن عورت کے ساتھ چار دیواری کے اندر کافر بننا نہیں چاہتا تھا۔

وہ اپنے کاٹیج سے نکل چکی تھی۔ اس کا کاٹیج دوسری پہاڑی پر تھا۔ ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک جھولتی ہوئی کرسی میں بیٹھ کر آنا ہوتا تھا۔ وہ ہینگنگ چیئر پر آ رہی تھی۔ نیچے ہزاروں فٹ کی گہرائی تھی۔ مَیں چاہتا تو اس کی کھوپڑی گھما کر ہینگنگ چیئر سے موت کی بستی میں گرا سکتا تھا لیکن یہ دانش مندی نہ ہوتی، وہ اپنے لیڈر سے برابر رابطہ رکھتی تھی، مَیں اُس کے دماغ میں رہ کر اُن کی بہت سی باتیں معلوم کر سکتا تھا اس لیے اس کا زندہ رہنا ضروری تھا۔

مَیں نے سوچا تھا کہ وہ جب ریسٹ ہاؤس کے سامنے آئے گی تو اس کے وہ تمام ساتھی جو میری نگرانی کر رہے تھے اُن کی توجہ سامنے والے دروازے پر ہو گی۔ وہ دیکھنا چاہیں گے کہ مَیں میمونا کو اندر بُلاتا ہوں یا نہیں اور مَیں سامنے والا دروازہ نہیں کھولوں گا، جیسے ہی وہ دستک دے گی مَیں پچھلے دروازے سے باہر چلا جاؤں گا۔

آخر وہ ریسٹ ہاؤس کے قریب آ گئی۔ مَیں اُس کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا، وہ اطمینان سے چلتے ہوئے دروازے کی طرف آ رہی تھی۔ مجھے دستک کا انتظار تھا۔ اُس نے قریب پہنچ کر کال بیل کی طرف ہاتھ بڑھایا پھر رُک گئی۔ اُسے ریسٹ ہاؤس کے باہر ہی فرہاد علی تیمور نظر آ رہا تھا اور وہ اسی ریسٹ ہاؤس کے برآمدے سے میرے دروازے کے قریب سے گزر رہا تھا۔

یہ میرے لیے حیرانی کی بات تھی۔ مَیں اندر تھا پھر وہ باہر کس فرہاد کو دیکھ رہی تھی؟

مَیں اس کے دماغ میں سنبھل گیا۔ ذرا توجہ سے اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کرنے لگا، یہ معاملہ کیا ہے؟ وہ فرہاد جیسے ہی اس کے قریب سے گزرنے لگا، وہ مسکرا کر بولی۔

"ہیلو مسٹر!"

فرہاد رُک گیا۔ وہ ایک ادائے نازسے مچلتی ہوئی اس کے سامنے آئی پھر بولی "میرا نام میمونا ہے۔"

فرہاد کی خشک آواز سُنائی دی "تمھارا نام میمونا ہے تو مَیں کیا کر سکتا ہوں؟"

اُسے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی، پھر بھی وہ ڈھٹائی سے بولی "ہائے کیسے پتھر ہو، مَیں عقیدت سے اور محبت سے تمھارے پاس آئی ہوں، مَیں تمھارے کارنامے پڑھتے پڑھتے دیوانی ہو گئی ہوں۔"

وہ بولا "تم غلط سمجھ رہی ہو۔ جس کے کارنامے پڑھتی ہو، مَیں وہ فرہاد علی تیمور نہیں ہوں۔ قدرت نے مجھ سے عجب مذاق کیا ہے۔ جہاں جاتا ہوں لوگ مجھے فرہاد سمجھتے ہیں۔ یہ تو اچھا ہُوا کہ وہ مر چکا ہے، اگر زندہ ہوتا تو دُشمن مجھے فرہاد سمجھ کر گولی مار دیتے۔"

میمونا نے کہا "آہ! فرہاد مر گیا؟ نہیں، وہ کبھی نہیں مر سکتا۔ اس سے پہلے مَیں مر جاؤں گی۔ مَیں تمھارے لیے جان پر کھیل جاؤں گی۔ مجھ سے جھوٹ نہ بولو، تم زندہ ہو، میری آنکھوں کے سامنے ہو۔"

"مس میمونا! تم چاہتی کیا ہو؟"

"مَیں تمھارے ساتھ کسی بار میں بیٹھ کر پینا چاہتی ہوں۔

مجھے معلوم ہے تم پیتے نہیں ہو، مَیں تمھیں کافی پلاؤں گی۔"

"اتفاق سے مَیں کافی پینے نکلا ہوں، آؤ۔"

وہ اس کے بازو میں بازو ڈال کر چلنے لگی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس طرح لگ کر چلنے سے وہ اپنے بدن کی حرارت اُسے پہنچاتی رہے گی۔ یوں غیر شعوری طور پر اپنی طرف جھکاتی رہے گی۔

ویسے یہ کمال ہو گیا۔ دُنیا والوں کے زاویۂ نگاہ سے میری موت کے بعد پھر کسی فرہاد علی تیمور کی ضرورت نہیں رہی تھی، دُشمن اطمینان کی سانس لے رہے تھے اور دوست اپنے اپنے دھندوں سے لگ گئے تھے۔ مرنے والے کو کوئی دن رات یاد نہیں کرتا اور نہ اپنا کھانا پینا چھوڑ کر آہیں بھرتا ہے اور نہ ہی دُشمن اُس کی قبر پر آ کر تھوکتے ہیں، مر گیا سو مر گیا۔ ایسے وقت مَیں فرہاد کا ہم شکل بن کر منظرِ عام پر آیا تھا۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین مجھے فرہاد تسلیم نہیں کر سکتے تھے مگر اُن کے اندر ہلچل پیدا ہو گئی تھی کہ ایسے وقت جبکہ جو جو کو مصیبتوں سے بچانے کے لیے سونیا اور پارس وغیرہ کو آنا چاہیے فرہاد کا ہم شکل کیوں آیا ہے؟

یک نہ شُد دو شُد، ابھی وہ ایک کے لیے حیران اور متجسس تھے کہ دوسرا کہیں سے آ گیا تھا۔ مَیں اُس کی آواز سُن چکا تھا۔ اس کے دماغ میں جا سکتا تھا۔ اگر وہ حساس ہو گا تو یہی سمجھے گا کہ میمونا کا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر آنا چاہتا ہے۔ مَیں نے خیال خوانی کی پرواز کی، جیسے ہی اس کے اندر پہنچنا چاہا، اُس نے سانس روک لی۔ مَیں میمونا کے پاس آ گیا، وہ پوچھ رہا تھا "کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں جانتی۔ ایک تم ہی ہو اور تم سے ابھی ملاقات ہوئی ہے۔"

"جھوٹ مت بولو، ابھی کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ تمھارے قریب آنے سے پہلے کسی نے ایسی حرکت نہیں کی تھی۔ صاف ظاہر ہے تمھارا تعلق ایسے لوگوں سے ہے جو میری اصل ہسٹری معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"فرہاد! تمھاری ہسٹری کون نہیں جانتا ہے۔"

"مَیں فرہاد نہیں ہوں۔"

"تم ہو، اسی لیے کوئی تمھارے دماغ میں آنا چاہتا ہے کم از کم مجھ سے تو یہ نہ کہو کہ مر چکے ہو جبکہ میرے سامنے بیٹھے ہو۔"

"کیا تم ایک پیگ پینے کے بعد میرا پیچھا چھوڑ دو گی؟"

"تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ آخر تمھیں کیا ہو گیا ہے تم تو بہت زندہ دل اور حسینوں کے شیدائی تھے۔ کیا مَیں حسین نہیں ہوں؟"

"مَیں تمھارے حسن کا کیا کروں؟"

"تعجب ہے! مرد ہو کر حسن کا استعمال پوچھ رہے ہو۔ کیا مجھ سے پہلے کوئی عورت تمھاری زندگی میں نہیں آئی ہے؟"

اُس نے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا "آہ! ایک عورت، صرف ایک عورت ایسی ہے جسے مَیں چاہتا ہوں، جسے حاصل کرنے کے لیے مَیں اپنی ساری زندگی داؤ پر لگا دوں گا۔"

"وہ خوش نصیب کون ہے؟"

وہ حسرت بھرے لہجے میں بولا "سونیا۔"

مَیں ایک دم سے چونک پڑا۔ پھر دوسرے ہی لمحے مجھے یاد آ گیا کہ پرنس ڈیگر، سونیا کا عاشق ہے۔ سونیا نے ماسکو میں رہ کر اس سے پیار کا ناٹک کیا تھا اور وہ سچا عاشق بن بیٹھا تھا۔ ایک بار اُس نے کہا تھا کہ سپر ماسٹر کی لابی چھوڑ کر سونیا کے پاس آنے کے لیے اُسے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرانی پڑے گی تاکہ سپر ماسٹر کا کوئی بندہ اُسے پہچان نہ سکے اور نئے روپ میں آنے کے لیے اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ فرہاد سے مشابہت رکھتا ہوا چہرہ اپنائے گا تاکہ سونیا اُس کی ذات میں فرہاد کو دیکھ کر اس سے محبت کرتی رہے۔

اور آج وہ فرہاد بن کر ہی آ گیا تھا۔ مَیں نے سونیا کو مخاطب کیا پھر کہا "مبارک ہو، تمھارا عاشق یہاں پہنچ گیا ہے۔"

"تم نے آتے ہی بکواس شروع کر دی، کام کی بات کرو۔"

"یہ کام کی ہی بات ہے، پرنس ڈیگر میری صورت بنا کر یہاں آیا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں، مَیں نے ایک عورت کے دماغ میں رہ کر اس کی آواز سُنی تھی۔ پہلے یاد نہیں آیا کہ ایک بار تمھارے [illegible] اُس کی آواز سُن چکا ہوں۔ جب اُس نے عورت سے کہا کہ وہ اتنی بڑی دُنیا میں صرف ایک عورت کو چاہتا ہے اور وہ سونیا ہے تو مجھے یاد آ گیا کہ وہ میرا رقیب ہے۔ آہ! کیا میرا رقیب مجھ سے اچھا ہے؟"

"بے شک تم سے لاکھ درجے اچھا ہے، دُنیا کی حسین ترین عورتوں کے مُنہ پر کہہ دیتا ہے کہ صرف سونیا اُس کی آئیڈیل ہے۔ وہ کسی عورت کی تنہائی میں نہیں جاتا، میری آرزو میں کنوارہ پھر رہا ہے۔"

"کیا تم اُس پر ظلم نہیں کر رہی ہو؟"

"عاشق کو کڑی آزمائش سے گزارنے کے لیے ظالم بننا

ہی پڑتا ہے۔ جب وہ آزمائشوں پر پورا اُترے گا تو میں اُسے جیون ساتھی بنالوں گی۔"

"خبردار! منہ توڑ دوں گا۔ تمہاری تنہائی میں میرے سوا کوئی نہیں آسکتا۔"

"اور تمہاری تنہائی میں سب آسکتی ہیں، تم نہایت ہی بے شرم، لچے اور لفنگے ہو۔ عورت کا مان رکھنے والی کوئی بھی خوددار عورت ایسے مرد کو چاہتی ہے جس کی تنہائی صرف اس کے لیے ہو۔ پرنس ڈیگر آزمائش پر پورا اُتر رہا ہے، میں بہت جلد اس کے حق میں دھماکا خیز فیصلہ کرنے والی ہوں۔"

"معلوم ہوتا ہے پرنس ڈیگر کی شامت آگئی ہے۔"

"اگر تم نے اُسے ناخن برابر بھی نقصان پہنچایا تو میں تمہارے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ جاؤں گی۔ تم بھی جانتے ہو، دُنیا بھی جانتی ہے جس کے پیچھے میں پڑ جاؤں، وہ موت کے بعد ہی مجھ سے پیچھا چھڑا پاتا ہے۔ پرنس ڈیگر زبان کا سچا ہے جو کہہ رہا ہے اُس پر عمل کرتا جارہا ہے۔ اُس نے میرے لیے سپر ماسٹر کو چھوڑ دیا، اپنا ملک اپنی قوم، اپنے دوست احباب چھوڑ دیے، اُس کی اپنی کوئی پسند نہیں ہے، وہ میری پسند کو اپنی پسند بنالیتا ہے اس لیے اچھے بچے بن کر اپنے کام سے کام رکھو۔ رسوتی کے لہجے میں اُس سے رابطہ قائم کرو اور کہو کہ وہ میرے دماغ میں آئے، میں اُس سے کچھ کھٹی میٹھی باتیں کروں گی۔"

"تم مجھے جلا رہی ہو، میں کوئی بنا عاشقی نہیں ہوں کہ رقابت میں سُلگتا رہوں گا، تم اُس کے ساتھ جہنم میں جاؤ، میں اُسے بھیج رہا ہوں۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ تھوڑی دیر تک بے چینی سے اُٹھ کر ٹہلتا رہا۔ وہ درست کہہ رہی تھی، میں ہر جائی ہوں۔ کم از کم اس جیسی خوددار عورت مجھے برداشت نہیں کرسکتی اسی لیے میں بائیس برس سے اس نے علیحدگی اختیار کرلی تھی اب کبھی میری تنہائی میں آنے کا کوئی چانس نہیں تھا لیکن وہ عورت تھی اس کے بھی جذبات تھے، وہ صرف ایسے مرد کی محبت چاہتی تھی جو صرف اس کا اپنا ہو اور اُسے ایسا ساتھی مل رہا تھا۔

میں نے ایک زور کی ٹھوکر ماری۔ سامنے والی سینٹر ٹیبل دوسری طرف اُلٹ گئی۔ پہلی بار زندگی میں، میں نے رقابت محسوس کی۔ وہ میری جان تھی، میرا جہان تھی، میں اُسے کسی دوسرے میں دلچسپی لیتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

یہ بھی ہوسکتا تھا کہ وہ میری آوارگی پر مجھے شرم دلا رہی ہو۔ میں نے حقیقت معلوم کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پرنس ڈیگر کے سانس روکنے سے پہلے کہا۔ "میں رسوتی ہوں۔"

وہ بولا۔ "یس مادام۔"

"سونیا سے رابطہ کرو۔"

میں اُس کے دماغ سے چلا آیا۔ چند سیکنڈ چُپ چاپ بیٹھا رہا، جب اندازہ ہوگیا کہ وہ سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا ہوگا اور اب اس کی موجودگی میں سونیا مجھے محسوس نہیں کرسکے گی تو میں اُس کے پاس آکر خاموشی سے ان کی باتیں سننے لگا۔

وہ پوچھ رہا تھا۔ "تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں سوئٹزرلینڈ میں ہوں، کیا مادام رسوتی یہاں ہیں؟"

"نہیں، وہ زیرِ علاج ہے، میرے اپنے کچھ ذرائع ہیں جن کے ذریعے میں نے تمہیں ڈھونڈ لیا ہے۔"

"ڈھونڈنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم مجھے یاد کرتی رہتی ہو اور مجھے تلاش کرتی رہی ہو۔"

"ہاں، تم نے مجھے بھلا دیا تھا، میں کس دل سے بھلا دیتی؟"

"ایسا نہ کہو، میں نے بھلایا نہیں تھا بلکہ مصیبتوں میں گھر گیا تھا۔ سپر ماسٹر سے پیچھا چھڑانے کے دوران بڑی دُشواریوں سے گزرتا رہا ہوں۔ یہ ایک طویل روداد ہے، میں یہ روداد ڈائری میں لکھتا جارہا ہوں تاکہ فرہاد کی طرح میری تمہاری داستانِ حیات کا بھی سلسلہ شروع ہوجائے۔"

"پرنس! تم فرہاد بننے کے چکر میں کہیں اپنی گردن پھنسا لو گے۔ تمہاری وہ ڈائری دُشمنوں کے ہاتھ لگے گی تو بھید کھل جائے گا کہ تم نے میری محبت میں سپر ماسٹر کو چھوڑا ہے اور فرہاد کی شکل اختیار کی ہے۔"

"سونیا! میں نادان نہیں ہوں، میں نے اپنی ڈائری میں اپنا، تمہارا اور سپر ماسٹر وغیرہ کا نام نہیں لکھا ہے۔ اہم باتوں کو کوڈ ورڈز میں لکھا ہے، انھیں میرے سوا کوئی نہیں سمجھے گا۔"

"جب تمہارے سوا کوئی نہیں سمجھے گا تو یہ باتیں دماغ میں محفوظ رکھو۔ اس خوش فہمی میں نہ رہو کہ دوسرے ناسمجھ ہوتے ہیں، اُس ڈائری کو ابھی اسی لمحے جلا ڈالو۔"

"اُسے جلانے کے لیے ہوٹل کے کمرے میں جانا ہوگا۔ یہاں ایک عورت میرے پیچھے پڑ گئی ہے، میں ابھی اُس سے پیچھا چھڑا کر جاتا ہوں۔"

"اُسے جلانے کے بعد مجھ سے رابطہ کرنا۔"

"تم نے یہ نہیں پوچھا میں سوئٹزرلینڈ کیوں آیا ہوں؟"

"پوچھوں گی، پہلے جاؤ۔"

اس سے پہلے کہ وہ جاتا، میں سونیا کے دماغ سے چلا آیا تاکہ اس کے بعد وہ مجھے محسوس نہ کرسکے۔ مجھے ذرا اطمینان

ہوا کہ اُس نے پرنس سے محض لگاوٹ کی باتیں کی تھیں۔ میں اُس کے انداز کو خوب سمجھتا ہوں۔ اُس نے محبت کا وہ انداز نہیں اپنایا تھا جو میرے لیے اپنایا کرتی ہے۔ میں نے اُلٹی ہوئی سینٹر ٹیبل کو اُٹھا کر سیدھا کردیا۔

میں نے پہلے دروازے کو کھول کر دیکھا، وہ کرسمس فادر نظر نہیں آیا۔ کوئی دوسرا نگرانی کرنے والا بھی نہیں ہوگا۔ وہ پرنس ڈیگر کو میرا مہم شکل دیکھ کر اُس کے پیچھے گئے ہوں گے۔ میں نے اپنا مختصر سا سامان اُٹھایا پھر وہاں سے چل پڑا۔ ہینگنگ کیبن میں بیٹھ کر دوسری پہاڑی پر پہنچا۔ وہاں کسی ہوٹل کا کمرا خالی نہیں تھا۔ تمام کاٹیج بھی ریزرو تھے۔ کسی کے ساتھ شیئر کرکے ایک ہی کاٹیج میں رہنا گوارا نہ تھا اور میں مایوس ہوکر واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے ایک کاٹیج کے مالک کو زیادہ رقم کا لالچ دیا۔ اُس نے کہا۔ "کل ایک کاٹیج خالی ہونے والا ہے، تم چوبیس گھنٹے کے لیے میرے دوسرے کاٹیج میں رہ سکتے ہو۔ وہاں دو بیڈ روم اور ایک کامن روم ہے۔ ایک بیڈ روم میں پہلے سے ایک کرایہ دار ہے تم دوسرے بیڈ روم میں رہ سکتے ہو۔"

میں نے اس کے ساتھ جاکر کاٹیج کو دیکھا پھر چوبیس گھنٹے کے لیے وہاں رہ گیا۔ یوں بھی مجھے خیال خوانی کے لیے ایک بند کمرے کی فوری ضرورت تھی۔ میں دروازہ اندر سے بند کرکے میمونا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ غصّے میں تھی۔ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہی تھی۔ "وہ گستاخ بہت مغرور ہے۔ میرا ایک پیگ ختم ہونے تک بھی ساتھ نہ دے سکا۔ اچانک اُٹھ کر بولا، مجھے فوراً ہوٹل کے کمرے میں جانا ہے، اندازہ چلا گیا۔"

وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوٹل میں داخل ہوئی۔ انھوں نے چھپ کر میری تصویر اُتاری ہوئی تھی۔ اُس نے وہ تصویر کاؤنٹر پر دکھا کر پوچھا۔ "یہ شخص کس کمرے میں ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے کمرے کا نمبر بتاتے ہوئے کہا۔ "وہ ابھی لفٹ سے گیا ہے۔"

وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے دوسری لفٹ میں پہنچے پھر اُس کے ذریعے اوپر جانے لگے۔ میں چاہتا تو رسوتی کے لہجے میں اُسے پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کردیتا مگر دو باتیں تھیں۔ ایک تو اُس نے خود ہی میمونا کے دماغ کو پڑھا ہوگا یا اُسے نظر انداز کیا ہوگا تو میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ اپنے دُشمنوں سے کس طرح بچاؤ کرتا ہے۔

میمونا کے ساتھی نے اُس کے دروازے پر پہنچتے ہی زور کی لات ماری، وہ پہلے ہی کھلا ہوا تھا، ایک دھڑاکے سے پوری طرح کھل گیا۔ پرنس ڈیگر آتش دان کے پاس جھکا ہوا ڈائری کے ورق پھاڑ پھاڑ کر آگ میں ڈال رہا تھا۔ یکایک دروازہ کھلتے ہی وہ چونک کر اُچھل پڑا۔ آنے والوں میں سے ایک نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ میمونا نے گھور کر آتش دان کو دیکھا پھر فوراً ہی پستول نکال کر بولی۔ "تم کیا جلا رہے ہو، ڈائری اِدھر دو۔"

پرنس نے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ڈائری کو پھینک دیا۔ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا پھر پرنس کو دھکا دے کر آتش دان کی طرف جھکتے ہوئے اُس ڈائری کو آگ سے نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک بار اُس کا ہاتھ جلا۔ گر دوسری بار اُس نے جلنے کی پروا کیے بغیر اُسے نکال لیا۔ اُس میں آگ لگ چکی تھی اوراق جل رہے تھے، وہ اُسے فرش پر پھینک کر جُوتے سے بُجھا رہا تھا۔ آگ بُجھتے بُجھتے وہ تقریباً جل چکی تھی۔

ایک شخص نے پرنس کا گریبان پکڑ کر پوچھا۔ "یہ کس کی ڈائری تھی، اس میں کیا لکھا ہوا تھا؟"

"یہی بتانا تھا تو میں اسے کیوں جلاتا۔" یہ کہتے ہی پرنس نے اس کے پیٹ میں گھونسا مارا، وہ جھکا تو دوسرا گھونسا منہ پر مار کر دوسری طرف اُلٹا دیا۔ باقی دو ساتھیوں نے ریوالور نکال لیے۔ میمونا آرام سے ایک صوفے پر بیٹھ کر بولی۔ "میں پیار سے قابو میں کرنے آئی تھی، تم لات جُوتے کھا کر قابو میں آنا چاہتے ہو۔"

پرنس نے پوچھا۔ "تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تمہاری اصلیت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"میرا نام ہیری واٹسن ہے، پیرس میں رہتا ہوں۔ مجھے علمِ نجوم سے دلچسپی ہے۔ یہی میرا ذریعۂ معاش ہے جس ملک میں جاتا ہوں لاکھوں ڈالر کما لیتا ہوں۔"

"ابھی تم کیا جلا رہے تھے؟"

"میری ڈائری تھی، اس میں ایک حسینہ سے عشق کی روداد لکھی ہوئی تھی۔ میں اُس حسینہ کو بدنام نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لیے اسے جلا دیا۔"

میمونا نے کہا۔ "تم نے بار میں کہا تھا، سونیا سے عشق کرتے ہو!"

"وہ اس لیے کہا تھا کہ تم مجھے فرہاد سمجھ رہی تھیں، فرہاد کی مناسبت سے میں نے سونیا کا نام لیا تھا۔"

"بکواس کر رہے ہو، ڈائری میں عشق کی روداد نہیں کچھ اہم راز کی باتیں تھیں، تم نے میمونا سے ملتے ہی خطرہ محسوس کیا اور اسے بار میں چھوڑ کر یہاں ڈائری جلانے آگئے۔"

"تم لوگ اپنے طور پر کچھ بھی سمجھ سکتے ہو۔ جو سچ ہے وہ میں نے کہہ دیا۔"

میمونا نے ساتھیوں سے کہا۔ "اس کے سامان کی تلاشی لو۔"

ایک ساتھی نے اچانک ہی میمونا کے منہ پر اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ چیختے ہوئے اُسے گالیاں دیتے ہوئے صوفے سے اُچھل کر کھڑی ہوگئی۔ میں سمجھ گیا پرنس ان کے ہاتھوں میں ریوالور دیکھ کر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کر رہا تھا۔

تھپڑ مارنے والے نے اپنے ریوالور کا رُخ چھت کی طرف کیا پھر ٹھائیں ٹھائیں گولیاں چلاتا چلا گیا۔ دوسرے ساتھی نے آکر اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے پوچھا۔ "سرا کیا آپ ہی خیال خوانی کرتے ہیں؟"

"ہاں میں ہی کرتا ہوں۔"

"پھر تو آپ مادام سونیا سے معلوم کر سکتے ہیں کہ میں قابلِ اعتماد ہوں۔"

"میں مادام سے معلوم کر چکا ہوں اسی لیے بھروسا کر کے تمہارے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔ ویسے یہ بھروسا کچھ مہنگا پڑ رہا ہے۔"

"میں آپ کی بات نہیں سمجھ رہا ہوں، آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "تمہیں پتا ہے کہ ایک ہیلی کاپٹر ہمارے تعاقب میں ہے۔"

"اوہ نو سر! وہ اپنے طور پر پرواز کر رہا ہے۔"

"تم یہ ہیلی کاپٹر جدھر موڑو گے اُدھر وہ مُڑے گا۔"

"یعنی جدھر میں اسے اُتاروں گا، اُدھر وہ بھی اُترے گا۔ کیا خیال ہے اسے یہیں کہیں اُتار دوں؟"

"یہ تمہارے ہاتھوں میں ہے مگر مجھے دشمنوں کے حوالے کر کے کیا ملے گا؟"

"میں جواب کیا دوں، تمہاری زبان میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

میں نے کہا۔ "میں خدا کی دی ہوئی زبان سے خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں مجھے دشمنوں کے حوالے نہ کرو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "گڑگڑاتے کیوں ہو۔ پیچھے سے میرے سر پر کوئی وزنی چیز مارو، مجھے نیچے گرا دو اور ہیلی کاپٹر لے کر فرار ہو جاؤ۔"

"میں کوئی فلمی ہیرو نہیں ہوں، ہیلی کاپٹر کو کنٹرول کرنا نہیں آتا ہے۔ تمہیں ماروں گا تو خود اس ہیلی کاپٹر کے ساتھ فنا ہو جاؤں گا۔"

"تو پھر خاموشی سے بیٹھے رہو۔ یہاں سے قیس میل دُور ایک ویران علاقہ ہے، یہ وہیں لینڈ کرے گا۔"

میں خاموش رہ کر کینی پال کے پاس پہنچا۔ اُس نے کہا۔ "آپ کے تنویمی عمل کے نتیجے میں آپ تو میرے دماغ میں آجاتے ہیں لیکن میں آپ کے پاس نہیں آسکتا۔ اگر آسکتا تو آپ کو پہلے کو یہ بات معلوم ہوگی تو ان کا اضطراب اور بے چینی بڑھ جائے گی۔ یہ یقین پختہ ہوگا کہ فرہاد کی ڈگی کو بابا صاحب کے ادارے سے بھیجا گیا ہے اور اس کی پُشت پر ایک روسنتی ہی خیال خوانی کے لیے رہ گئی ہے۔ اُس نے ابھی ہوٹل کے کمرے میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے میمونا اور اُس کے ساتھیوں کو پھانسا ہے۔

میں نے ہیلی کاپٹر اور طیارے کے پائلٹوں سے رابطہ قائم کیا۔ طیارے کے پائلٹ نے کہا۔ "جناب! دو مختلف فوجی چوکیوں تک جا کر ابھی آیا ہوں۔ میں نے وہاں کے افسروں سے بھی بات کی۔ ان کی لاعلمی میں گفتگو ریکارڈ کی ہے، سُننا پسند کریں گے؟"

"ہاں، ابھی سناؤ۔"

وہ ریکارڈ آن کر کے سُنانے لگا۔ میں نے تین افسروں کی آوازیں سُنیں پھر کہا۔ "اسے بند کر دو، میں پھر آؤں گا۔"

میں اُس کے دماغ سے نکل کر ایک افسر کے پاس پہنچا۔ اُس کی سوچ نے کہا۔ "کل ایک طیارہ نیچی پرواز کرتا ہوا یہاں سے گزرا تھا۔ وائرلیس کے ذریعے وارننگ دینے کے باوجود طیارے کا پائلٹ خاموش تھا۔ اُس نے کسی طرح کا سگنل بھی نہیں دیا۔ اب اس طیارے کو تلاش کرنے والی ٹیمیں آرہی ہیں۔"

میں نے اُس کی سوچ میں پوچھا۔ "اب تک کتنے ملکوں کی ٹیمیں آئی ہوں گی؟"

وہ سوچنے لگا۔ "فرانس، مغربی جرمنی، رومانیہ اور امریکا کے جاسوس طیارے اور ہیلی کاپٹر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اسکیٹنگ کرنے والے جوان برف پر پھیلتے ہوئے جانے کہاں کہاں سے آتے ہیں۔ اگر ہم انھیں چوکی کے پھاٹک سے آگے جانے کی اجازت نہیں دیتے۔"

میں دوسری چوکی کے افسر کو ٹٹولنے آیا تو مسز کاسراغ ملنے لگا۔ طیارہ اغوا کرنے والوں نے پہلے ہی اُس افسر سے معاملات طے کر لیے تھے۔ اُس چوکی میں رات بارہ بجے سے صبح سات بجے تک پندرہ فوجی جوانوں کی ڈیوٹی ہوا کرتی تھی۔ سات بجے کے بعد دوسرے جوان اور افسر آجاتے تھے۔ آدھی رات کو جو ڈیوٹی کرنے والے پندرہ فوجی تھے انھیں فی کس دو لاکھ ڈالر دیے گئے تھے اور اُن سے کہا گیا تھا کہ فلاں رات فلاں وقت یہاں ایک طیارہ لینڈ کرے گا اور برف پر دوڑتا ہوا پہاڑی کے پیچھے چلا جائے گا۔ کنٹرول ٹاور سے پوچھا جائے تو وہ صاف انکار کر دیں کہ اِدھر سے کوئی طیارہ نہیں گزرا ہے۔

میں نے افسر کی سوچ میں سوال کیا۔ "وہ طیارہ کہاں ہوگا؟"

اُس کی سوچ نے کہا۔ "میں اکثر سوچتا ہوں کہ وہ طیارہ کہاں گیا ہوگا۔ یہاں سے پچیس میل کے فاصلے پر وہ پہاڑیوں کے درمیان مُڑتک سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا راستہ گیا ہے۔ ایسے راستے خطرناک ہوتے ہیں، وہاں برف کی سطح کھوکھلی ہوتی ہے۔ ذرا سی دباؤ پڑتے ہی اندر گہرائی تک برف ٹوٹتی چلی جاتی ہے۔ کہیں اندر سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑتا ہے۔ پتا نہیں انھوں نے طیارے کو کہاں چھپایا ہے۔ مجھے اتنی دُور جانے کی چھٹی نہیں ملتی۔ کبھی فرصت ملے بھی تو اُدھر جانا کیا ضروری ہے۔ دو لاکھ ڈالر مل چکے ہیں، یہ بہت ہے۔"

میں نے طیارے کے پائلٹ کے پاس آکر کہا۔ "تمہاری ڈیوٹی ختم ہوگئی ہے، تم ہیبرس واپس جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ دشمن پھر تمہیں مکھیر پریشان کریں۔"

وہ خوش ہوگیا۔ اُسے گھر جانے کی اجازت مل گئی تھی۔ میں نے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو مخاطب کیا۔ وہ بھی حساس دماغ رکھتا تھا۔ مخصوص کوڈ ورڈ ادا کرنے پر اپنے دماغ میں آنے دیتا تھا۔ میں نے کہا۔ "مجھے اپنے دماغ میں تھوڑی دیر خاموش رہنے دو۔ میں تمہارے ڈھکے چھپے خیالات پڑھنا چاہتا ہوں۔"

اُس نے کہا۔ "سرا! ابھی تک آپ نے مجھ پر اعتماد کیا، اب یہ بے اعتمادی کیوں ہے؟"

"یہ بے اعتمادی نہیں ہے، احتیاطی اقدام ہے۔ تمہیں ایک معاملے میں رازدار بنانا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے تمہیں دماغ کی گہرائیوں تک ٹٹولنا ضروری ہے۔"

"بہتر ہے، آپ مجھے کسی معاملے میں رازدار نہ بنائیں۔"

"یعنی تم فرائض کی ادائیگی سے انکار کر رہے ہو؟"

"میرے دماغ میں میری ذات سے تعلق رکھنے والی ایسی باتیں ہیں جنھیں میں ساری دُنیا سے چھپا کر رکھتا ہوں۔ ان باتوں کا تعلق سرکاری فرائض سے نہیں ہے، اس لیے میں چور خیالات پڑھنے نہیں دوں گا۔"

میں نے کہا۔ "کوئی بات نہیں، جب مادام سونیا نے تم پر بھروسا کیا ہے تو میں بھی کروں گا۔"

"شکریہ جناب! آپ حکم دیں۔"

"فلائنگ کلب پہنچو، میں آرہا ہوں۔ ہمیں ایک شمالی پہاڑی تک پرواز کرنا ہے۔"

میں اُس سے رابطہ ختم کر کے کاٹیج سے نکلا پھر فلائنگ کلب کی طرف جانے لگا۔ راستے میں سونیا کو مخاطب کر کے اسے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے متعلق بتایا۔ وہ بولی۔ "وہ مجھے چور خیالات پڑھنے سے روک رہا ہے تو اس پر بھروسا کر کے کیوں خطرات مول لینا چاہتے ہو۔ اُسے پیرس بھیج دو۔ میں دوسرا ہیلی کاپٹر یہاں سے روانہ کر دوں گی۔"

"صرف دوسرا پائلٹ روانہ کر دو۔ یہاں کے فلائنگ کلب والوں کو سرکاری طور پر مطمئن کرا دو۔ دو گھنٹے کے اندر میرے نام کے یعنی رالف وولف کے نام کے کاغذات تیار کرا کے بھیج دو جن کے مطابق میں ہیلی کاپٹر کا پائلٹ تسلیم کیا جاؤں گا۔ یہ کاغذات ہیلا کے فلائنگ کلب میں پہنچائے جائیں۔"

میں فلائنگ کلب میں پہنچا۔ پائلٹ سے پہلی بار سامنا ہوا۔ وہ اچھا تگڑا جوان تھا۔ میں نے کوڈ ورڈ ادا کیے تو اُس نے مُسکرا کر معانقہ کیا پھر ہم ہیلی کاپٹر میں وہاں سے روانہ ہوئے۔ اُس نے پرواز کے دوران پوچھا۔ "سرا کیا آپ ہی خیال خوانی کرتے ہیں؟"

"ہاں میں ہی کرتا ہوں۔"

"پھر تو آپ مادام سونیا سے معلوم کر سکتے ہیں کہ میں قابلِ اعتماد ہوں۔"

"میں مادام سے معلوم کر چکا ہوں، اسی لیے بھروسا کر کے تمہارے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔ ویسے یہ بھروسا کچھ مہنگا پڑ رہا ہے۔"

"میں آپ کی بات نہیں سمجھ رہا ہوں، آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "تمہیں پتا ہے کہ ایک ہیلی کاپٹر ہمارے تعاقب میں ہے۔"

"اوہ نو سر! وہ اپنے طور پر پرواز کر رہا ہے۔"

"تم یہ ہیلی کاپٹر جدھر موڑو گے اُدھر وہ مُڑے گا۔"

"یعنی جدھر میں اسے اُتاروں گا، اُدھر وہ بھی اُترے گا۔ کیا خیال ہے اسے یہیں کہیں اُتار دوں؟"

"یہ تمہارے ہاتھوں میں ہے مگر مجھے دشمنوں کے حوالے کر کے کیا ملے گا؟"

"میں جواب کیا دوں، تمہاری زبان میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

میں نے کہا۔ "میں خدا کی دی ہوئی زبان سے خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں مجھے دشمنوں کے حوالے نہ کرو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "گڑگڑاتے کیوں ہو۔ پیچھے سے میرے سر پر کوئی وزنی چیز مارو، مجھے نیچے گرا دو اور ہیلی کاپٹر لے کر فرار ہو جاؤ۔"

"میں کوئی فلمی ہیرو نہیں ہوں، ہیلی کاپٹر کو کنٹرول کرنا نہیں آتا ہے۔ تمہیں ماروں گا تو خود اس ہیلی کاپٹر کے ساتھ فنا ہو جاؤں گا۔"

"تو پھر خاموشی سے بیٹھے رہو۔ یہاں سے قیس میل دُور ایک ویران علاقہ ہے، یہ وہیں لینڈ کرے گا۔"

میں خاموش رہ کر کینی پال کے پاس پہنچا۔ اُس نے کہا۔ "آپ کے تنویمی عمل کے نتیجے میں آپ تو میرے دماغ میں آجاتے ہیں لیکن میں آپ کے پاس نہیں آسکتا۔ اگر آسکتا تو آپ کو پہلے

ہی خطرے سے آگاہ کر دیتا۔ ایک ہیلی کاپٹر آپ کے تعاقب میں گیا ہے۔"

"میں نے پوچھا۔ "اس میں سپر ماسٹر کے آدمی ہیں؟"

"نہیں۔ وہ ماسک مین کے لوگ ہیں۔ انھوں نے پون گھنٹا پہلے ہماری ٹیم کے لیڈر کو بتایا تھا کہ فرہاد کا ہم شکل فلاں وقت فلاں ہیلی کاپٹر سے پرواز کرے گا۔"

"میں نے کہا۔ "سپر ماسٹر اور ماسک مین میں گاڑھی چھن رہی ہے۔ ان کے ماتحت بھی ایک دوسرے سے بھرپور تعاون کر رہے ہیں۔"

"جی ہی ہو رہا ہے۔"

"تم بھی تعاون کرو۔ اپنی ٹیم کے لیڈر سے جیسے گفتگو کرتے ہوئے سنا ہے، اس کے دماغ میں جاؤ۔"

اُس نے میرے حکم پر عمل کیا۔ اُس کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا، وہ تعاقب کرنے والے ہیلی کاپٹر میں موجود ہے۔ اس کے ساتھ میں بھی پہنچ گیا تھا۔ میں نے اُسے پائلٹ سے گفتگو کرنے پر مائل کیا۔ اس نے پوچھا۔ "اور کتنے میل کی پرواز ہے؟"

پائلٹ نے جواب دیا۔ "صرف آٹھ میل کی پرواز رہ گئی ہے۔"

اس کے بولتے ہی میں نے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ ایک پہاڑی کے قریب پرواز جاری تھی۔ میں نے ہیلی کاپٹر کو پہاڑی کی طرف موڑا۔ اُس کی رفتار بڑھائی تو پیچھے بیٹھے ہوئے دشمنوں نے گھبرا کر پوچھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

اُنھیں موت نے جواب سُننے کی مہلت نہیں دی۔ ہیلی کاپٹر برفانی چٹانوں سے ٹکرایا، ایک زوردار دھماکا ہوا۔ پھر اُس کے ٹکڑے فضا میں اُڑتے بکھرتے ہوئے بستی میں جانے لگے۔ میرے پائلٹ نے پریشان ہو کر کہا۔ "یہ کیا ہو گیا؟"

میں اس کے پیچھے والی سیٹ پر تھا۔ ایک جیبی چاقو نکال کر میں نے اُس کے بازو میں پیوست کیا پھر اندر ہی اندر گوشت کو کاٹتے ہوئے بازو میں خونی تکیہ بناتے ہوئے بولا۔ "یہ ہو رہا ہے۔"

وہ اپنی سیٹ پر حفاظتی بیلٹ باندھے بیٹھا تھا۔ اُسی جگہ چیختا چلّاتا رہ گیا پھر وہ بیلٹ کھولنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "میں تمھارے دماغ کے اندر ہوں، سانس روکو اور مجھے نکال دو۔"

بازو کے گہرے زخم میں جیسے آگ بھر گئی تھی۔ جلن اور تکلیف سے بُرا حال تھا۔ سانس نہیں روک سکتا تھا۔ میں نے اُس کے دماغ میں رہ کر ایک جگہ آرام سے ہیلی کاپٹر کو پہاڑ کی طرف اتارا۔ اس کے پچھلے حصّے سے اسکیٹنگ شوز اور برف میں روڑ لگانے کا جملہ سامان نکالا پھر اُس سے کہا۔ "جاؤ تم آزاد ہو۔ میں اپنے راستے جا رہا ہوں، تم اپنے راستے جاؤ۔"

اُس غدار کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اُسے آزاد چھوڑ رہا ہوں۔ پختہ آہنی سے گردش کر رہا تھا۔ میں ہیلی کاپٹر سے باہر تھا۔ اُس نے اپنی دانست میں مجھے دھوکا دیا اور اُسے اُڑا لیا۔ بلندی پر دُور چلا گیا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "افسوس، مجھے اتنی دور تنہا چھوڑ کر بھی اپنے اندر گھسائے ہوئے ہو۔"

وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا۔ "تمھیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے معاف کر دو۔"

"تھوڑی دیر پہلے میں نے بھی تمھیں خدا کا واسطہ دیا تھا مگر تم نے کہا تھا میری زبان تمھاری سمجھ میں نہیں آتی۔ تم نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ مظلوم کی زبان آج تک کسی ظالم کی سمجھ میں نہیں آئی۔ میں بھی سوچ رہا ہوں، تم اس وقت کون سی زبان بول رہے ہو؟"

"ایک بار مجھے معاف کر دو، میں تمھارا وفادار غلام بن کر رہوں گا۔"

"میں نے کہا۔ "مجھے تمھاری زبان سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ میں جا رہا ہوں، تم بھی جاؤ۔"

"نہیں، تم نہیں جاؤ گے۔ میرے اندر رہو گے۔ میں ہیلی کاپٹر تمھارے پاس لا رہا ہوں، تمھارے قدموں میں گرنے آ رہا ہوں۔"

مگر وہ واپس نہ لا سکا۔ میں نے اُسے اس چوکی کے پاس پہنچا دیا تھا جہاں کے جوانوں اور افسروں نے بھاری رشوت سے کر طیارے کو کہیں چھپانے کا موقع دیا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر اس چوکی کے فوجی کیمپ پر آ کر گرا۔ ایک قیامت خیز دھماکے کی آواز کے ساتھ وہاں تباہی پھیل گئی۔ کسی رشوت خور کو بھاگنے کا موقع نہیں ملا۔ وہاں اسلحہ اور پٹرول کے ذخیروں میں آگ لگنے سے چھوٹے بڑے دھماکے ہوتے جا رہے تھے۔

میں نے بعد میں وہاں پہنچ کر تباہی کا منظر دیکھا تھا۔ میں اسکیٹنگ شوز پہن کر کھڑا ہو گیا۔ میری پُشت پر ضروری سامان کی کٹ بندھی ہوئی تھی پھر میں دونوں ہاتھوں کی اسٹک کے سہارے آگے چل پڑا۔ اونچے نیچے راستے، میدان اور پہاڑیاں سب ہی برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ جہاں تک نظر جاتی تھی، سفید چمکیلی برف دکھائی دیتی تھی۔ یوں لگتا تھا پوری کائنات پر سفید چادر بچھی ہوئی تھی۔ ایسے علاقے میں نشیب و فراز بہت ہوتے ہیں۔ کبھی میں بلندی سے ڈھلان کی طرف جاتا تھا اور کبھی ڈھلان سے چڑھائی پر پہنچ جاتا۔ اسکیٹنگ کے دوران ایسے مقامات بھی آئے جہاں سیکڑوں فٹ کی بلندی سے چھلانگ لگانی پڑی۔ توازن برقرار رکھنے والے بلندی سے صحیح سلامت نشیبی میدان میں پہنچ جاتے ہیں۔ اگرچہ میں طویل عرصے بعد اسکیٹنگ کر رہا تھا، تاہم توازن کو برقرار رکھے ہوئے تھا۔

آخر میں اُس چوکی۔ کہ ماس پہنچ گیا جو بُری طرح تباہ ہو چکی تھی۔ وہاں ایک ب س زندہ نظر نہیں آیا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "ہمارا ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکا ہے، بے چارہ پائلٹ بھی مر چکا ہے۔"

اُس نے پوچھا۔ "تم کیسے بچ گئے؟"

"میں تو کتنی ہی بار مر چکا ہوں، خدا نے تمھارے لیے بچا رکھا ہے۔"

"سیدھی طرح بات کرو۔ میں یہاں کے حکام کو کیا بیان دوں گی؟"

"یہی کہ برائن وولف، پائلٹ کے ساتھ جا رہا تھا۔ ایک جگہ ہیلی کاپٹر کو مار گرایا گیا کیونکہ وہاں سے برائن وُولف اسکیٹنگ کرتے ہوئے طیارے کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ پائلٹ اسے وہاں چھوڑ کر ہیلی کاپٹر لے گیا پھر پتا نہیں کیسے حادثہ ہو گیا۔ شاید دشمنوں کا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس حادثے کا ذمے دار ہے۔ ہیلی کاپٹر کا ملبہ چوکی نمبر بارہ میں پڑا ہے اور وہ چوکی فوجیوں سمیت تباہ ہو چکی ہے۔"

"تم آدمی نہیں قصائی ہو۔ گمشدہ طیارے تک پہنچنے کے لیے اتنی بڑی تباہی مچا دی۔ اب وہاں تمھیں روکنے والا کوئی نہیں ہو گا۔"

"ہاں، میری واپسی کا انتظام کرو۔ فوراً ایک ہیلی کاپٹر روانہ کر دو۔"

"میں برف کی سطح پر اسکیٹنگ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تیز رفتاری کے باعث ہوا سائیں سائیں کرتی ہوئی میرے پاس سے گزر رہی تھی۔ سرد سی غضب کی تھی۔ کوئی گرم ملک کا آدمی ہوتا تو ٹھٹھر کر مر جاتا۔ میں ایک گھنٹے کی اسکیٹنگ کے بعد ایسی جگہ پہنچا، جہاں دو پہاڑیاں آمنے سامنے تھیں۔ اُن کے درمیان اتنا کشادہ راستہ تھا جہاں سے طیارہ برف کی سطح پر چلتا ہوا جا سکتا تھا۔ پتا نہیں، وہ پہاڑیوں کا درمیانی راستہ کہاں تک گیا تھا، چونکہ سانپ کی طرح بل کھاتا گیا تھا، اس لیے نظروں کے سامنے پہاڑیاں حائل ہو جاتی تھیں۔

اچانک مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو کوئی بلندی سے چھلانگ لگاتا ہوا مجھ پر آ رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی برف پر گر کر دونوں ٹانگیں اوپر کر دیں۔ مجھ پر آنے والا میرے اسکیٹنگ شوز اور اسٹک کے ذریعے بُری طرح زخمی ہوا۔ میرے اُٹھتے ہی دوسرا پہنچ گیا تھا۔ میرے مُنہ پر زبردست گھونسا پڑا۔ میں گرتے گرتے سنبھل گیا۔ وہیں سے گھوم کر اُس کے مُنہ پر اسٹک ماری۔ اس کا وہ چشمہ ٹوٹ گیا جو برفیلی ہواؤں سے آنکھوں کو محفوظ رکھنے کے لیے پہنا جاتا ہے۔ دوسرا زخمی اُٹھ رہا تھا۔ میں نے اُس کے مُنہ پر گھونسا جڑ دیا۔ وہاں حملہ کرنے کے لیے چہرے کا کچھ حصّہ ہی ملتا تھا کیونکہ باقی سارا جسم موٹے اونی لباس اور جیکٹ وغیرہ میں چھپا ہوتا تھا۔ پوری قوت سے ماروں تب بھی یوں لگتا تھا جیسے روئی کے موٹے گدّے پر چھڑی ماری جا رہی ہو۔

اُن میں سے ایک اپنے شانے سے گن سیدھی کرنے لگا۔ میں دوڑتے ہوئے اُس سے ٹکرا گیا۔ لاتوں اور گھونسوں کا کسی پر اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے جیبی چاقو نکال کر اُس کے چہرے پر مارا۔ اُس کے حلق سے چیخ نکلی۔ میں نے اُس کی گن چھین لی پھر اُسی لمحے میں ایک طرف اچھل کر گر پڑا۔ دوسرے شخص نے ریوالور سے گولی چلائی تھی۔ میں نے برف کی سطح پر کروٹ لیتے ہوئے گن سے فائر کیا، وہ لڑکھڑا کر گر پڑا جس کے چہرے پر چاقو کا زخم آیا تھا، وہ برف میں دھنسا ہوا کراہ رہا تھا۔ میں اُٹھ کر اس کے پاس آیا۔ گن کا رُخ اُس کی طرف کیا پھر ٹریگر پر انگلی رکھی تو وہ انکار میں دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر بولا۔ "نہیں نہیں، مجھے نہ مارو، میری جان لے کر تمھیں کیا ملے گا؟"

"تمھیں زندہ چھوڑنے سے مجھے کیا ملے گا؟"

"تم مجھ سے کوئی بھی خدمت لے سکتے ہو۔"

"تم لوگ یہاں کہاں چھپے رہتے ہو؟"

وہ ایک سمت انگلی اُٹھا کر بولا۔ "اُدھر چٹانوں کے سائے میں ایک غار ہے، ہم وہاں دس پہرے دار رہتے ہیں۔ ہر دو پہرے دار کی ڈیوٹی چھ گھنٹے کی ہوتی ہے۔"

"ابھی اُس غار میں تمھارے آٹھ آدمی موجود ہیں؟"

"ہاں، انھیں معلوم ہو گا تو تمھیں یہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے۔"

"یہاں کس سلسلے میں پہرا دیا جاتا ہے؟"

"ان پہاڑوں کے درمیانی راستے سے گزرنے کے بعد ایسی کوئی جگہ یا کوئی خیمہ اڈا ہے جہاں تک ہمارا باس کسی کو پہنچنے نہیں دینا چاہتا۔ ہم بھی آج تک وہاں جا نہ سکے، ہمیں سختی سے حکم دیا گیا ہے کہ یہاں تک آنے والے کو زندہ واپس جانے نہ دیا جائے۔"

"تمھارا باس کون ہے؟"

"میں نے ایک بار اُس کی صورت دیکھی ہے۔ میں نہیں جانتا، وہ کون ہے؟ کہاں سے آتا ہے اور کہاں جاتا ہے!"

میں نے اُس کے چور خیالات پڑھے، وہ درست بیان دے رہا تھا۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اس راستے پر آگے بھی کئی طرح کی رکاوٹیں ہیں۔ اُدھر کوئی نہیں جا سکتا۔ میں وہاں کے باقی آٹھ پہرے داروں کو اپنی حکمتِ عملی سے ختم کر سکتا

تھا لیکن ہیلی کاپٹر اور طیاروں کی آواز سن کر دوڑتا ہوا ایک چٹان کے سائے میں چلا گیا۔ وہ تباہ شدہ چوکی کی طرف سے آرہے تھے۔ ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھا ہوا شخص دُوربین سے ان دو افراد کو دیکھتے ہوئے گزر رہا تھا جو میرے ہاتھوں ہلاک اور زخمی ہو کر برف پر پڑے ہوئے تھے۔ وہ پرواز کرتے والے دُور پہاڑی کے دوسری طرف چلے گئے تھے۔ وہاں سے ایک لمبا چکر لگا کر آسکتے تھے۔ یہ معلوم کرسکتے تھے کہ وہ دونوں کون ہیں اور وہاں کیا کر رہے تھے؟

ہیلی کاپٹر کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی غار کی طرف سے چار شخص دوڑتے ہوئے آئے۔ زخمی سے پوچھا "یہاں کون آیا تھا۔ ہم نے تمہاری گن سے فائرنگ کی آواز سُنی تھی۔"

میں اُس کے دماغ میں تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا۔ "ایک اجنبی اِدھر آیا تھا۔ میرے ساتھی کی طرح مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا تھا پھر طیارے اور ہیلی کاپٹر کی آواز سُن کر بھاگ گیا۔ مجھے اُٹھاؤ اور طبی امداد پہنچاؤ۔"

ایک نے کہا "پرواز کرنے والوں نے تم دونوں کو یہاں دیکھا ہے۔ ہم تمہیں لے جائیں گے تو وہ تمہیں تلاش کرتے ہوئے غار تک آجائیں گے، سوری۔"

یہ کہتے ہی اُس نے زخمی ساتھی کو گولی ماردی پھر وہ چاروں جدھر سے آئے تھے اُدھر دوڑتے چلے گئے۔ ہیلی کاپٹر واپس آرہا تھا جب وہ قریب آکر اُترنے لگا تو میں چٹان کے پیچھے سے نکل کر سامنے آگیا۔ ان سے کسی طرح کا خطرہ نہیں تھا ہیلی کاپٹر کا نشان بتا رہا تھا کہ وہ اس علاقے کے فوجی ہیں۔

ہیلی کاپٹر کا گردش کرتا ہوا پنکھا رُک گیا۔ ایک فوجی افسر نے ٹیپٹ کر پوچھا "تم کون ہو؟"

میں نے اندر دنی جیب سے کاغذات نکال کر دکھائے۔ ان کاغذات کے مطابق میں فرانس کا جاسوس تھا۔ جو جو کا تعلق فرانس سے تھا، اس لیے میں اُسے تلاش کرنے آیا تھا۔ افسر نے کاغذ پڑھنے کے بعد کہا "اِدھر بارہ نمبر چوکی میں تمہارے ملک کا ہیلی کاپٹر تباہ ہوا ہے، اُس نے پوری چوکی تباہ کردی۔ تم اتنی دُور کیسے آئے؟"

"میں اسی ہیلی کاپٹر پر آیا تھا چونکہ پہاڑیوں کے درمیانی راستے سے پرواز کو جاری رکھنا ممکن نہیں تھا، اس لیے میں اسکینگ کے ذریعے اس راستے پر جانا چاہتا تھا لیکن یہ جو مُردہ پڑے ہوئے ہیں انھوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا، ان کے باقی ساتھی وہ سامنے والی پہاڑی کے غار میں چھپے ہوئے ہیں۔"

میں اُدھر ہاتھ کا اشارہ کر رہا تھا۔ اُسی وقت وہاں سے گولیاں چلنے لگیں۔ ہم سب دوڑ کر ہیلی کاپٹر کی آڑ میں آگئے۔

میں نے کہا "ان کے پاس جدید ترین خطرناک ہتھیار ہیں اور تم تعداد میں صرف پانچ ہو، ہتھیار بھی نہ ہونے کے برابر ہیں، یہاں سے نکل چلو۔"

ہم ہیلی کاپٹر میں سوار ہوگئے۔ فوجی افسر فائرنگ کرنے والوں کو گالیاں دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا، فوجی جوانوں کے ساتھ ابھی واپس آئے گا اور منظم حملہ کرے گا، ایک ایک سے پوچھے گا کہ وہ ان اطراف میں کیا کر رہے ہیں پھر انھیں کتے کی موت مار دے گا۔ میں سمجھ رہا تھا، وہ ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ غار میں چھپے رہنے والے اتنے احمق نہیں ہوں گے کہ فوج کے منظم حملے کے انتظار میں بیٹھے رہیں گے کہ آدھمکیں قانونی گرفت میں لے لو یا گولی مار دو۔

اُن کے زندہ بچ رہنے سے مجھے نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے اُن میں سے ایک کی آواز سُن لی تھی۔ اُس کا لہجہ میرے ذہن میں نقش تھا۔ میں اُس کے ذریعے اُس کے دوسرے ساتھیوں تک پہنچ سکتا تھا اور اگر ان کا باس کبھی ان سے باتیں کرتا تو وہ بھی خیال خوانی کی مشق میں آسکتا تھا۔ میں نے سوچنا شروع کردیا۔ رابطہ قائم کرکے تمام حالات بتائے۔ وہ بولی "تم نے تقریباً منزل کا سُراغ پا لیا ہے، دوبارہ اُدھر کب جاؤ گے؟"

"مجھے ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہے۔"

"وہ تمہارے پاس پہنچنے ہی والا ہوگا۔ فرانس کی ملٹری انٹیلی جنس کے کیپٹن سے رابطہ کرو، وہ تمہیں نئے پائلٹ کی ریکارڈ کی ہوئی آواز سنائے گا۔"

میں نے رابطہ قائم کرکے اُس پائلٹ کی آواز سُنی جو میرے لیے ہیلی کاپٹر لا رہا تھا۔ اُس کے دماغ میں جانے کے لیے مجھے مخصوص کوڈ ورڈ بتائے گئے۔ میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ یہاں کے فلائنگ کلب میں پہنچ گیا تھا۔ اُس نے کہا "سر! آپ جب تک دماغ میں رہنا چاہیں، رہ کر تسلی کرلیں، میں صرف آپ کی خدمت کے لیے آیا ہوں۔"

میں تھوڑی دیر تک اُس کے خیالات پڑھتا رہا پھر بولا "تم بہت اچھے اور بہت کام کے آدمی ہو، ابھی آرام کرو، جب ضرورت ہوگی تو تمہیں بُلاؤں گا۔"

فوجی افسر نے مجھے اُس پہاڑی پر پہنچا دیا جہاں ایک کاٹیج میں مجھے رات گزارنا تھی۔ شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ میں کسی کلب میں وقت نہیں گزار سکتا تھا۔ دشمن تاک میں لگے تھے۔ میں کاٹیج کا دروازہ کھول کر کامن روم میں آیا۔ وہاں کا دوسرا کرایہ دار ابھی تک نہیں آیا تھا۔ کہیں کلب میں رنگ رلیاں منا رہا ہوگا۔ میں اپنا کمرا کھول کر اندر آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کیا اور جوتوں سمیت بستر پر لیٹ گیا۔

وہاں شام کے چار بجے سے اندھیرا چھانے لگتا تھا۔ رات بہت لمبی ہوتی تھی، دن چھوٹا ہوتا تھا۔ میں نے اپنے اوپر کمبل ڈال کر دماغ کو ہدایات دیں پھر بے وقت سو گیا۔ ارادہ تھا رات کے دو بجے ہیلی کاپٹر کے ذریعے چوکی نمبر بارہ سے آگے جاؤں گا، وہاں خفیہ اڈا قائم کرنے والے آدھی رات کے بعد مجرمانہ سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہوں گے۔ بہرحال میں شام کے پانچ بجے نیند کی آغوش میں گیا تھا، دماغ کو ہدایت دی تھی کہ رات گیارہ بجے آنکھ کھل جائے مگر نو بجے ہی اچانک نیند اُڑ گئی۔ اس کا مطلب تھا کوئی کاٹیج میں داخل ہوا ہے۔

میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ کوئی دروازہ کھول کر اندر آیا تھا اور اب اُسے اندھیرے میں بند کر رہا تھا۔ وہ اسی کاٹیج کا کرایہ دار ہوگا لیکن وہ چوروں کی طرح بے قدموں چل رہا تھا۔ اس کے مجرمانہ چلن کا ہے سے تھے۔ میں بستر سے اُتر کر دروازے کے پاس آیا۔ اس کے کی ہول میں لگی ہوئی چابی کھینچ کر نکال لی۔ اس طرح کی ہول سے کامن روم کی ہلکی سی روشنی میرے کمرے میں آنے لگی۔ وہ اجنبی میرے دروازے کی طرف ہی آرہا تھا۔ جب وہ بالکل قریب پہنچ گیا تو کی ہول سے روشنی کم ہوگئی کیونکہ وہ دروازے اور روشنی کے درمیان آگیا تھا۔ شاید چابی کے سوراخ سے آنکھ لگا کر مجھے دیکھ رہا ہوگا۔ میں نے اچانک ہی دروازہ کھول دیا۔

ہلکی سی چیخ اُبھری۔ چونکہ وہ دروازے پر اپنے بدن کا زور ڈال کر کی ہول میں جھانک رہا تھا اس لیے اس کے کھُلتے ہی وہ چوکھٹ پر اوندھے مُنہ گر پڑا۔ سنہری زلفوں سے پتا چلا، وہ لڑکی ہے ورنہ اس سرد علاقے میں لباس کی زیادتی سے لڑکے لڑکی کی پہچان مشکل ہوتی تھی۔ جب وہ اُٹھنے لگی تب میں نے اُس کی صورت دیکھی وہ وہی لڑکی تھی جو پیرس آفس رپورٹ میں ملی تھی اور جو جوانی کی ہم شکل تھی اور جوانی سے نفرت کرتی تھی۔

وہ اُٹھتے ہوئے غصے سے بولی "تم نے اچانک دروازہ کیوں کھولا؟"

"میرا دروازہ ہے، میں نے کھولا۔"

"اور میں جو گر پڑی اس کے لیے تم افسوس بھی نہیں کرسکتے؟"

"اور تم دوسرے کے کمرے میں جھانکنے کی غلطی کا احساس نہیں کرسکتیں؟"

"میں نے کوئی غلطی نہیں کی، میں تم سے پہلے اس کاٹیج کی کرایہ دار ہوں، یہاں کسی آنے والے کے متعلق معلومات حاصل کرنا میرا حق ہے۔"

"تم جھانک کر معلومات حاصل کر رہی تھیں، اگر میں بے لباس ہوتا تو...؟"

اُس نے گھور کر دیکھا پھر کہا "تم بے شرم اور بحواس کرنے والے کرایہ دار ہو، میں ابھی کاٹیج کے مالک سے شکایت کرکے تمہیں یہاں سے نکلواؤں گی۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی جانے لگی کامن روم کے وسط میں پہنچ کر رُک گئی جیسے کچھ یاد آیا ہو۔ اُس نے پلٹ کر مجھے غور سے دیکھا پھر کہا "اسے تم تو وہی ہو؟"

"ہاں وہی ہوں۔"

"تم اِئرپورٹ پر ملے تھے؟"

"یہ مقدر کے کھیل ہیں، ہم مل کے بچھڑ گئے، بچھڑ کے پھر مل گئے۔"

"میں تم سے نہیں مل رہی ہوں، خوش فہمی میں نہ رہنا اور مجھے کوئی نادان لڑکی نہ سمجھنا، میں بہت چالاک ہوں، خوب سمجھتی ہوں کہ تم میرا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئے ہو۔"

"تعجب ہے تم کیسے سمجھ گئیں؟ بھئی واقعی چالاک ہو۔"

"صرف چالاک نہیں، خطرناک بھی ہوں، پستول چھپا کر رکھتی ہوں، تم بدمعاشی کروگے تو دھم سے گولی مار دوں گی۔"

"کیا تمہارے پستول سے دھم کی آواز آتی ہے؟"

"ہاں آتی ہے، کیا تم بدمعاشی کروگے؟"

"نہیں کروں گا۔"

"مجھے اکیلی سمجھ کر کمرے میں تو نہیں آؤ گے؟"

"تم اکیلی کہاں ہو، پستول ساتھ میں ہے، مجھے پستول والیوں سے بڑا ڈر لگتا ہے۔"

وہ مطمئن ہوگئی۔ اُس نے اپنی دانست میں ایک خطرناک لڑکی کا چہرہ بنایا، مجھے خونخوار نظروں سے دیکھا پھر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ایک حسین لڑکی غصہ کرے تب بھی بُلا کی حسین لگتی ہے خطرناک اور خونخوار بن جائے تب بھی اس کی ادائیں لوٹ لیتی ہیں۔ میں نے اپنے کمرے میں آکر غور کیا۔ اس لڑکی کا دوبارہ ملنا کیا اتفاق ہے۔ کاٹیج کے مالک نے مجھے اس کے قریب پہنچایا تھا۔ کیا اُسے صرف کرائے سے سروکار تھا یا اُس نے باقاعدہ منصوبے کے تحت ایسا کیا تھا۔

بہت سوچ سمجھ کر میں اُس مالک کے دماغ میں گیا۔ اُس کی سوچ نے بتایا، ایک ہفتہ پہلے ایک شخص آیا تھا اور کہا تھا "تمہارے پاس جتنے کاٹیج ہیں وہ ہفتے کے لیے کرائے پر دے دو۔" اُس نے چھ کاٹیج کے لیے ایک لاکھ ڈالر دیے پھر کہا۔ "ان کاٹیجوں میں سے ایک کاٹیج ایسا رکھو جس کا ایک کمرا تم اس لڑکی کو دوگے۔"

اُس شخص نے اس لڑکی کی تصویر دکھائی جو ابھی میرے کمرے میں جھانک رہی تھی کاؤنٹر کے مالک نے پوچھا "کیا میں اس کے نام سے ریزرو کردوں؟"

"نہیں، وہ لڑکی بھٹکتی ہوئی یہاں آئے گی اسے کسی ہوٹل اور کاؤنٹر میں جگہ نہیں ملے گی۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں، جگہ تو کہیں نہ کہیں مل ہی جاتی ہے۔"

وہ بولا "میں ان پہاڑیوں کے تمام ہوٹلوں اور کاؤنٹروں کو کرائے پر دے چکا ہوں۔ اب تم سے یہ سودا کرنے آیا ہوں۔ اس لڑکی کو کہیں جگہ نہیں ملے گی، وہ یہاں ضرور آئے گی۔"

"جی سمجھ گیا۔ میں اس کے لیے ایک کاؤنٹر کا کمرہ خالی رکھوں گا مگر دوسرے کمرے کا کیا ہوگا؟"

اُس شخص نے میری تصویر نکال کر دی پھر کہا "یہ شخص بھی بھٹکتا ہوا آئے گا، دوسرا کمرا اسے دو گے۔"

"جی سمجھ گیا۔"

"تم اُن دونوں سے باقاعدہ کرایہ وصول کرو گے اور کسی سے یہ ذکر نہیں کرو گے کہ میں نے تم سے اس طرح کا سودا کیا ہے۔"

کاؤنٹر کے مالک کی سوچ نے بتایا کہ میرے لیے یا ماما صاحب کے ادارے سے آنے والے کسی فرد کے لیے کسی طرح پہلے سے جال بچھایا گیا ہے اور یہ لڑکی دشمنوں کی آلہ کار ہے۔ میں خواہ مخواہ اس کے دماغ میں جھانکنے سے پرہیز کرتا رہا۔ جب یہ واضح تھا کہ وہ مجھے یا ماما صاحب کے ادارے سے آنے والا دشمن سمجھ رہے ہیں تو پھر لڑکی سے دُور رہنا ضروری نہیں تھا بلکہ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ سُپر ماسٹر سے تعلق رکھتی ہے یا ماسٹر مین سے؟

میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس نے اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرلیا تھا اور اُس دروازے کے کی ہول سے ایک آنکھ لگائے باہر کامن روم میں دیکھ رہی تھی کہ میں اپنے کمرے میں ہوں یا کامن روم میں یعنی وہ میرے چال چلن کا اندازہ کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اُس کے دماغ میں یہ خیال پیدا کیا کہ اجنبی اُس کے دروازے کے باہر چھپا ہوا ہے اور ابھی کی ہول کے راستے پھونک مارے گا۔

یہ خیال پیدا کرتے ہی میں نے خیالی پھونک ماری۔ اُسے ایسا ہی لگا جیسے کی ہول کے راستے پھونک آکر اُس کی آنکھ میں لگی ہو۔ وہ چیخ مار کر پیچھے قالین پر اُلٹ گئی۔ اپنی آنکھ کو چھو کر دیکھنے لگی۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ میں نے باہر سے پھونک ماری ہے۔ وہ اُٹھ کر غصّے سے دروازہ کھول کر بولی "تمھیں شرم نہیں...؟"

وہ بولتے بولتے رُک گئی۔ وہاں میں نہیں تھا۔ وہ ناگواری سے اپنے ایک کان کو پکڑ کر مروڑتے ہوئے بولی "جیسا ہی بار تیرے کان پکڑ کر سمجھاؤں۔ ذرا ہوش میں رہا کر۔ یہاں کوئی نہیں تو تو نے خود ہی سوچا کہ وہ پھونک مار رہا ہے اور خود ہی گڑبڑی بول تو! تو کی چٹھی ہے۔"

پھر خود ہی آہستگی سے بولی "ہاں میں تو کی چٹھی تو ہوں۔ اب میں اُس اجنبی کے بارے میں نہیں سوچوں گی۔ اُس کی کیسی کی تیسی...!"

اُس نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ آتش دان کے پاس آکر ننھوٹری سی لکڑیاں اُس میں ڈال کر اُس کو تیز کرنے لگی پھر اپنی کلائی کی گھڑی کو دیکھتے ہی چونک گئی۔ دس بجنے کے لیے دو منٹ رہ گئے تھے۔ دوسروں کے لیے چونکنے کی بات نہیں تھی۔ چوبیس گھنٹے میں دو بار دس بجتے ہیں لیکن اس کے ساتھ عجیب ٹریجڈی تھی۔ وہ دس بجنے سے پہلے کسی کمرے میں یا کسی باتھ روم میں بند ہو جاتی تھی کیونکہ ٹھیک دس بجے رات کو وہ مر جایا کرتی تھی۔

اس کی داستان عجیب تھی۔ وہ ابھی مرنے ہی والی تھی۔ وہ کرسٹ واچ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی یا اس کے دماغ میں کوئی چھپا ہوا کہہ رہا تھا "وقت ہو چلا ہے، دو تو الو ہو جاؤ۔"

وہ آتش دان سے ذرا دُور قالین پر دوزانو ہو گئی۔ اُس کے دماغ میں سوچ اُبھری "تو جینا نہیں ہے، تو لڑکی نہیں ہے۔"

اُس نے سُنہری زلفوں والی وگ سر سے اُتار کر ایک طرف پھینک دی۔ اب اُس کے سر پر چھوٹے بوائے کٹ بال تھے۔ دماغ میں سوچ اُبھری "تو کون ہے، تو لڑکی نہیں ہے۔"

اُس نے کانوں سے بالے کلائی سے کنگن اور انگلی سے انگوٹھی اُتار دی۔ وہاں سے اُٹھ کر سوٹ کیس کے پاس آئی۔ کپڑوں جیسے شوخ رنگ والے اونی کپڑے بدن سے اُتار دیے۔ جیکٹ کر آئینے میں خود کو بے لباس دیکھا تو گھبرا گئی۔ "نہیں" گھبرا گئی "نہیں" گھبرا گیا۔ پریشان ہو کر بولا "میرا بدن لڑکی جیسا کیوں ہے؟ میں لڑکی نہیں، لڑکا ہوں، میں جوانی ہوں۔"

اُس کی آواز میں ہلکی سی تبدیلی آئی تھی۔ ذرا سا فرق پیدا ہو گیا تھا جیسے نوعمر لڑکی اور لڑکے کی آواز میں فرق ہوتا ہے۔ وہ جلدی جلدی لڑکوں والا لباس پہن رہا تھا۔ اپنے بدن کو چھو رہا تھا اور آنسوؤں سے رو رہا تھا "اوہ گاڈ! میرے ساتھ ایسا مذاق ہے۔ میں لڑکا ہوں، مجھے لڑکا بننے دو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں رات دس بج کر ایک منٹ پر کیسے پیدا ہوتا ہوں اور دوسرے صبح دس بجے کیسے مر جاتا ہوں؟"

وہ آئینے میں دیکھتے ہوئے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولا "ہمتی اور پاپا کہتے ہیں، میں دن کے دس بجے سے رات کے دس بجے تک گہری نیند میں رہتا ہوں مگر میں مانتا اگر میں نیند میں ہوتا تو پیرس ائرپورٹ کے ٹوائلٹ میں ہوتا۔"

وہ سوچنے لگا "مجھے اچھی طرح یاد ہے، میں ریستوران میں ایک ایسے شخص کی میز پر تھا جو فرہاد کا ہم شکل تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ دس بجنے والے ہیں تو میں اپنا سفری بیگ اُٹھا کر بے اختیار لیڈیز پاؤڈر روم میں چلا گیا تھا۔ وہاں ایک ٹوائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر گیا تو چند سیکنڈ بعد مر گیا اور اب اس چار دیواری میں پھر سے زندہ ہو گیا ہوں۔"

وہ سوچتے سوچتے چُپ ہو گیا۔ بے اختیار آئینے کے پاس سے گھوم گیا۔ وہاں سے پلٹا ہوا قالین پر پڑی ہوئی وگ لڑکی کے تمام سامان کو اُٹھا کر سوٹ کیس میں رکھنے لگا۔ میں اُس کے دماغ میں رہ کر اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ کسی کا معمول ہے، جو کر رہا ہے بے اختیار کرتا جا رہا ہے۔

اُس کے دماغ کے کسی گوشے میں یہ سوچ نہیں تھی کہ وہ کبھی لڑکی تھا اور اس کا نام مونیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ لباس کے اندر لڑکی کا بدن ہے۔ وہ جینا کی تمام چیزیں سوٹ کیس میں رکھنے کے بعد بستر پر آکر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے، آنکھیں بند کر لیں۔ تب اُس کے دماغ میں سوچ اُبھری یا اُس سوچ کے پیچھے کوئی بولنے لگا "میں جوانی ہوں، سدا سے جوانی ہوں۔ اس وقت سوئٹزرلینڈ کے پہاڑی علاقے میں ہوں، یہ ایک کاؤنٹر ہے۔ کاؤنٹر کے مالک کا نام بنجامن ہے۔ اس کاؤنٹر کے دوسرے کمرے میں جو کرایہ دار ہے اُس کا نام برائن وُولف ہے یہ وہی فرہاد کا ہم شکل ہے جس سے میں پیرس ائرپورٹ کے ریستوران میں مل چکا ہوں۔"

اس کے دماغ میں بولنے والا اس کی سوچ میں بول رہا تھا۔ میں اس انتظار میں تھا کہ بولنے والا کہیں گڑبڑا جائے۔ اُس کی خیال خوانی سے اس کا اپنا لب و لہجہ پھسل پڑے تو میں اس لہجے کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر لوں گا پھر کسی وقت اس کے دماغ کو چھیڑوں گا۔

بہرحال وہ جوانی کی سوچ میں بول رہا تھا "میں یہاں فرہاد کے دوہم شکل کو دیکھوں گا۔ دوسرے کا نام ماروے والسن ہے۔ سپر ماسٹر کے چند آلہ کار برائن وُولف کے دھوکے میں ماروے والسن سے ٹکرا گئے تھے۔ انھوں نے غلطی کی تھی۔ مجھے نہیں کرنا چاہیے۔ ماروے والسن میلی پیتھی جانتا ہے اور برائن وُولف فرانس کا جاسوس ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ برائن وولف فرانس کا سرکاری آدمی ہے اور ماروے والسن بابا صاحب کے ادارے سے میلی پیتھی کا متھیارلے کر آیا ہے لہٰذا ہمارے لیے ماروے والسن اہم ہے۔ میں کل صبح ماروے سے دوستی کروں گا لیکن اس سے پہلے دو ہم شکلوں کے درمیان ایسی پہچان رکھوں گا کہ انھیں دیکھتے ہی شناخت کر لوں گا کہ کون وُولف ہے اور کون ماروے۔ اس طرح دھوکا نہیں کھاؤں گا۔ ماروے سے ہی دوستی برقرار رکھوں گا۔"

وہ بولنے والا جوانی کے دماغ میں ایک ایک بات نقش کر رہا تھا پھر اُس نے کہا "رات بہت ہو چکی ہے۔ اب میں سو رہا ہوں، صبح پانچ بجے بیدار ہو جاؤں گا۔"

کوئی پندرہ بیس سیکنڈ میں ہی وہ گہری نیند سو گیا۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر ہمدردی سے سوچنے لگا۔ جوانی یا جینا پر ظلم ہو رہا ہے۔ اُسے اپنا آلہ کار بنائے رکھنے کے لیے کسی نے اُس کے اندر دُوسری شخصیت پیدا کر دی ہے۔ اُسے لڑکی بھی رہنے دیا اور لڑکا بھی بنا دیا۔ میں نے پہلی ہی ملاقات میں اُس کے متعلق رائے قائم کی تھی کہ وہ لڑکی اور لڑکے کا کاک ٹیل ہے۔ وہی بات سامنے آئی تھی۔ بے چاری لڑکی بن کر کوئی آرزو کرتی تو اُس آرزو کی تکمیل تک بارہ گھنٹے پورے ہو جاتے۔ دس بجتے ہی وہ آرزوؤں اور جذبوں والی لڑکی نہ ہوتی، لڑکا ہوتا اور جب لڑکا بن کر اپنی مردانہ شخصیت کو منوانا چاہتا تو منواتے منواتے بارہ گھنٹے گزر جاتے۔ یوں وہ بھی ادھورا رہ جاتا۔

اُسی لمحے وہ لڑکا بن کر رو تا تھا کہ اندر سے لڑکی کیوں ہے اور لڑکی بن کر جھنجلاتی تھی کہ لوگ اُسے کسی نامعلوم جوانی کی ہم شکل کیوں کہتے ہیں؟

میں پھر اُس کے دماغ میں پہنچا۔ اُس کے اندر بولنے والا اُسے گہری نیند سُلا کر مطمئن ہو گیا تھا کہ اب وہ صبح پانچ بجے بیدار ہو گا۔ میرے لیے میدان صاف تھا۔

میں نے اُس کے دماغ میں خواب کا سماں پیش کیا۔ اُس نے دیکھا وہ ایک لڑکی کا نہایت ہی دیدہ زیب لباس پہنے ہوئے ہے۔ حدِ نظر تک بہار آئی ہوئی ہے۔ ہر طرف پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اُس کے اندر یہ آواز گونج رہی تھی۔ میں حسین ہوں، حسینہ ہوں۔ میری کوئی دوسری شخصیت نہیں ہے، مجھے لڑکی ہونے پر ناز ہے۔ یہ بہاریں میرے لیے ہیں، یہ رنگا رنگ پھول میرے لیے کھلے ہیں یہاں کوئی میرے دل و جاں کا مالک بھی ہوگا جو مجھ عورت کو مرد کا بھرپور پیار دے گا۔

پھر اُس نے خواب میں دیکھا میں اُسے پکار رہا ہوں۔ وہ پوچھ رہا ہے "میرے محبوب! تم کہاں ہو؟" میں جواباً کہہ رہا ہوں،

میری جان ہم جونی سے کریں پوچھ گے تو میں چلا جاؤں گا، جینا بن کر پوچھو گی تو اپنا پتا بتاؤں گا۔

"آہ! میرے محبوب میں کیا کروں، سخت اُلجھن میں ہوں کہ میری حقیقت کیا ہے؟ تمہیں یاد کرتے وقت سراپا لڑکی بن جاتی ہوں۔ تمہیں بھول کر اپنی دو شیزگی بھول جاتی ہوں۔ وہ کمبخت جونی میرے حواس پر چھا جاتا ہے۔"

"میرے پاس آؤ۔ میں جونی کو تمہارے وجود سے مٹا دوں گا۔"

"میں کیسے آؤں؟ میری رہنمائی کرو۔"

"محبت کرنے والے کچے دھاگے سے بندھے چلے آتے ہیں۔ دیکھو تم جہاں ہو وہاں سے اُٹھ رہے ہو۔"

وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "تم آنکھیں کھول رہے ہو۔"

اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ اُس کا عامل اُسے جو نیند دے گیا تھا وہ بدستور اُس نیند میں تھا مگر خوابیدہ دماغ میرے اشارے پر اُسے حرکت دے رہا تھا۔ وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا پھر اُسے کھول دیا۔ میں کھلے ہوئے دروازے پر اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

وہ خواب کی دُنیا میں مجھے اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "تم... تم وہی ہو؟"

میں نے اُس کے قریب آ کر کہا "وہی پیرس ائرپورٹ کے ریستوران والا اجنبی ہوں، تم مجھے خواب میں بھی پہچان رہے ہو۔"

"میں پہچان رہا ہوں، رہی ہو نہ کہو۔ میں لڑکا ہوں۔"

"میں تمہارے ساتھ ظلم نہیں ہونے دوں گا۔ قدرت نے تمہیں جیسا بنایا ہے تم ویسی ہی رہو گی۔ جونی کی جو شخصیت تم پر مسلط کی گئی ہے، میں اسے مٹا دوں گا۔"

میں نے اُسے دونوں بازوؤں میں اُٹھا لیا۔ وہاں سے چلتا ہوا آتش دان کے پاس آیا۔ وہاں قالین پر اُسے لٹا دیا۔ آگ ذرا دھیمی تھی۔ میں نے چھوٹی چھوٹی چند لکڑیاں آتش دان میں ڈالیں۔ آگ باہر سے آنے والی لکڑیوں کو جلدی قبول نہیں کرتی، ذرا نخرے کرتی ہے، اُسے کرید دو تو لکڑی سے آ کر لگتی ہے۔ ذرا ہوا دو تو انگارے سے شعلہ بن کر لپٹتی ہے۔ آگ اپنی محبت میں ذرا بھی کمی نہیں کرتی، جب جلتی ہے تو پوری طرح جلاتی ہے اور جسے جلاتی ہے اُس کے ہوش اُڑا کر رکھ دیتی ہے۔

قصہ سونے جاگنے کا تھا۔ میں نے جونی کو جگایا تو وہ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں گھر گیا۔ جینا کو جگایا تو وہ شرما گئی۔ وہ کبھی سو رہا تھا، کبھی جاگ رہا تھا اور یہ جاگتی تھی تو سونا نہیں چاہتی تھی۔ رُت جگے کا سامان کرتی جاتی تھی۔

آدھی رات گزر گئی جونی بستر پر تھا۔ میں نے اُس پر کمبل ڈال کر کہا "آنکھیں بند کر لو۔"

اُس نے ہدایت پر عمل کیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے کہا "تم نے جو کچھ بھی دیکھا، سُنا افسانہ تھا۔ جاگتی آنکھوں کا افسانہ اور سوتی آنکھوں کا خواب تھا اور اکثر خواب صبح ہوتے ہی آنکھ کھلتے ہی بھلا دیے جاتے ہیں لیکن تم آدھا بھلاؤ گے آدھا نہیں بھلاؤ گے۔ میرے لیے سوچو گے کہ خواب میں جو کچھ تھا اس کی تعبیر کا انتظار ہے اور انتظار ہا کرے گا۔"

میں نے اُسے گہری نیند سُلا دیا پھر اُس کے سامان کے پاس آ کر ایک ایک چیز نکال کر دیکھنے لگا۔ کسی بھی چیز سے سُراغ مل سکتا تھا کہ کس سپر طاقت نے اسے اپنا آلۂ کار بنایا ہے۔ مجھے مایوسی ہوئی۔ سامان سے کچھ پتا نہیں چلا۔ ویسے ایک اندازہ تھا کہ ماسک مین کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکل ہو یا اُسے اپنی معمولہ بنایا ہوا ہے۔

ماسک مین کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکل تو ہوا اور جو جو اُس دن سے گم ہو گئے تھے جس دن دونوں کو ایک ہی وقت میں آپریشن تھیٹر سے جایا گیا تھا، پتا نہیں اُن کے ساتھ کیا گیا تھا لیکن یہ بات موٹی سی عقل میں بھی آتی ہے کہ آپریشن کے ذریعے دونوں کی آوازیں بدل دی گئی تھیں۔ ان کے دماغ کو نئی آواز اور نئے لہجے سے منسلک کر دیا گیا تھا۔ ان کے دماغ پچھلی آواز اور لہجوں کو بھول چکے تھے، اسی لیے جو جو یا پاسکل کے بجوں کو گرفت میں لے کر جیاں خوانی کی پرواز کرنے سے روکا نہیں ملتے تھے۔ پرواز بھٹک کر رہ جاتی تھی۔

میں نے سامان جیسا تھا، ویسا ہی رکھ دیا۔ میں جونی کے پاس آیا۔ جب تک تبدیلی عمل میں نہیں آئے گی، وہ جونی ہی کہلائے گا۔ یہی دیکھنا تھا کہ کل سے اس میں کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ہے یا نہیں۔ نیند میں اُس کا حسین غضب ڈھا رہا تھا۔ میں نے جھک کر اُسے محبت دی پھر کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے باہر آ گیا۔ رات کا ایک بجنے والا تھا۔ میں نے اپنے کمرے میں آ کر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو مخاطب کیا۔ وہ سو رہا تھا۔ پائلٹ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی فوراً اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ سانس روکتا، میں نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس مطمئن ہو کر پوچھا "یس سر!"

میں نے کہا "تم گہری نیند میں تھے، میں تم پر ظلم کر رہا ہوں۔"

"سر! ہم فوجی لوگ ہیں، نیند پکی ہو یا گہری، جس وقت بتاتے ہے اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور رہی سہی نیند کو بھگانے کے لیے پنجوں کے بل اُچھل رہا تھا۔ میں نے کہا "تم میرے مزاج کے مطابق ہو۔ میں ٹھیک ڈھائی بجے فلائنگ کلب پہنچ جاؤں گا۔ ہم ابھی پرواز کریں گے۔"

میں نے ٹارچ لائٹ، منی سائز کے ایروشوٹر، سائیلنسر لگا ہوا ریوالور اور دوسرا ضروری سامان کٹ میں رکھ لیا۔ اگرچہ میں کبھی ہتھیار اپنے ساتھ نہیں رکھتا لیکن میں ایسی جگہ جا رہا تھا جہاں دشمن برف کی تہوں میں چھپے رہتے تھے۔ موت کی طرح اچانک جھپٹ پڑتے تھے۔ ایسے لوگوں کے لیے میں نے ہینڈ گرینیڈ اور ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے بلاسٹ ہونے والے بم رکھ لیے تھے۔ رسّیوں کا بنڈل اور چھوٹے سائز کی کدال بھی رکھ لی۔ میں تمام سامان کے ساتھ کاریج سے باہر جانا چاہتا تھا پھر رُک گیا۔

میں جونی اور جینا میں کچھ زیادہ ہی کشش محسوس کر رہا تھا۔ جی چاہتا تھا اُس کے پاس ہی رہوں۔ یہ شاید اس لیے کہ بہت ہی طویل عرصے کے بعد ایک حسینہ میری زندگی میں آئی تھی۔ دوسری وجہ یہ کہ وہ تھا، بھی اور تھی بھی۔ دو آتشہ شراب کا خمار دے کر دو دھاری تلوار کی طرح ہوش و حواس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا تھا، کر دیتی تھی۔

میں باہر جانے سے پہلے اُس کے خوابیدہ دماغ کو رخصتی بوسہ دینے آیا۔ پتا چلا، اُس کی آنکھ کھل گئی ہے۔ اُس کی سوچ بتا رہی تھی یعنی اُس کی سوچ کے پیچھے کوئی کہہ رہا تھا "مجھے فوراً باہر جانے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔"

اُسے فوراً اُٹھنا چاہیے تھا لیکن وہ لیٹے لیٹے ہی انگڑائی لینے لگا۔ کسی نے اُس کی سوچ میں کہا "یہ کیا بات ہے، میں مرد کی طرح مستعد کیوں نہیں ہوں، یہ لڑکی کی طرح انگڑائی کیوں لے رہا ہوں؟"

جونی کی اپنی سوچ نے کہا "پتا نہیں کیا بات ہے، بدن کا جوڑ جوڑ دُکھ رہا ہے۔"

"کیوں دُکھ رہا ہے؟"

"معلوم نہیں۔ یوں لگتا ہے میں خواب میں دیر تک دوڑتا رہا تھا اور تھکتا رہا تھا یا پھر کسی نے میرے وجود کو اپنی مٹھی میں جکڑا تھا، اسی لیے میرا جوڑ جوڑ دُکھ رہا ہے۔"

"یہ کسی اُلٹے سیدھے خواب کا اثر ہے، مجھے فوراً اُٹھ کر تیار ہونا چاہیے۔ وہ فرہاد کا ہم شکل ہارورے والٹن ہوٹل سے نکل کر کہیں جا رہا ہے۔"

وہ بستر پر بیٹھ گیا۔ ریسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے بولا "اوہ مائی گاڈ! دو بجنے میں بیس منٹ ہیں، ہارورے اتنی رات کو کہاں جا رہا ہے؟"

اُس کے دماغ سے جواب ملا "ہارورے نے اپنی پُشت پر بڑی سی کیٹ باندھ رکھی ہے۔ شانے پر رسّیوں کا بنڈل اور ہاتھ میں کدال ہے۔ یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ وہ چوکی نمبر بارہ سے آگے جانے والا ہے۔"

جونی نے سوچا "یہ چوکی نمبر بارہ کہاں ہے؟ وہ اُدھر کیوں جا رہا ہے؟"

جونی کی ہی سوچ میں جواب ملا "مجھے کسی چوکی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کرنا ہے، میرا کام صرف ہارورے والٹن سے دوستی کرنا ہے۔"

وہ اُٹھ کر باہر جانے کے لیے تیار ہونے لگا۔ اس کے دماغ میں سوچ اُبھر رہی تھی "یہ اچھا ہی ہوا کہ میں رات کے دو بجے بیدار ہو گیا ہوں۔ اس کاریج کے دوسرے کرایہ دار برائن وڈلف کے متعلق معلوم کر سکتا ہوں کہ وہ سو رہا ہے یا سرکاری ڈیوٹی کے لیے جاگ رہا ہے۔"

جونی تیار ہو کر باہر آیا۔ میں بستر پر کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا تھا۔ وہ دروازے کے پاس آ کر کی ہول سے جھانک رہا تھا۔ مجھے بستر پر محوِ خواب دیکھ رہا تھا۔ اس کی سوچ نے کہا "یہ گہری نیند سو رہا ہے، آخر سرکاری جاسوس ہے، اسے کیا پڑی ہے کہ آدھی رات کو مجرموں کی تلاش میں سیکڑوں میل دُور جائے۔"

وہ دروازے کے پاس سے ہٹ گیا۔ دبے قدموں چلتا ہوا کاریج کے بیرونی دروازے پر آیا۔ اُسے آہستگی سے کھولا تاکہ کھٹکے میں میری آنکھ نہ کھلے پھر اُس نے باہر آ کر اپنی چابی سے دروازے کو لاک کیا چونکہ وہ دو کرایہ داروں کے استعمال کا مشترکہ دروازہ تھا اس لیے اُس کی دوسری چابی میرے پاس تھی۔ جب وہ کاریج سے ذرا دور چلا گیا تو میں اُٹھ کر اپنا ضروری سامان لے کر وہاں سے چل پڑا۔ جونی کے دماغ میں بات آ رہی تھی کہ اُسے فلائنگ کلب کی طرف جانا چاہیے۔ ہارورے ابھی وہیں ہوگا۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا، وہ بولی "اتنی رات کو آئے ہو، خیریت تو ہے؟ ابھی وہاں دو بجے ہیں۔"

"تمہارا عاشق چوکی نمبر بارہ کی طرف پرواز کرنے والا ہے جبکہ میں بھی اُدھر ہی جا رہا ہوں، تم اُسے جانے سے روک دو۔"

"اُسے کیوں روکنا چاہتے ہو، وہ اپنے طور پر حمام بادگرد کی خبر لانے کی جدّوجہد کر رہا ہے، اُسے میدان مارنے کا موقع دو۔"

"اُسے بعد میں موقع دیا جائے گا۔ ہم دونوں کو ایک وقت اُدھر نہیں جانا چاہیے، کام بگڑ جائے گا، بحث نہ کرو، اُڑو۔"

میں اُسے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ اُس سے کہو فلائنگ کلب کے باتھ روم میں فرہاد کا ہم شکل براؤن ڈولف ملے گا، اس سے اپنا لباس تبدیل کر کے ہوٹل واپس چلا جائے۔"

"اچھی بات ہے، اُسے میرے پاس بھیج دو۔"

میں نے پرنس کے دماغ میں جا کر کہا "میں رستی ہوں، سونیا کے پاس جاؤ۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر تیزی سے چلتا ہوا فلائنگ کلب کی طرف جانے لگا۔ دوسرا قریبی راستہ اختیار کیا تاکہ جونی سے سامنا نہ ہو۔ اس کے دماغ میں جا کر دیکھتا بھی جاتا تھا کہ وہ ابھی فلائنگ کلب سے کتنی دُور ہے۔

میں نے وہاں پہنچتے ہی سیدھا باتھ روم کا رُخ کیا۔ پرنس میرے انتظار سے بور ہو کر وہاں سے آ رہا تھا۔ میں نے کہا "ہیلو مسٹر فرہاد! مجھے افسوس ہے راستے میں دیر ہو گئی، آیئے باتھ روم میں چلیں۔"

وہ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے باتھ روم میں آیا پھر بولا "اب سمجھ میں آ رہا ہے، دُشمن میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں، وہ تمہیں گھیرنا چاہتے ہیں، دھوکے میں مجھ سے ٹکرا جاتے ہیں، کون ہو تم؟"

"اس کا جواب مادام سونیا دے سکتی ہیں، میں مادام سونیا کے حکم سے یہاں آیا ہوں۔ ابھی مادام رستی نے بتایا کہ آپ یعنی فرہاد صاحب زندہ ہیں اور مجھے آپ کی جگہ چوکی نمبر بارہ کی طرف جانا ہوگا۔"

"کیا یہ بات رستی نے بتائی کہ میں زندہ ہوں؟"

"جی ہاں مگر رستی صاحبہ کو یہ بات مادام سونیا نے بتائی ہے۔ بہتر ہے ہم گفتگو کے دوران لباس تبدیل کرتے رہیں۔"

ہم اپنے اپنے کپڑے اُتار کر ایک دوسرے کو دینے لگے۔ پرنس خوش تھا کہ سونیا دوسروں کے سامنے اُسے فرہاد کہتی ہے۔ میں نے کہا "مادام سونیا نے مجھے سختی سے تاکید کی ہے کہ میں آپ کے زندہ ہونے کی بات اپنے سائے کو بھی نہ بتاؤں۔"

"بے شک... بے شک! میں ابھی دُنیا والوں پر ظاہر ہونا پسند نہیں کرتا۔ دُشمنوں کو یہ بتاتا ہوں کہ فرہاد کا ہم شکل ہوں۔"

میں نے اُس کا لباس پہن لیا پھر کہا "آپ اس طرح جائیں کہ کوئی آپ کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔"

وہ ناگواری سے بولا "تم فرہاد علی تیمور کو یہ بات سمجھا رہے ہو؟ کیا مجھے نادان بچہ سمجھتے ہو؟"

میں نے عاجزی سے کہا "معافی چاہتا ہوں جناب! آپ جیسی نفیس اور شخصیت کے سامنے پہلی بار آیا ہوں، اس لیے کچھ بدحواس ہو گیا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، جاؤ اپنا کام کرو۔"

میں فرہاد صاحب کو سلام کر کے باتھ روم سے باہر آیا۔ ہم نے اپنے کاغذات اور اپنے نام تبدیل کر لیے تھے۔ ابھی وہ کاریج میں میری جگہ جا کر سونے والا تھا۔ میں نے دُور ہی سے دیکھا، جونی فلائنگ کلب کے دفتر کے برآمدے میں کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اُس کے دماغ میں جا کر سُنا۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "مسٹر ہاروے وائسن کہاں ملیں گے؟"

اُس شخص نے کہا "میں مسٹر ہاروے کا پائلٹ ہوں، وہ ابھی ٹوائلٹ..."

وہ کہتے کہتے مجھے دیکھ کر رُک گیا پھر بولا "لو مسٹر جونی! یہ مسٹر ہاروے آ رہے ہیں۔"

جونی نے تعجب سے دیکھا کیونکہ میں فرہاد کا اور براؤن ڈولف کا ہم شکل تھا۔ مجھ میں اور اُس میں آواز اور لہجے کا فرق تھا۔ میں نے پرنس یعنی ہاروے کی آواز میں پائلٹ سے کہا "سوری مسٹر! میں تمہارے ہیلی کاپٹر میں نہیں جا رہا ہوں، میرا ایک پُرانا شناسا مل گیا ہے، اُس کے ساتھ جاؤں گا۔ تمہیں اس سردی میں گرم بستر پر سونے کی چھٹی دے رہا ہوں۔"

وہ شکریہ ادا کر کے مصافحہ کرنے کے بعد چلا گیا۔ جونی آگے بڑھ کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "ذرا ایک منٹ لڑکی! میں ابھی بات کرتا ہوں، مجھے ایک شناسا کی تلاش ہے۔"

وہ احتجاجاً بولا "میں لڑکی نہیں لڑکا ہوں۔"

میں اُسے نظر انداز کر کے دُور تک متلاشی نظروں سے دیکھنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنے پائلٹ کو مخاطب کر کے بولا "میرے ساتھ ایک نوخیز لڑکا کھڑا ہے۔ لڑکی جیسا دکھائی دیتا ہے، تم اُس کی موجودگی میں مجھے ہاروے کہہ کر مخاطب کیا کرو گے، پورا نام ہاروے وائسن ہے۔ اس لڑکے کے دماغ میں دُشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا رہتا ہے۔ اسے اپنے دماغ میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی جگہ نہ دینا، ورنہ وہ ہمارے کو دوڑ معلوم کر لے گا۔ اب میرے پاس برآمدے میں چلے آؤ۔"

وہ دفتر کے اندر سے برآمدے میں آ کر بولا "ہیلو مسٹر ہاروے! میں دفتر کے اندر تمہارا انتظار کر رہا تھا۔"

ہم مصافحہ کرنے لگے۔ جونی نے کہا "مسٹر! میں تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

میں پائلٹ سے معذرت چاہتے ہوئے جونی کے ساتھ دفتر کے ایک کمرے میں آیا۔ میں بظاہر اس سے لاتعلقی ظاہر کر رہا تھا مگر حقیقتاً اُس کی طرف دل کھنچا جا رہا تھا۔ دشمنوں نے ٹریپ کرنے کے لیے خوب سوچ سمجھ کر جونی اور جینا کی کیریکٹر کا انتخاب کیا تھا۔ میں نے کمرے میں آ کر پوچھا "جلدی بولو کیا بولنا چاہتی ہو؟"

اُس نے کہا "میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ لڑکی نہیں لڑکا ہوں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں؟"

"چلو مان لیتا ہوں، مجھ سے کیا کام ہے؟"

"میں کیا بتاؤں، تم سُنو گے تو ہنسو گے۔"

"تمہیں ہنسنا بُرا لگے گا تو میں سنجیدہ ہی رہوں گا، جلدی بولو۔"

"جلدی نہ کرو، میں گھبرانے لگتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ مجھے نیند میں چلنے کی عادت ہے۔ میں ابھی نیند میں چلتا ہوا یہاں تک آ گیا ہوں۔ مجھے خواب میں کوئی کہہ رہا تھا کہ آدھ میل کا پٹر میں پرواز کریں اور چاندنی رات میں برفانی علاقے کا دلفریب منظر دیکھیں۔ میں یہ خواب دیکھتے دیکھتے یہاں آ گیا۔ میں نے خواب میں تمہیں بھی دیکھا ہے۔"

"میں نے کہا لڑکے! مجھ سے کوئی فراڈ نہ کرنا میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ آج یہاں کتنے ہی دُشمنوں کی ایسی کی تیسی کر دی ہے تم خاموش کھڑے رہو، میں تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

میں اُس کے دماغ میں پہنچ کر سوچ کے ذریعے بولا "میں نیند میں چلتا ہوا اتنی دُور کیسے آ گیا؟"

جونی کے دماغ میں چھپا رہنے والا اس کی سوچ میں بولا "جب میری آنکھ کھلتی ہے تو میں حیران رہ جاتا ہوں کہ کس طرح راستوں میں ٹھوکر کھائے بغیر کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہوں۔"

میں نے اُس کی سوچ میں پوچھا "میں لڑکا ہوں یا لڑکی؟"

"میں لڑکا ہوں لڑکا، پتا نہیں لوگ مجھے لڑکی سمجھ کر کیوں پریشان کرتے ہیں؟"

میں جونی کے دماغ میں جتنے بھی سوالات کرتا، مجھے دُشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اُس کی سوچ میں جواب دے دیتا۔ جونی اور جینا کی کوئی اپنی سوچ نہیں تھی۔ ان کے اپنے چور خیالات نہیں تھے، باہر سے معصوم اور بے خبر تھے، اُن کے خیالات چور کیسے ہو سکتے تھے؟

میں اُس دُشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تسلی کے لیے جونی کے خیالات پڑھ رہا تھا، اس لیے اُسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاروے وائسن ہوں۔ میں نے زبان سے کہا "جونی! تم درست کہتے ہو، تم لڑکے ہو اور نیند میں چلتے ہوئے اتنی دُور آ گئے ہو۔ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"میں اپنے خواب کے مطابق ہیلی کاپٹر میں پرواز کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ممکن نہیں ہے، میں ایک خطرناک جگہ جا رہا ہوں۔"

"میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ تمہارے ساتھ خطرات سے گزر رہا ہوں۔"

"جونی! میں بالکل ہی نادان بچہ نہیں ہوں، تم میرے کسی دُشمن کے آلۂ کار ہو۔ میں نے تمہارے اندر جا کر متعدد معلومات کو دیکھا ہے اور یہ اندازہ کیا ہے کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھتا ہے۔"

"میں اپنی دماغی حالت کو اتنا جانتا تو اتنی رات کو گرم بستر سے اُٹھ کر اتنی دُور نہ آتا۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ جو میرے ممی اور پاپا کہلاتے ہیں وہ واقعی میرے ماں باپ ہیں یا نہیں؟ اگر میرے پیارے ہوتے تو مجھے یوں تنہا بھٹکنے کے لیے کبھی نہ چھوڑتے۔ قدم قدم پر میری حفاظت کرتے۔ میں بہت بدنصیب ہوں۔ میری زندگی نیند میں گزر رہی ہے اور میں کسی دن نیند میں ہی مر جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی وہ رونے لگا۔ میں اندر سے بے چین ہو گیا۔ اس کا سارا حسن و شباب اس کے سارے جذبات میرے نام ہو گئے تھے۔ ایک گہرا تعلق قائم ہو گیا تھا پھر میں بے چین کیسے نہ ہوتا! میں نے تھپکی کر اُسے سینے سے لگایا پھر اُس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا "تم لڑکے ہو کر روتے ہو تو آنسو بہاتے ہو، یہ بُری بات ہے۔"

پھر میں نے دُشمن خیال خوانی کرنے والے کو سنانے کی غرض سے کہا "پتا نہیں تم میں کیا ہے، عجیب سی کشش ہے اور اب تو سینے سے لگا کر دل دھڑکنے لگا ہے۔ میں تمہاری بدنصیبی دُور کروں گا، تمہیں تنہا نہیں رہنے دوں گا تم میرے دوست ہو گے۔"

وہ روتے روتے خوش ہو گیا۔ دماغ میں چھپا ہوا دُشمن بھی خوش ہو گیا ہوگا۔ اس کا منصوبہ یہی تھا کہ جونی اور جینا کا کاک ٹیل مجھے پسند آئے۔ میں اُسے ہمیشہ ساتھ رکھوں اور اس کے ذریعے دُشمنوں کو میری تمام مصروفیات اور تمام حرکتوں کا علم ہوتا رہے۔

جونی نے میرا بازو تھام کر کہا "مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔"

میں نے کہا "میں اگرچہ خطرات سے کھیلنے جا رہا ہوں مگر اس سے بھی زیادہ جی چاہتا ہے تمہارے لیے جان پر کھیلتا رہوں۔ میں نے آج سے پہلے اتنی کشش کسی میں محسوس نہیں کی۔"

"تو پھر مجھے لے چلو۔"

میں اُس کے ساتھ باہر آیا۔ جب پائلٹ کو بتایا کہ جونی بھی ہمارے ساتھ جائے گا تو وہ بہت حیران ہوا۔ میں نے کہا "فکر نہ کرو، میں اس لڑکے کو خطرات سے کھیلنا سکھاؤں گا۔"

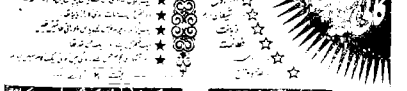

مکتبہ نفسیات ۵ پوسٹ بکس نمبر ۹۴۲۰ کراچی

ہم ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئے اور پھر وہاں سے پرواز کی۔ جونی میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا، مسٹر ہارووے نے آنسو پونچھنے کے لیے مجھے سینے سے لگایا تو میرا عجیب طرح سے دل دھڑکنے لگا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سچ مچ میں نے خواب میں ہارووے کو دیکھا ہو اور یہ میری رُوح کی اتنی نگہرائیوں میں اُتر گیا ہو جہاں تک اُترنے میں صدیاں بھی کم پڑتی ہیں۔

اُس کے دماغ میں سوچ اُبھری "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے، میں اس کے قریب بیٹھ کر ایک لڑکی کے انداز میں کیوں سوچ رہا ہوں؟"

میں نے اُسے کش مکش میں چھوڑا پھر پائلٹ کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کیے "جناب! آپ اس لڑکے کے ساتھ جیسے ہی دفتر میں گئے تھے، میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا اور سانس روک لی تھی۔ اس کے بعد پھر وہ سوچ کی لہر دوبارہ نہیں آئی۔"

"وہ خیال خوانی کرنے والا اب نہیں آئے گا۔"

"کیا یہ لڑکا اُن کا آلۂ کار ہے؟"

"ہاں، مگر مظلوم ہے۔ ہمدردی اور محبت کا مستحق ہے۔ یہ انکشاف کر دوں کہ یہ دراصل ایک لڑکی ہے۔"

"آپ فراڈ کو سمجھتے ہوئے بھی اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں؟"

"میں نے کہا نا، یہ مظلوم ہے۔ اس کا برین واش کر کے اسے آدھا مرد اور آدھی لڑکی بنایا گیا ہے تاکہ ہم اس عجوبے میں کشش محسوس کرتے رہیں اور اسے اپنے پاس رکھا کریں۔ میں دشمنوں کی یہ خواہش پوری کر رہا ہوں۔"

"جناب! آپ اس مہم میں ہمارے لیڈر ہیں، ہم سے زیادہ تجربہ رکھتے ہیں، میں آپ کے تجربات سے فائدہ اُٹھانے کے لیے پوچھتا ہوں کہ آپ جان بوجھ کر خطرات کو دعوت کیوں دے رہے ہیں؟"

"خطرات کے جتنا قریب جاؤ گے دشمن اتنی ہی جلدی قریب آ کر بے نقاب ہوتے رہیں گے۔ ہاں اگر خطرات سے بچنا مقصود ہو تو پھر ہمیں جان بوجھ کر ابھی چوتھی نمبر بارہ سے آگے نہیں جانا چاہیے۔"

"واقعی جب ہم دانستہ خطرات سے کھیلنے جا رہے ہیں تو اس لڑکی کی موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ آپ بھی اس کے دماغ میں جا کر دشمنوں کی چالوں کو سمجھ سکیں گے۔"

"یہ چال تو سمجھ میں آ گئی کہ دشمن کی ٹیم بھی اس چوکی سے آگے پہنچ رہی ہو گی یا پہنچ چکی ہو گی۔ میرا یہ تجربہ بھی آزمالینا کہ دشمن کی وہ ٹیم ہم سے ٹکرائے گی لیکن ہمیں جانی نقصان نہیں پہنچائے گی کیونکہ ہم مر جائیں گے تو باباصاحب کے ادارے کی آیندہ پلاننگ کو سمجھنا ان کے لیے ممکن نہیں ہو گا لہٰذا وہ چاہیں گے کہ ہم زندہ رہیں اور جونی کے ذریعے انھیں ہمارے اقدامات کا علم ہوتا رہے۔"

"واقعی جناب! یہ تجربے اور سٹرٹیجی چالوں والی باتیں ہیں۔"

جونی نے پوچھا "میرے دوست! تم خاموش کیوں ہو؟"

یقیناً جونی نہیں، وہ دشمن خاموشی کی وجہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "میں اپنے پائلٹ سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے گفتگو کر رہا ہوں۔"

"کیا یہ گفتگو میں نہیں سن سکتا؟"

"تمھارے دماغ میں میرا ایک دشمن چھپا ہوا ہے اگر وہ بھی دوست بن جائے گا تو میں تمھیں رازدار بنالوں گا پھر وہ ہماری تمام باتیں سن سکے گا۔"

وہ بولا "میرے دماغ میں کوئی دشمن چھپا ہوا نہیں ہے۔"

"یہ تم نہیں سمجھ سکو گے، میں تمھارے ذریعے اُسے یہ بتادوں گا کہ ہم چوکی نمبر بارہ کی طرف نہیں جا رہے ہیں، دشمنوں کو مایوسی ہو گی جب ہم صبح تک انھیں کہیں نظر نہیں آئیں گے۔"

پائلٹ نے کہا "سرا منزل قریب آ رہی ہے۔"

میں نے جیب سے ایک رومال نکال کر کہا "آؤ جونی میں تھوڑی دیر کے لیے تمھاری آنکھوں پر پٹی باندھ دوں تاکہ کوئی تمھارے ذریعے ہماری اس منزل کا سُراغ نہ لگا سکے۔"

وہ اعتراض کرنے لگا مگر میں نے پٹی باندھ دی پھر دونوں ہاتھ پیچھے باندھتے ہوئے کہا "میں جلد ہی تمھیں ان بندشوں سے آزاد کر دوں گا۔"

ہیلی کاپٹر ایک جگہ اُتر گیا۔ پنکھے کی گردش تھم گئی پھر وہ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا ایک بڑے سے غار کے اندر جانے لگا۔ ہمارے ایک فرانسیسی جاسوس نے اس غار کی نشاندہی کی تھی۔ دو پہاڑیوں کے درمیان جو راستہ گیا تھا اور جہاں دشمنوں کا کوئی خفیہ اڈا تھا، اُس کے بالکل خلاف سمت دس میل کے فاصلے پر یہ غار تھا۔ ہیلی کاپٹر کو اندر لے جانے کے بعد ہم اسکیٹنگ کا ضروری سامان غار سے باہر لے آئے۔ اپنے ہاتھ میں ایک ایک کدال لی پھر جونی کو باہر لا کر غار کے دہانے کے اوپر برف توڑنے لگے۔ برف ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گرنے لگی۔ یہ کافی محنت کا کام تھا مگر ہم نے برف گراتے گراتے غار کے دہانے کو چھپا دیا۔ اب کوئی دیکھ کر بھی سمجھ نہیں سکتا تھا کہ یہاں کوئی غار ہے۔

اس دوران میں نے جونی کو اپنے قریب رکھا تھا تاکہ وہ

آنکھوں سے پٹی نہ ہٹا سکے۔ اس کے اندر رہنے والے نے ایک آدھ بار جونی کو بندھے ہوئے ہاتھ کھولنے پر اُکسایا لیکن میری گرہ کو کھولنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

ہم جونی کو چلاتے ہوئے غار سے دُور لائے پھر اُسے بندشوں سے آزاد کر دیا۔ اُس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "میں کہاں ہوں؟"

"تم اپنے دوست ہارووے کے پاس ہو۔"

ہم نے اپنی اپنی پُشت پر کٹ باندھی۔ اسکیٹنگ شوز پہنے پھر وہاں سے آگے جانے لگے۔ "مجھے اسکیٹنگ آتی ہے مگر میں کسی بلندی سے چھلانگ نہیں لگا سکوں گا۔"

"میں نے کہا "میرے ساتھ تیزی سے چلتے رہو سامنے کوئی جگہ آئے گی تو میں تمھارے لیے سوچوں گا۔"

ہم برف کی سطح پر تیزی سے چلتے ہوئے جانے لگے۔ ہمیں کم سے کم وقت میں دس میل کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ جونی کے اندر چھپا ہوا دشمن اضطراب میں مبتلا ہو گیا ہو گا۔ جہاں اُس نے اپنے آدمیوں کا جال بچھایا تھا، وہ اب کسی کام نہیں آ سکتا تھا۔ وہ وقفے وقفے سے جونی کے ذریعے میرا پھیری کی باتیں کرتا تھا تاکہ ہماری لوکیشن کا کوئی سُراغ ملے لیکن میں بھی میرا پھیری سے جواب دیتا رہتا تھا۔

تقریباً پانچ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جونی ایک جگہ گر گیا۔ اُسے چوٹ تو نہیں آئی البتہ گھبرا کر چیخ پڑا تھا۔ میں نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا، وہ چیخ دُور تک گونج رہی تھی۔ چاندنی میں نہائی ہوئی برف کی چٹانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ میں نے اُسے گلے لگا کر پوچھا "چوٹ تو نہیں آئی؟"

میں گلے لگائے بغیر بھی پوچھ سکتا تھا مگر کسی نہ کسی بہانے اُسے گلے لگائے رکھنے کو جی چاہتا تھا۔ آخر وہ میری چیز تھا۔ میں نے پوچھا "دوست کی بات مانو گے؟"

"ہاں، مانوں گا۔"

"تمھارے ساتھ کوئی حرکت کروں گا تو بُرا تو نہیں مناؤ گے؟"

"بُرا نہیں مناؤں گا، تم بہت اچھے ہو۔"

میں نے اُس کے مُنہ میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے رومال باندھتے ہوئے کہا "تمھارے اندر رہنے والا تمھیں چیخنے پر مجبور نہیں کرے گا۔ تمھاری آواز کو اس ویرانے میں دُور تک نہیں پہنچنے دیں گے۔ تم اس حالت میں میرے آگے چلو گے۔ تمھارے مُنہ سے رومال کے ہٹتے ہی میں پکڑ کر تمھاری آواز کو دبوچ لوں گا۔"

اس طرح ہم پھر آگے بڑھ گئے۔ دشمن بھی سوچ رہے ہوں گے کہ کس سے پالا پڑا ہے۔ وہ اپنی معلومات کا ذریعہ میرے پاس رکھتے ہوئے بھی ناکام ہوئے تھے۔ وہ خیال خوانی کرنے والا مایوس نہیں تھا۔ ابھی آگے بڑھنے کے لیے آزمائشی مرحلے تھے اور اُسے کسی نہ کسی مرحلے پر کامیابی کی اُمید تھی۔

ہم نے دس میل کا فاصلہ طے کر لیا۔ ہمارے سامنے چند میل کے فاصلے پر دو پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں جن کے درمیان گزرنے کا راستہ ہو گا یعنی ہم چوکی نمبر بارہ سے آگے ان ہی پہاڑیوں کے دوسری طرف آ گئے تھے۔ پائلٹ نے سٹڈ واچ دیکھ کر کہا "تین بج کر پندرہ منٹ ہوئے ہیں۔ قرین حساب ہے کوئی آدھے یا پون گھنٹے بعد چاند ڈوبے گا پھر ہم تاریکی میں آگے بڑھ سکیں گے۔"

وہاں دُور تک برف کے چھوٹے بڑے ٹیلے تھے۔ ہم نے ایک بہت بڑے ٹیلے کے پاس پہنچ کر اُس کے نچلے حصے کو کدال سے کھود ایک ٹیلے کے نیچے بڑا سا گڑھا بنایا پھر اُس کے اندر جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں میں نے خیال خوانی کی پروازی کی پھر اُس دشمن کے پاس پہنچا جو اپنے سات ساتھیوں کے ساتھ ایک غار میں تھا لیکن فوجی ہیلی کاپٹر آنے کے بعد انھوں نے اپنے بچاؤ کے لیے فائرنگ کی تھی۔ میں فوجی ہیلی کاپٹر میں واپس چلا گیا تھا لیکن اس شخص کے اندر مجھ کو چھوڑ دیا تھا بلکہ ڈاٹنائٹ سے دھماکا کر کے اُس غار کو تباہ کر دیا تھا تاکہ ان کا کوئی سُراغ نہ ملے۔ وہ وہاں سے دُور دوسرے اڈے پر چلے گئے تھے۔

اُس شخص کی سوچ نے بتایا کہ رات دو بجے اُن کا باس آیا تھا اور اُن سے کہا تھا کہ باباصاحب کے ادارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہارووے والسن ہوٹل سے چل پڑا ہے۔ ہمارے فلائنگ کلب کے جاسوس نے بتایا ہے، ہارووے اسی طرف آئے گا، تم یہاں سے گزرنے کے تمام راستوں پر ریموٹ کنٹرول سے منسلک بم جگہ جگہ چھپا کر رکھ دو اور تم الفریڈ، میرے ساتھ آؤ۔"

میں الفریڈ ہی کے دماغ میں تھا۔ اب وہ باس کے دوسرے اڈے میں تھا اور میری معلومات کے لیے بے اختیار سوچتا جا رہا تھا۔ وہ دوسرا اڈا اُن دو پہاڑیوں کے آخری حصے میں تھا یعنی جہاں میں... جونی اور پائلٹ کے ساتھ کھڑے میں بیٹھا ہوا تھا، وہاں سے وہ اڈا چند میل کے فاصلے پر تھا۔ اُدھر جانے کے لیے دو پہاڑیوں کے درمیان سے گزرنا ضروری تھا۔

میں الفریڈ کے دماغ میں بیٹھا بڑی اہم معلومات حاصل

کر رہا تھا اور یہ پورا یقین ہو رہا تھا کہ آج اور ابھی میں اس گمشدہ طیارے تک پہنچ جاؤں گا۔ ایسے ہی وقت میں خیال خوانی سے چونک گیا۔ کوئی ہمارے گڑھے کے قریب سے تیزی سے گزر گیا تھا۔ میں فوراً ہی جونی پر جھک گیا۔ بڑی پھرتی سے اس کے لبوں پر چپ کی مہر لگا دی۔ میں ذرا بھی چوکتا تو دشمن خیال خوانی کرنے والا اسے چیخنے پر مجبور کر دیتا۔ چند لمحوں کے بعد کوئی دوسرا ہمارے گڑھے کے پاس سے گزرتا ہوا گیا۔ جونی کا دل میرے دل سے لگا دھڑک رہا تھا۔ وہ خود کو مجھ سے چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے رومال نکالا پھر اس کے لبوں کو آزاد کرتے ہی منہ میں رومال ٹھونس دیا۔ اوپر سے کپڑا باندھ کر اس کپڑے سے دو دھجیاں نکالیں پھر وہ دھجیاں اس کے کانوں میں ٹھونس دیں تاکہ دشمن ہمارے آس پاس کی آوازیں اس کے ذریعے نہ سن سکے۔

میں حالات سے مجبور ہو کر بے چارے جونی سے محبت بھی کر رہا تھا اور اس پر ظلم بھی کرتا جا رہا تھا اور یہ اچھا ہی کر رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنے ساتھی سے کچھ کہہ رہی تھی۔ الفاظ صاف سنائی نہیں دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد برف کی سطح پر کدال چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ شاید وہ بھی ہمارے قریب گڑھا کھود رہے تھے، شاید انھیں بھی چاند کے ڈوبنے کا انتظار تھا۔

میں نے سوچ کے ذریعے پائلٹ سے کہا "یہ آنے والے اجنبی بھی سردی سے بچنے کے لیے گڑھا کھود رہے ہیں یہ لوگ بھی گمشدہ طیارے کی تلاش میں آئے ہیں۔"

جونی کا منہ اچھی طرح بند ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود ہلکی سی اُوں اُوں کی آواز نکل رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں تم جونی کو آوازیں نکالنے پر مجبور کر رہے ہو اور تم یہ دیکھنے آ رہے ہو کہ میں کسی حال میں مجبور ہو نہیں جا رہا۔ ابھی میں اسے بے ہوش کر کے یہاں چھوڑ دوں اور واپسی پر اسے لے جاؤں تو تم نقصان میں رہو گے۔ اس گڑھے سے نکل کر ہم کہاں جائیں گے اور کیا کرتے ہیں گے، یہ تم جونی کے بغیر معلوم نہیں کر سکو گے لہٰذا معلومات میں اضافہ چاہتے ہو اور ہماری کارکردگی کا تماشا دیکھنا چاہتے ہو تو جونی کو ہوش میں رہنے دو۔ اب آواز نکلی تو تم بھی اس کے بے ہوش دماغ سے نکل جاؤ گے۔"

جونی چپ ہو گیا تھا۔ میں اس کے ساتھ جدھر بیٹھا ہوا تھا اُدھر برف کی دیوار تھوڑی تھوڑی گر رہی تھی کیونکہ دوسری طرف کدال چل رہی تھی۔ وہ کمبخت ہماری گود میں ہی آ کر بیٹھنے والے تھے۔ کوئی گڑھے میں اُتر گیا تھا اور کھودی ہوئی برف کے ذرات اُٹھا کر باہر پھینک رہا تھا پھر اس کے دوسرے ساتھی بھی گڑھے میں اُترنے لگے۔ کسی نے اس دیوار سے ٹیک لگایا تھا جس کے دوسری طرف ہم تھے۔ اچانک برف کی کرکراہٹ ابھری اور درمیانی دیوار ڈھے گئی۔ ہم سب ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہو گئے۔

بڑا عجیب تماشا تھا۔ ہم سب کے ہاتھوں میں سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور اور اردشوٹر تھے۔ وہ تمام ہتھیار ایک ساتھ چلتے تو ہم سب ایک ساتھ فنا ہو جاتے اسی لیے ہتھیار صرف دھمکیاں بن کر ہاتھوں میں رہ گئے تھے۔

وہ تین تھے۔ ایک عورت اور دو مرد۔ اِدھر ہم بھی تین تھے لیکن جونی بندھا ہوا تھا۔ اس کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ ایک نے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ اور یہاں کیوں آئے ہو؟"

میں نے کہا "میرا خیال ہے ہم سب ایک ہی مقصد سے آئے ہیں گمشدہ طیارے کی تلاش میں۔ اب میں سوال کرتا ہوں، تمھارا کس گروہ سے تعلق ہے؟"

اس عورت نے کہا "ہم آزاد لوگ ہیں کسی سپر پاور سے یا کسی تنظیم سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارے خاندان کے کچھ افراد اس طیارے میں سفر کر رہے تھے اور ہم اپنے ان عزیزوں کی زندگی یا موت کا یقین کرنے آئے ہیں۔"

اس عورت کے پاس بیٹھا ہوا شخص اپنے آنسو پونچھ رہا تھا۔ اس عورت نے اس کا سر اپنے سینے پر رکھ کر تھپکتے ہوئے کہا "حوصلہ رکھو، تمھاری بیٹی زندہ ہو گی۔ تم تمام عمر دوسروں سے نیکیاں کرتے آئے ہو، تمھیں اتنی ساری نیکیوں کے انعام میں وہ زندہ ملے گی۔"

وہ بولا "جوزا! میں صبر کر رہا ہوں اور پورے حوصلے سے یہاں تک آیا ہوں، میں اس گمشدہ طیارے تک ضرور پہنچوں گا۔"

میں ابھی انھیں پہچان نہیں رہا تھا لیکن قارئین نے جوزا کا نام سن کر پہچان لیا ہو گا۔ وہ رونے والا آرمر تھا۔ اس کی آنکھوں سے جو جو کے لیے بے اختیار آنسو نکل آئے تھے۔ اس وقت وہ میک اپ میں تھا اور بدلے ہوئے حلیے میں بول رہا تھا۔ ویسے اس نے مجھے پہچان لیا ہو گا۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے مجھ سے کہا "تم ہو بہو فرہاد ہو اگر وہ اس دنیا میں نہیں رہا ہے لیکن کوئی بھی تمھیں دیکھ کر دھوکا کھا سکتا ہے۔"

جوزا نے پوچھا "کیا تم فرہاد کا رول ادا کرنے آئے ہو؟ تم نے اس کا چہرہ اپنایا ہے؟"

"میں نے میک اپ نہیں کیا ہے۔ یہ میرا اپنا پیدائشی چہرہ ہے۔ مجھے بھلا فرہاد کا رول ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو بابا صاحب کے ادارے سے آیا ہوں۔"

آرمر کچھ کہنے کے لیے بے چین ہو رہا تھا لیکن پہچان لیے جانے کے اندیشے سے چپ رہنے پر مجبور تھا۔ اس نے مجھے ان دنوں دیکھا تھا جب میں اپنوں کے سامنے فرہاد ہونے کا دعویٰ کیا کرتا تھا۔ اس وقت وہ نظریں جھکائے خاموش تھا۔ میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے جوزا کو میرے متعلق بتا رہا تھا کیونکہ جوزا مجھے بڑی توجہ سے دیکھتی جا رہی تھی۔

ان کے ایک ساتھی نے جونی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "اسے کیوں باندھ رکھا ہے یہ لڑکی ہے نا؟"

جونی نے بندھے ہوئے منہ سے اُوں اُوں کی آواز نکالی پھر انکار میں سر ہلایا۔ میں نے کہا "یہ لڑکا ہے، اس کے دماغ میں ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ میں نے اس کے کانوں میں کپڑا ٹھونس دیا ہے ورنہ وہ خیال خوانی کرنے والا اس کے ذریعے آواز سن کر تمھارے دماغ میں پہنچ جاتا۔"

اس نے کہا "ہم تینوں حساس دماغ رکھتے ہیں آنے والے کو بھگا دیں گے تم اسے جانے کو کھول دو۔"

میں نے اسے کھول دیا، وہ بولا "ایسا کب تک ہو گا؟ تم دوست ہو کر کب تک دشمنی کرتے رہو گے، مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرے اندر کوئی چھپا ہوا ہے، اسی لیے میں اچانک تمھارے خلاف حرکتیں کرنے لگتا ہوں۔"

میں نے اسے تھپکتے ہوئے کہا "ذرا صبر کرو، مجھے یہاں سے فرصت ملنے دو پھر میں تمھارے اندر کے شیطان کو بھگا دوں گا۔"

آرمر کے ساتھی نے پوچھا "تم لوگ طیارے کو کیوں تلاش کر رہے ہو؟"

میں نے آرمر کی طرف انگلی اُٹھا کر کہا "جس طرح تمھارے ساتھی کی بیٹی اس طیارے میں تھی اسی طرح میرا بھی جو جو بھی اسی میں اغوا کر کے لے جائی جا رہی تھی۔"

اس بات پر آرمر نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا تھا۔ جوزا نے اسے فوراً ہی اپنی طرف کھینچ کر اس کا سر پھر اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ میں نے کہا "ہم سب صدمات کے مارے ہیں، کسی لالچ میں یا مجرمانہ مقاصد کے لیے نہیں آئے ہیں، کیا ہم ایک دوسرے پر بھروسا کر سکتے ہیں؟"

جوزا نے کہا "تم ہمارے دل کی بات کہہ رہے ہو۔"

اس کے ساتھی نے سانس روک کر کہا "ابھی کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا، میں نے بھگا دیا۔"

میں نے کہا "میں بھی خیال خوانی کرتا ہوں مگر یقین کرو ابھی کوئی دشمن تمھارے پاس آیا تھا۔"

"ہمیں یقین ہے ہم ایک دوسرے پر اعتماد کریں گے۔"

میرے پائلٹ نے کہا "چاند ڈوب رہا ہے ہمیں چلنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔"

ہم ایک ایک کر کے گڑھے سے باہر آئے۔ چاند ڈوب رہا تھا۔ چاندنی بجھتی جا رہی تھی۔ میں نے دو پہاڑیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ہماری معلومات کے مطابق ان پہاڑیوں کے سامنے ایک وسیع و عریض گہری جھیل ہے، جھیل کے پانی پر برف کی موٹی تہ جمی ہوئی ہے۔ آنکھیں دھوکا کھاتی ہیں کہ وہ ہموار میدان ہے۔ یوں اس پر چلنے والے اندر دھنس جاتے ہیں۔ جھیل کی گہرائی میں ڈوب جاتے ہیں۔"

آرمر کے ساتھی نے کہا "اچھا ہوا تم نے خطرے سے آگاہ کر دیا لیکن تم یہاں کا جغرافیہ کیسے جانتے ہو؟"

"یہ نہ پوچھو، میرے پیچھے چلتے رہو، کوئی خطرہ پیش آئے گا تو پہلے میں اس کا سامنا کروں گا۔"

ہم سب برف کی سطح پر پھسلتے ہوئے جانے لگے۔ جھیل والی بات میں نے الفریڈ کے دماغ میں رہ کر معلوم کی تھی۔ میں معلومات کا یہ ذریعہ جونی کے اندر چھپے ہوئے شخص کو بتانا نہیں چاہتا تھا۔ ہم کئی میل کا لمبا چکر کاٹ کر پہاڑی کے درمیانی راستے کی سمت جا رہے تھے تاکہ نادیدہ جھیل سے بچے رہیں۔

میں بڑی تیزی سے جا رہا تھا۔ جونی بھی میرے ساتھ رفتار بڑھا رہا تھا۔ باقی لوگ ذرا پیچھے رہ گئے تھے۔ جونی نے ذرا قریب ہو کر پوچھا "تم نے اس عورت جوزا کو دیکھا ہے؟"

"ہاں، دیکھا آ رہا ہوں۔"

"وہ تمھیں بڑی لگاوٹ سے دیکھ رہی تھی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "دیکھنے دو۔"

"کیا تم اس سے دوستی کرو گے؟"

میں نے پوچھا "تم بتاؤ، دوستی کرنا چاہیے یا نہیں؟"

"یہ تو اچھی بات نہیں ہے، مجھ سے بھی دوستی کرو گے اور اس سے بھی۔"

"تو کیا ہوا، وہ عورت ہے اور تم لڑکے ہو، مرد ہو۔"

وہ کچھ اُلجھ سا گیا۔ رفتار بڑھاتا ہوا آگے نکل گیا۔ اس کے اندر چھپے خوابوں اور حقیقت کی کھچڑی پک رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے اندر سے کیا ہونے لگتا ہے۔

ہم آگے پیچھے پہاڑیوں کے درمیانی راستے تک پہنچ گئے جوزا تیزی سے پھسلتی ہوئی میرے پاس آکر رک گئی پھر بولی "ہمارے نقشے اور معلومات کے مطابق یہی جگہ ہے وہ گمشدہ طیارہ یہاں سے آگے نہیں جاسکتا تھا۔ آگے جھیل ہے ہم جدھر سے آئے ہیں ادھر طیارہ مڑ نہیں سکتا تھا کیونکہ راستہ تنگ ہے، ہم اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں۔"

ہمارے قریب آرمر آکر رک گیا۔ کہنے لگا "میں جتنا منزل کے قریب پہنچ رہا ہوں اتنا ہی اضطراب بڑھتا جارہا ہے۔"

جوزا نے کہا "پھر آنسو نہ بہانا نہیں تو میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

جونی ذرا دور کھڑا مجھے اور جوزا کو دیکھ رہا تھا میں نے جوزا کے اور قریب ہوکر آرمر کے متعلق کہا "بات بات پر آنسو بہانے والوں کو ایسی مہم میں شریک نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ بولی "میرا ساتھی مضبوط اعصاب رکھتا ہے مگر دل دردمند ہے۔ یہ میری جان ہے، میری زندگی ہے میں اسے کامیچ میں چھوڑ کر نہیں آسکتی تھی۔"

میں نے اپنی کٹ میں سے کاشن انڈیکیٹر نکالا۔ اس آلے کے ذریعے معلوم کیا جاسکتا تھا کہ پانچ یا چھ گز کے فاصلے تک کوئی بارودی سرنگ یا ریموٹ کنٹرول سے بلاسٹ ہونے والے بم چھپا کر رکھے گئے ہیں یا نہیں۔ ایسا خطرہ ہو تو ننھا سا سُرخ بلب جلنے بجھنے لگتا تھا۔

ہم نے ہتھیار سنبھال لیے تھے اور کاشن انڈیکیٹر کی رہنمائی میں آگے بڑھتے جارہے تھے۔ کچھ دُور جاکر میں اچانک برف کی سطح پر پھسل گیا۔ یہ میری چھٹی حس کی کمال تھا میں جان بوجھ کر پھسل گیا تھا خطرے کا احساس غلط نہیں تھا۔ ایک چھوٹا سا تیر میرے سر کے قریب سے گزرتا ہوا دوسری طرف برف کی ایک سِل میں پیوست ہوگیا تھا میں نے کہا "بیٹھ جاؤ یا لیٹ جاؤ۔"

ایسا کہنے سے پہلے ہی میں نے جونی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس گرالیا تھا۔ جوزا اور آرمر کے ساتھ آنے والا شخص پھرتیلا تھا۔ اُس نے برف کی سطح پر گرتے ہی سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے اُدھر گولی چلائی جدھر سے تیر آیا تھا۔ ایک شخص چٹان پر سے چرخ ماتا ہوا نیچے آکر لاش میں تبدیل ہوگیا۔

میرے پائلٹ نے مسلسل چھ گولیاں چلائیں جس کے نتیجے میں دو لاشیں اور گریں۔ ہم سب اوندھے مُنہ پڑے تھے دوسری پہاڑی کے ایک ایسے حصّے میں پہنچے جہاں ایک غار تھا اور اس کا دہانہ اتنا بڑا تھا کہ چھوٹے سائز کا طیارہ آسانی سے اندر جاسکتا تھا۔

ہم نے غار میں داخل ہوتے وقت پھونک پھونک کر قدم رکھا مگر اچانک ہر طرف سے دُشمن چھاپہ مار لگاتار ہم پر حملہ کرنے لگے۔ وہاں اچھی خاصی جنگ شروع ہوگئی۔ ہم ڈٹ کر مقابلہ کررہے تھے۔ یہ حملہ آوروں کی اچھی طرح پٹائی کررہا تھا لیکن حیران ہوکر کبھی کبھی جونی کو دیکھتے وقت خود مار کھا جاتا تھا۔ وہ زبردست فائٹر ہونے کا ثبوت دے رہا تھا۔ ایسی پھرتی سے پینترے بدلتا، قلابازی کھاتا اور فلائنگ کک مارتا تھا کہ اُس پر آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی۔ برین واشنگ کے نتیجے میں اُس کے دماغ سے بہت سی باتیں اور یادداشتیں مٹ چکی تھیں اور جو مٹ چکی تھیں انھیں خیال خوانی کے ذریعے پڑھا نہیں جاسکتا تھا۔ البتہ ناگہانی آفات پر بے اختیار چھپی ہوئی صلاحیتوں کا مظاہرہ ہوجاتا ہے اور جونی اس وقت بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کررہا تھا۔

تھوڑی سی دیر میں کچھ زخمی ہوکر گرے۔ کچھ ہماری گولیوں کا نشانہ بنے پھر میدان صاف ہوگیا۔ ہم چاروں طرف دیکھتے ہوئے غار کے اندر دُور تک جانے لگے۔ دائیں بائیں دیواریں برف جمی ہوئی تھی۔ کہیں سے دُشمنوں کے آنے کا اندیشہ نہیں تھا۔

پائلٹ نے کہا "دُشمنوں کی خاموشی اور دوری کچھ معنی رکھتی ہے۔ اُن کے حملہ کرنے کے دو ہی راستے ہیں، وہ آگے سے آئیں گے یا پیچھے سے۔"

ہم جو سوچ رہے تھے اس کے برعکس ہوا۔ ہمارے دائیں بائیں دیواروں پر جمی ہوئی برف ٹوٹنے لگی، نوچ کر گرائی گئی، ٹوٹ کر گرنے لگی، گرتی ہوئی برف کے پیچھے گن، ٹھائیں ہوئے دُشمن نظر آرہے تھے، ہم کس کس کو گولی مار سکتے تھے ہر طرف سے برف ٹوٹ رہی تھی اور گن مین نکلتے آرہے تھے پھر لاؤڈ اسپیکر سے آواز اُبھرنے لگی "جو زندہ رہنا چاہتا ہے، وہ ہتھیار پھینک دے۔ مرنے کی آرزو ہو تو گولی چلائے۔"

سب سے پہلے میں نے ہتھیار کو پھینکا پھر دوسرے ساتھی بھی پھینکنے لگے۔ اسپیکر سے آواز اُبھری "اپنی اپنی پشت پر سے کٹ آنا رود۔"

ہم نے یہ بھی کیا۔ "میرے حکم کے مطابق ہم نے جیبیں بھی خالی کردیں۔ اب ہمارے جسموں پر صرف لباس، پاؤں میں جُوتے اور سروں پر ہیلمٹ رہ گئے تھے۔

اسپیکر سے کہا گیا "میں حیران ہُوں میری آواز سُن کر تم میں سے کوئی دماغ میں نہیں آیا کیوں مسٹر ہارورے سانپ کیوں سونگھ گیا، تم ٹیلی پیتی جانتے ہو، میرے پاس آؤ۔"

میں نے کہا "تمہارا دماغ دوسروں کے لیے حساس ہوگا، تم دوسروں کی سوچ کو محسوس کرتے ہوگے لیکن مجھے محسوس نہ کرسکے۔ میں ابھی تمہارے دماغ میں آیا تھا پھر شرما کر واپس ہوگیا کیونکہ وہ مقیں ادھر اُدھر سے چوم رہی تھی۔"

اسپیکر کے ذریعے بولنے والے کو چُپ لگ گئی۔ میں نے جو کہا اُسے وہ جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ حیران ہورہا ہوگا کہ اُس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اس کے دماغ میں نہیں گیا تھا اپنی عقل اور سماعت کی تیزی سے کام لیا تھا۔ اس بولنے والے نے یقیناً مائیک کو اپنے مُنہ کے قریب رکھا ہوگا۔ اُس کے بولنے کے دوران چُوسنے کی ہلکی ہلکی سی آواز بھی مائیک کے ذریعے آرہی تھی دوسرے توجہ دینے والے بھی سُن سکتے تھے لیکن میرے ساتھیوں کو شکست کھانے کا صدمہ تھا اور ہمیں گھیرنے والوں کو فتح حاصل کرنے کا غرور تھا یوں کسی نے ہلکی ہلکی سے آوازوں کو نہیں سُنا تھا۔

اسپیکر سے آواز آئی "ہارورے، تم شیطان ہو، ناممکن کو ممکن بنارہے ہو۔ میرا جسم، میرا دماغ فولاد ہے تم میرے دماغ میں کیسے آگئے تھے پھر ایک بار آؤ۔"

"بُلا ناہی ہے تو دروازہ کھلاؤ، میں سامنے آکر بتاؤں گا کہ کس طرح تمہاری لاعلمی میں تمہارے اندر آکر واپس جاسکتا ہُوں۔"

"تم سمجھتے ہو، میرے سامنے آکر تم مار لوگے۔ کوئی چالاکی دکھا سکتے ہو تو آؤ یہاں تمہارے ہوش اُڑ جائیں گے۔ کمانڈر! صرف ہارورے کو یہاں لاؤ۔"

ہمارے آس پاس جتنے گن مین کھڑے ہوئے تھے ان کے کمانڈر نے میرے پاس آکر ایک آلے کے ذریعے مجھے سر سے پاؤں تک چیک کیا۔ وہ ہمیں پہلے ہی تمام ہتھیاروں سے خالی کرچکے تھے۔ اُس آلے نے بتایا میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ دو گن مین میرے پیچھے آکر کھڑے ہوگئے کمانڈر آگے چلنے لگا۔ ایک گن مین نے پیچھے سے مجھے دھکا دیا۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا جونی بہت پریشان نظر آرہا تھا۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا "مجھے حوصلہ رکھنا چاہیے، میرا دوست ہارورے زندہ سلامت واپس آئے گا۔"

میں، کمانڈر اور گن مین کے درمیان چلتا ہُوا غار کی ایک دیوار کے پاس آیا جہاں بڑا سا دروازہ تھا۔ کمانڈر نے دروازے کو کھولا۔ اندر ایک بڑا سا ہال تھا۔ ہم اندر آئے۔ ہال کے وسط میں ایک قد آور پہلوان نما آدمی کھڑا ہُوا تھا۔ اس کے بازو سے ایک حسینہ چپکی ہوئی تھی۔

وہ قد آور شخص اُن کا باس تھا۔ اُس نے کمانڈر کو جانے کا اشارہ کیا۔ وہ گن مین کے ساتھ باہر چلا گیا۔ دروازہ خود کار تھا، وہ خود بخود بند ہوکر لاک ہوگیا۔ باس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا "سُنا تھا فرہاد کے بھیس میں ہو، اُسی کی طرح خطرات میں کُودنے اور مرنے یہاں آگئے ہو۔"

"کون مرتا ہے یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔"

"میں ابھی تمھیں بتاؤں گا کہ موت کیسے آتی ہے۔ پہلے میرے دماغ میں آکر میری اُلجھن دور کرو۔"

"میں کیسے آسکتا ہُوں تم حساس ہو، سانس روک لوگے۔"

"ہاں میں سانس روک لیتا ہُوں مگر تم کیسے آئے تھے؟"

"میں کب آیا تھا؟"

وہ غصّے سے دہاڑتا ہُوا بولا "ابھی تم نے بتایا تھا کہ یہ ذلیل حسینہ میرے ساتھ کیا کررہی تھی؟"

"ہاں بتایا تھا تم نے بولتے وقت مائیک کو بالکل ہی قریب رکھا تھا جس کے نتیجے میں بوسوں کی آوازیں بھی دوسری طرف آرہی تھیں۔ میں نے وہی بیان کردیا جو سُننے میں آرہا تھا۔"

اس کے دیدے حیرت سے پھیل گئے پھر اُسے غصّہ آیا کہ اتنی سی بات اُس کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔ اُس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے مائیک کو میری طرف پتھر کی طرح پھینکا میں نے اُسے کیچ کرتے ہی پھرتی سے واپس مارا، وہ اُس کی ایک آنکھ میں جا لگا، وہ غرّانے لگا۔ میں دوڑتا ہُوا دروازے کے پاس پہنچا، وہ میری طرف بڑھتے ہوئے بولا "تمہارا باپ بھی باہر نہیں جاسکے گا۔ دروازے سے باہر جاتے ہی تمہیں گولی ماردی جائے گی۔"

میں نے اندر سے چیخنا چلّاتے ہوئے کہا "میں اسے کھولنے نہیں بند کرنے آیا ہُوں تاکہ تم بھاگ کر باہر نہ جاسکو۔"

وہ بیک بیک قہقہے لگانے لگا۔ قہقہوں کے دوران کہنے لگا "یہ میرے سامنے چُوہا ہے اور کہتا ہے اس کے ڈر سے شیر بھاگ جائے گا۔"

میں اُس سے مقابلہ کرکے اُسے چُوہا بنا سکتا تھا مگر سونیا کا یہ اصول بہتر ہے کہ وقت ضائع نہ کرو۔ میں نے اپنے سر کی طرف ہاتھ لاکر ہیلمٹ کے ایک بٹن کو دبایا۔ اُس ہیلمٹ کے خول میں بے ہوش کرنے والی گیس بھری ہوئی تھی جو بٹن دبانے سے خارج ہوتی تھی۔

دُشمنوں نے میری اچھی طرح تلاشی لی تھی۔ چیک کرنے والا آلہ ٹھوس ہتھیاروں کی نشاندہی کرتا ہے۔ ننھک

گیس کا سُراغ نہیں لگا سکتا۔ وہ قہقہے لگاتے لگاتے یوں رُک گیا جیسے تیز رفتار گاڑی کو بریک لگایا گیا ہو۔ اُس نے سانس لی پھر روکی، میں نے اُس کے مُنہ پر گھونسا جڑ دیا۔ وہ پھر سانس لینے پر مجبور ہوا اور گیس کے اثر سے لڑکھڑا گیا۔

وہ حسینہ بھی چکرا کر گر پڑی تھی۔ میں نے سانس روکی ہوئی تھی۔ باس پر دوسرا حملہ کرنا چاہتا تو مجھے بھی جھٹکا لگتا اور میں ایک ذرا سانس لینے پر مجبور ہوتا پھر گیس میرے اندر بھی پہنچ جاتی۔ وہ گر پڑا تھا مگر چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہُوا دوسرے دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ میں آسانی سے اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا اُدھر اور دروازہ کھولنے کی چابی اُس کی جیب میں ہے اور اُس دروازے کے پیچھے بھی ایک بہت بڑا دروازہ ہے جس کے پیچھے گمشدہ طیارہ موجود ہے۔

میں نے اُس کی جیب سے چابیاں نکالیں۔ وہ میرا ہاتھ پکڑنا چاہتا تھا مگر تھرتھرا رہا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا "تمام گن مینوں سے کیسے نجات مل سکتی ہے؟"

اُس کا کمزور دماغ جواب دینے پر مجبور تھا۔ اُس نے خاطر خواہ جواب دیا پھر بے ہوش ہو گیا۔ میں نے اُس دوسرے دروازے کو کھولا، جلدی سے دوسری طرف آ کر اُسے بند کیا پھر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگا۔ غار میں جہاں سے ہم داخل ہوئے تھے، وہاں سے یہاں تک گیس لائٹ کی روشنی تھی۔ اُس کمرے کی مشینوں اور آلات کو دیکھ کر پتا چلا کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک جنریٹر ہے جس کا سوئچ یہاں ہے۔ اگر خطرہ بڑھ جائے تو جنریٹر چلا کر الیکٹرونک آلات اور ہتھیاروں کے ذریعے جسے چاہے نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔

میں نے ایک سوئچ دبا کر ایک گل کو زور سے جھٹکا دیا تو دُور کہیں جنریٹر آن ہو گیا۔ بلب روشن ہو گئے۔ میں نے بڑے سے ٹی وی کو آن کیا۔ اس کے اسکرین پر غار کا وہ حصّہ دکھائی دیا جہاں میرا جوتی دوسرے ساتھیوں کے ساتھ دشمنوں کے نرغے میں تھا۔ باس نے بے ہوش ہونے سے پہلے بتایا تھا کہ خفیہ سب مشین گنیں کہاں چھپی ہوئی ہیں اور انھیں کمپیوٹر کے ذریعے کس طرح کام میں لایا جا سکتا ہے۔

میں نے کمپیوٹر کو آپریٹ کرنا شروع کیا۔ اسکرین پر نظر آ رہا تھا، جگہ جگہ برف کی دیواریں توڑتی ہوئی سب مشین گنیں خود بخود باہر نکل رہی تھیں۔ باس کے مسلح جوان اُن گنوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے، شاید سوچ رہے تھے کہ اُنھوں نے جب اپنے ہتھیاروں سے آنے والوں کو قیدی بنا لیا ہے تو پھر سب مشین گنوں کی کیا ضرورت ہے؟

ضرورت کا پتا چل گیا۔ میں جس بٹن پر انگلی رکھتا تھا اُس سے منسلک رہنے والی مشین گن سے تڑاتڑ فائرنگ ہونے لگتی تھی۔ باس کے آدمی گولیاں کھا کر گر رہے تھے یا جان بچانے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ وہ جدھر بھی بھاگتے تھے میں اُدھر کا بٹن دبا دیتا تھا۔ اُدھر کی سب مشین گن ان کے لیے موت کا سامان کر دیتی تھی۔ اس بھیڑ میں میں نے کمانڈر کو بھی مرتے دیکھا۔ اُس کی موت سے باقی ماندہ دشمنوں کے قدم اکھاڑ دیے۔ وہ بھاگتے ہوئے نہ جانے کہاں چلے گئے۔ اسکرین پر نظر نہیں آ رہے تھے۔

میں نے ایک مائیک آن کر کے مخاطب کیا "ہیلو جوتی!"

وہ چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ میں نے کہا "میں تمھیں ایک اسکرین پر دیکھ رہا ہُوں، تم لوگ مجھے نہیں دیکھ سکو گے اور اب تم سب کو کیا ہُوا ہے، اس طرح گُم سُم کیوں ہو؟ اپنے ہتھیار اُٹھاؤ، اب کوئی دشمن نظر آئے تو اُسے گولی مار دو۔"

وہ ہتھیار اُٹھانے لگے۔ جوزا نے پوچھا "مسٹر ہارون! تم کہاں ہو؟"

اس سے پہلے کہ میں جواب دیتا جوتی نے اُس سے کہا "وہ جہاں بھی ہے میرا دوست ہے، تمھارا دوست نہیں ہے۔ تمھیں اتنی بے چینی کیوں ہے؟"

میں نے اسکرین پر اُسے دیکھتے ہوئے کہا "جوتی! یہ بُری بات ہے، کسی بھی عورت سے اس لہجے میں بات نہیں کرنا چاہیے۔"

پھر میں نے جوزا سے کہا "میں ابھی تھوڑی دیر بعد تم سب کو یہاں بُلاؤں گا۔"

میں نے مائیک کو آف کیا پھر دروازہ کھول کر اُس کمرے میں آیا جہاں باس اپنی حسینہ کے ساتھ بے ہوش پڑا ہُوا تھا۔ بے ہوش کرنے والی گیس اب کمرے کی محدود فضا میں نہیں تھی۔ میں نے کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھا۔ الماری کھول کر فائلوں پر سرسری نظر ڈالی۔ دوسری الماری کے خانوں میں مائکرو فلمیں رکھی ہوئی تھیں۔ اُن کے لیبل سے ان کی اہمیّت کا اندازہ ہوتا تھا۔ ان میں اہم ممالک کے اہم راز چھپے ہوئے تھے۔ ہر فائل کا تعلق کسی نہ کسی ملک سے تھا۔

گویا یہ دُنیا کے تمام ممالک کے اہم راز چُرانے والوں کی ایک تنظیم تھی۔ انھوں نے تمام رازوں کو چھپانے اور محفوظ رکھنے کے لیے اس برفانی علاقے میں یہ اڈّا بنایا تھا۔ میں نے فرانس کی ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ اعلیٰ افسر مقامی فوج کے میجر کے پاس بیٹھا ہُوا تھا۔ وہ سب میری طرف سے ملنے والی اطلاعات کے منتظر تھے۔ میرے ایک اشارے پر مقامی فوج حرکت میں آ سکتی تھی۔

میں نے اعلیٰ افسر سے کہا "میں پُراسرار خفیہ اڈّے میں

پہنچ گیا ہوں۔ ابھی آپ مقامی فوج کے میجر کو کچھ نہ بتائیں۔ پہلے میری باتیں سُن لیں۔ یہاں کی ایک الماری میں کتنے ہی ممالک کے اہم راز مائیکرو فلم کی صورت میں رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں فرانسیسی حکومت کے بھی راز ہیں۔ یہ فلمیں اور اہم فائلیں مقامی فوج کے ہاتھوں میں نہیں آنا چاہیے۔"

وہ بولا "شکریہ وُولف! تمام مائیکرو فلمیں اپنے پاس چھپا لو اور فائلوں کو جلا ڈالو۔"

"میں یہی کرنے جا رہا ہُوں مگر آپ دوسروں کے سامنے مجھے وُولف نہیں ہارون کہہ کر مخاطب کریں گے۔"

"اوکے۔ تم کتنی دیر میں ہمیں ملو گے؟"

میں نے کہا "اس خفیہ اڈّے کے ایک حصّے میں وہ گمشدہ طیارہ ہے۔ ایک طیارے کو یوں چھپائے رکھنے میں کوئی خاص مصلحت ہو گی۔ یہ تمام ممالک کے درمیان اہم رازوں کی دلالی کرنے والی تنظیم ہے۔ اس طیارے سے بھی اہم راز برآمد ہو سکتے ہیں اس لیے آپ مزید آدھا گھنٹا انتظار کریں۔"

میں نے رابطہ ختم کیا۔ باس کے پاس آ کر اُس کی نبض دیکھی۔ بے ہوشی ختم ہو رہی تھی، صرف اتنی غفلت رہ گئی تھی جو گہری نیند کے دوران رہتی ہے۔ میں نے اُس کے خوابیدہ دماغ کو گمشدہ طیارے کے متعلق سوچنے پر مائل کیا۔ وہ سوچنے لگا۔ طیارے کے اندر مُردہ مسافروں اور ان کا سامان ہے تلاش کرنے والوں کو اس سے زیادہ کچھ نظر نہیں آئے گا جبکہ تین بڑے ممالک کے اہم راز اس طیارے کے ذریعے یہاں لائے گئے ہیں۔

میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا "تم نے وہ راز طیارے سے نکال کر کہاں چھپائے ہیں؟"

وہ ابھی تک طیارے میں ہیں۔ میں اس اڈّے کا انچارج ہُوں۔ ہماری تنظیم کے سربراہ دوسرے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ راز کہاں چھپا ہُوا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ حالات سازگار ہوتے ہی دو انجینئر یہاں آئیں گے اور اُس طیارے کے مختلف حصّوں کو کھول کر الگ کریں گے، تب تک اس طیارے کو چھپا کر رکھا جائے۔"

وہ ہوش میں آنے ہی والا تھا۔ میں نے سوالات کیے کہ "اُس طیارے میں کتنا ایندھن ہے؟ اور اُسے قابلِ پرواز رکھا گیا ہے یا نہیں؟"

اُس نے جواب دیا "ایندھن پورا ہے اور طیارے میں کوئی خرابی پیدا نہیں کی گئی ہے۔"

ایسا کہتے وقت اُس نے آنکھ کھول دی۔ میں نے اُس کا سائیلنسر لگا ہُوا ریوالور اُٹھا کر کہا "تمھارا جسم فولاد کا ہے، تمھارا دماغ فولاد کا ہے مگر تم ایک لاش کی طرح پڑے ہوتے ہو۔ میرا خیال ہے تمھاری تنظیم کے سربراہوں کو اب تمھاری ضرورت نہیں رہے گی۔"

اُس نے اُٹھنے کی کوشش کی پھر چکرا کر گر پڑا۔ کہنے لگا۔ "مجھے نہ مارو، مجھے دوست بنا لو، میں تمھیں یہاں کے اہم راز بتاؤں گا۔"

"تم اپنے سربراہوں سے غدّاری کر کے میرے وفادار کیسے رہو گے؟"

"تم مجھے ایک بار آزما کر دیکھ لو۔"

میں نے پوچھا "اس طیارے کا پائلٹ کون ہے؟ اسے کس طرح یہاں لایا گیا ہے؟"

"میں نے پائلٹ کو گولی ماردی تھی۔ حسینہ جو بے ہوش پڑی ہے، اس طیارے کی پائلٹ بن کر آئی ہے۔ ہماری تنظیم سے اس کا خاص تعلق ہے۔ یہ جانتی ہے کہ طیارے کو یہاں کیسے لایا گیا تھا اور یہاں سے کیسے نکالا جا سکتا ہے۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اُسے گولی ماردی۔ مجھے اب اس کی نہیں حسینہ کی ضرورت تھی۔ میں یہاں ایسے کسی اہم فرد کو زندہ رکھنا نہیں چاہتا تھا جس کے دماغ میں کوئی دوسرا چالاں خوانی کرنے والا پہنچ جائے اور وہ دوسرا جوتی کے اندر موجود تھا۔

حسینہ نے آنکھیں کھولیں۔ ابھی اُس کے اعصاب کمزور تھے۔ اُس نے بڑی کمزوری اور بے بسی سے مجھے دیکھا، وہ سوچ رہی تھی، یہ ہارون ہم پر غالب آ گیا ہے۔ اس اڈّے کے انچارج کو گولی مار چکا ہے، اب میری باری ہے۔

میں نے اُسے سوچنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا تھا اور چُپ چاپ اُس کے چہرے کے تاثرات پڑھ رہا تھا۔ وہ طیارے کی پائلٹ تھی مگر گولی چلانی نہیں جانتی تھی۔ اس تنظیم کے ایک سربراہ کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزار چکی تھی اور اُس سربراہ کا تعلق پیرس سے تھا۔ میں نے حسینہ کے دماغ سے اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کر لیا۔

وہ قالین پر چت لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے لبھانے اور اپنی طرف مائل کرنے کے لیے اپنے بدن سے کپڑا ہٹانا چاہتی تھی مگر میں نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے ہٹانے نہیں دیا۔ وہ بولی۔ "کس بات کا انتظار ہے؟ مجھے گولی کیوں نہیں مارتے؟"

میں نے پوچھا "مرنا چاہتی ہو یا دوست بن کر جینا؟"

"میں جینا چاہتی ہوں، مجھے تمھاری دوستی پر ناز ہو گا تم بہت باکمال ہو، بالکل فرہاد کی طرح میدان مار رہے ہو۔"

"میری تعریف نہ کرو، کام کی باتیں سُنو۔ ابھی میرے ساتھی یہاں آئیں گے، تم اس لمحے سے گونگی بن رہی ہو، کسی کو اپنی

آواز نہیں سنا سکو گی، کسی سے نظریں نہیں ملا سکو گی۔"

"میں سمجھ گئی۔ تمہارے ساتھیوں میں کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے۔"

"ہاں، میں نہیں چاہتا کوئی دشمن تمہارے ذریعے یہاں کے راز معلوم کرے۔ جب مجھے بات کرنا ہوگی تو میں تمہارے دماغ میں آؤں گا۔"

"میں کیسے پہچانوں گی کہ تم ہو یا کوئی اور؟"

"جب تک تم گونگی رہو گی، کوئی اور تمہارے اندر نہیں آئے گا۔ اگر تم ذرا بھی آواز نکالو گی تو میں اسی وقت تمہیں مار ڈالوں گا۔"

میں نے وہاں کا دروازہ کھول دیا۔ سب سے پہلے جوتی دوڑتا ہوا آیا پھر بولا۔ "اتنی دیر کیا کر رہے تھے، مجھے غصہ آ رہا تھا اور یہ عورت کون ہے؟"

جوزا نے پوچھا۔ "طیارہ کہاں ہے؟"

میں نے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ میں نے بھی ابھی تک اس طیارے کو نہیں دیکھا ہے۔"

پھر میں نے پائلٹ سے حسینہ کے متعلق کہا۔ "یہ گونگی ہے مگر ہمارے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ تم اس کے ساتھ سائے کی طرح رہو گے۔ اسے ایک سیکنڈ کے لیے بھی تنہا نہ چھوڑنا۔"

ہم مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے اس بڑے دروازے کے پاس آئے جس کے پیچھے طیارے کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ میں نے اسے کھولا۔ دوسری طرف ایک وسیع و عریض جگہ تھی وہاں وہ طیارہ کھڑا تھا۔ سب ہی اس طیارے کی طرف جانے لگے۔ سب سے آگے آدمر تھا۔ ہم سب سیڑھیاں چڑھتے ہوئے آگے پیچھے طیارے کے اندر پہنچے پھر وہاں کا منظر دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔ چند لمحوں تک کچھ بول نہ سکے۔ شاید سانس لینا بھی بھول گئے تھے۔

طیارے کے مسافر اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے، بالکل زندہ لگ رہے تھے جبکہ ان کی موت کو اڑتالیس گھنٹے ہو چکے تھے۔ جوزا کے ایک ساتھی نے آگے بڑھ کر ایک مسافر کو ہاتھ لگایا۔ اس برفانی سرد علاقے میں تمام لاشیں ابھی تک تازہ تھیں۔ ان میں تو پیدا نہیں ہوئی تھی، وہ سب اکڑی ہوئی بیٹھی تھیں۔

آدمر، جوزا کا سہارا لیے لاشوں کے درمیان سے گزر رہا تھا اور دائیں بائیں دیکھتا جا رہا تھا پھر جو جو پر نظر پڑتے ہی وہ چیخ پڑا۔ "جوجو! میری بچی... نہیں نہیں، تم نہیں مر سکتیں، تم سے پہلے میں مر جاؤں گا۔"

میں گم صم سا ہو کر جوجو کی اکڑی ہوئی لاش کو دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے میری بھی سانس رکنے لگی تھی۔ آخر وہ پیاری سی گڑیا تھی، میری بہو تھی۔ میں نے اسے باپ کا پیار دیا تھا۔ ایسی خوبصورت بیٹی کی لاش دیکھ کر دل پر جو گزر رہی تھی، اسے میں برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ہمیں ایسے وقت پتھر بن جانا آتا ہے۔ آدمر کی آہ و بکا نے بھید کھول دیا کہ وہ میک اپ میں جوزا کے ساتھ آیا ہے۔ اب جوزا میرے لیے اہم ہو گئی تھی۔ مجھے معلوم کرنا تھا کہ یہ عورت کون ہے؟ آدمر جو بھی کسی عورت کے قریب نہیں جاتا تھا، اس کے سینے پر سر رکھ کر کیوں روتا ہے؟ اس کا دیوانہ کیسے بن گیا ہے اور یہ دیوانگی ایسی ہے کہ اس نے ہم سے برسوں کے تعلقات توڑ لیے ہیں۔

بہرحال یہ باتیں بعد میں معلوم کی جا سکتی تھیں۔ میں نے موبائل کے ذریعے پائلٹ سے کہا۔ "ابھی ہم لاشوں کو یہاں سے باہر لے جائیں گے۔ طیارہ خالی ہوتے ہی تم اسے لے اڑو گے۔"

اس نے کہا۔ "طیارہ لے جانے کے لیے مجھے یہاں کا راستہ معلوم ہونا چاہیے۔"

"جس حسینہ کو تمہارے ساتھ لگا رکھا ہے وہ ایک اچھی پائلٹ ہے، وہ تمہاری رہنمائی کرے گی۔ تم بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسے پیرس لے جاؤ گے۔"

میری بات ادھوری رہ گئی۔ جوزا، آدمر سے کہہ رہی تھی۔ "ہوش میں آؤ، دیکھو یہ جوجو نہیں ہے۔"

میں تیزی سے چلتا ہوا ان کے قریب گیا۔ جوزا، جوجو کی گردن کے پیچھے دونوں ہاتھ لے جا کر ماسک کے جوڑ کو کاٹ رہی تھی پھر اس نے پورے ماسک کو چہرے سے الگ کر دیا۔ اب وہاں گوشت کی دوسری لڑکی دکھائی دے رہی تھی۔ آدمر چند لمحوں تک اسے تکتا رہا پھر روتے روتے ہنس پڑا۔ "یہ میری جوجو نہیں ہے، یہ میری جوجو نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ زندہ ہے۔ خدا نے میری سن لی۔ میری بہو جہاں بھی ہے زندہ سلامت ہے۔"

وہ خوشی سے دیوانہ ہو کر..... جوزا سے لپٹ رہا تھا اور اسے چوم رہا تھا۔ وہ ہنستی جا رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی۔ "اپنی خوشیوں پر قابو پاؤ۔ ابھی ہمیں بہت معلومات حاصل کرنی ہیں۔ ابھی ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ڈمی جوجو کے اغوا کا یہ ڈراما کیوں کھیلا گیا۔ طیارے کو یہاں کیوں چھپایا گیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "میرا مشورہ ہے پہلے ہم سب مل کر ان لاشوں کو باہر لے جائیں۔"

جوزا نے کہا۔ "سوری، ہمیں پہلے اس طیارے کی اچھی

طرح تلاشی لوں گی۔"

"جم بے شک تلاشی لو مگر تمہارے دو ساتھیوں کو مجھ سے تعاون کرنا چاہیے۔"

وہ بولی۔ "تم لاشوں کو باہر کیوں لے جانا چاہتے ہو، کیا طیارہ خالی کر کے کسی دوسری جگہ لے جاؤ گے؟"

میں نے کہا۔ "میں اور میرے ساتھی پائلٹ نہیں ہیں۔"

جوزا نے اچانک آگے بڑھ کر کہا۔ "یہ ہارو سے جھوٹ کہتا ہے، اس کا یہ ساتھی پائلٹ ہے، ابھی ہم ہیلی کاپٹر میں آئے تھے۔"

جوزا کے ساتھی نے غرا کر مجھے دیکھا پھر کہا۔ "کیوں مسٹر! یہاں کیا کرتے پھر رہے ہو؟ ہم نے تمہیں ایک گھنٹے تک بندوق کے باہر رکھا۔ یہاں پتا نہیں کیسی اہم معلومات حاصل کرتے رہے ہو۔ اب یہ جھوٹ بول کر طیارہ خالی کرا رہے ہو کہ تمہارا ساتھی پائلٹ نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہ جوجی میرا ساتھی، میرا دوست ہے مگر ذرا عقل سے سوچو، یہ میرے خلاف کیوں بول رہا ہے، میں پہلے بتا چکا ہوں کہ اس کے اندر ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا موجود رہتا ہے، وہ تم سب کو میرے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ اس کے بھڑکانے پر ہم سب یہاں لڑتے رہیں گے اور دشمن کے آدمی یہاں پہنچ جائیں گے۔"

یہ کہہ کر میں نے ایک لاش کی حفاظتی بیلٹ کھولی پھر لاش کو کاندھے پر لاد کر باہر جانے لگا۔ میرا پائلٹ بھی ایک لاش اٹھا کر میرے پیچھے آیا۔ جوزا کا ساتھی دوڑتا ہوا بیرونی دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ راستہ روک کر بولا۔ "پہلے یہ بتاؤ طیارہ کیوں خالی کر رہے ہو؟"

میں نے خاموشی سے پلٹ کر اس لاش کو واپس سیٹ پر بٹھا دیا۔ پائلٹ نے بھی یہی کیا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "یہ خوش ہو جاؤ، طیارہ خالی نہیں ہو گا۔"

جوزا کے ساتھی نے کہا۔ "تم نے منصوبہ بدل دیا، اب کچھ اور کرنے والے ہو۔"

میں نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر مارا پھر دوسرے ہاتھ کا گھونسا ناک پر جڑ دیا۔ وہ ذرا پیچھے کو ڈگمگایا۔ اس کی ناک سے خون بہنے لگا تھا اور بہتے ہی ٹھنڈک کے باعث جم رہا تھا۔ اس نے اچانک اچھل کر لات ماری۔ میں لڑکھڑاتا ہوا ایک لاش پر آ کر گرا۔ میرے اٹھتے ہی اس نے گھوم کر لگ ماری۔ اس بار میری ناک سے خون بہتے ہی جم گیا۔

بڑا مزہ آیا۔ بڑا زبردست فائٹر تھا۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا تھا۔ فولاد کو فولاد بن کر کاٹنا جانتا تھا۔ میں نے جوابی حملہ کیا۔ اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر گھونسے مارتا ہوا بیرونی دروازے تک لے آیا۔ وہ اچانک نیچے گرا، گرتے ہی اس نے میری ٹانگ پر ٹانگ مار دی۔ میں گرتا ہوا اس پر آیا تو اس نے مجھے پیروں پر رکھ کر اچھال دیا۔ میں طیارے کی سیڑھی پر گرا پھر اس کے پائدانوں پر سے لڑھکتا ہوا نیچے پہنچ گیا۔ میری کمر، سر اور ہڈیوں میں سخت چوٹیں آئی تھیں چونکہ سرد علاقہ تھا، اس لیے چوٹوں کی تکلیف سے بدن گرما جاتا تھا۔ میرے اندر انگارے بھر گئے۔ وہ اوپر سے چھلانگ لگا کر مجھ پر آیا۔ میں لڑھکتا ہوا ایک طرف گیا۔ وہ برف کی سل پر اوندھے منہ گرا۔ اسے ایسی چوٹیں آئی ہوں گی کہ اس کا بدن بھی گرما رہا ہو گا۔

اس کے قریب ہی لوہے کی ایک سلاخ پڑی ہوئی تھی۔ ہمارے جسموں پر ڈھیر سارے موٹے کپڑے تھے۔ الاؤ اور گھونسوں کا اثر خاطر خواہ نہیں ہوتا تھا۔ لوہے کی سلاخ ہی کچھ کام دکھا سکتی تھی۔ اس نے اوندھے منہ رینگتے ہوئے سلاخ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں اچھل کر اس کے ہاتھ پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میں نے گھوم کر منہ پر ٹھوکر ماری۔ وہ اوندھا تھا، گھوم کر چاروں شانے چت ہو گیا۔

اب بھی اس میں بڑی جان باقی تھی۔ اس نے لوہے کی سلاخ سے مجھ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا پھر میں وہ سلاخ کیسے استعمال نہ کرتا۔ جیسے ہی وہ اٹھا، منہ پر سلاخ پڑ گئی۔ وہ اپنی چیخ کو سر رکھ کر بولا۔ "تم نہیں مجھے کیا ہونے لگا ہے۔ ایسی ایسی خواہش ہو رہی ہے جو پہلے کبھی میرے تصور میں بھی نہ تھی۔"

میں نے جھک کر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر پوچھا۔ "اپنی خواہش بتاؤ۔"

وہ اچانک فرش پر سے اٹھا پھر میرے بے حد نزدیک آ گیا۔ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "یہی جی چاہتا تھا کہ ہر وقت تمہارے ساتھ رہوں، ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ پہلے کوئی کی اور ویسی بات دماغ میں آتی تو مجھے غصہ آتا تھا، میں فخر سے خود کو صرف بے [illegible] میرے اندر کوئی بڑی

آدمر اپنی جوزا کو سنبھالتا ہوا مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا۔ پائلٹ نے اسے نظر انداز کیا۔ پائلٹ کے ساتھ لاشیں باہر لا کر رکھنے پڑ رہی تھیں۔ جوزا ایک طرف کھڑا مجھے گم صم ہو کر دیکھ رہا تھا۔ پائلٹ حسینہ بھی ایک ایک لاش گھسیٹتی ہوئی بیرونی دروازے تک لا رہی تھی۔ ہم سے بڑی حد تک تعاون کر رہی تھی اور میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے بدستور گونگی بنی ہوئی تھی۔

پندرہ منٹ میں جہاز خالی ہو گیا۔ پائلٹ اس حسینہ کے

ساتھ انجن اور دوسری مشینوں کو چیک کرنے لگا۔ میں سیڑھی ہٹا کر دروازہ بند کرنے لگا تو آرمر نے نیچے سے کہا "یہ کیا کرتے ہو؟ کیا ہمیں چھوڑ کر جاؤ گے؟"

"میں نے کہا "میں تمہیں کبھی نہ چھوڑتا مگر تم اس عورت کو چھوڑ کر میرے ساتھ نہیں چلو گے۔ پہلی بار تمہاری زندگی میں یہ عورت بہار بن کر آئی ہے، اسی لیے میں اسے نقصان پہنچائے بغیر جا رہا ہوں۔"

میں نے دروازہ بند کر دیا۔ جونی ایک سیٹ پر حفاظتی بیلٹ باندھے بیٹھا تھا۔ میں اس کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ بولا "میرے پاس آؤ۔"

میں نے کہا "نہیں یہاں سے تمہاری نگرانی کروں گا۔ تمہارے اندر رہنے والا میرے مزاج کے خلاف تم سے کوئی حرکت کرائے گا تو میں تمہیں بے ہوش کر دوں گا۔ اب خاموش رہو، میں تھوڑی دیر بعد باتیں کروں گا۔"

میں پائلٹ سیٹ پر پہنچ گیا۔ طیارہ حرکت میں آگیا تھا۔ یہ رف کی سطح پر آہستہ آہستہ رینگتا جا رہا تھا اور وسیع میرے پائلٹ کو گائیڈ کرتی جا رہی تھی۔ اس کے چہرے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ مجبوراً ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ اس نے میری وحشت اور بربریت دیکھی تھی۔ اسے معلوم ہوا تھا کہ میں نے وہاں کے بے شمار مسخ کارڈ کو صرف دس منٹ میں موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ یہاں کے انچارج، جو گائیڈ ہماری سے اور جونا کے ساتھی تھے، اسے بھولا۔ دوسری طرف ایک وسیع و عریض جگہ تھی۔ وہ طیارہ کھڑا تھا۔ سب ہی اس طیارے کی طرف جانے لگے۔ سب سے آگے آرمر تھا۔ ہم سب سیڑھیاں چڑھتے ہوئے آگے پیچھے طیارے کے اندر پہنچے پھر وہاں کا منظر دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔ چند لمحوں تک کچھ بول نہ سکے۔ شاید سانس لینا بھی بھول گئے تھے۔

طیارے کے مسافر اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بالکل زندہ لگ رہے تھے جبکہ ان کی موت کو اڑتالیس گھنٹے بیت چکے تھے۔ جونا کے ایک جملے "اور نہ ہی آ گئے ہوتے میں ہوں، مسافر ہوتے" کا مطلب سمجھ میں آ گیا۔

وہ سہم کر پائلٹ اور طیارے کی طرف تو جہ دینے لگی۔ طیارہ اس وسیع و عریض غار کے مختلف موڑ سے گزرتا ہوا ایک وسیع میدان میں آ گیا۔ صبح کے چھ بجنے والے تھے۔ ابھی سورج کی روشنی نہیں تھی، ہر طرف دھند چھائی ہوئی تھی پھر وہ طیارہ برف کے ہموار میدان میں دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔

میں نے ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا۔ اس نے جھنجلا کر سخت لہجے میں کہا "تم کیا کر رہے ہو؟ رات دو بجے سے یہاں بٹھا کر انتظار کرا رہے ہو۔ صبح کے چھ بج گئے ہیں، کیا ہم تمہارے نوکر ہیں، جلدی بتاؤ کیا کرنا ہے؟"

میں نے سخت لہجے میں کہا "آفیسر! اپنا لہجہ درست کرو۔ وہ بولا "یو شٹ اپ، میں تمہارا پابند نہیں ہوں، میں ایک سینئر افسر ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا، وہ جلدی سے اٹھ کر اپنی وردی اتارنے لگا۔ وردی کے نیچے گرم کپڑے تھے۔ اس نے وہ بھی اتار دیے۔ اس کے جسم پر ایک نیکر رہ گئی تھی۔ مقامی فوج کے افسران شدید حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے اور پوچھ رہے تھے "آفیسر! یہ کیا حرکت ہے، اتنی سخت سردی میں تم نے کپڑے اتار دیے، آخر اتارنے کی وجہ کیا ہے؟ ابھی تو تم اچھے بھلے تھے۔"

وہ رفتہ رفتہ آتش دان کے پاس گیا۔ اپنے کپڑے بھی لے گیا۔ وہ انھیں پہننا چاہتا تھا۔ جیسے ہی پہنتا تھا، میں اتار دیتا تھا۔ اس نے گڑگڑاتے ہوئے تھرتھر کانپتے ہوئے التجا کی "میں سردی سے مر جاؤں گا، مجھے لباس پہننے دو۔"

تم نے ابھی دعویٰ کیا تھا کہ سینئر افسر ہو۔ میں نے اس سینئر افسر کی وردی اتار دی، اب تم ایک معمولی ننگے آدمی رہ گئے ہو۔"

"مجھ سے بھول ہو گئی، میں توبہ کرتا ہوں، آئندہ افسرانہ رعب اور دبدبے سے بات نہیں کروں گا۔"

وہ سردی سے دانت کٹکٹاتا ہوا زور زور سے بول رہا تھا۔ سب فوجی جوان نے اس پر مکمل لاکر ڈالا۔ دوسرے نے پوچھا "کیا مسٹر وولف سے باتیں کر رہے ہو؟"

وہ میری مرضی کے مطابق بولا "ہاں، مسٹر وولف مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں، کہتے ہیں میں ڈرپوکی چھوڑ کر چلا جاؤں، میری جگہ دوسرا افسر آئے گا تو وہ بات کریں گے۔"

مقامی افسر نے کہا "تب تک بہت دیر ہو جائے گی، ابھی پوچھو کہ مسٹر وولف طیارے تک پہنچ گئے ہیں یا نہیں؟"

ایک ماتحت نے مقامی افسر سے کہا "سر! وائرلیس اٹینڈ کریں۔"

افسر نے آکر وائرلیس آپریٹ کیا، کوڈ ورڈ ادا کیے، جس کے بعد دوسری طرف سے کہا گیا "سر! ابھی کنٹرول ٹاور سے اطلاع ملی ہے، ایک طیارہ بین الاقوامی پرواز کے اصولوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اسے وائرلیس پر کال کیا مگر پائلٹ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کمپیوٹر فلائنگ روٹ چارٹ کے مطابق وہ سرحد پار کر کے فرانس کی حدود میں داخل ہو گا۔"

افسر نے پوچھا "یہ وہی طیارہ تو نہیں ہے جسے ہم تلاش کر رہے ہیں؟"

"بہت ممکن ہے، مجرم اسے یہاں سے لے جا رہے ہیں۔"

"آل رائٹ، ہمیں کچھ کارروائی کرنا ہوگی۔"

افسر نے فرانسیسی اعلیٰ افسر سے کہا "فوراً اپنی سرحدی چوکیوں کو اطلاع دو۔ ایک طیارہ غیر قانونی پرواز کرتا ہوا تمہارے ملک میں داخل ہو رہا ہے اسے اترنے پر مجبور کیا جائے۔"

میں نے فرانس کے ملٹری کے اعلیٰ افسران سے جلدی جلدی رابطہ قائم کیا۔ انھیں مختصر طور پر بتایا کہ سونیا کے حکم پر برائن وولف اس گمشدہ طیارے کو پیرس کے فوجی اڈے پر لا رہا ہے۔ میں نے یہ بات سونیا کو بھی بتائی پھر اس افسر کے پاس آیا جو اپنی وردی پہن چکا تھا لیکن اس کی تو شامت آگئی تھی۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے لوگ وہاں پہنچ گئے تھے اور بیان دے رہے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے سے آنے والے ہارووے واٹسن نے زبردست چال چلی ہے، جو راستہ گمشدہ طیارے کی طرف جاتا تھا وہاں ہارووی سُرنگ بچھا دی تھی۔

حالانکہ میں نے نہیں بچھائی تھی۔ خفیہ اڈے کے انچارج نے یہ حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے آدمی اس راستے سے گزرتے ہوئے ہارووی سُرنگ اور ریموٹ کنٹرول سے بلاسٹ ہونے والے بموں کا شکار ہو گئے تھے۔ ان کے خیال خوانی کرنے والوں نے اطلاع دی تھی کہ ہارووے واٹسن خفیہ اڈے میں پہنچ گیا ہے پھر ایک گھنٹے بعد اطلاع دی کہ وہ گمشدہ طیارے میں پہنچ گئے ہیں۔ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے نے بتایا ان کے ایک آدمی سے ہارووے کی زبردست فائٹ ہو رہی ہے۔ ماسک مین کے خیال خوانی کرنے والے کی رپورٹ تھی کہ لاشیں طیارے سے نکالی جا رہی ہیں۔ طیارے کو لاشوں سے خالی کرنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ شاید وہ طیارہ وہاں سے کسی دوسری جگہ لے جانا چاہتے ہیں۔

پھر آدھے گھنٹے بعد دشمن خیال خوانی کرنے والوں نے اپنی اپنی ٹیم کے اہم افراد کو اطلاع دی کہ ہارووے اس طیارے کو لے جا رہا ہے۔ ٹیم کے افراد دوڑتے ہوئے مقامی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں آئے تھے اور فرانس کے اس افسر کو الزام دے رہے تھے جسے ابھی میں نے سزا دی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اس افسر نے یہاں کے فوجیوں کو سبز باغ دکھا کر طیارے کو اپنے ملک روانہ کر دیا ہے۔

وہ افسر کہہ رہا تھا "میں کچھ نہیں جانتا، تم سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہارووے واٹسن ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ننگا کر چکا تھا، مجھے تماشا بنا رہا تھا۔ آپ لوگ یقین کریں اس نے ہمیں بھی دھوکا دیا ہے۔ طیارہ کسی دوسرے ملک کی طرف لے جا رہا ہے۔"

وہ افسر اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔ بہرحال مجھے یہ پتا چل گیا کہ دشمنوں کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ ایک تو ظاہر ہو گیا تھا وہ جونی کے اندر چھپا رہا تھا، دوسرا جوزایا اس کے ساتھی کے دماغ میں ہو گا۔ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے نے اپنی ٹیم کو بتایا تھا کہ ان کے ایک آدمی سے ہارووے کی فائٹ ہو رہی ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ مجھ سے لڑنے والا جوزا کا ساتھی سپر ماسٹر کا آدمی تھا۔ میں نے اسے زندہ چھوڑ کر غلطی کی تھی۔

ویسے غلطی اب بھی کر رہا تھا۔ جونی کے اندر بیٹھے ہوئے دشمن کو اپنے ساتھ طیارے میں لے جا رہا تھا۔ میں کیا کرتا؟ جوزا اور آرمر کی طرح اس لڑکے کو طیارے کے باہر پھینک کر نہیں سکتا تھا۔ سات بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ ہم آٹھ بجے تک پیرس کے فوجی اڈے میں اترنے والے تھے۔ اس کے ٹھیک دو گھنٹے بعد یعنی دن کے دس بجے جونی بے اختیار تبدیل ہو کر لڑکی بننے والا تھا۔ ایسے وقت اس کے لیے گھر کی چار دیواری میں رہنا ضروری ہوتا تھا۔

وہ سامنے والی سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میرے پاس آیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ میرے سامنے گھٹنے ٹیک کر فرش پر دوزانو ہو گیا۔ میرے گھٹنے پر سر رکھ کر بولا "پتا نہیں مجھے کیا ہونے لگا ہے۔ ابھی ایسی خواہش ہو رہی ہے جو پہلے کبھی میرے تصور میں بھی نہ تھی۔"

میں نے جھک کر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر پوچھا "اپنی خواہش بتاؤ۔"

وہ اچانک فرش پر سے اٹھا پھر میرے بے حد نزدیک آ گیا۔ ایک گہری سانس لے کر بولا "یہی جی چاہتا تھا کہ ہر وقت تمہارے ساتھ رہوں، ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ پہلے کوئی ایسی ویسی بات دماغ میں آتی تو مجھے غصہ آتا تھا، میں فخر سے خود کو مرد بچہ کہتا تھا۔ میں کیا بتاؤں؟ ایسا لگتا ہے میرے اندر کوئی بڑی بات ہو گئی ہے، کوئی زلزلہ آیا ہے۔ میری زمین کہیں سے پھٹ گئی ہے، اتھل گئی ہے اور مجھے پتا نہیں چل رہا ہے۔"

میں نے اسے پیار سے چھیڑتے ہوئے اپنے ساتھ والی سیٹ پر بٹھایا پھر کہا "تمہارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اسے سمجھنا بہت آسان ہے مگر دشمنوں نے تمہیں برین واشنگ کے ذریعے جو بتا دیا ہے اس سے پہلے کہ تم اپنے متعلق تحقیق

کرو، اپنی ذات میں خود کو تلاش کرو، تمھارے بدلنے ہونے کا وقت آجاتا ہے۔ تم ایک حیثیت سے مرجاتے ہو اور دوسری حیثیت سے جو زندگی پاتے ہو، اس زندگی کو اگلے بارہ گھنٹے بعد بھول جاتے ہو تھلدا! مسئلہ بہت عجیب اور بہت پیچیدہ ہے اگر وہ خیال خوانی کرنے والا تمھارے دماغ کو بھٹکانا چھوڑ دے تو پیچیدگی کم ہوجائے گی۔ میں انسانیت کے نام پر اس خیال خوانی کرنے والے سے التجا کرتا ہوں کہ وہ جونی کا پیچھا چھوڑ دے۔"

"میں، جونی کی تسلی کے لیے التجا کر رہا تھا جبکہ دشمنوں سے ہمدردی اور دوستی کی توقع عبث ہوتی ہے۔ یہ دشمن کی بہت بڑی کامیابی تھی کہ جونی کو عجیب انداز میں میرے سامنے پیش کرکے اسے میری کمزوری بنا دیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اب میں اسے تنہا بھٹکنے کے لیے نہیں چھوڑوں گا، ہمیشہ ساتھ رکھوں گا تو اس میری مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔ پہلے وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ یہ فرہاد کا ہم شکل کون ہے؛ میں گمشدہ طیارے کو تلاش کرکے پیرس پہنچانے کا جو کارنامہ انجام دے رہا تھا اس سے میری اہمیت بڑھ گئی تھی، سپر ماسٹر ماسک مین اور دوسرے تمام دشمن اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ اس طیارے میں ضرور کوئی خاص بات ہے جسے ہاروے گھرے راز میں رکھتے ہوئے پیرس لے گیا ہے۔

ہم پیرس پہنچ گئے۔ فوج کے اعلیٰ افسران نے بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا۔ میں نے کہا "یہ جونی میرا بہترین دوست ہے لیکن اس کے اندر ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ پہلے اسے لے جاکر ایک کمرے میں بند کردیں، اسے باہر نکلنے نہ دیں لیکن دوستانہ رویہ اختیار کریں۔"

دو فوجی جوان اسے لے گئے۔ میں نے ایک افسر سے کہا "میں ابھی اہم معاملات پر گفتگو کروں گا اس سے پہلے اس پائلٹ حسینہ کو حراست میں لیا جائے اور سخت پہرے میں رکھا جائے۔"

اس حسینہ کو حراست میں لے لیا گیا، وہ بولی "مسٹر ہاروے! میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا "تمھیں نہیں پتا نہیں ہے، میں تمام ضروری باتیں تمھارے دماغ سے معلوم کرچکا ہوں، ویسے وعدہ کرتا ہوں تمھیں جلد رہائی مل جائے گی۔ تم جہاں جانا چاہو گی، جاسکو گی۔"

فوجی جوان اسے بھی لے گئے۔ میں نے افسر سے کہا "ایک آخری بات اور ہے۔"

میں نے ایک کاغذ پر جونی کے لباس کا ناپ، اس کے سینڈل کا سائز، دو چار وگیں اور دوسری زنانہ ضروریات کے سامان کی ایک فہرست لکھی پھر اسے دیتے ہوئے کہا "یہ سامان ایک گھنٹے کے اندر میرے کاٹیج میں پہنچا دیں۔"

اس کے بعد میں دو اعلیٰ افسروں کے ساتھ ایک دفتری کمرے میں آیا۔ انھیں خفیہ اڈے کے متعلق تفصیلات بتاتے ہوئے کہا "میں وہاں سے کئی مائیکرو فلمیں اور اہم فائلیں سمیٹ لایا ہوں۔ فائلیں طیارے کے اندر ہیں اور مائیکرو فلمیں میری جیکٹ کی اندرونی جیبوں میں ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "آپ وہ فلمیں دکھائیں۔"

"میں ابھی دکھاتا ہوں، پہلے تجربے کار اور قابل اعتماد انجینئروں کو کال کریں۔ انھیں اس طیارے کے مختلف حصوں کو کھولنے کا حکم دیں۔ اس کے اندر اور بہت سے ممالک کے اہم راز چھپے ہوتے ہیں۔"

وہ افسران حرکت میں آگئے۔ وائرلیس کے ذریعے کوڈ ورڈز میں باتیں کرنے لگے۔ طیارے کی اہمیت معلوم ہوتے ہی اس کی حفاظت کے لیے اور سخت انتظامات کردیے۔ وزارت خارجہ کے سیکرٹری سے رابطہ کیا تو اس نے بتایا امریکا، روس، مشرقی جرمنی، پولینڈ، کوریا اور جاپان سے سفارتی سطح پر مسلسل کالیں آرہی ہیں، ہر ملک کے دفتر خارجہ سے کہا جارہا ہے کہ اس ملک کے ساتھ دھوکا ہوا ہے، وہاں کے اہم راز چرائے گئے ہیں اور نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان ممالک کو بتایا ہے کہ وہ تمام راز ایک طیارے کے ذریعے فرانس پہنچائے گئے ہیں۔

حکومت فرانس کے لیے اگرچہ مشکلات پیدا ہوگئی تھیں مگر اہمیت بہت بڑھ گئی تھی، سپر طاقتیں بھی نرم لہجے میں درخواست کررہی تھیں کہ ان کا کوئی راز کسی دشمن ملک تک نہ پہنچے۔ وہ بڑی سے بڑی قیمت دے کر اپنے ملک کی مائیکرو فلمیں حاصل کرنا چاہتے تھے۔

فی الحال فرانس کی وزارت خارجہ اس حقیقت سے انکار کررہی تھی کہ ان کے ملک میں دوسرے ممالک کے اہم راز کسی طیارے کے ذریعے پہنچے ہیں۔ ان معاملات میں ایک گھنٹا گزر گیا۔ نو بج چکے تھے۔ دس بجنے میں ایک گھنٹا باقی رہ گیا تھا۔ اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر ہاروے! وہ مائیکرو فلمیں کہاں ہیں؟"

میں نے جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر وہ فلمیں نکالیں۔ میں نے خفیہ اڈے سے گن کر پچیس فلمیں جیبوں میں رکھی تھیں۔ اب انھیں نکالا تو وہ اکیس تھیں، یعنی چار غائب ہوگئی تھیں۔ میں نے جیکٹ کی تمام جیبوں کو ٹٹولا۔ ایک افسر نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"میں نے کہا "چار مائیکرو فلمیں کم ہیں۔ مجھے یاد ہے میں نے پچیس فلمیں گن کر اپنے پاس رکھی تھیں جسٹ ایک منٹ مجھے سوچنے دیں۔"

سوچنے پر ایک ہی بات سمجھ میں آئی۔ جونی طیارے میں میرے پاس آیا تھا اور میرے گلے لگ گیا تھا۔ ادھر میں اس کی قربت سے سرشار ہو رہا تھا۔ ادھر دشمن نے اس کے ذریعے چار فلمیں نکال لیں تھیں۔ یہ بات سمجھ میں آتے ہی میں جونی کے دماغ میں پہنچا، وہ اب فوجیوں کی حراست میں نہیں تھا۔ ایک کار میں کہیں جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی کہ اس کے ذریعے میں اس کی کار کی نشاندہی نہ کرسکوں۔ میں نے کہا "آفیسر! تمھارے فوجی جوانوں نے جونی کو چھوڑ دیا ہے، وہ ایک کار میں کہیں جا رہا ہے، اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔"

میں ان افسران کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا وہاں پہنچا جہاں جونی کو ایک کمرے میں رکھا گیا تھا۔ ایک افسر نے پوچھا "جونی کہاں ہے؟"

جونیئر افسر نے جواب دیا "سراغرسانی فورس کے کمانڈر صاحب آئے تھے، وہ یہ کہہ کر جونی کو لے گئے کہ اعلیٰ افسران کے سامنے اس لڑکے کو طلب کیا گیا ہے۔"

اتنے بڑے افسر کے حکم کی تعمیل کرنا ان کا فرض تھا۔ انھوں نے جونی کو اس افسر کے حوالے کردیا تھا۔ میرے ساتھ آنے والے تمام افسران نے اپنے طور پر ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا۔ یہ احکامات جاری کیے کہ کمانڈر جہاں بھی نظر آئے اسے گرفتار کرلیا جائے۔

میں نے کہا "ویسے کمانڈر بے قصور ہے۔ جونی کے اندر چھپے ہوئے شخص نے اس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر جونی کو اغوا کرایا ہے، مجھے اجازت دیں، میں جونی کو خود تلاش کروں گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر وولف! اگرچہ تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے تاہم اس لڑکے کو ساتھ لاکر دشمن کو ہمارے دماغوں میں پہنچنے کا موقع بھی دیا ہے۔ میں اور میرے چند ساتھی افسر لوگا کے ماہر ہیں، میں کوشش کروں گا کہ ہمارے سوا کوئی طیارے کے قریب نہ جائے، بہرحال ہم تمھاری غلطی کی شکایت تم سے نہیں، مادام سونیا سے کریں گے، تم جاسکتے ہو۔"

میں نام تھا دشمن نے جونی کو میرے قریب رکھ کر چھوٹا سا فائدہ اٹھا لیا تھا۔ آیندہ مجھے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔ میرے لیے ایک کار بھیجی گئی تھی۔ میں اسٹیئرنگ پر بیٹھ گیا۔ گھڑی دیکھی، دس بجنے میں آدھا گھنٹا رہ گیا تھا۔ میں جونی کے دماغ میں پہنچا، پتا چلا وہ غفلت میں ہے گہری نیند سو رہا ہے۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو بڑھا پھر کار اسٹارٹ کی تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے کاٹیج میں پہنچا۔ جونی ایک بستر پر آرام سے سو رہا تھا۔

میں نے اسے پیار سے دیکھا، وہ میرا دشمن نہیں تھا مگر دشمنی کا ذریعہ بن گیا تھا۔ فی الحال اس کے اندر چھپے ہوئے دشمن کو بھگانے کا موقع ہاتھ نہیں آرہا تھا۔ جونی کو اپنے پاس سے بھگانے میں چند سیکنڈ بھی نہ لگتے لیکن وہ میری ناکامی ہوتی اور اس پر ظلم ہوتا۔ کمال تو یہ ہوتا کہ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا۔

دس بجنے میں اب صرف دو منٹ رہ گئے تھے۔ میں نے اس کی ضرورت کا تمام زنانہ سامان اس کے بستر کے پاس رکھا۔ پھر دوسرے کمرے میں آکر بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کرنے والے دشمن نے جس فوجی افسر کے دماغ پر قبضہ کرکے جونی کو اغوا کیا تھا اس افسر کو میرے اس کاٹیج کا پتا تھا۔ دشمن ہزار دشمنی کے باوجود یہ چاہتا تھا کہ جونی کو دس بجنے سے پہلے کسی گھر کی چار دیواری ملے۔ اس نے افسر کے ذریعے اسے میرے کاٹیج میں پہنچا دیا تھا لیکن اس سے پہلے راستے ہی میں وہ چار مائیکرو فلمیں حاصل کرلی تھیں۔

ان فلموں کو حاصل کرنے کے لیے ماسک مین کا کوئی خاص آدمی کسی خاص جگہ منتظر ہوگا۔ افسر نے اس جگہ گاڑی روکی ہوگی، انتظار کرنے والے نے جونی کی جیب سے مائیکرو فلمیں نکالی ہوں گی۔ اس کے بعد افسر نے گاڑی آگے بڑھا کر جونی کو کاٹیج میں پہنچایا ہو گا۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسی طریقہ کار پر عمل کیا ہوگا۔

پچھلے دو کمرے میں آہٹ سنائی دی۔ میں نے جونی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ بستر سے اٹھ کر سوچ رہا تھا "میں کہاں ہوں، یہ کون سی جگہ ہے؟"

وہ خیال خوانی کرنے والا اس کی سوچ میں کہہ رہا تھا "ابھی مجھے سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔ فی الحال آئینے کے سامنے جائیے۔"

وہ آئینے کے سامنے آیا پھر خود کو دیکھ کر چونک گیا بلکہ چونک گئی، دس بج چکے تھے، وہ اپنے سر کو چھو کر کہہ رہی تھی "یہ میرے سر کے بال لڑکوں جیسے کیوں رہتے ہیں، لڑکیوں جیسے بڑھتے کیوں نہیں؟ اور یہ میں نے لڑکے جیسا لباس کیوں پہنا ہوا ہے؟"

وہ لباس کو اتار کر پھینکنے لگی۔ آئینے میں اپنے حسین وجود کو دیکھ کر خوش ہونے لگی۔ خوش ہوتے ہوتے اچانک سنجیدہ ہو گئی، اسے کسی نامعلوم سی تبدیلی کا احساس ہوا۔ اس کے اندر سے جذبوں نے کچھ کہا، جو سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ سوچتی ہوئی وہاں کے سامان کو دیکھنے لگی۔ ایک پیکٹ سے اسکرٹ اور بلاؤز نکال کر پہننے لگی۔ وہ آہستہ آہستہ اپنے پہناوے اور سنگھار سے مکمل لڑکی بنتی جارہی تھی۔

اس دوران وہ ابھی ہوئی سی رہی مگر اُلجھن سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کے دماغ میں اب معلوماتی سوچیں اُبھر رہی تھیں۔ ”میں سوئٹزرلینڈ سے واپس آگئی ہوں، ابھی پیرس میں ہوں۔۔۔ یہ ہارووے واٹسن کا کاٹیج ہے، فرہاد علی تیمور کے دو ہم شکل ہیں۔ دوسرے ہم شکل کا نام برائن وُولف ہے۔“

وہ اُسے یاد لا رہا تھا کہ گزشتہ روز جب وہ پیرس سے سوئٹزرلینڈ جا رہی تھی تو طیارے کی سیڑھی کے پاس برائن وُولف سے سامنے ہوا تھا پھر سوئٹزرلینڈ کے ایک کاٹیج میں برائن وُولف اس کے ساتھ والے کمرے کا کرایہ دار تھا۔ اس کے بعد وہ رات دس بجے جینا کی حیثیت سے مرگئی تھی اور اب دن کے دس بجے ہارووے واٹسن کے کاٹیج میں پھر زندہ ہوئی ہے۔ اُسے کمرے سے نکل کر دیکھنا چاہیے کہ کاٹیج میں ابھی وہ تنہا ہے یا کوئی یہاں موجود ہے۔

وہ مکمل حسین لڑکی کے روپ میں خود کو آدم قد آئینے کے سامنے دیکھ رہی تھی اپنے حسن و شباب کو دیکھ کر انگڑائی لے رہی تھی پھر انگڑائی لیتے لیتے رُک گئی۔ پہلے انگڑائی کے لیے بدن ایسا نہیں ٹوٹتا تھا، یہ جوڑ جوڑ میں میٹھا میٹھا سا درد کیوں ہو رہا ہے۔ کہیں کسی سے فائٹ کرتی رہی ہوں کیا کسی نے میری اتنی پٹائی کی ہے کہ روئی کی طرح دُھنک کر رکھ دیا ہے؟

اس کے دماغ میں سوچ اُبھری ”مجھے فضول باتیں نہیں سوچنا چاہیے۔ کمرے سے نکل کر کاٹیج کا جائزہ لینا چاہیے۔“

وہ آئینے کے پاس سے گھوم کر ایک ادائے نازسے چلتی ہوئی کمرے سے باہر آئی۔ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گئی پھر بولی ”تم؟ تم برائن وُولف ہو؟“

میں آتش دان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایزی چیئر سے اُٹھ کر بولا ”خدا کا شکر ہے تم مجھے برائن وُولف کہہ رہی ہو، ورنہ دُنیا والے جس طرح تمہیں جوزی سمجھتے ہیں، اسی طرح مجھے ہارووے واٹسن کہتے ہیں۔“

جینا کے دماغ میں سمجھا یا گیا تھا کہ میں ہارووے واٹسن ہوں، یہ بات اُسے یاد آگئی، وہ بولی ”تم ہارووے ہو۔“

میں نے ناگواری سے کہا ”تو پھر میں تمہیں جینا نہیں جوزی، لڑکی نہیں لڑکا کہوں گا۔“

وہ پاؤں پٹخ کر بولی ”میں لڑکا نہیں لڑکی ہوں، جینا ہوں۔“

”میں نے بھی پاؤں پٹخ کر کہا ”میں ہارووے نہیں وُولف ہوں۔ پچھلی رات ہم ایک ہی کاٹیج کے دو کمروں میں تھے۔ آج بھی ایک کاٹیج میں ہیں۔ تم مجھے کل سے اچھی طرح دیکھ اور سمجھ رہی ہو۔ پھر بھی ہارووے کہو گی تو میں جینا کے وجود کو تسلیم نہیں کروں گا۔“

وہ قائل ہو کر بولی ”ہاں میں تمہیں کل سے دیکھ رہی ہوں۔ تم وُولف ہو مگر ہم دونوں کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ کچھ ہیں لوگ ہمیں کچھ اور سمجھتے ہیں۔“

”جینا! میرے اندر کوئی بولتا ہے کہ میں پہلے کہاں تھا، کہاں پہنچ گیا ہوں اور میرے ساتھ میں جو لڑکی ہے اس کا نام جینا ہے۔“

وہ جلدی سے بولی ”میرے اندر بھی کوئی اسی طرح بولتا ہے۔ ابھی بول رہا تھا کہ میں پیرس کے ایک کاٹیج میں ہوں اور میرے ساتھ اس کاٹیج میں ہارووے واٹسن ہے، تم وُولف ہو۔“

”تم بہت اچھی ہو، مجھے وُولف سمجھ رہی ہو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں گا۔ جینا بہت ہی پیارا نام ہے۔ سچ تمہارا خوبصورت ہے، تمہارے ہی حسن پر سجتا ہے۔ جی چاہتا ہے تمہیں دیکھتا ہی رہوں دیکھتا ہی رہوں لیکن۔۔۔“

وہ اپنی تعریفیں سُن کر خوش ہو رہی تھی۔ اُس نے پوچھا ”لیکن کیا؟“

”میں نے مایوس ہو کر کہا ”میں ہمیشہ تمہیں دیکھ نہیں سکوں گا کیونکہ میں رات کے دس بجے مر جایا کرتا ہوں۔“

وہ چونک کر بولی ”ارے تم بالکل میری طرح ہو، میں بھی رات کے دس بجے مر جایا کرتی ہوں۔“

”کیا میری طرح دوسری صبح دس بجے زندہ ہو جاتی ہو؟“

”ہاں، مرنے کے بعد روز صبح دس بجے زندہ ہو جاتی ہوں۔“

”پھر تو ہم دونوں ڈریکولا کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔“

”ایسی باتیں نہ کرو، مجھے ڈر لگتا ہے۔“

”پھر تم ہی بتاؤ کیا ہم دونوں زندہ کہلانے کے لائق ہیں ہم مُردہ ہیں، ہمارے بچے پیدا ہوں گے تو وہ بھی آدھے زندہ اور آدھے مُردہ راکرس ہوں گے۔ ہمارا خاندان مُردوں کا خاندان کہلائے گا۔ آہ! ہم کتنے بدنصیب ہیں۔“

میں دونوں ہاتھوں سے مُنہ چھپا کر رونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔ وہ جلدی سے میرے پاس آئی، میرے شانے تھام کر بولی ”حوصلہ کرو، تمہیں اس طرح نہیں رونا چاہیے نہیں تو میں بھی رونے لگوں گی۔“

”میں اپنے لیے نہیں اپنے ہونے والے بچوں کے لیے رو رہا ہوں۔“

”صبر کرو، خدا نے چاہا تو ہمارے بچے۔۔۔“

وہ کہتے کہتے چونک گئی پھر بولی ”ارے اپنے بچے کہاں آ گئے، وہ بھی ہمارے بچے، یعنی میرے بچے تم سے ادھورے بچے بھی ہوں گے، کبھی نہیں، مرگز نہیں۔ تم نے کیسے سوچ لیا کہ۔۔۔“

وہ بولتی جا رہی تھی۔ میں نے اُس کے اندر خواہش بیدار کی۔ وہ طیارے میں جوزی کی حیثیت سے گلے لگنے کے لیے بیتاب ہوئی تھی اور ایک طرف کی جیب کو صاف کر دیا تھا پھر اُسی خواہش نے انگڑائی لی تو اُس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ میرے سینے پر اپنا دھڑکتا ہوا دل رکھ دیا۔ میں نے اُسے یہ سوچنے پر مائل کیا کہ وہ اپنے اندر ایک نامعلوم سی تبدیلی کیوں محسوس کر رہی ہے؟ اور کیا اس سے پہلے بھی ایسی قربت کبھی رہی ہے؟ اور کیا اس سے دُور ہونا چاہتی تھی مگر ایک انجانے رشتے نے اسے روک لیا۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی، یہ چٹان جیسا مرد میرا جانا پہچانا ہے مگر یاد کیوں نہیں آتا کہ کس عالم میں وہ جان پہچان ہوئی؟ شاید اُس عالم میں جب میں بارہ گھنٹے کے لیے گم ہو جاتی ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ میری گمشدہ زندگی کا ساتھی ہے۔“

اُس کی گرم گرم سانسیں میری گردن سے رینگتی ہوئی چہرے پر آئیں، وہ ہولے ہولے بڑبڑا رہی تھی ”تم اجنبی ہو اور شناسا بھی، مجھے بتاؤ ہم کہاں ملتے ہیں اور کب کھو جاتے ہیں؟“

میں نے کہا ”ہم رات کے دس بجے کے بعد ملتے ہیں اور صبح دس بجے کھو جاتے ہیں، اُس گمشدہ زندگی میں تم اپنا تن من میرے حوالے کر چکی ہو۔ ہم اس زندگی میں ساری دُنیا کو بھول جاتے ہیں، یہ دُنیا ہمارے آس پاس ہوتی ہے مگر ہمیں نظر نہیں آتی۔ ہم قسمیں کھا کر ایک دوسرے سے وعدہ کرتے ہیں کہ صبح دس بجے کے بعد ایک دوسرے کو نہیں بھولیں گے مگر دیکھو تم بھول گئی ہو، مجھے اپنا وعدہ اپنی قسم یاد ہے۔“

”میں تمہیں چھو کر، تمہارے بازوؤں میں چھُپ کر یقین کر رہی ہوں کہ یہ شخص مکمل طور پر میرا رہ چکا ہے۔ میری یادداشت نہ ہونے کے برابر ہے۔ میرا دماغ میرا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ کوئی بات نہیں ان لمحات میں عورت شاید اپنے مرد کو دماغ سے نہیں جسم کے رشتے سے پہچانتی ہے۔“

وہ چُپ ہو گئی۔ پورا ماحول چُپ ہو گیا، وہ پھر گم ہونے لگی۔ میں اُسے تلاش کرنے لگا، اُسے بتانے لگا کہ وہ جینا ہے، اُسے جینا ہی رہنا چاہیے اور میرے جینے کا سامان کرتے رہنا چاہیے۔ وہ بہت اچھی تھی، ذرا ذرا سی بات پر قربان ہو رہی تھی، میرے حواس پر چھا رہی تھی اور یہی غلط ہو رہا تھا کہ وہ میرے ہوش اُڑا رہی تھی۔

میں نے ایک طویل عمر گزاری ہے۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ بڑے تلخ تجربات حاصل کیے ہیں۔ ان تجربات کے پیشِ نظر مجھے ہوشربا لمحات میں مدہوش یا سحر زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ پتا نہیں، وہ کیا سحر پھونک رہی تھی۔ جذبات کی ہر پھونک میں مجھے سوکھے پتے کی طرح اُڑا رہی تھی اور تب۔۔۔ تب ہی میرے حلق سے چیخ نکل گئی، آخر دُشمن وار کر ہی گیا۔

جینا نے میرے بازو پر ناخن سے خراشیں ڈال دی تھیں۔ اس کے لانبے ناخن میرے بازو کے گوشت میں کُھب کر لکیریں بناتے گئے تھے۔ یہ کوئی جان لیوا حملہ نہیں تھا۔ میرے جسم میں تو بندوق کی گولیاں پیوست ہوتی یا آر پار ہوتی رہیں ہیں ہزاروں بلاموت سے پنجے لڑا نے ہیں لیکن ان خراشوں نے میرے اندر آگ بھر دی تھی، جیسے انتہائی زہریلے سانپوں نے ڈس لیا ہو۔

بات کچھ ایسی ہی تھی۔ جینا کے ناخنوں میں زہریلا رقیق مادہ لگا ہوا تھا جو میرے گوشت اور خون میں پہنچ گیا تھا اگرچہ منجالی کی زہریلی محبت نے دوسرے تمام زہر کو پانی کر دیا تھا۔ تاہم تھوڑی دیر کی تکلیف ضرور ہوتی تھی، وہ تکلیف بھی عارضی تھی۔ تھوڑی دیر میں وہ زہر بے اثر ہونے والا تھا لیکن دُشمن کو تھوڑا سا ہی موقع چاہیے تھا۔ اُس نے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دیا تھا۔ میں فرش پر اِدھر سے اُدھر تڑپنے لگا۔

آج تک کسی نے میرے اندر پہنچ کر ایسے ظالمانہ حملے نہیں کیے تھے جیسے کہ وہ کر رہا تھا۔ میرا دماغ پہلے ہی جھٹکے میں کمزور ہو گیا تھا۔ میں سانس نہیں روک سکتا تھا، وہ مجھے کمزور بناتے ہی میرے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ جینا میری حالت دیکھ کر رو رہی تھی۔ بار بار پوچھ رہی تھی ”وُولف! تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم اس طرح کیوں چیخ رہے ہو، فرش پر کیوں تڑپ رہے ہو؟“

دُشمن نے مجھے فرش پر سے اُٹھا کر ایک طرف دوڑایا، میں دوڑنا نہیں چاہتا تھا مگر اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ میرے جسم اور میرے دماغ پر سے میرے تمام اختیارات ختم ہو چکے تھے۔ اب مجھ پر دُشمن کی حکمرانی تھی۔ اُس نے مجھے دوڑاتے ہوئے لا کر دیوار سے ٹکرایا۔ میں ٹکراتے ہی اُچھل کر پیچھے فرش پر گر پڑا۔ ابھی دماغی تکلیف کم نہیں ہوئی تھی کہ وہ جسمانی تکلیف پہنچا رہا تھا۔

پھر کسی نے میرے اندر بھرائی ہوئی آواز میں کہا ”جینا کے ناخنوں کا زہر کمزور افراد کو مار ڈالتا ہے، مضبوط اعصاب رکھنے والوں کو بے ہوش رکھتا ہے۔ میں تمہارے اندر رہ کر دیکھ رہا ہوں، تم پر زہر کا خاطر خواہ اثر نہیں ہو رہا ہے، بتاؤ کیوں؟“

میں نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا۔ "میں اسنیک چارمر ہوں، زہریلے سانپوں کو پکڑنا اور اُن کا زہر نکالنا ہمارا خاندانی پیشہ ہے۔ معمولی زہر مجھ پر اثر نہیں کرتا۔"

میں شدید تکلیف کے باوجود اس حد تک سنبھل رہا تھا کہ اسے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اُس نے پوچھا۔ "تمہارا اصلی نام کیا ہے؟"

"میرا اصلی نام یہی ہے برائن وُولف۔"

"کیا یہ تمہارا پیدائشی چہرہ ہے؟"

میں جواب دینا چاہتا تھا، وہ سخت لہجے میں بولا۔ "میں تمہاری زبان سے سچ معلوم کرنے کے لیے سوالات کر رہا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر بعد تم پر تنویمی عمل کر کے اپنا معمول بناؤں گا تو تم مجھ سے کچھ نہیں چھپا پاؤ گے۔ سچ سچ بتاؤ تم فرہاد کے ہم شکل کیوں ہو؟"

"میں نے پلاسٹک سرجری کرائی ہے سونیا کی محبت میں گرفتار ہو کر فرہاد کی جگہ لینے کے لیے یہ چہرہ بنوایا ہے۔"

"تم سچ مچ فرہاد کی طرح ایکشن میں رہتے ہو یہ ٹیلی پیتھی کہاں سے سیکھی؟"

"میں نے بابا صاحب کے ادارے میں تربیت پائی ہے جب فرہاد زندہ تھا تب اُس نے ٹرانسفارمیشن مشین کا پورا نقشہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا تھا۔ میں اُس ادارے کے تمام رازوں سے واقف نہیں ہوں مگر اتنا جانتا ہوں کہ ایسی ہی ایک مشین سے گزرنے کے بعد خیال خوانی کرنے لگا ہوں۔"

"فرہاد کے دوسرے ہم شکل ہارروے والسن کی حقیقت کیا ہے؟"

"مجھے کل ہی اُس کے متعلق معلوم ہوا تھا۔ میں نے سونیا سے اس کے متعلق پوچھا تھا تو وہ سختی سے بولی کہ میں ہمدرد کی ٹوہ میں نہ رہوں۔ اپنے کام پر توجہ دوں۔ سونیا نے اُسے پچھلی رات برائن وُولف بنا کر جونی کے کاٹیج میں بھیجا تھا اور میں ہارروے والسن کا نام.... اختیار کر کے اب تک اپنے فرائض انجام دیتا رہا ہوں۔"

"اُس طیارے کو یہاں کیوں لائے ہو؟"

"اُس طیارے کے مختلف حصوں میں بڑے ممالک کے اہم راز، مائیکرو فلم کی صورت میں چھپا کر رکھے گئے ہیں سوئٹزرلینڈ میں اسے کھولنے کا نہ تو وقت تھا اور نہ ہی انجینئرز تھے، اس لیے طیارے کو یہاں لانا پڑا۔"

"یہ بتاؤ، تمہیں کمزور اور محکوم بنائے رکھنے کے لیے کیا کرنا ہے؟"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "بابا صاحب کے ادارے کے بزرگوں نے اور سونیا نے بار بار سمجھایا تھا کہ فرہاد بن سکو تو بن جانا مگر اُس کی طرح حسن پرست نہ بننا۔ میں نے یہی کوشش کی تھی لیکن تم نے جینا کو عجیب انداز میں پیش کر کے مجھے چکر میں ڈال دیا۔ میں نے جینا کو ساتھ رکھ کر بہت بڑی غلطی کی۔ حالانکہ وہ بے چاری میری دُشمن نہیں ہے اور میں یہ سوچ کر مطمئن تھا کہ میں نے حسن پرستی میں نہیں انسانی ہمدردی میں دھوکا کھایا ہے۔ بہرحال مجھے سزا تو ملے گی تم مجھے محکوم بنا کر رہو گے۔"

"ابھی جینا اپنے پرس میں سے ایک انجیکشن نکالے گی، اُسے تمہارے بازو میں انجیکٹ کرے گی، تم وہ انجیکشن لگوانے سے انکار کرو گے تو میں تمہارے دماغ میں زلزلے پیدا کر دوں گا۔"

شاید وہ میرے دماغ سے نکل گیا تھا کیونکہ جینا اُس کے معمول بن گئی تھی۔ ایک طرف رکھے ہوئے پرس کے پاس جا کر اُس میں سے انجیکشن کی سرنج وغیرہ نکال رہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن دُشمن نے دماغ میں ایسے زلزلے پیدا کیے تھے کہ خیال خوانی کی توانائی نہیں رہی تھی۔ رابطہ قائم کرنے کے لیے ایک ٹیلی فون رہ گیا تھا وہ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ میں فرش پر گھسٹتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ ریسیور اُٹھا کر جلدی جلدی فون.... کے بٹن دبانے لگا۔ کن انکھیوں سے دیکھتا بھی جا رہا تھا۔ جینا انجیکشن تیار کرنے میں مصروف تھی۔ اس کے دماغ میں وہ دُشمن بھی مصروف ہو گا۔

رابطہ قائم ہو گیا۔ سونیا کی آواز سنائی دی۔ میں چند لفظ میں کہنا چاہتا تھا کہ میں خطرے میں ہوں، اس کے لیے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ آندھی طوفان کی طرح ایکشن میں آ جاتی لیکن میں نے اُس کی آواز سنتے ہی کہا۔ "ہیلو سونیا کیسی ہو؟"

وہ غصے سے بولی۔ "میں خیریت سے ہوں اور خیریت سے رہوں گی مگر تم جلد ہی حرام موت مرو گے۔ ابھی مجھے رپورٹ ملی ہے کہ تم نے کسی لڑکی کو اپنے ساتھ لگا رکھا ہے۔ اسی کی وجہ سے چار مائیکرو فلموں کا نقصان ہوا ہے میں اس خبر کی منتظر ہوں کہ وہ تمہیں جہنم میں پہنچا چکی ہے۔ اپنی عمر دیکھو اور اپنی حسن پرستی پر شرم کرو۔"

میں پھر اُسے خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا، تب تک چلا لیں کہ آزاد نہیں ہوں، وہ میرے اندر خاموشی سے موجود تھا مجھے اپنی مرضی کے مطابق بولنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ میں نے اُس کی مرضی کے مطابق کہا۔ "تم غصہ بعد میں دکھانا، پچھلی رات کا تھکا ہوا ہوں، شام تک نیند پوری کر دوں گا۔ میرے ساتھ آنے والی جس لڑکی پر تمہیں غصہ آ رہا ہے اُس کا نام جینا ہے۔ میں جینا کے ذریعے ایک خیال خوانی کرنے والے دُشمن کی گرفت پکڑنے والا ہوں، اس کے لیے آج رات کی کسی فلائٹ سے جرمنی جاؤں گا، تم سرکاری سطح پر میری امداد کرو۔"

جینا کی روانگی کا انتظام کر دو۔"

"پہلے تم میرے دماغ میں آ کر تفصیل سے اپنی پلاننگ بتاؤ پھر میں تمہاری روانگی کا انتظام کروں گی۔"

"میں نے دُشمن کی مرضی کے مطابق کہا۔ "ذرا انتظار کرو، میں دس منٹ بعد تمہارے پاس آؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اُس نے رابطہ ختم کرا دیا۔ میں بُری طرح پھنس گیا تھا۔ اس کے ایک ایک اشارے پر ناچ رہا تھا۔ آج تک کسی نے اس طرح مجھے کٹھ پتلی نہیں بنایا تھا۔ وہ میرے دماغ سے نکل کر جینا کے اندر گیا تھا۔ اب جینا اُس کے حکم کے مطابق بول رہی تھی۔ "اٹھو اور بستر پر لیٹ جاؤ۔"

میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر بستر پر آ گیا۔ وہ دُشمن ایک وقت میں کسی ایک ہی کے دماغ میں جا سکتا تھا۔ جب جینا کے اندر ہوتا تو میں انجیکشن کی سرنج چبھو کر توڑ سکتا تھا لیکن اس میں میرا ہی نقصان ہوتا۔ وہ میرے دماغ میں زلزلے پیدا کرتا چلا جاتا۔ کچھ عرصہ پہلے میں نے کینی پال کا جو حشر کیا تھا، وہی میرا بھی حشر ہوتا۔

جینا نے میرے بازو میں سوئی پیوست کر دی۔ سرنج کا تمام مرقق مادّہ میرے اندر پہنچا دیا۔ اب دُشمن کو اطمینان ہو گیا تھا کہ میں اعصابی کمزوری کے بعد اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں پاؤں گا اور جینا اس کی مرضی کے خلاف کاٹیج سے باہر نہیں جائے گی۔

میں جن مخصوص گوڈورڈز کے ذریعے سونیا کے دماغ میں جاتا تھا، دُشمن نے وہ کوڈورڈز میرے کمزور دماغ سے معلوم کر لیے تھے۔ اب وہ سونیا کے پاس جا کر کیا کہہ رہا تھا، یہ میں نہیں جان سکتا تھا۔ مجھ پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ پتا نہیں انجیکشن کا اثر تھا یا پچھلی رات سے جاگنے کے باعث نیند آ رہی تھی۔ زلزلے کے باعث دماغ بھی تھکا ہوا تھا، اس لیے میں جلد ہی نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

اُدھر جینا دُشمن کے سحر سے نکلی یا دُشمن اس کے دماغ سے نکل کر میری دماغی کیفیت معلوم کرنے آیا تو وہ پریشان ہو کر پھر رونے لگی۔ کہنے لگی۔ "میں نے کیوں تمہیں انجیکشن لگایا ہے۔ کیا تم دس بجے سے پہلے مرنے والے ہو؟"

وہ بستر پر آ گئی۔ مجھے جھنجھوڑنے لگی۔ میں نے ایک ذرا آنکھیں کھول کر دیکھا، وہ دُور چلی گئی۔ میرے پاس آنے والی دُور نہیں جا سکتی تھی۔ دُشمن نے ہی اُسے دُور کیا ہو گا۔ اس کے بعد دوبارہ میری آنکھ لگ گئی۔

شاید دو گھنٹے گزر رہے ہوں گے۔ میں نے نیند کی حالت میں محسوس کیا، وہ مجھ پر تنویمی عمل کا آغاز کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں نے نیند کے دوران معلوم کر لیا ہے، تم اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہو۔ میں تمہارے اندر توانائی پیدا کروں گا۔ میرے حکم کی تعمیل کرتے جاؤ۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر لیٹے رہو۔ دیکھو، تمہارے تصور میں دو آنکھیں نظر آ رہی ہیں، انھیں نیم خوابی کے دوران دیکھتے رہو۔"

میں نے خواب کی سی حالت میں دو حسین آنکھیں دیکھیں۔ مجھ پر تنویمی عمل کرنے والا مرد تھا لیکن ہپناٹائز کرنے والی آنکھیں کسی حسینہ کی تھیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ ایسا تنویمی عمل میں کبھی نہیں ہوتا کہ آواز ایک عامل کی ہو اور آنکھیں دوسرے عامل کی لیکن وہ عمل جاری تھا۔

یہ مذاق ہو گیا تھا۔ وہ دُشمن اپنے عمل کے تمام طریقوں سے مجھے معمول بنا رہا تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ایسے میں کبھی اس کے زیرِ اثر نہیں آؤں گا۔ اس کے باوجود میں اُسے فریب دینے کے لیے

سب لائٹ ڈائجسٹ کے مشہور سلسلے کتابی شکل میں دستیاب ہیں

معمول بن رہا تھا۔ اس کے سوالات کے خاطر خواہ جواب دے رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "موجودہ تنویمی عمل کا اثر قائم رہنے تک تم میرے معمول اور محکوم رہو گے۔"

"میں نے جواباً کہا "میں تمہارا معمول اور محکوم رہوں گا۔"

اُس نے کہا "تمہارا حساس دماغ تمام پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گا مگر میری سوچ کے اس لہجے کو محسوس نہیں کرے گا۔"

"میں نے اُس کی بات دُہرائی۔ اُس نے کہا "تم بہ ظاہر بابا صاحب کے ادارے سے منسلک رہو گے اور اُن سے وفاداری جتاؤ گے لیکن اُس ادارے کے اہم راز مجھ تک پہنچاتے رہو گے۔"

"میں نے جواباً کہا کہ اس کا وفادار رہوں گا اور اُس ادارے کے اہم راز اُس کے پاس پہنچاتا رہوں گا۔

اُس نے اپنی دانست میں تنویمی عمل کے ذریعے مجھے اچھی طرح جکڑ لیا پھر مطمئن ہو کر کہا "اب تم چار گھنٹے تک تنویمی عمل کی نیند پوری کرو گے پھر میں تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں نے محسوس کیا نیند پھر سے مجھ پر غالب آ رہی ہے جبکہ میں اس کی تنویمی نیند سُلانے سے نہیں سو رہا تھا۔ اُس دُشمن کا عمل تو صفر ہو کر رہ گیا تھا، اس کے باوجود میں سو گیا۔

اب ایک نیا چکر چل پڑا تھا، ایک نئی اُفتاد آ پڑی تھی۔ نیند کے دوران ایک سُریلی ہنسی سُنائی دی۔ خواب کے اسکرین پر وہی حسین آنکھیں تھیں جنھوں نے دُشمن کے تنویمی عمل کو ناکام بنایا تھا۔

ہنسی کے ساتھ ایک حسرت بھری ہائے سُنائی دی "ہائے" ایک طویل انتظار کے بعد قابو میں آئے ہو، میں چھپ چھپ کر ہزار جتن کرتی رہی کہ کسی طرح تھوڑی دیر کے لیے تمہارا دماغ کمزور ہو جائے اور میں اس کی مالک بن جاؤں مگر تم فولاد ہو تمھیں توڑنا میرے بس میں نہیں تھا اور میں تمھیں توڑنا نہیں اپنے ساتھ جوڑنا چاہتی تھی۔"

"میں نے کہا "تمہاری آواز جادو بھری ہے، کون ہو تم؟"

"مجھے پہچاننے کے ہتھکنڈے نہ آزماؤ، میں تمھیں اپنے ساتھ جوڑنا ضرور چاہتی ہوں مگر محکوم بنا کر، حاکم بننے کا خیال دل سے نکال دو اور میرے معمول بننے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"پہلے میری بات سُن لو۔"

"میں وقت ضائع نہیں کروں گی، وہ دُشمن مطمئن ہو کر گیا ہے کہ تم چار گھنٹے تک تنویمی نیند سوتے رہو گے۔ اصل تنویمی نیند تو میں سُلاؤں گی۔"

پھر اُس نے مجھے بولنے کا موقع نہیں دیا۔ میں دماغی اور اعصابی کمزوریوں میں مُبتلا تھا۔ خواب کے اسکرین پر نظر آنے والی آنکھوں سے چپک کر رہ گیا تھا۔ وہ آنکھیں سحر پھونک ہی تھیں اور میرے وجود کو تنکے کی طرح اُڑا رہی تھی۔ میں جیسے نور کی ایک کرن بن کر اُس کی آنکھوں کی گہرائی میں گیا۔ اس کے بعد مجھے اپنی خبر نہ رہی۔

یقیناً وہ نئی مصیبت مجھ پر عمل کر رہی ہو گی اور میں اس کا معمول اور محکوم بن رہا ہوں گا۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ میں کیا تھا؟ کیا ہو گیا ہوں؟ اور آئندہ میرا کیا بننے والا ہے؟

میری آنکھ کھل گئی۔ سب سے پہلے سامنے دیوار گھڑی پر نظر گئی۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ اس کا مطلب تھا، میں نے تنویمی نیند پوری کی ہے جو وقت مقرر تھا، اسی کے مطابق بیدار ہو گیا ہوں۔ میرا یہ خیال درست نکلا۔ کوئی میرے دماغ میں آیا تھا۔ میں نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی، وہ باہر گیا پھر اندر آ کر بولا "یہ رائن وُولف! یہ کیا حرکت ہے؟ کیا میری سوچ کی لہروں کو نہیں پہچانتے؟ میں تمہارا عامل ہوں۔"

"میں نے پوچھا "او گدھے کے بچے! کبھی تیرے باپ نے بھی عمل کیا تھا؟"

وہ گرج کر بولا "میں نے تمہارے دماغ میں جو نرلے پیدا کیے تھے انھیں بھول گئے، لو اب سنبھل جاؤ۔"

میں نے سانس روکی، وہ باہر ہو گیا۔ پہلے وہ جونی اور جینا کے لہجے میں بولتا تھا، اب اس یقین کے ساتھ اپنے لہجے میں بول رہا تھا کہ میں اس کا محکوم ہوں، اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکوں گا اور وہ کمبخت اپنے انداز میں بولنے والا پاسکل بُوبا تھا۔

میں اُس کے پاس جا سکتا تھا، خیال خوانی کر سکتا تھا، تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد حیرت انگیز طور پر میری دماغی توانائی بحال ہو گئی تھی۔ شاید اس تنویمی عمل کرنے والی نے اپنے طریقہ کار سے میری توانائی مجھے واپس کی تھی تاکہ اس کے سوا اور کوئی میرے دماغ میں بغیر اجازت نہ آ سکے۔

میں نے آنکھیں بند کر کے پاسکل بُوبا کی آواز اور لہجے کو اپنی گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی لیکن وہ پرواز جھٹک کر واپس آ گئی۔ مجھے اس کا دماغ نہیں ملا۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مر چکا ہے، وہ زندہ تھا۔ ماسک میں نے اس کے اور جوجو کے دماغوں کو نئی آواز اور نئے لہجے سے ہم آہنگ کرایا تھا اور پرانی آواز اور لہجے کو ان کے اندر سے مٹا دیا تھا۔

بے شک چار گھنٹے پہلے پاسکل بُوبا نے ہی مجھے دماغی اذیتوں میں مُبتلا کیا تھا اور میرے اندر آ کر اپنے سابقہ لہجے میں

بولتا رہا تھا لیکن یہ سابقہ لہجہ عارضی تھا۔ اس کا تعلق موجودہ پاسکل بُوبا کے دماغ سے نہیں تھا، اس لیے میں اُس کے اندر پہنچنے میں ناکام رہا تھا۔

میں بستر پر بیٹھ گیا، سر جھکائے سوچتا رہا، جس کی حسین آنکھوں نے مجھ پر عمل کیا تھا، میں اس کی مترنم آواز اور لہجے کو یاد کرنے لگا۔ وہ بڑی دیر تک میرے اندر بولتی رہی تھی، مجھے یاد آنا چاہیے تھا مگر میں بھول چکا تھا۔ بدقسمتی سی سمجھ میں آنے والی بات تھی۔ اس حاکم بننے والی۔ تنویمی عمل کے ذریعے اپنی آواز اور لہجے کو میرے دماغ سے مٹا دیا تھا اور یہ بات بھی میرے ذہن میں نقش کر دی ہو گی کہ میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروں گا، وہ جب چاہے گی خاموشی سے آ کر میرے خیالات پڑھتی رہے گی اور میری لاعلمی میں اپنے احکامات کی تعمیل مجھ سے کراتی رہے گی۔

میں بُرا پھنسا تھا۔ آسمان سے گرا تھا، کھجور میں اٹک گیا تھا۔ میں آنکھیں بند کر کے سوچ کے ذریعے پوچھنے لگا "کیا تم موجود ہو؟ کیا مجھ سے باتیں نہیں کرو گی؟"

میں نے جواب کا انتظار کیا۔ میرے دماغ کے اندر خاموشی رہی۔ کوئی سوچ نہیں اُبھری۔ میں نے کہا "اچھی بات ہے، جواب نہ دو، میں نے ابھی تنویمی نیند پوری کی ہے۔ تم اپنے عمل کا اثر دیکھنے آئی ہوئی ہو اور میری باتیں سُن رہی ہو۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھو، میری زندگی میں کتنے ہی خطرناک دُشمن اور زبردست کیل پیتھی جاننے والے نئے نئے انداز میں آئے، سب نے اپنی ذہانت کی آخری حد تک پُراسرار بن کر مجھے مٹی میں ملانا چاہا، میں نے اُن سب کو ایک ہی جواب دیا اور وہ جواب تمہارے لیے بھی ہے، اسے سنو اور گرہ میں باندھ لو کہ پُراسرار صرف خدا کی ذات ہے، اُس کے سوا جس نے بھی پُراسرار بننے کی کوشش کی، اُسے قدرت نے سب کے سامنے ننگا کر دیا، میری فہرست میں ایسے کئی ننگے ہیں، آئندہ تمہارا اضافہ ہونے والا ہے۔"

دوسری طرف مسلسل خاموشی تھی۔ میں بستر سے اُتر کر ٹہلنا چاہتا تھا، اچانک جینا کا خیال آیا۔ میں اپنی اُلجھنوں میں اُسے بھلا بیٹھا تھا اور اتنا وقت گزرنے کے باوجود وہ بھی میرے پاس نہیں آئی تھی۔ میں تیزی سے چلتا ہوا دوسرے بیڈ روم میں آیا، وہاں بستر خالی تھا، وہ باتھ روم میں بھی نہیں تھی۔ میں نے آواز دی "جینا!"

جواب نہیں ملا۔ تب میں اُس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ چیخیں مار رہی تھی، اُسے بجلی کے جھٹکے پہنچائے جا رہے تھے۔

اُن جھٹکوں کے باعث میری سوچ کی لہریں بار بار اُس کے دماغ سے ٹکرا آتی تھیں پھر جھٹکے بند ہو گئے، وہ نیم مُردہ سی ہو کر بستر پر چاروں شانے چت ہو گئی۔ اُس کے کمزور دماغ نے بتایا اب تک تین بار ایسے جھٹکے دیے جا چکے ہیں۔ وہ بیرس کے ایک اسپتال میں تھی اور اُس کے آس پاس ڈاکٹروں اور نرسوں کے علاوہ وہ فوجی افسران بھی تھے جن سے صبح بیرس کے فوجی ہوائی اڈے میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہ بتا سکی۔ اس کا دماغ غفلت کی تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

مجھے اُن فوجی افسران پر بڑا غصہ آیا۔ وہ بے چاری معصوم جینا پر بے جا ظلم کر رہے تھے۔ پتا نہیں وہ کتنے عرصے سے دُشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل رہی تھی۔ اُسے دُہری شخصیت میں مُبتلا کیا گیا تھا۔ اس کا ماضی، اس کا حال، اس کا مستقبل، اس کے والدین اور اس کا دماغی سکون سب کچھ چھین لیا گیا تھا۔ اب یہ فوجی افسران اُس پر ظلم کر رہے تھے۔

میں ایک افسر کے دماغ میں پہنچا تو اُس نے سانس روک لی۔ میں نے فوراً ہی سونیا کو مخاطب کیا۔ اُس نے پوچھا "تم کہاں تھے؟ دو گھنٹے پہلے میں نے فون کیا تھا۔"

"میں سو رہا تھا۔"

"تعجب ہے تم ایسی گہری نیند نہیں سوتے کہ گھنٹی کی آواز پر نہ اُٹھ سکو۔"

"میں تنویمی عمل کی نیند سو رہا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب بعد میں سمجھاؤں گا، ابھی یہ معلوم کرو، فضائیہ کے اعلیٰ افسران جینا پر ظلم کیوں کر رہے ہیں، اُن سے کہو اُسے فوراً رہا کر دیں۔"

"یہ جینا کیا وہی لڑکی ہے جو تمہارے ساتھ کالج میں تھی؟"

"ہاں وہی ہے۔"

"اچھی بات ہے تم جاؤ، میں معلوم کرتی ہوں، معاملہ کیا ہے۔"

"میں تمہارے پاس رہوں گا تم افسران سے فون پر بات کرو۔"

"میں دماغ پر بوجھ محسوس کر رہی ہوں، پلیز بات مان لو۔ میں ابھی فون کروں تو دماغ میں آ جانا۔"

میں واپس آ گیا۔ سوچنے لگا، کیا فوجی افسر میرے کالج میں آئے تھے اور جینا کو یہاں سے گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ مگر کیوں لے گئے تھے؟

میں بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ بار بار فون کی طرف دیکھنے لگا۔ دس منٹ گزر گئے پھر بیس منٹ گزر گئے۔ میں نے جھنجلا کر اُسے مخاطب کیا "تم کیا کر رہی ہو۔ تمھیں میری ذہنی پریشانیوں

کا احساس ہے یا نہیں؟"

وہ بولی "جینا کے لیے اس قدر پریشان کیوں ہو تمہاری زندگی میں ایسی لڑکیاں کھلونے کی طرح آتی ہیں اور ٹوٹ کر چلی جاتی ہیں۔"

"یہ کھلونا نہیں ہے بہت ہی مظلوم لڑکی ہے اتنی مظلوم ہے کہ اس کی خاطر میں نے دشمن خیال خوانی کرنے والے کو اپنے قریب رہنے کا موقع دیا۔ اس نے موقع پاکر میرے دماغ میں نرالے پیدا کر دیے۔ مجھے اپنا محکوم بنانے کی کوشش کی، مقدر نے مجھے اس دشمن سے تو بچا لیا مگر ایک خیال خوانی کرنے والی نے میرے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے مجھے اپنا معمول اور محکوم بنا لیا ہے۔"

"یعنی دشمن بن کر ہی سہی، ایک اور عورت تمہاری زندگی میں آگئی۔"

میں نے گرج کر کہا "بکواس مت کرو، طعنے نہ دو، یہ سمجھو کہ جینا کس قدر ہمدردی کی مستحق ہے کہ میں نے اس کی خاطر اتنے سارے عذاب مول لیے ہیں۔"

پھر میں نے اس کی دوہری شخصیت کے متعلق بتایا تو وہ بولی "جھوٹ، ابھی فوجی افسران بھی مجھے یہی کہہ رہے تھے کہ وہ کبھی لڑکا بن کر اور کبھی لڑکی بن کر مختلف ممالک کے راز چراتی ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے، وہ جان بوجھ کر لڑکا نہیں بنتی — میں اس کے دماغ میں وہ کرا اس کی بے بسی دیکھ چکا ہوں۔"

سونیا نے کہا "میں تمہاری بات سے انکار نہیں کروں گی لیکن تم جو مائیکرو فلمیں لائے ہو، افسران نے انھیں اماورج کرا کے دیکھا ہے۔ تین فلموں میں جینا کی صاف تصویریں ہیں، وہ کہیں لڑکے کے روپ میں اور کہیں لڑکی کے روپ میں نظر آتی ہے۔ فلمی رپورٹ کے مطابق وہ دنیا کی معصوم ترین خطرناک لڑکی ہے۔ اس کے اندر ایسی کچھ باتیں اور صلاحیتیں ہیں کہ وہ فولادی اعصاب رکھنے والے اصول پسند افراد کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ روس، امریکا، فرانس اور جاپان کی اہم سیاسی اور سرکاری شخصیات کے ساتھ اس کی تصویریں موجود ہیں۔ پتا نہیں وہ کتنوں کو الو بناتی ہوئی تمہارے پاس پہنچی تھی۔"

میں نے کہا "وہ الو نہیں بناتی، اس کے متعلق رپورٹ دینے والے الو ہیں۔ انھوں نے ظاہر میں جو کچھ دیکھا وہی بیان کر دیا۔ اس کے برعکس میں نے اس لڑکی کے اندر وہ کرا سے اچھی طرح سمجھا ہے۔"

"بڑے بڑے ممالک کی اہم شخصیات سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

"یقین کرو وہ جان بوجھ کر کسی سے ملنے نہیں جاتی اس کے دماغ میں بیٹھا ہوا دشمن پاسکل لوبا اسے ماسکو مین کے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔"

سونیا نے کہا "تین ہفتے پہلے پاسکل لوبا ہمارا قیدی تھا جینا کے متعلق مہینوں پہلے کی فلم رپورٹ ہے۔ ان دونوں کو خیال خوانی کرنے والا اس لڑکی کو کارآمد کارندا بنا رہا ہوگا۔"

میں نے جواب دیا "ماسکو مین کے پاس کتنے ہی ہپناٹائز کرنے والے موجود ہیں۔ جینا کا پہلے برین واش کیا گیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے خالی برین میں دوسری شخصیت کو نقش کیا گیا۔ تنویمی عمل کا اثر کم از کم سات دن رہتا ہے۔ ہر سات دن بعد اس پر عمل کیا جاتا ہوگا۔ اب پاسکل لوبا کے آجانے سے آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ وہ جب چاہتا ہے اس کے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے اور اسے ماسکو مین کے مقاصد کے لیے استعمال کرتا رہتا ہے۔"

"تم جیسا کہہ رہے ہو ویسا ہی ہو رہا ہوگا مگر تم ذہنیہ حکام کے لیے فرہاد نہیں ہو، وہ جس فرہاد پر اندھا اعتماد کرتے تھے، وہ مر چکا ہے۔ تم براؤن وولف ہو، ابھی اعتماد کے قابل نہیں ہو، اسی لیے وہ صرف مجھ پر بھروسا کرتے ہیں، میری ضمانت پر انھوں نے تمھیں گرفتار نہیں کیا ہے، ورنہ اہم خفیہ بین الاقوامی معاملات میں ملوث رہنے والی جینا کے ساتھ وہ آزاد نہیں چھوڑ سکتے تھے۔"

"مجھ پر احسان نہ جتاؤ، ان سے کہو مجھے گرفتار کریں، تمہارا شاد دیکھیں، اگر تم چاہتی ہو کہ فرانس کی حکومت سے ہم دیرینہ تعلقات بحال رہیں تو ایک گھنٹے کے اندر جینا کو میرے پاس پہنچا دیا جائے۔ یہاں کے حکام نے آج تک دو سو ممالک میں کھلی بیتھی کے دھماکے سنے ہیں اور دیکھے ہیں یہ اپنی زمین پر قیامت کا منظر دیکھیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا تمہارا دماغ پھر گیا ہے، جوش اور جذبات میں کوئی ایسا ویسا قدم نہ اٹھانا۔ بابا فرید مرحوم کے زمانے سے فرانس کے ساتھ ہمارے تعلقات دوستانہ ہیں۔ تمہاری جگہ کوئی دوسرا چیلنج کرتا تو میں اس کی ہوش اڑا دیتی، تمھیں سمجھا رہی ہوں کہ..."

میں نے بات کاٹ کر کہا "مجھے سمجھانے میں وقت برباد نہ کرو۔ میں اس معصوم اور مظلوم لڑکی کو مصیبتوں سے نکالنے کے لیے کچھ بھی کر گزروں گا۔"

میں کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ فون کی گھنٹی سن کر چپ ہو گیا۔ سونیا نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

دوسری طرف سے فوجی افسر کی آواز سنائی دی "آپ نے ہمیں تاکید کی تھی کہ ہم جینا کے ساتھ نرم رویہ

کریں مگر افسوس وہ ہماری نرمی سے فائدہ اُٹھا کر فرار ہوگئی ہے۔"

میں چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ سونیا نے پوچھا "کیسے فرار ہوگئی؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم خود حیران ہیں۔ اُسے تین بار بجلی کے جھٹکے دیے گئے تھے۔ اکثر مجرم ایک ہی جھٹکے میں اپنا سچا چٹھا بیان کر دیتے ہیں جو ڈھیٹ ہوتے ہیں وہ دوسرے جھٹکے میں سب کچھ اُگل دیتے ہیں۔ تیسرے جھٹکے میں لازماً بے ہوش ہو جاتے ہیں لیکن یہ لڑکی تو فولادی اعصاب رکھنے والے مجرموں سے بھی نمبر لے گئی ہے۔ وہ اپنی ایک ہی بات پر اَڑی رہی۔ بجلی کے ہر جھٹکے کے بعد یہی کہتی رہی کہ صبح دس بجے پیدا ہوتی اور رات کے دس بجے مرجاتی ہے۔ ہم نے سمجھا تھا، وہ تیسرے جھٹکے میں بے ہوش ہوگئی ہے بعد میں پتا چلا وہ بے ہوشی کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔"

سونیا نے پوچھا "وہاں آپ نے پہرا تو لگایا ہوگا؟"

"جی ہاں! کمرے کے باہر دو نوجوان ڈیوٹی پر تھے۔ کسی تگڑے نوجوان سے بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ بجلی کے اتنے جھٹکے کھا کر دو چار گھنٹے سے پہلے اُٹھنے بیٹھنے کے قابل ہو سکے گا مگر وہ لڑکی تو غیر معمولی اعصاب رکھتی ہے۔ ایک نرس کسی کام سے کمرے میں گئی تھی۔ پندرہ منٹ بعد جینا نرس کا لباس پہن کر کمرے سے نکلی۔ وہ اتنی پھرتی سے پہرے داروں کے سامنے سے گزری تھی کہ کوئی اُس کی صورت نہ دیکھ سکا۔ یہی سمجھا گیا کہ ابھی جو نرس اندر گئی تھی، وہی باہر جارہی ہے۔"

سونیا نے افسر کی باتوں کے دوران سوچ کے ذریعے مجھ سے کہا "کیا خیال ہے تم ایسی چالباز لڑکی کو معصوم اور مظلوم کہہ رہے تھے؟"

"میں اب بھی کہتا ہوں، پاسکل بوبا اُس سے ایسی حرکتیں کرا رہا ہے۔"

افسر نے ٹیلی فون پر پوچھا "ہیلو مادام! کیا آپ سن رہی ہیں؟"

"ہاں اُس لڑکی کی حرکتیں سن رہی ہوں اور حیران ہو رہی ہوں۔"

"میں نے ایک اجازت حاصل کرنے کے لیے فون کیا ہے۔ ہم برائن وُولف کو حراست میں لیں گے۔"

"میں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔ برائن وُولف کا جینا کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ قانون کا احترام کرنے والا قابلِ اعتماد شخص ہے۔"

"آپ کو اتنا ہی اعتماد ہے تو ہم حراست میں نہیں لیں گے لیکن اُسے کاریج میں نظر بند رکھیں گے۔"

سونیا نے افسر سے کہا "ذرا ایک منٹ، میں ابھی بات کرتی ہوں۔"

پھر اُس نے مجھ سے کہا "فرہاد! تم فوراً جاؤ، میں افسر کو سمجھا رہی ہوں، تم سے ابھی بات کروں گی۔"

"تم افسر کو سمجھاؤ، مجھے کیوں بھگا رہی ہو؟"

"میں بھگا نہیں رہی ہوں، تم اس وقت جینا کے لیے جوش اور جذبے سے بھرے ہوئے ہو، میں افسر سے معاملات طے کروں گی، وہ تمھیں ناگوار گزریں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، تمھاری مخالفت نہیں کروں گا۔"

وہ فون پر افسر سے بولی "آپ کو انتظار کرنا پڑا، معذرت چاہتی ہوں۔ دراصل میں غور کر رہی تھی کہ برائن وُولف کو کاریج میں نظر بند رکھنا مناسب نہ ہوگا۔ آپ وُولف کو اس فریب میں مبتلا رکھیں کہ وہ ہر طرح سے آزاد ہے، اس پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جارہا ہے، وہ اس خوش فہمی میں کاریج سے باہر جائے گا۔ جینا کو تلاش کرے گا۔ وہ دونوں کہیں نہ کہیں ضرور ایک دوسرے سے ملیں گے۔ ایسے وقت آپ کے نگرانی کرنے والے جینا کو گرفتار کرلیں گے۔"

"شکریہ مادام! یہ طریقۂ کار مناسب رہے گا۔ میں ملٹری انٹیلی جنس کے دو آدمیوں کو ابھی برائن وُولف کی نگرانی پر مامور کرتا ہوں۔"

اُس نے فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ مجھ سے بولی "میں جانتی ہوں، ہم اس کی تلاش میں وہاں سے نکلے گے۔ میں نے تمھیں نظر بندی سے بچالیا، اب تم نگرانی کرنے والوں سے نمٹ لینا۔"

میں نے مسکرا کر کہا "سونیا! تمھارا جواب نہیں ہے۔"

"تمھارا بھی جواب نہیں ہے۔ اُس لڑکی کی خاطر پاسکل بوبا کے غلام بنتے بنتے رہ گئے۔ کسی نامعلوم خیال خوانی کرنے والی کے محکوم ہوگئے۔ اب پھر اُس کے لیے مرنے جانے جارہے ہو، تمھارا تو خدا ہی حافظ ہے۔"

میں نے اُس سے رابطہ ختم کیا۔ الماری کے پاس آکر لباس تبدیل کیا۔ کچھ ضروری سامان ایک بیگ میں رکھا۔ اچھی خاصی کرنسی بھی رکھ لی۔ پھر بیگ کو شانے سے لٹکا کر باہر جانا ہی چاہتا تھا کہ میرے قدم رُک گئے۔ میں چند لمحوں کے لیے جہاں تھا، وہیں پتھر کا ہو کر رہ گیا تھا۔

کاریج کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور کھلے ہوئے دروازے سے اُس کا سایہ اندر آرہا تھا پھر وہ دونوں بانہیں پھیلا کر میری طرف دوڑتے ہوئے بولی "مجھے چھپالو، دس بجنے میں صرف تین گھنٹے رہ گئے ہیں۔ میں مرنے سے پہلے تمھاری آغوش میں تمام سانسیں پوری کرلینا چاہتی ہوں۔"

پھر وہ آکر میرے قدموں میں گر پڑی۔

پارس

اور سوسانہ زیرِ زمین دنیا سے باہر آگئے۔ دنیا کی وہی رونق تھی۔ سڑکوں پر نئے اور پرانے ماڈلز کی گاڑیاں سُبک رفتاری سے چل رہی تھیں۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے رنگ برنگے لباس میں آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ سوسانہ نے دُور تک دیکھتے ہوئے کہا "زیرِ زمین دنیا میں روشنی اور ہوا کا معقول انتظام تھا۔ لیکن ہماری دنیا کی روشنی اور ہوا کی تازگی کی اور ہی بات ہے۔ یوں لگ رہا ہے جیسے میں ابھی قبر سے نکل کر آئی ہوں۔"

پارس نے کہا "آپا جان! انھوں نے تمھارے سائز کی قبر بنائی تھی مگر تمھیں سُلاتے سُلاتے خود ہمیشہ کے لیے سو گئے۔"

"یہ آپا جان کا مطلب کیا ہوا؟"

"ہماری پاکستانی تہذیب میں بڑی بہن کو آپا جان کہتے ہیں۔"

"تم فرانسیسی ہو یا پاکستانی؟"

"ہماری شہریت فرانسیسی ہے اور دل پاکستانی۔ ہمارے دادا، پردادا پاکستان بننے سے پہلے وہاں کی مٹی میں پیدا ہوتے رہے اور وہیں خاک ہوتے رہے۔"

وہ چونک کر بولی "یہ تم نے مجھے بڑی بہن کیوں کہا۔ کیا میں تم سے بڑی ہوں؟"

"تم قد اور جسامت کے اعتبار سے بڑی لگتی ہو، عورت رشتے میں چاہے کچھ بھی لگتی ہو، عمر میں زیادہ نہیں لگنا چاہتی۔ چلو کوئی بات نہیں، تم عمر میں بہت چھوٹی ہو، مگر اپنے پہاڑ جیسے قد کی مناسبت سے آپا جان ہو۔"

وہ شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "تم مجھے اتنے اچھے کیوں لگتے ہو؟"

"اس لیے کہ تمھارا دل اچھا ہے۔ تمھاری آنکھیں اچھی ہیں، تمھیں سب اچھے نظر آتے ہیں۔ اب یہ بتاؤ کہاں چلو گی؟"

"جبریل میرے لیے پریشان ہوگا۔ ہم پہلے ہوٹل جائیں گے۔"

"میرا جانا مناسب نہیں ہے۔"

"میرا جبریل تمھیں اچھا نہیں لگتا؟"

"بہت اچھا لگتا ہے۔ لیکن ابھی اُس کا دل میری طرف سے صاف نہیں ہے۔"

"میں صفائی پیش کروں گی۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ پر بُری طرح حاوی ہے۔ تم پہلے جا کر اُسے یقین دلاؤ کہ سپر ماسٹر کے آدمیوں نے تم پر تیزاب سے حملہ کیا تھا۔"

"جب میں کہوں گی تو اُسے یقین ضرور آئے گا۔"

"یقین آجائے تو مجھے بُلا لینا۔"

"تم کہاں ملو گے؟"

اس نے ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر جیب سے نکالا پھر اُسے دیتے ہوئے کہا "اسے چھپا کر رکھو۔ مجھے بلانا ہو تو کہیں چھُپ کر اس فریکوئنسی پر کال کرنا۔ مجھ سے رابطہ ہو جائے گا۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر کو اپنے پاس چھپا لیا۔ پارس سے مصافحہ کیا اُس کے گال پر ایک بوسہ لیا پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر چلی گئی۔ پارس نے پانچ منٹ انتظار کیا پھر ایک قریبی ریستوران میں آیا۔ اُس کے ایک ٹائلٹ میں پہنچ کر اپنی ناک کے نتھنوں میں چھوٹے چھوٹے سے اسپرنگ لگائے جس کے باعث نتھنے پھیل گئے، ناک چوڑی اور چپٹی ہوگئی۔ آنکھوں پر بھورے رنگ کے لینسز لگائے۔ اپنی بھوؤں پر مصنوعی بھوئیں چپکائیں، چہرے پر داڑھی اور مونچھ کا اضافہ کیا... صرف دس منٹ میں اس کا چہرہ بالکل تبدیل ہوگیا۔ کوئی اسے پارس کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ وہ ریستوران سے باہر آنا چاہتا تھا۔ اُسے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ وہ پھر ٹائلٹ میں آیا، سوسانہ نے ہوٹل پہنچتے ہی رابطہ کیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "جبریل کمرے میں نہیں ہے۔ یقیناً وہ مجھے تلاش کرتا پھر رہا ہے۔"

پارس نے کہا "تم ہوٹل سے نکل کر تلاش کرو، میں بھی تلاش کرتا ہوں۔"

وہ ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے جیب میں رکھتا ہوا ریستوران سے باہر آیا۔ پھر ایک ایجنسی میں جا کر کرائے پر ایک کار حاصل کی۔ جبریل کو پورے شہر میں تلاش کرنے کا مسئلہ تھا۔ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی پھر ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی تبدیل کر کے فرانسیسی جاسوس سے رابطہ کیا۔ اُس نے کہا "مسٹر پارس! میں ابھی آپ سے رابطہ کرنے ہی والا تھا۔ جبریل یہ شہر چھوڑ کر پیرس جارہا ہے۔ اس وقت وہ ائرپورٹ کے ریستوران میں بیٹھا اپنی فلائٹ کا انتظار کر رہا ہے۔"

"معلوم کرو، اُس فلائٹ میں دو سیٹیں مل سکتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہ ملیں تو ہمارے لیے طیارہ چارٹر کراؤ۔ تم بھی ساتھ چلو گے۔"

پھر اُس نے سوسانہ سے رابطہ کیا۔ اُس سے کہا "تمھارا جبریل یہ شہر چھوڑ کر پیرس جارہا ہے، تم ابھی کہاں ہو؟"

"میں ہوٹل سے نکل رہا ہوں۔ وہ پیرس جا رہا ہے یا جا چکا ہے؟"

"وہ ابھی ائیر پورٹ میں ہے تم ہوٹل کا بل ادا کرو۔ میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ ہم بھی پیرس جا رہے ہیں۔"

"پارس! تم بہت اچھے ہو۔ تم نے مجھ سے پہلے جیرل کو ڈھونڈ لیا اور میری خاطر اس کے پیچھے پیرس جانے کے لیے تیار ہو گئے ہو۔ میں تمہیں دل کی گہرائیوں سے پیار کرتی ہوں۔"

"میں جس گاڑی میں تمہارے پاس آ رہا ہوں اس کے نمبر نوٹ کر لو۔ میں اس گاڑی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر رہوں گا لیکن تم مجھے پہچان نہیں سکو گی۔ میں نے عارضی میک اپ کے ذریعے اپنا حلیہ تبدیل کر لیا ہے۔"

اس نے گاڑی کے نمبر نوٹ کرائے۔ پندرہ منٹ میں ہوٹل پہنچ گیا۔ وہ انتظار کر رہی تھی۔ گاڑی کے نمبر پڑھتے ہی دوڑ کر آئی۔ پارس کو حیرانی سے دیکھا، وہ بولا۔ "وقت کم ہے، تم ڈرائیو کرو۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آئی۔ پارس اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جب کار آگے بڑھ گئی تو اس نے جاسوس سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے بتایا۔ "مسٹر پارس! طیارے میں دو سیٹیں مل جائیں گی آپ دونوں کے پاسپورٹ وغیرہ کی ضرورت پڑے گی۔"

پارس نے جواب دیا۔ "میں ماسٹر ڈنگ ڈانگ کے حلیے میں ہوں۔ اس حلیے سے تعلق رکھنے والے شخص کے تمام ضروری کاغذات تمہارے پاس ہیں۔ سوسانہ ابھی بیس منٹ میں اپنا پاسپورٹ لے کر آ رہی ہے۔"

پارس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے دیکھا۔ سوسانہ ڈرائیو کرتے ہوئے رو رہی تھی اور آنسو پونچھتی جا رہی تھی۔ اس نے تعجب سے پوچھا۔ "کیوں رو رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "کیا اپنی بدنصیبی پر رونا نہیں آئے گا۔ میں اس پر جان دیتی ہوں، لیکن میرے غم ہو جانے پر اس نے مجھے تلاش نہیں کیا۔ مجھے چھوڑ کر پیرس جا رہا ہے۔ کیا وہ سمجھتا ہے میں مر گئی ہوں؟ مرنے والوں کو بھی اس طرح نہیں چھوڑا جاتا۔ ان کی لاش کو ڈھونڈا جاتا ہے۔ وہ محبت کا دعویٰ کرنے والا میرا آخری دیدار کرنے کے لیے مجھے تلاش کر سکتا تھا۔"

اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ رہی تھیں۔ اس نے گاڑی کو ایک طرف روکتے ہوئے کہا۔ "میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔ اس کی صورت نہیں دیکھوں گی۔"

"سوسانہ! تمہیں بددل نہیں ہونا چاہیے۔ وہ آج بھی تمہارا دیوانہ ہے اور ہمیشہ تمہارا ہی دیوانہ رہے گا۔"

پارس نے رومال سے اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر بولی۔ "مجھے جھوٹے دلاسے نہ دو۔"

"تم اور جیرل غصے میں حالات کا تجزیہ کرنا بھول جاتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ اس بے چارے کا دماغ دشمن خیال خوانی کرنے والے کی مٹھی میں ہے۔"

"وہ محبت کرنے والا دماغ سے نہ سہی دل سے تو میرے لیے سوچ سکتا ہے۔"

"دل سے سوچنے کی بات صرف شاعرانہ انداز میں کہی جاتی ہے، ذرا محبت سے سوچو۔ وہ بے بس ہے، دشمن نے اسے یہ کہا ہو گا کہ پارس سوسانہ کو اغوا کر کے پیرس لے گیا ہے شاید وہ تمہاری تلاش میں جا رہا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "سچ؟"

"ہاں، جیرل کو کچھ اسی طرح کا جھوٹ بول کر پیرس لے جایا جا رہا ہو گا۔"

وہ پارس کے شانے پر سر رکھ کر بولی۔ "تم میرے لیے رحمت کا فرشتہ ہو۔ اب مجھے یاد آیا، جیرل سے میرا جھگڑا اسی بات پر ہوا تھا۔ وہ مجھے کبھی پیرس اور کبھی نیویارک چلنے کو کہتا تھا۔ میں جھگڑا کر کے ہوٹل سے نکلی تو زیرِ زمین دنیا میں پہنچ گئی۔ تم درست کہتے ہو، وہ مجھے دل و جاں سے چاہتا ہے، مجھے ڈھونڈنے پیرس جا رہا ہے۔"

"تو پھر جلدی چلو، کہیں طیارہ نہ نکل جائے۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرنے لگی۔ ائیر پورٹ سے کچھ پہلے فرانسیسی جاسوس نے گاڑی رکوائی، ان کے پاس آ کر بولا۔ "کچھ لوگ جیرل کی نگرانی کر رہے ہیں۔ آپ دونوں کا ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔"

سوسانہ نے کہا۔ "میں یہاں سے ٹیکسی میں جا رہی ہوں۔"

وہ اپنا سفری بیگ لے کر کار سے نکلی۔ جاسوس نے اس کے پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات لے کر کہا۔ "تمہارے یہ کاغذات تمہارے ٹکٹ کے ساتھ سوئس ائیر لائن کے کاؤنٹر پر مل جائیں گے۔ تم وہاں ٹھیک آدھے گھنٹے میں پہنچ جانا۔"

پارس نے کہا۔ "پہلے تم کاؤنٹر پر جا کر ٹکٹ اور کاغذات حاصل کر لو گی۔ اگر پہلے جیرل کے پاس جاؤ گی تو لڑائی جھگڑے میں ٹکٹ کے ساتھ یہیں رہ جاؤ گی۔"

"میں اس سے ملنے میں دیر کروں گی تو وہ کہیں چلا نہ جائے۔"

"وہ تمہاری نظروں سے گم نہیں ہو گا۔ پیرس جانے کے لیے ائیر پورٹ پہنچا ہوا ہے۔ ویسے میں اس پر نظر رکھوں گا۔"

وہ فٹ پاتھ پر ٹیکسی کے انتظار میں کھڑی ہو گئی۔ پارس جاسوس کے ساتھ چلا گیا۔ وہ قد اور جسامت میں بہارٹ جیسی تھی۔ لوگوں کے لیے عجوبہ تھی۔ آس پاس سے گزرنے والے اسے دیکھ کر مسکراتے تو وہ غراتی تھی۔ ایسے وقت اس کی اسے دیکھ کر غراہٹ سے بھگدڑ شروع ہو جاتی تھی۔ وہ اور جیرل دو ہی دنوں میں شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مشہور ہو گئے تھے۔ اخبارات میں دونوں کی تصاویر شائع ہو چکی تھیں۔ ان کے متعلق لکھا گیا تھا کہ وہ جتنے شہ زور اور خطرناک ہیں اتنے ہی معصوم بھی ہیں۔ اگر انہیں نہ چھیڑا جائے تو وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ ایک پک اپ کے ڈرائیور نے اس کے قریب گاڑی روکتے ہوئے پوچھا۔

"لفٹ چاہتی ہو؟"

"میں ٹیکسی کا انتظار کر رہی ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "اتنی بڑی زندہ لاش پک اپ کے پچھلے حصے میں جا سکے گی۔ ٹیکسی کے پہیے تو پنکچر ہو جائیں گے۔"

سوسانہ نے اسٹیئرنگ کی کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنی طرف کھینچا۔ وہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتا رہا لیکن کھڑکی کے اندر سے یوں کھنچا ہوا باہر آ گیا جیسے کھٹن سے بال نکل آتا ہے۔ سوسانہ نے اسے فٹ پاتھ پر پٹخ کر اس کے سینے پر ایک پاؤں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"پک اپ کے پیچھے اب کس کی لاش جائے گی؟"

فٹ پاتھ پر بیٹھے لگنے لگی۔ وہ دونوں کان پکڑ کر کہہ رہا تھا۔ "مجھے معاف کر دو۔ میں مذاق کر رہا تھا۔ آئندہ کبھی ایسا مذاق نہیں کروں گا۔"

اس نے سر کے بال پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں ائیر پورٹ جاؤں گی۔"

"میں لے جاؤں گا۔"

"تم مجھے نہیں، میں تمہیں لے جاؤں گی۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے اسے اٹھا کر پک اپ کے پچھلے حصے پر پھینک دیا، پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر گاڑی اسٹارٹ کی۔ اس کے بعد ایک جھٹکے سے آگے بڑھا کر تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتی چلی گئی۔ سپاہی دور کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ کچھ لوگوں نے پوچھا۔ "وہ تمہارے سامنے ایک ڈرائیور کو اس کی گاڑی سمیت اغوا کر کے لے گئی اور تم لوگ قانون کے محافظ ہو کر تماشا دیکھتے رہے؟"

ایک سپاہی نے کہا۔ "تم لوگوں نے سنا نہیں۔ وہ ائیر پورٹ جا رہی ہے۔ خدا کا شکر ادا کرو۔ یہ شہر چھوڑ کر جا رہی ہے۔ اگر ہم اسے روکتے تو وہ بلا پھر یہیں رہ جاتی۔"

اس بلا نے پک اپ والے کو ائیر پورٹ پہنچ کر چھوڑ دیا۔ جاسوس کی ہدایت کے مطابق آدھے گھنٹے کے بعد کاؤنٹر پر پہنچی تو اسے ٹکٹ اور اپنے تمام کاغذات مل گئے۔ اس نے کاؤنٹر سے پلٹ کر دور تک نظریں دوڑائیں۔ ایک میگزین اسٹال کے سامنے پارس نظر آیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی ادھر آئی۔ اور کسی میگزین کا انتخاب کرنے کے بہانے پارس کے قریب ہو گئی۔ وہ اپنے چہرے کے سامنے اخبار کھولے کھڑا تھا آہستگی سے بولا۔ "وہ بورڈنگ کارڈ لینے گیا ہے۔"

سوسانہ نے ایک میگزین کی قیمت ادا کی، پھر اپنا بورڈنگ کارڈ لینے کے لیے کاؤنٹر پر آئی۔ جیرل وہاں سے جا چکا تھا۔ اس نے کاؤنٹر گرل سے کہا۔ "ابھی جیرل گرانٹ نامی شخص کو جو سیٹ دی گئی ہے، میں اس کے ساتھ والی سیٹ چاہتی ہوں۔"

کاؤنٹر گرل نے مسکرا کر کہا۔ "تم نہ کہتیں تب بھی میں وہی سیٹ دیتی۔ میں نے تم دونوں کی تصویریں اخبار میں دیکھی ہیں اور دونوں کے متعلق ایسی حیرت انگیز باتیں پڑھی ہیں کہ یقین نہیں آتا۔"

سوسانہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔ بورڈنگ کارڈ لے کر مسافروں کے ویٹنگ ہال میں پہنچی تو وہ ایک جگہ بیٹھا ہوا نظر آیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ جیرل نے چونک کر اسے دیکھا، پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ خوشی سے گرجتے ہوئے بولا۔ "سوسانہ! میری سوسانہ۔۔۔"

دونوں گلے مل گئے۔ اس کی خوشی اتنی گرجدار تھی کہ کتنے ہی مسافر سہم کر کھڑے ہو گئے تھے۔ بچے رونے لگے تھے اور عورتیں خوف زدہ ہو کر دور جانے لگی تھیں۔ وہ اپنی محبوبہ کو جھنجوڑ کر کہہ رہا تھا۔ "تم زندہ ہو۔ میری جان تم زندہ ہو۔ تمہیں بازوؤں میں لے کر گلے لگا کر بھی یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم موت کے منہ سے واپس آ گئی ہو۔"

وہ بولی۔ "یہ منہ کے سامنے والی محبت ہے۔ تم تو میری لاش دیکھے بغیر جا رہے ہو۔ چھوڑ دو مجھے۔ کیوں مجھے گلے لگا رہے ہو؟"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں نے اس اندھے کنوئیں کے بارے میں اچھی طرح معلوم کیا ہے۔ اس کے اندر جانے والا

کبھی زندہ واپس نہیں آیا۔ جب مجھے یقین ہوگیا کہ تم وہاں سے واپس نہیں آسکو گی تو میں نے فیصلہ کیا کہ پہلے پیرس جا کر تمہارے قاتل کو کتے کی موت ماروں گا پھر یہاں آکر اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا کر ہمیشہ کے لیے تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

سوسانہ خوش ہو کر اس پر صدقے واری جاتے ہوئے بولی: "تم میرے ساتھ مرنے کے لیے یہاں واپس آنے والے تھے۔ اوہ جبریل! تم واقعی میرے دیوانے ہو۔ بائی ذی وے تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ مجھے قتل کرنے کی کوشش کرنے والا پیرس میں ہے؟ کون ہے وہ؟"

"وہی ذلیل پارس جسے تم دوست سمجھتی رہیں۔"

"ذلیل ہوئے تم۔"

اس نے جبریل کو زور کا دھکا دیا۔ وہ پیچھے لڑکھڑاتا ہوا ایک صوفے پر آ کر گرا۔ پھر اپنے کئی من کے بوجھ کے ساتھ صوفے کو لیے ہوئے دوسری طرف الٹ گیا۔ سوسانہ نے ایک بہت بڑے پیتل کے گملے کو اٹھا کر اس کے منہ پر دے مارا۔ اس ہال میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ تمام مسافر دور بھاگ رہے تھے۔ وہ پیتل کا گملا جبریل کے منہ سے لگ کر دور جا گرا تھا اس کے اندر کی مٹی پھیلتی چلی گئی تھی۔ لاکھوں ڈالر کا قالین اور فرنیچر برباد ہو رہا تھا اور ٹوٹ رہا تھا۔

وہ قالین پر سے اٹھتا ہوا بولا: "تمہیں کیا ہو گیا ہے پیار کرتے کرتے پاگل کتیا کی طرح کاٹنے لگی ہو؟"

"پاگل کتے ہو تم، جو میری جان بچانے والے کو کاٹنے کے لیے پیر س جا رہے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولا: "جو تم پر تیزاب سے حملہ کر رہا تھا، جس نے تمہیں اندھے کنوئیں میں گرایا، اسے تم جان بچانے والا کہہ رہی ہو؟"

"مجھ پر پارس نے حملہ نہیں کیا تھا۔ تمہارے سپر ماسٹر کے آدمی مجھے تیزاب کے ذریعے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ میں نے تیزاب سے بچنے کے لیے جان بوجھ کر کنوئیں میں چھلانگ لگائی تھی۔"

اس نے پوچھا: "سپر ماسٹر کے آدمی تمہیں کیوں مارنا چاہیں گے جب کہ میں اس کا وفادار ہوں۔"

"تمہارے ماسٹر کو یقین ہو گیا ہے کہ جس طرح پارس نے مجھے دوست بنا لیا ہے اسی طرح میں اس کے ساتھ مل کر تمہیں بھی اس کا دوست بناؤں گی اور تمہیں سپر ماسٹر سے بدظن کر دوں گی۔ وہ جانتا ہے کہ تم میرے دیوانے ہو، میری باتوں میں آجاؤ گے۔ اگر میں مار ڈالی جاؤں گی تو پارس تنہا تمہیں دوست نہیں بنا سکے گا۔ وہ ذلیل، تمہارا سپر ماسٹر مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے۔"

مارٹن رسل، جبریل کے دماغ میں موجود تھا۔ اس کی آواز میں بول رہا تھا: "یہ میری سوسانہ نہیں کہہ رہی ہے بلکہ وہ خیال خوانی کرنے والا کہہ رہا ہے جس نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے ذہنی طور پر کنیز بنا لیا ہے۔ یہ اس کی پابند ہو گئی ہے جیسا وہ چاہتا ہے ویسے ہی یہ بولتی ہے۔"

جبریل نے اچانک سانس روکی۔ مارٹن رسل کی آواز باہر نکل گئی۔ اگرچہ جبریل کو اپنے دماغ میں پرائی سوچ کے آنے جانے کا علم نہیں تھا لیکن دماغ میں یہ بات کبھی آتی موت کے منہ سے واپس آنے والی پارس کو دشمن نہیں رہی ہے تو اس میں کچھ حقیقت ہو گی۔ سوسانہ اکثر کہتی ہے کہ میرے دماغ میں سپر ماسٹر کا آدمی رہتا ہے۔ آج نہ سانس روک کر جھوٹ سچ کو معلوم کیا جائے۔

وہ بدستور سانس روکتا رہا۔ سوسانہ سے بولا: "کیا تم اچھی طرح دیکھا تھا کہ تم پر حملہ کرنے والا پارس یا پارس کے نہیں تھے۔ میری بات کا جواب دینے سے پہلے سانس روک لو۔ اس طرح یہ بات یقینی ہو جائے گی کہ ..... ابھی ہمارے دماغوں میں کوئی نہیں ہے اور ہم اپنی مرضی اپنے حواس کے مطابق گفتگو کر رہے ہیں۔"

"واہ جبریل! تم نے بہت ہی دانشمندانہ مشورہ دیا ہے، یہ دیکھو میں نے سانس روک لی ہے اور اپنی ہر سے اپنے حواس میں رہ کر بیان دے رہی ہوں کہ پارس یا اس کے آدمیوں نے مجھ پر حملہ نہیں کیا تھا، ایک حملہ والے کو میں نے صاف پہچان لیا تھا۔ وہ کئی بار سپر ماسٹر پیغامبر بن کر تمہارے پاس آ چکا تھا۔ اس نے تیزاب حملہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ تو جبریل کے سامنے ہمارے خلاف بولنے کے لیے زندہ نہیں رہے گی۔"

ان کی باتوں کے دوران پولیس والے بھاری ہتھیار میں آگئے تھے۔ ان کے پاس جدید ہتھیار تھے مگر وہ چلا تھے کہ گولیاں ضائع ہوں گی۔ ایک افسر نے دور ہی کہا: "مس سوسانہ! مسٹر جبریل! ہمارے ملک پر ہمارا اور ائر پورٹ پر رحم کریں، مسافر سہم گئے ہیں، اپنا ملتوی کر رہے ہیں، ہمیں لاکھوں ڈالر کا نقصان ہو رہا ہے آپ جھگڑا ختم کریں۔ آرام سے بیٹھ جائیں، آپ دونوں کے لیے ایک اسپیشل طیارے کا انتظام ہو رہا ہے۔"

سوسانہ نے سوچا۔ اگر وہ جبریل کے ساتھ کسی الگ طیارے میں جائے گی تو پارس بچ کر نہ جا سکے گا۔ وہ پیرس میں اپنے بھائی کے ساتھ بھی سفر کرنا چاہتی تھی۔ اس نے دور کھڑے ہوئے اور سہمے ہوئے مسافروں کی طرف دیکھ کر کہا: "میں تم سب لوگوں سے معافی چاہتی ہوں۔ مجھ سے اور میرے ساتھی سے بہت بڑی حماقت ہوئی ہے۔ ہمیں مہذب انسانوں کے درمیان آ کر جانوروں کی طرح لڑنا نہیں چاہیے ایک بار ہماری غلطی معاف کر دو۔ میں یقین دلاتی ہوں سفر کے دوران تم میں سے کسی کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"

پارس سہمے ہوئے مسافروں کے درمیان کھڑا ہوا تھا اس نے بلند آواز سے کہا: "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میری طرح آپ نے بھی آج کا اخبار دیکھا ہے اس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ یہ دونوں فطرتاً درندے نہیں ہیں، دشمنوں کے ساتھ دشمن اور دوستوں کے ساتھ دوست ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کی غلطی کو بھلا کر انہیں دوست بنانا چاہیے۔ اگر ہم نے دوست نہ بنایا تو پھر ہم مہذب کہلانے کے حق دار نہیں ہوں گے سب سے پہلے میں دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔"

اس نے آگے بڑھ کر پہلے سوسانہ سے پھر جبریل سے مصافحہ کیا۔ اُسے دیکھ کر دوسروں کو بھی حوصلہ ہوا کہ وہ درندے نہیں ہیں۔ دوست بنایا جائے تو نقصان نہیں پہنچائیں گے پھر دوسرے بھی آ کر ان دونوں سے مصافحہ کرنے لگے۔ پولیس والے خوشی سے تالیاں بجا کر مسافروں کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔

دوسری طرف مارٹن رسل سپر ماسٹر کے نائب کے پاس پہنچ کر رپورٹ دے رہا تھا: "جناب! جبریل نے سانس روک لی ہے۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اُسے میری موجودگی کا علم نہیں ہوتا ہے۔ پھر پتا نہیں کیوں اُس نے سانس روک لی ہے۔"

نائب نے کہا: "دوبارہ اس کے اندر جاؤ۔"

"کیسے جاؤں؟ وہ سانس نہیں لے رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں وہ اور سوسانہ آدھے گھنٹے تک سانس روک سکتے ہیں۔"

"شاید اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے ایسا کیا ہے۔"

"اگر کوئی پرائی سوچ کی لہر آتی تو پہلے وہ چونکتا پھر اسے بھگانے کے لیے سانس روکتا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کوئی پرائی سوچ محسوس نہیں ہوئی اس نے مجھے بھگانے کے لیے ایسا کیا ہے۔"

"جب وہ تمہیں محسوس نہیں کرتا ہے تو پھر تمہیں بھگانے کا عمل کیوں کرے گا؟"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"تو سمجھنے کی کوشش کرو۔ بار بار اس کے پاس جاؤ۔"

"وہ تو میں جاتا رہوں گا۔ تم سے یہ پوچھنے آیا ہوں، کہ سوسانہ کی طرح وہ بھی ہاتھ سے نکلا دکھائی دے تو کیا کرنا چاہیے؟"

"وہی جو سوسانہ کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔ پتا نہیں پارس اسے کس طرح اندھے کنوئیں سے نکال لایا تھا۔ ہمیں اُس کنوئیں کے چور دروازے کے متعلق معلوم ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ان دونوں روبوٹس پر ہمارے بہت ڈالر خرچ ہوئے ہیں۔ ہم دشمنوں کو ان سے فائدہ اٹھانے نہیں دیں گے۔ اس سے پہلے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں جا کر پناہ لیں، انہیں تیزاب سے نہلا دیا جائے گا۔"

اس طیارے میں میرا ایک آلۂ کار بھی سفر کر رہا ہے۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر جبریل پر نظر رکھوں گا اور تمہیں بدلتے ہوئے حالات سے آگاہ کرتا رہوں گا۔"

"طیارے کے پائلٹ کے دماغ میں بھی جگہ بناؤ۔"

وہ احکامات کی تعمیل کے لیے جبریل کے پاس آیا۔ اس بار اسے دماغ میں جگہ مل گئی۔ جبریل نے اسے محسوس نہیں کیا تھا۔ آرام سے سانس لے رہا تھا۔ سوسانہ اس کے ساتھ طیارے میں بیٹھی کہہ رہی تھی: "آخر تم اتنی دیر سے خاموش کیوں ہو؟ کیا سوچ رہے ہو؟ مجھے بھی بتاؤ۔"

وہ بولا: "مقتول اپنے قاتل کا چشم دید گواہ ہوتا ہے، تم بھی اپنے قاتلوں کی چشم دید گواہ ہو۔ میں حیران ہوں کہ جس کا میں وفادار ہوں اس کے آدمیوں نے تم پر قاتلانہ حملے کیوں کیے ...؟"

مارٹن رسل نے ان کی سوچ میں کہا: "سوسانہ کے دماغ میں آرمر گھسا ہوا ہے۔ وہ سوسانہ کی زبان سے سپر ماسٹر کے خلاف بول رہا ہے۔"

جبریل نے سانس روک لی۔ مارٹن رسل باہر نکل گیا۔ جبریل اب بھی اس سے بے خبر تھا۔ لیکن یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ سانس روکنے سے اپنے ہی اندر کی سوچ میں کیا فرق پڑتا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے اس نے اپنے آپ سے پوچھا: "کیا سوسانہ کے دماغ سے کوئی سپر ماسٹر کے خلاف بول رہا ہے؟"

اسے کوئی جواب نہ ملا۔ مارٹن رسل ہوتا تو جواب دیتا۔ اب یہ جبریل کے سمجھنے کی بات تھی کہ تھوڑی دیر پہلے دماغ

میں یہ سوچ پیدا ہو رہی تھی کہ سوسانہ کے دماغ میں آرمر گھسا ہوا ہے۔ اب ایسی سوچ نہیں ہے۔" اس کا مطلب ہے سپر ماسٹر کے آدمیوں نے میری سوسانہ پر حملے کیے تھے۔ میری محبت کو ٹھکرا ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی۔ جب سوسانہ کہتی ہے کہ پارس دشمن نہیں ہے تو پھر نہیں ہے۔ کیا پارس اور سوسانہ کے خلاف میرے دماغ میں کوئی سوچ پیدا ہو گی۔ میں سانس روکے مخالفانہ سوچ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ انتظار کرنے لگا۔ مخالفانہ سوچ پیش کرنے کے لیے مارٹن رسل نہ آسکا کیوں کہ وہ سانس روکے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی ذات میں اس قدر ڈوب گیا تھا کہ پاس بیٹھی ہوئی سوسانہ کی باتیں بھی اُسے سُنائی نہیں دے رہی تھیں۔ وہ اُسے جھنجوڑتے ہوئے بولی۔ "کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ کہاں کھو گئے ہو؟"

وہ چونک گیا۔ پھر بولا۔ "میں اب تک سو رہا تھا۔ اب جاگتے رہنے کا طریقہ معلوم ہو گیا ہے۔"

"وہ طریقہ کیا ہے؟"

آئندہ مجھے اہم معاملات کو سمجھنے اور کسی معقول نتیجے تک پہنچنے کے لیے سانس روکنا چاہیے۔"

"ہاں میں دیکھ رہی ہوں، سانس روکنے سے شیطانی خیالات اندر سے نکل جاتے ہیں۔"

اُس وقت وہ سانس روکے ہوئے نہیں تھا۔ مارٹن رسل پھر پیچھے سے آکر اُن کی باتیں سُن رہا تھا۔ اُس نے جبریل کے اندر سوال پیدا کیا۔ "پارس نے میری سوسانہ کو اُس اندھے کنوئیں سے کیسے نکالا ہو گا، جہاں سے کوئی زندہ واپس نہیں آتا۔"

جبریل نے یہ سوال سوسانہ سے کیا۔ وہ بولی۔ "اُس اندھے کنوئیں میں ایک اندھا گہرا راز ہے۔ آج بھی میرے اور پارس کے سوا کوئی وہاں جائے گا تو زندہ واپس نہیں آئے گا۔"

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں، تم دونوں زندہ واپس کیسے آگئے؟"

وہ بولی۔ "کیا تم جاننا چاہتے ہو؟"

"ہاں تم سے تعلق رکھنے والی ہر بات کا علم مجھے ہونا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے تم سانس روکو، میں بتاتی ہوں۔"

اُس نے سانس روک لی۔ مارٹن رسل دماغ سے نکل کر سوسانہ کو گالیاں دینے لگا۔ اب وہ راز کی بات نہیں سُن سکتا تھا۔ وہ جبریل سے بولی۔ "ابھی تم نے سانس روکی ہے، جب سانس لو گے تو شیطان اگر تمہارے اندر سے وہ [illegible] کی بات معلوم کرے گا۔"

"ابھی پوری طرح یقین نہیں ہوا ہے کہ واقعی میرے اندر کوئی چھپ کر رہتا ہے ویسے سانس روکنے کے نتائج اچھے نکل رہے ہیں۔"

"پہلے شیطان کی موجودگی کا یقین ہونا چاہیے تب انسان ہمیشہ محتاط رہتا ہے۔ ابھی ہم آزمائش کے لیے [illegible] کرتے ہیں کہ میں تمہیں وہ راز کی بات نہیں بتاؤں گی۔ سانس کے بعد تمہارے اندر اس راز کے متعلق سوال پیدا ہو تو تم جواب میں سوچنا کہ یہ سوسانہ عجیب بات کہہ رہی ہے۔ دوسری سوال پیدا ہو تو جواب میں سوچنا کہ وہ صرف عجیب بات [illegible] بلکہ عجیب و غریب باتیں بتا رہی ہے۔ جسے عقل تسلیم نہیں [illegible]"

جبریل نے کہا۔ "تم چاہتی ہو جب میرے دماغ میں سوال پیدا ہو میں کسی نہ کسی طرح ٹالتا رہوں۔"

"ہاں یُوں بار بار ایک سوال پوچھنے کا مطلب [illegible] کوئی اندھے کنوئیں کا راز معلوم کرنے کے لیے بے چین ہے۔"

وہ سانس لے کر ایک رسالہ کھولتے ہوئے تصویریں دیکھنے لگا۔ مارٹن رسل طیارے میں بیٹھے ہوئے آلۂ کار کے ذریعے انھیں دیکھ رہا تھا۔ جب وہ جبریل کے دماغ میں [illegible] تو وہ سانس لے رہا تھا۔ اس نے دماغ میں سوچ پیدا کی۔ "اندھا کنواں آخر کیا بلا ہے؟"

جبریل نے جواباً سوچا۔ "پتا نہیں کیا بلا ہے۔ یہ سوسانہ عجیب بات کہہ رہی ہے۔"

سوال پیدا ہوا۔ "بھلا عجیب بات کیا ہے؟"

"وہ صرف عجیب ہی نہیں بلکہ عجیب و غریب [illegible] بتا رہی ہے۔"

"آخر کیا بتا رہی ہے؟"

وہ بیزاری سے جواباً سوچنے لگا۔ "ایک تو سوسانہ نے وہاں کا راز بتا کر مجھے چکرا دیا ہے۔ دوسرے یہ اندھے کنوئیں والی بات بار بار دماغ میں پیدا کر کے میرا سر اور دُکھا رہی ہے۔"

پھر سوچ پیدا ہوئی۔ "میں کھل کر اندھے کنوئیں سے متعلق سوچوں گا تو وہ راز اچھی طرح سمجھ میں آئے گا۔"

جبریل نے رسالہ بند کر کے سوسانہ سے کہا۔ "[illegible] تدبیر کامیاب رہی ہے۔ میرے دماغ میں اُس کنوئیں سے متعلق بار بار سوالات پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ بھید کھل [illegible] ہے کہ سپر ماسٹر نے کسی شیطان کو میرے اندر چھپا کر [illegible] جسے میں سانس روک کر ہی بھگا سکتا ہوں۔"

اس نے سانس روکی۔ مارٹن رسل بھاگتا ہوا نائب سپر ماسٹر کے پاس پہنچا۔ پھر بولا۔ "جبریل کو یقین ہو گیا ہے کہ تمہاری طرف سے ایک خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر چھپا رہتا ہے۔ اب وہ آپے سے باہر ہو گا۔ باغی ہو جائے گا۔ پارس اسے ہمارے خلاف استعمال کرے گا۔"

سپر ماسٹر کمپیوٹر کے ذریعے اپنے نائب کو ہدایات دیتا تھا کہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مسائل کس طرح حل کیے جانے چاہئیں۔ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے سوال کیا۔ "کیا وہ طیارہ پرواز کر رہا ہے؟"

"جی ہاں۔ پرواز کر رہا ہے۔"

"کیا وہاں تیزاب لایا گیا ہے؟"

"جی نہیں، ہمیں ایسی سچویشن کی توقع نہیں تھی۔"

"کیا بدترین سچویشن یا بُرے حالات اطلاع دے کر آتے ہیں؟ کیا تم موٹی عقل سے بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ دونوں روبوٹس کو تیزاب کے ذریعے کنٹرول بھی کیا جا سکتا ہے اور انھیں فنا بھی کیا جا سکتا ہے لہٰذا تیزاب تھوڑی سی مقدار میں ہمیشہ اپنے آلۂ کار کے پاس رکھنا چاہیے۔"

"مجھ سے غلطی ہو گئی۔ لیکن میں جبریل کو پارس کے ہاتھوں میں نہیں جانے دوں گا۔"

"تم موجودہ حالات میں پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما سکتے ہو۔ طیارے کو اغوا کر کے کسی دوسری جگہ پہنچا سکتے ہو۔ لیکن ان اقدامات سے کیا حاصل ہو گا؟"

"میں دونوں روبوٹس کو پارس سے دُور لے جاؤں گا۔"

"تم لوگ ہر پہلو پر توجہ نہیں دیتے ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے روسنتی کی عقل رکھتے ہیں۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہوئے عقل سے کام لینا نہیں جانتی۔ کیا تم نے یہ معلوم کیا ہے کہ چند گھنٹے پہلے سوسانہ کو اندھے کنوئیں سے نکالنے والا پارس کہاں چھپ گیا ہے؟"

"سپر ماسٹر! یہ تمہارے سراغرسانوں کا فرض ہے کہ وہ ہمارے ایک ایک دشمن پر نظر رکھیں۔ اور ان کے متعلق ہر وقت معلومات ہمیں پہنچاتے رہیں۔ چونکہ تمہارے کسی جاسوس نے مجھے پارس کے متعلق کوئی اطلاع فراہم نہیں کی اس لیے میں یہی سمجھوں گا کہ جاسوس پارس سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کر رہے ہیں یا پارس ہمارے دونوں روبوٹس کے ساتھ نہیں ہے۔ اور اگر ہے تو یہ تمہارے سراغرسانوں کی فرض ناشناسی ہے۔"

"کچھ اپنے طور پر بھی معلومات حاصل کی جاتی ہیں اور یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جو چالاک دشمن نظر نہیں آرہا ہے وہ کسی روپ میں چھپا ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ وہ اس طیارے میں موجود ہو۔"

"جی ہاں، بہت ممکن ہے۔"

"پھر طیارے کو اغوا کر کے جہاں بھی لے جاؤ گے پارس وہاں موجود رہے گا۔"

"میں طیارے کو کسی جزیرے میں پہنچا کر اس سے نمٹ لوں گا۔"

"ہم پارس اور علی تیمور کو ایک جزیرے میں گھیر کر بہت زبردست نقصان اُٹھا چکے ہیں۔ میں پچھلے نقصانات اور تلخ تجربات کو بھول نہیں سکتا۔"

"پچھلی بار پارس اور علی تیمور ہمارے ایک خاص جزیرے میں تھے۔ اس جزیرے کی تباہی ہمیں نقصان پہنچانے والی تھی لیکن میں اس طیارے کو کسی اور جزیرے میں اتاروں گا۔"

"یوں تو طیارے کو پرواز کے دوران ہی تباہ کیا جا سکتا ہے، لیکن جبریل ابھی کھل کر ہمارا مخالف نہیں ہوا ہے اور نہ ہی اس نے ہمارے خلاف غصے کا اظہار کیا ہے۔ لہٰذا اُسے ہمارا وفادار بن کر رہنے کا ایک موقع دینا چاہیے پارس اور سوسانہ کو ختم کرنے کی کوشش کرو۔"

اس نے نائب سے رابطہ ختم کیا۔ پھر طیارے میں انٹر ہوسٹس کے پاس آیا۔ اس نے پہلے ہی اپنے آلۂ کار کے ذریعے انٹر ہوسٹس کی آواز سُن لی تھی۔ وہ بے چاری ایک مسافر کے لیے پھلوں کا جوس لے کر جا رہی تھی۔ مارٹن رسل اسے چلاتا ہوا پائلٹ کیبن میں لے گیا۔ وہ پائلٹ کے پاس آکر بولی۔ "یہ لو جوس۔"

پائلٹ نے حیرانی سے کہا۔ "میں نے جوس کی فرمائش نہیں کی تھی پھر مجھے کیوں دے رہی ہو؟"

اس نے ہوسٹس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر پائلٹ اور ایک اسٹیو رڈ کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "میں... میں یہاں کیسے آگئی؟"

پائلٹ اور اسٹیو رڈ ہنسنے لگے۔ وہ جلدی سے پلٹ کر کیبن سے باہر چلی گئی۔ اسٹیو رڈ نے کہا۔ "ابھی نئی ہے آج پہلی بار ہوسٹس کے فرائض انجام دے رہی ہے، اس لیے کچھ بدحواس ہے۔"

"بدحواسی میں اور زیادہ حسین لگ رہی ہے۔ وہ زہر بھی دے تو مجھے پی لینا چاہیے۔ میں نے جوس واپس کر کے

غلطی کی۔"

مارٹن رسل اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اُس پر پوری طرح قبضہ جما کر پرواز کا رُخ بدل رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کمپیوٹر نے بتایا کہ وہ آف دی روٹ جا رہا ہے۔ اُسے اپنے روٹ پر واپس آنا چاہیے۔

مارٹن رسل نے پائلٹ کو کمپیوٹر اسکرین کی طرف دیکھنے نہیں دیا لیکن کو پائلٹ دیکھ چکا تھا اور پائلٹ سے کہہ رہا تھا "جان ملر! یہ تم نے طیارے کا رُخ کیوں بدل دیا ہے؟"

اُس نے کو پائلٹ سے کہا "آرام سے بیٹھے رہو۔ میں تم سے زیادہ پرواز کے رُوٹ کو سمجھتا ہوں۔"

"لیکن کمپیوٹر تمہیں غلط کہہ رہا ہے۔ تمہیں صحیح روٹ پر آنے کی ہدایت کر رہا ہے۔"

"میں ابھی صحیح روٹ پر آجاؤں گا تم کیبن سے باہر جاؤ۔"

"میں باہر نہیں جاؤں گا۔ تم فوراً پرواز کا رُخ بدلو یا یہ سیٹ چھوڑ دو۔ میں اسے پیرس کی طرف لے جاؤں گا۔"

اس نے پائلٹ کا بازو پکڑ کر اُسے اُٹھانا چاہا۔

مارٹن رسل اُسے چھوڑ کر کو پائلٹ کے دماغ میں آگیا۔ اُدھر دماغی طور پر حاضر ہونے والے پائلٹ نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا "مجھے کچھ ہو گیا تھا۔ میں کہیں گم ہو گیا تھا۔ یہ طیارہ، یہ کیبن اور تم سب مجھے نظر نہیں آرہے تھے۔"

اسٹیو رڈ نے اُسے سہارا دے کر دوسری سیٹ پر بٹھاتے ہوئے کہا "تم پرواز کے دوران کبھی زیادہ نہیں پیتے ہو۔ کیا آج زیادہ پی لی ہے؟"

کو پائلٹ نے اپنی ساتھی پائلٹ کی جگہ سنبھال لی تھی۔ اس نے سیٹ پر آتے ہی کمپیوٹر کو آف کر دیا تھا۔ اسٹیو رڈ نے کہا "تم نے اسے آف کیوں کر دیا؟ آن کرو۔ ہمیں روٹ کا پتا چلنا چاہیے۔"

اُس کو پائلٹ نے بالکل پائلٹ کی طرح جواب دیا۔ "آرام سے بیٹھے رہو۔ میں تم سے زیادہ پرواز کے روٹ کو سمجھتا ہوں۔"

اُدھر جس پائلٹ کا دماغ آزاد ہوا تھا وہ ایک ہاتھ سے سر تھام کر کہہ رہا تھا "اوہ مائی گاڈ! اب سمجھ میں آرہا ہے، کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میرے دماغ میں آکر پرواز کی سمت بدل دی تھی۔"

اسٹیو رڈ نے کہا "بے شک، اب وہ خیال خوانی کرنے والا اس کو پائلٹ کے دماغ میں ہوگا۔"

مارٹن رسل نے کو پائلٹ کی زبان سے کہا "تم دونوں ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ یہ طیارہ میری مرضی کے مطابق پرواز کرے گا۔ تم میں سے کسی نے میری مخالفت کی تو میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اسٹیو رڈ نے ایک جھٹکے سے کیبن کا دروازہ کھول کر دوسرے اسٹیو رڈ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "خطرہ ہے کوئی خیال خوانی کرنے والا۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی مارٹن رسل نے دماغ کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر فرش پر سے اُچھلا پھر آدھا کیبن کے دروازے سے باہر آدھا اندر گر کر تڑپنے لگا۔ کتنی ہی مسافر عورتیں سہم کر چیخنے لگیں۔ مرد اس کے چیخنے اور گرنے کی وجہ معلوم کرنے کے لیے اپنی سیٹوں سے اُٹھ گئے۔ پارس نے اسٹیو رڈ کی ادھوری بات سے سمجھ لیا تھا کہ طیارے میں خیال خوانی کرنے والا موجود ہے اور کیبن کے اندر خطرہ بن گیا ہے۔

وہ فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا سوسانہ کے پاس آکر بولا "کم آن۔ ہری اَپ! کیبن کے اندر سے جہاز کے عملے کو باہر کر دو۔ پھر کسی کو اندر نہ جانے دو۔"

وہ دونوں دوڑتے ہوئے کیبن کے پاس آئے۔ پارس دروازے پر پڑے ہوئے اسٹیو رڈ کو کھینچ کر مسافروں کے درمیان لایا۔ سوسانہ نے اندر پہنچ کر ایک پائلٹ کو گود میں اٹھا کر اسے کیبن کے باہر پھینک دیا۔ پارس نے کو پائلٹ کی گردن پیچھے سے دبوچ لی۔ جب اس کی سانس رُکنے لگی تو مارٹن کو اس کے دماغ سے نکلنا پڑا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی پارس نے اُسے ایک طرف ہٹا کر پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی۔ سوسانہ کو پائلٹ کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کھینچتی ہوئی باہر لائی۔ جبریل نے پوچھا "یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولی "تمہارا سپر ماسٹر ہمیں اغوا کرنا یا طیارے کے ساتھ فنا کر دینا چاہتا ہے۔ اگر تم اس کی وفاداری میں آئے ہو تو میری لاش پر سے گزر کر کیبن میں جاؤ گے، اور میری لاش پر سے گزرنے کے لیے تمہیں پسینہ آجائے گا۔"

"سوسانہ! میری جان! میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ میرے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا۔ میں وقفے وقفے سے سانس روک رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم بہت اچھے ہو جبریل۔ اسی لیے تو سوسانہ تم پر مرتی ہے۔ دیکھو صرف سانس روکنے سے کام نہیں چلے گا۔ دشمن پائلٹ کیبن میں ناکام ہونے کے بعد دوسرے ہتھکنڈے آزمائے گا۔"

ایک مسافر نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے۔ تم لوگوں نے پائلٹ وغیرہ کو یرغمال لا پھینکا ہے۔ کیا طیارے کو اغوا کر کے کہیں لے جا رہے ہو؟"

جبریل نے اُسے گھور کر دیکھا۔ پھر کہا "میں ایک بار کہوں گا۔ میری باتوں پر عمل نہ کیا گیا تو دم باہر کر دوں گا۔ ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس طیارے کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ ہم اسے حفاظت سے پیرس پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تم سب میری باتوں پر یقین کر لو۔ اگر یقین نہیں کرو گے تو ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

ایک شخص کھڑکی کے ناقابلِ شکست شیشے کو گھونسے مارنے لگا۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے مسافر نے اُسے ایسا کرنے سے روکنا چاہا۔ اس نے پلٹ کر مسافر کے مُنہ پر گھونسا جڑ دیا۔ پھر وہ اسی طرح کھڑکی کو توڑنا چاہتا تھا۔ جبریل نے اُسے گردن سے پکڑ کر سیٹ پر سے بلند کیا پھر مسافروں سے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسی طرح تم میں سے ہر ایک کے دماغ پر قبضہ جمائے گا اور تم سے ایسی حرکتیں کرائے گا جس سے طیارے کو نقصان پہنچے۔ اس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ تمہارے دماغ میں جب بھی طیارے کو نقصان پہنچانے کا خیال پیدا ہو، فوراً سانس روک لو۔ چند سیکنڈ کے لیے سہی سانس روکو گے تو وہ شیطان تمہیں آلۂ کار نہیں بنا سکے گا۔"

مارٹن رسل کا خاص آلۂ کار اُس وقت ٹائلٹ میں تھا۔ سب مشین گن کے الگ الگ حصوں کو جوڑ رہا تھا۔ ائرپورٹ میں مسافروں کے سامان کو بڑی سختی سے چیک کیا جاتا ہے۔ ایک ایک سامان ایکسرے مشین کے سامنے سے گزار کر اسکرین پر دیکھا جاتا ہے۔ کوئی ایک چاقو بھی طیارے میں سفر کے دوران اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ لہٰذا یہ کروہ سب مشین گن چھپا کر لے آیا تھا۔

اسے طیارے میں پہنچانے کے لیے مارٹن رسل نے اُن افسران کے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا جو ایکسرے مشین کے ذریعے پائالارم انڈیکیٹر کے ذریعے چھپی ہوئی چیزیں برآمد کر لیتے تھے۔ اُن افسران کو ٹریپ کرنے کے بعد مشین گن کو طیارے میں لانا کچھ مشکل نہ تھا۔ وہ آلۂ کار سب مشین گن لے کر ٹائلٹ سے باہر آیا پھر لڑکھڑاتے ہوئے بولا "جبریل اور سوسانہ! میری طرف قدم اٹھانے سے پہلے اچھی طرح یقین کر لو کہ جتنی دیر میں تم مجھ تک پہنچو گے اتنی دیر میں یہ مشین گن کم از کم پچیس مسافروں کو مار گرائے گی۔ میں تین تک گن رہا ہوں۔ گنتی ختم ہونے سے پہلے پائلٹ کو اس کی سیٹ پر واپس بھیج دو اور اپنے ساتھی کو کیبن سے باہر بلا لو۔"

اس نے گنتی شروع کی "ایک۔۔۔"

سوسانہ نے پلٹ کر پوچھا "پارس! ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

اس نے گنتی سُنائی "دو۔۔۔"

پارس نے کہا "ان سے کہو پائلٹ یہاں آسکتا ہے۔ میں باہر آرہا ہوں۔"

مارٹن رسل پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر کیبن میں آیا پھر بولا "تم یقیناً پارس ہو۔ بڑا اچھا حلیہ بنا رکھا ہے۔ چلو اُٹھو۔"

پارس نے اُٹھتے ہوئے کہا "میں اس بے چارے پائلٹ کو کیا کہہ سکتا ہوں۔ یہ اپنے اختیار میں نہیں ہے اور تم ٹیلی پیتھی کے غرور میں اپنے اختیار سے باہر کام کر رہے ہو۔ چلو دیکھتے ہیں آگے کیا ہونے والا ہے۔"

پائلٹ ہنستے ہوئے بولا "آگے وہ نہیں ہوگا جو کچھ تم چاہتے ہو۔"

"بے شک آگے وہی ہوتا ہے جو خدا کو منظور ہوتا ہے۔"

وہ کیبن سے باہر آگیا۔ سوسانہ نے کہا "میرے بھائی، بہت عظیم ہو تم مسافروں کو بچانے کے لیے اپنی جان خطرے میں ڈال رہے ہو۔"

پارس نے کہا "اپنے ساتھ تم دونوں کو بھی مصیبتوں میں ڈال رہا ہوں۔"

جبریل اس کے پاس آیا۔ پھر بولا "میں تمہارا جانی دشمن تھا۔ اب ایسے وقت جانی دوست بن رہا ہوں جب ہم سب کی جان پر بنی ہوئی ہے۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "جان پر کھیلنے والے دوست ہوں تو جان جوکھم میں ڈالنے کا مزہ آجاتا ہے۔ ویسے تمہارا نشانہ کیسا ہے؟"

"زبردست ہے۔ مگر ایسے وقت کیوں پوچھ رہے ہو جب کہ ہمارے پاس چھوٹا سا پستول بھی نہیں ہے۔"

"میں جو ہوں، سیدھا بُلٹ کی طرح لگتا ہوں۔ تم مجھے اُٹھا کر سیدھا مشین گن والے کے اوپر پھینک دو۔"

سوسانہ نے کہا "کیا دماغ چل گیا ہے؟ اگر اس کی شیشی گن

چل پڑی تو؟"

"مشین گن کی گولیاں جبریل کو لگیں گی۔ آزما کر دیکھ لو۔"

جبریل نے کہا "تم بہت ہی خطرناک چالیں سوچتے ہو۔ میں تمہیں دوست بناتے ہی، دشمنی نہیں کروں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پارس نے اس کے مُنہ پر ایک زبردست گھونسا جڑ دیا۔ جبریل پیچھے کو ڈگمگایا۔ ابھی وہ حیران تھا کہ دوسرا اور تیسرا گھونسا پڑ گیا۔ مشین گن والے نے للکار کر کہا "لڑائی بند کرو۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

پارس نے جبریل کا گلا دونوں ہاتھوں سے دبوچنے کے بہانے سرگوشی میں کہا "تمہیں سوسانہ کی قسم۔ اچھا موقع ہے۔ مجھے اُس پر پھینکو۔"

دوسرے ہی لمحے جبریل نے اُسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر سر سے بلند کیا۔ کتنی ہی عورتیں چیخنے لگیں۔ مشین گن والے نے آخری وارننگ دی۔ وہ یقیناً آخری وارننگ کے بعد مشین گن کا ایک برسٹ مارنا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے ہی اس کی توقع کے خلاف جبریل نے پارس کو اس پر دے مارا۔ دوسرے لفظوں میں پارس کو آسانی سے اس کی گردن تک پہنچا دیا۔

تمام مسافر جتنی دیر میں جبریل کی طرف گردن گھما کر مشین گن والے کی طرف دیکھتے، اتنی دیر میں وہ گن پارس کے ہاتھوں میں آ چکی تھی۔ اور وہ گن والے کے سینے پر پاؤں رکھے کہہ رہا تھا "جبریل! جلدی آؤ۔ اسے سنبھالو۔"

وہ دوڑتا ہوا آیا۔ پارس نے اسے مشین گن دیتے ہوئے کہا "اسے نہ چلانا۔ شکار کو اپنے ہاتھوں سے ختم کرو۔ تاکہ دشمن کا ایک آلۂ کار کم ہو جائے۔"

پھر وہ کیبن کی طرف دوڑ لگاتے ہوئے بولا "سوسانا! پائلٹ کو اس کی سیٹ پر سے ہٹاؤ۔ میں اس کی جگہ لوں گا۔"

وہ دونوں تیزی سے کیبن میں داخل ہوئے لیکن پائلٹ تک پہنچنے سے پہلے ہی لڑکھڑا کر گر پڑے۔ کیوں کہ جہاز اُتر رہا تھا۔ اس کے پہیے زمین سے لگ چکے تھے۔ انھوں نے اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوشش کی لیکن پائلٹ نے جہاز کو اچانک ایک ٹرن دیا۔ جس کے نتیجے میں وہ دونوں اُٹھتے اُٹھتے پھر گر پڑے۔

ویسے مارٹن رسل پائلٹ کے دماغ میں رہ کر اُن دونوں کو دُور رکھنے کی فضول سی کوششیں کر رہا تھا۔ اگرچہ وہ جہاز کو کہیں دوسری جگہ پہنچانے میں کامیاب ہو گیا تھا مگر سچویشن پارس، جبریل اور سوسانہ کے کنٹرول میں تھی۔ کیوں کہ مشین گن اُن کے ہاتھوں میں آ گئی تھی۔ مارٹن نے پائلٹ کے ذریعے ڈیش بورڈ کے کئی تاروں کو نوچ ڈالا۔ انھیں توڑ کر الگ کر دیا۔ وائرلیس اور کمپیوٹر کو گھونسے مار کر، انھیں ڈیش بورڈ پر پیوست پرزے توڑ دیا۔ طیارے کے انجن کو آن کرنے والی ایک چابی پائلٹ کے مُنہ میں ڈالی۔ اُسے نگلنے پر مجبور کیا۔ وہ آخری بڑی چابی کبھی نگل نہیں سکتا۔ مگر دماغ اپنے بس میں نہیں تھا ایسے میں پتھر یا لوہا کچھ بھی نگل سکتا تھا، سو اُس نے نگل لیا۔

سوسانہ اور پارس فرش سے اُٹھ کر اس کے پاس آئے۔ اُسے پائلٹ سیٹ سے کھینچ کر ہٹایا۔ اس دشت اس کی سانس رُکی ہوئی تھی۔ وہ سانس لینا چاہتا تھا۔ مگر مارٹن رسل اسے زندہ رہنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا چابی نگلنے والی بات پارس وغیرہ کو معلوم نہ ہو۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ بے چارہ پائلٹ ہمیشہ کے لیے سانس چھوڑ گیا۔

پارس نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ ایک کولتار کی سڑک دُور تک نظر آ رہی تھی۔ وہ سڑک اتنی کشادہ تھی کہ پائلٹ نے بڑی کامیابی سے طیارے کو وہاں اُتارا تھا۔ دائیں جانب بہت دُور سمندر کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ اُس نے وائرلیس اور کمپیوٹر کا جائزہ لیتے ہوئے کہا "یہ نہیں، دشمن نے ہمیں کہاں پہنچا دیا ہے۔ اس نے وائرلیس میں خرابی پیدا کر دی ہے۔ ہم کسی سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔"

تمام مسافروں میں کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ کھڑکیوں سے باہر کا منظر دیکھ کر اس جگہ کے متعلق اپنی اپنی رائے پیش کر رہے تھے اور اپنی منزل سے بھٹکنے کے باعث پریشان بھی تھے۔ پارس نے کیبن سے نکل کر کہا "آپ لوگ خدا کا شکر ادا کریں کہ اب تک آپ کو یا طیارے کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا ہے۔ فی الحال ہمیں جہاز سے باہر نکل کر اس جگہ کے متعلق معلوم کرنا ہو گا۔ ہم یہاں کے باشندوں کا تعاون حاصل کر کے آئندہ اپنا سفر جاری رکھ سکیں گے۔"

مارٹن رسل نائب سپر ماسٹر کے پاس آ کر بولا "میں نے طیارے کو کسی دوسری جگہ پہنچا دیا ہے۔ مجھے وہاں تمہارے مسلح آدمیوں کی ضرورت ہے۔"

"کہاں ضرورت ہے؟ اُس جگہ کا نام بتاؤ۔"

"وہ لوگ طیارے سے اُترنے والے ہیں۔ میں ان سے ذریعے معلومات حاصل کر کے بتاؤں گا۔"

"یعنی تم نے سوچے سمجھے بغیر طیارے کو کسی نامعلوم جگہ پہنچایا ہے۔ اور وہ طیارہ ان تینوں کے کنٹرول میں ہے۔"

"پوری طرح ان کے کنٹرول میں نہیں ہے۔ وہ اُسے اُس جگہ سے لے جا نہیں سکیں گے۔ میں نے ایک اہم چابی پائلٹ کے پیٹ میں پہنچا کر اُسے مار ڈالا ہے وہ چابی ابھی تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ انھوں نے میرے خاص آلۂ کار کو مار کر مشین گن حاصل کر لی ہے۔ اس لیے مجھے جدید ہتھیاروں سے لیس آدمیوں کی ضرورت ہے۔ میں ابھی آ کر بتاتا ہوں کہ وہ طیارہ کس ملک کے کس علاقے میں ہے۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا طیارے کے ایک مسافر کے دماغ میں آیا۔ اس کے ذریعے پتا چلا پارس، جبریل اور سوسانہ تمام مسافروں کو طیارے سے باہر لا رہے تھے۔ مارٹن رسل نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا "ہمیں جلد سے جلد کسی قریبی آبادی میں پہنچنا چاہیے۔"

دوسرے مسافر نے جواباً کہا "پتا نہیں قریب ترین آبادی کتنی دُور ہو گی۔"

ایک عورت نے کہا "میں تو پیدل نہیں جا سکوں گی۔"

اسی وقت دُور سے ایک جیپ آتی ہوئی دکھائی دی۔ پارس نے جبریل اور سوسانہ کو سب مشین گن کے سامنے کھڑا کر دیا تاکہ ان پہاڑوں کے پیچھے وہ گن آنے والوں کو نظر نہ آئے۔ مارٹن اپنے آلۂ کار کو جیپ کی طرف دوڑانے لگا۔ پارس نے اسے پکڑ کر پوچھا "کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ کیا وہ خیال خوانی کرنے والا تمہارے ذریعے جیپ والوں کے دماغوں میں پہنچنا چاہتا ہے؟"

پارس نے اُسے روکا تو مارٹن دوسرے مسافر کے دماغ میں پہنچ کر اُسے دوڑا لے گیا۔ پارس نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا "اس کم بخت کو روکا نہیں جا سکتا۔ یہ آلۂ کار بدل بدل کر وہاں جائے گا۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں سے گولی چلی۔ جیپ میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے اُس آلۂ کار کو گولی مار دی۔ وہ جیپ طیارے سے کچھ فاصلے پر رُک گئی تھی۔ پارس دوڑتا ہوا مشین گن کے پاس پہنچ گیا تھا۔ جیپ میں سے چھ مسلح افراد اُتر کر مسافروں کو نشانے پر رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا "تم لوگوں نے ایک مسافر کی موت دیکھ لی۔ اتنا ہم جانتے ہیں کہ مسافر بردار طیارے میں کوئی اسلحہ نہیں ہو گا۔ تم سب نہتے ہو۔ اس لیے ہماری مرضی کے خلاف کوئی بات، کوئی حرکت نہ کرنا۔"

دوسرے شخص نے حکم دیا "تم سب زمین پر بیٹھ جاؤ۔"

تمام مسافر بیٹھنے لگے۔ ایک مسافر نے کہا "تم دھوکا کھا رہے ہو۔ اُن پہاڑ جیسے دو روبوٹس کے پیچھے ایک مشین گن ہے۔"

مارٹن نے جیسے ہی ایک مسافر کے ذریعے یہ راز فاش کیا، سوسانہ اور جبریل ایک طرف ہٹ گئے۔ پارس نے فائر کھول دیا۔ تڑتڑاتڑ کی آواز کے ساتھ آنے والے اُچھل اُچھل کر چیختے ہوئے گرے۔ ایک نے جوابی فائر کیا۔ گولی جبریل کو لگی۔ جس کا لگنا نہ لگنا برابر تھا۔ سوسانہ نے جیپ کی طرف دوڑ لگا دی۔ چار افراد گولیاں کھا کر تڑپ رہے تھے اور ٹھنڈے پڑ رہے تھے۔ دو افراد جیپ کی آڑ میں پہنچ گئے تھے۔ جیسے ہی مشین گن کا پہلا برسٹ ختم ہوا اور پارس کارتوس کی دوسری پیٹی گن پر چڑھانے لگا، وہ دونوں چھلانگ لگا کر جیپ کی اگلی سیٹوں پر آئے۔ پھر اُسے اسٹارٹ کر کے واپس موڑنے لگے۔ لیکن موت بہت قریب آ چکی تھی۔ سوسانہ دوڑتے دوڑتے ایک لمبی چھلانگ لگا کر جیپ کے پچھلے حصّے میں پہنچ گئی۔

ایک ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔ دوسرے نے پلٹ کر فائر کرنا چاہا۔ سوسانہ نے اس کی گن چھین کی۔ اُس کے سر پر ایک ہاتھ مارا تو جیسے مغز ہل گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کراہنے لگا تھا۔

وہ ڈرائیور سے بولی "جیپ روکو گے یا جہنم میں جاؤ گے؟"

اس نے جیپ روک دی۔ سہمی ہوئی نظروں سے پہاڑ جیسی عورت کو دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تم واقعی انسان ہو؟ اور وہ بھی عورت؟"

"میری بات کا جواب دو۔ یہ کون سا ملک ہے؟"

"یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ اٹلی اور اسپین کے درمیانی سمندر میں ہے۔ اس کا نام مائورری ہے۔"

"جزیرۂ مائورری کا تعلق کس ملک سے ہے؟"

"یہ کسی ملک کا پابند نہیں ہے۔ ویسے اس جزیرے کے مالک کا تعلق اسپین سے ہے۔"

"یہ کس کی ملکیت ہے؟ اُس کا نام اور شارٹ ہسٹری بتاؤ۔"

پارس اور جبریل ان کے قریب آ گئے۔ ڈرائیور نے کہا۔ "جزیرے کے مالک کا نام لاروش کبانہ ہے۔ اس کی دولت اور جاگیر کا کوئی حساب نہیں ہے۔ یہاں صرف اس کا قانون چلتا ہے۔ کسی بھی ملک کا طیارہ اور ہیلی کاپٹر یہاں اجازت حاصل کیے بغیر نہیں آسکتا۔ تم لوگوں نے یہاں آ کر زندگی کی آخری بھول کی ہے اب کوئی اور بھول کرنے کے لیے زندہ نہیں رہو گے۔"

پارس نے پوچھا۔ "تمہارے مالک لاروش کبانہ کے دوستانہ تعلقات دوسرے ممالک سے ہوں گے۔ اُن سے وہ وائرلیس کے ذریعے گفتگو کرتا ہوگا؟"

"ہاں ہمارے آقا کے محل میں جدید ترین مشینیں ہیں۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے باتیں کرتا ہے۔ اور جزیرے میں آنے والے اجنبیوں کو ایک بہت بڑے اسکرین پر دیکھتا رہتا ہے۔ اس وقت بھی وہ تمہیں دیکھ رہا ہوگا۔"

جبریل نے سر اٹھا کر اُس پاس کے درختوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، یہاں کے درختوں میں ٹی وی کیمرے چھپائے گئے ہیں۔"

پارس نے ایک طرف سر اٹھا کر کہا۔ "مسٹر لاروش کبانہ! اگر تم دیکھ رہے ہو اور ہماری باتیں سُن رہے ہو تو یقین کر لو ہم دوست ہیں، یہاں دانستہ نہیں آئے ہیں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن نے ہمیں یہاں پہنچایا ہے۔ ہمیں ایک ملاقات کا موقع دو، ہم تمہیں بتائیں گے کہ کس طرح خیال خوانی کرنے والے نے شین گن کے ذریعے تمہارے چار آدمی مار ڈالے ہیں۔"

مارٹن رسل نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے بلند آواز میں کہا۔ "یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ بدنام زمانہ فرہاد علی تیمور اور مکار زمانہ سونیا کا بیٹا ہے۔ ہمیں تمہیں پیش آنے والے خطرات سے آگاہ کرتا ہوں۔ سونیا کو اس جزیرے کی ضرورت ہے۔ یہ اپنے دو روبوٹس کے ذریعے تمہیں قتل کرنے یا اس جزیرے سے بے دخل کرنے آیا ہے۔ یقین نہ ہو تو ابھی یقین آجائے گا۔ دس منٹ کے اندر... سپر ماسٹر تم سے ہاٹ لائن پر گفتگو کرنے والا ہے۔"

ان باتوں کے دوران بہت سی گاڑیاں نظر آنے لگیں۔ وہ آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف چلی آ رہی تھیں۔ اُن میں مسلح فوجی تھے۔ جب وہ گاڑیوں سے اُترے تو سیکڑوں کی تعداد میں نظر آئے۔ ان کے پاس صرف مشین گنیں ہی نہیں راکٹ لانچر بھی تھے۔ گاڑیوں میں مارٹر گنیں بھی لگی ہوئی تھیں۔ پارس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "ہم سب خالی ہاتھ ہیں۔ جو تمہارے ہتھیار یہاں ہیں، وہ زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔ میں قانون اور انسانیت کے نام پر اپیل کرتا ہوں، گولیاں نہ چلاؤ۔ ہم تمہارے قیدی بن رہے ہیں۔"

دوسرے تمام مسافر بھی اپنے ہاتھ اُٹھانے لگے۔ مارٹن رسل نے نائب سپر ماسٹر سے کہا۔ "یہ جزیرہ ماروری ہے۔ اس کے مالک کا نام لاروش کبانہ ہے۔ اس کے سیکڑوں فوجی جوانوں نے ان تینوں کو مسافروں سمیت گھیر لیا ہے۔ یہ بات ہمارے حق میں ہے لیکن پارس انتہائی چالباز ہے۔ جزیرے کے چار آدمیوں کو مشین گن سے ہلاک کرنے کے بعد مجھ پر الزام لگا رہا ہے کہ خیال خوانی کرنے والے نے مشین گن چلانے پر مجبور کیا تھا۔"

نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں لاروش کبانہ سے رابطہ کر رہا ہوں تم اس کی آواز سنو۔"

اس نے ریسیور اُٹھایا۔ پھر ہاٹ لائن پر رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف لاروش کبانہ کے سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔ مارٹن رسل نے اس کی آواز اور لہجے کو یاد کر لیا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔ ہز ہائی نس لاروش کبانہ سے بات کراؤ۔"

تھوڑی دیر بعد کبانہ کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو، کیا واقعی سپر ماسٹر ہو۔ مجھے یقین دلاؤ۔"

"میرا آدمی تمہارے دماغ میں آکر یقین دلائے گا۔"

"انسوں میں یوگا کا ماہر ہوں، وہ ناکام واپس جائے گا کوئی ڈھنگ کی بات کرو۔"

"ڈھنگ کی بات یہی ہو سکتی ہے کہ ایک گھنٹے کے اندر ہماری ایک معمولی سی چھوٹی سی فوج ہوائی حملے کرے گی۔ دوسرے دن کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہو گی کہ لاروش نامی جزیرہ دنیا کے نقشے سے نابود ہو گیا ہے۔"

"جناب! آپ ناراض ہو رہے ہیں۔ میری کیا مجال میں سپر طاقت سے ٹکرانے کی حماقت کروں۔ لیکن ذرا غور فرمائیں، کوئی بھی سپر ماسٹر بن کر دھمکیاں دے سکتا ہے۔ کوئی بھی خطرناک تنظیم کا سربراہ آپ کی طرح ہاٹ لائن پر بات کر سکتا ہے۔ پلیز آپ میرے پاس براہِ راست آئیں حکومت اسپین کے ذریعے گفتگو مناسب رہے گی۔"

رابطہ منقطع ہو گیا۔ لاروش کبانہ غصے اور پریشانی سے ریسیور پکڑے سوچ میں پڑ گیا۔ وہ جزیرے میں بڑے عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا تھا۔ وہ ایسا دولت مند جزیرہ یہاں سے اسپین کا مال اٹلی اور اٹلی کا مال اسپین اسمگل ہوتا تھا۔ ہر ہفتے دو ہفتے میں لاکھوں ڈالرز کی آمدنی ہوتی تھی۔ فرانس اور انگلینڈ کے بینکوں میں دولت جمع ہو رہی تھی۔ ایسی بڑی کمائی کے لیے اس نے یورپ کے چھٹے ہوئے... بدمعاشوں، اسمگلروں اور قاتلوں کی فوج بنائی ہوئی تھی۔ خود بھی بدمعاشوں کا بدمعاش تھا، مجرموں کو اپنی مٹھی میں جکڑ کر ان سے اپنے احکامات کی تعمیل کرانا جانتا تھا۔ وہ یوگا اور مینا ٹزم کا ماہر اور خطرناک فائٹر تھا۔ اس جزیرے میں وہ صرف دو دستیوں پر اعتماد کرتا تھا۔ ایک اس کی بہن حوانا تھی، دوسرا اس کا سیکرٹری جولیس تھا۔ وہ دونوں بھی یوگا کے ماہر اور بہترین فائٹر تھے۔ تینوں نے جزیرے کے انتظامات بڑی حکمتِ عملی سے سنبھالے ہوئے تھے۔ یہاں چالاکی دکھانے اور غداری کرنے والے کتنے ہی بدمعاش اُن کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اُتر چکے تھے۔

لاروش کبانہ کو کسی سے خطرہ نہیں تھا۔ وہ بے حد مطمئن رہا کرتا تھا لیکن اب اطمینان رخصت ہو گیا تھا۔ پہلی بار ایک سپر طاقت مداخلت کر رہی تھی۔ اُسکے جزیرے میں پارس کے خلاف محاذ آرائی ہونے والی تھی۔ صورتِ حال یہ تھی کہ فرانس اُس جزیرے سے زیادہ دُور نہیں تھا۔ پارس کچھ ہو گیا تو اس ملک کے حکمران جزیرے کو سمندر میں غرق کر دیں گے۔ پھر پارس اور علی تیمور نے جہاں بھی قدم رکھا وہاں حکومتِ فرانس کو پیش قدمی کا موقع نہیں دیا، خود ہی وہاں ... ریاست پر پاکر کے چلے آتے ہیں۔ یہ ساری باتیں کبانہ کے دماغ میں گردش کر رہی تھیں۔ اُس نے سیکرٹری جولیس کو مُڑ کر پوچھا۔ "کیا تمہارے دماغ میں کسی نے آنے کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں، میں نے سانس روک لی، ہم اچانک خطرات میں گھر گئے ہیں۔ ایک طرف سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا ہے، دوسری طرف پارس نے ہماری زمین پر قدم رکھا ہے۔ اُس کی ماں سونیا بھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار لے کر آئے گی۔ ہم کسی ایک سے دوستی کریں گے تو دوسرے کی دشمنی مول لینی پڑے گی۔"

"میں سخت الجھن میں ہوں۔ ہمیں ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنا ہوگی کہ کوئی ہم سے ناراض نہ ہو۔ پہلے تو یہ معلوم کرنا ہو کہ یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟ ہم ان کا بڑے سے بڑا مطالبہ پورا کر کے انھیں جزیرے سے نکالنے کی کوشش کریں گے۔"

حوانا اپنے بیڈ روم کی ایک اسکرین پر پارس، سوسانہ اور جبریل کو طیارے کے مسافروں کے ساتھ دیکھ چکی تھی۔ پارس اور مارٹن کے آلۂ کار کی باتیں سُن چکی تھی۔ اس محل میں جو فون لاروش کبانہ کے لیے آتا تھا اُسے حوانا اور جولیس اپنے اپنے کمرے کے ریسیور سے سُن لیا کرتے تھے۔ اس طرح حوانا کو موجودہ حالات کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

وہ اپنی خواب گاہ سے نکل کر بھائی کے پاس آئی۔ پھر بولی۔ "فرہاد کی فیملی کے تمام ممبر سپر طاقتوں کے لیے... ناقابلِ برداشت ہیں۔ جھگڑے کی بنیاد یہی ہے کہ بڑی طاقتیں سونیا، رسوتی، پارس اور علی تیمور کو فرہاد کی طرح مار ڈالنا چاہتی ہیں۔ اور شاید اسی مقصد کے لیے پارس کو گھیر کر ہمارے جزیرے میں لایا گیا ہے۔"

کبانہ نے پوچھا۔ "اُن روبوٹ نما انسانوں کو دیکھا ہے؟"

"ہاں، وہ حیرت انگیز ہیں۔ اُن کا قد آٹھ فٹ ضرور ہو گا۔ جسامت میں پہاڑ لگتے ہیں۔ پتا نہیں پارس انھیں کہاں سے پکڑ لایا ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سیکرٹری جولیس نے ریسیور اُٹھا کر ایک اسپیکر کو آن کر دیا۔ دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز اسپیکر کے ذریعے کبانہ اور حوانا بھی سُن سکتے تھے۔ پتا چلا اسپین کا ایک اعلیٰ حاکم لاروش کبانہ سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ کبانہ نے سیکرٹری سے ریسیور لے کر کہا۔ "میں لاروش کبانہ بول رہا ہوں، کیا آپ نے سپر ماسٹر کے سلسلے میں فون کیا ہے؟"

"تم ٹھیک سمجھ رہے ہو، سپر ماسٹر سے تعاون کرو، اپنے جزیرے کے ساتھ صحیح سلامت رہو گے۔"

"دوسری طرف پارس اور فرہاد کی پوری فیملی ہے، فرانس کی حکومت ہے، یہ لوگ مجھے سپر ماسٹر سے تعاون کرنے کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔"

اسپین کے اعلیٰ حکام نے پوچھا۔ "کیا جزیرے میں فرہاد کی فیملی کے ساتھ سپر ماسٹر کا ٹکراؤ ہے؟"

"جی ہاں۔ میں چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پسنے والا ہوں۔ آپ سپر ماسٹر کو سمجھائیں کہ اپنا جھگڑا میرے جزیرے سے باہر لے جائے۔ وہ جہاں کہے گا، میں پارس کو قیدی بنا کر وہاں بھیج دوں گا لیکن یہ الزام نہیں لوں گا کہ میرے جزیرے میں میرے سامنے میں پارس کو قتل کیا گیا ہے۔"

"مسٹر کبانہ! وہ نہیں مانے گا۔ اس نے پارس کو مجبور اور بے بس کرنے کے لیے مسافر بردار طیارے کو اغوا کرایا ہے۔ اُسے تمہارے جزیرے میں محض قتل کرنے کے مقصد

سے پہنچایا ہے۔"

"کیا اُسے قتل کرنے کے لیے سُپر ماسٹر کے آدمی یہاں آئیں گے؟"

نہیں اس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے مسلح جوانوں کو اُس کے خلاف استعمال کرے گا۔ تم انکار کرو گے تو وہ اپنی چھاتا بردار فوج جزیرے پر اتار دے گا۔ اس میں سراسر تمہارا نقصان ہے۔"

کبانہ پریشان ہو کر بولا۔ "آپ اسے سمجھائیں یہاں فوج اُتارنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اگر اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے آدمیوں کو استعمال کر سکتا ہے۔ لیکن میں غیر جانبدار رہوں گا۔ پارس کو قیدی نہیں بناؤں گا اُسے آزاد چھوڑ کر یہ تاثر دوں گا کہ میں اس کا دشمن نہیں ہوں۔ وہ جس طرح اپنا بچاؤ کر سکتا ہے کرتا رہے۔"

"یہ مناسب فیصلہ ہے۔ میں ابھی سُپر ماسٹر سے بات کرتا ہوں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ کبانہ نے ریسیور رکھ کر حوانا اور جولیس سے کہا۔ "پارس کی طرف سے خاموشی ہے۔ کیا اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا حوانا ہمارے آدمیوں کو استعمال نہیں کرے گا؟"

جولیس نے کہا۔ "ضرور کرے گا۔ دونوں طرف کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہی آدمیوں کو استعمال کریں گے۔"

حوانا نے کہا۔ "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، پارس اور علی تیمور نے کبھی اپنے باپ کی بھی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لیا۔ میری ان معلومات کی تصدیق یوں ہو رہی ہے کہ ابھی تک اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہم سے کسی طرح کا رابطہ نہیں کیا ہے۔"

کبانہ نے کہا۔ "ہو سکتا ہے فرہاد کی فیملی کے دوسرے ممبران کو پارس کے اغوا ہونے کی اطلاع نہ ملی ہو۔"

حوانا چونک کر بولی۔ "بالکل یہی بات ہے۔ بھائی کبانہ ابھی تم نے کہا ہے کہ غیر جانبدار رہو گے۔ تمہارا فرض ہے دونوں کی طاقتوں کا توازن برقرار رکھ کر غیر جانبدار ہو جاؤ۔ پارس کی طاقت ابھی کم ہے۔ لہٰذا سونیا یا علی تیمور کو اس کے موجودہ حالات کا علم ہونا چاہیے۔ وہاں سے پارس کو طاقت ملے گی تو ہم غیر جانبدار ہو کر ان کے لڑنے مرنے کا تماشا دیکھیں گے۔"

"انصافاً یہی ہونا چاہیے۔ لیکن سُپر ماسٹر کو یہ منظور نہیں ہو گا۔"

"ہم انصاف کرنے والی بات اُس کے علم میں نہیں لائیں گے۔"

لاروش کبانہ نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "اگر ہم صرف سُپر ماسٹر سے خوف زدہ رہ کر اس کا ساتھ دیں گے اور پارس اُس پر غالب آ جائے گا تو وہ ہمیں برباد کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے گا۔ اگر ہم نے درپردہ اُس کی بھی مدد کی تو وہ یہاں سے ہمارا دوست بن کر جائے گا۔"

سیکرٹری نے کہا۔ "ہمیں ایسا ہی درمیانہ راستہ اختیار کرنا چاہیے۔"

فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ کبانہ نے ریسیور اُٹھا کر اسپیکر کو آن کر دیا۔ دوسری طرف سے اسپین کے اعلیٰ حکام نے کہا۔ "سُپر ماسٹر تمہارے غیر جانبدار رہنے پر راضی ہے ابھی وہ ایک منٹ بعد تم سے فون پر بات کرے گا۔ اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلاؤ۔"

کبانہ نے تعاون کرنے کا وعدہ کر کے ریسیور رکھ دیا۔ پھر سیکرٹری سے کہا۔ "سُپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے مسلح جوانوں کے دماغوں میں جائے گا تو ہماری فوج پھر ہماری نہیں رہے گی۔ اسی کے اشارے پر عمل کرے گی وہ کسی موقعے پر ہماری فوج کو ہمارے ہی خلاف استعمال کر سکتا ہے۔"

سیکرٹری جولیس نے کہا۔ "میں اس پہلو پر غور کر چکا ہوں ہم سُپر ماسٹر کو ناراض نہیں کر سکتے۔ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری فوج میں ضرور گھسے گا۔ بچاؤ کی ایک ہی تدبیر ہے ہمارے جتنے فوجی جوان یوگا کے ماہر ہیں میں اُن کی ڈیوٹی محل میں لگا رہا ہوں۔ اور جتنے جوانوں کی وفاداری کا ہمیں یقین ہے۔ انھیں حکم دینے جا رہا ہوں کہ وہ گونگے بن جائیں صرف اشارے میں یا تحریر کے ذریعے کوئی خاص بات کریں۔ باقی فوجیوں کو ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹریپ کر سکتا ہے۔ ہم بڑی حد تک محفوظ رہیں گے۔"

فون کی گھنٹی سُنائی دی۔ کبانہ نے ریسیور اُٹھا کر اس کو آن کیا۔ نائب سُپر ماسٹر کی آواز سُنائی دی۔ "ہیلو ہز ہائی نس لاروش کبانہ! اب تک تمہیں یقین ہو چکا ہو گا کہ میں سُپر ماسٹر ہوں۔"

"جی ہاں۔ آپ کو بھی میری وفاداری کا یقین ہو جائے گا۔ میں غیر جانبدار رہ کر بھی اپنی فوج آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے حوالے کر رہا ہوں۔"

"ہز ہائی نس کا شکریہ! کیا آپ کے جزیرے میں تہ خانے ہیں؟"

"ہاں ہیں۔"

"ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا جو آلۂ کار تمہارے پاس تیراب مانگنے آئے، اُسے دے دینا ضرورت پیش آئے گی تو پھر رابطہ کروں گا۔"

اُدھر سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ کبانہ نے ریسیور رکھ کر کہا۔ "جولیس! جاؤ۔ اپنے وفاداروں کی ڈیوٹی محل کے آس پاس لگا دو۔ جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں انھیں اچھی طرح تاکید کر دو کہ وہ تنہائی میں دیوار سے بھی باتیں نہ کریں گونگے بنے رہیں۔"

سیکرٹری جولیس محل سے باہر آیا۔ حوانا اُس کے ساتھ تھی۔ اُس نے پوچھا۔ "پارس وغیرہ کو کہاں قید کیا گیا ہے؟"

"محل کے پیچھے تہ خانے میں۔ وہاں ہمارے وفادار ہیں اگر کسی پر شبہ ہو تو آپ اُس کی ڈیوٹی تبدیل کر سکتی ہیں۔"

وہ محل کے اندر واپس آئی۔ اُس کی خواب گاہ سے بھی ایک راستہ تہ خانے کی طرف جاتا تھا۔ وہ اپنے کمرے کے چور دروازے سے تہ خانے میں آئی۔ وہاں ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں کھانے پینے کا سامان سربند ڈبوں میں محفوظ رکھا ہوا تھا۔ کچھ پہننے اوڑھنے کا سامان اور کئی طرح کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ دشمنوں کی طرف سے کوئی مصیبت آنے پر وہاں چھپ کر مہینوں زندہ رہا جا سکتا تھا۔

تہ خانے کے اُس حصّے میں صرف وہ آ سکتی تھی۔ اس کے بھائی کبانہ اور سیکرٹری جولیس کے لیے تہ خانے کے دوسرے حصّے مخصوص تھے۔ وہ ہال نما کمرے کا ایک اور چور دروازہ کھول کر ایک راہداری میں پہنچی پھر وہاں کے مختلف حصّوں سے گزرتی ہوئی قید خانے میں پہنچ گئی سلاخوں کے پیچھے پارس، جیوبل اور سوسانہ دکھائی دیے۔ وہاں کھڑے ہوئے مسلح پہرے داروں نے ایڑیاں بجا کر حوانا کو سیلوٹ کیا۔ پارس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "ایک مدت کے بعد حسین چہرہ دکھائی دیا ہے۔ یہ چاند کب تک یہاں جگمگاتا رہے گا؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تم پارس ہو؟"

وہ بولا۔ "لوگ کہتے ہیں بے نام ہوں میں۔ حسینوں سے پوچھو بے نام نہیں بدنام ہوں میں۔"

وہ پلٹ کر ایک پہرے دار سے بولی۔ "تم کتنی دیر سانس روک سکتے ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "دس منٹ۔"

وہاں چھ پہرے دار تھے۔ انھوں نے بھی پوچھنے پر یہی جواب دیا وہ سب یوگا کے ماہر تھے۔ حوانا نے کہا۔ "تم سب اچھی طرح سُن لو۔ کسی بھی برائی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لینا۔ ایک سیکنڈ کے لیے بھی کسی کو دماغ میں آنے کی اجازت نہ دینا۔ سُپر ماسٹر کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ایسے فوجیوں کو پارس کے خلاف استعمال کرے گا جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ تم لوگ اپنے کسی فوجی ساتھی کی کسی بات پر عمل نہیں کرو گے کیوں کہ اس فوجی ساتھی کے پیچھے وہی خیال خوانی کرنے والا بول سکتا ہے۔"

انھوں نے کہا کہ وہ اچھی طرح اس تاکید کو سمجھ گئے ہیں اپنے آقا، اپنی مالکہ اور سیکرٹری صاحب کے سوا کسی کا حکم نہیں مانیں گے۔ حوانا نے انھیں محل میں جانے کے لیے کہا۔ پھر پلٹ کر بولی۔ "تمہارا نام سوسانہ ہے؟"

"ہاں میں سوسانہ ہوں اور یہ میرا جبریل ہے۔"

"میں نے سُنا ہے تم دونوں حیرت انگیز اور غیر معمولی

جسمانی قوتوں کے حامل ہو۔"

"تم نے غلط نہیں سُنا ہے۔"

"پھر قید میں کیوں ہو؟ کیا ان سلاخوں کو یا تالے کو توڑ نہیں سکتے؟"

"بالکل توڑ سکتے ہیں لیکن یہ پارس میرا بھائی ہے۔ اس نے ابھی ہمیں آرام کرنے کے لیے کہا ہے۔"

حوانا نے پارس سے کہا: "اس کا مطلب ہے تم اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے کی مدد حاصل کرنے میں چُپ چاپ مصروف ہو۔"

"میں کبھی خیال خوانی کرنے والے کی مدد قبول نہیں کرتا۔ یوں بھی ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ ماما بیمار ہیں اور آرمر ہمارا ساتھ چھوڑ چکا ہے۔ اگر اس وقت کوئی ہوتا اور میرے دماغ میں آتا تو اُس سے اتنا کہتا کہ فرانسیسی حکام کو مطمئن کر دینا کہ ہم خیریت سے ہیں۔ کل صبح سات بجے ہمارے لیے ایک طیارہ بھیج دیا جائے جس میں تین سو مسافر سفر کر سکیں۔"

حوانا نے تعجب سے پوچھا: "کیا تمھیں یقین ہے کہ صبح سات بجے تم یہاں سے زندہ سلامت چلے جاؤ گے؟"

"ہاں پورے تین سو مسافروں کے ساتھ۔"

"تو پھر صبح سات بجے کیوں؟ اُتنے پُراعتماد ہو تو ابھی طیارہ منگوا لو۔ میں تمھیں ٹرانسمیٹر دوں گی۔"

"ٹرانسمیٹر کا شکریہ، مجھے اس کی ضرورت ہے۔ مجھے تنہا یہاں سے نکلنا ہوتا تو ابھی نکل جاتا۔ تین سو مسافروں کو صحیح سلامت لے جانے اور دشمنوں سے نمٹنے میں رات گزر جائے گی۔"

جبریل نے کہا: "مس حوانا! تمھاری باتوں اور حرکتوں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ تم واقعی ہماری مدد کرنے والی ہو۔"

"ہاں میں یہ آہنی دروازہ کھول سکتی ہوں۔ لیکن تمھاری شہ زوری دیکھنا چاہتی ہوں۔ اسے کھول کر باہر آجاؤ۔"

جبریل نے پارس سے پوچھا: "کیا کہتے ہو؟"

پارس نے کہا: "حوانا! یہ دروازہ تمھاری مدد کے بغیر کھل جائے گا۔ پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟ اور ہماری مدد کیوں کرنا چاہتی ہو؟"

"میں اس جزیرے کے مالک کی بہن ہوں۔ ہم سُپر ماسٹر کے دباؤ میں ہیں۔ اس کی کسی بات سے انکار کریں گے تو وہ منٹوں میں اس جزیرے کو تباہ کر دے گا۔ دوسری طرف ہم بھائی بہن تم سے دشمنی نہیں چاہتے۔ سُپر ماسٹر کی لاعلمی میں تمھاری ہر طرح سے مدد کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا ہم قید خانے سے نکل کر جائیں گے تو سُپر ماسٹر کو شبہ نہیں ہوگا؟"

"اسی لیے میں دروازہ نہیں کھول رہی ہوں اسے توڑنا کو کہہ رہی ہوں۔"

پارس نے مسکرا کر جبریل سے کہا: "لڑکی چالاک ہے۔ چلو تالا توڑ دو۔"

جبریل نے سلاخوں کے درمیان سے ایک ہاتھ باہر نکال کر تالے کو پکڑا پھر ایک زور کا جھٹکا دیا۔ کھٹاک کی آواز کے ساتھ تالا ٹوٹ کر فرش پر آگیا۔ دروازہ کھل گیا۔ حوانا خوش ہو کر بولی: "کمال ہے۔ میں نے ایسی جسمانی قوت آج تک کسی انسان میں نہیں دیکھی۔"

پارس نے کہا: "تم مجھے ایک ٹرانسمیٹر دینے والی تھیں۔"

"ہاں میرے ساتھ آؤ۔"

وہ تینوں کو ساتھ لے کر تہ خانے کے مختلف راستوں سے گزرتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں آئی پھر بولی: "یہ ہمارا محل ہے۔ میں نے تمھیں چور دروازے بتا دیے ہیں۔ صرف سوچ کر کہ فرہاد کا بیٹا اپنی زبان کا دھنی ہوگا، سُپر ماسٹر کے سامنے ہماری چھپی ہوئی دوستی کا راز کبھی فاش نہیں کرے گا۔"

"فرہاد کا بیٹا تمھارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائے گا۔ پلیز اب مجھے ٹرانسمیٹر دو۔"

وہ اُسے اپنے اسٹور روم میں لے کر آئی۔ وہاں ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ پارس نے اُسے آپریٹ کر کے رابطہ قائم ہونے کے چند سیکنڈ بعد سونیا کی آواز سُنائی دی۔ پارس نے کوڈ ورڈ ادا کرنے کے بعد کہا: "ماما! ہمارا طیارہ جزیرہ ماٹروری پہنچ گیا ہے۔ یہاں سُپر ماسٹر مجھے، سوسان، جبریل، کو بے بس کر کے قتل کر دینا چاہتا ہے۔"

"فکر نہ کرو بیٹے! میں آرہی ہوں۔"

"نہیں ماما! آپ نہیں آئیں گی۔ کوئی نہیں آئے گا۔ آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ میں کسی کی مدد کا محتاج ہوں؟"

"مجھے فخر ہے کہ تم کسی کے محتاج نہیں ہو۔ یہ بتاؤ تم نے رابطہ کیوں کیا ہے؟ تمھاری کوئی ضرورت ہوگی؟"

"میں اپنے لیے نہیں سیکڑوں مسافروں کے لیے ایک طیارہ چاہتا ہوں۔"

"وہ چند گھنٹوں میں وہاں پہنچ جائے گا۔"

"اُسے صبح سے پہلے نہیں پہنچنا چاہیے۔ ورنہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اس طیارے میں بھی خرابی پیدا کر دے گا۔"

"ابھی بات ہے طیارہ کل صبح پہنچے گا۔ اور کچھ؟"

"نو تھینکس۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ حوانا نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تمھیں ہیرو بننے کا شوق ہے؟ مادام سونیا کا نام سُن کر دشمنوں کو پسینہ آجاتا ہے اور تم نے انھیں یہاں آنے سے منع کر دیا۔ آخر کیوں؟"

پارس نے اُسے نظر بھر کے دیکھا۔ وہ نظریں چُراتے ہوئے بولی: "اس طرح کیا دیکھ رہے ہو؟"

وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا: "میری ممّا نے یہاں قدم رکھا تو یہ جزیرہ دنیا کے نقشے سے مٹ جائے گا۔ وہ دو ہی باتیں جانتی ہیں۔ تخت پر بیٹھتی ہیں یا تختہ کر دیتی ہیں۔ میں تمھارے جزیرے کی تباہی نہیں چاہتا۔ تم نے قید خانے میں اگر دوستی کی ابتدا کی تھی، میں انتہا کروں گا۔ باہر سے کسی کو جزیرے میں آنے نہیں دوں گا۔"

"تم انھیں کو آنے سے روک سکتے ہو، مگر ہمیں دھڑکا لگا ہے اگر وہ خیال خوانی کرنے والا تم پر غالب نہ آسکا تو سُپر ماسٹر یہاں اپنی فوج اُتار دے گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا: "میری ٹرانسمیٹر کال کے بعد سُپر ماسٹر کا باپ بھی یہاں فوج نہیں اُتارے گا۔"

اس نے تعجب سے پوچھا: "تم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایسی کیا بات کہہ دی ہے کہ یہاں فوج نہیں آئے گی؟ میں تمام باتیں سُن رہی تھی۔ تم نے تو کسی کی مدد لینے سے بھی انکار کر دیا۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولا: "میری ممّا، مکار زمانہ کہلاتی ہیں، مگر بیٹے کے سامنے مکاری بھول کر صرف ماں بن جاتی ہیں۔ میری یہ بات ان کے لیے چیلنج بن گئی ہوگی کہ یہاں میری مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔ جب میری مدد کو کوئی نہیں آئے گا تو تمام دشمن کی فوج کو بھی جزیرے میں آنے نہیں دیں گی۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تم نے مادام سونیا کے ذریعے ہمیں تحفظ فراہم کیا ہے۔ اوہ پارس تم کتنے گریٹ ہو آئی لو یو۔ آئی لو یو۔"

وہ خوشی سے لپٹ کر بولی: "اگر واقعی مادام نے فوج کو یہاں آنے سے روک دیا تو میں تمھارے قدموں میں بچھ جاؤں گی۔"

اچانک اسے خیال آیا کہ وہ ایک جوان سے لپٹ گئی ہے۔ اس نے فوراً ہی الگ ہو کر مُنہ پھیر لیا۔ وہ محل میں رہنے والی بہت مغرور تھی۔ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ کسی کو اتنے قریب سے گلگلنے کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ اس کا سایہ بھی اس کے کورے بدن پر پڑے۔ وہ مغرور سینہ آپے سے باہر ہو کر اُس کے گلے لگ گئی تھی۔

پھر وہ جلدی سے نظریں چُراتی ہوئی اسٹور روم سے باہر آگئی۔

پارس نے سونیا کے متعلق درست کہا تھا۔ وہ اپنی ممّا کی رگ رگ سے واقف تھا۔ ٹرانسمیٹر کے آف ہوتے ہی سونیا نے فرانس کے حکام سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا: "میں ابھی سُپر ماسٹر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ فوراً۔ اسی وقت۔"

صرف پانچ منٹ کے اندر رابطہ قائم ہو گیا۔ سُپر ماسٹر نے کہا: "ہیلو مادام مجھے توقع تھی کہ بابا صاحب کے ادارے سے کوئی پارس کی زندگی کی بھیک مانگنے آئے گا۔ لیکن یہ نہیں سوچا تھا کہ تم بھکنے آؤ گی۔"

وہ بولی: "سُپر احمق! تجھ سے پہلے درجنوں سُپر احمق آئے اور میرے قدموں کی چاپ سُن کر لرزتے رہے۔ اُس سُپر کرسی پر بیٹھنے والا ہر حاتم یہی کہتا رہا کہ سونیا جب بھی آتی ہے قیامت لے کر آتی ہے۔ آج تو بھی یہی کہے گا۔"

"تم دھمکیاں نہیں دیتی تھیں، جو کرنا ہوتا تھا، وہ کر گزرتی تھیں آج کیا بات ہے، صرف دھمکی دے رہی ہو۔"

"تم سمجھ کر بھی نہیں سمجھ رہے ہو۔ پہلے میں کر گزرتی ہوں پھر سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کے لیے دھمکی دیتی ہوں۔ تمھارا ایک خاص خیال خوانی کرنے والا پرنس ڈیگر پچھلے کئی دنوں سے میری قید میں ہے۔"

سُپر ماسٹر کو چُپ لگ گئی۔ حالاں کہ وہ خیال خوانی کرنے والا قدیمی نہیں تھا، سونیا کا عاشق تھا۔ دیوانہ تھا۔ اس کے لیے سُپر ماسٹر کو چھوڑ آیا تھا۔ آزادی سے فرہاد کا چہرہ بنائے گھوم رہا تھا۔ یہ حقیقت سُپر ماسٹر نہیں جانتا تھا اُسے یقین کرنا پڑتا کہ اپنا ٹیلی پیتھی جاننے والا تلاش بسیار کے باوجود کسی ملک، کسی شہر میں نہیں ملا، وہ ضرور سونیا کے جال میں پھنسا ہوا ہوگا۔

اس نے پوچھا: "میں کیسے یقین کر لوں کہ وہ تمھاری قید میں ہے؟"

"تمھیں یقین آئے گا جب دو گھنٹے کے اندر میں تمھارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کر لوں گی اور اگر نہ کر سکی تو اسے مار ڈالوں گی۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے آہنی دیواروں کے پیچھے ہوتے ہیں۔ میری کسی کوتاہی یا غفلت کے باعث پرنس ڈیگر ہاتھ سے نکل گیا۔ اب کوئی دوسرا تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"تو پھر میں دو گھنٹے کی مہلت ختم کرتی ہوں۔ جاؤ اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی گنتی کرو۔ ابھی چند منٹوں میں ایک خیال خوانی کرنے والا کم ہو رہا ہے۔"

اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر ٹیلیفون کے ذریعے مجھ سے کہا "میرے پاس آؤ۔"

مَیں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں آکر کہا "مَیں آگیا۔ ایسے وقت محبوب اپنے بچھڑے ہوئے محبوب کو پکارتی ہے تو وہ کہتا ہے کاش میرے پر ہوتے اور مَیں اُڑ کر چلا آتا۔ مَیں سچ مچ اُڑ کر آتا ہوں مگر تم قدر نہیں کرتی ہو۔"

"تمہاری قدر کرنے والیاں بہت ہیں۔ کام کی بات کرو۔ سُپر ماسٹر نے پارس، سوسانہ اور جبریل کو ایک جزیرے میں پہنچا دیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ انھیں نقصان پہنچائے، مَیں اس کی کمزوریوں سے کھیلنے لگی ہوں۔ مَیں نے دعویٰ کیا ہے کہ پرنس ڈیگر میری قید میں ہے اور مَیں چند منٹوں میں اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کر رہی ہوں۔"

"مَیں سمجھ گیا۔ تم کینی پال عرف جان ڈیگر کو اغوا کرانا چاہتی ہو۔"

"ہاں۔ مگر میرے چیلنج کے بعد وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سخت پہرے میں رکھے گا۔ بہتر ہے تم... کینی پال کو ختم کر دو۔"

مَیں نے ہنستے ہوئے کہا "اس کے بعد تم اس کے تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موت کی پیش گوئی کرو گی اور وہ بوکھلا جائے گا۔"

"ہاں، پرنس ڈیگر ہماری طرف آگیا ہے۔ کینی پال مارا جائے گا تو سُپر ماسٹر تمہارا نقصان نہیں اٹھانا چاہے گا وہ فوراً سمجھوتے پر راضی ہو جائے گا۔"

مَیں کینی پال کے دماغ میں آگیا۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے نائب سُپر ماسٹر کی باتیں سُن رہا تھا۔ اس سے کہا جا رہا تھا کہ سونیا ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کرنے والی ہے۔ اگرچہ یہ چیلنج مضحکہ خیز لگتا ہے لیکن ہمارا پرنس ڈیگر لاپتا ہو چکا ہے۔ سونیا کے دعوے کے مطابق وہ اس کی قید میں ہے۔ وہ چڑیل جب کوئی دعویٰ کرتی ہے تو اُس کی صداقت کا یقین بھی دلا دیتی ہے۔ لہٰذا محتاط رہو۔ کوئی فون ریسیو نہ کرو۔ کسی کے سامنے نہ جاؤ۔ ایک منٹ کے اندر ایک فوجی گاڑی تمہیں لینے آرہی ہے۔"

کینی پال نے جواب دیا "مَیں تیار ہوں اور پوری طرح محتاط ہوں۔"

ٹرانسمیٹر سے گفتگو ختم ہو گئی۔ وہ سوچنے لگا "مَیں محتاط ہوں۔ لیکن میرے دماغ پر قبضہ جمانے والا آئے گا تو مَیں کیا کر سکوں گا۔"

وہ سوچتا ہوا ایک ایسے کمرے میں آیا جہاں مختلف قسم کے ہتھیار تھے۔ اُس نے تعجب سے سوچا "مَیں اس کمرے میں کیوں آیا ہوں؟"

مَیں نے اس کی سوچ میں کہا "محتاط رہنے کے لیے مجھے ایک آدھ ہتھیار کی ضرورت ہے۔"

اس نے میری مرضی کے مطابق دو ہینڈ گرینیڈ اٹھا کر جیکٹ کے اندر چھپا لیے۔ ایک رائفل اور چند کارتوس لے لیے۔ اتنی دیر میں فوجی جوان آگئے۔ وہ رائفل لے کر باہر آیا۔ ایک فوجی افسر نے کہا "مسٹر پال! اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آپ کی حفاظت کے لیے مسلح ہیں۔"

کینی پال نے ایک کاغذ اور قلم اشارے سے مانگا۔ پھر کاغذ پر لکھا "تم لوگ میرے محافظ ہو پھر بھی میں اپنی آواز نہیں سناؤں گا۔ میری اپنی احتیاطی تدابیر میں سے ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ مَیں اپنے پاس ہتھیار رکھوں۔"

کینی پال فوج کا سینئر افسر تھا۔ کسی نے اس سے بحث نہیں کی۔ اس کی رہائش گاہ کے سامنے دو فوجی گاڑیوں کے درمیان ایک ایمبولینس کھڑی ہوئی تھی۔ افسر نے اُسے ایمبولینس کے پچھلے حصے میں بیٹھنے کو کہا۔ جب اس کا دروازہ کھولا گیا تو اندر ایک اسٹریچر بیڈ پر ایک مریض لیٹی ہوئی تھی۔ کینی پال اس کے قریب ایک سیٹ پر آ بیٹھ گیا۔ افسر نے کہا "یہ مس جوراجوری ہیں۔ اچانک بیمار ہو گئی ہیں۔ انھیں اسپیشل میڈیکل ٹریٹمنٹ کے لیے لے جا جا رہے ہیں۔"

پھر اُس نے ٹرانسمیٹر آن کر کے دوسرے آرمی گروپ کے افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "مَیں مسٹر کینی پال اور مس جوراجوری کو لے جا رہا ہوں۔ مجھے جو راستے بتائے گئے ہیں، انھی راستوں سے گزرتا ہوا ہیڈ کوارٹر پہنچوں گا۔ راستے میں تم سے رابطہ رکھوں گا۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ فوجی جوانوں نے ہمارے

طرف کا پچھلا دروازہ بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سے گاڑیاں چل پڑیں۔ مس جوراجوری بیمار تھی۔ اگر وہ کوئی عام لڑکی ہوتی یا فوج کے کسی شعبے سے تعلق رکھتی تو اُسے کسی اسپتال میں کسی دوسری ایمبولینس میں پہنچایا جاتا۔ لیکن اُس بیمار کو اسپیشل ٹریٹمنٹ کے لیے ایسے وقت ہیڈ کوارٹر پہنچایا جا رہا تھا جب کہ وہاں کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کسی ایک کی شامت آئی ہوئی تھی۔ ان اقدامات سے صاف ظاہر تھا کہ وہ لڑکی بہت اہم ہے اور ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

کینی پال میری مرضی کے مطابق اس پر جھک گیا۔ اس کی پیشانی کو چھو کر دیکھا۔ وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ عیادت کے انداز میں چھونے سے وہ مسکرانے لگی۔ وہ سرگوشی میں بولا "یہاں ہماری آواز اور لہجہ کوئی نہیں سُنے گا۔ اس لیے مَیں تمہارا حال دریافت کر رہا ہوں۔ کیا بہت کمزوری محسوس کر رہی ہو؟"

اُس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ مَیں چاہتا تھا، وہ زبان سے کچھ بولے۔ کینی پال نے پوچھا "بخار کب سے ہے؟"

اُس نے رسٹ واچ والی طرف اشارہ کر کے چار انگلیاں دکھائیں یعنی چار گھنٹے سے بخار میں مبتلا ہے۔

کینی پال نے پوچھا "تم زبان سے کیوں نہیں بولتیں؟ یہاں کسی سے خطرہ نہیں ہے۔ ہم دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ سُپر ماسٹر کے وفادار ہیں۔ اس بند گاڑی میں کوئی دُشمن نہیں آئے گا۔ پلیز کچھ بولو۔ میں سُننا اور دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے جیسی حسین لڑکی کی آواز میں کتنا حسن ہے۔"

اُس نے انکار میں سر ہلایا۔ تب کینی پال نے میری مرضی کے مطابق رائفل سیدھی کی پھر اُس کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے بولا "کسی کو مدد کے لیے پکارنے سے پہلے سوچ لینا کہ پکارتے ہی تمہارا گولی سے نکاح ختم ہو جائے گا۔ کسی دُشمن خیال خوانی کرنے والے کا ڈر ہے تو وہ تمہارے دماغ میں آجائے گا جبکہ یہاں کوئی ہمارا تمہارا دُشمن نہیں ہے۔"

وہ سہمی ہوئی سی بولی "تم... تم دُشمن نہیں ہو تو یہ رائفل ہٹاؤ۔ نہیں تو گولی چل جائے گی۔"

اُس نے کنپٹی سے رائفل ہٹالی۔ مَیں نے کہا "شاباش کینی پال! اب تم آرام سے بیٹھے رہو۔"

مَیں جوراجوری کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک کرنل کی بیٹی تھی۔ پولیٹیکل سائنس کی اسٹوڈنٹ تھی، نہایت ذہین تھی۔ ذہین تو اور بہت سی لڑکیاں ہوتی ہیں، چونکہ وہ فوج کے کرنل کی بیٹی تھی، اس لیے اُسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا گیا تھا۔ اب اُسے معاملہ فہمی، حاضر دماغی، سیاسی چالبازی اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہنے کی تربیت دی جا رہی تھی۔ یوگا کی مشقوں کے علاوہ گوریلا فائٹنگ کی بھی ٹریننگ دی جا رہی تھی۔

ٹریننگ کے دوران اسے والدین اور دوسرے رشتہ داروں سے دُور فوجی ہاسٹل میں رکھا گیا تھا۔ اس وقت اُسے ہاسٹل سے ہیڈ کوارٹر لے جایا جا رہا تھا۔ وہ تین منٹ تک سانس روکنے کی عادی ہو چکی تھی۔ اس وقت بیماری کے باعث میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔ ویسے صحت یاب ہوتے ہی اس کا دماغ میری خیال خوانی کی گرفت سے نکل سکتا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق اُسے صحت یاب ہونے میں چار یا چھ گھنٹے لگ سکتے تھے۔ اتنی دیر میں اُسے اپنی معمولہ بنانے کی کوئی تدبیر کی جا سکتی تھی۔ فی الحال ایمبولینس میں سفر کرنے کے دوران کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔ گاڑیاں ایک جگہ رُک گئیں۔ افسر نے ایمبولینس کا پچھلا دروازہ کھول کر کہا۔ "مسٹر پال! باہر آجائیں۔"

وہ باہر آگیا۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔ وہ ایمبولینس جوراجوری کو لے کر آگے چلی گئی۔ کینی پال ایک افسر کے ساتھ چلتا ہوا کمانڈر انچیف کے دفتر میں آیا۔ کمانڈر نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر پال! تمہیں سونیا کے چیلنج کے متعلق معلوم ہو چکا ہوگا۔ ہم حفاظتی تدابیر پر عمل کر رہے ہیں۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مختلف پناہ گاہوں میں منتقل کر رہے ہیں۔ تمہیں یہاں لایا گیا ہے تم ایسے وفاداروں میں سے ہو، جن سے کبھی دھوکا نہیں ہو سکتا۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق تم بالکل نارمل ہو۔ تمہاری جسمانی اور دماغی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ پھر اِدھر چند منٹوں میں اگر تم اپنے اندر کوئی غیر معمولی تبدیلی محسوس کر رہے ہو تو کھل کر بیان کرو۔"

"مَیں کوئی تبدیلی یا کسی قسم کی بے چینی محسوس نہیں کر رہا ہوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دُشمن میرے دماغ تک پہنچ سکتا ہے جبکہ بابا صاحب کے ادارے میں آدھر نہیں رہا۔ سونیا زیرِ علاج ہے پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی کہیں دُور سے زوردار دھماکا سنائی دیا۔ وہ دونوں چونک گئے۔ کھڑکی کے پاس آکر باہر دیکھا۔ باہر چند فوجی جوان ایک سمت دیکھ رہے تھے دو گاڑیاں تیزی سے جا رہی تھیں۔ کمانڈر نے پوچھا "یہ بلاسٹنگ کی آواز ایسی تھی؟"

ایک جوان نے کھڑکی کے سامنے الرٹ ہو کر کہا "ہیڈ کوارٹر کی باؤنڈری سے دُور شعلے اُٹھ رہے ہیں اور دُھواں پھیلتا جا رہا ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کمانڈر تیزی سے چلتا ہوا میز کے پاس آیا پھر ریسیور اُٹھا کر بولا "ہیلو۔ میں کمانڈر انچیف بول رہا ہوں۔ یہ دھماکا کیسا تھا؟"

دوسری طرف سے جواب ملا "سر! ابھی دو منٹ پہلے ہمارے ایک ہیلی کاپٹر نے پرواز کی تھی۔ مسٹر اینڈرسن کو واشنگٹن روانہ کیا گیا تھا۔ وہی ہیلی کاپٹر جانے کیسے گر کر تباہ ہو گیا ہے۔ تحقیقات کے بعد اس حادثے کا سبب معلوم ہو گا۔ آپ سپر ماسٹر کو یہ افسوس ناک خبر سنا دیں کہ سونیا نے اپنے چیلنج کے مطابق ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ختم کر دیا ہے۔"

یا حیرت! نہ ہلدی لگی نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا ہو گیا۔ میں نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے اینڈرسن کو نہیں مارا۔ اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور سونیا کا چیلنج پورا ہو گیا۔ میں نے سونیا کو یہ بات بتائی۔ اس نے کہا "یہ تو کمال ہو گیا۔ جسے ہم جانتے بھی نہیں تھے، وہ فنا ہو گیا۔ اُس کی موت نے کینی پال کی عمر بڑھا دی ہے۔ اُس مہرے کو ابھی محفوظ رکھو۔"

"صرف وہی نہیں، ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی کے دماغ میں جگہ بنا چکا ہوں۔ اُسے چند گھنٹوں میں اپنی معمولہ بنا لوں گا۔"

"تم قبر سے اُٹھ کر آنے کے بعد بڑی تیزی سے کارنامے دکھاتے جا رہے ہو۔ جاؤ اُس پر تو یہی عمل کرو۔ ورنہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

میں بس جوزا جوری کے پاس چلا گیا۔ سونیا نے اعلیٰ حکام سے کہا "پلیز، سپر ماسٹر سے میری بات کرا دیں۔"

رابطہ قائم ہوتے ہی سپر ماسٹر نے کہا "یو ڈرٹی لیڈی! بے شک وشبہ تم کالا جادو جاننے والی چڑیل ہو۔ مجھے بتاؤ تم اینڈرسن کو کیسے جانتی تھیں؟"

"مجھ سے سوال نہ کرو۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی گنتی کرو۔ پہلے پرنس ڈیگر پھر اینڈرسن، دو کم ہو گئے۔ اگر تم پندرہ منٹ کے اندر اپنی تمام سازشوں سمیت جزیرہ ماٹروری سے نہیں نکلو گے تو ٹھیک پندرہویں منٹ پر تمہارا تیسرا خیال خوانی کرنے والا اس گنتی سے کم ہو جائے گا۔"

وہ فون پر گرج کر بولا "تم ایسا نہیں کرو گی۔ تم بڑی مکاری ہو مجھے یہ تاثر دینا چاہتی ہو کہ میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اچھی طرح واقف ہو، جبکہ یہ ناممکن ہے۔ میں سپر ماسٹر ہو کر خود اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد نہیں جانتا ہوں تم کیسے جان سکتی ہو؟"

"ایسے ہی جیسے پردوں میں چھپے ہوئے پرنس ڈیگر اور اینڈرسن کو جان لیا ہے۔ میرے پاس تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام پتے اور اُن کی تصویریں ہیں۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ اگر سچی ہو تو ہمارے کسی خیال خوانی کرنے والے کا نام بتاؤ۔"

"مجھے ناداں بچی سمجھتے ہو مسٹر سپر! اسی پندرہ منٹ کے بعد تیسرے کو ٹھکانے لگا کر اس کا نام بتا دوں گی۔ جاؤ احتیاطی تدابیر پر عمل کرو۔"

"نہیں، میں جھگڑا بڑھانا نہیں چاہتا۔ آئندہ میری طرف سے پارس پر کوئی حملہ نہیں ہو گا۔ لیکن جیرمل اور سوسانہ ہماری ملکیت ہیں۔ ہم نے اُن پر ملین ڈالرز خرچ کیے ہیں۔ پارس سے کہو انھیں ہمارے حوالے کر دے۔"

"اگر تم ملین ڈالرز کسی مشین کی ایجاد پر خرچ کرتے تو وہ مشین تمہاری ملکیت ہوتی۔ یہ انسانی روبوٹ اپنے سینے میں دل اور دماغ میں قوتِ فیصلہ رکھتے ہیں۔ یہ غلام نہیں بنائے جا سکتے۔ یہ اپنی سوچ سمجھ کے مطابق جہاں رہنا چاہیں گے جس کے ساتھ رہنا چاہیں گے، تم اعتراض نہیں کرو گے۔ اپنی گھڑی دیکھو۔ پندرہ منٹ میں سے پانچ منٹ گزر چکے ہیں۔"

"میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جزیرے سے واپس بُلا رہا ہوں۔ اس کے بعد ہی تم سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنا چاہوں گا۔"

"میرے پاس جب بھی آؤ تو دوستی کا نقاب اُتار کر آنا ورنہ میں آں۔"

اس نے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا پھر اعلیٰ حکام سے رابطہ کر کے ان سے کہا "صبح ہونے تک ایک مسافر بردار طیارہ جزیرہ ماٹروری بھیج دیں۔ کچھ انجینئرز بھی جائیں گے تاکہ اغوا کیے ہوئے طیارے کی مرمت کر سکیں شکریہ۔"

اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ سوچنے لگی۔ جب پارس کو معلوم ہو گا کہ میں نے خیال خوانی کرنے والے دُشمن کو جزیرے سے بھگا دیا ہے تو وہ مایوس ہو جائے گا۔ وہ اپنی جنگ لڑتا آیا ہے۔ لڑائی کے دوران اپنے باپ کی بھی مداخلت پسند نہیں کرتا ہے۔ میری مداخلت پر بھی ناراض ہو گا۔ اُسے کسی دوسری طرح سمجھانا چاہیے۔

وہ بیٹے کو سمجھانے کا طریقہ سوچنے لگی۔

اُدھر جزیرے میں رات کے دس بجے تھے۔ حوانا نے جیرمل اور سوسانہ کو اپنے بیڈ روم میں آرام کرنے کے لیے یا محبت کرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا اور سمجھا دیا تھا کہ خطرہ محسوس ہوتے ہی وہ چور دروازے سے تہ خانے میں چلے جائیں۔

اُس نے دونوں کو سمجھا دیا تھا مگر اپنے دل کو سمجھا نہیں پا رہی تھی۔ پارس کو محل میں بے گھوم رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیوں اُس کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ آخر وہ کیا لگتا ہے؟

پہلے کوئی کچھ نہیں لگتا۔ صرف اچھا لگتا ہے۔ اس کے بعد کچھ کچھ لگنے لگتا ہے۔ پارس حفاظتی انتظامات دیکھنے کے لیے محل کے مختلف حصّوں میں جا رہا تھا۔ اُس نے حوانا کے بھائی لارڈش کبانہ اور سیکریٹری جولیس سے بھی ملاقات کی۔ انھیں یقین دلایا کہ سپر ماسٹر کی فوج جزیرے میں نہیں آئے گی۔ انھیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ صبح ہوتے ہی وہ تمام مسافروں کے ساتھ وہاں سے چلا جائے گا۔

حوانا نے اُسے اپنے بھائی اور سیکریٹری سے زیادہ گفتگو کا موقع نہیں دیا۔ یہ کہہ کر اُسے الگ لے آئی کہ مسافروں کو کھلایا پلایا جا رہا ہے، آؤ چل کر دیکھ لو۔ پھر اسے ایک طرف لے جا کر بولی "کیا صبح چلے جاؤ گے؟"

"میرے جانے سے یہ جزیرہ سلامت رہے گا۔"

"تم اتنی بات کہہ رہے ہو۔ تمہارے رہنے سے مجھے سلامتی کا یقین ہوتا ہے۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو۔ ذرا اپنے بھائی سے پوچھو۔ جب تک ہم رہیں گے اُسے سپر ماسٹر کی طرف سے دھڑکا لگا رہے گا۔"

"اگر بھائی کبانہ نے تمہیں یہاں رہنے کو کہا تو رہ جاؤ گے؟"

"مسٹر کبانہ وہ کبھی نہیں کہیں گے جو تم چاہتی ہو۔"

"تم میرے سوال کا جواب دو اگر بھائی نے رہنے کو کہا تو رہو گے؟"

"تم میرے سوال کا جواب دو۔ اگر تمہارے بھائی نے مجھے یہاں سے جانے کو کہا تو تم مجھے جانے دو گی؟"

"آں؟" وہ اس سوال پر گڑبڑا گئی۔ اپنے بھائی سے بہت محبت کرتی تھی۔ کبھی اس کی کسی بات کا بُرا نہیں مانتی تھی۔ ہمیشہ بہن کی آنکھ سے دیکھتی اور بہن کے دل سے چاہتی آئی تھی۔ یہ کوچاہی نہ تھا کبھی محبوبہ کی آنکھ سے کسی کو دیکھنا اور محبوبہ کے دل سے کسی کو چاہنا ہو گا۔ اگر اس چاہت پر بھائی کو اعتراض ہو گا تو کیا ہو گا؟ ایسے وقت بہن کے جذبات حاوی ہوں گے یا محبوبہ کے باغیانہ جذبات بھڑکیں گے؟

پارس نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ چونک کر بولی "آں؟ کچھ نہیں۔۔۔"

"کچھ تو سوچ رہی تھیں۔"

"ہاں۔ میں شاید کچھ بدل گئی ہوں۔ جو شام سے پہلے تھی وہ اب نہیں رہی۔ تم مجھے آہستہ آہستہ پاگل بنا رہے ہو۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"جواب یہی ہے کہ بھائی کبانہ میرا دل نہیں دُکھائیں گے۔ میں تمہاری میزبانی کرنا چاہوں گی، وہ اعتراض نہیں کریں گے۔ اب میرے سوال کا جواب دو۔"

"ابھی اپنے بھائی سے جا کر بولو کہ وہ مجھے یہاں رُکنے کے لیے کہہ دے۔"

"آؤ میرے ساتھ۔"

"نہیں، میں اس کمرے میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی گئی اور ابھی آئی۔"

وہ پارس کو چھوڑ کر کمرے سے باہر آئی۔ محل کے مختلف حصّوں سے گزر کر بھائی کے کمرے میں پہنچی۔ وہ سیکریٹری سے موجودہ حالات پر گفتگو کر رہا تھا۔ حوانا نے کہا "پارس نے یقین دلایا ہے کہ صبح تمام مسافروں کو لے جانے کے لیے طیارہ آئے گا۔ یہاں سے سب چلے جائیں گے لیکن میں پارس کو یہاں مہمان بنا کر رکھنا چاہتی ہوں۔"

کبانہ نے کہا "تعجب ہے تم اتنی ذہین اور معاملہ فہم ہو کہ یہاں اسمگلنگ کا خطرناک دھندا سنبھالتی ہو۔ چھٹے ہوئے بدمعاشوں کو قابو میں رکھتی ہو۔ ہمارے تمہارے دماغ میں ایک ہی بات اہم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ہمارا دھندا اور جزیرہ سلامت رہے۔ آج تم اسے مہمان بنا کر ہماری سلامتی کو نقصان پہنچانے والی بات کر رہی ہو۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تمہارے مُنہ میں میری بہن حوانا کی زبان بول رہی ہے۔"

"بھائی! کیا تم سمجھتے ہو کوئی میرے دماغ پر قبضہ جما کر میری زبان سے بول رہا ہے؟"

"بالکل یہی بات ہے۔ تم اپنے اختیار میں نہیں ہو۔"

"میں دس منٹ تک سانس روک لیتی ہوں۔ میرے دماغ میں کوئی نہیں آ سکتا۔"

جولیس نے کہا "جوانی کی ٹیلی پیتھی سب سے خطرناک ہوتی ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی پارس جانتا ہے۔ سانس روکنے کے باوجود تمہارے دل اور دماغ پر قبضہ جما چکا ہے۔"

"یو شٹ اَپ! تم بات کو کہیں سے کہیں لے جا رہے ہو۔"

لارڈش کبانہ نے ڈانٹ کر کہا "حوانا! تم جانتی ہو جولیس ہماری فیملی کے ایک ممبر کی حیثیت رکھتا ہے۔ تم سے زیادہ

ذہین اور تجربہ کار ہے۔ گزرے ہوئے وقت اور حالات کی نبضیں ٹٹولنا جانتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہ تمھارا ہونے والا جیون ساتھی ہے۔"

"اوہ نو۔ بھائی تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں اپنے ملازم کو جیون ساتھی بناؤں گی۔ تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

"میں صرف اپنے دھندے اور جزیرے کی سلامتی کو سوچتا ہوں۔ جولیس ہمارے ایک ایک راز سے واقف ہے۔ اگر تم کسی دوسرے کو جیون ساتھی بناؤ گی تو اسے بھی رازدار بنانا ہوگا۔ تم کسی کو بھی شوہر تو بنا سکتی ہو مگر راز دار نہیں بنا سکتیں۔ کیونکہ شوہر بے وفا نکلا تو اسے چھوڑ سکتی ہو۔ راز دار نے بے وفائی کی تو اسمگلنگ کے دھندے سمیت یہ جزیرہ دشمنوں کے ہاتھوں میں چلا جائے گا۔ اس لیے جذبات سے نہیں عقل سے بات کرو۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پھر رک گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ سیکریٹری جولیس نے اپیکر آن کرتے ہوئے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے نائب سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ لاروش کبانہ نے سیکریٹری سے ریسیور لے کر کہا۔ "یس میں کبانہ بول رہا ہوں۔"

"مسٹر کبانہ! ہم پسپا ہو رہے ہیں۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے جزیرے سے واپس چلا گیا ہے۔ وہاں کوئی خون خرابا نہیں ہوگا۔"

حوانا اور جولیس یہ باتیں سن رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ کبانہ نے بھی خوش ہو کر کہا۔ "ہم آپ کی اس مہربانی کو کبھی نہیں بھولیں گے۔ ویسے آپ ہماری حیرانی دور کریں۔ آپ نے اچانک ارادہ کیوں بدل دیا اور یہ پسپا ہونے والی بات کیوں کر رہے ہیں؟"

"ہماری کچھ مجبوریاں ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم دیں۔"

"تم ایک خدمت انجام دے سکتے ہو۔ اس کے عوض جو مانگو گے وہ ملے گا۔"

"مجھے سپر پاور کی امداد ملے اس سے بڑی بات اور کیا ہوگی۔ حکم دیں جناب۔"

"جیسرین اور سوسانہ کو تیزاب سے گلا دو۔"

"یہ تو پارس سے دشمنی ہوگی۔"

"کام یوں بھی ہو سکتا ہے کہ دشمنی کا پتا نہ چلے۔ پارس کسی ثبوت کے بغیر تمھیں الزام نہیں دے گا۔ تم کوئی ثبوت چھوڑے بغیر ان کو گلا کر نابود کر دو گے۔ اس کے عوض میں لاکھوں ڈالر نقد ادا کرنے کے علاوہ دو ہیلی کاپٹر اور ایک طیارہ دوں گا۔ جس قدر جدید ہتھیار چاہو گے وہ تمھیں ملتے رہیں گے۔"

کبانہ نے اس کی باتیں سنتے ہوئے حوانا اور جولیس کو دیکھا حوانا نے انکار میں سر ہلایا۔ جولیس نے اشارے میں کہا۔ "سوچ کر جواب دیا جائے گا۔"

کبانہ نے فون پر کہا۔ "مجھے سوچنے کی مہلت دیں۔"

"مسٹر کبانہ! وہاں ان کے لیے کسی وقت بھی طیارہ آسکتا ہے۔ سوچنے میں وقت ضائع کرو گے تو وہ دونوں پارس کے ساتھ چلے جائیں گے۔ بہرحال میں نے بہت بڑی آفر دی ہے۔ میرا کام ہو جائے گا تو تمھیں ایک سپر طاقت کی پشت پناہی حاصل ہو جائے گی۔"

فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ کبانہ نے ریسیور رکھ کر بہن سے پوچھا۔ "تمھیں سپر ماسٹر کی آفر پر اعتراض کیوں ہے؟"

وہ بولی۔ "ہم پیشے کے اعتبار سے اسمگلر ہیں، قاتل نہیں ہیں۔ پھر پارس کے دو سوتوں کو قتل کر کے فرہاد کی فیملی سے دشمنی مول لینا دانشمندی نہیں ہے۔ ان سے دشمنی کر کے خود سپر ماسٹر سکون سے نہیں رہتا ہے۔ ہمارا سکون تو بالکل ہی غارت ہو جائے گا۔"

جولیس نے کہا۔ "مس حوانا کی باتوں میں وزن ہے لیکن ہماری دنیا کے چھوٹے بڑے ممالک کسی سپر طاقت کی سرپرستی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اور ہمارا تو یہ ملک نہیں ہے۔ ایک ناخن برابر جزیرہ ہے۔ ہمارے دائیں سمت اٹلی، بائیں سمت اسپین ہے اور شمال میں فرانس جیسا بڑا ملک ہمارے سر پر مسلط رہتا ہے۔ ہم ان ممالک کے دباؤ میں رہتے ہیں۔ انھیں خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہمیں ایک سپر طاقت کی سرپرستی حاصل ہو جائے تو ہمارے آس پاس کے ممالک ہمیں خوش رکھنے کی کوششیں کریں گے تاکہ ہم اپنے جزیرے کو سپر طاقت کا فوجی اڈا نہ بننے دیں۔ میں مس حوانا سے گزارش کروں گا کہ وہ سیاسی چالوں کو اچھی طرح سمجھ کر سپر ماسٹر کی پیشکش کو قبول کریں۔"

کبانہ نے کہا۔ "ہم دونوں ریولوشن کو اس طرح فنا کریں گے کہ پارس ہم پر کبھی شبہ نہیں کرے گا۔ وہ یہی سمجھے گا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے نے ہماری فوج کے جوانوں کو آلۂ کار بنایا ہوگا اور ان کے ذریعے دونوں کو تیزاب سے گلا دیا ہوگا۔"

حوانا نے کہا۔ "میں اپنی زندگی میں سب سے زیادہ بھائی سے محبت کرتی ہوں۔ پھر جزیرے سے محبت کرتی ہوں۔ پارس سے بھی جزیرے کی سلامتی کے لیے دوستی چاہتی ہوں۔ اگر یہ یقین ہے کہ دونوں ریولوشن کو قتل کرنے سے حالات نہیں بگڑیں گے اور ہم ایک سپر طاقت کی سرپرستی حاصل کر کے فرہاد کی فیملی سے دشمنی مول نہیں لیں گے تو میں تم دونوں سے متفق ہوں۔"

کبانہ نے کہا۔ "تم اطمینان رکھو۔ پارس سے ہماری دوستی برقرار رہے گی۔ اس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے ہم اسے مہمان

نا کر رکھیں گے۔"

اس نے خوش ہو کر بھائی کے گلے میں بانہیں ڈال دیں پھر کہا۔ "اسی لیے تو میں دنیا میں سب سے زیادہ تمھیں چاہتی ہوں۔ تم کسی بھی طرح میری ہر بات مان لیتے ہو۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تم پارس کو یہاں سے گرین کا بیچ میں لے جاؤ۔ اسے دو گھنٹے سے پہلے محل کی طرف آنے نہ دو۔ باقی کام ہم کر لیں گے۔"

اس کی دلی مراد پوری ہو رہی تھی۔ وہ خوش ہو کر بھائی کے کمرے سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد لاروش کبانہ نے کہا۔ "جولیس! ہم بھائی بہن کی محبت کو تم اچھی طرح سمجھتے ہو۔"

"یس سر!"

"میں اپنی لاڈلی بہن کو جلد ہی تمھاری شریکِ حیات بناؤں گا۔"

"سر! آپ میری وفاداری کا بہت بڑا انعام دے رہے ہیں۔ یہ میری اوقات سے زیادہ ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم شادی کے بعد بھی حوانا کے شوہر نہیں نوکر بن کر اپنی اوقات میں رہو گے۔"

"یس سر! میں کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"کسی چوتھے رازدار کا راستہ روکنے کی یہی ایک صورت ہے کہ حوانا کو آزادی دی جائے۔ وہ جس سے بھی دوستی کرے جہاں بھی راتیں گزارے واپس تمھارے پاس محل میں آئے گی۔"

"یس سر! میں حوانا کی آزادی پر اعتراض کی جرأت نہیں کروں گا۔"

"اُس سے جو بھی بچے ہوں گے اُن کے باپ تم کہلاؤ گے۔"

"سر! یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہوگا کہ کبانہ خاندان کی آئندہ نسل میرے نام سے دنیا میں رہے گی۔"

دنیا دی دستور کے مطابق لاروش کبانہ کو شادی کر کے اپنے بگل کے ذریعے کبانہ خاندان کا نام آگے بڑھانا تھا لیکن وہ بے حد عیاش تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ عیش کدے میں آنے والی کوئی عورت اس کے بچے کی ماں بن جائے۔ ایسے اندیشے سے بچنے کے لیے وہ خاندانی منصوبہ بندی کے ایک ایسے مرحلے سے گزر گیا تھا، جس کے بعد وہ کبھی باپ نہیں بن سکتا تھا۔ اس نے اس لیے بھی ایسا قدم اٹھا لیا تھا کہ وہ کسی بچے کا باپ جائز طور پر بھی نہیں بننا چاہتا تھا۔ اپنی ہونے والی اولاد پر اسے بھروسا نہیں تھا۔ اور بھروسا اس لیے نہیں تھا کہ اُس نے اپنے باپ کو قتل کر کے اس جزیرے کی حکمرانی حاصل کی تھی۔ ایسا ہی کوئی موقع وہ اپنی اولاد کو دینا نہیں چاہتا تھا۔ لہٰذا باپ کے ساتھ اپنی ہونے والی اولاد کو بھی قتل کر چکا تھا۔

حوانا محل کے مختلف حصّوں سے گزرتی ہوئی اُس کمرے میں آئی جہاں پارس کو چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ وہ اُسے پکارتی ہوئی باتھ روم میں آئی۔ باتھ روم بھی خالی تھا۔ وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔ "یہ کہاں چلا گیا ہے؟"

"میں تو تمھارا قیدی ہوں بھلا کہاں جا سکتا ہوں۔"

اس نے چونک کر دیکھا۔ وہ باہر سے کمرے میں آرہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کہاں چلے گئے تھے؟"

"میں نے سوچا، تمھاری واپسی تک جیسرین اور سوسانہ کے ساتھ وقت گزاروں۔ میں تمھارے بیڈ روم کے دروازے تک گیا۔ لیکن دستک نہیں دی۔ چپ چاپ چلا آیا۔"

"ان سے ملے بغیر کیوں چلے آئے؟"

"بند دروازے کو دیکھ کر خیال آیا، پتا نہیں وہ کتنا اچھا وقت گزار رہے ہوں گے۔ مجھے بُرا وقت بن کر نہیں جانا چاہیے۔"

وہ قریب آئی اور شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "میں ایسی خوشخبری سناؤں گی کہ ہمارا وقت بھی اچھا گزرنے لگے گا۔"

"وہ خوشخبری کیا ہے؟"

"پہلے یہاں سے چلو۔ پھر بتاؤں گی۔"

"ہم کہاں جائیں گے؟"

"گرین کا بیچ۔ یہاں سے صرف ایک میل کے فاصلے پر سمندر کے کنارے بہت خوبصورت کا بیچ ہے۔ آتنا خوبصورت کہ وہاں جا کر بوڑھے بھی جوان ہو جاتے ہیں۔"

"میں کئی دنوں سے خود کو بوڑھا محسوس کر رہا ہوں چلو مجھے جوان بنا دو۔"

وہ اُس کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ ایک مسلح گارڈ نے آکر کہا۔ "مادام سونیا کا فون ہے۔ ہز ہائی نس آپ کو بلا رہے ہیں۔"

وہ دونوں لاروش کبانہ کے کمرے میں آئے۔ کبانہ نے ریسیور پارس کو دیا۔ اُس نے ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو مما! آپ ہیں؟"

سونیا کی آواز آئی۔ "ہاں میں بول رہی ہوں۔ میں ابھی ایک طیارہ بھیجنے والی تھی۔ لیکن مسٹر کبانہ نے بتایا، جزیرے میں لینڈنگ کی سہولت نہیں ہے۔ روشنی بھی کافی نہیں ہے۔ وہاں دن کے وقت طیارے کو اتارا جا سکتا ہے۔"

"آپ طیارہ اتنی جلدی کیوں بھیج رہی تھیں، میں نے تو صبح سات بجے تک بھیجنے کے لیے کہا تھا۔"

"جب وہاں کوئی دشمن نہیں رہا ہے تو مسافروں کو جلد از جلد وہاں سے لانا ہمارا فرض ہے۔"

"کیا سپر ماسٹر سے کوئی سمجھوتا ہو گیا ہے؟"

"سپر طاقتیں کبھی شرافت سے سمجھوتا نہیں کرتیں، ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالنا پڑتا ہے۔ تم آگے گے تو بتاؤں گی کہ وہ اور اس کا خیال خوانی کرنے والا کس طرح میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔"

"مما! آپ نے میری جنگ کیوں لڑی؟"

"بیٹے! آج تک میں نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ آج تین سو مسافروں کی زندگی کا سوال تھا۔ جزیرے میں خون خرابا ہوتا تو بے چارے مسافر بھی مارے جاتے۔ سپر ماسٹر سے تم پھر کبھی ٹکرا سکتے ہو۔ مسافروں کی جانیں جاتیں تو تمھارا ضمیر کیا تمھیں ملامت نہ کرتا؟"

پارس کو تسلیم کرنا پڑا۔ اپنی مردانگی دکھانے کے لیے سیکڑوں مسافروں کو موت کے عذاب میں مبتلا کرنا دانشمندی نہ ہوتی۔

اس نے کہا "اچھی بات ہے مما! میں صبح آ رہا ہوں۔"

"صبح کیسے آؤ گے؟ ابھی مسٹر کبانہ کہہ رہے تھے کہ تم چند روز اُن کے مہمان رہو گے۔"

پارس نے لاروش کبانہ سے پوچھا "کیا تم نے مما سے کہا ہے کہ میں چند روز یہاں قیام کروں گا؟"

کبانہ نے کہا "یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔"

حوانا نے بھائی کے بازو سے سر لگا کر کہا "میں نے تم سے کیا کہا تھا بھائی کو تمھارے یہاں رہنے سے خوشی ہو گی۔"

اس نے فون پر کہا "مما! یہ بھائی بہن مجھے مہمان بنانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ مگر میرے ہاتھ کی لکیر کہہ رہی ہے کہ میں صبح یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

سونیا نے کہا "میں سمجھ گئی۔ صبح تک ہوشیار اور حاضر دماغ رہنا۔"

"ڈونٹ وری مما! خدا حافظ۔"

اس نے ویسیور رکھ دیا۔ کبانہ نے پوچھا "کیا تم ہاتھ کی لکیروں کو پڑھ لیتے ہو؟"

"ہاں، کسی حد تک سمجھ لیتا ہوں۔"

سیکریٹری جولیس نے اپنی ہتھیلی آگے بڑھائی پھر پوچھا "میرے ہاتھ کی لکیریں کیا کہتی ہیں؟"

کبانہ نے اپنا ہاتھ پیش کرتے ہوئے کہا "پہلے میرا ہاتھ دیکھو۔"

جولیس نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ پارس نے کہا "اپنا ہاتھ مالک کے ہاتھ کے ساتھ رکھو۔ مجھے پہلی نظر میں دونوں ہاتھ ایک جیسے لگ رہے ہیں۔"

کبانہ کے حکم پر جولیس نے اپنا ہاتھ پھر پیش کیا۔ پارس کبھی اس ہاتھ کو کبھی اُس ہاتھ کو دیکھنے لگا پھر کہا "دو ہاتھ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ مگر تم دونوں کے ہاتھوں میں حیرت انگیز مماثلت ہے۔"

"آخر کیا ہے؟ کچھ کہو تو سہی۔"

"مسٹر کبانہ! اوّل تو تم کبھی شادی نہیں کرو گے۔ اگر تو کبھی باپ نہیں بن سکو گے۔"

کبانہ نے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔ 'اس حوا نہیں ہے کہ میں نے کس طرح ہونے والی اولاد سے محروم حاصل کی ہے۔ یہ کچھ نہ جانتے ہوئے بھی درست کہہ رہا واقعی دست شناس ہے۔'

پارس نے کہا "مسٹر کبانہ! تمھارے سیکریٹری کا ہا تقریباً یہی کچھ کہہ رہا ہے۔ یہ باپ بنتے ہوئے بھی باپ بن سکے گا۔"

جولیس نے پوچھا "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"مطلب یہ ہوا کہ تمھاری شریک حیات بچے پیدا کر وہ بچے تمھارے نہیں ہوا کریں گے صرف تمھیں باپ کا سرٹیفکیٹ ملتا رہے گا۔"

جولیس نے ناگواری سے کہا "یہ کیا بکواس ہے۔ انسلٹ کر رہے ہو۔"

"تم دُنیا کے کسی بھی نجومی سے پوچھ لو۔ یہ انسلٹ ہاتھ کی لکیروں میں ہے۔"

کبانہ نے کہا "جولیس! یہ جو کہہ رہے ہیں اُسے تم پارس نے کہا "تم دونوں کے ہاتھوں کی لکیریں کچھ کہہ رہی ہیں۔ بے شمار دولت آنے والی ہے۔ بے حاصل ہونے والی ہے۔ جاپان جیسے ننھے سے ملک حاصل ہو رہی ہے" وہی طاقت اور برتری مسٹر کبانہ کو گھنٹے کے اندر حاصل ہونے والی ہے۔"

لاروش کبانہ خوشی سے بے حال ہو رہا تھا۔ خوشی حوانا کی بھی باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔ دونوں بھائی بہن سپر طاقت کی سرپرستی حاصل ہو رہی تھی اور اس کے ذر دولت اور فوجی طاقت میں بھی اضافہ ہونے والا تھا۔ گہرائیوں سے پارس کو نجومی تسلیم کر رہے تھے۔

پارس نے کہا "لیکن اتنی دولت، اتنی طاقت او اسی شرط پر حاصل ہو گا جب تم غلام اور آقا آج رات کی

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں کہنا تو نہیں چاہتا تھا لیکن تم نے مہمان بنا جیت لیا ہے۔ جو سچ ہے وہ ضرور بتاؤں گا۔"

"ہاں ضرور بتاؤ۔ سچ بتاؤ۔"

"آقا اور غلام کے ہاتھ الگ الگ ہیں لیکن با ہی کہتے ہیں۔ ایک ہی انداز میں موت کی وارننگ د ہیں۔ آج رات اس محل میں کسی بھی وقت دو قتل ہو

حوانا پریشان ہو کر بولی "کیا کہہ رہے ہو پارس؟"

پارس نے کہا "میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ دونوں کے ہاتھوں ایک جیسی لکیریں کہہ رہی ہیں۔"

کبانہ نے پوچھا "وہ دونوں قتل ہونے والے کون ہیں؟"

پارس نے دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا "آقا اور غلام۔"

دونوں کے دیدے پھیل گئے۔ حوانا کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔ پھر وہ سانس لیتے ہوئے بولی "یہ جھوٹ ہے۔ اس کی مجال کہ میرے بھائی کو قتل کرنے کے لیے محل میں قدم رکھے۔"

"موت قدم رکھے بغیر چلی آتی ہے۔"

جولیس نے کہا "تم خواہ مخواہ دہشت زدہ کر رہے ہو۔"

پارس نے کہا "اب تک میں نے جتنی باتیں بتائی ہیں وہ غلط ہیں تو پھر یہ قتل ہونے والی بات کو بھی غلط سمجھ لو۔"

کبانہ نے کہا "تم نے ایک ایک بات درست کہی ہے۔ ب بات اور بتا دو۔ ہمیں کون قتل کرے گا؟"

"تم لوگ پہلے ہی میری بات کا یقین نہیں کر رہے ہو۔ تمھارے ں سوال کا جواب دوں گا تو مجھے پاگل سمجھ کر ہنسو گے۔"

"ہم تمھارے علم کی روشنی میں سنجیدگی سے غور کریں گے۔"

"تو پھر سنو۔ آج رات کسی بھی وقت آقا اپنے غلام کو اور لام اپنے آقا کو قتل کرے گا۔"

پہلے تو اُنھوں نے پارس کو یوں دیکھا جیسے بات سمجھ ں نہ آئی ہو۔ پھر سب نے مل کر زوردار قہقہہ لگایا۔ ان میں رانا کا بھی قہقہہ شامل تھا۔ وہ پیٹ پکڑ کر ہنستے ہوئے بولی اوہ پارس! تم بڑے وہ ہو۔ اتنا مت ہنساؤ کہ پیٹ میں درد رنے لگے۔"

کبانہ نے ہنستے ہوئے کہا "یہ جولیس جیسے میں بچپن ے کتے کی طرح دُم ہلاتے دیکھ رہا ہوں، یہ مجھے قتل کرے گا؟ سے میں آنکھیں دکھاتا ہوں تو یہ مر جاتا ہے۔"

جولیس نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ سب کے قہقہے چانک ہی رُک گئے۔ وہ ریوالور لے کر اپنے آقا کے سامنے آیا۔ ر کو جھکایا۔ پھر ریوالور پیش کرتے ہوئے کہا "سر! مجھے گولی ریں۔ میں مرنے کے بعد آپ کو قتل نہیں کر سکوں گا۔ ہاتھ کی لکیریں ھوٹی پڑ جائیں گی۔"

کبانہ نے ریوالور لے کر کہا "دیکھ لو مسٹر پارس! یہ غلام کتنا فادار ہے۔ میں اسے گولی مار دوں تو پیشین گوئی جھوٹی پڑ جائے گی۔"

پارس نے کہا "اسے گولی مارتے ہی آدھی پیشین گوئی درست ہو جائے گی۔ میں نے یہ بھی تو کہا ہے کہ آقا اپنے غلام کو قتل کرے گا۔"

کبانہ نے جولیس کو ریوالور دیتے ہوئے کہا "تمھاری پیشین گوئی نے ہمیں اُلجھا دیا ہے۔"

"میں نے صرف یہ نہیں کہا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کو قتل کرو گے۔ یہ بھی تو کہا ہے کہ آج رات کی صبح کر لو گے تو کل سے تمھارے عروج اور اقتدار کا سورج طلوع ہو گا۔ تم دونوں ایک لمبی عمر گزارو گے۔"

حوانا تائید میں سر ہلا کر بولی "ہاں تم نے ایسی کوئی بات کہی تھی۔"

کبانہ نے کہا "پلیز! صاف اور سیدھے انداز میں بتاؤ کیا آج کی رات ہم پر بھاری ہے اور اگر ہم تدبر اور تدبیر سے کام لیں تو آنے والی قضا کو ٹال سکتے ہیں۔"

"بے شک میں یہی کہہ رہا ہوں۔ تم دونوں ایک لمبی عمر گزارنے کے لیے موت کو شکست دے سکتے ہو۔"

"کیسے شکست دے سکتے ہیں۔ پلیز ہمیں بتاؤ۔"

"میں کیا بتا سکتا ہوں۔ ابھی تمھارے ہاتھ میں ریوالور آیا تھا۔ تم مسٹر جولیس کو گولی مار دیتے تو کوئی تمھارا کیا بگاڑ لیتا۔ ہاتھ کی لکیر درست ثابت ہوتی۔ میری عقل میں یہ بات آتی ہے کہ آج رات تم دونوں کو اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھنا چاہیے۔ اور دونوں کو ایک دوسرے سے بہت دُور رہنا چاہیے۔"

حوانا نے کہا "پارس نے بہت ہی دانشمندانہ مشورہ دیا ہے۔ میں اس کے ساتھ گرین کاٹیج جا رہی ہوں۔ بھائی کبانہ تم بھی ساتھ چلو۔ میں آج کی رات تمھیں محل میں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ بہن کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے بولا "بہن کی محبت بھائی کو بزدل بنا دیتی ہے۔ میں موت کے ڈر سے محل چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ بلکہ موت کو ٹال کر پیشین گوئی کے مطابق لمبی زندگی گزاروں گا۔"

جولیس نے کہا "مسٹر پارس نے معقول مشورہ دیا ہے۔ ہم آقا اور غلام اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھیں گے۔ اور اس محل میں رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے دُور رہیں گے۔"

حوانا نے کہا "مجھے اطمینان نہیں ہو گا۔ میں تبھی محل میں رہوں گی۔"

کبانہ اور جولیس نے حوانا کو گھور کر دیکھا۔ پھر کبانہ اس کے بازو کو تھام کر بولا "مسٹر پارس! معذرت چاہتا ہوں۔ ہم ابھی آتے ہیں۔"

وہ بہن کو ساتھ لے کر بیڈ روم سے باہر آیا پھر سرگوشی

میں بولا۔ "کیوں کام بگاڑنا چاہتی ہو۔ تم گرین کا ٹیچ نہیں جاؤ گی تو پارس وہاں تنہا نہیں جائے گا۔ وہ محل میں رہے گا تو ہم آزادی سے دونوں روبوٹس کو مٹھی میں نہیں لگا سکیں گے۔ محل کے اندر یاتہ خانے میں تیزاب سے گلتے وقت ان کی چیخیں نکلیں گی اور پارس کے کانوں تک پہنچیں گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "بھائی! مجھے تمہاری زندگی عزیز ہے۔ میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ تم پارس کی فکر نہ کرو۔ میں اسے چائے یا کافی میں بے ہوشی کی دوا ملا کر دوں گی۔ وہ کم از کم تین گھنٹے تک آنکھیں نہیں کھول سکے گا۔"

"چلو یہی سہی۔ رات کے گیارہ بجنے والے ہیں۔ میں اُسے بے ہوش کرنے کے لیے آدھے گھنٹے کا وقت دے رہا ہوں۔ جب وہ بے ہوش ہو جائے تو تم کمرے سے نہ نکلنا، ورنہ روبوٹس بے حد خطرناک ہیں۔ میں نہیں چاہتا تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔ ہم نے ان دونوں سے نمٹنے کا مکمل منصوبہ بنا لیا ہے۔"

وہ بھائی بہن بیڈ روم میں واپس آئے۔ کبانہ نے ہنستے ہوئے پارس سے کہا۔ "میں اسے سجھا رہا تھا کہ چاند نی رات میں تمہیں جزیرے کی سیر کرانے مگر یہ میرے لیے پریشان ہے اور بڑی ندی ہے تم خیال نہ کرنا آج کی رات گزر جائے تو کل تمہیں سیر کرائے گی۔"

پارس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ رات زیادہ ہو چکی ہے۔ میں بھی آرام کروں گا۔"

حوانا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "چلو، آرام ضرور کرو۔ مگر میں تمہیں سونے نہیں دوں گی۔ جگائے رکھنے کے لیے بہترین کافی پلاؤں گی۔"

وہ دونوں کبانہ کے بیڈ روم سے باہر آئے۔ پارس نے کہا۔ "تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ میں کافی کے لیے کہنے ہی والا تھا۔ میں نے زبان نہیں ہلائی اور تم نے دل کی بات سن لی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "مجھے تم سے سچی محبت ہو گئی ہے اسی لیے تمہارے دل کی آواز سن لیتی ہوں۔"

"میرے دل کی باتی آوازیں سننے کے لیے کس کمرے میں چل رہی ہو؟"

وہ ایک بیڈ روم کے سامنے رُک کر بولی۔ "یہاں انتظار کرو۔ میں ابھی کافی تیار کر کے لاتی ہوں۔"

"تمہیں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ کسی ملازم سے کہہ دو۔"

"ہرگز نہیں۔ میں اپنے ہاتھوں سے تمہارے لیے کافی تیار کروں گی۔"

اس نے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر پارس کو بڑے پیار سے دھکا دیا۔ وہ بیڈ روم کے اندر آیا۔ وہ دروازہ بند کر کے چلی گئی۔ اُسے یہ نہیں معلوم تھا کہ پارس پر زہر اثر نہیں کرتا ہے، اس کے لیے بے ہوشی کی دوا کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ اُسے پانی کی طرح پی جاتا۔ لیکن اکثر ایسے موقع پر وہ بڑی چالاکی سے گلاس یا پیالہ بدل دیتا تھا۔ جب حوانا ایک ٹرے میں کافی سے بھرے دو مگ لے کر آئی تو ٹرے کو میز پر رکھتے ہی ایک مگ اُٹھا کر پارس کو پیش کیا۔ اُس نے ایک ہاتھ سے مگ کو پکڑا، پھر دوسرے ہاتھ سے حوانا کو کھینچ کر کہا۔ "دیکھو خود کو چھڑاؤ گی تو کافی چھلک کر گر پڑے گی۔ بس اسی طرح رہو۔"

وہ بولی۔ "یہ کیا حرکت ہے۔ پہلے کافی پی لو۔ میں کہیں جا رہی ہوں؟"

"میرے ایک ہاتھ میں کافی اور دوسرے ہاتھ میں تم ہو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، کڑی اور مٹھاس کس میں زیادہ ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ مٹھاس کو چکھنے لگا۔ حوانا کی سانسیں اوپر نیچے ہونے لگیں۔ وہ خود کو جبراً الگ کر سکتی تھی لیکن ایسا کر کے سے دوسرے ہاتھ کو دھکا لگتا اور کافی گر پڑتی۔ اور وہ بے ہوش کرنے والی کافی کھانا نہیں چاہتی تھی۔ اچانک ایک ہی فولادی بازو نے اس بُری طرح پیار سے جکڑ لیا تھا کہ وہ چہرہ ادھر اُدھر کر کے کچھ دیکھ نہیں سکتی تھی۔ ایسے ہی وقت پارس بڑے آرام سے اپنا مگ میز پر آہستگی سے رکھا اور دوسرا مگ کو اُٹھا لیا۔ پھر اُسے آزاد کرتے ہوئے کہا۔ "یہ دیکھو کافی میرے ہاتھ میں ہی ہے اور میں جنت کی سیر کر کے آ گیا۔ لوگ کہتے ہیں، رند کے رند رہے، ہاتھ سے جنت نہ گئی۔"

حوانا اس کے ہاتھ میں مگ کو اسی طرح دیکھ کر مطمئن ہو گئی مسکرا کر بولی۔ "بڑے شریر ہو۔ اب کافی ختم ہونے سے پہلے کوئی شرارت نہ کرنا، نہیں تو بھاگ جاؤں گی۔"

اس نے میز پر سے دوسرا مگ اُٹھا کر اس میں سے کافی کا ایک گھونٹ پیا۔ پارس یوں بیٹھا ہوا تھا جیسے سوچ میں گم ہو۔ وہ بولی۔ "کیا کافی اچھی نہیں ہے؟"

"اچھی ہے مگر کچھ عجیب سا مزہ ہے۔"

حوانا یہ کھیل جلدی ختم کرنا چاہتی تھی اس نے کہا۔ "دونوں ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر ایک ایک گھونٹ پی جائیں گے اور جلد سے جلد مگ خالی کریں گے۔ تاکہ تم کوئی شرارت کر سکو۔"

کافی دونوں کے حلق میں اُترنے لگی۔ جیسے جیسے مگ خالی ہو رہا تھا، حوانا کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ دو گھونٹ کے بعد اس نے سوچا۔ "واقعی کافی کا مزہ کچھ عجیب سا تھا۔ کبانہ اور جولیس نے ایک ایک اسپرے اُٹھا لیا۔ پھر وہ چور دروازے سے اپنے کمرے میں واپس آئے۔ چھ مسلح گارڈز کو طلب کیا۔ سیکریٹری جولیس نے انھیں سمجھایا۔ "دیکھو ان دونوں روبوٹس پر رائفل کی گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں۔ لیکن ان کے جسموں میں گولیاں پیوست ہونے کے بعد ہمیں چند سیکنڈ کا موقع مل سکتا ہے۔ جب تک وہ اپنے اندر سے گولیاں نکالیں گے تب تک ہم ان پر تیزاب اسپرے کر دیں گے۔ اس دوران تم سب ہمارے چاروں طرف ڈھال بن کر رہو گے۔"

مسلح گارڈز کو اچھی طرح ہدایات دینے کے بعد وہ کمرے سے باہر آئے۔ پھر گارڈز کے درمیان چلتے ہوئے حوانا کے بیڈ روم کے سامنے پہنچے۔ سوسانہ اور جبریل اسی بیڈ روم میں تھے۔ جولیس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر اونچی آواز میں کیسٹ ریکارڈر آن تھا۔ موسیقی سنائی دے رہی تھی۔ ایک گارڈ نے زور زور سے دروازے پر ہاتھ مارا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ کھلتے ہوئے دروازے سے سوسانہ اور جبریل نظر آئے۔۔۔۔ وہ آرکسٹرا کی دھن پر رقص کر رہے تھے۔ کبانہ نے گرج کر کہا۔ "بند کرو یہ آواز۔ ہم تمہاری موت کے براقی آئے ہیں۔"

وہ رقص کرتے کرتے رُک گئے۔ انھیں سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر سوسانہ نے آگے بڑھ کر ریکارڈر کو آف کر دیا اور پوچھا۔ "مسٹر کبانہ، تم ابھی کچھ کہہ رہے تھے؟"

جبریل نے کہا۔ "یہ کہہ رہے تھے کہ اپنی موت کی برات لے کر آئے ہیں۔"

جولیس نے کہا۔ "اپنی نہیں تمہاری موت۔ یہ ہمارے ہاتھوں میں پرفیوم اسپرے نہیں، تیزاب ہے۔"

جبریل نے کہا۔ "تعجب ہے۔ یہ تیزاب کیوں لائے ہو؟"

"ہمیں بنانے کی کوشش نہ کرو۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے تم دونوں صرف تیزاب سے گلائے جا سکتے ہو۔"

"تم ہمیں گلانا اور مارنا کیوں چاہتے ہو؟ کیا ہم سے کوئی دشمنی ہے؟"

"کوئی دشمنی نہیں ہوتی پھر بھی قتل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ دولت اور اقتدار حاصل کرنے کے لیے بے گناہ عوام پر گولیاں چلائی جاتی ہیں۔ تم دونوں بے گناہ ہو۔ تم نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا مگر ہم تمہیں ہمیشہ کے لیے بگاڑ کر سپر طاقت کا ایک حصہ بن سکتے ہیں۔"

"اچھا تو سپر ماسٹر نے بتایا ہے کہ ہمارا وجود صرف تیزاب سے مٹ سکتا ہے۔"

"ہاں، ہم تمہاری زندگی ختم کر کے اپنی تقدیر بنائیں گے۔"

پارس کو عجیب لگ رہا ہے اس لیے کہ اس میں دو اعمال کی گئی ہے لیکن میری کافی ایسی کیوں لگ رہی ہے؟"

پارس نے کہا۔ "اب تم سوچنے لگی ہو۔ چلو پیتی رہو۔"

وہ جبراً مسکرا کر پینے لگی۔ پھر دو گھونٹ پینے کے بعد اس کی مسکراہٹ بجھ گئی۔ وہ بولی۔ "میرا دل نہیں چاہتا ہے میں نہیں پیوں گی۔"

پارس نے کہا۔ "پھر میں بھی نہیں پیوں گا۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ تمہیں پینا چاہیے۔"

"تم ساتھ نہیں دو گی تو نہیں پیوں گا۔"

وہ مشکل میں پڑ گئی۔ اس کے نہ پینے سے کھیل بگڑنے والا تھا۔ پارس اپنا مگ پیش کرتے ہوئے بولا۔ "اگر تمہاری کافی میں مزہ نہیں ہے تو میری پی لو۔ اپنی مجھے دے دو۔"

اس کی دانست میں پارس کی کافی ضرر رساں تھی۔ وہ بھلا اُسے کیسے قبول کرتی۔ جلدی سے بولی۔ "نہیں ٹھیک ہے۔ میں پی رہی ہوں۔"

وہ اپنے آپ پر جبر کرتے ہوئے پینے لگی۔ مزید دو گھونٹ پینے کے بعد اس کا دل گھبرانے لگا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے۔ ہاتھ سے مگ چھوٹنے والا تھا، پارس نے اُسے تھام کر میز پر رکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا تمہیں بھی تھامنا ہو گا؟"

وہ دونوں بانہیں اس کی گردن میں ڈال کر اس پر لد گئی۔ لرزتی ہوئی آواز سے بولی۔ "مجھے بچاؤ، میں ڈوب رہی ہوں۔"

پارس نے اپنی گردن سے اس کی بانہوں کو الگ کرتے ہوئے کہا۔ "تمہاری مکھن جیسی جوانی کے ساتھ کوئی بھی ڈوبنے کو تیار ہو جائے گا۔ لیکن مجھے ڈوبنے کا شوق نہیں ہے۔"

اس نے ریشمی زلفوں کو مٹھی میں لے کر اُسے ایک جھٹکے سے اُٹھایا۔ بے ہوشی میں آنکھیں بند ہونے والی تھیں۔ بالوں کو جھٹکا لگتے ہی چیخ نکل گئی۔ آنکھیں کھل گئیں۔ وہ بولا۔ "ذلیل عورت کا حسن ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے اوپر سے خوشبو چھڑک دی گئی ہو۔ اندر سے وہ گٹر ہی رہتی ہے۔"

اس نے ایک اُلٹا ہاتھ منہ پر رسید کیا۔ وہ چیختی ہوئی چکرا کر فرش پر گر پڑی۔ کراہتے ہوئے کروٹ لے کر چاروں شانے چت ہوئی پھر بے ہوش ہو گئی۔

آدھا گھنٹا گزر چکا تھا۔ کبانہ اور جولیس پہلے تہ خانے میں آئے۔ وہاں جولیس نے تیزاب سے بھری ہوئی دو بوتلیں دیکھی تھیں۔ اور اس تیزاب کو پرفیوم اسپرے کرنے والی دو چھوٹی بوتلوں میں منتقل کر دیا تھا۔ ان پرفیوم کی بوتلوں کے ذریعے وہ دور ہی سے جبریل اور سوسانہ پر تیزاب اسپرے کر سکتے تھے۔ کبانہ اور جولیس نے ایک ایک اسپرے اُٹھا لیا۔ پھر وہ چور دروازے سے اپنے کمرے میں واپس آئے۔ چھ مسلح گارڈز کو طلب کیا۔ سیکریٹری جولیس نے انھیں سمجھایا۔ "دیکھو ان دونوں روبوٹس پر رائفل کی گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں۔ لیکن ان کے جسموں میں گولیاں پیوست ہونے کے بعد ہمیں چند سیکنڈ کا موقع مل سکتا ہے۔ جب تک وہ اپنے اندر سے گولیاں نکالیں گے تب تک ہم ان پر تیزاب اسپرے کر دیں گے۔ اس دوران تم سب ہمارے چاروں طرف ڈھال بن کر رہو گے۔"

مسلح گارڈز کو اچھی طرح ہدایات دینے کے بعد وہ کمرے سے باہر آئے۔ پھر گارڈز کے درمیان چلتے ہوئے حوانا کے بیڈ روم کے سامنے پہنچے۔ سوسانہ اور جبریل اسی بیڈ روم میں تھے۔ جولیس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر اونچی آواز میں کیسٹ ریکارڈر آن تھا۔ موسیقی سنائی دے رہی تھی۔ ایک گارڈ نے زور زور سے دروازے پر ہاتھ مارا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ کھلتے ہوئے دروازے سے سوسانہ اور جبریل نظر آئے۔۔۔۔ وہ آرکسٹرا کی دھن پر رقص کر رہے تھے۔ کبانہ نے گرج کر کہا۔ "بند کرو یہ آواز۔ ہم تمہاری موت کے براقی آئے ہیں۔"

وہ رقص کرتے کرتے رُک گئے۔ انھیں سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر سوسانہ نے آگے بڑھ کر ریکارڈر کو آف کر دیا اور پوچھا۔ "مسٹر کبانہ، تم ابھی کچھ کہہ رہے تھے؟"

جبریل نے کہا۔ "یہ کہہ رہے تھے کہ اپنی موت کی برات لے کر آئے ہیں۔"

جولیس نے کہا۔ "اپنی نہیں تمہاری موت۔ یہ ہمارے ہاتھوں میں پرفیوم اسپرے نہیں، تیزاب ہے۔"

جبریل نے کہا۔ "تعجب ہے۔ یہ تیزاب کیوں لائے ہو؟"

"ہمیں بنانے کی کوشش نہ کرو۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے تم دونوں صرف تیزاب سے گلائے جا سکتے ہو۔"

"تم ہمیں گلانا اور مارنا کیوں چاہتے ہو؟ کیا ہم سے کوئی دشمنی ہے؟"

"کوئی دشمنی نہیں ہوتی پھر بھی قتل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ دولت اور اقتدار حاصل کرنے کے لیے بے گناہ عوام پر گولیاں چلائی جاتی ہیں۔ تم دونوں بے گناہ ہو۔ تم نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا مگر ہم تمہیں ہمیشہ کے لیے بگاڑ کر سپر طاقت کا ایک حصہ بن سکتے ہیں۔"

"اچھا تو سپر ماسٹر نے بتایا ہے کہ ہمارا وجود صرف تیزاب سے مٹ سکتا ہے۔"

"ہاں، ہم تمہاری زندگی ختم کر کے اپنی تقدیر بنائیں گے۔"

"کیسے بناؤ گے؟ سپر ماسٹر نے تمہیں ہمارے ہاتھوں سے ہلاک کرانے کے لیے چھوڑ رکھا ہے۔ ہم پر تیزاب کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ تیزاب کو محض تمہاری موت کا بہانہ بنایا گیا ہے۔"

کبانہ اور جولیس نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر دونوں نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسپرے کا ٹریگر دبا دیا۔ بوتل کا تیزاب خارج ہوتا ہوا سوسانہ اور جبریل کے چہروں پر اور بدن کے دوسرے حصّوں پر پھیلنے لگا۔ وہ آرام سے کھڑے ہوئے تھے۔ گوشت گلنا تو دُور کی بات ہے اُن کا لباس بھی نہیں گل رہا تھا۔ شدید حیرانی کے باعث اُنھوں نے اس بات پر دھیان نہیں دیا کہ لباس کو نقصان کیوں نہیں پہنچ رہا ہے۔

سوسانہ نے پوچھا۔ "اب تمہارا کیا بنے گا؟ تیزاب کا ہم پر اثر نہیں ہوا۔ گولیاں ہمارے اندر آکر واپس نکل جاتی ہیں۔ تمہارے یہ رائفل بردار ہمارے شکنجے سے تمہیں بچا نہیں سکیں گے۔"

جولیس نے چونک کر کبانہ سے کہا۔ "سر! ان کا لباس جلد کا تو نہیں ہے۔ ہم دھوکا کھا رہے ہیں۔ ہماری بوتلوں میں تیزاب نہیں ہے، پانی ہے۔"

جبریل اور سوسانہ نے ایک ساتھ اُن پر چھلانگ لگائی۔ تو ارم گارڈز نے فائرنگ کی۔ انھیں ایک دو گولیاں لگیں باقی اِدھر اُدھر گئیں۔ ان کی گرفت میں چار گارڈز آئے۔ دو گارڈز اپنے مالک اور سیکریٹری کے ساتھ کمرے سے بھاگتے ہوئے باہر گئے لیکن باہر پہنچتے ہی ٹھٹک گئے۔ اُن کے سامنے حوانا ایک کرسی پر آنکھیں بند کیے بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگائے کھڑا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "کبانہ! تیری بن بہت ہی نازک مزاج ہے کافی پی کر بے ہوش ہوگئی۔ یعنی آدھی مرگئی۔ اگر تیرے گارڈز نے ہتھیار نہیں پھینکے تو اس کی پوری موت ہو جائے گی۔"

لاروش کبانہ نے پیچھے دیکھا۔ جدھر دور دور بوٹس اس کے چار گارڈز کو موت کے گھاٹ اتار رہے تھے۔ آگے پارس موت بن کر کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے حکم دیا۔ "ہتھیار پھینک دو۔"

اُنھوں نے ہتھیار پھینک دیے۔ کبانہ نے کہا۔ "پارس! ہمارے درمیان کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ حوانا تمھیں دل و جاں سے چاہتی ہے۔ میں بھی دل و جاں سے تمھیں بہنوئی بنانے والا ہوں۔"

"تمہارا بہنوئی صرف جولیس بن سکتا ہے۔ حوانا باہر سے چننے، بچے لائے انھیں یہی باپ کا نام دے سکتا ہے۔ کیا مجھے رشوت دینے کے لیے تمہارے پاس صرف ایک بہن ہے؟"

"تم جو چاہو، میں دوں گا۔" کبانہ نے کہا۔

"جینے کے لیے زندہ رہو گے تو دو گے۔ کیا میری پوزیشن گئی بھول گئے؟" پارس نے جواب دیا۔

کبانہ اور جولیس نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر جولیس نے کہا۔ "تم تو کہہ رہے تھے آقا اور غلام ایک دوسرے کو قتل کریں گے مگر یہاں تو تم مل کر نا چاہتے ہو۔"

"موت تو ہر حال میں آنی ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں زحمت نہ اُٹھاؤں تو پھر ایک دوسرے کو ختم کر دو۔"

"پارس! ہر غلطی کی تلافی ہو جاتی ہے۔ ہر بھول کی معافی مل جاتی ہے، ہمیں ایک بار معاف کر دو۔"

"معافی مانگنے والے مکالمے بہت پرانے ہو چکے ہیں۔ تم نے یہ نہیں پوچھا کہ ہمیں تمہاری سازشوں کا علم کیسے ہوا؟"

"کیسے ہوا؟"

"تم لوگوں کی حماقت سے۔ حوانا نے سوسانہ اور جبریل کو اپنے بیڈ روم میں آرام کرنے کے لیے انھیں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ جب تمہاری بہن مجھے ایک کمرے میں چھوڑ کر تم سے کہنے گئی کہ وہ مجھے یہاں مہمان بنا کر رکھے گی تو اُس کے جانے کے بعد میں سوسانہ اور جبریل کے پاس آیا۔ حوانا کے بیڈ کے پاس انٹرکام رکھا ہوا تھا۔ میں نے سوچا تمہارے کمرے میں حوانا گئی ہے اُسے انٹرکام کے ذریعے بتا دوں کہ میں سوسانہ اور جبریل کے پاس ہوں۔ میں نے انٹرکام کا ریسیور اُٹھانے سے پہلے اس کے اسپیکر کو آن کیا۔ اس کے ساتھ ہی تمہاری آواز سنائی دینے لگی۔ تم فون پر سپر ماسٹر سے باتیں کر رہے تھے۔ چونکہ تمہارے فون کا اسپیکر بھی آن تھا اس لیے سپر ماسٹر کی آواز کمرے میں پھیل رہی تھی اور انٹرکام کے ذریعے مجھ تک پہنچ رہی تھی۔"

کبانہ اور جولیس کے مُنہ حیرت سے کھل گئے۔ پارس نے کہا۔ "میں بخوبی واقف ہوں۔ میں نے تم دونوں کے بارے میں جو حقائق بیان کیے، وہ یکسر سچ ہیں۔ میں نے تم دونوں سے سُن کر بیان کیے تھے۔ تم نے جولیس سے کہا تھا کہ جب حوانا پارس کو لے کر گرین کاریج چلی جائے تو وہ تہ خانے میں جا کر تیزاب لے آئے۔ جب یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے بخوبی بن کر تم تینوں کو آدھے گھنٹے تک الجھائے رکھا۔ سوسانہ کو چور دروازوں کا علم تھا۔ وہ تہ خانے میں گئی۔ اس نے تیزاب کی دونوں بوتلیں ہٹا دیں۔ ریٹر آن کر کے پانی کو ہلکا سا گرم کیا پھر اسے دو بوتلوں میں بھر کے وہاں رکھ دیا۔ جب تم دونوں نے اسے پرفیوم اسپرے کرنے والی بوتلوں میں منتقل کیا ہوگا تو پانی ہلکا سا گرم نکلا ہوا ہوگا، جیسا کہ تیزاب کی حرارت ہوتی ہے۔"

کبانہ نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا۔ "اوہ گاڈ!

ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہماری لاعلمی میں ہمارے ہی محل میں تم لوگ ایسی چالیں چل رہے ہو۔ ہم تمھیں غافل سمجھ کر دھوکا کھا گئے۔"

سوسانہ اور جبریل اُن کے پیچھے کمرے سے باہر آئے۔ اُنھوں نے پلٹ کر دیکھا۔ دونوں کے ہاتھوں میں اسپرے کرنے والی بوتل تھی۔ جبریل نے کہا۔ "اصل تیزاب یہ ہے۔ تم دونوں کپڑے اُتارو۔"

وہ دونوں گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ پارس نے کہا۔ "پیچھے میرا ریوالور ہے۔ کپڑے اُتارو۔"

وہ گڑگڑانے اور معافیاں مانگنے لگے۔ سوسانہ اور جبریل نے اُن کے پیروں کی طرف اسپرے کیا۔ تیزاب پتلون کے پائنچوں اور جرابوں کو گلاتا ہوا ان کی کھال اور گوشت تک پہنچا تو وہ چیخیں مار کر بھاگنے لگے۔ پھر چند قدموں کے بعد ہی لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑے۔ تیزاب زدہ پاؤں بھاگنے کے قابل نہیں رہے تھے۔

محل میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ ان کی چیخیں سُن کر مسلح گارڈز دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ سوسانہ اور جبریل نے فرش پر پڑی ہوئی گنیں اُٹھا لیں۔ کوئی ایک درجن گارڈز وہاں آگئے۔ پارس نے کہا۔ "اپنے ہتھیار پھینک دو۔ تمہارا آقا اور تمہاری مالکہ ہمارے نشانے پر ہیں۔ ہر ایک اپ۔ فوراً ہتھیار پھینک دو۔"

کبانہ نے تڑپتے ہوئے کہا۔ "ہتھیار مت پھینکو۔ یہ لوگ ہمیں مار ڈالیں گے۔ فائر کرو انھیں بھون کر رکھ دو۔"

اس کا حکم سُنتے ہی تڑاتڑ فائرنگ شروع ہوگئی۔ پارس، حوانا کی آڑ میں تھا۔ وہ لوگ اپنی مالکہ کی طرف گولیاں نہیں چلا سکتے تھے۔ اُنھوں نے سوسانہ اور جبریل کو نشانہ بنایا تھا۔ وہ دونوں اپنے جسموں پر گولیاں کھاتے ہوئے بالکل سامنے آکر جوابی فائرنگ کر رہے تھے اور لاشوں کے ڈھیر لگاتے جا رہے تھے۔ صرف تین منٹ میں میدان صاف ہوگیا۔ تمام گارڈز مارے گئے۔ سوسانہ اور جبریل آرام سے کھڑے ہوئے اپنے جسموں سے گولیاں نکال نکال کر کبانہ کے سامنے پھینک رہے تھے۔

کبانہ نے اپنا سر فرش پر پٹختے ہوئے کہا۔ "یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ سپر ماسٹر نے مجھے بُری طرح پھنسا دیا ہے۔ مجھے دولت نہیں چاہیے، طاقت نہیں چاہیے، عروج اور اقتدار نہیں چاہیے۔ مجھے صرف زندگی چاہیے۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ پارس! مجھے زندگی کی بھیک دے دو۔"

پارس بالٹی میں پانی بھر لایا تھا اور وہ سارا پانی حوانا کے مُنہ پر پھینک رہا تھا۔ پہلے وہ کسمسائی پھر کراہتے ہوئے آنکھیں کھولنے لگی۔ پارس نے بالٹی کا بچا ہوا پانی مُنہ پر مارا تو وہ ہڑبڑا کر ہوش میں آگئی۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک ایک کو دیکھنے لگی۔

اس کا بھائی کبانہ سیکریٹری جولیس کے ساتھ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ دونوں کے ٹخنوں اور پنڈلیوں کے پاس لباس کے چیتھڑے ہو گئے تھے اور کھال اور گوشت تیزاب سے آدھے گل گئے تھے۔ وہ حیرت اور صدمے سے بولی۔ "بھائی! یہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ کرسی سے اُٹھی۔ پھر کمزوری کے باعث بیٹھ گئی۔ چودہ مسلح گارڈز کی لاشیں اِدھر اُدھر پڑی ہوئی تھیں اور یہ منظر بتا رہا تھا کہ بازی پلٹ گئی ہے۔

اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ پارس نے کہا۔ "تم خواب نہیں دیکھ رہی ہو۔ یہ حقیقت ہے اور حقیقت آنکھ بند کرنے سے نہیں بدلتی۔"

اُس نے آنکھیں کھول کر کہا۔ "سودا کرو۔ پیچھا چھوڑنے کا کیا لو گے؟"

پارس نے تڑاخ کی زوردار آواز سے ایک تھپڑ لگایا۔ اُس کا مُنہ گھوم گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اس کے جبڑے ہل گئے ہوں گے۔ باچھوں سے لہو رسنے لگا تھا۔ وہ بولا۔ "پیچھا چھوڑنے کا کہتی ہے جبکہ تو مجھے مہمان بنانے کے لیے پیچھے پڑ گئی تھی۔ تیرا بھائی سوسانہ اور جبریل کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ ہم نے کیا لگا رکھا تھا تم لوگوں کا؟ ہم نے تو بھلائی کی تھی۔ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے کو یہاں سے بھگا کر طویل خونریزی اور جزیرے کی تباہی سے تمھیں بچایا ہے۔ یہ حضرتِ انسان کیا ہے؟ کیا سانپ کی نسل سے ہے، دودھ پلانے والے کو بھی ڈس لیتا ہے۔"

اُس نے دو رائفلیں اُٹھائیں پھر ایک ایک رائفل کبانہ اور جولیس کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا۔ "جبریل! یہ دونوں ایک دوسرے کو گولی مار دیں گے اگر یہ ایسا نہ کریں تو انھیں تیزاب سے گلا دینا۔"

حوانا اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اپنے بھائی کے لیے گڑگڑانے لگی۔ پارس اس کی گردن پکڑ کر دھکے دیتا ہوا اسے بیڈ روم میں لے گیا۔ کمرے کے باہر کبانہ اور جولیس کی ایسی چیخیں گونج رہی تھیں جیسے انھیں ذبح کیا جا رہا ہو۔ حوانا بھائی کے پاس جانے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ پارس نے دس منٹ بعد اُسے جانے دیا۔ وہ دوڑتی ہوئی کمرے سے نکلی۔ پھر بھائی اور جولیس کو دیکھتے ہی اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔ ان دونوں کی کھالیں اور گوشت جگہ جگہ سے گل گئے تھے۔ صرف چہرے سلامت تھے تاکہ پہچانے جا سکیں۔ دونوں بالکل ساکت ہو گئے تھے آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ وہ بے ہوش ہو گئے تھے یا شاید مر چکے تھے۔

وہ جنونی ہو کر چیخیں مار رہی تھی اپنے بال نوچ رہی تھی اپنے کپڑے پھاڑ رہی تھی۔ پارس نے کہا "وطیارے کی آمد تک خوب ماتم کر لو پھر ہم تمہیں غسل کے طور پر جزیرے سے لے جائیں گے تاکہ تمہارے فوجی بدمعاش ہمیں نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

وہ حلق پھاڑ کر بولی "تو تم جزیرے میں کیوں آئے؟ کیوں آئے؟ سپر ماسٹر آجاتا، کوئی بدترین شیطان آجاتا، یہاں نازل آجاتا، مجھے کیا فرق ہوجاتا، تم تو نہ ہوتے، تم کیوں پیدا ہو گئے؟ اور جب پیدا ہو ہی گئے تھے تو جزیرے میں کیوں آ گئے؟ ہائے ہائے کیوں آ گئے؟"

پارس اطمینان سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

وہ جسمانی اعتبار سے عجیب تھی۔ لڑکا بھی تھا اور لڑکی بھی تھی۔ دماغی لحاظ سے غریب تھی۔ اُس کا غریب دماغ اپنے ہی وجود کو سمجھ نہیں پاتا تھا۔ یوں دشمنوں نے اُسے عجیب و غریب بنا کر میرے پاس پہنچا دیا تھا۔

میں جوزی یا جینا کی داستان کو آگے بڑھانے سے پہلے اُس کی مختصر سی ہسٹری پھر پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس عجوبے سے تعلق رکھنے والی جتنی اہم باتیں ہیں وہ قارئین کے ذہن میں تازہ ہو جائیں۔

جوزی سب سے پہلے پیرس ائرپورٹ کے ریستوران میں مجھے ملا۔ پندرہ منٹ کے بعد ہی وہ لیڈیز ٹائلٹ میں چلا گیا۔ اس کے بعد وہ جوزی نظر نہیں آیا۔

طیارے کے پاس جینا نظر آئی۔ میں نے سمجھا وہ جوزی کی ہم شکل بہن ہو گی لیکن جینا کو جوزی کے ذکر سے سخت نفرت تھی۔

پھر سوئٹزرلینڈ میں جینا میرے کاٹیج کی دوسری کرایہ دار کی حیثیت سے ملی۔ تب مجھے یقین ہوا کہ اس کے دماغ میں کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا موجود رہتا ہے اور اس کے ذریعے مجھے ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔

میں جینا کے خیالات پڑھنے اُس کے دماغ میں پہنچا تو حیرت انگیز انکشاف ہوا۔ اُس وقت وہ لڑکی سے لڑکا بن رہی تھی یعنی وہ بارہ گھنٹے تک لڑکی رہتی تھی پھر اگلے بارہ گھنٹے کے لیے لڑکا بن جاتا تھا اور وہ جان بوجھ کر ایسا نہیں کرتی تھی اوّل تو اس کا برین واش کیا گیا تھا۔ دوم خیال خوانی کے ذریعے اُسے اور زیادہ گمراہ کیا جاتا تھا۔ جب وہ لڑکا ہوتا تھا تو اُس کے دماغ میں لڑکی کے جذبات پیدا ہونے نہیں دیے جاتے تھے اور جب وہ لڑکی رہتی تھی اُس کے اندر لڑکے پن سے سخت نفرت پیدا کی جاتی تھی۔

پھر پتا چلا اُس کے دماغ میں چھپنے والا باسکل بُوبا ہے اور ماسک مین نے اس بے چاری کا برین واش کرایا ہے۔ اس کے دماغ میں ایسا سسٹم قائم کیا ہے جس کے مطابق وہ دن کے دس بجے سے رات کے دس بجے تک پورے حواس میں لڑکی رہتی ہے پھر رات کے دس بجے سے صبح دس بجے تک کے لیے لڑکا بن جاتی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے، ماسک مین نے اُسے عجوبہ کیوں بنایا؟ کیا مجھے پھانسنے کے لیے؟

پہلے میں یہی سمجھ رہا تھا پھر مائکرو فلموں کے ذریعے انکشاف ہوا، وہ زبردست جاسوسہ ہے۔ اس نے روسی سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے کئی غیر ملکی راز چرائے ہیں۔

یہ باتیں مجھے سونیا نے بتائی تھیں کہ تین مائیکرو فلموں میں جینا کی صاف تصویریں ہیں وہ کہیں لڑکے کے روپ میں اور کہیں لڑکی کے روپ میں نظر آتی ہے۔ فلمی رپورٹ کے مطابق وہ دُنیا کی معصوم ترین خطرناک جاسوسہ ہے۔ اس کے اندر ایسی کچھ باتیں اور صلاحیتیں ہیں کہ وہ فولادی اعصاب رکھنے والے اصول پسند افراد کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ روس، امریکا، فرانس اور جاپان کی بڑی بڑی سیاسی اور سرکاری شخصیات کے ساتھ اس کی تصویریں موجود ہیں۔ سونیا کا خیال تھا کہ اب وہ مجھے اُلو بنانے آئی ہے۔

میرا خیال تھا کہ مجھے ماسک مین اُلو بنانا چاہتا ہے تاکہ اس کے خیال خوانی کرنے والے نے جینا کے ذریعے کئی بار میرے لیے مشکلات پیدا کیں۔ آخری بار تو انتہا کر دی۔ جینا کے ذریعے مجھے زخمی کیا اور میرے دماغ میں زلزلے پیدا کر دیے۔ اگر وہ مجھ پر تنویمی عمل کر کے مجھے اپنا معمول بنا لیتا تو پھر میں ماسک مین کا غلام بن کر رہ جاتا۔

ایسے وقت ایک خیال خوانی کرنے والی نے مجھے باسکل بُوبا کے تنویمی عمل سے بچایا تھا لیکن اُس عورت نے مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا مگر اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کا کارنامہ ترتیب سے کروں گا۔ ابھی تو جینا کی روداد ادھوری ہے۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا، جینا کے قریب رہنے سے مجھے نقصان پہنچ رہا تھا لیکن اُس کی کشش نے مجھے ایسا جکڑا تھا کہ وہ دُور ہوتی تو میں بے چین ہو جاتا تھا۔ جب میں تنویمی نیند میں ڈوبا ہوا تھا، تب فرانس کے فوجی اُسے میرے کاٹیج سے گرفتار کر کے لے گئے تھے کیونکہ مائکرو فلموں کے ذریعے اس کے جاسوسہ ہونے کے کئی ثبوت مل چکے تھے۔

میں نے بیدار ہونے کے بعد اُس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ فوجی افسران اُسے ٹارچر سیل میں لے جا کر پوچھ رہے تھے کہ وہ خاص طور پر کس ملک کے لیے کام کر رہی ہے۔

وہ شعوری طور پر نہیں جانتی تھی کہ کس کے لیے کام کرتی ہے۔ وہ بے چاری تو اپنے بارے میں بھی صحیح معلومات نہیں رکھتی تھی۔ فوج کے افسران یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ اس کا برین واش کیا گیا ہے۔ اُنھوں نے حقیقت اُگلوانے کے لیے اُسے بجلی کے جھٹکے پہنچائے، وہ تیسرے جھٹکے میں بے ہوش ہو گئی تھی۔

بعد میں پتا چلا وہ بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔ اپنے کمرے میں آنے والی نرس کو بے ہوش کر کے اُس کے کپڑے پہن کر طبی اسپتال سے فرار ہو گئی تھی۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں اُس کی تلاش میں کاٹیج سے باہر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ ایسے ہی وقت وہ میرے پاس کاٹیج میں آ گئی۔

یہ میرے لیے خوشی کی بات تھی جسے فرانس کی پولیس اور فوج تلاش کر رہی تھی، وہ میرے پاس آ گئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی دونوں بانہیں پھیلا کر میری طرف دوڑتے ہوئے بولی "مجھے چھپا لو، دس بجنے میں صرف تین گھنٹے رہ گئے ہیں۔ یہ تین گھنٹے بعد مر جاؤں گی۔ مرنے سے پہلے تمھاری آغوش میں تمام سانسیں پوری کر لینا چاہتی ہوں۔"

پھر وہ آ کر میرے قدموں میں گر پڑی۔

یہ محبت کرنے والے جانتے ہیں کہ ایسی محبت کرنے والی پر کتنا پیار آتا ہے جسے دشمن بار بار مُدا کرتے ہوں اور وہ بار بار پلٹ کر گلے لگنے آ جاتی ہو۔ میں نے اُسے قدموں سے اُٹھا کر گلے سے لگایا، اُسے دیوانہ ہو کر پیار کرنے لگا اور پیار کرتے کرتے دیوانہ ہونے لگا۔ اُسے بازوؤں میں اُٹھا کر کبھی مشرق سے مغرب لے گیا کبھی شمال سے جنوب لے آیا۔ کبھی پیار کے آسمان پر پہنچایا کبھی اُسے پھولوں بھری زمین پر بچھا دیا۔ میں نہیں جانتا، میں نے اُسے کتنا پیار دیا اور دیوانگی میں پیار کے بدلے کتنا پیار وصول کرتا رہا۔ میں نہیں جانتا کیونکہ دیوانے کو اپنا ہوش نہیں رہتا۔ میں سمجھتا ہوں ایسے وقت دل کی گہرائیوں سے پیار کرنے والا اپنے ہوش میں نہیں رہتا اور حد ہوش میں رہ کر پیار کرتا ہے، وہ دیوانہ نہیں ہوتا۔

میں حیران تھا کہ وہ کیا ہے۔ پہلے میں نے ایک نازک سے چھوکرے کے روپ میں اُسے دیکھا پھر اُسے ہوش اُڑا دینے والی چھوکری کے روپ میں حاصل کر لیا، لیکن وہ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ تھی۔ جب ہم گمشدہ طیارے والے اڈے میں گئے تھے تو وہاں دشمنوں سے اچھی خاصی فائٹ ہوئی تھی۔ وہاں میں نے جوانی کو زبردست انداز میں لڑتے دیکھا تھا۔ اُس کے کراٹے، پنچ، سمرسالٹ اور فلائنگ کِک وغیرہ سے پتا چل گیا تھا کہ اُس نے بچپن سے باقاعدہ تربیت حاصل کی ہے۔

پھر مائیکرو فلموں کے ذریعے پتا چلا، وہ سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ غیر ممالک کے راز چُراتی رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ذہین اور حاضر دماغ ہے، اسی لیے ماسک مین نے اُسے ایسی راہ پر لگایا تھا۔

اس کے بعد انکشاف ہُوا کہ وہ زبردست قوتِ ارادی اور غیر معمولی قوتِ برداشت رکھنے والی لڑکی ہے۔ ایسی لڑکیاں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی ہیں جو بے حد جسمانی اور دماغی تکالیف اُٹھا کر منٹوں میں نارمل ہو جاتی ہوں۔ جینا کو زبردست بجلی کے جھٹکے پہنچائے گئے تھے۔ بڑے بڑے مجرم ایک ہی جھٹکے میں اندر کی بات اُگل دیتے ہیں۔ بجلی کے دوسرے جھٹکے میں کئی منٹ تک بولنے کے قابل نہیں رہتے اور تیسرے جھٹکے کے بعد گھنٹوں بستر سے اُٹھنے کا حوصلہ نہیں پاتے لیکن جینا نے قوتِ برداشت کی حیرت انگیز مثال پیش کی تھی۔ بجلی کا تیسرا جھٹکا لگنے کے آدھے گھنٹے بعد ہی طبی اسپتال سے فرار ہو کر میرے پاس پہنچ گئی تھی۔

جو فوجی افسران اُسے میرے کاٹیج سے گرفتار کر کے لے گئے تھے، وہ اُسے شہر میں اور شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں پر تلاش کر رہے ہوں گے، وہ یہ سوچنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے کہ جس کاٹیج سے اسے گرفتار کر کے لے گئے تھے، وہ اسی کاٹیج میں واپس آئی ہو گی۔ وہ گھنٹے گزر گئے تھے کوئی پولیس والا یا فوجی ہمارے دروازے پر نہیں آیا تھا۔

جینا نے گھڑی دیکھی پھر مجھ سے لپٹ کر بولی "دس بجنے میں اب صرف آدھا گھنٹا رہ گیا تھا، میں مر جاؤں گی۔ تمھاری آغوش سے محروم ہو جاؤں گی۔"

"تم نہیں مرو گی، صرف تم ہو جاؤ گی کل صبح دس بجے آنکھ کھولو گی تو خود کو اسی طرح میری آغوش میں پاؤ گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "سچ کہہ رہے ہو؟ کل صبح دس بجے تک تم اسی طرح مجھے آغوش میں چھپائے رہو گے؟"

"ہاں تمھیں اپنی جان سے لگائے رکھوں گا۔"

"میں مر جاؤں گی، گم ہو جاؤں گی یا اپنی ذات سے غائل ہو جاؤں گی تو تم میرے ساتھ کیا کرتے رہو گے؟"

"پیار کرتا رہوں گا۔"

"ہائے مگر مجھے خبر نہیں ہو گی۔"

میں نے اُسے ہمدردی اور محبت سے دیکھا پھر پوچھا "تم مجھ پر کتنا بھروسا کرتی ہو؟"

"میں صرف تم پر بھروسا کرتی ہوں اور میرا کون ہے؟ کوئی نہیں ہے، میرا اپنا وجود بھی قابلِ اعتماد نہیں ہے۔"

"تو پھر میری بات کا اعتبار کرو۔ تمھارا برین واش کیا گیا ہے اور تمھارے دماغ میں دوہری شخصیت کو نقش کیا گیا ہے۔"

"میرے ساتھ ایسا کیوں کیا گیا ہے؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں۔ تمھارا برین واش کر کے تنویمی عمل کے ذریعے دماغ میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ تم دن کے دس بجے سے رات کے دس بجے تک جینا نامی لڑکی رہو گی اور رات کے دس بجے سے صبح دس بجے تک جوانی نام کا لڑکا بن جاؤ گی۔"

وہ حیرانی اور بے یقینی سے میرا مُنہ دیکھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا "تمھیں یقین نہیں آ رہا ہے؟"

"میں تمھیں کبھی جھوٹا سمجھ ہی نہیں سکتی اور تمھاری اس بات سے یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ لوگ مجھے جوانی یا اس کی ہم شکل کیوں کہتے ہیں؟"

میں نے کہا "شاباش! اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خیال خوانی کرنے والا ابھی تمھارے دماغ میں نہیں ہے اگر ہوتا تو تمھیں اپنی عقل سے یوں سوچنے نہ دیتا۔"

"میں تمھاری باتوں پر پوری طرح بھروسا کرتے ہوئے یہ بھی سمجھ رہی ہوں کہ رات دس بجے کے بعد میں جوانی نام کا لڑکا بن جاتی ہوں۔"

"شاباش! اور سوچو، ان لمحات میں تمھاری عقل جو کہہ رہی ہے وہ زبان سے بولتی جاؤ۔"

وہ چُپ ہو کر خلا میں تکنے لگی۔ میں سمجھ گیا لڑکا دماغ سے فوراً اُس کے دماغ میں پہنچا، پاسکل بُوبا سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا "یہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔ برائن سے دو دن کی دوستی ہے اور میں اس کی اُلٹی سیدھی باتوں پر یقین کر رہی ہوں۔ میں اپنی عقل سے نہیں اپنے یار کی عقل سے سوچ رہی ہوں۔"

میں نے کہا "پاسکل بُوبا! تم جینا کی آواز اور لہجے میں بولتے ہو اور یہ بے چاری تمھاری باتوں کو اپنے دماغ کی سوچ سمجھنے لگی ہے۔ میں تمھیں ایک عقل کی بات سمجھاتا ہوں۔ ہر انسان پر بُرا وقت آتا ہے۔ ایک بار تم پر بھی آیا تھا۔ تم یہاں فوجی چھاؤنی کے ایک تہ خانے میں قیدی تھے۔ میں چاہتا تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمھیں دماغی اذیتیں پہنچاتا اور تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بنا لیتا لیکن سونیا نے ایمانداری سے تمھیں دماغی نقصان پہنچائے بغیر ماسک مین کے پاس واپس بھیج دیا۔"

پاسکل بُوبا نے کہا "ہم نے بھی جو جو پراحسان کیا ہے، اُسے دماغی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ اُسے بے انتہا ذہین اور معاملہ فہم بنا دیا ہے۔"

"تم لوگوں نے جو جو سے بڑے بڑے فائدے اُٹھانے کے لیے ایسا کیا ہے۔ ہم نے ماریہ کے بدلے تمھیں وہاں بھیج دیا لیکن جس طرح ماسک مین ماریہ کو پہلے کی طرح زہریلی بنانے کی سازش کر چکا ہے اس کے جواب میں ہم نے تمھیں تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام نہیں بنایا۔"

"اچھا تو اس احسان کے بدلے چاہتے ہو کہ میں جینا کے دماغ میں دشمن بن کر نہ آؤں۔ ماسک مین کو چھوڑ کر تم سے دوستی کر لوں؟"

"اگر ماسک مین سے چھٹکارا ہو تو ہم تمھیں قید رکھتے اور تمھاری ڈمی اس کے پاس بھیج دیتے۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ مجھ سے دوستی کرو۔ صرف ایک نیکی کرو۔ یہ نیکی تمھارے کسی بُرے وقت میں کام آئے گی۔ جس طرح ہم نے تم سے نیکی کی تھی پھر کسی بُرے وقت میں تمھارے ساتھ بھلائی کریں گے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی جینا میری آغوش سے نکل گئی۔ بیڈ سے اُتر کر قالین پر دوزانو ہو گئی۔ تب خیال آیا کہ دس بج گئے ہیں۔ میں جلدی سے اُٹھ کر الماری کے پاس گیا، اُسے کھول کر لڑکوں والے کپڑے اور دوسرا سامان نکال لایا پھر وہ سب کچھ اُس کے قریب رکھ کر دوسرے کمرے کے ایک گوشے میں چلا گیا۔

وہ قالین پر دوزانو ہونے کے بعد سجدے کے انداز میں جُھک گئی تھی، اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اُس کے دماغ میں آواز اُبھر رہی تھی "میں مرد ہوں، میرا نام جوانی ہے، ابھی ہوں، ابھی میں اندھیرے میں ہوں، جب آنکھیں کھولوں گا تو میرے چاروں طرف روشنی ہو گی۔ میں خود کو اسی کاٹیج میں پاؤں گا جہاں صبح ایک فوجی افسر مجھے چھوڑ گیا تھا۔"

پاسکل بُوبا اُس کے دماغ میں بول رہا تھا اور جوانی کو یاد آ رہا تھا کہ وہ برائن ڈولف یعنی میرے ساتھ سوئٹزرلینڈ سے پیرس آیا تھا۔ یہاں برائن ڈولف کے کہنے پر فوجی جوان اُسے ایک کمرے میں نظر بند رکھنے کے لیے لے گئے تھے۔ وہاں سے ایک افسر اُسے گاڑی میں بٹھا کر اس کاٹیج میں لے آیا تھا۔ یہاں پہنچتے ہی وہ بستر پر آ کر سو گیا تھا اور اب اس کی آنکھیں کھل رہی ہیں۔

جوانی نے آنکھیں کھول دیں پھر آہستہ آہستہ سر اُٹھا کر دیکھنے لگا۔ اُسے وہی کاٹیج، وہی بیڈ روم دکھائی دے رہا تھا پھر اُس کی

نظر مجھ پر پڑی، وہ خوشی سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "وُولف! میرے دوست"۔

وہ دونوں بازو پھیلائے دوڑتا ہُوا آیا، پھر مجھ سے لپٹ گیا میں اُسے لپٹائے ہوئے تھوڑا سا یوں گھوم گیا کہ وہ ایک آئینے میں نظر آنے لگا۔ میں نے کہا "ذرا آئینہ دیکھو"۔

اُس نے آئینے میں خود کو دیکھا پھر چونک گیا کیونکہ اس کے سر پر لڑکیوں والی سُنہرے بالوں کی وِگ تھی۔ وہ پریشان ہو کر بولا "میں جب بھی دس بجے رات کو آنکھ کھولتا ہُوں، میرے سر پر وِگ ہوتی ہے اور جسم پر لڑکی کا لباس ہوتا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

وہ مجھ سے الگ ہو کر سر سے وِگ نوچ کر پھینکنا چاہتا تھا۔ میں نے الگ ہونے نہیں دیا۔ کہا "اچھی طرح جکڑ کر کہا۔ "تمھارا سینہ میرے سینے سے لگا دھڑک رہا ہے۔ ذرا سوچو، ذرا سمجھو، اگر تم لڑکے ہو تو لڑکی کی طرح سینہ کیوں دھڑک رہا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر الگ ہونا بھول گیا۔ کیا میں اس کے حواس پر چھا رہا تھا؟ یہ معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچا۔ پاسکل بُوبا اُس کی سوچ میں کہہ رہا تھا "نہیں، میں لڑکا ہُوں میرے سینے کی دھڑکن لڑکی جیسی نہیں ہے۔ وُولف کی نیت خراب ہے، یہ مجھے لڑکی بنانا چاہتا ہے"۔

میں بھی پاسکل بُوبا کے مقابلے میں ڈٹ گیا۔ جونی کی سوچ میں بولا "نہیں وُولف کی نیت خراب نہیں ہے، یہ میرا ایسا دوست ہے جس کی طرف بے اختیار دل کھنچا جاتا ہے۔ ابھی میں سینے سے لگ کر دھڑکتے ہوئے بدن کو اچھی طرح سمجھ رہا ہُوں۔ یہ میرے پاس لڑکی کا بدن ہے"۔

پاسکل نے اُس کی سوچ میں کہا "یہ جھُوٹ ہے۔ میرا بدن لڑکی کا نہیں ہے، میں ہمیشہ اپنے بدن کو بھُول جایا کرتا ہوں آج بھی بھُول رہا ہُوں اور بھُولنے کے لیے اس کے سینے سے الگ ہونا چاہیے"۔

پاسکل اُس کے دماغ میں رہ کر اُسے مجھ سے الگ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں بھی اُس کے دماغ میں تھا۔ اُس کے اندر جذبات بھڑک رہا تھا اور وہ جذبوں میں بہتا جا رہا تھا چونکہ جونی میری طرف مائل تھا، اس لیے پاسکل کمزور پڑ رہا تھا۔

وہ جونی کو سانس روکنے پر مجبور کر کے مجھے دماغ سے نکال سکتا تھا لیکن اس کے سانس روکتے ہی وہ بھی باہر ہو جاتا، اس کا کچھ بھلا نہ ہوتا۔ جونی تو میرا دیوانہ تھا۔ وہ میری ہی باتیں سُنتا اور تسلیم کرتا رہتا جس طرح آدھا گھنٹا پہلے جینا میری باتیں تسلیم کر رہی تھی۔

پاسکل نے جب اُسے اپنی گرفت سے نکلتے دیکھا تو کینگی پر اُتر آیا۔ اُس نے اچانک اُس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ جونی کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ میرے بازوؤں میں تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے دماغ میں جو زلزلہ پیدا کیا جاتا ہے، اس سے کسی ناقابلِ برداشت تکلیف پہنچتی ہے یہ میں اچھی طرح جانتا ہُوں۔ میں نے غصّے سے کہا "پاسکل! تم اپنی عمر کم کرتے جا رہے ہو، میں تمھیں آخری وارننگ دے رہا ہُوں، اگر اب تم نے اسے دماغی تکلیف پہنچائی تو تمھارے ملک اور قوم کے لوگ اس سے بھی زیادہ اذیتوں میں مُبتلا ہوں گے"۔

میں اُسے وارننگ دے کر جونی کے دماغ میں آیا تاکہ اُس کی تکلیف کچھ کم کر سکوں لیکن میں نے محسوس کیا، وہ دماغی طور پر پُرسکون تھا اور سوچ رہا تھا "مجھے یوں لگا ہے جیسے تھوڑی دیر پہلے کچھ لوگ مجھے بجلی کے جھٹکے پہنچا رہے ہیں"۔

جونی کے ایسا سوچنے کا مطلب یہ تھا کہ اُسے ٹیلی پیتھی کا جھٹکا پہنچنے سے بجلی کے وہ جھٹکے یاد آئے تھے جو جینا کو پہنچائے گئے تھے۔ یوں سمجھا جائے تو وہ جونی نہیں تھا، وہی جینا تھی جو غیر معمولی قوّتِ برداشت کی حامل تھی۔ تین بار بجلی کے جھٹکے کھانے کے بعد بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ ٹیلی پیتھی کے جھٹکے سے بھی اُسے لحاتی تکلیف پہنچی تھی پھر چند سیکنڈ بعد ہی اُسے آرام آ گیا تھا۔

پاسکل بُوبا اُس کے دماغ میں رہ کر یہ تمام باتیں سمجھ رہا ہوگا اور سوچ رہا ہوگا کہ دوسری بار دماغ میں زلزلہ پیدا کرے گا تو اُسے بجلی کے جھٹکوں کے ساتھ اپنے اندر کی جینا بھی یاد آ جائے گی، شاید اسی لیے اب وہ اُسے نہیں چھیڑ رہا تھا۔

میں جونی یا جینا کی تکلیف سے تڑپ گیا تھا۔ دشمن کو وارننگ دے چکا تھا کہ وہ دوسری بار دماغی تکلیف پہنچائے گا تو میں انتقامی کارروائی کروں گا لیکن اب میں نے فیصلہ کر لیا کہ اُسے تھوڑی تکلیف پہنچانا چاہیے یہ بھی برین واشنگ کا ایک طریقہ ہے۔ میں نے تجربہ کرنے کے لیے اس طریقے پر عمل کیا پھر خود ہی اپنی جانِ حیات کو ایک دماغی جھٹکا پہنچایا۔ اُس کے حلق سے پھر ایک چیخ نکلی۔ اس کے ساتھ ہی اُس کی دماغی آنکھوں کے سامنے بجلی کے جھٹکے دیے جانے کا منظر روشن ہو کر بجھ گیا۔ میں نے اُس کی دُکھتی ہوئی سوچ میں کہا "ہاں! مجھے یاد آ رہا ہے میں لڑکا نہیں ہُوں، لڑکی ہُوں، وہ فوجی افسر مجھ سے حقیقت اُگلوانے کے لیے بجلی کے جھٹکے پہنچا رہے تھے"۔

میں اُس کی سوچ میں ابھی اور بولنے والا تھا لیکن پاسکل نے غصّے سے کہا "یہ جھُوٹ ہے۔ جونی! یہ برائن وُولف تمھیں ذہنی اذیتوں میں مُبتلا کر کے لڑکے سے لڑکی بنانا چاہتا ہے۔ تمھارے دماغ میں تمھاری سوچ کے ذریعے بول رہا ہے، اس کی باتوں میں نہ آؤ"۔

جونی نے کہا "جھُوٹے تم ہو، تم نے مجھے دماغی تکلیف پہنچائی تھی۔ وُولف میری تکلیف سے تڑپ کر تمھیں چیلنج کر رہا تھا لیکن تم نے دوسری بار بھی یہی حرکت کی"۔

"میں قسم کھا کر کہتا ہُوں، دوسری بار میں نے دماغ میں زلزلہ پیدا نہیں کیا تھا"۔

"تم اور دو چار بار ایسا کرو، تمھاری اس دُشمنی کی وجہ سے مجھے بہت کچھ یاد آ رہا ہے، مجھے یقین ہوتا جا رہا ہے کہ میں لڑکی ہوں اور میرا نام جینا ہے"۔

میں نے اس بار زبان سے کہا "میری جینا کے اندر چُھپ کر رہنے والے شیطان تُو نے اسے دوسری بار بھی دماغی تکلیف پہنچائی ہے، میں تجھ سے ضرور انتقام لوں گا"۔

وہ بولی "انتقام نہ لو، اس کا شکریہ ادا کرو اور تیسرے جھٹکے کی فرمائش کرو، پتا نہیں، خدا نے مجھے کس مٹی سے بنایا ہے۔ میں جسمانی اور دماغی تکالیف سے محض چند لمحوں کے لیے پریشان ہوتی ہُوں پھر یوں لگتا ہے جیسے کچھ ہُوا ہی نہیں تھا"۔

میں نے کہا "اب یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ماسک مین کے پاس برین سرجری کے ماہرین ہیں، انھوں نے جو جیسی بچگانہ ذہن رکھنے والی لڑکی کو حیرت انگیز طور پر ذہین بنا دیا ہے، اُن ماہرین نے تمھارا بھی برین آپریشن کیا ہوگا اور تمھارے دماغ کو فولاد بنانے کا تجربہ کیا ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہُوں، وہ تجربہ نہایت کامیاب رہا ہے اور یہ بارہ گھنٹے کے لیے لڑکا اور لڑکی بنانے والی شرارت کسی تنویمی عمل کرنے والے کی ہے۔ آج میں پاسکل بُوبا کی ٹیلی پیتھی کا طلسم توڑنے میں بڑی حد تک کامیاب رہا ہوں، جلد ہی تمھارے دماغ سے تنویمی عمل کا اثر بھی ختم کر دوں گا"۔

پاسکل نے کہا "تمھارا باپ بھی تنویمی عمل کا اثر ختم نہیں کر سکے گا۔ میں اسے تمھارے پاس رہنے نہیں دوں گا، تم سے بہت دُور ایسی جگہ پہنچا دوں گا، جہاں تم پہنچ نہیں سکو گے۔ اگر پہنچ گئے تو وہاں سے واپس نہیں آ سکو گے"۔

میں نے کہا "تم ناکام ہو کر جینا پر ظلم کرنا چاہتے ہو۔ میں اسے تمھارے سر پر تھنڈر بولٹ سے بچا تا رہوں گا۔ تم سوچو کہ تم پر جلد ہی بُرا وقت آنے والا ہے۔ اُس وقت تمھارا کیا بنے گا، کون تمھیں بچائے گا۔ میں تمھیں آخری موقع دے رہا ہُوں اگر تمھاری عقل میں یہ بات آ جائے کہ میں ہی تمھارے بُرے وقت میں کام آ سکتا ہُوں تو آؤ انسان بن جاؤ اور مجھے بتا دو کہ جینا کو عجوبہ بنانے میں برین آپریشن کے نتائج کیا ہیں اور تنویمی عمل کا دخل کتنا ہے؟"

اُس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟"

اُس نے پوچھا "وُولف! تم کون ہو؟"

میں نے تعجّب سے کہا "حیرت ہے تم وُولف سے جینا کے اندر رہ کر میرا سامنا کرتے آ رہے ہو اور اب پوچھ رہے ہو کہ میں کون ہُوں؟"

"ہاں، تم وہ نہیں ہو، جو نظر آ رہے ہو۔ تم جس اعتماد اور ذہانت سے جینا کو ہم سے دُور کر رہے ہو اس کے لیے بڑے تجربات اور گہری پلاننگ کی ضرورت ہوتی ہے، تمھارے جیسا نیا خیال خوانی کرنے والا یوں فرہاد کی طرح میدان نہیں مار سکتا۔ ماسک مین کہتا ہے تم نئے نہیں ہو، تمھارے اندر کسی خبیث کی بافرہاد کی رُوح سما گئی ہے"۔

میں نے کہا "میری عمر زیادہ ہے، بیچن برس سے بابا صاحب کے ادارے میں تربیّت حاصل کرتا رہا ہُوں۔ میرے دماغ میں تنویمی عمل کے ذریعے فرہاد کے ایک ایک طریقہ کار کو نقش کرایا گیا ہے۔ میں تجربات کے لحاظ سے بہت پُرانا ہُوں اور گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چُکا ہُوں"۔

وہ چُپ رہا۔ میں نے کہا "میں اپنی حقیقت بتا چُکا ہوں اب تم جینا کے متعلق بتاؤ"۔

"میں اپنے ماسک مین سے غدّاری کروں اور جینا کی حقیقت بتاؤں، کیا مجھے پاگل سمجھتے ہو؟"

"پہلے پاسکل سمجھتا تھا، اب پاگل سمجھوں گا"۔

جینا نے کہا "اس جھگڑے میں مجھے دو اہم باتیں معلوم ہو گئیں۔ ایک تو یہ کہ پاسکل نامی ٹیلی پیتھی جاننے والا دُشمن میرے اندر چھپا رہتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ مجھے بجلی کے یا ٹیلی پیتھی کے جھٹکے پہنچائے جائیں تو مجھے گدری ہوئی کچھ باتیں یاد آ جاتی ہیں"۔

"کیا تم خود کو جینا کی حیثیت سے اچھی طرح پہچان رہی ہو؟"

"ہاں، کچھ تو دماغی جھٹکے نے سمجھا یا کچھ اپنے حالات کا تجزیہ کرنے سے بات سمجھ میں آتی ہے کہ میں روز نہ دس بجے جب بھی جونی بنتی ہُوں تو میرے سر پر وِگ اور بدن پر زنانہ لباس کیوں ہوتا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ میں لڑکی ہُوں اور کسی دُشمنی سے مجھے بارہ گھنٹے تک لڑکے کے روپ میں رکھا

جاتا ہے۔"

"پھر تو واقعی دماغی جھٹکے تمھارے لیے سود مند ہیں۔"

وہ بولی۔ "ڈاکٹر اپنے مریض کا آپریشن کرتے ہیں۔ اس کے جسم کی چیر پھاڑ کرتے ہیں پھر اُسے کسی مہلک مرض سے نجات دلاتے ہیں یعنی مریض کو اچھا کرنے کے لیے اس پر ظلم بھی کیا جاتا ہے۔ میرے دوست! تم بھی مجھ پر ظلم کرو۔"

"یعنی میں تمھیں ذہنی جھٹکے پہنچاؤں؟"

"ہاں، دشمن سے اس کی توقع نہیں ہے، ایک دوست ہی ایسا کر سکتا ہے۔ آؤ محبت سے مجھ پر ظلم کرو۔"

اُس کے دماغ میں پاسکل نے کہا، "وُولف! ایسی حماقت نہ کرنا، جینا کے دماغ میں جو دُھند چھائی ہوئی ہے اُسے رہنے دو، ورنہ دُھند صاف ہوگی تو یہ لڑکی تمھارے لیے موت بن جائے گی۔"

"جب اس کا ذہن صاف ہوگا تو یہ میرے لیے نہیں تمھارے لیے موت بنے گی۔"

یہ کہہ کر میں نے جینا کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا، وہ چیخ مار کر اپنی جگہ سے اُٹھی پھر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر صوفے پر گر پڑی۔ پاسکل ایسے وقت اُسے اپنے طور پر ہوش میں آنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ اُس کے دماغ میں کہنے لگا، "میں جوانی ہوں، جوانی رہوں گا، میں تبدیل نہیں ہو سکتا۔ یہ دُولف میرے دماغ کو کمزور بنا رہا ہے۔ مجھے فراموش کی ہوئی باتیں کبھی یاد نہیں آئیں گی، کبھی یاد نہیں آئیں گی۔"

میں اُس کی باتوں کا توڑ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا، "مجھے یاد آ رہا ہے، آج شام کو فوجی جوان مجھے پکڑ کے لے گئے تھے اور میری اصلیت اُگلوانے کے لیے مجھے بجلی کے جھٹکے پہنچائے جا رہے تھے۔ اب مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں سانس روک سکتی ہوں، میں کئی منٹ تک سانس روک سکتی ہوں، یہ سچ ہے یا جھوٹ مجھے آزمانے کے لیے سانس روکنا چاہیے اور یہ ابھی روک رہی ہوں۔"

اُس نے سانس روک لی، میں دماغ سے باہر ہو گیا یقیناً پاسکل بھی وہاں سے نکل گیا ہوگا اور مجھے جی بھر کے گالیاں دے رہا ہوگا۔ جینا دماغی طور پر ہم دونوں کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی لیکن جسمانی طور پر میرے سامنے موجود تھی۔ پاسکل تو اُس سے بالکل ہی محروم ہو گیا تھا۔ وہ آسانی سے پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا، ایک آدھ منٹ کے بعد پھر اُس کے دماغ میں آ سکتا تھا۔

میں نے جینا کو آغوش میں لے کر سر کو سہلاتے ہوئے کہا، "تم پر ظلم کرتے ہوئے دل دُکھ رہا ہے، میں سمجھتا ہوں وہ شیطان پیچھا چھوڑ دے تو تمھیں ٹیلی پیتھی کے جھٹکوں کی زیادہ ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

اُس نے پھر سانس روک لی۔ میں نے پوچھا، "کیا کہا آیا تھا؟"

اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے کہا، "فی الحال دُور رکھنے کا یہی طریقہ ہے۔ سانس وقفے وقفے سے روکتی رہو اور اپنے بارے میں کچھ نہ کچھ یاد کرتی رہو۔"

اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اُسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے اُسے دونوں بازوؤں میں صوفے پر سے اُٹھایا اور بستر پر لا کر لٹایا۔ اس کے بعد فون کے پاس آ کر صوفے پر بیٹھ کر ریسیور اُٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا، "ہیلو!"

سونیا کی آواز آئی، "میرے پاس آؤ۔"

میں ریسیور رکھ کر اُس کے پاس پہنچا۔ وہ مجھے پارس کی روداد سنانے لگی۔ وہ سوسانہ اور جبریل کو پیرس لا رہا تھا، سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اُس طیارے کو ٹریس کر کے جزیرۂ مارو روی پہنچا دیا تھا۔ وہاں زبردست جنگ چھڑنے والی تھی۔ ایک طرف پارس، سوسانہ اور جبریل تھے، دوسری طرف جزیرے کی پوری فوج جو دشمن خیال خوانی کرنے والے کے احکامات کی تعمیل اپنا فرض سمجھتی تھی۔

سونیا نے کہا، "جیسا کہ تم جانتے ہو، پارس تمھاری ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لے گا۔ اُس نے مجھ سے بھی کسی طرح کی امداد کے لیے نہیں کہا ہے۔ اُسے صبح تک صرف ایک طیارے کی ضرورت ہے تاکہ تین سو مسافروں کو وہاں سے نکالا جا سکے۔"

میں نے پوچھا، "تم کیا چاہتی ہو؟"

"اس جزیرے سے سپر ماسٹر کے قدم اُکھاڑ دو۔ اُس سے کہو کہ اُس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پارس ڈیگر ہماری قید میں ہے اگر وہ پارس کو نقصان پہنچائے گا اور جزیرے سے فوراً واپس نہیں جائے گا تو اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جہنم میں پہنچا دیا جائے گا۔"

سونیا نے اپنی پلاننگ کے مطابق سپر ماسٹر کو مخاطب کیا اور جب چیلنج کیا تو اُسے یقین نہیں آیا کہ پارس ڈیگر ہماری قید میں ہے اور اس کا دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہمارے نشانے پر ہے۔ سونیا نے کہا، "آدھے گھنٹے کے اندر تمھارے ایک خیال خوانی کرنے والا مرے گا، اُسے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔ اس کی موت کے بعد بھی تم پارس، سوسانہ اور جبریل کو پیچھے نہیں چھوڑو گے تو تمھارا تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا کم ہو جائے گا۔"

میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ سپر ماسٹر کس طرح پریشان ہو گیا تھا۔ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو محفوظ مقامات کی طرف لے جا رہا تھا۔ میں نے سوچا تھا اگر وہ جزیرے سے صرف خیال خوانی کرنے والے کو نہیں بلائے گا تو میں کینی پال کو اپنے خیال خوانی کرنے والے کو نہیں بلائے گا کہ ہم اس کے بیشتر ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔

لیکن کینی پال کے مقدر میں ابھی زندگی کی سانسیں باقی تھیں۔ اس کی جگہ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیلی کاپٹر میں پرواز کے دوران ہلاک ہو گیا۔ یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہیلی کاپٹر کس طرح گر کر تباہ ہو گیا۔ سپر ماسٹر نے یہی سمجھا کہ سونیا نے اپنا چیلنج پورا کر دیا ہے۔ اُس نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہا۔ یہ معلوم کرنا چاہا کہ وہ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیسے جانتی ہے۔

اُس نے کہا، "ان کی ایک طویل فہرست میرے پاس ہے جن میں سے ایک میرا قیدی ہے۔ دوسرے کو مار چکی ہوں۔ اگر اب بھی تم نے جزیرہ خالی نہیں کیا تو سپر پندرہ منٹ کے بعد تمھارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مرے گا۔"

اس چیلنج کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ سپر ماسٹر نے مارٹن رسل کو جزیرے کی طرف جانے سے روک دیا۔ اس کے بعد پارس جزیرے میں کیا کرتا رہا، یہ میں نہیں جانتا۔ میں نے جینا کے پاس آ کر دیکھا، وہ گہری نیند میں تھی۔ میں چُپ چاپ اُس کے دماغ میں جا کر اندر ہونے والی تبدیلیوں کو سمجھ سکتا تھا لیکن یہ کام صبح سے پہلے کسی وقت بھی ہو سکتا تھا۔ ابھی اس سے بھی زیادہ ضروری ایک کام تھا۔ میں مس جوراجوری کے پاس پہنچ گیا۔ کینی پال کے ذریعے جوراجوری کے دماغ میں بھی پہنچنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ ایسی حالت میں نہ سانس روک سکتی تھی نہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی تھی۔ اُسے طبّی ہیڈ کوارٹر کے اندر ایک اسپتال میں پہنچایا گیا تھا۔ اُسے یہ خبر مل گئی تھی کہ سونیا نے ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے والوں کو اپنے چیلنج کے مطابق ہلاک کر دیا ہے۔ اس ہیلی کاپٹر میں سپر ماسٹر کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔

جوراجوری اُس وقت سے پریشان تھی جب ایمبولینس کے پچھلے حصّے میں کینی پال نے اُسے رائفل دکھا کر بولنے پر مجبور کیا تھا اور وہ بے اختیار بول پڑی تھی۔ اگر صحت مند ہوتی تو کینی پال سے ڈٹ کر مقابلہ کرتی۔ اُس نے تربیت حاصل کرنے کے دوران اپنی حفاظت کرنے کے بہت سے گُر سیکھے تھے لیکن بیماری کی حالت میں خود کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے گُر ابھی اسے سکھائے نہیں گئے تھے، اس لیے وہ اپنی آواز سُنانے پر مجبور ہو گئی تھی۔

میں اُس کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہو گیا تھا۔ وہ کسی سے یہ کہنے والی نہیں تھی کہ کینی پال نے اُسے جبراً بولنے پر مجبور کیا تھا۔ یہ بات سپر ماسٹر کو معلوم ہو جاتی تو وہ اُس کا برین واش کرا دیتا۔ اُس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دیتا تاکہ ہم اُسے آلۂ کار بنا کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال نہ کر سکیں۔

یہی خوف کینی پال کو تھا، اس لیے وہ خاموشی سے میرا معمول بنا ہوا تھا۔ ٹیلی پیتھی ایسا منفرد اور غیر معمولی علم ہے جو کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو سب سے افضل، برتر اور ناقابلِ شکست بناتا ہے۔ ایسا علم حاصل کرنے کے بعد کوئی اس سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا کسی کو یہ منظور نہیں تھا کہ سپر ماسٹر ان کے دماغ سے اس علم کو مٹا دے، اس کا برین واش کر دے۔

وہ اسپتال کے بستر پر لیٹی ہوئی پریشانی سے سوچ رہی تھی، "کینی پال نے ایسی حرکت کیوں کی؟ مجھے بولنے پر مجبور کیوں کیا؟ کیا سونیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آ گیا ہے؟ لیکن اتنی دیر ہو گئی، کوئی میرے دماغ میں نہیں آیا۔ اگر آتا تو میں اُسے محسوس کر لیتی۔ میرا دماغ حسّاس ہے، میں تین منٹ تک سانس روک لیتی ہوں۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا، "بے شک میرا دماغ حسّاس ہے کوئی آئے گا تو مجھے فوراً خبر ہو جائے گی، مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر نے ابھی جو دوا دی ہے اس سے غضا آرام دے بخار کم ہو گیا ہے۔ میں آنکھیں بند کر کے سو جاؤں گی تو بخار بالکل ختم ہو جائے گا۔"

اُس نے آنکھیں بند کر لیں، اُسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اُس نے آنکھیں کھول کر ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے باپ کی آواز سُنائی دی، "ہیلو جوری! کیسی ہو بیٹی؟"

"بخار کم ہو رہا ہے پاپا! ابھی میں سونے جا رہی تھی۔"

"تمھیں اب سکون سے نیند پوری کرنی چاہیے۔ تم پر سے بلا ٹل گئی ہے۔ سونیا نے کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالا ہے۔ میری بیٹی محفوظ ہے۔ تمھاری ماما بہت خوش ہیں، تم سے باتیں کرنا چاہتی ہیں مگر تم جانتی ہو، ان حالات میں سرکاری طور پر صرف میں ہی تم سے باتیں کر سکتا ہوں، اچھا بیٹی! آرام کرو پھر باتیں ہوں گی۔"

وہ ریسیور رکھ کر پھر بستر پر چاروں شانے چت ہو گئی۔ آنکھوں کو بند کر لیا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے

ایک منٹ کے اندر سُلا دیا پھر اُس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اُس کا بخار کم ہو چکا تھا۔ اگر وہ نارمل ہو جاتی اور دماغی توانائی بحال ہو جاتی تو پھر وہ میرے قابو میں نہ آتی میں نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر اُسے معمول بنا لیا۔

جب اُس کا دماغ پوری طرح میرے عمل کی گرفت میں آگیا تو میں نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

اُس کے ہونٹ ہلے۔ وہ بولی "جوزا جوری"

"تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟"

"کرنل جیکب وال برگ"

"تم ٹرانسفارمر مشین کے عمل سے کب گزری تھیں؟"

"چار ماہ پہلے"

"سونیا اور علی تیمور وغیرہ نے تمام ٹرانسفارمر مشینوں کو سال بھر پہلے تباہ کر دیا تھا پھر چار ماہ پہلے تم کس ٹرانسفارمر مشین سے گزری تھیں؟"

"میں نہیں جانتی"

"کیا سپر ماسٹر نے ایسی کوئی مشین چھپا کر رکھی ہے؟"

"میں نہیں جانتی"

"تم سپر ماسٹر کے متعلق نہیں جانتیں، اپنے باپ کے متعلق کیا جانتی ہو؟"

"میرے پاپا فوج کے بااثر کرنل ہیں۔ اُنھوں نے مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے لیے سلیکشن بورڈ پر دباؤ ڈالا اور میں ٹیلی پیتھی سیکھ گئی"

میں نے کہا "اپنے پاپا کے متعلق بتاتی رہو"

"میرے پاپا سلیکشن بورڈ کے ممبر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میری طرح اور کتنے لوگوں کو ٹیلی پیتھی سکھانے کے لیے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا ہے"

"کیا یہ بات تمہارے پاپا نے تمہیں بتائی؟"

"نہیں، وہ ملکی رازوں کے معاملے میں بہت سخت ہیں۔ اُنھوں نے فوج اور سیاست سے تعلق رکھنے والی کوئی اہم بات کبھی میرے سامنے نہیں کی۔ میں ان کی لاڈلی بیٹی ہوں۔ صرف میری خاطر وہ ذرا اصول سے ہٹ گئے ہیں ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کی اہل نہیں تھی۔ پاپا نے دو پردہ اپنے اثر و رسوخ سے مجھے یہ علم سکھا دیا سیکھنے کے بعد میں نے پاپا سے کہا "میں آپ کے چور خیالات پڑھ کر ماما کو بتاؤں گی" وہ مسکرا کے بولے "بیٹی! میں کرنل ہوں، یوگا کا ماہر ہوں، کوئی میرے اندر نہیں آسکے گا۔ تم بھی یہ خیال دل سے نکال دو"

وہ کرنل جیکب وال برگ کے متعلق بتا رہی تھی۔ میں توجہ سے سُن رہا تھا۔ اُس نے کہا "ایک دن پاپا بیمار پڑ گئے۔ ہم انسانوں کی فطرت ہے کہ ہمارے سامنے کوئی مہنت زیادہ پُراسرار بنے تو اس کے متعلق تحریک پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اس کے اندر کی تمام باتیں معلوم کر لینا چاہتے ہیں۔ میں بھی چوری چھپ پاپا کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ اُن کے سینے میں بے قراری تھی اور فوجی راز چھپے ہوئے تھے"

میں نے پوچھا "تم اپنے پاپا کے دماغ سے دوسرے لوگوں کے جاننے والوں کے نام اور اُن کی ہسٹری معلوم کی؟"

"ہاں، اُن کے دماغ میں کوئی سو لہ نام تھے مجھے وہ تمام نام یاد نہیں ہیں، صرف دو نام مجھے اس لیے یاد ہیں کہ ان سے ایک میرا میکنٹر مگی میتھو ہے اگرچہ وہ مجھے پسند نہیں ہے پاپا کا خیال ہے میں اُسے پسند کرنے لگوں گی۔ دوسرا شخص سائنس لیبارٹری کا پروفیسر وارنر ہیگ ہے۔ میں پروفیسر ہیگ کے ساتھ لیبارٹری میں کام کر چکی ہوں"

میں نے حکم دیا "تم صحت یاب ہو کر مگی میتھو سے رابطہ قائم کرو گی"

"میں مگی میتھو سے رابطہ کر دوں گی"

"پھر تم سائنس کا کوئی پیچیدہ مسئلہ حل کرنے کے بہانے پروفیسر وارنر ہیگ سے رابطہ قائم کرو گی"

اُس نے وعدہ کیا "وہ ایسا کرے گی۔ میں نے پوچھا "تمہیں ملٹری ہاسٹل سے گھر جانے کی چھٹی ملتی ہے؟"

"ہر تین ماہ کے بعد دو دن کی چھٹی ملتی ہے"

"آئندہ کب چھٹی ملے گی؟"

"تین ماہ پورے ہو چکے ہیں۔ میں دو دن کے لیے ماما پاپا کے پاس جانے والی تھی کہ بیمار پڑ گئی پھر سونیا کا خطرہ پر منڈلانے لگا"

"اسپتال سے چھٹی ملنے کے بعد تم گھر جانے کی اجازت حاصل کرو گی"

اُس نے وعدہ کیا۔ میں نے حکم دیا "تمہارا دماغ نارمل حالت میں بھی میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا اور تم جاؤ گی کہ ایمبولنس میں کینی پال نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا"

میں نے دوسری تمام اہم باتیں اُس کے دماغ میں تازہ کر دیں پھر اُسے تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ کاٹیج میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی جوزا جوری کے ذریعے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مگی میتھو اور پروفیسر وارنر ہیگ تک پہنچ جاؤں گا پھر وہ اپنے گھر گئی تو اس کے ذریعے اعصاب کمزور کرنے والی دوا کو

دماغ کے حلق تک پہنچا دوں گا۔ اس کے دماغ سے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کر لوں گا۔ اس کے اندر چھپے ہوئے اور بہت سے راز معلوم ہو سکتے ہیں لیکن اس کے بعد بھی بڑی دشواریاں پیش آنے والی تھیں۔ اور وہ یہ کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے حساس دماغ کے حامل ہوں گے۔ ان کے اندر پہنچنا اتنا آسان نہیں ہو گا جتنی آسانی سے میں نے جوزا جوری اور کینی پال کو ٹریپ کر لیا تھا۔

میں سوچنے لگا۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جو ہماری اور دُنیا والوں کی نظروں سے چھپے ہوئے ہیں اُن سے ابھی کسی کو نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔ وہ اُن ہتھیاروں کی طرح ہیں جو اسٹور میں خاموشی سے رکھے ہوئے ہیں۔ جب یہ ہمارے سامنے آئیں گے تو موت بن جائیں گے۔ شیطانوں کی خاموشی کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ انسان بن گئے ہیں۔ سپر طاقتوں کے پاس جو بھی ہتھیار ہوتے ہیں وہ امن اور سلامتی کے لیے کبھی نہیں ہوتے۔

اُن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک ایک کر کے گھیرنے کی ضرورت تھی۔ ہزاروں میل دُور بیٹھ کر صرف خیال خوانی کے ذریعے ہر ایک کو ٹریپ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اُن سے نمٹنے کے لیے نیویارک اور واشنگٹن جانا ضروری تھا۔

ایسے وقت مجھے اپنا بیٹا علی تیمور یاد آیا۔ وہ نہایت ہی سنجیدگی اور ذہانت سے ٹیلی پیتھی جاننے والے دُشمنوں کو ایک ایک کر کے ٹھکانے لگا سکتا تھا۔ ذہن میں سوال پیدا ہوا "میں خود کیوں نہیں جا سکتا؟"

پہلی صرف ایک وجہ سے جانا نہیں چاہتا تھا۔ میرے پاس اپنا پیدائشی چہرہ تھا۔ میں میک اپ کے بغیر آزادی سے گھومتا تھا اور کوئی مجھے فرہاد تسلیم نہیں کرتا تھا لیکن یہی چہرہ لے کر نیویارک وغیرہ جاؤں گا تو براؤن وُولف کو دیکھ کر دُشمن ہوشیار ہو جائیں گے۔ قدم قدم پر میری نگرانی ہو گی اور میں میک اپ میں رہنا نہیں چاہتا تھا اور پلاسٹک سرجری سے کوفت ہوتی تھی۔

میرے دماغ میں سوچ پیدا ہوئی "یہ پلاسٹک سرجری ذہنی عارضی میک اپ کیا جا سکتا ہے اور جب جی چاہے میک اپ تبدیل کیا جا سکتا ہے"

میں نے محسوس کیا، میرے دماغ میں یہ زبردستی کی سوچ پیدا ہو رہی ہے۔ ایسا محسوس کرتے ہی سُرمئی ہنسی سنائی دی۔ میں ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ کئی معاملات پر اُلجھنے کے باعث میں اُن حسین آنکھوں کو بھول گیا تھا جنھوں نے مجھے باسکل بُوبا کا معمول بننے سے بچایا تھا لیکن بعد میں خود اپنا معمول بنا لیا تھا۔

خدا جانے وہ کون تھی، کہاں سے بلا کی طرح نازل ہو گئی تھی اور تنویمی عمل کے دوران نہ جانے کیسی کیسی باتیں میرے دماغ میں نقش کر دی تھیں کیسے کیسے احکامات کا پابند بنا لیا تھا، مجھے یاد نہیں ہے کیونکہ معمول تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد عمل کی تفصیلات کو بھول جاتا ہے۔

میں نے پریشان ہو کر پوچھا "تم... کیا تم وہی ہو؟"

"ہاں وہی ہوں، اب میرا نام اور پتا نہ پوچھا، تمہیں جوزا جوری کے ذریعے خاصی معلومات حاصل ہو گئی ہیں"

پھر پہلے جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ عورت جانے کب سے میرے اندر چھپی ہوئی تھی۔ جوزا جوری پر تنویمی عمل کرتے دیکھ رہی تھی اور جتنی معلومات میں نے حاصل کی تھیں ان سب کی وہ حصے دار بن گئی تھی۔ میں پوری طرح اُس کی مٹھی میں تھا۔ وہ جب چاہتی میرا کام بگاڑ سکتی تھی۔

گویا میں غلام بن گیا تھا۔ کوئی کام آزادی اور رازداری سے نہیں کر سکتا تھا میں تنہائی میں صرف جینا کے ساتھ نہ ہوتا، وہ تیسری بھی ہمارے درمیان ہوتی اور ہمیں پتا نہ چلتا۔ میں نہایت رازداری سے کسی دُشمن کی شہ رگ تک پہنچنے کے لیے جاتا تو وہ میرے اندر موجود رہتی۔ وہ چاہتی تو میں دُشمنوں کو مُنہ توڑ جواب دیتا۔ اگر دشمنوں سے اس کا سودا اور سمجھوتا ہوتا تو وہ میرے منصوبوں سے انھیں آگاہ کر دیتی۔ وہ میری زندگی میں پہلی عورت تھی جس نے مجھے مجبوریوں اور پابندیوں میں بُری طرح جکڑ لیا تھا۔ ایسی غلامی اور پابندیاں میں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے آج تک کسی مصیبت کو زیادہ دیر تک خود پر مسلط رہنے نہیں دیا لیکن موجودہ مصیبت سے نجات حاصل کرنے کا فوری راستہ نہیں مل رہا تھا۔

ایسے وقت سونیا ہی یاد آتی ہے۔ وہی اپنی مکاریوں سے اُس عورت کو میرے دماغ سے بھگا سکتی ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ اُس کی رس بھری سوچ نے کہا "کہاں جاؤ گے؟ تمہاری وہ نجات دہندہ بھی مجھے تمہارے دماغ سے نہیں نکال سکے گی"

میں نے پریشان ہو کر پوچھا "تم کیا چاہتی ہو؟"

"تمہیں چاہتی ہوں"

"تمہاری چاہت کتنے دنوں کی ہے؟"

"میں اپنی آخری سانس تک تمہیں اپنا بنائے رکھوں گی"

"میں تمہیں پسند کروں یا نہ کروں تم جبراً اپنا بنا کر رکھو گی؟"

"تم مجھے صرف پسند ہی نہیں کرو گے بلکہ میرے دیوانے ہو جاؤ گے۔ میں نے اپنے حسن کو اپنے جسم و جاں کو تمہارے لیے بچا کر رکھا ہے۔ اس میں سے ایک تنکا خرچ نہیں کیا ہے۔"

"تمہیں اپنے حسن اور اپنی شخصیت پر اتنا بھروسا ہے تو مجھ سے ملو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے پوچھا "اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"میں تم سے باتیں کرنے کے دوران تمہارے جو رجحانات بھی پڑھتی جا رہی ہوں، تم سوچ رہے ہو۔ میں جیسے ہی تم سے ملنے آؤں گی تم میرا کام تمام کر کے ہمیشہ کے لیے مجھ سے نجات حاصل کر لو گے۔"

اتنا کہہ کر وہ پھر ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے کہنے لگی "تم اپنے دماغ میں میری سوچ کے لب و لہجے کو سن رہے ہو کیا ایک بار بھی تمہارے اندر یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے دماغ میں پہنچو، اگر جگہ ملے تو میرے اندر زلزلہ پیدا کر دو؟"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ میرے اندر یہ تحریک پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ ابھی اس کے کہنے کے باوجود اس کے دماغ میں جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے کہا "یہ تمہارے تنویمی عمل کا اثر ہے۔ میں اپنی تمام صلاحیتوں کو آزمانے کے بعد بھی تمہارے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گا۔"

"اسی طرح تم مجھے محبت سے ہاتھ لگا سکو گے لیکن مجھے نقصان پہنچانے کا خیال تک تمہارے دل میں نہیں آئے گا۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے خود کو محفوظ کر لیا ہے۔"

"ایسی بات ہے تو چھپتی کیوں ہو، سامنے آؤ۔"

"سامنا کرنے کے لیے تمہیں نیویارک آنا ہو گا۔ میں چھپتی ہوں، تم علی تیمور کو یہاں نہ بھیجو، خود آؤ۔"

"میں تم پر کیسے بھروسا کروں۔ پتا نہیں تمہارا تعلق کس تنظیم سے ہے۔ میں وہاں پیٹر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے علوم میں ان تمام تجربات سے گزر تی رہی ہوں، جن سے تم گزرتے رہے ہو۔ میں پچھلے دس برس سے کسی نہ کسی کو آلۂ کار بنا کر تمہارے قریب رہتی تھی اور تمہارے ایک ایک ہتھکنڈے کو اور چالیں چلنے کے انداز کو سیکھتی رہی ہوں۔ میں سونیا کے قریب رہ کر بھی بہت کچھ سیکھتی رہتی تھی۔ میں نے اپنے مرحوم بابا کی نصیحت پر عمل کر کے خوب فائدے اٹھائے۔ ٹیلی پیتھی جاننے کے غرور میں خود کو کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ دس برس کچھ کم نہیں ہوتے۔ میں تجربات کی آگ میں پک کر کندن ہو گئی ہوں۔"

میں نے پوچھا "اب خود کو کیوں ظاہر کر رہی ہو؟"

اُس نے میرے اندر ایک گہری سانس لی پھر کہا "وہ دن میں بھلا نہیں سکتی جب مجھے تمہاری موت کی خبر ملی تھی۔ میں نے ہر طرح سے تصدیق کی۔ پتا چلا یہ کوئی ڈراما نہیں ہے۔ تم سچ مچ اللہ کو پیارے ہو گئے ہو۔ تب میرے اندر کی عورت نے کہا کہ میں بیوہ ہو چکی ہوں، ایسی بیوہ جس نے کبھی سہاگ کا جوڑا نہیں پہنا، کبھی اپنے مرد کی سیج پر تو کیا اُس کے سائے میں بھی نہیں گئی۔ علوم حاصل کرنے اور تجربات کی آگ میں کندن بننے کے لیے اپنے جذبوں کو کچلتی رہی لیکن اندر ہی اندر اپنی نادانستگی میں فرہاد پر مرتی رہی۔ اب وہ فرہاد کہاں ملے گا؟ کہیں نہیں ملے گا، کبھی نہیں ملے گا۔ میں اپنی جوانی کے قیمتی لمحات کو قتل کر چکی ہوں۔"

میں نے کہا "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم پچھلے دس برس سے مجھ پر نظر رکھتی آئی ہو اور کسی نہ کسی آلۂ کار کے ذریعے میرے قریب آتی رہی ہو۔ کیا تم کسی عورت کو آلۂ کار بنا کر میری تنہائی میں آئی ہو؟"

"نہیں، میں نفس کو مار رہی تھی، ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ بعد میں پچھتانے لگی۔ ایسا ہی ہو جاتا تو دل کو سمجھا لیتی کہ کسی طور تمہاری قربت حاصل ہو گئی۔"

"تمہیں میری حیاتِ نو کا علم کیسے ہوا؟"

"تمہاری موت کے بعد میں نے سوچا، تمہاری فیملی کے کام آؤں گی۔ رسونتی کو اغوا کیا گیا تھا۔ پیٹر ماسٹر اُسے اپنی سمجھتی ہیں۔ رکھتے ہوئے اس ماں کے ذریعے اس کے دونوں بیٹوں پارس اور علی تیمور کو قتل کرانا چاہتا تھا۔ میں نے دوبار رسونتی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اور ناکام ہوتی رہی۔ تیسری بار پہنچی تو اُس پر تنویمی عمل کیا جا رہا تھا۔ وہ بڑی حد تک اُس کی گرفت میں آ چکی تھی اور تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد ایک ہندو عورت کے روپ میں بیدار ہونے والی تھی۔ میں تنویمی عمل کے آخر میں مداخلت کرتی تو وہ دماغی مریضہ بن جاتی۔ میں نے انتظار کیا۔ جب وہ تنویمی نیند سونے لگی تو میں نے اُس کے دماغ میں اپنے طور پر عمل کیا۔ یہ میرے لیے ایک نیا تجربہ تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ پہلے عمل کے مطابق ایک ہندو عورت اور پیٹر ماسٹر کی وفادار بن گئی اور میرے عمل کے مطابق مجھے اپنے دماغ میں جگہ دینے لگی۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ جب وہ علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ شمالی امریکا کی سرحد پار کرنے لگی تو تم اُسے مل گئے۔ میں حیران رہ گئی۔ تمہارے اپنوں کی طرح مجھے بھی یقین نہیں آیا کہ تم پھر سے زندہ ہو گئے ہو لیکن رسونتی کے اندر برابر رہتے ہوئے یقین ہونے لگا کہ تم وہی ہو جسے میں پائے بغیر کھو چکی تھی۔ میرا پیار، میرا جذبہ سچا تھا۔ تم میرے لیے دُنیا میں واپس آئے ہو۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بولی "میری روداد بہت طویل ہے۔ میں اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف وہ باتیں بتانا چاہتی ہوں جنھیں سُن کر شاید تم مجھ پر اعتماد کر سکو۔ میں پچھلے اٹھارہ گھنٹوں سے جینا کے اندر چھپی ہوئی تھی جب پاسکل ڈوبانے اُس کے ذریعے تمہارے دماغ کو کمزور بنایا اور تمہارے اندر زلزلہ پیدا کیا تو میں پہلی بار تمہارے اندر پہنچ گئی۔ وہ تمہارے چور خیالات پڑھ کر تمہاری حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں تمہاری سوچ کے لہجے میں اسے جواب دینے لگی۔ میں برائن وُولف ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے اور اچھی خاصی تربیت حاصل کرنے کے بعد میدانِ عمل میں آیا ہوں۔"

میں نے قائل ہو کر کہا "واقعی تم نہ ہوتیں تو پاسکل ڈوبا معلوم کر لیتا کہ میں فریب دہ ہوں۔"

"اور آج تم اُس کے مطیع اور فرمانبردار ہوتے۔ وہ تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ پر پہنچ جاتا۔"

"میں تمہارا احسان مانتا ہوں لیکن احسان کے بدلے تم نے وہی دشمنی کی جو پاسکل کرنے والا تھا۔"

"میں دشمنی کرتی تو اپنے اشاروں پر نچانا شروع کر دیتی۔ کیا ابھی تک میں نے تمہیں کوئی نقصان پہنچایا ہے؟"

"مجھ پر عمل کرنے کا مقصد کیا ہے؟"

"میں نے صرف تمہارے لیے زندگی کے تیس برس گزار دیے۔ آئندہ تم صرف میرے لیے زندہ رہو گے۔ کسی دوسری عورت کی تنہائی میں نہیں جاؤ گے۔"

"تم مجھے جبراً وفادار بنا کر رکھنا چاہتی ہو؟"

"ایک عورت جو اپنا سب کچھ تم پر لٹا دیتی ہے، اس سے وفادار رہنے میں جبر کیسا؟ تم نے سونیا جیسی محبت کرنے والی عظیم عورت سے وفا نہیں کی۔ اپنے بچوں کی ماں رسونتی سے وفا نہیں کی۔ جب تم عورت کو اپنی ملکیت بناتے ہو، اُسے اپنے لیے ریزرو رکھتے ہو تو خود اُس عورت کے لیے ریزرو کیوں نہیں رہتے؟ کیا اپنی محبت کرنے والی سے وفاداری کرتے ہوئے مردانگی کو ٹھیس پہنچتی ہے؟"

"تمہاری تمام باتوں کا ایک ہی جواب ہے، نہ۔ میں نے تم سے محبت کی ہے نہ تنہائی میں وقت گزار کر وفاداری کی قسم کھائی ہے پھر کیوں مجھے وفادار بنا کر رکھنا چاہتی ہو؟"

"اس لیے کہ تم مجھ سے محبت کرو گے، میری تنہائی میں آؤ گے۔"

"کیا تنویمی عمل کے سہارے مجھے محبت پر مجبور کرو گی؟"

"ہرگز نہیں، تم مجھے دیکھ کر خود ہی دیوانے ہو جاؤ گے۔ مجھے اپنی تنہائی میں بلاؤ گے۔"

"اگر میں نے ایسا نہ کیا اور تم سے دامن بچا لیا تو؟"

"تو میں ہمیشہ کے لیے تمہارے دماغ سے اور تمہاری دُنیا سے دُور چلی جاؤں گی۔"

"کیا تم خدا کو حاضر و ناظر جان کر زبان دے رہی ہو؟"

"میں خدا سے ڈرتی ہوں۔ اُسے حاضر و ناظر جان کر وعدہ کرتی ہوں، اگر تم میرے سامنے آ کے میرے ساتھ کچھ وقت گزار کر ثابت قدم رہے، مجھ سے محبت نہ کی اور مجھے اپنی تنہائی میں نہیں لے گئے تو میں تمہارے دماغ سے اپنا تنویمی عمل ختم کر دوں گی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "تم نے میری حسن پرستی اور عیاشی دیکھی ہے، میری قوتِ ارادی اور ثابت قدمی نہیں دیکھی۔ میں یقیناً یہ بازی جیتنے کے لیے نیویارک آؤں گا۔"

"کیسے آؤ گے؟ یہ جو تمہاری خواب گاہ میں سو رہی ہے اسے کہاں چھوڑو گے؟"

"میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا، اپنے ساتھ نیویارک لے جاؤں گا۔"

"تو پھر میں تمہارے دماغ سے کبھی نہیں جاؤں گی۔"

"کیوں نہیں جاؤ گی، ابھی تم نے زبانی معاہدہ کیا ہے۔"

"معاہدہ یہ معلوم کرنے کے لیے ہوا تھا کہ تمہیں تنہائی میں میری ضرورت ہو گی یا نہیں؟ جب جینا تمہارے پاس رہا کرے گی تو تم میرے چیلنج سے محفوظ رہو گے۔ سیدھی سی بات

ہے، بھوکے ہو گے تو میرے دسترخوان پر آؤ گے۔"

وہ معقول دلیل پیش کر رہی تھی۔ میں نے بستر کے قریب آکر جینا کو دیکھا، وہ سو رہی تھی۔ نیند کی حالت میں اور زیادہ حسین اور معصوم دکھائی دے رہی تھی۔ میں عجیب مشکل میں پڑ گیا وہ اتنی بڑی دُنیا میں تنہا تھی، اس کا کوئی نہیں تھا۔ اس کے آگے پیچھے دُشمن ہی دُشمن تھے۔ ایسی تنہا اور آفات میں گھری ہوئی لڑکی کو چھوڑ کر سات سمندر پار جانا نہ تو مردانگی ہوتی اور نہ ہی یہ انسانی عمل ہوتا۔

اور اگر میں اس کے مسائل حل کرنے اور دُشمنوں سے نجات دلانے میں لگا رہتا تو وہ خیال خوانی کرنے والی میرے دماغ میں گھسی رہتی اور میں اُسے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اُس سے نجات کا ایک ہی راستہ تھا کہ میں نیویارک جاؤں، اُسے دیکھوں اس کے حسن و شباب کو نظر انداز کروں، اُسے تنہائی میں اپنی ضرورت نہ بناؤں تو وہ اپنے وعدے کے مطابق میرا پیچھا چھوڑ دے گی۔

اور اگر وہ اپنا وعدہ پورا نہیں کرے گی تو میری تنہائی میں آکر وہ دُور جانے کے قابل نہیں رہے گی۔ اس کی گردن پر میری گرفت اتنی مضبوط ہو گی کہ وہ خیال خوانی کے لیے دوسری سانس نہیں لے سکے گی۔

لیکن یہ بعد کی باتیں تھیں۔ سوال ابھی کا تھا، ابھی مجھے کیا کرنا چاہیے۔

میرے اندر اُس کی آواز اُبھری "ہاں یہ اہم سوال ہے، اچھی طرح سوچ لو۔ ابھی تمہیں جینا کے پاس رہنا ہے اور جب میرے پاس آؤ گے تو میری گردن دبوچ کر مجھے ماڑ ڈالو گے۔"

میں اُس کی بات پر چونک گیا۔ اُس کے خلاف سوچتے ہوئے یہ یاد نہیں رہا تھا کہ وہ میرے دماغ میں بیٹھی ہوئی میرے چور خیالات پڑھ رہی ہے۔ وہ بولی "فرہاد! بڑے افسوس کی بات ہے۔ میں نے تمہیں پاسکل کی غلامی سے بچایا، تمہیں ابھی تک ذرا بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ ان احسانات کے بدلے تم میری جان لینے کی تدبیر سوچ رہے ہو۔ افسوس صد افسوس! میں جا رہی ہوں کیونکہ تمہیں فرہاد علی تیمور مانتے ہوئے مجھے شرم آ رہی ہے۔"

"واہ، شرم دلانے کا انداز خوب ہے۔ جبراً میرے اندر گھسی بیٹھی ہو، شرم تمہیں آنی چاہیے یا مجھے۔"

اُس نے جواب نہیں دیا۔ میں نے اُسے بارہا آواز دی۔ دو چار گالیاں بھی دیں تاکہ بھڑک کر بولے، اُٹھے، لیکن وہ غصے میں سیج سج جا چکی تھی۔ میں نے اطمینان کی سانس لی۔ جینا کے پاس بستر کے سرہانے پر بیٹھ کر اُسے دیکھا۔ اُس کے دماغ کو زیادہ دیر تک خالی نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ وقفے وقفے سے اس کی ذہنی حالت کو سمجھتے رہنا ضروری تھا لیکن میں اس خیال خوانی کرنے والی سے معاملات طے کرنے میں اُلجھ گیا تھا۔ باتیں کچھ نہیں بن رہی تھیں اور وقت کافی ضائع ہو گیا تھا۔ میں جینا کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ گہری نیند میں تھی۔ خواب میں دیکھ رہی تھی کہ وہ ہمارے کے ایک خفیہ ریکارڈ روم میں ہے۔ وہ ایک فائل کو بند کر کے ایک دراز میں رکھ رہی ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانکا "کیا یہ کس کی فائل ہے؟"

خواب میں اُس کے آس پاس فوجی افسران کھڑے ہوئے تھے۔ ایک افسر اُس فائل والے دراز کو لاک کر رہا تھا۔ وہ میرے سوال پر ذرا چونک گئی پھر افسران سے پوچھا "ابھی کسی نے فائل کے متعلق پوچھا ہے؟"

ایک افسر نے کہا "ہم میں سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا شاید پاسکل بُوبا نے خواب دیکھا تھا اور خواب میں ایک اہم فائل کی یاد دلا رہا تھا۔ جینا نے وہ بھولی ہوئی فائل خواب میں پڑھی تھی۔ میں اُس کے دماغ میں اس وقت پہنچا تھا جب وہ فائل پڑھ چکی تھی اور اسے دراز میں رکھ چکی تھی۔ اب وہ اہم فائل کیا تھی اور کس سے تعلق رکھتی تھی، یہ میں جینا سے پوچھ کر ہی معلوم کر سکتا تھا۔

میں نے کہا "جینا میں پوچھ رہا ہوں۔"

کسی نے کہا "وُولف تمہارا پیچھا کر رہا ہے۔ یہاں کے راز معلوم کرنا چاہتا ہے، اسے مُنہ توڑ جواب... جواب دو۔"

اُس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ جن بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں کو میں چومتا تھا، اُس نے ان آنکھوں سے گھور کر مجھے دیکھا۔ میں محبت سے اُس پر جھکا تو اُس نے خلاف توقع ایک اُلٹا ہاتھ میرے مُنہ پر رسید کیا۔ میں جھکتے جھکتے سیدھا ہوا پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا اس سے پہلے ہی وہ خونخوار شیرنی کی طرح اُچھل کر مجھ پر آئی دونوں ہاتھوں سے میرا گلا دبانا چاہتی تھی۔ میں نے اُسے سر پر سے اُچھال کر دوسری طرف پھینک دیا۔ پھینکتے وقت خیال رکھا وہ نرم بستر پر ہی گرے اور اُسے چوٹ نہ آئے۔

میں نے بستر کے سرے سے اُٹھ کر اُسے دیکھا۔ وہ ڈبل بیڈ کے ایک حصے میں چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں۔ میں نے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ وہ سو رہی تھی۔ اُس نے خواب میں مجھ پر حملہ کیا اور اب ریکارڈ روم کے افسروں سے کہہ رہی تھی "میں نے اُسے منہ توڑ جواب دیا ہے چلو۔"

پھر وہ افسروں کے آگے چلتی ہوئی ریکارڈ روم سے باہر جانے لگی۔ میں نے اس بار مداخلت نہیں کی۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے دو مختلف علوم میں جکڑی ہوئی ہے۔ اُس نے سیکرٹ ایجنٹ جینا کی حیثیت سے براؤن وُولف پر حملہ کیا تھا۔ وہ براؤن وُولف میں ہی تھا۔ خواب اور خیال خوانی کی گرفت سے نکل کر مجھے دیکھتی تو کبھی حملہ نہ کرتی، گلے لگ جاتی۔

وہ افسران کے آگے چلتی ہوئی ایک لمبڑی انٹیلی جنس کے دفتر میں آئی پھر ایک اعلیٰ افسر کے سامنے میز کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا وہ فائل پڑھ لی؟"

وہ بولی "جی ہاں، اُس فائل میں پوری تفصیل سے لکھا ہوا ہے کہ فرہاد تنہائی میں عورتوں سے کس طرح پیار کرتا ہے؟ اُس کا انداز کیا ہوتا ہے؟" میں ایک ایک تفصیل پڑھ کر حیران ہو رہی تھی کیونکہ وُولف کا بھی بالکل یہی انداز ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم میں سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا شاید پاسکل بُوبا نے خواب دیکھا تھا اور خواب میں ایک اہم فائل کی یاد دلا رہا تھا۔ جینا نے وہ بھولی ہوئی فائل خواب میں پڑھی تھی۔ میں اُس کے دماغ میں اس وقت پہنچا تھا جب وہ فائل پڑھ چکی تھی اور اسے دراز میں رکھ چکی تھی۔ اب وہ اہم فائل کیا تھی اور کس سے تعلق رکھتی تھی، یہ میں جینا سے پوچھ کر ہی معلوم کر سکتا تھا۔

میں نے کہا "جینا میں پوچھ رہا ہوں۔"

کسی نے کہا "وُولف تمہارا پیچھا کر رہا ہے۔ یہاں کے راز معلوم کرنا چاہتا ہے، اسے مُنہ توڑ جواب... جواب دو۔"

اُس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ جن بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں کو میں چومتا تھا، اُس نے ان آنکھوں سے گھور کر مجھے دیکھا۔ میں محبت سے اُس پر جھکا تو اُس نے خلاف توقع ایک اُلٹا ہاتھ میرے مُنہ پر رسید کیا۔ میں جھکتے جھکتے سیدھا ہوا پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا اس سے پہلے ہی وہ خونخوار شیرنی کی طرح اُچھل کر مجھ پر آئی دونوں ہاتھوں سے میرا گلا دبانا چاہتی تھی۔ میں نے اُسے سر پر سے اُچھال کر دوسری طرف پھینک دیا۔ پھینکتے وقت خیال رکھا وہ نرم بستر پر ہی گرے اور اُسے چوٹ نہ آئے۔

میں نے بستر کے سرے سے اُٹھ کر اُسے دیکھا۔ وہ ڈبل بیڈ کے ایک حصے میں چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں۔ میں نے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ وہ سو رہی تھی۔ اُس نے خواب میں مجھ پر حملہ کیا اور اب ریکارڈ روم کے افسروں سے کہہ رہی تھی "میں نے اُسے منہ توڑ جواب دیا ہے چلو۔"

پھر وہ افسروں کے آگے چلتی ہوئی ریکارڈ روم سے باہر جانے لگی۔ میں نے اس بار مداخلت نہیں کی۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے دو مختلف علوم میں جکڑی ہوئی ہے۔ اُس نے سیکرٹ ایجنٹ جینا کی حیثیت سے براؤن وُولف پر حملہ کیا تھا۔ وہ براؤن وُولف میں ہی تھا۔ خواب اور خیال خوانی کی گرفت سے نکل کر مجھے دیکھتی تو کبھی حملہ نہ کرتی، گلے لگ جاتی۔

وہ افسران کے آگے چلتی ہوئی ایک لمبڑی انٹیلی جنس کے دفتر میں آئی پھر ایک اعلیٰ افسر کے سامنے میز کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا وہ فائل پڑھ لی؟"

وہ بولی "جی ہاں، اُس فائل میں پوری تفصیل سے لکھا ہوا ہے کہ فرہاد تنہائی میں عورتوں سے کس طرح پیار کرتا ہے؟ اُس کا انداز کیا ہوتا ہے۔" میں ایک ایک تفصیل پڑھ کر حیران ہو رہی تھی کیونکہ وُولف کا بھی بالکل یہی انداز ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اب سے دس برس پہلے ہماری دو سُراغ رساں لڑکیوں نے مختلف رُوپ میں فرہاد سے دوستی کی تھی۔ اس کے ساتھ وقت گزارنے کی ایک ایک بات تفصیل سے ڈائری میں لکھتی تھیں۔ اُن ڈائریوں سے ہم نے فرہاد کے سیکس ریکارڈ کی فائل تیار کی تھی۔ تمہارا دماغ بھی پاسکل کو جو تفصیلات بتاتا ہے اُسے بھی ریکارڈ کیا جا رہا ہے۔ اگرچہ ہپناٹزم کے عمل میں تقریباً بھی کا ملا جُلا انداز ہوتا ہے لیکن ہر مرد کے پیار کا انداز مختلف ہوتا ہے اور تمہارے بیان کے مطابق فرہاد اور وُولف کا انداز ایک ہی ہے۔ ان کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی بات ایک دوسرے سے ملتی ہے۔ دونوں میں ذرا سا بھی فرق نہیں ہے۔"

ایک افسر نے کہا "سر! براؤن وُولف، باباصاحب کے ادارے میں پچیس برس سے ٹریننگ حاصل کرتا رہا ہے۔ پچیس برس میں کوئی بھی فرہاد کی نقل کرتے کرتے ہُو بہُو فرہاد بن سکتا ہے۔"

"بے شک بن سکتا ہے، لیکن اندر کی ایسی باتیں جو صرف عورت جانتی ہے، وہ ہمیشہ آف دی ریکارڈ ہوتی ہیں۔ سونیا، رموتی اور اعلیٰ بی بی وغیرہ بازاری عورتیں نہیں ہیں، انھوں نے اندر کی بات کبھی نہیں بتائی۔ اس لیے باباصاحب کے ادارے میں فرہاد کا سیکس ریکارڈ نہیں ہے۔ سپر ماسٹر کے پاس ہو سکتا ہے۔ اُس نے بھی ہماری طرح لڑکیاں بھیج کر تنہائی کے معاملات کا ریکارڈ رکھا ہے۔ وُولف کو ادارے میں سپر ہیرو سے فرہاد بنایا گیا ہو گا۔ میرا خیال ہے وہاں سے ٹریننگ حاصل کرنے کے دوران اس کے تعلقات سونیا، اعلیٰ بی بی یا پوی سے ہو گئے ہوں۔ ان میں سے کوئی ایک عورت بھی اس کی تنہائی میں آئی ہو گی، ضرور آئی ہو گی۔ تب ہی یہ ظاہر کے ساتھ باطن میں بھی مکمل فرہاد بن گیا ہے۔"

"سر! ابھی بھی شبہ ہوتا ہے کہ فرہاد کی موت نہیں ہوئی تھی۔ وہ زندہ ہے، ہمیشہ کی طرح اُس کی موت کا ڈراما کھیلا گیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "میں فرہاد کی آخری رسومات کے وقت وہاں موجود تھا۔ یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ فرہاد کی ڈمی کو دفن کیا گیا ہو لیکن چند اہم باتوں نے اس کی موت کی تصدیق کر دی۔ سب سے اہم بات یہ کہ شیخ الفارس غلام البرق کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، کبھی دھوکا نہیں دیتے تھے۔ انھوں نے فرہاد کی موت کی تصدیق کی۔ دوسرے یہ کہ اس کے مرتے ہی ہمیں جو حوکو اغوا کرنے کا موقع ملا۔ سپر ماسٹر، سونیتی کو اُٹھا لے گیا۔ سونیا پہلی بار فوراً ایکشن میں نہیں آئی۔ پارس اور علی تیمور بھی باپ کی موت کا صدمہ برداشت نہیں کر پا رہے تھے۔ باباصاحب کے ادارے میں اور فرہاد کی فیملی میں جو کھلبلی مچ گئی تھی اور جس طرح وہ صدمات سے نڈھال تھے، اس سے فرہاد کی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ہم دھوکا کھا رہے ہیں اور فرہاد زندہ ہے تو وہ کہاں ہے؟ کیا وُولف کو تم فرہاد کہو گے؟"

"سر! وُولف کی ایک ایک حرکت سے یہی شبہ ہوتا ہے۔"

"اگر وُولف ہی فرہاد ہوتا تو جینا سے بہلا دھوکا کھاتے ہی ہوشیار ہو جاتا۔ جینا نے اس کی چار انگلیاں فلیس غائب کر دیں۔ اُسے پاسکل کا غلام بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان حالات میں فرہاد اگر جینا کا دیوانہ ہوتا تب بھی عارضی طور پر اُسے خود سے دُور کر دیتا۔ اُسے دوبارہ نارمل حالت میں حاصل کرنے کے لیے اس کا علاج کراتا۔ اس کے منفی عمل سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس کا برین واش کر دیتا لیکن وُولف ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ فرانس کی حکومت، باباصاحب کے ادارے کے سربراہ فرہاد کی ہر بات کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیتی تھی۔ وُولف ابھی ان کے لیے قابلِ اعتماد نہیں ہے اگر وہ جینا کا برین واش کرنے کا کہے گا تو وہاں کے فوجی افسران تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ وہ جینا سے اس کی حقیقت اُگلوانا چاہتے ہیں۔ اگر وُولف نے برین واش کرایا تو اس کے دماغ سے سب کچھ مٹ جائے گا۔ فوجی افسران اُس سے کچھ نہیں اُگلوا سکیں گے۔"

جینا نے اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا "وہ فرہاد کی طرح ہے مگر فرہاد نہیں ہے اگر ہوتا تو فوجی اُس کی اجازت کے بغیر مجھے اُس کے کانیج سے گرفتار کر کے نہ لے جاتے اور ابھی میں اسی کے کانیج میں چھپی ہوئی ہوں، مجھے تلاش کرنے والے فوجی کسی وقت بھی آ کر مجھے پھر گرفتار کر لیں گے۔ وُولف میرے لیے اُن سے لڑ سکتا ہے لیکن فرہاد کی طرح فوجیوں کو حکم دے کر میری گرفتاری سے انھیں باز نہیں رکھ سکتا۔"

اعلیٰ افسر نے رسٹ واچ دیکھ کر کہا "جینا! ہمارے دماغی رابطے کا وقت ختم ہو رہا ہے۔ میں رخصت ہونے سے پہلے مشورہ دیتا ہوں، جتنی جلدی ہو سکے اُس کانیج سے فرار ہو جاؤ، دوبارہ فوجیوں کے ہاتھ نہ آؤ۔ ہم نہیں چاہتے کہ تمھارے دماغ کو بجلی کے جھٹکے پہنچائے جائیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی جینا کے دماغ سے خواب کا منظر گم ہو گیا۔ شاید اس اعلیٰ افسر کے کہنے کے مطابق دماغی رابطے کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ ٹیلی پیتھی کے بغیر جینا سے دوسرے افسران کا رابطہ کیسے قائم ہو رہا تھا؟ کیا پاسکل بوبا اِدھر جینا کو خواب کے دوران ملٹری انٹیلی جنس کا دفتر اور وہاں کے افسران کو دکھا رہا تھا؛ جینا کی باتیں افسران تک اور افسران کی باتیں جینا تک پہنچا رہا تھا اور ان سب کو ملا کر خواب کا تسلسل قائم رکھے ہوئے تھا؟

شاید یہی بات تھی۔ اس طرح وہ جینا کے دماغ میں خفیہ فائل کی تحریر اور افسران کے چہرے یاد دلا رہا تھا۔ اب یہ سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ وہ خواب نہیں دیکھ رہی تھی اور خواب میں خود کو دیکھنے والی خطرناک چالباز سیکرٹ ایجنٹ نہیں تھی — اب سحر زدہ رہنے والی ایک معصوم اور مظلوم لڑکی تھی اور بڑی میٹھی نیند سو رہی تھی۔

پاسکل نے اُسے خواب میں جو کچھ دکھایا، اُس کا توڑ میرے پاس تھا۔ میں اسے دماغی جھٹکے پہنچا کر خواب کو مٹا سکتا تھا اور اُسے بھولی بسری باتیں یاد دلانے کے عمل کو جاری رکھ سکتا تھا۔ لیکن یہ جینا پر ظلم ہوتا۔ بے چاری دن رات دماغی چکروں میں اُلجھی رہتی تھی۔ نیند کے دوران اُسے پُرسکون رہنے کا موقع دینا چاہیے تھا۔

رات کا ایک بجا تھا۔ میں نے سوچا، مجھے بھی نیند پوری کرنی چاہیے۔ صبح اُٹھ کر پاسکل کے عمل کا توڑ کروں گا۔ میں نے اُس کے بیڈ روم سے نکل کر دروازوں اور کھڑکیوں کو اچھی طرح دیکھا، وہ سب اندر سے بند تھے۔ میں نے دوسرے کمرے میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا تاکہ پاسکل، جینا کو آلۂ کار بنا کر مجھ پر حملہ نہ کرے۔ پھر میں بستر پر آ کر آرام سے لیٹ گیا۔ دماغ کو ہدایات دیں۔ پھر نیند میں گم ہوتا چلا گیا۔

اب جو کچھ پیش آنے والا تھا، اُسے بیان کرنے سے پہلے ایک بات کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں۔ شیخ الفارس مرحوم ایک پختے دیندار بزرگ تھے۔ انھوں نے دو قسموں سے کم کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ میری موت کی تصدیق کرنے سے پہلے انھوں نے مجھے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ فرہاد علی تیمور اپنی تمام خو اور خرابیوں سمیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا پھر مجھے نئی زندگی ملے گی، وہ صرف عبادتِ خداوندی اور خدمتِ خ کے لیے ہوگی۔ میری پچھلی شخصیت کے ساتھ میرا نام بھی م جائے گا اگر زندگی کے کسی موڑ پر مجھ سے میرے خون کے رشتے بھی ملیں گے تو وہ مجھے پہچان نہیں سکیں گے اور م اپنی پہچان کبھی نہیں کراؤں گا۔

اس سے صاف ظاہر تھا کہ فرہاد کی موت ہو چکی ہے اور ایک نیا دیندار شخص کسی شناخت کے بغیر ایک پاکیز زندگی گزارنے والا ہے۔ جھوٹ انھوں نے نہیں کہا تھا ان سے نہیں ہوا تھا بلکہ میں نے دھوکا دیا مرحوم کے اعتماد میں نے ٹھیس پہنچائی۔ آج پاکل دُنیا والوں کو معلوم ہو گا کہ فرہا علی تیمور زندہ ہے تو لوگ ایک عظیم بزرگ ہستی کو جھوٹا سمجھ گے۔ ساری دُنیا کو یہ نہیں سمجھایا جا سکتا کہ وہ سچے تھے۔ میں اُن کی فطرت میں حُسن پرست تھا۔ دین سے پھر کر دُنیا کی طرف لو آیا تھا۔

میں نے زندگی میں کچھ نیکیاں کیں، کچھ گناہ کیے لیکن ایک سچے عالمِ دین کی شخصیت پر دھبا لگا کر جو بدترین گناہ کیا اس کے لیے خدا مجھے معاف نہیں کرے گا پھر بھی میں اُس اعتماد سے معافی مانگتا رہوں گا کہ وہ غفور الرحیم گناہ گار بندے ہی معاف کرتا ہے۔

میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ صبح چھ بجے آنکھ جائے۔ شدید سردی کا موسم تھا۔ صبح چھ بجے بھی اندھیرا ہ تھا لیکن میری ہدایت کے خلاف کوئی ساڑھے تین بجے آ کھل گئی۔

میری حُسن پرستی مجھے دین سے دُنیا کی طرف لا اور یہ میرے لیے عذاب بنتی جا رہی تھی۔ میں نے آنکھ کھ ہی حُسن و شباب کی ایک مُورت دیکھی۔ وہ میری لگا ہوں سامنے مسکرا رہی تھی۔ بہت ہی دھیمے رقص کے انداز میں کبھی اِدھر ہوتی تھی کبھی اُدھر ہو جاتی تھی۔ لبوں پر ہزا سے اپنا جلوہ دکھا رہی تھی۔ میں اُسے دیکھ دیکھ کر اپنے آپ

بھولتا جا رہا تھا۔ پتا نہیں وہ ایسی ہی بے مثال حُسن و شباب کی ملکہ تھی یا میری نیند میں بھیگی ہوئی آنکھوں کے باعث حُسن کا شاہکار لگ رہی تھی۔

میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہیں پا رہا تھا۔ دماغ سمجھا رہا تھا کہ دیکھنے کے لیے سب کچھ ہو، نظارہ بھرپور ہو تو کہنے کے لیے کچھ نہیں رہ جاتا لہٰذا لب نہ کھولوں صرف آنکھیں کھلی رکھوں۔ اس خاموشی میں گنگناتی ہوئی تنہائی کہہ رہی تھی، جلوہ دکھائے گی وہ، نظارہ تو لوٹے گی تم... پھر وہ بولی "تم... تم جھوٹے اور بے ایمان ہو۔ تم نے ایک ایمان والے بزرگ کی سچائی کو دھبا لگایا ہے اور یہ دھبا ہماری خاطر لگایا ہے۔ ہم عورتوں کی جوانی تمھیں للچاتی ہے۔ ہمارا حُسن تمھیں مومن سے کافر بناتا ہے پھر تو ہم عورتیں بُری ہیں۔ تم شیخ الفارس مرحوم کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا کر بھی معصوم ہو۔ تم جیسے کمزور دماغ، کمزور اخلاق اور کمزور ارادے والے بزرگانِ دین کے سیدھے راستوں کو چھوڑ کر ہماری طرف پھسل پڑتے ہیں تو پھر آؤ پھسلتے رہو۔"

اگر کوئی ہمیں الزام دیتا ہے تو ہم اپنی صفائی میں کچھ نہ کہے جواب دے دیتے ہیں مگر الزام درست ہو تو جواب بن نہیں پڑتا۔ گناہ ہم کرتے ہیں اور الزام عورت کو دیتے ہیں کہ وہ بہکاتی ہے۔ ٹھیک ہے وہ بہکانے کا گناہ کرتی ہے اُس کا گناہ اُس کے سر، ہمیں تو اپنے گناہوں کا حساب کرنا چاہیے۔ ہماری سزا ہمیں ملے گی، حسین عورتوں کو نہیں ملے گی۔

وہ نہایت دیدہ زیب لباس پہنے ہوئے تھی۔ لباس اس کے بدن کے نشیب و فراز پر ایسے اُترتا پڑھتا گیا تھا جیسے اسی بدن پر رکھ کر تراشا گیا ہو۔ وہ میری طرف آتی ہوئی اور بدن کے زاویے بدلتی ہوئی قریب پہنچ گئی پھر بولی "تم نے مجھے دور سے دیکھا، اب قریب سے دیکھو۔"

وہ مجھ پر جھک گئی۔ اُس کا چہرہ میری آنکھوں کے بالکل سامنے آ گیا۔ چہرہ کیا تھا، کھلتا ہوا گلاب تھا۔ صبح کی پہلی کرن کی طرح اُس کے ہونٹ کھولنے والا تازہ نو بہار چہرہ جس میں کوئی ہلکا سا داغ دھبا یا برائے نام نقص بھی نہیں تھا۔ جب کوئی ہزاروں سال تک اپنی آنکھوں کی بے نوری پر روتا ہے تب کہیں جا کے نور پُر نور چہرے کی دید سے آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔

وہ دھیمی سرگوشی میں بولی "یہ میں ہوں، بتاؤ کیسی ہوں؟"

بڑی دیر بعد میرے لب ہلے۔ میں نے کہا "تو یہ کو توڑنے والا حسن اور عوام کو توڑنے پھوڑنے والی جوانی ہے۔"

اُس نے کہا "میں اخلاقی کمزوری ہوں مجھے ٹھکرا دو۔"

میں نے کہا "مجھے زندگی نے ٹھکرایا تھا، موت کے اندھیرے میں دھکیل دیا تھا۔ میں تمھارے لیے کوٹ آیا ہوں، تمھیں ٹھکرا نہیں سکتا۔"

وہ مجھ پر جھکی ہوئی تھی پھر سیدھی کھڑی ہو گئی، سینہ تان کر بولی "مگر میں تمھاری ٹھوکروں میں نہیں رہوں گی۔"

"میں تمھیں اپنے قدموں سے نہیں، دھڑکنوں سے لگائے رکھوں گا۔"

"تم ہر جائی ہو، ابھی مجھ پر منڈلاؤ گے پھر کسی اور پھول کی طرف اُڑ جاؤ گے۔"

وہ جانے لگی۔ میں نے کہا "رُک جاؤ، میں تمھیں چاہتا ہوں، میرا دل تمھاری طرف کھنچا جا رہا ہے۔ میں تمھاری زندگی میں آؤں گا تو پھر تمھیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

وہ دروازے کے پاس رُک گئی۔ اُس نے دہلیز سے پلٹ کر دیکھا پھر مُسکرا کر کہا "جلدی کیا ہے، آرام سے آنکھیں بند کرو اور اپنے جذباتی فیصلے پر نظرِ ثانی کرو، جب تم دل سے یقین کر لو کہ مجھ سے صرف محبت ہی نہیں وفاداری بھی کرو گے تو میرے پاس چلے آنا۔"

وہ پلٹ کر چلی گئی۔ میں نے اُسے حاصل کرنے کا آخری فیصلہ کرنے کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ میں اس معاملے پر غور کرنا چاہتا تھا لیکن میری آنکھ لگ گئی۔ میں گہری نیند میں ڈوب گیا۔ میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ صبح چھ بجے آنکھ کھل

ایک تجسس بھرپور نوجوان کی داستانِ حیات جسے کہیں گا کا جنون تھا اور جس راہ میں اٹھ قدم قدم پر ایک نئی دنیائے حیرت نظر آئی۔ اس کا جنون کبھی گن گن کر دانے نیال کی پھول جھلیوں میں نے گیا، کبھی ہمالیہ کی وادیوں میں۔ اس سنسنی خیز مسافت میں ایک روپ ایسا بھی آیا جس کے ماتھ لگ گیا تو ایک دنیا اس کے پیچھے پڑ گئی۔ موت کے خونریز لمحے۔ ہر لمحہ اس کے تعاقب میں رہے۔ کبھی وہ ہندوستان میں چھپتا رہا اور کبھی سرزمینِ عرب پر پہنچ تلاش کرتا رہا۔ تا آخر اسرائیل میں جا پھنسا۔ اسرائیلی ایجنٹ بننا چاہتا تھا۔ کیا وہ ان کا آلۂ کار بن گیا؟ اسے صبر، طاقت کے مرکز کی پرورش خیز تھے۔ ہر قدم پر اس کی ذہانت و فطانت کم بھی ایک آزمائش درپیش تھی۔ ہر موڑ پر اُن دیکھے تھی پیغام اجل کے ساتھ اس کے منتظر تھے۔

اس طویل داستان کی ہر سطر ایک واقعہ ہے۔ ایکشن، تجسس تحیر اور حیرت انگیز واقعات سے بھرپور یہ ناول کہیں کہیں سلسلہ وار جاسوسی ڈائجسٹ میں شائع ہوتی رہی اور اب کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

مغرور

(چھ حصوں پر مکمل) ——— قیمت فی حصہ ۴۰ روپے ——— اگر بیک وقت ۱۰۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

جائے۔ جب میری آنکھ کھلی تو ٹھیک چھ بجھ رہے تھے۔ اس سے پہلے شاید نیند اُچاٹ ہوئی تھی یا میں نے خواب میں اُس حسینہ کو دیکھا تھا۔ آنکھ کھلنے پر وہ خواب ہی لگ رہا تھا۔

میں بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ دروازے پر نظر پڑی تو حیران رہ گیا۔ میں نے اُسے اندر سے بند کیا تھا تاکہ جینا، دشمن کی آلۂ کار بن کر مجھ پر حملہ کرنے نہ آئے لیکن وہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں بستر سے اُٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا بیڈ روم کے باہر آیا۔ اُسی وقت پورے کا پورے کاٹیج میں تاریکی چھا گئی۔ صبح کے چھ بجے تھے مگر سردی غضب کی تھی۔ اتنی دُھند چھائی ہوئی تھی کہ دن کی ہلکی سی روشنی بھی کاٹیج میں نہیں پہنچ رہی تھی۔ میں نے سخت لہجے میں پوچھا۔ "کون ہے؟"

میں نے سوال کرتے ہی پوزیشن بدل دی تھی تاکہ میری آواز کی سمت سے حملہ کرنے والا ناکام ہو جائے۔ میرا خیال تھا کہ کسی نے مین سوئچ آف کیا ہے۔ میں محتاط انداز میں بے قدموں چلتا ہوا کاٹیج کے بیرونی دروازے کے پاس آیا۔ وہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ یعنی اندر سے کوئی باہر گیا تھا یا باہر سے کوئی اندر آیا تھا۔ کچھ بھی ہو... میں کھلے ہوئے کاٹیج میں محفوظ نہیں تھا۔

میں تھوڑی دیر تک دیوار سے لگا تاریکی میں کھڑا رہا پھر جلدی سے دروازے کو بند کر دیا۔ اگر کوئی کاٹیج کے اندر چھپا ہوگا تو باہر نہیں جا سکے گا۔ یوں سوچا جائے تو گھر کا بھیدی لنکا ڈھاتا ہے اور گھر میں ایک جینا ہی تھی، وہی اندر سے بند ہونے والے دروازوں کو کھول سکتی تھی۔ میں فرش پر بیٹھ گیا چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا جینا کے بیڈ روم کی طرف جانے لگا۔ میں نے اب تک کی تمام عمر کبھی اجالے میں اور کبھی اندھیرے میں جدوجہد کرتے ہوئے گزاری ہے۔ اگر کوئی تاریکی میں آہستگی سے سانسیں لے رہا ہو تو وہ سانسیں بھی مجھے چونکا دیتی ہیں۔ میں تجربات کے مطابق سمجھ رہا تھا کہ میرے آس پاس کوئی چھپا ہوا نہیں ہے پھر بھی میں محتاط انداز میں رینگتا ہوا جینا کے بیڈ روم کے دروازے تک پہنچ گیا۔

دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے دیوار کی آڑ میں رہ کر آواز دی "جینا!"

اُس کی آواز بستر پر سے آئی "میں یہاں ہوں لیکن میرے پاس نہ آنا۔"

"مجھے کیوں نہیں آنا چاہیے؟"

"اس لیے کہ میں وہ نہیں ہوں جسے تم جانتے ہو۔ تم نے میرے دماغ میں جھانک کر میری اصلیت دیکھی ہے۔ میں ماسکو کے خفیہ ریکارڈ روم میں افسروں سے باتیں کر رہی تھی۔ تمہیں یقین ہو جانا چاہیے کہ میں ایک سیکرٹ ایجنٹ ہوں۔ میں فولادی پہروں سے گزر کر پیچیدہ تالوں کو توڑ کر بڑے بڑے [illegible] کے ہم راز چُرایا کرتی ہوں اور اب تمہارے اندر چھپے ہوئے فرہاد کو نکال کر ساری دُنیا میں تہلکہ مچانے والی ہوں۔"

میں نے پوچھا "تم گہری نیند میں خواب دیکھ رہی تھیں تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں تمہارے دماغ میں جھانک رہا تھا؟"

"یہ بات مجھے ایک عورت نے بتائی ہے۔"

"کس عورت نے؟"

"وہی جو تمہارے دماغ میں رہتی ہے۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ وہ بولی، میں سایہ ہوں۔"

میں نے شکست خوردہ انداز میں کہا "ہاں، وہ میرے سائے کی طرح لگی رہتی ہے۔ مجھے بتاؤ وہ تم سے اور کیا کہہ رہی تھی؟"

تاریکی میں اُس کی آواز پھر اُبھری "وہ جو تمہارا سایہ وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ وہ مجھ جیسی سیکرٹ ایجنٹ کو ناکارہ بنا دے گی۔ تمہارے اندر سے چھپے ہوئے فرہاد کو باہر نکلنے نہیں دے گی۔ دراصل برائن وُولف ایک خول ہے، ایک قبر ہے جس کے اندر فرہاد ہمیشہ دفن رہے گا۔ اگر وہ قبر سے نکل کر دُنیا والوں پر ظاہر ہو گا تو ایک معتبر عالمِ دین کی نسخ پر حرف آئے گا۔ وہ میرے ذریعے تمہیں ظاہر نہیں ہونے دے گی۔"

میں نے پوچھا "وہ تمہیں کیسے روکے گی؟"

"اُس نے روک دیا ہے۔ مجھے تم سے بہت دُور دیا ہے۔ ابھی جب تم سو رہے تھے تو وہ مجھے نیند کی حالت میں اچلاتی ہوئی کاٹیج کے باہر لے گئی تھی۔ باہر ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی مجھے کہاں لے گئی ہے، میں نہیں جانتی۔ ابھی میں گہری تاریکی میں ہوں۔"

میں نے کمرے میں قدم رکھا اور بستر کی جانب بڑھتے ہوئے کہا "نہیں جینا! یہ تم نیند میں کہہ رہی ہو، تم مجھ سے نہیں ہو، یہاں بستر پر موجود ہو۔"

وہ اندھیرے میں چیخ کر بولی "جینا موجود نہیں ہے۔ تمہارے آس پاس کسی ایسے وجود کو نہیں رہنے دوں گی، کسی ایسے شاطر کو نہیں آنے دوں گی، جو تمہیں بے نقاب کرے۔ شیخ الفارس مرحوم کی سچائی کو جھوٹ میں بدلنا چاہے گا۔"

یکبارگی بجلی واپس آ گئی۔ کمرا روشن ہو گیا۔ میں دیوانہ وار سے بستر پر اُسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ دراصل وہ نہیں تھی بلکہ وہ تھی۔

وہ دراصل جینا نہیں تھی بلکہ وہ تھی۔

جی ہاں، اب میں کیا بتاؤں کہ اُس 'وہ' کا

کیا نام تھا۔ جب کسی کا نام نہیں جانتے تو اُسے وہ یا یہ کہتے ہیں۔ وہ میں اس عورت کا نام نہیں جانتا تھا جو میرے دماغ پر قبضہ جما کر بیٹھ گئی تھی اور میرے اندر انقلاب لانے کی تدبیر پر عمل کر رہی تھی۔ وہ شیخ الفارس مرحوم محبت اور نصیحت سے نہ کر سکے تھے، اُسے وہ جبر سے کر رہی تھی۔

ایک پتے کی بات ہے۔ محبت اور نصیحت سے کسی کی عادت کو بدلا جا سکتا ہے مگر فطرت کو کبھی بدلا نہیں جا سکتا۔ کسی سرکش اور فولادی عزم رکھنے والے کو زنجیریں پہنا کر غلام نہیں بنایا جا سکتا۔ اُسے کوڑے مارو، اُس کی ہڈیاں توڑ دو، اس کا خون نچوڑ لو۔ اس کے اندر سے ساری توانائیاں نکال لو، تب بھی وہ دم توڑتے ہوئے غلامی سے انکار کرے گا کیونکہ اُس کی فطرت میں غلامی نہیں لکھی گئی۔ اس لیے فطرت کو کسی طور بدلا نہیں جا سکتا۔ اب تقدیر نے میری فطرت میں غلامی نہیں لکھی ہے پھر وہ عورت مجھے اپنا محکوم کیسے بنا سکتی تھی؟

مانا کہ اس کے ارادے نیک تھے مگر کسی کو غلام اور محکوم بنا کر نیکی نہیں کی جا سکتی۔ یہ نیکی ایسی نماز کی طرح ہے جسے ڈاکو اور اسمگلر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں چوری ہمارا پیشہ اور نماز ہمارا فرض ہے۔ غلط طرزِ عمل سے سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن نماز اور نیکی نہیں ہو سکتی۔

اور وہ میرے سامنے بستر پر کافرانہ انداز میں پڑی ہوئی تھی اور سچ مچ پڑی ہوئی چیز تھی، میں جدھر سے چاہتا، اُدھر سے اُٹھا لیتا۔ وہ 'نہ' کہنے والی نہیں تھی۔ اپنی دانست میں نیک ارادے سے آئی تھی جبکہ نیکی بیڈ روم سے کبھی شروع نہیں ہوتی۔

میں نے نیند کے دوران آنکھ کھلنے پر جس حسینہ کو دیکھا تھا، یہ وہی تھی، وہی دیدہ زیب لباس پہنے ہوئے، بے حس و حرکت لیٹی ہوئی تھی اور اس کے لبوں پر کوئی بات نہ تھی۔ ان حالات میں عورت زبان سے کچھ نہیں کہتی پھر بھی سب کچھ سمجھا دیتی ہے۔

میں جذبات کے دھارے میں بہہ گیا۔ جب سنبھلا تو غصہ دکھانے کے انداز میں پوچھا "جینا کہاں ہے؟"

"وہ جہاں سے آئی تھی، وہیں چلی گئی ہے۔"

"کہاں چلی گئی ہے؟ وہ مجھے چھوڑ کر کبھی نہیں جا سکتی۔"

"ہاں، وہ تمہیں چھوڑ کر کبھی نہ جاتی۔ اس لیے میں نے اُسے روانہ کر دیا۔ جب تم سو رہے تھے، تب پاسکل بُوبا اُس کے دماغ میں آیا تھا۔ میں نے اُسے مخاطب کر کے کہا۔ اگر جینا کی زندگی چاہتے ہو تو اسے واپس لے جاؤ۔ ورنہ یہ صبح سے پہلے فوجیوں کے انڈر گراؤنڈ قید خانے میں پہنچا دی جائے گی۔ وُولف اسے رہائی نہیں دلا سکے گا۔ سونیا اور بابا صاحب کے ادارے والے اُسے جینا کے عشق میں بغاوت کرنے نہیں دیں گے۔ میری بات سُن کر جاتے ہوئے پاسکل نے کیا جواب دیا تھا؟"

"تم کہنا چاہتی ہو، وہ جواب میں یہاں آ کر جینا کو لے گیا؟"

"نہیں، اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ماسک مین یہی چاہتا ہے کہ وُولف زیادہ سے زیادہ جینا کا دیوانہ ہو جائے۔ اُس کے عشق میں بغاوت کرے۔ بابا صاحب کے ادارے کے اثر سے نکلے اور جینا کے ساتھ ہمارے پاس چلا آئے۔"

"میں اتنا نادان نہیں ہوں۔"

"عشق میں دانائی نہیں رہتی۔ یہی سوچ کر میں نے یہاں کے اعلیٰ فوجی افسر کو بتایا کہ جہاں ان کے جاسوس سوچ بھی نہیں سکتے، وہاں جینا چھپی ہوئی ہے۔ اگر ابھی آ جائیں تو اُس سیکرٹ ایجنٹ حسینہ کو گرفتار کر سکتے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی گاڑیوں میں آئے۔ میں جینا کو نیند میں چلاتی ہوئی کاٹیج کے باہر لے گئی پھر اُسے فوجیوں کے حوالے کر دیا۔"

میں نے شدید غصے کے عالم میں اسے کاٹیج سے نکال دیا مگر افسوس اپنے دماغ سے نہیں نکال سکتا تھا۔

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ رسونتی کے پاس

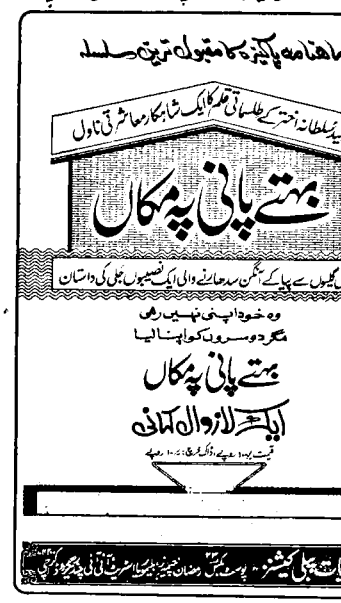

پہنچ گیا۔ وہ بستر مرگ پر پڑی ہوئی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں بڑی کامیابی سے علاج ہو رہا تھا۔ وہ نارمل ہو گئی تھی۔ اسے ماضی کی تمام باتیں یاد آ گئی تھیں۔ اُسے میری آمد کی خبر نہیں تھی۔ کیونکہ دماغ ابھی کمزور تھا۔ نہ وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی تھی، نہ ہی خیال خوانی کے قابل تھی۔

میں مایوس ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں نے سوچا تھا رسونتی کو اس ساحرہ کے متعلق بتاؤں گا پھر کہوں گا کہ وہ مجھ پر تنویمی عمل کر کے میرے دماغ کو اس طرح لاک کر دے کہ اس ساحرہ کو بھی میرے اندر آنے کا راستہ نہ ملے۔

افسوس! رسونتی مجھے اس سے نجات نہیں دلا سکتی تھی۔ ہماری ٹیم میں اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اور تنویمی عمل کرنے والا نہیں تھا۔ ویسے میں کئی تنویمی عمل کرنے والوں کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اُن کی خدمات حاصل کر سکتا تھا لیکن وہ مجھے معمول بنانے کے بعد اُس ساحرہ کی طرح اپنا محکوم بھی بنا سکتے تھے۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "شاباش فرہاد! تم نے جینا کو ملٹری انٹیلی جنس کے حوالے کر کے ثابت کر دیا ہے کہ تم حسن پرست ہو مگر دیوانے نہیں ہو۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ جینا کو میں نے نہیں اس ساحرہ نے ملٹری انٹیلی جنس کے حوالے کیا ہے۔ اس عورت نے میرے دماغ کو بُری طرح جکڑ لیا ہے۔ میں اس کا محکوم اور غلام بن کر نہیں رہوں گا۔ پلیز میرے لیے کچھ کرو۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا ابھی وہ تمہارے دماغ میں نہیں ہے؟"

"نہیں ہے۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"جبھی میں ٹوائلٹ میں ہوں۔"

"پھر تو یقین کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اب وہ تمہارے دماغ میں آنے والی ہو گی اور جب آئے گی تو تمہارے چور خیالات اُسے بتا دیں گے کہ تم آئندہ ٹوائلٹ جاتے کے بہانے کسی سے خود پر تنویمی عمل کرا سکتے ہو۔"

"ہاں میں اُسے چور خیالات پڑھنے سے روک نہیں سکوں گا۔ وہ کب آتی ہے اور کب جاتی ہے، مجھے محسوس تک نہیں ہوتا۔"

"یہ بتاؤ اُس سے اب تک کیا نقصان پہنچا ہے؟"

"سب سے بڑا اور ناقابلِ برداشت نقصان یہی ہے کہ وہ میرے دماغ پر قبضہ جما چکی ہے۔"

"یہ تو ہو چکا ہے۔ کوئی دوسرا نقصان بتاؤ۔"

"اور کوئی نقصان نہیں ہے۔ وہ خود کو بہترین دوست ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"دوستی کا ثبوت کیسے دے رہی ہے؟"

"اس نے پاسکل بُوبا کے تنویمی عمل سے مجھے بچایا ہے ورنہ آج میں پاسکل اور ماسک مین کا محکوم ہوتا۔"

سونیا نے کہا۔ "اُس نے صرف دوستی کا ثبوت نہیں بلکہ تم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تم نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے۔ اُس کا بیک گراؤنڈ کیا ہے اور وہ کیا چاہتی ہے؟"

"وہ جب مجھ سے مخاطب ہوتی ہے تو میں مولات کر جاتا ہوں وہ پچھلے چھ گھنٹے سے میرے ساتھ تھی۔ میں اس کی پٹائی کرنا چاہتا تھا مگر کر سکا۔ اسے پکڑ کر بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا مگر وہ کب یہاں سے گئی مجھے خبر نہ ہوئی۔"

"اچھا تو تمہارے ساتھ چھ گھنٹے تک تھی۔ اس کا مطلب ہے وہ حسین اور دل نشین ہے۔ وہ تم سے کیا چاہتی ہے؟ یہ اس کی چھ گھنٹے کی رفاقت سے معلوم ہو گیا۔"

"تم نہیں سمجھیں وہ کیا چاہتی ہے؟"

"تم سمجھا دو۔"

"وہ کہتی ہے اپنے سوا کسی دوسری عورت کو میری تنہائی میں نہیں آنے دے گی۔ اسی لیے اس نے جینا کو مجھ سے دور کر دیا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے وہ میری حسن پرستی اور ہوس پرستی کو ختم کر دے گی۔"

"یہ تو بے چارے شیخ الفارس مرحوم بھی نہ کر سکے۔"

"مجھے طعنے نہ دو۔ اس کی باتوں سے پتا چلتا ہے وہ شیخ الفارس مرحوم کی عقیدت مند رہی ہے۔ اس کا یہ عزم ہے کہ مجھے فرہاد کی حیثیت سے ظاہر نہیں ہونے دے گی۔ مرحوم نے میری مورت کی تصدیق کی تھی۔ اس صداقت پر حرف نہیں آنا چاہیے۔ جینا جیسی دشمن کہ اگر کارِ میری رفاقت کی تفصیلات بیان کرے گی تو میں اسی طرح فرہاد تسلیم کیا جاؤں گا جس طرح تم نے میری خصوصی بُو سے۔ پھر بے پہچان کر تسلیم کیا تھا۔"

سونیا نے کہا۔ "جو عورت تمہارے دماغ پر حاوی ہے وہ ذہین اور معاملہ فہم ہے۔ اس کی باتوں اور حرکتوں سے دوستی کا یقین ہوتا ہے۔"

"کیا دماغ پر جبراً قبضہ جمانا دوستی ہے؟"

"تم ایک عالمِ دین کے بیان کو جھٹلا کر کون سی دوستی، عقیدت اور عقیدت کا ثبوت دے رہے ہو؟"

"میں اُس عورت کو برداشت نہیں کروں گا۔"

"نہ کرو۔ دماغ سے نکال سکتے ہو تو نکال دو۔"

"تم اس سلسلے میں تعاون نہیں کرو گی؟"

"یہ معاملہ ہمارے ایک عظیم دینی راہنما کے بیان کی سچائی کا ہے جب اُنھوں نے کہہ دیا تھا کہ تم مر چکے ہو، تمہارے ساتھ تمام سچائیاں اور سپر طاقتوں سے جاری رہنے والی تمام عداوتیں مر چکی ہیں تو ان سب کو مر ہی جانا چاہیے تھا۔ تمہیں ایک دین دار اور عبادت گزار کی حیثیت سے باقی زندگی گزارنا چاہیے تھا۔ جب تمہارا نام فرہاد نہ ہوتا تمہارا عمل فرہاد جیسا نہ ہوتا تو قتیلۂ الفارس کے بیان درست ہو جاتا لیکن تم نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد ایک بزرگ کے بیان کی نفی کر رہے ہو۔ ایک دن اپنی حرکتوں کے باعث فرہاد تسلیم کیے جاؤ گے۔ رسونتی بیوی کی حیثیت سے تمہیں اپنا پابند نہیں بنا سکتی۔ میں اپنی ساری محبتیں اور اپنی زندگی کے تمام قیمتی لمحات دے کر بھی تمہیں ہوس پرستی سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اب ایک آخری راستہ جبر کا رہ گیا ہے۔ وہ عورت اگر تمہیں جبر سے اور معقول پابندیوں سے انسان بنا سکے تو یہ اُس کا بہت بڑا کارنامہ ہو گا۔"

"تم اس کی حمایت کر رہی ہو؟ مجھے مجبوری اور بے بسی کے گڑھے میں چھوڑ رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "سونیا نے کبھی بُرے وقت میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑا۔ جب بھی اُس عورت کی کسی حرکت سے دشمنی کی بُو آئے تو مجھے آواز دینا۔ میں اسے تمہارے دماغ سے تو کیا دُنیا سے نکال دوں گی۔"

"مجھے تمہاری دوستی اور تعاون کی ضرورت نہیں ہے۔ میں فرہاد ہوں۔ میں نے تنہا بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں۔ اگر تم مجھے ایک عورت کے شکنجے میں دیکھ کر مطمئن ہو تو تمہاری ایسی کی تیسی۔ آج سے ہمارے راستے الگ ہیں۔"

"ایسے جذباتی فیصلے کرو گے تو اپنے لیے مصیبتیں بڑھاتے جاؤ گے۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔"

وہ کچھ اور بھی کہہ رہی تھی۔ میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ سونیا سے ناراض ہونے یا اُس سے تعلق ختم کرنے کا مطلب یہ تھا کہ فرانس کی زمین میرے لیے تنگ ہو جائے گی۔ پیرس میں قدم قدم پر پہرا ہو گا تاکہ میں جینا کو انڈر گراؤنڈ قید خانے سے نکال کر لے جا سکوں۔ اب سونیا کی پہلی کوشش یہی ہو گی کہ میں پیرس سے باہر نہ جا سکوں۔ اس کی نظروں میں رہا کروں اور میں نے پہلا قدم یہ اُٹھانے کا فیصلہ کیا کہ اُس کی نظروں سے فوراً گم ہو جاؤں۔

میں باتھ روم سے باہر آیا۔ الماری سے ایک لباس نکال کر جلدی سے پہنا۔ ایک بیگ میں عارضی میک اَپ کا سامان اور کچھ ضروری چیزیں رکھیں۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے سر گھما کر فون کی طرف دیکھا۔ پھر سونیا کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ ریسیور کان سے لگائے ہوئے تھی۔ مجھے محسوس کرتے ہی ریسیور رکھ کر بولی۔ "فرہاد! میں تمہیں سمجھانے کے لیے فون کر رہی تھی کہ کوئی غلط قدم نہ اُٹھانا۔ کاریج نہ چھوڑنا۔ میں آ رہی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "سونیا! میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ تم نے دس منٹ کے بعد فون کیا ہے۔ ان دس منٹوں میں تم یہاں کی پولیس، فوج اور سراغرسانوں کے ذریعے میرے آس پاس جال پھیلانے کے انتظامات کر چکی ہو۔ میں بھی وقت ضائع نہیں کروں گا۔ اس لیے جا رہا ہوں۔"

میں نے رابطہ ختم کیا۔ بیگ اُٹھا کر شانے سے لٹکایا۔ پھر تیزی سے زینے پر چڑھتا ہوا چھت پر پہنچ گیا۔ ایک درخت کی شاخیں دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ میں چھت سے چھلانگ لگا کر ایک شاخ کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے وہاں کی مختلف شاخوں پر سے گزرتے ہوئے دیکھا، میری نگرانی کرنے والے کچھ سفید پوش جاسوس دوڑتے ہوئے میرے کاریج کی باؤنڈری میں داخل ہو رہے تھے۔ یقیناً سونیا نے ٹرانسمٹر کے ذریعے انھیں بتایا ہو گا کہ میں کاریج سے جا رہا ہوں۔ اس لیے کاریج کے صرف چاروں طرف ہی نہیں بلکہ چھت پر بھی نظر رکھی جائے۔ شاید وہ لوگ چھت پر چڑھنے جا رہے تھے۔

میں اُس درخت کے ذریعے دوسرے کاریج کی باؤنڈری میں پہنچ گیا۔ وہاں سے اس کاریج کے پیچھے دوڑتا ہوا احاطے کی دیوار کو پھلانگ کر تیسرے کاریج کے احاطے میں آ گیا۔ پھر میں سمت بدل کر پچھلی قطار کے ایک ایسے کاریج میں آیا جہاں ایک بوڑھا رہتا تھا۔ میں نے وہاں پہنچتے ہی ٹیلی فون کے تار کو کاٹا پھر کال بیل کے بٹن پر اُنگلی رکھی۔ چند سیکنڈ کے بعد بوڑھے نے دروازہ کھولا۔ میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا اندر آ سکتا ہوں؟"

وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ میں نے اندر آ کر دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا۔ "کچھ غلط قسم کے لوگ میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ میں تمہیں تھوڑی سی تکلیف دوں گا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

میں نے اس کا بازو پکڑا۔ وہ بولا۔ "میں فوج کا ریٹائرڈ افسر ہوں۔ ابھی فون کر کے پولیس کو تمہاری مدد کے لیے بُلا لوں گا۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے ایک کمرے میں لا کر کرسی پر بٹھایا پھر رسیوں سے باندھ دیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر الماری کے ایک دراز سے کار کی چابی لی۔ اُس کمرے کو باہر سے بند کیا۔ پھر دوسرے کمرے میں آ کر آئینے کے سامنے اپنے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کرنے لگا۔ چونکہ ریڈی میڈ میک اَپ تھا اس لیے پندرہ منٹ میں فارغ ہو گیا۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سُنائی دی۔ میں نے فوراً ہی بوڑھے کے پاس پہنچ کر رسیوں کو کھولتے ہوئے

پوچھا "اس وقت یہاں کون آتا ہے؟"

وہ غصے سے بولا "تمہارا باپ آتا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اُسے دروازہ کھولنے کے لیے بھیج دیا۔ اس نے بیرونی دروازے کے پاس پہنچ کر اُسے کھولا۔ باہر دو افراد کھڑے ہوئے تھے ایک نے کہا "آپ کو زحمت دینے کی معذرت چاہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ۔۔۔"

بوڑھے نے بات کاٹ کر کہا "میں ریٹائرڈ فوجی میجر ہوں اور فوجیوں کو بڑھاپے میں بھی زحمت نہیں ہوتی۔ مجھے سے رسمی باتیں نہ کرو۔ آنے کا مقصد بیان کرو۔"

دوسرے شخص نے کہا "کاٹیج نمبر سات میں مسٹر برائن وولف رہتے ہیں۔ ہمیں اُن کی تلاش ہے۔"

بوڑھے نے پوچھا "کیا ایک میجر کے گھر کی تلاشی لینے آئے ہو؟"

وہ عاجزی سے بولا "ہم یہ جرأت نہیں کر سکتے۔ صرف یہ پوچھنے آئے ہیں کیا آپ نے مسٹر وولف کو دیکھا ہے؟"

"مجھے افسوس ہے وہ میرے قریب ہی ایک کاٹیج میں رہتا ہے اور میں نے آج تک اس کی صورت نہیں دیکھی۔"

"شکریہ جناب! ہم جاتے ہیں۔ آپ آرام فرمائیں۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ بوڑھے میجر نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر میری طرف آنے لگا۔ میں تلاش کرنے والوں میں سے دو کی آوازیں سن چکا تھا۔ وہ سونیا کی طرف سے مقرر کیے ہوئے جاسوس تھے۔ یہ لوگ کے ماہر ہو سکتے تھے۔ سونیا مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی نگرانی کے لیے حساس دماغ رکھنے والوں کو ہی مقرر کر سکتی تھی۔ اس لیے میں ان میں سے کسی کے دماغ میں نہیں گیا۔ بوڑھے کو دوبارہ رسیوں سے باندھ کر ایک کھڑکی کے پاس آیا۔ پردے کو ہٹا کر دُور تک نظریں دوڑائیں۔ کچھ راہ گیر دکھائی دیے۔ ایک آدھ گاڑی گزرتی ہوئی نظر آئی۔ میں مطمئن ہو کر باہر آ گیا۔ کار کا دروازہ کھول کر اسٹرنگ سیٹ سنبھالی پھر اُسے اسٹارٹ کر کے اس کاٹیج سے دور ہوتا چلا گیا۔

میں بالکل ہی مطمئن نہیں تھا۔ ان حالات میں اطمینان کر لینا یا کامیابی کا یقین کر لینا گویا خوش فہمی میں مبتلا ہونا ہے۔ بہت دُور جا کر میں ایک جاسوس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ چونک کر بولا۔ "مسٹر وولف! کیا آپ ہیں؟ اگر آپ ہیں تو پلیز مادام سے باتیں کریں۔"

میں دماغ سے نکل آیا۔ اتنی دیر میں پتا چل گیا کہ وہ چند جاسوس کمپیوٹر اسکرین کے سامنے بیٹھے میری کار کو ایک راستے سے گزرتے دیکھ رہے تھے۔ سونیا جیسی مکار عورت سے پالا پڑا تھا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو سمجھا دیا تھا کہ اس پاس کے کاٹیجوں میں وولف کو ڈھونڈنے جاؤں تو وہاں کی گاڑیوں میں ٹریکیٹو اکر لگا دیا کرو۔ پھر جس کاٹیج سے جو بھی گاڑی نکلے گی اُس میں وولف ضرور ہو گا۔

اُنھوں نے سونیا کی ہدایات پر عمل کیا تھا۔ بوڑھے میجر کی گاڑی میں ٹریکیٹو اکر لگا دیا تھا اور اب میں پکڑا جانے والا تھا۔ میں نے فوراً وہ گاڑی روکی، اس سے باہر نکل کر ایک ٹیکسی روکی، پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ڈرائیور سے اس علاقے کی طرف جانے کو کہا، جہاں سونیا کی رہائش تھی۔ ریوالور سے کوکا ٹا ہے۔ اس لکار کے ساتھ مکاراز چالیں ہی چلی جا سکتی تھیں۔ وہ لاکھ ذہین سہی، یہ کبھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ میں اس کی رہائش گاہ کی طرف آؤں گا۔

مجھے ایسی چال چلتے وقت زیادہ خوش فہمی نہیں تھی کہ نوکر سونیا سے واسطہ تھا۔ اس سے جس کام کی توقع نہیں کی جاتی، وہ وہی کر دکھاتی ہے۔ میں نے اُس علاقے کے ایک ہوٹل کے سامنے ٹیکسی سے اُتر کر اس کا کرایہ ادا کیا۔ جب وہ ٹیکسی چلی گئی تو میں فٹ پاتھ پر پیدل چلنے لگا۔ میں وہاں جس ہوٹل میں قیام کرتا وہاں کے رجسٹر میں میرا فرضی نام ہوتا لیکن ہوٹل میں آنے کا وقت دیکھ کر جاسوس شبہ کر سکتے تھے۔ اپنا اطمینان کرنے کے لیے مجھے چیک کرنے آ سکتے تھے اور میں عارضی میک اپ میں کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں فٹ پاتھ پر آرام سے چلتا رہا۔ بے شمار مرد و عورتیں، بچے، بوڑھے فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔ میں اس بھیڑ میں پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ ایسے وقت مجھے بھوک لگ رہی تھی، میں نے پچھلی رات سے کچھ کھایا نہیں تھا۔ کھانا اس لیے بھی ضروری تھا کہ میں کہیں بیٹھ کر خیال خوانی کر سکتا تھا۔ جینا کی خیریت معلوم کر سکتا تھا۔ ویسے انڈر گراؤنڈ قید خانے میں رہنے والی کی کیا خیریت ہو گی۔ وہاں اچھے سے اچھا کھانے اور پہننے کو ملے گا تب بھی وہ میرے لیے تڑپ رہی ہو گی۔

میں نے چلتے چلتے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ سلاخوں کے پیچھے ایک بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے کہا "جینا! پریشان نہ ہونا میں وولف ہوں تمہیں یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

وہ نڈھال سی تھی، بہت کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ اس نے کہا "میری جان! میرے وولف! میں تمہارے لیے جی رہی ہوں۔ تمہارے لیے مر جاؤں گی لیکن تم میرے لیے خطرہ مول نہ لینا۔ یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ تمہیں بھی پکڑ کر قید کرنے والے ہیں۔"

"میری فکر نہ کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ایک اسٹیک بار کے کاؤنٹر کے پاس آ کر اونچے سے اسٹول پر بیٹھ گیا۔ کچھ کھانے پینے کا آرڈر دے کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر ڈاکٹر شیفرڈ کے پاس پہنچ گیا۔ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ ڈاکٹر شیفرڈ پلاسٹک سرجری کا ماہر تھا۔ میرا بہت ہی پرانا رازدار اور خدمت گار تھا۔ سرجری کا ماہر تھا۔ آدھی رات کو بھی اس کے پاس پہنچتا تو وہ نیند کو رخصت کر کے میرے چہرے پر تبدیلیاں لے آتا تھا لیکن اب وہ مجھے برائن وولف کی حیثیت سے نہیں پہچانتا تھا اور فرہاد اس کی نظروں میں مر چکا تھا۔

اُس کے خیالات پڑھنے کے دوران پتا چلا کہ سونیا آندھی طوفان کی طرح میری ناکا بندی کر رہی ہے۔ اُس نے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں رکھا تھا کہ میں چہرہ بدلنے کے لیے ڈاکٹر شیفرڈ کے پاس آ سکتا ہوں۔ اُس نے شیفرڈ سے کہا تھا "ڈاکٹر! میں سونیا بول رہی ہوں۔ میری باتیں توجہ سے سنو اور اس پر عمل کرو۔ بابا صاحب کے ادارے کا ایک شخص برائن وولف، مرحوم فرہاد کا ہم شکل ہے اور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اگر وہ تمہارے پاس پلاسٹک سرجری کے لیے آئے تو اُس سے کہنا پہلے سونیا سے فون پر باتیں کرے۔ وہ تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر اپنا چہرہ تبدیل کرا سکتا ہے۔ اس لیے تمہارے سرجری روم میں پولیس والے موجود رہیں گے۔ مجھے امید ہے، تم قانون کے محافظوں سے تعاون کرو گے۔"

سونیا کی فون والی گفتگو کے مطابق پولیس والے آ گئے تھے اور اس کے سرجری روم میں بیٹھے ہوئے تھے وہ بڑی ذہانت سے میرے فرار ہونے کے تمام راستے مسدود کر رہی تھی اور یہ بھی سمجھ رہی ہو گی کہ مجھ سے پالا پڑے گا میں اس کے تمام داؤ پیچ کے توڑ جانتا ہوں۔ میں نے ڈاکٹر شیفرڈ کو مخاطب نہیں کیا تھا، خاموشی سے معلوم کرنے لگا کہ اس شہر میں پلاسٹک سرجری کے جو دوسرے ماہر سرجن ہیں ان کے نام پتے اور فون نمبر کیا ہیں؟

مجھے ایک ایسے ڈاکٹر کا نام پتا اور فون نمبر معلوم ہوا جو شہر میں ایک اسپتال قائم کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا اور منصوبے کی تکمیل تک اپنی پبلسٹی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اب تک صرف ڈاکٹر شیفرڈ سے ملاقات کی تھی۔ میں نے اسٹیک بار میں بھوک مٹانے کے بعد اُس ڈاکٹر کو فون کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا "ہیلو! کون ہو؟ کس سے بات کرنا چاہتے ہو؟"

میں ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ میرے مطلوبہ ڈاکٹر مرفی کا سیکریٹری تھا۔ غصے سے ریسیور رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا "پتا نہیں کون اُلو کا پٹھا تھا۔"

میں نے اُس اُلو کے پٹھے کو ڈاکٹر مرفی کے متعلق سوچتے

رہنے پر مجبور کیا۔ اس کی سوچ سے پتا چلا کہ ڈاکٹر مجرمانہ زندگی گزارتا ہے۔ اس کی رہائش گاہ کے تہ خانے میں پلاسٹک سرجری کا تمام سامان رہتا ہے۔ ایسے مجرم جو قانون کی نظروں سے خود کو چھپانا چاہتے ہوں یا جیل سے فرار ہو کر آئے ہوں وہ ڈاکٹر مرفی کو بھاری معاوضہ ادا کر کے اپنے چہرے تبدیل کراتے تھے۔ وہ ایسی مجرمانہ زندگی برسوں سے گزار رہا تھا۔ میں نے سیکریٹری کے ذریعے اُس کی آواز سنی۔ پھر اُس کے خیالات پڑھنے لگا۔

یہ جاننا ضروری تھا کہ اس کے تہ خانے میں کیسے آلات اور مشینیں ہیں۔ اس کا طریقۂ کار کیا ہے۔ اس کے قریب رہ کر سرجری کے کتنے مراحل سے گزرنا ہو گا۔ پتا چلا کہ وہ پندرہ برس سے سرجری کرتا آ رہا ہے۔ ڈاکٹر شیفرڈ کی طرح چہرے کے دو چار حصّوں میں معمولی سی تبدیلی کر کے صورت بدل دیتا ہے۔ بڑی مہارت سے دو چار گھنٹوں میں سرجری کا کام نمٹا دیتا تھا۔

میں تمام ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد اس کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے سیکریٹری کے ساتھ وہاں رہتا تھا۔ گیٹ پر اور کوٹھی کے دروازے پر چار غنڈے موجود رہا کرتے تھے۔ میں کوٹھی کے پچھلے حصّے سے اندر آیا۔ سیکریٹری ڈرائنگ روم میں تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر صوفے پر لٹا دیا پھر دو منٹ کے اندر ہی اُسے نیند کی آغوش میں پہنچا دیا۔

ڈاکٹر مرفی لنچ کے بعد بیڈ روم میں آرام کر رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی پریشان ہو کر بولا "کون ہو تم؟ میرے گھر میں اور میرے کمرے میں بغیر اجازت کیوں آئے ہو؟"

میں نے جواب دیا "تمہارے گھر میں کوئی شریف آدمی نہیں آتا۔ ایسے ہی لوگ آتے ہیں جو اجازت حاصل کرنے کے محتاج نہیں ہوتے۔"

"کیا تم کوئی واردات کر کے آئے ہو؟"

"ہاں، اگر تم نے فوراً سرجری نہیں کی تو اسی کمرے میں دوسری واردات کروں گا۔ کم آن، سرجری روم میں چلو۔"

وہ بولا "اس کوٹھی میں کوئی سرجری روم نہیں ہے۔ پھر بھی میں تمہارا چہرہ تبدیل کروں گا۔ معاوضہ کیا دو گے؟"

"جو مانگو گے، وہ ملے گا۔"

"تم خالی ہاتھ نظر آ رہے ہو۔ میں اُدھار کا دھندا نہیں کرتا۔ پہلے رقم ادا کرو۔"

"کتنی رقم چاہیے؟"

"پچاس ہزار ڈالر۔ ابھی اور اسی وقت۔"

میں نے اس کا گریبان پکڑ کر ایک صوفے پر بٹھایا۔ اس صوفے

کے ساتھ اس کے ہاتھ پاؤں باندھے، اس کے مُنہ کو بھی کپڑا ٹھونس کر بند کیا۔ وہ سہما ہوا کہہ رہا تھا "یہ کیا کر رہے ہو۔ رقم نہیں ہے نہ سہی، میں مفت میں تمہارا کام کروں گا۔"

"ڈاکٹر! میں تمہارا احسان نہیں لوں گا ابھی پندرہ منٹ میں تمہیں پچاس ہزار ڈالر دے کر اپنا کام کراؤں گا۔"

میں نے ٹیلی فون کے ریسیور کو کریڈل سے الگ کر دیا۔ ڈائننگ روم میں آ کر وہاں کے ٹیلی فون کا بھی ریسیور رکھ دیا۔ ڈاکٹر مرفی کی سوچ میری راہنمائی کر رہی تھی۔ اس کے مطابق میں چور دروازے سے تہ خانے میں آ گیا۔ وہاں سرجری کے جدید آلات اور مشینیں تھیں۔ اُن کے علاوہ کچھ خفیہ انتظامات تھے۔ جو مجرم ڈاکٹر مرفی کو موت کی دھمکی دے کر جبراً اپنا کام کرانے آتے تھے وہ خود وہاں آ کر پھنس جاتے تھے یا مارے جاتے تھے۔ انھیں مارنے کے لیے خفیہ شارٹ گنیں دیواروں پر آویزاں تصویروں کے پیچھے تھیں۔ جو شخص سرجری کے لیے ایزی چیئر پر آ کر بیٹھتا تھا، خود کار ہتھکڑیوں اور پٹڑیوں میں جکڑ جاتا تھا۔ میں نے وہاں کے تمام خود کار سسٹم ناکارہ کر دیے۔

ڈاکٹر کی سوچ نے بتایا کہ اس کمرے میں بھی چور دروازہ ہے۔ میں اس دروازے سے گزر کر تہ خانے کے دوسرے کمرے میں پہنچا۔ وہاں جدید ہتھیاروں کے علاوہ ایک بڑی سی آہنی تجوری تھی۔ ڈاکٹر کی سوچ نے تجوری کھولنے کا طریقہ بتایا۔ میں نے اُسے کھول کر دیکھا قیمتی ہیرے جواہرات کے علاوہ بڑے نوٹوں کی گڈیاں ترتیب سے رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے پچاس ہزار ڈالر نکال کر تجوری بند کر دی۔ تہ خانے سے اوپر رہائش گاہ میں آیا۔ پھر ڈاکٹر کے کمرے میں پہنچ کر اس کے سامنے گڈیاں پھینکتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں کھول رہا ہوں۔ رقم گن لو۔ پورے پچاس ہزار ڈالر ہیں۔"

میں نے اس کے ہاتھ پاؤں کی رسیاں کھول دیں۔ مُنہ پر سے کپڑا ہٹا دیا۔ وہ حیرانی سے بولا۔ "تم اتنی جلدی اتنی بڑی رقم کہاں سے لے آئے؟"

"تم اپنا معاوضہ لو اور فضول سوالات میں وقت ضائع نہ کرو۔"

اس نے رقم گننے کے بعد کہا۔ "بے شک تم نے کام سے پہلے معاوضہ ادا کیا ہے۔ اب میں اپنا کام دکھاؤں گا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ایک کمرے میں آیا۔ وہاں جو چور دروازہ تھا اُسے میں استعمال کر چکا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مجھے تہ خانے میں لے جا کر ہتھکڑیوں اور پٹڑیوں میں جکڑے گا پھر مجھ سے اگلوائے گا کہ میں کون ہوں اور کیسے جرائم کرتا رہتا ہوں۔ وہ میری یہ باتیں ویڈیو فلم اور آڈیو ٹیپ میں ریکارڈ کرے گا تاکہ چہرہ بدلنے کے بعد بھی مجھے بلیک میل کر سکے۔ وہ اپنے پاس آنے والے مجرموں کا چہرہ بدلنے کے دوران ان کی ایسی ہی ویڈیو فلمیں تیار کیا کرتا تھا۔ اس نے مجھے تہ خانے میں لا کر کہا۔ "اُس ایزی چیئر پر بیٹھ جاؤ۔"

میں بڑی فرمانبرداری سے بیٹھ گیا۔ اُس نے ایزی چیئر کے ایک خفیہ بٹن کو دبایا۔ جس کے نتیجے میں خود کار ہتھکڑیاں اور پٹڑیاں مجھے جکڑنے والی تھیں لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ وہ پریشان ہو کر بار بار بٹن دبانے لگا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ مجھے بلیک میل کرنے کا سامان نہیں ہو رہا ہے؟"

وہ دوڑتا ہوا سوئچ بورڈ کے پاس گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے مختلف بٹن دبانے لگا۔ ہر بٹن کو دباتے ہی دیوار کی تصویریں اوپر اُٹھ جاتی تھیں ان کے پیچھے سے شاٹ گنیں نکل آتی تھیں لیکن ٹھائیں ٹھائیں کی فائرنگ کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ کھٹ کھٹ کی آواز ہو کر خاموشی چھا گئی تھی۔ میں نے کہا۔ "ڈاکٹر! میں نے تمام گنوں کے میگزین خالی کر دیے ہیں۔ کوئی اور حربہ آزماؤ۔"

وہاں اور کوئی حربہ نہیں تھا۔ دوسرے کمرے میں ہتھیار اور کار توس وغیرہ تھے لیکن وہ میرے سامنے چور دروازہ کھولنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے وہ راستہ بتا کر اپنی تجوری تک پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "ڈاکٹر! ابھی تک میں نے جوابی حملہ نہیں کیا ہے۔ کوئی حسرت رہ گئی ہو تو اسے بھی جلدی پوری کر لو اور سرجری شروع کرو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

وہ بولا۔ "تم کون ہو؟ تم نے یہ تمام حربے کیسے بیکار کر دیے؟"

"میں جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔"

"جب تک جواب نہیں دو گے، میں تمہارا کام نہیں کروں گا۔"

"تو پھر میرے حملے کو برداشت کرو۔"

میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا سا دیا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتا ہوا ایک مشین سے ٹکرایا۔ پھر فرش پر گر پڑا۔ وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح پڑا رہا۔ سر کے اندر ہونے والی تکلیف کو برداشت کرتا رہا۔ میں نے کہا۔ "یہ ایک معمولی سا حملہ تھا۔ دوسرے حملے میں تم سر کے بال نوچنے اور کپڑے پھاڑنے لگو گے۔"

میں نے اُسے اُٹھا کر کھڑا ہونے پر مجبور کیا۔ وہ حیرانی سے بولا۔ "کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"ہاں، یہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ اس لیے کیا ہے کہ تم سرجری کے دوران مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکو اور یہ یاد رکھو کہ میں تمہارے دماغ کے اندر موجود رہوں گا اور تمہارے مخالفانہ خیالات پڑھتا رہوں گا۔"

وہ ایک دم سے نرم پڑ گیا۔ "مجھے پہلے ہی بتایا ہوتا کہ دماغ میں گھس آئے ہو۔ اب سمجھا کہ تم نے میرے تمام حربے..."

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔ کام شروع کر دو۔"

وہ شروع ہو گیا۔ مجھے سرجری کے مراحل سے گزارنے لگا۔ میں پوری طرح محتاط تھا۔ اس کے دماغ میں کوئی بھی منفی خیال پیدا ہوتا تو میں ٹوک دیتا تھا۔ اس طرح اُسے یقین ہو جاتا تھا کہ میں اُس کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ ان حالات میں دوستانہ رویہ قائم رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ مسلسل دو گھنٹے تک بڑی شرافت اور لگن سے کام کرتا رہا اور میں تین اطراف میں رکھے ہوئے آئینوں میں خود کو تبدیل ہوتے دیکھتا رہا۔

وہ میری مرضی کے مطابق ایک خوبرو شخص کا چہرہ بنا رہا تھا۔ اس نے تین گھنٹے کے اندر سرجری کا کام مکمل کر لیا۔ میں نے آئینوں کے درمیان خود کو ہر زاویے سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "تم نے بڑی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ بندھے ہاتھوں میری دس انگلیوں کے نشانات بھی بدل دو۔"

اس نے کہا۔ "بعض ڈاکٹروں کے پاس انگلیوں کے مصنوعی نشانات کی جھلیاں ہوتی ہیں۔ وہ میرے پاس نہیں ہیں۔"

"تمہارے پاس وہ جھلیاں ہیں۔ تمہاری تجوری میں رکھی ہوئی ہیں۔ تم میرے سامنے چور دروازہ کھولنا نہیں چاہتے۔ کوئی بات نہیں، میں تمہارے ہاتھوں سے اسے کھول دیتا ہوں۔"

میں نے اسے چور دروازے کی طرف گھما دیا۔ وہ چلتا ہوا وہاں گیا۔ ایک خفیہ تکنیک کے ذریعے اُسے کھولا۔ اس دروازے سے گزر کر دوسرے کمرے میں گیا۔ اپنی تجوری کھولی اس کے اندر سے انگلیوں کے نشانات کا ایک پیکٹ اٹھایا۔ پھر تجوری بند کر کے میرے پاس آ گیا۔ اس کے بعد نہایت فرمانبرداری سے میری انگلیوں پر وہ جھلیاں چڑھانے لگا۔

یہ کام بھی ایک گھنٹے میں مکمل ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "میں نہیں چاہتا کہ اس نئے چہرے کے باوجود کوئی پہچانے اور تم پہچانتے ہو۔ پولیس والے تمہارے ذریعے مجھ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

اس نے کہا۔ "آج تک قانون کے محافظوں کو اس انڈر گراؤنڈ سرجری روم کا پتا نہیں چلا۔ وہ میرا احساسیہ کرنے نہیں آئیں گے۔ اور میں انھیں تمہارے متعلق کچھ بتانے کی حماقت کر دں گا تو یہ بھی بتانا ہو گا کہ سرجری کہاں کی گئی اس طرح اس تہ خانے کا راز کھل جائے گا۔"

وہ مجھے رازداری کا یقین دلاتا ہوا تہ خانے سے باہر آیا۔ یہ یقینی بات تھی کہ وہ میرے متعلق کسی سے کچھ نہیں کہے گا لیکن سوتیا کسی وقت بھی اس کی گردن دبوچ سکتی تھی۔ میں نے اسے بستر پر لیٹنے کو کہا۔ وہ میرے کسی حکم سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ لیٹ گیا۔ میں نے اطمینان سے اس پر تنویمی عمل کیا۔ اُسے اپنا معمول بنا کر حکم دیا کہ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد یہ بھول جائے گا کہ آج کوئی اس کے پاس سرجری کے ذریعے چہرہ تبدیل کرانے آیا تھا۔ یہ بات اس کے دماغ میں نقش کرنے کے بعد میں نے اُسے تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ ڈرائنگ روم میں سیکریٹری کو چھ گھنٹے کے لیے سُلایا تھا۔ وہ چھ گھنٹے پورے ہونے والے تھے۔ اس سے پہلے ہی میں وہاں سے نکل آنا چاہتا تھا لیکن میں باہر جاتے جاتے رُک گیا۔

مجھے اپنے دماغ میں اس کی سستی بھری 'ہائے' سنائی دی۔ پھر وہ بولی۔ "میرے جسم و جان کے مالک! مجھے کیوں بھول جاتے ہو؟"

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ "کیا ایسی باتیں کرنے کے لیے یہی جگہ رہ گئی ہے؟ یہ سیکریٹری بیدار ہونے والا ہے۔"

"میں تھوڑی دیر پہلے اس کے دماغ میں جا کر نیند کا وقت بڑھا چکی ہوں۔ اس کی فکر نہ کرو۔"

میں نے پوچھا۔ "مجھے یہاں روکنے کا کوئی مقصد ہے؟"

"ہاں، میں تمہیں اپنی ایک کمزوری بتانا چاہتی ہوں۔"

"جلدی بتاؤ۔"

"میں میرے جواہرات کی دیوانی ہوں۔ میرے پاس دُنیا کے انمول، میرے موتی ہیں ایسے نایاب جواہرات ہیں جنھیں دیکھنے والے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔"

"اپنی یہ کمزوری بتانے کا مقصد کیا ہے؟"

"تم بھول رہے ہو، ڈاکٹر مرفی کی تجوری میں دو نایاب ہیرے ہیں۔ کیا تم مجھے محبت کا تحفہ نہیں دو گے؟"

"مجھے تم سے محبت نہیں نفرت ہے۔"

"کیا میرے ساتھ چھ گھنٹے نفرت سے گزارے تھے؟ کیا دُشمنی سے مجھے گلے لگاتے رہے تھے؟ میں نے اُن چھ گھنٹوں میں تمہارے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا تاکہ تم مجبور ہو کر مجھے پسند نہ کرو۔ تم نے پوری حاضر دماغی سے میرے حُسن و جمال کو دیکھا، پسند کیا، مجھے گلے لگایا۔ پھر انکار کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ تم مجھے محکوم بنا رہی ہو۔"

"اگر ایسا نہ کروں تو ایک دن مجھ سے دل بھر جائے گا۔ مجھے ٹھکرا کر کسی اور پری جمال کے پاس چلے جاؤ گے۔"

"میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنی آخری سانس تک تمہیں اپنا بنا کر

رکھوں گا۔"

"جیسے آج تک سونیا، رسونتی، اعلیٰ بی بی اور پومی وغیرہ کو اپنا بناتے آرہے ہو۔ آئندہ جینا کو بھی آخری سانس تک اپنا بنائے رکھو گے۔ مجھے بھی اس طویل فہرست میں شامل کردگے اور دعوے کروگے کہ زبان کے دھنی ہو جسے چاہتے ہو اسے ہوس کی تجوری میں بند کرلیتے ہو۔"

"تم کیوں میرے پیچھے پڑگئی ہو؟"

"شاید میں پیچھا چھوڑ دیتی لیکن تم مجھے سرتاپا قبول کرچکے ہو۔ مجھ میں شرافت، شرم وحیا ہے۔ اب میں تمہارے سوا کسی اور مرد کا تصور بھی نہیں کرسکتی اس لیے تمہیں چھوڑ نہیں سکتی۔"

میں نے دوبارہ تہ خانے میں جاتے ہوئے کہا۔ "تقدیر نے تھلا ساتھ دیا اور تم نے میرے دماغ پر قبضہ جمالیا مگر یہ چند دنوں کی بات ہے۔ اس کے بعد بہت پچھتاؤ گی۔ بہت پچھتاؤ گی۔"

"اصل بات غالب آنے کی ہے۔ مرد ہمیشہ اپنی عورتوں پر غالب آتا ہے اس لیے اپنی من مانی کرتا ہے۔ آج میں غالب آئی ہوں اس لیے اپنے جائز حقوق کے لیے من مانی کررہی ہوں۔ جب پچھتانے کا وقت آئے گا تو پچھتالوں گی۔ تم ابھی تو نہ پچھتاؤ۔ میں تم سے دشمنی نہیں کررہی ہوں۔ اگر کرنا چاہتی تو تمہیں یہ چہرہ تبدیل کرنے کا موقع نہ دیتی۔ سونیا کو کسی وقت بھی تمہارے پاس پہنچا سکتی ہوں۔ تم جینا کو جس انداز سے رہائی دلانے کا منصوبہ بنا چکے ہو، اُس سے میں واقف ہوں۔ تمہیں اس منصوبے پر عمل کرنے سے روک سکتی ہوں۔ انصاف سے کہو میں نے کب اور کہاں تمہارے راستے میں رکاوٹ پیدا کی ہے؟"

واقعی اس نے مجھے آزاد چھوڑا ہوا تھا۔ میرے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرتی تھی۔ جینا کو اس لیے دُور کردیا تھا کہ اپنے سوا کسی کو میرے قریب دیکھنا گوارا نہیں کرتی تھی۔ اس طرح وہ اپنے حقوق کا تحفظ کررہی تھی۔ اس نقطۂ نظر سے وہ حق بجانب تھی۔ میں نے تجوری کھول کر پوچھا۔ "کون سا ہیرا چاہتی ہو؟"

اس نے دو نایاب ہیروں کی نشاندہی کی۔ میں نے انھیں اُٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔ دولت جتنی ملے، کم لگتی ہے۔ میں وہ تمام دولت سمیٹ کرلے جاسکتا تھا لیکن کہاں لے جاکر رکھتا۔ ساری دُنیا کی تجوریاں میری تجوریاں تھیں، میں جب چاہتا جہاں سے چاہتا مال نکال کر اپنے استعمال میں لاسکتا تھا۔

وہ بولی۔ "تم درست سوچ رہے ہو۔ میں بھی سونا چاندی اور نقد رقم نہیں رکھتی۔ اگر رکھنا چاہوں تو دُنیا کی تمام تجوریاں کم پڑیں گی مگر کیا کرطل عورت ہوں نا، اپنے بدن پر ہیرے جواہرات سجانے کا شوق ہے اس لیے صرف انمول اور نایاب ہیرے موتی جمع کرتی ہوں۔"

میں ڈاکٹر مرنی کی رہائش گاہ سے نکل آیا تھا۔ اب اپنی رہائش کا انتظام کرنا تھا۔ سونیا نے مجھے ڈھونڈ نکالنے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی ہوگی۔ تمام ہوٹلوں اور ہاسٹلوں میں اور پرائیویٹ گیسٹ رکھنے والے مکانوں میں سختی سے چیکنگ ہورہی ہوگی کہ آج دن کے بارہ بجے کے بعد سے کتنے مسافر یا نو وارد کتنے ہوٹلوں اور ہاسٹلوں وغیرہ میں رہنے آئے ہیں اور جب تک میرا سراغ نہیں ملے گا اس وقت تک یہ چیکنگ جاری رہے گی۔

وہ بولی۔ "یہ تمہاری سونیا آسیب ہے۔ ہزار وطد میل دُور رہ کر بھی حواس پر چھائی رہتی ہے۔ کیا وہ پیرس میں ہے؟"

"کہیں بھی ہو اس کے لیے فاصلے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ دُور مار راکٹ اور میزائل ایک طویل فاصلے تک جاتے ہیں۔ ان کا فاصلہ محدود ہوتا ہے۔ سونیا تو زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مار کرتی ہے۔"

"یہ رات کہاں گزارو گے؟"

میں نے کہا۔ "سونیا سیر ہے میں سوا سیر ہوں۔ اُس کے سوچنے اور فیصلہ کرنے کے انداز کو خوب سمجھتا ہوں۔ وہ جانتی ہے کہ تم میرے دماغ میں رہتی ہو اور مجھے کسی عورت کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع نہیں دیتی ہو۔ اس لیے تمہارے منے والی عورتوں کو پولیس والے چیک نہیں کریں گے۔"

"یعنی اس بہانے تم کسی حسینہ کے ساتھ رات گزارنا چاہتے ہو؟"

"میری نیت وہ نہیں ہے، جو تم سمجھ رہی ہو۔ حالات کو سمجھو۔ سونیا کو اسی طرح دھوکا دیا جاسکتا ہے۔"

"موجودہ حالات میں تمہاری یہ بات مناسب ہے لیکن جلدی کہیں ٹھکانا بناؤ۔ میں نے کل سے اب تک صرف دو گھنٹے کی نیند پوری کی ہے۔ میں چوبیس گھنٹوں میں سات گھنٹے سونے کی عادی ہوں۔"

"تو پھر تمہیں سونا چاہیے۔ میں کہیں بھاگا نہیں جارہا ہوں۔ جاگنے کے بعد پھر میرے پاس چلی آنا۔"

"بڑی مشکل ہے۔ تمہاری فکر میں سونے کو جی نہیں چاہے گا۔ یہی اندیشہ رہے گا کہ تم گرفتار ہوجاؤ گے۔"

"مجھے گرفتار کرنا اتنا آسان نہیں ہے، جتنا تم سمجھ رہی ہو۔ میں ابھی کسی ریستوران میں رات کا کھانا کھاؤں گا پھر اپنا ٹھکانا بناؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں بھی کھانا کھانے جارہی ہوں۔ کھانے کے بعد تمہاری خیریت معلوم کرنے آؤں گی پھر سونے کے لیے جاؤں گی۔"

وہ شاید چلی گئی۔ میں نے آواز دی تو جواب نہیں ملا۔ ہوسکتا

وہ خاموش رہ کر اپنی غیر موجودگی کا یقین دلا رہی ہو۔ میں ایسی باتوں کے خلاف کرہی کیا سکتا تھا۔ اُسے اپنے دماغ کا بوجھ سمجھ کر اتار پھینکنا چاہتا تھا مگر یہ بوجھ اُتار نہیں سکتا تھا۔ اُسے نظر انداز کرکے ہی اپنے جو وہ حالات پر توجہ دے سکتا تھا۔

میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر مختلف نائٹ کلبوں کے سامنے سے گزرتا رہا پھر ایک نائٹ کلب کا انتخاب کرکے ٹیکسی والے کو رخصت کردیا۔ ایسے کلبوں میں اونچے معیار کی عورتیں ملتی تھیں۔ رات گزارنے کے لیے ان کے پاس اپنے ذاتی فلیٹس یا کاٹیج ہوتے تھے۔ وہ گاہک اسامی کو اپنے ہاں لے جاتی تھیں اور صبح تک پانچ سے دس ہزار ڈالر تک بٹور لیتی تھیں۔

میں کلب کے بڑے ہال میں داخل ہوا۔ ایک جانب شراب کا بار تھا۔ دوسری طرف ایک اسٹیج پر نیم عریاں رقص ہورہا تھا۔ میزوں کے اطراف کرسیاں تھیں اور اب تک رئیس اپنی پسند کی حسیناؤں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ چند حسین عورتیں کاؤنٹر کے پاس کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ کسی سوٹڈ مرغے کے انتظار میں تھیں۔ انھوں نے مجھے دیکھا لیکن استقبال کے لیے کوئی نہ آئی۔ ان میں سے کوئی بھی گاہک ڈالنا نہیں چاہتی تھی۔ بلکہ مجھے گھاس کھانے والے جانوروں سے بھی گیا گزرا سمجھ رہی تھیں۔ اس کی وجہ سمجھ میں آگئی۔ میں ایک معمولی لباس میں تھا۔ چہرہ بدلنے کے بعد لباس نہیں بدلا تھا، اس لیے اونچی شخصیت اور حیثیت کا آدمی نظر نہیں آرہا تھا جبکہ ایسے کلبوں میں حیثیت کو ہی دیکھا جاتا ہے۔ آدمی کی کوئی قدر میں ہوتی۔

میں ایک میز کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ ایک لڑکی نے آکر مینو پیش کیا۔ میں نے مینو پڑھ کر کھانے کا آرڈر نوٹ کرایا۔ جب وہ آرڈر کی تعمیل کے لیے جانے لگی تو میں نے کہا۔ "سنو! یہاں تمہاری ڈیوٹی کب تک ہے؟"

وہ بولی۔ "ڈیوٹی کی کوئی بات نہیں ہے، میں چھٹی لے سکتی ہوں لیکن نہیں لوں گی۔"

"کیوں نہیں لوگی۔ کیا میں کچھ نامعقول سا لگ رہا ہوں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "یہ تو آئینہ ہی کہہ سکتا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی۔"

وہ چلی گئی۔ میں میز پر تنہا عجیب سا لگ رہا تھا جبکہ چاروں اطراف جوڑے جوڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی حسینہ کو اپنے پاس بلا کر بٹھانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ کوئی بھی خیال خوانی کے پل صراط سے گزرتی ہوئی میرے پاس آسکتی تھی لیکن مجھے کوئی پسند نہیں آرہی تھی۔ اگرچہ سُنہ کالا کرنے کا ارادہ نہیں تھا لیکن جس کے گھر میں رات گزارنی تھی، وہ دیکھنے سننے میں اچھی ہونی چاہیے تھی۔

کھانا آگیا۔ میں کھانے لگا۔ اسٹیج پر جذبات کو بھڑکانے والا رقص ہورہا تھا۔ مجھے اپنے جذبات کو بھڑکانے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے کھاتے کھاتے جینا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اُس کے سامنے طرح طرح کے کھانے رکھے ہوئے تھے۔ اس کے سامنے کھڑا ہوا افسر پوچھ رہا تھا۔ "کب تک کھانے سے انکار کروگی؟ کب تک بھوکی رہوگی؟"

وہ غرّا کر بولی۔ "میں بھوکی ہوں انتقام کی۔ میں پیاسی ہوں تم لوگوں کے خون کی۔ اگر میں حرکت میں آجاؤں تو تم یہاں سے پیروں پر چل کر نہیں جاسکو گے۔ لیکن مجھے اپنے محبوب کا انتظار ہے۔ مجھے یقین ہے، وہ مجھے یہاں سے مکھن کے بال کی طرح نکال کرلے جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "جینا! میں آگیا ہوں۔ یقیناً صبح سے پہلے تمہیں رہائی دلاؤں گا۔ لیکن تمہیں کھانے سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔"

"میں تمہارے بغیر نہیں کھاؤں گی۔"

"بچوں جیسی ضد نہ کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ صبح کا ناشتا تمہارے ساتھ کروں گا۔"

"سچ؟" وہ خوش ہوکر بولی۔ پھر فوراً ہی کھانا شروع کردیا۔ افسر نے حیرانی سے پوچھا۔ "ابھی تم انکار کررہی تھیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میرا وہ آگیا ہے۔ میرے اندر بیٹھ کر مجھے جھلا رہا ہے۔ میں کھا رہی ہوں تم دیکھ دیکھ کر جلتے رہو۔"

میں اس کی باتوں پر مسکرانے لگا۔ مجھے ایک رس بھری آواز سُنائی دی۔ "کس لطیفے پر مسکرا رہے ہو؟"

میں چونک گیا۔ خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ ایک حسینہ میز کے پاس کھڑی ہوئی پوچھ رہی تھی "کیا یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

"بیٹھ جاؤ۔"

وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔ "میں بھی تنہائی میں گزری ہوئی مزے دار باتیں یاد کرکے مسکراتی ہوں۔ مگر تم تو پبلک پلیس میں مسکرا رہے ہو۔ کیا تنہائی پسند ہو یا کوئی حسینہ لفٹ نہیں دے رہی ہے؟"

"کیا تم رحم کھا کر آئی ہو؟"

"نہیں، میرا دل کچھ عجیب سا ہے۔ جسے دُنیا نہیں پوچھتی میں اُسے گلے لگانے میں عجیب طرح کی خوشی محسوس کرتی ہوں۔"

میں نے گزرے ہوئے وقت کا حساب کیا۔ وہ میرے دماغ سے گئی تھی اس کے ایک گھنٹے بعد یہ آئی تھی۔ ایک بازاری عورت بن کر آنے میں اُسے ایک گھنٹا لگا تھا۔ میں نے ناگواری سے کہا۔ "تم مجھے بار بار ہیو توف نہیں بنا سکو گی۔ آخر اس قسم کے ڈرامے کیوں کررہی ہو؟"

وہ شدید حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی "تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نہیں سمجھی۔"

"ابھی سمجھا دوں گا۔ اپنے لیے کچھ کھانے پینے کا آرڈر دو۔"

"میں کھا چکی ہوں اور کھانے کے بعد پیتی نہیں ہوں۔"

میں اُس کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے خیالات پڑھنے لگا۔ میں اسے جو سمجھ رہا تھا، وہ نہیں تھی۔ اس کا تعلق کلب سے تھا اور وہ مجھے گاہک سمجھ کر آئی تھی۔ اُسی وقت میرے دماغ میں اس کی آواز ابھری۔ "تم ابھی تک کھا رہے ہو؟ میں کھانے سے فارغ ہوگئی ہوں۔ مجھے نیند آرہی ہے۔"

"تو پھر سو جاؤ۔"

"یہ تمہارے سامنے کون بیٹھی ہے؟"

"اسی کلب سے تعلق ہے۔ میں اس کے ساتھ جانے کے متعلق سوچ رہا ہوں۔"

"سوچ سمجھ کر جاؤ۔ میں اپنے دماغ کو ہدایت دوں گی کہ چار گھنٹے بعد میری آنکھ کھل جائے۔ پھر میں تمہارے پاس آؤں گی۔"

"چار گھنٹے کیوں؟ تمہیں صبح تک آرام سے سونا چاہیے۔ میری فکر نہ کرو۔"

"تمہارے کہنے سے فکر دور نہیں ہوگی۔ میں چار گھنٹے بعد آؤں گی پھر مطمئن ہوکر دوبارہ دماغ کو ہدایت دے کر سو جاؤں گی۔ اچھا شب بخیر۔"

میرے دماغ میں آنے والی اُس وقت آئی تھی جب میں سامنے والی حسینہ کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ میرے پاس بیٹھی ہوئی حسینہ فراڈ نہیں تھی۔ وہ اُٹھ کر جانے لگی۔ میں نے ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "سوری! میں کچھ الٹی سیدھی بات کہہ گیا ہوں۔ دراصل ایک عورت مجھ سے فراڈ کر رہی ہے۔ میں سمجھا تم وہی ہو۔"

"پھر کیسے سمجھ لیا کہ میں وہ نہیں ہوں؟"

میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "تمہارے اس ہاتھ کو دیکھ کر یقین ہوگیا اُس بھیس بدلنے والی فراڈ عورت کے ہاتھ میں چھ انگلیاں ہیں۔"

وہ بیٹھ گئی۔ پھر میز پر جھک کر بولی۔ "مجھے تمہاری کہانی سے دلچسپی نہیں ہے۔ میرے کانیچ میں رات گزارنے والا ہر اجنبی اپنی روداد سناتا ہے اور میں اُس وقت سنتی ہوں جب رقم طے ہوجاتی ہے۔ دو ہزار کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

"تم دو ہزار سے زیادہ حسین ہو۔"

وہ خوش ہوکر بولی۔ "تم حسن کے قدرداں ہو۔ میں ادائیگی کا معاملہ تم پر چھوڑتی ہوں۔ بائی دی وے، میں تمہیں اتنی اچھی کیوں لگ رہی ہوں؟"

"تمہاری صحت قابل رشک ہے۔ جسم خوبصورت ہے۔ کیا ورزش کرتی ہو؟"

"فزیکل فٹنس کے لیے ہلکی سی ورزش کرتی ہوں۔ رات سے نکلنے کے بعد اور رات کو گھر جانے سے پہلے چار کلو میٹر دوڑ لگاتی ہوں۔ میرے اس معمول میں کبھی فرق نہیں آتا۔"

وہ اپنے متعلق بتا رہی تھی کہ خود کو حسین اور جوان رکھنے کے لیے برابر محنت کرتی رہتی ہے۔ ہم کھانے کے بعد ڈانس پر آئے۔ حالانکہ کھانے کے بعد تھرکنے کو جی نہیں چاہتا۔ ڈسکو کی فاسٹ میوزک نہیں تھی۔ لائٹ آرکسٹرا پر ہولے ہولے تھرکنے کی بات تھی۔ وہ میرے بازوؤں میں آگئی۔ ہم سرگوشیاں کرتے ہوئے رقص کرنے لگے۔ سردی کے موسم میں ایک دوسرے کی آنچ محسوس کرنے لگے۔ اُس نے پوچھا۔ "کون سی خوشبو استعمال کرتے ہو۔ میرا دل کھینچا جا رہا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "اس پرفیوم کو بلیک میجک یعنی جادو کہتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "مذاق نہ کرو۔ اس نام کا کوئی پرفیوم نہیں ہوتا۔"

"تو پھر سمجھ لو، یہ میرے جسم کی پیدائشی مہک ہے۔"

"ناممکن، ایسی سحر زدہ کرنے والی پیدائشی مہک نہیں ہوسکتی۔"

میں نے کہا۔ "اپنی ناک کا آپریشن کراؤ۔ میں نے ایک سے کوئی پرفیوم استعمال نہیں کیا ہے۔ یہ شخص جو ہمارے قریب اپنی ساتھی کے ساتھ رقص کر رہا ہے اس نے شاید وہ لگائی ہے جو تمہاری ناک تک پہنچ رہی ہے۔"

آرکسٹرا کا وقفہ ہوا۔ ہم کلب سے باہر آگئے۔ اس نے ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ ٹیکسی ہمارے سامنے آکر رکی۔ ہم دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ گاڑی آگے چل پڑی۔ وہ شانے پر سر رکھ کر بولی۔ "تم نے میرا نام نہیں پوچھا۔"

میں نے کہا۔ "تم نے بھی میرا نام نہیں پوچھا۔"

"میرے گھر ہر رات ایک نیا مہمان آتا ہے۔ میں کا نام یاد نہیں رکھ سکتی اس لیے نام نہیں پوچھتی۔"

"میں بھی ان پھولوں کے ناموں سے دلچسپی نہیں رکھتا منڈلاتا ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا۔ "تم نے ڈرائیور کو بتایا کہاں جانا ہے؟"

"یہاں کے ٹیکسی ڈرائیور جانتے ہیں کہ میں ہر رات ہے نکل کر کسی نئے مہربان کے ساتھ کہاں جاتی ہوں۔"

"یعنی کافی مشہور ہو۔"

"ہاں، جو بدنام ہوتے ہیں کیا اُن کا نام نہیں ہوتا؟ ہم نیک ناموں سے زیادہ مشہور ہوتے ہیں۔"

ٹیکسی ایک جگہ رُک گئی۔ میں نے باہر نکل کر دُور تک دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ ہم کہاں آگئے ہیں؟ یہ رہائشی علاقہ نہیں ہے۔"

ٹیکسی آگے چلی گئی۔ وہ بولی۔ "میرا کاٹیج یہاں سے چار کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ میں تمہیں پہلے بتا چکی ہوں۔ صبح گھر سے نکلنے کے بعد اور رات کو گھر جانے سے پہلے میں چار کلو میٹر تک دوڑ لگاتی ہوں۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ابھی یہاں سے کاٹیج تک دوڑتی ہوئی جاؤ گی؟"

"ہاں، یہ اچھی بات ہے۔ ہم رات بھر محنت کرنے کے لیے فارم میں رہیں گے۔"

"پھر دوڑ لگاؤ۔ میں آرام سے آرہا ہوں۔"

"نہیں، تم بھی میرے ساتھ دوڑتے ہوئے جاؤ گے۔"

"بی زبردستی ہے؟"

اچانک اُس نے ریوالور نکال لیا۔ مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی۔ "میں اپنے گاہکوں کو اسی طرح دوڑاتی ہوں۔ وہ دوڑتے دوڑتے تھک ہار کر گر پڑتے ہیں اور میں اُن کی جیب خالی کر دیتی ہوں۔"

میں نے اُس کی باتوں کے دوران دماغ میں پہنچ کر اس کا ریوالور ہاتھ سے گرانا چاہا مگر حیرانی ہوئی، وہ سانس روکے کھڑی ہوئی تھی اور پوچھ رہی تھی۔ "کیا مرد ہوکر ایک عورت کے ہاتھوں سے مرنا چاہتے ہو؟"

میں نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"بات مان لو تو دوست ہوں، ورنہ دشمن۔"

میں نے بیچارگی کا چھل کر فضا میں قلابازی کھائی۔ اس کے منہ پر لگ مارنے کا ارادہ تھا مگر وہ ایک طرف ہٹ گئی تھی۔ میں فٹ پاتھ پر گر پڑا۔ بڑی زبردست چوٹ آئی۔ پھر بھی میں اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے ریوالور کو پرس میں رکھا پھر پرس کو دُور پھینک کر کہا۔ "آؤ دو دو ہاتھ ہو جائیں۔"

وہ میرے ایک حملے سے بچ گئی تھی۔ دوسرے سے نہ بچ سکی۔ رائٹ کا ایک ہاتھ کھا کر پیچھے گئی۔ بڑی تیز طرار تھی۔ جوابی حملے کرنے لگی۔ ہم دونوں میں ٹھن گئی تھی۔ میں نے بڑے بڑے شہ زوروں کو مار گرایا ہے۔ اگرچہ اس کی بھی پٹائی کر رہا تھا مگر یہ سوچ کر شرم آرہی تھی کہ ایک عورت اتنی دیر تک مقابلے پر ڈٹی ہوئی ہے۔ وہ گرتی تھی پھر اُٹھ کر مقابلے کے لیے تن جاتی تھی۔ جیسے ربر کی بنی ہوئی ہو۔ گرنے یا چوٹ لگنے کا اثر نہیں ہوتا تھا۔

وہ مجھ سے لڑتی رہی اور مجھے تھکاتی رہی۔ حتیٰ کہ میں شدید سردی میں پسینہ پسینہ ہوگیا۔ تب وہ میرے بالکل قریب آگئی۔ میں نے حملہ کرنا چاہا۔ اُس نے ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "بس کرو دلدار! تمہارا کھیل ختم ہوچکا ہے۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

"وہی جو تمہیں تھکا تھکا کر پسینہ نکالتی ہے اور تمہاری بُو سے تمہیں پہچان لیتی ہے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ لیا۔

ائرفورس کی ایک مخصوص عمارت کے چاروں طرف فوجیوں کا سخت پہرا تھا۔ عام حالات میں بھی کسی کو اس عمارت کے قریب جانے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ کسی خاص موقع پر اس کے اطراف کے تمام راستے بند کر دیے جاتے تھے۔ اُن راستوں سے سپر ماسٹر کی بلٹ پروف اور فائر پروف کار گزرتی ہوئی عمارت کے احاطے میں داخل ہوئی۔ اس کے آگے پیچھے مسلح فوجی جوانوں کی گاڑیاں تھیں۔ اُس سے پہلے فوج کے کرنل جیکب وال کی گاڑی آئی تھی۔ پھر فوج کے جنرل تشریف لائے تھے۔ اس کے بعد مختلف اسٹیٹس کے اعلیٰ حاکم آئے تھے۔ وہ تمام گاڑیاں عمارت کے پورچ میں رُکتی رہی تھیں۔ وہاں بھی تمام فوجی الرٹ تھے۔ ہر حاکم اور اعلیٰ افسر کے آگے پیچھے مسلح جوان تھے جو انھیں عمارت کے اندر چھوڑنے جاتے تھے پھر واپس آجاتے تھے۔ لیکن سپر ماسٹر کی کار عمارت کے پیسنٹ میں گئی تھی تاکہ وہ کلر ڈ شیشے والی کار سے باہر آئے تو کوئی فوجی جوان بھی اس کی صورت نہ دیکھ پائے۔

اس کار سے پہلے مسلح ڈرائیور باہر آیا۔ اُس نے پچھلا دروازہ کھولا۔ پھر ادب سے کھڑا ہوگیا۔ سپر ماسٹر نے باہر آکر اُس پاس دیکھا۔ وہ تنگ راہداری والا بیسمنٹ تھا۔ وہاں کوئی جھپ کر اُسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ مطمئن ہوکر وہاں سے چلتا ہوا خود کار زینے کے پاس آیا۔ وہاں سُرخ بلب روشن کیا۔ جب وہ بجھ گیا اور سبز بلب آن ہوا تو اُس نے زینے پر قدم رکھا۔ وہ زینہ اُسے اوپری منزل تک لے گیا۔ زینے کے سامنے ایک تنگ راہداری ویران نظر آرہی تھی۔ وہاں کوئی فوجی پہرے دار بھی نہیں تھا۔ سبز روشنی بتا رہی تھی کہ راستہ صاف ہے اسے کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ وہ فوجی انداز میں چلتا ہوا، راہداری سے گزرتا ہوا ایک دروازے کے سامنے پہنچا۔ وہاں ایک طرف بڑا سا ٹی وی رکھا

ہوا تھا۔ اُس نے اُسے آن کیا۔ اس کی اسکرین پر ایک بڑے ہال کا منظر دکھائی دیا۔ ایک لمبی میز کے اطراف فوج نے جنرل کرنل اور دوسرے اعلیٰ حکام بیٹھے ہوئے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔

اُس ہال میں رکھے ہوئے کئی خودکار ویڈیو کیمرے سپر ماسٹر کو اسکرین پر دکھا رہے تھے کہ اُس ہال میں کتنے زبردست حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں۔ وہ اسکرین پر ہال کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد دروازے کے سامنے آیا۔ جیب سے ریموٹ کنٹرولر نکال کر ایک بٹن کو دبایا۔ دروازے کے پٹ دو حصّوں میں تقسیم ہو کر سرکتے ہوئے کھل گئے۔ وہ اندر آیا اس کے پیچھے دونوں پٹ سرکتے ہوئے پھر آ کر ایک دوسرے سے مل گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔

میز کے اطراف بیٹھے ہوئے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ افسران نے اُٹھ کر اُس سے باری باری مصافحہ کیا۔ پھر وہ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ سپر ماسٹر نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے سب پر ایک نظر ڈالی۔ پھر کہا۔ "کچھ عرصہ پہلے ہم بہت خوش تھے۔ ہم نے فرہاد علی تیمور کی موت پر جشن منایا تھا۔ ہم سب کو پورا یقین تھا کہ سونیا کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور بابا صاحب کے ادارے کا زوال شروع ہو چکا ہے لیکن اب ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ ہم بہت خوش فہمی میں مبتلا رہنے کے عادی ہیں۔"

جنرل نے کہا۔ "بے شک، علی تیمور نے ہمارے سیکڑوں فوجی مار ڈالے گولہ بارود کے ذخیرے اور کئی ہیلی کاپٹر تباہ کر کے اپنی ماں کو یہاں سے لے گیا۔"

کرنل جیکب وال نے کہا۔ "فرہاد کی موت نے سونیا کی کمر نہیں توڑی۔ وہ پہلے سے زیادہ خطرناک ہو گئی ہے۔ اُس نے ماسکو میں تباہی مچا دی۔ پاسکل بُوبا کو اغوا کیا۔ ماریہ کو وہاں سے لے گئی جو جوکو کسی مصلحت سے وہیں چھوڑ دیا۔ اس کا اعتماد بتا رہا ہے کہ وہ جب چاہے گی جوجو کو بھی وہاں سے لے آئے گی۔"

ایک حاکم نے پوچھا۔ "ہم اپنی شکست کا ماتم کر رہے ہیں یا دشمنوں کی تعریفیں؟"

"ہم تعریفیں نہیں کر رہے ہیں۔ یہ حساب کرنا ضروری ہے کہ فرہاد کی موت کے بعد ان لوگوں میں اور زیادہ تیزی طراری اور میدان مار لینے کی صلاحیتیں پیدا ہو گئی ہیں۔"

"ہم نے اب تک اُن کی جیت کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ ہمیں اپنے سپر پاور ہونے پر ناز ہے۔ ہم مطمئن ہو گئے کہ ہمارے پاس دور دور جن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہم بڑی خاموشی سے اپنی حکمت عملی کے ذریعے فرہاد کی فیملی کے باقی افراد کو رفتہ رفتہ ختم کر دیں گے لیکن آج! آج ہمارے لیے اس سے بڑا دھماکا نہیں ہو سکتا کہ سونیا ہمارے نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہے۔ اگر میں جزیرے سے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو واپس نہ بُلاتا تو وہ اپنے دعوے کے مطابق ہر پندرہ دن کے بعد ہمارے ایک خیال خوانی کرنے والے کو ہلاک کرتی چلی جاتی۔"

ایک نے کہا۔ "گویا ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سونیا کے رحم و کرم پر ہیں؟"

دوسرے نے پوچھا۔ "آخر وہ ہمارے اتنے اہم افراد تک کیسے پہنچ گئی؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہم اسی سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔"

جنرل نے کہا۔ "صرف جواب معلوم کرنے نہیں، اور بہت سی معلومات بھی لازمی ہیں۔ مثلاً ہمارے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اُس کی نظروں میں ہیں۔ اگر یہ تعداد معلوم نہ ہوئی تو ہمیں تسلیم کرنا ہوگا کہ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے اب ہمارے لیے قابلِ اعتماد نہیں رہے۔ وہ سب دشمنوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر ہمیں نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ بلکہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔"

ایک نے پوچھا۔ "وہ کیسے؟"

"ایسے کہ سونیا کے پاس ایک خیال خوانی کرنے والا برائن وولف ہے۔ اُس نے پہلے پرنس ڈیگر کو قیدی بنایا۔ پھر اُس کے چند خیالات پڑھ کر ہمارے دو سو۔ خیال خوانی کرنے والے کا نام اور پتا معلوم کر لیا۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "یہ ناممکن ہے۔ ہم نے ایسی رازداری سے کام لیا ہے کہ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بالکل واقف نہیں ہوتا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سماجی یا گھریلو زندگی گزارتے ہیں۔ تقریبات میں اور تہواروں میں دوست احباب سے ملتے ہیں۔ دشمن ایسے ہی موقعوں پر ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو پہچان سکتا ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "ہم اپنے ملک کے سات اہم افراد یہاں موجود ہیں۔ ہم ساتوں اپنے اپنے اسٹیٹ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پہچانتے ہیں۔ ہمیں یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ برائن وولف ہمارے ذریعے بھی بڑی اہم معلومات حاصل کر سکتا ہے۔"

"بے شک، وہ ہمارے ذریعے بھی معلوم کر سکتا ہے لیکن وہ ہمارے پاس کیسے آ سکتا ہے؟ میں اپنے متعلق یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ گوگا کا ماہر ہوں۔ برائن وولف نے مجھے معلومات کا

ذریعہ نہیں بنایا ہے۔" ایک نے کہا۔

دوسرے نے کہا۔ "میں بھی یوگا کا ماہر ہوں۔ بلکہ ہم سب ماہر ہیں اسی لیے ملک کے اہم راز ہمارے دماغوں میں چھپے رہتے ہیں۔ ہم سب کا یہی دعویٰ ہوگا کہ کوئی ہمارے اندر چپکے سے آ کر معلومات حاصل نہیں کر سکے گا۔"

"تو کیا سونیا اور برائن وولف کو آسمان سے ہمارے رازوں کی خبر ملتی ہے؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہمیں یہ تلخ گھونٹ پینا ہی ہوگا کہ ہم سب ان کی معلومات کا ذریعہ ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "ہم سب نہیں، صرف تم اُن کا ذریعہ بن سکتے ہو کیونکہ تمہارا اور تمہارے نائب کا رابطہ فرہاد کی فیملی سے رہتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "جو ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیلی کاپٹر کی پرواز کے دوران مارا گیا، وہ تمہاری اسٹیٹ سے تعلق رکھتا تھا۔ تم اُسے ذاتی طور پر جانتے تھے۔ میں اس کا نام بھی نہیں جانتا تھا۔"

جنرل نے کہا۔ "ڈیل ڈیگر یعنی پرنس ڈیگر اور کینی پال میری نگرانی میں رہتے تھے۔ تم نے اپنی ضرورت کے لیے انھیں طلب کیا۔ میں نے دونوں کو تمہارے حوالے کر دیا۔ تمہارے پاس جانے کے بعد پرنس ڈیگر سونیا کا قیدی بن گیا۔ اس کی ذمے داری تم پر عائد ہوتی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "جنرل! جب تک سونیا کی معلومات کے ذرائع کا پتا نہ چلے، ہم دونوں ہی فتے دار کہلائیں گے۔ ہم سات افراد کے پاس تین تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ جب ان میں سے پھر کوئی مارا جائے گا یا اغوا کیا جائے گا تو پتا چلے گا کہ سونیا ہم سب سے کسی نہ کسی طرح واقف ہے۔ یا تو وہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ہم تک پہنچ گئی ہے یا ہمارے ذریعے اکیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ رہی ہے۔"

کرنل جیکب وال نے کہا۔ "ہمیں کسی بحث کے بغیر تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہم سب ایک دوسرے پر الزام عائد کرنے کے لیے نہیں آئے ہیں۔ ہمیں موجودہ حالات میں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اکیس میں سے جو اکیس ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں انھیں سونیا یا برائن وولف سے کس طرح بچایا جائے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "اس کا فوری حل میں نے سوچا ہے۔ تم لوگوں نے بھی کچھ نہ کچھ سوچا ہی ہوگا۔ میرے خیال میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا برین واش کیا جائے اور اُن کے دماغ سے اس علم کو بالکل ہی مٹا دیا جائے۔"

تھوڑی دیر کے لیے سب کو چُپ لگ گئی۔ وہاں موجود کرنل جیکب وال کی بیٹی جورا جوری اور ایک ہونے والا داماد ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ جنرل کا ایک بیٹا اور دوسرے حکام کے عزیز و اقارب بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزارے گئے تھے۔ وہ تمام عمر بھاگ دوڑ میں لگے رہتے، اپنا خون اور پسینہ ایک کرتے تب بھی اپنی اولادوں کو اور عزیزوں کو ٹیلی پیتھی کا علم کسی یونیورسٹی میں نہیں سکھا سکتے تھے۔ انھوں نے اپنے اونچے عہدوں کے باعث آپس میں گٹھ جوڑ کر کے یہ خطرناک علم اپنوں کے دماغوں تک پہنچا دیا تھا۔ اب ان کے دماغوں کو داغ کرنے کی بات ان کے لیے قابلِ قبول نہیں ہو سکتی تھی۔

جنرل نے پھر اعتراض کیا۔ "یہ علم بڑی دشواریوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اسے محفوظ رکھنے کا کوئی طریقہ اختیار کیے بغیر فوراً ہی مٹا دینے کا مشورہ مناسب نہیں ہے۔"

کرنل نے کہا۔ "ہم اپنے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے طریقوں پر عمل کر سکتے ہیں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مختلف شہروں میں رکھا جا سکتا ہے اور دُور دُور ہی سے اُن کی نگرانی کی جا سکتی ہے۔"

ایک اسٹیٹ کے حاکم نے کہا۔ "ہم اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذمے دار ہوں گے۔ انھیں تین مختلف شہروں میں رکھ کر دُور ہی سے اُن کی نگرانی کریں گے تو انھیں ٹریپ کرنے والے دشمن ہماری نظروں میں آ جائیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ان اکیس افراد کی نگرانی اور حفاظت کے لیے سیکڑوں جاسوس اور سپاہیوں کی ڈیوٹی لگانی ہوگی۔ ہر جاسوس اس تجسّس میں مبتلا رہے گا کہ آخر [illegible] کی نگرانی پر مامور کیا گیا ہے۔ ہم یہ بات نہیں چھپا سکیں گے کہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھپانے کی کوشش کر [illegible]"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "ہمارے [illegible] شفاف مشین ہے۔ ہم آئندہ اور زیادہ محتاط رہ کر [illegible] والے پیدا کر سکتے ہیں۔ سونیا اور برائن وولف موجودہ [illegible] جاننے والوں کے دماغوں میں پہنچیں گے تو خیال خوانی کے مٹے ہوئے علم کو دیکھ کر ہمیں چیلنج کرنا قبول جائیں گے۔ یہ یاد رکھو کہ موجودہ اکیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے باعث ہم ہمیشہ سونیا کے دباؤ میں رہیں گے اور اس کی شرائط کے آگے سر جھکاتے رہیں گے۔"

جنرل نے کہا۔ "ہم اپنے لوگوں کو ایسے علم سے محروم کر دیں گے لیکن اپنے ملک کے دیگر اہم رازوں کو کس طرح چھپائیں گے؟ کیا سونیا اور وولف ہم سے اور ہمارے رازوں سے واقف نہیں ہیں؟ کیا وہ ان کے ذریعے ہمیں بلیک میل نہیں کریں گے؟"

کرنل نے کہا "بیشک وہ ایسا کریں گے کیونکہ ہماری کمزوریاں ان کے پاس ہیں لیکن ان کی کمزوریاں ہمارے پاس نہیں ہیں۔ اور یہ سپر ماسٹر کی کمزور حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔ ہم یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ تم نے سپر ماسٹر کی کرسی پر بیٹھ کر دشمنوں کو کتنے پہلوؤں سے کمزور بنایا ہے اور ان کے مقابلے میں کتنی فتوحات حاصل کی ہیں؟"

سپر ماسٹر نے کہا "یہاں میں اپنی حکمت عملی کا حساب دیتے نہیں بلکہ سونیا کی طرف سے پیش آنے والے خطرات سے نمٹنے کا طریقہ کار بتانے آیا ہوں۔"

ایک حاکم نے کہا "ہم جب چاہیں تم سے تمہاری ناکامیوں کا حساب لے سکتے ہیں۔ تم کوئی ڈکٹیٹر نہیں ہو کہ تم سے پوچھ گچھ نہ کی جا سکے۔"

جنرل نے کہا "سپر ماسٹر! تم پر الزام ہے کہ تمہارے دور میں ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ پاسکل نوبانے فراڈ کیا۔ ہمارے ایک جوان کے روپ میں تمہاری نظروں کے سامنے رہا مگر تم نے اس پر شبہ تک نہیں کیا۔ آخر میں وہ ہماری ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ساسک میں کے پاس چلا گیا۔"

کرنل نے کہا "تمہارے ہی دور میں ٹیلی پیتھی جاننے والی میڈ فانے بغاوت کی اور پارس کی دانشتہ بن گئی۔ اب پرنس ڈیگر اغوا کیا گیا ہے اور تم یہ معلوم نہ کر سکے کہ اسے کہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔"

جنرل نے کہا "تمہارے ہی دور میں علی تیمور نے فوجی نقطۂ نظر سے ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "تمہارے ہی دور میں پارس نے ملین ڈالر سے تیار کیے جانے والے دو روبوٹس کو ہم سے چھین لیا ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "یہ تمہاری غلط حکمت عملی کا نتیجہ ہے کہ سونیا نے ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچنے کا دعویٰ کیا ہے اور اس دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر میں پرواز کرنے والے کو ہلاک کر دیا جانتے ہو، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا نوا ساتھا۔"

چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ سپر ماسٹر لمبی میز کے ایک سرے پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے میز کے دوسرے سرے پر کرسی خالی تھی۔ باقی افراد دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ سپر ماسٹر نے کہا "میں سمجھ گیا۔ میرا احتساب کرنے کے لیے مجھے یہاں بلایا گیا ہے۔"

جنرل نے کہا "صرف 'ہاں' یا 'نہ' میں جواب دو۔ کیا تم پر لگائے گئے الزامات درست ہیں؟"

"درست ہیں لیکن میں جوابی کارروائیاں کر رہا ہوں۔"

"وہ جوابی کارروائیاں بھی ناکام ہو رہی ہیں۔"

سپر ماسٹر نے ناگواری سے ایک ایک کو دیکھا پھر کہا "اچھی بات ہے، میں ابھی استعفا پیش کرتا ہوں۔"

"تمہارے استعفا پیش کرنے سے وہ نقصانات پورے نہیں ہو سکیں گے۔ اس کے بعد تمہاری طرف سے خطرات بڑھ جائیں گے کیونکہ تم اپنی نگرانی میں رہنے والے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہو۔ ان کے علاوہ مکینی پال اور جورا جوری بھی تمہاری نظروں میں ہیں۔"

جنرل نے کہا "اس لیے تم اپنے عہدے سے نہیں اپنی زندگی سے استعفا دو گے۔"

میز کے دوسرے سرے پر رکھی ہوئی خالی کرسی سے ایک آواز ابھری "ہالٹ!"

سپر ماسٹر نے چونک کر ادھر دیکھا۔ کرسی کی پشت سے ایک چور خانہ کھلا۔ اس میں سے ایک ریوالور برآمد ہوا پھر اس سے پہلے کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرتا، اٹھائیس سے گولی چل گئی۔ اس کے ساتھ اس کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ وہ اپنے بے جان جسم کے ساتھ میز پر اوندھا ہو گیا۔ اس کے بعد چند ساعت کے لیے موت کا سناٹا چھا گیا تھا۔

وہ سخت پہروں میں رہتا تھا۔ اس ہال میں بھی زبردست حفاظتی اقدامات کے بعد آیا تھا۔ دروازے کے باہر رکھے ہوئے ٹی وی اسکرین نے یقین دلایا تھا کہ وہ ہر طرح محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ وہ بلٹ پروف لباس پہنے ہوئے تھا لیکن وہاں فوج کے جنرل اور کرنل تھے۔ پورے ملک میں اور ملک سے باہر پھیلی ہوئی تجارت کو کنٹرول کرنے والے حاکم تھے۔ یہ بیوروکریٹ نما نوکر شاہی جسے چاہتے ہیں زندگی دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں ہزار حفاظتی اقدامات کے باوجود موت دے دیتے ہیں۔ ایسا دنیا کے بیشتر ملکوں میں ہوتا ہے اور ہوتا آ رہا ہے۔

جنرل نے کال بیل کا بٹن دبایا جس کے بعد ہال کا پچھلا دروازہ کھلا۔ تین فوجی جوان اندر آئے۔ ان میں سے دو جوان مُردہ سپر ماسٹر کو اٹھا کر لے گئے۔ تیسرے نے میز پر سے لہو کے دھبوں کو صاف کیا۔ وہاں جراثیم کش دوا اسپرے کی پھر وہ بھی چلا گیا۔ پچھلا دروازہ بند ہو گیا پھر وہ اگلا دروازہ کھلا جہاں سے سابقہ سپر ماسٹر داخل ہوا تھا پھر اُسے واپس جانا نصیب نہیں ہوا تھا۔ اب اُس کھلے ہوئے دروازے پر نیا سپر ماسٹر کھڑا ہوا تھا۔

وہ قد آور شخص فوجی انداز میں چلتا ہوا اُس کرسی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا، جس پر ایک سپر ماسٹر کی موت ہوئی تھی۔ نیا آنے والا گردن اٹھائے سینہ تانے کھڑا ہوا تھا۔ جنرل نے ایک فائل کو کھول کر کہا "مسٹر ارے رے!"

نئے آنے والے نے کہا "یس سر!"

جنرل نے کہا "فوج کے جنرل، بحری، فضائی اور بری فوج کے کمانڈروں اور تمام اسٹیٹس کے حکام کے متفقہ فیصلوں کے مطابق تمہیں سپر ماسٹر کا عہدہ پیش کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا دونوں ہاتھوں سے بائبل اٹھا کر ملک اور قوم کی وفاداری کی قسم کھاؤ۔"

مسٹر ارے رے نے میز پر رکھی ہوئی بائبل کو دونوں ہاتھوں میں اٹھایا پھر کہا "میں کتاب مقدس کو ہاتھوں میں لے کر قسم کھاتا ہوں کہ اپنے ملک کا وفادار رہوں گا اور اپنی قوم کی بھلائی کے لیے دن رات فرائض ادا کرتا رہوں گا۔ میرا ہر عمل اپنے ملک کے آئین کے مطابق ہو گا۔"

وہاں بیٹھے ہوئے جنرل، کرنل اور دوسرے اعلیٰ حکام حلف برداری کے سلسلے میں جو کہہ رہے تھے، وہ بائبل مسٹر ارے رے دہرا رہا تھا۔ حلف برداری کے بعد پھر وہ مسٹر نہیں ماسٹر ہو گیا... سپر ماسٹر ارے رے۔

اُس نے بائبل کو اُٹھا کر ایک اونچی جگہ رکھ دیا۔ کیونکہ پچھلے دروازے سے شراب کی ٹرالی آ رہی تھی۔ جنرل وغیرہ سپر ماسٹر ارے رے سے باری باری مصافحہ کرتے ہوئے مبارک باد دے رہے تھے۔ اس خوشی میں سب نے ڈبل پیگ بنایا پھر جام ٹکرا کر چیئرز کہا۔ اس کے بعد خالص وہسکی کو حلق سے اُتارنے لگے۔

جنرل نے اپنے جام کو فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا "جنٹلمین! آپ سپر ماسٹر ارے رے کے متعلق ایک چونکا دینے والی بات شاید نہ جانتے ہوں۔"

کرنل نے دوسرا گھونٹ پینے کے بعد کہا "میں کرنل ہوں مجھ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی، میں چونکا دینے والی بات جانتا ہوں۔"

ایک اسٹیٹ کے حاکم نے کہا "اس میں جاننے کی کیا بات ہے، ہمارے نئے سپر ماسٹر یوگا کے ماہر ہوں گے۔ کوئی دشمن ان کے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔"

کرنل نے کہا "بے شک ماسٹر ارے رے یوگا کے ماہر ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ یہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ یہ عہدہ پیش کرنے سے پہلے انھیں ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا ہے۔"

سب نے تالیاں بجائیں۔ جنرل نے کہا "یہ کوئی نئی اور عجیب بات نہیں ہے۔ ماسٹر ارے رے سے پہلے دو ایسے سپر ماسٹر گزرے ہیں جو ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ چونکا دینے والی بات تو صرف میں جانتا ہوں۔"

ایک حاکم نے پوچھا "وہ کیا بات ہے؟"

دوسرے حاکم نے کہا "ہم سے کوئی بات چھپائی نہیں جاتی ہے، تعجب ہے کہ ہم وہ بات نہیں جانتے ہیں۔"

جنرل نے کہا "بے شک، آپ لوگوں سے کچھ نہیں چھپایا جائے گا۔ ہمارا یہ سپر ماسٹر بابا فرید واسطی کے ادارے میں رہا کرے گا۔"

"کیا؟" سب نے حیرانی اور بے یقینی سے ماسٹر ارے رے کو دیکھا۔

جنرل نے مسکرا کر کہا "بظاہر یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ بابا صاحب کا ادارہ فولادی قلعہ کہلاتا ہے۔ کوئی دشمن وہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔ اس ادارے کا ریکارڈ ہے کہ وہاں تعلیم حاصل کرنے اور طرح طرح کی ہنرمندی سیکھنے والوں کو یاد ہاں کے ایک معمولی ورکر کو آج تک کوئی سپر طاقت نہیں خرید سکی۔ وہاں کسی فرد نے کبھی اس ادارے کو نقصان پہنچانے والے کا ساتھ نہیں دیا۔ میں اب ایسا ہوتا ہے۔ ہم نے اپنی حکمت عملی سے ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے۔"

ایک حاکم نے پوچھا "کیا ماسٹر ارے رے نے بابا صاحب کے ادارے سے تعلیم و تربیت حاصل کی ہے؟"

دوسرے نے پوچھا "ہم ماسٹر ارے رے پر کس طرح اعتماد کر سکتے ہیں۔ اس ادارے کا کوئی فرد کبھی ہماری وفاداری کے لیے آمادہ نہیں ہوا پھر یہ کیسے آمادہ ہو گئے؟"

جنرل نے کہا "جب ماسٹر ارے رے بارہ برس کے تھے، تب ہی اس کے والدین نے ہماری حکومت کی پالیسی کے مطابق انھیں اس ادارے کے اسکول میں داخل کرایا تھا اور بابا فرید واسطی سے کہہ دیا تھا، یہ بچہ آپ کا ہے، ہم غریب ہیں اسے اعلیٰ تعلیم نہیں دلا سکیں گے، آپ اسے ہمیشہ کے لیے ادارے کے ہاسٹل میں رکھ لیں۔ ہم مہینے میں ایک بار اس سے ملنے آئیں گے یا اپنے ساتھ لے جائیں گے پھر دو دن بعد لا کر چھوڑ دیا کریں گے۔"

جنرل نے اپنا جام خالی کیا پھر دوسرا پیگ بناتے ہوئے کہا "ماسٹر ارے رے کے والد ہپناٹزم کے ماہر تھے۔ انھوں نے بیٹے کو ادارے میں پہنچانے سے پہلے اس پر عمل کیا تھا اور

یہ بات نقش کردی تھی کہ بیٹا اپنے باپ کا اور اپنے ملک امریکا کا ہر حال میں وفادار رہے گا۔ بظاہر بابا صاحب کے ادارے کے لیے جان کی بازی لگا کر وفاداری کا ثبوت دے گا لیکن دل، دماغ اور روحانی وابستگی صرف اپنے ملک اور قوم سے رکھے گی۔"

کرنل نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہمارے محکمانوں کا دماغ دُور کی کوڑی لاتا ہے۔ ماسٹر ادارے کو چالیس برس کے ہو چکے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے سیاست دانوں نے اٹھائیس برس پہلے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف جو چال چلی تھی اور جس مہرے کو وہاں کی بساط پر رکھا تھا، آج اس مہرے سے ہم فولادی قلعے کو پگھلا دیں گے۔"

ایک حاکم نے جنرل سے پوچھا "اٹھائیس برس پہلے ماسٹر ادارے پر جو تنویمی عمل کیا گیا تھا کیا اس کا اثر آج تک ہے؟"

"نہیں، ان کے والد ہر ماہ ان سے ملنے آتے تھے ایک دو دن ان کے ساتھ رہتے تھے پھر رات کو موقع پا کر پچھلے تنویمی عمل کو مزید مستحکم کر دیتے تھے۔"

"بہت خوب، اسے کہتے ہیں شطرنج کی چال۔ بائی دی وے، کیا اب بھی ماسٹر ادارے پر تنویمی عمل کیا جا سکتا ہے؟"

سپر ماسٹر ادارے نے کہا "نہیں، اٹھائیس برس پہلے میں بچہ تھا اور بابا فرید واسطی زندہ تھے۔ مجھے اُن کے اثر سے بچائے رکھنے کے لیے تنویمی عمل کیا جاتا تھا یہ عمل تقریباً دس برس تک جاری رہا پھر عمر کی پختگی کے ساتھ ساتھ میرے ذہن میں پختگی آتی گئی۔ میں دلی، دماغی اور روحانی طور پر خود ہی اپنے ملک اور قوم سے ہمیشہ کے لیے وابستہ ہو چکا تھا۔"

ایک حاکم نے پوچھا "آج یہ عہدہ سنبھالنے کے پُرمسرت موقع پر اپنے کچھ کارنامے بتاؤ جن کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے اور فرہاد کی فیملی سے ہو۔"

"میرا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہوگا کہ میں زیادہ تر وہاں وہ کرتا رہوں گا۔ اُن معلومات کے باعث ہم دھوکا نہیں کھائیں گے اور خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہیں گے۔ مثلاً ہمیں یہ کہہ کر دھوکا دیا جا رہا ہے کہ برائن وُولف پچیس برس سے بابا صاحب کے ادارے میں تربیت حاصل کر رہا ہے اور وہاں ایک خفیہ ٹرانسفارمر مشین ہے جس کے ذریعے اُسے ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے۔"

ایک نے پوچھا "کیا وہ ادارے سے تعلق نہیں رکھتا ہے؟"

"پہلے نہیں تھا، اب ہو گیا ہے۔ سونیا نے اُسے اپنی طرف مائل کر لیا ہے۔ اس کا قصہ عجیب ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور نامی

کا دعویٰ کرتا ہوا سونتی کو اپنی طرف مائل کر چکا تھا۔ اس سے ملنے ادارے میں چلا آیا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ شیخ الفارس مرزا اس کے فرہاد ہونے کی تصدیق کریں گے لیکن شیخ صاحب وفات پا گئے۔ برائن وُولف نے ادارے میں ایک رات گزاری پھر سونیا، پارس اور علی تیمور نے اُسے دوسرے دن ادارے سے نکال دیا۔ اس کے بعد آج تک اُسے ادارے میں جانے کی اجازت نہیں ملی۔"

کرنل نے کہا "اس کے باوجود وہ ادارے کے مفاد کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"سونیا نے اس سے کسی طرح کا سمجھوتا کیا ہے۔ اس لیے میں سونیا، پارس اور علی تیمور اتنے گہرے اور شاطر ہیں کہ اپنے اندر کی بات سونتی اور آمر کو بھی نہیں بتاتے۔ میں اُن کے زیادہ قریب جا کر انھیں کسی طرح کا شبہ کرنے کا موقع دینا نہیں چاہتا۔"

"پھر تم نے اتنی معلومات کیسے حاصل کیں؟"

وہ مسکرا کر بولا "سونتی اور آمر کے ذریعے۔ آج کل سونتی زیرِ علاج ہے اس کا دماغ میرے لیے ایک کھلی کتاب ہے۔ دوسری بات یہ کہ آمر پہلے کی طرح پارسا نہیں رہا۔ جوزا نامی ایک عورت کے عشق میں مبتلا ہو کر شراب پینے لگا ہے جب بھی وہ پیتا ہے، میں اس کے دماغ میں پہنچ جاتا ہوں۔"

ایک حاکم نے کہا "لیکن آمر کو تو کسی نے اغوا کیا ہے۔"

سپر ماسٹر ادارے نے فخریہ انداز میں کہا "وہ اغوا کرنے والا میں ہوں۔ میں نے آمر کی نیکی اور سچائی کو دیکھتے ہوئے ایک نئی تنظیم کا ڈراما پلے کیا۔ اس تنظیم کی پالیسی یہ بتائی کہ ہم ساری دُنیا میں امن و امان قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ امن و امان اسی وقت ہوگا جب سپر طاقتوں کے درمیان توازن قائم ہوگا۔ میں نے اُسے اپنا نام کرشچن اسٹالن بتایا اور آمر کو کھلی آزادی دی کہ ہم میں سے وہ ہر ایک کے دماغ کو پڑھ کر مطمئن ہو سکتا ہے اس سے پہلے میں اپنے تمام ساتھیوں پر تنویمی عمل کر کے وہ ڈراما پلے کرنے والی باتیں ان کے دماغوں سے نکال دی تھیں اس طرح آمر ہمارے فریب کو نہ سمجھ سکا۔ میری ایک ماتحت جوزا نے اُسے بڑی طرح اپنا دیوانہ بنا لیا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "تم نے سپر ماسٹر کا چارج سنبھالنے سے پہلے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں اور بڑی اہم معلومات حاصل کی ہیں۔"

ماسٹر ادارے نے کہا "یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ میرے پاس معلومات کا خزانہ ہے۔ جیسا کہ آپ لوگوں نے سنا ہوگا

سوئٹزرلینڈ میں فرہاد کے دو ہم شکل دیکھے گئے تھے۔ ایک ہم شکل برائن وُولف تھا، دوسرا کون تھا؟"

"کون تھا؟"

"وہ دوسرا بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے، سونیا کا عاشق ہے، دیوانہ ہے اور اُس کا نام پرنس ڈیگر ہے۔"

سب کے مُنہ حیرت سے کھلے رہ گئے، وہ بولا "یہ جھوٹ ہے کہ سونیا نے اُسے قید کر رکھا ہے۔ پرنس ڈیگر خود ہی اس کی زلفوں کا اسیر ہو گیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، پرنس ڈیگر نے سونیا کو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے بتائے ہیں۔"

جنرل نے کہا "نہیں، پرنس ڈیگر ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے قطعی ناواقف تھا۔ ہمارا ریزیڈنٹ سپر ماسٹر جلد ہی معلوم کر لے گا کہ سونیا کی معلومات کا ذریعہ کون ہے؟"

کرنل نے کہا "سونیا کے پاس دو خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ برائن وُولف اور پرنس ڈیگر۔ ہمارے نئے سپر ماسٹر اس ادارے میں رہ کر پہلی فرصت میں ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اُتار سکتے ہیں پھر سونیا کی طاقت بالکل صفر ہو جائے گی۔"

ماسٹر ایرے نے کہا "اوّل تو سونیا، برائن وُولف اور پرنس ڈیگر ادارے میں نہیں ہیں۔ اہم شخصیات میں صرف رسونتی اور علی تیمور ہیں۔ میں ادارے کی حدود میں کسی پر قاتلانہ حملہ کرنے کی حمایت نہیں کروں گا۔ اس ادارے میں رسائی حاصل کرنے کا غرور کر دوں گا اور خود کو بہت زیادہ شاطر سمجھ کر کوئی قدم اُٹھاؤں گا تو سابقہ سپر ماسٹروں کی طرح شکست اور ذلت میرا بھی مقدر بن جائیں گی۔"

جنرل نے کہا "یہ درست ہے، جلد بازی میں کوئی قدم اُٹھاؤ گے تو اس ادارے میں تمھارا بھید کھل جائے گا۔ تم اپنا طریقۂ کار بتانا چاہو گے؟"

"میں وقت اور حالات کے مطابق طریقۂ کار بدل دیتا ہوں۔ میں کوئی بھی راستہ اختیار کروں، کوئی بھی قدم اُٹھاؤں، تین باتیں میرے پیشِ نظر رہتی ہیں۔ ایک یہ کہ خوش فہمی سے دُور رہنا۔ دوسری بات یہ کہ جوش اور غصّے سے پرہیز کرنا اور تیسری بات یہ کہ کچھ کر گزرنے کے لیے صحیح موقع کا انتظار کرنا۔"

سب اس کی تعریفیں کرنے لگے۔ وہ اب تک جو چالیں چل چکا تھا اُن سے اس کی معاملہ فہمی اور کامیاب طریقۂ کار کا پتا چلتا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں گھس کر رہنے والا وہ پہلا سپر ماسٹر تھا۔

جب کبھی بھوکا سونیا کو، پارس اور علی تیمور کو سپر ماسٹر ارے رے کی اصلیت کا پتا چلے گا تو پانی سر سے گزر چکا ہو گا اور ہم شدید حیرانی سے ارے رے کہہ کر رہ جائیں گے۔

میں اپنا سر ہلانے لگا۔ سونیا دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر ہلنے لگی۔ میں نے غصّے سے پوچھا "تم کیا بلا ہو؟ کب سے میرا پیچھا کر رہی ہو؟"

وہ میرے سامنے ٹہلنے کے انداز میں اِدھر سے اُدھر چلتی ہوئی بولی "مجھے پورا یقین تھا تم چہرہ بدلنے کے لیے سرجری کے کسی ماہر کے پاس جاؤ گے۔ میں نے پیرس شہر کے تمام ماہرین سے فون پر رابطہ کیا اور اُن کی نگرانی شروع کر دی۔ صرف ڈاکٹر مرفی ایسا تھا جس سے فون پر رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ شاید تم نے اس کے ریسیورز کو کریڈل سے الگ کیا تھا۔"

میں نے تائید میں سر ہلایا "ہاں، ڈاکٹر مرفی کی رہائش گاہ کے باہر غنڈے پہرا دے رہے تھے، میں باہر سے فون کا تار نہ کاٹ سکا، اندر سے پلگ نکال سکتا تھا لیکن صرف ریسیور کو کریڈل سے الگ کر کے رکھ دیا۔ بہر حال کچھ بھی کرتا تو مشتبہ ہونا ہی تھا۔"

وہ بولی "میں نے سب سے آخر میں ڈاکٹر مرفی کو فون کیا تھا یعنی تمھیں اپنے کاٹیج سے نکلے ہوئے پانچ گھنٹے گزر گئے تھے۔ اس عرصے میں تم نے اپنا کام کر لیا، چہرہ تبدیل کر کے ڈاکٹر کی رہائش گاہ سے نکلے تو نگرانی کرنے والوں نے تمھارے حُلیے اور لباس کے متعلق بتایا پھر وہ تمھارا تعاقب کرتے ہوئے اُس نائٹ کلب تک پہنچ گئے، تم پر شبہ تھا، یقین نہیں تھا کہ تم ہی ہو۔ سردی کے موسم میں پسینہ نہیں نکلتا، جسم کی بُو خارج نہیں ہوتی یا محسوس نہیں ہوتی بہر حال میں تمھاری بُو پانے کے لیے تمھیں چار کلو میٹر تک دوڑانا چاہتی تھی۔ تم دوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے تو تمھیں لڑنے، اُچھلنے کُودنے اور فلائنگ کِک وغیرہ مارنے پر مجبور کیا۔ میں مانتی ہوں، لڑائی تم جیت گئے لیکن بازی میں جیت رہی ہوں۔"

"سونیا! تم نے مجھے ڈھونڈ نکالا ہے مگر اپنی کوئی بات نہیں منوا سکو گی۔"

"میں یہی کہنے کے لیے ڈھونڈ رہی تھی کہ تم سے کوئی بات نہیں منواؤں گی۔"

"تم دُنیا کی پہلی اور آخری مکّار عورت ہو۔ تم جسے چکمہ ڈالنا چاہتی ہو، اُس کے سامنے اس کا سر سہلاتی ہو اور پیچھے لات مارتی ہو۔ اتنی ہی سیدھی ہو تو میرا پیچھا کیوں کر رہی ہو؟"

"اگر تم دماغی رابطہ رکھتے تو یوں پیچھے نہ آتی۔ سوچ کے لیے بتا دیتی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمیں مار خاں سے دُشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کروں گی۔ تمھاری جینا کو کسی شرط کے بغیر رہا کر دیا جائے گا۔"

"کیا؟" میں نے اُسے حیرانی سے دیکھا۔ پہلے تو اُس کی بات کا یقین آ گیا پھر دماغ نے خطرے کی گھنٹی بجائی کہ سامنے سونیا ہے، وہ اپنے ہاتھ سے کسی کے مُنہ میں لقمہ ڈالتی ہے پھر وہی لقمہ اُس کی ناک سے نکال لیتی ہے۔

میں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "مجھ پر احسان کرنا چاہتی ہو تو جینا کو رہا نہ کراؤ۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"بہت چھوٹی سی خواہش ہے میری، بلکہ التجا ہے، میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں جینا کو خود ہی رہائی دلا کے لے جاؤں گا، صرف تم راستے سے ہٹ جاؤ۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ جینا کے دماغ میں جھانک کر دیکھو، وہ تمھارے کاٹیج میں پہنچا دی گئی ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم نے چہرہ بدل لیا ہے۔ اب نئے چہرے کے ساتھ برائن وُولف والے کاٹیج میں نہیں جاؤ گے۔ معلوم ہوتا تو میں اُسے کاٹیج کی طرف جانے نہ دیتی۔ کوئی بات نہیں۔ تم اُس سے دماغی رابطہ کر کے اپنے پاس بُلا لو۔ میں جا رہی ہوں۔"

وہ جانے کے لیے پلٹ گئی۔ میں نے اُس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "سونیا! تم ایسے نہیں جا سکو گی۔ پہلے بتاؤ کہ جینا کے ساتھ یہ مہربانی کیوں کی ہے؟ خدا کی قسم تمھاری اس مہربانی کے پیچھے کوئی چال ہے۔"

"ہاں سیدھی سی سمجھ میں آنے والی چال ہے۔ جینا کی رہائی کے بعد بھی تم اُسے اپنے ساتھ نہیں رکھ سکو گے۔"

"میں ضرور اُسے ساتھ رکھوں گا۔ اپنی ایک ایک سانس کے ساتھ اُسے اپنے پاس رکھوں گا، مجھے کون روک سکتا ہے؟"

"وہ عورت...!"

میں ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس دماغ میں رہنے والی بلا کو تھوڑی دیر کے لیے بھلا دیا گیا تھا۔ سونیا نے پوچھا "اب بتاؤ، جینا کو قیدی بنا کر تمھیں کیوں ناراض کروں؟ میں بھلا ہو گا وہی کرے گی، جس پر تمھارا بس نہیں چل رہا ہے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا "ایک بے جو میرے اندر گھسی ہوئی ہے، دوسری تم ہو جو دُشمن کی طرح میری بے بسی کا تماشا دیکھنے والی ہو۔ مجھے اپنی فکر نہیں ہے۔ میں جلد ہی اُس عورت سے نمٹ لوں گا لیکن جب تک نمٹ نہیں لوں گا، وہ جینا کو نقصان پہنچاتے رہے گی۔"

سونیا نے کہا "جینا کو ایک طرف اُس عورت سے اور دوسری طرف ماسک مین سے نقصان پہنچتا رہے گا۔ ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو اُسے صرف سونیا کی قید میں تحفظ ملے گا۔ وہ ہیڈ کوارٹر کے انڈر گراؤنڈ سیل میں فوجیوں کی قیدی نہیں، میری خاص مہمان بن کر رہے گی۔ پلیز فرہاد! ہر پہلو پر غور کرو اور جینا کی بہتری کے لیے فیصلہ کرو۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ ماسک مین اور پاسکل بُوبا، جینا کو ہمیشہ سحر زدہ رکھیں گے۔ اسے بارہ گھنٹے لڑکا اور بارہ گھنٹے لڑکی بناتے رہیں گے۔ کبھی اُس بے چاری کو اپنی اصلیت معلوم کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔ میں اُن سے نجات دلانے کے لیے اسے اپنے پاس رکھ کر علاج کراؤں گا تو وہ میرے دماغ میں رہنے والی اسے میرے قریب رہنے نہیں دے گی۔ اس بار اُسے فرانس کی حکومت کے حوالے کیا ہے، اگلی بار اسے ماسک مین، سپر ماسٹر یا یہودی

تنظیم کے حوالے کرے گی تو میں تلملا کر رہ جاؤں گا اور اُس دشمن عورت کا کچھ بگاڑ نہیں سکوں گا۔

میں سونیا کے ساتھ فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔ وہ میری بے بسی اور ذہنی کیفیت کو سمجھ رہی تھی۔ اُس نے پوچھا "میں تمہارے لیے کیا کروں؟"

"تعجب ہے تم میرے لیے کچھ پوچھ کر کرو گی؟"

"ہاں، پوچھے بغیر کچھ کرتی ہوں تو مجھے دشمن سمجھتے ہو۔"

"نہیں سمجھوں گا، اُس عورت سے نجات دلاؤ۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی ہوئی میرے ساتھ چلتی رہی پھر بولی "وہ تمہارے دماغ میں ہے، ہماری باتیں سُن رہی ہے، اُس سے کہو میرے دماغ میں آ جائے۔"

میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ سونیا کی باتیں سُن رہی ہو۔ کیا اُس کے دماغ میں جا کر باتیں کرو گی؟"

میرے اندر خاموشی رہی۔ میں نے دوسری بار مخاطب کیا پھر بھی جواب نہ ملا۔ میں نے سونیا سے کہا "وہ پچھلی رات سے جاگ رہی ہے۔ آج تمام دن میرے ساتھ لگی رہی۔ مجھ سے کہہ گئی تھی کہ چار گھنٹے تک سوتی رہے گی پھر میری خیریت معلوم کرنے آئے گی، وہ یقیناً ابھی سو رہی ہے۔"

"یہ بات یقین سے نہ کہو۔"

"ہاں، وہ خاموش رہ کر تمہارے منصوبے کو سُننا اور سمجھنا چاہے گی۔"

"اس بار تم زبردست پھنسے ہو لیکن میں اُسے سمجھاتی ہوں کہ آدمی صرف موت سے ہار مانتا ہے، ورنہ جب تک زندہ رہتا ہے بڑی سے بڑی مصیبت میں پھنس کر نکلتا رہتا ہے۔ ذرا عقل سے سوچو کہ تم کب تک فرہاد کے دماغ پر حاوی رہو گی۔ دو گھنٹے، چار گھنٹے یا چوبیس گھنٹے تک حکومت کرو گی؟ اس کے بعد میں تمہیں مکھن کے بال کی طرح فرہاد کے دماغ سے نکال دوں گی۔"

میں نے خوش ہو کر پوچھا "سونیا! میری جان! کیا سچ کہہ رہی ہو؟"

پھر میں نے اُسے کھینچ کر سینے سے لگا لیا "ہاں، تم جو کہتی ہو وہ کر گزرتی ہو۔ مجھے خدا کے بعد تم پر یقین ہے، صرف تم، صرف تم ہی مجھے اس سے نجات دلا سکتی ہو۔"

وہ تڑپ کر مجھ سے الگ ہو گئی پھر بولی "کتنی بار کہہ چکی ہوں کہ مجھے ہاتھ نہ لگایا کرو۔"

"میں نے ہوس سے نہیں، عقیدت سے گلے لگایا تھا۔"

"عقیدت کو ہوس میں بدلتے دیر نہیں لگتی، مجھے ایک بالشت دُور رہ کر چلتے رہو۔"

میں نے ذرا الگ ہو کر چلتے ہوئے کہا "یہ اطمینان ہو چکا ہے کہ تم اُسے میرے اندر سے نکال دو گی، وہ دماغ کا بوجھ اُتر گیا ہے۔ میرا ایک اور کام کر دو۔"

"تم جینا کی فرمائش کرو گے۔"

"کمال ہے تم زبان کھولنے سے پہلے دل کی بات پڑھ لیتی ہو۔"

"تمہارے دل میں صرف عورت رہتی ہے یہ بات گدھا بھی سمجھ لیتا ہے۔"

"مانتا ہوں، گدھی نے بھی سمجھ لیا۔ اُس کے لیے کچھ کرو۔"

"جب اُس عورت سے تمہیں نجات مل جائے گی تو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ تم اپنے معاملات میں رہو گے۔"

"یعنی اس وقت تک جینا تمہاری نگرانی میں رہے گی، اُسے اپنی رہائش گاہ میں رکھو گی؟"

"سوری، جب تک جینا کی اصلیت اور صحیح سٹیٹس معلوم نہیں ہو جاتی میں اُسے اپنے قریب نہیں آنے دوں گی، میں اسے دھوکہ کرتی ہوں، وہ انڈر گراؤنڈ سیل میں محفوظ رہے گی، وہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے اور میں اس کے آرام کا پورا خیال رکھوں گی۔"

مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ جینا اسی طرح محفوظ رہ سکے گی۔ چلتے چلتے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن دماغی طور پر حاضر نہ پڑا۔ ایک گاڑی ہمارے قریب آ کر رُک گئی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ والے نے گاڑی سے اُتر کر سونیا کو سلام کیا پھر پچھلی سیٹ چلا گیا۔ سونیا نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، میں اُس کے برابر بیٹھا۔ اُس نے گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "اس عورت فینڈ کے چار گھنٹے کب پورے ہوں گے؟"

میں نے گھڑی دیکھ کر کہا "شام آنے ہی والی ہے۔"

"جینا کو سمجھا دو کہ وہ کم از کم دو دن تک یہاں قید رہے پھر تم آ کر اُسے لے جاؤ گے۔"

میں نے جینا کو مخاطب کیا۔ وہ کالج میں میرا انتظار کر رہی تھی۔ کالج کے اندر اور باہر فوجی جوان موجود تھے۔ میں جانتا تھا اُسے دو دن تک دُور رہنے کو کہوں گا تو وہ نہیں مانے گی پھر کھانا پینا چھوڑ دے گی، اس لیے میں نے ڈرایا کہ اُس کے دماغ میں پہنچتے ہی کراہتے ہوئے کہا "جینا! میں دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے بُری طرح زخمی ہو گیا ہوں۔ میرا دماغ کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ میں خیال خوانی نہیں کر سکوں گا۔ وعدہ کرو، میرے آنے تک تم ان فوجیوں کی قید میں رہو گی۔"

"تم جو کہو گے کروں گی۔ مجھے جلدی بتاؤ تم کہاں ہو۔ میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

"تم... تم میرے انتظار میں بھوکی... بھوکی نہ رہنا۔ میں... میں جلدی آؤں گا۔"

میں ایک آہ بھرتے ہوئے خاموش ہو گیا۔ وہ تڑپ کر مجھے پکارنے لگی۔ اُٹھ کر یوں دروازے کی طرف بھاگنے لگی جیسے مجھے ڈھونڈنے جا رہی ہو۔ ایک افسر نے اُسے روکتے ہوئے کہا "باہر نہ جاؤ، مسٹر وُولف یہاں آنے والے ہیں۔"

وہ اُسے دھکا دیتے ہوئے بولی "وہ بری طرح زخمی ہو گیا ہے، اُسے میری ضرورت ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں پر بے یار و مددگار پڑا ہوا ہے۔"

اُسے تین فوجی جوان گھیر رہے تھے، وہ اُن سے مقابلہ کرتی ہوئی دروازے سے باہر جانا چاہتی تھی۔ پیچھے سے دو اور جوانوں نے آ کر اُسے دبوچ لیا۔ ایک افسر نے چھوٹا ٹرانسمیٹر نکال کر اُسے آپریٹ کیا۔ ہماری گاڑی کے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہونے لگا۔ سونیا نے ایک ہاتھ سے ڈرائیو کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اسپیکر اور مائیک کے بٹن کو آن کیا پھر بولی "میں اٹینڈ کر رہی ہوں۔"

افسر کی آواز آئی "مادام! جینا بے قابو ہو رہی ہے، کہہ رہی ہے کہ مسٹر وُولف کہیں بُری طرح زخمی ہو گئے ہیں۔"

سونیا نے کن انکھیوں سے مجھے دیکھا۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بولی "جینا کو انڈر گراؤنڈ سیل میں پہنچا دو۔ اُسے سمجھاؤ کہ وُولف کو تلاش کیا جا رہا ہے۔"

وہ ٹرانسمیٹر آف کر کے مجھ سے بولی "تم نے زخمی ہونے کی بات کیوں کہہ دی؟"

"میں نے یہی کہا ہے کہ زخمی ہونے کے باعث خیال خوانی نہیں کر سکوں گا لہٰذا جب تک نہ آؤں وہ فوجیوں کی قید میں رہے۔ اگر ایسا نہ کہتا تو وہ قیدی بن کر رہنا منظور نہ کرتی۔ انتظار میں کھانا پینا نہیں چھوڑے گی۔"

ہماری گاڑی ایک ہوٹل کے سامنے رُک گئی۔ وہ بولی "یہاں ایک کمرا لو پھر مجھ سے دماغی رابطہ کرو۔ میرا مشورہ مانا چاہیے، یہ تم خوب سمجھتے ہو۔"

مجھے بہت پہلے ہی نیویارک اور واشنگٹن جانا چاہیے تھا۔ سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں کینی پال کے علاوہ مس جوزا جوری کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ ان کے ذریعے اور بہت سے خیال خوانی کرنے والے بے نقاب ہو سکتے تھے اور ہم ایک بار پھر اُس خفیہ اڈے تک پہنچنے والے تھے جہاں ٹرانسفارمر مشین کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔

ماضی میں ہمارا یہ اطمینان غلط تھا کہ ہم نے اُس مشین کے تمام نقشوں کو جلا دیا ہے۔ اُس مشین کو دوبارہ بنانے کے لیے دوستوں یا دُشمنوں کے پاس کوئی نقشہ یا کسی قسم کی راہنمائی نہیں ہے لیکن سپر ماسٹر کے ملک میں کہیں ایک مشین چھپا کر رکھی گئی تھی۔ مشین کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ اس کے نقشے اور بلیو پرنٹس بھی مختلف مقامات میں چھپا کر رکھے گئے ہیں تاکہ ہم ایک جگہ چھاپا ماریں اور نقشے کو جلائیں تو دوسرے مقامات میں وہ نقشے محفوظ رہیں۔ گویا ٹرانسفارمر مشین کو شیطانی زندگی مل گئی تھی۔ وہ ایک جگہ تباہ ہوتی تو دوسری جگہ پیدا کر لی جاتی۔

سونیا جا چکی تھی۔ میں نے ہوٹل میں صبح تک کے لیے ایک کمرا حاصل کر لیا۔ وہ مجھ سے رخصت ہونے کے بعد کیا کرتی رہی، اس کا علم مجھے بعد میں ہوا۔ اُس نے گاڑی آگے بڑھا کر ٹرانسمیٹر کو آن کیا۔ بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ قائم ہونے کے بعد اُس نے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "علی تیمور سے بات کراؤ۔"

تھوڑی دیر بعد علی کی آواز آئی "ممّا! آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔ اس کا مطلب، معاملہ گمبھیر ہے۔"

"ہاں معاملہ سنگین ہے مگر ہمارے لیے نہیں دُشمنوں کے لیے۔"

"پارس کہاں ہے؟"

"یعنی پوچھنا چاہتے ہو، میں پارس سے کام کیوں نہیں لے رہی ہوں؟"

"ممّا! آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میں نے کام سے انکار کرنے کے لیے پارس کے متعلق نہیں پوچھا ہے مگر ہاں معلوم کرنا چاہتا ہوں کیا وہ سنگین معاملہ مجھ سے تعلق رکھتا ہے؟"

"ہاں، تمہاری وہ ٹرانسفارمر مشین تباہ کرنے والی مہم ادھوری رہ گئی ہے۔"

"اوہ ممّا! نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق سُن سُن کر میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ ہم نے تمام مشینیں تباہ نہیں کیں انھوں نے ایک آدھ چھپا کر رکھی ہے۔"

"ہاں بیٹے! انھوں نے ہمیں خوش فہمی میں مبتلا کر رکھا تھا۔"

"لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہم مشین تباہ کرتے رہیں گے، وہ نئی تیار کرتے رہیں گے۔ یہ شیطانی مشین کبھی نابود نہیں ہو سکے گی۔"

"شیطان ازل سے ہم انسانوں کے پیچھے پڑا ہے، کبھی نابود نہیں ہوتا، اس کے باوجود انسانی عزائم کمزور نہیں پڑتے۔ ہم شیطان سے لڑتے آرہے ہیں اور لڑتے رہیں گے ٹھیک ہے کہ شیطان نہیں مرتا لیکن ہم اُسے اپنے اوپر غالب نہیں آنے دیتے یہی انسان کی جیت ہے۔ ٹھیک ہے کہ مشینیں پھر تیار ہوتی رہیں گی لیکن ہم اپنی حکمت عملی سے دشمنوں کو ان مشینوں سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے نہیں دیں گے۔"

"ویل ماما! کیا اس کے لیے تیار ہو گیا ہو؟"

"ہاں، رختِ سفر باندھو۔ تمھارے پاس جتنی شخصیات کے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات ہیں، ان میں سے کسی ایک شخص کا روپ اختیار کرو۔ اس سے تعلق رکھنے والے اہم کاغذات میرے پاس بھیج دو یا خود لے آؤ۔ کل کسی فلائٹ سے تمھیں روانہ ہو جانا چاہیے۔"

"ویل ماما! میں رات کے تین بجے تک آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

اِدھر میں ہوٹل کے ایک کمرے میں آیا تو میرے دماغ کے کمرے میں وہ بلا آگئی۔ ہنستے ہوئے بولی "مجھے بلا کیوں بھیجتے ہو؟"

میں نے کہا "ایک مچھر کہیں سے اُڑتا ہوا ایک بیل کے سینگ پر آکر بیٹھ گیا پھر بولا 'بھائی بیل! میں ذرا راستانے کے لیے آپ پر آبیٹھا ہوں، اگر آپ بوجھ محسوس کر رہے ہوں تو چلا جاؤں۔' بیل نے کہا 'جب آکر بیٹھ گئے تھے تو بیٹھے ہی رہتے۔ مجھے یہ کیوں بتایا کہ مجھ پر سوار ہو؟ پہاڑ کا بوجھ کوئی بوجھ نہیں ہوتا، احساس کا بوجھ ہوتا ہے۔ تو نے میرے احساسات کو بوجھل کر دیا ہے۔' میں تم سے کہوں گا 'بھاگ جاؤ' شاید تم بھاگ ہی جاؤ لیکن مجھے کیسے یقین ہوگا؟ نہ تیرے آنے کی خبر ہوتی ہے، نہ جانے کا یقین ہوتا ہے۔ تُو ایک ایسی بلا ہے جو ہونے اور نہ ہونے کے باوجود ناقابلِ برداشت بوجھ ہوتی ہے۔"

وہ بدستور ہنستے ہوئے بولی "ان معنوں میں بلا سمجھتے ہو تو کوئی بات نہیں۔ ویسے میرا ضمیر مطمئن ہے کہ میں نے تمھیں اب تک کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

"سانپ کی فطرت ڈسنا ہے۔ ڈستے وقت اُس کا ضمیر بھی مطمئن رہتا ہے۔ ظالم نے کب سمجھا ہے کہ وہ ظلم کر رہا ہے۔ تمھیں احساس ہی نہیں ہے کہ بوجھ بن کر مجھے دماغی طور پر نقصان پہنچا رہی ہو۔"

"تم کچھ بھی کہہ لو، میں تمھیں چھوڑنے سے تو رہی۔"

"نہ چھوڑو، تم میری خیریت معلوم کرتے آئی تھیں، معلوم کر لی ہو تو اب جاؤ۔"

"تم نے خیریت معلوم کرنے کا موقع ہی نہیں دیا، اور بیل کا قصہ لے بیٹھے۔ اب بتاؤ ہوٹل میں کیا کر رہے ہو؟"

"میری بھاگ دوڑ ناکام ہو گئی ہے۔ سونیا نے مجھے نکالا ہے۔"

"کیا واقعی؟ تم نے چہرہ بدل لیا، اس کے باوجود اُس نے پہچان لیا؟"

"ہاں، وہ چاہتی ہے میں جینا کی خاطر بغاوت نہ کروں، فرانس کی حکومت کو اپنا دشمن نہ بناؤں، وہ جینا کو میرے حوالے کرنے کو تیار ہے۔"

"تمھاری مسیل پیتھی کی بڑی دھونس ہے، وہ جینا جیسی ننھی سیکرٹ ایجنٹ کو تمھارے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔"

"وہ خطرناک نہیں ہے، دشمن اُسے برگار کر دنیا والوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ دیکھو میں تمھیں انسانیت کا واسطہ دیتا ہوں، جینا سے ہمدردی کرو، اُسے میرے پاس رہنے دو۔"

"تمھارے پاس رہنے دوں گی تو یہ اس سے ہمدردی نہیں، دشمنی ہوگی۔"

"دشمنی کیسے ہوگی؟"

"ایسے کہ تم اُسے ذہنی طور پر نارمل رکھنا چاہو گے، اس کی اصل ہسٹری اُسے یاد دلانا چاہو گے اور تمھارے جواب میں دشمن اُسے دماغی طور پر ٹارچر کرتے رہیں گے۔ وہ اُدھر کی گی نہ اِدھر کی لہٰذا اُسے اُدھر کی ہی رہنے دو۔"

"اُس کے دماغ کو بجلی کے یا خیال خوانی کے جھٹکے پہنچائے جائیں تو وہ جلد ہی بھولی ہوئی باتیں یاد کر لے گی۔ میں اُسے اپنے پاس رکھ کر اسی طرح اس کا علاج کرتا رہوں گا۔"

وہ بولی "فوجیوں سے کہو اُسے وقتاً فوقتاً بجلی کے جھٹکے پہنچاتے رہیں یا میں خیال خوانی کے ذریعے اس کا علاج کرتی رہوں گی۔ میں نہیں چاہتی تم کسی جوان عورت کا علاج کرو اور میرے حقوق اُسے دیتے رہو۔"

میں نے غصے سے کہا "تم بکواس کرتی ہو، میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"ہمارا جسم و جاں کا رشتہ ہے، تمھیں انکار ہے تو لباس میں چھپے ہوئے بدن کی شرم، میرا عورت پن اور میرا [illegible]"

"تم نے یہ سب کچھ اپنی مرضی سے لٹایا ہے، میں تمھارے گھر نہیں گیا تھا، تم میرے گھر آئی تھیں۔"

"اپنی دانست میں بڑی اچھی دلیل دے رہے ہو، تم نے درست کہا کہ تم میرے پاس نہیں آئے تھے، میں تمھارے گھر آئی تھی۔ یہی تو دُنیا کا دستور ہے، دُولھن اپنے پیا کے گھر آتی ہے۔ ایک عورت اپنی مرضی سے اسی پر سب کچھ لٹاتی ہے جسے جی جان سے چاہتی ہے۔ میں نے چاہت میں ایسا کیا۔ تم نے مالِ غنیمت سمجھ کے لُوٹ لیا اور ڈھٹائی سے کہتے ہو کہ تم بے گناہ ہو۔ اگر میری محبت گناہ ہے تو میرے ساتھ گناہ کس نے کیا؟"

"میں نے کیا لیکن ایک گناہ گار کی سزا کتنی ہوتی ہے؟"

"جتنی بھی ہوتی ہے، کم ہوتی ہے۔ گناہ گار اپنی سزا کی آگ میں عمر بھر جلتا ہے بلکہ قیامت تک جلتا ہے۔ یوم حساب توبہ قبول نہ ہو تو اسے قیامت کے بعد جہنم کی آگ میں جلنا ہوتا ہے۔"

"میں نے کہا 'توبہ سے جہنم کی آگ بجھ جاتی ہے، سزا ختم ہو جاتی ہے' میں توبہ کرتا ہوں، آیندہ کبھی گناہ نہیں کروں گا۔ تمھیں یا دُنیا کی کسی عورت کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ جینا سے باقاعدہ نکاح پڑھوا کر باقی عمر صرف اس کے ساتھ گزار دوں گا۔"

"تم میری عزت کا جنازہ نکال کے توبہ کر رہے ہو، مجھے اتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے کہ میں تمھیں معاف نہیں کر سکتی۔ مجھے تمھارا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہیے لیکن میں نیک ارادے سے تمھارے پاس آئی تھی۔ میرا مقصد تھا تم کسی ایک محبت کرنے والی کے ساتھ زندگی گزارو اور کسی عورت کی تنہائی میں نہ جاؤ۔"

"تو پھر اپنے نیک مقصد کے لیے جینا سے نیکی کرو۔ میں قسم کھاتا ہوں جینا کے علاوہ کوئی میری زندگی میں نہیں آئے گی۔"

"میری چند شرائط مان لو اور اُن پر عمل کرو۔ میں ابھی تمھارے دماغ سے نکل جاؤں گی پھر کبھی نہیں آؤں گی۔"

"اگر تم سچ مچ میرے دماغ سے چلی جاؤ گی تو میں تمھاری ہر شرط پر عمل کروں گا۔"

"میری پہلی شرط یہ ہے کہ تم جینا سے اُس وقت تک دُور رہو گے جب تک وہ دُشمنوں کی خیال خوانی اور تنویمی عمل کے اثر سے نہیں نکل جاتی۔"

"اُسے دُشمنوں کے اثر سے کون نکالے گا، کب نکالے گا؟"

"تم اُس کے دماغ میں جا یا کرو گے اسے یہ نہیں بتاؤ گے

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اُجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام رُوحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے
ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اُس کا سینہ نگار تھا۔ انتقام کے شعلے اُس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ــــ ایک دوست نے اُس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کر دی۔!!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت :- ۲۵ روپے

طلب کیجیے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳۰ کراچی۔

کہ تم کہاں ہو اور کیا کرتے پھر رہے ہو۔ تم دُور رہ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کا علاج کرتے رہو گے۔"

"واقعی تمہارے مقاصد نیک ہیں۔ تم چاہتی ہو دُشمنوں کو جینا کے ذریعے میری مصروفیات کا اور میرے ٹھکانے کا علم نہ ہو اور اس کا علاج بھی ہوتا رہے۔ میں تمہاری اس شرط پر دل و جاں سے عمل کرتا رہوں گا۔"

"جب وہ دُشمنوں کے اثر سے نکل جائے تو تم اسے اپنے پاس بُلا لو گے۔ وہ ایک شرط پر ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔"

"میں سمجھ گیا، تم کہو گی اس کے بعد کوئی دوسری میری زندگی میں کبھی نہ آئے، اس کے لیے تو میں پہلے ہی قسم کھا چُکا ہوں۔"

"اُس قسم کے علاوہ ایک کڑی شرط ہے اور وہ یہ کہ تم جینا کو لے کر دُور کسی ویرانے میں چلے جاؤ۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہارا خیال ہے میں انسانی آبادی سے دُور رہ کر عورتوں سے بھی دُور رہ سکوں گا۔"

"نہیں، کسی ویرانے میں رہنے کی شرط اس لیے ہے کہ تم وہاں یادِ الٰہی میں مصروف رہو گے اور شیخ الفارس مرحوم کی آخری خواہش کے مطابق گُمنامی کی زندگی گزارو گے۔"

مجھے چُپ سی لگ گئی۔ یہ بہت کڑی شرط تھی۔ میں دُنیا میں رہ کر دُنیا کی رونق سے کب تک دُور رہ سکتا تھا پھر جینا دُنیا کو چھوڑ کر تمام سیر و تفریحات، نئے فیشن کے ملبوسات اور تمام دُنیاوی خواہشات سے کب تک پرہیز کر سکتی تھی۔ میرے ساتھ کب تک یہ سزا پا سکتی تھی؟

اگر ایسی باتیں قابلِ قبول ہوتیں تو میں بہت پہلے شیخ الفارس مرحوم کی ہدایات پر عمل کرتا نظر آتا پھر مجھے ایسی شرائط تسلیم کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ سونیا نے کہا تھا مجھے چوبیس گھنٹے بعد اس عورت سے نجات مل جائے گی۔ میں اس عورت سے خواہ مخواہ اس موضوع پر باتیں کر رہا تھا۔ مجھے اس سلسلے میں صرف سونیا سے گفتگو کرنی چاہیے تھی۔

یہ سوچتے ہی میں نے سونیا کے پاس جانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مجھے یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ وہ عورت میرے دماغ میں موجود ہے۔ وہ سونیا سے ہونے والی گفتگو سنتی رہے گی لیکن میں چشمِ زدن میں اس بلا کو بھول گیا تھا، یعنی اُس نے میرے دماغ سے اپنا خیال مٹا دیا تھا اور میرے ذہن پر حاوی ہو کر مجھے سونیا سے رابطہ کرنے پر اُکسایا تھا۔

سونیا نے کوڈ ورڈز سُن کر کہا۔ "میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ اب تمہارے پاس ایک فوٹو گرافر آ رہا ہے۔ اُس نئے چہرے کی تصویریں، پاسپورٹ وغیرہ کے لیے جائے گا اور سُنا وُ کیا وہ تمہارے دماغ میں آئی تھی؟"

"ہاں، میرے دماغ سے ہمیشہ کے لیے جانے کے تیار ہے مگر اُس کی شرائط قابلِ قبول نہیں۔"

"وہ کیا کہتی ہے؟"

"یہی کہ میں جینا کے نارمل ہونے کے بعد اُسے کسی ویرانے میں چلا جاؤں اور وہاں یادِ الٰہی میں مصروف شیخ الفارس مرحوم کی آخری خواہش کے مطابق گُمنامی کی گزاروں۔"

سونیا نے کہا۔ "وہ عورت جسے تم بلا کہتے ہو، حقیقت تعریف ہے، ہمارے ایک بزرگ کی آخری خواہش کا حد تک احترام کرتی ہے کہ اُس نے جینا کو ساتھ لے جا کی اجازت دے دی۔ اُس میں ذرا بھی خود غرضی ہوتی تو وہ تمہیں اس کے ساتھ گُمنامی کی زندگی گزارنا چاہیے۔ دماغ پر حاوی ہو کر اپنے ساتھ ویرانے میں رہنے پر مجبور اور وہ ایسا کرنے میں حق بجانب ہوتی کیونکہ وہ تمہارے اپنا تن من سب کچھ ہار چکی ہے۔ وہ اتنی بڑی قربانیاں کر صرف شیخ الفارس مرحوم کے اُس بیان کی سچائی کو قائم چاہتی ہے کہ گناہ گار فرہاد مر چُکا ہے لیکن تم شیطان کا زندہ رہنا چاہتے ہو۔ تم اُس عورت کی عظمت کو تسلیم کرو گے لیکن میں اُس کی عظمت کو سلام کرتی ہوں۔"

"تم دن رات اُسے سلام کرتی رہو لیکن میں ایک کا پابند نہیں رہوں گا۔"

"پابندی کیسی؟ وہ تمہارے دماغ سے ہمیشہ کے جانے کو تیار ہے۔"

"اُس نے تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ کو کر دیا ہے کہ میں اُس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر دا واقعی محسوس نہیں کر پاتا ہوں۔ وہ دکھاوے کے لیے چلی گی لیکن چُپ چاپ موجود رہا کرے گی۔"

"فرہاد! جو عورت کھلا ذہن، نیک مقاصد، قد کا جذبہ اور بزرگانِ دین کا احترام اپنے دل میں رکھتی ہے کبھی دھوکا نہیں دے گی۔ جب جائے گی تو اُس وقت واپس نہیں آئے گی جب تک تم اُس کی شرائط پر عمل رہو گے۔"

"یہ شرط قابلِ قبول نہیں ہے۔ میں انسانوں کی دُور نہیں رہوں گا۔ کیا تم چاہتی ہو میں تم سے، رسوا

بس اور علی تیمور سے دُور چلا جاؤں پھر لوٹ کر نہ آؤں؟"

"زیادہ جذباتی نہ بنو۔ تم خیال خوانی کے ذریعے وقت ضرورت رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ میں، پارس اور علی تیمور تمہیں رہا دار کی حیثیت سے جانتے ہیں، چوتھی وہ تمہارے دماغ ں رہنے والی عورت ہے جو تمہاری اصلیت جانتی ہے، باقی نیا کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تم زندہ ہو۔ اب تو چہرہ بھی بدل ہے۔ کوئی تمہیں فرہاد کا ہم شکل نہیں کہے گا۔ یوں تمہیں نام رہنے پر اعتراض کیوں ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "گُمنامی کا مطلب ہے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کی دُشمنی کا جواب نہ دوں، کسی پر طاقت سے ٹکراؤں، میرے بچنے کسی مصیبت میں ہوں تو اُن کے ام نہ آؤں۔"

"تم فضول سی بحث کر رہے ہو۔ جب مجھ سے اور دونوں ٹوں سے رابطہ رہے گا تو پھر ہماری مصیبتوں میں بھی کام آؤ گے لیکن کوئی یہ جان نہ سکے گا، ہمارے بُرے وقتوں میں تم ام آتے ہو۔"

"لیکن جینا کب تک ویرانے میں میرے ساتھ سزا پاتی ہے گی؟"

"آ گئے اپنی اصلیت پر، تم صرف جینا کی خاطر اس عورت ظمت سے اور گُمنامی کے نیک عمل سے انکار کر رہے ہو۔ م پوچھتے ہو وہ ویرانے میں کب تک سزا پائے گی۔ میں کہتی ہوں، محبت کرنے والی عورت ویرانے میں کیا، جہنم میں بھی ساری زندگی اپنے مرد کے ساتھ رہ سکتی ہے۔"

"یہ محض جذباتی باتیں ہیں۔ جذبات کا نشہ ذرا کم ہوتا ہے عورت کو دُنیاوی رونق اور تماشے یاد آتے ہیں۔ وہ اپنے جیسے انسانوں کی سوسائٹی چاہتی ہے۔"

"فرہاد! میں جذباتی عورتوں کی نہیں، محبت کرنے والیوں ں بات کہہ رہی ہوں۔ میرا دعویٰ ہے تمہارے دماغ میں رہنے والی ساری زندگی تمہارے ساتھ کسی ویرانے میں گزار دے گی۔ ایک بار اُسے آزما کر دیکھ لو۔"

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ دُنیا دار ہوں اور دُنیا والوں کے درمیان رہوں گا۔ اسلام میں عبادت کی سب سے زیادہ اہمیت ہے لیکن اس کے ساتھ دُنیاداری بھی لازمی قرار دی گئی ہے۔"

"تم ویرانے میں رہ کر خدا کے نیک اور مظلوم بندوں کے کام آ سکتے ہو۔ خیال خوانی کے ذریعے دُنیاداری کے فرائض انجام دے سکتے ہو۔"

میں نے بیزار ہو کر پوچھا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا تم اُس عورت کی حمایت کیوں کر رہی ہو؟ کیا تم دونوں نے میری لاعلمی میں یہ طے کیا ہے کہ مجھے کسی ویرانے میں بھیج کر ہی رہو گی تمہاری مکاری سے کچھ بعید نہیں ہے۔ بہت ممکن ہے اس عورت کو تم نے ہی میرے دماغ میں بھیجا ہو۔"

"میں جب سچ بولتی ہوں تو اُس میں جھوٹ کی ذرا بھی ملاوٹ نہیں ہوتی اور سچ یہ ہے کہ میں نے اُس عورت کو نہ دیکھا، نہ سُنا ہے اور نہ ہی اُس کا نام جانتی ہوں۔ اُس نے کبھی میرے پاس آ کر اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ شاید اس لیے کہ نیکی کا کوئی نام اور پتا نہیں ہوتا۔ نیکی اپنا تعارف پیش نہیں کرتی جو کرنا ہوتا ہے کر گزرتی ہے۔"

"سونیا! یہ بحث ختم کرو، تم نے وعدہ کیا تھا، چوبیس گھنٹے بعد مجھے اُس عورت سے ہمیشہ کے لیے نجات دلاؤ گی، تمہیں ہر حال میں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے۔"

"سوری، میں زندگی میں پہلی بار وعدہ خلافی کرتے ہوئے خوشی محسوس کروں گی۔ یہ خیال دماغ سے نکال دو کہ سونیا نے جس عورت کی عظمت کو سلام کیا ہے اس کے نیک ارادوں کے خلاف کوئی قدم اُٹھائے گی۔"

"کیا تم سمجھتی ہو، تمہارے تعاون نہ کرنے سے میں اُس عورت کی بے جا پابندیوں میں رہوں گا اور خود غلامی کی زنجیریں نہیں توڑ سکوں گا؟"

"تم زبردست ہو فرہاد، زنجیریں خود توڑ ڈالو گے، مگر بہت پچھتاؤ گے۔"

"کیا یہ کافی نہیں ہے کہ تم سے تعاون کی اُمید کر کے پچھتا رہا ہوں اور پچھتانے کے بعد میں کیا کرتا ہوں، یہ اب تمہارے سامنے آئے گا۔"

"ایک منٹ، جانے سے پہلے سُن لو، میں فرانس کی زمین پر تمہاری طرف سے کوئی ہنگامہ نہیں چاہتی۔"

"مجھے معلوم ہے، اس ملک کو ٹیلی پیتھی کے ہنگاموں سے بچانے کے لیے تم نے جینا کو رہائی دلائی تھی۔ اب پھر اُسے میرے حوالے کر دو گی۔"

"جو کہو گے وہی کروں گی۔ کسی ایک معاملے میں اختلافِ رائے ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے ہیں۔"

"کوشش کروں گا کہ ہمارے درمیان اختلافات کم سے کم ہوں اور کسی معاملے میں ہمیں ایک دوسرے کی کبھی ضرورت نہ پڑے۔"

"اگر ضرورت پڑی تو کام نہیں آؤ گے، کیا بیٹوں کے بھی کام نہیں آنا چاہو گے؟"

میں جواب نہ دے سکا۔ وہ بولی "بابا صاحب کے ادارے نے تمھارے بیٹوں کو علم و ہنر کا کمال دیا ہے، انھیں فولاد اور ناقابلِ تسخیر بنا دیا، تم اُس ادارے کے بھی کبھی کام نہیں آؤ گے۔ میری بات جانے دو۔ دشمن میری حاضر دماغی یا مکاری سے سہمے رہتے ہیں لیکن میں اتنی نادان ہوں کہ تمھارے لیے اپنی جوانی غارت کر دی۔ بیس برس سے پارس کو کلیجے سے لگائے ہوئے ہوں۔ دُنیاوی رشتے سے نہ تمھاری کچھ لگتی ہوں اور نہ پارس کی ماں ہوں مگر تمھاری کچھ لگنے اور پارس کی ماں کہلانے کی حماقت کیے جا رہی ہوں اور حماقت کا نتیجہ تو یہی ملتا ہے جو مجھے مل رہا ہے۔ بے شک آیندہ کبھی میرے کام نہ آنا مگر ابھی اپنی عقل سے کوئی بڑا فیصلہ نہ کرو۔ جینا تمھارے حواس پر چھائی ہوئی ہے۔ ایسے میں تم کبھی صحیح فیصلہ نہیں کر سکو گے۔"

میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ مجھے کچھ ہو گیا تھا۔ مجھے شدت سے احساس ہوا کہ میں نے سونیا کی محبت، خلوص اور قربانیوں کو نظر انداز کر کے اُس کی توہین کی ہے۔ میں اور میرے بچے ساری عمر اس کی خدمت کرتے رہتے تب بھی اُس کی بے لوث محبت کا صلہ نہیں دے سکتے تھے۔ میں نے ندامت سے کہا۔ "سونیا! میں شرمندہ ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ میرا دماغ صحیح طور پر سوچنے اور فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ تم میری زندگی کی پہلی اور آخری ساتھی ہو۔ اتنی بڑی دُنیا میں کسی کی محبت ذہانت اور برتری کو تسلیم کرتا ہوں تو وہ تم ہو۔ میں تمھیں کبھی ناراض کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "خدا کا شکر ہے اور یہ تمھارا بڑا پن ہے کہ تم اپنی غلطی محسوس کر لیتے ہو۔"

"تم بھی اپنی غلطی کو سمجھو اور مجھے الزام نہ دو کہ جینا میرے حواس پر چھائی ہوئی ہے۔ جب میرا دماغ ہی میرے بس میں نہیں ہے وہ ایک عورت کے قابو میں ہے تو پھر میرے حواس پر جینا کیسے چھائے گی۔ میرے موجودہ ذہنی انتشار کی وجہ صرف وہ عورت ہے۔"

تب میرے دماغ میں بڑی دیر کے بعد اُس کی آواز اُبھری۔ وہ کہنے لگی "فرہاد! میں یہ الزام اپنے سر نہیں لینا چاہتی کہ میری وجہ سے تم سوچنے سمجھنے اور صحیح فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہے۔ میں تمھاری بھلائی اور شیخ الفارس مرحوم کی سچائی کو بحال رکھنے کی خاطر تمھیں صحیح راستے پر لے جا رہی تھی، اب ایسا نہیں کروں گی۔ تم یقین کرو یا نہ کرو، تمھارے دماغ سے جا رہی ہوں لیکن اس سے پہلے سو سے دو باتیں کرنا چاہتی ہوں، کیا وہ مجھے اپنے پاس آنے دے؟"

میں نے سونیا سے کہا "وہ تمھارے پاس آ کر کچھ کہنا چاہتی ہے۔"

سونیا نے کہا "میں اُسے خوش آمدید کہتی ہوں۔"

پھر میں نے دیکھا سونیا خلا میں تکنے اور مسکرانے لگی۔ کیونکہ وہ میرے دماغ سے اُس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی اور کہہ رہی تھی "سونیا! میں زیادہ نہیں بولوں گی، تمھارا وقت ضائع نہیں کروں گی، تمھیں گواہ بنانے کے لیے آ رہی ہوں کہ میں نے اسی لمحے سے فرہاد کے دماغ کو آزاد کر دیا ہے۔ اب اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔ تم اُسے ایک بات سمجھا دو کہ اُسے فرہاد کی حیثیت سے کبھی دُنیا والوں کے ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔ میں جب بھی یہ دیکھوں گی کہ وہ ظاہر ہونے والا ہے اور شیخ الفارس مرحوم کی سچائی پر حرف آنے والا ہے تو میں اس کی بدترین دشمن بن جاؤں گی، جان کی تاکہ دُنیا والوں کو آخری بار اس کی موت کا یقین آ جائے۔"

سونیا نے پوچھا "تمھیں مجھ سے کیا شکایت ہے؟"

"تم سے شکایت نہیں، محبت ہی محبت ہے میں تم کو کتنا چاہتی ہوں یہ لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی۔"

"تو پھر چاہت کا ثبوت دو۔ فرہاد کی غیر موجودگی میں میرے پاس آؤ۔ میرا وعدہ ہے جب آؤ گی تو دل خوش کر دوں گی۔"

"مجھے یقین ہے تم ایسا کرو گی اور میں ضرور آؤں گی۔ خدا حافظ...!"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ میں سونیا کے دماغ سے نکلا پھر چند سیکنڈ کے بعد آ کر بولا "میں ابھی چلا گیا تھا، وہ بدستور موجود تھی؟"

سونیا نے کہا "نہیں چند سیکنڈ کے لیے میرا دماغ برائی سوچ کی لہروں سے خالی ہو گیا تھا پھر تم مخاطب رہے ہو۔"

میں نے پوچھا "تم اُس کا دل کیسے خوش کرو گی؟"

"تمھارا کیا خیال ہے؟"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔ کیا اس کے ساتھ ملی مولوی بنانے کا ارادہ ہے؟ تم اسی طرح اُسے خوش کرو گی؟"

"کیا تم ایسے ہی نادان بچے ہو کہ ہم دو عورتیں تمھیں بتانا چاہیں گی تم بن جاؤ گے؟"

"پھر مجھے بتاؤ اس کا دل کیسے خوش کرو گی؟"

"وہ مجھے دل و جاں سے چاہتی ہے۔ ایسے میں اُسے دوستی کی پیش کش کروں تو کیا وہ دوست بن کر کام کرنے میں فخر نہیں کرے گی؟"

"ہاں تم اُسے دوست بنا سکتی ہو لیکن وہ میری دشمن بن گئی ہے۔"

"تم اسے غلط نہ سمجھو، اُس نے تمھیں تمام طرح رہنے کے لیے چیلنج کیا ہے۔ یہ چیلنج تمھاری بہتری کے لیے ہے۔ تمھارا اخلاقی فرض ہے کہ تم شیخ الفارس مرحوم کے بیان کی سچائی کو قائم رکھو اور کبھی اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دو۔"

"میں کبھی ظاہر نہیں ہونے دوں گا لیکن میں کیسے یقین کروں کہ وہ ہمیشہ کے لیے میرے دماغ سے چلی گئی ہے؟"

"میں تمھیں یقین دلاتی ہوں کہ وہ جا چکی ہے۔ اگر ذہنی انتشار سے بچنا چاہتے ہو تو اُسے بھول جاؤ، ورنہ تمھاری مرضی ہے۔ ساری زندگی ایک بیل کی طرح چھکڑا کا بوجھ محسوس کرتے رہو گے۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے کہا "میں ابھی فون اٹینڈ کر کے باتیں کروں گا۔"

میں نے ریسیور اُٹھایا۔ ہوٹل کی کاؤنٹر گرل نے کہا۔ "ایک فوٹو گرافر آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے کہا "ریسیور فوٹو گرافر کو دو۔"

چند سیکنڈ کے بعد فوٹو گرافر کی آواز آئی "سر! مجھے مادام نے بھیجا ہے۔"

"چلے آؤ۔" میں نے ریسیور رکھا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر حالات پڑھے۔ وہ غلط آدمی نہیں تھا۔ سونیا کے احکامات کی تعمیل کے لیے آ رہا تھا۔ میں نے دستک سن کر دروازہ کھولا۔ اُس نے کمرے میں آ کر فلیش لائٹ سے میری کئی تصویریں اُتاریں۔ اس دوران میں نے سونیا کو مخاطب کر کے پوچھا "کیا فوٹو گرافر کے لیے کوئی پیغام ہے؟"

"نہیں اُسے جانے دو۔ مجھے ایک گھنٹے بعد تمھاری تصویریں مل جائیں گی۔"

فوٹو گرافر چلا گیا۔ میں نے کہا "میں یقین کرتا ہوں کہ تم دماغ سے جا چکی ہے۔ اب جینا میرے پاس رہ سکے گی۔ میں اسی طرح اس عورت کی عدم موجودگی کو سمجھ پاؤں گا۔"

"تم پھر اُلٹی باتیں کر رہے ہو۔ کیا جینا کا علاج نہیں ہونے دو گے۔ علاج سے پہلے تمھارے قریب آنے کی تو دشمنوں کو معلوم ہو جائے گا کہ تم نے نیا نام اور نئی شخصیت اختیار کی ہے اور اسے ساتھ لے کر نیویارک جا رہے ہو۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ جینا کی خاطر نیویارک جانے سے انکار کر سکتا تھا لیکن نئے نام اور شخصیت کو دشمنوں سے چھپا نہیں سکتا تھا۔ میں نے پوچھا "کیا تم جینا کی ذمے داری قبول کر رہی ہو؟"

"میں قبول کرتی ہوں، اس کے باوجود تمھارا دھیان اُس لڑکی کی طرف رہے گا اور تم پوری توجہ سے سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والوں تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

"تم درست کہہ رہی ہو۔ میرا خیال ہے کل ہی نیویارک جانا ضروری نہیں ہے۔ میں جینا کا علاج ہونے تک اسی شہر میں رہوں گا اور خیال خوانی کے ذریعے کینی پال اور جوراجوری اور اس کے کرنل باپ تک پہنچ کر کام کی باتیں معلوم کرتا رہوں گا، تم کیا کہتی ہو؟"

وہ بولی "سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچنا اور ان کی صحیح تعداد معلوم کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کام میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔ میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تم یہاں سے نہیں جاؤ گے اور جاؤ گے تو جینا کو چھوڑ کر کسی کام کے نہیں رہو گے۔ اس لیے میں علی تیمور کو نیویارک بھیج رہی ہوں۔ جب وہ وہاں پہنچ جائے تو تم اُسے کینی پال اور جوراجوری کا پتا بتاؤ گے۔"

"تم کمال کی عورت ہو، میں جو چاہتا تھا، وہی کر رہی ہو۔ میں علی تیمور سے رابطہ کر لوں گا۔"

"بہر حال تمام معاملات طے ہو چکے ہیں۔ تم جینا کا علاج ہونے تک اُس سے دُور رہو گے۔ اب میرے دماغ سے جاؤ۔ تمھارے دماغ سے جانے والی کسی وقت بھی میرے پاس آ سکتی ہے۔"

میں جینا کے پاس چلا آیا، وہ سو رہی تھی۔ میں نے اُس سے جھوٹ کہا تھا کہ بُری طرح زخمی ہو گیا ہوں۔ یہ سنتے ہی وہ مجھے تلاش کرنے کے لیے فوجیوں کی حراست سے نکلنا چاہتی تھی۔ اُسے بڑی مشکلوں سے قابو میں کر کے دوبارہ انڈر گراؤنڈ سیل میں پہنچایا گیا تھا پھر اُسے نیند کا انجکشن لگا کر سُلا دیا گیا تھا۔

اُسے دو گھنٹے پہلے انجکشن دیا گیا تھا۔ اُس کی خوابیدہ سوچ نے بتایا کہ وہ تنویمی نیند پوری کر رہی ہے۔ یہ بات اس کے لیے خطرناک تھی۔ اس پر کسی نے تنویمی عمل کیا تھا۔ چونکہ وہ معمولہ تھی اس لیے مجھے عامل کا نام نہیں بتا سکتی تھی۔ میں نے سونیا کو مخاطب کر کے کہا "تمھارے فوجی جینا کے

حفاظت نہیں کر سکیں گے۔ اُنھوں نے اُسے انجکشن دے کر سُلا دیا۔ دُشمن نے اس کے خوابیدہ دماغ کو گرفت میں لے کر اپنی مٹھی میں بنا لیا ہے۔"

"خیر ہُو! جب مَیں نے اس کی ذمّے داری قبول کی ہے تو کوئی دُشمن اپنی چال میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔"

"کیا تم نے اُس پر تنویمی عمل کرایا ہے؟"

"ہاں، ہم صرف بجلی کے جھٹکوں سے نہیں، تنویمی عمل سے بھی اس کا بریین واش کریں گے۔ دُشمنوں کے تمام تھکنڈوں کو اُس کے دماغ سے مٹا دیں گے۔"

"یہ طریقہ کامیاب ہوگا لیکن وہ سو رہی تھی۔ اُس پر عمل کرنے کے لیے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی جب کہ ہپناٹزم خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ اس دوران میں تم سے گفتگو میں مصروف رہا پھر اُس کے دماغ میں کون گیا، کس نے عمل کیا؟"

"جینا کے معاملے میں تمھارا دماغ کام کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اگر تمھارا دعویٰ ہے کہ مشق نے تمھیں نکما نہیں کیا ہے تو بتاؤ میں نے جینا پر کس طرح عمل کرایا ہے؟"

مَیں سوچ میں پڑ گیا۔ ہماری ٹیم میں اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ سونیا نے کس طرح اس پر عمل کرایا ہوگا۔ وہ بولی "خاموش کیوں ہو؟ مان لو کہ جینا نے تمھیں کسی کام کا نہیں چھوڑا ہے۔ سُنو، تم اُسے جانتے ہو، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا عاشق ہے، دیوانہ ہے۔"

میں نے چونک کر کہا "پرنس ڈیگر؟"

"ہاں، اب تم کہو گے کہ میں نے جینا کا بریین واش کرانے کے لیے پرنس پر بھروسا کیوں کیا؟"

"بے شک، ابھی تم نے کسی معاملے میں اُسے اچھی طرح آزمایا نہیں ہے۔ کیا آزمانے کے لیے جینا ہی ملی تھی؟"

"توبہ ہے، اتنی بھی دیوانگی اچھی نہیں ہوتی۔ تمھارے لبنان کے لیے کہہ دوں کہ پرنس دل و جاں سے میرا بابعدار ہے۔ میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ سپر ماسٹر کو چھوڑ کر میری طرف آئے گا تو میں بڑے بڑے اہم معاملات میں اُسے اپنے ساتھ رکھوں گی اور وہ میرے ساتھ ہے۔ کل ہم دونوں علی تیمور کے ساتھ نیویارک جا رہے ہیں۔"

"اوہ گاڈ! تم جا رہی ہو تو سپر ماسٹر کا کیا بنے گا؟"

وہ بولی "کسی کا کچھ بنے گا، کسی کا کچھ بگڑے گا، یہی ہوتا آیا ہے۔"

"کیا پرنس ڈیگر میرا اہم خٹکل ہی رہے گا؟"

"ہاں، سپر ماسٹر اور اُس کے آدمی اُسے برائن وُولف سمجھیں گے، وہ تمھارے پاسپورٹ پر سفر کر رہا ہے۔"

"تم دشمنوں کی توجہ جان بوجھ کر اُس کی طرف دلاؤ گی۔"

"اپنی طرف بھی متوجہ کر لوں گی کیونکہ اپنے اصل چہرے کے ساتھ رہوں گی۔ میں اور پرنس، سپر ماسٹر کے سامنے ڈالیں گے، حملے تو علی کرے گا۔"

فوج کے ہیڈ کوارٹر میں مختلف اسٹیٹس کے افسر اور فوج کے اعلیٰ افسران اپنی کاروں میں آ رہے تھے اور وائر کے دفتری کمرے میں پہنچ رہے تھے۔ اُس دفتر کے اطراف سخت پہرا تھا۔ کسی فوجی جوان اور چھوٹے بڑے افسر کو بھی اُدھر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ جب مطلوبہ حضرات اور اعلیٰ افسران جنرل وائر کے کمرے میں پہنچ گئے تو اردلی کو اندر سے بند کر دیا گیا۔ جنرل کا وہ کمرا ساؤنڈ پروف تھا۔

تمام افسران ترتیب سے رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جنرل وائر نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر باری باری سب پر نظر ڈالی پھر کہا "سپر ماسٹر اور اُس کے ساتھیوں کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کی ہیں۔"

ایک اسٹیٹ کے حاکم نے کہا "ہم اپنی مصروفیات چھوڑ کر آئے ہیں، کیا اُن معلومات کا تعلق ہم سے ہے؟"

جنرل نے کہا "بہت گہرا تعلق ہے۔ اگر میں نے اطلاع آپ تک نہ پہنچائی اور آپ بے خبر ہے تو آپ کے پاؤں تلے سے زمین سرک جائے گی۔"

"ایسی کیا تشویش ناک اطلاع ہے؟"

"سونیا اور برائن وُولف آج رات کی فلائٹ سے نیویارک پہنچ رہے ہیں۔"

"کیا واقعی؟"

کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ سب طرح طرح کے تبصرے کر رہے تھے۔ جنرل نے کہا "آپ جانتے ہیں کہ ہمارا بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ وہ بہت اندر کی خبر ہے۔ اُس نے کوئی دس گھنٹے پہلے اطلاع دی تھی کہ علی اور اُسے اچانک کہیں چلا گیا ہے اگر وہ بھیس بدل کر رُخ کرے گا تو اُسے ہمارے سفارت خانے سے آنے کا اجازت نامہ حاصل کرنا ہوگا۔"

ایک نے سوال کیا "بھیس بدلنے والے کو کیسے جانے گا؟"

"پہچاننا مشکل ہے پھر بھی احتیاطی تدابیر پر عمل کیا جا رہا ہے۔ ہمارے سفارت خانے سے نئے نہیں کیے جا رہے ہیں۔ شمالی اور جنوبی امریکا میں جتنے انٹرنیشنل ائرپورٹ اور بندرگاہیں ہیں، وہاں مسافروں کو سختی سے چیک کیا جائے گا۔ ہر جگہ اینٹی میک اَپ گیمرے نصب کر دیے گئے ہیں۔ خصوصاً جوان مسافروں پر کڑی نظر رکھی جائے گی۔ ہمارے جاسوس ان کی ٹوہ میں لگے رہیں گے۔ اُن کے فنگر پرنٹس حاصل کر کے علی تیمور کی انگلیوں کے نشانات سے موازنہ کیا جائے گا۔"

ایک نے کہا "یہ تمام احتیاطی تدابیر درست ہیں لیکن ہم نہیں جانتے کہ وہ آج آئے گا، کل آئے گا یا کس دن یہاں پہنچے گا۔ جب تک وہ نظروں میں نہیں آئے گا، تب تک کیا روزانہ ہزاروں مسافروں کی نگرانی ہوتی رہے گی؟"

"مجبوری ہے، ہمیں اس سانپ کے بچّے کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے ممکن اور ناممکن طریقوں پر عمل کرنا ہوگا۔"

ایک اسٹیٹ کے حاکم نے کہا "سیدھی سی بات ہے، سونیا اور برائن وُولف کو یہاں پہنچتے ہی گرفتار کر لیا جائے۔"

دوسرے نے کہا "وہ دونوں فرانس کے معزز شہری اور وی آئی پیز میں سرفہرست ہیں۔ ہماری خارجہ پالیسی فرانس سے اختلاف مول لینے کی اجازت نہیں دیتی۔"

"تو پھر انھیں نیویارک کے ائرپورٹ سے واپس بھیجا جا سکتا ہے۔"

"ہم انھیں واپس بھیج کر بہت بڑی غلطی کریں گے۔ وہ دونوں بھیس بدل کر دوسرے ہی دن یہاں پہنچ جائیں گے۔ پھر علی تیمور کی طرح انھیں بھی پہچاننے کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔"

بات معقول تھی۔ سب تائید کرنے لگے کہ سونیا اور برائن وُولف کو یہاں خوش آمدید کہا جائے۔ ایک نے کہا "سرکاری طور پر اُن کی پذیرائی کی جائے۔ انھیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جائے۔ اس طرح ہمیں اُن کی دن رات کی مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔"

دوسرے نے کہا "اگر علی تیمور یہاں آ رہا ہے یا آ چکا ہے تو سونیا کسی نہ کسی طرح اُس سے رابطہ کرے گی۔"

پہلے نے کہا "سونیا کو رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ وُولف خیال خوانی کے ذریعے سونیا کا پیغام علی کو پہنچایا کرے گا۔"

کرنل چیکب وال نے کہا "کسی موقع پر وُولف کو مصلوب میں ڈال دیا جائے اور سونیا کو دوسری طرف مصروف رکھا جائے تو علی، وُولف کی مدد کو ضرور آئے گا۔"

جنرل نے کہا "ہم ایسی چالیں چلیں گے۔ کرنل چیکب وال! مَیں سب سے پہلے جو چال چلنے والا ہُوں، وہ چال تمھارے گھر سے شروع ہوگی۔"

کرنل نے پوچھا "آپ کرنا کیا چاہتے ہیں؟"

"تمھاری بیٹی جوراجوری کی ایک ڈمی تیار ہو رہی ہے، وہ ڈمی تمھاری بیٹی کی حیثیت سے تمھارے ساتھ رہے گی۔ علی تیمور جوان ہے اور جوراجوری حسین ہے۔ اُس کی ڈمی اُسے پھانسے گی۔ کس طرح پھانسے گی اور کیسا ڈراما پلے کیا جائے گا، یہ سب کچھ ڈمی کو اچھی طرح سکھایا جا رہا ہے۔"

"جنرل! تم ایسی بَردست چالیں پہلے نہیں چلتے تھے۔"

"مَیں اب بھی اپنی طرف سے کوئی قدم نہیں اُٹھا رہا ہُوں۔ یہ ہمارے نئے سپر ماسٹر ارے رے کی پلاننگ ہے۔ وہ پیرس میں بیٹھا ہُوا اپنے سارے منصوبے مجھ تک پہنچاتا رہتا ہے۔ اس کے ایک منصوبے کے مطابق ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف پناہ گاہوں میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں تک سونیا وغیرہ کی رسائی ناممکن بنا دی گئی ہے۔ اس کے دوسرے منصوبے کے مطابق اگر علی تیمور میک اَپ کے باوجود پہچان لیا جائے تو اُسے بے نقاب نہ کیا جائے بلکہ اسی میک اَپ میں اسے گولی مار دی جائے۔ ہمارے پاس صفائی پیش کرنے کے لیے یہ جواز رہے گا کہ ہم نے ایک بہروپیے کو مقابلے میں مارا ہے ہم نہیں جانتے تھے کہ وہ علی تیمور ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جنرل وائر نے ریسیور اُٹھا کر ہیلو کہا پھر دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔ اس کے بعد ریسیور رکھ کر کہا "معزز حاضرین! ہمارے ملک کو پہلی بار ایسا زبردست سپر ماسٹر نصیب ہُوا ہے، جس کی معلومات کبھی غلط نہیں ہوں گی اور جس کا منصوبہ کبھی ناکام نہیں ہوگا۔ ابھی ہمارے ایک جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ جس طیارے میں سونیا اور وُولف سفر کر رہے تھے، وہ نیویارک ائرپورٹ پر پہنچ گیا ہے۔ آپ یہاں بیٹھے بیٹھے سونیا اور برائن وُولف کو دیکھ سکتے ہیں۔"

اُس نے ایک ریموٹ کنٹرول اُٹھا کر ٹی وی کو آن کیا۔ چھتیس انچ کے اسکرین پر ائرپورٹ کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ ایک طیارے کی سیڑھیوں سے مسافر اُتر رہے تھے اور ان کے درمیان سونیا صاف طور سے نظر آ رہی تھی اور فرہاد کا ہم شکل وُولف بھی آسانی سے پہچانا جا رہا تھا۔ بے شک نیا سپر ماسٹر ارے رے نہایت خطرناک ثابت ہو رہا تھا۔ صحیح

معنوں میں آستین کا سانپ تھا۔ وہ سونیا جو دشمنوں کو نقاب میں بھی پہچان لیتی تھی، اُس نے بھی شاید سپر ماسٹر ارے رے کو نہیں پہچانا تھا۔

ویسے بھی سونیا کے لیے پہچاننا اتنا ضروری نہیں ہے جتنا فریب سے بچنا ضروری ہے۔ یہ بات ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ وہ فریب کھانے کیوں چلی آئی ہے؟

طارے کی سیڑھی کے پاس دو سرکاری افسر کھڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے آگے بڑھ کر سونیا اور وُولف کو مخاطب کیا۔ اپنا تعارف کراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پہلے تو وہ دونوں چونکے پھر مسکرا کر مصافحہ کرنے لگے۔ سونیا نے پوچھا "آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟"

ایک افسر نے کہا "آپ جب تک یہاں رہیں گے، یہاں کی سرکار آپ کی میزبان رہے گی۔"

ایک فوٹو گرافر مختلف زاویوں سے ان کی تصویریں اُتار رہا تھا۔ وہ دونوں سرکاری افسروں کے ساتھ چلتے ہوئے ایئرپورٹ کی عمارت میں داخل ہوئے۔ داخلی دروازے پر رسٹی میک اپ کیے کھڑا تھا۔ وہ کیمرے کے سامنے سے گزر گئے۔ اس کے ایک منٹ کے اندر ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جنرل نے ریسیور اُٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے جاسوس کی آواز آئی "سر... زبردست دھوکا ہو رہا ہے، وہ سونیا نہیں ہے۔"

جنرل وائز نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"یس سر! اینٹی میک اپ کیمرے نے بڑے سے اسکرین پر دکھایا ہے، سونیا کے میک اَپ کے پیچھے ایک اجنبی لڑکی ہے۔"

"کیا اُس ڈمی سونیا کو روکا گیا ہے؟"

"جی نہیں، آپ کے حکم کا انتظار ہے۔"

"اُسے نہ روکا جائے، نہ ٹوکا جائے، نہ شبے کی نظروں سے دیکھا جائے۔ اُسے سونیا ہی کی طرح وی آئی پی ٹریٹمنٹ دو۔"

اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ ایک نے پوچھا "کیا وہ ڈمی سونیا ہے؟"

"ہاں، وہ ہمیں احمق سمجھ رہی ہے، ہم اُسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنے کے لیے اُس کی ڈمی کو سونیا سمجھتے رہیں گے۔"

"اس کا فائدہ کیا ہوگا؟"

جنرل وائز نے فیکس مشین کے ذریعے سپر ماسٹر ارے رے کو موجودہ حالات کی تفصیلی رپورٹ بھیجنے لگا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اس رپورٹ کا جواب موصول ہوا۔ سپر ماسٹر ارے رے نے لکھا تھا "میں فوری طور پر آپ کی رپورٹ پڑھ نہ سکا، دوسری جگہ مصروف تھا۔ یہ کہیں یقین سے کہتا ہوں، سونیا پیرس میں نہیں اپنی ڈمی کو وُولف کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس میں اُس کی عام چال ہے۔ خود بھی یہاں سے جا چکی ہے۔ صاف ظاہر ہے ہمارے ملک میں بھیس بدل کر رہے گی۔ اپنی ڈمی کو آپ لوگوں کے سامنے رکھ کر پس پردہ اپنا کام کر جائے گی۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی کی۔ ائرپورٹ میں ڈمی سونیا اور وُولف کا استقبال نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس طرح سونیا سمجھ لے گی ان کی آمد کی اطلاع پہلے ہی آپ کو مل گئی تھی۔ اس خوش فہم عورت کو یہ سوچنے کا موقع نہ دیں کہ میں گھر کا بھیدی لنکا ڈھا رہا ہوں۔ سونیا اور علی کو ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کریں، ویٹس آل۔"

جنرل نے اُسے پڑھ کر سُنایا۔ سب لوگ پریشانی ظاہر کرنے لگے۔ پہلے علی تیمور کو ڈھونڈ نکالنے کا مسئلہ تھا۔ اب سونیا روپوش ہو کر دہشت بن گئی تھی۔ کرنل نے کہا "اگر وہ جلد ہی ہماری نظروں میں نہ آئی تو ہماری نیندیں حرام ہو جائیں گی۔ ویسے ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ وہ یہاں آ چکی ہے۔"

"یقین نہ کرنے کی کون سی بات ہے۔"

"تمام ائرپورٹ اور بندرگاہوں میں اینٹی میک اَپ کیمرے نصب کیے گئے ہیں۔ کہیں سے یہ رپورٹ نہیں آئی ہے۔ سونیا اور علی میک اَپ میں یہاں پہنچ گئے ہیں جب ائرپورٹ سے ڈمی سونیا کی رپورٹ آ سکتی ہے تو اصلی سونیا اور علی کی بھی رپورٹ آنی چاہیے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دونوں ابھی یہاں نہیں پہنچے ہیں۔"

جنرل نے کہا "سپر ماسٹر ارے رے صاف طور پر کہہ رہا ہے، سونیا پیرس سے جا چکی ہے اگر اینٹی میک اَپ کیمروں کی رپورٹ نہ آئے تو اس کا مطلب ہوگا، وہ دونوں ماں بیٹے پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرے بدل کر آ چکے ہیں۔"

ایک نے کہا "بہرحال میں ہماری کنفیوژن بڑھتی جا رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہم سے ٹکر لینے والی دوسری طاقتیں ہمارے لیے اتنی دردِ سر نہیں ہوتیں جتنی یہ سونیا ہو جایا کرتی ہے۔"

"ہم اس مسئلے پر جتنا بولیں گے اتنا ہی اُلجھتے جائیں گے۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ ہم اپنی اپنی اسٹیٹ میں قطاط مشکوک افراد کی سختی سے چیکنگ کرتے رہیں اور ایک دوسرے سے برابر رابطہ رکھیں۔ ہم یقیناً ایک دوسرے کی مدد سے ان ماں بیٹے تک پہنچ جائیں گے۔ میں آپ تمام لوگوں کی قابلیت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آج کی میٹنگ برخاست کرتا ہوں۔ ایک بار پھر شکریہ۔"

وہ سب اُٹھنا چاہتے تھے کہ فون کی گھنٹی سُن کر اُدھر دیکھنے لگے۔ جنرل نے ریسیور اُٹھایا۔ ایک جاسوس کی آواز آئی "سر! ٹی وی اسکرین پر دیکھیں۔"

جنرل نے ریموٹ کنٹرول اُٹھا کر ٹی وی کو آن کیا۔ اسکرین پر ڈمی سونیا اور وُولف نظر آ رہے تھے۔ وہ ایک ایسے بنگلے میں پہنچ گئے تھے جو سرکاری طور پر ان کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ ان کی حقیقت معلوم کرنے اور ان کی باتیں سُننے کے لیے ایسے آلات خفیہ طور پر لگائے گئے تھے جہاں ان کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔

ڈمی سونیا ایک بیڈروم میں تھی۔ سنگھار میز کے آئینے کے سامنے بیٹھی ہوئی اپنے چہرے پر پروفیشنگ کریم کا مساج کر رہی تھی جس کے نتیجے میں سونیا کا میک اَپ اُترتا جا رہا تھا اور ایک اجنبی لڑکی کا چہرہ ظاہر ہوتا جا رہا تھا۔ برائن وُولف نے اُس سے کہا "اسے صاف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیٹی ماسک اُتار دو۔"

وہ بولی "ماسک اُتارنے کے بعد بھی اسے صاف کر کے رکھنا ہوگا۔ یہ پھر کسی وقت کام آئے گا۔"

اُدھر اسکرین پر باتیں ہو رہی تھیں۔ اِدھر جنرل اپنے لوگوں سے کہہ رہا تھا "تعجب ہے، یہ لڑکی سونیا بن کر آئی، پھر سونیا کا میک اَپ کیوں اُتار رہی ہے، کیا اسے اندیشہ نہیں کہ ہم سونیا کے پاسپورٹ کے مطابق اس کا محاسبہ کریں گے۔"

کرنل نے اسکرین کی طرف انگلی اُٹھا کر کہا "یہ وہ دیکھو اجنبی لڑکی کا چہرہ بھی اصلی نہیں ہے، وہ ماسک پہنے ہوئے ہے۔"

سب نے دیکھا۔ برائن وُولف لڑکی کی گردن سے ماسک کا جوڑ کھول رہا تھا۔ جیسے ہی وہ جوڑ کھلا اور ماسک چہرے سے الگ ہوا، سب کے مُنہ حیرت سے کھل گئے۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اسکرین پر سونیا کو دیکھ رہے تھے یعنی عجیب چکر تھا۔ دوسرے میک اَپ کے پیچھے سے اصلی سونیا ظاہر ہو رہی تھی۔

بات سمجھ میں آ گئی تھی۔ سونیا نے اپنے اصلی چہرے پر ایک اجنبی لڑکی کا ماسک چڑھایا تھا پھر اُس ماسک پر سونیا کا میک اَپ کرایا گیا تھا۔ اینٹی میک اَپ کیمروں کے لینز اوپری میک اَپ کے آر پار جو چہرہ ہوتا ہے اُسے دکھاتے ہیں، تہ در تہ میک اَپ کے آر پار پہنچنے والا کوئی لینس ابھی کسی ملک میں نہیں ہے۔

سبھی نظریں اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ سونیا ہنستے ہوئے وُولف کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہہ رہی تھی "کیسا چکر دیا، اب دُشمن مجھے ڈمی سونیا سمجھ کر نظر انداز کرتے رہیں گے اور اصلی سونیا کے متعلق معلومات حاصل کرتے پھریں گے۔ انھیں یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ جسے ڈمی سمجھ رہے ہیں، وہی اصلی ہے۔"

برائن وُولف بھی ہنستے ہوئے بولا "تمھارا جواب نہیں ہے سونیا! دُشمنوں کو ایسے چکر دیتی ہو کہ پانی سر سے گزرنے کے بعد ہی انھیں ہوش آتا ہے۔"

وہ سر اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی "یہاں خفیہ آلات نظر نہیں آ رہے ہیں، شاید انھیں ہماری آمد کی اچانک اطلاع ملی ہوگی، اس لیے یہاں آلات چھپا کر رکھنے کا موقع نہیں ملا ہوگا لیکن ہماری عدم موجودگی میں وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ ہماری باتیں سُن سکتے ہیں۔ آیندہ تم خاص باتیں خیال خوانی کے ذریعے کرو گے۔"

پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر سوٹ کیس سے کپڑے نکال کر باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے بولی "میں غسل کرنے جا رہی ہوں، تم خیال خوانی کے ذریعے ضروری معلومات حاصل کرو۔"

وہ چلی گئی۔ وُولف ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر خلا میں تکنے لگا۔ اس کا مطلب تھا وہ کسی سے دماغی رابطہ قائم کر رہا ہے، جس سے رابطہ کیا جا رہا ہے، وہ علی تیمور بھی ہو سکتا تھا۔ ایک اسٹیٹ کے حاکم نے اُسے اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہا "کاش! ہم معلوم کر سکتے کہ وہ سوچ کے ذریعے کس سے باتیں کر رہا ہے۔"

جنرل نے کہا "یہ ہمارے لیے مایوس ہونے کا نہیں بلکہ جشن منانے کا موقع ہے۔ سونیا اپنی تمام ترمکاریوں کے ساتھ بے نقاب ہو گئی ہے۔"

ایک نے خوشی سے کہا "رفتہ رفتہ ہماری جیت ہو رہی ہے۔ ہمارے سروں سے سونیا کو ڈھونڈ نکالنے کا بوجھ اُتر گیا ہے۔"

دوسرے نے کہا "ایک علی تیمور رہ گیا ہے، وہ بھی زیادہ دیر چھپا نہیں رہ سکے گا۔ ہمارا سپر ماسٹر واقعی باکمال اور بروقت صحیح اقدامات کرنے والا مردِ آہن ہے۔ اس کی ذہانت سے سونیا کی مکاریاں ناکام ہو رہی ہیں۔"

وہ سب خوش تھے اور مطمئن تھے کہ سونیا خوش فہمی میں رہ کر کوئی ایسا قدم اُٹھائے گی جو انھیں علی تیمور تک لے جائے گا۔

اُدھر برائن وُولف (پرنس ڈریگر) خیال خوانی کے ذریعے

کہیں دُور نہیں گیا تھا۔ اسی کمرے کے باتھ روم میں سونیا کے پاس پہنچا ہُوا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا "تمھاری بہت سی حرکتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ جب اینٹی میک اپ کیمرا تمھیں ڈمی سونیا ثابت کر چکا تھا تو تم خود کو اصلی روپ میں کیوں لے آئی ہو؟ تمھاری یہ تمام حرکتیں دُور کہیں اسکرین پر دیکھی گئی ہوں گی اور ہماری باتیں بھی سُنی گئی ہوں گی۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی "اگرچہ یہاں خفیہ کیمرے اور مائک نظر نہیں آ رہے ہیں۔ تاہم یہ موٹی سی عقل میں آنے والی بات ہے کہ انھیں میری آمد کی اطلاع بہت پہلے مل چکی تھی۔ انھوں نے میری باتوں کو سُننے اور حرکتوں کو دیکھنے کے انتظامات ضرور کیے ہوں گے۔"

"لیکن تم نے اپنی اصلیت کیوں ظاہر کی؟"

"اس کا جواب پھر کبھی دوں گی۔"

"ابھی کیوں نہیں؟"

"میں نے اپنی اس مہم میں تمھیں شریک کرتے وقت کہا تھا کہ جب تک خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی، اُس وقت تک میں کچھ باتیں صرف اپنی ذات تک محدود رکھتی ہوں۔ فرہاد کے ساتھ بھی یہی ہوتا تھا۔ اہم دونوں ایک دوسرے سے اہم باتیں چُھپاتے تھے۔ اس کے بڑے فائدے ہیں۔ پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ راز کو جس قدر راز رکھا جائے، اُسی قدر تحفظ یقینی ہوتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ کہ ہم میں سے کسی کا بھی دماغ دُشمنوں کی چال سے کمزور ہو گا اور دُشمن خیال خوانی کرنے والا ہمارے اندر پہنچے گا تو اُسے بہت کچھ معلوم ہو جائے گا لیکن وہ راز نہیں معلوم ہو گا جو میں نے تم سے چُھپایا ہے یا تم مجھ سے چُھپاؤ گے۔"

"ہاں اس پہلو سے تمھاری رازداری درست ہے۔"

"اب جاؤ، میں غسل کرنے کے لیے لباس اُتاروں گی۔"

"ہائے تم نے کیا کہہ دیا۔ اب میں تصور میں نہ جانے کہاں کہاں پہنچتا رہوں گا۔"

"بے شرمی کی باتیں نہ کرو، ورنہ سانس روک لوں گی۔"

"بھگانے سے پہلے اتنا بتا دو، مجھے کب تک تڑپاتی رہو گی؟"

اُس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ایک سرد آہ بھر کر سوچنے لگا۔ موجودہ مہم کے دوران ایسے کارنامے انجام دوں گا کہ وہ خوشی سے کھنچی ہوئی خود ہی میرے بازوؤں میں آ جائے گی۔"

ساری دُنیا کو فتح کرنا آسان ہو سکتا تھا لیکن سونیا کو فتح کرنا تقریباً ناممکن تھا لیکن پرنس دھیرے دھیرے اس کا دل جیتنے کے قریب آ گیا تھا۔ اتنا قریب کہ اب وہ دونوں ایک ہی جگہ میں رہنے والے تھے اور آج کی رات آنے تک شاید وہ ایک ہی بیڈ روم میں ہوتے۔ ایسی ناقابلِ تسخیر، مشہور و معروف تیز طرار عورت کو اپنے بازوؤں میں جکڑنے اور اُسے گلے لگانے کے تصور میں اتنی مسرتیں بھری ہوئی تھیں کہ آرزوؤں اور جذبوں کے ہجوم میں اُس کا مُنہ کھل گیا تھا، دیدے پھیل گئے تھے اور وہ ساکت بیٹھا خلاء میں تک رہا تھا۔ اُسے اپنے آس پاس کی دُنیا کی کوئی خبر نہ تھی، خود اپنا ہوش نہ تھا۔ ایسے ہی وقت گولی چلنے کی آواز آئی۔ وہ گولی کھڑکی کا شیشہ توڑتی ہوئی اُس قریب سے گزر کر دیوار میں گھس گئی۔ وہ اُچھل کر صوفے پر سے فرش پر آ گرا۔ اُس کے تمام خواب چکنا چُور ہو گئے۔ وہ رینگتا ہوا کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشے کی طرف دیکھتا ہوا ایک دیوار کی آڑ میں چلا گیا۔ سونیا اُس سے پہلے ہی باتھ رُوم سے نکل کر سیڑھیاں چڑھتی ہوئی چھت پر چلی گئی تھی۔ بنگلے کے اطراف نگرانی کرنے والے سرکاری محافظ اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے۔ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ گولی کس نے چلائی اور کس پر چلائی؟ اتنے سخت پہرے کے باوجود کس نے ایسی جُرأت کی؟

سونیا دوڑتی ہوئی چھت پر آئی۔ وہاں ایک افسر و سپاہیوں کے ساتھ تھا۔ اُس نے پوچھا "تم یہاں کیوں آئی ہو؟"

وہ ناگواری سے بولی "میرے سامنے ہی پر گولی چلائی ہے اور مجھ سے پوچھتے ہو، یہاں کیوں آئی ہو؟ یہ بتاؤ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ کیا تم نے اس بلندی سے کسی مشکوک آدمی کو بھاگتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟"

"مادام! اگر دیکھ لیتا تو یہاں آرام سے نہ رہتا۔"

"چونکہ نہیں دیکھا ہے اس لیے آرام فرما رہے ہو۔"

"مادام! تم میری انسلٹ کر رہی ہو۔"

"اس سے بڑی انسلٹ اور کیا ہو گی کہ میں ابھی تمھارے دو دی اُتروا دوں۔ مجھے ٹرانسمٹر دو، میں ابھی سپر ماسٹر سے بات کرتی ہوں۔"

وہ نرم پڑ گیا "پلیز غصہ تھوک دیں، میں اعلیٰ افسران کو فائرنگ کے سلسلے میں اطلاع دے چکا ہوں۔" وہ اِدھر آ پہنچا۔ سونیا نے پوچھا "تم نے چھت کے کنارے چاروں طرف گھوم کر دیکھا تھا۔ فائرنگ کے بعد کوئی بھاگتا ہُوا دکھائی نہیں دیا۔"

"اس کا مطلب ہے، قاتل اسی بنگلے کے احاطے میں چُھپا ہُوا ہے؟"

انھوں نے چھت کے کنارے آ کر دیکھا۔ دو کاریں اور دو مسلح فوجیوں سے بھری ہوئی گاڑیاں مین گیٹ پر آئی تھیں اور کھلے ہوئے گیٹ سے گزر کر بنگلے کے پورچ میں جا رہی تھیں۔ سونیا، اُس افسر کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی سیڑھیاں اُترتی ہوئی ڈی لاؤنج میں آئی۔ پرنس کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے کہا "جس نے تم پر گولی چلائی ہے، میں اُسے ابھی ڈھونڈ نکالوں گی، وہ میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گا۔"

پرنس اُس کے ساتھ باہر آیا۔ باہر سے آنے والے افسران نے کہا "مسٹر وُولف آپ کا اِدھر نہیں آنا چاہیے۔"

سونیا نے پوچھا "کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اور وُولف اس چار دیواری میں قید رہیں۔ کیا یہ آپ لوگوں کی پلاننگ ہے کہ ہمیں دہشت زدہ کر کے یہاں کی چار دیواری تک محدود کر دیا جائے؟ اگر یہ آپ کی پلاننگ نہیں ہے تو اتنے پہرداروں کی موجودگی میں کس نے گولی چلائی ہے؟ وہ گولی چلانے والا کسی کو نظر کیوں نہیں آیا؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مادام! آپ بہت غصے میں ہیں اور آپ کا غصہ بجا ہے مگر ہم ابھی آئے ہیں، پلیز ہمیں حالات کو سمجھنے دیں۔"

اُسی وقت دو فوجی جوان ایک سپاہی کو پکڑ کر لائے ایک جوان نے کہا "سر! اسی پہرے دار نے گولی چلائی ہے۔"

اعلیٰ افسر نے حیرانی سے پوچھا "تم نے محافظ ہو کر گولی چلائی تھی؟"

وہ پریشان تھا، سہما ہُوا بھی تھا۔ کہنے لگا "نہیں جناب! میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔"

اُسے پکڑ کر لانے والے جوان نے ڈانٹ کر کہا "جھوٹ مت بولو۔ میں نے تمھاری رائفل کی نال سونگھی تھی۔ یہاں کے تمام پہرے دار گواہ ہیں، میں نے ہر ایک کے ریوالور اور رائفل کو سونگھ کر دیکھا تھا، تمھاری رائفل کی نال ہلکی گرم تھی۔"

تمام افسران اُس سپاہی کو گھور کر دیکھنے لگے۔ سونیا نے کہا "ابھی اس کا جھوٹ سچ معلوم ہو جائے گا۔ وُولف! تم اس کے دماغ میں جاؤ۔"

وُولف (پرنس) اُسے تکنے لگا۔ سپاہی سہما ہُوا اُسے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وُولف نے پوچھا "تم پہرا دیتے وقت اس کھڑکی کے سامنے سے گزرتے ہوئے گئے تھے اور تم نے مجھے ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا؟"

"جی ہاں، میں نے آپ کو دیکھا تھا۔"

"تمھارے دماغ میں یہ بات آئی کہ رائفل اُٹھا کر مجھ پر گولی چلاؤ۔"

"آں... ہاں مگر میں نے گولی نہیں چلائی۔"

"تم نے نہیں چلائی لیکن تمھارے اندر ایسا ارادہ پیدا ہُوا تھا مگر تم اس کھڑکی سے آگے بڑھ گئے تھے۔"

"جی ہاں، ارادہ پیدا ہُوا تھا مگر میں نے گولی نہیں چلائی، جلدی سے اُدھر چلا گیا تھا۔"

"اُدھر جانے کے بعد تمھیں ہوش نہیں رہا۔ جب ہوش آیا تو تم پھر اس کھڑکی کے سامنے تھے۔ تمھاری رائفل سے گولی چل چکی تھی اور تم گھبرا رہے تھے کہ یہ کیسے ہو گیا؟"

سپاہی نے کہا "آپ درست کہہ رہے ہیں۔ میں نے سوچا کوئی میری بات کا یقین نہیں کرے گا۔ میں نے قاتلانہ حملہ نہیں کیا ہے پھر بھی قاتل یا دُشمن سمجھا جاؤں گا۔ میں اپنے بچوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ....."

پرنس نے ہاتھ اُٹھا کر کہا "قسم نہ کھاؤ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم بے قصور ہو۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تمھارے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اس کا مطلب ہے، یہ سپاہی اُس کا آلۂ کار ہے۔"

پرنس نے کہا "نہیں، یہ بے چارہ کسی خیال خوانی کرنے والے کو نہیں جانتا ہے۔ کسی نے چُپکے سے اس کے دماغ میں آ کر مجھ پر حملہ کیا پھر ناکام ہوتے ہی چلا گیا۔"

سونیا نے کہا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے، اُس نے دوسرا حملہ کیوں نہیں کیا؟ ابھی اتنے افراد میں سے کسی کے بھی دماغ میں آ کر ہمیں قتل کر سکتا ہے پھر وہ ایسا کیوں نہیں کر رہا ہے؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہاں کسی وقت بھی حملہ ہو سکتا ہے، ہمیں اندر چلنا چاہیے۔"

سونیا نے کہا "مجھے اور وُولف کو خوفزدہ ہونا چاہیے لیکن میں مطمئن ہوں۔ ابھی اتنی جلدی حملہ نہیں ہو گا اور نہ ہی ہمیں قتل کیا جائے گا کیونکہ گولی چلانے کا مقصد محض ہمیں دھمکی دینا تھی کہ یہاں ہم محفوظ نہیں ہیں۔ بنگلے سے باہر آزادانہ گھومنے جائیں گے تو آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کہیں بھی ہمارا کام تمام کر دیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے سخت لہجے میں کہا "مادام! آپ ہمیں آرڈر نہیں دے سکتیں۔"

"افسر! اپنا لہجہ درست کرو، اور مجھ سے معافی مانگو، یہ

تمہارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے کہ میرے سامنے کھڑے ہوئے ہو۔ میں حکم دیتی ہوں، بنگلے کے اندر قدم نہ رکھنا۔ میں صرف تمہارے سپرنٹنڈنٹ یا فوج کے جنرل یا کسی اعلیٰ حاکم سے گفتگو کروں گی، کم آن وولف! اندر چلو۔"

وہ پرنس کا ہاتھ تھام کر بنگلے کے اندر آئی۔ اعلیٰ افسران اور تمام سپاہی گم صم کھڑے رہ گئے۔ انھیں سختی سے حکم دیا گیا تھا کہ وہ سونیا کو شکایت کا موقع نہ دیں۔ بظاہر اس کی خاطر تواضع کریں۔ دبی پردہ سختی سے نگرانی کریں، وہ کہاں جاتی ہے، کس سے ملتی ہے اور کیا کرتی پھرتی ہے؟ اس سلسلے میں اس کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھی جائے اور سپرنٹنڈنٹ کو اس کے بارے میں پل پل کی خبر دی جائے۔

جب سپرنٹنڈنٹ اسے کو خبر ہوئی تو اس نے جنرل سے پوچھا "یہ کیسے ہو گیا؟ کیا یہ ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حرکت ہے؟"

جنرل نے کہا "ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے حکم کے بغیر کبھی ایسا نہیں کرے گا۔ یہ مکار سونیا کی کوئی چال ہے۔"

"دشمن کو الزام دینے سے پہلے اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، ہمیں خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔ ہمارا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کے حکم کے بغیر کوئی بھی حرکت اسی طرح کر سکتا ہے جس طرح اب سے پہلے ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کر چکے ہیں۔ ہم انھیں باغی ہونے اور اپنا ساتھ چھوڑنے سے نہیں روک سکتے۔"

"تم درست کہتے ہو مگر ہمارا کوئی آدمی وولف یا سونیا پر حملہ کیوں کرے گا؟"

"اس لیے کہ سونیا اپنے چیلنج کے مطابق ایک خیال خوانی کرنے والے کو ہلاک کر چکی ہے۔ دعویٰ ہے کہ وہ دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو بھی جانتی ہے۔ ایسے میں وہ یہاں پہنچ گئی ہے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ خوف ہے کہ وہ کسی کے پاس بھی کسی وقت بھی موت بن کر پہنچ سکتی ہے، اس لیے کسی نے اپنی عقل کے مطابق اپنے ہی پہرے دار کے ذریعے گولی چلا دی۔"

جنرل نے کہا "ایسا ممکن ہے۔ ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی نادانی ہو سکتی ہے مگر دوسرے پہلو پر بھی غور کرو۔ سونیا کے پاس دو خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ ایک وولف اور دوسرا پرنس ڈیگر۔ اس نے ہمیں چکر دینے کے لیے وولف کو ایک پہرے دار کے دماغ میں پہنچایا ہو گا اور اس کے ذریعے وولف پر ناکام حملہ کرایا ہو گا۔"

"بے شک، وہ جان بوجھ کر ناکام حملہ کرا سکتی ہے۔ نائب سپرنٹنڈنٹ کو سونیا کے پاس بھیج دیں۔ جس طرح وہ ہم پر الزام لگا رہی ہے، نائب بھی اسی طرح اس پر الزامات عائد کرے گا اور اس سے یہ ملک چھوڑ کر جانے کی درخواست کرے گا۔"

"کیا تم چاہتے ہو کہ وہ چلی جائے؟"

"ہمارے چاہنے سے وہ نہیں جائے گی۔ وہ ہڈی کی طرح گلے میں اٹکی ہوئی ہے۔ اگر وہ ہماری زمین پر ماری گئی تو پارس اور علی تیمور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے یہاں تباہی مچا دیں گے۔ ہمیں پچھلے نقصانات کو یاد رکھنا چاہیے اور اگر وہ زیادہ عرصہ رہے گی تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والا کے لیے موت بن جائے گی۔ ویسے فی الحال اطمینان ہے کہ وہ پوری طرح ہماری نظروں میں رہا کرے گی۔"

آدھے گھنٹے بعد نائب سپرنٹنڈنٹ سونیا سے ملاقات کرنے کے لیے بنگلے میں آیا۔ وہ الزام دینا چاہتا تھا کہ سونیا نے جان بوجھ کر اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے دوسرے خیال خوانی کرنے والے پر ناکام حملہ کرایا ہے۔ اس سے پہلے وہ بولی۔

"مسٹر نائب سپرنٹنڈنٹ! میں نے اعلیٰ افسران کے سامنے خود آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر الزام لگایا تھا۔ حملہ آپ لوگوں کی طرف سے نہیں ہوا ہے۔"

"پھر؟" وہ مسکرا کر بولا "یہ آپ کی کوئی چال تھی؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "میری کیا چال ہو سکتی ہے؟"

"آپ ہمیں کس طرح الجھانا چاہتی ہیں گی؟"

"کیا الجھانے والی اعتراف کرے گی کہ حملہ آپ لوگوں کی طرف سے نہیں ہوا ہے؟"

"پھر کس نے حملہ کیا تھا؟"

"آگے کوئی بات کرنے سے پہلے مجھ پر سے الزام واپس لیں۔ میں نے کوئی چال نہیں چلی ہے۔ آپ معذرت طلب کریں یا پھر یہاں سے چلے جائیں۔"

"سوری مادام! میں معذرت چاہتا ہوں۔ آپ میری الجھن دور کریں، حملہ کس نے کیا تھا؟ کیا آپ پاسکل بوبا کا نام لیں گی؟"

"ہاں، وہ وولف کے پیچھے پڑ گیا ہے کیونکہ وولف نے ان کی ایک سیکرٹ ایجنٹ جینا کو حکومت فرانس کے حوالے کر دیا ہے۔ ماسک مین نے دھمکی دی ہے اگر جینا کا برین واش کیا جائے گا اور اسے رہا نہیں کیا جائے گا تو وہ وولف

کو چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے۔ پاسکل بوبا کہیں بھی وولف کو گولی مار سکتا ہے۔"

نائب نے پوچھا "اس نے وولف پر ناکام حملہ کیوں کیا تھا؟"

"یہ بات ہوئی سی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ وولف مر جائے گا تو پاسکل کسے ہماری کمزوری بنا کر جینا کو رہائی دلائے گا۔"

"اوہ، اب سمجھ میں آیا، یہ آپ کا اور ماسک مین کا جھگڑا ہے۔ باقی دی وے، یہاں آپ کا قیام کب تک رہے گا؟"

"کیا آپ بھگانا چاہتے ہیں؟"

وہ بولا "دوست کو کوئی نہیں بھگاتا اور دشمن کو کوئی برداشت نہیں کرتا۔ آپ واضح کریں دوست بن کر آئی ہیں یا دشمن بن کر؟"

"دنیا کے ہر ملک میں ہر شہر میں دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی۔ جن میں ذہانت ہوتی ہے، وہ دشمن کو دوست بنا لیتے ہیں، جو عقل سے پیدل ہوتے ہیں، وہ دوست کو دشمن بنا لیتے ہیں۔ یہ تو آپ بہتر جانتے ہیں کہ مجھے کیا بنایا گیا ہے۔"

"آپ سے باتوں میں جیتنا بہت مشکل ہے۔ میں صاف صاف پوچھتا ہوں، آپ ہمارے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے، میں تعداد نہیں بتا سکتی۔"

"کیا آپ اعتراف کریں گی کہ آپ انھیں ہلاک کرنے آئی ہیں؟"

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں خواہ مخواہ کیوں کسی کو ہلاک کروں گی؟"

"آپ قسم کھا سکتی ہیں؟"

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر قسم کھاتی ہوں اور وعدہ کرتی ہوں آپ کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جانی، جسمانی اور دماغی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

پرنس کے کمرے میں آ کر نائب سپرنٹنڈنٹ سے معافی مانگتے ہوئے کہا "آپ کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے میں بھی خدا کو حاضر و ناظر جان کر وعدہ کرتا ہوں، آپ کے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مجھ سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

نائب نے مسکرا کر کہا "میں آپ دونوں کی قسموں اور وعدوں کو خوب سمجھ رہا ہوں۔ بے شک آپ اپنے وعدوں پر قائم رہیں گے۔ لیکن علی تیمور کے ذریعے نقصان پہنچاتے رہیں گے۔"

"علی تیمور؟" سونیا نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا "کیا علی یہاں آیا ہوا ہے؟"

"آپ انجان بن رہی ہیں۔"

"آپ دوست بننے والوں پر بے اعتمادی ظاہر کر کے مایوس کر رہے ہیں۔ اول تو میں علی کے متعلق قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اس کی یہاں موجودگی کا مجھے علم نہیں ہے۔ دوم یہ کہ علی تیمور آپ کو نقصان پہنچائے یا نہ پہنچائے، یہ اس کا فعل ہے۔ ہماری قسموں اور وعدوں کا اس سے کیا تعلق؟"

"ایک بار پھر معذرت چاہتا ہوں۔ ہمارے لیے یہی بات اطمینان بخش ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آپ سے اور مسٹر وولف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ شکریہ۔"

وہ کسی حد تک مطمئن ہو کر اٹھ گیا پھر ان سے مصافحہ کر کے چلا گیا۔ پرنس نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے پوچھا "انھیں یہ شبہ کیوں ہے کہ ہم ان کے خیال خوانی کرنے والوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں؟"

"ہمارے اور ان کے درمیان دوستی نہیں ہے، جہاں دوستی نہیں ہوتی وہاں ایک دوسرے کے خلاف طرح طرح کے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔"

"کیا تم ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہو؟"

سونیا نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ جلدی سے دماغ میں آ کر بولا "کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟"

وہ بولی "میں دنیا والوں کو یہ تاثر دے رہی ہوں کہ تم سے بہت قریب ہوتی جا رہی ہوں اور تم ہر معاملے میں میرے رازدار ہو لیکن ایسے سوالات کر کے تم دشمنوں کو یہ سمجھانا چاہتے ہو کہ یہ راش وولف نہیں ہو، کوئی اور ہو جس سے میں نے بہت سی باتیں چھپائی ہوئی ہیں۔"

"سوری، مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے سوچ کے ذریعے ایسی باتیں کرنا چاہیے لیکن تم مجھ سے ایسی باتیں کیوں چھپاتی ہو؟"

"میری معلومات کے خزانے میں نہ ختم ہونے والی خفیہ باتیں ہیں۔ وہ تمام باتیں بتانے بیٹھوں تو دن سے رات ہو جائے گی اور رات سے دن ہو جائے گا لہٰذا جس بات کو ظاہر کرنے کا موقع ہوتا ہے اسے ظاہر کرتی ہوں ورنہ خاموشی اختیار کرتی ہوں۔ خاموشی میں سکون بھی ملتا ہے اور سلامتی بھی۔"

وہ صوفے پر آ کر اس کے قریب بیٹھ گیا پھر بولا "تم دلائل سے مطمئن کر دیتی ہو۔ اس کے باوجود ایسا لگتا ہے جیسے مجھے اپنا نہیں سمجھتی ہو۔"

"میں تمہیں اپنا اور صرف اپنا سمجھتی ہوں، اس کا یقین تمہیں کیسے ہو گا؟"

اُس نے سونیا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ وہ کچھ نہ بولی۔ پھر اُس نے اُس ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا، وہ خاموش رہی خطرناک فائٹر ہونے کے باوجود اُس کا ہاتھ پھول کی طرح ملائم تھا۔ وہ پھول کا بوسہ لینے جھکا تو اُس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

پرنس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ مُنہ پھیر کر بولی "کچھ نہیں۔"

"جب میں تمہارا اپنا ہوں تو کیا یہ ہاتھ میرا اپنا نہیں ہوسکتا؟"

"پلیز! سمجھنے کی کوشش کرو، میں عمر میں تم سے بڑی ہوں۔"

اب تک سوچ کے ذریعے گفتگو ہو رہی تھی پھر وہ بے اختیار ہنسنے لگا۔ ہنستے ہنستے کہنے لگا "تم اور مجھ سے عمر میں بڑی ہو؟ ذرا آئینہ دیکھو۔"

سونیا نے اُسے گھور کر دیکھا۔ وہ جلدی سے دماغ میں آکر بولا۔ کیا یہ باتیں بھی سوچ کے ذریعے ہوتی رہیں گی؟"

وہ بولی "خفیہ مائک کے ذریعے دوسری جگہ ہماری باتیں سُنی جارہی ہیں اور تم انھیں سُنا رہے ہو کہ میں خود کو تم سے عمر میں بڑی سمجھتی ہوں جبکہ تم فرہاد کا چہرہ ہو اور مجھے فرہاد سے عمر میں زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"اوہ گاڈ! تم رومانس کے وقت بھی کتنی محتاط رہتی ہو... بہرحال تم عمر کا بہانہ کرکے مجھ سے دُور ہو رہی ہو۔"

"یہ بہانہ نہیں حقیقت ہے۔"

"جیسا کہ تم نے بتایا تھا، فرہاد تمہاری تنہائی میں بیس برس سے نہیں آیا۔ اس حساب سے تم بیس برس کی کنواری ہو تمہارے بدن میں دوشیزگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ تمہارے چہرے کی تازگی اور حُسن کی شادابی کہتی ہے کہ ابھی کلی کھل رہی ہے اور کھلتے کھلتے، پھول بنتے بنتے رہ گئی ہے۔"

وہ صوفے سے اُٹھ گئی، آئینے کے سامنے آگئی۔ آئینہ صاف طور سے کہہ رہا تھا کہ وہ بیس اور پچیس کے درمیان ہے جذبوں سے بھری ہوئی ہے۔ پرنس کے ہاتھ لگانے سے دل میں ہلچل مچ گئی ہے۔ حیا سے رخسار تمتما رہے ہیں۔ آنکھیں صرف پرنس کو دیکھنا چاہتی ہیں اور دل صرف پرنس کو مانگتا ہے اور صرف دل نہیں، کوسے بدن کے جذبے بھی اُسے پکار رہے ہیں، کیا سونیا ایسی ہوسکتی ہے؟ کیا وہ عشق اور ہوس کی دلدل میں جاسکتی ہے؟

نہیں، وہ سونیا نہیں تھی، سونیا ثانی تھی۔

میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا سونیا کے پاس آیا تو وہ علی تیمور کے ساتھ واشنگٹن پہنچ چکی تھی۔ واشنگٹن پہنچنے سے پہلے بوڑھی ہوگئی تھی۔ سر کے بال سفید ہو چلے تھے۔ چہرے پر ہلکی سی جھُریاں پڑ گئی تھیں، صورت بدل چکی تھی۔ ایک ایسی معمر بوڑھی نظر آرہی تھی جیسی ورجینیا اسٹیٹ کی اکثر بوڑھیاں اور بوڑھے نظر آتے ہیں۔

وہ ایک فیملی ویگن کار ڈرائیو کرتی ہوئی بالٹی مور کی سمت جارہی تھی اور پیچھے روبی سائمن کے روپ میں تھی۔ اس کا شوہر سائمن میتھو ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کا بیٹا جنی میتھو علی تیمور پچھلی سیٹ پر سائنس کے ایک پیچیدہ مسئلے پر کتاب پڑھ رہا تھا۔ سائمن میتھو ایک پبلشر تھا۔ پچیس برس سے "الوننگ نیوز" نامی ڈیلی اخبار شائع کرتا آرہا تھا۔ سیاسی اور سرکاری حلقوں میں اس کی دُور تک پہنچ تھی۔ برسوں سے جاپانی پہچانی با اعتماد شخصیات کی فہرست میں اُس کا نام تھا۔ اُس کے دو بیٹے تھے ایک جنی میتھو اور دوسرا مکی میتھو تھا۔ اُس نے اپنے اثر و رسوخ سے دوسرے بیٹے مکی میتھو کو ٹرانسفارمر مشین تک پہنچا دیا تھا۔ کرنل جیکب ٹال برگ اپنی بیٹی جوراجوری کے لیے مکی میتھو کو پسند کرتا تھا، اس لیے مکی کے لیے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنا آسان ہوگیا تھا۔

اس آسانی کے بعد سائمن میتھو کے لیے مشکلات پیدا ہو گئی تھیں کیونکہ میں جوراجوری کے ذریعے اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بیٹے مکی میتھو کے متعلق بہت کچھ جان چکا تھا۔ سونیا نے مجھ سے کہا تھا "تم مکی میتھو کے بھائی جنی اور اس کے باپ سائمن کے دماغ میں پہنچو اور مجھے اُن کے متعلق بتاؤ۔"

میں نے جوراجوری پر تنویمی عمل کرکے حکم دیا تھا کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی اور مکی میتھو سے رابطہ قائم کرے گی۔ اگرچہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک دوسرے سے دُور اجنبی بنا کر رکھا جاتا تھا تاہم جوراجوری اور مکی میتھو کی منگنی ہو چکی تھی پھر وہ کرنل کی بیٹی تھی اس لیے فون کے ذریعے گفتگو کرنے کی اجازت مل گئی تھی۔

مکی میتھو نے فون پر جوراجوری کی آواز سُن کر خوشی سے کہا "مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم مجھ سے بات کر رہی ہو۔ تم نے تو مجھے کبھی لفٹ نہیں دی۔"

وہ بولی "میں پریشان ہوں۔ سونیا کے چیلنج سے خوفزدہ ہوں۔ زندگی ایک پل کی مار رہی ہے۔"

"اپنے دل سے خوف نکال دو۔ سونیا نے اپنے چیلنج کے مطابق ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہمارے حکام اور سونیا کے درمیان مذاکرات ہو رہے ہیں۔ جلد ہی سمجھوتا ہو جائے گا۔"

"ڈیڈی بھی مجھے یہی سمجھا رہے ہیں۔"

"جوراجوری! میں دل کی بات کہنا چاہتا ہوں، دماغ میں آؤ گی؟"

"نہیں تمہارے کہنے سے پہلے ہی تمہارے دماغ میں آسکتی تھی لیکن نہ میں تم سے دماغی رابطہ کروں گی نہ تمہیں اپنے پاس آنے دوں گی۔"

"وہ کیوں؟"

"وہ اس لیے کہ سونیا کا کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہارے نام سے میرے دماغ اور میرے نام سے تمہارے دماغ میں آسکتا ہے۔"

"ہم کوڈ ورڈز مقرر کرلیں گے۔"

"میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔ کیا تم یوگا کی مشقیں کر رہے ہو؟"

"ہاں ابھی یوگا کی جسمانی مشقیں جاری ہیں۔ اگلے ہفتے سے مجھے سانس روکنے کی ٹریننگ دی جائے گی۔ ہوسٹل کی زندگی میں یوں تو سب کچھ ہے بس ایک تمہاری کمی محسوس ہوتی ہے۔"

مکی میتھو اور بہت سی باتیں کر رہا تھا۔ میرے لیے اتنی معلومات کافی تھیں کہ ابھی اُس نے سانس روکنے کی مشقیں شروع نہیں کی ہیں۔ میں آرام سے اُس کے دماغ میں پہنچ گیا اور چُپ چاپ اُس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا وہ بھی اندر سے سہما ہوا ہے کہ سونیا اس کی شہ رگ تک نہ پہنچ جائے۔ جنرل وائز نے اُس سے کہا تھا "تم لوگ ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ کر ملک اور قوم کے لیے فولادی ڈھال بن گئے ہو تم ایسے ہتھیار ہو جس کے سامنے ایٹم اور ہائیڈروجن بموں کی بھی اہمیت نہیں رہی لیکن تم میں سے کوئی دُشمن کی گرفت میں آئے گا تو وہ تمہارے اس ہتھیار کو ہمارے ہی خلاف استعمال کرے گا لہٰذا تم میں سے کسی کو بھی شبہ ہو کہ تمہاری سوچ کچھ بدل رہی ہے یا تم خلافِ معمول کوئی کام کر رہے ہو تو ایک محبِ وطن کی حیثیت سے ہمیں بتا دو۔ ہم تمہارے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا دیں گے تاکہ دشمن تم سے فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ جب خطرہ ٹل جائے گا تو تمہیں دوبارہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے یہ علم سکھا دیا جائے گا۔"

ایسا زبردست اور غیر معمولی علم سیکھنے کے بعد کون چاہے گا کہ اس سے یہ علم چھین لیا جائے اور اُسے ناقابلِ شکست اور غیر معمولی آدمی سے معمولی آدمی بنا دیا جائے۔ کینی پال اور جوراجوری کی طرح مکی میتھو بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہونا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے اُس کی سوچ میں کہا "اگر سونیا سے میرا رابطہ ہو جاتا ہے کہ میں اُس کے اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کبھی خیال خوانی نہیں کروں گا اور وہ مجھے جانی نقصان نہیں پہنچائے گی تو اس طرح میری عمر طویل ہو جائے گی۔"

اُس کی اپنی سوچ نے کہا "ہاں ایسا کوئی سمجھوتا ہو جائے تو دل سے خوف دُور ہو جائے گا اور دماغ سے بوجھ اُتر جائے گا۔"

میں نے کہا "تو پھر اپنا دماغ میرے حوالے کردو۔"

وہ چونک کر خلا میں تکتے ہوئے بڑبڑایا "کیا میرے اندر کوئی بول رہا ہے؟"

"ہاں، میں سونیا کا ٹیلی پیتھی جاننے والا بول رہا ہوں تم گھبراؤ گے یا شور مچاؤ گے تو نقصان میں رہو گے۔ میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے اگر میں نے چھوڑ دیا تو جنرل وائز یا سپر ماسٹر تمہارے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا دیں گے بلکہ تمہیں ہمارا آلہ کار اور اپنے لیے مصیبت سمجھ کر گولی مار دیں گے۔"

"نہیں نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا اور زندہ رہ کر ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم نہیں رہنا چاہتا۔ میں تم سے دوستی چاہتا ہوں۔"

"تو پھر جو کہتا ہوں اس پر عمل کرتے جاؤ۔"

وہ میری تابعداری پر راضی ہوگیا۔ میں نے اُس پر تنویمی عمل کیا۔ کینی پال اور جوراجوری کے دماغوں میں جو باتیں نقش کرائی تھیں، وہی باتیں اس کے دماغ پر بھی نقش کردیں۔ اُس کے باپ سائمن میتھو کا ٹیلی فون نمبر معلوم کرکے کنگ فرنانڈو کے ذریعے وہ نمبر ڈائل کرائے۔ دوسری طرف سے مسز روبی سائمن کی آواز سُنائی دی۔ میں نے اُس کی آواز سُن کر سونیا کے پاس آگیا تھا۔ اُسے تمام رُوداد سنا دی۔ وہ سنتی رہی اور سوچتی رہی پھر بولی "مکی کے باپ بھائی اور ماں پر بھی تنویمی عمل کردو۔ اور انھیں اپنا پابند بنا دو۔ ان کو لندن یا فرینکفرٹ بلاؤ۔ میں اور علی مسز روبی میتھو اور جنی میتھو کو یہاں سے سائمن کے ساتھ جانے دیں گے۔"

میں نے یہی کیا۔ ان تینوں کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا پابند بنایا۔ وہ تفریح کی خاطر لندن آئے۔ سونیا اور علی لندن میں ان کی رہائش گاہ تک پہنچ گئے۔ ڈاکٹر شیفرڈ ان کے ساتھ تھا۔ اُس نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے سونیا اور علی کو روبی اور جنی بنا دیا۔ اصل روبی اور جنی کو سونیا کی نئی بستی میں پہنچا دیا گیا۔ اس طرح دونوں سائمن میتھو کے ساتھ واشنگٹن پہنچ گئے تھے اور اب ایک ویگن کار میں بالٹی مور کی رہائش گاہ کی طرف جارہے تھے۔ میں نے سائمن میتھو کے دماغ میں

یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ اپنی بیوی روبی اور بیٹے جمی کے ساتھ لندن سے واپس آیا ہے۔ وہ میرا معمول رہ کر ان پر کسی طرح کا شبہ نہیں کرے گا۔

اب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ سونیا نے بابا صاحب کے ادارے سے اپنی ڈمی سونیا ثانی کو نیو یارک کیوں بھیجا ہے۔ پرنس ڈیگر کے فرشتے کو بھی علم نہیں ہے کہ وہ ڈمی کے ساتھ ہے اور وہ ڈمی بھی ایسی ذہین اور تیز طرار تھی کہ اپنے سرعمل سے اور حاضر دماغی سے بالکل سونیا ہی سونیا تھی۔ اس لیے وہ ادارے میں سونیا ثانی کہلاتی تھی۔ یہ اُس کی اپنی ذہانت تھی کہ اُس نے اینٹی میک اَپ کیمرے کے سامنے سے گزر کر دُشمنوں کو چکرا دیا تھا۔ کوئی دس برس پہلے اُس نے سونیا کی ڈمی بننے کے لیے مختلف امتحانات پاس کیے تھے پھر پلاسٹک سرجری کے ذریعے اُسے سونیا کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔ یعنی نیو یارک آنے کے لیے اُسے مزید سونیا کا میک اَپ نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن اس نے دُور کی سوچی تھی کہ دُشمن ڈمی پر شبہ کر سکتے تھے۔ اگر وہ دُشمنوں کے سامنے سونیا کا میک اَپ اُتار کر ایک اجنبی لڑکی نظر آئے اور پھر اجنبی لڑکی کا ماسک اُتار کر دوبارہ سونیا دکھائی دے تو دُشمنوں کو پورا یقین ہو جائے گا کہ ایسا چکر دینے والی یہ اصلی سونیا ہے۔

سونیا ثانی کی یہ چال کامیاب ہوئی تھی۔ سپر ماسٹر اعلیٰ فوجی افسران اور دوسرے حکام نے اسے مکمل اعتماد کے ساتھ سونیا تسلیم کر لیا تھا۔ جب وہ نیو یارک کے سرکاری بنگلے میں پہنچ گئی تو میں نے اُس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے دماغ کے دروازے پر دستک دی۔ اُس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ کوڈ ورڈز ادا کر نا ضروری تھا۔ میں نے دوسری بار دماغ میں پہنچتے ہی کہا "تو ڈمی سونیا ثانی ہیں سونیا تو اصلی برائن وُولف ہوں، پرنس ڈیگر نہیں ہوں۔"

وہ غسل کرنے کے بعد لباس پہن رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی نیو یارک کے ائیر پورٹ سے اُس سرکاری بنگلے تک پہنچنے کی روداد سُنانے لگی تھی۔ میں نے سُننے کے بعد کہا "تم بالکل سونیا کی طرح چالیں چلتی ہو۔"

"مجھے خاص طور پر سسٹر سونیا نے ٹریننگ دی ہے۔"

"کیا تم نے بچپن میں بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پائی ہے؟"

"ایسی باتیں ہم پھر کبھی فرصت میں کریں گے، ابھی ایک کام کر دیں۔"

وہ اپنے بارے میں زیادہ کچھ بتانا نہیں چاہتی تھی صاف طور پر کہہ سکتی تھی کہ میں ایسے سوالات نہ کروں لیکن اُس نے سوال دیا تھا۔ آئندہ بھی مجھ سے کام لیتے رہنے کے لیے مجھے ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بالکل سونیا کے طریقۂ کار پر چل رہی تھی۔

میں نے پوچھا "کیا کام ہے؟"

"یہ پرنس ڈیگر جو میرے ساتھ برائن وُولف بن کر رہ رہا ہے اس پر ایک حملہ کرا دو۔ ناکام حملہ۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "اس کا فائدہ کیا ہوگا؟"

وہ بولی "جس طرح میں نے دُشمنوں کو یقین دلایا ہے کہ میں ہی اصلی سونیا ہوں، اسی طرح اُسے اصلی برائن وُولف ثابت کروں گی۔"

"کیسے کرو گی؟"

"میں بیان دوں گی کہ وُولف نے ماسک مین کی سیکرٹ ایجنٹ جینا کو فرانسیسی حکومت کے حوالے کیا ہے لہٰذا ماسک مین نے وار نگ دی ہے اگر جینا کو رہا نہ کیا گیا تو وُولف کو کہیں بھی گولی ماری جا سکتی ہے۔"

"اس لیے تم چاہتی ہو، میں دھمکی کے طور پر ناکام حملہ کراؤں؟"

"ہاں اب تم یہ نہ کہنا کہ میں سسٹر سونیا کی طرح چالیں چلتی ہوں۔"

"نہ کہنے کے باوجود یہ حقیقت ہے۔ پہلے تو یہی سمجھا جائے گا کہ اتنے سخت پہرے کے باوجود سپر ماسٹر کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کسی نے گولی چلائی ہے۔ کوئی اور ایسا نہیں کر سکتا لیکن تم اس کا الزام پاسکل بُوبا پر لگاؤ گی اور جینا کی گرفتاری کے حوالے سے بات کرو گی تو یہاں دُشمنوں کو یقین آ جائے گا کہ برائن وُولف ہی تمہارے ساتھ ہے۔"

وہ بولی "صرف اتنا ہی نہیں یہ وُولف بن کر رہنے والا پرنس بڑا عاشقی مزاج ہے۔ مجھے یقین ہے وہ ابھی کمرے میں بیٹھا میرے ہی متعلق سوچ رہا ہوگا۔ تمہاری طرف سے ایک گولی چلے گی تو وہ خیالوں کی دُنیا سے عملی میدان میں پہنچ جائے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا "کیا تمہیں اُس سے عشق نہیں ہے؟"

"مجھے صرف اپنی آئیڈیل سونیا سے عشق ہے۔"

"فرہاد کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"مرحوم کے لیے میرے دل میں بڑی عزت ہے اللہ مغفرت کرے۔"

میں اُس کے دماغ سے نکل آیا بے چارہ مُردہ اس سے آگے کیا کہہ سکتا تھا۔ میں نے اُس کی فرمائش کے مطابق ایک پہرے دار کے ذریعے پرنس ڈیگر پر ناکام حملہ کیا پھر سونیا کے پاس آ گیا۔ اُس نے پوچھا "کیا رپورٹ ہے؟"

میں نے کہا "تمہاری یہ سونیا ثانی تو بڑی زبردست ہے۔"

"یہ تم رپورٹ پیش کر رہے ہو؟"

"کوئی عجیب و غریب چیز سامنے آئے تو پہلے اس کا ہی ذکر ہوتا ہے۔"

"وہ عجیب و غریب نہیں ہے، انسان کی بچی ہے، آگے بولو۔"

میں نے سونیا ثانی کی تمام روداد سُنا دی۔ وہ سُننے کے دوران مسکراتی رہی۔ میں نے کہا "اُس کی حاضر دماغی اور مکارانہ چالوں پر خوش ہو رہی ہو؟"

"صرف خوشی ہی نہیں، فخر بھی محسوس کرتی رہی ہوں۔ جانتے ہو، وہ میری بیٹی ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "پارس اور علی تیمور تمہارے دو بیٹے ہیں اب کسی بیٹی کا اضافہ نہ کرو، کہیں خود کو بوڑھا محسوس کرنے لگوں گا۔"

"بے غیرت کبھی بوڑھی نہیں ہوتی اور غیرت مند نوزائیدہ بیٹی کو دیکھتے ہی بوڑھا ہو جاتا ہے۔"

"اُئے ہُوا اس نہ کرو۔ میں نے قسم کھائی ہے جینا کے بعد کوئی دوسری میری زندگی میں نہیں آئے گی۔"

"جینا ہی تمہیں قابو میں رکھے تو یہ ایک معجزہ ہوگا بہرحال میری بیٹی کے پاس جب بھی جاؤ نظریں جُھکا کر، گردن جُھکا کر اور کمر جُھکا کر جانا تاکہ وہ تمہیں ایک باپ کا احترام دے سکے۔"

"پلیز مجھے نصیحت نہ کرو، میری زندگی میں ایسی کئی لڑکیاں آئی ہیں جنہیں میں بیٹی کہتا رہا ہوں اب یہ باتیں ختم کرو اور میرے معاملے پر گفتگو کرو۔ وہ عورت کہاں ہے جو میرے دماغ میں آیا کرتی تھی؟"

"تم اُسے کیوں یاد کر رہے ہو؟"

"وہ ایسے وقت تم سے رابطہ کرنے والی تھی جب میں تمہارے دماغ میں نہ ہوتا۔ تم نے اُسے اپنے دماغ میں آنے کو کہا تھا۔ تم اس کا دل خوش کرنے والی تھیں۔"

"میں کہہ چکی ہوں اگر اُس کی دوست بن جاؤں تو وہ خوش ہو جائے گی مگر تعجب ہے وہ پلٹ کر نہیں آئی۔"

"میں نہیں مانتا۔ وہ تمہارے پاس نہیں آئی ہوگی۔"

"یقین کرو، وہ اچانک گم ہو گئی ہے۔ میں نے دن رات اُس کا انتظار کیا ہے۔ مجھے ایسی بے لوث محبت کرنے والی اور ٹیلی پیتھی جاننے والی ساتھی کی سخت ضرورت ہے۔ میں آج بھی اُس کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"اُس نے خود ہی تم سے گفتگو کی خواہش ظاہر کی تھی پھر رابطہ قائم نہ کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"ایک وجہ تو یہ سمجھ میں آتی ہے کہ خدانہ خواستہ کسی حادثے کا شکار ہو گئی ہو یا اس قدر بیمار ہو کہ دماغی کمزوری کے باعث خیال خوانی نہ کر سکتی ہو۔"

"یہی وجہ ہو سکتی ہے۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تمہارے سرجائی پن سے اس کا دل ٹوٹ گیا ہو اور اب وہ ہم سے کوئی تعلق رکھنا نہ چاہتی ہو۔"

"مجھے خوشی ہوگی اگر وہ میرے دماغ میں گھسنے والا کوئی تعلق نہ رکھے۔"

"وہ کہہ چکی ہے جب تک گمنام رہو گے وہ تمہارے دماغ میں نہیں آئے گی۔ تمہارے غلط رویے سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہم سے ناراض ہو گئی ہے۔"

"ہونے دو، یہ بتاؤ، باطنی مورچہ پہنچ کر کیا کرو گی؟"

"تم یہ بتاؤ جینا کیسی ہے؟"

"میں نے اُسے آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے۔ اپنے وعدے کے مطابق صرف خیال خوانی کے ذریعے اس کے حالات معلوم کرتا ہوں۔ تنویمی عمل اور بجلی کے جھٹکوں سے خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اُس کے دماغ سے ماسک مین کی تمام باتیں مٹ گئی ہیں۔ کبھی لڑکی اور کبھی لڑکا بننے والی بات بھی ختم ہو گئی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "کیا ایسی حالت میں پاسکل بُوبا اُس کے اندر نہیں آ سکے گا، کیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ نہیں بنا سکے گا؟"

"نہیں، تم نے پرنس ڈیگر سے اس پر عمل کرایا تھا۔ اُس کے دماغ سے اُس کے لب و لہجے کو بھلا دیا تھا۔ ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے مجھے اُس کی نئی آواز اور نئے لہجے کا کیسٹ سُنایا ہے۔ اس طریقۂ کار سے پاسکل بُوبا اُس کے دماغ میں نہیں جا سکے گا۔"

"چلو یہ اچھا ہُوا، جینا دُشمنوں سے محفوظ رہے گی۔ اُس کی صحت کیسی ہے؟"

"دواؤں کا کچھ ری ایکشن ہُوا ہے جس کے باعث بدن پھول گیا ہے۔ آج صبح وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی خود کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ کچھ موٹی ہو گئی ہے۔"

"کیا اُسے اپنی آواز اور صحت کی تبدیلی پر حیرانی ہوئی ہے؟"

"اُسے حیرانی نہیں پریشانی ہے کیونکہ پچھلی زندگی کے ساتھ اپنا نام بھی بھول گئی ہے۔ فوج کے ڈاکٹروں سے پوچھتی ہے کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور اُس کا نام کیا ہے؟ ڈاکٹروں نے کہہ دیا ہے کہ وہ گمنام ہے۔ اُسے ایک شخص وہاں چھوڑ گیا تھا۔ جب وہ آئے گا تو اُس کا نام اور اُس کی پچھلی ہسٹری معلوم ہو سکے گی۔ آج ایک گھنٹا بعد اسپتال سے اُس کی چھٹی ہو جائے گی۔ مَیں اُسے لینے جاؤں گا۔"

"کیا وہ اپنی اصلی شکل میں رہے گی؟"

"ملٹری انٹیلی جنس والے کہہ رہے تھے کہ اس کی صورت تبدیل کر دی جائے، ورنہ دُشمن اسے پہچان کر ہم دونوں کے پیچھے پڑ جائیں گے لیکن میرا دل نہیں مانتا ہے۔ مَیں جینا کو اس کے اصل روپ میں ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو دیکھ کر میری آنکھوں کی پیاس بجھتی ہے۔"

"تم ضرور اُس کی وجہ سے مارے جاؤ گے۔"

"مَیں اُس کے چہرے پر ریڈی میڈ تبدیلیاں لایا کروں گا۔ گھر کی چار دیواری میں پہنچ کر وہ ریڈی میڈ میک اپ ختم کر دیا کروں گا، اس طرح کوئی اُسے پہچان نہیں سکے گا۔"

"اس کے اصل رنگ روپ کو دیکھتے رہنے کے لیے تم ہزار بہانے بناؤ گے اور مَیں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ تم میرے دماغ سے جاؤ اور سائمن بیتھو کے دماغ میں رہو۔ مجھے اپنے طور پر کچھ سوچنے دو۔"

مَیں اس کے پاس بیٹھے ہوئے سائمن بیتھو کے دماغ میں آ گیا۔ علی تیمور عرف جنی بیتھو نے کہا۔ "ممی! آپ دو گھنٹے سے ڈرائیو کر رہی ہیں، پلیز آپ یہاں آ جائیں۔ مَیں ڈرائیو کروں گا۔"

سائمن نے کہا۔ "رہنے دو بیٹے! اب تو ہم بالٹی مور پہنچ رہے ہیں — اپنی ممی کو ڈرائیونگ کا شوق پورا کر لینے دو۔"

وہ بیس منٹ کے بعد بالٹی مور پہنچ گئے۔ سائمن نے ساحلی علاقے میں ایک بہت بڑا بنگلا تعمیر کرایا تھا۔ اس کی بالکونی سے دُور تک ساحل اور سمندر کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ وہاں پہنچ کر سائمن ضروری فون کرنے اپنے بیڈ روم میں گیا۔ مَیں اُسے چھوڑ کر سونیا کے پاس آیا۔ وہ بولی۔ "تمہیں سائمن کے پاس رہنا چاہیے، ہو سکتا ہے وہ کسی اہم شخص سے گفتگو کرنے گیا ہو۔"

"مَیں بعد میں بھی اُس کے دماغ سے وہ گفتگو سُن لوں گا۔ فرہاد! وقت ضائع نہ کرو۔ سائمن کو کرنل جیکب وال برگ سے رابطہ کرنے پر مائل کرو۔ تمہیں جورا جوری سے معلوم ہو چکا ہے کہ اُس کا کرنل باپ سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہے۔"

مَیں جینا کے فراق میں یہ بھول گیا تھا کہ کرنل بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے بتا سکتا ہے۔ سائمن کے پاس پہنچا۔ وہ فون پر کرنل کی بیوی یعنی جورا کی ماں سے باتیں کر رہا تھا۔ اُسے بتا رہا تھا کہ وہ روبی اور جورا کے ساتھ لندن سے واپس آ گیا ہے۔ دوسری طرف سے جورا جوری کی ماں مسز وال برگ نے کہا۔ "ہم نے اپنے بچے کو ٹیلی پیتھی سکھا کر عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ مَیں اپنی بیٹی کی صورت دیکھنے کو ترس گئی ہوں۔"

"مَیں بھی اپنے بیٹے کے لیے پریشان ہوں۔ اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے آپ کو فون کیا ہے۔"

"میرے میاں گھر میں بھی کرنل بنے رہتے ہیں۔ کوئی سرکاری بات مُنہ سے کبھی نہیں اُگلتے۔ بس اتنا بتایا ہے کہ جورا جوری اور مکی خیریت سے ہیں اور انہیں ایک خفیہ جگہ میں پہنچا دیا گیا ہے۔"

مَیں مسز وال برگ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُسی وقت ایک ملازم نے اطلاع دی کہ کرنل صاحب دفتر سے آ گئے ہیں۔ اُس نے بات مختصر کر کے ریسیور رکھ دیا۔ کرنل فوجی انداز میں ہوا پیڈ دم میں آیا پھر تھکے ہوئے انداز میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "مَیں اسپتال سے آ رہا ہوں۔"

"خیریت تو ہے؟"

"ڈاکٹروں نے میرا چیک اپ کیا ہے۔ بخار ہے اور سر میں شدید درد ہے اور پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

مسز نے اُس کا بازو تھام کر کہا۔ "آپ آرام سے لیٹ جائیں۔ ایسی حالت میں بیٹھنا نہیں چاہیے۔"

وہ اپنی مسز کے ساتھ بستر تک آیا پھر وہاں لیٹ گیا۔ اُس کے جُوتے اُتارنے لگی۔ مَیں سوچنے لگا اُس کے دماغ میں جانا چاہیے یا نہیں۔ اتنی بیماری میں اور خصوصاً دوسرے وقت دماغ تھوڑا کمزور ہوتا ہے لیکن وہ فوج میں کرنل کے مضبوط اعصاب اور قوتِ ارادی کا مالک تھا۔ اُسے اعصابی کمزوری کا دَورہ کھلانے کے بعد ہی اس کے دماغ میں جانا چاہیے لیکن میں اُس کی بیٹی جورا جوری کی آواز اور لہجہ بنا کر اُس کے دماغ میں گیا۔ اُس نے محسوس نہیں کیا اگر محسوس کر لیتا تو بیٹی بن کر بولتا۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ مَیں الطینی سے اُس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔

جورا جوری کے بیان کے مطابق وہ سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف تھا۔ مَیں نے کاغذ قلم لے کر ہر ایک کا نام پتا لکھنے لگا۔ اُن کے والدین اور رشتے داروں کے متعلق بھی معلومات حاصل کرنے لگا۔ یہ ہماری بہت بڑی کامیابی تھی۔ مَیں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس کامیابی سے خوش ہو رہا ہوں مجھے اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی بات معلوم ہو گی۔ کرنل کے دماغ نے جب اس راز کو فاش کیا تو مَیں چند لمحوں تک خیال خوانی بھول گیا۔

نئے سپر ماسٹر کا بھانڈا پھوٹ گیا تھا۔ پتا چلا اُس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ وہ اسی ادارے میں زیادہ رہتا ہے اور وہیں سے سپر ماسٹر کے فرائض انجام دیتا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں انفلد میشن آفیسر ہے اور اپنے ملک میں وہ سپر ماسٹر ادارے کہلاتا ہے۔

یہ اتنا حیرت انگیز انکشاف تھا کہ مَیں حیرت سے ادارے کہہ گیا۔ ادارے سے! یہ کیسے ممکن ہے، بابا صاحب کے ادارے کے ایک دربان کو بھی کوئی سپر طاقت خرید نہ سکی پھر وہ انفلد میشن آفیسر کیسے خرید لیا گیا؟ زمانے بھر کی مکار سونیا دھوکا کھا رہی تھی۔ پتا نہیں ماسٹر ادارے سے ادارے میں بیٹھا سونیا، علی تیمور اور سونیا ثانی کے متعلق کیسی کیسی معلومات رکھتا ہو گا اور یہ معلومات یہاں کے اعلیٰ حکامِ فوج کے اعلیٰ افسران تک پہنچا رہا ہو گا۔

مَیں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا سونیا کے پاس پہنچا۔ اس بار اُس نے سانس نہیں روکی۔ مَیں نے کوڈ ورڈز بھی ادا نہیں کیے کیونکہ پہلے سے کوئی موجود تھا اور وہ اُسے خدا حافظ کہہ رہی تھی پھر چند سیکنڈ کی خاموشی رہی۔ اُس نے جیسے خدا حافظ کہا تھا وہ جا چکا تھا یا جا چکی تھی۔ اس کے بعد بھی وہ سوچ کی لہریں محسوس کر رہی تھی۔ اُس نے چند سیکنڈ تک ایسا محسوس کیا پھر بولی۔ "مَیں سانس روک لوں گی اس سے پہلے ہی بتا دو کون ہو؟"

مَیں نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ اطمینان کی سانس لے کر بولی۔ "تم خاموش کیوں تھے؟"

"مَیں تمہاری باتیں سُن رہا تھا۔"

مَیں سونیا کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ بہت دیر سے اُس کے دماغ میں رہ کر کسی خیال خوانی کرنے والے کے ساتھ اس کی گفتگو سُن رہا ہوں۔ اُس نے پوچھا۔ "تم نے تمام باتیں سُن لیں؟"

"تمام تو نہیں کچھ سُن لی ہیں۔"

"اس کچھ کو بہت کچھ سمجھو اور بتاؤ کیوں آئے ہو؟"

"پہلے یہ بتاؤ وہ کون تھا اور کیا باتیں ہو رہی تھیں؟"

"جب تم باتیں سُن چکے ہو تو پوچھتے کیوں ہو؟"

"مَیں نے تمام باتیں نہیں سُنی ہیں۔"

"جتنی باتیں سُنی ہیں وہ مجھے سُنا دو۔"

اُس نے مجھے اُلجھا دیا۔ مَیں نے کوئی بات نہیں سُنی تھی۔ اُسے جھانسا دے رہا تھا۔ وہ بھلا جھانسے میں کب آنے والی تھی، مجھے ہی اُلجھا کر رکھ دیا تھا۔ مَیں نے کہا۔ "پرنس ڈیگر تمہارے پاس نہیں آ سکتا۔ تم نے اپنے دماغ کو لاک کر کے اس کی سوچ کو سونیا ثانی کی طرف موڑ دیا ہے کیونکہ سونیا ثانی کا لہجہ بھی تمہارا ہی ہے۔ جب وہ نہیں آ سکتا ہے تو پھر ابھی کون آیا تھا؟"

"اس کا جواب میں بہت پہلے دے دیتی مگر تم جھانسا دے کر چالاک بننے کی کوشش کر رہے تھے۔ ابھی میرے پاس کون آیا تھا، یہ نہیں بتاؤں گی۔ یہ تمہارے چالاک بننے کی سزا ہے۔"

"مکار عورت! مَیں نادان بچہ نہیں ہوں، تم مجھے چالاکی نہیں دکھا سکو گی۔ مَیں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ وہی عورت تمہارے پاس آئی تھی جس نے میرے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی۔ "اگر تم نے میرے دماغ میں آتے ہی ذرا سی بھی گفتگو سُنی ہے تو بولنے والے کا مردانہ لہجہ بھی سُنا ہو گا اور وہ سُننے کے بعد بھی اسے عورت کہہ رہے ہو؟ کیا وہ عورت اب تک تمہارے اعصاب پر سوار ہے؟ پھر میرے دماغ میں ہونے والی گفتگو تم نے سرے سے سُنی ہی نہیں۔ مجھے اب تک چکر دینے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔"

مجھے شکست تسلیم کرنی پڑی۔ مَیں نے کہا۔ "تم جیت گئیں۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے مگر کوئی مکار تمہاری مکاری کو نہیں کاٹ سکتا۔ اب بتا دو۔"

"پہلے تم بتاؤ کس لیے آئے تھے؟"

"مَیں کرنل جیکب وال برگ کے دماغ سے ایک ایسی چونکا دینے والی حقیقت معلوم کر کے آیا ہوں کہ سُنو گی تو تمہارے ہوش اُڑ جائیں گے۔"

"اچھا تو پھر جلدی سے میرے ہوش اُڑا دو۔"

"کیا تم مذاق سمجھ رہی ہو؟"

"تم یہی کہو گے نا، کہ سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے نوٹ کر چکے ہو؟"

"یہ تو کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے، بات کچھ اور ہے۔ سُنو گی تو پہلے تمہیں یقین نہیں آئے گا۔"

"یقین آ جائے گا۔"

"اگر میں کہوں کہ موجودہ سپر ماسٹر بابا صاحب کے ادارے میں رہتا ہے تو اسے سچ مان لو گی؟"

"مان لوں گی، کیونکہ تم مجھ سے جھوٹ نہیں بولو گے۔"

"تو پھر یہ سچ ہے۔" میں نے کرنل کے دماغ سے یہ راز معلوم کیا ہے۔ موجودہ پرنسپل ماسٹر ادارے کے بابا صاحب کے ادارے میں انفارمیشن آفیسر ہے، وہاں اس کا نام مسلمان واسطی ہے، وہ جلد ہی بابا صاحب کے ادارے کو لے ڈوبے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "وہ مسلمان واسطی جو بچپن سے حضرت بابا فرید واسطی کا شاگرد رہا ہے، وہ ادارے کا دشمن کیسے ہوگا؟"

"بیٹا، باپ کا دشمن ہو جاتا ہے ایک شاگرد استاد کے ادارے کا دشمن کیوں نہیں ہو سکتا؟ سکو، میں اس کی ہسٹری سناتا ہوں۔"

"تم نہ سناؤ، میں سناتی ہوں۔ اب سے اٹھائیس برس پہلے بارہ برس کا ایک لڑکا ادارے کے اسکول اور ہوسٹل میں آیا۔ یہ امریکی حکام کی چال تھی۔ اس لڑکے کا باپ ہپناٹزم کا ماہر تھا۔ ان کی پلاننگ تھی کہ لڑکا وہاں اعلیٰ تعلیم اور بہتر سے بہتر سیکھ کر اس ادارے کی جڑیں کھوکھلی کرے گا۔ لڑکے کو ملک اور قوم کا وفادار بنائے رکھنے کے لیے اس کا باپ سربراہ اس پر تنویمی عمل کرتا تھا۔ اس طرح وہ لڑکا بظاہر ادارے کا وفادار تھا لیکن تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دل، دماغ اور اس کی روح تک کو امریکا کا وفادار اور جان نثار بنایا گیا تھا۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "تم یہ باتیں کب سے جانتی ہو؟"

"جب میں پہلی بار ادارے میں پہنچی اور بابا فرید واسطی کے سامنے زانو ادب تہ کیا، تب وہ لڑکا انیس برس کا ہو چکا تھا۔ بابا صاحب اسے جینیے میں ایک بار اپنے پاس بلاتے تھے۔ یہ وہ وقت ہوتا تھا جب لڑکے کا باپ اس سے ملاقات کے بہانے آتا تھا اور اس پر تنویمی عمل کر کے چلا جاتا تھا۔ اس کے بعد بابا صاحب کا عمل ہوتا تھا۔ ان کی دینی تعلیمات ہوتی تھیں اور وہ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کرتے تھے کہ انسان سے محبت کرو، دشمنی اس وقت کرو جب وہ انسان رہے حیوان بھی نہ رہے، بلکہ شیطان بن جائے۔ کیونکہ حیوان کو سدھایا جا سکتا تھا، شیطان کو سدھایا نہیں جا سکتا۔ ہر شخص کو اپنے ملک اور قوم کا وفادار ہونا چاہیے لیکن اپنے ملک کے آئین سے یا پالیسی سے دوسری قوموں کو نقصان پہنچتا ہو تو اس پالیسی کے خلاف جنگ کرنا چاہیے۔ ماں باپ صرف پیدا کرتے ہیں ان کے حوالے سے صرف زندگی ملتی ہے۔ یہ زندگی جانور کو بھی ملتی ہے، جانور والدین کے حقوق نہیں سمجھتا۔ انسان علم کی روشنی میں والدین کے حقوق اور احترام کو سمجھتا ہے لہٰذا جس جگہ سے علم کی روشنی ملے اس جگہ کی سلامتی چاہتے رہو۔ یہ بابا فرید واسطی کی تعلیمات کا اثر ہے کہ وہ لڑکا آج بھی ادارے کی سلامتی کو مقدم سمجھتا ہے، جہاں سے علم کی روشنی ملی جہاں سے ذہانت کو جلا ملی ہو، اس جگہ سے اس ادارے سے وہ مرتے دم تک غداری نہیں کرے گا۔"

میں گم صم ہو کر یہ باتیں سن رہا تھا۔ میں نے پرنسپل ماسٹر ادارے کے متعلق کیا سوچا تھا اور اس کا دوسرا رخ مسلمان واسطی کیا نظر آ رہا تھا۔ سونیا نے کہا۔ "جب وہ لڑکا بیس برس کا ہوا تو اس نے بابا فرید واسطی کے سامنے اسلام قبول کیا۔ بابا صاحب نے اسے کلمہ پڑھایا اور اپنے نام کے مطابق اس کا نام مسلمان واسطی رکھا۔"

"تم نے یہ بات مجھ سے کیوں چھپائی تھی؟"

"میں تمہیں کتنی باتیں بتاؤں۔ میں ایسے بہت سے راز جانتی ہوں جو ابھی تک راز ہیں۔ بابا صاحب کو مجھ پر مکمل اعتماد تھا۔ اتنے بڑے ادارے میں میں ہی ایک عورت تھی جو ان کی بیٹی بن کر ان کے حجرے میں روز جاتی تھی جب کہ وہ دوسروں کو بہ وقت ضرورت بلایا کرتے تھے۔ میرے پیتا میں بابا فرید واسطی مرحوم کے رازدار ہیں۔ جب تک ان رازوں کے انکشاف کا مناسب وقت نہیں آئے گا اس وقت تک کوئی میرا سینہ چیر کر بھی انہیں باہر نہیں نکال سکے گا۔"

"دنیا والوں کی طرح میں بھی مانتا ہوں کہ تم گہری ہو گئی ہو آج تو تم سمندر سے بھی زیادہ گہری لگ رہی ہو۔"

یہ گہرائی نہیں تو اور کیا ہے کہ ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ ایک بار سپرنٹنڈنٹ ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ماسک مین کی جاسوسہ تاتیانہ پر حملہ کیا تھا لیکن جب سونیا نے تاتیانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور اسے اپنی آنکھوں میں دیکھتے رہنے پر مجبور کیا تو دشمن خیال خوانی کرنے والا تاتیانہ کے دماغ میں زلزلے پیدا نہ کر سکا، اس کے تمام حملے ناکام ہو گئے۔ وہ سونیا کی کون سی قوت تھی۔ وہ کون سا علم جانتی ہے یا اس کے اندر کیسی کیسی روحانی قوتیں سما گئی ہیں۔ یہ آج تک مجھے بھی معلوم نہ ہو سکا پوچھنے پر یہی جواب ملے گا کہ جس راز کے کھلنے کا مناسب وقت آئے گا اسی وقت وہ راز اس کی زبان پر آئے گا۔

میں نے پوچھا۔ "مسلمان واسطی نے ٹیلی پیتھی کیسے سیکھی؟"

"امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران اسے اپنی تیس برس سے اپنا، اپنے ملک کا اور اپنی قوم کا وفادار دیکھ رہے ہیں۔ اس نے ان کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اکثر ادارے

کے خلاف کام کیے ہیں لیکن ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پہلے وہ مجھے یا شیخ الفارس مرحوم کو اپنی پوری پلاننگ بتا دیا کرتا تھا۔ بہرحال ان کا اعتماد حاصل کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ٹرانسفارمیشن سے گزرنے والوں کی فہرست میں اس کا نام سب سے پہلے آیا۔ پھر اس کے پچھلے کارناموں کو دیکھ کر اسے سپرنٹنڈنٹ بنا دیا گیا۔"

"میں سمجھ گیا، اس نے یہاں کے حکام کو اپنا کارنامہ دکھانے کے لیے اطلاع دے دی کہ تم علی تیمور اور برائن ڈولف کے ساتھ یہاں آ رہی ہو اور یہ حکام دیکھ رہے ہیں کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے جو اطلاع دیتا ہے وہ درست ہوتی ہے؟"

"ہاں، ان کی نظروں کے سامنے سونیا بھی ہے، برائن ڈولف بھی ہے۔ میری بیٹی سونیا ثانی نے کمال ذہانت سے انہیں سونیا ہونے کا یقین دلایا ہے اور پرنس کو بھی ڈولف ثابت کر دیا ہے۔"

"یہ تم سونیا ثانی کو بیٹی کیوں کہتی ہو؟"

"بیٹی کو بیٹی نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟"

"مگر یہ تمہاری بیٹی کیسے ہو گئی؟"

"یہ بھی ایک راز ہے جس کے انکشاف کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔"

"اے دیکھو، مجھے تجسس میں مبتلا نہ کرو۔"

"تم سونیا ثانی کے متعلق چھان بین نہیں کرو گے تو تجسس ختم ہو جائے گا۔"

"جہنم میں جاؤ تم ماں بیٹی۔"

"یہ بات کوئی دوسرا کہے تو میری بیٹی اسے جہنم میں پہنچا دے گی۔"

"میں تمہیں آخری بار سمجھاتا ہوں، اسے بار بار بیٹی کہہ کر مجھے جھنجلاہٹ میں مبتلا نہ کرو۔"

"تم اعتراف کر لو کہ اسے بیٹی کہنے سے تمہیں بڑھاپے کا احساس ہوتا ہے اور تمہارے اندر کہیں سوئی غیرت آنکھیں کھول کر کہتی ہے کہ ایک بیٹی کے باپ کو بے غیرت نہیں ہونا چاہیے۔"

شاید وہ کچھ اور بھی کہتی لیکن علی کمرے میں آ گیا۔ اس نے کہا۔ "تمہارا میدان صاف ہے، وہ سائمن جو باپ بنا ہوا ہے کہیں باہر گیا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "وہ باپ باہر گیا ہے اور تمہارا اصلی باپ میرے دماغ کے اندر ہے۔"

اس نے کہا۔ "ہیلو پاپا! تمہیں فرصت مل گئی ہو تو میرے پاس آ جائیں۔"

وہ قالین پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا پھر اپنا سر سونیا کے زانو پر رکھ کر بولا۔ "آپ جانتی ہیں اس وقت آپ کے زانو پر کون ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میرا بیٹا ہے۔"

"نہیں تما! بیٹا بھی ہے اور باپ بھی ہے۔ میں نے پاپا کو اسی لیے دماغ میں بلایا ہے، ہم دونوں آپ کی گود میں ہیں۔"

سونیا نے ایک گہری لمبی سانس لی پھر کہا۔ "تمہارے پاپا اچھے نہیں ہیں۔"

"کیوں اچھے نہیں ہیں؟"

"وہ خود کو بوڑھا نہیں سمجھتے ہیں۔"

"تعجب ہے، آپ اتنی ذہین ہو کر ایسی بات کہہ رہی ہیں۔ آدمی کو تو آخری سانس تک بڑھاپا محسوس نہیں کرنا چاہیے خصوصاً آخری عمر کا تقاضا ہے کہ انسان حتی الامکان صحت مند، تازہ دم اور زندہ دل رہے۔"

"یہ تمہارے دماغ سے تمہارا باپ بول رہا ہے۔"

علی نے کہا۔ "اوہ پاپا پلیز! آپ چلے جائیں، میں اپنی ذہانت سے بولتا رہوں گا، داد آپ کو ملتی رہے گی۔"

میں نے کہا۔ "میرے جانے کے بعد بھی تم اپنی تما کو قائل نہیں کر سکو گے لہٰذا کام کی بات کرو۔"

اس نے کہا۔ "تما! کام کی بات کریں۔ کیا اس وقت پاپا کو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ سائمن کہاں گیا ہے؟"

"ضرور معلوم کرنا چاہیے مگر تمہارے پاپا کی کمر جھک گئی ہے وہ آہستہ آہستہ چلنے لگے ہیں۔ اس عمر میں انسان ایسے ہی وقت ضائع کرتا ہے۔"

میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ "کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو، اب تو بات بات پر بڑھاپے کا احساس دلانے لگی ہو۔ مجھ پر کوئی نفسیاتی اثر نہیں پڑے گی۔"

میں سائمن کے پاس چلا گیا۔ سونیا نے علی سے کہا۔ "یہاں ساحل پر بے شمار موٹر بوٹس ہیں۔ ایک موٹر بوٹ تمہارے نام سے یعنی جمی تھنڈر کے نام سے ہے۔ تمہیں خلیج پار کر کے میری لینڈ جانا ہے۔"

"کیا ابھی؟"

"تمہیں ڈنر کے وقت کلب بی میری میں پہنچنا چاہیے۔ ابھی چلے جاؤ تو بہتر ہے۔ اطمینان سے گھوم پھر کر میری لینڈ کا علاقہ اچھی طرح دیکھ لو گے۔"

"ابھی جاؤں گا، کام بتائیں۔"

"ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام ہے پال ہوپ کن، وہ

یقیناً کسی پناہ گاہ میں ہوگا۔ اس کی بہن ویلی ہوپ کہی آج رات اپنے والدین کے ساتھ کلب 'بی میری' میں آئے گی تم اُس سے عشق کرو گے۔"

اُس نے چونک کر سونیا کے زانو سے سر اُٹھایا... پھر ناگواری سے پوچھا "یہ کوئی کام ہے؟"

"تم لڑکیوں سے بھاگتے کیوں ہو؟"

"میں بھاگتا نہیں، بچتا ہوں۔ لڑکیاں وقت برباد کرتی ہیں، دماغ خراب کرتی ہیں۔ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑتیں۔ کام کے آدمی کو ناکارہ بنا کر رکھ دیتی ہیں۔"

"کیا تمھاری ماں نے تمھارے باپ کو ناکارہ بنا دیا ہے، کیا تمھارا باپ کسی کام کا نہیں رہا؟"

"میری ماما تو گائے ہیں، نہ پاپا کو لگام دے سکیں، نہ کبھی ڈانٹ سے کام لے سکیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہر لڑکی بُری ہوتی ہے۔ کبھی آپ بھی تو لڑکی تھیں۔ میں آپ جیسی لڑکی چاہتا ہوں۔"

"میرے جیسی کیوں؟"

"جب آپ لڑکی تھیں، تب سے اب تک پاپا کے ہوش اُڑا رہی ہیں۔ آپ جس انداز میں پاپا کو چکر دیتی ہیں، مجھے لڑکیوں کا یہی انداز، یہی ذہانت پسند ہے۔ جس دن مجھ سے اور میری ذہانت سے ٹکرانے والی لڑکی ملے گی، میں اُس سے عشق ضرور کروں گا۔"

سونیا نے کہا "وہ سچا عشق ہوگا، ابھی تمھیں اپنا مطلب نکالنے کے لیے اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بہن ویلی ہوپ کو عشق سے جنت کرنی ہوگی۔"

"یہ ضروری نہیں ہے، میں دوسری طرح کام نکال سکتا ہوں۔"

"کام یہ ہے کہ تم ویلی کو اغوا کرو گے، اگر جبرائے جاؤ گے تو ہنگامہ ہوگا، تم لوگ پولیس کی نظروں میں آ ؤ گے یہاں تم سائمن کے بیٹے جمی ہو اور سائمن ایک بڑے سیاسی اخبار کا پبلشر ہے۔ وہ اونچی سوسائٹی کا آدمی ہے، تم ایک لڑکی کو جبراً کہیں لے جاؤ گے تو کتنی بدنامی ہوگی۔"

"کیا وہ میرے ساتھ راضی خوشی کہیں جائے گی؟"

"یہ مجھ سے پوچھ رہے ہو؟ جوان ہو، خوبرو اور پُرکشش ہو، کیا ایک لڑکی کو متاثر نہیں کر سکو گے؟"

"ہوں، یاد آیا۔ سائمن کا بیٹا جمی میتھو علم نجوم میں خاصی مہارت رکھتا ہے۔ مجھے بھی نجومی بننا ہوگا۔ آپ بتائیں اُسے کہاں سے جانا ہوگا؟"

"تم لوگوں کے سامنے اُسے ساتھ نہیں لے جاؤ گے۔ وہ خود تمھاری موٹر بوٹ میں آئے گی، تم جاؤ، باقی باتیں تمھیں خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوتی رہیں گی۔"

وہ قالین پر سے اُٹھ گیا پھر سونیا کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر اُسے اُٹھایا۔ وہ بولی "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"ماں بیٹے کا پیار ہو رہا ہے۔"

اُس نے جھک کر سونیا کی پیشانی کا بوسہ لیا پھر باری دائیں اور بائیں رخسار کو چوم کر بولا "آنکھیں بند کریں۔"

اُس نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ علی نے پہلے ایک آنکھ کو پھر دوسری آنکھ کو چوم لیا پھر اُس کی ناک پر ہونٹ رکھ دیے۔ وہ آنکھیں کھول کر بولی "بس بھی کرو، کتنا پیار کرو گے؟"

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا پھر ایک قدم اور پیچھے چلا گیا۔ اُسے سنجیدگی سے دیکھنے لگا۔ وہ بولی "ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

وہ بولا "ماما! آپ کے ساتھ دھوکا ہو گیا۔"

"کیسا دھوکا؟"

"میں کہوں گا تو ناراض ہو جائیں گی۔"

وہ ڈانٹ کر بولی "سیدھی طرح بتاؤ کیا بات ہے؟"

"بات یہ ہے کہ ابھی ابھی اتنا سارا پیار میں نے نہیں کیا تھا، پاپا میرے اندر تھے، میں منع کر رہا تھا مگر وہ نہیں مان رہے تھے۔"

ایک دم سے سونیا کی نظریں جھک گئیں، جیسے خفا تمتمانے لگے۔ علی تیمور نے کہا "اس وقت کیمرا ہوتا تو آپ کی تصویر کھینچ لیتا۔"

سونیا نے علی کی پیشانی کو دیکھتے ہوئے غصے سے "فرہاد! تمھیں ایسی حرکتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔"

علی نے کہا "ماما! پاپا کو شرم نہیں آئی، آپ کو شرم آ گئی۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ پاپا میرے دماغ میں نہ تھے، نہ اب ہیں۔ میں نے جھوٹ کہا تھا، آپ کا ردِ عمل دیکھنا چاہتا تھا، آپ کی شرم و حیا نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ بوڑھے نہیں ہیں کیونکہ عورت کسی بوڑھے سے نہیں جوان سے شرماتی ہیں۔ میں نے پاپا کو جوان ثابت کر دیا، خدا حافظ۔"

وہ پلٹ کر کمرے سے چلا گیا۔ وہ مسکراتے ہوئے سوچنے لگی "میں دُنیا کو کارنامے دکھاتی ہوں، دونوں بیٹے مجھ سے مذاق کرتے ہیں محرومی خوش کر دیتے ہیں۔"

میں نے سائمن کے پاس پہنچ کر دیکھا، کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وہ کاروبار کے سلسلے میں کچھ لوگوں سے ملاقات کرنے گیا تھا۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ ایک گھنٹے بعد میں وہاں آ کر جینا کو لے جا سکتا ہوں۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ملٹری اسپتال کے ایک ڈاکٹر کو اطلاع دی کہ میں آ رہا ہوں پھر میں کاٹیج سے باہر آ کر کار میں بیٹھ گیا۔ سونیا نے یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے میرے لیے اس کاٹیج کا انتظام کرایا تھا۔

تقریباً چالیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد میں اسپتال پہنچ گیا۔ ڈاکٹر اور فوجی افسر مجھے اُس کمرے میں لائے جہاں وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اُس سے پہلے صرف چادریں ہوئے تھے مگر یوں لگ رہا تھا جیسے صدیوں کے بعد اُس محبت کرنے والے چہرے کو دیکھ رہا ہوں۔

لیکن اب اُس کی آنکھوں میں محبت نہیں تھی۔ وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اُس کے دماغ سے پچھلی باتیں مٹ گئی تھیں۔ میں بھی اُس کے حافظے سے مٹ گیا تھا۔ اگر اُسے پچھلی باتیں یاد ہوتیں تب بھی وہ مجھے پہچان نہ پاتی کیونکہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے میرا چہرہ بدل چکا تھا۔

فوجی افسر نے میری طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے جینا سے کہا "یہی وہ صاحب ہیں جو تمھیں یہاں لائے تھے۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر میری طرف آتے ہوئے بولی "تم کون ہو؟ مجھے کیسے جانتے ہو؟ میرا نام کیا ہے، میری پچھلی زندگی کیا تھی؟"

میں نے کہا "تمھیں ہر سوال کا جواب مل جائے گا، آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

"میں نہیں بیٹھوں گی۔ کل مجھے ہوش آیا تھا، آج چوبیس گھنٹے گزر گئے ہیں۔ میں ان چوبیس گھنٹوں میں سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی ہوں اور مجھے کچھ یاد نہیں آیا ہے۔ پلیز، مجھے ایک ہی سانس میں بتا سکتے ہو، بتا دو۔"

"جلدی نہ کرو، میں اطمینان اور سہولت سے تمھیں ایک ایک بات بتاؤں گا اور بتانے سے پہلے اس خطرے سے آگاہ کروں گا کہ تم دشمنوں میں گھری ہوئی ہو۔ اگر میری ہدایات پر عمل نہیں کرو گی اور کسی معاملے میں اپنی من مانی کرو گی تو دشمن تمھیں اُٹھا کر لے جائیں گے یا تمھیں گولی مار دیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کون ہیں میرے دشمن؟ کسی کو مجھ سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟ تم مجھے خوفزدہ کر رہے ہو۔"

"آج سے چار دن پہلے تم خوفزدہ ہونے والی بزدل لڑکی نہیں تھیں، بہت دلیر تھیں، بہترین خاکر تھیں، خطرناک بدمعاشوں کے چھکے لگا کر ڈوبتی تھیں۔"

اُس نے حیرانی سے پوچھا "کیا میں ایسی تھی؟"

"ہاں، تم صرف دلیر ہی نہیں، ذہین بھی تھیں۔"

"میرے ماں باپ اور دوسرے رشتے دار کہاں ہیں، میں کہاں سے آئی ہوں؟"

"یہ کوئی نہیں جانتا۔ تم مارک مین کی سیکرٹ ایجنٹ تھیں بڑے بڑے ملکوں کے اہم راز فراہم کرتی تھیں۔ سونسٹر لینڈ میں دشمن تمھیں مار ڈالنا چاہتے تھے، میں تمھیں بچا کر یہ رس لے آیا۔"

"میری یادداشت کیسے گم ہو گئی؟"

"مارک مین کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ اُسے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ تمھیں اپنے اشاروں پر نچایا کرتا تھا۔ اُس کی ٹیلی پیتھی سے تمھیں بچانے کے لیے تمھارا برین واش کیا گیا ہے۔"

"میں اپنی یادداشت واپس چاہتی ہوں، ہوں اندھیرے میں زندگی نہیں گزاروں گی۔"

"ذرا صبر و تحمل سے کام لو، رفتہ رفتہ تمھاری یادداشت واپس آ جائے گی۔ فی الحال تمھیں دشمنوں سے چھپ کر رہنا ہوگا۔"

"کہاں رہنا ہوگا؟"

"تمھاری رہائش کا انتظام ہے، میرے ساتھ چلو۔"

"تم کون ہو؟"

"میں یہاں کا جاسوس ہوں۔ مجھے عبداللہ شامی کہتے ہیں اور تمھارا نام جینا ہے۔ میں پبلک پلیس میں تمھیں جینا کے نام سے مخاطب نہیں کروں گا، ورنہ دشمن تمھارے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"نام سے کیا ہوتا ہے، دشمن مجھے چہرے سے پہچان سکتے ہیں۔"

میں نے اپنا بیگ کھولتے ہوئے کہا "ابھی تمھارا چہرہ بدل جائے گا پھر کاٹیج میں پہنچ کر تم اصلی صورت میں آ جاؤ گی۔"

میں اُس کے چہرے پر عارضی تبدیلیاں لانے لگا۔ میرے بیگ میں طرح طرح کے ربڑ کے میڈیک آپ کا سامان تھا۔ ان کے ذریعے ناک، کان، آنکھوں اور ہونٹوں کی [illegible] پیدا ہوتا تھا پھر اصلی صورت پہچانی نہیں جاتی تھی۔

صرف بیس منٹ میں وہ آئینہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اُس نے کہا "میں تو بالکل بدل گئی ہوں مگر یہ چہرہ کچھ عجیب سا ہے۔"

"اُسے دشمنوں کے لیے عجیب رہنے دو۔ کاٹیج پہنچ کر تمھاری اصلی صورت واپس آ جائے گی، اب چلو۔"

میں نے ڈاکٹر اور فوجی افسر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُن سے مصافحہ کیا پھر جینا کے ساتھ اسپتال سے باہر آ کر کار میں بیٹھ گیا۔ وہ میرے شانہ بشانہ چلتی ہوئی آئی تھی اور کار میں بھی شانہ بشانہ بیٹھی ہوئی اپنے بدن کی آنچ دے رہی تھی۔ اُسے

پھر سے پانے کے لیے مَیں نے چار دن تک نہیں جیسے چار ہزار برسوں تک انتظار کیا تھا لیکن اتنی چاہت کے باوجود وہ اجنبی بن گئی تھی۔ اُسے شناسا بنانے کے لیے پھر سے محبت کی ابتدا کرنی تھی۔

وہ کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ جی میں آیا اُس کے خیالات پڑھوں پھر سوچا اُس کے خالی دماغ میں خود کو بھیجنے کی بے چینی ہوگی اور وہ ذہن پر زور ڈال کر کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوگی۔ مَیں اُس کے دماغ میں نہیں گیا۔ اُسے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے بولا "کیا سوچ رہی ہو؟"

"آں؟" وہ چونک گئی۔ مجھے دیکھ کر بولی "مَیں اس شہر کو دیکھ رہی ہوں پھر بھی کچھ یاد نہیں آ رہا ہے، مگر تم میں کوئی بات ہے؟"

"کیا بات ہے؟"

"اس کار میں چاروں طرف سے بند ہونے کے بعد تمھارے جسم سے مہک آ رہی ہے اور یہ مہک جانی پہچانی لگ رہی ہے۔"

مَیں نے خوش ہو کر کہا "ہاں ہاں سوچو، محسوس کرو، اپنے پانچوں حواس کو آزماؤ شاید تمھیں یاد آ جائے کہ تم میری آغوش میں، میری سانسوں کے قریب رہا کرتی تھیں۔ یہ میرے جسم کی مہک تمھارے دماغ کے کسی گوشے میں چھپی رہ گئی ہے۔ برین واشنگ بھی اس مہک کو مٹا نہ سکی۔"

ہماری محبت اور تعلقات کی بات چل پڑی تھی۔ آگے بات جاری رہتی تو اسے اور کچھ یاد آ سکتا تھا لیکن وہ پیٹ پر ہاتھ رکھ کر بولی "بھوک لگ رہی ہے۔"

سارے رومانس کا کباڑا ہو گیا۔ مَیں نے ایک ریستوران کے سامنے گاڑی روک کر کہا "اسی لیے مَیں نے تمھارے چہرے پر تبدیلیاں کی ہیں کہ کار میں سے نکلو تو پہچانی نہ جا سکو۔ آؤ یہاں سے کچھ کھا پی کر چلیں گے۔"

ہم ریستوران کے ایک کیبن میں آئے۔ وہ بیٹھنے کے بعد بولی "یہاں گھٹن سی ہو رہی ہے۔ ہال میں زیادہ لوگ بیٹھے ہیں، وہاں بیٹھ کر کھانے سے شاید مجھے کچھ اور یاد آ جائے۔"

"کہیں تم دشمنوں کو یاد نہ آ جاؤ، اسی لیے کیبن میں آیا ہوں۔"

لیکن وہ ضد کر کے ہال میں آ گئی۔ وہ ضد کرتے ہوئے بھی پیاری لگتی تھی۔ اُس کی ہر ادا دل کو تڑپاتی تھی۔ مَیں اُس کی صورت دیکھتا تو دیکھتے ہی رہنے کو جی چاہتا تھا۔ ہمارے آرڈر کے مطابق کھانا آیا۔ ہم کھاتے رہے اور دھیمی آواز میں باتیں کرتے رہے۔ میں اُسے اپنی اور اُس کی پہلی ملاقات کا قصہ سناتا رہا۔ وہ سنتی رہی اور طرح طرح کے سوالات کرتی رہی۔ کھانے کے بعد مَیں نے بل ادا کیا۔ وہ بولی "مَیں ٹوائلٹ جاؤں گی۔"

مَیں اُسے ساتھ لے کر ریستوران کے لیڈیز ٹوائلٹ کے پاس آیا، وہ اندر چلی گئی۔ مَیں باہر انتظار کرنے لگا۔ اُسے پانچ منٹ میں واپس آ جانا چاہیے تھا لیکن دس منٹ ہو گئے، وہ نہیں آئی پھر پندرہ منٹ گزر گئے تو مَیں نے خیال خوانی کے پرواز کی۔ اُس کے دماغ میں پہنچا پھر حیران رہ گیا۔ وہ ٹوائلٹ کے فرش پر دوزانو بیٹھی ہوئی تھی اور سر جھکائے روتے ہوئے کہہ رہی تھی "یہ میرا بدن لڑکی جیسا کیوں ہے؟ مَیں نے یہ زنانہ لباس کیوں پہنا ہے؟ مَیں تو لڑکا ہوں۔"

میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ مَیں نے گھڑی دیکھی۔ برین واش کے باوجود وہ ٹھیک دس بجے تبدیل ہو گئی تھی تو کیا وہ لڑکی نہیں لڑکا کہہ رہی تھی۔ مَیں نے ٹوائلٹ کے اندر آ کر اُس کے بازو کو تھام کر اُٹھایا تو وہ بازو چھڑا کر الگ ہو گئی۔ مجھے اجنبی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی "کون ہو تم؟"

لعنت ہے ایسی تبدیلی پر۔ مجھے غصہ بھی آ رہا تھا اور پیار بھی آ رہا تھا۔ مَیں نے کہا "مَیں تمھارا ساتھی ہوں، تم میرے ساتھ اس ریستوران میں آئی تھیں اور اب مجھے پہچاننے سے انکار کر رہی ہو۔"

"مَیں لڑکا ہوں، تم مجھے لڑکی سمجھ کر باتیں کر رہے ہو۔"

"مَیں بھول گیا تھا کہ تم رات دس بجے لڑکا بن جاتی ہو۔ اب مَیں تمھیں لڑکا ہی سمجھوں گا۔ پلیز، یہاں تماشا نہ بناؤ، میرے ساتھ چلو۔"

"کیسے چلوں، لڑکی کے لباس میں دیکھ کر لوگ ہنسیں گے۔"

مَیں نے اپنا کوٹ اُتار کر اُسے پہناتے ہوئے کہا "آدھا جسم چھپ گیا ہے، باہر چل کر کار میں بیٹھو، مَیں کسی سے تمھارے کپڑے خرید لاؤں گا۔"

کیں اُسے بڑی مشکلوں سے سمجھا منا کر ریستوران کے باہر لایا۔ اُسے کار کے اندر بٹھایا پھر کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے آیا۔ اُسے لے کر اسٹور کے اندر گیا۔ اُس نے فوراً ہی ایک جینز، جیکٹ اور شرٹ پسند کی۔ ایک کیبن میں جا کر اُسے پہن آئی۔ دو چار جوڑے اور لے کر لیے۔ واپس کار میں آ کر بولی "میری سمجھ میں نہیں آ رہا میرے بدن پر لڑکی کا لباس کیسے آ گیا تھا؟"

"مَیں تمھیں اچھی طرح سمجھا چکا ہوں تم دراصل لڑکی ہو اور بارہ گھنٹے کے لیے لڑکا بن جاتی ہو اور یہ سب دشمن نے ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے..."

مَیں کہتے کہتے رُک گیا۔ مجھے خیال آیا جب دشمنوں کے تمام ہتھکنڈے اس کے دماغ سے مٹا دیے گئے ہیں تو پھر یہ لڑکی سے لڑکا کیسے بن سکتی ہے؟ مَیں نے کار کو سڑک کے کنارے روکا پھر اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اندر سے بہت خوش تھی۔ اپنے لڑکا بننے پر فخر کر رہی تھی۔ ایسے وقت اُس کے دماغ سے کوئی پرائی سوچ نہیں اُبھر رہی تھی۔ یہ خیال غلط تھا کہ ماسک مین کے ہپناٹزم کرنے اور خیال خوانی کرنے والے تنویمی عمل کے ذریعے اُسے بارہ گھنٹے کے لیے لڑکی اور بارہ گھنٹے کے لیے لڑکا بناتے ہیں۔ یہ انسانی دماغ کی شرارت نہیں تھی، قدرت کا عجیب و غریب تماشا تھا۔ وہ اپنی پچھلی زندگی بھول گئی تھی، اپنا نام بھول گئی تھی لیکن اس کے دماغ نے ہر بارہ گھنٹے بعد قدرتی طور پر تبدیل ہونا فراموش نہیں کیا تھا۔ میری قسمت میں آدھی لڑکی تھی اور آدھا لڑکا۔

ہم کاٹیج میں آ گئے۔ اُس نے پوچھا "کیا مَیں پہلے بھی اس کاٹیج میں آ چکا ہوں؟"

"پہلے ہم دوسرے کاٹیج میں رہتے تھے اور ایک ہی بستر پر سوتے تھے۔"

"کیا یہاں بھی ایک ہی بستر ہے؟"

وہ دوسرا بستر دیکھنے کے لیے دوسرے کمرے میں گئی۔ مَیں نے کہا "یہاں دو بیڈ روم ہیں مگر تمھیں میرے بغیر نیند نہیں آتی تھی۔"

اُس نے کہا "آ جائے گی، پھر دوسرے بیڈ روم میں جا کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ میں مسکرا کر رہ گیا۔ مَیں نے اطمینان سے اس تبدیل کیا اور دروازوں کو چیک کرنے کے بعد تمام لائٹس بجھا دیں پھر بستر پر آ کر اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا "مَیں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ یہ اجنبی کون ہے؟ ایسا لگتا ہے جیسے اس سے پرانی شناسائی ہو۔"

مَیں نے اُس کی سوچ میں کہا "مجھے سو جانا چاہیے، خواہ مخواہ سوچ سوچ کر تھکتا رہوں گا۔"

اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ مَیں اُس کے دماغ میں اپنا خیال پیدا کرنے لگا پھر وہ ایک کروٹ سے دوسری کروٹ لیتا رہا۔ سوچنے لگا "وہ ٹھیک کہہ رہا تھا کہ اس کے بغیر مجھے نیند نہیں آتی ہے۔ پتا نہیں کیوں بار بار اُسی کا خیال آ رہا ہے؟" وہ ایک گھنٹے تک اِدھر سے اُدھر کروٹ بدلتا رہا۔ کبھی اُٹھ کر بیٹھ جاتا رہا، کبھی لیٹتا رہا۔ مَیں نے اُسے سونے نہیں دیا۔ اپنی طرف کشش پیدا کرتا رہا پھر اُسے یقین ہو گیا کہ میرے بغیر نیند نہیں آئے گی۔

وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی، آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ وہ خود کو مکمل طور پر لڑکا سمجھ رہی تھی۔ مجھے بھی حالات کے مطابق اُسے لڑکا ہی کہنا چاہیے۔ وہ دروازہ کھول کر میرے کمرے میں آ گیا پھر آہستگی سے بولا "اے، تم سو رہے ہو؟"

مَیں آنکھیں بند کیے خاموش پڑا رہا۔ وہ بستر پر آ کر کمبل کے اندر گھس گیا۔ مَیں نے اُسے قریب ہونے پر مائل کیا۔ وہ قریب ہو گیا۔ اس کے بعد مجھ سے رہا نہ گیا۔ مَیں نے آنکھیں کھول دیں، وہ عجب طلسم کدہ تھا۔ کئی ملاقاتوں کے بعد بھی نئی لگ رہی تھی۔

"مجھے پوری طرح اپنا لو۔ خوب اچھی طرح سمجھ لو پھر جواب دو کیا مَیں پہلے سے مختلف نہیں ہوں؟" اس نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ تم میری جینا ہو پھر جینا سے مختلف کیسے ہو سکتی ہو؟"

اندھیرے میں ہلکی سی ہنسی سنائی دی۔ مَیں ایک دم سے چونک گیا۔ وہ بہت ہی مختصر سی ہنسی تھی۔ اُس ہنسی میں ترنم بھی تھا اور دوشیزگی کا رس بھی لیکن وہ جینا کی ہنسی نہیں تھی۔

مَیں نے فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر بیڈ لیمپ کا سوئچ آن کیا۔ اندھیرے کے بعد اچانک روشنی ہوئی تو آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اُس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر دوسری طرف منھ پھیر لیا تھا۔ مَیں نے پوچھا "کون ہو تم؟ اِدھر منھ کرو۔"

وہ بولی "پہلے لائٹ آف کرو، مجھے شرم آتی ہے۔"

مَیں نے اُس کے چہرے کو اپنے پنجے میں لے کر ایک جھٹکے سے اپنی طرف گھمایا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی "کیا کرتے ہو؟ بالکل ہی درندے بن جاتے ہو۔"

وہ جینا تھی، کوئی دوسری نہیں تھی لیکن مجھے اُس عورت کا خیال آیا تھا، وہ ہنسی اُس کی لگی تھی۔ مَیں نے پوچھا "کیا ابھی تم ہنس رہی تھیں؟"

"ہاں، کیا میری ہنسی بُری لگی تھی؟"

"پھر ایک بار ہنس کر دکھاؤ۔"

اُس نے مختصر سی ہنسی سنائی۔ مَیں نے کہا "مگر وہ ہنسی مختلف تھی۔"

"ابھی تم نے کہا تھا مَیں تمھاری جینا ہوں، میری کوئی بات کوئی ادا مختلف نہیں ہے پھر ہنسی کیوں الگ لگ رہی ہے؟"

مَیں نے اُسے دیکھا۔ وہ خاصی صحت مند لگ رہی تھی۔ مجھے شبہ ہوا اگرچہ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ دواؤں کے ری ایکشن

سے وہ کچھ بھول گئی ہے یعنی موٹی ہوگئی ہے۔ اُس نے بار بار سوال کیا تھا کہ وہ کیسی لگتی ہے اور وہ مجھے پہلے جیسی لگ رہی تھی۔ شاید اندھیرے کی وجہ سے یا اندھے جذبوں کی وجہ سے میں سمجھ نہیں پایا تھا۔

میں بستر سے اُٹھ گیا۔ ایک بیڈ لیمپ کی روشنی کافی نہیں تھی۔ میں نے سوئچ بورڈ کے پاس آکر تمام بلب روشن کر دیے۔ کمرے میں اتنی روشنی ہوگئی کہ ایک سوئی کو بھی تلاش کیا جا سکتا تھا۔ میں نے قریب آکر اُس کے چہرے کو اچھی طرح چھو کر دیکھا، گردن کے پیچھے ہاتھ لے جا کر ماسک کا جوڑ تلاش کیا لیکن وہ ماسک میک اَپ یا عارضی میک اَپ میں نہیں تھی، وہ جینا کا اصلی چہرہ تھا۔

میرے دل میں وسوسے جنم لینے لگے۔ وہ عورت ایک بار میری تنہائی میں آئی تھی اور مجھے جہر نہیں ہوئی تھی آج بھی وہ آسکتی ہے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے جینا بن سکتی ہے۔ اُس نے پوچھا "تم اچانک پریشان ہوگئے ہو کیا بات ہے؟"

وہ بڑی بڑی پیار بھری آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ دل پھر اُس کی طرف کھنچا جا رہا تھا میں نے اُٹھ کر تمام سوئچ آف کر دیے پھر بستر پر آکر بیڈ لیمپ کو بھی بجھا دیا۔ اس کے بعد کروٹ بدل کر اُس کے تن من کے قریب ہوگیا۔

وہ میرے کان کے قریب سرگوشی میں بولی "کیا میں وہ نہیں ہوں، وہ؟"

"کون؟" میں نے پوچھا۔

"وہی جسے تم ابھی روشنی میں ڈھونڈ رہے تھے۔"

"میں کسے ڈھونڈ رہا تھا، تم کیا جانتی ہو؟"

"اس میں جاننے کی کیا بات ہے تم کبھی میرے چہرے کو چھو رہے تھے کبھی گردن کے پیچھے دیکھ رہے تھے۔ میں سمجھ گئی جینا نام کی لڑکی کوئی اور ہوگی اور تم اس کے دھوکے میں مجھے اُٹھا لائے ہو۔"

وہ میرے کان کے قریب دھیمی آواز میں بول رہی تھی۔ جب اُس نے یہ آخری فقرہ کہا کہ تم اس کے دھوکے میں مجھے اٹھا لائے ہو تو میں پھر چونک گیا کیونکہ وہ آخری فقرہ اُس عورت کی آواز اور لہجے میں تھا۔

میں نے اُس کی گردن دبوچ لی۔ اُس کے مُنہ سے آواز نکلنے لگی "اوہ نک... اوئک..." میں نے کہا "جب تک تم اصل آواز میں نہیں بولو گی، میں تمہاری گردن دبوچ کر رکھوں گا۔"

وہ پھڑپھڑا رہی تھی، سانس تیز چل رہی تھی۔ میں نے سوچا کہیں غصے میں اسے مار ہی نہ دوں پھر گلا دبانے سے یہ اصلی یا نقلی آواز میں بھی نہیں بول سکے گی۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ بیڈ

لیمپ کو آن کیا۔ وہ لمبی لمبی سانس لے رہی تھی۔ میں اس کی طرف پلٹ کر آیا تو وہ جلدی سے کروٹ بدل کر بستر پر لڑھکتی ہوئی قالین پر گئی۔ ساتھ ہی چیختی بھی رہی "نہیں نہیں میرے پاس نہ آؤ، میرا گلا نہ دباؤ، میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

وہ قالین پر سے اُٹھ کر دوڑ چلی گئی۔ جلدی جلدی لباس پہنتے ہوئے کہنے لگی "مجھے اسپتال واپس جانے دو، میں ڈاکٹروں کی پناہ میں رہوں گی۔ میں اسپتال کے باہر دوست اور دشمن کو نہیں پہچان سکتی، مجھے جانے دو۔"

وہ روشنی میں جینا تھی۔ سر سے پاؤں تک جینا تھی۔ پریشان ہو کر اُسے دیکھ رہا تھا۔ مجھ میں نہیں آرہا تھا، اُسے کیا سمجھوں، وہ دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے کہا "رُک جاؤ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

وہ میں کسی درندے کے پاس ایک منٹ بھی نہیں رہوں گی۔ وہ جانا چاہتی تھی، میں نے اُس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ پلٹ کر میرے پاس آئی پھر بستر پر بیٹھ گئی میں نے اُسکے دماغ کو آزاد چھوڑا تو مجھے قریب دیکھتے ہی چیخ مار کر کھڑی ہوگئی۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے بٹھایا پھر دماغ کو آزاد چھوڑا۔ وہ اُٹھ کر بھاگنا چاہتی تھی، نہ بھاگ سکی۔ خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے بولی "تم جادو جانتے ہو، اب میں سمجھ گئی، میں اپنے کمرے میں سونا چاہتی تھی، تم نے جادو کے ذریعے مجھے اس بستر پر آنے کے لیے مجبور کر دیا۔ میں نے تمہیں اپنا سب کچھ دے دیا، ایک جان نہیں دے سکتی، مجھے معاف کر دو، مجھے چھوڑ دو۔"

اب میں اُس پر ظلم کر کے پچھتا رہا تھا اگر وہ میرے دماغ میں آنے والی عورت ہوتی تو میں اُس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا جبکہ جینا کے اندر پہنچ رہا تھا اور اُسے اپنی مرضی پر چلا رہا تھا۔ میں نے اُس کا ہاتھ محبت سے تھام لیا۔ وہ ہاتھ چھڑانا چاہتی تھی، چھڑا نہ سکی "مجھے جانے دو، پلیز مجھے جانے دو۔"

"میں ہاتھ چھوڑوں گا پھر بھی تم جا نہیں سکو گی، یہ دیکھ چکی ہو۔"

"تم مجھے مارنا کیوں چاہتے ہو؟"

"مجھے غلط فہمی ہوگئی تھی۔ میں سوری کہتا ہوں، دل سے خوف نکال دو، میرے پاس آؤ۔"

وہ ڈرتے ڈرتے میرے پاس آئی۔ میں نے بانہوں میں سمیٹ لیا پھر کہا "سوری جینا، تم مجھے اتنا بتا دو، تمہاری ہنسی کا انداز کبھی بدل جاتا ہے؟ اور کبھی گفتگو کے دوران لہجہ بھی بدل جاتا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "تم کیسی باتیں پوچھ رہے ہو، میں کیسے جان سکتی ہوں کہ میری کون سی بات کب بدل ہے، میں تو پچھلی تمام باتیں بھول چکی ہوں۔"

"لیکن تھوڑی دیر پہلے تمہاری ہنسی بدل گئی تھی۔"

"میں نہیں ہنس رہی تھی تم نے ہنسنے کو کہا تو اپنی ہنسی سنائی تھی۔"

وہ درست کہہ رہی تھی لیکن میں نے اُس اجنبی عورت کی ہنسی سنی تھی۔ میں نے پوچھا "تھوڑی دیر پہلے بولتے بولتے تمہارا لہجہ بدل گیا تھا کیا تم انکار کرو گی؟"

"انکار کروں گی تو تم مجھے مار ڈالو گے۔"

"سچ بولو، میں تمہیں کسی حال میں بھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

وہ بولی "میں اپنی آواز میں بول رہی تھی، میرا لہجہ نہیں بدلا تھا۔ پتا نہیں تم کیوں ایسا سمجھ رہے ہو۔"

میں بُری طرح اُلجھ گیا۔ میں نے اُس کا سر اپنے بازو پر رکھ کر اُسے تھپکتے ہوئے کہا "سو جاؤ، میں ابھی کوئی بات نہیں کروں گا، مجھے خاموشی سے سوچنے دو۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے تھپک کر سُلا دیا۔ مجھے بھی نیند آرہی تھی مگر میں بیدار رہ کر سمجھنا چاہتا تھا کہ وہ عورت اب بھی میرے دماغ میں ہے یا میں خواہ مخواہ اس کی موجودگی محسوس کرنے لگتا ہوں۔ سوسنا کا خیال تھا کہ وہ اب کبھی میرے دماغ میں نہیں آئے گی لیکن میں ہی اُسے سوچتا اور محسوس کرتا رہوں گا کیونکہ وہ میرے اعصاب پر سوار ہو گئی ہے، میرے حواس پر چھا گئی ہے۔

میں سوچ رہا تھا اور اونگھ رہا تھا پھر مجھے پتا نہیں چلا کہ کب نیند غالب آگئی اور میں سو گیا۔

ہاں، میں سو رہا ہوں، گہری نیند سو رہا ہوں۔ نیند میں آدمی بڑبڑاتا ہے مگر ہوش کی باتیں نہیں کرتا۔ جب ہوش کی باتیں نہیں ہو سکتیں تو میں اپنی داستان کیسے سنا سکتا ہوں؟ بار بار مجھے معاف کرو، میں نیند کے نشے میں ہوں۔

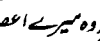

میں ہوش میں ہوں۔ میں نے آنکھیں کھول دی ہیں۔ میرا سر فرہاد کے بازو پر رکھا ہوا ہے اور میں بڑی آہستگی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی ہوں۔ اس داستان کا ہیرو، ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ، طوفانوں کا رُخ پھیر دینے والا فرہاد، میری زندگی، میرا مرد سو رہا ہے، اسے سونے دو۔ اس داستان کا کچھ حصہ میں سنا رہی ہوں۔

شروع کرتی ہوں اُس رب کریم کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

صاحبو! میں شیخ الفارس مرحوم کی بیٹی ہوں۔

آج دنوں وہ شیخ الفارس نہیں، ایک صحرائی ڈاکو غلام البرقی تھا۔ ایک زمانہ اُس کے نام سے واقف تھا۔ امیر کبیر سوداگر اس کا نام سن کر خوف سے لرز جاتے تھے۔ لُٹ جانے کے اندیشوں سے نقد رقم اور زیورات لے کر سفر نہیں کرتے تھے اس کے باوجود وہ بُری طرح لُٹ جاتے تھے۔ جس سوداگر کے پاس نقد رقم نہیں ہوتی تھی۔ غلام البرقی اسے اغوا کر لیتا تھا پھر لاکھوں ڈالر وصول کرنے کے بعد اسے اس کے خاندان والوں کے حوالے کر دیتا تھا۔

وہ بے انتہا دولت مند تھا، عیش و عشرت میں زندگی گزارتا تھا۔ جب دولت ہو، طاقت ہو اور جرائم کی دنیا میں برتری حاصل ہو رہے تو آدمی خدا کو بھول جاتا ہے۔ اُس نے بھول کر بھی خدا کو یاد نہیں کیا۔ ایک روز اُسے اطلاع ملی کہ ملک شام میں ایک بہت بڑی مسجد کی تعمیر کے لیے خاصی رقم جمع ہو رہی ہے اور شام کے حاکم نے اس مسجد کے لیے ایک نایاب ہیرا عطا کیا ہے تاکہ اسے فروخت کر کے اس کی رقم مسجد کی تعمیر میں لگائی جائے۔

اس ہیرے کی قیمت دس لاکھ ڈالر تھی۔ غلام البرقی کو نقد رقم کے مقابلے میں ہیرے جواہرات سے دلچسپی تھی۔ ہیروں میں اس کا ایک شاندار بنگلا تھا۔ وہ بنگلے کی ایک خفیہ تجوری میں نایاب ہیرے موتی جمع کرتا تھا۔ دس لاکھ ڈالر کا ہیرا چرا کر لے آنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اس نے ایک رات مسجد کے خزانچی کو گردن سے پکڑ لیا اور ریوالور کی نال کنپٹی پر رکھ دی۔ اس سے تجوری کھلوائی پھر وہ ہیرا لے کر فرار ہوگیا۔

یہ چوری جتنی آسان تھی۔ اتنی ہی اس کے لیے مصیبت بن گئی۔ تمام اسلامی ممالک کے لوگ اس کے دشمن ہوگئے تھے وہ مسجد کا مال چوری کرنے والے کو زندہ یا مردہ گرفتار دیکھنا چاہتے تھے۔ ایسی صورت میں اس کے لیے جائے پناہ نہیں تھی۔ کسی اسلامی ملک میں پناہ لے کر وہ اپنی موت کو دعوت نہیں دے سکتا تھا۔ وہ شام سے لبنان آیا۔ وہاں سے جان بچا کر ترکی کے شہر استنبول پہنچا۔ استنبول میں بھی موت اس کا پیچھا کر رہی تھی۔

اس کی حالت بالکل ایسی تھی جیسی آج کل سلمان رشدی کی ہے۔ حضور پاک کی شان میں گستاخی کرنے کے بعد اس کی زندگی عذاب میں پڑ گئی ہے۔ اسلامی ممالک کے کتنے ہی مسلمان اسے قتل کرنے کے لیے ڈھونڈ رہے ہیں۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی پولیس اور کافر جاسوس کافر سلمان رشدی کی رہائش بدلتے رہتے ہیں۔ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا کر چھپاتے ہیں۔ اس کا سکون

غائب ہوگیا ہے۔ اسے نیند نہیں آتی، کھانا ہضم نہیں ہوتا، اعصابی کمزوریوں میں مبتلا رہتا ہے۔ یوں وہ آہستہ آہستہ موت کی طرف جارہا ہے۔ اس کے مقدر میں دو ہی طرح کی موت ہے، یا تو وہ گھل گھل کر مر جائے گا۔ یا پھر کسی کفن بردوش مسلمان کے ہاتھوں قتل ہوگا۔

استنبول میں غلام البرقی پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ وہ بڑی مشکلوں سے جان بچا کر دوسری پناہ گاہ میں پہنچا۔ اگر وہ ترکی کی سرحد پار کر کے یورپ پہنچ جاتا تو بڑی حد تک مصیبتوں سے نجات حاصل کر لیتا۔ سلمان رشدی بھی اب تک اس لیے زندہ ہے کہ اسے عیسائی حکام اور یہودی اکابرین کی حمایت حاصل ہے۔ ہر وہ شخص جو خدا اور رسولؐ کے خلاف بیان دیتا ہے یا اسلام کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا ہے، اسے یورپ میں پناہ اور تحفظ حاصل ہو جاتا ہے۔

غلام البرقی کے لیے ترکی کی سرحد پار کرنا مشکل ہوگیا تھا۔ دیوانے مسلمان مسجد کی امانت واپس لینے کے لیے اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ جہاں وہ چھپا ہوا تھا، وہاں بھی اس کے لیے خطرہ تھا۔ وہ رات کی تاریکی میں چھپتا ہوا مشرقی استنبول کا پل کراس کر کے مغربی استنبول پہنچا۔ وہاں سے ٹرین میں سوار ہو کر یونان سے ہوتا ہوا فرانس پہنچ سکتا تھا۔ لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ ریلوے اسٹیشن پر پولیس والے دُور دُور تک نظر آرہے تھے۔ اسٹیشن کے قریب ایک شاندار محل نما کوٹھی نظر آئی۔ اس کوٹھی کے آس پاس زیادہ چہل پہل نہیں تھی۔ وہ جگہ وقتی طور پر چھپنے کے لیے مناسب تھی۔ غلام البرقی اس کے پچھلے دروازے سے داخل ہوگیا۔

وہاں عجیب منظر دکھائی دیا۔ کوٹھی کے اندر ایک بھی مرد نہیں تھا۔ صرف لڑکیاں نظر آرہی تھیں۔ وہ کسی کی کنیزیں تھیں۔ پختہ عمر کی عورتیں ہاتھوں میں رائفلیں اٹھائے دروازوں پر اور کوریڈور میں کھڑی ہوئی تھیں۔ دو پہرے دار عورتوں نے اسے دیکھ لیا۔ مگر وہ اپنی جگہ کھڑی رہیں۔ ایک کنیز نے سامنے آکر جھکتے ہوئے سلام کیا، پھر کہا۔ "خوش آمدید تشریف لائیں۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ اس کے لیے اس کے پیچھے جانے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ رائفل بردار عورتیں بڑی بے رحم نظر آرہی تھیں۔ وہ کنیز کے پیچھے چلتا ہوا ایک بڑی سی خواب گاہ میں داخل ہوا۔ وہ صحرا صحرا بھٹکنے والا اڈا لگ تھا۔ اس نے زندگی میں پہلی بار ایسی شاہانہ طرز کی خواب گاہ دیکھی تھی۔ ایک بڑے سے آرام دہ بستر پر ایک حسین عورت قلوپطرہ کے انداز میں آدھی بیٹھی اور آدھی لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "خوش آمدید غلام البرقی۔"

وہ چونک گیا۔ پریشان ہو کر بولا۔ "تم مجھے جانتی ہو؟"

"تمھیں کون نہیں جانتا۔ تمام اسلامی ممالک کے اخبارات میں تمھاری تصویریں شائع ہو چکی ہیں۔ تمھاری گردن کی قیمت ایک لاکھ ڈالر ہے۔ جو اس نایاب ہیرے کے ساتھ تمھاری گردن لائے گا، اسے دو لاکھ ڈالر انعام میں دیے جائیں گے۔ آج تک کسی ڈاکو کو گرفتار کرنے یا قتل کرنے کا اتنا معاوضہ مقرر نہیں ہوا۔ یہ مسلمان بڑے جذباتی اور جنونی ہوتے ہیں۔ مسجد کی امانت واپس لینے کے لیے تمھاری بہت زیادہ قیمت لگا دی ہے۔"

"کیا تم مسلمان نہیں ہو؟"

"اگر ہوتی تو تم ابھی حراست میں ہوتے اور وہ نایاب ہیرا تمھارے لباس کے اندر سے نکل کر میری مٹھی میں آجاتا۔"

"تم کون ہو؟"

"رقاصہ سلوانہ۔ تم صحراؤں میں بھٹکنے والے مجھے نہیں جانتے ورنہ ہر ملک اور ہر شہر کے لوگ میرے دیوانے ہیں۔ رقص کے دوران جب میرا انگ انگ تھرکتا ہے تو دنیا کے امیر ترین لوگ مجھ پر نوٹوں کی بارش کرتے ہیں۔ بڑے بڑے رئیس میری بولی دیتے ہیں، کوئی مجھے سونے چاندی میں تولنا چاہتا ہے۔ کوئی ایک رات گزارنے کے لیے مجھے کسی جزیرے کا مالک بنا دینا چاہتا ہے۔ ایسے میں ہر مغرور اور ضدی عورت پک جاتی ہے لیکن میں نے اب تک خود کو بچا رکھا ہے۔ میں اپنے ستاروں کی چال کے مطابق چلتی ہوں۔ میرے ستارے کہتے ہیں کہ میں خود کو گنوا ہوں سے بچا کر رکھوں گی تو میری زندگی میں ایک مسلمان آئے گا، جس کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کر کے میں اس کے بچوں کی ماں بنوں گی۔ وہ بچے مجھے ایسی دولت دیں گے جو آج تک کسی نے نہ پائی ہوگی۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر اس کے سامنے ٹہل رہی تھی اور بولی رہی تھی۔ غلام البرقی نے پوچھا۔ "کیا میں ہی وہ مسلمان ہوں؟"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے تک آئی پھر بولی۔ "شاید تم ہی ہو۔ ابھی تمھاری دونوں ہتھیلیوں کے فوٹو گرافس لیے جائیں گے۔ اس کے بعد میں صحیح نتیجے پر پہنچوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ خواب گاہ سے باہر چلی گئی۔ دروازہ بند ہوگیا وہ بڑی دیر تک کھڑا سوچتا رہا، کہیں مصیبت میں تو نہیں پھنس گیا ہے۔ پھر اس نے سوچا، اگر پھنس ہی گیا ہے تو نکل نہیں سکے گا۔ وہاں کی پہرے دار عورتوں سے نمٹنا آسان تھا لیکن باہر نکل جانے انجانے دشمن تھے۔ کہیں بھی کوئی مسلمان اسے گولی کا نشانہ بنا سکتا تھا۔ فی الحال یہی پناہ گاہ مناسب تھی۔ وہ مسلمان ہو کر مسلمانوں سے خوفزدہ تھا۔ سلوانہ جیسی کافر حسینہ کے سائے میں ہی محفوظ رہ سکتا تھا۔

خواب گاہ کا دروازہ کھلا۔ ایک لیڈی فوٹو گرافر آئی اس نے غلام البرقی کی دونوں ہتھیلیوں کی تصویریں لیں، مختلف زاویوں سے چہرے کے کلوز اپ لیے، پھر وہ چلی گئی۔ آدھے گھنٹے کے بعد وہ تصویریں دھل کر پرنٹ ہو کر سلوانہ کے ایک پرائیویٹ کمرے میں پہنچ گئیں۔

سلوانہ کے سامنے ایک بوڑھی وچ لیڈی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ علم نجوم، قیافہ شناسی کے علاوہ کالے جادو میں بھی مہارت حاصل تھی۔ سلوانہ اور وچ لیڈی کے درمیان بڑی سی میز پر ایک بطانی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔ اس کھوپڑی کے کھلے ہوئے منہ نے ناک کے سوراخوں سے اور آنکھوں کے شگاف سے زرد رنگ دھواں نکل رہا تھا۔ اس دھواں دھواں سے ماحول میں وچ بڑی اپنے دیدے پھیلائے کوئی منتر پڑھ رہی تھی۔

پھر وہ جبرانی ہوئی آواز میں بولی۔ "یہی ہے۔ میرا جادو کہتا ہے یہی وہ مسلمان ہے جس کا تجھے انتظار تھا۔ میں اس کی تصویریں دیکھ رہی ہوں۔ اس کے ہاتھوں کی لکیریں دیکھ رہی ہوں۔ لکیریں کہہ رہی ہیں یہ ایک راستے پر چلنے والا نہیں ہے۔ راستہ بدل دے گا۔ جو آج ہے وہ کل نہیں رہے گا۔ اگر تو اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی تو یہ تجھے بھی بدل دے گا۔ تیرا مذہب بھی بدل دے گا۔ تجھے یہودی سے مسلمان بنا دے گا۔"

سلوانہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ حقارت سے بولی۔ "لعنت ہے اس پر، میں اسے گولی مار دوں گی۔"

پھر وہ بایاں ہاتھ بڑھا کر بولی۔ "یہ ہاتھ دیکھ کر بتاؤ کیا میں بھی بدل سکتی ہوں؟ اپنا مذہب چھوڑ سکتی ہوں؟"

وچ لیڈی نے کہا۔ "میں کئی بار تیرا ہاتھ دیکھ چکی ہوں۔ تیرا ہاتھ کہتا ہے تو ضد کی پکی اور ارادے کی مضبوط ہے۔ تو اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی۔ اُدھر وہ فیصلہ بدلنے والا شخص ہے۔ تم دونوں کے ہاتھوں میں تضاد ہے، تم دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہو۔ تمھارا ایک ساتھ گزارہ نہیں ہوگا۔ اس کے باوجود تمھیں ایک ساتھ رہنا ہے اور بچے پیدا کرنے ہیں۔"

"ہاں، مجھے بچوں کے بارے میں بتاؤ۔ تم نے کہا تھا اس مسلمان کا چہرہ اور ہاتھ دیکھ کر تم مجھے خوش خبری سناؤ گی۔"

"بے شک، میں نے وعدہ کیا تھا۔ تیرے ہاتھ سے اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ بچوں کے ذریعے بے انتہا دولت اور شہرت ملے گی۔ اس مسلمان کا ہاتھ کہتا ہے تمھارے بچوں کو ایک ایسا غیر معمولی علم حاصل ہوگا جو دنیا میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔"

"آخر وہ کیسا علم ہوگا؟"

"ایسا علم جس کے ذریعے تیرے بچے چھپے ہوئے خزانوں تک پہنچیں گے اور اپنے دشمنوں کے لیے موت بن جایا کریں گے۔"

"میرے کتنے بچے ہوں گے؟"

"دو صرف دو ہوں گے اور دونوں ہی ایک جیسا غیر معمولی علم حاصل کریں گے۔"

"تم مجھے یہ کیوں نہیں بتاتیں کہ وہ کیسا علم ہوگا؟"

"میں نہیں جانتی، میرا علم مجھے نہیں بتا رہا ہے، پھر تجھے کیسے بتاؤں؟"

سلوانہ نے غلام البرقی کے پاس آکر کہا۔ "تم وہی ہو جس کا مجھے انتظار تھا۔ آج سے میرے شب و روز تمھارے ساتھ گزریں گے۔"

وہ قریب آکر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔

"مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے۔ میں تمھاری خاطر محلوں میں رقص کرنا چھوڑ دوں گی۔ صرف تمھاری بن کر رہوں گی اور تقدیر مہربان ہوئی تو جلد ہی تمھارے بچوں کی ماں بن جاؤں گی۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "لیکن میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔"

وہ خلاف توقع بولی۔ "نہ کرو، میں بھی شادی کے جھمیلے میں پڑنا نہیں چاہتی۔ ہم شادی کے بغیر سچی محبت کریں گے اور بچے پیدا کرتے رہیں گے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔"

"غلام البرقی، مجھ سے بحث نہ کرو، ورنہ تم نام کے ہی نہیں کام کے بھی غلام بن جاؤ گے۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے ورنہ پولیس کو یا تمھارے مسلمان قاتلوں کو یہاں بلانے میں دیر نہیں لگے گی۔"

وہ مجبور ہو کر بولا۔ "اچھی بات ہے، میں تمھاری بات مان لوں گا لیکن جائز طریقے سے یعنی پہلے ہمارا نکاح پڑھایا جائے گا۔"

اس نے انکار نہیں کیا، وہ صرف بچوں کے لیے دیوانی ہو رہی تھی۔ جائز رشتے کے لیے غلام البرقی نے جو بھی بات کہی، وہ مانتی گئی۔ یوں اس کے ساتھ ازدواجی زندگی کی ابتدا ہوگئی۔ اس نے ماضی میں بڑے بڑے ڈاکے ڈالے تھے کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آیا تھا۔ لیکن مسجد کی ایک امانت چرانے کے بعد ایک رقاصہ کے جال میں پھنس گیا تھا۔ ایک بے بس پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔ وہاں سے نکل بھاگنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

سلوانہ بہت چالاک تھا۔ اُس نے اسی رات پولیس کے اعلیٰ افسر سے درخواست کی تھی کہ اسے ڈاکو غلام البرقی سے خطرہ ہے۔ لہٰذا اس کے محل کے اطراف پولیس کا پہرا لگا دیا جائے۔ اس سلسلے میں جو اخراجات ہیں، وہ پورے کرتی رہے گی۔

غلام البرقی نے دوسری صبح محل کی مختلف کھڑکیوں

سے جھانک کر پولیس والوں کو دیکھا، پھر سلوانہ سے پوچھا۔
"یہ پولیس یہاں کیوں ہے؟"

"میں نے پہرا لگوایا ہے۔ میں تمہارے بھاگ جانے کے لیے اس وقت تک پاؤں ہلکے نہیں ہونے دوں گی جب تک میرے پاؤں بھاری نہیں ہوں گے۔"

دن گزرتے رہے۔ وہاں مستقل پولیس والے نظر آتے رہے، پھر کچھ مشکوک افراد نظر آئے۔ سلوانہ نے کہا۔ "میں نے معلوم کیا ہے۔ وہ افراد واقعی مشکوک ہیں۔ مسلمان ہیں انھیں شبہ ہوگیا ہے کہ تم یہاں چھپے رہتے ہو۔ لہٰذا زندہ رہنا چاہتے ہو تو کھڑکیوں کے پاس نہ آیا کرو۔ وہ تمھیں دیکھ لیں گے۔"

وہ محل میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ صراحوں کی کھلی فضا میں سانس لینے والا چار دیواری میں گھٹن محسوس کر رہا تھا۔ اگر اس چار دیواری سے بھاگنا چاہتا تو آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا جاتا۔ جب دن رات ایک ہی جگہ بیٹھ کر سوچنے کا موقع ملا تو یہ بات پہلی بار سمجھ میں آئی کہ اس نے مسجد کی امانت چرا کر بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ ہر مجرم کو اپنا جرم جائز لگتا ہے۔ بلکہ وہ اسے جرم کہتا ہی نہیں، ایسے اپنا پیشہ سمجھتا ہے۔ غلام البرقی نے پہلی بار دل ہی دل میں اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ یہ تبدیلی کی ابتدا تھی وہ اندر ہی اندر بدل رہا تھا، سوچ رہا تھا، ملک شام واپس جا کر وہ ہیرا مسجد کی تجوری میں واپس رکھ دے گا۔

سوچتے سوچتے اور سمجھتے سمجھتے دو ماہ گزر گئے۔ وہ پریشان ہو کر سلوانہ سے بولا۔ "میں کب تک یہاں قید رہوں گا؟ ہیرا وہ ہیرا مجھے دو۔ میں اسی مسجد میں جا کر اسے واپس رکھ دوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ عورت دل دے دیتی ہے، جان دے دیتی ہے، مگر زیورات واپس نہیں دیتی، پھر وہ ہیرا تو نایاب ہے، اسے بھول جاؤ۔"

"میرے پاس اس سے بھی قیمتی ہیرے جواہرات ہیں میں پیرس پہنچتے ہی وہ سب تمہارے حوالے کر دوں گا صرف وہ ہیرا مجھے دے دو، میرا سکون برباد ہوگیا ہے۔ رات بھر جاگتا رہتا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں سو نہیں سکتا۔ میں باہر نہیں جا سکتا۔ آزادی سے گھوم نہیں سکتا۔ میں نے اپنے اعمال سے مصیبتیں مول لی ہیں۔ وہ ہیرا واپس کر دوں گا تو کوئی بھی مسلمان مجھے قتل نہیں کرے گا۔ میں اللہ کے عذاب سے بھی محفوظ رہوں گا۔"

وہ زور زور سے ہنسنے لگی۔ دیر تک ہنستی رہی، پھر بولی۔ "ارے ڈاکو، کیا تیرے اندر اسلام واپس آ رہا ہے؟"

"یہ ہنسنے کی نہیں سمجھنے کی بات ہے۔ میرے اندر کا انسان مجھے ستا رہا ہے۔"

"پھر تو وہ وچ لیڈی درست کہتی تھی کہ تو بدل جائے گا تیرا مزاج اور تیرا راستہ بدل جائے گا اور تو مجھے بھی مسلمان بنانا چاہے گا۔"

"جب میں پوری طرح مسلمان نہیں ہوں تو تمھیں کیسے مسلمان بناؤں گا۔ میں ایمان دار بھی نہیں ہوں، صرف ایک سچائی کی بات سمجھ رہا ہوں کہ اس ہیرے کو اس کی جگہ پہنچا دینا چاہیے۔"

"بکواس نہ کرو۔ میں وہ ہیرا واپس نہیں کروں گی جو ایک غیر مسلمان کو مسلمان بنا دے کوئی دوسری بات کرو۔"

تیسرے ماہ وہ دوسری بات ہوگئی۔ لیڈی ڈاکٹر نے تصدیق کر دی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ سلوانہ خوشی سے ناچنے لگی۔ اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "آج میں بہت خوش ہوں میرے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے ہیں، بولو میں تمھیں کیا انعام دوں؟"

"وہ ہیرا دے دو۔ میں ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"میں خود جا رہی ہوں۔ تم ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ مگر ابھی ابھی پہلے بچے کی ماں بن رہی ہوں۔ میرے مقدمے کے حساب میں دوسرا بچہ بھی ہے اور وہ بچہ بھی تمہارے خون سے ہوگا۔ اس لیے تم نہیں جاؤ گے۔"

"نہیں جاؤں گا لیکن تم وہ ہیرا ملک شام کے حاکم تک پہنچا سکتی ہو؟"

"جب وہ ہیرا اپنی جگہ پہنچ جائے گا۔ تم پر سے الزام اٹھ جائے گا۔ تمھیں قتل کرنے کا ارادہ رکھنے والے واپس چلے جائیں گے تو پھر میں تمھیں پابند بنا کر نہیں رکھ سکوں گی۔ تم محل کی کھڑکیوں اور دروازے توڑ کر بھاگ جاؤ گے۔"

"میں نہیں بھاگوں گا۔ دوسرے بچے کی پیدائش تک ہم پیرس میں رہیں گے۔"

"تو پھر ایسا کرو، دوسرے بچے کو بھی دنیا میں آ جانے دو جس دن وہ صحیح سلامت پیدا ہوگا میں وہ ہیرا تمھیں واپس کر دوں گی۔ اس طرح میرا کام بھی ہو جائے گا اور تمھیں بھی ایمانداری دکھانے کا موقع مل جائے گا۔"

وہ ضدی اور ارادے کی پکی تھی۔ اپنی ہی باتیں منواتی جاتی تھی۔ غلام البرقی کو صبر کرنا پڑا۔ کہتے ہیں صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ نو ماہ کے بعد دو بیٹیاں ہوئیں۔ دونوں جڑواں پیدا ہوئیں۔ وہ ایک دوسرے کے شانے سے جڑی ہوئی تھیں۔ انھیں آپریشن کے ذریعے الگ کیا گیا۔ دونوں ایک دوسرے سے ذہنی طور پر اس قدر وابستہ تھیں کہ الگ کیے جانے پر روتی رہیں۔ انھیں ایک ساتھ لٹا کر بڑی مشکلوں سے چپ کرایا گیا تھا۔ ان میں سے ایک بھوک سے روتی تو دوسری بھی رونے لگتی۔ ایک جتنی مقدار میں دودھ پیتی تھی، دوسری بھی اتنی ہی مقدار پی کر مطمئن ہو جاتی تھی۔ وہ دونوں بڑی دلچسپیاں لے کر پیدا ہوئی تھیں۔

ادھر سلوانہ کی دلچسپیاں غلام البرقی سے ختم ہوگئیں۔ وچ لیڈی کی پیش گوئی کے مطابق اس کے دو بچے تھے اور دو بچیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ اب غلام کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس نے زچہ خانے سے باہر آتے ہی پولیس کا پہرا اٹھوا دیا۔ اس نے کہا۔ "تم جا سکتے ہو، باہر وہ اجنبی مسلمان نظر نہیں آئیں گے جو محل کی کھڑکیوں سے تمھیں نظر آیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ سرے سے مسلمان یا تمھارے دشمن نہیں تھے۔ میرے کرائے کے آدمی تھے۔ میں نے ان کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وقتاً فوقتاً محل کے آس پاس سے مشکوک انداز میں گزرتے رہیں۔ اس طرح تم انھیں اپنی جان کا دشمن سمجھنے لگے تھے۔ بہرحال میں تمھیں آزاد کرتی ہوں۔"

غلام البرقی خاموش کھڑا اپنی دونوں بیٹیوں کو تک رہا تھا۔ اندر ہی اندر اس کی دنیا بدل رہی تھی۔ آج تک اس کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں تھا، سلوانہ سے بھی کوئی دلی تعلق نہ تھا مگر ان بچیوں کو دیکھ کر ان کی طرف دل کھنچا جا رہا تھا۔ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ من موہنی صورت والی بچیاں اس کے خون سے تخلیق ہوئی ہیں۔ اور یقین نہ آنے کے باوجود اندر ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ وہ بستر پر جھک کر دونوں کو باری باری چومنے لگا۔ سلوانہ نے پوچھا۔ "کیا محبت جوش مار رہی ہے؟"

"ہاں۔" میں بیان نہیں کر سکتا کہ میرے اندر کیا ہو رہا ہے۔ آج تک میں کسی انسان نہیں تھا، جانور تھا۔ خون کے رشتوں کی اہمیت اور محبت کو سمجھتا نہیں تھا۔ آج خود کو سمجھ آ رہی ہے۔"

"اپنی سمجھ کو یہیں تک رکھو۔ جتنی جلدی ہو سکے بچیوں سے دور چلے جاؤ اور بھول جاؤ کہ کبھی اس محل میں آئے تھے اور آئے تھے تو دو بچیوں کی صورت میں یہاں چھپنے اور محفوظ رہنے کی قیمت ادا کر کے گئے تھے۔ اب جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گا۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ اگر جاؤں گا تو انھیں بھی ساتھ لے جاؤں گا۔"

سلوانہ نے رائفل بردار عورتوں کو بلایا پھر ان سے پوچھا۔ "یہ بیٹیاں کس کی ہیں؟"

سب نے باری باری کہا۔ "آپ کی ہیں، آپ کی ہیں۔"

"تم سب جانتی ہو اور گواہ ہو کہ میرا ایک عاشق راتوں کو میرے پاس آتا تھا۔"

سب نے کہا۔ "ہم گواہ ہیں۔"

وہ غلام البرقی سے بولی۔ "کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ عورت جس مرد کی طرف انگلی اٹھا دے، وہی اس کے بچوں کا باپ کہلاتا ہے اور بچوں کے اصل باپ سے انکار کر دے تو عدالت بھی اسے باپ تسلیم نہیں کرتی۔"

پھر اس نے رائفل بردار عورتوں کو حکم دیا۔ "ہمارے مہمان کو محل کے باہر چھوڑ آؤ۔ اگر یہ جانے سے انکار کر دے تو دھکے دے کر نکال دو۔ دھکوں سے بھی نہ جائے تو پولیس انسپکٹر کو فون کرو اور اسے بتاؤ، ملک شام کے حاکم کا مجرم ہمارے سمیت محل میں گھس آیا ہے۔ یہاں آ کر اسے فوراً گرفتار کیا جائے۔"

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک عورت اسے اس قدر کمزور اور بے بس کر دے گی۔ حالانکہ یہ سوچنے سمجھنے کی کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اکثر حالات میں عورت ہی مرد کو کمزور بناتی ہے اور اگر تجزیہ کیا جائے تو مرد اپنے اعمال سے اپنی کمزوریاں عورت کے ہاتھوں میں دیتا ہے۔ اب وہ سمجھ رہا تھا کہ مسجد کی ایک امانت چرانے کے بعد ہی سے اس کی کمزوریوں کا آغاز ہو چکا تھا اور انجام ایک عورت کے ہاتھوں سے ہو رہا تھا۔

وہ محل کی سلاخوں کے پیچھے جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے محل سے نکل آیا۔ دل بے اختیار بچیوں کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ مگر وہ دوبارہ انھیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اندر ہی اندر تڑپ رہا تھا۔ انھیں زبردستی چھین لینے کے متعلق سوچ رہا تھا مگر کوئی تدبیر کام نہیں آ سکتی تھی۔ کسی تدبیر پر عمل کرنے کے لیے رقم کی، طاقت کی اور ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے پاس ذہانت تھی، رقم اور طاقت نہیں تھی۔ وہ جسمانی طور پر کمزور نہیں تھا۔ ایک ہیرے کی چوری نے اس کی طاقت چھین لی تھی۔ اگر وہ ہیرا واپس کر دیتا تو ضمیر سے بوجھ اتر جاتا اور وہ انسانوں سے تاتاریوں سے محفوظ رہ کر صرف اپنی بچیوں کو حاصل کرنے کے متعلق سوچتا اور کسی تدبیر پر عمل کرتا لیکن سلوانہ نے اسے ہیرے سے بھی محروم کر دیا تھا۔

رات کا وقت تھا۔ وہ بیٹ کو پیشانی پر جھکائے، اپنی والنسٹ میں چہرہ چھپائے ریلوے اسٹیشن کے پاس آیا۔ ٹرین سرحد پار جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ اس کے پاس اتنی رقم تھی کہ وہ رشوت دے کر سرحد پار کر سکتا تھا لیکن معصوم بچیوں کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ ایک دل کہتا تھا کہ اسے پیرس جا کر اپنی دولت یہاں منتقل کرا لینی چاہیے، پھر عارضی سیک اپ کے ذریعے چہرہ بدل کر اس شہر میں رہائش اختیار کرنی چاہیے۔ اس کے بعد

اطمینان سے منصوبہ بنا کر اپنی بچیوں کو سلوانہ سے چھین کر لے جانا چاہیے۔

وہ اسٹیشن کے پاس کسی ایسے دلال کو بھاپنا رہا جو رقم لے کر اسے سرحد پار کرا دے۔ تھوڑی دیر بعد ایک دلال نظر آیا تو اچانک ارادہ بدل گیا۔ کھوپڑی گھوم گئی وہ ایک عورت سے شکست کھا کر اور اپنی بچیوں کو ہار کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس نے چشم زدن میں فیصلہ کیا کہ تخت یا تختہ۔ وہ اپنی بچیوں کو لے کر جائے گا۔ یا یہیں اپنی جان دے دے گا یا اگر داؤ چل گیا تو سلوانہ کی تجوری سے مسجد کی امانت بھی نکال کر واپس کر دے گا۔

دلال نے پوچھا۔ "ہاں بولو کیا کام ہے؟"

"کچھ نہیں" وہ پلٹ کر جانے لگا۔

دلال نے آواز دی۔ "مسٹر، تم خواہ مخواہ گھبرا رہے ہو۔ میں پولیس اور کسٹم والوں کو بھی حصہ دیتا ہوں۔ کوئی تم سے کچھ نہیں پوچھے گا۔ ایک ہزار امریکی ڈالر میں سرحد پار کر سکتے ہو۔"

"میں کل رات کی ٹرین سے جانا چاہتا ہوں۔"

"چلو کل ہی سہی، میں اسی جگہ ملوں گا۔"

وہ اسٹیشن سے چلا آیا۔ اس نے سلوانہ کے محل میں پورے گیارہ ماہ گزارے تھے۔ اس عرصے میں اس کا اندر کاڑا کو سو گیا تھا۔ جس عورت نے گیارہ ماہ تک غلام بنا کر رکھا تھا، آج اسی عورت کی ایک ٹھوکر نے اسے جھنجوڑ کر بیدار کر دیا تھا۔ اس نے ایک طبلہ ہی تھرڈ کلاس سرائے میں ایک کمرا لیا، پھر وہاں بیٹھ کر پورے محل کے اندرونی نقشے کو ذہن میں تازہ کرنے لگا۔ ایک ایک بات یاد آنے لگی۔ کہ رائفل بردار عورتوں کی ڈیوٹی ہر آٹھ گھنٹے کے بعد بدلتی ہے۔ مسلح عورتوں کی تعداد بارہ ہے۔ سلوانہ ان عورتوں پر اعتماد کر کے اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھتی ہے۔ البتہ الماری کے اندر ایک ریوالور رہتا ہے۔ اسی آہنی الماری میں وہ ہیرا رکھا ہوا ہے۔

وہ طویل عرصے کے بعد ایک محل میں ڈاکا ڈالنے کا منصوبہ بناتے بناتے سو گیا۔ دوسری صبح اٹھ کر وہ بازار گیا۔ دن کی روشنی میں پہچانے جانے اور پکڑے جانے کا اندیشہ تھا۔ ایسے ہی اندیشوں نے اسے ایک عورت کا غلام بنا رکھا تھا۔ اب وہ نڈر اور بے باک ہو گیا تھا۔ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر کھلے بازار میں آ گیا تھا یہ حوصلہ تھا کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

اسے حیرانی ہوئی، کسی نے اسے نہیں پہچانا۔ اگر پہچان بھی لیا ہو تو اسے نظر انداز کیا ہوگا۔ حیرانی اسی بات کی تھی کہ اسے نظر انداز کیوں کیا جا رہا ہے۔ اس نے کپڑے مکوڑے اور چوہے مارنے کی زہریلی رقیق دوائیں لیں۔ پلاسٹک کی اسپرے گن اور ایک گیس ماسک حاصل کیا۔ دشمنوں سے نمٹنے کا تمام سامان حاصل کرنے کے بعد اس نے دونوں بچیوں کے لیے دودھ کا ڈبا خشک فیڈر اور گرم کپڑے وغیرہ خریدے۔ جب وہ ایک دکان سے باہر آ رہا تھا، تب تین مسلمانوں نے اسے گھیر لیا۔ ایک نے اس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ "تو قسمت کا دھنی ہے، ہم تجھے قتل کرنے کے لیے سر سے کفن باندھ کر آئے تھے اور افسوس شام کے حاکم نے تیری گرفتاری اور قتل کا حکم واپس لے لیا ہے۔"

اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا واقعی مجھے گرفتار نہیں کیا جائے گا؟ مجھے قتل نہیں کیا جائے گا؟"

"کیا تو نہیں دیکھ رہا ہے کہ میں نے تیرا گریبان پکڑ کر چھوڑ دیا ہے۔ کیا تو نے کل کا اخبار نہیں پڑھا ہے؟"

"مجھے برادر، میں نے اخبار نہیں پڑھا ہے۔ خدارا مجھے بتاؤ یہ ماجرا کیا ہے۔ میں نے مسجد کی امانت چرا کر بہت بڑا جرم کیا ہے پھر یہ جرم معاف کیسے ہو گیا؟"

"کسی نے مسجد کی تعمیر کے لیے پندرہ لاکھ کا عطیہ دے کر شام کے حاکم سے درخواست کی تھی کہ غلام البرقی کو معاف کر دیا جائے۔"

"وہ سخی داتا کون ہے؟ کس نے مجھے معافی دلائی ہے؟"

"وہ کوئی گمنام ہے۔ اپنی شہرت نہیں چاہتا۔ اسی لیے اس کا نام اخبارات میں شائع نہ ہو سکا۔"

قاتلوں سے سامنا ہوا مگر کچھ نہ ہوا۔ مہینوں کی دہشت پل بھر میں ختم ہو گئی۔ اسے نئی زندگی مل گئی۔ وہ ہر طرح سے آزاد ہو گیا۔ اس کا گریبان پکڑنے والے قاتل چلے گئے۔ وہ تھوڑی دیر گم صم کھڑا خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کرتا رہا، پھر اس نے ایک اچھے سے ہوٹل میں آ کر ایک کمرا لیا۔ وہاں تمام سامان رکھا، پھر جا کر اپنی ضرورت کے کپڑے اور دوسرا سامان خریدا۔ حمام میں جا کر دیر تک بھاپ سے غسل کرنے کے مزے لیتا رہا۔ اب اسے رات کا انتظار تھا اور بے صبری میں دن نہیں گزر رہا تھا۔

وہ ساحلی علاقے میں آیا۔ وہاں موٹر بوٹ، لانچ اور بحری جہازوں کی الگ الگ بندرگاہیں تھیں۔ ان میں سے جہازوں کے مالکان خاصی رقم لے کر سمندر کے راستے بلغاریہ یوگوسلاویہ یا یونان کے ساحلوں تک پہنچا دیتے تھے۔ ایسے غیر قانونی سفر کرنے والے جہازی پہچانے نہیں جاتے تھے لیکن ایک بدمعاش دوسرے بدمعاش کو جلد ہی پہچان لیتا ہے۔

غلام البرقی نے ایک جہاز کے کپتان سے معاملات طے کر لیے۔ جہاز آدھی رات کو وہاں سے روانہ ہونے والا تھا۔ وہ روانگی سے قبل آنے کا وعدہ کر کے ہوٹل کے کمرے میں آیا۔ رات کا اندھیرا چھا گیا تھا۔ اس نے ہلکا سا ناشتا کیا، پھر کافی پینے کے دوران اپنے منصوبے پر نظر ثانی کرتا رہا۔ اس کے بعد تمام سامان اٹھا کر ہوٹل سے باہر آ گیا۔

وہ رات کے دس بجے محل کے احاطے میں داخل ہوا۔ پائیں باغ کے تاریک حصے میں پہنچ کر اس نے بچیوں کی ضرورت کا سامان ایک طرف رکھا۔ اپنے چہرے پر گیس ماسک چڑھایا اور چھوٹے سے آکسیجن سلنڈر کو پیٹھ پر باندھ لیا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ محل میں داخل ہوتے ہی جس لیڈی گارڈ سے سامنا ہو گا، اس کے منہ پر اسپرے کرے گا، پھر اس کی رائفل چھین لے گا۔ وہ محل میں ہر جگہ زہریلی دوا اسپرے نہیں کر سکتا تھا۔ ایک رائفل ہاتھ میں آتے ہی اس کا کام قدرے آسان ہو جاتا۔

ضروری نہیں کہ آدمی جو سوچے وہی ہوتا ہے۔ اگر وہی ہوتا رہے تو آدمی اپنے مقدر کا خود مالک بن جائے۔ اچانک اسے اپنے پیچھے لیڈی گارڈ کی کرخت آواز سنائی دی۔ "ہالٹ، اپنے دونوں ہاتھ پیچھے سر پر رکھو۔"

اس کے ایک ہاتھ میں چھوٹی سی اسپرے گن تھی۔ اس نے ہاتھ پیچھے سر کی طرف لاتے ہوئے اسپرے کیا۔ وہ بولی۔ "یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ اسے پھینک۔۔۔"

وہ پوری بات نہ کر سکی۔ دوا کے اثر سے چکرا کر گر پڑی۔ اس کے ساتھ ہی ایک فائر ہوا، گولی غلام البرقی کے بازو میں آ کر لگی۔ تب پتا چلا دوسری لیڈی گارڈ بھی تھی۔ وہ ذرا دور تھی اس پر دوا کا اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ گولی کھا کر پہلی لیڈی گارڈ پر گرا۔ پھر اس کی رائفل اٹھاتے ہی فائر کر دیا۔ نشانہ پکا تھا وہ چیخ مار کر گر پڑی لیکن کام بگڑ گیا تھا۔ فائرنگ کی آواز گونجتے ہی محل میں خطرے کا الارم بجنے لگا تھا۔ اب اس کی کوئی تدبیر کام آنے والی نہیں تھی۔ وہ ہمیشہ کے لیے بچیوں سے محروم ہونے والا تھا۔

اس کے بازو میں گولی کے زخم نے انگارے بھر دیے تھے لیکن درد نہیں ہو رہا تھا۔ وہ تو چکرا کر لیٹا رہ جانا لیکن وہ رائفل لے کر اٹھ گیا۔ محل گیا۔ اندر سے مسلح گارڈز آ رہی تھیں۔ اس نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ چیخنے چلانے اور گولیاں کھا کر گرنے والوں کے درمیان سے گزرتا ہوا وہ سلوانہ کی خواب گاہ کی طرف جانے لگا۔ کنیزیں خوفزدہ ہو کر چیختی ہوئی ادھر سے ادھر بھاگ رہی تھیں۔ اس بھاگ دوڑ میں کسی نے اس پر گولی چلائی۔ وہ بال بال بچا۔ ایک دیوار اور محل کی جالیوں کی آڑ لیتا ہوا خواب گاہ میں پہنچا۔ محل کے باہر پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دے رہے تھے۔ ایک سہیلی کا پٹڑ کی بھی آواز سنائی دے رہی تھی شاید سلوانہ نے قانون کے محافظوں کو بلوا لیا تھا۔

اس نے خواب گاہ میں آتے ہی دروازے کو اندر سے بند کیا۔ بچیوں کے پالنے کے پاس بیٹھی ہوئی خادمہ خوف سے چیختی ہوئی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا پالنے کے پاس آیا۔ وہاں ایک ہی بچی نظر آ رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "دوسری کہاں ہے؟"

وہ سہم کر بولی۔ "مالکن اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی ہیں۔"

وہ رائفل کو شانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "تم جھوٹ بولتی ہو جب ایک بچی کو تکلیف ہوتی ہے تو دوسری بھی اسی مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ پھر سلوانہ اسے کیوں نہیں لے گئی؟"

"میں ٹھیک طرح نہیں جانتی۔ سنا ہے اس بچی کو تجربے کے لیے اس بچی سے دور لے گئی ہیں۔ ڈاکٹر ایک کا علاج کر کے دیکھنا چاہتا ہے کہ اس علاج سے دوسری بچی کو آرام آتا ہے یا نہیں؟ یہ تھوڑی دیر پہلے رو رہی تھی۔ اب اچانک خاموشی سے سو گئی ہے۔ شاید تجربہ کامیاب ہو گیا ہے۔ اُدھر اسے آرام آنے سے شاید یہ بھی سو گئی ہے۔"

غلام نے بچی کو پالنے سے اٹھا لیا۔ جس زخمی بازو سے لہو بہہ رہا تھا اسی بازو سے اپنے لہو کو سنبھال لیا، کیونکہ دوسرے ہاتھ میں رائفل تھی۔ اس نے الماری کے لاک کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ بچی گھبرا کر اٹھ گئی اور رونے لگی۔ اس نے ہینڈل گھما کر الماری کو کھولا۔ اس میں سے ہیرے کو نکال کر اندرونی جیب میں رکھا۔ باہر سے دروازہ پیٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کسی نے فائر کر کے اس دروازے کو کھول لیا تھا۔ وہ بچی کو اٹھائے بھاگتا ہوا خواب گاہ کے پچھلے زینے کے پاس آیا۔ اوپر جانے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ ہانپتا کانپتا ہوا سیڑھیاں چڑھتا ہوا پہلی منزل پر آیا۔ وہاں بھی راستے مسدود تھے۔ دوسری طرف کے زینے سے قدموں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اِدھر بچی رو رہی تھی اور آنے والوں کو فرار کی سمت بتا رہی تھی۔

وہ اسی زینے پر چڑھتا ہوا چھت کی طرف جانے لگا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی چلی۔ وہ گولی اس کی پسلی توڑتی ہوئی گزر گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ لڑکھڑا کر گرنے والا تھا مگر روتی ہوئی بچی سے حوصلہ ملا کر اس کی خاطر سنبھلنا ہی ہوگا۔ وہ زینے کی ریلنگ تھام کر

گرتے گرتے سنبھل گیا۔ بوجھل قدموں سے اوپر جانے لگا۔ اوپر چھت کے دروازے تک پہنچتے ہی پھر نیچے سے فائر ہوا۔ اس بار اس کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ وہ عجیب منظر تھا۔ باپ چیخ رہا تھا بیٹی رو رہی تھی۔

اس کی ران میں گولی لگی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر چھ کھٹ کے پار چھت پر آیا، پھر دروازے کو ایک جھٹکے سے بند کر کے چٹخنی لگا دی۔ اس کے بعد چھت کے فرش پر گر پڑا۔ اسے تین گولیاں لگی تھیں۔ اس کا تمام جسم لہو میں بھیگ رہا تھا۔ وہ چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ بچی اس کے سینے پر پڑی بلک بلک کر رو رہی تھی۔ کوئی یار تھا' نہ مددگار تھا۔ نیچے زمین سخت تھی اور اوپر آسمان نامہربان تھا۔ اور چھت کا دروازہ لرز رہا تھا۔ رائفلوں کے بٹ مار مار کر اسے توڑا جا رہا تھا۔

وہ بے ہوش ہو رہا تھا آنکھیں بند ہونا چاہتی تھیں۔ وہ پورے حوصلے اور آخری قوتوں کو سمیٹ کر آسمان کو دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا "اے رب کریم' میں نے آج تک تیرے کرم کو نہیں پکارا' کبھی تجھے یاد نہیں کیا۔ یہ نافرمان بندہ پہلی بار تجھ سے زندگی کی بھیک مانگ رہا ہے۔ مجھے مسجد کی امانت لوٹانے دے' اپنی بچی کو ایک مکار ماں کے سائے سے لے جانے دے' پھر میں باقی زندگی تیرے نام کر دوں گا۔ آہ' میں ڈوب رہا ہوں' میں ڈوب..."

اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ ڈوبتی ہوئی سماعت کے دوران اس نے دو آوازیں سنیں۔ ایک تو بچی رو رہی تھی دوسری سیلی کاپٹر کی آواز تھی، پھر اسے ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ شکاری کتوں کی طرح گھیرنے والے اور گدھ کی طرح منڈلانے والے دشمن اس کا کیا حشر کر رہے ہیں۔ اسے کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ اس نے زندگی میں پہلی بار خود کو خدا کے حوالے کر دیا تھا۔

پتا نہیں کتنے لمحات بیت گئے۔ کتنے گھنٹے اور کتنے دن گزر گئے۔ تب اس کی آنکھ کھلی۔ وہ ایک آرام دہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس نیم تاریکی تھی اور ہلکی دھیمی روشنی میں ایک بزرگ کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ اس چہرے پر البا نور اور جلال تھا کہ ان سے نظریں نہیں ملائی جا سکتی تھیں۔ یوں بھی نقاہت کے باعث پھر آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ انھوں نے کہا "تم اپنی بیٹی کے ساتھ محفوظ ہو۔"

ان کی بھاری بھرکم آواز دھیمی تھی مگر غلام کے اندر گونج رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ دماغ کے اندر آ کر بول رہے ہوں۔ اس نے سوچا ایک بار آنکھیں کھول کر اس جاہ و جلال سے بھرپور اور پُرنور چہرے کو دیکھے لیکن بے حد کمزوری کے باعث آنکھیں کھولنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔

لیکن عجیب بات تھی' وہ بند آنکھوں کے باوجود دیکھنے لگا۔ شاید وہ دل کی باتیں سمجھ لیتے تھے اس لیے اس کی طرف سے نظر آنے لگے تھے۔ اب وہاں سے جا رہے تھے اس لیے بولنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا "آپ کون ہیں' میں کہاں ہوں' میری بیٹی کہاں ہے؟"

اس نے محسوس کیا۔ اس کے سوالوں کے جوابات مل رہے ہیں۔ وہ اپنی مخصوص بھاری بھرکم آواز..... اور مؤثر لہجے میں کہہ رہے تھے "میں خدا کا ایک ناچیز بندہ ہوں۔ تم پیرس کے ایک مضافاتی علاقے میں ہو۔ یہ میرا ایک فلاحی ادارہ ہے۔ یہاں تمہاری بیٹی محفوظ ہے۔ بخیریت ہے اور نہایت آرام سے ہے۔"

یہ آواز دماغ میں بڑی آہستگی سے گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے "میرے عزیز! انسان دنیا کو نہیں بھلتا۔ خدا کیا ہوا وعدہ فوراً بھول جاتا ہے۔ تم نے وعدہ کیا تھا مسجد کی امانت لوٹانے اور اپنی بیٹی کو غلط ماحول سے نکالنے کے لیے تم اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے نام کر دو گے گویا خود کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے وقف کر دو گے۔"

وہ بستر پر پڑا آنکھیں بند کیے حیرانی سے سوچ رہا تھا' یہ بزرگ کون ہیں۔ میں نے تو دل ہی دل میں خدا سے دعا مانگی تھی' یہ بزرگ میرے دل کی باتیں کیسے جانتے ہیں؟ کیا یہ میرا ہمسٹری جانتے ہیں؟"

"ہاں' جانتا ہوں۔ تمہارے اندر جرائم کی جو غلاظت بھری ہوئی تھی وہ محض پچیس برس کے لیے تھی۔ جس وقت تم گویا کھاکہ محل کی چھت پر گرے تھے اور اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کر رہے تھے' ٹھیک اسی وقت تم پچیس برس کے ہو گئے تھے۔ تمہارے اندر سے جرائم کی تمام غلاظتیں نکل چکی تھیں۔ اب تم ایک سادے کاغذ کی طرح ہو۔ اس کاغذ پر اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق تم نئی زندگی لکھنے والے ہو۔"

چند لمحات تک خاموشی رہی' وہ سوچ رہا تھا "میں کیا سوچتا ہوں اس کا جواب مل جاتا ہے۔ کیا یہ دماغ کی باتیں پڑھ لیتے ہیں؟"

ان کی آواز سنائی دی "یہ نہ سوچو' دوسرا کیا پڑھ لیتا ہے۔ یہ سوچو تمہیں زیادہ سے زیادہ پڑھنا ہے۔ اتنا پڑھنا ہے اتنا پڑھنا ہے کہ تم اپنے اندر اپنے رب کو دیکھنے لگو۔ میرے عزیز! ہمارا رب بصارت سے نہیں بصیرت سے نظر آتا ہے۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ اس بار اس نے آنکھیں کھولنا چاہیں تو وہ کھل گئیں لیکن وہ نظر نہیں آئے۔ وہاں سے جا چکے تھے۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ ان لمحات میں وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اندر سے مکمل بدل چکا ہے اتنا صاف ستھرا ہو گیا ہے کہ ایسی پاکیزگی اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ یہ بات رفتہ رفتہ معلوم ہونے والی تھی کہ یہ روح کی پاکیزگی ہے۔

صاحبو! میں شیخ الفارس مرحوم کی بیٹی ہوں۔ میرا نام لیلیٰ شیخ ہے۔ میں نے پانچ برس تک بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پائی۔ ان پانچ برسوں میں میرے والد نے دینی تعلیمات حاصل کیں۔ بابا فرید واسطی کی خدمت میں حاضر ہو کر ارتکاز توجہ' مراقبے اور چلہ کشی کی عملی تربیت حاصل کرتے رہے۔ میں تجربہ کار آیاؤں کی گود میں پرورش پاتی رہی جب میں بولنے اور چلنے پھرنے کے قابل ہوئی تو مجھے فجر کی نماز سے قبل اٹھنے اور خاص ٹائم ٹیبل کے مطابق زندگی گزارنے کی تربیت دی جانے لگی۔ تین برس کی عمر سے میری تعلیم کی ابتدا کی گئی۔ میں ابتدا میں ناقابل فہم تھی۔ مجھے بظاہر کوئی بیماری نہیں ہوتی تھی۔ مجھے کوئی زخم نہیں لگتا تھا لیکن میں تکلیف میں مبتلا ہو کر روتی تھی' آیائیں مجھے سمجھ نہیں پاتی تھیں لیکن میرے والد کو معلوم ہو جاتا تھا کہ میری دوسری بہن کسی تکلیف میں مبتلا ہے۔

بابا فرید واسطی کو کشف و کمال حاصل تھا۔ انھیں معلوم ہو جاتا تھا کہ میری بہن بخار میں' سر درد میں یا کسی مرض میں مبتلا ہے۔ وہ اس علم کے مطابق مجھے دوائیں کھلاتے تھے۔ جب مجھے آرام آ جاتا تو میرے والد سے فرماتے تھے "میرے عزیز! اطمینان رکھو اب تمہاری دوسری بیٹی بھی صحت یاب ہو چکی ہے۔"

میرے والد عرض کرتے تھے "آپ باکمال بزرگ ہیں' آپ نے مجھ پر بڑا کرم کیا ہے۔ ایک کرم اور کریں۔ میری دوسری بیٹی کو میری گود میں پہنچا دیں۔ اس کے بعد میری کوئی آرزو و تمنا خواہش نہیں رہے گی۔"

انھوں نے نصیحت کی "میرے عزیز! خواہش کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ایک اولاد کے بعد دوسری اولاد کی خواہش' پھر دونوں کی تعلیم و تربیت کی ذمے داریاں' انھیں علوم سے مالا مال دیکھنے' پھر انھیں سہاگن دیکھنے کی خواہش' اس کے بعد نواسیوں کی خوشحالی کی خواہش۔ دنیاوی زندگی گزارنے والے مرتے دم تک خواہشات سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ جو لوگ زندگی گزارتے ہیں اور روح کی گہرائیوں سے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جتنا دیتا ہے اتنا دینے کے بعد اور نہیں دیتا تو اس میں قدرت کا بھید ہوتا ہے۔ تمہاری دوسری بیٹی کے نہ ملنے میں بھی قدرت کا کوئی بھید ہے میری کوششوں سے ایک سیلی کاپٹر تمہیں ایک بیٹی کے ساتھ یہاں لے آیا۔ اللہ کی مرضی ہو گی تو کبھی دوسری کو بھی لے آؤں گا یا وہ خود کبھی تم سے آ ملے گی۔"

اس دن کے بعد میرے والد نے دوسری بیٹی کو اللہ کی رضا پر چھوڑ دیا۔ خدا پر بھرپور اعتماد ہو تو قدرت نئے راستے دکھاتی ہے۔ میرے والد کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ جب میری بہن بیمار ہوتی ہے تو میں بیمار ہوتی ہوں اور دوائیں مجھ پر اثر کرتی ہیں تو وہ بھی صحت یاب ہوتی ہے۔ ہم دونوں میں گہرا پیشنی اور روحانی لگاؤ ہے لہٰذا وہ مجھے جس قدر صحت مند رکھیں گے اسی قدر دوسری بھی صحت مند رہے گی۔ تعلیم اور تربیت کے ذریعے مجھے جو ذہانت اور شرافت ملے گی' وہی اسے بھی حاصل ہو گی۔ ان خیالات کے تحت وہ مجھ پر خصوصی توجہ دینے لگے۔ میری عمر کے مطابق مجھے ہلکی پھلکی ورزشیں اور یوگا کی مشقیں کرانے لگے۔ سحر خیزی کے ساتھ ایسی مشقیں جاری رہیں تو انسان شاید ہی کبھی بیمار پڑتا ہے لیکن دماغی طور پر ہر حال میں صحت مند رہتا ہے اور دماغی صحت مندی ذہانت کو حیرت انگیز طور پر تیز تر کرتی جاتی ہے۔

پانچ برس کے بعد میرے والد نے بابا فرید واسطی صاحب سے مزید علوم حاصل کرنے کے لیے نگر نگر جانے کی اجازت مانگی' پھر مجھے لے کر پیرس سے استنبول آئے۔ وہاں بزرگانِ دین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے شام' اردن' مصر' سعودی عرب' ایران' عراق' افغانستان اور پاکستان جیسے اسلامی ممالک کے اولیائے اکرام کے مزاروں پر حاضری دی۔ وہاں کی لائبریریوں سے استفادہ کرتے رہے پھر وہ میری باقاعدہ تعلیم کی غرض سے لندن آ گئے۔

بچپن سے جاری رہنے والی یوگا کی مشقوں نے' دینی تعلیم و تربیت نے میری ذہانت کو خوب چمکایا تھا۔ میری یادداشت حیرت انگیز تھی۔ ایک بار کوئی بات سن کر یا پڑھ کر اسے کبھی نہیں بھولتی تھی۔ مجھے انسانی چہروں اور ان کی آنکھوں کو پڑھنے کا علم آ رہا تھا۔ والد صاحب نے مجھے بارہ برس کی عمر سے شیخ مینی کی مشق شروع کرائی۔ اس دوران بابا فرید واسطی نے میرے والد صاحب کو طلب کیا تھا اور فرمایا تھا "اب تمہیں اس ادارے کی ذمے داریوں کو سنبھالنے کے لیے یہاں رہنا چاہیے۔ لندن میں لیلیٰ کی تعلیم جاری رہنے دو۔ یہ کسی پر

ظاہر نہ کرو کہ تم دو بیٹیوں کے باپ ہو۔ اس لیے کہ دونوں ذہین اور خطرناک صلاحیتوں کی مالک ہوں گی۔ سپر طاقتیں ان کی دشمن بن جائیں گی۔ انھیں پردۂ راز میں رہنا چاہیے۔"

یہ نصیحتیں کرنے کے چوبیس گھنٹے بعد بابا فرید واسطی کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد تمام ادارے کی ذمے داریاں میرے والد کو سونپ دی گئیں۔ انھوں نے بابا فرید واسطی مرحوم کے حجرے میں رہائش اختیار کرلی۔ مرحوم کی نصیحت کے مطابق انھوں نے مجھ سے باپ بیٹی کا رشتہ ظاہر نہیں کیا۔ مجھے لندن ہی میں رہنے دیا۔ ابھی دونوں فرہاد علی تیمور کے ساتھی بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہو چکے تھے۔ ان میں سونیا کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی تھی۔ وہ بڑے حیرت انگیز کارنامے انجام دے رہی تھی۔ حکومت فرانس نے اسے خصوصی اختیارات دیے تھے۔ ایسے زبردست اختیارات کہ اس کے ایک حکم پر پورے فرانس کی پولیس اور فوج حرکت میں آسکتی تھی۔ یہ اختیارات آج بھی اسے حاصل ہیں۔

والد صاحب مجھ سے اکثر ملنے آتے تھے۔ ہم باپ بیٹی کے درمیان خفیہ رابطہ قائم رہتا تھا۔ انھوں نے بتایا کہ بابا فرید واسطی مرحوم کی دعاؤں سے سونیا کو کمال روحانیت کا درجہ حاصل ہوا ہے۔ یہ محض اس لیے کہ اس نے نفسانی خواہشات پر قابو پالیا ہے۔ فرہاد سے جسمانی رشتہ ختم کردیا ہے۔ میں جیسے جیسے جوان ہو رہی تھی، والد صاحب مختلف حوالوں سے سمجھا رہے تھے کہ مجھے بھی نفسانی خواہشات کو کچلتے رہنا چاہیے۔ اور میں ان کی ہدایت پر عمل کر رہی تھی۔

اسلام میں رہبانیت کی اجازت نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام اور اولیائے کرام نے بھی ازدواجی زندگی گزاری ہے اور وہ صاحب اولاد ہوتے رہے ہیں۔ ان حوالوں سے میں نے نفس پر قابو تو پالیا مگر ایک جیون ساتھی کی ضرورت سے انکار نہیں کیا۔ یہ فیصلہ کیا کہ جب مناسب وقت آئے گا تو ایک جنریس اور معقول شخص کی شریک حیات بن جاؤں گی۔

مگر ہم ارادہ کچھ کرتے ہیں، ہوتا کچھ اور ہے۔ بیس بریس کی عمر میں جب میں نے خیال خوانی کا کمال حاصل کیا تو ٹیلی پیتھی کے رشتے سے آپ ہی آپ فرہاد سے متاثر ہوتی چلی گئی۔ ویسے متاثر ہونے اور دیوانگی میں مبتلا ہونے میں بڑا فرق ہے۔ میں فرہاد سے زیادہ اپنے والد صاحب سے متاثر تھی۔ وہ میرے آئیڈیل تھے میں ان کے نقش قدم پر چلتی تھی۔ ان کی ہر ہدایت پر عمل کرتے ہوئے میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ یوگا کے ذریعے آدھے گھنٹے تک سانس روکنے کی مہارت حاصل کی تھی۔ جو لوگ سانسوں پر قابو رکھتے ہیں، وہ نفسانی خواہش کو بھی کنٹرول کرلیتے ہیں۔ اس لیے میں فرہاد کی دیوانی بننے سے باز رہی۔

میں خیال خوانی کے معاملے میں بہت محتاط تھی۔ جس کے دماغ میں جاتی تھی، اس کے بارے میں اچھی طرح یقین کرلیتی تھی کہ وہ مجھے محسوس نہیں کرے گا۔ اس احتیاط کے نتیجے میں گمنام اور محفوظ رہوں۔ ابھی تک کسی دوست یا دشمن نے میری طرف رُخ نہیں کیا ہے۔ کسی سپر طاقت کو میری خیال خوانی کا علم نہیں ہے۔ میرے والد صاحب نے مجھے سمجھایا تھا جب تک میں فرہاد سے دُور رہوں گی، تب تک دنیا والوں کی دشمنی سے محفوظ رہوں گی۔

میں اس سے دُور ہوتے ہوئے بھی دُور نہیں تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ اور سونیا باری طرح دشمنوں کی گرفت میں آنے کے بعد بھی کس طرح بچ نکلتے تھے۔ تقدیر اسی کا ساتھ دیتی ہے جو تدبیر سے کام لیتا ہے۔ میں سمجھنا چاہتی تھی کہ وہ دونوں کیسی ذہانت سے پلاننگ کرتے ہیں یا کس طرح حاضر دماغی سے کام لیتے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے میں کسی نہ کسی کو آلۂ کار بنا کر ان کے قریب جاتی تھی۔ یا ان کے آس پاس رہنے والوں میں سے ایسے فرد کو آلۂ کار بناتی تھی جو مجھے دماغ میں محسوس نہیں کرسکتا تھا۔

ایسے طریقۂ کار کے ذریعے میں ان سے بہت کچھ سیکھ رہی تھی۔ دونوں سے متاثر ہو رہی تھی۔ سونیا میری آئیڈیل ہے اگرچہ فرہاد بھی تھا مگر میں کوشش کرتی تھی کہ وہ میرے دماغ میں کوئی گہرا نقش نہ چھوڑے۔ عورت کو آئیڈیل بنانے سے کبھی نقصان نہیں پہنچتا۔ اس کے برعکس مرد ایک وقت سرپیٹ کے رونے پر مجبور کردیتا ہے۔

میں فرہاد کے متعلق آگے کچھ بیان کرنے سے پہلے اپنی زندگی کا دوسرا اہم پہلو پیش کرنا چاہتی ہوں۔ میری زندگی کی پہلی اہم ہستی میری بہن ہے۔ جس کی رگوں میں دوڑنے والا خون میرے دماغ تک پہنچتا ہے اور میری رگوں میں دوڑنے والا خون اس کے دماغ تک جاتا ہے۔ جب تک میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کیا تھا، ہمارے درمیان ایک نادیدہ قدرتی تعلق تھا۔ اس کا درد میرا درد تھا اور میری سوچ اس کی سوچ ہوتی تھی۔

جب پہلی بار خیال خوانی کا پرندہ پرواز کرنے لگا تو میں نے دیکھا کہ میں اپنی بہن کے دماغ میں پہنچ گئی ہوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اپنی ہی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر پرواز کی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ جب ہم نہیں ہر اعتبار سے ایک ہیں تو آواز اور لہجے میں بھی ایک ہوں گی۔ اگر ایک نہ ہوئیں تو خیال خوانی کی لہریں پرواز کرکے میرے ہی دماغ میں رہیں گی۔ لیکن میرا یقین کام آیا۔ میں چشم زدن میں اپنی بہن کے پاس پہنچ گئی۔

ایسے وقت بڑی عجیب سی بات ہوئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی ہے۔ اور میرے دماغ میں پہنچی ہوئی ہے۔ میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

اس نے پوچھا "کیا تم میری بڑی والی بہن ہو؟"

"ہاں، کیا تمی نے تمھیں میرے متعلق بتایا تھا؟"

"جب مجھ سے غیر معمولی یا خلاف توقع کوئی حرکت سرزد ہوتی ہے تو وہ کہتی ہیں۔ ایسا میری بہن کر رہی ہے۔ اس لیے میں بھی وہی کر رہی ہوں۔"

"میری بہن آج تم سے باتیں کرکے کتنی خوشی ہو رہی ہے، میں بیان نہیں کرسکتی۔ یہ تم نے ٹیلی پیتھی کا علم کیسے حاصل کیا ہے؟"

"تمی کو ایک وچ لیڈی نے بتایا تھا کہ ان کی بیٹیاں کوئی غیر معمولی علم حاصل کریں گی جس کے ذریعے تمی دنیا کی سب سے دولت مند خاتون بن جائیں گی۔ میں نے بارہ برس کی عمر میں شمع کی لو کو تکنا شروع کیا تو کہنے لگیں۔ وچ لیڈی کی پیش گوئی پوری ہونے والی ہے۔ اس لیے میں ایسی حرکتیں کر رہی ہوں۔"

بہن کی بات سن کر میں نے ہنستے ہوئے کہا "دراصل میں نے بارہ برس کی عمر سے شمع بینی کا آغاز کیا تھا۔ تم بھی بے اختیار دیکھنے لگی تھیں۔ مجھے یقین ہے جو علم اور جو تربیت میں نے حاصل کی ہے اسے تم نے بھی حاصل کیا ہے۔"

"ہاں، بہت سے علوم اور بہت ساری مہذب عادتیں مجھے مالن نے نہیں سکھائیں۔ میں آپ ہی آپ سیکھتی گئی ہوں۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ میں نے عربی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور فارسی زبانیں تمھاری بدولت سیکھی ہیں۔"

"اور میں نے ترکی اور عبرانی زبان تم سے سیکھی ہے۔ ہم دو جسم ہیں مگر ایک دماغ ہیں۔"

وہ بولی "ہاں، ہم ٹیلی پیتھی کا رابطہ قائم کرنے سے پہلے پیدائش کے وقت سے ہی قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی کا رابطہ رکھتی تھیں اور یہ رابطہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔"

"میرا نام لیلیٰ شیخ ہے، تمھارا نام؟"

"باربرا نیومین۔"

"میری بہن، تم مسلمان باپ کی بیٹی ہو۔ تمھارا نام اسلامی طرز کا ہونا چاہیے۔"

"تمی مجھے اسی نام سے مخاطب کرتی تھیں جب ہوش سنبھالا تو پتا چلا، تمی نے ہنری نیومین نامی ایک بے انتہا دولت مند شخص سے شادی کی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ میں اس شادی سے چھ سال پہلے پیدا ہوئی تھی۔ تب تمی نے بتایا کہ میں ایک مسلمان غلام البرقی نامی ڈاکو کی بیٹی ہوں۔ اونچی مہذب سوسائٹی میں وہ خود کو ایک ڈاکو کی بیوی اور مجھے بیٹی ظاہر کرتے ہوئے انسلٹ محسوس کرتی تھیں۔ اس لیے انھوں نے اپنے دوسرے شوہر کے مطابق مجھے باربرا نیومین کا نام دیا ہے۔"

"ہمارے بابا ڈاکو نہیں بہت بڑے عالم ہیں۔ شیخ الفارس غلام البرقی کے نام سے مخاطب کیے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے ملکوں کے حکمران انھیں احتراماً شیخ صاحب کہتے ہیں۔ مجھے اپنے بابا پر ناز ہے۔ کیا تمھیں نہیں ہے؟"

"تم جتنی شدت اور عقیدت سے بابا کو چاہتی ہو۔ اتنے ہی دل لگاؤ سے قدرتی طور پر میں بھی انھیں چاہتی ہوں۔ یہ ہمارے قدرتی رابطے کا تقاضا ہے۔ یقیناً تم بھی میری طرح تمی کو شدت سے چاہتی ہوگی۔"

"ہاں، بہت چاہتی ہوں۔ سوچتی ہوں، وہ کیسی ماتا بھرا دل رکھنے والی ماں ہوں گی۔ ان سے کبھی ملوں گی تو وہ کس طرح مجھے گلے لگا کر پیار کریں گی۔"

"یہی باتیں میں بابا کے متعلق سوچتی ہوں۔"

"تمھیں باپ کا پیار نہیں ملا اور مجھے ماں کا۔ آج ہم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دوسرے کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ اب تمھیں باپ کا اور مجھے ماں کا پیار مل سکتا ہے۔"

"یہ شاید اتنا آسان نہیں ہے کیونکہ تمی ہمارے بابا سے سخت نفرت کرتی ہیں۔ وہ مجھے بابا سے ملنے نہیں دیں گی۔"

میں نے کہا "ہمارے بابا کسی سے نفرت نہیں کرتے ہیں۔ میں تمی سے ملنے آؤں گی۔ انھیں سمجھاؤں گی۔"

"وہ نہیں سمجھیں گی۔"

"دیکھو بہن، ہم بالغ ہیں۔ اپنے طور پر جائز فیصلوں کے مطابق عمل کرسکتی ہیں اور جائز بات یہ ہے کہ تم مسلمان باپ کی بیٹی ہو جب چاہو اپنے باپ سے ملاقات کرسکتی ہو۔"

"تم میرے پاس آؤ پھر ہم تمی کو سمجھائیں گے۔"

"میں ضرور آؤں گی۔ یہ بتاؤ کہ کیا تمی کو تمھاری خیال خوانی کا علم ہے؟"

"نہیں ہے۔ ابھی پہلی بار میں نے خیال خوانی کی ہے۔"

"ہمارے بابا کی ایک نصیحت پر عمل کرو گی؟"

"زندگی میں پہلی بار باپ کی نصیحت سنوں گی تو اس پر دل و جان سے عمل کروں گی۔"

"ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہونے والی بات تمی کو نہ بتاؤ گونگی

دیواروں سے بھی ذکر نہ کرنا۔"

"لیکن ماں سے بات چھپانا کیا مناسب ہے؟"

"اپنی اور ممی کی سلامتی کے لیے یہ ضروری ہے۔ بڑے بڑے ممالک اور خطرناک تنظیموں کے سربراہوں تک تمھاری ٹیلی پیتھی کی خبر پہنچے گی تو وہ تمھیں زندہ یا مردہ حاصل کرنا چاہیں گے۔ تمھارا علم ان کے کام آئے گا تو تمھیں زندہ رکھیں گے، ورنہ مختلف ہتھکنڈوں سے قتل کر دیں گے۔ ممی کو اغوا کر کے ان پر مظالم ڈھا کر تمھیں ان کے مفاد میں خیال خوانی پر مجبور کریں گے۔"

"تم درست کہتی ہو۔"

"ہمارے بابا دُور اندیش ہیں۔ انھوں نے کسی پر یہ ظاہر نہیں کیا ہے۔ کہ میں ان کی بیٹی ہوں۔ میرے سرٹیفکیٹ اور دیگر اہم کاغذات سے بابا کا معلوم ہو سکتا ہے لیکن میں گمنام اور محتاط زندگی گزار رہی ہوں۔ کاغذات میں شیخ الفارس نہیں صرف غلام برقی لکھا ہوا ہے۔ ہم دونوں جب تک ٹیلی پیتھی کا علم چھپائے رکھیں گی، تب تک ہمارے والدین پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

"میں تمھاری بات اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ وعدہ کرتی ہوں یہ علم ممی پر یا کسی پر بھی ظاہر نہیں کروں گی۔"

"تم بہت اچھی ہو۔"

"اچھی تو تم ہو، تمھاری وجہ سے میں نے ذہانت حاضر دماغی، سانس روکنے کا فن اور ٹیلی پیتھی کا زبردست علم حاصل کیا ہے۔ تم کب آ رہی ہو؟"

"ابھی بابا سے باتیں کروں گی۔ انھیں دو خوش خبریاں سناؤں گی۔ ایک تو یہ کہ ہمیں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو گیا ہے، دوسرے یہ کہ تم سے رابطہ ہو چکا ہے۔ یہ خوش خبری سنانے کے بعد تم سے کہوں گی کہ بابا کے دماغ میں آؤ، کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"ٹھیک ہے، میں بے چینی سے انتظار کروں گی۔"

"انتظار کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ تم میرے دماغ میں رہ سکتی ہو یا جب چاہو میرے پاس آ سکتی ہو۔"

میں نے یہ خوش خبری سنانے کے لیے بابا کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ وہ مراقبے میں تھے انھوں نے سانس روک لی۔ مراقبہ توڑ کر پوچھا: "بیٹی رسونتی، تم ہو؟"

"بابا جانی! میں ہوں آپ کی بیٹی لیلیٰ۔ ابھی میں نے خیال خوانی کی کوشش کی تو حیران رہ گئی۔ بابا جانی! آج میں بہت خوش ہوں، مجھے ٹیلی پیتھی کا علم آ گیا ہے۔ کیا آپ کو یقین آ رہا ہے؟"

"ہاں، بابا کی جان! میرے اندر کوئی شیطان ٹیلی پیتھی جاننے والا آواز اور لہجہ بدل کر نہیں آ سکتا۔ مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی کامیابی عطا کی ہے۔ میں نماز شکر ادا کر رہا ہوں، تم دس منٹ بعد آؤ۔"

"بابا جانی! شکرانے کی دو نمازیں ادا کریں۔ میں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہی اپنی بہن کے پاس پہنچ گئی تھی۔ ہم نے آپ کی بیٹی سے خوب باتیں کی ہیں۔"

یہ خوش خبری سنتے ہی وہ ایک دم سے ساکت ہو گئے۔ خوشی کے مارے دم نکلتے نکلتے رہ گیا ہو۔ وہ خلا میں تکتے رہے۔ آنکھیں مسرت کے آنسوؤں سے بھیگنے لگیں۔ پھر انھوں نے ایک لمبی سانس کھینچ کر کہا: "میری بچی، کیسی ہے میری بچی، اداس ہے، آرام سے ہے؟ بابا کی جان تجھے یاد کرتی ہے؟"

میری بہن میرے ذریعے بابا جانی کے دماغ میں پہنچ گئی تھی، کہنے لگی: "بابا جانی! میں آپ کی دوسری بیٹی ہوں، آپ بہت یاد کرتی ہوں، بہت یاد کرتی ہوں، یاد کرتے کرتے رونے لگتی ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ فرط جذبات سے رونے لگی۔ میں نے کہا: "کیا کرتی ہو بہن، دیکھو بابا جانی بھی رونے لگے ہیں۔"

وہ بولی: "میں ابھی آؤں گی۔ آپ نے لیلیٰ کو بچپن میں گود میں کھلایا ہے، اسے سینے سے لگایا ہے، اسے اپنے ہاتھوں میں سلایا ہے، میں بھی آپ کے زانو پر سر رکھ کر سوؤں گی، آپ بولتے رہیں گے تو آپ کی ہر بات لوری کی طرح سنائی دے گی۔"

وہ بڑی دیر تک محبت کی پاکیزگی میں ڈوب کر ایک دوسرے سے بولتے رہے، پھر بابا جانی نے توبہ کرتے ہوئے کہا: "توبہ توبہ، میں مسرتوں کے سمندر میں ڈوب کر اپنے مالک مطلق کو بھول گیا۔ میں اس کا ہر سانس میں شکر ادا کرتا رہوں، دن رات عبادت کرتا رہوں، تب بھی عبادت کا حق ادا نہ ہو۔ میری بچی! ابھی جاؤ، میں نماز شکرانہ ادا کر رہا ہوں۔"

ہم ان کے دماغ سے آ گئے ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔ یہ پلاننگ کرتے رہے کہ کس طرح ایک دوسرے سے اور بابا جانی سے ملنا چاہیے۔ بعد میں انھوں نے کہا: "تمھارے پاس لندن آ رہا ہوں۔ کیا میری دوسری بیٹی موجود ہو گی؟"

وہ بولی: "میں موجود ہوں۔ آپ لیلیٰ سے ملنے آئیں، تب بھی موجود رہوں گی۔ میرا تو جی چاہتا ہے۔ روح بن کر آپ کے اندر سما جاؤں۔"

"میں خوش نصیب ہوں، میری بیٹیاں کتنا پیار کرتی ہیں لیکن تمھیں اس طرح خیال خوانی میں مصروف دیکھ کر تمھاری ممی کیا سوچتی ہوں گی؟"

"ابھی خیال خوانی شروع کیے دو گھنٹے ہوئے ہیں۔ ممی سے سامنا نہیں ہوا ہے۔ جب ہو گا تو میں نیند کا بہانہ کر کے اپنی خواب گاہ میں آ جاؤں گی۔"

میں نے کہا: "بابا جانی! میں نے بہن کو سمجھا دیا ہے کہ وہ اپنے اور ممی کے تحفظ کی خاطر ممی کو ٹیلی پیتھی کے متعلق نہ بتائے ورنہ دشمن پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"میں اپنی خیال خوانی کبھی کسی پر ظاہر نہیں کروں گی۔"

وہ رات کی فلائٹ سے میرے پاس آئے۔ دو بیٹیوں کو پا کر بہت خوش تھے، کہنے لگے: "مجھ پر ادارے کی بہت زیادہ ذمے داریاں ہیں، ورنہ ابھی اپنی بیٹی سے استنبول ملنے چلا جاتا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری ملاقات ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا: "اب آپ زبان سے گفتگو نہ کریں، میں بہن کے ساتھ آپ کے دماغ میں آ رہی ہوں۔"

وہ دماغ میں پہنچ کر بولی: "بابا جانی! آپ مجھے بیٹی کہتے ہیں، لیلیٰ مجھے بہن کہہ کر مخاطب کرتی ہے۔ میرا کوئی نام ہونا چاہیے وہ ہندی نام نہ مجھے پسند ہے نہ آپ کو گوارا ہے۔"

انھوں نے کہا: "جب میں نے لیلیٰ کا نام فال نامے میں سے منتخب کیا تو ان لمحات میں تم بھی میرے دل میں دھڑک رہی تھیں۔ میں نے فال کے مطابق تمھارا نام سلطانہ منتخب کیا تھا۔ میں تمھیں سلطانہ کہوں؟"

وہ خوش ہو کر بولی: "مجھے ایسے لگتا ہے، میں آج پیدا ہوئی ہوں۔ آج میرا نام رکھا گیا ہے۔ باپ کی زبان سے بیٹی کے اس نام میں محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔"

"سلطانہ بیٹی! میں دو دن کے لیے ادارے سے باہر آیا ہوں۔ صبح کی فلائٹ سے لیلیٰ کے ساتھ استنبول آؤں گا۔"

"اوہ بابا جانی! آپ کتنے اچھے ہیں میری برسوں کی آرزو پوری کر رہے ہیں۔ آپ کو اور لیلیٰ کو دیکھنے کی خوشی میں نیند نہیں آئے گی۔ مجھے بتائیں کس فلائٹ سے آ رہے ہیں۔ میں ائرپورٹ میں موجود رہوں گی۔"

"خوشی اور جذبات پر قابو رکھو۔ کسی طرح بھی اپنی ممی کو شبہ ہونے دو کہ تم ہم سے ملنے والی ہو۔ ہمارا قیام محمد جمال پاشا شرقی کے مجرے میں ہو گا۔ تم نہایت پاک صاف ہو کر حضرت خواجہ صلاح الدین کے مجرے میں آؤ گی جو مسجد رومی کے عقب میں ہے۔ اسی جگہ پر ہماری ملاقات ہو گی۔"

"کیا آپ لیلیٰ کو ممی سے ملنے کی اجازت نہیں دیں گے؟"

"ضرور دوں گا۔ ماں بیٹی کو ضرور ملنا چاہیے۔ میں کل شام کو واپس چلا آؤں گا۔ لیلیٰ وہاں رہے گی۔"

وہ رات کے نو بجے میرے پاس آئے تھے۔ ہم نے ایک گھنٹے تک باتیں کرتے رہے، پھر رات کے کھانے کے بعد ایک کمرے میں جا کر عبادت میں مصروف ہو گئے۔ وہ لوگوں سے کم ملتے تھے۔ میرے پاس آتے تو صرف کھانے کے دوران گفتگو کرتے، ورنہ یادِ الٰہی میں گم ہو جاتے۔ وہ دنیا والوں کو اتنا ہی وقت دیتے تھے جتنا ان کے دکھ مصیبت میں کام آ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں شفا دی تھی۔ پرانے سے پرانے مرض میں مبتلا رہنے والا ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا مرض سے نجات حاصل کر کے جاتا۔ کوئی بھی پیچیدہ مسئلہ ہو، ان کی ہدایت پر عمل کرنے سے سلجھ جاتا۔

میں رات کو دیر تک مطالعہ کرنے کی عادی ہوں۔ بچپن سے صرف چار گھنٹے سونے کی عادت ہے۔ صبح چار بجے اٹھ کر جوگنگ اور ہلکی ورزش کرتی ہوں۔ جب میں صبح کی دوڑ لگا کر گھر آئی تو بابا جانی فجر کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے۔ ہم نے ہلکا سا ناشتا کیا، کافی پی پھر ائرپورٹ کے لیے روانہ ہو گئے۔ سلطانہ کی تمام عادتیں میری طرح تھیں۔ وہ بھی رات کو صرف چار گھنٹے سوتی تھی۔ صبح اٹھ کر جوگنگ اور یوگا کی مشقیں کرتی تھی۔ جب ہمارا سفر شروع ہوا تو وہ میرے پاس آ گئی۔ میرے ذریعے بابا جانی سے بولی: "مجھے ماں کی شکایت نہیں کرنی چاہیے لیکن باپ سے کہنا ضروری ہے۔ وہ کسی 'میں اعظم' سے میری شادی کرنا چاہتی ہیں اور مجھے شادی کے ذکر سے بے زاری ہوتی ہے۔ ابھی میں نے دو چار ملکوں کی سیر ہے جبکہ میں ساری دنیا دیکھنا چاہتی ہوں..."

"یہ شوق اچھا ہے۔ دنیا کو دیکھنا اور سمجھنا چاہیے۔ علم میں اضافہ ہوتا ہے، ذہانت بڑھتی ہے۔ شادی مناسب وقت میں ہونی چاہیے۔"

"ممی کو دولت کی ہوس ہے کہتی ہیں میں بیس برس کی ہو گئی ہوں لیکن اب تک دولت مند بننے کا کوئی غیر معمولی علم حاصل نہیں کیا ہے۔ وچ لیڈی کی پیش گوئی پوری نہیں ہو رہی ہے..."

"بیٹی! وچ لیڈی کے شیطانی علم نے درست کہا تھا۔ تم دونوں بہنوں نے غیر معمولی علم حاصل کیا ہے لیکن بیس برسوں کی عبادت اور ریاضت سے مجھے جو روحانی قوت حاصل ہوئی ہے، وہ قوت کہتی ہے جس دن تمھاری ماں بے انتہا دولت حاصل کرے گی، اسی دن اس کا دم نکل جائے گا۔ وچ لیڈی کی پیش گوئی

کے مطابق اسے بہت دولت ملے گی اور میرے علم کے مطابق دولت یہیں رہ جائے گی اس کے ساتھ صرف اس کے اعمال جائیں گے ایسا سب کے ساتھ ہوتا ہے لیکن افسوس سب ہی دولت کو پہچانتے ہیں، اعمال کو نہیں سمجھتے۔"

"بابا جانی! آپ نے ممی کے تعلق بڑی تشویش ناک پیش گوئی کی ہے۔ وہ جیسی بھی ہیں ہمارے لیے دنیا کی سب سے اچھی اور پیاری ممی ہیں۔"

انھوں نے کہا: "ایسا ہر اولاد کو سمجھنا چاہیے۔ تمھاری ممی کی عمر طویل ہو سکتی ہے۔ اسے سمجھاؤ کہ وہ دولت سے دُور رہیں۔"

مَیں نے پوچھا: "دولت ان کی موت کا سبب بن سکتی ہے؟"

"یہ ستاروں کی چال ہے، تقدیر کے تماشے سب کی سمجھ میں نہیں آتے۔ تمھاری ماں کو نیلم پتھر راس نہیں آتا۔ اس کی موجودگی تمھاری ماں کے لیے مصائب کے راستے کھولتی ہے۔ وچ لیڈی نے اسے نیلم پہننے کا مشورہ دیا تھا جب اس نے پہلی بار نیلم کی انگوٹھی پہنی تو مَیں ڈاکو کی حیثیت سے اس کے محل میں داخل ہوا تھا۔ میرے ذریعے اسے ایک نایاب ہیرا ملا اور تم دو بیٹیاں ملیں جو اسے بے انتہا دولت مند بنانے والی تھیں۔ اس طرح یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ نیلم اسے فائدے پہنچاتا ہے۔ جبکہ تمھاری ماں کے برج کے مطابق نیلم مستقبل میں نقصان دہ نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ اسے یہ نقصان پہنچا کر مَیں نے تمھیں اس سے چھین لیا۔ ہیرا واپس لے لیا۔ وہ دولت حاصل کرنے کے لیے سلطانہ کو وچ لیڈی کے سائے میں رکھ کر شیطانی علم سکھا سکتی تھی لیکن مَیں نے تمھاری پرورش اتنے محتاط انداز میں کی جس کے نتیجے میں تم قدرتی طور پر اس سے متاثر ہوتی رہیں۔ تمھیں انجانے میں ایمان اور تہذیب کا درس ملتا رہا جس کے سبب تم شیطانی علوم کی طرف مائل نہ ہو سکیں۔ یوں دیکھا جائے تو نیلم تمھاری ماں کے لیے نقصان دہ اور تم دونوں کے لیے فائدہ مند رہا ہے۔"

سلطانہ نے کہا: "لیکن ممی نے بہت پہلے ہی وہ نیلم کی انگوٹھی اتار دی ہے۔ وچ لیڈی نے مشورہ دیا ہے کہ وہ آیندہ اپنے محل میں نیلم پتھر نہیں رکھیں گی، پھر وہ پتھر ان کی موت کا سبب کیسے بنے گا؟"

"بیٹی! یہ قدرت کے بھید ہیں۔ ہم اللہ والوں کو ایک حد تک زبان کھولنے کی اجازت ہے۔ اس حد سے آگے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جب کہنے پر پابندی ہوتی ہے تو ہم بندوں کو ہدایت کرتے ہیں، صراطِ مستقیم دکھاتے ہیں۔ تمھاری ماں کے لیے بھی ہدایت ہے کہ وہ دنیا کی نہیں، دین کی دولت حاصل کرے، ورنہ حیات مختصر ہو جائے گی۔"

مَیں نے اور سلطانہ نے عہد کیا کہ اپنی ماں کی طویل عمری کے لیے انھیں دولت سے دُور رکھا جائے گا۔ ابھی ہمیں بہت سے تجربات سے گزرنا تھا۔ ہمیں یہ سمجھ نہیں تھی کہ انسان کا ظاہری حلیہ بدلا جا سکتا ہے۔ کسی حد تک اس کے خیالات بدلے جا سکتے ہیں لیکن اس کی نیت نہیں بدلی جا سکتی۔ اور دولت پرستوں کی نیت کو بدلنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

مَیں بابا جانی کے ساتھ استنبول کے ائرپورٹ پر پہنچی تو سلطانہ نے ہمیں سرپرائز دیا۔ وہ ہمارے استقبال کے لیے موجود تھی۔ اے ٹیلی بیتی کے رابطے سے پہچاننا آسان تھا۔ یہ رابطہ نہ ہوتا تب بھی وہ مجھ سے مختلف نہ تھی۔ وہ سر سے پاؤں تک مَیں ہی مَیں تھی۔ وہ میرا ہی قدِ میری ہی جسامت رکھتی تھی۔ چہرے کا ایک ایک نقش میرے ہی جیسا تھا۔ وہ بابا جانی کو دیکھتے ہی دوڑتی ہوئی آئی اور ان کے گلے لگ گئی۔ انھوں نے اس کی پیشانی کو چوم لیا، پھر وہ مجھ سے لپٹ کر بولی: "ہم پیدائش کے وقت ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں۔ بیس برس کے بعد تقدیر نے ہمیں پھر جوڑ دیا ہے۔"

مَیں کیا بتاؤں، وہ کتنی پیاری تھی۔ میری آنکھوں سے دل میں اتر رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا مَیں آئینے میں خود کو دیکھ رہی ہوں۔ اس کی تعریفیں کروں گی تو گویا اپنے ہی مُنہ سے اپنے ہی حسن و جمال کی اور جاذبِ نظر ہونے کی باتیں کروں گی۔ بابا جانی ہم دونوں کو باری باری سنجیدگی سے دیکھ رہے تھے۔ شاید دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہے تھے۔ پھر وہ ایک شخص کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ اپنے لباس اور ظاہری شان و شوکت سے کوئی رئیسِ اعظم لگتا تھا۔ ہم دونوں بہنوں کو حیرانی اور لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بابا جانی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا: "آپ جیسی بزرگ ہستی نے میرے ہاں قیام کا ارادہ کیا ہے۔ آج مَیں خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھ رہا ہوں۔ بائی دی وے یہ دو شیزائیں کون ہیں؟ بہنیں لگتی ہیں؟"

"جی ہاں سگی بہنیں ہیں۔ ماں باپ کے ہوتے ہوئے والدین سے محروم ہیں۔ مَیں ان کے متعلق اس سے زیادہ نہیں کہوں گا اور آپ بھی کوئی سوال نہیں کریں گے۔"

"بے شک، مَیں آیندہ کوئی سوال نہیں کروں گا۔ آپ انھیں بھی میری مہمان بنا کر میری خوش نصیبی میں اضافہ کر رہے ہیں۔ تشریف لائیے۔"

وہ بابا جانی کے ساتھ ایک طرف کو چلنے لگا۔ ہم نہیں ان کے پیچھے تھیں اور ہمارے پیچھے اس رئیسِ اعظم محمت جمال پاشا کے حواری تھے۔ ہمیں ایک بہت ہی قیمتی کار میں بٹھایا گیا۔ اس کار کے تین حصّے تھے۔ اگلی سیٹوں پر ڈرائیور اور باڈی گارڈ تھے۔ درمیانی

سیٹوں پر بابا جانی اور جمال پاشا بیٹھ گئے۔ ہم پچھلی سیٹوں پر آ گئیں۔ جب کار آگے بڑھ گئی تو مَیں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا: "بابا جانی! مجھے یہ جمال پاشا غلط آدمی لگتا ہے۔"

انھوں نے جواب دیا: "مَیں نے تمھیں قیافہ شناسی کی تعلیم اسی لیے دی ہے کہ لوگوں کو پہلی نظر میں پہچانو۔ جب پہچان رہی ہو تو مجھ سے تصدیق نہ کراؤ۔"

سلطانہ نے کہا: "اس کی آنکھیں اور چہرے کی بناوٹ بتاتی ہے کہ یہ شرابی، عیاش اور کینہ پرور ہے۔ آپ ایسے شخص کے ہاں اپنی بیٹیوں کو کیوں لے جا رہے ہیں؟"

"بیٹی! مَیں مقدر کا لکھا پورا کر رہا ہوں۔ اس سے زیادہ نہیں کہوں گا۔ تمھیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گا۔"

محمت جمال پاشا نے سر گھما کر ہمیں دیکھتے ہوئے کہا: "حضور شیخ صاحب کی خاموشی بتا رہی ہے کہ یہ یادِ الٰہی میں مصروف ہیں۔ لہٰذا ہم تو گفتگو کر سکتے ہیں۔ تم دونوں میری مہمان ہو۔ مَیں تم میں سے کسی کو بور ہونے نہیں دوں گا۔ میرے محل میں تفریحات کا خاصا انتظام ہے۔ اس کے باوجود مَیں تمھیں پورے استنبول کی سیر کراؤں گا۔ پرنسس آف لیڈ دیکھنے اور تفریح کرنے کی جگہ ہے۔ میرے ذاتی بیلی کاپٹر میں جہاں جانا چاہو گی وہاں لے جاؤں گا۔ کیا پہلی بار اس شہر میں آئی ہو؟"

سلطانہ نے کہا: "مسٹر پاشا، تم نے ائرپورٹ پر وعدہ کیا تھا کہ ہمارے متعلق کوئی سوال نہیں کرو گے۔ یہ بھی ایک سوال ہے کہ ہم پہلی بار یہاں آئی ہیں یا دوسری بار۔"

وہ سر ہلا کر بولا: "جی ہاں، جی ہاں۔ مَیں نے بھول سے سوال کیا ہے اب نہیں کروں گا۔"

سلطانہ کے جواب نے اسے خاموش کر دیا تھا۔ لیکن وہ پہلی ہی ملاقات میں ہم سے دوستی کرنے کے لیے بے چین ہو گیا تھا۔ اس نے کہا: "مجھ پر پابندی ہے تم دونوں بول سکتی ہو۔"

سلطانہ نے پوچھا: "مثلاً ہمیں کیا بولنا چاہیے؟"

"یہی کہ تمھارا کیا شغل ہے؟ کھانے میں کیا پسند کرتی ہو وغیرہ وغیرہ۔"

"لڑکیاں اپنے اپنے ملک اور ماحول کے مطابق کوئی شغل اختیار کرتی ہیں اور اپنے ملک میں دستیاب ہونے والے کھانے پسند کرتی ہیں۔ اگر ہم نے اپنا شغل اور پسند کا کھانا بتایا تو تم سمجھ لو گے کہ ہمارا تعلق کس ملک کس ماحول اور کس خاندان سے ہے۔ بہت ہوشیار ہو اس بار کوئی سوال کیے بغیر جواب پوچھ رہے ہو۔"

وہ بے چینی سے کراہتے ہوئے بولا: "ہوشیار تو تم ہو، میری لڑائی بند کر رہی ہو۔"

مَیں نے بابا جانی کے دماغ میں جھانک کر پوچھا: "کیا مَیں اس کے دماغ میں جاؤں؟"

"ہر اس شخص کے دماغ میں جا سکتی ہو جس کے متعلق یقین ہو جائے کہ وہ تمھاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ جمال پاشا شرابی ہے اور شرابی کا ذہن کند ہوتا ہے۔ وہ حساس نہیں ہوتا لیکن میری موجودگی میں اس کے خیالات نہ پڑھنا۔"

مَیں ان کی ہدایت سے مجبور ہو گئی۔ انھوں نے سوچ سمجھ کر منع کیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا، وہ ہمارے حسن و شباب کے لیے بُری طرح للچا رہا تھا اور بابا جانی کو بڈھا اور کباب میں ہڈی کہہ رہا تھا۔ ہم اپنے باپ کی توہین برداشت نہ کرتے اور یہ کمینہ خیال پڑھ کر تو برداشت ہی نہ ہوتا کہ وہ ہمیں حاصل کرنے کے لیے بابا جانی کو قتل بھی کر سکتا ہے۔ اسی لیے انھوں نے فی الحال خیال خوانی سے باز رکھا تھا۔

محل میں پہنچ کر جمال پاشا ہمیں وہاں کی آرائش اور شان و شوکت دکھانا چاہتا تھا۔ بابا جانی نے کہا: "پھر کسی وقت محل کی سیر کی جا سکتی ہے۔ ہم ایک گھنٹا آرام کرنے کے بعد مسجد رومی جائیں گے، پھر شام کو واپس آئیں گے۔"

وہ بابا جانی سے بحث نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے اطمینان کے لیے یہی کافی تھا کہ ہم شام کو واپس آئیں گے۔ اس نے مزید اطمینان کے لیے اپنی گاڑی دی۔ ڈرائیور اور باڈی گارڈز کو ہمارے ساتھ لگا دیا۔ مسجد رُومی سے متصل ایک خانقاہ تھی۔ وہیں ایک حجرے میں حضرت خواجہ صلاح الدین شرفی قیام فرما تھے۔ بابا جانی نے ان سے ملاقات کا وقت مقرر کر رکھا تھا۔ ہم وہاں پہنچے تو ایک تختۂ سیاہ پر لکھا ہوا تھا: "حضرت آج شام تک مصروف ہیں۔ عقیدت مندوں سے بعد نمازِ عشا ملاقات کریں گے۔"

ہماری ملاقات کے سبب دوسرے عقیدت مندوں سے معذرت طلب کر لی گئی تھی۔ حضرت حجرے کے دروازے پر بابا جانی کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ دونوں نے مصافحہ کیا۔ ایک دوسرے کو گلے لگایا۔ ہم نے حضرت کی تعظیم کی۔ انھوں نے شفقت سے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں، پھر ہمیں حجرے کے اندر لے آئے۔ وہاں ہم ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے سامنے دوزانو ہو گئے۔ سر جھکا کر جیسے مراقبے میں چلے گئے۔ ان کی طویل خاموشی اور کبھی کبھی سر ہلانے کا انداز بتاتا تھا کہ وہ ایک دوسرے سے بول رہے ہیں اور اکثر باتوں پر سر ہلا کر ایک دوسرے کی تائید کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کی زبانیں چپ تھیں۔ میری اور سلطانہ کی اتنی جرات نہیں تھی کہ اللہ والوں کے درمیان میں جاتے اور ان کے بھید معلوم کرتے۔

بڑی دیر بعد حضرت صلاح الدین شرفی نے ہمیں مخاطب کیا۔ "بیٹی لیلیٰ، بیٹی سلطانہ، تمہارا باپ تمہیں ایک خاص مقصد کے لیے یہاں لایا ہے۔ تم دونوں قدرتی طور پر ایک ہی فطرت ایک ہی مزاج رکھتی ہو۔ تم دونوں میں اتنی گہری روحانی وابستگی ہے کہ ایک جو علم سیکھتی ہے دوسری بھی از خود وہ علم سیکھنے کے مراحل سے گزر جاتی ہے اب تک کے تجربات یہی ثابت کرتے ہیں۔"

وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئے پھر بولے۔ "لیکن اب تم بچیاں نہیں رہیں۔ اب تمہارے جذبات، احساسات اور خیالات کو ایک دوسرے سے الگ ہونا چاہیے۔ ورنہ تمہاری ازدواجی زندگی الجھنوں کا شکار ہو جائے گی۔ ایک جس شخص کو جیون ساتھی کی حیثیت سے پسند کرے گی۔ دوسری بھی اس سے بے اختیار وابستہ ہو جائے گی اور یہ انتہائی غلط بات ہوگی۔"

وہ پھر چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئے اس کے بعد بولے۔ "تم دونوں کی آواز اور لہجے میں بھی فرق ہونا چاہیے، ورنہ دشمن خیال خوانی کرنے والے ایک کو کسی طرح گرفت میں لے کر دوسری کے دماغ میں بھی پہنچ جائیں گے اگر ایک کو نہیں معلوم ہوگا کہ دوسری کہاں روپوش ہے تو وہ دوسری کے دماغ میں پہنچ کر اس کی پناہ گاہ معلوم کر لیں گے اور اگر دونوں کی آواز اور لہجہ مختلف ہوگا تو دونوں تک بیک وقت کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔"

ہماری یکسانیت کو ختم کرنے میں جو بہتری تھی وہ ہماری سمجھ میں آگئی تھی۔ یوں دیکھا جائے تو بابا جانی ہم پر تنویمی عمل کر کے ہم بہنوں کے مزاج کو مختلف بنا سکتے تھے۔ انھیں استنبول آنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن تنویمی عمل کے دوران وہ جو باتیں ایک بیٹی کے ذہن میں نقش کرتے وہی دوسری کے دماغ میں نقش ہو جاتیں۔ اس کی ایک ہی صورت تھی کہ ہم دونوں پر بیک وقت روحانی عمل ہو۔ اس لیے وہ حضرت خواجہ صلاح الدین شرفی کے پاس ہمیں لائے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب نے مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ ہمارے درمیان ایک رحل پر کلام پاک رکھا گیا۔ ٹھیک اسی طرح سلطانہ بابا جانی کے سامنے دوزانو ہو گئی۔ ان کے درمیان بھی ایک کلام پاک تھا ہمارے آس پاس عود اور اگر بتی کی پاکیزہ خوشبو پھیل رہی تھی۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ حضرت خواجہ میرے دماغ کے اندر کلام پاک کی وہ آیت تلاوت کر رہے تھے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس خالق مطلق نے انسانوں کو پیدا کیا اور ایک انسان کو دوسرے انسان سے مختلف رکھا تاکہ ان کی الگ الگ شناخت ہوتی رہے۔

پھر وہ دوسری آیتیں پڑھنے لگے۔ بابا جانی سلطانہ کے دماغ میں مختلف آیتیں پڑھ رہے تھے۔ اس طرح کلام پاک کی آیتوں کے حوالے سے ہم بہنوں کے دماغ الگ ہو گئے تھے۔ ہمیں ایک دوسرے سے متاثر ہونے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ میرے دماغ میں ایک آواز گونج رہی تھی۔ اس کے دماغ میں دوسری آیت کا تاثر پیدا ہو رہا تھا۔ ہم ایک دوسرے کو بھولتے جا رہے تھے۔ اپنے اپنے روحانی عمل کے تاثر میں ڈوبتے جا رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد مجھے ہوش نہیں رہا، میں کہاں ہوں، کس حال میں ہوں؟ مجھے اپنی کوئی خبر نہیں تھی۔ میں سلطانہ کو بھول گئی تھی۔ ان لمحات میں وہ بھی مجھے فراموش کر چکی تھی۔ ایسا ہم نے دانستہ نہیں کیا تھا یہ سب ہمارے بزرگوں کی کرامات کا نتیجہ تھا۔

جب میں نے آنکھ کھولی تو بابا جانی اور حضرت خواجہ صاحب حجرے میں نہیں تھے۔ اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ عصر کی نماز پڑھنے مسجد میں گئے تھے۔ میں نے سر گھما کر سلطانہ کو دیکھا وہ بدستور آنکھیں بند کیے دوزانو بیٹھی تھی۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا جب میں سو اٹھی تو وہ بھی سوتی تھی، میں آنکھ کھولتی تو وہ بھی کھولتی تھی۔ آج اس نے میرے ساتھ آنکھ نہیں کھولی تھی۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ ہم پر روحانی عمل کامیاب رہا ہے۔

میں نے دھیمی آواز میں مخاطب کیا۔ "سلطانہ!"

اس نے آنکھیں کھولیں۔ سر گھما کر مجھے دیکھا پھر پوچھا۔ "آپی تم نے مخاطب کیا تھا؟"

"ہاں، کیا بات ہے؟"

وہ حیرانی سے بولی۔ "کیا تم نے دھیان نہیں دیا کہ تمہاری آواز اور لہجہ بدل گیا ہے۔"

"ہاں، مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔"

ایسا کہتے وقت میں نے غور کیا تو واقعی آواز اور گفتگو کے انداز میں تھوڑی سی تبدیلی آگئی تھی۔ میں نے سلطانہ سے کہا۔ "میری ہدایت، آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر دماغ میں آؤ۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا خیال خوانی کی پرواز کی، پھر بولی۔ "میں اپنے ہی دماغ میں رہ جاتی ہوں۔ کیونکہ اب ہمارا مشترکہ لہجہ نہیں ہے۔ اب یہ صرف میرا لہجہ ہو گیا ہے۔"

اس نے میری نئی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر پرواز کی، تو میرے اندر پہنچ گئی۔ پھر بولی۔ "یہ تو کمال ہو گیا۔"

میں نے اپنے بازو میں زور کی چٹکی لی۔ مجھے بڑی تکلیف ہوئی مگر وہ آرام سے بیٹھی رہی۔ یعنی اب ہماری تکلیف بھی ایک نہیں تھی اس نے کہا۔ "آج سے ہم چہرے اور جسامت میں ایک ہیں باقی خیالات جذبات اور مزاج کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ ہماری پیدائشی اور فطری یکسانیت ختم ہو چکی ہے۔"

ہمارے بزرگ مسجد سے واپس آگئے۔ حضرت خواجہ صلاح الدین شرفی نے ہم دونوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں، پھر ہمیں جانے کی اجازت دے دی۔ بابا جانی ہمیں ساتھ لے کر حجرے سے باہر آئے۔ تب پتا چلا کتنا وقت گزر چکا ہے۔ ہم دن کے تقریباً گیارہ بجے حجرے میں گئے تھے اور عصر کے وقت نکلے تھے۔ اس تمام عرصے میں ہم پر کس طرح عمل ہوتا رہا اور کس طرح غفلت میں وقت گزرتا رہا، یہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔

بابا جانی نے پوچھا۔ "بیٹی سلطانہ! تم ماں کے پاس نہیں جاؤ گی؟"

وہ بولی۔ "آپ سے دور رہنے کو جی نہیں چاہتا۔"

میں نے کہا۔ "اور ماں کے قریب آکر میرا دل تڑپ رہا ہے۔ جی چاہتا ہے ابھی دوڑتی ہوئی ان کی آغوش میں پہنچ جاؤں۔"

انھوں نے کہا۔ "جب ایک بیٹی باپ سے مل رہی ہے تو دوسری کو ماں سے ضرور ملنا چاہیے۔"

"میرے اچھے بابا جانی، میں جاؤں؟"

"بے شک جاؤ، مگر اسے یہ نہ معلوم ہو کہ میں اس شہر میں ہوں۔"

میں نے سلطانہ سے کہا۔ "تم نے ماں کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے مگر محل کے بارے میں جاننا باقی ہے۔ میرے دماغ میں آتی جاتی رہنا اور مجھے گائیڈ کرتی رہنا۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے محمت جمال پاشا کی کار کے پاس آئے وہ کار صبح گیارہ بجے سے ہمارے انتظار میں کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیور اور باڈی گارڈ بھی موجود تھے۔ باڈی گارڈ نے بابا جانی سے کہا۔ "حضور! ہمارے آقا محمت جمال پاشا کئی بار اپنے محل سے خیریت معلوم کرنے آئے ایک بار حجرے کی طرف گئے لیکن انھیں اندر جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ وہ بہت غصے میں ہیں آپ کے لیے پریشان ہیں۔"

میں سمجھ رہی تھی، وہ بابا جانی کے لیے نہیں ہم بہنوں کے لیے پریشان تھا۔ ہمارے لیے تڑپ تڑپ کر محل سے یہاں آتا رہا تھا۔ سلطانہ بابا جانی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ باڈی گارڈ نے مجھے دیکھا میں نے کہا۔ "میں نہیں جاؤں گی۔"

میں بابا جانی کو سلام کر کے وہاں سے چل پڑی۔ تھوڑی دور تک فٹ پاتھ پر چلتی رہی، پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر مغربی استنبول کے ریلوے اسٹیشن کی طرف جانے کو کہا جس کے قریب ہی میری ماں کا وہ محل تھا جہاں میرے بابا جانی نے گیارہ ماہ تک غلامانہ زندگی گزاری تھی۔

اگرچہ ماں نے بابا جانی کو مجبور اور بے بس بنا کر رکھا تھا صرف ہمیں پیدا کرنے کے لیے ان سے رشتہ قائم کیا تھا اور محض دولت حاصل کرنے کے لیے ہمیں پیدا کیا تھا۔ اس کے باوجود ماں سے نفرت نہیں ہو رہی تھی۔ ان کی خود غرضی کے باوجود ان کی گود میں جانے کو دل مچل رہا تھا۔

سلطانہ میرے دماغ میں آکر ممی کے ملنے والوں، محل کی لیڈی گارڈز اور کنیزوں کے متعلق بتا رہی تھی، پھر اس نے پوچھا۔ "کیا یہ تمام باتیں یاد رہیں گی؟ ارے ہاں، میں تو بھول ہی گئی۔ جب میری یادداشت حیرت انگیز ہے تو تمہاری بھی ہو گی۔"

میں نے کہا۔ "بابا جانی کے پاس دماغی طور پر حاضر رہو۔ انھیں جی بھر کے دیکھتی رہو اور باتیں کرتی رہو۔ مجھے ضرورت ہوگی تو میں مخاطب کروں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے ریلوے اسٹیشن کے قریب پہنچ کر ڈرائیور کو محل کی طرف جانے کے لیے گائیڈ کیا۔ ٹیکسی محل کے احاطے میں پہنچی تو گیٹ کے چوکیدار نے فون پر محل کے اندر اطلاع دی کہ بے بی بارہ واپس آگئی ہیں ٹیکسی پورچ میں جا کر رکی۔ ایک لیڈی گارڈ نے ادب سے دروازہ کھولا پھر آہستگی سے بولی۔ "بے بی، میڈم بہت غصے میں ہیں۔ صبح سے تمہاری تلاش میں پولیس والوں کو دوڑا رہی ہیں۔"

میں محل کے اندر آئی۔ گارڈز میرے ساتھ تھی۔ کنیزیں جھک جھک کر سلام کر رہی تھیں۔ پھر دو کنیزوں نے ممی کی خواب گاہ کا دروازہ کھولا۔ وہ اتنی شاندار خواب گاہ تھی کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ ممی شاہانہ طرز کے پلنگ پر تھیں۔ وچ لیڈی فرش پر ان کے قدموں کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے ممی کو ایک بار چور نظروں سے دیکھا، پھر ان کی طرف نظر نہیں کی۔ انھیں دیکھنے کے بعد دوڑ کر گلے لگنے کو جی چاہتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے تھوڑی سی ایکٹنگ ضروری تھی۔

میں پلکیں جھکائے بغیر ایک طرف ٹکٹکی لگ گئی۔ ممی نے ڈانٹ کر پوچھا۔ "تم رات کے تین بجے سے کہاں تھیں؟ مجھ سے جھوٹ نہ کہنا۔ لیڈی گارڈز نے اور گیٹ کے چوکیدار نے تمہارے یہاں سے جانے کا وقت نوٹ کیا ہے۔"

میں خواب گاہ کے دروازے پر کھڑی خاموشی سے خلا میں تکتی رہی۔ ممی نے پھر تختی سے پوچھا۔ "خاموش کیوں ہو، جواب دو۔"

میں کیا بتاؤں، ماں کی ڈانٹ ڈپٹ کتنی اچھی لگ رہی تھی۔ زندگی میں پہلی بار ماں کا غصہ دیکھ رہی تھی۔ وہ غصہ محبت سے بھرپور لگ رہا تھا۔

وچ لیڈی نے فرش پر سے اٹھتے ہوئے ماں سے کہا۔ "اے میری مالکہ! ہماری بے بی کو کچھ ہو گیا ہے دیکھ اسے غور سے دیکھ، وہ پلکیں نہیں جھپک رہی ہے۔"

ماں بستر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے قریب آنے لگی۔ جب بالکل قریب آگئیں تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ میں نے ممی کو ایک چیخ ماری، پھر ان سے لپٹ کر رونے لگی۔ وہ حیران اور پریشان ہو کر پوچھ رہی تھیں۔ "کیا ہوا میری جان کو کیا ہوا؟" میں تو یونہی ڈانٹ رہی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم رونے لگو گی۔"

میں ان کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر چوم لیا پھر بھی پلٹنے لگی، کبھی چومنے لگی۔ میں اسی جسم سے پیدا ہوئی تھی۔ ان سے بار بار لگ کر عجب طرح کی راحت اور روحانی مسرتیں حاصل ہو رہی تھیں۔ وہ پوچھ رہی تھیں: "بیٹی! یہ آج تجھے کیا ہوگیا ہے؟"

میں نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: "ممی، میرا جی چاہتا ہے آپ سے ہمیشہ کے لیے چپک کر رہ جاؤں، پھر کبھی الگ نہ ہو سکوں۔"

انھوں نے ہنستے ہوئے مجھے پیار کیا، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر وہ شاہانہ طرز کے پلنگ کے پاس آئیں۔ مجھے محبت سے بستر کے سرے پر بٹھایا۔ اس کے بعد بولیں: "اب بتاؤ، پچھلی رات کے تین بجے سے ابھی شام کے پانچ بجے تک کہاں تھیں؟"

میں نے ادھر اُدھر محتاط نظروں سے دیکھا، پھر رازداری سے کہا۔ "بیڈ روم کا دروازہ اندر سے بند کر دیں، کوئی ہماری بات نہ سنے۔"

وچ لیڈی نے خوش ہو کر کہا: "میری مالکہ! میں کل سے کہہ رہی ہوں، کوئی خاص بات ہونے والی ہے۔ ابھی دروازہ بند کرتی ہوں۔"

وہ جلدی جلدی قدم اٹھاتے ہوئے دروازے کے پاس گئی، اسے اندر سے بند کیا، پھر ہمارے سامنے آکر فرش پر بیٹھ گئی۔ میں خلا میں تک رہی تھی، پلکیں نہیں جھپک رہی تھی۔ میں نے اب تک سلطانہ کے لہجے میں بات کی تھی۔ اب اپنے موجودہ لہجے میں بولی: "ممی! میری آواز سنو۔ میری گفتگو کے انداز پر غور کرو اور بتاؤ کیا میں بدل گئی ہوں؟"

ممی نے کہا: "ہاں بیٹی تمھاری آواز تمھارا انداز بدل گیا ہے۔"

"میری ماں، میری پیاری ماں! آج سے میں جب بھی کوئی راز کی بات کروں گی، میری آواز بدل جایا کرے گی۔ اگر میں بدل جاؤں آپ کی بیٹی بار برا نہ سوگوں تو کیا آپ مجھے پیار نہیں کریں گی؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو؟" وہ مجھ سے لپٹ کر پیار کرتے ہوئے بولی تھیں۔ "تم لاکھ بدل جاؤ، میری بیٹی ہی رہو گی۔ مجھے بتاؤ یہ تبدیلی کیوں آرہی ہے؟"

میں بھرائی ہوئی آواز میں بولی: "کل اندھیری رات تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا، میں بستر سے اُٹھ گئی ہوں۔ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے۔ آؤ، میرے پاس آؤ، تم کب تک وہ غیر معمولی علم کا خزانہ اپنے اندر چھپا کر رکھو گی؟"

خوشی سے ماں کی باچھیں کھل گئیں۔ وچ لیڈی بھی اپنے ٹوٹے ہوئے دانتوں کی نمائش کرنے لگی۔ دونوں ہی خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔

ممی نے پوچھا: "پھر کیا ہوا؟"

"میں نے دیکھا، میں اپنی خواب گاہ سے نکل کر جا رہی ہوں۔ باہر ایک لیڈی گارڈ نے پوچھا کہ میں کہاں جا رہی ہوں؟ گیٹ کے دربان نے سمجھایا: مجھے اندھیری رات میں تنہا نہیں جانا چاہیے لیکن میں گیٹ سے باہر نکل گئی۔ باہر نکلتے ہی دھواں دھواں سا منظر دکھائی دیا۔ اچانک یہ شہر میری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ میں نے محسوس کیا۔ میرے پاؤں زمین پر نہیں ہیں۔ ہوا کے دوش پر چل رہی ہوں۔"

اتنا کہہ کر میں ذرا خاموش ہوئی۔ وچ لیڈی نے پوچھا: "پھر کیا ہوا؟"

ممی نے اسے ڈانٹ کر کہا: "چپ رہو، ذرا صبر سے سنتی رہو ہاں تو بیٹی پھر کیا ہوا؟"

میں نے کہا: "میں کسی ویرانے میں پہنچ گئی۔ پتا نہیں وہ کون سی جگہ تھی۔ وہاں مجھے ایک بزرگ دکھائی دیے۔ انھوں نے کہا: بیٹی! تمھارے مقدر میں خوشحالی ہے تمھیں پہلے ہی وہ غیر معمولی علم حاصل ہو جاتا لیکن تمھاری ماں کی نادانی اس علم کا راستہ روک رہی ہے۔"

ممی نے جلدی سے پوچھا: "مجھ سے نادانی ہو رہی ہے؟ میں نے تو کچھ نہیں کیا ہے۔"

میں نے کہا: "انسان کو اپنی غلطی سمجھ میں نہیں آتی۔ میں نے بزرگ سے کہا۔ میری ماں بہت سمجھ دار ہے۔ اس سے اپنانے میں کوئی غلطی ہوگئی ہوگی۔ آپ ہماری رہنمائی کریں۔"

میں پھر ذرا چپ ہوئی، پھر بولی: "بزرگ نے فرمایا: تمھاری ماں کے مقدر میں لکھا ہے کہ ایک مسلمان سے اولادیں ہوں گی۔ اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ ماں کی زندگی میں کوئی غیر مسلم نہ آئے لیکن ایک یہودی اس کا جیون ساتھی بن کر رہتا ہے۔"

ممی نے وچ لیڈی سے کہا: "کیوں ری، تو نے اپنے علم سے بتایا تھا کہ میں دوسری شادی کروں گی تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ عاجزی سے بولی: "میری مالکہ! علم کو سمجھنے میں اور سمجھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ کبھی کبھی وہ بات سمجھ میں نہیں آتی جو علم سمجھاتا ہے۔ اسی سے ملتی جلتی دوسری بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ ایسی غلطیاں سبھی سے ہوتی ہیں۔ ہاں نے ہمیشہ سچی پیش گوئیاں کی ہیں۔ اس ایک غلطی کی معافی چاہتی ہوں۔"

ماں نے مجھ سے پوچھا: "بیٹی! بزرگ نے کیا ہدایت کی ہے؟ مجھے کیا مشورہ دیا ہے۔ مجھے بتاؤ میں عمل کروں گی۔"

"انھوں نے دو ہدایات دی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کو اور مجھ کو غیر مسلم کے سائے میں نہیں رہنا چاہیے اور میرے باپ کے مذہب کے مطابق میرا نام سلطانہ ہونا چاہیے۔"

"میری بچی! یہ کوئی طوفانی مسئلہ نہیں ہے۔ اسی لمحے سے تمھارا نام سلطانہ ہے۔ اور میں تمھارے اس سوتیلے باپ کو ابھی ٹھوکر مارتی ہوں۔۔۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے صوفوں کے پاس گئیں۔ ایک صوفے پر بیٹھ کر ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیا۔ میں ان کے دماغ میں پہنچ گئی۔ دوسری طرف رابطہ قائم ہونے پر ایک شخص کی آواز سنائی دی: "ہیلو، میں ہنری نیومین بول رہا ہوں۔"

ممی نے کہا: "آج کے بعد مجھ سے نہیں بولو گے۔ میں طلاق کا کاغذ بھیج رہی ہوں۔ اس پر دستخط کر دو۔"

"کیا بات ہے سلوانہ! یہ کیسی بات کہہ رہی ہو؟"

"میں ایک بار جو کہہ دیتی ہوں، وہ بات پتھر کی لکیر بن جاتی ہے۔"

یہ کہتے ہی انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔ ممی کی گفتگو اور انداز میں مالکوں جیسا رُعب اور دبدبہ تھا۔ ایسی فولاد جیسی مالی مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ انھوں نے وچ لیڈی سے کہا: جاؤ دروازہ کھولو اور سیکریٹری سے کہہ دو کہ ابھی طلاق نامہ ٹائپ کر کے ہنری کے پاس جائے اور اس پر دستخط کرا کے لے آئے۔"

وچ لیڈی چلی گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ممی نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے ہنری نیومین نے پوچھا: "سلوانہ ڈارلنگ تم ہو؟"

"ہاں، میں ہوں۔ میرا سیکریٹری طلاق نامہ لے کر تمھارے پاس آرہا ہے۔"

"میں دستخط نہیں کروں گا۔ آخر تمھیں طلاق کیوں دوں؟ تمھیں کیا ہوگیا ہے، کیا مجھ سے دل بھر گیا ہے؟"

"میں ایک مسلمان کی بیوی بننے کے بعد کسی غیر مسلم کی بیوی بن کر نہیں رہ سکتی، ورنہ ستارے گردش میں رہیں گے۔"

"اس کم بخت وچ لیڈی نے تمھیں بہکایا ہے۔ اتنے برس میرے ساتھ رہنے کے بعد مسلم اور غیر مسلم کا مسئلہ کیوں پیدا ہو رہا ہے؟"

"مجھے وچ لیڈی نے نہیں بہکایا ہے۔ آج میری بیٹی علم کی دولت تک پہنچ گئی ہے۔ میری غلطی کی وجہ سے وہ دولت ہم کر سکی۔ علم حاصل کرنے کی یہ شرط ہے کہ مسلمان باپ کی بیٹی کو تمھارے سائے میں نہیں رہنا چاہیے۔ اس لیے میں اپنی زندگی سے تمھیں نکال رہی ہوں۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ میں نے اب تک تم پر لاکھوں ڈالر خرچ کیے ہیں۔ میں ایک ایک ڈالر تم سے وصول کروں گا۔ تم نے پرنس میک والٹر سے ایک کاکروڑ ڈالر لے کر وعدہ کیا تھا کہ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کرو گی۔ میک والٹر صرف پرنس ہی نہیں خطرناک ضدی غنڈا ہے۔ تمھاری بیٹی کو پکڑ میں اٹھا کر لے جائے گا اور قانون کے محافظ منہ دیکھتے رہ جائیں گے اور تم سر پیٹتی رہ جاؤ گی۔"

"تم جانتے ہو ہنری، میں کیسی ضدی ہوں۔ جو فیصلہ کرتی ہوں اس پر قائم رہتی ہوں۔ مجھ پر تمھاری دھمکیاں اثر نہیں کریں گی۔"

"یہ دھمکی نہیں ہے۔ میں ابھی پرنس کو لے کر آرہا ہوں۔ وہ تمھارے عمل کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ ممی پریشان ہو کر بولیں۔

"بیٹی، تم ایک لیڈی گارڈ کے ساتھ یہاں سے چلی جاؤ۔ ہنری اور پرنس تمھیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ تمھیں یہاں نہیں رہنا چاہیے۔"

میں نے کہا: "ممی، آپ نے بزرگ کی تمام باتیں نہیں سنیں۔"

"اوہ میری جان! کیا اور کچھ باتیں بھی ہیں؟ جلدی بتاؤ۔"

"بزرگ نے فرمایا تھا، جس لمحے سے تمھاری ماں ہدایات پر عمل کرے گی، اسی لمحے سے دشمن اپنی تباہی کے راستے پر چل پڑیں گے۔ اگر وہ میری طرف رُخ کریں گے تو میرے اندر کا علم باہر نکل آئے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولیں: "دشمن تمھاری طرف آرہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے علم باہر آئے گا۔ اس کا مطلب ہے میں دشمنوں کو آنے دوں۔"

میں نے بڑے دکھ سے ماں کو دیکھا۔ وہ نہیں سمجھنا چاہتی تھیں کہ دشمن آئیں گے تو مجھے نقصان پہنچائیں گے۔ ان کی خوشی یہ تھی کہ میرا علم باہر آجائے گا۔

میں نے کہا: "اگر آپ بہتر سمجھتی ہیں تو انھیں آنے دیں، وہ مجھے اٹھا کر لے جائیں گے۔"

وہ سکوا کر بولیں: "کیسے لے جائیں گے۔ میں ان سے معاملات طے کر لوں گی۔ پرنس میک والٹر بڑا بردست آدمی ہے۔ تیرا اور اس کا رشتہ ہو جائے گا تو ہنری کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکوں گی اور دولت حاصل کرنے والا جو علم تمھیں حاصل ہو، وہ اپنے شوہر میک والٹر کو نہ بتانا۔ ایک بات یاد رکھو، میری طرح زبردست بن کر رہنا ہے تو مرد کو کبھی رازدار نہ بنانا۔ اسے ہمیشہ اپنے دباؤ میں رکھنا۔"

"میک والٹر مجھے پسند نہیں ہے۔ آپ چاہتی ہیں میں اسے جیون ساتھی بنا لوں۔ صرف اس لیے کہ وہ مجھے نقصان نہ پہنچائے۔ میں زندہ رہوں اور اپنے علم سے آپ کے لیے دولت جمع کرتی رہوں۔"

"میری بچی! میرے بعد یہ دولت تمھارے ہی کام آئے گی۔"

"شاید میرے کام آئے، مگر آپ کے کام نہیں آئے گی۔ بزرگ نے کہا ہے، جس دن آپ کو بے انتہا دولت ملے گی اس دن آپ کا دم نکل جائے گا۔"

"اری جا، تیرے بزرگ کی ایسی کی تیسی۔ یہ بھی کوئی ماننے والی بات ہے کہ دولت ملے گی تو مر جاؤں گی۔"

"آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پر رہے۔ آپ ان بزرگ کے خلاف کوئی بات نہ کریں۔ آزمائش کے طور پر یہ دیکھتی جائیں کہ بزرگ کی کون کون سی پیش گوئی درست ہوتی ہے۔ ابھی تو آپ یہ بھی نہیں جانتیں کہ مجھے کس قسم کا علم حاصل ہونے والا ہے۔"

"اور کس قسم کا علم ہوگا، میں جانتی ہوں کہ دولت حاصل کرنے والا علم یہ ہوتا ہے کہ آنکھوں کو غیبی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ جب یہ قوت حاصل ہوگی تو تم زمین میں گڑے ہوئے خزانے دیکھ لیا کرو گی۔"

"اوہ ممی! آپ دولت کو چھوڑ کر اور کوئی خواہش نہیں کر سکتیں؟"

"اس دنیا میں دولت سے بڑی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔"

"نہیں ممی" اولاد سب سے بڑی دولت ہوتی ہے۔ ماں کے اندر ممتا کا جو خزانہ ہوتا ہے، وہ خزانہ زمین کے اندر اور سمندر کی سات تہ میں بھی نہیں ملتا۔"

"نان سنس، میرے سامنے کتابی باتیں نہ کرو۔"

وہ سمجھنے والی ماں نہیں تھیں۔ اپنی دھن کی پکی تھیں۔ میں نے سوچا، آج پہلا دن ہے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ سلطانہ آئے گی تو وہ بھی انھیں سمجھاتی رہی گی۔ اسی وقت گیٹ سے دربان نے اطلاع دی کہ ہنری آیا ہے۔ اس کے ساتھ پرنس اور اس کے غنڈے بھی ہیں۔ دو لیڈی گارڈز نے انھیں گن پوائنٹ پر روک رکھا ہے لیکن آنے والوں کے پاس بھی ہتھیار ہیں۔

میں ممی کے ساتھ کھڑکی کے پاس آئی۔ وہاں سے دیکھا بڑے آہنی گیٹ کے باہر کچھ گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ گیٹ کے اندر دو لیڈی گارڈز گن اٹھائے ہوئے تھیں، دونوں طرف سے فائرنگ ہوتی تو دونوں ماری جاتیں۔ ممی نے گارڈز کو واپس آنے کا حکم دیا۔ پھر بولیں، "ہنری، تم قانون شکنی پر اتر آئے ہو۔ میں پرنس سے درخواست کرتی ہوں، وہ ہنری کے فریب میں نہ آئے مجھ سے آکر بات کرے ہم آپس کے معاملات طے کر لیں گے۔"

پرنس سیک والٹر نے کہا "ہنری میرا دوست ہے۔ میں تمھاری حسین بیٹی کی خاطر دوست کو نہیں چھوڑوں گا۔ تمھاری بیٹی کو اٹھا کر لے جاؤں گا۔"

میں نے کہا "تم اٹھانے کی تکلیف نہ کرو، میں خود آ رہی ہوں۔"

ممی پریشان ہو کر بولیں۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تم نہیں جاؤ گی۔ میں پولیس کو بلا رہی ہوں۔"

میں نے دروازے کی طرف جاتے ہوئے کہا "پولیس والے پرنس کے معاملے میں کترا جاتے ہیں۔ وہ یہاں لاشوں کے ڈھیر لگا کر مجھے لے جائے گا تو قانون منہ دیکھتا رہ جائے گا۔"

میں محل کے مختلف حصوں سے گزر کر باہر جانے لگی۔ ممی لیڈی گارڈز کو حکم دینا چاہتی تھیں کہ مجھے پکڑ لیا جائے، باہر نہ جانے دیا جائے۔ لیکن میں نے ان کے دماغ میں رہ کر انھیں حکم صادر کرنے کا موقع نہیں دیا۔ دربان نے مجھے آتے دیکھ کر گیٹ کھول دیا۔ پرنس اور ہنری نے مجھے جیت لینے کی خوشی میں نعرہ لگایا، ہوائی فائرنگ کی۔ ہنری نے پوچھا "سلوانہ کیا اب بھی طلاق لو گی؟"

"ہاں، لوں گی تمھیں محل میں گھسنے نہیں دوں گی۔"

پرنس نے مجھ سے کہا "بار بار تم راضی خوشی آ گئیں مگر تمھاری ماں کو ہنری کے لیے اٹھا کر لے جانا ہو گا۔"

پہلی بات تو یہ کہ آج سے میرا نام بابر انہیں سلطانہ ہے دوسری بات یہ کہ تم میری ماں اور ہنری کے معاملے میں نہ پڑو۔ اگر اس کا الٹ دو گے تو میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

ہنری نے کہا "پرنس، یہ تمھارے ساتھ راضی ہے۔ اس لیے بات نہ بڑھاؤ۔ اس کے کہنے کے مطابق میرے معاملے میں نہ پڑو۔ یہاں کھڑے رہ کر تماشا نہ دیکھو۔ میں ابھی اس کی ماں کی ایسی تیسی کر کے لاتا ہوں۔"

طاقت کا نشہ انسان کو جانور بنا دیتا ہے۔ وہ نہیں سوچتا کہ کمزور عورتوں پر مردانگی دکھا رہا ہے۔ بلکہ عورتوں پر ہی زبردستی مردانگی کام آتی ہے۔ میں پرنس کے پاس آئی۔ وہ مجھے جیت کا مال سمجھ کر میری کمر میں ہاتھ ڈالنا چاہتا تھا، میں نے کہا "ابھی مجھے ہاتھ نہ لگانا جب میں آ گئی ہوں تو بے صبری کیوں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کوئی بات نہیں، میں شراب کی بوتل کو منہ سے لگا کر غٹا غٹ نہیں پیتا۔ تمھیں بھی ٹھہر ٹھہر کر گھونٹ گھونٹ پیوں گا۔"

ادھر ہنری ہاتھ میں ریوالور لیے دو گن مین کے ساتھ آگے بڑھا اس کی شامت آئی تھی۔ وہ میری ماں سے زیادتی کرنا چاہتا تھا جیسے ہی اس نے محل کے احاطے میں جانے کے لیے گیٹ میں قدم رکھا۔ میں نے اس کے دماغ کو اچھال دیا۔ وہ فضا میں کئی فٹ اوپر اچھل کر چیختا ہوا واپس آیا، پھر گیٹ کی آہنی جالیوں سے ٹکرا کر سر کے بل زمین پر گر پڑا۔ گرتے ہی تڑپنے لگا اس کی پیشانی سے اور ناک سے لہو بہنے لگا تھا۔ پرنس اور اس کے آدمی دوڑتے ہوئے اس کے پاس گئے۔ پرنس نے پوچھا "یہ تمھیں کیا ہو گیا تھا؟"

ہنری تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "وہ سلوانہ کے پاس جو وچ لیڈی ہے، وہ کالا جادو کر رہی ہے۔"

اس وقت وچ لیڈی ممی کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی تھی پرنس نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا "جادوگرنی کی بچی میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے وچ لیڈی کا نشانہ لیا۔ لیکن میں نے اس کی کھوپڑی گھما دی۔ ریوالور کا رخ بدل گیا۔ اس نے پے در پے کئی فائر کیے۔ اس کے اور ہنری کے گن مین گولیاں کھا کر چیخیں مارتے ہوئے گرتے گئے اور مرتے گئے۔ اس کے ریوالور کی چھ گولیاں ختم ہوئیں تو باقی گن مین وہاں سے بھاگنے لگے۔ ایک نے کہا "ہماری جان مفت میں نہیں آئی ہے۔ وہ وچ لیڈی تمھارے ذریعے ہم سب کو مار ڈالے گی۔"

پرنس حیران پریشان کھڑا تھا۔ ہنری کراہتے ہوئے زمین پر سے اٹھ کر بولا۔ "یہ وچ لیڈی ہمیں بھی مار ڈالے گی۔ یہاں سے نکل چلو۔"

پرنس غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا "کیا بکتے ہو۔ مرد ہو کے

میدان چھوڑنے کی بات کرتے ہو۔ آج میں ان عورتوں سے شکست کھا کر جاؤں گا تو شہر میں میری دہشت دو کوڑی کی بھی نہیں رہے گی۔ پیٹھ دکھاؤ گے تو لوگ تمھارے منہ پر تھوکیں گے۔"

ہنری نے کہا "بات عورتوں سے شکست کھانے کی نہیں ہے۔ ہمارے مقابلے میں جادو ہے۔ ہم جادو کا جواب ہتھیاروں سے نہیں دے سکیں گے۔"

پرنس اپنے ریوالور میں نیا میگزین لوڈ کر چکا تھا۔ اسے دونوں ہاتھوں سے ابھی طرح پکڑ کر وچ لیڈی کا نشانہ لیتے ہوئے بولا "میں ابھی تک غصے اور جنون میں فائرنگ کر رہا تھا۔ اب میں پورے ہوش و حواس میں ہوں۔ اپنی دونوں آنکھوں سے پوری حاضر دماغی کے ساتھ جادوگرنی کا نشانہ لے رہا ہوں۔ اس کا جادو میرے ہاتھوں کو نہیں بہکائے گا۔ میرا نشانہ خطا نہیں ہو گا۔"

میں نے اس کے دماغ پر اچھی طرح مسلط ہو کر ہنری کی طرف گھما دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ہنری سے بولا "بول جادوگرنی اب مجھ سے بچ کر کہاں جائے گی؟"

ہنری اچھل کر بولا "میرے دوست کیا کہتے ہو، میں وچ لیڈی نہیں ہوں، ہنری ہوں۔ ریوالور پھینک دو، پھر تم پر جادو اثر کر رہا ہے۔"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا "تو ہنری ہے، مجھے الّو بناتی ہے۔ کیا مجھے مرد اور عورت کی پہچان نہیں ہے؟ وچ لیڈی، اب تیرا جادو نہیں چلے گا۔ لے یہ گولی کھا۔ اس کے بعد کچھ اور کھانے کے قابل نہیں رہے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ہنری کو گولی مار دی۔ میں نے ایسے ہی وقت اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ شدید حیرانی سے کبھی دم توڑتے ہوئے ہنری کو اور کبھی اپنے ریوالور کو دیکھنے لگا۔ پولیس کی کئی گاڑیاں آ گئیں۔ سپاہیوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پولیس افسر نے پوچھا "پرنس! یہ آپ نے کیا کیا؟ کیا اتنے قتل آپ نے کیے ہیں؟"

وہ میری مرضی کے مطابق بولا "ہاں، یہ ہنری اپنے غنڈوں کو یہاں لایا تھا۔ سلوانہ کی بیٹی کو زبردستی اٹھا کر لے جانا چاہتا تھا۔ عین اسی وقت میں بھی حسین لڑکی کو اغوا کرنے آ گیا۔ ہم دونوں پارٹیوں نے یہاں فائرنگ شروع ہو گئی۔ سب مر گئے میں جیت گیا اگر تم لوگ یہ سب دیکھ رہے ہو تو میں اس حسینہ کو اغوا کے کیس میں لے جاؤں۔"

افسر نے سے ہتھکڑی پہناتے ہوئے کہا "کیا خوب! پولیس سے اغوا کرنے کی اجازت مانگ رہے ہو۔ چلو یہی باتیں عدالت میں کہہ دینا۔"

سپاہی تمام لاشوں کو ایک گاڑی میں ڈال چکے تھے، پھر وہ ان لاشوں کے ساتھ پرنس کو اپنے ساتھ لے گئے۔ آدھ گھنٹا پہلے میری ماں کے محل میں جو سکون تھا، وہ واپس آ گیا۔ طاقت کا مظاہرہ کرنے والے حرام موت مر گئے۔ ممی نے خوش ہو کر وچ لیڈی سے کہا "اے پڑیل! تم نے تو کمال کر دیا ایسا جادو کا تماشا تم نے پہلے کبھی نہیں دکھایا تھا۔"

وہ بولی "میری مالکہ! میں تم پر قربان۔ میں نے کوئی جادو ٹونا تماشا نہیں دکھایا ہے۔ میں تو خاموش کھڑی اپنی پیش گوئی پوری ہوتے دیکھ رہی تھی۔ یہ کمال آپ کی بیٹی نے دکھایا ہے۔"

ممی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے پاس جا رہی تھی۔ وہ دونوں بانہیں پھیلا کر دوڑتی ہوئی آئیں پھر مجھے گلے سے لگا لیا۔ میرے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔ مجھے بار بار چومنے لگیں۔ ہائے میں ماں کی اس ممتا کے لیے بیس برس سے ترس رہی تھی۔ آج میری تمام آرزوئیں پوری ہو رہی تھیں۔

وہ بولیں "میں ان بدمعاشوں سے خوفزدہ تھی۔ میری طرف دھیان نہ دے سکی کہ تو کیسا عمل کر رہی ہے اور ان کے خلاف کون سا علم استعمال کر رہی ہے۔"

میں نے معصومیت سے کہا "میں نے کوئی عمل نہیں کیا تھا۔ مجھے ایسے کسی علم کا پتا نہیں ہے، جو میرے اندر چھپا ہوا ہے۔"

"بیٹی! تو نے کچھ تو کیا ہو گا؟"

"ہاں، مجھے کچھ یاد آ رہا ہے۔"

وچ لیڈی نے جلدی سے قریب آ کر پوچھا "بولو بے بی، کیا یاد آ رہا ہے؟"

میں نے جواب دیا "وہ پرنس جب بھی ریوالور اٹھاتا تھا میں اس کے ہاتھ کو گھور کر دیکھتی تھی۔ ایسے ہی وقت اس کا ہاتھ گھوم جاتا تھا۔ اور وہ بے اختیار اپنے ہی آدمیوں کو ہلاک کرنے لگتا تھا۔"

"اگیا" میری ممی نے خوشی سے چیخ کر کہا "میری بیٹی کی آنکھوں میں وہ غیر معمولی علم آ گیا۔ تمھاری آنکھیں اس کے ہاتھ کو دیکھتی تھیں تو ہاتھ گھوم جاتا تھا یعنی جس انسان کو تم دیکھو گی وہ تمھاری مرضی کے مطابق حرکت کرے گا۔ تم آسمان کو دیکھو گی تو بادل گرجنے لگیں گے، پانی برسنے لگے گا۔ زمین کو گھور کر دیکھو گی تو زمین اپنے اندر کے تمام خزانے اگل دے گی۔ میں صدقے، میں قربان، بیٹی، ذرا یہاں کی زمین کو گھور کر دیکھو، ہاں دیکھو دیکھو، میں پیچھے ہٹ جاتی ہوں۔"

وہ وچ لیڈی کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی پیچھے ہٹ گئیں۔ میں نے کہا "ممی، جیسا آپ سوچ رہی ہیں ویسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے؟"

"بھلا انسان کی آنکھ زمین کے اندر دیکھ سکتی ہے۔"

"نہیں دیکھتی، مگر دیکھ لے تو یہی غیر معمولی علم کہلاتا ہے۔"

"ممی، پہلے دو چار تجربات اس سلسلے میں ہو جائیں کہ میری آنکھیں کسی کو دیکھتی ہیں تو دیکھنے کا ردِ عمل کیا ہوتا ہے۔ میں آپ

کی تسلی کے لیے وچ لیڈی کے ہاتھوں کو حکم دیتی ہوں کہ وہ اوپر اٹھ جائیں۔"

وچ لیڈی نے فوراً ہی دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے۔ ممی نے ڈانٹ کر کہا۔ "اے کم بخت! میری بیٹی کو حکم تو دینے دے ہاتھ نیچے کر۔"

وہ ہاتھ گرانے کی کوشش کر رہی تھی مگر ناکام ہو رہی تھی۔ پریشان ہو کر بولی۔ "میری مالکہ! یہ ہاتھ خود بخود اٹھ گئے ہیں۔ نیچے نہیں ہو رہے ہیں۔ وہ دیکھو، بے بی میرے ہاتھوں کو گھور رہی ہے...."

ممی میرے دیکھنے کے انداز کو دیکھ کر خوش ہو گئیں۔ اسی وقت وچ لیڈی ناچنے لگیں۔ انھوں نے ڈانٹ کر پوچھا۔ "تمھیں بڑھاپے میں ناچنے کا شوق ہو رہا ہے؟"

"میری مالکہ! میں قربان، ہماری بے بی کی آنکھیں مجھے نچا رہی ہیں...."

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ناچتے ناچتے رک گئی۔ ہانپتے ہوئے بولی۔ "بیٹی! یہ علم آپ نہ مجھ پر نہ آزمانا نہیں تو میں ناچتے ناچتے مر جاؤں گی۔ ہائے میری کمر...."

ممی ہنسنے لگیں۔ پھر مجھے دیکھ کر سنجیدگی سے بولیں۔ "مگر ایسا علم ہمارے کس کام کا۔ اس کے ذریعے کیا خاک دولت ملے گی۔ ہیں کسی کو سنچا نا تو نہیں ہے۔"

"ممی! میں کیا کر سکتی ہوں۔ میں نے کوئی اپنی مرضی سے یہ علم حاصل نہیں کیا ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس علم کی بدولت دو زبردست غنڈے اپنے ساتھیوں سمیت مر گئے اور پولیس کی حراست میں چلے گئے۔ آپ کی جان بچ گئی۔ میری عزت رہ گئی۔"

"ہاں، یہ سب تو ہے مگر...."

وہ بات ادھوری چھوڑ کر محل کے اندر جانے لگیں۔ انھیں صرف دولت چاہیے تھی۔ مجھے دنیا جہاں کے علم حاصل ہو جاتے، میں عزت اور شہرت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ جاتی، تب بھی انھیں خوشی نہ ہوتی۔ اگر یہ کہہ دیتی کہ میں زمین میں دفن ہونے جا رہی ہوں۔ اور جہاں مجھے دفن کیا جائے گا وہیں خزانہ ہو گا تو وہ بڑی خوشی سے اور بڑی بے چینی سے میرے دفن ہونے کا انتظار کرنے لگتیں۔

اسے ماتا ہر گز نہیں کہتے۔ یہ سراسر خود غرضی ہے۔ ماں کی یہ فطرت بڑی تکلیف دہ تھی۔ یہ ہم بہنوں کی بدنصیبی تھی کہ ہمیں خالص ممتا نہیں مل رہی تھی۔ محبت کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ ماں باپ سے، بھائی بہن سے یا محبوب سے محبت ملے یا نہ ملے، ہمیں اپنی محبت انھیں ضرور دینا چاہیے۔ اگر کسی کی فطرت میں محبت نہ ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم بھی اپنے حصے کی محبت کو قتل کر دیں۔ جو جس کے پاس نہیں ہے، وہ چیز کیسے دے سکتا ہے۔ ماں کے پاس محبت نہیں تھی وہ بے چاری نہیں دے سکتی تھیں۔ میرے پاس محبت کا خزانہ تھا، وہ میں دے رہی تھی لیکن وہ خزانہ نہیں مل سکتی تھی جو اُن کی موت کا سبب بن جاتا۔

اب میں ذرا سلطانہ کی روداد بیان کروں گی۔ وہ بابا جانی کے ساتھ محل میں پہنچی تو محمت جمال پاشا ذرا خوش ہوا۔ ذرا مایوس ہوا کیونکہ خیال ہی خیال میں دونوں کے حسن و شباب کو صبح سے دیکھا آرہا تھا اور رات کو اپنے عیش کدے میں کسی ایک سے بھی محروم نہیں رہنا چاہتا تھا۔ دولت کا نشہ اور حسین عورت کو چھیننے جھپٹنے کا مزہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی پھر آدمی نہیں رہتا جانور بن جاتا ہے۔

محمت جمال پاشا بڑی عزت سے بابا جانی کو محل میں لے گئے۔ ان کے لیے ایک کمرا مخصوص کیا گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "حضور! یہ کمرا محل کے گوشے میں ہے۔ تاکہ آپ کی عبادت میں خلل نہ پڑے۔"

پھر اس نے سلطانہ سے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ، میں تمھیں تمھارا کمرا دکھاؤں گا۔"

بابا جانی نے کہا۔ "جاؤ بیٹی، محل کی سیر کرو۔"

سلطانہ اس کے ساتھ جانے لگی۔ محل کے ہر حصے میں آرائش کا اتنا مہنگا سامان تھا جسے دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ ہر سامان سے دولت مندی کا غرور جھلکتا تھا۔ جگہ جگہ حبشی غلام اور حسین کنیزیں کھڑی دے رہی تھیں۔ جاپان، امریکا، یورپ اور ایشیا کے ہر ملک اور ہر شہر سے حسین ترین لڑکیوں کو خرید کر کنیز بنا کر رکھا گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "تم دیکھ رہی ہو، میرے محل میں کتنی حسین عورتیں ہیں لیکن مجھے کسی میں کشش محسوس نہیں ہوتی۔"

سلطانہ نے کہا۔ "میں نہیں مانتی۔ چیز وہی خرید کر رکھی جاتی ہے جس میں کشش ہوتی ہے اور جو دل کو اچھی لگتی ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے، یہ خریدتے وقت اچھی لگتی ہیں، گھر میں لا کر رکھو تو رفتہ رفتہ ان کی جاذبیت ختم ہو جاتی ہے۔"

"مسٹر پاشا جو چیز دولت سے اور طاقت سے حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی کشش کھو دیتی ہے۔ جو زر سے، زور سے اور آہ و زاری سے بھی حاصل نہ ہو آدمی اس کے لیے تڑپتا ہے۔"

"بے شک ہماری دنیا کے بے شمار لوگ بعض اوقات اپنی پسند کی چیز حاصل نہیں کر پاتے کیونکہ ان کے پاس دولت ہوتی ہے جبکہ وہ چیز طاقت سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی وہ چیز دولت اور طاقت سے بھی نہیں عقل سے حاصل ہوتی ہے۔ میرے پاس سب کچھ ہے۔ دولت، طاقت اور ذہانت، اسی لیے میں نے دنیا کی حسین ترین عورتوں کو محل میں جمع کیا ہے۔"

"ابھی ان سے بھی زیادہ حسین ترین عورتیں ہیں جنھیں تم حاصل نہیں کر سکے اور نہ کر سکو گے کیونکہ وہ دولت طاقت اور ذہانت سے نہیں صرف اور صرف شرافت سے حاصل ہوتی ہیں۔"

"بے شک، میں بتانا بھول گیا، مجھ میں شرافت بھی ہے۔"

"نہیں، مسٹر پاشا۔ آپ کے پاس بہت کچھ ہے مگر شرافت نہیں ہے۔"

"تم میری توہین کر رہی ہو۔"

"شرافت نہ ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ آدمی سچی بات سن کر توہین محسوس کرتا ہے۔ کیا یہ شرافت ہے کہ تم نے بے شمار حسین عورتوں کو عیاشی کے لیے اپنے محل میں کنیزیں بنا کر رکھا ہے؟"

"میں ان کی ہر ضرورت پوری کرتا ہوں۔ انھیں جتنی رقم کی ضرورت ہوتی ہے، میں دیتا ہوں۔ انھیں سونا چاندی اور ریشمی لباس پہناتا ہوں۔ جا کر کسی سے بھی پوچھ لو، یہاں ان کی چھوٹی چھوٹی سی خواہش بھی پوری ہوتی ہے۔"

"دنیا کی ہر عورت کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ ماں بنے۔ کیا تم انھیں اپنے بچوں کی ماں بننے دیتے ہو۔ کیا یہ عورتیں مہذب سوسائٹی میں فخر سے کہہ سکتی ہیں کہ یہ تمھاری شریک حیات ہیں۔ نہیں مسٹر پاشا! تم انھیں بہت کچھ دیتے ہو مگر عزت نہیں دیتے کیونکہ تمھارے پاس بہت کچھ ہے مگر عزت نہیں ہے۔"

وہ ایک دم سے گرج کر بولا۔ "یو شٹ اپ، ذلیل عورت! تو مجھے کہہ رہی ہے کہ میرے پاس عزت نہیں ہے۔ میں ابھی تیری عزت کی دھجیاں اڑا دوں گا۔"

اس کی گرج دار آواز سن کر کتنے ہی حبشی غلام ننگی تلواریں اور رائفلیں لیے دوڑتے ہوئے آئے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں ابھی تک مسٹر پاشا فارس کی بزرگی کا لحاظ کر رہا تھا۔ خواہ مخواہ لحاظ کر رہا تھا ایسے کتنے ہی عالم فاضل میرے دروازے پر آتے ہیں۔ ڈٹ کر کھاتے پیتے ہیں اور بڑی بڑی رقمیں نذرانے کے طور پر لے جاتے ہیں۔"

اس نے سلطانہ کی کلائی پکڑ لی۔ اسے کھینچتا ہوا ایک خواب گاہ میں آیا، پھر اسے بستر پر دھکا دیتے ہوئے بولا۔ "تو کہتی ہے میرے پاس عزت نہیں ہے۔ میں ابھی تجھے اچھی طرح دیکھوں گا۔ تو اس خواب گاہ سے نکل کر تو میری عزت کرے گی۔"

وہ دروازے کو اندر سے بند کرنے گیا لیکن باہر نکل کر اسے بند کر دیا۔ بند کرنے کے بعد اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے حبشی غلاموں کو دیکھا، پھر پوچھا۔ "میں نے دروازے کو باہر سے کیوں بند کیا ہے؟"

غلاموں نے سر کو جھکا لیا۔ وہ بھلا کیا جواب دے سکتے تھے۔ وہ دروازہ کھول کر پھر اندر آیا۔ غصے سے بولا۔ "تو کیا سمجھتی ہے، میں تجھے معاف کر کے باہر چلا گیا تھا، نہیں! میں منہ زور عورت کی غلطی کو بستر پر ہی معاف کرتا ہوں۔"

وہ دروازے کو پھر اندر سے بند کرنا چاہتا تھا مگر باہر چلا گیا۔ اسے باہر سے بند کر کے بولا۔ "میں آج تجھے نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ تیزی سے ایک کالے کلوٹے غلام کے پاس آیا، پھر اسے اپنے دونوں بازوؤں کی گرفت میں لے کر بولا۔ "آج میں تیری عزت سے کھیلوں گا۔"

سلطانہ نے اس کے دماغ کو ذرا ڈھیل دی۔ اس نے چونک کر حبشی غلام کو اپنے بازوؤں میں دیکھا، پھر اسے دھکا دیتے ہوئے بولا۔ "ابھی میرے بازوؤں میں وہ تھی۔ تو کیسے چلا آیا؟"

وہ روتے ہوئے بولا۔ "میرے آقا! آپ خواب گاہ کے اندر نہیں باہر ہیں۔"

اس نے پھر چونک کر آس پاس دیکھا۔ تب پتا چلا کہ حسینہ اندر اور وہ باہر ہے۔ اس نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "اوہ سمجھ گیا، بڈھا شیخ الفارس اپنے کمرے میں بیٹھا مجھ پر عمل کر رہا ہے۔ مجھے دوشیزہ کے پاس جانے سے روک رہا ہے۔ پہلے مجھے راستے کی دیوار گرانا ہو گی۔"

وہ مسلح غلاموں کو لے کر بابا جانی کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ وہ آگے تھا غلام پیچھے تھے۔ ایک فوج کے کمانڈر کی طرح غلاموں کو پیچھے لیے جا رہا تھا۔ محل کے مختلف حصوں سے گزرنے کے بعد وہ دروازے پر پہنچ کر بولا۔ "شیخ الفارس۔ شاید تمھیں پتا نہیں ہے۔ میرے محل میں آنے والوں کی لاشیں اس طرح غائب ہوتی ہیں کہ پولیس کے فرشتوں کو بھی ان کا سراغ نہیں ملتا۔"

پھر اس نے دروازہ کھول کر اندر آ کر کہا۔ "اگر تم مجھے اس حسینہ کی جوانی سے کھیلنے دو اور مجھ پر عمل نہ کرو، تو میں تمھیں زندہ چھوڑ دوں گا۔"

ایک غلام نے کہا۔ "میرے آقا! جان کی امان چاہتا ہوں۔ آپ ٹوائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر آئے ہیں اور ٹوائلٹ کے آئینے میں خود کو دیکھ کر بول رہے ہیں۔"

لمحاتے نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ غصے سے بولا۔ "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ تم لوگوں نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ میں یہاں آ رہا ہوں۔"

"ہم حکم کے بندے ہیں۔ آپ آگے تھے، ہم پیچھے تھے آپ جہاں لے آئے ہم چلے آئے۔"

"اب تم لوگ آگے چلو، میں پیچھے رہوں گا۔ مجھے اس شیخ کے کمرے میں پہنچاؤ۔"

اس بار غلام آگے چلنے لگے۔ سلطانہ پریشان ہو گئی۔ کیونکہ

وہ ایک وقت میں کسی ایک ہی غلام کے دماغ میں جا کر اسے روک سکتی تھی۔ ایک کو روکتی تو باقی بابا جانی کے کمرے میں اپنے آقا کو پہنچا دیتے۔ وہ بابا جانی کو خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتی تھی۔ اسی وقت اپنے اندر ان کی آواز سنائی دی۔ "بیٹی، میری فکر نہ کر۔ تیسری پیشی ایک محدود عمل ہے اور روحانیت کی کوئی حد نہیں ہے۔ پاشا کے دماغ میں رہ کر دیکھو، اللہ تعالیٰ اپنے عبادت و ریاضت کرنے والے ناچیز بندوں کو روحانیت کے کس مقام پر پہنچاتا ہے۔"

سلطانہ نے جمال پاشا کے دماغ میں رہ کر دیکھا۔ غلام آگے آگے جا رہے تھے، وہ پیچھے پیچھے تھا۔ وہ سب کے سب محل کے اندر چلتے جا رہے تھے۔ ایک ایک کمرے کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ لیکن وہ کمرا نہیں مل رہا تھا جہاں بابا جانی عبادت میں مصروف تھے۔

آخر محمت جمال پاشا چلتے چلتے تھک گیا۔ ایک جگہ بیٹھ کر بولا۔ "وہ کمرا کہاں ہے؟"

اس کے سیکریٹری نے کہا۔ "سر! وہ کمرا محل کے ایک گوشے میں تھا۔ میں بھی اتنی دیر سے تلاش کر رہا ہوں، تمام کمرے نظر آ رہے ہیں، وہی ایک کمرا دکھائی نہیں دے رہا ہے۔"

پاشا نے پوچھا۔ "اتنا بڑا کمرا کیسے غائب ہو جائے گا کمرے کے اندر رہنے والا شیخ کسی عمل سے روپوش ہو سکتا ہے۔ پورا کمرا نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتا۔"

"سر! ہماری آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ ہمیں اچھائی اور اور سچائی دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ وہ ہمارے بہت بڑے دینی بزرگ اور۔ . . ."

وہ ڈانٹ کر بولا۔ "شٹ اپ، میرے محل سے آج تک کسی نے ایک چھوٹی سی چیز چرانے کی جرأت نہیں کی آج ہماری آنکھوں کے سامنے سے اتنا بڑا کمرا چوری ہو گیا ہے۔ وہ شیخ اس کمرے کے ساتھ کہاں جائے گا۔ کان لگا کر سنو، ہلکی سی آہٹ بھی سنائی دے تو پتا چل جائے گا کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی بابا جانی کی آواز سنائی دی۔ پاشا اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ کہیں کلام پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ پاشا نے ایک طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ "اُدھر سے آواز آ رہی ہے۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "نہیں سر! اِدھر سے آواز آ رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے، تم اِدھر جاؤ اور میں اُدھر جاتا ہوں۔"

وہ مختلف سمتوں میں گئے۔ جہاں سے آواز آ رہی تھی، وہاں گئے تو پتا چلا کچھ اور آگے کسی کمرے میں تلاوت ہو رہی ہے۔ وہ کھوجتے اور آگے گئے۔ ایک ایک کمرے کے اندر جھانک کر دیکھا۔ آواز بالکل ہی قریب تھی لیکن تلاوت کرنے والی وہ بزرگ ہستی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ محل میں عجیب سی افراتفری پھیل گئی تھی جیسے دیکھو وہی اپنے آقا کے ساتھ بھاگتا پھر رہا تھا۔ ہر جگہ یہی لگتا تھا کہ اب آواز کے قریب پہنچے گئے ہیں۔ اُس نے وہ کمرا بھی کھول کر دیکھا، جس میں سلطانہ کو بند کیا تھا۔ پھر گرج کر بولا۔ "کہاں ہے وہ بڈھا؟"

سلطانہ نے اُس کے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخ مارتا ہوا اُچھل کر فرش پر گرا، پھر تڑپنے لگا۔ وہ بولی۔ "بابا جانی، بے شک بوڑھے ہیں لیکن تم نے بدتمیزی سے بڈھا کہنے کی جرأت کیسے کی؟ کیا بوڑھے حضرات کو بزرگ نہیں کہا جاتا ہے؟"

وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ فرش پر سے اُٹھنا چاہتا تھا۔ دو غلام اُسے سہارا دینے کے لیے بڑھے۔ وہ جھنجلا کر بولا۔ "دُور ہو جاؤ، خبردار، مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے میں اُس بڈھے کو۔ . . ."

سلطانہ نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے سر کو فرش پر دے مارا۔ وہ چیخ کر بولا۔ "نہیں، نہیں۔ میں بدتمیزی نہیں کروں گا۔ وہ بزرگ ہیں قابلِ احترام بزرگ۔"

اُس کی پیشانی سے لہو بہتا ہوا آنکھوں پر آ رہا تھا۔ وہ لہو پونچھتے ہوئے دُھندلائی ہوئی آنکھوں سے اپنے سیکریٹری اور غلاموں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "نمک حرامو! مجھ پر ظلم ہو رہا ہے اور تم لوگ تماشا دیکھ رہے ہو۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "سر! وہ بزرگ ہستی ہیں۔ اوّل تو وہ نظر نہیں آ رہے ہیں اگر نظر آئیں گے تو ہم اُن کی طرف آنکھ اُٹھانے کی بھی جرأت نہیں کریں گے۔"

"میں حکم دیتا ہوں اُس بڈھے۔ . . نن۔ . . نن نہیں، میں بڈھا نہیں کہوں گا مگر ہاں اُسے گولی مار دو۔"

باڈی گارڈ نے پوچھا۔ "جو نظر نہ آتا ہو اُسے گولی کیسے مار سکتے ہیں؟"

اُس نے باڈی گارڈ سے ریوالور لے کر کہا۔ "تمہیں گولی مارنا نہیں آتا۔ دیکھو اس ہاتھ سے ریوالور پکڑو اور میری دوسری ہتھیلی کو دیکھو، فرض کر و یہ ہتھیلی نہیں شیخ صاحب ہیں۔ بس اُسے یوں گولی مار دو۔"

اُس نے ایک ہاتھ سے اپنی دوسری ہتھیلی پر ٹھائیں سے گولی چلا دی۔ پھر چیخیں مار کر فرش پر تڑپنے لگا۔ سب لوگ حیرانی سے بُت بنے تماشا دیکھ رہے تھے۔ سیکریٹری نے باڈی گارڈ سے کہا۔ "آقا کے ہاتھ سے ریوالور لے لو اور طبی امداد کا

سامان لاؤ۔"

باڈی گارڈ آگے بڑھا۔ پاشا نے للکار کر کہا۔ "خبردار! کوئی قریب نہ آئے۔ دور سے دیکھو اور فرض کرو، میرا یہ بازو میرا نہیں شیخ صاحب کا ہے۔ جب یقین ہو جائے تو زندہ نہ چھوڑیو، قتل مار دو۔"

ٹھائیں سے دوسری گولی چلی۔ وہ گولی بازو کے آر پار ہو گئی وہ پھر تکلیف سے چیخنے اور تڑپنے لگا۔ وہ غرور اور بدتمیزی سے باز آنے والا نہیں تھا اُسے اس حال پر چھوڑا جا سکتا تھا لیکن ظالم کو کیوں چھوڑا جائے۔ وہ مظلوم کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ نادانستہ یا خواستہ بابا جانی کمزور ہوتے تو وہ وہاں سے زندہ نہ آتے۔ سلطانہ ٹیلی پیتھی نہ جانتی ہوتی تو اپنی عزت و آبرو گنوا بیٹھتی کسی کا کچھ نہ جاتا۔ دنیا کا کاروبار یونہی چلتا رہتا۔ جمال پاشا کے محل میں پھر کوئی لوٹ رہا ہے چارہ اپنی جوان بیٹی کے ساتھ آتا اور اپنی آنکھوں کے سامنے بیٹی کی عزت لٹنے کا تماشا دیکھتا اور ہائے ہائے کہہ کر رہ جاتا۔ اونچے محلوں کی اونچی دیواروں کے اندر ہونے والے گناہوں اور بدترین جرائم کا حساب قانون کے محافظ بھی نہیں لیتے۔ اگر سلطانہ بھی محاسبہ نہ کرتی تو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنا بے کار تھا۔ علم سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں ہوتی کیونکہ علم بُرائی کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکتا ہے۔ اس لیے علم کو استعمال کرنا لازمی ہوتا ہے۔

سلطانہ نے اسے تیسری بار مجبور کیا تو اُس نے اپنے ایک پاؤں میں گولی ماری اس کے بعد بے ہوش ہو گیا۔ اُسے طبی امداد پہنچانے کے لیے پہلے ہی محل کے خاص ڈاکٹر آ گئے تھے لیکن وہ کسی کو قریب آنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا پھر خود کو ریوالور سے زخمی کرتا جا رہا تھا اُس کے قریب کون اپنی جان دیتے جاتا ہے۔

بہرحال غلام اُسے اٹھا کر اُس کی خوابگاہ میں لے گئے وہاں اُس کے زخموں کی مرہم پٹی ہونے لگی۔ اسی وقت ایک غلام دوڑتا ہوا سیکریٹری کے پاس آیا پھر بولا۔ "جناب! وہ کمرا مل گیا ہے۔"

سیکریٹری نے پوچھا۔ "کون سا کمرا؟"

"وہی، جہاں حضرت شیخ صاحب قیام کر رہے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ کمرا اپنی جگہ ہے۔"

سیکریٹری کئی غلاموں کے ساتھ چلتا ہوا محل کے اُس حصے میں پہنچا۔ وہاں اُس کمرے کو دیکھ کر سب ٹھٹک گئے۔ اُس کے دروازے اور کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اور کھلے ہوئے دروازے سے باباجانی عشاء کی نماز پڑھتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ سب آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازے تک آئے۔ انھوں نے وہاں جوتے اُتارے، تمام ہتھیار فرش پر رکھے، پھر اُن کے پیچھے اکڑ دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔

باباجانی نے نماز سے فارغ ہو کر انھیں دیکھا۔ سیکریٹری نے کہا۔ "حضور! ہمارے آقا نے آپ سے گستاخی کی ہے۔ ہم نے آقا کا نمک کھایا ہے۔ لہٰذا ان کے لیے معافی کی درخواست کرتے ہیں۔ وہ بہت ضدی اور فولادی ارادوں کے مالک ہیں وہ کبھی نہیں جھکیں گے۔ آپ انھیں اُن کے حال پر چھوڑ دیں۔"

انھوں نے کہا۔ "جب تک کوئی جھکانے والا نہ ہو تب تک فرعونی طاقت رکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ وہ کبھی نہیں جھکے گا۔ اُس نے پانچ برس پہلے ایک نیک خاتون سے نکاح کیا، جب اُس سے اولاد ہوئی تو اُسے دھکے مار کر محل سے نکال باہر کیا۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "جی ہاں، یہ ہم سب نے دیکھا ہے۔"

"مذہب اور قانون کے مطابق وہ خاتون اس محل کی مالک ہے۔ اُس کا بیٹا یہاں کا وارث ہے۔ تمہارا آقا اپنی بیوی اور بیٹے کو اُن کا جائز حق دے دے گا تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"حضور! آپ کی موجودگی ہمارے لیے پریشانیاں پیدا کرے گی۔ آقا ہمیں آپ کے خلاف حکم دے گا تو ہم اُس کی تعمیل پر مجبور ہو جائیں گے جب کہ ہم آپ کی شان میں گستاخی نہیں کرنا چاہتے۔"

"تمھیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ وہ میرے خلاف اب کوئی حکم نہیں دے سکے گا۔"

وہ سب اُٹھ کر باری باری اُن کا ہاتھ چومتے ہوئے جانے لگے انھوں نے سیکریٹری سے کہا۔ "اپنی بائیں ہتھیلی پھیلاؤ۔"

اُس نے ہدایت پر عمل کیا۔ باباجانی نے اگر بتی کی راکھ چٹکی سے اٹھا کر اُس کی ہتھیلی پر رکھی اور کہا۔ "اسے اپنے آقا کے زخموں پر چھڑک دو، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو سارے زخم بھر جائیں گے۔"

سیکریٹری وہ راکھ لے کر اپنے آقا کے پاس پہنچا، ڈاکٹر مرہم پٹی کر چکا تھا۔ سیکریٹری نے کہا۔ "زخموں سے پٹیاں کھول دیں، میں یہ راکھ چھڑکنا چاہتا ہوں۔"

ڈاکٹر انگریز تھا۔ اُس نے حیرانی سے کہا۔ "کیسی نان سینس باتیں کر رہے ہو۔ ملکھ سے پھوڑے پھنسیاں بھی اچھی نہیں ہوتیں یہ تو گہرے زخم ہیں۔"

"ڈاکٹر! میں بھی تعلیم یافتہ ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ مناسب طبی طریقوں سے زخم بھرتے ہیں لیکن حضرت شیخ الفارس پر ہمارا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ ہی ہمارے آقا کو جلد صحت یاب کرے گا۔"

ڈاکٹر نے یہ کہہ کر پٹیاں کھول دیں کہ کوئی خرابی ہوگی تو اس کی ذمے داری سیکریٹری پر ہوگی۔ پاشا ہوش میں ہوتا تو وہ کبھی پٹیاں کھولنے نہ دیتا۔

سیکریٹری نے اس کی ہتھیلی، بازو اور پاؤں کے زخموں پر راکھ چھڑک دی۔

ڈاکٹر نے کہا۔ "اب ہٹ جاؤ اور مجھے پٹیاں باندھنے دو۔"

لیکن وہ زخم کے قریب پہنچتے ہی گھبرا گیا۔ زخم سے جھاگ کی صورت میں مواد بہا رہا تھا۔ ہتھیلی اور بازوؤں کے زخموں سے بھی جھاگ نکل رہا تھا۔ پاشا بے ہوشی کے عالم میں کراہنے لگا تھا۔ ڈاکٹر نے سیکریٹری کو غصے سے گھورا۔ "یہ تم نے زخموں پر کیا لاکر ڈالا ہے۔ میں نے اپنی میڈیکل لائف میں کبھی زخموں سے جھاگ نکلتے نہیں دیکھے۔ کیا تم مسٹر شیخ کے ساتھ مل کر آقا کو مارنا چاہتے ہو؟"

تھوڑی دیر کے لیے سیکریٹری بھی گھبرا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بابا جانی کے پاس جائے۔ اُسی وقت وہ خواب گاہ میں آئے۔ غلاموں نے سر جھکا کر انھیں گزرنے کا راستہ دیا۔

ڈاکٹر نے کہا۔ "مسٹر شیخ! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میڈیکل سائنس کے سامنے روحانیت کا کام نہیں کرتی۔ زخموں پر راکھ اور مٹی ڈالنے کو کہنا جہالت ہے۔"

"بے شک جہالت ہے کیونکہ مٹی میں جراثیم ہوتے ہیں۔" بابا جانی نے نرمی سے ڈاکٹر کو جواب دیا۔ "لیکن میں نے جو راکھ دی تھی وہ نماز اور درود شریف سے پاک کی ہوئی تھی۔ وہ دیکھو تمھارا مریض آنکھیں کھول کر دیکھ رہا ہے۔"

سب نے اپنے آقا، جمال پاشا کو دیکھا۔ وہ اٹھ گیا تھا اور اپنے زخموں کو دیکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ اُس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تو الفاظ نہیں ملے، منہ کھلا ہی رہ گیا۔ میڈیکل سائنس کی کتابوں کے خلاف پاشا کے تمام زخم بھر گئے تھے۔ صرف زخموں کے نشان رہ گئے تھے۔

عمت جمال پاشا بستر سے اُتر کر بابا جانی کے پاس آیا۔ پھر قدموں میں جھک کر بولا۔ "آپ سے گستاخی کر کے میں بڑے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں۔ میرے زخموں کو اچھا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مجھے مر جانا چاہیے۔ میں دولت اور طاقت کے نشے میں اندھا ہو گیا تھا۔"

انھوں نے کہا۔ "اب اندھے نہیں ہو۔ میرے قدموں سے اٹھو اور اُدھر دیکھو۔"

اُس نے قدموں سے اُٹھتے ہوئے ایک خاتون اور چار برس کے بچے کو دیکھا۔ بابا جانی نے کہا۔ "تم نے اپنی ہم شریک حیات کو اس محل سے نکالا تھا۔ یہ تمھارے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ آج یہ تمھارے بیٹے کو لے کر آئی ہے۔ اگر چاہے ہو کہ تمھارے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں تو اسے عزت اور مرتبہ دو۔"

وہ ہچکچانے لگا، پریشان ہو کر بولا۔ "میں نے اسے اپنے سامنے محل سے نکالا تھا۔ آج آپ اُنھی ملازموں کے سامنے مجھے اس عورت کے سامنے جھکا رہے ہیں۔ آپ مجھے میرے مقام سے کیوں گرانا چاہتے ہیں؟"

"مقام وہی ہوتا ہے جو تہذیب اور شرافت سے حاصل ہوتا ہے۔ غرور کی جس بلندی پر تم کھڑے ہو، وہاں سے آدمی طرح پستی میں گرے ہو۔ تمھاری دولت، تمھاری طاقت تمھارے غلاموں کی فوج، تمھارے ہتھیار اور تمھارے ڈاکٹر تمھارے کسی کام نہ آئے۔ کام آئی تو صرف ایک چٹکی راکھ۔ تمھیں مارنے کے لیے وہ تین زخم کافی تھے لیکن تمھیں جو تحفہ ملی ہے اُس کی حیثیت صرف ایک چٹکی راکھ کے برابر ہے اتنی معمولی سی راکھ سے زندگی حاصل کرتے ہوئے تو بیٹا نہیں ہوتا؟ اپنی بیوی اور بچے کو جائز حقوق دیتے وقت تمھارا غرور کو ٹھیس پہنچتی ہے۔"

اُس نے ملازموں پر ایک نظر ڈالی۔ سب سر جھکائے کھڑے تھے۔ وہ جھکنا نہیں چاہتا تھا۔ بعض لوگ ہزار نصیحتوں اور ٹھوکروں کے باوجود نہیں جھکتے۔ اُس نے کہا۔ "حضور! آپ یہاں سے کب تشریف لے جائیں گے؟"

"میں صبح چلا جاؤں گا لیکن تمھاری بیوی اور بچے تمھارا سایہ رہے گا۔ تم ان کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے جب تک انھیں دل سے قبول نہیں کر دو گے، طرح طرح عذاب میں مبتلا رہو گے۔"

وہ پلٹ کر اُس خاتون کے پاس آئے پھر اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے۔ "بیٹی! سلطانہ کے پاس جاؤ۔ تمھارا معائنہ اہم [illegible] جواب سونا چاہتا ہے۔"

خاتون [illegible] کر بابا جانی کے [illegible] سے باہر چلی گئی۔ محمت جمال پاشا نے سیکریٹری سے پوچھا۔ "یہ میرا محل ہے یا اُس اللہ لے کا؟ وہ

جانتا ہے ہو جاتا ہے۔ میں جو چاہتا ہوں وہ نہیں ہوتا۔"

پھر اُس نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ "کیا ایک چٹکی راکھ سے میرے زخم اچھے ہوئے ہیں؟ کیا یہ زندگی ایک چٹکی راکھ کا بدل ہے — تم ڈاکٹر ہو کر مجھ سے ماہانہ دس ہزار ڈالر تنخواہ لے کر ایک اللہ والے سے میری انسلٹ کراتے ہو۔ گیٹ آؤٹ! نکل جاؤ یہاں سے۔"

ڈاکٹر سر جھکا کر چلا گیا۔ اُس نے سیکریٹری، باڈی گارڈز اور غلاموں سے پوچھا۔ "تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ جس عورت کو میں نے محل سے باہر کھڑا کر دیا، اُسے پھر جانے دوں؟"

کسی نے جواب نہیں دیا۔ سب سر جھکائے کھڑے رہے۔

اُس نے کہا۔ "اُلو کے پٹھو! میں نے یہ ہتھیار تمھیں جسم پر سجانے کے لیے دیے ہیں۔ وہ اللہ والا پہلے تو ڈھونڈنے سے نہیں مل رہا تھا۔ ہمارے محل کے اتنے بڑے کمرے سمیت غائب ہو گیا تھا اور جب سامنے آیا تو یہاں اس کمرے میں تم سب کے قریب پہنچ کر مجھ سے بولتا رہا تو تم میں سے کسی نے اُسے گولی نہیں ماری، مار دیتے تو قصہ ختم ہو جاتا۔ مگر تم لوگ نمک حرام ہو۔ یہاں میری انسلٹ ہو رہی ہے اور تم لوگ تماشا دیکھ رہے ہو۔"

وہ ایک ایک کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "ارے اتنی باتیں سُننے کے بعد بھی کھڑے ہو، جاؤ جلدی جاؤ۔ وہ ابھی محل میں ہے، دوڑتے ہوئے جاؤ اور اُسے کوئی عمل کرنے کا موقع دیے بغیر گولیوں سے چھلنی کر دو۔ جاؤ، ہری اپ، ارے کیا ہوا؟ جاتے کیوں نہیں ہو؟ اُسے گولی مارتے کیوں نہیں؟"

سیکریٹری نے اپنا ریوالور نکال کر اُس کے قدموں میں ڈال دیا اور کہا۔ "میں نمک حرام ہوں، مجھے گولی مار دیں۔"

دونوں باڈی گارڈز نے بھی اپنے اپنے ریوالور کو اُس کے سامنے پھینک دیا۔ اُس کے بعد غلاموں نے اپنے ہتھیار فرش پر ڈال دیے۔ پاشا نے گرج کر کہا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

ایک باڈی گارڈ نے کہا۔ "گمراہ سے گمراہ آدمی بھی محترم بزرگ کی ایسی کرامت دیکھ کر قائل ہو جاتا ہے۔ اگر کافر ہوتا تو ایمان لے آتا۔ ایسی کرامات سے صرف شیطان قائل نہیں ہوتا۔"

دوسرے باڈی گارڈ نے کہا۔ "ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم شیطان کی ملازمت نہ کریں اور وفاداری کا تقاضا ہے کہ ہم ہمیں جان سے دے دیں۔ خدا کے لیے یہ ہتھیار اٹھائیں اور ہمیں گولی مار کر یہاں کی ملازمت سے نجات دلائیں۔"

وہ ایک رائفل اُٹھا کر دہاڑتے ہوئے بولا۔ "نمک حرامو! تم مجھے شیطان کہتے ہو۔ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اُس نے پہلے سیکریٹری کا نشانہ لیا۔ پھر ایک اُنگلی کو ٹریگر پر لانا چاہا لیکن وہ اُنگلی اُدھر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے بغیر وہ ٹریگر نہیں دبا سکتا تھا، گولی نہیں چلا سکتا تھا۔ اُس نے رائفل کو پھینک کر ریوالور کو اٹھایا۔ اُسے بھی چلانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ پھر اُس نے ریوالور کا رُخ اپنی طرف کیا تو اُنگلی ٹریگر پر پہنچ گئی۔ سلطانہ نے اُس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ اُس نے گھبرا کر ایک ہیجانی ماری۔ ریوالور پھینک کر پیچھے کی طرف لڑکھڑاتے ہوئے بولا۔ "یہ . . . یہ میں خود کو گولی مارنے والا تھا۔ نہیں... نہیں۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "پہلے ہم آپ سے ڈرتے تھے اس لیے زبان نہیں کھولتے تھے۔ اب یہ کہنے میں کوئی خوف نہیں ہے کہ آپ بہت جلد اپنے ہی ہاتھوں سے مریں گے۔ ایک بار حضرت نے بچا لیا ہے، ذرا سوچیں، ہماری مالکہ آپ کی منکوحہ ہیں۔ جو حقوق آپ نہیں دے رہے وہ آج ہی آپ کی موت کے بعد انھیں حاصل ہو جائیں گے۔ ذرا غور کریں آپ کی ضد اور غرور آپ کو کیا دے رہا ہے۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا۔ پھر اُن کے درمیان سے چلتا ہوا خواب گاہ کے باہر آیا۔ وہاں سے محل کے مختلف حصوں میں جانے لگا۔ تمام ملازم اُس کے پیچھے چل رہے تھے۔ وہ بابا جی کے کمرے کے سامنے آیا۔ اندر اُس کی بیوی بابا جانی کے سامنے ادب سے بیٹھی ہوئی تھی۔ جمال پاشا نے دہلیز پر گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر کہا۔ "اتنی سی بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ میں تین گولیاں کھانے کے بعد مرتے مرتے بچ گیا۔ تھوڑی دیر پہلے پھر خود کو ہلاک کرنے والا تھا۔ اس کے بعد بھی اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جسے میں حقوق نہیں دے رہا ہوں اُسے میرے مرنے کے بعد تمام حقوق مل جائیں گے۔ یہ اتنی سی بات میرے سیکریٹری کی زبان سے نکلی تو مجھے عقل آگئی۔ میری شریک حیات پر آپ جیسے بزرگ کا سایہ ہے۔ میں اسے اپنی مرضی سے طلاق نہیں دے سکوں گا، اپنی دولت اور جائداد سے محروم نہیں کر سکوں گا۔ جب کچھ نہیں کر سکوں گا تو مجھے حق کو تسلیم کر لینا چاہیے۔"

اُس نے دونوں بازو اپنے بیٹے کی طرف بڑھائے، بیٹا دوڑتا ہوا آ کر باپ کے گلے لگ گیا۔ وہ نیک خاتون روتے روتے بابا جانی کے قدموں میں گر پڑی۔ انھوں نے اُسے اُٹھا کر بڑی شفقت سے کہا۔ "اللہ تعالیٰ نے تمھاری دعائیں سُن لی ہیں۔ اپنے مجازی خدا کے پاس جاؤ۔ اب مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

دوسری صبح ہم دونوں بہنوں نے بابا جانی کو ائیر پورٹ پر الوداع کہا۔ وہ جس نیک مقصد کے لیے آئے تھے وہ پورا ہو چکا تھا۔ اس نیک خاتون کا شوہر راہِ راست پر آگیا تھا۔ میری ملاقات ممی سے ہو گئی تھی اور سلطانہ نے باپ کے سائے میں چوبیس گھنٹے گزار لیے تھے۔

بابا جانی کو الوداع کہتے وقت ہمیں معلوم نہیں تھا کہ وہ اُن سے آخری ملاقات ہے۔ شاید وہ جانتے تھے اُن کے پاس مستقبل کو دیکھنے کا علم تھا شاید وہ اُسے آخری ملاقات کہہ کر بیٹیوں کا دل نہیں دُکھانا چاہتے تھے۔ ہم دونوں ائیر پورٹ کی عمارت سے باہر آکر اپنی کار میں بیٹھ گئے۔ ہم ایک ساتھ رہ کر تماشا بن جاتے تھے لوگ ہمیں حیرانی اور دلچسپی سے دیکھتے تھے۔ کچھ دل پھینک نوجوان یا غنڈے ہمیں چھیڑتے بھی تھے اور ہم ہمیشہ نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یوگا کے ذریعے سانسوں پر قابو پانے کے باعث ہمارے مزاج میں بڑا ٹھہراؤ اور تحمل تھا۔ ہمیں غصہ نہیں آتا تھا۔ اگر آتا تو اب تک ہماری خیال خوانی کا علم ظاہر ہو جاتا۔

سلطانہ نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا "اب بتاؤ لیلیٰ! امی کے ساتھ کیسی گزر رہی ہے؟"

میں نے کہا "سُنا تھا، ماں کے قدموں میں جنت ہوتی ہے۔ میں ممی کی آغوش میں پہنچ کر سچ مچ کی جنت میں پہنچ گئی ہوں۔"

"خدا ہم پر مہربان ہے۔ مجھے باپ کی اور تمھیں ماں کی جنت مل گئی۔"

"لیکن یہ دیکھ کر صدمہ ہوتا ہے کہ ممی کو ہم سے زیادہ دولت کی خواہش ہے۔ کل سے وہ میرے پیچھے پڑ گئی ہیں کہ میں اپنی آنکھوں کو دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بناؤں۔"

سلطانہ نے ہنستے ہوئے کہا "تم نے بھی آنکھوں سے گھورنے والی بات خوب بنائی ہے اور وچ لیڈی کو بھی نچا دیا ہے۔"

"اور کیا کرتی؟ ٹیلی پیتھی کا علم اُن سے چھپانا ضروری ہے لیکن وہ بے انتہا دولت مند بننے کے لیے جس طرح بے تاب ہیں اُس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ہمارا علم ظاہر نہ ہو جائے۔"

"انشاء اللہ نہیں ہوگا۔ ہم دونوں مل اُن کو سہلاتی رہیں گے۔"

"ہماری گاڑی محل کے گیٹ پر پہنچی تو دربان ہمیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ وہ سمجھ رہا تھا، اُس کی آنکھیں ڈیڑھی ہو گئی ہیں۔ ایک بے بی کی جگہ دو دو بے بی نظر آرہی ہیں اس لیے وہ بار بار پلکیں جھپک رہا تھا۔ سلطانہ نے ہنستے ہوئے کہا "ہمیں محل کے اندر آکر دیکھ لینا۔ اب گیٹ کھولو۔"

اُس نے محل کے اندر اطلاع دے کر گیٹ کھولا۔ ہماری کار پورچ میں آئی تو اندر سے ممی اور وچ لیڈی تیزی سے چلتی ہوئی آئیں۔ ہمیں دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں۔ وچ لیڈی نے کہا "دو بے بی نے ٹھیک اطلاع دی تھی، یہ ایک سے دو ہو گئی ہیں۔"

ہم دونوں کار سے اُتر کر اُن کے سامنے آئے۔ ممی نے اچانک خوش ہو کر کہا "سمجھ گئی، میں سمجھ گئی۔ اب میری بیٹی کو غیر معمولی علم آگیا ہے۔ اب تم ایک سے دو ہو جاتی ہو۔ یہ تو زبردست علم ہے۔"

میں نے پوچھا "یہ زبردست علم کیسے ہوا؟"

ممی نے کہا "ایسے کہ تم ایک سے دو ہو گئیں۔ اسی طرح تم میرے بیڈ روم کی ایک تجوری کو دو تجوری بنا دو گی۔ ایک تجوری میں جتنا مال ہے دوسری میں بھی اُتنا ہی ہو گا۔ اس طرح دولت ڈبل ہو جائے گی۔ پھر تم ایک تجوری کو دو بناؤ گی تو پہلی ملا کر تین ہو جائیں گی، پھر تم تیسری کو ڈبل بناؤ گی تو چار تجوریوں کا مال جمع ہو جائے گا۔"

سلطانہ نے اُن کے مُنہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "بس کریں آج شام تک اتنی تجوریاں ہو جائیں گی کہ محل میں تجوریاں ہی تجوریاں نظر آئیں گی پھر یہاں بیٹیوں کے رہنے کے لیے جگہ نہیں بچے گی۔"

اُنھوں نے مُنہ پر سے ہاتھ ہٹا کر کہا "یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟"

"آپ جیسی ماں کو دیکھ کر بول رہی ہوں اور سوچ رہی ہوں ہمیں محبت کی خاطر نہیں دولت کی خاطر پیدا کیا۔ ہمارے لیے آپ کے دل میں کوئی جگہ نہیں ہے اگر تھوڑی سی بھی جگہ ہوتی تو آپ دوسری بچہ جڑ جانے والی بیٹی کے لیے تڑپتیں اور میرے ساتھ لیلیٰ کو دیکھ کر آپ کی ممتا پھٹ پڑتی۔ آپ نے یہ نہیں سوچا کہ دوسری بیٹی آگئی ہے۔ آپ نے دولت کی آنکھوں سے دیکھا تو آپ کو ایک ہی بیٹی ڈبل دکھائی دے رہی ہے۔"

ماں نے حیرانی سے پوچھا "دوسری بیٹی؟ کیا یہ میری دوسری بیٹی ہے؟"

پھر جواب سننے سے پہلے انھوں نے مجھے کھینچ کر گلے سے لگا لیا۔ پھر مجھے پیار کرتے ہوئے پوچھا "میری بچی! تُو کہاں تھی؟ اچانک کہاں سے آگئی ہے؟"

میں نے کہا "یہ لمبی داستان ہے، اندر چلیں اطمینان سے سناؤں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولیں "ہاں اندر چلو۔ وچ لیڈی کی ایک پیش گوئی درست ثابت ہو رہی ہے۔ اس چڑیل نے کہا تھا کہ جب انتہا سے زیادہ دولت ملنے کا وقت آئے گا تو دوسری بیٹی بھی میرے پاس آجائے گی، اوہ گاڈ! اب میرے پاس دولت ہی دولت ہو گی۔"

میں نے سلطانہ کو اور سلطانہ نے مجھ کو بڑے دُکھ سے دیکھا۔ اُس نے سوچ کے ذریعے پوچھا "کیا ماں پر غصہ نہیں آرہا ہے؟"

میں نے کہا "دل دُکھتا ہے، یہ الگ بات ہے، غصہ کبھی نہیں آئے گا جس ماں کی صورت دیکھنے کو برسوں سے ترس رہی تھی اُسے دیکھ کر پیار ہی پیار آتا ہے۔"

ممی محل کے اندر جانے سے پہلے رک گئیں۔ پھر بولیں "ایک بات تو بھول ہی گئی۔ میں نے ایک نوجوان سے معاملات طے کیے ہیں۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہے۔"

"آپ نے کس قسم کے معاملات طے کیے ہیں؟"

وہ بولیں "تمھارے پاس آنکھوں والا علم ہے۔ تم دشمنوں کے ہاتھوں سے ریوالور گرا دیتی ہو، اُن کا نشانہ کہیں ہوتا ہے، تم اُن سے کہیں اور گولیاں چلوا دیتی ہو۔ اسی طرح اگر کوئی کروڑوں کی وصیت پر دستخط نہ کرنا چاہے تو تم اُس کے ہاتھ کو گھور کر دیکھو گی ایسے میں وہ دستخط کر دے گا۔"

"آپ اصل بات بتائیں۔"

"وہ نوجوان جو ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا ہے اُس کا باپ کروڑ پتی ہے۔ نوجوان چاہتا ہے، وہ جلدی وصیت لکھ کر مر جائے لیکن باپ کی صحت اچھی ہے۔ ابھی وہ کئی برس تک زندہ رہے گا۔"

"تو پھر؟"

"پھر یہی کہ تم چھپ کر اُس کے باپ کو دیکھو گی تو وہ وصیت پر دستخط کر دے گا۔ جس روز وہ دستخط ہوں گے اُسی رات یہ نوجوان اپنے باپ کو قتل کر دے گا۔"

میں نے پوچھا "اور وہ ساری دولت آپ کو لا کر دے گا؟"

"ساری دولت نہیں، ہمیں آدھا حصہ دے گا۔"

ہم بہنوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، پھر سلطانہ نے کہا "عجیب بات ہے۔ یہی بات ایک نوجوان مجھ سے کہہ رہا تھا۔"

ماں نے پوچھا "وہ نوجوان کون تھا؟"

"تھا نہیں، ہے۔ وہ میرا ہونے والا فرینڈ ہے۔"

"کیا تم نے کسی کو اپنا فرینڈ بنایا ہے؟"

"ہاں مگر یہ کہہ دیا ہے کہ امی اُسے بالکل پسند نہیں کریں گی۔"

اُس نے تدبیر بتائی کہ نہیں آپ کے ہاتھوں کو دیکھوں گی تو آپ یہ محل اور تجوری کی تمام دولت میرے نام لکھ دیں گی۔ پھر دوبارہ آپ کے ہاتھوں کو دیکھوں گی تو آپ پستول اٹھا کر اپنی کنپٹی میں گولی مار لیں گی۔"

"کون ہے وہ سٹور کا بچہ جو تمھیں اس طرح بہکاتا ہے۔"

"کیا اس طرح بہکانے والا سٹور کا بچہ ہوتا ہے؟"

"ہاں ایسے ذلیل کمینے کو گولی مار دینا چاہیے۔"

"جو نوجوان ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہے آپ اُسے بھی گولی ماریں۔ وہ بھی اپنے باپ کو مار کر تجوری پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔"

"ارے وہ اپنے باپ کو مارتا ہے تو مارنے دے۔ کیا تُو اپنی ماں کو مار ڈالے گی؟"

"اگر یہ غلط ہے تو سب کے لیے غلط ہے۔ آپ ماں ہیں بزرگ ہیں۔ اُس نوجوان کو گمراہی سے بچانا آپ کا فرض ہے لیکن آپ دولت کی خاطر اُسے باپ کا قاتل بننے کی راہ پر لے جا رہی ہیں، سوری ممی! میں اپنے ضمیر کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گی۔"

یہ کہہ کر سلطانہ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ مجھے ساتھ لے کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہاں وہ نوجوان بیٹھا تھا، وہ بولے "تمھیں شرم نہیں آتی۔ تم اپنے باپ کو قتل کرنا چاہتے ہو۔"

وہ بوکھلا گیا۔ اس نے ممی کی طرف دیکھا۔ میں نے کہا "اُدھر کیا دیکھتے ہو، اِدھر دیکھو اور جواب دو۔ کیا باپ سے بڑھ کر دولت ہے جس کے لیے اس نوجوانی میں قاتل بننا چاہتے ہو۔"

وہ بولا "میں دولت کا لالچی نہیں ہوں۔ میں ایک لڑکی سے بہت پیار کرتا ہوں۔ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن میرا باپ عیاش ہے۔ دولت کے نشے میں چُور ہے، وہ میری محبوبہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ ذرا سوچو، میری محبوبہ اُس کی بیٹی کے برابر ہے۔ کیا اس بات پر مجھے غصہ نہیں آئے گا؟ کیا ایسی کمینگی پر باپ سے نفرت نہیں ہو گی؟ لڑکی کے ماں باپ لالچی ہیں، میرے باپ کی دولت کو دیکھ کر وہ لڑکی کو مجھ سے دُور کر رہے ہیں۔ میں پریشان ہوں، میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

اُس نے ہماری ممی کو دیکھ کر کہا "یہ آنٹی میرے پرابلم کو سمجھتی ہیں۔ انھوں نے ابھی بُلا کر مشورہ دیا کہ باپ کی دولت میری ہو گی تو لڑکی کے ماں باپ میری طرف جھکیں گے۔ آنٹی

نے بتایا کہ تم کسی طرح کا جادو جانتی ہو۔ میرے باپ سے ایک وصیت لکھوا کر دستخط کرالوگی۔ اس کے بعد مجھے باپ کو قتل کر کے ہمیشہ کے لیے اسے راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔"

یہ کہہ کر اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا پھر روتے ہوئے کہا۔

"میں نے آنٹی کے سامنے انکار بھی نہیں کیا، اقرار بھی نہیں کیا کہ باپ کو قتل کروں گا کیسے کروں گا؟ کس دل سے کروں گا؟ کیا ماں باپ میں کوئی خرابی ہو تو انھیں مار ڈالنا چاہیے؟ آپ کی ممی آپ سے دشمنی کریں تو کیا آپ بھی ماں کی دشمن بن جائیں گی؟"

وہ اٹھ کر تیزی سے باہر جاتے ہوئے بولا۔ "نہیں، نہیں، ہرگز نہیں۔ میں اپنی محبت کا گلا گھونٹ دوں گا لیکن باپ کا گلا نہیں دباؤں گا۔"

وہ روتا ہوا چلا گیا۔ میں نے کہا۔ "ممی! بڑے شرم کی بات ہے وہ ایک محبت کرنے والا دل رکھتا ہے اور آپ اُسے قاتل بنا رہی تھیں۔"

سلطانہ مجھے کھینچتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف لے جاتے ہوئے بولی۔ "ممی کو سمجھانا فضول ہے۔ انھیں کبھی یقین نہیں آئے گا کہ ان کے پاس دولت آئے گی تو موت بھی آئے گی۔"

اُس نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر کے کہا۔ "میں ممی کے مسئلے پر غور کرتی ہوں تم اس جوان کے لیے کچھ کرو۔ بے چارہ معصوم ہے۔ اس لڑکی کا دیوانہ ہے۔"

میں نوجوان کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ایک ٹیلی فون بوتھ میں فون کے ذریعے لڑکی سے بات کرنے گیا تھا۔ میں نے اُس کے باپ کا نمبر ڈائل کرایا۔ اُس بوڑھے عیاش کی آواز سنی، پھر اُس کے دماغ پر قبضہ جما کر اُس کی زبان سے کہا۔ "بیٹے! تم کہاں ہو؟ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے، میں تمھارے راستے کا پتھر نہیں بنوں گا۔ اُس لڑکی کی شادی تمھارے ساتھ ہو گی۔"

بیٹے نے خوش ہو کر کہا۔ "اوہ ڈیڈی! آپ گریٹ ہیں، بہت گریٹ ہیں۔"

میں نے بوڑھے سے ریسیور رکھوا دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق الماری کے پاس گیا پھر ایک ریوالور نکال کر آئینے کے سامنے اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "بوڑھے خبیث! تجھے اپنے معصوم اور پیارے بیٹے کی خوشیاں چھیننے شرم نہیں آئی۔ آئینہ دیکھ، تیرے عکس کو شرم آرہی ہے اور اب تُو شرم سے خودکشی کرنے والا ہے۔"

وہ گھبرا کر بولا۔ "نہیں، نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں نے یہ ریوالور کیوں اُٹھا لیا ہے اس کی نال میری کنپٹی سے لگ رہی ہے۔ اوہ گاڈ! میں موت کو بھول گیا تھا، بڑھاپے کو بھول گیا تھا، خود کو جوان سمجھ رہا تھا۔ میں توبہ کرتا ہوں، وعدہ کرتا ہوں اب زندگی جتنی بھی رہ گئی ہے اس میں میں اپنے بیٹے کی خوشیاں دیکھوں گا۔"

اُس کا ریوالور کنپٹی سے ہٹ گیا۔ میں نے اس کے بیٹے کی حمایت میں اُس سے ایک وصیت لکھوائی، دستخط کرائے اس دوران اس کے دماغ کو بڑی حد تک آزاد رکھا تاکہ وہ اپنے طور پر بھی سمجھتا رہے کہ وہ بیٹے کے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ اس کے بعد اُس نے لڑکی کے باپ کو فون کیا اور کہا۔ "میں نے اپنی تمام دولت اور جائداد بیٹے کے نام کر دی ہے، اس وصیت پر عمل ہوتے ہی میں اپنے بیٹے کا محتاج ہو جاؤں گا، تم بتاؤ اپنی بیٹی کی شادی کس سے کرو گے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں بیٹی کا باپ ہوں اُس کے مستقبل کا تحفظ چاہتا ہوں، تم نے سب کچھ بیٹے کے نام کر دیا، یہ بہت اچھا کیا۔ ہمیں اپنی اولاد کی خوشیاں دیکھتے ہوئے بڑھاپا گزارنا چاہیے۔"

لڑکے کے باپ نے ریسیور رکھ دیا۔ میں تھوڑی دیر تک اُس کے دماغ کو پڑھتی رہی۔ پھر مطمئن ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی، ممی ہمیں بلا رہی تھیں۔ سلطانہ نے دروازہ کھولا۔ وہ اندر آکر رازداری سے بولیں۔ "اُس نوجوان کو بھول جاؤ۔ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ دراصل میں تمھارے غیر معمولی علم سے فائدہ اٹھانے کے لیے بے چین ہو گئی ہوں۔ دیکھو بیٹی، جو علم خود سے آیا ہے، وہ کسی بھی وقت خود سے جا سکتا ہے۔ اس لیے جب تک علم ہے، اس سے دولت سمیٹ لینا چاہیے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا آپ نے پھر کوئی منصوبہ بنایا ہے؟"

"بیٹی! میں کل سے کتنے ہی منصوبے بنا چکی ہوں ایک بہت بڑے اسمگلر سے معاملے کر چکی ہوں۔ وہ ہمیں ملنے آیا ہے۔"

"ممی! آپ کیوں دولت حاصل کرنے کے چکر میں پڑ گئی ہیں، آپ اس چکر میں کسی دن بُری طرح پھنسیں گی۔"

"بیٹی! تم دونوں خود ہی اس اسمگلر سے باتیں کرو۔ اگر کوئی پھنسنے والا چکر نہ ہو تو اُس کا کام کر دو۔ وہ کام کے بدلے ہمیں ایک قیمتی ہیرا دے گا۔"

"آپ کہتی ہیں تو اُس سے باتیں ہو جائیں گی۔"

وہ خوش ہو کر چلی گئیں، چار شخص ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے ممی کو دیکھ کر کہا۔ "ہم نے سنا ہے تمھاری بیٹی بہت خوب صورت ہے۔"

وہ مسکرا کر بولیں۔ "میری ایک نہیں دو بیٹیاں ہیں۔ دونوں ہم شکل ہیں اور ایک جیسا حسن رکھتی ہیں۔"

دوسرے نے پوچھا۔ "کیا دونوں ایک جیسا غیر معمولی علم رکھتی ہیں؟"

ہم اُن دو بولنے والوں کے دماغوں میں پہنچ گئیں۔ پتا چلا وہ چار پارٹنر ہیں۔ اُن کی زندگی سمندر میں گزرتی ہے۔ اُن کے پاس ایک چھوٹا بحری جہاز ہے، جس کے ذریعے وہ مختلف ممالک کے ساحلی علاقوں میں اسمگلنگ کا مال پہنچاتے ہیں۔ جہاز میں نچلے حصے میں ایک خفیہ اسٹور روم ہے۔ اسٹور روم کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ بحری پولیس دھوکا کھا جاتی ہے اسٹور کی وہ چار دیواری انجن روم کا ایک حصہ دکھائی دیتی ہے۔ وہ لوگ آج تک پولیس کو دھوکا دیتے آرہے تھے۔ بڑی ہی کامیابی سے ساحل ساحل چوری کا مال پہنچاتے تھے مگر اب اُن کے لیے پانچواں پارٹنر ایک خطرہ بن گیا تھا۔ وہ اُن کے دھندے سے الگ ہو گیا تھا۔ چاروں پارٹنر اُسے تلاش کر رہے تھے کیونکہ وہ اُن کے ہر راز سے واقف تھا۔ اسمگلنگ کا مال چھپانے والے اسٹور روم کے خفیہ دروازے تک پولیس والوں کو پہنچا سکتا تھا جب تک وہ زندہ رہتا یہ لوگ چوری کا مال ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں لے جا سکتے تھے۔ اُس کی موت کے بعد ہی اپنا دھندا جاری رکھ سکتے تھے۔

میں سلطانہ کے ساتھ بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہ ہمیں ہم شکل دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ ایک نے کہا۔ "میڈم سلوانہ! تم نے درست کہا تھا یہ دونوں حسن و شباب میں قیامت ہیں۔ پولیس والوں کو فرائض سے غافل بنانے کے لیے حسین لڑکیاں بڑا اہم رول ادا کرتی ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم ہمیں چار ابنا کر پولیس والوں کے اگر گڑا لنا چاہتے ہو؟"

اُس نے جواب دیا۔ "تمھاری ممی نے بتایا ہے کہ تم جس کے ہاتھوں کو گھور کر دیکھتی ہو وہ ہاتھ تمھاری مرضی کے مطابق کام کرنے لگتے ہیں۔ اگر ایسے کسی علم سے تم خود کو پولیس والوں سے بچا لوگی تو وہ تمھیں سویٹ ڈش سمجھ ہڑپ نہیں کر لیں گے۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہم تمھیں آزمانے کے لیے کچھ مال برنس آئی لینڈ لے جائیں گے۔ اگر تم نے مصیبت کے وقت ہمارا بچاؤ کیا تو وعدے کے مطابق تمھاری ممی کو ایک قیمتی ہیرا دیں گے اور آئندہ بھی تم دونوں سے کام لے کر معقول رقم ادا کرتے رہیں گے۔"

ممی نے کہا۔ "میں بھی ان کے ساتھ آئی لینڈ جاؤں گی۔"

تیسرے نے کہا۔ "بے شک تم بھی چلو گی لیکن اپنے کام سے مطلب رکھو گی اس ٹوہ میں نہیں رہو گی ہم مال کہاں چھپا کر رکھتے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا۔ "ہم سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی ہمیں پتا ہے کہ تم لوگ جہاز کے کس حصے میں مال چھپا کر لے جاتے ہو۔"

"صرف ہمارا پانچواں پارٹنر مال چھپانے کی بات جانتا ہے۔ ہم اتنے محتاط ہیں کہ اپنے بیوی بچوں کو بھی یہ راز نہیں بتاتے، پھر تمھیں یہ راز کیسے معلوم ہو گیا؟"

میں نے کہا۔ "بحری جہاز کے ہیمنٹ میں انجن روم سے ملحق ایک اسٹور روم ہے۔ مال اُس کے اندر جاتا ہے۔"

ان چاروں نے حیران اور پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر ایک نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے تم ہمارے پانچویں پارٹنر جیکب سے مل چکی ہو۔ اس نے یہ راز تمھیں بتایا ہے۔"

"ہم نے جیکب کی صورت دیکھی ہے نہ اُس کی آواز سنی ہے۔ تمھاری جیب میں اُس کی تصویر ہے، ہو سکے تو ہمیں اُس صورت دکھا دو۔"

اُس کا ہاتھ بے اختیار اپنی جیب پر گیا۔ اُس نے پوچھا۔ "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میری جیب میں تصویر ہے؟"

"ہمیں تو یہ بھی معلوم ہے کہ جیکب نے تمھیں ایک خط لکھا ہے جس میں تاکید کی ہے کہ وہ خط باقی تین پارٹنرز کو نہ دکھایا جائے۔"

تینوں پارٹنرز نے اُسے گھور کر دیکھا۔ ایک نے کہا۔ "والٹر! تم نے ہم سے جیکب کا خط چھپایا ہے؟"

"یہ جھوٹ ہے۔ یہ لڑکی بکواس کر رہی ہے۔"

وہ تینوں کھڑے ہو گئے۔ اُس سے سخت لہجے میں بولے۔ "اپنی جیب کی تلاشی دو۔"

وہ جیب سے خط نکال کر بولا۔ "ٹھیک ہے کہ جیکب کا یہ خط میرے پاس ہے میں نے سوچا تھا یہاں سے واپسی پر تمھیں یہ خط دکھاؤں گا۔ اُس نے لکھا ہے کہ وہ مجھے ففٹی پرسنٹ کا پارٹنر بنائے گا۔ اس کے عوض میں تم لوگوں کے درمیان رہ کر اُس کے لیے جاسوسی کروں کہ تم لوگ کس دن، کون سا مال، کس ملک کی بندرگاہ تک لے جاؤ گے، میں اُس کیلئے جیکب

کو بتاتا رہوں، لیکن میں کمینہ نہیں ہوں۔ تم لوگوں کا سچا دوست ہوں، اپنے دھندے سے وفادار ہوں۔"

"ہمیں وہ خط پڑھنے دو۔"

تینوں نے اپنے اپنے ریوالور نکال کر اُسے گھیر لیا۔ اُس کے ہاتھ سے خط کو چھین کر پڑھا۔ پھر ایک نے کہا: "اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جیکب کا دوسرا خط ہے۔ پہلے خط کے ذریعے تمہاری اُس کی پارٹنرشپ ہوئی اور تم نے اب تک ہم سے یہ بات چھپا کر رکھی۔"

وہ تینوں اس کی تمام جیبوں کی تلاشی لینے لگے۔ ہر جیب سے چیزیں نکال کر پھینکنے لگے۔ میں نے جیکب کی تصویر اٹھا کر اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اُس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اِدھر سلطانہ اُن کی طرف دھیان دے رہی تھی۔ ایک پارٹنر نے سلطانہ کو نشانے پر رکھتے ہوئے پوچھا: "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ جیکب کے پاس تصویر اور خط ہے اور کیسے معلوم ہوا کہ خط میں کیا لکھا ہے؟"

یہ کہتے ہی اُس نے اپنا ریوالور سلطانہ کی طرف اُچھالا۔ اُس نے کیچ کر لیا۔ باقی دو پارٹنروں کے ریوالور بھی اُن کے قدموں میں آگرے۔ وہ بولی: "ہم دونوں بہنوں کو ڈھکی چھپی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ تمھارے تمام ہتھیار میرے قدموں میں آجائیں گے۔"

"کمال ہے، ہمیں پتا ہی نہ چلا اور تمام ریوالور تمھارے پاس پہنچ گئے۔ ہم تمھارے غیر معمولی علم کو مانتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا: "ہمیں تمھارے جیسے ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ ہم اس غدار پارٹنر کو موت کے گھاٹ اُتاریں گے اور تمھاری ممّی کو پارٹنر بنالیں گے۔"

ممّی نے خوش ہو کر کہا: "مجھے منظور ہے۔"

"ممّی! آپ خاموش رہیں۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ یہ لوگ اپنے اس پارٹنر کی طرح ہماری جان کے بھی درپے ہو جائیں! یہ لوگ بہت شکی ہیں۔"

ایک نے کہا: "کیا یہ خط اس کی غداری کا ثبوت نہیں ہے؟"

"نہیں، یہ جیکب کو چُپ چاپ تلاش کر رہا ہے۔ یہ جانتا ہے تم لوگوں کو معلوم ہوگا تو تم اس خط کے پہنچتے ہی اُسے قتل کرنے پہنچ جاؤ گے جبکہ جیکب اتنا احمق نہیں ہے کہ جو پتا لکھے، وہاں قتل ہونے کے لیے بیٹھا رہے۔ تمھارا یہ پارٹنر ظاہر تم لوگوں کو دھوکا دے کر اُس کا اعتماد حاصل کر رہا ہے۔ جب بھرپور اعتماد حاصل کر کے اس کے سامنے پہنچے گا تو خود اُسے قتل کر دے گا۔"

"لیکن ہم کیسے یقین کریں؟ یہ تو صاف غدار ثابت ہو چکا ہے۔"

"یقین نہ کرو۔ لیکن تم لوگ اس بے گناہ کو موت کے گھاٹ نہیں اُتار سکو گے۔ جس طرح میں ابھی تم سب کے ریوالورز سے بچ گئی اسی طرح بے گناہ والٹر کو بچاؤں گی۔"

سلطانہ نے ایک ریوالور والٹر کو دیتے ہوئے کہا: "تمھارے قتل کا ارادہ رکھنے والے یہ تینوں تمھارے سامنے بے بس ہیں، کیا تم انھیں گولی مارو گے؟"

وہ بولا: "حسین لڑکی! میں تیرا شکر گزار ہوں تُو نے میری حمایت میں سچی گواہی دی ہے۔ تُو باکمال ہے! میں تیری قدر کرتا ہوں۔ لیکن یہ تینوں صرف میرے بزنس پارٹنر ہی نہیں، گہرے دوست بھی ہیں۔ اگر یہ مجھے غدار سمجھتے ہیں تو میں اپنے ہاتھ سے ریوالور دیتا ہوں، یہ مجھے مار ڈالیں۔"

اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف ریوالور بڑھایا۔ وہ شرمندہ ہو کر اس سے لپٹ گئے۔ پھر انھوں نے کہا: "نہیں سلوانہ! تمھاری بیٹیاں باکمال ہیں تم آج رات اپنی بیٹیوں کے ساتھ ہمارے جہاز میں سفر کرو گی۔"

ہمیں اِن دھندوں میں نہیں پڑنا چاہیے تھا۔ لیکن ممّی کو ایک ہیرے کا لالچ تھا۔ ہم انھیں اسی طرح ایک ہیرے سے بہلا سکتے تھے۔ انھیں یہ سوچنے کا موقع نہیں دے سکتے تھے کہ ہم پکڑے جاچکے ہیں، وہ تمام مال ممّی کے قدموں میں لاکر ڈال سکتی ہیں جو وہ اسمگل کرنے والے ہیں۔ ویسے وہ دُور تک سوچنے کی عادی تھیں۔ انھوں نے پوچھا: "بیٹی! تم دونوں جیسے کمالات دکھا رہی ہو۔ ایسے کمالات سے تم منٹوں میں کسی کی بھی تمام دولت اپنے گھر لا سکتی ہو؟"

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ چوری اور ڈکیتی ہوگی۔ ہم ایسا کوئی کام نہیں کریں گے۔"

وہ خاموش ہو کر سوچنے لگیں۔ کیا مشکل ہے۔ یہ ڈاکو باپ کی بیٹیاں ڈاکا ڈالنے سے انکار کر رہی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انھیں شرافت میرے خون سے ملی ہے۔ کوئی بات نہیں، میں انھیں رفتہ رفتہ سمجھاؤں گی کہ اپنے فائدے کے وقت تھوڑی دیر کے لیے شرافت کو بھول جانا چاہیے۔

ہمارا اسفر رات کے گیارہ بجے شروع ہوا۔ سفر ختم ہوا پرنسس آئی لینڈ جا کر صبح تک واپس آنا تھا۔ میں جب کا دماغ پڑھ چکی تھی۔ وہ پولیس والوں کے ساتھ ان کی موٹر بوٹس میں آرہا تھا۔ میں نے والٹر اور اس کے ساتھیوں سے کہا: "ابھی پٹرولنگ پولیس کی پوری ٹیم آرہی ہے۔ جیکب انھیں لا رہا ہے۔ تم لوگ بالکل نارمل رہو گے انھیں تلاشی لینے کی پوری آزادی دینا۔ تمھارا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

ایک نے کہا: "کیسے نہیں بگڑے گا؟ جیکب اسٹور روم کے خفیہ دروازے کا راز جانتا ہے۔ ہمارا سارا مال پکڑوا لے گا۔"

سلطانہ نے کہا: "جب ہم نے کہہ دیا ہے کہ مال سلامت رہے گا تو ہم پر بھروسا کرو۔ نہیں کرو گے تب بھی اپنا بچاؤ نہیں کر سکو گے، وہ دیکھو وہ آرہے ہیں۔"

پولیس موٹر بوٹس سے سرچ لائٹس جہاز تک آرہی تھیں۔ تین موٹر بوٹس تین طرف سے جہاز کو گھیر رہی تھیں۔ آدھے گھنٹے کے اندر ہی جیکب نظر آیا۔ وہ بوٹ سے رسّے کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا پولیس افسران اور سپاہیوں کے ساتھ جہاز میں آیا۔ فاتحانہ انداز میں بولا: "تم چاروں پارٹنر مجھے قتل کرنا چاہتے تھے تاکہ میں تمھارا مال پولیس والوں سے نہ پکڑواؤں۔ مگر میری سلامتی اسی میں ہے کہ تم چاروں لمبے عرصے کے لیے جیل میں چلے جاؤ۔"

پولیس افسر نے کہا: "ہمیں پورے جہاز کی تلاشی لینے کی زحمت نہ دو۔ ہمارا وقت برباد نہ کرو۔ سیدھی طرح اسمگل ہونے والا مال ہمارے سامنے لے آؤ۔"

جیکب نے کہا: "چور کبھی چوری کا مال پیش نہیں کرتا۔ میں وہ خفیہ جگہ جانتا ہوں، جہاں یہ مال چھپا کر رکھتے ہیں۔ میرے ساتھ آئیے۔"

وہ انھیں بیسمنٹ کی طرف لے جانے لگا۔ وہ چاروں پریشان ہو کر ہم بہنوں کو دیکھ رہے تھے۔ انھیں پتا نہیں تھا سلطانہ کیا کر رہی ہے وہ جیکب کے دماغ پر قبضہ جما چکی تھی۔ اُسے بیسمنٹ میں اِدھر سے اُدھر لے جا رہی تھی پولیس والے بھی اس کے ساتھ چل رہے تھے۔ جیکب نے انجن روم کے آس پاس کئی چکر لگائے لیکن اسے یاد نہیں آرہا تھا کہ وہ اسٹور روم کہاں ہے۔ ایسے وقت وہ خفیہ دروازہ بھی اس کی یادداشت سے گم ہو گیا تھا۔

افسر نے غصّے سے پوچھا: "مسٹر جیکب! کیا تم ہمارا وقت برباد کرنے ہمیں یہاں لائے ہو۔ وہ خفیہ کمرا کہاں ہے جس کا تم ذکر کر رہے تھے؟"

وہ بولا: "میں حیران ہوں کہ وہ کمرا کہاں غائب ہو گیا۔ شاید ان لوگوں نے جہاز کی اندرونی بناوٹ میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں یا انھیں پولیس ریڈ کا یقین ہو گیا تھا۔ انھوں نے گودام کے اندر عام مال کے ساتھ اسمگلنگ کا مال چھپایا ہوگا۔"

وہ لوگ جہاز کے مال گودام میں آئے۔ وہاں کے ایک ایک سامان کو چیک کیا، مگر اسمگل ہونے والا مطلوبہ سامان نہیں ملا۔ تلاشی کے دوران سلطانہ نے جیکب کو سب سے چھُپ کر خفیہ اسٹور روم میں جانے پر مجبور کیا۔ پولیس آفیسر نے آخر کار چاروں پارٹنرز سے شرمندگی کا اظہار کیا۔ پھر پوچھا: "یہ جیکب کہاں ہے؟"

سب اُسے تلاش کرنے لگے۔ افسر نے جہاز پر سے موٹر بوٹ کے ایک سپاہی سے پوچھا: "کیا جیکب نیچے بوٹ میں ہے؟"

جواب ملا: "یہاں نہیں ہے۔"

میں نے اُس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ سپاہی تنہا بوٹ میں تھا۔ اُس نے بوٹ کو اسٹارٹ کیا پھر اُسے تیز رفتاری سے لے جانے لگا۔ ایک افسر نے پوچھا: "کہاں جا رہے ہو؟"

مگر وہ دُور نکل گیا تھا۔ دوسرے افسر نے کہا: "یہ جیکب کی کوئی چال تھی۔ ہمیں یہاں اُلجھا کر وہ اپنے جہاز کا مال پار کرنے جا رہا ہے۔ کمبخت ہماری بوٹ لے گیا ہے۔"

وہ افسران اپنے سپاہیوں کے ساتھ جہاز سے اُتر کر باقی دو موٹر بوٹس میں گئے، پھر اُس کا تعاقب کرنے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ چاروں پارٹنر خوشی سے ناچنے لگے۔ ہماری تعریفیں کرنے لگے۔ سلطانہ نے کہا: "تمھارا شکار جیکب خفیہ اسٹور روم میں قید ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

ہم بیسمنٹ کی طرف گئے۔ صبح میں جیکب کے دماغ میں گئی تھی۔ تب ہی سے مجھے اس سے نفرت ہو گئی تھی۔ اُس نے پچھلی رات ایک مجبور عورت کی عزت سے کھیل کر اُسے قتل کر دیا تھا۔ ایسے گناہگار قاتل کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا اُسے عدالت سے سزا نہیں مل سکتی تھی۔ سلطانہ نے اُسے اسٹور کے خفیہ دروازے سے نکالا تو ایک نے حیرانی سے پوچھا: "تمھیں خفیہ دروازے کا بھی علم ہے آخر تم بہنیں کیا چیز ہو، آج سے تم ہماری بزنس پارٹنر ہو گی۔"

انھوں نے جیکب کا گریبان پکڑ کر کہا: "تم ہمیں برباد کر کے لمبے عرصے کے لیے جیل بھیج کر تنہا یہ دھندا کرنے اور تنہا دولت کمانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اب تم ہمیشہ کے لیے اوپر چلے جاؤ۔"

انھوں نے جہاز کے عرشے پر لے جا کر اُسے گولی ماردی اور سمندر میں پھینک دیا۔ پرنسس آئی لینڈ پہنچ کر انھوں نے مال کی ڈلیوری دی۔ اُسی جزیرے سے میرے جواہرات سے

بھرا ہوا ایک بیگ لیا۔ اُس مال کو استنبول کے ایک رئیس اعظم کے پاس پہنچانا تھا۔ اب وہ چاروں ہم پر اندھا اعتماد کرنے لگے تھے۔ انھوں نے ممی کے سامنے وہ بیگ لے جا کر اسٹور روم میں چھپایا۔ اتنی دولت دیکھ کر ممی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ انھوں نے تنہائی میں ہم سے کہا "میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، تمھیں ٹیلی پیتھی قسم کا کوئی علم حاصل ہوا ہے۔ تم دونوں جو چاہتی ہو، وہ ہو جاتا ہے۔ تم چاہو تو وہ ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا بیگ میری خواب گاہ میں پہنچ سکتا ہے اور تم ایسا کرو گی، میں کوئی بات نہیں سنوں گی۔"

سلطانہ نے کہا "میں ایک بار کہہ چکی ہوں کہ جس دن سے بہت زیادہ دولت آپ کے پاس آئے گی، اُس دن آپ کا سایہ ہمارے سروں سے اُٹھ جائے گا۔"

"یہ کہنے کی باتیں ہیں۔ میں یقین نہیں کرتی۔ کیا تمھارا علم موت اور زندگی کے بارے میں بھی بتاتا ہے؟"

میں نے کہا "یہ ہمارے بابا جانی کا علم بتاتا ہے۔ انھوں نے ہم سے کہا ہے کہ آپ دولت سے جتنی دور رہیں گی۔ اتنی ہی موت سے دور اور زندگی سے قریب رہا کریں گی۔"

وہ غصّے سے بولیں "اب سمجھ میں آیا کہ وہ ڈاکو میرا پرانا دشمن مجھے دولت سے دور رکھنے کے لیے تمھارے دماغ میں یہ باتیں نقش کر چکا ہے۔ کیا اتنی سی بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ مجھے تم جیسی بیٹیوں کا محتاج بنا کر رکھنا چاہتا ہے؟"

"ہمیں دل کی گہرائیوں سے یقین ہے کہ بابا جانی کبھی کسی کا بُرا نہیں چاہتے اور جو شخص آپ کی طویل عمری کے لیے سوچتا ہوا اور ہمارے سروں پر آپ کا سایہ رکھنا چاہتا ہے، وہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔"

سلطانہ نے کہا "ممی! آپ سوچ بھی نہیں سکتیں کہ بابا جانی نے برسوں کی عبادت اور ریاضت سے کس قدر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی ہے۔ انھیں روحانیت میں کمال کا درجہ حاصل ہوا ہے۔ وہ جو بھی پیش گوئی کرتے ہیں، وہ ضرور درست ہوتی ہے۔"

وہ ہار ماننے والی نہیں تھیں۔ انھوں نے کہا "میں ایک دن ثابت کر دوں گی کہ تمھارا باپ اوّل درجے کا جھوٹا ہے۔ اللہ والا بن کر کوئی لمبا ہاتھ مارنے والا ہے۔"

سلطانہ نے غصّے سے کہا "ممی! اپنی ناپاک زبان بند رکھیں۔ اور یہ اچھی طرح یاد رکھیں، اگر آپ نے آیندہ بابا جانی کی شان میں کوئی گستاخی کی تو ہم دونوں آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

وہ گھبرا گئیں۔ جلدی سے سنبھل کر بولیں "میں اپنی بیٹیوں کو مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گی۔ تمھاری شادیاں بھی نہیں ہونے دوں گی اگر ہوں گی تو داماد گھر میں رہا کرے گا۔ رہ گئی تمھارے باپ کی بات تو آیندہ میں اُن کی کوئی بات ہی نہیں کروں گی۔"

ہم صبح آٹھ بجے استنبول پہنچے۔ پولیس والوں سے وہ بیگ کسٹم رپورٹ سے باہر پارکنگ ایریا میں آئے۔ وہاں ہماری کار پہلے سے کھڑی ہوئی تھیں۔ ممی دو پارٹنرز کے ساتھ ایک کار میں جا کر بیٹھ گئیں۔ ہم دوسری کار میں بیٹھ کر روانہ ہوئیں۔ ہمارے ساتھ بیٹھنے والے پارٹنر نے راستے میں کہا "وہ دوسری کار نظر نہیں آ رہی ہے۔"

دوسرے پارٹنر نے کہا "وہ بہت آگے نکل چکے ہیں۔"

کچھ دور جانے کے بعد پولیس کی گاڑیاں نظر آئیں۔ ایک جگہ راستے میں بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ سپاہی لوگوں کو دور بھگا رہے تھے۔ جس گاڑی میں جا رہی تھیں وہ پولیس گاڑیوں کے پاس رُکی ہوئی تھی۔ اس کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اس میں بیٹھنے والے دونوں پارٹنرز کھلے ہوئے دروازے سے اوندھے مُنہ باہر پڑے ہوئے تھے۔ ان کے جسم سے لہو بہ رہا تھا۔ وہ مرچکے تھے۔ ہم دونوں بہنوں نے فوراً خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ ممی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ہیرے جواہرات کا بیگ لے کر بھاگ رہی تھیں اور سپاہی فائرنگ کرتے ہوئے ان کا پیچھا کر رہے تھے۔

اب سمجھ میں آیا کہ وہ ہم سے الگ دو پارٹنر کے ساتھ اس گاڑی میں اس لیے بیٹھی تھیں کہ اس میں وہ بیگ رکھا ہوا تھا۔ انھوں نے راستے میں پستول نکال کر دونوں پارٹنر کو ہلاک کیا تھا۔ دولت کے لالچ میں اندھی ہو کر یہ نہیں سوچا کہ بھری پُری شاہراہ پر ایسی واردات کریں تو پولیس والوں کے ساتھ عام شہری بھی دشمن ہو جائیں گے۔ کوئی انھیں پناہ نہیں دے گا۔

ہم بہنیں پریشان تھیں کہ انھیں کس طرح اس مصیبت سے بچائیں۔ کیونکہ کئی سپاہی اور افسران کے تعاقب میں تھے۔ ہم نے ان کی آواز نہیں سنی تھی۔ کسی کو فائرنگ سے روکا نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے ممی کے دماغ میں کہا "آپ رُک جائیں، خود کو قانون کے حوالے کر دیں۔ ورنہ گولی لگ جائے گی۔"

وہ دوڑتے ہوئے ہانپتے ہوئے بولیں "نہیں، یہ بیگ میں بھرا ہوا خزانہ پولیس والے چھین لیں گے۔ یہ میں کسی کو نہیں دوں گی۔"

دو گولیاں اگر بیگ میں لگی تھیں تیسری گولی ممی کی کمر میں لگی۔ وہ چیخ مار کر فٹ پاتھ پر گریں۔ پھر رینگتے ہوئے اٹھیں۔ اس بار گولی پشت پر لگی، دل کے آر پار ہوئی۔ وہ بیگ ہاتھ سے چھوٹ کر گرا۔ گولیاں لگنے سے پھٹ چکا تھا۔ گرتے ہی ہیرے جواہرات فٹ پاتھ پر بکھر گئے۔ ممی ان ہیرے جواہرات پر اوندھے مُنہ گر پڑیں۔

میں نے تڑپ کر آواز دی "ممی! میری ممی۔۔۔۔!"

انھوں نے سر اٹھا کر آخری بار دھندلائی ہوئی نظروں سے اس دنیا کو دیکھا، پھر ان کا سر ڈھلک گیا۔ میرے آنسو نکل گئے۔ سلطانہ بھی رونے لگی۔ ہماری گاڑی اس فٹ پاتھ پر پہنچی۔ ہم گاڑی سے اتر کر دوڑتی ہوئی اُدھر گئیں۔ ممی کی لاش اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ ان کے نیچے اور آس پاس ہیرے جواہرات بکھرے ہوئے تھے۔ ایک پولیس والے نے ان کی لاش کو سیدھا کیا۔ تب ہم نے دیکھا ان کے بے جان جسم کے نیچے ایک نیلم پڑا ہوا تھا۔

نیلم پتھر کی موجودگی ان کی موت کا سبب ہو گئی۔ بابا جانی کی پیش گوئی پوری ہو چکی تھی۔

ہم نے استنبول کو خیرباد کہا اور لندن میں رہائش اختیار کر لی۔ جی چاہتا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے قریب اپنے بابا جانی سے کچھ فاصلے پر ہیرس میں رہا جائے لیکن بابا جانی نے منع کیا تھا۔ ان سے دماغی رابطہ قائم رہتا تھا۔ ان دنوں فرہاد، رسونتی، آرمر اور جوجو کی ٹیلی پیتھی کی بہت مدد کر رہے تھے۔ وہ سپر طاقتوں سے ٹکرا رہے تھے اور خفیہ مُنہ توڑ جواب دے رہے تھے۔ بابا جانی کی ہدایت تھی کہ ہمیں ان معاملات سے دور رہنا چاہیے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے خود کو ظاہر کیے بغیر دکھی انسانیت کے کام آنا چاہیے۔

ہم نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔ ہم بڑی خاموشی سے مسائل کا شکار رہنے والی خواتین اور مردوں کے مسائل حل کرتے رہے۔ ساتھ ہی یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں ٹکرائیں گے لیکن چالاکی اور حاضر دماغی کی تربیت ضرور حاصل کرنی چاہیے۔

ہم پچیس برس کی ہو چکی تھیں۔ ہمیں شادی کر لینی چاہیے تھی۔ کسی نہ کسی کو جیون ساتھی بنانا ہی پڑتا ہے لیکن ہم کسی مرد ساتھی کی محتاج نہیں تھے۔ صبح اور شام یوگا کی مشقیں کرتے تھے۔ اب آدھے گھنٹے سے زیادہ سانس روکنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی تھی۔ اتنی دیر تک سانس پر قابو پانے والوں پر نقصانی خواہشات کبھی غالب نہیں آئیں۔ ہم نے تنہائی میں کبھی کسی مرد کا تصوّر نہیں کیا۔ یوگا میں مہارت کے باعث ہمارے جسم میں قابلِ دید نکھار اور تازگی محسوس ہوتی تھی۔ دل پھینک حضرات ہمارے لیے تڑپ کر ترس کر رہ جاتے تھے۔ ہمیں جبراً حاصل کرنے کا ارادہ رکھنے والے مُنہ کی کھاتے تھے۔ کسی کا بس نہیں چلتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے بسی کا کوئی کمزور پہلو نہیں دیا تھا۔

ہم کبھی سونیا اور کبھی فرہاد کے قریب رہنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس کے لیے ہم فرانس کی پولیس اور فوج کے افسران کے دماغوں میں جھانکنے لگے۔ کیونکہ فرہاد، سونیا اور رسونتی کا رابطہ ان سے رہا کرتا تھا۔ کبھی رسونتی اور کبھی جوجو بیمار ہوتی تو میں نے ان کے دماغ میں جا کر فرہاد کو بہت قریب سے دیکھا۔ رفتہ رفتہ محسوس ہوا کہ میں تنہائی میں رات کے گہرے سناٹے میں فرہاد کی آواز سنتی ہوں۔ غور کرنے سے پتا چلتا ہے، وہ آواز کانوں میں نہیں آتی، دماغ میں آتی ہے۔ وہ آواز بڑی رازداری سے دل میں بجتی ہے۔

میں پریشان ہو گئی۔ اس سہرجانی کو دنیا جانتی ہے، وہ کسی ایک کا ہو کر نہیں رہتا۔ میں ایسے سہرجانی کو اپنی زندگی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔ میں نے سلطانہ سے پوچھا۔ "میں کیا کروں؟ اس کی آواز اور لہجہ آپ ہی آپ میرے دل میں دھڑکتا ہے۔ میں ایسے آدمی کو زندگی کا ساتھی نہیں بناؤں گی جو زندگی ساتھ نہ گزارتا ہو۔"

ہم بہنیں ایک دوسرے سے دل کی باتیں نہیں چھپاتی تھیں۔ اس نے مشورہ دیا کہ مجھے یوگا کی مشقوں میں شدّت پیدا کرنا چاہیے۔ میں نے اس کے مشورے پر عمل کیا۔ سانس روک روک کر آسن بدل بدل کر یوگا کا عمل کرتے رہنے سے وہ میرے دل اور دماغ سے نکل گیا۔ ادھر بابا جانی نے ہم دونوں کو سمجھایا کہ ہمیں ازدواجی زندگی گزارنے کے متعلق سنجیدگی سے سوچنا چاہیے۔ کسی معقول جیون ساتھی کا انتخاب کرنا چاہیے۔

وہ ہمارے مستقبل کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے۔ ان کے علم میں یہ بھی ہو گا کہ میں فرہاد کے عشق میں گرفتار ہونے والی ہوں۔ اور ان کا علم یہ بھی کہتا ہو گا کہ میں کسی سے شادی کر لوں تو فرہاد کو اپنی زندگی سے دور رکھنے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔

انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ممی کی طویل حیات چاہتی ہو تو انھیں کسی خزانے تک پہنچنے نہ دینا۔ ہم نے یہی کوشش کی تھی۔ اگر کوشش میں کامیاب ہو جائیں تو ممی ابھی زندہ رہتیں لیکن انسانی تدبیر کی ناکامی تقدیر کا لکھا ہوا پورا کر دیتی ہے۔

دوسری بار میں نے اور سلطانہ نے پھر تدبیر کی کہ کسی معقول جیون ساتھی کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن میرا دل کسی پر نہیں آتا تھا۔ یوگا کے ذریعے فرہاد کو دل سے دور رکھا تھا۔ دل میں نہ وہ تھا نہ اور کوئی سماتا تھا۔ سلطانہ فرہاد سے متاثر نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو مجھ سے کبھی نہ چھپاتی۔ لیکن وہ بھی کسی ساتھی کا انتخاب کرنے میں ناکام ہو رہی تھی۔ تین برس بعد اس نے بتایا کہ اسے سلمان واسطی (ماسٹر ریے) اچھا لگتا ہے مگر اچھا لگنے اور محبت ہو جانے کے درمیان بڑا فاصلہ تھا۔ وہ ابھی دیکھنا چاہتی تھی کہ اس سے کس حد تک محبت ہو گی اور وہ کہاں تک خود کو ایک اہم اور کامیاب شخص ثابت کرے گا۔

پھر ایک دن اچانک ہی میرے دل اور دماغ کو جھٹکا پہنچا۔ منحوس خبر ملی کہ فرہاد اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ مجھ پر بڑی دیر تک سکتہ طاری رہا۔ پھر میں نے بابا جانی سے رابطہ قائم کیا۔ عجیب

انھوں نے اس کی موت کی تصدیق کی تو میری آنکھیں بھیگ گئیں۔ مجھے یوں لگا جیسے میں اس کی سہاگن تھی آج بیوہ ہوگئی ہوں' ایسی بیوہ جو کبھی سہاگ کی سیج پر نہیں گئی۔ وہاں تک جانے کے لیے سوچتے سوچتے اپنی جوانی غارت کردی۔

آہ! میں اس خوش فہمی میں مبتلا رہی کہ یوگا کے ذریعے اسے دل سے نکال دیا ہے۔ بے شک میں نے یوگا کے ذریعے خواہشات پر قابو پا لیا تھا لیکن وہ دل میں اس طرح تھا جیسے بدن میں روح ہوتی ہے۔ ہمیں روح کی موجودگی کا کبھی احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ میرے دل میں غیر محسوس طریقے سے موجود رہا۔ اس کی موت پر میرے دل نے کہا۔ میں نے اس کے لیے سہاگ کا جوڑا انہیں پہنا اب تک اپنے ارمانوں کو کفن پہناتی رہی۔ علوم حاصل کرنے اور تجربات کی آگ میں کندن بننے کے لیے اپنے جذبات کو کچلتی رہی لیکن اندر ہی اندر ناداستگی میں اس پر مرتی رہی۔ اب وہ کہاں ملے گا؟ کہیں نہیں ملے گا کبھی نہیں ملے گا۔ میں اپنی جوانی کے قیمتی لمحات کو قتل کرچکی تھی۔

سلطانہ مجھے تسلیاں دیتی تھی سمجھاتی رہتی تھی۔ "ہمیں خدا کی مرضی پر راضی رہنا چاہیے۔ جو ہونا تھا سو ہوگیا۔ میں تو کہتی ہوں تمھاری بہتری کے لیے ہوا ہے۔ تمھیں یقین ہوچکا ہے کہ فرہاد اس دنیا میں کبھی واپس نہیں آئے گا۔ لہٰذا اب تم کسی اور کو جیون ساتھی بنا سکو گی۔"

دن اور مہینے گزرتے گئے۔ میں کسی کو اپنے لیے پسند نہ کرسکی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کبھی نہیں آئے گا' میں بچگانہ انداز میں سوچتی تھی کہ وہ ایک بار آجائے' صرف ایک بار آجائے۔ میں اس کے سامنے اپنا سب کچھ ہار کے اس پر نثار کردوں گی۔ دماغ نے سمجھایا یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھے دلی سکون کے لیے فرہاد کی فیملی کے کام آنا چاہیے۔ اسی لیے میں نے جوجو کو اور سپر ماسٹر نے رسونتی کو اغوا کرلیا تھا۔ جوجو کو واپس لانے سونیا گئی تھی۔ اس لیے میں رسونتی کے ساتھ میں جاکر رہنے لگی۔

علی تیمور' اعلیٰ بی بی کی مدد سے اپنی ماں کو سپر ماسٹر کی قید سے نکال چکا تھا۔ ایک جنگل میں فوجی اسے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔ وہ انھیں بڑے نقصانات پہنچا رہا تھا۔ میں بھی رسونتی کے دماغ میں رہ کر چپ چاپ اس طرح دشمنوں کو ہلاک کرتی تھی کہ کسی کو میری موجودگی کا پتا نہیں چلتا تھا۔

ایسے ہی وقت جب علی تیمور ماں کو لے کر شمالی سرحد پار کرنے والا تھا تب میں نے اچانک رسونتی کے ذریعے فرہاد کی آواز سنی۔ رسونتی جس درخت کی شاخوں اور پتوں میں چھپی ہوئی تھی اسی درخت پر فرہاد بھی موجود تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ زندہ نہیں ہے اس کے باوجود دل بے اختیار دھڑکنے لگا تھا۔ میں پوری توجہ رسونتی کے اندر اس کی آواز سن رہی تھی۔ وہ آواز سننے والا گرو بہروپیا ہوسکتا تھا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جاسکتی تھی لیکن سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا تو اسے معلوم ہوجاتا کہ کوئی اور بھی خیال کرنے والی ہستی موجود ہے۔

میں چشم زدن میں بابا جانی کے پاس آگئی۔ ان سے پوچھا۔ "کیا فرہاد زندہ ہے؟"

انھوں نے پوچھا۔ "یہ سوال کیوں کر رہی ہو؟"

"میں نے فرہاد کی آواز سنی ہے۔ اسے رسونتی کے دماغ میں موجود پارہی ہوں۔"

"بیٹی! پانچ منٹ کے بعد آؤ۔"

میں ان کے دماغ سے نکل گئی۔ وہ اپنے علم سے معلوم کرچکے تھے کہ فرہاد ظاہر کیسے ہوگیا؟ جبکہ وہ گوشہ نشینی اختیار کرچکا تھا۔ امریکا کے ایک جنگل میں عبادت اور ریاضت کے لیے اس کی رہائش کا انتظام ہوچکا تھا۔ اس نے زبان دی تھی کہ وہ اپنے اندر کے دنیاوی فرہاد کو مار چکا ہے اور آیندہ گمنامی کی زندگی گزارتے ہوئے مظلوم اور دکھی انسانیت کے کام آتا رہے گا۔ اگر کوئی شناسا یا خون کے رشتے بھی سامنے آئیں گے تو ان کے سامنے بھی اجنبی رہے گا۔ اسے کوئی نہیں پہچانے گا۔ اور نہ ہی کبھی وہ اپنی پہچان کرائے گا۔

اور جب وہ اپنی پہچان کرا رہا تھا' اپنی زبان سے پھر گیا تھا۔ پانچ منٹ کے بعد بابا جانی کے پاس پہنچی تو وہ صدمے سے نڈھال ہو کر سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے دل کی گہرائیوں سے ایک آہ نکلی۔ "آہ! فرہاد نے مجھے جھوٹا اور فریبی بنا دیا۔ برسوں کی عبادت سے جو نیک نامی حاصل کی تھی اب وہ کسی دن بھی بدنامی میں بدل جائے گی ایک دن دنیا کہے گی' میں ڈاکو تھا۔ مومن نہ بن سکا۔ میرے اندر برسوں کے بعد بھی جھوٹ بولنے والا ڈاکو موجود تھا۔ میں نے فرہاد کی موت کی تصدیق کرکے ساری دنیا کو اور اپنی بیٹیوں کو بھی دھوکا دیا ہے۔"

"بابا جانی' آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

وہ چند لمحے تک سر جھکائے خاموش رہے' پھر یوں گویا ہوئے "میں نے اپنے علم کی روشنی میں فرہاد کو دور تک دیکھا تھا۔ وہ بدل سکتا تھا۔ اپنی موجودہ روش کو چھوڑ کر عبادت سے بھرپور ایک پاکیزہ زندگی گزار سکتا تھا۔ سپر پاور سے ٹکرانے والی ہنگامہ پرور زندگی سے دور رہ کر مجبور اور مظلوم بندوں کے کام آسکتا تھا۔ اس کے ستارے یہ بھی بتاتے تھے کہ وہ دونوں ہاتھ اٹھائے ایمان کی بلندی کی جانب پرواز کرنے کو ہے لیکن ان کے پاؤں دلدل میں دھنسے ہوئے تھے۔ اگر کسی طرح وہ اپنے پاؤں دلدل سے نکال لے تو اسے ایمان کی بلندی کو چھونے سے شیطان بھی نہیں روک سکے گا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولے۔ "پھر وہ وقت آیا جب وہ گوگی کا کردار ادا کرنے میں پہنچا۔ وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں تھا۔ یوں کہنا چاہیے کہ زندگی کمزور پڑ گئی تھی' موت غالب آرہی تھی۔ طبی سائنس کی ایجاد کردہ کوئی دوا اسے بچا نہیں سکتی تھی۔ آخری لمحات میں اس کا کمزور دماغ یہ سوچ رہا تھا اور خدا سے کہہ رہا تھا۔ میرے معبود! موت ایسے آرہی ہے کہ توبہ کی مہلت نہیں مل رہی ہے۔ کیا مجھے کچھ سانسیں اور نہیں مل سکتیں؟ کیا مجھے اپنی غلطیوں کی تلافی کا موقع نہیں ملے گا؟ جب وہ سوچ رہا تھا تب میں نے اس کے اندر کہا۔ "توبہ کی مہلت ملے گی۔ اگر تم دنیا کی بھیڑ سے دور باقی زندگی یادِ الٰہی میں بسر کروگے۔ اس نے وعدہ کیا' وہ یہی کرے گا۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولے۔ "میرے علم نے اور اس کے وعدے نے یقین دلایا کہ وہ دلدل میں پھنسے ہوئے پاؤں کو اپنی عبادت اور ریاضت سے نکال لے گا۔ تب میں نے اس اگربتی کی راکھ چٹکی میں لی جو ساری رات عبادت کے دوران سلگتی رہی تھی۔ میں نے وہ راکھ گوگی کے زخم پر چھڑک دی۔ پرنس جمال پاشا کی گولیوں کے تین زخم روحانی علاج سے بھر گئے تھے۔ فرہاد کا زخم بھی بھر گیا۔ فرہاد' سونیا' پارس اور علی تیمور کی کتنی ڈمی اداروں میں موجود ہیں۔ اتفاق سے فرہاد کی ایک ڈمی کا استعمال ہوگیا۔ میں نے ادارے کے تین معتبر افسر اکو رازدار بنا کر فرہاد کو وہاں سے روانہ کردیا۔ اور اس کے بیڈ پر اس کی ڈمی رکھوا دی۔ میں نے یہ سب کچھ ایک نیک جذبے سے کیا۔ میرے اس عمل سے فرہاد کو اور فرہاد سے تعلق رکھنے والوں کو بہت سے فائدے پہنچنے والے تھے۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہے پھر بولے۔ "میں جانتا ہوں تم دل سے مجبور ہو رہی تھیں۔ میری تربیت نے تمھیں فرہاد سے دور رکھا ہے۔ مگر کوئی انسان دیر تک فطری خواہشات سے جنگ نہیں کرسکتا۔ یا مقدر کا لکھا ہوا بدل نہیں سکتا۔ یہ مقدر کی کارفرمائی ہے کہ آج تک کسی کو جیون ساتھی نہ بنا سکیں۔ تمھاری طرح کتنی ہی لڑکیاں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس مقناطیس کی طرف کھنچی جاتی ہیں۔ میں نے سوچا تھا اس مقناطیس کو مسجد کے دروازے پر رکھ دوں تو لڑکیاں تباہی سے اور فرہاد گناہوں سے بچے گا۔ مگر افسوس وہ مقناطیس مسجد کے دروازے سے لڑھک کر باہر نکل آیا ہے۔"

میں نے نفرت سے کہا۔ "بابا جانی! آپ نے درست سمجھا تھا کہ میں دل سے مجبور ہو رہی تھی۔ لیکن آپ کی روحانی عظمتوں کی قسم اب اس شخص سے شدید نفرت ہو رہی ہے۔ میں ایسے شخص سے محبت کا تصور بھی نہیں کرسکتی جو میرے باپ کی نیک نامی کو خاک میں ملانے والا ہے۔ میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ آپ کے بیان کے مطابق عیاش اور جعلساز فرہاد مر چکا ہے۔ وہ مردہ ہی رہے گا۔ میں اسے زندہ نہیں ہونے دوں گی۔ اسے فرہاد کی حیثیت سے اپنی شناخت کا موقع نہیں دوں گی۔ اسے وہی پارسائی کی زندگی گزارنی ہوگی' جس کا وعدہ وہ آپ سے کرچکا ہے۔ وہ میرے باپ سے جھوٹ بول کر' میرے باپ کو دھوکا دے کر سکون سے نہیں رہ سکے گا۔"

"بیٹی! میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ میں اب بھی فرہاد سے مایوس نہیں ہوں۔ کیونکہ مایوسی گناہ ہے۔ تم یقیناً باپ کے مشن کو پورا کرسکو گی۔ تم سمجھدار ہو پھر بھی یہ سمجھاتا ہوں' گناہ کا سایہ اپنی زندگی پر نہ پڑنے دینا۔"

یہ کہہ کر انھوں نے آنکھیں بند کرلیں۔ مراقبے میں جانے لگے۔ میں ان کے دماغ سے نکل کر سلطانہ کے پاس آئی۔ اسے فرہاد کی ساری روداد سنائی۔ وہ بھی بابا جانی پر جان دیتی تھی۔ اس نے ناگواری سے کہا۔ "میں فرہاد کو کبھی معاف نہیں کروں گی' اس کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ گمنام رہے۔ ورنہ میں اس کا جینا حرام کردوں گی۔"

اس دن سے ہم دونوں بہنیں اس کے پیچھے پڑگئیں۔ روحی دماغی طور پر کمزور تھی۔ ہم اس کے دماغ میں آنے جانے لگے۔ فرہاد اکثر اس کے پاس آتا تھا۔ اور اس کے ذریعے سونیا' پارس اور علی تیمور کو اپنے فرہاد ہونے کا یقین دلاتا تھا۔ لیکن کوئی یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں غیرت مند بیٹے اسے اپنی ماں کے قریب برداشت نہ کرسکے۔ اس پر حملہ کر بیٹھے۔ ہمیں خوشی ہو رہی تھی کہ وہ اپنے ہی بیٹوں کے ہاتھوں ذلیل ہو رہا ہے۔

ہمیں سونیا کی ذہانت سے بڑا خوف آتا ہے۔ دنیا والے جہاں تک سوچ نہیں سکتے' وہ وہاں سے سوچ کر آگے نکل جاتی ہے۔ اس نے فرہاد کے کپڑے اتروا کر اس سے ورزش کرائی' اسے پنجوں کے بل اچھلتے رہنے کو کہا۔ پھر اس کے پسینے کی بو سے اسے پہچان لیا۔ پارس اور علی تیمور کے سامنے تصدیق کردی کہ وہ ان کا باپ فرہاد علی تیمور ہے۔

سچ بات تو یہ ہے کہ فرہاد کی طرح سونیا بھی ہمیں کھٹکنے لگی۔ وہ فرہاد کو شناخت کرکے ہمارے باپ کے مشن کو ناکام بنا رہی تھی۔ فی الحال یہ بات اطمینان بخش تھی کہ وہ بھی بابا جانی کی سچائی پر حرف نہیں آنے دینا چاہتی تھی۔ تینوں نے یہ عہد کیا تھا کہ بابا جانی کے بیان کے مطابق جو فرہاد مر چکا ہے' وہ مردہ ہی رہے گا۔ اور فرہاد برائن وولف کے نام سے مخاطب کیا جائے گا۔

ان حالات میں اگر کوئی بابا جانی سے پوچھ لیتا کیا فرہاد زندہ ہے؟ تو وہ جھوٹ نہ بولتے کیونکہ وہ فرہاد کے وعدے

کے مطابق پہلے بیان میں سچے تھے اور اب اس کی وعدہ خلافی کے مطابق دوسرے بیان میں جھوٹ نہیں بول سکتے تھے لیکن خدا کو یہ منظور نہیں تھا کہ وہ دُنیا والوں کے سامنے دوسرا بیان دیں اس لیے ان کا بلاوا آگیا۔ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ان کے انتقال پر ہم بہنوں نے جو آنسو بہائے وہ ایک الگ بات ہے مگر اُن کی دائمی جُدائی نے اس فیصلے کو اور پختہ کر دیا کہ ہم فرہاد کو ظاہر ہونے نہیں دیں گے۔ اپنے باپ کا مشن پورا کریں گے۔ چاہے اس کے لیے فرہاد اور سونیا سے دُشمنی کیوں نہ مول لینی پڑے۔

سلطانہ نے مجھ سے کہا۔ "کسی طرح فرہاد کے دماغ میں جگہ مل جائے تو ہمارے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "ہمارے بلا جانی بھی فرہاد کے دماغ میں پہنچ سکتے تھے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر یا روحانی عمل کے زیرِ اثر لا کر اُسے دینی فرائض کی طرف مائل کر سکتے تھے لیکن اسلام میں کسی کو جبراً مائل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"میں اسے جبراً فرشتہ نہیں بنانا چاہتی لیکن اس کے دماغ میں جگہ مل جائے تو اس کی تمام مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا اور ہم اسے دُنیا والوں پر ظاہر ہونے سے روکتے رہیں گے۔"

میں بھی یہی چاہتی تھی اور ہماری یہ خواہش پوری ہونے کا وقت آرہا تھا۔ فرہاد اپنی عاشقِ مزاجی سے مجبور تھا۔ چنانچہ ایک ایسی لڑکی کے عشق میں گرفتار ہو گیا جو ہر رات دس بجے لڑکا بن جایا کرتی تھی۔ دُشمنوں نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے آدھی لڑکی اور آدھا لڑکا بنا کر عجیب سی کشش پیدا کر دی تھی۔ فرہاد اُس کا دیوانہ ہو گیا تھا۔ وہ اکثر ایسے ہی حالات میں نقصان اُٹھاتا ہے۔ وہ دیوانگی میں بھول گیا کہ پاسکل بُوبا جینا کے ذریعے خطرناک حملہ کر سکتا ہے۔ بہرحال دُشمن نے حملہ کیا۔ جینا کے ذریعے اس کے دماغ کو کمزور بنا کر اس کے اندر زلزلے پیدا کر دیے۔ پوری طرح اس کے دماغ پر قبضہ جما کر بولا۔ "اب میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر رکھوں گا۔ اب کوئی تمہیں میرا غلام بننے سے نہیں روک سکے گا۔"

اس کا دعویٰ اپنی جگہ درست تھا۔ کوئی اُسے بچانے کے لیے اس کے دماغ میں دفاعی مورچا نہیں بنا سکتا تھا اور ہم بہنوں کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ ہمیں خاطر خواہ موقع مل گیا تھا۔ جب پاسکل بُوبا نے اس پر تنویمی عمل شروع کیا تو ہم نے دفاعی مورچا بنا لیا۔ اس کے تنویمی عمل کو بے اثر کر دیا۔ وہ اپنے طور پر مطمئن ہو کر فرہاد کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ گیا۔ ایسے وقت میں نے اس کے دماغ میں ہنستے ہوئے کہا۔ "ایک طویل انتظار کے بعد قابو میں آئے ہو۔ میں چھپ چھپ کر ہزار جتن کرتی رہی کہ کسی طرح تھوڑی دیر کے لیے تمہارا دماغ کمزور ہو جائے اور میں اُس کی مالک بن جاؤں۔ مگر تم فولاد ہو، تمہیں لوٹنا میرے بس میں نہیں تھا اور میں تمہیں توڑنا نہیں اپنے ساتھ جوڑنا چاہتی ہوں۔"

اس نے کہا۔ "تمہاری آواز جادو بھری ہے کون ہو تم؟"

"مجھے پھلانسنے کے ہتھکنڈے نہ آزماؤ۔ میں تمہیں اپنے ساتھ جوڑنا ضرور چاہتی ہوں، مگر محکوم بنا کر، حاکم بننے کا خیال دل سے نکال دو اور میرے معمول بننے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

پھر میں نے اُسے بولنے کا موقع نہیں دیا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اُسے اپنا مطیع اور فرماں بردار بنانے لگی۔ سلطانہ بھی اُس کے دماغ میں موجود تھی۔ میں نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ میری اور سلطانہ کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کرے گا۔ اور ہر ہفتے کی رات ہمارا معمول بننے کے لیے خود کو ہمارے تنویمی عمل کے سپرد کر دیا کرے گا۔

ہم بہنوں کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ ہم نے طے کر لیا کہ ایسے عاشق مزاج کے ساتھ مشروق بن کر چلتے رہیں گے لیکن اپنی آبرو پر اور مرحوم بابا جانی کی غیرت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔

ویسے میرے اندر اندیشہ تھا کہ فرہاد سے جھوٹ موٹ رومانس کرتے کرتے کہیں سچے عشق میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ میں نے کہا۔ "سلطانہ! میں فرہاد سے سچا تو کیا جھوٹا عشق بھی نہیں کروں گی۔ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔"

"اپنے مقاصد کے حصول کے لیے بعض اوقات مزاج کے خلاف بھی کام کرنا پڑتا ہے۔ عشق میں کروں گی لیکن ضرورت کے وقت تم کام آتی رہو گی۔"

اُدھر فرہاد پریشان ہو گیا تھا۔ میں اس کی زندگی میں پہلی عورت تھی جس نے تنویمی عمل کے ذریعے اُسے اپنا معمول نہ بنایا تھا۔ اُسے مجھ سے نجات حاصل کرنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ ایسے وقت وہ سونیا سے مدد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ سلطانہ نے پوچھا۔ "کہاں جا رہے ہو؟ وہ تمہاری نجات دہندہ بھی مجھے تمہارے دماغ سے نہیں نکال سکے گی۔"

اس نے پوچھا۔ "تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ شرارت سے بولی۔ "تمہیں چاہتی ہوں میں تمہیں آخری حد تک اپنا بنائے رکھوں گی۔"

"میں تمہیں پسند کروں یا نہ کروں، تم جبراً اپنا بنا کر رکھو گی؟"

وہ بڑے رومانٹک لہجے میں بولی۔ "تم مجھے صرف پسند ہی نہیں کرو گے بلکہ میرے دیوانے ہو جاؤ گے۔ میں نے اپنے جسم و جاں کو تمہارے لیے سنبھال کے رکھا ہے۔ اس میں سے ایک تنکا خرچ نہیں کیا ہے۔"

اُدھر میں نے سلطانہ کے بازو میں ایک چٹکی لے کر کہا۔ "تجھے ایسی بے حیائی کی باتیں کرتے شرم نہیں آتی؟"

وہ بولی۔ "لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ میں بے حیا کو بے حیائی سے علاج کروں گی۔ ذرا دیکھتی جاؤ، میں اسے کیسا چکر دیتی ہوں۔"

اُدھر فرہاد نے پوچھا۔ "کیا تنویمی عمل کے سہارے مجھے محبت پر مجبور کرو گی؟"

"ہرگز نہیں، تم مجھے دیکھ کر خود ہی دیوانے ہو جاؤ گے، مجھے اپنی خدائی میں بلا لو گے۔"

"اگر میں نے ایسا نہ کیا اور تم سے دامن بچا لیا تو؟"

"اگر تم میرے سامنے آکر میرے ساتھ کچھ وقت گزار کر ثابت کر دو کہ مجھ سے محبت نہ کی اور مجھے اپنی تنہائی میں نہیں لے گئے تو میں تمہارے دماغ سے اپنا تنویمی عمل ختم کر دوں گی۔"

اس نے چیلنج قبول کر لیا۔ ہمارا دماغ خراب نہیں ہوا تھا کہ ہم میں سے کوئی اس کی تنہائی میں چلی جاتی۔ سلطانہ نے یہ سوچ کر ایک بازاری عورت کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا۔ اسے فرہاد کے خواب گاہ میں بھیج دیا۔ وہ نیند میں تھا۔ میں نے اُسے بیدار کیا تو اس نے خواب گاہ میں ایک حسین عورت کو دیکھا۔ سلطانہ نے اس حسینہ کی زبان سے کہا۔ "یہ میں ہوں، بتاؤ کیسی ہوں؟"

وہ تحیر زدہ ہو کر بولا۔ "تمہارا حسن تو بہ کو توڑنے والا اور جوانی ہر ہر عہد کو توڑنے پھوڑنے والی ہے۔"

وہ بولی۔ "میں اخلاقی کمزوری ہوں، مجھے ٹھکرا دو۔"

وہ عاشقانہ انداز میں بولا۔ "میں موت کے اندھیرے سے تمہارے لیے لوٹ کر آیا ہوں، تمہیں ٹھکرا نہیں سکتا۔"

وہ حسینہ اُسے بیڈ روم میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ وہ بھی وہاں سے دوسرے کمرے میں آیا پھر آواز دی۔ "جینا!"

سلطانہ نے اس حسینہ کی زبان سے جینا کی آواز میں کہا۔ "میں یہاں ہوں لیکن میرے پاس نہ آنا۔ جب تم سو رہے تھے تو وہ عورت مجھے نیند کی حالت میں چلاتی ہوئی کاٹیج کے باہر لے گئی تھی۔ میں نہیں جانتی ابھی میں کہاں ہوں؟"

وہاں اندھیرا تھا۔ یکبارگی بجلی آئی تو فرہاد نے حیرانی سے دیکھا۔ وہ دراصل وہ نہیں تھی بلکہ وہ تھی۔

وہ جسے اپنے بیڈ روم دیکھا تھا۔ رات تھی، خاموشی تھی، کافرانہ ادائیں عزائم کو تقویت دے رہی تھیں۔ جوانی رائفل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح اٹھکیلیں سے دل کو لگ رہی تھی۔ کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں تھا۔ وہ جذبات کے دھارے میں بہہ گیا۔

سلطانہ نے ثابت کر دیا کہ وہ فطرتاً عیاش ہے۔ اُس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں اس کی تنہائی میں آؤں گی تو وہ ثابت قدم رہے گا مگر وہ عیاش نہیں ہے۔ میں اس کی تنہائی میں نہیں گئی۔ کوئی اور گئی۔ چیلنج کے مطابق کوئی عورت ہی گئی اور وہ شرط ہار گیا۔ اب وہ مجھ سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں اس کے دماغ سے چلی جاؤں اور اپنا تنویمی عمل ختم کر دوں۔

لیکن وہ ہمیشہ سے آزاد اور خود مختار زندگی گزارنے والا میری پابندیوں میں نہیں رہ سکتا تھا۔ اُس نے سونیا کو تمام روداد سنائی اس سے مدد طلب کی۔ سونیا نے کہا۔ "تمہارے بیان سے ظاہر ہے کہ تمہارے دماغ میں آنے والی دشمن نہیں ہے اُس میں ذرا بھی خود مختاری ہوتی تو وہ کہتی کہ تمہیں اس کے ساتھ کسی ویرانے میں رہ کر عبادت سے بھرپور زندگی گزارنا چاہیے کیونکہ وہ تمہارے پاس تن سے کپڑے بار چکی ہے لیکن وہ تمہیں اپنے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کر رہی ہے صرف شیخ الفارس مرحوم کے بیان کی اس سچائی کو قائم رکھنا چاہتی ہے کہ گناہگار فرہاد مر چکا ہے لیکن تم شیطان کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہو۔ تم اس عورت کی عظمت کو تسلیم نہیں کرو گے لیکن میں اس کی عظمت کو سلام کرتی ہوں۔"

سونیا کی ذہانت اور محبت بھری سُن کر ہم دونوں بہنوں کے دل خوشی سے بھر گئے۔ وہ سچ مچ دلوں کو فتح کرنے والی عورت ہے چشم زدن میں دماغ سے تمام کدورتیں مٹا کر اپنے لیے محبت بھر دیتی ہے۔ فرہاد نے اس سے پوچھا۔ "کیا تم میری مدد نہیں کرو گی؟"

اُس نے جواب دیا۔ "میں جس عورت کی عظمت کو سلام کر چکی ہوں اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھاؤں گی۔ جب وہ کہتی ہے کہ تم آزاد ہو۔ جینا کو اپنی شریکِ حیات بنا سکتے ہو، شرط صرف اتنی سی ہے کہ تمہیں دنیا والوں سے دور کسی ویرانے میں رہنا ہو گا تاکہ تم کبھی اتفاق سے بھی فرہاد کی حیثیت سے پہچانے نہ جا سکو تو تمہیں اعتراض کیا ہے؟"

اُس نے جواب دیا۔ "میں ویرانے میں ایک عابد اور زاہد کی زندگی گزار سکتا ہوں لیکن جینا ایسی زندگی نہیں گزار سکتی۔ جینا کیا کوئی بھی عورت ویرانے میں نہیں رہنا چاہے گی۔"

سونیا نے کہا۔ "محبت کرنے والی عورت اپنے مرد کے ساتھ ویرانے میں تو کیا جہنم میں بھی زندگی گزار لیتی ہے۔ میرا دعویٰ ہے جو عورت تمہیں شیخ مرحوم کی راہ پر لگانا چاہتی ہے وہ ساری زندگی تمہارے ساتھ ویرانے میں رہے گی لیکن تم خود رہنا نہیں چاہو گے کیونکہ ویرانے میں تمہارے مطلب کی سہولتیں نہیں ملیں گی تمہیں ایک ہی سے گزارہ کرنا ہو گا۔"

فرہاد اُس سے ناراض ہو گیا۔ اُس سے فرہاد کا کوئی جسمانی رشتہ

نہیں تھا لیکن وہ سونیا کا محبوب تھا۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ سونیا جیسی محبوب ہستی کا فرہاد مخالف ہو جائے۔ میں نے جذباتی ہو کر کہا کہ اس کے دماغ سے ہمیشہ کے لیے چلی جاؤں گی۔ تب سونیا نے مجھ سے کہا "میرے دماغ میں آؤ میں دوستی کرنا چاہتی ہوں"

میں پہلی بار سونیا کے دماغ میں آئی۔ اپنی بے انتہا مسرتوں کا اظہار کرنے لگی۔ اُسے بتایا کہ میں شیخ الفارس مرحوم کی بیٹی ہوں میری ایک ہم شکل بہن سلطانہ بھی اُس کے دماغ میں ہے۔ ہم دونوں باری باری اسے اپنی داستان سناتی رہیں۔ وہ حیران ہو کر بولی "تم دونوں شیخ الفارس مرحوم کی بیٹیاں ہو اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ تمھیں اُن کے بیان کی سچائی کو بحال رکھنے کے لیے جو کرنا چاہیے وہ کرتی رہو۔ میں بھی یہی کرنا چاہتی ہوں لیکن میرا طریقہ کار مختلف ہوگا۔ تم دونوں اس پر جبر کر رہی ہو۔ میں جبر کے بغیر اُسے گمنام رہنے اور گناہوں سے باز آ جانے پر مجبور کر دوں گی"

"ہمیں یقین ہے تم کچھ بھی کر سکتی ہو۔ ناممکن کو ممکن بنا سکتی ہو"

اس نے ہمیں سمجھایا۔ ہمیں بار بار فرہاد کے دماغ میں نہیں جانا چاہیے۔ اس کے برعکس جینا کے دماغ میں رہ کر پہلے اُس کا برین واش کرنا چاہیے "یہ برین واشنگ کا پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ مالک مین کے تنویمی عمل جاننے والوں نے جو زہر اس کے اندر بھرا ہے وہ سب نکل جائے گا۔ تم بہنوں کے عمل سے اس کی آواز اور لہجہ بدل جائے گا اس طرح پاسکل بُوبا اُسے کبھی ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ تم اس کے دماغ میں دنیاوی آسائشوں سے بیزاری پیدا کر دو گی تو وہ فرہاد کو ویرانے میں رہنے پر مجبور کر دے گی"

سلطانہ نے خوش ہو کر کہا "اسے صحیح معنوں میں ذہانت کہتے ہیں۔ اتنی سی بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ جینا سے سچا عشق کرنے والے کو ہم جینا کے ذریعے ہی کسی ویرانے میں بھیج سکتے ہیں"

میں نے کہا "اس کا عشق سچا ہوگا تو وہ ضرور جینا کے ساتھ کہیں دور چلا جائے گا۔ ورنہ اپنی فطرت کے مطابق نئے عشق کے لیے پھر دنیاوی ہنگاموں کی طرف چلا آئے گا"

سونیا نے کہا "میری پلاننگ کے مطابق فرہاد کوئی نیا عشق نہیں کرے گا اور نہ ہی جینا سے کبھی پیچھا چھڑائے گا۔ جب وہ اس سے بیزار ہوگا تو تم اُسے نئی حسینہ کے روپ میں پیش کرو گی۔ عورت باہر سے مختلف ہوتی ہے اندر سے تو وہی ہوتی ہے جیسی سب ہوا کرتی ہیں۔ جینا ہر بار مختلف عورت بن کر اس کے پاس رہا کرے گی اور یہ تمھاری ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے ذریعے ہوا کرے گا"

سونیا نے بڑی عمدہ تدبیر بتائی تھی۔ اس طرح ہم فرہاد کو یہ سبق سکھا سکتے تھے کہ عورت ایک ہی ہوتی ہے۔ اوپر سے اُس کا رنگ روپ بدلتا رہتا ہے۔ جینا فوج کے انڈر گراؤنڈ سیل میں تھا۔ ہم نے سونیا کے مشورے کے مطابق اس کا برین واش کیا۔ اس کے ذہن سے پچھلی زندگی اُس کی آواز اور اس کا لہجہ سب کچھ گم کر دیا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کر دیا کہ وہ انسانی آبادیوں سے دور کسی ویرانے میں اپنے محبوب کے ساتھ رہا کرے گی۔

سونیا نے فرہاد سے کہہ دیا کہ اس نے پرنس ڈیگہ کے ذریعے جینا کا برین واش کرایا ہے۔ فرہاد جینا سے چار دن کی جدائی کے بعد فوجی اسپتال گیا۔ وہاں وہ اپنے آپ کو بھلائے بیٹھی تھی۔ ان نے فرہاد کو نہیں پہچانا کیونکہ وہ بلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا چہرہ تبدیل کرا چکا تھا۔ چہرہ تبدیل نہ ہوتا تب بھی اسے نہ پہچانتی۔ وہ اُسے کار میں بٹھا کر کوچ کی طرف لے جانے لگا۔ جینا کو ہوش آ رہی تھی وہ ایک ہوٹل میں گئے۔ ایسے وقت سلطانہ کو شرارت سوجھی۔ رات کے دس بج رہے تھے اُس نے جینا کے دماغ پر قبضہ جما کر لڑکی سے خود کو لڑکا سمجھنے پر مجبور کیا۔ فرہاد کے لیے ایک مسئلہ پیدا کر دیا۔

فرہاد نے اس کے لیے لڑکے کا لباس منگایا۔ اُسے کاٹیج میں لایا وہ حیران تھا کہ دماغ سے پچھلی زندگی مٹ گئی ہے تو لڑکی سے لڑکا بننے کی بات کیسے یاد رہ گئی ہے۔ اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ اُسے ہپناٹزم کے ذریعے ایسا نہیں بنایا گیا تھا بلکہ وہ قدرتی طور پر آدھی لڑکی اور آدھا لڑکا ہے۔

سلطانہ نے دوسری شرارت یہ کی کہ فرہاد جب جینا کو گلے لگا رہا تھا تب اس نے جینا کے ذریعے میری ہنسی سنائی۔ وہ چونک گیا۔ جینا کو شبے کی نظر سے دیکھنے لگا۔ اس شرارت کا مقصد یہ تھا کہ وہ الجھتا جائے اور سمجھتا جائے کہ عورت یہ ہے وہ ہے یا کوئی اور ہے؟ آخر عورت ہے صرف اس کی صورت آواز اور لہجہ بدلا ہوا ہوگا۔

سلطانہ نے ایک بار لہجہ بدل کر اسے پھر چونکا دیا۔ جینا باتوں کے دوران ایک فقرہ میری آواز میں بول گئی تھی۔ فرہاد نے جھپٹ کر اس کی گردن دبوچ لی۔ اُسے شبہ ہوا تھا کہ میں اسے دھوکا دینے کے لیے جینا کے روپ میں آئی ہوں۔ اُس نے کہا کہ تمام لائٹس آن کر دیں جینا کو اچھی طرح ٹٹول کر دیکھا تو یقین ہو گیا کہ وہ میک اپ میں نہیں ہے حقیقتاً اس کی دلنواز محبوبہ جینا ہی ہے۔

وہ بے چاری خوفزدہ ہو گئی تھی۔ فرہاد کو درندہ سمجھ کر قریب نہیں جانا چاہتی تھی۔ فرہاد نے اسے محبت سے اور خیال خوانی سے اپنے پاس بُلا کر اپنی دانست میں اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا دیا۔ وہ سو گئی۔ پھر فرہاد بھی سو گیا۔

لیکن میں بیدار رہی۔ میں نے آنکھیں کھول دی ہیں میرا سر فرہاد کے بازو پر ہے کیونکہ میں جینا کے سر میں ہوں۔ میں بڑی آہستگی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی ہوں۔ جینا کے اندر چلتی ہوئی میز کے پاس آ رہی ہوں اور ایک کرسی پر بیٹھ کر اپنی داستان لکھ رہی ہوں۔ لکھ رہی ہوں۔ لکھ رہی ہوں۔ پتا نہیں کتنا وقت گزر چکا ہے فرہاد نیند سے بیدار ہو گیا ہے۔ اس لیے میں اپنی داستان یہاں ختم کرتی ہوں۔

وہ آ رہا ہے اپنی داستان جاری رکھنے کے لیے۔

میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ آنکھیں ملتے ہوئے دیکھا۔ جینا ایک میز کے پاس بیٹھی کچھ لکھ رہی تھی۔ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی۔ پتا نہیں وہ کب سے لکھ رہی تھی۔ میں بستر سے اُتر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پیچھے آیا۔ اُسے مخاطب نہیں کیا۔ پیچھے کھڑے رہ کر میز پر کاغذات کا انبار دیکھا۔ پھر ان کاغذات پر اس کی تحریر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ وہ عربی زبان میں لکھ رہی تھی جبکہ عربی زبان بالکل نہیں جانتی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا "جینا!"

اس نے سر گھما کر مجھے دیکھا میں نے حیرانی سے پوچھا "تم عربی زبان لکھ رہی ہو؟"

وہ بولی "یہ جینا نہیں لکھ رہی ہے۔ میں لکھ رہی ہوں"

"کیا بکواس ہے تم جینا ہو اور کہتی ہو جینا نہیں لکھ رہی ہے"

"میرے محبوب! سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمھاری جینا ضرور ہوں۔ مگر یہ میں نہیں وہ لکھ رہی ہے"

میں نے جینا کی کلائی پکڑ لی پھر اس کی پیشانی کو دیکھتے ہوئے پوچھا "اچھا تو تم اس کے اندر ہو؟ اس بے چاری سے ڈھیر سارے کاغذات پر کیا لکھوا رہی ہو؟"

میں نے جینا کی زبان سے کہا "میں تمھیں بتانا چاہتی ہوں کہ میں کون ہوں۔ ان کاغذات پر میری داستانِ حیات لکھی ہوئی ہے۔ سننا چاہو تو سنو"

وہ تمام کاغذات کو ترتیب سے رکھ کر عربی میں پڑھنے اور اس کا ترجمہ سنانے لگی۔ میں شاید نہ سنتا۔ لیکن داستان کی ابتدا میں یہ سن کر چونک گیا کہ وہ شیخ الفارس مرحوم کی بیٹی ہے۔

پیارے قارئین! کیا آپ بھی چونک گئے تھے۔

پلیز نروام لیں۔ اگلی سطروں میں سونیا، لیلیٰ اور سلطانہ کی پلاننگ کا کباڑا کرنے والا ہوں۔ وہ مزید چونکا دینے والا مرحلہ ہوگا۔

میں اسے کیا سمجھ رہا تھا اور وہ کیا نکلی۔ مجھے رفتہ رفتہ یقین ہو رہا تھا کہ وہ میرے دشمنوں سے تعلق رکھتی ہے۔ ابھی وہ مجھے اپنا اسیر بنا رہی ہے۔ جب مجھ سے دل بھر جائے گا تو مجھے دشمنوں کے حوالے کر دے گی۔

دوسرا خیال یہ تھا کہ وہ شیخ الفارس مرحوم کی ایک عقیدت مند ہے۔ مرحوم کے مشن کو پورا کرنے کے لیے مجھ سے رابطہ کرنا چاہتی ہے لیکن نیک ارادہ رکھنے کے باوجود ایک سستی عورت ہے اور اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے میری تنہائی میں آتی ہے۔

لیکن وہ میرے اندازے کے خلاف بہت زیادہ معتبر اور مقدس ثابت ہوئی۔ وہ جذباتی اور اپنے جسم کو سستا کرنے والی عورت نہیں تھی۔ شیخ الفارس مرحوم کی صاحبزادیوں کے متعلق ایسا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان کی تعلیم و تربیت نے انھیں نفس پر قابو پانا سکھایا تھا۔ انھیں تمام خواہشات کو اپنے تابع رکھنے کے سلسلے میں اتنی مہارت تھی کہ آج تک ان کی پارسائی پر حرف نہیں آیا تھا۔ کسی نے ان کے بدن پہ ایک انگلی بھی نہیں رکھی تھی۔

لیلیٰ نے یا سلطانہ نے میری تنہائی میں آنے کا جو ڈراما کیا تھا وہ محض ڈراما تھا۔ ان کی جگہ ایک بازاری عورت میرے پاس آئی تھی۔ انھیں ایسی حرکت اس لیے کرنی پڑی کہ میں نے چیلنج کیا تھا، اگرچہ عاشق مزاج ہوں لیکن وہ میری خواہش میں آئے گی تو میں ہوس کا غلام نہیں بنوں گا اور اس نے کہا تھا "تم ثابت قدم رہے اور مجھے ہاتھ نہ لگایا تو میں ہمیشہ کے لیے تمھارے دماغ سے چلی جاؤں گی"

لیکن لیلیٰ بہت دور کی چیز ہے۔ میں ایک بازاری عورت کو دیکھ کر بہک گیا تھا۔ شرط ہار گیا تھا اس لیے اس نے مستقل میرے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس کی داستان سننے کے بعد میں جینا کے سامنے گم صم بیٹھا رہا کیونکہ وہ جینا کے اندر موجود تھی۔ میرا سر جھک گیا تھا۔ اس لیے نہیں کہ ویرانے میں جا کر رہائش اختیار کرنے کے مشورے کو تسلیم کر رہا تھا۔ یہ تو مجھ سے کبھی نہیں ہوگا۔ میرا سر دو باتوں سے جھک گیا تھا ایک تو یہ کہ وہ ایک عظیم بزرگ اور عالم دین اور اللہ والے کی بیٹی تھی اور دوسری بات یہ کہ وہ نہایت پارسا تھی۔ کوئی شکاری اسے شکار نہیں کر سکتا۔ ایسی عورت کی عزت کرنی چاہیے لیکن بُرا ہو مردانہ ذہنیت کا، ایسی عورت اور شدت سے دماغ میں چبھنے لگتی ہے۔ یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ جو کسی کو نہیں ملتی وہ ہمیں مل جائے۔

اس نے داستان سنانے کے بعد چند اہم باتیں چھپا

لی تھیں۔ مثلاً یہ نہیں بتایا کہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے جینا کے اندر ویرانے میں رہنے کی خواہش پیدا کر دی ہے۔ اور یہ بھی نہیں بتایا کہ میں کبھی جینا سے بیزار ہو جاؤں گا تو وہ سونیا کے مشورے کے مطابق جینا کا چہرہ بدل کر نئے روپ اور نئے انداز میں پھر اسے میری زندگی میں داخل کر دے گی۔ یعنی یہ عورتیں مجھے کسی نئے گناہ کا مرتکب نہیں ہونے دیں گی۔ اور کسی نئی شکار ہونے والی کی عزت بھی مجھ سے محفوظ رہے گی۔

بڑے نیک ارادے تھے۔ بڑی عمدہ پلاننگ تھی۔

مجھے پہلی بار شدت سے احساس ہوا کہ میں عشق کے نام پر گناہ کرتا ہوں۔ اگرچہ میں نے کبھی کسی پر جبر نہیں کیا، کبھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کو اپنی تنہائی میں آنے پر مجبور نہیں کیا۔ آنے والیاں خود اپنی مرضی سے چل کر آئیں۔ پھر بھی یہ گناہ ہے۔ ہم اپنی خوبروئی، اپنی مردانگی اور ایک کے بعد دوسری حسینہ کو فتح کرنے کے زعم میں اسے گناہ سمجھنے سے انکار کر دیں تب بھی یہ گناہ ہی ہے۔

گناہ گار کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ بوڑھا ہو کر بھی گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا، بلکہ خود کو بوڑھا بھی نہیں سمجھتا میں جسمانی اور دماغی طور پر توانا اور تندرست ہوں۔ مجھ جیسوں کو بوڑھا نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن عمر کے اعتبار سے میرے بیٹے جوان ہو چکے ہیں۔ ان کے حوالے سے میں بزرگ ہوں۔ اب مجھے ایک محتاط اور مہذب زندگی گزارنی چاہیے۔ یا اگر میں مہذب ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں تو مجھے اندر چھپی ہوئی تھوڑی بہت غلاظت کو باہر نکال کر پھینک دینا چاہیے۔

آدمی اپنی عقل سے بہت کچھ بدل سکتا ہے لیکن عمر تبدیل نہیں کر سکتا۔ وہ بچپن میں جوان نہیں ہو سکتا اور جوانی میں بوڑھا نہیں بن سکتا اور بڑھاپے میں جوانی واپس نہیں لا سکتا۔ جب وہ ایسا نہیں کر سکتا تو اسے اپنی عمر کے مطابق اپنے مزاج کو، اپنے اعمال کو بدلنا چاہیے۔

دیکھا جائے تو میں لیلیٰ اور سلطانہ کی پلاننگ سے پہلے خود کو بدل چکا تھا۔ یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ جینا کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاروں گا۔ پہلے ایک کی موجودگی میں دوسری آجاتی تھی۔ اب جینا کے جیتے جی کوئی نہیں آئے گی۔

اس فیصلے کے ساتھ ہی مجھے اپنے دماغ میں اس کی آواز سنائی دی۔ "اگر تم اس فیصلے پر آخری سانس تک قائم رہو گے تو میں تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گی۔"

میں نے پوچھا: "تم کون ہو، لیلیٰ یا سلطانہ؟"

"کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم بہنوں میں سے کوئی بھی ہو کر آ سکتی ہے۔ ویسے میں لیلیٰ ہوں۔"

"تم ایک بار ناراض ہو کر گئی تھیں کہ اب میرے بلانے پر کبھی نہیں آؤ گی۔ ایسے وقت سونیا نے تمہیں اپنے پاس بلایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے تم عورتوں کے درمیان کوئی خفیہ ٹیلی پیتھی پکی ہے۔ اسی لیے تم پھر میرے دماغ میں آنے لگی ہو۔"

"میں تم سے ناراض نہیں ہو سکتی۔ ہاں یہ معلوم کر کے دکھ پہنچا تھا کہ تم مجھے اپنا دشمن سمجھ رہے ہو۔"

"کیا میرے دماغ میں پہنچے سے اگر رہنا دشمنی نہیں ہے؟"

"نہیں، یہ دوستی ہے۔ دشمنی کرنے سے دشمنی ہوتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ مجھ سے پہلے کوئی اور تمہارے دماغ میں ٹیلی پیتھی سے نہیں آتا تھا؟"

"ہرگز نہیں، میرا دماغ بہت حساس ہے میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں۔"

"لیکن تم بزرگان دین کے روحانی عمل کو محسوس نہیں کر سکتے۔"

"کیا تم اپنے عمل کو روحانی کہہ رہی ہو؟"

"میں بزرگان دین کی بات کر رہی ہوں۔ ابتدا میں تمہیں سونیا کو اور رسونتی وغیرہ کو بابا صاحب کے ادارے میں جا بیٹھ پڑتال کے بغیر جگہ نہیں دی گئی تھی۔ بابا فرید دا مرحوم اور میرے بابا تم سب کے خیالات پڑھتے رہتے تھے۔ جب ضرورت ہوتی یا دشمنوں کی طرف سے کوئی خطرہ ہوتا تو یہ بزرگ چپ چاپ تمہاری چھٹی حس کو بیدار کر دیتے تھے۔ یا تمہاری سوچ کے لہجوں میں تمہیں بچاؤ کا راستہ بتا دیا کرتے تھے۔"

میں نے حیرانی سے کہا: "میں نے اس پہلو سے کبھی سوچا نہیں تھا۔ ہمارے بزرگ چوری سے میرے خیالات پڑھتے رہے۔ یہ سراسر قابل اعتراض ہے۔"

"جو کچھ ہوا، سونیا کی رضامندی سے ہوا۔ اس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ صرف ٹیلی پیتھی کی طاقت سے تم سپر طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ کسی وقت بھی بے خبری میں مارے جاؤ گے۔ تمہاری سلامتی کے لیے سونیا نے تمہارے چاروں طرف بابا صاحب کے ادارے کی مضبوط دیواریں کھڑی کر دیں۔ ہمارے بزرگ صرف اسی کے خیالات پڑھ سکتے ہیں، جو ادارے سے پائیدار تعلق رکھتا ہے۔ بابا فرید دا مرحوم نے پہلی بار تمہارے خیالات پڑھنے کے بعد صاف کہہ دیا تھا کہ تمہارے اندر گناہ کی آلودگی ہے اور تم ان اصولوں کے پابند نہیں رہو گے۔ ہمیشہ بے لگام رہا کرو گے۔ لہٰذا تمہیں ادارے کے اندر رہائش کی اجازت نہ دی جائے۔ اگر کسی مجبوری یا ضرورت کے تحت آؤ گے تو ادارے میں زیادہ دنوں تک قیام کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

"میری توہین ہوتی رہی اور مجھے خبر نہ ہوئی۔"

"گناہ گار کی زندگی کا ہر لمحہ توہین سے بھرپور ہوتا ہے توہین وہ اس حقیقت کو سمجھنا نہیں چاہتا، جیسا کہ تم اب بھی مجھ سے انکار کر رہے ہو۔ کیا اس حقیقت سے بھی انکار کرو گے کہ تمہارا پورا خاندان آج تک بابا صاحب کے ادارے کی دعا سے محفوظ ہے۔"

"میں اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن میرے چور خیالات پڑھنے کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔"

"کبھی تمہاری لاعلمی میں دشمنوں نے تم پر حملہ کیا تو کیا ہوگا؟"

"میں مر جاؤں گا۔ مجھے آزادی کی وہ موت پسند ہے۔"

"دشمن تمہیں زندہ رکھ کر کسی مصیبت میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ سونیا اور رسونتی کو تمہارے بیٹوں کو مجبور کر سکتے ہیں، تمہیں رہا کرنے کی شرط مان کر بابا صاحب کے ادارے کے خفیہ رازوں کا سودا کر سکتے ہیں۔"

"میری ٹیلی پیتھی کا کوئی ممبر اس ادارے سے غداری نہیں کرے گا۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو۔ کسی موقع پر تمہاری جان بچانے کے لیے خون کے رشتے کمزور پڑ سکتے ہیں۔ تمہاری آزادی کے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تمہارا پورا خاندان بابا صاحب کے ادارے سے قطع تعلق کر لے۔ اس ادارے سے ہمیشہ کے لیے نکل جائے۔"

"میرے بیوی بچے احسان فراموش نہیں ہیں۔ وہ مرتے دم تک اس ادارے کی خدمت کرتے رہیں گے۔ جہاں تک نادیدہ مصائب سے تحفظ حاصل ہوتا ہے۔"

"دوسرا راستہ یہ ہے کہ دنیا والوں سے دور جینا کے ساتھ کہیں چلے جاؤ۔ نہ کسی کے دوست بنو، نہ کسی کے دشمن۔"

"آخر آنکھیں اپنے مقصد پر۔ اب یہ بات مجھے بری نہیں لگے گی۔ کیونکہ تم شیخ الفارس مرحوم کی صاحبزادی ہو۔ تم نے ان کی نیک ہدایات پر عمل نہیں کیا تھا۔ اب رہائش کے طور پر کسی ویرانے میں جاؤں گا اور دیکھوں اگر جینا میری محبت کی خاطر کتنے عرصے تک وہاں میرا ساتھ دے گی۔"

"جو عورت ساتھ نہ دے، وہ زندگی کی ساتھی نہیں ہو سکتی۔ ایسی عورت کے مقابلے میں ایک بزرگ کے بیان کی سچائی کو اہمیت دینا چاہیے۔"

میں نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد کہا: "یہ بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ تم اپنے والد کے نیک مقاصد کو پورا کرنے میرے پاس آتی ہو۔ تمہارا کوئی ذاتی مقصد یا کسی طرح کا لالچ نہیں ہے۔ اگر میں ایک بزرگ کے بیان کی سچائی کو قائم رکھنے کے لیے انسانی آبادی سے دور چلا جاؤں تو تم بھی میرے دماغ سے چلی جاؤ گی۔"

"خدائے بزرگ و برتر کی قسم، جس لمحہ تم انسانی آبادی سے دور جانے کے لیے سفر کا آغاز کرو گے میں اسی لمحے تمہارے دماغ کو آزاد کر دوں گی۔ میرے والد مرحوم نے مجھے سچائی کا درس دیا ہے۔ میں اس سچائی کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ دیکھنے بھی نہیں آؤں گی کہ تم کہاں گئے ہو اور کیا کر رہے ہو؟ تم سے دور رہ کر سونیا، پارس اور علی تیمور کے ذریعے صرف اتنا معلوم کروں گی کہ تم اپنے وعدے پر قائم ہو یا نہیں۔ یعنی اتنی سی معلومات کے لیے بھی میں تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گی۔"

"اچھی بات ہے، میں فیصلہ کرتا ہوں کہ مجھے کہاں جانا چاہیے۔ میں آج ہی جینا کے ساتھ ایک نئے سفر کا آغاز کروں گا۔"

"تو پھر اسی لمحے سے میں جا رہی ہوں۔ تم بارہ گھنٹے کے اندر سونیا کو صرف اتنا بتا دینا کہ وعدے پر عمل کر چکے ہو۔ خدا حافظ۔"

جینا بولتے بولتے چپ ہو گئی۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ کاٹیج میں گہری خاموشی چھا گئی۔ میں نے کہا: "لیلیٰ، تم نے اچانک ہی خدا حافظ کہہ دیا۔ مجھے بھی الوداعی انداز میں کہنے دو کہ میں تمہیں دشمن سمجھتا رہا لیکن تم نے کبھی دشمنی نہیں کی۔ تم صحیح معنوں میں ایک عالم دین کی صاحبزادی ہو۔ میں ہمیشہ تمہاری عزت کرتا رہوں گا اور.... اور تمہیں یاد کرتا رہوں گا۔"

یہ آخری فقرہ میں نے اپنی فطرت کے مطابق کہا۔ وہ میرے دماغ میں کہیں آسودگی کے ساتھ نقش ہو گئی تھی۔ میں نے اسے دیکھا نہیں تھا۔ اس کے حسن کا تذکرہ سنا تھا اور اس کی قابلیت نے تو بے حد متاثر کیا تھا جو ہر لحاظ سے قابل دید ہو اور اس کے دیدار نہ ہوئے ہوں، اسے دیکھنے کی آرزو دل میں پھانس کی طرح چبھ کر رہ جاتی ہے۔ ابھی میں اس حقیقت کو نہیں سمجھ رہا تھا کیونکہ جینا میرے سامنے تھی۔

جینا نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کاٹیج کے اس بیڈ روم

پر ایک نظر ڈالی، پھر ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر بولی: "ابھی مجھے کچھ ہو گیا تھا؟"

میں نے پوچھا: "کیا ہو گیا تھا؟"

"میں زبان سے بولتی جا رہی تھی مگر سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا بول رہی ہوں۔ میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، میں تمہیں دیکھ رہی تھی لیکن ایسے وقت یہ کمرا نہیں تھا، پتا نہیں، ہم کہاں تھے۔"

میں اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا: "تم اپنی پچھلی زندگی بھول چکی ہو۔ یہ نئی زندگی تمہارے لیے اجنبی ہے۔ آیندہ ایسا نہیں ہو گا جیسا ابھی ہو چکا ہے۔"

"مجھے اس کا تیج سے ڈر لگتا ہے۔ پچھلی رات تم مجھے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ تم نے مجھ سے دشمنی بھی کی اور محبت بھی، اور ابھی میں سمجھتی ہوں کہ تمہارے پاس ہوتے ہوئے بھی کہیں گم ہو گئی تھی۔ اس کاٹیج میں آسیب ہیں۔ مجھے یہاں سے کہیں دور لے چلو۔"

"ہم ابھی جائیں گے۔ تم ضروری سامان پیک کرو۔ میں پاسپورٹ وغیرہ کا انتظام کر رہا ہوں۔"

نئے سفر کے لیے اہم کاغذات حاصل کرنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ فرانس کے اعلیٰ سرکاری افسران نے ایک گھنٹے میں ہم دونوں کے پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات فراہم کر دیے۔ میں دو گھنٹے بعد جینا کو لے کر پیرس سے روانہ ہو گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نیا سفر مہارک ہوتا ہے یا مجھے نئے مسائل کے جہنم میں پہنچاتا ہے۔

میری داستان یوں چل رہی تھی کہ میں نے اور سونیا نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے پیدا ہونے والے دشمنوں کو بے نقاب کرنے کا عزم کیا تھا۔ میں جوراجوری کے باپ کرنل جیکب وال برگ کے دماغ سے سولہ علمی بیٹھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کر چکا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں ہی یہ کارنامہ انجام دے رہا ہوں، مگر قارئین جان گئے ہیں کہ لیلیٰ اور سلطانہ بھی کرنل کے دماغ سے ایسی معلومات حاصل کر چکی ہیں۔ لیلیٰ بالٹی مور میں سونیا کے کام آ رہی تھی اور سلطانہ نیویارک میں سونیا ثانی سے رابطہ قائم کرنی رہتی تھی۔

یوں دیکھا جائے تو خیال خوانی کرنے والی دو بہنوں کی موجودگی میں میری ضرورت نہیں رہی تھی، لیکن وہ دونوں ہماری ٹیم میں ابھی اناڑی تھیں۔ مشکل حالات میں مجھ سے اور سونیا سے مشورے لیے بغیر کوئی اقدام نہیں کر سکتی تھیں۔

پھر سونیا خوب سمجھتی تھی کہ حالات بگڑ جائیں تو میں ہی انداز میں سنبھالتا ہوں۔ دوسرے لفظوں میں سونیا مجھے ہزار فاصلہ رکھنے کے باوجود میری عادی ہو گئی تھی۔ گھر کی گھری چالیں چلنے کے باوجود مجھ سے رابطہ رکھتی تھی۔ شاید اس لیے کہ عورت خواہ کتنی ہی مکمل ہو وہ اپنے مرد کے بغیر خود کو ادھورا محسوس کرتی ہے۔

بہرحال ہمارا منصوبہ تھا کہ ہم ایک ایک دشمن خیال خوانی کرنے والے کے نام اور پتے کے ذریعے اس کے عزیزوں تک پہنچیں گے۔ ان رشتے داروں کے ذریعے اس خیال خوانی کرنے والے کے دماغ میں جگہ بنائیں گے۔ جیسا کہ میں نے کینی پال کے ذریعے جوراجوری کے دماغ میں جگہ بنائی تھی پھر جوراجوری کے ذریعے مکی میتھو کو ٹریپ کیا تھا۔ اب سونیا مکی میتھو کے باپ سائمن کی بیوی بن کر بالٹی مور پہنچی ہوئی تھی اور علی تیمور بھی میتھو بن کر میری لینڈ آ گیا تھا۔

میری لینڈ میں دل والوں کی رونق لگی رہتی تھی۔ رات ہوتے ہی روشنیاں جگمگانے لگتی تھیں۔ عورتوں کے بیکار سے بھرے ہوئے چہرے ان روشنیوں میں فریب دیتے تھے۔ کوئی حسین نہ ہو، تب بھی وہ جوان چھوکری دکھائی دیتی تھی۔ لیکن ویلی کے حسن میں فریب نہیں تھا۔ وہ حقیقتاً سترہ برس کی نوخیز دوشیزہ تھی۔ اسے دیکھو تو مکھن، چھوؤ تو لوگ بدن لگتی تھی۔

علی تیمور کسی گل بدن کو چھونے کا قائل نہیں تھا بلکہ کسی سے متاثر ہونا جانتا ہی نہ تھا۔ سونیا نے اسے بتایا تھا کہ ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام پال ہوپ کن ہے۔ اس کی بہن ویلی ہوپ کن اپنے والدین کے ساتھ آج رات میری کلب میں آئے گی۔ علی تیمور نے پہلے کبھی ویلی کو نہیں دیکھا تھا۔ سونیا نے کہا: "آج میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ شیخ الفارس مرحوم کی دو صاحبزادیاں ہیں جو ٹیلی پیتھی جانتی ہیں اور بڑی صلاحیتوں کی مالک ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام لیلیٰ شیخ اور دوسری کا نام سلطانہ شیخ ہے۔ دونوں ہمارے لیے محترم ہیں۔ ابھی تمہاری آنٹی لیلیٰ شیخ تمہارے پاس آ رہی ہیں۔ ان سے باتیں کرو۔"

لیلیٰ نے اس کے پاس آ کر کہا: "ہیلو علی تیمور! مجھے تمہارے جیسے قابل بیٹے کے پاس آ کر بہت خوشی ہوئی۔"

"اور میرے لیے یہ فخر کی بات ہے کہ شیخ مرحوم کی صاحبزادی میری آنٹی ہیں اور مجھے بیٹا کہتی ہیں۔ کیوں نہ پہلے کوڈ ورڈز مقرر کر لیں۔ کیا یہ ٹھیک رہے گا، سویٹ آنٹی؟"

فار علی۔"

"ٹھیک ہے، میں میری کلب میں تم سے رابطہ کروں گی۔"

جب وہ میری کلب پہنچا تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہاں وقت گزارے۔ وہ اتنی جلدی ڈائننگ ہال میں جانا نہیں چاہتا تھا۔ ڈانس فلور پر جانے کا مطلب ہوتا کہ کسی حسینہ کے ساتھ رقص کرنا پڑتا۔ وہ کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا اس لیے بار میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہ گیم ہال میں آ گیا جہاں نوجوان لڑکے لڑکیاں مختلف کھیلوں میں مصروف تھے۔ نوجوانوں کے ہال میں عمر رسیدہ عورتیں بھی میک اپ کے ذریعے جوان بن کر آ گئی تھیں۔ لیکن نوخیز دوشیزاؤں کے سامنے ہزار میک اپ کے باوجود بھی ان کی عمر کا جھانڈا پھوٹ جاتا تھا۔ ایسی ہی ایک حسین لڑکی پستول شوٹنگ کے گیم میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے آس پاس دو لڑکیاں اور تین لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔ سب باری باری کوششیں کر رہے تھے۔ لیکن دو تین ٹارگٹ ایسے تھے جو گولیاں لگنے سے بچ جاتے تھے۔

علی نے ان کے پاس آ کر پوچھا: "کیا میں ایک بار کوشش کروں؟"

لڑکی پستول والے بٹن کے پاس سے ہٹ کر بولی۔ "ضرور، مگر ناکامی ہو گی۔"

علی نے کہا: "ناکامی اس لیے ہوتی ہے کہ شوٹ کرنے والے ٹارگٹ کی حرکتوں کو سمجھ نہیں پاتے۔ میں تمہارے پیچھے کھڑا رہ کر یہ گیم دیکھ رہا تھا۔ اب تم دیکھو۔"

اس نے مشین کو آن کیا، پھر پستول کے بٹن کو اس کی مخصوص ترتیب اور وقفے سے دبانا چلا گیا۔ ترتڑ ترتڑ کی آواز کے ساتھ مشین کے اندر کھڑے ہوئے ٹارگٹ گرتے گئے۔ جو ٹارگٹ پہلے بچ نکلتے تھے۔ وہ بھی یکے بعد دیگرے ڈھیر ہو گئے۔ تمام لڑکیاں اور لڑکے تالیاں بجا کر اسے داد دینے لگے۔ اسی وقت لیلیٰ نے دماغ میں آ کر کہا: "سویٹ آنٹی فار علی۔ میں ابھی ویلی کے دماغ میں رہ کر تمہیں دیکھ رہی تھی۔ تعجب ہے، تم نے ویلی کو کیسے پہچان لیا؟"

"آنٹی، میں نے نہیں پہچانا ہے۔ کیا ویلی میرے قریب ہی ہے؟"

"ہاں، تمہارے بائیں طرف پنک کلر کے لباس میں ہے۔"

وہ ہلکے گلابی رنگ کے لباس میں گلاب کی کلی لگ رہی تھی۔ پلکیں اٹھائے بڑی بڑی مقناطیسی آنکھوں سے قد آور علی کو دیکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی: "تعجب ہے ایک نشانہ بھی خطا نہیں ہوا۔ کیا تم فوجی نشانے باز ہو؟"

"فوج سے میرا تعلق نہیں ہے۔ میں واشنگٹن کے ایک بہت بڑے پبلشر سائمن کا بیٹا ہوں۔ میرا نام جمی میتھو ہے۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ ہاتھ ملاتے ہوئے بولی: "میرا نام ویلی ہوپ کن ہے۔"

علی نے پوچھا: "تم نے میرے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے نا؟"

"ہاں، کیا یہ میرا ہاتھ نظر نہیں آ رہا ہے؟"

"نہیں تو مکھن کی ٹکیہ لگ رہا ہے۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ وہ بھی مسکرا رہی تھی۔ علی نے کہا: "میں نے اتنی کامیاب شوٹنگ کی ہے، مجھے انعام ملنا چاہیے۔"

وہ بولی: "انعام مانگا نہیں جاتا۔ حاصل کیا جاتا ہے۔"

"حاصل کروں گا تو ناراض ہو جاؤ گی۔"

وہ جھینپ گئی۔ حیا سے سرخ پڑ گئی۔ علی نے جھک کر آہستگی سے کہا: "میں چاہتا ہوں انعام کے طور پر میرے ساتھ ڈنر کرو۔"

"میں ممی اور ڈیڈی کے ساتھ آئی ہوں۔"

"ہم انھیں بھی ڈنر میں شریک کر لیں گے۔"

"شاید وہ راضی نہ ہوں۔"

"مجھے تمہاری رضامندی چاہیے۔"

"چلو، میں ان سے بات کرتی ہوں۔"

وہ ویلی کے ساتھ چلتا ہوا بار میں آیا۔ اس کے ماں باپ ایک میز کے اطراف بیٹھے وہسکی پی رہے تھے۔ ویلی نے ان سے علی کا تعارف کرایا۔ اس کے باپ نے اٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "اچھا تو تم سائمن میتھو کے بیٹے ہو۔ بھئی تمہارا باپ تو خطرناک صفائی ہے۔ حکمراں اسے خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میرے ڈیڈی اعلیٰ حکام کو بلیک میل کرتے ہیں؟"

"اوہ نو، تم تو ناراض ہو گئے۔ میں تو تمہارے باپ کو ایک بہت بڑا آرٹسٹ، بہت بڑا سیاست داں تسلیم کر رہا ہوں۔ آؤ بیٹھو، کیا پیو گے؟"

"میں شراب نہیں پیتا۔"

"اس کا مطلب ہے تم بہت اچھے اور ذہین لڑکے ہو۔" ویلی نے کہا: "ڈیڈی یہ مجھے ڈنر کے لیے کہہ رہے ہیں۔"

"ہاں، ہاں ضرور، جاؤ بیٹی، انجوائے کرو۔"

وہ علی کے ساتھ چلی گئی۔ اس کا باپ انھیں جاتے ہوئے

دیکھتا رہا۔ بیوی نے پوچھا: "کیا دیکھ رہے ہو۔ کیا لڑکا پسند آرہا ہے؟"

لیلیٰ آرام سے اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ وہ شراب پی رہا تھا۔ سانس نہیں روک سکتا تھا۔ اس نے بیوی سے کہا۔ "ہاں، میں سوچ رہا تھا۔ جمی کے بڑے بھائی مگی میتھو سے ویلی کا رشتہ ہو جائے تو یہ لیلیٰ پیتھی جاننے والے دو خاندان ایک ہو جائیں گے۔"

"کیا مگی میتھو لیلیٰ پیتھی جانتا ہے؟"

"ہاں، ہمارے بیٹے کی طرح اسے بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا ہے۔"

"مگر ہماری بیٹی جمی سے محبت کر رہی ہے۔"

"بھئی، آج پہلی ملاقات ہے محبت کیسے ہو جائے گی؟"

"میں ایک ماں ہوں۔ میں نے بیٹی کی آنکھوں میں بہت کچھ پڑھ لیا ہے۔ ویلی نے آج تک کسی لڑکے کو لفٹ نہیں دی۔ جو لڑکی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی۔ وہ جمی کے ساتھ ڈنر کے لیے گئی ہے۔"

"چلو، کیا فرق پڑتا ہے۔ جمی سے ہی شادی ہو جائے تو دونوں خاندان ایک ہو جائیں گے۔"

لیلیٰ تھوڑی دیر تک معلومات حاصل کرتی رہی، پھر سونیا کے پاس آکر بولی: "سسٹر، بڑی زبردست معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ ویلی کا باپ ہوپ کن ملٹری انٹیلی جنس کا چیف ہے۔ جس خفیہ اڈے میں ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی ہے۔ وہاں یہ دن کے بارہ بجے سے شام چھ بجے تک ڈیوٹی پر ہوتا ہے۔ یہ شخص روز صبح یوگا کی ورزشیں کرتا ہے، ہفتے میں ایک دن شراب پیتا ہے۔ آج یہ کم بختی سے پی رہا تھا۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی لیکن ڈیوٹی کے وقت میں اسے ٹریپ نہیں کر سکوں گی۔"

سونیا نے پوچھا: "اس کے علاوہ اور کتنے افسران اور فوجی جوان وہاں ڈیوٹی دیتے ہیں، اور ان سب کی ڈیوٹی کے اوقات کیا ہیں۔ ان میں سے کتنے افراد یوگا کے ماہر ہیں؟"

"اس مشین کے لیے زبردست حفاظتی انتظام کیے گئے ہیں۔ وہاں کا ایک ایک افسر ایک ایک فوجی جوان یوگا کا ماہر ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے ٹریپ نہیں کر سکتا۔ جگہ جگہ الیکٹرونک آلات ہیں۔ ٹی وی کیمروں کے ذریعے ہر شخص کی حرکات کو دیکھا جاتا ہے۔ جہاں مشین رکھی گئی ہے وہاں چاروں طرف بجلی کے نادیدہ تار ہیں۔ ملٹری انٹیلی جنس کا ایک عیار افسر ان نادیدہ تاروں کے سوئچ کے متعلق جانتا ہے۔ دوسرا افسر مشین والے ہال میں داخل ہونے کا راستہ جانتا ہے۔ تیسرا افسر الیکٹرونک آلات کے کنٹرولنگ سسٹم کو جانتا ہے۔ ایک افسر جس شعبے کا انچارج ہے اس کا علم دوسرے افسر کو نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ وہاں کے افسران ایک دوسرے سے واقف نہیں رہتے۔ انھیں ایک دوسرے سے واقفیت حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"تم نے کافی معلومات حاصل کی ہیں اور کوئی خاص بات؟"

"وہاں کوئی فوجی مسلح نہیں رہتا۔ وہاں کا ایک ایک فرد ہتھیار کے بغیر جنگ کرنے والا زبردست فائٹر ہے۔ پچھلی بار فرہاد اور علی تیمور نے ایسے ہی دو خفیہ اڈوں میں دھماکے کرائے تھے اور ٹرانسفارمر مشینوں کو تباہ کیا تھا مگر اس خفیہ اڈے میں کوئی ہتھیار اور آتشی مادہ نہیں رکھا گیا ہے۔ اس مشین کو توڑنے کا کوئی سامان نہیں ہے۔"

"وہ خفیہ اڈا کہاں ہے؟"

"میشی گن میں ہے۔ اس اڈے کے تین اطراف میشی گن جھیل ہے تینوں طرف جھیل کے راستے اڈے میں داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"وہ اڈا کسی انجینئر نے تعمیر کیا ہوگا۔"

"میں سمجھ گئی۔ اس انجینئر کو وہاں کے خفیہ دروازوں اور راستوں کا علم ہوگا۔ اگر اس کا دماغ میری مٹھی میں آجائے تو اس اڈے کی تمام تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔"

"میں یہی چاہتی ہوں۔"

"ویلی کا باپ اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ ویسے یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ جتنے افراد کو ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے، ان کے والدین کا تعلق فوج اور انٹیلی جنس سے ہے۔ وہ انجینئر بھی فوجی ہوگا۔ اس کا بھی کوئی بیٹا یا رشتے دار ٹرانسفارمر مشین سے گزرا ہوگا۔ ایسے سولہ نام اور پتے ہمیں معلوم ہیں۔ ہم ان سولہ میں سے کسی نہ کسی کے ذریعے اس انجینئر تک پہنچ جائیں گے۔"

"بالکل ٹھیک۔ تم ویلی کے باپ کو کچھ اور ٹٹول کر دیکھو۔"

"میں جا رہی ہوں۔ فرہاد کے متعلق بتاؤ۔"

"وہ جینا کو لے کر پیرس سے نکل گیا ہے۔ بعد میں مجھ سے رابطہ کرے گا۔"

لیلیٰ چلی گئی۔ سونیا خلا میں تکنے لگی۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی سوچنے کا انداز بتا رہا تھا کہ دشمنوں کی شامت آنے والی ہے۔

علی تیمور، ویلی کے ساتھ ڈائننگ ہال میں جانا چاہتا تھا وہ ہاتھ پکڑ کر بولی: "اتنی جلدی کھاؤ گے ابھی تو آٹھ بجے ہیں۔"

"میں دیر سے کھاؤں گا، لیکن ہم ہال میں بیٹھ کر باتیں تو کر سکتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "تم ہال میں بیٹھ کر باتیں کرو گے، تمھیں کسی لڑکی کے ساتھ وقت گزارنا نہیں آتا۔"

"وہ... بات یہ ہے کہ میں نے کبھی کسی لڑکی سے دوستی نہیں کی۔"

"میں بھی پہلی بار تم سے دوستی کر رہی ہوں۔ پتا نہیں تمھارے اندر کیا کشش ہے۔ میں تمھارے بازوؤں میں سمٹ کر ڈانس کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ عشق کے ایسے ہی مرحلے سے گزر رہا تھا لیکن وہ اسے پکڑ کر ڈانس فلور پر لے آئی اور رقص کرنے لگی۔

"تم اچھی ہو، رقص اچھا نہیں ہے۔ مجھے تھرکنا اور مٹکنا اچھا نہیں لگتا۔"

"کیوں اچھا نہیں لگتا؟"

"اپنے اپنے مزاج کی بات ہے۔ مجھے سنجیدگی پسند ہے اور یہ سب غیر سنجیدہ حرکتیں ہیں۔"

"تم عجیب ہو، آج کا ہر نوجوان ڈسکو کا دیوانہ ہے۔"

"تو پھر میں نوجوان نہیں ہوں۔ ذرا غور سے دیکھو، شاید میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے ڈانس فلور سے باہر آگئی۔ کلب کی بالکونی سے سمندر نظر آرہا تھا۔ کئی ہیڈ لائٹس کے ذریعے دور تک ساحل اور سمندر کو روشن رکھا گیا تھا۔ وہ بالکونی میں آئی۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی: "مجھے تمھاری سنجیدگی اچھی لگ رہی ہے لیکن سنجیدگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم میری قربت کو محسوس نہ کرو۔"

وہ دل ہی دل میں پریشان ہو کر بولا: "اوہ، میں کیا کروں؟ پارس ہوتا تو اب تک تمھاری قربت کی ایسی کی تیسی کر چکا ہوتا۔ یہ ممتا نے مجھے کہاں لا کے پھنسا دیا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی: "تم گہری گہری سانسیں کیوں لے رہے ہو؟ کیا میرے گلے لگنے سے تکلیف ہو رہی ہے؟"

"وہ... مم..... مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ مم..... ممی (ممتا) نے شادی سے پہلے اپنی عزت کے شیشے کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہیے۔"

وہ بے اختیار ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے بولی: "کیا تمھاری ماں نے یہ نصیحت تمھاری عزت کو سنبھال کر رکھنے کے لیے کی ہے؟"

"ہاں، کیوں مرد کی عزت و آبرو نہیں ہوتی کیا؟"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی: "میں پہلی بار سن رہی ہوں کہ سنبھال کر نہ رکھی جائے تو مرد کی آبرو بھی لٹ جاتی ہے۔"

اُس کی ہنسی نہیں رُک رہی تھی۔ وہ پیٹ پکڑ کر ہنستے ہوئے بولی: "تم کمال کی چیز ہو۔ پورے امریکا میں اپنی آبرو بچانے والا ایسا جوان نہیں ملے گا، معلوم ہوتا ہے تمھاری ماں نے تمھیں بیٹی بنا کر پالا ہے۔"

علی نے اُس کے دونوں بازوؤں کو گرفت میں لیا تو ہنسی تھم گئی۔ ایسی مردانہ گرفت تھی کہ دل لوٹ پوٹ ہونے لگا تھا۔ وہ سخت لہجے میں بولا: "کیوں مذاق اُڑا رہی ہو۔ کیا تم ایسا بوائے فرینڈ چاہتی ہو جو تمھیں اٹھا کر لے جائے اور تمھاری عزت کی دھجیاں اُڑا کر تمھیں بے حیا بنا دے۔ ایسے تو تمھیں قدم قدم پر ملیں گے۔ تمھیں دوست کی نہیں، عزت کے دشمن کی ضرورت ہے، جاؤ۔"

اُس نے بازوؤں کو چھوڑ دیا اور مُنہ دوسری طرف پھیر کر سمندر کو دیکھنے لگا۔ ویلی چند لمحوں تک گم صم رہی۔ بڑے باپ کی بیٹی تھی۔ کسی کی بات برداشت نہیں کرتی تھی۔ علی نے تو بڑی سخت باتیں سُنا ڈالی تھیں۔ اُسے غصہ آنا چاہیے تھا مگر نہیں آرہا تھا۔ دل کہہ رہا تھا، وہ پھر ایک بار اُس کے بازوؤں کو مردانہ گرفت میں لے کر جھنجوڑ ڈالے، جو بات عورت کو اچھی لگتی ہے، وہ اُسے بھی شکایت کے طور پر کہتی ہے۔ اُس نے کہا: "تم درندے ہو، میرے دونوں بازو دُکھ رہے ہیں۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ ویلی نے اُس کی پُشت پر ہاتھ رکھا، پھر سر رکھا اُس کے بعد کہا: "غصہ مجھے دکھانا چاہیے، اُلٹا تم دکھا رہے ہو۔ چلو میں ہی سوری کہہ دیتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم جوانوں کو مستقبل میں ذمے دار انسان بن کر دکھانا ہے اگر ہم آج عیاشیوں میں ڈوب جائے گا تو ہمارا کل بڑا عبرتناک ہوگا۔ ہمارے بچے وہی کریں گے جو ہماری عیاشی اور غیر ذمے داری انھیں سکھائے گی۔"

وہ سامنے آگئی۔ اور اُس کا ہاتھ تھام کر بولی: "تم بہت اچھے ہو، ایک مکمل انسان ہو۔ ملاقات تو یہ پہلی ہے مگر تم میرے دل کی گہرائیوں میں اُتر گئے ہو، سوچتی ہوں تم سے جُدا ہو کر کیسے رہوں گی۔ مجھ سے وعدہ کرو، روز صبح و شام ملتے رہو گے۔"

"اگر تم اپنے جذبات پر قابو پاؤ گی اور اپنی شرم و حیا کو قائم رکھو گی تو میں ضرور ملتا رہوں گا۔"

"ہم ایک دوسرے کا صرف ہاتھ پکڑیں گے۔ میں تمھیں دیکھ کر شادی کی مسرتوں کا انتظار کرتی رہوں گی۔"

"تم بہت اچھی ہو، کشتی میں سیر کرو گی؟"

"ہاں، تمھارے ساتھ بڑا مزہ آئے گا۔"

وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر چلنے لگے۔ سونیا کا یہ منصوبہ تھا کہ ویلی ڈنر کے بعد کلب کے باہر کشتیوں کی طرف آئے گی تو اُسے اغوا کر لیا جائے گا۔ پھر اُس کے ذریعے اُس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی پال ہوپ کو ٹریپ کیا جائے گا۔ اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے کافی وقت تھا۔ علی اُسے اغوا کرنے کی غرض سے کشتی کی سیر کرنے نہیں جا رہا تھا۔ منصوبہ کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ اغوا کے معاملے میں علی شریک نہیں رہے گا۔ اُس پر کسی قسم کا الزام نہیں آئے گا۔ وہ صرف چند گھنٹوں تک ویلی کو اپنے ساتھ معروف رکھے گا اور ابھی وہ یہی کر رہا تھا۔

کلب کے دوسرے حصّے سے ویلی کے ماں باپ آ رہے تھے۔ ماں نے مُسکرا کر پوچھا "کہاں جا رہی ہو بیٹی؟"

"ساحل کی طرف جا رہی ہوں۔"

پھر وہ ماں کے پاس آئی۔ اُس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "آج میں بہت خوش ہوں۔ جمی ہماری توقعات سے زیادہ شریف انسان ہے۔"

پھر وہ جھک کر ماں کے کان میں بولی۔ "بائی گاڈ ممی! اُس نے ابھی تک کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں کی کہتا ہے شادی تک ہمیں شرم و حیا کا پاس رکھنا چاہیے۔"

ممی نے حیرانی سے علی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "یہ حیرانی کی بات ہے۔ آج کے دَور میں ایسے لڑکے کہاں ملتے ہیں حالانکہ چھوٹی موٹی شوخیاں کر لینا تو ہماری سوسائٹی میں محبت کرنے کا اظہار ہے۔"

علی نے جھینپ کر نظریں جھکا لیں۔ باپ نے کہا۔ "مجھے تم دونوں کی دوستی منظور ہے۔ اگر تم شادی کا اقرار کرو تو میں تمھارے باپ سے بات کرتا ہوں۔"

وہ بولا۔ "پہلی ملاقات میں بہت کچھ سمجھنے کے لیے رہ جاتا ہے اگر آگے چل کر میں نے ویلی کو فریب دیا تو اُس کا نازک دل ٹوٹ جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کسی بڑے فیصلے سے پہلے ہمیں ایک دوسرے کو سمجھ لینا چاہیے۔"

باپ نے کہا۔ "تم بہت سمجھ دار ہو۔ مجھے اپنی بیٹی پر فخر ہے کہ اُس نے تمھیں پسند کیا ہے۔"

ممی نے کہا۔ "کم آن جمی! میری بیٹی سے اظہارِ محبت میں شرما کیوں رہے ہو؟"

وہ گھبرا گیا۔ اُس نے بڑی مشکل سے لڑکی کو فاصلہ رکھنے کا درس دیا تھا۔ اب لڑکی کے ماں باپ اُسے مجبور کر رہے تھے۔ باپ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں نے پہلی بار ایسا شرمیلا بوائے فرینڈ دیکھا ہے او، کم آن جمی! میں نے تو پہلی ہی ملاقات میں ویلی کی ماں کو اپنے قریب کر لیا تھا۔"

وہ اندر سے کراہتے ہوئے بولا۔ "یا اللہ! یہ سونیا تمام کہاں پھنسا دیا ہے۔ یا خدا! مجھے اس مصیبت سے نکال دے۔"

ویلی کا حسن اور کوراشباب مصیبت نہیں تھا۔ جسے طلب وہ شکر اور اکرتا لیکن علی ناشکرا تھا۔ اپنے مزاج اور اپنی تہذیب سے مجبور تھا۔ اُس ملمے یہی سمجھ میں آیا کہ ویلی کو قریب کرنے سے پہلے ہی چکرا کر گر پڑے۔ تمام کا منصوبہ خاک میں ملتا ہے تو ملتا ہے، وہ صاف طور سے کہہ دے گا کہ آئندہ ایسا رول ادا نہیں کرے گا۔

وہ ویلی کی طرف بڑھا، لیکن اس سے پہلے کہ جھکا کر گرتا، اچانک آواز آئی۔ "خبردار! کوئی حرکت نہ کرے کوئی شور نہ مچائے۔۔۔"

چار آدمیوں نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اُن کے چہروں پر ماسک چڑھے ہوئے تھے اور ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ ایک نے ویلی کو اپنی طرف کھینچ کر اُس کی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھی اور کہا۔ "اِس کی زندگی چاہتے ہو تو ہمارے راستے میں مت آنا۔"

وہ ویلی کو کھینچ کر لے جانے لگے۔ وہ جانتے تھے علی کو مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ ماں رو رہی تھی، باپ بے بسی سے پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ علی ناگواری سے سوچ رہا تھا۔ "ممّا کا منصوبہ میری توہین کا سبب بن گیا ہے۔ اِن لوگوں کو میری موجودگی میں اغوا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ کیسی بے بسی ہے کہ میں ویلی کو بچا سکتا ہوں مگر بچا نہیں سکتا۔ اُس لڑکی کو شرم اور شرافت کا درس دے رہا تھا اور اب اُسی سے دشمنی کر رہا ہوں۔ اُسے اٹھا کر لے جانے والے، نہ جانے اُس کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہوں گے۔"

ویلی کا باپ دوڑتا ہوا فون کرنے گیا تھا۔ علی بھی سونیا کے فون پر شکایت کرنا چاہتا تھا۔ اُسی وقت لیلیٰ نے آکر کہا۔ "ویلی کو دو ڈرو، ہم دھوکا کھا رہے ہیں۔ ویلی کو لے جانے والے ہمارے آدمی نہیں ہیں۔"

وہ ایک دم سے اچھل پڑا۔ تیزی سے دوڑتا ہوا کلب کے باہر آیا۔ وہ لوگ ویلی کو ایک بڑی موٹر بوٹ میں ڈال کر اُسے اسٹارٹ کر رہے تھے۔ علی نے اندازہ لگا لیا کہ اتنا فاصلہ طے کرنے تک اُن کی موٹر بوٹ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ جائے گی۔ اُس نے دُور ہی سے اپنی موٹر بوٹ میں چھلانگ لگائی۔ انجن کھولا، اُسے اسٹارٹ کیا۔ وہ تیار ہے تھے۔ یہ بھی اُن کے پیچھے رفتار بڑھانے لگا۔

آگے پیچھے تیز رفتاری کا مظاہرہ ہونے لگا۔ آگے والوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ علی نے کوٹ کے اندر سے ریوالور نکالا لیکن جوابی فائرنگ نہیں کی۔ انھیں یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ نہتا ہے۔ مسلسل فائرنگ کے بعد انھیں یقین ہو گیا کہ ویلی کا عاشق جوش میں آ کر خالی ہاتھ تعاقب کر رہا ہے۔ انھوں نے رفتار ذرا سست کر دی تاکہ وہ قریب آئے تو اُسے گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے۔

لیکن فاصلہ کم ہوا تو اُن کی توقع کے خلاف علی نے فائرنگ شروع کر دی۔ قریب آنے کا مقصد یہ تھا کہ نشانہ صحیح لگے اور کوئی گولی ویلی کو نقصان نہ پہنچائے۔ جب اتنی احتیاط کے ساتھ حملہ ہو تو بھلا ناکامی کیسے ہو سکتی ہے۔ اغوا کرنے والے دو دشمن اُلٹ کر پانی میں چلے گئے، باقی دو رہ گئے۔ تیسرا ڈرائیور تھا اُس نے جان بچانے کے لیے رفتار تیز کر دی۔

دونوں موٹر بوٹیں پھر تیزی سے آگے پیچھے دوڑنے لگی تھیں۔ ایسے وقت لیلیٰ نے آ کر کہا۔ "میں تمھاری توجہ دشمنوں سے ہٹانا نہیں چاہتی، صرف یہ بتانے آئی ہوں کہ اغوا کرنے والے بوگا کے ماہر ہیں۔ مجھے اُن کے دماغوں میں جگہ نہیں مل رہی ہے۔ میں نے ویلی کے دماغ میں رہ کر سُنا ہے۔ اُن میں سے ایک کہہ رہا تھا کہ ہیلی کاپٹر ابھی تک نہیں آیا، گویا وہ ویلی کو ہیلی کاپٹر میں پہنچانے والے ہیں، جتنی جلدی ممکن ہو سکے، دشمنوں کو اسی سمندر میں نابود کر دو۔"

پھر وہ چونک کر بولی۔ "اوہ گاڈ! میں تمھارے ذریعے ہیلی کاپٹر کی آواز سُن رہی ہوں۔ علی کچھ کرو۔ میں ویلی کے پاس رہوں گی۔"

وہ چلی گئی، علی پوری رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس سے زیادہ رفتار ممکن نہیں تھی۔ دشمنوں کا ڈرائیور بھی ماہر تھا۔ فاصلہ کم ہونے نہیں دے رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ علی نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ سر پر پہنچ رہا تھا اور اگلی موٹر بوٹ تک پہنچنے کے لیے پرواز نیچی کر رہا تھا۔ اُس ہیلی کاپٹر کے سائے میں رہنے کے لیے اگلی موٹر بوٹ کی رفتار کم ہوئی تو علی نے ایک گولی ٹھونک دی۔ تیسرا دشمن بھی سمندر کو پیارا ہو گیا۔

ہیلی کاپٹر سے ایک سیڑھی لٹکتی آ رہی تھی۔ تیسرے دشمن کے بعد چوتھے نے مسلسل فائرنگ شروع کر دی تھی لیکن علی ایسا اناڑی نہیں تھا کہ جوابی فائرنگ کرتا۔ اُس نے گولیوں سے بچتے ہوئے سیڑھیوں پر فائر کیا۔ ایک طرف کی رسّی ٹوٹ گئی دوسرے فائر میں سیڑھی ٹوٹ کر پانی میں چلی گئی۔ اِسے حاضر دماغی کہتے ہیں۔ اُس نے ہیلی کاپٹر کے ذریعہ اغوا کرنے کا راستہ ہی ختم کر دیا تھا۔

اب جھنجلاہٹ کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔ وہ موٹر بوٹ کی سمتیں بدل بدل کر بچنے لگا۔ اُدھر لیلیٰ نے ویلی کے ذریعے دیکھا۔ تیسرا دشمن جو گولی کھا کر سمندر میں گر گیا تھا اُس کی گن موٹر بوٹ کی سیٹ کے پاس پڑی ہوئی تھی۔ ویلی نے لیلیٰ کے زیرِ اثر رہ کر اچانک گن کو اٹھایا اور چوتھے دشمن پر گولی چلا دی۔ وہ لڑکھڑا کر گرا۔ اُس نے غرا کر ویلی کو دیکھا۔ اب مرتے مرتے اُسے مار ڈالنا چاہتا تھا لیکن رائفل والے بازو میں ہی گولی لگی تھی۔ اُس نے کوشش کر کے دوسرے ہاتھ سے رائفل کو سنبھالا مگر ویلی کے ہاتھ سے چلنے والی گولی نے اُسے موقع نہ دیا۔

ٹلما ئیور نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "اے جان! کیا تمھیں بھی گولی لگی ہے؟ جواب دو، خاموش کیوں ہو؟"

اُس نے ڈرائیو کرتے ہوئے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ ویلی نے اُس کے مُنہ پر گولی مار دی۔ وہ بیٹھے بیٹھے اُچھل کر ایک طرف اوندھا ہو گیا۔ آدھا باہر آدھا بوٹ کے اندر رہ گیا۔ ویلی نے اُس کی ٹانگیں پکڑ کر اُسے اٹھایا اور ہمیشہ کے لیے باہر کر دیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر بوٹ کو قابو میں کرنے لگی ناکام ہونے کے بعد ہیلی کاپٹر والے اس پر بھی فائر کر رہے تھے۔ لیلیٰ بوٹ کا رُخ بدل بدل کر اُسے بچا رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں علی بھی فائرنگ سے بچتا ہوا قریب آ گیا دونوں بوٹس ایک ساتھ چلنے لگیں۔ رفتار کم ہو گئی۔ وہ ہاتھ بڑھا کر بولا "او میرے پاس آؤ۔"

وہ ہاتھ تھام کر چلی آئی۔ فائرنگ رُک گئی تھی۔ علی نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر دُور جا رہا تھا۔ پتا نہیں کیا بات ہو گئی؟ شاید فائرنگ کے لیے کارتوس ختم ہو گئے یا ایندھن ختم ہو گیا یا پھر کوئی اور مجبوری ہو گی۔ ہیلی کاپٹر والوں نے اُن کا پیچھا چھوڑ دیا تھا۔

ویلی نے اُس کی گردن میں بانہیں ڈال کر خوشی سے کہا۔ "تم زبردست ہو، تم نے تنہا اتنے دشمنوں کو مار ڈالا ہے، انھیں بھگا دیا ہے۔ آئی لو یو۔۔۔ آئی لو یو۔"

وہ اُسے دیوانہ وار چومنے لگی، وہ گھبرا کر بولا۔ "بہتر ہو گا تم پہلی موٹر بوٹ میں چلی جاؤ۔"

"کیا میں اچھی نہیں لگتی، میرا پیار اچھا نہیں لگتا؟"

"دشمن اچانک واپس آئیں گے اور تمھارے پیار کو گولی مار دیں گے، ذرا ہوش میں رہو، پہلے جان بچانے

کی فکر کرو۔"

وہ پھر بھی الگ نہ ہوئی، اس سے لگ کر بیٹھے ہوئے بولی "کیا وہ واپس آئیں گے، نہیں تم مجھے ڈرا رہے ہو۔"

"پلیز ڈیش بورڈ میں دیکھو، قطب نما ہوگا۔ ہم کھلے سمندر میں ہیں، قطب نما کے بغیر سمت معلوم نہیں کر سکیں گے۔"

وہ ڈیش بورڈ کھول کر قطب نما تلاش کرنے لگی لیلیٰ نے کہا "ویلی کو واپس نہ لے جانا، اس کے اغوا کا الزام دشمنوں پر لگنے دو۔"

"آنٹی! میں سمجھ رہا تھا کہ آپ یہی کہیں گی۔ میں نے قطب نما کو پہلے ہی سیٹ کے نیچے چھپا دیا ہے۔"

"میں بھول گئی تھی کہ تم اپنے باپ کی طرح چالاک ہو۔ میں سونیا کے پاس جا رہی ہوں۔"

اُس نے سونیا کے پاس آکر اغوا کی تمام روداد سنائی پھر کہا "ہماری پلاننگ کے مطابق ویلی ہمارے قبضے میں ہے۔ کیا میں اس کے باپ کو ٹریپ کر دوں؟"

سونیا نے کہا "ویلی کے باپ کو خیال خوانی کے ذریعے کبھی مخاطب نہ کرنا، اب مجھے بتاؤ، میں منع کیوں کر رہی ہوں؟"

لیلیٰ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی "پہلے تم نے ہی کہا تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے ویلی کے باپ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی کو ٹریپ کروں گی۔ کیا اب اس لیے منع کر رہی ہو کہ اسے دشمنوں نے اغوا کیا ہے۔" وہ بولتے بولتے رکی پھر چونک کر بولی "ہاں سمجھ گئی۔ ویلی کو جن لوگوں نے اغوا کیا ہے، اُن کا کوئی بڑا مقصد ہوگا اور بڑا مقصد یہی ہے کہ اس کا بھائی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یہ اغوا کرنے والے کسی خطرناک تنظیم سے یا ماسک مین سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"شاباش، صحیح سمت میں سوچ رہی ہو، آگے بولو۔"

"اگر ویلی کو ماسک مین کے آدمی لے جا رہے تھے تو ماسک مین کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکل بوبا اور جو جو بھی سرگرم عمل ہوں گے۔ وہ ویلی کے باپ کے دماغ میں آتے ہوں گے، اگر میں ویلی کے باپ کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کروں گی تو یہ راز فاش ہو جائے گا کہ ویلی کو بچانے والے فرہاد کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، اس طرح تمہارے اور علی کے بے نقاب ہونے کا اندیشہ ہے۔"

"بالکل ٹھیک، تم تھوڑی سی ٹریننگ کے بعد سپر پہلو پر نظر رکھنے لگو گی۔"

"شکریہ سسٹر۔"

"تم ویلی کے باپ کے پاس رہو، میں اُسے فون پر مخاطب کروں گی۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا اپنے بنگلے سے باہر آئی، کار میں بیٹھ کر ساحلی راستے پر تھوڑی دور تک گئی پھر کار روک کر ایک ٹیلی فون بوتھ میں آئی، وہاں سے اُس نے میری کلب کے منیجر کو فون کیا پھر اس سے کہا "تمہارے کلب میں مسٹر ہوپ کن موجود ہیں، پلیز انھیں فون پر بلائیں۔"

وہ کسی بھی معاملے میں ایک ایک پہلو پر توجہ دیتی تھی۔ یہی فون وہ اپنے بنگلے سے کر سکتی تھی لیکن ویلی کا باپ ملٹری انٹیلی جنس کا چیف تھا۔ ٹراسفارمیشن کا گارڈ بھی تھا۔ اس کے فون کال ٹیپ کیے جاتے ہوں گے ایسی صورت میں فوجی سراغ رسانوں کو معلوم ہو جاتا کہ سائمن کی والدہ نے مسٹر ہوپ کن کو فون کیا ہے۔

فون پر ہوپ کن کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے کہا "مسٹر ہوپ کن! تمہاری بیٹی ہمارے پاس ہے، ابھی وہ خیریت سے ہے اگر تم نے پولیس یا فوج کو اس کے اغوا کی رپورٹ دی تو وہ خیریت سے نہیں رہے گی۔"

"تم کون ہو؟"

"ابھی دوست ہوں، میرے مشورے پر عمل نہیں کرو گے تو دشمن بن جاؤں گی۔"

"میں عمل کر رہا ہوں، جس وقت تمہارے آدمی ویلی کو لے جا رہے تھے، میں فوجی امداد حاصل کرنے کے لیے ٹیلی فون کرنے جا رہا تھا، تب ایک عورت نے میرے دماغ میں آکر وارننگ دی کہ میں موٹر بوٹ یا ہیلی کاپٹر میں تعاقب نہ کروں۔ پولیس اور فوج سے مدد حاصل نہ کروں، ورنہ ویلی کو گولی مار دی جائے گی۔"

یہ حیرانی کی بات تھی کہ کسی عورت نے ہوپ کن کے دماغ میں آکر دھمکی دی تھی جبکہ لیلیٰ اور سلطانہ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اُسی وقت لیلیٰ، سونیا کے پاس یہی کہنے آئی تھی کہ خیال خوانی کرنے والی کوئی عورت ویلی کے ذریعے اس کے باپ کو کمزور بنا رہی ہے۔ سونیا نے فون پر کہا "مسٹر ہوپ کن! جو عورت تمہارے دماغ میں آتی ہے اُس سے نجات حاصل کرو، شراب چھوڑ دو۔ صبح اُٹھ کر یوگا کی پریکٹس کرو۔ جب وہ عورت دماغ میں آنے کے قابل نہیں رہے گی تو میں تم سے فون پر بات کروں گی۔"

"میری بیٹی کا کیا ہوگا؟"

"وہ میری پناہ میں محفوظ ہے۔ اُس ٹیلی پیتھی جاننے والی..... عورت کے فریب میں نہ آؤ۔ میں نے اُس کے منصوبے کو ناکام بنا دیا ہے۔ وہ کبھی ویلی تک نہیں پہنچ سکے گی۔"

"جب تم ویلی کی حفاظت کر رہی ہو تو پھر ہماری دوست ہو۔ مجھ سے ملو یا مجھے اپنے پاس بلاؤ۔"

"تاکہ وہ خیال خوانی کرنے والی تمہارے دماغ میں بیٹھ کر میرے پاس پہنچ جائے۔ مسٹر ہوپ کن! ذرا غور کرو، شراب نوشی نے ابھی تمہاری بیٹی کو تم سے جدا کر دیا ہے۔ اوکے کل رابطہ کروں گی، گڈ لک۔"

اُس نے ریسیور رکھ کر لیلیٰ سے پوچھا "کیا تم نے ہوپ کن کے دماغ میں ٹیلی پیتھی جاننے والی کی آواز سنی ہے؟"

"نہیں، وہ موجود نہیں تھی۔ میرا خیال ہے سسٹر! وہ جو جو ہوگی۔"

"ماں ماسک مین کے پاس وہی ایک خیال خوانی کرنے والی لڑکی ہے لیکن یہ مت بھولو کہ یہاں سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی جو فہرست ہمارے پاس ہے۔ اُس میں بھی تین لڑکیوں کے نام ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا "ایک جورا جوری ہے، میں اس کے دماغ کو ٹٹول چکی ہوں۔ وہ ہماری معمولہ ہے، کسی سازش میں شریک نہیں ہے۔ باقی دو لڑکیوں تک ہمیں پہنچنا ہے۔"

"اور جلد پہنچنا ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ ماسک مین یا یہودی تنظیم کے سربراہ ٹھیک ہماری طرح یہاں کے سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو فریب کر رہے ہیں ہو سکتا ہے، وہ کسی خیال خوانی کرنے والی لڑکی کو اپنی دوست یا معمولہ بنا چکے ہوں۔"

"تمہارا شبہ درست ہو سکتا ہے۔ ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ٹھیک ہماری طرح کوئی ویلی کو اغوا کرنا چاہے گا۔ بالکل ہماری طرح کوئی سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ رہا ہوگا۔"

"سلطانہ کو بلاؤ۔"

لیلیٰ چلی گئی۔ سونیا بوتھ سے باہر آکر کار میں بیٹھ گئی۔ اُسے اسٹارٹ کرتے وقت سلطانہ نے کہا "سسٹر! تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔"

یہ دونوں بہنوں کا سلام بھی ہوتا تھا اور کوڈ ورڈز بھی تھے۔ سونیا نے کہا "تم پر بھی سلامتی ہو۔ ہماری لسٹ میں تین لڑکیوں کے نام ہیں۔ جورا جوری، اَپالا اور شپلا۔ تم جس ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہو، ابھی اس کا پیچھا چھوڑ دو۔ اَپالا اور شپلا کے متعلق معلومات حاصل کرو۔ تمہیں اُن کے پتے اور رشتے داروں کے نام لیلیٰ سے معلوم ہو جائیں گے۔"

لیلیٰ نے کہا "سسٹر! تم جان بوجھ کر انجان بن رہی ہو۔ یہ اچھی طرح جانتی ہو کہ سلطانہ مجھ سے نام اور پتے نہیں پوچھے گی۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "پتا ہے، میں پردہ رکھ رہی تھی۔ یہ سلطانہ بڑی گہری ہے۔ سلمان واسطی عرف سپر ماسٹر ارے سے دوستی کی ہے۔ اسی کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ رہی ہے کیوں سلطانہ! دوستی کس مرحلے پر ہے؟"

"اوہ سسٹر! مذاق نہ کرو، دوستی اور صرف دوستی ہے۔"

سونیا نے کہا "دیکھو سلطانہ! ہم عورتوں میں چُپ چاپ تمہاری بات کھل جائے تو بہتر ہے، ورنہ میں سلمان واسطی کی زبان کھلوا سکتی ہوں۔"

"ضرور کھلواؤ، سانچ کو آنچ نہیں، میں جا رہی ہوں۔"

سونیا اور لیلیٰ نے ہنستے ہوئے کہا "بھاگ رہی ہے۔" وہ بھاگ گئی۔

علی تیمور، ویلی کے ساتھ چار گھنٹے تک بھٹکتا رہا۔ اس سے پہلے ایک گھنٹا دشمنوں سے نمٹنے میں صرف ہوا تھا۔ کل پانچ گھنٹوں میں انھوں نے بہت لمبا سفر کیا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک ویران ساحل پر پہنچے تھے۔ ویلی نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ کون سی جگہ ہے؟"

علی نے دل میں کہا "جہنم ہے، عورت ساتھ ہو تو مرد کبھی جنت میں نہیں پہنچتا۔"

موٹر بوٹ ساحل سے آکر لگ گئی۔ علی نے مائلون کی رسّی لے کر بوٹ کو ایک بڑے پتھر سے باندھا پھر سیٹوں کے نیچے بنے ہوئے خانوں میں سے ضرورت کا سامان نکالنے لگا۔ ریوالور کے کارتوس، ٹارچ لائٹ، کھانے کے پیک کیے ہوئے ڈبے اور کمبل وغیرہ نکلے آئے۔ وہ بولی "کیا ہم رات یہاں گزاریں گے؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے، دشمن واپس آگئے تو اُن کے گھر میں گزاریں گے۔"

"تم مجھے ڈرا رہے ہو۔"

"ڈرنے سے عقل کام نہیں کرتی۔ تھوڑی سی بھی عقل

ہے تو سوچو۔ کیا دشمن ہمیں عشق کرنے کے لیے سمندر میں چھوڑ گئے ہیں۔ میری پیش گوئی یاد رکھو، پہلے ایک ہیلی کاپٹر تھا اب کئی ہوں گے اور وہ ہمیں سمندر اور ساحل علاقوں میں ڈھونڈتے پھریں گے۔"

"وہ سب تمھیں گولیوں سے چھلنی کر دیں گے کیا تم میری خاطر خطرات کو دعوت دے کر پچھتا نہیں رہے ہو؟"

"دوست کے لیے خطروں سے کھیلنے کا نام دوستی ہے۔"

"تم بہت اچھے ہو۔ اپنے خیالات میں تھوڑی سی لچک پیدا کر لو۔ یہ کہہ دو کہ دوست کے لیے جان کی بازی بھی لگائی جاتی ہے اور دل سے گلے بھی لگایا جاتا ہے۔"

اُس نے ویلی کو دیکھا۔ اس میں شبہ نہیں تھا کہ وہ بے حد حسین تھی ..... اس کے پیار کی سچائی بھی اپنی طرف مائل کرتی تھی لیکن علی کا ضمیر کہتا تھا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی کو ٹریپ کرنے کے بعد یہاں سے جانا ہو گا۔ ویلی کو چھوڑنا ہو گا۔ اُسے دوست بنایا جا سکتا ہے۔ شریک حیات نہیں بنایا جا سکتا۔ شریک حیات کے لیے اُس کا آئیڈیل کوئی اور ہی تھی جو ابھی تک اُسے نظر نہیں آئی تھی۔

وہ اسی لیے ویلی سے صرف دوستی رکھنا چاہتا تھا اور یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ بچھڑنے کے بعد اس کے لیے روتی رہے۔ اُس نے پوچھا: "تمھیں پتا ہے، میں صرف ایک لڑکی سے محبت کروں گا۔"

"وہ کون ہے؟"

"وہ ہے، جو میری آزمائش پر پوری اُترے۔"

"پھر تو وہ میں ہوں، آزما کر دیکھ لو۔"

"اچھا یہ بتاؤ، میں نے موٹر بوٹ کو یہاں کیوں روکا ہے؟ ہم ساحل کے کسی دوسرے حصے میں بھی اُتر سکتے تھے۔"

اُس نے جواب دیا: "اِدھر ساحل سے ذرا دُور درخت نظر آ رہے ہیں، جہاں درخت ہوتے ہیں وہاں انسانی آبادی ہوتی ہے۔ تم کسی آبادی میں پہنچنے کے لیے یہاں آئے ہو۔"

"تمھارا جواب غلط ہو گیا، جہاں درخت ہی درخت ہوتے ہیں وہاں جنگل ہوتا ہے آبادی کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔"

وہ مایوس ہو گئی پھر بولی: "اگر میرا جواب درست ہوا اور کہیں قریب ہی آبادی نظر آئی تو؟"

"تو تم جیت جاؤ گی۔"

"اونہہ، بڑے آئے اپنا بھاؤ دکھانے والے ... اگر میرا جواب غلط ہے تو صحیح کیا ہے؟ اِدھر موٹر بوٹ کیوں لائے ہو؟"

"ذرا سر اُٹھا کر اور سر اُٹھا کر دیکھو۔ دائیں بائیں اور اوپر چٹانیں ہی چٹانیں ہیں۔ یہ موٹر بوٹ یہاں اچھی طرح چھپ گئی ہے۔ ہیلی کاپٹروں سے پرواز کرنے والے اس بوٹ کو نہ دیکھ سکیں گے نہ اِدھر ہماری موجودگی کا شبہ کریں گے۔"

"اوہ گاڈ! تم کتنی دُور کی سوچتے ہو۔"

"میں تحفظ کے لیے سوچتا ہوں۔ محبت میں اندھا بن جاؤں تو یہ ایسی تدبیریں دماغ میں نہیں آئیں گی۔"

"مجھے طعنے نہ دو۔"

"تمھاری طرح میں نے بھی ساحل پر درخت دیکھے ہیں۔ مجھے آبادی کی نہیں، تحفظ کی ضرورت ہے۔ میں نے سوچا ہم کسی آبادی کی طرف درختوں کے سائے میں چلیں گے تو اوپر سے ہیلی کاپٹر والے ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے۔"

"کمال ہے تم وقت سے پہلے اتنی ساری باتیں سوچ لیتے ہو اور میں جو اتنے قریب ہوں، میرے لیے کوئی جذبے والی سوچ پیدا نہیں ہوتی؟"

علی نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "حسینا! میں صرف اپنی قدر کروانے پر تلی رہتی ہیں۔ تم نہیں سُدھرو گی، چلو۔"

اس نے ضروریات کا تمام سامان ایک کٹ میں رکھ کر اُسے پُشت پر لاد لیا پھر چٹانوں کے سائے سے نکل کر مارچ کو روشن کیا۔ وہ ساحلی حصہ سمندر سے اونچائی پر تھا۔ اوپر جانے کے لیے پتھروں پر سنبھل سنبھل کر پاؤں رکھنا ضروری تھا۔ اُس نے ویلی سے کہا: "تم میرے آگے رہو۔ خدانخواستہ پاؤں پھسلے گا تو میں سنبھال لوں گا۔"

اُس نے سہارا دے کر اُسے ایک پتھر پر چڑھایا پھر خود اُس پتھر پر آ کر بولا: "اوپر چڑھو۔"

اُس نے چڑھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ علی نے اسے پھر سہارا دے کر اوپر والے پتھر پر پہنچایا۔ وہاں سے اس کے اوپر پھر اس کے اوپر اور اسے پکڑ پکڑ کر چڑھاتا رہا۔ وہ خود اپنی کوششوں سے کسی ایک پتھر پر بھی نہ چڑھ سکی۔ علی نے بڑی مشکلوں سے بلندی پر پہنچایا۔

وہ اوپر پہنچ کر ہانپنے لگی۔ علی نے کہا: "یہاں نہ بیٹھو، جلدی چلو۔"

وہ ہانپتے ہوئے بولی: "ذرا دم لو، تم آدمی ہو یا جن؟

ے اُٹھا کر چڑھاتے رہے۔ کٹ کا بوجھ اُٹھا کر خود چڑھتے ہے مگر تم ہانپ نہیں رہے ہو۔"

"تم یہاں سے چلتے چلتے بھی باتیں کر سکتی ہو۔"

"آخر اتنی جلدی کیا ہے۔ یہاں سے سمندر کو دیکھو، نظارہ دلفریب لگ رہا ہے۔"

دُور کہیں سے ہیلی کاپٹروں کی آوازیں آنے لگیں۔ علی نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا: "تمھارے چاہنے والے آ گئے، دوڑو۔"

وہ کیا دوڑتی، علی اُسے کھینچتے ہوئے دوڑاتے ہوئے درختوں کی طرف جانے لگا۔ دشمنوں کا خوف نہ ہوتا تو وہ دوڑتے دوڑتے گر پڑتی پھر دشمن ہی اُسے اُٹھا کر لے جاتے جبکہ وہ علی کا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ ہیلی کاپٹروں کی آوازیں آ رہی تھیں اور بہت دُور آسمان پر چمکتی بجھتی سُرخ روشنیوں سے پتا چل رہا تھا کہ اس بار دو ہیلی کاپٹر ہیں۔ ایک سمندر پر پرواز کر رہا تھا۔ دوسرا ساحل پر اُن کی طرف آ رہا تھا۔ قریب آنے سے پہلے ہی وہ دونوں درختوں کے سائے میں پہنچ گئے۔

گردش کرتے ہوئے پنکھے کی طوفانی ہواؤں سے درختوں کے پتے اور شاخیں ہل رہی تھیں۔ ہیلی کاپٹر کی سرچ لائٹ اُن درختوں پر سے پھسلتی ہوئی گزر رہی تھی مگر دونوں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر وہاں سے گزر گیا۔ وہ اطمینان کی سانس لے کر بولی: "وہ تمھیں دیکھ سکے تم بہت زخمی ہو اگر درختوں کے سائے میں نہ لاتے تو ..."

علی نے بات کاٹ کر کہا: "پلیز تعریفیں نہ کرو۔ ایک بچہ بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ درخت کے نیچے رہنے سے اوپر پرواز کرنے والے نہیں دیکھ سکتے لیکن تمھارا دماغ بچوں سے بھی گیا گزرا ہے۔"

"میری جان! تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ پتا ہے، میری دادی اور ڈیڈی میری ذہانت کی تعریفیں کرتے ہیں۔"

"ذہین ہونا اور بات ہے، حاضر دماغی سے کام لینا اور بات ہے۔ جو لوگ مصائب یا خطرات سے گھبرا جاتے ہیں، وہ ذہین ہونے کے باوجود ذہانت سے کام لینے کے قابل نہیں رہتے یا تمھاری جیسی لڑکیاں مصیبت میں بھی محبت کے خواب دیکھتی ہیں۔ انھیں دشمن نہیں نظر آتے، صرف فرینڈ نظر آتا ہے تو وہ حاضر دماغی بھول جاتی ہیں۔ اور صرف فرینڈ کے ساتھ جذبات میں بہتی ہیں۔ اُدھر دشمن گولی مار کر چلا جاتا ہے۔ ذرا اپنے آپ پر غور کرو تو میری بات سمجھ میں آئے گی۔"

"تم محبت سے سمجھاؤ گے تو سب سمجھ لوں گی۔"

"آہ! پھر وہی محبت، چلو آگے بڑھو۔"

وہ آگے بڑھی اور ہنستے ہوئے بولی: "آج کے دَور میں تمھارے جیسا کوئی نہیں ہے۔ تمھیں کئی سو سال پہلے پیدا ہونا چاہیے تھا۔ سُنا ہے، پچھلے زمانے میں لڑکے بہت سیدھے اور شریف ہوتے تھے، محبت کو گناہ سمجھتے تھے۔"

علی نے جواب نہیں دیا۔ تیزی سے چلتا رہا۔ اس کے لانبے پاؤں تیزی سے چلتے وقت دوڑتے ہوئے لگتے تھے۔ وہ دوڑتے ہوئے بولی: "تم کیا ہو، تمھاری ہر بات دوسروں سے الگ ہے، چلتے ہو تو مجھے ساتھ دوڑنا پڑتا ہے۔"

پھر ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دی۔ انھوں نے ایک درخت کی آڑ سے دیکھا۔ دو سُرخ روشنیاں جلتی بجھتی چلی آ رہی تھیں۔ وہ دونوں دوڑتے ہوئے ایک گھنے درخت کے سائے میں چلے گئے۔

شام سے ہی بادل چھائے ہوئے تھے۔ اب رہ رہ کر بجلیاں چمک رہی تھیں۔ انھوں نے بجلیوں کی چمک میں دیکھا، ہیلی کاپٹروں کی پرواز بہت نیچی ہو گئی تھی۔ سیڑھیاں لٹک رہی تھیں اور مسلح افراد سیڑھیوں کے آخری نچلے حصے میں آ کر وہاں سے کودتے ہوئے زمین پر آ رہے تھے۔

اس کے بعد دونوں ہیلی کاپٹر پرواز کرتے ہوئے ذرا دور گئے۔ اس بار ایک ہیلی کاپٹر سے ٹریسر گولی چلائی گئی۔ ٹریسر گولی جب فضا میں بھٹکتی ہے تو اندھیری رات میں دور تک کئی سیکنڈ کے لیے روشنی پھیل جاتی ہے۔ علی اور ویلی نے اُس روشنی میں دیکھا، دوسری طرف بھی مسلح افراد ہیلی کاپٹروں سے اُتر رہے تھے۔ وہ تعداد میں چھ تھے۔ اس سے قبل اُترنے والوں کی تعداد بھی یہی تھی۔

گردش کرتے ہوئے پنکھوں کے شور میں کتوں کی آوازیں سُنائی دیں۔ ویلی نے حیرانی سے دیکھا، چند کتوں کو ایک جال میں ڈال کر ہیلی کاپٹر سے زمین پر پہنچایا جا رہا تھا۔ علی نے ایک قدم پیچھے جا کر ویلی کو سر سے پاؤں تک دیکھا پھر پوچھا: "کیا تمھارے بدن کا کوئی کپڑا دشمنوں کے پاس رہ گیا تھا؟"

پنکھے کے شور میں بات سنائی نہیں دی وہ بولی: "کیا کہہ رہے ہو؟"

اس نے ویلی کے کان سے منہ لگاتے ہوئے اپنا سوال دہرایا۔ ویلی نے شرارت سے اپنا سر گھمایا۔ کان سے لگ کر بولتے ہوئے ہونٹ ویلی کے لبوں کے قریب آ گئے۔ جوانی کی آنچ آئی۔ وہ فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا۔ وہ مسکرا کر بولی: "میرا اسکارف ایک شخص کے پاس

رہ گیا تھا۔"

پنکھے کے شور میں ویلی کی بھی آواز سنائی نہیں دی۔ علی نے اشارے سے پوچھا۔ "کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ اشارے سے سمجھاتے ہوئے بولی۔ "مجھے قریب آکر کان میں بولنے دو۔"

علی نے انکار میں سر ہلایا۔ پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف دوڑنے لگا۔ دونوں پہلی کا پیڑ دور جا رہے تھے۔ شور ختم ہو گیا تھا۔ بہت دور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ دوڑتے ہوئے بولا۔ "تمہارا کوئی پُرانا اُن کتوں کو سونگھایا گیا ہے۔"

"وہاں میں تم سے کہہ رہی تھی کہ میرا اسکارف اُن کے پاس رہ گیا ہے۔"

"لیکن میں نے تو تمام دشمنوں کو موٹر بوٹ میں ہی ختم کر دیا تھا۔ پھر ہیلی کاپٹر والوں کو تمہارا اسکارف کیسے مل گیا؟"

وہ بولی۔ "میری کلب کے سامنے ان کا ایک آدمی ساحل پر رہ گیا تھا۔ اسکارف اُسی کے ہاتھ میں تھا۔"

"بڑی مصیبت ہو گئی ہے۔ ہم تاریکی میں انسانوں سے چھپ سکتے تھے۔ ان کتوں سے چھپ نہیں سکیں گے۔ یہ تمہاری بو سونگھتے ہوئے پہنچ جائیں گے۔"

وہ دوڑتے دوڑتے ہانپنے لگی۔ ایک جگہ رک کر بولی۔ "اب مجھ میں دوڑنے کی ہمت نہیں ہے۔"

"وہ تمہیں کتوں کے ذریعے گھیر لیں گے۔ تمہیں پھر پکڑ کر لے جائیں گے۔"

وہ بدستور ہانپتے ہوئے بولی۔ "میں کیا کروں؟ میں کیسے دوڑوں؟"

علی نے سر گھما کر دیکھا۔ بہت دور ٹارچ کی روشنیاں اِدھر اُدھر حرکت کرتی دکھائی دے رہی تھیں۔ کتے بھی بھونک رہے تھے اور دشمنوں کو ان کی طرف لا رہے تھے۔ علی نے کہا۔ "اچھا تو تم کتوں کے پاس جاؤ۔ میں چلا۔"

وہ اُسے چھوڑ کر دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ وہ چیختے ہوئے پیچھے پیچھے دوڑتے ہوئے بولی۔ "تمہیں شرم نہیں آتی۔ مجھے مصیبت میں چھوڑ کر جا رہے ہو؟"

اُس نے جواب نہیں دیا۔ مخصوص رفتار میں دوڑتا رہا۔ وہ اُس کے پیچھے بولتی رہی۔ اپنے حوصلے کے مطابق دوڑتی رہی پھر لڑکھڑا کر گر پڑی۔ علی نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ اپنی رفتار سے دوڑتا چلا گیا۔

وہ ہانپتے ہوئے غصے سے کہہ رہی تھی۔ "آئی ہیٹ یو۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ بزدل کہیں کے تم مرد ہی کب تھے۔ میرے حسن و شباب کے اتنے قریب رہ کر مرد وہ رہنے والا دشمنوں کے سامنے مرد کیسے بنے گا۔ ڈیم یو۔ آئی ہیٹ یو۔"

کتوں کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اُن پر ٹارچ کی روشنیاں پڑنے لگیں۔ وہ اُسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ دو سیاہ رنگ کے کتے اس کی طرف غرا رہے تھے۔ وہ سہم کر چیخنے لگی۔ "مجھ پر کتے نہ چھوڑو۔ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ تم جو کہو گے میں وہ بات مان لوں گی۔ کتوں کو دور ہٹاؤ۔"

دو اُن کتوں کو دو آدمیوں نے قابو میں رکھا ہوا تھا۔ اپنے ہاتھ کے اشارے پر کتوں کو ذرا دور لے گئے۔ ٹیم لیڈر نے ویلی سے پوچھا۔ "تمہارا ساتھی کہاں ہے؟"

وہ نفرت سے بولی۔ "وہ ساتھی نہیں تھا۔ اُلو کا پٹھا تھا۔ اُسے سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ مجھ سے کیا چاہتا تھا۔ کتوں کی آواز سن کر مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جس نے تمہارے لیے جان کی بازی لگا کر موٹر بوٹ میں ہمارے آدمیوں کو مار ڈالا۔ ہمارے ایک ہیلی کاپٹر کو واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ وہ تمہیں اس طرح چھوڑ کر کیسے بھاگ سکتا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ ٹیم لیڈر نے چاروں طرف گھومتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ "نوجوان! تم جو کوئی بھی ہو، بزدل نہیں ہو۔ دلیر بھی ہو اور چالاک بھی۔ میری ایک آواز پر سامنے آجاؤ۔ تو تمہیں کوئی گولی نہیں مارے گا۔ ہم تمہارے جیسے دلیر نوجوان کی قدر کریں گے۔ اگر تم سامنے نہیں آؤ گے تو اس کا مطلب ہو گا تم خطرناک تو ہو مگر احمق ہو۔ چھپ کر ہم پر حملہ کرنے کی حماقت میں مارے جاؤ گے۔"

اُسی وقت بارش ہونے لگی۔ ایک اور مسلح شخص نے لیڈر سے کہا۔ "ہمارا وقت برباد نہ کرو۔ آجاؤ۔ ہم تمہاری پہلی دشمنی کو معاف کر دیں گے۔"

اُنھیں کوئی جواب نہیں ملا۔ بارش تیز ہوتی جا رہی تھی۔ ٹیم لیڈر نے کہا۔ "وہ احمق نہیں ہے چالاک ہے۔ ہماری بات پر بھروسا کر نہیں آئے گا لیکن اِس لڑکی کا سچا عاشق ہے تو اس کی عزت بچانے ضرور آئے گا۔ اِس کے کپڑے پھاڑ ڈالو اور اس کی تصویریں اُتارو ہم اس کی لٹتی ہوئی عزت کا تماشا تصویروں کے ذریعے اِس کے باپ کو دکھائیں گے اور اِس کا یار تو کہیں چھپ کر دیکھ ہی رہا ہو گا۔"

لیڈر کا حکم سنتے ہی چھ افراد ویلی کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھے۔ وہ رونے لگی۔ پیچھے ہٹتے ہوئے کہنے لگی۔ "نہیں نہیں، میرے قریب نہ آؤ مجھے یہ تو بتاؤ، مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

ایک نے کہا۔ "تیری تصویریں تیرے باپ کے ذریعے ہیلی کاپٹر جاننے والے بھائی تک پہنچائی جائیں گی۔ اُس سے کہا جائے گا کہ وہ ہمارا وفادار نہیں بنے گا اپنی ٹیلی پیتھی سے ہمیں فائدہ نہیں پہنچائے گا تو ہم یہ تصویریں عام کر دیں گے۔ اُسے کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔ اس کے چچی اور ڈیڈی کو بھی قتل کر دیں گے۔"

یہ کہتے ہوئے اُس نے ویلی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ ایک طرف ہٹنا چاہتی تھی مگر بلاؤز کی آستین ہاتھ آ گئی۔ اُس ہاتھ نے ایک جھٹکا دیا۔ آستین پھٹتی چلی گئی۔ گورا چٹا ہوا بازو میں بھیگتا ہوا بازو ننگا ہو گیا۔ ہوس پرستوں کے دیدے پھیل گئے۔ منہ سے رال بھی ٹپک رہی ہو گی لیکن بارش کے پانی میں رال دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ دوسرے شخص نے گریبان پکڑ کر کھینچا۔ لباس اوپر سے کمر تک پھٹتا چلا گیا۔ وہ چیخنے لگی۔ "بچاؤ۔ ہیلپ ہیلپ می فار گاڈ سیک۔"

اچانک ٹھائیں ٹھائیں کی آوازوں کے ساتھ تین گولیاں چلیں۔ دونوں کتے اچھلے اور تڑپ کر گرے پھر ٹھنڈے پڑ گئے۔ تیسری گولی ٹارچ روشن کرنے والے کو لگی اس کے ساتھ ہی اندھیرا چھا گیا وہ تیسری گولی دیکھی تھی کہ جو بھی ٹارچ روشن کرے گا وہ نشانے پر آ کر مارا جائے گا۔

یہ جنگ شروع کرنے کا کامیاب طریقہ تھا۔ اُس نے سب سے پہلے کتوں کو مار کر ویلی کے سر سے یہ خطرہ ٹال دیا تھا کہ جنگ کے دوران کتے اس کی بُو پر لپکیں گے۔ پھر ٹارچ والے کو مار کر سمجھا دیا تھا کہ جنگ اندھیرے میں ہو گی جو بھی اسے تلاش کرنے کے لیے ٹارچ روشن کرے گا حرام موت مرے گا۔

ایک شخص نے اندھیرے میں اُدھر فائر کیا جدھر سے علی نے گولیاں چلائی تھیں۔ یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ جنگ کا آغاز کرنے والا اپنی جگہ بدل چکا ہو گا اُس نے ایک چانس لیا۔ مگر یہ چانس علی کے کام آیا۔ اندھیرے میں فائر کرنے والے کی گن سے شعلے لپکے تھے۔ علی نے ان شعلوں پر گولی چلائی تو ایک چیخ سنائی دی دوسرا دشمن بھی مارا گیا۔

ٹیم لیڈر نے دل ہی دل میں تسلیم کر لیا کہ ویلی کا عاشق تنہا گوریلا جنگ لڑنے کا تجربہ رکھتا ہے۔ وہ سب دبے قدموں تاریکی میں راستہ ٹٹولتے ہوئے کسی نہ کسی درخت کی طرف جانے لگے۔ ایسے ہی وقت بجلی چمکی۔ اس کی لمحاتی روشنی میں ٹھائیں ٹھائیں دو فائر ہوئے۔ دو اور لڑھکے۔ پھر اندھیرے میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

ویلی اپنی جگہ سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا ایسے وقت کیا کرنا چاہیے۔ ہر لمحہ گولیوں سے بچنے کے لیے زمین پر بیٹھ جانا چاہیے تھا مگر عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ ایسے وقت اچانک ہی کسی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا پھر اُسے کھینچتے ہوئے لے جانے لگا۔ وہ کھٹی کھٹی سی آواز میں اُوں اُوں کر رہی تھی خود کو چھڑانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اُسے کھینچ کر لے جانے والا ایک درخت کی آڑ میں آ کر سرگوشی میں بولا۔ "چپ سُتور کی بچی! تیری آواز پر گولی آئے گی تو میں مارا جاؤں گا۔"

وہ شاید کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن ایک ریوالور کی نال کنپٹی سے آ کر لگ گئی۔ علی کی سرگوشی سنائی دی۔ "ہتھیار پھینک دو۔ دوسری بار نہیں بولوں گا گولی مار دوں گا۔"

اُس نے ویلی کو چھوڑ دیا۔ ہتھیار پھینک دیا۔ ویلی خوش ہو کر علی سے لپٹنے آ رہی تھی۔ وہ ڈانٹ کر بولا۔ "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ اسی طرح درخت کی آڑ میں رہو۔"

اُس نے ہتھیار پھینکنے والے کی تلاشی لی۔ اُس کی جیب سے ایک بڑے سائز کا لائٹر نکلا۔ اس نے لائٹر کا تمام پٹرول اس کے لباس پر چھڑک دیا وہ سہم کر بولا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

علی نے کہا۔ "ابھی تم نے کہا تھا کہ اس لڑکی کا بدن دیکھ کر تمہارے بدن میں آگ لگ گئی۔ لہٰذا اب آگ لگ رہی ہے۔"

"نہیں، پلیز معاف کر دو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، تمہیں گولی نہیں ماروں گا۔ تم آگ لگتے ہی اپنے ساتھیوں کے پاس دوڑتے ہوئے جاؤ گے، وہ آگ بجھا دیں گے۔ ایسا نہیں کرو گے اپنے ساتھیوں کے پاس مدد کے لیے نہیں جاؤ گے تو گولی مار دوں گا۔"

اُس نے لائٹر کو جلایا۔ اگرچہ اس کا تمام پٹرول اس پر چھڑک چکا تھا پھر بھی وہ ذرا سی دیر کو جلا اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ علی نے لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دور گیا پھر شعلوں میں لپٹا ہوا حلق پھاڑ کر چیختا ہوا دور بھاگنے لگا۔ "بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔ یہ آگ بجھاؤ۔ مجھے بچاؤ۔"

علی نے اس کے پھینکے ہوئے ہتھیاروں میں سے ایک ہینڈ گرینیڈ اُٹھا لیا تھا۔ اُدھر ساتھیوں نے دیکھا کہ اپنا آدمی شعلوں میں لپٹا ہوا اُن کی موت بن کر آ رہا ہے تو اُن میں سے ایک نے اُسے گولی مار دی۔ جدھر سے فائر کر کے اسے گولی ماری گئی تھی اُدھر علی نے ہینڈ گرینیڈ کی پن نکال کر پھینکا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی زبردست دھماکا ہوا کتنے ہی دشمن ایک پتھر کے پیچھے سے اُچھل کر زمین پر گرے پھر اُٹھ نہ سکے۔

جس کے لباس میں آگ لگی تھی۔ اُس کی موت کے بعد بھی لباس سے شعلے بھڑک رہے تھے، دور تک اُس ویرانے کو روشن کر رہے تھے ..... علی نے یہی سوچ کر کہ آگ لگائی تھی کہ چھپے ہوئے دشمن ایک بار نظر آ جائیں۔ اس کا کام ہو گیا تھا۔ موسلا دھار بارش کے باعث شعلے بجھ گئے۔ پھر تاریکی چھا گئی۔ اس تاریکی سے فائدہ اُٹھا کر سب اپنی اپنی پوزیشن بدلنے لگے

علی نے دشمن کے پھینکے ہوئے ہتھیار اٹھا کر ویلی کے کان میں کہا۔ "میرے ساتھ زمین پر رینگتی چلو۔"

وہ اُس کی ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ مسلسل بارش کی وجہ سے زمین دلدلی ہوگئی تھی۔ ویلی کیچڑ سے لت پت ہو رہی تھی۔ اپنے گورے بدن کی ناقدری کا احساس ہو رہا تھا مگر اِس احساس پر دشمنوں کا خوف غالب تھا۔ وہ رینگتی ہوئی ایک بڑے سے پتھر کے پاس آئی۔ وہاں تین لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ سرگوشی میں بولی۔ "یہ تو وہی جگہ ہے جہاں تم نے ہینڈ گرنیڈ پھینکا تھا۔ یہاں دشمن ہیں۔"

وہ کان کے قریب بولا۔ "اب نہیں ہیں۔ دشمنوں نے پوزیشن بدل لی ہے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ میں اُن کی ہی چھوڑی ہوئی جگہ کو تمھاری پناہ گاہ بنا رہا ہوں۔ تم یہاں سے حرکت نہیں کرو گی، ایک آواز نہیں نکالو گی۔ میں ابھی واپس آجاؤں گا۔"

وہ جانا چاہتا تھا ویلی آستین پکڑ کر بولی۔ "میں یہاں اکیلی نہیں رہوں گی۔"

اس نے ایک جھٹکے سے آستین چھڑائی۔ اُسے پتھر کے پیچھے دھکا دیا پھر چلا گیا۔ دشمنوں کا خوف نہ ہوتا تو وہ چیخ چیخ کر اُسے جنگلی اور بے حس کہتی۔ کوئی مہذب اور دل والا یوں کیچڑ میں سنے ہوئے کنول کو پتھر کے پیچھے پھینک کر نہیں جاتا۔ وہ دل ہی دل میں کڑھ رہی تھی اور ساتھ ہی اس پر قربان ہونے کے لیے مچل رہی تھی۔

علی رینگتا ہوا ویلی سے دور چلا آیا۔ ایک درخت کی آڑ میں پہنچا۔ اُسی وقت ٹریسر گولی کے ذریعے دور تک روشنی پھیل گئی۔ اِس بار دشمن اُسے روشنی میں دیکھنا چاہتے تھے۔ اُس روشنی میں ایک کیمرے کی فلیش لائٹ کا جھماکا ہوا۔ کچھ فاصلے پر ایک مسلح شخص نے علی کی تصویر اُتاری تھی پھر درخت کی آڑ میں چلا گیا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اُس نے درخت کے پیچھے سے فائر کیا۔ علی کے لیے چند سیکنڈ بہت تھے۔ وہ جگہ بدل چکا تھا۔

درخت کے پیچھے سے فائر کرنے والے نے بلند آواز سے کہا۔ "علی تیمور! تم بے نقاب ہو گئے ہو۔ میں نے ابھی ابھی تمھاری میک اَپ کیمرے کے ویو فائنڈر میں تمھیں دیکھا ہے۔ اِس کیمرے میں تمھارے اصلی چہرے کی تصویر محفوظ ہو چکی ہے۔ تم جیتی نہیں جا سکتے۔ دوسرے درخت کے پیچھے سے ٹیم لیڈر کی آواز آئی۔

"اینٹی میک اَپ کیمرے نے بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ ہمارے باس نے درست کہا تھا کہ موٹر بوٹ میں جان لڑا کر ہمارے آدمیوں کو مارنے والا کوئی عاشق نہیں ہو سکتا۔ ویلی کو ہم سے چھڑا کر لے جانے والا ہاتھ بہت اہم ہے۔ اِس ہاتھ کے پیچھے کوئی بڑی سازش ہے۔ اب سارا کھیل سامنے آگیا ہے۔ فرہاد کی فیملی ویلی کے ذریعے اس کے قبیلے پر حملہ کرنے والے بھائی تک پہنچنا چاہتی ہے۔"

تیسرے درخت کے پیچھے سے تیسرے شخص نے کہا۔ "ویلی! تم جہاں بھی ہو، ہماری آواز تمھارے کانوں تک پہنچ رہی ہے۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ تمھارے بھائی تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ہم تمھیں اغوا کرنا چاہتے ہیں اور یہی کام علی تیمور بڑی مہارت سے کر رہا ہے۔ جتنی بیتھوبن کر تمھیں دھوکا دے رہا ہے۔"

ٹیم لیڈر کی آواز گونجنے لگی۔ "ہم ویلی کو یہ نہیں کہتے کہ ہم شریف ہیں بلکہ یہ سمجھاتے ہیں کہ جس پر وہ بھروسا کر رہی ہے وہ بے حد خطرناک شریف ہے۔ تمھارے قبیلی پتیمی جاننے والے بھائی کو ہیرو کے لیے بابا صاحب کے اڈے کا غلام بنا دے گا یا پھر اُسے قتل کر دے گا۔"

اِس آخری فقرے کے ساتھ ہی اُس کی آواز گھٹ کر رہ گئی۔ علی نے پیچھے سے آکر ایک بازو میں اس کی گردن جکڑ لی تھی۔ زیادہ بولنے کا نتیجہ یہی کچھ ہوتا ہے وہ علی کو بے نقاب کرنے کی خوشی میں بولتے وقت بھول گیا تھا کہ اندھیرے میں اپنی ہی آواز اپنی موت کو بلاتی ہے۔

وہ ٹیم لیڈر اچھا فائٹر تھا۔ اپنی گردن چھڑا کر جوابی حملہ کر سکتا تھا لیکن اندھیرے میں اندھی گوریلا فائٹ کے دوران ذہانت اور تیز رفتاری ضروری ہوتی ہے۔ علی نے اُسے جوابی حملے کا موقع ہی نہیں دیا۔ گردن دبوچتے ہی ایک لانبے چمل کا چاقو اس کے جسم میں پیوست کر دیا۔ اُس کی خاموشی نے باقی ساتھیوں کو بھڑکا یا کہ انھیں موت وہاں کھینچ لائی ہے۔ مقابلے پر فرہاد کا بیٹا ہے۔ فرہاد کی فیملی سے مقدر کی پرانی دشمنی ہے۔ یہ علی تیمور اس لیے بھی ناقابلِ شکست ہے کہ ابھی کوئی ٹیلی پتیمی جاننے والا اس کی مدد کر رہا ہوگا۔ وہ خیال خوانی کرنے والا پتا نہیں کیسے ہماری نشان دہی کر رہا ہے اور علی ہمارے لوگوں کو ایک ایک کر کے ختم کر رہا ہے۔

وہ تعداد میں بارہ تھے۔ جن میں سے نو مارے گئے تھے۔ باقی تین نے وہاں سے بھاگ جانے میں خیریت سمجھی۔ علی اپنی پوزیشن بدل کر ایک پتھر کے پاس آیا وہاں بیٹھ کر تھوڑی دیر تک کسی حملہ کی توقع کرتا رہا۔ پھر اُس نے ایک چھوٹا سا پتھر اُٹھا کر ایک طرف پھینکا۔ کیچڑ میں دھپ سے پتھر کے گرنے کی آواز آئی۔ اِدھر میں کوئی بھی آواز کی سمت گولی چلا سکتا تھا لیکن کہیں سے فائرنگ نہیں ہوئی۔

علی نے دوسری بار ایک ٹارچ کو پتھر کے اوپر رکھا پھر اُسے روشن کرتے ہی وہاں سے لڑھکتا ہوا دور جانے لگا۔ اُس ٹارچ کی روشنی کی طرف ضرور فائر ہونا چاہیے تھا لیکن وہاں مکمل خاموشی

رہی۔ اِس طرح یقین کیا جا سکتا تھا کہ باقی دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں مگر علی اتنی آسانی سے مطمئن ہونے والا نہیں تھا۔ جس طرح وہ چالیں چلتا تھا اُسی طرح دشمن بھی فریب دے کر اُسے گولی مار سکتے تھے۔

وہ تھوڑی دیر تک ایک درخت سے لگا کھڑا رہا۔ پھر ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دی۔ بھاگنے والوں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہیلی کاپٹر طلب کیا ہوگا۔ علی دیکھنا چاہتا تھا کہ دشمن میدان چھوڑ رہے ہیں یا انھیں مزید مدد پہنچائی جا رہی ہے۔ اُس نے شور کی سمت پر ایک ٹریسر گولی چلائی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ پورا علاقہ دور تک روشن ہو گیا۔ اُس روشنی میں بہت دور ایک ہیلی کاپٹر سے بڑھی نکلتی ہوئی دکھائی دی۔ تین آدمی اس پر چڑھتے ہوئے ہیلی کاپٹر کے اندر جا رہے تھے۔ وہ شوٹنگ ٹارگٹ سے بہت دور تھے۔ اس لیے علی نے انھیں جانے دیا۔ ہیلی کاپٹر کے جاتے جاتے روشنی ختم ہو گئی۔ پھر تاریکی چھا گئی۔ اُس نے پتھر پر رکھی ہوئی ٹارچ کو اٹھا کر آواز دی۔ "ویلی! کہاں ہو؟ آجاؤ۔"

وہ کچھ فاصلے پر ایک پتھر کے پیچھے سے اُبھری۔ بارش نے پھر زور پکڑ لیا تھا۔ آسمان سے برستا ہوا پانی اس کے بدن کو دھو رہا تھا۔ علی نے ٹارچ بجھا دی۔ نظارہ گم ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔ چمکتی ہوئی بجلی نے بتایا کہ وہ قریب پہنچ گیا ہے۔ اس نے اپنا کوٹ اُتار کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا کوٹ ہے، اسے پہن لو۔"

وہ ہاتھ بڑھا کر کوٹ لیتے ہوئے بولی۔ "کیسے پہنوں؟ اندھیرا ہے۔ ٹارچ روشن کرو۔"

علی نے زمین کی طرف روشنی کی۔ وہ بولی۔ "میری طرف روشنی کرو۔"

علی بولا۔ "عورت کا حسن چھپنے میں ہے۔ میرے کوٹ میں چھپ جاؤ۔"

وہ بالکل قریب آکر بولی۔ "عورت دوسروں سے چھپتی ہے اپنے مرد سے نہیں۔ میں تمھاری چیز ہوں، تمھیں پورا حق پہنچتا ہے کہ تم برسات میں بھیگتے ہوئے میرے حسن و شباب کو دیکھو۔ مجھے آغوش میں لے لو۔ مجھے پیار کرو۔ پھر اپنے ہاتھوں سے کوٹ پہناؤ۔"

وہ ایک طرف روشن ٹارچ نیچے کر کے چلتے ہوئے بولا۔ "میرے پیچھے چلی آؤ۔ معلوم ہوتا ہے یہاں دور تک آبادی نہیں ہے۔ اتنی دیر تک فائرنگ ہوتی رہی، پولیس والے ہماری مدد کو نہیں آئے۔ اندیشہ ہے کہ..."

وہ پیچھے پیچھے آتے ہوئے بات کاٹ کر بولی۔ "اندیشہ ہے کہ دشمن پھر آئیں گے لیکن سب سے بڑے دشمن تم ہو۔ تم مجھے بار بار نظر انداز کر کے میری انسلٹ کر رہے ہو۔ مجھے بتا رہے ہو کہ میں حسین نہیں ہوں، پیار کے قابل نہیں ہوں۔ تم میری انا کو ٹھیس پہنچا رہے ہو۔ میں نے اٹھارہ برس تک اپنے بدن کو تمھارے لیے سنبھال کر رکھا اور تم اِس پر جیسے تھوک کر جا رہے ہو۔ میں یہ توہین برداشت نہیں کروں گی۔ میں پاگل ہو جاؤں گی۔ میں پاگل..."

علی نے ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اَپ۔ کیا تم نے یہ نہیں سُنا تھا کہ میں جنی میتھو نہیں ہوں۔ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔ تمھارے قبیلی پتیمی جاننے والے بھائی کو ٹریپ کرنے والا ہوں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ وہ دشمن میرا لباس پھاڑ رہے تھے، میری عزت لینا چاہتے تھے اور تم اِس تنہائی میں میری عزت کی طرف بڑھنے سے انکار کر رہے ہو۔ مجھے عزت آبرو سے گھر پہنچانا چاہتے ہو۔ میں اُن ذلیل کتوں کی باتوں پر کبھی یقین نہیں کروں گی۔"

"ذلیل کتے بھی کبھی بھونک کر سچ بتا دیتے ہیں کہ تمھارے گھر میں چور آیا ہے۔ اب میں تم سے نہیں چھپاؤں گا۔ کیونکہ دشمن میرے اصلی چہرے کی تصویر لے گئے ہیں۔ وہ صبح ہونے سے پہلے ہی مجھے اور میرے ساتھیوں کو بے نقاب کر دیں گے۔ یہ رات ہم پر بھاری ہے۔ لہٰذا میں تمھارا ساتھ چھوڑنے سے پہلے اپنی حقیقت بتا رہا ہوں۔"

"نہیں، تم میرا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔ تم مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے خود کو دشمن ظاہر کر رہے ہو۔ اگر یہ حقیقت ہے تو مجھے دشمنی بھی منظور ہے۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے جہنم میں پہنچا دو مگر میرے گھر نہ پہنچاؤ۔ میرے بھائی کو ٹریپ کرو۔ میرے بدلے اس کی ٹیلی پتیمی کا سودا کرو۔ مگر مجھے اپنی آغوش ہی میں رہنے دو۔"

علی نے اچانک ہی رُک کر اُسے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا پھر اُس کے منہ پر ایک طمانچہ جڑ دیا۔ وہ پہلے حیران ہوئی پھر جھنجلائی۔ علی نے کہا۔ "میں تمھارے بھائی کا دشمن ہوں۔ مجھ سے جتنی بھی دشمنی کر و کم ہے۔ مگر تم جن ہو کر اُسے میرے شکنجے میں دیکھنا چاہتی ہو کیوں؟ تمھیں بھائی سے کیا دشمنی ہے؟ کیا اُس نے تمھیں بہن نہیں سمجھا؟ تمھیں بھائی کا پیار نہیں دیا؟ اگر اُس نے بھائی کے تمام حقوق دیے ہیں اور دیتا رہتا ہے تو تم کیسی بہن ہو، جو میری آغوش میں ہوس پوری کرنے کے لیے محبت کرنے والے بھائی سے دشمنی کر رہی ہو؟"

اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ روتے ہوئے بولی۔ "میں بھائی کی دشمن نہیں ہوں۔ خدا گواہ ہے صرف تھا راول جیتنے کے لیے ایسا کہہ رہی تھی۔ میرے اندر یہ یقین پختہ ہے کہ تمھارے جیسا فرشتہ میرے بھائی کو کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

وہ اُس کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا ساحل کی طرف جانے لگا۔ ایسے وقت دماغ پر دشک ہوتی۔ لیلیٰ نے کوڈ زاد اکیسے پھر کہا۔

"میں جنگ کے دوران ویلی کے دماغ میں تھی اور سونیا کو رپورٹ پہنچاتی رہتی تھی۔ کئی بار جی میں آیا کسی طرح تمہارے کام آؤں لیکن سونیا نے سختی سے منع کر دیا۔ تم دونوں بھائی دشمنوں سے نمٹنے کے دوران ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لیتے ہو۔ میں نے آج پہلی بار موجود رہ کر تمہاری گوریلا جنگ دیکھی ہے۔ بیٹے! میں تم پر فخر کرتی ہوں۔"

"شکریہ آنٹی! کام کی بات بتائیں۔"

"میں نے سونیا کو بتا دیا ہے کہ تمہاری اصلیت دشمنوں پر کھل گئی ہے۔ سونیا نے کہا ہے اب حالات تیزی سے بدلتے رہیں گے۔ دشمن ہماری اس کمزوری سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیں گے۔"

"موجودہ حالات میں تمہا کیا چاہتی ہیں؟"

"میں دوسری بار تمہاری تمہا کے پاس گئی تو کوئی عورت اُن کے دماغ میں کہہ رہی تھی کہ مادام سونیا! تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے، علی تیمور ہماری نظروں میں آگیا ہے۔ ہم اُسے کئی طرح سے ٹریپ کر سکتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "پھر تو فوراً ٹریپ کر لینا چاہیے تھا۔ میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

"تم بہت مغرور ہو۔ سمجھتی ہو فرہاد کی فیملی کا کوئی ممبر کبھی کسی کی گرفت میں نہیں آئے گا۔"

"یہ تماشا ابھی تم دیکھ کر آ رہی ہو۔ تمہارے آدمی علی تیمور کے ہاتھوں مارے جا رہے ہیں۔ وہاں سے مایوس ہو کر یہ دیکھنے آئی ہو کہ سونیا کہاں ہے؟ اور کس بھیس میں ہے یہاں بھی تمہیں مایوسی ہو رہی ہے۔"

وہ دماغ میں آنے والی بولی "مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارے اندر کچھ روحانی قوتیں ہیں۔ میں تسلیم کرتی ہوں۔ تمہارے ذریعے یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ کس گھر میں یاس علاقے میں ہو۔ مگر تمہارے چاروں طرف دھند چھائی ہوئی ہے۔"

"اب سانس روکوں گی تو اس دھند سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو جاؤں گی۔"

"پلیز، سانس نہ روکنا۔ میں ایک سمجھوتے کے لیے آئی ہوں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "مجھے بتاؤ۔ تم کو ہماری تمہاری منزل ایک ہے۔ ہم ویلی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی پال ہوپکن کو قابو میں کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے آپس کے جھگڑے میں وہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ تم واقعی ذہین ہو سونیا! تم نے ہمارے تمہارے مشترکہ نقصان کو سمجھ لیا ہے۔ ہمیں مل کر کام کرنا چاہیے۔"

"مل کر کام کرنے کے لیے ایک دوسرے سے واقفیت ضروری ہے۔ تم مجھے جانتی ہو میں نے تمہیں اپنے دماغ میں جگہ دی تم بھی مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "کیا تم مجھے نادان سمجھتی ہو؟"

سونیا نے سانس روک لی۔ وہ دماغ سے نکل گئی۔ پھر اس نے کتنی ہی بار سونیا کو مخاطب کیا۔ اُس کے دماغ میں آنے کی کوشش کی لیکن اُسے دماغ میں جگہ نہیں ملی۔ لیلیٰ یہ روداد علی کو سُنا رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "بیٹے علی! میں حیران ہوں تمہاری تما کو کیسی روحانی قوتیں حاصل ہیں۔ میں اُن کے دماغ میں تھی ایسے میں وہ دوسری خیال خوانی کرنے والی ہستی سونیا کے اندر آنے میں ناکام ہو رہی تھی۔"

"میری تما کو سمجھنا شاید ناممکن ہے آنٹی! یہ بتائیں وہ میرے لیے کیا کہتی ہیں؟"

"پہلے تو یہ سمجھ لو کہ یہاں کے حکام اور فوج کے اہم افسران سونیا کو برائن وولف کے ساتھ نیویارک میں دیکھ رہے ہیں۔ کوئی اِدھر سسٹر پدر شبہ نہیں کرے گا کہ وہ سائن میتھو کی وائف بن کر مائی مورد کے ساحلی علاقے میں رہتی ہیں۔ البتہ یہ یقین کیا جائے گا کہ تم سائن کے بیٹے جمی میتھو بن کر دھوکا دے رہے ہو۔ ان حالات میں تمہیں بالٹی مور واپس نہیں جانا چاہیے۔ تمہاری تما جمی میتھو کی ماں کی حیثیت سے بیان دیں گی کہ تم نے ہمیں سے فون پر اطلاع دی تھی تم ایک گرل فرینڈ کے ساتھ نیویارک جا رہے ہو، جلد ہی واپس آ جاؤ گے۔"

وہ بولا "اس کا مطلب ہے مجھے جمی میتھو کا میک اپ ختم کر دینا چاہیے۔"

وہ ویلی کے ساتھ چلتا ہوا موٹر بوٹ میں واپس آ گیا تھا۔ لیلیٰ نے کہا "قطب نما کے ذریعے ستاروں کو سمجھو اور دلاویر کی بندرگاہ تک جاؤ۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کے دو افراد تمہارے منتظر ہیں۔"

"ویلی کا کیا ہوگا؟"

"تم دلاویر پہنچ کر اس سے الگ ہو جاؤ گے۔ اگر دشمنوں نے یہ ظاہر کیا کہ ویلی تمہارے ساتھ ہے تو ہم اس کے باپ کو اطلاع دیں گے کہ وہ اپنی بیٹی کو دلاویر جا کر لا سکتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے۔ ہم اس کے بھائی پال تک پہنچنے میں ناکام رہیں گے؟"

"ہر مہم ان میں کامیابی نہیں ہوتی۔ جب ناکامی ہوتی ہے تو ناکامی بھی ہمیں بہت کچھ سکھا دیتی ہے۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ ویسے ابھی ہم پوری طرح ناکام نہیں ہوئے ہیں۔ اب میں اپنے طور پر ایک گیم کھیلنے جا رہا ہوں۔ آپ سے دلاویر میں ملاقات ہوگی خدا حافظ۔"

وہ چلی گئی۔ علی نے کہا "ویلی! تم موٹر بوٹ چلاؤ۔ تھوڑی دیر

بعد میں اسٹیئرنگ سنبھال لوں گا۔"

ویلی نے بوٹ کو اسٹارٹ کیا۔ پھر ڈرائیو کرنے لگی۔ علی نے سیٹ کے نیچے سے قطب نما نکال کر اُسے دیا۔ وہ بولی "یہ تو گم ہو گیا تھا۔"

"میں نے تمہیں اغوا کرنے کے لیے جھوٹ کہا تھا۔ اب اس کے ذریعے ستاروں کو سمجھتے ہوئے شمال مشرق کی طرف چلو۔"

"کیا میری لینڈ واپس نہیں جاؤ گے؟"

"نہیں! میں پھر ایک بار تمہیں اغوا کر کے دوسری جگہ لے جا رہا ہوں۔"

وہ باتوں کے دوران میک اپ بدلنے کا سامان سیٹ کے نیچے سے نکال رہا تھا۔ موجودہ مہم پر روانہ ہونے سے پہلے اُس نے ایسی تمام ضروریات کا سامان رکھ لیا تھا جو اس کام آ سکتا تھا۔

جب وہ جمی میتھو کا میک اپ اُتارنے لگا تو ویلی کبھی سر گھما کر اُسے حیرانی سے دیکھنے لگی۔ اس نے پوچھا "اب یقین آ رہا ہوگا کہ میں جمی نہیں ہوں۔"

وہ بولی "بے شک تم جمی نہیں ہو اور میں نے جمی کے نام سے نہیں تمہاری شخصیت سے اور شرافت سے پیار کیا ہے۔ تم ایکس وائی زیڈ کوئی بھی ہو، بنیادی بات ایک ہی ہے کہ تم ایک سچے انسان ہو۔"

اُس نے ایک لباس نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا "اسے پہن لو۔ بڑی دیر تک بارش میں بھیگتی رہی ہو۔ یہ گیلے کپڑے نقصان پہنچائیں گے۔"

"تمہیں بھی لباس بدلنا چاہیے۔"

"مجھے دیر لگے گی کیونکہ دوسرا میک اپ بھی کرنا ہے۔"

"پلیز مکرو۔ تمہارا اصلی چہرہ بہت ہی پُرکشش ہے۔ میں جی بھر کے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"اب تو پورے امریکا کی انٹیلی جنس جی بھر کے میری تصویریں دیکھتی رہیں گی تھوڑی دیر پہلے میری تصویر اُتارنے والے مجھے بے نقاب کر رہے ہوں گے۔"

"اُن کے بے نقاب کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ تم نے کوئی جُرم نہیں کیا ہے۔ میں اپنی خوشی سے تمہارے ساتھ ہوں۔ اغوا کی کوئی واردات تم نے نہیں کی ہے۔"

"تمہیں پتا نہیں ہے۔ فرہاد علی تیمور کے بیٹے بے جُرم کے مجرم ہیں۔ ہمیں چہرہ بدل کر رہنا پڑتا ہے۔"

"ایسی کوئی مجبوری ہے تو میرے لباس بدلنے تک ایسے ہی رہو۔ میں تھوڑی دیر میں جتنا دیکھ سکوں گی دیکھتی رہوں گی۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ چھوڑ کر پیچھے آ گئی۔ علی نے آگے آ کر اسٹیئرنگ سنبھال لی۔ اُس نے برق رفتاری اور چابک دستی سے اپنا لباس اِس انداز میں تبدیل کیا کہ علی کو انداز نہ ہو سکا۔ پھر وہ علی سے مخاطب ہوئی "مجھے تمہاری حرکتوں پر غصہ آتا ہے۔ دوسرے ہی لمحے میں پیار بھی آ جاتا ہے۔ میں سمجھ بیٹھی ہوں کہ تم مجھے بُرائی سے اور گمراہی سے بچا رہے ہو۔"

"تم بھی مجھے بچاؤ۔ اپنی گرفت سے آزاد کرو تاکہ میں اچانک آ دھمکنے والے دشمنوں سے خود کو چھپا سکوں۔ مجھے میک اپ کرنے دو۔"

وہ پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گئی۔ علی نے پیچھے آ کر لباس تبدیل کیا پھر اپنے چہرے پر عارضی میک اپ شروع کرتے ہوئے بولا "میں جو سوال کروں گا اس کا درست جواب دو گی؟"

"تم یہ کیوں سوچتے ہو کہ میں اپنے علی سے جھوٹ بولوں گی؟"

"اب نہیں سوچوں گا۔ کیا تمہارا بھائی پال خیال خوانی کے ذریعے تم سے کبھی باتیں کرتا ہے؟"

"وہ تو مجھے بچپن سے چاہتا ہے۔ جب ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے جا رہا تھا تب اُس نے کہا تھا کہ میرے دماغ میں ہر روز آ کر باتیں کرے گا لیکن اُس کے بڑوں نے اُس پر پابندیاں عائد کر دیں۔ اُسے سمجھایا کہ کوئی بھی دشمن میرے دماغ میں آ کر پال کی باتیں سُن سکتا ہے جبکہ پال کی ٹیلی پیتھی کا علم کسی کو نہیں ہونا چاہیے۔"

"یعنی وہ تم سے رابطہ قائم نہیں کرتا ہے؟"

"کرتا ہے۔ چپکے سے آتا ہے۔ جب اس نے یہ علم حاصل کر لیا تو مجھ سے پوچھتا تھا، میں اس خوشی میں اپنی بہن کو کیا دوں؟"

میں نے کہا "بھائی جو بھی دے گا، وہ بہن کے لیے سب سے بڑا انعام ہوگا۔"

وہ بولا "نہیں! اپنی زبان سے مانگو۔"

میں نے ذرا سوچ کر کہا "ہر لڑکی اپنی زندگی کا بہترین ساتھی چاہتی ہے جب میں کسی کو لائف پارٹنر کے لیے پسند کروں تو تم اُس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا کہ وہ ساری زندگی مجھ سے محبت اور وفا کرے گا یا نہیں؟"

علی نے پوچھا "تم پچھلی رات سے مجھے پسند کر رہی ہو۔ کیا تم نے اپنے بھائی کو میرے متعلق نہیں بتایا ہے؟"

وہ ذرا چپ رہی۔ پھر بولی "میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔ بولوں گی تو مر جاؤں گی۔ بھائی میرے پاس آیا تھا۔"

"کب آیا تھا؟"

"جب تم نے مجھے طمانچہ مارا تھا۔ اُس سے پہلے میں بھائی کو تمام روداد سنا رہی تھی کہ کس طرح تم میرے لیے جان کی بازی لگاتے آ رہے ہو اور کس طرح میں تمہیں دل و جان سے چاہنے لگی ہوں۔ میں نے بھائی کی موجودگی میں کہا تھا کہ تم میرے ذریعے میرے

بھائی کو ٹریپ کر لو مگر مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو۔ یہ سنتے ہی تم نے مجھے مارا تھا اور مجھے بھائی کی محبت کا احساس دلایا تھا۔ یہ سن کر بھائی پال نے مجھ سے کہا ”یہ سچا اور کھرا انسان ہے تم نے لائف پارٹنر کے لیے صحیح آدمی کا انتخاب کیا ہے لیکن جب میں نے بتایا کہ تم علی تیور ہو تو وہ تشویش میں مبتلا ہو گیا ہے۔“

”پال سے کہو مجھ سے بات کرے۔“

”وہ ابھی نہیں ہے۔ تھوڑی دیر میں آئے گا۔“

علی کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس کے دماغ میں تیزی سے یہ باتیں آنے لگیں کہ وہ اپنی بہن کے آئیڈیل کو اہمیت دیتا تو علی سے دو باتیں ضرور کرتا۔ وہ حکومت کا وفادار رہے۔ وہ اپنے ملک اور اپنی قوم کے مقابلے میں بہن کے محبوب کو کبھی اہمیت نہیں دے گا۔ شاید وہ اپنے بڑوں کو فوج کے جنرل اور کرنل کو بتانے گیا ہے کہ علی تیور چیونگی کی طرح ایک چٹکی میں آ گیا ہے۔ وہ سمندر کے بیچ میں ہے۔ ابھی اس کے لیے فرار کا راستہ نہیں ہے۔ لہٰذا اسے بحریہ اور فضائیہ کے فوجی جوانوں کے ذریعے گھیر کر گرفتار کیا جا سکتا ہے۔

ویلی نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ لباس بدل چکا تھا۔ ایک طرف دیکھتا ہوا سوچ میں ڈوبا کھڑا تھا۔ اس نے پوچھا ”کیا سوچ رہے ہو؟ کیا میک اپ کے ذریعے خود کو نہیں چھپاؤ گے؟“

وہ اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولا ”ادھر آؤ۔ مجھے ڈرائیو کرنے دو۔“

وہ اسے ہٹا کر اس کی جگہ آ گیا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی ”کیسے سنگدل ہو، پکڑ کے چھوڑ دیا۔ کیا پھول کو پکڑنا بھی نہیں آتا؟“

اس نے خاموشی سے موٹر بوٹ کو گھما دیا۔ سمت بدل کر جانے لگا۔ وہ بولی ”کیا راستہ بدل رہے ہو؟“

اس نے قطب نما کو جیب میں رکھتے ہوئے کہا ”ہاں ہمارے سامنے کوئی سمت نہیں ہے۔ دیکھیں یہ موٹر بوٹ ہمیں کہاں لے جاتی ہے۔“

”قطب نما کیوں نہیں دیکھتے؟“

”میں ستاروں کو سمجھوں گا تو پال تمہارے ذریعے ہماری منزل کو سمجھ لے گا۔“

”تو کیا ہوا؟ کیا تمہیں میرے بھائی پر اعتماد نہیں ہے؟“

”یہ اپنے بھائی سے پوچھو۔ وہ تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہے اور میں تمہاری چاہت ہوں، پھر بھی اس نے مجھ سے کوئی سلام دعا نہیں کی۔ ہیلو بھی نہیں کہا۔ میرا نام سنتے ہی تشویش میں مبتلا ہو کر چلا گیا۔ آخر وہ کہاں گیا ہے؟ میں تو ان حالات میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔“

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی ”میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔ میں نے سوچا تھا بھائی مصروف رہتا ہے کسی کام سے چلا گیا ہے لیکن جاتے جاتے تمہیں وش کر سکتا تھا۔ خوشی کا اظہار کر کے کہہ سکتا تھا کہ ابھی آ کر باتیں کرے گا۔ تم درست ہو علی! کچھ خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ میں تمہارے لیے کیا کروں؟“

”تم محبت کے مارے پریشان ہو۔ میرے لیے فکر مند ہو یہی بہت ہے۔“

”بھائی آئے گا تو میں جھگڑا کروں گی۔“

”یہ بری بات ہے۔ وہ تمہارا بڑا بھائی ہے۔ اس سے جھگڑا نہ کرو۔ پیار سے سمجھاؤ۔ میں نے ابھی اپنا راستہ بدل دیا ہے۔ یہ راستہ میری سلامتی اور ان کی تباہی کی طرف جاتا ہے۔ پال کو یقین نہ ہو تو اپنے جنرل سے پوچھ لے۔ اب سے پہلے بار ہا ایسا ہو چکا ہے۔ میں بیچ سمندر میں بھی بچ نکلوں گا۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے پال کا دشمن بن جاؤں گا۔ لہٰذا وہ دوستی کا راستہ اختیار کرے۔“

وہ بولی ”تم بیچ سمندر میں کس طرح بچ نکلو گے؟“

”یہ تم نہیں، تمہارا بھائی دماغ میں رہ کر پوچھ رہا ہے۔“

”کیسی باتیں کر رہے ہو؟ یہ میں پوچھ رہی ہوں۔“

”ابھی میں ثابت کر دوں گا کہ پال تمہارے دماغ میں موجود ہے۔ تم اسٹیئرنگ سیٹ پر آؤ۔“

وہ سامنے والی سیٹ پر آ گئی۔ علی نے پیچھے آ کر کہا ”تم اس وقت تک پیچھے سر گھما کر نہ دیکھنا جب تک میں تمہیں مخاطب نہ کروں۔“

”میرا دل چاہے تب بھی تمہیں نہ دیکھوں؟“

”تمہیں مجھ سے محبت ہے تو دل چاہنے کے باوجود نہیں دیکھو گی۔ آگے دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرتی رہو گی۔ اگر پلٹ کر دیکھنے پر مجبور ہو جاؤ تو سمجھ لینا تمہارا دماغ بھائی کے کنٹرول میں ہے۔“

”اچھی بات ہے۔ میں تمہارے حکم کی پابند رہوں گی۔“

وہ آگے دیکھتا سکرین کے پار سمندر کو دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرتی رہی۔ پیچھے سے کبھی کبھی کچھ آوازیں آتی رہیں۔ تجسس پیدا ہوتا رہا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ کئی بار یہ سوچ پیدا ہوئی کہ کسی طرح معلوم کرنا چاہیے وہ کیا کر رہا ہے؟

لیکن وہ بڑی مستقل مزاجی سے اپنے تجسس کو دباتی رہی۔ اپنے محبوب کی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے انکار کرتی رہی۔ تب اسے پال کی آواز سنائی دی ”تم میری لاڈلی بہن ہو۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”اوہ برادر! تم آ گئے؟“

”خوشی کا اظہار نہ کرو۔ علی کو میری موجودگی کے متعلق نہ بتاؤ۔“

”کیوں نہ بتاؤں؟ وہ ایک عظیم انسان ہے۔“

”وہ کبھی عظیم نہیں ہوتا جو ہمارے ملک کو نقصان پہنچانے

تا ہے۔“

”تم اسے غلط سمجھ رہے ہو۔“

”بہن! تم نادان ہو تمہیں پتا نہیں ہے۔ یہ اپنی دوسری ماں سونیا کے ساتھ ہمارے ملک کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ختم کرنے یا انہیں اپنی طرف مائل کر کے دوست بنانے آیا ہے۔“

”یہ تو اچھی بات ہے۔ تم دوست بن جاؤ۔“

”اور اپنے ملک کا دشمن بن جاؤں۔ کیا تمہیں اپنے ملک اور قوم سے محبت نہیں ہے؟“

”ضرور ہے۔“

”تو پھر پیچھے دیکھو، وہ کیا کر رہا ہے۔“

اچانک ایسا کہنے سے وہ سر گھمانے والی تھی۔ پھر فوراً ہی خود کو ایسا کرنے سے روک لیا۔ پھر ناراض ہو کر بولی ”بھائی! آج بھی میری زبان جھوٹی ہو جاتی۔ میں نے وعدہ کیا ہے جب تک وہ مخاطب نہیں کرے گا میں پیچھے نہیں دیکھوں گی۔“

”تمہیں دیکھنا چاہیے۔ ملک اور قوم کی خاطر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس طرح اپنے بچاؤ کی تدبیر کر رہا ہے۔“

”میں ہرگز نہیں دیکھوں گی۔“

”میں تم سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ میں نے کبھی تم پر جبر نہیں کیا۔ ابھی چاہوں تو جبراً تمہیں دیکھنے پر مجبور کر سکتا ہوں لیکن میں فخر کرنا چاہتا ہوں کہ بہن اپنے بھائی کی ہر بات مان لیتی ہے۔“

”ہاں میں نے سنا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے بھی دماغ پر قبضہ جما کر اس سے جبراً اپنا کام کراتے ہیں لیکن میں تو نہیں ہوں۔“

”اسی لیے تو کہتا ہوں مجھے زبردستی پر مجبور نہ کرو۔“

”آخر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ کیا علی کو اسی سمندر میں گھیر لیا جائے گا؟ اسے بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا؟“

”ہاں یہاں سے کئی بیلی کاپٹر پرواز کر چکے ہیں۔ فوج کی تیز رفتار بحری کشتیاں بھی چل پڑی ہیں۔ تمام ساحلی بندرگاہوں میں پہنچ رہی ہے۔ جنرل صاحب کہہ رہے تھے کہ فرہاد کے بیٹے ٹیلی دماغ کہتے ہیں انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا جائے تب بھی وہ فرار کا راستہ نکال لیتے ہیں۔ اسی لیے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ تمہارے پیچھے کیا کر رہا ہے۔ ویسے تم میرا بہت سا وقت ضائع کر چکی ہو۔ میں تین تک گنتا ہوں اس کے بعد ادھر جبراً سر گھما دوں گا۔“

وہ یکبارگی چیخ کر بولی ”مجھے سر گھمانے سے روکو۔ خطرہ ہے۔“

یہ سنتے ہی پال نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ اس کے سر گھمانا چاہا لیکن اس کے مقابلے میں علی برقی رفتار تھا۔

ویلی کی دونوں کنپٹیوں کو دو ہاتھوں میں جکڑ لیا تھا۔ وہ بہن کا سر گھمانا چاہتا تھا۔ یہ سر کر گھومنے اور ویلی کو اپنی طرف دیکھنے نہیں دے رہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا ”پال! تم نے دوستی کا موقع گنوا دیا۔ تمہاری حرکتوں سے پتا چل گیا ہے کہ تم مجھے کسی ساحل تک پہنچنے نہیں دو گے مجھے یہیں گھیرا جائے گا۔“

وہ ویلی کی زبان سے بولا ”ہاں یہیں گھیرا جائے گا۔ تم میری بہن کو بیوقوف بنا کر میرے پورے ملک کو نقصان پہنچانا چاہتے ہو۔ یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔“

”میں چاہوں تو اپنے گھر میں بیٹھ کر تمہارے ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہوں۔ اتنی دور آنے کی زحمت نہ کرتا۔ پھر سب سے پہلے تمہاری بہن کی عزت کو نقصان پہنچاتا لیکن تم جیسے لوگ محبت اور شرافت کی زبان بالکل نہیں سمجھتے۔ تمہارے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری مٹھی میں آ گئے ہیں۔ پھر بھی وہ زندہ سلامت ہیں کیونکہ انہوں نے محبت کی زبان سمجھ لی۔ ہم کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو قتل نہیں کرنا چاہتے۔ صرف انہیں ختم کرنا چاہتے ہیں جو یہ غیر معمولی علم حاصل کر کے اپنے ملک کو فائدہ پہنچانے کے لیے دوسرے تمام ملکوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ بے گناہ افراد کو قتل کرتے ہیں۔“

پال نے کہا ”کیا تم یہاں ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنے نہیں آئے ہو؟“

”ایسی شیطانی مشین ہزار بار بنائی جائے گی۔ ہزار بار اسے تباہ کروں گا۔ کیونکہ ایٹم بم ہو یا ٹرانسفارمر مشین دونوں ہی تمام دنیا کے لیے تباہ کن ہیں۔“

”تو پھر اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی ماں کو پہلے ختم کرو۔“

”میری ماں کے خلاف ایک بھی الزام ثابت کر دو۔ میں اسے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میرے ماں باپ کے کارنامے کا ریکارڈ ہر ملک میں ہے۔ یہ ریکارڈ بتاتا ہے کہ میرے والدین حق کے لیے باطل سے جنگ کرتے رہے ہیں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے جبر کرنے والوں کو ہلاک کرتے آئے ہیں۔“

”میں ابھی تم سے بحث نہیں کروں گا۔ ویلی کو چھوڑ دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں تم کس طرح بچ نکلنا چاہتے ہو۔“

”مجھے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنی عقل سے کام لو۔“

”عقل کہتی ہے۔ تم ساحل کی طرف نہیں جا سکو گے۔ بحری فوج کے جوان تیز رفتار کشتیوں میں پہنچنے ہی والے ہیں۔ تمہاری مدد کے لیے کوئی ہیلی کاپٹر یا آسمانی مدد نہیں پہنچے گی۔ ہماری فضائی فوج کے جوان ہیلی کاپٹروں اور طیاروں میں آ رہے ہیں۔ تمہارے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ غوطہ خوری کر کے سمندر کے اندر ہی اندر کسی

ساحل تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ لیکن میں ویلی کے ذریعے اس قطب نما کو دیکھ کر معلوم کر چکا ہوں تم کسی بھی ساحل سے میلوں دور ہو۔ وہاں تک تیرتے ہوئے کوئی سپر مین بھی نہیں جا سکتا۔"

"تو پھر پریشان کیوں ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ ہمارا جنرل تم لوگوں کو ناقابلِ گرفت کہتا ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں تم کس طرح گرفت میں نہیں آؤ گے۔"

"یہ تھوڑی دیر بعد دیکھ لو گے۔"

ہیلی کاپٹروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پال نے کہا۔ "اب تمہاری احتیاطی تدابیر کو سمجھ لوں گا۔ ہیلی کاپٹر سے کسی کے ذریعے دیکھوں گا اور تم مجھے روک نہیں سکو گے۔"

وہ سین کو چھوڑ کر فضائی فوج کے ایک افسر کے پاس پہنچا۔ وہ ایک ہیلی کاپٹر میں تھا۔ اس نے کہا۔ "تم صحیح جگہ پہنچ رہے ہو۔ سرچ لائٹ کے ذریعے دیکھتے جاؤ تمہیں ایک موٹر بوٹ دکھائی دے گی۔ اس کی اسٹیئرنگ سیٹ پر میری بہن ویلی ہے۔"

افسر نے حکم دیا۔ ہیلی کاپٹر کو شمال مشرق کی طرف پرواز کراؤ اور اسی سمت سرچ لائٹ روشن کرو۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ پانچ منٹ کے بعد ہی دور وسیع عریض سمندر کے سینے پر ایک تنہا موٹر بوٹ نظر آئی۔ افسر نے دوربین سے دیکھا ایک لڑکی مردانہ لباس پہنے اسٹیئرنگ سیٹ پر تھی۔ پال نے کہا۔ "میں تمہارے ذریعے سمجھ رہا ہوں وہ میری بہن ہے۔ اس کے پیچھے علی کو دیکھو وہ کیا کر رہا ہے؟"

افسر نے کہا۔ "اس کے پیچھے کوئی چیز ہے جس پر بڑی سی چادر پڑی ہوئی ہے شاید علی نے چادر میں خود کو چھپایا ہے۔"

فوجی افسر نے ٹرانسمٹر کے ذریعے دوسرے ہیلی کاپٹروں اور طیاروں کو ادھر آنے کے لیے گائیڈ کیا پھر پال سے کہا۔ "ہم ابھی قریب پہنچ کر فائرنگ کے ذریعے اسے چادر ہٹانے پر مجبور کریں گے۔"

"ایسے میں گولیاں میری بہن کو لگیں گی۔"

"مسٹر پال! اطمینان رکھو میرے ماتحت موٹر بوٹ کے باہر گولیاں برسائیں گے۔ تمہاری بہن کی ہر طرح حفاظت کی جائے گی۔"

علی نے چادر کے اندر سے ہیلی کاپٹروں اور طیاروں کی آوازیں سنیں۔ وہ غوطہ خوری کے لباس میں تھا۔ اس کی پشت پر گیس سلنڈر بندھا ہوا تھا اس نے دشمنوں کو تجسس میں مبتلا کیا تھا۔ انھیں یقین تھا کہ وہ سمندر میں غوطہ نہیں لگائے گا۔ ایسی صورت میں ساحل تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ غوطہ لگانے کے بعد کیا کرنے والا ہے؟ اس یقین کے بعد انھوں نے اپنی فوج میں غوطہ خوروں کو شامل نہیں کیا ہوگا۔ اگر وہ علی کو اس لباس میں دیکھ لیتے تو ٹرانسمٹر کے ذریعے اپنے غوطہ خوروں کو طلب کر لیتے۔

اب وہ قریب آ رہے تھے۔ جنگ شروع ہونے والی تھی ایسے وقت وہ اُسے موجودہ لباس میں دیکھ لیتے تو اپنے غوطہ خوروں کو وہاں طلب کر لیتے اور ان کے وہاں پہنچنے میں گھنٹا آدھ گھنٹا تو لگتا۔ علی کو یقین تھا کہ وہ اتنی دیر میں ہار جیت کا فیصلہ کر لے گا۔

ان ہیلی کاپٹروں کے علاوہ ایک طیارہ بھی پرواز کر رہا تھا جو پانی پر بھی اتر سکتا تھا۔ وہ اب تیزی سے ان کی طرف آ رہا تھا..... ایسے ہی وقت علی نے چادر ایک طرف پھینک کر پانی میں چھلانگ لگا دی۔

یہ چشم زدن میں ہوا۔ پھر بھی بوٹ پر نظر رکھنے والوں نے اُسے غوطہ خوری کے لباس میں دیکھ لیا۔ پال نے ایک افسر کے دماغ میں حیرانی سے کہا۔ "ارے یہ تو پانی میں گیا ہے۔ یہ تو مرجائے گا۔ اُلو کا پٹھا کیا سوچ کر گیا ہے؟"

افسر نے کہا۔ "یہ سمندر کی تہ سے موتی نکال کر لانے والا خاندان ہے اس خاندان کا بچہ کچھ سوچ کر ہی اندر گیا ہے۔"

اُس نے ٹرانسمٹر آن کر کے رابطہ قائم کیا پھر کوڈ ورڈز ادا کر کے بحری فوج کے ایک افسر سے پوچھا۔ "تم موٹر بوٹ سے کتنے فاصلے پر ہو؟"

"تقریباً ایک میل کا فاصلہ ہے۔"

"علی تیمور نے سمندر میں چھلانگ لگائی ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو اپنے غوطہ خور پانی میں اتارو۔"

"ہماری ٹیم میں غوطہ خور نہیں ہیں۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہماری بحری فوج میں غوطہ خور نہیں ہیں؟"

"ہیں ضرور ہیں لیکن ہمیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ موجودہ مشن میں اُن کی ضرورت ہوگی۔"

"فوج کے ذمے دار افسران کو یہ نہیں بتایا جاتا کہ میدانِ جنگ میں کیسے کیسے ہتھیاروں کی ضرورت پیش آئے گی۔ کیا تم نے علی تیمور کو ترنوالہ سمجھا تھا کہ جہاز لے کر جاؤ گے اور اُسے توڑ سے اُٹھا لاؤ گے؟"

بحری فوج کے افسر نے ناگواری سے کہا۔ "مائنڈ یور لینگویج میں تمہارا کوئی جونیئر افسر نہیں ہوں، تم اپنا فرض ادا کرو۔ میں اپنی پوری کروں گا۔ ابھی ٹرانسمٹر کے ذریعے کال کروں گا۔ ہمارے غوطہ خور ہیلی کاپٹر سے آدھے گھنٹے میں یہاں پہنچ جائیں گے۔"

اُس نے ٹرانسمٹر کو آف کیا۔ پھر دوبارہ آن کر کے اپنے غوطہ خوروں کے لیے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کرنے لگا۔

علی تیمور پانی کے اندر تھا۔ جنگجو شہزادے نے بڑی چالاکی سے یہ میدان خالی رکھا تھا۔ پوری فوج کو طاقت کے نشے میں اور گھیرتے ہوئے دیکھتا رہا تھا انھیں اپنی بے بسی کا یقین دلا

تھا۔ وہ سمندر سے آ رہے تھے۔ آسمان سے آ رہے تھے۔ پورے امریکا کے مشرقی ساحلوں کی ناکا بندی کر رہے تھے۔ ایسی زبردست ناکا بندی کے دوران وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ شکار پانی میں چلا جائے گا۔

وہ اندر ہی اندر تیرتا ہوا ذرا دور گیا پھر موٹر بوٹ کے نیچے واپس آیا۔ سمندر کی سطح پر لینڈ کرنے والا طیارہ موٹر بوٹ کے پاس آ کر رک گیا تھا۔ اس طیارے میں صرف چار آدمیوں کی گنجائش تھی۔ اس وقت وہاں پائلٹ کے علاوہ دو فوجی جوان تھے۔ اس طرح تعداد میں تین تھے چوتھی سیٹ ویلی کے لیے خالی رکھی گئی تھی۔ وہ ویلی کو موٹر بوٹ سے لے جانے آئے تھے۔

علی طیارے کے پاس پانی سے اُبھرا پھر اُس کے ونگ پر چڑھ گیا۔ ونگ کے ساتھ پائلٹ اپنی کھڑکی پر نظر آ رہا تھا۔ وہ کھڑکی بھی تھی اور دروازہ بھی اس نے لینڈ کرنے کے بعد دروازے کھول دیا تھا اور دوسری طرف منہ کیے ویلی کو سوار ہوتے دیکھ رہا تھا۔ علی نے اُس کی گردن سے ریوالور لگا کر کہا۔ "اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔"

وہ ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ دو جوان دوسری طرف دروازے پر دکھائی دے رہے تھے۔ ایک دروازے کے اندر تھا۔ دوسرا باہر موٹر بوٹ پر کھڑا کہہ رہا تھا۔ "مس ویلی! اُس کے انتظار میں ہمارا وقت برباد نہ کرو۔ وہ بزدل تھا تمھیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔"

کہنے والے کا سر دکھائی دے رہا تھا۔ علی نے ایک فائر کیا کھوپڑی میں سوراخ ہو گیا۔ پھر برق رفتاری سے دوسرے جوان کو گولی ماری۔ وہ چیختا ہوا دروازے سے باہر موٹر بوٹ پر جا گرا۔ ویلی نے چیخ سنائی دی۔ علی نے پائلٹ کو پکڑ کر باہر کھینچا۔ پھر اُسے اٹھا مار کر پانی گرا دیا۔ اُس کی سیٹ پر آ کر دروازے کو بند کیا۔ دوسری طرف ہاتھ بڑھا کر دوسرے دروازے کو لاک کیا۔ ایسے وقت ویلی اُسے دیکھ کر خوشی سے چیخ پڑی۔ "ہیرو! ویلو! تم نے کال کر دیا۔ دروازہ کھولو۔ میں آ رہی ہوں۔"

وہ جیسے بہرا ہو گیا تھا۔ ایسے وقت کسی محبت کرنے والی کی آواز کانوں تک نہیں پہنچتی تھی۔ اُس نے طیارے کو آگے بڑھا دیا۔ وہ چیخ چیخ کر پکارنے لگی۔ "علی! رُک جاؤ۔ تمھیں محبت کی قسم مجھے ساتھ لے چلو۔"

طیارہ سمندر کی سطح پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔ وہ طیارے کو اڑتے جاتے دیکھ کر گھٹنوں میں منہ چھپا کر کہنے لگی۔ "آئی ہیٹ یو۔ مجھے تم سے نفرت ہے۔ تم ذلیل ہو۔ کمینے ہو۔ میری محبت کو ٹھکرا کر مجھے اپنوں میں شرمندہ ہونے کے لیے چھوڑ کر جا رہے ہو۔ آئی ہیٹ یو۔ خدا کرے تمھارا طیارہ گر کر..."

اس سے پہلے کہ بددعا پوری ہوتی۔ اُس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے مُنہ کو دبا لیا۔ پھر انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "نہیں، میں غصے میں بول رہی تھی۔ غصہ اب بھی ہے مگر میرے دل سے کبھی بددعا نہیں نکلے گی تم سلامت رہو تم سلامت رہو۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو چھپا لیا اس کے بعد پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

بحری فوج کا افسر اپنے جوانوں کے ساتھ موٹر بوٹ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اُس نے جہاز کے عرشے سے دوربین لگا کر دیکھا اُسے موٹر بوٹ میں فضائیہ کے دو جوانوں کی لاشیں نظر آئیں جہاز کا پائلٹ تیرتا ہوا آ کر موٹر بوٹ پر سوار ہو رہا تھا اور ویلی ایک جگہ بیٹھی رو رہی تھی۔

بحریہ کے افسر نے فضائیہ کے افسر سے ٹرانسمٹر پر رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "تھوڑی دیر پہلے تم مجھے طعنے دے رہے تھے کہ میں اپنے ساتھ غوطہ خور کیوں نہیں لایا۔ اب ذرا دوربین لگا کر دیکھو طیارے کا پائلٹ غوطے لگا کر موٹر بوٹ میں پہنچ رہا ہے۔ تمھارے دو جوان موت کی گود میں غوطے لگا چکے ہیں۔ یہ ہے تمھارے میدانِ جنگ میں لڑنے کا انداز۔ تم اپنے ساتھ چار ہیلی کاپٹر لائے اور ایک طیارہ جو پانی میں اُتر کر وہاں سے ویلی کو لا سکے۔ کیا تم اور دو چار طیارے نہیں لا سکتے تھے۔ علی جو طیارہ لے جا رہا ہے کیا اس کا پیچھا ہیلی کاپٹرز کر سکتے ہیں؟"

افسر نے جواب نہیں دیا۔ رابطہ ختم کر کے دوسرے افسر سے دریافت کیا۔ "ہیلی کاپٹرز والے کیا کہتے ہیں؟"

اس نے جواب دیا۔ "جنرل صاحب گرج رہے ہیں، برس رہے ہیں ہم سے پوچھ رہے ہیں، آئر فورس کے بیس سے ایر جنسی طیارے پرواز کر کے کہاں تلاش کریں گے؟ زیادہ سے زیادہ شمال مشرق یا جنوب مشرق کے سمندری حصوں میں ڈھونڈیں گے۔ علی کے پاس پانی میں اترنے والا طیارہ ہے وہ کسی جزیرے کے چٹانی ساحلوں میں طیارے کو لے جا کر چھپا سکتا ہے۔"

افسر کو چپ لگ گئی۔ اگلے بارہ گھنٹوں تک شمالی اور جنوبی سمندر پر ساحلوں پر اور چھوٹے بڑے جزیروں پر فوجی طیارے پرواز کرتے رہے۔ وہ پانچ سمندر سے پانچ میدانِ جنگ سے نکل گیا تھا کوئی اس کا راستہ روک نہ سکا اور کوئی وہ راستہ نہ معلوم کر سکا جدھر وہ گیا تھا۔

علی نے پوری فوج اور انٹیلی جنس کو جھنجوڑ ڈالا تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ سونیا نے سمجھ لیا کہ اُس کا بھی محاسبہ ہوگا۔

بات صرف سوال وجواب تک محدود نہیں رہے گی۔ وہ اپنا شبہ دور کرنے کے لیے اینٹی میک اپ کیمرا لائیں گے تو سائمن کی بیوی کے پیچھے چھپا ہوا سونیا کا چہرہ ظاہر ہو جائے گا۔

پہلے اس نے سوچا تھا کوئی دوسری خیال خوانی کرنے والی راستے کی دیوار بن گئی ہے۔ اس دیوار کو گرانا کچھ مشکل نہ تھا۔ پھر پتا چلا، پال اپنی بہن ویلما کے دماغ میں رہ کر علی کی حقیقت جان چکا ہے ایسی صورت میں اب وہاں کی سرکار سے براہ راست ٹکراؤ ہو رہا تھا۔ لہٰذا اب سائمن کی بیوی بن کر رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اس نے فوراً میک اپ اتارا ایک ریڈی میڈ میک اپ اور گرگٹ اپ کے ذریعے حلیہ تبدیل کیا پھر بنگلے کے پچھلے دروازے سے نکل گئی۔

ایسے ہی وقت میں نے آکر پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟"

"اوہ فراڈ! حالات تیزی سے بدل گئے ہیں۔ تم کہاں ہو؟"

"میں ایک ویرانے میں ہوں۔ وہ ویرانہ کہاں ہے یہ نہ پوچھنا، میں کسی کو اپنا پتا نہیں بتاؤں گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ جب بھی اپنا سمجھو، مجھے بتا دینا۔"

"تم سب کو اپنا سمجھتا ہوں اور تم لوگوں کے بغیر خود کو ادھورا سمجھتا ہوں، اسی لیے آیا ہوں۔ علی کہاں ہے؟"

"اس نے تو غضب کر دیا۔ بھید کھلتے ہی ایک طیارے میں فرار ہو گیا ہے۔ بحری، بری اور فضائی فوج نے اسے ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ مجھے دونوں بیٹوں کی پرورش اور تربیت پر نانا ہے۔ پتا نہیں وہ طیارے کر کہاں نکل گیا ہے۔"

"میں معلوم کروں؟"

"پلیز، تم نہ جاؤ۔ لیلیٰ اس کے پاس گئی ہے۔"

"ہاں اب تو میرے خاندان میں پردے والیاں آ گئی ہیں۔ مجھے اپنے بچوں کے پاس جانے سے پہلے یہ پوچھنا ہو گا کہ پردے کا انتظام ہے یا نہیں؟"

"سیدھی سی بات کو توڑ مروڑ کر پیش نہ کرو۔ یہ نہیں دیکھتے کہ لیلیٰ اور سلطانہ نے کتنی ذمے داریاں سنبھال لی ہیں؟"

"یعنی مجھے ریٹائر ہو جانا چاہیے۔ میں چلا جاؤں؟"

"کیا میرے پاس کانٹے چبھ رہے ہیں؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ لیلیٰ اور سلطانہ کا تم سے برابر رابطہ رہتا ہے، ابھی وہ کسی بھی لمحے میں تمہارے پاس آ جائیں گی۔ جہاں وہ آتی ہیں، وہاں میں آنا نہیں چاہتا۔ پھر سوچتا ہوں موجودہ مہم میں میرے جتنے بھی عزیز اور رشتے دار ہیں وہ دونوں ان سب کے دماغوں میں آتی جاتی ہیں۔ میں ان کی موجودگی میں نہیں آنا چاہوں گا تو پھر تم سے اور اپنے بیٹوں سے کبھی رابطہ نہیں رکھ سکوں گا یہ میرے لیے بڑی مشکل پیدا ہو گئی ہے۔"

"تم خواہ مخواہ جذباتی بن کر سوچ رہے ہو۔ کبھی میرے پاس یا بیٹوں کے پاس ان بہنوں کی موجودگی میں پہنچ جاؤ گے تو کوئی فرق نہیں ہو جائے گا۔ ایسے وقت جب بھی تم آؤ گے تو وہ چلی جایا کریں گی۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ یہ بتاؤ، ابھی مجھے کیا کرنا ہے؟"

"تم تو کسی پہنچے ہوئے بزرگ کی طرح پوچھ رہے ہو، بول بچہ تیری کیا مراد ہے؟ پہلے تم پوچھتے نہیں تھے۔ حالات معلوم کرتے تھے، مشورے دیتے تھے پھر جو کرنا ہوتا وہ کر گزرتے تھے۔"

"تم تو بال کی کھال نکالتی ہو۔ چلو اپنے حالات بتاؤ۔"

وہ بالٹی مور سے واشنگٹن جانے والی بس میں بیٹھ گئی پھر تمام حالات بتانے لگی۔ میں نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ "علی پھر علی ہے، مجھے اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے اطمینان سے مخاطب کروں گا۔ اب اپنے متعلق بتاؤ۔ یہ حلیہ بدلنے کے بعد کیا ارادے ہیں؟"

وہ بولی "میں تو بچ کر نکل رہی ہوں لیکن نیویارک میں سونیا ثانی پر آفت آئے گی۔ اس سے علی تیمور کے متعلق سوالات کیے جائیں گے۔"

"میں ابھی اس کے پاس جاؤں گا۔"

"جانے سے پہلے میرا ایک کام کر دو۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے واشنگٹن میں موجود ہیں۔ ان کا فون نمبر نوٹ کر لو۔ کسی کے ذریعے فون کر کے ان میں سے کسی کی آواز سنو پھر کوڈ ورڈ زادا کے اطلاع دو کہ میں فلاں بس میں سفر کر رہی ہوں۔ وہ کار لے کر آئیں اور مجھے بس کے سفر سے نجات دلائیں۔ اس بس کا نمبر بھی نوٹ کر لو۔"

اس نے اہم باتیں نوٹ کرائیں۔ مخصوص کوڈ ورڈ بتائے۔ ایک بس اسٹاپ پر بوڑھی عورت اتر رہی تھی سونیا نے اسے سہارا دے کر اتارتے ہوئے اس سے بات کی، مجھے اس کی آواز سنائی۔ جب وہ بوڑھی بس سے اتر گئی تو میں اسے قریبی ٹیلیفون بوتھ میں لے گیا۔ اس سے مطلوبہ نمبر ڈائل کرائے۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ میں بوڑھی خاتون سے ریسیور رکھوا کر اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روکنا چاہتا تھا۔ میں نے کوڈ ورڈ زادا کہے۔ "لو فارایوری ون ہیٹ فار لوڈان میں برائن وولف بول رہا ہوں۔"

وہ سکڑا کر بولا "مسٹر وولف آپ کے رابطہ قائم کرنے سے مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ فرمایئے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

میں نے بس کا نمبر بتاتے ہوئے کہا "تا دمِ اس بس میں سفر کر رہی ہیں۔ ان کے لیے فوراً کار بھیج دو۔ انھیں مزید حالات میں تم لوگوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"میں ابھی گاڑی لے کر جا رہا ہوں۔"

اس نے اپنی گاڑی کا نمبر اور رنگ بتایا۔ یہ سب کچھ میں نے سونیا کو بتا دیا تاکہ وہ آنے والے مددگار کو پہچان سکے۔ اس کے بعد میں سونیا ثانی کے پاس پہنچ گیا۔

وہ نیویارک کے ایک اسکیٹنگ کلب میں تھی۔ پیروں میں اسکیٹنگ شوز پہنے برف پر کبھی دوڑ رہی تھی کبھی گھوم رہی تھی اور طرح طرح سے رقص کے انداز میں بہترین اسکیٹنگ کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ میں دماغ میں پہنچا تو وہ رقص کرتے کرتے رک گئی۔ میں نے کوڈ ورڈ زادا کہے پھر کہا "اسکیٹنگ جاری رکھو۔ اپنے آس پاس کسی کی آواز سنا دو۔ تاکہ۔"

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک جوان نے آکر کہا "میں نے اتنی خوبصورت اسکیٹنگ پہلی بار دیکھی ہے تم رک کیوں گئیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "کیا کروں؟ کوئی پارٹنر نہیں ہے۔"

"آؤ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔"

وہ اس جوان کا ہاتھ تھام کر برف پر پھسلنے کے کمالات دکھانے لگی۔ میں جوان کے دماغ میں پہنچ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اسکیٹنگ فلور کے اطراف شیشے کی دیواریں تھیں۔ دیواروں کے دوسری طرف ریستوران تھا۔ مرد عورتیں اور بچے میز کے اطراف بیٹھے کھانے پینے کے دوران اسکیٹنگ کا منظر شیشے کے پار دیکھ رہے تھے۔ برف پر سونیا ثانی کا ساتھ دینے والے جوان کی ایک گرل فرینڈ نے اسے مخاطب کیا۔ میں آواز سن کر گرل فرینڈ کے پاس آ گیا وہ پرنس ڈیگر کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔

پرنس ڈیگر میرا ہمشکل بنا رہتا تھا۔ اس کا خیال تھا سونیا اسے میرا ہمشکل پا کر زیادہ سے زیادہ محبت کرنے لگے گی جب کہ سونیا نے اسے سونیا ثانی کے حوالے کر دیا تھا۔ وہ بے چارہ اسی کو اپنی مجبوری سمجھ رہا تھا اور سونیا ثانی ذہانت اور مکاری میں سونیا سے کچھ کم نہیں تھی۔ بے چارے پرنس ڈیگر کو بڑی صفائی سے الو بنا کر رکھتی تھی۔

وہ گرل فرینڈ اپنے ساتھی کو سونیا ثانی کے ساتھ اسکیٹنگ کرتے دیکھ کر جل رہی تھی۔ اس نے پرنس ڈیگر سے پوچھا "تم کیسے مرد ہو، اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ اسکیٹنگ نہیں کر سکتے؟"

پرنس نے جواب دیا "تم کیسی لڑکی ہو اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ اسکیٹنگ نہیں کر سکتیں؟"

وہ غصے سے بولی "تم میرا ہی سوال دہرا رہے ہو۔"

"اور تم میری بات کا جواب نہیں دے پا رہی ہو۔ مجھے اسکیٹنگ آتی ہے لیکن ایسی مہارت نہیں ہے جیسی یہ دونوں دکھا رہے ہیں۔ تمہارے ساتھ بھی یہی مسئلہ ہو گا۔"

وہ بولی "ایک مرد کو حاصل کرنے کے لیے اس کی طرح جن جانا ناممکن ہے وہ جو چاہتا ہے اسے کچھ ہم میں ملتے کچھ دوسری میں مل جاتا ہے۔"

پرنس نے اس کی تائید کی۔ وہ بڑی حسرت سے سونیا ثانی کو دیکھ رہا تھا۔ دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اسکیٹنگ کرنے والے جوان کو رقیب سمجھ رہا ہے۔ وہ مجبور تھا اس میدان میں اپنی مجبوبہ سونیا کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے ایک ہی منٹ کے بعد دیکھا، وہ جوان برف پر پھسلتے پھسلتے اچانک گر پڑا تھا۔

سونیا ثانی نے اسے اٹھنے کے لیے سہارا دیتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہو گئی؟ تمہاری مہارت سے ظاہر تھا کہ تھارا توازن نہیں بگڑے گا۔"

وہ بولا "میں حیران ہوں۔ بیلنس کے باوجود کیسے گر گیا۔"

سونیا ثانی نے دور کھڑے ہوئے پرنس ڈیگر کو گھور کر دیکھا پھر جوان سے کہا "کوئی بات نہیں۔ پھر کبھی اس فلور پر ملیں گے۔"

وہ فلور سے باہر آ کر اسکیٹنگ شوز اتارنے اور دوسرے شوز پہننے لگی۔ میں اس کے دماغ میں آ گیا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن پرنس نے قریب آ کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اسی لیے تمہارے ساتھ اسکیٹنگ نہیں کی۔ تمہارا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ کمبخت بھی گر پڑا تھا۔"

اس نے پرنس کو ناگواری سے دیکھا پھر پوچھا "کیا مجھے نادان بچی سمجھتے ہو؟"

وہ ذرا ہچکچایا پھر بولا "میں اسے تمہارے ساتھ برداشت نہ کر سکا۔"

"اس لیے بے چارے کو گرا دیا۔ کیا ٹیلی پیتھی کا علم ایسی ہی ذلیل حرکتوں کے لیے ہوتا ہے؟"

"سونیا! پلیز دوسرے پہلو کو دیکھو۔ میں تمہاری محبت میں جلتا کڑھتا ہوں۔"

"میں تمہارا پہلو بھی دیکھ رہی ہوں، تم مجھے اپنا پابند بنا کر رکھنا چاہتے ہو۔ مجھ سے یہ کہنے کی جرات نہیں ہے کہ میں کسی سے مسکرا کر بات نہ کروں۔ جو بات کہنے کی جرات نہیں ہوتی اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے پورا کر لیتے ہو۔"

"نہ، نہیں تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"غلط سمجھنے والی غلط ہوتی ہے۔ گویا میں غلط ہوں؟"

"آں، نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔"

"تو پھر میں صحیح سمجھ رہی ہوں؟"

"ہاں۔ تم درست کہتی ہو۔ میں تم سے جیت نہیں سکتا۔"

میں نے کہا۔ "ثانی! یہ تمھارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ میں تمھیں سونیا اور علی تیمور کے حالات بتانے آیا ہوں۔"

"آپ بتاتے رہیں۔ میں اس سے باتیں کرنے کے دوران بھی سنتی رہوں گی۔"

میں نے اُسے مختصر حالات بتائے۔ پھر کہا۔ "اب یہاں سختی سے تمھارا محاسبہ ہوگا۔ تم میری باتیں سُن رہی ہو یا پرنس سے باتیں کر رہی ہو؟"

اس نے مجھ سے جو رُوداد سُنی تھی اُسے سوچ کے ذریعے دہرایا۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ وہ پرنس سے باتیں کرنے کے دوران میری باتیں توجہ سے سُنتی رہی تھی لیکن میں حیران نہیں تھا' یہ سمجھ گیا کہ وہ ارتکازِ توجہ کی مشق کرتی رہی ہے۔ ایسی مشقیں کرنے والے جس بات پر توجہ مرکوز کر لیتے ہیں وہ بات ہزار مصروفیات اور شور وغل کے باوجود ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

اس نے مجھ سے کہا۔ "مسٹر وُولف! میں تقریباً تین گھنٹے سے دیکھ رہی ہوں' سرکاری طور پر میری نگرانی کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ آپ میرے ذریعے اُس جوان کو دیکھ سکتے ہیں جو میرے ساتھ اسکیٹنگ کر رہا تھا۔ دو پولیس افسر اسے حراست میں لے جا رہے ہیں۔"

میں دیکھ رہا تھا۔ وہ جوان دو افسروں کے درمیان چلتا ہوا اُس کلب سے باہر جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "بے چارے پر شبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ تمھارے خاص آدمیوں میں سے ہوگا اور علی تیمور کے متعلق کوئی کارآمد معلومات فراہم کر سکے گا۔"

"میں اپنے بنگلے کی طرف جا رہی ہوں۔ آپ میرے ساتھ رہیں گے؟"

"تم اپنے دماغ پر بوجھ محسوس کرو گی۔"

"ایسی باتیں نہ کریں۔ آپ میرے باپ کی جگہ ہیں اور باپ کبھی بوجھ نہیں ہوتا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "سونیا تمھیں بیٹی کہتی ہے۔ حقیقت کیا ہے؟"

"میں اکثر سوچتی ہوں' میری حقیقت کیا ہے۔ جب میں نے دس برس کی عمر سے سونیا بننے کی ٹریننگ شروع کی تھی تو اُنھیں سسٹر کہتی تھی۔ ایک بار انھوں نے میری کارکردگی سے خوش ہو کر گلے لگا لیا اور مجھے بیٹی کہنے لگیں۔"

"مجھ سے اس انداز میں کہہ رہی تھی جیسے سچ مچ تمھیں جنم دیا ہو۔"

"میں اللہ تعالیٰ سے پہلی اور آخری دعا مانگتی ہوں کہ یہ سچ ہو اور میں نے ان کی کوکھ سے جنم لیا ہو۔"

"لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ تمھاری سونیا ماں نے کبھی شادی نہیں کی۔ پھر ماں کیسے بن سکتی ہیں؟"

"خدا کی قدرت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔"

وہ کلب سے باہر پرنس کے ساتھ کار کی طرف جا رہی تھی۔ میرے اندر بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ سونیا ثانی کی پیدائش میرے لیے چیلنج بن گئی تھی۔ کیا سونیا نے مجھے چھوڑ کر گرگی کو اپنایا تھا؟ کیا میرے اعتماد اور خوش فہمی کو ٹھیس پہنچائی تھی؟ ایسے وقت میرے ضمیر نے پوچھا۔ "تکلیف کیوں ہو رہی ہے؟"

ہاں مجھے تکلیف کیوں پہنچ رہی تھی؟ میں نے بھی تو اُس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ وہ میرے لیے تن من نچھاور کرتی رہی۔ میرے لیے دشوار گذار مراحل میں جان کی بازی لگاتی رہی۔ میری زندگی میں رسونتی سے پہلے آئی اور میں نے اُسے نظر انداز کر کے رسونتی کو شریکِ حیات اور اپنے بچے کی ماں بنایا۔

کیا یہ ایک عورت کی توہین نہیں ہے؟ کیا سونیا کے سینے میں عورت کا حساس دل نہیں ہے؟ یہ تو اُس کا کمال ہے کہ چوٹ کھا کر مسکراتی رہی' دوستی نبھاتی رہی۔ پارس اور علی تیمور کو ماں کی محبت اور بہترین تربیت دیتی رہی۔

میں اپنی داستان میں بڑا تیس مار خاں بنتا رہا ہوں۔ اب داستان کے موجودہ حصوں میں میرا محاسبہ ہو رہا ہے۔ جو کچھ میں کرتا آیا ہوں اُس میں کیا صحیح تھا' کیا غلط تھا' اور جو غلط تھا اُن کے نتائج کا سامنا مجھے کرنا پڑے گا۔ ذہانت اور شرافت کا تقاضا ہے کہ میں خود اپنا محاسبہ کروں۔

بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اپنے اعمال کا حساب کرتے وقت یہ معلوم ہو کہ ہم شیطانی حرکتیں کرتے آئے ہیں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ بہت سوچ سمجھ کر اُن شیطانی حرکتوں کو جائز قرار دینے کے لیے مضبوط دلائل تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ یا سچائی سے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایسی حرکتیں ہو گئی ہیں' اب نہ ہوں۔ وہ غلطیوں کا دور تھا' اب تلافیوں کا دور شروع ہونا چاہیے۔

ایک تلافی تو یوں ہو رہی تھی کہ میں دنیا والوں سے دور ایک ویرانے میں پہنچ گیا تھا۔ اب مجھے گمنام رہ کر اپنوں سے دور رہ کر عبادت کرنی تھی اور خدمتِ خلق بھی۔ چونکہ تنہائی تھی اس لیے زیادہ سوچنے اور اپنے گزشتہ اعمال کو زیادہ سمجھنے کا وقت مل رہا تھا۔

ویرانے میں رہنے کے کئی فائدے تھے۔ ایک تو یہاں جینا کے سوا کوئی نہیں تھا۔ میں کسی اور کو دیکھ سکتا تھا' نہ بے لگام ہو سکتا

تھا۔ صبر کرنا آ رہا تھا۔ قناعت پسندی کے فوائد نظر آ رہے تھے۔ اپنے بُرے اعمال کو تسلیم کرتے وقت دوسروں کے سامنے شرم آتی ہے۔ یہاں کوئی دوسرا نہیں تھا۔ شرم نہیں آ رہی تھی اس لیے فراخدلی سے اپنی پچھلی غلطیوں کو تسلیم کر رہا تھا۔

اب جو سونیا ثانی کی حقیقت جاننے کی بات آئی تو اس غلطی کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ میں نے ماضی میں سونیا کی انا اور خودداری کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ میں سمجھتا رہا' اُسے کوئی دکھ نہیں ہے۔ وہ فولاد ہے' عورت خواہ کتنی ہی فولاد ہو' اُسے موت بھی نہ توڑ سکتی ہو' مگر وہ مرد کی بے وفائی سے ٹوٹ جاتی ہے۔ آج برسوں بعد جوانی کی آخری اور بڑھاپے کی پہلی دہلیز پر میں اس کا ٹوٹا ہوا دل دیکھ رہا تھا (خدا مجھے معاف کرے)

سونیا ثانی اگلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ پرنس ڈیگر ڈرائیو کر رہا تھا۔ اُن کے آگے پیچھے پولیس کی گاڑیاں تھیں تھوڑی دور جا کر کار کے فون پر اشارہ موصول ہونے لگا۔ ثانی نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "سونیا اِز اَن دی لائن۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "مادام! پولیس کی گاڑیاں راستہ بدل رہی ہیں۔ آپ اِن کے ساتھ چلی آئیں۔ کرنل صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"آل رائٹ۔ مجھے تمھارے کرنل سے مل کر خوشی ہوگی۔"

ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ آرمی ہاؤس میں پہنچے۔ ایک بہت بڑے ڈرائنگ روم میں آرمی کے اہم افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ سونیا ثانی وہاں پہنچی تو افسران اپنی جگہ بیٹھے اُسے گھورتے رہے۔ وہ جواباً گھورتے ہوئے بولی۔ "تم لوگوں میں اتنا ایٹی کیٹ نہیں ہے کہ ایک خاتون کی آمد پر تعظیماً کھڑے ہو جاؤ۔ اگر پانچ سیکنڈ کے اندر تم سب کھڑے نہ ہوئے تو سونیا کو واپس جانے سے تمھاری پوری فوج نہیں روک سکے گی۔"

کرنل وال برگ نے ایک پردہ ہٹا کر آتے ہوئے کہا۔ "جنٹلمین! پلیز اٹینڈ آپ۔"

کرنل کا حکم سُنتے ہی سب کھڑے ہو گئے۔ ایک افسر نے کہا۔ "ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ ورنہ ایک ملزمہ کے سامنے قانون اور ملک کے محافظ کھڑے نہیں ہوتے۔"

وہ بولی۔ "اگر میں ملزمہ ہوں تو الزام ثابت کرو۔ بیٹھ جاؤ۔"

وہ بے اختیار بیٹھ گئے۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تم لوگ کرنل کے حکم پر کھڑے ہوئے تھے' ایک ملزمہ کے حکم سے کیسے بیٹھ گئے؟"

وہ جھینپ کر نظریں چُرانے لگے۔ کرنل نے کہا۔ "بہت خوب سونیا! تم اچانک ہی ایسے نفسیاتی حملے کرتی ہو کہ سامنے والوں کو سوچنے کا موقع بھی نہیں ملتا۔ تم نے نیویارک آ کر ہماری تمام توجہ اپنی طرف مبذول کرا لی۔ ہم سمجھ رہے تھے علی تیمور بھی یہیں کہیں چھپا ہوگا۔ لیکن وہ میری لینڈ میں تھا۔ ایک اہم لڑکی کو اغوا کرنا چاہتا تھا۔ ہم نے اُس کی کوششوں کو ناکام بنا دیا ہے۔"

ثانی نے پوچھا۔ "مجھ پر کیا الزام ہے؟"

"تمھیں معلوم تھا' علی کہاں ہے؟ تم پر دھوکا دینے کا الزام ہے۔"

"میں تمھارے ملک میں' تمھاری نظروں کے سامنے آئی اور چوبیس گھنٹے تمھاری نظروں میں رہتی ہوں۔ بنگلے کے باہر فورج پہرا دیتی ہے۔ بنگلے کے اندر ٹی وی کیمرے اور مائیک جگہ جگہ ہیں۔ تمھیں میری ایک ایک حرکت نظر آتی ہے۔ تم میری ایک ایک بات ریکارڈ کرتے ہو۔ ثابت کر سکتے ہو کہ میں نے کوئی قدم تمھاری مرضی کے خلاف اُٹھایا ہے؟ اگر نہیں ثابت کر سکتے تو پھر الزام کیسا؟"

"تم نے ہمیں اپنی طرف متوجہ رکھا تھا۔"

"میں نے درخواست کی تھی کہ چوبیس گھنٹے ٹی وی اسکرین پر میری حرکتیں دیکھتے رہو۔ یہ کام دوسرے فوجی جوان کر سکتے تھے۔"

کرنل نے کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں تم نفسیاتی حملے کرتی ہو۔ ہم لاشعوری طور پر تمھیں ہی توجہ کا مرکز بنائے رہے۔"

"کرنل! یہ کہہ کر اپنی نادانی اور ناکامی کو نہ چھپاؤ۔ تم نے علی تیمور کے لیے پورے ملک میں جاسوسوں کا جال بچھا رکھا ہے لیکن وہ ابھی تک علی تیمور کو گرفتار نہ کر سکے۔ اگر وہ گرفتار ہوتا تو یہاں مجھے بھی گرفتار کر لیا جاتا۔ علی تمھارے ملک میں نہیں ہے۔ کہیں نہیں ہے تم اُس کے اور میرے خلاف کوئی الزام ثابت نہیں کر سکو گے۔"

کرنل نے غصّے سے کہا۔ "علی یہاں تھا۔ وہ ہمارا ایک طیارہ لے کر فرار ہو گیا ہے۔"

"غصّہ نہ دکھاؤ۔ اونچی آواز میں مجھے بھی بولنا آتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے۔ ثابت کر دو کہ علی یہاں تھا۔"

کرنل نے ایک تصویر اُسے دیتے ہوئے کہا۔ "یہ ہے علی۔ نیو پورٹ سے اسّی کلو میٹر کے فاصلے پر ایک ساحلی جنگل ہے۔ وہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بہن کو اغوا کر کے اس جنگل میں لایا تھا۔ وہیں یہ تصویر لی گئی ہے۔"

ثانی نے پوچھا۔ "تصویر میں ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بہن کہاں ہے؟"

"اُس کی تصویر نہیں آ سکی۔"

"جب وہ علی کے ساتھ تھی ہی نہیں تو تصویر کہاں سے آتی؟"

"وہ لڑکی جس کا نام ویلی ہے' خود گواہی دے گی کہ علی اُسے اغوا کرنا چاہتا تھا۔"

ثانی نے پوچھا۔ "ویلی خود گواہی دے گی یا اس کا بھائی دماغ

میں بیٹھ کر اس کی زبان سے گوا ہی دے گا ہ کرنل اہم ٹیلی پیتھی کی زبان گری تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ کوئی قابل قبول ثبوت پیش کرو۔"

"یہ ہمارے ساحلی علاقے کی تصویر ہے۔"

وہ تصویر کو ایک طرف پھینکتے ہوئے بولی "تصویر میں رات کی تاریکی ہے۔ چند گھنے درخت دکھائی دے رہے ہیں۔ مجھے یاد آیا علی ایک بار سندربن کے جنگل میں رات کے وقت دشمنوں سے مقابلہ کر رہا تھا۔ یہ اسی جنگل کی تصویر ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی تسلیم نہیں کرے گا کہ علی نے تمہارے ملک میں قدم رکھا ہے۔"

کرنل نے کہا "میں جانتا تھا تم قابو میں نہیں آؤ گی۔ ہم فرانس سے اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلقات بگاڑنا نہیں چاہتے اس لیے تم برائن وولف کے ساتھ ابھی ائیر پورٹ جا رہی ہو۔ تمہیں پیرس تک پہنچانے کے لیے ہم نے ایک طیارہ چارٹرڈ کر دیا ہے۔ سرکاری بنگلے سے تمہارا تمام سامان اٹھوا کر گاڑی کی ڈکی میں رکھوا دیا گیا ہے۔ تم کسی حیل و حجت کے بغیر چلی جاؤ۔"

"کیسے چلی جاؤں تم اور تمہارے حکام جانتے ہیں کہ فرہاد کی فیملی فرانس کے مخصوص طیارے میں سفر کرتی ہے۔ میں کسی اور طیارے میں سفر کرنے کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔ لہٰذا میں ابھی فرانس کے سفیر سے بات کروں گی۔"

"ہمیں منظور ہے۔ تم اپنے طور پر سفر کر سکتی ہو لیکن صبح ہونے سے پہلے یہ ملک چھوڑ دو گی۔"

ثانی انھیں دکھانے کے لیے ٹیلی فون کے ذریعے فرانسیسی سفارت خانہ سے رابطہ قائم کرنے لگی۔ اس سے پہلے ہی میں نے وہاں کے سفیر کو خیال خوانی کے ذریعے تمام روداد سنا دی۔ فرانس کا ایک طیارہ جو نیویارک میں موجود تھا وہ فوراً سونیا ثانی اور پرنس ڈیگر کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔

میں نے سونیا کے پاس آ کر بتایا کہ ثانی اور پرنس ملک چھوڑ رہے ہیں۔ وہ بولی "مگر وہ جس سے ملک چھڑوا رہے ہیں وہ یہیں موجود رہے گی۔"

"تم غضب کی چالیں چلتی ہو۔"

"نہیں فرہاد! یہ میری نہیں، ثانی کی چال ہے۔ اس کا خاطر نتیجہ ہمارے سامنے آ رہا ہے۔ میری بیٹی نے مجھے بڑی خوبصورتی سے یہاں پھنسنے کا موقع فراہم کیا ہے۔"

"علی کی خبر سناؤ۔"

"اس کا طیارہ نیوفاؤنڈ لینڈ کے قریب پہنچ رہا ہے۔ وہاں اسے اترنا ہی ہوگا کیونکہ ایندھن ختم ہو رہا ہے۔"

میں نے کہا "نیوفاؤنڈ لینڈ، امریکا کے زیر اثر ہے وہاں علی مشکلات میں پڑ سکتا ہے۔"

سونیا نے کہا "ثانی اور پرنس کو ملک سے نکل جانے کا حکم دے کر ہمارے لیے آسانیاں پیدا کر دی گئی ہیں۔ ثانی سے کہہ دو، وہ اپنا طیارہ نیوفاؤنڈ لینڈ کی طرف لے جائے۔ لیلیٰ اُسے راستے میں بتائے گی کہ علی نے طیارے کو کہاں اُتارا ہے۔"

میں نے ثانی کے پاس جا کر یہ بات بتائی، پھر کہا "اب میں دماغی طور پر حاضر رہنا چاہتا ہوں۔ دو گھنٹے بعد آ کر خیریت معلوم کروں گا۔ بائی دی وے تمہارا پیدائشی نام کیا ہے؟"

"پیدائشی نام ثانیہ ہے، ثانیہ کہیں یا سونیا ثانی، کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ اب خیال خوانی ختم کرنا چاہتا تھا پھر خیال آیا۔ میں نے سونیا سے یہ نہیں پوچھا کہ اب وہ کس روپ میں ہے اور کیا کرنے والی ہے۔

میں پھر اُس کے پاس آیا۔ وہ بولی "کیا بات ہے؟"

"نہیں پوچھنے آیا ہوں کہ اب تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

"ہماری بازی ادھوری رہ گئی ہے، سولہ میں سے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہاتھ آئے ہیں، کینی بال جورا جوری اور مکی میتھو، چوتھا دیلی کا بھائی ہے جس نے کھیل بگاڑ دیا ہے۔"

میں نے چونک کر کہا "ہم ایک پہلو کو فراموش کر رہے ہیں، تم سائمن کے گھر سے نکل آئی ہو، علی، مجی میتھو کے روپ میں دیکھا گیا تھا۔ ایسے میں مکی میتھو پر شبہ کیا جائے گا کہ ہم اُس کے گھر پہنچ کر اُس کے دماغ میں بھی پہنچ گئے ہیں۔ وہ لوگ مکی کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا دیں گے۔"

"تم سلمان واسطی یعنی سُپر ماسٹر ارے رے کو بھول رہے ہو۔ اُس نے اور سلطانہ نے کینی بال، جورا جوری اور مکی میتھو کو قابو میں رکھا ہے۔ موجودہ حالات کے پیش نظر انھوں نے مکی میتھو کو ٹریننگ سینٹر سے نکال کر ایک جگہ چھپا دیا ہے۔ جلد ہی اُسے پیرس پہنچا دیا جائے گا۔"

"تم کیا کر رہی ہو؟"

"انھوں نے اپنی دانست میں سونیا کو نیویارک سے نکالا ہے۔ یہ سونیا پھر نیویارک میں رہے گی۔ وہ خوش فہمی میں رہیں گے کہ میری طرف سے خطرہ ٹل گیا ہے جو بازی ادھوری ہے وہ اپنے مکمل انجام کو پہنچے گی۔"

"میں اس بازی میں شریک ہونے کے لیے دو

گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا حالانکہ ابھی اپنی جگہ کوئی نہیں تھی۔ میں تلاش کر رہا تھا۔ مجھے اپنی پسند کا ویرانہ نہیں مل رہا تھا۔ میں جینا کو ساتھ لے کر عدلیس ابابا پہنچا تھا۔ وہاں میں نے ایک ٹٹری سی ٹریلر گاڑی خریدی۔ اس ٹریلر کے اندر بڑا سا کمرا بنا ہوا تھا۔ اُس میں ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان موجود تھا۔ کچے اناج کے علاوہ سیل پیک ڈبوں میں طرح طرح کے کھانے تھے جو مہینوں کام آ سکتے تھے۔ جب میں ڈرائیو کرتا تو جینا آرام کرتی تھی اور جب وہ ڈرائیو کرتی تو میں کمر سیدھی کرنے ٹریلر میں آ جاتا تھا یا پھر ایک ساتھ آرام کرنے کے لیے ہم ہائی وے سے دور لے جا کر گاڑی روک دیتے تھے۔ وہاں رات گزارتے تھے پھر چل پڑتے تھے۔

ہم نے عدلیس ابابا سے پانچ سو میل کا فاصلہ طے کیا تھا۔ بخہ راستے کے اطراف حدِ نظر تک جنگل پھیلا ہوا تھا۔ چونکہ جانوروں پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار اثر نہیں کرتا، اس لیے میں نے ریوالور اور رائفل وغیرہ کارتوس کی بھری ہوئی پیٹیوں کے ساتھ رکھ لیے تھے۔

اُس وقت ہمارا ٹریلر رُکا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ جینا چولہے پر کھانا تیار کر رہی تھی۔ زندگی گزارنے کا یہ انداز میرے لیے بالکل نیا تھا۔ یہ سفر رومان پرور لگ رہا تھا۔ میں نے پیچھے سے آ کے محبت سے جینا کا نرم و نازک ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ گھبرا کر بولی "کیا کرتے ہو، فرائی پین اُلٹ جائے گا۔ پلیز چھوڑ دو۔"

"آدمی بھوکا ہو تو نہیں چھوڑتا، مگر افسوس ابھی چھوڑنے سے ہی کھانے کو کچھ دو گی۔"

"اچھے بچوں کی طرح ڈائننگ ٹیبل سیٹ کرو۔ میں کھانا لا رہی ہوں۔"

ٹریلر کے اندر کھڑکیاں ایسی تھیں جن کے پٹ نیچے کی طرف کھلتے تھے اور وہ پٹ میز کی سطح بن جاتے تھے۔ نیچے سے کھونٹے سے فولڈ کی ہوئی کرسیاں باہر آ جاتی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد کھانا آ گیا۔ ہم ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے۔ کھڑکیوں پر شیشے کے علاوہ مضبوط لوہے کی جالیاں بھی تھیں۔ کوئی جنگلی درندہ شیشہ توڑ کر اندر نہیں آ سکتا تھا۔ جینا نے کہا "کتنی گہری خاموشی اور سکون ہے۔ شہر کے ہنگاموں سے دور... اگر پتا چلتا ہے کہ ایسے سناٹے اور سکون میں بڑی راحت ملتی ہے۔"

"میں سمجھ رہا تھا ایسے جنگل میں اکر تمہیں ڈر لگے گا۔"

"جب تک جنگل میں منگل رہے، ڈر نہیں لگتا اور تم میرے منگل ہو۔"

میں ہنسنے لگا۔ کھڑکی کے باہر دور تک تاریکی پھیلی ہوئی تھی، کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہم اندر روشنی میں بیٹھے ہوئے تھے، باہر سے بھیڑیوں کی آوازیں آ رہی تھیں یا کبھی درختوں کے پتے ہواؤں کی زد میں شور مچاتے تھے۔ جینا نے غور سے شیشے کے پار دیکھتے ہوئے کہا "ابھی ہلکی سی روشنی جھلک رہی تھی۔"

"کہاں؟" میں نے کھڑکی کے پار نظریں دوڑائیں، دور دور تک تاریکی ہی تاریکی تھی۔ پھر میں نے بھی جلتی بجھتی روشنی دیکھی۔ مجھے یہ سمجھنے میں بالکل دیر نہیں لگی کہ وہ مشعلوں کی روشنی تھی۔ مقامی جنگلی باشندے مشعلوں کی روشنی میں سفر کر رہے تھے یا ہماری طرف آ رہے تھے۔ اس بات کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ دور درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے مشعلیں کبھی چھپ جاتی تھیں، کبھی نظر آنے لگتیں۔ اُن کے رُخ کا پتا نہیں چل رہا تھا۔

جینا نے کہا "ہماری گاڑی کی روشنی کھڑکیوں کے ذریعے باہر جا رہی ہے۔ وہ روشنی دیکھ کر ادھر آ سکتے ہیں۔"

"ہاں آ سکتے ہیں۔"

"کیا افریقہ کے جنگلی بندوق چلانا جانتے ہیں؟"

"یہ بیسویں صدی ہے۔ انسان ستاروں پر کمند ڈال رہا ہے۔ انسانی تہذیب جنگلوں میں بھی پہنچ رہی ہے۔ ہو سکتا ہے یہاں کے جنگلیوں نے بھی بندوق کا استعمال سیکھ لیا ہو۔"

"پھر تو گولیاں کھڑکی کے راستے آ سکتی ہیں۔"

میں نے کھڑکی کے پاس لگے ہوئے ایک چھوٹے سے ہینڈل کو اوپر کی طرف اٹھایا۔ کھڑکی کی آہنی جالیاں نیچے کی طرف جھک گئیں۔ اب وہ کھڑکی اس حد تک کھلی ہوئی تھی کہ اندر

ہوا آسکتی تھی۔ کوئی گولی یا زہریلا تیر نہیں آسکتا تھا۔

وہ مطمئن ہوگئی۔ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد بولی۔

"اگر میں اسی طرح کھاتی پیتی رہوں گی اور تمھاری آغوش میں دن رات مسرتیں حاصل کرتی رہوں گی تو موٹی اور بھدی ہو جاؤں گی۔"

"کم کھایا کرو اور صبح اٹھ کر جوگنگ کیا کرو۔"

"رات کو کھانے کے بعد ٹہلنا بھی چاہیے لیکن اس جنگل میں خوف آتا ہے۔"

"ابھی تم کہہ رہی تھیں، میری موجودگی میں ڈر نہیں لگتا۔"

"اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اس بھیانک جنگل میں باہر چلنے کو کہوں۔ خدانخواستہ تمھیں کچھ ہوگیا تو میرا کیا بنے گا؟"

میں نے ایک رائفل کو لوڈ کیا۔ فاضل میگزین کو پتلون کی دونوں جیبوں میں رکھا۔ وہ بولی "کیا ارادے ہیں؟"

میں نے کہا "رات کو کھانے کے بعد ضرور ٹہلنا چاہیے۔ کم آن۔"

"اوہ گاڈ! تم تو واقعی سنجیدہ ہوگئے۔"

"تم بھی سنجیدگی سے سمجھو، موت گاڑی کے اندر بھی آسکتی ہے۔ میرے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے تمھیں خوف کو دل سے بالکل ہی نکال دینا ہوگا۔"

اُس نے اُٹھ کر ریوالور کو لوڈ کیا۔ اس کی کچھ فاضل گولیاں بھی لیں، ہماری گاڑی کی چھت پر چاروں طرف ہیڈ لائٹس لگی ہوئی تھیں۔ میں نے اُن سب کو آن کر دیا۔ اندر کی روشنی بجھا دی جس کے نتیجے میں جنگل تو دُور تک روشن ہوگیا لیکن گاڑی کی چھت کے نیچے اندھیرا ہوگیا۔ دور روشنی کو دیکھ کر آنے والے یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں، کس طرف ٹہل رہے ہیں۔

گاڑی کے چاروں طرف چہل قدمی کے لیے کافی جگہ مل گئی تھی۔ جنگل کی ٹھنڈی اور تازہ ہوا میں بڑا مزہ آرہا تھا۔ ہم باتیں کرتے رہے اور گاڑی کے اطراف ٹہلتے ہوئے دُور تک دیکھتے رہے۔ تیز روشنی میں کبھی کبھی بندر دکھائی دیتے تھے جو ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف چھلانگ لگاتے تھے اور روشنی کی طرف دیکھ کر گھنے درختوں میں گم ہوجاتے تھے۔

وہ بولی "چہل قدمی اور ہوا خوری میں مزہ آرہا ہے لیکن ڈر بھی لگ رہا ہے۔ اندر چلو۔"

ہم اندر آگئے۔ دروازے کو بند کر دیا۔ پھر سوئچ آن کر کے اندر روشنی کی۔ اُس نے کہا "باہر کی روشنیاں بجھا دو۔ صرف ایک سرچ لائٹ کو آن رہنے دو۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی کچھ آوازیں سنائی دیں۔ ہم نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ ہماری چھت کے عین وسط میں ایک بہت ہی حساس مائکروفون اور اسپیکر لگا ہوا تھا۔ میں نے مائکروفون کے بٹن کو دبایا اور اندر کے اسپیکر کو آن کیا۔ باہر کی ہلکی آوازیں بھی ہمیں صاف سنائی دینے لگیں۔ تیز ہوائیں چل رہی تھیں، جھینگر بول رہے تھے۔ انھی کے ساتھ بہت سے بڑھتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ آنے والے اچھی خاصی تعداد میں آرہے تھے۔

وہ شمالی کھڑکی کے پاس گئی۔ میں اُس کی مخالف سمت جنوبی کھڑکی کے پاس آیا۔ چاروں طرف ہیڈ لائٹس کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ حدِ نظر تک کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہم نے پوزیشن بدل کر دوسری کھڑکیوں سے دیکھا۔ ہمیں اسپیکر کے ذریعے آنے والے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، مگر وہ نظر نہیں آرہے تھے۔

جینا دوسری رائفل لوڈ کرنے لگی۔ میں نے کہا "بے شک لوڈ کرو، مگر میں جب تک سگنل نہ دوں ایک فائر بھی نہ کرنا۔"

"وہ نظر کیوں نہیں آرہے ہیں؟"

"یہ اپنے طریقۂ کار کے مطابق جھاڑیوں کے پیچھے چھپتے ہوئے آرہے ہیں۔"

پھر میں نے مائک کے بٹن کو آن کر کے ٹھہر ٹھہر کر کہنا شروع کیا تاکہ آنے والے تھوڑی سی انگریزی بھی جانتے ہوں تو میری بات سمجھ لیں۔ میں نے کہا "میں آنے والوں سے کہتا ہوں، دوست بن کر آؤ، میں خوش آمدید کہتا ہوں، پلیز دوست بن کر آؤ۔ اور اپنی آواز سناؤ، اپنی آواز سناؤ۔"

میں نے آخری الفاظ بار بار دہرائے۔ جواب میں کسی طرف سے کسی نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ ایسے میں دو ہی باتیں سمجھ میں آئیں یا تو وہ چھپ کر بالکل قریب آکر معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ہماری تعداد کیا ہے۔ ہم مقابلہ کرنے کا حوصلہ اور سامان رکھتے ہیں یا نہیں یا پھر آنے والے انگریزی نہیں سمجھتے تھے اس لیے جواباً خاموش تھے۔

جینا جگہ بدل کر دوسری کھڑکیوں کے پاس جا کر دیکھ رہی تھی۔ پھر پریشان ہو کر بولی "یہ سامنے کیوں نہیں آرہے ہیں؟"

"یہ جنگل کے رہنے والے جنگلی جانوروں سے حملہ کرنے کا انداز سیکھتے ہیں۔ شیر اچانک سامنے نہیں آتا۔ پہلے دُور سے دھاڑنے کی آوازیں سناتا ہے۔ شکار کو دیکھ لینے کے بعد اُس کے چاروں طرف کئی میل کا چکر لگاتا ہے پھر اچانک نظر آتا ہے تو شکار کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیتا۔ ہمارے

اس پاس پھیلے ہوئے جنگلی یہی کر رہے ہیں۔"

"یہ تو حواس پر بوجھ بننے والی بات ہے۔"

ایسے ہی وقت کوئی جنگلی زبان میں بولنے لگا۔ اُس کی بات ختم ہوتے ہی دوسری سمت سے وہی اجنبی زبان سنائی دی، پھر تیسری سمت سے وہی بولی اُبھری۔ چاروں طرف سے آواز آنے کے بعد وہ اچانک ہی ایک ساتھ ظاہر ہوگئے۔ درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے سے اُچھل اُچھل کر چیخنے لگے۔ ان کے ہاتھوں میں تیر کمان اور نیزے تھے۔ انھوں نے پرانی جینز اور ہاف پینٹ پہنی ہوئی تھی۔ کتنے ہی جنگلیوں کے پاس رائفلیں بھی تھیں۔

یہ دیکھتے ہی میں نے گاڑی کے اندر بنے ہوئے ایک بٹن کا سوئچ آن کیا۔ گاڑی کے اوپری اور نچلے حصوں میں چھپی ہوئی گنیں باہر کی طرف نکل آئیں۔ میں نے ایک ہینڈل کے ذریعے اُن گنوں کا رُخ آسمان کی طرف کیا تاکہ کسی جنگلی باشندے کی جان نہ جائے۔ پھر میں مختلف بٹنوں کو دبانے لگا۔ گاڑی کے چاروں طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ وہ جنگلی جو ہماری طرف آرہے تھے، گاڑی کی طرف فائر کر رہے تھے یا تیر چلا رہے تھے، پلٹ کر بھاگنے لگے۔

ہماری سمجھ میں یہی آیا کہ وہ بھاگ رہے ہیں لیکن وہ دُور جا کر درختوں کے پاس چھپ گئے۔ وہاں سے بھانک جھانک کر دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگے کہ ابھی فائرنگ کہاں سے ہو رہی تھی۔ تیز روشنی کے سبب گاڑی کے چاروں طرف اندھیرا تھا۔ فائر کرنے والی گنیں نظر نہیں آرہی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر بعد چیخ چیخ کر ایک دوسرے سے بولنے لگے، چونکہ چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے دُور تھے اس لیے چیخ کر باتیں کر رہے تھے۔

پھر درختوں کے پیچھے سے نکل آئے۔ ہم نے دائیں بائیں اور پیچھے والی کھڑکیوں سے دیکھا۔ وہ ہر طرف نظر آرہے تھے۔ رُکنے بڑھنے کے بعد رُک گئے تھے اور اپنے ہتھیار پھینکتے جا رہے تھے اور سجدہ کرنے کے انداز میں جھکتے جا رہے تھے۔

مُڑ کے جینا سے کہا "یہ صُلح کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ بولی "اِن کے سردار کو بُلا کر باتیں کی جا سکتی ہیں۔"

میں نے مائک کے ذریعے کہا "میں تمھارے سردار سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم میں سے کوئی ہماری زبان سمجھتا ہے؟"

میری آواز سنتے ہی وہ فوراً ٹپک کر اپنے ہتھیار اٹھانے لگے۔ ہمیں بڑی حیرانی ہوئی۔ میں نے پھر ایک بار گاڑی میں لگی ہوئی گنوں سے فائر کھولا تو بھاگ کر درختوں کے پیچھے چلے گئے وہ بولی: "ہمیں یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔"

"ہاں یہ رات گزارنے نہیں دیں گے۔ تم پینل پر رہو۔ وہ ہماری طرف آنا چاہیں تو فائر کھول دینا۔ میں ڈرائیونگ سیٹ پر جا رہا ہوں۔"

ہماری گاڑی اور ٹریلر ایک لنکر سرنگ کے ذریعے جُڑے ہوئے تھے۔ میں رائفل اور ریوالور لے کر سرنگ میں رینگتا ہوا گاڑی میں آیا پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کیا۔ گاڑی چلنے لگی تو وہ درختوں کے پیچھے سے نکلنے لگے۔ میں نے انٹر کام کے ذریعے کہا "جینا! ابھی وہ دُور ہیں، جب وہ حملہ کرنے کا انداز اختیار کریں تب تم فائرنگ شروع کر دینا۔"

میں ڈرائیو کرتا ہوا گاڑی اور ٹریلر کو ہائی وے کی پختہ سڑک پر لے آیا۔ دو سمتوں سے ہماری طرف فائرنگ ہوئی، اِدھر جینا نے چاروں طرف سے فائر کھول دیا۔ وہ پھر بھاگنے لگے۔ میں نے رفتار بڑھا دی۔ وہ سڑک پر آرہے تھے پھر ہماری فائرنگ سے خوف زدہ ہو کر راستہ چھوڑ رہے تھے۔ ہم اُن سے دُور نکلتے چلے گئے۔ ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے انٹر کام پر کہا "لائٹس بجھا دو۔ جنریٹر بند کر دو۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ پٹرول بچانا ہے۔"

اُس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ تمام روشنیاں بجھا دیں۔ پینل کے بٹن دبا کر تمام گنوں کو چھپا دیا۔ اِن سب کا تعلق جنریٹر سے تھا۔ بیٹری کو صرف گاڑی چلانے کے لیے استعمال کرنا تھا۔ جینا ایک رائفل اور میگزین لے کر میرے پاس آگئی۔ ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ کر بولی "ہم جنگل کے کسی بھی حصّے میں رات گزارنا چاہیں گے تو جنگلی انسانوں اور جنگلی جانوروں کا خوف رہے گا۔"

"درست کہتی ہو۔ راستے میں کوئی بستی آئے گی تو وہاں رات گزاریں گے۔"

"مجھے ویرانہ پسند ہے لیکن یہ پہلا تجربہ کہہ رہا ہے کہ ویرانے میں جتنا سکون ہے اتنا ہی خطرہ ہے۔"

"خطرات انسانی آبادی میں زیادہ ہوتے ہیں۔ ہم جس ویرانے میں رہائش اختیار کریں گے۔ وہاں خطرات سے نمٹنے کے لیے زیادہ سے زیادہ حفاظتی انتظامات کریں گے۔ اچھا یہ بتاؤ ڈرائیو کرو گی؟"

"کیوں نہیں ضرور۔"

میں نے آگے جا کر گاڑی روک دی۔ سیٹ بدل لی۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے

بولی۔ "سونا چاہو تو پیچھے ٹریلر میں چلے جاؤ۔"

"تمہارے بغیر نیند نہیں آئے گی کروٹیں بدلتا رہوں گا۔"

وہ مسکرانے لگی۔ میں نے کہا۔ "اب میں خاموش رہوں گا۔ خیال خوانی کرتا رہوں گا۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"ہاں اعتراض ہے۔ تم خیالوں میں ڈوبے رہو گے اور کوئی مجھے اُٹھا کر لے جائے گا۔"

"ایک مرد کی موجودگی میں دوسرا مرد اس وقت اُٹھا کر لے جاتا ہے جب عورت راضی ہو۔ کیا تمہیں جنگلی پسند ہیں؟"

وہ ہنستے ہوئے مجھے ایک ہاتھ سے مارنے لگی۔ میں نے بھی ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

علی تیمور بحرِ اوقیانوس پر پرواز کر رہا تھا اور اب نیو فاؤنڈ لینڈ کے جنوبی ساحل تک پہنچنے والا تھا۔ وہ چاہتا تھا وہاں کے شمال مغربی حصّے میں جائے جہاں بے شمار پہاڑیوں کا سلسلہ تھا۔ وہاں طیارے کو آسانی سے چھپایا جا سکتا تھا لیکن طیارے کا ایندھن ختم ہو رہا تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کی پرواز کر سکتا تھا۔ اس لیے نیو فاؤنڈ لینڈ کے مغرب میں سمندر پر اُترنا پڑا۔

وہ بے آف آئی لینڈ کے قریب تھا۔ خلیج کا پانی اندر خشکی تک گیا ہوا تھا۔ وہ طیارے کو سمندر کی سطح پر دوڑاتا ہوا خلیج کے اندر گیا۔ دور تک ساحل پر ریت اور پتھر تھے۔ اگر اونچی چٹانیں ہوتیں تو اُن کے سائے میں طیارے کو کسی حد تک چھپایا جا سکتا تھا لیکن مجبوری تھی اُسے چھپانے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ وہ مجبور ہو کر ایک جگہ طیارے سے اُتر گیا۔ اُس نے ساحل پر کھڑے ہو کر جیب سے قطب نما کے ذریعے سمت معلوم کی پھر نقشہ دیکھا۔ معلوم ہوا جنوب میں چند میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ کاسس کو نامی ٹاؤن تک پہنچ سکتا ہے۔

اسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ اس کی آمد سے پہلے نیو فاؤنڈ لینڈ کی انٹیلی جنس برانچ کو خبردار کر دیا گیا ہوگا۔ یہ جزیرہ امریکا کے زیرِ اثر تھا۔ وہاں کے قانون کے مطابق اُسے گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن وہاں کی حکومت اُسے امریکی فوجیوں کے حوالے کر سکتی تھی۔ قریب یا دور کے کسی بھی شہر یا قصبے میں اس کے لیے خطرہ تھا۔ اس کے باوجود اُسے کہیں تو جانا ہی تھا۔ وہ ساحل پر صبح تک کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔

وہاں سرد کی غضب کی تھی۔ وہ اپنے بدن کو گرم رکھنے کے لیے دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ پرواز کے دوران لیلیٰ نے آگاہ کیا تھا کہ اس کے لیے امداد پہنچنے والی ہے۔ وہ جس ٹاؤن میں جا رہا ہے وہاں سے قریب ہی کارنر بُروک نامی شہر ہے۔ سونیا ثانی وہاں کے ائیر پورٹ پر طیارہ اُتارنے والے ہے۔

اس نے پوچھا تھا۔ "آنٹی! کیا یہ ہماری سونیا مما کا نیا نام ہے؟"

"نیا نام ہی نہیں، نیا وجود بھی ہے۔"

"پہیلی نہ بجھوائیں پلیز۔"

"بیٹے! جو بات میرے لیے بھی پہیلی ہو میں اس پر زیادہ روشنی نہیں ڈال سکوں گی۔ ایک لڑکی تمہاری مما کی ڈمی بن کر نمودار ہوئی تھی۔ میں کیا بتاؤں وہ کتنی ذہین اور تیز طرار ہے۔ تمہاری مما اُسے اپنی بیٹی کہتی ہیں۔"

"بیٹی کہنے سے وہ کوکھ کی اولاد نہیں ہو جاتی۔ تمہارے پاپا نے شادی نہیں کی۔ اور تمہا کا کردار اتنا بلند ہے اور وہ ایسی پاکیزہ زندگی گزار رہی ہیں کہ کسی گناہ یا غلطی کا ارتکاب نہیں کر سکتیں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ سسٹر سونیا نے کسی اور سے شادی کی ہو؟"

علی تیمور دوڑتے دوڑتے رُک گیا۔ اُسے پچھلی کچھ باتیں یاد آ رہی تھیں۔ سونیا تمہا نے ماضی میں یقیناً کچھ عرصہ پُراسرار زندگی گزارا ہے۔ زندگی کے اُس دور کو راز بنا کر رکھا ہے۔ سونیا ثانی نے پارس اور علی تیمور کا کوئی خون کا رشتہ نہیں تھا۔ اس کے باوجود اگر وہ سونیا کی اپنی بیٹی تھی تو سب کے لیے صرف قابلِ محبت ہی نہیں قابلِ احترام بھی تھی۔

علی سوچتا رہا اور چلتا رہا۔ ساحل کے ساتھ ساتھ چلتے رہنے سے اندیشہ تھا کہ اس جزیرے کے فوجی یا جاسوس اُسے گھیر لیں گے اس لیے وہ ساحل سے دور کبھی چلتا رہا کبھی دوڑتا رہا۔ آخر ٹاؤن کاسس کو کی بتیاں دور سے نظر آنے لگیں۔ وہ ایک پختہ سڑک پر آ گیا۔ رات کے پچھلے پہر کوئی گاڑی اُس راستے سے نہیں گزر رہی تھی۔ کچھ دور جانے کے بعد ایک کار آتی ہوئی دکھائی دی اُس نے لفٹ مانگنے کا اشارہ کیا۔ دور ہی سے عورتوں اور مردوں کے ہنسنے بولنے کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ انھوں نے اُسے لفٹ نہیں دی۔ ان میں سے ایک جوان نے کھڑکی سے باہر سر نکال کر اس کی طرف تھوک دیا۔

وہ تھوک علی پر نہیں آیا لیکن اُن کی شامت آ گئی۔ اُس نے بجلی کی سی پھرتی دکھائی۔ ریوالور نکالا اور فائر کر دیا۔ اس کا نشانہ بھلا کہاں چوکنے والا تھا۔ ایک پھیلا پہیہ دھماکے سے پھٹا۔ بوکھلاہٹ کی چیخیں سُنائی دیں۔ کار سڑک کے کنارے ایک درخت سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ ایک طرف گھوم کر رُک گئی۔

اُس کار میں سے دو جوان ریوالور لے کر نکلے۔ پھر کار کے پیچھے سے للکارا۔ "ہوا ز دیٹ شوٹ آف اے وچ۔ سامنے آؤ ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔"

علی اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر گم ہو گیا تھا۔ وہ لوگ چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ لڑکیاں پریشان ہو رہی تھیں۔ فائر کرنے والا تم دونوں کے پاس ریوالور دیکھ کر بھاگ گیا ہے۔ جلدی سے پہیہ تبدیل کرو۔"

دونوں جوانوں کو بھی یقین ہو گیا کہ فائر کرنے والا اُن کے پاس ریوالور دیکھ کر بھاگ گیا ہے یا چھپ گیا ہے۔ اُن کا سامنا نہیں کر سکے گا۔ ایک نے کہا۔ "تم پہیہ تبدیل کرو۔ میں چاروں طرف نظر رکھوں گا۔"

وہ جیب میں ریوالور رکھ کر ڈکی کی طرف گیا وہاں سے دوسرا پہیہ نکالنے لگا۔ جب وہ پچھلا پہیہ تبدیل کرنے میں مصروف ہو گیا تو اچانک فائر ہوا جو نوجوان نگرانی کر رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں گولی لگی۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر دور زمین پر جا گرا۔ دوسرے جوان نے پھرتی دکھانے کی کوشش کی اُس کے آس پاس دو گولیاں آئیں۔ زمین سے مٹی اُڑی۔ وہ بوکھلا کر دونوں ہاتھ اُٹھاتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ تب علی ہیڈ لائٹس کی روشنی کی طرف آیا۔ اطمینان سے چلتا ہوا دوسرے جوان کے قریب آ کر اس کی جیب سے ریوالور کو نکال کر بہت دور پھینک دیا۔ پھر زمین پر پڑے ہوئے ریوالور کو اُٹھا کر پوچھا۔ "تم دونوں میں سے کس نے مجھ پر تھوکا تھا؟"

"میں نے نہیں تھوکا تھا۔"

دوسرے نے کہا۔ "کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ کیا مجھے الزام دینا چاہتے ہو؟"

وہ دونوں اپنی جان بچانے کے لیے ایک دوسرے کو الزام دینے لگے علی نے کہا۔ "مجھے جھوٹ کو پکڑنا آتا ہے۔ یہ تین لڑکیاں سچ بولیں گی۔ کیونکہ سچ بولنے سے ہی زندہ رہیں گی۔ ورنہ میں تین تک گنتے ہی تینوں کو گولی مار دوں گا۔"

اسے گننے کی ضرورت نہیں پڑی۔ تینوں نے اُس جوان کی طرف اشارہ کیا جس کے ہاتھ میں گولی لگی تھی۔ علی نے دوسرے جوان سے کہا۔ "جلدی سے پہیہ لگاؤ۔"

پھر تھوکنے والے سے کہا۔ "تم سمجھ رہے تھے تیز رفتار گاڑی سے کسی راہگیر پر تھوک کر گزر جاؤ گے اور گرفت میں نہیں آؤ گے پھر تمہیں اپنے ریوالور پر بھی بھروسا تھا۔ اب کیا کرو گے؟"

"مجھے معاف کر دو۔ میں کبھی کسی پر نہیں تھوکوں گا۔"

"اور ایک بار تھوکو، معاف کر دوں گا؟"

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں ایسی جرات نہیں کروں گا۔"

"کرو گے۔ پختہ سڑک پر جا کر بیٹھو۔ پھر جھک کر سڑک پر تھوکو۔ اس کے بعد اس تھوک کو چاٹو۔"

وہ گڑگڑانے اور معافی مانگنے لگا۔ علی نے اُسے نشانے پر رکھ کر انگلی کو ٹریگر پر لایا تو وہ دوڑتا ہوا سڑک پر گیا پھر تھوک کر اسے چاٹنے لگا۔ ایک لڑکی نے کہا۔ "یہ خود کو بہت بڑا غنڈہ سمجھتا ہے۔ اس نے رات بھر کا سودا کرنے کے بعد ہماری رقم نہیں دی ہے پلیز ہماری پیمنٹ کرا دو۔"

علی تیمور نے لڑکی کے مُنہ پر ایک اُلٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم مجھے بازاری عورتوں کی پیمنٹ کرانے والا دلال سمجھتی ہو؟"

باقی دو لڑکیاں سہم کر پیچھے چلی گئیں۔ دوسرے جوان نے پہیہ لگا دیا تھا۔ علی نے اُن سے کہا۔ "جس کا جو سامان گاڑی کے اندر ہے اُسے فوراً نکالو۔"

وہ اپنا اپنا سامان نکالنے گئے۔ علی نے ان سے کار کی چابی لی۔ اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے سڑک پر لے آیا۔ انھیں چھوڑ کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔ پیچھے رہ جانے والے پیدل چلتے ہوئے ایک گھنٹے سے پہلے قریبی ٹاؤن میں پہنچ کر رپورٹ نہیں درج کرا سکتے تھے۔

اس نے ٹاؤن میں پہنچ کر کار کی ٹنکی فل کرائی۔ پھر اُس ٹاؤن سے بہت دور نکلتا چلا گیا۔ اُس کا رُخ شہر کارنر بُروک کی طرف تھا جہاں سونیا ثانی اپنا طیارہ لا رہی تھی۔ کارنر بُروک کی طرف لمبا سفر تھا۔ راستہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ سفر کے دوران کتنی ہی چھوٹی بڑی بستیوں سے گزرتا رہا۔ ایک بستی کے قریب دو پولیس کاریں دکھائی دیں۔ وہ دونوں کاریں ایک دوسرے کی طرف رُخ کیے راستہ روکے کھڑی تھیں۔ اُن کے پیچھے پولیس

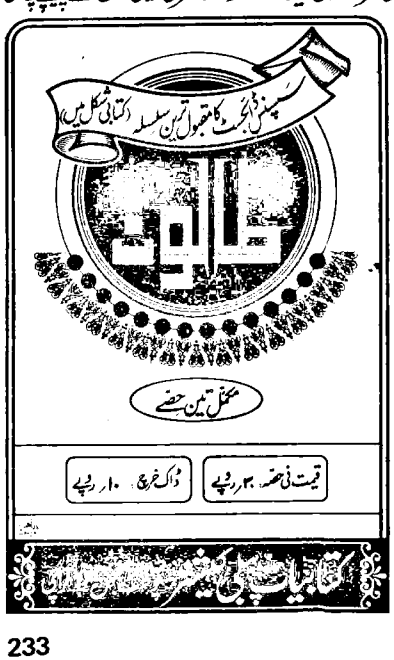

والے رائفلیں لیے نظر آرہے تھے۔

اس کا مطلب تھا گاڑی چھین کر لے جانے والی بات پولیس والوں تک پہنچادی گئی تھی۔ وہ ڈرائیو کرنے کے دوران ذرا سیٹ کے نیچے دبک گیا تاکہ ونڈ اسکرین کو توڑ کر آنے والی گولیوں سے محفوظ رہ سکے۔ پھر اُس نے اچانک رفتار بڑھادی۔ پولیس والے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ان کی گاڑیوں سے ٹکرانے کا حوصلہ یا حماقت کرے گا۔ انھوں نے وارننگ کے طور پر پہلے ہوائی فائرنگ کی۔ دوسری بار انھیں فائر کرنے کا موقع نہیں ملا۔ علی کی کار اُن کی گاڑیوں سے آکر ٹکرانے والی تھی۔ وہ گاڑیوں کے پیچھے سے جان بچانے کے لیے بھاگ رہے تھے، دونوں گاڑیاں دو طرف گھوم گئی تھیں۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا دور نکلتا جارہا تھا۔ پولیس والوں نے سنبھلنے کے بعد فائرنگ شروع کی۔ تب تک وہ رینج سے بہت دور جاچکا تھا۔ ایک افسر کار ٹیلیفون کے ذریعے اگلی بستی والوں سے رابطہ قائم کررہا تھا اور کہہ رہا تھا "یہ کار چھین کر لے جانے والا علی تیمور ہی ہوسکتا ہے، اسے روکو۔"

جب وہ سمندر میں تھا۔ چاروں طرف پانی ہی پانی تھا، بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ تب وہ بچ کر یہاں تک پہنچ گیا تھا۔ یہاں کھلے میدان میں بھلا کون اُس کا ہاتھ پکڑ سکتا تھا؟

وہ طوفانی رفتار سے ڈرائیو کررہا تھا۔ لیلیٰ نے اگر کو ڈور ڈز ادا کیے پھر پوچھا "کہاں جارہے ہو؟"

"کارنر بروک۔"

"ہاں میں نے کہا تھا سونیا ثانی اسی شہر کے ایک چھوٹے سے پورٹ پر طیارہ اُتارے گی لیکن اُس طیارے کو اُتارنے کی اجازت نہیں دی جارہی ہے۔"

"پھر کیا ارادہ ہے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ میں اور سلطانہ یہاں کے حکام اور فوجی افسروں کی کھوپڑیوں میں زلزلہ پیدا کرسکتی ہیں۔ وہ ہاتھ جوڑ کر طیارے کو یہاں اُتارنے اور تمھیں یہاں سے لے جانے کو کہیں گے لیکن سونیا ثانی صرف اطلاعات حاصل کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی کی امداد قبول کرتی ہے۔ جہاں اپنے جوہر دکھانے کی بات آتی ہے۔ وہاں ہمارے تعاون سے انکار کردیتی ہے۔"

علی نے کہا "اُس سے کہو میں جس سڑک پر جارہا ہوں۔ اُس کے اطراف ایک بھی درخت نہیں ہے۔ وہ یہاں طیارہ اُتار سکتی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "کمال ہے، تم جو کہہ رہے ہو وہی سونیا ثانی کرنے والی ہے، وہ اسی راستے کو تلاش کرتی ہوئی آئے گی۔ اس جگہ کو مناسب سمجھے گی تو یہیں طیارہ اُتارے گی۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی پرواز کرتے ہوئے طیارے کی آواز سنائی دینے لگی۔ دور آسمان پر ایک بتی جلتی بجھتی چلی آرہی تھی۔ لیلیٰ نے سونیا ثانی کے پاس آکر کہا۔ "علی نے اس طیارے کو دیکھ لیا ہے۔ وہ سفید رنگ کی کار میں اسی راستے پر ہے جو تمھیں نظر آرہا ہے۔ پائلٹ کو گائیڈ کرو۔"

طیارہ زمین کے قریب آنے لگا۔ کارنر بروک کے شہر سے آنے والی پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دے رہے تھے۔ اُن سے کوئی تین کلومیٹر کے فاصلے پر علی اپنی گاڑی میں شہر کارنر بروک کی طرف بڑھ رہا تھا لیکن رفتار بہت سست کردی تھی۔ دوسری طرف سے آنے والی پولیس گاڑیوں کو بھی رفتار سست کرنی پڑی کیونکہ طیارہ اُن کے اُوپر سے پرواز کرتا ہوا بتدریج سڑک پر اُترتے آرہا تھا۔

پھر انھوں نے حیرانی سے دیکھا طیارہ دور جاکر سڑک پر اُتر رہا تھا۔ چونکہ وہ بہت دور جاکر اُتر رہا تھا اس لیے وہ نہیں دیکھ سکے کہ طیارے کے دروازے میں سے ایک رسّا لٹکایا گیا ہے۔ علی کار سے اُتر کر دوڑتا آرہا تھا۔ پھر وہ رسّا پکڑ کر لٹک گیا۔ اُوپر چڑھنے لگا۔ اُسی وقت پیچھے آنے والی پولیس گاڑیوں سے فائرنگ شروع ہوگئی۔ ابھی وہ شوٹنگ رینج سے باہر تھا۔ جب رینج پر آیا تو دروازے کے اندر رینج چکا تھا۔ دروازہ بند ہوگیا تھا۔ طیارے کی رفتار بڑھ گئی تھی۔ پولیس گاڑیاں کافی فاصلے پر تیزی سے چلی آرہی تھیں لیکن قریب پہنچنا ان کے مقدر میں نہیں تھا۔ طیارے نے زمین چھوڑ دی۔ فضا میں بلند ہوتا ہوا دور پرواز کرتا چلا گیا۔ پولیس گاڑیاں رک گئیں۔ ایک افسر نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "جناب! یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ فرہاد کے بیٹے کو گرفتار کرنے کے لیے فوج سامنے کیوں نہیں آئی۔ میں افسوس ناک خبر سنا رہا ہوں۔ اُسے فرانس کا ایک طیارہ یہاں سے لے گیا ہے۔"

فوج کے افسر کی آواز سنائی دی "تم افسوس ناک خبر نہیں بلکہ خوش خبری سنا رہے ہو۔ خدا کا شکر ہے علی تیمور ہماری زمین چھوڑ کر چلا گیا ہے تم بھی شکر ادا کرو۔ دیٹس آل۔"

اُدھر رابطہ ختم ہوا، اِدھر علی اور سونیا ثانی کا پہلا رابطہ ہوا۔ علی جہاز پر سوار ہوتے ہی دروازہ بند کرنے میں پرنس ڈیگر کی مدد کررہا تھا۔ ثانی پائلٹ کے پاس تھی۔ جب طیارہ فضا میں بلند ہوکر پرواز کرنے لگا تو وہ حفاظتی بند کھول کر پائلٹ روم سے باہر آئی۔ علی پرنس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور حفاظتی بند کھول رہا تھا۔ وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر بولی "میرا نام ثانیہ ہے لیکن مجھے سونیا ثانی کہتے ہیں۔"

علی مصافحہ کرنے کے دوران اُسے دیکھتا رہا۔ وہ مسکرا کر بولی "میں سر سے پاؤں تک مادام سونیا لگ رہی ہوں، یہی دیکھ رہے ہو نا؟"

"نہیں، میں نے تمھاری کتنی ہی ڈیمیز دیکھی ہے۔ میں تمھاری صورت دیکھنے کے بہانے تمھارے حوصلے اور طریقِ کار کو دیکھ رہا ہوں۔ تم نے شکست تسلیم نہیں کی، مایوس ہوکر میدان نہیں چھوڑا۔ آخر مجھے طیارے میں سوار کرا ہی لیا۔ مجھے تعریف کرنی نہیں آتی، صرف اتنا کہتا ہوں، تم بہت اچھی ہو۔"

پرنس ڈیگر نے علی اور ثانی کے ملے ہوئے ہاتھوں کو دیکھا پھر جلدی سے علی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے اور مسکرا کر جبراً مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر علی! کچھ میری بھی تعریف کرو۔ تمھارے لیے میں نے ہی دروازہ کھولا تھا۔"

علی نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا دوسرے ہاتھ سے اُس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "تھینکس اے لاٹ۔ میں تمھیں برائن وُولف سمجھ رہا تھا لیکن اپنی تعریف سننے کے شوق میں تم نے بدلتے ہوئے لہجے پر دھیان نہیں دیا۔ اِس وقت تم برائن وُولف کے نہیں اپنے ذاتی لہجے میں بول رہے ہو۔"

چوری پکڑی جانے پر اُس نے پریشان ہوکر سونیا ثانی کو دیکھا۔ وہ بولی "تم نے علی کے سامنے حماقت کی ہے۔ کسی عیار دشمن کے سامنے اپنی آواز اور اپنی حرکتوں پر دھیان نہیں دو گے تو بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اپنے ساتھ مجھے بھی مصیبتوں میں مبتلا کروگے۔"

اُس نے جھینپ کر علی کو دیکھا۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے ثانی سے کہا "میں تسلیم کرتا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم دوسروں کے سامنے میری انسلٹ کرو۔"

"علی کوئی دوسرا نہیں ہے۔ یہ فرہاد کا بیٹا اور بابا صاحب کے ادارے کا سب سے مضبوط بازو ہے۔"

پھر وہ زبان سے بولی "علی کی موجودگی میں آئندہ سوچ کے ذریعے گفتگو نہ کرو۔ جب تک ہمارا ساتھ ہے، ہم تینوں کسی سے کوئی بات نہیں چھپائیں گے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "مسٹر علی! میں اناڑی نہیں ہوں پھر بھی انسان کو آخری سانس تک بہت کچھ سیکھتے رہنا چاہیے۔ یہ سونیا کی محبت ہے کہ اس نے موجودہ مہم میں مجھے اپنے ساتھ رکھا ہے۔ تم دیکھو گے آئندہ میں زندگی کے ہر مرحلے میں اس کے ساتھ رہوں گا۔"

علی نے کہا "میں ضرور دیکھوں گا۔ ویسے زندگی کے دوسرے مرحلے ابھی دور ہیں۔ ہمیں موجودہ مرحلے کے متعلق سوچنا اور گفتگو کرنا چاہیے۔"

سونیا ثانی نے کہا "ویلی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی نے کام بگاڑ دیا ہے۔ اُس کی وجہ سے مجھے اور تمھیں امریکا سے نکلنا پڑا۔" علی نے کہا "پھر بھی ثانیہ! ہم ناکام نہیں رہے۔ تمھاری زبردست پلاننگ کے باعث امریکا سے سونیا کے نکلنے کے باوجود وہاں سونیا موجود ہے۔"

پرنس ڈیگر سونیا ثانی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اور اُن کی باتیں سُن رہا تھا۔ اُس نے کہا "سونیا! ابھی تم نے علی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا کہ تم ثانیہ یا سونیا ثانی ہو۔ یہ درست ہے کہ تم نے فرضی نام رکھا ہے لیکن جب علی سے کوئی بات چھپائی نہیں جاتی تو اسے صاف صاف بتاؤ کہ تم اِس کی سونیا ماما ہو اور امریکا میں اپنے پیچھے ڈمی سونیا کو چھوڑ کر آئی ہو۔"

وہ بولی "تم ہماری بات کہیں سے کہیں لے جارہے ہو۔ میں تمھاری معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے کہہ دوں کہ میں سونیا کی بیٹی ثانیہ ہوں۔ میری ماں نے کبھی ناکام ہوکر میدان نہیں چھوڑا۔ وہ اب بھی امریکا میں ہیں اور میدان میں ڈٹی ہوئی ہیں۔"

"یعنی سونیا نے مجھے دھوکا دیا ہے؟"

"یہ دھوکا نہیں حکمتِ علی ہے۔ خاص موقع پر خاص لوگوں سے بھی باتیں چھپائی جاتی ہیں۔ جس طرح تمھیں نہیں بتایا گیا کہ میری ماں کہاں ہے؟ اسی طرح علی کو بھی اب تک میرے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا تھا اور مجھے بھی یہ نہیں بتایا جارہا ہے کہ خاتونِ اعلیٰ کیا کرتی پھر رہی ہیں۔ یہ بات دماغ سے نکال دو کہ تمھیں دھوکا دیا گیا ہے۔"

"تم درست کہتی ہو لیکن سونیا فرہاد سے کوئی بات نہیں چھپاتی تھی۔"

"مسٹر پرنس! وہ فرہاد تھا۔ تمھارے پاس ابھی صرف فرہاد کا چہرہ ہے۔ اس کی صلاحیتیں نہیں ہیں۔ تم ٹریننگ کے مرحلوں سے گزر رہے ہو۔ جب خود کو مکمل فرہاد ثابت کرنے لگو گے تو ہم سب آنکھیں بند کرکے تم پر بھروسا کریں گے۔"

علی نے کہا "ہم اپنے موضوع سے ہٹ رہے ہیں۔"

پرنس نے کہا "یہ بھی اہم موضوع ہے کہ میرے سامنے سونیا نہیں اس کی بیٹی ہے۔ دراصل میں سونیا سے عمر میں چھوٹا ہوں۔ میں نے کئی بار کہا سونیا تم میری آئیڈیل ہو۔ وہ مسکرا کر کہتی تھی "مجھے ایسی ہی آئیڈیل ملے گی۔ اب دیکھو اس نے اپنی بیٹی کو میرے ساتھ چھوڑ رکھا ہے۔ سونیا کا طریقۂ کار عجیب ہے، میں انکار نہیں کرسکوں گا کہ آئیڈیل میرے پاس ہے۔ ثانیہ! میں تمام عمر تمھاری ماں کی قدر کرتا رہوں گا اس نے میری بہت بڑی آرزو پوری کی ہے۔"

وہ بیزار ہوکر بولی "تمھیں پتا ہے میں کس سے محبت کرتی ہوں۔"

"کس سے؟"

"کام، کام اور صرف کام سے۔ مجھے کسی کے نام سے اور اس کی خوبروئی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نیویارک میں کئی بار بھگا چکی ہوں، مجھ سے صرف کام کی باتیں کیا کرو۔"

"مس ثانیہ! زندگی میں کام کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔"

"اُس بہت کچھ کے متعلق سوچنے کی فرصت ملے گی تو میں سوچوں گی فی الحال پلیز، کام کی باتیں کرو۔ تمہیں کر سکتے ہو تو ہماری باتیں سنو۔"

اسپیکر سے پائلٹ کی آواز سنائی دی۔ "مادام! آگے موسم خراب ہے۔ گرین لینڈ کے جنوب میں برفانی طوفان آیا ہوا ہے۔ مجھے طیارے کو پھر بحرِ اوقیانوس کی طرف لے جانا ہوگا۔"

وہ ایک سیٹ کی پشت سے مائک اُٹھا کر بولی۔ "واپس نہ جاؤ طیارے کو ریکجاوک آئی لینڈ یا کینیڈا کے شمالی حصے کی طرف لے چلو۔ ذرا ایک منٹ۔"

پھر اُس نے علی سے کہا۔ "سوری، میں نے تم سے مشورہ لیے بغیر ایسا کہہ دیا۔ تم بتاؤ، ہمیں کدھر کا رُخ کرنا چاہیے؟"

"تم میرے آیندہ ارادوں کے مطابق کہہ رہی ہو۔"

وہ پائلٹ سے بولی۔ "تم نے علی کی بات سن لی۔"

"یس مادام! میں طیارے کو کینیڈا کے شمال کی طرف لے جا رہا ہوں۔"

پرنس ڈیگر نے دونوں کو باری باری دیکھا۔ پھر سونیا ثانی سے پوچھا۔ "تم نے علی کے آیندہ ارادوں کو کیسے سمجھ لیا؟ وہ ارادے کیا ہیں؟"

"سمجھنا کچھ مشکل تو نہیں ہے۔ فرہاد کے خاندان کا کوئی فرد کبھی میدان سے نہیں بھاگتا۔ اگر مجبور کیا جائے تو وہ ذرا پیچھے ہٹ جاتا ہے پھر گھوم کر میدان میں آجاتا ہے ہم اپنا ادھورا مشن پورا کریں گے ہمارے جتنے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں، انھیں دوست بنائیں گے اُن میں سے جو دشمنی پر بضد رہے گا ہم اُسے خاکر دیں گے۔"

پرنس نے پوچھا۔ "ہم سے کیا مراد ہے؟ کیا تم اور علی؟"

"ہاں اور تم بھی۔ تم ہمارے بہت ہی اہم آدمی ہو۔"

وہ خوش ہو گیا۔ اپنے سر کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "میرے دماغ میں ٹیلی پیتھی ہے اور جسم میں بے پناہ قوت ہے۔ میں ہمیشہ تمہارا اہم آدمی بن کر رہوں گا۔"

سونیا ثانی نے پوچھا۔ "پرنس! اب دشمنوں کا ردِعمل کیا ہوگا؟"

پرنس نے جواب دیا۔ "وہ مطمئن ہوں گے۔ ہمیں نیویارک سے نکال کر سمجھ رہے ہوں گے کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔"

"کیا وہ انٹرنیشنل فلائنگ روٹ کے ذریعے یہ معلوم نہیں کر رہے ہوں گے کہ ائرفرانس کا خصوصی طیارہ ہمیں کدھر لے جا رہا ہے؟"

"ہاں، یہ تو ضرور معلوم کر رہے ہوں گے۔"

"کیا انھیں یہ معلوم نہیں ہے کہ علی نے نیوفاؤنڈلینڈ میں کہیں طیارہ اُتارا ہے اور ہم بھی اِدھر آئے ہیں؟"

"بے شک انھیں یہ بھی معلوم ہوگا مگر تم ایسے سوالات مجھ سے کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم دشمنوں کو مطمئن سمجھ رہے ہو۔"

وہ ذرا جھجک گیا پھر بات بناتے ہوئے بولا۔ "میں ابھی یہی تجزیہ کرنے والا تھا کہ دشمن کس طرح ہمارے متعلق معلومات حاصل کر رہے ہوں گے۔"

"ان حالات میں بتاؤ، وہ کیسے اقدامات کر رہے ہوں گے؟"

"ایسے ہی جیسے ابھی کارٹر بروک کے ائرپورٹ پر ہمارے اُترنے پر پابندی عائد کرائی تھی تاکہ ہم مسٹر علی کو یہاں سے نہ لے جا سکیں۔ اب یہ طیارہ جہاں بھی اُترے گا، وہاں ہمارے استقبال کے لیے دشمن موجود ہوں گے۔"

"کون سے دشمن؟"

"یہی سپر ماسٹر کے فوجی جوان۔"

وہ بولی۔ "پرنس! تمھیں جغرافیہ اور تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ موجودہ سیاست اور حکومتوں کے متعلق معلومات حاصل کرتے رہنا چاہیے۔ ہم کینیڈا کے شمال میں بیفن آئی لینڈ کی طرف پرواز کر رہے ہیں۔ ان علاقوں میں نہ امریکا کا قانون ہے اور نہ ہی سیاسی سمجھوتے کے بغیر اِدھر امریکی فوجی آسکتے ہیں۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "امتحان دینے کے لیے میں ہی نظر آیا ہوں، علی کا بھی امتحان لو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "شاید تمھیں نہیں معلوم... کہ بابا صاحب کے ادارے کے بڑے بڑے معلم علی تیمور کو انسائیکلو پیڈیا کہتے ہیں اور انسائیکلو پیڈیا کا امتحان بھلا کون لے سکتا ہے۔ اُس سے تو پوچھا جاتا ہے، معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔"

علی نے کہا۔ "ثانیہ پلیز! آیندہ میری تعریف میں ایک لفظ بھی نہ کہنا۔ تعریف انسانی صلاحیتوں کو کبھی پنپنے نہیں دیتی۔"

پرنس نے کہا۔ "مسٹر انسائیکلو پیڈیا! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جب سپر ماسٹر کو ہماری منزل کا پتا ہے اور وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ ہم گھوم پھر کر پھر اُس کے ملک میں

داخل ہوں گے تو کیا وہ ہمارے لیے مشکلات پیدا نہیں کرے گا؟"

"ضرور کرے گا۔ تمھارے خیال کے برعکس ہمارے استقبال کے لیے امریکی فوجی نہیں آئیں گے بلکہ اس حکومت کے غنڈے، بدمعاش اور قاتل آئیں گے۔ وہ ہماری واپسی کا راستہ روکیں گے۔"

"ان حالات میں ہم پوری طرح اُن کی نظروں میں رہیں گے۔ امریکا میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔"

"کوئی ملک ہمارے لیے اپنی سرحدیں بند نہیں کرتا بلکہ بند کر ہی نہیں سکتا۔ ہمارے پاس ہزار راستے ہیں۔ تمھاری یہ بات غلط ہے کہ ہم اُن کی نظروں میں رہیں گے۔ درست یہ ہے کہ ہم خود اُن کی نظروں میں رہنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"یہی تو بات ہے، ثانیہ تم جواب دے دو۔"

وہ بولی۔ "ہم اِدھر دشمنوں کی نظروں میں رہ کر انھیں یقین دلاتے رہیں گے کہ سونیا اور علی تیمور امریکا سے باہر ہیں جبکہ سونیا تمام ملک کے اندر موجود رہ کر اپنا کام کرتی رہیں گی۔"

پرنس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم دونوں خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے کے دل اور دماغ کی باتیں سمجھ لیتے ہو؟"

"تمھیں اچھی طرح معلوم ہے، ہمیں خیال خوانی نہیں آتی اور نہ ہی کوئی ایک گھنٹے سے ہمارے دماغ میں آیا ہے۔"

"پھر تم علی تیمور کے ارادے کیسے سمجھ لیتی ہو اور علی تمھارے اندر کی بات کیسے جان لیتا ہے؟"

"پرنس! تم خواہ مخواہ اُلجھ رہے ہو، یہ دو اور دو چار والی حقیقت ہے۔ ہم اپنے حالات کو ہر پہلو سے سمجھ کر اُس سے صحیح نتیجہ نکال کر ایک رائے قائم کرتے ہیں۔ چار آدمی اسی اصول پر کام کریں تو چاروں کے خیالات ایک ہوں گے جبکہ ہم دو ہی ہیں۔"

علی نے اپنی سیٹ سے اُٹھ کر کہا۔ "میں ابھی پائلٹ سے مل کر آتا ہوں۔"

وہ کیبن میں چلا گیا۔ پرنس کے چہرے سے اطمینان ظاہر ہو رہا تھا۔ وہ بولا۔ "تھینکس گاڈ! کچھ تو تنہائی نصیب ہوئی ہے۔"

"اس تنہائی میں تمھارا ارادہ کیا ہے؟"

"بات یہ ہے کہ ہم اپنے خاص آدمی کے سامنے بھی کچھ ضروری باتیں نہیں کر سکتے۔ مانا کہ علی خاص بندہ ہے مگر میں دل کی بات تو صرف تم سے ہی کر سکتا ہوں۔"

"پھر تو اچھا موقع ہے، دل کی بات جلدی سے کہہ دو۔"

"تمھاری نما سے ملاقات ہوگی تو وہ گواہی دیں گی کہ تم میری آئیڈیل ہو۔"

"تو پھر ملاقات کا انتظار کرو، میں اُن کی گواہی سنوں گی۔"

"آں... وہ تم سمجھیں نہیں۔ تمھاری نما سے تو ملاقات ہو جائے گی لیکن تمھارے دل میں بھی میرے لیے کوئی جذبہ ہوگا۔"

"اوہ نو! دل میں جذبہ نہیں ہوتا۔ تمام جذبات اور احساسات کا تعلق دماغ سے ہوتا ہے۔ اب تم پوچھو گے کہ کیا میرے دماغ میں تمھارے لیے کوئی جگہ نہیں۔"

"میں یہی پوچھنے والا تھا۔"

"ہاں، تمھارے لیے جگہ ہے اسی لیے تو تم دماغ میں آکر باتیں کرتے ہو۔"

"دیکھو، تم الجھن بن رہی ہو، مجھے لڑ خار ہی ہو رہ تم صاف صاف بتاؤ کیا میں تمھارے قابل نہیں ہوں؟"

"میرے قابل نہیں ہو، اسی لیے تو تمھیں میرے ساتھ رکھا گیا ہے۔ تم اپنی ذہانت، حاضر دماغی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے خود کو قابل بنا سکتے ہو۔"

وہ اپنی مٹھی فضا میں بند کرتے ہوئے بولا۔ "میں ثابت کر دوں گا کہ میں سونیا کی بیٹی کے شایانِ شان ہوں۔"

"شاباش! یہی جذبہ رکھو۔ جب تک آدمی کے اندر کوئی جذبہ شدت اختیار نہیں کرتا۔ تب تک وہ کامیابی کی منزلیں طے نہیں کرتا۔"

وہ جذباتی انداز میں بولا۔ "وعدہ کرو میرا انتظار کرو گی۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "میں تمھارے سامنے ہوں... پھر انتظار کہاں کروں گی؟"

پرنس کے حلق سے کراہ نکل پڑی۔ "آہ! تم روحانی باتوں کو کیوں نہیں سمجھتیں؟ میں کہنا چاہتا ہوں، تم میری کامیابیوں اور کارناموں کا انتظار کرو۔"

"تمنا پچھلے چھ ماہ سے تمھارے کسی کارنامے کا انتظار کر رہی ہیں۔ تم نے ابھی تک کچھ کر کے نہیں دکھایا ہے۔"

"اب دکھاؤں گا۔ اب میرے اندر جذبات نے کروٹ لی ہے۔"

"تم غلط کہہ رہے ہو۔ جذبات ہمیشہ جاگتے رہتے ہیں، نہ سوتے ہیں نہ کروٹ لیتے ہیں۔ جذبات سو جائیں تو آدمی مُردہ ہو جاتا ہے پھر تمھارے جذبات نے کیسے کروٹ لی ہے؟"

"ثانیہ! کیا تم میرا مذاق اُڑا رہی ہو؟"

"میں حقیقت بیان کر رہی ہوں اور تم مذاق سمجھ رہے ہو کسی سے بھی پوچھ لو۔ طبی نکتۂ نظر سے جذبات کبھی نہیں سوتے۔"

"میں طب اور سائنس کی نہیں محبت کی بات کر رہا ہوں۔"

"تو کرو نا، اتنی دیر سے دل، دماغ، جذبات اور احساسات کی باتیں کر رہے ہو اِن باتوں کا تعلق طب سے ہے۔"

"محبت سے بھی ہے۔"

"کیسے ہے؟"

"وہ... وہ ایسے کہ جیسے محبت میں دل دھڑکتا ہے۔"

وہ بولی "ہم جب سے پیدا ہوئے تب سے دل دھڑکتا ہے، اس میں محبت کہاں سے آ گئی؟"

وہ مٹھیاں بھینچ کر دانت پیس کر بولا "میں اپنا سر پھوڑ لوں گا۔"

علی تیمور پالمٹ کیبن سے باہر آ رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا بات ہے؟"

سونیا ثانی نے کہا "یہ بہت دیر سے محبت کرنا چاہتے ہیں مگر علم طب کا مسئلہ شروع کر دیتے ہیں۔"

پرنس نے کہا "تم سمجھتی کیوں نہیں، دل، دماغ، جذبات اور احساسات کا تعلق محبت سے ہے۔"

"یہی تو پوچھتی ہوں کیسے؟"

علی نے کہا "مسٹر پرنس! تم اتنی دیر سے نہ سمجھا کے۔ میں سمجھاتا ہوں۔ دیکھو ثانیہ! ماں کے سینے سے دودھ کا چشمہ بہتا ہے۔ یہ علم طب کا مسئلہ ہے کہ قدرت نے دودھ کیسے پیدا کیا لیکن جو دودھ بچے کے مُنہ میں جاتا ہے وہ ماں تا ہے۔ ماں تا انسان کی پہلی محبت ہوتی ہے۔"

پرنس نے کہا "اے بھائی! تم کون سی محبت لے بیٹھے، میں دوسری محبت کی بات کر رہا تھا۔"

"اچھا وہ دوسری محبت؟ ہاں سمجھ گیا۔ دیکھو ثانیہ! مسٹر پرنس کہنا چاہتے ہیں کہ محبت جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو عبادت بن جاتی ہے۔ عبادت صرف خدا کی ہوتی ہے لہٰذا انسان ماں کے بعد جو دوسری محبت یکھتا ہے۔ وہ خدا سے ہوتی ہے۔"

"مسٹر علی! اتنے بھولے اور پارسا نہ بنو کیا تم نے ایک لڑکی سے محبت نہیں کی تھی، جسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مار ڈالا تھا۔"

علی نے ایک گہری سانس لی۔ سونیا ثانی کو دیکھا پھر کہا "ہاں وہ بہت مختصر سی عمر لے کر آئی تھی۔"

پرنس نے پوچھا "اب بتاؤ کیا وہ تمھاری محبت نہیں تھی؟"

"نہیں دوست! اپنی عقل سے اور سچے دل سے تسلیم کرو کہ کوئی لڑکی محبت نہیں ہوتی، وہ ضرورت ہوتی ہے۔ مرد کے ارمانوں کی، خواہشوں کی اور جذبوں کی تکمیل کا ذریعہ ہوتی ہے۔ ہم لفظوں کی جادوگری سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہمیں اس سے دلی اور روحانی محبت ہے مگر سچائی سے یہ نہیں کہتے کہ تنہائی میں اس کی ضرورت ہے۔"

"اے بھائی! تم تو محبت کو ہتھوڑا مار رہے ہو۔"

"تمھیں ہتھوڑا لگ رہا ہے۔ سیدھی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ لین دین کا جو سودا ہوتا ہے اُسے لوگ محبت کہہ دیتے ہیں۔ مرد اپنی کمائی دیتا ہے، عورت اپنی عزت اسے دیتی ہے، مرد اُسے گھر دیتا ہے، عورت اُسے آرام دیتی ہے، مرد اُس کی کوکھ میں بچّہ دیتا ہے عورت اس کی نسل کو جوان اور قابل فخر بناتی ہے... اگر لین دین میں کمی آ جائے تو محبت کا سودا نہیں ہو پاتا۔ عورت اپنا جسم نہ دے تو مرد اپنی کمائی نہیں دیتا۔ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں۔ اس ضرورت کو محبت کا پُرفریب نام دینے سے محبت نہیں ہو جاتی۔"

پرنس نے ثانیہ سے کہا "دیکھو! یہ مسٹر کیسی باتیں کر رہے ہیں، تمھاری جیسی حسین لڑکی کی توہین کر رہے ہیں۔ کیا لڑکیاں صرف ضرورت کے لیے ہوتی ہیں؟ کیا یہ تمھاری انسلٹ نہیں ہے؟"

"بے شک اگر میں ایسی لڑکی بن جاؤں جو صرف مرد کی ضرورت پوری کرنے کے لیے زندہ رہتی ہے۔ مرد سے الگ اپنی کوئی شخصیت نہیں بناتی، اپنی کوئی الگ اہمیت نہیں رکھتی ہے تو پھر یہ لڑکی کے لیے انسلٹ کی بات ہے اور وہ اس توہین کا بُرا مان کر مرد کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ میں محبت کے نام پر ضرورت پوری کرنے والی بے چاری نہیں ہوں۔"

اُس نے دونوں کو دیکھا پھر پوچھا "تم دونوں کی

کھوپڑی ایک جیسے کس طرح سوچتی ہے ویسے یہ میرے حق میں اچھی بات ہے کہ مسٹر علی محبت کو نہیں مانتے ہیں۔ ثانیہ! میں تمھیں محبت کرنا سکھاؤں گا۔"

علی مسکراتا ہوا ثانی کے پاس آیا پھر بولا "پلیز، پالمٹ کو کافی پلا دو۔"

وہ اُٹھتے ہوئے بولی "یقیناً ہم بھی پئیں گے۔"

وہ کافی تیار کرنے چلی گئی۔ پرنس نے پوچھا "مسٹر علی! کیا تم واقعی محبت کو نہیں مانتے؟"

"مانتا ہوں... یہ مانتا ہوں کہ محبت میں عقل کام نہیں کرتی اور جہاں عقل کام نہیں کرتی، وہاں سے میں نہیں گزرتا۔"

وہ خوش ہو کر بولا "واقعی تم عقل مند ہو تمھیں ایسے راستے پر نہیں چلنا چاہیے۔"

"بے شک، میں ایسا راستہ بے وقوفوں کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔"

"بہت اچھا کرتے ہو، میں تو..."

وہ کہتے کہتے رُک گیا پھر گھور کر بولا "تم مجھے بے وقوف کہہ رہے ہو۔"

"میں تمھیں نہیں محبت کرنے والوں کو کہہ رہا ہوں۔"

وہ سیٹ کے ہتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا "میں بھی محبت کرتا ہوں اور سونیا ثانی سے محبت کرتا ہوں۔"

"تمھیں پہلے بتانا چاہیے تھا، میں ہرگز بے وقوف نہ کہتا۔"

"کوئی بات نہیں، میں تمھیں ایسا دوست سمجھتا ہوں جو اپنے دوست کا حق نہیں مارتا۔ میرا ایک کام کرو گے؟ سونیا ثانی کو میرے دل کی بات سمجھا دو گے۔"

"سوری مسٹر پرنس! میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے۔ میں پچھلے تین گھنٹے سے سونیا ثانی کے ساتھ ہوں۔ اتنی سی دیر میں سمجھ گیا ہوں کہ وہ کس ٹائپ کی لڑکی ہے۔ وہ محبت جیسی فضولیات میں نہیں پڑے گی۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ تمھاری نیت خراب ہے۔ اُسے میری محبت نہیں اپنی تنہائی کی ضرورت بنانا چاہتے ہو۔"

علی نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ دانت پر دانت جما لیے۔ اُسے غصہ نہیں آتا تھا۔ ناقابل برداشت کو برداشت کر لیتا تھا۔ ابھی محض اس لیے غصہ آ رہا تھا کہ پرنس اس کی سونیا ثانی کی بیٹی کے لیے غلط بات کہہ رہا تھا۔ لیکن غصّے کو برداشت کرنے کی تربیت کام آئی۔ اُس نے بڑی مشکل سے لہجے کو نرم کرتے ہوئے کہا "پرنس! تمھیں انسانیت کا واسطہ دے کر سمجھاتا ہوں۔ ہوس انسان کو درندہ بنا دیتی ہے، تمھیں مروانیت کا واسطہ دے کر سمجھاتا ہوں کہ دو مردوں کے سائے میں ایک لڑکی کو ہر طرح کا تحفظ ملنا چاہیے۔ اُس کی عزت، انا اور عورت پن کے خلاف کوئی بات نہیں کرنا چاہیے۔ آگے تم سمجھ دار ہو۔"

وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ناگواری سے بولا "تم مجھے نادان سمجھ کر نصیحت کر رہے ہو۔ کیا خود کو بہت زیادہ عقل مند سمجھتے ہو؟ کیا تم اس ٹیم کے لیڈر ہو؟ میں تم سے عمر میں اور تجربات میں بڑا ہوں، تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے میں جانتا ہوں۔"

"تمھاری ٹیلی پیتھی میرے لیے صفر ہے۔ ہاں یہ مانتا ہوں کہ عمر میں بڑے ہو۔ اتنے بڑے کہ سونیا ثانی تمھاری بیٹی نظر آتی ہے۔"

پرنس ایک دم سے بھڑک گیا۔ اُسے گالی دیتا ہوا ایک ہاتھ مارنا چاہتا تھا۔ علی نے ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ اِدھر آیا، دوسرے جھٹکے میں اُدھر گیا۔ اُس نے بچاؤ کے لیے دوسرا ہاتھ اُٹھایا۔ علی سے پنجہ لڑانا چاہتا تھا، شامت آ گئی تھی۔ پنجہ ملاتے ہی یوں لگا جیسے فولادی شکنجہ میں انگلیاں پھنس گئی ہیں۔ اُس کے منہ سے چیخیں نکلنے لگیں۔ سونیا ثانی دوڑتی ہوئی آئی۔ پریشان ہو کر بولی "یہ کیا ہو رہا ہے؟ پلیز علی اسے چھوڑ دو۔"

علی نے کہا "اس نے مجھے گالی دی ہے، یہ اتنی دیر زندہ نہ رہتا، زندہ صرف اس لیے ہے کہ تمھارے ساتھ ہے۔"

"میں تمھارا واسطہ دیتی ہوں، اسے چھوڑ دو۔ ہمارے پاس فرسٹ ایڈ کا سامان نہیں ہے اس کی انگلیاں ٹوٹ جائیں گی تو یہ ہمارے لیے پرابلم بن جائے گا۔"

"تم تمھارا واسطہ دے رہی ہو اگر یہ گالی دینے والی زبان کو اپنے دانتوں سے کاٹے گا تو چھوڑ دوں گا۔"

پرنس سمجھ رہا تھا کہ انگلیاں ٹوٹنے والی ہیں۔ اُس نے اپنی ہی زبان اپنے دانتوں تلے زور سے دبائی پھر تکلیف سے چیخ پڑا۔ علی نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ ایک کرسی پر گر کر تکلیف سے کراہتے ہوئے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ سے

سہلانے لگا۔ ثانی نے کہا "طیارہ زمین پر اتارا جا رہا ہے، سیفٹی بیلٹ باندھ لو۔"

علی ایک سیٹ پر بیٹھ کر بیلٹ باندھ رہا تھا۔ پرنس کا ہاتھ اس قابل نہیں تھا۔ سونیا ثانی نے اس کا بیلٹ باندھتے ہوئے آہستگی سے کہا "یہ سب ہی جانتے ہیں کہ علی کو غصہ برداشت کرنا آتا ہے لیکن گالی کوئی بھی برداشت نہیں کرتا، ایسی غلطی دوبارہ نہ کرنا۔"

خود بھی اپنی سیٹ پر جا کر اپنا سیفٹی بیلٹ باندھنے لگی۔

اب پرنس میں گالیاں دینے کی جرأت نہیں تھی مگر اس کے اندر گالیوں اور نفرتوں کا آتش فشاں کھول رہا تھا۔ سونیا ثانی کے سامنے اس کی بڑی بے عزتی ہوئی تھی۔ اس کے خیال میں علی ہیرو بن گیا تھا اور جب تک اسے زیرو بنا کر سونیا ثانی کے سامنے اس پر غالب آ کر خود ہیرو نہ بن جاتا، تب تک اس کے اندر کا آتش فشاں سرد نہیں پڑ سکتا تھا۔

پائلٹ نے اطلاع دی کہ طیارہ زمین پر اترنے والا ہے پھر تھوڑی ہی دیر میں اس کے پہیے زمین سے لگ گئے۔ طیارہ دوڑتے دوڑتے بتدریج آہستہ ہوا پھر بالآخر رک گیا۔ انھوں نے سیفٹی بیلٹ کھول کر کھڑکیوں سے دیکھا باہر دور تک برف ہی برف دکھائی دے رہی تھی۔ جہاں طیارہ اتارا گیا تھا اس راستے کی برف ہٹا دی گئی تھی۔ وہ نسکاؤپی ٹاؤن کا ایک چھوٹا سا ائیر پورٹ تھا۔ وہ ائیر پورٹ اور اس کی چھوٹی سی عمارت ویران نظر آ رہی تھی۔ رات کے اس حصے میں چند مزدور رن وے سے برف ہٹانے کے لیے رہ گئے تھے اور وہ مزدور سوالیہ نظروں سے اس طیارے کو دیکھ رہے تھے۔

وہ سیڑھیوں کو دھکیلتے ہوئے طیارے کے دروازے تک لے آئے۔ دروازہ کھل گیا۔ علی، سونیا ثانی، پرنس اور پائلٹ نے برفانی علاقے کی مناسبت سے لباس پہن لیے تھے، وہ سر سے پاؤں تک اونی اور فر کے لباس میں تھے۔ انھوں نے اپنی اپنی پشت پر ضروری سامان کا کٹ باندھ لیا تھا۔ جدید طرز کی رائفلوں کے ساتھ کارتوس کا اچھا خاصا ذخیرہ تھا۔ اس کے علاوہ ہاتھوں میں ہتھیار تھیں۔ باقی سامان کو طیارے میں چھوڑ دیا تھا۔

علی نے ایک مزدور سے پوچھا "یہاں کے افسران اور سیکیورٹی گارڈز کہاں ہیں؟"

اس نے جواب دیا "ائیر پورٹ کے قریب ان کے کوارٹرز ہیں۔ وہ وہاں آرام سے سو رہے ہیں۔"

"کیا تم نے ہمارے لیے رن وے سے برف ہٹائی ہے؟"

"نو سر! ہمیں اس طیارے کی آمد کی اطلاع نہیں تھی۔ یہاں باقاعدگی سے جہاز نہیں آتے ہیں کوئی بھولا بھٹکا طیارہ اکثر ادھر آ جاتا ہے۔ شاید آپ بھی بھٹک کر یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

"ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے۔"

پائلٹ دوسرے مزدوروں سے باتیں کر کے ہوا کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔ سونیا ثانی چھوٹی سی عمارت کے دروازوں اور کھڑکیوں سے جھانک کر مختلف کمروں کو دیکھتی جا رہی تھی۔ پرنس اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہا تھا "میں بزدل اور کمزور نہیں ہوں۔ میں علی پر جوابی حملہ کر سکتا تھا مگر تمھاری ممّا نے بیٹا کہتی ہے، اس لیے میں نے تم ماں بیٹی کی خاطر زیادتی برداشت کر لی۔ کیا تم مجھے بزدل تو نہیں سمجھ رہی ہو؟"

"ہرگز نہیں، عقل سے کام لینے والا بزدل نہیں ہوتا۔"

"ثانی! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

وہ ایک کمرے میں جھانکتے ہوئے بولی "محبت کے موضوع پر تم کافی دیر تک بولتے رہے تھے، اب کوئی دوسری بات کرو۔"

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ گاڈ! یہ ویرانہ کیا شادی کی بات کرنے کے لیے ہے؟"

"تم ہاں کہہ دو، شادی بعد میں ہو جائے گی۔"

"تم نے کیسے سوچ لیا کہ مجھ جیسی خطرات سے کھیلنے والی لڑکی شادی کرے گی؟"

"تمھیں کھیل پیتھی جاننے والا جیون ساتھی ملے گا تو خطرات سے کھیلنا آسان ہو جائے گا۔"

"پرنس! تم اشاروں میں کہنے والی بات نہیں سمجھ پائے اس لیے صاف طور سے سن لو، میں کسی سے شادی نہیں کروں گی۔ حالات یا تقدیر نے مجبور کیا تو وہ اور بات ہوگی ورنہ شادی کر کے اور بچے پیدا کر کے شوہر اور بچوں کو دشمنوں کے انتقام کا ذریعہ نہیں بننے دوں گی۔"

وہ بولا "یہ مجھے ٹھکرانے کا بہانہ ہے۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے عمارت کے کوریڈور میں چلتی رہی۔ پرنس نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "تمھاری خاموشی کو خوب سمجھتا ہوں۔ جب سے تم نے علی کو دیکھا ہے، مجھے نظر انداز کر رہی ہو۔ کیا تم مجھے ٹھکرا کر اسے اپنا یار بنانا چاہتی ہو؟"

اتنا کہتے ہی اس کے منہ سے اوئی کی آواز نکل۔ دینا ثانی نے اس کے پیٹ میں ایک کہنی ماری تھی۔ وہ پیٹ پکڑ کر جھکا تو اس نے جوڈو کا داؤ استعمال کر کے اسے کوریڈور کے فرش پر پھینک دیا پھر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی "مجھے ہاتھ پاؤں توڑنے کے داؤ بھی آتے ہیں مگر تم میرے پاس ممّا کی امانت ہو، چلو اٹھو۔"

وہ پیٹ کر جانے لگی۔ پرنس فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ کراہتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب اندر کا آتش فشاں پھٹ رہا تھا وہ غصے سے کانپتا ہوا سوچ رہا تھا "میں دھوکا کھا رہا ہوں۔ میں نے سپر ماسٹر سے غداری کر کے اور سونیا پر بھروسا کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ وہ مجھے جھوٹی محبت کے جال میں پھانس کر اُلو بنا رہی اور میں فرہاد کا چہرہ اپنا کر خوش ہوتا رہا کہ وہ مجھے دوسرا فرہاد سمجھتی ہے۔"

ایسا سوچتے ہوئے اس نے اپنے ہی منہ پر ایک طمانچہ مارا پھر سوچا "میں گدھا ہوں، مجھ سے بار بار دھوکا ہوتا رہا اور میں کبھی سمجھ نہ سکا مجھ سے کہا گیا کہ میں سونیا کے ساتھ نیویارک جا رہا ہوں اور میں گدھا سونیا ثانی کو سونیا سمجھتا رہا اور یہ سونیا ثانی بھی مجھے ذلیل کر رہی ہے۔ مجھے ٹھکرا کر علی تیمور کی گود میں بیٹھنا چاہتی ہے۔ دونوں نے مجھے کمزور سمجھ کر مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے، اب میں بتاؤں گا کہ میں کتنا شدید ہوں اور کتنا چالاک ہوں کہ ان کی بازی الٹ سکتا ہوں۔"

وہ اسی طرح فرش پر بیٹھا رہا اور سر جھکائے سوچتا رہا کہ اپنے ملک سے اور اپنی قوم سے غداری کرنے کے بعد کس طرح اپنی غلطی کی تلافی کر سکتا ہے۔

اس نے بیٹھے بیٹھے فوج کے ایک اعلیٰ افسر کی آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ افسر نئے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سپروائزر تھا۔ اس وقت فوج کے جنرل اور کرنل وغیرہ کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس سے سوالات کیے جا رہے تھے کہ ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا مکی میتھو ہوسٹل سے کیسے غائب ہو گیا ہے اور کہاں گم ہو گیا۔

وہ افسر اپنی صفائی میں کہہ رہا تھا "ہوسٹل کے اندر اور باہر سخت پہرا رہتا ہے کوئی اسے اغوا نہیں کر سکتا۔ وہ خود پہرے داروں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھٹکا کر ہوسٹل سے چلا گیا ہے۔"

سوال کیا گیا "کہاں گیا ہے؟"

"وہ سونیا یا اس عورت کے جال میں پھنس گیا ہے جو کسی نامعلوم تنظیم سے تعلق رکھتی ہے۔ ولی کے بیان کے مطابق اسی نے ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے پال ہیچی کو ٹریپ کرنا چاہا تھا۔"

پرنس نے اس افسر کے دماغ میں کہا "میں جانتا ہوں کون سا صفحہ کہاں رکھا ہوا ہے۔"

افسر نے پوچھا "کون ہو تم؟"

پھر اس نے جنرل سے کہا "سر! میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہے۔"

"کون بول رہا ہے؟"

پرنس نے اس نادار افسر کی زبان سے کہا "میں پرنس ڈیگر ہوں۔ اپنی غلطی پر شرمندہ ہو کر آیا ہوں، اگر میری خطا معاف ہو گئی تو میں سونیا اور علی تیمور کی ایسی ایسی باتیں بتاؤں گا جنھیں سن کر آپ حیران رہ جائیں گے۔"

جنرل اور کرنل نے ایک دوسرے کو دیکھا، پھر جنرل نے پوچھا "تم بابا صاحب کے ادارے کے وفادار ہو گئے تھے اب ان سے بھی بے وفائی کر رہے ہو؟ اس کی کیا وجہ ہے؟"

"میں بے شک سونیا کی باتوں میں آ گیا تھا۔ میرا خیال تھا وہ لوگ مجھے اپنا سمجھیں گے، لیکن انھوں نے مجھے بابا صاحب کے ادارے میں قدم رکھنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ وہ لوگ اپنا کوئی راز مجھے نہیں بتاتے۔ انھوں نے مجھ پر بھروسا نہیں کیا، اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں، جو اپنے ملک اور اپنی قوم سے غداری کرتا ہے اس پر دوسرے کبھی بھروسا نہیں کرتے۔"

"تم باتیں اچھی کر رہے ہو لیکن یہ سونیا کی چال ہو سکتی ہے۔ وہ تمھیں یہاں بھیج کر اپنا کام نکالنا چاہتی ہو گی۔"

"میں کچھ ایسی باتیں بتاؤں گا جس سے آپ کو میری سچائی کا یقین ہو جائے گا۔ میرے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ مجھ پر بھروسا کریں۔ میں آپ لوگوں سے دور رہ کر اپنے وطن کے لیے کام کرتا رہوں گا۔"

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا مکی میتھو کہاں ہے؟"

"وہ اسی ملک میں ہے۔ مجھے اس کی خفیہ پناہ گاہ کا علم نہیں ہے۔ سونیا اسے بیرس بھیجنے کے انتظامات کر رہی ہے۔"

"تمھیں معلوم ہو گا کہ ہم نے سونیا کو یہاں سے نکال دیا ہے۔"

"آپ نے سونیا کو نہیں اس کی ہم شکل بیٹی کو یہاں سے نکالا ہے۔"

سب نے حیرانی سے پوچھا: "ہم شکل بیٹی؟"

"جی ہاں، اُس کا نام ثانیہ ہے۔ سب اُسے سونیا ثانی کہتے ہیں۔ آپ نے نیویارک میں سونیا ثانی کو دیکھا ہے۔ اُس مکار ماں کی بیٹی نے اپنے چہرے پر ایک اجنبی لڑکی کا میک اَپ کیا تھا۔ اُس کے اوپر پھر سونیا کا ماسک چڑھایا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اُسے اینٹی میک اَپ کیمرے سے دیکھا جا سکتا ہے اور یہ بھی جانتی تھی کہ بنگلے کے اندر خفیہ کیمرے ہیں آپ لوگ اُسے کہیں اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ اُس نے آپ لوگوں کو دکھانے کے لیے سونیا کا پہلا ماسک اُتارا، پھر لڑکی کا میک اَپ اُتار کر اصلی روپ میں آ گئی اور آپ لوگوں کو سُنانے کے لیے کہنے لگی کہ آپ سب اینٹی میک اَپ کیمرے کی رپورٹ کے مطابق اُسے سونیا کی ڈمی اور ایک اجنبی لڑکی سمجھ رہے ہیں جب کہ وہ اصل سونیا ہے۔ آپ لوگ اُسے ڈمی سمجھ کر زیادہ اہمیت نہیں دیں گے۔"

جنرل نے کہا: "یعنی اُس نے ہمیں اسکرین پر اصلی چہرہ بھی دکھا دیا۔ اور ڈمی بن کر بھی رہی۔ اِس چال کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ وہ اصلی سونیا نہیں تھی۔ اُس کی ہم شکل بیٹی تھی آپ لوگوں نے اُسے سونیا سمجھ کر نکال دیا جبکہ وہ اب تک اسی ملک میں موجود ہے اور چُپ چاپ اپنا کام کر رہی ہے۔"

"وہ یہاں کیا کر رہی ہے؟"

"میں اُس کے متعلق صحیح رپورٹ نہیں دے سکوں گا۔ کیونکہ میں اب تک برائن وولف کے روپ میں سونیا ثانی کے ساتھ ہوں۔ سونیا اپنی پلاننگ کسی کو نہیں بتاتی ہے پھر بھی آپ اُس کی چالوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ وہ سونیا ثانی کو نیویارک بھیج کر آپ لوگوں کو یقین دلا چکی تھی کہ وہی اصلی سونیا ہے۔ آپ نے تمام توجہ اس پر مرکوز کر دی۔ اِدھر وہ مکی متھو کو ٹریپ کر کے لے گئی پال ہوپ کن وفادار تھا اُس کے بھاگنے میں نہیں آیا۔ ایک بات یاد رکھیں وہ ہمارے جس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دوست نہیں بنا سکے گی اُسے جان سے مار ڈالے گی۔"

یہ تمام باتیں سُن کر وہ آپس میں مشورے کرنے لگے پھر کرنل نے پوچھا: "تم کہاں ہو؟"

"میں سونیا ثانی اور علی تیمور کے ساتھ لیبر اڈور کے ایک ٹاؤن نسکاڈیل میں ہوں۔ اِن دونوں کو اور سونیا کو علم نہیں ہے کہ میں اِن کے خلاف ہو گیا ہوں۔ آیندہ میں آستین کا سانپ بن کر انھیں ڈستا رہوں گا۔ آپ مجھ سے جس طرح چاہیں کام لے سکتے ہیں۔"

"تم سے بھروسے کا کام اسی وقت لیا جا سکتا ہے جب تم دوبارہ وفادار بن کر دکھاؤ گے۔ علی تیمور اور سونیا ثانی کو گرفتار کراؤ گے یا ہمیشہ کے لیے ختم کر دو گے۔"

جنرل نے کہا: "تمھارے اس منصوبے میں حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تم نگن کی بیٹی کو دوست بنانا چاہتے ہو۔ وہ دوست بنے گی پھر تمھیں دوسری سانس نہیں لینے دے گی اگر ہمارے وفادار ہو تو ہمارے حکم کی تعمیل کرو۔ سب سے پہلے سونیا ثانی کو ختم کرو۔ علی تیمور کو صرف زخمی کرو۔ ہمارے آدمی سپر سانک طیارے میں جلد ہی وہاں پہنچ جائیں گے ہم علی کو قیدی بنا کر مکی متھو کی رہائی کا مطالبہ کریں گے۔"

"میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ آپ فوراً اپنے آدمی روانہ کریں۔ میں تھوڑی دیر بعد پھر آؤں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ابھی تک اُسی فرش پر بیٹھا تھا جہاں سونیا ثانی نے اُسے چاروں شانے چت کیا تھا اب وہ اُن سب کو چت کرنے کے منصوبے پر عمل کر رہا تھا۔ اُسے کوریڈور میں قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اُس نے سر گھما کر دیکھا۔ سونیا ثانی، علی تیمور اور پائلٹ آ رہے تھے۔ علی نے دُور سے آتے ہوئے پوچھا: "یہاں کیوں بیٹھے ہو؟"

وہ چُپ چاپ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سونیا ثانی نے مسکراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر کہا: "ہم دوست ہیں جو ہُوا اُسے بھول جاؤ۔"

اُس نے دل میں کہا: "میں کبھی بھول نہیں سکتا، مگر بظاہر مسکراتے اور ہاتھ ملاتے ہوئے کہا: "ہاں دوستی میں ایسا ہوتا ہے کوئی بات نہیں۔"

وہ عمارت سے باہر جانے لگے۔ اس کے دماغ میں شیطانی منصوبہ پک رہا تھا۔ وہ کوئی ایسی چال چلنا چاہتا تھا کہ انتقام بھی پورا ہو جائے اور اُس پر الزام بھی نہ آئے اور سونیا کا اعتماد بھی بحال رہے۔

عمارت کے باہر مزدور کھڑے ہوئے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں برف ہٹانے والے بیلچے تھے۔ اُنھیں دیکھتے ہی پرنس کے ذہن میں انتقامی چال آ گئی۔ پائلٹ اُن سے کہہ رہا تھا "ہمارا سامان اٹھا کر کسی قریبی ہوٹل میں لے چلو۔"

ایک مزدور نے کہا: "ہم اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔"

پرنس نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے کہلایا: "نہ ڈیوٹی چھوڑ کر جائیں گے، نہ تمھیں جانے دیں گے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے پوری قوت سے بیلچہ گھما کر علی کے سر پر مارا۔ وہ اس اچانک حملے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا

تھا۔ غفلت میں مارا گیا۔ آہنی بیلچے کا حملہ زبردست تھا۔ وہ لڑکھڑا کر برف پر گر پڑا۔ سونیا ثانی نے چھرتی سے چھلانگ لگا کر بیلچے والے کو فلائنگ کِک ماری۔ وہ دوسری طرف برف پر جا کر گرا۔ اُس نے بیلچہ چھین لیا۔ دوسرے مزدور اپنے ساتھی کو گالیاں دے رہے تھے کہ اُس نے دشمنی والی حرکت کیوں کی؟

اُدھر پرنس کو دشمنی کا سنہرا موقع مل گیا تھا۔ اُس نے علی کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کر دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔ برف کی سطح پر اِدھر سے اُدھر تڑپنے لگا۔ تڑپتے دوڑتے ہوئے اُس کے پاس آئی۔ اُسے سنبھالتے ہوئے پرنس سے بولی: "کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا موقعے سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ علی ابھی سانس روکنے کے قابل نہیں ہیں۔ تم اِن کے دماغ میں آؤ اُس دشمن کو دماغی جھٹکے پہنچانے سے روکو۔"

پرنس نے کہا: "تمھاری التجا سے پہلے ہی میں کوشش کر رہا ہوں مگر علی کا دماغ پوری طرح دشمن کی مٹھی میں ہے۔"

پرنس یہ کہتے ہی دوسرے مزدور کے دماغ میں گیا۔ اُس کے ذریعے پائلٹ پر حملہ کرایا۔ پائلٹ بے چارہ بھی زخمی ہو کر گر پڑا۔ سونیا ثانی اُسے سنبھالنے کے لیے جا رہی تھی۔ علی کے چیخنے پر رک گئی۔ پھر اُس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا گیا تھا۔ ثانی سے اُس کا سر پٹا نہ دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ وہ پرنس کے پاس دوڑتے ہوئے آئی۔ اُسے جھنجوڑ کر بولی: "کچھ کرو۔ خدا کے لیے کچھ کرو۔ وہ خیال خوانی کرنے والا دشمن اُسے مار ڈالے گا۔"

وہ اُسے دھکا دیتے ہوئے بولا: "تم نے مجھے ٹھکرایا تھا۔ زندگی تمھارے پیار کو ٹھکرا رہی ہے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے سونیا ثانی کو رائفل کے نشانے پر رکھ لیا، پھر کہا: "اچھی طرح دیکھ لو۔ پائلٹ بے کار ہو گیا ہے تمھارا یار نیم مُردہ ہے۔ اِن مزدوروں کے دماغ میری مٹھی میں ہیں۔ میرے پاس رائفل بھی ہے اور ٹیلی پیتھی کا ہتھیار بھی اور تم تنہا اور بے یار و مددگار ہو۔ تمھارا ٹیلی پیتھی جاننے والا برائن وولف میرے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔"

وہ ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے اُسے نشانے پر بدستور رکھتے ہوئے بولا: "تمھارا کہاں اور بابا صاحب کے اڈے والے بھی تمھاری مدد کو نہیں آئیں گے۔"

وہ بولی: "تمھاری مدد کو کون آ رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "اوّل تو مجھے مدد کی ضرورت نہیں ہے، میدان میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے باوجود سپر ماسٹر کے آدمی یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمھیں گولی ماردوں۔ علی کو قیدی بنا کر مکی متھو کو رہائی دلائی جائے گی۔ بتاؤ موت سے پہلے کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

"ہاں، ایک بات کہوں گی۔ تمھارے پاس ٹیلی پیتھی ہے، رائفل ہے اور امریکی امداد ہے۔۔۔ مگر ایک چیز نہیں ہے۔ جب تک تم یہ پہیلی نہیں بوجھو گے کہ ابھی تمھارے پاس کس چیز کی کمی ہے تب تک میں زندہ رہوں گی۔ سونیا ثانی ایسا ہی تُرنوالہ ہوتی تو اُسے سونیا کی جگہ نہ دی جاتی۔ اتنی امداد اور ہتھیاروں کے باوجود تیرا کیا بنے گا پرنس ڈیگر؟"

پرنس ڈیگر نے سونیا ثانی کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ بھری ہوئی رائفل کے سامنے دعویٰ کر رہی تھی کہ جب تک وہ پہیلی نہیں بوجھے گا کہ اس میں کیا کمی ہے، تب تک وہ زندہ رہے گی۔

اس کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار تھا جس کے ذریعے اس نے علی تیمور کو بے بس کیا تھا اس کے پاس بھری ہوئی رائفل تھی جس کے سامنے سونیا ثانی اس پر حملہ نہیں کر سکتی تھی۔ آس پاس کوئی دوسرا بھی حملہ کرنے والا نہیں تھا۔ پھر زندہ رہنے کا دعویٰ کیسے کر رہی تھی؟

وہ چاہتا تو پلک جھپکتے ہی اسے گولی مار دیتا۔ مگر جلدی نہیں تھی کیونکہ میدان اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ کسی شک و شبہے کے بغیر بازی جیت چکا تھا۔ یہ انسان کی نفسیاتی کمزوری ہے کہ اس کے پاس سب کچھ ہوتا ہے تب بھی کوئی کمی اسے کھٹکتی ہے۔ سونیا نے اسے کھٹکا دیا تھا۔ وہ غرا کر بولا: "کیا کمی ہے، مجھ میں، تم سمجھتی ہو، مجھے باتوں میں لگا کر حملہ کرو گی اور یہ رائفل چھین لو گی؟ میں چیلنج کرتا ہوں، اپنے جسم کے کسی بھی حصے کو ذرا سی حرکت دو۔ میں تمھیں گولی ماردوں گا ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر، بتاؤ مجھ میں کیا کمی ہے؟"

"میں بیس تک گنتی ہوں۔ یہ گنتی پوری ہونے تک تم نہیں بتا سکو گے تو میں بتا دوں گی۔ ایک... دو... تین... چار... پانچ... چھ..."

وہ گنتی گئی۔ پرنس نے مضبوطی سے رائفل پکڑی ہوئی تھی۔ انگلی ٹریگر پر تھی، نگاہیں ثانی پر جمی ہوئی تھیں کہ جیسے ہی وہ حرکت کرے گی یہ فائر کر دے گا۔

لیکن وہ ساکت کھڑی ہوئی تھی۔ ذرا بھی نہیں ہل رہی تھی۔ پھر وہ گنتے گنتے بیس تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد وہ ہنستی ہوئی بولی: "تیرے پاس سب کچھ ہے۔ سب کچھ ہے۔ صرف ایک عقل کی کمی ہے۔ تو سمجھتا رہا کہ میں تجھے باتوں میں لگا کر حملہ کروں گی۔ علی کی طرف سے تجھے اندیشہ نہیں تھا کہ دماغ میں زلزلہ پیدا ہونے کے بعد یہ حرکت بھی کر سکے گا، دیکھ میں

صرف دو چٹکی بجاؤں گی۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر چٹکی بجائی پھر کہا۔ "میں نے تیری بھری ہوئی رائفل کے سامنے پورے دو منٹ ضائع کئے۔ ارے بے وقوف! ان دو منٹوں میں علی کی سانس بحال ہو گئی ہے۔"

علی برف پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ سونیا ثانی نے دوسری چٹکی بجا کر کہا "یہ اس چٹکی میں تو گیا۔"

علی نے اچانک چاروں شانے چت ہو کر ٹھائیں سے گولی چلائی، پرنس کے ہاتھوں سے رائفل اچھل کر ثانی کے قدموں میں آگئی۔ وہ اپنے زخمی ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے تھام کر لڑکھڑایا۔ دو قدم پیچھے گیا پھر خونفزدہ ہو کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر علی کو دیکھتے ہوئے بولا "نن..... نہیں خبردار! مم..... میں بادام سونیا کا خاص آدمی ہوں۔ سونیا ثانی کے پاس اس کی امانت ہوں۔ میرا فیصلہ سونیا کرے گی۔ تم مجھے موت کی سزا نہیں دے سکتے۔ سزا کا حق صرف سونیا کو ہے۔"

علی نے برف کی سطح پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "اسی لئے میں نے تمہیں جان سے نہیں مارا۔ صرف زخمی کیا ہے۔ تاکہ خیال خوانی نہ کر سکو۔ ابھی میری سانسیں پوری طرح بحال نہیں ہوئی ہیں۔ جتنی دیر میرے سر میں تکلیف رہے گی اتنی دیر تک تم بھی ٹیلی پیتھی سے محروم رہو گے۔"

ثانی پائلٹ کو سہارا دے کر بٹھا رہی تھی اور پوچھ رہی تھی۔ "کیا تم تواناثی محسوس کر رہے ہو؟"

"شکریہ۔ میں ٹھیک ہوں۔ فرسٹ ایڈ کا باکس میرے پاس ہے۔ میں خود اپنے زخم پر دوا لگاؤں گا۔ تم دشمن کی طرف دھیان دو۔"

وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ ایک بیلچہ اٹھا کر پرنس کی طرف بڑھتی ہوئی بولی "تم نے ٹھیک ہی کہا، تمہارا فیصلہ بادام سونیا کریں گی لیکن جب انصاف کی کرسی پر جج نہ ہو تو قائم مقام جج فیصلہ کرتا ہے۔ میں اپنی ماں کی قائم مقام سونیا ہوں۔ لہٰذا میرا فیصلہ ہے، غدار کو موت کی سزا ملے اور موت سے پہلے اسے مشقت کی سزا ملے۔"

اس نے بیلچہ کو اس کے قدموں کے پاس پھینکتے ہوئے کہا "اسے اٹھاؤ۔" اس نے فوراً سے جھک کر اٹھا لیا۔ ارادہ تھا، اسے ہاتھ میں لیتے ہی ثانی پر حملہ کرے گا لیکن اسی وقت رائفل کا سیفٹی کیچ ہٹانے کی آواز آئی۔ وہ ڈھیلا پڑ گیا۔ حملہ کرنے کے خیال میں وہ علی کی رائفل کو بھول گیا تھا۔

ثانی نے حکم دیا "گڑھا کھودو۔"

اس نے پوچھا "گڑھا کس لئے؟"

"میں دیکھنا چاہتی ہوں، جو دوسرے کے لئے گڑھا کھودتا ہے اس میں خود لیٹنے کر تا ہے؟"

وہ عاجزی سے بولا "ثانی! وقت ضائع نہ کرو، سپر ماسٹر کے آدمی یہاں پہنچ جائیں گے تو تم سب مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔"

"یہ تم گدھے ہو۔ ہم نے طیارے میں کہا تھا کہ ہمارے دشمن ہمارے فلائنگ روٹ کو سمجھ رہے ہیں، ہم جہاں جائیں وہاں ضرور پہنچیں گے۔ ہم یہی چاہتے ہیں کہ وہ مجھے سونیا سمجھ کر یہاں ہم سے الجھتے رہیں اور مما وہاں اپنا کام کرتی رہیں۔"

اسی وقت سلطانہ نے دماغ میں آتے ہی کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "ابھی میں علی کے دماغ میں گئی تو اس نے سر کی تکلیف کے باعث میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ میں نے اس کے ذریعے تمہاری باتیں سنی ہیں۔ میں تمہیں بتانے آئی ہوں کہ یہ پرنس جنرل اور کرنل کے پاس گیا تھا وہاں اس نے یہ بھید کھول دیا کہ سونیا ان کے ملک سے نکالے جانے کے باوجود اسی ملک میں ہے اور ان لوگوں نے دھوکا کھا کر سونیا ثانی کو ملک سے نکالا ہے۔ اس گھر کے بھیدی نے بڑی گڑبڑ کی ہے۔"

"اوہ خدایا! پھر تو مما کے لئے خطرات بڑھ گئے ہوں گے!"

"فکر نہ کرو، جب یہ پرنس وہاں بھید کھول رہا تھا وہاں سلمان واسطی عرف سپر ماسٹر موجود تھا۔ اس نے فوراً ہی تمہاری مما کو ان باتوں سے آگاہ کر دیا ہے۔"

"ہماری یہ پلاننگ بھی ناکام ہوئی کہ میں سونیا بن کر دشمنوں کو دھوکا دیتی رہوں گی۔ کوئی بات نہیں، اب میں دوسرا راستہ اختیار کروں گی۔ کیا مما نے کوئی پیغام دیا ہے؟"

علی تیمور نے اندازہ لگایا تھا کہ سونیا ثانی سوچ کے ذریعے گفتگو میں مصروف ہے۔ اس نے پرنس کو نشانے پر رکھ کر کہا۔ "وقت ضائع کئے بغیر گڑھا کھودنا شروع کر دو۔ دوسری بار زبان سے نہیں کہوں گا، گولی مار دوں گا۔"

وہ مجبور ہو کر بیلچے سے ایک جگہ کی برف کو کھودنے لگا۔ سلطانہ نے ثانی سے کہا "میں نے تمہاری مما سے پوچھا تھا کہ علی اور ثانی کو پیغام دو گی۔ اس نے جواب دیا کہ میں دونوں سے کہوں گی میرس واپس جاؤ، مکروہ نہیں مانیں گے۔ انہوں نے ناکام ہو کر واپس جانا نہیں سیکھا ہے۔"

"آنٹی! آپ مما کو رفتہ رفتہ سمجھیں گی۔ میں بچپن سے سمجھتی آرہی ہوں۔ آپ کے ذریعے... انہوں نے پیغام دے دیا ہے۔ ہمیں اپنے پاس بلا رہی ہیں۔"

سلطانہ نے حیرانی سے پوچھا "تمہاری ماں نے مجھ سے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔"

"انہوں نے پختہ یقین اور مضبوط اعتماد سے کہا ہے کہ ہم نے واپس جانا نہیں سیکھا ہے۔ ان الفاظ کے پیچھے ماں نے اپنے بچوں کو آواز دی ہے۔"

"عجیب ہے۔"

"آنٹی! آپ اس بات کو یوں بھی سمجھ سکتی ہیں کہ ابھی ہم مما کے سائے میں عملی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ وہ جہاں ہیں، وہاں ہماری بہترین تربیت اور آزمائش ہوتی رہے گی۔

پھر وہ ایسی جگہ ہمیں کیوں نہیں بلائیں گی۔ وہ بلا رہی ہیں آنٹی!"

"بے شک، یہی بات ہے۔ میں ذرا پائلٹ کے پاس جا کر طیارے اور ایندھن کی پوزیشن معلوم کر رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ پرنس اپنے ایک زخمی ہاتھ کے باعث بڑی تکلیف سے گڑھا کھود رہا تھا اور کراہتے ہوئے کہہ رہا تھا "مجھے معاف کر دو، میرا ایک ہاتھ کام کرنے کے قابل نہیں ہے، میں چکرا کر گر پڑوں گا۔"

علی نے کہا "جیسے ہی گرو گے، میں گولی مار دوں گا۔"

وہ موت کے خوف سے گڑھے میں اتر کر بیلچے سے برف اوپر پھینکنے لگا۔ اسے امید تھی کہ وہ آہستہ آہستہ گڑھا کھودتا رہے گا تو سپر ماسٹر کے آدمی اسے بچانے آجائیں گے۔ آدمی مصیبتوں میں امید کے سہارے ہی جیتا ہے۔ اس کی امید بر آئی، رات کے سناٹے میں دو طیاروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

ایک مرنے والے کے لئے زندہ رہنے کی صورت پیدا ہو رہی تھی۔ وہ خوش ہو کر دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگا کہ علی اور ثانی کو طیاروں کی آوازیں سنائی نہ دیں۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے بہرے ہو جائیں۔ دھوکا کھا جائیں۔ جبکہ ایسا نہیں ہوتا۔ دعا مانگنے سے کان والا بہرا اور آنکھ والا اندھا نہیں ہو جاتا، دعا معقول ہو تو قبول ہوتی ہے۔

علی اور پائلٹ نے گڑھے کے پاس آکر اسے اپنی رائفل کے نشانے پر رکھا۔ ثانی نے کہا "فوراً اوپر آؤ۔ اور ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ بولا "یہ کھودنے کا کام تھوڑا سا رہ گیا ہے اسے پورا کر لینے دو۔" علی نے اس کے قدموں کے پاس فائر کیا۔ دوسری گولی پائلٹ نے چلائی وہ گھبرا کر بولا "آرہا ہوں، گولی نہ مارو۔ میں آرہا ہوں۔"

اس کے ہاتھ سے بیلچہ چھوٹ گیا تھا۔ وہ گڑھے کے کنارے پاؤں رکھ کر چڑھنا چاہتا تھا۔ پھر برف کے ساتھ پھسل کر نیچے چلا جاتا تھا۔ یہ اس کی شرارت بھی ہو سکتی تھی۔ وہ طیاروں کے پہنچنے تک وقت ضائع کرنا چاہتا تھا۔ علی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچ لیا۔

اس نے اوپر پہنچتے ہی اپنی دانست میں زبردست حملہ کیا۔ علی نے جس ہاتھ سے پکڑا تھا اس ہاتھ سے اس نے علی کو جھٹکا دے کر گڑھے میں گرانا چاہا۔ شاید وہ کامیاب بھی ہو جاتا۔ لیکن سونیا ثانی ان کے درمیان آکر علی سے لپٹ گئی۔ پھر ایک لات پرنس کے منہ پر ماری۔ وہ الٹ کر دوبارہ گڑھے میں چلا گیا۔

وہ مختصر سے چند لمحات بھی اہم تھے جب علی گڑھے میں گرنے سے بچنے کے لئے اور ثانی اسے بچانے کے لئے ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے تھے۔ بہت اہم تھے وہ لمحات۔ ایسے لمحات میں یہی خرابی ہے، یہ پھر لوٹ کر نہیں آتے۔ شاید ان کے دل دھڑک گئے تھے، شاید انہیں کسی نئی مسرت کا احساس ہوا تھا لیکن وہ عملی میدان کے سپاہی تھے، فوراً ہی الگ ہو گئے۔

علی نے رائفل سیدھی کرتے ہوئے پرنس سے کہا "میں نے تجھے گڑھے سے نکالا تھا مگر تو وہ سانپ ہے جو دودھ پلانے والے کو بھی ڈس لیتا ہے۔ تیرے مقدر میں یہ گڑھا لکھا ہے۔ جا اسے ہمیشہ کے لئے تیرے نام کر دیا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائر کیا۔ گولی ٹھیک پرنس کے دل پر لگی اسی دل کے معاملے نے اسے حاسد اور شیطان بنایا تھا۔ وہی دل ایک ٹھائیں کی آواز سے دھڑکنا بھول گیا۔ وہ اچھل کر گرا پھر تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

طیاروں کی آواز پھر دور چلی گئی تھی۔ موسم بے حد خراب تھا۔ برفانی دھند میں وہ طیارے بھٹک گئے تھے لیکن کسی وقت بھی یہاں آکر بمباری کر سکتے تھے۔ ثانی نے ایک مزدور سے پوچھا "سواری کے لئے کوئی گاڑی مل سکتی ہے؟"

"پیچھے کوارٹروں میں بڑے صاحب لوگ رہتے ہیں، ان کے پاس گاڑیاں ہیں۔"

سلطانہ نے علی کے پاس آکر کہا "میں نے پہلے ہی ایک مزدور کو دوڑا دیا تھا۔ اس نے ایک افسر کے دروازے پر جا کر دستک دی۔ افسر نے دروازہ کھول کر مزدور سے گفتگو کی تو میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اب وہ افسر اپنی گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا آرہا ہے۔"

علی، ثانی اور پائلٹ اپنا سامان اٹھا کر تیزی سے چلتے ہوئے ایئرپورٹ کی چھوٹی سی عمارت کے پیچھے آئے۔ وہاں ایک افسر اپنی گاڑی سے اتر کر حیرانی سے سوچ رہا تھا "میں سو رہا ہوں، جاگ رہا ہوں؟ یا خواب دیکھ رہا ہوں۔ میں تو بستر پر سو رہا تھا۔ پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر یہاں کیسے پہنچ گیا؟"

چونکہ سلطانہ اس کے دماغ کو تھوڑی دیر کے لئے آزاد چھوڑ کر علی کے پاس گئی تھی... اس لئے وہ حیران ہو رہا تھا۔ واپس جانا چاہتا تھا سلطانہ نے پھر آکر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا، جب وہ تینوں گاڑی کے پاس پہنچے تو وہ افسر کی زبان سے بولی۔ "علی! اس افسر کو ڈرائیو کرنے دو۔ یہ یہاں کے راستے جانتا ہے۔ میں اسے اپنے کنٹرول میں رکھوں گی۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس اور اندر کی بتیاں بجھی رہیں گی تاکہ طیاروں میں آنے والے دشمن اس گاڑی کو نہ دیکھ سکیں۔"

پائلٹ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ علی اور ثانی پچھلی سیٹ پر آگئے۔ افسر نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ پائلٹ نے کہا "دشمن ہمیں یہاں نہ پا کر ہمارے طیارے کو تباہ کر دیں گے۔"

سلطانہ نے کہا "علی! تھوڑی دیر کے لئے اس افسر کو اپنے قابو میں رکھو۔ میں یہاں طیارے کی حفاظت کے لئے کچھ انتظام کر کے آتی ہوں۔"

وہ افسر کے دماغ سے نکل گئی۔ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی سلمان واسطی کے پاس پہنچی۔ پھر کوڈ ورڈز ادا کئے "وی آر ایس ایس۔"

ان کوڈ ورڈز کا مفہوم تھا ہم ایس ایس ہیں۔ یعنی ایک ایس سے سلطانہ اور دوسرے ایس سے سلمان۔ وہ سانس روکنے والا تھا۔ مسکرا کر بولا "کہاں سے آرہی ہو؟"

"علی اور ثانی محفوظ ہیں لیکن جناب سپر ماسٹر صاحب! تمہارے طیارے وہاں پہنچ رہے ہیں۔ بمباری کے ذریعے ان کے اکلوتے طیارے کو تباہ کرسکتے ہیں۔"

"یہ تم مجھے سپر ماسٹر کیوں کہہ رہی ہو؟"

"واہ، تم اس ملک کے سپر ماسٹر ہو۔ پھر تمہیں سپر ماسٹر نہ کہوں تو اور کیا کہوں۔ وقت ضائع نہ کرو اس طیارے کو تباہی سے بچاؤ۔"

"سلطانہ صاحبہ! مجھے یہاں سپر ماسٹر بن کر رہنے کے لئے تم لوگوں کے خلاف احکامات صادر کرنے پڑتے ہیں۔ میں یہ حکم دے چکا ہوں کہ طیارے کو پہلی فرصت میں تباہ کیا جائے تاکہ علی اور سونیا ثانی کے لئے فضائی راستہ بند ہوجائے۔ اب میرے حکم کا توڑ تم ہی کرسکتی ہو۔"

"میں ابھی جاکر جنرل کو دھمکی دوں گی۔"

"میں تمہارے دماغ پر آرہا ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اسی وقت سلمان واسطی نے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ وہ چاہتی تو سانس روک لیتی لیکن مسکرا کر بولی "بڑے ڈھیٹ ہو۔"

پھر وہ خیالی خوانی کے ذریعے جنرل کے دماغ میں پہنچی۔ وہ رائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا تھا لیکن اس نے سلطانہ کو محسوس نہیں کیا کیونکہ اس سے پہلے میں جنرل کے پاس پہنچا ہوا تھا۔

میں نے سونیا سے کہا تھا کہ دو گھنٹے بعد آؤں گا۔ وعدے کے مطابق اس کے پاس پہنچا تو وہ بولی کہ علی کی تیزیت معلوم کرو..." میں علی کے پاس پہنچا تو وہ سرکی چوٹ کے باعث مجھے محسوس نہ کرسکا۔ میں نے چپ چاپ معلوم کیا کہ وہاں کیا ہورہا ہے۔ پتا چلا، پرنس شیطانی چالوں سے غالب آگیا تھا پھر بازی پلٹ گئی تھی۔ پرنس موت کے گڑھے میں بیشہ کے لئے سوگیا تھا۔ وہ تینوں ایک گاڑی میں سفر کررہے تھے۔ ایسے وقت سلطانہ نے علی سے کہا کہ وہ ڈرائیو کرنے والے افسر کو قابو میں رکھے۔ وہ طیارے کو تباہی سے بچانے کا انتظام کرنے جارہی ہے۔

یہ سنتے ہی میں جنرل کے پاس آیا، وہ سانس روکنا چاہتا تھا میں نے کہا "سر! میں لکی مینھو بول رہا ہوں۔"

جنرل سونے جارہا تھا، جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔

"لکی! تم کہاں ہو؟ سونیا نے تمہیں کہاں چھپایا ہے؟"

"میں ایک چار دیواری میں ہوں۔ پتا نہیں یہ کون سی جگہ ہے۔ سونیا دھمکی دے رہی ہے کہ نسکاؤ پی کے ایئرپورٹ پر اگر فرانس کے طیارے کو تباہ کیا گیا تو برائن وولف ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کی ایئرفورس میں گھس کر دس طیارے تباہ کردے گا۔"

"اوہ گاڈ! سونیا سے کہو مجھ سے فون پر بات کرے۔"

"سر! آپ اِدھر بات کرتے رہیں گے اُدھر ان کا ایک طیارہ اور ہمارے دس طیارے تباہ ہوجائیں گے۔"

جنرل نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر ایئرفورس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "ہمارے جتنے طیارے بھی لیبرا ڈور کے علاقے میں گئے ہیں ان سے کہو نسکاؤ پی کے ایئرپورٹ پر فرانس کے طیارے کو تباہ نہ کریں۔ وہ ہمارا علاقہ نہیں ہے۔ ہم پر جارحانہ حملے کا الزام آئے گا۔"

اس نے حکم دے کر ریسیور رکھ دیا پھر سوچ کے ذریعہ کہا "لکی! سونیا سے جاکر کہو فرانس کا طیارہ سلامت رہے گا۔ وہ مجھ سے فون پر رابطہ کرے۔ میں تمہاری رہائی کی بات کروں گا۔"

"آپ مجھے رہا کر کے کون سی بھلائی کریں گے۔ ٹرانسفارمر مشن کے ذریعے میرے دماغ میں سب علم بھرنے سے پہلے آپ نے ہم نوجوانوں سے کہا تھا کہ ہمیں کوئی خطرہ پیش آئے، کوئی دشمن دماغ میں گھس آنا چاہے تو ہم آپ کو ایسی دشمنی سے آگاہ کریں گے۔ جناب! گستاخی معاف، میں ایسا غیر معمولی علم حاصل کرنے کے بعد اس سے محروم ہونا حماقت سمجھتا ہوں۔ لہٰذا آپ میری رہائی کی بات کرنے کی زحمت نہ فرمائیں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا آئندہ سونیا کے غلام بن کر رہنا چاہتے ہو؟" میں خاموش رہا۔ اس نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ وہ غصے سے بولا "میں اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کررہا ہوں۔ تم موجود ہو، جواب کیوں نہیں دیتے۔ جواب دو ورنہ سانس روک لوں گا۔"

اس نے لکی مینھو کو بار بار پکارا پھر جھنجلا کر سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل کر علی کے پاس آگیا۔ وہ ذرا بے چین سا ہوا کیونکہ دماغی توانائی بحال ہورہی تھی وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کررہا تھا۔ میں نے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے کہا "میں ہوں۔ میں نے جنرل کو دھمکی دی ہے، وہ تمہارے طیارے تباہ نہیں کرے گا۔ میرا خیال ہے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے افسر کو سلطانہ کنٹرول کررہی ہے۔ یہاں میری ضرورت نہیں ہے۔ میں پھر آؤں گا۔"

میں جانا چاہتا تھا لیکن طیاروں کی آواز سن کر پائلٹ کے دماغ میں آگیا کہ بیٹا اپنے دماغ پر بوجھ محسوس نہ کرے۔ علی نے ڈرائیونگ کرنے والے افسر کو دیکھ کر پوچھا "آنٹی! کیا آپ

موجود ہیں؟"

سلطانہ نے افسر کی زبان سے جواب نہیں دیا۔ وہ موجود نہیں تھی حالانکہ ایسے وقت اسے موجود رہنا چاہئے تھا۔ اس کی غیر موجودگی سے اندیشہ پیدا ہوا کہ وہ کسی ناگہانی مصیبت میں گرفتار نہ ہوگئی ہو۔

میرا فرض تھا کہ میں اس کے پاس جاکر خیریت معلوم کرتا۔ میں نے ان بہنوں کو اپنے دماغ میں بوجھ سمجھا تھا۔ انہیں دشمن سمجھ کر دماغ سے جانے کو کہا تھا۔ ایسے میں ان کے دماغ میں جانا مناسب نہ تھا۔ لیکن جو بہنیں میرے بچوں کے کام آرہی تھیں، وہ اگر کسی مصیبت میں ہوں تو ان کے پاس نہ جانا اور ان کے کام نہ آنا کم ظرفی ہوتی۔

مجھے ایک تدبیر سوجھی۔ میں نے لیلیٰ کی آواز اور اس کے لہجے میں اسے مخاطب کرنا چاہا۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بڑی حساس تھی۔ سانس روک سکتی تھی لیکن اس نے مجھے محسوس نہیں کیا کیونکہ مجھ سے پہلے سلمان واسطی اس کے دماغ میں موجود تھا۔

وہ بخیریت تھی۔ سلمان اسے بڑے پیار سے چھیڑ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "اب جاؤ میرے دماغ سے۔"

"کیوں جاؤں؟"

"مجھے علی اور سونیا ثانی کے پاس جانا ہے۔"

"تم ان سے یہ کہہ کر آئی ہو کہ ان کے طیارے کی سلامتی کے لیے جارہی ہوں۔"

"ہاں، مگر یہ کام فرہاد کررہا ہے۔ کیا ابھی تم نے میرے دماغ میں رہ کر جنرل کی باتیں نہیں سنی تھیں۔ فرہاد اس کے اندر بول رہا تھا اور بڑی زبردست دھمکی دے رہا تھا۔"

سلمان نے کہا "تمہارا کام فرہاد کررہا تھا۔ تمہیں اس کام میں جتنی دیر لگتی، اتنی دیر مجھے اپنے قریب رہنے دو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "کیا دیوانے ہوگئے ہو؟"

"مجھے دیوانگی کا الزام نہ دو۔ میں بڑی خشک اور ویران زندگی گزار رہا تھا۔ تم اچانک میری زندگی میں بہار بن کر آگئیں، مجھے دیوانا بننا نہیں آتا تھا تم نے بنا دیا۔"

"کوئی عورت کسی کو محبت کرنے پر مجبور نہیں کرسکتی۔ محبت کبھی مجبوری سے نہیں ہوتی۔ اپنے مزاج کے مطابق اپنی پسند کی عورت سے خود ہی دل لگ جاتا ہے۔ سنا ہے، مجنوں صرف لیلیٰ سے نہیں، لیلیٰ کے کتے سے بھی محبت کرتا تھا۔ کیا بے چارے کتے نے اسے محبت کرنے کو کہا ہوگا؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم باتیں خوب کرتی ہو۔ یہ تو سوچو میری محبت مجنوں کی محبت سے افضل اور برتر ہے۔ اس نے لیلیٰ کو دیکھ کر عشق کیا تھا، میں نے ابھی تک تمہیں دیکھا نہیں ہے۔"

"حضور! آپ یہ احسان نہ جتائیں کہ مجھے دیکھے بغیر محبت فرمارہے ہیں۔ میں نے کون سا تمہیں دیکھ لیا ہے؟"

"ہماری محبت انوکھی ہے۔ ہم نے دماغوں میں آتے جاتے ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھا ہے۔ جبکہ محبت سمجھ کر نہیں ہوتی، بے اختیار ہوجاتی ہے۔"

وہ بولی "ہمارے ساتھ الٹا معاملہ ہے۔ ہماری محبت بے اختیاری نہیں ہے۔ ہاں مگر اندھی ہے۔ میری آنکھوں نے تمہیں نہیں دیکھا۔ تمہاری آنکھوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ مگر یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔"

"ہاں، اچھی بات نہیں ہے۔ میں تجسس میں مبتلا رہ کر تمہاری خیالی تصویریں بناتا رہتا ہوں۔ مگر تصور میں کوئی تصویر مکمل نہیں ہوتی۔"

"میں کوئی تصویر نہیں بناتی۔ سوچتی ہوں کتنی ہی اچھی تصویر بنالوں، وہ تم سے اچھی نہیں ہوگی۔"

"تم درست کہتی ہو۔ جو آئیڈیل ہوتا ہے، تصور میں کبھی مکمل نہیں ہوتا۔"

"اے جانِ سلمان! ہم کب ملیں گے؟ میں کب تمہیں دیکھ سکوں گا؟"

"یہی سوال میں تم سے کرچکی ہوں۔ تم نے جب بھی ملاقات کا ارادہ کیا، کسی نہ کسی اہم مصروفیت میں الجھ گئے۔"

"میں کل پیرس جارہا ہوں۔ یوں سمجھو، تمہارے پاس آرہا ہوں۔ خواہ کتنی ہی مصروفیت ہو۔ ہم کل رات کا کھانا کسی ریستوران میں کھائیں گے۔"

"کیا محبت میں بھوک لگتی ہے؟"

"نہیں لگتی۔ میں تو تمہارے ساتھ زندہ رہنے کے لئے کھاؤں گا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر ہنستے ہنستے چونک کر بولی "ارے تم نے مجھے میٹھی میٹھی باتوں میں لگالیا۔ ادھر علی اور سونیا ثانی کو میری ضرورت ہے۔ اب جاؤ۔"

سلمان واسطی نے پھر ایک بار وعدہ کیا کہ وہ پیرس میں اس سے ملاقات کرے گا۔ اس وعدے کے ساتھ وہ رخصت ہوا۔ میں بھی اس کے دماغ سے نکل کر پائلٹ کے پاس آیا۔ سلطانہ ڈرائیو کرنے والے افسر کی زبان سے کہہ رہی تھی "علی! مجھے افسوس ہے میں جلد واپس نہ آسکی۔ دیسے طیاروں کی آوازیں نہیں آرہی ہیں۔"

علی نے کہا "نسکاؤ پی کے ایئرپورٹ سے بہت دور نکل آئے ہیں۔ اور دشمنوں نے شاید اس ایئرپورٹ پر اپنے طیارے اتارے ہیں اس لئے آوازیں نہیں آرہی ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کار کی چھت پر زوردار آواز آئی جیسے کوئی بھاری چیز چھت پر آگر گری ہو۔ سلطانہ نے گاڑی رکوادی۔ علی اور ثانی فوراً ہی باہر نکل کر آئے۔ ان کے نکلتے ہی

ایک بہت بڑا غلاف پوری گاڑی پر چھا گیا تھا۔ تب پتا چلا وہ پیراشوٹ کا کپڑا ہے۔ طیارے سے چھلانگ لگانے والا گاڑی کی چھت پر آکر اترا تھا۔ پھر چھت سے لڑھکتا ہوا زمین پر گر پڑا تھا۔

وہ بڑی پھرتی سے پیراشوٹ کا بیلٹ کھولنا چاہتا تھا' علی نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ پوری طرح اٹھنے سے پہلے پھر گر پڑا۔ جب تک وہ پیراشوٹ کے بیلٹ اور رسیوں سے نجات حاصل نہیں کرتا تھا تب تک نہ خالی ہاتھ لڑ سکتا تھا اور نہ ہی دونوں ہاتھوں میں گن لے سکتا تھا۔

پیراشوٹ کا بھاری بھرکم کپڑا ان پر آکر گرا تھا۔ وہ گاڑی سمیت کپڑوں میں چھپ گئے تھے۔ صرف سونیا ثانی وہاں سے دوڑتی ہوئی دور نکل گئی تھی۔ یہ بات سمجھنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ دوسرے فوجی بھی پیراشوٹ کے ذریعے نزدیک یا دور تک زمین پر پہنچ رہے ہیں اور اب برف سے ڈھکے ہوئے اس جنگل میں انہیں گھیرنا چاہتے ہیں۔

ادھر سلطانہ نے ڈرائیو کرنے والے کی زبان سے کہا "علی' میں اس فوجی جوان کے دماغ میں جانا چاہتی ہوں' یہ سانس روک لیتا ہے۔"

علی نے فوراً ہی رائفل سے نشانہ لے کر اس کے شانے پر گولی ماری' وہ چیخ مار کر گرا۔ علی نے کہا "آنٹی! آپ پائلٹ کا خیال رکھیں۔ ہمیں اس جنگل میں گوریلا جنگ لڑنا ہے۔"

وہ بھی سمجھ گیا تھا کہ فوجی جوان پیراشوٹ کے ذریعے وہاں پہنچ کر گھیراؤ کرنے والے ہیں۔ اس نے جسے زخمی کیا تھا' سلطانہ نے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ پچیس نوجوانوں کو پیراشوٹ کے ذریعے اتارا جا رہا تھا۔ وہ لوگ جدید ترین ہتھیاروں سے لیس تھے۔ ان کے پاس خاصی تعداد میں ہینڈ گرینیڈ تھے۔ سلطانہ نے مسکرا کر سوچا "میں جو باتیں دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرتی ہوں' علی اور ثانی وہ باتیں حالات کا رخ دیکھ کر معلوم کر لیتے ہیں۔"

علی نے زخمی جوان کا وہ تھیلا اٹھالیا تھا جس میں ہینڈ گرینیڈ بھرے ہوئے تھے۔ باقی ہتھیار خود اس کے پاس تھے۔ ایک ایرو شوٹر کی کمی تھی جس کے ذریعے آواز پیدا کئے بغیر تیر چلائے جاتے تھے اس نے ایرو اور ایرو شوٹر بھی لے لیا۔ پھر پیراشوٹ کے اندر سے کپڑا اٹھاتا ہوا باہر آگیا۔

دن نکل آیا تھا۔ لیکن وہ انتہائی شمالی علاقہ تھا۔ وہاں سورج کی روشنی نہ ہونے کے برابر ہوتی تھی۔ ہلکے مٹیالے رنگ کا اُجالا ہوتا تھا' وہ بھی برف باری کی دھند میں بجھا بجھا سا ہوتا تھا۔ چند قدم کے فاصلے پر درخت یا انسان یا کوئی بھی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ایسے مقام پر دشمن آنکھ مچولی کھیلنے آتے تھے۔ ایسی جنگ سے دونوں طرف نقصان ہوتا ہے کیونکہ پتا نہیں چلتا برف باری کے دھند میں دوست کہاں ہیں؟ اور دشمن کدھر سے آرہا ہے۔ ایسے میں دھوکا کھانا سبھی کا مقدر بن جاتا ہے۔

پارس اور علی کو جنگلوں میں گوریلا جنگ لڑنے کے لئے پرندوں کی آوازوں میں بولنا سکھایا گیا تھا۔ وہ جغرافیائی اعتبار سے دنیا کے مختلف جنگلوں کے چند مختلف پرندوں کی بولیوں میں کوڈ اشارے ایک دوسرے کو ارسال کرتے تھے۔ علی نے سوچا' سونیا نے اپنی بیٹی کو بھی یہ ہنر سکھایا ہوگا۔ لہٰذا اسے آزمانا چاہئے۔ سخت برف باری کے باعث اس علاقے میں پرندے نہیں رہے تھے۔ جانوروں میں سفید برفانی ریچھ یا کتے پائے جاتے تھے وہ سوچ رہا تھا کہ کسی چوپائے کی آواز نکالے اسی لمحے اسے کتیا کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔

سونیا ثانی بھونکنے کے مخصوص انداز میں بتا رہی تھی کہ وہ گاڑی کے دائیں سمت کوئی سو گز کے فاصلے پر ہے۔ بعض حالات میں انسان کو جانور بننا پڑتا ہے۔ علی تیمور نے بھی جانور کی اشارتی بولی میں کہا "میں گاڑی کے پیچھے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر ہوں۔ آئندہ قطب نما کے ذریعے سمت بتایا کرو۔"

وہ ایک درخت سے ٹیک لگا کر دائیں بائیں محتاط نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اسی وقت اس درخت میں ہلچل پیدا ہوئی۔ کوئی پیراشوٹ کے ذریعے نیچے آتے آتے اونچے گھنے درخت کی شاخوں میں الجھ گیا تھا۔ ثانی نے اچھل کر پیچھے تنے کی طرف جاتے ہوئے سر اٹھا کر دیکھا ایک جوان مختلف شاخوں سے ٹکراتے ہوئے ایک شاخ سے اٹک گیا تھا وہ زمین سے چند فٹ کی بلندی پر تھا' آسانی سے کود کر نیچے آسکتا تھا لیکن پیراشوٹ سے بندھا ہوا تھا اور پیراشوٹ درخت کی شاخوں سے الجھا ہوا تھا۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس نے بیلٹ کو کھولنا چاہا۔ ثانی نے اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا "تمہارے مقدر میں زمین کو چھونا نہیں لکھا ہے۔"

اس نے گھبرا کر دیکھا۔ وہ دھند میں دھندلی سی نظر آرہی تھی اس کے ہاتھوں میں گن دکھائی دے رہی تھی۔ وہ التجا کرتے ہوئے بولا "مم... مجھے گولی نہ مارو۔"

ثانی نے پوچھا "کیا تم ہمیں گولی مارنے نہیں آئے ہو؟"

"ہاں' ہاں ہم اس ارادے سے آئے ہیں مگر تم میری جان بخش دو گی تو میں تمہارے بہت کام آؤں گا۔"

"مثلاً کس طرح کا آؤ گے؟"

"میں ایک کام کی بات بتا رہا ہوں۔ ہمارا کوئی طیارہ نسکاؤپی ایئرپورٹ پر نہیں اترا۔ ہمارے طیارے پرواز کرتے رہے اور ہم پیراشوٹ کے ذریعے نیچے آتے جا رہے ہیں۔ اگر تم علی کے ساتھ واپس جاؤ تو ایئرپورٹ پر کوئی روکنے والا نہیں ملے گا۔ تم دونوں فرانس کے طیارے میں بخیریت چلے جاؤ گے۔"

اس کی باتوں کے دوران سلطانہ نے آکر پوچھا "تم خیریت سے ہو؟"

"جی ہاں۔ آپ ذرا اس کی باتیں سنیں اور تصدیق کریں۔"

سلطانہ نے اس کے دماغ میں جانا چاہا درخت اور پیراشوٹ سے لٹکنے والے نے سانس روک لی۔ یہ بات ثانی کو معلوم ہوئی تو وہ بولی "اپنے دماغ میں آنے دو۔ ورنہ میں گولی مار کر زخمی کروں گی تو دماغ کا دروازہ خود بخود کھل جائے گا۔"

"نن... نہیں فائر نہ کرنا۔ میں اب سانس نہیں روکوں گا۔"

سلطانہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ راز کی کوئی بات معلوم نہ ہو۔ سلطانہ نے ثانی کے پاس آکر کہا "یہ مکار ہے' چاہتا ہے کہ تم لوگ فرانس کے طیارے میں سوار ہو کر ملکِ عدم پہنچ جاؤ۔ وہاں ان کا ایک طیارہ ایئرپورٹ پر اترا تھا۔ اس میں سے دو جاسوس نکل کر فرانس کے طیارے میں گئے تھے وہاں ایک بڑی طاقت کا بم چھپا کر رکھ دیا ہے۔ بم کے تار طیارے کے پہیے سے منسلک ہیں۔ جیسے ہی طیارے کو رن وے پر چلایا جائے گا پہیے کی گردش سے بم پھٹے گا اور طیارے کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

ثانی نے ٹریگر پر انگلی رکھتے ہوئے کہا "ہمارے طیارے میں بم چھپا کر رکھا گیا ہے اور تم ہمیں اس طیارے میں جانے کا مشورہ دے رہے تھے۔"

وہ جلدی سے بیلٹ کھول کر نیچے آنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ پیراشوٹ سے نجات حاصل ہوتے ہی وہ برق رفتاری سے ثانی پر حملہ کر سکے گا لیکن ایک فائر ہوتے ہی اس کی چیخ نکل گئی۔ گولی ران میں لگی تھی بیلٹ کھل گیا تھا۔ وہ نیچے آکر گر پڑا تھا۔ سلطانہ نے کہا "اس کے پاس ایرو شوٹر ہے' اسے استعمال کرو گی تو دشمنوں کو فائرنگ کی آواز نہیں جائے گی۔"

ثانی نے اس کے پاس آکر اس کے ہتھیاروں میں سے تیر' ایرو شوٹر اور ہینڈ گرینیڈ لئے پھر ایک تیر کو ایرو شوٹر میں لگا کر بولی۔ "میں دیکھنا چاہتی ہوں' اس ہتھیار کے استعمال سے آواز ہوتی ہے یا نہیں؟"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر برف کی سطح پر تڑپتے ہوئے بولا۔ "نہیں تم مجھے نہیں مار سکتیں۔ تم مجھے نہیں..."

ثانی نے ٹریگر کو دبایا "شپ" کی ہلکی سی آواز کے ساتھ تیر نکل کر اس کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ وہ چند سیکنڈ تک برف پر ادھر ادھر تڑپ کر ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا پڑ گیا۔ سلطانہ نے علی کے پاس آکر دیکھا۔ وہ بھی ایک دشمن کو جہنم میں پہنچا چکا تھا۔ یوں اب تک تین مارے گئے تھے۔ پہلا جو گاڑی کی چھت پر گرا تھا اسے پائلٹ نے ختم کر دیا تھا۔

سلطانہ نے کہا "ابھی ثانی نے جس کا کام تمام کیا ہے' میں نے اس کے چور خیالات پڑھے تھے' پتا چلا انہوں نے فرانس کے طیارے میں بم چھپا رکھا ہے۔ طیارے کے حرکت میں آتے ہی وہ بم پھٹ پڑے گا۔ میں تم سے کہنے آئی ہوں آئندہ جو بھی مقابلے میں آئے اس سے بچنے اور اسے زخمی کرنے کی کوشش کرو تاکہ ہمیں ان کے دماغوں سے مختلف منصوبوں کا علم ہوتا رہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آئندہ یہی کروں گا۔"

اس نے کان لگا کر سنا۔ بہت دور سے کئی موٹر گاڑیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ سلطانہ نے کہا "یہ گاڑیاں شاید نسکاؤپی شہر سے آرہی ہیں۔"

"جی ہاں' جو فوجی پیراشوٹ کے ذریعے اس شہر میں اترے ہوں گے وہ گاڑیوں میں بیٹھ کر آرہے ہوں گے۔ آپ ذرا دیکھیں' ثانی کیا کر رہی ہے۔"

سلطانہ ثانی کے پاس آگئی۔ ثانی نے بھی گاڑیوں کی آوازیں سنی تھیں۔ برف کی سطح پر اوندھی لیٹی ہوئی ایک طرف رینگتی جا رہی تھی۔ گاڑیوں کی آوازیں قریب آرہی تھیں وہ دھند میں لپٹی ہوئی تھی اس لئے دور سے دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ صرف آواز سن کر فاصلے اور سمت کا اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ پھر ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے گاڑیاں رک گئی ہوں اور انہیں آگے بڑھانے کی کوششوں کی جا رہی ہوں۔ وہ تیزی سے رینگتی ہوئی ادھر جانے لگی۔ اس نے کہا "آنٹی! میں گاڑیوں کے قریب پہنچ گئی ہوں۔ آپ علی سے کہہ دیں کہ وہ آنے والوں پر حملہ نہ کرے۔ میں بھی نشانے پر آسکتی ہوں۔ جب میں حملہ شروع کروں گی تو اسے میری پوزیشن معلوم ہو جائے گی۔"

سلطانہ چلی گئی اگرچہ وہ ادھر سے اُدھر پیغام رسانی کر رہی تھی تاہم بہت ہی اہم فرائض انجام دے رہی تھی۔ ٹیلی پیتھی کی افادیت سے ہمیشہ انکار نہیں کیا جا سکتا۔ سلطانہ خیال خوانی نہ کرتی تو علی اور ثانی کسی وقت بھی موقع پاکر فرانس کے طیارے میں سوار ہو سکتے تھے اور بم کے دھماکے سے فنا ہو سکتے تھے۔ ابھی برف کی دھند میں بھی سلطانہ کے ذریعے وہ ایک دوسرے کی پوزیشن معلوم کر رہے تھے۔

وہ رینگتی ہوئی ایک درخت کی آڑ میں آکر کھڑی ہو گئی وہاں سے دھند میں لپٹی ہوئی چار گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں اور بھی گاڑیاں ہوں گی جو دور ہونے کے باعث دھند کے میں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ نظر آنے والی گاڑیوں سے کچھ لوگ اتر آئے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا "برف گہری ہے' پہیے پوری طرح دھنس گئے ہیں' گاڑیاں اس طرح نہیں نکلیں گی۔"

سونیا نے دو ہینڈ گرینیڈ نکالے ایک کی چابی دانتوں میں دبا کر باہر کو کھینچی پھر اسے ایک گاڑی کی طرف پھینک دیا۔ اسی پھرتی سے دوسرے گرینیڈ کو دوسری گاڑی کی طرف اچھال دیا۔ اس نے صحیح وقت کا حساب کرتے ہوئے پھینکا تھا جس کے نتیجے میں دشمنوں کو یہ سمجھنے کی مہلت نہیں ملی کہ گاڑی میں کیا چیز آکر گری ہے۔ گرتے ہی زبردست دھماکا ہوا تھا۔ کتنی ہی

چیخیں بلند ہو میں، کتنوں کے چیتھڑے اڑے۔ گاڑیوں میں آگ لگ گئی تھی۔ آگ کی وجہ سے دھند بھی چھٹ گئی تھی اور آس پاس کی برف بھی پگھلنے لگی۔ وہ لوگ پناہ لینے کے لئے مختلف درختوں کی طرف دوڑ لگا رہے تھے۔ علی نے تڑا تڑ گولیاں چلاتے ہوئے چار کو مار گرایا اور اس طرح فائرنگ کی آواز سے ثانی کو اپنی پوزیشن بھی بتادی ورنہ وہ خاموشی سے ایروشوٹر کے ذریعے دشمنوں کو ٹھکانے لگا سکتا تھا۔

دشمنوں نے اپنے چار آدمی فائرنگ کی زد میں آتے دیکھ کر سمجھ لیا کہ جدھر وہ دوڑے جارہے ہیں ادھر سے ہی فائرنگ ہورہی ہے۔ لہٰذا انہوں نے سمت بدل دی، دوسری طرف دوڑنے لگے۔ دوسری جانب سے ثانی نے فائرنگ شروع کردی۔ وہ کھلی جگہ مار کھا رہے تھے۔ کسی درخت کے پیچھے جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ تین اور گرے باقی تین کو مختلف درختوں کے پیچھے چھپنے کا موقع مل گیا۔ ایک افسر نے چھپتے ہی گرج کر کہا "یو سن آف اے وچ، یہاں تمہاری قبر بنے گی۔ تم دونوں کو ہم سے نجات نہیں ملے گی۔ ہم سیکڑوں کی تعداد میں تمہیں گھیر چکے ہیں... تم ہمارے کتنے بندے مارو گے۔ تم بھی کسی کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ صبح سے شام اور شام سے صبح ہوتی رہے گی مگر لڑائی ختم نہیں ہوگی۔ اگر تم غالب آتے رہے تب بھی تمہیں نیند ضرور آئے گی۔ ہم نے پچھلی ایک رات جاگتے رہنے پر تمہیں مجبور کیا۔ اگلی رات کو بھی تمہیں سونے نہیں دیں گے۔"

سلطانہ نے اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر بوتل کو منہ سے لگاتا تھا۔ دو چار گھونٹ پیتا تھا پھر بولنے لگتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "تمہارا وہ برائن وولف بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں دو راتوں کے بعد مسلسل جگا نہیں سکے گا۔ نیند تمہارا مقدر بنے گی تو موت بھی مقدر بن جائے گی۔ تم دونوں مرو گے، ہر حال میں مرو گے۔ تم یہاں تنہا نہیں آئے ہو۔ اپنی موت بھی ساتھ لائے ہو۔"

اس نے بوتل کو برف میں دھنسایا پھر ریوالور نکال کر درخت کی آڑ سے فائرنگ کرنے لگا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی فائرنگ کی۔

لیکن دوسری طرف سے خاموشی رہی۔ ثانی وہاں سے ہمت پہلے ہی جاچکی تھی۔

سلطانہ نے اس گرجنے والے افسر کے دماغ میں بیٹھ کر معلوم کیا، چار گاڑیوں میں چوبیس جوان اور چار افسر آئے تھے۔ جن میں سے دو افسر اور چھ جوان زندہ تھے، باقی فنا ہوگئے تھے۔ ویسے جوانوں کی اچھی خاصی تعداد نسکاؤپی میں موجود تھی۔

دوسرا افسر برف کی سطح پر رینگتا ہوا اس کے پاس آیا۔ پھر بولا "سر! آپ کو اس وقت تک نہیں پینا چاہیے جب تک وہ دونوں گرفتار نہ ہوجائیں۔"

وہ ایک گھونٹ پی کر بولا "میجر! تم دو کی بات کررہے ہو، یہاں ان کا پورا خاندان ہوتا تب بھی گرفتار ہو جاتا۔ سونیا ہوتی تو وہ بھی بچ کر جا نہ پاتی۔ ڈونٹ وری! وہ دونوں بھاگ کر کہیں نہیں جاسکیں گے۔"

"سر! آپ بھول رہے ہیں، ان کے ساتھ ایک خیال خوانی کرنے والا برائن وولف ہے۔ آپ نے گرج گرج کر اپنی آواز سنائی ہے وہ آپ کے دماغ میں آسکتا ہے یا شاید آچکا ہے۔ کیا آپ کو خطرے کا احساس نہیں ہے؟"

"ہاں، مجھے گرجنا نہیں چاہیے تھا۔ مگر اپنے اتنے سارے بندوں کو مرتا دیکھ کر غصہ آگیا تھا۔ ڈونٹ وری۔ میں یوگا کا ماہر ہوں سانس روک سکتا ہوں۔"

"سر ہم سب یوگا کے ماہر ہیں۔ مگر شراب مہارت کو کمزور بنادیتی ہے۔"

"میں نہیں مانتا تم میرے دماغ میں آکر دیکھو میں سانس روک لوں گا۔"

"دیکھئے، آپ بہکی بہکی باتیں کررہے ہیں۔ کیا میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں کہ آپ کے دماغ میں آکر آپ کا امتحان لوں؟"

سلطانہ نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا۔ اس نے سلطانہ کی مرضی کے مطابق میجر کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "میں تمہارا امتحان لیتا ہوں۔ تمہیں زخمی کرتا ہوں پھر تم سانس روک کر دکھاؤ۔"

میجر نے اپنے بچاؤ کے لئے ایک طرف چھلانگ لگائی۔ اس کے شرابی اعلیٰ افسر کا پہلا فائر خالی گیا۔ دوسرے فائر میں گولی اس کے بازو کی ہڈی توڑتی ہوئی گزر گئی۔ وہ چیخ مار کر گر پڑا۔ سلطانہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی، وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "سر! یہ آپ نے کیا کیا؟ دشمن میرے دماغ میں پہنچ کر بہت سے راز معلوم کرلے گا آپ مجھے جان سے مار ڈالیں۔ میں خود مرجاؤں گا۔"

وہ چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے ریوالور نکالا۔ وہ خود کو گولی مارنا چاہتا تھا۔ سلطانہ نے اس کا رخ علی افسر کی جانب کیا۔ ایک گولی چلی پھر وہ افسر اچھل کر گرا اور آدھا برف میں دھنس کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔

سلطانہ نے میجر کو ریوالور دور پھینکنے پر مجبور کیا۔ وہ انکار کررہا تھا۔ اپنی جان دینے پر تلا ہوا تھا۔ مگر دماغ اپنے بس میں نہیں رہا تھا۔ ریوالور پہنچ سے بہت دور چلا گیا تھا۔ اس نے کمر سے لٹکے ہوئے چاقو کو استعمال کرنا چاہا۔ سلطانہ نے اس چاقو کو بھی دور پھینک دیا۔ وہ بڑا ضدی تھا۔ ایک ہاتھ کہ سارے گھٹ کر اپنے کسی ہتھیار تک جانا چاہتا تھا، سلطانہ اسے کسی دوسری طرف پہنچا دیتی تھی۔

پھر وہ بولی "شاباش! تم صحیح معنوں میں محبِ وطن ہو۔ اپنے ملک کا کوئی راز مجھے بتانے سے پہلے مرجانا چاہتے ہو۔ میں

تمہاری دلیری اور حب الوطنی کی داد دیتی ہوں۔ لیکن تھوڑی دیر کے لئے سوچو دوسرے لوگ بھی اپنے اپنے وطن سے محبت کرتے ہیں اور تم لوگ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے شیطان پیدا کرکے دوسرے محبانِ وطن کے دماغوں میں بھیجتے ہو، ان کے ملکوں کے اہم راز معلوم کرتے ہو۔ ان کی کمزوریاں معلوم کرکے ان ملکوں کو بلیک میل کرتے ہو۔ انہیں سیاست کی انگلیوں پر اپنی مرضی کے مطابق نچاتے ہو۔ تمہارے حکام کسی بھی ملک کو غلام بنانے کی شرط پر اس کی مدد کرتے ہیں یا پھر اسے تباہی کے دہانے پر پہنچا دیتے ہیں۔"

وہ بازو کی تکلیف سے جھنجلا کر بولا "بکواس مت کرو، تم بھی میرے دماغ میں آکر وہی کررہی ہو، جس کا الزام ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دے رہی ہو۔"

"فرہاد کی فیملی میں جتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں انہوں نے آج تک نہ کسی ملک کو غلام بنایا ہے، نہ کہیں اپنی حکومت قائم کی ہے اور نہ ہی کسی امن پسند قوم کو نقصان پہنچایا ہے۔"

اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟ فرہاد کے بیٹے کو یہاں بچانے کے لئے اس کی ماں رسوانتی ہی آسکتی ہے۔ تمہارے پاس کوئی دوسری عورت ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ کیا تم رسوانتی ہو؟"

سلطانہ نے جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ میجر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "جواب دو، تم میرے اندر موجود ہو میں تمہیں اپنے اہم خیالات پڑھنے نہیں دوں گا۔ میں مرجاؤں گا۔ جواب دو، تم کیا کررہی ہو؟"

اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ پھر برف پر گھسٹ گھسٹ کر اپنے ہتھیاروں کی طرف جانا چاہتا تھا مگر جاتے جاتے پھر دور ہوجاتا تھا۔ ایسے وقت تلملا کر کہتا تھا۔ "دیکھو دیکھو میں دور ہوگیا ہوں۔ تم مجھے ہتھیاروں تک پہنچنے نہیں دے رہی ہو۔ تم موجود ہو، سوَر ہو، کمینی ہو۔ ذلیل عورت! میں اپنے اندر کی کوئی بات تجھے نہیں بتاؤں گا۔ چلی جا۔ میرے دماغ سے نکل جا۔"

چھ جوان دوڑے ہوئے اس کے پاس آئے۔ ایک نے کہا "سر! آپ زخمی ہیں؟" دوسرا فرسٹ ایڈ باکس قریب لاکر کھولنے لگا۔ میجر نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا پھر اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکالنے لگا۔ اس نے پوچھا "آپ کیا کررہے ہیں؟"

"مجھے فوراً ریوالور لینے دو۔ میں اس ذلیل کو گولی مار دوں گا۔"

وہ اپنا ریوالور دیتے ہوئے بولا "آپ کس کو گولی مارنا چاہتے ہیں؟"

وہ ریوالور لیتے ہی قہقہہ مارنے لگا۔ کہنے لگا "میں ہر اس شخص کو مار ڈالوں گا، جو بے گناہ علی اور سونیا ثانی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ فائرنگ شروع کی۔ ایک جوان گرا، دوسرا گرا، باقی بھاگنے لگے۔ وہ اپنے افسر پر جوابی حملہ نہیں کرسکتے تھے، صرف اپنا بچاؤ کرسکتے تھے۔ بچاؤ کرنے کے دوران تیسرا اور چوتھا بھی فائرنگ کی زد میں آکر گرا۔ صرف دو نے بڑی مشکل سے جان بچائی۔

ادھر میجر غصے سے گرج رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں مانتا ہوں، یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی بری بلا ہے۔ اس ہتھیار سے صرف دشمن ہی نہیں، اپنے بھی مرتے ہیں۔ آج میں نے اپنوں کو مار ڈالا۔ ٹیلی پیتھی بری بلا ہے۔ اس کے زیرِ اثر کہ ہم بھی اپنے اہم راز دوسروں کو بتانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنی کنپٹی پر نال رکھی اور گولی چلادی۔ اپنا غصہ تمام کرلیا۔ اس بار سلطانہ نے اسے نہیں روکا۔ کیونکہ اتنی دیر میں اس نے اس کے اندر سے تمام اہم معلومات نچوڑ لی تھیں۔ اہم معلومات یہ تھیں کہ لیبراڈور کے حکام اعتراض کررہے تھے کہ امریکا کے جنگی جہازوں کو نسکاؤپی میں نہیں اترنا چاہیے تھا۔ پیراشوٹ کے ذریعے اپنی فوج کو وہاں نہیں بھیجنا چاہئے تھا۔ فوج کے افسران سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ دو چار گھنٹوں میں واپس چلے جائیں۔

بھلا سپر طاقتیں درخواست کو کہاں مانتی ہیں۔ وہ صرف وہاں سے بھاگتی ہیں جہاں سے منہ توڑ جواب ملتا ہے۔ لیبراڈور کہ حکام نے کیوبا کہ حکام سے درخواست کی تھی کہ وہ امریکی فوج کو بھگانے کے لئے ان کی مدد کو آئے۔ کیوبا کے حکام روس کے زیرِ اثر رہتے ہیں۔ امریکی فوج کے افسران سمجھ گئے تھے کہ واپس نہ گئے تو دوسرے بڑے ملک کی بڑی فوج سے ٹکرانا ہوگا۔ انہوں نے لیبراڈور کے حکام سے چھ گھنٹے کی مہلت مانگی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ چھ گھنٹوں میں علی اور ثانی کو پکڑ کر لیجائیں گے یا یہیں مار ڈالیں گے۔

چار گھنٹے بعد ان کی خوش فہمی ختم ہوگئی۔ ان کے پیشتر جوان اور چھ افسر مارے گئے تھے۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ مرنے والوں نے یا زندہ رہنے والوں نے ابھی تک علی اور ثانی کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ جب یہ پتا نہ چلے کہ موت کہاں سے آرہی ہے تو وہ موت مقدر بن جاتی ہے! ایسی بلا بن جاتی ہے جس سے بچنے کے لئے جگہ چھوڑ کر جانا پڑتا ہے۔

پانچویں گھنٹے میں سلمان نے سلطانہ کے پاس آکر کہا "مبارک ہو، ہماری فوج واپس آرہی ہے۔"

وہ بولی "میں علی اور ثانی کو تمام حالات بتا چکی ہوں۔ وہ کہتے ہیں یہ فوج واپس جائے گی تو اسلحہ مین کی فوج آئے گی۔ ہماری جدوجہد کی معیاد بڑھتی جائے گی۔"

"وہ درست کہہ رہے ہیں، جس طرح بھی ممکن ہو انہیں وہاں سے فوراً نکلنا چاہئے۔"

"مگر کیسے ؟"

"میں سونیا سے بات کرتا ہوں ' تم علی اور ثانی سے مشورے کرو ' کوئی بات بن جائے گی ۔"

سلمان واسطی سونیا کے پاس آیا۔ اس وقت میں اس سے باتیں کررہا تھا' سونیا نے کہا "سلمان ! میرے دماغ میں برائن وولف موجود ہے ۔ میں تم دونوں کو ایک دوسرے کے متعلق تفصیل سے بتا چکی ہوں ۔"

بیشک سونیا نے اسے میرے متعلق بہت کچھ بتایا تھا مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں ۔ شاید سلمان واسطی کے بارے میں بہت کچھ مجھے بتانے کے باوجود کچھ چھپایا ہو۔ وہ بہت گہری ہے ۔ میں اب بھی دعوے سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ سونیا کے اندر چھپے ہوئے تمام رازوں سے واقف ہوں ۔

بہرحال میں نے اور سلمان نے ایک دوسرے کو ہیلو کہا۔ پھر وہ علی اور ثانی کے حالات بتانے لگا ۔ سونیا نے تمام حالات سننے کے بعد کہا "وہ دونوں ضدی ہیں یہاں واپس ضرور آئیں گے ۔ پھر اس ملک میں سرگرم عمل رہیں گے ۔ فی الحال لیبرا ڈور سے نکلنا دشوار ہے ۔ وہاں سے نکلنے کے لئے ایک فضائی راستہ محفوظ ہے ۔ بحری راستہ خطرناک ہے ' سمندر کی سطح پر برف کی میلوں لمبی چوڑی چٹانیں ہوں گی ۔ اس موسم میں کوئی بحری جہاز نہیں چلتا۔ زمین پر جو گڑھے اور گہری کھائیاں ہوتی ہیں ان پر برف جمی رہتی ہے ۔ انجانے مسافر ان پر سے گزرتے وقت اندر گہرائیوں میں ڈوب جاتے ہیں اس لئے خشکی کا راستہ بھی خطرناک ہے ۔"

وہ ٹہل رہی تھی ' بول رہی تھی اور کوئی تدبیر سوچ رہی تھی میں نے کہا "مسٹر سلمان ! تم سپر ماسٹر کی حیثیت سے لیبراڈور کے کسی حاکم کو مخاطب کرو۔ اس سے کہو تمہاری فوج تو واپس جارہی ہے لیکن انہوں نے علی اور ثانی کے سلسلے میں کیا فیصلہ کیا ہے ۔ وہ دونوں غیر قانونی طور پر ان کے علاقے میں آئے ہیں ۔"

سونیا نے تائید کی "ہاں ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ علی اور ثانی کے لئے وہاں کے حکام کا ردِ عمل کیا ہوگا ۔"

میں نے کہا "مسٹر سلمان ! میں کچھ دیر تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ وہاں کے حکام کی آوازیں سنتے ہی تمہارے اندر سے نکل جاؤں گا ۔"

اس نے کہا "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ۔"

میں اس کے پاس آیا۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا تھا۔ ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر نائب سپر ماسٹر سے کہہ رہا تھا "ہاٹ لائن پر لیبراڈور کے حکام سے بات کراؤ ۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا "مسٹر وولف آج آپ سے مل کر خوشی ہوگی ۔ سونیا آپ پر اندھا اعتماد کرتی ہے ۔"

میں نے کہا "سونیا تم سے عمر میں بڑی ہے ۔ تم اسے مادام یا سسٹر کیوں نہیں کہتے ؟"

وہ ذرا ہچکچایا' پھر بولا "ایک رشتہ ایسا ہوتا ہے جس میں عمر کا حساب نہیں کیا جاتا۔ صرف اس رشتے سے تعلق رکھنے والے جذبات کو سمجھا جاتا ہے ۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ رشتہ کون سا ہے ؟"

"مسٹر وولف ہم سب کی زبانیں صرف اتنا ہی بولتی ہیں ' جتنا سونیا چاہتی ہے ۔ اگر اس نے تمہیں نہیں بتایا ہے تو میں بھی بتانے کی جرات نہیں کروں گا ۔"

میرے اندر سنسنی سی پھیل گئی ۔ تجسس کی تیز آندھی چلنے لگی ۔ میرے دل میں آیا ' ابھی سونیا کے پاس جاکر کہری کھری سناؤں کہ اب اس کا کوئی راز ' راز نہیں رہا۔ اس کا تمام کیا دھرا میرے سامنے آگیا ہے ۔

لیکن میں سلمان کے دماغ سے نہ جاسکا ۔ ہاٹ لائن پر گفتگو شروع ہوگئی تھی ۔ وہ ریسیور کو کان سے لگا کر کہہ رہا تھا "میں سپر ماسٹر بول رہا ہوں ۔ ہماری فوج وعدے کے مطابق واپس آرہی ہے ۔ مگر علی اور سونیا ثانی نے غیر قانونی طور پر نسکاؤپی ایئرپورٹ پر طیارہ اتارا ہے ۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے آپ ان کے خلاف کیا اقدامات کررہے ہیں ؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "سپر ماسٹر ! آپ سے گفتگو کرکے خوشی ہورہی ہے ' کوئی دوسرا سوال کرتا تو ہم جواب دیتے ۔ یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے ۔ مگر آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ علی اور سونیا ثانی کے ساتھ مجرموں جیسا برتاؤ ہوگا ۔ ہماری فوج اور جاسوس ان دونوں کو تلاش کررہے ہیں ۔ سنا ہے ان کے ساتھ ایک پائلٹ بھی ہے ۔ تینوں کو جلد ہی گرفتار کرلیا جائے گا۔"

سلطانہ نے کہا "تعجب ہے ' وہ صرف تین ہیں ۔ وہاں تمام راستے برف سے ڈھکے ہوئے ہیں لہٰذا وہاں سے کسی مجرم کا فرار ہونا ممکن نہیں ہے اور آپ کی فوج نے ابھی تک ان تینوں کو گرفتار نہیں کیا ہے ؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "تعجب تو آپ کی فوج پر ہے ۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کے پچاس جوان اور افسر مارے گئے ہیں ... جو زندہ رہ گئے ' وہ ہمارے حکم کے مطابق واپس نہ جاتے تو ان کی بھی لاشیں ہی پائی جاتیں ۔ ہمارے آدمی محتاط ہیں ' انہیں تلاش کرنے کے دوران میگا فون کے ذریعے اعلان کرتے جارہے ہیں کہ وہ تینوں نسکاؤپی ایئرپورٹ پہنچ جائیں انہیں گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ وہ فرانس کے طیارے میں واپس جاسکتے ہیں ۔"

"کیا آپ واقعی انہیں گرفتار نہیں کریں گے ؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں کہہ چکا ہوں ' ان کے ساتھ مجرموں جیسا برتاؤ کیا جائے گا ۔ پہلے وہ نظر تو آئیں ۔ کمبخت انسان کی نہیں جنات کی اولاد ہیں ۔ ابھی تک کسی نے ان کی ایک جھلک نہیں دیکھی ہے ۔ اچھا اب میں رابطہ ختم کرتا ہوں ' آپ کچھ خیال نہ کریں ۔ آپ سے مزید گفتگو کرکے خوشی ہوتی لیکن یہاں ان کے متعلق کوئی اہم رپورٹ آئی ہے ۔"

ہاٹ لائن پر رابطہ ختم ہوگیا ۔ میں اور سلمان ایک ساتھ اس حاکم کے دماغ میں پہنچ گئے ۔ اس کے سامنے ایک بڑی میز کے اطراف چھ ذمے دار اور اہم افراد بیٹھے ہوئے تھے ۔ ایک شخص اندر آکر ادب سے کھڑا ہوگیا تھا ۔ جب اس حاکم نے ریسیور رکھا تو آنے والے شخص نے کہا "جنابِ عالی ! آپ نے یہ نہیں بتایا تھا کہ علی اور اس لڑکی کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہے ۔"

حاکم نے کہا "تمہیں بتانا ضروری نہیں تھا ۔"

"جسے آپ ضروری نہیں سمجھتے وہی بات ہمیں نقصان پہنچا رہی ہے ۔ ہمارا ایک افسر میگا فون کے ذریعے علی اور اس لڑکی کو مخاطب کررہا تھا۔ انہیں یقین دلا رہا تھا کہ انہیں فرانس کے طیارے میں یہاں سے جانے کی اجازت ہے لیکن اس کے دماغ میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا 'وہ اس کے چور خیالات پڑھ چکا ہے اور یہاں کے حکام کے فراڈ کو سمجھ گیا ہے ۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہمارے افسر کو جھوٹ بولنے کی سزا دی ہے ۔ افسر نے کبھی ہنستے ہوئے اور کبھی روتے ہوئے خود کو گولی ماری ۔"

یہ رپورٹ سن کے سب پر سکتہ طاری ہوگیا ۔ وہاں بیٹھے ہوئے فوج کے کمانڈر نے کہا "ہم نے ٹیلی پیتھی کا ذکر سنا تھا۔ آج تک یہ بلا ہمارے ملک میں نہیں آئی تھی ۔ کسی وقت بھی ہم اعلیٰ عہدیداروں کو خطرہ پیش آسکتا ہے ۔"

اسلحہ خانے کے ایک فوجی افسر نے کہا "ہم اس ہال سے باہر جانے کے بعد گونگے بن جائیں گے ۔ کسی کو اپنی آواز نہیں سنائیں گے ۔"

رپورٹ پیش کرنے والے شخص نے کہا "حضرات ! آپ لوگوں نے یہ سوچنے میں دیر کی ہے ۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں ہے ' آپ لوگوں کی آواز سن چکا ہے ۔"

یہ سنتے ہی کمانڈر نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا "گدھے کے بچے ! تو نے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی ؟"

سلطانہ نے اس کی زبان سے کہا "یہ گدھے کا بچہ میری مرضی کے مطابق بول رہا تھا۔ یہ جو تم نے ریوالور نکالا ہے اسے فوراً واپس نہ رکھا تو تمہارے میگا فون والے کی طرح تم بھی اپنے ہی ریوالور سے خودکشی کرو گے ۔"

اس نے گھبرا کر جلدی سے ریوالور کو جیب میں رکھ لیا۔ میز پر رکھے ہوئے انٹر کام سے اشارہ موصول ہوا۔ حاکم نے ناگواری سے بٹن دبا کر کہا "ابھی کوئی ڈسٹرب نہ کرے میں کسی سے بات نہیں کروں گا ۔"

ان پر ٹیلی پیتھی کی مصیبت نازل ہوگئی تھی ۔ وہ ایسے چپ ہوگئے تھے جیسے اب بھی خیال خوانی کرنے والے سے محفوظ رہنے کی توقع ہو ۔ وہ فون پر بھی کسی سے بولنا نہیں چاہتے تھے ۔ لیکن انٹر کام سے سیکریٹری کی آواز آئی "جنابِ عالی ! کیوبا کے مسٹر سلامی ہاٹ لائن پر موجود ہیں ۔"

حاکم نے مجبور ہوکر انٹر کام کو آف کیا پھر ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو مسٹر سلامی ! آپ نے رابطہ قائم کرنے میں بڑی دیر کی ہے ۔"

سلامی کی آواز آئی "مجھے افسوس ہے ' میں ماسک مین سے مشورہ کئے بغیر آپ کو فوجی امداد نہیں بھیج سکتا تھا۔ میں پھر ایک بار افسوس کے ساتھ کہتا ہوں ' ماسک مین فرہاد کے بیٹے سے چھیڑ چھاڑ کرنا نہیں چاہتا۔ کچھ عرصے پہلے سونیا نے اس کے ملک کو زبردست نقصان پہنچایا ہے ۔ ماسک مین ' سونیا اور رسونتی کو شکایت کا موقع نہیں دے گا۔ اس لئے امریکی فوج کو دھمکی دو کہ ماسک مین کی فوج آرہی ہے ۔ وہ ضرور تمہارے علاقے سے چلے جائیں گے ۔"

"وہ فوجی جاچکے ہیں لیکن نئی مصیبت آگئی ہے ۔ ہم نے علی اور سونیا ثانی کو دھوکے سے گرفتار کرنا چاہا تھا۔ ہمارا جھوٹ اور فریب اُن پر کھل گیا ہے ۔"

"کیا آپ نے دھوکا دینے سے پہلے یہ نہیں سوچا کہ ان کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ضرور ہوگا ۔ دیکھو اس سے پہلے کہ ان کا وہ خیال خوانی کرنے والا آپ کے ہمارے دماغوں میں جگہ بنائے ان دونوں کو عزت اور احترام کے ساتھ رخصت کردیں ۔"

"مسٹر سلامی ! وہ پہلے ہی میرے دماغ میں جگہ بنا چکا ہے اور تمہاری آواز سن رہا ہے ۔"

میں پہلے ہی سلامی کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ لیبراڈور کے حاکم کی بات سن کر اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا تھا۔ وہ خوفزدہ ہوکر سوچ رہا تھا "کیا ٹیلی پیتھی جاننے والا میری آواز سنتا ہے ۔ کیا وہ میرے دماغ میں بھی آ[illegible]

"آچکا ہے ۔" میں نے کہا "میں تمہارے [illegible] رہا ہوں ۔" وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر یقین کرنا چاہتا تھا کہ وہ واقعی کسی کا معمول بن گیا ہے ؟ میں نے کہا "تمہیں یقین آجائے گا ۔ ابھی میں وارننگ دے کر جارہا ہوں ۔ یہ بات اپنے سائے کو بھی نہ بتانا کہ میں تمہارے دماغ میں آچکا ہوں ۔ میری بات نہ ماننے والا اپنے پورے خاندان کے ساتھ تباہ ہوجاتا ہے ۔ اب تم لیبراڈور کے حاکم سے کہو کہ تم پندرہ منٹ بعد اس سے گفتگو کروگے ۔"

اس نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر کہا "سوری میں ذرا غیر حاضر ہوگیا تھا۔ ایک ضروری کام آن پڑا ہے ۔ میں پندرہ منٹ بعد آپ سے رابطہ کروں گا۔ اپنی بہتری عزیز ہو تو طلاع اور سونیا ثانی کا اعتماد حاصل کریں ۔"

میں واپس حاکم کے پاس آیا۔ وہاں سلمان اور سلطانہ ان

تمام ذمے دار عہدیداروں کو دھمکیاں دے رہے تھے کہ علی اور ثانی کو کسی نے ہاتھ بھی لگایا تو پورا لیبر اڈور کھنڈر بن جائے گا۔ وہاں کے حکام اور افسران میں سے کوئی زندہ نہیں بچے گا۔

وہ اپنے کان پکڑ رہے تھے۔ یقین دلا رہے تھے کہ دونوں کو پائلٹ کے ساتھ عزت سے رخصت کیا جائے گا۔ سلطانہ نے انہیں بتایا کہ فرانس کے طیارے میں کس طرح بم چھپا کر رکھا گیا ہے۔ وہاں سے بم ہٹایا جائے اور طیارے کو اچھی طرح چیک کیا جائے۔

میں نے حاکم کی زبان سے کہا "میں ٹیلی پیتھی جاننے والا برائن وولف بول رہا ہوں۔ پندرہ منٹ بعد مسٹر سلاسی فون پر گفتگو کریں گے اس کے بعد علی اور ثانی کی یہاں سے روانگی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ مسٹر سلمان اور سلطانہ فوراً سونیا کے پاس آجائیں۔"

ہم تینوں ایک ساتھ سونیا کے پاس پہنچے۔ میں نے سلاسی سے ہونے والی گفتگو کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد کہا "حالات ہمارے قابو میں ہیں، ہمارے بچے پھر امریکا واپس آنا چاہتے ہیں، یہ بہترین موقع ہے۔ ہم سلاسی کے ذریعے وہاں کے اور دو چار اہم افراد کے دماغوں میں پہنچیں گے انہیں مجبور کریں گے کہ وہ علی اور ثانی کو اپنے ہاں مہمان کے طور پر بلائیں، وہاں سے انہیں یونائیٹڈ اسٹیٹس کی سرحد پار کرادیں۔"

سب نے میرے مشورے کی تائید کی۔ سلمان نے کہا۔ "سلطانہ! تم علی اور ثانی کے پاس جاؤ۔ انہیں سمجھاؤ کہ وہاں کے حاکم پر بھروسا کریں، انہیں پوری حفاظت کے ساتھ وہاں سے رخصت کیا جائے گا۔"

ہم ان دونوں کی حفاظت کے لئے مکمل انتظامات میں لگ کر یہ بھول گئے تھے کہ وہ اس حد تک اپنے باپ کی بھی بد قبول نہیں کرتے۔ جو کرنا ہوتا ہے، وہ ہماری سوچ سے پہلے کر گزرتے ہیں۔ سلمان کی بات ختم ہوتے ہی لعلیٰ پہنچ گئی۔ اس نے سونیا سے کہا "میں سلطانہ کی جگہ علی اور ثانی کی نگرانی کررہی تھی۔ پائلٹ کے دماغ میں تھی۔ افسوس پائلٹ کو گولی لگ گئی۔ بے چارہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ وہ بڑی خطرناک پوزیشن تھی۔ علی اور ثانی فائرنگ کرتے ہوئے لیبر اڈور کے ایک طیارے کی طرف جارہے تھے۔ میں نے پائلٹ کی موت کے بعد علی کے پاس رہنا چاہا، وہ بولا "آنٹی! ایسی پوزیشن میں آپ رہیں گی تو کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کو موقع مل جائے گا۔ آپ خیال نہ کریں، اب کوئی بھی آئے گا تو میں سانس روک لیا کروں گا۔"

"میں سونیا ثانی کے پاس گئی۔ ایسا لگتا ہے دونوں ایک ہی طرح سوچتے اور عمل کرتے ہیں۔ اس نے بھی یہی التجا کی۔ اس دوران میگافون سے اعلان ہو رہا تھا کہ علی اور ثانی کے ساتھ اب دھوکا نہیں کیا جائے گا۔ فرانس کے طیارے کو چیک کیا جارہا ہے۔ وہ دونوں جب چاہیں جاسکتے ہیں لیکن پہلے وہ حاضر ہوجائیں کیونکہ ان کے بزرگوں سے مذاکرات جاری ہیں۔

"میں اس اعلان کرنے والے کے دماغ میں گئی۔ پھر اسے ادھر ادھر دوڑایا، جدھر دونوں کو چھوڑ آئی تھی لیکن وہ کہیں غائب ہوگئے تھے اتنے نادان نہیں تھے کہ وہاں کے حاکم پر بھروسا کر کے بلاسٹ ہونے والے طیارے میں سوار ہوجاتے تھوڑی دیر بعد پتا چلا کہ ایک مقامی طیارہ رن وے پر دوڑتا جارہا ہے۔ پھر پتا چلا کہ وہ دونوں لیبر اڈور کے ایک طیارے کو لے جارہے ہیں۔"

سونیا نے پریشان ہو کر پوچھا "وہ کہاں جارہے ہیں؟"

لعلیٰ نے جواب دیا "میں باری باری دونوں کے پاس گئی دونوں نے سانس روک لی۔ انہوں نے مجھے کوڈورڈز ادا کرنے کا بھی موقع نہیں دیا۔"

یہ سنتے ہی میں نے ان کے دماغ پر دستک دی۔ انہوں نے کوڈورڈز بیان کرنے کا موقع نہیں دیا۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ میں ہوں۔ سچویشن ایسی تھی کہ وہ ہر آنے والے کو اس وقت دشمن سمجھنے پر مجبور تھے۔

سلمان واسطی نے پریشان ہو کر کہا "ایک طرف قطب شمالی ہے۔ برف کا طوفان ہے۔ وہ طیارہ اُدھر لے جانہیں سکتے۔ طوفان سے گزریں گے تو روس پہنچیں گے، طوفان سے بچنا چاہیں گے تو جنوب کی طرف پرواز کریں گے یعنی کینیڈا اور یونائیٹڈ اسٹیٹس میں آنا ہوگا۔ یہاں آنے کا مطلب ہے کہ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرنا۔"

لعلیٰ نے کہا "انہوں نے اپنے دماغوں میں آنے نہیں دیا جبکہ کوڈورڈز کے ذریعے دوست اور دشمن کا پتا چل جاتا ہے انہوں نے جان بوجھ کر مجھے نظرانداز کیا ہے، مجھے اپنی توہین کا احساس ہورہا ہے۔"

سونیا نے کہا "نہیں لعلیٰ! ابھی برائن وولف بھی گیا تھا اسے بھی دماغ میں جگہ نہیں ملی۔ اسے بھی توہین کا احساس ہونا چاہئے؟ میں کہتی ہوں، نہیں ہونا چاہئے۔ تم انہیں رفتہ رفتہ سمجھو گی۔ میں تمہیں سمجھاتی ہوں۔ ہم سب پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ اگر ان کے دماغوں میں جگہ ملے گی تو پتا نہیں سارا دن اور اگلی ساری رات بھی سونا نصیب ہوگا یا نہیں اگر وہ ہمیں کہتے کہ نیند پوری کرلیں تو ہم انہیں معیت میں چھوڑ کر کبھی نہ سوتے۔ مگر اب سوئیں گے۔ ان کے رویئے نے یقین دلایا ہے کہ اگلے کئی گھنٹوں تک وہ کسی کو دماغ میں نہیں آنے دیں گے۔ کسی کو اپنے حالات نہیں بتائیں گے۔ ایسے میں صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ جب صبر آجائے تو نیند آجاتی ہے۔"

سونیا نے جماہی لیتے ہوئے کہا "ہاں کبھی مطمئن نہیں ہوتی مگر میں اس اعتماد کے ساتھ سو رہی ہوں کہ وہ شاہین کے

بچے ہیں۔ فطرت انہیں اُڑنے پر مجبور کرتی ہے۔ لہٰذا وہ اُڑ چکے ہیں۔"

اس نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں، ہم چاروں خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ سے چلے گئے۔

== ☆☆☆ ==

جس طرح چھوٹے ممالک مسائل میں الجھے رہتے ہیں، انہیں سلجھانے کے لئے امریکا کے سامنے جھکے رہتے ہیں۔ اسی طرح امریکا یہودیوں کی سیاست میں الجھا رہتا ہے۔ وہاں کے حکام اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے یہودیوں کے سامنے گھٹنے ٹیکتے رہتے ہیں۔ ان کی اکثر ناجائز باتوں کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

ابتدا میں جب ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے چند محبانِ وطن کو ٹیلی پیتھی سکھانے کا فیصلہ کیا گیا تو حکومت اور فوج کے اعلیٰ عہدیدار یہ علم سیکھنے کے لئے اپنا اپنا نام پیش کرنے لگے۔ امریکا کی تمام ریاستوں کے سربراہوں نے بھی یہی خواہش ظاہر کی ان میں نیویارک کے دو یہودی بھی تھے۔ ٹیلی پیتھی سیکھنے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ جبکہ یہ فیصلہ راز میں رکھا گیا تھا۔ اس ملک کے چند بڑے نہایت رازداری سے ٹرانسفارمر مشین کو استعمال کرنا چاہتے تھے۔

بہرحال اس سلسلے میں دو اہم فیصلے ہوئے ایک تو یہ کہ حکومت اور فوج میں عمر رسیدہ لوگ ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی تھوڑی رہ جاتی ہے ٹیلی پیتھی کا علم نوجوانوں کو سکھایا جائے تاکہ وہ جوانی سے بڑھاپے کی آخری سانس تک ملک اور قوم کی خدمت کرتے رہیں۔ ان نوجوانوں کو زبردست ٹریننگ دی جائے۔ انہیں ٹریننگ کے ذریعے بہترین فوجی فائٹر اور نہایت چالباز سیاست دان بنایا جائے۔

دوسرا اہم فیصلہ یہ تھا کہ جو نوجوان مشکل ترین امتحانات پاس کریں گے اور ہر طرح سے خود کو اہل ثابت کریں گے انہیں یہ علم سکھایا جائے گا۔ ان فیصلوں پر عمل کیا گیا۔ چند جوانوں نے خود کو ذہین اور حاضر دماغ ثابت کیا۔ لیکن فوج کے جنرل، کرنل اور مختلف ریاستوں کے حکام نے اندر ہی اندر دھاندلی کی اور اپنے جوان بچوں کو امتحانات میں پاس کرا کے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچا دیا۔ چور دروازے سے اس مشین تک پہنچنے والوں میں ایک یہودی لڑکی بھی تھی جس کا نام الپا شنکر تھا۔

فیصلہ کیا گیا تھا کہ کسی یہودی کو ٹیلی پیتھی نہیں سکھائی جائے گی۔ لیکن الپا کا باپ شمالی امریکا میں کنگ میکر کہلاتا تھا۔ وہاں کے دس لاکھ یہودی الیکشن میں اس کو ووٹ دیتے تھے جس کی طرف الپا کا باپ انگلی اٹھاتا تھا اسی لئے وہ کنگ میکر یا بادشاہ ساز کہلاتا تھا۔ امریکی حکام اسے ناراض نہیں کرسکتے تھے اس کا جو مطالبہ قانونی طور پر پورا نہیں کرسکتے تھے اسے چور دروازے سے پورا کردیتے تھے۔

الپا بیس برس کی ایک نہایت ذہین لڑکی تھی۔ وہ جغرافیہ، تاریخ، سیاست اور علم ریاضی کے امتحانات میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرچکی تھی۔ ہزاروں امیدواروں میں اس کا نام سرفہرست تھا۔ انسانی نفسیات کو سمجھ کر کسی کو بھی الو بنانے کے ہتھکنڈے اسے خوب آتے تھے۔

اس نے ٹریننگ کے دوران ہی ایک ٹیلی پیتھی سیکھنے والے امریکی جوان کو تاڑ لیا تھا اور اسے اچھی طرح الو بنا رہی تھی۔ جوان کا نام جے مورگن تھا۔ وہ اتنا ذہین تھا کہ ہر امتحان میں الپا کے بعد دوسرے نمبر پر آتا تھا۔ ہمیشہ فرسٹ اور سیکنڈ آنے کے باعث وہ دوست بن گئے تھے۔ مورگن کا خیال تھا کہ دوستی اور محبت آپ ہی آپ ہورہی ہے۔ جبکہ الپا اپنی معصوم اداؤں سے دیوانہ بنا رہی تھی۔

وہ معصوم نہیں تھی لیکن چہرے پر اور آنکھوں میں ایسی معصومیت اور بھول پن پیدا کرلیتی تھی کہ دیکھنے والوں کے دل کھنچے جاتے تھے۔ وہ ایسا صرف مورگن کے سامنے کرتی تھی اور کہتی تھی "پتا نہیں تمہارے سامنے مجھے کیا ہوجاتا ہے۔"

"کیا ہوجاتا ہے؟"

"مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں پہاڑ کے سامنے آگئی ہوں۔"

عورت کی زبان سے ایسی باتیں سن کر مرد بہت خوش ہوتے ہیں۔ مورگن بھی خوش ہوتا رہا اور اسے خوابوں اور خیالوں میں آباد کرتا رہا۔ الپا سست اثر زہر کی طرح اس کی رگ رگ میں پھیلتی رہی۔ دور ہی دور سے اس کے دل اور دماغ پر حکومت کرتی رہی۔ وہ قریب آنا چاہتا تھا لیکن ٹریننگ سینٹر میں اس کی اجازت نہیں تھی اور نہ ہی موقع ملتا تھا۔

ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے انہیں ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے کے بعد ان نوجوانوں کو ایک دوسرے سے الگ رکھا گیا تھا۔ وہ تعداد میں سولہ تھے۔ اور سولہ مختلف ٹریننگ سینٹر میں تربیت حاصل کرتے رہتے تھے۔ انہیں ایک دوسرے سے دور رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کبھی کسی خیال خوانی کرنے والے تک پہنچیں تو اس کے ذریعے دوسرے خیال خوانی کرنے والے جوان کا پتا ٹھکانا نہ ملے۔ لیکن اس احتیاطی تدبیر کے باوجود الپا نے بہت پہلے ہی مورگن کو پھانس لیا تھا۔

اب دیوانے کو اپنی محبوبہ تک پہنچنے کے لئے ٹیلی پیتھی کا سہارا مل گیا تھا وہ دونوں ایک دوسرے کے دماغ میں پہنچ کر محبت بھری باتیں کرتے تھے۔ الپا سمجھتی تھی کہ جب ہانڈی چولہے پر چڑھی ہو تو کس وقت اس کی آنچ کو تیز کرنا چاہئے۔ وہ رات کو سوتے وقت اس کے دماغ میں آتی تھی۔ سرد آہیں بھرتی تھی، سوچ کی سرگوشی میں کہتی تھی "میں کروٹ بدل رہی ہوں، تم کیا کررہے ہو؟"

وہ بے چین ہو کر کہتا تھا "میں نے تکیے کو سینے سے لگا

رکھا ہے۔"

"یہ دوری کب تک رہے گی؟"

"اور ایک برس کی بات ہے۔ ٹریننگ مکمل ہوتے ہی میں تم سے شادی کروں گا۔"

"آہ مورگن! یہ اتنا آسان نہیں ہے۔"

"آسان کیوں نہیں ہے؟"

"میں یہودی ہوں' تم عیسائی ہو۔"

"تو کیا ہوا؟ ہم مذہب کی دیوار گرا دیں گے۔"

"میں نہیں گرا سکتی۔ میں کٹر یہودی ہوں۔ میرے دادا مذہبی پیشوا ہیں' میں کسی عیسائی سے شادی کروں گی تو مذہب کی پیشوائی کرنے والا ہمارا خاندان پوری یہودی قوم کی نظروں سے گر جائے گا۔ میرے بزرگ صدمے سے مر جائیں گے۔"

"الپا! ایسی باتیں نہ کرو۔ میں خود کو تمہارے بغیر خالی خالی محسوس کرتا ہوں۔ میں جب بھی مستقبل کا کوئی خواب دیکھتا ہوں تو میرے مستقبل میں دور تک تم ہی تم نظر آتی ہو۔"

"یہ تو طے ہے کہ تم میرے بغیر نہیں رہ سکتے۔ میں تمہارے بغیر نہیں جی سکتی۔"

"پھر بات کیسے بنے گی الپا؟"

"بات نہیں بنے گی تو میں محبت میں قربانی دوں گی۔"

"کیسی قربانی؟"

"میں زندگی بھر شادی نہیں کروں گی۔ کسی مرد کو اپنی تنہائی میں نہیں آنے دوں گی۔"

"اگر تم میری زندگی میں نہ آئیں تو پھر کوئی لڑکی میرے قریب نہیں آئے گی' میں ہر آنے والی کو ٹھکرا دوں گا۔"

کہنا آسان تھا عمل کرنا مشکل تھا۔ جب راتوں کو اپنے دماغ میں الپا کی گرم گرم آہیں سنائی دیتی تھیں تو دل دھڑک دھڑک کر اور دماغ چیخ چیخ کر کہتا تھا ضرورت ہے' ایک حسینہ کی ضرورت ہے اور وہ حسینہ الپا ہے۔ میں اس کے لئے دین اور دنیا سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں۔

ایک دو راتوں کی بات ہوتی تو وہ مستقل مزاجی اور یوگا کی مشقوں کے ذریعے نفس پر قابو پا لیتا لیکن وہ ٹائم ٹیبل کے مطابق ایک بار صبح اور ایک بار شام یوگا کی مشقیں کرتا تھا۔ سانس روکنے کا عمل بھی جاری رہتا تھا۔ اس طرح قوتِ ارادی میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور نفس پوری طرح قابو میں رہتا ہے۔

"الپا میں صاف صاف کہہ رہا ہوں' میرے اندر بغاوت پیدا ہو رہی ہے' اس ٹریننگ سینٹر کے خلاف نفرت ہو رہی ہے۔ یہاں میری صلاحیتوں کو چمکانے کے لئے مجھے قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔"

"مورگن! ایسی باتیں نہ کرو۔ وہاں تمہاری بھلائی کے لئے قید کیا گیا ہے۔"

"مجھے ایسی بھلائی نہیں چاہئے۔ مجھ میں اب کسی بات کی کمی نہیں ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں' حاضر دماغی میں تم اوّل رہی ہو تو میں دوم رہا ہوں۔ میں چھ منٹ تک سانس روک لیتا ہوں۔ تنہا دو چار فائٹرز کو مار گرا تا ہوں۔"

"میں مانتی ہوں۔ تم میں کوئی کمی نہیں ہے۔ تم میرے مطلوبہ آئیڈیل ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولا "پھر ایک بار کہو۔"

"تم میرے مطلوبہ آئیڈیل ہو۔ مگر ٹریننگ مکمل کرنے کے لئے تمہیں وہاں ایک برس تک رہنا پڑے گا۔"

"یہی تو مصیبت ہے۔ ایک برس میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میں یہاں سے بھاگ جاؤں گا۔ یہ لاوا میرے اندر پک رہا ہے مجھے یہاں سے بھاگ جانا چاہئے۔"

"ہائے مورگن! میرے دل میں بھی ایسے خیالات آتے رہتے ہیں۔ اوہ! ہم ایک ہی وقت میں ایک ہی جیسی باتیں سوچتے ہیں۔"

"قدرت نے ہمیں ایک طرح سوچنے اور ایک ساتھ زندگی گزارنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہم یہاں سے دور' بہت دور جا کر ایک ساتھ زندگی گزاریں گے۔"

وہ دل ہی دل میں خوش ہوگی۔ بظاہر حیران ہو کر بولی "تم یہاں سے دور جاؤ گے؟ مگر کہاں جاؤ گے؟ جہاں جاؤ گے یہاں کی ملٹری انٹیلیجنس والے تمہیں پکڑ کر لے جائیں گے۔"

"الپا! ہم یہ ملک چھوڑ دیں گے۔"

"کیا میرے لئے اپنے ملک سے غداری کرو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ ہم کسی دوسرے ملک میں رہ کر اپنے ملک کے کام آتے رہیں گے۔"

"اوہ تم کتنے اچھے ہو۔ ملک کے بھی کام آؤ گے اور مجھ سے محبت بھی کرتے رہو گے لیکن تم ٹریننگ سینٹر سے کیسے نکلو گے؟"

"مجھے اپنی نہیں تمہاری فکر ہے۔ تم اپنے سینٹر سے کیسے نکلو گی؟"

"ہم منصوبہ بنائیں گے۔ میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔" اس نے تدبیر بتائی کہ وہ ریڈیو سنیں گے اور ٹی وی پروگرام دیکھیں گے پھر ٹی وی کے کسی فنکار کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنا آلۂ کار بنائیں گے۔ اس نے مورگن کو مشورہ دیا کہ وہ مشہور ٹی وی فنکار جیکی گرانٹ کے دماغ پر قبضہ جمائے اور اسے اپنا معمول بنا کر اس کے ذریعے اپنا ایک پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کرائے۔

مورگن نے اس کا مشورہ مان کر جیکی گرانٹ کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ دراصل جیکی گرانٹ یہودی تھا۔ ہپناٹزم کے ذریعے جیکی نے دماغ کے اس حصے کو لاک کر دیا گیا تھا جہاں پہنچ کر مورگن اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ الپا کی چالبازیوں کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔

دوسری طرف ایک یہودی ٹی وی فنکارہ جون مسٹی' الپا کی معمولہ بن گئی تھی۔ بعد میں طے پایا کہ وہ دونوں جون مسٹی اور جیکی گرانٹ کا میک اپ کر کے ان کے پاسپورٹ اور دیگر کاغذات پر یہاں سے روانہ ہوں گے۔ تمام انتظامات مکمل ہونے کے بعد ایک رات گیارہ بجے کی فلائٹ میں سیٹیں ریزرو ہو گئیں۔

کبھی کبھی مورگن کو آؤٹ ڈور تفریح کے لئے سینٹر سے باہر لیجایا جاتا تھا۔ اس روز بھی وہ چار مسلح فوجیوں کی نگرانی میں ہوٹنگ کے لئے نکلا۔ شام کو واپس آنا تھا لیکن اس نے کسی بڑے ہوٹل میں ڈنر کی فرمائش کی۔ افسر نے کہا "ٹھیک ہے' ہم ڈنر کھائیں گے پھر رات دس بجے تک سینٹر میں پہنچ جائیں گے۔"

مورگن نے ڈائننگ ہال میں کھانے کے دوران افسر سے پوچھا "سر! آپ کتنی دیر تک سانس روک لیتے ہیں؟"

"تین منٹ تک۔ تمہاری نگرانی کرنے والے فوجی جوان بھی یوگا کے ماہر ہیں۔ تم فکر نہ کرو' اوّل تو کوئی یہ جانتا نہیں ہے کہ تمہاری اہمیت کیا ہے۔ اگر جان بھی لیں تو ہم سے ٹکرا کر اپنی موت کو دعوت دے گا۔"

اس کا دعویٰ غلط ثابت ہوا۔ وہ پونے دس بجے اپنے فوجی گارڈ کے پاس آیا تو اس گاڑی پر چند یہودیوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ چاروں فوجی جوانوں کو بڑی مکاری اور خاموشی سے قتل کر کے سمندر میں پھینک دیا گیا تھا۔ افسر کے سر پر بھی پیچھے سے ضرب لگائی گئی' وہ گاڑی کے پاس ریت پر اوندھے منہ گر پڑا۔ مورگن نے پریشان ہو کر کہا "دیکھو جان سے نہ مارنا۔ یہ فوجی ہمارے ملک کے محافظ ہیں' انہیں صرف بیہوش رہنے دو۔ باقی فوجی جوان کہاں ہیں؟"

ایک نے جواب دیا "ان چاروں کو بھی بیہوش کر کے اس چٹان کے پیچھے لٹا دیا گیا ہے۔ ساتھیو! اس افسر کو بھی جوانوں کے پاس پہنچا دو۔"

ساتھیوں نے افسر کو اٹھایا پھر چٹان کے پیچھے لے جا کر اس کے سینے میں چاقو اتار دیا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ ان میں سے کوئی مورگن کی روانگی سے پہلے ہوش میں آئے گا تو چند منٹ کے اندر امریکا کے تمام ایئرپورٹ اور بندرگاہوں کی ناکا بندی کرا دے گا۔ وہ کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے تھے اس لئے سبھی کو ہلاک کر دیا تھا۔

انہوں نے مورگن کو دوسری گاڑی کے پچھلے حصے میں بٹھایا۔ وہاں ایک ماہر میک اپ مین تمام سامان کے ساتھ منتظر تھا۔ وہ گاڑی آگے بڑھی تو اس نے مورگن کا میک اپ شروع کر دیا' وہ میک اپ کے دوران الپا سے رابطہ قائم کر کے بولا۔ "میری جان! تم خیریت سے ہو؟"

وہ بولی "بالکل خیریت سے ہوں۔ تم میرے ذریعے دیکھ رہے ہو کہ میں ایئرپورٹ پہنچ گئی ہوں۔"

"میں بھی پہنچنے والا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار ڈرامائی انداز میں اپنے ملک سے باہر جا رہا ہوں۔ میرے اندر عجیب بے چینی سی ہے۔"

"بے چینی گھبراہٹ پیدا کرے گی۔ کیا تم خوفزدہ ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ مجھے تو تم سے ملنے کی بے چینی ہے۔ تمہیں حاصل کرنے کے لئے خوف کیا چیز ہے' میں موت سے بھی ٹکرا سکتا ہوں۔"

وہ مورگن کو ایک لمبے راستے سے ایئرپورٹ لے گئے تاکہ میک اپ مکمل ہو جائے جب ایئرپورٹ کی عمارت کے سامنے گاڑی رکی تو اس کا چہرہ بدل چکا تھا اس نے آئینے میں خود کو جیکی گرانٹ کے روپ میں دیکھا۔ الپا نے دماغ میں آ کر کہا۔ "فوراً بورڈنگ کارڈ حاصل کرو۔ فلائٹ کی روانگی کا وقت ہو چکا ہے۔ میں طیارے میں ہوں۔"

اس کے پاس زیادہ سامان نہیں تھا۔ صرف ایک اٹیچی تھی اس لئے اسے طیارے میں سوار ہونے میں دیر نہیں لگی۔ الپا وہاں ٹی وی اداکارہ جون مسٹی کے روپ میں موجود تھی۔ وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر خوشی کا اظہار کیا۔ مورگن زبان سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ وہ دماغ میں آ کر بولی "گفتگو کے وقت محتاط رہنا۔ یہ نہ بھولنا کہ تم ابھی جیکی گرانٹ ہو اور تمہارے ساتھ الپا نہیں ہے۔ ہماری غیر محتاط گفتگو کسی دشمن کے کانوں تک پہنچ سکتی ہے۔"

وہ ذرا مایوس ہو کر بولا "میں بڑے جذبوں سے سوچتا آ رہا تھا کہ خوب بولوں گا اور بولتا ہی چلا جاؤں گا۔"

"جب تم مجھے دیکھو گے تو ضرور اپنی حسرتیں پوری کر لینا ابھی تو تم جون مسٹی کی صورت دیکھ رہے ہو۔ اس صورت کو دیکھ کر پیار کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم مجھے نہیں جون مسٹی سے پیار کر رہے ہو۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولا "ہم اس میک اپ سے کب نجات حاصل کر لیں گے؟"

"بچوں جیسا سوال کر رہے ہو۔ تم خود سمجھو۔"

"سمجھ گیا۔ پاسپورٹ کے مطابق ہم تل ابیب پہنچیں گے۔ وہاں ایئرپورٹ میں چیکنگ سے گزرنے کے بعد کسی ہوٹل میں کمرا لیں گے پھر وہاں یہ میک اپ اتار دیں گے۔"

جو کچھ وہ سوچ رہا تھا' وہ اس کے مقدر میں نہیں تھا۔ وہ تل ابیب پہنچے تو امیگریشن والوں نے روک لیا۔ یہ اعتراض کیا کہ وہ نیویارک سے حفاظتی ٹیکے لگوا کر نہیں آئے ہیں۔ لہٰذا وہ ٹیکے یہاں لگائے جائیں گے وہ قانوناً درست کہہ رہے تھے۔ الپا نے پہلے اپنے بازو پر ٹیکا لگوایا۔ پھر مورگن کو دوسرا ٹیکا لگایا گیا۔ یہ بھی ایک چال تھی' ٹیکا لگتے ہی وہ بیہوش ہو گیا۔ اسے ایک میز پر لٹا دیا گیا۔ پھر ایک افسر نے انٹرکام کا بٹن دبا کر سارجنٹ سر کام ہو چکا ہے۔ آپ حضرات آ سکتے ہیں۔"

اس اطلاع کے چند سیکنڈ بعد ہی فوجی بینڈ سنائی دیا۔ ایمیگریشن آفس کا پچھلا دروازہ کھل گیا۔ اسرائیلی فوج کے جوان پریڈ کرتے ہوئے اندر آئے پھر اوب سے الپا کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ اسے فوجی انداز میں سلیوٹ کیا پھر اس دروازے سے فوج کا جنرل' کمانڈر ان چیف اور چند خاص اعلیٰ افسران آئے۔ سب نے الپا کے سامنے فوجی انداز میں ایڑیاں بجائیں۔ پھر کمانڈر ان چیف نے کہا "ہم فوجی صرف اپنے اسرائیلی پرچم کو سلام کرتے ہیں آج سے ہمارا سلام لیڈی الپا کے لئے بھی ہے۔"

سب نے ایک ساتھ سلیوٹ کیا۔ وہ سلام کیوں نہ کرتے' لیڈی الپا اپنے علاوہ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پکڑلائی تھی۔ اس نے اچانک ہی دو خطرناک ہتھیاروں کا اضافہ کیا تھا۔ اب اسرائیلی حکام سپر پاورز کہلانے والے بڑے بڑے ممالک کی صف میں آگئے تھے اور خم ٹھونک کر کسی بھی سپر پاور سے ٹکرا سکتے تھے اور بڑے ممالک سے اپنے مطالبات منوا سکتے تھے۔

ایک بیس برس کی لڑکی نے ان کی کایا پلٹ دی تھی۔ اس کے غیر معمولی کارنامے کو دیکھ کر اس کی کم سنی کے باوجود اسے لیڈی کہا جارہا تھا۔ لیڈی الپا۔

اس نے بڑی سنجیدگی سے اعلیٰ افسران کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "میں رسمی باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ میری تعریف میں ایک لفظ بھی زبان پر نہ لایا جائے۔ آئندہ صرف میرے ملک کے پرچم کو سلام کیا جائے۔ میں آپ کی بیٹی ہوں' مجھے سلام کرکے آپ شرمندہ نہ کریں' مورگن کو فوراً یہاں سے لے چلیں اور پلیز' میری رہنمائی کریں۔"

جنرل نے کہا "تم نے خود کو ہماری بیٹی کہہ کر دل خوش کر دیا۔ آؤ بیٹی میرے ساتھ چلو۔"

وہ جنرل کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ باقی افسران پیچھے چلنے لگے۔ ایئرپورٹ کی عمارت کے باہر فوجی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک ایمبولینس بھی تھی جس میں بیہوش مورگن کو پہنچایا گیا۔ وہ جنرل اور کمانڈر ان چیف کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ گئی۔ فوجی قافلہ وہاں سے چل پڑا۔ الپا نے مورگن کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اس پر پہلی جیسی گہری بیہوشی طاری نہیں تھی اس نے جنرل سے کہا "مورگن تقریباً پندرہ منٹ میں آنکھیں کھول دے گا۔ میں اس سے پہلے تنویمی عمل کرنا چاہتی ہوں۔"

جنرل کے ماتحت نے ٹرانسمٹر کے ذریعے متعلقہ افسر سے کہا "فوجی قافلے کی رفتار بڑھائی جائے۔ ہمیں دس منٹ کے اندر محل میں پہنچنا چاہیے۔"

رفتار بڑھ گئی اس کے باوجود محل تک پہنچنے میں پندرہ منٹ لگے۔ الپا نے جب دیکھا کہ وہ ہوش میں آرہا ہے تو اس نے خیال خوانی کے ذریعہ اسے تھپک کر سلادیا۔ محل میں پہنچتے ہی اسے ایک اسٹریچر نما ٹرالی پر ڈال کر ایک خالی کمرے میں پہنچایا گیا۔ الپا اس کمرے میں آئی۔ فوجی جوان باہر چلے گئے۔ وہ دروازے کو اندر سے بند کرکے مورگن کے پاس آئی۔ وہ آنکھیں بند کئے سو رہا تھا۔ یہ حقارت سے بولی "یہ تو نیں کا بادا بدن صرف ایک آئیڈیل کے لئے ہے اور وہ آئیڈیل تم نہیں ہو۔"

پھر وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گئی۔ اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ اسے پوری طرح معمول بنا کر اس کے دماغ میں اپنے مطلب کی باتیں نقش کرنے لگی۔ مثلاً اس کا نام مورگن ہے۔ مگر وہ پیدائشی یہودی ہے۔ وہ اپنے وطن اور اپنی یہودی قوم کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے فائدہ پہنچا رہے گا۔ اسے پچھلی زندگی کبھی یاد نہیں آئے گی۔ یہاں ایک یہودی عورت اور مرد کو ماں باپ تسلیم کرتا رہے گا اور یہ سوچ کر صبر کرتا رہے گا کہ ایک حادثے میں اس کی یادداشت گم ہوگئی ہے۔ موجودہ تنویمی عمل کا اثر دس دنوں تک رہے گا۔ دسویں دن سے پہلے ہی وہ پھر اس پر یہی عمل کرے گی۔ اور وہ راضی خوشی خود کو معمول کے طور پر پیش کیا کرے گا۔

اس کے دماغ میں تمام ضروری باتیں نقش کرانے کے بعد اس نے اسے تنویمی نیند کے لئے چھوڑ دیا۔ کمرے سے باہر آئی۔ ایک بڑے ہال میں تمام فوجی افسران موجود تھے۔ اب اعلیٰ حکام بھی اس سے ملاقات کے لئے آئے تھے اس نے ان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میں نے بڑی کامیابی سے عمل کیا ہے۔ وہ تنویمی نیند پوری کرکے آنکھ کھولے گا تو مملکتِ اسرائیل اور یہودی قوم کا وفادار ہوگا۔ اسے نیند کی حالت میں اس کے نئے ماں باپ کے پاس پہنچادیں۔"

اس کی ہدایات پر فوراً عمل کیا گیا۔ چار سیاہی مورگن کو وہاں سے لے گئے۔ اعلیٰ حکام میں سے ایک نے کہا "لیڈی الپا تم نے ایک طویل سفر کیا ہے۔ ہمیں تمہاری تھکن کا احساس اور آرام کا خیال کرنا چاہئے۔"

"میں تھکنا اور گرنا نہیں جانتی۔ میرے سامنے کام اور صرف کام کی اہمیت ہے ابھی ہمیں کافی اہم مسائل پر گفتگو کرنی ہے۔"

"بیشک ہم اسی لئے حاضر ہیں۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی "کیا آپ بتائیں گے کہ کون سا مسئلہ سب سے زیادہ پریشان کن ہے؟"

ایک نے کہا "سیاسی' سماجی' اقتصادی اور فوجی کئی طرح کے مسائل ہیں۔ ہم تمام مسائل کو کبھی آسانی سے اور کبھی دشواری سے حل کرلیتے ہیں۔ صرف ایک مسئلہ ایسا ہے جو ہمیشہ دماغ پر بوجھ بنا رہتا ہے۔"

الپا نے کہا "اور وہ مسئلہ ہے فرہاد کی باقی ماندہ فیملی اور یہ پریشانی کہ رسونتی کے بیمار ہونے اور فرہاد کے مرجانے کے باوجود کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہے۔"

"اور رسونتی صحت یاب ہوجائے گی تو دو خیال خوانی کرنے والے ہوجائیں گے۔"

وہ بولی "اب ہمارے ملک میں بھی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

"تم نے ہمارے دل اور دماغ سے بوجھ ہلکا کردیا ہے۔ مگر یہ فکر ستا رہی ہے کہ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرنے کے لئے سونیا اور علی وہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ سونیا کی مکاری سے کچھ بعید نہیں ہے وہ سپر ماسٹر کے دو چار خیال خوانی کرنے والوں کو اپنی طرف مائل کرلے۔ فرہاد کی موت کے بعد وہ اسی طرح اپنی قوت بڑھا رہی ہے۔"

الپا نے کہا "میں نے بھی یہی پلاننگ کی ہے۔ کل میں سینٹر سے نکل کر آؤٹ ڈور تفریح کے لئے گئی تو ایک جگہ ایک لڑکی سے سامنا ہوگیا۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔ میں نے یونہی شغل کے لئے اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا اس کا نام ویلی ہے اور اس کا بھائی پال ہوپ کن ہماری طرح ٹرانسفارمر مرحلوں سے گزر چکا ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ایک سینٹر میں ٹریننگ حاصل کر رہا ہے۔"

"کیا تم اسے بھی ٹریپ کرو گی؟"

"ہاں ویلی آج میری لینڈ کے میری کلب میں اپنے والدین کے ساتھ جائے گی۔ میں نے اپنی تنظیم کے سربراہ سے رابطہ کرکے سمجھادیا ہے کہ ویلی کو اغوا کرکے خفیہ اڈے میں رکھا جائے گا۔ ہم دیکھیں گے کہ اس کا بھائی اپنی عزت اور زندگی بچانے کے لئے ہم سے دوستی کرے گا یا نہیں؟"

"اگر وہ دوستی پر آمادہ نہ ہوا تو؟"

"تو پھر ایک فائدہ ہوگا' میں سودے بازی کے دوران پال ہوپ کن کی آواز سن لوں گی اس کا لہجہ یاد رکھوں گی۔ وہ بھی آؤٹ ڈور تفریح کے لئے سینٹر سے باہر جاتا ہوگا۔ ہمارے آدمی اسے زخمی کریں گے یا موقع ملا تو اسے اعصابی کمزوری کا انجکشن لگائیں گے۔ میرے لئے اس کے دماغ میں پہنچنے کا راستہ بنائیں گے۔ میں نے عہد کیا ہے' سپر ماسٹر کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ایک کرکے اسرائیلی حکومت کے وفادار بنیں گے ورنہ میرے ہاتھوں حرام موت مرجائیں گے۔"

تمام حکام اور اعلیٰ افسران خوشی کا اظہار کرنے لگے۔

وہ بولی "ہمارا یہ منصوبہ راز میں رہے گا۔ فی الحال کسی کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ ہمارے ملک میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میں سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کروں گی یا قتل کروں گی تو اس کا الزام سونیا یا علی پر آئے گا۔ کیونکہ دونوں اسی مقاصد کے لئے امریکا میں چھپے ہوئے ہیں۔ اگر میں ضرورتاً خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر یا سونیا وغیرہ سے گفتگو کروں گی تو سپر ماسٹر سمجھے گا رسونتی بول رہی ہے اور سونیا سمجھے گی کہ ماسک مین ان کے خلاف جو جو استعمال کر رہا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ چال اچھی ہے لیکن ہم اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ظاہر کرکے بڑے ملکوں کو چونکانا نہیں چاہتے ہیں۔ ہم انہیں اپنی حمایت پر مجبور کرکے اپنے بیشتر مطالبات پورے کرانے پر مجبور کرسکتے ہیں۔"

الپا نے کہا "آپ لوگ تجربہ کار سیاستداں ہیں۔ جو بہتر سمجھتے ہیں وہ کریں۔ میری ناچیز عقل میں یہ بات آتی ہے کہ پہلے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خاموشی سے ٹریپ کیا جائے اور کوئی الزام اپنے سر نہ لیا جائے۔ لیکن تنہا میری عقل کوئی اہمیت نہیں رکھتی آپ میرے ملک اور قوم کے اکابرین میں سے ہیں آپ کا جو فیصلہ ہوگا' میں اس پر عمل کرتی رہوں گی۔"

جنرل نے کہا "ہمیں یہ خوشی ضرور ہے کہ تم ہماری قوم کی ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی ہو۔ مگر اس سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ تم کٹر یہودی ہو' مملکتِ اسرائیل کی وفادار ہو اور ہم بزرگوں کے سامنے سر جھکانے والی سعادت مند بیٹی ہو۔"

وہ بولی "ہماری قوم کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی شیبا نے اپنی حماقتوں سے ہمارے ملک کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ میں ایسی کوئی حماقت نہیں کروں گی۔ آپ سب بزرگ ہیں۔ مجھے شیبا سے ہونے والی دو غلطیوں سے بچائیں گے۔ پہلی غلطی تو یہ ہے کہ وہ فرہاد کے عشق میں گرفتار ہوگئی تھی۔ دوسری غلطی یہ کہ یہاں اپنے بزرگوں کا احترام کرنا بھول گئی تھی۔"

"شاباش بیٹی! تم دوسروں کی غلطیوں سے بہت کچھ سیکھ سکتی ہو۔"

وہ بولی "میں جوان ہوں۔ میرے دل میں بھی سو طرح کے جذبات ہیں۔ جس طرح فرہاد نے شیبا کو الّو بنایا اسی طرح اس کا رنگین مزاج بیٹا پارس بھی مجھے جال میں پھنسا سکتا ہے۔ آج میں کہہ رہی ہوں کہ مجھے مسلمانوں سے سخت نفرت ہے' کل ہوسکتا ہے میری کوئی جذباتی کمزوری مجھے پارس یا علی تیمور کے قدموں میں لے جائے۔ لہٰذا اس سے ہونے والی غلطی سے مجھے آج ہی بچنا چاہئے۔"

سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ہر ایک کے دماغ میں سوال تھا کہ وہ ایسی غلطی سے کس طرح بچے گی؟

وہ بولی "میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔ ہمارے ملک اور قوم کے بہترین صلاحیتوں والے جوانوں میں سے دو جوانوں کا انتخاب کیا جائے ان میں سے ایک کو پارس اور دوسرے کو علی تیمور بنایا جائے۔ انہیں ٹریننگ کے ذریعے ہر اعتبار سے ان کی مکمل ڈمی بنائی جائے۔ ان کے ایکشن اور محبت کرنے کا انداز بھی بالکل وہی ہو۔ وہ دونوں مجھے اپنی طرف

مائل کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان میں سے جو بھی مجھے متاثر کرے گا' میں اس کے ساتھ اپنی محبت اور جذبوں کی تکمیل کرتی رہوں گی۔ اس طرح کوئی مسلمان میری زندگی میں نہیں آئے گا۔ جو بھی پارس اور علی تیمور آئے گا' وہ یہودی ہو گا۔"

سب نے تالیاں بجا کر اس کی ذہانت اور منصوبے کی تعریفیں کیں۔ جنرل نے کہا" تم سچی یہودی اور محبِ وطن ہو ہمارے ایک خفیہ ٹریننگ سینٹر میں سونیا' رسونتی' جوجو' پارس اور علی تیمور کی دو دو ڈمیز ہیں۔ ہم نے انہیں بڑی محنت سے تیار کیا ہے۔ تم انہیں مختلف آزمائشوں سے گزارو اور دیکھو' کسی میں کوئی کمی نظر آئے تو پوائنٹ آؤٹ کرو' ہم وہ کمی بھی دور کر دیں گے۔"

"میں کل صبح سونیا' رسونتی' جوجو' پارس اور علی تیمور کی ڈی سے ملاقات کروں گی اور انہیں آزماؤں گی۔ آج کی رات ہم سب کے لئے اہم ہے۔ آج میں ضرور پال ہوپ کن تک پہنچوں گی۔ مجھے امریکا میں اپنی یہودی تنظیم سے مسلسل رابطہ رکھنے کے لئے تنہائی کی ضرورت ہو گی۔ آج میں لنچ آپ لوگوں کے ساتھ کروں گی۔ لنچ کے بعد آپ لوگوں مجھے تنہا چھوڑ دیں گے۔"

یہ میٹنگ برخاست ہو گئی۔ لنچ کے وقت تک کے لئے سب وہاں سے چلے گئے۔ محل میں اس کی خدمت کے لئے درجنوں کنیزیں اور حبشی غلام تھے۔ وہ کنیزیں بہترین تربیت یافتہ جاسوس اور فائٹر تھیں تاکہ محل کے اندر وہ الپا کی باڈی گارڈ بھی رہیں اور کنیزوں کی طرح خدمت بھی کرتی رہیں۔ محل کے باہر فوجی جوانوں کا سخت پہرا تھا۔ ٹیلیفون' ٹرانسمٹر اور خفیہ ٹی وی چینل کے ذریعے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے رابطہ قائم کرنے کے مکمل انتظامات تھے حالانکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کر سکتی تھی۔ لیکن ایسے انتظامات احتیاطاً کئے گئے تھے۔

محل کے ایک حصے میں سوئمنگ پول اور گرم پانی سے غسل کرنے کے لئے ایک خوبصورت سا حوض تھا۔ ایک درجن کنیزیں اسے غسل کرانے کے لئے موجود تھیں۔ ایک کنیز پانی کا ٹمپریچر دیکھ رہی تھی' چار کنیزیں حوض کے پانی میں اتر کر اس کے بدن کو صاف کر رہی تھیں۔ حوض کے کنارے ایک کنیز آرکسٹرا کی دھن پر گیت گا رہی تھی اور چھ کنیزیں رقص کر رہی تھیں۔

گیت کے بول محبت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ غسل کرنے کے دوران سوچ رہی تھی" محبت سے زیادہ خطرناک ہتھیار کوئی نہیں ہے۔ فرہاد اور اس کی فیملی نے دشمنوں کی صفوں میں گھسنے اور انہیں تباہ کرنے کے لئے ہمیشہ اسی ہتھیار کو استعمال کیا ہے۔ انہوں نے شیبا کو بھی محبت سے الو بنایا تھا اور اب سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی محبت سے ٹریپ کریں گے۔ میں نے اچھی تدبیر سوچی ہے۔ مجھے جو بھی یہودی پارس یا یہودی علی تیمور پسند آئے گا میں فوراً سے اپنے دل اور محبت کا مالک بنالوں گی۔ جب محبت کی کمی پوری ہوتی رہے گی اور جذبوں کی پیاس بجھتی رہے گی تو دشمنوں کی محبت کا ہتھیار مجھ پر اثر نہیں کرے گا۔"

وہ اپنی دانائی پر مسکرانے لگی۔ بہترین منصوبے بنا کر ان پر عمل کرتے ہوئے سبھی کو خوشی ہوتی ہے۔ وہ بھی خوش ہو رہی تھی۔ اس نے دن کے ایک بجے اسرائیل کی اہم شخصیات اور یہودی اکابرین کے ساتھ لنچ کیا۔ جنرل سے کہا کہ وہ رات آٹھ بجے سے بارہ بجے تک وہاں کے سب سے بہترین نائٹ کلب میں وقت گزارے گی پھر یہاں آدھی رات ہو گی تو امریکا میں شام کا وقت ہو گا' وہاں کے وقت کے مطابق دیلی رات کے آٹھ بجے میری کلب آئے گی۔ اس وقت الپا مصروف ہو جائے گی۔

وہ لنچ کے بعد اپنی خواب گاہ میں آکر تنہا بیٹھ گئی۔ امریکا میں یہودی تنظیم کے سربراہ سے گفتگو کرتی رہی۔ ولی کو افوا کرنے کے انتظامات کے متعلق تفصیلات سن کر مطمئن ہو گئی پھر پہلی بار جن اسرائیلی حکام اور فوجی افسران سے ملاقات کی تھی ان کے دماغوں میں چپ چاپ جا کر ان کے چور خیالات پڑھتی رہی۔ یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ آدمی آدھا انسان اور آدھا شیطان ہوتا ہے۔ اچھے انسان میں کچھ برائیاں بھی ہوتی ہیں اور برے انسان میں ایک آدھ اچھائی بھی پائی جاتی ہے۔

الپا نے اپنے ملک کے حکام اور فوج کے افسران میں دونوں چیزیں پائیں لیکن ان میں ایک اچھائی مشترک تھی۔ وہ سب کے سب محبِ وطن تھے۔ مملکتِ اسرائیل کے لئے جان مال سب قربان کر سکتے تھے۔ یہ ملک دنیا کے نقشے میں ڈیڑھ دو انچ کے برابر ہے۔ لیکن یہ پوری اسلامی دنیا کے لئے ایٹم بم کی طرح خطرناک بنا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام یہودی اپنے ملک' اپنی قوم کی برتری کے لئے ایک ہی انداز میں سوچتے اور عمل کرتے ہیں جبکہ مسلمان سوچتا ہے تو فرقوں میں تقسیم ہو کر' مسلمان عمل کرتا ہے تو جغرافیائی حدود میں محدود ہو کر۔ مسلمانوں کی ڈیڑھ لاکھ مسجدیں جگہ جگہ ہیں جبکہ یہودیوں کا یروشلم ایک ہے۔

وہ ایک شاندار گاڑی میں بیٹھ کر وہاں کے سب سے مہنگے کلب میں آئی۔ فوجی باڈی گارڈز اس کے ساتھ سادہ لباس میں تھے۔ اس کلب میں ایسے امیر و کبیر لوگ آتے تھے جو ویٹریا کسی ملازم کو بخشش کے طور پر کم از کم سو ڈالر دیتے تھے اور جن کی عورتیں ہزاروں ڈالر سے تیار کئے ہوئے لباس اور لاکھوں ڈالر کے ہیرے موتی پہن کر آتی تھیں۔ الپا ایک عام سے لباس میں آئی تھی۔ وہ کانوں میں ٹاپس اور گلے میں ایک خاص قسم کا نیکلس پہنتی تھی۔ وہ ٹاپس اور نیکلس بظاہر زیور تھے لیکن دراصل وہ ہنگامی حالات میں استعمال ہونے والے ہتھیار تھے۔

الپا کی مرضی کے مطابق اس کی اصلیت کو راز رکھا گیا تھا اسی لئے فوجی باڈی گارڈز سادہ لباس میں آئے تھے اور کلب کے باہر رک گئے تھے۔ کلب کے اندر مرد اسے حیرت سے اور عورتیں اسے حقارت سے دیکھ رہی تھیں کیونکہ وہاں پہلی بار ایک سادہ سی غریب لڑکی آئی تھی اگرچہ وہ سب میں حسین تھی لیکن وہاں ہیرے موتی والیاں حسین سمجھی جاتی تھیں۔ مغرور امیرزادیوں کے دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ ان پر عاشق ہونے والے رئیس زادے الپا کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گے۔

الپا نے دو چار عورتوں کے خیالات پڑھے۔ پھر ایک حسینہ سے باتیں کرنے والے عاشق کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنی طرف بلا لیا۔ وہ پاس آکر بولا" تم کون ہو؟ تمہاری سادگی میں بلا کا حسن ہے۔"

اس شخص کی محبوبہ غصہ میں اس کے پیچھے آئی تھی۔ اس کی باتیں سن کر بولی" اچھا! یہ حسین ہے۔ تم مجھے چھوڑ کر آئے ہو۔ تم نے میری انسلٹ کی ہے۔"

اس کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ دوسرا شخص الپا کے پاس آیا۔ اس کی محبوبہ' اس کا کوٹ پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔ "تم اس معمولی لڑکی کے پاس آکر میری انسلٹ کر رہے ہو۔ واپس چلو۔"

ایک اور امیرزادی نے کہا" آخر اس میں کیا کشش ہے؟ میرا بنگیتر بھی اس کی طرف کھنچا جا رہا ہے!"

دیکھتے ہی دیکھتے پانچ مرد اس کے قریب چلے آئے تھے اور یہ سوچ کر پریشان ہو رہے تھے کہ وہ دولتمند لڑکیوں کو چھوڑ کر ادھر کیوں آئے ہیں؟ ادھر کشش تو ہے مگر دولت اُدھر ہے۔ الپا نے حقارت سے کہا" دور ہو جاؤ۔ میں اتنی مہنگی ہوں کہ لاکھوں ڈالر کے زیورات میرے سامنے سستے ہو جاتے ہیں۔"

وہ ان سے کترا کر ایک میز پر آئی۔ جنرل نے اسے بتایا تھا کہ آج ہم ڈی پارس کو بھی اسی کلب میں بھیجیں گے۔

الپا نے کہا تھا" اسے ڈی نہیں' یہودی پارس کہا جائے یا صرف پارس کہا جائے کیونکہ میرے پاس آنے والا یہودی ہی ہو گا۔"

جنرل نے کہا" ہم نے پارس کو تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہے۔ اتنا کہا ہے کہ کلب میں ایک خاص لڑکی آئے گی۔ تم اس سے دوستی کرو اور معلوم کرو' وہ کون ہے اور اسکی اہمیت کیا ہے؟"

الپا نے کہا" ہاں' یہ اچھی آزمائش ہو گی۔ وہ مجھ سے دوستی کرنے آئے گا۔ میں اسے دھتکار دوں گی پھر دیکھوں گی' دھتکارنے کے باوجود وہ کیسے دوستی کرے گا۔ اور یہ تو بڑا سخت امتحان ہو گا کہ وہ میرے متعلق کچھ معلوم کرے۔ اس کے فرشتے بھی میری اصلیت معلوم نہیں کر سکیں گے۔ ویسے اصل پارس ہوتا تو کیا مجھے بے نقاب کر دیتا؟"

"ہاں' اس کی پشت پر ٹیلی پیتھی جاننے والی ماں اور ایک برائن وولف ہے' وہ کوئی چکر چلا کر پارس کو تمہاری اصلیت بتا سکتے ہیں۔ باڈی وی وے' اصلی تو یہاں قدم بھی نہیں رکھ سکے گا۔ ہمارا یہ یہودی پارس تمہارے متعلق پچیس فیصد معلومات حاصل کر لے تو اسے کامیاب قرار دیا جا سکتا ہے۔"

الپا کلب کے ڈائننگ ہال میں بیٹھی سوچ رہی تھی اور جنرل کی اطلاع کے مطابق وہاں آنے والے ہر نوجوان کو چور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پارس کی صرف تصویریں دیکھی تھیں۔ آج اس کی ڈی کو روبرو دیکھنا چاہتی تھی۔

وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے ویٹر کو ٹھنڈا جوس لانے کا آرڈر دیا۔ آس پاس کھانے پینے والوں کی میزوں پر شراب کے جام رکھے ہوئے تھے۔ وہ ایسی کسی چیز کو منہ نہیں لگاتی تھی جس سے یوگا کی مہارت میں فرق پڑے۔

تھوڑی دیر میں ویٹر نے جوس سے بھرا ہوا گلاس لا کر اس کے سامنے رکھا۔ ٹھیک اسی وقت ایک بدصورت نوجوان اس کے پاس آیا پھر کرسی پر بیٹھ کر بولا" میں ایسا بدصورت نہیں ہوں جیسا کہ نظر آتا ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولی" تمہیں اجازت حاصل کئے بغیر میری میز پر بیٹھنے کی جرات کیسے ہوئی؟"

اس کی ناک پھولی ہوئی تھی۔ اس نے ناک کو پکڑ کر کھینچا تو وہ الگ ہو گئی۔ وہ ناک نقلی تھی' اب اصلی نظر آرہی تھی۔ اس نے مونچھیں اور سر کی وگ اتار کر میز پر رکھی۔ پھر آنکھوں پر سے چشمہ ہٹایا۔ اب اس کے سامنے خوبرو پارس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ چند لمحوں تک سب کچھ بھول کر اسے دیکھتی رہی۔ پھر چونک گئی' انجان بن کر بولی" کون ہو تم؟"

وہ بولا" جب سے تمہیں دیکھا ہے' خود کو بھول گیا ہوں۔ تم سے دوستی کرنے آیا ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولی" کسی لڑکی سے دوستی کرنے کا یہ انداز نہایت بھونڈا اور فرسودہ ہے۔ اس سے پہلے کہ میں کلب کے منیجر کو بلاؤں' فوراً میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔"

"تم مجھے مایوس کر رہی ہو۔ پلیز مجھ سے دوستی کر لو۔"

وہ غصہ سے بولی" گیٹ لاسٹ۔"

ڈائننگ ہال کے لوگ اُدھر دیکھنے لگے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ الپا نے اسے مزید نظر انداز کرنے کے لئے جوس کا گلاس اٹھایا پھر اس سے پہلے کہ وہ اسے ہونٹوں سے لگاتی' پارس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا" رک جاؤ۔"

اس نے گلاس چھین لیا۔ وہ جھنجلا کر بولی" تم میرے

پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"جب تم نے مجھے گیٹ لاسٹ کہہ دیا ہے تو میں تمہاری دوستی پر لعنت بھیجتا ہوں مگر میں تمہیں حرام موت مرتے نہیں دیکھ سکتا۔ دیکھو اس مینگو جوس میں ہلکا سبز رنگ کیسا ہے؟"

الپا نے چونک کر دیکھا۔ پھر پریشان ہو کر پوچھا "تت.... تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

پارس نے جواب نہیں دیا۔ اس ویٹر کو دیکھا جس نے ابھی جوس لا کر رکھا تھا۔ اس نے لپک کر ویٹر کا گریبان پکڑ لیا۔ اسے کھینچتا ہوا الپا کے پاس لایا پھر کہا "منہ کھولو اور یہ جوس پیو۔"

ویٹر خوفزدہ تھا۔ اس نے منہ کو سختی سے بند کر لیا تھا۔ ڈائننگ ہال کے تمام لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ یہ ایسی ڈرامائی سچویشن تھی کہ الپا خیال خوانی بھول گئی تھی۔ وہ فوراً ویٹر کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کر سکتی تھی۔ پارس نے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا دیا تو چیختے ہوئے ویٹر کا منہ کھل گیا۔ وہ گلاس کو اس کے منہ سے لگا کر جوس حلق میں انڈیلنے لگا۔ جوس تھوڑا حلق سے اتر رہا تھا تھوڑا منہ سے باہر گرتا جا رہا تھا۔ سب لوگ دم سادھے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

جوس تھوڑا ہی حلق میں گیا۔ پھر بھی وہ نتیجہ ظاہر کرنے کے لئے کافی تھا۔ جب پارس نے گرفت ڈھیلی کی اسے چھوڑا تو وہ لڑکھڑا گیا۔ گھبرا کر کہنے لگا "مجھے بچاؤ۔ مجھے بچاؤ..."

وہ کہتے کہتے فرش پر گر پڑا۔ تڑپنے اور ایڑیاں رگڑنے لگا پھر دیکھتے دیکھتے ٹھنڈا پڑ گیا۔ الپا دیدے پھیلائے کبھی اس لاش کو اور کبھی پارس کو دیکھ رہی تھی۔ پارس نے اس کے ہاتھ میں خالی گلاس پکڑاتے ہوئے کہا "یہ لو' اس میں ابھی ایک گھونٹ باقی ہے۔ مرنے کا شوق ہے تو پی لو۔ میں تو دوستی پر لعنت بھیج چکا ہوں۔"

وہ جانے لگا۔ اس نے آواز دی "پارس! رک جاؤ۔"

وہ رک گیا پھر پلٹ کر بولا "میں نے اپنا نام نہیں بتایا' پھر تم نے مجھے پارس کیسے کہا؟ کیا تم مجھے پہلے سے جانتی ہو؟"

الپا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ابھی وہ غفلت میں... ہیبوت مرنے والی تھی۔ پارس کی حاضر دماغی نے اسے بچا لیا تھا۔ ایسے میں وہ بے اختیار اسے پارس کہہ کر مخاطب کر چکی تھی۔

وہ باہر جا رہا تھا' یہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی کلب کے برآمدے میں آئی پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے بولی "تم ایسے نہیں جاؤ گے۔ تم نے میری جان بچا کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ آئی لائک یو۔ میں تم سے دوستی کروں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہ جاننے کے لئے دوستی کروں گا کہ تم میرا نام کیسے جانتی ہو؟"

"تم فرہاد علی تیمور کے بیٹے پارس کے ہم شکل ہو' اس لئے میں نے بے اختیار تمہیں پارس کہہ دیا۔"

وہ بولا "کمال ہے! میں فرہاد کا بیٹا پارس ہوں اور تم مجھے اس کا ہم شکل کہہ رہی ہو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ اس کے ساتھ کلب کے گارڈن میں چلتے ہوئے بولی "تم فرہاد کے بیٹے ہوتے تو اتنی آزادی سے گھومتے پھرتے نظر نہ آتے۔ اس خاندان کا کوئی فرد اس ملک میں بغیر اجازت قدم نہیں رکھ سکتا۔ تم بہروپئے ہو۔"

گارڈن میں ایک شخص ایک حسینہ کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے ان کے قریب سے گزر رہا تھا۔ پارس نے چونک کر دیکھا پھر کہا "اوہ مسٹر ڈوگلس! تم یہاں کیسے؟"

یہ سوال کرتے ہوئے اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اجنبی نے جبراً مصافحہ کرتے ہوئے کہا "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرا نام ڈوگلس نہیں ہے۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو۔ ہم لندن میں ایک ہفتے تک برٹش لائبریری میں ملتے رہے۔ ہم دونوں آثارِ قدیمہ سے تعلق رکھنے والی کتابیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پڑھتے رہتے تھے۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پارس نے جلدی سے کہا "دیکھو' یہ ہرگز نہ کہنا کہ مجھ سے لندن میں ملنے والا ڈوگلس میرا ہم شکل ہوگا۔ میری یہ دوست مجھے بھی ایک پارس کا ہم شکل کہہ رہی ہے۔ یہ بات بڑی 'تخلیہ خیز' ہوگی کہ میں بھی کسی کا ہم شکل اور تم بھی کسی کے ہم شکل..."

الپا نے اس سے کہا "پارس! پلیز چلو۔ یہ مسٹر ڈوگلس نہیں ہیں۔"

وہ بولا "تم میری آنکھوں دیکھی حقیقت کو غلط کہہ رہی ہو' کیا تم انہیں جانتی ہو؟"

"ہاں' جانتی ہوں۔ تم چلو۔"

"کیسے جانتی ہو؟ اگر یہ ڈوگلس نہیں ہے تو غیر ملکی جاسوس ہے۔ میرے دوست ڈوگلس کا ہم شکل بن کر آیا ہے۔"

اجنبی نے کہا "تم حد سے بڑھ رہے ہو۔ میرا نام ڈاکٹر ہوم ہے۔ میرے پاس اپنی سچائی کے کافی ثبوت ہیں۔"

الپا' پارس کو دھکا دے کر آگے بڑھاتی ہوئی بولی "وہ سچ کہہ رہا ہے۔ کیوں اس کے پیچھے پڑ گئے ہو؟"

"مجھے جس پر شبہ ہو جاتا ہے' میں اس کے خلاف ثبوت حاصل کر کے رہتا ہوں۔"

وہ پھر کلب کی طرف جانے لگا۔ اس نے کہا "اندر نہ جاؤ۔ ابھی میں باہر کی تازہ ہوا میں رہنا چاہتی ہوں۔"

"صرف پانچ منٹ کے لئے آؤ۔"

وہ الپا کے ساتھ کلاک روم میں آیا۔ کلب میں آنے والے پہلے کلاک روم میں آ کر اپنا اوور کوٹ' ہیٹ اور مفلر وغیرہ وہاں کے ملازم کو دیتے تھے۔ کاؤنٹر پر اپنی شناخت پیش کرتے تھے۔ بیرونی ممالک سے آنے والے اپنا پاسپورٹ

دکھاتے اور شہر میں آنے کی تاریخ درج کراتے تھے۔ پارس نے کاؤنٹر پر آ کر اپنا کارڈ دکھاتے ہوئے کہا "کیا مسٹر و کٹر ہوم کی شناخت یا کاغذات ہیں؟"

اس نے انٹیلیجنس کے شعبے کا کارڈ دکھایا تھا۔ کاؤنٹر مین نے فوراً ہی معلومات فراہم کیں۔ پھر ایک پاسپورٹ دکھاتے ہوئے کہا "مس شینا ہمارے کلب کی باقاعدہ ممبر ہیں۔ وہ مسٹر و کٹر ہوم کو اپنے مہمان کے طور پر یہاں لائی ہیں۔ اگر کوئی غیر ملکی مہمان ہو تو ہم اس کا پاسپورٹ کاؤنٹر پر رکھ لیتے ہیں۔"

اس کی باتوں کے دوران پارس پاسپورٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا پھر الپا سے بولا "باہر چلو اور مجھے بتاؤ۔ جنرل صاحب کے سامنے چلنا پسند کرو گی؟"

وہ چونک کر بولی "کس جنرل کے پاس جانے کی بات کر رہے ہو؟"

وہ باہر جانے لگا۔ یہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی بولی "تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"میرے ساتھ چلتی رہو گی تو جواب مل جائے گا۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں' تم میرے ساتھ چلو گے' میری کار میں۔"

"جب دوستی ہو گئی ہے تو کوئی بھی کسی کے ساتھ چل سکتا ہے۔"

وہ اپنی کار کے پاس آئی ایک باڈی گارڈ نے اس کے لئے پیچھے سیٹ کا دروازہ کھولا۔ دوسری طرف سے پارس کے لئے پیچھے سیٹ کا دروازہ دوسرے گارڈ نے کھولا۔ وہ دونوں باڈی گارڈ اگلی سیٹ پر آ گئے۔ باقی محافظ دوسری گاڑیوں میں بیٹھ گئے پھر وہ قافلہ وہاں سے روانہ ہوا۔ الپا نے خیال خوانی کے ذریعے جنرل سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "میں پارس کے ساتھ آپ کے پاس آ رہی ہوں۔"

جنرل نے پوچھا "کیا اس نے کامیابی حاصل کی؟ ابھی تم اس کے ساتھ ہو۔ اس کا مطلب ہے' وہ تم سے دوستی کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

"ہاں' پہلے میں نے حقارت سے اسے ٹھکرا دیا تھا لیکن پھر خود ہی اس سے دوستی کر لی۔"

"یعنی اس نے مجبور کر دیا؟"

"نہیں' اس کے اچھے بھی مجھے مجبور نہیں کر سکتے تھے۔ حالات نے مجبور کر دیا۔ اس نے بڑی حاضر دماغی سے میری جان بچائی ہے ورنہ غفلت میں زہر پی لیتی۔"

"وہ تمہاری جان بچا کر دوست بننے کا حقدار ہو گیا ہے۔ کیا تم اسے دوست تسلیم کر کے امتحان کے اس مرحلے میں اسے کامیاب قرار دو گی؟"

"ہاں' ہمارا مبصوی پارس اس مرحلے میں کامیاب ہو چکا ہے۔"

"حرکات و سکنات میں کیسا ہے؟"

"جیسا پارس کے متعلق سنا تھا' اس کے رویا میں پڑھا تھا اور ویڈیو میں دیکھا تھا' بالکل ویسا ہی ہے۔"

"گفتگو میں کیسا ہے؟"

"بہت گہرا ہے۔ اندر کی بات باہر نہیں آنے دیتا۔ ابھی مجھ سے پوچھ رہا تھا' کیا جنرل صاحب کے پاس چلو گی؟ میں اس بات سے کھٹک رہی ہوں کہ اس نے میرے متعلق کچھ جان لیا ہے۔"

"ہاں' کچھ جان سکتا ہے مگر تمہاری حقیقت اور اہمیت نہیں جان سکتا۔"

ایک ماتحت نے جنرل کے پاس آ کر کہا "سر! انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ پارس کے متعلق ایک رپورٹ ہے۔"

الپا نے سوچ کے ذریعے کہا "آپ وہ رپورٹ سنیں میں بھی آپ کے ذریعے سنوں گی۔"

جنرل نے فون اٹھا کر گفتگو شروع کی۔ دوسری طرف سے انٹیلیجنس کے اعلیٰ افسر نے کہا "سر! مسٹر ڈی پارس کی حرکتوں سے کلب میں افراتفری پھیل گئی ہے۔ وہاں ہمارے ملک کے بڑے بڑے سرمایہ دار عزت دار لوگ آتے ہیں۔ ایسی جگہ اس نے ایک بھیانک مذاق کیا ہے۔"

"کیسا بھیانک مذاق؟"

دوسری طرف سے جواب ملا "پہلے تو مسٹر ڈی پارس بہروپئے بن کر آئے۔ آپ کے حکم کے مطابق انہیں انٹیلیجنس ڈیپارٹمنٹ کا شناختی کارڈ دیا گیا۔ جس کی وجہ سے انہیں کلب میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی تھی۔ وہ ایک لڑکی کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں ظاہر کیا کہ ایک ویٹر نے جو لڑکی کو جوس لا کر دیا ہے اس میں زہر ملا ہوا ہے۔"

جنرل نے پوچھا "کیا اس میں زہر نہیں تھا؟"

"نہیں جناب! زہر نہیں تھا۔ مسٹر ڈی پارس نے چالاکی سے جوس میں ایک دوا ملا دی تھی جس سے جوس کا رنگ ہلکا سبز ہو گیا' اسے زہر ثابت کرنے کے لئے مسٹر ڈی پارس نے ویٹر کو زبردستی پکڑ کر وہ جوس پلا دیا۔ اس بیچارے کو اپنی صفائی میں کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ ایک تو ویٹر کے دماغ میں یہ خوف طاری کیا کہ اسے زبردستی زہر پلایا جا رہا ہے۔ دوسرے جوس میں ملی ہوئی دوا نے اس کے اعصاب کمزور کر دئے تھے۔ وہ چلا کر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔"

الپا نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے پارس کو گھور کر دیکھا۔ پارس نے مسکرا کر پوچھا "اتنے پیار سے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

وہ سختی سے بولی "تم نے مجھ سے دوستی کیوں کی ہے؟"

"تمہارا حسن بے مثال ہے' شباب لاجواب ہے۔ تم دنیا کی حسین ترین عورتوں کی بھیڑ میں کھڑی ہو جاؤ میں ان عالمی

حسیناؤں کو چھوڑ کر تم سے ہی دوستی کروں گا، تمہارے انکار کے باوجود کروں گا..... جیسا کہ ابھی کیا ہے۔"

"تمہارے ان فقروں کے پیچھے میرے حسن وجمال کی تعریفیں ہیں اور میں تعریف کرنے والے کو سب سے بڑا دشمن سمجھتی ہوں۔"

"حسین لڑکی کی تعریف نہ کرنا بھی دشمنی ہے بلکہ بدذوقی ہے۔"

"میں خوب سمجھتی ہوں، تم نے کسی اور مقصد سے دوستی کی ہے۔"

"ہاں، مقصد کچھ اور تھا لیکن مقصد سے ہٹ کر بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں زندگی میں پہلی بار کسی کی تمنا کر رہا ہوں تو وہ تم ہو۔"

وہ خاموش رہی۔ ایسے وقت وہ چاہتی تھی کہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سچائی معلوم کرے لیکن اسے بتایا گیا تھا کہ ڈی پارس یوگا کا ماہر ہے۔ اگر وہ اس کے دماغ میں جانا چاہتی تو وہ سانس روک لیتا۔ اس پر شبہ کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ ایسی غلطی نہیں کر رہی تھی۔

وہ پارس کے ساتھ جنرل کی رہائش گاہ میں پہنچی۔ ایک ماتحت افسر نے پارس کو ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ پھر الپا کے پیچھے چلتا ہوا ایک کمرے میں گیا۔ اسے جنرل کے پاس پہنچا کر وہاں سے واپس چلا گیا۔ جنرل نے الپا سے کہا "تم نے انٹیلیجنس کے اعلیٰ افسر کی رپورٹ سن لی ہے۔ ہمارے یہودی پارس نے کلب میں بدنظمی پیدا کی۔ تم سے مکاری کی لیکن تمہیں دوست بنا ہی لیا۔ وہ ایک آزمائش میں کامیاب ہو چکا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "آپ لوگوں کی زبردست ٹریننگ نے اسے چالاک اور چالباز بنا دیا ہے۔ اب آپ معلوم کریں اس نے کس حد تک میرے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں سمجھتی ہوں، وہ دوسری آزمائش میں بالکل ناکام رہا ہے۔ وہ میرے ساتھ کلب کے ڈائننگ ہال سے باہر آیا تھا۔ ایک گارڈن سے گزرنے کے دوران ایک شخص کو مسٹر ڈوگلس سمجھ بیٹھا تھا پھر کلاک روم میں جا کر اس کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ جب وہ کسی دوسرے کے پیچھے پڑ گیا تھا تو میرے بارے میں کیا خاک معلومات حاصل کر سکتا تھا؟"

"آؤ ذرا اس سے معلومات کرتے ہیں۔"

الپا اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آئی۔ پارس نے صوفے سے اٹھ کر جنرل کو سلام کیا۔ جنرل نے کہا "بیٹھو اور اپنی کارکردگی بیان کرو۔"

وہ بیٹھتے ہوئے بولا "سر! آپ نے حکم دیا تھا کہ آج کلب میں آنے والی ایک خاص لڑکی کے متعلق صحیح معلومات حاصل کروں۔"

اس نے الپا کی طرف اشارہ کر کے کہا "مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، آپ نے مجھے پارس کا اہم ٹشل بنانے اور زبردست ٹریننگ دینے کے بعد ایک بے وقوف لڑکی کی انکوائری پر لگا دیا۔"

جنرل نے غصے سے کہا "مائنڈ یور لینگویج! یو فول، تم جانتے ہو یہ کون ہے؟"

"جی ہاں، جانتا ہوں۔"

الپا نے مسکرا کر جنرل سے کہا "آپ میری خاطر ناراض نہ ہوں۔ یہ جوان غصہ دلانے کی باتیں کر کے ہم سے کچھ اگلوانا چاہتا ہے۔"

پارس نے کہا "مجھے جو کچھ اگلوانا تھا وہ راز میں تمہارے اندر سے نکال چکا ہوں۔"

الپا نے پوچھا "وہ راز کیا ہے؟"

"تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

وہ ذرا چونکی پھر بولی "یہ جھوٹ ہے۔"

"میں نے تمہیں تھوڑی دیر پہلے ایک بے وقوف لڑکی کہا تھا۔ اور اس لئے کہا تھا کہ تم نے اپنی حماقتوں سے ٹیلی پیتھی کا راز ظاہر کر دیا۔ میں ڈائننگ ہال کے گوشے میں بیٹھا تمہاری ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا تھا۔ اگر ہیرے موتیوں سے جڑے ہوئے زیورات پہننے والی امیرزادیاں تمہیں معمولی لڑکی سمجھ کر حقارت سے دیکھ رہی تھیں تو تمہیں ان کی نگاہوں کو برداشت کرنا چاہئے تھا مگر عورتوں میں یہی خرابی ہے ایک عورت دوسری سے کمتر ہونا اپنی توہین سمجھتی ہے۔ تم نے ان سے برتر ہونے کے لئے پہلے ایک رئیس زادی کے عاشق کو اپنی طرف آنے پر مجبور کیا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ وہ خود میری طرف کھنچا آ رہا تھا۔"

"کیا دوسرا بھی خود بخود آ گیا تھا؟ تیسرا بھی اپنی دولتمند محبوبہ کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے آیا تھا۔ اس کے بعد چوتھا بھی چلا آیا۔ تمہارا بس چلتا تو تم تمام دولتمند عورتوں کے چاہنے والوں کو اپنی طرف بلا لیتیں۔ لیکن شاید تمہیں احساس ہو گیا تھا کہ لوگ تمہیں جادوگرنی سمجھنے لگیں گے۔" وہ ایک ذرا توقف کے بعد بولا "میں ان چاروں کے پاس باری باری گیا تھا جو تمہاری طرف کھنچے چلے آئے تھے۔ ان چاروں کا بیان تھا کہ وہ بے اختیار تمہاری طرف گئے تھے۔"

وہ بولی "میں نے انہیں ٹھکرا دیا تھا اس لئے وہ اپنی صفائی میں غلط بیان دے رہے تھے۔ اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ میں نے خیال خوانی کے ذریعے انہیں اپنی طرف بلایا تھا۔"

وہ بولا "میں نے بھی یہی سوچا کہ خود بخود آنے والے

چاروں افراد کے بیان غلط ہو سکتے ہیں۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کی تصدیق کے لئے میں نے تمہیں آزمایا۔ تمہارے ساتھ گارڈن میں چلتے ہوئے میں نے ایک شخص کو مسٹر ڈوگلس کہا جبکہ وہ ڈوگلس نہیں تھا۔ وہ میرے لئے بالکل اجنبی تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کا نام وکٹر ہوم ہے۔ لیکن میں اس کے ڈوگلس ہونے پر بضد تھا میں جانتا تھا، ایسے وقت تم خیال خوانی کے ذریعے حقیقت معلوم کرو گی۔ جب تمہیں معلوم ہوا کہ وہ واقعی وکٹر ہوم ہے تو تم نے مجھ سے کہا۔ اس کے یہ ڈوگلس نہیں ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا تم اسے جانتی ہو؟ تم مجھے وہاں سے جبراً لیجاتے ہوئے بولیں۔ وہ سچ کہہ رہا ہے کیوں اس کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ کیا تم نے ایسا نہیں کہا تھا؟"

"ہاں" کہا مگر میں خیال خوانی نہیں جانتی۔ البتہ وکٹر ہوم کو جانتی ہوں۔ اسے میں نے ضیغم نام کی لڑکی کے ساتھ کل ایئرپورٹ کے ویٹنگ روم میں دیکھا تھا۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "تم آج صبح اس شہر میں آئی ہو۔ پھر کل کیسے دیکھ لیا؟" الپا نے چونک کر جنرل کو دیکھا اس نے پارس سے کہا "میں نے یہ ضرور کہا تھا کہ ایک لڑکی بیرونِ ملک سے آج یہاں آئی ہے اور تمہیں اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کرنا ہے۔ لیکن میں نے غلط کہا تھا کہ یہ آج آئی ہے۔"

وہ بولا "سر! بیشک آپ نے غلط کہہ دیا ہو گا لیکن وکٹر ہوم کا پاسپورٹ غلط نہیں کہے گا۔ وہ لندن سے آج دوپہر کو یہاں پہنچا ہے۔ پاسپورٹ میں آج اس کی آمد کی تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ جب وکٹر ہوم آج آ رہا ہے تو اس لڑکی نے کل اسے ایئرپورٹ پر کیسے دیکھا تھا؟"

الپا اور جنرل نے لاجواب ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ الپا مسکرا کر بولی "پارس! میں بہت خوش ہوں۔ تمہاری ذہانت کے پیشِ نظر یہ تسلیم کرتی ہوں کہ کلب میں میری حماقتوں سے تم پر ٹیلی پیتھی کا علم ظاہر ہو گیا لیکن آئندہ ایسی حماقت نہیں ہو گی، جانتے ہو کیوں؟ اس لئے کہ آئندہ تم ٹریننگ سینٹر میں نہیں میرے محل میں رہو گے اور میری غلطیوں کی نشاندہی کرتے رہو گے۔"

اس نے آگے بڑھ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ وہ بولی "میرا نام الپا سنگرے۔ تم تنہائی میں الپا کہہ سکتے ہو لیکن دوسروں کے سامنے مادام کہو گے۔"

جنرل نے پارس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "کامیابی مبارک ہو۔ آج سے تم لیڈی الپا کے ساتھ جدوجہد سے پر ایک خطرناک زندگی گزارنے جا رہے ہو۔ مجھے یقین ہے، تم ہر مرحلے پر اپنی صلاحیتوں کے ذریعے الپا کے کام آتے رہو گے۔"

"سر! میں ایسا کام آؤں گا کہ یہ یاد کرتی ہی رہ جائیں گی۔"

وہ بولی "میں بھی دو گھنٹے بعد مصروف ہو جاؤں گی۔ تم سینٹر سے اپنا ضروری سامان میرے محل میں لے آؤ۔"

وہ جنرل کو فوجی انداز میں سیلیوٹ کر کے چلا گیا۔ جنرل نے الپا کو مسکرا کر دیکھا پھر پوچھا "تم بہت زیادہ متاثر ہو گئی ہو؟"

اس نے جواباً مسکرا کر پوچھا "کیا نہیں ہونا چاہئے؟ میں حیران ہوں کہ اس نے کتنی چالاکیوں سے مجھے بے نقاب کیا ہے اور پریشان ہوں کہ آئندہ مجھ سے ایسی غلطیاں ہوں گی تو میرے ملک اور قوم کو نقصان ہو گا۔ ہر جگہ یہودی پارس میری غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے موجود نہیں رہے گا۔"

"کیوں نہیں رہے گا۔ وہ ہمارا احسان مند ہے۔ ہم نے اسے ذرّے سے آفتاب بنایا ہے۔ وہ محبِ وطن اور ہمارا فرمانبردار ہے۔ وہ دن کو ہر لمحے تمہارے قدموں میں رہے گا اور رات کو تمہارے سرہانے کھڑا جاگتا رہے گا۔"

"ایسے مکار لوگ غلام بن کر نہیں رہتے۔ البتہ محبت سے وفادار بنا کر رکھا جا سکتا ہے۔"

"تم یقین کر لو، یہ تمہارا غلام بن کر رہے گا۔ ہم نے پارس کی ڈی بنانے سے پہلے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں غلامی کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ ویسے بھی یہ یہودی ہے، ہمارا اپنا ہے، ملک اور قوم سے بے حد محبت کرتا ہے۔ تنویمی عمل نے رہے سہے خدشات ختم کر دئے ہیں۔"

"آپ لوگوں نے سونیا، رسونتی، پارس، علی تیمور کی ڈی تیار کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ ان معاملات کے ہر پہلو پر غور کیا ہے اور ان پر پوری ذمے داری سے عمل کیا ہے۔ اگر ہم اسی طرح غلطیوں سے بچتے ہوئے اپنی اپنی ذمے داریاں پوری کرتے رہیں گے تو ہمارا ملک بہت جلد امریکا اور روس سے برتر ہو جائے گا، ایک خطرناک سپرپاور بن جائے گا۔"

وہ جنرل سے رخصت ہو کر اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر آ گئی۔ مسلح محافظوں کی گاڑیاں اس کے پیچھے تھیں۔ وہ اپنے محل کی طرف جانے لگی، راستے میں خیال خوانی کے ذریعے یہودی تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا "تمام انتظامات مکمل ہیں۔ میری کلب میں ہمارے آدمی موجود ہیں، دیلی ابھی نہیں آئی ہے۔"

وہ بولی "انتظار کرو۔ وہ آئے گی تو گھنٹے دو گھنٹے وہاں وقت گزارے گی۔ میں آدھے گھنٹے بعد تم سے رابطہ کروں گی۔"

وہ دائیں طرور پر کار کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہو گئی اسے پارس کی سرگوشی سنائی دی۔ اس نے چونک کر اپنے آس پاس دیکھا وہ پچھلی سیٹ پر تنہا تھی، آگے پیچھے محافظ تھے۔ وہ کہیں نہیں تھا موجود ہوتا تو نظر آتا۔ یہ اس کا خیال تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ کسی اطلاع کے بغیر دل میں اتر گیا تھا۔ ابھی پارس کی نہیں اس کے خیال کی آواز سنائی دی تھی۔ اس کے خیال نے آکر اسے ہیلو کہا تھا۔

وہ ایک گہری سانس لے کر سوچنے لگی "جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ اس عمر میں کوئی پسند آجائے تو دل و دماغ پر چھا جاتا ہے۔ جذبات کی آندھیوں میں اس سے پیچھا چھڑانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اوہ گاڈ! کیا وہ مسلمان پارس بھی اسی طرح دل میں اتر جاتا ہوگا؟"

پتا نہیں وہ مسلمان کیسا تھا' اسے روبرو نہیں دیکھا۔ البتہ اس کا ریکارڈ بتاتا تھا کہ وہ لڑکیوں کے دل میں آنے کے بہت سے چور راستے جانتا ہے۔ مغرور اور سرکش گھوڑوں کو لگام ڈال دیتا ہے۔ وہ سوچنے لگی "تھینک گاڈ! میں نے دانشمندی کی ہے۔ ایک یہودی پارس کو اپنا بنانے جا رہی ہوں۔ اگر اصل پارس میری زندگی میں آجاتا تو مجھے تسخیر کر کے اپنے ساتھ لے جاتا۔ جیسے اس کا باپ ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی شیبا کو لے گیا تھا۔ تھینک گاڈ! میں بھٹکنے سے پہلے ہی یہودی پارس کو اپنا رہی ہوں اور میرا یہ پارس اس اصل سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ بلکہ زیادہ ہی ہے۔ پہلی ہی ملاقات میں میرے حواس پر چھا گیا ہے۔"

اس کی نگاہوں کے سامنے پارس مسکرانے لگا۔ وہ بھی مسکرانے لگی۔ اس سے باتیں کرنے کے لئے بے چین ہو گئی کیونکہ فی الحال باتیں ہی کی جا سکتی تھیں' ملاقات کا موقع نہیں تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز لی ٹین دماغ میں پہنچتے ہی پارس نے سانس روک لی۔ وہ دوسری بار اس کے پاس پہنچتے ہی بولی "میں الپا ہوں۔"

"میں کسی الپا کو نہیں جانتا۔" یہ کہتے ہی اس نے پھر سانس روک لی۔ اسے اپنی توہین کا احساس ہوا۔ جسے وہ جسم جان کا مالک بنانا چاہتی تھی وہ اسے پہچاننے سے انکار کر رہا تھا۔ واضح الفاظ میں کہہ رہا تھا کہ کسی الپا کو نہیں جانتا۔

وہ تھوڑی دیر تک غصے میں پیچ و تاب کھاتی رہی پھر خود ہی عقل آئی کہ اس نے پارس کے کوڈ ورڈز مقرر نہیں کئے تھے۔ ایسی صورت میں اس نے سانس روک کر اور اسے پہچاننے سے انکار کر کے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔

وہ خوش ہو کر مسکرانے لگی۔ اسے ایسے ہی جوان مرد کی ضرورت تھی جو ذہین مرد بھی ہو۔ وہ اپنے محل میں پہنچ گئی۔ اپنی خواب گاہ میں پہنچ کر یہودی تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا "ویلی کلب میں پہنچ گئی ہے۔ اس کے والدین پارس میں گئے ہیں اور وہ ویڈیو گیم میں مصروف ہے۔ ہماری تنظیم کا ایک جوان اس کے قریب ہے' میں اس کی آواز سنا رہا ہوں۔"

اس نے کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے ایک آواز سنائی۔ الپا آواز سن کر اس جوان کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ویلی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ ویلی ایک گیم کو پوری کامیابی سے کھیلنا چاہتی تھی مگر وہ اور اس کے فرینڈز ناکام ہو رہے تھے۔ تب ایک نوجوان نے قریب آکر اس گیم کو مکمل کیا۔ اس نے اپنا نام جی **ممتھو** بتایا' بڑی سادگی کے ساتھ ویلی سے دوستی کی۔ الپا نے سوچا جی **ممتھو** کے دماغ میں جائے مگر وہ اس معاملے میں محتاط تھی۔ اگر خیال خوانی کرتی تب بھی پتا نہ چلتا کہ جی **ممتھو** کے روپ میں علی تیمور ہے۔

الپا کو اطمینان تھا کہ ویلی کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے' وہ اس کے اندر رہ کر جی یا کسی کی بھی حرکات پر نظر رکھ سکتی ہے۔ ویسے جی اسے بے وقوف نوجوان نظر آیا۔ ویلی مختلف حیلوں سے اس کے قریب ہونا چاہتی تھی اور وہ فاصلہ قائم رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ آخر ایک موقع پر یہودی تنظیم کے افراد ویلی کو گن پوائنٹ پر اغوا کر کے لے گئے پہلے تو اطمینان ہوا انہیں کسی نے روکنے کی جرات نہیں کی پھر پتا چلا کوئی موٹر بوٹ میں ان کا پیچھا کر رہا ہے۔ الپا نے معلوم کرنا چاہا نہیں وہ جی تو نہیں ہے۔ اس بار اس نے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن اس نے سانس روک لی۔ وہ یہودی تنظیم کے ایک ایک افراد کے دماغ میں جا کر جی کی دلیری اور فائرنگ کا انداز دیکھ رہی تھی۔ ویلی کو اغوا کرنے کے لئے ہیلی کاپٹر میں بھی چند افراد آئے تھے لیکن جی نے انہیں ناکام واپس جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اور جو لوگ ویلی کو موٹر بوٹ میں لے جا رہے تھے ان سب کو سمندر میں غرق کر دیا تھا۔

ایسے زبردست کارنامے سے یقین ہو گیا کہ جی کوئی عام سا نوجوان نہیں ہے۔ اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے تنظیم کے سربراہ نے کہا "اس بار ہیلی کاپٹروں میں جتنے افراد جا رہے ہیں ان سے کہو ویلی کو تلاش کر کے جی کو پہلی فرصت میں گولی مار دیں یا زخمی کر دیں۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے ساتھ اینٹی میک اپ کیمرے لے جائیں تاکہ اس جوان کی اصلیت معلوم ہو سکے۔"

تنظیم کے افراد نے یہی کیا۔ علی تیمور سے ایک طویل جنگ لڑنے کے دوران نہ اسے ہلاک کر سکے نہ ہی زخمی کر سکے لیکن اس کی تصویر اتارنے کے بعد باقی زندہ بچنے والے فرار ہو گئے۔ جس ہیلی کاپٹر میں فرار ہوئے وہاں تصویروں کی ڈیولپنگ اور پرنٹنگ کے انتظامات تھے۔ تصویر تیار ہوئی تو پتا چلا جی **ممتھو** کے روپ میں علی تیمور چھپا ہوا ہے۔

الپا نے تھوڑی دیر کے لئے خیال خوانی ترک کر دی۔ اپنے محل کی خواب گاہ میں ٹہلنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ سونیا اور علی تیمور سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار کرنے کے لئے امریکا میں موجود ہیں لیکن وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اپنے شکار کے دوران سونیا یا علی سے ٹکراؤ ہوگا۔ وہ ان سے بچ کر چپ چاپ اپنا کام نکالنا چاہتی تھی مگر اب ایسا ممکن نہیں تھا۔

اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے جنرل کو مخاطب کیا اسے تمام حالات بتائے وہ پریشان ہو کر بولا "پہلے ہم خوش تھے کہ فرہاد مر چکا ہے مگر اس کے بچے تو اس سے دس قدم آگے ہیں' اگر وہ اسی طرح ہمارا شکار چھینتے رہیں گے تو کیا ہوگا؟"

وہ بولی "ان کے ساتھ بھی وہی ہوگا جو وہ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں۔ میں ویلی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی پال کو ان کے ہاتھ لگنے نہیں دوں گی۔"

الپا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی "مجھے سونیا کی آواز سنائیں۔"

تل ابیب کے ایک خفیہ سرکاری ریکارڈ روم سے سونیا کی آواز کی کیسٹ سنائی گئی۔ الپا نے اس کے لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی' اس کے دماغ پر دستک دی۔ سونیا نے اسے اپنے اندر آنے کی اجازت دے دی۔

الپا نے کہا "میں دوستی کرنے آئی ہوں۔ ویلی میری بھی ضرورت ہے۔ اگر ہم دوست بن کر اس کے بھائی پال کو ٹریپ کرنا چاہیں تو ہم دونوں کے حصے میں کامیابی آئے گی ورنہ ناکامی دونوں کا مقدر بن جائے گی۔"

سونیا نے کہا "اس کے لئے ہمیں دل میں کوئی کھوٹ رکھے بغیر دوستی کرنی ہوگی۔"

"بیشک' میں دل سے دوستی کرنے آئی ہوں۔"

"تو پھر میری طرح دوستی کا ثبوت دو۔ جس طرح میں نے تمہارے لئے دماغ کے دروازے کھول دئے اسی طرح تم میرے خیال خوانی والے کے لئے اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔ دیکھو کوئی بہانہ نہ کرنا۔ دوستی صرف اسی شرط پر ہوگی تمہیں منظور ہے تو میرے پاس رہو' میرا خیال خوانی کرنے والا تمہارے پاس آرہا ہے۔"

یہ سنتے ہی الپا سونیا کے دماغ سے چلی آئی۔ وہ اتنی بڑی اور خطرناک شرط پر دوستی کا ناٹک نہیں کر سکتی تھی۔ یہ راز نہیں بتا سکتی تھی کہ اسرائیل میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی پیدا ہو گئی ہے۔

اس نے امریکا کے ملٹری انٹیلیجنس والوں کو بتا دیا تھا کہ علی تیمور اب تک جی **ممتھو** کے روپ میں تھا اور ابھی میرٹ لینڈ کے جنوب مشرق میں اسے گھیر کر گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ یہ وہی بات ہوئی کہ ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا پال اب الپا کے ہاتھ نہیں آسکتا تھا۔ اس لئے وہ علی تیمور کی بھی کوششوں کو ناکام بنا رہی تھی اور اس کے لئے خطرات پیدا کر رہی تھی۔

اس نے ویلی کے دماغ میں رہ کر دیکھا۔ بحری اور فضائی فوجیں علی تیمور کو بیچ سمندر میں گھیر چکی تھیں۔ کہیں سے بچ کر بھاگ نکلنے کا راستہ نہیں تھا۔ علی کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈائن وولف' مکار زمانہ سونیا اور بابا صاحب کے ادارے والے بھی اسے نہیں بچا سکتے تھے۔ الپا نے ریشم جیسے ملائم بستر پر ہاتھوں شانے چت گرتے ہوئے کہا "اس کم بخت کو اب اس کا خدا بھی نہیں بچا سکے گا۔ میں ناکام ضرور ہوئی لیکن یہ کامیابی کیا کم ہے کہ فرہاد کا ایک بیٹا حرام موت مارا جائے گا۔"

وہ جلد سے جلد یہ خوشخبری جنرل کو سنانا چاہتی تھی۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ ویلی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو وہ رو رہی تھی۔ علی اسے چھوڑ کر آنے والے فوجی جوانوں کو ہلاک کر کے بیچ سمندر سے ان کا طیارہ لے گیا تھا۔ اس کے خدا نے اسے بچ نکلنے کی ذہانت اور جرات دی تھی۔

وہ اچھل کر بیٹھ گئی۔ ریشم جیسا بستر کانٹوں کی طرح چبھ رہا تھا۔ وہ یکبارگی چیخ کر بولی "نہیں' یہ ناممکن ہے۔ کوئی جادوگر بھی اتنے زبردست محاصرے کو توڑ کر نہیں جا سکتا۔ ملی کی کیا حقیقت ہے۔ وہ بھی نہیں جا سکتا۔ وہ ابھی گرفتار ہو جائے گا۔ ابھی فوجی طیارے اس پر حملہ کریں گے۔"

خواب گاہ کے دروازے پر زور زور سے دستک ہونے لگی' انٹر کام کا بزر چیخنے لگا۔ الپا نے چیخ کر پوچھا "کون دروازے کو اسطرح پیٹ رہا ہے؟"

باہر سے کنیزوں کی آوازیں آئی "مادام! مادام! آپ کے چیخنے اور زور زور سے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ آپ خیریت سے ہیں؟"

"ہاں۔ جاؤ یہاں سے۔ شور نہ مچاؤ۔"

انٹر کام شور مچا رہا تھا۔ وہ ریسیور اٹھا کر بولی "کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے سیکیورٹی افسر نے کہا "معافی چاہتا ہوں مادام' میں نے آپ کی چیخ سنی ہے۔ کیا آپ کی خواب گاہ میں کوئی ہے؟"

"کوئی نہیں ہے۔ مجھ پر کوئی مصیبت آئے گی تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ تمہیں طلاع دوں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ حیرانی سے اور بے چینی سے آپ ہی آپ چیخ پڑی تھی۔ کوئی انسان جناتی کارنامہ دکھائے تو دیکھنے والوں کی چیخیں نکل پڑتی ہیں۔ اس نے جنرل سے رابطہ کر کے موجودہ حالات بتائے جنرل نے کہا "بیٹی الپا! یہ تو یقین ہو گیا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا پال ہوپ کن اب ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا۔ ہمیں کوئی بھی کام کر فرہاد کی فیملی سے ٹکرائے بغیر کرنا چاہیے۔ میرا مشورہ ہے' تم علی تیمور کے معاملے میں نہ پڑو۔"

"جی ہاں۔ میں اس سے اور سونیا سے دور رہوں گی۔"

"رات گزرتی جا رہی ہے۔ اس ناکامی کو دماغ سے نکال کر سو جاؤ۔ کل سوچنا کہ آئندہ کس خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرنا چاہئے۔"

"سپر ماسٹر کے ایک اور خیال خوانی کرنے والے کا نام جوڈی نارمن ہے نارمن بھی ایک خفیہ ٹریننگ سینٹر میں ٹریننگ حاصل کر رہا ہے۔ اس کی محبوبہ لاس ویگاس کی اسٹریٹ نمبر سولہ میں رہتی ہے۔"

"اس کا پورا نام اور پتا بتاؤ؟ کیا اس کے دماغ میں پہنچ سکتی ہو؟"

"یہی تو پرابلم ہے۔ ہمیں ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے سے پہلے ایک فوجی چھاؤنی میں رکھا گیا تھا۔ وہاں میں نے ایک لڑکی کا خط دیکھا جو نارمن کے نام آیا تھا۔ لفافہ پر خط بھیجنے والی کا نام کرائنا فشر لکھا ہوا تھا۔ مکان نمبر چار ایک چار۔ اسٹریٹ نمبر سولہ لاس ویگاس۔"

"تم نے کیسے سمجھ لیا کہ کرائنا' نارمن کی محبوبہ ہے؟"

"اس نے لفافے کو لے کر چوما تھا اسے سینے سے لگایا تھا۔ ایک بار میں کرائنا تک پہنچ جاؤں تو نارمن کو اپنے دماغ کا دروازہ کھولنے اور ہماری طرف جھکنے پر مجبور کر دوں گی۔"

"تم کرائنا کی آواز سننا چاہتی ہو؟"

"جی ہاں۔ اس میں کتنی دیر لگے گی؟"

"آرام سے سو جاؤ۔ صبح جب اٹھو گی تو ہمارا ایک جاسوس کرائنا کا فون نمبر معلوم کر چکا ہوگا۔ تم جاسوس کے دماغ میں جاؤ گی۔ وہ تمہیں فون کے ذریعے کرائنا کی آواز سنا دے گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ رات تقریباً گزر چکی تھی۔ صبح سے پہلے آخری تاریکی دم توڑ رہی تھی۔ اس نے سیکیورٹی افسر سے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "کیا مسٹر پارس آگئے؟"

"جی ہاں' انیکسی میں ہیں۔"

"انہیں میرے پاس پہنچا دو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا' اسے اب سونا چاہئے تھا۔ لیکن وہ سونے سے پہلے پارس اور اپنے رابطے کے لئے کوڈ ورڈز مقرر کرنا چاہتی تھی۔ اس نے بہت بڑے سنگھار میز کے سامنے آکر اپنی پسند کا ایک پرفیوم اٹھایا اسے اپنے لباس پر اسپرے کرنے لگی۔ کوڈ ورڈز کا مفہوم ہے۔ اشاروں میں ایک دوسرے کو پہچاننا... وہ خوشبو بھی اشاروں میں جذبوں کی پہچان کرا رہی تھی۔

دروازے پر دستک ہوئی وہ بولی "آجاؤ۔"

دروازہ کھلا۔ پارس سیکیورٹی افسر کے ساتھ آیا۔ الپا نے افسر کو جانے کا اشارہ کیا وہ سلیوٹ کر کے خواب گاہ سے باہر چلا گیا۔ دو کنیزوں نے دروازے کو بند کر دیا۔ وہ آئینے میں خود کو مختلف زاویوں سے دیکھتے ہوئے بولی "میں کیسی لگتی ہوں؟"

وہ بولا "آئینے کے سامنے زیادہ نہ ٹھہرو! وہ شدت جذبات سے تڑخ جائے گا۔"

"میں تعریف سے خوش نہیں ہوتی مگر تمہارے کہنے کے انداز نے خوش کر دیا۔ کیا میرے بدن سے خوشبو آرہی ہے؟"

"پہلی ہی ملاقات میں آگئی تھی۔"

"جھوٹ' میں یہ پرفیوم لگا کر کلب میں نہیں گئی تھی۔"

"میں اس خوشبو کی بات کر رہا ہوں جو جوانی کی پہلی آہٹ سے جاگتی ہے اور بڑھاپے کی چاپ سنتے ہی مر جاتی ہے' اس کے بعد خواہ عورت کتنا ہی پرفیوم لگائے' وہ بوڑھی ہی رہتی ہے' جوان نہیں ہو پاتی۔" وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

"میں جو تمہاری طرف کھنچا آرہا ہوں تو یہ پرفیوم کا کمال نہیں ہے' تمہارا جمال ہے۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی "رک جاؤ' تم نے یہ کیوں کہا تھا کہ تم کسی الپا کو نہیں جانتے؟"

"اچھا تو تم دماغ میں آرہی تھیں۔"

"ہاں۔ تم کہہ سکتے تھے کہ مجھے کوڈ ورڈز مقرر کرنا چاہئیں مگر تم نے تو پہچاننے سے ہی انکار کر دیا۔"

"خود کو الپا کہنے والی کوئی دشمن عورت بھی ہو سکتی تھی اگر میں تسلیم کر لیتا کہ وہ الپا ہے اور اس سے پہلی ملاقات' دوستی پھر محبت کی باتیں دہراتا تو اسے تمہارے متعلق اچھی خاصی معلومات حاصل ہو جاتیں۔ کیا تم یہی چاہتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "نہیں۔ تم مکمل آدمی ہو۔ میں جیسا چاہتی ہوں ویسے ہی ہو۔"

وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی بیڈ کے پاس آئی۔ پھر ریشم جیسے ملائم بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر کافرانہ انداز میں انگڑائی لیتی ہوئی لیٹ گئی۔ پارس سحر زدہ سا ہو کر اس کی طرف بڑھ رہا تھا مگر اچانک ہی اس کے قدم رک گئے۔

الپا نے اسے خمار آلود آنکھوں سے دیکھا پھر پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ ایک طرف کان لگا کر سنتے ہوئے بولا "آواز آرہی ہے۔"

وہ بھی کان لگا کر سننے لگی۔ بہت دور سے اذان کی آواز آرہی تھی۔ وہ ناگواری سے بولی "مسلمانوں کی اذان ہے۔ ہمیں کیا لینا ہے۔ میرے پاس آؤ۔"

وہ بڑے ہی پختہ لہجے میں بولا "سوری! جب اذان بلاتی ہے تو مسلمان فوراً عورت سے اور گناہوں سے دور ہو جاتا ہے۔"

وہ ایکدم سے چونک کر بیٹھ گئی "کیا بکتے ہو؟"

"بکتا نہیں' عرض کرتا ہوں۔ ابھی گناہوں کی جو فرصت ہے۔ اس فرصت میں عبادت بھی ہو سکتی ہے۔"

وہ فوراً ہی چھلانگ لگا کر تکیئے کے پاس گئی پھر اس کے نیچے سے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی "کون ہو تم؟"

"میں زبان سے کہتا ہوں کے تمہارا یہودی پارس ہوں لیکن تمہیں یقین نہیں آئے گا اس لئے اپنے دماغ کا دروازہ کھول رہا ہوں۔ تم میرے چور خیالات پڑھ لو۔"

وہ اپنی جگہ خاموش کھڑا رہا۔ الپا نے اس کے دماغ میں آکر اس کے خیالات پڑھے... اس کے اندر جہاں تک اتر سکتی تھی اترتی گئی اسے ہر پہلو سے سمجھنے کے بعد یقین کرنا پڑا کہ وہ کٹر یہودی ہے۔ اپنے ملک و قوم کا وفادار ہے اور الپا کو دل و جان سے چاہتا ہے۔

وہ بولی "میں مطمئن ہوں۔ پھر تم اذان سے متاثر کیوں ہو رہے ہو؟"

"یہ میری ڈیوٹی ہے۔ میرا فرض ہے۔ مجھے ٹریننگ سینٹر

میں نماز پڑھنا اور اسلامی احکامات پر عمل کرنا سکھایا گیا ہے۔ کوئی دشمن مجھے چھپ کر دیکھتا ہو تو تنہائی میں مجھے نماز پڑھتے دیکھ کر میرے مسلمان پارس ہونے کا یقین کر لے گا۔ مجھے سختی سے ہدایت کی گئی ہے کہ کہیں تنہائی یا ویرانے میں بھی مجھے ایک مسلمان کی طرح رہنا چاہئے۔"

"واقعی بہت اچھی ٹریننگ دی گئی ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے میں بھی چکرا گئی تھی۔ اب یہ ایکٹنگ چھوڑو اور میرے پاس آؤ۔"

"کیسے آؤں۔ ابھی نماز اور توبہ کا وقت ہے۔"

"میں حکم دیتی ہوں۔ میرے سامنے ٹریننگ سینٹر کی ڈیوٹی بھول جاؤ۔ نماز کی باتیں نہ کرو۔ مجھے غصہ آتا ہے۔"

"غصہ کمزور دماغ کو آتا ہے۔ مجھے سختی سے ہدایت کی گئی ہے کہ میرا باپ بھی ڈیوٹی چھوڑنے کا مشورہ دے تو میں اس مشورے کو تسلیم نہ کروں۔"

وہ اپنے گلابی لبوں کو سختی سے بھینچ کر غصہ برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پارس نے پوچھا "کیا مجھے یہاں نماز پڑھنے کی اجازت مل سکتی ہے؟"

وہ چیخ پڑی "گیٹ آؤٹ۔ تم جہنم میں جا کر نماز پڑھو۔ تمہارے جیسا دو کوڑی کا آدمی میری حیثیت کو کیا سمجھے گا۔ میں اس ملک میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہوں۔ میرے کورے بدن کو چھونے کے لئے لاکھوں دل دھڑکتے ہیں۔ میں اس بدن کو خوشبو میں بسا کر تمہیں بہلا رہی ہوں اور تم میری توہین کر رہے ہو۔ اب میں بھی تمہیں ٹھکراتی ہوں۔ چلے جاؤ' دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔"

وہ پلٹ کر جانے لگا۔ وہاں کے تمام حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران باس کے ایک اشارے پر پارس کو سزائے موت دے سکتے تھے۔ الپا نے سوچا اپنی توہین کا بدلہ اسی طرح لینا چاہئے لیکن اسے بچ بچ جاتے دیکھ کر دل ڈوب رہا تھا۔ کیا حوصلہ تھا کیا فرض شناسی تھی۔ وہ جانے والا پختہ عزائم سے بھرپور مرد تھا۔ وہ اس پر مرسکتی تھی اسے مار نہیں سکتی تھی۔

==☆☆☆==

کسی چھپے ہوئے شخص کو ڈھونڈ نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ موجودہ دور کے جدید جاسوسی آلات بھی بعض اوقات ناکام ہو جاتے ہیں۔ پھر سونیا جیسی مکار عورت چھپی ہو تو اس کی پرچھائیں تک پہنچنا بھی تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ وہاں کے فوجی افسران نے نیویارک کے خاص خاص مقامات پر اور.... مشی گن جھیل کے ساحلی علاقوں میں اپنی میک اپ کیمرے اور مختلف نوعیت کے جاسوسی آلات نصب کر دئے تھے۔ سونیا جہاں سے بھی گزرتی اس کی تصویریں اتر جاتیں' اس کی آواز ریکارڈ ہو جاتی اس کے چلنے پھرنے' اٹھنے بیٹھنے کی مخصوص ادائیں ویڈیو میں پکچرائز ہو جاتیں۔ اسے گھیرنے' پکڑنے اور جکڑنے کے تمام ممکن اور غیر معمولی انتظامات کر دئے گئے تھے اور یہ بات حیران کن تھی اور طیش دلانے والی تھی کہ چوبیس گھنٹے گزر جانے کے باوجود اس کا سایہ بھی نظر نہیں آیا تھا۔

وہ لاکھ سر پٹختے' اپنے ملک کی ایک ایک عورت کے چہرے کو نوچ کھسوٹ کر دیکھ لیتے' تب بھی سونیا نظر نہ آتی کیونکہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھا رہا تھا۔ سلمان واسطی سپر ماسٹر کی حیثیت سے تمام انتظامات کو جانتا تھا اور سونیا کو بتا دیا کرتا تھا۔ عالمی شہرت رکھنے والے جاسوس اسے نیویارک مشی گن جھیل کے ساحلی علاقوں میں ڈھونڈ رہے تھے اور وہ سپر ماسٹر کے گھر میں آرام فرما رہی تھی۔

وہ دور حاضر کی سب سے عجیب و غریب چالیں چلنے والی عورت تھی۔ بڑے بڑے شاطر شطرنج کی بساط پر مہرے بدلتے ہوئے دعوے کرتے تھے کہ ابھی ہم بتائیں گے کہ وہ کس خانے میں ہے۔ بڑی بڑی ذہانت کا ثبوت دینے والے دور کی کوڑیاں لاتے تھے مگر یہ سمجھنے سے قاصر رہتے تھے کہ سونیا ان کی جیب میں پڑی ہوئی ہے۔

اسے سلمان واسطی کی رہائش گاہ سے باہر جانے کی ضرورت نہیں تھی لیلیٰ خیال خوانی کے ذریعے سہولتیں پیدا کرتی تھی۔ اگر کبھی باہر نکلنا ضروری ہوتا تو اس کے پاس نیویارک کا پورا نقشہ موجود تھا۔ سلمان واسطی عرف سپر ماسٹر نے نقشے میں ہر اس جگہ سرخ نشان لگائے تھے جہاں سے گزرتے وقت سونیا کو خطرات کا سامنا کرنا پڑتا۔ پھر بابا صاحب کے ادارے کے خفیہ محافظ اس کے اشارے کے منتظر رہتے تھے۔ اشارہ پاتے ہی جان کی بازی لگانے کے لئے حاضر ہو سکتے تھے۔ اب ریڈیو' ٹیلی وژن اور اخبارات کے ذریعے اسے مخاطب کیا جا رہا تھا کہ وہ جہاں بھی ہے' اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کے سامنے حاضر ہو جائے یا رابطہ قائم کرے۔ اسے نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اسے عزت کے ساتھ باہر بھیج دیا جائے گا۔ بابا صاحب کے ادارے میں شکایت بھیجی گئی تھی کہ سونیا اس ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کرنے اور تخریبی کارروائیاں کرنے کے لئے آئی ہے۔ لہٰذا اسے فوراً پیرس بلایا جائے۔

بابا صاحب کے ادارے سے جواب ملا "آپ لوگوں نے سونیا اور برائن وولف کو اپنی آنکھوں کے سامنے ملک سے باہر بھیج دیا تھا پھر بھی سونیا کی شکایت کر رہے ہیں؟"

"وہ سونیا نہیں سونیا ثانی تھی۔ آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"ہم اتنا ہی جانتے ہیں کہ سونیا کو آپ نے نکال دیا ہے۔ اگر آپ کی دانست میں وہ موجود ہے تو اسے پھر نکال دیں۔"

"آپ کا فرض ہے کہ آپ اسے واپس بلائیں۔"

"ہمارا فرض ہے کہ ہم اچھی باتیں سمجھائیں۔ سونیا ایک

دہشت کا نام ہے جسے ملک سے نکالنے کے بعد بھی آپ اپنے دماغوں سے نہیں نکال سکتے۔ اچھی باتوں میں ایک یہ بات بھی ہے کہ سونیا آپ سے نہیں آپ کے اندر کے شیطانوں سے لڑ رہی ہے۔ وہ تمام شیطان ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ان کے حق میں بہتر ہوگا کہ سونیا کے ہاتھوں انسان بن جائیں ورنہ بے موت مارے جاتے رہیں گے۔"

"ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟"

"کیا چوری ہے اور کیا دیدہ دلیری ہے۔ آپ کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پارس کی ایک یہودی شریک حیات کو مار ڈالا تھا۔ علی تیمور کی سنگینیز کو زندہ جلنے پر مجبور کیا تھا۔ جب ہمارے ساتھ اتنا ظلم ہوا ہے تو تم کمزوروں اور چھوٹے ممالک کو تو آزادی سے کبھی نہیں رہنے دو گے۔ ہم ایک ہی بات جانتے ہیں کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے یا تو انسانیت پر ایمان لائیں گے یا ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔"

انہوں نے حکومتِ فرانس سے بات کی، وہاں سے جواب ملا "تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے صرف چھوٹے ممالک ہی نہیں، ہمارے جیسے بڑے ممالک کو بھی خطرہ ہے۔ جس طرح تم نہیں چاہتے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے فوجی اور سیاسی راز معلوم کرے اسی طرح ہم بھی یہ نہیں چاہتے۔"

"ہم تحریری معاہدہ کریں گے کہ ہمارے خیال خوانی کرنے والے نہ تمہارے ملک میں قدم رکھیں گے اور نہ ہی تمہارے حاکم اور فوجی افسران کے دماغوں میں جائیں گے۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ وہ ہمارے دماغوں میں نہیں آئیں گے؟"

"تم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے معلوم کر سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ مادام سونیا جس طرح چھپ کر تمہارے ملک میں گئیں تمہیں اسی طرح چھپ کر آج رات تک یہاں آجائیں گی۔"

"چھپ کر جانے کی کیا ضرورت ہے، ہم انہیں پورے اعزاز کے ساتھ رخصت کریں گے۔"

"نہیں، مادام کا اپنا طریقہ کار ہے۔ وہ اپنے طور پر آئیں گی۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ وہ واقعی یہاں سے آن پہنچی جائیں گی؟"

"تم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے معلوم کر سکتے ہو۔"

"سونیا ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چکر دے گی، وہ کچھ معلوم نہیں کر سکیں گے۔"

"تم مانتے ہو کہ اکثر حالات میں ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ناکام رہتے ہیں؟"

"بے شک، اکثر نہ سہی بعض حالات میں ناکامی ہوتی ہے۔"

"پھر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہ معلوم کرنے میں ناکام رہ سکتے ہیں کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کب ہمارے حکام کے دماغوں میں چپکے سے چلے جاتے ہیں۔"

"یہ بحث برائے بحث ہے۔ بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف ہمارے اور تمہارے ملک میں ہیں۔ ہم دونوں متحد ہو کر پوری دنیا پر حکومت کر سکتے ہیں۔"

"ہمیں آپس میں متحد ہونے کے لئے پھر وہی سوال پیدا ہوگا کہ ایک دوسرے پر بھروسا کیسے کریں۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے چپکے سے ہمارے دماغوں میں نہیں آئیں گے۔"

"یہ خطرہ تو ہمیں بھی تمہارے ٹیلی پیتھی والوں سے رہا کرے گا۔"

"یہی بات سمجھنے کی ہے۔ جہاں ایک دوسرے سے خطرہ موجود رہتا ہے وہاں اعتماد قائم نہیں رہ سکتا۔"

"یہ ٹالنے والی باتیں ہیں۔ تم ہمیں اس لئے ٹال رہے ہو کہ ابھی تمہارا پلڑا بھاری ہے۔ سونیا نے چھ بیس گمنٹوں کے اندر ہمارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کرایا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ سونیا کو الزام نہ دو۔ البتہ تمہارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے کھپی پال اور مل مہتھو اپنی مرضی سے ہمارے پاس آئے ہیں۔"

"الپا اور جے مورگن بھی تمہارے پاس ہیں۔"

"غلط الزام نہ دو۔ جب ہم نے دو کی موجودگی کا اعتراف کر لیا ہے تو پھر دو عدد خیال خوانی کرنے والوں سے انکار کیوں کریں گے۔"

"تو پھر وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"کیا انہیں ماسک مین اغوا نہیں کرا سکتا۔ کیا یہودی اتنے معصوم اور شریف ہیں کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ نہیں کریں گے؟ تم نے صرف ہمیں ہی دشمن سمجھ لیا ہے۔ تمہاری اس ناسمجھی سے دوسرے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

یہ گفتگو ہاٹ لائن پر ہو رہی تھی۔ جنرل نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے کرنل اور انتظامیہ کے اعلیٰ عہدیدار ایک علیحدہ اسپیکر کے ذریعے ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ جنرل نے کہا "ہم نے پہلے ہی یہ رائے قائم کی تھی کہ کسی یہودی کو ٹرانسفارمر مشین سے نہ گزارا جائے الپا یہودی تھی، اعلیٰ حکام کی ضد سے مجبور ہو کر اسے ٹیلی پیتھی سکھائی گئی۔"

کرنل نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں وہ اغوا نہیں کی گئی ہے۔ وہ یہاں سے نکل کر اپنی یہودی قوم میں پہنچ گئی ہے۔"

ایک نے کہا "یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو صرف سونیا ٹریپ نہیں کر رہی ہے۔"

دوسرے عہدیدار نے کہا "ہمارے چوتھے خیال خوانی کرنے والے کو ماسک مین نے اغوا کیا ہوگا۔"

جنرل نے کہا "ہم پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں، ہمارا دہرا نقصان ہو رہا ہے۔ ایک تو ٹیلی پیتھی جاننے والے اغوا ہو رہے ہیں۔ دوسرے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمن فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"فوراً ہی ایسے اقدامات کئے جائیں کہ دشمن کی کامیابی کسی طرح ناکامی میں بدل جائے۔"

جنرل نے کہا "اس کی ایک ہی صورت ہے۔ ہمارے جتنے خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں انہیں پھر ایک ٹرانسفارمر ریورس سے گزار کر ان کے دماغوں سے یہ علم مٹا دیا جائے۔"

ایک نے تائید کی "بالکل ٹھیک۔"

دوسرے نے کہا "بے شک۔ ان حالات میں یہی کیا جا سکتا ہے۔" کرنل پریشان ہو گیا۔ کیونکہ اس کی بیٹی جو راجہوری کے دماغ سے بھی اس علم کو مٹایا جاتا۔ اس نے کہا "یہ بالکل نامناسب ہے۔"

ایک نے کہا "میں جانتا تھا کہ آپ اعتراض کریں گے۔"

کرنل نے کہا "آپ یہ نہ سمجھیں کے میں اپنی بیٹی کی خاطر آپ کی رائے سے اختلاف کرتا ہوں۔ آپ ذرا غور فرمائیں اگر دشمن یہ دعویٰ کرے کہ اسے ہمارے ایٹم بم کے ذخیرے کا علم ہو گیا ہے اور وہ میزائل کے ذریعے اس اڈے کو تباہ کر دے گا تو کیا آپ اس خوف سے ایٹم بموں کی کارکردگی کو بیکار بنا دیں گے یا ان بموں کو کسی دوسرے محفوظ مقام پر منتقل کریں گے؟"

ایک نے جواب دیا "بموں کو دوسرے مقام پر منتقل کیا جا سکتا ہے۔ دشمن خیال خوانی کے ذریعے بموں تک نہیں پہنچ سکتا۔ انسانوں تک پہنچ سکتا ہے اور ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کے دماغوں میں پہنچا جا رہا ہے۔ ہم انہیں جہاں بھی لے جا کر چھپائیں گے سونیا وہاں پہنچ جائے گی۔"

کرنل نے کہا "میں یہ نہیں مانتا کہ سونیا کے خیال خوانی کرنے والے ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں۔ ہمارے تمام جوان یوگا کے ماہر ہیں۔ کوئی ان کے دماغ میں پہنچ کر انہیں ٹریپ نہیں کر سکتا۔ ہمارے چار جوانوں کو دوسرے ہتھکنڈوں سے اغوا کیا گیا ہے۔"

سب نے جنرل کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا "ہمیں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں پہنچے ہوں۔ بے شک وہ دوسرے ہتھکنڈوں سے پہنچتے ہیں۔"

کرنل نے کہا "ہمارے حفاظتی انتظامات میں کچھ کمی رہ گئی ہے۔ ہمیں تسلیم کرنا چاہئے کہ ٹرانسفارمر مشین کو محفوظ رکھنے کے لئے جتنے سخت انتظامات کئے گئے ہیں، ویسے انتظامات ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لئے نہیں کئے گئے۔"

"اس کا مطلب ہے، ہم اپنے جوانوں کو ایسی جگہ قید کریں جہاں آدمی تو آدمی، چیونٹی بھی نہ پہنچ سکے؟"

"موجودہ خطرات کے پیش نظر یہی کرنا چاہئے ان سے ٹیلی پیتھی کی غیر معمولی صلاحیتیں چھین لینے کے بجائے قیدی بنا کر رکھنا چاہئے۔ جوانوں کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔ جسے اعتراض ہوگا اس کے دماغ سے یہ علم مٹا دیا جائے گا۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ ہمیں عمل کر کے نتائج دیکھنے چاہئیں۔"

"ہمیں اپنے سپر ماسٹر سے بھی مشورہ کرانا چاہئے۔"

"ہاں، یہ تو لازمی ہے۔"

جنرل نے انٹر کام کے ذریعے کہا "سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرو۔ میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے انٹر کام کو آف کیا پھر کرنل سے پوچھا "آپ کے خیال میں اپنے جوانوں کو کہاں قید کر کے رکھنا چاہئے؟"

کرنل کے کچھ جواب دینے سے پہلے ہی انٹر کام پر اشارہ موصول ہوا۔ جنرل نے بٹن دبا کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے جواب ملا "سر! میرے رابطہ قائم کرنے سے پہلے ہی سپر ماسٹر یہاں پہنچ گئے ہیں۔ ابھی اطلاع ملی ہے کہ وہ خفیہ راستے سے لفٹ کے ذریعے پہنچ رہے ہیں۔"

جنرل انٹر کام کو آف کرتے ہوئے اٹھ کر بولا "سپر ماسٹر ارے رے یہاں پہنچ رہے ہیں۔"

اس کے ساتھ دوسرے افراد بھی اٹھ گئے۔ وہ وہاں سے چلتے ہوئے ایک دروازے کے پاس آئے۔ اسے کھول کر ایک کوریڈور میں پہنچے۔ اسی وقت کوریڈور کے آخری سرے پر لفٹ کا دروازہ کھلا۔ کھلے ہوئے دروازے سے سپر ماسٹر نکل کر باہر آیا۔۔۔۔ سب نے گرم جوشی کے ساتھ اس سے مصافحہ کیا۔ جنرل نے کہا "ابھی ہم آپ کو یاد کر رہے تھے۔ آئیں، آرام سے بیٹھ کر باتیں کریں۔"

سلمان واسطی عرف سپر ماسٹر ارے رے کے ساتھ چلتے ہوئے کہا "جب تک وہ چڑیل سونیا موجود ہے، ہم آرام سے بیٹھ کر باتیں بھی نہیں کر سکیں گے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اسے گرفتار نہ کر سکے۔ لیکن اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے جوانوں کی حفاظت کرنے میں ناکامی ہو رہی ہے یہ اس سے بھی زیادہ بدقسمتی کی بات ہے۔"

وہ کمرے میں آگئے جنرل نے کہا "ابھی ہم نے ایک تدبیر سوچی ہے۔"

"میں بھی اپنے جوانوں کی حفاظت کے لئے کچھ سوچ کر

آیا ہوں۔"

"آپ نے یقیناً کوئی بہتر بات سوچی ہوگی۔ پہلے آپ بتائیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "پہلے آپ نے بات چھیڑی ہے لہٰذا آپ پہلے بتائیں۔"

جنرل نے کہا "فی الحال ہمارے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم اپنے جوانوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹادیں یا علم تو رہنے دیں اور انہیں ایسی جگہ قید کردیں جہاں پہرا دینے والے سپاہیوں کا بھی سایہ ان تک نہ پہنچ سکے۔"

سپر ماسٹر، سلمان واسطی نے کہا "ٹھیک یہی بات میں نے سوچی ہے۔ ان جوانوں کو ایسی جگہ رکھا جائے کہ ایک چیونٹی بھی وہاں نہ پہنچ سکے۔"

کرنل نے خوش ہو کر کہا "دیکھو ہمارا سپر ماسٹر بھی ہماری تائید کررہا ہے۔"

جنرل نے کہا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے، انہیں کہاں چھپا کر رکھا جائے ایسی کون سی جگہ ہے جہاں دشمن نہیں پہنچ سکیں گے؟"

"دشمن صرف قبر میں نہیں آتے۔ باقی ساری جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ یہ تو ہمیں دیکھنا اور سمجھنا ہوگا کہ جس جگہ کا ہم انتخاب کرتے ہیں وہ کس قدر محفوظ ہے اور ہم اسے مضبوط ترین قلعہ کس طرح بنا سکتے ہیں۔"

"ہمیں ایسی جگہ کا تعین ابھی کرنا چاہئے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہم یہاں سات اہم افراد ہیں۔ اگر کسی جگہ کا تعین کریں گے اور اگر کسی موقع پر اس جگہ کا انکشاف ہوگا تو ہم ساتوں اس کے ذمے دار ہوں گے۔"

حکام میں سے ایک نے کہا "میں ذمے داری قبول نہیں کروں گا۔ آپ لوگ میرے جانے کے بعد جگہ کا تعین کریں۔"

تین اور عہدیدار اٹھ کر کھڑے ہوگئے، چوبیس گھنٹوں میں چار خیال خوانی کرنے والے ان کے ملک سے نکل گئے تھے۔ ایسے میں کوئی ذمے داری قبول کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ چاروں حکام اعلیٰ وہاں سے رخصت ہوگئے۔ ان کے بعد جنرل، کرنل اور سپر ماسٹر رہ گئے۔ جنرل نے کہا "اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ذریعے ہمارے جوانوں تک نہیں پہنچیں گے؟"

کرنل نے کہا "ہم تینوں یوگا میں مہارت رکھتے ہیں، کوئی ہمارے دماغوں تک نہیں پہنچے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "جب تک ہم صحت مند رہیں گے، ہمارے سانس روکنے کی صلاحیت بحال رہے گی۔ میں پچھلے ایک برس سے کبھی بیمار نہیں پڑا۔ میں پورے اعتماد سے کہتا ہوں کہ نہ میرے دماغ میں اب تک کوئی آیا ہے اور نہ آسکے گا۔"

جنرل نے کہا "میں بھی پورے اعتماد سے کہتا ہوں، دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کبھی میرے دماغ پر دستک نہیں دی۔"

کرنل نے کھنکھار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں بھی برابر صحت مند رہتا ہوں۔ میں تو اپنی بیٹی جورا جوری کو بھی دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

سپر ماسٹر نے کرنل سے کہا "معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ آپ ایک ہفتے پہلے کچھ بیمار پڑ گئے تھے۔ ہیڈ کوارٹر میں آپ کی دو دن کی تعطیل کی درخواست موجود ہے۔"

"ہاں، میں بیمار ہوا تھا لیکن میرے دماغ میں کوئی نہیں آیا۔"

"آپ یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"اگر کوئی میرے دماغ میں آتا تو میرے ذریعے وہ میری بیٹی تک ضرور پہنچ جاتا، اسے بھی اغوا کر کے لے جاتا۔"

"دشمن بہت چالاک ہوتے ہیں۔ ہم انہیں چالاک نہ سمجھیں، یہ اور بات ہے۔ آپ کی بیماری کے دوران جو بھی آپ کے دماغ میں آیا ہوگا، اس نے پھر آپ کی لاعلمی میں آپ کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنے قابو میں رکھا ہوگا۔ اب وہ جب چاہتا ہوگا، آپ کے اندر آتا ہوگا اور تنویمی عمل کے مطابق آپ اسے محسوس نہیں کرتے ہوں گے۔ وہ آپ کو فریب میں مبتلا رکھنے کے لئے آپ کی بیٹی تک نہیں جارہا ہے۔"

کرنل نے ناگواری سے کہا "سپر ماسٹر! تم ہوا میں فائر کررہے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے کہ کسی نے مجھ پر تنویمی عمل کیا ہے؟"

"میں نے جو کہا ہے، اس کا ثبوت نہیں ہے لیکن بہت ہی ممکن بات کہی ہے۔ آپ برا نہ مانیں، اگر ثبوت نہ ملے تو وہ فرد مشکوک ہوتا ہے۔"

جنرل نے کہا "سپر ماسٹر درست کہہ رہے ہیں۔ آپ کو برا نہیں ماننا چاہئے۔ خندہ پیشانی سے تسلیم کرنا چاہئے کہ ایسا ممکن ہے۔ کوئی دشمن اس وقت بھی آپ کے اندر چھپا ہوا ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔"

کرنل اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر دونوں سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "مجھے سپر ماسٹر کی باتوں پر تھوڑی دیر کے لئے غصہ آیا تھا۔ اب غصہ نہیں ہے۔ میں اپنے فرائض کو سمجھتے ہوئے جارہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ دروازہ بند ہوگیا۔ جنرل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم اپنے ملک کے سات اہم افراد کے ہمراہ یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ذمے داری سنبھالنے کی بات آئی تو چار چلے گئے۔ پانچواں مشکوک لگا۔ اب ہم دو رہ گئے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے جواباً مسکرا کر کہا "ہمیں بھی ایک دوسرے کو اچھی طرح ٹٹول لینا چاہئے۔"

جنرل نے کہا۔ "ہماری میڈیکل رپورٹ گواہ ہے کہ

ہمارے دماغوں میں نہ کوئی آیا ہے اور نہ کوئی آئے گا۔ ہمیں اس اعتماد کے ساتھ اپنے جوانوں کی حفاظت کے لئے نیا قدم اٹھانا چاہئے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا اپنے جوانوں کو دوسری محفوظ جگہ منتقل کرکے فی الحال قیدی بنا کر رکھا جائے؟"

"اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو دوسری صورت میں ٹیلی پیتھی کے علم کو ان کے دماغوں سے مٹانا ہوگا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہم نے جوانوں کو کہیں منتقل کرنے کی بات کرنل کے سامنے کی ہے، اگر کرنل کے دماغ میں کوئی چھپ کر رہتا ہے تو وہ ہماری پلاننگ سمجھ چکا ہوگا۔"

"اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ کیا مشکل ہے اپنے جوانوں کے اندر سے ٹیلی پیتھی کا علم ختم کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری کثیر رقم اور ہماری طویل محنت ضائع ہوگی۔"

"ہم اپنے جوانوں کو ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم نہیں کریں گے اور انہیں کہیں منتقل بھی نہیں کریں گے بلکہ تیسرا راستہ اختیار کریں گے۔"

"وہ تیسرا راستہ کون سا ہے؟"

"ہماری پاس بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں جو مختلف سینٹروں میں ہیں۔ ہم ان سینٹروں میں سے دوسرے بارہ جوانوں کو رات کے وقت نکالیں گے اور انہیں دوسری جگہ کہیں منتقل کردیں گے۔ دشمن جو ہماری پلاننگ کو سمجھتے ہیں انہیں یقین ہوجائے گا کہ ہم نے منصوبے کے مطابق اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوسری جگہ منتقل کردیا ہے۔"

"بہت ہی عمدہ تدبیر ہے لیکن یہ فریب زیادہ دن نہیں چلے گا۔ کرنل ہمارے اہم معاملات کا شریک ہے۔ اس کے اندر چھپے ہوئے دشمن کو فریب کا علم ہوجائے گا۔"

"جب تک ہمارا فریب کھلے گا تب تک ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چور دروازوں سے دوسری جگہ پہنچادیں گے۔"

جنرل نے خوش ہو کر کہا "اسے کہتے ہیں چالبازی۔ مجھے یقین ہے تم ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی بہترین اور محفوظ پناہ گاہ میں پہنچاؤ گے۔"

"میں پچھلے دس گھنٹے سے اپنی ایک پلاننگ پر عمل کررہا ہوں۔ ہمارے ملک کے جنوب میں ایک چھوٹا سا جزیرہ کونو ہے۔ کونو میں ہمارا ایک چھوٹا سا فوجی اڈا ہے۔ وہاں تقریباً دو سو غیر فوجی باشندے ہیں جو مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ ان کی عورتیں سبزیاں فروخت کرتی ہیں۔ یہ دو سو افراد مکمل طور پر اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان کوئی دشمن آکر نہیں رہ سکتا۔ اگر جزیرے کی ناکا بندی کردی جائے، چاروں طرف بحری فوج موجود رہے تو کوئی جزیرے میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ ہمارے بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں محفوظ بھی رہیں گے اور کھلی فضا میں سانس بھی لیتے رہیں گے۔"

"میں اس پلاننگ کی تائید کرتا ہوں۔ ہم ابھی اس پر عمل کریں گے۔"

جنرل اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹرانسمٹر کے پاس آیا پھر اس کے ذریعے بحری فوج کے اعلیٰ افسران کو جزیرہ کونو کی ناکا بندی کا حکم دینے لگا۔ اس نے جزیرے کی چھاؤنی کے افسران سے بھی رابطہ کیا۔ انہیں تاکید کی اور سمجھایا کہ وہاں جو دو سو باشندے ہیں، ان کے بارے میں تصدیق کی جائے کہ وہ واقعی باپ دادا کے زمانے سے وہاں آباد ہیں۔ کسی اجنبی مرد یا عورت پر شبہ ہو یا حال ہی میں اس کی آمد ہوئی ہو تو اسے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر جزیرے سے نکال دیا جائے۔ اگر کسی کا تعلق فرہاد کی فیملی، یہودی تنظیم یا ماسک مین سے ہو تو اسے فوراً گولی ماردی جائے۔

کونو ایک غیر معروف جزیرہ تھا۔ دنیا کے نقشے میں ایک نقطے کے برابر۔ ایک کار میں بیٹھ کر گھنٹا بھر میں پورے جزیرے کا چکر لگایا جاسکتا تھا۔ وہاں دس بارہ دکانیں، دو ہوٹل، تین شراب خانے اور ایک نائٹ کلب تھا۔ فوجیوں کا دل بہلانے کے لئے جوان عورتیں تھیں۔ ایک سبزی فروش ادھیڑ عمر کی بیوہ دعویٰ کرتی تھی کہ اس کے شوہر کے نام پر اس جزیرے کو کونو کہا جاتا ہے۔ اس کے شوہر کا نام کونو کوانو تھا اور وہ بیوہ مسز کونو کہلاتی تھی۔

سلمان واسطی عرف سپر ماسٹر ارے رے نے جنرل کے سامنے درست کہا تھا کہ وہ پچھلے دس گھنٹے سے اپنی ایک پلاننگ پر عمل کررہا ہے۔ اس نے دس گھنٹے پہلے بیوہ مسز کونو کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے میامی بیچ پر بلایا تھا۔ وہاں سے سونیا مسز کونو بن کر جزیرے میں چلی گئی تھی۔ ان دس گھنٹوں میں سلمان واسطی مسز کونو کے دماغ سے ایک ایک بات معلوم کرکے سونیا کو بتاتا رہا تھا۔ جزیرے کے فوجی اور غیر فوجی سب ہی اسے مادام کونو کہتے تھے۔ اس سے ہنسی مذاق کرتے تھے۔ یہ سب جانتے تھے کہ شوہر کی موت کے صدمے نے مادام کونو کو نیم پاگل بنادیا تھا۔ وہ چڑچڑی اور بدمزاج ہوگئی تھی۔ کل کی بات آج بھول جایا کرتی تھی اور یہ عادت سونیا کے حق میں بہتر تھی۔ اگر وہ کسی فوجی یا غیر فوجی کو پہچاننے میں غلطی کرتی تو لوگ اسے مسز کونو کی کمزور یادداشت سمجھ کر نظر انداز کردیتے۔

جب وہ جزیرے میں پہلی بار آئی تو ایک مچھیرے نے پوچھا "مادام! کہاں سے آرہی ہو؟"

سونیا نے جواب دیا "تیرے باپ کی قبر سے آرہی ہوں۔ تو کون ہوتا ہے پوچھنے والا؟ ارے جب میرا مرد زندہ تھا تو وہ بھی مجھ سے سوال کرنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔"

ایک بوڑھے نے کہا "مجھے اپنا مرد بنالے۔ میں بھی سوال نہیں کیا کروں گا۔"

سونیا سینڈل اتار کر اسے مارنے کو دوڑی۔ وہ بوڑھا بھاگنے لگا۔ سب لوگ قہقہے لگانے لگے۔ مرد عورتوں اور بچوں کے قہقہوں سے وہ ساحلی علاقہ گونج رہا تھا۔ دو فوجی بھی پیٹرول رہے تھے اور سونیا کو دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ وہ بوڑھا بھاگتے بھاگتے گر پڑا۔ سونیا اس کے اوپر پاؤں رکھ کر گزرتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ ہاتھ میں اسی طرح سینڈل اٹھائے یوں دوڑتی گئی جیسے ابھی تک بوڑھے کا پیچھا کر رہی ہو۔ وہ خود کو بڑی کامیابی سے خطبی ثابت کر رہی تھی۔ لوگوں کا ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا۔

پھر وہ ایک جگہ رک گئی۔ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی "کہاں ہے وہ بڈھا جو میرا مرد بننا چاہتا ہے؟"

وہ بوڑھا چھپ گیا تھا۔ ایک فوجی جوان نے کہا "مادام! جب بھی میاں سے سبزیاں لے کر آتی ہے' اپنے ساتھ ہنسانے والی حرکتیں بھی لے کر آتی ہے۔"

انچ کے ملازموں نے ایک ٹرک گاڑی میں سبزیاں لاد کر کہا۔ "مادام! یہ سبزیاں لے جاؤ۔ نہیں تو کھارے پانی میں سڑ جائیں گی۔"

وہ ٹرک گاڑی میں بیٹھ کر ایک میل دور لکڑیوں سے بنے ہوئے ایک مکان میں آئی۔ وہ مکان دو منزلہ تھا۔ وہ اوپری حصے میں رہتی تھی۔ نچلے حصے میں سبزیوں کی دکان لگاتی تھی۔ آدھی سے زیادہ سبزیاں فوجی چھاؤنی میں لے کر جاتی تھی۔ وہاں سے اچھی خاصی رقم ملتی تھی۔ سونیا نے پہلے دن وہاں مال پہنچایا۔ چند افسران اور کئی فوجی جوانوں سے سامنا کیا۔ سلمان واسطی خیال خوانی کے ذریعے ان فوجیوں کے متعلق اسے بتاتا رہا۔ ایک افسر نے سونیا کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے پوچھا "کل میں نے تم سے کچھ کہا تھا' یاد ہے؟"

جب وہ ہاتھ پکڑے لے جا رہا تھا' تب ہی سلمان واسطی نے اس کے خیالات سونیا کو بتا دیئے تھے۔ مکرو بھولنے والی عادت کے مطابق بولی "ہاں یاد ہے۔ تم نے آج زیادہ سے زیادہ نمائش لانے کو کہا تھا۔"

"اوہ نو۔" افسر نے کہا "تمہاری یہ بھولنے کی بیماری بری ہے۔"

"بیماری کوئی سی بھی ہو' بری ہوتی ہے۔ بائی دا وے تم نے کیا کہا تھا؟"

"میں نے کہا تھا' تم بڑھاپے میں اکیلی رہتی ہو۔ تمہاری محنت کرتی ہو۔ اپنی تنہائی دور کرنے اور سبزیاں فروخت کرنے کے لئے میاں سے ایک جوان حسینہ کو لے آؤ۔ تمہارا کام ہلکا ہو جائے گا۔ میرا کام بھی بنتا رہے گا۔ اس حسینہ کو بھی اچھی خاصی رقم ملتی رہے گی۔"

سونیا نے کہا "ہاں' یاد آیا۔ میں نے وعدہ کیا تھا' اپنے کام کے لئے ایک لڑکی لاؤں گی۔ لیکن میاں پہنچ کر میرا دماغ پھر گیا۔ لڑکی لانے کا مطلب یہ ہوا کہ میں دلالہ بن رہی ہوں اور تم مجھے بھی دلال سمجھ کر الو بنا رہے ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے مادام! ذرا دوسرے پہلو سے سوچو۔ اگر وہ لڑکی غریب ہوگی تو اسے روز گار مل جائے گا۔ ماہانہ دی ہوئی رقم سے اس کے ماں باپ اور چھوٹے بھائی بہن خوشحال رہیں گے۔ تمہیں دعائیں دیتے رہیں گے۔"

"کیا واقعی مجھے دعائیں ملتی رہیں گی؟"

"ہاں' وہ دعائیں تمہارے شوہر کی قبر تک بھی پہنچتی رہیں گی۔"

سونیا نے خوش ہو کر کہا "پھر تو میں یہ نیک کام ضرور کروں گی۔"

"لیکن کب کرو گی؟"

"میں ہر تیسرے دن میاں جاتی ہوں۔ اس مرتبہ لڑکی ضرور لاؤں گی۔"

وہ تیسرا دن نہیں آ سکتا تھا کیونکہ شام سے پہلے ہی اچانک بحری فوج نے جزیرے کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ چھاؤنی کے فوجیوں کو ٹرانسمٹر کے ذریعے ضروری ہدایات دی جا رہی تھیں۔ ان ہدایات اور احکامات کے مطابق جزیرے کے اندر اعلان کیا جا رہا تھا کہ کسی کو جزیرے کے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر کوئی بیمار ہے تو سرکار کی طرف سے اس کا علاج وہیں کیا جائے گا۔ جس طرح وہاں کی فوج کو راشن پہنچایا جاتا ہے' اسی طرح باقی دو سو باشندوں کو بھی غیر معینہ مدت کے لئے مفت راشن ملتا رہے گا۔ گوشت' سبزیاں اور ضروریات کا دوسرا سامان بحری فوج کے سپاہی پہنچایا کریں گے۔ جو یہ پابندیاں برداشت نہیں کرے گا یا اپنے سگے رشتے داروں سے ملنے جزیرے سے باہر جانا چاہے گا' اسے دو گھنٹے کے اندر جزیرہ چھوڑ دینے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کے بعد تاحکم ثانی کوئی نہ باہر جا سکے گا اور نہ ہی اندر آ سکے گا۔ حتیٰ کہ ٹیلی فون اور خط و کتابت کے ذریعے بھی کسی سے رابطہ نہ کر سکے گا۔

چند افراد ایسے تھے جو بیوی بچوں کے ساتھ چلے گئے کیونکہ ان کے عزیز و اقارب جنوبی امریکا میں رہتے تھے۔ باقی افراد اپنے جزیرے کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ وہاں انہیں ضرورت کی ہر چیز ملنے والی تھی۔ کسی بات کی تکلیف نہ ہوتی البتہ یہ تجسس تھا کہ انہیں پابند کیوں کیا گیا ہے؟

یہ سرکاری راز تھا۔ فوجی جوان وہاں کے باشندوں کو یہ راز بتا کر ان کی بے چینی دور نہیں کر سکتے تھے۔ آدھی رات سے وہاں ٹیلی کاپٹرز آنے لگے' ہر آدھے گھنٹے بعد ایک ٹیلی کاپٹر اترتا تھا۔ ہر ٹیلی کاپٹر میں تین ٹیلی بیتھی جاننے والے آ رہے تھے۔ ہر ٹیلی بیتھی جاننے والے کے ساتھ دو مسلح باڈی گارڈز تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ یوں تو وہاں پہلے ہی اچھے خاصے فوجی موجود تھے لیکن خاص طور پر یوگا کے ماہر تربیت یافتہ فوجیوں کو باڈی گارڈز بنا کر بھیجا گیا تھا۔

بڑے زبردست حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے۔

جزیرے کے چاروں طرف بحری فوج تھی۔ ساحل پر جا بجا ہی آلات نصب کئے گئے تھے۔ کوئی غوطہ خور بھی ساحل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ نہ ہی جزیرے سے باہر کوئی جا سکتا تھا۔ اس جزیرے کو ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعہ بنا دیا گیا تھا۔

اتنے زبردست حفاظتی انتظامات کے باوجود عقلمندوں نے اپنے بارہ ٹیلی بیتھی جاننے والوں کو سونیا کی گود میں لا بٹھایا تھا۔

○☆○

میں نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ گاڑی کے ساتھ لگے ہوئے ٹریلر میں جینا سو رہی تھی۔ وہ پچھلی رات دو بجے تک ڈرائیو کرتی رہی تھی۔ پھر میں نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ ہم شمالی افریقہ کے ایک گھنے جنگل سے گزر رہے تھے۔ راستے میں چھوٹے چھوٹے گاؤں اور شہر آتے رہے۔ ہمیں کسی انسانی آبادی میں نہیں رکنا تھا۔ ایک ایسے ویرانے کی تلاش تھی جہاں شاذ و نادر ہی کسی انسان کا گزر ہوتا ہو۔ لیلیٰ اور سلطانہ یہی چاہتی تھیں۔ اب میں بھی یہی چاہتا تھا۔ ویرانے کی طرف سفر کرنے کا یہ فائدہ ہوا کہ اب وہ بہنیں میرے دماغ میں نہیں آتی تھیں۔ اگر آتیں تو میں ان کے تنویمی عمل کے مطابق انہیں محسوس نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ اب میرے اندر نہیں آ رہی تھیں۔ چور کی چوری مشکل سے پکڑی جاتی ہے مگر وہ ایک سچے اور دیندار بزرگ کی بیٹیاں تھیں۔ جو زبان سے کہہ دیتی تھیں' اس پر عمل کرتی تھیں۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا اگر میں کسی ویرانے میں گمنامی کی زندگی گزاروں گا تو وہ کبھی میرے پاس نہیں آئیں گی۔

سونیا نے کہا تھا۔ لیلیٰ ہفتہ میں ایک بار صرف پانچ منٹ کے لئے میرے دماغ میں آئے گی۔ پھر اطمینان کر کے چلی جائے گی کہ میں اپنے وعدہ کے مطابق انسانی آبادی سے دور گمنامی کے دن گزار رہا ہوں۔

شاید میں کبھی ایسی زندگی گزارنے پر آمادہ نہ ہوتا لیکن میرا ضمیر کہہ رہا تھا کہ اب مجھے شیخ الفارس مرحوم کی ہدایات پر عمل کرنا چاہئے۔ میرے دماغ نے سمجھایا' اس طرح لیلیٰ اور سلطانہ کی خیال خوانی سے نجات مل سکتی ہے اور جذبات نے سمجھایا' جینا جیسی حسینہ میرے ساتھ ہے پھر مجھے اور کیا چاہئے! وہ میرے ساتھ رہے گی تو جنگل میں بھی منگل مناتا رہوں گا۔

سونیا' لیلیٰ اور سلطانہ کو مجھ پر بھروسا نہیں تھا۔ ان کا خیال تھا کہ ایک دن جینا سے بھی میرا دل بھر جائے گا۔ میں کسی نئی کی تلاش میں رہوں گا۔ ایسے وقت انہوں نے سوچا تھا کہ وہ جینا کو عارضی طور پر مجھ سے دور کر دیں گی۔ پھر اسے ایک نئے میک اپ اور ایک نئی حسینہ کے روپ میں دوبارہ میرے پاس پہنچا دیں گی۔ پھر ظاہر ہے کہ میں اسے ایک نئی حسینہ سمجھ کر ضرور گلے لگاؤں گا۔

مجھے ان کے اس منصوبے کا علم نہیں تھا۔ سونیا نے انہیں ایسی چال چلنے کا مشورہ دیا تھا۔ میرا خیال ہے' میں نے عشق کی دنیا میں بڑی سکندری کی ہے۔ اب سکندر بن کر کسی نئی حسینہ کو فتح نہیں کروں گا۔ عمر کا بھی تقاضا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ جینا میری زندگی کی آخری ساتھی ہے۔

یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ ویسے سونیا اور دو بہنوں نے طے کر لیا تھا' خواہ کچھ ہو' جینا ہی گھوم پھر کر نئے نئے روپ میں میرے ویرانے کو آباد کرنے آیا کرے گی۔

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں' مجھے ان کے منصوبوں کا علم نہیں تھا۔ لیکن ایک بات سمجھ گیا تھا کہ جینا کو ویرانہ کہاں پسند ہے۔ لیلیٰ نے اس پر تنویمی عمل کر کے یہ بات اس کے دماغ میں نقش کر دی ہے کہ وہ انسانی آبادی میں بیزاری اور ویرانے میں خوشحالی محسوس کیا کرے گی۔ وہ ویرانے میں خوش رہے گی تو میں بھی انسانی آبادی کا رخ نہیں کروں گا۔ میں ان کی اس چال کو سمجھ گیا تھا۔ دوسری چال ابھی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ شاید یہ اپنے وقت پر سمجھ میں آنے والی تھی۔

بہرحال میرا سفر جاری تھا۔ مجھے اپنی پسند کے ویرانے کی تلاش تھی۔ میں نے جہاں گاڑی روکی' وہاں سے کوئی ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک آبشار تھا۔ پہاڑ کی بلندی سے گرتا ہوا پانی اور پانی کے دور تک اڑتے ہوئے چھینٹے ایک عجب طرح کی دھند پیدا کر رہے تھے۔ چاروں طرف کی ہریالی میں وہ دھند بڑی اچھی لگ رہی تھی۔ دریا کی لہروں کا ترنم کانوں کو بھلا لگ رہا تھا۔ دریا کے کنارے بانسوں سے بنا ہوا ایک خوبصورت کاٹیج تھا۔ یہ جگہ مجھے پسند آ رہی تھی۔

اس کاٹیج کے سامنے ایک زرد رنگ کی وین کھڑی ہوئی تھی۔ ایک بوڑھا انگریز اس گاڑی کی چھت پر سامان رکھ رہا تھا۔ جینا ٹریلر کے اندرونی راستے سے میرے پاس آ کر بولی۔ "گاڑی کیوں روک دی۔ کوئی خاص بات ہے؟"

میں نے کہا "بائیں جانب دیکھو۔ آبشار ہے' دریا ہے' کاٹیج ہے' ہریالی ہے۔ کیا یہ نظارہ پسند ہے؟"

وہ کھڑکی سے سر نکال کر دلچسپی سے وہ منظر دیکھنے لگی۔ پھر بولی "ہائے کتنا خوبصورت منظر ہے۔ کیا ہم یہاں رہیں گے؟"

"چلو معلوم کرتے ہیں' وہ کس کا کاٹیج ہے۔"

میں نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر اسے کچے راستے پر موڑ دیا۔ جینا نے کہا "معلوم ہوتا ہے' اس کاٹیج کا مالک کہیں جا رہا ہے۔ کیا یہ ہمیں کرائے پر کاٹیج دے گا؟"

"میری جان! تم کرائے کی بات کر رہی ہو' یہ کاٹیج ہمیشہ کے لئے تمہارا ہو جائے گا۔"

وہ بوڑھا انگریز اپنا سامان رکھ چکا تھا۔ ہمیں اپنی طرف آتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ میں نے کچھ فاصلے پر گاڑی روک دی۔ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس دیکن میں ایک بوڑھی عورت بیٹھی ہوئی

تھی ۔ وہ بھی باہر آکر بوڑھے کے پاس کھڑی ہوگئی ۔ ایک اسکارف سے آنکھیں پونچھتی ہوئی ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی ۔ اس کی آنکھوں سے ظاہر تھا کہ وہ رو رہی تھی ۔ میں نے اور جینا نے ان سے مصافحہ کیا ۔ پھر پوچھا "کیا یہ تمہارا کانیچ ہے ؟"

بوڑھی خاتون رونے لگی ۔ بوڑھے نے کہا "یہ انسانوں کا نہیں ' شیطانوں کا کانیچ ہے ۔"

میں نے کانیچ کی طرف دیکھا ۔ اس کی چھت پر ایک بڑے سے بورڈ پر "خوش آمدید" لکھا ہوا تھا ۔ بوڑھے نے کہا "ہم پچھلی رات یہاں آئے تھے ' ہمارے ساتھ ایک جوان بیٹا اور ایک جوان بیٹی تھی ۔ اب وہ دونوں نہیں رہے ۔ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ۔"

جینا نے پوچھا "کہاں چلے گئے ؟"

"یہ معلوم ہوتا تو ہم انہیں ڈھونڈ کر لے آتے ۔ ان پر شیطانی سایہ پڑ گیا تھا ۔ اس کانیچ کے اندر جاکر ان کی عجیب حالت ہوگئی تھی ۔ وہ پہلے ہمارے فرمانبردار تھے ' ہماری ہر بات مانتے تھے ۔ یہاں آکر بدل گئے ۔ ہم سے گستاخی کرنے لگے ۔ کہنے لگے ' یہاں بوڑھوں کا کوئی کام نہیں ہے ۔ یہاں سے چلے جاؤ ۔"

میں نے پوچھا "ان کے کہنے سے تم جارہے ہو ؟"

بوڑھی خاتون نے کہا "کوئی اپنی اولاد کو نہیں چھوڑتا ۔ ہم آدھی رات تک انہیں سمجھاتے رہے لیکن وہ ہمیں چھوڑ کر جانے لگے ۔ باپ نے بیٹی کو پکڑا کہ نہ جاؤ ۔ میں بیٹے کے قدموں سے لپٹ گئی مگر اس نے میرے بالوں کو پکڑ کر اتنی زور سے جھٹکا دیا کہ میں بلبلا اٹھی ۔ ہمارے بچوں نے کبھی ہم سے بدتمیزی نہیں کی تھی ۔ اس کانیچ میں شیطان رہتے ہیں ۔ وہ شیطان ہمارے بچوں کے اندر گھس گئے تھے ..."

بوڑھے نے کہا "ہم سے ہمارے بچوں نے گستاخی نہیں کی ' شیطانوں نے ہم پر ظلم کیا ہے ۔ وہ دونوں ہمیں مار پیٹ کر دھکے دے کر چلے گئے ۔ ہم نے ان کا پیچھا کیا مگر وہ جوان ہیں ' ہم بوڑھے ہیں ۔ بڑھاپا جوانی کا پیچھا نہ کرسکا ۔ وہ اُدھر جھاڑیوں کے پیچھے کہیں گم ہوگئے ۔"

اس نے گھنے درختوں اور جھاڑیوں کی طرف اشارہ کیا ۔ میں نے کہا "میرے ساتھ چلو ۔ میں انہیں تلاش کروں گا ۔"

"کہاں تلاش کروگے ؟ ہم نے ٹارچ کی روشنی میں اُدھر کا علاقہ چھان مارا ہے ۔ صبح ہوتے ہی آبشار کے قریب گئے ۔ وہ جو پانی بلندی سے گر رہا ہے ' اس کے پیچھے پہاڑ کے اندر راستہ ہے ۔ ہم نے اس پہاڑی سرنگ میں تھوڑی دور جاکر دیکھا ۔ وہاں سانپ ہی سانپ نظر آئے ۔ اس سرنگ سے کوئی پیدل نہیں گزر سکتا ہے ۔ ہمارے بچے ادھر نہیں جاسکتے تھے ۔ ہم مایوس ہوکر لوٹ آئے ۔"

خاتون نے کہا "ہم کسی قریبی ٹاؤن میں جائیں گے پھر وہاں سے پولیس پارٹی کے ساتھ آئیں گے ۔ ہمیں یقین ہے ' پولیس والے انہیں ڈھونڈ نکالیں گے ۔"

کانیچ پر خوش آمدید کا بورڈ لگا ہوا تھا ۔ وہاں سے گزرنے والے مسافروں کے لئے دروازہ کھلا رہتا تھا ۔ تھکے ہوئے مسافر وہاں ضرور تھکن اتارنے آتے ہوں گے ۔ جس طرح وہ بوڑھے اپنی جوان اولاد کے ساتھ آئے تھے ' جیسے اب میں جینا کے ساتھ وہاں رہنے آیا تھا ۔ میں نے کہا "جب تمہارے ساتھ ایسا ہوا ہے تو دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہوگا ۔"

"ہاں ' تمہارے ساتھ بھی یہی ہوسکتا ہے ۔ یہ تمہارے ساتھ ایک حسین لڑکی ہے ۔ شیطان اسے لے جائیں گے ۔ اور تمہیں رونے کے لئے چھوڑ دیں گے ۔"

جینا یہ سن کر میرے بازو سے لگ گئی ۔ میں نے بوڑھے سے کہا "ہم سے اور تم سے پہلے آنے والوں نے بھی قریبی ٹاؤن میں جاکر پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کرائی ہوگی ۔ صرف جوان لڑکے اور حسین لڑکیاں ہی غائب ہوا کرتی ہیں تو اس اغوا کے پیچھے کوئی گہری چال ہے ۔ میں اس کانیچ میں جاکر دیکھوں گا کہ یہ ماجرا کیا ہے ؟"

"نہ جاؤ ۔ ہم نے جو صدمہ اٹھایا ہے ' اس سے سبق حاصل کرو ۔ یہ لڑکی حسین ہے ' جوان ہے ۔ کانیچ میں پہنچتے ہی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی ۔"

جینا نے مجھے اپنی گاڑی کی طرف کھینچتے ہوئے کہا "ہم واپس جائیں گے ۔"

میں نے اسے تھپکتے ہوئے کہا "میں ہمیشہ انسان نما شیطانوں سے جنگ کرتا آیا ہوں ۔ یہاں بھی اگر شیطان ہیں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا ۔"

"فرق پڑے گا" بوڑھے نے کہا "تم اپنی باتوں سے دلیر لگتے ہو لیکن انسانوں اور شیطانوں میں بڑا فرق ہوتا ہے ۔ یہاں کوئی شیطانی چکر ہے ۔"

میں نے کہا "یقیناً تمہارے جوان بچوں کے ساتھ کالے جادو کا عمل ہوا ہے ۔ افریقہ کے جنگلات میں رہنے والے قدیم ترین قبیلے کے سردار کالے جادو کے خطرناک عامل ہوتے ہیں ' میں کالے عمل کا توڑ کرنے کی کوشش کروں گا ۔"

"کیا تم کالا جادو جانتے ہو ؟"

"میں مسلمان ہوں ۔ جادو کو مانتا ہوں مگر اس پر لعنت بھیجتا ہوں ۔ شیطانی علم صرف شیطان کو جاننا چاہئے ' مسلمانوں کو صرف اس کا توڑ سیکھنا چاہئے ۔"

خاتون نے کہا "تمہاری باتوں اور تمہارے ارادوں سے میرا صدمہ کم ہورہا ہے ۔ کیا تم میرے بچوں کو واپس لاسکو گے ؟"

"انشاءاللہ ! پوری کوشش کروں گا ۔ کیا تمہارے پاس ان کی تصویریں ہیں ؟"

"ہاں ' ہمارے سامان میں ہیں ۔ کیا تم دیکھنا چاہتے ہو ؟"

"ضرور دیکھوں گا ۔"

میں جینا کو ان کے پاس چھوڑ کر کانیچ کے برآمدے میں آیا ۔ اندر جانے سے پہلے چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگا ۔ وہ جگہ بہت اچھی تھی ' بہت خوبصورت تھی ۔ کہیں سے بھی خطرہ محسوس نہیں ہوتا تھا ۔ اگر ان بوڑھے والدین سے ملاقات نہ ہوتی تو ہم کبھی یقین نہ کرتے کہ وہاں کوئی شیطانی چکر چل رہا ہے ۔ میں اس کانیچ کے چاروں طرف گھوم کر واپس آیا تو بوڑھے نے ایک البم لاکر دیا ۔ میں نے جینا سے کہا "ان مظلوم والدین سے باتیں کرو ۔ میں کچھ دیر البم دیکھتا رہوں گا ۔"

وہ سمجھ گئی کہ میں کیا کرنے والا ہوں ۔ میں ٹریلر کے اندر آکر بیٹھ گیا ۔ البم کھول کر دیکھنے لگا ۔ پہلے صفحے پر ان بوڑھوں کی تصویر تھی ۔ ان کے ساتھ ایک جوان لڑکی اور جوان لڑکا بھی نظر آرہا تھا ۔ دوسرے صفحے پر ان جوانوں کا کلوزاپ تھا ۔ چہرہ اور آنکھیں صاف طور سے نظر آرہی تھیں ۔

میں اس لڑکی کی آنکھوں میں دیکھنے لگا ۔ دیکھتے دیکھتے اس کے دماغ میں پہنچ گیا ۔ وہ گھاس پھوس سے بنے ہوئے بستر پر سو رہی تھی ۔ میں اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹٹولنے لگا ۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ پوری طرح محزوم ہے لیکن وہ جادو اس کے دماغ کے تہ خانے تک نہیں پہنچا تھا ۔

کالے جادو کی یہ سب سے بڑی خامی ہے کہ وہ اوپر ہی اوپر اثر انداز ہوتا ہے ۔ یہ ازل سے ہوتا آیا ہے کہ شیطان جب گمراہ کرتا ہے تو وہ انسان کے بہت اندر تک پہنچ نہیں پاتا کیونکہ خدائے ذوالجلال نے انسان کو پیدا کرتے وقت اس کے بہت اندر انسانیت رکھی تاکہ وہاں صرف ایمان اثر انداز ہوتا رہے ۔ شیطانی عمل کا دوسرا نام کالا جادو ہے ۔ یہ ایمان والوں پر نہ کبھی اثر کرتا ہے ' نہ کبھی اثر کرے گا ۔ اس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ انسان کو صرف سطحی طور پر متاثر کرتا ہے ۔

اور یہ تو میں دماغ کے اندر پہنچ کر دیکھتا ہوں ۔ اس لڑکی کے اندر بھی جاکر دیکھ رہا تھا ۔ وہ سوچ رہی تھی کہ وہ محزوم ہے ۔ اسے کچھ ہوگیا ہے ۔ وہ اپنے آپ میں نہیں ہے ۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے یاد رکھنا چاہئے کہ میں اپنی ماما اور پاپا کے ساتھ ایک کانیچ میں آئی تھی ' اس کانیچ میں ایک بڑے سے بورڈ پر خوش آمدید لکھا ہوا ہے ۔"

اس کی سوچ نے کہا "مجھے یاد ہے ۔ میں ماما ' پاپا اور اپنے بھائی پیٹر جان کے ساتھ اس کانیچ کے اندر گئی تھی ۔ ہم نے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا ' ایک میز پر ایک بڑی سی موم بتی رکھی ہوئی تھی ۔ پیٹر جان نے دیا سلائی سی اس موم بتی کو روشن کیا ۔ اس کے ساتھ ہی گم صم سا ہوکر موم بتی کی لو کو تکنے لگا ۔ ہم اس کی روشنی میں کمرے کا جائزہ لے رہے تھے ' تب پیٹر نے مجھے مخاطب کیا ... لارا ... ادھر آؤ ۔ ذرا اسے دیکھو ۔"

میں جس لڑکی کے دماغ میں تھا ' اس کا نام لارا جان تھا ۔ اس کے بیان کے مطابق جب بھائی پیٹر نے اسے بلایا تو اس نے بھی قریب جاکر موم بتی کی لو کو دیکھا ۔ پھر وہ بھی اس لو میں کھو گئی ۔ اسے روشن لو میں اک نیگرو کا بھیانک چہرہ نظر آرہا تھا ۔ اس نے سر پر دو بڑی بڑی سینگوں والی وگ پہنی ہوئی تھی ' سیاہ چہرے پر مختلف رنگوں سے بنی ہوئی لکیریں تھیں ۔ اس نے ننھی ننھی انسانی کھوپڑیوں کی مالا پہنی ہوئی تھی ۔ اس کی دو ہتھیلیوں پر دو کوڑیاں رکھی ہوئی تھیں ۔ وہ اجنبی زبان میں منتر پڑھ کر کوڑیوں پر پھونک رہا تھا ۔ اچانک ہی وہ کوڑیاں اس کی ہتھیلیوں پر سے اڑ گئیں ۔ فضا میں اڑتی ہوئی آنے لگیں ۔ اب وہ نیگرو جادوگر انگریزی زبان میں کہہ رہا تھا "جاؤ ... جاؤ ... میرے شکار کو لے آؤ ۔"

یکبارگی ان دونوں کو دماغی جھٹکا سا پہنچا ۔ ایک کوڑی آکر پیٹر کی پیشانی سے اور دوسری کوڑی آکر لارا کی پیشانی سے چپک گئی ۔ لارا نے پلٹ کر باپ سے کہا "پاپا ! یہاں سے جاؤ ۔"

پیٹر نے ماں سے کہا "ماما ! جتنی جلدی ہوسکے ' ہمیں چھوڑ کر چلی جاؤ ' ورنہ ہم تمہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے ۔"

یہیں سے والدین اور جوان بچوں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی ۔ وہ کہیں جانا چاہتے تھے اور والدین جانے نہیں دیتے تھے ۔ انہوں نے باتوں سے سمجھایا ' ہاتھوں سے روکا ۔ بوڑھے پاؤں جہاں تک ساتھ دے سکتے تھے ' وہاں تک انہوں نے پیچھا کیا ۔ پھر لارا اور پیٹر ان سے بہت دور نکل گئے ۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ کہاں جارہے ہیں ۔ ان کی پیشانیوں سے چپکی ہوئی کوڑیاں انہیں لے جارہی تھیں ۔

پھر وہ آبشار کے گرتے ہوئے پانی کے پیچھے آگئے ۔ وہاں ایک غار کے پاس چند سیاہ فام ہاتھوں میں مشعلیں لئے کھڑے تھے ۔ وہ ان کے پیچھے چلنے لگے ۔ اس غار میں سانپ ہی سانپ دکھائی دے رہے تھے ۔ سیاہ فام اپنی مشعلوں کی آگ سانپوں کی طرف کرتے ' وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگتے ۔ ان کے درمیان راستہ بنتا جاتا اور وہ وہاں سے گزرتے جاتے تھے ۔ کوئی آدھے میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ غار کے دوسری طرف نکل آئے ۔

وہاں پہنچتے ہی ڈھول تاشوں کی آوازیں ابھرنے لگیں ۔ کچھ فاصلے پر کئی جھونپڑیاں نظر آرہی تھیں ۔ کالے کلوٹے مرد ' عورتیں اور بوڑھے خوشی سے اچھل اچھل کر کچھ کہہ رہے تھے ۔ لارا اور پیٹر کو گزرنے کا راستہ دے رہے تھے پھر ان کے پیچھے چلتے جارہے تھے ۔ بستی کے درمیان ایک کھلی جگہ تھی ۔ وہاں ایک بڑے سے چبوترے پر شیطان کا بڑا سا پتلا بنا ہوا تھا ۔ پتلے کے قدموں میں لکڑی کا ایک تخت بنا ہوا تھا ۔ اس تخت پر وہی خوفناک چہرے والا نیگرو بیٹھا ہوا تھا جسے وہ بہن بھائی موم بتی کی لو میں دیکھ چکے تھے ۔ وہ نوکیلی سینگوں والی وگ

سر پر پہنے ہوئے تھا۔ اس کے سیاہ چہرے پر مختلف رنگوں سے لکیریں بنی ہوئی تھیں اور ننھی ننھی انسانی کھوپڑیوں کی ایک مالا اس کے گلے میں تھی۔

جب وہ دونوں سحرزدہ انداز میں چلتے ہوئے چبوترے کے پاس جادوگر کے سامنے پہنچے تو اس نے قہقہہ لگایا پھر دونوں ہتھیلیاں آگے بڑھائیں۔ لارا اور پیٹر کی پیشانیوں سے وہ کوڑیاں اچھل کر اس کی دونوں ہتھیلیوں پر آگئیں۔ وہ بہن بھائی ایک دم چونک پڑے۔ کوڑیوں سے نجات ملتے ہی وہ ہوش میں آگئے' سہمے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ سیاہ فام مرد ہاتھوں میں رائفلیں اٹھائے ان کے چاروں طرف ناچ رہے تھے' ڈھول اور تاشے زور زور سے بجائے جارہے تھے۔

لارا اپنے بھائی سے لپٹ کر رونے لگی۔ پیٹر نے چیخ چیخ کر پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ ہم یہاں کیسے آگئے؟ ہم تو کانچ میں ماما اور پاپا کے ساتھ تھے۔"

اس کی باتیں کوئی نہیں سن رہا تھا۔ دوسری جنگِ عظیم سے پہلے افریقہ کے قبائلی باشندے اتنے پسماندہ تھے کہ لباس پہننا بھی نہیں جانتے تھے۔ صرف نیزوں اور تیر کمان کا استعمال جانتے تھے۔ آج وہ یورپی تہذیب سے بڑی حد تک واقف تھے۔ انہوں نے پتلون' بنیان اور بش شرٹ وغیرہ پہنا ہوا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔ کتنی ہی کالی کلوٹی عورتوں نے اسکرٹ اور بلاؤز پہنے ہوئے تھے۔ اتنی تہذیب کے باوجود وہ کالا جادو جاننے والے قبائلی سردار کے آگے سجدہ کرتے تھے اور اسے اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے۔

سردار اپنے تخت سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ تمام رقص کرنے والے رک گئے۔ ڈھول تاشے کی آواز تھم گئی۔ جب وہ مخاطب ہوا تو دونوں بہن بھائی حیران رہ گئے۔ وہ انگریزی زبان بول رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا۔ "میں دنیائے طلسمات کا بادشاہ ہوں۔ میرے جادو کا کوئی توڑ نہیں ہے۔ جو سحرزدہ ہو کر یہاں آتے ہیں' وہ پھر واپس نہیں جاتے تم بھی آئے ہو' کبھی واپس نہ جانے کے لئے۔"

پیٹر نے پوچھا "تم ہم سے چاہتے کیا ہو؟"

"غلامی... ایک وقت تھا جب سفید فام آقا ہمارے قبیلوں میں آکر ہم سیاہ فام لوگوں کو غلام بنا کر لے جاتے تھے۔ وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ کیا ہم غلام بنائے جانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں؟"

اس نے ہاتھوں کے اشارے سے آس پاس دکھاتے ہوئے کہا "دیکھو' ہم کتنے کالے اور بدصورت ہیں۔ گورے بچے ہم سے ڈرتے تھے مگر ہمارے قبیلے میں جو آئندہ نسل ہوگی' وہ خوبصورت ناک نقشے والی ہوگی۔"

اس نے تین بار تالی بجائی۔ آس پاس کی مختلف جھونپڑیوں سے انگریز عورتیں نکل کر آنے لگیں۔ عورتوں کی گود میں مرے رنگ کے بچے تھے' ان کے ساتھ ایک ایک سیاہ فام مرد تھا۔ سردار نے کہا "یہ گوری عورتیں ہمارے کالے حبشی مردوں کی بیویاں اور ان کے بچوں کی مائیں ہیں۔"

اس نے پھر تین بار تالی بجائی۔ مختلف جھونپڑیوں سے انگریز مرد نکل کر آنے لگے۔ ان کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کے گلے میں رسّیوں کے پھندے تھے اور وہ رسّیاں سیاہ فام عورتوں کے ہاتھوں میں تھیں۔ ان سیاہ فام عورتوں کی گود میں گورے رنگ کے بچے دکھائی دے رہے تھے۔

عجیب تماشا تھا' جو سمجھ میں آرہا تھا۔ وہ سردار کالے جادو کے ذریعے انگریز عورتوں اور مَردوں کو اپنے قبیلے میں جبراً لاتا تھا۔ گوری عورتوں کی شادی کالے مَردوں سے اور کالی عورتوں کی شادی گورے مَردوں سے کراتا تھا۔ ان سے ہونے والے بچے نہ زیادہ کالے ہوتے تھے' نہ زیادہ بدصورت ہوتے تھے۔ بہت زیادہ خوبصورت بھی نہیں ہوتے تھے۔ البتہ آئندہ نسل کا رنگ روپ بدل رہا تھا۔ آثار بتا رہے تھے کہ یہ سلسلہ جاری رہا تو وہاں پھر کوئی سیاہ فام بدصورت حبشی بچہ پیدا نہیں ہوگا۔

وہ قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "دیکھو' میرے کالے جادو میں کتنا حسن ہے۔ میرا قبیلہ آئندہ دس پندرہ برسوں میں خوبصورت ہوجائے گا... پھر کوئی ہمیں کالا' بدصورت اور خوفناک نہیں کہے گا۔"

وہ لارا کی طرف انگلی اٹھا کر بولا "تم بلا کی حسین ہو۔ میرا دل تم پر آگیا ہے۔ میں اپنے قبیلے کی رسم کے مطابق تم سے شادی کروں گا۔ تم میرے بچوں کی ماں بنو گی۔"

وہ رونے لگی "نہیں نہیں' مجھے جانے دو۔ مجھے تم سے ڈر لگ رہا ہے۔ تم ہاتھ لگاؤ گے تو میں مرجاؤں گی۔"

پیٹر نے کہا "میں نہتا ہوں۔ تم مرد کے بچے ہو تو مجھ سے ہتھیار دو۔ پھر میرا نشانہ دیکھو۔ میں تمہیں گولیوں سے چھلنی کردوں گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "اسی لئے تو میں نے تمہارے جیسے انگریز مَردوں کو زنجیریں پہنائی ہیں تاکہ یہ کبھی بغاوت کرنا چاہیں تو زنجیروں سے آزاد نہ ہوسکیں۔"

اس نے چٹکی بجائی۔ حبشیوں نے اسے اپنی اپنی رائفل کے نشانے پر رکھ لیا۔ دو حبشی آکر اسے زنجیریں پہنانے لگے۔ اگر وہ اعتراض کرتا تو وہ ظالم اسے اور اس کی بہن کو گولی مار دیتے۔ لارا ابھی سمجھ نہیں سکی تھی کہ نجات ممکن نہیں ہے' وہ سردار کی بیوی بننے سے انکار نہیں کرسکے گی۔ اسے پھر سحرزدہ کیا جائے گا۔ یا مار ڈالا جائے گا۔

دو حبشی عورتیں اسے پکڑ کر چبوترے پر لائیں پھر اسے سردار کے قدموں میں دھکیل دیا۔ ڈھول تاشے پھر بجنے لگے۔ مسلح حبشی رقص کرنے لگے۔ سردار نے جھک کر لارا کو دونوں بازوؤں میں اٹھالیا۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ سردار کا خوفناک چہرہ دیکھ نہیں سکتی تھی' اس لئے آنکھوں کو بند کرلیا تھا۔ وہ اسے بازوؤں میں اٹھائے شیطان کے مجسمے کے چاروں طرف گھومنے لگا۔ پھر اپنے تخت کے پاس آکر پیٹر سے بولا "تو ایک ہی شرط پر زندہ رہے گا۔ اس قبیلے کی کسی عورت کو پسند کرکے شادی کرلے۔ انکار کرے گا تو ابھی تجھے گولی مار دی جائے گی۔"

پیٹر نے مجبور ہو کر دیکھا۔ سیاہ فام لڑکیاں ایک قطار میں کھڑی ہوگئی تھیں۔ ایک حبشی نے اسے رائفل کے کندے سے مارتے ہوئے لڑکیوں کی طرف دھکا دیا۔ وہ ایک ایک لڑکی کو دیکھتے ہوئے گزرنے لگا۔ اسے عام حالات میں کبھی کوئی پسند نہیں آسکتی تھی مگر جان بچانے کے لئے اس نے ایک لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

سب لوگ خوشی سے ناچنے لگے۔ ایک نے پیٹر کے گلے میں پھندہ ڈالا پھر اس کی رسی لڑکی کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ سردار نے کہا "ہمارے قبیلے کی رسم کے مطابق دن کے بارہ بجے جب سورج سر پر ہوتا ہے' تب شادی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ کل ہماری شادی اسی چبوترے پر شیطانِ معظم کے سامنے ہوگی۔ رات کافی ہوچکی ہے' اب آرام کرو۔"

وہ سیاہ فام لڑکی پیٹر کی رسّی کھینچتے ہوئے ایک طرف جانے لگی۔ سردار لارا کو دونوں بازوؤں میں اٹھائے ایک جھونپڑی کے اندر آیا پھر اسے گھاس پھوس کے بستر پر لٹا کر بولا "تم حسین اور پُرشباب ہو مگر میں سردار ہونے کے باوجود قبیلے کی رسم کے خلاف تمہیں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ کل بارہ بجے تک صبر کروں گا۔ تم یہاں آرام سے سوجاؤ۔"

وہ آنکھیں بند کئے ہوئے تھی۔ اسے دیکھنے سے خوف کے مارے جان نکلنے لگتی تھی۔ وہ دعائیں مانگ رہی تھی کہ فوراً دم نکل جائے یا اس شیطان سے کسی طرح نجات مل جائے۔ سردار نے کہا "میں جانتا ہوں' تو بند آنکھوں کے پیچھے جاگ رہی ہے۔ تجھے اس طرح نیند نہیں آئے گی۔"

اس نے کوڑی نکالی' کوئی منتر پڑھ کر کوڑی پر پھونکا پھر اسے لارا کی پیشانی پر رکھ دیا۔ وہ دوسرے ہی لمحے غافل ہوگئی۔ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ اسے اپنا ہوش نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟

ایسے ہی وقت میں اس کے دماغ میں آکر معلومات حاصل کررہا تھا۔ پھر میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر پیٹر کی تصویر کو دیکھا۔ اسے دیکھتے دیکھتے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک جھونپڑی کے اندر گھاس پھوس کے بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں مزید چھ انگریز تھے۔ سب کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ وہ پیٹر کو بتا رہے تھے کہ یہاں سے نجات ممکن نہیں ہے۔ ہمیں یہاں قید رکھا جاتا ہے۔ جب ہماری کالی بیویوں کو ضرورت ہوتی ہے' وہ آتی ہیں اور اپنے اپنے شوہر کی رسّی پکڑ کر اپنی جھونپڑیوں میں لے جاتی ہیں۔

وہ سچ مچ جانوروں کی طرح زندگی گزار رہے تھے۔ میں ایک ایک کی آواز سن رہا تھا اور ہر ایک کے دماغ میں جاکر معلومات حاصل کررہا تھا۔ اس قبیلے میں چھ سیاہ فام ایسے تھے جو اپنے سردار کی طرح انگریزی بولتے تھے۔ قریبی شہروں میں جتنے پولیس اسٹیشن تھے' ان کے پولیس افسران نیگرو تھے۔ وہ سب کالا جادو جاننے والے سردار سے مرعوب تھے۔ اس کے احکامات کے پابند تھے۔ جب بھی گوری نسل کی عورتیں اور مرد غائب ہوتے تھے۔ ان کے عزیز رشتے دار رپورٹ درج کرانے آتے تھے' وہ ان کی تسلی اور دلجوئی کے لئے دور دور تک جنگلوں میں جاتے تھے اور ناکام واپس آکر خانہ پری کرتے ہوئے رپورٹ لکھ دیتے تھے کہ قدیم وحشی قبیلے کے لوگ جادو جانتے ہیں۔ ہزار تلاش کے باوجود نظر نہیں آتے۔ محدود پولیس پارٹی کے ساتھ گھنے جنگلات میں جانے والے افسران آج تک واپس نہیں آئے۔

میں یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد ٹریلر سے باہر آگیا۔ وہ البم بوڑھے انگریز کو دیتے ہوئے بولا "ہمیں قریبی ٹاؤن میں جاکر پولیس کی مدد حاصل کرنا چاہئے۔"

"وہ تو ہم پہلے ہی جارہے تھے' تم نے خواہ مخواہ اتنی دیر روک لیا۔"

خاتون نے پوچھا "تم کالے جادو کا توڑ کرنے والے تھے؟"

"ہاں تمہارے لئے خوشخبری ہے۔ لارا اور پیٹر خیریت سے ہیں۔ میرا علم کہتا ہے۔ پولیس والے انہیں واپس لے آئیں گے۔"

وہ میاں بیوی اپنی ویگن میں بیٹھ گئے۔ میں جینا کے ساتھ ٹریلر گاڑی میں آگیا۔ وہ ڈرائیو کرنے لگی۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر اسے مختصر روداد سنائی پھر کہا "میں جانتا ہوں کہ لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان واسطی وہاں اہم معاملات میں مصروف ہیں لیکن وہ اپنی مصروفیات میں سے تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر یہاں آتے رہیں گے تو کئی مظلوموں کو شیطانی عمل کرنے والوں سے نجات مل جائے گی۔"

وہ بولی "تم نے کہا تھا' جس ویرانے میں جاؤ گے' وہاں کے متعلق ہمیں نہیں بتاؤ گے۔ کیا تمہارا ان سے نمٹ نہیں سکتے؟"

"چیلنج کروگی تو تمہاری امداد پر لعنت بھیج دوں گا۔"

"اتنی جلدی غصہ آگیا۔ یہ بڑھاپے کی علامت ہے!"

"میں بتا چکا ہوں کہ وہ خطرناک جادوگر ہے۔ اس کے قبیلے میں صرف چھ انگریزی جاننے والے ہیں۔ باری باری ان کے دماغوں میں پہنچنے تک بہت سی مظلوم عورتیں اور مرد مارے جائیں گے۔"

"تم جس زمین پر قدم رکھو گے' وہاں یہی ہوگا۔ اتنی بڑی دنیا میں کوئی ایسا ویرانہ ہے جہاں تمہاری ذات سے ہنگامہ برپا نہ ہو؟"

"ایسی جگہ ہے۔ میں یہاں شیطان سے نمٹنے کے بعد

قبرستان چلا جاؤں گا۔"

"وہاں بھی مُردے اٹھ بیٹھیں گے۔ ابھی لیلیٰ میرے پاس تھی۔ وہ سلمان کو تمہارے حالات بتانے گئی ہے۔ سلطانہ بھی وہاں آئے گی لیکن دونوں بہنیں اپنے وعدے کے مطابق تمہارے دماغ میں نہیں آئیں گی۔ سلمان کے ذریعے دشمنوں کے اندر جگہ بنائیں گی۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ جب قریبی ٹاؤن پہنچ کر وہاں کے پولیس افسر سے ملاقات کی تو سلمان واسطی میرے پاس موجود تھا۔ افسر کی آواز سن کر اس کے دماغ میں چلا گیا۔ افسر کہہ رہا تھا "یہاں پہلے بھی ایسی رپورٹیں آتی رہی ہیں۔ ہم جنگلوں میں دور تک جاتے ہیں لیکن واردات کرنے والوں کا سُراغ نہیں ملتا۔"

میں نے کہا "ہو سکتا ہے' اس بار سُراغ مل جائے اور مجرم گرفتار ہو جائیں۔"

وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔ بہانے کر کے ٹالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سلمان نے میرے پاس آکر کہا "یہ افسر اس قبیلے کے سردار سے مرعوب اور متاثر ہے۔ ابھی تمہارے ساتھ جینا کو دیکھ کر سوچ رہا ہے' اس حسینہ کو بھی سردار تک پہنچانا چاہئے۔"

سلمان کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی' اس افسر نے مجھ سے کہا "ان مجرموں کو گرفتار کرنے کی ایک صورت ہے۔ وہ لوگ حسین لڑکیوں کو اغوا کرتے ہیں۔ اگر تم ہمارے ساتھ اس حسینہ کو لے کر تلاش کرنے چلو گے تو وہ اسے حاصل کرنے کے لئے ضرور ہم سے ٹکرائیں گے۔ پھر ہم ان کا مقابلہ کرتے ہوئے ان کے اڈے تک پہنچ جائیں گے۔"

میں نے جینا کو اپنے قریب تر کرتے ہوئے کہا "یہ میری شریک زندگی ہے۔ جہاں میں جاؤں گا' وہاں یہ بھی جائے گی۔ ہمیں فوراً ان کی تلاش میں چلنا چاہئے۔"

ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ ہماری ٹریلر گاڑی بہت بڑی تھی۔ جنگل کے کچے اور تنگ راستوں سے نہیں گزر سکتی تھی۔ ہم نے اسے وہاں لاک کر کے چھوڑ دیا۔ افسر اپنے مسلح سپاہیوں کے ساتھ جیپ میں تھا۔ ہم ان بوڑھے والدین کی ویگن میں سفر کر رہے تھے۔ سفر کے دوران میں نے سلمان واسطی کو لارا' پیٹر اور دوسرے گورے قیدیوں کے دماغوں تک پہنچا دیا۔ سلمان کے ذریعے لیلیٰ اور سلطانہ بھی وہاں پہنچ گئی تھیں۔

پولیس کی جیپ ہمارے آگے تھی۔ ہم ان کی رہنمائی میں چل رہے تھے۔ افسر کا یہی خیال تھا کہ وہ ہمیں جدھر لے جائے گا' ہم اُدھر چل پڑیں گے۔ وہ ایک بستی میں جا کر وہاں کے جشموں کو اپنی زبان میں سمجھانا چاہتا تھا کہ ڈھول کی مخصوص اشاراتی آواز میں وہ جادوگر سردار تک یہ پیغام پہنچائیں کہ ایک حسین شکار فلاں راستے سے گزر رہا ہے۔

شکار کے ساتھ صرف دو مرد ہیں۔ وہ مقابلے میں نہیں ٹھہر سکیں گے۔ ہم پولیس والے بھی دکھاوے کی فائرنگ کرتے ہوئے کسی اور طرف نکل جائیں گے۔

وہ اپنے راستے پر جانے کی سوچ رہا تھا۔ میں اسے اپنے راستے پر لے جا رہا تھا۔ وہ آبشار کے قریب پہنچ کر چونک گیا۔ پھر بولا "ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟"

میں نے کہا "تم ان واردات کرنے والوں کی بستی کا راستہ خوب جانتے ہو۔ اور صحیح راستے پر آئے ہو۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ صحیح راستہ ہے؟"

"تم جس شیطان کے غلام ہو' میں اس شیطان کا بھی باپ ہوں' ساری باتیں جانتا ہوں۔ راستہ اس آبشار کے پیچھے ہے۔"

"یو شٹ اپ۔ آبشار کے پیچھے سانپوں کا غار ہے۔ وہاں سے کوئی نہیں گزر سکتا۔ تم پولیس کا وقت برباد کر رہے ہو۔"

"تم کھاتے ہو سرکار کا اور گاتے ہو سردار کا۔ میں آج تم سے سرکاری ڈیوٹی لوں گا۔"

میں نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا "یہ صاحب ٹھیک کہتا ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

ہم اپنی گاڑیوں سے اتر گئے۔ پولیس پارٹی کے پیچھے چلنے لگے۔ پتھروں پر چڑھتے ہوئے اس غار کے سامنے آئے جو سانپوں کا مسکن تھا۔ میں ان سپاہیوں کو ساتھ لے جانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ بُرے وقت میں وہ جادوگر کا ساتھ دینے والے تھے۔ افسر نے میری مرضی کے مطابق انہیں حکم دیا "دو سپاہی اپنی وردی اتاریں اور باقی سپاہیوں کے ساتھ واپس چلے جائیں۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ دو سپاہیوں نے وردی اتار کر ہمیں دی پھر سب وہاں سے چلے گئے۔ میں نے ایک وردی میں آگ لگائی پھر اس آگ سے سانپوں کو اِدھر اُدھر بھگاتا ہوا سب کے ساتھ وہاں سے گزرنے لگا۔

ہم جلد ہی غار کے دوسرے سرے سے باہر آگئے۔ دن کے بارہ بجنے والے تھے۔ اس قبیلے کی رسم کے مطابق ٹھیک بارہ بجے شادی ہونے والی تھی۔ سامنے بستی میں ڈھول تاشے اور ناچنے گانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے سلمان واسطی کے دماغ میں جا کر کہا۔ "میں بستی کے بالکل قریب پہنچ گیا ہوں۔"

سلمان نے کہا "ہم بالکل تیار ہیں۔ لارا اور پیٹر اس جادوگر کے سامنے جائیں گے تو ان کے ذریعے ہم جادوگر کے دماغ میں پہنچ سکیں گے۔"

مجھے سلمان سے باتیں کرنے کے لئے افسر کے دماغ کو چھوڑنا پڑا تھا۔ اس کا دماغ آزاد ہوتے ہی وہ چونکا۔ فوراً ہی سمجھ گیا کہ میں جادو کے ذریعے اسے جیرا یہاں تک لایا ہوں۔ وہ بے اختیار بستی کی طرف بھاگتے ہوئے چیخنے لگا۔ "سردار... مجھے بچاؤ۔ ایک جادوگر مجھے یہاں تک سحر زدہ کر کے لے آیا ہے۔"

سردار چبوترے پر کھڑا شیطان کے قد آور مجسمے کے سامنے منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کی آواز سن کر چونک گیا۔ پلٹ کر دیکھا۔ پھر قریب آنے والے افسر سے پوچھا "کیا تمہیں پتا نہیں کہ میں منتر پڑھتے وقت مداخلت پسند نہیں کرتا؟"

"میں مجبور ہوگیا تھا۔ آپ کو خطرے سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔ ایک جادوگر یہاں آپ سے مقابلہ کرنے آیا ہے۔"

"کیا بکتے ہو؟ کس کی شامت آئی ہے جو میرے مقابلے میں آئے گا؟"

میں افسر کے ذریعے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ افسر کے اندر سے نکل کر اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ چونک گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر شیطان کے پتلے سے بولا "خطرہ ہے۔ سچ مچ کوئی خطرہ ہے۔ میں اپنے اندر بوجھ محسوس کر رہا ہوں۔"

اس نے ایک کوڑی نکال کر ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہا "اے شیطان معظم! میرے اندر اور باہر جو بھی دشمن چھپا ہے' اسے میرے قدموں میں لے آ۔ میں نے بروں تیری پوجا کر کے یہ کوڑیاں حاصل کی ہیں۔ یہ ایک کوڑی دشمن کی پیشانی سے جا کر چپکے گی اور اسے یہاں لے آئے گی۔"

یہ کہتے ہی وہ منتر پڑھنے لگا۔ میں لارا کے ذریعے اس کوڑی کا شیطانی عمل معلوم کر چکا تھا۔ وہ میری بھی پیشانی سے آکر چپک سکتی تھی۔ مجھے بھی سحر زدہ کر سکتی تھی۔ اس سے پہلے ہی میں اس کے دماغ میں الٹا سیدھا منتر پڑھنے لگا۔ وہ گڑبڑا گیا۔ اپنا منتر صحیح طور پر نہ پڑھ سکا۔ اس نے پریشان ہو کر شیطان کے پتلے کو دیکھا۔ پھر شروع سے پڑھنے لگا۔ میں نے اسے گڑبڑا دیا۔ وہ گرج کر بولا "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کون مجھ پر جادو کر رہا ہے؟"

اس نے پولیس افسر کو گھور کر دیکھا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ میں بستی کے قریب پہنچا ہوا ہوں۔ میں نے اسے کہنے نہیں دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اچھل کر ایک حبشی کے پیچھے آیا۔ اس کی گردن ایک ہاتھ سے دبوچ کر دوسرے ہاتھ سے ریوالور کو نکالا۔ پھر جادوگر پر فائر کیا۔ وہ سردار ایک طرف چھلانگ لگا کر موت سے تو بچ گیا مگر زخمی ہوگیا۔ گولی اس کی ٹانگ پر لگی تھی۔ وہ چبوترے پر لڑھکتا ہوا شیطان کے پتلے کے پیچھے چلا گیا۔

میں افسر کے اندر رہ کر مسلسل فائرنگ کر رہا تھا۔ لوگ مر رہے تھے اور کچھ مورچا بنانے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ کچھ بستی کے باہر ہماری طرف آئے تو میں نے اور جینا نے فائرنگ شروع کر دی۔ ان میں سے کئی گرے اور باقی بستی کے دوسری طرف بھاگنے لگے۔

اُدھر سلمان نے سردار کے دماغ میں پہنچ کر حکم دیا۔ "میرے قبیلے میں انگریزی بولنے والے ہیں۔ وہ گورے قیدیوں کو آزاد کر دیں۔ میرے حکم پر فوراً عمل کرو۔"

اس کا حکم سنتے ہی کچھ سیاہ فام مختلف جھونپڑیوں کی طرف دوڑنے لگے۔ سردار پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کہ اس نے ایسا حکم کیوں دیا۔ وہ اپنے آدمیوں کو واپس بلانا چاہتا تھا۔ مگر زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی' دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔

وہ بہت بڑا جادوگر تھا۔ مگر جادو کا تعلق منتر پڑھنے سے تھا اور سلمان واسطی اسے پڑھنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اُدھر انگریزی زبان جاننے والے سیاہ فام گورے قیدیوں کے پاس آکر زنجیریں کھولنے لگے۔ لیلیٰ اور سلطانہ نے قیدیوں کو بولنے پر اکسایا۔ ان کے ذریعے حبشیوں کی آواز بنی' پھر ان کے دماغ پر قبضہ جما کر ان کی رائفلیں اور کارتوس گورے قیدیوں کو دیں پھر ان سے کہا "جاؤ' کوئی مسلح سیاہ فام زندہ نہ بچے۔"

وہ ہتھیار لے کر دوڑتے ہوئے چبوترے کی طرف جانے لگے۔ راستے میں آنے والے دشمنوں پر فائر کرتے رہے میں جینا کے ساتھ ایک جھونپڑی کے پیچھے آگیا۔ وہاں لارا کو قید کیا گیا تھا۔ جھونپڑی کی دیواریں سوکھی گھاس اور بانس کی کھپچیوں سے بنی ہوئی تھیں۔ میں نے چھوٹی سی کھڑکی سے دیکھا۔ وہاں ایک انگریز لڑکی سہمی ہوئی سی بیٹھی تھی۔ دو مسلح سیاہ فام کھڑے ہوئے تھے۔ باہر سے مسلسل گولیاں چلنے اور چیخنے چلانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے تڑاتڑ دو فائر کئے۔ ایک سیاہ فام گولی کھا کر گرا' دوسرا اچھل کر جھونپڑی کے اس حصے میں گیا جہاں میں اسے کھڑکی سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

جاسوسی ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ
ایک ایسے نوجوان کی داستانِ عبرت
جو حالات کے جال میں پھنس کر جرائم
کی دلدل میں پھنستا چلا گیا۔
انعام یافتہ مشہور مصنف جناب توقیر کا منفرد انداز تحریر
گمراہ
آٹھ قسطیں
قیمت فی قسط ۴۰ روپے ڈاک خرچ فی قسط ۱۰ روپے
کتابی شکل میں تیار ہے
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست خط لکھ کر طلب کریں
کتابیات پبلی کیشنز © پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

میں نے جینا سے کہا "فوراً لیٹ جاؤ' خطرہ ہے۔"

لیکن وہ میری ہدایت پر فوراً عمل نہ کر سکی۔ میرے پیچھے دو سیاہ فام حملہ کرنے آئے تھے۔ وہ ان پر گولیاں برسا رہی تھی' اس نے مجھے ناگہانی حملوں سے بچالیا اور دونوں حبشیوں کو مار گرایا۔ ملر دو چیخ مار کر اچھل پڑی۔ جھونپڑی کے اندر جو ایک سیاہ فام رہ گیا تھا' اس نے کھڑکی کے آس پاس اندھا دھند فائرنگ کی تھی۔ جینا کو لینے کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ گولی کھاتے ہی اچھل کر میرے پہلو میں آگری۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کی چیخ نے اور اکھڑتی ہوئی سانسوں نے میرے ہوش اڑا دیئے۔ میں نے اسے کھینچ کر سینے سے لگایا پھر تڑپ کر کہا۔

"جینا... جینا... تم خیریت سے ہو نا؟"

میری آواز سن کر جھونپڑی کے اندر سے پھر فائرنگ ہونے لگی۔ میں جینا کو سمیٹے ہوئے لیٹا ہوا تھا۔ گولیاں اوپر سے گزر رہی تھیں۔ فائرنگ چند سیکنڈ کے لئے رکی تو میں نے مسلسل فائرنگ شروع کر دی۔ اندر سے اس حبشی کی چیخ سنائی دی۔ پھر سناٹا چھا گیا۔

سناٹا تو میری زندگی میں چھا گیا تھا۔ میری جینا ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی تھی۔ میں کبھی ایک پل کے لئے بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ مجھے بھرپور محبت دینے والی' مجھ پر تن من نچھاور کرنے والی یوں اچانک جان نچھاور کر کے چلی جائے گی... اور میں منہ دیکھتا رہ جاؤں گا۔

جب ہمیں دنیا جہان کی مسرتیں حاصل ہوتی رہتی ہیں' تب ہم بھول جاتے ہیں کہ موت مسرتوں کا لحاظ نہیں کرتی... وہ کسی وقت بھی اپنا کام کر جاتی ہے۔ انسان اسے بھلا دے' وہ انسان کو نہیں بھلاتی... ملک الموت ایک واحد فرشتہ ہے جس میں نام کو مروّت نہیں ہے... اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ ابھی جینا کی چڑھتی جوانی ہے اور فرہاد ڈوبتا ہوا سورج ہے... وہ مجھے ڈبونے... جینا کی جوانی کو چڑھتا رہنے دے... لیکن اس نے میری محبت کو میری زندگی سے غروب کر دیا۔

سلمان واسطی نے میرے دماغ میں آکر بتایا کہ وہ جادوگر سردار ارکو جہنم میں پہنچا کر آیا ہے مگر وہ تفصیل نہ بتا سکا۔ میرے صدمے کو سمجھتے ہی خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اپنے اندر لیلیٰ کی آواز سنائی دی "میں نے وعدہ کیا تھا' تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گی... مگر ایسے وقت تو دشمن بھی آجاتے ہیں۔ میں بہت پہلے تمہارے خیالات پڑھ کر سمجھ گئی تھی کہ تم جینا سے ٹوٹ کر پیار کرتے ہو۔ اسے دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہو... اوہ خدایا! میری سمجھ میں نہیں آتا' میں تسلی کے چند الفاظ کیسے ادا کروں... تم سے کیا کہوں؟ صرف اتنا کہتی ہوں' صبر کرو... ہو سکے تو سونیا سے رابطہ کرو..."

وہ خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ سونیا کے پاس جانے یا خیال خوانی کرنے کو ایک ذرا دل نہیں چاہتا تھا۔ میں خاموش رہنا چاہتا تھا۔ مجھے اب اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ دشمن مارے گئے تھے' شیطانی عمل ختم ہو چکا تھا' گورے قیدی آزاد ہو گئے تھے' لارا کی آبرو سلامت رہ گئی تھی اور ان سب باتوں کی میں نے بہت بڑی قیمت ادا کی تھی۔

قیمت کے طور پر یہ معلوم ہوتا کہ میری جان جائے گی تو میں انکار نہ کرتا لیکن یہ معلوم ہو جاتا کہ جان تمنا جائے گی تو میں کبھی ادھر کا رُخ نہ کرتا۔ انہی حالات میں کہا جاتا ہے کہ آدمی مقدّر کے ہاتھوں میں کھلونا ہے۔

○☆○

ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنا آسان نہ تھا۔ اسے زبردست حفاظتی انتظامات کے ساتھ چھپا کر رکھا گیا تھا۔ مشی گن جھیل کے جس علاقے میں اسے رکھا گیا تھا' اس علاقے میں قدم رکھنا تقریباً ناممکن بنا دیا گیا تھا۔

سپر ماسٹر کی حیثیت سے سلمان واسطی کی فائل میں رپورٹ تھی کہ وہ آخری مشین ہے اور اس کا نقشہ بھی وہیں چھپا کر رکھا گیا ہے لیکن عقل تسلیم نہیں کر سکتی تھی کہ مشین کا نقشہ ایک ہی ہو گا۔ اس کی کئی کاپیاں ہوں گی جو نہایت رازداری سے چھپا کر رکھی گئیں ہوں گی۔ سپر ماسٹر بدلتے رہتے ہیں' اس لئے کسی بھی سپر ماسٹر کو اس سے تعلق رکھنے والے راز بتائے جاتے ہیں' دوسرے غیر متعلق راز اس سے بھی چھپائے جاتے ہیں۔

سونیا اس عزم کے ساتھ آئی تھی کہ جو مشین موجود ہے' اسے ضرور تباہ کرے گی۔ اس کے بعد دوسری تیار ہو جائے' کوئی بات نہیں۔ شیطان کبھی مرتا نہیں' دوسری صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ جب دوسری مشین کا سراغ ملے گا تو اسے بھی تباہ کیا جائے گا۔ مشین جہاں بھی ہو گی' وہاں والوں کی نیندیں حرام ہوتی رہیں گی۔ ازل سے انسان کے مقابلے میں جس طرح شیطان چلا آرہا ہے' اسی طرح اب مشین کا سلسلہ بھی شاید ختم ہونے والا نہیں تھا۔

اسے ختم کرنے کے لئے سونیا' علی تیمور اور سونیا ثانی جسمانی طور امریکا گئے تھے لیکن دماغی طور پر میرے علاوہ لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان واسطی ہمیشہ حاضر رہتے تھے۔ سونیا ثانی اور علی تیمور چند گھنٹوں یا چند دنوں کے لئے غائب ہو گئے تھے۔ کہیں اچانک ظاہر ہونے والے تھے۔

دو روز قبل سونیا نے لیلیٰ سے کہا "پارس سے رابطہ قائم کرو۔ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ اسے ہماری مہم میں شریک ہونا چاہئے۔"

لیلیٰ نے رابطہ کیا۔ کوڈ ورڈ کے ذریعے اسے دماغ میں جھلک ملی۔ اس نے پوچھا "آنٹی خیریت ہے؟"

"ہم سب خیریت سے ہیں۔ تمہاری خیریت معلوم کرنے آئی ہوں۔" سسٹر سونیا نے پوچھا ہے کہ تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو؟"

"آپ میرے ذریعے دیکھ رہی ہیں کہ میں یہودیوں کے قبرستان میں ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "اوہ خدایا! تم اپنی ممّی شیبا کی قبر پر پھول چڑھانے آئے ہو۔ تم تل ابیب میں ہو؟"

"جی ہاں' جب میں بالکل تنہا رہ جاتا ہوں تو ممّی بہت یاد آتی ہیں۔ میرا فرض ہے کہ کم از کم سال میں ایک بار ان کی قبر پر حاضری دوں۔ میں اپنی ماں کو اور کچھ نہیں دے سکتا۔ پھولوں کے ذریعے نذرانۂ عقیدت تو پیش کر سکتا ہوں۔"

"تمہیں ایسے وقت نہیں آنا چاہئے تھا۔"

"پھر کیسے وقت آنا چاہئے؟"

"جب ہم شیطانی مشین کو ختم کر دیتے اور جب.."

وہ بات کاٹ کر بولا "قطع کلامی کی معافی چاہتا ہوں۔ مشین کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہو گا۔ دراصل آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ آپ تمام خیال خوانی کرنے والے وہاں مصروف ہیں۔ خدانخواستہ میں یہاں مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں گا تو آپ میں سے کسی کو میری خبر نہ ہو گی۔ اور خبر ہو گی تو آپ لوگوں کو دونوں طرف توجہ تقسیم کرنی ہو گی۔"

"جب ایک ماں اپنی تمام اولادوں میں برابر محبت تقسیم کر سکتی ہے تو توجہ کیوں نہیں بانٹ سکتی؟ میں جس حال میں رہوں گی' تمہارے پاس پہلے پہنچوں گی۔"

"آپ نے ایک ماں کی مثال دی ہے۔ آپ کی باتوں میں بھی ممتا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ کیا بات ہے؟ پاپا سے کوئی ایگریمنٹ ہو گیا ہے؟"

وہ چند ساعتوں کے لئے چپ رہی۔ کچھ بول نہ سکی۔ پھر بولی "تم پکے شیطان ہو۔ کیا بزرگوں سے ایسی باتیں کی جاتی ہیں؟"

"بزرگوں سے نہ سہی' ماں سے باپ کا رشتہ پوچھا جاتا ہے یہ آپس کی بات ہے۔ باہر نہیں جائے گی۔ ہم ماں بیٹے کے درمیان رہے گی۔"

"زیادہ بکواس کرو گے تو چلی جاؤں گی۔"

"آپ نہیں جائیں گی کیونکہ میں آپ کو بہت اچھا لگتا ہوں۔"

"یہ مانتی ہوں' تم بہت پیارے لگتے ہو۔"

"اس لئے کہ مجھ میں ساری عادتیں پاپا کی ہیں۔"

وہ فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل آئی۔ سونیا کے پاس آکر بولی "میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔ وہ اپنے باپ کی طرح بدمعاش ہے۔"

سونیا نے پوچھا "تم فرہاد سے ڈرتی کیوں ہو؟"

"میں بھلا کیوں ڈروں گی؟"

"پھر پارس کے پاس سے آکر اس کے باپ کا حوالہ کیوں دے رہی ہو؟"

"وہ بالکل اسی انداز میں چھیڑتا ہے۔"

"بھئی' وہ تو بیٹے کے برابر ہے۔"

"وہ باپ کے حوالے سے چھیڑتا ہے۔"

"تمہیں ڈر ہے کہ یہ چھیڑ چھاڑ رنگ لائے گی۔"

"اوہ سسٹر! تم بھی ویسی ہی باتیں کررہی ہو!"

"پلیز لیلیٰ! اپنے اندر خود کو ٹٹول کر دیکھو۔ تم اتنی دیر سے بالواسطہ فرہاد کی باتیں کررہی ہو۔ جبکہ تمہیں پارس کے متعلق بتانا چاہئے تھا۔"

"اوہ خدایا! میں یہ بتانا بھول گئی کہ وہ تل ابیب پہنچ گیا ہے۔"

"اچھا تو وہ شیبا کی قبر پر پھول چڑھانے گیا ہے۔ اس سے پوچھو' واپس کب آرہا ہے؟"

لیلیٰ ہچکچانے لگی۔ وہ پارس کے پاس ابھی نہیں جانا چاہتی تھی۔ جانے سے کچھ ہوتا تھا۔ بنا باتوں ہی باتوں میں باپ تک پہنچا پتا تھا۔ اس نے سلطانہ کے پاس آکر کہا "میں سسٹر کے پاس مصروف ہوں۔ تم ذرا معلوم کرو' پارس تل ابیب سے کب واپس آئے گا؟"

سلطانہ نے پارس کے پاس آکر کوڈورڈز ادا کئے پھر پوچھا۔ "تم یہاں کیا کررہے ہو؟"

"آنٹی! آپ سب میرے دماغ میں کیوں آرہی ہیں؟"

"آپ سب کا مطلب کیا ہوا؟ کیا لیلیٰ آئی تھی؟"

"نہیں' انکل سلمان آئے تھے۔ مجھ سے پوچھ رہے تھے' جوڑی کیسی رہے گی؟"

"یہ کیا بکواس ہے؟"

"یقیناً بڑے اگر چھوٹوں سے ایسی بات پوچھیں تو یہ بکواس ہوتی ہے۔ میں نے انکل سے کہا' آپ اوارے کے بزرگوں سے پوچھیں یا آئینے کے سامنے آنٹی کے ساتھ کھڑے ہوکر دیکھیں کہ جوڑی کیسی رہے گی۔"

"میں تھپڑ ماردوں گی!"

"میرا قصور کیا ہے؟ کیا جس آنٹی کے متعلق انہوں نے سوال کیا تھا' وہ آپ ہی ہیں؟"

"آں... نن... نہیں' میں سمجھی کہ تم مجھے سمجھ رہے ہو۔"

"آنٹی ذرا جلدی سے دیکھیں' آپ کی چوٹی میں تنکا ہے!"

وہ فوراً اس کے دماغ سے نکل گئی۔ اپنی جگہ حاضر ہوکر مسکرانے لگی۔ اسے پارس پر بڑا پیار آرہا تھا کیونکہ وہ سلمان کا نام لے کر چھیڑ رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک سلمان کا تصور کرکے مسکراتی رہی۔ پھر خیال آیا' اس نے تل ابیب سے پارس کی واپسی کے متعلق معلوم نہیں کیا ہے۔ وہ پھر اس کے پاس جاکر معلوم کرسکتی تھی لیکن وہ سلمان کے پاس پہنچ گئی' کوڈورڈز ادا کئے۔ سلمان واسطی نے کہا "وہ آئیں دماغ میں ہمارے خدا کی قدرت ہے..."

اس نے پوچھا "کیا کررہے ہو؟"

"ایک کام ہو تو بتاؤں۔ تمہارا کوئی کام ہو تو بتاؤ۔"

"میں سونیا کے پاس مصروف ہوں۔ ذرا پارس کے پاس جاکر معلوم کرو' وہ تل ابیب سے کب واپس آئے گا۔"

"بس اتنی سی بات ہے۔ میں ابھی جاکر سونیا کو بتادوں گا"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے پارس کے دماغ میں پہنچا۔ مخصوص کوڈورڈز ادا کئے۔ پارس نے کہا "تشریف لائیے' آپ ہی کا انتظار تھا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "میرا انتظار کیوں تھا؟"

"ابھی آنٹی سلطانہ آئیں تھیں۔ کہہ رہی تھیں' میں کسی بہانے تمہارے سلمان انکل کو بھیجتی ہوں۔ تم ان سے ان کے دل کی بات معلوم کرو۔"

"کمال ہے! میں تمہاری آنٹی کے لئے اپنا دماغ کتاب کی طرح کھول دیتا ہوں۔ وہ جو پڑھنا چاہیں پڑھ سکتی ہیں۔ پھر وہ اور کیا معلوم کرنا چاہتی ہیں؟"

"آنٹی نے آپ کی بے پناہ مصروفیات سے اندازہ لگایا ہے کہ آپ کو شادی کرنے کی فرصت کبھی نہیں ملے گی۔"

"ضرور ملے گی۔ یہ ٹرانسفارمر مشین کا معاملہ..."

"قطع کلامی معاف کریں' یہ معاملہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ کیا آپ قیامت تک بے چاری آنٹی پر ظلم کرتے رہیں گے؟"

"بھئی میں کوشش کروں گا کہ..."

"پھر ایک بار قطع کلامی معاف کریں۔ آنٹی کو آپ کی کوششوں پر بھروسا نہیں ہے۔ انہوں نے ایک پیغام دینے کے لئے آپ کو میرے پاس بھیجا ہے۔"

"کیا پیغام ہے؟"

"وہ کہتی ہیں' اگر آپ ان سے سچی محبت کرتے ہیں تو چوبیس گھنٹے کے اندر شادی کرلیں' ورنہ..."

"ورنہ؟ آگے بولو؟"

"انہوں نے ورنہ کے آگے کچھ نہیں کہا۔ شاید اس لئے کہ آگے آپ کہیں گے۔"

"تمہاری آنٹی بچی بن گئی ہیں۔ وہ دیکھ رہی ہیں کہ آجکل ہم کتنے مسائل میں الجھے ہوئے ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ سپر ماسٹر کی حیثیت سے یہ شادی چھپی نہیں رہی گی۔ مجھے یہاں کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے سامنے بہت سی وضاحتیں پیش کرنی ہوں گی کہ سلطانہ کون ہے؟ کس ملک سے' کس خاندان سے متعلق ہے۔ جب تک اس کی پوری ہسٹری ٹھوس ثبوت کے ساتھ نہیں پیش کی جائے گی' مجھے بطور سپر ماسٹر اس سے شادی کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"انکل! یہ ظالم سماج ہر محبت کرنے والے کا خانہ خراب کرتا آیا ہے۔ پلیز آپ ظالم سماج سے ٹکرا جائیں۔ جب دنیا والوں کو آپ کی یعنی سلمان واسطی کی شخصیت کا علم نہیں ہے تو ایک دلہن کے آنے کی خبر کیسے ہوجائے گی۔ پلیز آپ آنٹی کے پاس جائیں اور چوبیس گھنٹے کے اندر شادی کرنے کی خوشخبری سنائیں۔"

سلمان نے سلطانہ کے پاس آکر پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟ پارس ہمارے بیٹے کی طرح ہے۔ اس سے ایسی باتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"کیسی باتیں؟"

"یہی کہ میں چوبیس گھنٹے کے اندر تم سے شادی کرلوں۔"

وہ دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر بولی "اوہ نو! میں اتنی بے شرم نہیں ہوں۔ کیا میں ایسی بات کہہ سکتی ہوں؟ تم نے یقین کیسے کرلیا؟"

وہ دونوں ایک ساتھ پارس کے دماغ میں پہنچے۔ سلطانہ نے کہا "تمہیں شرم نہیں آتی۔ اپنی عمر دیکھو' کیا بچے اپنے بزرگوں کے بارے میں جھوٹی باتیں کرتے ہیں؟"

وہ بولا "میں اپنی عمر دیکھ کر ہی بات کہہ رہا تھا۔ آپ دونوں کی عمر گزرتی جارہی ہے۔ کوئی بزرگ ہوتا تو سمجھاتا' میاں شادی کی عمر گزر چکی ہے۔ عقل کے ناخن لو اور چوبیس گھنٹے کے اندر شادی کرلو۔ میری اس بات کو بکواس کہنے سے پہلے جواب دیں۔ آنٹی! کیا آپ کو شادی سے انکار ہے؟"

سلطانہ جواب نہ دے سکی۔ وہ انکار نہیں کرسکتی تھی۔ اور شرم سے اقرار بھی نہیں کرسکتی تھی۔ پارس نے پوچھا۔ انکل! آپ ہاں یا نہ میں جواب دیں۔ کیا شادی کی عمر گزرتی نہیں جارہی ہے؟"

"ہاں... مگر..."

"اگر مگر کچھ نہیں۔ آپ کو اپنا نہیں تو آنٹی کا کچھ خیال کرنا چاہئے۔"

سلطانہ نے ایک گہری سانس لی۔ پھر آہستگی سے بولی۔ پارس! تم... تم... بہت پیارے ہو!"

یہ کہتے ہی وہ چلی گئی۔ سلمان نے کہا "بیٹے! تم نے شرارت میں بڑا ہی سنجیدہ مسئلہ کھڑا کردیا ہے۔ بیشک مجھے اپنا نہیں تو سلطانہ کی عمر کا حساب کرنا چاہئے۔"

ان باتوں کے دوران پارس ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا سفر کررہا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس وہاں مختلف شعبوں کی اہم عہدیدار تھے۔ ان میں سے ایک انجینئر تھا۔ یہ کار اسی کی تھی۔ ڈرائیور نے ایک چھوٹے سے بنگلے کے سامنے گاڑی روک دی۔ پارس نے گاڑی سے اتر کر بنگلے کے اندر جاتے ہوئے کہا "انکل! آپ میرے پاس موجود رہیں اور اس بنگلے میں رہنے والوں کے خیالات پڑھیں۔ اگرچہ سب ہی ہمارے اپنے ہیں مگر ہمارے درمیان کوئی دشمن جاسوس راستہ بنا سکتا ہے۔"

بنگلے کے اندر انجینئر موجود تھا۔ اس نے پارس سے کہا "اس گاڑی میں چلو۔ میں تمہیں ایک تماشا دکھاؤں گا۔"

سلمان' انجینئر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ باہر آکر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور کو چھٹی دے دی۔ پارس نے اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا "بات کیا ہے؟"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "جس طرح بابا صاحب کے ادارے میں تمہارے پورے خاندان کی ڈی بنائی گئی ہیں' اسی طرح یہاں بھی ایسا ہی کچھ چکر چل رہا ہے۔ ابھی ہمارے آدمیوں نے تمہارے ایک ہم شکل کو پکڑا ہے۔ اسے ایک خفیہ اڈے میں لے گئے ہیں۔"

پارس نے پوچھا "وہ کون ہے؟ کیا وہ کچھ اگل رہا ہے؟"

"نہیں' بہت سخت جان ہے۔ تشدد کے باوجود ایک ہی بات کہتا ہے کہ وہ پیدائشی طور پر تمہارا ہم شکل ہے۔"

"اچھی بات ہے' ابھی اصلیت معلوم ہوجائے گی۔"

"اس کے لئے مسٹر برائن وولف کو بلانا ہوگا۔"

پارس نے کہا "آپ اطمینان رکھیں۔ مسٹر وولف ہمارے درمیان موجود ہیں۔"

یہ بات ادارے کے چند خاص افراد کو معلوم تھی کہ سلمان واسطی' لیلیٰ اور سلطانہ جیسی خیال خوانی کرنے والوں کا کوئی وجود ہے۔ دوست اور دشمن ایک خیال خوانی کرنے والے برائن وولف کے نام سے واقف تھے۔ روسی کے متعلق مشہور تھا کہ وہ ایک عرصے سے زیر علاج ہے۔

پارس انجینئر کی ساتھ خفیہ اڈے میں پہنچ گیا۔ وہاں ایک

موسیقی کی اب ت کا قاعدہ
گانا سیکھنے کیلئے نہایت موزوں کتاب
ابجدِ موسیقی

پارس رسیوں سے جکڑا ہوا کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ انجینئر نے اس سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے کہا "میں بھی پوچھتا ہوں، تم لوگ کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

سلمان واسطی اس کی بات سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچا، وہ سانس روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسے اتنی مار پڑ چکی تھی، ہڈیوں پر ایسی چوٹیں آئی تھیں کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس تو کر سکتا تھا مگر تکلیف کے باعث سانس نہیں روک سکتا تھا۔

پارس نے سلمان کی ہدایت کے مطابق کہا "اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دو۔ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ نکلے۔"

اس کے منہ کے اندر کپڑا ٹھونس دیا گیا اور اوپر سے ٹیپ چپکا دیا گیا۔ تب سلمان نے اسے دماغی جھٹکے پہنچائے۔ وہ اوں آں کی ہلکی آوازوں کے ساتھ تڑپنے لگا۔ چونکہ رسیوں سے جکڑا ہوا تھا، اس لئے تڑپنے اور مچلنے کی بھی گنجائش نہیں رہی تھی، آخر وہ حوصلہ ہار گیا۔ اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔ تب سلمان اس کے اندر سے معلومات حاصل کرنے لگا۔

وہ ایک بڑے فوجی افسر کا بیٹا تھا۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے پارس بنایا گیا تھا۔ پچھلے تین برس سے اسے زبردست ٹریننگ دی جا رہی تھی۔ اس ڈمی کو پارس کی عادات، حرکات و سکنات کے مطابق ڈھالا جا رہا تھا۔ اسے حاضر دماغی سے کام لینے کی ہر ممکن تربیت دی جا رہی تھی۔

سلمان واسطی نے یہ باتیں پارس اور انجینئر وغیرہ کو بتائیں۔

پارس نے کہا "مجھے قدرت کی طرف سے موقع مل رہا ہے کہ میں اس کی جگہ لے کر یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس میں رہوں، انکل! آپ مما سے مشورہ کر لیں۔"

جب سونیا تک یہ بات پہنچی تو اس نے کہا "ہاں واقعی یہ سنہرا موقع ہے۔ ان کا جو تا ان کے ہی سر پہ مارنا چاہئے۔ وہ پارس کی ڈمی بنا کر کسی موقع پر ہمیں دھوکا دینا چاہتے تھے۔ یہی دھوکا انہیں کھانا چاہئے۔ اس طرح ہمیں ان کے اندر کی بہت سی باتیں معلوم ہوتی رہیں گی۔"

سونیا نے سلمان کے ساتھ سلطانہ کو بھی یہ ذمے داری دی کہ وہ ڈمی پارس کی ذاتی، گھریلو اور سماجی زندگی کی ایک ایک تفصیل معلوم کریں۔ دونوں نے خیال خوانی کے ذریعے اپنا کام شروع کر دیا۔ ڈمی کے رشتے داروں، دوستوں، شناساؤں اور گرل فرینڈز کے نام اور پتے معلوم کئے۔ انجینئر نے کہا "ان میں سے میں کئی لوگوں کو جانتا ہوں۔"

پارس نے کہا "آپ انہیں باری باری فون کریں۔ مسٹر وولف آپ کے ذریعے ان کے دماغوں میں جا سکیں گے۔"

اس طرح سلطان اور سلطانہ نے ڈمی کے بہت سی واقف کاروں کے اندر جگہ بنائی۔ ان سے بھی بہتیری معلومات حاصل کیں۔ اس دوران پارس نے عارضی میک اپ اتار دیا تھا۔ اصلی روپ میں آ گیا تھا۔

اس بات کا اندیشہ تھا کہ ڈمی زیادہ دیر غائب رہے گا تو اس کی تلاش شروع ہو جائے گی۔ ڈمی صبح انٹیلی جنس کے دفتر میں حاضری دیتا تھا اور شام کو ٹریننگ سینٹر میں جا کر اپنی تربیت جاری رکھتا تھا۔ اس روز وہ دفتر میں حاضری دینے کے بعد تفریحاً کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا کہ اس کی شامت آ گئی۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس اسے کار سمیت اغوا کر کے خفیہ اڈے میں لے آئے۔ ڈمی اس خیال سے بہ آسانی چلا آیا کہ اپنے ہی ملک کے جاسوس اسے پارس سمجھ کر اغوا کر رہے ہیں۔ وہ آسانی سے ان کی غلط فہمی دور کر دے گا۔ بعد میں اسے اپنی غلطی کا پتا چلا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔

پارس اس کا لباس پہن کر اس کی کار لے کر پہلے اس کے گھر میں آیا۔ سلطانہ اسے بتاتی جا رہی تھی کہ ڈمی کس طرح گھر میں داخل ہوتا ہے، اپنے ماں باپ کو کس طرح مخاطب کرتا ہے، اس کا کمرا کہاں ہے اور اس کی ضروری اور غیر ضروری چیزیں کہاں رکھی ہیں۔

اس روز پارس ہر اس جگہ جاتا رہا جہاں ڈمی جایا کرتا تھا۔ ہر اس مرد عورت سے ملتا رہا، جس سے ڈمی کی ملاقات رہا کرتی تھی۔

شام کو ٹریننگ سینٹر میں ضروری مشقوں سے گزرنے کے دوران زیادہ مارکس حاصل کرتا رہا۔ جب یقین ہو گیا کہ ہر مقام پر ہر فوجی افسر نے اور رشتے داروں نے اس پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا ہے تو پھر سلمان نے ڈمی پر تنویمی عمل کر کے اس کی موجودہ حیثیت بھلا دی۔ پارس وہاں انجینئر کے بھتیجے کے روپ میں آیا تھا۔ اس ڈمی کو چہرے کی تبدیلی سے انجینئر کا بھتیجا بنا دیا گیا۔ ہر طرح سے مطمئن ہو کر سلمان واسطی چلا گیا۔ سلطانہ نے کہا "پارس! میں تمہارے پاس آتی جاتی رہوں گی۔"

"آنٹی ایک بات سچ بتائیں گی؟"

"میں ہمیشہ سچ بولتی ہوں۔"

"کیا میں آپ کے دل کی بات انکل تک پہنچانے میں کامیاب رہا ہوں؟"

"تم سچے شیطان ہو۔ اور میں زندگی میں پہلی بار ایک شیطان سے محبت کا اعتراف کرتی ہوں۔ آئی لو یو پارس!"

وہ چلی گئی۔ دوسرے دن فوج کے جنرل نے اسے طلب کیا اور کہا "میں نے تمہاری پروگریس رپورٹ دیکھی ہے۔ تمہارے تمام ٹریننگ کا بیان ہے کہ تم اصلی پارس سے بھی زیادہ ذہین اور حاضر دماغ ہو۔ میں ان کے بیان کی روشنی میں تمہارا امتحان لوں گا۔"

"میں حاضر ہوں سر!"

"آج رات مسز نائٹ کلب میں ایک لڑکی آئے گی۔ تمہیں معلوم کرنا ہے کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے اور اس کی اہمیت کیا ہے؟"

شام کو سلطانہ اس کے پاس آئی تو اس نے کہا "آج مجھے آزمائشوں سے گزرنا ہے۔ ایک لڑکی کی اہمیت معلوم کرنی ہے۔"

سلطانہ نے کہا "جب وہ کلب میں آنے والی اہم ہے تو اس کے دماغ میں نہیں جاؤں گی۔ ہو سکتا ہے، وہ ہماری توقع سے زیادہ زبردست ہو! مجھے دماغ میں محسوس کرے گی تو تم پر شبہ کیا جائے گا۔"

"آپ میرے ساتھ رہیں گی۔ میں اسے دوستی پر مجبور کروں گا۔ اس دوران شاید آپ کو اہم معلومات کا موقع مل جائے گا۔"

اس رات کلب میں سلطانہ، پارس کی پاس تھی۔ وہاں الپا کی حرکتوں سے شبہ ہوا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ پارس نے ایسی چال چلی کہ وہ دوستی کرنے پر مجبور ہو گئی۔ دوستی ہوئی تو رفتہ رفتہ تصدیق ہو گئی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

پارس نے جنرل کے سامنے یہ حقیقت بیان کی۔ الپا نے خوش ہو کر کہا "تمہیں واقعی مکمل پارس بنایا گیا ہے۔ آج سے تم میرے ساتھ رہو گے۔"

وہاں کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے زیادہ الپا کی اہمیت تھی۔ ایک عرصے کے بعد ان کی قوم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی پیدا ہوئی تھی۔ اسے ایک شاندار محل رہائش کے لئے دیا گیا تھا۔ محل کی انیکسی میں پارس کو رہنے کا حکم دیا گیا۔

وہ شاید تمام رات خیال خوانی میں مصروف رہی تھی۔ اس نے صبح چار بجے پارس کو اپنی خواب گاہ میں طلب کیا۔

وہاں الپا سے جو باتیں ہوئیں، اس سے پتا چلا، وہ کٹر یہودی ہے۔ اسے اندیشہ تھا کہ یہودی قوم کی ٹیلی پیتھی جاننے والی شیبا کو جس طرح فرہاد نے محبت کے جال میں پھانس لیا تھا اور اسرائیل کے خلاف استعمال کرتا رہا تھا، اسی طرح اس کے جوان بیٹے پارس اور علی تیمور الپا کو بھی پھانس سکتے ہیں۔

وہ کہتی تھی "میں حسین اور جوان ہوں۔ میرے اندر جذبات کی آندھی ہے۔ میں اگرچہ مستقل مزاج ہوں لیکن کسی مرحلے پر کوئی بھی میرے جذبات کو بھڑکا سکتا ہے۔ ایسا وقت آنے سے پہلے ہی میں نے ایک یہودی پارس کو اپنی خواب گاہ میں بلا لیا ہے۔"

اسے احتیاطی تدبیر کہتے ہیں۔ وہ شیبا کی غلطی دہرانا نہیں چاہتی تھی۔ اس سے پہلے کہ ایک مسلمان پارس اپنی مردانہ صلاحیتوں سے کبھی اسے جیت لیتا، وہ یہودی پارس کو اپنی تنہائی میں لے آئی تھی۔ جب جذبے سرد ہوں گی تو وہ کبھی نہیں بہکے گی۔

پارس کون سا پارسا تھا۔ ایک حسین اور شباب سے مالا مال دوشیزہ نے دعوت دی تھی۔ وہ انکار کرنے والا نہیں تھا۔ وہ حسین الپا کی طرف بڑھنے لگا۔ ایسے وقت کوئی بھی نصیحت کی جاتی، اس پر اثر نہ ہوتا۔ بڑھتے ہوئے قدم کبھی نہ رکتے لیکن وہ اچانک رک گیا۔ دور کہیں سے فجر کی اذان سنائی دے رہی

تھی۔ وہ نماز نہیں پڑھتا تھا لیکن اذان صرف نماز کے لئے نہیں بلاتی' فلاح کی طرف بھی بلاتی ہے۔ نماز کے لئے بھی آؤ اور اپنی بہتری کے لئے بھی آؤ۔ کوئی بھی مسلمان جس کے دل میں خدا کا تھوڑا سا بھی خوف ہوگا' وہ اذان کے وقت گناہ سے کترا جائے گا۔

پارس کترانے لگا تو الپا کو غصہ آگیا۔ وہ جذبات میں سلگ رہی تھی۔ اس نے غصے سے پوچھا "تم سچ مچ پارس نہیں ہو۔ مسلمان نہیں ہو پھر اذان کا اثر کیوں لے رہے ہو؟"

اس نے جواب دیا "مجھے ٹریننگ یہ دی گئی ہے کہ میں تنہائی میں بھی اسلامی احکامات کی پابندی کروں تاکہ کبھی چھپ کر دیکھنے والوں کو یقین ہو جائے کہ میں ڈی نہیں' اصل پارس ہوں۔"

بات بڑھ گئی تو الپا نے اسے گیٹ آؤٹ کہہ دیا۔ وہ چپ چاپ چلا گیا۔ الپا سوچتی ہوئی نظروں سے اس دروازے کو دیکھتی رہی جہاں سے وہ گیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "یہ ہر پہلو سے مکمل پارس لگتا ہے۔ پارس کا رول ادا کرنے کے لئے چھوٹی سے چھوٹی بات کا خیال رکھتا ہے لیکن ابھی اس کی حرکت سے شبہ ہو رہا ہے۔ ایک مسلمان ہر اذان کے وقت اپنی عورت کے پاس نہیں جاتا۔ یہ مسلمان نہیں ہے پھر میرے پاس کیوں نہیں آیا؟"

وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھنے لگی' سوچنے لگی "یہ درست ہے کہ تنہائی میں بھی اسے مکمل پارس بن کر رہنا چاہئے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ تنہائی میں یہودی ہو کر مسلمان کی طرح نماز پڑھنے جائے۔ جبکہ یہاں کوئی دشمن دیکھنے والا نہیں ہے!"

وہ خواب گاہ سے باہر آئی۔ کشادہ راہداری میں کنیزیں ادب سے کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ ان کے درمیان سے گزرتی ہوئی بولی "کوئی میرے پیچھے نہ آئے۔ میں تنہائی چاہتی ہوں۔"

وہ تنہا محل کے باہر آئی۔ صبح کی ہلکی سی دھیمی سی ملگجی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سیکورٹی گارڈز اسے دیکھتے ہی الرٹ ہوگئے۔ سیکورٹی افسر نے سامنے آکر سیلوٹ کیا۔ اس نے پوچھا "پارس کہاں ہے؟"

افسر نے جواب دیا "ابھی انیکسی میں گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے' میرے پیچھے نہ آؤ۔"

وہ ایک گارڈن سے گزرتی ہوئی انیکسی کے برآمدے میں آئی۔ دبے قدموں چلتی ہوئی ایک کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔

پارس اپنے بستر پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ الپا نے غصے سے پوچھا "کیا اسی طرح عبادت کی جاتی ہے؟ یہ تم تنہائی میں پارس کا رول ادا کر رہے ہو۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "دروازہ کھلا ہے۔ اندر آؤ' میں دو باتیں ابھی ثابت کروں گا۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی پھر بولی "وہ دو باتیں کیا ہیں؟"

"ایک تو یہ کہ میں ڈی پارس ہوں۔ دوسری بات یہ کہ میں اصل پارس ہوں۔"

"اپنی بکواس کو درست ثابت کرو۔"

وہ بولا "میں نے کہا تھا کہ تنہائی میں کوئی بھی آکر دیکھ سکتا ہے کہ میں اصل پارس کی طرح نماز پڑھتا ہوں یا نہیں؟ تم یہ بات تسلیم نہیں کر رہی تھیں۔ اب دیکھ لو۔ تم خود ہی جاسوسی کرنے آئی ہو کہ میں تنہائی میں کیا کر رہا ہوں!"

"میں تسلیم کرتی ہوں۔ تمہیں تنہائی میں بھی محتاط رہنا چاہئے۔"

"لیکن میں نے تنہائی میں نماز نہیں پڑھی' اس لئے تمہیں یقین ہو گیا کہ میں یہودی ہوں۔"

"ہاں میں اپنا شبہ دور کرنے آئی تھی۔ وہ شبہ دور ہو چکا ہے۔ تم مسلمان نہیں ہو۔ اب دوسری بات ثابت کرو کہ تم اصل پارس ہو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "کبھی ثابت نہیں کر سکو گے کیونکہ جو یہودی ہوتا ہے' وہ مسلمان کبھی نہیں ہوتا۔"

"میں ثابت کروں گا۔"

وہ ذرا قریب آئی۔ پارس نے اسے اور قریب کھینچ لیا پھر دونوں بازوؤں میں گرفتار کرتے ہوئے بولا "میری ممانے مجھے ایک انگوٹھی دی تھی۔ اسے میں یہاں بھول گیا تھا' اس لئے تمہیں غصہ دلا کر یہاں آیا اور یہ انگوٹھی پہن لی۔ مجھے یقین تھا' تم میرے پیچھے آؤ گی یا دوبارہ خواب گاہ میں بلاؤ گی۔"

"یہ انگوٹھی کیسی ہے؟"

"دیکھو' میں نے اسے دبایا تو ایک باریک سی سوئی نکل آئی ہے۔ یہ سوئی تمہاری گردن میں..."

سوئی گردن میں پیوست ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے الپا ایک دم سے ساکت ہو گئی۔ پارس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر بستر پر لٹا دیا پھر کہا "آنٹی! راستہ صاف ہے۔ آپ اپنا کام کریں۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

اس دلچسپ داستان کے باقی واقعات چوبیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیے۔

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

دیوتا

چوبیسواں حصہ

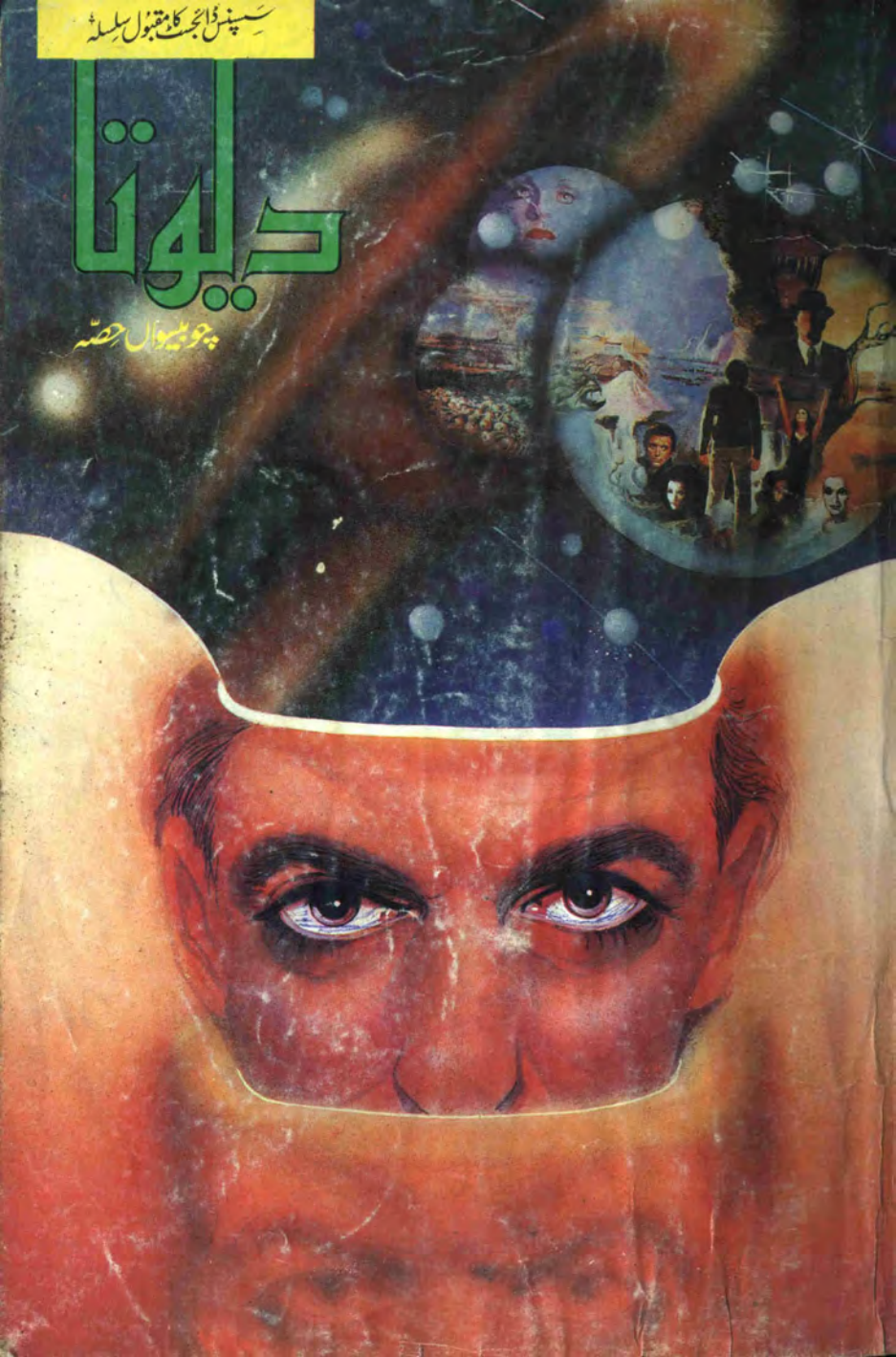

دلیلہ

فرہاد علی تیمور

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت، ایک فسوں کار کا قصہ جس کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا۔ اُس شورہ پشت شوریدہ سر کا احوال، ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔

پارس انیکسی کے دوسرے کمرے میں آیا۔ پھر بستر پر آرام سے لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک چاروں شانے چت رہ کر چھت کو تکتا رہا پھر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ دماغ کو ہدایات دیں کہ وہ چار گھنٹے تک سوتا رہے۔ اس دوران کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے۔ کوئی کمرے میں داخل ہونا چاہے تو وہ بیدار ہو جائے' ورنہ معینہ وقت تک نیند پوری ہوتی رہے۔

وہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔ سلطانہ نے کہا تھا "میں الپا پر تنویمی عمل کرکے چلی جاؤں گی۔ پھر خود نیند پوری کرنے کے بعد تمہارے پاس آؤں گی۔"

اس محل کے چاروں طرف فوجیوں کا سخت پہرا لگایا گیا تھا۔ فوج کا کوئی اعلیٰ افسر بھی اپنی مکمل شناخت پیش کیے بغیر محل کے احاطے میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ بڑی مدت کے بعد یہودیوں کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ملی تھی۔ وہ الپا کی پزیرائی کے لئے' اس کی عزت اور احترام کے لئے اور اس کی حفاظت کے لئے جو بھی اقدامات کرتے' اس سے خود مطمئن نہیں ہوتے تھے کیونکہ شیبا کے دور میں وہ مطمئن ہو کر اور خوش فہمی میں مبتلا رہ کر بہت زبردست نقصان اٹھا چکے تھے۔

وہ محل کے اندر خفیہ کیمرے اور دوسرے جاسوسی آلات چھپا کر رکھنا چاہتے تھے لیکن الپا نے اعتراض کیا تھا۔ اس نے کہا تھا "جب میں تل ابیب پہنچ جاؤں گی' تب اس محل کو دیکھنے کے بعد بتاؤں گی کہ خفیہ کیمرے وغیرہ کہاں نصب کئے جانے چاہئیں کیونکہ خوابگاہ اور سونکنگ پول وغیرہ محل کے ایسے حصے ہیں جہاں میں کسی کیمرے کی آنکھ میں نہیں [illegible]

اس کے اعتراض کے باعث ملٹری انٹیلی جنس [illegible] یہ معلوم نہیں کرسکتے تھے کہ محل کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ پارس بھی نادان نہیں تھا۔ اگر جاسوسی آلات چھپا کر رکھے جاتے تو وہ ان کا سراغ لگالیتا۔ اس نے ہر پہلو سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد الپا کو ٹریپ کیا تھا۔

وہ چار گھنٹے تک آرام سے نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہوا۔ اس کے آدھ گھنٹے بعد سلطانہ نے آکر کوڈ ورڈ ادا کئے۔ وہ بولا "ہیلو آنٹی! میں آپ ہی کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے نیند پوری کرلی؟"

"ہاں۔ میں بیدار ہوتے ہی تمہارے پاس آئی ہوں تاکہ تمہیں الپا کی موجودہ دماغی حالت تفصیل سے بتاسکوں۔ یہ میرے حساب سے ٹھیک آدھے گھنٹے بعد بیدار ہو جائے گی۔ تم اس کے قریب ہو گے۔ وہ بھول چکی ہوگی کہ تم نے ایک انگوٹھی کی خفیہ سوئی اسے چبھوئی تھی اور اس کے دماغ کو کمزور کردیا تھا۔ اسے میرے تنویمی عمل کی کوئی بات یاد نہیں رہے گی وہ یہی سمجھے گی کہ یہاں آتے ہی سوگئی تھی۔"

"آپ اس کے دماغ میں آئندہ آتی رہیں گی؟"

"میں نے تمہارے پاپا کی آواز اور لہجے میں اس پر عمل کیا ہے۔ وہ تمہارے پاپا کو کبھی اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر سکے گی۔ ہر پندرہ دن کے بعد اپنی مرضی سے خود پر تنویمی عمل کرائے گی اور ہماری معمولہ بنتی رہے گی۔"

"کوئی اور کام کی بات معلوم ہوئی؟"

"ہاں۔ جے مورگن نامی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا دیوانہ بن کر یہاں آیا ہے۔ اس پر تنویمی عمل کر کے اس کی پچھلی یادداشت اور اس کا عیسائی مذہب بھلا دیا گیا ہے۔ اب وہ خود کو پیدائشی یہودی سمجھتا ہے۔"

"اسے کس طرح ٹریپ کیا جائے گا؟"

"جے مورگن پر ہر دس دن کے بعد تنویمی عمل کیا جائے گا۔ الپا دسویں دن تمہارے پاپا کو اس کے دماغ میں پہنچائے گی فی الحال وہ ہماری گرفت میں نہیں رہے گا۔"

"کوئی بات نہیں، نظروں میں تو رہے گا۔"

"بے شک رہے گا۔ اس کا موجودہ نام موشے مورگن ہی۔ یہاں کے ہیڈ کوارٹر میں فوجی افسران کے جو بنگلے ہیں ان میں چوبیس نمبر کا بنگلا اس کی رہائش گاہ ہے۔ وہاں وہ فرضی بوڑھے والدین کے ساتھ رہتا ہے۔"

"الپا کی کچھ خاص باتیں بتائیں؟"

"بہت ذہین ہے۔ پہلے سے خطرات کو بھانپ کر حفاظتی انتظامات کرنے کی عادی ہے۔ لیکن جہاں غرور ہوتا ہے، وہاں ذہانت کمزور پڑ جاتی ہے۔ یہ کٹر یہودی ہے۔ یہ کبھی شیبا کی طرح کسی مسلمان سے محبت نہیں کرے گی۔ محبت کے ذریعے جیت لینے والے فرہاد کی فیملی سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ اس فیملی کے کسی ممبر سے بچ کر رہنے کے لئے اس نے ایک ڈمی پارس کو اپنی تنہائی کا ساتھی بنایا ہے اور خوش ہے کہ اس کی زندگی میں ایک یہودی پارس آیا ہے، مسلمان نہیں۔"

"خدا اسے ہمیشہ خوش رکھے!"

"تم اس کے ساتھ کوئی حماقت نہیں کرو گے۔"

"کیسی حماقت؟"

"یہی حماقت... یعنی کہ حماقت! تم ایسے نادان بچے نہیں ہو کہ میری بات کا مطلب نہ سمجھو۔"

"آپ ایسا کریں انکل سلمان کو میرے پاس بھیج دیں۔"

"سلمان کو کیوں؟"

"میں ان سے پوچھوں گا کہ وہ ایسی حماقت کر چکے ہیں۔"

"میں تھپڑ مار دوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس وہاں سے اٹھ کر دوسرے بیڈ روم میں آیا۔ وہ بستر پر چاروں شانے چت لیٹی ہوئی تھی۔ اس کا حسن ایسا دیدہ زیب تھا، شباب ایسا بھرپور تھا جیسے جوانی کی تمام بارود اس میں بھر کر اسے ارمانوں کی سیج پر لٹا دیا گیا ہو۔ شیشے کی دیواروں پر پردے تنے ہوئے تھے، اس لئے بیڈ روم کا ماحول

نیم تاریک تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر بھی اس نے کروٹ نہیں بدلی۔ پارس کو اس کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ وہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے بدن سے اٹھتی ہوئی مہک پارس کے نتھنوں میں آ رہی تھی اور دھیمی دھیمی سی رازدار تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

وہ ہولے ہولے کسمسانے لگی۔ تنویمی نیند پوری ہو چکی تھی۔ وہ بیدار ہو رہی تھی۔ پارس نے جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی "کیا قیامت تک سوتی رہو گی؟"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک خاموش پڑی سوچتی رہی کہ کہاں ہے اور کس کے پاس ہے؟ پھر اس نے سر گھما کر پارس کو دیکھتے ہوئے پوچھا "اوہ گاڈ! کیا میں سو گئی تھی؟"

پارس نے کہا "تمہاری کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ پہلے تم نے مجھے اپنی خواب گاہ میں بلایا۔ پھر وہاں سے بھگا دیا۔ میں اپنی خواب گاہ میں آیا تو تم یہاں چلی آئیں۔ تمہاری نیند بتا رہی تھی کہ تمہیں اپنی خواب گاہ میں نیند نہیں آتی ہے۔ کیا تم ہمیشہ دوسروں کے بیڈ روم میں سوتی ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "شٹ اپ۔ ابھی کوئی ایسا مرد پیدا نہیں ہوا جو مجھے اپنے بیڈ روم میں بلانے کی جرات کر سکے۔ یہ تو میں اپنی مرضی سے تمہارے پاس آئی ہوں۔"

"تم چاہتی کیا ہو؟"

"کیا تم نادان بچے ہو؟"

"دانشمند بچہ ہوں۔ اس لئے پوچھ رہا ہوں، کیا تمہارے اندر یہ خوف سمایا ہوا ہے کہ اصلی پارس کبھی تمہیں جیت لے گا؟"

"میں ایسی کمزور نہیں ہوں کہ اس شیطان کے بچے سے ہار جاؤں۔"

"شیطان نے شیبا کو جیت لیا تھا، اس لئے شیطان کے بچے کا خوف تمہیں ہے۔"

"مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ میں خوفزدہ نہیں ہوں۔ احتیاطاً اس جادو کا توڑ کر رہی ہوں جو کبھی مجھ پر کیا جا سکتا ہے۔"

"فرہاد نے جو کیا وہ محبت کا جادو تھا اور تم محبت کا توڑ نہیں کر رہی ہو۔"

"تو پھر یہ کیا ہے؟"

"یہ محض ہوس پوری کر رہی ہوں۔ جب جذبات کا لاوا سرد پڑ جائے اور زندگی کے کسی موڑ پر پارس یا علی تیمور تمہارے دل میں محبت جگائے گا تو تمہیں محبت کی کمی پوری کرنے کا خیال آئے گا۔ اور یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ تم نے اپنے یہودی پارس کو محبت کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ صرف ہوس پوری کی تھی۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے جو تعلقات ہوں گے، وہ محبت سے نہیں ہوں گے؟"

"ہاں۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ تم جو کر رہی ہو، وہ محبت نہیں، ضرورت سے کر رہی ہو۔ ضرورت کسی وقت بھی

پیدا ہوتی ہے اور کسی وقت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن جب محبت پیدا ہوتی ہے تو کبھی ختم نہیں ہوتی۔"

"تم مجھے محبت کا فلسفہ سمجھا رہے ہو!"

"یہ میرا فرض ہے۔ تم جس چیز سے ڈر رہی ہو، اس کا نام پارس نہیں ہے... اس کا نام محبت ہے۔ کیونکہ شیبا، فرہاد سے نہیں، محبت سے زیر ہوئی تھی۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "بہت خوب پارس! تم نے وہ بات مجھے سمجھائی ہے، جو میرے اندر تھی مگر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔"

"اب سمجھ رہی ہو تو فیصلہ کرو، تمہاری زندگی میں جو بھی شخص آئے گا، وہ محبت سے آئے گا۔ اس کے بعد پھر کسی کی محبت کا جادو نہیں چلے گا۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "میں غلطی کر رہی تھی، ایک جذباتی فیصلے پر عمل کر رہی تھی۔ تم بہت اچھے ہو۔ میں نے تمہارا انتخاب کر کے خود کو بہت ساری غلطیوں سے بچا لیا ہے۔ آئی لو یو۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔"

"کیا مجھ سے محبت ہو گئی ہے؟"

"کیا تمہیں محبت نہیں ہے؟"

"میں اس محبت کا قائل ہوں جو سوچ سمجھ کر کی جاتی ہے۔"

"ہمارے درمیان اب سوچنے کے لئے کیا رہ گیا ہے؟"

"بہت کچھ ہے۔ محبت میں کوئی حاکم نہیں ہوتا، کوئی محکوم نہیں ہوتا۔ جبکہ میں تمہارے احکامات کا پابند ہوں۔ تمہارے حکم سے آتا ہوں، تمہارے حکم سے جاتا ہوں۔"

"یہ تو ڈیوٹی ہے۔ فرض ہے۔ محبت کو فرض سے ملاؤ۔"

"یعنی میں جو پارس بنایا گیا ہوں تو اس لیے کہ تم سے محبت کرنے کی ڈیوٹی انجام دیتا رہوں؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ تمہیں دشمنوں کے لئے پارس بنایا گیا ہے۔"

"لیکن مجھے پارس کی طرح آزادانہ کام کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی جبکہ تم ہر معاملے میں آزاد ہو۔ تمہارے دماغ کے کسی گوشے میں یہ بات رہے گی کہ تم ایک محکوم پارس سے محبت کر رہی ہو۔"

"میں کبھی ایسا نہیں سوچوں گی۔ کوشش کروں گی کہ تمہیں زیادہ سے زیادہ معاملات میں آزادی ملتی رہے۔"

اس نے دونوں بانہیں پارس کی گردن میں ڈال دیں۔ پہلے وہ سوچتی تھی کہ جو بھی اس کی زندگی میں آئے گا، دیوانہ بن کے آئے گا لیکن آنے والے نے اس قدر متاثر کیا تھا کہ وہ دیوانی ہو گئی تھی۔ کبھی کبھی خیال گزرتا تھا، اگر اصل پارس ہوتا تو کیا وہ بھی اسی طرح حواس پر چھا جاتا؟ کیا اسی طرح محبت کا جادو چلتا؟ ہاں، ایسی ہی طرح چلتا ہے تو پھر اچھا ہی ہے کہ اپنے یہودی پارس کا جادو چل چکا ہے۔

خواب گاہ کی دیواریں شیشے کی تھیں۔ ان دیواروں پر پردے پڑے ہوئے تھے پردے صرف دیواروں پر نہیں تھے۔ الپا کی عقل پر بھی پڑ گئے تھے۔ وہ سحر زدہ ہو رہی تھی مگر اپنے ساحر کو نہیں سمجھ رہی تھی۔

○☆○

تینوں عورتیں سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔

اور وہ تینوں عورتیں تھیں سونیا، لیلیٰ اور سلطانہ۔ ان بے چاریوں نے بڑا زبردست منصوبہ بنایا تھا کہ مجھے کسی ویرانے تک محدود رکھنے کے لئے جینا کو میرے ساتھ رہنے دیں گی۔ کسی اور کو میری زندگی میں داخل نہیں ہونے دیں گی۔ ...اگر جینا سے میرا دل بھر جائے گا تو وہ اسے مجھ سے دور کر کے پھر اسے ایک نئے روپ میں میرے سامنے لے آئیں گی اس طرح ایک ہی شریکِ زندگی سے بہلتے ہوئے میری زندگی گزر جائے گی۔

بہت اچھا منصوبہ تھا۔ مجھے کبھی پتا نہ چلتا اور وہ اپنی چال چلتی رہتیں۔ مجھ جیسا ہر جائی ایک ہی عورت کو نئے نئے روپ میں نئی عورت سمجھ کر بہلتا رہتا لیکن تقدیر بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ جو بعض اوقات اچھی خاصی تدبیر پر پانی پھیر دیتی ہے۔ انہوں نے سب کچھ سوچا۔ مگر یہ نہیں سوچا کہ جس عورت کو نیا نیا روپ دینا ہے، وہی نہیں رہے گی تو منصوبے کا کیا بنے گا۔

ہم میں سے کوئی یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ جینا جیسی محبت کرنے والی لڑکی یوں اچانک، اتنی جلدی ہم سے جدا ہو جائے گی۔

میں نے ماضی میں بے شک ہر جائی ہونے کا ثبوت دیا ہے لیکن اب دل کے اندر دور دور تک سناٹا تھا۔ دماغ کے کسی گوشے میں یہ بات نہیں تھی کہ اس کی کمی پوری کرنے کوئی دوسری آئے گی۔ نہیں آئے گی... کبھی نہیں آئے گی... جینا میری زندگی میں داخل ہونے کے تمام دروازے بند کر کے گئی تھی۔ اب یہ دروازے نہ میں کھولنے والا تھا اور نہ ہی کوئی اور کھولنے والی تھی۔ میری جوانی کا آخری دروازہ بند ہو چکا تھا۔

سونیا کبھی یقین نہیں کر سکتی تھی اور میں یقین دلانا ضروری نہیں سمجھتا تھا۔ جینا کی ابدی جدائی کے چھ گھنٹے بعد تک میں بالکل خاموش رہا۔ خیال خوانی کے ذریعے بھی کسی سے رابطہ نہیں کیا۔ اس وحشی قبیلے کی منحوس بستی سے واپس پر گورے قیدیوں نے اپنی رہائی پر میرا شکریہ ادا کیا۔ لارا کے ماں باپ میری تعریفیں کرتے نہیں تھک رہے تھے۔ تمام لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں اور کہاں جا رہا ہوں؟ لیکن میں نے کسی کے سوال کا جواب نہیں دیا۔ دریا کے کنارے جینا کو دفن کرنے کے بعد اپنی ٹریلر گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ لوگ مجھے روکتے رہے۔

کرنے پہنچ جاتی ہیں کرتے ہے لیکن میں گاڑی اسٹارٹ
کرکے وہاں سے چل پڑا۔
مجھے نہیں جانتا تھا کہ مجھے کہاں جانا ہے۔ ونڈ اسکرین کے پار
راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ اور جب تک راستہ دکھائی دیتا رہتا'
میں ڈرائیو کرتا رہتا۔ کبھی نہ کبھی' کسی نہ کسی راستے پر زندگی
تھک کر گرنے والی تھی۔
چھ گھنٹے بعد سلمان واسطی نے رابطہ کیا۔ پھر کہا "تمہارا
دکھ بہت بھاری ہے۔ یہ ساری زندگی رہے گا لیکن ساری
زندگی تم خاموش نہیں رہ سکتے' اپنوں سے لاتعلق نہیں رہ
سکتے۔ کسی سے نہ سہی' سونیا سے باتیں کہو۔ وہ تمہارا انتظار
کررہی ہیں۔"
"میں ابھی آرہا ہوں۔"
وہ چلا گیا۔ اس نے درست کہا تھا۔ میں دنیا میں رہ کر دنیا
والوں سے اور خصوصاً اپنے محبت اور خون کے رشتوں سے دور
نہیں رہ سکتا تھا۔ یہی رشتے اپنی محبتوں سے رفتہ رفتہ نئے
سرے سے جینے کی امنگ پیدا کرتے ہیں۔
میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سونیا کے پاس پہنچا۔ اس
نے پوچھا "تمام آنسو.. ختم ہوگئے یا کچھ باقی ہیں؟"
"تم جانتی ہو' میں آنسو نہیں بہاتا۔"
"یہ بھی جانتی ہوں کہ تم اپنے اندر بیٹھ کر کبھی اتنی دیر ماتم
نہیں کرتے۔"
"ظاہر ہے' ماتم کررہا ہوتا تو تمہارے پاس نہ آتا۔"
"بلانے پر آئے ہو۔"
"آیا تو ہوں۔"
"تمہاری اسی سعادت مندی سے دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔"
میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ذرا بھی صدمے کا اظہار کروں
گا تو وہ بری طرح میرا مذاق اڑائے گی۔ پھر بھی میں نے یہ بات
دوسرے زاویئے سے کہہ دی "سونیا! تمہیں جینا کی موت پر
افسوس کے چند الفاظ ضرور ادا کرنے چاہئیں۔"
"متوفی کے کسی عزیز کے سامنے افسوس کیا جاتا ہے۔
جینا لاوارث تھی۔ میں نے دل ہی دل میں افسوس کیا ہے۔ اگر
تم چاہتے ہو کہ تمہارے سامنے تعزیتی گفتگو ہو تو مجھے بتاؤ' وہ
تمہاری کون تھی؟ یا تم اس کے کیا لگتے تھے؟"
اس نے زبردست چوٹ کی تھی۔ مجھ سے جواب نہ بن
پڑا تو میں نے جھنجلا کر کہا "تم جلی کٹی باتیں شروع کررہی ہو۔"
"باتیں شروع کرنے پر تم نے مجبور کیا ہے۔ بہتر ہے' مجھ
سے صرف کام کی ہی باتیں کرو۔"
"مجھے کل صبح تک کے لئے تنہا چھوڑ دو۔ مجھ سے کوئی
کام نہ لو۔"
"میں اس فرہاد سے بول رہی ہوں جو کسی بھی حادثے کو
چند منٹوں میں بھول جاتا ہے۔ اگر تم وہ نہیں ہو تو اسی وقت
میرے دماغ سے نکل جاؤ۔"
"شاید میں وہ فرہاد نہیں رہا۔ مجھے وقت اور حالات نے
بدل دیا ہے۔"
"یعنی وہ فرہاد نہیں رہے جو وقت اور حالات کو بدل دیا کرتا
تھا۔"
"تمہاری گفتگو کا انداز میرے اندر تحریک پیدا کررہا ہے
کہ مجھے وہی ہونا چاہئے جو اب تک خود کو ثابت کرتا آیا ہوں۔"
"کیا میں خوش ہوجاؤں کہ اپنی کوشش میں کامیاب
ہورہی ہوں۔"
میں نے شکست خوردہ انداز میں ایک گہری سانس لے کر
کہا "تم ناکام کب رہتی ہو؟ بولو کیا کام ہے؟"
"تم نے ابھی کہا' میں ناکام کب رہتی ہوں؟ ایسی کوئی
بات نہیں ہے۔ ناکامی سب کے مقدر میں ہوتی ہے۔ خصوصاً
کامیاب لوگوں کی زندگی میں ناکامی لازمی ہوتی ہے۔ اب یہی
دیکھو کہ ہم نے سوچا تھا تمہاری زندگی میں جینا کے بعد کوئی
عورت نہیں آئے گی اگر تم اس سے کبھی بیزار ہوجاؤ گے تو ہم
اسی جینا کو دوسرے روپ میں تمہارے سامنے لے آئیں گے
اور تم اسے ایک نئی ساتھی سمجھ کر قبول کرلیا کرو گے مگر تقدیر
کے ایک جھٹکے نے ہمارے منصوبے کو ناکام بنادیا۔"
"ہاں' تمہارے لئے یہ ناکامی ہے۔ مگر میرا یہ اٹل فیصلہ
ہے کہ میری زندگی میں اب کوئی نہیں آئے گی۔"
وہ ہنسنے لگی۔ میں نے ناگواری سے پوچھا "اس میں ہنسنے
کی کیا بات ہے؟"
وہ ہنستے ہوئے بولی "ایسا زبردست لطیفہ اپنی داستان میں
بیان نہ کرنا' ورنہ تمہارے قارئین بھی بے اختیار ہنسنے لگیں
گے۔"
"بہتر ہے' تم کام کی بات کرو۔"
"پہلی کام کی خوشخبری یہ ہے کہ آج سے تمہارا دماغ ہمیشہ
کے لئے آزاد ہوجائے گا۔ لیلیٰ یا سلطانہ تمہاری اجازت کے
بغیر کبھی تمہارے پاس نہیں آسکیں گی۔"
"کیا اب تک بغیر اجازت آرہی تھیں؟"
"نہیں۔ وہ زبان کی سچی ہیں۔ انہوں نے زبان دی تھی کہ
جب تک گنیا کی زندگی گزاروگے' وہ تمہارے پاس نہیں
آئیں گی۔"
اگر وہ کبھی آئی ہوں گی تو مجھے خبر نہیں ہوئی ہوگی۔"
"تمہارا یہ شبہ بھی ختم ہوجائے گا۔ وہ ہر پندرہ دن میں
ایک رات چپکے سے آکر تمہارے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل
کرتی تھیں پچھلی بار جو انہوں نے عمل کیا تھا اس کا پندرہواں
دن آج ختم ہورہا ہے۔ وہ آج رات تمہارے دماغ میں چپکے
سے نہیں آئیں گی۔"
"پھر تو میں آج تمام رات جاگتا رہوں گا۔"

"بے شک اپنے اطمینان کے لئے جاگتے رہو۔ میں
تمہیں خوشخبری سنا چکی ہوں۔"
"یہ مہربانی کیوں ہورہی ہے؟"
"ہم نے سمجھ لیا ہے۔ ہماری جنگ تم سے ہوسکتی ہے'
تمہاری تقدیر سے نہیں ہوسکتی۔ تمہارا مقدر شیطانی ہے' تم
سے شیطان ہی سمجھے گا۔"
"میں نے زندگی میں پہلی بار تین عورتوں کو عقل سے
سوچتے ہوئے دیکھا ہے۔"
"پہلی یہی سہی۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہماری عقلمندی سے
نتیجے میں تم آئندہ کتنی عقلمندی کا ثبوت دیتے رہوگے۔"
"شاید کام کی بات رہ گئی ہے؟"
"ہاں۔ تمہارا بیٹا قل ایپ میں ہے۔"
"ماں کا دیوانہ ہے شیبا کی قبر پر گیا ہوگا۔ اور یہ تو ہو نہیں
سکتا کہ وہ ہنگامے پیدا کئے بغیر وہاں سے چلا آئے۔"
"اس کا وہاں جانا توقع سے زیادہ فائدہ مند رہا ہے۔ اس نے
وہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دریافت کیا ہے۔"
وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا شنکر اور جے مورگن کے
متعلق بتانے لگی پھر اس نے کہا "سلطانہ نے تمہاری آواز اور
لہجے میں الپا پر تنویمی عمل کیا ہے لہٰذا وہ تمہیں اپنے دماغ میں
محسوس نہیں کرے گی۔ تم اس کی سوچ میں جو کہوگے' وہ اس
پر عمل کرے گی۔ ہر پندرہویں دن سے پہلے اس پر تنویمی عمل
کرتے رہوگے تو وہ تمہاری معمولہ بن کر رہا کرے گی۔"
"مجھے الپا کی آواز سنادوگی یا میں پارس کے ذریعے جاؤں؟"
"آواز سننے کے لئے تمہیں سلطانہ کے پاس جانا ہوگا۔"
"رہنے دو۔ میں چلا جاؤں گا۔"
وہ ہنستے ہوئے بولی "تم دونوں بہنوں سے کتراتے ہو۔"
"نہ کتراؤں تو بدمعاش کہوگی!"
"میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔ اب جاؤ۔"
میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ میری ٹریلر گاڑی سڑک کے
کنارے رکی ہوئی تھی۔ پتا نہیں' میں کدھر چلا آیا تھا۔ میں نے
راستوں کی نشاندہی کرنے والی تختیاں بھی نہیں پڑھی تھیں۔
میں نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی تاکہ آگے راستہ
معلوم ہوسکے۔ سونیا سے باتیں کرنے کے بعد صدمہ بڑی حد
تک کم ہوگیا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ تنہا رہوں گا تو
دکھ بڑھے گا۔ دنیا والوں کے درمیان مصروف رہوں گا تو دل اور
دماغ سے بوجھ اترتا رہے گا۔
آگے جاکر ایک سنگ میل کو پڑھا۔ پتا چلا' میں راستہ بدل
کر شمالی ساحلی علاقے کی طرف سفر کررہا ہوں اور دس کلومیٹر
کے بعد بن غازی کی بندرگاہ تک پہنچنے والا ہوں۔ میں نے
گاڑی کی رفتار بڑھادی۔ دماغ میں یہ خیال پک رہا تھا کہ تھائی
میں صدمات سے لڑنے کے بجائے مجھے اپنے کسی محبوب کے
قریب رہنا چاہئے اور میرا محبوب بیٹا پارس مجھ سے [illegible]
نہیں تھا۔ میں کسی بھی فلائٹ سے چار چھ گھنٹے کے اندر اس
کے پاس قل ایپ پہنچ سکتا تھا۔ اگرچہ سب سے اہم مسئلہ الپا
کو قابو میں کرلیا گیا تھا' تاہم وہ مکار دشمنوں کا ملک تھا۔ کسی وقت
بھی ہماری توقع کے خلاف بازی پلٹ سکتی تھی۔ پھر باپ بیٹے
کی ملاقات بھی عرصے سے نہیں ہوئی تھی۔ ملاقات کے
بہانے ہم اس مہم میں ساتھ رہ سکتے تھے۔
میں نے بیٹے کو مخاطب کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کئے۔ اس نے
خوش ہوکر کہا "ہیلو پاپا! آنٹی نے کہا تھا' آپ میرے پاس آنے
والے ہیں۔ میں بڑی دیر سے انتظار کررہا تھا۔"
"سوری بیٹے! تمہاری ایک آنٹی جینا ہم سے ہمیشہ کے
لئے بچھڑ گئی ہیں۔"
"کوئی بات نہیں پاپا! اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔
آپ صبر کریں' ستاروں سے آگے اور بھی آنٹیاں ہیں۔"
میں نے جھینپ کر کہا "تم پکے شیطان ہو۔ کام کی بات
کرو۔ مجھے الپا کے پاس پہنچاؤ۔"
وہ ایک بہترین سوٹ پہنے آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔
کہنے لگا "میں اس سے ملنے جارہا ہوں۔ آپ میرے ساتھ
رہیں۔"
"تمہاری ملاقات سے پہلے وہ کسی اہم خیال خوانی میں
مصروف ہوگی' مجھے ایسے ہی وقت جانا چاہئے۔"
اس نے ریسیور اٹھا کر رابطہ قائم کیا۔ سیکورٹی افسر کی آواز
سنائی دی۔ اس نے کہا "لادام سے کہو' پارس آرہا ہے۔"
"یس سر" سیکورٹی افسر نے ریسیور رکھ دیا۔ انٹرکام کے
ذریعے الپا کو مخاطب کیا۔ پارس کا پیغام اسے پہنچایا۔ وہ بولی۔
"پارس کو کسی روک ٹوک کے بغیر آنے دیا کرو۔"
میں افسر کے ذریعے الپا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ریسیور رکھ کر
جنرل کے دماغ میں گئی پھر بولی "سوری' میں ذرا غیر حاضر ہوگئی
تھی۔ ہاں' آپ کیا کہہ رہے تھے؟"
جنرل اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے جوڈی نارمن
کے متعلق بتانے لگا۔ پچھلی رات الپا نے جنرل کو بتایا تھا کہ سپر
ماسٹر کے بارہ خیال خوانی کرنے والوں میں ایک جوڈی نارمن
ہے۔ وہ جوڈی نارمن کو اس وقت سے جانتی ہے' جب انہیں
ٹرانسفارمر مشین سے نہیں گزارا گیا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں
جانتے تھے لیکن ایک ہی سینٹر میں ابتدائی تربیت حاصل
کررہے تھے۔ ان دنوں جوڈی نارمن کے پاس ایک لڑکی کا خط
آیا تھا' تب پتا چلا' وہ اس لڑکی سے محبت کرتا ہے۔
لڑکی کا نام کرائنا شو تھا۔ وہ لاس ویگاس کے اسٹریٹ نمبر
سولہ میں رہتی تھی۔ جنرل نے کہا تھا "لاس ویگاس میں ہمارے
آدمی اس لڑکی کو ٹریپ کریں گے اور اس کی آواز تمہیں
سنائیں گے۔"

[illegible] کی آواز سن کر اس کے ذریعے جوڈی نارمن کو کسی اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتی تھی تاکہ اسے بھی جے مورگن کی طرح خونخوار عمل کے ذریعے اپنا معمول بنا کر رکھ سکے۔ جب میں الپا کے پاس پہنچا تو وہ اسی لڑکی کے متعلق دریافت کر رہی تھی۔ جنرل نے کہا "میں ابھی اس کی آواز سنا رہا ہوں۔"

اس نے اپنے ماتحت کو اشارہ کیا۔ ماتحت نے ریکارڈر میں ایک کیسٹ لگا کر اسے آن کیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ایک لڑکی کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ الپا نے تھوڑی دیر سننے کے بعد کہا "اسے آف کردیں، میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی، کرانتا سوچ رہی تھی۔ "میں نے بھی کیسے جوان سے دل لگایا ہے۔ وہ سخت پہرے میں رہتا ہے۔ مہینوں اس کی خبر نہیں ملتی۔ خط لکھو تو دیر سے جواب آتا ہے۔ چھ ماہ پہلے فون پر بات ہوئی تھی۔ میں تو اس کی آواز سننے کو بھی ترس جاتی ہوں۔"

الپا نے اس کے اندر خواہش پیدا کی کہ وہ ابھی جوڈی نارمن کو فون پر مخاطب کرے۔ فون پر اس سے رابطہ کرنے کے لئے کئی جگہ نمبر ڈائل کر کے پہلے اعلیٰ افسران سے اجازت حاصل کرنی پڑتی تھی۔ وہ متعلقہ افسران سے درخواست کرنے لگی کہ اسے جوڈی نارمن سے باتیں کرنے کی اجازت دی جائے پہلے انکار کیا گیا۔ جب اس نے بتایا کہ اس سے فون پر رابطہ کئے چھ ماہ گزر چکے ہیں تو اسے انتظار کرنے کو کہا گیا۔

وہ انتظار کرتے ہوئے سوچنے لگی "جوڈی نے وعدہ کیا تھا کہ تین ماہ بعد ٹریننگ مکمل نہیں ہوگی اور ٹریننگ کی مدت بڑھا دی جائے گی تو وہ چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرے گا۔ میں اس کی اصول پسندی سے تنگ آگئی ہوں۔ وہ جب چاہے، میرے دماغ میں آسکتا ہے لیکن اس نے اعلیٰ افسران کے سامنے حلف اٹھایا تھا اور عہد کیا تھا کہ جب تک ٹریننگ مکمل نہیں ہوگی اور اعلیٰ افسران اجازت نہیں دیں گے، وہ کسی رشتے دار یا کسی بھی شناسا سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم نہیں کرے گا۔ وہ اپنے عہد پر قائم ہے لیکن اسے میری بے چینی کا بھی احساس ہونا چاہئے۔"

ریسیور سے آواز آئی "ہیلو، مس کرانتا! ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسٹر جوڈی نارمن کا تبادلہ کسی دوسرے سینٹر میں ہوگیا ہے۔ اس تبادلے کو انتہائی راز میں رکھا گیا ہے۔ ٹریننگ کے اختتام سے پہلے آپ اس سے بات نہیں کرسکیں گی۔ سوری۔"

ریسیور رکھ دیا گیا۔ کرانتا نے بھی مایوس ہو کر ریسیور رکھ دیا۔

مایوس تو ہم بھی ہو رہے تھے۔ وہ لڑکی ہمارے لئے بیکار تھی۔ ہمیں جوڈی نارمن تک نہیں پہنچا سکتی تھی۔ لیکن الپا نے ایک تدبیر آزمائی۔ اس نے کرانتا کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ وہ اعلیٰ افسران کو خودکشی کی دھمکی دے۔ انہیں وارننگ دے کہ اگر پندرہ منٹ کے اندر جوڈی نارمن سے اس کی بات نہ کرائی گئی تو وہ اپنی کنپٹی پر پستول کی گولی مار کر جان دے دے گی۔

اس نے فوراً ہی متعلقہ افسر سے فون پر رابطہ قائم کیا اور کہا "کوئی لڑکی اپنے منگیتر سے اتنی طویل جدائی برداشت نہیں کرسکتی اور آپ لوگ دشمنوں کے خوف سے جدائی کی میعاد بڑھاتے جارہے ہیں۔ افسر! غور سے سنو، میں نے اپنے بیڈروم کو چاروں طرف سے بند کرلیا ہے۔ میرے کمرے میں کوئی داخل نہیں ہوسکے گا۔ میرے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول ہے۔ اگر پندرہ منٹ کے اندر آپ نے مجھے جوڈی کی آواز نہیں سنوائی تو میں اس پستول سے خودکشی کرلوں گی۔"

دوسری طرف سے پریشان ہو کر کہا گیا "ایسی حماقت نہ کرنا۔ میں اعلیٰ افسران سے بات کر رہا ہوں۔ میرا انتظار کرو۔"

"میں فون پر انتظار کروں گی۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میرے گھر آکر مجھے خودکشی سے باز رکھ سکو گے تو یہ تمہاری بھول ہوگی۔ جیسے ہی میرے بیڈروم کا دروازہ توڑنے کی کوشش کی جائے گی، میں خود کو گولی مار لوں گی۔"

اس دھمکی نے اعلیٰ افسران کو یقیناً پریشان کیا ہوگا۔ الپا ان کے دماغوں میں نہیں جارہی تھی کیونکہ خیال خوانی کرنے والے جوانوں کے نگراں افسران یوگا کے ماہر ہوسکتے تھے۔ دس منٹ کے اندر ہی فون کی گھنٹی سنائی دی۔ کرانتا نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو، میں کرانتا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے جوڈی نارمن نے کہا "یہ تم کیا حماقت کر رہی ہو! کیا تم نے خودکشی کی دھمکی دی ہے؟"

"اور کیا کروں؟ نہ تمہاری صورت دکھائی دیتی ہے، نہ آواز سنائی دیتی ہے۔ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے!"

"مجھے خوشی ہے کہ تم مجھے اس قدر چاہتی ہو لیکن یہ بھی تو سوچو، یہ عارضی جدائی ہمارے بہتر مستقبل کے لئے ہے۔"

"مجھے کب انکار ہے۔ لیکن ہفتے میں ایک بار تو تم سے رابطہ ہونا چاہئے۔"

"آئندہ یہی ہوگا۔ مجھے اجازت دے دی گئی ہے، ہفتے میں ایک بار میں دس منٹ تک تم سے باتیں کرسکوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں بے چینی سے اگلے ہفتے کا انتظار کروں گی لیکن تمہاری یہ ٹریننگ کب ختم ہوگی؟"

"ٹریننگ تو سمجھو، ختم ہوچکی ہے۔ ہمیں فی الحال دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک جگہ چھپایا گیا ہے۔ خطرہ ٹلتے ہی میں تم سے ملاقات کروں گا۔"

کرانتا دس منٹ تک باتیں کرتی رہی۔ پھر رابطہ ختم ہوگیا۔ اس گفتگو سے ہمیں کوئی فائدہ حاصل ہونے والا نہیں تھا۔ لیکن اچانک ہی وہ ہوا جس کی توقع نہیں تھی۔ کرانتا نے

ریسیور رکھا تو اسے اپنے دماغ میں جوڈی نارمن کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا "کرانتا! میں بول رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "ارے! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ریسیور رکھتے ہی تم میرے اندر آجاؤ گے۔"

"کرانتا! تم دھوکا کھا گئیں۔ ابھی فون پر میں نہیں تھا۔"

"کیا، تم نہیں تھے!"

"ہاں۔ میں اپنے افسران کی لاعلمی میں تم سے باتیں کرنے آیا تو دیکھا، تم کسی سے فون پر باتیں کر رہی ہو اور وہ باتیں کرنے والا میری آواز میں بول رہا ہے، تب میری سمجھ میں آیا کہ میرے افسران نے تمہیں خودکشی سے باز رکھنے کے لئے ایک نقال کی خدمات حاصل کی ہیں۔ وہ میری آواز میں بول کر تمہیں مطمئن کر رہا تھا۔"

"مجھے دھوکا دیا گیا ہے، تمہیں اس کی شکایت کرنی چاہئے۔"

"یہ دھوکا ہمارے مفاد میں ہے۔ انہیں یہی سمجھنے دو کہ تم مطمئن ہوگئی ہو اور ان کا یہ اعتماد بھی بحال ہوگیا ہے کہ میں چھپ کر تم سے رابطہ قائم نہیں کرتا ہوں۔"

"واقعی، یہ باتیں ہمارے حق میں ہیں۔ اب تو تم روز میرے پاس آیا کروگے؟"

"روز آؤں گا، صبح شام آؤں گا تمہاری محبت نے مجھے اپنا عہد توڑنے پر مجبور کردیا ہے۔"

کرانتا نے الپا کی مرضی کے مطابق پوچھا "تم کہاں ہو جوڈی؟"

"ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کل آدھی رات کے بعد اچانک دوسری جگہ منتقل کردیا گیا ہے۔"

"کیا تم مجھ سے بہت دور چلے گئے ہو؟"

"پتا نہیں، میں تم سے کتنی دور ہوں۔ ہمیں ہیلی کاپٹر میں سوار کرانے کے بعد آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی گئی تھیں۔ ہیلی کاپٹر تقریباً تین گھنٹے تک پرواز کرتا رہا۔ پھر ہم کہیں اتارے گئے۔ کاروں میں بٹھا کر ایک فوجی چھاؤنی میں پہنچائے گئے۔ وہاں ہماری آنکھوں سے پٹیاں ہٹادی گئیں۔"

"کچھ تو معلوم ہونا چاہئے کہ تم کہاں ہو؟"

"یہ نہ ہی معلوم ہو تو اچھا ہے۔ حکومت نے ہماری حفاظت کے لئے یہ اقدامات کئے ہیں۔ ہمیں رشتے داروں سے بھی دور کردیا ہے۔ ویسے اب تمہیں فکرمند نہیں ہونا چاہئے۔ میں تمہارے پاس آتا رہوں گا۔"

الپا نے کرانتا کے ذریعے اسے دوسرے پہلو سے کریدنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا "دشمن فوجی چھاؤنیوں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ یہ تمہارے لئے خطرے کی بات ہے۔ تمہیں آخر کس چھاؤنی میں رکھا گیا ہے؟"

"میری جان! تم فکر نہ کرو... اور ایسے سوالات نہ کرو۔ یہ معلومات ہیں۔ میں جب بھی آؤں گا تو ہمارے درمیان صرف پیار و محبت کی باتیں ہوا کریں گی۔"

الپا مزید کریدنا چاہتی تھی، میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مزید سوال کرنا حماقت ہوگی۔ جوڈی نارمن کو شبہ ہوجائے گا۔"

وہ کرانتا کے دماغ سے نکل گئی۔ اپنی جگہ حاضر ہو کر دیکھا، پارسس ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے چونک کر پوچھا "تم کب آئے؟"

"بڑی دیر سے بیٹھا ہوں۔ سیکورٹی افسر نے بتایا ہے کہ تم نے مجھ پر سے پابندیاں اٹھالی ہیں۔ اسے حکم دیا ہے کہ میں کسی روک ٹوک کے بغیر تمہارے پاس آسکتا ہوں۔ یہاں آکر دیکھا تو تم خیال خوانی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔"

وہ قریب آئی پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "میں نے سوچا تھا، کبھی کسی پر بھروسا نہیں کروں گی لیکن تمہاری قربت نے مجھے دیوانہ کردیا ہے۔ تم کوئی جادوگر تو نہیں ہو؟"

وہ میرے بیٹے کے قریب ہو رہی تھی۔ میں دماغ سے نکل گیا۔ سونیا کے پاس آکر بولا "آدمی بوڑھا ہوجائے تو کیا کرتا ہے؟"

"گزری ہوئی جوانی کو یاد کرتا ہے۔"

"تو پھر یاد کرو۔ تم پہلی بار کس طرح میرے قریب آئی تھیں؟"

"کیا پارس اور الپا کے پاس سے آرہے ہو؟"

"اوہ گاڈ! تم کتنی تیزی سے صحیح نتیجے تک پہنچ جاتی ہو!"

"پلیز! کام کی بات کرو۔"

"کیا سلمان واسطی نے تمہیں بتایا ہے کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوسری جگہ منتقل کیا گیا ہے؟"

"ہاں، جہاں منتقل کیا گیا ہے، وہاں میں موجود ہوں۔"

"بس یہی معلوم کرنے آیا تھا۔"

"کیا الپا کوئی جال بچھا رہی تھی؟"

"ہاں، جوڈی نارمن نامی جوان تک پہنچنا چاہتی تھی۔ اس کی محبوبہ کرانتا کے دماغ میں گئی تھی۔ وہاں جوڈی چپ چاپ محبوبہ سے ملنے اس کے دماغ میں آیا تھا۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ انہیں کسی فوجی چھاؤنی میں رکھا گیا ہے۔"

"اور کچھ؟"

"اور جوڈی نے اپنی محبوبہ کو کچھ نہیں بتایا۔ اب یہودی تنظیم کے جاسوس جوڈی نارمن اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ لگائیں گے۔"

میں سونیا کے پاس سے آگیا۔ میری گاڑی ساحلی شہر بن غازی پہنچ گئی تھی۔ وہاں میں نے ٹریلر گاڑی فروخت کردی اور ایک فلائٹ کے ذریعے مصر کے شہر اسکندریہ پہنچ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ کسی یہودی کی گردن دبوچ کر اس کے روپ میں اسرائیل پہنچ جاؤں گا۔ ریت سے اسرائیلی جاسوس پرندی

ملکوں میں بھیس بدل کر رہتے ہیں اور اپنے ملک کے مفاد میں کام کرتے رہتے ہیں۔ میں ایسے ہی کسی جاسوس کو تاڑنے لگا۔

اس دوران میں کئی بار الپا کے دماغ میں گیا۔ ایک طرف وہ جوڈی نارمن کے ہاتھ نہ آنے پر قدرے مایوس تھی' دوسری طرف پارس کی دیوانی ہوگئی تھی۔ اسے ہر جگہ اپنے ساتھ رکھتی تھی اور سرکاری معاملات بھی نہیں چھپاتی تھی۔ ایک تو اس پر مرمٹی تھی دوسرے اسے یہودی پارس سمجھ رہی تھی۔ ادھر امریکا میں یہودی تنظیم کے جاسوس یقین دلا رہے تھے کہ جلد ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ مل جائے گا۔

ایک بار الپا خیال خوانی کے ذریعے جے مورگن کے دماغ میں گئی۔ وہ اس کا معمول بن گیا تھا اور اسے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ جب وہ مورگن کے دماغ سے چلی آئی تو میں الپا کی آواز اور لہجہ بناکر اس کے دماغ میں گیا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ یہ طریق کار آئندہ میرے کام آسکتا تھا۔ میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔

میں اسکندریہ کے ایک دی آئی پی کانیج میں تھا۔ ساحل پر ایسے پچاس کاٹیج تھے جہاں صرف کروڑ پتی ارب پتی تاجر یا حکومت کے اعلیٰ عہدیدار عیاشی کے لئے آتے تھے۔ غیر ملکی جاسوس ایسی ہی جگہ حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کو ٹریپ کرکے اہم سرکاری راز معلوم کرتے ہیں۔ میں بھی شکار کھیل رہا تھا۔ اگر دور ہی دور سے تاڑنے کی بات ہوتی تو کسی مطلب کے آدمی تک پہنچنے میں کئی دن لگ جاتے لیکن میں تو ایک ایک کے دماغ میں گھس کر اصلیت معلوم کرتا تھا' اس لئے چند ہی گھنٹوں کے اندر ایک اسرائیلی جاسوس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کا نام ڈی مولر تھا۔ اس کے ساتھ ایک نہایت ہی حسین یہودی عورت تھی جس کے ذریعے وہ مصر کے ایک فوجی افسر کو الو بنا رہا تھا اور فوج کے اہم راز معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں ڈی مولر کے دماغ سے اس کی پوری ہسٹری معلوم کرنے لگا۔

وہ ایک ریستوران میں بیٹھا وقت گزار رہا تھا۔ اس کی ساتھی حسینہ فوج افسر کے ساتھ کانیج میں تھی۔ صبح سے پہلے ایک اہم ٹائیگر وفلم لے کر آنے والی تھی۔ وہ دونوں اس فلم کے ساتھ اسرائیل روانہ ہونے والے تھے۔

تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے ڈی مولر کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اسے اپنے کانیج میں بلالیا۔ اسے اپنے سامنے بٹھا کر اپنے چہرے پر میک اپ کیا' بڑے اطمینان سے دو گھنٹے تک میک اپ کرنے کے بعد جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ چونک گیا۔ بوکھلا کر اپنے سامنے اپنے ہم شکل کو دیکھنے لگا۔ اب میں نے اس کا روپ اختیار کرلیا تھا وہ کبھی آئینے میں اپنے آپ کو اور کبھی مجھ کو دیکھ رہا تھا اور پوچھ رہا تھا "تم کون ہو؟ میں یہاں کیسے آگیا ہوں؟"

میں نے کہا "اپنا یہ بیگ مجھے دے دو اور یہاں سے چلے جاؤ۔"

اس نے اپنا بیگ دے دیا۔ اس میں پاسپورٹ اور ضروری کاغذات کے علاوہ کانیج کی چابی تھی۔ اس نے بیگ دیتے وقت جیب سے ریوالور نکالنے کی کوشش کی لیکن میری مرضی کی خلاف ایسا نہیں کرسکا۔ میرے سامنے سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا جانے لگا۔

میں اسے بہت دور تک دوڑاتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ ساحل کے ویران حصے میں پہنچ گیا۔ پھر وہ سمندر کی منہ زور لہروں میں جانے لگا۔ لہریں اسے ساحل کی طرف پھینکنا چاہتی تھیں۔ مگر وہ ان سے لڑتا ہوا گہرے پانی میں چلا گیا۔ وہاں جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے بولا "ہم عظیم یہودی ہیں۔ اپنے پڑوسی اسلامی ملکوں کے اہم راز حاصل کرکے ان ممالک کو کمزور بناتے ہیں۔ انہیں اپنے مقابل جنگ کے قابل نہیں رہنے دیتے۔ اب میں بہت گہرا راز معلوم کرنے کے لئے گہرے سمندر میں جارہا ہوں۔ اسرائیلی حکومت کو سمندر کے اندر پھیلاؤں گا۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے اپنے آپ کو گولی ماردی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس کے بیگ کو شانے سے لٹکا کر باہر آیا۔ کانیج کو لاک کیا۔ پھر اطمینان سے چلتا ہوا اس کے کانیج میں پہنچ گیا۔ وہاں وہ حسینہ کے ساتھ رہتا تھا۔ حسینہ صبح تک آنے والی تھی۔ میں ان کے سامان کی تلاشی لینے لگا۔ ان کے پیشے کے لحاظ سے کچھ اہم چیزیں تھیں۔ مثلاً پاکٹ ٹرانسمیٹر' اینٹی ڈارک لینسز اور ایک فلم تھا جو بظاہر لگنے کی چیز تھی لیکن اس سے فائرنگ کی جاسکتی تھی۔

میں نے وہ تمام چیزیں جوں کی توں رکھ دیں۔ پھر بستر پر آکر لیٹ گیا' سوچا الپا کی خبر لوں پھر خیال آیا' چاندنی رات ہے پتا نہیں وہ میرے صاحبزادے کے ساتھ کیسا وقت گزار رہی ہوگی۔

میں نے ایک سرد آہ بھر کر آنکھیں بند کرلیں۔ دماغ کو ہدایت دی کہ صبح تک گہری نیند سوتا رہوں۔ کوئی کانیج میں داخل ہونا چاہے تو میری آنکھ کھل جائے۔

میں سوگیا۔ ادھر پارس الپا کے ساتھ ایک تقریب میں وقت گزار رہا تھا۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر کی بیٹی کی سالگرہ تھی۔ بڑے امیر کبیر لوگ آئے ہوئے تھے۔ جوان لڑکیوں کا میلہ لگا ہوا تھا۔ آرکسٹرا کی دھن پر کتنے ہی جوڑے رقص کررہے تھے۔ دھن بدلنے کے ساتھ رقص کرنے والے پارٹنر بھی بدل جاتے تھے۔ پارٹنر بدلنے کا دستور ایسا تھا کہ لڑکے لڑکیاں اپنی پسند کے ساتھیوں کی بانہوں میں پہنچ جاتی تھیں۔

پارس اور الپا کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ دھن بدلنے کے باعث انہیں ایک دوسرے سے الگ ہوکر دوسرے رقص کرنے والے اور والی کے پاس جانا پڑا۔ انہیں نہیں چاہتی تھی پارس کسی اور کی بانہوں میں جائے۔ لیکن رقص کے دستور پر

عمل کرنا ضروری تھا۔ ایک ریٹائرڈ فوجی نے بڑی محبت سے اسے اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ پھر اس نے ساتھ رقص کرتے ہوئے بولا "تم بے حد حسین ہو۔"

اس کا رجحان پارس کی طرف تھا۔ وہ بیزاری سے بولی۔ "میری اور تمہاری عمر میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

وہ مسکرا کر بولا "زندہ دلی کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ جو زندہ دل ہوتے ہیں وہ کبھی بوڑھے نہیں ہوتے۔"

وہ اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ گئی جو پارس کے ساتھ رقص کررہی تھی۔ وہ اس کے اندر رہ کر دیکھنا چاہتی تھی کہ پارس اس حسینہ میں کتنی دلچسپی لے رہا ہے۔ اس نے حسینہ کی زبان سے پوچھا "وہ لڑکی جس کے ساتھ تم ابھی رقص کر رہے تھے کیا وہ تمہاری کچھ لگتی ہے؟"

پارس نے جواب دیا "ہاں وہ ایسی لگتی ہے کہ آج تک کوئی ایسی نہیں لگی" وہ نادان نہیں تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ الپا اسے کسی لڑکی کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے بھی دیکھنا نہیں چاہتی ہے۔ ایسے میں وہ ضرور اس کی ڈانس پارٹنر کے دماغ میں آکر باتیں سنے گی۔ اس لئے وہ اس کی تعریفیں کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "میری الپا ایسی ہے کہ اسے دیکھنے کے بعد کوئی اور نظارہ اچھا نہیں لگتا۔ جی چاہتا ہے' وہی زندگی بھر نگاہوں کے سامنے رہے۔"

"آخر تمہاری الپا میں ایسی کیا بات ہے۔ اس محفل میں اس سے بھی زیادہ حسین لڑکیاں ہیں۔"

"ہاں' اس محفل میں' اس دنیا میں بے شمار حسین لڑکیاں ہیں۔ لیکن یہ سمجھنے کی بات ہے کہ حسن کسے کہتے ہیں؟ حسن اسے کہتے ہیں جو ہماری آنکھوں کو اچھا لگتا ہے اور آنکھوں کے راستے دل میں سما جاتا ہے۔ حسن کی تعریف یہ ہے کہ اس کے بعد دنیا کا کوئی حسن متاثر نہیں کرتا۔ یہی الپا کی تعریف ہے۔ اس کے بعد دنیا کی کوئی لڑکی مجھے متاثر نہیں کرسکے گی۔"

الپا اس کے دماغ میں رہ کر سن رہی تھی اور خوش ہورہی تھی۔ پھر وہ خیال خوانی سے چونک گئی۔ جس کے بازوؤں میں رقص کررہی تھی اس نے اچانک دبوچ لیا تھا۔ وہ غصے سے بولی۔ "یہ کیا حرکت ہے۔ چھوڑو مجھے..."

وہ بولا "ابھی تم مسکرا رہی تھیں۔ تمہاری مسکراہٹ نے مجھے حوصلہ دیا ہے۔"

"میں اپنے خیالوں میں مسکرا رہی تھی۔"

یہ کہتے ہی اس نے پارٹنر کے دماغ میں پہنچ کر اسے ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ اسے اس بات پر غصہ آرہا تھا کہ وہ باتوں میں لگا کر اسے مسلسل سینے سے لگائے ہوئے تھا' الگ نہیں ہورہا تھا۔ دماغ میں زلزلہ پیدا ہوتے ہی وہ چیخ مار کر الگ ہوگیا۔ سب لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فرش پر گر پڑا تھا۔ کچھ لوگ آکر اسے اٹھا رہے تھے۔ کچھ الپا سے پوچھ رہے تھے "اسے اچانک کیا ہوگیا ہے؟"

وہ انجان بن کر بولی "پتا نہیں' اچھا خاصا نظر آرہا تھا! اچانک ہی چیخ مار کر گر پڑا۔ شاید اسے کسی قسم کا دورہ پڑا ہے۔"

پارس نے آکر اس کے بازو کو پکڑا پھر اسے کھینچتے ہوئے ایک طرف لے گیا۔ سرگوشی میں بولا "یہ تم نے کیا کیا ہے؟"

وہ اپنا بازو چھڑا کر بولی "جو کیا' وہ کم ہی کیا ہے۔ وہ بڈھا شیطان مجھے سینے سے لگا رہا تھا۔"

"تو کیا ہوا؟ تم گھس نہیں گئی ہو۔"

"تمہیں شرم آنی چاہئے۔ کوئی مجھے سینے سے لگا رہا تھا اور تمہیں شرم نہیں آرہی تھی۔ کیا تم بے غیرت ہو؟"

"بے غیرتی کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ آدمی کو خواہ مخواہ غصہ آتا ہے۔"

"یعنی مجھے غصہ آرہا ہے' اس لئے میں بے غیرت ہوں!"

"تم بے غیرت نہیں' مغرور ہو۔ اگر تمہیں ٹیلی پیتھی نہ آتی تو تم اس کا کیا بگاڑ لیتیں؟ کچھ نہیں۔ تمہیں مہذب انداز میں اس سے پیچھا چھڑانا پڑتا' اپنے مرد پر بھروسا کرنا پڑتا۔ مگر تم نے میرا انتظار نہیں کیا۔"

"میں لعنت بھیجتی ہوں تمہارے جیسے مرد پر۔ خبردار! میرے قریب نہ آنا۔ دور ہوجاؤ میری نظروں سے۔"

وہ غصہ سے منہ پھیر کر جنرل کے پاس چلی گئی۔ ایک عورت ایسا سلوک کرے تو مرد کو غصہ آتا ہے۔ مگر وہ پارس کی کون سی سگی تھی کہ اسے ناز آتا۔ وہ تو ایک خاص مقصد کے تحت عشق فرما رہا تھا۔ اس نے غصہ کرنا کبھی سیکھا ہی نہیں تھا بلکہ دوسروں کے غصے سے فائدہ اٹھانا سیکھا تھا۔

وہ ایک طرف چلتا ہوا اس میز کے پاس آیا جہاں وہ ریٹائرڈ افسر بیٹھا لوگوں سے کہہ رہا تھا "آپ لوگ ناحق پریشان ہوگئے اور مجھے افسوس ہے' میں آپ کے لئے پریشانی کا باعث بن گیا۔"

ایک نے پوچھا "آپ کو ہوا کیا تھا؟"

"کیا بتاؤں' ایسا کبھی کبھی ہوجاتا ہے۔ میرے دماغ کو عجیب طرح کا شاک پہنچتا ہے اور میں گر پڑتا ہوں۔ پھر جلد ہی ٹھیک ہوجاتا ہوں۔ آپ لوگ دیکھ رہے ہیں' میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

پارس سوچ میں پڑگیا۔ وہ ریٹائرڈ افسر غلط بیانی سے لوگوں کو ٹال رہا تھا۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ اسے کبھی بھی دماغی شاک پہنچتا ہو۔ اگر ایسا نہیں تھا تو اس نے یقیناً سمجھ لیا ہوگا کہ وہ ٹیلی پیتھی کا شکار تھا۔ اور وہ ٹیلی پیتھی یا تو الپا جانتی ہے یا کوئی جاننے والا اس کے دماغ میں رہتا ہے۔

پارس اس افسر کو پکڑ کر ایک طرف لے جاکر اس کی غلط

بیانی کی وجہ معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن جنرل نے اسے طلب کرکے سخت ناراضگی سے کہا "تم نے مادام الپا سے گستاخی کی ہے۔ کیا اپنی حیثیت بھول گئے ہو؟"

پارس نے کہا "میں نے اپنی حیثیت میں رہ کر مادام کو غلطی کا احساس دلانا چاہا تھا۔ انہوں نے اس ریٹائرڈ افسر کو دماغی جھٹکا پہنچا کر سخت غلطی کی ہے۔ کیا بے موقع خیال خوانی کا اظہار کرنا دانشمندی ہے؟"

"دانشمندی نہیں ہے' پھر بھی تمہیں الپا کے مزاج کا خیال رکھنا چاہئے تھا۔"

"میں اپنوں سے زیادہ دشمنوں کا خیال رکھتا ہوں۔ یہاں کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے۔"

"کیا واقعی؟ کیا یہاں دشمن موجود ہیں؟"

"اس ریٹائرڈ افسر کی غلط بیانی سے شبہ ہو رہا ہے۔ وہ کہتا ہے' اسے کبھی کبھی ایسا دماغی شاک پہنچتا ہے۔ آپ ذرا غور کریں' اس نے ٹیلی پیتھی کے عمل کو کیوں چھپایا۔ کیا واقعی وہ دماغی مریض ہے؟"

"نہیں' یہ مریض ہوتا تو فوج میں افسر نہ ہوتا۔ ریٹائر ہونے کے بعد بھی یہ نارمل ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

پارس نے ہال میں دور تک نظریں دوڑائیں۔ الپا نظر نہیں آئی۔ جنرل نے کہا "میرے ساتھ آؤ۔ میں اس افسر کا محاسبہ کروں گا۔"

"سر! ذرا ایک منٹ۔ میں الپا کو دیکھ کر آتا ہوں۔"

وہ اسے تلاش کرتا ہوا ہال سے باہر آیا۔ الپا غصے میں تھی غصہ اس بات کا تھا کہ پارس نے اسے اپنی چیز سمجھ کر افسر کا گریبان کیوں نہیں پکڑا۔ عورت ایسے ہی مرد کو مرد سمجھتی ہے جو اس کی خاطر اپنے رقیب سے لڑ پڑتا ہے۔ وہ غصے کی حالت میں دوسروں سے مسکرا کر بات نہیں کر سکتی تھی' اس لئے دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ وہاں اپنا موڈ ٹھیک کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اس کے پیچھے اسے ٹھیک کرنے والے پہنچ گئے۔

وہ دو تھے۔ ایک نے ریوالور کے نشانے پر اسے رکھتے ہوئے کہا "اگر خاموشی سے چلو گی تو زندہ رہو گی۔"

دوسرے نے پوچھا "بولو' زندگی چاہتی ہو یا موت؟"

الپا نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ ریوالور والے کے دماغ میں پہنچنا ہی چاہتی تھی کہ اس نے سانس روک لی۔ الپا نے دوسرے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس نے بھی سانس روک لی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا پھر ایک نے کہا "ہمارا خیال درست ہے۔ اس حسینہ کے ساتھ ٹیلی پیتھی کا چکر ہے' اسی لئے اس ملک میں اسے ملکۂ عالیہ کی طرح تعظیم دی جاتی ہے۔"

دوسرے نے کہا "مس الپا! تمہاری ٹیلی پیتھی ہمارے دماغ میں نہیں گھسے گی لیکن راہداری کی گولی تمہاری کھوپڑی میں

گھس جائے گی۔"

"ہم تمہیں پہلی اور آخری بار سمجھاتے ہیں۔ تم یہاں سے تنہا باہر جاؤ گی۔ ہم باڈی گارڈز کے طور پر تمہارے پیچھے ہوں گے۔ ہمارے کوٹ کی جیب میں یہ ریوالور ہوں گے' ان کا رخ تمہاری طرف ہوگا۔ کوئی تمہارے ساتھ آنا چاہے تو تم اس سے کہہ دو گی کہ اپنے دو باڈی گارڈز کے ساتھ ابھی تنہا جانا چاہتی ہو۔"

دوسرے نے کہا "باہر نیلے رنگ کی کار ہے' اس کا نمبر ٹی ایل فورون فورون ہے۔ تم اس کی پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھو گی۔"

وہ ریوالور کو دیکھتے ہوئے پریشان ہو کر بولی "تم لوگ کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"کوئی سوال نہ کرو' ایک لمحہ ضائع نہ کرو۔ چلو آگے بڑھو' پچھلے دروازے سے نکلو۔"

انہوں نے ریوالور اپنی اپنی جیب میں رکھ لئے۔ جیب میں اٹھی ہوئی نال بتا رہی تھیں کہ وہ نشانے پر ہے۔ اسے پہلی بار اپنی کمزوری اور بے بسی کا احساس ہوا۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد وہ خود کو شہ زور' ناقابل شکست اور ہر طرح سے محفوظ سمجھتی تھی۔ آج اس کی خوش فہمی ختم ہو گئی تھی۔

وہ آگے آگے چلتی ہوئی پچھلے دروازے سے باہر آئی۔

ایک بار خیال آیا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جنرل کو اپنے حالات بتائے پھر عقل آئی کہ ان دو اغوا کرنے والوں کو گھیرا جائے گا تو وہ ناکامی سے پہلے اسے گولی مار دیں گے۔

نیلے رنگ کی کار دور سے نظر آ رہی تھی۔ وہ اُدھر بڑھنے لگی۔ اس کے ایک خاص باڈی گارڈ نے سامنے آ کر سیلوٹ کیا پھر پوچھا "میڈم! گاڑی لے آؤں؟"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولی "نہیں۔ میں نئے گارڈز کے ساتھ جا رہی ہوں۔ ابھی آجاؤں گی۔"

پارس نے دور سے اسے دیکھا۔ چونکہ وہ غصے میں حکم دے چکی تھی کہ نظروں سے دور ہو جاؤ' اس لئے وہ نظروں کے سامنے نہیں آ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ الپا نے اپنے باڈی گارڈ کو رخصت کر دیا تھا۔ دو نئے گارڈز اس کے پیچھے چل رہے تھے لیکن وہ گارڈز ہرگز نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ ان کے ایک ایک ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھے جبکہ گارڈز آگے پیچھے چلتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کبھی جیب میں نہیں رکھتے۔

وہ پہلے ہی شبہ میں مبتلا تھا۔ ان پیچھے چلنے والوں کے انداز نے اس کے شبے کو اور تقویت دی تھی۔ ایک نے نیلی کار کا پچھلا دروازہ کھولا تھا۔ دوسرا اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ دروازہ کھولنے والا شخص الپا کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ رہا تھا جبکہ الپا کسی گارڈ کے ساتھ نہیں بیٹھتی تھی۔ پارس چاہتا تو بہت پہلے ہی ان کے سامنے ڈیوار بن جاتا۔ لیکن وہ سمجھ رہا تھا الپا گن پوائنٹ پر ہے۔ اس کی ذرا سی مداخلت اسے موت کے منہ میں پہنچا دے گی۔ شاید اسی لئے اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی کسی سے مدد طلب نہیں کی تھی۔

وہ دوڑتا ہوا ایک موٹر سائیکل کے پاس آیا۔ ایک رئیس زادہ اسے اسٹارٹ کر رہا تھا۔ اس نے شناختی کارڈ دکھا کر کہا "میں ڈیوٹی پر ہوں اور مجھے گاڑی کی ضرورت ہے۔"

وہ جوان انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کے ایک افسر کا کارڈ دیکھ کر انکار نہ کر سکا۔ پارس موٹر سائیکل ڈرائیو کرتا ہوا احاطے سے باہر آیا تو وہ نیلی کار مین روڈ پر کافی دور نکل گئی تھی۔ اس نے رفتار بڑھا دی۔ ہیڈ لائٹ کو بجھا دیا تاکہ تعاقب کا شبہ نہ ہو اور اتنا فاصلہ رکھا کہ کار نظروں میں رہے اور اغوا کرنے والوں کا ٹھکانا معلوم ہو جائے۔

کار شہر کی بھری پری سڑکوں سے گزرتی ہوئی ہائی وے پر آ گئی۔ الپا نے پوچھا "اب تو بتا دو۔ تم لوگ کون ہو؟ اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "یہ ٹیلی پیتھی بری بلا ہے۔ یہ بیماری فرہاد علی تیمور سے شروع ہوئی اور اب ساری دنیا میں پھیل گئی ہے۔ یہ افسوس کا مقام بھی ہے اور خوشی کی بات بھی ہے کہ تمہیں بھی یہ بیماری لگی ہوئی ہے۔"

وہ بولی "مجھے ایسی کوئی بیماری نہیں ہے۔"

"کیا تم نے ہماری آواز سنتے ہی ہمارے دماغوں میں آنے کی حماقت نہیں کی تھی؟"

"تم غلط سمجھ رہے ہو' میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں۔"

"کیا تم نے بوڑھے ڈانس پارٹنر کو دماغی جھٹکا نہیں پہنچایا تھا؟"

"آں؟" وہ ذرا چونکی۔ اس لمحے میں پارس یاد آیا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرنے پر اعتراض کیا تھا اور وہ بے خبری کے طعنے دے کر اس سے دور ہو گئی تھی۔

پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "تمہاری خاموشی بتا چکی ہے کہ تم نے اس بوڑھے کو بہت قریب آنے کی سزا دی تھی۔"

"نہیں۔ میں کچھ اور سوچ رہی تھی۔ میں کہہ چکی ہوں' میں ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ یقین کرو' سچ کہہ رہی ہوں۔"

"تو پھر اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھو۔ تمہارے دماغ میں کوئی آ رہا ہے۔"

اس نے گھبرا کر پوچھا "کون آ رہا ہے؟"

"جب وہ آئے گا تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

"نن... نہیں۔ میں کسی کو دماغ میں آنے نہیں دوں گی۔"

"انکار کیا بھی ہو۔ یہ بھی سمجھ رہی ہو کہ جبراً آنے والے کس طرح آتے ہیں۔ دیکھو' یہ ایک کیپسول ہے۔"

اس نے جیب سے ایک کیپسول پھر انجکشن کی سرنج نکالی اور کہا "یہ کیپسول نگل لو گی تو اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو جاؤ گی۔ پانی کے بغیر کیپسول نگلنے میں تکلیف ہو گی' اس لئے انجکشن لگوا کر دماغ کے دروازے کھول سکتی ہو۔ یا پھر..."

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر ایک چاقو نکالا' ایک بٹن دبا کر اسے کھولا' پھر کہا "اس سے زخم لگاؤں گا تو کام آسان ہو جائے گا۔"

وہ سہم کر چیختی ہوئی بولی "نہیں۔ مجھ پر ظلم نہ کرو۔ میں سانس نہیں روکوں گی۔ آنے والے کو آنے دوں گی۔ ویسے دماغ میں آنا کیا ضروری ہے' مجھ سے جو پوچھو گے صحیح جواب دوں گی۔ کچھ نہیں چھپاؤں گی۔"

"زیادہ نہ بولو۔ وہ آ رہا ہے۔ سانس روکو گی تو چاقو سے زخم لگیں گے۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ وہ سوچ کے ذریعے بولی "میں تمہیں محسوس کر رہی ہوں' تم کون ہو؟"

جواب میں خاموشی رہی۔ وہ التجا کرنے لگی "پلیز مجھ سے باتیں کرو۔ مجھ سے دوستی کرو۔ ہم دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے بہترین دوست ثابت ہو سکتے ہیں۔"

اس کے اندر خاموشی تھی مگر کوئی موجود تھا' اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اور وہ اضطراب میں مبتلا ہو گئی تھی۔ بہت سی اہم باتوں کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی اور یہ بھی سمجھ رہی تھی کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے دماغ کے تہ خانے میں پہنچ کر کوئی راز رہنے نہیں دیتے۔ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی بات معلوم کر لیتے ہیں۔

کار میں خاموشی رہی۔ وہ بے چینی میں مبتلا رہی۔ سفر طویل ہو رہا تھا۔ وہ تل ابیب سے بہت دور نکل آئے تھے۔ حیفہ کے قریب سے بھی گزر گئے تھے۔ گاڑی کا رخ بتا رہا تھا کہ وہ لبنان یا دمشق کی طرف جا رہے ہیں اور دونوں سرحدیں وہاں سے کچھ زیادہ دور نہیں تھیں۔ وہ رونے کے انداز میں بولی۔ "میں تجسس کے مارے مر جاؤں گی۔ کچھ تو بولو۔ کب تک میرے خیالات پڑھتے رہو گے؟"

بڑی دیر بعد دماغ کے اندر ایک مرد کا لہجہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہیلو الپا! تم نے تھوڑی دیر پہلے دوستی کی پیشکش کی تھی اور درست کہا تھا کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے آپس میں بہترین دوست ثابت ہو سکتے ہیں۔"

"تم کون ہو؟"

"دوست ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"[illegible] کا ثبوت ہے کہ تم ابھی تک زندہ اور آئندہ

بھی میری طرف سے زندہ رہوگی۔ میں نے اور میرے ماتحتوں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ تمہارے بدن پر ہلکی سے خراش بھی نہیں آئی ہے۔ میں نے تمہارے دماغ سے ٹیلی پیتھی کے علم کو ختم نہیں کیا ہے جبکہ یہ آسانی کرسکتا ہوں۔ اور دوستی کا یقین کیسے کروگی؟"

"فرہاد نے بھی شیبا کے ساتھ ایسی ہی مہربانیاں کی تھیں اور دوستی کے نام پر اسے کنیز بنالیا تھا پھر اسے ہمارے ملک اور ہماری قوم کے خلاف استعمال کرتا رہا تھا۔"

"فرہاد مرچکا ہے اور میں ایسا نہیں ہوں۔ تم آزاد رہوگی۔ اپنے ملک اور قوم کے لئے کام کرتی رہوگی۔ ہم دوست رہیں گے لیکن ایک دوسرے کے ملکی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔"

"تمہاری یہ بات دل کو لگتی ہے۔ اس طرح ہم سچائی اور نیک نیتی سے ایک دوسرے کے کام آسکتے ہیں۔ اب تو اپنے متعلق بتاسکتے ہو؟"

"میرا نام پاسکل بوبا ہے۔"

"اچھا تو میں مالک مین کی قیدی ہوں۔"

"دوست بننے کے بعد خود کو قیدی نہ کہو۔"

"تو پھر مجھے جبراً کہاں لے جارہے ہو؟"

"ابھی دوستی کی ابتدا ہوئی ہے۔ اعتماد قائم ہوتے ہی جبر ختم ہوجائے گا۔"

"اعتماد کیسے قائم ہوگا؟"

"ابھی تھوڑی دیر میں ہوگا۔ دیکھو، سرحدی چوکی آرہی ہے۔ یہاں میرے آدمیوں کو روکا جائے گا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے چوکی کے انچارج کے دماغ پر قبضہ جماؤں گا۔ تم دوسرے افسر کے دماغ میں رہوگی تو ہم آسانی سے سرحد پار کرلیں گے۔"

"مجھے سرحد پار کیوں لے جارہے ہو؟ ہماری دوستی یہاں بھی ہوسکتی ہے۔"

"دوستی ایسے ملک میں ہوگی جو نہ میرا ہو، نہ تمہارا ہو۔ دیکھو، چوکی سے رکنے کا سگنل مل رہا ہے۔ زندہ رہنے کے لئے عقلمندی کا ثبوت دو۔"

اسے سب سے زیادہ اپنی زندگی سے محبت تھی اور عقلمندی کا تقاضا تھا کہ وہ اغوا کرنے والے کے احکامات کی تعمیل کرتی رہے۔ اسے یاد تھا کہ پاس بیٹھے ہوئے شخص کی جیب میں ریوالور ہے۔

چوکی کے پھاٹک کے قریب گاڑی روک دی گئی۔ ایک مسلح فوجی نے آکر پوچھا "کون ہو؟ کہاں جارہے ہو؟ باہر آؤ۔"

یہ کہتے ہی وہ جواب سنے بغیر پلٹ گیا کیونکہ جواب دینے والے نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا تھا۔ وہ وہاں سے چلتا ہوا اعلیٰ افسر کے پاس جاکر بولا "سر! گاڑی میں اہم شخصیات ہیں۔ آپ سے گفتگو ہوگی۔"

اعلیٰ افسر نے گاڑی کے قریب آکر کہا "آپ لوگ باہر آئیں۔"

اس کی زبان کھلتے ہی دماغ میں جگہ بنالی گئی۔ اتنی دیر میں دوسرے افسر نے آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

الپا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ دونوں افسران نے حکم دیا "گاڑی کو جانے دو۔"

پھاٹک کھول دیا گیا۔ گاڑی آگے بڑھتی ہوئی مسلح فوجیوں کے درمیان سے گزر گئی۔ آگے لبنان کے فوجیوں کو راستہ روکنا تھا لیکن برسوں سے لبنان کی خانہ جنگی نے سرحدی چوکیوں کو کمزور بنادیا تھا۔ وہ سرحدیں اب ہتھیاروں کی اسمگلنگ کے لئے کھلا دروازہ بن گئی تھیں۔

ان کی گاڑی بیروت کی طرف جانے لگی۔ الپا نے کہا۔ "میں اپنے ملک سے نکل آئی ہوں۔ اب بتاؤ، کیا چاہتے ہو؟"

"آج سب سے زیادہ اہمیت سپرماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ہے۔ سونیا اپنی ٹیم کے ساتھ انہیں شکار کرنے کے لئے وہاں موجود ہے۔ تم بھی شکار کھیل رہی ہو۔ اور بڑی چالاکی سے جے مورگن کو اسرائیل پہنچادیا ہے۔ ہم بھی شکار کھیل رہے ہیں۔ مجھے تمہاری صورت میں کامیابی حاصل ہورہی ہے۔"

"یعنی تم مجھے شکار کرکے لے جارہے ہو؟"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں کہہ چکا ہوں، تم قیدی نہیں ہو یہاں سے واپس جاکر اپنے ملک میں رہوگی۔ ہم دشمن نہیں، دوست بن کر رہیں گے۔"

"آخر اپنا مقصد تو بتاؤ۔"

"میں تمہارے ساتھ شکار کھیلنا چاہتا ہوں۔ سونیا اور اس کے ساتھیوں نے زبردست جال پھیلا رکھا ہے۔ سنا ہے وہ تین یا چار خیال خوانی کرنے والوں کو اغوا کرچکی ہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اگر ہم دونوں متحد ہوکر کام کریں گے تو کامیابی ہمارے حصے میں بھی آئے گی۔ تم نے ایک جے مورگن کو حاصل کیا ہے۔ ہماری مشترکہ جدوجہد سے اب جو حاصل ہوگا اسے میں مالک مین کے پاس لے جاؤں گا۔ یعنی ایک شکار میں لے جاؤں گا، دوسرا شکار تم لے جاؤگی۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا تو ہماری دوستی بھی مستحکم ہوتی رہے گی۔"

"ہاں۔ ایک سے بھلے دو ہوتے ہیں۔ سونیا سے شکار چھیننے کے لئے ہمارا متحد ہونا لازمی ہے۔"

ادھر پارس بڑی کامیابی سے تعاقب کرتا آرہا تھا۔ سرحدی چوکی میں اسے بھی روکا گیا۔ اس نے اپنا شناختی کارڈ پیش کیا۔ ٹرانسمٹر کے ذریعے جنرل سے رابطہ قائم کرکے بولا "دشمن الپا کو اغوا کرکے سرحد پار لے گئے ہیں۔ میں ان کا تعاقب کررہا ہوں۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا اور اطلاع دینے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اب بھی وہ گاڑی آگے نکلی جارہی ہے۔ آپ میری تدبیر پر فوراً عمل کریں۔ جے مورگن سے کہیں کہ الپا کے دماغ میں چپ چاپ موجود رہے اور مجھے اس کے حالات سے اور اس کے گزرنے والے راستوں سے باخبر رکھے۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔"

وہ موٹر سائیکل اسٹارٹ کرکے پھر تیزی سے چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد دماغ پر دستک ہوئی۔ جے مورگن نے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے کہا "مس الپا شاید مجھے دماغ میں نہ آنے دیتیں کیونکہ انہوں نے آج تک مجھ سے کوئی کوڈ ورڈ مقرر نہیں کیا ہے لیکن مجھے اس لئے دماغ میں جگہ مل گئی کہ وہاں پہلے سے کوئی موجود ہے۔ الپا کی سوچ نے بتایا ہے کہ اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کے پاس ریوالور ہے۔ وہ کسی بھی مداخلت پر الپا کو گولی مارسکتا ہے۔"

پارس نے پوچھا "وہ کس راستے پر ہیں؟"

"بیروت کی طرف جارہے ہیں۔"

"تم الپا کے پاس رہو اس کے دماغ میں کون ہے، معلوم کرو اور میرے پاس آتے رہو۔"

جے مورگن پھر الپا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت پاسکل بوبا اس کے دماغ میں کہہ رہا تھا "تم نے جے مورگن کو حاصل کیا ہے۔ آئندہ ہماری مشترکہ جدوجہد سے جو حاصل ہوگا، اسے میں مالک مین کے پاس لے جاؤں گا۔"

اس کی باتوں سے ظاہر ہوا کہ سپرماسٹر کے خیال خوانی کرنے والوں کو شکار کیا جارہا ہے اور ان شکار کئے جانے والوں میں خود جے مورگن ایک شکار ہے۔ تب اس کے اندر سوال پیدا ہوا، کیا وہ امریکا سے یہاں لایا گیا ہے؟ اسرائیل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے؟ یہ انکشاف اسے پریشان کررہا تھا۔

وہ الپا کے دماغ میں رہ کر اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ یہ اچھا موقع تھا۔ پاسکل بوبا کی موجودگی نے اس کے لئے معلومات کا راستہ ہموار کردیا تھا۔ ذرا سی دیر میں پتا چل گیا کہ وہ یہودی نہیں، عیسائی ہے۔ امریکی ہے۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ الپا اسے محبت کے جال میں پھانس کر قتل ابیب لے آئی۔ یہاں اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا معمول بنالیا۔ اس کے ماضی کی تمام باتیں فراموش کرکے اسے یہودی بنادیا ہے۔

اس زبردست انکشاف نے اسے ہلا کر رکھ دیا۔ وہ سوچنے لگا، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

جوابات فوری طور پر دماغ میں آئی، وہ یہ تھی کہ جو اس کے ساتھ بڑا دھوکا کررہی تھی۔ اس کے ساتھ بھی دھوکا ہی کرنا چاہئے۔ الپا کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرنے کے لئے اسے اس طرح تباہ کرنا چاہئے کہ وہ پھر اس کے دماغ میں مالک بن کر نہ آسکے۔

اس وقت پاسکل بوبا کہہ رہا تھا "مس الپا! یہ تو طے ہوگیا کہ ہم متحد ہوکر سپرماسٹر کے خیال خوانی کرنے والوں کو شکار کریں گے۔ فرض کرو، اگر میں تمہیں اغوا نہ کرتا اور اس طرح بے بس نہ کرتا تو کیا تم مجھ سے دوستی کرتیں؟ کیا اس بات پر راضی ہوجاتیں کہ ایک شکار میں لے جاؤں اور ایک تم لے جایا کرو؟"

"ہاں، ضرور راضی ہوجاتی۔"

"سوچ سمجھ کر جواب دو۔ جب تم تنہا ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کرسکتی ہو اور انہیں اپنے ملک کے مفاد میں استعمال کرسکتی ہو تو پھر میرے ملک کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے پاس آنے والے شکار کو میرے حوالے کیوں کروگی؟ کیا تم یہودیوں نے کبھی گھاٹے کا سودا کیا ہے؟"

وہ ذرا ہچکچائی پھر بولی "تم متقی ارادوں کی بات چھیڑ رہے ہو دوستی ہوگئی ہے تو دشمنی کی بات نہ کرو۔"

"چلو دوستی کی بات کرتا ہوں۔ ہماری زبانی معاہدے کے مطابق ایک شکار میرا، ایک شکار تمہارا۔ اس حساب سے جے مورگن شکار ہوکر تمہارے ملک میں آگیا ہے۔ سپرماسٹر سے جو دوسرا شکار تمہارے ملک نے حاصل کیا ہے وہ تم ہو لہٰذا معاہدے کی رُو سے تمہیں ہمارے پاس رہنا چاہئے۔"

وہ چونک کر بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں اپنے ملک کی وفادار ہوں۔"

"ٹھیک ہے، تم اپنے ملک میں رہو۔ جے مورگن کو ہمارے حوالے کردو۔"

"جے مورگن ہمارے معاہدے سے پہلے آیا ہے۔ معاہدے کے بعد والا شکار تمہارا ہوگا۔"

"یہ بھی منظور ہے۔ جے مورگن کو ضمانت کے طور پر ہمارے پاس چھوڑ دو۔ جب نیا شکار مجھے ملے گا تو میں مورگن کو واپس کردوں گا۔"

"تم بہت چالاک بن رہے ہو۔ ایک تو مجھے اغوا کرلیا، دوسرے میرے ذریعے مورگن کو بھی اپنے پاس لانا چاہتے ہو، تم میری مجبوریوں سے کھیل رہے ہو۔"

وہ کار ایک جگہ رک گئی۔ الپا نے دیکھا، رات کی تاریکی میں دو منزلہ مکان نظر آرہا تھا۔ مکان کے اندر ہلکی سی روشنی تھی۔ دو مسلح شخص دروازہ کھول کر باہر آئے۔ ایک نے آگے بڑھ کر پچھلا دروازہ کھولا۔ پھر الپا کو کھینچ کر باہر نکالا۔ وہ تکلیف سے چیختی ہوئی بولی "چھوڑو مجھے۔ مسٹر بوبا! اپنے آدمیوں سے کہو، انسان کی طرح پیش آئیں۔"

"تم سے انسانوں جیسا سلوک کیا جائے گا اور دوستی بھی ہوجائے گی لیکن تم پر تنویمی عمل کرنے کے بعد۔"

وہ گھبرا کر بولی "نہیں۔ میں تنویمی عمل نہیں کرنے دوں گی۔ جب تمہیں یہ کرنا ہی تھا تو تمام راستے اتنی بحث [illegible]

کررہے تھے ؟"

"اس لئے کہ میں مسلسل تمہارے دماغ میں رہوں اور تمہیں اپنے کسی آدمی سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کا موقع نہ دوں مگر تم تھوڑی سمجھدار ہو۔ تم نے زندہ رہنے کے لئے ایسی حماقت نہیں کی۔"

دو افراد اسے پکڑ کر مکان کے اندر لے جارہے تھے اور کار میں آنے والے اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ پاسکل بوبا اس کے دماغ میں کہہ رہا تھا "بس تم اپنی جان بچانے کی حد تک سمجھ دار ہو' ورنہ تھوڑی عقل استعمال کرکے یہ تو سوچ سکتی تھیں کہ بازی میرے ہاتھ میں ہے۔ مجھے متحد ہو کر شکار کھیلنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں تمہیں تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ اور اپنی تابع دار بنا کر تم سے ہر طرح کا کام لیا کروں گا۔ تم نے جے مورگن پر تنویمی عمل کیا ہے۔ تمہارے ذریعے وہ بھی ہماری مٹھی میں رہے گا۔"

"تم ذلیل ہو' کمینے ہو! میں خود پر تنویمی عمل نہیں ہونے دوں گی۔"

جے مورگن یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ پہلے اس نے سوچا تھا' الپا سے انتقام لے۔ پھر اس نے سناکہ اس مکار حسینہ پر بھی تنویمی عمل کیا جائے گا۔ یہ اس کے لئے بہترین موقع تھا۔ اس نے طے کرلیا کہ پاسکل بوبا کے تنویمی عمل کے دوران الپا کے اندر موجود رہے گا اور اس کے عمل کو ناکام بناتا رہے گا۔ جب وہ مطمئن ہو کر چلا جائے گا تو خود الپا پر تنویمی عمل کرے گا اور اسے اپنی معمولہ بنالے گا۔"

وہ لوگ الپا کو ایک کمرے میں لے آئے تھے۔ اسے ایک بستر پر جبراً لٹا رہے تھے۔ ایک شخص سرنج میں دوا بھر رہا تھا۔ وہ چیخ رہی تھی "مجھے چھوڑ دو۔ میرے دماغ کو کمزور نہ بناؤ۔ میں تمہاری ہر بات مان لوں گی۔ مجھے اپنی معمولہ نہ بناؤ ...!!"

ایک شخص نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ دو آدمیوں نے اسے بری طرح جکڑ لیا۔ چوتھے شخص نے اس کے بازو میں انجکشن لگادیا۔ اتنے لوگوں کی گرفت میں اسے ہار ماننی پڑی۔

دوسرے ہی لمحے میں اس کا دل ڈوبنے لگا۔ بہت کمزوری محسوس ہونے لگی۔ اس نے سمجھ لیا کہ اس کی عزت' وقار' رعب اور دبدبے والی زندگی گزر چکی ہے۔ اب اس لمحے سے ذلت بھری غلامانہ زندگی شروع ہورہی ہے۔

سب اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ وہ تنہا بستر پر پڑی چھت کو تک رہی تھی۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ بستر سے اٹھ کر کمرے سے باہر جاتی۔ اسے اپنی بے بسی پر رونا آرہا تھا۔ ٹیلی پیتھی جیسا خطرناک ہتھیار رکھ کر وہ اپنے لوگوں کو مدد کے لئے نہیں بلاسکتی تھی۔ اب دماغی اور جسمانی کمزوری میں مبتلا ہونے کے بعد خیال خوانی نہیں کرسکتی تھی۔ اگر اپنے غصے پر قابو پالیتی' پارس کو نظروں سے دور ہونے کے لئے نہ کہتی تو کم از کم وہ اس کی مدد کے لئے قریب رہتا۔ ایسی کمزوری کے دوران اس نے سوچا' کیا پارس قریب ہوتا تو اسے اس مصیبت سے بچالیتا؟

دل نے کہا "ہاں' بچالیتا۔ وہ بہت چالاک اور حاضر دماغ ہے۔ میرے بچاؤ کی کوئی تدبیر کرلیتا۔ آہ! کاش اسے میری خبر ہوتی ..."

وہ خبر رکھنے والا پہنچ گیا تھا۔ اس نے مکان سے دور ہی موٹر سائیکل چھوڑ دی تھی۔ جے مورگن دوبارہ اس کے دماغ میں نہیں آیا۔ پارس نے مکان کے سامنے نیلی کار کو دیکھ کر منزل کا پتا لگالیا تھا۔ اس نے دبے قدموں قریب آکر مکان کے چاروں طرف ایک چکر لگایا۔ سامنے اوپری منزل کے برآمدے میں ایک گن مین بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا' مکان میں کتنے افراد ہیں۔ اسے حیرانی تھی کہ جے مورگن پلٹ کر کیوں نہیں آیا۔ اس کے ذریعے مکان کے اندر کی باتیں معلوم ہوسکتی تھیں۔

وہ محض حیران تھا۔ پریشان نہیں تھا کیونکہ ٹیلی پیتھی پر تکیہ نہیں کرتا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک مکان کے باہر تاریکی میں کھڑا رہا۔ ایک گن مین نچلی منزل کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ برآمدے میں ایک سرے سے دوسرے تک چلنے لگا۔ وہ ڈیوٹی کے طور پر باہر ایک نظر ڈالنے آیا تھا۔ پارس نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر ایک جگہ اندھیرے میں پھینکا۔ دھپ کی آواز پر گن مین نے چونک کر آواز کی طرف دیکھا۔ پھر گن سیدھی کرتے ہوئے کڑک کر بولا "ہواز دیئر؟"

اوپر بیٹھے ہوئے گن مین نے بھی ریلنگ پر جھکتے ہوئے کہا "میں نے بھی آواز سنی ہے۔"

ٹھیک اسی وقت پارس نے دوسرے پتھر سے اوپر والے کے سر کا نشانہ لیا۔ نشانہ پکا تھا۔ پتھر آکر ہتھوڑے کی طرح سر پر لگا۔ وہ ریلنگ پر جھکا ہوا تھا۔ مزید جھکتا ہوا نیچے آکر دھپ سے گر پڑا۔ نیچے والے نے سمجھا' اوپر کسی نے اس کے ساتھی پر حملہ کیا ہے۔ وہ گن کا رخ اوپری منزل کی طرف کرکے فائر کرنے لگا' اس نے مسلسل چار گولیاں چلائیں۔ پانچویں کے وقت اس کی گردن پر کرائے کا ہاتھ پڑا۔ ہاتھ فولادی تھا۔ گن چھوٹ گئی۔ دوسرے ہاتھ میں قدم زمین سے چھوٹ گئے۔ اتنی دیر میں اندر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آنے لگیں۔ کوئی پوچھ رہا تھا "کیا بات ہے والٹر؟ کس پر گولی چلا رہے ہو؟"

پارس نے مار کھا کر گرنے والے کی گردن دبوچ لی تھی۔ اسے گن کے نشانے پر رکھ کر کہہ رہا تھا "اپنے ساتھیوں سے بولو' ایک اجنبی کو زخمی کیا ہے۔ وہ باہر آکر اسے دیکھ لیں؛

اس نے یہی بات دہرائی۔ اپنے ساتھیوں کو باہر آنے کے لئے کہا لیکن کوئی نہیں آیا۔ پارس نے کہا "میں سمجھ گیا۔ ابھی تمہارا خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ میں تھا۔ اس نے اندر جاکر باقی لوگوں کو خطرے سے آگاہ کردیا ہے۔"

اس نے بات ختم کرتے ہی سانس روک لی۔ کوئی دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ اگر وہ جے مورگن ہوتا تب بھی پارس اسے آنے کی اجازت نہ دیتا۔ ایسے وقت دو سراد شمن فائدہ اٹھا کر دماغ میں زلزلہ پیدا کرسکتا تھا۔

پارس کے حساب سے ابھی دماغ میں آنے والا ناکام ہو کر اندر گیا ہوگا۔ اس نے باہر کی پوزیشن معلوم کی ہوگی اور اس کے مطابق اپنے آدمیوں سے اس پر فائرنگ کرائے گا۔ اس نے اپنے شکاری کی کردن دبوچ کر پوچھا "جلدی بتاؤ' اندر کتنے آدمی ہیں۔ دیر کروگے تو گولی ماردوں گا۔ بتاؤ؟"

اس نے کہا "دو ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی دو مختلف کھڑکیوں سے فائرنگ ہوئی۔ پارس زمین پر گر پڑا تھا۔ وہیں سے ایک کھڑکی کی طرف گولی چلائی۔ اندر سے ایک چیخ سنائی دی پھر خاموشی چھاگئی۔ اس نے زمین سے اٹھ کر اپنے شکار کو ایک جھٹکے سے اٹھایا پھر اسے دھکا دیتا ہوا برآمدے میں لے آیا۔ اندر سے آواز آئی "ہم بے شمار ہیں' تم اکیلے ہو۔ اپنی سلامتی چاہتے ہو تو بھاگ جاؤ۔"

پارس شکار کو لے کر دروازے پر آگیا پھر اسے زور کا دھکا دیا۔ وہ دروازے سے ٹکرا کر اسے کھولتا ہوا اندر گیا۔ اندر سے تڑاتڑ فائرنگ ہوئی۔ بے چارہ شکار زد میں آگیا۔ گولیاں کھا کر چیختا ہوا گرا۔ فائر کرنے والے نے بوکھلا کر فائرنگ بند کردی۔ دوسرے ہی لمحے پارس نے کھلے ہوئے دروازے پر آکر اس آخری چوتھے شخص کو گولی ماردی۔

قصہ تمام ہوگیا۔ ایک دم سے سناٹا چھاگیا۔ شکار کے بیان کے مطابق اندر دو تھے۔ وہ دونوں ختم ہوگئے تھے۔ پھر بھی پارس محتاط رہا۔ پوزیشن بدل کر تھوڑی دیر تک کھڑا رہا۔ پھر اندر آیا۔ محتاط رہ کر چلتا ہوا ایک کمرے میں پہنچا۔ وہاں الپا بستر پر پڑی ہوئی تھی۔

وہ پارس کو دیکھتے ہی خوشی سے کھل گئی۔ بستر پر آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی "اوہ گاڈ! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میری مدد کے لئے یہاں تک چلے آؤ گے۔ پارس مجھے بچاؤ! مجھے اس ظالم سے ..."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ پھر اس کی آواز بدل گئی۔ پاسکل بوبا اس کی زبان سے کہہ رہا تھا "میں اسرائیلی استادوں کو داد دیتا ہوں کہ انہوں نے تمہیں پارس کی طرح دلیر اور حاضر دماغ بنایا ہے۔ ویسے ہر طرح مکمل ہونے کے باوجود تم ڈمی ہو' ڈمی رہوگے! تمہیں اسرائیلی حکام کیا دیتے ہیں؟ مجھ سے سودا کرو۔ ماسک مین تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائے گا۔ تمہاری ہر ضرورت پوری کرے گا' تمہیں شہزادے کی طرح رکھے گا۔"

"یہی سودا میں تم سے کرتا ہوں۔ بولو' اپنے ماسک مین سے غداری کرنے کا معاوضہ کیا لوگے؟"

"میں غدار نہیں ہوں۔"

"تو دوسرے کی وفاداری کیوں خرید رہے ہو؟ کیا میں غدار بن جاؤں گا؟"

"نہیں بنوگے تو الپا زندہ نہیں ملے گی۔"

وہ باتوں کے دوران اس میز کے پاس آگیا تھا جہاں دوائیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہیں سے ایک سرنج میں دوا لاکر الپا کی رگوں میں پہنچائی گئی تھی۔

الپا کی آواز سنائی دی "تم مجھ سے منہ پھیر کر کیوں کھڑے ہو؟ پاسکل بوبا کی بات مان لو۔ مجھے بچالو۔"

اس نے کہا "یہ تم نہیں کہہ رہی ہو' وہ تمہیں کہنے پر مجبور کررہا ہے۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔ میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ میں حرام موت مرنا نہیں چاہتی۔"

وہ قریب آتے ہوئے بولا "کیا تم اپنی جان بچانے کے لئے اپنے ملک اور قوم سے غداری کروگی؟"

"پارس! جان ہے تو جہاں ہے۔ تم مجھ سے سچی محبت کرتے ہو تو پاسکل بوبا کی بات مان لو۔ تمہیں میری قسم ہے۔"

پارس دونوں ہاتھ پیچھے رکھے ہوئے تھا۔ اس کے ہاتھ میں سرنج تھی۔ اس نے اچانک ہی اس کی سوئی الپا کے بازو میں پیوست کردی۔ اس کی دوا اس کے اندر انجکٹ کرتے ہوئے کہا "پاسکل بوبا! ٹیلی پیتھی سیکھ لینے سے عقل نہیں آجاتی۔ تم اسے نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ دیکھو! تمہاری سوچ کی لہریں اس کے بیہوش دماغ سے ٹکرا رہی ہیں۔"

وہ بیہوش ہوگئی۔ ایسی حالت میں سوچ کی لہریں ناکام رہتی ہیں۔ پارس نے اچانک سانس روک لی۔ پاسکل بوبا جھنجلا کر اس کے پاس آیا تھا' پھر ناکام ہو کر چلا گیا۔ وہ اتنی محنت سے حاصل ہونے والی الپا کو چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ اسرائیلی سرحد سے اسے باہر لے آیا تھا۔ صرف ایک پارس سے ٹکرا کر اسے حاصل کرنا رہ گیا تھا اور اس کے لئے وہ جی جان کی بازی لگا سکتا تھا۔

پارس نے اسے اٹھا کر کاندھے پر لادلیا۔ وہاں سے چلتا ہوا باہر آیا۔ نیلی کار کا پچھلا دروازی کھول کر وہاں الپا کو لٹادیا۔ گاڑی کا انجن چیک کیا۔ وہ کبھی ہتھیار رکھنے کا عادی نہیں تھا لیکن موجودہ حالات کے پیش نظر ایک ریوالور' ایک رائفل اور کارتوس کا کچھ ذخیرہ رکھ لیا۔ لبنان کے شہروں اور گلی کوچوں میں کسی وقت بھی گولیاں چلنے لگتی تھیں۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ پہلے

گولیاں چلتی تھیں پھر مرنے والوں کو دیکھ کر وہ اور دشمن کی پہچان کی جاتی تھی۔ ایسے مقامات سے الپا کو لے جانے کے لئے ہتھیار لازمی تھے۔

اسرائیل واپس جانے کا راستہ آسان ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ اب اسرائیل کیوں جاتا؟ اپنی ماں کی قبر پر حاضری دے چکا تھا۔ وہاں اب اس کے لئے کیا رکھا تھا؟ اگر الپا میں کچھ رکھا تھا تو وہ ساتھ ہی تھی۔ سلطانہ اسے معمولہ بنا چکی تھی۔ وہ ملک شام کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں سے ترکی اور ترکی سے فرانس جا سکتا تھا۔ فی الحال یہی راستہ ذہن میں تھا۔ جو بہت ہی طویل اور دشوار گزار تھا۔ دشمن قدم قدم پر دشواریاں پیدا کر سکتے تھے۔

وہ اپنے لئے نہیں، الپا کے لئے مجھ سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ بیروت کی سڑکوں پر کار ڈرائیو کرتا ہوا سوچ رہا تھا "جنگلی کا سفر مشکلات پیدا کرے گا۔ کسی طرح پاپا سے رابطہ قائم کرنا ہی ہوگا الپا کو بے ہوش کرکے عارضی طور پر اسے دشمن سے بچا لیا ہے۔ لیکن وہ ہوش میں آئے گی تو پاگل ہو جائے گی پھر اس کے دماغ میں آکر اس کی سانس روک کر اسے ہلاک کر سکتا ہے۔"

وہ ایک ٹیلیگراف اور پوسٹ آفس کی عمارت کے سامنے آیا۔ اس کے بورڈ پر لکھا ہوا تھا کہ وہ پوسٹ آفس دن رات کھلا رہتا ہے لیکن وہ بند تھا۔ کتنی ہی عمارتوں کی دیواریں اور دروازے وغیرہ گولہ بارود کے دھماکوں سے ٹوٹے ہوئے تھے۔ شہر میں قبرستان جیسا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ان حالات میں رات کے پچھلے پہر پوسٹ آفس اور اسپتال کے دروازے بھی بند ہو جاتے تھے۔

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک رہائشی علاقے میں آیا۔ وہاں تمام بنگلے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ انجن بند کرکے باہر آیا۔ سامنے ایک بنگلے میں تاریکی اور خاموشی تھی۔ شام ہوتے ہی لوگ اپنے گھروں میں اندھیرا کر دیتے تھے تاکہ مخالف گروہ کے لوگ یہ سمجھ کر خوفزدہ رہیں کہ تاریک مکان میں موت ان کا انتظار کر رہی ہے۔

وہ احاطے کی دیوار پھاند کر اندر آیا پھر لان کی گھاس پر چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتے ہوئے بنگلے کے ایک طرف آیا پھر کھڑکی سے جھانک کر دیکھنے لگا۔ اندر موم بتی جل رہی تھی۔ کھڑکی کے شیشے سے آدھا کمرا دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ باقی آدھے کمرے میں کوئی ہو سکتا تھا۔ اس نے کھڑکی سے ہٹ کر دیکھا، ایک طرف روشندان نظر آیا۔ وہ بڑی آہستگی سے کھڑکی کے چبوترے پر چڑھ گیا۔ پھر روشندان سے جھانک کر دیکھا۔ ایک بستر پر ایک بوڑھی عورت سو رہی تھی۔

وہ کھڑکی سے اتر گیا۔ دوسرے کمروں کی کھڑکیوں کے پاس جا کر دیکھنے لگا۔ ہر کمرے میں تاریکی تھی۔ شاید وہ لوگ خیال تھے یا ہو سکتا ہے، سونے والوں نے بتی بجھا دی ہو۔ جو کچھ بھی ہو، خطرہ مول لینا ہی تھا۔ الپا کی حفاظت کا انتظام ہو کرنا تھا۔ وہ وہاں سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا پھر اس نے کال بیل کے بٹن کو دبا دیا۔ رات کی خاموشی میں اندر بجنے والی گھنٹی کی آواز باہر تک آئی۔ اس نے وقفے وقفے سے تین بار بٹن کو دبایا لیکن کوئی دروازہ کھولنے نہیں آیا۔

تب اس نے ایک کھڑکی کے پاس آکر شیشے کو توڑا۔ شیشہ ٹوٹنے کی آواز اندر دور تک گئی۔ مگر کسی نے اسے نہیں للکارا وہ بوڑھی بھی بستر سے اٹھ کر نہیں آئی۔ اس نے اندر ہاتھ ڈال کر چٹخنی ہٹائی پھر اس کے پٹ کھول کر اندر آیا۔ اندھیرے میں ایک دیوار سے لگ کر بولا "کوئی ہے۔ جواب دو۔ میں دشمن نہیں ہوں۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ تاریکی میں دیواروں کو ٹٹولتا ہوا سوئچ بورڈ کے پاس آیا۔ ایک سوئچ کو دباتے ہی کمرا روشن ہو گیا اس کے ساتھ وہ اچھل کر دوسری طرف چلا گیا۔ اس نے اضطباطاً ایسا کیا تھا۔ حالانکہ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے پھر آواز دی "کوئی ہے؟ جواب دو۔ کوئی ہے؟"

اس نے دوسرے کمرے کا دروازہ کھولا۔ ایک کمرے کی روشنی دوسرے کمرے تک آئی، وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ وہ دبے قدموں چلتا ہوا اس کمرے میں پہنچا جہاں ایک بوڑھی عورت سو رہی تھی۔ وہ بستر پر موجود تھی۔ اسی طرح نیند میں تھی۔ رات کی خاموشی میں اس کی سانسوں کی آواز ہلکی ہلکی سنائی دے رہی تھی۔ پارس نے قریب آکر بیڈ لیمپ کو روشن کیا۔ لیمپ کے پاس ایک کھلا ہوا کاغذ رکھا تھا۔ اس نے اٹھا کر پڑھا۔ اس پر لکھا تھا "آنے والو! اب میرے گھر میں کچھ نہیں رہا۔ تمہاری خانہ جنگی میں میرا شوہر اور چار جوان بچے مارے گئے۔ گھر میں کوئی قیمتی چیز نہیں رہی۔ پھر بھی تلاش کرو۔ کچھ مل جائے تو لے جاؤ۔ میری نیند خراب نہ کرو۔ میں بہری ہوں سونے سے پہلے میں نے اپنا ائر فون تکیے کے نیچے رکھ دیا ہے۔ تم گولیاں چلاؤ گے تب بھی میری نیند نہیں کھلے گی۔"

پارس نے وہ تحریر پڑھ کر بوڑھی خاتون کو ہمدردی سے دیکھا۔ وہ آخری عمر میں محبت کے تمام رشتوں سے محروم ہو کر اپنا سب کچھ لٹا کر بے فکری سے سو رہی تھی۔ اب دنیا کا کوئی لٹیرا اس کا کچھ نہیں لوٹ سکتا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ بنگلے کے اندر احاطے سے نکل کر اس نے کار کا چھوٹا دروازہ کھولا۔ الپا کو اٹھا کر کاندھے پر لادا پھر اسے بنگلے کے اندر لے آیا۔ اسے دوسرے کمرے کے بیڈ پر لٹانے کے بعد وہ پھر ایک بار باہر آیا۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کی اسے ڈرائیو کرتا ہوا بہت دور لے گیا۔ اسے ایک جگہ روک کر اس میں سے ہتھیار اور کارتوس نکال کر تیزی سے چلتے ہوئے واپس آنے لگا۔

آدھے گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد وہ بنگلے میں پہنچا۔ الپا خیریت سے بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ بوڑھی بھی بے خبر سو رہی تھی۔ وہ ایک اجڑے ہوئے ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں ٹیلی فون رکھا ہوا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر آواز سنی۔ فون کام کر رہا تھا۔ وہ لانگ ڈسٹنس پر فرانس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کوشش کے بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کوڈ ورڈز ادا کرکے کہا "تماسا سے کہہ دیں، مجھ سے فوراً رابطہ کریں۔ ویٹس آل۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بس اتنی سی بات کہنے کے لئے اسے فون کی ضرورت تھی۔ اب ہاٹ لائن پر وہ اعلیٰ افسر سونیا کو یا سلمان واسطی کو یہ پیغام دے گا پھر پلک جھپکتے ہی خیال خوانی کرنے والے اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔

وہ ڈرائنگ روم سے نکل کر الپا کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت ایک گاڑی کی آواز سنائی دی۔ آواز سے اندازہ ہوا کہ وہ بنگلے کے احاطے میں داخل ہو رہی ہے۔ پارس نے فوراً ہی ایک چھلانگ لگائی پھر الپا کے کمرے میں پہنچتے ہی سوئچ آف کر دیا۔ بنگلے کے اندرونی حصے میں پہلے جیسی تاریکی چھا گئی۔ صرف بوڑھی خاتون کے کمرے میں موم بتی رکھی ہوئی تھی کہ آؤ، اگر کچھ بچا ہے تو لوٹ کر لے جاؤ۔

○☆○

میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ صبح تک آرام سے سوتا رہوں۔ اگر کوئی کاٹیج میں داخل ہونا چاہے تو میری آنکھ کھل جائے لہٰذا میری آنکھ کھل گئی۔ میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کوئی کاٹیج کے برآمدے سے چلتا ہوا دروازے تک آیا تھا اور اب دروازہ کھولنے کی آواز آرہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس جاسوس حسینہ کے دماغ میں پہنچا جو ڈی مولر کی ساتھی تھی اور ایک فوجی افسر کے کاٹیج میں رات گزارنے گئی تھی۔

مجھے اطمینان ہو گیا۔ وہی دروازہ کھول رہی تھی۔ فوج کے ایک اہم راز کی مائیکرو فلم حاصل کرنے کے لئے منہ کالا کرکے آئی تھی۔ میں نے دوبارہ لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے اندر آکر دروازے کو بند کیا۔ کوریڈور سے گزر کر کمرے میں آئی۔ مجھے نیند کی حالت میں دیکھ کر حقارت سے بولی "یہ جاسوسی کا پیشہ ہمیں بازاری عورت بنا دیتا ہے۔ ایک اہم راز حاصل کرنے کے لئے میں نے اس بڈھے افسر کو مجبوراً برداشت کیا۔ میں اپنے مزاج کے خلاف محنت کرتی رہی اور تم گھوڑے بیچ کر سو رہے ہو۔ اسرائیل پہنچ کر نام تمہارا ہوگا۔ میں تو محض تمہاری اسسٹنٹ کہلاؤں گی۔"

میں خاموش پڑا رہا۔ آنکھ کھولنے کی ضرورت نہیں تھی میں ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ قریب آکر بولی۔

"کیا تم واقعی سو رہے ہو؟"

اس نے اور قریب آکر دیکھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "اگر یہ اسی طرح ہمیشہ کے لئے سو جائے اور میں تنہا مائیکرو فلم لے جاؤں تو میری ترقی ہوگی۔ نام ہوگا، عہدہ بڑھے گا۔ آئندہ مجھے تنہا کسی ملک میں جاسوسی کے لئے بھیجا جائے گا۔ جب میں اپنی عزت کو سستا کرتی ہوں تو کارنامہ انجام دینے کا کریڈٹ بھی مجھے ملنا چاہئے۔"

اس کی سوچ کے وقت میں نے اسے غائب دماغ رکھا۔ اس نے غائب دماغی کے دوران مائیکرو فلم میرے بستر پر رکھ دی پھر سوچتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ وہ فیصلہ کر رہی تھی کہ اپنی سوچ پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں؟

صبح کی فلائٹ سے اسرائیل جانے کے لئے تمام سامان تیار تھا۔ ایک سامان میں تھا، جسے وہ ساتھ لے جانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے اٹیچی سے ایک ریوالور نکالا، اس میں ایک سائلنسر لگایا تاکہ گولی چلنے کی آواز نہ آئے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "اسے ختم کرنے سے پہلے مائیکرو فلم کو سینڈل کی ایڑی میں چھپا لینا چاہئے۔ اس کے بعد میں اسے قتل کرتے ہی کاٹیج سے پل جاؤں گی۔ صبح ہونے والی ہے۔ کچھ وقت ائرپورٹ پر گزارنا لوں گی۔"

اس نے ریوالور کو اٹیچی کے اوپر رکھا۔ پھر پرس کھول کر مائیکرو فلم ڈھونڈنے لگی۔ وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ اس نے پرس کے تمام خانے دیکھ ڈالے۔ وہ اس کے پاس ہوتی تو ملتی! وہ بری طرح پریشان ہو گئی تھی۔ بار بار اپنے لباس کو بھی ٹٹول کر دیکھ رہی تھی۔ جب یقین ہو گیا کہ وہ اس کے پاس نہیں ہے تو وہ چیخ پڑی "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے اس افسر کے ہاتھ سے وہ فلم لی تھی۔ اس کے سامنے پرس میں رکھی تھی۔ اس کے بعد میں نے پرس کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ راستے میں اسے کہیں نہیں کھولا۔ یہاں پہنچ کر بھی یہ پرس بند رہا۔ پھر فلم کہاں غائب ہو گئی؟"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی میرے کمرے میں آئی۔ قریب آکر دونوں ہاتھوں سے میرے بستر کو ٹٹول کر ہر جگہ دیکھنے لگی۔ اب مجھے قتل کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا کیونکہ اس نے ایک کارنامہ انجام دینے کے بعد بھی کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا تھا۔

وہ اس مشن میں صفر رہی تھی۔ اس نے مجھے جھنجھوڑ کر کہا۔ "مولر! اٹھو۔ کب تک حرام خوری کی نیند سوتے رہو گے؟"

میں نے ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا؟ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"وہ فلم نہیں ہے۔"

"کون سی فلم؟"

"وہی جو میں لے کر آئی ہوں۔ میں نے اسے پرس میں

رکھا تھا۔ میں کامیاب ہوگئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' وہ میرے پرس میں سے کیسے غائب ہوگئی!"

وہ افسر کے پاس سے مائیکرو فلم لانے کی تفصیل بتاتی رہی۔ میں نے کہا "تمہارے منہ سے شراب کی بو آرہی ہے کیا تم نے زیادہ پی لی تھی؟"

"میں روز ہی پیتی ہوں مگر ہوش میں رہتی ہوں۔ آج بھی پوری طرح ہوش میں تھی۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا "میرے سامنے احمقانہ باتیں نہ کرو۔ ہمارے محکمے کا کوئی افسر یہ تسلیم نہیں کرے گا کہ تم پینے کے بعد ہوش میں تھیں۔ اگر تمہیں ہوشمند تسلیم کرلیا جائے گا تو یہ یقین نہیں کیا جائے گا کہ فلم آپ ہی آپ پرس کے اندر سے غائب ہوگئی۔"

"میں مانتی ہوں کہ ایک ناقابل یقین بات کہہ رہی ہوں مگر ایسا ہوچکا ہے۔ اوہ گاڈ! میں کیا کروں؟ وہ افسر کہہ رہا تھا' مائیکرو فلم اتار کر لانے میں بڑا خطرہ مول لینا پڑا تھا۔ اب وہ دوسری بار یہ خطرہ مول نہیں لے گا۔ ہمیں دوسری فلم نہیں ملے گی۔"

میں نے کہا "اس افسر کو فون کرو۔ مجھے یقین ہے' فلم وہیں رہ گئی ہے۔"

وہ دوڑتی ہوئی ٹیلی فون کے پاس گئی۔ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے' رابطہ قائم ہونے کے بعد دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی۔ وہ جھنجلا کر بولی "بڈھا مرگیا ہے! کمبخت جلدی ریسیور نہیں اٹھا رہا ہے۔"

پھر ریسیور اٹھالیا گیا۔ دوسری طرف سے نشے میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی "ہیلو... میں بول رہا ہوں۔"

وہ بولی "میں وہی ہوں جو ابھی تمہارے پاس تھی۔ مجھ سے ایک غلطی ہوگئی ہے۔ میں وہ فلم تمہارے پاس بھول آئی ہوں۔"

میں اس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا "تم بھول کر نہیں گئی ہو۔ دراصل میں جو بول رہا ہوں تو یہ میں نہیں بول رہا ہوں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں گھسا ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے' اس نے تمہارے پرس میں سے وہ فلم غائب کردی ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں سے آگیا؟ میں ہوش میں تھی۔ کوئی جادو سے بھی میرا پرس نہیں کھول سکتا تھا۔"

"تم نے پرس کھول کر خود اسے فلم دی ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"یہ سچ میں ابھی ثابت کرتا ہوں۔ غور سے دیکھو' تم نے ریسیور پکڑا ہے' مگر اب یہ ریسیور نہیں رہے گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا' وہ ریسیور رکھ کر اٹھ گئی۔ پھر دوسرے کمرے میں گئی' وہاں سے سائلنسر لگا ہوا ریوالور اٹھا کر فون کے پاس آئی۔ پھر پہلے کی طرح بیٹھ گئی۔ ریوالور کو ریسیور کی طرح کان سے لگالیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر سوچ کے ذریعے کہا "دیکھو' تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟"

اس نے چونک کر اپنے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھا پھر چیخ مار کر اسے یوں چھوڑ دیا جیسے غلطی سے زہریلے سانپ کو پکڑ لیا ہو۔ وہ دیدے پھاڑ پھاڑ کر کبھی کریڈل پر رکھے ہوئے ریسیور کو اور کبھی فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کو دیکھ رہی تھی پھر اس نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ کیسے ہوگیا؟ میرے ہاتھ میں یہ ریوالور کیسے آگیا؟"

میں نے کہا "تعجب ہے! تم مجھ سے پوچھ رہی ہو! جبکہ خود ریسیور رکھ کر دوسرے کمرے میں گئیں' وہاں سے یہ ریوالور لاکر مجھ سے بولیں کہ تم اس سے مجھے قتل کرنا چاہتی تھیں اور مائیکرو فلم حاصل کرنے کا کارنامہ صرف اپنے نام کرنا چاہتی تھیں لیکن اب فلم نہیں رہی' اس لئے تم مجھے قتل نہیں کروگی۔"

وہ بری طرح سہم گئی تھی۔ انکار میں سر ہلا کر کہہ رہی تھی۔ "نہیں نہیں! یہ جھوٹ ہے۔ میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں تو تمہاری ماتحت ہوں... تمہاری تابعدار ہوں۔"

"تو پھر تم نے ریوالور میں سائلنسر کیوں لگایا ہے؟ یہ تو الگ الگ رکھا تھا۔ ابھی سائلنسر لگانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"وہ... میں... میں کیا بتاؤں۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اسی نے مائیکرو فلم غائب کی ہے۔ وہی میرے ہاتھوں سے تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا۔"

"تو وہ اب کیوں نہیں کرا رہا ہے؟"

"میں کیا بتاؤں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔"

"ایسا کہہ دینے سے ہمارے محکمے کے افسران تمہیں معاف نہیں کریں گے۔"

"مجھے کیا کرنا چاہئے' میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تمہارے سامنے ایک ہی راستہ ہے۔ مجھے گولی مار دو۔ اور اسرائیل جاکر کہہ دو کہ میں مائیکرو فلم لے کر دوسرے ملک میں اس کا سودا کرنے گیا ہوں۔"

اس نے چونک کر اپنے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھا۔ اس کی سوچ کہنے لگی "یہ میری بے بسی کا مذاق اڑا رہا ہے لیکن سوچا جائے تو میرے بچاؤ کا یہی راستہ ہے۔ میں مائیکرو فلم کے ہاتھ سے نکل جانے کا سارا الزام اسی کے سر ڈال سکتی ہوں۔"

اس نے اچانک میرا نشانہ لیا۔ میں نے کہا "تمہارے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ میں تمہیں ہلاک کرکے ہی اپنی ناکامی کا داغ دھو سکتی ہوں۔"

اس نے فائر کیا۔ وہ میری مرضی کے بغیر صحیح نشانہ نہیں لگا سکتی تھی۔ گولی دوسرے طرف چلی گئی۔ اس نے دوسری بار گولی چلائی' میں نے ہاتھ بھٹکا کر سانس روک لی۔ پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئی تھیں۔ میں نے اسے دوڑاتے ہوئے دوسرے کمرے میں پہنچایا۔ اس کمرے کا دروازہ باہر سے بند کیا پھر سانس لی تو ایلی نے کوڈورڈز ادا کرتے ہوئے کہا "میں ہوں۔ مجبوراً آئی ہوں۔"

میں نے خوش ہوکر کہا "تم! تم آئی ہو تو میں نے تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے' تمہارا تنویمی عمل ختم ہوگیا!"

"ہاں' مجھے پندرہویں دن سے پہلے تم پر دوبارہ عمل کرنا تھا لیکن میں نے نہیں کیا۔"

"کیوں نہیں کیا؟"

"میں غلطی پر تھی۔ اب یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ تم سے بہتر اپنے باپ کی بات نہیں منوا سکوں گی۔ تمہارے جیسا شخص جو اتنی عمر گزار چکا ہے' وہ خود ہی فیصلہ کرسکتا ہے کہ ایک اللہ والے بزرگ کی زبان کا پاس رکھنا چاہئے یا نہیں؟"

"ایلی! میں وعدہ کرتا ہوں' فرہاد علی تیمور کے وجود کا کسی کو علم نہیں ہوگا۔ میرے دل میں جو تھوڑی سی ناگواری تمہارے لئے تھی' وہ ختم ہوچکی ہے۔ میں تمام عمر تمہاری عزت کروں گا۔ خدانخواستہ تم پر کوئی بھی مشکل آپڑے تو پہلے مجھے مخاطب کرنا۔ میں تمہارے کسی کام آکر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی میں یہ بتانے آئی ہوں کہ پارس کو تمہاری ضرورت ہے' اس سے فوراً رابطہ کرو۔ میں جارہی ہوں۔"

"پھر آؤ گی؟"

"آں" وہ ذرا جھجک گئی۔ پھر بولی "ہاں آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے فوراً ہی پارس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار میں نے دماغ میں پہنچتے ہی کہا "پاپا" اس نے سانس نہیں روکی۔ میں نے پورے کوڈورڈز ادا کرکے پوچھا "بیٹے! خیریت تو ہے۔"

"پاسکل بوبا بار بار میرے دماغ میں آنے کی کوشش کررہا ہے۔ اب کسی وقت آسکتا ہے۔ الپا بے ہوش پڑی ہوئی ہے آپ دیکھیں' شاید اس کے دماغ میں جگہ مل جائے۔ پاسکل اسے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ میں نے بے ہوشی کا انجکشن لگادیا تھا۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر الپا کے پاس پہنچا۔ اس کا دماغ بہت کمزور تھا۔ وہ غفلت میں تھی۔ اور اب ہوش وحواس کی طرف آنے والی تھی میں انتظار کرنے لگا۔ میں نے ابھی پارس کے پاس جاکر دیکھا تھا۔ اس نے ہاتھوں میں رائفل پکڑی ہوئی تھی۔ جبکہ وہ کبھی ہتھیار رکھتا نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کے آس پاس خطرہ ہے۔ خطرہ باہر بھی ہے اور الپا کے اندر بھی۔ اسے یہی تشویش تھی کہ اس کے ہوش میں آتے ہی پاسکل آجائے گا تو اسے کس طرح بچائے گا بہرحال اب میں پہنچ گیا تھا۔

الپا کا کمزور دماغ آہستہ آہستہ مجھے بتانے لگا کہ اسے کس طرح اغوا کیا گیا ہے اور وہ کن حالات سے گزرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہے۔ اس نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے سوچا "میں کہاں ہوں؟ یہ کون سی جگہ ہے؟"

کمرے میں تاریکی تھی اور باہر قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے پارس نے احاطے میں داخل ہونے والی کسی گاڑی کی آواز سنی تھی۔ میں نے الپا کی سوچ میں کہا۔ "مجھے بالکل خاموش رہنا چاہئے۔ پتا نہیں باہر کون لوگ ہیں؟"

اس کی سوچ نے کہا "میں نے بیہوش ہونے سے پہلے پارس کو دیکھا تھا۔ اب وہ تاریکی میں نظر نہیں آرہا ہے۔"

میں نے کہا "پھر بھی وہ میرے پاس کہیں ہوگا' اس نے ابھی بے ہوش کرکے پاسکل بوبا کی دشمنی سے مجھے بچایا ہے' ورنہ وہ میرے دماغ میں زلزلے پیدا کرتا' مجھے مار ڈالتا یا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ بنالیتا۔"

باہر سے کسی نے کھڑکی کے شیشے پر دستک دی۔ پھر دوسری کھڑکیوں اور دروازوں پر بھی ایک ساتھ دستک کی آوازیں آنے لگیں۔ پھر کسی نے کہا "ادھر آؤ۔ یہ دیکھو کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہوا ہے۔ وہ کھڑکی کھول کر اندر جاکے چھپا ہوا ہے۔" دوسرے نے کہا "ڈی پارس! تم اندر رہو۔ باہر آجاؤ' ورنہ ہم باہر نکالنا جانتے ہیں۔"

میں بولنے والوں میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے مجھے چھ مسلح افراد نظر آئے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ ماسک مین کے آدمی ہیں اور پاسکل بوبا خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغوں میں موجود ہے۔

میں فوراً الپا کے دماغ میں پہنچا۔ وہ میرے اندازے کے مطابق پہنچا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا "آخر تم ہوش میں آگئیں! اب وہ ڈی پارس تمہیں کیسے بچائے گا؟"

میں نے پاسکل کے دماغ میں چھلانگ لگائی' اس نے سانس روک لی' سانس روکتے وقت وہ الپا کے دماغ سے نکل آیا تھا۔ میں واپس الپا کے پاس آگیا تھا باہر کھڑے ہوئے لوگ شاید پاسکل کے آئندہ حکم کے منتظر تھے۔ اس لئے ابھی پارس سے نہیں ٹکرا رہے تھے۔ چند سیکنڈ کے بعد الپا کے اندر اس کی آواز سنائی دی وہ بول رہا تھا "تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا معمول جے مورگن ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے

بھگا دیا ہے۔ وہ یقیناً تمہارے اندر چھپا ہوا ہے۔ میں اسے وارننگ دیتا ہوں کہ وہ مداخلت نہ کرے' ورنہ اس کی خیر نہیں شامت آجائے گی۔ مجھے معلوم ہے' وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرتا ہے۔ میں تمہارا لہجہ اختیار کرکے اس کے اندر جاؤں گا اور زلزلے پیدا کردوں گا۔"

الپا یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس نے خوش ہوکر پوچھا۔ "مورگن! کیا تم خیال خوانی کے ذریعے میری مدد کے لئے آئے ہو؟"

میں خاموش رہا۔ پاسکل نے کہا "تمہارا ڈی پارس اسی مکان میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ اس سے کہو' تمہاری زندگی چاہتا ہے تو..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں نے پھر اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں الپا کے پاس آگیا۔ وہ سوچ رہی تھی "میرا معمول مورگن میرے کام آرہا ہے' اس نے پھر پاسکل کو بھگا دیا ہے۔"

پاسکل جلدی واپس نہیں آیا۔ میں سمجھ گیا' وہ جے مورگن سے انتقام لینے گیا ہے۔ میں نے الپا کی سوچ اختیار کرکے مورگن کے دماغ میں جھانک کر دیکھا' وہ تکلیف سے چیخ رہا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ پاسکل اسے دماغی اذیتیں پہنچا رہا ہے۔ میں موقع سے فائدہ اٹھا کر کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے شخص کے دماغ میں آیا پھر پاسکل کے لہجے میں بولا "ہم غلطی پر تھے۔ وہ یہاں نہیں ہے۔ میں نے پتا لگایا ہے' جلدی گاڑی میں چلو میں وہاں تک گائیڈ کررہا ہوں۔"

اس نے ساتھیوں سے کہا "باس کا حکم ہے۔ جلدی آؤ۔ وہ دوسری جگہ چھپا ہوا ہے۔"

وہ سب اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے گاڑی میں آئے۔ اسے اشارت کیا پھر وہاں سے جانے لگے۔ میں نے اس شخص سے کہا "ڈرائیو کرتے ہوئے چلو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں الپا کے پاس آیا۔ پاسکل ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا "تمہارا وہ غلام ذہنی عذاب میں مبتلا ہے۔ اب وہ تمہاری مدد کو نہیں آئے گا۔"

میں نے پھر اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس بار وہ سانس روک کر بوکھلا گیا ہوگا۔ میں نے مورگن کے پاس آیا۔ وہ فرش پر پڑا کراہ رہا تھا۔ اس کے آس پاس فوجی افسر پریشانی کا اظہار کررہے تھے۔ اسی وقت پاسکل نے دماغ میں آکر کہا "تو بڑا سخت جان ہے۔ زلزلہ پیدا کرنے کے باوجود پھر میرے دماغ میں آیا تھا!"

وہ کراہتے ہوئے بولا "ارے کیوں میرے پیچھے پڑ گئے؟ میری حالت دیکھو' کیا میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے دماغ میں آنے کے قابل ہوں۔"

"تو پھر میرے اندر کون آنا چاہتا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ تمہارا کوئی اور دشمن ہوگا۔ فار گاڈ سیک! مجھے اپنا غلام بنالو۔ مگر دماغی عذاب میں مبتلا نہ کرو۔"

میں الپا کے پاس آیا۔ وہ بھی آگیا تھا۔ کہہ رہا تھا "تمہارا خیال خوانی کرنے والا اور کون سا ساتھی ہے؟"

"صرف مورگن ہے۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ میں نے اسے تکلیف میں مبتلا کیا ہے۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ پھر تمہاری مدد کون کررہا ہے؟"

"میں حیران ہوں' تم کیا کہہ رہے ہو!"

"زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم نے سچ بات نہ بتائی تو..."

میں نے پھر اس کے دماغ میں جانا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں اسے حیران پریشان چھوڑ کر اس کے حواریوں کے پاس آیا۔ وہ گاڑی میں جارہے تھے۔ ان کے پاس ہتھیاروں کے علاوہ ہینڈ گرینیڈ بھی تھے۔ میں نے ایک کے دماغ میں جاکر قبضہ جمالیا' اس نے چپ چاپ ہینڈ گرینیڈ نکالا۔ پھر کی کو دانتوں سے دبا کر کھینچا۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے ساتھی نے چیخ کر کہا "ارے یہ کیا کررہے ہو! اسے باہر پھینکو۔"

وہ ہینڈ گرینیڈ چھین کر باہر پھینکنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ اسے کھڑکی سے باہر نہ پھینک سکا۔ اتنی دیر میں زبردست دھماکا ہوا۔ کتنی ہی چیخیں بلند ہوئیں۔ پھر وہاں ایک بھی دماغ مجھے خوش آمدید کہنے کے لئے سلامت نہ رہا۔ میں الپا کے پاس آگیا۔ پارس اس سے کہہ رہا تھا "اپنی جگہ لیٹی رہو۔ وہ لوگ گاڑی میں چلے گئے ہیں۔"

وہ بولی "پاسکل کئی بار آچکا ہے۔ پہلے کہہ رہا تھا' مورگن میرے دماغ میں چھپ کر میری مدد کررہا ہے۔ بعد میں کہنے لگا' اس نے مورگن کو دماغی تکلیف میں مبتلا کیا ہے۔ اس کے بعد بھی میرے دماغ میں کوئی ہے اور اسے میرے پاس سے بھگا رہا ہے۔"

پارس نے کہا "خدا تم پر مہربان ہے۔"

"وہ تو ہے۔ مگر میرے اندر اور کون آسکتا ہے؟"

اسی وقت پاسکل نے آکر غصے سے کہا "میں تمہارے مددگار سے سمجھ لوں گا۔ اس نے یہاں آنے والے تمام آدمیوں کو دور بھیج کر سب کو ایک ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں' وہ درندہ کون ہے؟ میں اسے!"

اس نے پھر سانس روک لی۔ میں پھر الپا کے پاس آگیا۔ وہ پارس کو بتا رہی تھی "یہاں جتنے دشمن آئے تھے' سب کو ایک ساتھ کسی نے مار ڈالا ہے اور اسی نے پھر پاسکل کو ابھی میرے دماغ سے بھگایا ہے۔ اوہ گاڈ! وہ کون ہے؟ کیا ابھی میرے اندر موجود ہے۔ میں اس سے التجا کرتی ہوں' پلیز مجھ سے بات کرو!"

میں خاموش رہا۔ وہ پریشان ہورہی تھی۔ پارس نے لائٹ آن کردی تھی۔ اسے دیکھ کر کہہ رہا تھا "پریشان کیوں ہورہی ہو۔ اگر کوئی تمہارے اندر ہوگا تو ضرور بولے گا۔"

"اگر وہی نہیں ہے تو پاسکل مجھے چھوڑ کر بھاگتا کیوں ہے؟ وہ مجھ سے انتقام لینے میں ناکام ہورہا ہے۔ مجھے کوئی بچا رہا ہے۔"

"کیا تم جنات پر اعتقاد رکھتی ہو؟"

"آں؟ نہیں۔ میں نے جنات کے متعلق پڑھا بھی ہے' سنا بھی ہے۔ تم فضول باتیں نہ کرو۔"

"میری باتوں کو فضول کہنے سے پہلے غور کرو۔ کوئی اور خیال خوانی کرنے والا تمہارا دوست نہیں ہے اور جو بھی دشمن مدد گار بن کر آئے گا۔ وہ تمہیں اپنے ملک کے فائدے کے لئے اغوا کرکے لے جائے گا۔ ابھی جو تمہاری مدد کررہا ہے وہ انسان نہیں ہے' جن ہے۔ انسان ہوتا تو ابھی اپنے مطلب کی بات شروع کردیتا۔"

"تم مجھے ڈرا رہے ہو۔"

"تعجب ہے! جن تم پر مہربان ہے اور تم مہربان سے ڈر رہی ہو۔"

"مجھ پر مہربان کیوں ہے؟"

"تم غضبناک حسن وشباب کی مالک ہو' وہ تم پر نہیں آئے گا تو کیا مجھ پر آئے گا!"

"پلیز! جن کی بات نہ کرو۔ اس سائنسی دور میں عجیب سا لگتا ہے۔ میرے ساتھ کوئی اور چکر چل رہا ہے۔ میں کسی نئی مصیبت میں پھنسنے والی ہوں۔"

"میں تمہارے لئے جان کی بازی لگاتا آرہا ہوں۔ کوئی مصیبت آئے گی تو اس سے بھی تمہیں نکال لے جاؤں گا۔ لیکن میرا دل کہتا ہے' تم بالکل محفوظ ہو۔"

"اب وہ پاسکل بھی نہیں آرہا ہے۔"

"کمال ہے' مصیبت آئے تو گھبراتی ہو' نہ آئے تو بے چین ہوجاتی ہو۔"

"میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ میں کہہ رہی تھی کہ پاسکل کو اس جن نے..."

وہ کہتے کہتے رک گئی پھر بولی "توبہ ہے! میں بھی جن کی بات کررہی ہوں۔ مگر میں کیا کہوں؟ کون میری مدد کررہا ہے؟"

"صبح ہونے والی ہے۔ میں سونے جارہا ہوں۔"

"اوہ مائی گڈنس۔ میں نے پوچھا ہی نہیں' ہم کہاں ہیں اور یہ کس کا مکان ہے؟"

"ہم بیروت کے ایک رہائشی علاقے میں ہیں۔ اگر تم چلنے کے قابل ہو تو یہاں سے چل پڑو۔ پاسکل پھر اپنے ساتھیوں کو یہاں لاسکتا ہے۔"

وہ بستر سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے پاس آکر بولی۔ "تھوڑی کمزوری ہے مگر ہمیں جلد سے جلد اپنے ملک' اپنے گھر جانا چاہئے۔"

"اس مکان کی مالک مظلوم ہے۔ بے چاری کا شوہر اور جوان بچے مارے گئے ہیں۔ اب دنیا والوں کے پاس مارنے کو اور کوٹنے کو کچھ نہیں رہا۔ اب اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ بے فکری سے سو رہی ہے۔ خدا اسے باقی عمر جینے کا حوصلہ دے' آمین۔"

وہ الپا کے ساتھ باہر آگیا۔ صبح کا ہلکا ہلکا سا اجالا پھیل رہا تھا۔ وہ ساتھ چلتے ہوئے بولی "بیروت تو میدان جنگ بنا رہتا ہے۔ ہمیں یہاں سے فوراً نکلنے کے لئے کسی گاڑی کا انتظام کرنا چاہئے۔"

"چلتی رہو۔ کوئی انتظام ہوجائے گا۔"

میں نے پارس کے دماغ میں آتے ہی کوڈ ورڈز ادا کئے پھر پوچھا "کیا اسرائیل واپس جاؤ گے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسے چکر دے کر پیرس لے جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے' میں بھی اس کے دماغ کی اسٹیئرنگ گھمادوں گا۔"

میں الپا کے پاس آگیا۔ وہ خیال خوانی کی کوشش کررہی تھی مگر ناکام ہورہی تھی۔ دماغی توانائی ابھی بحال نہیں ہوئی تھی وہ چلتے چلتے رک گئی "ہائے' مجھ سے چلا نہیں جاتا۔"

پارس نے کہا "ہائے' سڑک کے کنارے بیٹھ جاؤ۔ میں سرحد پار کرکے اسرائیل جاؤں گا پھر تل ابیب پہنچوں گا' وہاں سے تمہارے لئے شاہی سواری لے کر آؤں گا۔"

وہ غصے سے بولی "تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"دشمن تمہارا کافی مذاق اڑا چکے ہیں' پھر بھی تم غصہ دکھانے سے باز نہیں آئی ہو۔ تمہاری حماقت سے دشمنوں کو تمہارے قریب پہنچنے کا موقع ملا تھا۔"

"زیادہ نہ بولو! غلطی سب سے ہوتی ہے۔"

"لیکن ایسی غلطی سے انسان سبق سیکھتا ہے جس سے جان جاتی ہے یا عزت جاتی ہے۔ پاسکل تمہیں دو کوڑی کی کنیز بنا کر رکھنے والا تھا۔"

"تم دو کوڑی کی کنیز کہہ کر میری انسلٹ کررہے ہو۔"

"اچھا' اب سابقہ حیثیت واپس مل گئی ہے تو میری بات سے انسلٹ محسوس کررہی ہو۔"

"دیکھو' تم انٹیلی جنس کے ادارے میں ایک ملازم ہو۔ میری حفاظت کرنا تمہارا فرض ہے۔ میرے لئے جان کی بازی لگانا تمہاری ڈیوٹی ہے۔ تم صرف اپنی ڈیوٹی انجام دیتے رہو۔ مجھ سے بحث کرنے کی حماقت نہ کرو۔"

پارس نے پوچھا "تم جانتی ہو' مرد کیا ہوتا ہے؟"

"جانتی ہوں۔ تمہارے جیسے مرد میرے قدموں میں رہتے ہیں۔"

اس نے تڑاخ کی زوردار آواز کے ساتھ ایک طمانچہ رسید کیا۔ الپا کا منہ گھوم گیا۔ اس نے غصے سے منہ سیدھا کر کے کچھ کہنا چاہا۔ مگر دوسرے طمانچے میں زمین پر گر پڑی۔ وہ بولا "دیکھو، تم میرے قدموں میں ہو۔ مرد اسے کہتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگا۔ اس نے غصے سے روتے ہوئے خیال خوانی کا ہتھیار استعمال کرنا چاہا مگر ناکام رہی۔ وہ تھوک کر بولی "میں تھوکتی ہوں تم پر۔ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔ ایسا انتقام لوں گی کہ ساری زندگی میرے تلوے چاٹتے رہو گے۔"

وہ کچھ نہیں سن رہا تھا۔ دور ہوتا جا رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر کے لئے اسے چھوڑ کر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ جنے کمرے میں بند کیا تھا وہ دروازہ پیٹ رہی تھی، کہہ رہی تھی "دروازہ کھولو، نہیں تو میں فائر کر کے لاک توڑ دوں گی۔"

میں نے بستر سے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ وہ غصے میں باہر آئی۔ اس کے ہاتھ میں سائلنسر لگا ہوا ریوالور تھا۔ وہ ریوالور سیدھا کرتے ہوئے بولی "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے جیب سے مائیکرو فلم نکال کر دکھائی تو وہ چونک گئی۔ اچھل کر میرے پاس آئی۔ میرے ہاتھ سے وہ فلم چھین کر بولی "یہ تم نے چرائی تھی اور اتنی دیر سے پریشان کر رہے تھے۔"

"اب پریشان نہیں کروں گا۔ کیونکہ دوسری جگہ مصروف ہوں۔ یہ فلم تم لے جاؤ۔"

وہ خوشی سے دوڑتی ہوئی باہر چلی گئی۔ میں اس کے اندر موجود تھا اور وہ میری مرضی کے مطابق فوجی چھاؤنی کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے آئینے کے سامنے آ کر اس کے ساتھی ذی مولر کا میک اپ اتارا۔ اب اس کی ضرورت نہیں تھی۔ بیٹا اسرائیل سے نکل گیا تھا۔ میرا وہاں جانا فضول تھا۔ میں میک اپ اتارنے کے بعد اپنے کانچ میں آ گیا۔ اس جاسوسہ کو ایک ٹیکسی میں چھاؤنی تک پہنچا دیا۔ اسے گیٹ پر روکا گیا۔ وہ ٹیکسی سے اتر کر ایک فوجی جوان کو مائیکرو فلم دکھا کر بولی "اس میں تمہارا اہم فوجی راز ہے۔ اسے اپنے اعلیٰ افسر تک پہنچاؤ۔"

اسے فلم کے ساتھ افسران تک پہنچا دیا گیا۔ اس فلم کو فوراً منی پروجیکٹر کے ذریعے دیکھا گیا پھر اعلیٰ افسران میں کھلبلی مچ گئی۔ اس حسینہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اب میرا اس سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر فون کے ذریعے چائے کا آرڈر دیا۔ پھر الپا کے پاس پہنچ گیا۔

وہ ٹیلی پیتھی کی چڑیا تھی۔ اسے چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔ اگر ہم چھوڑ دیتے تو دوسرے لپک کر لے جاتے۔ پارس اس بھروسے پر چھوڑ گیا تھا کہ میں اس کے اندر موجود ہوں۔ وہ ایک بوڑھے شخص کو راستے میں روک کر پوچھ رہی تھی کہ پبلک کال آفس کہاں ہے؟ بوڑھے نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر پوچھا "کیا تم اس شہر میں اجنبی ہو؟"

"ہاں، پہلی بار آئی ہوں۔"

"کیا تم تنہا ہو؟"

"ہاں، مگر یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"جتنی جلدی ہو سکے، اس آفت زدہ شہر سے نکل جاؤ۔ یہ شہر دشمناں ہے۔ یہاں کوئی کسی کا دوست اور ہمدرد نہیں ہے۔ کسی بھی تنظیم کے لوگ کسی وقت بھی تمہیں اٹھا کر لے جائیں گے پھر تم اس شہر میں نئی نہیں رہو گی۔ وہ تمہیں پرانی اور گھسی پٹی بنا دیں گے۔" وہ ہنستے ہوئے جانے لگا، کہنے لگا۔ "جب میں نے ایک ماہ کے بعد اپنی سولہ برس کی بیٹی کی لاش دیکھی تو وہ گھسی پٹی ہو چکی تھی۔ ہاہاہا... ہاہاہا..."

وہ ہنستا ہوا چلا گیا۔ بیروت عبرت کا شہر بن گیا تھا۔ وہاں جان مال اور عزت کچھ بھی محفوظ نہیں تھا۔ جس ملک میں مہینوں اور برسوں خانہ جنگی جاری رہتی ہے، وہاں کی معیشت اور اخلاق بالکل تباہ ہو جاتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے سے صرف ہتھیار اور راشن نہیں چھینتے، ان کی بہن اور بیٹیوں کو بھی چھین لیتے ہیں۔ امن رہے یا جنگ ہوتی رہے، عورت کی بھوک ہر حال میں ستاتی ہے۔ شیطانی خواہش ہر حال میں پوری کی جاتی ہے۔

وہ پریشان ہو گئی۔ پارس یاد آنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "مجھے اتنا غصہ کیوں آتا ہے؟ کیا میں واقعی مغرور اور بدمزاج ہوں؟ نہیں نہیں! بدمزاج تو بری عورتیں ہوتی ہیں، میں بری نہیں ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "جس کے دل میں محبت ہوتی ہے، وہ بری نہیں ہوتی۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "میرے دل میں محبت ہے۔ وہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے، میں اس سے ہمیشہ لگی رہوں۔ بس اس میں ایک ہی خرابی ہے، وہ مجھ سے برتر رہتا ہے۔ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ اوہ گاڈ! میں بھول ہی گئی تھی! ابھی اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ اگر اسرائیل میں ہوتا تو میں اس کے دونوں ہاتھ کٹوا دیتی۔ میں یہ توہین کبھی نہیں بھولوں گی۔ اسے سزا ضرور دوں گی۔"

وہ آگے بڑھتی رہی اور سوچتی رہی پھر رک گئی۔ دور فٹ پاتھ پر پارس آتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ وہ غصے سے ایک گلی میں مڑ گئی۔ اسے یقین تھا کہ وہ پیچھے آئے گا، اس لئے اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ اسے غصہ بھی آ رہا تھا اور ڈھکی چھپی ہوئی خوشی بھی تھی کہ وہ دیوانہ ہے، پیچھا کر رہا ہے۔ وہ سوچ رہی تھی "اچھا ہے، اب میرے لئے ترستا رہے، تڑپتا رہے۔ میں تو بدن کو چھونے بھی نہیں دوں گی۔ جب وہ معافی مانگے گا، خوشامدیں کرے گا، میرے قدموں پر سر رکھے گا، تب معاف کروں گی۔ مگر اب اسے زیادہ فری نہیں ہونے دوں گی۔"

وہ سوچتی ہوئی ایک گلی سے دوسری گلی میں پہنچ گئی۔ پہلے اس نے دیکھا کہ ایک شخص اس کے دائیں طرف چلنے لگا۔ اس نے کترا کر چلنے کی کوشش کی تو بائیں طرف ایک شخص آ کر ساتھ چلنے لگا۔ وہ دو اجنبیوں کے درمیان نہیں رہنا چاہتی تھی، تیزی سے قدم بڑھا کر ان سے آگے جانے لگی۔ مگر وہ بھی تیزی سے چلنے لگے تھے۔ پھر وہ اچانک رک گئی تاکہ وہ آگے چلے جائیں۔ لیکن وہ بھی رک گئے۔ تب اس نے پریشان ہو کر مدد کے لئے پیچھے دیکھا اس کی ساری خوش فہمی ختم ہو گئی۔ پارس پیچھے نہیں آ رہا تھا بلکہ تیسرا اجنبی پیچھا کر رہا تھا۔ تب اسے یقین ہوا کہ وہ اجنبی شہر میں تنہا ہے۔ جو یار تھا اور مددگار تھا اسے اپنی حماقت سے دور کر دیا ہے۔

وہ غصے سے بولی "کون ہو تم لوگ؟ کیا چاہتے ہو؟"

"ہی ہی ہی۔ تمہیں چاہتے ہیں۔"

اس نے بولنے والے کے لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں نے دیکھا وہ ناکام ہو رہی تھی، اس لئے اس کے اندر اپنی طرف سے توانائی پیدا کی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا تو وہ چیخ مار کر پیچھے چلا گیا۔ وہ پلٹ کر دوسرے سے بولی "کیا تم بھی مجھے چاہتے ہو؟"

دوسرے نے جواب دیا۔ "ایک تو تمہیں دیکھتے ہی پاگل ہو گیا۔ کمبخت چیخیں مار رہا ہے۔"

الپا نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں نے سارا دیا۔ اس نے دوسرے کو دماغی اذیت پہنچائی۔ وہ بھی چیختا ہوا پیچھے چلا گیا۔ تیسرے نے الپا کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "مجھ سے باتیں کرو۔ تم کون ہو؟"

بدقسمتی سے وہ گونگا تھا۔ گونگوں کی طرح اوں اوں آں کی، بے ہنگم آوازیں نکالتے ہوئے اشارے کی زبان میں پوچھ رہا تھا کہ اس کے ساتھیوں کو اچانک کیا ہو گیا ہے۔ وہ کیا حرکت کر رہی ہے؟

میں نے اس کے اندر رہ کر گونگے کو اس کے ہاتھوں سے گھونسا مارا۔ وہ ذرا لڑکھڑایا۔ یہ خود کو چھڑا کر بھاگنے لگی۔ جن کے دماغوں کو تکلیف پہنچی تھی وہ سنبھلا گئے تھے۔ سب اس کے پیچھے دوڑنے لگے۔ وہ بیک وقت دونوں کے دماغوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ میں باری باری انھیں تعاقب سے باز رکھ سکتا تھا لیکن اسے پکڑنے کے لئے کچھ اور لوگ آ گئے تھے۔

بعد میں پتا چلا، وہ عیسائی لیبیشیا والوں کے علاقے میں آ گئی تھی۔ ایک محلے میں اسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ وہ جدھر بھاگتی تھی، ادھر اسے دو چار شخص راستے روکنے پہنچ جاتے تھے۔ وہ دوسری گلی سے بھاگنے کے لئے ادھر گئی تو دو افراد راستہ میں آ گئے۔ اسی وقت ایک فائر ہوا، راستہ روکنے والا اچھل کر گر پڑا۔ دوسرے فائر میں دوسرا بھی لڑھک گیا۔ الپا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ دور اس گلی میں پارس کھڑا ہوا تھا۔ میں نے الپا کی سوچ میں کہا "مجھے دشمن کا ہتھیار اٹھا لینا چاہیے۔"

وہ اسٹین گن اور کارتوس کا بیلٹ اٹھا کر پارس کی طرف دوڑنے لگی۔ اس کا تعاقب کرنے والوں نے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ پارس جوابی فائرنگ کے ذریعے انہیں آگے بڑھنے سے روک رہا تھا۔ وہ قریب آئی تو دونوں فائرنگ کرتے ہوئے ایک پتلی سی گلی میں داخل ہو گئے۔ تعاقب کرنے والے ادھر دوڑنے لگے۔ ان کا خیال تھا، وہ پتلی گلی سے فرار ہو رہے ہیں لیکن قریب آتے ہی ان پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی، کتنے ہی لوگ چیخیں مار کر گرنے لگے۔ وہ گلی میں چھپے ہوئے مسلسل فائرنگ کر رہے تھے۔ تعاقب کرنے والوں میں سے جو زندہ بچا، وہ اپنی سلامتی کے لئے واپس بھاگنے لگا۔ واپس جانے والوں میں بھی دو چار گرے۔ پھر کسی نے پیچھا کرنے کی جرات نہیں کی۔ پارس اس گلی میں تیز قدموں سے چلنے لگا۔ وہ پیچھے دوڑ کر آتے ہوئے بولی "اکیلے جا رہے ہو، مجھے ساتھ آنے کے لئے نہیں کہہ سکتے؟"

وہ اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھتا گیا۔ وہ قریب آ کر ہانپتی ہوئی بولی "تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟ ایک تو مجھے طمانچے مار دیئے، اوپر سے اکڑ دکھا رہے ہو! کیا معافی نہیں مانگ سکتے؟ کوئی مجھے چھونے کی جرات نہیں کرتا ہے۔ میں نے خود کو تمہارے حوالے کر دیا تو سر پر چڑھ گئے۔"

وہ چلتے چلتے ہاتھ پکڑ کر بولی "مجھ سے معافی مانگو۔ میں معاف کر دوں گی۔"

پارس نے ہاتھ چھڑا کر اسے دھکا دیا۔ کہیں سے چلنے والی گولی ان کے درمیان سے گزر گئی۔ اسے دھکا دینے میں ایک سیکنڈ کی بھی دیر ہوتی تو گولی الپا کو لگ جاتی۔ پارس نے پھرتی سے گھوم کر فائر کیا۔ جس کے نتیجے میں تین منزلہ عمارت کی ایک بالکونی سے ایک مسلح شخص چیخ مار کر لڑھکتا ہوا گلی میں آ کر گر پڑا۔ الپا نے حیرانی سے پوچھا "تمہاری کتنی آنکھیں ہیں۔ تم میری باتیں سن رہے تھے، دشمن کو کیسے دیکھ لیا؟"

وہ چاروں طرف محتاط انداز میں دیکھتا ہوا آگے بڑھتے ہوئے بولا "میں عورتوں کی بکواس کبھی نہیں سنتا۔"

یہ غصہ دلانے والی بات تھی لیکن اسے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ اس کی بکواس پر توجہ دیتا تو آس پاس دھیان نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس کے محتاط انداز نے اسے پھر ایک بار موت سے بچایا ہے۔ وہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی بولی "تم بہت اچھے ہو۔ جاؤ، میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔ کیا یاد کرو گے!"

میں نے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے کہا "تم شمالی سرحد کی طرف جاؤ۔ میں ہیلی کاپٹر یا طیارہ بھیج رہا ہوں۔"

میں نے سلمان واسطی سے رابطہ کرکے کہا "پارس الپا کے ساتھ لبنان میں ہے۔ ابھی بیروت سے نکل کر شمالی سرحد کی طرف جارہا ہے۔ اس کے لئے ہیلی کاپٹر یا طیارہ فوراً بھیج دو۔ وہ پیرس جائے گا۔"

بابا صاحب کے ادارے میں اور فرانس کے سرکاری شعبوں میں سلمان واسطی کی ہدایت پر فوراً آنکھ بند کرکے عمل کیا جاتا تھا۔ پہلے یہی اعتماد کا مقام مجھے حاصل تھا۔ لیکن میں دنیاداروں کے لئے مرچکا تھا' اس لئے یہ مقام سلمان کو دیا گیا تھا۔

پارس گلیوں کے پھیلے ہوئے جال سے نکل کر ایک شاہراہ پر آگیا۔ بیروت کی وہ پہلی جیسی رونق نہیں رہی تھی۔ پھر بھی گاڑیاں چل رہی تھیں۔ لوگ ضروریات زندگی کا سامان خریدنے کے لئے فٹ پاتھ پر نظر آرہے تھے۔ کچھ گاڑیاں سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک شخص ایک گاڑی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ پارس نے تیزی سے اگلا دروازہ کھول کر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے ریوالور دکھا کر کہا "ایک بات زبان سے نہ نکالنا۔ فوراً گاڑی اسٹارٹ کرو۔"

اس نے خوف سے کانپتے ہوئے ریوالور کو دیکھا۔ فوراً ہی گاڑی کو اسٹارٹ کیا۔ الپا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی تھی۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ وہ کچھ دور جاکر بولا "میں تمہارے حکم کی تعمیل کررہا ہوں۔ یہ ریوالور ہٹالو۔ میں دل کا مریض ہوں۔"

پارس نے کہا "گاڑی ایک طرف روکو اور اتر جاؤ۔ کسی ٹیکسی میں گھر چلے جاؤ۔"

اس نے اپنی سلامتی کے لئے گاڑی روک دی۔ جلدی سے اتر کر باہر چلا گیا۔ پارس ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا۔ وہ بولی۔ "ٹھہرو۔ میں اگلی سیٹ پر آرہی ہوں۔"

وہ ٹھہرنے والا نہیں تھا۔ گاڑی کو ایک جھٹکے سے آگے بڑھادیا۔ وہ اٹھتے اٹھتے چیخ مار کر پچھلی سیٹ پر گر پڑی۔ پھر سنبھل کر سیدھی طرح بیٹھی ہوئی بولی "یہ کیا حرکت ہے۔ تھپڑ میں نے کھایا ہے یا تم نے؟ پھر بھی غصہ دکھاتے جارہے ہو۔"

وہ کسی بات کا جواب نہیں دے رہا تھا۔ وہ بولی "میں خوب سمجھتی ہوں۔ مجھے یہاں تنہا اور بے بس دیکھ کر بڑے مزے لے رہے ہو۔ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں یہاں کوئی ہوائی کارروائی نہیں کرسکوں گی۔"

"تم ہوائی کارروائی کرسکتی ہو۔ ٹیلی پیتھی سے کام لو۔"

"اوہ! میں تو تمہاری خوشامد کرنے میں بھول ہی گئی کہ اب خیال خوانی کرسکتی ہوں۔ دیکھو' ابھی جنرل سے رابطہ کرکے اپنے لئے ہیلی کاپٹر منگواتی ہوں۔"

"میں اس کے دماغ میں رہ کر سمجھ رہا تھا کہ اب وہ خیال خوانی کرسکے گی۔ اس نے رابطے کے لئے پرواز کرنی چاہی' میں نے پرواز کو کمزور بنادیا۔ دماغ کو بے نام سی کمزوری کا احساس دلایا وہ پریشان ہوکر بولی "کمزوری محسوس ہورہی ہے' مگر میں نے اس کلی میں کامیابی سے دو دشمنوں کو دماغی جھٹکے پہنچائے تھے۔ پھر میرا دماغ کمزور کیسے ہوگیا؟"

وہ خاموش رہا۔ اس نے پوچھا "جواب کیوں نہیں دیتے؟"

"میں کیا جواب دوں؟ تم اپنی دماغی حالت کو خود بہتر سمجھ سکتی ہو۔"

"کیا خاک سمجھوں گی۔ پتا نہیں' تم نے بیہوشی کا کون سا انجکشن لگایا تھا؟ اس کے اثر سے ابھی تک کمزوری ہے۔ تم نے مجھ سے دشمنی کی ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں قہقہہ لگاتے ہوئے پاسکل بوبا کے لہجے میں کہا "اب تمہیں عقل آئی ہے کہ پارس نے دشمنی کی ہے۔ وہ تمہیں بے ہوش نہ کرتا تو میں تمہیں اپنی معمولہ بنا چکا ہوتا۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ پارس کو ٹھکرا دو۔ پچھلی سیٹ پر آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں تم پر تنویمی عمل کروں گا۔"

وہ چیخ کر بولی "نہیں نہیں! میں عمل کرنے نہیں دوں گی چلے جاؤ میرے دماغ سے' چلے جاؤ۔"

وہ سیٹ سے اٹھ کر پارس کی گردن میں بانہیں ڈال کر پیچھے سے لپٹ گئی۔ پھر بولی "مجھے تمہاری دشمنی ہزار بار منظور ہے اور وہ دشمنی نہیں تھی' تم نے مجھے اس شیطان کی کنیز بننے سے بچایا تھا۔ وہ ابھی میرے دماغ میں تمہارے خلاف بول رہا تھا۔ مجھے اپنی معمولہ بنانا چاہتا تھا۔ میں نہیں بنوں گی۔ تمہارے سوا کسی کی نہیں بنوں گی۔ فار گاڈ سیک مجھے اس سے بچاؤ۔"

"تم کبھی کرمی دکھاتی ہو' کبھی نرمی دکھاتی ہو۔ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہو۔ کیا تم میرا پیچھا نہیں چھوڑ سکتیں؟"

"مجھ سے اس انداز میں گفتگو نہ کرو۔"

"میں تم سے کسی بھی انداز میں گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مدد حاصل کرو اور میرا پیچھا چھوڑو۔"

"کیا تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں کسی ایسی لڑکی سے محبت نہیں کرسکتا جو مجھے اپنے قدموں کی دھول سمجھتی ہو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں' تمہارے ساتھ اسرائیل واپس جاؤں گا تو طمانچے مارنے کا بدلہ لینے کے لئے تم میرے ہاتھ کٹوادو گی۔"

"نہیں' وہ تو میں غصے سے بول رہی تھی۔"

پھر وہ چونک کر بولی "میں نے تمہارے ہاتھ کٹوانے کی بات دل میں سوچی تھی' یہ تمہیں کیسے معلوم ہوگئی۔"

"پاسکل بوبا تمہارے دماغ میں تھا' اس نے مجھے آکر بتایا تھا"

"وہ ہمیں آپس میں لڑانا چاہتا ہے۔"

"اس میں لڑانے کے کیا بات ہے؟ تم اپنی زبان سے اعتراف کرچکی ہو کہ تم نے میرے ہاتھ کٹوانے کا فیصلہ دل میں کرلیا تھا۔"

"فیصلہ نہیں کیا تھا۔ صرف سوچا تھا۔ وہ بھی غصے میں۔"

"میں تمہارے جیسی غصہ کرنے والی کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ پلیز! میری گردن چھوڑ دو۔ اور اپنی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ اسے چھوڑ کر اپنی جگہ بیٹھتی ہوئی بولی "تم میری انسلٹ کررہے ہو' مجھے ٹھکرا رہے ہو۔"

"ٹھکرا رہا ہوں نہیں' ٹھکرا چکا ہوں۔"

وہ تلملانے لگی۔ ایسی بے عزتی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے غصے سے سوچا "میری جوتی سے' تم مرجاؤ۔ مجھے کیا ٹھکراؤ گے۔ میں تمہیں ٹھکراتی ہوں۔ تمہارے جیسے بہت مل جائیں گے۔"

لیکن ایسا سوچ کر دل دکھ رہا تھا۔ اس کے اندر کی عورت نہیں چاہتی تھی کہ پارس کی جگہ کوئی دوسرا مرد اس کی زندگی میں آئے۔ اس کے دماغ میں گزری ہوئی راتوں کی فلم چلنے لگی کہ پارس کس طرح تنہائی میں جادو جگاتا ہے۔ میں فوراً اس کے دماغ سے نکل گیا۔ میرا رشتہ ہی ایسا تھا' میں بیٹے سے اس کے جھگڑے کے وقت رہ سکتا تھا' پیار کے وقت نہیں رہ سکتا تھا۔

میں نے سلمان کے پاس آکر پوچھا "ہیلی کاپٹر پارس کے پاس کب تک پہنچے گا؟"

"پہنچنے میں کچھ تو وقت لگے گا۔ میں پائلٹ کے دماغ میں جارہا ہوں' تم میرے ذریعے اس کے لہجے اور آواز کو یاد کرلو۔"

وہ پائلٹ کے پاس پہنچا۔ ہیلی کاپٹر پرواز کررہا تھا۔ سلمان واسطی نے کہا "میں تمہارے دماغ میں ہوں۔ مجھے بتاؤ' کتنا فاصلہ رہ گیا ہے۔"

اس نے جواب دیا "ترکی کی سرحد پار کرنے میں دو گھنٹے لگیں گے۔ اس کے بعد لبنان میں پارس صاحب کہاں ہوں گے' وہاں کتنی دور تک پرواز کرنا ہوگا' یہ آپ ہی بتاسکتے ہیں۔"

"مسٹر برائن وولف بھی تمہارے دماغ میں پہنچ ہوئے ہیں۔ ان سے باتیں کرو۔ یہ تمہیں گائیڈ کریں گے۔"

سلمان واسطی چلا گیا۔ میں نے پائلٹ سے پوچھا "تم اتنی جلدی پیرس سے ترکی کیسے پہنچ گئے۔"

"جناب! میں پیرس سے نہیں' استنبول سے پرواز کررہا ہوں۔ اگر پیرس سے آتا تو ابھی آدھا فاصلہ بھی طے نہ ہوتا۔ استنبول میں فرانس کا یہ مخصوص ہیلی کاپٹر فارغ تھا۔ میں اسے پارس صاحب کے پاس لے جارہا ہوں۔ وہ کہاں ہیں؟"

"وہ بیروت سے نکل گیا ہے۔ وہ ابھی تک ایلہ کاڑی بدل چکا ہے۔ حالات سے مجبور ہوکر پھر کوئی دوسری سواری حاصل کرے گا' اس لئے ابھی میں اس کی خاص پہچان نہیں بتا سکوں گا۔ تم لبنان میں داخل ہونے پر وہ جس علاقے سے گزر رہا ہوگا' وہاں میں تمہیں لے جاؤں گا۔"

"جناب! انہیں سمجھادیں کہ وہ فساد زدہ علاقوں سے دور نکل آئیں' ورنہ جنگ کرنے والے اس ہیلی کاپٹر کو بھی نشانہ بناسکتے ہیں۔"

"اطمینان رکھو' تمہیں ایسے علاقوں سے گزرنا نہیں پڑے گا۔ میں ابھی جارہا ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں اس کے دماغ سے نہیں نکلا۔ وہ سمجھ رہا تھا' میں جاچکا ہوں۔ میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اطمینان ہوگیا کہ وہ فرانسیسی کی حکومت کا وفادار ہے اور ہمیں کسی بھی مرحلے پر دھوکا نہیں دے گا۔ سلمان واسطی ہمارے معاملات میں اچھی طرح چھان بین کے بعد کسی وفادار کا انتخاب کرتا تھا۔

میں دماغی طور پر ساحلی کابینہ میں حاضر ہوگیا۔ ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر انکوائری آفس سے معلوم کیا' اسکندریہ سے پیرس جانے کے لئے کتنی فلائٹیں ہیں پھر میں نے ٹکٹ وغیرہ سے فارغ ہوکر لباس تبدیل کیا اور ائرفرانس کے دفتر کی طرف چل پڑا۔ راستے میں الپا کے پاس جاکر اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کرلی۔

بیٹا خیریت سے تھا لیکن الپا کی سوچ نے بتایا جہاں اس کے دماغ میں پرائی سوچ کی لہر آئی تھی' اس نے سانس روک لی اسے یقین تھا کہ پاسکل آیا ہوگا' وہ خوش تھی کہ دماغی توانائی بحال ہوگئی تھی اور اب کوئی اس کے دماغ میں نہیں آسکتا تھا صرف میں اس کا عامل تھا۔ یہ بات پاسکل کو معلوم ہوتی تو وہ میرا لحجہ اختیار کرکے اس کے دماغ میں گھس جاتا۔ اب وہ دشمن خیال خوانی کرنے والے سے محفوظ رہے گی لیکن ہمارے لئے مشکل پیدا کرے گی ابھی وہ جنرل سے رابطہ کرکے تل ابیب سے ہیلی کاپٹر منگوانا چاہتی تھی۔

میں ائرفرانس کے دفتر تک نہ جاسکا۔ راستے میں رک گیا ایک ریستوران کے کیبن میں بیٹھ کر چائے کا آرڈر دیا۔ کیونکہ ایک جگہ بیٹھ کر ہی میں الپا کو کنٹرول کرسکتا تھا۔ اتنی دیر میں وہ جنرل سے رابطہ کرچکی تھی۔ وہ خوش ہوکر پوچھ رہا تھا۔ "بھئی تم کہاں ہو۔ ہم تمہارے لئے پریشان ہیں۔"

وہ بولی "دشمنوں نے میرا دماغ کمزور کردیا تھا میں خیال خوانی کے قابل نہیں رہی تھی لیکن آپ جے مورگن کے ذریعے میری مدد کرسکتے تھے۔"

"جے مورگن کئی بار چپ چاپ تمہارے دماغ میں گیا تھا۔ پارس نے اس سے کہا تھا کہ وہ اپنی موجودگی ظاہر نہ کرے ورنہ دشمن تمہیں مار ڈالے گا۔"

"یہ درست ہے۔ دشمن کو پتا چلتا کہ میرے لئے مدد پہنچ رہی ہے تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتا۔"

"کیا تمہیں دشمن سے نجات مل گئی ہے؟"

"ہاں مجھے نجات دلانے کے لئے پارس نے بڑی محنت کی ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے اغوا کرنے والا اچانک میرے دماغ سے کیوں بھاگ گیا۔ ایک بار وہ گھنٹا بھر پہلے آیا تھا۔ تب میرا دماغ کمزور تھا۔ اب میں نے اسے بھگا دیا ہے' وہ میرے پاس نہیں آسکے گا۔ آپ فوراً ہیلی کاپٹر بھیج دیں۔"

"یہاں کئی ہیلی کاپٹر اور طیارے تمہارے پاس پہنچنے کو تیار ہیں۔ تم بتاؤ ابھی کہاں ہو؟"

"میں ابھی تھوڑی دیر پہلے بیروت میں تھی۔ اب پتا نہیں پارس گاڑی کہاں لے جارہا ہے ٹھہریے میں ابھی بتاتی ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس سے بولی "میں نے جنرل سے رابطہ کیا ہے۔ میری مدد کے لئے طیاروں اور ہیلی کاپٹر میں بہت سے لوگ آنے والے ہیں۔ تم بتاؤ ابھی ہم کہاں سے گزر رہے ہیں؟"

وہ بولا "جنم سے گزر رہے ہیں۔ کسی کو مدد کے لئے بلانے سے پہلے میرے اس فیصلے کو تسلیم کرو کہ میں اسرائیل واپس نہیں جاؤں گا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے پھر بھی تمہیں سزا نہیں دوں گی۔ تم میرے ساتھ چلو گے۔"

"میرا فیصلہ اٹل ہے۔ میں یہاں سے پہلے ترکی پھر فرانس جاؤں گا۔"

اس نے گاڑی روک دی پھر اسٹیئرنگ سیٹ چھوڑ کر باہر نکلتے ہوئے بولا "اس گاڑی میں واپس چلی جاؤ' واپسی پر جو پہلا دوراہا ہے اس کے بائیں راستے پر جاؤ گی تو اسرائیلی سرحد تک پہنچ جاؤ گی۔"

وہ باہر آکر بولی "میں تنہا نہیں جاؤں گی۔ تم سمجھتے کیوں نہیں' میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔"

"تمہاری محبت غصے میں بھری رہتی ہے۔ تم غصے میں سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتیں لہٰذا میں ایسی جگہ نہیں رہوں گا جہاں ملکۂ عالیہ کا حکم چلتا ہو اور میری حیثیت غلام کی سی رہتی ہو۔"

"میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ اب تمہیں غصہ نہیں دکھاؤں گی؟"

"یقین دلانا چاہتی ہو تو میرے ساتھ ایسی جگہ چلو جہاں تم حاکم نہ رہو' میں محکوم نہ رہوں۔"

"کیا تم چاہتے ہو' میں اپنا وطن چھوڑ دوں۔ اپنی قوم کی خدمت نہ کروں؟"

"تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا کے کسی بھی حصے میں رہ کر ملک اور قوم کی خدمت کرسکتی ہو۔"

"نہیں۔ میں اپنے ملک سے دور نہیں رہوں گی۔"

"میں نے اپنے پاس صرف ایک ریوالور رکھا ہے۔ تمہارے لئے رائفل اور گاڑی چھوڑ کر جارہا ہوں۔"

وہ جانے لگا۔ وہ چیخ کر بولی "تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔ رک جاؤ۔"

میں نے پارس کے دماغ میں آتے ہی کوڈ ورڈز ادا کر کے کہا "میں الپا کے اندر ہوں۔ تم اپنا کام کرو۔"

میں پھر اس کے اندر آگیا۔ وہ دیکھ رہی تھی' پارس دور ہوتا جارہا ہے۔ ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے رائفل اٹھالی۔ پھر کہا "رک جاؤ' نہیں تو گولی ماردوں گی۔"

وہ نہیں رک رہا تھا۔ اس نے سیفٹی کیچ ہٹا کر کہا "میں تمہیں زخمی کروں گی پھر تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"

اس کے سامنے یہی ایک راستہ تھا۔ زخمی ہونے کے بعد پارس سانس نہیں روک سکتا تھا۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور ہو جاتا اور وہ یہی چاہتی تھی۔ جسے اپنا سب کچھ دے چکی ہے اسے اپنا وفادار بنا کر رکھے۔

اس نے ایک پیر کا نشانہ لے کر گولی چلائی۔ میں نے ہاتھ ہٹکا دیا۔ اس نے دوسری گولی چلائی' میں نے پھر ناکام بنا کر اس کی سوچ میں کہا "پارس زخمی ہو گا تو اس کے کمزور دماغ میں پاسکل بوبا آکر کسی چالاکی سے مجھے پھر بے بس کرے گا۔ ہو سکتا ہے' پارس کے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے گولی ماردے۔"

میری اس بات سے اسے غلطی کا احساس ہوا۔ وہ دوڑتی ہوئی بولی "پارس! رک جاؤ۔ میں غلطی پر تھی۔ تم پر گولی نہیں چلاؤں گی۔"

وہ قریب آکر ہانپنے لگی۔ پارس نے کہا "تم ابھی دو بار گولی مار چکی ہو۔ میں تمہارے لئے مر چکا ہوں۔ اپنے لئے مقدر سے زندہ ہوں۔"

"میں نے سچ مچ نشانہ نہیں لیا تھا۔ تمہیں صرف دھمکی دے رہی تھی۔"

"تم کبھی جھوٹی اور موقع شناس ہو۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ دیکھو اب وقت برباد نہ کرو۔ جنرل میرا انتظار کررہے ہیں۔ میں جیسے ہی جگہ کی نشاندہی کروں گی' وہ لوگ وہاں سے پرواز کریں گے۔"

"تم گاڑی میں واپس جاؤ گی تو تمہیں راستے کا اور علاقوں کا پتا چل جائے گا۔"

"میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"تو پھر میرے ساتھ چلتی رہو۔"

"کیا تم اسرائیل نہ جاکر اپنے ملک اور اپنی قوم سے غداری کرو گے؟"

"میں دنیا کے کسی بھی ملک میں رہ کر اپنے لوگوں کے لئے کام کرتا رہوں گا۔"

"تم مجھے باتوں میں لگا کر وقت برباد کررہے ہو۔ گاڑی بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ ہم پیدل کہاں جارہے ہیں؟ کیا تم سنجیدگی سے فیصلہ کرچکے ہو کہ واپس نہیں جاؤ گے؟"

"میری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے اور فیصلہ تو چٹان ہوتا ہے۔"

وہ چپ چاپ چلتے ہوئے سوچنے لگی "میں تمہارے فیصلے کی چٹان کو توڑ دوں گی۔"

اس نے جنرل کے پاس پہنچ کر کہا "پارس مجھے بھٹکا رہا ہے۔ وہ اسرائیل واپس نہیں آنا چاہتا۔ میرا اندازہ ہے' وہ ترکی کی سرحد کی طرف جارہا ہے۔ ابھی ہم پیدل ہیں۔ شاید آگے گاڑی مل جائے۔ آپ مجھے ہیلی کاپٹرز اور طیاروں کے پائلٹ کی آوازیں سنائیں' میں ان سے رابطہ رکھوں گی اور انہیں اپنی طرف بلالوں گی۔"

اسے ایک ہیلی کاپٹر اور ایک طیارے کے پائلٹ کی آواز سنائی گئی۔ میں نے بھی سنی' پھر وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی۔ 'ہم کب تک چلتے رہیں گے؟"

"میرے ساتھ رہو گی تو تمہیں شاہی سواری نصیب نہیں ہوگی۔"

"میری محبت کا اندازہ کرو' میں راستے اور منزل کو سمجھے بغیر تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔"

"اگر تم اسی طرح منزل تک ساتھ دیتی رہیں تو میں تمہاری محبت کی قدر کروں گا۔"

"اتنا تو بتادو' ہم کس علاقے سے گزر رہے ہیں؟"

"اپنے پائلٹوں سے کہہ دو' لبنان میں داخل ہو کر پرواز کرتے رہیں' تم کہیں نہ کہیں نظر آجاؤ گی یا پھر ان کے دماغوں میں رہ کر اپنے پاس آنے کے لئے رہنمائی کرتی رہو۔"

اس نے حیرانی سے اسے دیکھا اور سوچا "اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ میں اپنے پائلٹوں کو خیال خوانی کے ذریعے گائیڈ کرنے والی ہوں؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ بات موٹے دماغ والا بھی سوچ سکتا ہے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اپنے لوگوں کو یہاں آنے کے لئے گائیڈ کرسکتی ہوں۔"

اس کی سوچ نے تائید میں کہا "ہاں' پارس نے اندازے سے کہا ہے۔ وہ بھلا میری سوچ کو کیسے پڑھ سکتا ہے؟"

میں کبھی الپا کو قابو میں رکھتا تھا' کبھی فرانسیسی پائلٹ کے پاس جاتا تھا' اس طرح وقت گزرتا گیا۔ ایک بار الپا نے اپنے پائلٹ سے رابطہ کیا تو پتا چلا' وہ لوگ لبنان میں داخل ہو کر پرواز کررہے ہیں۔ الپا نے ایک پائلٹ کو بتایا کہ وہ پارس کے ساتھ کہاں سے گزر رہی ہے۔ ایسے وقت میں نے پائلٹ کو غائب دماغ بنادیا۔ جب اس کی بات ختم ہو گئی تو میں نے پائلٹ کی زبان سے کہا "آپ جہاں سے گزر رہی ہیں اور اس علاقے کی جو نشانیاں بتارہی ہیں وہ تو ملک شام ہے۔ دشمن اسلامی ملک ہے ہم وہاں نہیں آسکیں گے۔ ان کی توپیں اور میزائل ہمیں تباہ کردیں گے۔"

الپا نے پریشان ہو کر پارس سے پوچھا "کیا ہم دشمن ملک کی سرحد میں داخل ہو گئے ہیں؟"

"ہو سکتا ہے۔ یہاں کی زمینیں ایک جیسی ہیں۔ ملک کا پتا نہیں چلتا۔"

"پتا کیسے نہیں چلے گا۔ سرحدی لائن پر تو فوج ہوا کرتی ہے۔ ہمیں سرحد پار کرتے وقت کسی نے کیوں نہیں روکا؟"

"ہر ملک کی سرحدوں میں چور راستے بھی ہوتے ہیں۔ شاید ہم انجانے میں ایسے ہی کسی چور راستے سے داخل ہو گئے ہیں۔"

اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ایک طیارے کے پائلٹ کے پاس پہنچی' جب بولنے لگی تو میں نے اس پائلٹ کو بھی غائب دماغ بنادیا۔ پھر اس کی زبان سے کہا "جی ہاں مادام! ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے درست کہا ہے۔ آپ ملک شام میں داخل ہو گئی ہیں۔ ہم واپس اپنی سرحد میں جارہے ہیں۔ آپ اس ملک سے نکل آنے کے بعد ہم سے رابطہ کریں۔"

الپا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا "ہمیں واپس جانا چاہئے۔"

"میں واپس جانے کے لئے آگے نہیں بڑھتا۔"

"یہاں ہم گرفتار ہو جائیں گے۔ پہچان لئے جائیں گے کہ ہم یہودی ہیں۔"

"جب گرفتار ہوں گے' تب دیکھا جائے گا۔"

میں اپنے پائلٹ کے پاس گیا' وہ لبنان پہنچ گیا تھا۔ میں اس کی رہنمائی کرتا ہوا پارس کی طرف لے گیا۔ پائلٹ نے دوربین سے دیکھا' پارس الپا کے ساتھ کچے راستے پر جارہا تھا۔ وہ ایک جگہ ہیلی کاپٹر اتارنے لگا۔ میں نے پارس کے پاس آکر کہا "یہ ہمارا ہیلی کاپٹر ہے۔ ادھر جاؤ۔"

ادھر الپا نے پوچھا "یہ کس کا ہیلی کاپٹر ہے؟ کوئی دشمن ہو سکتا ہے۔"

"پارس نے کہا "آؤ دیکھتے ہیں۔ جب میں کسی سے کار چھین سکتا ہوں تو ہیلی کاپٹر چھین کر بھی سرحد پار کرسکتا ہوں۔"

پائلٹ نے میری ہدایت کے مطابق دور ہی سے آواز لگائی "ہیلو پارس! میں نے پرواز کرتے ہوئے تمہیں دوربین سے دیکھ لیا تھا۔ یہاں کیا کررہے ہو؟ میں ہوں تمہارا دوست جارج کوسکی..."

پارس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "اوہ، میرے دوست کو سکی! تم بڑے اچھے وقت پر آئے ہو۔" ان کے درمیان ابھی کافی فاصلہ تھا۔ الپا نے پوچھا "یہ تمہارا دوست کیسے ہو گیا؟"

وہ بولا "عقل سے کام لو۔ یہ اصلی پارس کا دوست ہے۔ مجھے پارس سمجھ رہا ہے۔ میں اسے الوینا کر تک پہنچ جاؤں گا۔ ہو سکتا ہے، اور آگے جانے کا موقع مل جائے۔"

"پارس! میری بات مانو، اسے اسرائیل لے چلو۔"

"یہ اتنا الو نہیں بنے گا کہ اسرائیل کی طرف چل پڑے۔"

"میں اس کے دماغ میں جا کر دیکھتی ہوں، جگہ ملے گی تو میرا غلام بن جائے گا۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں نے اس سے پہلے پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سانس روک دی۔ اس سوچ کی لہریں واپس ہو گئیں۔ ادھر پارس آ کر اس سے مصافحہ کر رہا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا "تم سے ملتے ہی کوئی مصیبت میرے دماغ میں آنا چاہتی تھی۔ میں نے سانس روک لی ہے۔ کیا تمہارے پیچھے خیال خوانی کرنے والے دشمن لگے ہوئے ہیں۔ بائی دا وے، یہ حسینہ کون ہے؟"

"یہ میری محبوبہ ہے۔ تم تو جانتے ہو، ہمارے ساتھ دشمن لگے رہتے ہیں۔ اس بے چاری کے دماغ میں کوئی چھپا ہو گا جو تمہارے اندر آنے کی ناکام کوشش کر چکا ہے، اب اسے یقین ہو گیا ہے کہ تم یوگا کے ماہر ہو۔ تمہارے پاس دال نہیں گلے گی۔ ویسے تم کہاں جا رہے ہو؟"

"کیا بتاؤں، الفرہ سے استنبول جا رہا تھا۔ بھٹک کر ادھر آ گیا۔ کیا تم میرے ساتھ چلو گے؟"

"ہاں ضرور" وہ الپا کو ایک طرف لے جا کر بولا "اب اس کے دماغ میں نہ جانا، ورنہ کام بگڑ جائے گا۔ میں اسے ہینڈل کروں گا۔"

"لیکن یہ تو استنبول جا رہا ہے۔ تم بھی وہاں جانا چاہتے ہو۔ پلیز اپنا فیصلہ بدل دو۔"

"میں تمہارے ساتھ دنیا کے کسی بھی ملک میں رہوں گا لیکن اسرائیل میں نہیں رہوں گا۔ تمہیں منظور ہو تو آؤ، ورنہ یہیں رہ جاؤ۔"

وہ آگے بڑھ کر ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔ وہ اسرائیل واپس نہیں جا سکتی تھی۔ خیال خوانی کے باوجود مدد حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ ان حالات میں وہ وہاں تنہا نہیں رہ سکتی تھی، اس لئے وہ بھی ہیلی کاپٹر میں آ گئی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "یہ مرد اپنی منواتے ضرور ہیں لیکن رفتہ رفتہ اپنی عورت کی بھی بات مان لیتی ہیں۔ میں حسن و شباب کا جادو جگا کر اسے اسرائیل لے جاؤں گی۔ مرد ایک ایسا فولاد ہے جو صرف عورت کی بانہوں میں ہی پگھلتا ہے اور کوئی آگ اسے نہیں پگھلاتی۔"

○☆○

لیبرا ڈور کے علاقے سے فرار ہوتے وقت سونیا ثانی اور علی تیمور کو اتنا وقت نہیں ملا کہ وہ طیارے کو اچھی طرح چیک کرتے۔ چونکہ وہ پرواز کے لئے تیار کھڑا تھا، اس لئے وہ اللہ کا نام لے کر سوار ہو گئے تھے۔ انہوں نے جنوب کی طرف پرواز کی۔ ان کا ارادہ تھا، امریکا کی سرحد سے باہر کہیں اتر کر کسی طرح نیویارک پہنچیں گے لیکن پرواز کے دوران پتا چلا کہ طیارے کا ایندھن انہیں ایک ہزار میل تک لے جا سکتا تھا۔ آگے جانے کے لئے مزید ایندھن کی ضرورت ہو گی۔

قطب نما کے ذریعے سمت کا اور کمپیوٹر کے ذریعے علاقوں کا پتا چل رہا تھا کہ وہ کہاں سے گزر رہے ہیں۔ علی تیمور نے کینیڈا کے شمال مشرقی شہر کو بیک کے قریب ایک کشادہ پختہ سڑک دیکھی، وہیں بڑی مہارت سے طیارے کو اتار دیا۔ انہوں نے اپنی ضرورت کا سامان ساتھ لیا۔ پھر وہ کشادہ سڑک چھوڑ کر طیارے سے دور جانے لگے۔ وہاں بھی برف باری ہو رہی تھی۔ دن کی روشنی تھی لیکن سورج نظر نہیں آ رہا تھا۔ علی نے قطب نما دیکھتے ہوئے کہا "ہم شہر میں داخل ہوتے ہی ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے۔"

وہ بولی "یہی مناسب ہے۔ اس طیارے کو دیکھنے کے بعد جو ان جوڑے کو جگہ جگہ چیک کیا جائے گا۔ ان کی توقع کے مطابق ہم ساتھ نہیں رہیں گے۔"

"تم تنہا کہاں جاؤ گی؟"

"اپنی اگلی منزل بتاؤ، وہاں پہنچ جاؤں گی۔"

"میں کو بیک سے مونٹریال جانے کی کوشش کروں گا۔"

"میں وہاں ضرور پہنچوں گی۔"

"ہم کہاں ملیں گے؟"

"پتا نہیں، وہاں کون سی جگہ کیسی ہے؟"

"میں روز شام کو چار بجے ریلوے اسٹیشن کے ویٹنگ روم کے دروازے پر ایک گھنٹے تک انتظار کروں گا۔"

ایسا کہتے وقت علی کو احساس ہوا کہ اس نے کبھی کسی لڑکی کا انتظار نہیں کیا۔ ایک گھنٹا بہت ہوتا ہے۔ ایک سیکنڈ کے لئے بھی کسی کے متعلق سوچنا گوارا نہیں کرتا تھا پھر سونیا ثانی میں کیا بات ہے؟ دماغ کے کسی گوشے میں کوئی ایسی بات ہے جسے وہ سمجھ نہیں پا رہا ہے۔

ادھر سونیا ثانی کو یہ سن کر ایک نئی مسرت کا احساس ہوا کہ وہ کہیں ملے گا اور اس کا انتظار کرتا رہے گا۔ اس نے پوچھا "تمہارے سر کی تکلیف کیسی ہے؟"

وہ بولا "کمبخت نے پیچھے سے زبردست حملہ کیا تھا۔ برفانی علاقہ ہے، یہاں زخم سے خون رستے ہی جم جاتا ہے۔ اس لئے لہو نہ بہہ سکا۔ ویسے تکلیف ہو رہی ہے۔"

"شہر پہنچتے ہی ڈاکٹر کے پاس جاؤ گے نا؟"

"ہاں جاؤں گا۔"

"باقاعدہ دوائیں استعمال کرو گے؟"

"ہاں کروں گا۔ تم اطمینان رکھو۔ میں معمولی چوٹ کا علاج بھی توجہ سے کراتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دور تک خاموشی سے چلتے رہے۔ ایک دوسرے سے کچھ بولتے رہنے کو جی چاہتا تھا لیکن دونوں ہی کم گو تھے۔ غیر ضروری باتیں کرنے کی عادت نہیں تھی، اس لئے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آگے کیا بولنا چاہئے۔ شہر کے قریب پہنچ کر وہ ایک چوراہے پر رک گئے۔ وہ چہچہاتے ہوئے بولا۔ "اب ہمیں..."

وہ بولی "ہاں۔ ہمیں جدا ہونا پڑے گا۔"

"تم۔ تم مما کی ہم شکل ہو، پہچان لی جاؤ گی۔"

"میری جیب میں ریڈی میڈ میک اپ ہے۔ میں ابھی چلتے چلتے حلیہ بدل لوں گی۔"

"اچھا، وش یو گڈ لک۔"

"میں آج ہی مونٹریال جانے کی کوشش کروں گی، خدا حافظ۔"

دونوں رخصت ہو گئے۔ وہ الگ راستوں پر چلتے ہوئے دور تک ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے گئے۔ پھر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ علی تیمور سڑک کے کنارے چل رہا تھا۔ اچانک انکشاف ہوا کہ سونیا ثانی اس کے دماغ پر کیوں نقش ہو رہی ہے۔ ابھی دو دن پہلے بائی مورمیں سونیا نے اس سے پوچھا تھا "تم لڑکیوں سے شرماتے کیوں ہو؟"

اس نے جواب دیا تھا "شرماتا نہیں، کتراتا ہوں۔ میرے تصور میں ایک آئیڈیل لڑکی ہے اور وہ بالکل آپ جیسی ہے۔ آپ کی سوچ میں گہرائی ہے، باتوں میں کئی معنی پوشیدہ ہوتے ہیں۔ آپ کا ہر عمل نتیجہ خیز ہوتا ہے۔ مجھے آپ جیسی لڑکی چاہئے۔"

اور سونیا ثانی نے مختصر سی ملاقات میں اپنی ذہانت اور دلیری سے ثابت کر دیا تھا کہ میں وہی ہوں، وہی ہوں۔ تمہارے خیالوں سے نکل کر حقیقی دنیا میں آ گئی ہوں۔ کمال ہے، مجھ سے جدا ہونے کے بعد مجھے پہچان رہے ہو۔

علی تیمور نے چلتے چلتے پلٹ کر دور تک دیکھا جیسے اسے ڈھونڈ رہا ہو پھر انکار میں سر ہلا کر سوچا "مجھے اس لئے نہیں سوچنا چاہئے۔ سوچوں گا تو موجودہ حالات پر غور نہیں کر سکوں گا۔"

اسے جھوک لگ رہی تھی لیکن وہ پہلے سر کی مرہم پٹی کرانا چاہتا تھا۔ شہر کی مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے ایک ڈاکٹر کا سائن بورڈ پڑھا پھر اس کلینک میں داخل ہو گیا۔ ڈاکٹر فارغ تھا۔ ٹی وی پر آئس ہاکی کا کھیل دیکھ رہا تھا۔ اس نے علی تیمور کے سر کے زخم کا معائنہ کیا پھر کہا "گہرا زخم ہے۔ یہ کیسے ہوا؟"

"ڈاکٹر جو ہونا ہے، وہ ہو جاتا ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے، کسی سے جھگڑا ہوا تھا۔"

"جی ہاں۔ یہی بات ہے۔"

وہ مرہم پٹی کرتے ہوئے بولا "تم بتانا نہیں چاہتے۔"

"مار کھانے کے بعد شرم آ رہی ہے، آپ سوال کر کے اور شرم دلا رہے ہیں۔"

ڈاکٹر ہنسنے لگا۔ پھر وہ بولا "اب کچھ نہیں پوچھوں گا۔ تمہیں علاج کی ضرورت ہے اور مجھے فیس کی۔ میں رقم کو دیکھتا ہوں، آدمی کو صرف اپنا منافع دیکھنا چاہئے۔ کیوں، ٹھیک ہے نا؟"

اسی وقت ٹی وی پر نیوز بلیٹن میں ایک خاتون نے خبریں سناتے ہوئے کہا "کو بیک کے قریب ہائی وے پر ایک طیارہ کھڑا ہوا ہے۔ یونائیٹڈ اسٹیٹس کی سراغرساں ایجنسی نے بہت پہلے اطلاع دی تھی کہ سونیا ثانی اور علی تیمور نامی دو جوان لڑکی لڑکے نے لیبرا ڈور کا ایک طیارہ اغوا کیا ہے۔ یہ وہی طیارہ ہے۔ عوام سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایسے کسی لڑکی اور لڑکے کو دیکھ کر قریبی پولیس اسٹیشن میں اطلاع دیں گے۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ اس کا سر زخمی ہے۔"

ڈاکٹر نے چونک کر علی کو دیکھا۔ علی نے پوچھا "کیا خیال ہے، پولیس اسٹیشن یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"آں" وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ مجھے امریکیوں سے سخت نفرت ہے۔ وہ اپنی اسٹیٹ سمجھ کر یہاں بھی چلے آتے ہیں۔ ہماری معیشت پر چھا جانا چاہتے ہیں۔ تمہیں پہلے بتانا چاہئے تھا کہ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو! بہرحال کرفتاری کا خوف دل سے نکال دو۔ میری کلینک میں چھپ کر رہو۔ میں تمہیں اپنے گھر میں پناہ دوں گا۔"

"ڈاکٹر! تم بہت اچھے ہو۔ میں تم پر بھروسا کرتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے ایک سرنج نکالی اور پھر اس میں ایک دوا بھرتے ہوئے کہا "تمہارے لئے یہ انجکشن ضروری ہے۔ زخم جلدی بھرے گا۔"

وہ سرنج لے کر قریب آیا تو علی نے ریوالور نکال کر اس کے ہاتھ سے سرنج لے لی پھر پوچھا "ریوالور سے مرنا چاہو گے یا انجکشن سے بے ہوش ہونا؟"

"آں... نہیں۔ یہ بے ہوشی کی دوا نہیں ہے۔"

"تو پھر چپ چاپ لگوا لو۔"

اس نے ڈاکٹر کو لیٹنے پر مجبور کیا۔ پھر سرنج کی نوک اسکے بازو میں پیوست کردی ۔ پلک جھپکتے ہی ڈاکٹر کی آنکھیں بند ہوگئیں ۔ وہ بے ہوش ہوگیا۔ اس نے آئینے کے سامنے آکر کانوں کو ڈھانپنے والی ٹوپی پہنی جس پر سرخ بندر کی دمدار پٹی چھپ گئی ۔ پھر وہ کلینک سے باہر آگیا۔ ٹی وی اور ریڈیو سے ہونے والی اناؤنسمنٹ نے مشکلات پیدا کردی تھیں۔ وہ ان ہوٹل میں قیام نہیں کرسکتا تھا۔ ٹرین یا کار وغیرہ کے ذریعے سفر نہیں کرسکتا تھا۔ ایسے تمام مقامات پر پولیس والے پہنچ گئے ہوں گے ۔

اس نے ایک ٹیکسی کو روکا۔ پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر کہا۔ "بازاری عورتوں کے پاس لے چلو ۔"

ڈرائیور نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر گاڑی آگے بڑھادی۔ بیس منٹ بعد ایک جگہ گاڑی روک کہا "یہ دائیں طرف جو راستہ ہے ۔ یہ تمہیں مطلوبہ عورتوں تک پہنچادے گا۔ میں ایسی جگہ نہیں جاتا۔"

علی نے کہا "میں بھی ایسی جگہ نہیں جاتا۔ دراصل ایسی عورتیں شہر کے نامی گرامی بدمعاشوں کو جانتی ہیں ۔ میں ان کے ذریعے یہاں کے سب سے بڑے بدمعاش تک پہنچنا چاہتا ہوں ۔ کیا تم میری مدد کرسکتے ہو ؟"

"تم نے پہلے کہا ہوتا ۔ ہم آگے نکل آئے ہیں ۔"

"کوئی بات نہیں ۔ گاڑی کے پہیے گھوم سکتے ہیں' واپس چلو ۔ میں میٹر سے زیادہ دوں گا ۔"

وہ گاڑی کو واپس موڑتے ہوئے بولا "میں ایک شریف بدمعاش کو جانتا ہوں ۔ اس کا نام رے بٹ ہے ۔ وہ بہت دولت مند اور وسیع ذرائع کا مالک ہے ۔ پولیس والے اسے سلام کرتے ہیں ۔"

"بہت خوب ! میں ایسے ہی شخص سے ملنا چاہتا ہوں ۔"

"لیکن وہ تو شاید اپنے لوگوں سے بھی بہت کم ملتا ہے ۔ تم سے ملنا پسند نہیں کرے گا ۔"

"تم اسے کیسے جانتے ہو ؟"

"میں ٹیکسی ڈرائیور ہوں ۔ اس کے آدمی اکثر میری گاڑی میں آتے جاتے ہیں ۔ اس کے متعلق باتیں کرتے ہیں' میں چپ چاپ سنتا رہتا ہوں ۔"

"اس کا کانٹیکٹ نمبر بتاسکتے ہو ؟"

"ڈائریکٹری میں اس کے کئی فون نمبر ہیں ۔"

ڈرائیور نے ایک بہت شاندار بنگلے کے سامنے گاڑی روک دی ۔ اس کے آہنی پھاٹک پر مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے علی نے کہا "واپس چلو ۔"

گاڑی واپس ہوگئی ۔ اس نے ایک پبلک کال آفس کے سامنے گاڑی رکوائی ۔ اندر جاکر ڈائریکٹری میں نمبر دیکھے ۔ پھر ریسیور اٹھاکر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو' میں مسٹر رے بٹ کا سیکریٹری بول رہا ہوں ۔"

علی نے کہا "میں مسٹر بٹ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں ۔ ویسے میں ان کے لئے اجنبی ہوں ۔"

"سوری' وہ کسی اجنبی سے گفتگو نہیں کریں گے ۔"

"بزنس کی باتیں تو کریں گے ۔"

"کیسا بزنس ؟"

"آپ نے اس طیارے کی خبر سنی ہوگی جو یہاں سے قریب ہی ہائی وے پر کھڑا ہے ؟"

"ہاں' ہم نے سنی ہے ۔"

اگر یہ بات راز میں رکھی جاسکتی ہے تو مسٹر رے بٹ سے کہیں کہ میں اس طیارے کا ایک مسافر ہوں ۔"

"کیا واقعی ؟"

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں ۔"

"پلیز ہولڈ آن ۔"

خاموشی چھاگئی ۔ سیکریٹری اپنے باس کے پاس گیا ہوگا۔ اسے فون پر ہونے والی گفتگو سنا رہا ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد علی تیمور کو ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا "اپنا نام بتاؤ ؟"

"علی تیمور ۔"

"تمہارے ساتھ ایک لڑکی بھی ہے ؟"

"تھی ۔ مجھ سے بچھڑ گئی ہے ۔"

"اگر یہ جھوٹ ہوا تو پچھتاؤ گے ۔"

"میں پچھتانے کا کوئی کام نہیں کرتا ۔"

"تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا ؟"

"کیا آپ نہیں جانتے کہ میرا تعلق نیلی پیتھی جاننے والوں کے خاندان سے ہے ؟"

"اوہ گاڈ ! تم کیا چاہتے ہو ؟"

"وقتی طور پر پناہ ۔"

"آجاؤ اور اپنی پہچان بتاؤ ۔"

"بس ایک ہی پہچان ہے ۔ ایک ٹیکسی میں آرہا ہوں ۔"

وہ ریسیور رکھ کر پچھلی سیٹ پر آگیا۔ اسے پھر رے بٹ کے بنگلے کی طرف چلنے کو کہا ۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "کام بن گیا ؟"

"کام بنتا نہیں' بنانا پڑتا ہے ۔"

ٹیکسی بنگلے کے سامنے پہنچی تو مسلح افراد نے کوئی سوال کیے بغیر آہنی گیٹ کو کھول دیا۔ ڈرائیور نے حیرانی سے پوچھا۔ "کمال ہے' تم نے دوستی کیسے کرلی ؟"

گاڑی پورچ میں رک گئی ۔ علی نے اسے سو ڈالر دیتے ہوئے کہا "ایک بات یاد رکھو ۔ یہ کسی سے نہ کہنا کہ تم نے کسی اجنبی کو یہاں پہنچایا ہے' ورنہ مسٹر رے بٹ کے آدمی تمہیں گولی ماردیں گے ۔"

وہ ٹیکسی سے اتر کر بنگلے میں داخل ہوا۔ اس کے آگے پیچھے مسلح افراد تھے ۔ اس نے بنگلے کے داخلی کمرے میں اپنا سامان رکھ دیا۔ ایک سیکورٹی افسر نے اس کی تلاشی لی۔ پھر وہ سیکریٹری کے ساتھ ایک ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں رے بٹ بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "تم نے مجھے پریشانی میں مبتلا کردیا ہے ۔ کیا تم واقعی علی تیمور ہو ؟"

"ہاں' اب تم ثبوت چاہو گے ۔ جب میں فون پر تم سے بول رہا تھا' تب میری ماما تمہارے دماغ میں آئی تھیں ۔ وہ بہت معروف ہیں ۔ یہ کہہ کر چلی گئیں کہ شام تک آئیں گی ۔"

وہ دھپ سے صوفے پر گر پڑا پھر بولا "اوہ گاڈ ! نیلی پیتھی جاننے والوں نے میرا گھر دیکھ لیا ہے ۔ میں بری طرح ڈوب جاؤں گا ۔"

علی نے کہا "جو ہمارا اچھا چاہتے ہیں' ہم اس کے ساتھ کبھی برا نہیں کرتے ۔ تمہارا کوئی راز تمہارے دماغ سے باہر نہیں جائے گا۔ اور نہ ہی میری ماما تمہیں بلیک میل کریں گی ۔"

"میری ذات سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ پولیس تمہارے قریب نہیں آئے گی۔ تم جہاں کہو گے میں وہاں پہنچادوں گا ۔"

"کیسے پہنچاؤ گے ؟ قدم قدم پر پولیس کا پہرا ہوگا۔ میری سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ سر پر زخم ہے اور پٹی بندھی ہوئی ہے ۔"

"اگرچہ میری گاڑیوں کو اور ذاتی طیارے کو عام حالات میں چیک نہیں کیا جاتا ہے تاہم یہ خاص معاملہ ہے ۔ ہماری چیکنگ ہوسکتی ہے ۔ تم یہاں قیام کرو ۔ میں کوئی تدبیر سوچتا ہوں ۔"

"میری ساتھی اس شہر میں کہیں بھٹکتی پھر رہی ہے ۔ میں اسے تلاش کروں گا ۔"

"تم اپنے سر پر وگ پہن لو تو پٹی چھپ جائے گی ۔ پھر میرے آدمیوں کے ساتھ تلاش کرنے جاسکو گے ۔"

اس نے سیکریٹری کو حکم دیا کہ علی کے ساتھ دو آدمیوں کو رکھا جائے ۔ وہ پورے شہر میں سونیا ٹائی کو تلاش کریں گے ۔ پھر اس نے علی کو ایک طرف لے جاکر پوچھا "کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہوسکتی کہ تمہاری ماما میرے دماغ میں بالکل نہ آئیں ۔ میں ان کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ انہیں میرے اندر آنے کی ضرورت نہیں پڑے گی ۔ پلیز' اپنی ماں سے بات کرو ۔"

"جب وہ میرے دماغ میں آئیں گی تو میں تمہارے پاس جانے سے منع کردوں گا۔ اطمینان رکھو جب تک میں خیریت سے رہوں گا' تب تک وہ تمہاری طرف رخ نہیں کریں گی ۔"

وہ اسے تسلیاں دے کر سونیا ٹائی کی تلاش میں چل پڑا۔

ادھر ٹائی اس سے جدا ہوکر شہر میں داخل ہوئی تھی۔ تھوڑی دور تک چلتی گئی تھی ۔ پھر ایک اسنیک بار میں آگئی تاکہ کافی پینے کے دوران کوئی پلاننگ کرسکے ۔ وہاں ٹی وی کے ذریعے اس نے لیبر اڈور سے اغوا ہونے والے طیارے کے متعلق سنا۔ سونیا ٹائی اور علی تیمور کے نام بھی بتائے گئے تھے اور علی تیمور کی پہچان بھی بتائی گئی تھی ۔

بار میں لوگ اسی موضوع پر گفتگو کرنے لگے ۔ کتنے ہی لوگ وہاں سے یہ کہہ کر اٹھ گئے کہ ہائی وے پر جاکر طیارے کو دیکھیں گے ۔ ٹائی بھی وہاں سے اٹھ گئی ۔ اس نے سوچا ہائی وے پر کافی مجمع لگے گا۔ اسے وہاں جانا چاہیے' اس بھیڑ میں گم ہوکر موجودہ حالات کو اور لوگوں کے ارادوں کو سمجھنا چاہئے ۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ادھر جانے لگی ۔ اس کا خیال درست نکلا بہت سے لوگ اغوا شدہ طیارے کو دیکھنے جارہے تھے ۔ اس کے اطراف دور تک پولیس والے کھڑے ہوئے تھے اور لوگوں کو قریب جانے سے روک رہے تھے ۔ پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز کی اچھی خاصی تعداد پہنچ گئی تھی ۔

ایسی جگہ اکثر میلہ لگ جاتا ہے ۔ جوان لڑکیاں اور لڑکے تفریح کے لئے پہنچ گئے تھے ۔ ٹائی ان کے درمیان گھومنے پھرنے لگی ۔ ان لڑکیوں سے دوستی کرنے لگی ۔ ان میں سات لڑکیوں اور سات لڑکوں کا ایک گروہ تھا جو اوٹاوا سے آئس ہاکی کا فائنل میچ دیکھنے آیا تھا۔ ایک لڑکی نے ٹائی کو بتایا کہ وہ ابھی میچ دیکھ رہے تھے ۔ اس دوران یہ خبر سن کر طیارے کو دیکھنے آئے ہیں ۔ اس لڑکی نے پوچھا "تم بھی کہیں سے آئی ہو ؟"

ٹائی نے جواب دیا "ہاں ۔ میں مونٹریال سے آئی ہوں ۔ میرے ساتھ ایک ٹریجڈی ہوگئی ہے ۔ میں اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ آئی تھی ۔ وہ مجھے دھوکا دے کر چلا گیا ہے ۔"

"مجھے افسوس ہے ۔ تمہارے ساتھ دھوکا ہوا ہے ۔ آج کل کے لڑکے بھنورے ہوتے ہیں ۔ ایک کے بعد دوسری کی طرف اڑجاتے ہیں ۔ میں تمہارے لئے کیا کرسکتی ہوں ؟"

"تمہاری ہمدردی کا شکریہ ۔ میں مونٹریال واپس چلی جاؤں گی ۔"

"ہماری بہت بڑی ویگن کار ہے ۔ تمہارے لئے ایک سیٹ ہوجائے گی ۔ ہمارے ساتھ چلو ۔ بڑا مزہ آئے گا ۔"

"میرا شناختی کارڈ اور ضروری کاغذات اس بیگ میں رہ گئے ہیں جسے وہ بوائے فرینڈ لے گیا ہے ۔ راستے میں چیکنگ ہوگی تو میں تم لوگوں کے لئے پرابلم بن جاؤں گی ۔"

"میں تمہیں اپنے پارٹی لیڈر سے ملاتی ہوں ۔ وہ کوئی حل تلاش کرے گا ۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"جون میکسی۔ میرے ڈیڈی اولاہوما کے سب سے دولت مند تاجر کہلاتے ہیں۔"

میکسی نے اپنے پارٹی لیڈر سے ٹانی کو ملایا۔ اس نے نام پوچھا۔ وہ بولی "میرا نام ثانیہ ہے۔ تم لوگوں نے شاید کنگ فرنانڈو کا نام سنا ہوگا۔"

"ہاں۔ کنگ فرنانڈو کا شمار امریکا کے دولت مند تاجروں میں ہوتا ہے۔ وہ تمہارے کون ہیں؟"

"میں ان کی اکلوتی اور لاڈلی بھتیجی اور ان کی دولت اور جائداد کی تنہا حقدار ہوں۔"

پارٹی لیڈر نے خوش ہو کر دوبارہ مصافحہ کرتے ہوئے کہا "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم کنگ فرنانڈو کی بھتیجی سے مل رہے ہیں اور باتیں کر رہے ہیں۔ تمہارے ساتھ تو باڈی گارڈز ہوں گے۔"

میں ایک لڑکے کی محبت میں گرفتار ہو کر بھاگ آئی ہوں۔ میرے انکل کو پتا نہیں ہے۔ اب وہ مجھے تلاش کر رہے ہوں گے۔ اگر میں فون کروں تو ہیلی کاپٹر آجائے لیکن میں چپ چاپ وہاں پہنچنا اور ان کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہتی ہوں۔"

"وہ خوش نصیب لڑکا کہاں ہے جس سے تم محبت کرتی ہو؟"

"وہ مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔"

"تعجب ہے!"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ میں نے اسے اپنی اصلیت نہیں بتائی تھی۔ وہ مجھے معمولی لڑکی سمجھتا تھا۔"

میکسی نے کہا "یہ تم نے اچھا کیا۔ اس طرح اس کی اصلیت معلوم ہوگئی۔ آؤ ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ میکسی کے ساتھ بڑی ویگن کار میں آئی۔ میکسی نے اسے اپنے بوائے فرینڈ سے ملایا پھر بولی "میں کچھ دیر ثانیہ کے ساتھ بیٹھوں گی۔ تم مائنڈ تو نہیں کرو گے؟"

وہ مسکرا کر بولا "کوئی بات نہیں۔ ہم محبت کرنے والے ہیں۔ آگے چل کر ایک ہو جائیں گے۔"

وہ دوسری سیٹ پر چلا گیا۔ ٹانی نے پوچھا "گاڑی چل پڑی ہے۔ تمہارا وہ پارٹی لیڈر نظر نہیں آرہا ہے؟"

"وہ اپنے دوستوں کے ساتھ دوسری کار میں سفر کرتا ہے۔ ہماری گاڑی کے آگے یا پیچھے رہتا ہے۔"

"کیا تمہاری اس سے پرانی واقفیت ہے؟"

"نہیں۔ میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ دراصل میں بھی اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ بھاگ کر آئی ہوں۔ اب ہم واپس جارہے ہیں۔ اس سے پہلے مونٹریال میں کورٹ میرج کریں گے، پھر میں ڈیڈی کو شادی کی اطلاع دوں گی۔"

"تمہارا بوائے فرینڈ کیا کرتا ہے؟ کوئی ملازمت یا بزنس؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی "اسے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح تم کنگ فرنانڈو کی دولت اور جائداد کی تنہا وارث ہو، اسی طرح میں بھی اپنے دولت مند باپ کی اکلوتی بیٹی ہوں۔"

"پھر بھی ہم جاننا چاہتے ہیں، اس جوان کو اپنی دنیا خود بنانی چاہئے۔"

"تم نے اپنے لئے ایسا کیوں نہیں سوچا؟"

"نہیں سوچا تھا، اسی لئے دھوکا کھایا۔ میں نہیں چاہتی، میری طرح دوسری لڑکیاں بھی ایسی غلطی کریں۔"

"میرا محبوب راکی ایسا نہیں ہے۔"

ایک جگہ پولیس والوں نے گاڑی روکی۔ وہ گاڑیوں کی چیکنگ کر رہے تھے۔ وہاں سے تقریباً تھی، اس کی چیکنگ رپورٹ درج تھی۔ واپس کے وقت سرسری طور پر پوچھ گچھ کے بعد انہیں جانے کی اجازت دے دی گئی۔ وہ رات کے نو بجے ایک چھوٹے سے ٹاؤن میں پہنچے۔ وہاں پارٹی لیڈر نے میکسی کو اپنی کار میں بلایا۔ میکسی نے بوائے فرینڈ سے کہا "میرے ساتھ چلو۔"

"وہ بولا کار زیادہ دور نہیں ہے۔ تم چلی جاؤ، میں ڈرائیور سے باتیں کرکے آتا ہوں۔"

ٹانی نے کہا "آؤ، میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔"

وہ دونوں کار کے قریب پہنچیں۔ پارٹی لیڈر نے اگلی سیٹ سے باہر آکر کہا "تمہارا فون ہے۔ اٹینڈ کرو۔"

میکسی نے حیرانی سے پوچھا "مجھے کون یہاں کال کرسکتا ہے؟"

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ کار کے ڈیش بورڈ سے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو، میں جون میکسی بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے باپ کی آواز سنائی دی "تم کن لوگوں کے چکر میں پڑ گئی ہو؟"

"ڈیڈی! کل میں اپنی پسند کے لڑکے سے شادی کر رہی ہوں۔"

"شادی کر رہی ہوں! یہ کیا ہو رہا ہے؟ ابھی تمہارے بوائے فرینڈ نے دھمکی دی ہے کہ میں ایک لاکھ ڈالر ادا نہیں کروں گا تو تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"یہ سچ ہے" پارٹی لیڈر نے ریوالور کا رخ میکسی کی طرف کرتے ہوئے کہا "اپنے باپ سے بولو، تمہاری زندگی کی قیمت ایک لاکھ ڈالر ہے۔"

ٹانی نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا "یہ کیا حرکت ہے؟ بے چاری کو ریوالور دکھا کر دھمکی دے رہے ہو؟"

وہ بولا "یہ دھمکی نہیں ہے۔ رقم نہ ملی تو ہم اسے گولی مار دیں گے۔ تمہارا بھی یہی انجام ہوگا۔ ابھی ہم کنگ فرنانڈو سے تمہارے عوض دو لاکھ ڈالر کا مطالبہ کرنے والے ہیں۔"

میکسی نے اپنی بوائے فرینڈ کو آواز دی۔ پارٹی لیڈر نے ہنستے ہوئے کہا "وہ نہیں آئے گا۔ اس ویگن کار میں کرائے کی لڑکیاں اپنے بوائے فرینڈز کے ساتھ سفر کر رہی ہیں۔ تمہیں یقین ہوگیا کہ یہ اونچی سوسائٹی کی لڑکیاں اور لڑکے ہیں جبکہ تمہارا بوائے فرینڈ تو ایک بار جیل کی ہوا کھا کر آیا ہے۔"

پھر اس نے ٹانی کو ریوالور دکھا کر کہا "تم بھی اندر بیٹھ جاؤ۔ ہم اس ٹاؤن سے دور جاکر باتیں کریں گے۔"

اسے پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کو کہا گیا۔ وہاں ایک شخص پہلے سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس کے پاس آکر بیٹھی گئی۔ پارٹی لیڈر بھی اسی سیٹ پر آگیا۔ ٹانی دونوں کے درمیان ہوگئی۔ ادھر میکسی اپنے باپ سے باتیں کر رہی تھی۔ پارٹی لیڈر نے اسے دھمکی دی کہ وہ اپنے باپ کو اس علاقے اور راستوں کے متعلق بتائے۔ پھر اس نے ویگن کار کے ڈرائیور سے کہا "تم لوگ جاؤ۔ ہم مونٹریال میں ملیں گے۔"

وہ جانے لگے۔ میکسی کا بوائے فرینڈ بھی چلا گیا۔ وہ کار دوسری طرف جانے لگی۔ میکسی نے ریسیور کان سے لگائے ہوئے کہا "ڈیڈی! میں مانتی ہوں، میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ آپ کسی طرح مجھے بچالیں۔"

باپ نے کہا "مجھے افسوس ہے۔ میں تمہیں دنیا جہاں کی محبتیں دیتا ہوں۔ چاندی کے برتنوں میں سونے کا نوالہ کھلاتا ہوں لیکن ایک لاکھ ڈالر ادا نہیں کروں گا۔ یہ خبر اخبارات میں شائع ہوگئی تو آئندہ بدمعاش قسم کے لوگ تمہیں یہ سوچ کر اغوا نہیں کریں گے کہ تمہارا باپ بیٹی کی قیمت ادا نہیں کرتا ہے۔"

"ڈیڈی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ لوگ مجھے گولی مار دیں گے۔"

"انہیں گولی مارنے سے کچھ نہیں ملے گا۔ مجھے ایک بیوقوف لڑکی سے نجات مل جائے گی۔"

وہ پچھلی سیٹ کی طرف سر گھما کر بولی "میں مرجاؤں گی، میرے ڈیڈی رقم دینے سے انکار کر رہے ہیں۔"

پارٹی لیڈر نے کہا "تمہیں اسی لئے یہاں بلایا ہے کہ تم اپنے باپ کو راضی کرو، ورنہ مرنے کے لئے تیار ہوجاؤ۔"

ٹانی نے پوچھا "میکسی! تمہارے ذاتی اکاؤنٹ میں رقم ہوگی؟"

وہ بولی "ایک لاکھ ڈالر نہیں ہیں۔"

"تعجب ہے! اتنے امیر باپ کی بیٹی ہو اور اتنی سی رقم نہیں ہے۔ مونٹریال کے بینک میں میرے چھ لاکھ ڈالر ہیں۔"

اغوا کرنے والوں نے ٹانی کو چونک کر دیکھا۔ وہ بولی "اگر تم لوگ میرے انکل کنگ فرنانڈو سے رقم تاوان لے لو گے تو تمہیں یقین نہ ہو تو فون کرکے معلوم کرلو۔ رقم میں جتنی ادائیگی ہو وہ بھی مونٹریال پہنچ کر کر۔"

"کیا تم ہمیں بے وقوف بنانا چاہتی ہو؟ ہم برسوں سے یہ دھندا کرتے آرہے ہیں۔"

وہ بولی "اس دھندے میں پراسرار ہوتے تو موقع کی نزاکت کو سمجھ لیتے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئے۔ ایک نے پوچھا "تم مونٹریال پہنچ کر کیش دوگی؟"

"کیوں بچوں جیسی باتیں کرتے ہو۔ کیا لاکھوں روپے نقد گھر میں رکھے جاتے ہیں؟"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تمہارا چیک کیش ہوجائے گا؟"

"تمہارا ایک آدمی بینک جائے گا، اس کی واپسی تک تم مجھے اپنی پوائنٹ پر رکھو گے۔"

وہ راضی ہوگئے۔ کارہائی وے پر واپس آگئی۔ تیز رفتاری سے مونٹریال کی طرف جانے لگی۔ میکسی نے پوچھا "میرا کیا ہوگا؟"

"تم اپنے باپ کو راضی کرو۔"

"میرے ڈیڈی بہت سخت مزاج رکھتے ہیں۔ اصول کے پابند ہیں۔ جو بات کہہ دیتے ہیں، وہ پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔"

"تو پھر تم ہمارے لئے مصیبت ہو۔ کار روکو، ہم اس سے نجات حاصل کریں گے۔"

ٹانی نے کہا "اسے قتل نہ کرو۔ میں اس کی زندگی کی قیمت ادا کروں گی۔"

"کیا تم تین لاکھ ادا کروگی؟"

وہ ناگواری سے بولی "اتنی حیرانی سے نہ پوچھو۔ میرے لئے تین لاکھ کچھ نہیں ہیں۔"

"تم یہ نہ سمجھنا کہ مونٹریال پہنچ کر کوئی چالاکی دکھا سکو گی۔"

"میں صرف اپنی اور میکسی کی سلامتی چاہتی ہوں۔ میرے دونوں طرف ریوالور ہیں۔ میں چالاکی دکھا کر جان سے جانے کی حماقت نہیں کروں گی۔"

وہ اس کی باتوں سے مطمئن ہو رہے تھے۔ ویسے بھی رقم کے لئے مونٹریال جانا ضروری تھا اور وہ ٹانی پر بھروسا کرنے پر بھی مجبور تھے۔ انہیں یقین تھا کہ ہر پہلو سے محتاط رہیں گے تو ایک لڑکی سے دھوکا نہیں کھائیں گے۔

وہ صبح چار بجے مونٹریال کے قریب پہنچ گئے۔ دور سے اس شہر کی جگمگاتی ہوئی بتیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ ان دونوں نے ریوالور پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے [illegible] نشانے پر رکھا۔ ایک نے کہا "بتاؤ، شہر میں کہاں جانا

تمہاری رہائش گاہ میں کتنے افراد ہیں؟"

وہ بولی "رہائش گاہ کیا ہوتی ہے؟ میں تو اس شہر میں پہلی بار آئی ہوں۔ یہاں تک آنے کے لئے میں نے تمہارے آگے تین لاکھ ڈالر کا چارا ڈالا تھا۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"بکواس تم لوگ کرتے آرہے ہو۔ بچوں کا پستول دکھا کر دھمکیاں دے رہے ہو۔"

ایک نے گرج کر کہا "یہ بچوں کا کھلونا نہیں ہے' اصلی ہے۔ کیا تم مرنا چاہتی ہو؟"

"گولی مارنا چاہتے ہو تو مار بھی دو۔ کیوں دیر کر رہے ہو؟"

"تم سمجھتی ہو' فائرنگ کی آواز ہوگی۔ ہم اس ڈر سے گولی نہیں چلائیں گے۔ تم مرنا ہی چاہتی ہو تو..."

بات پوری ہونے سے پہلے ہی دونوں کے حلق سے کراہ نکلی۔ اس نے دونوں کنپٹیاں' دونوں کی پسلیوں میں ماری تھیں۔ پھر بڑی پھرتی سے ریوالوروں پر ہاتھ رسید کئے۔ ٹھائیں ٹھائیں کی آوازوں کے ساتھ دونوں ریوالور اور اٹھے گولیاں کار کی چھت میں سوراخ کرتی ہوئی باہر نکل گئیں۔ وہ دونوں اس سے لپٹ گئے۔ ایک لڑکی کو قابو میں کرنے کا یہی طریقہ سمجھ میں آیا تھا۔ ثانیہ نے ان کے ریوالوروں کو پکڑ رکھا تھا۔ میکسی دروازہ کھول کر نکل گئی تھی اور مدد کے لئے پکار رہی تھی۔ ڈرائیور جلدی سے باہر آکو اسے پکڑنا چاہتا تھا۔ وہ بھاگتی جارہی تھی۔ پھر ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سن کی گھبراہٹ میں گر پڑی تھی۔

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھلا تھا اور پارٹی لیڈر لڑھک کر باہر زمین پر گر پڑا تھا۔ پھر دوسری طرف کا دروازہ کھلا۔ دوسرا شخص دونوں ہاتھ اٹھائے باہر آیا۔ ثانیہ نے آواز دی "میکسی... آجاؤ' بازی پلٹ گئی ہے۔"

ڈرائیور بھاگنے لگا۔ ثانی نے گولی چلائی۔ وہ لڑکھڑا کر گرا' اپنی زخمی ٹانگ پکڑ کر کراہنے لگا۔ میکسی دوڑتی ہوئی آئی' خوش ہو کر بولی "اوہ ثانیہ! تم بہت دلیر ہو۔ تم نے کمال کر دیا ہے!"

وہ بولی "پچھلی سیٹ پر بیٹھو۔ اب ہم انہیں لے جائیں گے۔"

"کہاں لے جائیں گے؟"

"پولیس اسٹیشن۔"

پارٹی لیڈر کے شانے پر گولی لگی تھی۔ وہ زمین پر سے اٹھتا ہوا کراہتا ہوا کہنے لگا "نہیں پلیز' ہمیں چھوڑ دو۔ پولیس اسٹیشن نہ لے جاؤ۔"

ثانیہ نے کہا "میں دوسری بار نہیں بولوں گی۔ گولی چلا کر ہاتھ پاؤں کی ہڈیاں توڑتی رہوں گی۔ چلو' اگلی سیٹوں پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ دونوں سامنے آگئے۔ ثانی اور میکسی پیچھے بیٹھ گئیں۔ گاڑی آگے بڑھی تو ثانی نے کہا "ڈرائیور کو بھی اپنی ساتھ بٹھاؤ۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ آگے گاڑی روک کر ڈرائیور کو گھسیٹ کر سامنے والی سیٹ پر لے آئے پھر وہ گاڑی چلاتے وقت خوشامدیں کرنے لگے۔ معافیاں مانگنے لگے۔ لیکن دو ریوالوروں کی نالیں دونوں کی گردن سے لگی ہوئی تھیں۔ انہیں قابو کے دروازے پر آنا ہی پڑا۔ ایسے ہی وقت سلمان واسطی نے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ بولی۔ "تھینک یو انکل! بڑے اچھے وقت پر آئے ہیں۔ آپ ذرا علی کی خیریت معلوم کرلیں۔"

"میں اس کے پاس گیا تھا۔ وہ تمہاری خیریت معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

"سچ؟" وہ بے اختیار خوش ہو کر بولی۔

"کیا بات ہے' دونوں بڑی بے چینی سے ایک دوسرے کی خیریت معلوم کر رہے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ آپ پتا نہیں' کیا سمجھ رہے ہیں!"

"میں تمہارے بارے میں کیا کہوں؟"

"آپ دیکھ رہے ہیں' میں خیریت سے ہوں۔"

"مگر وہ نہیں ہے۔ اس نے مجھے جھوٹ بولنے کے لئے کہا ہے کہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ حالانکہ سر کا زخم گہرا ہے۔ تکلیف بڑھ گئی ہے اور وہ بخار میں تپ رہا ہے۔"

وہ تڑپ کر بولی "علی کہاں ہے؟ کسی پناہ گاہ میں ہے؟"

"بھئی وہ مردوں کا بچہ ہے' اپنی دیکھ بھال کرلے گا۔ تم فکر نہ کرو۔"

"کیسے فکر نہ کروں؟ پلیز! جلدی بتائیں' وہ کہاں ہے؟"

"اب میں کہوں گا کہ وہ ابھی تک کوبیک میں ہے تو کیا تم مونٹریال سے پھر کوبیک واپس جاؤ گی؟"

"ہاں' جاؤں گی۔ ابھی جاؤں گی۔"

"اتنی بے چینی؟ خدا رحم کرے۔"

"انکل! آپ مذاق کر رہے ہیں نا؟"

"ہاں بھئی' وہ بڑا سخت جان ہے۔ خیریت سے ہے' تمہیں وہاں تلاش کر رہا تھا۔ میں جاکر بتاؤں گا تو وہ ادھر آجائے گا۔"

"میں نے یہاں خود کو کنگ فرنانڈو کی بھتیجی ظاہر کیا ہے۔ پولیس والے مسٹر فرنانڈو سے حقیقت معلوم کرنا چاہیں گے۔ آپ یہ معاملہ سنبھال لیں۔"

"میں ابھی فرنانڈو سے بات کروں گا۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

"سنیے... علی کو بتادیں کہ..."

"تم یہاں ہو۔ پہلے زمانے میں کبوتر عاشقوں کو بتایا کرتے تھے' آج میں پیغام بر بن رہا ہوں۔ اچھا' سو فار۔"

وہ چلا گیا۔ ثانی نے سوچا "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ محبت میں

عقل ساتھ چھوڑ رہی ہے۔ میں دوسروں کو ملاقاتوں میں الجھا رہی ہوں۔ ابھی انکل نے مجھے الجھادیا تھا۔ کی بات مجھ میں نہیں آئی کہ علی خدانخواستہ بیمار ہے۔ انکل اتنے بے یارومددگار چھوڑ کر میرے پاس نہیں آتے۔ آئندہ مجھے اپنی تربیت کے مطابق ہر پہلو پر نظر رکھنی چاہئے۔"

تھوڑی دیر بعد سلمان واسطی نے آکر کہا "ثانی! تمہیں کنگ فرنانڈو سے نہیں ملنا چاہئے تھا۔ تمہاری ذہانت کو کیا ہو گیا ہے؟ تمہیں نہیں معلوم ہے کہ امریکی حکام فرنانڈو کو اپنا دوست اور وفادار سمجھتے ہیں۔"

"اوہ خدایا! مجھ سے بھول ہو گئی۔"

"ابھی میں فرنانڈو کے دماغ میں گیا تھا' پتا چلا' اس پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں یہاں کے جاسوس اس کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ جب یہ انکوائری ہوگی کہ ثانیہ نامی لڑکی اس کی بھتیجی ہے یا نہیں تو پتا چلے گا' اب اس کا دنیا میں کوئی رشتے دار نہیں ہے۔ بہرحال میں تھانے کے انچارج کے پاس جارہا ہوں' اسے انکوائری سے روکوں گا۔"

سلمان نے انچارج کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ زخمی مجرموں کے لئے ایک سرکاری ڈاکٹر کو فون پر کال کر رہا تھا۔ پھر اس نے ریسیور رکھ کر ثانیہ سے کہا "تم نے جان کی بازی لگا کر انہیں گرفتار کرایا ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کنگ فرنانڈو کی دولت مند بھتیجی اتنی دلیر ہوگی۔"

ثانی نے کہا "آپ نے میرا پورا بیان نہیں سنا ہے۔ میں نے مجرموں کے سامنے لاکھوں روپے کا چارا ڈالنے کے لئے خود کو کنگ فرنانڈو کی بھتیجی کہا تھا۔ ایسا نہ کہتی تو یہ کبھی میرے ساتھ یہاں تک نہ آتے۔ مجھے دولت مند سمجھ کر آئے ہیں۔"

"تم نے ان کمبختوں کو خوب چکر میں ڈالا تھا۔ بہرحال اپنا پتا بتاؤ۔ شناختی کارڈ دکھاؤ۔"

میکسی نے کہا "اس کا بوائے فرینڈ اسے دھوکا دے کر اس کا سامان لے کر بھاگ گیا ہے۔ اس سامان کے ساتھ شناختی کارڈ اور ضروری کاغذات بھی چلے گئے ہیں۔ بے چاری کے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ اس نے میری جان بچائی ہے۔ میں اس کی ضمانت لوں گی۔ اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ آپ میرے پتے پر انکوائری کرسکتے ہیں۔"

تھانے کا انچارج راضی ہو گیا۔ اس نے میکسی کے بتائے ہوئے نمبر پر اس کے باپ سے رابطہ کیا' پھر پوچھا "کیا آپ کی بیٹی اغوا کی گئی تھی۔ اگر یہ درست ہے تو اس کا نام بتائیں۔"

"اس کا نام جون میکسی ہے۔ وہ خیریت سے تو ہے؟"

"جی ہاں' مجرم گرفتار ہو گئے ہیں۔ آپ بیٹی سے بات کریں۔"

میکسی نے ریسیور لے کر کہا "ڈیڈی! آپ نے مجھے قصائیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ مگر یہ سن کر افسوس ہوگا کہ میں زندہ سلامت ہوں۔ ایک لڑکی نے میری جان بچائی ہے اور مجرموں کو گرفتار کرایا ہے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم سلامت ہو۔ میری طرف سے اس لڑکی کا شکریہ ادا کرو۔"

"صرف شکریہ سے کام نہیں چلے گا۔ فی الحال اس لڑکی کے پاس کوئی شناختی کارڈ یا کاغذات نہیں ہیں۔ یہ بعد میں پیش کرے گی۔ آپ اس کی ضمانت لے لیں۔"

"تم جانتی ہو' میں اصولوں کا پابند ہوں۔ کسی بھی اجنبی کی ضمانت نہیں لے سکتا۔ اس سے کہو' اپنا پورا پتا اور مکمل شناخت پیش کرے۔"

"ڈیڈی! میں بھول گئی تھی کہ آپ پتھر کے بنے ہوئے انسان ہیں۔ جو بیٹی کے لئے اپنے اصول نہ توڑے وہ دوسروں کے لئے کیا توڑے گا۔ جائیں آپ اپنے اصولوں کے ساتھ تنہا رہیں۔ میں رشتہ توڑ رہی ہوں۔ کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گی۔"

اس نے ریسیور انچارج کو دیا۔ اس نے فون پر اس کے باپ سے پوچھا "آپ مس ثانیہ کی ضمانت لے رہے ہیں؟"

سلمان نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ ادھر سے انکار کیا گیا۔ سلمان نے اسے اقرار کے الفاظ سنائے۔ وہ ریسیور رکھ کر بولا۔ "ٹھیک ہے مس ثانیہ آپ کی ضمانت ہو گئی' آپ جاسکتی ہیں۔"

میکسی حیرانی سے کچھ کہنا چاہتی تھی' ثانی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا "اب یہاں سے چلو۔ ہم باہر باتیں کریں گے۔"

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی پولیس اسٹیشن کے دروازے تک آئی۔ وہاں ایک شخص دوسرے سپاہیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے راستہ روک کر اپنا شناختی کارڈ دکھایا۔ وہ انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا ایک جاسوس تھا۔ اس نے ثانی سے کہا "تم بھی اپنا کارڈ دکھاؤ۔ ویسے میں سن چکا ہوں۔ ایک بوائے فرینڈ تمہارا سامان لے کر بھاگ گیا ہے۔"

میکسی نے کہا "یہ سچ ہے۔"

جاسوس نے کہا "میں دوسرے کمرے میں تھا۔ دوسرا ریسیور اٹھا کر فون پر ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔ تمہارے باپ نے ضمانت لینے سے انکار کیا تھا لیکن انچارج نے یہ سنا کہ ضمانت کے لئے اقرار کیا گیا ہے۔ کیوں مس ثانیہ! کیا یہ ٹیلی پیتھی کا کمال نہیں ہے؟"

سلمان نے ثانی کے پاس آکر کہا "گڑبڑ ہو گئی ہے۔ اقرار کرلو' خود کو گرفتاری کے لئے پیش کردو۔"

وہ بولی "ہاں' میں لیبر اڈور سے طیارہ اغوا کر کے لانے والی سونیا ثانی ہوں۔ کہاں لے چلو گے' چلو۔ گرفتار رکھو' فرہاد کی لیلیٰ میں آج تک کسی نے ہتھکڑی نہیں پہنی۔"

"ہم جانتے ہیں' تمہارے آس پاس ٹیلی پیتھی کی بامدد ہے۔ درکسی وقت بھی دھماکے شروع ہو جائیں گے۔ تم آزادی سے چلو گی۔"

وہ کیسی کا ہاتھ پکڑ کر بولی "بس ہمارا ساتھ یہیں تک تھا تم جاؤ۔"

"نہیں۔ میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔ تمہارا احسان نہیں بھولوں گی۔"

"اپنے باپ کا احسان نہ بھولو۔ باپ کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ انسان کو ایسا ہی اصول پسند ہونا چاہئے۔ وہ میری ضمانت نہ لے کر دانشمندی کا ثبوت دے رہا تھا۔ اس نے رقم دینے سے انکار کر کے مجرموں کے بھی حوصلے پست کئے تھے۔ اپنے باپ کے پاس واپس جاؤ میکسی۔ میں نے تمہارے لئے جو کیا ہے' اس کے بدلے یہی چاہتی ہوں۔ باپ کے پاس جا کر غلطیوں کی معافی مانگو۔"

وہ جاسوس کے ساتھ چلتی ہوئی ایک گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔ سلطان نے علی کو بتایا کہ ثانی حراست میں ہے اور محاسبے کے لئے لے جائی جا رہی ہے۔ اس نے کہا "میں جلد سے جلد وہاں پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ کا کیا خیال ہے انکل! کیا وہ ثانی کو امریکی حکام کے حوالے کریں گے؟"

"ہمیں یہی دیکھنا ہے کہ وہ کیا سلوک کرتے ہیں۔ جب تک ہمارا کچھ نہیں بگڑ رہا ہے' ہم بگاڑ پیدا کرنے والی بات نہیں کریں گے۔"

"آپ ذرا ٹھہریں' میں اس شریف بدمعاش رے بٹ سے باتیں کرتا ہوں۔ اگر یہاں سے میری روانگی کا انتظام نہ ہو سکا تو پلیز آپ کچھ کریں۔"

علی نے رے بٹ سے کہا "میں ابھی موٹریال جانا چاہتا ہوں' تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو؟"

"وہ... جاؤ گے تو واپس نہیں آؤ گے۔ میرے دماغ میں بھی کوئی نہیں آئے گا تم میں ابھی چارٹرڈ ہیلی کاپٹر میں تمہیں بھیج دوں گا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں' میں اور میرے خیال خوانی کرنے والے بھی ادھر کبھی نہیں آئیں گے۔ تم فوراً میری روانگی کا بندوبست کرو۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ سلطان نے کہا "تمہارا کام ہو رہا ہے۔ میں ثانی کے پاس جا رہا ہوں۔"

اس نے ثانی کے پاس آ کر کہا "میں تمہارے آس پاس والوں کے اندر موجود رہوں گا۔ تم دو ٹوک باتیں کرو گی۔"

وہ جاسوس کے دماغ میں چلا آیا۔ ان کی گاڑی انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کی عمارت کے سامنے رکی۔ وہ گاڑی سے اتر کر عمارت کے اندر آئے پھر لفٹ کے ذریعے دسویں منزل کے ایک بہت بڑے دفتر نما کمرے میں پہنچے۔ وہاں کچھ افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ثانی نے پورے کمرے کو گھوم کر دیکھا۔ وہاں خود کار کیمرے اور گفتگو ریکارڈ کرنے والے مائیکروفون لگے ہوئے تھے۔ ثانی کو ایک کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا گیا۔ ایک افسر نے پوچھا "تم بادام سونیا لی ڈی ہو؟"

وہ راستے میں ریڈی میڈ میک اپ اتار چکی تھی' بالکل سونیا دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے جواب دیا "ڈی نہیں' قدرتی طور پر ہم شکل ہوں... جیسا کہ ماں بیٹی ہوا کرتی ہیں۔"

"تم بادام سونیا کی بیٹی ہو؟"

"اس سوال کا جواب ضروری نہیں ہے۔"

"کیا اس وقت تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے؟"

"موجود ہے۔"

وہ پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے پھر ایک نے تھوک نگل کر پوچھا "کیا وہ ہم میں سے کسی کے دماغ میں ہے؟"

ثانی نے پوچھا "کیا ثبوت پیش کیا جائے؟"

"وہ... دراصل بات یہ ہے کہ تمہارے سونیا ثانی ہونے کا ثبوت ضروری ہے۔ تمہارا ایک ساتھی بھی تمہارے ساتھ نہیں ہے' وہ کہاں ہے؟"

وہ بولی "ایک وقت میں ایک بات کرو۔ اپنے ساتھی کے متعلق جواب دوں یا ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کراؤں۔"

"مس ثانی! ہم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ہمارے دماغ میں آئے لیکن ہمارے بڑے ثبوت چاہتے ہیں۔"

ایک افسر نے کہا "وہ میرے دماغ میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ ہم سب باری باری میز پر ہاتھ ماریں گے خواہ ہم پختہ ارادہ کر لیں کہ ایسا نہیں کریں گے۔ لیکن دیکھو ہم کر رہے ہیں۔ ایک دو تین۔"

کہنے والے نے میز پر ہاتھ مارا' اس کے بعد دوسرے بھی یکے بعد دیگرے یہی حرکت کرتے گئے۔ ثانی نے پوچھا "کیا یقین ہو گیا؟"

"بے شک! ثبوت مل گیا ہے۔"

دوسرے افسر نے پوچھا "علی تیمور کہاں ہے؟"

"یہ بتانا ہوتا تو وہ چھپتا کیوں؟"

"مس ثانی! ہم تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہم فرہاد کی فیملی سے نہ دوستی کرنا چاہتے ہیں' نہ دشمنی۔ ہم نے یونائیٹڈ اسٹیٹس کے حکمرانوں سے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ سونیا ثانی اور علی تیمور ادھر آئیں گے تو ہم مخالفانہ رویہ اختیار نہیں کریں گے۔ ان سے درخواست کریں گے کہ وہ جلد سے جلد ہمارا ملک چھوڑ دیں۔ لہٰذا ہماری درخواست ہے کہ آپ علی تیمور کے ساتھ ابھی ایئرپورٹ چلی جائیں۔ آپ دونوں کے لئے ایک خصوصی طیارہ ہے۔ آپ جہاں کہیں گی' وہاں آپ کو پہنچا دیا جائے گا۔"

ثانی نے پوچھا "آپ کا کیا خیال ہے' ہمیں کہاں جانا چاہئے؟"

"یہ آپ بہتر سمجھ سکتی ہیں۔"

"بہتر سمجھ کر یہاں آئی ہوں۔ فرانس واپس جانا ہو تو ادھر کا رخ نہ کرتی۔"

"یعنی آپ دونوں یہاں زبردستی رہنا چاہتی ہیں؟"

"نہیں۔ ہم تم پر مصیبت بن کر نہیں رہیں گے۔ دراصل ہم نیویارک کے قریب رہنا چاہتے ہیں۔ اس لئے مونٹریال سے ٹورنٹو جانے والے تھے۔ آپ کہتے ہیں تو ہم کینیڈا سے نکل جائیں گے۔ اسٹیٹس میں چلے جائیں گے۔"

"امریکی حکام ہمیں الزام دیں گے کہ ہم نے اپنے ملک سے سرحد پار کرائی ہے۔"

"ہم جب بھی یہاں سے جائیں گے' طیارے یا ہیلی کاپٹر کے پائلٹ خود ہوں گے۔ آپ کا کوئی آدمی ہمارے ساتھ نہیں ہوگا۔ ہم کس طرف پرواز کریں گے' یہ کسی کو معلوم نہیں ہو سکے گا۔ آپ پر ہر حال میں الزام آئے گا۔"

سلمان واسطی یہ باتیں سن رہا تھا۔ اسے خیال خوانی چھوڑ کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہونا پڑا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھایا' دوسری طرف سے جنرل کہہ رہا تھا "کینیڈا کے حکام سے میرا مسلسل رابطہ ہے۔ وہ اطلاع دے رہے ہیں کہ سونیا ثانی ان کے جونیئر افسروں سے بات کر رہی ہے۔ وہ غیر جانبدار بن اسے اور علی تیمور کو وہاں سے نکالنے والے ہیں۔ وہ جس وقت جس طیارے میں جائیں گے' ہمیں اطلاع مل جائے گی۔ تم ایک کام کرو' وہاں کے جنرل یا کسی اعلیٰ حاکم کی دماغ میں پہنچو تاکہ وہ کوئی خاص بات چھپانا چاہیں تو نہ چھپا سکیں۔"

سلمان نے کہا "میں ان کے دماغوں میں جاؤں گا لیکن اپنی آواز نہیں سناؤں گا۔ مجھے یقین ہے' سونیا ثانی کا کوئی خیال خوانی کرنے والا وہاں پہنچا ہوا ہوگا۔"

"وہاں کے جنرل اور اعلیٰ حکام گونگے بنے ہوئے ہیں۔ ایک جگہ چھپ کر سونیا ثانی کی باتیں سن رہے ہیں۔ ایسے میں سونیا کا کوئی آدمی ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکے گا۔"

"میں اس خوش فہمی میں نہیں رہتا۔ سونیا کے خیال خوانی کرنے والوں کی پہنچ بہت دور تک ہے۔ ہم آپ سوچ بھی نہیں سکتے' اس لئے محتاط رہنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے' تم اپنی آواز نہ سناؤ۔ مگر ابھی ان کے دماغوں میں جاؤ۔"

"ابھی جا رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ سپر ماسٹر کی حیثیت سے کینیڈا کی فوج کے جنرل اور اعلیٰ حکام سے اچھی طرح واقف تھا جب وہ ان میں سے ایک کے دماغ میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ سب اہم افراد ایک کمرے میں خاموش بیٹھے ٹھہر ٹھہر کر وسکی پی رہے تھے اور اسپیکر سے ابھرنے والی ثانی کی آواز سن رہے تھے۔ جغرافیائی لحاظ سے کینیڈا اور امریکا کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مختلف معاملات میں ان کا اختلاف تو ہو سکتا ہے مگر دشمنی اور محاذ آرائی کبھی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہاں کا ہر بڑا دماغ سوچ رہا تھا کہ جیسے ہی ثانی اور علی وہاں سے پرواز کریں گے' امریکی حکام کو اس کی اطلاع دے دیں گے۔ اس طیارے میں خفیہ جاسوسی آلات کے ذریعے پتا چلتا رہے گا کہ

وہ دونوں کہاں جا رہے ہیں۔

سلمان نے سلطانہ اور لیلیٰ کو مخاطب کیا۔ انہیں مختصر حالات بتائے پھر کہا "میں سپر ماسٹر کی حیثیت سے مصروف رہوں گا۔ تم وہاں کے اعلیٰ حکام کی خبر لو۔"

اس نے دونوں بہنوں کو ان کے دماغوں میں پہنچا دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک ان کے دماغوں کے تہ خانوں سے اہم راز معلوم کرتی رہیں۔ پھر لیلیٰ نے ایک اعلیٰ حاکم کو مخاطب کیا تو وہ گھبرا گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑ کر بولا "کوئی میرے اندر بول رہا ہے۔"

سب نے پریشان ہو کر دیکھا۔ سلطانہ نے جنرل کے دماغ سے کہا "میں جنرل کی زبان سے روسی بول رہی ہوں۔" سب ہی خوفزدہ ہو کر اٹھ گئے۔ وہ ڈانٹ کر بولی "بیٹھ جاؤ۔ بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟ تم لوگ یہاں چھپ کر ثانی کی باتیں سن رہے ہو۔ مطمئن ہو کہ روسی اور برائن وولف یہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ تم دوغلی حرکتیں کر رہے ہو۔ ایک طرف ثانی کو یقین دلا رہے ہو کہ غیر جانبدار رہو۔ دوسری طرف امریکی حکام کو اس کی روانگی کے متعلق بتانے والے ہو کیا اپنے جھوٹ اور فریب سے انکار کر سکو گے؟"

انہیں چپ لگ گئی تھی۔ اندر کا جھوٹ پکڑا گیا تھا۔ وہ انکار نہیں کر سکتے تھے۔ جنرل نے کہا "ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم ثانی اور علی کو دھوکے سے گرفتار کرانا چاہتے تھے۔ بھید کھل جانے کے بعد ہم ایسا نہیں کریں گے۔"

"پھر کیا کرو گے؟"

"بادام رسونتی! آپ جو کہیں گی' وہ کریں گے۔"

"تو پھر سب سے پہلے ثانی کو دی آئی پی ٹریٹ منٹ دو۔ امریکی حکام کو بتاؤ' تمہارے ملک کی زمینوں میں ٹیلی پیتھی کی بادود بچھ گئی ہے' تمہارے دماغوں سے اہم راز نکل کر ہماری مٹھی میں آ گئے ہیں..."

وہ دونوں جب اہم رازوں کے بارے میں بولنے لگیں تو ان سب کے چہرے زرد پڑ گئے۔ وہ انکار میں سر ہلا کر بولے "نہیں' ہم فرہاد کی فیملی کے کسی بھی ممبر سے کبھی دشمنی نہیں کریں گے۔"

جنرل ٹیلی فون کے ذریعے کہہ رہا تھا "مس ثانی سے کوئی سوال نہ کیا جائے۔ انہیں دی آئی پی ٹریٹ منٹ دیا جائے۔ وہ آزاد رہیں گی۔ کوئی ان کا تعاقب نہیں کرے گا۔ ان کی نگرانی نہیں کی جائے گی ان کی ضرورت کی ہر چیز فوراً مہیا کی جائے۔"

لیلیٰ نے کہا "امریکی حکام سے کہہ دو' ثانی اور علی کی روانگی کے متعلق انہیں کچھ نہیں بتایا جائے گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ دونوں یہاں سے نہیں جائیں گے۔ ہم یہاں کر رہیں گے۔ تم لوگوں کو کبھی پتا نہیں چلے گا کہ ہم کب کیا کر گئے؟ شاید کبھی نہ جائیں۔ وہ یہاں رہیں یا نہ رہیں تم لوگ کانٹوں کے بستر پر لیٹے رہو گے۔ کوئی بھی حماقت کرو گے تو اپنے ملک اور قوم کو زبردست

نقصان پہنچائیں گے۔"

ادھر سلمان نے جنرل سے رابطہ کر کے کہا "میری احتیاط کام آگئی۔ میں پہلے کہتا تھا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والوں کی پہنچ بہت دور تک ہے۔ جب میں کینیڈا کے حکام کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا' رسونتی اور برائن وولف وہاں موجود ہیں؟"

جنرل نے کہا "بڑی مشکل ہے۔ یہ لوگ شیطان کی طرح ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ وہ یقیناً دھمکیاں دے رہے ہوں گے؟"

"ہاں۔ کہہ رہے تھے' ثانی اور علی کی روانگی کے متعلق ہمیں کچھ نہ بتایا جائے۔ وہ ان کے بہت سے اہم راز معلوم کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ کینیڈا کے حکام اب ہم سے تعاون نہیں کریں گے۔"

"کوئی بات نہیں' وہاں ہمارے جاسوس ثانی اور علی کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ ایئرپورٹ' بندرگاہوں اور خشکی کے راستوں پر نظر رکھیں گے۔ انٹی میک اپ آئی لینس کے ذریعے انہیں پہچان لیا کریں گے۔ اس بار میں نے سختی سے حکم دیا ہے کہ وہ جہاں بھی نظر آئیں' انہیں فوراً گولی ماردی جائے۔ وہ دوسرے لمحے میں مارے جائیں گے تو ہم پر الزام نہیں آئے گا۔"

سلمان نے کہا "ہمارے جو جاسوس کینیڈا میں ہیں' ان سے میرا رابطہ ہونا چاہئے۔ میں ان سے کہوں گا کہ وہ کینیڈا کی حکومت پر تکیہ نہ کریں' اپنے طور پر ثانی اور علی کو گھیرنے کی کوشش کریں بلکہ پہلی فرصت میں انہیں گولی ماردیں۔"

"میں ملٹری انٹیلی جنس کے چیف سے کہتا ہوں' وہ ہمارے چند سراغرسانوں کی آوازیں تمہیں سنائے گا۔"

جنرل نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے' سلمان انٹیلی جنس کے چیف سے واقف تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے آدھے گھنٹے کے اندر ان سراغرسانوں کے دماغوں میں پہنچ کر باتیں کیں۔ ان سے کہا "میں بھی کسی کے دماغ میں رہ کر ثانی پر نظر رکھوں گا۔ تم لوگ جب تک اس کے ذریعے علی تیمور تک نہ پہنچو' اس سے دور ہی دور رہنا' ورنہ ایک لڑکی کو گولی مار کر کچھ حاصل نہ کر سکو گے۔"

پھر وہ علی تیمور کے پاس آیا۔ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے مونٹریال پہنچ گیا تھا۔ سلمان نے کہا "برخوردار! اب ثانی سے ضرور ملو گے۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔"

"ثانی سے پیٹ نہیں چھپایا جاسکتا۔ تمہارے اندر کی بے چینی کو میں خوب سمجھ رہا ہوں۔"

وہ مسکرانے لگا۔ سلمان نے کہا "تمہارے چور خیالات نے بتادیا ہے کہ تم چار بجے ریلوے اسٹیشن کے ویٹنگ روم کے سامنے اس کا انتظار کرو گے۔"

"اوہ انکل! ہم ایک مشن میں ساتھ ہیں' اس لئے ملاقات کی ایک جگہ مقرر کی ہے۔ یہ کوئی عاشقوں والی ملاقات نہیں ہے۔ خدا نہ کرے کہ میں آپ کی طرح دیوانہ پروانہ بن جاؤں۔"

"اچھا' پٹ کر پتھر مار رہے ہو!"

"آپ اس خوش فہمی میں ہیں کہ چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے بے چاری آنٹی کو پریشان کرتے ہیں' اس لئے دوسروں کو خبر نہیں ہوگی جبکہ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔"

"اس شیطان پارس نے تمہارے سامنے الٹی سیدھی بات کی ہوگی۔"

"ایک عرصہ ہوگیا پارس سے گفتگو تک نہیں ہوئی۔ پلیز آپ ہماری معلومات کو چیلنج نہ کریں۔ آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ موضوع بدل ڈالئے۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "بھئی میں کیا کہنے آیا تھا اور کس بات میں پھنس گیا! ابھی تم ثانی سے ملاقات نہ کرنا۔ یہاں حالات بدل گئے ہیں۔ کینیڈائی حکومت امریکی حکام سے تم لوگوں کے سلسلے میں تعاون نہیں کرے گی۔ اس لئے امریکی جاسوس تم دونوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ لہٰذا پہلے ان سے نمٹ لو۔ متقابل انٹیلی جنس کی عمارت کے سامنے پہنچو۔ جب ثانی وہاں سے نکلے گی تو تم اس پر نظر رکھو گے۔ میں بتاؤں گا کہ جاسوس کہاں ہے اور کس طرح اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔"

علی ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ادھر روانہ ہوگیا۔ ثانی جونیئر افسروں کے سامنے بیٹھی کہہ رہی تھی "یہ طے ہو چکا ہے کہ تم لوگ ہمارے معاملات میں مداخلت نہیں کرو گے۔ کوئی ہماری نگرانی نہیں کرے گا۔"

ایک افسر نے کہا "ہمارے اعلیٰ حکام نے تائید کی ہے کہ تم دونوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔ کہیں جانے سے روکا نہ جائے۔ تم دونوں اپنی ذمے داریوں پر یہاں رہو گے۔ کسی دشمن نے تمہیں نقصان پہنچایا تو اس کے لئے ہم جوابدہ نہیں ہوں گے۔"

"جس طرح ہمارے خیال خوانی کرنے والے تمہارے اعلیٰ حکام کے دماغوں میں پہنچتے ہیں' اسی طرح سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ان بڑے دماغوں میں آتے جاتے ہوں گے۔ انہیں پتا ہوگا کہ میں اس عمارت میں موجود ہوں اور اب تھوڑی دیر بعد یہاں سے نکلنے والی ہوں۔"

"یہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے کھیل ہیں' ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟"

"بے شک' تم کچھ کہہ سکتے ہو' نہ کر سکتے ہو۔ میں تمہارے ذریعے دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو مخاطب کر رہی ہوں اور ان سے کہہ رہی ہوں کہ میں شام تک اس عمارت میں رہوں گی' رات بھر کی جاگی ہوئی ہوں۔ یہاں کسی کمرے میں نیند پوری کروں گی۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ گئی پھر بولی "آپ میں سے کوئی میرے سائے اس کمرے سے نہیں نکلے گا اور نہ یہ معلوم کرنے کی جسارت

کرے گا کہ میں کہاں وقت گزار رہی ہوں۔"

وہ وہاں سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر آئی۔ باہر چپراسی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے حکم دیا "اندر جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ ثانی نے دروازے کو باہر سے بند کیا۔ اس ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے والے اگاہ و تاملازم کو ریڈور سے گزر رہے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک کمرے میں دیکھا۔ وہاں چار افراد مصروف تھے۔ وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ سلمان واسطی نے آکر بتایا "علی تیمور عمارت کے باہر موجود ہے لیکن دشمن جاسوس بھی ہیں۔ وہ تمہیں اس وقت تک نقصان نہیں پہنچائیں گے' جب تک علی ان کی نظروں میں نہیں آئے گا۔ کیا تم باہر نکل رہی ہو؟"

"ہاں' مگر دشمنوں کو دھوکا دینے کے بعد نکلوں گی۔"

"کیسے دھوکا دو گی؟"

"آپ میرے پاس رہیں' ابھی بتاتی ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے میں آئی۔ وہاں ایک نوجوان لڑکی تنہا بیٹھی کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔ ثانی نے دروازہ بند کردیا۔ لڑکی نے پوچھا "مجھ سے کوئی کام ہے؟"

"ہاں۔ تم بہت کام کی لڑکی ہو۔ دفتر کا کام بہت ہو چکا۔ اب میرا کام کرو اور اپنے گھر چلی جاؤ۔"

لڑکی نے پوچھا "تم کون ہو اور ان باتوں کا مطلب کیا ہے؟"

"باہر کچھ لوگ میری تاک میں ہیں۔ میں دیکھ رہی ہوں' تمہاری میز پر یہ خوبصورت سا ہیٹ ہے۔ سیاہ چشمہ بھی ہے۔ انہیں پہن کر مشکوک انداز میں نکلوں گی تو میرا پیچھا کرنے والے تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

سلمان نے کہا "میں تمہاری پلاننگ سمجھ گیا۔ اس لڑکی کے دماغ پر قبضہ جما کر باہر لے جاؤں گا۔ یہ محتاط انداز میں بار بار ادھر ادھر دیکھ کر چلے گی تو جاسوس اس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ لیکن لباس کا کیا ہوگا؟"

"آپ آنٹی کو ہمارے پاس بھیج دیں۔"

تھوڑی دیر بعد سلطانہ کی آواز آئی۔ ثانی نے کہا "آپ انکل کو دس منٹ کے لئے جانے کو کہہ دیں۔ پھر اس لڑکی کے اندر رہ کر اس کا لباس اتار کر مجھے دیں اور میرا لباس اسے پہنادیں۔"

سلطانہ نے یہی کیا۔ دس منٹ کے اندر لباس بدل گیا۔ اس لڑکی نے ثانی کا لباس پہن کر ہیٹ کو سر پر اس طرح رکھا کہ دور سے [illegible] اور آنکھیں نظر نہیں آسکتی تھیں پھر وہ سیاہ چشمہ لگا رہی ہوں۔ تمہارے انکل آئیں تو اس لڑکی کو بتانا کیونکہ میں دوسری جگہ مصروف ہوں' اس کے [illegible] زیادہ دیر نہیں رہوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ اس کے چند سیکنڈ بعد ثانی کمرے سے نکلی۔ پھر ایک لفٹ کے ذریعے نیچے آئی۔ اس دوران سلمان نے دشمن [illegible] بتایا تھا کہ اس نے دوسروں کے دماغ میں رہ کر دیکھا [illegible] لڑکی کا ہیٹ اور چشمہ پہن کر عمارت سے نکلنے ہی والی ہے۔ تم لوگ محتاط رہو۔"

دوسری طرف اس نے علی کو بتایا "ثانی کے لباس میں دوسری لڑکی باہر آرہی ہے۔ اس کے پیچھے جانے والوں کو تاڑ لو وہی دشمن جاسوس ہیں۔"

علی فٹ پاتھ پر ایک بک اسٹال کے سامنے کھڑا ایک رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ اس نے رسالہ چہرے کے سامنے کیا پھر چور نظروں سے سامنے والی عمارت کی جانب دیکھا۔ تھوڑی دیر میں ایک لڑکی ثانی کے لباس میں نظر آئی' اس پر ثانی کا گمان ہوتا تھا کیونکہ چہرہ صاف نظر نہیں آرہا تھا۔ لیڈیز ہیٹ پیشانی پر جھکا ہوا تھا۔ وہ سیاہ چشمہ لگائے' چور نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ کچھ عجلت میں نظر آرہی تھی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر ایک ٹیکسی کو آواز دی۔ کروہ خالی نہیں تھی۔ دوسری بار ایک ٹیکسی اس کے سامنے آکر رک گئی۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ادھر علی نے بک اسٹال کے قریب ہی ایک کار میں دو افراد کو بیٹھتے دیکھا۔ پھر وہ ان کی کار ٹیکسی کے پیچھے جانے لگی۔

علی نے ایک ٹیکسی کو روکا' پھر بیٹھتے ہوئے کہا "وہ ادھر سامنے والے راستے پر چلو۔"

ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اس راستے پر چلتے ہوئے بولا "کہاں جاؤ گے؟"

"میں اجنبی ہوں۔ راستوں اور علاقوں کے نام نہیں جانتا۔ میں آگے چل کر فیصلہ کروں گا' مجھے کہاں جانا ہے۔"

ثانی عمارت کے بیرونی دروازے کے پاس رک گئی تھی۔ ایک دیوار کی آڑ میں کھڑے ہو کر اس نے دیکھا تھا کہ لڑکی کے پیچھے ایک کار گئی ہے اور جہاں سے کار اسٹارٹ ہوئی تھی' وہیں علی تیمور نظر آیا تھا۔ اس کے چہرے پر آپ ہی آپ مسکراہٹ آگئی' ایک خیال آیا۔ جاسوس لڑکی کے پیچھے گئے ہیں۔ خطرہ ٹل گیا ہے۔ اب وہ علی کے پاس جاسکتی ہے پھر اس نے خود ہی فیصلہ کیا' نہیں' یہ عشقیہ حماقت ہوگی۔ کوئی ضروری تو نہیں کہ تمام دشمن وہاں سے دھوکا کھا کر گئے ہوں۔

اسی وقت سلمان نے آکر کہا "دو جاسوس لڑکی کے پیچھے گئے ہیں' دو ابھی تک کھڑے ہوئے ہیں۔ یہاں سے تمہیں اسنیک بارد کھائی دے گا۔ وہاں کئی کاریں کھڑی ہوئی ہیں۔ سفید کار ان کی ہے۔"

"کیا وہ دونوں ہی یوگا کے ماہر ہیں؟"

"نہیں' وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتے ہیں۔"

وہ عمارت سے باہر آگئی۔ فٹ پاتھ پر کھڑی ہوگئی۔ گزرتی ہوئی کاروں کو یوں دیکھنے لگی جیسے کسی سے لفٹ لینا چاہتی ہو۔ پھر وہ سڑک کراس کر کے اسنیک بار کے سامنے آگئی۔ دونوں

جاسوس مستعد ہو کر اسے دیکھ رہے تھے۔ جب وہ ان کے سامنے آئی تو حیرانی سے اسے تکنے لگے۔ وہ ناگواری سے بولی "یوں الو کی طرح کیا تک رہے ہو؟ گاڑی یہاں کیوں پارک کی ہے؟ عمارت کے سامنے نہیں لا سکتے تھے؟"

وہ ذرا بوکھلائے پھر سنبھل گئے۔ ایک نے سخت لہجے میں کہا "بہت اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہی ہو۔ کیا یہ بتانا ہوگا کہ ہمایت کوٹ کی جیبوں میں کیا ہے اور اس کا رخ تمہاری طرف ہے؟"

"مجھے پتا ہے۔ اب تم دیکھو' جیب سے ریوالور نکل کر تمہاری کنپٹی سے لگ رہا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے میں ایک نے اپنی جیب سے ریوالور نکال کر اپنی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا "خبردار! سب دور چلے جائیں۔ ابھی گولی چلے گی۔"

فٹ پاتھ پر چلنے والے مرد' عورتیں' بچے چیختے ہوئے دور بھاگنے لگے۔ ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز کے ساتھ وہ فٹ پاتھ پر گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔ ثانی نے ہاتھ بڑھا کر دوسرے جاسوس سے کہا۔ "اپنا ریوالور مجھے دو۔"

اس نے کسی حیل وحجت کے بغیر اسے ریوالور دیا۔ وہ بولی۔ "انکل! یہ کار ڈرائیو کرے گا۔ آپ اس کے ذریعے مجھے علی تک پہنچا دیں۔"

سلمان نے اس جاسوس کی زبان سے کہا "پولیس والے آدھے ہیں۔ میں ان سے نمٹ کر اس کے دماغ میں واپس آؤں گا۔"

وہ عمارت میں بیٹھے ہوئے اعلیٰ افسروں کے پاس گیا۔ انہیں اطلاع مل رہی تھی کہ باہر فٹ پاتھ پر ایک شخص نے خود کشی کر لی ہے اور دوسرے شخص کو ثانی نے ریوالور کی زد پر رکھا ہوا ہے۔ وہ سب کھڑکی کے پاس آ کر دیکھنے لگے۔ سلمان نے ایک سے کہا۔ "ابھی ایسے بہت سے تماشے نظر آئیں گے۔ باہر پولیس والوں سے کہو' ثانی کو نہ روکیں۔ اس شخص کے ساتھ جانے دیں۔"

افسر نے فون پر حکم صادر کیا۔ پھر سلمان سے کہا "جناب! آپ انصاف سے کہیں' کیا یہ غیر قانونی حرکت نہیں ہے؟"

"ثانی نے قانون کے خلاف کچھ نہیں کیا۔ وہاں لوگ گواہی دیں گے کہ اس جاسوس نے خود کشی کی ہے۔"

ایک افسر نے دوسرے افسروں سے کہا "وہ خود کشی نہ بھی کرتا تو ثانی کے ہاتھوں مارا جاتا یا ثانی اس کے ہاتھوں ماری جاتی۔ ہمیں امریکی حکام سے شکایت کرنی چاہئے کہ ان کے جاسوس ہمارے ملک میں سرگرمیاں کیوں دکھا رہے ہیں؟"

سلمان نے ایک افسر کی زبان سے کہا "یہ ہوئی اصول کی بات۔ ابھی ایک جاسوس ثانی کے قبضے میں ہے اور دو کی بھی شامت آ سکتی ہے۔ آپ لوگ جلد سے جلد امریکی حکام سے یہ شکایت کریں کہ ان کے آدمی یہاں ثانی اور علی کے پیچھے رہیں گے تو آپ کے ملک میں لاقانونیت بڑھتی جائے گی۔"

سلمان دوسرے جاسوس کے دماغ میں آیا۔ وہ کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ ثانی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "تم اسے گن پوائنٹ پر رکھو' میں باقی دو دشمنوں کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

... دونوں ٹیکسی کا پیچھا کر رہے تھے۔ لڑکی ایک عمارت کے سامنے ٹیکسی سے اتر گئی۔ کرایہ ادا کر کے اپنے اپارٹمنٹ میں جانے لگی۔ سلمان نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "سلطانہ! میں آ گیا ہوں۔"

"اتنی دیر کہاں تھے؟"

"میں مصروف تھا۔ تم ذرا ثانی کے پاس رہو۔"

"میں تمہارا کوئی کام نہیں کروں گی۔"

"بھئی ناراض کیوں ہوتی ہو! آج شام کو ضرور ملاقات کروں گا۔"

"جھوٹے وعدے نہ کرو۔ جب تک سپر ماسٹر بن کر رہو کے کبھی ملاقات کرنے کی فرصت نہیں ملے گی اور میں کیا تم سے ملنے کے لئے مری جا رہی ہوں! آئندہ ملنے کی بات نہ کرنا۔ لو سنبھالو اس لڑکی کو' میں جا رہی ہوں۔"

"رک جاؤ۔ نہیں تو میں تمہارے دماغ میں آؤں گا۔ سانس روکو گی تو بار بار آتا جاتا رہوں گا۔ جب تک بات نہیں کرو گی' پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

"واہ! اچھی زبردستی ہے۔ میں کون ہوں کہ میرا پیچھا نہیں چھوڑو گے؟ کیا پیچھا کرتے رہنے کی فرصت مل جائے گی؟"

"مجھے طعنے نہ دو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ آج چار بجے اپنے چار ٹرانسپورٹ طیارے میں سفر کروں گا' ڈیڑھ گھنٹے میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ تم کار لے کر فلائنگ کلب آ جاؤ۔"

"قسم کھا رہے ہو تو آؤں گی۔ آخری بار بھروسا کروں گی۔"

"شکریہ! اب ذرا ثانی کے پاس چلی جاؤ۔"

وہ لڑکی کے دماغ پر قبضہ جمائے سلمان سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ بے چاری نہیں جانتی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ اپنے اپارٹمنٹ میں آ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ سلطانہ کے جانے کے بعد وہ پریشان ہو کر اپنے کمرے کو دیکھنے لگی پھر آئینے میں اپنے بدن پر دوسرا لباس دیکھ کر سوچنے لگی "یہ میں یہاں کیسے پہنچ گئی؟ میں نے یہ لباس کب پہنا تھا؟"

اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا۔ دونوں جاسوس اندر آ گئے' ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ وہ سہم کر بولی "تم لوگ کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟"

ایک نے کہا "یہی ہم پوچھنے آئے ہیں۔ تم اس شہر میں اجنبی ہو پھر اس اپارٹمنٹ میں کیسے گھس آئی ہو؟"

"کیا بکتے ہو! میں اس شہر میں پیدا ہوئی۔ انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں تین برس سے ملازمت کر رہی ہوں اور تم مجھے اس شہر میں اجنبی کہہ رہے ہو!"

"تم یہ سننا چاہتی ہو کہ سونیا ثانی نہیں ہو؟"

"کون سونیا ثانی؟ میرا نام اسٹیلا کریمر ہے۔"

"تمہاری سچائی کا کیا ثبوت ہے؟"

ثبوت پوچھنے والے کی گردن پر کرائے کا ایک زبردست ہاتھ پڑا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ دوسرے نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا تو ایک لات ریوالور پر اور دوسری لات منہ پر پڑی۔ وہ مار کھا کر پیچھے گیا۔ پھر آگے آنے تک اس کا ریوالور علی کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے کہا "تم دونوں ثانی کا پیچھا کر کے مجھ تک پہنچنا چاہتے تھے' میں تمہارے سامنے ہوں مگر یہ ثانی نہیں ہے۔"

"مسٹر علی! ہمیں قابو میں کر کے خوش نہ ہونا۔ تمہارے چاروں طرف اتنا زبردست جال ہے کہ اس شہر سے زندہ نہیں جا سکو گے۔"

"میں اس جال کے دو تار کاٹ رہا ہوں۔"

اس نے دو گولیاں چلائیں۔ اسٹیلا کریمر خوف سے کانپ رہی تھی۔ علی نے کہا "میں جا رہا ہوں۔ یہاں جو کچھ ہوا' اس کی اطلاع اپنے اعلیٰ افسران کو دے دو۔"

وہ اپارٹمنٹ سے باہر آیا۔ اسی وقت سلطانہ نے ثانی کو وہاں پہنچا دیا۔ سلمان نے کہا "تم دونوں کہیں وقت گزارو۔ میں شناختی کارڈ جاری کرنے والے محکمے میں جا رہا ہوں۔ آدھے گھنٹے کے اندر تم دونوں کے لئے شناختی کارڈز حاصل کر لوں گا۔ ان کارڈز کی تصویروں کے مطابق اپنا حلیہ بدل لینا۔"

ثانی اور علی نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا۔ مسکراتے ہوئے ایک طرف جانے لگے۔ اسی وقت ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز ابھری۔ چوتھا اور آخری جاسوس جو کار ڈرائیو کر تا ہوا ثانی کو وہاں تک لایا تھا' اس نے خود کشی کر لی تھی۔

○☆○

سلطانہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی فلائنگ کلب میں آئی۔ ایک طیارہ رن وے پر اتر رہا تھا۔ سلمان واسطی آ رہا تھا۔ اس کا دل چند تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ پہلی بار اسے دیکھنے والی تھی۔ اب تک سیکڑوں بار خیال خوانی کے ذریعے ملاقات ہوتی رہی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے اندھی ملاقات ہوا کرتی ہے۔ نیلی پیتھی جاننے والے اپنی آنکھوں کے ساتھ کسی کے دماغ میں نہیں پہنچتے' وہ صرف سوچ کی لہروں کے ذریعے دوسروں کی حرکتوں کو' باتوں کو' شکل وصورت کو پڑھتے ہیں۔ پڑھنے میں اور دیکھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

طیارہ ایک جگہ رک گیا۔ ایک فوجی جوان نے دروازہ کھولا۔ اس چھوٹے طیارے سے سیڑھی نکل کر نیچے پہنچ گئی۔ دوسرا فوجی جوان بھی وہاں آ گیا پھر طیارے کے دروازے پر ایک ادھیڑ عمر کا شخص نظر آیا۔ مسلح جوان اسے سلیوٹ کر رہے تھے جس سے اندازہ ہوا کہ وہی ان کا سپر ماسٹر اور سلطانہ کا سلمان واسطی ہے۔ وہ کچھ مایوس سی ہو گئی کیونکہ وہ تصوراتی محبوب کی طرح خوبرو نہیں تھا۔

کچھ عجیب سی صورت تھی۔ ناک پھیلی ہوئی تھی' آنکھیں سکڑی ہوئی تھیں۔ نچلا ہونٹ موٹا اور بھدا سا تھا۔ اس نے طیارے کی سیڑھی سے اترنے سے پہلے دور تک دیکھا پھر اس کی نظریں سلطانہ پر ٹھہر گئیں۔ طیارے کے قریب وہی ایک خاتون نظر آ رہی تھی۔ بہت ہی معمولی شکل وصورت تھی۔ اسے کسی طور خوبصورت نہیں کہا جا سکتا تھا۔ سلمان نے اس کے دماغ میں کود کر زور زور سے ادا کرتے ہوئے پوچھا "یہ میرے سامنے تم ہی کھڑی ہو نا؟"

وہ بولی "ہاں' اور طیارے کی سیڑھی پر' تم ہو؟"

وہ سیڑھی سے اترتے ہوئے بولا "میں ہی ہوں۔ یہ اکثر سوچتا رہا ہوں کہ ہماری ملاقات نہ ہو تو اچھا ہے' ورنہ تم مجھے دیکھ کر مایوس ہو جاؤ گی۔"

"یہی بات میں سوچتی تھی' میں تمہارے خیالوں کے مطابق حسین نہیں ہوں۔"

وہ اس کے سامنے آ کر رک گیا پھر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا "ہاتھ ملا کر رسمی طور پر یہ نہ کہنا کہ مجھ سے مل کر خوشی ہوئی ہے۔ میں صاف کہتا ہوں' تم نے میرے تصور کا کباڑا کر دیا ہے۔ مگر کیا کیا جا سکتا ہے۔ اتنے دنوں سے ان دیکھی محبت ہو رہی ہے لہٰذا میں تمہیں برداشت کر لوں گا۔"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولی "تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ مجھے بھی تمہاری ہی محبت پر گزارہ کرنا ہوگا کیونکہ شریف عورت ایک ہی بار کسی کو دل دیتی ہے۔ آؤ' میری کار ادھر ہے۔"

وہ کار کی طرف جانے لگے۔ طیارے کے دروازے پر کھڑے ہوئے ایک افسر نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر ایک ٹرانسمیٹر کے ذریعے جنرل سے رابطہ قائم کر کے بولا "سر! ہم یہاں پہنچ گئے ہیں۔ سپر ماسٹر اور ایک خاتون کے ساتھ اس کی کار میں جا رہے ہیں۔ وہ خاتون ہمارے لئے اجنبی ہے۔"

جنرل نے کہا "اپنے آدمیوں سے کہو' اس خاتون پر نظر رکھیں اور اس کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ وہ دشمنوں کی آلۂ کار ہو سکتی ہے۔ اپنے سپر ماسٹر کی ہر طرح حفاظت کرو۔"

اس افسر نے رابطہ ختم کیا۔ پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے خاص ماتحتوں کو ہدایات دینے لگا کہ وہ اس خاتون کو نقاب کا شبہ نہ ہونے دیں۔ بڑی ہوشیاری سے اس پر نظر رکھیں۔

سلمان واسطی ہیڈ آفس چھوڑنے سے پہلے ڈیوٹی رپورٹنگ رجسٹر پر لکھ کر جاتا تھا کہ کہاں جا رہا ہے' کیوں جا رہا ہے اور کتنا وقت گزارنے کے بعد واپس آئے گا۔ آج بھی اس نے رپورٹ درج کی تھی کہ وہ اپنی ایک فرینڈ کے ساتھ تفریح کے لئے جا رہا ہے۔ کام کی زیادتی کے باعث اسے ذہنی آسودگی اور سکون کے لئے

تفریح کی ضرورت ہے۔ وہ رات بارہ بجے تک واپس آئے گا۔"

جس خاتون سے ملنے جارہا ہے' اس کا نام سلطانہ شیخ ہے۔ وہ ولنگٹن اسکوائر کے ایک بنگلا نمبر ای فورٹین میں تنہا رہتی ہے۔

وہ افسر اپنے ماتحتوں کو سلطانہ کی رہائش گاہ کا پتا بتا کر کہہ رہا تھا۔

"وہ رات بارہ بجے تک سپر ماسٹر کے ساتھ رہے گی۔ تم اطمینان سے اس کے بنگلے میں داخل ہو کر تلاشی لے سکتے ہو۔ اس کے پاسپورٹ وغیرہ کے ذریعے معلوم کرو' وہ کہاں کی رہنے والی ہے اور یہاں کی سوسائٹی میں اس کے کتنے شناسا ہیں۔"

وہ دونوں کار کی اگلی سیٹ پر شانہ بشانہ بیٹھے ہوئے تھے۔ سلمان ڈرائیو کررہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر سلطانہ نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟"

"سوچ رہا ہوں' مرد کا دل بڑا ہوتا ہے۔ کوئی بات اس کی توقع کے مطابق نہ ہو تب بھی اسے برداشت کرلیتا ہے لیکن مجھے دیکھ کر تمہارا دل ٹوٹ گیا ہے۔ میں تمہارے تصور میں آنے والا سلمان نہیں ہوں۔"

"تم الٹی بات کررہے ہو' عورت کا دل بڑا ہوتا ہے۔ میں نے تمہیں دیکھتے ہی قبول کرلیا ہے۔ میں تمہارے چہرے سے نہیں' تمہاری صلاحیتوں سے اور تمہاری شخصیت سے متاثر ہوں۔ تمہارا متاثر ہونا اور بات ہے' محبت کرنا اور بات۔ ویسے ہم کہاں جارہے ہیں؟"

"ہاں .... کہاں جارہے ہیں! میرا خیال ہے .... ایک دوسرے کو دیکھنے کے بعد منزل کہیں گم ہوگئی ہے! میرے گھر چلو وہاں کافی ہیں گے۔ آرام سے بیٹھ کر ٹھنڈے دل اور دماغ سے فیصلہ کریں گے کہ ہماری محبت کی گاڑی آگے چل سکے گی یا نہیں۔"

سلمان نے بنگلے کے پورچ میں آکر گاڑی روکی۔ پھر وہ کار سے اتر کر ایک ڈرائنگ روم میں آئے۔ وہاں کی سجاوٹ اور دیواروں پر لگی ہوئی تصویریں بتا رہی تھیں کہ سلطانہ کتنے خوبصورت ذہن کی مالک ہے۔ وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "کاش! تم عورت کی طرح نہ سہی' اس گھر کی طرح ہی خوبصورت ہوتیں! یہ گھر سچ مچ جنت لگ رہا ہے۔"

"عورت اپنے حسن سے نہیں' گھر کی جنت سے پہچانی جاتی ہے۔ حسن آج ہے' کل نہیں ہے۔ لیکن گھر کی جنت نسل در نسل قائم رہتی ہے۔"

"ہاں' یہی سوچ کر تمہارے ساتھ گھر بسالوں گا۔"

"اتنی جلدی فیصلہ نہ کرو۔ میرے گھر میں کئی آئینے ہیں۔ ان میں پہلے اپنی صورت دیکھ لو۔ اتنی بڑی دنیا میں میرے سوا کوئی تمہیں گھاس نہیں ڈالے گی۔"

وہ جانے لگی۔ اس نے پوچھا "کہاں جارہی ہو؟"

"جہنم میں۔ وہاں آگ مفت مل جاتی ہے۔ کافی تیار ہوجائے گی۔"

وہ چلی گئی۔ سلمان ڈرائنگ روم کی سجاوٹ دیکھتا ہوا ایک آئینے کے سامنے آیا۔ پھر اپنا چہرہ دیکھتے ہوئے سوچا "یہ زیادتی ہے مجھے اتنا بدصورت بن کر نہیں آنا چاہئے تھا۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سلطانہ کے پاس کوڈورڈز ادا کرکے بولا "یہ بتاؤ' میرے چہرے پر کیا برا لگتا ہے؟ ناک' آنکھیں' کان یا میرے ہونٹ؟ یا پورا چہرہ؟"

وہ بولی "جانے بھی دو۔ جب تمہاری اچھائیوں کو قبول کیا ہے تو کارٹون نما چہرے کو بھی قبول کرلوں گی۔ میری دعاؤں سے تمہاری صورت نہیں بدلے گی۔"

"پلاسٹک سرجری سے بدل سکتی ہے۔"

"یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ تم سب سے پہلے اپنی ناک ٹھیک کرانا۔ گینڈے کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔"

اس نے آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے ناک کے دونوں نتھنوں میں باری باری انگلیاں ڈالیں پھر وہاں سے تنکے سے اسپرنگ نکال لئے۔ ناک کا پھیلاؤ ختم ہوگیا۔ اب وہ اچھی ناک والا لگ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "میں محسوس کررہا ہوں کہ تم مجھے زبردستی قبول کررہی ہو۔"

"تم کیا چاہتے ہو' میں کسی اور سے محبت کرنے لگوں؟ کیا تم مجھے سستے خیالات رکھنے والی عورت سمجھ رہے ہو؟ کیا اس طرح تم میری انسلٹ نہیں کررہے ہو؟"

"تمہاری انسلٹ کرنے کا مطلب ہے کہ میں اپنی توہین کررہا ہوں۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں اور جو کچھ محبت کرتا ہے' وہ صورت نہیں' صرف سیرت اور کردار دیکھتا ہے۔"

"میں دیکھوں گی' تم مجھے کب تک چاہتے رہو گے۔ اب جاؤ' مجھے کام کرنے دو۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ آئینے کے سامنے حاضر ہوکے اپنے چہرے سے ریڈی میڈ میک اپ کی چیزیں الگ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی چہرہ بالکل بدل گیا۔ وہ ادھیڑ عمر کا ایک خوبرو شخص نظر آرہا تھا۔ نیوی بلیو سوٹ میں اس کی شخصیت بھرپور مردانگی کے ساتھ ابھر رہی تھی۔ وہ صحیح معنوں میں امریکا جیسے بڑے ملک کا سپر ماسٹر لگ رہا تھا۔

وہ آئینے کے پاس سے چلتا ہوا ایک دروازے پر آیا پھر کوریڈور کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "تم کہاں ہو؟"

اندر ایک کمرے سے آواز آئی "ادھر نہ آنا میں لباس بدل رہی ہوں۔"

وہ اونچی آواز میں بولا "جس کے پاس اچھی صورت نہیں ہوتی' وہ اچھے لباس میں حسین دکھائی دینا چاہتی ہے۔"

"میری صورت اچھی نہیں ہے تو خاموش بیٹھو' کافی پیئے چلے جاؤ۔"

"کیسے جاسکتا ہوں۔ تمہاری محبت کا قیدی ہوں۔ ساری زندگی تمہارے نام لکھ چکا ہوں۔"

"ایک سپر ماسٹر مجھ جیسی عورت کے ساتھ سوسائٹی میں رہے گا تو لوگ مذاق اڑائیں گے۔"

"میں اس سے پہلے استعفا دے دوں گا۔ دنیا جہاں کی حکومت مل جائے تو اسے بھی تمہارے لئے ٹھکرادوں گا۔"

"تو پھر میری بدصورتی کا مذاق کیوں اڑاتے ہو؟"

"بدصورت عورت سے شادی کرنے کا یہی فائدہ ہے۔ اس کا مذاق اڑاؤ۔ اسے خوب مارو پیٹو پھر بھی وہ چھوڑ کر نہیں جاتی۔ اپنے ظالم مرد کے قدموں سے لپٹی رہتی ہے۔"

"یہ اس سلمان کے خیالات نہیں ہیں جسے میں چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔ یہ سپر ماسٹر کے خیالات ہیں۔ اب آبھی جاؤ۔"

"آرہی ہوں۔ تو یہ ہے' ذرا صبر نہیں کرتے! اگر خوبصورت ہوتی تو پتا نہیں' اور کتنی جلد بازی دکھاتے؟"

تھوڑی دیر بعد وہ چائے اور ناشتے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی نگاہوں کے سامنے آئی تو سلمان اسے دیکھتا رہ گیا۔ وہ اس کے تصور سے زیادہ حسین تھی۔ چہرے پر مشرقی اور مغربی حسن کا امتزاج تھا۔ غروب آفتاب اور طلوع آفتاب کے حسین مناظر کو گلے ملانے کے بعد وہ وجود میں آئی تھی۔ جب اس نے پلکیں اٹھا کر سیاہ غزالی آنکھوں سے اسے دیکھا تو وہ بولا "ہائے میں مرگیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے مقدر میں ایسا شاہکار ہے۔ تم تو مجھے کسی کام کا نہیں رہنے دو گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "وہ تمہاری پکوڑا جیسی ناک اور سکڑی ہوئی آنکھیں کہاں گئیں؟"

"وہ تمہاری بدصورتی کے ساتھ چلی گئیں۔ میرا دل کہہ رہا تھا تم ایسی نہیں ہو جیسی نظر آرہی تھیں۔"

"میرا بھی دل یہی کہہ رہا تھا کہ جس طرح میں دھوکا دے رہی ہوں' تم بھی اسی طرح مجھے بنا رہے ہو۔"

"آؤ میرے پاس بیٹھو۔ دور رہو گی تو میں کھنچا چلا آؤں گا۔"

وہ پاس آکر بیٹھ گئی۔ پھر ایک پلیٹ اس کی طرف بڑھانا چاہتی تھی۔ اس نے ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ شرما کر ہاتھ چھڑانے لگی۔ سلمان نے کہا۔

"تم اتنا حسن لے کر کیا کروگی' خدا کے نام پر خیرات دے دو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "خیرات تھوڑی ہی دی جاتی ہے' اس لئے یہ ہاتھ دے چکی ہوں۔ اس سے آگے نہ بڑھنا۔"

"مگر طلب تو بڑھتی جاتی ہے۔"

وہ ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر ذرا دور ہوگئی پھر بولی "تمہیں دو ماہ بعد آج مجھ سے ملنے کا موقع ملا ہے۔ سامنے آکر عشق جتا رہے ہو۔ طلب بڑھے گی تو شادی کرو۔ مگر جس کے پاس ملنے کا وقت نہ ہو' وہ شادی کیسے کرے گا؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ سلطانہ نے پلیٹ بڑھائی۔ وہ چمچے لے کر کھانے لگا۔ پھر بولا "میری کافی عمر ہو چکی ہے۔ تمہاری بھی شادی کی عمر تقریباً گزر چکی ہے۔ میں نے وقت نہ نکالا تو شاید بوڑھے ہوکر بھی شادی نہیں کرسکیں گے۔"

"میں چاہتی ہوں' تم سنجیدگی سے فیصلہ کرو۔ جتنی جلدی ممکن ہو' ہماری شادی ہوجانی چاہئے۔"

"تم بھی کچھ مشورہ دو۔ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ایک آسان راستہ تو یہ ہے کہ میں سپر ماسٹر کا عہدہ چھوڑ دوں۔ آزاد ہوجاؤں۔"

"یہ مناسب نہ ہوگا۔ تم سپر ماسٹر بن کر دشمنوں کا ہر راز معلوم کرلیتے ہو۔ ان کی ہر نئی چال سے ہمیں آگاہ کرتے ہو۔ ایسا سنہری موقع کسی کو نہیں ملتا۔ تمہاری ذات سے صرف سونیا' پارس' علی اور ہم بہنوں کو ہی نہیں' بابا صاحب کے ادارے کو بھی فائدہ پہنچ رہا ہے۔"

"یہی سوچ کر میں نے اس عہدے کو قائم رکھا ہے۔ لیکن ہماری بات کیسی بنے گی؟"

"کیا آج سے پہلے کسی سپر ماسٹر نے شادی نہیں کی؟ تم کوئی انوکھے سپر ماسٹر ہو؟"

"شادی کرنے کے بعد تم خوب لڑائی کروگی کہ میں گھر میں نہیں رہتا' سرکاری کاموں میں الجھا رہتا ہوں۔"

"ایک ذرا عقل استعمال کرو۔ مجھے پرسنل سیکریٹری بنالو۔ میں گھر میں بیوی اور دفتر میں سیکریٹری بن کر رہوں گی۔ ہر جگہ ہمارا ساتھ رہے گا۔"

"واہ! کیا دور کی سوجھی ہے۔ تم نے پلک جھپکتے ہی مسئلہ حل کردیا ہے۔ چلو اسی خوشی میں دوسرا ہاتھ بھی پکڑنے دو۔"

"جی نہیں۔ دوسرا ہاتھ شادی کے بعد۔"

وہ ہنسنے لگا۔ پھر سرگوشی میں بولا "میں ذرا سپر ماسٹر کی حیثیت سے خیال خوانی کررہا ہوں۔ پھر ہم باہر چلیں گے۔"

اس نے خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا "ہمارے جاسوس مس سلطانہ کے بنگلے میں داخل ہوکر تلاشی لیں گے۔ وہ جب تک آپ کے ساتھ رہے گی' اسے نظروں میں رکھا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سلطانہ کے ساتھ باہر جارہا ہوں۔ سلطانہ نے بھی میری طرح اپنا حلیہ تبدیل کیا ہوا تھا۔ اب ہم دونوں اصلی روپ میں نظر آئیں گے۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر سلطانہ سے بولا "چلو۔ ہماری روانگی کے بعد تمہارے بنگلے کی تلاشی لے جائے گی۔"

"کیا مجھے اپنی الماری میں پاسپورٹ وغیرہ چھوڑ کر جانا چاہئے؟"

کوئی خرچ نہیں ہے۔ انہیں یہی معلوم ہوگا کہ تم ترکی کے شہر استنبول کی رہنے والی ہو۔ پاسپورٹ میں تمہارے والد کا نام شیخ غلام علی لکھا ہوا ہے۔ اس نام سے وہ شیخ الفارس غلام البرقی مرحوم کی شخصیت تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے باہر آئے پھر کار میں بیٹھ کر پٹرول کے احاطے سے باہر آئے۔ سلمان نے پوچھا "کہاں چلو گی؟"

"سمندر کے کنارے۔"

"ہاں محبت کرنے والے اکثر سمندر کے ساحلوں پر جاتے ہیں۔ محبت اور سمندر کا کوئی تعلق ہے کیا؟"

"سمندر، محبت کی طرح گہرا ہوتا ہے۔ محبت، سمندر کی لہروں کی طرح منہ زور ہوتی ہے۔"

اس نے ساحل پر پہنچ کر کار روک دی۔ پھر کہا "ہم آج پہلی بار ملے ہیں۔ اس لئے ایک دوسرے کے متعلق بہت کم جانتے ہیں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ ہم خیال خوانی کے ذریعے ملتے رہے ہیں، ایک دوسرے کی زندگی کے حالات معلوم کرتے رہے ہیں۔"

"پھر بھی بہت کچھ معلوم کرنے کے باوجود کچھ نہ کچھ معلوم کرنے کو رہ جاتا ہے۔"

"میرا خیال ہے، میں اپنی زندگی کی مکمل داستان تمہیں سنا چکی ہوں۔ اس کے بعد کچھ بتانے کے لئے نہیں رہ گیا ہے۔"

وہ خاموش تھا۔ دور سمندر کی طرف دیکھ کر کچھ سوچتا رہا تھا۔

سلطانہ نے پوچھا "کہاں کھو گئے ہو۔ کیا مجھ سے کچھ چھپایا ہے؟"

"ہاں چھپایا ہے۔"

سلطانہ نے اسے دیکھا پھر منہ گھما کر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔

سلمان نے پوچھا "تمہیں دکھ ہو رہا ہے؟"

"نہیں۔ تم نے چھپانے کے باوجود سچائی سے کہہ دیا کہ کچھ چھپا رہے ہو۔"

"میں مجبور تھا۔ بابا فرید واسطی مرحوم نے تاکید کی تھی۔"

"پھر تو تم سے کوئی گلہ نہیں رہا۔ اتنے عظیم بزرگ کی بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ تمہیں وہ بات چھپائے رکھنی چاہئے۔"

"لیکن میں تم سے نہیں چھپاتا۔ بابا صاحب زندہ ہوتے تو وہ بھی تمہارے سامنے زبان کھولنے کی اجازت دے دیتے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ اجازت مل جاتی؟ اور تم ابھی وہ بات کہہ کر ایک محترم بزرگ کی حکم عدولی نہیں کرو گے؟"

"میں پوری طرح مطمئن ہو کر کہہ رہا ہوں۔ میں کنوارا نہیں ہوں۔ میری ایک شادی ہو چکی ہے۔"

سلطانہ کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے چونک کر بے یقینی سے اسے دیکھا۔ اس نے کہا "میں سچ کہہ رہا ہوں۔ بابا فرید واسطی مرحوم کا جو اثر مجھ پر ہے کہ کبھی جھوٹ بولنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ میں نے سوچا تھا، جب میری تمہاری محبت شادی کے مرحلے تک پہنچنے والی ہو گی تو یہ راز تمہیں بتا دوں گا تاکہ تم کبھی مجھے فریبی نہ کہہ سکو۔"

وہ گہری گہری سانس لے رہی تھی، خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی پھر اس نے پوچھا "تمہاری شریک حیات کہاں ہے؟"

"کہیں ہے۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر وہ چیلنج کرتی ہے کہ میری بیٹی کو مجھ سے چھین کر لے جائے گی۔"

"بیٹی! کیا تمہاری بیٹی بھی ہے؟"

"ہاں... جسے ہم سونیا ثانی کہتے ہیں۔"

سلطانہ پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ گم صم بیٹھی ونڈ اسکرین کے پار سمندر کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے دماغ میں بہت سے سوالات گونج رہے تھے۔

پہلا سوال یہ تھا کہ سلمان واسطی نے کس سے شادی کی تھی؟

پھر وہ بیوی اس کے لئے چیلنج کیوں بن گئی تھی؟

اور بابا فرید واسطی مرحوم جیسے عظیم ولی اللہ اس معاملے میں کس حیثیت سے شریک تھے؟

اور یہ تو وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ سلمان واسطی کی بیٹی سونیا ثانی ہو گی۔

ان سوالات کے پیچھے جو واقعات ہیں ان کا سلسلہ بابا فرید واسطی سے شروع ہوتا ہے۔ انہوں نے بچپن ہی سے ایسی پاکیزہ اور ایمان افروز زندگی گزاری تھی جو دوسروں کے لئے مثال بن گئی تھی۔ ان کے پورے خاندان میں مکمل دینی ماحول تھا۔ ہر فرد دینی احکامات پر سختی سے عمل کرتا تھا۔ بابا صاحب نے بھی یہی کیا لیکن وہ اپنے بزرگوں سے ذرا مختلف تھے۔ تعلیم کے دوران دوسرے مذاہب کی کتابیں پڑھنے لگے۔ بزرگوں نے اعتراض کیا "یہ کیا کرتے ہو؟"

انہوں نے فرمایا "علم ہر گھر، ہر در سے ملتا ہے۔ ہر ملک، ہر قوم، ہر مذہب سے ملتا ہے۔"

بزرگوں نے سمجھایا "کائنات کا تمام علم قرآن مجید میں سمو دیا گیا ہے۔"

"بیشک قرآن مجید آخری مکمل کلام الٰہی ہے لیکن دوسرے مذاہب کے عالموں سے مذاکرات کے دوران ہم یہ تو کہہ سکیں گے کہ ان کی کتابوں کو پڑھا ہے، ان کے دین کو سمجھا ہے، تب ہمیں اپنے دین کے مکمل پختگی اور پائیداری کا علم ہوا ہے۔ دنیا کی ہر عدالت میں سچے کو سچا ثابت کرنے کے لئے جھوٹے کا بھی بیان سنا جاتا ہے۔"

وہ خداداد ذہانت کے مالک تھے۔ انہوں نے علم طب اور سائنس میں کمال حاصل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں

میں معجزانہ شفا دی تھی۔ وہ اپنی جواں عمری میں ہی حاکم فرانس کے خاص معالج اور مشیر مقرر ہوئے تھے۔ انہیں درباری زندگی گزارنا منظور نہ تھا۔ ان کے عزائم بہت بلند تھے۔ حاکم فرانس ایک موذی مرض میں مبتلا تھا۔ تین الاقوامی شہرت رکھنے والے ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ مرض لاعلاج ہے۔ ایسے میں بابا فرید واسطی صاحب کا علاج معجزانہ ثابت ہوا۔ حاکم نے صحت یاب ہو کر پیرس سے پچاس میل دور وہ زمینیں ان کے نام کر دیں جہاں آج ایک عظیم الشان ادارہ قائم ہے۔ جہاں سے ہزاروں طلبا و طالبات ڈاکٹر، انجینئر اور سائنس دان بن کر دنیا کے چھوٹے بڑے ملکوں میں پہنچے ہوئے ہیں۔ اسی ادارے میں پوپی، پارس، علی تیمور اور سونیا ثانی جیسے ہیرے تراشے گئے ہیں۔ جہاں سے تربیت حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ پی پی نے اپنی صلاحیتوں سے ساری دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا اور آج اسی ادارے سے سلمان واسطی، علم اور ذہانت کی روشنی حاصل کر کے سپر ماسٹر کے عہدے پر پہنچا ہوا تھا۔

وہ قد آور، خوبرو اور صحت مند تھے۔ ان کی شخصیت میں ایسی مقناطیسی کشش تھی کہ ان سے نظریں ملانے والا اور دو باتیں کرنے والا فوراً متاثر ہو جاتا تھا۔ جس طرح خوشبو کا جھونکا گزرنے کے بعد بھی احساس کو تازہ رکھتا ہے اسی طرح وہ پہلی ملاقات کے بعد بھی لوگوں کے ذہن میں نقش ہو جاتے تھے۔ کتنی ہی اعلیٰ خاندان کی شریف زادیاں ان کے نکاح میں آنا چاہتی تھیں لیکن وہ بڑی شرافت اور نرمی سے کترا جاتے تھے۔

وہ مختلف علوم حاصل کرنے میں مصروف رہتے تھے، جو وقت ملتا تھا اسے یاد الٰہی میں گزارتے تھے۔ وہ تہجد کی نماز پڑھ کر سوتے تھے اور فجر کی نماز سے پہلے بیدار ہو جاتے تھے۔ ہر رات دو گھنٹے کی بھرپور نیند ایسی ہوتی تھی کہ اس کے بعد پھر سونے کی حاجت نہیں رہتی تھی۔ وہ بائیس گھنٹے مصروف رہتے تھے۔ ایسی مصروفیات میں بھلا شادی اور ازدواجی زندگی کا وقت کہاں سے مل سکتا تھا۔

لیکن دین اسلام میں تجرد کی راہبانہ زندگی گزارنے کی ممانعت ہے اسی لئے ہمارے پیغمبر اور اولیائے کرام نے ازدواجی زندگی گزاری ہے اور نسل انسان کو آگے بڑھایا ہے۔ بابا فرید واسطی مستقبل کو اپنے علم کی روشنی میں دیکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ انہیں بھی ایک مختصر سی ازدواجی زندگی گزارنی ہے۔ ایک بار وہ شادی تقریب میں گئے۔ اگرچہ پر تکلف محفلوں سے کتراتے تھے مگر اپنے ادارے کی ترقی کی خاطر سماجی تعلقات لازمی تھے اس لئے وہ ایسی جگہ پہنچ جاتے تھے۔

وہاں ایک حسین لڑکی سے سامنا ہوا۔ اس نے مسکرا کر کہا "سنا ہے آپ کشف و کرامات والے ہیں۔ انسان کی صورت دیکھ کر اس کا کردار بتا دیتے ہیں، مجھے دیکھیں اور میرے بارے میں بتائیں۔"

انہوں نے فرمایا "اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ علم کے خزانے سے اپنے بندے کو ایک چٹکی دیتا ہے۔ بندہ اس ایک چٹکی میں پوری کائنات کو پکڑ لیتا ہے۔ میں تمہارے بارے میں کیا بتاؤں۔ اگر بہتری چاہتی ہو تو کالے جادو کے تاریک ماحول سے نکلو اور اپنی ماں کو شیطانی عمل سے روکو۔"

حسینہ نے پہلے تو تعجب سے دیکھا پھر جلدی سے سنبھل کر بولی "آپ میری ماں کو وچ لیڈی کہہ رہے ہیں، میری توہین کر رہے ہیں۔"

"میں کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا، تم نے کہنے پر مجبور کیا۔"

"بہتر ہے، آپ اپنی جھوٹی قابلیت سے دوسروں کو بیوقوف نہ بنائیں۔"

وہ منہ پھیر کر چلی گئی۔ بابا صاحب دوسروں سے گفتگو کرنے لگے۔ وہ دور جا کر دیکھنے لگی۔ اس کا خیال تھا مسٹر فرید اپنی قابلیت ثابت کرنے اس کے پیچھے آئیں گے۔ کیونکہ نوجوان کوئی بہانہ ڈھونڈ کر ہی پیچھا کرتے ہیں۔ وہ محفل میں جہاں جاتی رہی لوگ اس کی پذیرائی کرتے رہے۔ سب ہی اس سے مل بیٹھنے کے متمنی تھے لیکن اسے غصہ آ رہا تھا، مایوسی بھی ہو رہی تھی، مسٹر فرید نے پھر اسے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

اس رات کوئی بارہ بجے وہ اپنے کمرے میں بیٹھے کلام پاک کی تفسیر فرانسیسی زبان میں لکھ رہے تھے تو انہوں نے کوئی غیر معمولی بات محسوس کی۔ فوراً کلام پاک بند کر کے اس حسینہ کا تصور کیا جس سے شادی تقریب میں دو باتیں ہوئی تھیں۔ وہ چشم زدن میں اس کے اندر پہنچ گئے تھے۔ حسینہ ایک دھواں دھواں سے ماحول میں تھی۔ اس کے سامنے آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اور شعلوں کے اس پار ایک شیطانی مجسمہ کھڑا تھا۔ اس مجسمے کے پاس دو مرد اور دو عورتیں کھڑی تھیں۔ ان میں سے ایک اس حسینہ کی ماں تھی۔ وہ کوئی منتر پڑھ رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی "وہ آ رہا ہے وہ آنے والا ہے۔ میری بیٹی کا دل توڑنے والا کانٹوں پر چلتا ہوا، انگاروں پر دوڑتا ہوا، آئے گا، نہیں آئے گا تو ایک پل سکون نہیں رہے گا اس کی نیند اڑ جائے گی۔ بھوک مر جائے گی۔ اسے آنا ہی ہو گا وہ آ رہا ہے۔"

بابا صاحب نے کلام پاک کو اٹھا کر طاق پر رکھا۔ پھر باہر آ گئے۔ اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ وچ لیڈی کالے جادو کی شکتی سے دیکھ رہی تھی اور ایک بوڑھے سے کہہ رہی تھی۔ "ماسٹر! تم کہتے تھے وہ نہیں آئے گا، اس پر جادو اثر نہیں کرے گا۔ میری بائیں ہتھیلی پر دیکھو، وہ ادھر آتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔"

بوڑھے نے اس کی ہتھیلی پر بابا کو کار ڈرائیو کرتے ہوئے دیکھا پھر حیرانی سے کہا "میں حیران ہوں کہ وہ کیسے آ رہا ہے؟

میں نے یہ شیطانی علم تم سب کو سکھایا ہے۔ میں تم لوگوں کا گرو ہوں لیکن آج تم نے اپنے ہونے والے داماد کو یہاں بلا کر مجھے حیران کردیا۔"

وچ لیڈی نے پوچھا "حیرانی کس بات کی ہے؟"

"یہی کہ آج سے برسوں پہلے میں نے ایک اللہ والے پر جادو کیا تھا' جو بے اثر ہوگیا تھا۔ پھر میرے استادوں نے بھی بتایا تھا کہ ایک خدا سے ڈرنے والوں' کلام الٰہی پر ایمان رکھنے والوں اور مضبوط قوتِ ارادی رکھنے والوں پر جادو اثر نہیں کرتا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اس کا مطلب ہے' فرید واسطی نہ اللہ والا ہے نہ مضبوط قوتِ ارادی کا مالک ہے۔ بس وہ اپنی علمی صلاحیتوں سے دھونس جماتا ہے۔"

حسینہ نے کہا "ممی! اس نے شاہی تقریب میں مجھے نظر انداز کیا تھا۔ شریف آدمیوں کے درمیان تمہیں وچ لیڈی کہا تھا۔ وہ آئے گا تو میں بھی اس کی انسلٹ کروں گی۔"

"ہاں بیٹی! مرد پر پہلے ہی دن بھاری پڑنے والی عورت تمام زندگی اس پر حکومت کرتی ہے۔ اس ملک میں فرید واسطی کا بول بالا ہے۔ اس کی بڑی عزت اور شہرت ہے' تم اس کی عورت بن کر رہو گی تو کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ ہم شیطان کو مانتے ہیں اور کالا عمل کرتے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی شیطان کے مجسمے کی گردن اچانک ہی اس کے تن سے الگ ہوگئی۔ اس کے پجاری سہم کر پیچھے ہٹ گئے۔ گردن گرتی ہوئی' لڑھکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں چلی گئی۔ وچ لیڈی نے چیخ مار کر دیکھا' بابا صاحب کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ وہ شیطان کا ایک بازو کاٹ کر گرا رہے تھے پھر انہوں نے دوسرے بازو پر تلوار ماری۔ دونوں بازو کٹ کر گر گئے۔ وہاں جتنے افراد موجود تھے' اپنے اپنے طور پر منتر پڑھ رہے تھے۔ بابا صاحب پر ہر طرح کے جادوئی عمل کر رہے تھے اور ناکام ہو رہے تھے۔ انہوں نے کالے عمل سے بے نیاز ہو کر شیطان کے رہے سہے مجسمے کو لات مار کر گرا دیا پھر وچ لیڈی سے کہا "میں یہاں خود نہیں آیا' تم نے مجھے بلانے کے لئے جادوئی عمل کرنے کی حماقت کی۔ یہ بھول گئیں کہ جہاں مومن ہوتا ہے وہاں شیطان نہیں ہوتا۔ اس لئے میں نے یہاں آتے ہی شیطان کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے۔"

حسینہ دوڑتی ہوئی ماں کے پاس آئی پھر بولی "تم کہتی تھیں شیطان طاقت ور ہے۔ مگر ایک شخص نے اسے مار کر گرا دیا۔"

"بیٹی! اس نے شیطان کے بے جان مجسمے کو گرایا ہے۔ شیطان ہمیشہ سے دائم قائم ہے۔ انسان اسے مارنے کی کوشش کرتے کرتے مرجاتا ہے۔ ازل سے ابد تک شیطان زندہ ہے اور ہمارے اندر زندہ رہے گا۔ یہ فرید واسطی اس کے ہاتھوں حرام موت مرے گا۔"

"نہیں ممی! میں اسے مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ اسے اپنے لئے زندہ رکھنا چاہتی ہوں۔ یہ پہلا شخص ہے جس کے لئے میں بے چین رہنے لگی ہوں۔ پلیز ممی! اسے سحر زدہ کردو۔ شیطان سے کہو' اسے میرا بنادے۔"

"بیٹی سارائی! تحمل سے کام لو۔ میں نے اپنے عمل سے معلوم کیا ہے' یہ ضرور تمہارا بنے گا۔ تمہارے سوا کوئی اس کی زندگی میں نہیں آئے گی۔"

بابا صاحب نے کہا "میرا علم بھی یہی کہتا ہے' یہ میری شریک حیات بنے گی۔ میں کاتبِ تقدیر کی مرضی سے یہاں آیا ہوں۔ سارائی کو سمجھانا چاہتا ہوں۔ یہ دولت سے' شیطانی قوت سے کبھی میرے سائے تک نہیں پہنچ سکے گی۔ میرے پاس آنے کے لئے اسے ماں کو چھوڑنا اور اسلام قبول کرنا ہوگا۔ جب بھی یہ میری ہدایات پر عمل کرے گی' میں اسے شریکِ حیات کے طور پر قبول کرلوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگے۔ سارائی کی ماں نے اور دوسرے جادوگروں نے اپنے اپنے طور پر منتر پڑھنا شروع کیا۔ بابا صاحب کے قدموں میں کالے عمل کی زنجیریں ڈالنے کی کوششیں کیں مگر وہ طلسم کدے کے ایک تاریک حصے میں جا کر گم ہوگئے۔ وہ لوگ منتر پڑھتے ہوئے وہاں پہنچے تو بابا نہیں تھے۔ وہ تاریک حصے سے روشنی میں نہیں آئے تھے۔ باہر جانے کے لئے سامنے سے گزرنا ضروری تھا اور وہ گزرتے ہوئے دکھائی نہیں دیے تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اندھیرے میں کہاں گم ہوگئے۔

سارائی سکتے کے عالم میں کھڑی دور اندھیرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ماں نے اسے آواز دیتے ہوئے کہا "وہ بھاگ گیا ہے۔"

سارائی نے کہا "نہیں ممی! وہ تو اسی جگہ موجود ہیں' میں دیکھ رہی ہوں' تم لوگوں کو دکھائی کیوں نہیں دیتا ہے۔"

سب نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ اندھیرے میں مشعل لے کر گئے پھر ماں نے کہا "بیٹی! اس کے سحر میں نہ آؤ' وہ یہاں نہیں ہے۔"

"ہے۔ میں صاف طور سے دیکھ رہی ہوں' وہ مجھے بلا رہا ہے۔ میرا دل اس کی طرف کھنچا جارہا ہے۔"

"یہ جادو ہے۔"

"ممی! وہ کہہ رہا ہے یہ محبت کا جادو ہے۔"

"وہ تمہیں مسلمان بنادے گا۔"

"جب میں اپنا دل دماغ سب کچھ اس کو سونپ دوں گی' وہ مجھے جس رنگ میں رنگنا چاہے رنگ لے۔ کیا فرق پڑتا ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ تاریکی کی سمت جانے لگی۔ ماں نے کہا "رک جاؤ' وہ تمہیں محبت کرنے والی ماں سے چھڑا رہا ہے۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولی "دنیا کی ہر لڑکی ماں کا گھر اور ماں کی گود چھوڑ کر اپنے مرد کے پاس جاتی ہے' میں بھی جارہی ہوں۔"

ماں نے چیخ کر کہا "ماسٹر! تم میرے گرو ہو' تم میری بیٹی کو اپنے عمل سے روکو۔"

ماسٹر کے ساتھ دوسروں نے بھی کالا عمل شروع کیا۔

سارائی اندھیرے میں جا کر گم ہوگئی تھی۔ وہ لوگ منتر پڑھتے ہوئے مشعل لے کر اس تاریک حصے میں آئے تو سارائی نہیں تھی۔ وہ بھی باہر جانے کے روشن راستے سے گزرے بغیر اس طلسم کدے سے گزر گئی تھی۔ وہ لوگ مشعل کی روشنی میں ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے تک رہے تھے۔

دوسرے دن سارائی نے اسلام قبول کرلیا پھر بابا صاحب کی شریکِ حیات بن گئی۔ انہوں نے سات رات میں سمجھایا۔ "میاں بیوی کا رشتہ ہوس کو لگام دیتا ہے اور محبت کو بڑھاتا ہے۔ اس رشتے میں عورت بہت اہم اور قابلِ تعریف ہے کیونکہ وہ خدا کے بندے پیدا کرتی ہے۔ پرانی دنیا کو نئے انسان دیتی ہے۔ اپنی اہمیت کو سمجھو۔ اپنی ماں کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔ اب تک جتنا کالا جادو سیکھا ہے اس پر لعنت بھیج کر خدا کی عبادت کرو۔ تمہیں اس دنیا میں جنت کا عیش و آرام اور روحانی مسرتیں حاصل ہوں گی۔"

وہ جادو سے انہیں جیتنا چاہتی تھی' انہوں نے جادو کے بغیر اسے جیت لیا تھا۔ ازدواجی زندگی کی ابتدا میں وہ ان کی دیوانی ہو کر رہ گئی تھی۔ ماں نے اسے واپس کرنے کے لئے قانونی چارہ جوئی کا ارادہ کیا لیکن اس نے ماں کو منع کردیا۔ صاف طور سے کہہ دیا کہ وہ اپنے شوہر کو چھوڑ کر نہیں آئے گی۔ ماں نے کہا۔ "کیسے نہیں آئے گی۔ آج انکار کررہی ہے کوئی بات نہیں' میں جوانی کے اندھے جذبات کو سمجھتی ہوں۔ جب جذبے سرد پڑجائیں گے' جب تو دیوانگی سے ہوش مندی کی طرف آئے گی تو تجھے میری تربیت کھینچ لائے گی۔ تو نے میرا دودھ پیا ہے تو ضرور آئے گی۔"

اس نے ماں کی باتوں کو بکواس سمجھ کر نظر انداز کردیا مگر رفتہ رفتہ بابا صاحب کی تہذیبی پابندیاں گراں گزرنے لگیں۔ وہ ماں کے پاس آزادی سے زندگی گزارتی تھی۔ دوسروں کے ساتھ تاش کھیلتی تھی۔ لائٹ وسکی پیتی تھی۔ جوانوں کے ساتھ ڈانس کرتی تھی۔ اس کے برعکس یہاں کا ماحول مذہبی تھا۔ لوارے میں عبادت کے علاوہ جسمانی اور ذہنی نشوونما کے لئے ورزش' کھیل کود اور اسی طرح کی تفریحات کا انتظام تھا لیکن ہر تفریح میں تہذیبی آداب شامل تھے۔ بے ڈھنگے رقص اور بے حیائی کی اجازت نہیں تھی۔ وقت پر جاگنا' وقت پر کھانا اور سونا پڑتا تھا۔ وہ دن چڑھے تک سو نہیں سکتی تھی۔

تب اسے ماں یاد آنے لگی۔ اس نے بابا صاحب سے پوچھا۔ "کیا ایک بیٹی کو ماں سے دور رکھنا اور اس کی صورت بھی دیکھنے نہ دینا انصاف ہے؟ کیا یہ ظلم نہیں ہے؟"

"ظلم نہیں ہے' کیونکہ میں تمہیں شیطانی ماحول سے دور رکھتا ہوں۔"

"میں قسم کھاتی ہوں' وعدہ کرتی ہوں' ماں سے ملوں گی تو شیطان کا ذکر نہیں سنوں گی۔ کوئی کالا علم نہیں سیکھوں گی۔ ان سے اچھی اچھی باتیں کرنے کے بعد واپس آجاؤں گی۔ آپ مجھے جانے دیں۔"

"ابھی نہ جاؤ۔ بچے کی پیدائش کے بعد چلی جانا۔"

"کس بچے کی پیدائش؟"

"میں اپنے بچے کی بات کررہا ہوں۔ تم ماں بننے والی ہو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "یہ آپ سے کس نے کہہ دیا۔ یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ایسی ہی بات ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم میرے ہونے والے بچے کو پیٹ میں لے کر شیطان کی پوجا کرنے والی ماں سے ملنے جاؤ۔"

"آپ ایک سچے عالم ہیں اور مجھے ماں کے پاس جانے سے روکنے کے لئے جھوٹی باتیں بنا رہے ہیں۔ یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ میں ماں بنوں گی اور مجھے بچے کی خبر نہیں ہے اور آپ کو خبر ہوگئی ہے۔ کیا یہ جھوٹا بہانہ آپ کو زیب دیتا ہے؟"

اس نے باتوں کے دوران اپنے اندر بے چینی محسوس کی۔ بے چینی کے ساتھ کچھ گھبراہٹ سی اور کمزوری سی لگ رہی تھی۔ وہ منہ پھیر کر اٹھ گئی۔ انہوں نے کہا "باتھ روم میں جاؤ۔"

وہ ادھر ہی جانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی انہوں نے جانے کو کہہ دیا تھا۔ اتنے دنوں میں وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ اس کا شوہر اس کے ارادوں کو ظاہر ہونے سے پہلے ہی سمجھ لیتا ہے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی باتھ روم میں آئی' واش بیسن پر جھکتے ہی ابکائیاں سی آنے لگیں۔ تھوڑی سی قے ہوئی تو طبیعت ہلکی سی لگنے لگی۔ اس نے آئینے میں دیکھا' چہرہ زرد پڑگیا تھا۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی "میں کتنے باکمال شخص کی شریکِ حیات ہوں۔ مجھے خبر ہونے سے پہلے ہی اس نے بتادیا کہ ماں بننے والی ہوں۔"

اسے یہ پسند نہیں تھا کہ اپنے مرد کو بھی اپنے دل کی باتیں معلوم ہوں' وہ کوئی بات چھپا نہیں سکتی تھی۔ اسے یہ سوچ کر الجھن ہوتی تھی کہ شوہر اس کے خیالات کو سمجھ رہا ہے۔ اب ایک نئی مصیبت آنے والی تھی۔ بچہ اس کے اندر پرورش پا رہا تھا اور وہ ابھی ماں نہیں بننا چاہتی تھی۔ جب تک بچہ نہ ہو عورت کم عمر بن کر رہ سکتی ہے۔ بچہ گود میں آکر عمر کا بھانڈا پھوڑ دیتا ہے۔ اس نے فون پر ماں سے بات کی "ممی! میں مشکل میں

پڑھی ہوں۔ میں ماں بننے والی ہوں۔"

دوسری طرف سے ماں نے کہا "بیٹی! یہ تو خوشی کی بات ہے۔"

"میں ماں نہیں بنوں گی۔ ابھی میری عمر ہی کیا ہوئی ہے؟ کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں چھوٹی سی عمر میں ایک بچے کو اٹھائے پھروں۔"

"ہاں یہ درست ہے۔ ابھی تمہاری ماں بننے کی عمر نہیں ہے۔ اپنے شوہر سے بولو' ایسی جلدی کیا ہے؟ تم دو چار برس بعد بھی ماں بن سکتی ہو۔ یہ بچہ نہیں ہونا چاہئے۔"

"اوہ ممی! میرا مرد کنڈوم استعمال کرتا ہے۔ بچے کو ضائع کرنے نہیں دے گا۔"

"اری وہ کیا کرلے گا؟ بچہ تمہارے پیٹ میں ہے۔ اسے پتا بھی نہیں چلے گا کہ اسے کس طرح ختم کیا گیا ہے۔"

"یہی تو مصیبت ہے۔ پیش گوئی کرنے والے ال اور دماغ کی باتیں بتاتے ہیں۔ وہ تو میرے پیٹ کی باتیں بتا دیتا ہے۔ اوہ ممی! وہ عجیب و غریب آدمی ہے۔ مجھے اس سے ڈر بھی لگتا ہے اور اس پر محبت بھی آتی ہے۔"

"محبت پر لعنت بھیجو' جب تک تمہاری ماں زندہ ہے تمہیں اس سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ میں یہاں سے ایسے زبردست منتر پڑھتی رہوں گی کہ بچہ پیٹ سے غائب ہو جائے گا۔ بس میں جیسا کہوں اس پر عمل کرتی رہنا۔"

"ممی! میں آپ سے ملنے کے لئے تڑپ رہی ہوں۔"

"فکر نہ کرو۔ میں تمہیں جلد ہی بلاؤں گی۔ یہاں کسی طرح آجاؤ گی تو بچے سے نجات حاصل کرنا آسان ہو جائے گا۔"

اس رات سارائی نے بابا صاحب سے محبت جتاتے ہوئے پوچھا "کیا آپ کو بچے کی خواہش ہے؟"

انہوں نے جواب دیا "خواہش بری بلا ہے۔ ایک کے بعد دوسری خواہش پیدا ہوتی رہتی ہے۔ یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ انسان خواہشات کا غلام بن کر رہ جاتا ہے اس لئے میں نے کبھی کسی چیز کی خواہش نہیں کی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اس کا مطلب ہے' آپ کو بچہ نہیں چاہئے؟"

"چاہئے۔ اس لئے کہ یہ خدا کی دین ہے۔ جو چیز میرا خدا مجھے دیتا ہے میں اس سے انکار کرنے کی جرات نہیں کروں گا۔"

"آپ ہر معاملے میں خدا کو کیوں لے آتے ہیں۔ بچہ ہماری محنت سے آنے والا ہے۔"

"ہماری تمہاری کیا حیثیت ہے کہ ہم سانس لیتے ہوئے ایک انسان کو پیدا کر سکیں۔ یہ سب اس کی مرضی سے ہوتا ہے۔ آج میں ایک پیش گوئی کردوں کہ یہ تم پکی اور آخری بار ماں بننے والی ہو۔ اس کے بعد تم لاکھ جتن کرو گی تب بھی دوسری اولاد پیدا نہیں کر سکو گی۔"

"آپ مجھے اس اولاد کو ضائع کرنے سے باز رکھنا چاہتے ہیں اس لئے من گھڑت پیش گوئی کر رہے ہیں۔"

"یہ تمہیں آنے والا وقت بتائے گا۔"

"میں اپنی ممی سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"بچے کی ولادت کے بعد چلی جانا۔"

"کیا میں اپنی ماں سے ملنے کے لئے نو ماہ تک انتظار کروں؟"

"مجبوری ہے' میں نہیں چاہتا میری اولاد پر تمہاری ماں کا سایہ پڑے۔"

"اب میری ماں ایسی بھی بری نہیں ہے۔"

"میں بحث نہیں کروں گا۔"

"آپ مجھ پر جبر نہیں کر سکتے۔ میں عدالت میں جاؤں گی' ماں سے ملنے کا حق حاصل کروں گی۔"

وہ خاموش رہے۔ وہ تلملاتی رہی اور بولتی رہی لیکن اسے جواب نہیں ملا۔

ماں نے جب دیکھا کہ بیٹی عدالت تک جانے کو تیار ہے تو وہ بابا صاحب کے خلاف زہر اگلنے لگی۔ اخبارات میں اس کے سیدھے بیانات چھپوانے لگی۔ حکومت فرانس نے ماں بیٹی کے خلاف سختی سے نوٹس لیا۔ انہیں تاکید کی کہ عدالت کے ذریعے اپنے حقوق حاصل کریں۔ بابا صاحب نے عدالت میں ثابت کر دیا کہ سارائی کی ماں کالا علم کرتی ہے۔ وہ نام کی عیسائی ہے اور در پردہ شیطان کی پرستش کرتی ہے۔ ان دنوں پورے یورپ میں کالا جادو کرنے کے خلاف آوازیں اٹھائی جا رہی تھیں۔ عدالت نے اس کی ماں کو ملک بدر کر دیا۔ سارائی نے غصے میں آکر طلاق کا مطالبہ کیا۔ بابا صاحب نے عدالت میں کہا۔

"اگر میں نے طلاق دی تو یہ ملک سے باہر اپنی ماں کے پاس چلی جائے گی' میں اپنے بچے سے محروم ہو جاؤں گا۔ اگر یہ بچے کی پیدائش تک سرکاری تحویل میں رہے گی تو میں طلاق دے دوں گا۔"

عدالت نے یہی فیصلہ سنایا۔ وہ طلاق حاصل کرنے کے بعد سرکاری تحویل میں رہی۔ پھر ایک بچے کو جنم دینے کے بعد اسے بابا صاحب کے حوالے کر کے اس ملک سے باہر اپنی ماں کے پاس چلی گئی۔ ایک ننھی سی بچی کی پرورش بڑی صبر آزما ہوتی ہے۔ بابا صاحب تمام تر پدرانہ شفقت سے اس کی پرورش کرنا چاہتے تھے لیکن عبادت اور مطالعے کے دوران وہ اسے پریشان کرتی تھی۔ اس کے لئے مجبوراً گورنس اور ملازمہ رکھنی پڑی۔ بچی کا نام راحیلہ واسطی رکھا۔ وہ گورنس کی نگرانی میں پرورش پانے لگی۔ بابا صاحب کو جب بھی موقع ملتا تھا وہ بیٹی کے پاس آکر اسے اپنے حصے کی بھرپور محبت دیتے تھے۔ لیکن بچے محبت اور توجہ زیادہ چاہتے ہیں۔ باپ کے پاس محبت کا وقت کم تھا' مصروفیات زیادہ تھیں۔ ادارے میں طب' سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کا نیا سامان اور مشینیں لائی جا رہی تھیں۔ طلبا طالبات کی ایک کھیپ ادارے کی یونی ورسٹی سے کامیاب ہو کر دنیا کے مختلف ممالک میں اہم مقام اور اہم شعبوں میں بڑے بڑے عہدے حاصل کر رہی تھیں۔ بابا صاحب انہیں مطلوبہ مقامات تک پہنچانے میں مصروف رہتے تھے۔

راحیلہ عمر کی منزلیں طے کرنے لگی۔ بچپن سے ہی پتا چل گیا کہ وہ کند ذہن ہے۔ اسے جو سکھایا جاتا تھا وہ اس میں سے کچھ یاد رکھتی تھی کچھ بھول جاتی تھی۔ آرام طلب تھی' کوئی کام اپنے ہاتھوں سے نہیں کرتی تھی۔ بابا صاحب نے اسے تعلیم اور تربیت دینے والے استادوں کی تعداد بڑھا دی۔ گورنس کو سمجھایا کہ راحیلہ کو پانچ یا چھ گھنٹے سے زیادہ سونے کی اجازت نہ دے' اسے ہدایات پر سختی سے عمل کرایا جائے۔ خاص طور سے فجر کی نماز سے پہلے اسے بستر سے اٹھا دیا جائے۔

بچپن میں گورنس کا زور چل جاتا تھا جیسے جیسے وہ بڑی ہونے لگی یہ سمجھنے لگی کہ گورنس اور استاد وغیرہ تنخواہ دار ملازم ہیں۔ ان کی ہدایات پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔ وہ رفتہ رفتہ بے لگام ہونے لگی۔ انہیں دھمکیاں دینے لگی کہ ان میں سے کوئی سختی کرے گا تو وہ بابا صاحب سے جھوٹی شکایتیں لگا کر انہیں ملازمت سے نکلوا دے گی۔

ان میں سے کوئی وہاں کی ملازمت چھوڑنا نہیں چاہتا تھا اس لئے وہ اپنی ملازمت کو بحال رکھنے کے لئے اسے ڈھیل دینے لگے۔ بابا صاحب ہیشہ اس کی پروگریس رپورٹ دیکھتے تھے۔ چونکہ وہ ان کی بیٹی تھی اس لئے محترم حضرات اسے زیادہ نمبر دیا کرتے تھے۔

ایک بار انہوں نے سامنے بٹھا کر پڑھایا تو مایوس ہو گئے۔ مختلف طریقوں سے ذہنی آزمائش کی تو وہ بری طرح ناکام رہی۔ انہوں نے گورنس اور دوسرے استادوں کو بلا کر پوچھا "میں نے اپنی دانست میں تم لوگوں کو کسی چیز کا محتاج رہنے نہیں دیا۔ تمہاری ہر ضرورت پوری کی پھر میری بیٹی کو تم لوگوں نے علم کا اور ذہانت کا محتاج کیوں بنا دیا؟"

ایک استاد نے کہا "حضور! آپ کی صاحبزادی کند ذہن ہے۔"

انہوں نے فرمایا "استاد جدید طریق تعلیم سے ایسے بچوں کو ذہین بناتے ہیں جو کند ذہن ہوتے ہیں۔ تعلیم دینے والوں میں جھوٹ اور آمدنی کا لالچ بڑھ جائے تو وہ بچوں کے والدین کی دولت پر نظر رکھتے ہیں۔ بچوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں' تم لوگوں نے راحیلہ کی پروگریس رپورٹ میں زیادہ نمبر دے کر مجھے دھوکا دیا ہے۔ تمہاری رپورٹ اسے ذہین بتاتی ہے اور نتیجہ کند ذہن ثابت کر چکا ہے۔ میں تم جیسے استادوں سے کیا کہوں۔ تم لوگ ایک بچے کو نہیں بلکہ آئندہ اس دنیا کو سنبھالنے والی پوری نسل کو تباہ کرتے ہو۔ میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔"

انہوں نے حکومت فرانس سے درخواست کی کہ ان استادوں کو نااہل قرار دے کر ملک کے تمام تعلیمی اداروں میں ان کا داخلہ بند کر دیا جائے۔ ان کی درخواست پر عمل کیا گیا۔ لیکن راحیلہ بڑی حد تک ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ انہوں نے دوسرے استادوں کی خدمات حاصل کیں۔ وہ سترہ برس کی ہو چکی تھی۔ بابا صاحب اسے ادارے میں رکھنا چاہتے تھے مگر وہ ضد کر کے پیرس کے بنگلے میں چلی جاتی تھی۔ بابا صاحب اس کے مقدر اور مستقبل کا حال بڑی حد تک جانتے تھے۔ یہ بھی سمجھتے تھے کہ تدبیر کے ذریعے وہ بیٹی کو بڑی حد تک گمراہی سے بچا لیں گے۔ وہ چاہتے تو خیال خوانی کے ذریعے مختلف علوم کی ایک ایک بات اس کے دماغ میں نقش کر سکتے تھے لیکن ایک بار اس کے چور خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ اس کی ماں سارائی اس پر اثر انداز ہو رہی ہے۔

ان سترہ برسوں میں سارائی نے کالے علوم میں بڑی مہارت حاصل کر لی تھی۔ بابا کو اپنے دماغ سے باہر رکھنے کے لئے یوگا کی مشقیں کی تھیں۔ انہوں نے ایک بار اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار بولی "دیکھ لیا تم نے؟ میں اب پہلے جیسی سارائی نہیں ہوں جس کے اندر بغیر اجازت چلے آتے تھے۔ اب آؤ گے تو دماغ سے دھکے دے کر نکال دوں گی۔"

انہوں نے پوچھا "تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ کالا علم روحانیت کا راستہ روک دیتا ہے؟"

"کیا تھوڑی دیر پہلے میں نے تمہیں دماغ سے باہر نہیں نکالا تھا؟"

"تم نے صرف سانس روکی تھی' میں نکلا نہیں تھا' موجود تھا۔"

اس نے فوراً ہی سانس روکی۔ انہوں نے کہا "دیکھو میں موجود ہوں ایک نہیں ہزار بار سانس روک سکتی رہو۔ جب ہمیشہ کے لئے سانس رک جائے گی تو میں چلا جاؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر منتر پڑھنے لگی۔ انہوں نے کہا "تم بہت ہی خطرناک منتر پڑھ رہی ہو۔ بڑے بڑے جادوگر اس منتر کے سامنے خاک ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں جادوگر نہیں ہوں۔"

وہ غصے سے بولی "تم کیوں آئے ہو؟"

"یہ پوچھنے کہ میری بیٹی کو دماغی طور پر کمزور کیوں بنا رہی ہو؟"

"وہ میری بھی بیٹی ہے۔"

"اسے چھوڑ کر جاتے وقت تمہاری مامتا کہاں تھی؟"

انس نے جواب دیا "میں نے سوچا تھا کہ ایسے کئی بچے پیدا کرلوں گی مگر تم نے دشمن بن کر پیش گوئی کی تھی کہ میں پھر کبھی ماں نہیں بن سکوں گی۔ میں سترہ برس میں تین شادیاں کرچکی ہوں۔ کسی شوہر سے اولاد نہیں ہوئی۔ میں نے تینوں کو لات مار کر نکال دیا۔ ایسی صورت میں حیلہ ہی ایک بیٹی رہ گئی ہے۔"

"حیلہ نہیں، راحیلہ۔"

"راحیلہ نام تم نے رکھا ہے۔ میرا کالا علم کہتا ہے کہ تمہارے دیے ہوئے نام کے پہلے دو حروف ختم کردوں تو باقی نام والی بیٹی میرے قبضے میں آجائے گی۔ لہٰذا میں اسے حیلہ ہی کہتی رہوں گی۔"

"بیٹی نہ میرے پاس رہے گی نہ تمہارے پاس۔ وہ اپنے مجازی خدا کے ساتھ رہے گی۔ میں جلد ہی اس کی شادی کردوں گا۔"

"تم کچھ بھی کرو، جس طرح میں تمہارے پاس نہیں رہی اسی طرح حیلہ بھی اپنے مرد کے پاس نہیں رہے گی۔ ہاں داماد اگر تابعدار رہے گا تو وہ اسے بھی میرے پاس لے آئے گی۔"

بابا صاحب سوچ میں پڑ گئے۔ وہ اسے شیطانی عمل سے باز نہیں رکھ سکتے تھے۔ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باعث ہمیشہ اس کے دماغ میں رہ کر اس کے منتروں کو گڑبڑا نہیں سکتے تھے۔ اگر اسے دماغی نقصان پہنچاتے تو وہ دوسرے جادوگروں کے ذریعے راحیلہ کو ٹریپ کرنے کی کوشش کرتی رہتی۔ پھر بنیادی بات یہ ہے کہ قدرت جو چاہتی تھی اس میں وہ تبدیلی نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ والوں کو جو کشف و کرامات حاصل ہوتی ہیں ان کی ایک حد ہوتی ہے، بزرگانِ دین مقررہ حد سے آگے نہیں جاتے۔

انہوں نے راحیلہ کا نکاح سلمان واسطی سے پڑھا دیا اور کہا "برخوردار سلمان! میں نے اپنی دانست میں آج تک تمہیں بہترین علم اور بہترین تربیت دی۔ لیکن بیٹی کی خاطر آج خود غرض ہوگیا۔ تمہیں بہترین شریکِ حیات نہیں دے رہا ہوں۔"

سلمان نے کہا "حضور! آپ ایسا ہرگز نہ سوچیں۔ استاد جوتے مارتا ہے تو اس سے بھی علم حاصل ہو جاتا ہے۔ آج تو آپ نے اپنی عزیز ترین چیز دی ہے۔ آپ نے مجھ پتھر کو تراشا تھا اب میں اس پتھر کو تراش کر ہیرا بنانے کی کوشش کروں گا۔"

شادی کے چند ماہ بعد سونیا ادارے میں آگئی تھی۔ بیٹی کی شادی کے بعد بابا صاحب حجرے سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ دن رات عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ ادارے کی تمام ذمے داریاں جناب شیخ الفارس غلام البرقی کو سونپ دی تھیں۔ شیخ صاحب ان سے مشورہ لینے ایک بار صبح اور ایک بار شام کو حجرے میں تشریف لایا کرتے تھے۔ اس کے بعد سونیا کے سوا کوئی حجرے میں نہیں جاتا تھا۔ بابا صاحب نے شیخ صاحب سے کہہ دیا تھا کہ سونیا ادارے کے تمام چھوٹے بڑے رازوں کی امین ہے۔ اور میرے بعد یہ بہت سے معاملات کو خوش اسلوبی سے نمٹایا کرے گی۔

پھر وہ وقت آیا جب راحیلہ ماں بننے والی تھی۔ بابا صاحب نے سونیا سے کہا "میں ہونے والے بچے کے لئے فکر مند ہوں۔ میرا علم کہتا ہے کہ اس کی حفاظت تم ہی کر سکتی ہو۔ تم پر کبھی کالے جادو یا کسی شیطانی عمل کا اثر نہیں ہوگا۔ تمہارے سائے میں جو بھی رہے گا وہ محفوظ رہے گا لہٰذا راحیلہ سے ہونے والی اولاد کو تمہارے سائے میں رہنا چاہئے۔"

"آپ اطمینان رکھیں، میں آخری سانس تک راحیلہ اور بچے کی حفاظت کروں گی۔"

"بیٹی! تم راحیلہ کی حفاظت نہیں کرسکو گی یہ میرے اور تمہارے اختیار میں نہیں ہے۔ میری بدنصیب بیٹی کے ستارے کچھ اور کہتے ہیں۔"

سونیا نے یہ نہیں پوچھا کہ راحیلہ بدنصیب کیوں ہے؟ کیوں اس کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار نہیں کی جاسکتیں۔ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تمام حالات سے واقف تھی اور سمجھتی تھی کہ اس کالے جادو کا شیطانی کھیل کیسے داؤں سے نمٹنا ہوگا۔

راحیلہ کو سونٹز رلینڈ کے ایک چھوٹے سے شہر میں بھیج دیا گیا۔ اس کی خدمت اور دیکھ بھال کے لئے چار خادمائیں اور دس مسلح گارڈز تھے۔ سونیا بھی وہاں تھی لیکن راحیلہ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آئی ہے؟ وہ اس کے ساتھ والے بنگلے میں تھی۔ اس نے راحیلہ کو ابتدائی دنوں میں بتادیا تھا کہ وہ بھی ماں بننے والی ہے۔ اس طرح اس نے راحیلہ سے دوستی کرلی۔ بابا صاحب خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو راحیلہ کی دماغی حالت بتایا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا، اس کی ماں سارائی کالے علم کے ذریعے اس کے خوابوں میں آتی رہتی ہے اور اسے سمجھاتی رہتی ہے کہ بابا صاحب خود غرض ہیں۔ وہ بیٹی کو اپنی طرح غیر معمولی علم نہیں سکھائیں گے۔ بیٹی باپ کو چھوڑ دے گی اور شوہر کو لے کر ماں کے پاس چلی جائے گی تو اسے بھی ماں کی طرح کالے جادو کی طاقت حاصل ہوجائے گی۔

ایک رات سونیا دیر تک راحیلہ کے پاس بیٹھی رہی۔ پھر وہ جانے لگی تو راحیلہ نے کہا "اتنی رات کو باہر نہ جاؤ۔ میرے ساتھ سو جاؤ، تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو۔"

سونیا اس کے ساتھ سوگئی۔ اس رات راحیلہ نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ صبح بیدار ہونے کے بعد اس نے خود کو ہلکا

پھلکا سا محسوس کیا۔ دماغ پر کالے جادو کا نامعلوم سا بوجھ نہیں تھا۔

دوسری رات سونیا اس کے ساتھ نہیں تھی۔ اس نے خواب میں ماں کو دیکھا، ماں نے پوچھا "کیا تم کل تمام رات جاگتی رہی تھیں؟"

"نہیں ماما! میں تو گہری نیند سوتی رہی تھی۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ میں نے کئی بار منتر پڑھے، یہی پتا چلا کہ تم خواب نہیں دیکھو گی۔ خواب نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم جاگ رہی ہو۔"

"میں سچ کہتی ہوں میں اپنے بستر پر تھی، میرے ساتھ جیلہ سو رہی تھی۔"

"یہ جیلہ کون ہے؟"

"میری پڑوسن ہے۔ وہ بھی ماں بننے والی ہے۔"

"آئندہ تم اسے اپنے پاس مت سلایا کرو۔"

"کیوں ماما؟"

"وہ نوری عورت ہے۔ تمہارے ساتھ سوئے گی تو میں تمہارے خواب میں نہیں آسکوں گی۔"

"اوہ ماما! میں تو اس کے ساتھ دن رات رہنا چاہتی ہوں۔ پتا نہیں اس میں کیا بات ہے، میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔"

"کیا تمہیں ماں سے محبت نہیں ہے؟"

"بہت زیادہ ہے۔ میں تو آپ سے ملنے کے لئے تڑپتی ہوں۔"

"دیکھو بیٹی! جیلہ سے چند دنوں کی ملاقات ہے۔ اگر اس کے لئے بہت زیادہ محبت محسوس کررہی ہو تو اس کا مطلب ہے یہ محبت نہیں جادو ہے۔ وہ عورت تمہاری لاعلمی میں تمہیں سحر زدہ کررہی ہے۔"

"نہیں ماما! وہ نماز پڑھتی ہے اور نماز پڑھنے والے جادو کو لعنت سمجھتے ہیں۔"

"یہ لعنت نہیں نعمت ہے۔ چونکہ مسلمان اسے حاصل نہیں کرسکتے اس لئے لعنت کہتے ہیں۔ جیسے ایک لومڑی نے انگوروں کو کھٹا کہا تھا۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ کہتی ہیں تو میں رات کو تنہا سویا کروں گی۔"

"جب زچگی کا وقت قریب آئے تو اپنے شوہر سلمان واسطی سے بھی دور رہنا۔ وہ بھی نوری بندہ ہے۔"

"ماما! کیا آپ صرف خواب میں نظر آسکتی ہیں؟"

"اگر تم ایک منتر یاد کرلو تو میں تمہاری بائیں ہتھیلی پر نظر آسکتی ہوں۔"

"بابا نے منتر پڑھنے سے سختی سے منع کیا ہے۔"

"تمہارے بابا کی ایسی کی تیسی۔ چلو پڑھو۔"

وہ پڑھانے لگی۔ یہ خواب میں پڑھنے لگی۔ چونکہ کند ذہن تھی اس لئے اسے بار بار پڑھانا پڑا۔ ماں یہ کہہ کر چلی گئی کہ دوسری رات بھی خواب میں آکر اسے یاد کرائے گی۔

دوسری شام سونیا آئی تو راحیلہ نے جھوٹ کہہ دیا کہ آج میرا شوہر آنے والا ہے۔ میں تمہارے ساتھ نہیں سوسکوں گی۔ سونیا جانتی تھی کہ سلمان بہت مصروف ہے، وہ نہیں آئے گا پھر بھی وہ مسکرا کر بولی "یہ تو اچھی بات ہے۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہئے۔"

"جیلہ میں سچ کہتی ہوں۔ تمہیں مس کروں گی۔"

"میں بھی یہ کہنے آئی ہوں کہ تمہیں مس کروں گی۔ میں ہمیشہ کے لئے جارہی ہوں۔"

"کہاں جارہی ہو؟"

"میرے شوہر کا فون آیا تھا۔ وہ مجھے لندن آنے کو کہہ رہا ہے۔ ہمیں ایسے وقت اپنے شوہروں کے قریب رہنا چاہئے۔ ہونے والے بچوں پر اچھا اثر پڑتا ہے۔"

وہ تھوڑی دیر بات کرنے کے بعد چلی آئی۔ اس نے راحیلہ کے پڑوس والا بنگلا چھوڑ دیا۔ وہاں سے دور ایک کاٹیج میں قیام کیا تاکہ دور ہی دور سے اس کی نگرانی کرے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی موجودگی سے راحیلہ کی ماں سارائی کو کسی قسم کا کوئی شبہ ہو۔

بہرحال دن گزرنے لگے۔ بابا صاحب وقتاً فوقتاً بیٹی کے دماغ میں آکر سونیا کو اس کے حالات بتاتے رہتے تھے وہ راحیلہ کے اندر اور سونیا باہر پسپا دے رہی تھی۔ ان کی پوری کوشش یہی تھی کہ ہونے والے بچے پر جادو کا اثر نہ ہو۔

آخر زچگی کا وقت آگیا۔ سونیا میک اپ کے ذریعے لیڈی ڈاکٹر بن کر ایک نرس کے ساتھ آئی۔ ایسے وقت میں بابا صاحب بیٹی کے پاس نہیں رہ سکتے تھے۔ ویسے یقین تھا کہ ان کی عدم موجودگی میں سونیا دشمن حالات سے نمٹ لے گی۔

ادھر سارائی کو اپنے کالے علم سے پتا چلا تھا کہ بیٹی فلاں وقت ماں بننے والی ہے۔ وہ شیطان کے مجسمے کے سامنے بیٹھ گئی تھی اور بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ماش کی دال کے چند دانے پھینکتے ہوئے منتر پڑھتی جارہی تھی۔ اسے بیٹی نظر آرہی تھی جو بستر پر پڑی درد زہ میں مبتلا تھی۔ شعلوں کے ایک طرف سارائی کی بوڑھی ماں بھی منتر پڑھنے میں مصروف تھی۔ تھوڑی دیر بعد شعلوں میں نظر آنے والی راحیلہ نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ سارائی نے کہا "بی بی میری بیٹی نظر نہیں آرہی ہے۔"

"بیٹی! تم سے پڑھنے میں بھول ہوئی ہوگی، توجہ سے پڑھو۔"

وہ پوری توجہ سے پڑھنے لگی۔ وقت گزرنے لگا۔ بے

چیخی پڑنے لگی۔ وہ ابھی تک نظر نہیں آئی تھی۔ سارائی نے پوچھا: "کیا فرید واسطی اپنا کھیل کر رہا ہے؟"

بوڑھی ماں نے کہا "نہیں' میرا علم کہتا ہے ایسے وقت میں وہ اپنی بیٹی سے دور رہے گا' کوئی عمل نہیں کرے گا۔ شاید کوئی عیسائی لیڈی ڈاکٹر تمہاری نوزچہ بیٹی کے قریب ہے۔ ڈاکٹر کے گلے میں صلیب ہے اسی لئے ہمارا جادو بے اثر ہو رہا ہے۔"

"اب کیا ہوگا ممی؟"

"اطمینان رکھو۔ وہ لیڈی ڈاکٹر زچگی کے بعد تمہاری بیٹی کے پاس سے چلی جائے گی۔ پھر وہ اور اس کا بچہ دونوں نظر آئیں گے۔"

راحیلہ کے پاس کوئی عیسائی لیڈی ڈاکٹر نہیں تھی اور نہ ہی کسی نے صلیب پہنا تھا۔ سونیا کی مجبوری نے جادو بے اثر کر رکھا تھا۔ اس کی مذکرانہ چالیں مشکل سے کسی کی سمجھ میں آتی ہیں۔ اس نے اسپتال کے انچارج سے پہلے ہی معاملات طے کر لئے تھے۔ اسے اچھی خاصی رقم دے کر مردہ خانے سے ایک لاوارث بچہ حاصل کیا تھا۔ راحیلہ نے ایک بیٹی کو جنم دیا تھا۔ سونیا اس کے پاس مردہ بچے کو رکھ کر بیٹی لے گئی۔

اس کے جاتے ہی کالے انجیل کا راستہ کھل گیا۔ سارائی اور اس کی ماں نے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں راحیلہ کو دیکھا' وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں تھی۔ اس کے پہلو میں ایک بچہ پڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد راحیلہ نے کروٹ لے کر بچے کو دیکھا' ایک خادمہ نے کہا "افسوس! بچہ کمزور تھا۔ ایک آواز بھی نہ نکال سکا اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔"

راحیلہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ سارائی نے کہا۔ "میری بیٹی روہی ہے۔ دیکھو ممی! میں کالا جادو سیکھنے بعد سنگدل ہو گئی پھر بھی میری آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں۔"

بوڑھی ماں نے کہا "اس کو ماستا کہتے ہیں' چڑیلیں بھی اپنی اولاد کے لئے تڑپتی ہیں۔ میں نے تمہاری جدائی برداشت نہیں کی' تمہیں بلا لیا۔ تم بھی اپنی بیٹی کو بلاؤ۔ اگر اس کا شوہر ساتھ آئے گا تو ٹھیک ہے ورنہ ہم حیلہ کی دوسری شادی کریں گے وہ دوسرے بچے کی ماں بنے گی تو پہلی اولاد کا صدمہ بھول جائے گی۔"

اس رات سلمان واسطی نے راحیلہ کے پاس آکر افسوس ظاہر کیا۔ اسے محبت سے تسلیاں دیں "غم نہ کرو۔ زندگی رہی اور اللہ تعالیٰ کی مرضی رہی تو آئندہ ہماری اولادیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔"

وہ بولی "میرا جی گھبرا رہا ہے' مجھے یہاں سے لے چلیں۔"

"تمہاری طبیعت سنبھل جائے تو ہم پیرس چلیں گے۔"

"پیرس میں تو ہم رہتے ہی ہیں' میں لندن جانا چاہتی ہوں۔"

"یعنی تمہاری ماں تمہیں بلا رہی ہے۔"

"کیا ایک بیٹی کو اپنی ماں سے نہیں ملنا چاہئے؟"

"یہی سوال تمہاری ماں نے بابا صاحب سے کیا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ وہ اپنی شریکِ حیات کو شیطانی ماحول میں نہیں جانے دیں گے۔ تم میری شریکِ حیات ہو' میں بھی تمہیں جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"میں تمہاری اجازت کی محتاج نہیں ہوں۔ کیا تم مجھے کنیز سمجھتے ہو؟"

"میں تمہارے والد اور اپنے محترم استاد کے نقشِ قدم پر چل رہا ہوں۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جس طرح میرے بابا نے میری ماں کو طلاق دی اسی طرح تم بھی مجھے چھوڑ دو گے۔ تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے؟"

"تم محترم استاد کی صاحب زادی ہو۔ میرے لئے دنیا کا سب سے بڑا انعام ہو' میں اپنی جان سے بھی زیادہ تمہیں چاہتا ہوں۔"

"تو پھر اپنی چاہت کا ثبوت دو اور میرے ساتھ ماما کے پاس چلو۔"

"جس عورت نے میرے استادِ محترم کا ساتھ چھوڑ دیا وہ میرے لئے دشمن سے بدتر ہے۔"

"تم میری ماں کو گالی دے رہے ہو۔"

"میں نے آج تک کسی دشمن کو بھی گالی نہیں دی البتہ دشمن کو دشمن کہتا ہوں۔ دراصل تمہاری نانی اور ماں کی زندگیاں گالی بن گئی ہیں۔ انہیں کچھ بھی کہو' تمہیں گالی لگتی ہے۔"

"تم باتیں بنانا کر میری ماں کو برا کہہ رہے ہو۔ ایک فیصلہ کرو' میرے ساتھ چلو گے یا نہیں؟"

"دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ساتھ دینے کے لئے ہی تم سے شادی کی ہے۔ میں اپنی زندگی میں نیک کام اس لئے کرتا ہوں کہ جہنم میں نہ جاؤں۔ لہٰذا تمہیں اپنے سسرالی جہنم میں کیسے لے جا سکتا ہوں۔"

"میں تو ضرور جاؤں گی کیونکہ ماں کے پاؤں تلے جنت ہوتی ہے۔"

"اکثر لوگ جنت کے دھوکے میں جہنم تک پہنچ جاتے ہیں۔"

"نصیحت کا شکریہ۔ کیا تم مجھے جانے سے روکو گے؟"

"تمہیں گمراہی سے روکنے کا فرض ادا کروں گا۔"

"اگر تم بابا کو سمجھا دو کہ وہ اپنے کسی عمل سے مجھے نہ روکیں تو میں دو سرے دن واپس آجاؤں گی۔"

"محترم استاد اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم جانے کے بعد واپس نہیں آؤ گی۔ راحیلہ! میری محبت اور خلوص کو سمجھ میں تمہاری بہتری کے لئے کہتا ہوں۔ اپنی ماں کی مامتا کو بھی آزماؤ۔ اس سے پوچھو کہ وہ شیطان کی پوجا چھوڑ کر تمہارے پاس آسکتی ہے؟"

"بابا نے میری ماں کو نانی سے ملنے نہیں دیا تھا۔ بھری عدالت میں طلاق دے کر میری ماں کو ذلیل کیا تھا۔ وہ ذلتیں اٹھانے کے بعد یہاں نہیں آئیں گی۔"

"اگر وہ شیطان کی پوجا چھوڑ دے گی تو انہیں عزت دی جائے گی۔"

"تھوک پر تھوکنے کے بعد اسے چاٹنے کی بات کرتے ہو؟"

"تھوک کو چاٹنے میں ذلت ہے۔ اور کسی کو عزت دینے میں عظمت ہے۔"

"تم لفظوں سے کھیلتے ہو۔ میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔"

سلمان واسطی اسے کئی دن تک سمجھاتا رہا۔ اسے اپنے ساتھ پیرس لے آیا۔ وہ پوری سچائی کے ساتھ کوشش کر رہا تھا کہ بابا صاحب کی امانت اس کے پاس عزت سے محفوظ رہے لیکن وہ ایک دن سلمان کی غیر موجودگی میں لندن چلی گئی۔ وہ پریشان ہو گیا' اسے یوں لگ رہا تھا جیسے زندگی کا تمام سرمایہ لُٹ گیا ہے۔ وہ محترم استاد کا دیا ہوا انعام تھی۔ وہ اسے کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اسے واپس لانے کے لئے لندن جانا چاہتا تھا۔ لیکن بابا صاحب نے منع کر دیا' اس نے کہا "حضور! وہ آپ کا خون ہے' میری عزت ہے۔ اسے یونہی نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

انہوں نے فرمایا "تقدیر سے پنجہ نہ لڑاؤ۔ ہر کوشش کی ایک حد ہوتی ہے۔ اس حد تک جا کر بات نہ بنے تو سمجھ لو کہ تقدیر کا لکھا ہوا اٹل ہے' اسے تدبیر سے اور حوصلے سے بھی بدلنا ممکن نہیں ہے۔"

"میں آپ کی ہدایت پر عمل کرنا اپنا ایمان سمجھتا ہوں۔ میں صبر کروں گا' اپنی بچی سے دل بہلا لیا کروں گا۔"

"نہیں بیٹے! سونیا نے بچی کی حفاظت کے لئے جو طریق کار اختیار کیا ہے اس کے پیشِ نظر تمہیں بچی کے قریب نہیں جانا چاہئے۔ راحیلہ اور اس کی ماں کو معلوم ہو گا کہ تم کسی بچی کو بہت زیادہ چاہتے ہو اور اسے اپنے پاس رکھتے ہو تو وہ اپنے دھوکا کھلنے کا شبہ کر سکتی ہیں۔ کسی طرح معلوم کر سکتی ہیں کہ راحیلہ سے ہونے والی اولاد زندہ ہے۔"

سلمان نے سر جھکا کر کہا "آپ درست فرماتے ہیں۔ میں بچی سے دور رہوں گا۔"

سونیا اسے فرانس کی ایک فوجی چھاؤنی میں لے آئی تھی وہاں اس کے لئے ایک چھوٹا سا بنگلا مخصوص تھا۔ بابا صاحب نے بچی کا نام ثانیہ واسطی تجویز کیا تھا اور کہا تھا "تم ایک ماں کی طرح اس کی پرورش کرو گی۔ اسے اپنی طرح ذہین' حاضر دماغ اور معاملہ فہم بناؤ گی تو اسے سونیا ثانی کہا کرنا۔ میں بابی نواسی میں تمہارا روپ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

سونیا کے لئے بابا صاحب کی خواہش' حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ اس نے ثانیہ واسطی پر بھرپور توجہ دی۔ ایک برس بعد بابا فرید واسطی صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ سونیا کو ادارے میں آکر رہنا پڑا۔ اس نے ثانیہ کو چھاؤنی کے بنگلے میں چھوڑ دیا تھا۔ اس کی دیکھ بھال کے لئے فوج کے تربیت یافتہ ملازم تھے۔ پھر سونیا ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہر دوسرے دن اس کے پاس آتی تھی' اس کے ساتھ چار چھ گھنٹے گزار کر ادارے میں واپس چلی جاتی تھی۔

ثانیہ اپنی پیدائش کے تیسرے دن سے ہی فوجی ماحول میں گولیوں کی تڑاتڑ اور بموں کے دھماکے سنتی آئی تھی۔ سونیا کے فولادی ہاتھوں نے اس کی کلائی پکڑ کر چلنا سکھایا تھا۔ اس نے فوجی انداز میں کھڑے ہونا اور چلنا سیکھا۔ فوج کے ٹائم ٹیبل اور اصول کے مطابق 'سونا' 'جاگنا' 'پڑھنا' لکھنا اور دن رات محنت کرتے رہنا سیکھا۔ جب وہ بارہ برس کی ہوئی تو سونیا اور شیخ الفارس صاحب نے اسے ایک لاوارث لڑکی کے طور پر ادارے کے ہاسٹل میں پہنچایا۔ ادارے میں جو بھی لاوارث لڑکیاں اور لڑکے آتے تھے انہیں ادارے کے بزرگ اور اہم افراد اپنا نام باپ کے طور پر دیتے تھے اس طرح کوئی بچہ احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہوتا تھا۔ ان کے باپ کا نام فرید واسطی' شیخ غلام البرقی' ادارے کا کوئی بڑا منتظم' بین الاقوامی شہرت یافتہ ڈاکٹر یا انجینئر ہوتا تھا۔ اسی اصول کے مطابق ثانیہ کو سلمان واسطی کی ولدیت مل گئی۔ بچی کو حقیقی باپ کا نام مل گیا۔

اسے ہاسٹل میں داخل کرنے کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ اسے سونیا کی ڈمی بنانے کے لئے ٹریننگ دی جائے گی۔ صرف تین برس کی ٹریننگ میں اس نے سونیا کی ایسی نقالی کی کہ سب دنگ رہ گئے۔ کسی کی حرکات' آواز اور لہجے کی نقالی اتنی مشکل نہیں ہوتی لیکن ثانیہ نے سونیا کی ذہانت اور مکاریوں کا مظاہرہ کیا۔ اسے چند دشوار مرحلوں سے گزارا گیا اور وہ ایسے گزر گئی جیسے سچ مچ وہ سونیا ہی ہو یا اس میں سونیا کی روح سرایت کر گئی ہو۔ اس کامیابی پر اسے سونیا ثانی کا خطاب دیا گیا پھر پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے سونیا کا ہم شکل بنا دیا گیا۔

اب یہ تو آنے والا وقت ہی بتانے کو تھا کہ یہ سونیا ثانی سونیا کی طرح کتنے بنگلوں کو جہنم دینے والی تھی۔

○☆○

سلطانہ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھی وہ ٹرانسکرین کے پار سمندر کی لہروں کو دیکھ رہی تھی اور سلمان کی زبان سے اس کی داستانِ حیات سن رہی تھی۔ پہلے یہ سن کر دکھ پہنچا تھا کہ سلمان شادی

شدہ ہے۔ اس کی شریکِ حیات اب بھی زندہ ہے۔ نہ اس نے طلاق دی ہے نہ اس نے طلاق لی ہے۔ لیکن جن حالات میں وہ سلمان کو چھوڑ کر اپنی ماں کے پاس گئی تھی ان حالات کے پیشِ نظر راحیلہ سے نفرت اور سلمان سے محبت بڑھ جاتی تھی۔

سلطانہ کو سلمان پر پیار آرہا تھا۔ لیکن یہ داستان سننے کے بعد اس نے فوراً اپنا ردِعمل ظاہر نہیں کیا۔ تھوڑی دیر تک چپ رہی۔ ایسے وقت خاموشی اختیار کرنے سے مرد بے چینی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کرتے کرتے خوشامد پر اتر آتے ہیں۔ یوں اپنا چاہنے والا محبت مانگتا رہے تو اچھا لگتا ہے۔

سلمان نے تھوڑی دیر اس کی خاموشی برداشت کی پھر اس کی طرف گھوم کر بولا "کہاں گم ہوگئی ہو؟"

وہ کچھ نہ بولی، سلمان نے کہا "جو سچ تھا وہ میں نے بیان کردیا۔ میری شادی پر، میری اولاد پر اور میرے کیریئر پر کوئی اعتراض ہو تو بولو؟"

وہ پھر بھی نہ بولی، اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر گھوم کر سیدھا بیٹھ گیا۔ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا "میں سمجھ گیا۔ مجھ سے محبت کرکے تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو رہا ہے۔ یہ اچھا ہوا، میں نے شادی سے پہلے اپنی حقیقت بتادی۔ ورنہ تم شادی کے بعد پچھتاتیں تو میں خود کو کبھی معاف نہ کرتا" وہ کار کو سڑک کی طرف موڑ کر بولا "میں تمہاری خوشی میں خوش رہوں گا۔ ابھی تم کنواری ہو، تمہاری زندگی میں بہت سے چاہنے والے آجائیں گے۔ تمہیں بھی کسی سے محبت ہوجائے گی۔ میں تمہیں محبت کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔"

سلطانہ کو غصہ آرہا تھا۔ وہ دل میں کہہ رہی تھی "تم نے کیسے سمجھ لیا، میں کسی اور سے محبت کرسکتی ہوں۔ محبت ایک ہی دل کے شہر میں رہتی ہے۔ اس شہر سے کبھی ہجرت نہیں کرتی" وہ غصے سے بولی "کیا مجھے بہت سے چاہنے والے مل جائیں گے؟"

"ہاں، ضرور ملیں گے۔"

"بہت سے چاہنے والے تو بازار میں آتے ہیں، کیا تم مجھے وہاں بٹھانا چاہتے ہو؟"

سلمان نے ایک جھٹکے بریک لگایا پھر گھوم کر ایک طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا "تم نے میری محبت کو گالی کیوں دی۔ گیا میں بازار میں بٹھانے والا دلال ہوں۔"

"جب یہ گالی ہے تو تم نے کس زبان سے کہا کہ مجھے بہت سے چاہنے والے مل جائیں گے۔"

وہ ذرا سٹپٹایا پھر بولا "میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا۔"

"پھر کیا مطلب تھا؟"

"کیا ایک شریف لڑکی کے ہزاروں طلب گار نہیں ہوتے؟ کیا اس کے لئے درجنوں رشتے نہیں آتے؟"

"میں شریف زادی ہوتی تو تم ہاتھ نہ اٹھاتے۔ تم نے مجھے ایک گری پڑی چیز سمجھ کر مردانگی دکھادی۔ اب کسی اور کو دکھاؤ۔ خدا حافظ۔"

وہ کار سے باہر جانے کے لئے دروازہ کھولنا چاہتی تھی، سلمان نے بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ پھر تڑپ کر جانا چاہتی تھی، اس نے دونوں بازوؤں میں جکڑ کر کہا "وہ طمانچہ نہیں تھا، محبت تھی۔ میں تمہاری زبان سے بھی تمہارے لئے بازاری لفظ نہ سن سکا، بے اختیار میرا ہاتھ چل گیا۔ معافی مانگنا میرے مزاج کے خلاف ہے۔ میری محبت کو سمجھ سکتی ہو تو سمجھ لو۔"

وہ اس کے بازوؤں میں تڑپ کر ٹھنڈی پڑ گئی۔ عورت کو سمجھنا مشکل ہے کہ وہ کس طرح محبت کا اظہار چاہتی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے وہ خاموش رہ کر تڑپا رہی تھی اور سوچ رہی تھی وہ ابھی خودکشی کرے گا۔ یوں اپنا چاہنے والا محبت مانگتا ہے تو اچھا لگتا ہے۔ مگر چاہنے والے نے طمانچہ رسید کیا تو پتا چلا اس نے نفرت سے نہیں، عداوت سے نہیں بلکہ غیرت کے جوش میں ہاتھ اٹھایا تھا۔ یوں بھی جاہت کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ طمانچہ محبت سے بھرپور تھا۔

کئی گاڑیوں کے ہارن شور مچانے لگے۔ وہ دونوں ہڑبڑا کر الگ ہوگئے پتا نہیں کتنی دیر ہوگئی تھی۔ ان کے پیچھے گاڑیوں کی لائن لگ گئی تھی۔ وہ سب ہارن کی آوازیں سنا سنا کر آگے جانے کا راستہ مانگ رہے تھے۔ سلمان نے فوراً گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ وہ دونوں ایک دوسروں سے جھینپ رہے تھے۔ سلطانہ منہ پھیر کر کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔

دونوں کی یہ پہلی محبت تھی۔ سلمان کو راحیلہ کے ساتھ کبھی محبوبانہ انداز میں زندگی گزارنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ بابا صاحب نے اس سے شادی کی پیش کش کی تھی اور اس نے بڑی عقیدت سے اسے شریکِ حیات بنالیا تھا۔ محبوبانہ انداز کی زندگی اب نصیب ہو رہی تھی۔ اس نے کن انکھیوں سے سلطانہ کو دیکھتے ہوئے کہا "کچھ بولو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "کیا کہوں، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"کیسا ڈر؟"

"یہی کہ راحیلہ کسی وقت بھی تمہاری زندگی میں واپس آسکتی ہے۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔"

"تمہیں سمجھنا چاہئے، تم نے اسے طلاق نہیں دی ہے۔ تمہارے گھر کا اور زندگی کا دروازہ اس کے لئے کھلا ہے۔"

"چوبیس برس میں وہ نہ آئی، اب کیا آئے گی۔"

"عورت جب پچھتاتی ہے تو آخری سانسوں میں بھی واپس آتی ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ سلطانہ نے پوچھا "سچ بتاؤ، کیا اس کے لئے دل میں جگہ ہے؟"

"سچ کہتا ہوں، اس کے لئے دل میں جگہ ہی جگہ ہے۔ میں اپنی دنیا کا ایک ایک ذرہ اسے دینا چاہتا ہوں۔ اپنی بہاروں کا ایک ایک پھول اس کے قدموں میں بچھانا چاہتا ہوں۔ تمہاری زبان مبارک ہو اور وہ پچھتائے، واپس آجائے۔ سلطانہ! میرے جذبات کو اور میری عقیدت کو سمجھو، وہ میرے استاد محترم کی بیٹی ہے۔ مجھے اس سے بڑا کوئی انعام نہیں چاہئے۔ اس کے بدلے جنت بھی نہیں چاہئے۔ اگر اس کی گمراہی کی سزا میں مجھے جہنم میں بھیجا جائے تو میں اسے اپنے حصے کی جنت دے کر جہنم میں چلا جاؤں گا۔"

وہ بولی "آفرین ہے تمہاری عقیدت پر، تم بابا کے سچے شاگرد ہو، ایک بات بتاؤ کیا بیس برسوں میں تم نے اس سے ملاقات نہیں کی؟ اسے واپس لانے کی کوشش نہیں کی؟"

"ایک نہیں، ہزاروں بار اس کے دماغ میں جاچکا ہوں۔ اب بھی جاتا ہوں، اسے پیار سے سمجھاتا رہتا ہوں۔ وہ سمجھنا نہیں چاہتی۔ اس نے کئی طرح کے خطرناک علوم سیکھ لئے ہیں۔ وہ شیطانی علوم کے ذریعے جسے چاہتی ہے غلام بنالیتی ہے۔ جسے چاہتی ہے مار ڈالتی ہے۔ وہ جو چاہتی ہے وہ حاصل کرلیتی ہے۔ ایسی کالی قوتوں نے اسے مغرور بنادیا ہے۔ وہ مجھے تھوڑی دیر کے لئے دماغ میں آنے دیتی ہے پھر سانس روک کر مجھے دور گرویتی ہے۔"

"میں عورت کی فطرت کو خوب سمجھتی ہوں۔ جب اسے معلوم ہوگا کہ تم مجھ سے شادی کرنے والے ہو تو وہ حسد اور سوتا پے کی آگ میں جلے گی۔ وہ تمہارے قریب مجھے برداشت نہیں کرے گی۔ تمہیں اپنے پاس بلالے گی یا تمہارے پاس چلی آئے گی، یا پھر مجھے نقصان پہنچا کر راستے سے ہٹالے گی۔"

"وہ تھوڑی دیر کے لئے مجھے اپنے دماغ میں اس لئے آنے دیتی ہے کہ شاید میں اس کے پاس ہمیشہ کے لئے آجاؤں، لیکن میں اسے خیر و شر کا فرق سمجھا کر آجاتا ہوں۔ یہ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ وہ شیطانی ماحول کو چھوڑ کر میرے پاس نہیں آئے گی۔ ہاں تمہارا یہ اندیشہ درست ہے کہ وہ تمہیں نقصان پہنچاسکتی ہے۔"

"میرے بابا نے ہم دونوں بہنوں کو نوری کہا ہے۔ اس لئے مجھ پر بھی کالا جادو اثر نہیں کرے گا۔ میرا مقصد چھیڑنے کا بھڑکا کر واپس لاسکتے ہیں۔"

"یعنی تم چاہتی ہو کہ ہماری شادی کا اعلان ہو اور وہ تمہارے جلاپے میں واپس آئے؟"

"میں یہی چاہتی ہوں۔"

"کمال ہے! تم ایک سوکن کو برداشت کرو گی؟"

"وہ صرف سوکن نہیں، ایک عظیم قابلِ احترام ہستی کی صاحبزادی ہے۔ بابا فرید واسطی مرحوم نے میرے والد کو ڈاکو سے فرشتہ بنادیا تھا۔ انہیں خدا کا محبوب بندہ بنادیا تھا، کیا میں ان کی صاحبزادی کو دل و جان سے قبول نہیں کروں گی؟"

"تم بہت ہی خوبصورت اور تعبیری جذبوں کی مالک ہو۔ تم نے مجھے خوش کردیا ہے لیکن میں تمہارے ساتھ شادی کا اعلان نہیں کروں گا۔ بڑی گڑبڑ ہوجائے گی۔"

"کیسی گڑبڑ؟"

"میں نے سپر ماسٹر کا عمدہ اس لئے بھی قبول کیا ہے کہ جو شخص سپر ماسٹر ہوتا ہے، اسے راز میں رکھا جاتا ہے۔ اس کی تصویر بھی اخبارات میں شائع نہیں ہوتی۔ وہ ریڈیو کے ذریعے آواز نہیں سناتا۔ ٹی وی کی اسکرین پر اپنی صورت نہیں دکھاتا۔ یہی وجہ ہے کہ راحیلہ اور اس کی ماں ساراٹی کو میرے سپر ماسٹر ہونے کا علم نہیں ہے۔ وہ ماں بیٹی مجھے صرف سلمان واسطی کی حیثیت سے جانتی ہیں۔ میں نے یہاں کے جنرل اور اعلیٰ حکام سے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ میری شادی کی بھی کوئی تصویر نہیں اتاری جائے گی اور نہ ہی اخبارات میں کوئی خبر شائع ہوگی۔ ہم راحیلہ تک اپنی شادی کی خبر پہنچا کر اسے واپس آنے کے لئے بھڑکائیں گے تو وہ میری زندگی میں آکر میری بہتیری مصروفیات کو سمجھتے ہوئے سپر ماسٹر کے عہدے کو سمجھ لے گی پھر کبھی انتقاماً انکشاف کرے گی کہ سپر ماسٹر ارے ارے دراصل مسلمان ہے اور اس کا نام سلمان واسطی ہے۔"

"اوہ، میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ ہمارا اتنا بڑا راز ظاہر ہوجائے گا۔"

"بابا صاحب نے تاکید کی تھی کہ میں راحیلہ کو صرف نصیحتیں کرتا رہوں۔ اسے جبراً اپنی زندگی میں نہ لاؤں ورنہ نقصان اٹھاؤں گا۔ شاید انہوں نے ایسے ہی حالات کو سمجھتے ہوئے مجھے تاکید کی تھی۔"

سلطانہ سوچنے لگی۔ بابا صاحب کے حوالے سے راحیلہ قابلِ عزت تھی لیکن کسی وقت بھی بہت بڑی مصیبت بن سکتی تھی۔ اس پہلو پر اچھی طرح غور کرنا تھا کہ یہ شادی راز میں رکھی جاسکے گی یا نہیں؟ وہ سلمان سے یہ سوال کرنا چاہتی تھی۔ وہ بولا "میں سپر ماسٹر کی حیثیت سے خیال خوانی کرنا چاہتا ہوں۔ تم اسٹیئرنگ سنبھالو۔"

اس نے کار روک دی، جگہ تبدیل کرلی۔ سلطانہ نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر کار اسٹارٹ کی۔ سلمان نے خاص

ماتحت کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "کیا رپورٹ ہے؟"

ماتحت نے کہا "سر' سلطانہ کے بیڈ روم کی الماری سے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات حاصل ہوئے ہیں۔ ان کی فوٹو اسٹیٹس متعلقہ انکوائری کے شعبوں اور انٹیلی جنس کے دفاتر میں پہنچادی گئی ہیں۔ ترکی کے سفارت خانے سے رابطہ قائم ہے۔ جلد ہی معلوم ہوجائے گا کہ وہ استنبول میں کیسی زندگی گزارتی آئی ہے۔"

"سلطانہ ہمارے ملک میں کیا کررہی ہے؟"

"ایک مقامی اخبار سے منسلک ہے۔ بڑی زبردست رپورٹر ہے۔ پچھلے دنوں اس نے ایک اہم سیاسی شخصیت کے متعلق ایک چونکا دینے والی خبر حاصل کی تھی۔ اخبار کے مالکان اس سے بہت خوش ہیں۔ اس دفتر کے لوگوں کا بیان ہے کہ وہ خشک مزاج لڑکی ہے' کسی سے دوستی نہیں کرتی۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"جنرل صاحب آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے جنرل کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر پوچھا "آپ نے مجھے یاد کیا ہے؟"

جنرل نے مسکرا کر پوچھا "تمہارا عشق کیسا چل رہا ہے؟"

"میں نہیں جانتا کہ عشق کیا ہوتا ہے' صرف اتنا جانتا ہوں کہ سلطانہ مجھے بہت پیاری لگتی ہے۔ جب اس کے متعلق انکوائری مکمل ہوجائے گی اور آپ لوگوں کو کسی طرح کا کوئی اعتراض نہیں ہوگا تو میں اسے شریک حیات بنا کر ہمیشہ ساتھ رکھوں گا۔"

"یعنی وہ جادو کررہی ہے؟"

"شاید اسے جادو کہا جاتا ہوگا لیکن آج آپ کی گفتگو میں شوخی کیوں ہے؟ شوخی بھی ایسی جس کے پیچھے طنز چھپا ہوا ہے۔"

"میری گفتگو میں یہ قدرتی تبدیلی ہے۔ ہم فوجی طرز کی زندگی گزارنے والے عشق کو نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ تم بھی اپنے عشق سے پورے ملک کو نقصان پہنچانے والے ہو۔"

سلمان ذرا سنبھل کر بیٹھ گیا پھر بولا "بات کیا ہے؟"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا' سلطانہ کے دماغ میں گھس کر اس کے متعلق معلومات حاصل کرو۔ میرے شبے کی کسی حد تک تصدیق ہورہی ہے۔"

"آپ ذرا وضاحت سے بتائیں۔"

"سلطانہ کے بنگلے میں تلاشی لینے والوں میں میرا بھی ایک خاص جاسوس موجود ہے۔ اس نے پندرہ منٹ پہلے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا' اس کی الماری سے برسوں پہلے کا بوسیدہ سا خط برآمد ہوا ہے۔ خط کی تحریر عربی زبان میں ہے۔ جاسوس کو اس بات نے شبے میں مبتلا کیا کہ ایک ترکی لڑکی جو ترکی اور انگریزی جانتی ہے' اسے عربی زبان میں کس نے خط لکھا ہے۔ اس شبے کی وجہ سے اس نے وہ خط ایک ماہر تحریر کو دیا۔ انٹیلی جنس کے شعبے میں کئی بوڑھے ماہرین ہیں جن کے ذہنوں میں پرانے ریکارڈز موجود ہیں۔ جانتے ہو ایک بوڑھے ماہر نے کیا رپورٹ دی ہے؟"

"آپ سسپنس میں مبتلا کررہے ہیں۔"

"اس نے رپورٹ دی ہے کہ وہ خط کوئی دس یا بارہ برس پہلے لکھا گیا ہے اور تحریر شیخ الفارس غلام البرقی کی ہے۔"

سلمان کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ایک دم سے خطرہ سر پر منڈلانے لگا تھا۔ وہ فوراً ہی رابطہ ختم کرکے سلطانہ کو خطرے سے آگاہ نہیں کرسکتا تھا۔ ایسا کرنے سے جنرل کو اس پر شبہ ہوتا۔ جنرل نے پوچھا "سپر مائنڈ! ارے! خاموش کیوں ہوگئے؟"

"آپ نے بہت ہی زبردست چونکا دینے والی اطلاع دی ہے۔ میں اپنے پاس بیٹھی ہوئی سلطانہ کو دیکھ رہا ہوں تو یقین نہیں آرہا ہے۔"

جنرل نے کہا "مجھے بھی یقین نہیں آرہا ہے۔ میں نے واشنگٹن ہیڈ آفس والوں سے کہا ہے کہ شیخ الفارس کی زندگی میں ہم سے جو خط و کتابت ہوتی رہی ہے' وہ تمام کاغذات نکالے جائیں۔ شاید ان میں عربی زبان کا کوئی خط نکل آئے ہمارے سفارت خانے سے ایک ماتحت اسلامی ملک کو بھی فیکس کے ذریعہ کہا گیا ہے کہ ان کے پاس شیخ الفارس کی تحریر ہو تو فوراً یہاں پہنچائی جائے۔ اس سے موازنہ کرنے کے بعد ہی ماہر تحریر کی رپورٹ کی تصدیق ہوگی۔"

سلمان نے جنرل کی باتوں کے دوران اس کے چور خیالات پڑھے' اس اسلامی ملک کا نام معلوم کیا جہاں سے رپورٹ آنے والی تھی۔ وہ اس ملک کے شاہ سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس نے جنرل سے کہا "جب تک رپورٹ کی تصدیق نہیں ہوگی میں سلطانہ پر نظر رکھوں گا۔ ابھی اسے کسی قسم کا شبہ نہیں ہونا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے' مجھ سے رابطہ کرتے رہو۔"

وہ جنرل کے دماغ سے نکل کر شاہ کے پاس پہنچا' وہاں فیکس سے شیخ الفارس مرحوم کی تحریر کا مطالعہ پہنچ گیا تھا۔ شاہ نے متعلقہ شعبے کے انچارج کو حکم دیا تھا۔ سلمان نے شاہ کے ذریعے انچارج تک رسائی حاصل کی۔ وہ ایک ریکارڈ روم میں بیٹھا پرانی فائلیں نکال کر شیخ مرحوم کی کوئی تحریر تلاش کررہا تھا۔ ایک فائل میں ان کی تحریر نظر آئی۔ سلمان نے انچارج کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں لیا۔ اس سے ایک کاغذ پر وہی تحریر عربی زبان میں لکھوائی۔ نیچے شیخ مرحوم کے دستخط کرائے پھر فائل بند کراکے اسے الماری میں رکھوادیا۔ وہ تحریر ایک خاص درباری ملازم کے ذریعے شاہ تک پہنچادی پھر انچارج کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پریشان ہوکر سوچنے لگا "میں ابھی کیا کررہا تھا؟ میں نے شاہ کے پاس غلط تحریر بھیجی ہے۔"

سلمان نے اس کی سوچ میں کہا "شاہ کو یا امریکی حکام کو نہیں معلوم ہوگا کہ وہ شیخ مرحوم کی تحریر نہیں ہے۔ میرے پاس سے جو رپورٹ جائے گی وہی مصدقہ ہوگی۔ اگر میں شاہ کے سامنے غلط رپورٹ کا اعتراف کروں گا تو میری گردن اڑادی جائے گی۔"

اس نے قائل ہوکر سوچا' میں اپنی زبان بند رکھوں گا لیکن میں نے ایسا کیوں کیا؟ کیا میرے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا تھا؟

اس نے سوچ کے ذریعے آواز دی "میرے اندر کوئی ہے تو مجھے بتائے کہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟"

اس نے دو چار بار پوچھا پھر کوئی جواب نہ ملنے پر خاموش ہوگیا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ کر بھی کیا سکتا ہے۔ اس کے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا ہو یا نہ آیا ہو' وہ ایک غلط تحریر کے ذریعے شاہ کو دھوکا دے چکا تھا اور یہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ سچ بولنے پر خود دماغ شاہ کسی ٹیلی پیتھی کو تسلیم نہیں کرے گا' اس کی گردن اڑانے کا حکم صادر کردے گا۔ سلمان اس کی طرف سے مطمئن ہو کر واشنگٹن کے ایک افسر کے پاس پہنچا اس کے ذریعے ریکارڈ روم میں آیا۔ پتا چلا وہاں شیخ مرحوم کا کوئی خط عربی زبان میں نہیں ہے....

جب وہاں سے بھی اطمینان ہوگیا تو اس نے سلطانہ سے کہا "تم نے بہت بڑی حماقت کی ہے۔"

"اتنی دیر بعد تمہیں خیال خوانی سے فرصت ملی ہے؟"

"تمہاری ایک حماقت پر پردہ ڈالنے میں اتنی دیر لگ گئی۔"

"مجھے بار بار احمق کہہ رہے ہو' بات کیا ہے؟"

"تم نے اپنے والد مرحوم کا خط الماری میں کیوں رکھا تھا؟"

وہ حیرانی سے بولی "میرے بابا کا خط' وہ الماری میں ہے؟"

"اس کا مطلب ہے تم الماری میں خط رکھ کر بھول گئیں۔ ایسی ہی بھول انسان کو بہت بڑا نقصان پہنچاتی ہے۔"

وہ تفصیل بتانے لگا کہ کس طرح عربی زبان کا ایک خط ماہر تحریر تک پہنچا۔ ان کی رپورٹ نے بتایا کہ وہ شیخ مرحوم کی تحریر ہے۔ یہ رپورٹ جنرل کے پاس آئی پھر ایک شاہ اور واشنگٹن کے ایوانوں تک پہنچی۔ سلمان نے کتنی تیزی سے اس رپورٹ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب انٹیلی جنس والے چوبیس گھنٹے سلطانہ کی نگرانی کریں گے اور اسے امریکا سے باہر جانے نہیں دیں گے۔

سلطانہ یہ سن کر ہنسنے لگی' سلمان نے پوچھا "میں نے کوئی لطیفہ سنایا ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے' میں یہ سوچ کر خوش ہورہی ہوں کہ تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔ مجھے خطرے سے دوچار ہوتے دیکھ کر برق رفتاری سے حرکت میں آگئے' ہر وہ راستہ بند کردیا جہاں سے مجھ پر شبے کی تصدیق ہوسکتی تھی۔ اتنی محنت کرنے سے پہلے تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔"

"تمہیں بتانے میں وقت ضائع ہوتا۔"

"ضائع نہیں ہوتا' میرے دیوانے محبوب! وہ میرے بابا جانی کا خط نہیں تھا۔"

اس نے چونک کر پوچھا "کیا کہہ رہی ہو؟"

"کیا تم مجھے اتنا نادان سمجھتے ہو کہ بابا جانی کا خط ہوتا تو اسے الماری میں چھوڑ آتی۔ جبکہ جانتی تھی کہ پورے بنگلے کی تلاشی لی جانے والی تھی۔"

سلمان نے ایک لمبی سانس کھینچ کر چھوڑتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھ گیا' لیلیٰ نے تمہیں خط لکھا ہوگا۔"

"تم اتنے سمجھ دار نہیں ہو۔ پتا نہیں کس نے تمہیں سپر ماسٹر بنادیا ہے۔"

"اب میں یہ تو نہیں سوچوں گا کہ عرب میں تمہارا کوئی عاشق رہتا ہے جو عربی زبان میں خط لکھتا ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "وہ خط میں نے خود لکھا ہے اور نیچے لیلیٰ کا نام لکھ دیا ہے۔"

"تم تلاشی لینے والوں کو دھوکا دینا چاہتی تھیں؟"

"ہاں' خط میں لیلیٰ کی طرف سے لکھا ہے' میری پیاری سہیلی! یہ سن کر خوشی ہوئی کہ تم کسی مسٹرارے رے سے محبت کرتی ہو' وہ بھی تمہیں دل و جان سے چاہتا ہے اور جلد ہی تمہاری شادی ہونے والی ہے۔ اس خوشی کے موقع پر تمہیں ایک نصیحت کرتی ہوں۔ عورت کو اپنے شوہر کے رنگ میں رنگ جانا چاہئے۔ تمہیں شادی کے بعد اپنی ترکی کو بھول کر اپنے شوہر کے ملک اور قوم سے محبت کرنی چاہئے اور اسی ملک کی وفادار بن کر رہنا چاہئے۔ اپنے شوہر سے بے انتہا محبت کرنے کے لئے تمہیں اپنا مذہب چھوڑ کر اس کا مذہب قبول کرلینا چاہئے۔ اسی طرح آپس کے تمام اختلافات ختم ہوجاتے ہیں۔ میاں بیوی خوشحال زندگی گزارتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔"

سلمان نے مسکراتے ہوئے کہا "تم نے خوب چال چلی ہے' ہمارے جنرل اور اعلیٰ حکام کو زبردست کھن لگایا ہے۔ تم پر سے شبہ اٹھ جائے گا۔ چلو جلدی سے عیسائیت قبول کرلو۔"

"توبہ' خدا نہ کرے کہ میں اپنے اللہ اور رسول سے پھر جاؤں۔ اس سے پہلے مرجانا پسند کروں گی۔"

"اور جو تم لوگوں نے مجھے عیسائی بنا رکھا ہے؟"

"تم تو قالی کے بینگن ہو' کبھی لڑھک کر ہماری طرف آتے ہو کبھی جنرل کی گود میں چلے جاتے ہو۔"

"میں ایسا ہوں تو مجھ سے محبت کیوں کرتی ہو؟"

"مجھے کھانے میں چینگن پسند ہیں۔"

وہ ہنسنے لگا پھر بولا "میں ابھی جنرل کے پاس سے آتا ہوں۔"

"مسٹر سونیا کے پاس بھی جاؤ۔ انہیں ہماری ضرورت ہو سکتی ہے۔"

"انہیں کبھی ہماری ضرورت نہیں ہوتی۔ ہمیں ہی ان کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ ویسے لیلیٰ کا ان سے برابر رابطہ رہتا ہے۔"

"تم بھی رابطہ کرو گے تو کیا فرق پڑ جائے گا؟"

"تم بھی تو جا سکتی ہو؟"

"دیکھتے نہیں میں کار چلا رہی ہوں' حادثے کا شوق ہے تو پولو' خیال خوانی شروع کر دو۔"

"اچھا بھئی' مسٹر کے پاس بھی جاؤں۔ ابھی سے یہ حال ہے شادی کے بعد تو ہر معاملے میں پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جایا کرو گی۔"

"ابھی شادی نہیں ہوئی ہے' اچھی طرح سوچ لو۔"

"جب سوچ کر محبت نہیں کی تو شادی کے لئے کیا سوچنا۔ کود پڑا آتش نمرود میں عشق۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جنرل کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "وہ عربی خط ہمیں گمراہ کر رہا ہے۔ ابھی میں نے سلطانہ سے باتوں ہی باتوں میں پوچھا کہ وہ کتنی زبانیں جانتی ہے۔ اس نے بتایا' ترکی' انگریزی اور فرانسیسی۔ لبنان میں اس کی ایک سہیلی رہتی ہے جس کا نام لیلیٰ ہے' اس کی صحبت میں اس نے تھوڑی عربی سیکھی ہے۔ وہ عربی زبان سمجھ لیتی ہے' پڑھ لیتی ہے۔ اس کی سہیلی نے اس زبان میں ایک خط بھی لکھا ہے جو اس کی الماری میں رکھا ہے۔"

جنرل نے پوچھا "اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ شیخ مرحوم کا خط نہیں ہے؟"

"اس کی تصدیق ماہرین کر سکتے ہیں میں نے تو سلطانہ کا بیان سنایا ہے۔"

"واشنگٹن سے اطلاع ملی ہے کہ ان کے ریکارڈ میں کوئی عربی خط نہیں ہے۔"

"آپ نے کسی اسلامی ملک کے شاہ سے مطالبہ کیا تھا۔"

"ہاں وہاں سے بھی رپورٹ ملنے والی ہے۔"

اسی وقت جنرل کے دماغ سے ٹک ٹک ٹک کی آوازیں تین بار ابھریں' اس نے کہا "سپر ماسٹر ارے رے! تم ابھی جاؤ آدھے گھنٹے بعد رابطہ قائم کرو۔"

سلمان دماغ سے نکل آیا' سلطانہ سے بولا "ابھی میں نے جنرل کے دماغ میں ٹک ٹک ٹک کی آواز کا اشارہ سنا ہے۔ جنرل نے اسے سنتے ہی دماغ سے جانے کے لئے کہہ دیا۔ اس کا مطلب ہے' ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی دوسرا بھی اس سے باتیں کرتا ہے۔ اس کا کوئی خاص جاسوس ہے۔"

"تم اس کے دماغ میں چھپ جاؤ۔"

"وہ یوگا کا ماہر ہے۔"

"یہ تو میں جانتی ہوں' اگر کوئی دوسرا دماغ میں ہوگا تو جنرل تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

"اگر کوئی دوسرا نہ ہوا تو؟"

"دوسرا نہیں۔ میرا اشارہ کیا تھا؟ تم خطرہ مول لو۔"

سلمان نے [illegible] لے کر خیال خوانی کی پرواز کی' جنرل کے دماغ میں [illegible] وہاں کوئی بول رہا تھا جس کے جواب میں جنرل نے غصے سے پوچھا "تم نے رپورٹ دینے میں اتنی دیر کیوں کی؟"

وہ بولا "سر! میں کیا کر سکتا ہوں۔ آپ نے مجھے دیر سے شاہ کی آواز سنائی تھی۔ شاہ کے ذریعے ریکارڈ انچارج تک پہنچنے میں کچھ وقت لگ گیا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ اس نے شیخ مرحوم کا اصل خط نہیں بھیجا ہے۔ اپنے ہاتھ سے نقل کرنے کے بعد شاہ کو دیا اور ایسا اس نے کسی مقصد کے بغیر بے اختیار کیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے اپنا معمول بنا لیا تھا۔"

"تم شیخ الفارس کا خط فوراً روانہ کراؤ۔"

"میں نے انچارج کے دماغ پر قبضہ جما کر شیخ الفارس کے اصل خط کے ساتھ اسے شاہ کے سامنے پہنچا کر اس سے جرم کا اعتراف کرا لیا ہے۔ شاہ نے اس کی موت کا حکم سنا کر اصلی خط یہاں روانہ کر دیا ہے۔"

جنرل نے کہا "تعجب ہے۔ سونیا کے خیال خوانی کرنے والے کتنی جلدی ہمارے خفیہ معاملات تک پہنچ جاتے ہیں مارٹن! تم بھی خیال خوانی کرتے ہو۔ مگر تم میں اتنی چالاکی نہیں ہے۔ دشمنوں سے بھی کچھ سیکھا کرو۔"

"سر! میں نے بہت کچھ سیکھا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سونیا کی ایک ہی زبردست چالاکی کامیاب ہو رہی ہے۔ اس نے ہمارے آپ کے قریب کوئی ایسا جاسوس رکھا ہے جو ہمارا اپنا بن کر ہمارے اندرونی راز معلوم کرتا ہے اور انہیں سونیا تک پہنچاتا ہے۔ یا ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے کسی اہم آدمی کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔"

"تمہاری دوسری بات درست لگتی ہے۔ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے کسی اہم آدمی کے ذریعے معلومات حاصل کرتا ہے اسی لئے اتنی جلدی وہ شاہ اور انچارج کے پاس پہنچ گیا تھا۔"

"سر! اب آپ تجزیہ کریں' سلطانہ کی الماری سے عربی والے خط کا علم کتنے لوگوں کو تھا؟"

"میرا وہ خاص جاسوس جو الماری سے خط لے کر آیا ہے دوسرا میں ہوں' تیسرا سپر ماسٹر ارے رے اور چوتھے تم ہو۔ کسی پانچویں کو اس کا علم نہیں ہے۔"

"جناب! گستاخی معاف کریں تو میں عرض کروں۔ ہم چاروں میں سے کوئی غدار ہے یا اپنی لاعلمی میں دشمن کا آلۂ کار بنا ہوا ہے۔"

"تم نے تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ فکر کے مارے میرا دم گھٹ رہا ہے۔ کوئی غدار ہمارے اتنے قریب ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ دوسرے اہم راز بھی جانتا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوگا کہ ہم نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہاں چھپایا ہے اور ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی وقت بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے۔"

"جی ہاں جناب! ہم زبردست نقصانات سے دوچار ہونے والے ہیں' ہمیں فوراً ہی کچھ کرنا ہوگا۔"

"یہ مت بولو کہ کچھ کرنا ہوگا۔ یہ بتاؤ کہ کیا کرنا ہوگا؟"

"سر! مجھے سوچنے کا موقع دیں' اس سلسلے میں سپر ماسٹر کی ذہانت کام آئے گی۔"

"اس کی ذہانت خاک ہو رہی ہے۔ عشق نے اسے نکما کر دیا ہے۔ اگر سلطانہ دشمن ثابت ہوئی تو سابق سپر ماسٹر کی طرح اس سپر ماسٹر ارے رے کو بھی گولی مار دوں گا۔"

"جناب! فی الحال مسٹر ارے کی کوئی غلطی ظاہر نہیں ہوئی ہے' آپ اس سے بات کر کے دیکھیں۔"

"اگر وہی غدار ہوا تو؟"

"ابھی تو آپ مجھ پر بھی شبہ کر سکتے ہیں۔ آپ خود پر بھی شبہ کریں' کوئی دشمن آپ کی لاعلمی میں آپ کے دماغ پر قبضہ جما سکتا ہے۔"

"یو شٹ اپ! میں فولادی دماغ رکھتا ہوں' کوئی میری اجازت کے بغیر میرے اندر نہیں آ سکتا۔"

"کیا آپ پچھلے دنوں بیمار نہیں ہوئے تھے؟ چند گھنٹوں کے لئے' سہی آپ کا دماغ ذرا سا بھی کمزور نہیں ہوا تھا؟ کیا دشمن آپ کے دماغ میں نہیں آ سکتے تھے؟"

"تم محض خیال قائم کر رہے ہو۔"

"آپ بھی سپر ماسٹر ارے کے خلاف صرف خیال قائم کر رہے ہیں۔ ابھی تک اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملا ہے۔ سوری ٹو سے سر! میں اپنے ملک کو کسی بھی تباہی سے بچانے کے لئے آپ پر بھی شبہ کر سکتا ہوں۔"

وہ قائل ہو گیا مگر افسردہ شان سے بولا "اچھا اچھا زیادہ نہ بولو' میں ابھی ماسٹر ارے رے سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔"

سلمان اس کے دماغ میں واپس آ گیا۔ سلطانہ کو نئے خطرے کے متعلق بتانے لگا۔ پھر اس نے کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جنرل میری لاعلمی میں مارٹن رسل سے کام لے رہا ہوگا۔"

سلطانہ نے پوچھا "یہ وہی مارٹن رسل ہے نا' جو جبرئیل گراٹ کے دماغ میں چھپا رہتا تھا اور اسے پارس کے خلاف بھڑکاتا رہتا تھا؟"

"ہاں یہ وہی مارٹن رسل ہے۔"

"شاہ کے پاس سے بابا جانی کا اصل خط آئے گا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کیونکہ میری تحریر بابا جانی سے مختلف ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر دوسرا پہلو دیکھو۔ میرا اس انچارج کے دماغ میں جانا غلط ہوا۔ اس سے جنرل کو یقین ہو گیا کہ ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا اس کے بہت قریب ہے۔"

"تم بہت جلد باز ہو۔ مجھ سے اس خط کا ذکر نہیں کیا' پہلے انچارج کے پاس چلے گئے۔ میں نے پہلی بار تمہیں ایسی غلطی کرتے دیکھا ہے۔"

"جنرل ٹھیک کہتا ہے کہ عشق نے مجھے نکما کر دیا ہے۔ میں تمہارے تحفظ کے لئے ادھر دوڑ پڑا تھا۔"

"اب تم دوسری غلطی کر رہے ہو۔"

"وہ کیا؟"

"کتنی دیر سے کہہ رہی ہوں کہ مسٹر سونیا کے پاس جاؤ۔ حالات بتا رہے ہیں کہ ہم کسی بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہیں۔"

"میں ابھی جاتا ہوں۔"

"وہ جانہ سکا' جیب میں رکھے ہوئے ٹرانسمٹر سے اشارہ موصول ہوا تھا۔ اس نے ٹرانسمٹر نکال کر اسے آپریٹ کیا۔ پھر کوڈ ورڈز ادا کر کے پوچھا "کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "آپ جنرل صاحب سے رابطہ کریں۔"

اس نے ٹرانسمٹر کو آف کرتے ہوئے کہا "ایسی مصروفیات ہیں کہ مسٹر کے پاس جانے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ تم کسی اسنیک بار کے سامنے کار روک کر کافی پینے کے بہانے مسٹر کے پاس جاؤ۔ میں جنرل کے پاس جا رہا ہوں۔"

وہ جنرل کے پاس گیا۔ جنرل نے اسے بتایا کہ شاہ کے ریکارڈ روم میں جو انچارج ہے اس کے دماغ میں کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا گیا تھا۔ اس نے شیخ الفارس کے خط کے بارے میں بھی دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ اس کے باوجود اصل خط میرے پاس پہنچنے والا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے' دشمن کو اتنی جلدی کیسے معلوم ہو گیا کہ میں نے فلاں ملک کے شاہ سے شیخ الفارس کی تحریر مانگی ہے؟"

سلمان نے کہا "یہ سوال تشویش پیدا کرتا ہے کہ کوئی دشمن ہمارے بہت قریب یا ہمارے اندر رہتا ہے۔"

"کیا تم نے سلطانہ کو کسی شاہ کے متعلق بتایا تھا؟"

"میں بھلا کس شاہ کا ذکر کرسکتا ہوں۔ آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ کس ملک کے شاہ سے شیخ الفارس کا کوئی خط طلب کیا گیا ہے۔"

جنرل نے قائل ہو کر کہا "ہاں میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا۔ مگر تمہارا کیا خیال ہے ہمارے درمیان کوئی غدار ہے؟"

"ہمیں صرف غدار کو تلاش نہیں کرنا ہے۔ سونیا کی کسی کمزوری کو یا اس کے کسی ساتھی کو اپنی گرفت میں رکھنا ہے تاکہ وہ کبھی ہمیں تباہی کے دہانے پر لائے تو ہم اس کی کمزوریوں کو سامنے لاکر اپنا بچاؤ کرسکیں۔"

"ایسی کوششیں ہم کرتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن تمام ذرائع استعمال کرنے کے باوجود ہم سونیا ثانی اور علی تیمور کو قیدی نہ بناسکے۔"

"کب تک ناکامی ہوگی۔ آخر ہمارے حصے میں بھی کامیابی آئے گی۔"

"کامیابی کا انتظار کرنے کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ تم ابھی سلطانہ کے دماغ کو کمزور بناؤ اور اس کے چور خیالات پڑھو۔ مجھے یقین ہے 'ہمارے اندر چھپا ہوا غدار ظاہر ہوجائے گا۔"

"آپ سلطانہ پر کیوں شبہ کررہے ہیں؟"

"کیا تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کی الماری سے برآمد ہونے والے خط کا موازنہ شیخ الفارس کی تحریر سے کیا جانے والا تھا۔ دشمن نے اس سے پہلے ہی انچارج کے دماغ میں جاکر اسے گمراہ کیا۔ یعنی دشمن نہیں چاہتے تھے کہ سلطانہ کی الماری سے پائے جانے والے خط کا موازنہ شیخ الفارس کی تحریر سے کیا جائے۔ جب وہ ایسا نہیں چاہتے تو پھر یقینی بات ہے کہ وہ سلطانہ سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔"

"ہاں' اس پہلو سے اس پر شبہ ہوتا ہے۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں' عشق نے تمہارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم کردی ہے' تمہیں سپرماسٹر کے عہدے سے چھٹی کرلینی چاہئے۔ بہرحال ابھی دس منٹ کے اندر رپورٹ دو کہ سلطانہ کے دماغ سے کیا کچھ معلوم ہوا ہے۔ اس کا دماغ کمزور کرتے ہی مجھے اطلاع دینا۔ اس کے بعد اس کے چور خیالات پڑھتے رہنا۔ جاؤ صرف دس منٹ میں آؤ۔"

"یہ وقت نکلنی نہیں ہے۔ سلطانہ نے ایک اسٹیک بار کے سامنے گاڑی روکی ہے ہلکا ناشتا کرنے اور کلنی پینے کے بعد آگے بڑھے گی۔ میں راستے میں اسے ٹریپ نہیں کرسکوں گا۔"

"تم فضول سی باتیں کررہے ہو۔ اسے کہو گھر جاکر کلنی پئیں گے۔"

"اس نے سینڈوچ کھانا شروع کردیا۔ کیا میں اس کا کھانا چینج کرجبرا اسے پنگلے میں لے جاؤں۔"

"تم نہ لے جاؤ۔ میں ابھی اپنے ذرائع سے اس کا دماغ کمزور بناؤں گا۔"

سلمان نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا "واقعی مصیبت آرہی ہے۔ جنرل کی ضد ہے کہ تمہارے دماغ کو کمزور بناکر تمہارے چور خیالات پڑھے جائیں۔ ایسے وقت مارٹن رسل بھی تمہارے اندر پہنچنا چاہے گا۔ ہم جنرل کو کسی طرح دھوکا نہیں دے سکیں گے۔"

"وہ مجھے کس طرح کمزور بنانے کو کہہ رہا ہے؟"

"کہہ رہا تھا' اپنے ذرائع استعمال کرے گا۔ اس کا مطلب ہے' اس کے آدمی ابھی تم پر حملہ کریں گے۔ تمہیں زخمی کیا جاسکتا ہے یا کسی دوا کے ذریعے کسی اعصابی کمزور میں مبتلا کیا جاسکتا ہے۔ ٹھہرو میں دیکھتا ہوں کہ اس سلسلے میں میرے ماتحت کیا کررہے ہیں؟"

سلمان کے ماتحت بھی جنرل کے محکوم تھے۔ اسی کے حکم سے سلطانہ کا تعاقب کررہے تھے۔ خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچنے سے معلوم ہوا' اسے ٹرانسمٹر کے ذریعے ہدایات دی جارہی ہیں کہ سلطانہ کو جلد سے جلد کسی طرح ٹریپ کیا جائے اور اس کے دماغ کو کمزور بنایا جائے۔ سلمان نے سلطانہ سے کہا "وہ ابھی آرہے ہیں۔ اسی کار میں تمہیں گھیر لیں گے اور ایک انجکشن لگائیں گے۔ انہیں یقین ہے کہ میں مداخلت نہیں کروں گا۔"

وہ بولی "ٹھیک ہے میری بے بسی کا تماشا دیکھتے رہنا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ کوئی تمہیں ہاتھ لگائے اور میں خاموش رہوں گا! میں ایک ایک کو گولی مار دوں گا' سپرماسٹر کے عہدے پر لعنت بھیج دوں گا۔ میرے جیتے جی کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"تمہاری باتیں سن کر میں اپنی قسمت پر ناز کررہی ہوں۔ واقعی مجھے دل و جان سے چاہتے ہو لیکن تم بدستور سپرماسٹر رہو گے' میری حمایت میں کچھ نہیں کرو گے۔ دشمنوں کو آنے دو' میرے دماغ کو کمزور ہونے دو۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ کیا دماغ چل گیا ہے؟"

"نہیں' میں ابھی سسٹر سے مشورہ لینے گئی تھی۔ انہوں نے کہا ہے مجھے دماغی کمزوری میں مبتلا ہو کر دشمنوں کی حسرت پوری کرنی چاہئے۔"

سلمان حیرانی سے اور سوالیہ نظروں سے اپنی محبوبہ کو دیکھنے لگا پھر اس نے سوچا' سونیا جب بھی چلتی ہے الٹی چال چلتی ہے لیکن نتیجہ خاطر خواہ نکلتا ہے۔ یقیناً اس الٹی چال سے جنرل کی کھوپڑی اگلنے والی تھی۔

○☆○

میں اسکندریہ کے ایک ریستوران میں بیٹھا ہوا تھا۔ ہا نہیں کتنی دیر ہوگئی تھی۔ اتنی دیر تک میں خیال خوانی میں مصروف رہا تھا۔ الپا کے اندر رہ کر اسے اور پارس کو لبنان کی سرحد پار کرانا چاہتا تھا۔ جب وہ دونوں بیلی کاپٹر میں سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہوگئے تو میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔

میں باہر کسی پبلک مقام پر خیال خوانی کرتے وقت محتاط رہتا ہوں۔ آس پاس ہلکی سی آہٹ ہوتی ہے تو چونک جاتا ہوں۔ لیکن اس بار الپا نے میرے بیٹے کو بڑا پریشان کیا تھا۔ اس سے دشمنی بھی کرتی تھی۔ اس لئے میں خیال خوانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اتنا محو ہوگیا تھا کہ اپنے قریب کسی کو محسوس نہیں کرسکا۔ جب دماغی طور پر ریستوران کے کیبن میں داخل ہوا تو ایک حسین دوشیزہ کو دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لی' تقدیر نے میرے کوٹے میں عورتوں کی حاضری زیادہ رکھی تھی۔ میں نے دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے کہا "لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور شیطان سے پناہ مانگتے ہیں۔ میں عورتوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ تم غلط بندے کے پاس آگئی ہو بی بی!"

وہ مسکرا کر بولی "میرا پیشہ ہی غلط لوگوں کے پاس جانا ہے۔ میں بالکل صحیح گاہک کے پاس آئی ہوں۔"

"سوری' میں نے غلط کہا تھا کہ غلط بندہ ہوں۔ مجھے شریف آدمی سمجھ کر معاف کردو اور یہاں سے جاؤ۔"

"تم ڈیڑھ گھنٹے سے سر جھکائے کیا سوچ رہے تھے؟" میں نے حیرانی سے پوچھا "تم یہاں ڈیڑھ گھنٹے سے بیٹھی ہو؟"

"ہاں' میں نے ریستوران کے منیجر کو ٹائم نوٹ کرادیا تھا۔ میرے ڈیڑھ گھنٹے کی فیس ایک سو دس ڈالر ہوچکی ہے اور جتنی دیر چاہو تمہارے پاس رہوں گی۔"

"ارے کیا زبردستی ہے' میں نے تمہیں بلایا نہیں تھا۔"

"تو پھر جب آئی تھی اسی وقت انکار کردیتے۔"

"مجھے تو پتا بھی نہ چلا کہ تم کب آئی تھیں؟"

"یہ میری غلطی نہیں ہے۔ منیجر گواہ ہے کہ تم نے ڈیڑھ گھنٹے سے مجھے انگیج رکھا ہے اور اب پانچ منٹ اور گزر گئے ہیں۔"

میں نے جلدی سے دو سو ڈالر نکال کر اس کے آگے رکھتے ہوئے کہا "پیچھا چھوڑو۔"

"وہ نوٹ اٹھا کر پرس میں رکھنا چاہتی تھی' میں نے دماغ پر قبضہ جماکر اس کے ہاتھ سے نوٹ لے کر اپنی جیب میں رکھے پھر اس کے دماغ کو ڈھیل دیتے ہوئے اس کے ہاتھ سے پرس کی زپ لگائی اسے سوچنے کا موقع نہیں دیا کہ ابھی اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ وہ اٹھ کر اسی شان سے گئی جیسے ایک اناڑی گاہک سے کچھ کھوئے بغیر دو سو ڈالر جیت کر جارہی ہو۔"

میں نے ریستوران کا بل ادا کیا پھر ائرپورٹ کی طرف چل پڑا۔ پارس الپا کے ساتھ پہلے استنبول پھر پیرس جانا چاہتا تھا۔ میں بھی استنبول جارہا تھا۔ امید تھی وہاں بیٹے سے ملاقات ہوجائے گی۔ میں نے ائرپورٹ پہنچ کر بورڈنگ کارڈ حاصل کیا پرواز کا وقت ہو چلا تھا۔ میں طیارے میں آگیا۔ سیٹ پر بیٹھتے ہی لیلیٰ نے دماغ میں آکر کوڈ ورڈ ادا کئے۔ میں نے کہا "آؤ لیلیٰ! کیا میں صرف کام کے وقت یاد آتا ہوں؟"

"نہیں وہ بات یہ ہے کہ..."

وہ باتوں کے دوران شرماتی تھی' اٹک اٹک کر بولتی تھی۔ بہت اچھا لگتا تھا۔ شاید اس لئے اچھی لگتی تھی کہ میرے پاس آکر چھوٹی سی ہوجاتی تھی۔ اپنے میں سمٹ کر شرماتی تھی۔ اس نے کہا "بات یہ ہے کہ آجکل مسٹر سونیا کے پاس بہت مصروف رہتی ہوں۔ ابھی آپ سے بہت کام ہے۔ سلطانہ خطرات میں گھری ہوئی ہے۔ اس کے دماغ کو کمزور بنایا گیا ہے۔ مارٹن رسل اس کے خیالات پڑھنے والا ہے۔ آپ فوراً آئیں میں بھی اس کے دماغ میں موجود رہوں گی۔"

میں سیٹ بیلٹ باندھ کر سلطانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بہت زیادہ کمزوری محسوس کررہی تھی۔ میری اور لیلیٰ کی سوچ کو محسوس نہیں کررہی تھی۔ سلمان اسے اسٹیئرنگ سے ہٹاکر خود بیٹھ گیا۔ اب کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "مجھے افسوس ہے سلطانہ! انہوں نے میرے سامنے تمہیں جبرا انجکشن لگایا۔ میں اعتراض نہ کرسکا۔ وہ لوگ میرے ماتحت تھے اور ایسا کرنے پر مجبور تھے کیونکہ تم مجھے اپنے دماغ میں نہ آنے دیتی تھیں۔"

وہ نقاہت سے بولی "تم محبت سے دشمنی کررہے ہو اور جب دشمنی شروع ہوجائے تو محبت نہیں رہتی۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں اعلیٰ حکام کے اطمینان کے لئے تمہارے چور خیالات پڑھنا چاہتا ہوں۔"

"یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میں تو تمہارے ملک کی وفادار ہوں۔ جب تم سے محبت ہے تو کیا تمہارے ملک اور تمہاری قوم سے محبت نہیں ہوگی۔"

"جب تم سچ بول رہی ہو' تمہارے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے تو مجھے خیالات پڑھ لینے دو۔"

"تم اپنے اعلیٰ حکام سے کہہ دو کہ میرے خیالات پڑھ چکے ہو۔ میں سچی اور وفادار ہوں۔"

"تم مجھے جھوٹ اور فریب سکھا رہی ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل عورت اپنے مرد کے لئے خوبصورت اور کھٹے میٹھے سے جذبے کو چھپا کر رکھتی ہے۔ اسے اپنے مرد پر بھی ظاہر نہیں کرتی۔ میں بھی تم سے کچھ بڑی

رکھنا چاہتی ہوں۔ پردہ نہ ہو تو عورت کی آدھی کشش ختم ہو جاتی ہے۔"

"میں تمہاری یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔ مگر اپنے فرض سے مجبور ہوں۔ یہ لو تمہارا بنگلا آگیا۔ یہاں میں تمہارے خیالات پڑھوں گا۔"

میں نے احاطے میں داخل ہو کر گاڑی روکی۔ باہر آیا۔ دوسری طرف کا دروازہ کھول اسے سہارا دیا۔ وہ بولی "بہت کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔ میں اپنے بیڈ روم تک کیسے جاؤں گی؟"

جواب میں سلمان نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھالیا۔ وہ بولی "نہیں نہیں، یہ کیا کرتے ہو، مجھے نیچے اتارو۔"

"تم نے کہا تھا چل نہیں سکو گی۔"

"میں نے اٹھانے کے لئے نہیں کہا تھا۔ مجھے شرم آرہی ہے۔ پلیز اتار دو۔"

وہ اسے اٹھائے ہوئے بیڈ روم میں آیا پھر بستر پر لٹادیا۔ اس کے بعد بولا "آنکھیں بند کر کے آرام سے لیٹی رہو۔ کوئی بات نہ کرنا۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ سلمان اس کے دماغ میں آگیا۔ ویسے اس کا دماغ کمزور پڑتے ہی مارٹن رسل پہنچ چکا تھا اور چپکے چپکے اہم معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اس سے پہلے لیلیٰ اس کے چور خیالات کو مقفل کر چکی تھی اور بہن کے لہجے میں کمزوری سے بول رہی تھی۔ مارٹن رسل سوال کر رہا تھا وہ جیسے بے اختیار جواب دے رہی تھی۔

"میرا نام سلطانہ شیخ ہے۔ باپ کا نام شیخ غلام علی ہے۔ میرا باپ مسلمان اور ماں یہودی تھی۔ دونوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ میں نے بڑی لگن سے علم نجوم حاصل کیا۔ قیافہ شناس بھی ہوں۔ اس علم کی مدد سے میں اخبارات کے لئے بڑی کامیاب رپورٹنگ کرلیتی ہوں۔"

مارٹن نے پوچھا "تمہارے دماغ میں کون آتا ہے؟"

وہ بولی "پہلی بار مسٹر ارے رے آئے تھے۔ میں اپنے اندر بے چینی محسوس کرنے لگی تھی۔ جب میں نے بے اختیار سانس روکی تو مجھے سکون مل گیا۔ مسٹر ارے رے نے بتایا کہ وہ میرے دماغ میں آئے۔ میں نے سانس روک کر انہیں باہر کر دیا تب میری سمجھ میں آیا کہ اپنے اندر بے چینی محسوس ہو تو سانس روک لینا چاہئے۔ اس کے بعد میں نے اپنے محبوب کو دماغ میں آنے نہیں دیا۔"

"کوئی دوسرا آتا ہے؟"

"پتا نہیں۔ دو چار بار میں نے بے اختیار سانس روک لی تھی۔ میرا محبوب مجھ سے میلوں دور رہتا ہے۔ شاید وہی آتا ہو۔ آج ملاقات ہونے پر میں نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ یوں میرے اندر چپ چاپ آنے کی کوشش نہ کیا کرو۔ سوچ کر شرم آتی ہے کہ وہ پیار بھرے جذبوں کو پڑھ رہا ہے۔"

"تمہاری الماری سے ایک خط برآمد ہوا ہے، اسے عربی زبان میں کس نے لکھا ہے؟"

"میری ایک سہیلی لیلیٰ نے لکھا ہے۔"

"وہ تحریر شیخ الفارس سے ملتی جلتی ہے۔"

"یہ شیخ الفارس کون صاحب ہیں؟"

"تم انجان بن رہی ہو۔ حقیقت چھپا رہی ہو۔"

"میں تو تمہارے بس ہوں، ہزار کوشش کروں تب بھی کچھ نہیں چھپا سکوں گی۔"

"کسی نے ریکارڈ روم کے انچارج کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا تھا۔ اسے شیخ الفارس کا اصل خط ہمارے پہنچانے سے روکا تھا۔ کوئی یہ نہیں چاہتا تھا کہ تمہارے سے ہمیں جو خط ملا، ہم اس کا موازنہ شیخ الفارس کے خط سے کریں۔ ایسی حرکتوں سے پتا چلتا ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں آتا ہے اور تم اسے محسوس نہیں کرتی۔"

"میرا دماغ حساس ہے۔ یقین نہ ہو تو مسٹر ارے رے سے معلوم کرلو۔"

"میں مانتا ہوں تم بہت حساس ہو۔ لیکن کسی تمہاری لاعلمی میں تم پر تنویمی عمل کیا ہے۔ تمہارے دماغ اپنی مخصوص سوچ کی لہروں کے لیے بے حس بنا دیا۔"

"کیا ایسا ممکن ہے؟ کسی نے مجھ پر تنویمی عمل کیا اور خبر نہ ہوئی۔"

"تنویمی عمل کے دوران اپنے معمول کو حکم دیا جاتا ہے وہ اس عمل کو بھول جائے تو وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اپنے عامل کو بھول جاتا ہے۔"

"تم جو کہہ رہے ہو میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔"

"جان جاؤ گی۔ میں ابھی تم پر عمل کروں گا، اس عمل کے بعد تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "نہیں میں ایسا عمل نہیں کروں گی۔ کسی عورت کے دماغ میں چوری چھپے آنا شرافت نہیں ہے۔"

سلمان نے کہا "مسٹر! تم جنرل کے خاص آدمی ہو۔ نے اس حد تک تمہیں خیالات پڑھنے کا موقع دیا ہے اور جتنا پڑھنا چاہو پڑھ لو۔ جنرل کو رپورٹ دو۔ یہ دشمن ہے۔ مجھے دل و جان سے چاہتی ہے۔ میں یہ نہیں چاہوں میری ہونے والی شریکِ حیات کے دماغ میں تم چپکے آتے جاتے رہو۔"

مارٹن رسل نے کہا "سپر باسٹر ارے رے! میں عزت کرتا ہوں مگر جنرل کے حکم سے مجبور ہوں۔"

صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے ؟ "

" جنرل کے پاس آؤ ہم لن سے بات کریں گے ۔ "

وہ دونوں جنرل کے پاس آئے ۔ اس نے سلمان کا اعتراض سن کر کہا " سپر ماسٹر ارے رے ! فرض کے سامنے تمہاری محبت کی اہمیت نہیں ہے ۔ اگر تمہیں اعتراض ہے کہ تمہاری ہونے والی بیوی کے دماغ میں مارٹن نہ جائے تو تم اسے بیوی نہ بناؤ ۔ "

سلمان نے کہا " میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں ۔ میں اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے اندر رہا کروں گا ۔ وہ میری بیوی ہوگی پھر میں اسے نہیں بتاؤں گا کہ میں چپ چاپ اس کے خیالات پڑھتا ہوں اور آپ کو بتاتا ہوں ۔ "

" بے شک تم ایسا کر سکتے ہو ۔ لیکن یہ کام میں مارٹن سے لینا چاہتا ہوں ۔ تم میرے طریق کار پر اعتراض نہیں کر سکتے ۔ "

" میں اپنے ذاتی معاملات پر اعتراض کر سکتا ہوں اور سلطانہ کا تعلق میری ذات سے ہے ۔ مارٹن اس کے چور خیالات پڑھ چکا ہے ۔ وہ معصوم ہے ' کسی سازش میں ملوث نہیں ہے ۔ "

" لیکن وہ انجان ہے ۔ کوئی اس کی لاعلمی میں اس کے اندر رہتا ہے اور تمہاری باتیں سنتا رہتا ہے ۔ جیسا کہ آج اس نے الماری سے ملنے والے خط کے بارے میں سن لیا اور فوراً اپنے طور پر حماقت کر بیٹھا ۔ اس کی حماقت نے بھید کھول دیا ۔ "

" اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ انجانے میں آلۂ کار بن گئی ہے تب بھی وہ بے قصور ہے ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ابھی اس سے دور ہو جاؤں گا بلکہ اسے استعمال جانے کا حکم دوں گا ۔ سپر ماسٹر کے عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد اس سے شادی کروں گا ۔ لیکن یہ نہیں چاہوں گا کہ میری ہونے والی شریک حیات کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود رہے ۔ "

" اور وہ دشمن جو چپ چاپ موجود رہتا ہے اسے کیسے نکالو گے ؟ "

" میں اسے ڈھونڈ نکالنے کی پوری کوشش کروں گا ۔ "

" جب ڈھونڈ نکالو گے تب مارٹن بھی اس کے اندر سے نکل جائے گا ' ابھی بحث میں وقت ضائع نہ کرو ۔ مارٹن ! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ سلطانہ پر تنویمی عمل کرو ۔ "

سلمان پریشان ہو کر سونیا کے پاس آیا اسے تمام روداد سنا کر بولا " جنرل مجھ سے بدظن ہو گیا ہے ۔ میں ایک گھنٹا پہلے مارٹن کی موجودگی میں چپ چاپ اس کے اندر گیا تھا ۔ وہ کہہ رہا تھا ' سلطانہ دشمن کی آلۂ کار ثابت ہوئی تو سابقہ سپر ماسٹر کی طرح مجھے بھی گولی مار دی جائے گی ۔ "

سونیا نے کہا " مارٹن سے خیال خوانی کے ذریعے کام لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تم پر اعتماد نہیں کرتا ۔ جہاں بھروسا اٹھ جائے وہاں نہیں رہنا چاہئے ۔ لیلیٰ سے کہو مارٹن کے تنویمی عمل کو چپ چاپ ناکام بنائے ' تم ادارے میں جا کر جناب علی اسد اللہ تبریزی سے مشورہ کرو ۔ برائن وولف کو بھی تمام حالات بتاؤ پھر جو سب کا فیصلہ ہو اس پر عمل کرو اور مجھے نئے فیصلے سے آگاہ کرو ۔ "

اس نے لیلیٰ سے کہا کہ وہ مارٹن کے عمل کو ناکام بناتی رہے ۔ وہ ابھی برائن وولف اور تبریزی صاحب سے مشورہ کر کے آئے گا ۔ لیلیٰ نے کہا " تم جناب علی اسد اللہ تبریزی کے پاس جاؤ ۔ میں وولف کو حالات بتا دوں گی ۔ "

سلمان میرے پاس آنا چاہتا تھا ۔ لیلیٰ اس کا راستہ بدل کر میرے پاس آئی ' مجھے ضروری باتیں بتانے کے بعد پوچھا " اب کیا ہوگا ' میں مارٹن کو تنویمی عمل سے روک سکتی ہوں ۔ لیکن بعد میں بھید کھل جائے گا کہ عمل ناکام رہا ہے ۔ نیویارک میں سلطانہ اور سلمان کے لئے خطرات بڑھ جائیں گے اور وہ اس ملک سے باہر نہیں جا سکیں گے ۔ "

میں نے کہا " بس اتنی سی بات سے پریشان ہو گئی ہو ۔ " تم اسے معمولی سی بات کہہ رہے ہو ؟ کیا خطرہ نہیں ہے ؟ "

" خطرہ ضرور ہے ..... سلطانہ کے پاس چلو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ خطرات کو کھلونا بنا کر کس طرح کھیلا جاتا ہے ۔ "

ہم سلطانہ کے پاس آئے ۔ مارٹن رسل وہاں موجود تھا ۔ سلطانہ سے کہہ رہا تھا " تنویمی عمل کے لئے خوشی سے راضی ہو جاؤ ۔ ورنہ میں تمہیں گہری نیند سلا کر تمہارے خوابیدہ دماغ پر عمل کروں گا ۔ "

وہ پریشان ہو کر سلمان کو آواز دے رہی تھی " مسٹر ارے رے ! تم کہاں ہو ؟ تمہاری محبت مجھے نقصان پہنچا رہی ہے ۔ "

مارٹن نے کہا " ہمارا سپر ماسٹر بھی مجبور ہے ۔ میں اس کی بہت عزت کرتا ہوں ۔ لیکن جنرل کا حکم ماننا لازمی ہے ۔ "

میں نے سلمان کے لہجے میں کہا " مارٹن ! مجھے خوشی ہے کہ تم میری مدد کرتے ہو ۔ اگر تم مجھ پر بھروسا کرو تو ہم ایک تدبیر پر عمل کر کے سلطانہ کے اندر چھپے ہوئے دشمن کو بے نقاب کر سکتے ہیں ۔ "

" مجھے آپ پر بھروسا ہے لیکن جنرل ..... "

میں نے بات کاٹ کر کہا " جنرل کے حکم پر ضرور عمل کرو مگر یہ بھی تو سوچو ' اگر کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا سلطانہ کے اندر چھپا رہتا ہے تو ... "

میں بولتے بولتے رک گیا ۔ اس نے پوچھا " کیا بات ہے ؟ چپ کیوں ہو گئے ؟ "

میں نے کہا " میں آگے کچھ کہوں گا تو وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا بھی سنے گا ۔ "

" ہاں ۔ وہ ضرور سنے گا ۔ "

" ٹھہرو ' میں ابھی آتا ہوں ۔ "

میں دماغی طور پر حاضر ہوا پھر مارٹن کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی ۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا ۔ میں نے جلدی سے کہا ۔ " میں ہوں سپر ماسٹر ارے رے ۔ ہمارے درمیان کوڈ ورڈز مقرر نہیں ہیں ۔ اگر میں سلطانہ کے دماغ میں رہ کر تم سے کہتا کہ تمہارے دماغ میں آ رہا ہوں تو وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا بھی چپ چاپ تمہارے اندر آ جاتا ۔ "

وہ قائل ہو کر بولا " یہ آپ نے دانشمندی سے کام لیا ہے ۔ آپ کچھ کہتے کہتے رک گئے تھے ؟ "

" میں کہہ رہا تھا اگر دشمن سلطانہ کے اندر موجود ہے تو وہ تمہارے تنویمی عمل کو ناکام بنا دے گا ۔ "

" ہاں ' یہ بات میرے ذہن میں ہے لیکن جنرل نہیں مانے گا ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ میرے عمل کی ناکامی سے بھی دشمن کی موجودگی ظاہر ہو جائے گی ۔ یہ ثابت ہو جائے گا کہ سلطانہ اس کی آلۂ کار ہے ۔ "

میں نے دیکھا کہ وہ روانی میں بول رہا ہے اور مجھے اس کے اندر اچھی طرح جم جانے کا موقع ملا ہے تو میں نے اچانک ہی دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچایا ۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی ۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا ۔ کرسی سمیت پیچھے کی طرف الٹ گیا ۔ اس کا سر بری طرح دکھ رہا تھا ۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا ۔ وہ فرش پر پڑا کراہ رہا تھا ۔ جب اندھیرا چھٹنے لگا ' تکلیف ذرا سی کم ہوئی تو اس نے کراہتے ہوئے کہا " ماسٹر ! تم ایک عورت کی خاطر اپنے خیال خوانی کرنے والے سے دشمنی کر رہے ہو ۔ "

" الو کے پٹھے ' میں تمہارا سپر ماسٹر نہیں ہوں ۔ تم وہی مارٹن ہو نا جو جنرل گرانٹ کے اندر چھپا رہتا تھا اور اس انسانی روبوٹ کے ذریعے پارس کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا ۔ اب میں تمہارے اندر رہا کروں گا اور تمہیں خبر نہیں ہوا کرے گی ۔ "

وہ چیخ کر بولا " تم ایسا نہیں کر سکتے ۔ "

میں نے دوسری بار جھٹکا پہنچایا ۔ وہ فرش پر مچھلی کی طرح تڑپنے لگا ۔ اب اس میں چیخنے کی بھی توانائی نہیں رہی تھی ۔ وہ دم توڑنے والے مریض کی طرح بڑی کمزوری سے کراہ رہا تھا ۔ میں نے لیلیٰ کے پاس آ کر کہا " چلو ' میں تمہیں مارٹن کے دماغ میں آنے کی دعوت دے رہا ہوں ۔ "

وہ حیرت سے بولی " مارٹن کے دماغ میں ' کیا وہ سانس نہیں روکے گا ؟ "

" تم آؤ تو سہی ۔ "

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی مارٹن کے دماغ میں آئی ۔ میں بھی آ گیا ۔ اس نے کہا " یہ تو مردے کی طرح پڑا ہوا ہے ۔ تم نے اس کے اندر کیسے جگہ بنالی ؟ "

" میں نے پچھلی بار کہا تھا کہ تمہارے کسی کام آ کر مجھے خوشی ہوگی ۔ دراصل تمہارے کام آنے کی لگن اور جذبے نے مجھے اس کے اندر پہنچا دیا ۔ "

" تم باتیں خوب بناتے ہو ۔ "

" پہلے کام کرتا ہوں پھر بات کرتا ہوں ۔ کام ہو جائے تو اسے باتیں بنانا نہیں کہتے ۔ یہ درست ہے کہ براہ راست تمہارا کوئی کام نہیں کیا ہے ۔ تمہاری بہن کو دشمن کے تنویمی عمل سے بچایا ہے ۔ مجھے بتاؤ ' تمہارے کس کام آ سکتا ہوں ؟ "

وہ ہنستی ہوئی بولی " تم نے میری بہن کو بچا کر میرا ہی کام کیا ہے ۔ یہ بتاؤ اس ذبح ہونے والے بکرے کا کیا ہوگا ؟ کیا اب جنرل سے کھلی دشمنی ہوگی ' سلمان سپر ماسٹر نہیں رہے گا ؟ "

" ضرور رہے گا ' اسے سپر ماسٹر کے عہدے پر قائم رکھنے کے لئے میں نے مارٹن کو شکار کیا ہے ۔ تم اس پر تنویمی عمل کرو ' یہ تمہاری مرضی کے مطابق جنرل کو رپورٹ دے گا کہ سلطانہ کسی کی آلۂ کار نہیں ہے اور وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا ۔ "

" واقعی اب تو ہم بڑے فائدے اٹھا سکتے ہیں ۔ "

" تو پھر اٹھاؤ فائدہ ' عمل شروع کرو ۔ میں سونیا اور سلمان کے پاس جا رہا ہوں ۔ "

میں سونیا کے پاس آیا ' وہاں سلمان کہہ رہا تھا " محترم تبریزی صاحب نے فرمایا ہے کہ جنرل پے در پے نقصان اٹھاتا جا رہا ہے ۔ وہ سلطانہ پر شبہ کرتا رہے گا پھر ٹیلی پیتھی جاننے والے سپر ماسٹر کی لاعلمی میں مارٹن سے کام لینے کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ مجھ پر سے اعتماد اٹھ گیا ہے ۔ ان حالات میں مجھے اور سلطانہ کو یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنا چاہئے ۔ "

میں نے کہا " میں موجود ہوں ' سلمان کا راستہ صاف کر چکا ہوں ۔ مارٹن ہماری مٹھی میں آ گیا ہے ' وہ ہماری مرضی کے مطابق جنرل کو رپورٹ دے گا ۔ "

میں نے تفصیلات بتائیں ۔ سلمان نے خوش ہو کر کہا ۔ " مسٹر وولف ! تم نے کمال کر دیا ۔ بازی بالکل ہی پلٹ دی ۔ "

میں نے " ہاں " مگر بے چاری سلطانہ ۔ ایک افسوسناک خبر ہے ۔ "

سلمان نے گھبرا کر پوچھا " کیا ہوا ؟ "

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا " وہ اپنے بستر پر تنہا پڑی ہے ' تمہیں پکار رہی ہے ۔ "

سونیا ہنسنے لگی ۔ وہ جھینپ کر بولا " میں جا رہا ہوں ۔ "

وہ چلا گیا' سونیا نے کہا" بے چارے کو سب ہی چھیڑتے ہیں۔"

"تم جزیرے میں کیا کر رہی ہو؟"

"اب تک تین خیال خوانی کرنے والے جوانوں کو ٹریپ کر چکی ہوں۔"

"کس طرح ٹریپ کر رہی ہو؟"

"اپنی انگوٹھی کے ذریعے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان جزیرے کی سیر کے لئے اور صبح دوڑ لگانے کے لئے چھاؤنی سے باہر آتے ہیں۔ میں نے اب تک موقع پاکر تین جوانوں سے مصافحہ کیا ہے اور انگوٹھی کی خفیہ سوئی سے اعصابی کمزوری کی دوا انجیکٹ کی ہے۔ ایسے وقت لیلیٰ میرے پاس رہتی ہے۔ شکار ہونے والے جوانوں کو فوراً سنبھال لیتی ہے۔ پھر ان پر تنویمی عمل کر کے اپنا معمول اور تابعدار بنالیتی ہے۔"

"اس وقت چھاؤنی میں شکار کھیلنے کے لئے اور کتنے جوان رہ گئے ہیں؟"

"آٹھ عدد رہ گئے ہیں۔"

"ذرا جلدی کرو۔ یہ آٹھ بھی قابو میں آجائیں تو زبردست کامیابی ہوگی۔ اگرچہ میں نے سلمان کے سر سے خطرہ ٹال دیا ہے۔ مگر جنرل بہت شکی ہے۔ اب سلمان اور سلطانہ کے پیچھے پڑا رہے گا۔ سلمان پر بے اعتمادی کے باعث ٹیلی پیتھی جاننے والے جوانوں کو جزیرے سے نکال کر ایسی جگہ پہنچادے گا جس کا علم سلمان کو نہیں ہوگا۔ ہمیں بھی ان کی خبر نہیں ملے گی۔"

"میں سوچ رہی ہوں سلطانہ اور سلمان کو موقع پاکر یہاں سے چلے جانا چاہئے۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والے جوانوں کی فکر نہ کرو۔ ان کے درمیان لیلیٰ کے تین آلۂ کار ہیں۔ آج شام تک اور اضافہ ہوجائے گا۔ انہیں جہاں بھی منتقل کیا جائے گا ہمیں خبر ہوجائے گی۔"

"میں تم سے متفق ہوں' سلمان کے لئے خطرات بڑھتے جارہے ہیں۔ وہ ایک بار بچ گیا' ہوسکتا ہے اگلی بار ہماری تدبیر کام نہ آئے۔"

"دونوں کو ایک ساتھ یہاں سے غائب ہونا چاہئے۔ ورنہ ایک رہ جائے گا تو جنرل سارا غصہ اس پر اتارے گا۔ ان کے لئے کچھ کرو۔"

میں دھاتی طور پر حاضر ہوگیا' طیارے کی پرواز جاری تھی۔ میں آنکھیں بند کئے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر ائر ہوسٹس میرے پاس سے گزرتے ہوئے رک گئی۔ مسکرا کر بولی" دو گھنٹے سے سو رہے ہو۔ کیا رات جاگتے رہے تھے؟"

میں نے چونک کر کہا" تم نے خوب یاد دلایا۔ میں پچھلی تمام رات جاگتا رہا تھا۔ مصروفیات کے باعث سو نہ سکا۔ اب ذرا نیند پوری کرنے کے لئے سو رہا ہوں' ڈسٹرب نہ کرنا۔"

میں آنکھیں بند کر کے ائر ہوسٹس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی" کیا یہ پاگل ہے؟ کہتا ہے پچھلی رات سے جاگ رہا ہے۔ اگر جاگ رہا ہے تو دو گھنٹے سے آنکھیں بند کئے کیا کر رہا تھا؟"

وہ مجھ پر جھک گئی دھیمی آواز میں بولی" میں ڈسٹرب نہیں کروں گی۔ اتنا بتادو' کیا آنکھیں بند کر کے جاگتے رہتے ہو؟"

"ہاں' آنکھیں کھولنے سے تم آتے ہی گزر جاتی ہو۔ میں نے بند آنکھوں میں تمہارا حسین سراپا قید کرلیا ہے۔ اب تم کہیں نہیں جاسکو گی۔"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ مجھے پچھلی رات ساحلی کاٹیج میں تین گھنٹے تک سونے کا موقع ملا تھا۔ اب بھی ذرا فرصت تھی' لیلیٰ مارٹن پر تنویمی عمل کر رہی ہوگی۔ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد جنرل کے پاس رپورٹ دینے جائے گا۔ میں نے ائر ہوسٹس کی سوچ سے معلوم کیا' وہ طیارہ تین گھنٹے بعد استنبول پہنچے گا۔ میں نے دماغ کو دو گھنٹے تک سونے کی ہدایت کی پھر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

اگر میں مصروف رہنا چاہوں تو سونے کا موقع کبھی نہیں ملے گا۔ ابھی مجھے علی اور سونیا ثانی کے پاس جانا تھا۔ بہتر ہو تا ان کی خیریت معلوم کرنے کے بعد سوتا لیکن وہاں جاکر ان کے ساتھ کچھ نئے مرحلوں سے گزرنا پڑتا۔ یہی حال پارس کا ہوگا۔ الپا بھی اس کے لئے کبھی درد سر بن جاتی تھی اور کبھی محبت سے قربان ہونے لگتی تھی۔ وہ پارس کے لاعلمی میں اسرائیلی جنرل سے رابطہ کرتی ہوگی اور اسے اپنے حالات بتاتی ہوگی۔ اس طرح یہودی تنظیم کے لوگ پارس کو کہیں بھی گھیر سکتے تھے۔ یہ ایسی فکریں اور اندیشے تھے کہ ایک باپ کو نیند نہیں آسکتی تھی۔ لیکن اولاد ہمیشہ ٹیلی پیتھی کا سہارا لینے سے انکار کرتی آئی تھی۔ کبھی بہت زیادہ مجبوری ہو تو الگ بات ہے' وہ خود مجھے پکار لیا کرتے تھے جیسا کہ پچھلی بار پارس نے لبنان کی سرحد پار کرنے کے لئے مجھے بلایا تھا۔ دراصل میرے دونوں بیٹے مجھے زیادہ سے زیادہ آرام کرنے کا موقع دیتے تھے۔

دو گھنٹے بعد میری نیند پوری ہوگئی۔ مسافروں کے سامنے رات کا کھانا لایا جارہا تھا۔ میں سیٹ بیلٹ کھول کر ٹوائلٹ کی طرف جانے لگا۔ اسی ائر ہوسٹس نے مسکرا کر مجھے دیکھا۔ پھر قریب آنے پر کہا" شکر ہے' کھانے کے وقت آنکھ کھل گئی۔ کیا کھانے کے بعد بھی سونے کا ارادہ ہے؟"

"کیا تم سونے دو گی؟"

"ہاں ضرور۔"

"مگر یہاں تو ہمارے سونے کی جگہ نہیں ہے۔"

اس نے ایک دم جھینپ کر مجھے دیکھا۔ میں پلٹ کر ٹوائلٹ میں چلا گیا۔ وہ غصے سے سوچ رہی تھی" یہ پکا عیاش ہے۔"

عجیب بات ہے کہ غصے سے سوچنے کے باوجود اندر سے گدگدی محسوس کر رہی تھی۔ عورتوں کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ وہ بعض بدمعاشوں پر غصہ دکھاتی ہیں مگر اندر ہی اندر پسندیدگی کی طمانیت محسوس کرتی ہیں۔ یہ بات اس لئے یقینی ہے کہ میں ایسی عورتوں کے اندر چپکے سے انہیں سمجھتا ہوں۔ یہ جو مردوں کی بدمعاشیاں بڑھتی جارہی ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ بیچاریاں اوپر سے منہ بگاڑ کر اونہہ کہتی ہیں اور اندر سے ہائے....

میں واپس آکر سیٹ پر بیٹھ گیا اور وہ میرے لئے کھانے کی ٹرے لائی جبکہ یہ اس کی ڈیوٹی نہیں تھی۔ دوسری تین ائر ہوسٹس یہ فرائض انجام دے رہی تھیں۔ میں نے اس کی سوچ پڑھی' پتا چلا اس نے اپنی ساتھی لڑکیوں سے کہا ہے کہ اپنے ہاتھوں سے کھانا مجھے دے گی اور کھانے کے بعد کافی میں ایسی دوا ملائے گی کہ میں ٹوائلٹ میں جاکر نکل نہیں سکوں گا۔ اٹھنا چاہوں گا تو پھر بیٹھ جاؤں گا۔ وہ اپنے کسی عزیز کی فرمائش پر یہ دوا اسکندریہ سے استنبول لے جارہی تھی اور اب مجھ پر آزمارہی تھی۔

جب اس نے کافی تیار کی تو میں نے اسے غائب دماغ بناکر وہ کافی پلادی۔ آخری گھونٹ کے بعد دماغ کو ڈھیل دی تو گھبراہٹ میں پیالی ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس کی ساتھی نے پوچھا" کیا ہوا؟"

وہ پریشان ہو کر بولی" وہ... وہ میں نے ایک غلط دوا کھالی ہے۔"

وہ دوڑتی ہوئی ٹوائلٹ میں گئی۔ دروازے کو بند کر کے منہ میں انگلیاں ڈال کر قے کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ میں نے اس کی کوشش کو ناکام بنادیا۔ جب اس کی انگلیاں منہ کے اندر حلق تک پہنچتی تھیں تو میں دماغ کو بے حس بنادیتا تھا جس کے باعث ابکائی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ وہ پریشان ہو کر باہر آئی' اسٹیورڈ سے بولی" مجھے طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

"اسٹیورڈ نے کہا" مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ تم نے کوئی غلط دوا کھالی ہے۔ وہ کس قسم کی دوا تھی؟"

"موشنز کے لئے تھی۔ میں نے بہت زیادہ خوراک لی ہے۔ میری حالت خراب ہوجائے گی۔ میں طیارے کے ٹوائلٹ سے باہر نہیں نکل سکوں گی۔"

"تمہیں زیادہ مقدار میں ایسی دوا کھانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"تم سوالات ہی کرتے رہو گے یا میرے کام بھی آؤ گے۔"

"ہمارے فرسٹ ایڈ بکس میں ایسی دوا موجود نہیں ہے جس کے ذریعے تمہیں قے کرائی جاسکے۔ شاید مسافروں میں کوئی ڈاکٹر ہو گا۔"

انہوں نے اناؤنس کیا کہ ایک ائر ہوسٹس اچانک بیمار ہوگئی ہے۔ طیارے میں کوئی ڈاکٹر ہو تو وہ اسٹیورڈ کے کمرے میں آجائے۔ میں نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کیں پھر سلمان کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا۔ "مارٹن ایک گھنٹے کی تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد جنرل کے پاس گیا تھا۔ اسے رپورٹ دی تھی کہ سلطانہ پر تنویمی عمل ہوچکا ہے۔ اس نے معمول بن کر بھی وہی بیان دیا ہے جو پہلے اس کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا تھا۔ جنرل نے مارٹن کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر دو چار منٹ کے بعد سلطانہ کے دماغ میں جاتا رہے۔ اگر کوئی عامل چھپا ہوگا تو اسکی آواز ضرور سنائی دے گی۔"

میں نے پوچھا" کیا جنرل کے دماغ میں اتنی سی بات نہیں آتی کہ کوئی عامل چھپا ہوتا تو مارٹن تنویمی عمل نہ کرپاتا؟"

"وہ سمجھنا نہیں چاہتا۔ مسلسل ناکامیوں نے اسے چڑچڑا بنادیا ہے۔ بہتر ہے' ہم محترم تبریزی صاحب اور سسٹر کے مشوروں کے مطابق اس ملک سے چلے جائیں۔"

"یہاں سے جانے کے لئے پہلے جنرل کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہوگا۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ وہ بہت محتاط رہتا ہے۔ اس کے باڈی گارڈز ہیں۔ دونوں یوگا کے ماہر ہیں۔"

"اس کی فیملی کے ممبرز کتنے ہیں؟"

"وہ تنہا رہتا ہے۔"

"کوئی ملازم تو ضرور ہوگا؟"

"ایک باورچی ہے جو جنرل کے سامنے نہیں آتا کھانے تیار کرنے کے بعد پچھلے دروازے سے باہر چلا جاتا ہے۔"

"کوئی فیملی ڈاکٹر ہے؟"

"ہاں' ایک فوجی ڈاکٹر ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔"

"کیا وہ بھی یوگا کا ماہر ہے؟"

"نہیں۔ میں نے ایک بار اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا تھا کہ جنرل کو کوئی بیماری ہے۔ پتا چلا کہ بے خوابی کا مرض ہے۔ اسے کام کی زیادتی کے باعث نیند نہیں آتی۔"

میں نے پوچھا" پھر کیا مشکل ہے۔ وہ نیند کی دوا کھاکر سوتا ہوگا۔"

"یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ ہر رات دوا استعمال کرتا ہے یا نہیں؟"

"یہ بات ڈاکٹر سے معلوم ہوسکتی ہے۔"

"ہاں اب یہ مرحلہ آسان دکھائی دے رہا ہے۔ دراصل

پہلے کبھی میں نے جنرل کے دماغ میں جگہ بنانے کے متعلق سوچا نہیں تھا۔ اس کی ضرورت نہیں تھی۔"

"اب ضرورت ہے۔ ابھی ڈاکٹر کے پاس چلو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں اس کے ساتھ ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ پڑھ کر معلوم ہوا کہ جنرل دوا کے بغیر سو ہی نہیں سکتا۔ نیند لانے کے لئے اسے اچھی خاصی خوراک نگلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ میں نے سلمان سے کہا۔ "اب یہ تمہارا کام ہے۔ رات کے ایک یا دو بجے اس کے خوابیدہ دماغ میں جاؤ اور اس مغرور کھوپڑی کو اپنے شکنجے میں لے لو۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ طیارہ رن وے پر اتر چکا تھا۔ مسافر اپنا اپنا سامان اٹھا رہے تھے۔ میرے پاس کوئی سامان نہیں تھا۔ میں طیارے کی سیڑھی کی طرف آیا۔ ادھر ٹوائلٹ تھا۔ میں نے دیکھا دو ائر ہوسٹس آس ائر ہوسٹس کو سہارا دے کر ٹوائلٹ میں لا رہی تھیں جس نے جلاب کی گولی پی تھی۔ ادھر ایک گھنٹے میں اس کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ ٹوائلٹ آتے جاتے نڈھال ہو گئی تھی۔ اس وقت بھی وہ ٹوائلٹ سے نکل کر آئی۔ چند قدم چلنے کے بعد اپنی ساتھی لڑکیوں سے بولی۔

"میں مر جاؤں گی مجھے پھر ٹوائلٹ میں لے چلو۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں یہ کیوں بھول گئی تھی کہ جو دوسروں کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔"

وہ ٹوائلٹ کے اندر گئی میں دماغ سے باہر آ گیا۔ امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ گیا۔ یہ معلوم کرنا تھا کہ پارس کہاں ہے؟ وہ بھی استنبول پہنچ گیا ہے یا نہیں۔

میں الپا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی دماغی توانائی بحال ہو گئی تھی۔ میرے سوا کسی کو بھی دماغ میں محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی تھی۔ پارس اس کے ساتھ استنبول پہنچ گیا تھا دونوں ایک ہوٹل میں تھے۔ ابھی وہ تنہا بستر پر لیٹی خیال خوانی میں مصروف تھی۔ اسرائیلی جنرل سے کہہ رہی تھی "ہم ہوٹل پرل انٹرکان میں ہیں۔ پارس کہیں باہر گیا ہوا ہے۔ اس شہر میں ہماری یہودی تنظیم کا جو سربراہ ہے مجھے اس کی آواز سنائیں یا اس کا فون نمبر بتائیں۔"

جنرل نے اپنے ماتحت کو حکم دیا "فوراً استنبول کے یہودی سربراہ کا کانٹیکٹ نمبر اور پتا معلوم کر کے بتاؤ۔"

پھر اس نے الپا سے پوچھا "کیا ہم سمجھ لیں کہ ڈی پارس باغی ہو گیا ہے؟"

"نہیں، وہ وفادار ہے۔ ملک اور قوم کے لئے جان دے سکتا ہے۔ دراصل مجھ سے اختلاف ہے۔ وہ کہتا ہے، میں اسرائیل میں رہ کر اس پر حکومت کرتی ہوں اور محبت کرنے والی عورت کی حکومت وہ برداشت نہیں کر سکتا۔"

"تم نے اسے اپنی تنہائی میں ایک مقام دے کر سر پر چڑھا لیا ہے۔ اس بلائق سے کہو، محبت جیسی حماقتوں میں مبتلا نہ رہے۔ اپنے فرائض کو اہمیت دے۔"

"وہ کہتا ہے کرۂ ارض کے کسی بھی ملک میں رہ کر فرائض ادا کر سکتا ہے۔ وہ سیدھی طرح قابو میں نہیں آئے گا۔ دو ہی صورتیں ہیں۔ ہمارے آدمی اسے اغوا کر کے اسرائیل پہنچائیں یا کسی طرح اس کا دماغ کمزور بنا دیں پھر میں اسے نیلی پیتھی کی چنگل میں پکڑ کر لے آؤں گی۔"

جنرل نے اسے کانٹیکٹ نمبر اور پتا بتاتے ہوئے کہا "تم آدھے گھنٹے بعد ہماری تنظیم کے سربراہ سے باتیں کرو۔ پہلے میں ٹرانسمٹر کے ذریعے اسے تمہاری اہمیت بتاؤں گا تاکہ وہ تمہارے تمام احکامات پر فوراً عمل کرتا رہے گا۔"

وہ رابطہ ختم کر کے دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ پارس کے متعلق سوچنے لگی کہ وہ کہاں گیا ہو گا؟ وہ چاہتی تھی اس کا سربراہ اس کی اجازت کے بغیر کہیں نہ جائے۔ ہر معاملے میں اس کی رضامندی حاصل کیا کرے۔ پارس اس کے برعکس تھا۔ اپنی باتیں منوانے والا ضدی، سرکش تھا۔ وہ اسرائیل میں ملکہ کا درجہ رکھتی تھی اور پارس نے اس ملکہ کو طمانچے مارے تھے اور صاف کہہ چکا تھا کہ اسے ٹھکرا چکا ہے۔

اس سے زیادہ بے عزتی اور کیا ہو سکتی تھی۔ وہ غصے میں پیچ و تاب کھاتی تھی اور اپنے آپ کو کوستی تھی کہ کیوں اس پر مرمٹی ہے۔ اسے ہزاروں مل سکتے ہیں، اس کے غلام بن کر رہ سکتے ہیں مگر دل اسی ایک سنگدل کے لئے مچلتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اسے پھر ایک بار اسرائیل تک پہنچا کر وہ لگام دے سکے گی اس پر حکومت کر سکے گی۔

کسی حساس آدمی کے دماغ میں پہنچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے کمزور بنایا جائے۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ یہودی تنظیم والوں سے اعصابی کمزوری کی دوا منگوائے گی اور کھانے پینے کی کسی چیز میں پارس کو دے گی۔ اس کی شامت آ گئی تھی اس کا بھی ائر ہوسٹس کی طرح انجام ہونے والا تھا۔

میں ائرپورٹ سے اسی ہوٹل میں آیا۔ کاؤنٹر پر معلوم کیا جس منزل پر الپا اور پارس تھے، ادھر کوئی کمرا خالی نہیں تھا۔ میں کاؤنٹر گرل کو ان کے سامنے والے کمرے میں فون کرنے پر مجبور کیا۔ اس کمرے کے مسافر نے ریسیور اٹھا کر بات کی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا "مجھے یہ کمرا پسند نہیں ہے۔ مجھے کسی دوسرے فلور پر ایسا کمرا دو جہاں سے سونسنگ پول نظر آتا ہو۔"

کاؤنٹر گرل نے پوچھا "آپ تیسری منزل پسند کریں گے؟"

اس نے رضامندی ظاہر کی۔ کاؤنٹر گرل نے ریسیور رکھ کر مجھ سے کہا "آپ لکی ہیں، ساتویں فلور پر کمرا ابھی خالی ہو رہا ہے۔ پلیز یہ کارڈ نکل کریں گے؟"

کوئی بیس منٹ بعد میں الپا اور پارس کے سامنے والے کمرے میں پہنچ گیا۔ پھر میں نے بیٹے کے پاس آ کر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ وہ اپنا لباس اور ضروری سامان خرید کر واپس آ رہا تھا۔ ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا "مجھے تمہارے سامنے والا کمرا نہیں لینا چاہئے تھا۔ کیونکہ الپا ساتھ ہے۔ مگر وہ تمہارے خلاف سازشیں کر رہی ہے۔ ابھی یہودی تنظیم کے سربراہ سے رابطہ کرے گی۔ وہ لوگ تم پر حملہ کریں گے یا وہ تمہیں اعصابی کمزوری کی دوا دھوکے سے کھلائے گی۔ ابھی تو تم ہوشیار ہیں۔ اس کی چالوں کو سمجھ رہے ہیں لیکن ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہماری غفلت میں وہ کبھی کامیاب بھی ہو جائے۔"

"جی ہاں، سانپ سے دوستی نہیں ہو سکتی۔ مجھے اس سے دور ہو جانا چاہئے۔ اس کا دماغ آپ کی مٹھی میں آ گیا ہے۔ آپ بے مورگن تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔ الپا کسی تیسرے نیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کرے گی تو آپ الپا کے ذریعے اس تیسرے کو بھی ٹریپ کر لیں گے۔"

"بے شک تمہیں اس سے دور رہنا چاہئے۔ لیکن اسے اپنا اصل چہرہ بھی دکھانا چاہئے۔"

"میں ہوٹل میں آ رہا ہوں۔"

میں الپا کے پاس آیا۔ وہ یہودی تنظیم کے سربراہ سے باتیں کر رہی تھی۔ اسے حکم دے رہی تھی کہ ایک چھوٹا طیارہ ہمیشہ تیار رکھے۔ وہ کہہ رہا تھا "آپ کے ہر حکم کی ابھی تعمیل ہو گی۔ ہوٹل کے کچن کا انچارج میرا دوست ہے، آپ صبح ناشتے کے بعد چائے نہ پئیں۔ میرا آدمی چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائے گا جسے صرف پارس پیے گا۔"

"ٹھیک ہے، میں تم سے صبح رابطہ کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ پارس سامنے کھڑا ہوا تھا۔ وہ منہ پھیر کر بولی "یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، اپنی شاپنگ کے لئے چلے گئے۔ کیا میری کوئی ضرورت نہیں ہے، کیا مجھے کوئی لباس نہیں بدلنا ہے؟"

"تم اپنی ضرورت خود سمجھو" اس نے کمرے میں آ کر سامان رکھا۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر میز پر دونوں پاؤں پھیلا دیئے۔

وہ بولی "تم اسرائیل سے نکلتے ہی بچے مرد بن گئے ہو۔ میں وہاں بھی مرد تھا، تمہارے تمام اخلاقی حکام کو اور جنرل کو فالو کرتا رہا۔ تمہاری جیسی نیلی پیتھی جاننے والی عورت کا غرور توڑتا رہا۔"

"تمہاری ان باتوں کا مطلب کیا ہے؟"

"تمہیں مسلمانوں سے نفرت ہے۔ اگر مسلمان پارس آ جائے تو اسے ٹھکرا دو گی۔"

"میں اس پر تھوک دوں گی۔"

"مگر تم تو مجھے چاہتی رہی ہو۔ تمہارا کوئی یہودی، پارس کبھی تمہاری تنہائی میں نہیں آیا۔ تم میرے ہی گلے کا ہار بنتی رہی ہو اور میں مسلمان پارس ہوں۔"

اس نے چونک کر بے یقینی سے دیکھا۔ پھر ہنس کر بولی۔ "میں اتنی نادان نہیں ہوں، وہ شیبا تھی جو دھوکا کھا گئی تھی۔"

"میری شیبا کمی نے دھوکا نہیں کھایا۔ انہوں نے میرے پاپا سے سچی محبت کی تھی۔ جھوٹی محبت تمہاری ہے اور فریبی محبت میری ہے، میں تمہیں یہودی بن کر دھوکا دیتا رہا اور تم دھوکا کھاتی رہیں۔"

وہ گھور کر بولی "مجھ سے مذاق میں بھی ایسی بات نہ کرو۔"

"مذاق تو تم کر رہی ہو۔ مجھے محبت سے غلام بنانا چاہتی ہو۔ یہودی تنظیم کے سربراہ کے ذریعے مجھ پر حملہ کرانا چاہتی ہو۔ یا مجھے اعصابی کمزوریوں کی دوا کھلانا چاہتی ہو۔ لبنان میں بھی تم نے کئی بار مجھے نقصان پہنچانا چاہا۔ کئی بار میرے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کر چکی ہو۔ کیا تم نے کبھی سوچا کہ میں تمہاری گرفت میں کیوں نہیں آتا ہوں اور کس طرح تمہاری ہر چال سے بچ جاتا ہوں؟"

"تم بہت ذہین اور حاضر دماغ ہو۔ لیکن یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں تمہیں....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے میں نے اسے یوں فقرہ ادا کرنے پر مجبور کیا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں تمہیں صبح کی چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا پلانے والی ہوں۔"

پارس نے کہا "مجھے تمہارے دماغ میں چھپی ہوئی ہر بات معلوم ہو جاتی ہے۔ تم ابھی کوئی اور بات سوچو میں بتا دوں گا۔"

وہ سوچ کر بولی "اچھا بتاؤ۔"

میں نے پارس کو بتایا۔ وہ بولا "ابھی تم سوچ رہی تھیں کہ یہ پارس مجھے ابھار رہا ہے۔ کبھی یہ اپنا پتا سالگتا ہے اور کبھی خطرناک۔"

وہ حیرانی سے بولی "او گاڈ! ایک ایک لفظ یہی ہے۔ میں یہی سوچ رہی تھی۔ اچھا پھر بتاؤ کیا سوچ رہی ہوں؟"

"بار بار کیا پوچھتی ہو۔ میں کہتا ہوں، ابھی میرے تین کہتے ہی تم ناچنے لگو گی۔"

"ہرگز نہیں، کیا تم نیلی پیتھی جانتے ہو؟ پھر بھی میرے دماغ میں نہیں آ سکو گے۔ میں حساس ہوں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوں۔"

پارس نے ایک دو تین کہا' وہ بے اختیار ناچنے لگی۔ میں نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی ہوئی تھی۔ وہ خود کو روکنے کی کوشش کررہی تھی۔ کہہ رہی تھی "میں نہیں ناچوں گی" اور ناچتی بھی جارہی تھی۔ جب میں نے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تو وہ دوسرے صوفے پر دھپ سے بیٹھ گئی۔ سہمے ہوئے انداز میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پارس کو دیکھنے لگی۔

وہ بولا "تم اس لمحے سے یہاں کی یہودی تنظیم کے سربراہ یا اسرائیلی جنرل یا اور کسی سے رابطہ نہیں کرو گی۔ یقین نہ ہو تو خیال خوانی کرکے دیکھ لو۔"

اس نے پارس کو گھورتے ہوئے چپ چاپ خیال خوانی کی پرواز کی' میں نے پرواز روک دی۔ اس نے پھر کوشش کی میں نے پھر ناکام بنادیا۔ وہ پریشان ہوکر بولی "میری ٹیلی پیتھی کیوں ناکام ہورہی ہے؟"

"میری ماما تمہارے دماغ میں ہیں۔"

"کون ماما؟ کیا رسونتی؟ کیا تم واقعی پارس ہو؟"

"ہاں' مسلمان پارس۔"

"ہمارا ڈی کہاں ہے؟"

"وہ تمہارے سامنے کبھی نہیں آیا۔ سامنا ہونے سے پہلے ہی میری ماما نے اس کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے اسرائیل سے باہر نکال دیا۔ وہ پیرس کے ایک جیل خانے میں ہے۔ میری ماما نے اس ڈی کے دماغ میں سے ساری اہم معلومات حاصل کیں' وہ سب مجھے بتائیں۔ میں یہودی پارس بن کر تمہارے کلیجے کے پار ہوگیا۔"

وہ چیخ کر بولی "نہیں' یہ نہیں ہوسکتا۔ کوئی مسلمان مجھے چھو نہیں سکتا' تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

وہ اٹیچی میں اپنا سامان رکھتے ہوئے بولا "اس لمحے سے تم آزاد ہو۔ خیال خوانی کرسکتی ہو۔ چاہو تو میرے خلاف سازشیں بھی کرسکتی ہو۔ میری ماما تمہارے راستے کی رکاوٹ نہیں بنیں گی۔"

اس نے آزمائش کے طور پر خیال خوانی کے لئے سوچا۔ میں نے رسونتی کے لہجے میں کہا "میں تمہارے دماغ سے جارہی ہوں لیکن تم خیال خوانی سے پہلے اپنے موجودہ حالات پر غور کرو۔ کیا جنرل سے یا کسی سے یہ کہو گی کہ مسلمان پارس کے سامنے ہار چکی ہو؟ کیا اب یہودی اکابرین تم پر بھروسا کریں گے؟ تمہارے جنرل اور اعلیٰ حکام سوچیں گے کہ رسونتی تمہارے دماغ میں چھپ کر تمام اہم راز معلوم کرتی رہی ہے اور میں واقعی ایسا کرتی رہوں گی۔ ذرا سوچو تمہارا انجام کیا ہوگا۔ تم گھر کی رہو گی نہ گھاٹ کی۔"

وہ بے بسی سے بولی "تم لوگوں نے شیا کو بھی اسی طرح پھنسایا تھا۔"

"شیا ایک عظیم عورت تھی۔ صرف اپنی قوم سے نہیں ہم مسلمانوں سے بھی محبت کرتی تھی۔ ہم نے تمہیں نہ پھنسایا ہے اور نہ تمہیں اپنی ٹیم میں رکھنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ تمہاری جیسی مغرور اور فریبی عورت پر کسی حال میں بھروسا نہیں کیا جائے گا۔ میں تمہارے حال پر تمہیں چھوڑ کر جارہی ہوں۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہوگیا۔ پارس اٹیچی اٹھا کر جانے لگا' وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی' اس کے سامنے آکر اسے غور سے دیکھنے لگی پھر بولی "مجھے یقین ہوگیا ہے کہ میرا دماغ رسونتی کی مٹھی میں آگیا ہے۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ میں بری طرح پھنس گئی ہوں۔ اب مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے سے پہلے سوچنا ہوگا کہ یہودی اکابرین کے سامنے میری حیثیت دو کوڑی کی بھی نہیں رہے گی۔ مجھے موجودہ حالات پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ مستقبل کے لئے کوئی آبرومندانہ فیصلہ کرنا ہوگا کیونکہ میں اپنی آبرو کھو چکی ہوں۔ مجھے ہر بات کا یقین ہے لیکن میرا دل نہیں مانتا کہ تم مسلمان ہو' میں کوئی رُلا دینے والا خواب دیکھ رہی ہوں۔ تم نے ایک بار مجھے طمانچہ مارا تھا۔ پھر ایک بار طمانچہ مار کر خواب سے جھنجھوڑ ڈالو۔ میں یہودی پارس کی آغوش میں آکر خوشی سے مرجاؤں گی۔"

پارس نے کہا "طمانچہ تو معمولی سی بات ہوگی اب تو تمہیں حالات کے جوتے پڑیں گے۔ اسرائیل جاؤ' تمہیں کسی یہودی پارس کی آغوش مل جائے گی۔"

وہ چیخ کر بولی "مجھے اور کسی کی آغوش نہیں چاہئے۔ میں بازاری نہیں ہوں۔ مجھے چھوڑ کر جانے سے پہلے جواب دو۔ مجھے دھوکا دے کر میری عزت سے کیوں کھیلتے رہے؟"

"تم کسی کو گالیاں دو گی تو کیا وہ انتقام نہیں لے گا۔ تم نے مسلمان پارس کو گالیاں دیں۔ کیوں دیں؟ میں نے یا کسی مسلمان نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟ تمہاری گالیوں نے چیلنج کیا' آؤ کیا بگاڑتے ہو بگاڑو۔ اب بگڑ چکی ہو تو کیوں رو رہی ہو؟"

وہ کترا کر جانا چاہتا تھا۔ وہ پھر راستہ روک کر بولی "تم جو ہمیں گالیاں دے سکتے تھے۔ تم نے طمانچے بھی مارے ہیں۔ آخر گالیوں کی کتنی بڑی سزا دی جاسکتی ہے؟"

وہ بولا "مسلمانوں کو نظروں سے گرانے کی ایک ہی سزا تھی کہ وہ اپنے یہودیوں کی بھی نظروں سے گر جائے۔ اب ہمارے خلاف ایک قدم بھی اٹھا کر دیکھو' ہم اسرائیلی حکام کے سامنے تمہارا بھانڈا پھوڑ دیں گے کہ ہماری ماما تمہارے اندر سے تمام اہم اسرائیلی راز لیجایا کرتی ہیں۔"

اس نے ایک دھکا دیا۔ پھر اٹیچی کیس لے کر باہر چلا گیا۔ دھکا کھا کر دیوار سے ٹکرائی تھی' وہیں کھڑی رہ گئی تھی۔ مسلمان پارس کو نہیں روک سکتی تھی' یہودی پارس کو دل میں پکار رہی تھی "آجاؤ' واپس آجاؤ۔ ایک بار کہہ دو تم وہ نہیں ہو جو کہہ رہے ہو بلکہ وہ ہو جو میں کہتی ہوں۔ ایک بار ایسا کہہ دو۔ پھر میں ساری باتوں کو بھیانک خواب سمجھ کر بھلادوں گی۔"

وہ ابھی تک یقین اور بے یقینی کے کیفیت میں اُلجھی ہوئی تھی اسکی ٹیلی پیتھی کی تمام شہ زوری خاک میں مل گئی تھی۔ اس کے غرور کو زبردست ٹھیس پہنچی تھی۔ اس کا دماغ میری گرفت میں تھا۔ دل پارس کی مٹھی میں دھڑک رہا تھا۔ ایک ساتھ اتنے سارے ایسے دھلوا بول رہے تھے کہ دماغ کام نہیں کررہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کس عالم میں ہے۔ سو رہی ہے یا جاگ رہی ہے؟ اگر جاگ رہی ہے تو کیا تھک کر سوجائے؟

وہ بستر پر آکر اوندھے مُنہ گر پڑی۔ میں سمجھ گیا تھا کہ ابھی وہ کئی دنوں تک سوچنے سمجھنے اور کوئی مناسب فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہے گی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "جنرل سے کیا کہوں؟ وہ پارس کے متعلق پوچھے گا" اس نے پریشان ہوکر سوچا "اسے تو کچھ جواب دینا ہی ہوگا۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "کیا یہ کہہ دوں کہ وہ مسلمان تھا' ہم سب دھوکا کھاگئے؟"

"نہیں' ایسا کہوں گی تو اعلیٰ حکام کا اعتماد مجھ پر سے اٹھ جائے گا۔ سب یہی کہیں گے' رسونتی میرے اندر رہ کر گھر کی بھیدی بنی ہوئی ہے۔"

"کیا میں یہ بات چھپالوں کہ پارس مسلمان نہیں ہے۔ میرا دماغ رسونتی کی گرفت میں نہیں آرہا ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا "یہ تو اپنے ملک اور قوم سے دھوکا ہوگا۔ نہیں میں رسونتی کو اپنے دماغ میں چھپا کر اسرائیل نہیں جاؤں گی۔ اپنے ملک کے کسی بھی معاملے میں شریک نہیں رہوں گی۔ آہ! مجھے اپنے ملک سے دور اور تمام یہودی ارادوں سے باز رہنا ہوگا۔ پارس بہت کمینہ ہے۔ اس نے واقعی مجھے مسلمانوں سے نفرت کرنے کی سزا دی ہے۔ میرے اپنے یہودیوں سے مجھے دور کردیا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "اس نے جو کیا سو کیا' اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

وہ پریشان ہوکر بولی "سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟"

"سمجھ میں نہ آئے تب بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہوتا ہے۔ میں ہوٹل کے اس کمرے میں بیٹھی نہیں رہوں گی۔ شاید سوچتے سوچتے سوجاؤں گی۔ مگر ہمیشہ نیند میں رہ کر موجودہ حالات سے نجات نہیں پاسکوں گی۔ صبح یہودی تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کرنا ہوگا۔ جنرل کو پارس کے متعلق کچھ تو بتانا ہی ہوگا۔"

اس نے تھکے ہوئے انداز میں سوچا "کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں کچھ عرصہ کے لئے غائب ہوجاؤں۔ کوئی مجھے نہ دیکھے' کوئی مجھ سے سوال نہ کرے۔ مجھے جنرل کو رپورٹ نہ دینا پڑے۔ پارس کا ذکر نہ کروں نہ سنوں۔ اسے دماغ سے نکال کر پھینک دوں۔ کیا میں ایسا کوئی راستہ اختیار نہیں کرسکتی؟"

وہ اپنے ان خیالات پر غور کرنے لگی۔ ابھی وہ جنرل اور اعلیٰ حکام کے سامنے ہر طرح کے سوال و جواب سے کترانا چاہتی تھی۔ بعد میں خوب سوچ سمجھ کر اس نتیجے پر پہنچنا چاہتی تھی کہ یہودی اکابرین کو دماغی طور پر گرفتار ہونے والی بات بتائی جائے یا نہیں؟ اگر نہ بتائی جائے تو اپنے ملک سے دور رہ کر کس طرح اپنی قوم کی مفاد میں کام کرتی رہے۔

بڑی دیر تک غور کرنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آئی کہ فی الحال جنرل وغیرہ سے رابطہ ختم کردینا چاہئے۔ وہ لوگ پریشان ہوں گے' اسے تلاش کریں گے۔ اس عرصے میں وہ رسونتی سے دماغ کو آزاد کرانے کی کوشش کرتی رہے گی۔ کامیاب ہونے کے بعد پھر پہلے جیسی اہمیت اختیار کرکے اسرائیل جائے گی اور معقول باتیں بناکر اپنے لوگوں کو مطمئن کردے گی۔

یہ فیصلہ کرکے وہ اٹھ گئی۔ اپنا مختصر سا سامان سمیٹنے لگی۔ پارس میرے کمرے میں آگیا تھا۔ بستر پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ میں نے اسے الپا کے خیالات بتائے اور اس کا فیصلہ سنایا۔ وہ بولا۔ "اسے جانے دیں' ٹھوکریں کھا کر شاید عقل آجائے۔"

بے شک اسے دنیا کی نرمی' گرمی' سردی اور سختی کا ذاتی تجربہ ہونا چاہئے۔ وہ ٹریننگ سینٹر سے نکلنے کے بعد تل ابیب کے ایک شاہی محل میں بڑی نزاکت سے زندگی گزار رہی تھی۔ اب اس کی پاؤں میں کانٹے چبھیں گے تو وہ دوسروں کے دکھ درد کو سمجھے گی اور انسانیت کی راہ پر چلے گی۔ پارس نے کہا "رات زیادہ ہوچکی ہے' آپ سوجائیں۔"

"بیٹے! ایسی بھی بے رخی اچھی نہیں ہوتی۔ کیا الپا سے تمہیں کوئی لگاؤ نہیں تھا؟"

"ضرور تھا۔ وہ اچھی ہے مگر مصیبت ہے۔"

"ابھی وہ مصیبت میں ہے۔ میں دیکھوں گا' وہ کہاں جاتی ہے اور کیا کرتی ہے۔ میں اسے مصیبتیں اٹھانے دوں گا لیکن ایسا نقصان نہیں پہنچنے دوں گا جس سے اس کی زندگی تباہ ہوجائے۔"

پارس نے کروٹ بدل کر آنکھیں بند کرلیں۔ میں الپا کے پاس آیا۔ اس نے ہوٹل چھوڑ دیا تھا۔ ایک ڈے اینڈ نائٹ اسٹور سے عارضی میک اپ کا سامان خرید رہی تھی۔ اگرچہ وہ آرام طلب ہوگئی تھی لیکن آرام طلب کرتے رہنے کی عادی

نہیں ہوئی تھی۔ ٹریننگ سینٹر میں اس نے میک اپ کرنے' تنہا مشکلات سے گزرنے اور گوریلا فائٹ لڑنے کی تربیت حاصل کی تھی اور ہمیشہ زیادہ مارکس حاصل کرتی رہی تھی۔

استنبول میں کوئی اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ صرف امریکی سراغرسانوں سے اندیشہ تھا کہ وہ اسے ہر ملک ہر شہر میں تلاش کررہے ہوں گے۔ وہ سامان خرید کر اسٹور سے باہر آئی۔ ایک شخص اسے دیر سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے پیچھے دکان سے باہر آیا تھا۔ پھر اس نے ایک طرف اشارہ کیا تھا۔ اس کا اشارہ پاتے ہی تین افراد اور پیچھے ہو گئے۔ یہ تو ہونا ہی تھا' ایک حسین اور جوان لڑکی آدھی رات کے بعد تنہا بازار میں دکھائی دے تو لوگ اسے مالِ غنیمت سمجھنے لگتے ہیں۔

وہ فٹ پاتھ پر آکر ٹیکسی کا انتظار کرنے لگی۔ ایک شخص نے آکر پوچھا "میرے لائق کوئی خدمت ہے؟"

وہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئی بولی "شکریہ' مجھے ٹیکسی کا...." اس نے بات ادھوری چھوڑ کر ایک ہاتھ سے ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ اس کے رکتے ہی وہ پچھلی سیٹ پر جاکر بیٹھ گئی۔ ٹیکسی چل پڑی۔ وہ چاروں دوڑتے ہوئے اپنی گاڑی میں آئے۔ الپا نے انہیں ٹیکسی کے پچھلے شیشے سے دیکھا۔ ان کی گاڑی اپنے پیچھے آتے دیکھ کر اس کے دماغ میں گئی جس نے تھوڑی دیر پہلے اسے مخاطب کیا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "صورت بھی وہی ہے' آواز بھی وہی ہے۔"

اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک امریکن نے جیب سے ایک تصویر نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "ہاں صورت تو یہی ہے' میں تم سے دور تھا اس کی آواز نہ سن سکا۔"

الپا کو خطرے کا یقین ہو گیا تھا۔ ان کے پاس اس کی تصویر بھی تھی۔ اس نے پہلے شخص کے دماغ پر قبضہ جماکر پوچھا "یہ حسینہ کون ہے؟"

دوسرے نے کہا "میں تمہیں بتا چکا ہوں پھر کیوں پوچھ رہے ہو۔ ویسے تمہارا جاننا ضروری نہیں ہے۔ مجھے اس کی رہائش گاہ تک پہنچاؤ۔ میں تم لوگوں کو روزانہ دو سو ڈالر دے رہا ہوں' اگر یہ وہی لڑکی ثابت ہوئی تو میں تمہیں پانچ ہزار ڈالر دے کر رخصت کروں گا۔"

الپا سمجھ گئی کہ وہ امریکی جاسوس ہے اور اسے ٹریپ کرکے پھر امریکا کے کسی ٹریننگ سینٹر یا جیل خانے میں پہنچانا چاہتا ہے۔ اس نے امریکی جاسوس کے لہجے کو گرفت میں لیا پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ فوراً ہی ڈرائیو کرنے والے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا "تم منہ سے آواز نہ نکالنا۔ میں تم لوگوں کو بتا چکا ہوں' وہ حسینہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ ابھی اس کا ثبوت مل گیا ہے۔ وہ میرے دماغ میں آنا چاہتی تھی۔ تم بولو گے تو تمہارے اندر آکر ہماری گاڑی کو تباہ کردے گی۔ اب کوئی کچھ نہ بولے' صرف اشارے میں بات کرے اور میں اپنے ساتھی کے ذریعے الپا تک ماسک مین کا پیغام پہنچانا چاہتا ہوں کہ ہم دوست ہیں۔ میں الپا کی طرح امریکی ہوں مگر ماسک مین کا وفادار ہوں۔ تم یہاں خطرات میں گھری ہوئی ہو' ہماری دوستی کے سائے میں تم محفوظ رہو گی۔"

وہ سمجھ رہی تھی سپر ماسٹر نے جاسوس چھوڑ رکھے ہیں جبکہ وہ ماسک مین کے ایجنٹ تھے۔ وہ لبنان سے نکل کر پاسکل بوبا کو بھول گئی تھی۔ ادھر وہ ناکام ہوا تھا مایوس نہیں ہوا تھا۔ اس نے اندازہ کیا تھا کہ الپا اگر اسرائیل نہ گئی تو ترکی کی طرف آئے گی۔ اس لئے اس نے انقرہ اور استنبول جیسے شہروں میں اپنے ایجنٹوں کا جال پھیلا رکھا تھا۔

وہ تیزی سے سوچ رہی تھی کہ تعاقب کرنے والوں کو کس طرح ڈاج دے۔ میں نے اس کے اندر ایک تدبیر پیش کی۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو سو ڈالر دیتے ہوئے کہا "کچھ بدمعاش میرا پیچھا کررہے ہیں۔ تم تنگ گلیوں میں سے ٹیکسی لے جاؤ پھر کسی گلی میں موڑتے ہی دو سیکنڈ کے لئے گاڑی روکنا۔ میں اتر جاؤں گی' تم آگے چلے جانا۔ وہ تمہارے پیچھے لگے رہیں گے۔"

ڈرائیور سو ڈالر لے کر خوش ہو گیا تھا۔ اس نے دو چار گلیوں سے گزرنے کے بعد ایک گلی میں گاڑی روکی۔ الپا تیزی سے اتر کر ایک دیوار کے پیچھے چلی گئی۔ ٹیکسی تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔ اس کے بعد تعاقب کرنے والی کاڑی گلی میں مڑتی ہوئی آئی۔ انہوں نے ٹیکسی کو رکتے نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے اس کے تعاقب میں آگے نکل گئے۔ الپا پلٹ کر پیچھے گلی میں جانے لگی۔

چند آڑی ترچھی گلیوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک مکان کے دروازے پر رک گئی۔ اندر سے کسی عورت کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ ترکی زبان میں کہہ رہی تھی "تم جب بھی زیادہ پی کر آتے ہو مجھ پر ظلم کرتے ہو۔ کاش میں مرد ہوتی اور تمہاری پٹائی کرتی تو پتا چلتا ہڈیوں میں کیسا درد ہوتا ہے!"

الپا وہ زبان جانتی تھی۔ اس نے عورت کے دماغ سے معلوم کیا۔ میاں بیوی گھر میں اکیلے تھے اس نے عورت کو آکر دروازہ کھولنے پر مجبور کیا۔ دروازہ کھل گیا وہ اندر آگئی۔ اس کے شوہر نے پوچھا "تم کون ہو؟ اتنی رات کو ہمارے گھر میں کیوں آئی ہو؟"

"میں تمہاری بیوی کو بتانے آئی ہوں کہ بدمعاش مرد کی پٹائی کرنے کے لئے مرد ہونا ضروری نہیں ہے۔ عورت بھی اس کی ہڈیاں توڑ سکتی ہے۔"

"اچھا تو تم میری ہڈیاں توڑنے آئی ہو! ایک دھکا دوں گا تو گلی میں نظر آؤ گی۔"

وہ دھکا دے کر اسے نکالنے کے لئے آگے بڑھا۔ الپا نے گھوم کر ایک کک ماری۔ وہ مار کھا کر لڑکھڑاتا ہوا ایک کرسی پر آیا پھر اس کے ساتھ فرش پر گر پڑا۔ الپا نے کہا "انجو۔"

وہ وہیں پڑا رہا۔ چند سیکنڈ بعد ہی اس کے خراٹے سنائی دیے۔ الپا نے حیرانی سے پوچھا "کمال ہے۔ کیا یہ رات کھا کر سوتا ہے؟"

اس کی بیوی نے کہا "اس کمبخت کا نشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ مجھے مارتے مارتے گر پڑتا ہے۔ پھر جہاں گرتا ہے وہیں صبح تک سوتا رہتا ہے۔"

"تم اس کا ظلم کیوں برداشت کرتی ہو؟"

"کیا کروں؟ دل سے مجبور ہوں' اس کے سوا کوئی مرد اچھا نہیں لگتا۔"

اچانک الپا کو پارس یاد آگیا۔ پارس کے بغیر کوئی آنکھوں میں نہیں سماتا تھا' کوئی دوسرا کسی پہلو سے بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ ابھی وہ فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ مسلمان ہونے کے باوجود وہ اچھا لگتا ہے یا نہیں؟

اس عورت نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ چونک کر بولی "وہ میں سوچ رہی ہوں' مرد کی محبت عورت کو کمزور بنا دیتی ہے۔ تمہیں کمزور نہیں بننا چاہئے۔"

"شاید تم نے کسی سے محبت نہیں کی۔ اگر کی ہے تو اسے ٹھکرا کر کسی اور کے پاس جانے کے لئے سوچو تو دل نہیں مانے گا۔ دماغ اسی کے لئے سوچے گا۔ جذبے اسی کو پکاریں گے۔"

وہ بول رہی تھی اور الپا دل میں تسلیم کررہی تھی' ہاں ایسا تو ہو رہا ہے۔ میں اسے دل و دماغ سے نکالنے کی کوشش کررہی ہوں مگر مجھے اس سے نفرت نہیں ہو رہی ہے۔ صرف اس بات پر غصہ آرہا ہے کہ وہ مسلمان کیوں ہے؟

اس عورت نے پوچھا "تم کون ہو؟ اتنی رات کو کہاں سے آرہی ہو؟"

"میں تمہاری طرح یہودی ہوں' اسرائیل سے آئی ہوں۔ ایک ہوٹل میں قیام ہے۔ چند بدمعاش میرا پیچھا کررہے تھے۔ میں انہیں ڈاج دیکر آئی ہوں کیا تم مجھ پر بھروسا کروگی؟"

"کس بات کا بھروسا؟"

"یہاں رات گزارنا چاہتی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں کسی اجنبی کو پناہ نہیں دے سکتی۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں باہر جارہی ہوں۔ دروازہ بند کرلو۔"

عورت اس کے ساتھ چلتے ہوئے دروازے تک آئی۔ وہ دماغ پر قبضہ جما چکی تھی۔ اس کے ہاتھ سے دروازہ کھلوا کر آنکھیں بند کرائیں۔ دماغ کو سمجھایا' اجنبی عورت باہر چلی گئی ہے پھر اس نے آنکھیں کھول کر دروازہ بند کردیا۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اپنے میاں کے پاس آئی پھر اس کے قریب فرش پر لیٹ گئی۔ ٹیلی پیتھی کی لوری سن کر سو گئی۔

الپا اس کے بیڈ روم میں آئی۔ آرام سے بستر پر لیٹ کر سوچنے لگی۔ ماسک مین کے تمام لوگ اب اسے پورے شہر میں ڈھونڈتے پھریں گے۔ سپر ماسٹر کے جاسوس بھی اس کی تلاش میں ہوں گے۔ اسے اب بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "کتنی عجیب بات ہے کہ میں جن مسلمانوں کو دشمن سمجھتی تھی انہوں نے مجھے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ رسوخ چاہتی تو مجھے فرانس کے کسی قید خانے میں پہنچا سکتی تھی اور جنہیں میں کبھی اپنا دشمن نہیں سمجھتی تھی وہ مجھے اپنے بس میں کرنے کے لئے مجھے تلاش کررہے ہیں۔"

وہ ان باتوں سے قائل ہو رہی تھی۔ میں اس کے دماغ سے آگیا کیونکہ وہ اپنے دماغ کو سونے کے لئے ہدایات دے رہی تھی۔ ادھر پارس گہری نیند میں تھا۔ میں بیٹے کے پاس آکر لیٹ گیا۔ یہ عجیب بات تھی کہ ہم باپ بیٹے آرام کے ایک بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ جبکہ مقدر میں اتنا آرام اور سکون نہیں تھا ہم باپ بیٹوں کے پاؤں میں چکر تھے۔ کبھی ایک جگہ رہ نہیں پاتے تھے۔ لیکن آج یہ موقع نصیب ہو گیا تھا۔

میں بھی نیند پوری کرنے کے لئے دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا۔ آنکھ سونے سے پہلے اس آدمی کے پاس جاتا جس نے ماسک مین کا ایجنٹ کام لے رہا تھا اور جو اچھے لوگوں کے ساتھ الپا کا تعاقب کررہا تھا تو اس کے ذریعے اس ایجنٹ کی باتیں سن سکتا تھا اور یہ معلوم کرسکتا تھا کہ ہم باپ بیٹے کے مقدر میں پوری نیند اور مکمل آرام نہیں ہے۔ دشمنوں کا رخ ہماری طرف ہو گیا ہے۔

بات یہ تھی کہ ماسک مین کے آدمی صرف الپا کو نہیں اس کے ساتھ رہنے والے ڈی پارس کو بھی ڈھونڈ رہے تھے اور یہ تمام ڈھونڈنے والے ٹرانسمٹر کے ذریعے اپنی اپنی رپورٹ پاسکل بوبا تک پہنچاتے تھے۔ پاسکل کو یہ رپورٹ مل گئی تھی کہ الپا نظر آنے کے بعد مشرقی استنبول کی ایک گلی میں گم ہو گئی ہے۔ اس نے حکم دیا تھا "آس پاس کی تمام گلیوں میں چوبیس گھنٹے تک پہرا دیتے رہو۔ زیادہ سے زیادہ آدمیوں کی ڈیوٹی لگاؤ وہ کسی بھی وقت مکان سے بھیس بدل کر نکلے گی۔"

مغربی استنبول کے ایک ایجنٹ نے پاسکل کو رپورٹ دی۔

"سر! سپر ماسٹر کا ایک ایجنٹ میری نظروں میں ہے' میں اس کا پیچھا کرتا ہوا ہوٹل کے ٹوائلٹ میں گیا تھا۔ وہ کچھ نشے میں تھا۔

اسے اس بات کا ہوش نہیں تھا کہ وہ ٹوائلٹ کے اندر جاکر اونچی آواز میں ٹرانسمٹو کے ذریعے باتیں کررہا ہے۔"
پاسکل نے پوچھا" وہ کیا باتیں کررہا تھا؟"
"اس نے کسی کو اطلاع دی ہے کہ پرل انٹرکان کے ساتویں فلور کے کمرے میں پارس دیکھا گیا ہے۔"
"کیا تم نے اطلاع کی تصدیق کی؟"
"میں اسی ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں اپنی کار کے اندر ہوں۔ اگر آپ میرے دماغ میں رہیں گے اور میرے ذریعے ہوٹل کی کاؤنٹر گرل تک پہنچیں گے تو آسانی سے ساتویں فلور کے مسافروں کے متعلق معلوم کرلیں گے۔"
"ٹھیک ہے، تم کاؤنٹر پر جاؤ۔"
اس نے ٹرانسمٹو کو بند کیا، کار سے نکل کر ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ پاسکل نے اس کے دماغ میں آکر کہا "اگر یہ اطلاع درست ہوگی تو پارس کو گھیرنے کے لئے سپر ماسٹر کے آدمی بھی آئیں گے، ہم بہت ہوشیار اور دلیر ساتھیوں کو لے کر جاؤ گے۔"
"یس سر! میں سپر ماسٹر کے لوگوں سے نمٹ لوں گا۔"
"بات صرف ان سے نمٹنے کی نہیں ہے۔ ہمیں پارس چاہئے، الپا اس پر مرتی ہے۔ وہ ہماری گرفت میں آئے گا تو الپا بھی آئے گی۔ پارس نظر آتے ہی اسے زخمی کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے دماغ میں جگہ ملتے ہی کام آسان ہوجائے گا۔"
ایجنٹ نے ہوٹل کاؤنٹر پر آکر لڑکی سے پوچھا "کیا مسٹر ڈیوڈ ہاروے اس ہوٹل میں قیام کرتے ہیں؟"
لڑکی نے کمپیوٹر کے ذریعے معلوم کیا پھر کہا "جی نہیں، اس نام کے کوئی صاحب نہیں ہیں۔"
پاسکل اس کے دماغ میں پہنچ گیا پھر اس کے ذریعے ہوٹل ایکسچینج کی آپریٹر کے پاس آیا۔ اس کے ذریعے ساتویں فلور پر ایک ایک کمرے میں فون کرایا۔ ہر کمرے کا مسافر اتنی رات کو فون کرنے کا برا منا رہا تھا۔ پاسکل ان کے دماغ میں پہنچ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا ان میں کوئی پارس نہیں ہے۔
پھر ہمارے کمرے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ہم اپنے دماغ کو ہدایت دے کر سوتے تھے اس لئے گھنٹی کی پہلی آواز پر دونوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ پارس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا پھر ناگواری سے بولا "یہ کوئی فون کرنے کا وقت ہے کون ہو تم؟"
دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی پھر پارس نے سانس روک لی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ سانس لیتا ہوا بولا "ہیلو کون ہے؟ کیا ریسیور رکھ دوں۔"
کوئی جواب نہیں ملا اس نے ریسیور رکھ کر مجھے دیکھا۔ میں نے پوچھا "خیریت ہے؟"

"آپ جس کے باپ ہوں، وہ بچہ خیریت سے کیسے رہ سکتا ہے۔"
"تمہیں کس نے کہا تھا کہ مجھے باپ بناؤ؟"
"یعنی یہ میری غلطی ہے؟"
"بیٹے! غلطی سے آہی گئے ہو تو بیان کرو۔ معاملہ کیا ہے؟"
"کوئی فون کے ذریعے میری آواز سن کر دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔"
"اچھا تو خطرے نے دستک دی ہے؟"
وہ اٹھ کر ٹوائلٹ کی طرف جاتے ہوئے بولا "بڑی مشکل ہے نہ دن کو چین ملتا ہے نہ رات کو سوتے وقت آرام۔"
میں بستر سے اٹھ کر جوتے پہنتے ہوئے بولا "تم تو گہری نیند میں تھے۔"
وہ بولا "ہاں، مگر خواب میں محترمہ مجھے پریشان کررہی ہیں۔"
"کون، الپا؟"
"جی نہیں، لیلیٰ آنٹی۔"
میرا دل دھک سے رہ گیا جیسے چوری اچانک پکڑی گئی ہو، حالانکہ ابھی میرے دماغ میں دور تک لیلیٰ کے لئے ایسی بات نہیں تھی۔ جس سے کوئی چوری والی بات سمجھ میں آئے۔ ویسے ہر انسان کو اپنی چور نیت پہلے سمجھ میں نہیں آتی، رفتہ رفتہ ظاہر ہوتی ہے۔
وہ تولیے سے منہ پونچھتا ہوا کمرے میں آیا۔ میں اس سے نظریں چرانے لگا۔ وہ میرا بنا تھا مگر پکا بدمعاش تھا۔ خدا جانے کیسے دوسروں کی دکھتی رگ پکڑ لیتا تھا۔ میں نے انجان بن کر پوچھا "یہ آنٹی تمہارے خواب میں کیوں آتی تھیں؟"
وہ جوتے پہنتے ہوئے بولا "غلطی سے آگئی تھیں۔ میں نے کہا آپ غلط جگہ آگئی ہیں اور وہ کہہ رہی تھیں، نہیں یہی وہ جگہ ہے۔"
"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"
"یہی کہ ہم باپ بیٹے ایک ساتھ ایک تکیئے پر سر رکھ کر سو رہے تھے۔ میں نے سمجھایا آنٹی! آپ غلط جگہ آگئی ہیں۔ پاپا کی کھوپڑی میرے پڑوس میں ہے۔"
میں نے ہنستے ہوئے پوچھا "تم شیطانی سے باز نہیں آؤ گے؟"
"پاپا مجھے فرصت نہیں مل رہی ہے ورنہ شادی دفتر کھول کر بیٹھ جاتا۔ میں نے دیکھا ہے اس پیشے میں میرا دماغ بہت کام کرتا ہے۔ دو روز پہلے میں نے سلطانہ آنٹی اور انکل سلیمان کی شادی پر راضی کرلیا ہے۔ بات پکی ہوچکی ہے۔ جب میں دوسروں کے لئے محنت کرسکتا ہوں تو کیا اپنے باپ کی شادی نہیں کراؤں گا۔ ضرور کراؤں گا۔ ایک آواز ہو کر بولیں گے ہوکے رہے گی یہ شادی۔"

"اچھا اب خاموش رہو، میں مختصر سی خیال خوانی کروں گا پھر ہم یہاں سے نکلیں گے۔"
میں نے ریسیور اٹھا کر ایکسچینج کا نمبر ڈائل کیا۔ ایک لڑکی نے پوچھا "جی۔ فرمایئے؟"
میں نے ریسیور رکھ کر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا وہ تھوڑی دیر پہلے غائب دماغ ہوگئی تھی۔ ساتویں فلور کے کتنے ہی مسافروں نے شکایت کی تھی کہ ٹیلی فون پر انہیں پریشان کیا گیا ہے۔ پھر میں نے اس کے ذریعے کاؤنٹر گرل کی آواز سنی اس کے بعد پارس سے کہا "باہر کوریڈور میں دیکھو کوئی ہے؟"
اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ رات کے ڈھائی بجے کوریڈور ویران تھا۔ ہم وہاں سے گزرتے ہوئے لفٹ میں آئے پارس نے ناک کے نتھنوں میں ننھی سی اسپرنگ لگائی۔ اس کی ناک پھیل گئی۔ آئینے میں دیکھ کر ریڈی میڈ مونچھیں لگائیں۔ میں نے گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر کاؤنٹر گرل کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر ہم باپ بیٹے اس کے سامنے سے گزرتے چلے گئے۔ وہ میری مرضی کے مطابق سر جھکائے بیٹھی رہی۔ اسے ہمارے ہوٹل سے نکلنے کا علم نہیں ہوا۔ ویٹنگ ہال اور ریفریشمنٹ ہال میں برائے نام لوگ تھے۔ کسی نے ہماری طرف نہیں دیکھا تھا۔ ہم باہر آکر ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔
ہمارا سابقہ ایک سے نہیں دو دشمنوں سے تھا۔ مانک مین اور سپر ماسٹر کے بہترین پلانگ کرنے والے اپنی چالیں چل رہے تھے۔ ہم اپنے بچاؤ کے لئے اپنی تدبیر آزما رہے تھے۔ بڑی احتیاط سے ہوٹل کو چھوڑ دیا تھا۔ ہماری کامیابی کا راز یہ ہے کہ ہم زیادہ خوش فہمی سے بچ کر رہتے ہیں۔ دشمن کو نادان نہیں سمجھتے اس لئے اپنی ناکامیوں کے متعلق پہلے سوچتے ہیں کہ فلاں چال کامیاب ہوئی تو دوسری اور تیسری چال کس طرح چلی جائے گی۔ اتنی باتیں بتانے کا مقصد یہ ہے کہ ہم باپ بیٹے نے مل کر پہلی چال چلی اور پہلے ہی ناکام ہوئے۔ ایک چوہے دان میں پھنسنے ہی والے تھے۔
دشمن بڑے پلان میکر تھے۔ خصوصاً سپر ماسٹر کا پلان میکر بہت چالاک تھا۔ وہ پہلے کسی کو اپنا منصوبہ نہیں بتاتا تھا۔ اگر بتاتا تو سپر ماسٹر ارے رے (سلمان) ہمیں ہوشیار کردیتا۔ اس پلان میکر کا نام پیٹر اوکلے تھا۔ اوکلے کی نظروں میں مانک مین کا ایک ایجنٹ تھا۔ اس نے ایجنٹ کو الو بنانے کے لئے اپنے ایک جاسوس کو ہدایت کی کہ وہ خود کو شراب کے نشے میں ظاہر کرے... اور ایسی باتیں کرے کہ مانک مین کے ایجنٹ کو پارس کا ٹھکانا معلوم ہوجائے۔
اس جاسوس نے مانک مین کے ایجنٹ کو چکر میں ڈالا۔
اس کے سامنے نشے میں ٹوائلٹ کے اندر آیا اور اونچی آواز میں ٹرانسمٹو کے ذریعے خبر دی کہ پارس ایک ہوٹل سے ساتویں فلور پر دیکھا گیا ہے۔ پیٹر اوکلے کو یقین تھا کہ یہ خبر پاسکل بو یا تک پہنچے گی اور وہ خیال خوانی کے ذریعے پارس کا کمرا نمبر معلوم کرنا چاہے گا تو پارس ہوشیار ہوجائے گا۔ وہ جلدی میں ہوٹل چھوڑ کر باہر آئے گا۔ پھر اوکلے کے آدمی اسے گھیر لیں گے۔
پیٹر اوکلے نے ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں صرف ایک ٹیکسی رہنے دی تھی باقی ٹیکسی ڈرائیوروں کو اچھی خاصی رقم دے کر وہاں سے بھگا دیا تھا۔ وہ واحد ٹیکسی جس میں ہم باپ بیٹے سوار ہوئے تھے، اس میں خفیہ آہنی دیواریں تھیں۔ دیواریں ناقابل شکست تھیں۔ ہمارے توڑنے سے نہیں ٹوٹ سکتی تھیں۔ ہمارے چیخنے سے آواز باہر نہیں جاسکتی تھی اور دونوں طرف دروازے خود بخود مقفل ہوجاتے تھے۔ انہوں نے پہلے سے ہمارے لئے یہ چوہے دان بنا رکھا تھا۔
ایسی گاڑیاں جو شکار کو پکڑ کر لاتی ہیں، نئی نہیں ہیں۔
پارس نے ہوٹل سے نکلتے وقت کہا تھا "اتنی آسانی سے نکلنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم نے دشمنوں کو بے وقوف بنایا ہے۔ ہم آگے جاکر پھنسیں گے۔"
ہمارے اور ڈرائیور کے درمیان ایک آہنی دیوار اٹھنے والی تھی۔ اگر مخصوص میکنزم سے وہ دیوار اٹھ جاتی تو ہم ڈرائیور کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ وہ ہماری پہنچ سے دور ہوجاتا۔ ہمارے ہاتھ اس پار ڈرائیور کے گریبان تک نہیں جاسکتے تھے لیکن وہ دیوار نہ اٹھ سکی۔ پارس نے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہی اپنی اپنی اس جگہ رکھ دی تھی۔ وہ اپنی دیوار کے ساتھ اٹھتی ہوئی ٹیکسی کی چھت تک گئی تھی پھر دیوار اور چھت کے درمیان پھنس گئی یعنی آہنی دیوار چھت تک جاکر مقفل نہ ہوسکی۔
ہم ٹیکسی کے پچھلے حصے میں قید ہوتے ہوتے بچ گئے۔ میں نے دیوار کو دونوں ہاتھوں سے نیچے کی طرف دبایا۔ پارس نے پیچھے سے ڈرائیور کی گردن کو ایک بازو میں جکڑ لیا۔ گاڑی ادھر ادھر ڈگمگاتی ہوئی رک گئی۔ ہماری طرف کے دروازے مقفل ہوگئے تھے۔ ہم نے اگلے دروازوں کو کھولتے ہی باہر چھلانگ لگائی۔ پارس ڈرائیور کے ساتھ لڑھکتا ہوا سڑک کے کنارے چلا گیا۔
ہمارے پیچھے آکر رکنے والی گاڑیوں سے فائرنگ ہونے لگی۔ ہم باپ بیٹے دو مختلف دروازوں سے نکلے تھے اس لئے سڑک کے دو طرف گئے تھے۔ فائرنگ بھی دونوں طرف ہی ہورہی تھی۔ میں فٹ پاتھ پر رینگتا ہوا ایک نہایت تنگ گلی میں داخل ہوگیا۔ وہ گلی اتنی تنگ تھی کہ دونوں طرف کی عمارتوں کی دیواروں کو بیک وقت دونوں ہاتھ چھو سکتے تھے۔

فائرنگ کرنے والوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ ہمارے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔ وہ مجھے گولی مارنے کے لئے اس گلی میں آسکتے تھے میں فوراً ہی دونوں طرف کی دیواروں پر پاؤں رکھتا ہوا اوپر چڑھنے لگا۔ کوئی دس فٹ اوپر جاکر رک گیا۔ سر جھکا کر دیکھا ایک مسلح شخص دوڑتا ہوا گلی میں آیا۔ پھر رک گیا۔ محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ اس کا خیال تھا میں کسی عمارت کی دیوار کے پیچھے چھپ سکتا ہوں۔ جب وہ میری پھیلی ہوئی ٹانگوں کے نیچے سے گزرنے لگا تو میں نے اس پر چھلانگ لگائی۔ وہ اوپر سے آنے والے دو من کا بوجھ برداشت نہ کرسکا۔ زمین پر گرا تو اٹھنے میں دیر لگی۔ محبت اور جنگ میں دیر ہو جائے تو اندھیرا ہو جاتا ہے۔ میں نے اس کی گردن پر ایک کراٹے کا ہاتھ مار کر اس کی رائفل چھین لی پھر ریوالور لیا۔ گولی مار کر اسے زخمی کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ پلان میکر پیٹر اوکلے کا آدمی تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور مسلح شخص تھا۔ وہ پارس کے پیچھے گیا تھا۔ میں نے کہا "اسے آواز دو۔"

اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے پکارا "سڈنی! جلدی آؤ سڈنی!"

دوسری طرف سے ایک کمزور سی آواز سنائی دی "ریڈی! میں نہیں آسکتا' مشکل میں ہوں۔ پلیز میری مدد کے لئے آؤ۔"

میں نے بولنے والے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ پتا چلا پارس نے ہاتھ موڑنے کا ایسا داؤ استعمال کیا ہے کہ وہ بچاؤ کے لئے توڑ کرے گا تو بازو کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اس کے ہتھیار سامنے پڑے ہوئے تھے جنہیں وہ ہاتھ بڑھا کر اٹھا نہیں سکتا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر ڈرائیور دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی۔ پتا نہیں وہ زندہ تھا یا مرچکا تھا۔ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کررہا تھا۔

اسکی سوچ پڑھنے کے بعد میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "پارس! میں وولف بول رہا ہوں۔ اس کی جیب میں ٹرانسمٹر ہے۔ یہ کسی پیٹر اوکلے کا ماتحت ہے۔ اس کا ہاتھ چھوڑ دو میں اس کے ذریعے پیٹر اوکلے تک پہنچوں گا۔"

اس نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ اپنا بازو سہلاتا ہوا بیٹھ گیا۔ میری مرضی کے مطابق جیب سے ٹرانسمٹر نکال کر آپریٹ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں رابطہ ہوگیا۔ دونوں طرف سے کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہوا۔ میرے معمول نے کہا "سر! پارس وہ ٹیکسی لے کر فرار ہوگیا ہے۔"

"کیسے فرار ہوگیا؟ کیا وہ اپنے ساتھی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر نہیں بیٹھا تھا؟"

"دونوں ہی بیٹھے تھے۔ انہیں چاروں طرف سے قید کرنے کے لئے آہنی دیوار کا خود کار نظام بالکل ٹھیک تھا۔ پھر پتا نہیں وہ ڈرائیور کو ہلاک کرکے اس کو گاڑی سے باہر پھینک کر کہاں چلے گئے تھے؟"

"کیا بکواس ہے! تم نے اپنی گاڑی میں پیچھا نہیں کیا؟"

"وہ پیچ در پیچ گلیوں سے گزرتے ہوئے پتا نہیں کدھر نکل گئے۔ ہم ان گلیوں سے نکلے تو وہ نظر نہیں آئے۔ ہم پھر انہیں تلاش کرنے جارہے ہیں۔"

"جاؤ مرو۔ مگر مجھے رپورٹ دیتے رہو۔"

ٹرانسمٹر سے گفتگو ختم ہوگئی۔ میں پارس کے پاس آگیا تھا جس نے ابھی گفتگو کی تھی اسے گولی مار کر زخمی کیا پھر کہا "تم لوگ محض آلۂ کار ہو اس لئے ہم تمہیں زندہ چھوڑ کر جارہے ہیں۔"

پارس نے اس کی جیب سے کار کی چابی نکالی۔ پھر ہم اس میں بیٹھ کر مشرقی استنبول کی طرف جانے لگے۔ میں نے پیٹر اوکلے کے پاس پہنچ کر اس کی سوچ پڑھی۔ وہ انہی گلیوں میں سے ایک گلی میں تھا جہاں کے ایک مکان میں الپا سو رہی تھی۔ اوکلے نے وہاں کی ہر گلی میں دو دو آدمیوں کی ڈیوٹی لگادی تھی۔ ان کے لئے الپا بہت اہم تھی' ان کے ملک سے نیلی پیتھی کیکو کر بھاگ آئی تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس سے کوئی دوسرا ملک فائدہ اٹھائے۔ اس سے پہلے کہ پارس اسے ٹریپ کرکے فرانس لے جائے' اوکلے اسے گولی مار دینا چاہتا تھا۔

پاسکل سمجھ رہا تھا الپا کے ساتھ ڈی پارس ہے اور اوکلے اسے حقیقتاً پارس سمجھ کر اس کے ذریعے بھی الپا تک پہنچنا چاہتا تھا۔ چونکہ الپا سے اندیشہ تھا کہ وہ دماغ میں آسکتی ہے اس لئے اوکلے کا ایک سینئر افسر تھا جو یوگا کا ماہر تھا' وہ انہی گلیوں میں کہیں چھپا ہوا تھا۔ ٹرانسمٹر کے ذریعے اوکلے کے پھیلائے ہوئے جال کو دیکھتا اور سمجھتا رہتا تھا اور اپنے طور مشورے دیتا رہتا تھا۔

میں نے پارس سے کہا "اوکلے کا ایک سینئر افسر یوگا کا ماہر ہے۔ ان گلیوں میں کہیں موجود ہے۔ وہ الپا کو دیکھتے ہی گولی مارنا چاہتا ہے۔"

وہ بولا "آپ کو اپنی آدھی بہو کی بہت فکر ہے۔"

"کیا چاہتے ہو' وہ بے موت مرجائے؟"

"نہیں۔ آپ درست کہتے ہیں۔ شاید وہ راہِ راست آجائے۔ میری شیطا ممی بھی آخری سانس تک یہودی تھیں مگر مسلمان کی دوست تھیں۔ انہوں نے ہاں بن کر جو تربیت دی ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہودی بھی انسان ہوتے ہیں۔ الپا بھی انسان دوست ہوسکتی ہے۔"

"الپا کو نیند سے جگانا ہوگا۔ پتا نہیں وہ کس گلی کے مکان میں ہے۔ اگر اس گلی کا نمبر یا نام معلوم ہوگا تب بھی رات پہلے پہر کس سے پوچھیں گے کہ کون سی گلی کہاں سے شروع ہوتی ہے اور اس گلی سے اور کتنی گلیاں دوسری سمت جاتی ہیں۔"

"آپ الپا کو احساس دلائیں کہ وہ شاہی محل میں نہیں ہے' جھوڑے بیچ کر سونے کا وقت گزر چکا ہے۔ وہ خطرات سے کھیلتی رہے گی تو اسے ہماری دوستی کی قدر معلوم ہوگی۔"

میں نے الپا کو نیند سے چونکا دیا وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ یہ سوچ اس کے اندر پیدا ہوئی کہ ابھی بیرونی دروازے کے پاس کسی قسم کی آواز ہوئی تھی۔ کوئی گلی میں ہے۔ وہ بستر سے اٹھ کر دبے پاؤں چلتی ہوئی بیڈ روم کے دروازے تک آئی۔ کان لگا کر سنا' کچھ سنائی نہیں دیا۔ میں نے اس کے اندر حوصلہ پیدا کیا تو وہ دروازہ کھول کر بیڈ روم سے باہر آگئی۔

وہ میاں بیوی فرش پر گہری نیند سو رہے تھے۔ میں نے احساس پیدا کیا جیسے کوئی گلی میں دوڑتا آیا ہو۔ وہ دبے قدموں چلتی ہوئی زینے کے پاس آئی اور پھر وہاں سے چھت پر پہنچ گئی۔ اوندھے منہ لیٹ کر چھت کے کنارے آکر ذرا سا سر اٹھا کر گلی میں دیکھنے لگی۔ گلی میں دونوں سروں پر دو موٹر سائیکلیں نظر آئیں۔ ہر گاڑی کے پاس دو افراد نظر آئے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ ہر گلی کے موڑ پر موٹر سائیکلوں کے ساتھ دو دو مسلح افراد بھی موجود ہیں۔ الپا کو اس طرح گھیرا گیا تھا کہ وہ مکان سے نکل نہیں سکتی تھی۔ کسی بھی گلی سے گزر نہیں سکتی تھی۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی "یہ تو شیطانی جال پھیلا ہوا ہے۔ میں کتنے دشمنوں اور کتنے دنوں تک یہاں چھپ سکتی ہوں۔ یہ دشمن یہاں سے نہیں ہٹیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر تدبیر سوچنے لگی۔ ایسے وقت اسے یاد آرہا تھا کہ پارس نے اسے کس طرح اغوا ہونے سے بچایا تھا۔ پاسکل جیسے نیلی پیتھی جاننے والے سے' اور اس کے مسلح کارندوں سے لڑنا آیا تھا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو وہ ابھی تک ماسک مین کے قدموں میں پاسکل کے تابع ہوتی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے تسلیم کرلیا کہ دماغ کام نہیں کررہا ہے۔ ایسے وقت پارس ہی کام آسکتا ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "لیکن پارس کوئی جن تو نہیں کہ ہر جگہ ہر مصیبت میں کام آجائے۔ اس مکان کے چاروں طرف گلیوں میں دشمن پھیلے ہوئے ہیں۔ سب کے سب خطرناک ہتھیاروں سے لیس ہیں۔ پھر میں نے اس سے کون سا اچھا سلوک کیا ہے کہ وہ میری مدد کو آئے گا؟"

وہ دل پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگی "کچھ بھی ہو وہ مجھے چاہتا ہے' اب بھی میرے لئے جان کی بازی لگاسکتا ہے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں نے فوراً ہی پارس سے کہا "الپا تمہارے پاس آرہی ہے۔"

وہ آئی تو اس نے پہلے سانس روکی پھر سانس لینے لگا۔ وہ دوسری بار آئی۔ آتے ہی بولی "سانس نہ روکنا میں الپا ہوں۔"

"تم راستہ بھول گئی ہو۔ میں یہودی پارس نہیں ہوں۔"

"پلیز! طعنے نہ دو' میں مصیبت میں ہوں۔"

"کیا تمہارے ہاں مصیبت میں مسلمانوں کو یاد کیا جاتا ہے؟"

"پارس! میں رو دوں گی۔"

"اچھا میں رومال لے کر آرہا ہوں' بولو کہاں ہو؟"

"میں چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں ہوں' جان بچانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

وہ اپنے حالات بتانے لگی۔ اسے بھی وہاں کے راستوں اور علاقوں کا علم نہیں تھا۔ اس نے مکان کی اور گلی کی چند نشانیاں بتائیں۔ پارس نے کہا "تم نے جس عورت کو نیلی پیتھی کے ذریعے سلایا ہے' اس کے دماغ سے مکان کا نمبر' گلی اور محلے کا نام معلوم کرو۔"

"اوہ گاڈ! اتنی سی بات میرے دماغ میں نہیں آئی۔"

"دماغ سے غرور نکالو عقل آجائے گی۔"

"میں قسم کھاتی ہوں' کبھی تم سے برتر ہونے کی حماقت نہیں کروں گی۔"

اس نے عورت کے دماغ سے وہاں کا مکمل پتا معلوم کرکے بتایا' پارس نے کہا "آرام کرو میں ابھی آکر تمہیں لے جاؤں گا۔"

"تم کیسے آؤ گے؟ مجھے یہاں سے کیسے نکالو گے؟"

"جیسے مکھن سے بال نکالتے ہیں۔"

"تم مجھے سر سے ٹوٹا ہوا بال کہہ رہے ہو۔"

"میں اتنا بدذوق نہیں ہوں۔ بال دشمن ہیں' تم تو مکھن ہو۔"

"ہائے' تم کتنے اچھے ہو۔ میں بری ہوں تمہاری قدر نہیں کررہی تھی۔"

"اچھا اب جاؤ۔ مجھے کام کرنے دو۔"

"میری موجودگی میں بھی کام کرسکتے ہو۔"

"کوئی تمہارے دماغ میں رہے تو کیا تم آزادی سے کام کرسکتی ہو؟"

"اچھا جاتی ہوں' پندرہ منٹ کے بعد آؤں گی۔"

"کوڈ ورڈز یاد رکھو۔ میرے پاس آتے ہی کہنا' میں پہلے انسان ہوں پھر یہودی۔"

"یعنی تم مجھے سبق یاد کراتے رہو گے۔ چلو' ٹھیک ہے۔ میرے کوڈ ورڈز کے جواب میں تمہیں بھی کہنا پڑے گا کہ پہلے میں انسان ہوں پھر مسلمان۔"

"ضرور کہوں گا کیونکہ یہ حقیقت ہے۔ جب میں نے

پیدا ہوتے ہی چند سانسیں لیں تو میں محض انسان کا بچہ تھا۔ پھر میرے کانوں میں اذان سنائی گئی اور میری ماں نے دودھ پلایا تو میں مسلمان ہوگیا۔"

وہ چلی گئی۔ پارس نے کار روک دی پھر اسے یوٹرن دے کر واپس جاتے ہوئے بولا "پاپا! ابھی میں نے ایک اسپتال دیکھا ہے۔ اسپتال کے پاس ایک پولیس اسٹیشن ہے۔ اب میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے' اسے سنیے۔ میں تھانے کے انچارج سے کہوں گا کہ گلی نمبر دس کے مکان نمبر دو سو تیرہ میں ایک عورت بری طرح زخمی ہے۔ ایک ایمبولنس لے کر اسے فوراً طبی امداد پہنچائی جائے۔ جب وہ سوالات کرنا چاہے تو آپ اس کے دماغ پر قبضہ جمالیں۔"

"تمہاری تدبیر سمجھ میں آگئی۔ تم پولیس کی نگرانی میں الپا کو لانا چاہتے ہو۔"

"آپ نے میری آدھی تدبیر سمجھی ہے۔ دشمن کسی حال میں الپا کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ پولیس کی موجودگی میں بھی گولی مار سکتے ہیں۔"

"بیٹے! میں تمہارا باپ ہوں' باقی باتیں سمجھ چکا ہوں لیکن اس کام میں الپا کی مدد حاصل کرنی ہوگی۔"

"وہ کیوں؟"

"وہ ترکی زبان جانتی ہے' میں نہیں جانتا۔ اگر تھانے کا انچارج انگریزی نہ جانتا ہو اور وہ ترکی میں بولتا ہو تو....."

وہ بات کاٹ کر بولا "تو بھی الپا کی ضرورت نہیں ہوگی' میں اس کے تعاون کے بغیر یہ کام کروں گا۔"

"کیسے کرو گے میرے بچے!"

اس نے پولیس اسٹیشن کے سامنے گاڑی روک کر کہا۔ "آپ فوراً آنٹی کو بلائیں۔"

میں نے چونک کر پوچھا "کس کی بات کررہے ہو؟"

"آپ تو گھبرا گئے پاپا!"

میں نے انجان بن کر کہا "کیا بکواس ہے؟"

وہ مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا "میں آنٹی کا نام نہیں لوں گا' دیکھتا ہوں آپ کیسے بلاتے ہیں۔"

اس کی آنکھوں میں شرارت بھری ہوئی تھی۔ میں سلطانہ کو بلا سکتا تھا لیکن بیٹے نے نام نہ لے کر بھی لیلیٰ کو بلانے کا شریر اشارہ کیا تھا۔ اگر میں اسے نہ بلاتا تو چور کی داڑھی میں تنکا والی بات ہوتی۔

سچ بات تو یہ ہے کہ لیلیٰ کے پاس جانے کا ایک بہانہ مل رہا تھا بیٹے نے ایسی شرارت کی تھی کہ مجھے جانا نہیں چاہئے تھا اور اگر نہ جاتا تو بعد میں افسوس ہوتا رہتا۔ اس نے کہا "پاپا! دیر ہورہی ہے' الپا کسی نئی مصیبت میں پڑ جائے گی۔"

میں نے غصہ دکھاتے ہوئے کہا "تم لیلیٰ کو بلانے کی بات سیدھے طریقے سے نہیں کرسکتے۔ بچپن میں کبھی تمہاری پٹائی نہیں کی' اب کسی دن ہاتھ جمادوں گا تو دن میں تارے نظر آجائیں گے۔ بہرحال الپا کی مصیبت کا خیال کرکے لیلیٰ کو بلا رہا ہوں۔"

میں نے لیلیٰ کو مخاطب کیا۔ اس نے سانس روکی پھر دوسری بار جانے پر بولی "ہمارے درمیان کوڈورڈز ضروری ہیں' ورنہ دھوکا ہوسکتا ہے۔"

"کوڈورڈز تم بتاؤ۔"

"آپ بتائیں۔"

میں نے ذرا سوچ کر کہا "پھول کھلتے ہیں۔"

وہ شرمانے لگی میں نے کہا "اگر یہ پسند نہ ہو تو....."

"نہیں' ٹھیک ہے۔ آپ بتائیں کیسے آنا ہوا؟"

میں اسے الپا کے متعلق بتانے لگا۔ اس نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "میں ترکی زبان جانتی ہوں۔ جب تک الپا دشمنوں کے نرغے سے نہیں نکلے گی میں تھانے کے انچارج کو اپنے قابو میں رکھوں گی۔"

میں نے کار سے اترتے ہوئے پارس سے کہا "تھانے دار کے پاس چلو۔"

وہ کار سے باہر آکر بولا "پلیز آنٹی سے میری بات کرادیں۔"

"ہرگز نہیں۔ چپ چاپ اپنا کام کرو۔ بدمعاشی نہ۔"

ہم نے تھانے میں آکے ایک زخمی عورت کے متعلق رپورٹ دی' میرا انداز درست نکلا۔ وہ انگریزی نہیں سمجھ رہا تھا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "یہاں آکر میری زبان سے ترکی میں بولو۔"

وہ میرے دماغ میں آگئی۔ میں نے سوچ کی لہروں کے مطابق ترکی میں بولنے لگا۔ انسپکٹر نے حیرانی سے کہا "آپ ہماری زبان روانی سے بولتے ہیں۔"

پارس نے کہا "پیچھے سے محبت دھکا دے تو آدمی آگے سے ہر زبان بولنے لگتا ہے۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ انسپکٹر نے پارس سے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میرا نام پارس ہے۔ میرے باپ کا نام فرہاد ہے' ماں کا نام شیریں ہونا چاہئے تھا کیونکہ ہمیشہ شیریں کے ساتھ فرہاد کا نام جاتا ہے لیکن میں اپنی ماں کو محبت سے لیلیٰ اماں کہتا ہوں۔"

میں نے محسوس کیا لیلیٰ میرے دماغ سے بھاگ گئی ہے۔

انسپکٹر پارس کی انگریزی نہیں سمجھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا "یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

میں نے لیلیٰ کے پاس آکر کہا "کیا غضب کرتی ہو۔ مجھے چھوڑ کر آگئی ہو۔ انسپکٹر ترکی میں بول رہا ہے' میں کیا جواب

دوں گا۔"

"نہیں! مجھے شرم آتی ہے۔"

"خدا کے لئے بیٹے کی شرارتوں کی سزا باپ کو نہ دو۔ جلد آؤ ورنہ کام بگڑ جائے گا۔"

میں اس کے دماغ سے آیا وہ میرے دماغ میں آگئی' پارس انگریزی بولتا جارہا تھا۔ انسپکٹر منہ کھولے اسے دیکھتا جارہا تھا۔ میں نے بیٹے کا کان پکڑ کر زور سے مروڑتے ہوئے کہا۔ "تمہاری شرارتوں سے لیلیٰ تعاون نہیں کرے گی تو الپا کی شامت آجائے گی۔"

پھر میں نے ترکی زبان میں انسپکٹر سے کہا "آپ مسلح پولیس کی اچھی خاصی تعداد لے چلیں' بہت سے غنڈے اس زخمی عورت کو ہلاک کرنا چاہیں گے۔"

وہ اس سلسلے میں سوال کرنا چاہتا تھا۔ لیلیٰ نے میرے پاس سے جاکر اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر اسپتال ایمبولنس کے لئے فون کیا پھر اٹھتے ہوئے ہم سے بولا۔ "چلو ایمبولنس اسپتال سے نکل رہی ہے۔"

اس کی زبان سمجھ میں نہیں آئی' پارس مجھے دیکھ کر سمجھ گیا کہ لیلیٰ انسپکٹر کو کنٹرول کررہی ہے۔ اس نے آہستگی سے کہا۔ "زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم۔"

یہ کہتے ہی وہ تھانے سے باہر بھاگ گیا۔ اگر ہاتھ آتا تو میں اس کی پیٹھ پر ایک دھپ ضرور جماتا۔ اگرچہ وہ کچھ زیادہ ہی ستا رہا تھا۔ لیلیٰ مجھ سے کترا رہی تھی مگر ناراض نہیں ہورہی تھی بلکہ شرما رہی تھی۔ بیٹا اپنی شرارت کے آئینے میں ہم دونوں کو ایک دوسرے کے چھپے ہوئے چہرے دکھا رہا تھا۔

انسپکٹر ایمبولنس اور مسلح پولیس کی جماعت کے ساتھ آگے چلا گیا۔ ہم بہت فاصلے سے ان کے پیچھے جانے لگے۔ میں نے پارس سے کہا "میں الپا کو سمجھانے جارہا ہوں کہ وہ اس گھر کی عورت پر چادر ڈال کر ایمبولنس والوں کے حوالے کردے اور خود گھر میں چھپی رہے۔ باہر سے کوئی اسے نہ دیکھے' تم یہی چاہتے ہو نا؟"

"جی ہاں۔ یہ بھی کہہ دیں کہ جب تک میری آواز نہ سنے دروازہ نہ کھولے۔"

اسی وقت الپا نے آکر کوڈورڈز ادا کیے "میں پہلے انسان ہوں بعد میں یہودی۔"

پارس نے جواباً کوڈورڈز ادا کرتے ہوئے پوچھا "تم پندرہ منٹ بعد آنے والی تھیں؟ خیریت تو ہے؟"

"ہاں مجھے بھوک لگی تھی میں کچن میں آملیٹ بنا کر کھا رہی تھی۔"

میں الپا کے دماغ میں آیا اسے پارس سے باتیں کرتے ہوئے پایا تو لیلیٰ کے پاس آکر بولا "شیطان الپا سے باتوں میں مصروف ہے' میں شرمندہ ہوں کہ اس نے تمہیں پریشان کیا۔"

وہ خاموش رہی۔ میں نے کہا "سوری! تم نے تو انسپکٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہے میری بات کا جواب دو گی تو اس کا دماغ آزاد ہوجائے گا۔ ٹھیک ہے' تم اپنا کام کرو' میں ایک سپاہی کے دماغ میں رہوں گا۔"

اس نے چند ساعتوں کے لئے انسپکٹر کو چھوڑ کر مجھے سے کہا "پلیز' آپ میرے پاس رہ کر مجھے گائیڈ کریں۔"

چند ساعتوں میں انسپکٹر نے چونک کر سوچا "یہ میں پولیس پارٹی کے ساتھ کہاں جارہا ہوں۔ ابھی تو میں تھانے میں تھا۔"

اسے کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ لیلیٰ نے پھر اس پر قبضہ جمالیا۔

وہ ان گلیوں میں داخل ہوگئے جہاں ہر موڑ پر دو مسلح افراد ایک موٹر سائیکل کے ساتھ نظر آرہے تھے۔ انسپکٹر نے ان سے ڈانٹ کر پوچھا "یہاں اتنی رات کو ہتھیار لئے کیوں کھڑے ہو' چلے جاؤ ورنہ حوالات میں جاؤ گے۔"

انہوں نے جواب نہیں دیا۔ قانون کے محافظوں سے الجھنا نہیں چاہتے تھے۔ وہاں سے چپ چاپ جانے لگے۔ دوسرے موڑ پر ایک مسلح جوان نے کہا "یہ ساتھ والا میرا مکان ہے' یہ میرا محلہ ہے۔ مجھے رات کو پہرا دینے کا حق پہنچتا ہے۔"

میں نے لیلیٰ سے کہا "انسپکٹر کو ان سے الجھنے نہ دو۔"

وہ اسے اس مکان کے سامنے لے آئی جہاں الپا چھپی ہوئی تھی۔ اس گلی میں کھڑے ہوئے مسلح افراد ایمبولنس اور پولیس کی دو گاڑیوں کو دیکھنے لگے۔ مسلح سپاہی گاڑیوں سے اتر رہے تھے' انسپکٹر نے دروازے پر دستک دی' وہ اندر سے کھلا ہوا تھا۔ اس نے دستک کے لئے ہاتھ مارا تو وہ کھلتا چلا گیا اندر میاں بیوی فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ بیوی پر ایک چادر پڑی ہوئی تھی۔ اس پولیس انسپکٹر نے اس عورت کو اسٹریچر پر ڈال کرلے جانے کا حکم دیا۔ جب دو سپاہی اسے اسٹریچر پر ڈال کر باہر آئے اور ایمبولنس کے پچھلے حصے میں رکھنے لگے تو ایک مسلح شخص نے آگے بڑھ کر کہا "یہ کون ہے اور تم کسے لے جارہے ہو؟ ہمیں دیکھنے دو۔"

انسپکٹر نے ایمبولنس کے پچھلے دروازے کو بند کرنے کا حکم دے کر اس شخص سے پوچھا "تم پولیس کے معاملات میں مداخلت کرنے والے کون ہوتے ہو۔"

وہ انسپکٹر کو گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے بولا "اس عورت کو میرے حوالے کر دو' یہ تمہارے ساتھ نہیں جائے گی۔"

ایک سپاہی نے گولی چلائی۔ وہ اچھل کر ایک گاڑی کے پیچھے آگیا۔ پھر دونوں طرف سے فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں۔ علاقے کے لوگ گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔ دروازے اور

کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھنے لگے۔ جب پتا چلا اندھا دھند فائرنگ ہو رہی ہے تو سب نے سہم کر دروازے بند کرلئے۔ انسپکٹر ایمبولنس میں آکر بیٹھ گیا' ڈرائیور اسے ڈرائیو کرتے ہوئے گلی سے باہر نکلنے لگا۔ فائرنگ اور شدید ہوگئی تھی۔ پولیس کے آدمی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر فائرنگ کررہے تھے' وہ بھی ایمبولنس کے پیچھے جارہے تھے۔ ایسی صورت میں مسلح دشمن بھی اپنی گاڑیوں میں تعاقب کرتے ہوئے گولیاں چلا رہے تھے۔ ایمبولنس جس گلی سے گزرتی تھی وہاں کے دشمن پیچھے لگ جاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی سی دیر میں تمام گلیاں دشمنوں سے خالی ہوگئیں۔ پارس کار ڈرائیو کرتا ہوا آیا پھر اس مکان کے سامنے رک گیا۔ میں پچھلی سیٹ پر آگیا' الپا مکان کا دروازہ کھول کر آئی' پارس کے پاس بیٹھ گئی۔

وہ بہت خوش تھی۔ کہہ رہی تھی "ابھی ہر گلی میں دشمن ہی دشمن نظر آرہے تھے۔ تم نے تو جھاڑو پھیر دی ہے۔ اب ایک بدمعاش بھی نظر نہیں آرہا ہے۔"

وہ ڈرائیو کرتا ہوا ایک شاہراہ پر آگیا پھر بولا "تم کہاں جاؤ گی؟"

اس نے پارس کو دیکھا پھر ذرا قریب ہو کر بولی "یوں بے رخی سے سوال نہ کرو۔ میں بھلا کہاں جاؤں گی؟"

"دنیا بہت بڑی ہے۔"

"اس دنیا میں بہت سے گڑھے ہوں گے' کسی گڑھے میں لے جاکر پھینک دو۔"

"میں پیرس جاؤں گا۔"

"میں اسرائیل نہیں جارہی ہوں' تم فرانس نہ جاؤ۔ ہم اپنے اپنے ملک سے دور رہیں گے مجھے تمہاری اس بات سے اتفاق ہے کہ ہم دور رہ کر بھی اپنے اپنے لوگوں کے کام آسکتے ہیں۔"

وہ بولا "ہم ہر چیز سے دور ہو سکتے ہیں لیکن مذہب سے دور نہیں ہو سکتے' ایمان ہمارے تمہارے اندر ہوتا ہے۔"

"ہم اسے اندر ہی رہنے دیں گے۔ میں تمہارے سامنے خود کو یہودی نہیں کہوں گی تم میرے سامنے خود کو مسلمان نہ کہنا۔ ہمارا دین ہمارا اعتقاد ہمارے ساتھ ہوگا۔ ہم ایک دوسرے کو ایک دوسرے کے مذہب کی طرف مائل نہیں کریں گے۔"

"پاپا نے میری ممی شیبا کو کبھی مائل نہیں کیا تھا۔ بابا صاحب کا پورا ادارہ ان کے یہودی ہونے کے باوجود ان پر اعتماد کرتا تھا اور دل و جان سے انہیں چاہتا تھا۔"

"تم برا نہ ماننا۔ تمہاری شیبا ممی نے تم لوگوں کو تو خوش رکھا مگر اپنے ہی یہودیوں کے مفادات کو نقصان پہنچایا۔"

"یہ سراسر الزام ہے۔ آئندہ ثبوت کے بغیر میری ماں کے خلاف کوئی بات نہ کہنا۔ تعجب ہے تم نے اب تک اپنے جنرل اور اعلیٰ حکام کی ان چھپی ہوئی سازشوں کو نہیں پڑھا ہو میری ماں کے خلاف کی گئی تھیں۔ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو صرف اتنا ہی معلوم کرلو کہ میری ممی نے کن حالات میں اپنی جان دی تھی۔ تمہارے اعلیٰ حکام نے جو ریکارڈ تیار کیا ہے اس پر نہ جاؤ' ان کے دماغوں سے حقیقت معلوم کرو۔"

"ٹھیک ہے' تم کہتے ہو تو میں ان کے چور خیالات پڑھوں گی۔"

"جب تک حقیقت معلوم نہیں کرو گی اور تمہارا دل میری ماں کی طرف سے صاف نہیں ہوگا' ہم ایک ساتھ نہیں رہیں گے۔"

"میں ابھی کہاں جاؤں گی؟"

"کسی ہوٹل میں قیام کرو' اپنا حلیہ تبدیل کرو۔ ہم دس گھنٹے بعد ملیں گے۔"

الپا کو دشمنوں کے نرغے سے نکالنے کے بعد میں نے لیلیٰ سے کہا "اب انسپکٹر کو جانے دو' وہ ایمبولنس کا تعاقب کرنے والے دشمنوں سے خود نمٹ لے گا۔"

اس نے انسپکٹر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا "آپ جائیں"

"کیا مجھے بھگا رہی ہو؟"

"نہیں' میں آپ کے پاس آرہی ہوں۔"

میں سمجھ گیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ میں زیادہ دیر رہ کر اس کے چور خیالات پڑھوں۔ مجھے اس بات کی پروا نہیں تھی کہ وہ میرے چھپے ہوئے خیالات پڑھ لے گی شاید میرے چھپے ہوئے خیالات میں وہی وہ تھی۔ دنیا مجھے دل پھینک ہرجائی کہتی ہے' میں کہتا ہوں اس بار ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک تو میری عمر کا تقاضا ہے کہ مجھے سنجیدگی سے ایک صرف ایک چھت کے نیچے بیٹھ جانا چاہئے دوسرے یہ کہ لیلیٰ ایک معزز اور محترم بزرگ کی صاحبزادی تھی۔ میں مستقبل میں کسی بھی پہلو سے اس کا دل توڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

وہ میرے پاس آگئی۔ میں کار کی پچھلی سیٹ پر تھا' میرے ذریعے آگے دیکھتے ہوئے بولی "کیا یہی الپا ہے؟"

"ہاں۔ پارس نے خواہ مخواہ تمہیں پریشان کیا تھا۔ تم چاہو تو اب پارس کو چھیڑ سکتی ہو۔"

"آپ بھرے ہوئے بارود کو دیا سلائی دکھانے کو کہہ رہے ہیں۔ آپ کا بیٹا بہت تیز ہے۔"

"ذہانت میں تیز ہے یا شرارت میں؟"

"وہ بڑی ذہانت سے شرارتیں کرتا ہے۔"

"یعنی اس نے ہمارے متعلق جو شرارتیں کیں وہ درست ہیں؟ کیونکہ ذہانت سے کیا ہوا کام کبھی غلط نہیں ہو

وہ خاموش رہی میں نے پوچھا "کیا میرے خیالات پڑھ

میری نیت معلوم کررہی ہو؟"

"آں۔ نن... نہیں تو' آپ یہ کبھی نہ سوچیں کہ میں آپ کے مزاج کے خلاف کوئی کام کروں گی۔"

"میرے مزاج کے مطابق کرو گی؟"

"ہاں' مگر کوئی شرارت نہ ہو۔"

"میری شرارت کی عمر گزر چکی ہے۔ میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں تم میرے اندر دیر تک رہ کر میرے ڈھکے چھپے خیالات پڑھو۔"

"آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟"

"میں کھلی کتاب بن جانا چاہتا ہوں۔ اب تک بہت بدنام ہوچکا ہوں' میں اپنی بدنامی کے سارے راستے بند کرکے کسی ایک راستے پر چلنا چاہتا ہوں۔ کسی ایک راستے پر چلنے کے لئے مجھے اپنی خامیوں کو سمجھنا ہوگا اور میرے چور خیالات پڑھ کر تم مجھے سمجھاؤ گی۔"

"میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات کوئی نہیں ہو سکتی کہ آپ میری باتیں سمجھنا چاہتے ہیں۔ جن دنوں میں آپ کی لاعلمی میں آیا کرتی تھی ان دنوں میں نے ایک ایک خیال کو پڑھا ہے' ایک ایک عادت' ایک ایک فطرت کو سمجھا ہے۔"

"اس کا کیا مطلب ہے' مجھ میں کچھ اچھائیاں ہیں جن کے سبب تم آئی ہو۔"

"اچھائیاں ہی اچھائیاں ہیں اسی لئے لاکھوں افراد آپ سے محبت کرتے ہیں۔ صرف ایک برائی ہے' آپ سیماب صفت ہیں' پارے کی طرح ایک جگہ نہیں ٹھہرتے۔ جگہ بدلتے ہیں' جوتے بدلتے ہیں' لباس بدلتے ہیں۔ یہ بری عادات نہیں ہیں برائی یہ ہے کہ آپ ساتھی بدلتے ہیں۔ بدلتے ہوئے حسن' بدلتے ہوئے انداز اور بدلتے ہوئے رنگ روپ کی طرف بے اختیار کھنچے جاتے ہیں۔"

"میں خود کو بدل دوں گا۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ میں نے آپ کا زائچہ بنایا ہے' آپ کے ستارے اور آپ کے ہاتھوں کی لکیروں کے نقش دیکھے ہیں' ہر پہلو سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ آخری سانس تک یکسانیت سے فرار حاصل کریں گے۔ دنیا کی کوئی عورت آپ کو باندھ کر نہیں رکھ سکے گی۔"

"میں تمہارے علوم اور تجربات کو جھٹلا نہیں سکتا۔ کیونکہ ہزاروں بار توبہ کی ہے اور توبہ توڑی ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی میرے پاس ہو۔ تمہیں تو مجھ سے دور رہنا چاہئے۔"

"ہاں' مگر دور نہیں رہ سکتی۔ کچھ مجبوری ہے۔"

"کیسی مجبوری؟"

"میں نے اپنا بھی زائچہ بنایا ہے' اپنے ستارے بھی دیکھے ہیں' اپنے ہاتھ کی لکیروں کو بار بار پڑھا ہے۔"

وہ میرے اندر گہری گہری سانسیں لے رہی تھی جیسے بولتے بولتے ہانپ رہی ہو۔ پھر وہ آگے نہ کہہ سکی۔ میں نے پوچھا "اتنے سارے علوم تمہارے لئے کیا کہتے ہیں؟"

"میں کیا کہوں' مجھے رونا آتا ہے؟"

"آخر بات کیا ہے؟ کیا تمہارے ستارے کہتے ہیں میں تمہاری زندگی میں آؤں گا۔"

"ہاں' آئیں گے' آئیں گے' آئیں گے' مجھے برباد کرکے چلے جائیں گے۔"

وہ اچانک رونے لگی۔ روتے روتے میرے دماغ سے بھاگ گئی۔ مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا۔ میں دیکھتے ہی دیکھتے بدترین ظالم شخص بن گیا تھا۔ بنا کیا تھا میں تو تھا ہی ظالم۔ کتنی محبت کرنے والیوں کے دل توڑے تھے اور دل توڑنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ وہ کہہ رہی تھی مجھ میں اچھائیاں ہی اچھائیاں ہیں صرف ایک برائی ہے ہر انسان کی ایک آدھ برائی کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ایک برائی سے کبھی کچھ نہیں بگڑتا کبھی سب کچھ بگڑ جاتا ہے۔ میں سلامت رہا' مجھے ٹوٹ کر چاہنے والیاں ٹوٹتی پھوٹتی رہیں اور اب ایک پیش گوئی تھی کہ ایک اور ٹوٹنے والی ہے اور وہ اپنے دل سے' جذبات سے' حالات سے اور مقدر سے مجبور ہے۔ تقدیر اسے گھسیٹ گھسیٹ کر میرے پیار کی سولی پر چڑھائے گی۔

اس کی داستان بتاتی ہے کہ وہ ابتدائے شباب سے مجھے چاہتی تھی لیکن مقدر کا چہرہ پڑھ کر مجھ سے کتراتی رہی تھی' اس کا دل بغاوت کرتا تھا۔ اس کے سینے میں پیدا ہو کر میری گود میں آنا چاہتا تھا وہ نفس کو مارنے میں کامیاب رہی تھی لیکن محبت کو نہیں مار سکتی تھی' اپنے اندر کی اس عورت کو نہیں مار سکتی تھی جو میرے لئے پیدا ہوئی تھی۔ مقدر نے اسے میرے نام لکھ دیا تھا' وہ میرا نام مٹاتی تھی تقدیر پھر لکھ دیتی تھی' پھر مٹاتی تھی پھر تقدیر لکھ دیتی تھی۔

وہ اپنی تقدیر سے ایک طویل جنگ لڑتی آرہی تھی۔ تقدیر کے مطالبے کو پیچھے دھکیلتی آرہی تھی۔ میں نے سوچا' وہ اکیلی تھک جائے گی ہار جائے گی' میں اسے برباد کرنے کا مجرم کہلاؤں گا۔ اس سے پہلے ہی مجھے اس شریف زادی کی جنگ میں شریک ہوجانا چاہئے' خود کو اس سے بہت دور لے جاکر اسے بربادی سے بچانا چاہئے۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "جو کوڈ ورڈز ہم نے مقرر کئے تھے انہیں نہیں دہراؤں گا۔ وہ دکھ پہنچانے والے

الفاظ ہیں' میں تمہارے آنسو پونچھنے آیا ہوں۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "میں نے آپ کو بالواسطہ ظالم کہہ دیا جب کہ آپ جان بوجھ کر کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتے ہیں۔ میرے معاملے میں بھی میرا ہی مقدر خراب ہے۔ مجھے آپ سے گلہ نہیں ہے۔"

"میں تمہارا مقدر بدل دوں گا۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔"

"تم ناممکن اس لئے سمجھتی ہو کہ تم نے تنہا جنگ لڑی ہے' اپنے طور پر مجھ سے دور رہنے کی کوشش کرتی رہی ہو۔ آج سے میں دور ہو جاؤں گا۔"

وہ چونک گئی' انکار میں سر ہلانے لگی۔ میں نے کہا "اب میں صحیح معنوں میں گمنام رہوں گا کسی سے کوئی رابطہ نہیں کروں گا۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ کیا میری وجہ سے خون کے رشتوں سے بھی تعلق نہیں رکھیں گے؟"

"میں رشتے داروں اور دوستوں کی لاعلمی میں ان کی خیریت معلوم کرتا رہا کروں گا اور ان کے کام آتا رہوں گا لیکن کسی کو اپنا ٹھکانا نہیں بتاؤں گا۔ کسی کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔"

"یہ غلط فیصلہ ہے۔"

"بہت خوب! پہلے خود ہی کہا کرتی تھیں کہ مجھے گوشۂ گمنامی میں رہنا چاہئے' اب کیوں انکار ہے؟"

"میں آپ کے مقدر کا حال جانتی ہوں۔ آپ صرف گمنام رہیں گے لیکن گم نہیں ہوں گے۔ اپنوں میں رہیں گے۔ لہٰذا آپ کو تقدیر کے خلاف فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔"

"میں دنیا کی بدترین گالیاں برداشت کر سکتا ہوں لیکن تمہاری بربادی کا الزام برداشت نہیں کروں گا۔ ایک شریف زادی کے لئے جان دے دوں گا لیکن اس کی عزت پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ سے نکل آیا' دوسرے ہی لمحے وہ میرے پاس آئی' میں نے سانس روک لی' چند سیکنڈ کے بعد سانس لی وہ دوسری بار آتے ہی بولی "پھول کھیلتے ہیں" میں نے کہا "پھول مرجھاتے بھی ہیں' مسل بھی دیے جاتے ہیں۔"

"یہ پھول کا مقدر ہے۔"

"میں مقدر بدل دوں گا' مجھے ایک کوشش کرنے دو۔ جاؤ' چلی جاؤ۔"

میں نے سانس روک لی تھوڑی دیر بعد سانس لی' انتظار کیا سر... نہیں آئی میں سمجھ گیا وہ پھر رو رہی ہوگی۔ میں کیا کر سکتا تھا اس کی بھلائی کے لئے تو اسے رلا رہا تھا' آخر کتنا روئے گی صبر آ ہی جائے گا۔

پارس نے الپا کو ایک ہوٹل میں پہنچا دیا تھا۔ صبح ہونے والی تھی' ہم نے دوسرے ہوٹل میں قیام کیا' میں نے بستر پر لیٹتے ہی سوچا' گمنام زندگی ہی بہتر ہے۔ مجھے پہلی اور آخری بار ایک شریف زادی کی خاطر حتی الامکان شرافت کا ثبوت دینا چاہئے۔ میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تھے' یہ بھی ایک زبردست کارنامہ ہوگا۔

میں نے سوچا پارس سے کہہ دوں کہ کل ہم بچھڑ جائیں گے لیکن اس نے بستر پر لیٹتے ہی آنکھیں بند کر لی تھیں' بیٹا تھک گیا تھا' صبح باتیں ہو سکتی تھیں' میں دماغ کو ہدایت دے کر سو گیا۔

لیکن پارس جاگ رہا تھا لیلیٰ اس کے پاس آئی تھی' اس سے کہہ رہی تھی "بیٹے! میں بہت پریشان ہوں۔ دعا کرو پریشان نہیں کرو گے' میرا مذاق نہیں اڑاؤ گے اور سنجیدگی سے میری مدد کرو گے۔"

"آنٹی بچے اپنی ماں کے سامنے شرارتیں کرتے ہیں اور جب ماں پریشان ہوتی ہے تو اس کے لئے جان دینے کی حد تک سنجیدہ ہو جاتے ہیں۔"

"بیٹے! تمہارے پاپا ہم سب سے دور کہیں جانے والے ہیں۔ اپنے بیٹوں سے بھی رابطہ نہیں رکھیں گے۔ کہہ رہے تھے تم لوگوں کی لاعلمی میں تمہارے کام آتے رہیں گے۔"

"آپ ہماری بات نہ کریں صرف اپنی باتیں سمجھائیں۔ آپ سے دور کیوں جانا چاہتے ہیں جبکہ دو چار گھنٹے پہلے ایسی بات نہیں تھی۔"

"یوں سمجھ لو مجھ سے ناراض ہیں۔"

"آپ سے ناراض ہو کر وہ ہم سب کو کیوں چھوڑ رہے ہیں؟"

"تاکہ میں تم لوگوں کے ذریعے ان کا ٹھکانا معلوم نہ کر سکوں۔"

"وہ آپ کو اپنے ٹھکانے سے دور رکھنے کے لئے سب کو اپنے سے دور کر دینا چاہتے ہیں' یہ بات سمجھ میں آتی۔ میرے پاپا ایک ہوشمند انسان ہیں' کسی خاص مقصد کے بغیر وہ ایسا فیصلہ نہیں کریں گے۔"

"ہاں' ایک خاص بات ہے' اسے تم نہ سنو۔"

"کوئی بات نہیں میں ان سے پوچھ لوں گا۔"

"ایسا نہ کرنا' انہیں پتا چل جائے گا کہ میں تمہارے پاس آئی تھی۔"

"آپ اپنی آمد کو راز رکھنا چاہتی ہیں تو پھر بتائیں کہ مقصد کیا ہے؟"

وہ بے بسی سے ایک لمبی سانس لے کر بولی "میں نے اپنے علم سے معلوم کیا تھا کہ وہ آخری سانس تک ہر جائی رہیں گے' یکسانیت سے فرار حاصل کرنے کے لئے ساتھی بدلتے رہیں گے۔"

"ہمیں اپنے باپ پر فخر ہے۔ اتنی مائیں راشن کارڈ سے بھی نہیں بدلیں۔"

"تم پھر شروع ہو گئے۔"

"آنٹی یہ دل بڑا بے ایمان ہوتا ہے۔ جب کسی ہرجائی کے لئے مچلتا ہے تو اپنی بات نہیں مانتا۔ میں نہ مذاق کر رہا ہوں نہ آپ کا مذاق اڑا رہا ہوں۔ میں آپ سے اور سلطانہ آنٹی سے بہت پیار کرتا ہوں' آپ میرے پیار اور عقیدت کو سمجھتے ہوئے سچ بتائیں' آپ مقدر کا حال اور پاپا کی فطرت کو سمجھتے ہوئے بھی انہیں کیوں چاہتی ہیں؟"

"میں اپنا مقدر بھی پڑھتی ہوں۔ جب میں بیس برس کی تھی تب سے میری تقدیر کہہ رہی ہے کہ تمہارے پاپا میری زندگی میں آئیں گے پھر کسی دن چلے جائیں گے۔ تب سے میں تقدیر کے خلاف لڑتی آ رہی ہوں۔ یہ لڑائی جیتنے کے لئے میں کسی اور سے شادی کر سکتی تھی مگر تمہاری بات دہراتی ہوں' دل بڑا بے ایمان ہوتا ہے۔ کسی ہرجائی کے لئے مچلتا ہے تو ہماری بات نہیں مانتا۔"

"پاپا دور کیوں جانا چاہتے ہیں؟"

"وہ بہت اچھے ہیں' بہت ہی اچھے۔ وہ مقدر کے فیصلے کے مطابق مجھے برباد نہیں کرنا چاہتے۔ کہتے ہیں دور چلے جائیں گے' کسی کو ٹھکانا نہ بتائیں گے' مجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دیں گے تو وہ ایک ظلم سے بچ جائیں۔"

"آپ چاہتی ہیں وہ ظلم کریں؟"

"بکواس مت کرو۔ میں چاہتی ہوں وہ خون کے رشتوں سے دور نہ ہوں۔ وہ ہم سب کے برے وقتوں میں مدد کے لئے پہنچ جاتے ہیں پھر یہ تو سوچو' ہمیں ان کی کوئی خبر نہیں ملے گی۔ خدانخواستہ وہ بیمار ہوں گے یا کسی مصیبت میں ایسے گرفتار ہوں گے کہ خیال خوانی کے ذریعے بھی ہمیں پکار نہیں سکیں گے تو یہ ہم سب کے لئے کتنے شرم اور دکھ کی بات ہوگی؟"

"آپ درست کہتی ہیں۔ میں پاپا کو کہیں جانے نہیں دوں گا۔"

"تم میرے بہت اچھے بیٹے ہو' میں اسی لئے تمہارے پاس آئی ہوں۔ مجھے بتاؤ تم کیا کرو گے؟"

"میں ابھی پاپا کے قدموں سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے کہوں گا آپ نہ جائیں' کہیں نہ جائیں' جانا ضروری ہو تو میں بھی چلوں گا۔ میں بچپن میں اسی طرح ضد کیا کرتا تھا۔ وہ ٹافیاں دے کر مجھے بہلا کر دفتر چلے جاتے تھے' آج میں ٹافیوں کی رشوت نہیں لوں گا۔ انہیں جانے نہیں دوں گا۔"

"پلیز بیٹے' سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"آپ کے اطمینان کے لئے اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ پاپا نہیں جائیں گے۔"

"میری بات سمجھو۔ باپ کے سامنے بیٹے کی نہیں چلتی۔ تم ضد کرو گے تو وہ دھوکا دے کر چلے جائیں گے۔"

"ہاں' پاپا سے کچھ بعید نہیں ہے۔ وہ آپ کی اور محترم شیخ مرحوم کی بہت عزت کرتے ہیں' آپ کی خاطر کوئی جذباتی قدم اٹھا سکتے ہیں۔"

"انہیں اس طرح روکو کہ ان ہم پر شبہ نہ ہو۔"

وہ سوچنے لگا پھر بولا "ایک تدبیر ہے' آپ کو ساتھ دینا ہوگا۔"

"میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔"

"کیا آپ ایک آدھ گھنٹے کے لئے بیہوش ہو سکتی ہیں؟"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"ڈاکٹر مریض کا علاج کرنے سے پہلے اس کی نبض دیکھتا ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے پاپا کی نبض کتنی تیز چل رہی ہے۔"

"پھر مذاق کر رہے ہو؟"

"سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ وہ آپ کے لئے پریشان ہو کر کہیں جانے کا ارادہ ترک کر دیں گے۔"

"کیا وہ میری خاطر فیصلہ بدل لیں گے؟"

"سانچ کو آنچ کیا۔ آپ بیہوش کیسے ہوں گی؟"

"میرے پاس دوائیں ہیں میں اپنے بازو پر ایک انجکشن لگاؤں گی' بیہوشی میں آنے کے بعد وہ میرے دماغ میں آئیں گے۔ ان کمزوری کے باعث انہیں محسوس نہیں کر سکوں گی۔ وہ خیالات پڑھ کر سمجھ لیں گے کہ یہ تمہاری چال تھی۔"

"یہ سچ نہیں ہے' آپ دل میں عہد کر لیں' دماغ میں نقش کر لیں کہ پاپا ہمیں چھوڑ کر جائیں گے تو آپ ہر دو چار گھنٹے بعد خود کو نشے کے انجکشن لگاتی رہیں گی اور آہستہ آہستہ جان دیتی رہیں گی۔"

"یہ ہوئی نا بات۔ میں قسم کھاتی ہوں یہی کروں گی۔"

"ارے نہیں' آپ قسم نہ کھائیں یہ صرف پاپا کو سمجھانے کی بات ہوگی۔"

"نہیں میں قسم کھا چکی ہوں۔ تمہارے پاپا کہیں جائیں گے تو شیخ الفارس کی بیٹی جان پر کھیل جائے گی۔"

"مر گیا" پارس نے سر پکڑ کر کہا "آنٹی جو کام شرارت سے ہو سکتا ہے اس کے لئے سنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

وہ کہتے کہتے چپ ہو گیا۔ لیلیٰ اس کے دماغ سے چلی گئی تھی۔ اس نے دس منٹ بعد مجھے نیند سے چونکا اٹھتے

دیکھا اس وقت لیلیٰ میرے دماغ میں آئی تھی' مجھ سے کہہ رہی تھی " مجھے چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں تو جائیں مگر میں نے قسم کھائی ہے کہ ہر دو چار گھنٹے بعد خود کو بے ہوشی کا انجکشن لگاتی رہوں گی میں اپنے اس آخری فقرے کے ساتھ ہی پہلا انجکشن لگا چکی ہوں۔"

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا وہ ایک بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور اپنے بائیں ہاتھ سے دائیں بازو میں پیوست ہونے والی سوئی نکال رہی تھی پھر اس نے خالی سرنج ایک طرف پھینک دی۔ میں نے پوچھا "یہ تم نے کیا حرکت کی ہے؟"

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ غفلت کے اندھیرے میں ڈوبتی چلی گئی' بے ہوش ہو گئی۔ میں نے پارس کو خالی خالی نظروں سے دیکھا۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟ خیریت تو ہے؟"

"وہ... لیلیٰ.... بے ہوش ہو گئی ہے۔"

"آنٹی نے خود ہی بے ہوشی کا انجکشن لگایا ہو گا۔"

"ہاں" میں نے جواب دیا پھر چونک کر پوچھا "تم کیسے جانتے ہو؟"

"وہ تھوڑی دیر پہلے میرے پاس آئی تھیں۔ مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ آپ ان سے کہیں دور جا رہے ہیں' انہیں اپنے دماغ میں آنے نہیں دیں گے' میں آپ کو کسی طرح دوکوں میں نے کہا کوئی گمبھیر مسئلہ ہو گا تو پاپا میرے روکنے سے بھی نہیں رکیں گے' تب انہوں نے کہا وہ بے ہوشی کا انجکشن لگائیں گی اس کے بعد بھی آپ جائیں گے تو وہ ہر دو چار گھنٹے بعد اسی طرح خود کو آہستہ آہستہ مارتی رہیں گی کیا وہ ایسا کر رہی ہیں؟"

"وہ ایسا کر چکی ہے۔ بے ہوش پڑی ہے۔"

"وہ کہاں ہیں؟ کس شہر میں ہیں؟ ان کا ٹھکانا معلوم ہے؟"

میں نے تشفی کے دوران چپ چاپ خیال پڑھا تھا' پتہ چلا وہ پیرس میں ہے۔ مجھے پاپا صاحب کے ادارے میں اطلاع دے کر اس کے پاس کسی کو بھیجنا چاہئے ورنہ کوئی دشمن اسے بے ہوشی کے دوران نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

میں نے محترم جناب علی اسد اللہ تبریزی صاحب سے رابطہ کر کے لیلیٰ کی حالت بتائی' انہوں نے فرمایا "اس کے بنگلے کے اطراف میں ہمارے آدمی موجود ہیں' میں انہیں ابھی اطلاع دیتا ہوں انشاء اللہ ہماری بیٹی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

میں مطمئن ہو کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا پارس نے پوچھا۔ "حفاظت کا انتظام ہو گیا؟"

"ہو گیا۔ یوں بھی اس کے بنگلے کے اطراف ادارے کے لوگ موجود رہتے ہیں۔"

"آپ کو اطمینان ہو گیا کہ وہ محفوظ رہیں گی؟"

"ہاں مگر تم اتنا کرید کرید کر کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس لئے کہ کل آپ کو یہاں سے جا کر کہیں گم ہو جانا ہے۔"

"تمہیں کچھ عقل ہے؟ میں کیسے جا سکتا ہوں؟"

"کار میں' ریل گاڑی میں' بحری جہاز یا ہوائی جہاز میں۔"

"میرے کہنے کا مطلب ہے لیلیٰ کو اس حالت میں چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں؟"

"آپ نے تو ان کی حفاظت کا انتظام کر دیا ہے۔"

"حفاظت کرنے والے ہمیشہ اس کے ساتھ نہیں رہیں گے۔ وہ پھر بیہوشی یا نشے کا انجکشن لگائے گی۔"

"نہیں پاپا! یہ عورتیں بس یونہی جان دینے کی دھمکیاں دیتی ہیں۔"

"وہ شیخ مرحوم کی بیٹی ہے۔ زبان کی دھنی ہے' جو کہتی ہے وہ کر گزرے گی۔ اسے کچھ ہو گیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔"

پارس اطمینان کی سانس لے کر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ کمبخت نے چکر چلا کر لیلیٰ سے دور جانے کا راستہ روک دیا تھا۔ سچ پوچھو تو وہی لیلیٰ کو میرے قریب لایا تھا اور وہی ہمیں بچھڑنے سے روک رہا تھا۔ اُدھر اسے بے ہوش کر کے اور ادھر میری نیند اُڑا کے آرام سے سو رہا تھا۔ آخر بیٹا کس کا تھا۔

○☆○

الپا صبح دس بجے تک سوتی رہی اس نے آنکھ کھلنے کے بعد خود کو ایک ہوٹل کے کمرے میں پایا' سوچنے لگی "میں کہاں ہوں؟"

وہ نیویارک سے فرار ہو کر قتل ادیب اپنے لوگوں میں آ گئی تھی۔ پاسکل بوبا اسے اغوا کر کے لبنان لایا تھا۔ پارس نے اسے استنبول پہنچا دیا تھا۔ ادھر چند دنوں میں ملک اور شہر اتنی تیزی سے بدلتے رہے تھے کہ صبح اٹھ کر سوچنا پڑتا تھا کس شہر میں آنکھ کھل رہی ہے۔

پھر اسے یاد آیا وہ استنبول میں ہے۔ پچھلی رات پارس اسے ایک معمولی ہوٹل میں چھوڑ گیا تھا اس کے دل سے ایک آہ نکلی "آج! جسے ٹوٹ کر چاہتی ہوں جس پر اپنا سب کچھ نچھاور ہوں وہ مسلمان ہے۔ جس قوم سے' جس خاندان سے اور جس شخص سے شدید نفرت تھی' اسی کا بیٹا میرے جسم و جان کا مالک بن گیا ہے۔"

اس کی منفی سوچ نے کہا "یہ سب دھوکے سے ہوا ہے پارس نے محبت نہیں کی ہے' مجھے پھانسنے کے لئے چال چلی ہے۔"

اس کے دل نے کہا "چال چلنے والے جان کی بازی نہیں

لگاتے۔ وہ میرے لئے کئی بار خطرات سے کھیل چکا ہے۔"

منفی سوچ نے کہا "میرے لئے نہیں میری ٹیلی پیتھی کے لئے سونیا کی ٹیم میں مجھ جیسی بہترین خیال خوانی کرنے والی کا اضافہ کرنے کے لئے خطرات سے کھیلتا آ رہا ہے۔"

دل نے کہا "ایسی باتیں سوچتی رہوں گی تو دل ٹوٹ جائے گا۔ یہ دل اس کے لئے بری طرح مچلتا ہے اسی کو مانگتا رہتا ہے۔"

"دل کی یہ کمزوری میرے ملک اور قوم کو ڈبو رہی ہے۔ پارس کی ماں ابھی میرے دماغ میں نہیں ہے' مجھے ابھی سوچنے کی آزادی ہے۔ مجھے اچھی طرح سوچنا چاہئے کہ پارس کی چالاکی نے میرے دماغ کو رسونتی کی مٹھی میں دے دیا ہے گویا میں شادی سے پہلے ہونے والی ساس کے قبضے میں پہنچ گئی ہوں۔ وہ جب چاہے گی ٹیلی پیتھی کی انگلیوں پر بہو کو نچائے گی۔"

دنیا کی کوئی عورت اپنی ساس کی حکمرانی نہیں چاہتی۔ مرد کو دل و جان سے چاہتی ہے' اس کی ماں کو چھوٹی آنکھ سے بھی دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ الپا کے دماغ میں یہ بات ہتھوڑے کی طرح لگی۔ ایک تو وہ دل سے مجبور ہو کر فیصلہ کر رہی تھی کہ مسلمان پارس کو کس حد تک قبول کرنا چاہئے' اگر کسی حد تک قبول کر بھی لیا تو ساس کی حکمرانی کبھی برداشت نہیں کرے گی اور ساس پہلے ہی حکمران بن چکی تھی۔

وہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اسے شدت سے بے بسی کا احساس ہو رہا تھا' وہ چاروں طرف سے جکڑی ہوئی تھی۔ اس کے وجود میں سب سے اوپر جو دماغ تھا وہ رسونتی کے قبضے میں تھا' اپنے میں جو دل تھا اس کا مالک پارس بن گیا تھا اور جن پیروں پر وہ کھڑی تھی وہ پاؤں اس کے وطن کی زمین سے اکھاڑ دیے گئے تھے۔ ماں بیٹے اس کے ساتھ دوستی کے ثبوت پیش کرتے جا رہے تھے جبکہ حقیقتاً دشمنی ہی دشمنی تھی۔

اس نے فیصلہ کیا' جنرل کو اپنی مجبوری اور شکست کی روداد سنائے گی بلا سے وہاں کے اعلیٰ حکام اس پر آئندہ اعتماد نہ کریں' اسے کسی خفیہ راز میں شریک نہ کریں۔ یہ ملک کے مفاد میں بہتر ہو گا۔ اس طرح رسونتی کو بھی کوئی راز معلوم نہیں ہو گا۔ اسرائیل میں جو بلند مرتبہ مجھے حاصل ہوا تھا میں اسے چھوڑ سکتی ہوں' وہاں اپنوں کی نظروں میں گر سکتی ہوں لیکن اپنی قوم کو دوسروں کی نظروں سے نہیں گراؤں گی' کبھی نہیں۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور جنرل کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈ لوا کے۔ اس نے پوچھا "بیٹی تم کہاں ہو؟ ہم تمہارے لئے پریشان ہیں؟"

وہ بولی "آپ مجھے بیٹی کہتے ہیں' میں آپ کے اور اپنی قوم کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔ آپ سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ میرے ساتھ ٹریجڈی ہو گئی ہے۔ میں بری طرح رسونتی اور پارس کے جال میں پھنس گئی ہوں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"آپ کو اتنی جلدی یقین نہیں آئے گا۔ آپ سب نے بھی زبردست دھوکا کھایا ہے' جسے آپ لوگ ڈی پارس سمجھ رہے تھے وہ اصلی پارس ہے' مسلمان ہے' میں تو لٹ گئی ہوں' چاروں طرف سے جکڑ گئی ہوں۔"

"اوہ گاڈ! یہ اچانک کیسے ہو گیا؟"

"اچانک نہیں ہوا' پارس ڈی بن کر پہلے سے آپ لوگوں کے درمیان موجود تھا۔ میں نے ایک آدھ بار اس کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی مگر نہ پڑھ سکی۔ رسونتی میرے دماغ میں چھپی ہوئی تھی۔ مجھے پارس کی اصلیت معلوم کرنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔"

"رسونتی نے تمہارے دماغ پر کیسے قبضہ جما لیا تھا؟ ایسا کب سے ہے؟"

"میں اس کے تنویمی عمل کے زیر اثر ہوں۔ یاد نہیں کر سکوں گی کہ مجھے کب ٹریپ کیا گیا تھا۔ اندازہ کر سکتی ہوں کہ میری زندگی میں پارس کے آنے کے بعد ہی یہ سب کچھ ہوا ہے۔"

"اوہ' ہم بری طرح بے وقوف بنائے گئے ہیں۔ میں ابھی انکوائری کراتا ہوں کہ ٹریننگ سینٹر میں ڈی کی جگہ وہ اصلی پارس کیسے پہنچ گیا لیکن یہ دکھ ناقابل برداشت ہے کہ تم دشمنوں کے چنگل میں ہو۔ جی چاہتا ہے اپنا سر پھوڑ لوں۔ میں تمہیں دشمنوں سے نجات نہ دلا سکا تو اپنی جان دے دوں گا۔ میں دنیا کے چالاک ترین اور مکار لوگوں کی خدمات حاصل کروں گا۔ وہ تمہارے دماغ کو تنویمی عمل کے اثر سے نکالنے کے لئے رسونتی کو قتل کریں گے۔ تم حوصلہ رکھو' میں تمہیں ان دشمنوں سے ضرور نجات دلاؤں گا۔"

"آپ ایک بات یاد رکھیں رسونتی میرے ذریعے آپ لوگوں کے دماغ میں بھی پہنچی ہو گی۔ آئندہ وہ آپ کو ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر سکتی ہے۔"

"میں یہ معاملہ ایسے چند ذہین افسروں کے سپرد کر رہا ہوں جو یوگا کے ماہر ہیں۔ میں انہیں تاکید کروں گا کہ مجھے خواہ کتنی ہی ذہنی اذیتوں میں مبتلا کیا جائے' وہ اپنی ذمے داریوں کو پورا کرتے رہیں اور میری بیٹی کو رسونتی کی گرفت سے نکال لانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں۔"

"جب تک مجھے نجات نہیں ملے گی آپ بھی کسی ملکی راز میں شریک نہیں رہیں گے۔ جب وہ میرے دماغ میں آئے گی تو میرے چھپے ہوئے خیالات پڑھ کر ہمارے درمیان ہونے والی یہ تمام باتیں معلوم کر لے گی۔"

آپ جو کر سکتے ہیں کر گزریں۔"

"میں ابھی اپنا کام شروع کرتا ہوں' پارس کہاں ہے؟"

"اسی شہر میں ہے۔ میں اس سے ملوں گی لیکن آپ اسے اپنے آدمیوں کے ذریعے پکڑنے کی کوشش نہ کریں' وہ بہت چالاک ہے۔ ایک تو دوسروں کو جھانسا دینا خوب جانتا ہے دوسرے مجھ پر شبہ کرے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ مجھ سے ہر حال میں رابطہ قائم کرتی رہو۔"

الپا دماغ سے چلی گئی' جنرل نے اپنے خاص ماتحت کو بلا کر کہا۔ "میں ڈارک روم میں جا رہا ہوں۔ اس کمرے کی لائٹیں' کیمرے اور سائونڈ کو آن کرو۔ میں ایک گھنٹے تک کسی سے ملاقات نہیں کروں گا۔ کسی سے فون پر یا ٹرانسمٹر پر گفتگو نہیں کروں گا۔"

ماتحت چلا گیا۔ جنرل اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ وہ الپا کے لئے پریشان تھا۔ ایک مدت کے بعد ان کی قوم میں ایک خیال خوانی کرنے والی پیدا ہوئی تھی' وہ بھی شیبا کی طرح تقریباً ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ صرف یہ اطمینان تھا کہ الپا اپنے ملک کی وفادار ہے۔ پارس اور رسونتی کی گرفت میں آنے کے باوجود ان سے متاثر نہیں ہے اور ان کی بن کر کبھی ان کے کام نہیں آئے گی۔

وہ ڈارک روم میں آگیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد کمرے کا جائزہ لیا۔ وہاں مختلف کیمرے تھے جو ایک بٹن دبانے سے بیک وقت آن ہو جاتے تھے۔ چھت سے دو مائیکرو فون لٹک رہے تھے' ایک دیوار کے ساتھ بڑی بڑی مشینیں تھیں جو ٹی وی' وی سی آر اور کمپیوٹر سے منسلک تھیں' وہ انہیں ترتیب سے آپریٹ کرنے کے بعد کمپیوٹر کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

ٹی وی کا اسکرین آن ہونے پر ایک کمرا نظر آرہا تھا' وہاں ایک میز کے اطراف تین کرسیاں تھیں۔ ایک جانب کمپیوٹر اور ویسی ہی مشینیں تھی جیسی جنرل کے ڈارک روم میں نظر آرہی تھیں۔ مزید ایک سرخ بلب روشن تھا۔ جب تین ادھیڑ عمر کے افراد ان کرسیوں پر آکر بیٹھ گئے تو سرخ بلب بجھ گیا۔ وہ تینوں سامنے دیکھ رہے تھے گویا ان کے سامنے بھی اسکرین تھا اور وہ اسکرین پر جنرل کو دیکھ رہے تھے۔

جنرل نے کہا "الپا ہمارے ہاتھ سے نکل رہی ہے۔ رسونتی نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے تابعدار بنا لیا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے جب رسونتی اس کے دماغ میں نہیں تھی' الپا نے موقع پا کر مجھے بتایا کہ ہم بہت پہلے سے دھوکا کھا رہے ہیں۔ ہم ڈی پارس تیار کرنے کی خوش فہمی میں اصلی پارس کو ٹریننگ لوگ کنٹرول میں رکھے ہوئے تھے۔"

جنرل بول رہا تھا اور وہ توجہ سے سن رہے تھے۔ تمام روداد سننے کے بعد ایک نے کہا "آپ صرف الپا کو نہ روکیں' مورگن بھی ہاتھ سے گیا۔ مورگن یوگا کا ماہر ہے لیکن الپا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔ رسونتی الپا بکرا اس کے بھی دماغ میں آتی ہوگی۔"

دوسرے نے کہا "ہم سے آگے کوئی بات کرنے سے پہلے فوراً جے مورگن کو نظر بند رکھنے کا حکم صادر فرمائیں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر اپنے خاص ماتحت کو یہی حکم دیا پھر ریسیور رکھ کر اسکرین کی جانب دیکھتے ہوئے کہا "ہمارے لئے سب سے اہم الپا ہے۔ میں تم لوگوں کو گولڈن برین کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ تمہاری چالاکیوں اور منصوبہ بندیوں سے ہم نے امریکا جیسے سپر پاور کو اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔ اب کوئی ایسی چال چلو کہ رسونتی سے الپا کو نجات مل جائے۔"

ایک گولڈن برین نے کہا "اسے نجات ملے گی لیکن کیسے ملے گی' یہ ہم آپ کو نہیں بتائیں گے۔ رسونتی آپ کے دماغ میں بھی آتی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے' مجھے اپنی کارکردگی کی کوئی رپورٹ نہ دو۔ رسونتی مجھے ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرے' مجھے مار ڈالنا چاہے تب بھی اپنی ذمے داریاں پوری کرتے رہو۔ میں چاہتا ہوں' الپا جلد سے جلد نجات حاصل کر کے یہاں چلی آئے۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "اسے نجات حاصل کرنے سے پہلے یہاں آنا چاہئے' ہماری نگرانی میں رہنا چاہئے اس کی دماغی سلامتی کے لئے ضروری ہے کہ اسے جسمانی طور پر بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اسے نصیحت کریں کہ پارس کی محبت کا طلسم ٹوٹ چکا ہے' اسے اپنے وطن میں آکر رہنا چاہئے۔"

"وہ مجھ سے رابطہ کرے گی تب میں اسے سمجھاؤں گا ویسے آج تم تین نظر آرہے ہو باقی دو گولڈن برین کہاں ہیں؟"

"وہ کہیں مصروف ہیں واپس آکر رپورٹ دیں گے۔"

"کوئی خاص بات ہوگی تو میں پھر رابطہ کروں گا' وش یو لک فار الپا۔"

جنرل نے رابطہ ختم کر دیا۔ تمام مشینیں آف کر دیں۔ الپا کے لئے بہت فکر مند تھا' خود کو دل ہی دل میں تسلیاں دے رہا تھا کہ پانچ گولڈن برین رسونتی کو الپا کے دماغ سے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ وہ پانچوں یوگا کے ماہر تھے' مکاری و شیطان کے جانشین تھے۔ وہ اپنے شاطرانہ منصوبوں سے بڑی طاقتوں کو نچلی کا ناچ نچاتے تھے۔ ان پانچوں نے ایک خفیہ فورس بنائی تھی۔ اس فورس میں ڈاکٹر' انجینئر' سائنس دان اور سراغرساں وغیرہ تھے۔ یہ لوگ مطلوبہ ممالک کے شہروں

الپا نے خوش ہو کر ایک لمبی سانس لی۔ رسونتی سو رہی تھی جنرل سے باتیں کرتے وقت بھی وہ دماغ میں نہیں تھی۔ پارس نے مذاق میں سازش والی بات کی تھی' اس کے دل میں چور تھا اس لئے وہ گھبرا گئی تھی۔

پارس نے پوچھا "کیا تم بار بار خاموش رہ کر میرے چور خیالات پڑھ رہی ہو؟"

"نہیں' میں سوچ رہی ہوں' تم سے جذباتی گفتگو نہیں کر سکوں گی۔ ہر لمحے یہ دھڑکا لگا رہے گا کہ وہ ہماری تنہائی میں شریک ہیں۔"

"میری ماما کے پاس عقل ہے۔ ایسے وقت وہ تمہارے دماغ میں کبھی نہیں رہیں گی۔ پہلے وہ میرے پاس آتی ہیں جب میں تمہارے پاس جانے کو کہتا ہوں تو وہ تمہارے خیالات پڑھتی ہیں۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"بالکل سچ۔ ہم اخلاق اور تہذیب کا پاس رکھتے ہیں۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں میں کوئی عورت ہو یا مرد' وہ کبھی کسی عورت کے دماغ میں اجازت حاصل کئے بغیر نہیں جاتا۔"

"پھر ہماری ماما مجھ سے اجازت کیوں نہیں لیتیں؟"

"جب تک تم پر مکمل بھروسا نہیں ہو گا تب تک وہ مجھ سے پوچھ کر تمہارے اندر جایا کریں گی۔"

"میں ان کا اعتماد کیسے حاصل کر سکتی ہوں؟"

"میں نے تم سے کہا تھا اپنے جنرل وغیرہ کے چور خیالات پڑھو اور میری شیبا ماں کی صحیح ہسٹری معلوم کرو۔ جب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کی موت کن حالات میں ہوئی تھی اور وہ کتنی عظیم تھیں تو میں تمہارے ساتھ رہنے کے متعلق سوچوں گا۔ ابھی تو میں تم پر بھروسا نہیں کرتا ہوں' میری ماما کیسے بھروسا کریں گی۔"

"کیا ابھی تم میرے ساتھ استنبول کی سیر نہیں کرو گے؟"

"پہلے جو کہا ہے وہ کرو۔"

"تم آکر تو دیکھو' میں نے تمہارے لئے کیسا سنگھار کیا ہے۔"

"میں گھنٹے دو گھنٹے بعد آکر سنگھار کی تعریف کر سکتا ہوں۔"

"تم بڑے ضدی ہو۔ اچھا میں ابھی جنرل کے خیالات پڑھ کر آتی ہوں۔"

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر آئینے میں دیکھا۔ دل کہہ رہا تھا' پارس ابھی دیکھے گا تو نثار ہو جائے گا۔ یہ جلوہ دکھانے کے لئے مجھے جنرل کے چور خیالات پڑھنے ہوں گے۔

وہ چپ چاپ جنرل کے اندر پہنچ گئی۔ پارس نے مجھ سے باقاعدہ رہائش اختیار کرتے تھے۔ اسلامی ممالک میں مسلمان بن کر رہتے تھے۔ پانچوں گولڈن برینز میں سے کسی کا بھی حکم سن کر برق رفتاری سے حرکت میں آجاتے تھے۔ یہودی تنظیم کے مختلف ممالک کے سربراہ بھی ان کے احکامات کی تعمیل کرتے تھے۔ وہ پانچوں اور ان کی پوری فورس عبرانی زبان میں ایک دوسرے سے رابطہ کرتی تھی اور یہ زبان مشکل ہی سے کسی کی سمجھ میں آتی تھی۔

میری ٹیم میں سونیا' پارس' علی تیمور' لیلیٰ اور سلطانہ یہ زبان جانتے تھے۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ پانچوں گولڈن برین الپا کے دماغ سے مجھے نکالنے کے لئے کیسی زبردست چالیں چلیں گے۔ ابھی تو ہم اس حقیقت سے بھی بے خبر تھے کہ اسرائیل میں کسی گولڈن برین کا وجود ہے اور وہ ہمارے خلاف نکل پڑے ہیں۔

الپا نے غسل کر کے بہترین لباس زیب تن کیا' آئینے کے سامنے آکر دیکھنے لگی کہ پارس کو مزید دیوانہ بنانے میں کون سی کمی رہ گئی ہے۔ اپنے اوپر کی کمی اور اندر کی خامی کسی حسین عورت کو نظر نہیں آتی۔ اس نے خود کو مکمل پایا۔ پھر مسکراتے ہوئے پارس کے دماغ میں پہنچتے ہوئے بولی "میں پہلے انسان ہوں بعد میں یہودی۔"

پارس ایک لقمہ چباتے ہوئے نگل رہا تھا۔ اسے ٹھکا لگا' اس نے دو گھونٹ پانی پیتے ہوئے کہا "بزرگوں نے کہا ہے کہ کھاتے وقت کوئی یاد آکر یا خود آکر ٹھکا پہنچائے تو وہ دوست نہیں ہے' تم کسی سازش کے تحت تو نہیں آئی ہو؟"

وہ گھبرا گئی "یہ پارس کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے؟" پھر اس نے سوچا کیا رسونتی اس وقت میرے دماغ میں چھپی ہوئی تھی جب میں جنرل سے باتیں کر رہی تھی؟ کیا اس نے پارس کو آکر سب کچھ بتا دیا ہے؟

پارس نے کہا "تم خاموش کیوں ہو گئی ہو؟"

وہ ڈھٹائی سے بولی "ہاں میں سازش کر کے آئی ہوں' تمہاری ماں نے تمہیں بتایا ہوگا کہ میں تم سے دکھاوے کی محبت کرتی ہوں اور در پردہ دشمنی کر رہی ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں تو مذاق کر رہا تھا تم ناراض ہو گئیں۔"

"تم مذاق نہیں کر رہے تھے' مجھے طعنے دے رہے تھے۔"

"جب تم کوئی سازش نہیں کر رہی ہو' مجھے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی ہو' میری حقیقت معلوم ہونے کے بعد بھی مجھ سے پیار کرتی ہو تو پھر میں طعنے کیوں دوں گا۔"

"تمہاری ماں کہاں ہیں؟"

"پیرس میں ہیں' کل رات تمہاری کھوپڑی میں جاگتی رہی تھیں ابھی سو رہی ہیں۔"

کہہ دیا تھا کہ وہ کہاں جارہی ہے اس لئے میں اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی معلومات حاصل کرنے کی ابتدا کیسے کرنی چاہئے۔ اور یہ ضروری تو نہیں کہ جو مجھے بیٹی کی طرح چاہتا ہے' مجھے باپ کا پیار دیتا ہے' میں اس کے چور خیالات پڑھوں۔ میں پارس سے جھوٹ کہہ سکتی ہوں کہ خیالات پڑھ چکی ہوں۔ اس کی تسلی کے لئے کہہ دوں گی کہ واقعی اس کی شیبا ممی کے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ وہ بہت عظیم عورت تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس سے پہلے کہ وہ جنرل کے دماغ سے یونہی واپس آتی' میں نے جنرل کے اندر تحریک پیدا کی۔ اس کے سوچ کے ذریعے سوال کرایا "الپا کو کیسے نجات ملے گی۔ رسونتی کیسے اس کا پیچھا چھوڑے گی۔"

جنرل کی سوچ نے کہا "مجھے صبر و تحمل سے تھوڑا انتظار کرنا ہوگا۔ پانچ گولڈن برین ضرور اس رسونتی کو اس کے دماغ سے نکال دیں گے۔"

یہ پانچ گولڈن برین والی بات میرے لئے نئی تھی۔ الپا بھی ان کے متعلق پوچھنا چاہتی تھی۔ یہ تو ہمیں بعد میں بھی معلوم ہو سکتا تھا۔ میں نے الپا سے سوال کرایا "بڑے بڑے گولڈن برین فریاد کلا کچھ نہ بگاڑ سکے' اگر الپا کو رسونتی سے نجات نہ ملی تو کیا ہوگا؟"

جنرل کی سوچ نے کہا "تو پھر مجبوری ہے' ہم الپا کو گولی مار دیں گے۔"

الپا کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ وہ کبھی ایسی بات کی توقع نہیں کر سکتی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ جنرل کا یہ چور خیال اس نے صحیح طور پر سنا ہے۔ اس بار اس نے خود ہی سوال کیا۔ "جسے میں بیٹی کہتا ہوں اور باپ کا پیار دیتا ہوں' اسے کیا گولی مارنا چاہئے؟"

"بیٹی؟" جنرل نے ناگواری سے سوچا "سیاست کے میدان میں اقتدار کی جنگ ہوتی ہے۔ اس جنگ میں کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ بازی جیتنے کے لئے گدھے کو باپ بنایا جاتا ہے۔ ہم نے شیبا کو بھی بیٹی بنایا تھا مگر وہ الو کی پٹھی ہماری دفادار ہو کر مسلمانوں کا بھی ساتھ دیتی تھی۔"

میں نے سوال کرایا "کیا شیبا نے یہودیوں کو نقصان پہنچایا تھا؟"

"ویسے تو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا لیکن یہی نقصان کیا کم تھا کہ وہ مسلمانوں کی دوست تھی۔"

الپا نے جنرل کی سوچ میں کہا "اچھا ہوا شیبا کو مار ڈالا گیا۔"

اسی سوچ کے ساتھ ہی میں نے جنرل کے دماغ میں آکر اسے شیبا کی موت کا واقعہ سوچنے پر مجبور کیا۔ الپا توجہ سے سننے لگی کہ کس طرح شیبا کو شاہی محل میں رکھا گیا تھا۔ اس کی آبرو سے کھیلا گیا تھا۔ وہ حیا والی عزت دار عورت تھی جب اسے فریب کا علم ہوا تو وہ اپنی بے عزتی اور بے آبروئی برداشت نہ کر سکی' اپنی جان پر کھیل گئی۔

جب اس نے یہ تمام واقعہ دہرایا تو میں نے اسے پھر سوچنے پر مجبور کیا۔ اس کے دماغ نے کہا "جس شاہی محل میں شیبا کی عزت سے کھیلا گیا تھا اور اسے خودکشی پر مجبور کیا گیا وہی شاہی محل الپا کو رہائش کے لئے دیا گیا ہے۔"

الپا کو غصہ بھی آرہا تھا اور دل بھی ڈوب رہا تھا۔ وہ جنرل وغیرہ پر ایسا اندھا اعتماد کرتی تھی کہ کبھی ان کے چور خیالات پڑھنا نہیں چاہتی تھی اپنے لوگ۔ جتنے بھی برے ہوتے ہیں اپنے لئے اچھے ہی ہوتے ہیں' دل کو اچھے لگتے ہیں' ان کے لئے دل میں ایک پیار بھری عقیدت ہوتی ہے۔ لیکن محبت اور عقیدت کا مطلب یہ نہیں کہ اپنے ہی خاندان' اپنی ہی قوم کی شریف زادیوں کی آبرو کی دھجیاں اڑا دی جائیں اور انہیں بے موت مرنے پر مجبور کر دیا جائے۔

اس نے جنرل کے دماغ میں سوچ پیدا کی "ہم نے الپا کو بتایا تھا کہ ایک ڈی پارس کو اپنا لے اور شیبا کی طرح کسی مسلمان سے اپنا دل نہ ہارے لیکن الپا مسلمان پارس پر اپنا سب کچھ لٹا چکی ہے۔ اگر وہ مسلمانوں کی حمایت کرنا شروع کر دے اور اسلامی ملک کے خلاف سازش میں شریک ہونے سے انکار کر دے تو کیا ہوگا۔"

جنرل کی سوچ نے کہا "میں اسی تشویش میں ہوں کہ کیا ہوگا۔ ہمیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی مل گئی ہے۔ ہم اسے کسی مسلمان کی گود میں جانے نہیں دیں گے۔ اسے واپس لانے کی تمام تر تدبیریں ناکام ہوں گی تو اسے بھی شیبا کی طرح موت کی تاریکی میں دھکیل دیں گے مگر دشمنوں کو اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھانے نہیں دیں گے۔"

الپا دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اگر جنرل کے دماغ میں ایک لمحہ بھی رہتی تو نفرت اور غصے سے پھٹ پڑتی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ صدمہ سے آنسو بہنے لگے تھے۔ وہ عزت اور اعلیٰ مرتبے کی بلندی سے ذلت کی پستی میں گر گئی تھی۔ اس سے بڑی ذلت اور کیا ہو سکتی تھی کہ اسے انسان نہیں جانور سمجھا جارہا تھا۔ جانور باربرداری کے قابل رہے' کوئی فائدہ نہ پہنچائے تو مالک اسے بیچ دیتا ہے یا مار دیتا ہے۔ وہ جنہیں حب الوطنی کے جذبے سے بہت پیار چاہتی تھی' وہ اسے محض ایک جانور سمجھ رہے تھے۔

میں نے پارس سے کہہ دیا تھا وہ فوراً الپا کے پاس پہنچے۔ کے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو رہا ہے۔ وہ صدمے سے ٹوٹ رہی ہے' اسے سہارے کی ضرورت ہے۔

نے فیصلہ کیا وہ جنرل کو معاف نہیں کرے گی۔ اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی گئی ہے' وہ اس کے دماغ میں اور اس کے دل کو نہیں آئے گی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں آج زلزلے پیدا کروں گی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں آج غصے اور غرور میں غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط سمجھتی رہی۔ ابھی انتقام کی جوش میں جنرل کو نقصان پہنچا کر کیا ملے گا۔ ابھی میں ہوں' صدمات سے چور ہوں' کوئی صحیح کام نہیں کر سکوں گی۔"

وہ بستر پر گر پڑی۔ اس کا جی چاہتا تھا کوئی ہمدرد اور غم گسار ہو۔ اسے محبت سے اپنے بازوؤں میں چھپا لے۔ وہ تڑپ کر پارس کے دماغ میں پہنچی پھر بولی "پارس! میں ڈوب رہی ہوں۔ جلدی آؤ پارس! میں رو رہی ہوں۔"

وہ بولا "دروازہ کھولو گی تو آؤں گا۔ میں ابھی دستک دینے ہی والا تھا۔"

وہ اچھل کر بستر سے نکل کر دوڑتی ہوئی آئی۔ دروازہ کھولا' پھر پارس کو دیکھتے ہی 'ہی' ہی...

میں بہو رانی کے دماغ سے نکل آیا۔

○☆○

ہمارے لئے راستے ہموار ہو رہے تھے۔ مشکلیں آسان ہو رہی تھیں۔ سونیا کو امید تھی کہ وہ جلد ہی خیال خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کرنے کے بعد اس ملک سے واپس چلی جائے گی۔

کامیابی یوں بھی ہو رہی تھی کہ ادھر الپا اپنے جنرل کے دماغ کو پڑھ کر دوست اور دشمن کی تمیز کر رہی تھی۔ ادھر سلمان آدھی رات کے بعد جنرل کے دماغ میں بڑی آسانی سے پہنچ گیا۔ جنرل نے رات کے گیارہ بجے خواب آور دوا کی زیادہ خوراک استعمال کی تھی۔ ایک گھنٹے کے اندر سو گیا تھا۔ سلمان وہاں پہنچا تو اس کا دماغ ایک کتاب کی طرح کھلا ہوا تھا۔

سلمان نے پہلے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنایا۔ پھر پوچھا "تم سپر ماسٹرارے رے کے خلاف سخت رویہ کیوں اختیار کر رہے ہو؟"

جنرل نے جواب دیا "مجھے رپورٹ ملی ہے کہ سپر ماسٹر ارے رے بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر ہمارے لئے کام نہیں کرتا بلکہ ہمارے درمیان سپر ماسٹر بن کر بابا صاحب کے ادارے کو فائدہ پہنچاتا ہے۔"

سلمان نے پوچھا "تمہیں یہ رپورٹ کس نے دی ہے؟"

"میں نہیں جانتا' رات کو سونے سے پہلے ایک ٹیلی فون کال آتی ہے۔ ایک آواز کہتی ہے' وہ سپر ماسٹرارے رے نہیں' سلمان واسطی ہے۔ عیسائی نہیں' مسلمان ہے۔ اس کی تصدیق کرو۔ جتنی جلدی ہو سکے تصدیق کرو۔"

"تم اس کال کا جواب کیا دیتے ہو؟"

"میں کہتا ہوں۔ یہ ہم سب جانتے ہیں کہ بابا صاحب کے ادارے میں سپر ماسٹرارے رے کا نام سلمان واسطی ہے۔ لیکن اس نے اسلام قبول نہیں کیا ہے۔ ادارے والوں کو مسلمان بن کر دھوکا دے رہا ہے لیکن اس آواز نے مشورہ دیا تھا کہ میں اپنے سپر ماسٹرارے رے کو کسی طرح آزماؤں۔"

"تم نے اسے کس طرح آزمایا ہے؟"

جنرل نے کہا "سپر ماسٹرارے رے نے مشورہ دیا تھا کہ ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مختلف سینٹروں میں نہ رکھیں' جزیرہ کونو کی فوجی چھاؤنی میں بھیج دیں۔ ایک تو دشمنوں کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ انہیں کہاں منتقل کیا گیا ہے۔ دوسرے کوئی اس جزیرے میں قدم نہیں رکھ سکے گا۔ آج اس جزیرے کے چاروں طرف بحری فوج ہے۔ لیکن میں نے ایک چالاکی کی ہے۔ جزیرہ کونو میں بظاہر یارہ افراد کو بھیجا ہے لیکن ان میں سے صرف چار جوان ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

"باقی آٹھ کہاں ہیں؟"

"کرنل نے اپنی بیٹی جورا جوری کی ضمانت لی ہے۔ اس لئے وہ باپ کے پاس ہے۔ کی میتھوکرتل کا ہونے والا داماد ہے' میں اس پر زیادہ بھروسا نہیں کرتا ہوں۔ وہ باقی مورمی ہے۔ باقی چھ میرے وفادار ہیں۔ میرے لئے بڑی خاموشی سے خیال خوانی کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک مارٹن رسل ہے۔"

مارٹن رسل کا دماغ ہماری مٹھی میں آچکا تھا۔ جورا جوری اور کی میتھو کو ہم نے بہت پہلے ٹریپ کیا تھا۔ ہم جب چاہتے ان سے کام لے سکتے تھے۔

جنرل نے کہا "میرے وفاداروں میں دو سرا پال ہوپ کن ہے' علی تیمور نے اس کی بہن ویلی ہوپ کن کے ذریعے اسے پھانسنے کی کوشش کی تھی لیکن پال ہوپ کن سچا امریکی ہے۔ اس نے علی تیمور کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ تیسری وفادار خلیلا ہے جو تھے کا نام نیٹو سنتا ہے اور پانچواں ڈی بورن ہے۔"

"تم نے پانچ کا ذکر کیا ہے' ایک اور کون ہے؟"

"وہ میری ایک بھتیجی ہے' اس کا نام مرینا ہے۔"

"ان سب کے مکمل ایڈریس بتاؤ۔"

وہ بتانے لگا۔ سلمان نام اور پتے نوٹ کرتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا "تمہاری بھتیجی مرینا کا پتا کیا ہے؟"

وہ لاپتا ہے۔

"تم میرے معمول ہو' مجھ سے جھوٹ نہیں بولو گے۔ بتاؤ وہ لاپتا کیسے ہو گئی؟"

اس نے جواب دیا "جب سونیا اور علی تیمور کی طرف سے خطرات بڑھنے لگے تو مجھے اپنی بھتیجی کی فکر ہوئی۔ وہ بہت چالاک ہے۔ اس نے کہا کہ میں اسے کہیں روپوش ہو جانے دوں اور یہ ظاہر کروں کہ دشمن نے مرینا کو بھی اغوا کر لیا ہے۔ اس طرح وہ چھپ کر مجھ سے رابطہ کرتی رہے گی اور دشمنوں کا

سراغ لگائے گی۔ میں نے کبھی نہیں پوچھا کہ وہ کہاں زندگی گزار رہی ہے۔ اس نے بھی مجھے کچھ نہیں بتایا ہے۔ یہی اطمینان کافی ہے کہ وہ بخیریت اور محفوظ ہے۔"

سلمان نے کہا "آئندہ وہ رابطہ کرے تو اس کا پتا معلوم کرو" جنرل نے فرمانبرداری سے کہا "میں مرینا سے اس کا موجودہ پتا پوچھوں گا۔"

"تم اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروگے اور مجھ پر کسی قسم کا شبہ نہیں کروگے۔"

اس نے کہا "میں تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروں گا اور تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں کروں گا۔"

سلمان نے کہا "کیا تم اس کی آواز کی نقل سنا سکتے ہو جو فون پر میرے خلاف بولتی رہتی ہے؟"

"بولنے والی عورت ہے اور میں عورت کی آواز کی نقل نہیں کرسکوں گا۔"

اتنا ہی کہہ دینا کافی تھا کہ بولنے والی عورت ہے۔ سلمان کے تصور میں راحیلہ آگئی۔ وہ سونیا کے پاس آیا۔ وہ جزیرے کے لئے سبزیاں لانے آئی ہوئی تھی۔ وہ بولا "سسز! اچھا ہوا آپ سبزیاں لانے کے بہانے جزیرے سے نکل آئی ہیں۔ ہم خطرے کو جتنا ٹالنا چاہتے ہیں اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے۔"

"بات کیا ہے؟"

اس نے کہا "مسٹر وولف نے مارٹن رسل کو اپنے قابو میں کرلیا ہے میں جنرل پر عمل کرچکا ہوں۔ یوں دیکھا جائے تو سپر ماسٹر کی سیٹ میرے لئے پکی ہوگئی ہے لیکن راحیلہ اچانک میرے لئے مصیبت بن رہی ہے۔"

"کیا اسے تمہارے سپر ماسٹر ہونے کا علم ہوگیا ہے؟"

"شاید اسے معلوم ہوگیا ہے۔ جنرل نے معمول بن کر بتایا ہے کہ رات کو سونے سے پہلے فون پر ایک عورت بولتی ہے کہ سپر ماسٹر مسلمان ہے اور بابا صاحب کے ادارے کا وفادار ہے اسی لئے آج کل جنرل کا رویہ میرے خلاف ہوگیا تھا۔"

"تمہیں شبہ ہے کہ راحیلہ فون کرتی ہے، یقین نہیں ہے۔ پہلے راحیلہ سے رابطہ کرو، اس سے باتیں کرو۔"

"میں نے یہی سوچا تھا پھر خیال آیا پہلے اپنی پوزیشن مضبوط کرلینا چاہئے۔ مجھے اور سلطانہ کو کم از کم ایک دن کے لئے اس ملک سے نکل جانا چاہئے ورنہ راحیلہ جب جنرل تک پہنچ سکتی ہے تو دوسرے حکام تک پہنچ کر ہمارا راستہ روک سکتی ہے۔"

"یہ بہتر ہے۔ سلطانہ کو یہاں سے نکلنے کو کہو۔ لیلیٰ نے جزیرے کے چوتھے ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان جوڈی نارمن کو بھی ٹریپ کرلیا ہے۔ باقی جوانوں کو بعد میں دیکھا جائے گا۔"

"سسز! آپ نے اپنا کام مکمل کرلیا ہے۔ جزیرے پر صرف چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں جو آپ کے قابو آگئے ہیں۔ باقی آٹھ ڈی ہیں، جنرل نے مجھے دھوکا دیا تھا، میں ان آٹھوں کے نام اور پتے نوٹ کرچکا ہوں۔"

"ایسا ہے تو ثانی اور علی کو بھی یہاں سے جانے کو کہو، حلیہ بدل کر کل تک چلی جاؤں گی۔"

وہ سونیا سے باتیں کرنے کے بعد سلطانہ کے پاس آیا۔ ورڈز ادا کئے، اسے جنرل سے حاصل ہونے والی معلومات بتائیں پھر کہا "جنرل تنویمی نیند سے بیدار ہوگا تو میری ہدایت کے مطابق ہم دونوں پر سے پابندیاں ختم کرادے۔ ہم کل کسی فلائٹ سے یہ ملک چھوڑ دیں گے۔"

وہ بولی "جنرل پوری طرح قابو میں آگیا ہے۔ تم بدستور ماسٹر رہ سکتے ہو۔ راحیلہ سے بات کرو، ہوسکتا ہے، وہ دشمنی کررہی ہو۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو، لیکن یہ ملک چھوڑنے کے بعد ہی میں راحیلہ سے رابطہ کروں گا۔ ورنہ وہ دوسرے ذرائع سے ہم پر پابندیاں عائد کرادے گی۔ ابھی اسے خوش فہمی میں رہنے دو کہ جنرل اس کی فون کال پر عمل کررہا ہے اور میرا مخالف کرنے والا ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں روانگی کی تیاری کرتی ہوں۔"

"پہلے نیند پوری کرلو، صبح ہونے والی ہے۔"

"میں ابھی ثانی اور علی کے پاس سے آئی ہوں، تھکی ہوں۔ دو گھنٹے سونے کے بعد سفر کی تیاری کروں گی۔"

سلمان نے دماغی طور پر حاضر ہوکر وہ فہرست دیکھی جو میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے لکھے ہوئے تھے ایک خیال خوانی کرنے والا مونٹریال میں رہتا تھا۔ ثانی اور علی بھی اسی شہر میں تھے۔ اس نے علی کے دماغ میں دستک دی ورڈز ادا کئے۔ وہ سو رہا تھا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سلمان نے کہا "ہونے والی ہے، نیویارک میں چار بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں اس وقت ہر شخص گہری نیند میں ہوتا ہے۔"

علی نے پوچھا "انکل! کیا یہ کہہ کر آپ مجھے جگانے پر معذرت کریں گے؟"

"نہیں بیٹے! میں جانتا ہوں تم اور پارس سپاہی ہو، اپنے قابو میں رکھتے ہو۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس دشمن بھی گہری نیند میں ہوگا۔ وہ اسی شہر میں ہے۔ پتا نوٹ سلمان نے پتا بتا کر کہا "اس کا نام ڈی بورین ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے، جنرل کا وفادار اور خاص ماتحت ہے۔"

"میں ابھی جارہا ہوں۔"

"پہلے اچھی طرح معلوم کرلو، اس نے اپنی حفاظت کے لئے خاص انتظامات کئے ہوں گے۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ یہ جانتا تھا کہ اس کی بیٹی سونیا ثانی علی کو پسند کرتی ہے۔ علی جیسا خشک مزاج لڑکا بھی اس سے متاثر ہے۔ دونوں شانہ بشانہ خطرات سے کھیلتے آرہے تھے۔ ابھی علی کے دماغ میں گفتگو کرنے کے دوران ثانی کہیں نظر نہیں آئی تھی یعنی دونوں ایک بیڈ روم میں نہیں تھے۔ سمجھ نہیں آئی تھی مگر اپنی حقیقت نہیں جانتی تھی۔ اسے اتنا معلوم تھا کہ سونیا نے ایک ماں کی طرح اس کی پرورش کی ہے۔ جب اسے بابا صاحب کے ادارے میں داخل کیا گیا تو وہ لاوارث تھی اسے باپ کے طور پر سلمان واسطی کا نام دیا گیا تھا۔

بظاہر اس کے ساتھ ناانصافی ہوئی تھی۔ وہ اپنے نانا جان کے ادارے میں اور باپ کی موجودگی میں لاوارث تھی۔ لیکن اس کی بہتری کے لئے ایسا کیا گیا تھا۔ راحیلہ کو ہر طرح سے یقین دلایا گیا تھا کہ اس نے ایک مردہ بچے کو جنم دیا ہے۔ اس کی کوئی بیٹی اور بابا صاحب کی کوئی نواسی نہیں ہے۔ اگر راحیلہ کو معلوم ہوجاتا تو وہ اپنی بیٹی کو چھین لینے کی ہر ممکن کوشش کرتی۔ یہ ان کے لئے شیطانی ہدایات تھیں۔ راحیلہ کو اس کی ماں سازگی لے گئی اور سارائی کو اس کی ماں نے چھین لیا تھا۔ کالا جادو کرنے والیوں کا یہ سلسلہ چلا آرہا تھا اور اس سلسلے کی موجودہ کڑی سونیا ثانی تھی۔

علی تیور تیزی سے لباس تبدیل کررہا تھا۔ ثانی دوسرے کمرے میں سو رہی تھی۔ وہ اسے آرام کرنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ اس لئے اسے اطلاع دیے بغیر جارہا تھا۔ اس نے جوتے پہننے کے بعد نیا شناختی کارڈ جیب میں رکھا۔ سلمان نے دونوں کے لئے نئے حلیے میں شناختی کارڈ اور دیگر ضروری کاغذات بنوادیے تھے۔ وہ دبے قدموں کمرے سے باہر آیا کوریڈور میں پہنچ کر ایک کھڑکی کا پردہ ہٹا کر دیکھا۔ وہ بستر پر سو رہی تھی۔ علی تیور دیر تک اسے بے اختیار دیکھتا رہ گیا۔ وہ تو ایسے بھی دل میں اتر گئی تھی۔ نیند کی حالت میں اس کا حسن اور بھی سحر زدہ کررہا تھا۔

وہ حقیقت پسند تھا، عشق و محبت کو خیالی معاملات سمجھتا تھا اور کہتا تھا، خیالوں کی دنیا میں رہنے والے کا عمل رک جاتا ہے۔ وہ کوئی عملی کام کرتے کرتے تصور میں کھو جاتا ہے۔ اس نے ثانی کے دیدار سے چونک کر سوچا "مجھے کیا ہوگیا تھا۔ میں تو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی بورین کو شکار کرنے جارہا تھا۔ راستے میں عشق آگیا۔ آہ! اسی لئے میں محبت سے کتراتا رہا تھا۔ مگر یہ اپنے بس کی بات نہیں ہوتی۔ جب ہوتی ہے تو بے اختیار ہوتی ہے۔ میں نے اور ثانی نے دانستہ محبت نہیں کی ہے۔ ہم آپ ہی آپ ایک دوسرے کے اسیر ہوگئے ہیں۔"

وہ کھڑکی کے پاس سے پلٹ گیا۔ اس بنگلے سے باہر جانے لگا۔ اس نے محسوس کیا کوئی غیر معمولی بات ہورہی ہے۔ وہ رکنا چاہتا ہے مگر جارہا ہے۔ ایک خیال آیا شاید یہ عشق کی حماقت ہے۔ ثانی بے حد حسین لگ رہی ہے۔ اس کے قریب رہنے کو جی چاہتا ہے۔

وہ سوچتا ہوا باہر آگیا۔ بنگلے کے احاطے میں رینٹڈ کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کار اسٹارٹ کرکے ثانی کو نیند سے جگانا نہیں چاہتا تھا۔ وہاں سے چلتا ہوا احاطے سے نکل کر اسٹریٹ پر چلنے لگا۔ آگے مین روڈ پر اسے ٹیکسی مل سکتی تھی۔

وہ ڈی بورین کو شکار کرنے جارہا تھا۔ ادھر ڈی بورین بنگلے کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ وہ ثانی اور علی کو شکار کرنے آیا تھا۔ جب سے وہ دونوں مونٹریال پہنچے تھے تب سے بورین ان کی تاک میں تھا۔ جنرل کے خاص جاسوس ثانی اور علی کے ہاتھوں مارے گئے تھے اور وہ دور ہی دور سے تماشا دیکھتے ہوئے تسلیم کررہا تھا کہ دونوں زبردست ہیں۔ ان کا سامنا کرنے کی حماقت نہیں کرنا چاہئے۔ وہ تدبیر سوچتا رہا پھر اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ انہیں دھوکے سے ٹریپ کرنا چاہئے۔

اب وہ انہیں دھوکے سے بے بس کرنے آیا تھا۔ اس کے شانے سے ایک چھوٹا سا گیس سلنڈر لٹک رہا تھا۔ اس میں بیہوش کرنے والی گیس تھی۔ یہ گیس اسپرے کرنے کے لئے بورین نے صبح چار بجے کا وقت مقرر کیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس وقت دونوں گہری نیند میں ہوں گے۔ ان کے بیدار ہونے اور سنبھلنے سے پہلے گیس ان کے نتھنوں میں جائے گی پھر وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہیں گے۔

اس نے بنگلے کے چاروں طرف گھوم کر دیکھا، کھڑکیاں اور دروازے بند تھے۔ یہ اچھا ہی تھا۔ اس طرح گیس باہر نہیں جاسکتی تھی۔ وہ ایک چکر لگانے کے بعد سامنے دروازے پر آیا۔ ایک منٹ پہلے اسے علی تیور باہر سے بند کرکے گیا تھا۔ اس نے دروازے کو لاک نہیں کیا تھا، صرف چٹخنی لگادی تھی جسے بورین آسانی سے کھول سکتا تھا۔ وہ اندر جانے سے پہلے گردن سے لٹکے ہوئے گیس ماسک کو پہننے لگا۔

علی چلتے چلتے رک گیا۔ اسے ثانی کو چھوڑتے وقت جو ایک غیر معمولی سی بات محسوس ہورہی تھی وہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ اب سمجھ میں آگئی۔ ثانی جو کمبل اوڑھ کر سو رہی تھی اس کے اندر سے ایک پاؤں جھلک رہا تھا۔ اس پیر میں ایک جوتا تھا۔ وہ جوتے پہن کر سو رہی تھی۔

علی نے جوتے کی ایک جھلک دیکھی تھی۔ پھر ثانی کے خوابیدہ حسن میں کھو گیا تھا۔ وہاں سے واپسی پر لاشعور کچھ کہہ رہا تھا اور وہ اسے عشق کی حماقت سمجھ رہا تھا۔ بہرحال وہ راستے سے پلٹ گیا۔ بنگلے کی طرف آنے لگا۔ ثانی بہت ہی نفاست پسند تھی' ہر کام سلیقے سے کرتی تھی۔ وہ کبھی جوتے پہن کر نہیں سو سکتی تھی۔ علی کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ ثانی کسی مشکل میں ہے۔ کسی نے ٹریپ کیا۔ وہ جس حالت میں تھی اسی حالت میں اسے سونے پر مجبور کیا گیا ہے اور اب اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کیا جا رہا ہے۔

وہ تقریباً دوڑتا ہوا بنگلے کے احاطے میں پہنچا۔ کچھ فاصلے سے وہ دروازہ کھلا ہوا نظر آیا جسے وہ ابھی باہر سے بھینچتی لگا کر گیا تھا۔ اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں پھر پنجوں کے بل چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ اندر اسے ہلکی سے آواز سنائی دی۔ وہ محتاط انداز میں دبے پاؤں کوریڈور میں پہنچا۔ کوئی ثانی کے بیڈ کی وہ کھڑکی بند کر رہا تھا جہاں سے علی نے اس کے خوابیدہ حسن کو دیکھا تھا۔ اس بیڈ روم کا دروازہ کھلا تھا جبکہ وہ تھوڑی دیر پہلے بند تھا۔

علی آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ بورین کا ارادہ تھا' کھڑکی بند کرنے کے بعد دروازے کے پاس آئے گا پھر گیس اسپرے کر کے باہر نکل کر دروازہ بھی بند کر دے گا۔ وہ گیس ماسک پہنے ہوئے تھا مگر جیسے ہی دروازے پر آیا اسکی کمر پر ایک لات پڑی۔ اچانک حملے کے باعث ہاتھ سے گیس سلنڈر چھوٹ کر قالین پر چلا گیا۔ وہ آگے جا کر اوندھے منہ گرا پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اتنی دیر میں علی نے پیچھے سے گردن دبوچ لی۔ ایک ہاتھ سے چہرے پر چڑھے ہوئے گیس ماسک کو کھولنے لگا۔ بورین اپنی گردن چھڑانے اور گیس ماسک کو کھولنے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جدوجہد کے دوران علی نے کہا "اٹھو آنکھیں کھولو' تمہارے کمرے میں اتنی آوازیں ہو رہی ہیں اور تم ....."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ بورین نے علی کے پیٹ میں کہنی ماری تھی۔ علی اس کے چہرے سے گیس ماسک کھینچتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ پھر بولا "اس ماسک کے بغیر تم گیس اسپرے نہیں کر سکو گے۔"

ایسا کہتے وقت وہ ثانی کو دیکھ رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا۔ وہ غافل پڑی ہوئی تھی جبکہ وہ نیند کی حالت میں بھی جاگتا ہوا ذہن رکھتی تھی۔ کوئی غیر معمولی بات ہو تو دماغ اسے چونکا دیتا تھا۔ اس کی یہ غفلت دیکھ کر یہی سمجھا جا سکتا تھا کہ اسکی کسی کمزوری سے کوئی فائدہ اٹھا کر ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن اس پر عمل کر رہا ہے۔

بورین اس کی گہری نیند سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا" ثانی بے ہوش ہو جائے گی تو وہ اس کے دماغ میں جا کر گا۔ اس نے قالین پر پڑے ہوئے گیس سلنڈر کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہاں پہنچا مگر اسے جھک کر اٹھانے سے پہلے ہی منہ پر ایک لات پڑی۔ وہ چیختا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔

علی کو ثانی کی فکر تھی۔ اس کے پاس پہنچنے کے لئے دشمن کو بے بس کرنا ضروری تھا۔ دشمن بھی اچھا خاصا فائٹر لگتا تھا۔ اب وہ وہاں سے کسی طرح بھاگنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے لئے راستہ بنانے کی غرض سے کمرے کی محدود فضا میں چھلانگ لگائی۔ وہ فلائنگ کک مارنا چاہتا تھا' علی نے اس کی ٹانگ پکڑ کر اسے ایک چکر دیتے ہوئے دیوار پر دے مارا۔ اس کے حلق سے ایسی چیخیں نکلیں جیسے ذبح کیا جا رہا ہو۔ پھر علی نے اس کے ایک بازو کو موڑ کر ایسا داؤ لگایا کہ ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ فرش پر تڑپتے ہوئے چیخنے لگا۔ علی سلنڈر کو اٹھا کر ثانی کے پاس آیا۔ پھر اسے جھنجوڑ کر آواز دی "ثانی! اٹھو ثانی!"

وہ خواب دیکھ رہی تھی۔ پچھلی تین راتوں سے وہی ایک خواب دیکھتی آ رہی تھی۔ پہلی دو راتوں کو وہ ہلاحول پڑھتے ہوئے بیدار ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا' علی کے سامنے اس خواب کا ذکر کرے گی۔ پھر سوچا علی اپنے بے تکے خواب کا مذاق اڑائے گا۔ امریکا جیسے انتہائی ترقی یافتہ ملک میں رہتے ہوئے کالے جادو کا ذکر مضحکہ خیز لگتا ہے۔

لیکن آج تیسری رات بھی وہی ایک خواب نظر آ رہا تھا۔ شیطان کا ایک بڑا سا مجسمہ تھا۔ اس کے سامنے شعلے بھڑک رہے تھے۔ ان شعلوں اور شیطان کے درمیان ایک حسین عورت منتر پڑھ رہی تھی اور اپنی زلفیں بکھرائے بے ڈھنگے پن سے رقص کر رہی تھی۔ ثانی نے خود کو ان شعلوں کے قریب دیکھا۔ وہ پوچھ رہی تھی "کون ہو؟ تم کون ہو؟ میں تین راتوں سے یہاں کیوں آ رہی ہوں؟"

"ہاہاہا۔ تو آئی ہے۔ آج نہیں جا سکے گی۔ بول' تو ثانی ہے؟"

"ہاں میں ثانی ہوں۔"

"بول' تو ثانیہ سلمان ہے؟"

"ہاں میرا پورا نام ثانیہ سلمان ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ میرے کمرے میں کچھ گڑبڑ ہو رہی ہے۔ مجھے جانا چاہئے۔"

"تو نہیں جائے گی' میں نے بڑی مدتوں کے بعد تجھے پایا ہے۔ میری نانی میری ماں کو لے گئی تھی۔ میری ماں مجھے لے آئی۔ میں تجھے لے آؤں گی' ہاہاہا۔"

"میں جاؤں گی' میرا علی مجھے آوازیں دے رہا ہے۔ تم مجھے روکنے والی کون ہوتی ہو؟"

"میں۔ ہاہاہا" اس نے منتر پڑھ کر پھونک ماری' شعلے اور زیادہ بھڑکنے لگے۔

قہقہے کرتے ہوئے بولی "ہاہاہا' میں ہوں تیری ماں۔ ماما حیلہ....."

اسی وقت علی نے اسے جھنجوڑ کر آواز دی "اٹھو ثانی!" وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ علی نے پوچھا "تمہیں کیا ہو گیا ہے' کیا تم بیہوشی کی نیند سوتی ہو؟"

وہ چپ تھی۔ اس نے پوچھا "خواب دیکھ رہی تھیں؟"

وہ خلا میں تکتی ہوئی سحرزدہ سی ہو کر بولی "ماما حیلہ!"

علی تیمور نے تولتی ہوئی نظروں سے سونیا ثانی کو دیکھا۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ سحرزدہ ہو گئی ہے۔ اس کے چہرے کی گلابی رنگت پھیکی پڑ گئی تھی۔ دیدے پھیل گئے تھے اور وہ پلکیں جھپکائے بغیر خلا میں تک رہی تھی۔ علی تیمور نے پوچھا "تم ہوش اور حواس میں ہو؟"

وہ سامنے نظریں اٹھائے ایک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔ علی نے اسے جھنجوڑ کر آواز دی تو وہ چونک گئی پھر اسے دیکھتے ہوئے بولی "ماما حیلہ!"

"یہ ماما حیلہ کیا ہے؟"

وہ یکبارگی چیخ مار کر علی سے لپٹ گئی "نہیں جاؤں گی' میں نہیں جاؤں گی علی! مجھے اپنے اختیار میں نہیں ہوں' مجھے پکڑ لو۔"

علی نے اسے دونوں بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ اسے دل کی دھڑکنوں سے لگاتے ہوئے بولا "تمہیں کیا ہو گیا ہے' تم ایسی کمزور تو نہیں ہو کہ خواب دیکھ کر یوں سہم جاؤ۔"

"میں تین راتوں سے وہی ایک خواب دیکھ رہی ہوں۔ اسی ایک عورت کو دیکھ رہی ہوں۔ وہ کہتی ہے کہ وہ میری ماں ہے۔ ماما حیلہ۔"

"تمہاری ماں؟"

"ہاں۔ وہ بہت خوبصورت ہے مگر شیطانی حرکتیں کر رہی تھی۔ ایک شیطان کے بہت بڑے مجسمے کے سامنے ناچ رہی تھی۔ وہ بڑا ہی بھیانک ماحول تھا۔ وہ شیطان کے سامنے ناچتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ اس کی نانی اس کی ماں کو لے گئی تھی اس کی ماں اسے لے آئی تھی اور وہ مجھے لے جائے گی۔"

علی نے کہا "یہ عجیب سی باتیں ہیں' میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

"میں بھی سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔ مگر یہ محسوس کر رہی ہوں کہ تمہارے بازوؤں میں آنے سے پہلے میرا دل اس عورت کی طرف کھنچا جا رہا تھا جو خود کو ماما حیلہ کہتی ہے۔"

"دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے جسے ہم پسند کرتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں۔"

"میں بھلا اسے دل سے کیسے چاہوں گی۔ میں صرف تین راتوں سے اسے دیکھ رہی ہوں' یہ شیطانی عمل ہے۔ وہ اپنے منتروں سے اور کالے جادو سے مجھے کھینچ رہی ہے۔"

"ایسی باتیں مضحکہ خیز لگتی ہیں لیکن میں تمہاری باتوں کو جھٹلا نہیں سکتا' کیا ایسا پہلے کبھی ہوا ہے؟"

"کبھی نہیں۔ میں کالے جادو کو صرف اس حد تک مانتی ہوں کہ کلام پاک میں جادو کا ذکر ہے۔ میں نے تین راتوں تک ایک ہی خواب میں ایک ہی عورت کو دیکھا ہے۔ میں اسے خواب سمجھ کر بھلا دیتی لیکن میں صاف طور سے دیکھ رہی تھی کہ کسی انجانی شیطانی قوت نے مجھے جکڑ لیا تھا۔ میں اس بھیانک ماحول سے واپس آنا چاہتی تھی۔ میں نے وہاں تمہاری آواز بھی سنی تھی۔ تم مجھے نیند سے جگا رہے تھے مگر میں آنکھیں نہیں کھول سکتی تھی۔ آخر یہ جادو ہوا نا؟ آنکھیں کھولنے کے بعد میں نے تھوڑی دیر تک اس عورت میں کشش محسوس کی ہے تم مجھے یوں نہ پکڑتے تو شاید پھر میری آنکھیں بند ہو جاتیں اور میں ماما حیلہ کے پاس پہنچ جاتی۔"

"کیا تمہیں پتا تھا کہ تم جوتے پہن کر سو گئی تھیں؟"

"آں؟" وہ چونک کر علی سے الگ ہو گئی۔ اپنے جوتوں کو دیکھ کر سوچنے لگی' پھر بولی "مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے۔ تم تین بجے تک میرے پاس تھے۔ جب کمرے میں چلے گئے تو کیا ہوا؟ میں کیسے سو گئی؟ جوتے بھی نہیں اتارے اور یہ کون ہے؟"

ڈی بورین فرش پر بے ہوش پڑا تھا۔ اب وہ ذرا جنبش کر رہا تھا۔ ٹوٹے ہوئے بازو کو حرکت دیتے ہی چیخ پڑا۔ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا۔ علی نے کہا "یہ گیس سلنڈر لے کر آیا تھا' تمہیں بے ہوش کرنا چاہتا تھا۔ اب یہ بتائے گا کہ کون ہے اور یہاں کیوں مرنے آیا ہے؟"

وہ کراہتے ہوئے بولا "پلیز مجھے فوراً اسپتال پہنچاؤ۔"

"تمہیں تو بہت دور تک پہنچائیں گے' پہلے ہمیں نقصان پہنچانے کا مقصد بتاؤ؟"

"میں مقصد نہیں جانتا میں محض ایک آلہ کار ہوں۔"

"ہم تھوڑی دیر کے لئے یقین کر لیں گے۔ لیکن جب ہمارا خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ میں پہنچے گا اور تمہارا جھوٹ ظاہر ہو گا تو سوچ لو تمہارا کیا بنے گا۔"

وہ پریشان ہو گیا' تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں سچ بولوں گا' تمہارا وفادار بن کر رہوں گا۔ سپر ماسٹر پر لعنت بھیج دوں گا۔"

وہ درد کی شدت سے تڑپنے لگا۔ علی نے کہا "آگے بولو۔"

وہ تکلیف سے تھرتھراتے ہوئے بولا "انسان نما' میں مرنے والا ہوں۔"

ثانی نے کہا "تھوڑی دیر پہلے تمہارے ہاتھوں میں مرنے والی تھی۔"

"بائی گاڈ' میں تمہیں قتل کرنے نہیں آیا تھا' تمہارے دماغ کو کمزور بنا کر تمہیں اپنی معمولہ بنانا چاہتا تھا۔"

"تو گویا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"ہاں' جانتا ہوں۔ یہ باتیں بعد میں ہو سکتی ہیں کم از کم ایمبولینس کے لئے تو فون کرو۔ میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔"

"اگر میں خدا کا واسطہ دیتی تو تم مجھے معاف کر کے چلے جاتے؟"

"میں غلطی پر تھا۔"

"ہم تمہیں معاف کرنے کی غلطی نہیں کرنا چاہتے۔"

"آہ! آہ! مجھے اپنے کئے کی سزا مل چکی ہے۔"

"پہلے معلوم تو ہو کہ تم کون ہو۔ تمہارے جرائم کی فہرست دیکھ کر ہم سزا کا تعین کریں گے۔"

وہ تکلیف سے تڑپتے ہوئے بولا "ذلیل! کمینو! ظالمو! میں مر رہا ہوں۔"

"بازو کی ہڈی ٹوٹنے سے کوئی نہیں مرتا۔"

وہ چیخ کر بولا "تم لوگ مجھے اسپتال کیوں نہیں پہنچاتے؟"

علی نے کہا "یہاں کینیڈا میں ہمارا ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا ہے' اس کا نام ہے بورین ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میں اسے ٹریپ کرنے جا رہا تھا مگر راستے سے واپس آ گیا۔ ہمارا خدا ہم پر مہربان ہے۔ نشے میں ٹریپ کرنے جا رہا تھا وہ میرے سامنے ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ تم ہی ڈی بورین ہو۔"

"ہاں' میں بورین ہوں۔ تمہارے سامنے ظاہر ہو گیا ہوں' اب تو طبی امداد پہنچا دو؟"

اسی وقت سلمان نے علی کے پاس آ کر کوڈورڈز ادا کئے۔ علی نے کہا "سامنے شکار پڑا ہے۔ آپ اس کی آواز سنیں۔"

اس نے بورین سے کہا "کوئی گیت سناؤ۔"

وہ غصے اور تکلیف سے بھڑک گیا۔ بے تحاشا گالیاں دینے لگا۔ پھر اچانک اس کی زبان دانتوں کے درمیان آ گئی۔ ایک کے بعد دوسری تکلیف نے اس کے ہوش اڑا دیئے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ سلمان نے کہا "میرے بچوں کو گالیاں دینے والی زبان کٹ کر الگ بھی ہو سکتی ہے۔"

وہ نڈھال ہو چکا تھا' اس کی سوچ نے کہا "مار ڈالو۔ مجھ کو مار ڈالو۔ میں یہ اذیتیں برداشت نہیں کر سکوں گا۔ تم جو کوئی بھی ہو مجھے مار ڈالو۔"

"تمہاری یہ خواہش پوری ہو گی۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق بتاؤ جنہیں تم جانتے ہو؟"

"میں نہیں بتاؤں گا تو تم مجھے مار ڈالو گے' اور میں یہ چاہتا ہوں۔"

"میں زندہ رکھوں گا' ٹھہر ٹھہر کر اذیتیں پہنچاتا رہوں گا۔ تم موت کی بھیک مانگو گے' میں تمہارے چور خیالات پڑھتا رہوں گا۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولا "میں تقریباً مر چکا ہوں' مرتے وقت جھوٹ نہیں بولوں گا۔ تم مجھے ایک بار طبی امداد پہنچا کر آزماؤ میں تمام عمر تمہارا غلام رہوں گا۔ مجھ پر تنویمی عمل کر کے مجھے اپنا تابعدار بنا لو۔"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ سلمان اس کے چہرے پڑھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اس پر رفتہ رفتہ بے ہوشی ہو رہی ہے۔ اس نے علی سے کہا "ایمبولینس کے لئے فون ان سے کہو۔ فلاں اسٹریٹ میں ایک شخص زخمی پڑا ہے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔ تم اس اسٹریٹ میں آ کر آ جاؤ۔"

علی نے کہا "آپ ابھی ہمارے پاس آئیں گے؟"

"ہاں جلدی آؤں گا' ذرا اطمینان کر لوں کہ بورین دونوں کے بارے میں کچھ نہیں بتائے گا۔"

علی نے بورین کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ بے ہوش تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ایمبولینس کے لئے فون کیا۔ انہیں اسٹریٹ میں ایک زخمی کے متعلق اطلاع دے کر ریسیور رکھ پھر بورین کو اٹھا کر کاندھے پر لاد کر لے جاتے ہوئے بولا "ابھی تو یہ بے ہوش ہے' اپنے اور ہمارے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکے گا۔ اس کے ہوش میں آنے تک آپ ٹانی جائیں' یہ بہت پریشان ہے۔"

وہ بورین کو لاد کر باہر آیا۔ ٹانی نے کار کا پچھلا دروازہ اسے پچھلی سیٹ پر ڈال کر وہ اگلی سیٹ پر آ گئے۔ علی نے اسٹارٹ کر کے گاڑی آگے بڑھا دی پھر کہا "انکل سلمان پاس آ رہے ہیں۔"

سلمان نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "ہیلو بیٹی! کیسی

وہ بولی "انکل! آپ نے مجھے باپ کا نام دیا ہے۔ کے حوالے سے ٹانیہ سلمان کہلاتی ہوں۔ کبھی کبھی دل نکلتی ہے۔ کاش میرے ماں باپ کا کوئی نام و نشان ہوتا۔"

"میری بچی! دل چھوٹا کیوں کرتی ہو۔ میں تمہارا باپ

"آپ کا نام مجھ پر قرض ہے اور قرض دینے نہیں ہوتا۔"

سلمان کے دل میں ایک درد اٹھا۔ اس نے پوچھا اتنی جذباتی کیوں ہو رہی ہو؟"

"آج چھپا ہوا درد جاگ گیا ہے۔ آج ایک عورت کو میری ماں کہا ہے۔"

وہ ایک دم سے چونک گیا' جلدی سے بولا "کس نے کہا ہے؟ کون ہے وہ؟ تم سے کہاں ملی تھی؟"

"میں اسے تین راتوں سے خواب میں دیکھ رہی ہوں۔"

سلمان نے اطمینان کا سانس لے کر کہا "تم نے دیا تھا۔ میں خوش ہو گیا تھا کہ ماں سے ملاقات ہو گئی۔ بے حد ذہین ہو کر خواب کی بات کر رہی ہو۔"

"مگر انکل! تین راتوں سے ایک ہی خواب کیسے خواب میں وہی ایک شیطان کا مجسمہ ہوتا ہے۔ وہی ا

منتر پڑھتی ہے اور ناچتی ہوئی کہتی ہے "میں ہوں ماما حیلہ۔"

سلمان کا اطمینان ختم ہو گیا' ایک دم سے پریشانی بڑھ گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ راحیلہ کالے علم کے ذریعے بیٹی تک پہنچ جائے گی اور اس سے خوابوں میں ملاقات کرے گی۔ یہ فکر اور پریشانی ایسی تھی کہ وہ دور تک سوچتا چلا گیا۔ ثانی نے پوچھا۔ "آپ خاموش کیوں ہو گئے؟ میں سمجھ رہی تھی کہ آپ میرے خواب کو مضحکہ خیز سمجھیں گے۔"

"نہیں بیٹے! میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں۔ تم سچی ہو' سنجیدہ ہو' ذہین ہو۔ ہم میں سے کوئی تمہاری بات کو نہیں جھٹلائے گا۔ میں تمہارے خواب کے متعلق ابھی سسٹر سے بات کر کے آتا ہوں۔"

اس نے سونیا کے پاس آ کر کہا "سسٹر! ہماری توقع کے خلاف راحیلہ نے بیٹی کو ڈھونڈ نکالا ہے۔"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا "کیسے؟"

"وہ تین راتوں سے ثانی کے خواب میں آ رہی ہے اور اس کی ماں ہونے کا دعویٰ کر رہی ہے۔"

"ہماری ثانی کا ردِ عمل کیا ہے؟"

"ماں بیٹی کا رشتہ جذباتی ہوتا ہے۔ وہ پریشان ہے مگر گہری وابستگی سے خواب میں آنے والی عورت کے متعلق سوچ رہی ہے۔"

"سلمان! اسے اور علی کو سمجھاؤ' جتنی جلدی ممکن ہو' وہ پیرس چلے جائیں۔ ثانی کو ان حالات میں جناب علی اسد اللہ تیمرزی صاحب کی خدمت میں ہونا چاہئے۔"

وہ بولا "ہم نے ثانی سے اور دنیا والوں سے راحیلہ کی بات محض اس لئے چھپائی تھی کہ اس کے خیال والے ا۔۔۔ راحیلہ کی طرح اسے بھی کسی فریب سے نہ لے جائیں۔ لیکن راحیلہ کو حقیقت معلوم ہو گئی ہے اور ثانی اب بچی نہیں رہی' ماشاء اللہ ذہانت کی عمدہ مثال قائم کر رہی ہے۔ اب اسے اپنے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جانا چاہئے۔"

"ہاں' اب ثانی اور علی وغیرہ کو حقیقت معلوم ہو جانا چاہئے۔"

سلمان نے اس سے باتوں کے دوران دیکھا وہ طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ اس نے کہا "میں بھی پیرس جا رہی ہوں تم اور سلطانہ وہاں سے کب تک نکلو گے؟"

"جنرل تنویری نیند میں ہے۔ صبح اٹھ کر ہم پر سے پابندیاں ختم کرے گا۔ ہم شام سے پہلے ہی یہ ملک چھوڑ دیں گے۔"

"علی اور ثانی کو بھی وہاں سے روانہ کرو۔"

وہ ثانی کے پاس آ کر بولا "سسٹر کو بھی تمہارا خواب سن کر تشویش ہو رہی ہے۔ انہوں نے پوچھا ہے' تم کس حد تک اس خواب سے اثر لے رہی ہو؟"

"میں نے محسوس کیا تھا اس شیطانی ماحول میں' میں جکڑ گئی تھی۔ اگر علی جھنجوڑ کر نہ جگاتے تو نہ جانے میرے ساتھ کیا ہوتا رہتا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار خود کو بے بس پایا تھا۔"

"تم آج ہی علی کے ساتھ پیرس جاؤ اور جناب علی اسد اللہ صاحب کے حجرے میں حاضری دو۔"

"گویا آپ کالے جادو کو تسلیم کر رہے ہیں اور مجھے محترم بزرگ کی روحانی پناہ میں رہنے کی ہدایت کر رہے ہیں؟"

"ہاں' اس خواب سے تمہاری زندگی کا گہرا تعلق ہے۔ تم سفر کی تیاری کرو میں ابھی آ کر ماما حیلہ کے بارے میں بتاؤں گا۔"

"کیا آپ خواب والی اس عورت کو جانتے ہیں؟"

"بہت اچھی طرح۔ ذرا صبر کرو' تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ جتنی جلدی ہو سکے پیرس پہنچنے کی کوشش کرو۔"

وہ چلا گیا' ثانی نے علی سے کہا "انکل نے تجسس میں مبتلا کر دیا ہے۔"

وہ دونوں ڈی بورین کو فوری تنہا اسٹریٹ میں چھوڑ آئے تھے علی نے پوچھا "کیا تجسس؟ کیا اسی خواب کے سلسلے میں؟"

"ہاں' وہ خواب والی ماما حیلہ کو جانتے ہیں۔"

"یعنی تم نے سچا خواب دیکھا ہے؟"

"ہاں' شاید میرے لئے خطرہ ہے۔ انہوں نے ہم دونوں کو آج ہی پیرس جانے کے لئے کہا ہے۔ وہ چاہتے ہیں میں جناب علی اسد اللہ صاحب کی خدمت میں رہوں' اس طرح کالے جادو کا اثر نہیں ہو گا۔"

"ثانی! تم فولادی قوتِ ارادی رکھتی ہو۔ سنا ہے بابا فرید واسطی مرحوم اور جناب شیخ الفارس مرحوم کی دعائیں اور خاص عنایات تمہارے ساتھ ہیں پھر تم پر کالے علم کا اثر کیوں ہو رہا ہے؟"

"سمجھ میں نہیں آتا' میں خواب میں بے بس کیوں ہو گئی تھی۔ جب سے تم نے جھنجوڑ کر جگایا ہے تب سے میں نارمل ہوں لیکن ماما حیلہ کے لئے ایک انجانی کشش محسوس کر رہی ہوں۔"

"شاید یہی جادو ہے۔ تمہیں اپنی قوتِ ارادی کو کام میں لا کر اس اثر سے نکل جانا چاہئے۔"

"میں پوری کوشش کر رہی ہوں۔"

دونوں سفر کے لئے تیار ہو گئے' نئے حلیے میں نئے پاسپورٹ کے ذریعے ٹکٹ حاصل کئے پھر اسی شام پیرس کے لئے روانہ ہو گئے۔ ثانی بڑی بے چینی سے سلمان کا انتظار کر رہی تھی۔ علی نے سفر کے دوران کہا "میں تمہاری بے چینی کو سمجھتا ہوں۔ انکل کہیں بہت زیادہ مصروف ہو گئے ہیں ورنہ وہ وعدے کے مطابق اب تک آ جاتے۔"

"میں بہت تھکن محسوس کر رہی ہوں۔"

"ظاہر ہے پچھلی رات کو نیند پوری نہیں ہوئی۔ تم شاید ایک یا آدھے گھنٹے کے لئے سوئی تھیں۔ پھر شیطانی چکر نے تمہیں پریشان کر دیا ہے۔ تم آرام سے سو جاؤ۔"

"تم بھی تو تمام رات جاگتے رہے ہو۔"

"میں بھی سو جاؤں گا۔ پہلے تم آنکھیں بند کر کے دماغ کو ہدایات دو۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ کو ہدایات دینے لگی۔

طیارہ اپنی منزل کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ دونوں نے سوچا طیارے میں بے کھٹکے نیند پوری کی جا سکتی ہے۔ انکل آئیں گے تو خود ہی آنکھ کھل جائے گی۔ سلمان واقعی بے حد مصروف ہو گیا تھا۔ وہ ڈی بورین کو یونہی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ یا تو دشمن ٹیلی پیتھی والے کو ختم کر دینا تھا یا تنویری عمل کے ذریعے اسے اپنا تابعدار بنا کر رکھنا تھا۔

وہ اس مقصد کے لئے پھر ایک بار اس کے دماغ میں آیا۔ وہ ہوش میں آیا تھا۔ ایک ڈاکٹر اس کے بازو کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کا ایکسرے دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ایک گھنٹے بعد پلاسٹر چڑھایا جائے گا۔ سلمان کو اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ ثانی کے بیڈ روم میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ اب اس کے دماغ کو چپ چاپ پڑھا جا سکتا تھا۔ اس نے بورین کو مخاطب نہیں کیا اور اچھا ہی کیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی بورین کے دماغ میں کسی کی آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا "آخر تم شکار ہو ہی گئے۔"

بورین نے چونک کر سوچ کے ذریعے کہا "مسٹر پال! میری مدد کرو میں بہت مصیبت میں ہوں۔ ملی تیمور نے میرے بازو کی ہڈی توڑ دی ہے۔"

"میں نے اس سے مقابلہ کرنے سے منع کیا تھا۔"

"میں پہلے گیس سلنڈر کے ذریعے دونوں کو بے ہوش کرنا چاہتا تھا مگر علی اچانک ہی مصیبت بن کر آ گیا۔"

"اب تم سانس نہیں روک سکتے' کوئی دشمن تمہارے دماغ میں آ بیا ہو گا۔"

سلمان نے اسے کہنے پر مجبور کیا "نہیں' ابھی تک کوئی نہیں آیا ہے۔"

"تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔"

"پال ہوپ کن! میرے زخمی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تم سے کترتا ہوں۔ مجھے جھوٹا کہنے سے بہتر ہے میرے چور خیالات پڑھ لو۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ بورین کی سوچ میں کہنے لگا "اگر پال میرے خیالات پڑھ لے گا تو جھوٹ کھل جائے گا۔"

سلمان نے بورین کی سوچ میں کہا "کوئی جھوٹ ہو گا تو کھلے گا۔ میں تو بازو کی ہڈی ٹوٹنے سے بے ہوش ہو گیا تھا اب ہوش میں آیا ہوں میں نے پال کے سوا دوسری کسی پرائی سوچ کی لہر کو نہیں سنا ہے۔ لعنت ہے پال پر' مجھے جھوٹا کہہ رہا ہے۔"

پال نے کہا "مجھ پر لعنت نہ بھیجو غصہ تھوک دو۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا اور تم مجھ پر شبہ کرتے تو میں ناراض نہ ہوتا کیونکہ یہ ہماری ڈیوٹی ہے۔"

"کام کی بات کرو۔"

پال نے ہنستے ہوئے کہا "تم ابھی تک غصہ میں ہو' یہ تو سوچو جب علی اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے کو بتائے گا کہ ڈی بورین نامی ایک دشمن زخمی ہو گیا ہے تو کوئی تمہارے دماغ میں ضرور آئے گا۔"

"میں نے علی کو بتایا ہے کہ میں ایک معمولی آلہ کار ہوں اسے یقین ہو گیا ہے اسی لئے وہ مجھے بے ہوش چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"

"وہ دونوں بہت چالاک ہیں' اب اس چکر میں نہیں ہوں گے۔"

"ان کے بھاگ جانے کا مطلب ہے میں خیر اندیش سمجھا گیا ہوں۔ اگر ان کی نظروں میں اہمیت ہوتی تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔"

"ٹھیک ہے پھر بھی تمہاری حفاظت لازمی ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کم ہوتے جا رہے ہیں' تمہیں بھی کوئی نقصان پہنچے گا تو جنرل صاحب کو صدمہ ہو گا۔"

"اس لئے کہتا ہوں میری مدد کرو میرے لئے کچھ کرو۔"

"میں تنویری عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کر دوں گا پھر کوئی دشمن تمہارے اندر نہیں آئے گا۔"

"نہیں' یہ عمل کرنے کے بعد تم میرے دماغ پر حکومت کرو گے۔"

"میں نہیں کروں گا مگر دشمن ضرور حکومت کریں گے۔ ان کی غلامی اچھی لگے گی؟"

"میں کسی کی غلامی نہیں کروں گا۔"

"تمہاری مرضی سے کچھ نہیں ہو گا۔ اس کا فیصلہ جنرل صاحب کریں گے۔ میں انہیں تمہاری حالت بتانے جا رہا ہوں۔"

"ٹھہرو' پہلے میری بات سن لو۔"

پال کی طرف سے خاموشی رہی شاید وہ جا چکا تھا۔ سلمان نے جنرل کے اندر آ کر دیکھا وہ تنویری نیند سے بیدار ہو چکا تھا' غسل کرنے کے بعد لباس بدل رہا تھا۔ پال ہوپ کن سلمان سے پہلے پہنچا ہوا تھا اور ڈی بورین کے بارے میں بتا رہا تھا ابھی پال کے واپس آنے میں دیر تھی سلمان پھر بورین کے پاس آ گیا اور "کیا تمہاری سمجھ میں آ رہا ہے کہ میں نے پال کو تمہارے چور خیالات پڑھنے سے روکا تھا؟"

"ہاں' میں نے دیکھا ہے پال میرا جھوٹ نہیں پکڑ سکا۔ تم میری مدد کیوں کر رہے ہو؟"

"ٹھیک ہے نہیں کروں گا۔ پال آ کر تنویری عمل کے ذریعے تمہیں غلام بنائے گا۔"

وہ جلدی سے بولا "نہیں نہیں' میں غلام بننا نہیں چاہتا۔"

پلیز مجھے اس کے عمل سے بچاؤ۔"

"یہ اطمینان رکھو وہ ابھی عمل نہیں کرسکے گا تھوڑی دیر بعد تمہارے بازو پر پلاسٹر چڑھایا جائے گا۔ تم پتا نہیں کتنے گھنٹے بیہوش رہو گے بہرحال آج شام کو یا رات کو تم پر عمل ہو سکے گا ورنہ پال کسی وقت بھی اچانک آکر ہماری چال سمجھ لے گا۔ میں جارہا ہوں۔ تم مجبور اور لاچار بن کر پال کی خوشامد کرتے رہو۔"

وہ پھر جنرل کے دماغ میں پہنچا۔ وہاں پال سے گفتگو جاری تھی۔ وہ جنرل سے پوچھ رہا تھا "ڈی بورن کے دماغ کو لاک کرنا ضروری ہے یا نہیں؟"

جنرل نے کہا "علی اور سونیا خانی اسے غیر اہم سمجھ کر چھوڑ گئے ہیں۔ اگر انہیں ذرا بھی شبہ ہوتا کہ بورن ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو وہ اسے زندہ نہ چھوڑتے' تم اس پر تنویمی عمل نہ کرو۔"

پال نے پوچھا "سلطانہ اور ماسٹر ارے رے کے متعلق کیا حکم ہے؟"

جنرل نے سلمان کی مرضی کے مطابق کہا "ان پر سے پابندیاں ختم کررہا ہوں۔ تم چاہو تو خفیہ طور پر ان کی نگرانی کرسکتے ہو۔"

"ماسٹر ارے رے واشنگٹن میں ہے اور سلطانہ نیویارک میں' آپ مجھے بتائیں مجھے دونوں میں سے کس پر نظر رکھنی چاہئے؟"

"سلطانہ کی نگرانی ہو رہی ہے۔ تم سپر ماسٹر پر نظر رکھو۔"

اسی وقت سلمان نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے جنرل سے رابطہ ہوتے ہی اس نے کہا "ماسٹر ارے رے۔"

"تم نے دماغی رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"میں نے سوچا' صبح سویرے دماغ میں آؤں گا تو آپ ناگواری محسوس کریں گے۔"

"درست کہتے ہو' کچھ بوجھ سا لگتا ہے۔ کوئی ضروری کام ہے؟"

"میں سلطانہ کے ساتھ پیرس جارہا ہوں' وہاں شادی کا ارادہ ہے۔"

"بڑا نیک ارادہ ہے۔ ضرور شادی کے لئے جاؤ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو' کہیں بھی جاکر یہاں کی ذمے داریاں پوری کرسکتے ہو۔"

سلمان نے شکریہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ جنرل کے دماغ میں آگیا' وہاں پال کہہ رہا تھا "سر! آپ دونوں کو یہاں سے جانے کی اجازت دے رہے ہیں۔ کم از کم سلطانہ کو یہاں روکنا چاہئے۔"

جنرل نے سلمان کی مرضی کے مطابق کہا "میں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی اجازت دی ہے۔ وہ سلطانہ کے ساتھ رہے گا تو تم بیک وقت دونوں پر نظر رکھو گے۔"

"سر جو عورت سلمان کے خلاف رپورٹ دیتی ہے آپ اس کی آواز مجھے کب سنائیں گے؟"

"میرے خفیہ ایکسچینج نے فون کے ذریعے آواز ریکارڈ کی ہے اسے سن لو۔"

جنرل نے ریکارڈر کے پاس آکر اس میں ایک کیسٹ لگایا پھر اسے آن کیا تھوڑی دیر بعد راحیلہ کی آواز ابھرنے لگی وہ کہہ رہی تھی "جنرل' پچھتاؤ گے بہت پچھتاؤ گے۔ میں تم سے کہتی ہوں ماسٹر ارے رے عیسائی نہیں کٹر مسلمان ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کے لئے تمہارے خلاف کام کررہا ہے۔ یقین نہ ہو تو اسے کسی معاملے میں آزماؤ۔"

جنرل نے ریکارڈر آف کردیا' پال نے کہا "میں اس عورت کے دماغ میں جارہا ہوں ابھی واپس آکر رپورٹ دوں گا۔"

وہ گیا پھر دو منٹ کے اندر واپس آکر بولا "وہ سانس روک لیتی ہے۔ میں نے کہا جنرل صاحب کا پیغام لایا ہوں' وہ بولی میں نے جنرل کو سچی بات بتائی ہے۔ وہ یقین کرے یا نہ کرے مجھے پروا نہیں ہے۔ آئندہ میرے اندر نہ آنا۔ اتنا کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ میرے بار بار جانے کے باوجود اس نے دماغ میں نہیں آنے دیا۔"

جنرل پریشان ہو کر بڑبڑایا "آخر یہ عورت کون ہے؟"

"وہ ماسٹر ارے رے کی کوئی دشمن ہے۔ اس کی بات سچ ہو سکتی ہے۔"

"ہم نے کئی طرح سے اسے آزمایا ہے' سپر ماسٹر میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ سلطانہ کو تحفظ دینے کے لئے بابا صاحب کے ادارے میں جارہا ہو۔"

"میں تمہارے شبے کو غلط نہیں کہوں گا۔ تم بھی اس کے پیچھے جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد جنرل نے اپنے دماغ کو خیال خوانی کی لہروں سے خالی محسوس کیا وہ بہت مضبوط اور حساس دماغ کا مالک تھا' پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا تھا۔ صرف تنویمی عمل کے باعث سلمان کو محسوس نہیں کررہا تھا۔

وہ ایک ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی وہ ایک اور خیال خوانی کرنے والے کو اپنے دماغ میں بلانے والا ہے۔ اس خیال خوانی کرنے والے کا نام ٹینو سنتانا ہے اور وہ واشنگٹن میں رہتا ہے۔

پچھلے دنوں جنرل نے سلمان کو یہ کہہ کر دھوکا دیا تھا کہ دوبارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جزیرہ کونو کی فوجی چھاؤنی میں بھیج رہا ہے جبکہ اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والے میتسو اور ہوراجوری کو کرنل لے کر دیا تھا۔ صرف چار جوانوں کو جزیرے میں بھیجا تھا جن پر خیال خوانی کرنے والوں کو خاص اپنے لئے وقف کیا تھا۔ ان میں سے ایک مارٹن رسل ہے جس کا دماغ ہمارے قبضے میں تھا' دوسرا ڈی بورن اسپتال میں پڑا ہوا تھا' تیسرا پال ہوپ کن تھا جو سلمان اور سلطانہ کی نگرانی کررہا تھا' چوتھی شیلا تھی جسے جنرل نے استنبول بھیجا تھا تاکہ سلطانہ کے بارے میں مکمل جان

بین کرے' پانچویں اس کی بھتیجی مرینا تھی جو روپوش رہ کر پتا نہیں کیا کررہی تھی اور چھ نمبر پر ٹینو سنتانا تھا۔ ٹرانسمیٹر پر جنرل نے اس سے کہا "میرے پاس آؤ۔"

اتنا کہہ کر اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کردیا۔ سنتانا نے دماغ میں آکر کہا "یس سر! فرمایئے۔"

جنرل نے کہا "ڈی بورن زخمی ہے۔ علی نے اس کے بازو کی ہڈی توڑ دی ہے بازو پر پلاسٹر چڑھایا جارہا ہے۔"

"سر! آپ نے بورن کو منع کیا تھا کہ وہ علی سے کبھی مقابلہ نہ کرے۔"

"اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ وہ دوسرے منصوبے عمل کرنے گیا تھا مگر مقابلے کی نوبت آگئی۔ علی کو پتا نہیں ہے کہ بورن ٹیلی پیتھی جانتا ہے اسی لئے وہ اسے زندہ چھوڑ گیا ہے۔ پال کہتا ہے بورن کے دماغ کو لاک کرنا چاہئے۔"

"وہ ٹھیک کہتا ہے۔ سونیا علی اور پارس کی چالیں سمجھ میں آنے والی نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ کسی خاص مقصد کے تحت بورن کو زندہ چھوڑ گیا ہو۔ اس پر عمل کرنا چاہئے۔"

جنرل نے کہا "مجھے پال پر بھروسا نہیں ہے۔ وہ بورن پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا محکوم بنا لے گا۔ میں پال کو اتنے زیادہ اختیارات نہیں دوں گا' تم بورن کے دماغ میں رہو مجھے خدشہ ہے کہ پال چوری چھپے بورن کو اپنا محکوم بنانے اس کے دماغ میں جائے گا۔ اگر وہ ایسا کرے تو تم اس کے عمل کو ناکام بناؤ گے۔"

"یس سر! میں ابھی اس کے دماغ میں جارہا ہوں۔"

وہ گیا پھر واپس آکر بولا "سر! بورن بے ہوش ہے' میں ایک گھنٹے بعد اس کے پاس جاؤں گا۔"

سلمان جنرل کے دماغ سے آگیا پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعہ نائب سپر ماسٹر سے بولا "میں نیویارک سے آج ہی پیرس جاؤں گا وہاں سے روانہ ہونے والی کسی بھی فرسٹ فلائٹ میں دو سیٹیں ریزرو کراؤ۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے کہو فلائنگ کلب پہنچے میں نیویارک جاؤں گا۔"

اس نے ٹرانسمیٹر آف کیا پھر سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ثانی اور علی کینیڈا سے روانہ ہو گئے ہیں۔ میں نے ثانی سے کہا تھا اسے ماما حیلہ یعنی راحیلہ کے بارے میں بہت کچھ بتاؤں گا لیکن دوسرے معاملات میں مصروف ہو گیا ہوں' یہاں سے روانگی کی تیاریاں بھی کررہا ہوں۔ جزیرے میں جن چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہم نے اپنے قابو میں کیا ہے انہیں بھی وہاں سے نکالنا ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ ثانی کو راحیلہ کے متعلق بتائیں۔ پتا نہیں اس کا ردعمل کیا ہوگا۔ آپ اس کے سامنے موجود رہیں گی تو ماں کے لئے زیادہ جذباتی نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے' میں اسے ائرپورٹ لینے جاؤں گی' تم اپنا کام کرو۔"

سلمان دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک بیٹی کو خیالوں میں دیکھ کر مسکراتا رہا پھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے نیویارک سلطانہ کے پاس آگیا۔ وہ دونوں شام کی فلائٹ سے روانہ ہونے طیارے میں سوار ہونے کے بعد اس نے سلطانہ سے کہا "میرے دماغ میں رہو میں جنرل کے پاس جارہا ہوں۔"

وہ دونوں سیٹ بیلٹ باندھنے کے بعد خیال خوانی میں مصروف ہو گئے۔ سلمان جنرل کے دماغ میں ایک منصوبہ پکانے لگا اس کے مطابق جنرل سوچنے لگا میری بھتیجی مرینا سے کبھی دھوکا نہیں ہو سکتا۔ وہ جہاں بھی ہے ہماری بہتری کے لئے کام کررہی ہوگی۔ اس کے علاوہ میرے پانچ خیال خوانی کرنے والے ہیں پانچوں میرے وفادار ہیں' اب جزیرہ کونو میں جو چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' انہیں دوسری جگہ منتقل کرکے ان سے بھی کام لینا چاہئے۔"

جنرل نے قائل ہو کر سوچا "اس طرح وہ چار جوان بھی ٹیلی پیتھی کے میدان میں عملی تجربات حاصل کریں گے۔ انہیں سختی سے تاکید کی جائے گی کہ وہ سرمام بھی خیال خوانی کا مظاہرہ نہ کریں ورنہ دشمنوں کی نظر میں آجائیں گے۔"

اس نے ٹیلیفون کے ذریعے کرنل سے رابطہ کیا پھر مسکرا کر پوچھا "ہیلو کرنل! کیسے ہو؟"

کرنل نے کہا "فائن' تھینک یو۔ کیسے یاد کیا؟"

"کچھ ضروری گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی آرہا ہوں۔"

ان کے بنگلے ایک ہی ہیڈ کوارٹر میں تھے۔ کرنل اپنے بنگلے سے نکل کر جنرل کے بنگلے میں آیا پھر مصافحہ کرتے ہوئے بولا "تم سپر ماسٹر کے ہوتے ہوئے مجھ سے ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہو' خیریت تو ہے؟"

جنرل نے کہا "سپر ماسٹر پیرس جارہا ہے یوں بھی میں ہر معاملے میں سپر ماسٹر کو شریک کرنا نہیں چاہتا؟"

وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا "مجھے خوشی ہے کہ مجھے کسی معاملے میں شریک کررہے ہو۔"

"کرنل! تمہیں شکایت ہے کہ میں نے بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوسری جگہ منتقل کرتے وقت تمہیں رازدار نہیں بنایا اور سپر ماسٹر کو راز میں شریک کیا۔ تمہاری اطلاع کے لئے عرض کروں کہ میں نے سپر ماسٹر کو خوش فہمی میں مبتلا رکھا تھا۔ اس جزیرے میں صرف چار خیال خوانی کرنے والوں کو بھیجا تھا' بچہ خیال خوانی کرنے والے صرف میرے حکم میں رہے اور باقی دو تمہارے پاس ہیں۔"

کرنل نے فخر سے کہا "دیکھ لو ہوراجوری اور کمی میتسو میرے پاس کس طرح محفوظ ہیں۔ میں نے سونیا اور اس کے ساتھیوں کو ان کی ہوا بھی نہ لگنے دی ہے۔"

"میں مانتا ہوں وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے پاس بالکل محفوظ ہیں۔ اب میں ان چاروں کو بھی تیزی سے نکالنا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری پلاننگ کیا ہے؟"

"ہمارے چند خیال خوانی کرنے والوں کو ملک سے باہر رہنا چاہئے اس طرح کہ کوئی ان کی اصلیت نہ پہچان سکے۔"

"کیا ہم ان پر اعتماد کرسکتے ہیں کہ ان سے غلطیاں نہیں ہوں گی اور وہ ظاہر نہیں ہوں گے؟"

"انہیں قابو میں رکھنے کے لئے میری یا تمہاری موجودگی لازمی ہے۔ میں ملک نہیں چھوڑ سکتا تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ اپنی فیملی کے ساتھ لندن میں رہائش اختیار کرو۔ جوراجوری کو بھی لے جاؤ' جزیرے سے ان چاروں کو بھی بھیج دیا جائے گا۔ دشمن یہی سمجھیں گے کہ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہی ملک میں ہیں وہ یہیں سر کھپاتے رہیں گے۔"

"پلاننگ بہت اچھی ہے۔ سچ پوچھو تو میں اپنی بیٹی کے لئے فکرمند رہتا ہوں۔ وہ چوبیل سونیا پتا نہیں ہمارے ملک کے کس شہر میں چھپی ہوئی ہے۔ میں چاہوں گا کہ بیٹی کو پہلی فلائٹ سے کہیں دور لے جاؤں اور لندن تو نہایت مناسب جگہ ہے' میں جانے کو تیار ہوں۔"

وہ دونوں طے کرنے لگے کہ آج رات کو یا کل صبح کسی فلائٹ سے چاروں کو فرضی ناموں سے لندن روانہ کیا جائے گا اور کرنل بھی ان کے ساتھ ہی جائے گا۔

سلطانہ اور سلمان دماغی طور پر حاضر ہوگئے پھر وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بولا "بورین ہوش میں آچکا ہوگا۔ ذرا اس کے پاس بھی چلو۔"

سلطانہ نے بورین کی آواز و لہجہ نہیں سنا تھا اس لئے وہ سلمان کے دماغ میں آئی پھر اس کے ساتھ بورین کے کمزور دماغ میں پہنچ گئی۔ دماغ اس لئے کمزور تھا کہ وہ بے ہوشی کے بعد ابھی ہوش میں آیا تھا اس کے بازو کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ کر پلاسٹر چڑھا دیا گیا تھا۔ ایک نرس گلاس میں دودھ دے رہی تھی اور ایک کیپسول دیتے ہوئے کہہ رہی تھی "اسے دودھ کے ساتھ نگل جاؤ۔ یہ طاقت کے لئے ہے۔ تم تھوڑی دیر میں توانائی محسوس کروگے۔"

وہ کیپسول نگل کر دودھ پینے کے بعد بستر کے سرہانے لگ کر بیٹھنا چاہتا تھا اسی وقت پال کی آواز آئی "تمہیں بیٹھنا نہیں لیٹنا چاہئے۔"

وہ بولا "نہیں میں بیٹھنا چاہتا ہوں۔"

انکار کرنے کے باوجود وہ لیٹ گیا پال نے اسے جبراً لٹا دیا تھا۔ بورین نے کہا "پال یہ اچھی بات نہیں ہے۔ تم میری دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا رہے ہو۔"

"دنیا کا ہر شہ زور کمزور سے فائدہ اٹھاتا ہے۔"

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"تنویمی عمل کروں گا' خوشی سے راضی ہوجاؤ۔ ورنہ کمزور دماغ خود ہی میری مٹھی میں آجائے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کیا جنرل نے مجھ پر عمل کرنے کو کہا ہے؟"

"نہیں' وہ کہتا ہے تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے اس لئے تمہیں آزاد رکھا جائے لیکن میں اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ تم میرے تابعدار رہو گے تو میرے پاس ٹیلی پیتھی کی ڈبل طاقت ہوجائے گی۔"

"تم فوج کے سب سے اعلیٰ افسر کی حکم عدولی کررہے ہو۔"

"جنرل کو کبھی پتا نہیں چلے گا کہ تم میری مٹھی میں رہتے ہو۔ تنویمی عمل کے بعد تم بظاہر اس کا حکم مانتے رہو گے لیکن درپردہ میرا کام کرتے رہو گے۔"

وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بورین کو سلانے لگا۔ وہ سونا نہیں چاہتا تھا لیکن مجبور تھا۔ محسوس کررہا تھا کہ آپ ہی آپ آنکھیں بند ہورہی ہیں پھر وہ تھوڑی دیر بعد سوگیا۔ پال اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹراٹس میں لانے لگا' اسے اپنا معمول بنانے کے بعد اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کرنے لگا کہ وہ پال کا تابعدار بن کر رہے گا اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ باقی دوسری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گا اور کسی پر ظاہر نہیں کرے گا کہ وہ پال کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔

جب پال کو یقین ہوگیا کہ عمل مکمل ہوچکا ہے تو وہ اسے چھ گھنٹے تک تنویمی نیند سوتے رہنے کا حکم دے کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد سلطانہ نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سلمان سے پوچھا "تم نے تنویمی عمل کیوں ہونے دیا؟"

وہ عمل پال کے نقطۂ نظر سے ہوا ہے کیونکہ بورین معمول بن کر بول رہا تھا لیکن حقیقتاً وہ معمول نہیں تھا' کسی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔"

"کس نے؟"

"پتا نہیں' وہ جو کوئی بھی ہے ابھی ظاہر ہوجائے گا۔"

وہ دونوں پھر بورین کے دماغ میں آئے۔ وہاں پہلے تھوڑی دیر تک سناٹا رہا پھر ٹینو سنتاتا کی آواز ابھری وہ کہہ رہا تھا "بورین تم خواب میں مجھے دیکھ رہے ہو؟ میں ہوں ٹینو سنتاتا۔ وہ الو کا پٹھا پال سمجھ رہا تھا کہ اس کا عمل کامیاب ہورہا ہے جبکہ میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جمارکھا تھا۔"

بورین کی خوابیدہ سوچ نے کہا "میں تمہارا احسان مند ہوں تم نے ایک ذلیل شخص کا غلام بننے سے بچالیا۔"

"میں آئندہ بھی تمہیں بچاتا رہوں گا تم میرے معمول بن جاؤ۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو' اس کی چھری سے بچا کر اپنی چھری کے

لانا چاہتے ہو؟"

"قربانی کے بکرے کو کہیں نہ کہیں گردن کٹوانا پڑتی ہے۔ جنرل نے کہا تھا اگر پال تم پر عمل کرلے تو میں اسے کامیاب نہ ہونے دوں۔ میں نے اسے ناکام بنا دیا ہے لیکن یہ سنہری موقع ہاتھ سے جانے نہیں دوں گا۔ تم میرے تابعدار بن جاؤ گے تو میرے پاس ٹیلی پیتھی کی ڈبل طاقت ہوجائے گی۔"

ٹینو سنتاتا اس پر عمل کرنے لگا۔ سلمان نے بورین کے دماغ کو اپنے قبضہ میں لینا چاہا پتا چلا وہ پہلے ہی کسی کے قبضہ میں ہے' وہ حاضر ہو کر سلطانہ سے بولا "عجب تماشا ہو رہا ہے۔ اب ٹینو سنتاتا تنویمی عمل کررہا ہے لیکن بورین کا دماغ پھر کسی کے قبضہ میں ہے۔"

سلطانہ نے پوچھا "کیا پال واپس آکر ٹینو سنتاتا کو ناکام بنا رہا ہے؟"

"پتا نہیں۔ ہوسکتا ہے' پال واپس آگیا ہو۔ آؤ ذرا دیکھتے ہیں۔"

وہ بورین کے اندر آکر دیکھنے لگے سنتاتا بڑے اطمینان سے عمل کررہا تھا۔ جب وہ عمل پورا ہوگیا تو وہ بھی مطمئن ہو کر بورین کو تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر چلا گیا۔ سلطانہ اور سلمان خاموشی سے انتظار کررہے تھے۔ جس نے بھی بورین کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا وہ ضرور کچھ بولنے والا تھا۔

آخر وہ بولنے لگی "ہیلو بورین! نہ تم سو رہے ہو نہ کسی کے عمل سے سحرزدہ ہو۔ میں تمہیں بچانے آئی تھی' جب پال تم پر عمل کرنے لگا تو میں نے محسوس کیا تمہارا دماغ کسی دوسرے کے قبضے میں ہے بعد میں پتا چلا' نہ ٹینو سنتاتا نے اپنے مطلب کے لئے تمہیں پال سے بچایا تھا بہرحال میں نے ٹینو سنتاتا کے عمل کو بھی ناکام بنا دیا ہے۔"

بورین نے خوش ہو کر کہا "میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ تم کون ہو؟"

"میں مردوں کو غلام بنانے والی ملکہ ہوں۔ تمہیں غلام بنانے آئی ہوں۔"

"یہ... یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"وہی جو تم سن رہے ہو۔ مجھے مرد ذات سے نفرت ہے میں بیس برس کی ہوں جنرل کی بھتیجی سے ایک برس چھوٹی ہوں مگر نزل نے مجھے داشتہ بنالیا۔ میں راضی نہیں تھی لیکن وہ مجھ پر بری طرح عمرناتا تھا۔ اس نے مجھے ٹیلی پیتھی سکھانے کا وعدہ کیا میں نے سوچا مردوں کی اس دنیا میں کسی ہتھیار کے بغیر جہاں جاؤں گی رلی جاؤں گی۔ ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد اس بڈھے سے بھی نمٹ لوں گی لہٰذا میں نے خود کو داؤ پر لگا کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرلیا۔"

سلمان نے بورین کی زبان سے کہا "جنرل نے تم سے زبردستی نہیں کی۔ تم سے ٹیلی پیتھی کے عوض سودا کیا' تم سودے پر راضی ہوگئیں۔ تمہیں اپنے آپ سے بھی نفرت کرنا چاہئے۔"

تالی دونوں ہاتھ سے بجائی گئی ہے۔"

وہ غصے سے بولی "بکواس مت کرو' اس بڈھے نے کسی سودے بازی کے بغیر اپنی بھتیجی کو یہ علم سکھایا' کیا مجھے بھی بیٹی سمجھ کر نہیں سکھا سکتا تھا؟"

"اس نے بیٹی نہیں سمجھا مگر تم تو شریف زادی بن کر ٹیلی پیتھی سے انکار کرسکتی تھیں۔"

"انکار کردیتی تو آج شہ زور نہ بن پاتی۔ تم پر تنویمی عمل کرنے کے بعد میرے پاس ٹیلی پیتھی کی ڈبل طاقت ہوجائے گی۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے سلانے لگی۔ سلمان نے اپنی جگہ حاضر ہو کر سلطانہ سے کہا "ہم اس کے عمل میں رکاوٹ نہیں ڈالیں گے۔"

"کیا بورین کو اس کے قبضے میں دے دوگے۔ آخر یہ عورت کون ہے؟"

"اس کا نام شپلا ہے۔ تم اس کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔ یہ بورین کے دماغ کو لاک کرے گی اور اسے حکم دے گی کہ وہ صرف شپلا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

سلطانہ نے کہا "میں سمجھ گئی' میں جب چاہوں گی شپلا کی آواز اور لہجہ سن کر بورین کے اندر پہنچ سکوں گی اس طرح ہمیں شپلا کی سرگرمیوں کا بھی علم ہوتا رہے گا۔"

"ارے واہ' تم تو بڑی سمجھ دار ہوگئی ہو۔"

"تمہاری صحبت سے پہلے بھی سمجھ دار تھی۔"

"مجھ جیسے شریف آدمی کو دیوانہ بنانے میں سمجھ داری کا کتنا دخل ہے؟"

"جی نہیں صاحب! آپ خود ہی دیوانے ہوئے ہیں۔ کسی نہ کسی کام کے بہانے دماغ میں آجاتے تھے پھر پیچھا نہیں چھوڑتے تھے' میں آخر کہاں تک بھاگتی' اسی میں بہتری سمجھی کہ ہار مان جاؤں۔"

"ہاں ویسے ایک بات ہے' عورت محبت میں ہار کر بھی مرد سے جیت جاتی ہے۔"

"یہ تمہارا خیال ہے ورنہ میں بری طرح ہار گئی ہوں۔ میں راحیلہ کی موجودگی میں تمہیں کبھی جیت نہ سکوں گی۔"

سلمان نے سر جھکا لیا' سلطانہ نے پوچھا "تم راحیلہ کے بارے میں کوئی نئی بات سنانے والے تھے۔"

"ہاں' اسے معلوم ہوگیا ہے ثانی اس کی بیٹی ہے۔"

"کیا واقعی! مگر کیسے؟"

"خدا جانتا ہے اسے کیسے پتا چل گیا وہ اس عرصے میں اپنی ماں اور نانی کی طرح خطرناک وچ لیڈی بن گئی ہے۔"

"اوہ! یہ کتنے افسوس اور صدمے کی بات ہے۔ بابا فرید واسطی جیسے معزز اور محترم بزرگ کی بیٹی شیطان کی بندی بن گئی

ہے۔"

"یہی سوچ کر مجھے شرمندگی ہوتی ہے کہ میں راحیلہ کو گمراہی سے نہ بچا سکا۔"

"تم تقدیر سے لڑ نہیں سکتے تھے۔"

"اپنی شریک حیات کے ساتھ شیطانی ماحول میں جا سکتا تھا شیطانی قوتوں سے لڑ سکتا تھا۔ لڑتے لڑتے مر جاتا یا راحیلہ کو واپس لے آتا۔"

"تمہیں بابا سب نے منع کیا تھا۔ انہوں نے کچھ سوچ کر ہی منع کیا تھا مجھے یہ بتاؤ وہ ثانی کے لئے کیا کہتی ہے؟"

"ابھی میں نے راحیلہ سے رابطہ نہیں کیا بات۔ وہ سمجھتی ہے کہ مجھے اس کے اور ثانی کے رابطے کا علم نہیں ہے۔ میں نے سوچا ہے کہ ثانی پہلے ادارے کے روحانی ماحول میں پہنچ جائے پھر میں شیطانی ماحول میں جا کر راحیلہ سے بات کروں گا۔"

وہ سلطانہ کو بتانے لگا کہ وہ کس طرح بیٹی کے خوابوں میں آ کر خود کو متعارف کرا رہی ہے اور کہتی ہے جس طرح سارائی کو اس کی ماں لے گئی تھی پھر سارائی اپنی بیٹی راحیلہ کو لے گئی تھی اسی طرح راحیلہ اپنی بیٹی ثانی کو لے جائے گی۔

ہاں' لے جائے گی۔ مگر کیسے لے جائے گی۔

○

علیارہ بحر اوقیانوس پر پرواز کر رہا تھا۔ ثانی اور علی اپنی اپنی سیٹ پر سو رہے تھے۔ انسان کے لئے سونا ضروری ہے' تھکے ہوئے انسان کے لئے تو بے حد ضروری ہے لیکن ثانی خواہ کتنی ہی تھکن سے چور ہوتی' اسے سونا نہیں چاہئے تھا۔ بزرگوں کا قول ہے کہ شیطان غفلت میں ہی مارتا ہے۔ وہ پھر نیند کی حالت میں سحر زدہ ہو رہی تھی۔

اس نے خواب میں دھواں دھواں سا ماحول دیکھا۔ جب وہ دھواں چھٹنے لگا تو اس کے پیچھے شیطان کا بڑا سا مجسمہ نظر آنے لگا۔

ماما حیلہ کے منتر پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ کوئی چیز آگ میں پھینکتے جا رہے تھے جس کے باعث شعلے بھڑکتے تلتے تھے ماما حیلہ نے پیتل کی ایک گھنٹی اٹھا کر شیطان کے سامنے بجائی پھر قہقہے لگانے کے بعد پلٹ کر بولی "میری بیٹی تو نے دوبارہ سونے میں اتنی دیر کیوں لگائی؟ کیا میرے پاس نہیں آنا چاہتی تھی؟ کیا تجھے اپنی ماں سے محبت نہیں ہے؟"

ثانی حیران حیران سی ماں کو دیکھ رہی تھی اس بار وہ خواب میں اکیلی نہیں تھی۔ اس کے ساتھ علی تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ ماما حیلہ نے پوچھا "بیٹی! یہ تیرے ساتھ کون ہے؟"

"یہ میرا علی ہے۔"

"کون علی؟"

"میری جان' میری زندگی' میری کل کائنات۔"

"میں سمجھ گئی تو اسے میرا داماد بنانا چاہتی ہے۔ تو نے سنا ہوگا چڑیل سب کو کھاتی ہے' داماد کو کبھی نہیں کھاتی۔ اسے تو جان سے زیادہ چاہتی ہے۔ میں بھی اسے چاہتی ہوں مگر آج میں تمہاری میں تجھ سے باتیں کروں گی۔ اسے واپس جانے دے۔"

"یہ میری جان کے ساتھ ہے نہیں جائے گا۔"

"میں ابھی اسے بھگا دوں گی۔ یہ دیکھ....."

وہ منتر پڑھنے لگی۔ آگ کی طرف پھونک مارنے لگی۔ پھونکنے سے شعلے لپک کر ثانی اور علی کے ہاتھوں کی طرف آتے تھے تاکہ دونوں کے ہاتھ الگ ہو جائیں لیکن وہ جیسے ہمیشہ کے لئے چپک گئے تھے۔ ایک دوسرے سے چھوٹ نہیں رہے تھے۔

راحیلہ نے ناکام ہونے کے بعد آواز دی "ماما سارائی! میرا جادو ناکام ہو رہا ہے۔ بھڑکتے ہوئے شعلے انہیں الگ نہیں کر رہے ہیں' میری مدد کرو۔"

شیطان کے مجسمے کے پیچھے سے ایک بوڑھی عورت آئی اس نے ثانی سے کہا "بیٹی میں تیری نانی ہوں۔ تو پہلی بار میکے آئی ہے۔ اپنی ماں اور نانی کی بات مان لے' اس چھوکرے کا ہاتھ چھوڑ دے۔ تیری شادی اسی سے ہوگی مگر آج اسے جانے دے۔"

نانی نے کہا "مجھے بڑی حسرت تھی کہ میری کوئی ماں ہوتی' کوئی نانی ہوتی مگر ماں اور نانی ایسی ہوتی ہیں تو میں ایسے رشتے پر لعنت بھیجتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں بیٹی' شیطان اور چڑیلوں پر تو لعنت بھیجی ہی جاتی ہے۔ لعنت ہمارے لئے گالی نہیں ہے۔"

اس کی نانی منتر پڑھ کر پھونکنے لگی اس کی پھونک سے آندھی چلی تھی۔ وہ آندھی دونوں کے ہاتھوں کے پاس آئی تھی مگر ہاتھ جوں کے توں ملے ہوئے تھے کسی طرح الگ نہیں ہو رہے تھے پھر شیطان کے مجسمے کے پیچھے سے ایک نہایت بوڑھی عورت سامنے آئی۔ اس کے سر اور بھوؤں کے بال سفید ہو گئے تھے' وہ لاٹھی ٹیکتی ہوئی سامنے آ کر بولی "ثانی میں تیری نانی کی ماں ہوں یعنی تیری ماں کی نانی ہوں۔ میں سمجھ گئی ہوں کہ تمہارے ہاتھ الگ کیوں نہیں ہو رہے ہیں۔"

سارائی نے پوچھا "ماما! یہ الگ کیوں نہیں ہو رہے ہیں؟"

وہ بولی "یہ دونوں طیارے میں ایک دوسرے کے بالکل قریب بیٹھے ہوئے ہیں۔ ثانی نے اپنے سیٹ بیلٹ کو علی کی سیٹ بیلٹ سے ملا کر باندھا ہوا ہے۔ اس طرح یہ دونوں ایک دوسرے سے بندھے ہوئے سفر کر رہے ہیں' جب تک دونوں کی سیٹ بیلٹ نہیں کھلیں گی' تب تک ان کے ہاتھ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے۔ انہیں الگ کرنے کے لئے ہمیں سیٹ بیلٹ کھولنے کا منتر پڑھنا ہوگا۔"

راحیلہ نے کہا "میں علی کو نیند سے جگاتی ہوں تاکہ وہ طیارے میں بیدار ہو کر سیٹ بیلٹ کھولے گا۔"

بوڑھی نانی نے کہا "یہ نہیں کھولے گا۔ اس پر منتر اثر نہیں کرے گا یہ نوری ہے۔"

سارائی نے کہا "ہم نانی کو تھوڑی دیر کے لئے جگائیں گے۔ یہ پلٹ کھولنے کے بعد پھر سوئے گی اور یہاں چلی آئے گی۔"

راحیلہ منتر پڑھنے لگی۔ نانی علی کا ہاتھ تھامے کھڑی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کیں پھر جب آنکھ کھلی تو وہ طیارے کی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ آہستہ آہستہ سیٹ بیلٹ کی طرف جا رہے تھے۔ اسے خواب میں معلوم ہو گیا تھا کہ بیلٹ کھولے گی تو علی سے دور ہو جائے گی۔ وہ شیطانی ماحول میں علی کا ہاتھ تھام کر رہنا چاہتی تھی۔ سیٹ بیلٹ کو کھولنا نہیں چاہتی تھی لیکن محسوس کر رہی تھی کہ وہ بے اختیار بیلٹ کھولنے جا رہی ہے۔

علی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک گئی۔ اپنا ہاتھ چھڑانے لگی۔ اس نے پوچھا "مجھ سے ہاتھ کیوں چھڑا رہی ہو؟"

"میں بیلٹ کھولوں گی' ہاتھ چھوڑ دو۔"

"میں تمہیں بیلٹ کھولنے نہیں دوں گا۔"

"پلیز مجھے نہ روکو۔ میرے اندر کچھ ہو رہا ہے۔"

"تمہارے اندر جو ہو رہا ہے اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔ تم سحر زدہ ہو۔"

"میں بالکل نارمل ہوں۔ بیلٹ کھول کر ٹوائلٹ جانا چاہتی ہوں۔"

"یہ محض بہانہ ہے۔ میں تمہاری ماں اور ماں کی ماں اور ماں کی ماں سے کہہ رہا ہوں۔ اگر بیلٹ کھل گیا تو میں تمہیں سونے نہیں دوں گا نیند آئے گی تو تھپڑ مار مار کر جگاتا رہوں گا۔"

وہ بولی "تم حد سے بڑھ رہے ہو۔ میرا تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ نہیں بیٹھوں گی دوسری سیٹ پر جاؤں گی۔"

"رشتہ نبھانے کا یہی وقت ہے' میں ادارے میں پہنچنے تک تمہیں آزاد نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے سوچتی نظروں سے پریشان ہو کر علی کو دیکھا پھر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں ایک منٹ کے اندر ہی سو گئی اس نے پھر خود کو اسی شیطانی ماحول میں پایا وہاں اس نے علی کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ راحیلہ کی بوڑھی نانی نے انگاروں جیسی آنکھوں سے علی کو گھورتے ہوئے کہا "تیری شامت آئی ہے' بتائی تجھے ایسے ہی ٹھکرائے گی جیسے حیلہ نے سلمان کو اور سارائی نے فرید واسطی کو ٹھکرایا تھا۔"

علی نے کہا "تمہاری ناپاک زبان سے ہمارے بزرگوں کا نام اچھا نہیں لگتا۔ تمہارا جادو ہم دونوں پر نہیں چل رہا ہے' پہلے ہم سے نمٹ لو پھر بزرگوں تک چلی جانا۔"

نانی نے کہا "ہونہہ! بڑا نام کمانے والے بزرگ خاک میں مل گئے ہیں۔ ابھی تم نے ہمارا کالا جادو دیکھا ہی کہاں ہے۔ میں چاہتی تھی اپنی نواسی کو یہاں بلا کر کچھ کالا عمل سکھا دوں مگر تو اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہا ہے۔"

"تم تین عورتیں ثانی کے پیچھے کیوں پڑی ہو؟"

"یہ ہماری اولاد ہے۔ میری بیٹی سارائی ہے۔ سارائی کی بیٹی حیلہ اور حیلہ کی بیٹی ثانی ہے۔"

ثانی اور علی نے ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھا پھر علی نے پوچھا "ثانی کی ولدیت بتا سکتی ہو؟"

"ہاں' اس کا باپ سلمان واسطی ہے۔"

"انکل سلمان نے باپ کے طور پر اپنا نام دیا ہے مگر وہ باپ نہیں ہیں' ان کی تو شادی بھی نہیں ہوئی۔"

"ہو چکی ہے۔ میں اس کی بیوی اور ثانی کی ماں ہوں' وہ ثانی کا باپ ہے۔"

"اگر یہ سچ ہے تو پھر پریس آؤ۔ بیٹی اپنی ماں سے ضرور ملے گی لیکن انسانی طور طریقوں سے ملے گی' یہ شیطانی ہتھکنڈے چھوڑ دو۔"

"تم ثانی کا ہاتھ چھوڑ دو' سیٹ بیلٹ کھول دو۔"

"میں کہہ چکا ہوں ماں ہو تو ماں بن کر آؤ چڑیل بن کر نہیں۔"

بوڑھی نانی نے کہا "یہ ایسے نہیں مانے گا۔ سارائی اور حیلہ' تم دونوں میرے ساتھ منتر پڑھو۔ اب ہماری بیٹی خواب میں نہیں حقیقت میں آئے گی۔"

وہ تینوں منتر پڑھنے لگیں۔ وہاں پنجہ اور لوگ کالا عمل کرنے آ گئے تھے۔ شیطان کے مجسمے کے سامنے بھڑکتے ہوئے الاؤ کے اطراف رقص کر رہے تھے' کالا عمل کرنے والے کوئی بڑا مقصد حاصل کرنے کے لئے شیطانی مجسمے کے سامنے ایک انسانی جان کی قربانی دیتے ہیں۔ ان تینوں عورتوں نے ثانی کو حاصل کرنے کے لئے ایک جوان لڑکی کو پیش کیا۔ کچھ لوگ ایک لڑکی کو پکڑ کر لا رہے تھے۔ وہ خوف کے مارے چیخ رہی تھی' رو رہی تھی ثانی نے کہا "یہ کیا ظلم کر رہی ہو؟ اس لڑکی کو چھوڑ دو۔"

سارائی نے کہا "شیطان کو بھینٹ دینے کے لئے جو لڑکی وقف ہو چکی ہے اس کی بلی ضرور دی جائے گی۔"

ثانی اور علی نے آگے بڑھ کر ان پر حملہ کیا جو لڑکی کو جبراً لا رہے تھے۔ ان سے تھوڑی دیر تک جنگ ہوتی رہی' وہ ایک ایک ہاتھ سے لڑ رہے تھے کیونکہ دوسرے ہاتھوں سے ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے تھے۔ کالا عمل کرنے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ انہوں نے ثانی اور علی کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا مکھیوں کی طرح چمٹ گئے تھے۔ ایسے ہی وقت اس بیچاری لڑکی کو شیطان کے قدموں میں قربان کر دیا گیا۔ اس کا خون اچھل کر شیطان کے چہرے پر آیا تو شیطانی قہقہے گونجنے لگے۔ تیز ہوائیں چلنے لگیں اس کے ساتھ ہی بادل کڑک رہے تھے اور بجلیاں کڑک رہی تھیں۔ بجلیوں کی کڑک دار آواز سے ثانی کی

آنکھ کھل گئی۔ اس نے اور علی نے دیکھا کہ طیارے کی کھڑکی کے باہر بارش ہو رہی تھی اور رہ رہ کر بجلیاں کڑک رہی تھیں۔

طیارے میں اناؤنسر کہہ رہی تھی "اٹینشن پلیز! اچانک موسم کی خرابی کے باعث طیارے کی پرواز ناہموار ہو رہی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ سیٹ بیلٹ باندھ کر رکھیں ہم جلد ہی اس طوفانی خطے سے نکل جائیں گے۔"

سب نے سیٹ بیلٹ باندھ لئے تھے۔ کھڑکی کے باہر رات کی تاریکی تھی۔ کھڑکی کے شیشوں سے پتا چل رہا تھا بارش ہو رہی ہے۔ کبھی کبھی چمکتی ہوئی بجلیاں بھی دکھائی دیتی تھیں۔ اس طوفانی بارش کے پس منظر میں ثانی کو شیطانی قہقہے سنائی دے رہے تھے۔ وہ حیرانی سے بولی "کیا تم قہقہے سن رہے ہو؟"

علی نے کہا "ہم نے آنکھیں بند کر کے جو شیطانی قہقہے سنے تھے وہی ہماری سماعت میں رہ گئے ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' یہ طوفان کالے جادو کے ذریعے لایا گیا ہے؟"

"بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن ان دنوں بحرالوقیانوس میں طوفان آتے رہتے ہیں تم اپنی حالت بتاؤ۔"

"میرا دل ماما حیلہ کی طرف کھنچا جاتا ہے' اسے پھر دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ تم کہو گے یہ جادو ہے مگر کیا تم نے غور کیا ہے ماما حیلہ مجھ سے مشابہت رکھتی ہے کیا وہ میری طرح نہیں ہے؟"

"ہاں' تم سے بڑی حد تک مشابہت ہے لیکن ہو سکتا ہے یہ قدرتی نہ ہو' وہ جادو کے ذریعے ہم شکل بن رہی ہو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی جہاز ایک جھٹکے سے نیچے گیا' مسافر چیخنے چلانے لگے پرواز پھر ہموار ہو گئی لیکن عورتوں اور بچوں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ وہ رو رہے تھے' مرد حضرات پریشان تھے' اسپیکر کے ذریعے کہا جا رہا تھا "آپ حوصلہ رکھیں' سیٹ بیلٹ نہ کھولیں۔ اپنی جگہ بیٹھے رہیں' ہمارا طیارہ جلد ہی اس طوفان سے نکل جائے گا۔"

مسافر سمجھ رہے تھے یہ طفل تسلیاں ہیں۔ طیارہ بری طرح طوفان میں گھر گیا تھا۔ چیخنے چلانے والی عورتیں خاموش ہو گئی تھیں۔ تقریباً سب ہی چپ لگ گئی تھی' وہ گم صم بیٹھے ہوئے دل ہی دل میں خدا کو یاد کر رہے تھے اور اپنی سلامتی کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے۔

نہ طوفان تھم رہا تھا اور نہ ہی پرواز کرنے والے جہاز کو کوئی ٹھکانا مل رہا تھا نہ یہ بات مسافر نہیں جانتے تھے کہ طیارہ اپنے روٹ سے بھٹک گیا ہے۔ پائلٹ نے یہ بات چھپائی تھی اگر مسافروں کو معلوم ہو جاتا تو طیارے کے اندر ماتم شروع ہو جاتا۔ ایسے وقت کچھ لوگ جنون میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور پاگلوں جیسی حرکتیں کرتے ہیں۔ دوسرے مسافر اور زیادہ پریشان ہو جاتے ہیں اس لئے حقیقت چھپائی گئی تھی۔

طیارے کی اندھی پرواز جاری تھی' ثانی نے علی سے کہا۔

"مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے مسافروں پر یہ مصیبت میری وجہ سے آ رہی ہے۔"

علی نے پوچھا "تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟"

"اس لئے کہ میرے اندر کوئی خوف اور بے چینی نہیں ہے۔ ایک طرح کا یقین ہے کہ میں یہاں سے سیدھی ماما حیلہ کے پاس جا رہی ہوں۔"

"مجھے یقین تو نہیں ہے کہ یہ شیطانی طوفان ہے۔ اگر ایسا ہے تو تمہاری ماں اور نانی مسافروں اور معصوم بچوں پر ظلم کر رہی ہیں۔ ان کے کالے عمل کے نتیجے میں یہ طیارہ تباہ ہو سکتا ہے۔ جب تمام لوگ مر جائیں گے' تم بھی فنا ہو جاؤ گی تو ماما حیلہ کو کیا حاصل ہو گا؟"

ثانی نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ماما حیلہ سے یہ سوال کرنا چاہتی تھی' اس کا خیال تھا وہ آنکھیں بند کئے پھر اسی شیطانی ماحول میں پہنچ جائے گی لیکن دیر تک آنکھیں بند رکھنے کے بعد بھی نہ نیند آئی اور نہ وہ ماما حیلہ کے پاس پہنچ سکی۔ اس نے آنکھیں کھول کر کہا "ہمیں ماما حیلہ سے طیارے کی سلامتی کے لئے کہنا چاہئے۔"

"وہ طیارے کی سلامتی کے عوض تمہارا مطالبہ کرے گی۔"

"میں چلی جاؤں گی مگر آنکھیں بند کرنے سے اب وہ نظر نہیں آ رہی ہے۔"

"یہاں ایسی افراتفری ہے کہ تم دماغ کو ہدایت دے کر نہیں سو سکو گی شاید گہری نیند میں ڈوبنے کے بعد وہ نظر آ جائے۔"

ثانی نے آزمائش کے طور پر آنکھیں بند کیں گہری نیند میں ڈوبنے کے لئے دماغ کو ہدایات دیں اسی وقت جہاز کو زبردست جھٹکا لگا اس کی آنکھ کھل گئی۔ مسافر پھر چیخنے لگے تھے تھوڑی دیر بعد اناؤنسر نے کہا "پلیز خاموش رہیں' حوصلہ رکھیں' چیخنے اور چلانے سے طوفان نہیں ٹلے گا۔ ہم آپ کو ایک خوشخبری سنا رہے ہیں ماریطانیہ کے ایک ہوائی اڈے سے رابطہ ہو گیا ہے ہمارا طیارہ جلد ہی وہاں اتر جائے گا۔"

اس خبر سے دھارس بندھ رہی تھی کہ طیارہ کہیں اترنے والا ہے۔ وہ طیارہ لندن اور پیرس جانے والا تھا۔ وہاں سب لندن اور پیرس کے مسافر تھے کسی نے یہ تشویش ظاہر نہیں کی کہ وہ انگلینڈ جانے کے بجائے افریقہ کے ایک مغربی ملک میں پہنچ رہے ہیں۔ فی الحال یہ اطمینان تھا کہ وہ اس طوفان میں کسی خیریت سے پہنچ جائیں گے۔

تمام مسافر بے چینی سے انتظار کر رہے تھے کہ انہیں طیارے کے اترنے کی اطلاع دی جائے گی لیکن انتظار ختم نہیں ہو رہا تھا۔ وقت گزرتا جا رہا تھا۔ سب اپنی کلائیوں پر بندھی ہوئی گھڑیوں کو بار بار دیکھ رہے تھے۔ آخر طویل اور تھکا دینے والے انتظار کے بعد انہیں محسوس ہوا کہ طیارے کے پہیے زمین

لگ رہے ہیں۔ جب وہ طیارہ زمین پر دوڑنے لگا تو اناؤنسر نے کہا۔

"تھینکس گاڈ! ہم سلامتی سے زمین پر پہنچ گئے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ غیر متوقع حالات سے نمٹنے کے لئے خود میں حوصلہ پیدا کریں۔ صبر و تحمل سے طیارے میں بیٹھے رہیں کیونکہ ہم ایک انجانے ویران علاقے میں ہیں۔"

سنتے ہی سب ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔ ایک شخص نے اٹھ کر چیختے ہوئے کہا "تم نے کہا تھا ہم ماریطانیہ کے ایک ائرپورٹ پر اترنے والے ہیں پھر ہم کسی ویران علاقے میں کیسے پہنچ گئے؟"

دوسرے مسافر اس کی تائید میں بولنے لگے۔ اسپیکر سے آواز آئی "پلیز خاموش رہیں' میری باتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ کسی کنٹرول ٹاور سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ طیارہ اپنے روٹ سے بھٹک گیا تھا۔ یہ بات پرواز کے دوران بتائی جاتی تو کمزور دل کے مسافر یہ صدمہ برداشت نہ کرتے۔ شدید طوفان میں طیارے کو کہیں اتارنا ایک اہم مسئلہ تھا۔ اسی طرح آپ کی سلامتی ممکن تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس ریگستانی علاقے میں ایک پختہ کوتار کی سڑک نظر آ گئی۔ ہم نے یہاں طیارہ اتار دیا ہے۔ آپ اطمینان اور حوصلہ رکھیں۔ طوفان کے تھم جانے کے بعد ہمارے لئے امدادی طیارہ ضرور آئے گا۔"

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ طوفان کے تھمنے کے کوئی آثار نہیں نظر آ رہے تھے اور صبح سے پہلے امداد پہنچنے کی توقع نہیں تھی۔ مسافروں کا دل بہلانے کے لئے موسیقی شروع کی گئی۔ ہوسٹس اور اسٹیورڈ کھانے پینے کی چیزیں فراہم کرنے لگے۔ عورتوں کے چہروں پر رونق آ گئی تھی۔ بچے ہنسنے مسکرانے لگے تھے۔ اب یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ طیارے کو جو حادثہ پیش آنے کا خطرہ تھا وہ ٹل گیا تھا اور اب کوئی خطرہ سامنے نہیں آئے گا۔

مگر آیا۔ طیارے کی ہنستی بستی فضا میں ایک عورت نے زور کی چیخ ماری۔ سب اسے چونک کر دیکھنے لگے' ابھی اس سے چیخنے کی وجہ معلوم کرنے ہی والے تھے کہ طیارے کے دوسرے حصے سے دوسری عورت چیخ کر کھڑی ہو گئی۔ ایک اور حصے سے ایک مسافر نے اٹھ کر چیخ ماری' اب یہ معاملہ تشویش ناک ہو گیا تھا۔ ایک کے بعد ایک مسافر چیخ کر کھڑا ہو رہا تھا۔ ثانی اور علی حیرت سے ایک ایک کو دیکھ رہے تھے۔

پھر ایک اسٹیورڈ نے بلند آواز سے پوچھا "آخر کیا بات ہے؟ آپ لوگ اس طرح کیوں چیخ رہے ہیں؟"

سب سے پہلے چیخنے والی عورت نے کہا "ہم پر یہ مصیبت ایک لڑکی کی وجہ سے آئی ہے۔"

دوسری عورت نے ثانی کی طرف انگلی اٹھا کر کہا "ہاں' وہ ہے لڑکی۔"

تیسرے چیخنے والے مسافر نے کہا "اس لڑکی کو طیارے سے باہر نکالو۔"

اسٹیورڈ نے حیرانی سے پوچھا "آپ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ بھی آپ کی طرح ایک مسافر لڑکی ہے۔ یہ طوفان نہیں لائی۔ اس نے طیارے کو نہیں بھٹکایا پھر اس کے خلاف کیوں بول رہے ہیں آپ لوگ؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک مسافر نے آگے بڑھ کر اسے ایک طمانچہ مارا پھر کہا "تم اسٹیورڈ ہو۔ ہماری بات ماننا تمہارا فرض ہے۔ اس لڑکی کو یہاں سے نکال دو۔"

ایک ایک مسافر اپنی جگہ سے اٹھ کر یہی کہنے لگا۔ پھر ایک نے ثانی کو غرا کر دیکھتے ہوئے پوچھا "تم جاؤ گی یا ہم تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دیں؟"

ثانی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹیورڈ سے کہا "دروازہ کھولو' میں جاؤں گی۔"

علی نے اٹھ کر کہا "میں سمجھ رہا ہوں ایسا کیوں ہو رہا ہے' تم نہیں جاؤ گی۔ میں ان مسافروں سے نمٹ لوں گا۔"

دو تگڑے مسافر اسے مارنے کے لئے دوڑتے ہوئے آئے۔ علی نے ان کی اچھی طرح پٹائی کر دی۔ اسی وقت کھڑکیوں کے شیشوں پر پتھر آ کر لگنے لگے۔ مسافروں نے سہم کر کہا "باہر سے پتھر برسائے جا رہے ہیں۔ یہ شیشے ٹوٹ جائیں گے۔"

پھر ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے تڑا تڑ گولیاں برسائی جا رہی ہوں۔ طیارے کے قریب بم کے دھماکے ہونے لگے۔ کھڑکیوں سے یہ منظر دکھائی دے رہا تھا۔ شعلے نکل رہے تھے' دھواں پھیل رہا تھا۔ علی نے سر اٹھا کر بلند آواز سے کہا "رک جاؤ' بند کرو یہ دھمکیاں۔ ثانی باہر آ رہی ہے' ثانی باہر آ رہی ہے۔"

یہ باتیں فضا میں گونجتے ہی سناٹا چھا گیا۔ گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور بم کے دھماکے رک گئے۔ کھڑکیوں کے باہر پھر اندھیرا چھا گیا تھا۔ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا' اسٹیورڈ نے ثانی کے پاس آ کر پوچھا "مس! یہ کیا معاملہ ہے؟"

علی نے کہا "ہم سمجھا نہیں سکیں گے۔ آپ دروازہ کھول دیں۔"

جہاز کا عملہ مجبور تھا' مسافر بھی انہیں دروازہ کھولنے پر مجبور کر رہے تھے' آخر وہ کھل گیا۔ باہر حد نظر تک اندھیرا تھا۔ طوفان تھم گیا تھا۔ طیارے کے دروازے اور زمین کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ نیچے اترنے کے لئے سیڑھی کی ضرورت تھی۔ ثانی اور علی دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور پھر ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا۔ اس کے بعد ایک ساتھ چھلانگ لگا دی۔ زمین پر پاؤں ٹکتے ہی قلابازی کھائی پھر اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

تمام مسافر دروازے اور کھڑکیوں سے جھانک کر انہیں دیکھ

رہے تھے۔ طیارے سے باہر جانے والی روشنی میں وہ تھوڑی دیر تک نظر آئے پھر آگے جاتے ہوئے تاریکی میں گم ہو گئے۔ اسٹیورڈنے دروازے کو بند کرتے ہوئے پائلٹ سے کہا "بڑے افسوس کی بات ہے۔ ہم نے دو مسافروں کو بے یارومددگار چھوڑ دیا ہے۔"

ایک مسافر نے کہا "یہ تو دیکھو اس لڑکی کے باہر جاتے ہی طوفان تھم گیا ہے۔"

ایک عورت نے کہا "ہمارے منہ سے آپ ہی آپ یہی بات نکل رہی تھی کہ اس لڑکی کی وجہ سے ہم پر یہ مصیبت آئی ہے۔"

"ابھی طوفان ہے نہ کوئی پتھر اور گولیاں برسا رہا ہے۔"

"ہمیں یہاں سے چلنا چاہئے طیارہ اب ملاحتی سے پرواز کرے گا۔"

پائلٹ طیارے کے اگلے حصے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "میں کسی قریبی ائرپورٹ تک جاؤں گا۔ وہاں سے ان دو مسافروں کے لئے امدادی ٹیم روانہ کراؤں گا۔"

وہ اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ائرفون کو کانوں سے لگا کر وائرلیس سیٹ کو آپریٹ کیا تو حیران رہ گیا۔ وہ تھوڑی دیر پہلے تک بے کار تھا اس کے ذریعے کسی کنٹرول ٹاور سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ اب وائرلیس سے آواز آرہی تھی "ہیلو ہیلو کنٹرول ٹاور الاون عبدالمالک ہیلو ہیلو کنٹرول ٹاور الاون عبدالمالک....."

پائلٹ نے اپنے طیارے کے متعلق بتاتے ہوئے کہا "ہم طوفان میں بھٹک کر ادھر آگئے ہیں۔ طیارے میں دو سواتی مسافر ہیں۔ ہمیں گائیڈ کرو۔"

اسے راہنمائی حاصل ہونے لگی۔ پتا چلا ان کا طیارہ ماریطانیہ اور مراکش کے جنوب مغربی صحرا کے درمیان ایک پختہ سڑک پر ہے۔ وہاں سے چار سو میل پرواز کرکے ماریطانیہ کے ایک شہر الاون عبدالمالک ائرپورٹ تک پہنچ سکتا ہے۔

پائلٹ نے طیارے کی اطلاع کی آمد دے کر وائرلیس سیٹ کو آف کیا پھر دل میں کہا "عجیب بات ہے ان دو مسافروں نے بات ہی تمام مشکلیں آسان ہو رہی ہیں۔ منزل تک پہنچنے کے لئے راستہ بھی مل رہا ہے۔ آخر وہ بے چارے کون تھے؟"

وہ بے چارے اسی سڑک پر دور چلتے جا رہے تھے۔ بہت دور جاکر انہوں نے دیکھا طیارہ اسٹارٹ ہو گیا تھا۔ سڑک پر دوڑتا جا رہا تھا۔ پھر وہ دوڑتے ہوئے فضا میں بلند ہو گیا۔ وہ دونوں طیارے کے سرخ بتیوں کو جلتے بجھتے اور دور ہوتے دیکھ رہے تھے۔ ان کی نگاہیں کہہ رہی تھیں "اے جانے والو! تمہیں منزل مبارک ہو۔ ہم تو راستے کے گرد بن گئے ہیں۔"

طیارے کی جلتی بجھتی روشنی دور آسمان میں اوجھل ہو گئی۔ وہ پلٹ کر جانے لگے علی نے کہا "تم سحرزدہ ہونے کے بعد میری بات نہیں مانتی ہو۔ پلیز اپنے اندر قوتِ ارادی کو اور مضبوط کرو۔ یہ عہد کرتی رہو کہ شر سے لڑائی ہو تو خیر کو نہیں بھولو گی۔ میرا ساتھ نہیں چھوڑو گی۔"

وہ چلتے چلتے اس کے بازو سے لگ گئی پھر بولی "میری جان تمہارے لئے ہے۔ میں تمہارے قدموں سے ایک پل کے لئے بھی الگ نہیں ہونا چاہوں گی۔ لیکن میں نے محسوس کیا ہے ماما حیلہ کے سامنے میرا دل دماغ کام نہیں کرتا ہے۔ میری قوتِ ارادی کمزور پڑنے لگتی ہے۔ کوئی ایسی تدبیر کرو کہ میں کالے جادو سے محصور نہ ہو سکوں۔"

"ہم سونیا ممما کی طرح یہ انگوٹھی پہنے رہتے ہیں۔ تم نے بھی پہنی ہے۔ جب تم دیکھو کہ ماما حیلہ تم پر حاوی ہو رہی ہے تو اس انگوٹھی کی سوئی اس کے جسم میں کہیں بھی اچبھو کر دینا۔ وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو کر منتر نہیں پڑھ سکے گی۔"

"ایسے دو چار نسخے میرے پاس ہیں۔ میں انہیں ضرور آزماؤں گی لیکن اس میں کہاں تک صداقت ہے کہ وہ میری ماں ہے؟"

"کوئی تو بات ہو گی ثانی! وہ بڑے یقین سے انکل سلمان کو اپنا شوہر اور تمہارا باپ کہہ رہی تھی۔"

"انکل سلمان نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ میرے پاس آکر ماما حیلہ کے بارے میں بہت کچھ بتائیں گے۔ میں سوچتی ہوں کہ کیا وہ یہی کچھ بتانے والے تھے۔ آخر وہ میرے پاس کیوں نہیں آئے۔ اگر وہ مصروف ہیں تو سلطانہ آنٹی کو بھیج سکتے ہیں۔"

"ہمارے بزرگوں کے ساتھ بھی کچھ ہو رہا ہو گا۔"

"یہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"تم اپنے میکے اور میں ہونے والی سسرال۔"

وہ ہنستی ہوئی اس کے بازوؤں میں آگئی۔ تب پتا چلا پہلی جیسی تاریکی نہیں ہے۔ جذبے روشن ہیں۔ آسمان پر ستارے مسکرا رہے تھے اور زمین نے پیار کرنے والوں کو اپنی ہتھیلی پر اٹھا رکھا تھا۔ علی نے اس کی قربت سے سرشار ہو کر پوچھا "تم اب تک کہاں تھیں؟"

"میں پیدا ہو رہی تھی۔ پل رہی تھی۔ پروان چڑھ رہی تھی۔ کاتبِ تقدیر جانتا تھا کہ میری رگ رگ میں لہو نہیں علی دوڑتا ہے۔ اس لئے مجھے علی کے نام پر پیدا کیا ہے اور علی کے لئے جوان کیا ہے اور ایک دن علی کا نام لیتے لیتے موت آئے گی۔"

وہ محبت میں مدہوش ہو رہے تھے۔ اپنے آس پاس کی دنیا بھول چکے تھے۔ یہ پریشانی نہیں تھی کہ قافلے کے ساتھ چھوٹ گیا ہے، وہ کسی اجنبی ملک میں ہیں۔ دشمن عورتوں کی سازشیں ہیں۔ کوئی بات نہیں، شیطان کا بلاوا ہے تو کیا ہوا۔ محبت صرف جنت میں نہیں ہوتی، شیطان کی پیٹ میں بھی گھس کر ہوتی ہے۔ شیطانی منتروں میں بھی گھس کر ہوتی رہے گی۔ محبت کو کوئی روک سکتا۔ وہ ہر جگہ ہوتی ہے۔ سیاہ زلفوں میں ہو تو گلاب کی طرح مہکتی ہے۔ گھنے کھیتوں میں ہو تو کنول کا حسن بن جاتی ہے۔

وہ چونک گئے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ آواز قریب آرہی تھی۔ انہوں نے دیکھا دور تاریکی سے ایک گھوڑا نمودار ہو رہا تھا۔ اس پر زین کسی ہوئی تھی۔ مگر کوئی سوار نہیں تھا۔ وہ گھوڑا ثانی کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ وہ بولی "یہ میری سواری کے لئے آیا ہے میں جا رہی ہوں۔"

وہ گھوڑے کی طرف بڑھی علی نے ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا "دیکھو سمجھو، تم اپنی قوتِ ارادی کو بھول رہی ہو۔"

وہ چونک کر بولی "آں ہاں میں نہیں جاؤں گی۔"

اسی وقت گھوڑا ہنہناتا ہوا اگلی دو ٹانگیں اٹھا کر علی کی طرف لپکا۔ علی اچھل کر پیچھے گیا۔ گھوڑے نے پھر آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ وہ اس کے حملوں سے بچتے ہوئے لگام کو پکڑنا چاہتا تھا تاکہ لگام کے ذریعے اسے قابو میں رکھے لیکن گھوڑا اپنے قریب آنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اسے لاتیں مارنے کے لئے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ علی بچاؤ کرتا ہوا پیچھے ہٹتا جا رہا تھا۔ اسی طرح وہ ثانی سے دور چلے آئے تھے۔ پھر اچانک ہی گھوڑا پلٹ کر دوڑتا ہوا ثانی کے پاس آیا۔ وہ اچھل کر اس پر سوار ہو گئی لگام کو ہاتھ میں لے لیا۔ علی آوازیں دیتا ہوا اس کی طرف لپکا "ثانی! رک جاؤ۔ ہوش میں آؤ۔ سمجھنے کی کوشش کرو تم سحرزدہ ہو رہی ہو۔"

گھوڑا تیز رفتاری سے اسے لے جا رہا تھا وہ ثانی کو پکارتا ہوا دوڑ لگا رہا تھا۔ اس نے دوڑ میں بھی تیز رفتاری کا ریکارڈ قائم کیا تھا۔ لیکن وہ گھوڑا تو شیطانی رفتار سے بھاگ رہا تھا۔ اس کے برابر پہنچنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ دوڑتے دوڑتے ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔

آواز کوئی مجبوری سی مجبوری تھی۔ ہر انسانی کوشش رائگاں جا رہی تھی۔ ادھر ثانی اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ ماں کے جھٹکوں کے سامنے بے بس ہو جاتی تھی۔ وہ ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گرا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا گھوڑا دوڑتا ہوا تاریکی میں گم ہو رہا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر مایوسی نہیں تھی۔ وہ فولادی ارادوں کا مالک تھا پھر دوڑ لگانے لگا۔ اس نے جیبی ٹارچ نکال کر روشن کرتے ہوئے دل میں کہا "یہ چڑیلیں جادو کر سکتی ہیں، عقل سے کام نہیں لے سکتیں۔" انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اس صحرائی زمین پر گھوڑا اپنے چاروں پاؤں کے نشانات چھوڑ کر جائے گا۔"

وہ ٹارچ کی روشنی میں تیزی سے دوڑتا جا رہا تھا۔

☆○☆

الپا ہوش و حواس میں تھی لیکن ہوش مندی سے سمجھ نہیں رہی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہوئے تھے۔ سب سے پہلے یہ دلی اور دماغی صدمہ پہنچا تھا کہ جسے یہودی پارس سمجھ کر اپنا سب کچھ لٹا چکی ہے، وہ مسلمان ہے۔

ایک مسلمان سے ہار کر یوں لگا جیسے اندر سے بالکل خالی ہو گئی ہو، اس کے غرور کو بڑی ٹھیس پہنچی تھی۔ وہ پارس سے فریب کھا کر غصے سے تلملاتی رہی اور محبت سے روتی رہی۔ وہ غصہ کرکے اپنی زندگی سے دور کر سکتی تھی مگر دل سے نہیں نکال سکتی تھی۔

اس نے سوچا فرہاد نے شیبا کو بھی اسی طرح پھنسایا ہو گا۔ یہ مسلمان بڑے مکار ہوتے ہیں۔ ایسے خیال قائم کرتے وقت وہ بھول گئی کہ وہ خود مکاری سے ٹیلی پیتھی سکھا کر امریکی حکام کو دھوکا دے کر اسرائیل آگئی تھی اور اس کی نظروں میں یہ بھی مکاری نہیں تھی کہ وہ لوگ ڈی پارس بنا کر فرہاد کی فیملی کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ دھوکے اور چالبازی میں بازی کسی کے بھی ہاتھ آسکتی ہے۔ وہ خود اپنی مرضی سے یہودی پارس کا فریب کھاتی آرہی تھی۔

اس نے فیصلہ کیا کہ اعلیٰ حکام کو دھوکا نہیں دے گی۔ شیبا کی طرح ایک مسلمان کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنی قوم کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اس فیصلے کے مطابق اس نے جنرل کو بتا دیا کہ وہ سب اصل پارس کو ڈی سمجھ کر دھوکا کھاتے آرہے ہیں اور الپا کا دماغ رسونجی کے قبضے میں آگیا ہے۔

یوں اسرائیلی حکام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا تھا۔ شیبا کے بعد خوش قسمتی سے ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا یہودی قوم کو ملی تھی اسے بھی مسلمانوں نے پھانس لیا تھا۔ الپا نے سوچا وہ پارس سے دکھاوے کی محبت کرے گی اور اسے کسی طرح پھانس کر قتل ایبب لے جائے گی۔ وہ ایک ہوٹل میں تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کو بلایا، اس نے کہا "جب تک تم جنرل کے چور خیالات پڑھ کر میری ماں شیبا کی بے گناہی اور مظلومیت کا یقین نہیں کرو گی، میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔"

وہ پارس کو اپنے قریب لانے کے لئے مجبوراً جنرل کے چور خیالات پڑھنے لگی تو اس پر ایسے حقائق کا انکشاف ہوا جن کے متعلق وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ سب سے دل توڑنے والا انکشاف یہ تھا کہ جنرل اسے شیبا کی طرح بے موت مارنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اس کے چور خیالات نے چغلی کھائی کہ الپا کو پارس سے نجات نہیں ملے گی۔ وہ شیبا کی طرح مسلمانوں کی حمایت کرے گی تو اسے گولی مار دی جائے گی۔

جنرل جسے بیٹی کہتا تھا اس کی موت کا فیصلہ دل میں کر چکا تھا۔ الپا کو اپنی حیثیت دو کوڑی کی لگی۔ وہ کام آتی رہے تو بیٹی ہے، کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے اور نجات حاصل نہ کر سکے تو سزائے موت پانے والی دشمن ہے۔

پھر یہ انکشاف ہوا کہ شیبا کی تمنائیوں میں فرہاد ہی ایک ڈی

کو بھیجا جاتا تھا۔ جب شیبا کو پتا چلا کہ اسے بھی یہودی اکابرین کی سازش سے اس کی عزت لوٹی گئی ہے تو وہ حیا والی زندہ نہ رہ سکی۔ اس نے خودکشی کرلی۔

الپا کی سمجھ میں آگیا کہ اسرائیل واپس جائے گی تو اس کی عزت بھی محفوظ نہیں رہے گی۔ اس پر پہلے کی طرح جھوٹا مقدمہ قائم کیا جائے گا۔ یہ کتنی ذلالت تھی کہ جہاں شیبا کی عزت لوٹی گئی تھی وہی شاہی محل الپا کو رہائش کے لئے دیا گیا تھا۔

ان تمام حقائق نے اسے باغی بنادیا۔ صاف سمجھ میں آگیا کہ شیبا فرہاد سے اور اس کے بیٹے پارس سے بے انتہا محبت کیوں کرتی تھی۔ آج تقدیر نے اسی پارس سے الپا کو محبت کرنا سکھادیا تھا۔

وہ بڑی دیر تک بھٹکتی رہی تھی۔ تھالی کے بینگن کی طرح کبھی اپنے یہودیوں کی طرف جاتی تھی کبھی مسلمان پارس کے لئے اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنبھال نہیں پاتی تھی۔ آخر جنرل کے چور خیالات نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ وہ اسرائیل جائے گی اور اسی شاہی محل میں رہے گی تو ایک دن شیبا کی طرح ماری جائے گی۔ اسے پارس کی پیار بھری پناہ میں رہنا چاہئے۔

اس نے پارس کو اپنے پاس بلایا۔ اس کے لئے نیا لباس پہنا۔ خوب سنگھار کیا۔ اسے اتنا پیار دیا' اتنا ٹوٹ کر پیار کیا کہ پارس بھی حیران رہ گیا۔ اس نے پوچھا "آج تمہیں کیا ہوگیا ہے؟"

وہ بولی "آج مجھے نئی زندگی مل رہی ہے۔ پہلے میں تمہیں آنکھوں سے دیکھتی تھی آج عقل سے دیکھ رہی ہوں۔ میں نے اپنے اندر کی مغرور عورت کو مار ڈالا ہے۔ تم جنرل کے چور خیالات پڑھنے کو نہ کہتے تو مجھے کبھی عقل نہ آتی۔ میں سمجھ گئی ہوں کہ شیبا ممی پر کتنا ظلم ہوا تھا۔ یہی ظلم مجھ پر بھی ہوسکتا ہے' میں کبھی اسرائیل نہیں جاؤں گی۔"

"چلو اچھا ہوا کہ تم نے اس حد تک اپنوں کو سمجھ لیا۔ اب تم ہمارا ظرف اور ہماری شرافت دیکھو گی۔ ہم کبھی تمہاری قوم کے خلاف تمہیں نہیں بھڑکائیں گے۔ اگر ان کی طرف سے ہمارے خلاف سازش ہوگی یا کوئی زیادتی ہوگی تو اس کا فیصلہ تم پر چھوڑ دیں گے۔ اگر تمہاری قوم کو ہم سے کوئی شکایت ہوگی اور وہ جائز ہوگی تو ہم اس کی تلافی کریں گے۔ تم جیسا چاہو ویسا ہی ہوگا۔"

"پارس! تم بہت اچھے دیانت دار ہو۔ مگر میں بری اور بیوقوف ہوں' مجھ سے ایک حماقت ہوگئی ہے؟"

"کیسی حماقت؟"

"میں نے جنرل کو تمہارے خلاف رپورٹ دی ہے۔ اسے بتادیا ہے کہ تم ذمی نہیں اصل ہو۔ اور میرے دماغ پر مارسونتی نے قبضہ جمالیا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑگیا۔ میں نے پوچھا "کیا ناراض ہوگئے؟"

"نہیں تم بہت اچھی اور سچی ہو۔ تم نے غلطی کی مگر سچائی سے اعتراف کرلیا۔"

"ہماری تنظیم میں چالباز' شعبدے اور خطرناک قاتل ہیں' وہ تم پر حملہ کریں گے۔"

"فکر نہ کرو' میں پیدائش کے دن سے ہی سازشوں کا شکار ہوتا رہا ہوں۔ تم دیکھتی آرہی ہو کہ... دشمنوں سے ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے۔ آئندہ بھی یہی ہوگا' کوئی نئی بات نہیں ہے۔"

"نئی بات ہے۔ پہلے کسی کو تمہاری ضرورت نہیں ہوئی۔ اب مجھے ضرورت ہے۔ تمہاری جان میری جان ہے' تمہیں کچھ ہوا تو میں مرجاؤں گی۔ میرے پاس نیلی چھتری کی صلاحیت ہے مگر تمہاری عقل کے بغیر میں دشمنوں نے تنہا نہیں نمٹ سکوں گی۔"

"ایک عورت یہی کہتی تھی کہ اس کے شوہر کو کچھ ہوگیا تو زندہ نہیں رہے گی۔ آج وہ چوتھے خاوند کے پہلو میں بھی یہی کہہ رہی ہے۔"

"جاؤ میں تم سے نہیں بولتی۔"

وہ منہ پھیرنے لگی۔ پارس نے قریب کھینچ کر کہا "تم نہ بولو اپنے بدن کو بولتے رہنے دو۔"

"بڑے مطلبی ہو۔"

"مطلبی کا مطلب ہے اپنی ضرورت کو طلب کرنے والا۔ ہر عورت ہمیشہ طلب کرنے والوں کو ہی دل میں طلب کرتی ہے۔ لیکن منہ سے انکار کرتی ہے۔ دیکھو تم انکار کرنے والی ہو۔"

وہ ہنسنے لگی' کراہی اس کی ہنسی سے گونجنے لگا۔ کبھی دم بھر سرگوشیوں سے گنگنانے لگا۔ جوانی کے دن ایسے ہی ہوتے ہیں۔ دن کو بھی رات ہوجاتی ہے اور رات کو بھی سورج نکل آتا ہے۔ جسے صرف جوانی کی آنکھ ہی دیکھ سکتی ہے۔

وہ دیر تک خود کو بھولتے رہے اور دور تک دوسرے کو ڈھونڈتے رہے پھر پارس نے کہا "ہمیں صرف مسرتوں میں گم نہیں رہنا چاہئے۔ یہ معلوم کرو کہ وہ مجھے گھیرنے اور پکڑنے کے لئے کیا کررہے ہیں؟"

وہ بولی "استنبول میں جو یہودی تنظیم ہے اس کا سربراہ تمہارے خلاف کچھ کررہا ہوگا۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ سربراہ کے پاس گئی پھر اس کے خیالات پڑھ کر آگئی۔ پارس سے بولی "اس تنظیم کے سربراہ کو ایک خفیہ اسرائیلی کی طرف سے ہدایات دی گئی ہیں کہ کوئی پارس کا سامنا نہ کرے۔ بڑی ہوشیاری سے چھپ کر الپا اور پارس پر نظر رکھی جائے۔"

پارس نے پوچھا "تم خفیہ اسرائیلی تنظیم کے بارے کیا جانتی ہو؟"

"شاید تم مجھ پر بھروسا نہ کرو اور تمہیں یقین نہ آئے' میں نے پہلی بار اس خفیہ تنظیم کا نام سنا ہے۔"

"مجھے یقین ہے' یہ خیال دل سے نکال دو کہ میں تم پر

نہیں کرتا ہوں۔"

"کیا تم مجھ پر اندھا اعتماد کرتے ہو؟"

"ہاں۔ جھوٹ کسی کا بھی ہو' مجھ سے زیادہ دیر چھپا نہیں رہتا۔ سچ تم کبھی دھوکا دو گی تو میرا اعتماد کمزور پڑ جائے گا۔"

وہ گلے کا ہار بن کر قسمیں کھانے لگی کہ ہمیشہ اس کا اعتماد قائم رکھے گی۔ پھر وہ چونک کر بولی "اوہ یاد آیا' جب میں جنرل کے چور خیالات پڑھ رہی تھی تو اس نے کسی گولڈن برین کا ذکر کیا تھا اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ میرے دماغ سے تمہاری ماما رسونتی کو نکال دیں گے۔"

"الپا! اب سے پہلے یہ یقین کرلو کہ ماما تمہارے دماغ میں نہیں ہیں اور نہ ہی آئندہ آئیں گی۔ تم ہر طرح سے آزاد ہو۔"

"مجھے تمہاری بات کا یقین ہے۔ ویسے وہ آئیں گی تب بھی غایت نہیں کروں گی کیونکہ اب میرے اندر کھوٹ نہیں ہے۔ پہلے میں تمہارے خلاف سوچتی تھی اس لئے چاہتی تھی کہ میرے چور خیالات کوئی نہ پڑھے۔"

"بہرحال ابھی تم جنرل کے چور خیالات پڑھو اور گولڈن برین کے متعلق معلومات حاصل کرو۔"

وہ جنرل کے پاس آئی۔ وہ اپنے بنگلے کے لان میں بیٹھا فوج کے دو اعلیٰ افسروں سے باتیں کررہا تھا۔ الپا اس کے دماغ کے تہ خانے سے معلومات حاصل کرتی رہی پھر اس نے پارس کے پاس آکر کہا "اسرائیل کی ایک خفیہ تنظیم میں پانچ آزاد ایسے ہیں جو گولڈن برین کہلاتے ہیں۔ مکاری اور شاطرانہ چالوں میں شیطان کے بھی کان کاٹتے ہیں۔ ان کے منصوبوں پر عمل کرتے ہوئے اسرائیلی حکام امریکا جیسی سپر پاور سے جائز اور ناجائز مطالبات منواتے رہتے ہیں۔ وہ پانچوں یوگا کے ماہر ہیں۔ میں ان کے دماغوں میں نہیں جاسکوں گی۔ انہوں نے جنرل سے کہہ دیا ہے کہ وہ الپا اور پارس کے سلسلے میں جو کچھ بھی کریں گے اس کی رپورٹ کسی کو بھی نہیں دیں گے۔ ورنہ پارس کے خیال خوانی کرنے والے کسی وقت بھی جنرل اور دوسرے اعلیٰ حکام کے اندر اگر معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔"

"یعنی وہ ہمارے خلاف جو کچھ بھی کریں گے' ہمیں اس کا علم کسی بھی ذریعے سے نہیں ہوگا۔"

"ہاں۔ گولڈن برین نے بڑے سخت انتظامات کئے ہیں۔ ان کے بے شمار ماتحت کئی ممالک کے کئی شہروں میں باقاعدہ رہائش اختیار کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے عبرانی زبان میں رابطہ رکھتے ہیں۔ اول تو ان عبرانی زبان بولنے والے ماتحتوں تک پہنچنا دشوار ہے۔ اگر پہنچ بھی گئے تو پانچ گولڈن برین تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"میں پہنچنے کی تدبیر کرتا ہوں۔ تم یہ بتاؤ استنبول میں یہودی تنظیم کا سربراہ ہمارے بارے میں کیا جانتا ہے؟"

"یہی کہ ہم اس ہوٹل میں ہیں۔ یہ اطلاع وہ خفیہ تنظیم کے ایجنٹ کو دے چکا ہے۔"

"پوری بات کرو الپا! ایجنٹ کو کس ذریعے سے اطلاع دی؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے گئی پھر واپس آکر بولی "ٹیلی فون کے ذریعے۔ ٹیلی فون نمبر نوٹ کرو۔"

پارس نے نمبر نوٹ کیا پھر کہا "میرے دماغ میں رہو جو فون پر بولے اسے پکڑلو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کے نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ قائم ہونے کے بعد فرانسیسی زبان میں بولا "کیا تم یہ زبان سمجھتے ہو؟"

ریسیور اٹھانے والے نے پوچھا "مسٹر! تم کون ہو اور کیا بول رہے ہو؟"

پارس نے الپا کو دیکھ کر اشارے سے پوچھا "کام ہوگیا؟"

وہ دماغ میں تھی' بولی "ہاں' ریسیور رکھ دو۔"

وہ بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے ایک شخص نے پوچھا "کس کا فون ہے؟"

وہ ریسیور رکھ کر بولا "پتا نہیں' میرا خیال ہے فرانسیسی زبان میں کچھ بول رہا تھا۔ میری زبان نہیں سمجھ سکا۔ لائن کاٹ دی۔"

وہ عبرانی بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "باس نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ جلد ہی ایسے فون آئیں گے جو رانگ نمبر ہوں گے یا کوئی الٹی سیدھی باتیں کرنے والے ہوں گے۔ اس طرح خیال خوانی کرنے والا دشمن ٹیلی فون کے ذریعے دماغ میں پہنچے گا۔"

الپا پہنچ ہی گئی تھی اس کے دماغ کو کرید رہی تھی۔ پھر پارس کے پاس آکر بولی "تمہارا دماغ کتنی تیزی سے کام کرتا ہے تم نے خفیہ تنظیم کے ایک ایجنٹ تک مجھے پہنچا دیا ہے۔ یہ ایجنٹ اپنی تنظیم کے سربراہوں کو گولڈن برین کی حیثیت سے نہیں جانتا ہے۔ میں اس طرح سمجھ رہی ہوں کہ ایسے تمام ایجنٹوں کو عبرانی بولنے کی تاکید کی گئی ہے۔"

"کوئی خاص بات معلوم ہوئی؟"

"ہاں' بہت ہی خاص بات ہے۔ پچھلی رات جو چال میں تمہارے خلاف چلنے والی تھی' وہی چال یہ چلنے والے ہیں۔ ہوٹل کے کچن میں ان کا ایک خاص آدمی انتظار کررہا ہے کہ ہم لنچ کا آرڈر دیں گے یا ڈائننگ ہال میں چلے جائیں گے تو کھانے پینے کی چیزوں میں اعصاب کمزور کرنے والی دوا ہمیں کھلائی جائے گی۔"

"تمہیں کیوں کھلائی جائے گی؟"

"ان کا خیال ہے کہ میں اسرائیل واپس جانے سے انکار کرسکتی ہوں لہٰذا کسی حیل و حجت کے بغیر وہ تمہارے ساتھ مجھے

بھی اغوا کر کے قتل اپیب پہنچانا چاہتے ہیں۔"

"تم کہ یہ معلوم کرو۔ دوا کتنے پاور کی ہے۔ اس کا ردِ عمل کیا ہوتا ہے اور کتنی دیر رہتا ہے۔"

وہ پھر گئی' پارس نے ریسیور اٹھا کر مجھ سے رابطہ کیا۔ مجھے اپنے حالات بتائے۔ میں نے پوچھا "کیا خیال ہے' شکار ہونا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں خود کو ان کے حوالے کرنے سے گولڈن برین کے اور دو چار ایجنٹ سامنے آجائیں گے۔"

"ٹھیک ہے لنچ کا آرڈر دو میں وہاں پہنچ رہا ہوں۔"

اس نے ٹیکسلو کے دوران ایک مخصوص اشارہ کیا میں ریسیور رکھ کے اس کے دماغ میں آگیا۔ وہ الپا سے کہہ رہا تھا "لنچ کا آرڈر دو۔ فون پر روم سروس کا انچارج بولے گا تم اس کے ذریعے اس شخص تک پہنچ سکتی ہو جو ہمارے کھانے میں کوئی دوا ملانے والا ہے۔"

وہ لنچ کا آرڈر دینے کے لئے فون کرنے لگی۔ پارس نے سوچ کے ذریعے کہا " آپ آنکھیں کو بلائیں۔ یہاں تمام ایجنٹ عبرانی بولتے ہیں۔ آپ ان کے دماغوں میں نہیں جاسکیں گے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر اپنے کمرے سے نکلا۔ ہوٹل سے باہر آکر کار میں بیٹھ گیا۔ پھر لیلیٰ کے پاس آکر بولا "پھول کھلتے ہیں' وہ سر جھکا کر بولی " آپ مجھ سے دور کسی ویرانے میں جانے والے تھے۔ ہم سب سے رابطہ ختم کر رہے تھے۔ اب کیوں آئے ہیں؟"

"میں کئی بار آچکا ہوں۔ ایک بار تم بے ہوش تھیں۔ دوسری تیسری بار ہوش میں رہنے کے باوجود تم نے مجھے محسوس نہیں کیا۔"

"بے ہوشی کے باعث دماغ کمزور ہو گیا تھا۔"

"تم نے ایک نادان بچی جیسی حرکت کی تھی۔"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آپ کو دور جانے سے کیسے روکوں؟"

"یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم مجھے اس قدر چاہتی ہو اور یہ تمہاری بد نصیبی ہے کہ میں اپنے مقدر کے حوالے سے ہرجائی ہوں۔"

اس نے بتایا تھا کہ میرا زائچہ اور میرے ستارے بتاتے ہیں میں کبھی ایک گھر اور ایک عورت کے سائے میں نہیں رہوں گا۔ ہرجائی بن کر رہنا میرے مقدر میں ہے۔ میں نے پوچھا تھا۔ "جب وہ جانتی ہے کہ میں ایک دن اس سے بھی دور چلا جاؤں گا تو میری زندگی میں کیوں آرہی ہے؟"

اس نے جواب دیا تھا۔ یہ بھی مقدر کا کھیل ہے۔ اس کے ستارے کہتے ہیں کہ میں ہی اس کی زندگی کا پہلا اور آخری مرد ہوں۔ مقدر کا یہ فرمان اس لئے بھی درست معلوم ہوتا ہے کہ

میں موت کے منہ سے واپس آگیا۔ چونکہ اس کی زندگی میرے دخل نہیں ہوا تھا اس لئے تقدیر کا تمام لکھا ہوا پورا ہونے سے پہلے مر نہیں سکتا تھا۔ اس بے چاری نے مجھ سے دور رہتے ہوئے اچھی خاصی عمر گزار دی تھی اور اب تقدیر سے لڑتے لڑتے تھک گئی تھی۔

مجھے اس پر ترس آرہا تھا۔ میں اس کی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اس سے بہت دور جانے کا فیصلہ کیا تھا لیکن اس فیصلے پر بھی عمل نہیں ہو سکا تھا۔ لیلیٰ نے بے ہوشی کا انجکشن خود کو لگایا تھا اور قسم کھائی تھی کہ میں اس کو چھوڑ کر جاؤں گا تو ہر طرح وقفہ وقفہ سے بے ہوشی یا نشے کا انجکشن لیتی رہے گی اور رفتہ رفتہ جان دیتی رہے گی۔

اب وہ خوش تھی۔ اس نے میرا فیصلہ بدل دیا تھا اور میں سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ ایسی محبت کرنے والی ہستی کو ایک بار چھوڑ دوں گا۔ کیوں چھوڑ دوں گا؟ آخر ہم تقدیر سے کیوں نہیں لڑ سکتے؟ کیا اپنی کوششوں سے تقدیر کو کسی حد تک بدل نہیں سکتے؟

میں نے کہا "لیلیٰ! ہاتھ کی لکیریں بدل جاتی ہیں۔ ہم دونوں مل کر کوشش کریں گے کہ میرے اندر کا عبرانی فنا ہو جائے۔"

"میں آپ کے ساتھ آخری سانس تک رہنے کے لئے رات خدا سے دعائیں مانگتی رہوں گی۔"

"میں ابھی کار ڈرائیو کر رہا ہوں۔ تم میرے پاس آؤ کچھ ضروری باتیں ہیں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کار اسٹارٹ کی۔ وہ میرے پاس آگئی۔ میں نے اسے پارس اور الپا کے حالات بتائے۔ اس نے سننے کے بعد کہا "میں آپ کی آواز اور لہجہ بنا کر الپا کے کہہ رہی ہوں' وہاں سے کسی ایجنٹ کے پاس پہنچوں گی۔"

وہ الپا کے پاس گئی الپا پارس سے کہہ رہی تھی "تمہارے کہنے سے میں نے لنچ کا آرڈر دیا ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں آتی ہیں۔ کچن میں جو ایجنٹ ہے اس کی سوچ کہہ رہی ہے کہ کھانے سوپ میں دوا ملائی گئی ہے۔ مگر میں تو کسی کھانے کو ہاتھ نہ لگاؤں گی۔ کیا پتا کھانے میں بھی کچھ ملا ہو۔"

الپا کی سوچ سے پتا چلا کہ ایجنٹ جو دوا دے رہا ہے اس کے اثر سے صرف کمزوری پیدا ہوگی۔ اس کمزوری کے باعث خیال خوانی نہیں کر سکے گی اور پارس کسی سے مقابلہ کرنے قابل نہیں رہے گا۔

لیلیٰ نے الپا کے دماغ میں سوچ پیدا کی "یہ لوگ ہمیں سے کس طرح لے جائیں گے؟ یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اسرائیل تک لے جانے کے ذرائع کیا ہیں؟"

الپا نے اس سوچ کے مطابق عبرانی زبان اور انگلش اختیار کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ لیکن اس کے زیادہ کرید نہ سکی۔ کیونکہ ہوٹل کا ملازم کمرے میں کھانا لے آیا تھا۔ وہ ایجنٹ کے پاس سے آئی۔ لیلیٰ اس کے دماغ میں رہ کر معلومات حاصل کرنے لگی۔

ملازم بڑی سی ٹرالی میں کھانا لایا تھا۔ پارس نے اسے بھاری ٹپ دے کر رخصت کر دیا۔ دروازے کو اندر سے بند کر لیا پھر الپا سے کہا "آؤ شروع ہو جاؤ۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "کیا دماغ چل گیا ہے؟"

وہ جیب سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکال کر اس میں سے دو سنہری گولیاں نکال کر بولا "یہ اعصابی کمزوری کا توڑ ہے۔ ایک گولی نگل لو۔"

اس نے ایک گولی اس کی ہتھیلی پر رکھی۔ دوسری خود نگل لی پھر نفاست سے کھانے کے لئے بیٹھ گیا۔ ہر ڈش میں سے تھوڑا تھوڑا آئٹم لے کر کھانے لگا۔ وہ پریشان ہو کر دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد بولی "کھانا کیسا لگ رہا ہے؟"

"اچھا لگ رہا ہے۔ جی چاہتا ہے تمہیں بھی کھلاؤں۔"

"یہ تم خطرہ مول لے رہے ہو۔ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں شدتوں سے تنہا نہیں رہ سکوں گی۔ کیا ایک وقت بھوکے نہیں رہ سکتے؟"

"رہ سکتا ہوں لیکن دو باتیں ہیں۔ ایک تو ان کے آلۂ کار یہ دیکھیں گے کہ ہم نے کم از کم آدھا کھانا کھایا ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ میں نہ کھا کر تمام کھانے کو کموڈ میں نہیں ڈال سکتا۔ یہ اناج کی بے حرمتی ہے' خدا ناراض ہوتا ہے۔"

"کیا تم خدا سے ڈرتے ہو؟"

"کیا ڈرنا نہیں چاہئے؟"

"ہاں اس طرح غلط کاموں سے بڑی حد تک بچا جا سکتا ہے۔"

وہ اس کے پاس بیٹھ گئی پھر گولی نگل کر بولی "جانتے ہو میں یہ کھانا کیوں کھا رہی ہوں؟"

"جانتا ہوں۔ اسے کھا کر میں کمزور ہو جاؤں گا تو تم بھی کمزور ہو جاؤ گی' تم میرے ساتھ جینا اور میرے ساتھ مرنا چاہتی ہو۔"

وہ خوش ہو کر اس کے گال کو چوم کر بولی "تم کمال کے آدمی ہو۔ ٹیلی پیتھی نہیں جانتے مگر اپنی الپا کا دل پڑھ لیتے ہو۔"

وہ بھی کھانے لگی۔ لیلیٰ نے میرے پاس آکر کہا "آپ کا بیٹا زبردست ماہر نفسیات ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا کر رہا ہے؟"

"وہ الپا کی باتوں سے' حرکتوں سے' اس کے مزاج سے اور اس کے چہرے سے اندازہ کر لیتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتی ہے اس کے محرکات کیا ہوتے ہیں۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ بولی " بیٹے کی تعریفیں سن کر بہت خوش ہوتے ہیں۔"

"ہاں لیلیٰ بہت خوشی ہوتی ہے۔ جب سوچتا ہوں کہ تمام عمر کی جدوجہد کے بعد کیا پایا تو جواب میں پارس اور علی تیمور کے چہرے مسکراتے ہیں۔ والدین کا سب سے بڑا سرمایہ ہونہار اولاد ہوتی ہے۔"

"مجھے بھی پارس پر بڑا پیار آتا ہے مگر اس کے پاس جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔"

"کمبخت شیطان ہے۔ مجھے بھی نہیں بخشا۔ اچھا بتاؤ کیا معلوم ہوا؟"

"وہ لوگ الپا اور پارس کو ہوٹل سے ایک مکان میں لے جائیں گے جو بندرگاہ کے قریب ہے۔ وہاں ان کی ایک لانچ ہے۔ اندھیرا ہوتے ہی وہ انہیں مکان سے نکال کر لانچ میں لے جائیں گے۔ آگے سمندر میں پہنچنے کے بعد ایک ہیلی کاپٹر آئے گا۔ دونوں کو اس ہیلی کاپٹر میں پہنچایا جائے گا پھر انہیں تل ابیب لے جانا آسان ہو جائے گا۔"

"وہ لوگ ہوٹل سے کسی بڑی گاڑی میں انہیں لے جائیں گے؟"

"ہاں' ہوٹل کے احاطے میں ایک سفید رنگ کی وین ہے۔"

لیلیٰ نے اس کا نمبر بتایا۔ میں نے کہا "تم ایجنٹ کے پاس رہ کر دیکھو کون سے مکان میں انہیں پہنچایا جائے گا۔ میں سفید وین کا تعاقب کروں گا۔"

لیلیٰ ایجنٹ کے پاس چلی گئی وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ لفٹ کے ذریعے تیسرے فلور کے کوریڈور میں آیا تھا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا الپا کے کمرے تک آیا۔ دروازے پر دستک دی اندر سے جواب نہیں ملا۔ اس نے ہینڈل کو ذرا دبایا تو دروازہ کھل گیا۔ انہوں نے اندر آکے دیکھا کہ اس کی کچھ پلیٹیں قالین پر گری ہوئی تھیں۔ الپا نڈھال سی ہو کر پلنگ پر پڑی ہوئی تھی' پارس صوفے سے ٹیک لگائے ہوئے آدھا قالین پر گرا ہوا تھا۔ دروازہ کھلنے پر وہ بڑی تکلیف سے اٹھ کر قالین پر بیٹھتے ہوئے بولا "ہو... ہوٹل والے کہاں ہیں؟ کھانے میں..."

وہ آگے نہ کہہ سکا۔ یوں ہانپنے لگا جیسے بولتے بولتے کمزوری غالب آگئی ہو۔ ایجنٹ کے ساتھ آنے والے کھانے کی پلیٹوں کو دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے ٹوائلٹ میں جا کر دیکھا وہ بالکل صاف ستھرا تھا۔ وہاں کھانے پینے کی کوئی چیز گری ہوئی نظر نہیں آئی۔ یوں بھی انہیں خوش فہمی تھی کہ الپا اور پارس کو اغوا کی سازش کا علم کسی طرح نہیں ہو سکتا تھا۔ الپا بستر پر پڑی بڑی نقاہت سے ایجنٹ کو دیکھ کر کہہ رہی تھی "پلیز ہیلپ! ہم.... ہمیں طبی امداد..."

وہ بھی بات پوری نہ کر سکی بری طرح ہانپنے لگی۔ ایجنٹ نے ایک جیب سے ریوالور نکالا دوسری جیب سے ایک کاغذ۔ پھر وہ کاغذ کھول کر پہلے الپا کو پھر پارس کو دکھایا۔ اس میں لکھا تھا۔

"میرے دو آدمی تم دونوں کو سہارا دے کر لے چلیں گے ہوٹل میں کوئی پوچھے تو کہہ دینا' ہم تمہارے دوست ہیں۔ تم دونوں طبی

امداد حاصل کرنے جارہے ہو۔ ہمارے خلاف کوئی چالاکی دکھاؤ گے تو دونوں کو گولی ماردی جائے گی۔"

الپا نے سہم کر ریوالور کو دیکھا پھر پارس کو مدد کے لئے دیکھا۔ پارس بے بسی کا اظہار کررہا تھا۔ ریوالور والے نے الپا کو سہارا دے کر کھڑا کیا پھر ریوالور جیب میں رکھ لیا۔ اس کے دونوں ماتحتوں نے پارس کو سہارا دے کر آگے بڑھایا اس طرح وہ کمرے سے نکل کر کوریڈور میں آئے پھر لفٹ کے ذریعے نیچے پہنچے۔ وہاں انہوں نے پارس کے بازو کو الپا کے بازو میں ڈالا پھر انہیں آگے بڑھایا۔ وہ ایک دوسرے کے سہارے دشمنوں کے آگے آگے چلنے لگے۔ ان کا انداز یوں تھا جیسے دو محبت کرنے والے ایک دوسرے کے بازو میں بازو ڈالے نشے میں ڈگمگاتے جارہے ہوں۔ دشمن سمجھ رہے تھے کہ وہ کمزوری سے ڈگمگا رہے ہیں۔

باہر سفید وگین کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا درمیانی دروازہ کھول دیا گیا۔ وہ دونوں اس میں بیٹھ گئے۔ اغوا کرنے والے آگے اور پیچھے والی سیٹوں پر آگئے تھے۔ جیسے ہی گاڑی آگے بڑھنے لگی ایجنٹ نے ایک پن پارس کی اور دوسری الپا کی آنکھوں میں باندھ دی۔ الپا اس ایجنٹ کے دماغ کو پڑھ رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کے خفیہ اڈے تک جانے والے راستے کو پہچانیں اسی لئے آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔

میں ان سے کافی فاصلے پر رہ کر تعاقب کررہا تھا تاکہ میری گاڑی ان کی نظروں میں نہ آئے۔ ہمارے درمیان بہت سی گاڑیاں گزرتی جارہی تھیں۔ کبھی سفید وگین نظروں سے اوجھل ہوتی تو میں لیلیٰ کے پاس جاکر راستہ معلوم کرلیتا تھا۔ پھر دوسرے راستے سے گھوم کر انہیں جاتے ہوئے دیکھ لیتا تھا۔ اسی طرح تقریباً دو گھنٹے تک تعاقب جاری رہا۔

بندرگاہ کے قریب ایک گودام کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ سفید وگین کے اندر جاتے ہی اس کا سلائڈنگ دروازہ ایک طرف سرکتے ہوئے بند ہوگیا۔ اس کے بعد ان کی آنکھوں سے پٹیاں کھول دی گئیں۔ الپا اور لیلیٰ ابھی تک ایک ہی ایجنٹ کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھیں۔ باقی ماتحت گونگے بنے ہوئے تھے۔ اس گودام کے اندر دوسرا ایجنٹ بھی موجود تھا' اس نے کہا "الپا عربی زبان نہیں جانتی ہے اس لئے ہمیں اسی زبان میں گفتگو کرنی چاہئے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ دوا ان کے حلق سے اتر گئی ہے؟"

"مجھے پورا یقین ہے۔ میں پچھلے دو گھنٹے سے ان کے ساتھ ہوں۔ تم خود ان کی حالت دیکھ لو۔ میں نے چکن سوپ میں خود ہی دوا ملائی تھی۔"

"ہمارا عمل ابھی معلوم کرلے گا کہ ان پر دوا کا کتنا اثر ہوا ہے؟"

چند ماتحت ان دونوں کو دو سستے قسم کے پلنگ پر لے آئے۔ انہیں وہاں لٹادیا۔ الپا اگرچہ عربی نہیں جانتی تھی لیکن ایجنٹ کے چور خیالات سے مفہوم سمجھ رہی تھی۔ گولڈن برین کا حکم تھا کہ الپا اور پارس کو قابو میں کرنے کے بعد ان کے کمزور دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے ہمیشہ کے لئے اپنی مٹھی میں کرلیا جائے۔

الپا کو یہ معلوم ہوا تو وہ پریشان ہوگئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے کہا "یہ لوگ تنویمی عمل کے ذریعے ہمیں تابعدار بنانا چاہتے ہیں۔ کیا تم اس عامل کے معمول بن جانا پسند کروگے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تو پھر کچھ کرو' آخر ہم کب تک جان بوجھ کر قیدی بنے رہیں گے؟"

"تم خواہ مخواہ پریشان ہورہی ہو۔ عامل آئے تو بدستور کمزوری ظاہر کرتی رہنا۔ ظاہر ہے وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہوگا۔ سامنے آکر پینترے کے ماہروں کی طرح عمل کرے گا۔ تم اس کی تسلی کے لئے معمولہ بن جانا۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل پر راضی ہوجانا۔ عمل کے آخر میں دماغ کو ہدایت دے کر تنویمی نیند سوجانا میں بھی یہی کروں گا۔"

"لیکن ہم کب تک قید میں رہیں گے؟"

"ہم قیدی نہیں ہیں۔ تم پریشان کیوں ہوجاتی ہو؟ ہمیں یہاں انتظار کرنا چاہئے' ہوسکتا ہے کوئی گولڈن برین ہمارے سامنے آجائے۔"

میں نے رسوتی کے لہجے میں پارس سے کہا "بیٹے! میں تمہاری ماں بول رہی ہوں۔ تمہارے دماغ سے الپا کی باتیں بھی سن رہی ہوں۔ تم دونوں نے مورگن کو بھول رہے ہو۔ کوئی گولڈن برین اسے عمل کے لئے تمہارے دماغوں میں بھیج سکتا ہے۔"

الپا نے کہا "میں نے مورگن کو اپنا معمول بنا رکھا ہے وہ میرے دماغ میں نہیں آئے گا۔"

میں نے کہا "بیٹی! تم بھول رہی ہو' پاسکل بوبا نے تمہارے چور خیالات پڑھے تھے۔ اسے معلوم ہوا ہوگا کہ تم نے مورگن کو اپنا معمول بنا رکھا ہے۔ وہ تمہاری سوچ کے لہجے میں مورگن کے اندر گیا ہوگا اور پھر اس نے تمہارے تنویمی عمل کو توڑ کیا ہوگا۔"

"میں ابھی جاکر معلوم کرتی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جب مورگن کے پاس پہنچتے ہی اس نے سانس روک لی۔ وہ پارس کے پاس آکر بولی "ماما ٹھیک کہا ہے' وہ میرے عمل کے اثر سے نکل گیا ہے۔"

میں نے کہا "بیٹی! ایسے وقت پورے ہوش و حواس میں کردہانت کو کام میں لایا کرو۔ تم نے مورگن کے سانس روکنے کے باوجود اس کے اندر جاسکتی ہو۔"

"اوہ ماما! میں کیسے جاسکتی ہوں؟"

"موٹی سی عقل سے سمجھنے والی بات ہے۔ پاسکل بوبا نے تمہارے لہجے میں مورگن کے اندر جاکر پھر اس پر تنویمی عمل کیا ہوگا اور تمہارے لہجے کی جگہ اپنے لہجے کو اس کے دماغ میں نقش کیا ہوگا۔ ابھی تم خاموشی سے پاسکل کی سوچ کے لہجے میں جاؤ وہ تمہیں محسوس نہیں کرسکے گا۔"

الپا نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ پاسکل کی آواز اور لہجہ ملتے ہی جے مورگن کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ اس وقت وہ مل ایب کے فوجی ہیڈ کوارٹر میں نظربند تھا۔ جنرل اس سے کہہ رہا تھا۔ "ہم تمہاری حفاظت کے لئے تمہیں یہاں لائے ہیں۔ الپا دشمنوں کے جال میں پھنس گئی ہے' کیا تم اسے واپس لانے میں ہماری مدد کروگے؟"

مورگن نے کہا "میں اپنے ملک کا سچا اور وفادار یہودی ہوں' آپ حکم کریں مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

مورگن کے چور خیالات کہہ رہے تھے اسے اپنی اصلیت کا پتا چل گیا ہے۔ الپا نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے یہودی اور اسرائیلی حکومت کا وفادار بنایا تھا' لیکن پاسکل نے اس عمل کا توڑ کیا تو مورگن کو پتا آگیا کہ وہ عیسائی ہے' امریکی ہے اور الپا کے فریب میں آکر اپنے وطن امریکا سے دور ہوگیا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اسرائیلی حکومت کو بظاہر وفادار رہ کر نقصان پہنچائے گا۔

ادھر جنرل نے خوش ہوکر کہا "مورگن' تم واقعی سچے یہودی ہو۔ ابھی ٹرانسمٹر کے ذریعے اطلاع ملی ہے کہ الپا اور پارس کا دماغ کمزور ہوگیا ہے۔ تم ان کے اندر جاکر ان پر تنویمی عمل کرکے انہیں اسرائیل آنے پر مجبور کرسکتے ہو۔"

اس نے کہا "میں ابھی جاکر عمل کرسکتا ہوں' کیا خیال خوانی کرنے کی اجازت ہے۔"

ادھر میں نے الپا سے کہا "بیٹی حالات کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنا دماغ تھوڑی دیر کے لئے میرے قبضے میں دے دو۔ مورگن آرہا ہے۔ میں اسے تاثر دوں گی کہ تمہارا دماغ کمزور ہے' مجھ سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ بولی "آپ میری نہیں ماں ہیں' میرے پاس آجائیں۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بے حس بنایا جس کے نتیجے میں مورگن آسانی سے اس کے اندر آگیا اس نے کہا۔ "ہیلو الپا! تم نے مجھے پہچانا؟"

وہ پریشانی ظاہر کرتی ہوئی بولی "اوہ مورگن! تم ہو؟ چلو اچھے وقت پر آئے ہو۔ کچھ انجانے دشمنوں نے میرے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے' مجھ پر تنویمی عمل کرنا چاہتے ہیں' مجھے ان کی معمولہ بننے سے بچالو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھ سے دشمنی کرکے دوستی کی توقع کررہی ہو۔ میں عیسائی ہوں' تم نے دھوکے سے میرے دماغ کو کمزور بنا کر تنویمی عمل کے ذریعے مجھے یہودی بنا دیا' مگر تمہارا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ تمہارا جنرل سمجھتا ہے کہ میں ابھی تک اسرائیلی حکومت کا وفادار یہودی ہوں۔ اب تم دونوں کو پتا چلے گا کہ حیرت بھرے گزرھا کھودتے ہی خود اس میں گر پڑے ہو۔"

وہ بے بسی ظاہر کرتی ہوئی بولی "کیا تم مجھے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ اور تابعدار بناؤ گے؟"

"میں کیا کروں گا' یہ تمہیں تھوڑی دیر بعد پتا چلے گا۔"

"میری بات سنو مورگن! پلیز میری بات سنو۔"

لیکن وہ جاچکا تھا۔ میں نے الپا اور لیلیٰ نے پاسکل کی سوچ میں ایک ساتھ مورگن کے اندر چھلانگ لگائی میرا خیال درست نکلا۔ وہ گہبنت پاسکل کے پاس پہنچا ہوا تھا اور اسے الپا کی دماغی کمزوری کے بارے میں بتا رہا تھا۔ وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا کیونکہ پاسکل نے اسے اپنا تابعدار بنا رکھا تھا۔

بیچارہ جے مورگن گھر کا رہا تھا' نہ گھاٹ کا۔ الپا نے اسے امریکا سے لاکر یہودی بنایا تھا اب پاسکل نے اسے ماسک مین کا وفادار بنا دیا تھا۔

پاسکل نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "شاباش مورگن! تم نے بہت اہم اطلاع دی ہے۔ تم جنرل کے سامنے خاموش بیٹھے رہو اور یہی تاثر دو کہ الپا اور پارس پر عمل کررہے ہو۔ ادھر میں ان پر عمل کروں گا۔"

مورگن نے پوچھا "کیا تم الپا اور پارس کو اسرائیل نہ آنے دوگے؟"

"انہیں اسرائیل جانے دوں گا تاکہ تمہاری خیال خوانی کا بھرم رہے وہ دونوں بھی یہودیوں کے درمیان رہ کر ہمارے وفادار رہیں گے۔"

میں' لیلیٰ اور الپا مورگن کے دماغ سے آگئے۔ پاسکل کے دماغ میں نہیں جاسکتے تھے۔ میں نے لیلیٰ کے پاس آکر کہا "تم رسوتی کی حیثیت سے الپا کے پاس رہو' میں پارس کے پاس رہوں گا تاکہ نہیں پاسکل پہلے کس کے دماغ میں تنویمی عمل کے لئے آئے گا۔"

پھر میں نے پارس کے پاس آکر اسے مورگن اور پاسکل کے متعلق بتایا۔ بڑا لمبا چکر چل رہا تھا' ایک الجھی ہوئی بازی شروع ہوگئی تھی۔ ہم گولڈن برین تک پہنچنا چاہتے تھے اس لئے الپا اور پارس اعصابی کمزوریوں میں خود کو مبتلا ظاہر کررہے تھے گولڈن برین نے مورگن کے ذریعے ان دونوں کو اسرائیلی حکومت کا وفادار بنانا چاہتے تھے اور جے مورگن نے ان کا معاملہ پاسکل بوبا کے سپرد کردیا تھا۔

میں چاہتا تو یہ بازی یہیں ختم کردیتا لیکن جب یہ پتا چلا کہ پاسکل الپا کو ماسک مین کی وفادار بنانا چاہتا ہے تو مجھے پھر ایک بار ماسک مین کے خفیہ معاملات تک پہنچنے کا موقع ملنے والا تھا۔ اس کے ایک خفیہ معاملے کا گہرا تعلق ہم سے تھا اور وہ معاملہ تھا جوجو کا۔۔۔ انہوں نے جوجو کا برین تبدیل کرنے کے بعد اس کا نام

تبدیل کیا تھا۔ پھر وہ فرضی نام بھی تبدیل کر کے پتا نہیں اسے کس نام سے مخاطب کرتے تھے' اس کی آواز اور لہجہ بھی بدل دیا تھا۔ اسے اتنی رازداری سے چھپا کر رکھا تھا کہ ہم اب تک اپنی اپنی جو جو کو تلاش نہیں کر پائے تھے۔

اگر ہم ادھر توجہ دیتے تو شاید اب تک جو جو کا دوسرا روپ معلوم کر چکے ہوتے لیکن ہپناٹزم اور ویژن خیالی خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ سونیا نے کہا تھا ہم کچھ عرصہ انتظار کریں گے۔ جو جو دماغی آپریشن کے بعد طویل عرصہ تک بستر پر رہے گی۔ پھر ماسک مین جب بھی اس سے کام لینا شروع کرے گا تو وہ اتنی کمزور نہیں رہے گی۔

میں نے پارس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بے حس بنا دیا تھا۔ وہ گودام کے ایک بستر پر پڑا جیسے دماغی اور جسمانی کمزوری میں مبتلا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ایک بہت ہی رس بھری آواز سنائی دی کوئی کہہ رہی تھی "ہیلو پارس! سنا ہے تم بہت زبردست ہو' بلا کے مکار ہو۔ میں پانچ منٹ سے تمہارے چور خیالات پڑھ رہی ہوں فی الحال مکاری کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ جتنی تعریف سنی تھی اس کے برعکس چوہے نظر آ رہے ہو۔"

پارس کی کمزور سوچ نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میرا کوئی نام نہیں ہے' کوئی پہچان نہیں ہے۔ آج سے تم ساری زندگی صرف میری آواز سنتے رہو گے اور ایک غلام کی طرح میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

"میں تمام خیالی خوانی کرنے والیوں کی آواز پہچانتا ہوں' تم سب سے مختلف ہو۔ میں پہلی بار یہ آواز سن رہا ہوں' صرف اتنا بتا دو تمہارا تعلق کس تنظیم سے ہے؟"

"تمہیں اپنے کسی سوال کا جواب نہیں ملے گا۔ دیکھو اب تم سو رہے ہو' تمہاری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔"

وہ تنویمی عمل شروع کر چکی تھی۔ میں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ ہماری جو جو ہے۔ اس کی سوچ کو' اس کی آواز اور لہجہ کو اس کے نام اور اس کی زندگی کو بدل دیا گیا ہے۔ وہ اپنی پچھلی زندگی بھول چکی ہے اور یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ ابھی اپنے ہی شوہر پر تنویمی عمل کر رہی ہے۔

پاسکل بوبا اُدھر الپا پر عمل کر رہا ہو گا۔ میں پارس کو چھوڑ کر الپا کے پاس نہیں جا سکتا تھا مگر یقین تھا کہ میری طرح لیلیٰ اسے سنبھال رہی ہو گی۔

بعد میں پتا چلا وہاں دوسرا کھیل شروع ہو گیا ہے۔ ہوا یہ کہ سلطانہ نے لیلیٰ کے پاس آ کر کہا تھا "سسٹر سونیا بلا رہی ہیں۔"

لیلیٰ نے سونیا کے پاس جا کر کہا "میں بہت مصروف ہوں ذرا بھی دیر ہو گئی تو پاسکل الپا کے دماغ میں آئے گا اور ہماری چال ناکام ہو جائے گی۔"

اس نے سونیا کو مختصراً حالات بتائے سونیا نے کہا "تم بے شک الپا کے دماغ پر قبضہ جما کر رہو لیکن اسے پاسکل کی معمولہ

بن جانے دو۔"

"سسٹر! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"جو کہہ رہی ہوں اس پر فوری عمل کرو۔"

لیلیٰ وہاں سے الپا کے دماغ میں آئی۔ اس پر قبضہ جما کر کہا کہ میرے پاس آ کر سونیا کی ہدایت سنائے گی لیکن وہ میرے بارے میں نہ آسکی۔ الپا کے دماغ میں پاسکل کی آواز سنائی دے رہی تھی' تنویمی عمل شروع کر رہا تھا۔ ایسی حالت میں وہ الپا کو چھوڑ کر پاسکل کو معلوم ہو جاتا کہ الپا کا دماغ کمزور نہیں ہے۔

یوں لیلیٰ نے اس کے دماغ کو کمزور بنائے رکھا۔ پاسکل کامیابی سے عمل کرتا گیا' اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا تا گیا' اسے کو پتا نہیں چلا کہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ اس نے الپا دانست میں اپنا دماغ روسنی کے قبضے میں دیا تھا اور خود اپنے آپ سے غافل ہو گئی تھی۔

میں اپنے بیٹے اور بہو کے پاس مصروف تھا۔ ہمیں آرمریز کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا کہ دماغی آپریشن کے بعد وہ بچگانہ ذہن والی جو جو نہیں رہی تھی' بہت ہی سنجیدہ اور ذہین لڑکی بن گئی تھی۔ میں ابھی اس کا بدلہ ہوا لہجہ سن رہا تھا۔ اس کی آواز جتنی شیریں تھی لہجے میں اتنی ہی سختی تھی۔ اس کی باتوں سے اس کی مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی کا پتا چلتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں ابھی ذرا بھی چوکتا تو وہ میرے اور پارس کے فراڈ کو پکڑ لیتی برسوں سے ہماری دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کی بچگانہ سوچ ختم کرے اور اسے پارس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کا شعور دے۔ اب ہماری دعا قبول ہو گئی تھی۔ کوئی بات نہیں کہ اس کی آواز اور لہجہ بدلا ہوا تھا' وہ خود بدل گئی تھی' ہمیں اجنبی سمجھتی تھی کہ ایک عرصہ بعد ہم باپ بیٹے نے اسے اپنے بہت قریب پایا تھا۔

جب وہ عمل مکمل کر کے پارس کو تنویمی نیند سلا کر چلی گئی تو اس نے پوچھا "پاپا! آپ نے اسے پہچانا؟"

"بیٹے' وہ ہماری جان ہے کیسے نہیں پہچانوں گا۔ یوں بھی ماسک مین کے پاس پاسکل کے علاوہ ایک جو جو ہی خیالی خوانی کرنے والی ہے۔"

"میری تنویمی نیند کا وقت ہوتے ہی وہ اپنے عمل کا نتیجہ دیکھنے آئے گی۔ اگر میں نے سانس روک لی تو ہماری چالاکی ظاہر ہو جائے گی۔"

"اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو میں تم پر عمل کروں گا۔"

"آپ میرے دماغ میں یہ بات نقش کر دیں گے کہ میں دوسروں کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروں گا۔"

"جو جو نہیں روز میری' اس نے ابھی تنویمی عمل کرتے وقت اپنا نام روز میری بتایا تھا۔"

"یہ نام بھی بہت پیارا ہے' میں آپ کی موجودگی میں نیند آہیں نہیں بھر سکتا۔"

"بکواس نہ کرو۔ آنکھیں بند کر کے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

اس نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ میں نے اپنا عمل کرتے ہوئے یہ باتیں اس کے دماغ میں نقش کیں کہ وہ روز میری کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا' سانس نہیں روکے گا لیکن لاشعور کو سمجھا دے گا کہ وہ آ گئی ہے۔ اس کے آتے ہی تمام اہم رازِ دماغ کے خفیہ خانے میں مقفل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میں اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر لیلیٰ کے پاس گیا۔ اس نے کہا "میں سسٹر کے پاس گئی تھی۔ آپ ایک بات بتائیں۔ کسی موقع پر آپ مجھے ایک حکم دیں اور سسٹر اس حکم کے خلاف دوسرا حکم دے تو مجھے کس کے حکم پر عمل کرنا چاہئے؟"

"تم حکم کا لفظ کیوں استعمال کر رہی ہو؟ کیا میں نے یا سونیا نے کبھی حاکم بن کر فرمان جاری کیا ہے۔"

"سسٹر تو بہت اچھی ہیں محبت کرنے والی بڑی بہن کی طرح پیش آتی ہیں لیکن آپ کی ہر بات میرے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔"

"یہ تمہارے احساسات اور جذبات ہیں ویسے سونیا اگر کبھی میرے مشورے کے خلاف کوئی مشورہ دیا کرے تو اس پر عمل کیا کرو۔ اس کے پاس خداداد ذہن ہے وہ برق رفتاری سے جتنی دور دیکھتی ہے ہم وہاں تک نہیں دیکھ پاتے۔"

"آپ نے میرے سر سے ایک بڑا بوجھ ہٹا دیا ہے۔ میں نے سسٹر کے مشورے کے مطابق پاسکل بوبا کو کامیابی سے تنویمی عمل کا موقع دیا ہے۔ الپا اس کی تابعدار بن چکی ہو گی۔"

"آؤ ہم سونیا کے پاس چلتے ہیں۔"

ہم نے اس کے پاس آ کر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر میں نے پوچھا "تم نے الپا کو پاسکل کا تابعدار بنا دیا ہے؟"

"کیا عمل ہو چکا ہے؟"

لیلیٰ نے کہا "جی ہاں۔"

سونیا نے پوچھا "فرہاد! تمہیں کیا پریشانی ہے؟"

"پریشانی یہ ہے کہ تمہاری چال سمجھ میں نہیں آتی۔"

"یعنی بڑھاپا طاری ہو گیا ہے' عقل کام نہیں کرتی؟"

"الٹی بات کر رہی ہو' جوانی پلٹ آئی ہے۔ میرے خیالوں میں اور آس پاس جہاں تک نظر جاتی ہے پھول ہی پھول کھل رہے ہیں۔ تمہیں یاد ہو گا' جوانی میں عقل کم اور جذبات زیادہ ہوتے ہیں اس لئے عقل کا کام تمہارے حوالے کر دیا ہے۔"

"اپنی نالائقی کو نہ چھپاؤ۔ آئندہ تم پاسکل کی آواز اور لہجے میں الپا کے پاس جایا کرو گے تو وہ تمہیں محسوس نہیں کرے گی۔ اس طرح پاسکل اسے معمولہ بنا کر جو بھی کام لے گا تمہیں اس کی خبر ہوتی رہے گی۔"

"واہ' کیا شیطانی دماغ پایا ہے۔ الپا جیسا اہم مہرہ دشمنوں کے حوالے کر دیا' کرا سے اپنے پاس بھی رکھا ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "سسٹر! آپ کے پاس آ کر پتا چل رہا ہے' آپ طیارے میں سفر کر رہی ہیں۔ کہاں جا رہی ہیں؟"

اس نے جواب دیا "ٹائی اور ملی پیرس آ رہے تھے ان کا طیارہ طوفان میں پھنس کر برطانیہ کے شمالی صحرا میں پہنچ گیا تھا۔ طیارہ واپس آ گیا ہے۔ وہ دونوں نہیں آئے ہیں۔ سلمان نے ایک جگہ کی نشاندہی کی ہے میں وہاں جا رہی ہوں۔"

ہم سونیا کے دماغ سے واپس آ گئے۔ میں ایک جگہ بندرگاہ والی سڑک کے کنارے اپنی کار میں بیٹھا ہوا تھا وہ لوگ الپا اور پارس کو گودام میں لیجا کر اپنی دانست میں تنویمی عمل کرا چکے تھے۔ ہمارا کام بھی ہو چکا تھا۔ اب ان کی تنویمی نیند کے بعد معلوم ہونے والا تھا کہ پاسکل اور جو جو کیا چاہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں ادھر گولڈن برین کے ایجنٹ بھی الپا اور پارس کو اسرائیل پہنچانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

لیلیٰ نے پوچھا "میں جاؤں؟"

"میں ہمیشہ آنے کو کہوں گا۔ جانے کو کس دل سے کہوں۔"

"میں زیادہ رہوں گی تو بیزار ہو کر کہہ دیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔ کوئی مسئلہ ہو تو اپنے گھر سے رخصت نہیں کرتا مگر یہاں تم بہت دیر سے مصروف ہو میں تمہیں آرام کرنے کو نہ کہوں تو یہ زیادتی ہو گی۔"

"اچھا دو گھنٹے بعد آؤں؟"

"میں بے چینی سے انتظار کروں گا۔"

وہ خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ میں نے ایک ہوٹل میں آ کر کھانے پینے میں وقت گزارا۔ گولڈن برین کے ایجنٹ کے دماغ میں جا کر معلوم کیا' اس کی سوچ سے پتا چلا الپا اور پارس ابھی تک سو رہے ہیں' گولڈن برین نے حکم دیا ہے کہ دونوں کو رات نو بجے تک ایئرپورٹ میں پہنچا دیا جائے۔ میں نے گھڑی دیکھی سات بج رہے تھے۔ اندھیرا ہو چکا تھا۔ ابھی دو گھنٹے انتظار کرنا تھا میں ایک گھنٹے بعد الپا کے دماغ میں جانا چاہتا تھا لیلیٰ نے آ کر کہا "مجھے آنے میں دیر ہو گئی' میں نے سوچا تھا کہ پاسکل کے پاس جانے سے پہلے الپا کی خبر لوں وہاں پاسکل کے لہجے میں گئی تو وہ موجود تھا' الپا اس کی معمولہ بن کر اسے بتا رہی تھی کہ وہ گولڈن برین کے ایجنٹوں کی قید میں ہے۔"

"اس نے یہ بھی بتایا ہو گا کہ وہ اور پارس اعصابی کمزوری میں مبتلا نہیں ہوئے تھے اور انہوں نے دوا ملا ہوا سوپ نہیں پیا تھا۔"

"دونوں نے سوپ پیا تھا اس لئے الپا نے سوپ پینے کی بات بتائی ہے۔ پاسکل کو یقین ہو گیا ہے کہ اسی وجہ سے تنویمی عمل کامیاب رہا ہے۔"

"اب وہ کیا چاہتا ہے؟"

"وہ گولڈن برین کے ایجنٹوں کو اغوا کے سلسلے میں ناکام بنانا چاہتا ہے۔ الپا کو حکم دے رہا تھا کہ ایک دو سرا ہیلی کاپٹر آئے گا اور اسے رومانیہ لے جائے گا۔"

"اس کا مطلب ہے ماسک مین کے اور گولڈن برین کے آدمیوں میں ٹکراؤ ہو گا۔"

"شاید گولڈن برین کے تمام آدمیوں سے ٹکراؤ نہ ہو کیونکہ مالک مین کا ہیلی کاپٹر ایک گھنٹا پہلے آنے والا ہے۔ آپ ذرا غور کریں ان کے جھگڑے میں ہمارے پارس کو نقصان نہ پہنچے۔"

"ہم ذرا یہ دیکھیں کہ جو جو پارس کے پاس آکر کیا کہتی ہے۔"

لیلیٰ میرے دماغ میں تھی' میں نے پارس کے پاس پہنچ کر کہا۔ "میں تمہاری ماما رسو بتی بول رہی ہوں۔"

اس نے کہا "ماما! آپ بعد میں آئیں۔ میں الپا سے ضروری باتیں کروں گا۔ میں سمجھ گیا اس کے دماغ میں جو جو ہے میں نے واپس آکر جو جو کا موجودہ لہجہ اختیار کیا پھر اس کے دماغ میں گیا' وہ اور جو جو مجھے محسوس نہ کرسکے۔ جو جو پوچھ رہی تھی "کیا الپا سے تمہارے اتنے گہرے تعلقات ہیں کہ تم ماں کو دماغ سے نکال دیتے ہو؟"

وہ بولا "میں نے ایسا پہلی بار کیا ہے۔ تمہاری موجودگی کو چھپانے کے لئے مجھے یہی بات بجھائی دی تھی۔"

"تم جانتے ہو میں کون ہوں؟"

"میں نہیں جانتا' پتا نہیں کیوں تمہاری آواز سے متاثر ہوں۔ جی چاہتا ہے تمہاری ایک آواز پر جان قربان کردوں۔"

"کیا میرے لئے الپا کو چھوڑ سکتے ہو؟"

"چھوڑ دوں گا مگر میرا دل دُکھے گا۔"

"میں اپنے تابعدار کا دل نہیں دُکھاؤں گی تمہارے لئے ایک ہیلی کاپٹر آئے گا اس میں الپا بھی تمہارے ساتھ جائے گی۔"

"تم مجھے کہاں لے جانا چاہتی ہو؟"

"مجھ سے سوال نہ کرو۔"

"میں تمہیں پہلے بتا دیتا ہوں کہ ہیلی کاپٹر مجھے نہ لے جاسکے گا۔"

"ایسی کیا بات ہے؟"

"ہماری سونیا مما ہم دونوں بھائیوں کو اجازت کے بغیر سسرال جانے نہیں دیتیں۔"

"میں نے سونیا کہ مکمل ہسٹری پڑھی ہے' اس کی ویڈیو رپورٹ بھی دیکھی ہے۔ بیشک وہ بہت چالاک بہت خطرناک ہے مگر مجھ سے ٹکرانا منگا پڑے گا۔"

پارس نے پوچھا "بے بی! تمہاری عمر کیا ہے؟"

"مجھ سے اس انداز میں گفتگو نہ کرو ورنہ دماغ میں زلزلہ آجائے گا۔"

"میں تو تمہاری بھلائی کی بات کررہا ہوں تم زلزلے کو دعوت کیوں دے رہی ہو۔"

"اگر میں سونیا کا غرور خاک میں ملادوں تو؟"

"تو میں تم سے شادی کرلوں گا۔"

"یو شٹ اپ! میں ایک گھنٹا بعد آؤں گی۔ پھر جیسا کہوں گی تم ویسا ہی کرتے رہو گے۔"

"میں نے کبھی لڑکیوں کا دل نہیں دُکھایا ہے' وہ جیسا کہتی ہیں ویسا ہی کرتا ہوں۔"

"میں نے تمہاری بھی ہسٹری پڑھی ہے... تمہیں اس لڑکی برداشت کررہی ہوں کہ تم پیدائشی ڈھیٹ اور بے شرم ہو۔"

وہ چلی گئی میں بھی دماغی طور پر حاضر ہوگیا لیلیٰ نے کہا "پارس اس کا معمول نہیں ہے' ہم اسے کہیں جانے سے روک دیں گے لیکن الپا کا کیا بنے گا؟"

"ہم اسے جانے دیں گے اور کوشش کریں گے کہ وہ مالک مین کا اعتماد حاصل کرتی رہے۔ ہم نے پارس کو ابھی تک الپا کے متعلق کچھ نہیں بتایا ہے۔"

میں پھر پارس کے پاس آیا کوڈ ورڈز ادا کئے۔ اس نے کہا "آپ سمجھ گئے ہوں گے میں نے آپ کو دماغ سے جانے کے لئے کیوں کہا تھا؟"

"ہاں' سمجھ گیا تھا دوسری بار جو جو کے موجودہ لہجے میں آیا تو تم دونوں مجھے محسوس نہ کرسکے۔"

"چلیں اچھا ہے' آپ نے سن لیا کہ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے مجھے اور الپا کو کہیں پہنچانا چاہتا ہے۔"

"میں نے تمام باتیں سنی ہیں۔ تم نہیں جاؤ گے لیکن الپا جائے گی۔"

"کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں' ہم نے الپا کو پاسکل کی معمولہ اور تابعدار بنا دیا ہے' آئندہ میں اس کے دماغ میں جاکر معلوم کرتا رہوں گا کہ مالک مین اس سے کیا کام لے رہا ہے' کیا اس کے جانے سے تمہیں افسوس ہوگا؟"

"میں کوئی عاشق نہیں ہوں۔ الپا بہت اچھی ہے اور جب تک ہمارے لئے اچھی رہے گی ہم دشمنوں کے ملک میں بھی اس کے لئے جان کی بازی لگاتے رہیں گے۔ اس سے کبھی ملتا رہوں گا کبھی بچھڑتا رہوں گا لیکن اسے شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"مالک مین کے آدمی تم دونوں کو لے جانے آئیں گے۔ تم جو جو کی مرضی کے مطابق ان کے ساتھ جاؤ گے۔ تمہیں ان سے چھڑا کر لے آنا میرا کام ہے۔"

"اوکے پاپا!"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا اس گودام کے قریب آیا جہاں الپا اور پارس کو قید کیا گیا تھا۔ لیلیٰ پاسکل کا لہجہ اختیار کرکے الپا کے پاس آگئی۔ اس کی سوچ میں عالیہ کی عامل کے حکم کے مطابق ہیلی کاپٹر میں جاؤں گی کیا پارس سے جدا ہوجاؤں گی؟"

اس سوچ کے تحت اس نے پارس کو دیکھ کر کہا "اگر میں کہیں جاؤں گی تو تم بھی میرے ساتھ جاؤ گے نا؟"

وہ پارس کے بستر پر آگئی۔ پارس نے پوچھا "تم کہاں جاؤ گی؟"

"پتا نہیں' ایک ہیلی کاپٹر میرے لئے آئے گا۔"

وہ بولا "پھر تو عجیب سی بات ہے میرے لئے بھی ایک

کاپٹر آئے گا۔"

"میں تمہارے ہیلی کاپٹر میں جاؤں گی۔"

"روز نیری یہی کہہ رہی تھی' تم میرے ساتھ جاؤ گی۔"

"یہ روز نیری کون ہے؟"

"پتا نہیں کون ہے۔ میں نے پہلی بار اپنے اندر اس کی آواز سنی ہے۔ وہ آتی ہے تو میں سانس نہیں روک سکتا۔"

"میرے اندر پاسکل آتا ہے..... میں پہلے پاسکل سے کتنی نفرت کرتی تھی۔ مگر اس کا دماغ میں آنا اچھا لگتا ہے' اس کی ہر بات میرے لئے قابل قبول ہوتی ہے۔"

"کیا وہ مجھ سے زیادہ اچھا لگتا ہے؟"

"تم سے اچھا کوئی ہو نہیں سکتا۔ میرا دل میری دنیا سب تمہارے لئے ہے لیکن پاسکل ایک باس کی حیثیت سے اچھا لگتا ہے' اس کی ہر بات ماننے کو جی چاہتا ہے۔ تم بتاؤ کیا روز نیری مجھ سے زیادہ حسین ہے؟"

"میں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ صرف اس کی آواز سنی ہے۔ ویسے میری آنکھیں کہتی ہیں کہ تم سے زیادہ حسین کوئی نظر نہیں آتی ہے۔"

اس نے خوش ہو کر اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیا۔ اسے پاسکل کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا "تیار رہو ہمارے آدمی پہنچ رہے ہیں۔ تمہیں ساتھ لے جائیں گے۔"

وہ بولی "میں پارس کے ساتھ جاؤں گی۔"

"ہاں یہ بھی تمہارے ساتھ جائے گا۔"

ادھر جو جو پارس سے کہہ رہی تھی "ہمارے آدمیوں سے تعاون کرو وہ تم دونوں کو ایک لانچ میں پرنس آئی لینڈ لے جائیں گے وہاں ایک ہیلی کاپٹر تمہارے لئے موجود رہے گا۔"

"اچھی بات ہے آنٹی!"

"اے تم مجھے آنٹی کیوں کہہ رہے ہو۔"

"تم نے مجھے اپنی عمر نہیں بتائی ہے اس لئے تمہیں کیا کہوں۔"

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے اپنا کام کرتے رہو۔"

"بولو کیا کروں؟"

"گودام کا دروازہ اندر سے بند ہے اسے کھولو۔"

اس نے الپا سے سرگوشی میں کہا "ایجنٹ کے دماغ سے کام لو۔ دروازہ کھولنے پر مجبور نہ کرو۔"

وہ ایجنٹ کے پاس گئی لیلیٰ دوسرے ایجنٹ کے دماغ میں آگئی ایک نے الپا کی مرضی کے مطابق آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ دوسرے ماتحت نے اعتراض نہیں کیا کیونکہ لیلیٰ اسے قابو میں رکھے ہوئے تھی۔ گودام کا گیٹ کھلتے ہی کچھ لوگ اندر آئے آگے دو افراد کے پاس ریوالور تھے۔ ان میں سائلنسر لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے دونوں ماتحتوں اور ان کے آلۂ کاروں کو گولیاں ماردیں پھر ایک نے الپا اور پارس سے کہا "کم آن ہری اپ۔"

وہ دونوں بستر سے اٹھ کر تیزی سے چلتے ہوئے گودام سے باہر آئے مسلح افراد نے ان کے لئے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ پارس جلدی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مسلح شخص سے ٹکرا گیا۔ اس شخص نے کہا "مسٹر! الپا نے کی ضرورت نہیں ہے آرام سے چلو۔"

اس طرح پارس نے مجھے ایک شخص کی آواز سنائی! اس سے پہلے ایک اور شخص نے انہیں جلدی چلنے کے لئے کہا تھا۔ اس طرح لیلیٰ کو اس کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی وہ اپنی بڑی سی گاڑی میں بندرگاہ کے ایک دور افتادہ حصے کی طرف جارہے تھے۔

ہمیں اس لانچ کا نام معلوم ہوگیا جس میں وہ پرنس آئی لینڈ جانے والے تھے۔ میں ان سے پہلے اس لانچ میں پہنچ گیا' اس کا مالک خود پائلٹ تھا۔ اس کے ساتھ ایک اسسٹنٹ تھا۔ مالک مین کے آدمیوں نے اس لانچ کو کرائے پر حاصل کیا تھا۔ میں نے اس کے مالک سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا "کیا مجھے پرنس آئی لینڈ پہنچا سکتے ہو؟"

اس نے کہا "سوری' یہ لانچ ریزرو ہوچکی ہے۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اسسٹنٹ سے کہا "میں اس اجنبی مسافر کو اپنا بھائی بنا کر لے جاؤں گا میرا خیال ہے لانچ ریزرو کرانے والوں کو اعتراض نہیں ہوگا۔"

اسسٹنٹ نے کہا "آپ مالک ہیں اصولاً کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔"

میں نے کہا "تم مجھے بھائی نہیں ایک اور اسسٹنٹ ظاہر کرو۔ اس طرح وہ لوگ مجھے غلام سمجھ کر برداشت کرلیں گے۔"

میں نے دو سو ڈالر جیب سے نکال کر۔ لانچ کا مالک خوش ہو کر میرے شانے تھپکتے ہوئے بولا "کسی کا باپ بھی تمہیں لانچ سے جانے کو نہیں کہے گا۔"

اسی وقت ان کی گاڑی ساحل پر آکر رکی۔ اس میں سے الپا اور پارس مسلح آدمیوں کے ساتھ باہر آئے پھر لانچ میں پہنچے۔ ان کی تعداد میں پانچ تھے ان میں سے ایک مجھے دیکھ کر بولا "یہ کون ہے؟"

"یہ بھی اسسٹنٹ ہے۔"

"مگر تم نے تو کہا تھا تمہارا ایک ہی ملازم ساتھ جائے گا۔"

"میں کچھ بیمار ہوں اس لئے دوسرے کو ساتھ لے جارہا ہوں۔ بائی دی وے' تمہیں اعتراض کیوں ہے؟ تم نے کہا تھا تمہارے ساتھ کوئی غیر قانونی سامان نہیں ہوگا۔ اگر ایسا ہو تو ہر انٹرنیشنل پولیس والا نظر آتا ہے۔ میرا یہ ملازم تمہیں کیا دکھائی دے رہا ہے؟"

ایک نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا "ہم پولیس والوں کو بھی گولی مار سکتے ہیں۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہمارا یہ سفر واقعی غیر قانونی نہیں ہے اب یہ نہ کہو' چلو۔"

میں نے اور اسسٹنٹ نے ٹکرا دیا۔ مالک نے پائلٹ کی

حیثیت سے لانچ کو اسٹارٹ کیا پھر ہم کھلے سمندر میں جانے لگے۔ میں اور لیلیٰ دو افراد کے دماغوں میں پہلے ہی پہنچ گئے تھے لانچ میں آکر میں نے تیسرے شخص کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ پریشان ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر عرشہ کی ریلنگ کے پاس آکر اس نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ اس کے ذریعے کسی سے کچھ بولنے لگا۔

وہ ماسکو میں سے یا اسٹیول کے باس سے کہہ رہا ہوگا کہ کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ وہ خطرے کا سگنل دے رہا ہوگا۔ جب اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا تو میں جوجو کا لہجہ اختیار کر کے پارس کے دماغ میں پہنچا' جوجو وہاں پہلے سے موجود تھی اور پارس سے پوچھ رہی تھی "کیا تمہاری ماں کو معلوم ہو چکا ہے کہ میں تمہیں کہیں لے جا رہی ہوں؟"

"وہ میرے دماغ میں آتی جاتی رہتی ہیں وہ سب کچھ جانتی ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے پوچھ رہی تھیں کیا میں ذہنی طور پر کسی کا غلام بن گیا ہوں۔ میں نے انکار کیا مگر وہ میری بات پر بھروسا نہیں کر رہی ہیں۔"

"تمہاری ماں میرے ایک آدمی کے دماغ میں آنا چاہتی تھی۔ اسے منع کر دیں کسی کی مداخلت پسند نہیں کروں گی۔"

"جو تمہیں پسند نہیں ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے لیکن یہ سب کچھ سونیا مما کی طرف سے ہو رہا ہے۔ میرا ان سے رابطہ نہیں ہے ورنہ کہہ دیتا کہ اپنی خوشی سے روز میری کے پاس جا رہا ہوں۔"

"کیا سونیا تمہارے لئے ہیلی کاپٹر لے کر آئے گی؟"

"مما اتنی سی بات کے لئے خود نہیں آئیں اور نہ ہی اپنے ہیلی کاپٹر کا ایندھن ضائع کرائیں گی۔"

"تم سمجھتے ہو گے کہ وہ کیا کرے گی؟"

"وہ کس موقع پر کیا کر گزرتی ہیں یہ میرا باپ بھی نہیں سمجھ پاتا۔"

"تم لوگوں کا ایک اور خیال خوانی کرنے والا برائن وولف کہاں ہے؟"

"وہ صاحب نیا روسانس فرما رہے ہیں۔"

"سیدھی طرح بتاؤ۔"

"سیدھی سی بات کہہ رہا ہوں۔ اگر تم ان کے دماغ میں کبھی پہنچو گی تو ایک ہی صدا سنائی دے گی ہائے لیلیٰ' ہائے لیلیٰ۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اگرچہ وہ میرے متعلق ایسی باتیں کر رہا تھا لیکن میں اس کا طریق کار سمجھ رہا تھا۔ وہ دراصل جوجو کو باتوں میں الجھا رہا تھا مجھے کچھ کر گزرنے کا موقع دے رہا تھا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جماؤ اور لانچ کا رخ مغرب کی سمت کرو۔"

وہ چلی گئی۔ ہم دو مسلح دشمنوں کے اندر پہنچ سکتے تھے تیسرا سانس روک لیتا تھا۔ میں نے چوتھے دشمن کے دماغ میں پہنچنا چاہا اس نے بھی سانس روک لی۔ میرا ساتھی سے بولا "کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔"

میں قریب ہی کھڑا لانچ کے رسّے کو لپیٹ کر بنڈل باندھ رہا تھا وہ دونوں مجھے گھور کر دیکھ رہے تھے۔ میں پانچویں شخص کے دماغ میں گیا اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا "یارو! میرے دماغ میں بھی کوئی آ رہا ہے۔"

ایک نے پوچھا "تم نے کیسے سمجھ لیا؟ تم نے تو کہا تھا کہ یہ کام کے ماہر نہیں ہوا؟"

وہ ریوالور نکال کر نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "تم لوگ یہ کام کے ماہر ہو کر کون سا اپنا بچاؤ کر لو گے اس وقت تم دونوں نشانے پر ہو ذرا بھی حرکت کرو گے تو وہ خیال خوانی کرنے والا تمہیں گولی مار دے گا۔ میں کچھ نہیں کروں گا سمجھ گئے نا؟"

وہ دونوں ہکا بکا سے رہ گئے تھے۔ ایک نے بڑی آہستگی سے اپنا ہاتھ ریوالور کی طرف لیجانا چاہا میرے معمول نے اس کے ہاتھ میں گولی ماری۔ وہ ہاتھ تھام کر چیخنے لگا۔ میں نے دونوں کے پاس آکر ان کی جیب سے ریوالور نکال کر اپنے معمول سے بھی ریوالور لیا پھر ان سب کو سمندر میں پھینک دیا اس کے بعد کہا۔ "اب ہم نمٹتے ہیں۔ مُردوں کی طرح اپنی قسمت کا فیصلہ کریں گے۔"

ان سب نے ایک ساتھ مجھ پر چھلانگ لگائی۔ چھلانگ میں نے بھی لگائی' ایک کو فلائنگ کک ماری' باقی دو ایک ساتھ چھلانگ لگانے کے باعث خود ہی آپس میں ٹکرا گئے۔ میں نے موقع پا کر لیلیٰ سے کہا "لانچ کے نچلے حصے میں دو مسلح افراد ہیں انہیں سمندر میں پھینک دو۔"

میں صرف چند سیکنڈ کے لئے لیلیٰ کے پاس گیا تھا واپس آتے ہی منہ پر ایک گھونسا پڑا۔ اس سے پہلے کہ سنبھلتا دوسرا گھونسا پیٹ میں لگا۔ میں تکلیف سے جھکا تو تیسرے نے میرے منہ پر ٹھوکر ماری۔ میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر ریلنگ سے ٹکرایا وہ ریلنگ نہ ہوتی تو سیدھا سمندر میں چلا جاتا۔ وہاں ٹکراتے ہی ایک دشمن نے مجھ پر چھلانگ لگائی میں نے فوراً بیٹھ کر اسے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کے اوپر سے پھینکا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی وہ نیچے سمندر میں گیا پانی اُچھل کر عرشے تک آیا باقی دونوں میری طرف آ رہے تھے ایک کا ہاؤں عرشے پر آنے والے پانی سے پھسل گیا میں نے اسے ٹانگ سے پکڑ کر کھینچا پھر اسے بھی ایک کول چلدے کر سمندر میں پہنچا دیا۔ تیسرا رک گیا۔ پیچھے ہٹتے ہوئے بولا "کون ہو تم؟"

میں اس کی طرف بڑھنے لگا' وہ پیچھے ہٹ کر بولا "صرف ایک بات کا جواب دو' کیا ہمارے دوست بن سکتے ہو؟"

"تم دوست بنانا نہیں چاہتے میری آواز اپنے ہیلی کاپٹر والوں کو سنانا چاہتے ہو' میں سنا رہا ہوں۔"

اسی وقت پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی میں نے سانس روک لی' مگر چیخنے لگا جیسے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا گیا ہو۔ چیختے ہٹ رہا تھا قہقہہ لگاتے ہوئے آگے بڑھا "اب کیسے بچو گے

وہ دماغی جھٹکا پہچانا چاہتی تھی۔ پارس نے سانس روک لی۔ وہ دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ سوچنے لگی یہ کیا ہو گیا۔ میں نے اچھی طرح تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے ذہنی معمول اور تابعدار بنایا تھا پھر وہ میری خیال خوانی کے شکنجے سے آزاد کیسے ہو گیا؟

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ ٹہلتے ہوئے غور کرنے لگی کہ اس سے کہاں غلطی ہوئی ہے؟ اور اس نے کب دھوکا کھایا ہے؟

وہ وارسا کے ایک خوبصورت سے سرکاری بنگلے میں تھی۔ پچھلی شام ماسکو سے یہاں آئی تھی۔ یہاں الپا اور پارس کو بلا کر انہیں اپنے ساتھ ماسکو لے جانا چاہتی تھی لیکن پہلی بار فرہاد کے ایک بیٹے سے سامنا کرتے ہی ناکامی ہو رہی تھی۔

اس نے ماسکو کے ایک ٹریننگ سینٹر میں ذہانت اور حاضر دماغی کے کتنے ہی امتحانات پاس کئے تھے۔ چھ ماہ تک پولینڈ' ہنگری اور رومانیہ جا کر سراغرسانی کے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تھے کتنے ہی پیچیدہ مسائل کو اپنی ذہانت سے سلجھایا تھا۔ ماسک مین اور فوج کے اعلیٰ افسران کی متفقہ رائے تھی کہ اب اسے وسیع دنیا میں بھیجا جائے۔ وہ سپر ماسٹر کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کرے۔ اس طرح فرہاد کی فیملی سے بھی ٹکراؤ ہو گا تو اس کی ذہانت اور پختگی سے بھی

ماسک مین نے اس سے کہا تھا "روز میری! کوئی ضروری نہیں کہ تمہیں ہر معاملے میں کامیابی ہو۔ اب تک تم نے صرف کامیابیاں حاصل کی ہیں جبکہ ناکامی بھی ضروری ہے ورنہ تم خوش فہمی اور غرور میں مبتلا ہو جاؤ گی۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "ہم نے فیصلہ کیا ہے تم کسی خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کر کے لاؤ گی۔ تم ہمارے ملک سے باہر پہلے مرحلے میں اس انداز سے کام کرو گی کہ روز میری کا نام اور شخصیت کسی پر ظاہر نہ ہو۔ تم پاسکل بوبا کو سامنے رکھ کر اپنے منصوبے پر عمل کرو گی تو تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی اور تم پس منظر میں رہ کر دشمنوں کو اچھی طرح سمجھ پاؤ گی۔"

اسے پہلے مرحلے پر بتایا گیا کہ الپا نامی ایک یہودی لڑکی ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد تل ابیب آ گئی ہے۔ اسے وہاں سے اغوا کرو۔ اس سلسلے میں ضروری معلومات فراہم کی گئی۔ جوجو نے اطمینان سے بیٹھ کر ایک منصوبہ بنایا۔ تل ابیب میں ماسک مین کے ایجنٹوں سے رابطہ کیا۔ خیال خوانی کے ذریعے انہیں ٹریننگ دی کہ انہیں کس طرح کس وقت پاسکل بوبا کے ایک ایک حکم کی تعمیل کرنی ہو گی۔

تمام اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران اس کی پلاننگ کو سمجھ رہے تھے اور یقین سے کہہ رہے تھے کہ کامیابی ہو گی اور ایسا ہی ہوا تھا۔ پاسکل بوبا نے اس کے منصوبے پر عمل کرتے ہوئے کامیابی سے الپا کو اغوا کیا تھا۔ لیکن ایسے ہی وقت جوجو کو دماغی

ہمارے خیال خوانی کرنے والوں سے ٹکرا رہے تھے۔ اب تو میں تمہیں سمندر میں.....

میں نے اچانک کرانے کا ایک ہاتھ مارا۔ وہ لڑکھڑایا' دوسرے ہاتھ میں چکر آیا گرنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے اسے اٹھا کر سمندر میں گرا دیا پھر لیلیٰ کے پاس جا کر معلوم کیا لانچ کے نچلے حصے میں کوئی دشمن نہیں رہا تھا۔ وہ بولی "میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہم اتنی آسانی سے بازی جیت لیں گے۔"

میں نے کہا "ابھی بازی ختم نہیں ہوئی ہے' میں نے جوجو کی موجودہ ذہانت کے متعلق جو سنا ہے اس کے مطابق وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گی' ابھی اس کے ہاتھ میں کئی مہرے ہیں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اچانک میرے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی میں ایک دم سے چکرا کر گر گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی' ڈوبتی ہوئی نظروں سے دیکھا لانچ کے اسٹیرنگ کے ایک موٹی سی لوہے کی سلاخ ہے میرے سر پر ضرب لگائی تھی۔ اسے مجھ سے کوئی دشمنی نہیں تھی' جوجو نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔

وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ اس نے اسٹیرنگ کو دوسری بار حملے کے لئے مجبور کیا۔ پہلی ضرب اتنی شدید تھی کہ میں تمام تر کوشش کے باوجود اپنے پیروں پر کھڑا رہنے کی کوشش میں ناکام ہو رہا تھا۔ اسے دوسرے حملے سے نہیں روک سکتا تھا۔ اس نے لوہے کی سلاخ کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا۔ میرا سر پھر نشانے پر تھا۔ ایسی ہی بے بسی کے لمحات میں اس کی کمر پر لات پڑی۔ وہ ڈگمگاتا ہوا میرے قدموں میں آ کر گرا۔ پارس نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھایا پھر یہ درپے گھونسے مارتے ہوئے کہنے لگا "نکل جاؤ۔ اس کے دماغ سے نکل جاؤ' یہ بے چارہ لانچ میں ملازم ہے۔ میں اسے سمندر میں پھینکنا نہیں چاہتا لیکن تم اسے آلۂ کار بنائے رکھو گی تو مجبوراً اسے ختم کرنا ہو گا۔"

جوجو نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "پارس! میں حکم دیتی ہوں اسٹیورڈ کو چھوڑ دو۔ ورنہ میں تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر تمہارے ہاتھوں سے اسے ہلاک کروں گی۔ میں سمجھ گئی ہوں یہ خیال خوانی کرنے والا برائن وولف ہے۔"

"یہ سمجھ گئی ہو تو یہ بھی سمجھ لو کہ ہم مسٹر وولف کو باپ کی طرح چاہتے ہیں۔ تم نے ان پر حملہ کرانے کی بہت بڑی غلطی کی ہے۔ کاش تمہیں یاد ہو تا کہ تم روز میری نہیں ہو۔ تمہارا نام جوجو ہے تم میری شریک حیات ہو۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"جسے تم بکواس سمجھ رہی ہو' وہ تمہاری زندگی کی سچائی ہے۔ تم میری زندگی ہو۔ میری جان ہو۔ اس لئے میں نے تمہیں اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دی۔ اگر تم غیر ہوتیں تو میرے دماغ میں تو کیا میری زندگی میں بھی نہیں آ سکتی تھیں۔"

"بہت ڈینگیں مار رہے ہو۔ تمہیں سزا دینی ہی ہو گی۔"

تکلیف شروع ہوگئی۔ جب سے برین کا آپریشن ہوا تھا تب سے کبھی کبھی ایسی تکلیف ہوتی تھی۔ بڑے بڑے بین الاقوامی شہرت رکھنے والے تجربہ کار ڈاکٹر اس کا معائنہ اور علاج کرتے تھے۔ ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ اسے دو دن تک مکمل آرام کرنا چاہئے۔ میڈیکل ایڈوائز کے مطابق اسے الپا کے کیس سے الگ کردیا گیا۔ ان کا خیال تھا کہ پاسکل کامیابی سے الپا کو سرحد پار کرا چکا ہے۔ اب لبنان سے اسے لے کر آنا کچھ دشوار نہیں ہوگا۔ لیکن پاسکل کی بدقسمتی تھی کہ کچھ اس سے کام بگڑ گیا کچھ پارس نے کام بگاڑ دیا پھر بھی اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران نے جوجو کی ذہانت اور طریق کار کا اعتراف کیا تھا۔

پھر جوجو نے ڈاکٹروں کے مشورے کے مطابق دو دن تک آرام کیا۔ اس نے مانک مین سے کہا "میرے منصوبے کے مطابق تم مورگن ہماری مٹھی میں ہے۔ اسرائیلی حکام الپا سے محروم ہونے کے بعد تم مورگن سے کوئی اہم کام لیں گے۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کروں گی کہ وہ الپا کو اسرائیل لانے کے لئے کیا کرتے ہیں۔"

اس نے یہی کیا' جب مورگن سے پتا چل گیا کہ الپا اور پارس کس طرح بندرگاہ کے گودام میں لائے جائیں گے۔ اس بار جوجو نے کہا میں خود عملی میدان میں پیش پیش رہوں گی۔ پاسکل الپا پر تنویمی عمل کرے گا اور میں پارس کو اپنا تابعدار بناؤں گی۔"

مانک مین نے کہا "مجھے تمہاری کامیابی کا یقین ہے مگر اب اس بات کی تصدیق ہوگئی ہے کہ وہ ڈی پارس نہیں ہے۔ اصلی ہے۔ اور تم اصلی کا پورا ریکارڈ پڑھ چکی ہو' ویڈیو فلموں میں اس کی حرکتیں دیکھ چکی ہو۔ ایک نصیحت کرتا ہوں' اسے ترنوالہ نہ سمجھنا اس پر غالب آجانا' کامیابی کا مکمل یقین ہوجائے تب بھی ہر پہلو سے غور کرتی رہنا کہ کہیں کوئی تمہاری کمزوری تو نہیں رہ گئی ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں مار کر قبر میں سلا دو تو وہاں سے بھی اٹھ کر چلے آتے ہیں۔"

اب وہ سرکاری بنگلے کے بیڈ روم میں ٹہل رہی تھی اور سوچ رہی تھی "واقعی میں نے پارس کو تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کی قبر میں سلا دیا تھا وہ وہاں سے اٹھ کر میرا منہ چڑا رہا ہے۔ میں جیتی ہوئی بازی ہارنے والی ہوں۔ کیا میں سچ مچ بار جاؤں گی' اپنی غیر معمولی ذہانت کا ثبوت نہیں دے سکوں گی؟"

یوں دیکھا جائے تو وہ ہار چکی تھی۔ پارس خیال خوانی کی مٹھی میں سے پھسل گیا تھا۔ اب وہ جتنی بار بھی پکڑی جائے گی' وہ پھسلتا جائے گا۔ اس نے آئینے کے سامنے آکر خود کو دیکھا۔ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ اب پچکانہ ذہن رکھنے والی جوجو نہیں ہے بلکہ ضدی' ذہین اور شکست نہ تسلیم کرنے والی لڑکی ہے۔ اور وہ شکست کو فتح میں بدل کر رہے گی۔

وہ آئینے کے سامنے فرش پر پالتھی مار کر بیٹھ گئی۔ اس نے یوگا کے ایک آسن میں سانس روک لی۔ ایک منٹ' دو منٹ' دس منٹ تک سانس رکی رہی۔ پھر بارہ منٹ گزر گئے وہ سانس کے بغیر ایک لاش کی طرح بیٹھی رہی۔ پھر پندرہویں منٹ پر آہستہ آہستہ سانس چھوڑنے اور سانس لینے لگی۔ وہ دیدے پھیلائے سامنے اپنے عکس کو دیکھ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی اور دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ مسکرانے لگی۔

اسی وقت پاسکل بوبا نے آکر کوڈ ورڈ ادا کئے پھر کہا "مانک مین اور فوج کے اعلیٰ افسران تمہیں طلب کررہے ہیں۔"

"تم چلو میں آرہی ہوں۔"

اس کے جاتے ہی وہ بھی فوج کے ایک افسر کے دماغ میں پہنچ کر بولی "میں حاضر ہوں اور کیپٹن میخائل کی زبان سے بول رہی ہوں۔"

مانک مین نے پوچھا "روزمیری! ناکامی کیسے ہوئی؟"

وہ بولی "کس نے کہا ہے کہ ناکامی ہوئی ہے؟"

پاسکل بوبا نے ایک فوجی افسر کی زبان سے کہا "میں پاسکل بوبا اپنی آنکھوں سے لانچ میں اپنے تمام آدمیوں کو مرتے دیکھ چکا ہوں۔ پارس اور الپا کے پاس صرف ایک برائن وولف رہ گیا ہے اس کا راستہ روکنے کے لئے ہمارا کوئی آدمی وہاں نہیں ہے۔ الپا اور پارس ہمارے ہاتھوں سے نکل رہے ہیں۔"

جوجو نے کہا "میدان جنگ میں تمام سپاہی مرجائیں تب بھی چالاکی سے جنگ جیتی جاسکتی ہے۔ آپ پاسکل سے پوچھیں ہمارے تمام آدمیوں کے مرتے ہی وہ یہاں کیوں واپس آگیا؟"

"میں یہاں رپورٹ دینے آیا تھا۔"

"میں الپا کیس کی انچارج ہوں۔ تم میری اجازت کے بغیر کیوں آئے؟"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں نہ آتا تو ہم اپنے آدمیوں کے مرنے کے بعد بھی کامیاب ہوجاتے؟"

"کامیاب ہوجاتے نہیں' ہوگئے ہیں۔ تم یہ بھول گئے کہ ہم اپنے آدمیوں سے محروم ہوکر کسی دوسرے کو آلۂ کار بنا سکتے ہیں۔ میں نے لانچ کے اسٹیورڈ کو آلۂ کار بنا کر برائن وولف کو بیہوش کردیا ہے۔ اس لانچ میں اب بھی بازی ہمارے ہاتھ آسکتی ہے۔"

مانک مین نے کہا "بیشک! تم نے برائن وولف کو زخمی اور بے ہوش کرکے بازی پلٹ دی ہے۔ اب بتاؤ وہ خیال خوانی کرنے والی الپا یہاں کیسے آئے گی؟"

"میں ابھی بتاتی ہوں۔ پہلے پاسکل سے درخواست کرتی ہوں کہ ہمارا جو ہیلی کاپٹر نس آئی لینڈ میں ہے' اس کے پائلٹ کے پاس جائے اور ہیلی کاپٹر کو لانچ کی طرف لائے۔ میں الپا کو اس میں سوار کراؤں گی۔"

"میں جارہا ہوں۔"

پاسکل چلا گیا۔ جوجو نے کہا "مانک مین نے مجھے نصیحت کی تھی کہ فرہاد کے فیملی ممبر بہت خطرناک ہیں۔ ان سے دور رہنا چاہئے۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کرنے کے بعد سوچا ہے کہ یہ دھوکا بھی ہوسکتا ہے۔ اگر ہم اسے یہاں قیدی بنا کر لائیں گے تو کسی دن انکشاف ہوگا کہ وہ میرا معمول نہیں تھا۔ ہمیں دھوکا دے رہا تھا۔ اس لئے میں پارس کو یہاں نہیں لاؤں گی۔ پہلے اسے مختلف مراحل میں آزماؤں گی۔ اگر اس کا دماغ سچ مچ میری مٹھی میں ہوگا تو وہ مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جائے گا۔"

سب نے تائید کی کہ یہ احتیاط لازمی ہے۔ پارس کو روس سے باہر رکھ کر مختلف معاملات میں اسے آزمایا جائے۔ فی الحال الپا اہم ہے' اسے جلد از جلد یہاں آنا چاہئے۔ جوجو نے کہا۔ میں جارہی ہوں' اسے ضرور لے کر آؤں گی۔"

وہ پارس کے دماغ میں پہلے ایک بار خاموشی سے آچکی تھی اس نے اپنے تنویمی عمل کے ردعمل کو دیکھا تھا۔ پارس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ اس بار وہ چپکے سے آئی تو اس نے کہا "تم پھر آگئیں؟"

وہ حیران رہ گئی' یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ پہلی بار پارس کے چور خیالات نے کیوں نہیں بتایا کہ وہ اسے محسوس کرلیتا ہے؟ اس کا مطلب ہے یہ بہت گہرائی میں وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کی جتنی گہرائی میں اترتی تھی' اس کا دماغ اس سے بھی گہرا ہے جہاں تک وہ پہنچ نہیں پائی تھی۔

اس وقت پارس میرے سر کے زخم کو صاف کرکے مرہم پٹی کررہا تھا۔ وہ بولی "میں نادم ہوکر آئی ہوں' میں نہیں جانتی تھی کہ تم ایک بیٹے کی طرح مسٹر وولف کو چاہتے ہو؟"

"میں حیران ہوں کہ تم میرے جذباتی رشتے کو نقصان پہنچا کر کیوں نادم ہو۔ تمہارا تو کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔"

"میرے نقصان کی بات نہ کرو۔ اتنی بڑی دنیا میں شاید ہی کوئی لڑکی میری طرح نقصان اٹھا رہی ہوگی۔"

"میں ابھی سانس روک کر تمہیں بھگانے والا تھا لیکن اس بات نے تجسس پیدا کردیا ہے کہ تم کس قسم کا کوئی نقصان اٹھا رہی ہو' کیا تم وضاحت سے کہو گی؟"

"کیا کہوں' جب داغی آپریشن کے بعد ہوش آیا تو میں سوچنے لگی' میں کون ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں؟ میرا نام اور شناخت کیا ہے؟ سابقہ مانک مین اور ڈاکٹروں نے بتایا میں روسی لڑکی ہوں' میرا نام مولینا ہے لیکن ایک اجنبی میرے دماغ میں آتا تھا اپنا نام آرمرمتا تھا۔"

پارس نے کہا "وہ اجنبی نہیں تمہارا سگا بھائی ہے۔ ایک باپ بن کر اس نے تمہاری پرورش کی تھی۔"

"ہاں' وہ بھی یہی کہتا تھا کہ میرا بھائی ہے۔ میرا نام جوجو ہے اور میں پارس کی شریک حیات ہوں۔ میں نے یہ باتیں یادداشت کے طور پر ایک چھوٹی سی ڈائری میں لکھ کر اسے چھپا دیا تھا۔ جب مانک مین کو معلوم ہوا کہ آرمرمیرے دماغ میں آتا ہے تو اس نے پھر میرا داغی آپریشن کرایا۔ میرا لب ولہجہ بدل دیا۔ میں آرمر کی تمام باتیں بھول گئی۔ ایک رات اچانک وہ ڈائری میرے ہاتھ لگی۔ اس میں لکھا تھا کہ دوسری صبح میرا آپریشن ہوگا۔ میرا لہجہ اور میری شخصیت بدل جائے گی۔ پھر میں اس ڈائری کی تمام باتیں بھول جاؤں گی۔"

پارس نے پوچھا "تم نے کیسے یقین کرلیا کہ وہ تمہاری ہی ڈائری ہے جبکہ تم پچھلی تمام باتیں بھول چکی تھیں؟"

"طرز تحریر پہلے جیسا تھا۔ میں نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا پھر اس تحریر کا موازنہ ڈائری کی تحریر سے کیا تو دونوں کی تحریریں بالکل ایک سی تھیں۔ پھر آج تم نے مجھے جو جو کہا۔ مجھے اپنی شریک حیات بتایا تو پھر ایک بار ڈائری کی تمام باتیں یاد آگئیں۔"

"خدا کرے' تمہاری یادداشت واپس آجائے۔"

وہ بولی "یہ ممکن نہیں ہے۔ میرا برین تبدیل ہوچکا ہے۔ یادداشت واپس نہیں آئے گی۔ میں جو کچھ بھی سمجھوں گی اپنی ذہانت سے اور پچھلے ثبوت کی موجودگی سے جیسا کہ میں نے ڈائری سے اس حقیقت کو سمجھا کہ میرا داغی آپریشن کیا گیا ہے۔ میری آواز' لہجہ اور شخصیت کو تبدیل کیا گیا ہے۔ جب ایسا کیا گیا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مانک مین مجھ سے اور میرے عزیزوں سے میری پچھلی زندگی چھپا رہا ہے۔"

"تم بڑی ذہانت سے سوچ رہی ہو' جوجو! تمہیں دانشمندی سے گفتگو کرتے دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے' میں بیان نہیں کرسکتا۔ مجھے بتاؤ تم کس نتیجے پر پہنچ رہی ہو؟"

"ابھی میں تذبذب میں ہوں' ماسکو میں میرے والدین ہیں مجھے بہت چاہتے ہیں۔"

"یہ تمہارے والدین کہاں سے آگئے؟"

"میں اسی الجھن میں ہوں۔ ڈائری سے پتا چلتا ہے میرے والدین میرے بچپن ہی میں مرگئے تھے۔ آرمر بھائی نے مجھے بیٹی بنا کر پالا ہے۔ اور ماسکو میں میرا گھر' میرے والدین' میری سوسائٹی' میرے تمام شناسا یہی کہتے ہیں کہ میں ایک روسی لڑکی ہوں' میں اتنی جلدی کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتی۔ تمہارے پاس اس لئے آئی ہوں کہ تم مجھ سے تعاون کرو گے۔ میں ماسکو میں رہوں گی اور تم سے ملتی رہوں گی تو دونوں طرف کے رشتوں کو اور ان کے جھوٹ سچ کو سمجھتی رہوں گی۔"

"تم واقعی ذہانت سے سوچ رہی ہو۔ ایسے طریق کار سے تمہیں جھوٹ اور سچ کا پتا چلتا رہے گا۔"

وہ ذرا جذباتی انداز میں بولی "پارس! کیا تم الپا سے محبت کرتے ہو؟"

"میں اسے ایک حد تک چاہتا ہوں۔ اس چاہت کے پیچھے کچھ مقاصد بھی ہیں لیکن تم سے کسی مقصد' کسی لالچ کے بغیر محبت ہے۔ بچپن سے لے کر اب تک تم میری پہلی اور آخری محبت ہو۔"

"کیا میرے لئے الپا کو چھوڑ سکتے ہو؟"

"میں ساری دنیا کو چھوڑ سکتا ہوں۔"

"مجھے کچھ دنوں کے لئے الپا کی ضرورت ہے۔ میں دندہ دیکھتی ہوں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں الپا کو تمہارے حوالے کردوں گا۔"

"مجھے تمہاری محبت پر اتنا اعتماد ہے۔ تم چاہتے ہو کہ میں دوست اور دشمنوں کے سلسلے میں صحیح فیصلہ کروں اس لئے مجھے مانک مین وغیرہ کا اعتماد حاصل کرنا ہوگا۔ میں پہلی بار ملک سے باہر اس مہم پر آئی ہوں۔ ناکام ہو کر جاؤں گی تو وہ مجھے ملک سے باہر نہیں جانے دیں گے۔ پھر میں تم سے ملاقات کے لئے کہیں نہ آسکوں گی۔"

"تم الپا کو لے جا کر یہ ثابت کرنا چاہتی ہو کہ ہمارے مقابلے میں کامیاب رہی ہو؟"

"ہاں' مجھے یہ ثابت کرنا ہوگا۔ ورنہ شکست کے بعد میں ماسکو سے باہر نہیں آسکوں گی۔"

"وہ لوگ جانتے ہیں کہ تم نے مجھ پر تنویمی عمل کیا ہے۔ مجھے لے جانا چاہتی ہو؟"

"نہیں میں تمہیں قیدی بنانا پسند نہیں کروں گی۔ میں نے انہیں سمجھا دیا ہے کہ تم بہت چالاک ہو۔ تمہیں الپا کے ساتھ لایا جائے گا تو برائن وولف اور رسونتی پھر کام بگاڑ دیں گے' وہ اس پر راضی ہوگئے ہیں کہ میں پہلے الپا کو لے آؤں۔"

دور بیلی کاپٹر کی آواز آرہی تھی۔ وہ بولی "شاید یہی ہمارا بیلی کاپٹر ہے۔ پلیز میری بات مان لو۔"

اسی وقت الپا کی آواز سنائی دی۔ وہ بہت دیر سے پارس کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہی تھی۔ کہنے لگی "ہرگز نہیں میں اپنے پارس کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی پارس مجھے سچ بتاؤ کیا یہ تمہاری شریک حیات ہے؟"

"میں بڑے فخر سے کہہ رہا ہوں کہ یہ جوجو ہے اور میری شریک حیات ہے۔"

"پھر تم نے میری زندگی کیوں برباد کی؟"

"تم نے اپنی زندگی میں' اپنی تنہائیوں میں مجھے بلایا میں آگیا۔ تم نے پسل کی میں نے دھوکا نہیں دیا۔ اب بھی تمہیں چاہتا ہوں۔ یہ بات اپنی شریک حیات کے سامنے کہہ رہا ہوں۔"

"تو پھر یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی' بیلی کاپٹر واپس کردو۔"

پارس کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا۔ وہ جوجو کو اس کی غلطی یاد دلاکر اس کے ساتھ اپنی زندگی میں واپس لانا چاہتا تھا اور الپا سے بھی کام لینا چاہتا تھا۔ اسے ناراض نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے کہا "الپا کیا تمہیں پتا ہے کہ تم پاسکل کی آبجدار بن چکی ہو۔ میں تمہیں روکنا چاہوں گا تب بھی تم نہیں رکو گی۔ بے اختیار اس کے ساتھ چلی جاؤ گی۔"

"ہاں' میں اس کے ساتھ جاؤں گی اور ابھی جارہی ہوں۔" جوجو نے ہنستے ہوئے کہا "میں نے ابھی پاسکل کو بلا کر کہا کہ وہ الپا کے دماغ میں قبضہ جما کر رکھے۔ اس لئے وہ مزید تیاری حجت کے بغیر چلی گئی ہے تم اسے لے جانے کی اجازت دے رہے ہو؟"

"تم نے ایک مدت کے بعد کچھ مانگا ہے میں انکار نہیں کروں گا۔ دندہ کردو پھر آؤ گی۔"

"روز آؤں گی۔ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی تم بیزار ہوجاؤ گے۔"

"آزمالینا میں اپنی جوجو سے کبھی بھی بیزار نہیں ہوں گا۔"

بیلی کاپٹر لانچ کے اوپر پرواز کررہا تھا۔ اس میں سے ایک رسّے کی سیڑھی لٹک رہی تھی۔ الپا پاسکل کے زیر اثر وہ سیڑھی چڑھتی ہوئی بیلی کاپٹر میں چلی گئی۔ سیڑھی اوپر کھینچ لی گئی دروازہ بند کردیا گیا پھر وہ پرواز کرتا ہوا دور چلا گیا۔

"تم نے میری بات مان کر دوستی کا پہلا ثبوت دیا ہے۔ میں بھی دوستی کا ثبوت اسی طرح دوں گی کہ اپنی پچھلی زندگی کے متعلق معلومات حاصل کرتی رہوں گی۔ کل صبح پھر آؤں گی اب اجازت دو۔"

"جاؤ اور مانک مین کو اپنی کامیابی کی خوشخبری سنا کر ان کا اعتماد حاصل کرو۔ میں چاہتا ہوں تمہیں روس سے باہر نکال کر ایسی کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں اور اس طرح ہماری ملاقات بھی ہوتی رہے۔"

"میں الپا کیس کے سلسلے میں پہلی بار روس سے باہر آئی ہوں' پولینڈ کے شہروارسا میں ہوں۔ آج سے تم نے میرے لئے اور زیادہ راہیں ہموار کردی ہیں پھر آؤں گی۔"

وہ پارس کے دماغ سے نکل کر ایک فوجی کیپٹن کے دماغ میں پہنچی وہاں مانک مین اور فوجی افسران اس کے منتظر تھے۔ اس نے کہا "میں روز میری کیپٹن میخائل کی زبان سے بول رہی ہوں۔" سب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اس نے کہا "آپ سب کو بہت بڑی کامیابی مبارک ہو' الپا یہاں آرہی ہے۔"

سب خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم مبارک باد کی حقدار ہو' تمہاری ذہانت سے ہم نے پہلی بار فرہاد کی فیملی کے مقابلے میں کامیابی حاصل کی ہے۔"

مانک مین نے کہا "اور کامیابی کوئی معمولی نہیں ہے ہمارے ملک میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کا اضافہ ہورہا ہے۔"

جوجو نے کہا "جب تک الپا یہاں نہ پہنچے گی مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔ میں اس کے پاس جارہی ہوں اسے یہاں پہنچا کر دم لوں گی۔"

وہ دماغی طور پر اپنے بیڈ روم میں حاضر ہوگئی ابھی تک آئینے کے سامنے فرش پر پلتھی مارے بیٹھے ہوئے تھی۔ وہاں سے اٹھ کے اس نے انگڑائی لیتے ہوئے خود کو آئینے میں دیکھا ابھی تک

میں نہیں آیا کہ ایسی کون سی مسرتیں اندر بھر گئی ہیں جو انگڑائی کی صورت میں باہر نکل رہی ہیں فی الحال یہی سمجھ میں آیا کہ وہ بہت بڑی کامیابی کے باعث خوش ہورہی ہے۔

وہ بستر پر آکر گر پڑی چاروں شانے چت ہو کر چھت کو تکنے لگی اسے یاد آرہا تھا کہ اس نے پارس کو پہلی بار ویڈیو فلم رپورٹ میں دیکھا تھا اور اسے دیکھنے سے پہلے اس کا پورا ریکارڈ پڑھا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک نوجوان بے پناہ صلاحیتوں کا مالک ہے اور سونیا کی طرح مکاریوں سے دشمنوں پر غالب آجاتا ہے۔ اس کی ہسٹری پڑھنے کے بعد ویڈیو رپورٹ اسکرین پر دیکھی' اسے چلتے پھرتے دوڑتے اچھلتے کودتے فضا میں قلابازیاں کھاتے رسّے پر چلتے اور ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی کے ذریعے رسّے سے لٹکنے اور بازی گری کے تماشے دکھاتے ہوئے دیکھا۔ یہ کمال کی انتہا تھی کہ وہ ایک چھوٹی سی انگلی پر جسم کا سارا بوجھ اٹھاتا تھا۔

جوجو کو ایسے ہی بہت سے حیرت انگیز کمالات یاد آرہے تھے اور آج تو پارس نے اسے بھی چکرا دیا تھا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانے کی خوش فہمی ختم کردی تھی۔ وہ بہت خوش تھی کہ ایک ناقابل تسخیر نوجوان کو تسخیر کرلیا ہے۔ وہ مرد ہی کیا جو زیر ہوجائے' اس نے چونک کر تکیے کو ایک طرف پھینک دیا جیسے وہ زبردستی اوپر آگیا ہو۔ اسے یاد نہیں آرہا تھا کہ کب کسی کو سوچتے سوچتے اس نے تکیے کو اپنی بانہوں میں بلا لیا تھا۔

وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ہوش مندی سے سوچنے پر سمجھ میں آیا کہ وہ بے خیالی میں پارس کو اپنے لئے مانگ رہی تھی' وہ اٹھ کر پنجوں کے بل اچھلنے لگی ایسے احمقانہ خیالات دل سے نکالنے لگی۔ وہ اپنی دانست میں پارس کو الو بنا کر الپا کو لا رہی تھی۔ یہ درست ہے کہ وہ اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں سچی باتیں معلوم کرنا چاہتی تھی۔ یہ بھی سمجھ رہی تھی کہ مانک مین اور فوجی افسران اس کی حقیقت اسے نہیں بتا رہے تھے۔ دوسری طرف وہ آرمراور پارس کی باتوں پر بھی یقین نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ یہ مانک مین کی مخالف پارٹی کے لوگ تھے' ایک لڑکی کو بہکانے کے لئے یہ بھی جھوٹ کہہ سکتے تھے اس لئے جوجو نے صرف الپا کو حاصل کرنے کے لئے پارس سے لگاوٹ کا اظہار کیا تھا' اس سے دل لگانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اب یہ خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ دل لگایا نہیں جاتا خود ہی لگ جاتا ہے۔

وہ دیر تک بچوں کے بل اچھلتی رہی اور پسینہ پسینہ ہوتی رہی یہ بات اب بھی اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ پسینہ اسے نہیں آنا چاہئے' محبت کو آرہا ہے۔

☆○☆

ہم پیرس آگئے۔ میرے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ میں نے زندگی میں بڑے بڑے زخم کھائے ہیں' یہ سر کا زخم کچھ بھی نہ تھا لیکن خواہ مخواہ تکلیف کا اظہار کررہا تھا تاکہ لیلیٰ میری تکلیف سے بے چین ہو کر آجائے۔ وہ پیرس میں تھی' کیسے نہ آتی اس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "آپ بستر سے نہ اٹھیں' تکلیف بڑھ جائے گی آرام کریں۔"

میں نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "پارس اپنے کانیچ میں جانے والا ہے۔ یہاں میں تنہا رہ جاؤں گا۔ سوچتا ہوں کس طرح بستر سے اٹھ کر باتھ روم جاؤں گا' کافی کیسے تیار کروں گا' کھانا ہوٹل سے منگواؤں گا مگر وہ میز پر آتے آتے ٹھنڈا ہوجائے گا۔"

"آپ کسی بات کی فکر نہ کریں' میں ابھی آتی ہوں۔ آپ کے سارے کام ہوجائیں گے۔"

وہ دماغ سے چلی گئی اب میری نگاہوں کے سامنے آنے والی تھی۔ میں مسکرانے لگا۔ پتا نہیں وہ کیسی ہوگی۔ میں پہلی بار اسے دیکھنے والا تھا اور دیکھنے سے پہلے خوشی سے مسکرا رہا تھا۔ جی چاہتا تھا اس کے دماغ میں جا کر دیکھوں وہ میرے پاس آنے کی کیسی تیاریاں کررہی ہے مگر وہ ایسے وقت دماغ میں جانے سے شرما جاتی' ویسے سر کے زخم کے باعث میں ابھی خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں تھا بس اندازہ کررہا تھا کہ وہ خوب بن سنور کر آئے گی۔

میرا اندازہ غلط نکلا۔ جب وہ سامنے آئی تو میں اسے حیرانی سے دیکھتا رہ گیا۔ اس نے معمولی سا لباس پہنا تھا' چہرے پر کوئی میک اپ نہیں تھا کوئی سنگھار نہیں تھا۔ اس نے بدن کی آرائش کے لئے کوئی زیور نہیں پہنا تھا۔ اس کی زلفیں بکھری ہوئی تھیں' وہ کوئی مقابلۂ حسن میں جانے والی عورت نہیں تھی۔ اس کے سینے میں محبت کرنے والا دل تھا' وہ جس حالت میں تھی اسی حالت میں دوڑتی چلی آئی تھی۔ وہ اپنے مرد کی نظروں سے حسن و شباب کی سند لینے نہیں آئی تھی محض خدمت کے جذبے سے آئی تھی۔

میری زندگی میں کتنی محبت کرنے والی عورتیں آئیں' ایک میں ہی ناشکرا ہوں۔ میں نے سب ہی کی قدر کی لیکن کسی کے ساتھ عمر نہیں گزاری۔ اس بار میں نے عہد کیا کہ میں مقدر سے' اپنے ستاروں سے اور اپنے ہاتھ کی لکیروں سے لڑتا رہوں گا' مگر لیلیٰ کا ہاتھ کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے آتے ہی گھر کی صفائی شروع کی میں نے کہا "یہاں ٹیلی فون لائن لاؤ' میں کسی افسر کو فون کرتا ہوں' یہاں ملازموں کی لائن لگ جائے گی۔"

"میں بچپن سے اپنا کام خود کرتی آئی ہوں۔ جب تک میں یہاں ہوں یہاں کوئی ملازم نہیں آئے گا۔"

پھر اس نے کچن کا کام سنبھال لیا' پہلے ایک پیالی کافی بنا کر لے آئی۔ اسی وقت دروازے پر کسی نے دستک دی' لیلیٰ نے جا کر دیکھا پارس کھڑا ہوا تھا۔ لیلیٰ نے مسکرا کر کہا "میں نے تمہاری تصویر دیکھی ہے' تم پارس ہو۔"

وہ اندر آکر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولا "میں نے کبھی آپ کی تصویر نہیں دیکھی مگر یقین سے کہتا ہوں آپ میری لیلیٰ آنٹی ہیں۔"

وہ ہنسنے لگی' پارس نے جھک کر پیار کیا۔ پھر بلند آواز سے کہا

"پاپا! میں نے آنٹی کو پیار کیا ہے' یہ تو میرے تصور سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔"

لیلیٰ شرما کر جانے لگی۔ پارس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا پھر کہا "میں پاپا کے لئے کچھ ضروری سامان لینے گیا تھا وہ سامان برآمدے میں رکھا ہے۔"

اس نے جیب سے چابیاں نکال کر کہا "اگر آپ کی ساس ہوتی تو یہ فرض ادا کرتی' اب میں ہی کہہ رہا ہوں۔ بہو یہ گھر کی چابیاں سنبھال لو اب یہ کانچ اور میرا بچہ تمہارے حوالے ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے چابیاں لیلیٰ کی ہتھیلی پر رکھیں پھر وہاں سے پلٹ کر تیزی سے باہر چلا گیا۔ لیلیٰ اسے دیکھتی اور سوچتی رہ گئی کہ کہنت کیا کہہ گیا ہے۔

وہ کہنت کار اسٹارٹ کر کے جا رہا تھا لیلیٰ نے اس کے دماغ میں کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "تم شرارتوں سے باز نہیں آؤ گے' تمہاری ان حرکتوں کی وجہ سے میں ضروری کام بھول جاتی ہوں۔"

"یعنی آپ کا دماغ حاضر نہیں رہتا۔ خیال کسی طرف لگا رہتا ہے؟"

"میں تم سے ہار مانتی ہوں' باتیں نہ بناؤ کام کی بات سنو۔ سسز نے جزیرہ کونو میں جن چار خیال خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کیا تھا انہیں لندن پہنچا دیا گیا ہے۔ ان چاروں کی نگرانی کے لئے کرنل وال برگ اپنی بیٹی جورا جوری اور ہونے والے داماد بکی میتھو کے ساتھ لندن میں ہے۔ سسز نے سلمان کے ذریعے کہلایا تھا کہ مجھے اور تمہارے پاپا کو وہاں جا کر رہنا چاہئے۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے ان خیال خوانی کرنے والے جوانوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ تم ان سے دوستی کر کے انہیں ہمارے ادارے کا وفادار بناؤ گے۔ تمہارے پاپا زخمی ہیں جیسے ہی زخم بھرے گا میں ان کے ساتھ لندن آ کر اپنا کام سنبھال لوں گی' کیا تم لندن جا رہے ہو؟"

"جانا ہی ہوگا۔ لیلیٰ کسی کے رنگ میں بھنگ ڈالنا گناہ سمجھتا ہوں۔"

"توبہ ہے! تم سے تو خدا ہی سمجھے' میں جا رہی ہوں۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ پارس اسی شام لندن چلا گیا اب یہ شہر میدان جنگ بننے والا تھا کیونکہ ایک محاذ کرنل وال برگ کا تھا جو اپنے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وہاں اس لئے لایا تھا کہ کسی دشمن کو ان کی منتقلی کا علم نہ ہو گا لیکن وہاں تین محاذ اور کھل رہے تھے۔ ایک تو پارس پہنچ گیا تھا دوسرے پاسکل نے الپا کے ذہن خیالات پڑھ کر کرائنا فیشر کے متعلق معلوم کیا تھا جس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے محبوب کا نام جوذی نارمن تھا۔

پاسکل نے ایک عامل کی حیثیت سے الپا کو حکم دیا کہ وہ کرائنا فیشر کے دماغ میں جائے پھر وہ بھی الپا کے ذریعے کرائنا فیشر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر پتا چلا وہ جوذی نارمن کے ساتھ لندن میں ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا جوذی نارمن آزادی سے کسی شہر میں رہائش اختیار کرنے سے زیادہ اچھی خبر اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ ماسک مین سے ہونے سے کہا "روز میری! ہمیں تمہاری ذہانت اور صلاحیتوں پر پورا بھروسا ہے' تم لندن جا کر جوذی نارمن کو ٹریپ کرو۔"

جوجو کو لندن جانے کی خوشی ہوتی کیونکہ وہ روس کے باہر وسیع دنیا کو دیکھنا چاہتی تھی لیکن یہ سوچ کھٹک گئی کہ پارس تو پیرس ہی فرانس میں ہے۔ اسے بھی جوذی نارمن کی بھنک ملے گی اور وہ لندن آئے گا تو کہیں نہ کہیں سامنا ہو گا اور وہ سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ پتا نہیں کیوں دل گھبراتا تھا' وہ سامنا کرنے کے خیال سے پریشان ہو جاتی تھی۔ کسی دلی یا جذباتی لگاؤ سے انکار تھا اس کا دعویٰ تھا کہ وہ ایسی حماقت کبھی نہیں کرے گی ایسا دعویٰ کرنے کے باعث اسے اپنی گھبراہٹ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

اس نے ماسک مین سے کہا "میں اپنے طریق کار کے مطابق ابھی لندن نہیں جاؤں گی۔ آپ اپنے جاسوس روانہ کر دیں میں ان کے دماغوں میں رہ کر جوذی نارمن کو ٹریپ کروں گی' اگر کہیں جانا ضروری ہو گا تو چلی جاؤں گی۔"

ماسک مین نے اپنے جاسوس روانہ کر دیئے تھے۔ اس کے بعد ایک اور پارٹی تھی جو لندن میں اپنا محاذ بنا چکی تھی اور وہ تھی شلپا۔

شلپا کا ذکر ہو چکا ہے۔ وہ جنرل کی داشتہ تھی اور داشتہ بننے پر اس لئے آمادہ ہوئی کہ جنرل نے اسے نرائنا ر مرشین سے گزارنے کا انتظام کر دیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں جنرل سے نفرت کرتی تھی بظاہر محبت کی مٹھاس پیش کر کے اندر ہی اندر اس کی جڑیں کاٹ رہی تھی۔ ملک کے اہم راز معلوم کرتی رہتی تھی۔ اس نے ایسی معلومات حاصل کر کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی بورن کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔

پھر اس نے جنرل کو پیار سے بہلا پھسلا کر معلوم کیا کہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے کرنل کی نگرانی میں لندن بھیجے جا رہے ہیں۔ اس نے جنرل سے دو ہفتے کی چھٹی لی' اسے بتایا کہ وہ اپنی ایک بہن سے ملنے جرمنی جا رہی ہے پھر وہ لندن پہنچ گئی۔ سلمان اس کی مصروفیات کو سمجھ رہا تھا۔ جنرل کے دماغ میں جھانکے سے جانے کے بعد بہت سی معلومات حاصل ہو جاتی تھیں۔

چھ خیال خوانی کرنے والوں نے مختلف علاقوں میں رہائش اختیار کی تھی۔ شلپا کو ان کے ٹھکانوں کا علم نہیں تھا' وہ صرف کرنل وال برگ کا پتا جانتی تھی اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ کرنل اس کی بیٹی جورا جوری کو پھانس کر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ گی۔

اس نے لندن کے ایک پرانے طرز کے ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ وہاں سے کرنل کی رہائش گاہ چند قدم کے فاصلے پر تھی۔ اس نے ہفتے کے اطاعے میں جورا جوری اور کی میتھو کو دیکھا تھا تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کو پہچانتے تھے کیونکہ ایک دوسرے کے سینٹروں میں تبادلے ہوتے رہتے تھے' اس نے خود کو چھپانے کے لئے میک اپ کے ذریعے چہرے کو تبدیل کیا تھا۔ پہلا اس نے سوچا تھا' بوڑھی عورت کے میک اپ میں رہے مگر دل نے یہ بات نہیں مانی۔ وہ حسین اور نوجوان تھی۔ بڑھاپا پسند نہیں تھا۔ جنرل جیسے بوڑھے کو برداشت کر لیتی تھی یہی بہت تھا۔

وہ آئینہ دیکھ کر کڑھتی تھی کہ اتنی شاندار جوانی کو کسی نوجوان کے عشق میں دھوم مچانا تھا۔ مگر ایک بوڑھے نے اسے دھرم سے گرا دیا تھا۔ اب وہ نئی زندگی شروع کرنے کے لئے سوچ رہی تھی۔ رفتہ رفتہ خیال خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کر کے ایک ناقابل شکست فوج بنانا چاہتی تھی۔ عشق کے معاملے میں دھوم مچا چکی' بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ملکہ بن کر تھلکہ مچانا چاہتی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ جورا جوری اور کی میتھو کی منگنی ہو گئی ہے لیکن جورا جوری شادی نہیں کرنا چاہتی۔ وہ آزاد رہ کر ٹیلی پیتھی کی دنیا میں شہرت حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے کی میتھو سے بیزار رہتی تھی۔ کی اس کا دیوانہ تھا۔ اسے حاصل کرنے کے لئے کرنل کی خوشامد کرتا رہتا تھا۔ شلپا نے منصوبہ بنایا کہ پہلے کی میتھو کو پھانسے گی۔ اس کا خیال تھا جب وہ ایک لڑکی کا دیوانہ ہے تو میرا بھی دیوانہ ہو سکتا ہے' میں بھی حسین اور جوان ہوں۔

ایک صبح وہ کرنل سے بولی "میں تنہا تفریح کے لئے جاؤں گی۔"

کی نے کہا "میں بھی چلوں گا۔ تم اکیلی بھٹک جاؤ گی۔"

وہ بولی "تم بھی یہاں اجنبی ہو' تم بھی بھٹک سکتے ہو۔ کیا ضروری ہے کہ سائے کی طرح میرے ساتھ رہو۔"

وہ تنہا چلی گئی۔ کرنل نے کی سے کہا "تم کیسے ڈھیلے مرد ہو' میری بیٹی کا دل نہیں جیت سکتے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا انکل! مجھے کیا کرنا چاہئے' جورا جوری تو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی ہے۔"

"کی! میں تم سے مایوس ہو رہا ہوں۔ اگر تم نے ایک ہفتہ کے اندر جورا جوری کو شادی کے لئے راضی نہ کیا تو میں منگنی توڑ دوں گا۔ میرے فیصلے کے بعد تمہیں جورا جوری کے قریب جانے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بنگلے سے باہر آیا۔ فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے سوچنے لگا "اگر جورا جوری سے شادی نہ ہوئی تو بڑی الجھن ہو گی۔ اعلیٰ حکام' فوجی افسران اور اعلیٰ سوسائٹی کے معزز افراد ہماری منگنی اور شادی کی بات جانتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ جورا جوری اعلانیہ شادی سے انکار کرے' اسے منا لینا چاہئے یا اس سے پہلے خود شادی سے انکار کر دینا چاہئے۔"

وہ چلتے چلتے رک گیا۔ ایک کار اس کے قریب آ کر رک گئی تھی۔ شلپا نے کھڑکی سے سر نکال کر مسکراتے ہوئے کہا "ہائے! تم تنہا کہیں جا رہے ہو۔ اتفاق سے میں بھی تنہا ہوں۔ آ جاؤ' میری کار میں اور میرے دل میں بہت جگہ ہے۔"

وہ دوسری طرف گھوم کر آیا پھر اس کی دوسری طرف والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولی "تم گہری سوچ میں سر جھکائے جا رہے تھے۔ کیا مسئلہ پریشان ہو؟"

"آدمی جب تک سانس لیتا رہتا ہے پریشانیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔"

"فلسفہ نہ بولو۔ پریشانی بتاؤ۔"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"نوجوانی میں ذاتی معاملہ محبت کا ہوا کرتا ہے۔"

"ٹھیک سمجھ رہی ہو۔"

"کیا دل ٹوٹ گیا ہے؟"

"تعجب ہے' تم نے کیسے سمجھ لیا؟"

"تمہارے چہرے پر بارہ بج رہے ہیں' صاف سمجھ میں آ رہا ہے کہ محبت کی بازی ہار رہے ہو۔"

"کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

"تمہارے لئے ٹیلی پیتھی جاننا ضروری نہیں ہے۔ تمہیں محبت سے زیادہ اپنی عزت پیاری ہے۔ یہ میں تمہارے چہرے اور گفتگو سے سمجھ رہی ہوں کہ تم بہت بڑے عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتے ہو۔ اگر کسی لڑکی نے تمہیں ٹھکرا دیا تو سوسائٹی میں بڑی سبکی ہو گی۔"

وہ بولا "تم بہت اچھی ہو۔ میرے دل کی باتیں کر کے ایک انجانا سا بوجھ کم کر رہی ہو۔"

وہ بولی "دراصل ایسے وقت ایک ہمدرد اور محبت کرنے والے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میری ہمدردی تمہیں اچھی لگ رہی ہے۔ کیا میری محبت اچھی لگے گی؟"

کی نے اسے چونک کر دیکھا۔ بیشک وہ حسین تھی' نوجوان تھی۔ وہ اونچی سوسائٹی میں اس کا ہاتھ پکڑ کر فخر سے کہہ سکتا تھا کہ یہ میری ہے۔ لیکن وہ اتنی جلدی اپنی پٹڑی نہیں بدل سکتا تھا۔ اس کا پاگل پن کہتا تھا کہ جورا جوری جلد ہی اس کے بازوؤں میں آ جائے گی۔

شلپا نے کہا "تم یہ سوچو گے کہ اس لڑکی کی وجہ سے سوسائٹی میں تمہاری عزت بنی رہے گی تو یہ شرم کی بات ہے کیونکہ مرد خود اپنی عزت بناتا اور بگاڑتا ہے۔"

"تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں۔ پلیز یہ بتاؤ' مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"تم اس لڑکی کو کب سے چاہتے ہو؟"

"ویسے تو وہ مجھے اسکول لائف سے اچھی لگتی تھی۔ لیکن منگنی کے بعد اس کے لئے شدید چاہت پیدا ہو گئی۔"

"یعنی محبت منگنی کے بعد ہوئی ہے؟"

"ہاں' یہی کوئی ایک برس پہلے۔"

"جو لڑکی ایک برس کے تین سو پینسٹھ دنوں میں تمہاری نہ ہوئی' وہ اب کیا تمہاری ہو گی؟ ذرا عقل سے کام لو۔ اس سے

پہلے کہ وہ تمہاری محبت کو ٹھکرائے اور سوسائٹی میں تمہاری عزت کا خیال نہ کرکے منگنی توڑنے کا اعلان کرے تم اسے ٹھکرا کر فوراً ہی کسی دوسری لڑکی سے شادی کا اعلان کردو۔ اس طرح اس کی سبکی ہوگی اور تمہاری عزت رہ جائے گی۔"

"مجھے ایسا ہی کوئی قدم اٹھانا چاہئے لیکن مجھے ایک ہفتے کے اندر کسی لڑکی کو پسند کرنا ہوگا اور یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ وہ مجھے پسند کرے گی یا نہیں؟"

"تم اتنے خوبرو اور اسمارٹ ہو کہ لڑکیاں تم پر مرتی ہوں گی اور تمہیں خبر نہیں ہوتی۔ میں یہ مسئلہ حل کردوں گی۔ آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ؟"

"مجھے خوشی ہوگی۔ تم کہاں رہتی ہو؟"

"ہوٹل ویسٹ بوری۔ روم نمبر ٹو تھری ون۔"

"یہ ہوٹل تو نیو بانڈ اسٹریٹ میں ہے۔ ہمارا بنگلا اسی طرف ہے۔ میں ضرور آؤں گا۔ بس مجھے یہاں اتار دو۔"

شیلا نے گاڑی روک کردی۔ دونوں نے مسکرا کر رخصتی کا مصافحہ کیا۔ اس کے جانے کے بعد کئی میتھو نے سر کھجاتے ہوئے سوچا "میں یہاں کیوں اتر گیا؟"

دراصل میں نے اسے اتارا تھا۔ وہ میرا معمول تھا۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا پھر ڈرائیور کو ہے فیز اسٹریٹ چلنے کے لئے کہا۔ وہاں ایک ہوٹل میں پارس اس کا منتظر تھا۔ کئی اس کمرے میں پہنچا تو اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ کیونکہ پارس اس کا ہم شکل بن کر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ حیران ہو کر بولا "تم کون ہو؟"

پارس نے کہا "میرا نام کئی میتھو ہے۔"

"کئی میتھو میں ہوں۔"

"نہیں۔ تم پارس ہو۔ یہ میرا میک اپ مین میرے پاسپورٹ کی مطابق تمہیں پارس بنائے گا۔ تم شام کی فلائٹ سے پیرس جاؤ گے۔"

وہ اعتراض کرنا چاہتا تھا۔ میں نے حکم دیا "بحث نہ کرو میں تمہارا عامل ہوں، اپنا حلیہ بدلو۔ اسی ہوٹل میں رہو شام کی فلائٹ میں تمہاری سیٹ ہوچکی ہے۔ میں پیرس کے ائرپورٹ پر تمہارا انتظار کروں گا۔"

وہ سحرزدہ ہو کر میرے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ میں نے اور لیلیٰ نے پارس کو کئی کی ایک ایک عادت اور گفتگو کرنے کا انداز بتادیا تھا۔ وہ کئی کو وہاں چھوڑ کر ہوٹل سے باہر آگیا۔

ہم نے اسے بتادیا تھا کہ جورا جوری کہاں ہے۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پرنس البرٹ روڈ پہنچا پھر وہاں سے ریجنٹ پارک آگیا۔ وہ پارک حد نظر سے بھی آگے تک پھیلا ہوا تھا۔ وہاں کسی کو تلاش کرنا آسان نہیں تھا لیکن میں اسے جورا جوری تک پہنچا کر اس کے دماغ سے چلا آیا۔

وہ ایک مصنوعی جھیل کی ریلنگ سے لگی، پانی میں تیرتی ہوئی بطخوں کو دیکھ رہی تھی۔ پارس نے دور سے ایک چھوٹا سا پتھر بطخوں پانی پر دوڑنے بھاگنے لگیں۔ جورا جوری نے غصے پلٹ کر پتھر پھینکنے والے کو دیکھا پھر کئی کو دیکھ کر حیرانی سے بولی "تمہیں کیسے پتا چلا، میں یہاں ہوں؟"

"دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ دو دھڑکتے ہوئے دل دوسرے کے لئے مقناطیسی کشش رکھتے ہیں۔ وہ کشش مجھے لے آئی ہے۔"

"مگر میرا دل تمہارے لئے نہیں دھڑکتا ہے۔ یہ بات کتنی بار کہوں؟"

"ایک بار اور کہہ دو۔"

"میں تم محبت نہیں کرتی ہوں۔"

"اور ایک بار کہہ دو۔"

"مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔ نہیں ہے۔ نہیں ہے۔"

"تمہاری زبان سے انکار کتنا اچھا لگتا ہے۔ ہونے والے کا اس سے بڑا احسان کیا ہوسکتا ہے کہ وہ ہونے سے پہلے کردے۔"

"اب تو تمہیں یقین ہوگیا ہے؟"

"نہیں ہوا۔ جب تم انکار کرتی ہو تو یوں لگتا ہے مجھے کریچتا رہی ہو۔"

"تم میرا پیچھا کس طرح چھوڑو گے؟"

"تم میری محبت کو آزما کر دیکھو، میں تمہارے لئے جان بازی لگا سکتا ہوں۔"

اس نے بیزار ہو کر جھیل کی طرف دیکھا پھر پوچھا "تم میں چھلانگ لگا سکتے ہو؟"

"یہ کون سی بڑی بات ہے۔"

"بڑی بات یہ ہوگی کہ تمہیں تیرنا نہیں ہوگا۔ پانی پاؤں مارے بغیر تم دوسرے کنارے تک جاؤ گے۔"

"یہ تو مجھے مارڈالنے کی پلاننگ ہے؟"

"بس! ہوا نکل گئی محبت کے غبارے سے؟"

"چیلنج نہ کرو۔ میں محبت کی خاطر پانی پر ہاتھ پاؤں مارے دوسرے کنارے جاؤں گا، تم زبان دو کہ میں دوسرے کنارے زندہ نکل آؤں تو شادی کروگی۔"

"ہاں تم زندہ رہے تو تم سے شادی کروں گی۔"

وہ ریلنگ پر چڑھ گیا جورا جوری نے ہنستے ہوئے کہا "پاگل نہیں ہو۔ ایسی احمقانہ شرط پر چھلانگ نہیں لگاؤ گے۔"

اس نے چھلانگ لگادی۔ وہ پہلے تو حیران ہوئی پھر مسکرانے لگی کیونکہ چھلانگ لگانا کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن ہاتھ پاؤں چلائے بغیر وہ پانی میں ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ اس نے دیکھا وہ پانی پر اوندھا ہوگیا تھا اس نے اپنے دونوں ہاتھ پاؤں نہیں ہلائے جس کے نتیجے میں ڈوبتا چلا گیا۔

وہ بلند آواز سے بولی "کتنی دیر تک ڈوبے رہو گے

پاؤں مارنے ہوں گے یا واپس آنا ہوگا۔"

اسے کوئی جواب نہ ملا۔ پانچ منٹ پھر دس منٹ گزر گئے اسے معلوم تھا کہ میتھو دس منٹ تک سانس روک لیتا ہے لیکن پندرہ بیس منٹ گزرنے لگے۔ وہ گھبرا کر دیکھ رہی تھی۔ جھیل کی سطح برابر ہو گئی تھی۔ وہ دور دور تک کہیں ابھرتا ہوا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ آوازیں دینے لگی "کی! کی! تم کہاں ہو کی! واپس آجاؤ میں اپنی شرط واپس لیتی ہوں۔"

جب وہ پانی سے ابھر نہیں رہا تو جواب کیسے دیتا۔ وہاں لوگوں کی بھیڑ لگ گئی تھی۔ وہ انہیں بتا رہی تھی کہ ایک نوجوان ڈوب گیا ہے۔ کتنے ہی آدمی دفتر کی طرف دوڑتے ہوئے گئے تاکہ پارک کی انتظامیہ کو اطلاع دیں۔ اس نے اپنے باپ کرنل کے دماغ میں پہنچ کر کوڈورڈز ادا کئے پھر کہا "ڈیڈی! وہ ڈوب گیا ہے یہ"

"کون ڈوب گیا ہے؟ پوری بات کرو۔"

"وہ..... کی میتھو نے جھیل میں چھلانگ لگادی تھی۔"

"اسے تیرنا آتا ہے۔"

"ہاں مگر میں نے شرط لگائی تھی کہ وہ ہاتھ پاؤں مارے بغیر دوسرے کنارے پہنچ جائے گا تو میں اس سے شادی کروں گی۔"

"یو ناٹ سنس! تم نے ایک احمقانہ شرط لگائی اور وہ احمق اس پر عمل کرتے ہوئے ڈوب گیا۔ یہ کیا بکواس ہے؟"

"یہ بکواس نہیں ڈیڈی! یہاں جھیل کے کنارے بھیڑ لگ گئی ہے۔ انتظامیہ کے لوگ آگئے ہیں۔ منی موٹر بوٹس میں بیٹھ کر جال پھینکتے جارہے ہیں۔ دو غوطہ خوروں نے بھی چھلانگ لگائی ہے۔ اب کیا ہوگا ڈیڈی؟"

"تمہارا سر ہوگا۔ اگر وہ جھیل سے واپس نہ نکلا تو تمہاری حماقت کے باعث ہم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے محروم ہو جائیں گے۔"

وہ روتے ہوئے بولی "جہنم میں جائے ٹیلی پیتھی۔ وہ جیسا بھی تھا، احمق تھا میں اس کی قدر نہیں کرتی تھی۔ اس کے باوجود وہ ایک اچھا اور سچا انسان تھا۔ میری وجہ سے اس کی جان جائے گی تو میرا ضمیر مجھے بہت رلائے گا۔"

"دیکھو بیٹی! آنسو پونچھو۔ عقل سے کام لو۔ کسی کے سامنے اعتراف نہ کرو کہ تم نے کوئی احمقانہ شرط لگائی تھی اور وہ دیوانہ کود پڑا تھا۔ اگر وہ مر چکا ہے تو اس کا الزام تم پر نہیں آنا چاہئے۔ ورنہ جنرل کا اعتماد مجھ پر سے اٹھ جائے گا۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے دور تک جھیل کو دیکھ رہی تھی۔ جھیل کا دوسرا سرا نظر نہیں آرہا تھا کیونکہ وہ دوسری طرف مڑ گئی تھی۔ موڑ کے دوسری طرف دو موٹر بوٹس اور تین غوطہ خور گئے تھے۔ اُدھر نظروں کے سامنے بھی دو موٹر بوٹ والے بہت بڑے جال کے دوسرے پکڑے ہوئے جارہے تھے۔ جال پانی میں ڈوبا ہوا تھا اور یقین تھا کہ کی کی لاش جال میں پھنس کر باہر آجائے گی۔

تقریباً دو گھنٹے کی محنت کے بعد جال میں مچھلیاں کیکڑے اور مینڈک آئے مگر کی نہیں آیا۔ جھیل کی دوسری طرف سے غوطہ خوروں نے آکر کہا "مس! یہاں کوئی نہیں ڈوبا ہے۔ تم یہی شور مچا رہی تھیں۔"

وہ قسمیں کھا کر بولی "میرا ساتھی ڈوب گیا ہے۔"

کئی عورتوں اور مردوں نے تائید کی۔ انہوں نے بھی پانی میں جھیل میں چھلانگ لگاتے دیکھا تھا۔ سب حیران تھے کہ لاش نہیں ہوئی تھی۔ ایک بوڑھی نے کہا "ارے یہ آدم خور ہے۔ سال میں ایک بار ضرور کوئی ڈوبتا ہے پھر ڈوبنے والے لاش کسی کو نہیں ملتی۔"

پارک کے ایک انچارج افسر نے ناگواری سے کہا "آپ یہاں آنے والوں کو دہشت زدہ کر رہی ہیں۔ ہمارے اور جھیل کو بدنام کر رہی ہیں۔"

ایک عورت نے کہا "تمہارے لئے بدنامی ہے، ہمارے لئے دہشت ہے۔ اگر ہمیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے اور اس سے لاش غائب نہیں ہوتی ہے تو پھر اس بیچارے کی لاش نکالو۔"

وہاں بحث شروع ہو گئی تھی۔ انتظامیہ کے لوگ کہہ رہے تھے کوئی نہیں ڈوبا اور چشم دید گواہ کہہ رہے تھے کہ ایک ڈوب چکا ہے۔ پولیس افسران نے وہاں آکر اپنے سامنے ڈالنے کو کہا۔ غوطہ خور پھر گئے۔ یوں صبح سے دوپہر ہونے جھیل کی گہرائی میں جا کر دو غوطہ خور ایک انسانی ہڈیوں کا ڈھانچا اٹھا کر لائے۔ اسے دیکھتے ہی عورتیں چیخنے لگیں۔ رپورٹر اور فوٹو گرافر پہنچ گئے تھے۔ دوسرے دن کے اخبار کے لئے دھماکا خیز تصویریں اور خبریں تیار ہونے لگیں۔ جوری گم صم ہو کر دیدے پھیلائے ڈھانچے کو دیکھ رہی تھی سوچ رہی تھی "کیا آبی مخلوقات نے اتنی جلدی سارا گوشت کھا لیا اور ڈھانچا چھوڑ دیا؟"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے یہ سوال کرنل سے کیا ڈانٹ کر بولا "تمہارا دماغ چل گیا ہے کی یہاں میرے پاس ہوا ہے۔ چلی آؤ۔"

"کیا؟" اس نے حیرت سے چیخ کر ڈھانچے کی طرف دوڑتی ہوئی پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگی۔ اسے سنائی آرہا تھا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے کی (پارس) کو ڈوبتے دیکھا تھا۔ پھر اسے کہیں سے ابھرتے نہیں دیکھا تھا۔ ان میں یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی روح اپنا ڈھانچا جھیل میں کرنل کے پاس چلی گئی ہو۔

جب وہ بنگلے پر پہنچی تو کی ایک صوفے پر بیٹھا کافی اس نے حیرانی سے پوچھا "تم زندہ ہو؟"

"ہاں، میں شادی کی شرط جیت گیا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ تم جھیل کے دوسرے کنارے گئے تھے۔"

"گیا تھا۔ تم نے کہا تھا پانی پر ہاتھ پاؤں نہ مارنا۔

کے اندر ہاتھ پاؤں چلاتا ہوا گیا تھا۔ تمہیں دوسرے کنارے پر آکر دیکھنا چاہئے تھا۔"

"میں وہاں ڈھونڈ رہی تھی۔ تم تو آسکتے تھے۔"

"لوگوں کے سامنے کیسے آتا۔ پتلون پھٹ گئی تھی۔ ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر چھپ کر یہاں تک آیا ہوں۔"

کرنل نے ہنستے ہوئے کہا "یہ آدھا ننگا آیا تھا۔ کچھ بھی ہو اس نے شرط جیت لی ہے۔ اب شادی ضرور ہوگی۔"

"اوہ نو ڈیڈی! وہ احمقانہ شرط تھی۔"

"احمقانہ نہیں، خطرناک تھی۔ کوئی احمق ہوتا تو ڈوب جاتا۔ یہ اپنی ذہانت سے پار ہو کر آیا ہے۔ میں اصولوں کا پابند ہوں۔ اب تم انکار نہیں کروگی شادی کروگی۔ ضرور کروگی۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی بیڈ روم میں چلی گئی۔ کرنل ایک تو اپنے اصولوں پر سختی سے عمل کرتا تھا۔ دوسرے وہ چاہتا تھا کہ بیٹی کی طرح داماد بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہو، اس طرح فوج سے ریٹائر ہونے کے بعد بھی ملک میں اس کی دھاک جمی رہے گی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا "کی! میں ذرا باہر جارہا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے میری بیٹی کو جیت لیا ہے۔ میری دیرینہ خواہش پوری ہوئی۔ میرے خاندان میں ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہوگا۔"

"جی ہاں انکل! میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کرنے آیا ہوں۔"

وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولا "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ آپ کے ہاں میرا اضافہ ہوگا تو میرے ہاں جوزا جوری کا اضافہ ہو جائے گا۔"

"بیٹنگ، بیٹنگ" وہ مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد جوزا جوری نے اپنی خوابگاہ کا دروازہ کھول کر پوچھا "ڈیڈی کہاں ہیں؟"

"وہ ہمیں شادی کی رسمِ رسل کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔"

"وہ جلدی تو نہیں آئیں گے؟"

"تم کہو تو انہیں آنے کے قابل ہی نہ چھوڑوں۔"

"کیا بکتے ہو، ادھر آؤ۔"

"مسکرا کر بلاؤ۔"

وہ جزا مسکراتے ہوئے بولی "آؤ میری جان کے دشمن!"

وہ خوابگاہ میں آگیا، وہ بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "بیٹھو۔"

وہ شرمانے لگا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا ہوا؟"

اس نے شرماتے ہوئے پوچھا "بستر پر کیوں بلا رہی ہو؟"

"او گاڈ! تم آج سے پہلے ایسے نہ تھے۔ میں محسوس کر رہی ہوں، تمہارا انداز کچھ بدل گیا ہے۔"

"جھیل سے ڈوب کر نکلنے کے بعد میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔ کوہ قاف کے دامن میں ایک جھیل ہے۔ جس میں عورت غوطہ تو مرد بن کر ابھرتی ہے۔ میں ابھر کر کچھ زیادہ ہی جوانمرد بن گیا ہوں۔"

"کیا تم مجھے بولنے کا موقع دوگے۔ میں نے یہاں تمہیں منہ دیکھنے کے لئے نہیں بلایا ہے۔"

"کیا پتی بھادوگی؟"

"منہ نہ دیکھنے کا یہی مطلب نہیں ہوتا۔ میں چاہتی ہوں ہمارے درمیان سمجھوتا ہو جائے۔ تم میری بات مان لو شادی نہ کرو تو ڈیڈی ضد نہیں کریں گے۔"

"میں نے شادی کرنے کے لئے جھیل میں چھلانگ لگائی ہے۔"

وہ گھونسا دکھا کر بولی "میں اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کے ساتھ آزادانہ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ شوہر اور بچے دردِ سر ہوتے ہیں۔ میں اپنے سر میں یہ درد کبھی پیدا نہیں کروں گی۔"

"کاش! تمہاری ماں نے بھی یہی سوچا ہوتا۔"

"مذاق نہ اڑاؤ۔ میری بات کو سمجھو، میں ڈیڈی کی عزت کرتی ہوں اس لئے ان کا رعب برداشت کرلیتی ہوں۔ مگر شادی نہیں کروں گی۔ یہ بغاوت کرنے کے لئے مجھے ماں باپ کو چھوڑ کر جانا ہوگا۔ اگر تم انکار کردو تو بیٹی اپنے والدین سے الگ نہیں ہوگی۔"

"والدین ایک سے نہ سہی دوسرے سے شادی کراتے ہیں مگر بیٹی کی شادی ضرور کراتے ہیں۔ میرے انکار کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم شادی کرلو یا بغاوت کرلو۔ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کا زبردست ہتھیار ہے۔ ماں باپ کا لحاظ کیوں کرتی ہو، لڑکیاں گھر سے بھاگنے کے بعد معافیاں مانگتی ہیں تو والدین اپنی عزت کی خاطر معاف کردیتے ہیں۔ ماں باپ بیٹیوں کے ہاتھوں بلیک میل ہوتے ہیں۔ تم بھی یہی کرو۔"

"مجھے طعنے نہ دو۔"

وہ اٹھ کر بولا "میں جارہا ہوں۔ آج ایک رات یہاں رہوں گا۔ اگر تم نے کی میتھو سے شادی کا فیصلہ نہ کیا تو میں تمہیں بازاری لڑکی سمجھ کر سلوک کروں گا۔ کیونکہ عورت اپنی مرضی کے مطابق مرد بدلتے رہنے کے لئے آزادانہ زندگی گزارتی ہے۔"

وہ وہاں سے چلا آیا۔ میں نے صبح اسے بتایا تھا کہ جوڈی نارمن اپنی محبوبہ کرانا نیشر کے ساتھ کہاں رہتا ہے۔ پارس نے کہا تھا وہ چار بجے تک وہاں جائے گا۔ میں نے چارجٹ اس سے رابطہ کیا پھر بتایا "کرانا پکاڈلی مارکیٹ میں ہے وہاں پہنچو۔ میں گائیڈ کر رہا ہوں۔"

وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر پکاڈلی پہنچا۔ میں نے اسے فوراً فور آئری اینڈ ہیلر کی بہت بڑی دکان میں پہنچا دیا۔ کرانا وہاں اپنے لئے لباس پسند کر رہی تھی۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اپنا پرس ایک جگہ بے خیالی میں چھوڑ دیا۔ آگے بڑھ کر دوسری جگہ کپڑے پسند کرنے لگی۔ میں چاہتا تھا، پارس وہ پرس لے کر اسے واپس کرے۔ وہ اسے اٹھانے کے لئے گیا۔ اس سے پہلے ہی شیلا نے آکر اسے اٹھا لیا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر چونک گئے۔ وہ

مسکرا کر بولی "ہیلو تم کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟"

پارس نے جواباً مسکرا کر کہا "وہی جو تم کر رہی ہو۔ یہ پرس اس حسینہ کا ہے، جو آئینے کے سامنے ایک ریڈی میڈ لباس اٹھائے دیکھ رہی ہے۔"

شلپا نے کہا "میں جانتی ہوں، اور اسے واپس کرنے جا رہی ہوں۔"

وہ ادھر جانے لگی، میں نے کہا "بیٹے! یہ شلپا ہے۔ اس نے کی کو آج رات کے کھانے پر اپنے ہوٹل میں بلایا ہے اور تم کی ہو۔"

اسے معلوم تھا کہ کی اور شلپا کے درمیان کس قسم کے گفتگو ہو چکی ہے۔ وہ شلپا کے قریب آیا۔ کرائنا پرس لے کر شلپا کا شکریہ ادا کر رہی تھی اور وہ کہہ رہی تھی۔

"شکریہ بعد میں ادا کرنا پہلے اپنا پرس چیک کرو۔ سارا سامان اور رقم وغیرہ محفوظ ہے یا نہیں؟"

"تم نے اتنی ایمانداری سے پرس واپس کیا ہے کیا میں شبہ کروں گی۔"

"شبے کی بات نہیں ہے۔ یہ پرس ایک جگہ رکھا ہوا تھا۔ شاید کسی لفنگے نے خالی کر دیا ہو۔"

وہ جلدی سے پرس کھول کر چیک کرنے لگی۔ شلپا نے پارس سے کہا "ہماری ملاقات اچھے وقت پر ہوئی۔ تمہاری کوئی مصروفیت نہ ہو تو ہم یہاں سے ہوٹل جائیں گے۔"

"میں تمہارے ساتھ ضرور چلوں گا۔ تم بہت ایماندار ہو اس پرس میں ہزاروں پونڈز ہیں اور تم نے اسے واپس کر دیا۔"

کرائنا نے مطمئن ہو کر پرس بند کرتے ہوئے کہا "آج کے دور میں کسی ایماندار سے ملاقات نہیں ہوتی۔ تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔ میرے ساتھ چائے پینا پسند کرو گی؟"

شلپا نے کہا "مجھے تمہارے ساتھ وقت گزار کر خوشی ہوگی مگر میں اپنے اس دوست کی کو وقت دے چکی ہوں۔ پھر کبھی تم سے ملوں گی۔"

وہ پارس کے بازو میں بازو ڈال کر باہر آ گئی۔ انہوں نے دو گھوڑوں کی ایک وکٹوریہ گاڑی کو روکا پھر اس میں بیٹھ کر جانے لگے۔ شلپا نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا "تم کچھ زیادہ گہرے نہیں ہو؟"

پارس نے پوچھا "تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہے؟"

"یہی کہ تم اس حسینہ کو پھانسنے کے لئے اس کا پرس اٹھا رہے تھے۔"

"میں تمہیں اپنے حالات بتا چکا ہوں۔ ایک حسینہ مجھے ٹھکرا رہی ہے۔ ایسے میں کسی دوسری کو پھانسنے کی حماقت نہیں کروں۔ دراصل تمہارے مشوروں نے مجھ میں حوصلہ پیدا کیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ منگنی توڑنے کا اعلان کرے میں کسی دوسری لڑکی سے شادی کا اعلان کروں گا۔ لیکن..."

"کیوں رک گئے؟ لیکن کے بعد کہو۔"

"اس کے بعد یہ کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "یہ ہماری دوسری ملاقات ہے، سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔"

"میں نے سوچ لیا ہے... سمجھ لیا ہے۔ تم پہلی ہی ملاقات میں میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہو۔ پلیز ہاں کہہ دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "ہاں، تم نے بھی مجھے پہلی نظر میں ہی لیا ہے۔"

وہ ہنستے بولتے اور تفریح میں وقت گزارتے رہے۔ کھانے کے وقت وہ اپنے ہوٹل میں آئی۔ اس نے کھانا آرڈر دیا پھر اس کے ساتھ اپنے کمرے میں آ گئی۔ وہاں اس پیار و محبت کی باتیں کرتی رہی۔ ملازم کمرے میں آیا پھر کھانا تمام سامان رکھ کر چلا گیا۔ وہ کھانے لگے۔ پارس کسی حد کھانے کے بعد اپنا سر پکڑ کر پریشان ہو کر بولا "میری طبیعت ٹھہر رہی ہے۔ کمزوری محسوس ہو رہی ہے، پتا نہیں یہ کھانا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "کھانا بہت لذیذ ہے۔ یہ ابھی میری بدل دے گا۔"

وہ نڈھال سا ہو کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر تمہاری بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔ میری طبیعت خراب ہے۔ اور تم مسکرا رہی ہو۔"

"میں نے ایک دوا کے ذریعے تمہیں کمزور بنایا ہے۔ میتھو تم جو چہرہ دیکھ رہے ہو، یہ اصلی نہیں ہے۔ اصلی پہچانتے ہو۔ میں شلپا ہوں۔ ہم ایک ہی ٹریننگ سینٹر میں ہیں۔"

پارس نے تعجب کا اظہار کیا "تم شلپا ہو۔ لیکن مجھ دشمنی ہے؟"

"مجھے دنیا کے ہر مرد سے دشمنی ہے۔ میں تم سب کو بناؤں گی۔ میں نے دکان میں جس حسینہ کا پرس واپس کیا کے محبوب کا نام جوڈی نارمن ہے۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا میں اس کی محبوبہ کے دماغ میں رہ کر اسے بھی اعصابی کمزور دوا کھلاؤں گی۔ اس پر بھی تنویمی عمل کر کے اسے اپنا بناؤں گی۔"

"تم کون سا کمال کرو گی۔ عورت تو پیدائشی نرم اور ٹیلی پیتھ بغیر مرد کو ابعد ار بنا لیتی ہے۔"

"اتنی کمزوری میں بھی چمک رہے ہو۔"

وہ قریب آئی پھر ہاتھ بڑھا کر بولی "آؤ میں سارا درد پہنچا دوں۔"

وہ ہاتھ تھام کر اٹھتے ہوئے بولا "کیا تم مجھے بستر پر یہ کتنی شرم کی بات ہے۔"

سوہ ہاتھ ملا کر اپنی انگوٹھی کے ذریعے شلپا کے

ارادہ کرنا چاہتا تھا، اس سے پہلے ہی اچانک کمرے کا دروازہ کھلا۔ تین افراد اندر آئے، ایک نے ریوالور نکال کر کہا "خبردار! شور نہ مچانا۔ ورنہ دونوں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دوں گا۔"

پارس نے کہا "میں تو پہلے ہی ٹھنڈا ہو چکا ہوں۔ دیکھ لو شلپا اگر تم نے مجھے یہ کھانا کھلا کر کمزور نہ بنایا ہوتا تو میں تمہاری حفاظت کے لئے لڑتا۔ اب تمہارا کیا بنے گا؟"

وہ پریشان ہو گئی۔ اس نے ریوالور والے سے کہا "تم لوگ کون ہو؟ اگر لوٹنے کے خیال سے آئے ہو تو یہاں سے جو چاہو اٹھا کر لے جاؤ۔"

اچانک اسے خیال آیا کہ وہ دہشت زدہ ہو کر خیال خوانی کا ہتھیار استعمال کرنا بھول گئی ہے۔ ریوالور والے نے کہا "ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھو۔ ورنہ ہم تمہیں زخمی کریں گے۔"

شلپا نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی پھر ریوالور والے کے دماغ میں پہنچتے پہنچتے واپس ہو گئی۔ اس نے سانس روک لی تھی۔

اسی وقت پارس نے جو کو محسوس کیا پھر پوچھا "اچھا تو یہ ریوالور والے تمہارے آدمی ہیں۔"

"ہاں، تم بھی دوسرے لہجے میں بول رہے تھے۔"

"میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تیتھو کے روپ میں ہوں۔"

"یعنی تم شلپا کو پھانسنے آئے ہو۔"

"میں ایسے گندے کام نہیں کرتا۔"

"سنجیدگی سے بات کرو، تم خواہ مخواہ اعصابی کمزوری ظاہر کر رہے ہو۔ مجھے بتاؤ کس طرح شلپا کو ٹریپ کرنا چاہتے تھے؟"

"یہ میرا معاملہ ہے، اپنے آدمیوں کو واپس جانے کے لئے کہہ دو۔"

"نہیں پارس! مجھے ماسک مین کے ملک میں کامیابیوں کے جھنڈے گاڑنے ہیں۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

"میں نے الپا کو تمہارے حوالے کیا۔ اس کے بعد کامیابی کا جو بھی جھنڈا ہو گا اسے ہم دونوں مل کر گاڑیں گے۔ تم میرے پاس چلی آؤ۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ جب تک پچھلی زندگی یاد نہیں آئے گی میں کنفیوژن میں رہوں گی۔ جب تک یہ ثابت نہیں ہو گا کہ میرا تعلق کس سے ہے، ماسک مین کے ملک سے یا تم لوگوں سے؟ اس وقت تک میں کسی پر بھروسا نہیں کروں گی۔"

"جب بھروسا ہو جائے تو شلپا کو لے جانا۔ ابھی یہاں سے جاؤ۔"

"پارس! تمہاری شامت آ گئی ہے۔ میرے ایک اشارے پر گولی چل جائے گی۔ میں اتنی آسانی سے حاصل ہونے والی شلپا نہیں چھوڑوں گی۔"

ان تینوں ریوالور لئے کھڑے ہوئے تھے۔ کمرا چھوٹا تھا، اس لئے ایک دوسرے کے قریب تھے۔ پارس نے اچانک ہی جھک کر سینٹر ٹیبل کو اٹھا لیا۔ انہوں نے بھرتی سے فائرنگ کی۔ گولیاں کچھ میز پر لگیں اور کچھ ادھر ادھر ہوئیں۔ پھر وہ میز ان پر آ گئی۔ تینوں اسے سنبھالتے ہوئے نیچے گرے پھر جتنی دیر میں سنبھل کر اٹھتے اتنے دیر میں ایک کا ریوالور پارس کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے دو فائر کئے۔ دو ریوالور والے زخمی ہوئے۔ اپنا ریوالور استعمال کرنے کے قابل نہیں رہے۔ پارس نے ان کے ریوالور بھی لے لئے۔ شلپا اپنے بچاؤ کے لئے پلنگ کے نیچے گھس گئی تھی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ پارس نے ریسیور اٹھایا۔ ہوٹل کا منیجر پوچھ رہا تھا "اس کمرے میں فائرنگ ہو رہی ہے۔ پورے ہوٹل میں ہنگامہ مچ گیا ہے۔ پولیس والے آنا ہی چاہتے ہیں۔ جلدی بتاؤ، کمرے میں کیا ہو رہا ہے۔"

"میں جلدی بتا رہا ہوں۔ ادھر جلدی نہ آنا ورنہ گولی لگے گی۔ میں تھوڑی دیر بعد بلاؤں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ کر شلپا سے پوچھا "کیا نیچے ہی سو گئی ہو؟"

وہ رینگتی ہوئی باہر آئی۔ پھر ان تینوں کو دیکھ کر بولی "ان بدمعاشوں کو گولی مار دو۔"

"گولی ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آنکھ مارو یہ مر جائیں گے۔"

"اوہ کی! تم کتنے دلیر ہو، میں تم پر سب کچھ لٹا دوں گی۔"

وہ دونوں باہیں پھیلا کر پارس کی طرف بڑھنے لگی۔ اسی وقت وہ جو نے اپنے آلۂ کار کی زبان سے نکل کر کہا "خبردار! میرے شوہر کے قریب نہ جانا۔"

شلپا نے اس آلۂ کار کو حیرانی سے دیکھ کر پوچھا "شوہر؟"

"ہاں یہ میرے سرتاج ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ میں ایسے باکمال نوجوان کی شریک حیات ہوں۔"

شلپا نے کہا "اوہ! اب سمجھی۔ یہ تم جو راجوری ہو۔ اب تک اس بے پیندے کو ٹھکراتی رہیں۔ شادی سے انکار کرتی رہیں اور اب جھوٹے فخر سے کہہ رہی ہو۔"

"تم کس جو راجوری کی بات کر رہی ہو؟ میں کوئی اور ہوں اور یہ وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو۔ یہ پارس ہے فرہاد علی تیمور کا بیٹا۔"

شلپا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پارس کو دیکھنے لگی "کیا تم پارس ہو؟"

اس نے کہا "جب میری بیوی کہہ رہی ہے تو یہ سچ ہی ہونا چاہئے۔"

"کیا یہ خیال خوانی کے ذریعے جو بول رہی ہے؟"

"ہاں۔ افسوس میری گھر والی کے سامنے تم اپنا سب کچھ نہیں لٹا سکو گی۔"

"یہ جھوٹ ہے، یہ جو جو نہیں ہو سکتی۔ یہ تو دشمن بن کر آئی ہے اس کے آدمیوں نے تم پر گولیاں چلائی تھیں۔"

"کوئی بات نہیں' میاں بیوی کے درمیان جھگڑے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ بیوی اپنے میکے سے ریوالور والوں کو بلا کر لائے تو برا نہیں منانا چاہئے۔"

"کیا یہ کوا اس کر رہے ہو۔ مجھے یقین نہیں آرہا بھئی! تم پارس نہیں ہو۔"

وہ بولا "ہم تنہائی میں باتیں کریں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "ہاں' ٹھیک ہے۔ ان بدمعاشوں کو یہاں سے بھگاؤ۔"

"باہر پولیس والے انتظار کر رہے ہیں۔"

پارس نے تینوں ریوالور خالی کئے پھر ان تینوں کو خالی ریوالور دیتے ہوئے شلپا سے کہا "انہیں خیال خوانی کے ذریعے دوڑا کر ہوٹل کے کاؤنٹر پر پہنچاؤ اور ان سے اقبالِ جرم کراؤ۔ پولیس افسر سے کہنا تم اپنا بیان بعد میں دو گی۔"

شلپا اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ وہ تینوں کمرے سے نکل کر کاؤنٹر کی طرف بھاگنے لگے۔ جو جو نے پارس کے پاس آکر کہا "مجھے معاف کردو۔"

"تمہارے لئے جان دے سکتا ہوں۔ معافی کیا چیز ہے۔"

"تم بہت اچھے ہو۔ یقین کرو میں اپنے آدمیوں کو واپس بلانا چاہتی تھی مگر تم نے اچانک ان پر حملہ کردیا۔ اگر ذرا انتظار کرلیتے تو۔"

"تو تم مجھے گولیوں سے زخمی کراتیں پھر میرے کمزور دماغ پر تنویمی عمل کرتیں۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔"

"مطلب کی بات کرو۔"

"تم ناراض ہو۔ بات کیا کروں؟"

"تو نہ کرو۔ جاؤ یہاں سے۔"

"میں روتی رہوں گی تو تمہیں اچھا لگے گا؟"

یہ کہتے ہی وہ رونے لگی۔ وہ پریشان ہونے لگا۔ دل میں عجیب سی بے چینی پیدا ہوئی۔ جب تک وہ بابا صاحب کے ادارے میں رہی' کوئی اسے کبھی رونے نہیں دیتا تھا۔ اس کی ہر ضد پوری کی جاتی تھی۔ اور وہ اکثر اپنی ضد پارس سے منواتی تھی۔ وہ اس کی آنکھ میں آنسو آنے سے پہلے اس کی بات مان لیتا تھا۔ آج اس نے سخت لہجے میں کہا "چپ ہو جاؤ' مگر مچھ کے آنسو نہ بہاؤ۔"

وہ روتے روتے بولی "کیا پہلے بھی تم مگر مچھ کے آنسو کہتے تھے' کیا تم اپنی جوجو کو روتے ہوئے دیکھ سکتے تھے؟"

"مجھے پریشان نہ کرو۔ ورنہ سانس روک لوں گا۔"

"روک لو۔ میں اپنی جگہ اکیلی بیٹھ کر روتی رہوں گی۔"

"تمہیں شرم نہیں آتی۔ اپنی کامیابی کے وقت دشمن بن جاتی ہو' ناکامی ہو تو میرے پاس آکر روتی ہو۔"

"میں دشمن بننے سے پہلے مرجاؤں گی۔ بڑے خود کو تیس مار خان سمجھتے ہو۔ میرے آدمیوں پر حملہ کرنے سے پہلے دیکھ تو لیتے کہ میں کیا کرنے والی تھی۔ اگر میں بہت مکار ہوں تب بھی میری مکاری کا تقاضا یہی ہوگا کہ تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں کیونکہ تم سے مجھے فائدہ پہنچتا رہے گا۔ جب میں تم سے لڑ جھگڑ کر اور آنسو بہا کر بات منوا سکتی ہوں تو تم پر گولی چلانے کی دشمنی کیوں کروں گی؟"

وہ روتی جارہی تھی اور ٹھوس دلائل کے ساتھ بولتی جارہی تھی۔ پارس نے سانس روک لی وہ دماغ سے نکل گئی۔ شلپا نے کہا "وہ تینوں گرفتار کرلئے گئے ہیں۔ بیان دے رہے ہیں کہ ہمیں ریوالور دکھا کر لوٹنے آئے تھے۔ میں ان کے متعلق بعد میں بتاؤں گی۔ پہلے اپنی باتیں کرو۔ کیا تم واقعی پارس ہو؟"

"میں ایکس وائی زیڈ بھی ہو سکتا ہوں۔ تمہارے لئے کیا فرق پڑتا ہے؟"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "ہاں تم کوئی بھی ہو مجھے اپنے مشن کے لئے تمہارے ہی جیسے دلیر مرد کی ضرورت ہے۔"

پارس نے اسے دھکا دے کر بستر پر گراتے ہوئے کہا "دور رہ کر باتیں کرو۔"

اسی وقت میں نے آکر بیٹے کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "شلپا کو کمزور بنا رہا ہوں۔"

اس نے آگے بڑھ کر شلپا کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ وہ سمجھ گئی وہ منانے آیا ہے مگر دوسرے ہی لمحے میں اسے کمزوری کا احساس ہوا۔ بازو میں ہلکی سی چبھن ہوئی تھی۔ اس کے بعد دل گھبرانے لگا تھا۔ میں نے کہا "ہیلو شلپا!"

اس نے دونوں ہاتھوں میں سر کو تھام لیا۔ گھبرا کر بولی "نہیں' میرے اندر کوئی نہیں آسکتا۔"

"آگیا' میں آگیا ہوں۔ تمہارے لئے اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔"

آخر گرے زمین پر اونچی اڑان والے۔"

پارس نے ہوٹل کے منیجر کو فون کرکے کہا "میری بیوی اعصابی مریض ہے۔ فائرنگ کے باعث اس پر برا اثر پڑا ہے۔ پولیس افسر سے کہہ دیں کہ یہاں آکر بیان لے اور ملزم صاف کرادیں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر مجھ سے کہا "جوجو نے پریشان کیا ہے' یہاں سے روتی ہوئی گئی ہے۔ آپ ذرا دیکھیں وہ کیا کر رہی ہے یا مجھ سے مکاری کر رہی ہے۔"

میں نے جوجو کے نئے لہجے کو یاد کیا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ رو رہی تھی' اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ لیکن سانس نہیں روکی' اس کی سوچ کہہ رہی تھی "آتا ہے تو آجائے۔ دشمن میرے دماغ میں زلزلے پیدا کرکے مجھے مار ڈالے میں مرجاؤں گی۔ اس نے مجھے کیوں رلایا؟"

وہ فرش پر بیٹھی پاؤں گھس کر رو رہی تھی۔ میں کیونکہ رونے اور ضد کرنے کا وہی پرانا انداز اس پر غالب آگیا تھا۔ حیرانی اس لئے تھی کہ دماغی آپریشن کے بعد وہ بالکل تبدیل ہو گئی تھی۔ بچگانہ پن کی جگہ سنجیدگی اور ذہانت پیدا ہو گئی تھی۔ اسے پچھلی کوئی بات یاد نہیں تھی۔ مگر پارس کی بے رخی نے اسے رلا دیا تھا۔ قدرت نے عورت کو ایک معمہ بنایا ہے۔ بین الاقوامی شہرت یافتہ سرجنوں نے اس کے دماغ کو انتہائی مہارت سے تبدیل کیا تھا۔ وہ بھی شاید یہ معمہ حل نہیں کرسکتے تھے کہ دماغ کے تاریک ترین گوشے میں چھپے ہوئے محبوب کی بے رخی نے اسے کیسے رلا دیا ہے؟

میں نے محبت سے پچکارتے ہوئے پوچھا "میری بیٹی کیوں رو رہی ہے؟"

وہ جواب میں پاؤں گھسنے لگی' میں نے پوچھا "پارس نے رلایا ہے؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگی۔ میں نے پوچھا "تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ روتے ہوئے بولی "میں جو چاہتی ہوں' اس سے بولوں گی' تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے۔ وہ بڑا پارس بنتا ہے۔ میں اس کو ماروں گی۔"

"اچھا میں اسے بتا کر آتا ہوں کہ تم رو رہی ہو۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "میں قدرت کا نہ سمجھ میں آنے والا تماشا دیکھ کر آرہا ہوں۔ دنیا کے تجربے کار ڈاکٹروں نے دماغی آپریشن کے ذریعے جوجو کو بے حد ذہین لڑکی بنایا ہے لیکن وہ پارس کی بے رخی پر ننھی سے بچی کی طرح رو رہی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "پارس کو کیا ہو گیا ہے؟ وہ اسے کبھی نہیں رلاتا تھا۔"

"جوجو بڑا مطالبہ کر رہی ہے جسے وہ پورا کرنا نہیں چاہتا۔"

"جوجو کے سامنے کسی بھی مطالبے کی اہمیت نہیں ہے۔ وہ ہماری جان ہے۔ پتا نہیں قدرت کو کیا منظور ہے۔ اس کی بچگانہ عادت ذہن کی تاریکی سے ابھر آئی ہے۔ یہ بات ہمارے حق میں ہے۔ پارس سے کہو اسے اب نہ رلائے۔"

میں نے پارس کے پاس آکر کہا "نالائق! وہ ابھی تک رو رہی ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ تم سے ہی چپ ہوگی۔"

"پاپا! وہ شلپا کا مطالبہ کر رہی ہے۔"

"کوئی بات نہیں' اس کی بات مان لو۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"یہ صرف میں نہیں' تمہاری مما بھی کہہ رہی ہیں۔"

"تب ہے! اس کی بچگانہ ضد پوری کرنے کے لئے ہم مالک مین کے ہاتھ مضبوط کریں۔"

"ہم سے ایسی حماقت نہیں ہوگی۔ شلپا کو اس کی معمولہ سکہ میں جوجو کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔"

میں اس کے پاس آیا' وہ ابھی تک رو رہی تھی۔ یہ اس کی عادت تھی۔ ہم جانتے تھے کہ اسے پارس ہی چپ کراتا ہے۔ میں نے کہا "بیٹے! میں نے پارس کو خوب ڈانٹا ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ وہ تمہاری بات مان لے گا۔"

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ مگر روتی ہوئی دماغ میں پہنچی۔ وہ اپنے سر پکڑ کر بولا "تمہارے یہ آنسو کوڈ ورڈ ہیں۔ میں نے پہچان لیا ہے' تم آئی ہو۔ تمہیں یہ کیسے یاد آیا کہ تمہارے آنسو میری کمزوری بن جاتے ہیں۔ تمہیں ماضی یاد ہے مگر تم فراڈ کر رہی ہو۔"

"مجھے فراڈ کہو گے تو چلی جاؤں گی پھر زمین پر بیٹھ کر رونے لگوں گی۔"

"زیادہ دھمکیاں نہ دو۔ مطلب کی بات کرو۔"

"میں مطلبی نہیں ہوں۔"

"اچھا کام کی بات کرو۔"

"تم بہت اچھے ہو' شلپا کے دماغ کو کمزور کردو۔"

"کردیا ہے۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟"

"اس کے پاس جاکر دیکھ لو۔"

"میں جاؤں گی۔ اس پر تنویمی عمل کروں گی تو تم بدمعاشی نہیں کرو گے نا؟"

"یہ بدمعاشی کیا ہوتی ہے؟"

"کچھ نہیں' میں جارہی ہوں۔"

اس وقت تک ہوٹل کا منیجر اور پولیس والے آگئے تھے۔ شلپا سے سوالات کر رہے تھے۔ پارس نے کہا "تھوڑی دیر بعد تنویمی عمل کرو۔ ابھی پولیس کی کارروائی مکمل ہونے دو۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ آج وہ تیسری خیال خوانی کرنے والی کو اپنے قابو میں کرنے والی تھی۔ پہلا جے مورگن تھا دوسری الپا تھی اور اب تیسری شلپا ہاتھ آرہی تھی۔

وہ آرام سے صوفے پر بیٹھ کر شلپا کے دماغ پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی۔ فرش پر سے اٹھتے وقت وہ چونک گئی۔ اسے اتنی دیر بعد یاد آیا کہ وہ فرش پر بیٹھی ہوئی تھی مگر کیوں بیٹھی ہوئی تھی؟ کب آکر بیٹھی تھی؟

تب تھوڑی دیر پہلے بے خودی میں رونے والی حرکتیں یاد آنے لگیں۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی "مجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں اپنے آپ سے اتنی بے خبر تھی کہ رو رہی تھی اور مجھے اپنے آنسوؤں کا پتا نہ تھا؟"

وہ سوچ رہی تھی اسے اب ایک ایک بات یاد آرہی تھی کہ وہ ضدی بچی کی طرح رو رو کر اپنی بات منوا رہی تھی اور شدید حیرانی کی بات یہ تھی کہ پارس نے اس کے آنسو پونچھنے کے لئے اس کی وہ بات مان لی جس میں اس بے چارے کا سراسر نقصان

تھا اور اس کے دشمنوں کا فائدہ۔

یوں تو وہ غیر شعوری طور پر پارس کی طرف مائل تھی لیکن اس واقعے نے اس ذہین لڑکی کو جھنجھوڑ دیا کہ اس کے اندر یہ بات کیسے آئی کہ اسے رونا اور مچلنا چاہئے۔ اس کے اندر یہ اعتماد کیسے پیدا ہوا کہ پارس اس کے آنسو برداشت نہیں کرے گا۔ اس کا مطلب ہے' پارس آج سے نہیں برسوں سے اس کا دیوانہ ہے اور ماضی میں بھی وہ اس دیوانے سے اپنی ہر بات رو رو کر منوائی رہی ہے۔

دماغ میں کوئی بڑی سی گرہ تھی جو کھل نہیں رہی تھی لیکن ذہانت سے یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ اس کا اور پارس کا گہرا اور کبھی نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے۔

اپنی پچھلی زندگی کو اور پوری زندگی کو سمجھ لینا ضروری نہیں تھا۔ ایک محبت کو ہی سمجھ لینا کافی تھا۔ محبت کے مدرسے میں رفتہ رفتہ آگہی کے دروازے کھلتے جاتے ہیں۔ وہ فرش سے اٹھ کر صوفے پر آگئی تھی۔ اب شلپا پر تنویمی عمل کرنے کے لئے سوچ رہی تھی۔

اس سے پہلے پاسکل نے الپا پر عمل کرکے اسے اپنی معمولہ بنایا تھا۔ پھر اسے اپنا تابعدار رہنا کرسکو پہنچا دیا گیا تھا۔ ماسک مین نے کہا تھا "الپا کے دماغ پر پاسکل کا قبضہ نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی برا وقت آئے گا اور کوئی دشمن پاسکل کے دماغ پر قبضہ جمائے گا تو وہ دشمن اس کے ذریعے الپا کو بھی اپنے قابو میں کرلے گا۔"

لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ دماغی آپریشن کے ذریعے الپا کو روس کا وفادار بنایا جائے اور اس کی آواز اور لہجہ بدل دیا جائے۔ اس طرح کوئی اسے ٹریپ نہیں کرسکے گا۔ ماسک مین ہر طرح مطمئن رہنا چاہتا تھا اور جوجو کی طرح الپا کو بھی صرف اپنے ملک کی وفادار بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے لئے الپا کو معائنے کے لئے ڈاکٹروں کے پاس بھیج دیا گیا تھا۔

جوجو آرام سے صوفے پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ شلپا پر تنویمی عمل کرنے کے بعد ماسک مین کو یہ خوشخبری سنانا چاہتی تھی۔ وہاں کے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کی نظروں میں جوجو کا اعلیٰ مرتبہ تھا۔ کوئی کیسا ہی حاکم ہو' کتنا ہی بڑا افسر ہو' وہ جوجو کو دیکھتے ہی احتراماً اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ شلپا کو قابو میں کرنے کے بعد اس کی اور زیادہ واہ واہ ہونے والی تھی۔ اس کامیابی کی خوشی میں بہت بڑا جشن منایا جانے والا تھا۔ اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اس جشن میں پارس کو شریک کرے۔ اسے بتائے کہ اسے کتنی عزت اور شہرت حاصل ہو رہی ہے۔

ایسا سوچتے وقت یاد آیا کہ یہ سب کچھ پارس سے محبت کے نتیجے میں ہو رہا ہے۔ ایک سنجیدہ سا خیال پیدا ہوا۔ محبت کے نتیجے میں پارس کو کیا ملا؟

اس سوال کا جواب ظاہر تھا' اسے کچھ نہیں ملا۔ اس کی جو جو بھی نہیں ملی۔ الٹا نقصان ہوا۔ وہ الپا اور شلپا کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر نیلی پیتھی کا فاتح بن سکتا تھا۔ ماسک مین کی دشمنی سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ لیکن وہ محبت کے نتیجے میں خطرات کو دعوت دے چکا تھا۔ ماسک مین جب چاہتا اسی الپا اور اسی شلپا کے ذریعے پارس کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔

تب اس نے دل کی گہرائیوں سے سوچا "میں اپنے دیوانے کو لوٹ رہی ہوں۔ وہ محبت دیتا جا رہا تھا' میں عداوت کے راستے پر اسے لے جا رہی ہوں۔ ایک دن وہ ماسک مین کے شکنجے میں آجائے گا۔ کیا میں اسے دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں؟"

دل نے کہا "نہیں۔ وہ میرا کچھ نہ کچھ لگتا ہے۔ میرے آنسو دیکھ کر خطرات میں کود پڑتا ہے۔ کیا میرا ضمیر گوارا کرتا کہ میں اس کے خلاف ماسک مین کے ہاتھ مضبوط کروں۔"

ضمیر کبھی گوارا نہیں کرسکتا تھا۔ اگر اسے یقین ہو جاتا کہ پیدائشی طور پر روسی ہے تو اپنے ملک اور اپنے قوم کے لئے کو جہنم میں جھونک دیتی۔ لیکن دماغی آپریشن کے بعد آرمر نے بار بار اس کے پاس آکر سمجھایا تھا کہ وہ اس کا بھائی ہے اور پاپا اس کا شوہر ہے۔ آرمر کی یہ باتیں اس کے دماغ میں کوندتی رہی ہیں۔ ایسے میں پارس سے رابطہ ہو گیا تھا اور وہ بڑی حد تک اس کے دل و دماغ پر چھا رہا تھا۔

ان حالات میں وہ ماسک مین کی وفادار بھی تھی اور پارس کی محبوبہ بھی۔ کوئی ایسا راستہ اختیار کرنا چاہتی تھی کہ ماسک مین سے وفاداری بھی قائم رہے اور پارس کو نقصان بھی نہ پہنچے۔ ایسا ممکن نہیں تھا۔

وہ تھوڑی دیر سوچتے رہنے کے بعد پارس کے پاس آئی اور بولی "میں کچھ دیر پہلے تمہارے پاس رو رہی تھی؟"

"گھنٹوں روتے رہنے کے بعد بھی پوچھ رہی ہو۔"

"کیا میرے رونے سے تمہیں کچھ ہوتا ہے؟"

"میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ تم میری جان ہو۔ تمہاری آنکھ میں آنسو آتے ہی میری جان نکل جاتی ہے۔"

"تم ایسی باتیں کرتے ہو تو مجھے اچھا لگتا ہے۔ مگر میں الجھن میں ہوں۔"

"مجھ سے بولو' شاید میں تمہاری الجھن دور کرسکوں۔"

"میں چاہتی ہوں الپا اور شلپا سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

"وہ ماسک مین کی تابعدار رہوں گی تو مجھے نقصان پہنچا رہے گا۔"

"تم ماسک مین سے دوستی کرلو۔"

"جن کی دوستی میرے پاپا سے بھی کبھی نہ ہو سکی' ان کی میری دوستی کیسے ہوگی' ہمارے اور ان کے خیالات اور میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

"کوئی ضروری نہیں کہ پاپ سے دوستی نہ ہوئی ہو تو

بھی نہ ہوسکے۔"

"میری ایک بات کا جواب دو۔ کوئی کسی کی بیٹی' بیوی یا بہن کو اغوا کرکے لے جائے تو تم اسے دوست بناؤ گی؟"

"ہرگز نہیں۔ میں تو اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کردوں گی۔"

"ماسک مین نے پاسکل کے ذریعے میری شریکِ حیات جوجو کو اغوا کرایا پھر دماغی آپریشن کے ذریعے اس کا ذہن تبدیل کردیا۔ اس کی یادداشت سے پچھلی زندگی مٹادی۔ اسے اپنا وفادار اور اپنے شوہر کا دشمن بنادیا۔ کیا مجھے اس سے دوستی کرنی چاہیے؟"

جوجو کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ پارس کی کوئی بات دل کو لگ رہی تھی۔ وہ کون سی بات تھی؟ پھر فوراً ہی سمجھ میں آگیا کہ وہ دماغی آپریشن والی بات ہے۔ الپا کا بھی دماغی آپریشن کرکے اسے اس ملک کا وفادار اور پارس کا دشمن بنایا جارہا ہے۔ جبکہ وہ پارس کی دوست تھی۔ اسی طرح میں پارس کی بیوی تھی۔ آپریشن کے ذریعے مجھے بیوی سے دشمن بنایا گیا اور اس ملک سے وفاداری دماغ میں بھردی گئی۔ جس طرح ہم الپا کو اغوا کرکے لائے ہیں اسی طرح پاسکل مجھے بھی اغوا کرکے لے گیا تھا۔ یہ سلسلہ پہلے سے چل رہا ہے اور یہ سلسلہ میرے اور الپا کے بعد شپلا تک بھی جاری رہے گا۔ میں شپلا کو ماسکو پہنچاؤں گی تو اس کا بھی دماغی آپریشن کیا جائے گا۔

وہ پریشان ہوکر سوچنے لگی "یہ دماغی آپریشن تو نہیں شیطانی عمل ہے۔ یہ لوگ ہمارا ملک اور ہماری قومیت بدل دیتے ہیں۔ ہماری وفاداریاں اور محبتیں بدل دیتے ہیں حتیٰ کہ ماں باپ بدل دیتے ہیں۔ شرمناک بات یہ ہے کہ میں اپنے شوہر کو بھلائے رکھوں اور یہاں کسی دوسرے سے شادی کرنا چاہوں تو یہ لوگ پھر بھی میرے شوہر کے متعلق کچھ بھی نہیں بتائیں گے۔ کسی دوسرے سے میری شادی ہونے کا شرمناک تماشا ہنس کر دیکھیں گے۔"

وہ گھبرا کر پھر پارس کے پاس آئی اور بولی "میں بہت پریشان ہوں۔"

"میں تمہاری ساری پریشانیاں اپنے سر لے لوں گا۔ بولو کیا بات ہے؟"

"میں بڑی کشمکش میں ہوں۔ ماسک مین پر مجھے بھروسا نہیں ہے۔ دل نہیں مانتا کہ میں ایک روسی لڑکی ہوں۔ یہ دل تمہاری طرف کھنچا جاتا ہے۔ مگر عقل کہتی ہے مجھے سوچ سمجھ کر کسی نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔"

"تمہاری عقل درست کہتی ہے۔ مجھے اور ماسک مین کو خوب ذہانت سے پرکھتی رہو۔ اس کے بعد معقول نتیجہ خود سامنے آئے گا۔"

"تب تک بہت دیر ہوجائے گی۔ اگر ماسک مین غلط ثابت ہوگا تو میرے ہاتھوں سے الپا اور شپلا اس کے پاس پہنچ چکی ہوں گی۔ تب مجھے افسوس ہوگا کہ میں نے ایک غلط آدمی کے ہاتھ مضبوط کئے ہیں۔"

"ہاں اس وقت پچھتاوا ہوگا۔ ویسے میرے ایک مشورے پر عمل کرو' تمہاری پریشانیاں ختم ہوجائیں گی۔"

"میں ضرور عمل کروں گی۔"

"تم کچھ عرصے کے لئے خیر جانب دار ہوجاؤ۔ نہ میرا ساتھ دو اور نہ ہی ماسک مین کے لئے کام کرو۔ ہم سے دور رہ کر اپنے طریقِ کار پر عمل کرو۔"

"ہاں' خیر جانب دار رہنے سے دل کو اطمینان رہے گا کہ میری ذات سے کسی کو نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔ لیکن میں الپا کو ان کے حوالے کرکے تمہیں نقصان پہنچا چکی ہوں۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ میری ماما اب بھی الپا کو ٹریپ کرکے لے آئیں گی۔"

"نہیں لاسکیں گی۔ میری طرح الپا کا بھی برین واش کیا جارہا ہے۔ اس کا نام' اس شخصیت' آواز اور لہجہ سب کچھ بدل دیا جائے گا۔"

"اوہ! ہم نے سوچا نہیں تھا کہ الپا کو وہ اس حد تک تبدیل کریں گے۔ تم ذرا دیکھو' الپا کے دماغ میں جاؤ۔ یا کسی سے معلوم کرو کہ اس کا دماغی آپریشن کب ہوگا؟"

"میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی پھر پندرہ منٹ بعد آکر بولی "مجھے الپا کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ میں نے پاسکل سے پوچھا' اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اسے بھی نہیں بتایا گیا ہے کہ الپا کے ساتھ کیا ہورہا ہے۔ پھر میں اس ڈاکٹر کے پاس گئی جو مجھے انٹینڈ کرتا رہتا ہے۔ اس نے بتایا کہ ایک عامل کے ذریعے الپا کو ہپناٹائز کیا گیا ہے۔ اس کے دماغ سے اس کی آواز اور لہجے کو بھلادیا گیا ہے۔ اس کا آپریشن کیا جائے گا۔"

پارس نے کہا "فی الحال وہ ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اس لئے پچھتا کر وقت ضائع نہ کرو۔ یہ فیصلہ کرو کہ شپلا کے ساتھ کیا کروگی؟"

"میں اسے ماسک مین کے حوالے نہیں کروں گی۔ ابھی اس پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔ تم اسے واپس لے لو۔"

"میں اپنی جوجو کو کوئی چیز دے کر واپس نہیں لیتا۔ تم اپنی جوجو کو کوئی چیز دے کر واپس نہیں لیتا۔ تم کام کرو۔ شپلا پر عمل کرکے اس کا دماغ اپنے قابو میں کرلو اور ماسک مین کو رپورٹ دو کہ شپلا ابھی تک ہاتھ نہیں آئی۔ اسے قابو میں کرنے کے لئے تم لندن جاؤ گی۔"

"ہاں یہ اچھی ترکیب ہے۔ مجھے لندن جانے کی اجازت مل گئی تو میں روس سے باہر نکل کر اپنا کوئی ٹھکانا بناؤں گی۔ رہ کر اپنے طریقِ کار کے مطابق اپنی زندگی کے سچ اور جھوٹ پہچانوں گی۔"

"تو پھر بسم اللہ کہہ کر پہلا قدم اٹھاؤ اور شپلا کو میرے

لئے قابو کرو۔"

"یہ بسم اللہ کیا ہوتا ہے؟"

"اس کا مطلب ہے تم اللہ کا نام لے کر ایک کام شروع کررہی ہو۔ جب تم سچ اور جھوٹ کو پہچاننے لگو گی تو تمہیں یاد آئے گا کہ مجھ سے شادی سے پہلے تم نے اسلام قبول کیا تھا۔ تم مسلمان ہو اور کوئی کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کہتی آئی ہو۔"

وہ پارس کے پاس سے آگئی۔ پھر شپلا کے دماغ میں گئی۔ وہ بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہی تھی۔ جوجو کو اگرچہ یاد نہیں تھا کہ وہ مسلمان ہے۔ تاہم وہ پارس کی باتوں سے متاثر ہوجاتی تھی۔ اس نے ایک طویل عرصے کے بعد دل میں بسم اللہ کہا پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے شپلا کو تھپک کر سلادیا۔ اس کے بعد اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔

کوئی ایک گھنٹے بعد اس نے ماسک مین سے رابطہ کیا۔ موجودہ ماسک مین یوگا کا ماہر تھا اس لئے کوڈورڈز کی ادائیگی کے بعد دماغ میں آنے کی اجازت دیتا تھا۔ اس نے کہا "ہیلو روز میری! خوش خبری سناؤ۔"

وہ بولی "سر! خوشخبری اتنی آسانی سے کانوں تک نہیں پہنچتی' بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔"

"کیا ناکامی ہورہی ہے؟"

"فی الحال ناکامی ہوئی ہے۔ اور یہ آپ کے تین ناکارہ آدمیوں کی وجہ سے ہوا ہے۔"

"پوری رپورٹ سناؤ۔"

"سر شپلا بہت چالاک عورت ہے۔ وہ اپنے کسی عاشق کے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ آپ کے آدمیوں نے سمجھا انہیں ریوالور دکھا کر قابو میں کرلیں گے لیکن شپلا کا عاشق بہت زبردست فائٹر ثابت ہوا۔ اس نے ریوالور کی پروا نہیں کی اور تینوں کی اچھی طرح پٹائی کرکے۔۔ انہیں پولیس کے حوالے کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شپلا کو ریوالور سے زخمی نہ کرسکے۔ اگر اس کا دماغ کمزور ہوجاتا تو میں اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیتی۔"

"شپلا کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع ملے گا تو اس کا سراغ ملے گا۔ اب آپ بتائیں کیا ایسے ناکارہ لوگوں سے کام لے کر کامیابی ہوسکتی ہے؟"

"روز میری! میں نے تم سے کہا تھا خود لندن جاؤ اور اپنے طور پر قابل افراد کا انتخاب کرکے ان سے کام لو۔"

"بے شک مجھے آپ کے حکم پر پہلے ہی عمل کرنا چاہئے تھا۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ شپلا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی لندن میں ہوں گے' آپ مجھے آج ہی روانہ ہونے کی اجازت دیں۔"

"چھ گھنٹے بعد ایک فلائٹ ہے۔ اس میں تمہاری سیٹ ہوجائے گی۔ لیکن روانگی سے پہلے اچھی طرح تمہاری چیکنگ ہوگی۔"

"کیسی چیکنگ؟ میں سمجھی نہیں۔"

"سونیا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت گھاگ ہیں۔ وہ ہمارے تمہارے دماغوں میں گھسے رہتے ہیں اور ہمیں پتا نہیں چلتا۔ ہوسکتا ہے کوئی تمہارے دماغ میں کسی طرح آکر چھپ گیا ہو۔ اس لئے ہم اپنی تسلی کریں گے۔ ایک عامل تمہیں ہپناٹائز کرے گا اور تمہارے اندر چھپے ہوئے چور خیالات پڑھے گا اور دشمن کا سراغ لگائے گا۔"

یہ ایک نئی پریشانی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ملک سے باہر جاتے وقت اس کے دماغ کو بھی اندر سے ٹٹولا جائے گا۔ پہلی بار اس کے اندر چور خیالات پیدا ہوئے تھے کہ وہ لندن جانے کے بہانے روس سے باہر نکل کر کسی دوسرے ملک میں اپنا ٹھکانا بنائے گی اور جب تک گزری ہوئی زندگی کے صحیح واقعات سامنے نہیں آئیں گے وہ ماسک مین کے لئے کام نہیں کرے گی۔

اب یہ باتیں تنویمی عمل کرنے والا شخص ماسک مین کو بتادے گا۔ اس نے پارس کے پاس آکر اپنی پریشانی بتائی' وہ بولا۔ "تمہاری ہر پریشانی کا علاج ہے' تم میری ماما کو اپنے دماغ میں آنے دو۔ وہ تنویمی عمل کو ناکام بنادیں گی۔"

"مجھے کسی بھی طرح اس مصیبت سے بچاؤ۔ اپنی ماما کو بلاؤ۔"

"تم پندرہ منٹ کے بعد آؤ یا وہ تمہارے پاس آئیں گی اور یہ کوڈورڈز ادا کریں گی۔ میں پارس کی ماں اور جوجو کی ساس ہوں۔"

"میں یہ کوڈورڈز یاد رکھوں گی۔"

وہ چلی گئی' پارس نے ریسیور اٹھا کر ہاٹ لائن پر فرانس کے ایک ملٹری آفیسر سے کہا "مسٹر ولف کو فوراً میرے پاس بھیج دیں۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ پانچ منٹ کے بعد ہی میں نے اس کے پاس آکر پوچھا "کیا بات ہے بیٹے؟"

اس نے جوجو کے تمام حالات بتائے' میں نے کہا "یہ ہماری زبردست کامیابی ہے کہ جوجو کسی حد تک تم سے متاثر ہے اور تمہاری ہدایات پر عمل کررہی ہے۔ میں لیلیٰ کو جوجو کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ وہ خود کو ماما کہہ کر اس کے پاس رہے گی اور دشمن کے تنویمی عمل کو ناکام بنائے گی۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ لیلیٰ میرے پاس تھی۔ ہم تین دن سے ایک ساتھ ایک کانچ میں تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک شریف زادی تھی۔ یونہی میرے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی۔ ہم نے سونیا' سلطانہ اور سلمان کو اطلاع دے کر سادگی سے نکاح پڑھوالیا تھا۔ اب وہ میری شریکِ حیات تھی۔

میں نے اسے جوجو کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ ہم نے مشورہ کیا کہ کس طرح اس عمل سے اپنی بیٹی کو بچانا چاہئے۔ پھر لیلیٰ میرے دماغ میں آئی' میں جوجو کا موجودہ لہجہ یاد کرکے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے سانس روکنا چاہئے تھا اور لیلیٰ کو کوڈورڈز

ادا کرنا تھا۔ مگر اس کی نوبت نہیں آئی۔ پتا چلا کہ ایک انجکشن کے ذریعے تھوڑا کمزور بنایا گیا ہے تاکہ وہ کسی دشواری کے بغیر نتیجی عمل کرنے والے کی معمولہ بن جائے۔

وہ اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ ایک عامل بستر کے سرے پر کھڑا اسے کہہ رہا تھا "تم اپنے ملک اور قوم کی وفادار ہو۔ اس وفاداری کا تقاضا ہے کہ اپنے دل اور دماغ میری طرف مائل رکھو اور راضی خوشی ٹرانس میں آجاؤ تاکہ میں تمہارے اندر چھپے ہوئے کسی دشمن کو نکال سکوں اور کمزور خیالات کو ختم کر سکوں۔"

جوجو اس کی معمولہ بن جانے کے خیال سے پریشان ہو رہی تھی۔

لیلیٰ نے کہا "بیٹی! میں پارس کی ماما اور تمہاری ساس ہوں۔ فکر نہ کرو۔ تمہیں کوئی تسخیر نہیں کر سکے گا۔"

وہ مطمئن ہو کر عامل سے بولی "میں ٹرانس میں آنے کے لئے ذہنی طور پر بالکل تیار ہوں۔"

ادھر وہ مطمئن ہو کر اس پر عمل کرنے لگا۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ اسے معمولہ بنا کر صرف اس کے چور خیالات اس کی زبان سے اگلوائے گا لیکن وہ باقاعدہ اسے معمولہ اور تابعدار بنا رہا تھا۔

پہلے تو پوچھتا رہا کہ وہ چپکے چپکے ماسک مین اور پاسکل بوبا کے خلاف کیا سوچتی ہے؟ اور ان سے کون کون سی باتیں چھپاتی ہے؟

جوجو نے لیلیٰ کی مدد سے کہا "میں ماسک مین کو اپنا بزرگ اور رہنما سمجھتی ہوں اور پاسکل بوبا کو ایک بہن کی طرح چاہتی ہوں۔ میں ان کے خلاف کبھی کوئی غلط بات دل میں نہیں لا سکتی۔"

اس کے بعد عامل نے اس کے دماغ میں یہ باتیں اچھی طرح نقش کیں کہ وہ آخری سانس تک اپنے ملک و قوم کی وفادار رہے گی۔ بیرونی ممالک میں کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں، وہ ایک ہفتے کے اندر ماسکو واپس آجائے گی۔ کوئی اسے بہکانے کی کوشش کرے یا وہ کسی سے متاثر ہونے لگے تو فوراً ماسک مین اور پاسکل بوبا کو اپنے اندر کی تمام باتیں بتائے گی۔

عامل نے اسے ہر پہلو سے پابند بنانے کے بعد اپنا عمل ختم کر دیا۔ اسے نتیجی نیند سونے کا حکم دے کر چلا گیا۔ میں نے لیلیٰ سے کہہ دیا کہ عمل شروع ہونے کے بعد وہ جوجو کے دماغ میں اپنی آواز نہ سنائے۔ ہو سکتا تھا کہ ماسک مین جاسوسی کے لئے پاسکل بوبا کو چپ چاپ دماغ میں یہ دیکھنے کے لئے بھیجتا کہ وہ سچ مچ معمولہ بن رہی ہے یا نہیں؟

ہم دونوں دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ میں نے لیلیٰ سے کہا۔ "اب مجھے جوجو کے دماغ پر مکمل کر کے اسے اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہئے۔"

لیلیٰ نے پوچھا "یہ کیا کافی نہیں کہ وہ اب پارس سے متاثر ہے؟"

"ہاں اس کی ہدایات پر بھی عمل کرتی ہے۔ لیکن اب وہ تھا آزاد زندگی گزارنے والی ہے۔ اس نے دنیا کے سرد و گرم کو دنیا کی کمپنگی اور مکاریوں کو دیکھا نہیں ہے۔ اسے کہیں بھی ٹھوکر لگ سکتی ہے۔ میں کسی روک ٹوک کے بغیر اپنی بیٹی کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔"

"اس کی حفاظت کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے۔ آپ ابھی اس کے پاس جائیں۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر جوجو کے دماغ میں پہنچتے ہی چونک گیا۔ وہاں پاسکل بوبا ہنس رہا تھا اور بول رہا تھا "ابھی میرے ایک خاص جاسوس نے بتایا ہے کہ تم پر نتیجی عمل کیا جا رہا ہے۔ مجھے ماسک مین کے اس کمینے پن پر غصہ آتا ہے۔ ہماری وفاداری کے باوجود ہم سے بہت سی باتیں چھپاتا ہے۔ اس نے الپا کو بھی مجھ سے چھپا دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ میں اس کے دماغ پر حکومت نہ کروں۔ اب وہ تمہارے دماغ پر حکومت کرنے سے مجھے کیسے روکے گا؟"

وہ نیند میں تھی۔ اور کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ پاسکل اسے نتیجی نیند میں سمجھا رہا تھا۔ پھر وہ اس پر عمل کرنے لگا۔ وہ سب احمقوں کی جنت میں رہتے تھے اور اپنی حماقت سے ایک کے بعد ایک جنت بناتے تھے۔ پھر بعد میں اس کے بگڑنے کا تماشا دیکھتے تھے۔ پاسکل اپنے ملک سے غداری نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ جوجو کی برتری برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ جب بھی وہ اس کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرتی تھی یہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتا تھا۔ اعلیٰ حکام کی نظروں میں بھی کمتر ہو جاتا۔ اب اس نے سوچا تھا کہ پہلے وہ جوجو کو معمولہ بنائے گا پھر اس کے دماغ میں چھپ کر اس کی ذہانت اور پلاننگ کو سمجھ کر اس سے پہلے عمل کرے گا اور اس کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرے گا اور اس سے ایسی حرکتیں کرائے گا کہ جوجو روسی اکابرین کی نظروں سے گر جائے گی۔

اس نے اپنی دانست میں کچھ اس قسم کی باتیں جوجو کے دماغ میں ذہن نشین کرائیں۔ پھر اسے نتیجی نیند سلانے کا دے کر چلا گیا۔ یہ کانٹا نکل جانے کے بعد میں نے جوجو پر عمل یہ بیٹی کی حفاظت کے لیے باپ کا مقدس عمل تھا۔ پھر مطمئن ہو کر واپس آگیا۔

جوجو تین گھنٹے تک سوتی رہی پھر بیدار ہو گئی۔ دو گھنٹے اسکی فلائٹ تھی۔ اس نے غسل کر کے لباس تبدیل کرنے بعد لیلیٰ کو مخاطب کیا۔ پہلے تو لیلیٰ نے سانس روکی پھر دوبارہ پر پوچھا "کون ہے؟"

وہ بولی "میں ہوں ماما! آپ نے میرے پاس آکر کہا تھا پارس کی ماما اور میری ساس ہیں۔"

"اچھا ہماری بیٹی جوجو ہے۔ کیا نیند پوری ہو گئی؟"

"جی ہاں، آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں۔"

"شکریہ کیسا؟ مائیں اپنی بیٹیوں کی حفاظت کرتی ہیں ایک بات بتا دوں، اس عامل کے جانے کے بعد جس نے

تمہیں پاسکل بھی تم پر عمل کرنے آیا تھا۔ اب اپنے نتیجی عمل کا عمل معلوم کرنے ضرور آئے گا۔"

"اچھا تو وہ بھی پر نکال چکا ہے۔ اسے آنے دیں میں نمٹ لوں گی۔"

"بیٹی! جب بھی ضرورت ہو فوراً میرے پاس آجاؤ۔ کوڈ ورڈز کے طور پر تم یہ بولو گی "میں پارس کی جان ہوں اور آپ میری ساس ہیں۔"

وہ ہنستی ہوئی واپس آگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی اس نے پرائی سوچ کی لہر محسوس کی۔ پہلی بار اس نے سانس روکی۔ دوسری بار پاسکل کا لہجہ پہچان کر بولی "اوہ پاسکل! تم ہو؟ پتا نہیں کیوں، جب سے سو کر اٹھی ہوں تب سے تمہارا ہی خیال آرہا ہے۔ میری حالت عجیب سی ہے دل تمہاری طرف کھنچا جا رہا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم میری طرف مائل ہو رہی ہو۔ لیکن میرے آتے ہی تم نے سانس روک لی تھی۔"

"کیا مجھے سانس نہیں روکنا چاہئے تھا؟"

"ہاں۔ مگر میرا خیال ہے عمل کرنے میں کوئی خامی رہ گئی ہے۔"

"میں نے دیکھا ہے تم اکثر معاملات میں بدحواس ہو جاتے ہو۔ آج میں محبت سے سوچ رہی ہوں تو تمہاری بدحواسی پر بھی پیار آرہا ہے۔ سچ بتاؤ، تم نے کیسا عمل کیا تھا؟"

"اب تم سے کیا چھپاؤں، میرا ہر عمل تمہارے دماغ میں نقش ہو گیا ہے۔ صرف یہ اہم بات رہ گئی کہ تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گی۔ یہ بات نقش کرتے وقت کوئی بھول ہو گئی تھی۔"

"اچھا ہوا بھول گئی۔ اب تمہارے بارے میں میرے جو شریلے خیالات ہوں گے انہیں تم نہیں پڑھ سکو گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ آج رات جب تم سو جاؤ گی تو میں تمہیں معمولہ بنا کر یہ بات نقش کر دوں گا۔"

"تم بڑے وہ ہو۔ اب عمل کرو گے تو میں ناراض ہو جاؤں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تمہیں پتا ہی نہیں چلے گا اور میں اپنا کام کر جاؤں گا۔"

"اچھا رہنے دو۔ ابھی تو میں اپنے اختیار میں ہوں، جاؤ ماں سے۔"

اس نے سانس روکی وہ باہر چلا گیا۔ جوجو نے دل میں کہا۔ "میں تمہیں ایسی احمقانہ چالاکی کی سزا ضرور دوں گی۔"

وہ مقررہ وقت پر طیارے میں سوار ہو گئی۔ فی الحال اسے لندن ہی جانا تھا۔ وہاں جا کر وہ کوئی نیا ٹھکانا بنانے کے متعلق سوچنے والی تھی۔ لندن میں ماسک مین کے ایجنٹوں نے جوجو کی ٹرانس کا انتظام کیا تھا اور اس کے استقبال کے لئے ائرپورٹ آئے تھے۔ اب وہ میری سوچ کی لہروں کی محسوس نہیں کر سکتی تھی اس لئے اس نے یہ سب کچھ معلوم کر لیا تھا اور پارس کو بتا دیا تھا۔

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصوں میں

تاریک براعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور عقل کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور ان کی وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت —— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا —— شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا —— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

کتابی شکل میں پہلی بار منظرِ عام پر آئی ہے

قیمت فی حصہ -/۴۰ روپے، علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳۰ ○ کراچی ۱

وہ ایک اجنبی جوان کے روپ میں وہاں موجود تھا۔

ماسک مین کے ایجنٹ اسے تصویر سے پہچان سکتے تھے۔ پارس نے اس کی تصویر نہیں دیکھی تھی۔ اس کا رنگ روپ بدل چکا تھا۔ پارس اسے دل و جان سے چاہنے کے باوجود پہچان نہیں سکتا تھا۔ جب وہ لیچ ہال سے ٹرالی لے کر نکلی تو میں نے بتایا۔

"دیکھو بیٹے! وہ ہے میری پیاری سی بہو۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر بہو کے دماغ میں آگیا۔ کیونکہ بیٹے کے جذبات پڑھنا تہذیب کے خلاف تھا۔ ویسے وہ اپنی جوجو کو نئے روپ اور نئے انداز میں دیکھ کر خوش ہوگیا تھا۔ پہلے وہ لوگوں کی بھیڑ میں بچوں جیسی حرکتیں کرتی تھی۔ اب اس کے چہرے سے سنجیدگی اور سراپا سے رعب و دبدبہ ظاہر ہو رہا تھا۔ اچھی صحت مند تھی۔ جسمانی ساخت ایسی تھی کہ بیس برس سے کم عمر کی لڑکی دکھائی دیتی تھی۔ ایسی حسین ایسی بھرپور لڑکی جسے دیکھنے والے عمر کا حساب کرنا بھول جاتے۔ پارس تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو بھول گیا تھا۔

پھر وہ چونک کر آگے بڑھا۔ ایک شخص جوجو کا راستہ روک کر کچھ کہہ رہا تھا۔ پارس نے ان کے قریب سے گزرتے ہوئے سنا۔ جوجو اس سے کہہ رہی تھی "میں کیسے یقین کروں کہ تم میرے خادم ہو؟"

"میں یوگا کا ماہر نہیں ہوں آپ میرے خیالات پڑھ سکتی ہیں۔"

وہ بولی "تم ضرورت سے زیادہ ہی احمق ہو' کیا میں لوگوں کی بھیڑ میں چلتے پھرتے خیالات پڑھوں؟ چلو بتاؤ میں کس طرح خیالات پڑھوں؟"

"جیسا کہ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پڑھتی ہیں۔"

"ٹیلی پیتھی؟" وہ حیرت سے چیخ کر بولی "کیا تم مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والی سمجھ رہے ہو؟ کیا پاگل خانے سے آئے ہو؟"

وہ پریشان ہوگیا پھر جب سے جوجو کی تصویر نکال کر اسے دکھاتے ہوئے بولا "مجھے بتایا گیا تھا کہ آپ اس فلائٹ سے آرہی ہیں اور خیال خوانی کے ذریعے مجھے پہچان کر بھروسا کریں گی۔"

جوجو نے اپنی تصویر لے کر کہا "تم گدھے ہو۔ پہلے ہی یہ تصویر دیکھا دیتے تو اتنا وقت ضائع نہ ہوتا۔ میں کسی ایرے غیرے کے کہنے سے خیال خوانی نہیں کرتی ہوں۔"

"سوری مس روز میری! مجھ سے غلطی ہوگئی۔"

وہ اس کے ساتھ ایک کار میں بیٹھنے لگی۔ پارس اپنی کار میں آگیا۔ جب وہ گاڑیاں آگے پیچھے چلنے لگیں' جوجو نے پارس کے دماغ پر دستک دی "تم کار چلا رہے ہو۔ ایسے وقت مجھے تمہارے دماغ میں نہیں رہنا چاہئے۔"

"آئی ہو تو نہ جاؤ۔ میں تمہاری گاڑی کے پیچھے ہوں میک اپ زریعے چہرہ بدلا ہوا ہے تاکہ تمہارے یعنی ماسک مین کے ایجنٹ مجھے پہچان نہ سکیں۔"

"کیا تم میری جاسوسی کرتے رہو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ چھپ کر تمہاری مصروفیات معلوم کرنے کا ارادہ ہوتا تو ابھی تمہیں نہ بتاتا کہ میں اصلی چہرہ چھپائے تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔ میں صرف دشمنوں سے چھپ رہا ہوں۔ تم تو اپنی جگہ آئی ہو۔ تمہاری حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔ ویسے تم جب بھی ناگواری محسوس کرو گی' میں تم سے دور ہو جاؤں گا۔"

"تم بہت اچھے ہو' میں کبھی ناگواری محسوس نہیں کروں گی لیکن تمہارے ہی مشورے کے بغیر کسی کی نظروں میں آئے بغیر کہیں تنہا رہنا چاہتی ہوں۔"

"آج میرے مشورے پر عمل نہ کرو۔ ماسک مین کے ایک ہی آدمی نے تم سے ملاقات کی ہے۔ تمہیں ہوٹل کی طرف لے جا رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے باقی لوگ چھپ کر تمہارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' میں ان کے ریزرو کئے ہوئے ہوٹل میں رہوں گی پھر موقع دیکھ کر وہاں سے چلی جاؤں گی۔"

میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ کوئی ضروری نہیں موقع کا انتظار کیا جائے۔ موقع نکالا بھی جا تا ہے۔ وہ ہوٹل آئی وہاں چار خاص ماتحتوں سے ملاقات کی جن میں سے ایک یوگا کا ماہر تھا۔ اس نے کہا "مس روز میری! ماسک مین کا حکم ہے میں آپ کا پرسنل باڈی گارڈ بن کر رہوں۔"

وہ بولی "میں اپنے طور پر فیصلہ کروں گی کہ میرے ساتھ رہنے گانی الحال مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

وہ اسے بظاہر تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ لیکن ہوٹل کے اور باہر موجود رہے۔ میں ان کے اندر موجود تھا۔ وہ جہاں سے اس کی نگرانی کر رہے تھے وہ تمام مقامات میری نظر میں تھے۔ ان کے ذریعے میں نے اس یوگا کے ماہر باڈی گارڈ پر نگاہ رکھی۔ جوجو سات بجے تفریح کے لئے نکلی تو اس باڈی گارڈ نے اس کا تعاقب کیا۔ میں نے پارس سے کہا "اس باڈی گارڈ کو راستے سے ہٹا دو۔ میں جوجو کو اس کی نظروں سے دور لے جا رہا ہوں۔"

جوجو نے ایک کلب میں پہنچ کر پارس سے رابطہ کیا' پوچھا "کیا میری کوئی نگرانی کر رہا ہے؟"

"ہاں ایک شخص ہے۔ اس نے ہوٹل میں تم سے ملاقات کی تھی۔"

"میں ہوٹل میں آنے والے تمام افراد کے دماغوں میں جا رہی ہوں۔ ان میں سے کوئی میرے پیچھے نہیں ہے۔ تم جس شخص کا ذکر کر رہے ہو' وہ یوگا کا ماہر ہے اور ماسک مین کا آدمی ہے۔ کیا اس سے پیچھا چھڑاؤ گے؟"

"تم دوسرا ٹھکانا بنانے کا ارادہ کرو تو میں چٹکی بجا کر اس سے پیچھا چھڑا دوں گا اور میرا یہ شریفانہ وعدہ ہے تمہارے تعاقب میں بھی نہیں کروں گا۔"

"آئی لو یو پارس! میں آدھے گھنٹے بعد اس کلب سے نکلوں گی۔"

"بے فکر رہو' جہاں جانا چاہو جاؤ۔"

میں نے پارس کے پاس آکر کہا "ماسک مین کے اس خاص آدمی کو صرف زخمی کرو۔ ہم پاسکل بوبا کے خلاف چکر چلائیں گے۔"

اسے زخمی کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ پارس اس سے مقابلہ کر کے ایسا کر سکتا تھا لیکن خواہ مخواہ وقت ضائع ہوتا۔ اس نے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے کلب کے پارکنگ ایریا میں اس پر گولی چلائی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ گولی اس کے بازو کی ہڈی کو نقصان پہنچاتی ہوئی گزر گئی تھی۔ میں نے کہا "میں پاسکل بول رہا ہوں۔ روز میری کا پیچھا نہ کرو مزہم پٹی کے لئے جاؤ۔"

وہ حیرانی سے بولا "مسٹر پاسکل! میں ماسک مین کے حکم پر عمل کر رہا ہوں۔"

"آج سے تم میرے حکم کی تعمیل کرو گے۔"

"تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

"میں روز میری کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا چکا ہوں' اسے ایک خفیہ اڈے پر پہنچانے جا رہا ہوں۔ واپس آکر تم پر بھی تنویمی عمل کروں گا۔ تم بہت کام کے آدمی ہو۔ میرے معمول بن کر بہت کام آؤ گے۔"

"ہرگز نہیں۔ میں ماسک مین سے غداری نہیں کروں گا۔ تم بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔ ٹیلی پیتھی جاننے کے غرور میں۔۔۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا "بکواس مت کرو' کسی ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔ تمہارے جانے کے بعد میں یہاں سے روز میری کو لے جاؤں گا۔"

"میں زخم کی تکلیف برداشت کروں گا لیکن روز میری کا تعاقب کروں گا۔"

میں نے اسے دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخ مار کر اپنی کار کے اندر تڑپنے لگا۔ کچھ لوگ اس کی چیخیں سن کر دوڑتے ہوئے آرہے تھے میں نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا تو وہ برداشت نہ کر سکا۔ بیہوش ہوگیا۔

میں نے جوجو کے پاس آکر دیکھا۔ وہ کلب سے نکل گئی تھی اب کسی ایسے اسٹور کی طرف جا رہی تھی جہاں سے میک اپ کا ضروری سامان خرید سکے۔ میں نے اسے ایک بہت بڑی دکان میں پہنچا دیا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ آج رات کسی ہوٹل میں رہے گی پھر دوسرے دن کوئی بنگلا کرائے پر حاصل کرے گی۔ پہلے اس نے سوچا تھا کہ لندن چلی جائے گی۔ کسی دوسرے ملک کے چھوٹے سے چھوٹے شہر میں رہے گی۔ لیکن اب دل کہہ رہا تھا یہاں پارس ہے' میں اس سے چھپ کر رہوں گی مگر اس کے قریب رہوں گی۔

وہ اپنی ضروریات کا تمام سامان خرید کر ایک ہوٹل میں آگئی پھر اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے میک اپ کرنے بیٹھ گئی۔ اسے ٹھیک اپ کرنا آگیا تھا مگر مہارت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ میں چپ چاپ اس کی مدد کرتا رہا۔ ایک گھنٹے کی محنت سے اس نے چہرہ تبدیل کر لیا۔ آئینے میں ہر زاویے سے خود کو دیکھا۔ پھر مطمئن ہو کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

اسی وقت پاسکل نے اسے مخاطب کیا' وہ بولی "ماسک مین کے پاس چلو' وہیں باتیں ہوں گی۔"

"میں حکم دیتا ہوں۔ ابھی صرف مجھ سے باتیں کرو گی۔"

"تمہارے باپ نے بھی کبھی حکم دیا تھا۔ گٹ آؤٹ یو فول۔"

اس نے سانس روکی۔ اسے باہر بھگایا۔ پھر ماسک مین کے دماغ میں دستک دی۔ اس نے پوچھا "کیا لندن پہنچ کر کام شروع کر دیا ہے؟"

"جی نہیں۔ میں ابھی آپ کی خوش فہمی ختم کرنے آئی ہوں۔"

"تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہے؟"

"یہی کہ اب میں تمہاری نہیں' پاسکل بوبا کی وفادار ہوں۔"

"کیا بک رہی ہو؟"

"ابھی یہ باتیں بکواس لگ رہی ہیں۔ لیکن میں کشمکش میں ہوں' آپ سے وفاداری کرنا چاہتی ہوں۔ مگر پاسکل نے مجھے اپنی معمولہ بنا لیا ہے۔"

"کیا بچ کہہ رہی ہو؟"

"جی ہاں' آپ کا عامل جب مجھ پر عمل کر رہا تھا تو پاسکل نے میرے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ میں عامل کو اس کی اس غداری سے آگاہ نہ کر سکی۔ عامل کے جانے کے بعد اس نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ میں اس کی تابعدار بن گئی ہوں۔ لیکن اس کے عمل میں کوئی ایسی خرابی رہ گئی ہے جس کے باعث میں تابعدار ہونے کے باوجود اسے ناپسند کرتی ہوں۔ ابھی وہ میرے پاس آیا تھا۔ میں نے اسے بھگا دیا ہے مگر میرا دماغ دکھ رہا ہے میرے اندر کوئی چیخ چیخ کر کہتا ہے۔ پاسکل کو واپس بلاؤں اور اس کی تابعداری کروں' پلیز مجھے کسی طرح اس عذاب سے نکالیں۔ پاسکل کو مجبور کریں کہ وہ میرا پیچھا چھوڑ دے۔"

"ذرا ایک منٹ میں ابھی اسے بلاتا ہوں۔"

ماسک مین نے ریسیور اٹھا کر اپنے نائب کو حکم دیا "پاسکل بوبا کو ابھی فوجی چھاؤنی میں گرفتار کر کے لاؤ اور فوج کے اعلیٰ افسران کو فوراً حاضر ہونے کی اطلاع دو۔"

پھر اس نے ریسیور رکھ کر پوچھا "روز میری! تم ابھی کہاں ہو؟"

"میں اس جگہ کی نشاندہی نہیں کر سکتی۔ پہلی بار اس شہر میں آئی ہوں۔ ویسے یہ جگہ شہر سے باہر ہے۔ بہت دور دور چار مکانات نظر آرہے ہیں۔"

"میں فوجی ہیڈ کوارٹر جا رہا ہوں' تم پندرہ منٹ بعد رابطہ کرو۔"

"اگر پاسکل نے میرے دماغ میں آکر کوئی زیادتی کی تو میں آپ کے پاس نہیں آسکوں گی۔"

"فکر نہ کرو۔ میں اس حرام خور کو خیال خوانی کے قابل نہیں رہنے دوں گا۔ جب تک اس کی غداری کھل کر سامنے نہیں آئے گی اس کا دماغ کنزور رہنا کر رکھوں گا۔"

جوجو فوجی طور پر حاضر ہو کر مسکرانے لگی۔ مجھے خوشی ہو رہی تھی کہ اب اسے گہری چال چلنے والی مکاری آگئی ہے۔ وہ پندرہ منٹ کے بعد ماسک مین کے پاس آئی۔ فوجی ہیڈ کوارٹر میں تمام اعلیٰ افسران موجود تھے۔ پاسکل بوبا دو مسلح فوجیوں کے درمیان ایک ملزم کی حیثیت سے کھڑا ہوا تھا۔ ماسک مین نے پوچھا "پاسکل تم اپنی گرفتاری کی وجہ سمجھ گئے ہوگے۔ بہتر ہے اپنی زبان سے اعلیٰ افسران کو بتاؤ۔"

وہ بولا "میں اپنی گرفتاری پر حیران ہوں۔ کیونکہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔"

"کیا تم نے روزمیری پر تنویمی عمل نہیں کیا؟"

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ پھر سنبھل کر بولا "نہیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ میں بھلا اس پر تنویمی عمل کس طرح کر سکتا ہوں۔ وہ سانس روک لیتی ہے۔ دماغ میں آنے نہیں دیتی۔"

"میں آخری موقع دیتا ہوں۔ سچ بولو ورنہ میں بڑی آسانی سے سچ اگلوالوں گا۔"

"میں سچا ہوں۔ آپ لوگ جس طرح چاہیں اپنا اطمینان کرلیں۔"

ماسک مین نے حکم دیا "یہاں تمام افسران کے سامنے ایک بیڈ لایا جائے، ہمارا عامل اس پر پاسکل کو لٹا کر تنویمی عمل کرے گا اور اس کے چور خیالات ہم پر آشکار کرے گا۔"

پاسکل کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ وہ گھبرا کر بولا "میں احتجاج کرتا ہوں۔ یہ مجھ جیسے ملک اور قوم کے وفادار کے ساتھ زیادتی ہے۔ آپ جیسے اعلیٰ افسران کو ماسک مین کا محاسبہ کرنا چاہئے۔ یہ کسی خاص وجہ سے میرے ساتھ دشمنی کر رہا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر پاسکل! یہ کوئی دشمنی نہیں ہے بلکہ تمہاری سچائی کا ثبوت پیش کرنے کے لئے تنویمی عمل لازمی ہے۔"

دوسرے افسر نے پوچھا "تم سچے ہو تو گھبراتے کیوں ہو؟"

وہ سمجھ رہا تھا اسے اعصابی کنزوری میں مبتلا کر کے عامل اسے معمول بنائے گا تو وہ بے خبری میں سچ بولتا جائے گا۔ یہ ظاہر ہو جائے گا کہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے جوجو کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے۔

ایک تو یہ پریشانی تھی کہ جوجو پر تنویمی عمل کامیاب ہوا ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ اس کی آمد پر سانس روک لیتی تھی۔ آخری بار اسے ناکواری سے بھگا دیا تھا۔ وہ پھر ایک بار اس کے پاس جا کر تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ وہ کس حد تک معمولہ بن گئی ہے۔ کیونکہ جوجو اس کی طرف مائل ہونے والی باتیں بھی کر چکی تھی۔

تمام افسران کے سامنے ایک ٹرالی بیڈ لایا گیا۔ دو مسلح فوجی پاسکل کو ادھر لے جانے لگے۔ وہ جدوجہد کر کے خود کو چھڑاتے ہوئے بولا "مجھ پر عمل نہ کراؤ میں اعتراف کرتا ہوں۔ میں نے روزمیری پر تنویمی عمل کیا ہے۔"

تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی پھر ماسک مین نے کہا "یہ پوچھنا بے کار ہے کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ ظاہر ہے تمہارے اندر ملک و قوم کی وفاداری کے جراثیم ختم ہو چکے ہیں۔"

وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا "میں وفادار ہوں، آج بھی اپنے ملک قوم کا وفادار ہوں اور مرتے دم تک رہوں گا۔ میں نے صرف حاسدانہ جذبوں سے روزمیری کو اپنا تابعدار بنایا ہے تاکہ میرے مقابلے میں زیادہ کامیابیاں حاصل نہ کرے۔"

"اسے کامیابیوں سے روکنے کا مطلب ہے کہ تم ملک کو نقصان پہنچا رہے ہو۔ غداری اور کیسے ہوتی ہے؟"

"میں نے یہ نہیں سوچا تھا لیکن میں وفادار ہوں۔"

"نادان سپاہی کی وفاداری دشمنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ تم نے روزمیری کو کہاں لے جا کر چھپایا ہے؟"

"میں نے کہیں نہیں چھپایا ہے۔"

جوجو نے ایک فوجی افسر کے زبان سے کہا "یہ بہت سی باتیں چھپا رہا ہے، آپ سب سے پہلے یہ معلوم کریں کہ یہ میرے سے اپنا عمل کب ختم کرے گا؟"

ماسک مین نے کہا "یہ ابھی تمہارے دماغ میں جائے گا اپنے عمل کا توڑ کرے گا۔"

جوجو نے کہا "نو سر! ابھی اس کا عمل ادھورا ہے۔ اس میں شکایت کرنے آگئی ہوں۔ یہ دوبارہ آکر اپنے سابقہ عمل پختہ کر سکتا ہے۔"

تمام افسران نے تائید کی۔ چیف پاسکل اب قابل نہیں رہا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ روزمیری کو کسی خفیہ اڈے سے نکال کر کس طرح ہوٹل میں پہنچایا جائے۔ جوجو نے کہا "ایک راستہ ہے۔ آپ پاسکل پر تنویمی عمل کرائیں۔ عامل یہ بات اس کے دماغ میں نقش کرے گا کہ یہ روزمیری پر کیے گئے عمل کا توڑ کرے اور اس سلسلے میں ہم میں سے کسی کو دھوکا نہیں دے گا۔"

یہ مشورہ قابلِ قبول تھا۔ اس پر فوراً عمل کیا گیا۔ پاسکل چیخنے چلانے کے باوجود اسے اعصابی کنزوری کا انجکشن لگایا گیا۔ وہ بے دست و پا ہو کر بستر پر پڑا رہ گیا۔ میں خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ میرے ذہن میں بہت کچھ تھا کہ ان حالات دشمنوں کو کس طرح شہ دینی چاہئے۔ لیکن جوجو پہلی بار ترذبانت کے ساتھ میرے سامنے آئی تھی اور عملی میدان اپنی بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا حالات میں وہ کیا تماشا کرے گی۔

تب میں نے دیکھا، وہ پاسکل کے دماغ میں آکر

"دیکھو، تم کہاں پڑے ہو۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں کل میں پڑی ہوئی تھی۔ میرے سامنے عامل تھا جب وہ چلا گیا تو تم میرے دماغ میں آئے تھے اور میں تمہیں نکال نہیں پائی تھی۔ اب تمہارے سامنے وہی عامل آئے گا۔"

"نہیں روزمیری! مجھے بچالو۔ میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ اگر تم مجھے بچالو تو میں تمہاری زندگی کا ایک اہم راز تمہیں بتاؤں گا۔"

"میں تمہارے دماغ کے تہ خانے میں پہنچ کر ابھی وہ راز معلوم کرلوں گی، مجھ پر احسان کرنے اور میرے کسی کام آنے کا وقت گزر چکا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اس کے چھپے ہوئے خیالات پڑھنے لگی۔ اندر جو خیالات ہوتے ہیں ان میں کوئی کھوٹ نہیں ہوتا۔ وہ جھوٹ ہوتے ہیں تو جھوٹ ظاہر کرتے ہیں۔ سچ ہوتے ہیں تو پھر آسمانی کتابوں کی طرح سچ ہی بیان کرتے ہیں۔ جوجو نے جو خیالات پڑھے ان سے اب وہ انکار نہیں کر سکتی تھی۔ پاسکل کے چور خیالات کہہ رہے تھے۔

"تمہارا اصل نام جوجو ہے۔ جوجو ہے۔ جوجو ہے...

"تم مسلمان ہو، مسلمان ہو، مسلمان ہو....

"تم پارس کی شریکِ حیات ہو۔ شریکِ حیات ہو، ہو، ہو..."

تمام تماشے ایک طرف اور سچائی کی معراج ایک طرف۔ جوجو سب کچھ بھول گئی۔ دماغی طور پر حاضر ہوتے ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی، چیخ کر بولی "پارس..."

•••

سونیا نے طیارے سے باہر زینے کی بلندی پر آکر دیکھا۔ سامنے ائرپورٹ کی عمارت پر لکھا ہوا تھا "الون عبدالمالک ائرپورٹ"

یہ وہی ائرپورٹ تھا، جہاں طوفان میں بھٹکنے والا طیارہ پہنچا تھا اور یہاں تمام مسافروں کو بہ خیریت پہنچانے کے لئے جہاز کے عملے نے ثانی اور علی کو ایک ویرانے میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔

وہ طیارہ ایک ڈیڈ رن وے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے مسافر ائرپورٹ کے ایک بڑے ویٹنگ ہال میں بیٹھے اور لیٹے ہوئے تھے۔ وہ طیارہ پرواز کے قابل تھا لیکن سہمے ہوئے مسافر اسے آسیب زدہ طیارہ کہہ رہے تھے اور دوبارہ اس میں سوار ہو کر اپنی منزل کی طرف جانے سے انکار کر رہے تھے۔ ایسی صورت میں دوسرا طیارہ نیویارک سے بھیجنے کی بات چیت جاری تھی۔ مسافروں نے ایک رات ائرپورٹ پر گزاری تھی، اب شام تک طیارے کی آمد کا یقین دلایا گیا تھا۔

طیارے کی آمد سے پہلے سونیا وہاں آگئی تھی۔ سامان اور سلطانہ نے بار بار خیال خوانی کر کے تصدیق کرلی تھی کہ وہ ثانی اور علی کے دماغوں میں پہنچ نہیں پا رہے ہیں۔ وہ دونوں زندہ ہیں مگر ان کے دماغ سوچ سے خالی ہیں اور خیال خوانی کرنے والوں کی سوچ ان کے دماغوں میں گونج کر رہ جاتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ دونوں مسلسل سکتے کے عالم میں ہیں یا انہیں کوما میں رکھا گیا ہے۔

سونیا ایک چارٹرڈ طیارے میں آئی تھی۔ ماریطانیہ کی حکومت نے وہاں اس کے لئے ہیلی کاپٹر کا انتظام کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ائرپورٹ پر ایک نیگرو افسر نے اس کا استقبال کیا۔ اس کے ساتھ مسلح سپاہی اور دوسرے افسر تھے۔ اس نے سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "آپ سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ مجھے یہاں کی انٹیلی جنس میں چیف کہتے ہیں۔"

پولیس کے دوسرے افسران سے بھی تعارف ہوا۔ وہ بولی۔ "میں ان مسافروں سے ملنا چاہتی ہوں جو آسیب زدہ طیارے میں سفر کر رہے تھے۔"

افسران اسے ویٹنگ ہال میں لے آئے۔ سونیا دو چار مسافروں سے سوالات کرنے لگی جس کا جواب ایک جیسا تھا کہ جب تک ثانی اور علی طیارے میں رہے باہر طوفان جاری رہا۔ ایک جگہ اترنے کے بعد باہر سے طیارے پر پتھر برسائے گئے لیکن کھڑکی سے باہر دیکھنے والوں کا بیان تھا کہ پتھر پھینکنے والے نظر نہیں آرہے تھے۔

کئی مسافروں نے کہا "ہم نے خود بخود مس ثانیہ سلمان اور علی تیمور کو الزام دینا شروع کر دیا کہ ان کی وجہ سے طیارے پر آفت آرہی ہے۔ اگر یہ باہر چلے جائیں تو ہم محفوظ رہیں گے۔ ہم نے محسوس کیا کہ یہ باتیں بے اختیار بولتے جا رہے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کے باہر جانے کے بعد پتھراؤ ختم ہو گیا' طوفان تھم گیا۔"

پائلٹ نے بیان دیا کہ وائرلیس میں جو خرابی پیدا ہو گئی تھی وہ خود بخود درست ہو گئی تھی اور وہ کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کر کے تمام مسافروں کو بخیریت الون عبدالمالک کے اس چھوٹے سے شہر میں لے آیا تھا۔

انٹیلی جنس کے چیف نے اس کے ساتھ وی آئی پی روم میں آکر کہا "اگرچہ یہ باتیں ناقابل یقین ہیں لیکن ہم افریقہ کے لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں۔ کالا جادو صدیوں سے ہماری قدیم تہذیب کا ایک حصہ ہے۔ آج ہم مہذب کہلاتے ہیں پھر بھی جادو کو مانتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "بے شک ہماری دنیا میں جادو ہے اور ہم پر اس کے اثرات ہوتے ہیں۔ آپ کو ان جادوگروں کے اڈوں کا علم ہو گا جو اس ملک میں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں' کچھ لوگوں کو جانتا ہوں۔ آپ آرام کریں پھر چلیں گے۔"

"میں کام کے وقت آرام نہیں کرتی۔ آپ مجھے ان جادوگروں سے ملائیں۔"

وہ کچھ پریشان ہو کر بولا "مجھے تھوڑا سا وقت دیجئے۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس قبیلے کا سردار آپ سے ملنا چاہے گا یا نہیں۔"

"آپ معلوم نہ کریں۔ میں اس کی مرضی کے خلاف اس سے ملوں گی۔ اچانک جا کر اس سے ملاقات کروں گی۔"

"میڈم' وہ میرا دشمن بن جائے گا۔"

"جہاں جان کا خطرہ ہو وہاں ڈیوٹی سے بھاگ جاتے ہو؟"

وہ جھینپ کر بولا "جی یہ بات نہیں ہے۔ میں مجرموں سے لڑنے اور قانون کی خاطر جان دینے سے نہیں ڈرتا لیکن یہ جادوگر سامنے آکر مقابلہ نہیں کرتے۔ کوئی ایسا کالا عمل کرتے ہیں کہ ہم یا ہمارے بچے ایڑیاں رگڑ کر مر سکتے ہیں۔ ان کے خلاف جرم کا کوئی ثبوت بھی نہیں ہوتا۔"

"تم ان کے متعلق جو کچھ جانتے ہو بیان کرو۔"

وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر بولا "امریکا کے جنوب مشرق میں ایک جزیرہ ہیٹی ہے۔ وہاں ایک نہایت ظالم ڈکٹیٹر تھا جس کا نام زاکوئس پاپا ڈوک تھا۔ یہ اپنی طرز کا واحد حکمران ہے جس نے کالے جادو کی قوت سے جزیرے کے لاکھوں افراد پر برسوں حکمرانی کی۔ جب امریکی حکومت کو پتا چلا کہ وہاں شیطان کی پوجا ہوتی ہے اور انسانی جانوں کی قربانی دی جاتی ہے تو امریکی فوج نے اس پر حملہ کر دیا۔ زاکوئس پاپا ڈوک کا ایک شاگرد سنان پاپا ڈوک اس جزیرے سے فرار ہو کر ملک ملک گھوما ہوا ماریطانیہ کے ایک علاقے نظافیہ میں آگیا۔"

سونیا نے کہا "اچھا تو مجھے نظافیہ جانا ہو گا۔ یہ کہاں ہے؟"

"ہمارے ملک کے جنوب میں' یہاں سے تقریباً آٹھ سو میل کے فاصلے پر ہے مگر وہ بہت خطرناک علاقہ ہے۔"

"کالے جادو کی وجہ سے خطرناک ہے؟"

"جی ہاں نظافیہ ایک خوبصورت شہر ہے۔ وہاں ہمارے جیسے کالے باشندے کم اور گوری چمڑی والے انگریز زیادہ ہیں۔ وہاں میں کئی بار جا چکا ہوں اور جو کچھ میں نے وہاں دیکھا اس پر آپ یقین نہیں کریں گی۔ اس شہر میں میری ایک بہن رہتی تھی۔ ایک رات اس نے خون کی قے کی پھر مر گئی۔ ہم نے آخری غسل وغیرہ کے بعد اسے دفن کر دیا لیکن...." وہ اپنی جگہ بے چین سے پہلو بدل کر بولا "لیکن وہ اپنی موت کے دو دن بعد یعنی تیسری رات کو ہمارے گھر آئی۔ ہم سب حیران رہ گئے۔ میری بیوی اور بچے اسے دیکھ کر دہشت سے چیخنے لگے۔ اس نے کہا خاموش ہو جاؤ' میں نقصان پہنچانے نہیں آئی ہوں' تم لوگوں نے مجھے خالی تابوت میں ڈال کر دفن کر دیا۔ تمہیں میری ضرورت کی چیزوں کو رکھنا چاہئے تھا۔ کوئی بات نہیں' میں اپنا ضروری سامان لینے آئی ہوں۔"

"اس نے اٹیچی کیس میں اپنے پسندیدہ کپڑے اور اپنے استعمال کی دوسری چیزیں رکھیں ہم پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ ہم نے جسے دو دن پہلے اپنی آنکھوں کے سامنے دفن کر دیا تھا وہ زندہ ہو کر چلی آئی تھی۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ زندہ ہو کر آئی تھی؟"

"جی ہاں میڈم! یہ جادو کی ایک قسم ہے۔ اسے ووڈو کہتے ہیں۔ ووڈو کے کالے علم کے ذریعے مرنے والوں کی ارواح طلب کیا جاتا ہے پھر ان کے مردہ جسموں میں ارواح کو پھر زندہ کیا جاتا ہے۔ اسے زومبی کہتے ہیں یعنی "زندہ مردہ" وہ ہوتا ہے مگر مردہ رہتا ہے' صرف اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرتا ہے واپس اپنے تابوت میں جا کر ابدی نیند سو جاتا ہے۔"

"میں کالے جادو کو ایک حد تک مانتی ہوں لیکن زومبی تسلیم نہیں کرتی۔ ہم مسلمانوں کا ایمان ہے کہ مرنے والے صرف قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے' اس سے پہلے کوئی جادوگر مردے کو زندہ نہیں کر سکتا۔"

"لیکن میڈم! میں نے' میری بیوی اور بچوں نے آنکھوں سے اسے دیکھا' وہ میری بہن تھی۔ میں اسے پہچاننے میں غلطی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی آواز' اس کا لہجہ بالکل وہی تھا۔ اس نے جاتے وقت کہا تھا' میرا باقی سامان ویسے ہی رہنے دینا۔ میں پھر آؤں گی۔ یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔"

"تمہیں اس کے پیچھے جانا چاہئے تھا۔"

"میں نے اٹھنا چاہا تھا' میری بیوی اور بچوں نے مجھے پکڑ لیا۔ سب ہی دہشت زدہ تھے' پھر یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ شہر نظافیہ میں ایسے کئی زندہ مردے دیکھے گئے ہیں۔"

"تم نے اور دوسرے شہریوں نے انہیں آنکھوں سے دیکھا ہے اس لئے میں بحث نہیں کروں گی۔ نظافیہ یہاں سے دور نہیں ہے۔ ہیلی کاپٹر کا بندوبست کرو۔ میں خود جا کر ایسے مُردوں سے ملاقات کروں گی۔"

وہ اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ وہ بولی "شیطان کی پوجا کرنا اور اس پر انسان کا خون چڑھانا خلاف قانون ہے۔ تمہاری حکومت سنان پاپا ڈوک کو گرفتار کیوں نہیں کرتی؟"

"اس کے خلاف کسی جرم کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ جو افسر ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کے بیوی بچے کو طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا ہو کر مرجاتے ہیں اور یہ پتا نہیں چلتا کہ انہیں کس طرح اذیتیں پہنچ رہی ہیں۔"

"پھر تو تمہیں میرے ساتھ نہیں جانا چاہئے۔"

"میں شرمندہ ہوں۔ ویسے آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو گی مہیا کر دی جائے گی۔ ہیلی کاپٹر شہر سے دس میل دور آپ کو اتار دے گا۔ پائلٹ بھی خوفزدہ ہے' وہ آپ کے ساتھ شہر میں نہیں جائے گا۔"

"اب اس بات پر بھی شرمندہ نہ ہونا۔ جاؤ شاباش۔"

وہ چلا گیا' سونیا سوچنے لگی کہ ثانی اور علی کس حال میں ہوں گے۔ سلطانہ اور سلمان کی رپورٹ کے مطابق وہ دونوں کوما میں تھے۔ انہیں کسی دوا کے ذریعے طویل سکتے کے عالم میں پہنچایا گیا ہو گا کیونکہ وہ دونوں ایسی مضبوط قوتِ ارادی کے مالک تھے کہ جادو سے اثر نہیں لے سکتے تھے' انہیں قابو میں کرنے کے لئے جادو کے علاوہ دوسرے ہتھکنڈے آزمائے گئے ہوں گے۔ اسے یقین تھا کہ وہ نظافیہ میں دونوں کو ڈھونڈ نکالے گی۔

وہ ایک گھنٹے بعد ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہی تھی۔ نیچے حدِ نظر تک ریگستان نظر آرہا تھا۔ کہیں کہیں انسانی آبادی دکھائی دیتی تھی۔ شام کے چار بجے ہیلی کاپٹر ایک چھوٹی سی بستی کے قریب اترگیا' وہاں سے ایک پختہ سڑک گزرتی تھی جو شہر نظافیہ کی سمت جاتی تھی۔ وہ ہیلی کاپٹر اسے وہاں چھوڑ کر چلا گیا۔ بستی کے کالے پیلے بچے' عورتیں اور مرد اسے دور سے دیکھ رہے تھے اور ایک "گورے" سے اپنی زبان میں کچھ بول رہے تھے۔ پائلٹ نے بتایا تھا کہ اس راستے سے گاڑیاں گزرتی رہتی ہیں۔ اسے لفٹ مل جائے گی یا اس سڑک پر چلنے والی کسی بس میں وہ شہر تک پہنچ سکے گی۔

اس نے دور تک نظریں دوڑائیں' کسی گاڑی کی اڑتی ہوئی گرد بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ اپنا بیگ شانے سے لٹکا کر چل پڑی۔ وہ کسی گاڑی سے راستہ چلتے ہوئے لفٹ مانگ سکتی تھی۔ اس کی پشت پر ضروری سامان کا کٹ بندھا ہوا تھا۔ وزن کچھ زیادہ تھا۔ دس میل تک جانا تھا ویسے وزن ہو یا مصیبت' اس نے کسی معاملے میں کبھی کم و بیش کا حساب نہیں کیا تھا۔

اس سے کہا گیا تھا کہ اس سڑک پر گاڑیاں چلتی ہیں لیکن دو گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد بھی ایک گاڑی تو کیا ایک گدھا تک نظر نہیں آیا تھا۔ اب سورج ڈوبنے والا تھا اور تھوڑی دیر میں رات کی تاریکی پھیلنے والی تھی۔ وہ جدّوجہد سے بھری زندگی گزارنے والی عورت تھی۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آتی جاتی رہتی تھی۔ دس میل کا فاصلہ طے کرنے میں زیادہ وقت نہ لگتا لیکن وقت لگ رہا تھا۔ راستہ طویل ہوتا جا رہا تھا اور شہر کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ اس سلسلے میں دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں' ایک تو یہ کہ اسے غلط فاصلہ بتایا گیا تھا' شہر دس میل سے بہت زیادہ دور تھا یا کوئی کالا عمل ہو رہا تھا جس کے نتیجے میں راستہ آگے اور آگے بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

سورج کی روشنی اب برائے نام رہ گئی تھی۔ ہر طرف اندھیرا چھا رہا تھا اور یہ بات لازم تھی کہ جب سورج بالکل ہی ڈوب جائے گا تو رات قبر کے اندھیرے سے بھی زیادہ کالی ہو گی اور آگے راستہ سجھائی نہیں دے گا۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ شیطانی شرارتیں شروع ہو گئی ہیں۔

آخر ایک گاڑی کی آواز سنائی دی۔ وہ چلتے چلتے رک گئی۔ اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ ڈوبتے ہوئے دن کے دھندلکے میں ایک کار چلی آرہی تھی۔ سونیا نے لفٹ کے لئے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ کار تیزی سے آرہی تھی' قدرتی طور پر اس کے دماغ میں پہلے سے گھنٹی بجنے لگی تھی۔ وہ چپ چاپ کھڑی رہی پھر کار کے قریب آتے ہی وہ اچھل کر دور چلی گئی۔ اگر کھڑی رہتی تو کار اسے کچلتی ہوئی چلی جاتی۔

وہ کار اپنی تیزی میں سڑک کے کنارے ریت پر گئی پھر گھوم کر سڑک پر آنے کے بعد رک گئی۔ سونیا اطمینان سے چلتی ہوئی قریب آئی' پہلے اس نے اگلی سیٹ کو دیکھا' وہاں کوئی نہیں تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ بھی خالی تھی یعنی وہ کار بغیر ڈرائیور کے چلتی ہوئی آئی تھی۔

پھر پچھلی سیٹ پر وہ دکھائی دیا جس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ پیچھے ثانی اور علی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے ساکت بیٹھے تھے۔ ان کی پلکیں تک نہیں جھپک رہی تھیں' وہ خاموشی سے سامنے تک رہے تھے۔ سونیا نے ایک ذرا حیرت کا اظہار نہیں کیا۔

کھڑکی کی طرف جھک کر پوچھا "کون ہو تم دونوں؟ کیا اس طرح گاڑی چلائی جاتی ہے؟"

وہ دونوں چپ تھے۔ لاش کی طرح نظر آرہے تھے۔ سونیا نے کہا "اوہ میں نے خیال نہیں کیا تھا' اگلی سیٹ پر تو کوئی نہیں ہے گاڑی کون چلا رہا تھا؟"

اسے پھر جواب نہیں ملا۔ یہ سچ ہے کہ کالا جادو کرنے والوں کے پاس شیطانی علم ہوتا ہے مگر عقل نہیں ہوتی۔ اسی بے عقلی کا نمونہ اس کہانی سے ملتا ہے کہ ایک شخص نے بوتل کھولی تو اس میں سے بھوت نکلا اور اس شخص کو کچا کھا جانے کی دھمکی دینے لگا۔ اس شخص نے کہا' یقین نہیں آتا کہ اتنا بڑا اربیا را بھوت اتنی چھوٹی سی بوتل میں سما سکتا ہے۔ بھوت اسے یقین دلانے کے لئے دوبارہ بوتل میں گیا' اس شخص نے بوتل بند کردی۔ سونیا نے اگلی سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کار کی چابی نکال کر چھپالی۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ جادو کرنے والے کہاں تک دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔

اس نے پوچھا "کیا مجھے لفٹ مل سکتی ہے؟"

وہ دونوں بدستور ساکت بیٹھے ہوئے تھے جیسے زومبی ہوں' 'زندہ مردے' سونیا نے کہا "میں سمجھ گئی لفٹ نہیں ملے گی۔ کوئی بات نہیں' میں پیدل جارہی ہوں۔"

وہ جانے لگی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد علی کی آواز آئی۔ "اے رک جاؤ۔"

سونیا نے دور سے پلٹ کر پوچھا "کیا مجھ پر گاڑی نہیں چڑھاؤ گے۔"

وہ کار کی ... سیٹ سے باہر آکر بولا "تم چالاکی دکھارہی ہو' چابی کہاں ہے؟"

"پہلے یہ بتاؤ بغیر ڈرائیور کے گاڑی کیسے چل رہی تھی؟"

"میں چلا رہا تھا' گاڑی کے رکتے ہی پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔"

"کیوں پیچھے چلے گئے تھے؟" وہ قریب آکر بولی۔

"تاکہ تم گاڑی چلاؤ۔"

"میں دو اجنبیوں کے آگے بیٹھ کر ڈرائیو نہیں کروں گی۔"

"کیسی باتیں کررہی ہیں مما! میں آپ کا بیٹا علی ہوں اور وہ ثانی ہے" سونیا نے چونک کر اسے اور ثانی کو دیکھا۔ ثانی نے بھی باہر آکر اسے دیکھا پھر پوچھا "آپ ہمیں پہچاننے سے انکار کیوں کررہی ہیں؟"

وہ قریب آکر رازداری سے بولی "تم دونوں سچ مچ علی اور ثانی ہو؟"

"ہاں' مگر ابھی ہم مردہ ہیں یعنی زومبی ہیں۔"

علی نے کہا "میری ساس کہہ رہی تھی جب تک سونیا نہیں آئے گی وہ ہمیں مردہ بنا کر رکھے گی۔"

سونیا نے دونوں کی ٹھوڑی کو چھو کر کہا "آہ کتنے پیارے بچوں کو مردہ بنا دیا ہے! اسی لئے تو لوگ ساس سے نفرت کرتے ہیں۔ چلو میں ابھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔"

وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آئی۔ دونوں پچھلی سیٹ پر چلے گئے۔ اس نے چابی سے کار اسٹارٹ کی مگر انجن خاموش رہا۔ دراصل وہ اسٹارٹ نہیں کررہی تھی' انہیں چکر دے رہی تھی پھر اس نے کہا "علی! ذرا اتر کر دھکا لگاؤ۔"

وہ اتر کر دھکا لگانے لگا۔ سونیا نے پلٹ کر پوچھا "کیا تم ثانی نہیں ہو؟"

"میں بالکل ثانی ہوں۔"

"لیکن وہ تو علی سے ایک پل کے لئے الگ نہیں ہوتی تھی' کسی کام سے باہر جاتا تو ثانی بھی جاتی تھی' وہ بیچارہ تنہا دھکا لگا رہا ہے اور تم....."

بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ کار سے نکل کر پیچھے دھکا لگانے اور خود کو علی کی ثانی ثابت کرنے لگی۔ سونیا نے پھرتی سے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اس سے پہلے کہ وہ دوڑ کر پچھلی سیٹ کی طرف آتے' اس نے تیزی سے گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ چیخنے لگے "اے رک جاؤ' ہم کہتے ہیں رک جاؤ' ہم زومبی ہیں' زندہ مردہ' تم ہم سے پیچھا نہیں چھڑا سکو گی۔"

یہی تو وہ دیکھنا چاہتی تھی اگر وہ مردہ ہیں اور دوڈو علم کے ذریعے دونوں کی روحیں واپس دنیا میں بلائی گئی ہیں تو وہ پیچھے نہیں رہیں گی' چلتی کار میں بھی آکر بیٹھ جائیں گی۔

ایسا نہیں ہوا وہ دونوں پیچھے رہ گئے۔ سونیا تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتی ہوئی آگے جاتی رہی۔ کار کی ہیڈ لائٹس میں دور تک راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ اسی وقت سلمان نے مخاطب کیا "ہیلو سسٹر! میں شرمندہ ہوں' آپ کے پاس آنے میں دیر ہوگئی۔"

"کوئی بات نہیں' سلطانہ کو آنا چاہئے تھا۔"

"وہ بات یہ ہے کہ .... کہ ادارے میں ہمارا نکاح پڑھایا جارہا تھا' وہ دلہن بنی ہوئی ہے میں نے سوچا دلہن کے پاس جانے سے پہلے آپ کو اطلاع دے دوں اور خیریت معلوم کرلوں۔"

"میں خیریت سے ہوں۔ آج تم دونوں کو چھٹی کرنی چاہئے۔"

"چھٹی ضروری نہیں ہے۔ آپ ایسی جگہ پہنچ گئی ہیں جہاں آپ کی ذہانت کے علاوہ ہماری ٹیلی پیتھی بھی ضروری ہے۔"

"تم لیلیٰ اور دولف کو میرے پاس بھیج دو۔"

"ٹھیک ہے' ثانی میری بیٹی ہے جب تک اس کی مکمل خیریت معلوم نہیں ہوگی' میں سکون سے نہیں رہ سکوں گا' دو گھنٹے بعد ضرور آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ لیلیٰ نے سونیا کہ پاس آکر کہا "سلمان نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔"

سونیا نے کہا "مجھے بتایا گیا تھا کہ ثانی اور علی طویٰ کے عالم میں ہیں۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا ان پر اثر انداز ہے

ہو سکتا۔ تھوڑی دیر پہلے ثانی اور علی سے میری ملاقات ہوئی' وہ خود کو 'زندہ مردہ' کہہ رہے تھے۔ میرا خیال ہے پہلے ان کے دماغ کو کسی طرح کمزور بنایا گیا پھر انہیں سحر زدہ کیا گیا ہے' وہ جادو کے زیر اثر خود کو زومبی کہہ رہے ہیں۔ میں تمہارے ذریعے اس خیال کی تصدیق کر سکتی ہوں' ذرا ان کے پاس جاؤ۔"

وہ گئی پھر ایک منٹ کے اندر واپس آکر بولی "سسٹر! وہ دونوں کسی ویرانے میں ہیں' چاروں طرف تاریکی ہے اور وہ سڑک پر چل رہے ہیں۔ آپ کا اندازہ درست ہے' وہ خود کو زومبی یا 'زندہ مردہ' سمجھ رہے ہیں۔"

سونیا نے گاڑی روکی پھر واپس جانے لگی' اس نے لیلیٰ سے کہا "یہ ہمارا ایمان ہے کہ مردے زندہ نہیں ہوتے' وہ صرف قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے پھر بھی میں نے آزمائش کے طور پر ان سے کار کو دھکا لگانے کو کہا تو وہ سچ مچ دھکا لگانے لگے جبکہ ووڈو کے زیر اثر زومبی کو صرف اپنے آقا کا حکم ماننا چاہئے۔"

لیلیٰ نے کہا "سسٹر! ووڈو کے ذریعے قبروں سے اٹھنے والے مردے صرف کہانیوں میں ہوتے ہیں۔ آپ جہاں جا رہی ہیں' کیا وہاں کالا عمل کرنے والے لوگ ہیں؟"

"ہاں۔ شان پاپا ڈوک نامی ایک شخص نے شیطانی عمل کے ذریعے دہشت پھیلا رکھی ہے۔ ابھی میں نے تھوڑا چکر چلا کر یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ برائے نام جادوگر ہے۔ جادو کے علاوہ کچھ دوسرے علوم بھی جانتا ہے اور بہت زیادہ چالاک بنتا ہے۔"

"ثانی اور علی سحر زدہ ہیں' آپ انہیں کار میں بٹھائیں گی تو وہ آپ کے لئے مصیبت بن جائیں گے۔"

"اسی لئے تمہیں بلایا ہے۔ فرہاد کو بھی بلاؤ۔ تم دونوں ان کے دماغوں میں رہو گے۔ وہ میرے خلاف کچھ کرنا چاہیں گے تو فرہاد سمجھ لے گا کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہئے۔"

"میں جا رہی ہوں ہم ثانی اور علی کے اندر رہیں گے۔"

لیلیٰ نے مجھے ان کے بارے میں بتایا پھر میں علی کے پاس اور وہ ثانی کے پاس آگئی۔ سونیا نے ان کے قریب گاڑی روک دی' وہ الٰہ سے کہہ رہی تھی "سوری' مجھے بعد میں خیال آیا کہ مُردوں کو زندہ ہونے کے بعد چلنے پھرنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ آؤ کار میں بیٹھ جاؤ۔"

وہ دونوں پچھلی سیٹ پر آگئے۔ سونیا کار کو واپس موڑ کر نظافیہ کی سمت جانے لگی علی نے کہا "اگر تم واپس نہ آتیں تو ہم تم سے پہلے شہر پہنچ جاتے۔"

"تو پھر پیدل کیوں آرہے تھے؟"

"ہم قبر کی تاریکی میں رہتے ہیں' ہمیں یہاں بھی چاروں طرف کی تاریکی اچھی لگ رہی تھی لہٰذا ہم ٹہل رہے تھے پھر ہماری روحوں کو طلب کرنے والا آقا ہم سے کہہ چکا تھا کہ گاڑی لے جانے والی واپس آئے گی' دیکھ لو تم واپس آکر ہمیں لے جا رہی ہو۔"

"تمہارا آقا کون ہے؟"

"وہ اس دور کا سب سے بڑا جادوگر ہے۔ بڑے بڑے سلاطین اعظم اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ تم بھی اس کی کنیز بن جاؤ گی' تمہارا جادو اس پر اثر انداز نہیں ہو سکے گا۔"

"میں جادو نہیں جانتی ہوں۔"

ثانی نے کہا "جانتی ہو۔ تم نے جادو سے کار کی چابی اپنے ہاتھ میں کر لی تھی۔"

"وہ ہاتھ کی صفائی تھی۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "یہ شان پاپا ڈوک شاید کچھ پیشگی جانتا ہے یا کسی شیطانی عمل سے کہیں بیٹھا بول رہا ہے' اس کی مرضی کے مطابق ثانی اور علی بولتے جا رہے ہیں۔"

وہ بولی "میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ بڑا چالباز ہے' اپنی چالوں سے لوگوں کو دہشت زدہ کئے رکھتا ہے۔"

میں پھر علی کے پاس آیا' ادھر ثانی ٹھیک سونیا کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔ سونیا کی طرح ایک انگوٹھی پہنے ہوئے تھی جس میں ایک ننھی سی سوئی پوشیدہ تھی۔ مخصوص طریقے سے آپریٹ کرتے ہی باہر نکل آتی تھی پھر شکار کے جسم میں پیوست ہو کر اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیتی تھی۔

اس وقت وہ ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن میں سوئی پیوست کرنا چاہتی تھی۔ لیلیٰ نے چپکے سے ہاتھ بڑھا دیا پھر سونیا کے پاس آکر بولی "ہوشیار رہیں' یہ انگوٹھی کے ذریعے اعصابی کمزوری کی دوا آپ کے بدن میں انجکٹ کرنا چاہتی ہے۔"

ثانی دوسری بار پھر انجکٹ کرنا چاہتی تھی۔ سونیا نے یکبارگی بریک لگائے ثانی خود کو سنبھال نہ سکی الٹ کر آدھی سامنے والی سیٹ کی طرف آئی اور آدھی پیچھے رہ گئی۔ علی اسے سہارا دے کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے بولا "یہ کوئی گاڑی روکنے کا طریقہ ہے؟"

"میں اسی طرح گاڑی چلاتی ہوں خطرہ ہو تو اچانک روکتی ہوں' خطرہ ٹل جائے تو اچانک اسٹارٹ کرتی ہوں۔" اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی آگے بڑھائی وہ دونوں پھر دو سیٹوں کے درمیان گرتے گرتے سنبھل گئے۔ ثانی نے کہا "تم ہماری محافظ نہیں ہو۔ اگر ہوتیں تو سلامتی سے ہمیں قبرستان پہنچا دیتیں۔"

"کیا تم دونوں قبرستان جاؤ گے؟"

"ہاں ہم اپنی اپنی قبروں میں جا کر آرام کریں گے۔" وہ دیکھ شہر کی بتیاں دکھائی دے رہی ہیں۔ وہاں داخل ہونے سے پہلے ایک قبرستان آئے گا' ہم وہاں اتر جائیں گے۔"

"کیا مجھے اپنے آقا سے نہیں ملاؤ گے؟ میں نے اس کا چرچا سنا ہے' یہاں کے حکمران بھی اس سے خوفزدہ رہتے ہیں۔"

"ہم کسی کو کسی سے نہیں ملاتے' وہ خود ہی تمہیں مردہ بنا لے

کے بعد تمہاری روح کو اپنے پاس بلا لے گا' گاڑی روکو۔"

سونیا نے گاڑی روک دی۔ قریب ہی ایک قبرستان نظر آرہا تھا۔ وہ پچھلا دروازہ کھول کر جانے لگے جب وہ ذرا دور چلے گئے تو میں نے سونیا سے کہا "ان کی فکر نہ کرو' میں ان کے ساتھ رہوں گا۔ تم شہر میں جاؤ' ہم دیکھیں گے کہ دشمن ہمیں شہر میں چلتے ہیں یا ویرانے میں۔"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی آگے چلی گئی۔ میں علی کے پاس آگیا' وہ دونوں تاریکی میں چلتے ہوئے قبرستان کے علاقے میں داخل ہوئے۔ سامنے کچھ نظر نہیں آرہا تھا مگر وہ یوں چل رہے تھے جیسے برسوں کا جانا پہچانا راستہ ہو جبکہ ان دونوں نے وہاں ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزارے تھے' وہ ساحر شان پاپا ڈوک اپنے کالے عمل سے انہیں لے جا رہا تھا۔

وہ دونوں قبرستان کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے ایک ٹوٹی ہوئی قبر کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے دماغوں میں یہ بات آرہی تھی کہ کسی طرح قدم اٹھا کر کدھر سے بچتے ہوئے کہاں قدم رکھنا ہے' وہ اسی ہدایت کے مطابق ٹوٹی ہوئی قبر میں پاؤں ڈال کر ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر کھڑے ہو گئے۔ چند سیکنڈ کے بعد وہ کھڑے ہی کھڑے نیچے قبر کی تہ میں دھنسنے لگے۔

اندر گہری تاریکی تھی۔ میں اور لیلیٰ ان کے دماغوں میں محسوس کر رہے تھے جیسے وہ کسی نادیدہ لفٹ میں نیچے جا رہے ہوں' نیچے فاصلہ زیادہ نہیں تھا' اگر وہ کھلی جگہ ہوتی تو چھلانگ لگا کر بھی پہنچا جا سکتا تھا' وہ پلک جھپکتے ہی پہنچ گئے۔

گہری تاریکی میں ایک موم بتی روشن تھی' وہ دونوں اُدھر جانے لگے' اس مختصر سی روشنی میں لکڑی کا مضبوط دروازہ دکھائی دے رہا تھا' ان کے قریب پہنچتے ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ دوسری طرف وسیع میدان اور کھنڈرات نظر آرہے تھے۔ وہاں ایک شخص نکیلی کیلوں پر لیٹا ہوا منتروں کا جاپ کر رہا تھا' ایک عورت وہاں بھڑکتی ہوئی آگ پر دوڑتی ہوئی جاتی تھی پھر دوڑتی ہوئی واپس آتی تھی وہ بھی منتر پڑھتی جا رہی تھی' کوئی سر کے بل زمین پر الٹا کھڑا تھا' کوئی ایک ٹانگ پر سیدھا کھڑا تھا' کوئی اپنے جسم کو توڑ مروڑ کر اذیت میں مبتلا تھا۔ یہ تمام لوگ منتروں کا جاپ کر رہے تھے' کالے جادو کا علم سیکھ رہے تھے۔

ان میں راحیلہ بھی تھی۔ وہ ثانی کو دیکھ کر دونوں بانہیں پھیلا کر آگے بڑھتی ہوئی بولی "میری بیٹی! میری جان' تھک گئی ہوگی۔ میں یہاں سے دیکھ رہی تھی' اس ذلیل سونیا نے تمہیں دور تک پیدل چلایا تھا۔ دھوکا دے کر کار سے اتار دیا تھا۔ اسے آنے دو' میں اسے جادو سے گدھی بنا دوں گی۔"

اس نے ثانی کو گلے لگا لیا۔ بیٹی خاموش تھی' سحر زدہ تھی۔ ایک طرف دیدے پھیلائے دیکھ رہی تھی۔ جدھر دیکھ رہی تھی ادھر ایک قد آور پہلوان جیسا شخص کھڑا ہوا تھا' اس نے بھاری بھرکم فوجی بوٹ اور ایک پتلون پہنی ہوئی تھی' اس کا اوپری بدن ننگا تھا۔ سینہ چٹان کی طرح پھیلا ہوا تھا' بازوؤں کی مچھلیاں ابھری ہوئی تھیں۔ وہ سر سے پاؤں تک الٹے توے کی طرح کالا تھا۔ سیاہ چہرے پر سفید دیدے یوں لگ رہے تھے جیسے تاریکی سے شیطان جھانک رہا ہو۔ چہرے پر ایسی سفاکی تھی جیسے وہ انسانی لہو پیتا ہو' اسے دیکھ کر سب نے سر جھکا لیا۔ صرف راحیلہ' ثانی اور علی سر اٹھائے کھڑے تھے۔

اس نے گرجدار آواز سے پکارا "سارائی!"

راحیلہ کی ماں سارائی ایک طرف سے آئی پھر اس کے سامنے سر جھکا کر بولی "یس پاپا ڈوک! میں تیری کنیز ہوں۔"

شان پاپا ڈوک نے کہا "تم راحیلہ کے ساتھ شہر میں جاؤ۔ سونیا ہوٹل ڈوڈا میں گئی ہے' اس کے چاروں طرف ایسا جال پھیلا دو کہ وہ ادھر کا رخ نہ کر سکے۔ میں نے اس کے یہاں آنے کا انداز دیکھا ہے وہ بہت چالاک ہے' اس نے مجھے بھی دھوکا دیا ہے۔"

سارائی نے کہا "پاپا ڈوک سے گستاخی کرنے والے زندہ نہیں رہتے۔ تم نے اسے زندہ کیوں چھوڑ دیا؟"

"اس عورت نے مجھے دوسری جگہ الجھا دیا ہے۔ یہاں میرے سامنے دو ایسے دشمن ہیں جنہیں میں دیکھ نہیں سکتا' وہ ثانی اور علی کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔"

میں نے علی کے اندر سوچ کے ذریعے کہا "پاپا ڈوک!"

اُدھر وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا' میں نے کہا "تم ایک عام سے جادوگر ہو سکتے ہو مگر تمہارا اس شیطانی کامیابی کا راز ٹیلی پیتھی ہے' تم نے کالے عمل کے ذریعے اپنے دماغ کو علی اور ثانی کے دماغوں سے منسلک کیا ہے' اِدھر میں سوچ کے ذریعے بول رہا ہوں اُدھر تم سن رہے ہو۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولا "تم کون ہو؟ اس جوان جوڑے سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"میں ثانی کا باپ ہوں۔"

"یہ جھوٹ ہے' اس لڑکی کا باپ سلمان واسطی ہے۔"

"واہ' میری بیٹی کو پرائی بیٹی بنا رہے ہو۔ تمہارے الٹے سیدھے جادو نے تمہیں جو سمجھایا تم سمجھ گئے۔ یہ حقیقت راحیلہ اور اس کی ماں سارائی بھی جانتی ہے کہ سلمان سے راحیلہ کو ایک ارادہ ہوئی تھی جو پیدائش کے وقت ہی مر گئی۔ ثانی میری اور سونیا کی بیٹی ہے۔"

راحیلہ نے کہا "نہیں یہ میری بیٹی ہے۔ سونیا نے مجھے دھوکا دیا تھا' بچے کو بدل دیا تھا۔ اپنا مردہ بچہ میرے پاس ڈال دیا تھا اور میری زندہ بچی اٹھا کر لے گئی تھی۔ میں اس کمینی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے پاپا ڈوک سے پوچھا "ہم [illegible] باتیں

کررہے ہیں پھر یہ باتیں راحیلہ نے کیسے سن لیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں اپنے تمام شاگردوں کے اندر لہو کی طرح دوڑتا ہوں۔ سوچ کے ذریعے ایک سے بولتا ہوں تو اسے سب سنتے ہیں۔"

میں نے کہا "مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہے کہ تم کتنے باکمال ہو۔ میں چاہتا ہوں تم لوگ اپنی غلط فہمی دور کرو اور میری بیٹی مجھے واپس کردو۔"

وہ بولا "جس کا دماغ ایک بار میرے قابو میں آجائے وہ میرا محکوم اور تابعدار بن جاتا ہے پھر اسے مرنے کے بعد بھی نجات نہیں ملتی۔ میں اس کی روح کو جب چاہتا ہوں اپنے پاس بلا لیتا ہوں۔"

میں نے کہا "تم زبردست چالباز ہو' ثانی اور علی کو بھی زومبی ظاہر کررہے تھے اگر میں خیال خوانی نہ جانتا اور ان کے دماغوں میں نہ آتا تو انہیں 'زندہ مردے' سمجھ کر دھوکا کھا جاتا۔"

"اب زیادہ دیر یہاں نہ رہ سکو گے۔ میں ان دونوں کو پھر کوما میں پہنچا دوں گا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ یہ دونوں بے دست و پا نہ رہیں تو ان کے اندر سے چلے جاؤ۔"

"میں اپنے بچوں کو چلتے پھرتے دیکھنا چاہتا ہوں اس لئے جارہا ہوں۔"

میں نے لیلیٰ سے کہا "آؤ سونیا کے پاس چلیں۔"

ہم نے سونیا کے پاس آکر اسے طلسم کدے کے حالات بتائے۔ اس نے پوچھا "اب کیا کرو گے؟"

"میں اور لیلیٰ دو افراد کو آلۂ کار بنا کر وہاں لے جائیں گے۔ اس طلسم کدے کے کسی آدمی کو آلۂ کار نہیں بنایا جاسکتا۔ وہ کمبخت پاپا ڈوک اپنے تمام چیلوں کے دماغوں میں گھسا رہتا ہے۔"

سونیا نے کہا "تم بھی کسی کے دماغ میں رہتے ہو تو کیا یہ معلوم کرلیتے ہو کہ کوئی دوسرا اسی دماغ میں گھسا ہوا ہے؟"

"نہیں' جب تک وہ دوسرا شخص نہ بولے اس کا پتا نہیں چلتا۔"

"اسی طرح تم اور لیلیٰ خاموش رہتے تو پاپا ڈوک کو پتا نہ چلتا۔"

لیلیٰ نے کہا "ہم نے اپنی آواز نہیں سنائی تھی۔"

سونیا نے کہا "تم بھول رہی ہو۔ ثانی کار میں میرے پیچھے بیٹھی انگوٹھی کی دوا مجھ میں انجکٹ کرنا چاہتی تھی۔ تمہارے اطلاع دیتے ہی میں نے کار کو اچانک بریک لگائے کیا اس طرح پاپا ڈوک نے نہیں سمجھا ہوگا کہ مجھے خیال خوانی کے ذریعے خطرے سے آگاہ کیا گیا اور خیال خوانی کرنے والے ثانی اور علی کے اندر موجود ہیں؟"

ہم وہ واقعہ بھول گئے تھے۔ اب سمجھ میں آگیا کہ پاپا ڈوک کو ہماری موجودگی کا علم کیسے ہوا تھا۔ سونیا ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ دروازے پر دستک سن کر اٹھ گئی۔ آگے بڑھ کر اسے کھولا۔ سامنے سارائی اور راحیلہ کھڑی ہوئی تھیں۔ سونیا پہچان کر بھی انجان بن گئی اور سوچ کے ذریعے مجھ سے بولی "جیسے ہی میرا ہاتھ راحیلہ کے بدن پر جائے تم اس کے دماغ میں چلے جانا' وہ سانس نہیں روک سکے گی۔"

راحیلہ نے اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے پہچانو' میں وہی ہوں جو تقریباً بیس برس پہلے سوئٹزرلینڈ میں ملی تھی۔ اُن دنوں میں ماں بننے والی تھی۔ تم بھی ماں بن رہی تھیں پھر ایک دن پتا چلا میری بچی پیدا ہوتے ہی مرگئی ہے۔ میں بے ہوش تھی ورنہ تمہارا فراڈ پکڑ لیتی۔ تم اپنی مردہ بچی میرے پاس چھوڑ کر زندہ بچی اٹھا کرلے گئی تھیں۔"

سونیا نے کہا "اندر آؤ' میں نے پہچان لیا ہے میں یہاں اپنی بیٹی اور ہونے والے داماد کو لینے آئی ہوں تم سے امید کرتی ہوں کہ جھگڑا نہیں کروگی' انصاف کروگی۔ میری اور ثانی کی صورتیں دیکھ لو' ہم ماں بیٹی میں ایک ذرا فرق نظر نہیں آئے گا۔ قدرت نے یہ ثبوت فراہم کیا ہے۔ کیا تم قدرت کو بھول کر جادوئی علم کی بات مانو گی؟"

راحیلہ کی ماں نے کہا "ہاں جادو بہت بڑی طاقت ہے۔ یہ قدرت میں بھی ہلچل پیدا کردیتا ہے۔ قدرتی موسموں کو بدل دیتا ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ پاپا ڈوک جادو سے طوفان لایا اور طیارے کو اس ملک میں پہنچا دیا۔"

سونیا نے پوچھا "کیا پاپا ڈوک میری بیٹی کی صورت بدل کر اسے تمہاری بیٹی کا مشعل بنا سکتا ہے؟"

"اسے مشعل بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پاپا ڈوک کا جادو سچا ہے اس کے جادو نے بتایا ہے کہ ثانی حیلہ کی بیٹی اور میری نواسی ہے۔"

سونیا نے راحیلہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر محبت سے کہا "آؤ بیٹھو۔"

پھر اس نے راحیلہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہی انگوٹھی کی دوا انجکٹ کردی۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے سنبھال لیا' اسے کمزوری ظاہر کرنے کا موقع نہیں دیا۔ سونیا نے سارائی کو باتوں میں لگایا۔ میں راحیلہ کو صوفے پر بیٹھا کر اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔

اس کی سوچ نے کہا "پاپا ڈوک یہاں سونیا کی آمد کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ شہر الون عبدالمالک سے انٹیلی جنس کے چیف نے خفیہ طور پر اطلاع دی تھی کہ سونیا کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے نظافیہ سے پندرہ میل دور ایک بستی کے قریب اتارا جائے گا۔

اس طرح یہ معلوم ہوگیا کہ شان پاپا نے جادو سے نہیں

چالاکی سے سونیا کے آنے کا وقت معلوم کیا تھا پھر ثانی اور علی کو سحر زدہ کرکے ایک کار میں اُدھر سے گزرنے کو کہا تاکہ ان کے ذریعے وہ سونیا کی باتیں سن کر اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ جان سکے۔

وہ بڑی مکاری سے چالیں چلتا تھا۔ اس نے مجھ سے بھی فراڈ کیا تھا اور میں اس کے چکر میں آگیا تھا۔ اس طلسم کدے میں جب سوچ کے ذریعے گفتگو ہورہی تھی تو راحیلہ زبان سے بول پڑی تھی۔ میں نے پاپا ڈوک سے پوچھا تھا۔ ہماری سوچ کی گفتگو راحیلہ نے کیسے سن لی؟ اس نے فخر سے ہنستے ہوئے کہا تھا کہ وہ بیک وقت اپنے تمام چیلوں کے دماغوں میں موجود رہتا ہے' اس وقت راحیلہ اور دوسرے تمام چیلے ہماری خیال خوانی کو سن رہے ہیں۔

اب راحیلہ کے چور خیال نے بتایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پاپا ڈوک نے مجھ سے بات کرتے وقت چپکے سے راحیلہ کے دماغ میں جاکر بتایا تھا کہ میں ثانی کا باپ ہونے کا دعویٰ کررہا ہوں تب راحیلہ زبان سے بول پڑی تھی۔

اس سے ظاہر ہوگیا کہ پاپا ڈوک اپنے تمام چیلوں کے دماغوں میں بیک وقت نہیں رہتا ہے اور نہ ہی وہ ہمیں دوبارہ ثانی اور علی کے دماغوں میں محسوس کرسکتا ہے۔ اب ہمارے لئے کچھ آسانیاں پیدا ہورہی تھیں۔ ہم پھر طلسم کدے میں جاسکتے تھے۔

میں نے راحیلہ کے دماغ کو اور کریدنا شروع کیا۔ پتا چلا راحیلہ ایک موذی مرض میں مبتلا ہے' وہ اکثر ناقابلِ برداشت تکلیف میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ اس کی ماں سارائی اسے لے کر شان پاپا ڈوک کی رہائش گاہ میں جاتی ہے۔ پاپا ڈوک اس پر کچھ عمل کرتا ہے جس کے نتیجے میں اسے آرام آجاتا ہے۔

میں نے پاپا ڈوک کی رہائش گاہ کے متعلق معلوم کیا۔ اس کی سوچ وہاں کا پتا اور ٹیلیفون نمبر بتانے لگی۔ اس کی رہائش گاہ کے اطراف درجنوں مسلح گارڈز کا پہرا رہتا تھا اور اندر حسین عورتوں کا میلہ لگا رہتا تھا۔ کوئی غیر ضروری آدمی رہائش گاہ کے احاطے میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ یوں بھی شہر کے لوگ اس کے نام سے سہم جاتے تھے۔ اس کی رہائش گاہ کے قریب سے گزرنے کی کوئی ہمت نہیں کرتا تھا۔

میں نے اس کی کمزوریاں معلوم کیں۔ پتا چلا وہ اپنی کمزوری نہیں چھوڑتا ہے یا کسی کے علم میں آنے نہیں دیتا ہے۔ بہت ہی متلون مزاج ہے۔ ہر کام وقت پر کرتا ہے۔ اس کے ہاں جو نئی عورتیں ہوتی ہیں' وہ عیاشی کے لئے نہیں ہوتیں بلکہ شیطان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انہیں قربانی دینے کے لئے لاتا ہے۔ ان عورتوں کو اس بات کا علم نہیں ہوتا۔ ان میں سے ایک غائب ہوتی ہے تو دوسری کوئی نئی آجاتی ہے۔

اُدھر سارائی سونیا سے کہہ رہی تھی "اگر تم کنواری ہوتیں تو یہاں سے زندہ نہ جاتیں۔ شیطان کے سامنے تمہاری بلی دی جاتی۔ اپنی خیریت چاہتی ہو تو چپ چاپ واپس چلی جاؤ۔"

"پاپا ڈوک سے پوچھو' وہ میرے سامنے کیوں نہیں آتا ہے؟ مجھے یہاں سے جانے کو کیوں کہہ رہا ہے؟"

"وہ تمہاری جیسی چھوٹی عورتوں کے منہ نہیں لگتا۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "اپنے دودو کے دیوتا سے پوچھو تو وہ بتائے گا پاپا ڈوک کا وقت پورا ہورہا ہے۔"

"بکواس مت کرو' وہ کبھی نہیں مرے گا۔ جب اس کا جسم بوڑھا ہوجائے گا تو وہ پرانا جسم چھوڑ کر کسی جوان جسم میں چلا جائے گا۔"

"اس کا باپ بھی کبھی یہ عمل نہیں کرسکے گا۔ موت برحق ہے۔ اس دنیا کے ہر جاندار اور ہر شے کو فنا ہونا ہے۔ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔"

وہ غصے سے سونیا کو گھورتی ہوئی منتر پڑھنے لگی۔ سونیا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلام پاک کی ایک آیت پڑھنے لگی۔ چند لمحوں کے بعد ہی سارائی کو چپ لگ گئی۔ وہ منتر بھول گئی تھی۔

اس نے پھر سے منتر پڑھنا شروع کیا پھر بھول گئی' وہ اپنے پرس میں ایک سفوف لے کر آئی تھی۔ پورا منتر پڑھنے کے بعد اس سفوف کو سونیا پر پھینکتی تو وہ آگ کے شعلوں میں گھر جاتی لیکن منتر پورا نہیں ہورہا تھا اور اس کے بغیر سفوف کام نہیں کرسکتا تھا۔

اس نے دو چار بار کوشش کی پھر سمجھ گئی کہ سونیا سے سارا ملا کر نہیں پڑھ سکے گی۔ اس لئے دوسری طرف گھوم کر پڑھنے لگی۔ اچھی طرح یاد کرتے ہوئے پورا منتر پڑھنے کے بعد اس نے پرس میں ہاتھ ڈالا تو پتا چلا سفوف کی پڑیا نہیں ہے' وہ پرس کو پوری طرح کھول کر ڈھونڈنے لگی۔ اسے یاد تھا کہ اس نے چلتے وقت وہ پڑیا پرس میں رکھی تھی مگر اب نظر نہیں آرہی تھی۔

اس نے جھنجلا کر پرس کو پھینک دیا۔ غرا کر سونیا کو دیکھا پھر اس پر حملہ کرنے کے لئے دونوں ہاتھ بڑھاتی ہوئی آئی۔ اس کی تمام انگلیوں کے ناخن لانبے اور نکیلے تھے۔ ان ناخنوں سے وہ بوٹیاں نوچ سکتی تھی۔ سونیا نے اس کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر کہا "سارائی! تو آئندہ ان ہاتھوں سے جادوئی عمل کرنے کے قابل نہیں رہے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک جھٹکا دیا۔ سارائی چیخنے لگی۔ اس کی انگلیوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ وہ دونوں ہاتھ لٹکائے اِدھر اُدھر دوڑ رہی تھی۔ پاپا ڈوک کو پکار رہی تھی پھر اس نے راحیلہ کے سامنے رک کر تکلیف سے کراہتے ہوئے پوچھا "حیلہ! تو کیسی بیٹی ہے۔ یہ عورت تیری ماں کو نقصان پہنچا رہی ہے اور تو خاموش بیٹھی ہے۔"

وہ بدستور خاموش تھی۔ کیونکہ میں اس کے اندر موجود تھا۔ اسی وقت لیلیٰ نے آکر مجھ سے کہا "آپ میرے پاس آئیں۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بولی "ابھی میں ثانی اور علی کے پاس گئی تھی۔ وہ دونوں طلسم کدے میں تھے۔ پاپا ڈوک کو ان کے دماغوں میں میری موجودگی کا علم نہیں ہوا۔ وہ شیطان کے مجسمے کے سامنے سانس روک کر پالتی مارے بیٹھا کوئی عمل کر رہا ہے۔"

میں راحیلہ کے دماغ سے نکل کر لیلیٰ کے پاس گیا تھا۔ اس لئے راحیلہ اب چونک کر اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی اور پوچھ رہی تھی "ماما! کیا ہوا؟ تم کیوں کراہ رہی ہو؟"

سونیا نے کہا "میں نے اسے کالا عمل کرنے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں توڑ دی ہیں۔ میں تمہیں بھی نقصان پہنچا سکتی ہوں مگر تم ایک عظیم بزرگ کی صاحبزادی ہو۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے بغیر شیطانی ماحول سے نکال کر لے جاؤں۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ اپنی ماں اور اپنی بیٹی کے ساتھ یہیں رہوں گی۔"

"میں جہاں چاہوں گی تم وہاں رہو گی۔ تمہارا پاپا ڈوک میرا راستہ نہیں روک سکے گا۔ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔ تمہاری ماں اسے پکار رہی ہے، تم بھی پکار کر آزما لو۔"

"تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے، میں کمزور ہو گئی ہوں۔ یہاں سے اٹھنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے۔ کیا تم بھی جادو جانتی ہو؟"

"میں جادو پر لعنت بھیجتی ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ جو ہو رہا ہے وہ خدا کی مرضی سے ہو رہا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی زلزلہ سا محسوس ہوا۔ یہ زلزلہ چند سیکنڈ تک رہا۔ کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔ کمرے کی چیزیں الٹ پلٹ گئیں۔ سارائی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "یہ زلزلہ تیرے خدا کی مرضی سے نہیں ہمارے پاپا ڈوک کی جادوئی قوت سے آرہا ہے۔"

میں نے کہا "سونیا باہر آجاؤ، کھلی جگہ رہو۔ پاپا ڈوک شیطان کے مجسمے کے سامنے سانس روک کے کوئی عمل کر رہا ہے۔"

سونیا نے اٹھ کر راحیلہ کو سہارا دے کر اٹھایا، وہ اٹھتے ہوئے بولی "مجھے چھوڑو، میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

وہ اسے جبراً اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے بولی "احمق نہ بنو، اگر یہ زلزلہ پاپا ڈوک کے شیطانی عمل سے آیا ہے تو اس نے یہ نہیں سوچا کہ میرے ساتھ تم بھی مرجاؤ گی۔ اسے تم میں سے کسی کی پروا نہیں ہے۔ وہ مجھے کسی طرح مار کر اپنی موت کو ٹالنا چاہتا ہے۔"

ہوٹل میں زلزلے کے باعث بھگدڑ مچ گئی تھی۔ سب لوگ جان بچانے کے لئے بھاگتے ہوئے باہر چلے گئے تھے۔ سونیا نے باہر آکر دیکھا۔ شہر میں حد نظر تک کہیں بھی زلزلے کی تباہی کے آثار نہیں تھے۔ ہر طرف حسب معمول رونق تھی۔ صرف ہوٹل کسی حد تک تباہ ہو گیا تھا۔ ہوٹل کا مالک اور منیجر سارائی کے سامنے گھٹنے ٹیک کر کہہ رہے تھے "ماما سارائی! تمہیں ہوٹل میں دیکھ کر ہم سمجھ گئے تھے کہ ہماری شامت آگئی ہے، ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو معاف کردو۔ ہم پاپا ڈوک کی خدمت میں نذرانہ پیش کردیں گے۔"

سارائی نے ٹوٹے ہوئے ہاتھ سے سونیا کی طرف اشارہ کر کے کہا "اس چڑیل نے میرے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں توڑ دی ہیں۔ اسے مارو۔ اسے شہر میں کہیں پناہ نہ لینے دو۔ جونہی اسے شہر سے باہر نکال دیں گے پاپا ڈوک ان پر مہربان ہو جائے گا، انہیں مالا مال کردے گا۔"

ماما سارائی اس علاقے میں پاپا ڈوک کی دست راست سمجھی جاتی تھی۔ اس کے ہر حکم پر عمل کرنا لازمی ہوتا تھا۔ یہ حکم سنتے ہی ہوٹل کے مالک نے ریوالور نکال کر سونیا کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "تم ابھی ہمارے سامنے دوڑتی ہوئی شہر سے باہر جاؤ گی، ہم سب تمہارے پیچھے دوڑتے رہیں گے۔ تم جہاں رکو گی وہیں تمہیں گولی ماردیں گے۔"

یہ کہتے ہی وہ خود دوڑتا ہوا آگے گیا۔ پھر پلٹ کر اپنے ملازموں سے بولا "میرے پیچھے آؤ، ہم شہر سے باہر جائیں گے، بھاگو دوڑو۔"

وہ دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ اس کے ملازم بھی پیچھے دوڑنے لگے۔ سارائی نے چیخ کر کہا "گدھے کے بچے! اس چڑیل کو شہر سے نکالنے کی دھمکی دے کر خود کیوں جارہے ہو۔ واپس آؤ، اسے پکڑ کر لے جاؤ۔"

وہ واپس نہیں آئے۔ میں انہیں دوڑاتا ہوا لے گیا۔ وہاں جو لوگ تماشا دیکھ رہے تھے ان سے سونیا نے کہا "لوگو! آج تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ سارائی اور پاپا ڈوک کا جادو الٹا ہو جایا کرے گا۔ یہ ہوٹل والے مجھے شہر سے نکالنا چاہتے تھے، دیکھ لو وہ خود نکل رہے ہیں۔"

سارائی نے چیخ کر کہا "اس کی باتوں میں نہ آؤ، ہمارا جادو کبھی الٹا نہیں ہوگا۔ میں حکم دیتی ہوں اسے گولی مار دو۔"

ایک شخص نے جیب سے ریوالور نکال کر کہا "ماما سارائی کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں اسے گولی مارتا ہوں۔"

لیلیٰ نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اس نے ٹھائیں کی آواز کے ساتھ دو گولیاں چلائیں۔ سارائی چیخیں مارتی ہوئی اچھل کر زمین پر گر پڑی۔ دو گولیاں اس کی دو ٹانگوں میں لگی تھیں۔ سونیا نے کہا "تم پہلے ہاتھوں سے گئی تھیں اب پیروں سے بھی گئیں۔ لوگو! اب عقل سے کام لو۔ آنکھیں کھولو، جادو الٹ گیا ہے۔ جادو کرنے والی بے بسی سے بے دست و پا ہو کر خاک میں تڑپ رہی ہے۔ گولی چلانے والے! تو اپنی سلامتی چاہتا ہے تو ریوالور خالی کر کے پھینک دے ورنہ تیسری گولی تیری ہی پیٹ میں اتر جائے گی۔"

اس بار راحیلہ نے آگے بڑھ کر کہا "اس کی باتوں میں نہ آؤ، میں تمہارے سامنے منتر پڑھتی ہوں۔ تمہاری گولی ٹھیک اس عورت کو لگے گی۔"

وہ بلند آواز سے منتر پڑھنے لگی۔ اس شخص نے سونیا کا نشانہ لیا۔ پھر اگلے ہی لمحے ریوالور کو گھما کر اپنے پیٹ میں گولی مار لی۔ سونیا کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔ تیسری گولی اس شخص کے پیٹ میں گئی۔ لوگ سہم کر پیچھے ہٹنے لگے۔ راحیلہ پکار رہی تھی "پاپا ڈوک! ہماری مدد کرو۔ ہم یہاں خوار ہو رہے ہیں۔ ہماری عزت رکھ لو۔"

سونیا اس کا بازو پکڑ کر ایک طرف جاتے ہوئے بولی "آج خدا کے سوا کوئی تمہارے کام نہیں آئے گا۔ یہ ثابت کرنے کے لئے میں خود تمہیں پاپا ڈوک کے پاس لے چلتی ہوں۔ چلو۔"

وہ اسے کھینچتی ہوئی ایک کار کے پاس لائی کار والا بھاگ کر دور چلا گیا۔ اب لوگوں کو یقین ہو رہا تھا کہ سونیا بھی زبردست ہے۔ اس نے راحیلہ کو اگلی سیٹ پر بٹھایا پھر گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آنے لگی، راحیلہ نے سوچا کار سے نکل بھاگے۔ وہ اپنی ماں کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی تھی لیکن لیلیٰ نے اس کے دماغ میں رہ کر اسے اپنی جگہ سے اٹھنے نہیں دیا۔

سونیا کار ڈرائیو کرتی ہوئی پاپا ڈوک کی رہائش گاہ کی طرف جانے لگی۔ ایسے ہی وقت سلطانہ اور سلمان بھی آگئے۔ لیلیٰ نے وہاں کی تمام روداد انہیں سنائی۔ سلمان نے کہا "تم راحیلہ کے پاس رہو، ہم ثانی اور علی کے پاس جارہے ہیں۔"

وہ دونوں ثانی اور علی کے پاس آئے۔ اس سے پہلے سلمان نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے کہا "علی کے پاس رہ کر دیکھو، تمہیں پاپا ڈوک نظر آئے گا۔ میں اس کے کالے عمل میں مداخلت کرنے جارہا ہوں۔"

سلمان پاپا ڈوک شیطان کے مجسمے کے سامنے بیٹھا منتر پڑھ رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا تو اس نے سانس روک لی منتر ادھورا رہ گیا۔ اس نے پلٹ کر ثانی اور علی کو دیکھا پھر مجسمے کی طرف منہ کر کے پڑھنے لگا۔ میں پھر اس کے دماغ میں آیا تو وہ گرج کر بولا "کس کی شامت آئی ہے؟"

میں نے قہقہہ لگایا، اس نے سانس روک لی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ثانی اور علی کو دیکھتے ہوئے بولا "میں ان دونوں کو جلا کر بھسم کردوں گا۔ اگر ان کی سلامتی چاہتے ہو تو چلے جاؤ اب میرے دماغ میں نہ آنا۔"

وہ چیلنج کرنے اور دھمکیاں دینے کے بعد پھر شیطان کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے سلمان سے کہا "یہ جب بھی پڑھنا شروع کرے تم اس کے دماغ میں جاتے رہو۔ میں علی کے پاس رہوں گا۔"

وہ پڑھنے لگا پھر اچانک رک گیا۔ سلمان اس کے اندر گیا تھا۔ وہ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا، شیطان کے قدموں میں رکھی ہوئی تلوار اٹھا کر بولا "میں تمہاری چالاکی سمجھ رہا ہوں۔ تم چاہتے ہو میں منتر نہ پڑھوں، اس کے بغیر میں جادو نہیں کر سکوں گا مگر تم نے یہ نہیں سوچا کہ میرے ہاتھ یا دس سلامت ہیں۔ میں اس تلوار سے ان دونوں کی گردنیں اڑا سکتا ہوں۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی علی نے فضا میں چھلانگ لگائی اور اس کے سینے پر لات ماری۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے جا کر شیطان کے مجسمے سے ٹکرا گیا۔ علی نے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں سے ایک جلتی ہوئی لکڑی نکال کر کہا "آج تو پہلی بار منتر نہیں پڑھ سکے گا اور جسمانی قوت سے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ تیرے اندر شیطان کی قوت ہے تو میرے اندر باپ کی طاقت ہے۔ تو میرے نہیں میرے باپ کے مقابل ہے۔"

علی نے جلتی ہوئی لکڑی اس کے منہ پر ماری۔ پاپا ڈوک نے اسے تلوار سے روکا، لکڑی دو ٹکڑے ہو گئی۔ علی اچھل کر پھر آگ کے پاس آیا، اس بار اس نے دو جلتی ہوئی لکڑیاں اٹھائیں پہلے ایک کو پھینکا جیسے ہی وہ تلوار سے روکنے لگا اس نے دوسری لکڑی منہ پر پھینکی، وہ آگ سے بچتے بچتے لڑکھڑا کر گرنے لگا اسی وقت علی نے اس کے ہاتھ پر ایک بھرپور تلی لپک ماری، تلوار ہاتھ سے چھوٹ کر اوپر گئی پھر نیچے آنے سے پہلے علی نے اچھل کر اسے کیچ کر لیا۔

تلوار ہاتھ سے نکلتے ہی وہ اٹھ کر بھاگنے لگا۔ یہ بعد میں پتا چلا کہ وہ بزدل نہیں تھا، بڑا جیدار تھا۔ دو دو پہلوانوں کو بازوؤں میں دبوچ کر مار ڈالتا تھا، مقابلے کے دوران کسی ہتھیار کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اس وقت بھی وہ تلوار سے ڈر کر نہیں بلکہ کالے علم کی ہدایت کے مطابق بھاگ رہا تھا۔

اس کے علم نے اسے بتادیا تھا کہ آج کی رات بہت بھاری ہے۔ آج رات جو عورت تمہا شہر میں داخل ہوگی وہ اس پر تباہی لائے گی۔ اگر وہ عورت کا سامنا نہ کرے تو قضا ٹل جائے گی لیکن تباہی لازمی ہوگی۔ وہ تباہی کے لئے تیار تھا، مرنے کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے بھاگتا ہوا شیطان کے مجسمے کے پیچھے چلا گیا۔

علی تلوار ہاتھ میں بلند کئے مجسمے کے پیچھے آیا، تو وہ دکھائی نہیں دیا۔ بظاہر یوں لگ رہا تھا جیسے جادو سے غائب ہو گیا ہو لیکن اس کے جادو میں وہ دم نہیں تھا جس سے ہیبت طاری ہو جاتی ہے پھر سلمان اسے منتر پڑھنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اگر وہ غائب ہونے کا کوئی جادو جانتا تب بھی اسے غائب ہونے کے لئے منتر پڑھنے کی مہلت نہ ملتی۔

سلمان نے علی کے پاس آکر کہا "ابھی میں اس کے اندر گیا تھا اس کے سانس روکنے تک پتا چلا کہ وہ شیطان کے مجسمے کے اندر ہے۔"

یہ سن کر میں اس کے دماغ میں پہنچا پھر اس کے سانس روکنے تک پتا چلا وہ ایک سرنگ میں سرتوڑ بھاگے گزر رہا ہے۔ علی نے مجسمے کے پچھلے حصے کو اوپر سے نیچے تک ٹٹول کر دیکھا کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جس کے ذریعے چور دروازہ کھولا جاتا۔ اتنے میں لیلیٰ نے آکر بتایا کہ سونیا نے پاپا ڈوک کی رہائش گاہ کو تباہ کردیا ہے۔

اس کی رہائش گاہ کے اطراف سخت پہرا رہتا تھا لیکن پہرے داروں نے سونیا کے ساتھ راحیلہ کو دیکھ کر راستہ نہیں روکا تھا۔ سونیا نے اندر پہنچ کر پہلے وہاں کے مسلح افراد کو ختم کیا پھر اسلحہ خانے سے ہینڈ گرینیڈ وغیرہ نکال کر تباہی مچادی۔ اب وہ اسلحہ خانے کے راستے ادھر آرہی تھی۔

لیلیٰ کا بیان ختم ہوا تو مجسمے کے پچھلے حصے میں اچانک چور دروازہ نمودار ہوا۔ وہ ایک طرف سرک رہا تھا ہم نے ثانی اور علی سے زیادہ دیکھا۔ دروازے پر سونیا راحیلہ کے ساتھ کھڑی تھی اس نے شیطان کے مجسمے کو دیکھا پھر کہا "لعنت ہے مجھ پر کہ شیطان کے اندر ہوں تو کبھی اس راستے سے نہ

میں نے علی کی زبان سے کہا "شان پاپا ڈوک اسی راستے سے فرار ہوا ہے۔"

"اسے جانے دو۔ میں یہاں آنے سے پہلے جناب علی اسد اللہ تبریزی کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا ثانی اور علی کو سحر زدہ کرنے والا میرے سامنے نہیں آئے گا وہ اپنی سلامتی کے لئے منہ چھپا کر بھاگے گا۔ ثانی اور علی پر سے اس کا طلسم توڑنے کے لئے شیطان کے بت کو توڑ دینا اور یہ علی توڑے گا۔"

سونیا نے علی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "تم سحر زدہ ہو لیکن میرا ہاتھ تمہارے شانے پر ہے۔ تمہارا ہاتھ شیطان پر پڑنا چاہئے، توڑ دو اس بت کو۔"

علی نے تلوار کا ایک ہاتھ مارا بت کا ایک بازو کٹ کر گر پڑا۔ ثانی نے ایک چیخ مار کر آس پاس دیکھا۔ اسے جیسے ہوش آگیا تھا اس نے سونیا کو دیکھا پھر دوڑتی ہوئی آکر اس سے لپٹ گئی۔ علی بھی پورے ہوش و حواس میں آگیا تھا۔ تلوار کی ضربیں لگا رہا تھا۔ بت ٹکڑے ہو کر گر رہا تھا جب اس بت کی گردن کٹ گئی تو راحیلہ فرش پر گر کر بے ہوش ہوگئی۔ سونیا نے جھک کر اسے دیکھا پھر دونوں بازوؤں میں اسے اٹھا کر بولی "خدا کرے اس پر بھی جو سحر طاری ہے وہ ختم ہوجائے۔"

پاپا ڈوک کے جتنے چیلے وہاں کالا علم سیکھ رہے تھے سب سہم کر ایک جگہ بیٹھ گئے تھے وہ دونوں ہاتھ کھول کر بلند آواز میں رحم کی بھیک مانگ رہے تھے۔ علی نے کہا "معاف کرنے والا خدا ہے۔ توبہ کرو اور شیطانی عمل چھوڑ دو۔"

اس نے راحیلہ کو سونیا سے لے کر کہا "ہمیں پاپا ڈوک کی رہائش گاہ میں جا کر یہاں سے روانگی کے انتظامات کرنے چاہئیں۔"

سونیا نے کہا "میں یہاں کے اعلیٰ افسران کو فون پر بتا چکی ہوں۔ انہیں پاپا ڈوک کی تباہی کا یقین نہیں آرہا تھا، اب یہ یقین نہیں آئے گا کہ وہ جان بچا کر کہیں بھاگ گیا ہے۔"

بت کے ٹوٹنے کے بعد بت خانے کا چور راستہ صاف ظاہر ہوگیا تھا۔ وہ تینوں راحیلہ کو اٹھا کر بت خانے سے گزرتے ہوئے رہائش گاہ کے ایک حصے میں پہنچے۔ راحیلہ کو ایک پلنگ پر لٹایا وہاں پولیس والے بھی آگئے تھے۔ ایک افسر نے علی سے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ اور مسز راحیلہ کو کہاں سے لائے ہو؟"

وہاں دوسرا افسر بھی آگیا۔ علی نے انہیں بتایا کہ کس طلسم کدے کو تباہ کیا گیا ہے اور شان پاپا ڈوک یہاں سے بھاگ گیا ہے۔ ایک افسر نے ناگواری سے کہا "نوجوان اپنی جوانی پر رحم کھاؤ تم اور پاپا ڈوک کو بھاگنے پر مجبور کرو گے؟ وہ ہمیں لیبک چٹکی میں مسل دے گا۔ اس کی شان میں گستاخی نہ کرو، اس سے معافی مانگو۔"

علی نے کہا "تمہارے جیسے بزدل پولیس والوں نے ایک بدترین مجرم کو بے تاج بادشاہ بنا رکھا تھا۔ تم لوگوں کو شرم آنی چاہئے۔"

دوسرے افسر نے کہا "تم ہمیں شرم دلا رہے ہو؟ ہم تمہیں ابھی....."

وہ حملہ کرنے آگے بڑھا میں نے اسے منہ کے بل گرا دیا۔ دوسرے نے جلدی سے اٹھ کر اپنے ساتھی افسر کے منہ پر گھونسا مارا۔ گھونسا مارنے والے کے دماغ میں گیا اس نے مارنے والے کی پٹائی کردی وہ کہہ رہا تھا "بھئی میں نے تمہیں یہ گستاخ جوان سمجھ کر مارا تھا۔"

میں نے مارنے والے کے دماغ کو آزاد چھوڑا وہ حیرانی سے بولا "ارے میں بھی تمہیں گستاخ نوجوان سمجھ کر مار رہا تھا۔"

سونیا نے کہا "تم لوگ اسی طرح ایک دوسرے کو مارتے رہو گے۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو یقین کرلو کہ یہاں سے پاپا ڈوک طلسم ہمیشہ کے لئے ختم ہوچکا ہے۔"

وہ کشمکش میں تھے۔ میں نے دونوں کو تھوڑی اور سزا دی انہوں نے اپنے کانوں کو پکڑ کر معافی مانگی۔ سونیا کے مطابق دارالسلطنت کے اعلیٰ حکام اور افسروں کو فون کر کہ پاپا ڈوک بھاگ گیا ہے۔ میڈم سونیا اور ان کے عزیزوں کے لئے فوراً ہیلی کاپٹر بھیجا جائے۔

ہمیں وہاں سے سونیا وغیرہ کی روانگی کا انتظار کرنا تھا۔ کتنی دیر ہوتی میں نے لیلیٰ کے پاس آکر کہا "اپنی بہن سے اپنے میاں کے ساتھ دائمی طور پر سہاگ کی سیج پر حاضر ہونا آج ان کی پہلی رات ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "توبہ ہے کچھ تو شرم کریں۔ میں بہن سے یہ بات نہیں کہہ سکتی۔"

"کیا میں کہوں؟"

"آپ سلمان سے کہہ سکتے ہیں، دو مرد آپس میں بڑی بے تکلفی سے باتیں کرلیتے ہیں۔"

"واہ، ایک تو تمہاری بہن کی بھلائی کی بات کروں، اوپر سے بے شرم کہلاؤں؟"

"میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں، آپ جائیں۔"

میں نے سلمان کے دماغ میں آکر پوچھا "کیا بوڑھے ہوگئے ہو؟"

"اس سوال کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ بوڑھا کہا جوان دلہن کے جذبات کو بھول جاتا ہے۔"

وہ جھینپ کر بولا "ایسی بات نہیں ہے فرہاد بھائی۔"

میں نے چونک کر پوچھا "فرہاد بھائی؟"

"جی ہاں، آج نکاح کے بعد سلطانہ نے آپ کی حقیقت بتا دی ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ یہ راز میری زبان پر نہیں آئے گا۔"

"بھئی تم دونوں بوڑھے ہو کیا نکاح کے بعد فرہاد کی داستان سنی اور سنائی جاتی ہے یا.....یا.....یا.....یا....."

"بس آگے عقل آگئی، میں سلطانہ کو لے جارہا ہوں۔"

میں نے لیلیٰ کے پاس آکر کہا "سلمان اپنی دلہن کو یہاں سے لے جارہا ہے۔ کیا میں پوچھوں کہاں جارہا ہے؟"

لیلیٰ منہ چھپا کر شرمانے مسکرانے لگی۔ میں نے کہا "ہائے یہ ادا جان لے رہی ہے، جی چاہتا ہے دماغی طور پر حاضر ہوجاؤں۔"

"جی نہیں، ابھی ہمیں فرض ادا کرنا ہے۔ ثانی، علی اور سسٹر کو ہماری ضرورت ہے۔"

سونیا ایک کمرے میں بیٹھی ثانی کو اس کی پیدائش اور والدین کے متعلق بتا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "ہمیں کچھ باتیں مصلحتاً خون کے رشتوں سے بھی چھپانا ہوتی ہیں سلمان واسطی اور راحیلہ کے متعلق کوئی نہیں جانتا تھا کہ بابا فرید واسطی مرحوم سے ان کا قریبی گہرا تعلق ہے۔ تم سے بھی یہ بات چھپائی گئی کہ تم اتنے عظیم اور محترم عالم دین کی نواسی ہو۔"

ثانی نے خوش ہو کر کہا "مجھے شکایت نہیں ہے۔ میری بھلائی کے لئے میری ماں اور نانی سے مجھے چھپائے رکھنے کے لئے مجھ سے بھی حقیقت کو چھپانا لازمی تھا۔ میرے لئے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہوسکتی ہے کہ میں لاوارث نہیں ہوں بلکہ ایک عظیم عالم دین کی نواسی اور ایک قابل باپ کی بیٹی ہوں۔ میں پیرس پہنچ کر سب سے پہلے اپنے والد اور نئی والدہ سے ملوں گی۔"

"تم نہیں ملو گی۔"

ایک آواز نے انہیں چونکا دیا۔ سونیا، علی اور ثانی نے

معاشرتی جبر کے خلاف زاہدہ حنا کا قلم تیغِ برہنہ بن جاتا ہے

اُن کی کتاب

قیدی سانس لیتا ہے

سسکیاں بھرتے ہوئے مظلوموں کے لیے اُن کی تحریریں مرہم کا درجہ رکھتی ہیں

اُردو افسانے میں زاہدہ حنا کا نام اور کام کسی تعارف کے محتاج نہیں

زاہدہ کے افسانوں کا یہ مجموعہ مشاہیر ادب اور عوامی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کرچکا ہے

قیمت ۱۰۰ روپے ڈاک خرچ ۲۰ روپے
رقم پیشگی منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کاتیسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے

کتابیات پبلی کیشنز ✿ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱۲۰۰

چونک کر راحیلہ کو دیکھا' وہ بستر پر آنکھیں بند کئے لیٹی ہوئی تھی۔ نیم بے ہوشی کی حالت میں اس کے لب ہل رہے تھے اور اس کے منہ سے کسی دوسری عورت کی بوڑھی سی لرزتی ہوئی آواز آرہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "ثانی! تم نہیں ملو گی' میں حیلہ کی نانی اور سارائی کی ماں ہوں۔ میری نواسی حیلہ نے سلمان سے دور ہو کر بھی کسی اور سے شادی نہیں کی' اس نے تمہارے باپ کے انتظار میں اپنی جوانی گزار دی۔ یہ مرد بڑے ہرجائی ہوتے ہیں۔ تمہارے باپ نے دوسری شادی کرلی۔ تم اپنی ماں کی سوکن سے نہیں ملو گی۔ میں ملنے نہیں دوں گی اور حیلہ کی سوکن کو سکون سے جینے نہیں دوں گی۔"

سونیا نے کہا "خبیث بڑھیا! تو نے بابا فرید واسطی مرحوم کو نقصان پہنچانا چاہا۔ سارائی کو ان کی زوجیت میں نہیں رہنے دیا۔ پہلے سارائی کو بلایا پھر راحیلہ کو سحر زدہ کرکے اسے شیطانی چکر میں پھنسا دیا' اب ثانی کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ کیا تجھے اپنے گرد گھنٹال پاپا ڈوک کا انجام معلوم نہیں ہے' وہ ہم سے منہ چھپا کر بھاگ گیا ہے۔ ہم نے ثانی اور علی کو اس کے سحر سے آزاد کرالیا ہے۔"

"ہاں' انہیں اس لئے آزاد کرالیا کہ ان دونوں کو جادو کے ذریعے شیطان کے پتلے سے منسوب کردیا گیا تھا' وہ پتلا ٹوٹنے کے باعث ان پر سے سحر ختم ہوگیا لیکن تم لوگوں کو یہ نہیں معلوم ہے کہ حیلہ کو جادو کے ذریعے کس پتلے سے منسوب کیا گیا ہے اور وہ شیطان کا پتلا ہم نے کہاں رکھا ہے۔ جب تک وہ پتلا سلامت رہے گا حیلہ پر سے سحر ختم نہیں ہوگا۔ تم لاکھ کوشش کرلو' حیلہ ہماری ہی رہے گی اور بہت جلد اپنی سوکن کو موت کے گھاٹ اتارے گی۔"

راحیلہ کے ہونٹ ساکت ہوگئے اب اس بوڑھی چڑیل کی آواز نہیں آرہی تھی۔ ہمارے لئے یہ پریشانی بڑھ گئی تھی کہ ثانی اور علی کی طرح راحیلہ بھی کسی شیطانی جنتے سے جادوئی طور پر منسلک کردی گئی ہے۔ جب تک وہ مجسمہ نہیں ٹوٹے گا ہم اسے پاپا ڈوک کے طلسم سے نجات نہیں دلا سکیں گے۔

تھوڑی دیر بعد راحیلہ نے آنکھیں کھول دیں سونیا کو دیکھ کر بولی "تم کیوں ہمارے پیچھے پڑی ہو۔ میری زچگی کے وقت بھی تم نے مجھے دھوکا دیا اور میری زندہ بیٹی مجھ سے چھین کر لے گئیں۔ کیا تم انصاف کرتی ہو؟ کیا یہ انصاف ہے کہ تم نے بیٹی چھین لی اور ایک سوکن نے شوہر کو چھین لیا۔ کیا تمہیں میری مظلومیت کا احساس ہے؟"

"مجھے احساس ہے اس لئے تمہیں شیطان کے اس دوزخ سے نکال کر لے جارہی ہوں۔ ہماری بن کر ہمارے ساتھ رہو گی تو یہ بیٹی بھی تمہاری ہوگی اور شوہر بھی تمہارا ہی رہے گا۔"

"جھوٹے دلاسے نہ دو۔ وہ پرایا ہوچکا ہے اب میرا نہیں ہوسکے گا۔"

"راحیلہ! تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ ہم سب تم سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ سلمان تمہیں بابا صاحب کی طرف سے عطا کیا ہوا سب سے بڑا انعام سمجھتا ہے۔ تمہاری محبت اس کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے' وہ تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہے۔"

"چاہتا ہے تو اسے کہو کہ نئی دلہن کو ٹھکرا کر میرے پاس آئے۔"

"تم دونوں سلمان کی دو آنکھیں ہو' دو ہاتھ ہو۔ وہ کبھی ایک آنکھ کو پھوڑ نہیں سکتا' کسی ایک ہاتھ کو توڑ نہیں سکتا۔"

"صاف بات یہ ہے کہ میں کسی سوکن کو برداشت نہیں کروں گی۔"

"صاف بات یہ ہے کہ پاپا ڈوک کا جادو تمہارے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ مجھے بتاؤ شیطان کا وہ پتلا کہاں ہے جس کے سامنے تم سحر زدہ ہو جاتی ہو؟"

"میں کسی خاص پتلے کے متعلق کچھ نہیں جانتی ہوں۔"

میں نے اس کے خیالات پڑھے وہ درست کہہ رہی تھی۔ وہ جادو کے ذریعے جس پتلے سے منسوب کی گئی تھی اس کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی۔ میں اس کی نانی یعنی سارائی کی ماں کے دماغ میں آیا۔ پہلے وہ سانس روک لیا کرتی تھی مگر اب وہ تو بہت برس کی بڑھیا تھی کمزور ہوگئی تھی میری آمد پر وہ خاموش رہی۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے پتا چلا بڑھاپے اور بیماری کے باعث وہ بستر سے اٹھنے کے قابل نہیں ہے۔ دماغ کمزور ہوگیا ہے۔ اب اسے منتر بھی یاد نہیں رہتے' وہ تھوڑی دیر پہلے اپنی نواسی راحیلہ کی زبان سے نہیں بول رہی تھی۔ نہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی تھی یہ خیالات پڑھ کر سمجھ میں آگیا کہ شان پاپا ڈوک اس کی آواز اور لہجے میں راحیلہ کی زبان سے بول رہا تھا۔

میں نے سونیا سے کہا "پاپا ڈوک نہ تمہارے سامنے آنا چاہتا ہے نہ اپنی آواز سنانا چاہتا ہے۔ وہ تھوڑی دیر پہلے راحیلہ کی نانی کی آواز بنا کر تم سے باتیں کررہا تھا۔"

وہ بولی "ہم نے طلسم کدے کو تباہ کرکے پاپا ڈوک کو ناکام انداز کردیا۔ ہم مطمئن ہوگئے تھے کہ ثانی اور راحیلہ کو حاصل کرلیا ہے مگر اب راحیلہ کو اس کے طلسم سے آزاد کرانے کے لئے اسے تلاش کرنا ہوگا۔ جلد سے جلد معلوم کرنا ہوگا کہ راحیلہ جس شیطانی پتلے سے منسوب کیا گیا ہے وہ کہاں ہے؟ اسے تلاش کرنا ضروری ہے۔"

وہاں کے اعلیٰ افسران ہیلی کاپٹر کے ذریعے آگئے۔ انہوں نے سونیا اور ثانی سے ملاقات کی' تہ خانے میں جاکر طلسم کدے کو دیکھا' ان میں انٹیلی جنس کا چیف بھی تھا۔ سونیا نے کہا "چیف! تم قانون کے محافظ نہیں ہو' پاپا ڈوک کے دلال ہو۔"

"میڈم! آپ میری انسلٹ کررہی ہیں۔"

"تمہاری انسلٹ ضروری ہے۔ یہ وردی اتارو۔"

دوسرے افسر نے پوچھا "میڈم' کیا بات ہے؟"

"اس نے خفیہ طور سے پاپا ڈوک کو اطلاع دی تھی کہ میں فلاں ہیلی کاپٹر سے فلاں وقت فلاں جگہ پہنچائی جارہی ہوں۔"

میں اس بے ایمان چیف کے اندر پہنچا ہوا تھا' وہ سونیا کے عائد کردہ الزام سے انکار کررہا تھا۔ میں نے اقرار کرایا' اس نے کہا "ہاں میں پاپا ڈوک کا خاص آدمی ہوں۔ اس نے کہا تھا کہ آج رات جو عورت الون عبدالمالک شہر سے نظافیہ آئے گی وہ اس کے لئے تباہیاں لائے گی لہٰذا جو بھی ادھر آئے میں اس کے بارے میں اسے اطلاع دوں اور میں نے اطلاع دے دی۔"

سونیا نے پوچھا "کیا وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم سے باتیں کرتا تھا؟"

"ہاں' وہ میرے دماغ میں آتا رہتا ہے۔"

"اس نے یہاں سے فرار ہوتے وقت تم سے رابطہ کیا؟ ہوگا؟"

"نن... نہیں" وہ انکار کرنا چاہتا تھا۔ میرے اقرار کرانے پر بولا "ہاں' اس نے ہائی وے پر ایک ہیلی کاپٹر بھیجنے کا حکم دیا تھا۔ میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی ہے۔"

"وہ ہیلی کاپٹر کہاں تک کے لئے چارٹرڈ کیا گیا ہے؟"

"مراکش کے شہر رباط تک۔"

"کیا رباط میں کوئی طلسم کدہ ہے؟"

"میں اپنے ملک سے باہر کی کوئی بات نہیں جانتا ہوں۔ پاپا ڈوک مجھے صرف اسی ملک کے لئے استعمال کرتا تھا۔"

"چیف! تم نے اسے میری آمد کی اطلاع دے کر گویا میری موت کا سامان کیا تھا' اب تمہیں موت کی سزا ملے گی۔"

وہ ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا' اپنے چھوٹے بچوں کا واسطہ دینے لگا۔ سونیا نے کہا "وردی اتار دو' ملازمت چھوڑ دو' میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔"

رہائش گاہ کے پیچھے ایک وسیع میدان میں ہیلی کاپٹر تھا۔ ثانی' علی' سونیا اور راحیلہ اس میں سوار ہوگئے۔ راحیلہ جانا نہیں چاہتی تھی اسے جبراً لے جایا جارہا تھا۔ وہ اسے پاپا ڈوک کے سحر سے نجات دلانے کے لئے مراکش کے شہر رباط کی طرف سفر کررہے تھے۔ میں نے سفر کے آغاز میں راحیلہ کو نیند کی آغوش میں پہنچا دیا تاکہ پاپا ڈوک اس کے اندر آکر خطرات کو اپنی طرف بڑھتا ہوا نہ دیکھ پائے۔

○☆○

انسان ذہانت سے پہلے خود کو پہچانتا ہے پھر خدا کو پہچانتا ہے۔ جو خود کو بھولی ہوئی تھی اس لئے خدا بھی یاد نہیں تھا۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان نہیں روز میری نامی عیسائی سمجھتی رہی مگر بھلا ہو سابقہ ماسک مین کا جس نے دماغی آپریشن کے ذریعے اسے ذہین بنا دیا تھا' اسی ذہانت نے اسے اپنی اور خدا کی پہچان کرائی تھی۔

ساری دنیا اس سے کہتی کہ تم جو ہو' تم مسلمان ہو' تم پارس کی شریک حیات ہو' وہ کبھی یقین نہ کرتی۔ سارے لوگ جھوٹ بول سکتے تھے لیکن لوگوں کا دماغ جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ کسی کے اندر چھپی ہوئی سچائی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نہیں چھپتی۔ جب پاسکل بوبا کے چور خیالات نے کہا "تم جو ہو' تم مسلمان ہو' تم پارس کی شریک حیات ہو" تو جھوٹ اور فریب کے تمام پردے چاک ہوگئے۔ اس کے بعد اپنی پچھلی زندگی کی حقیقت پر یقین کرنے کے لئے کسی ثبوت' کسی گواہ کی ضرورت نہیں رہی۔ حقیقت معلوم ہوتے ہی وہ تڑپ گئی۔ پاسکل بوبا کو بھول گئی' ماسک مین کو بھول گئی۔ روز میری کو بھول گئی۔ جو جو بن کر بے اختیار چیخ اٹھی "پارس! پارس! پارس!"

اسے آواز دیتے وقت وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی تھی۔ اس نے آس پاس دیکھا تو ہوش آیا کہ پارس قریب نہیں ہے اور وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں کھڑی ہوئی ہے۔ یہاں سے اس کی آواز پارس تک نہیں جائے گی' البتہ خیال خوانی کی لہر جائے گی۔

وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ پارس کو تصور میں دیکھنے لگی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اچانک زندگی کا راستہ بدل جائے گا اور ہر راستے کا ہم سفر صرف پارس ہوگا۔

پہلے تو اس نے بے اختیار اسے پکارا تھا' اب سوچ رہی تھی اس کا سامنا کرنے سے پہلے بدلے ہوئے حالات کو سمجھ لے اور اپنے دھڑکتے ہوئے دل کو سنبھال لے۔ وہ دوڑتی ہوئی آئینے کے سامنے آئی' ادھر ادھر اداس کو درست کیا' بالوں کو برش کیا' چہرے کو بار بار دیکھا اور آئینے سے پوچھا "کیا وہ بھی مجھے بار بار دیکھے گا؟"

پھر وہ مسکراتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ بولا "تمہارے آنے سے پہلے خوشبو کا ایک جھونکا آتا ہے اور کہتا ہے میری جان آرہی ہے۔"

"تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟"

"اتنا چاہتا ہوں کہ تمہیں سوچتے سوچتے خود کو بھول جاتا ہوں۔"

"میں ایک خوشخبری سنانے آئی ہوں۔ ابھی پاسکل بوبا دماغی کمزوری میں مبتلا ہے۔ میں اس کے دماغ سے اپنے بارے میں..."

پارس نے بات کاٹ کر پوچھا "کیا وہ تمہیں دماغ میں آنے دیتا ہے؟"

"ہاں کہہ تو رہی ہوں' اس کے اعصاب کمزور ہوچکے ہیں۔ میں یہ کہہ رہی تھی کہ....."

وہ پھر بات کاٹ کر بولا "تم بعد میں سب کچھ کہہ سکتی ہو۔ یہ بہترین موقع ہاتھ سے نہ جانے دو۔ پاسکل پر تنویمی عمل کرو۔"

وہ خوشخبری سنانا چاہتی تھی' اپنا دھڑکتا ہوا دل پیش کرنے والی تھی مگر وہ اسے دوسرے موضوع پر لے آیا تھا۔ چونکہ اس کی

خوشی اہم ہوتی ہے' بچھڑے ہوئے دلوں کے ملاپ کے وقت دنیا بھلا دی جاتی ہے لیکن پارس کے یاد دلانے پر یاد آیا کہ پاسکل کو اپنا معمول اور تابعدار بنانا ضروری ہے۔ یہ وقت گزر جائے گا تو عامل پاسکل کو اپنے قابو میں کرلے گا۔

وہ اپنے ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر بتا کر بولی "تم ابھی آجاؤ۔ تمہارے آنے تک میں پاسکل پر عمل کرتی رہوں گی۔"

پھر وہ پاسکل کے پاس آئی' وہ ٹرالی بیڈ پر آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا تھا۔ اس کے پاس ایک عامل کھڑا ہوا عمل کر رہا تھا' وہ ٹرانس میں آگیا تھا اور عامل کے حکم کے مطابق کہہ رہا تھا "میں تمہارا معمول ہوں اور تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کروں گا۔"

عامل نے پوچھا "تم نے روز میری پر تنویمی عمل کیا تھا؟"

اس نے غفلت میں جواب دیا "ہاں میں نے روز میری پر تنویمی عمل کیا تھا۔"

"کیوں کیا تھا؟"

"وہ خیال خوانی میں مجھ سے آگے جا رہی تھی' میری انسلٹ کر رہی تھی۔ پہلے تو میں نے اسے ختم کردینا چاہا پھر سوچا موقع کی تاک میں رہنا چاہئے' وہ کبھی کمزور ہوگی تو میں اسے اپنا تابعدار بنالوں گا۔ کل تم اس پر عمل کر رہے تھے۔ میں نے تمہارے عمل کو ناکام بنا دیا۔ تمہارے جانے کے بعد اسے اپنی معمولہ بنالیا۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں روز میری پر اپنے تنویمی عمل کا توڑ کرو' اس کے دماغ کو آزاد کردو۔"

"میں اس کے دماغ کو آزاد کردوں گا' وہ میری معمولہ نہیں رہے گی۔"

"میں حکم دیتا ہوں آئندہ تم اپنے ملک اور اپنی قوم کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کرو گے۔ اپنے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ افسران کے اعتماد کو دھوکا نہیں دو گے۔"

اس نے وعدہ کیا' آئندہ وہ ملک و قوم کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کرے گا۔ اعلیٰ حکام اور افسران کے اعتماد کو دھوکا نہیں دے گا پھر اس سے پوچھا گیا کہ اس نے لندن میں روز میری کو کہاں چھپا رکھا ہے؟

اس نے چھپایا نہیں تھا۔ جوجو خود ہی چھپی ہوئی تھی۔ اس نے پاسکل کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بولنے پر مجبور کیا "میں نے لندن شہر میں ہی سٹی روڈ کے پاس اولڈ اسٹریٹ کے ایک بنگلے میں اسے قید کیا ہے۔ بظاہر وہ آزاد ہے مگر میری اجازت کے بغیر اس بنگلے سے باہر نہیں جائے گی۔"

عامل نے کہا "تم تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد روز میری پر تنویمی عمل کا توڑ کرو گے اور اسے واپس اپنے لوگوں کے پاس ہوٹل میں پہنچاؤ گے۔"

عامل نے یہ حکم دے کر اپنا عمل ختم کیا پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ دو افراد اس کے ٹرالی بیڈ کو ایک کمرے میں لے گئے' وہاں جوجو نے اس پر عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا پھر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔

تھوڑی دیر بعد دستک سنائی دی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا سامنے پارس کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں' وہ پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھتی رہ گئی۔ اس نے پوچھا "کیا اندر آجاؤں؟"

وہ کچھ نہ بولی... ایک قدم پیچھے ہٹ گئی' وہ قدم بڑھا کر اندر آیا تو وہ اور ایک قدم پیچھے ہوگئی مگر نگاہیں اسی پر جمی رہیں۔ اس نے دروازہ بند کر کے پوچھا "کیا تم نے میک اپ کیا ہے؟ میں نے ائرپورٹ پر تمہارا کوئی اور چہرہ دیکھا تھا۔"

وہ بولی "مجھے بتاؤ جوجو کا چہرہ کیسا تھا؟"

"جیسا بھی تھا میں اس کے چہرے سے نہیں اس کی شخصیت سے' اس کی اداؤں سے اور اس کی محبت بھرے دل سے پیار کرتا تھا' پیار کرتا ہوں اور پیار کرتا رہوں گا۔"

جوجو کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پارس حیرانی سے بولا "تم رو رہی ہو؟"

وہ چیخ مار کر پارس کہتی ہوئی دوڑ کر اس سے لپٹ گئی اور رونے لگی "میں تمہاری جوجو ہوں۔ میں نے پاسنگل کے چور خیالات سے معلوم کرلیا ہے کہ میں تمہاری شریک حیات ہوں۔ تم میرا دل میری دنیا سب کچھ ہو۔ میں تمہارے بغیر کچھ نہیں ہوں۔"

وہ خوب رو رہی تھی اور خوب بول رہی تھی اور رو رو کر بول بول کر برسوں کی جدائی کا غبار نکال رہی تھی۔ اس کے زندگی پہلے کیا تھی؟ کیسے گزرتی تھی؟ یہ اسے اب بھی معلوم نہیں تھا بس اتنی ہی معلومات کافی تھیں کہ اس کی زندگی کا مالک کل بھی پارس تھا آج بھی پارس ہے۔

پارس نے جوجو کو ایک ننھی سی بچی کی طرح سمیٹ لیا تھا۔ اس کے آنسوؤں کو چوم رہا تھا' اسے سہلا رہا تھا' بہلا رہا تھا' اسے تھپک رہا تھا' بہک رہا تھا۔ ایسی دلہن شاید ہی کسی کی ہو جو نکاح کے برسوں بعد پہلی تنہائی میں آئی ہو۔

ایسی تنہائی کبھی ختم ہونا نہیں چاہتی' ایسی تنہائی پر ساری خدائی کی رونقیں قربان کردی جاتی ہیں۔ ایک اس کے سوا سب کچھ بھلا دیا جاتا ہے اس ہوٹل کے آرام دہ کمرے میں دن سے رات ہوگئی رات سے دن ہوگیا۔ ان کی محبوبانہ مصروفیات کی ایک یہ بھی تھی کہ پارس اس کی پچھلی زندگی کا ایک ایک دلچسپ واقعہ سنا تا جا رہا تھا اور وہ دلچسپی سے سنتی جا رہی تھی۔

اس دوران میں نے اسے مخاطب کر کے پوچھا "بیٹے! کہاں ہو؟"

"میں وہاں ہوں جہاں مجھے میری خبر نہیں ہے پاپا! بہت بڑا خوشخبری ہے۔ جوجو نے اپنی حقیقت تسلیم کرلی ہے' مجھے چوہان ساتھی تسلیم کرلیا ہے۔"

"بیٹے! ہمارا خدا ہم پر مہربان ہے' اسے پیرس لے آؤ۔"

"پاپا! میں پیرس اور گھر کا راستہ بھول گیا ہوں فی الحال مجھے بھول جانے دیں' اللہ آپ کو پوتے پوتیاں دے گا۔"

میں ہنستا ہوا اس کے دماغ سے چلا گیا' وہ دونوں اس کمرے سے نکلنا بھول گئے تھے۔ جوجو نے اسی کمرے میں وقت گزارنے کے دوران ماسک مین سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے پوچھا "روز میری! تم کہاں ہو؟"

اس وقت فوج کے اعلیٰ افسران کی میٹنگ جاری تھی۔ وہاں ماسک مین اور پاسکل بوبا موجود تھے اور پاسکل کی اس بات پر یقین نہیں کر رہے تھے کہ اس نے روز میری کو اغوا کر کے کسی دوسری جگہ نہیں چھپایا تھا۔ اس نے تنویمی عمل کے دوران بتایا تھا کہ روز میری کو سٹی روڈ کے پاس اولڈ اسٹریٹ کے بنگلے میں قید کیا گیا ہے۔ مارک مین کے جاسوس وہاں تلاش کر کے آگئے تھے۔ جوجو وہاں ہوتی تو انہیں ملتی۔

پھر پاسکل سے کہا گیا کہ وہ روز میری کے دماغ میں جائے اُدھر جوجو نے تنویمی عمل کے دوران اسے حکم دیا تھا کہ وہ اس کے دماغ میں نہیں آئے گا لہٰذا وہ یہی بیان دے رہا تھا کہ اس کی سوچ کی لہروں کو روز میری کا دماغ نہیں سن رہا ہے اور بے چارے کی اس بات کو بھی کوئی تسلیم نہیں کر رہا تھا۔

ایسے ہی وقت جوجو نے آکر ماسک مین کو مخاطب کیا تو وہ بولا۔ "روز میری تم کہاں ہو؟ ہم دونوں سے تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔"

وہ بولی "اور میں برسوں سے خود کو تلاش کر رہی تھی۔ کیا اب بھی آپ لوگ نہیں بتائیں گے کہ میں کون ہوں؟ میرا اصلی نام کیا ہے؟ میں کس کی بیٹی' کس کی بہن اور کس کی بیوی ہوں؟"

ماسک مین نے پوچھا "تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ کیا دشمن تمہیں بہکا رہے ہیں؟ یا انہوں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے؟"

"دماغ پر تو آپ لوگوں نے قبضہ جمایا ہوا تھا۔ آج میں جسمانی اور ذہنی طور پر آزاد ہوں۔ اس آزادی کا ثبوت یہ ہے کہ میں نے اپنی پچھلی زندگی کو سمجھ لیا ہے۔ میں نے جو سمجھا ہے اسے آپ غلط کہیں گے۔ اس سے پہلے کہ میں اپنی غلطی اور سچائی ثابت کروں آپ دیانتداری سے بتا دیں کہ میں کون ہوں اور میرا ماضی کیا ہے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "روز میری! تم ہماری قوم میں سے ہو۔ باپ دادا کے زمانے سے تمہارے خاندان کا ہر فرد اس ملک کا وفادار رہا ہے۔ تم بھی آج تک وفادار رہی ہو اور آئندہ بھی تمہیں اس ملک کے خلاف بھول کر بھی نہیں سوچنا چاہئے۔ تم ہماری ترقی اور سیاسی قوت کی بنیاد ہو۔ فار گاڈ سیک' ہمیں حقیقت بتاؤ کہ تم مخالفانہ انداز میں کیوں سوچ رہی ہو؟"

جوجو نے کہا "میں ماسک مین کا جواب سننا چاہتی ہوں۔"

وہ کھنکھار کر گلا صاف کرتے ہوئے بولا "اس سے بڑی بد نصیبی کیا ہوگی کہ پہلے پاسکل بوبا نے ہماری مخالفت میں سوچا اور ہمیں فریب دے کر تمہیں اپنا تابعدار بنایا اب تم ہماری مخالفت میں سوچ رہی ہو۔ ذرا سوچو ہم نے تمہیں اس سپر پاور کہلانے والے ملک کی ملکہ بنا کر رکھا' تمہارے کارناموں کو دیکھ کر ہم تمہاری تاج پوشی کرنے والے تھے۔"

"آپ مجھے سبز باغ نہ دکھائیں میری باتوں کا ٹو دی پوائنٹ جواب دیں۔"

"میرا جواب سننے سے پہلے میری ایک بات مان لو۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر کم از کم ایک گھنٹے کے لئے اپنے اندر سے تمام مخالفانہ خیالات نکال دو اور صرف ہماری بن کر سوچو۔ ہم نے تمہارے لئے کیا نہیں کیا؟ کبھی تمہارے پاؤں میں کانٹا بھی چبھنے نہیں دیا۔ تمہیں بے انتہا محبتیں دیں۔ تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیار کیا اور دماغی آپریشن کے ذریعے تمہارے اندر ایسی ذہانت پیدا کی جس کی مثال مشکل سے ملے گی۔"

"مجھے ایک گھنٹے تک سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ان تمام مہربانیوں اور محبتوں کو تسلیم کرتی ہوں۔ آپ صرف ایک بات کا جواب دیں۔ میرا اصلی ماضی کیا ہے؟"

"ہمارا جواب وہی ہے' تم ہماری ہو۔ تمہاری یہ بے مثال ذہانت کب کام آئے گی؟ تمہیں خود ہی سمجھنا چاہئے کہ ہم جھوٹے ہو سکتے ہیں' ہمارے دشمن اور تمہیں بہکانے والے جھوٹے ہو سکتے ہیں مگر تمہاری ذہانت کبھی تمہیں دھوکا نہیں دے گی۔ تم اپنی عقل سے خود ہی پچھلی زندگی کا سراغ لگاؤ اور کسی کے بہکانے میں نہ آؤ۔"

"میرا آپریشن اس طرح کیا گیا ہے کہ میں اپنی پچھلی زندگی کبھی یاد نہیں کر سکوں گی لیکن ذہانت سے معلوم کرنے کا ایک معقول طریقہ ہے۔"

"وہ طریقہ کیا ہے؟"

"آپ کی زبان جھوٹ بول سکتی ہے مگر آپ کے چھپے ہوئے خیالات کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے۔ کیا آپ لوگ مجھے اپنے دماغوں میں آنے کی اجازت دیں گے؟"

ماسک مین اور اعلیٰ افسران پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے پھر ماسک مین نے کہا "یقیناً تمہیں بری طرح ہمارے خلاف بھڑکایا گیا ہے۔ تم شاید بھول رہی ہو جن دنوں تم ٹریننگ حاصل کر رہی تھیں' ہم نے یہ بات اچھی طرح سمجھا دی تھی کہ اپنے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں کبھی نہ جانا کیونکہ ہم اپنے اہم ملکی رازوں کے امین ہوتے ہیں۔ تمہارا وفاداریوں اور ذہنی واریوں کی ایک حد ہے' اس حد سے آگے بڑھو گی تو ملک کی سلامتی اور وقار کو ٹھیس پہنچاؤ گی۔ کیا تمہیں یاد ہے؟"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ میں اپنے ملک کی سلامتی اور وقار کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ آپ لوگوں کے دماغوں میں آکر صرف اپنی پچھلی زندگی کے چند سوالات کے جواب معلوم کروں گی اور وہاں سے نکل آؤں گی۔"

"نہیں روز میری! یہ مطالبہ اصولوں کے خلاف ہے۔"

"میں اپنی حقیقت ہر حال میں معلوم کروں گی۔ آپ مجھے سیدھی طرح دماغوں میں آنے دیں ورنہ میں دوسرا راستہ بھی اختیار کر سکتی ہوں۔"

"تم ہماری ہو کر ہمیں دھمکی دے رہی ہو؟"

دوسرے افسر نے کہا "روز میری! پلیز عقل سے کام لو' ہمارے پاس آؤ ہم تمہیں مطمئن کریں گے۔"

"میں تمہارے ہی پاس آرہی ہوں' خیال خوانی کے ذریعے۔"

ماسک مین نے کہا "اس کا مطلب ہے ہم سانس روک کر بیٹھ جائیں۔"

"میں ہر حال میں تمہارے ہی دماغ سے سچائی معلوم کروں گی۔"

وہ جس افسر کے دماغ میں رہ کر باتیں کر رہی تھی اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر بولی "تم سانس روکو میں آرہی ہوں۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر میز کے نیچے چھپنا چاہتا تھا مگر گولی چل گئی۔ وہ چیخ مار کر اپنا زخمی بازو تھام کر لڑکھڑایا۔ جوجو اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "ہیلو ماسک مین! میں آگئی ہوں' کیا اب بھی حقیقت چھپاؤ گے؟"

وہ زمین پر گر پڑا تھا۔ فوجی جوان اسے اٹھا کر میز پر لٹا رہے تھے۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے ایک افسر سے کہہ رہا تھا "وہ میرے دماغ میں آگئی ہے' اسے خیال خوانی سے روکو۔"

"ہم اسے کس طرح روک سکتے ہیں؟"

وہ جھنجلا کر بولا "کیا گھاس کھا گئے ہو؟ مجھے فوراً بے ہوش کر دو وہ میرے اندر سے کچھ نہیں معلوم کر سکے گی۔"

جوجو نے سوچ کے ذریعے کہا "بے ہوشی کا شوق ہے تو ضرور بیہوش ہو جاؤ تمہارے چور خیالات مجھے مختصر سا جواب دے چکے ہیں' وہ کہتے ہیں میرا نام جوجو ہے اور پارس میرا شوہر ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے پارس تمہارا کوئی نہیں ہے۔ تمہارا نام جوجو نہیں ہے' تم نے میرے دماغ کو کمزور بنایا ہے اور کمزور دماغ کبھی سچ نہیں بولتا۔"

"ٹیلی پیتھی کی دنیا نرالی ہے۔ یہاں کمزور دماغ ہمیشہ سچ کا بول بالا رکھتے ہیں۔"

جس افسر نے اسے گولی ماری تھی اس سے ریوالور چھین لیا گیا تھا۔ جوجو نے دوسرے افسر کے ہولسٹر سے ریوالور نکالا کر کہا "میرے اس معمول سے ریوالور نہ چھیننا ورنہ میں تمہارے کرنل کو گولی مار دوں گی۔ کوئی اس ہال سے باہر نہ جائے یہ میری پہلی اور آخری وارننگ ہے۔"

کرنل سہم کر اپنی جگہ کھڑا رہ گیا تھا اور حکم دے رہا تھا کہ جس افسر کے ہاتھ میں ریوالور ہے اس کے قریب کوئی نہ جائے۔

مس روز میری جو کہہ رہی ہیں اس پر عمل کیا جائے' جوجو نے کہا۔

"میرا نام روز میری نہیں ہے جوجو ہے اور کرنل تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں بھی زخمی کر کے تمہارے چور خیالات پڑھوں؟ بہتر ہے تم اپنی زبان سے میری حقیقت بیان کرو۔"

وہ بلند آواز سے بولا "تمہارا نام روز میری نہیں جیٹی عرف جوجو ہے تم عیسائی نہیں مسلمان ہو اور تم پارس کی شریک حیات اور فرہاد علی تیمور کی بہو ہو۔"

جوجو نے ریوالور کا رخ جنرل کی طرف کیا وہ بھی جلدی جلدی یہی بولنے لگا وہ بولی "مجھے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ میں پارس کی شریکِ حیات جوجو ہوں۔ صرف تم جھوٹوں کی زبان سے سچ اگلوانا چاہتی تھی۔ تم لوگوں نے اپنی غرض کے لئے مجھے ذہین بنایا تھا۔ میں نے ذہانت سے تمہاری خود غرضی کو سمجھ لیا' اب میں جا رہی ہوں۔"

وہ وہاں سے واپس نہیں آئی افسر کے دماغ میں خاموش رہی۔

فوج کے اعلیٰ افسران اسے مخاطب کر رہے تھے' اس سے کہہ رہے تھے "نہ جاؤ ہماری بھی سن لو' ٹھیک ہے کہ ہم نے تمہاری اصلیت تم سے چھپائی لیکن یہ بھی دیکھو کہ تم کند ذہن تھیں' یہ موجودہ ذہانت ہم نے عطا کی ہے۔ ہم تم سے محبت کرتے ہیں۔ تمہارا یہ اخلاقی فرض ہے کہ تم اس ملک سے وفاداری کرو اور ہمارے کام آتی رہو۔"

ایک لحاظ سے یہ درست تھا کہ انہوں نے دماغی آپریشن میں کثیر رقم خرچ کی تھی' بڑا وقت ضائع کیا تھا' اس پر بڑی محنت کی تھی۔ اسے ہیرے کی طرح تراش کر بہت اہم' بہت قیمتی بنا دیا تھا' ان کا یہ احسان تھا لیکن اپنا نام' اپنی ذات برادری اپنے لہو کے رشتے اپنا مذہب اور اپنا خدا بھلا کر اگر احسان کیا جائے تو وہ در حقیقت بدترین دشمنی ہوتی ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک طرح طرح سے محبت جتاتے رہے جب یقین ہو گیا کہ وہ چلی گئی ہے تو جھنجلا گئے۔ بہت بری طرح مات ہو رہی تھی' وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جوجو جیسی اہم خیال خوانی کرنے والی یوں اچانک ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

وہ پاسکل کو گالیاں دے رہے تھے۔ ان کا خیال تھا' اس نے جوجو کو اپنی معمولہ بنانے کی ناکام کوشش کی' اس کی ناکامی کے باعث سونیا کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے جوجو کو ٹریپ کر لیا اس طرح وہ پھر اپنوں میں پہنچ گئی ہے۔

انہوں نے پاسکل کو ہتھکڑی پہنا دی تھی اور کہہ رہے تھے کہ اب اس کا دماغی آپریشن کرایا جائے گا کہ یہ فریب اور دغا بازی

بھول جائے اور لہجہ بھی بدل جائے۔ جوجو نے اگر مکاری سے اسے معمول بنانے کی کوشش کی ہو تو اسے ناکامی ہو۔

کرنل نے کہا "جوجو گئی لیکن الپا کو ہمارے حوالے کر گئی ہم اس کی ذہانت سے آئندہ بھی فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اس نے جے مورگن پر بھی عمل کیا تھا۔ اس کے جانے سے جے مورگن بھی ہمارے ہاتھ سے جا چکا ہے۔"

جنرل نے کہا "نقصان کا ماتم کرتے رہنے سے جوجو واپس نہیں آئے گی۔ ہمارے پاس دماغی آپریشن کے تجربات ہیں ان تجربات سے پاسکل کو جوجو کی طرح ذہین بنایا جائے گا۔"

کرنل نے کہا "جوجو ابھی لندن میں ہی ہوگی اگر وہ پارس کے ساتھ ہے تو وہاں سے پیرس جائے گی۔ ہمارے ایجنٹوں کو حکم دیا جائے کہ وہ اسے تلاش کریں اور اسے بابا صاحب کے ادارے میں واپس نہ جانے دیں۔ اسے ادھر کی رکھیں نہ اُدھر کی وہ جہاں بھی نظر آئے اسے گولی ماردیں۔"

جوجو نے اپنے معمول افسر کی زبان سے کہا "کرنل میں سن رہی ہوں۔"

وہ ایک دم گھبرا گیا' جوجو نے پوچھا "وہ گولی جو تمہارے حکم سے میری طرف آنے والی تھی اس کا رخ اپنی طرف دیکھ رہے ہو۔ دیکھو موت اپنا راستہ کتنی جلدی بدل دیتی ہے۔"

"نن .... نہیں تم مجھے نہیں مار سکتیں۔ تم پر ہمارے احسانات ہیں۔"

"احسان نہ جتاؤ' تم میری سسرال کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو گولی مارنا چاہتے تھے تاکہ پارس کے پاس ایک خیال خوانی کرنے والی کم ہو جائے۔ میں اس کے جواب میں تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد کم کردیتی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے معمول کے ذریعے پاسکل پر گولی چلائی' وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر ڈگمگانے لگا۔ سب چیخ اٹھے "رک جاؤ ایسا نہ کرو ہمارے پاس تو دوہی رہ گئے ہیں۔ پلیز اسے چھوڑ دو۔"

وہ بولی "ہماری دنیا میں خیال خوانی کرنے والے بہت ہو گئے ہیں۔ ان میں جو شیطان ہیں انہیں ختم ہو جانا چاہئے۔"

اس نے دوسری گولی چلائی پاسکل گرتے گرتے اچھلا پھر ایسا گرا کہ کبھی اٹھ نہ سکا۔ وہاں بھگدڑ مچ گئی تھی سب ہال سے باہر دوڑتے جارہے تھے۔ جوجو دماغی طور پر پارس کے پاس حاضر ہو گئی اس سے بولی "میں نے پاسکل بوبا کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا ہے۔"

"کیا ایسا کرنا ضروری تھا؟"

"ہاں' وہ چاہتے تھے تمہارے پاس خیال خوانی کرنے والی نہ رہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "لگتا ہے تم نے ان کا خیال خوانی کرنے والا کم کردیا۔"

وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر بولی "میں خیال خوانی میں مصروف تھی' تم تنہا رہ گئے تھے۔"

"میں تنہا نہیں تھا۔ تم ایک خاموش تصویر کی طرح میرے پہلو میں تھیں۔ تم مجھے نہیں دیکھ رہی تھیں۔ میں دیکھ رہا تھا۔ تمہارا ہاتھ میرے سینے پر ساکت رہا میرا ہاتھ تمہاری زلفوں سے کھیلتا رہا تم خیال خوانی میں مگن مگن تھیں' میں تمہاری ہستی میں نفس نفس تھا۔ مجھے حسن کی خیرات دونوں ہاتھوں سے ملنی چاہئے تھی مگر ایک ایک چنگی حسن مل رہا تھا اب تو حاتم طائی کی بیٹی بن جاؤ۔"

وہ ہنس پڑی اس کی مترنم ہنسی کمرے کی محدود فضا میں گنگنانے لگی' وہ کمرا کبھی خاموش ہوتا تھا کبھی سرگوشیوں سے بھر جاتا تھا۔ بڑی دیر بعد جوجو نے کہا "ہم باہر جائیں گے۔"

"ضرور جائیں گے۔ میں تمہیں ساری دنیا کی سیر کراؤں گا۔"

"اچھا ساری دنیا کی سیر کرنے میں کتنے دن لگیں گے؟"

"صرف دیکھنا ہی ہے تو اسی کمرے میں ویڈیو فلم کے ذریعے صبح سے شام تک تمام دنیا کی سیر کرلیں گے لیکن دنیا کو دیکھنے' پرکھنے اور سمجھنے میں عمر گزر جائے گی۔"

"آج سے ہم دنیا دیکھتے دیکھتے عمر گزاریں گے۔"

"یہ ہمارا خاندانی دھندا ہے۔ پاپا نے کبھی گھر نہیں بنایا' ایک گھر سے دوسرے گھر' ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک بھٹکتے رہے ہیں یہی ان کی اولاد کے نصیب میں لکھا ہے۔ تقدیر ہمیں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑاتی رہتی ہے۔"

وہ چونک کر بولی "اوہ گاڈ! میں شلپا کو بھول گئی تھی۔ مجھے اس پر تنویمی عمل کا نتیجہ معلوم کرنا چاہئے۔"

پارس نے کہا "اسی طرح چکر چلتا رہتا ہے۔ اگر شلپا لندن چھوڑ کر فرینکفرٹ گئی ہوگی' اس کے حالات ہمیں بھی وہاں جانے پر مجبور کردیں گے۔ ہم اسی طرح دنیا کے گرد چکر لگاتے رہتے ہیں۔"

وہ شلپا کے پاس گئی پھر واپس آکر بولی "زیادہ نہ بولا کرو' وہ بیچاری تو ابھی اسی شہر میں ہے۔"

"اسے بیچاری نہ کہو... پکی بدمعاش ہے۔ مجھے اپنا معمول بنانے کا زبردست منصوبہ بنا چکی تھی۔"

"اگر ظالم بھی چھری تلے آکر تڑپتا رہے تو بیچارہ لگتا ہے۔"

پارس نے سرد آہ بھر کر کہا "بیچارہ ماسک مین تمہارے بغیر تڑپ رہا ہوگا۔"

وہ ہنستی ہوئی شلپا کے پاس آگئی۔ شلپا پریشان تھی۔ میں نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ وہ ایک ہوٹل کے بیڈ پر تھی۔ جب جوجو نے اس پر تنویمی عمل شروع کیا تو میں وہاں سے چلا آیا تھا۔ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد سوچتی رہی کہ بکی میستو کہاں چلا گیا ہے؟ کیونکہ میں کرنل کے روپ میں ہی اس سے ملا تھا وہ بکی کو پھانس کر اس پر عمل کرکے اسے ڈی بورین کی

طرح اپنا تابعدار بنانا چاہتی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ بکی کے پیچھے میں چھپا ہوا ہوں۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ میں اسے کمزوری کی حالت میں چھوڑ کر کہاں چلا گیا ہوں۔ کیا ایسی حالت میں کسی نے اس پر عمل کیا ہے؟ کیا بکی اسے اپنی معمولہ بنا کر چلا گیا ہے؟ یہی اندیشہ دل میں تھا اور وہ پریشان ہو رہی تھی۔

اگر کوئی اندر چھپا ہوا ہو اور سمجھ میں نہ آتا ہو تو وہ ناقابل برداشت بوجھ بن جاتا ہے۔ شلپا نے بکی کے لیے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں شلپا ہوں۔ تم مجھے ہوٹل میں چھوڑ کر کیوں چلے گئے؟"

"تمہیں ہوٹل میں چھوڑ کر؟ نہیں' تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں تو تمہیں جانتا بھی نہیں ہوں پھر یہ کہ تم سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہی ہو' کون ہو تم؟"

"میں اپنا نام بتا چکی ہوں کیا ٹریننگ سینٹر میں ہماری ملاقات نہیں ہوئی تھی؟"

"ہاں' یاد آیا۔ شلپا نام کی ایک لڑکی مجھ سے مل چکی ہے لیکن یہ غلط ہے کہ میں تمہارے ساتھ کسی ہوٹل میں گیا تھا۔"

وہ بکی کے دماغ سے واپس آگئی۔ اسے اچانک یاد آیا کہ ہوٹل کے کمرے میں جوجو کے ماتحت حملہ کرنے آئے تھے اور جو اس بکی میستو کو پارس کہہ رہی تھی یعنی وہ درست کہہ رہی تھی۔ پارس بکی بن کر شلپا کے پاس آیا تھا۔ یہ یاد آتے ہی اس کی گھبراہٹ بڑھ گئی' وہ سوچنے لگی "کیا میں سونیا کے کسی خیال خوانی کرنے والے کی گرفت میں آگئی ہوں؟ کیا پارس اسی لئے یہاں آیا تھا؟"

اس اندیشے نے اسے دو دنوں تک بے چین رکھا۔ وہ ہر لحہ اپنے دماغ میں کسی عامل کے آنے کا انتظار کرتی رہی لیکن کوئی نہیں آیا۔ جوجو نے اس پر عمل کیا تھا اور جوجو کو اس کے پاس آنے کی فرصت نہیں تھی۔ وہ پارس کی محبت میں خود کو بھلا چکی تھی۔

جب دو دن گزر گئے تو اسے اطمینان ہونے لگا کہ کسی نے اسے اپنی معمولہ نہیں بنایا ہے۔ ان دو دنوں میں کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف نہیں ہوئی تھی۔ کسی نے اس کے اندر رہ کر اپنی مرضی کے مطابق اس سے کوئی کام نہیں کرایا تھا۔ اس کے بعد اس نے سوچا "میں خواہ مخواہ اندیشوں میں رہی۔ میرے دو دن ضائع ہو گئے' اب تک میں کسی نئے خیال خوانی کرنے والے کو پھانس لیتی۔"

ایک عذاب سے نجات پانے کے بعد وہ خوش ہو کر باتھ روم میں گئی' غسل کرکے تازہ دم ہوئی' لباس پہنتے ہوئے اور میک اپ کرتے ہوئے سوچتی رہی "اب کرائنا فشر کے ذریعے اس کے محبوب جوڈی نارمن کو پھانسنا چاہئے۔"

جوجو نے پارس سے کہا "شلپا ہوٹل سے باہر جارہی ہے' اب کسی جوڈی نارمن کو پھانسنے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔"

"لیلیٰ آنٹی نے ہماری مما کے ذریعے پہلے ہی ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جوانوں کو ٹریپ کرلیا ہے۔"

"تو پھر انہیں کرنل کی نگرانی میں کیوں چھوڑ دیا ہے؟"

پارس نے کہا "ہم تمام خیال خوانی کرنے والوں کو کسی پنجرے میں بند نہیں کرنا چاہتے اپنا غلام بھی نہیں بنانا چاہتے۔ پاپا اور مما نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ فی الحال آزاد رہیں گے۔ ان میں سے جو مثبت سوچ رکھتا ہوگا اسے تمام انسانوں کی بھلائی کرنے کے لئے آزاد ہی رکھا جائے گا' جو منفی سوچ رکھتا ہوگا اور تخریبی کارروائی کے لئے اقدام کرے گا اسے ہمیشہ کے لئے ختم کردیا جائے گا۔"

جوجو نے کہا "جوڈی نارمن کے دماغ پر لیلیٰ آنٹی کا قبضہ ہے۔ میں شلپا کو روک دوں؟"

"شلپا اپنی تنظیم بنانا چاہتی ہے یعنی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ تم اس کے ذریعے نیک کام کراؤ۔ وہ جہاں بھی غلط کام کرنے جائے اس سے صحیح کام کراتی رہو۔"

وہ جانا چاہتی تھی' پارس نے کہا "سنو! تم مختلف خیال خوانی کرنے والوں کے پاس جاؤ گی تو ان کے چور خیالات یہی بتائیں گے کہ وہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک ایک کرکے پھانسنا اور شلپا کی طرح اپنی ایک فوج بنانا چاہتے ہیں۔ اقتدار کی ہوس' حکمرانی کا شوق انسان کو انسانیت کی سطح سے گرا دیتا ہے۔ اس وقت ہماری مٹھی میں درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں لیکن پاپا اور مما کبھی فوج بنانے کے لئے نہیں سوچتے۔ وہ چاہتے ہیں خیال خوانی کرنے والے مذہب اور قومیت سے بالاتر ہو کر انسانوں کی بھلائی کے لئے کام کرتے رہیں۔"

وہ بولی "پارس! یہ محض خوش خیالی ہے۔ اس دنیا میں نیکی اور شرافت کی عمر بہت مختصر ہوتی ہے' تم دو دنوں سے مجھے میری پچھلی زندگی کے حالات بتا رہے ہو۔ اپنے والدین کی تعریف میں بہت کچھ کہتے رہے ہو۔ تمہارے والدین اور مما تمہیری مقاصد کے لئے ساری عمر بڑے ممالک سے لڑتے رہے' مجرموں سے ٹکراتے رہے' جان جوکھم میں ڈالتے رہے۔ کیا اتنی طویل جدوجہد کے بعد بری طاقتوں کی شیطنت ختم ہو گئی؟"

پارس نے کہا "ختم نہیں ہوئی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہار مان لی جائے۔"

"بیشک ہار نہیں ماننا چاہئے مگر جیتنے کے لئے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور تم ٹیلی پیتھی کی تمام طاقتوں کو یکجا کرنے کے بجائے منتشر کردینا چاہتے ہو۔ کسی کو آزاد کرنا اور کسی کو ہلاک کردینا چاہتے ہو۔ یہ تو سپر طاقتوں کو اور زیادہ طاقتور بنانے

والی بات ہے۔"

پارس نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "میری صرف ایک بات پر اچھی طرح غور کر کے جواب دو' جس شرافت کے پیچھے طاقت نہیں ہوتی اس شرافت کو لوگ مانتے تو ہیں مگر اپناتے نہیں ہیں۔ کیا ہمیں اپنی شرافت اور تعمیری خیالات کو منوانے کے لئے اپنی ایک طاقت نہیں بنانا چاہئے؟؟"

پارس اسے تعریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی "کیا ہوا؟"

پارس نے اپنی طرف اسے کھینچ لیا' اپنے بازوؤں میں بھر کر کہا "تم تو کمال ذہانت سے سوچتی اور بولتی ہو' تمہاری اس بات میں بہت وزن ہے کہ خالی شرافت غریبوں اور کمزوروں کے ہاں ہوتی ہے۔ اگر کوئی طاقتور تھوڑی سی شرافت دکھائے تو اس کی پوری خاندانی شرافت کے ڈنکے بجنے لگتے ہیں۔ میں تمہاری یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ ہمارے نیک مقاصد کے پیچھے زیادہ سے زیادہ طاقت کی ضرورت ہے۔"

"اور وہ زیادہ سے زیادہ طاقت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم بنا کر حاصل کی جاسکتی ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا' جوجو نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

"بابا صاحب کے ادارے میں بڑی سختی ہے۔ ہمارے شکار کئے ہوئے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہاں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس لئے ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ مثبت خیال رکھنے والوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ جہاں چاہیں گے رہائش اختیار کریں گے۔ جب بھی انہیں ہماری ضرورت ہوگی تو ہم ان کی مدد کرتے رہیں گے۔ اس طرح دوستانہ ماحول میں وہ کبھی ہمارے بھی کام آتے رہیں گے۔"

جوجو نے کہا "یہ نیکی اور محبت کے جذبات ہیں مگر طاقت کو برقرار رکھنے کے لئے تھوڑی سی چالاکی اور حکمتِ عملی کی ضرورت ہوتی ہے۔ شیر کو سرکس میں تماشا بنا کر دولت کمانے کے لئے اسے ہمیشہ آہنی پنجرے میں بند رکھنا پڑتا ہے۔ کیونکہ شیر کی بے پناہ طاقت درندگی پیدا کرتی ہے اور انسان کی بے پناہ طاقت اسے فرعون بناتی ہے۔ جانور ہو یا انسان اسے لگام دینا' اسے اپنے قابو میں رکھنا لازمی ہوتا ہے۔ ورنہ موقع ملے تو شیر اپنے رنگ ماسٹر کو کچا چبا جاتا ہے اور بیٹا اپنے باپ کو ہلاک کر دیتا ہے اس لئے طاقت کو کنٹرول میں رکھنا چاہئے۔ ٹیلی پیتھی کی طاقت والوں کو آزاد نہیں چھوڑنا چاہئے۔"

"میری جان' تم تو کفن پھاڑ کر ذہانت کی باتیں کرنے لگی ہو۔ میں اپنی جان کے ساتھ ہوں۔ بولو' کیا سوچ رہی ہو اور کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"جو لوگ ٹیلی پیتھی جاننے کے غرور میں مجرمانہ انداز میں زندگی گزارنا چاہتے ہیں ہم ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر رکھیں گے۔ بابا اور مما جنہیں آزاد چھوڑنا چاہتے ہیں ان کی ہم نگرانی کرتے رہیں گے۔ وہ غلط ہاتھوں میں پڑنے والے ہوں گے ہم انہیں اپنے قابو میں لے آئیں گے۔"

"یہ معقول باتیں ہیں۔ اس پر ہمیں آج ہی سے عمل کرنا چاہئے۔"

"آج ہی سے نہیں' ابھی سے۔ جے مورگن اسرائیل میں ہے لیکن اس کا دماغ میرے قابو میں رہتا ہے۔ الپاما سکو میں ہے لیکن وہ اسے آپریشن کے ذریعے تبدیل کرنے والے ہیں۔ شیلا میری مٹھی میں ہے۔ شیلا نے ڈی بورین کو ٹریپ کیا تھا۔ اب بورین بھی میرے احکامات کی تعمیل کرے گا۔ اس طرح تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے پاس ہیں۔"

"تم نے چند دنوں میں خاصی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔"

"شیلا ابھی جوڈی نارمن کو ٹریپ کرنے جا رہی ہے۔"

"اس کا دماغ لیلیٰ آنٹی کے قابو میں ہے۔ تم آنٹی سے اس سلسلے میں باتیں کرو' پھر ان کی آواز اور لہجہ اختیار کر کے جوڈی نارمن کے دماغ میں جاؤ گی تو وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

وہ لیلیٰ کے پاس آئی۔ لیلیٰ نے مجھ سے کہا "ہماری بیٹی جوجو آئی ہے۔"

میں نے کہا "بیٹے! میرے دماغ میں آؤ۔ اور بتاؤ کیا چاہتی ہو؟"

"میں جو چاہوں گی کیا وہ صرف آپ سے مانگنا ہوگا۔ میں آنٹی سے نہیں مانگ سکتی؟"

"کیوں نہیں' یہ تمہاری آنٹی ہی نہیں ماں بھی ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا "اگر ایسی کوئی بات ہے جسے اپنے پاپا کے سامنے بولنا مناسب نہیں ہے تو میرے دماغ میں رہ کر بولو۔"

اس نے ہم دونوں سے اسی موضوع پر گفتگو کی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آزاد چھوڑنے پر اعتراض کیا۔ انہیں اپنے قابو میں رکھنے کے ٹھوس دلائل پیش کئے' میں نے کہا "میری بیٹی! جب اپنے طور پر اپنی ذہانت سے کام کرنا چاہتی ہے تو ہم کبھی اعتراض نہیں کریں گے۔ تم ہم سے اور پارس سے مشورے لیتی رہا کرو اور اپنے اقدامات سے آگاہ کرتی رہا کرو۔"

اس نے بتایا کہ شیلا' جوڈی نارمن کو ٹریپ کرنے جا رہی ہے۔ لیلیٰ نے کہا "فکر نہ کرو' وہ میری مٹھی میں ہے۔ تم میرا آواز اور لہجے میں جب چاہو اس سے اپنے احکامات کی تعمیل کرا سکتی ہو۔"

"تھینک یو آنٹی۔"

وہ ہم سے رخصت ہو کر شیلا کے پاس گئی۔ شیلا نے خیال خوانی کے ذریعے کرانا کے دل میں یہ خواہش پیدا کی تھی کہ وہ اپنے محبوب جوڈی نارمن کے ساتھ دریائے ٹیمز کے کنارے آئے۔ وہاں بڑا رومانٹک ماحول ہوتا ہے۔ کرانا' جوڈی کے ساتھ ادھر جا رہی تھی۔ شیلا بھی ہوٹل سے نکل کر جانے لگی۔ جوجو پہلے کرانا کے پاس گئی' اس کے ذریعے جوڈی نارمن کی باتیں سنتی رہی۔ پھر لیلیٰ کی سوچ اختیار کر کے جوڈی نارمن کے دماغ میں گئی تو اس نے محسوس نہیں کیا' اپنی محبوبہ سے باتیں کرتا رہا۔ اس کی باتوں سے پتا چل رہا تھا کہ وہ سلجھے ہوئے ذہن کا آدمی ہے اور کرانا کو دل و جان سے چاہتا ہے۔ کرانا نے پوچھا "ہم لندن میں کب تک رہیں گے؟"

اس نے جواب دیا "ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اہم معاملات سے نمٹنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ لیکن وہ معاملات ہمیں بتائے نہیں گئے ہیں اس لئے اتنی آزادی سے گھومنے پھرنے کا موقع مل رہا ہے۔ کام شروع ہوگا تو میں چار دیواری تک محدود ہو جاؤں گا۔"

"وہ کیوں؟"

"اس لئے کہ میں ایک جگہ بیٹھ کر دنیا کے کسی بھی حصے میں پہنچ جاتا ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنا کام کرتا رہتا ہوں۔ پھر باہر نکل کر چلتے پھرتے خیال خوانی ہو نہیں سکتی۔"

"مجھے بڑا ڈر لگتا ہے' کوئی دشمن تم پر حملہ کر کے نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"میرا تعلق فوج سے ہے۔ لڑنا مرنا میرا کام ہے۔ شادی کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لو کہیں پچھتانا نہ پڑے۔"

وہ بولی "شادی سوچ کر کی جاتی ہے محبت سوچ سمجھ کر نہیں ہوتی۔ میں تو خود بخود تمہاری ہو چکی ہوں۔ اب شادی کرنے کو کیا رہ گیا ہے۔ یہ ایک رسم ہے یہ بھی پوری ہو جائے گی۔"

جوجو نے پارس سے کہا "وہ دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔"

"کس کی بات کر رہی ہو؟"

"کرانا اور جوڈی نارمن بہت اچھے ہیں۔ دراصل جن کے دلوں میں محبت ہوتی ہے ان کے خیالات ہمیشہ اچھے ہوتے ہیں۔ میں ان دونوں کو شیلا سے ملنے نہیں دوں گی۔"

اس نے سوچا کہ شیلا نے ان دونوں کو اپارٹمینٹ اسٹریٹ کی طرف بلایا ہے۔ وہ انہیں لوئر ٹیمز کی طرف لے جائے۔ اس خیال سے وہ جوڈی نارمن کے دماغ میں آئی پھر چونک گئی۔ ذرا سی دیر میں کچھ سے کچھ ہو گیا تھا۔ جوڈی نارمن بیہوش تھا۔ کرانا ڈرائیو کر رہی تھی مگر سہمی ہوئی تھی' اس کی گردن سے ریوالور کی نال لگی ہوئی تھی۔

وہ پارس سے بولی "گڑبڑ ہو گئی۔ جوڈی نارمن بیہوش پڑا ہے اور کسی نے کرانا کو گن پوائنٹ پر رکھا ہے۔ میں پھر خیال خوانی کر رہی ہوں' تمہیں زبان سے بتاتی رہوں گی۔"

وہ پھر کرانا کے پاس آئی۔ اب اس کی کار رک گئی تھی' ریوالور والا اسے دوسری کار میں بیٹھا رہا تھا۔ اور جس کار میں جوڈی نارمن بیہوش پڑا تھا وہ کار دوسری سمت لے جائی جا رہی تھی۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا گیا تھا۔

جوجو یہ باتیں پارس کو بتا رہی تھی۔ وہ بولا "جوڈی نارمن کو کون لے جا رہا ہے؟ کہاں لے جا رہا ہے؟ یہ اپنے ہوش میں

بدنام ترین مجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل

قیمت ۳۰ روپے

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

آنے کے بعد معلوم ہوگا۔ تم یہ دیکھو اگر شلپا کہیں قریب ہو تو اغوا کرنے والوں کے پیچھے اسے لگا دو۔"

وہ شلپا کے دماغ میں آئی۔ پتا چلا وہ پہلے ہی کرائنا کے دماغ میں موجود تھی۔ کوئی بہت پہلے سے پچھلی سیٹ اور اگلی سیٹ کے درمیان چھپا ہوا تھا۔ اس نے وہاں سے کرائنا کی گردن پر ریوالور کی نال رکھتے ہوئے کہا "جوڈی نارمن! اپنی محبوبہ کی زندگی چاہتے ہو تو کوئی حرکت نہ کرنا' اپنی آنکھیں بند کرو۔"

جوڈی نے آنکھیں بند کیں۔ اس کے بعد کسی نے اس کے منہ اور ناک پر رومال رکھا۔ رومال میں بیہوشی کی دوا تھی۔ شلپا نے فوراً ہی ریوالور والے کے دماغ میں پہنچنا چاہا' اس نے سانس روک لی۔ پھر شلپا نے کرائنا کے دماغ میں آکر دیکھا تو جوڈی بیہوش ہو چکا تھا۔ اس کے قریب رہنے کا ذریعہ صرف کرائنا تھی۔ بعد میں انہوں نے اسے بھی جوڈی سے الگ کر دیا۔

شلپا ان سے زیادہ دور نہیں تھی۔ اس نے کرائنا کے ذریعے اس کار کی نمبر پلیٹ دیکھی پھر ادھر اپنی کار دوڑائی۔ جو جو نے شلپا کے دماغ سے معلومات حاصل کر کے پارس کو کار کا رنگ اور نمبر پلیٹ بتائی۔ پارس جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے افراد سے رابطہ کرتا گیا اور انہیں اس کار کو ڈھونڈ نکالنے کی ہدایت کرتا رہا۔ اس کے بعد جو جو نے پوچھا "اسے کس نے اغوا کیا ہوگا؟"

پارس نے پوچھا "کیا ماسک مین جوڈی نارمن کو ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے جانتا ہے؟"

جو جو نے کہا "ماسک مین کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی جو فہرست ہے اس میں جوڈی نارمن کا نام نہیں ہے۔"

"تو پھر یہ ماسک مین کی نہیں یہودی تنظیم والوں کی حرکت ہوئی' تم جے مورگن کے پاس جا کر معلوم کرو۔"

وہ جے مورگن کے پاس گئی۔ اگر جوڈی نارمن کا اغوا اسرائیلی حکام کے حکم کے مطابق ہوا تو جے مورگن وہاں بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے لندن کی یہودی تنظیم سے رابطہ کرتا۔ لیکن وہ جوڈی نارمن کے سلسلے میں بے خبر تھا۔ پارس نے کہا "تم پاپا کو فوراً یہ بات بتاؤ۔"

اس نے میرے پاس آکر مجھے بتایا' میں نے لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان کو اس کے اغوا کے متعلق بتایا۔ سلمان نے کہا "جب یہ واردات ماسک مین یا یہودی تنظیم کے لوگوں نے نہیں کی ہے تو پھر کوئی خیال خوانی والا ایسا کر رہا ہے۔ جنرل کا ایک خاص ماتحت ٹیٹو سنتانا ایک بار ڈی بورن پر تنویمی عمل کرنا چاہتا تھا' میں نے اسے ناکام بنا دیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اسی نے جوڈی نارمن کو اغوا کیا ہے۔"

میں نے کہا "تین خیال خوانی کرنے والے ایسے ہیں جنہیں ہم ٹریس نہ کر سکے۔ ایک ہے پال ہوپ کن' دوسرا ہے ٹیٹو سنتانا اور تیسری ہے جنرل کی بھتیجی مرینا' ان تینوں میں سے کوئی ایسا ہے جو اپنی ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ کرنے کے لئے ایسا کر رہا ہے۔"

سلمان نے کہا "ہم پال ہوپ کن کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ ملک اور قوم کا پکا وفادار ہے۔ وہ ایسی حرکت نہیں کرے گا اور جو جنرل کی بھتیجی مرینا ہے وہ جنرل کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ نہیں کرے گی۔ البتہ ٹیٹو سنتانا پر شبہ کیا جا سکتا ہے۔"

لیلیٰ نے پوچھا "جنرل کی بھتیجی مرینا کہاں ہے؟ اس کا کوئی پتا ٹھکانا ہے؟"

سلمان نے کہا "میں نے جنرل پر تنویمی عمل کرنے کے دوران مرینا کے متعلق پوچھا تھا۔ جنرل نے ایک معمول کی حیثیت سے بتایا کہ وہ گمنامی کی زندگی گزارتی ہے' اس نے جنرل کو بھی اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتایا ہے۔"

میں نے کہا "ہمیں مرینا کے متعلق معلومات حاصل کرنی چاہئے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جو گمنام اور پُراسرار بن کر رہتے ہیں وہ کبھی اللہ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ چپ چاپ کسی کی نظروں میں آئے بغیر مجرمانہ منصوبوں پر عمل کرتے رہتے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا "ہم اس قدر مصروف رہتے ہیں کہ مرینا کی طرف دھیان دینے کا وقت ہی نہیں ملا۔"

میں نے کہا "میں سلمان سے کہوں گا کہ وہ تمہیں زیادہ مصروف نہ رکھے۔"

وہ ایک دم سے جھینپ کر بولی "آپ کو شرم نہیں آتی؟"

سلمان نے کہا "فرہاد بھائی! آپ چھیڑنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔ سلطانہ کے کہنے کا مطلب ہے کہ ہم سسٹر کے معاملے میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ سٹان پاپا ڈوک کا تعاقب کرتی ہوئی رباط گئی تھیں۔ وہ کمبخت وہاں سے بھی جا چکا ہے۔ اتنا پتا چلا ہے کہ وہ مصر کی طرف گیا ہے۔ چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ اگر وہ مصر سے اسرائیل گیا ہوگا تو سسٹر پیرس آجائیں گی کیونکہ راحیلہ ساتھ ہے۔ اسے اسرائیل لے جانا مناسب نہیں ہے۔"

میں نے کہا "سلطانہ کو سونیا کے پاس جانے دو۔ میں بھی آتا جاتا رہوں گا۔ تم جنرل کے پاس جاؤ' مرینا تک پہنچنے کا کوئی راستہ نکالو۔"

وہ چپکے سے جنرل کے دماغ میں آیا۔ وہ پریشان ہو کر ٹہل رہا تھا۔ پال ہوپ کن اور ٹیٹو سنتانا اس کے دماغ میں تھے۔ پال پوچھ رہا تھا "یہ سب کچھ اچانک کیسے ہو گیا؟"

جنرل نے کہا "یہ ہماری بدنصیبی ہے یا ہماری نااہلی ہے؟ لندن میں چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے گئے تھے۔ وہ چھ کے چھ غائب ہو گئے۔ کرنل نے بیٹی جوراجوری بھی نہیں رہی۔ کرنل نے فیکس کے ذریعے اطلاع دی اور آخر میں لکھ دیا کہ وہ خود کشی کر رہا ہے۔ کیا اس کے خودکشی کرنے سے ہمارا نقصان پورا ہو جائے گا۔ جاؤ اور مجھے آکر بتاؤ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے۔"

اس کے دماغ میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ٹیٹو سنتانا نے آکر کہا "افسوس' کرنل اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس نے یقیناً خودکشی کی ہے۔"

جنرل ایک صوفے پر گر پڑا۔ اتنا زبردست نقصان برداشت کرنے کے لئے حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لندن میں چھ خیال خوانی کرنے والے تھے۔ ان میں سے کینی پال اور کی میتھو کو ہم نے پیرس پہنچا دیا تھا۔ باقی چار تھے۔ وارنر ہیگ' جان گاڈی' جوڈی نارمن اور جوراجوری' یہ چاروں اچانک غائب ہو گئے تھے۔ جنرل کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انہیں اغوا کیا گیا تھا یا وہ خود ہی کہیں جا کر چھپ گئے تھے۔

وہ صوفے میں دھنسا ہوا دونوں ہاتھ پھیلا کر کہہ رہا تھا۔ "اب ہمارے پاس کیا رہ گیا ہے؟ کون رہ گیا ہے؟ ایک پال ہوپ کن تم ہو' دوسرا ٹیٹو سنتانا ہے اور تیسرا مارٹن رسل ہے۔"

پال نے کہا "سر! ڈی بورن بھی ہے۔"

"وہ بھی شاید نہیں ہے۔ اس نے بھی کل سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ مارٹن رسل اس کے پاس گیا تھا۔ اس نے سانس روک لی۔ شاید وہ بھی غدار بن چکا ہے۔"

ٹیٹو سنتانا نے کہا "سر! ہمارے سپر ماسٹر ارے رے بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں' آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔"

"میں سپر ماسٹر کے سلسلے میں بہت الجھا ہوا ہوں۔ اس پر بھروسا نہیں کرنا چاہتا مگر خواہ مخواہ ہر معاملے میں بھروسا کر لیتا ہوں۔"

پال نے کہا "میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ سلطانہ اور سپر ماسٹر کو یہاں سے نہ جانے دیں۔ اب دیکھیں' وہ پیرس میں عیش کر رہے ہیں۔ سنا ہے شادی کر چکے ہیں۔"

"جو چلے گئے انہیں جانے دو۔ تم لوگ موجود ہو' اپنی باتیں کرو۔ مارٹن کو بلاؤ۔"

پال نے خیال خوانی کے ذریعے مارٹن رسل کو جنرل کے دماغ میں حاضر ہونے کے لئے کہا' وہ حاضر ہو گیا۔ جنرل نے کہا۔ "تم تینوں کو کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہئے۔ تمہارے سمیت تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا انجام ہے۔ دشمنوں نے ایک ایک کر کے سب کو ٹریپ کر لیا۔ تم جانتے ہو کہ ان کے اطراف کتنے سخت پہرے بٹھائے گئے۔ تم تینوں نے اپنے طور پر اپنی حفاظت اور سلامتی کے انتظامات کئے ہیں۔ پھر بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارا جنرل نہیں رہوں گا۔ اپنے عہدے سے استعفا دے دوں گا۔"

"سر! آپ ایسا نہ کریں۔ ہم آپ کے خادم ہیں' آپ ہی کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔"

"پال ہوپ کن نااہل ثابت ہو چکا ہوں۔ پچھلے چھ ماہ سے میرے طریقہ کار پر عمل ہوتا رہا۔ میرے احکامات کی تعمیل ہوتی رہی۔ جس کے نتیجہ میں ہمارا ملک بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہو گیا۔ مجھے فوراً استعفا دینا چاہئے اور تم لوگوں کو میری نہیں ملک اور قوم کی خدمت کرنی چاہئے۔ ابھی میرے پاس سے جاتے ہی اپنے نام اور اپنا ٹھکانا بدل لو۔ بالکل گمنام رہ کر دشمنوں سے انتقام لو۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس لاؤ' یہ تمہارا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ میری نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہیں۔ اب جاؤ۔"

"سر! ہماری ایک بات مان لیں۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"آپ استعفا نہ دے کر ہمیں ایک ماہ کی مہلت دیں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں' ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کو واپس لا کر آپ کا سراونچا کریں گے۔"

"انہیں واپس لانا تمہاری ڈیوٹی ہے۔ اگر میں تمہاری بات نہ مانوں تو کیا تم اپنی ڈیوٹی چھوڑ دو گے؟"

"نو سر! ڈیوٹی از ڈیوٹی۔"

"تو پھر جاؤ' مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

وہ چلے گئے۔ جنرل تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر وہ اٹھ کر میز کے پاس آیا' بیٹھ کر اس نے ایک استعفا لکھا پھر آئندہ سے یہ تحریر لکھی "میں نے خود کو نااہل سمجھ کر استعفا دیا ہے لیکن صرف عہدہ چھوڑ دینے سے شرمندگی پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ میں ندامت سے زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ اس لئے خود کو گولی مار کر مر رہا ہوں۔ میری ہلاکت کا الزام کسی پر نہ آئے۔ میں پورے ہوش و حواس میں رہ کر اپنی جان دے رہا ہوں۔"

اس نے تحریر کو میز پر رکھا پھر دراز سے ریوالور نکال لیا۔ اس میں گولیوں سے بھرا ہوا میگزین لوڈ کر کے اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگائی۔ انگلی کو ٹریگر پر لایا پھر اسے دبایا۔ لیکن دبا نہ سکا۔ پتا چلا' انگلی اس کا حکم نہیں مان رہی ہے' ٹریگر نہیں دبا رہی ہے۔

اس نے دوبارہ کوشش کی۔ پھر سوالیہ نظروں سے ریوالور کو دیکھا۔ تب اسے دماغ کے اندر اپنی بھتیجی مرینا کی آواز سنائی دی۔ "نو انکل نیور' ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ میرے جیتے جی آپ شرمندہ نہیں ہوں گے۔"

"بیٹی! تم نے اتنے دنوں بعد مجھے یاد کیا ہے؟"

"میں ایسی بے مروت نہیں ہوں۔ صبح و شام آپ کی خیریت معلوم کرتی رہتی ہوں۔"

"کیا میں تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہوں؟"

"جی ہاں' ایک رات میں نے آپ کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ آپ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کریں گے۔ آپ میری اس حرکت سے ناراض ہوں گے لیکن میں ایسا نہ کرتی تو آپ ابھی خودکشی کر چکے ہوتے۔"

"کیا تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ سونیا نے ہمیں کتنا نقصان پہنچایا ہے؟"

"جی ہاں۔ نقصان صرف سونیا سے نہیں دوسروں سے بھی پہنچ رہا ہے۔ پرنس ڈیگر اپنی مرضی سے گیا تھا۔ الپا اور جے مورگن کو بھی سونیا نے ٹریپ نہیں کیا۔ میں روپوش رہ کر تمام تماشے دیکھ رہی ہوں۔ لندن سے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی سونیا نے اغوا نہیں کیا ہے۔"

"تو پھر یہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں ہیں؟ کن لوگوں نے انہیں ٹریپ کیا ہے؟"

"یہ میں پھر کبھی بتاؤں گی' بلکہ انہیں واپس لاؤں گی۔ آپ وعدہ کریں کہ اپنی بیٹی کے لئے زندہ رہیں گے۔"

"میں اعلیٰ حکام اور فوج کے سینئر افسران سے نظریں نہیں ملا سکوں گا۔"

"انکل! کچھ عرصہ کی شرمندگی برداشت کرلیں۔ آپ نے استعفا لکھ دیا ہے' یہاں سے کسی کو اطلاع دیے بغیر روپوش ہو جائیں۔ دوسروں کو اپنے طور پر رائے قائم کرنے دیں کہ آپ خود کشی کر چکے ہیں۔ جب میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس لاؤں گی تو آپ دوبارہ منظرِ عام پر آجائیں گے۔"

"بیٹی! میں تمہارے پاس آؤں گا۔ تمہارے پاس چھپ کر رہوں گا۔"

"نہیں انکل! آج تک میری سلامتی اور کامیابی کا راز یہی ہے کہ میں بالکل تنہا رہتی ہوں۔ کسی ملازم پر بھی بھروسا نہیں کرتی۔ کوئی بھی دشمن آپ کا تعاقب کرتے ہوئے مجھ تک پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے ہم ایک دوسرے سے دور رہیں گے۔ آپ ابھی یہاں سے چلیں۔"

وہ میز کے پاس سے اٹھ کر کمرے سے باہر جانے لگا۔ سلمان نے میرے پاس آکر یہ روداد سنائی پھر کہا "میں نے پہلی بار مرینا کی آواز سنی ہے۔ اس کی آواز اور لہجے کی پختگی بتاتی ہے کہ وہ مضبوط قوتِ ارادی رکھنے والی چالاک لڑکی ہے۔"

میں نے کہا "میرا دل کہتا ہے کہ مرینا کوئی زبردست بازی کھیل رہی ہے۔ مجھے اس کی آواز سنا سکتے ہو؟"

"وہ ابھی جنرل کے دماغ میں ہوگی۔"

میں سلمان کی آواز اور لہجہ اختیار کر کے جنرل کے دماغ میں آیا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ وہاں مرینا کہہ رہی تھی۔ "آپ اپنی دولت اور جائداد کی فکر نہ کریں۔ گھر سے کوئی ضرورت کی چیز نہ لیں بس یہ شہر چھوڑ دیں۔ میں اپنے علم کے ذریعے آپ کو تمام چیزیں فراہم کردوں گی۔"

میں سمجھ گیا' کمبخت بڑی تیز طرار ہوگی۔ میں نے جنرل کی سوچ میں کہا "میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اپنے گھر سے اور اپنے شہر سے خالی ہاتھ جانا ہوگا۔ وہ بھی ایسے کہ کوئی مجھے نہ پہچانے۔ ایسی دربدری کے وقت تم ہی میرے ساتھ ہو بیٹی! تم مجھے کتنا چاہتی ہو؟"

"اپنے آپ سے جتنی محبت کرتی ہوں اتنی ہی آپ سے کرتی ہوں' میں آپ کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے جنرل کے ذریعے کہا "میں یہاں اپنی کار چھوڑ رہا ہوں' ٹرین سے جاؤں گا تم کب تک میرے ساتھ رہو گی؟"

"آپ میری فکر نہ کریں' میں آپ کو کسی خفیہ ٹھکانے تک پہنچاؤں گی۔ وہاں آپ عارضی میک اپ کے ذریعے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کریں گے۔ اس کے بعد کوئی آپ کو نہیں پہچانے گا۔ پھر آپ یہاں سے سیالی جائیں گے۔"

وہ کار سے اتر کر کاؤنٹر پر آیا وہاں سے لوکل ٹرین کا ٹکٹ لیا پھر پلیٹ فارم پر آتے ہی گر پڑا۔ میں نے اسے گرایا تھا۔ مرینا اسے سنبھالتے ہوئے بولی "کیا ہوا انکل؟"

"کچھ نہیں' میرے سینے میں تکلیف ہو رہی ہے۔ آہ! یہ بڑھاپا اور یہ تنہائی' تم مجھے مرجانے دیتیں تو اچھا ہوتا۔"

"آپ ایسی باتیں نہ کریں۔"

وہ ڈگمگاتے ہوئے ایک کمپارٹمنٹ میں آکر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "میرا دل گھبرا رہا ہے۔ کیا تم تھوڑی دیر کے لئے نہیں آسکتیں؟"

"میں تو آپ کے پاس ہوں۔"

"بیٹی میں تمہیں آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں' تمہارا ہاتھ پکڑ کر چلنا چاہتا ہوں۔ تم چہرہ بدل کر آسکتی ہو؟ بیٹی آجاؤ' میں بہت پریشان ہوں۔"

"اچھی بات ہے' میں اگلے اسٹیشن پر آؤں گی۔ کوئی بھی آپ کے دماغ میں آئے تو اسے واپس کردیں۔"

"میں کسی کو نہیں آنے دوں گا۔ سانس روک لوں گا۔"

میں نے سلمان سے کہا "فوراً اپنے ادارے کے آدمیوں کو لوکل ٹرین کے اگلے اسٹیشن کی طرف روانہ کرو۔"

وہ بھی جنرل کے اندر رہ کر یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ اس نے کہا "فرہاد بھائی! آپ تو کمال کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھتے ہی دیکھتے مرینا تک پہنچنے کا راستہ بنا لیا ہے۔"

وہ چلا گیا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس اور ایجنٹ ہر ملک کے ہر شہر میں موجود تھے۔ سلمان کا حکم سنتے ہی اگلے کسی اسٹیشن پر آسکتے تھے۔ میں پھر جنرل کے پاس آیا۔ وہ سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔ ٹرین اپنی مخصوص رفتار سے چل رہی تھی۔ مرینا نے پوچھا "انکل! آپ آرام محسوس کر رہے ہیں؟"

میں نے جنرل کی سوچ میں کہا "ہاں بیٹی! تم نے آنے کو کہا تو مجھے سکون آگیا ہے۔ مگر تم ابھی تک میرے دماغ میں ہو۔ اگلے اسٹیشن پر کیسے آؤ گی؟ تمہیں تو میک اپ میں آنا چاہئے۔"

"میں ہمیشہ میک اپ میں رہتی ہوں۔ ابھی آجاؤں گی تو آپ بھی نہیں پہچان سکیں گے۔ اچھا میں جا رہی ہوں۔ آپ خود کو تنہا نہ سمجھیں' بس میں آرہی ہوں۔"

وہ شاید چلی گئی یا بدستور دماغ میں چھپی رہی ہوگی۔ میں وہاں خاموش رہا' تھوڑی دیر بعد پھر سینے کی تکلیف کا احساس دلایا' اسے آہستہ آہستہ کراہتے ہوئے اپنے سینے پر ہاتھ پھیرتے رہنے پر مجبور کیا۔ وہ اگلے اسٹیشن پر نہیں آئی۔ دماغ میں آکر بولی "میں دوسرے اسٹیشن پر آؤں گی' ابھی چاروں طرف کا جائزہ لے رہی ہوں۔"

ٹرین آگے بڑھ گئی۔ دوسرے اسٹیشن کی طرف جانے لگی۔ سلمان نے کہا "ہمارے آدمی پہنچ گئے ہیں۔ دو جنرل کے کمپارٹمنٹ میں ہیں۔ دو اگلے اسٹیشن پر پہنچیں گے۔"

میں نے کہا "انہیں سمجھاؤ کمزوری کی دوا مرینا کے جسم میں انجکٹ کی جائے گی۔ اگر وہ قابو میں نہ آئے تو سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے زخمی کیا جائے۔ پھر اس کا دماغ بھی ہمارے قبضے میں آجائے گا۔"

اگلا اسٹیشن آگیا۔ ٹرین کے رکتے ہی خود کار دروازہ کھل گیا۔ کچھ مسافر ٹرین سے اترگئے کچھ سوار ہوئے' ان میں ایک جوان اور قبول صورت لڑکی بھی تھی' اس نے کمپارٹمنٹ میں آکر دور تک نظریں دوڑائیں پھر جنرل کو دیکھ کر اطمینان سے چلتی ہوئی آکر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ آہستگی سے بولی "آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

جنرل نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر آہستگی سے پوچھا "بیٹی یہ تم ہو؟"

"جی ہاں' میرا نام نہ لیں اور مجھے بیٹی نہ کہیں۔"

"اوہ اس مصیبت اور تنہائی کے وقت تم نے میرے پاس آکر اپنی انتہائی محبت کا ثبوت دیا ہے۔"

"آپ نے مجھے ٹیلی پیتھی کا علم دے کر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اس احسان کے سامنے میری محبت کچھ بھی نہیں ہے۔"

وہ بھیس بدل کر آئی تھی لیکن اپنی آواز اور لہجے میں بول رہی تھی۔ بہت دھیمی آواز میں بول رہی تھی۔ کوئی بات جنرل کو سنائی نہ دیتی تو وہ چپ ہو جاتی تھی پھر اس کے دماغ میں آکر بولنے لگتی تھی۔ جب ہم نے ہر طرح سے یقین کرلیا کہ شکار ہمارے ہاتھ سے نہیں نکلے گا تو سلمان کا ایک آدمی حکم پاتے ہی اپنی جگہ سے اٹھا' تیزی سے چلتا ہوا مرینا کے پاس آیا پھر اس نے ایک ننھی سی سرنج کی سوئی اس کی گردن میں چبھوئی۔ اس کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی' اس کے چہرے سے پریشانی اور حیرانی ظاہر ہوئی۔ پھر اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ اس کا سر جنرل کی طرف ڈھلک گیا۔ وہ اسے سنبھالتے ہوئے بولا "کیا ہوا بیٹی؟"

وہ کمزوری میں مبتلا ہوگئی تھی۔ میں نے اور سلمان نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ مگر یا حیرت! اس نے سانس روک لی سلمان نے پوچھا "فرہاد بھائی' یہ کیا ہوا؟"

میں جنرل کے دماغ میں آیا۔ وہاں مرینا قہقہے لگا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "مجھے پھانسنے کے لئے بڑا زبردست چکر چلایا گیا تھا' لیکن میں لوہے کا چنا ہوں۔ مجھے پھانسنے والے کے دانت ٹوٹ جائیں گے۔"

جنرل نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے' تم میرے پاس آتے آتے ایک مریضہ کی طرح کمزور ہوگئی ہو۔ کیا ابھی جو اجنبی ہمارے قریب آیا تھا اس نے کوئی شرارت کی ہے؟"

"ہاں' اس نے مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہا لیکن میں تو اپنی خفیہ پناہ گاہ میں ہوں۔ میں نے آپ کی تسلی کے لئے ایک اجنبی لڑکی کو آلۂ کار اور اپنی معمولہ بنا کر آپ کے پاس بھیجا تھا۔ دشمن نے اسے مرینا سمجھ لیا۔ ذرا اس اجنبی سے معلوم کریں وہ کون ہے اور کس کے لئے کام کر رہا ہے؟"

میں نے کہا "سلمان! یہ تو ہماری توقع سے زیادہ چالاک نکلی' ہمیں الٹا بنا دیا۔"

اس نے پوچھا "عورت کے ہاتھوں الٹا بنتے ہوئے کیسا لگتا ہے۔"

"اچھا لگتا ہے میرا کو جو برتری کا غرور ہے' وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ عورت بھی ذہانت اور سمتِ عملی میں مرد سے کم نہیں ہے۔ بعض حالات میں مرد سے بھی آگے نکل جاتی ہے۔"

"مرینا ایسی ہی تیز طرار ہے تو آئندہ اس سے ٹکرانے میں مزہ آئے گا۔"

"مرینا سے ٹکراؤ گے؟ اچھا ٹھہرو ابھی سلطانہ سے کہتا ہوں۔"

"ارے نہیں' میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ....."

میں نے بات کاٹ کر کہا "وضاحت نہ کرو۔ میں سمجھ گیا تم بیوی سے ڈرتے ہو۔"

"اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے؟"

"یعنی نہیں ڈرتے۔ سلطانہ تمہارے پاس ہے' ذرا زبان سے بولو کہ بیوی سے نہیں ڈرتے ہو۔"

"آپ میاں بیوی کو لڑانا چاہتے ہیں؟"

"بیوی سے وہ لڑتے ہیں جو ڈرتے نہیں ہیں۔"

"کیا آپ لیلیٰ سے لڑتے ہیں؟"

"کوئی اپنی جان سے لڑتا نہیں' اس پر مرتا ہے۔"

"ارے یہی تو میں کہنا چاہتا تھا۔"

"یعنی میرے نقشِ قدم پر چلنا چاہتے ہو؟"

"آپ جیسے تجربہ کار بڑے بھائی کے نقشِ قدم پر چلنا میرے لئے فخر کی بات ہوگی۔"

"میرے لئے بھی یہ خوشی کی بات ہے کہ تمہارے جیسا ایک جانشین ہوگا اور میرے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک کے بعد دوسری شادیاں کرتا جائے گا۔ کیا میں یہ خوشخبری سلطانہ کو سنادوں؟"

"اللہ آپ سے سمجھے۔ مجھے معاف کریں میں جارہا ہوں۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ چلا گیا لیلیٰ نے ہاتھ روم سے نکل کر پوچھا۔ "یہ تنہا کس بات پر ہنسی آرہی ہے؟"

"تمہارے بہنوئی کو چھیڑ رہا تھا۔ خیر، تم ایک کام کرو۔ لندن میں جوراجوری، جوڈی نارمن، وارنر ہیگ اور جان گاڈوی اغوا کئے گئے تھے۔ چاروں ہی بے ہوش تھے، اب ہوش میں آگئے ہوں گے، ذرا معلوم کرو۔"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

اس نے سب سے پہلے جوراجوری کا تصور کیا، اس کی آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر میرا لہجہ اختیار کرکے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ کیونکہ جوراجوری کو میں نے اپنی معمولہ بنایا تھا، وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ فی الوقت وہ لیلیٰ کو بھی محسوس نہیں کرتی کیونکہ طویل بیہوشی کے بعد ہوش میں آئی تھی، دماغ کمزور تھا ایسے وقت کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے پاس آسکتا تھا۔

اس کے چاروں طرف گہری تاریکی تھی۔ ایسی تاریکی کہ ہاتھوں کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ خود کو کسی آرام دہ بستر پر محسوس کررہی تھی۔ ہوش میں آنے کے بعد وہ بڑی دیر تک خاموش پڑی رہی تھی۔ انتظار کرتی رہی تھی کہ اندھیرا ہے تو اجالا ہوگا۔ کوئی شمع لے کر، مشعل یا ٹارچ لے کر آئے گا یا سوئچ آن کرے گا۔ لیکن کوئی نہیں آیا۔

اس نے آواز دی "کوئی ہے؟ کوئی ہے؟ میں کہاں ہوں؟ یہ کون سی جگہ ہے میرے پاس آؤ۔ مجھے بتاؤ، میں کہاں ہوں؟"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ کہیں سے کوئی آہٹ بھی سنائی نہیں دی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی لیکن بستر سے نیچے پاؤں رکھتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا، پتا نہیں وہ کیسی جگہ ہے۔ نیچے پختہ فرش ہے یا سانپ بچھو ہیں؟ اندھیرے میں نادیدہ ہاتھ اپنی طرف بڑھتے ہوئے لگ رہے تھے۔ وہ بڑے حوصلے سے سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔

پھر اس نے خیال خوانی کی کوشش کی لیکن ابھی دماغی توانائی بحال نہیں ہوئی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ کہیں سے مدد حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ اگر خیال خوانی کرکے کسی کے پاس پہنچ بھی جاتی تو اسے مدد کے لئے کہاں بلاتی۔ وہ اس جگہ کی ایک ذرا سی بھی نشاندہی نہیں کرسکتی تھی۔ تاریکی نے اسے کچھ دیکھنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

لیلیٰ نے اس کی سوچ میں کہا "آہ! میں اس مصیبت میں کیسے پھنس گئی؟"

وہ سسکنے لگی "میری شامت آگئی تھی۔ میں اپنی مرضی کے خلاف [illegible] سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ڈیڈی زبردستی کررہے تھے۔ میں نے سوچا فی الحال ڈیڈی کو چھوڑ کر روپوش ہوجاؤں تاکہ انہیں غلطی کا احساس ہو اور وہ تسلیم کرلیں کہ جوان اولاد سے اپنی ضد نہیں منوانی چاہئے۔"

وہ تاریکی میں گھورتی ہوئی سوچ رہی تھی "میں نے ڈیڈی کے نام ایک خط لکھا کہ میں اپنی پسند کے ایک فرینڈ کے ساتھ جارہی ہوں۔ جب آپ مجھے معاف کردیں گے تو واپس آجاؤں گی۔ یہ خط لکھ کر میں رہائش گاہ سے نکل گئی۔ ایسٹ بورن کے ساحلی علاقے میں ایک بوڑھی بیوہ کا کاٹیج ہے۔ میں نے پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے اچھی خاصی رقم اسے دی۔ پھر وہاں ایک کمرے میں رہائش اختیار کرلی۔ میں خود کو آزاد سمجھ رہی تھی اور نئے طور سے زندگی گزارنے کے متعلق سوچ رہی تھی۔ رات کو میں بڑی بے فکری سے سوگئی۔ پتا نہیں کتنی دیر تک سوتی رہی۔ اچانک آنکھ کھلی تو پتا چلا دو آدمیوں نے مجھے جکڑ لیا ہے۔ ایک نے میرے جسم کو قابو میں کیا تھا، دوسرے نے میری ناک اور منہ پر رومال رکھ دیا تھا۔ اس رومال میں بیہوشی کی دوا تھی۔ میں تھوڑی سی جدوجہد کے بعد ڈھیلی پڑ گئی۔ ایک دم سے غافل ہوگئی۔ اب اس تاریکی میں پتا چل رہا ہے کہ مجھے بیہوشی کی حالت میں اٹھا کر یہاں لایا گیا ہے۔"

وہ سوچ رہی تھی اور لیلیٰ مجھے اس کے حالات بتاتی جارہی تھی۔ پھر اس نے کہا "اسے اغوا کرنے والے جانتے ہیں کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغ میں آسکتا ہے اور اسے وہاں سے لے جاسکتا ہے۔ اسی لئے اندھیرے میں رکھا گیا ہے۔"

میں نے کہا "مجھے کافی پلاؤ میں اس معاملے کو دیکھنا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "آپ ضرور کچھ کر گزریں گے۔ مارٹن رسل ایک بار سلطانہ کو ٹریپ کرنے والا تھا، آپ نے اس کی چال الٹ دی۔ اسے ہی ٹریپ کرلیا۔ پھر سلمان کو جنرل کے دماغ میں پہنچنے کا راستہ سجھا دیا۔ آپ اچانک ایسی پلاننگ کس طرح کرلیتے ہیں؟"

"میرے پاس آؤ بتاؤں گا۔"

"جی نہیں، آپ سے دور ہی کی دوستی بھلی۔"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ میں جوراجوری کے پاس آیا۔ مجھے پال ہوپ کن کی آواز سنائی دی۔ وہ اس سے کہہ رہا تھا "ذرا سوچو، جس ملک کے اعلیٰ حکام نے ہمیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا، وہ کتنا نقصان اٹھا رہے ہیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ایک کرکے دشمنوں کی گرفت میں جارہے ہیں۔ تم ایک محب وطن کرنل کی بیٹی ہو۔ کیا تم اپنے ملک سے غداری کروگی۔ کیا اپنی قوم کو چھوڑ کر دشمنوں کے لئے کام کروگی؟"

"میں اپنی مرضی سے یہاں نہیں آئی ہوں۔ مجھے بیہوشی کی

اغوا کیا گیا ہے۔ میں اپنے ملک اور قوم کی وفادار ہوں۔ مجھے [illegible] کسی طرح نکالو۔ میں نیویارک واپس جانا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہیں یہاں سے نکال لے جانے کی پوری کوشش کروں گا۔ جس نے بھی تمہیں یہاں پہنچایا ہے وہ ہمیشہ تمہیں [illegible] میں قید نہیں رکھے گا۔ تمہارے پاس پہنچنے کا کوئی نشان چھوڑ دے گا۔"

"میرا دل گھبرا رہا ہے۔ میں آخر کب تک یہاں رہوں گی؟"

"دل کے گھبرانے سے زنداں کے دروازے نہیں کھلتے۔ کچھ حوصلے سے وقت کا انتظار کرو۔ کیا تم نے اپنے ڈیڈی سے [illegible] کیا تھا؟"

"میں خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ وہ خیریت سے ہیں؟"

"وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔"

"نہیں، یہ جھوٹ ہے۔"

"جب دماغی توانائی بحال ہوجائے تو تصدیق کرلینا۔ تم یہاں [illegible] کے اندھیروں میں ہو۔ تمہارے ڈیڈی موت کے اندھیرے [illegible] گم ہوچکے ہیں۔ تمہاری حماقت نے انہیں خودکشی پر مجبور کر [illegible] تھا۔"

اس نے سر جھکا لیا۔ باپ کو یاد کرنے لگی پھر اس نے پوچھا۔ "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ پال ہوپ کن جاچکا تھا۔ وہ رونے [illegible] عام حالت میں شاید وہ ایسے نہ روتی لیکن باپ کی موت اور [illegible] بے کسی دونوں مل جل کر رلا رہی تھیں۔ پھر وہ روتے روتے [illegible] ہوگئی۔ اندھیرے میں کچھ سنائی دیا تھا۔ اس نے کان لگا کر [illegible] کراہ رہا تھا۔ وقفے وقفے سے دوبار صاف طور پر کراہنے کی [illegible] سنائی دی پھر خاموشی چھا گئی۔

اس نے پوچھا "کون ہے؟ یہاں کون ہے؟ میری بات کا [illegible] دو۔ ابھی میں نے آواز سنی ہے۔"

چند لمحوں کے بعد ایک سرد آہ سنائی دی "مم.... میں کہاں [illegible]؟"

میں نے آواز پہچان لی۔ وہ جوڈی نارمن تھا۔ ہوش میں [illegible] تھا۔ اسے بھی جوراجوری کے قریب کہیں لا کر ڈالا گیا تھا۔ [illegible] بولی "تمہاری کمزور آواز سے اور باتوں سے معلوم ہوتا ہے تم [illegible] کرائے گئے ہو۔"

جوڈی نارمن نے پوچھا "کیا تم بھی قیدی ہو؟"

"ہاں، جب سے ہوش میں آئی ہوں تاریکی دیکھ رہی ہوں۔ [illegible] چل رہا ہے کہ یہ کوئی کمرا ہے یا کال کوٹھری ہے۔"

میں نے جوڈی کے پاس آکر دیکھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہہ [illegible] کال کوٹھری میں آرام دہ بستر تو نہیں ہوتا۔ میں ایک بستر پر [illegible] اور تم؟"

"میں بھی بستر پر ہوں۔ تمہاری آواز سن کر حوصلہ ہو رہا ہے کیا تم میرے پاس آؤ گے؟"

"میں کوشش کرتا ہوں" وہ سرہانے کی طرف ٹٹولتا ہوا ایک دیوار کے پاس آیا۔ لیلیٰ کافی لے آئی تھی۔ میں نے کافی کی پیالی لیتے ہوئے کہا "اسی جگہ تاریکی میں جوڈی نارمن بھی ہے۔ تم جوراجوری کے پاس جاؤ۔"

میں کافی کی ایک چسکی لے کر جوڈی کے پاس آیا۔ وہ راستہ ٹٹول کر جہاں سے گزر رہا تھا وہاں کے بارے میں بتا رہا تھا کہ یہ دیوار ہے، یہ بیڈ سائیڈ کا حصہ اور سائیڈ ٹیبل ہے اور یہ بستر ہے۔

وہ بولی "میں تمہاری آواز بالکل قریب سے سن رہی ہوں، تم میرے بستر تک آگئے ہو۔ دیکھو تم اچھے آدمی ہو نا؟"

"میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں اپنی کرائسٹا سے بہت محبت کرتا ہوں۔ آہ، نہ جانے وہ کہاں ہوگی؟ کس حال میں ہوگی؟"

"کیا تم انہیں جانتے ہو جنہوں نے تمہیں قید کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ میری کسی سے دشمنی نہیں ہے۔ ہاں سونیا نامی ایک خطرناک عورت ہے۔ شاید اس نے مجھے یہاں پہنچایا ہے۔"

"سونیا کو تو میں بھی جانتی ہوں۔ اس سے چھپتی پھرتی ہوں۔"

"پھر تو تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

"ہاں، میں سمجھ گئی۔ تم بھی جانتے ہو اور سونیا نے اسی لئے ہمیں قیدی بنایا ہے۔"

"آہ! اس ٹیلی پیتھی نے ہمارا سکون برباد کردیا ہے۔"

"کیا تم اپنی کرائسٹا سے رابطہ کرسکتے ہو؟"

جوڈی نارمن نے کوشش کی پھر سر پکڑ کر کہا "میری دماغی توانائی بحال نہیں ہوئی ہے۔ کیا تم اس قابل ہو؟"

"پتا نہیں کتنی دیر ہوئی میں نے خیال خوانی کی کوشش کی تھی۔ یہاں تو وقت کا اندازہ نہیں ہو رہا ہے۔"

جوڈی نے کہا "میرے پاس ریڈیم ڈائل کی گھڑی تھی، کسی نے اتار لی تاکہ اندھیرے میں وقت نہ دیکھ سکوں۔"

وہ خیال خوانی کی کوشش کرتی رہی۔ پھر بولی "اتنی جلدی ممکن نہیں ہے۔ ہمیں دماغی توانائی کے لئے اچھی طرح کھانا پینا چاہئے۔"

"پتا نہیں یہاں کھانے کو ملے گا یا نہیں۔ کاش یہاں ٹیلیفون ہوتا۔"

ایک منٹ کے اندر ہی ٹیلیفون کی گھنٹی سنائی دی۔ وہ دونوں یوں سہمے ہوئے انداز میں چونک گئے جیسے تاریکی میں چوری کرتے ہوئے پکڑ لئے گئے ہوں۔ پھر وہ اٹھ کر بولا "ٹیلیفون کی آواز تمہارے سرہانے سے آرہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "یہاں سب کچھ ہے صرف روشنی کی محتاجی

ہے۔"

جوڈی نے پوچھا "تم کون ہو؟ ہمارے پاس آؤ۔"

"میں تمہارے ہی پاس ہوں۔ تمہاری ہر ضرورت پوری کرتا رہوں گا۔ ٹیلیفون سے کچھ فاصلے پر کھانے پینے کا سامان ہے۔"

"میری منگیتر کرانکا کہاں ہے؟"

"میں کسی کرانکا کو نہیں جانتا۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ مجھے بیہوش کرتے وقت وہ میرے ساتھ تھی۔"

"میں وہاں نہیں تھا جہاں سے تمہیں لایا گیا ہے۔ اگر تمہارے ساتھ کوئی تھی تو میں اس کے متعلق معلوم کروں گا۔"

"کس سے معلوم کرو گے، مجھے یہاں کون لایا ہے؟ کیوں لایا ہے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے بار بار مخاطب کیا۔ کئی بار کریڈل پر ہاتھ مارا۔ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا۔ وہ کرانکا کے ساتھ جہاں قیام کر رہا تھا وہاں کے نمبر ڈائل کر کے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے نمبر ڈائل کرنے کے لیے ایک انگلی بڑھائی لیکن وہاں کوئی بٹن نہیں تھا۔ وہ فون صرف باتیں سنانے کے لئے تھا۔ ان کی سننے کے لئے نہیں تھا۔

اس نے جھنجلا کر ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ جوراجوری نے پوچھا "کیا ہوا؟"

اس نے کہا "ہم اس اندھیرے سے باہر کی دنیا نہیں دیکھ سکیں گے۔ فون پر ڈائلنگ سسٹم نہیں ہے۔ تاریکی نے اندھا اور ٹیلی فون نے گونگا بنا دیا ہے۔"

وہ بولی "ہم پر یہ ظلم کیوں ہو رہا ہے؟"

"ظلم بھی ہے مہربانی بھی۔ رہنے کو ایک کمرا اور آرام دہ بستر دیا گیا ہے۔ یہاں کھانے پینے کا بھی سامان ہے۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کافی وقت گزر چکا ہے۔"

وہ اندھیرے میں راستہ ٹٹولتے ہوئے کھانے کی طرف بڑھنے لگے۔ میں نے کافی پی لی تھی، پیالی میز پر رکھتے ہوئے کہا "انہیں سوچ سمجھ کر تاریکی میں رکھا گیا ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "لیکن یوں کب تک رکھا جائے گا؟"

"ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ انہیں اغوا کرنے والے کا مقصد کیا ہے۔ ویسے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اغوا کرنے والے کو ان کے ٹیلی پیتھی کے علم کی ضرورت ہے۔ اپنی یہ ضرورت پوری کرنے کے لئے وہ انہیں ساری زندگی تاریکی میں رکھ سکتا ہے۔"

"یہ ظلم ناقابل برداشت ہوگا۔ اغوا کرنے والے کو سوچنا چاہئے کہ جوراجوری اور جوڈی نارمن کے کمزور دماغوں میں کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا آسکتا ہے۔ ان پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا سکتا ہے۔"

میں نے کہا "وہ دونوں ہمارے معمول اور تابعدار ہیں۔ ان کے لئے کیا کر رہے ہیں؟ کیا انہیں اندھیرے سے نکال رہے ہیں؟ کیا اس خفیہ اڈے تک پہنچ کر ان کے کسی کام آسکتے ہیں؟"

"میں جانتی ہوں ہم یا کوئی بھی انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر نہ ان سے کوئی کام لے سکے گا نہ ان کے کام آسکے گا۔ لیکن وہ اغوا کرنے والا ان سے کیا فائدہ اٹھائے گا، انہیں اس طرح قید کر کے وہ کیا حاصل کر رہا ہے؟"

یہی تو دیکھنا ہے کہ وہ کون ہے، ان سے کیا چاہتا ہے اور انہیں کب تک یوں اندھیرے میں رکھ سکتا ہے۔"

"یہ دونوں ابھی اسی حال میں رہیں گے۔ ہمیں باقی دونوں پیتھی جاننے والوں کی خبر لینی چاہئے۔"

لندن میں جوراجوری اور جوڈی نارمن کے علاوہ وارنر ہیگ اور جان گاؤدی کو بھی اغوا کیا گیا تھا۔ یہ دونوں اس اندھیرے کمرے میں نہیں تھے، کسی دوسری جگہ ہو سکتے تھے۔ ان دونوں پر لیلیٰ نے تنویمی عمل کیا تھا۔ میں لیلیٰ کے دماغ میں آیا، ان جاں گاؤدی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ بیہوش تھا۔ اب ہوش میں آرہا ہے۔ ہم اس کے ذریعے ہیلی کاپٹر کے گردش کرتے ہوئے پنکھے کی آواز سن رہے تھے۔ وہ ہوش میں آنے کے دوران آنکھیں کھولنے والا تھا، ہم نے اسے سہارا دیا، وہ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کا اندرونی حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ لیلیٰ نے اس کے اندر سوچ پیدا کی "میں کہاں ہوں اور یہاں کیسے آگیا؟"

وہ ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگا "میں نے اور وارنر ہیگ نے بڑی رازداری سے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ ہم رفتہ رفتہ ٹیلی پیتھی کی بہت بڑی قوت بن جائیں گے۔ اس کے لئے ہمیں ایک خفیہ اڈا بنانا ہوگا۔ کسی ایسی جگہ کا انتخاب کرنا ہوگا جہاں ہمارا کوئی دشمن آسانی سے نہ پہنچ سکے۔"

اس کی سوچ کہہ رہی تھی جب اسے اور وارنر ہیگ کو چورا کوٹو میں رکھا گیا تھا تب ہی دونوں نے پلاننگ شروع کی تھی۔ وارنر ہیگ نے بتایا تھا کہ ترکی کے جنوب اور اسرائیل کے مغرب میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جو ایک بہت بڑے دولتمند کی ملکیت ہے۔ وہ دونوں اس جزیرے میں پناہ لے سکتے ہیں۔ وہاں روپوش رہ کر اس جزیرے کے مالک کو ٹریپ کر کے وہاں کے مالک اور مختار بن سکتے ہیں۔

امریکا سے وہ جزیرہ بہت دور تھا لیکن تقدیر نے ان کا ساتھ دیا۔ کرنل انہیں لندن لے آیا۔ اس طرح انہوں نے آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کرلیا۔ لندن میں انہیں گھومنے پھرنے کی آزادی حاصل ہوئی۔ دونوں خیال خوانی کے ذریعے کوئی شکار تلاش کرنے لگے۔

آخر تلاش کرتے کرتے جان گاؤدی ایک بہت بڑے اغوا

کے شکار میں پہنچ گیا۔ اس نے وارنر ہیگ سے کہا "میں ایک جہاز کی کھوپڑی میں پہنچ گیا ہوں۔ وہ بظاہر ایک معزز دولتمند ہے، اپنے ایک ذاتی طیارے میں سفر کرتا ہے اور اس طیارے میں بڑی اہمیت کا مال چھپا کر لے جاتا ہے۔ وہ طیارہ آج شام چھ بجے یہاں سے روانہ ہوگا۔ ہم اسے آسانی سے اپنا معمول بنا کر ساتھ لے جاسکتے ہیں۔"

وارنر ہیگ نے کہا "ہمارا منصوبہ یہ ہے کہ ہم ایک ساتھ اس جزیرے میں نہیں جائیں گے۔ دو مختلف راہوں سے جانے کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی ہمیں ایک ساتھ ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ اگر ایک پھنسے گا تو دوسرا اسے مصیبت سے نکلنے میں مدد کرے گا۔"

"میں مانتا ہوں تم بڑی ذہانت سے سوچتے ہو لیکن ایک طیارے کے مالک کو اپنا تابعدار بنا کر جزیرے تک جانے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ہمیں ایک ساتھ یہاں سے چلنا چاہئے۔ اگر میں پہلے لندن سے غائب ہو جاؤں گا تو کرنل تم پر پابندیاں عائد کر دے گا۔"

"میں بھی آج ہی تمہارے ساتھ نکلوں گا لیکن تمہارے ساتھ اس طیارے میں نہیں جاؤں گا میں خوش فہمی سے یہ بھی نہیں سوچتا کہ منصوبہ کے خلاف عمل کرنے سے میرا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ نقصان ہونے کے بعد غلط حکمتِ عملی کا دھیان آتا ہے۔ لہٰذا تم طیارے سے جاؤ، میں بھی جلد ہی جزیرے میں پہنچوں گا۔"

وہ دونوں لندن کی رہائش گاہ سے ایک ساتھ نکلے تھے۔ پھر راستے میں بچھڑ گئے۔ جان گاؤدی لندن انٹرنیشنل ایئرپورٹ فارم نمبر پندرہ میں آیا۔ طیارہ پرواز کے لئے تیار تھا۔ اس کے مالک کے دماغ پر جان گاؤدی کا قبضہ تھا۔ اس نے گاؤدی کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ اسے اپنے ساتھ طیارے میں لے گیا۔ پھر اس کے پائلٹ اور عملے کے لوگوں سے کہا "یہ میرے دوست ہیں، آج سے انہیں طیارے کا مالک سمجھو یہ جہاں چاہیں طیارے کی پرواز ملتوی کرا سکتے ہیں۔"

وہاں سے طیارے نے پرواز کی۔ اس کے مالک نے شراب کی بوتل کھول کر کہا "آؤ کچھ شغل ہو جائے۔"

گاؤدی نے کہا "میں شراب نہیں پیتا۔ ایک اسپورٹس مین کی زندگی گزارتا ہوں۔"

اس نے شراب سے انکار کر دیا تھا۔ اگر لنچ کے وقت کھانے سے بھی انکار کر دیتا تو اپنے آپ سے غافل نہ ہوتا۔ پتا نہیں کھانے یا پینے کی چیز میں کیا تھا جس کے اثر سے وہ بیہوش

اُردو ادب میں طنز و مزاح کا ایک نیا رُخ — شگفتہ سیریز — "گھر کی مُرغی" کھانے اور "حکیمی ٹیکسی" میں سفر کرنے کے بعد

اشرف نعمانی

دو نئے ناول پیش کرتے ہیں

بے وقوف

قیمت -/۲۵ روپے، ڈاک خرچ -/۱۰ روپے

آپ کے بہروپ

قیمت -/۲۵ روپے، ڈاک خرچ -/۱۰ روپے

ہر صفحہ قہقہوں سے لبالب

بور ہونا چھوڑیئے

مسکرانا سیکھیے

دونوں ناول آج ہی خرید لیجیے

کتابیات پبلی کیشنز ☆ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

ہو گیا تھا۔

یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسا کس نے کیا تھا۔ طیارے کا مالک اس کی منفی میں تھا۔ عملے کے لوگوں کے بھی دماغوں کو وہ پڑھ چکا تھا یہ ان میں کوئی دشمن نہیں تھا۔ پھر اسے کس نے بیہوش کیا تھا اور یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ بیہوشی سے پہلے وہ طیارے میں تھا اور اب ہوش میں آنے کے بعد خود کو ہیلی کاپٹر میں پا رہا تھا۔

میں نے لیلیٰ سے کہا "یہ خوب چکر چل رہا ہے۔ ادھر جوراجوری اور جوڈی نارمن تاریکی میں ہیں' ہم ان کا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکتے۔ ادھر جان گاؤدی نے جسے شکار کیا تھا' اس کا خود شکار بن گیا ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "گاؤدی کا ٹھکانا جلد ہی معلوم ہو جائے گا کیونکہ طیارے کا مالک یہودی ہے اور وہ اسرائیل جا رہا تھا۔"

"لیکن گاؤدی اب طیارے میں نہیں ہیلی کاپٹر میں ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اسے ایسی جگہ پہنچایا جا رہا ہے' جہاں طیارہ نہیں اتر سکتا ہیلی کاپٹر ہی جا سکتا ہے۔"

"ایک آدھ گھنٹے میں معلوم ہو جائے گا کہ اسے کہاں پہنچایا گیا ہے۔ آؤ' تب تک وارنر بیگ کے حالات معلوم کریں۔"

ہم اس کے دماغ میں پہنچے۔ وارنر بیگ شکاگو کی ایک لیبارٹری میں پروفیسر تھا۔ خوبرو اور پرکشش شخصیت کا مالک تھا۔ ہم نے دیکھا وہ انفرہ کے ایک ہیلی پورٹ پر ایک حسینہ کے ساتھ کسٹم کی چیکنگ سے گزر رہا تھا۔ ہم خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ اس کی سوچ نے بتایا ابھی وہ جس حسینہ کے ساتھ ہے اس کی تصویر لندن کے ایک میگزین میں دیکھی تھی۔ تصویر کی آنکھوں میں جھانکتے جھانکتے اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔

پتا چلا وہ پیرس کی سب سے مہنگی ماڈل گرل ہے۔ پیرس' لندن' انفرہ اور قاہرہ کے کتنے ہی رئیس اعظم اس کی راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں۔ وہ کتنے ہی شہروں میں ایک ایک رات گزارتی تھی اور ہزاروں لاکھوں ڈالر اپنے اکاؤنٹ میں پہنچاتی تھی۔

وہ شاپنگ کے لئے لندن آئی تھی اور ایک اشتہاری فلم کے لئے انفرہ اور قاہرہ جانے والی تھی۔ وارنر بیگ نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے اپنی طرف مائل کر لیا۔ وہ اس کے لئے ایسی دیوانی ہوئی کہ پھر اس سے جدا ہونا گوارہ نہ کیا۔ محبوبانہ انداز میں ضد کی کہ اسے اپنے ساتھ قاہرہ لے جائے گی۔ وارنر جس جزیرے میں پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ قاہرہ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس لئے وہ اب اس حسینہ کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا۔

وہ دونوں ہیلی کاپٹر میں تھے اور بلندی پر پرواز کر رہے تھے۔ وہ ہیلی کاپٹر قاہرہ کے ایک ہیلی پورٹ میں حسینہ کے لئے بھیجا تھا۔ وارنر پائلٹ اور کوپائلٹ کے دماغوں کو پڑھنا چاہتا تھا۔ اس نے پائلٹ سے پوچھا "کیا تم قاہرہ کے رہنے والے ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا' وارنر نے پوچھا "کیا تم گونگے بہرے ہو؟"

کوپائلٹ نے کہا "جی ہاں جناب! ہمارا پائلٹ گونگا بہرا ہے۔"

وارنر نے کہا "یہ بکواس ہے۔ کبھی کسی گونگے بہرے کو پرواز کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ کوپائلٹ کے دماغ میں آیا لیکن اس نے فوراً سانس روک لی پھر مسکرا کر بولا "کیا تم میرے اندر آنا چاہتے ہو؟"

وارنر نے پوچھا "تم کون ہو؟ اور میرے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ میرے مالک نے کہا تھا کہ کوئی میرے دماغ میں بولنا چاہے تو میں سانس روک لوں اور اپنے ہونٹ کو منہ سے آواز نہ نکالنے دوں۔"

"تمہارے مالک کون ہے؟"

حسینہ نے کہا "ہم قاہرہ میں جس کے مہمان ہوں گے وہی اس کا مالک ہے مگر تم لوگوں کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ یہ دماغ میں بولنے والی بات کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ آپ کے یہ وارنر صاحب ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

حسینہ نے وارنر سے پوچھا "کیا واقعی؟"

وارنر کو پوری طرح خطرے کا یقین ہو رہا تھا۔ اس نے حسینہ کو جواب نہیں دیا۔ پائلٹ سے کہا "ہیلی کاپٹر کو فوراً نیچے اتارو۔"

پائلٹ نے کہا "نیچے سمندر ہے۔"

وارنر نے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ پھر پیچھے سے پائلٹ کی گردن دبوچ کر کہا "مجھے اپنی آواز سناؤ اور ہیلی کاپٹر کو واپس لے چلو۔"

ہیلی کاپٹر بری طرح ڈگمگانے لگا تھا۔ حسینہ خوفزدہ ہو کر چیخ رہی تھی۔ کوپائلٹ کہہ رہا تھا "اگر تم نے پائلٹ کی گردن چھوڑی تو ہم سب سمندر میں ڈوب جائیں گے۔ تم اس کی زبان نہیں کھلوا سکو گے۔ کیونکہ اس کے دماغ میں تمہاری طرح کی پیتھی جاننے والا ایک شخص موجود ہے جو اسے بولنے پر مجبور کر رہا ہے۔"

وارنر بیگ کو واپس اپنی سیٹ پر بیٹھنے کے لئے مجبور کیا۔ پائلٹ نے اس سے نجات پاتے ہی ہیلی کاپٹر کی ہوا پر پرواز کو سنبھال لیا۔ پھر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "تم میری آواز سننا چاہتے ہو مگر یہ میری نہیں میرے عامل کی آواز ہے۔ تم اور کوئی حماقت نہ کرنا۔ اس بار میں تم سب کو سمندر کی تہ میں پہنچا دوں گا۔ تم زمین پر صحیح و سلامت اترنا چاہتے ہو تو آرام سے بیٹھے رہو۔"

میں نے اور لیلیٰ نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ ہم نے پہچان لیا تھا۔ پائلٹ کی زبان سے بولنے والا شخص پاپا ڈوک تھا۔

میں نے کہا "یہ شیطان تو کوئی لمبا کھیل کھیل رہا ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "شیطان اسے کہتے ہیں جو پہچانا نہیں جاتا۔"

وارنر کا اس طرح پھنس جانا' ہمارے حق میں بہتر ہے۔ پاپا ڈوک ہماری نظروں میں رہے گا۔ ہم یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے کہ راحیلہ کو کس شیطانی پلے سے منسوب کیا گیا ہے؟"

"ہاں اس بیچاری کو جلد از جلد شیطانی عمل سے نجات دلانا چاہئے۔ خدا کرے ہم اس پلے تک پہنچ جائیں۔"

"وارنر کے ذریعے پاپا ڈوک کو چھیڑو۔ معلوم کرو وہ کہاں پہنچا ہوا ہے؟"

ہم پھر وارنر کے پاس آ گئے۔ جو ہم پوچھنا چاہتے تھے وہ وارنر خود تجسس کے باعث پوچھ رہا تھا "ہم کون ہو؟"

اسے جواب ملا "میں کوئی بھی ہو سکتا ہوں۔ مجھے جان کر کیا کرو گے؟"

"مجھے یہ تو معلوم ہونا چاہئے کہ تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

پاپا ڈوک نے کہا "ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہتیں۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی دنیا میں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا وجود برداشت نہیں کرتا۔ تم خوش نصیب ہو کہ میں نے اب تک تمہیں زندہ رکھا ہے۔"

"انسان اور تلوار میں یہی فرق ہے۔ انسان انسان سے ٹکرانے کے باوجود اسے اپنی دنیا میں زندہ رہنے دیتا ہے۔ اگر میں تمہاری ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ کر سکتا ہوں تو پھر مجھ سے دشمنی نہ کرو۔ میری دوستی کو ایک بار آزما کر دیکھو۔"

"ٹیسٹنگ' میں ضرور آزماؤں گا۔ پہلی آزمائش یہ ہے کہ اپنے دماغ میں مجھے آنے دو۔"

"میں اپنے دوست کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

پاپا ڈوک اس کے دماغ میں آیا۔ وہ سانس روکتے روکتے بولا۔ "سوری' مجھے سانس روکنے کی عادت ہے اس لئے میں ایسا کر رہا تھا۔ اب بتاؤ دوست تم کون ہو؟"

"مجھے سٹان پاپا ڈوک کہتے ہیں۔ میں صرف ٹیلی پیتھی ہی نہیں کالا علم بھی جانتا ہوں۔ میں سونیا کا جانی دشمن ہوں۔ میرا علم کہتا ہے کہ میری موت سونیا یا فرہاد کے ہاتھوں ہو گی۔ فرہاد تو مر چکا ہے۔ میں اپنے علم کے مطابق ایسے شخص کی تلاش میں ہوں جو سونیا کی موت کا سبب بنے گا۔ میں ایسے لوگوں کو جمع کر رہا ہوں' تمہارا بھی زائچہ بنا کر دیکھوں گا۔ اگر تم ہی وہ سونیا کو قتل کرنے والے ثابت ہوئے تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا ورنہ تم غلامی کی زنجیریں توڑ کر کبھی نہیں نکل سکو گے۔"

"تم مجھے سونیا کے قریب پہنچا دو میں تمہارے زائچہ بنانے سے پہلے ہی اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا' کیونکہ وہ صرف تمہاری نہیں میری بھی دشمن ہے' امریکا سے ہمارے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔"

"اور تم اب تک اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔"

"ہم اپنے اعلیٰ حکام کی عائد کردہ پابندیوں میں تھے۔ میں وہ پابندیاں توڑ کر آیا ہوں۔"

"قفس سے نکلتے ہی میرے جال میں پھنس گئے۔ میں نہ پھانستا تو سونیا کے آدمی تمہیں گھیر لیتے۔ تم لوگوں نے ٹریننگ سینٹر میں بہت کچھ سیکھا ہے لیکن زندگی کے عملی میدان میں اس سے بھی زیادہ سیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔"

"میں کچھ کر گزرنے کے لئے میدان میں آیا ہوں۔"

"تو پھر کر گزرو' میرے شکنجے سے نکل کر ثابت کرو کہ تم آزاد رہ کر دشمنوں سے نمٹنا جانتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ اب تم میرے دماغ میں سے جاؤ۔"

اس نے سانس روکی' پاپا ڈوک کے ساتھ ہم بھی اس کے اندر سے نکل آئے۔ ایک منٹ کے بعد گئے تو وہ سانس لے رہا تھا اور ہمیں محسوس نہیں کر رہا تھا۔ وہ اس ایک منٹ میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس میں شبہ نہیں تھا کہ وہ بے حد چالاک اور حالات کی نبض ٹٹولنے والا تھا۔ اس نے پہلے اناڑی پن سے پائلٹ پر حملہ کر کے اپنے دشمنوں کو یہ تاثر دیا تھا کہ وہ بے بس اور مجبور ہے۔ اسے بچ نکلنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔

یوں دیکھا جائے تو وہ پرواز کرتے ہوئے ہیلی کاپٹر میں تنہا اور بے بس تھا۔ نیچے دور تک سمندر نظر آ رہا تھا۔ ایک شخص یوگا کا ماہر تھا اور دوسرے کے دماغ میں پاپا ڈوک موجود تھا۔ وہ اپنی خیال خوانی کے ذریعے کامیاب نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس نے اچانک ہی پستول نکال کر پہلے کوپائلٹ کو پھر پائلٹ کو گولی ماردی۔ سیٹ بیلٹ جلدی سے کھول کر پیچھے سے پائلٹ کو دھکا دیا اور اسے ہیلی کاپٹر سے باہر پھینک دیا۔ پاپا ڈوک ایسے میں صرف حسینہ کو آلۂ کار بنا سکتا تھا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "حسینہ کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھو۔ وارنر کو بچ نکلنے کا موقع ملنا چاہئے۔"

وارنر پائلٹ کی سیٹ پر آ گیا تھا اور ہیلی کاپٹر کا راستہ بدلتے ہوئے کہہ رہا تھا "پاپا ڈوک! اب یہی ایک عورت آلۂ کار بننے کو رہ گئی ہے لیکن جیسے ہی تم اس کے ذریعے حملہ کرو گے میں اسے بھی گولی مار دوں گا۔"

پاپا ڈوک نے حسینہ کی زبان سے کہا "تم نے میرے شکنجے سے نکل کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ آزاد رہ کر دشمنوں سے نمٹ سکتے ہو۔ اب میں تم سے دوستی کروں گا۔"

"دوستی ابھی نہیں ہو گی۔ پہلے اس حسینہ کو آلۂ کار بناؤ مجھے باتوں میں نہ لگاؤ۔ دیر کرو گے تو یہ بھی ختم ہو جائے گی۔"

"تم ضرورت سے زیادہ چالاک ہو۔ تم نے اس حسینہ کو پتا نہیں کیسے روک رکھا ہے۔ میں اس کے ذریعہ حملے کرنے کی کوشش کر چکا ہوں لیکن یہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی ہے' اپنی جگہ یوں بیٹھی ہوئی ہے جیسے پیٹا نائز کی گئی ہو۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ میں نے اس پر عمل نہیں کیا ہے۔ تم نے کسی خاص مقصد کے لئے اسے روک رکھا ہے۔"

دونوں ایک دوسرے پر شبہ کر رہے تھے جبکہ لیلیٰ نے اس حسینہ کو روک رکھا تھا۔ وارنر نے بارہا چاہا کہ اسے بھی گولی مار دے لیکن میں نے اسے تاکید کی تھا۔ ہم اس حسینہ کے ذریعے پاپا ڈوک تک پہنچنے کی فکر میں تھے۔ وارنر جس جزیرے میں جانے کا منصوبہ بنا چکا تھا وہ جزیرہ اسی سمندر میں تھا۔ وہ ادھر جانا چاہتا تھا۔ میں اس حسینہ کے پاس آکر اسے سلانے لگا۔ پاپا ڈوک نے کہا "یہ تم کیوں سو رہی ہو؟ جاگتی رہو۔ میں دیکھنا چاہوں گا کہ یہ وارنر کہاں جا رہا ہے؟"

لیکن وہ سو رہی تھی۔ میری اور لیلیٰ کی موجودگی میں وہ اس پر جبر نہیں کر سکتا تھا اور یہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ وہ اس کے قابو میں کیوں نہیں آ رہی ہے۔ بہرحال وہ آنکھیں بند کر چکی تھی۔ پاپا ڈوک دیکھ نہیں سکتا تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر کہاں جا رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد وارنر اس جزیرے پر پہنچ گیا۔ اس نے سوچا تھا اب حسینہ کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ذریعے ہیلی کاپٹر کو پرواز کرائے گا۔ پھر اسے حسینہ سمیت سمندر میں ڈبو دے گا تاکہ پاپا ڈوک حسینہ کو آلۂ کار بنا کر جزیرے میں اس کے ٹھکانے کا پتا معلوم نہ کرے۔

اس نے حسینہ کو نیند سے جگایا۔ بیچاری کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے ہیلی کاپٹر میں پائلٹ اور کو پائلٹ کو مرتے دیکھا تھا۔ وہ چیخنا چلانا چاہتی تھی لیکن کبھی غائب دماغ ہو جاتی تھی، کبھی پورے شعور سے ہیلی کاپٹر کا منظر دیکھنے لگتی تھی۔ کبھی سو جاتی تھی کبھی خود ہی بیدار ہو جاتی تھی۔ وارنر نے اس کے دماغ میں رہ کر اس سے ہیلی کاپٹر کو اڑوایا۔ بہت دور سمندر میں لیجانے کے بعد اسے گرانا چاہتا تھا لیکن ایسا نہ کر سکا۔ ہم نے حسینہ کے دماغ سے اس کی گرفت ڈھیلی کر دی۔ لیلیٰ نے اسے قابو میں رکھا۔ میں حسینہ کے دماغ میں رہ کر اسے ہیلی کاپٹر کو کنٹرول کرنا سکھاتا رہا۔

اس نے پہلے کبھی یہ کام نہیں کیا تھا۔ وہ گھبرا رہی تھی۔ بار بار نیچے جھانک کر سمندر کو دیکھ رہی تھی۔ ایسے وقت پاپا ڈوک کی آواز سنائی دی۔ وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا "تم ہیلی کاپٹر اڑا رہی ہو جبکہ تمہاری سوچ کہہ رہی ہے کہ تم نے کبھی یہ کام نہیں کیا ہے۔"

وہ رونے لگی، کہنے لگی "میں پاگل ہو جاؤں گی۔ میرے اندر کوئی بولتا ہے، پہلے بھی بول رہا تھا۔ اگر یہ ٹیلی پیتھی ہے تو میرے دماغ میں کون ہے؟"

پاپا ڈوک نے کہا "میں تمہارا دوست ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے میں ہی تمہارے ذریعے وارنر سے باتیں کر رہا تھا۔ وارنر کہاں ہے؟"

"پتا نہیں، وہ کہاں ہے؟ میں تو سو رہی تھی اچانک جاگنے کے بعد بے اختیار یہ ہیلی کاپٹر اڑانے لگی۔"

"تم ہیلی کاپٹر کہاں سے لا رہی ہو؟"

میں نے اس کی زبان سے جھوٹ کہا "ایک بہت بڑا جہاز تھا۔ اس کے عرشہ پر سے پرواز کرتی آئی ہوں۔"

"بحری جہاز کی طرف واپس چلو۔"

"میں نہیں جانتی اسے واپس کیسے موڑنا چاہئے۔"

"میں تمہیں گائیڈ کرتا ہوں۔"

وہ اس کی راہنمائی کے مطابق عمل کرنے لگی لیکن میں اسے واپس جانے نہیں دیا۔ گھما پھرا کر دوسری طرف لے گیا۔ پاپا ڈوک کو نہ کوئی بحری جہاز نظر آیا اور نہ ہی جزیرہ دکھائی دیا۔ ایک گھنٹے بعد خشکی کا حصہ نظر آنے لگا۔ وہ جھنجلا کر بولا "یہ تم کہاں آگئی ہو؟ بحری جہاز کہاں ہے؟"

"میں کیا بتاؤں وہ کہاں ہے۔ مجھے جلدی سے نیچے اتارو۔"

"پرواز کرتی رہو، کوئی آبادی نظر آئے تو وہاں گر پڑنا جا رہا ہوں۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ شاید چلا گیا تھا۔ میں نے اس ہیلی کاپٹر کو ایک جگہ سلامتی سے اتار دیا۔ پھر لیلیٰ کے پاس آیا۔ اس نے کہا "پاپا ڈوک دوبارہ وارنر کے پاس آیا۔ وارنر نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔"

"وہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہے کہ وارنر نے کہاں پناہ لی ہے۔"

"یہ کیسے معلوم ہو گا کہ پاپا ڈوک نے کہاں پناہ لی ہے؟"

"کوئی چال سوچنا ہو گی۔ تم وارنر کے پاس آتی جاتی رہو۔ میں جان گاؤدی کا حال معلوم کرتا ہوں۔"

ہم نے پچھلی بار گاؤدی کو ہیلی کاپٹر میں دیکھا تھا۔ اب اس کے دماغ میں جا کر معلوم ہوا کہ وہ ایک چھوٹی سی پہاڑی کی چوٹی پر ہے۔ اس بلندی سے چاروں طرف سمندر نظر آ رہا تھا۔ جہاز سے دور بہت دور کسی ملک کا ساحل تھا۔ ساحل کے دھندلکے میں اونچی اونچی عمارتیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ہیلی کاپٹر والوں نے اسے پہاڑ کی چوٹی پر اتار دیا تھا۔ اس کے لئے کھانے پینے اور اوڑھنے بچھانے کا کچھ سامان چھوڑ گئے تھے۔ جانے سے پہلے ایک شخص نے کہا "تم اسرائیل کی سمندری حد میں ہو۔ وہ سامنے شہر تل ابیب نظر آ رہا ہے۔ تمہارے چاروں طرف سمندر ہے۔ تم اسے تیر کر بھی عبور نہیں کر سکو گے۔ اس پہاڑی پر نہ تمہیں کوئی انسان ملے گا ضرورت کی کوئی چیز ملے گی۔ ضرورت کی چیزیں ہم پہنچاتے رہیں گے۔"

یہ کہنے کے بعد وہ سب چلے گئے تھے۔ وہ چیختا رہا، واپس بلاتا رہا لیکن وہ واپس نہیں آئے۔ وہ تنگ آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے لیلیٰ کے پاس آ کر بتایا کہ جان گاؤدی پر کیا گزر رہی ہے

اور اسے کہاں پہنچایا گیا ہے۔ وہ بولی "اسے سمندر کے بیچ اس لئے رکھا گیا ہے کہ دشمن اسے ٹریپ نہ کر سکیں۔ اگر اس کے دماغ میں پہنچیں تو اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں۔"

میں نے کہا "بالکل جورا جوری اور جوڈی مارٹن والا کیس ہے۔ انہیں تاریکی میں رکھا گیا ہے تاکہ ان کی ٹیلی پیتھی سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے اور گاؤدی کو پہاڑ کی چوٹی پر چھوڑ دیا ہے، وہاں بھی کسی کا پہنچنا دشوار ہے۔"

"دشمنوں نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہم سے دور رکھنے کے لئے یہ نسخہ آزمایا ہے۔ خطرناک ٹیلی خوانی کرنے والوں کی نشاندہی ہو چکی ہے۔"

میں پھر گاؤدی کے دماغ میں آ گیا۔ وہ سمندر کے کنارے پر تھا۔ تھوڑی دیر میں تاریکی پھیلنے والی تھی۔ اس تاریکی میں اسے پہاڑ کی چوٹی پر رہنا تھا جس طرح وہ سامان کے ساتھ اسے پھینک گئے تھے، اس سے اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے رات وہاں گزارنی ہو گی۔ وہ غصے میں چیخنے لگا۔ گالیاں بکنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اچانک ہی چپ ہو گیا۔ اس کے دماغ میں آواز ابھری "کیا گالیاں دینے سے نجات مل جائے گی؟"

اس نے خلا میں تکتے ہوئے پوچھا "کون ہو تم؟"

پھر آواز ابھری "مجھے سنان پاپا ڈوک کہتے ہیں۔ میں صرف ٹیلی پیتھی ہی نہیں کالا علم بھی جانتا ہوں۔"

"کیا تم نے مجھے یہاں پہنچایا ہے؟"

"ہاں، تم پر مہربانی کی ہے۔"

"یہ مہربانی ہے۔ میں اس ویران پہاڑی پر تنہا ہوں۔ رات ہونے والی ہے۔"

"اگر تمہیں یہاں نہ لایا جاتا تو سونیا تمہارا کام تمام کر چکی ہوتی۔ اب وہ یا اس کا کوئی آدمی اس سمندر میں نہیں آ سکے گا۔ تل ابیب کے ساحل پر طاقتور دوربینیں لگی ہوئی ہیں، وہاں سے تمہیں دن رات دیکھا جائے گا۔"

اس نے گھبرا کر پوچھا "دن رات کا مطلب کیا ہوا؟ کیا میں اسی پہاڑی پر رہوں گا؟"

"یہ تمہارے لئے سب سے محفوظ پناہ گاہ ہے۔"

"مجھے یہاں قید کر کے تمہیں کیا حاصل ہو گا؟"

"اگر مجھے کچھ حاصل نہ ہوا تو دشمنوں کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔"

"یہ مجھ پر ظلم ہے۔ مجھے دوست بناؤ میں تمہارے کام آؤں گا۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ دوست بن کر دھوکا نہیں دو گے؟"

"تم کیسی ضمانت چاہتے ہو؟"

"اپنا دماغ میرے حوالے کر دو۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں اپنا وفادار بنا لوں گا۔"

"نہیں، تم مجھے غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہو۔"

"تمہارے انکار کے باوجود میں تمہاری نیند کے وقت دماغ میں آؤں گا۔ تمہارا کمزور دماغ نہ مجھے محسوس کرے گا نہ عمل سے روکے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم مجھ سے دشمنی کیوں کر رہے ہو؟"

"دوستی کر رہا ہوں، میرے بعد کوئی تمہارے دماغ کو ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ تم ہمیشہ میرے پاس محفوظ رہو گے۔"

"بکواس کر رہے ہو۔ مجھے یہودیوں کا غلام بنانا چاہتے ہو۔"

"کیوں چلا رہے ہو؟ تمہاری آواز پہاڑی پر گونج رہی ہے۔"

اس نے گونجنے کی بات پر ایک گالی دی، پھر کہا "میں اس ویرانے میں تنہا نہیں رہوں گا۔"

"میں تمہارے لئے کنیزیں بھیج دوں گا۔"

وہ جھنجلا کر بولا "اپنی بیٹی کو بھیج دو۔ یہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی نئی نسل پیدا ہو گی۔"

"تمہارے کہنے سے پہلے یہ آئیڈیا میرے دماغ میں آیا تھا۔ میں نے اپنی بیٹی کو روانہ کر دیا ہے۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سنو، وہ آ رہی ہے۔"

اب رات کی تاریکی چھا گئی تھی۔ دور سے ایک ہیلی کاپٹر کی سرخ روشنی جلتی بجھتی آ رہی تھی۔ وہ گڑگڑا کر بولا "میں ہمیشہ تمہارا وفادار رہوں گا۔ مجھے اس ہیلی کاپٹر میں لے چلو۔"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ شاید پاپا ڈوک چلا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر دور ایک جگہ اتر گیا۔ وہ دوڑتے ہوئے ادھر جانے لگا۔ پنکھا اسی تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ ہوا کی تیزی سے قریب جانا دشوار ہو رہا تھا۔ وہ کسی طرح طوفانی ہوا کا مقابلہ کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اسی وقت تڑاتڑ فائرنگ کی آواز ابھری۔ کئی گولیاں اس کے قدموں کے آس پاس کی مٹی اکھاڑتی ہوئی گزر گئیں۔ وہ سہم کر واپس بھاگتا ہوا ایک بڑے پتھر کے پیچھے چلا آیا۔ وہاں سے دیکھا، ہیلی کاپٹر کے پاس چند مسلح فوجی تھے وہ ہیلی کاپٹر سے سامان اتار رہے تھے۔

اس نے پتھر کے پیچھے سے نکل کر آواز دی "دوستو! میری بات سنو، میں....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی تڑاتڑ گولیاں چلیں۔ وہ اچھل کر پتھر کے پیچھے چھپتے ہوئے گالیاں دینے لگا۔ گردش کرتے ہوئے پنکھے کا شور اتنا تھا کہ اس کی آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔ وہ اس کی آواز سن کر نہیں، اسے دیکھ کر گولیاں چلاتے تھے۔ پھر وہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ سلائیڈنگ دروازہ بند ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ فضا میں بلند ہو کر تل ابیب کی سمت

جانے لگا۔

وہ پتھر کے پیچھے سے نکل کر دوڑتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے انہیں گالیاں دینے لگا "سوّر کے بچو! کمینو! کتو! میری ٹیلی پیتھی سے ڈرتے ہو۔ اپنی آواز نہیں سنائی فائرنگ کی آواز سنا کر بھاگ رہے ہو۔ ایک بار مجھے اپنی آواز سناؤ میں پورے اسرائیل کو تباہ کردوں گا۔"

وہ بول رہا تھا، چیخ رہا تھا، گالیاں دے رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر دور جاکر نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا۔ پہاڑ کی چوٹی پر صرف اس کی اپنی آواز گونج رہی تھی۔ پھر اسے ایک سریلی سی آواز سنائی دی۔ "کب تک چیختے رہو گے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے، بس بھی کرو۔"

اس نے چونک کر دیکھا۔ جو سامان فوجی چھوڑ گئے تھے ان کے درمیان کوئی بیٹھی ہوئی تھی۔ صاف نظر نہیں آرہی تھی۔ مگر ستاروں کی روشنی میں بدن کی گوری رنگت جھلک رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کون ہو تم؟"

"پاپا ڈوک کی بیٹی ہوں۔"

جان گاڈی نے اس کے دماغ میں جانا چاہا لیکن ابھی دماغی توانائی بحال نہیں ہوئی تھی۔ اس کے اندر پاپا ڈوک نے کہا "تم نے میری بیٹی کی فرمائش کی، میں نے پوری کردی۔ اب اس کے خیالات پڑھ کر کیا کرو گے؟"

"کیا یہ واقعی تمہاری بیٹی ہے؟"

"تمہیں یقین کیسے آئے گا؟"

"اگر یہ سچ ہے تو تم نہایت ہی بے حیا اور بے غیرت ہو۔ بیٹی کو میرے پاس بھیجنے سے پہلے تمہیں ڈوب مرنا چاہئے۔"

"سوچے سمجھے بغیر اپنے سسر کو بے غیرت نہ کہو۔ تم کیا سمجھتے ہو اس تنہائی اور ویرانے میں تم اسے ہاتھ لگا سکو گے؟"

"تو پھر اسے کس لئے یہاں بھیجا ہے؟"

"یہ اکثر کہتی تھی کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے شادی کرے گی، پھر تم نے بھی میری بیٹی کی آرزو کی..."

"میں نے غصے میں تمہاری بیٹی کا مطالبہ کیا تھا۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ پہلے تم اسے اچھی طرح دیکھ لو۔ یہ حسین ہے، ذہین ہے، ہر طرح تمہارے قابل ہے۔ انکار کرو گے تو ابھی ہیلی کاپٹر میں واپس چلی جائے گی۔ پسند کرو گے تو آج رات میں تم پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اس سے تمہاری شادی کرادوں گا۔"

"اس ویرانے میں ہمارے مذہبی پیشوا کے بغیر شادی کیسے ہوگی؟"

"ہزاروں میل دور ٹیلیفون کے ایک طرف لڑکی اور مذہبی پیشوا ہوتے ہیں۔ ٹیلیفون کے دوسری طرف لڑکا ہوتا ہے تو شادی ہوجاتی ہے۔ اسی طرح تل ابیب میں شادی کرانے والے ہوں گے۔ تم دونوں یہاں رہو گے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے شادی کرادی جائے گی۔"

وہ حیرانی سے بولا "ٹیلی پیتھی کے ذریعے شادی؟ یہ میں بات سن رہا ہوں۔"

"حیران ہونے میں وقت ضائع نہ کرو۔ لڑکی پسند کرو۔"

اس نے لڑکی کو دیکھا۔ وہ بے شک وشبہ حسین تھی، ذہین تھی، دل کو اچھی لگ سکتی تھی لیکن یہ دل لگانے کا کون سا موقع تھا۔ اس نے کبھی نہیں سنا تھا کہ کسی نے سمندر کے بیچ پہاڑ کی چوٹی پر شادی کی ہو۔ اسے اپنی دماغی اور جسمانی آزادی کی فکر تھی۔ جبکہ وہ کھلی فضا میں بھی اسیر تھا۔ وہ پریشان ہوکر بولا "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ تم دشمن بن کر مجھے قید کررہے ہو اور بیٹی دے کر داماد بنا رہے ہو۔ خدا کے لئے مجھے انسانی آبادی میں لے چلو۔ میں تمہاری بیٹی کو قبول کرلوں گا۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دو تین بار مخاطب کیا۔ لڑکی نے کہا "تم عجیب آدمی ہو، مجھے مخاطب کرنے کے بجائے میرے باپ کو پکار رہے ہو۔ تمہیں تکلیف کیا ہے؟"

"تکلیف؟ اس ویرانے میں تکلیف پوچھ رہی ہو؟ کیا یہاں انسان رہتے ہیں؟"

"بہت ہی بدذوق ہو۔ وہ جگہ کبھی ویران نہیں رہتی جہاں عورت پہنچ جائے۔ جہاں جہاں زمین ہے، وہاں وہاں قدم رکھ کر تاریخ سے پوچھو، جواب ملے گا... یہ پوری دنیا ویران تھی۔ اسے عورت نے ہی آباد کیا ہے۔"

"میں یہاں نہیں رہوں گا۔"

"یہاں نہ رہنے کی معقول وجہ پیش کرو تو تمہاری بات مان جائے گی۔"

"یہاں ہم صرف دو ہیں، مجھے انسانی آبادی میں رہنے کا شوق ہے۔"

"انسانی آبادی میں تمہاری موت ہے۔ دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ تمام بڑے ممالک، سپر طاقتیں اور خطرناک تنظیمیں تمہاری تاک میں ہیں۔ جو تمہیں حاصل نہیں کرسکے گا، وہ تمہیں مار ڈالے گا۔ کیا تم زندہ رہنا نہیں چاہتے؟"

"میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر لڑو۔ میرے باپ کو بھی دشمن سمجھو، اس سے لڑتے ہوئے یہاں سے چلے جاؤ۔ ثابت کردو کہ تم آزاد ہو، کسی کی حفاظت آپ کرسکتے ہو۔"

"میں یہاں سے کیسے جاؤں؟ چاروں طرف سمندر ہے۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کوئی بھی قید کرے گا تو یہ کرے گا کہ کوئی دو سرا اس تک نہ پہنچے۔ کوئی تمہیں پنجرے میں یا پھولوں کی زنجیروں میں نہیں رکھے گا۔ ایسی گرفتاریوں سے جان چھڑانے کی صلاحیتیں نہیں ہیں۔ میرے اور میرے باپ کے ہو کر رہ جاؤ۔ تمہیں ہر طرح

جا چھپی ہو گا۔ تمہیں ہر طرح کا عیش و آرام ملے گا۔ تمہاری ہر خواہش پلک جھپکتے ہی پوری ہو جایا کرے گی۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی "ہمت ہارو گے تو زندگی ہار جاؤ گے۔ آؤ اٹھو، خیمہ لگاؤ۔ یہ ہماری پہلی خانہ آبادی ہو گی۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر لیلیٰ کا ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا "آؤ ہم بھی خیمہ لگائیں۔"

وہ سمجھ نہ سکی کیونکہ اب تک وارنر کے پاس تھی۔ میں نے جان گاؤدی کے حالات بتائے۔ اس نے کہا "پھر تو ہم میں سے کسی ایک کو گاؤدی کے پاس رہنا ہو گا ورنہ پاپا ڈوک اس پر عمل کرے اسے اپنا نابعد ار بنا لے گا۔"

"میں اس کے پاس آتا جاتا رہوں گا۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔ اس پہاڑی پر گاؤدی تک کوئی پہنچ نہیں پائے گا؟"

"انہوں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی اسے وہاں چھوڑا ہے۔ اس کے پاس صرف ایک حسینہ ہے۔ کوئی مسلح گارڈ نہیں ہے۔ سمندر کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ غوطہ خور اس پہاڑی کے دامن میں پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ پہاڑی کے چاروں طرف بجلی کے نادیدہ تار ہوں گے اور ایسے جاسوسی آلات ہوں گے جو کسی تیسرے کی موجودگی ظاہر کریں گے۔"

"یعنی انہوں نے گاؤدی تک پہنچنا ناممکن بنا دیا ہے؟"

"فی الحال تو یہی سمجھ میں آ رہا ہے، تم وارنر کے متعلق بتاؤ۔"

وہ بتانے لگی۔ وارنر جس جزیرے میں گیا تھا، وہ لبنان کے قریب تھا۔ جزیرے کا نام پوٹویا تھا۔ انقرہ کا ایک ارب پتی دولتمند وہاں کا مالک تھا مگر لبنان میں ہونے والی خانہ جنگی سے پریشان رہتا تھا۔ مخالف گروپ کے جاسوس اور تخریب کار آئے دن جزیرے میں آتے رہتے تھے۔ ان کا آپس میں تصادم ہوتا تھا۔ فائرنگ اور بموں کے دھماکوں کے باعث سکون برباد ہو گیا تھا۔ یہودیوں نے جزیرہ پوٹویا کو خریدنے کے لئے بھاری قیمت لگائی تھی لیکن وہ اسے فروخت کرنے سے انکار کرتا تھا جس کے نتیجے میں یہودی اس کا سکون برباد کرتے رہتے تھے۔

جزیرے کے کچھ لوگوں نے ایک ہیلی کاپٹر کو کہیں اترتے دیکھا تھا۔ وہ کافی تعداد میں معلوم کرنے آئے کہ وہ کس کا ہیلی کاپٹر ہے اور وہاں کون آیا ہے؟ جزیرے کے مسلح سپاہی بھی آئے تھے۔ وارنر ایک جگہ چھپ گیا تھا۔ لوگ واپس جانے والے ہیلی کاپٹر کو دیکھ کر یہ رائے قائم کر رہے تھے کہ وہ کسی فنی خرابی کے باعث اترا ہو گا۔ پھر خرابی دور ہوتے ہی چلا گیا۔ وارنر اس جیپ میں آ کر لوگوں میں مل گیا تھا۔ وہاں کی آبادی بہت کم تھی۔ وہ بھی ایک اجنبی کی حیثیت سے پہچانا جا سکتا تھا۔ اس نے خود کو چھپانے کے لئے ایک پولیس افسر کے دماغ میں جگہ بنائی۔ اس کے ذریعے وہاں کے اعلیٰ افسر کے اندر پہنچا۔ اس اعلیٰ افسر نے جزیرے کے مالک یار بختیار سے فون پر بات کی۔ اسے بتایا کہ ہیلی کاپٹر فوراً واپس چلا گیا ہے۔ اس میں غریب کار نہیں آئے تھے۔

یار بختیار نے کہا "یہاں جو بھی آیا تھا، وہ غیر قانونی طور پر آیا تھا اس کا محاسبہ ہونا چاہئے تھا۔"

"جناب! وہ ہمارے پہنچنے سے پہلے چلا گیا تھا۔"

وارنر بڑی خاموشی سے یار بختیار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یار بختیار نے اس کی مرضی کے مطابق کنیزوں کو خوابگاہ سے باہر جانے کا حکم دیا پھر ان کے جانے کے بعد دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ اس کے بعد آنکھیں بند کر کے رفتہ رفتہ نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

لیلیٰ کے بیان کے مطابق اب وہ تنویمی نیند سو رہا تھا اور بیدار ہونے کے بعد وارنر کے اشاروں پر چلنے والا تھا۔ میں نے کہا "وارنر اور گاؤدی ہم سے بہت دور ہیں۔ لیکن جوراجوری اور جوڈی نارمن ہمارے قریب ہیں۔ ہمیں لندن جانا چاہئے۔"

اس نے پوچھا "وہ دونوں تاریکی میں قیدی بنے ہوئے ہیں۔ آپ نے کیسے جان لیا کہ وہ لندن میں ہیں؟"

"یہ تو موٹی سی عقل میں بھی سمجھ میں آنے والی بات ہے، وہ دونوں لندن میں اغوا کئے گئے۔ اغوا کرنے والے انہیں بحری یا فضائی راستے سے نہیں لے گئے۔ انہوں نے کار یا ٹرین میں بھی لمبا سفر نہیں کیا۔ لہٰذا وہ لندن یا اس کے آس پاس کہیں ہیں۔"

"ہاں، ایسا ہی ہے۔ لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ انہیں کس نے اغوا کیا ہے۔"

"اندازے سے بہت کچھ سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن وارنر اور گاؤدی کے معاملے میں ہمارے اندازے کے بالکل خلاف بات ہوئی ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ پاپا ڈوک اسرائیل جا کر پناہ لے گا اور یہودیوں کے لئے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرے گا۔"

"پاپا ڈوک ہماری سسٹر سے بہت سہما ہوا ہے۔ وہ سمجھتا ہے سسٹر سونیا اسرائیل نہیں آئیں گی اسی لئے وہاں سے دھاندلیاں کر رہا ہے۔"

لیلیٰ کا خیال درست تھا۔ اسرائیلی حکام نے پاپا ڈوک کو سمجھایا ہو گا کہ سونیا کئی برس پہلے آئی تھی۔ اب ادھر کا رخ نہیں کرتی ہے۔ اگر کبھی آئے گی تو اسرائیلی انٹیلی جنس والے کہیں سکون سے چھپنے نہیں دیں گے۔ میں نے پوچھا "لیلیٰ! تم کبھی اسرائیل گئی ہو؟"

"کوئی چھ برس پہلے ایک ہفتہ کے لئے گئی تھی۔"

"کیا پھر چلو گی؟"

"جہاں آپ جائیں گے، وہاں ضرور جاؤں گی۔ لیکن ابھی لندن کا پروگرام بناتے بناتے اسرائیل کا خیال کیسے آ گیا؟"

"مجھے پاپا ڈوک کی ایک بات یاد آ گئی۔ اس نے کہا تھا کہ اس کے علم کے مطابق سونیا یا فرہاد اس کی موت کا سبب بنیں گے۔ وہ صرف سونیا سے سہما ہوا ہے کیونکہ مجھے مردہ سمجھتا ہے۔ اسرائیل میں سونیا کے لئے سختیاں ہیں۔ میرے لئے نہیں ہیں۔ میں تمہارے ساتھ ایک نئے روپ میں جا سکتا ہوں۔"

"میری خواہش ہے کہ میں آپ کے ساتھ نگر نگر کی سیر کروں۔ لیکن وہاں یہودی بن کر جانے میں مزہ آئے گا۔"

"تم عبرانی فر فر بولتی ہو۔ میں یہ زبان نہیں جانتا۔"

"میں آپ پر عمل کروں گی۔ یہ مذبان آپ کے دماغ میں نقش کر دوں گی۔"

"پھر یہ طے ہو گیا کہ ہم جا رہے ہیں۔"

اسے میرے ساتھ بہت دور جانا تھا، وہ میرے پاس آ گئی۔ بازوؤں کی قید میں آ کر میرے سینے پر دھڑکنے لگی۔

○☆○

ثانی اور علی بابا صاحب کے ادارے میں آ گئے تھے۔ سونیا راحیلہ کو پیرس لے آئی تھی۔ راحیلہ بیمار رہتی تھی۔ کبھی کبھی اس پر دورہ پڑتا تھا اور وہ اٹھ کر بھاگنے لگتی تھی۔ سونیا نے اس کی دیکھ بھال کے لئے چار خدمت کرنے والی عورتیں رکھی تھیں۔ کاریج کے باہر مسلح گارڈز کا پہرا رہتا تھا۔ اس کا علاج ہو رہا تھا۔ لیکن ڈاکٹروں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دورہ کیوں پڑتا ہے۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق جسم اور دماغ صحت مند تھا۔ کسی بیماری کا سراغ نہیں ملتا تھا۔ اس کا علاج کرنے والے ڈاکٹر کسی جادوئی اثر کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔

سونیا نے پہلے اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانا چاہا۔ لیکن جناب علی اسد اللہ تبریزی نے فرمایا "بیٹی! راحیلہ کو یہاں سے دور رکھو۔ اس ادارے میں قدم رکھنے کے لئے پاکیزگی شرط ہے۔ جبکہ راحیلہ پر کسی ناپاک آسیب کا سایہ ہے۔ پاپا ڈوک نے اسے صحرزدہ کرنے کے لئے اس پر انسانی خون کے لئے چھینٹے دیے ہیں۔ اسے پیرس کی رہائش گاہ میں رہنے دو۔ وہیں اس کا علاج کراؤ۔ ہم اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے۔"

سونیا اسے سمجھاتی تھی "دیکھو راحیلہ! تمہاری ماں اور نانی نے تمہیں کس قدر کم تر بنا دیا ہے۔ وہ ادارہ تمہارے محترم والد نے قائم کیا تھا اور آج تمہارا داخلہ وہاں ممنوع ہے۔ حضرت بابا فرید واسطی کا نام سن کر مسلمان اور کافر سب ہی احتراماً سر جھکا لیتے ہیں اور ان کی بیٹی کو کوئی نہیں پوچھتا۔ یہ عبرت حاصل کرنے کا مقام ہے۔"

راحیلہ مجبوری ظاہر کرتی تھی "میں کیا کروں؟ مجھے کوئی نہیں پوچھتا ہے۔ تم نے بھی مجھے گھر کا رہنے دیا نہ گھاٹ کا۔ تم یہ کیوں نہیں سمجھتیں کہ ادھر کوئی نہیں پوچھتا، میرے سکے میں تو مجھے سر پر بٹھایا جاتا ہے۔ مجھے وہاں کیوں نہیں جانے دیتیں؟ مجھے میری ماں کے پاس جانے دو۔ تم لوگوں نے ان کے ہاتھ پاؤں بیکار کر دیے ہیں۔ وہ اپاہج ہو گئی ہیں۔ انہیں میری ضرورت ہے مجھے اور میری بچی کو جانے دو۔"

"وہاں جانے کا خیال دل سے نکال دو۔ میں پاپا ڈوک کا طلسم توڑ کر دکھاؤں گی۔"

"کیا تم مجھے اپنا سمجھتی ہو؟"

"کیا تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ ہم نے تمہارے لئے تمہارے گرد گھنٹال سے ٹکر لی۔ آئندہ دیکھو گی کہ تمہیں اس کے سحر سے نجات دلانے کے لئے میں اسے کتے کے موت ماروں گی۔"

"میں مانتی ہوں تم میرے لئے بہت کچھ کر رہی ہو، مجھے بہت چاہتی ہو لیکن میں تو بہت بری ہوں۔ بہت بد صورت ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ خدا نے تمہیں بے پناہ حسن دیا ہے۔ ایک تو تم حسین اور پرکشش ہو، دوسرے بابا صاحب کی بیٹی ہو۔ تم پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔"

"تو پھر سلمان نے مجھ سے منہ کیوں پھیر لیا؟ کیا مجھے شوہر کی محبت کا حق حاصل نہیں ہے؟ وہ کمینی سوکن میرا حق چھینتی رہے گی۔"

"سلطانہ کو گالی نہ دو۔ اپنی زبان کو اپنے دل کی طرح صاف رکھنا چاہیے۔ سلمان تمہیں دل و جان سے چاہتا ہے۔ تمہارے لئے بڑی سے بڑی قربانی دے سکتا ہے لیکن وہ حالات سے مجبور ہے، یہاں نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو دوڑا چلا آتا۔ وہ بہت سی ذمے داریوں میں الجھا ہوا ہے۔ کیا وہ خیال خوانی کے ذریعے تم سے باتیں نہیں کرتا ہے۔"

"باتیں مجھ سے کرتا ہے مگر سلطانہ کو گلے سے لگائے پھرتا ہے۔"

"سلطانہ کی نگرانی اور حفاظت اس کی ذمے داری ہے۔ وہ اسے یہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ تمہاری ماں اور پاپا ڈوک نے تم پر ایسا سحر کیا ہے کہ تم سلطانہ پر قاتلانہ حملہ ضرور کرو گی۔"

وہ چپ رہی۔ منہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ سونیا نے پوچھا "تم یہ اعتراف نہیں کرو گی کہ پاپا ڈوک تمہارے دماغ میں آتا ہے۔"

"نہیں آتا ہے۔"

"آتا ہے۔ ابھی میرے خیال خوانی کرنے والے نے بتایا ہے۔"

اس نے چونک کر سونیا کو دیکھا۔ سونیا نے کہا "کیا یہ بھی بتاؤں کہ وہ تم سے کیا کہہ رہا تھا؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "ہاں مگر۔۔۔ مگر میں نے انکار کیا ہے اس سے صاف کہہ دیا ہے کہ سسٹر سونیا کے کھانے پینے میں زہر نہیں

تلاؤں گی۔ سسٹر سے میری دشمنی نہیں ہے۔ میں تو سلطانہ کو قتل کرنوں گی۔"

"جب تمہارے دماغ سے اس کمبخت کا سحر ٹوٹے گا سلطانہ سے بھی تمہاری دشمنی نہیں رہے گی۔ کیا تمہیں ایسا کوئی شیطانی پتلا یاد ہے جس کے سامنے تم پر انسانی خون کے چھینٹے دیے گئے ہوں؟"

"مجھے ایسا کوئی پتلا یاد نہیں ہے۔"

"اچھا رات ہو گئی ہے سو جاؤ۔"

سونیا نے اسے لٹایا۔ اس پر کمبل ڈالا۔ پھر جب اس کی پیشانی کو بوسہ دے کر جانے لگی۔ اس نے آواز دی "سسٹر!"

سونیا نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ بولی "آپ مجھے اتنا پیار کیوں کرتی ہیں؟"

"میں تمہیں جتنا بھی پیار کروں پھر بھی اس پیار کا صلہ نہیں دے سکتی جو بابا فرید واسطی مرحوم مجھ سے کرتے رہے ہیں! اب سو جاؤ۔ میں نے تمہیں کلمہ یاد کرایا تھا' اسے پڑھ کر آنکھیں بند کرلو۔"

وہ بھول گئی تھی۔ سونیا نے اسے پڑھایا۔ وہ پڑھنے کے بعد بولی "میرے خواب میں پاپا ڈوک آئے تھے تو کہہ دوں گی' تمہاری کوئی تدبیر کام نہیں آئے گی۔ سسٹر کو تمہاری تمام باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔"

"ہاں اس سے کہہ دینا۔ اب سو جاؤ۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ سونیا خواب گاہ سے باہر آگئی پھر اپنی خواب گاہ میں پہنچ کر اس نے فون کا ریسیور اٹھایا اور سلمان کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ سلطانہ اور سلمان پیرس ہی میں تھے۔ سونیا نے راحیلہ سے غلط کہا تھا کہ وہ یہاں نہیں ہیں۔ راحیلہ سے سچ کہا جاتا تو یہ باتیں پاپا ڈوک اس کے دماغ سے معلوم کرلیتا۔ پھر وہ اسے نیند کی حالت میں چلاتا ہوا سلطانہ کے پاس قتل کے لئے پہنچا دیتا۔

وہ ہر رات نیند میں چلتی تھی۔ دروازے کھول کر مختلف کمروں سے گزرتے ہوئے سونیا کی خواب گاہ تک آتی تھی۔ لیکن وہ دروازہ بند ملتا تھا۔ پھر وہ باہر نکل جاتی تھی۔ مسلح پہریدار اسے واپس کمرے میں پہنچا دیتے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ پاپا ڈوک کے حکم پر عمل کرتے ہوئے نیند کی حالت میں سونیا کو قتل کرنے آتی تھی۔ پھر دروازے بند ہونے کے باعث رخ بدل کر اپنی سوکن سے دشمنی کے لئے باہر نکلتی تھی۔ اگر اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تو نہ جانے وہ کہاں بھٹک جاتی۔ کیونکہ اسے سلطانہ اور سلمان کی رہائش گاہ کا علم نہیں تھا۔

آج سونیا اور سلمان نے فیصلہ کیا تھا کہ راحیلہ کو باہر جانے کی کھلی چھٹی دی جائے اور اس کا تعاقب کرکے دیکھا جائے کہ وہ کہاں جاتی ہے۔ سونیا نے رابطہ قائم ہوتے ہی سلمان کی آواز سن کر کہا "میں ہوں سونیا۔"

پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دوسرے ہی لمحے سلمان نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا "کیا وہ سو گئی؟"

"ابھی آنکھیں بند کی ہیں' چپ چاپ بالکل دیکھو۔ شیطان کچھ گڑبڑ کر رہا ہوگا۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا نے لباس تبدیل کیا' جوتے پہنے' ضرورت کا کچھ سامان لیا پھر خواب گاہ کی بتیاں بجھا کر باہر سے دروازہ بند کردیا۔ دبے قدموں چلتی ہوئی کاریج سے باہر آئی۔ پھر مسلح پہریدار کو بلا کر کہا "آج راحیلہ کو نہ روکنا۔ وہ جہاں جانا چاہے اسے جانے دینا۔ اس کے سامنے نہ آنا۔ تم میں سے ایک پہریدار برآمدے میں کمبل اوڑھ کر سو جائے تاکہ معلوم ہو کہ پہریدار سو رہے ہیں۔"

وہ انہیں ہدایات دیکر کاریج کے احاطے سے باہر آئی' ذرا فاصلے پر گلی کے ایک کنارے اس کی کار موجود تھی۔ وہ اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ سلمان نے آکر کہا "وہ سو رہی ہے' میں ابھی پھر جاؤں گا۔ آپ سے یہ کہنے آیا ہوں کہ مجھے بھی راحیلہ کا تعاقب کرنا چاہئے۔"

"کیا سلطانہ کو کاریج میں تنہا چھوڑ کر آؤ گے؟"

"وہ تنہا تو نہیں رہے گی۔ ہمارے کاریج کے اطراف بھی مسلح گارڈز ہیں پھر کوئی خطرہ پیش آئے گا تو وہ خیال خوانی کے ذریعے ہمیں اطلاع دے گی۔"

"اگر ہم میلوں دور رہیں گے تو اس کی اطلاع سے کیا حاصل ہوگا' کس طرح فوراً وہاں پہنچو گے؟ ہو سکتا ہے کہ دشمن الٹی چال چل رہا ہو' ہمیں راحیلہ کے پیچھے لگا کر سلطانہ کی شہ رگ تک پہنچنا چاہتا ہو۔ نہیں میں تمہیں سلطانہ کو چھوڑ کر باہر نکلنے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

وہ پھر چلا گیا۔ رات کے بارہ بجنے والے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سونیا سیٹ پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اسے کاریج کے برآمدے میں راحیلہ دکھائی دے رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی برآمدے سے اتر کر احاطے کے باہر آرہی تھی۔

سلمان نے آکر کہا "وہ گہری نیند میں ہے۔ خواب میں پاپا ڈوک کو دیکھ رہی ہے۔ میں اس کے دماغ میں رہوں گا۔ سلطانہ آپ کے پاس آرہی ہے۔ وہ آپ کا پیغام مجھ تک پہنچائے گی۔"

راحیلہ احاطے کے باہر آنے کے بعد ایک طرف گھوم کر گلی میں چل رہی تھی۔ چلنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے سحر زدہ ہو یا نیند کی حالت میں کچھ دیکھے سمجھے بغیر جا رہی ہو۔ اسے منزل کا پتا ہو تو سلمان اس کے دماغ سے معلوم کرلیتا۔ اندازہ یہی تھا کہ وہ سلطانہ کو ہلاک کرنے جا رہی ہوگی۔

سلطانہ میرے پاس آگئی' مجھ سے بولی "ابھی سلمان نے بتایا ہے کہ وہ نیند میں چل رہی ہے۔ کیا یہ میرے کاریج کی طرف جا رہی ہے؟"

"ہم آگے جا کر دیکھیں گے کہ یہ کن راستوں سے گزر رہی ہے۔"

"سسٹر! وہ دور نکل گئی ہے۔ گاڑی اسٹارٹ کریں۔"

"اسے حدِ نظر تک سامنے مین روڈ پر جانے دو۔ وہ گم نہیں ہوگی' سلمان اس کے دماغ میں ہے۔"

وہ بہت دور مین روڈ پر پہنچی۔ اسی وقت ایک کار اس کے قریب آکر رکی۔ پچھلا دروازہ کھلا وہ اندر بیٹھ گئی۔ کار اسٹارٹ ہو کر پھر آگے بڑھ گئی۔ تب سونیا نے اپنی کار اسٹارٹ کی۔ سلطانہ نے حیرانی سے پوچھا "سسٹر! کیا آپ سوچ سکتی تھیں کہ نیند میں چلنے والی کے پیچھے سے ایک کار آجائے گی؟"

"میں اس سے بھی زیادہ سوچتی ہوں' اس لئے حیرانی نہیں ہوتی۔"

کار تیز رفتاری سے چلتی ہوئی مین روڈ پر آئی۔ راحیلہ کو لے جانے والی گاڑی آگے جا کر ٹریفک میں گم ہو گئی تھی۔ سلطانہ نے سلمان کو مخاطب کیا' وہ سونیا کے دماغ میں آکر بولا "وہ پچھلی سیٹ پر ہے۔ کوئی شخص کار ڈرائیو کر رہا ہے۔ راحیلہ کھلی آنکھوں سے دھندلے مناظر دیکھ رہی ہے۔ ان مناظر کے پیش منظر میں اسے پاپا ڈوک کی بڑی بڑی آنکھیں دکھائی دے رہی ہیں۔"

سونیا نے کہا "تم وہاں رہو۔ کوئی موڑ آئے یا ڈرائیور ڈاج دینا چاہے تو مجھے بتا دینا۔"

وہ بڑی مہارت سے ڈرائیو کرتی ہوئی اس کار کے پیچھے آگئی پھر تھوڑا فاصلہ بڑھا دیا تاکہ تعاقب کا شبہ نہ ہو۔ ان کے درمیان دوسری گاڑیاں بھی آکر گزر جاتی تھیں۔ وہ تقریباً دو گھنٹے تک آگے پیچھے چلتے رہے۔ پھر اگلی گاڑی ایک بہت اونچی عمارت کے سامنے جا کر رک گئی۔ ڈرائیور نے پچھلا دروازہ کھولا' راحیلہ باہر آئی۔ پھر نیند کی حالت میں چلتی ہوئی عمارت کے اندر چلی گئی۔

دس منٹ بعد سونیا کی کار آکر وہاں رکی۔ وہ کار سے اتر کر تیزی سے چلتی ہوئی عمارت کے اندر آئی۔ سلمان نے کہا۔ "راحیلہ لفٹ کے ذریعے اوپر گئی ہے۔ اس نے چھت پر جانے والا بٹن دبایا ہے۔"

سونیا نے پریشان ہو کر کہا "وہ چھت پر کیوں جا رہی ہے؟ اس کے پاس رہو۔ خطرہ ہو تو اس کے دماغ پر قبضہ جما کر واپس لے آنا۔"

وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی لفٹ کے پاس آئی ایک لفٹ اوپر جا رہی تھی۔ وہ دوسری لفٹ میں آگئی۔ اسی وقت سلمان نے آکر کہا "سسٹر! غضب ہو گیا۔ کسی نے اسے بیہوش کر دیا ہے۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

وہ لفٹ کا بٹن دبا کر چھت کی طرف جاتے ہوئے بولی "اوہ خدایا! وہ چھت پر کیوں جا رہی تھی۔"

اب ایک ایک پل قیمتی تھا۔ پتا نہیں کس مقصد کے لئے اسے بیہوش کیا گیا تھا۔ فی الوقت تو یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ پاپا ڈوک نے اس کے دماغ سے ہمارے خیال خوانی کرنے والے کو بھگایا ہے۔ لفٹ اوپر جا رہی تھی۔ اس کی مخصوص رفتار کے باوجود یوں لگ رہا تھا جیسے وہ چلتی ہی رہے گی لیکن اوپر نہیں پہنچے گی۔

تمام مشینیں مقررہ وقت کے مطابق اپنا کام پورا کرتی ہیں لفٹ مقررہ وقت پر اوپر پہنچی۔ اس کا دروازہ کھلا۔ ہیلی کاپٹر کے گردش کرتے ہوئے پنکھے کا شور سنائی دے رہا تھا۔ وہ لفٹ سے نکل کر دوڑتی ہوئی زینے پر آئی پھر زینے کے دو دو پائدان پھلانگتی ہوئی چھت پر پہنچی۔ ہیلی کاپٹر چھت پر سے بلند ہو رہا تھا اس کے دروازے پر جھکے ہوئے مسلح افراد فائرنگ کر رہے تھے سونیا کو گولیوں سے بچنے کے لئے مجبوراً دیوار کی آڑ میں جانا پڑا۔ اس نے بے بسی سے دیکھا۔ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا دور نکل گیا تھا۔ وہ نیند میں چلنے والی کو لے کر جا رہا تھا۔

سلمان نے کہا "سسٹر! یہ کیا ہو گیا؟"

وہ بولی "فوراً جاؤ' فرانس کی فضائیہ کے اعلیٰ افسر کو بتاؤ یہاں کی ایک عمارت کی چھت سے ایک ہیلی کاپٹر پرواز کرتا جا رہا ہے۔ ہیلی کاپٹر پر "آئی ایل صفر صفر تیرہ" لکھا ہوا ہے وہ گرے کلر کا ہے۔ وہ فرانس یا جرمنی پر سے پرواز کرے گا۔ یا پھر بحر اوقیانوس' انگلینڈ اور بحر روم پر سے گزرے گا' اسے گھیر کر پیرس لایا جائے۔"

سلمان چلا گیا۔ سلطانہ نے پوچھا "سسٹر! یہ پاپا ڈوک کے لئے راحیلہ اتنی اہم کیوں ہے؟ اور اس کمبخت کے ذرائع کتنے وسیع ہیں؟ اس کے آلۂ کار پیرس میں ہیں۔ راحیلہ کو پہلے کار میں پھر ہیلی کاپٹر میں لے گئے۔ کیا وہ پاپا ڈوک کا ذاتی ہیلی کاپٹر ہوگا؟"

"یہ ہمیں سمجھنا ہوگا کہ راحیلہ بہت زیادہ اہم کیوں ہے۔ تم متعلقہ افسر سے رابطہ کرکے معلوم کرو ہیلی کاپٹر آئی ایل صفر صفر تیرہ کس کی ملکیت ہے؟"

سلطانہ بھی معلومات حاصل کرنے چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "میں لیلیٰ کے ساتھ اسرائیل جا رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں پاپا ڈوک نے وہاں پناہ لی ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جان گاؤڈی کو ٹریپ کیا ہے۔ وار نر بیگ اس سے کسی طرح بچ کر جزیرہ پوٹوپا چلا گیا ہے۔"

سونیا نے کہا "اوہ گاڈ! اب سمجھ میں آیا' کیوں بے انتہا اخراجات برداشت کرکے اور خطرہ مول لے کر راحیلہ کو اغوا کیا گیا ہے۔"

"کیا راحیلہ تمہارے ہاتھ سے نکل گئی؟"

"ہاں پاپا ڈوک اسرائیل میں پناہ لے کر یہودیوں کے لئے کام کر رہا ہے۔ وہاں کے حکام راحیلہ کو ہماری اور بابا صاحب کے ادارے کی کمزوری بنا کر اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ بابا صاحب کی صاحبزادی ہے اور ہمارے لئے محترم اور محبوب ہے۔"

میں نے کہا "پاپا ڈوک کی ایسی حرکتیں دیکھ کر صاف پتا چلتا ہے کہ تقدیر اپنا لکھا ہوا کیسے پورا کرتی ہے۔ اسے اسرائیل میں پناہ لے کر خاموش اور گمنام رہنا چاہئے تھا لیکن یہودیوں نے انہی شرائط پر اسے پناہ دی ہوگی کہ وہ راحیلہ کو اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وہاں پہنچائے۔ اس طرح پاپا ڈوک ہماری صورت میں اپنی موت بلا رہا ہے۔"

"اس کے علم نے بتایا ہے کہ وہ میرے ہاتھوں سے ہلاک ہوگا۔"

میں نے کہا "اس نے میرا ذکر نہیں کیا کیونکہ مجھے مردہ سمجھتا ہے ورنہ اس کا مقدر کہتا ہے کہ وہ تمہارے یا میرے ہاتھوں سے مارا جائے گا۔"

"اسی لئے تم اس کی شہ رگ تک پہنچے جا رہے ہو۔"

"ہاں یہی بات ہے۔"

"کیا تم نے عقل سے کام لینا چھوڑ دیا ہے؟"

"کیوں' آخر بات کیا ہے؟"

"اکثر لوگ علم نجوم کو بالکل سچ مانتے ہیں۔ اگر وہ تمہارے ہاتھوں ہلاک ہوگا تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ اسے جہنم میں پہنچانے والے تم ہی ہو اور تم ہی فرہاد علی تیمور ہو۔"

"سونیا! تم بوڑھی ہو چکی ہو۔ ایک تسبیح لے کر گھر میں بیٹھ جاؤ۔ اب تمہاری عقل اتنی ہی رہ گئی ہے جتنی تم باتیں کر رہی ہو۔ اگر اس کے کالے علم نے اور مقدر نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ میرے ہاتھوں سے مرے گا تو لازماً یہی ہوگا۔ لیکن دنیا کی کسی عدالت میں علم نجوم کے ذریعے کوئی قاتل ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی فرہاد کو ثبوت کے لئے پیش کرے گا۔ ٹھیک ہے کہ دشمنوں کو شبہ ہوگا لیکن شبہ کرنے سے مردہ زندہ نہیں ہو جاتا۔"

وہ بولی "اچھا جاؤ' میں کوشش کروں گی کہ وہ تمہارے ہاتھوں سے قتل نہ ہو۔"

"یعنی تم بھی اسرائیل جاؤ گی؟"

"ہاں تم اسے قتل کرنے جاؤ گے' میں اسے بچانے جاؤں گی۔"

"پھر تو عجیب معاملہ ہوگا۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ لیلیٰ میرے اندر رہ کر یہ باتیں سنتی رہی تھی۔ اس نے کہا "سسٹر درست کہتی ہیں۔ آپ اس شیطان کو ہلاک کر کے دنیا والوں پر ظاہر ہو جائیں گے۔ میں مانتی ہوں کہ کوئی آپ کو زندہ ثابت نہیں کر سکے گا۔ پھر بھی تمام سپر پاورز اور دوسرے دشمن شبے میں مبتلا رہیں گے اور برائن وولف کے پیچھے فرہاد کو تلاش کرنا شروع کر دیں گے۔"

"تم اطمینان رکھو۔ میں تم سے کیا ہوا وعدہ پورا کروں گا۔ خود کو ظاہر نہیں ہونے دوں گا۔ اس کے لئے پاپا ڈوک کو بھی نہیں لگاؤں گا۔ سونیا وہاں جا رہی ہے' اس سے نمٹ لے گی۔ جان گاڈی کو وہاں سے نکالیں گے اور وارنر کی مصروفیات پر نظر رکھیں گے۔ خوش ہو؟"

وہ خوش ہو گئی۔ محبتیں اور مسرتیں سمیٹنے کے لئے لازمی ہے کہ پہلے اپنی عورت کو خوش کیا جائے۔

○☆○

پتا نہیں چل رہا تھا کہ کب رات ہو رہی ہے اور کب دن نکل رہا ہے۔ جوراجوری اور جوڈی نارمن کے آس پاس بدستور گہری تاریکی تھی ایسے میں کیا پتا چلتا کہ کب دن نکلا اور کب رات ہوئی۔ البتہ نیند آنے لگی تو پتا چلا رات ہو چکی ہے اور اتنی رات گزر چکی ہے کہ اب سونا لازمی ہو گیا ہے۔

وہ بولی "مجھے نیند آ رہی ہے۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پوچھا "کیا تم سو رہے ہو؟"

وہ سو چکا تھا۔ ورنہ جواب ضرور دیتا۔ جوراجوری اس کے ساتھ نہ معلوم کب سے قید تھی۔ تب سے اس نے جوڈی نارمن کو بے حد شریف اور بے حد قابلِ اعتماد پایا تھا۔ دونوں کا پیٹ بھرا ہوا تھا۔ ایسے میں نیند زیادہ آتی ہے۔ وہ تو سو گیا تھا' یہ جاگ رہی تھی۔ اچھی خاصی سردی تھی اور بستر پر کمبل نہیں تھا۔ اس نے پوچھا "جوڈی! تمہیں سردی نہیں لگ رہی ہے' تم کمبل کے بغیر کیسے سو رہے ہو؟"

وہ ایسی گہری نیند میں تھا جیسے گرم کمرے میں ہو۔ اس نے پوچھا "کیا تمہارے پاس کمبل ہے؟"

وہ اپنے بستر سے اٹھ گئی۔ اندھوں کی طرح دونوں ہاتھوں سے راستہ ٹٹولتی ہوئی اس کے بستر کے پاس آئی۔ اس کا ہاتھ کمبل پر گیا۔ وہ کمبل کھینچ کر بولی "تم اوڑھ کر سو رہے ہو اور میں سردی سے کانپ رہی ہوں۔"

"آں؟" وہ بیدار ہو گیا تھا۔ پوچھ رہا تھا "جوراجوری! تم جاگ رہی ہو؟"

"ہاں' مجھے سردی لگ رہی ہے۔"

"کیا تمہارے پاس کمبل نہیں ہے؟"

"نہیں' یہ کیا بدمعاشی ہے۔ انہوں نے ایک کمبل کیوں رکھا ہے؟"

جوڈی نارمن نے کمبل کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا "مجھے سردی لگ رہی ہے۔"

"تو میں کہاں جاؤں؟"

"یہاں آ جاؤ' ایک ہی کمبل میں گزارہ کرو۔"

"ہرگز نہیں، ہم باری باری سوئیں گے۔ پہلے میں سوتی ہوں، تمہیں جاگنے کے بعد تم سو جانا۔"

"انصاف کی بات کرو، میں سو رہا تھا تم نے جگا دیا۔ پہلے مجھے نیند پوری کرنے دو۔"

"لیکن مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔"

"دیکھو میں نے اب تک تم سے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ میں شریف آدمی ہوں۔ آؤ یہاں سو جاؤ۔"

"نہیں! ایسے میں نیند نہیں آئے گی۔"

"پھر تو اچھا ہے تم جاگتی رہو گی۔ جب میری نیند پوری ہو گی تو تم سو جانا۔"

وہ کمبل اوڑھ کر اس کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی۔ جوڈی ایک کروٹ سے لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر کے دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ بولی "تم مجھے پیروں سے چھو رہے ہو۔"

اس نے دونوں پاؤں سکیڑ لئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ نیند کی آغوش میں جانے لگا۔ تب کوئی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ وہ پھر آنکھیں کھول کر سننے لگا۔ وہ رو رہی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا "کیوں رو رہی ہو؟"

وہ روتے ہوئے بولی "نیند آ رہی ہے۔"

"نیند آنے سے سوتے ہیں، روتے نہیں ہیں۔"

"کیسے سو سکتی ہوں۔ تم سے ڈر لگتا ہے۔"

"اندھیرے میں تمہارا منہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ ورنہ تھپڑ رسید کر دیتا۔ میں جتنی شرافت سے پیش آ رہا ہوں تم اتنا ہی مجھے بدمعاشی پر مجبور کر رہی ہو۔"

وہ اونچی آواز میں رونے لگی۔ اس نے ڈانٹ کر کہا "بند کرو یہ آواز! کیا تم سمجھتی ہو، تمہاری مدد کے لئے کوئی آئے گا؟ کیا ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ تم یہاں میرے رحم و کرم پر ہو؟ میں تمہاری عزت کی دھجیاں اڑاؤں گا تو کوئی تمہیں بچانے نہیں آئے گا۔"

وہ چپ رہی۔ اس نے کہا "تم شرافت کی زبان سمجھ لو اور میرے ساتھ کمبل اوڑھ کر لیٹ جاؤ۔ میری نیند خراب نہ کرو۔"

وہ اپنی جگہ سمٹی ہوئی بیٹھی رہی۔ تب تاریکی میں جوڈی کے دونوں ہاتھوں نے اسے جکڑ لیا۔ وہ چیخ پڑی۔ اس نے کہا "چیخو چلاؤ، یہاں تمہارے کام آنے والا یہی ایک بدمعاش ہے۔"

وہ خود کو چھڑانا چاہتی تھی۔ اس نے بستر پر اسے گرا دیا۔ وہ گڑگڑانے لگی "فار گاڈ سیک، مجھے چھوڑ دو۔ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

"صرف اس شرط پر چھوڑوں گا کہ تم یہاں ایک کمبل میں لیٹی رہو گی۔"

"ہاں لیٹی رہوں گی۔ مجھے چھوڑ دو۔ ڈر لگ رہا ہے۔"

"لعنت ہے تم پر۔ میں اتنی سہولتیں میسر ہونے کے باوجود تمہیں پکڑنے کے بعد بھی کچھ نہیں کر رہا ہوں اور تم ڈر رہی ہو، میری مردانگی کو، میری درندگی کو بھڑکا رہی ہو۔" اس نے چھوڑ دیا۔ اس پر کمبل ڈال کر اس کے پاس لیٹ گیا۔ وہ اپنے آپ کو سمیٹنے لگی۔ بڑی مشکل تھی۔ جب ایک کمبل میں آگے پیچھے سردی سے بچ رہے تھے تو آنکھیں بند کر کے سو جانا چاہئے فوراً نیند اڑ گئی تھی۔ دونوں کو ایک دوسرے کی آنچ لگ رہی تھی۔ اس سے ڈرنے والی ڈرنا بھول گئی تھی اور سوچ میں پڑ گئی کہ ایسا ہی ہوتا ہے؟ کوئی اور ہو تو کمبل میں بھی سردی بڑھ جاتی ہے۔

وہ بھی سوچ میں پڑ گیا تھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میری شرافت سونے لگی ہے اور میں جاگ رہا ہوں۔ جبکہ مجھے سونا چاہئے۔ شرافت کو چوکس رہنا چاہئے۔"

وہ ایک دوسرے کے لئے ناپسندیدہ انسان تھے، دکھائی دے رہے تھے اس لئے ایک دوسرے کو ڈھونڈنے لگے۔

اس کمرے کے باہر راہداریاں تھیں۔ وہاں بھی گھپ اندھیرا تھا۔ ان راہداریوں کے اِدھر اُدھر مختلف کمرے تھے، وہ بھی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ایک بڑے ہال سے زینہ اوپر کی طرف گیا تھا۔ وہ بڑا ہال اور زینہ بھی سورج اور بجلی کی روشنی سے محروم تھا۔ کسی دیوار میں ایسا سوراخ نہیں تھا، جہاں سے روشنی اندر آتی لیکن اس زینے کے اوپر ایک چور دروازہ تھا۔ اس دروازے کے دوسری جانب بجلی کی روشنی تھی۔ وہ برطانوی شاہی محل جیسی عمارت تھی۔ جس کے تاریک تہ خانے میں دونوں قید کئے گئے تھے۔

اس شاہی محل کی ایک خواب گاہ میں مرینا سونگھنی بیٹھی قہقہے لگا رہی تھی۔ کرسی آگے پیچھے جھولتی جا رہی تھی۔ بظاہر یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ننھی سی بچی کی طرح جھولے کی کرسی پر بیٹھ کر خوش ہو رہی ہے اور ہنستی جا رہی ہے۔ وہ ابھی جوراجوری اور جوڈی نارمن کے دماغ سے واپس آئی تھی اور ان دونوں کو ایک دوسرے کا مطلوب اور محبوب بنا کر آئی ہوئی تھی۔

اس نے بہت پہلے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لئے خانے والا شاہی محل خریدا تھا۔ چونکہ جنرل کی بیٹھی تھی اس اندر کی تمام باتیں معلوم ہو جاتی تھیں۔ پہلے اس نے سینٹروں سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پکڑ کر لندن کے اڈے میں پہنچانا چاہا تھا لیکن سونیا کی مداخلت کے انتظامات سخت ہو گئے تھے۔ پھر اس نے انکل کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو لندن بھیجا جائے۔ بعد میں آب جن میں کینی پال اور کلی میتھو اس کے ہاتھ تھے۔ اس نے سوچا تھا کہ جوراجوری اور جوڈی نارمن کے میں پہنچانے کے بعد جان گاؤدی اور وارنر بیگ پر ہاتھ

لیکن اس سے پہلے ہی پاپا ڈوک انہیں لے گیا تھا اور وہ سمجھ رہی تھی کہ سونیا اس کے شکار چھپٹ کر لے جا رہی ہے۔

مرینا بلا کی مکار اور معاملہ فہم تھی لیکن وہ تنہا نہیں تھی۔ اس کے ساتھ اس کا باپ یعنی جنرل کا چھوٹا بھائی الان ڈی فون زا تھا۔

وہ اپنے باپ کے حوالے سے مرینا ڈی فون زا کہلاتی تھی۔ باپ بیٹی اتنی زبردست پلاننگ سے کام کرتے تھے کہ سونیا اور سلمان بھی آج تک مرینا کے سائے تک نہیں پہنچ پائے تھے۔ خود جنرل بھی اس کا ٹھکانا نہیں جانتا تھا۔ حتیٰ کہ باپ بھی اپنی بیٹی سے ملاقات نہیں کرتا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ بیٹی نے جوراجوری اور جوڈی نارمن کو کہاں چھپایا ہے۔

وہ باپ اور بھائی سے باہر کا کام لیتی تھی۔ یعنی کسی کو اغوا کرنا یا کوئی اہم چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا... یا دشمنوں سے مقابلہ کرنا ہوتا تو اس کے باپ اور بھائی کرائے کے غنڈوں کے ساتھ یہ سب کچھ کر گزرتے تھے۔

اس کے باپ نے جوراجوری اور جوڈی نارمن کو غنڈوں کی مدد سے اغوا کیا تھا۔ پھر بیٹی کی ہدایات کے مطابق دونوں کو باری باری تنہا ایک کار میں شاہی محل کی طرف لایا تھا لیکن اس طرح لایا تھا کہ خود دماغی طور پر غائب تھا۔ بیٹی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔

جب وہ انہیں تہ خانے میں پہنچا کر باہر آ کر پھر کار میں بیٹھ کر وہاں سے پچیس میل دور چلا گیا تو اس نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تھا۔

باپ شکایت کرتا تھا "بیٹی! اتنی بڑی دنیا میں کم از کم باپ پر تو بھروسا کرنا چاہئے۔"

"سوری ڈیڈی! میں نے بھروسا کرنے والوں کو غلام بنتے یا بے موت مرتے دیکھا ہے۔ میں جو کہتی رہوں اس پر عمل کرتے رہیں۔ ورنہ میں دوسروں کو آلۂ کار بنا کر کام نکال سکتی ہوں۔"

مرینا ڈی فون زا کو علم نفسیات میں کمال حاصل تھا۔ وہ انسانی نفسیات کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ اپنے شکار کی خوب اسٹڈی کرنے کے بعد اس پر نفسیاتی عمل شروع کرتی تھی۔ اس نے جوراجوری اور جوڈی نارمن کی اسٹڈی کر کے سمجھا تھا کہ یہ نرم اور لطیف جذبوں کے حامل ہیں۔ انہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے پتھریلی دیواروں کے سائے میں زنجیریں نہیں پہنانا چاہئے۔ انہیں زنجیروں کے بغیر قید کرنے کے لئے اس نے اندھیرے کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا دیں۔ ایک کرائنا سے محبت کرتا تھا، دوسری مرد کے نام سے بھاگتی تھی۔ مگر دونوں کو ایسا مجبور کر دیا کہ وہ کرائنا کو بھول گیا اور اس نے مرد کو اپنی ضرورت بنا لیا۔

مرینا ڈی فون زا کا طریق کار دوسروں سے مختلف اور عجیب تھا۔ اگر وہ چاہتی تو دونوں کے کمزور دماغوں پر تنویمی عمل کر سکتی تھی لیکن بے حد چالاک تھی۔ یہ سمجھتی تھی کہ سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پتا نہیں کتنوں پر تنویمی عمل کیا ہے شاید جوراجوری اور جوڈی نارمن پر بھی کیا ہو۔ اگر کیا ہو گا تو بار بار ان کے دماغوں میں آتے ہوں گے اور انہیں تاریکی کی قید سے نکالنے میں ناکام ہوتے ہوں گے۔ اس طرح وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مخالفین پر بھی نفسیاتی حملے کر رہی تھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ ان دونوں کو کب تک اندھیروں میں گم رکھے گی؟ اگر طویل عرصے تک رکھے گی تو اسے خود کیا حاصل ہو گا؟

اس کے اندر کی بات کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کرنے والی ہے۔ وہ بڑے صبر اور تحمل والی تھی۔ کسی سے کوئی فائدہ اٹھانے کے معاملے میں جلد باز نہیں تھی۔ اس نے صرف ان دونوں کو ہی قید نہیں کیا تھا۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے قیدی اور تھے۔ ان میں سے ایک پال ہوپ کن تھا اور دوسرا نیٹو سنتانا۔ دونوں کے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ مرینا ان کے دماغوں پر حکمرانی کرتی ہے۔ دونوں اس اسیری سے بے خبر تھے۔

نیٹو سنتانا کی شامت آئی تھی کہ اس پر عاشق ہو گیا تھا۔ مرینا نے ساقی بن کر شراب پلائی پھر اسے نشے میں ایسے لڑھکایا کہ نہ مرینا یاد رہی نہ اسیری۔ تنویمی عمل کے زیر اثر جب وہ مرینا کے احکامات کی تعمیل کرتا تو اسے یوں لگتا جیسے وہ خود اپنی مرضی سے ایسا کر رہا ہے۔ یہ کبھی نہیں سمجھ پاتا تھا کہ ایک عورت اس پر حکومت کر رہی ہے۔

پال ہوپ کن ایک مضبوط قوت ارادی کا مالک تھا۔ ایک ایسا محب وطن جسے کسی قیمت پر بھی خریدا نہیں جا سکتا تھا۔ مرینا نے اسے بڑی مشکل سے ٹریپ کیا تھا۔ وہ کسی کے حسن و شباب سے متاثر نہیں ہوتا تھا۔ ایک بار سرکاری تقریب میں موقع مل گیا۔ وہ شراب نہیں پیتا تھا، جب کھانے سے پہلے مشروب پینے لگا تو مرینا نے اس میں بڑی ہوشیاری سے دوا ملا دی۔ مشروب پینے کے بعد اسے کمزوری کا احساس ہوا۔ ساتھ ہی اندیشہ پیدا ہوا کہیں یہ دشمنوں کی چال تو نہیں ہے؟

وہ فوراً ہی میزبان سے معذرت کر کے محفل سے چلا آیا۔ کار ڈرائیو کرتے ہوئے ڈاکٹر کے پاس جانا چاہتا تھا۔ کمزوری کا فوری طور پر توڑ کرنے کے لئے ڈاکٹر سے دوا لینا چاہتا تھا۔ اسے شبہ تھا کہ ایسی حالت میں کوئی اس کے اندر آ سکتا ہے لیکن وہ اپنے بچاؤ کی کوشش کر کے دیکھ لینا چاہتا تھا۔ اسے امید تھی کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب رہے گا۔

وہ ڈرائیو کرتا ہوا اپنی رہائش گاہ میں آ گیا۔ یہ سمجھ گیا کہ ٹریپ کیا جا رہا ہے۔ اس نے جنرل کو اطلاع دینے کے لئے

ٹیلیفون کی طرف جانا چاہا لیکن نہ جاسکا اپنے بستر پر آکر گر پڑا۔ تھوڑی دیر بعد ہوش نہیں رہا کہ وہ کہاں پڑا ہے اور اس پر کیا گزر رہی ہے۔

ہوش میں آنے کے بعد اسے یاد نہیں رہا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ اس عمل کے مطابق صرف یہ بات دماغ میں رہی کہ تقریب میں طبیعت کچھ خراب ہوگئی تھی اس لئے وہ گھر آکر سو گیا تھا۔ وہ اور ٹینو سنتانا دونوں ہی مطمئن تھے کہ سونیا نے یا کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے انہیں ٹریس نہیں کیا ہے اور کبھی کسی کی چال میں یا کسی کے جال میں نہیں آئیں گے۔

اس حساب سے مرینا چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مالک تھی۔ جنرل کے استعفا دینے کے بعد اس نے پال ہوپ کن اور ٹینو سنتانا کے دماغوں میں یہ بات نقش کردی تھی کہ انہیں لندن جانا چاہئے۔ ان کے یہاں پہنچنے کے بعد مرینا انہیں بھی تاریک تہ خانے میں کچھ عرصے تک قید کرنے والی تھی۔

اس نے ایک گھنٹے بعد جوراجوری کے دماغ میں جا کر دیکھا' وہ جوڈی نارمن کے بازوؤں میں چھپ کر سو رہی تھی۔ مرینا نے دونوں کے دماغ میں باری باری جاکر ان کے خوابیدہ ذہن کو ہدایات دیں کہ وہ آٹھ گھنٹے تک سوتے رہیں گے۔ اس کے بعد اپنے ایک ملازم کے دماغ میں آئی۔ اسے حکم دیا "تہ خانے کا راستہ یاد کرو۔"

وہ آنکھیں بند کرکے یاد کرنے لگا۔ مرینا نے اسے بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا تھا اور اس کے دماغ کو حکم دیا تھا کہ جب وہ کوئی بات یاد کرنے کا حکم دے گی تو اسے وہ بات یاد آئے گی جب بھولنے کا حکم دے گی تو وہ فلاں بات بھول جایا کرے گا۔

وہ ملازم اتنا جانتا تھا کہ لندن کے ایک پرانے شاہی محل کی طرز پر ایک بڑی کوٹھی ہے جہاں وہ ملازم ہے اور اس کی ایک مالکہ ہے۔ وہاں کوئی تیسرا نہیں ہے۔ وہ اپنی مالکہ کو دیکھتا تھا لیکن رہائش گاہ سے باہر جاتے ہی مالکہ کی صورت شکل بھول جاتا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پاتا تھا کہ کیسی زندگی گزار رہا ہے اور وہ زندگی جیسی بھی تھی اس سے وہ خوش تھا۔ کیونکہ بڑے عیش و آرام سے رہتا تھا خوب کھاتا پیتا' اچھا پہنتا اور تفریح کرتا تھا۔

وہ تہ خانے میں ایک ٹارچ اور ایک بلب لے کر آیا۔ پھر اس نے جوراجوری اور جوڈی نارمن کے کمرے میں پہنچ کر بلب کو لگایا۔ سوئچ کو دبایا۔ ایک دن اور ایک رات کے بعد وہ کمرا پوری طرح روشن ہوگیا۔ لیکن وہ دونوں جو روشنی کے لئے ترستے رہے تھے گہری نیند میں تھے۔ ان کے دماغوں کو جو ہدایات دی گئی تھیں ان کے مطابق وہ آٹھ گھنٹے سے پہلے بیدار نہ ہوتے۔ ملازم نے کمرے اور ٹوائلٹ وغیرہ کی صفائی کی۔ وہاں ٹین کے سربمہر ڈبوں میں طرح طرح کے کھانے اور مشروبات تھے۔ ان کے علاوہ اس نے کھانے پینے کا تازہ سامان لاکر فریج میں رکھا۔ دونوں کے لئے ملبوسات اور دوسری ضروری استعمال کی چیزیں رکھیں۔ پھر ٹارچ روشن کرکے سوئچ آف کیا۔ بلب نکال لیا اور کمرے سے باہر آکر دروازے کو لاک کردیا۔ جب وہ تہ خانے کے چور دروازے سے نکل کر ایک کمرے میں پہنچا تو اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ مرینا نے اس کے دماغ کو تہ خانے کا راستہ اور وہاں کی تمام باتیں بھول جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ تہ خانے کو بالکل ہی بھول چکا تھا۔

مرینا کو نیند آرہی تھی۔ وہ رات کے گیارہ بجے سے صبح کے چار بجے تک سونے کی عادی تھی۔ خواہ کتنی ہی مصروفیات ہوتیں' کتنی ہی پریشانیاں اور کتنے ہی خطرات ہوتے' وہ اپنی حفاظت کا سامان کرکے وقت پر سوتی جاگتی اور کھاتی پیتی تھی بالکل فوجی انداز میں زندگی گزارتی تھی۔ وہ اپنے اصولوں کے مطابق اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو گئی۔

اس کی اصول پسندی' معاملہ فہمی' احتیاطی تدابیر اور نفسیاتی طریق کار سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ آزاد اور خود مختار رہ کر کامیاب زندگی گزار سکے گی۔ وہ اپنے وقت کے مطابق صبح چار بجے بیدار ہوگئی۔ اس نے معمول کے مطابق ورزش کی' غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتا کیا پھر ایک بیگ اٹھا کر کوٹھی سے باہر آگئی۔ احاطے میں کار موجود تھی۔ اسے وہیں چھوڑ دیا۔ وہاں سے پیدل چلتی ہوئی کوئی دو سو گز کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے بنگلے میں آئی۔ یہ بھی اس کا ذاتی بنگلا تھا۔ اس نے اپنے قیدیوں کو جہاں رکھا تھا وہاں خود رہنا مناسب نہیں سمجھتی تھی اور یہی اس کی ذہانت اور حکمت عملی تھی۔

اس بنگلے میں آکر اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ کر ان کے متعلق سوچنے لگی جنہیں اب تک شکار نہیں کرسکی تھی۔ لندن سے جب جان گاؤدی اور وارنر بیگ غائب ہوئے تھے تو اس نے ان کے دماغوں میں پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ پتا چلا تھا جان گاؤدی بیہوش ہے اور وارنر بیگ کے پاس جانے سے وہ سانس روک لیتا تھا۔ مرینا نے اس وقت انہیں نظر انداز کیا تھا۔ اب وہ اطمینان سے ان کے حالات معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے جان گاؤدی کے دماغ میں پہنچ گئی۔

اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ اسرائیل کے مغرب میں سمندر کے بیچ ایک پہاڑی پر ہے' سان پاپا ڈوک نامی ایک مختصر ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور وہ کالا جادو جاننے کا بھی دعویٰ کرتا ہے۔ اسی نے جان گاؤدی کو ٹریپ کرکے اس پہاڑی پر پہنچایا ہے۔

ابھی وہ پہاڑی پر خیمہ تان کر اس کے اندر ایک حسین اور نوجوان لڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ پاپا ڈوک نے کہا تھا کہ آج رات گاؤدی پر تنویمی عمل کرے گا اور اس لڑکی سے اس کی شادی کرادے گا۔ جبکہ وہ نہ شادی کرنا چاہتا تھا اور نہ ہی تنویمی عمل کے ذریعے پاپا ڈوک کا غلام بننا چاہتا تھا۔

وہ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ ایسے ہی وقت پاپا ڈوک کی آواز سنائی دی۔ وہ جان گاؤدی سے کہہ رہا تھا۔ "میں بار بار تمہارے دماغ میں آکر دیکھ رہا ہوں کہ تم جاگتے رہنے کی قسم کھا چکے ہو۔ تم نے میری بیٹی کے ہاتھ سے کچھ کھانے پینے سے بھی انکار کردیا۔ تمہیں اندیشہ ہے کہ نیند کی دوا کھلا دی جائے گی۔ کیا تم سمجھتے ہو' جاگتے رہنے سے تم پر تنویمی عمل نہیں کرسکوں گا؟"

جان گاؤدی نے کہا "تم بار بار آتے ہو اور میں بار بار کہتا ہوں مجھے ہر طرح دوست بنالو۔ اپنا وفادار بنالو مگر مجھ پر تنویمی عمل نہ کرو۔ میں غلامی سے بچنے کے لئے جاگتا رہوں گا۔"

"تم احمق ہو۔ میں دوسری جگہ مصروف تھا ورنہ بہت پہلے ہی خیال خوانی کے ذریعے تھپک کر سلا دیتا۔ اب دیکھو' میں سلاتا ہوں۔"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا "نہیں نہیں' تم مجھے زبردستی نہیں سلا سکتے..."

وہ بولتے بولتے چپ ہوگیا۔ پاپا ڈوک نے دماغ پر قبضہ جمالیا تھا۔ اب وہ خود دماغی طور پر غائب ہوچکا تھا۔ بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرچکا تھا۔ مرینا خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔ پاپا ڈوک اس پر تنویمی عمل کرنے لگا تھا۔ وہ عمل سے متاثر ہو رہا تھا۔ اس کا معمول اور تابعدار بن رہا تھا جبکہ ایسا نہیں تھا۔ مرینا نے سوچا تھا کہ گاؤدی کے خوابیدہ دماغ کو کنٹرول کرے گی اور اس کی زبان سے عامل پاپا ڈوک کے سوالوں کے جوابات دے گی۔ وہ ایسا کرنا چاہتی تھی تب ہی اس نے محسوس کیا' کوئی اور بھی گاؤدی کے دماغ میں موجود ہے۔ اور وہ اس کی زبان سے پاپا ڈوک کے سوالوں کے جوابات دیتا جارہا ہے۔

ایسا ایک بار ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی بورین کے ساتھ ہوا تھا۔ سلمان نے چاہا تھا کہ اس کے کمزور دماغ پر عمل کرے۔ ایسے ہی وقت اس نے بورین کے دماغ میں ٹینو سنتانا کی آواز سنی تھی۔ وہ بھی بورین پر تنویمی عمل کرنے آیا تھا۔ جب وہ عمل کرکے اسے اپنی دانست میں تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر گیا تو پتا چلا بورین کے دماغ میں شیلا بھی موجود تھی۔ اس نے ٹینو سنتانا کے عمل کو ناکام بنا دیا تھا اور خود اسے اپنا معمول بنا کر گئی تھی۔

یہ واقعہ مرینا کو معلوم تھا کیونکہ وہ ٹینو سنتانا بن کر بورین کے دماغ میں گئی تھی اور وہاں ناکامی کے بعد یہ سبق حاصل کیا تھا کہ کسی کے دماغ میں جا کر نہ پہلے بولنا چاہئے نہ کوئی عمل کرنا چاہئے۔ اگر کوئی نہ ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپ کر رہتا ہے۔

اور اب جان گاؤدی کے دماغ میں بھی یہی ہو رہا تھا۔ پہلے پاپا ڈوک نے اس پر عمل کیا۔ پھر کوئی دوسرا شخص عمل کر رہا تھا۔ اس نے کہا "جان گاؤدی! میں تمہارا دوست وارنر بیگ بول رہا ہوں۔ اس کمبخت پاپا ڈوک نے مجھے بھی پھانسنے کی پوری کوشش کی تھی مگر میں بچ نکلا ہوں۔ میں نے تمہیں اس کے تنویمی عمل سے بچالیا ہے۔ میں تم پر عمل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سمندر نے بیچ تمہیں معمول بنانا بیکار ہے۔ تم میرے کسی حکم کی تعمیل نہیں کرسکو گے اور نہ ہی یہاں سے جاسکو گے لیکن تمہیں دماغی طور پر توانا بنانے اور پاپا ڈوک کی خیال خوانی سے بچانے کے لئے عمل کر رہا ہوں۔"

وہ عمل کرنے لگا۔ مرینا اسے اپنے قابو میں رکھنا چاہتی تھی اس کے لئے وارنر بیگ کے تنویمی عمل کو ناکام بنانا تھا۔ ایسے ہی وقت پھر اسے محسوس ہوا کہ کوئی اور وہاں موجود ہے اور وہ چپکے چپکے وارنر کے عمل کو ناکام بنا رہا ہے۔ وہ حیران نہیں ہوئی۔ یہ سمجھ گئی کہ سونیا کا کوئی آدمی ایسا کر رہا ہے اور وہ درست سمجھ رہی تھی۔ میں جان گاؤدی کے دماغ میں چھپ کر اس کی زبان سے عامل وارنر کے سوالوں کے جوابات دے رہا تھا اور یقین دلا رہا تھا کہ جان گاؤدی اس کا معمول بن چکا ہے۔ دراصل ہم میں سے کسی نے یہ سوچا تک نہیں تھا کہ جنرل کی بھتیجی مرینا نے ایک بہت لمبا کھیل شروع کردیا ہے۔ وہ بڑی کامیابی سے گمنامی اور خاموشی سے زندگی گزار رہی تھی۔ اس کی طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا تھا۔ اور ہم نے اسے نظر انداز کیا ہوا تھا۔

میں نے وارنر کے عمل کو ناکام بنایا لیکن خود عمل نہیں کیا۔ اس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ لیلیٰ اسے جزیرہ کونو میں ہی اپنا معمول بنا چکی تھی۔ میں اس کے دماغ سے واپس چلا گیا۔ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہاں مرینا ڈی فون زا چھپی ہوئی ہے اسے پتا نہیں تھا کہ میں جا چکا ہوں۔ وہ سمجھ رہی تھی میں تنویمی عمل کروں گا اور ایسی کوئی بات نہیں ہو رہی تھی یہ اس کے لئے حیرانی کی بات ہوسکتی تھی مگر اس نے سمجھ لیا کہ سونیا کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے بہت پہلے ہی جان گاؤدی کو اپنا معمول بنا لیا ہے اسی لئے ابھی اس پر تنویمی عمل کی ضرورت پیش نہیں آئی ہے۔

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اس نے بھی گاؤدی پر عمل نہیں کیا۔ اگر کرتی تو آخر میں وہ اسی کا معمول اور تابعدار بن جاتا لیکن وہ دوسروں کو سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی کہ گاؤدی پر کس نے عمل کیا ہے اور عمل کرنے والے کا تعلق کس پارٹی سے ہے؟ پھر یہ کہ اسے فی الحال معمول بنا کر کچھ حاصل نہ ہوتا۔ ابھی وہ اتنے بڑے ذرائع کی مالک نہیں تھی کہ ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعے اسے بیچ سمندر سے نکال لاتی۔ مگر ہاں عقل استعمال کرسکتی تھی۔ اور عقل کہہ رہی تھی کہ اسے کسی بھی

طرح پاپا ڈوک کے دماغ تک یا اس کی کسی کمزوری تک پہنچنا چاہئے۔

وہ پھر گاڈی کے دماغ میں آئی۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ مرینا انتظار کرتی رہی کہ اس کے دماغ میں کوئی چھپا ہوا ہوگا تو کچھ بولے گا یا اس سے کوئی حرکت کرائے گا لیکن وہ بڑی دیر سے کسی مداخلت کے بغیر نیند پوری کر رہا تھا۔ تب مرینا نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا۔ خیمے کے اندر مختصر سا ضرورت کا سامان رکھا ہوا تھا۔ دن کی روشنی میں وہ حسینہ اس کے پاس بستر پر سو رہی تھی۔ گاڈی نے مرینا کی مرضی کے مطابق حسینہ پر زور سے ہاتھ رکھا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ گئی تھی۔ آس پاس دیکھ رہی تھی پھر وہ بولی "تم سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو؟ اوہ گاڈ، کتنی زور سے ہاتھ مارا ہے!"

مرینا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے خیالات بتانے لگے اس کا نام نیپا شلوم ہے۔ اسرائیل کے ملٹری ٹریننگ سینٹر میں تربیت حاصل کرنے کے بعد پہلی بار ملک سے باہر سمندر کے بیچ آئی ہے تاکہ جان گاڈی کو حسن و شباب سے سحر زدہ کرے اور اس پہاڑی پر اسے تنہائی سے گھبرانے اور پریشان نہ ہونے دے۔ نیپا شلوم سے کہا گیا تھا کہ وہ گاڈی کو اپنا دیوانہ بنانے میں کامیاب ہوجائے گی تو اسے ملٹری انٹیلیجنس میں ایک بڑا عہدہ دیا جائے گا اور اسے یہ پریشانی تھی کہ ناکام ہوگی تو قتل ادیب واپس جانا ہوگا۔ اس کی جگہ دوسری لڑکی گاڈی کا دل بہلانے آئے گی۔

مرینا نے اس کے اندر پاپا ڈوک کے متعلق سوالات پیدا کئے۔ اس کی سوچ جواب دینے لگی "میں اس شیطان کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہوں۔ ہمارے ٹریننگ سینٹر سے کئی لڑکیاں اس کے سامنے لائی گئی تھیں، اس نے میرا انتخاب کیا تھا پھر مجھ سے کہا تھا کہ میں پہاڑی پر جاکر رہوں گی اور جان گاڈی کا دل بہلاتی رہوں گی۔ پاپا ڈوک میرے دماغ میں آتا جاتا رہے گا۔"

پھر اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ یوگا کی ماہر ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے چونکہ پچھلی رات وہ تنہا تھی کوئی اور انسٹرکٹر اسے روکنے والا نہیں تھا اس لئے اس نے شراب پی تھی جس کے نتیجے میں وہ ابھی مرینا کو اپنے اندر محسوس نہیں کر رہی تھی۔

مرینا نے اس پر عمل کیا۔ اس کے دماغ کے ایک حصے کو لاک کردیا جہاں اس کے ایسے چور خیالات محفوظ رہا کریں گے جنہیں پاپا ڈوک بھی خیال خوانی کے باوجود نہیں پڑھ سکے گا اور نیپا شلوم بھی مرینا کی آمد کو نہیں سمجھ پائے گی۔ مرینا کا ارادہ تھا کہ وہ نیپا کو ناکام بنا کر قتل ادیب واپس جانے پر مجبور کرے گی پھر اس کے ذریعے وہاں کے افسران اور پاپا ڈوک تک پہنچنے کی کوشش کرے گی۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ دماغی طور پر اپنے بنگلے میں حاضر ہوگئی۔ یوں دیکھا جائے تو کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا دماغ محفوظ نہیں تھا۔ کسی نہ کسی کے دماغ میں کوئی نہ کوئی قصہ تمام کے لئے پہنچ جاتا تھا۔ دنیا کی تمام لڑائیاں کھلے میدانوں میں، بازاروں میں، سڑکوں پر، گلیوں میں اور گھروں میں ہوتی ہیں۔ صرف ٹیلی پیتھی کی لڑائی کبھی آنکھوں کے سامنے نہیں ہوتی۔ یہ لڑائی دو سروں کی سمجھ میں نہیں آتی بلکہ جس کے دماغ کے اندر ہوتی ہے وہ بیچارہ بھی کچھ سمجھ نہیں پاتا اور کوئی عامل یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ آج جو اس کا معمول ہے وہ کل بھی اس کا تابعدار رہے گا۔ اس معمول کو ٹریپ کرنے کے لئے کوئی دوسرا عامل دماغ میں پہنچ جاتا تھا۔ وہ پہلے عامل کے عمل کو مٹا کر اپنے احکامات اس کے دماغ میں نقش کردیتا تھا۔

ہر طرف یہی توڑ جوڑ ہو رہا تھا۔ اسی لئے مرینا نے اپنے تمام شکاروں کو محفوظ رکھنے کے لئے انہیں تاریکی میں قید رکھا تھا۔ اب وہ شلپا کے متعلق سوچ رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ اس کے انکل کی داشتہ رہ چکی ہے اور پچھلے کئی دنوں سے اچانک غائب ہوگئی ہے۔ مرینا نے کئی بار اس کے دماغ میں جانا چاہا۔ مگر اس نے سانس روک لی۔ شلپا یہ سمجھنے کا موقع نہیں دیتی تھی کہ وہ امریکا سے نکل کر کس ملک میں قیام کر رہی ہے۔

اس نے پھر ایک بار کوشش کی۔ اس کے دماغ میں پہنچتے ہی بولی "سانس نہ روکنا، مجھے جنرل صاحب نے بھیجا ہے۔ وہ تم سے اہم باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تمہیں اس طرح میرا دماغ میں آنا پسند نہیں ہے تو تم جنرل کے پاس جاؤ۔"

شلپا نے کہا "میں کسی جنرل کو نہیں جانتی" یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ مرینا نے جان بوجھ کر لمبی بات کی تھی تاکہ کچھ دیر دماغ میں رہ کر اس کے آس پاس کے ماحول کو سمجھ سکے۔ اسے پتا چلا کہ وہ ایک کپڑوں کی دکان میں ہے۔ لندن میں "الانس آف ڈیوک اسٹریٹ" کی دکان بہترین اور قیمتی کپڑوں کے لئے مشہور ہے۔ مرینا وہاں کئی بار جاچکی تھی۔ اس نے فوراً ہی دکان کو پہچان لیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ شلپا لندن میں ہوگی۔ اسے اتنے قریب پاکر وہ اٹھ گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی بنگلے کے باہر آئی، کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد فنٹی سکس ڈیوک اسٹریٹ پہنچ گئی۔

آدھے گھنٹے میں شلپا وہاں سے جاسکتی تھی لیکن مرینا کو یقین تھا کہ وہ عام عورتوں کی طرح کپڑوں کا انتخاب کرنے میں گھنٹوں وقت ضائع کرے گی۔ وہ دکان میں داخل ہو کر دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ شلپا نے شکل تبدیل کی ہوئی تھی۔ مرینا اسے صورت سے نہیں پہچان سکتی تھی لیکن عادت سے پہچان لیتی، اپنی عادت کے مطابق تھوڑے تھوڑے وقفے سے بائیں مٹھی بند کرتی اور کھولتی تھی۔ یہ عادت بچپن سے تھی۔ جنرل نے مرینا سے اس عادت کا ذکر کیا تھا۔ پھر مرینا نے اسے ایک تقریب میں

دیکھا تھا وہ واقعی وقفے وقفے سے بائیں مٹھی بند کرتی اور کھولتی رہتی تھی۔

وہ دکان میں ایک طرف سے چلتی ہوئی مختلف عورتوں کے ہاتھوں پر نظر ڈالتی جارہی تھی۔ پھر وہ ایک جگہ رک گئی۔ ایک حسین عورت نے ایک بار اپنی مٹھی بند کر کے کھولی تھی۔ مرینا کپڑے پسند کرنے کے بہانے وہاں رک گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پھر مٹھی بند کر کے کھولی۔ اس بار تصدیق ہوگئی کہ وہ شیلا ہے۔

مرینا وہاں سے دکان کے دوسرے حصے میں آئی۔ وہاں ایک لڑکی کپڑے پسند کر رہی تھی۔ اس نے لڑکی سے پوچھا "کیا وقت ہوا ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی "کیا پہلی بار اس دکان میں آئی ہو؟ یہاں ایک نہیں دو دال کلاک ہیں۔"

مرینا نے دیوار گیر گھڑی کی طرف دیکھا پھر بولی "اوہ گاڈ! مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دکان سے باہر آئی پھر اپنی کار میں بیٹھ گئی۔ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس پر اچھی طرح قبضہ جمالیا۔ وہ لڑکی چلتی ہوئی شیلا کے پاس آگئی۔ مرینا ایسے معاملات میں بہت محتاط رہتی تھی۔ کسی سے براہ راست ملاقات نہیں کرتی تھی۔ کسی دشمن سے سامنا کرنے کی ضرورت ہوتی یا اسے ٹریپ کرنا ہوتا تو ایسے مقاصد کے لئے کسی کو آلۂ کار بنالیتی تھی۔

اس نے لڑکی کے ذریعے قریب ہو کر مخاطب کیا "ہیلو شیلا!"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ لڑکی سے بولی "تم کون ہو؟ مجھے شیلا کہہ کر کیوں مخاطب کر رہی ہو۔ میرا نام جینی فر ہے۔"

مرینا نے لڑکی کے ذریعے مسکرا کر کہا "جینی فر میرا نام ہے اور بہت سی لڑکیوں کا نام ہے۔ مگر تمہارا نام شیلا ہے۔ میک اپ کے ذریعے چہرہ بدلنے سے نام نہیں بدل جاتا، عادت نہیں بدل جاتی۔ ابھی تم بے اختیار اپنی بائیں مٹھی بند کر کے کھولو گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کون ہو تم؟"

"مجھے جنرل نے بھیجا ہے۔"

"اچھا اس کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے تمہیں یہاں پہنچایا ہے۔"

"ہاں وہ خیال خوانی کرنے والا تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ میرے ساتھ چلو۔"

"اگر میں نہ چلوں؟"

"تم ہر طرف سے گھری ہوئی ہو۔ میں تو خالی ہاتھ ہوں۔ دوسرے تمہیں گن پوائنٹ پر لے جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے چلو۔"

وہ دونوں دکان سے باہر آئیں۔ شیلا نے پوچھا "تمہاری گاڑی کہاں ہے؟"

"میری گاڑی میں وہ لوگ ہیں جو تمہارا تعاقب کرتے رہیں گے، میں تمہاری گاڑی میں جاؤں گی۔"

"میری گاڑی اسٹریٹ کے کارنر پر ہے، وہاں تک پیدل چلنا ہوگا۔"

وہ دونوں فٹ پاتھ پر چلنے لگیں۔ اس راستے کے آخری موڑ پر کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دونوں اگلی سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ شیلا نے پوچھا "کہاں چلنا ہے؟"

"جہاں تم رہتی ہو۔"

وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولی "اچھا تو میری رہائش گاہ دیکھنا چاہتی ہو۔"

کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دور جا کر شیلا نے پوچھا "تمہارے لوگ تعاقب کرتے دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔"

"وہ تعاقب ہی کیا جو سمجھ میں آجائے۔ تمہیں بعد میں پتا چلے گا۔"

خاصی طویل ڈرائیونگ کے بعد وہ کار ایک بنگلے کے احاطے میں آئی۔ دونوں کار سے اتر کر بنگلے کے اندر ایک ذرا نگ روم میں پہنچیں۔ شیلا نے کہا "اب سچ سچ اگل دو، تم کون ہو؟ یہ بات یقینی ہے کہ تمہارے ساتھ کوئی مرد ساتھی نہیں ہے۔"

"ہاں میں تنہا ہوں اور ابھی تمہیں زخمی کر کے تمہارے دماغ میں پہنچوں گی اور تمہیں اپنی معمولہ اور تابعدار رہنا لوں گی۔"

شیلا ہنستے ہوئے کہا "ایسا کرنے سے پہلے میرا بایاں ہاتھ دیکھو۔ اب یہ مٹھی بار بار بند نہیں ہوتی ہے۔"

اس نے بایاں ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ وہ دیر تک اس ہاتھ کو دیکھتی رہی۔ اسے عادت کے مطابق مٹھی کو بند کرنا اور کھولنا چاہئے تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہو رہا تھا۔ مرینا نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میری مٹھی بار بار بند نہیں ہوتی ہے اس لئے میں شیلا نہیں ہوں۔ میں تمہیں دکان میں کہہ چکی تھی میرا نام جینی فر ہے۔ جینی فر عرف جوجو۔"

"کون جوجو؟ کیا وہ جسے ماسک مین نے اغوا کیا تھا اور جو پارس کی بیوی اور فرہاد کی بہو ہے؟"

"ہاں میں وہی جوجو ہوں۔ مجھے زخمی کر کے میرے دماغ میں پہنچنے کی حسرت رہ جائے گی اور ہمارے پنجرے میں ایک اور خیال خوانی کرنے والی لڑکی کا اضافہ ہو جائے گا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں شیلا کو ٹریپ کرنا چاہتی ہوں؟"

"میں اس کے دماغ میں آتی جاتی ہوں۔ میں اپنے محبوب کے ساتھ اس کے پیچھے دکان میں آئی تھی۔ اس کے دماغ میں جھانکنے سے پتا چلا جنرل کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے اس

سے بات کی تھی۔ میں سمجھ گئی، جنرل کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس دکان میں آئے گا۔ شیلا میری معمولہ ہے۔ میں نے اسے دکان سے روانہ کر دیا پھر اس کی طرح بائیں ہاتھ کی مٹھی بند کرنے اور کھولنے لگی۔ یہ تدبیر کام آئی اور تم یہاں پہنچنے چلی آئیں۔"

مرینا نے ہنستے ہوئے کہا "جوجو! واقعی تم چالاک ہو، تم نے بہت مضبوط جال پھینکا تھا مگر افسوس تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ یہ جو تمہارے سامنے کھڑی ہوئی ہے محض ایک آلۂ کار ہے۔ میں اس کا دماغ چھوڑ کر جارہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی مرینا دماغی طور پر اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر حاضر ہوگئی۔ اس نے فرہاد علی تیمور کی بہو کو زبردست جھانسا دیا تھا اور یہ بہت بڑی بات تھی۔ اس بات پر کوئی بھی ہوتا پھول کر ہنستا۔ وہ بھی ہنس رہی تھی۔

کار کی محدود فضا میں اس کی ہنسی گونج رہی تھی مگر یہ مختصر سی خوشی تھی، اچانک ہی وہ چپ ہوگئی۔ کار کی پچھلی سیٹ سے پارس کی آواز سنائی دی "جو لطیفہ تمہیں ہنسا رہا ہے، وہ مجھے بھی سناؤ۔"

وہ ایک دم اچھل پڑی۔ جیسے پچھلی سیٹ پر بم کا دھماکا ہوا ہو۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ پارس کو دیکھ کر رہے سہے ہوش بھی اڑ گئے۔ اس سے پہلی بار سامنا ہو رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ اس کی تصویریں اور ویڈیو فلمیں دیکھ چکی تھی۔ اس کا ریکارڈ پڑھ چکی تھی اور یہ طے کر چکی تھی کہ پارس اور علی تیمور سے کبھی نہیں ٹکرائے گی۔ اگر ایسا موقع آیا تو کترا کر نکل جائے گی لیکن وہ موت کی طرح اچانک یوں آیا تھا کہ اب کترا کر نکل جانے کا راستہ نہیں رہا تھا۔

ویسے وہ بلا کی ذہین اور حاضر دماغ تھی۔ اس نے فوراً ہی اپنے حواس پر قابو پالیا، مسکرا کر بولی۔

"اوہ گاڈ! تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا، اگر خوف سے دم نکل جاتا تو؟"

"تم ہنس رہی تھیں اور میں نے ہنستے ہنستے کسی کا دم نکلتے نہیں دیکھا۔"

"مگر آج دیکھ لیتے، اگر میں مرجاتی تو؟"

"میں ایسی زبردست حسینہ کی قربت سے محروم ہو جاتا۔ ویسے جو بھی حسینہ میری زندگی میں آتی ہے، وہ حسن کی خیرات دینے سے پہلے نہیں مرتی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اچھا، مجھ سے حسن کی خیرات مانگ رہے ہو، ایسی باتیں اپنی جوجو کے سامنے کر سکتے ہو؟"

"اوہ، اس کا مطلب ہے تم مجھے پارس کی حیثیت سے پہچانتی ہو اور ابھی خیال خوانی کے ذریعے جوجو کے پاس سے آرہی ہو۔"

"ہاں، میں جوجو کو شیلا سمجھ کر پیچھا کر رہی تھی۔"

"ذرا اپنا تعارف تو کراؤ۔"

"میں سپر ماسٹر کی خیال خوانی کرنے والی ہوں۔ مجھے دوست یا دشمن، اپنا یا بیگانہ کوئی نہیں جانتا ہے۔ پہلی بار تم مجھے دیکھ رہے ہو۔"

"اچھا تو تم مرینا ہو۔"

"مرینا جنرل کی بھتیجی ہے۔ تم سب اس کے نام سے واقف ہو، میرا نام صرف سپر ماسٹر سلمان واسطی جانتا ہے۔"

"سپر ماسٹر کا نام ماسٹرا رہے رہے۔"

"یہ نام تھا، اب نہیں ہے، میں اپنے ماسٹر سلمان واسطی کی رازدار اور ایسی ماتحت ہوں جس کا ذکر وہ تم لوگوں کے سامنے نہیں کرتا ہے۔"

"تمہاری یہ بات مجھے ہضم نہیں ہو رہی ہے۔"

"ابھی ہضم کرا دیتی ہوں، سلمان واسطی صاحب سے کہتی ہوں، وہ تمہارے دماغ میں آکر تصدیق کر دیں۔"

وہ چپ ہوئی جیسے خیال خوانی کے ذریعے سلمان واسطی کے پاس گئی ہو لیکن وہ اپنے معمول ٹینو سنتانا کے پاس آئی اور اسے حکم دیا کہ سپر ماسٹر ارے رے کا لہجہ اختیار کر کے پارس کے دماغ میں جائے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ پارس کے دماغ میں آیا پھر مرینا کی مرضی کے مطابق بولا "ہیلو بیٹے! میں بہت مصروف ہوں، صوفیہ کے کہنے پر آیا ہوں۔ میں اپنی اس ماتحت کے بارے میں بعد میں بتاؤں گا۔ اسے جانے دو، یہ میرے معاملات میں مصروف ہے۔"

"یہ شیلا کا پیچھا کیوں کر رہی تھی؟"

"اس لئے کہ شیلا کے پیچھے مرینا ہے، میں نے کہا نا ابھی مصروف ہوں، آدھے گھنٹے بعد تم سے تفصیلی گفتگو کروں گا۔ صوفیہ کو جانے دو۔"

وہ پارس کے دماغ سے چلا گیا۔ پارس نے پوچھا "تمہارا نام صوفیہ ہے؟"

"ماسٹر سلمان نے تمہیں میرا نام بتا ہی دیا جبکہ وہ مجھے ساری دنیا سے چھپاتے ہیں۔"

"میں انکل کے حکم سے جارہا ہوں۔ مگر تم اتنی چکنی ہو کہ پھسل کر پھر کسی موڑ پر ملوں گا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پارس پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولی "میں جارہی ہوں۔ ویسے تم مجھے

مکتبہ نفسیات ◎ پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ ◎ کراچی

بہت یاد کرو گے۔"

اس نے کار آگے بڑھائی۔ پھر رفتار بڑھاتے ہوئے ایک موڑ پر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ بہت دور نکل آنے کے بعد اس نے گاڑی روکی۔ آہستہ وہیں چھوڑ کر پیدل فٹ پاتھ پر چلنے لگی پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ اب وہ کار استعمال نہیں کر سکتی تھی کیونکہ وہ پارس کی نظروں میں آگئی تھی۔ اس نے ٹیکسی کو اپنے بنگلے سے دور چھوڑ دیا۔ وہاں سے پیدل آئی۔ پھر بنگلے کے اندر پہنچتے ہی اس نے سب سے پہلے عارضی میک اپ اتارا۔ اس کے بعد اطمینان سے بستر پر گر گئی۔

آج وہ بال بال بچی تھی۔ ذرا بھی سنبھلنے میں دیر کرتی اور حاضر دماغی سے کام نہ لیتی تو پارس اسے نگل لیتا۔ اس کے دماغ کو کنزور بنا کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے تابعدار بنا لیتا۔

مرینا ایسے وقت اپنی چالاکی اور کامیابی سے بچ نکل آنے پر خوش نہیں ہو رہی تھی بلکہ اس غلطی پر غور کر رہی تھی جو اسے سونیا کے قدموں میں پہنچانے والی تھی۔

اگر وہ شلپا کو ٹریپ کرنے خود نہ جاتی۔ بنگلے میں بیٹھ کر خیال خوانی کرتی یا کسی کو آلۂ کار بنا کر شلپا کو گرفت میں لیتی تو یوں خطرے سے دوچار نہ ہوتی۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد وہ جب سے میدانِ عمل میں آئی تھی، تب سے یہ اسکی پہلی غلطی تھی۔ اس نے توبہ کی اور یہ عہد کیا کہ آئندہ کسی معاملے میں براہِ راست شریک نہیں ہوگی۔ اور اپنی پناہ گاہ سے باہر نکلنے کے بعد ایک سیکنڈ کے لئے بھی خیال خوانی نہیں کرے گی۔

مرینا دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کی طرح اب تک کسی کی گرفت میں نہیں آئی تھی۔ اس کی وجوہات یہ تھیں کہ وہ بڑی مصیبتوں میں بھی بدحواس نہیں ہوتی تھی۔ چشم زدن میں حاضر دماغی سے کام لیتی تھی۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اپنا محاسبہ خود کرتی تھی۔ اپنی غلطیوں کو تسلیم کرتی تھی۔ پھر ان غلطیوں سے پرہیز کرتی تھی۔ اس کے اندر عشق و محبت کے جراثیم نہیں تھے وہ کسی کی شخصیت سے متاثر نہیں ہوتی تھی۔ نیٹو سنتاشا اس پر عاشق ہوا تھا۔ اس نے اُسے جھانسا دے کر اپنا معمول بنا لیا تھا۔ پارس کی شخصیت، اس کی آواز اور لہجے میں مردانگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس کے باوجود وہ متاثر نہیں ہوئی۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے بعد اس قدر محتاط ہوگئی تھی کہ پھر اسے یاد بھی نہیں کیا۔ کوئی دوسری ہوتی تو اسے دھوکا دے کر آنے کی خوشی میں ضرور خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں جاتی۔ اس کا مذاق اڑانے کے بہانے اس سے میل جول شروع ہو جاتا۔ مرینا کسی بھی بہانے بہکنے والی نہیں تھی۔

پارس انس بنگلے میں آیا جہاں جوجو کے ساتھ قیام تھا۔ جوجو نے کہا "پتا نہیں وہ خیال خوانی کرنے والی کون تھی۔ میں دھوکا کھا گئی۔ اس کی آل اولاد عزیز کو یہاں سے لے آئی تھی، مدد سے تم بچ گئے۔"

کسی کار کی پچھلی سیٹ میں چھپنے گئے تھے، وہاں کیا بنا؟"

"کچھ نہیں، وہ انکل سلمان کی ایک خاص خیال خوانی کرنے والی ماتحت تھی۔ میں حیران ہوں کہ انکل نے اسے رازدار کیوں رکھا ہے؟"

"یہ تمہیں انکل سے پوچھنا چاہئے۔"

"پوچھا تھا۔ وہ بہت مصروف تھے، انہوں نے آدھے گھنٹے بعد مجھے اس کے متعلق بتانے کا وعدہ کیا ہے۔ ویسے ڈیڑھ گھنٹا گزر چکا ہے۔ میرا خیال ہے ابھی تک وہ مصروف ہیں۔"

"ہو سکتا ہے وہ مصروفیات کے باعث بھول گئے ہوں۔ میں انہیں مخاطب کروں؟"

"ہاں یہ پوچھو کہ ان کی مصروفیات میں ہم کسی کام آسکتے ہیں؟"

جوجو نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سلمان کے سانس روکنے سے پہلے کوڈورڈز ادا کئے۔ اس نے مسکرا کر کہا "میری بیٹی آئی ہے۔ بولو کوئی خاص بات ہے؟"

"پارس کہہ رہا تھا آپ بہت مصروف ہیں۔ کیا ہم کسی کام آسکتے ہیں؟"

"بیٹے! کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔"

"پھر آپ نے وعدے کے مطابق پارس سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"وعدے کے مطابق؟ میں نے پارس سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا؟"

جوجو نے پارس سے پوچھا "یہ کیا چکر ہے۔ انکل کہہ رہے ہیں انہوں نے تم سے رابطہ کرنے کا وعدہ نہیں کیا۔"

"انکل سے کہو۔ مجھ سے بات کریں۔"

تھوڑی دیر بعد سلمان نے پارس کے دماغ میں آتے ہی کوڈورڈز ادا کئے۔ پارس نے چونک کر پوچھا "انکل! آپ ڈیڑھ گھنٹا پہلے میرے پاس آئے تھے اس وقت کوڈورڈز ادا نہیں کئے تھے۔ کیا میں نے دھوکا کھایا ہے؟"

"بیٹنگ، میں تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔ تعجب ہے، تم نے آنے والے سے کوڈورڈز ادا کرنے کے لئے کیوں نہ کہا؟"

"کبھی آپ اور پاپا مصروفیات کے باعث کوڈورڈز ادا نہیں کرتے۔ فوراً ہی کام کی باتیں کہہ کر رخصت ہو جاتے ہیں۔ میں نے سمجھا آج بھی مصروفیات کے باعث ایسا کر رہے ہیں۔"

"ہاں، میں نے ایک آدھ بار ایسا کیا ہے۔ ہماری بے اصولی کے سبب تم دھوکا کھا گئے۔ ویسے معاملہ کیا تھا؟"

پارس نے اس خیال خوانی کرنے والی کی چالبازی سلمان کو بتائی۔ جوجو بھی اس کے دماغ میں رہ کر سن رہی تھی۔ ہنستے ہوئے بولی "شیم شیم، ایک لڑکی سے دھوکا کھا گئے۔ بڑے چالاک بنتے تھے۔"

سلمان نے کہا "نہیں جوجو! شرمندہ پارس کو نہیں، ہمیں ہونا چاہئے۔ آئندہ ہم عجلت میں بھی کوڈورڈز ضرور ادا کریں گے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔ وہ مرینا تھی؟"

"ہاں، وہی ہوگی۔ بے حد چالاک ہے۔ وہی ایک خیال خوانی کرنے والی ایسی ہے جو اب تک ہماری نظروں میں نہیں آئی ہے۔ ایک بار تمہارے پاپا جنرل کے ذریعے اسے ٹریپ کرنا چاہتے تھے۔ میں بھی خیال خوانی کے ذریعے موجود تھا مگر وہ ہم دونوں کو چکر دے گئی۔ دوسری بار تمہیں دھوکا دیا ہے۔ ویسے آئندہ اس سے ٹکرانے میں مزہ آئے گا۔"

"جی ہاں، لیکن آپ کو اس عمر میں ٹکرانا نہیں چاہئے۔"

"اچھا" سلمان نے روانی میں کہا پھر چونک کر بولا "تم شرارت سے باز نہیں آؤ گے۔"

وہ چلا گیا، جوجو نے کہا "بزرگوں کو اس طرح نہیں چھیڑنا چاہئے۔"

"ایک ماہ پہلے انکل نے سلطانہ آنٹی سے اور پاپا نے لیلیٰ آنٹی سے شادی کی ہے۔ یہ تازہ تازہ شادی کرنے والے بزرگ کیسے ہوگئے؟"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "مرینا کیسی تھی؟"

"مجھے اس کی خیریت پوچھنے کا موقع نہیں ملا۔ ویسے وہ بیمار نہیں تھی۔"

"میں اس کی دکھ بیماری کا نہیں پوچھ رہی ہوں۔ میرا سوال سمجھ کر بھی بن رہے ہو۔"

"کیا تم یہ پوچھنا چاہتی ہو کہ وہ حسن میں یونہی سی تھی یا اولمپیا سی تھی؟"

"ہاں، سچ سچ بتاؤ؟"

"بھئی وہ اصلی روپ میں تو ہو نہیں سکتی تھی۔ چہرہ بدل کر آئی ہوگی پھر میں عارضی چہرے کے پیچھے کیسے دیکھ سکتا تھا۔"

"جب مرد کسی لڑکی سے دھوکا کھاتا ہے تو اسے بھولتا نہیں ہے۔"

"یہی بات مرینا نے جاتے جاتے کہی تھی کہ میں اسے بہت یاد کروں گا۔ پتا نہیں لڑکیوں کو اتنی خوش فہمی کیوں رہتی ہے۔"

"تم اسے یاد نہیں کرو گے؟"

"یاد کروں گا نہیں بلکہ یاد رکھوں گا، یاد کرنے میں دل لگاؤ ہوتا ہے اور یاد رکھنے میں چیلنج ہوتا ہے کہ اس نے میرے ساتھ جو کیا، اس کا جواب جلد ہی دینا ہے۔"

"ہرگز نہیں، تم اسے چیلنج کے طور پر یاد نہیں رکھو گے، میں اس سے بدلہ لوں گی۔"

پارس نے اس کی تسلی کے لئے ایک دم سے چونک کر کہا۔ "اوہ! اب یاد آیا۔ اس کے چہرے پر دو عیب ایسے تھے جنہیں وہ میک اپ سے بھی نہ چھپا سکی۔"

اُس نے بڑی دلچسپی سے پوچھا "وہ عیب کیا تھے؟"

"اس سے ایک بار نظریں ملیں تو میں نے دیکھا، وہ بھینگی ہے۔ میں مشرق کی طرف تھا وہ مغرب کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جب اس نے قہقہہ لگایا تو اس کے اگلے دو دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔"

"توبہ! کتنی بری لگ رہی ہوگی۔"

"اس نے درست کہا تھا کہ میں اسے بہت یاد کروں گا، اس کی ترچھی نظر اور ٹوٹے ہوئے دانت اکثر یاد آیا کریں گے۔"

جوجو دل کھول کر ہنسنے لگی۔ اسے اطمینان ہوگیا کہ مرینا کے پاس پارس کے بہکنے کا سامان نہیں ہے اور پارس سوچ رہا تھا۔ "میدانِ عمل میں حسن و شباب اہم نہیں ہوتا، اہمیت چیلنج کی ہوتی ہے۔ وہ حسینہ جس نے انکل کو اور میرے پاپا کو جھانسا دیا اور آج مجھے الو بنا گئی، اسے تو میں ضرور یاد رکھوں گا اور میرا یاد رکھنا اسے مہنگا پڑے گا۔"

ہو سکتا ہے پارس کبھی اس سے پھر ٹکرا جائے لیکن ایسا جب بھی ہوگا اتفاق سے ہوگا کیونکہ مرینا کے محتاط عمل نے اور اس کے اصولوں کی پابندی نے اسے ہر طرح محفوظ رکھا تھا اور آئندہ بھی وہ محفوظ رہنے والی تھی۔ کبھی مقدر رگڑ جائے تو یہ الگ بات ہے۔

وہ پچھلی بار گاڈوی کے کنزور دماغ میں گئی تھی۔ وہ نہ سانس روک سکتا تھا نہ خیال خوانی کر سکتا تھا۔ پاپا ڈوک نے اسے ایک ایسی پہاڑی پر پہنچا دیا تھا جو تل ابیب کے قریب سمندر کے بیچ میں تھی۔ اس پہاڑی کے چاروں طرف بجلی کے نادیدہ تار تھے۔ غوطہ خوری کے ذریعے وہاں جانے والے ان تاروں کی زد میں آکر ہلاک ہو جاتے۔ تل ابیب کے ساحل پر ایک بہت بڑی دوربین تھی، جس کے ذریعے اسے دن رات دیکھا جاتا تھا، اتنی سخت نگرانی تھی کہ گاڈوی کی مدد کے لئے کوئی وہاں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

شان پاپا ڈوک نے اس کی تنہائی دور کرنے کے لئے ایک توتہ شکن حسینہ کو بھیجا تھا۔ حسینہ کا نام نیپا شلوم تھا، وہ اسرائیلی انٹیلی جنس کے شعبے سے تربیت حاصل کر چکی تھی۔ یوگا کی ماہر تھی چونکہ اس نے پچھلی رات شراب پی تھی اس لئے مرینا کو اپنے دماغ میں محسوس نہ کر سکی۔ یوں مرینا نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔

وہ نیپا شلوم کے دماغ میں رہ کر پاپا ڈوک کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اس شیطان کی کسی کمزوری تک پہنچ جائے گی۔ اس مقصد سے وہ پھر نیپا کے دماغ میں آئی۔ وہ گاڈوی سے کہہ رہی تھی "میں کل سے تمہیں اپنی طرف مائل کر رہی ہوں، میرا شمار تل ابیب کی حسین ترین لڑکیوں میں ہوتا ہے، میرے شباب میں اتنی گرمی ہے کہ بجھے ہوئے چولہے کے پاس جاؤں تو وہ سلگ اٹھے۔ کیا تم بالکل ہی ڈیپ فریز

ہو۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے سرد آہ بھر کر بولا "میں نے امریکا اور یورپ میں ہزاروں حسینائیں دیکھی ہیں' مگر تمہاری مثال کہیں نہیں ملتی۔ تمہارا حسن کوہندا کی طرح پکارتا ہے اور تمہارا شباب ہر زاویئے سے للچاتا ہے لیکن جان پر بنی ہو تو نگاہوں سے حسن بجھ جاتا ہے۔ رنگ مرجاتے ہیں' خوشبو گم ہوجاتی ہے اور للچانے والی جوانی کا بھی جنازہ نکل جاتا ہے۔ میرے دماغ میں ایک ہی سوال گونج رہا ہے کہ اس قید سے کیسے نجات ملے گی؟"

"شاید کبھی رہائی نہ ملے۔ شاید اس لئے کہہ رہی ہو کہ کبھی عقل سے کام لوگے تو یہاں سے ضرور نکل سکو گے۔"

"میری عقل کام نہیں کررہی ہے' مجھ سے تعاون کرو' مجھے کوئی راستہ دکھاؤ۔ میں زندگی بھر تم سے محبت کرتا رہوں گا' صرف تمہارا وفادار رہوں گا۔"

"عقل کہتی ہے' دو چار ہفتوں یا دو چار مہینوں میں رہائی ممکن نہیں ہے۔ حکمت عملی سے کام کرو' فی الحال پاپا ڈوک کے احکامات کی تعمیل کرتے رہو اور مجھ سے شادی کرلو' جب تم میرے حسن و شباب اور میری زندگی کے مالک و مختار بن جاؤ گے تو میں تمہاری ہی بھلائی کے لئے سوچوں گی اور تمہیں قید سے نکالنے کے لئے جان کی بازی لگادوں گی۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "پاپا ڈوک نے کہا تھا کہ وہ میری نیند کے دوران مجھ پر تنویمی عمل کرے گا' میں پچھلی رات گہری نیند میں تھا۔ اگر اس نے ہپناٹزم کے ذریعے مجھے اپنا تابعدار بنالیا ہوگا تو مجھے پتا نہیں چلے گا اور میں نادانستگی میں اپنی مرضی کے خلاف اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔"

نیپا نے مرینا کی مرضی کے مطابق کہا "تم پاپا ڈوک کے خلاف بول رہے ہو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے ابھی تک تمہیں ہپناٹزم کے ذریعے اپنا تابعدار نہیں بنایا ہے۔"

"ہاں' یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ اگر میں اس سے سحرزدہ ہوتا تو اس کی مخالفت میں نہ سوچتا نہ بولتا۔"

اسی وقت وارنر بیگ نے اسے مخاطب کیا۔ گاؤدی خلا میں تکتے ہوئے سننے لگا۔ مرینا نے نیپا کے ذریعے اس کا یہ انداز دیکھا اور سمجھ گئی کہ کوئی اس کے دماغ میں آیا ہے۔ وہ فوراً ہی گاؤدی کے اندر پہنچی۔ وہاں وارنر بیگ کہہ رہا تھا "گاؤدی! میرے دوست' یہ نیپا درست کہہ رہی ہے۔ تم اس شیطان کے معمول نہیں ہو' وہ پچھلی رات تمہارے دماغ میں آکر بڑی دیر تک عمل کرتا رہا تھا لیکن میں اسے ناکام بناتا رہا۔ وہ یہ سمجھ کر گیا ہے کہ تم اس کے معمول اور وفادار بن چکے ہو۔"

گاؤدی نے خوش ہوکر کہا "وارنر! تم سچے دوست ہو۔ تم نے مجھے شیطان کی غلامی سے بچایا ہے۔ پلیز' مجھے گائیڈ کرو' میرا دماغ کام نہیں کررہا ہے۔"

"یہی تمہاری کمزوری ہے' پریشان اور حواس باختہ رہوگے تو مصیبتوں سے کبھی نجات حاصل نہیں کرسکو گے۔ میرے مشوروں پر عمل کرو' پاپا ڈوک پر ظاہر کرو کہ تم اس کے معمول اور وفادار بن چکے ہو' اس کی مرضی کے مطابق نیپا سے عشق شروع کرو' اس کے احکامات کی تعمیل کرتے رہو۔ جب تم دماغ سے کام لینے لگوگے تو ہم دونوں جلد ہی اس شیطان پر غالب آجائیں گے۔"

"ٹھیک ہے' میں تمہارے مشوروں پر عمل کررہا ہوں۔"

"میں اپنی جگہ مصروف ہوں' پھر آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ گاؤدی نے بڑے پیار سے مسکرا کر دیکھا۔ نیپا نے پوچھا "یہ سوچتے سوچتے مسکرانے کیوں لگے؟"

"تم درست کہہ رہی تھیں کہ مجھے عقل سے کام لینا چاہئے۔"

"یعنی تمہاری عقل کام کررہی ہے؟"

"ہاں' یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ میں تنہا کچھ نہیں کرسکوں گا' مجھے ایک ساتھی کی ضرورت ہے۔ اگر میں تمہارے جسم و جان کا مالک بن جاؤں تو تم سے زیادہ وفادار ساتھی کوئی اور نہیں ملے گا' لیکن ایک بات ہے۔"

"وہ کیا؟"

"میں بڑی دیر سے دل ہی دل میں پاپا ڈوک کو گالیاں دینا چاہتا ہوں۔ مگر دماغ روکتا ہے اور یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مخالفانہ خیالات کے باوجود مجھے پاپا ڈوک کی عزت کرنی چاہئے۔"

وہ بولی "اس کا مطلب ہے تم غیر شعوری طور پر پاپا ڈوک سے متاثر ہو اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے وفادار ہوگئے۔"

"ہاں' میری جان نیپا! اب کیا ہوگا' میں اس کا معمول بن چکا ہوں۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "پروا نہ کرو' میں تمہارے ساتھ ہوں۔ وعدہ کرتی ہوں' اس کے سحر سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔"

اس کے بعد مرینا اس کے دماغ سے آگئی کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے سحر میں گرفتار ہورہے تھے۔ نیپا اس کے لئے مخلص نہیں تھی۔ اپنے ملک اور قوم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ کرنے کے لئے حسن و شباب کا دسترخوان بچھا رہی تھی اور گاؤدی اپنے دوست وارنر کے مشورے کے مطابق مملکت اسرائیل کی پہلی بوٹی نوچ رہا تھا۔

مرینا' شان پاپا ڈوک کی باتیں سننے کے لئے نیپا کے پاس گئی تھی لیکن پاپا ڈوک پچھلی رات کے بعد پھر نہیں آیا۔ نیپا وہ دوسرے معاملات میں مصروف ہوگا۔ مرینا ان دوسرے معاملات کو جاننے کے لئے دو گھنٹے بعد پھر نیپا کے پاس آئی۔ وہاں اچانک ہی بارش ہونے لگی تھی دونوں بڑی بے تابی سے بارش میں غسل محبت

کررہے تھے۔ وہ ناگواری سے واپس آنا چاہتی تھی اسی وقت نیپا کے دماغ میں پاپا ڈوک کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "شاباش! تم نے اسے اپنا دیوانہ بنا ہی لیا۔"

اسے شرم اور لحاظ سے ایسے وقت دماغ سے چلا جانا چاہئے تھا لیکن شیطان سے شرم کی توقع عبث ہے۔ نیپا بھی پکی بے شرم تھی' اس نے جواب دیا "یہ بڑی مشکلوں سے قابو میں آیا ہے۔ ویسے آپ نے صحیح طور پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔"

"کیا بات ہوگئی؟"

"وہ غیر شعوری طور پر آپ کا وفادار بن چکا ہے مگر عام حالت میں آپ کے خلاف سوچتا ہے' کیا تنویمی عمل کے نتیجے میں ایسی دوہری کیفیت ہوتی ہے؟"

"دوہری کیفیت ہر معمول کے ساتھ ہوتی ہے۔ معمول بظاہر نارمل ہوتا ہے' خود کو آزاد اور خود مختار سمجھتا ہے۔ اپنے عامل کے خلاف بولتا بھی ہے لیکن غیر شعوری طور پر بے اختیار وہی کرتا ہے جو عامل چاہتا ہے۔"

"کیا اب آپ اپنے احکامات کی تعمیل اس سے کرا سکتے ہیں؟"

"ہاں' ہم ابھی آزما لیتے ہیں۔ تم نے اسے مستی نہر اور بیخودی کی جس منزل پر پہنچا دیا ہے وہاں سے کوئی واپس نہیں آنا چاہتا۔ میں اسے واپس آنے کا حکم دے رہا ہوں۔"

وہ نیپا کے اندر سے نکل کر گاڈوی کے دماغ میں پہنچا۔ پھر حاکمانہ انداز میں بولا "میں ہوں تمہارا آقا شان پاپا ڈوک' میں تمہیں حکم دیتا ہوں' اٹھ جاؤ۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے پھر حکم دیا "نیپا سے دور جاکر تنہا بارش میں بھیگتے رہو۔"

وہ برسات میں جلتی ہوئی آگ سے دور جاکر بھیگنے لگا۔ مرینا گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ حالانکہ اسے پاپا ڈوک کی باتیں سننا چاہئے تھیں مگر وہ خیال خوانی جاری نہ رکھ سکی۔ اپنے چہرے اور گردن کو چھو کر دیکھا تو پسینہ نکل رہا تھا۔ اپنی سانسیں گرم لگ رہی تھیں۔ اس وقت معلوم ہورہا تھا کہ شعور اور لاشعور کی کارگزاریاں کیا ہوتی ہیں۔ وہ شعوری طور پر پاپا ڈوک کی باتیں سن رہی تھی مگر غیر شعوری طور پر نیپا کی برسات میں بھیگ رہی تھی۔ اسے نیپا کے اندر نہیں رہنا چاہئے تھا لیکن نادانستگی میں جذبوں کی ایسی مار پڑ رہی تھی کہ وہ واپس آنا بھول گئی تھی۔ جب واپس آئی تو پتا چلا تھک گئی ہے' نڈھال ہوگئی ہے' ایسے میں اسے گر پڑنا چاہئے۔

وہ بڑی دیر تک بستر پر پڑی چھت کو تکتی رہی پھر اٹھ کر فریج کے پاس آکر اسے کھولا۔ اس میں سے ٹھنڈی بوتل نکال کر پانی پینے لگی۔ پانی حلق کو اور سینے کو ٹھنڈک پہنچانے لگا۔ وہ دماغ کو ہر طرح کی سوچ سے خالی رکھنا چاہتی تھی لیکن جب تک سانسیں چلتی رہتی ہیں' دل دھڑکتوں سے اور دماغ سوچ سے خالی نہیں ہوتا۔ جب آدمی سوچتا ہے کہ کچھ نہیں سوچ رہا ہے' تب بھی سوچتا ہے۔

ویسے وہ گرتے گرتے سنبھلنا جانتی تھی۔ پانی پینے کے بعد فرش پر بیٹھ گئی۔ یوگا کا ایک آسن اختیار کرکے سانس روکی۔ جب سانس رک گئی تو سوچیں بھی تھم گئیں۔ انسانی زندگی کا سارا کھیل سانسوں کا ہے۔ نفس کا ہے اور نفسانی تقاضوں کا ہے۔ اگر سانس قابو میں ہے تو آدمی نفس کے بے لگام گھوڑے کو قابو میں کرلے گا۔

مرینا نے پہلے دس منٹ سانس روکی پھر ایک منٹ تک سانسیں لینے کے بعد پندرہ منٹ تک سانس روکی۔ ایسا کئی بار کیا پھر اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ مسکرا کر خود کو آئینے میں دیکھا۔ دماغ سے نامعقول خیالات چھٹ گئے تھے۔ اب نیپا اور گاڈوی کے حوالے سے کوئی آلودہ سوچ نہیں آسکتی تھی۔ مرینا کی یہ بھی ایک خوبی تھی' وہ اپنے اندر لڑنا' اپنے اندر کی چڑیل کو شکست دینا اور تعمیری انداز میں اپنی ہی ذات پر فتح حاصل کرنا جانتی تھی۔ یہ الگ بات تھی کہ کوئی مرد خواہ دوست ہو یا دشمن' اسے تسخیر نہیں کرسکتا تھا۔

اس نے دوسری طرف دھیان دیا۔ اس کی ہدایات کے مطابق کینی پال اور ٹیٹو سنتانا لندن پہنچ گئے تھے۔ یہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے مرینا کے معمول اور تابعدار تھے لیکن اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ وہ ان کے دماغوں پر حکومت کرتی ہے۔ وہ خود کو آزاد اور خود مختار سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ گم شدہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تلاش کرنے لندن آئے ہیں۔ جب وہ وہاں پہنچے تو مرینا نے پہلے کینی پال کے دماغ میں آکر قبضہ جمایا۔ اسے غائب دماغ بنایا پھر اسے پرانے شاہی محل نما عمارت کے تہ خانے میں پہنچا دیا۔

اس تہ خانے کے ایک کشادہ کمرے میں پہلے ہی جوراجوری اور جوڈی نارمن قید کی زندگی گزار رہے تھے۔ مرینا نے کینی پال کو دوسرے کمرے میں قید کرکے اس کے دماغ کو آزاد کردیا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہوتے ہی چونک گیا۔ اس کے چاروں طرف گہری تاریکی تھی۔ وہ ایک دم سے پریشان ہوکر اٹھ گیا تھا۔ قبر جیسی تاریکی میں یوں لگا جیسے زندہ دفن کردیا گیا ہو پھر دفن ہونے والی بات غلط لگی کیونکہ وہ ابھی بستر سے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا اور قبر اتنی کشادہ نہیں ہوتی کہ وہاں پلنگ بھی بچھا دیا جائے۔

وہ تھوڑی دیر پہلے دن کی روشنی اور لندن کی کھلی فضاؤں میں تھا' اچانک تاریکی میں پہنچ کر بری طرح بدحواس ہونا چاہئے تھا لیکن وہ خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کرنے اور سوچنے لگا "یہ کیسے ہوگیا؟ میں پتا نہیں کتنی دیر دماغی طور پر غائب رہا۔ اب پورے ہوش وحواس میں یہ تاریکی ہے اور میں کسی کمرے میں

خود کو پارہا ہوں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ میں کسی کے تنویمی عمل کے زیر اثر ہوں۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بیٹھ گیا۔ دماغی طور پر کسی کا غلام بننے کا صدمہ جان لیوا تھا۔ اس نے بڑے دکھ سے پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ جواب کا انتظار کرتے ہوئے اندھیرے میں تکنے لگا۔ مرینا خاموش تھی۔ وہ اپنی آواز بھی کسی کو نہیں سناتی تھی۔ وہ بولا۔ "مجھے یاد آرہا ہے' ایک تقریب میں اچانک میری طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ مجھے شبہ ہوا تھا کہ کسی نے اعصابی کمزوری کی دوا کسی کھانے پینے کی چیز میں ملائی ہوگی۔ میں فوراً ڈاکٹر کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن بے اختیار اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔ شاید رات مجھ پر تنویمی عمل کیا گیا تھا لیکن اس واقعے کو چھ ماہ ہوگئے۔ مجھ پر عمل کرنے والے تم کون ہو؟ اتنے عرصے تک آزاد کیوں چھوڑا تھا اور آج اس تاریکی میں قید کیوں کیا ہے؟"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہا پھر بولا "مجھے یقین ہے کہ میں سونیا یا اس کے کسی آدمی کی قید میں نہیں ہوں بلکہ اس کی قید میں ہوں جس نے جوراجوری اور جوڈی نارمن کو بالکل اسی طرح تاریکی میں رکھا ہے۔ پلیز' مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ جب میں پوری طرح تمہاری مٹھی میں ہوں اور یہاں سے کسی طرح نکل نہیں پاؤں گا تو تمہیں چھپنا نہیں چاہئے یا چھپنا ضروری ہو تو سوچ کے ذریعے دبا تیں کرلو' یہ بھی منظور نہ ہو تو آواز اور لہجہ بدل کر بولو۔"

وہ پھر خاموش ہوا۔ اتنی التجاؤں کے باوجود جواب نہیں مل رہا تھا۔ ایسے میں جھنجھلاہٹ طاری ہوتی ہے لیکن کینی پال پُرسکون تھا۔ وہ بہت پہلے کئی بار جوراجوری اور جوڈی نارمن کی جھنجھلاہٹ اور بے بسی دیکھ چکا تھا۔ ان کے دماغوں میں رہ کر معلوم کرچکا تھا کہ چیخنے اور شور مچانے سے بھی آواز باہر نہیں جاتی ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں کسی تہ خانے کے ساؤنڈ پروف کمرے میں بند کیا گیا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر اٹھ کر اندھیرے میں راستہ ٹٹولتے ہوئے اس کمرے کے حدود اربعہ کو سمجھنے لگا۔ وہ بالکل جوراجوری والے کمرے جیسا تھا۔ اٹیچڈ باتھ روم بھی تھا۔ کھانے پینے اور دوسری ضروریات کا سامان بھی موجود تھا۔ اس نے پھر بستر پر بیٹھ کر خیال خوانی کی پرواز کی اور جوڈی نارمن کے دماغ میں پہنچا۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا' اس نے جلدی سے کہا۔ "میں کینی پال ہوں۔"

وہ بولا "تم کئی بار آچکے ہو' مگر کیا فائدہ؟ یہ ایسی قید ہے جہاں سے کوئی ہمیں رہائی نہیں دلا سکے گا۔"

"درست کہتے ہو' آج میں اپنی بدبختی سنانے آیا ہوں۔ کسی نامعلوم عامل نے مجھے بھی ایسے ہی ایک تاریک کمرے میں قید کردیا ہے۔"

جوڈی نارمن نے جوراجوری سے کہا "میرے دماغ میں آؤ' کینی پال باتیں کررہا ہے' اس بے چارے کو بھی ہماری طرح قید کردیا گیا ہے۔"

جوراجوری نے نارمن کے دماغ میں آکر پوچھا "یہ کیسے ہوگیا؟"

"جب شامت آتی ہے تو پتا نہیں چلتا کیسے آئی۔ میں کوئی چھ ماہ پہلے ٹریپ کیا گیا۔ ٹریپ کرنے والا آج مجھے قیدی بنا کر لایا ہے۔"

"یہ سمجھ میں نہیں آتا' ہمیں قید کرنے والے کا مقصد کیا ہے۔ وہ ہماری ٹیلی پیتھی سے فائدہ نہیں اٹھا رہا ہے' مگر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قید کرتا جارہا ہے۔"

کینی پال نے کہا "میرے ایک محتاط اندازے کے مطابق کسی مرد نے نہیں ایک عورت نے ہمیں قید کیا ہے اور اس کا نام شلپا ہے۔"

"تم شلپا پر کیوں شبہ کررہے ہو؟"

"وہ جنرل کی داشتہ تھی۔ اس نے جنرل کو بہلا پھسلا کر ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ یہ بھی معلوم کرلیا کہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے لندن جارہے ہیں۔ اس سے پہلے وہ اچانک مروپوش ہوگئی۔ اُدھر جنرل اسے تلاش کرتا رہا۔ اِدھر اس نے تمہیں اور جوراجوری کو قیدی بنالیا۔ جس تقریب میں مَیں اعصابی کمزوری کا شکار ہوا تھا اس تقریب میں شلپا موجود تھی۔"

جوراجوری نے کہا "تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے شناسا اور دوست رہے ہیں۔ صرف شلپا جنرل کی داشتہ بن کر اِتراتی تھی اور ہم سب سے کتراتی تھی۔"

نارمن نے کہا "الپاماسک مین کی قید میں ہے۔ مرینا جنرل کی بھتیجی اور ہمارے ملک کی وفادار ہے۔ وہ ایسی حرکتیں نہیں کرے گی۔ یقیناً شلپا ہم سے دشمنی کررہی ہے۔"

جوراجوری نے کہا "ہم تین ہوگئے ہیں' کیا اس مکار کی مکاری کا جواب نہیں دے سکیں گے؟"

"ضرور دیں گے۔ ہم تینوں اپنی ذہانتوں سے رہائی کی صورت پیدا کریں گے۔"

مرینا دماغی طور پر حاضر ہوکر مسکرائی۔ پھر اس نے ٹیٹو سنتانا کو ٹریپ کرکے تیسرے تاریک کمرے میں پہنچایا اور ان کی تعداد تین سے چار کردی تاکہ وہ مزید ذہانت سے کام لے کر اپنی حسرتیں پوری کرتے رہیں۔

نیٹو سنتانا کو بھی معلوم تھا کہ نارمن اور جوراجوری ایسی ہی تاریکی میں کہیں قید ہیں۔ اُس نے ان سے دماغی رابطہ قائم کیا تو پتا چلا کینی پال بھی کسی دوسرے کمرے میں قید ہے۔ کینی پال نے حیرانی سے کہا "یہ شپلا کوئی چڑیل ہے۔ پتا نہیں اس نے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول بنایا ہے۔ پتا نہیں یہاں ابھی اور کتنے قیدی بن کر آئیں گے۔"

وہ سب جوڈی نارمن کے دماغ میں رہ کر ایک دوسرے سے بول رہے تھے۔ اسی وقت انہیں مرینا کی آواز سنائی دی۔ وہ گھبرائی ہوئی سی کہہ رہی تھی "نارمن! میں ڈوب رہی ہوں۔ گہری تاریکی میں ڈوب رہی ہوں۔ میرے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے' میں جان گاؤڈی کے پاس گئی تھی۔ وہ کسی کا قیدی ہے پھر مارٹن رسل کے پاس گئی۔ اسے بتایا کہ اندھیرے میں قید ہوں۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ یہ لندن شہر ہے۔ مارٹن رسل نے وعدہ کیا ہے کہ جلد سے جلد نیویارک سے روانہ ہوگا اور میری مدد کے لئے یہاں لندن آئے گا۔ اب میں تمہارے پاس آئی ہوں۔ تمہارے بعد دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوستوں کے پاس جاؤں گی۔ اوہ گاڈ! میں کتنا بول رہی ہوں۔ کیا تم میری بات سمجھ رہے ہو کہ کسی دشمن نے مجھے ٹریپ کیا ہے۔"

"سمجھ رہا ہوں۔ میں جوراجوری' پال ہوپ کن اور نیٹو سنتانا بھی تمہاری طرح الگ الگ تاریک کمروں میں قید کئے گئے ہیں۔ پریشان ہونے اور گھبرانے سے رہائی نہیں ملے گی۔ ہمارے پاس آتی جاتی رہو۔ ہم یہاں سے نکلنے کی تدبیر سوچ رہے ہیں۔"

مرینا رونے لگی' پال ہوپ کن نے کہا "مرینا! جنرل صاحب تو کہتے تھے تم بہت ذہین اور حوصلہ مند ہو' کیا اتنی جلدی حوصلہ ہار رہی ہو؟"

وہ روتے روتے بولی "انکل نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ میں تاریکی میں خوف زدہ ہو جاتی ہوں۔ یہاں میں ایک بستر پر بیٹھی ہوئی ہوں اور یہ نہیں جانتی کہ اندھیرے میں میرے آگے پیچھے اور دائیں بائیں کیا ہے۔ پلنگ کے نیچے پاؤں رکھتے ہوئے ڈرتی ہوں۔"

جوراجوری نے کہا "پہلے میں بھی تاریکی سے ڈرتی رہی' پلنگ کے نیچے پاؤں رکھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی مگر اب تو عادی ہو گئی ہوں۔ پتا نہیں اس تاریکی میں کتنے دن رات گزر چکے ہیں۔ تم جس کمرے میں ہو اس کے ساتھ ایک باتھ روم ہے۔ راستہ ٹٹول کر ایک ایک چیز کو چھو کر معلوم کرو گی تو وہاں ضرورت کا ہر سامان ملے گا۔ تمہیں آج نہیں تو کل حالات سے سمجھوتا کرنا ہی ہوگا۔"

"جوراجوری! تم اس قید میں اس لئے مطمئن ہو کہ تمہارے ساتھ تین مرد ہیں' میں تو بالکل تنہا ہوں۔"

"پال ہوپ کن اور نیٹو سنتانا دوسری جگہ قید ہیں۔ میرے ساتھ صرف نارمن ہے۔"

"آخر کوئی تو ساتھ ہے۔"

"تمہارا بھی کوئی ساتھی آجائے گا۔ شپلا کھلانے پلانے کے علاوہ ایک ساتھی کی ضرورت بھی پوری کرتی ہے۔"

"کیا شپلا نے ہمیں قید کیا ہے؟"

جواب میں وہ سب شپلا کے خلاف بولنے لگے۔ مرینا تھوڑی دیر ان سے باتیں کرنے کے بعد دماغی طور پر اپنے بیڈ روم میں حاضر ہو گئی۔ اُس نے اس شبہ کو تقویت دی تھی کہ ان سب کو شپلا نے قید کیا ہے۔

مرینا کو یہ اندیشہ نہیں تھا کہ اس کے قیدی وقت بے وقت اس کے دماغ میں خیریت پوچھنے آئیں گے۔ وہ چاروں قیدی اس کے معمول تھے اور اس کی مرضی کے خلاف اس کے دماغ میں آنے کے لئے سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

بہت پہلے میں نے جوراجوری کو اور لیلیٰ نے جوڈی نارمن کو ٹریپ کیا تھا۔ میں بڑی خاموشی سے کئی بار ان کے دماغوں میں جا چکا تھا لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انہیں کس نے قید کیا ہے اور کہاں قید کیا ہے؟

مرینا نے جوراجوری اور جوڈی نارمن کے دماغوں سے معلوم کیا تھا کہ جس نے بھی ان پر تنویمی عمل کیا تھا اس عمل کی میعاد کیا ہے۔ وہ عامل پھر کب عمل کرنے آئے گا۔ انہوں نے ایک خاص وقت بتا دیا تھا۔ میں اس خاص وقت کے مطابق ان پر عمل کرنے آیا تو مرینا نے میرے عمل کو ناکام بنا دیا۔ مجھے اس کا علم نہ ہو سکا۔ میرے جانے کے بعد اس نے جوراجوری اور جوڈی نارمن کو بڑی آسانی سے اپنا معمول بنا لیا تھا۔

گویا مرینا نے مجھے دوسری بار فریب دیا تھا۔ میں نے اکثر فریب کھائے ہیں لیکن وہ پہلی لڑکی ہے جس نے مجھے دو بار دھوکا دیا۔ بے شک وشبہ وہ انتہائی ذہین اور بے حد مکار تھی۔ میدانِ عمل میں تنہا ہمارے مقابلے پر ڈٹی ہوئی تھی اور اس اکیلی نے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جیت لیا تھا۔ ابھی ہم سے اور کچھ افراد کو چھین لینے کے منصوبوں پر عمل کر رہی تھی۔

ویسے وہ صرف اپنے قیدیوں کو یقین دلا سکی کہ یہ حرکت شپلا کر رہی ہے جبکہ شپلا ہماری معمولہ تھی۔ مرینا اور پارس کے ٹکراؤ کے بعد ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریک قید خانہ قائم کرنے والی مرینا ہی ہے۔

بہرحال وہ زبردست تھی اور ایسے آثار نہیں تھے کہ وہ جلد ہی ہمارے زیردست ہو گی۔ لوگ دشمن کی بربادی چاہتے ہیں۔ اس کی موت کی دعا مانگتے ہیں' ہماری دعا تھی کہ وہ جیئے' جب تک مقدر میں لکھا ہے جیتی رہے اور جیتی رہے۔ ہارنے والے دشمنوں سے خاک مزہ آتا ہے۔ اچھا ہے' وہ پارس کو مزہ چکھاتی

ہے اور وہ بڑے شوق سے چکھتا رہے۔

○☆○

میں نے پیرس میں ایک میاں بیوی کو ٹریپ کیا تھا۔ وہ دونوں یہودی تھے' میاں کا نام رابرٹ موس اور بیوی کا نام پاراموس تھا وہ تل ابیب سے ایک شادی میں شریک ہونے آئے تھے۔ مجھے رابرٹ موس اور لیلیٰ کو پاراموس بن کر اسرائیل جانا تھا۔ یہ اچھا موقع تھا۔ شادی میں شریک ہونے پورا خاندان آیا تھا۔ ویڈیو فلم بھی تیار ہو رہی تھی۔ میں اور لیلیٰ ان دونوں کے داغوں میں رہ کر ان کے خاندان کے تمام افراد کو سمجھ رہے تھے۔ بعد میں ویڈیو فلم دیکھ کر ہم نے ان تمام افراد کو چہروں سے بھی پہچان لیا تھا۔ لیلیٰ دو راتوں تک مجھ پر عمل کر کے میرے دماغ میں عبرانی زبان میں گفتگو کرتی رہی۔ میں اس زبان سے کسی حد تک واقف تھا۔ لیلیٰ کے عمل سے اور اچھی طرح سمجھ گیا۔

شادی کے دوسرے دن وہ لوگ اسرائیل واپس جانے والے تھے۔ ہم نے روانگی سے بارہ گھنٹے پہلے ان میاں بیوی کو اغوا کر کے ایک نیم تاریک قید خانے میں پہنچا دیا۔ ایسا فرانس کی حکومت کے تعاون سے کیا لیکن اتنی رازداری سے کہ سفارتی سطح پر حکومتِ فرانس پر کوئی الزام نہ آئے۔ ہماری واپسی تک وہاں کی پولیس سادہ لباس میں ان کی نگرانی کرنے والی تھی۔

ہم نے ویڈیو کیسٹ کے ذریعے بار بار ان کے عزیز واقارب کو دیکھا تھا' ان کے چہروں کو ذہن نشین کیا تھا پھر ان سے پیرس کے ائرپورٹ پر ملاقات بھی کی۔ طیارے میں سفر کے دوران لیلیٰ نے سوچ کے ذریعے جوجو کو مخاطب کیا پھر کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا "اسرائیل میں ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن تمہارا معمول ہے۔ اس کے دماغ میں جاؤ' اور اس کے موجودہ حالات معلوم کرو' میں تمہارے پاس رہوں گی۔"

جوجو نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر جے مورگن کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اسے محسوس نہ کر سکا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ الپا کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرنے کے بعد جوجو کا معمول بن گیا ہے۔ جوجو بھی اسے مخاطب نہیں کرتی تھی۔

وہ فوجی چھاؤنی کے ایک چھوٹے سے بنگلے میں نظربند رکھا گیا تھا۔ اُس سے ایک ہی افسر ملاقات کے لئے آتا تھا۔ سپاہیوں کے ذریعے اس کی تمام ضروریات پوری کرتا تھا۔ باقی اعلیٰ حکام اور دوسرے فوجی افسران نہ اس کے سامنے آتے تھے نہ اپنی آواز سناتے تھے۔ اس نے بیزار ہو کر پوچھا تھا "مجھے اس طرح قید کر کے کیا فائدہ حاصل کر رہے ہو؟"

افسر نے جواب دیا تھا "پاپا ڈوک نے بتایا ہے کہ تمہارے دماغ پر کسی کا قبضہ ہے' ہم تمہاری ٹیلی پیتھی کے علم کو اپنے کام میں لا کر نقصان نہیں اٹھائیں گے۔"

"تو پھر میرا انجام کیا ہوگا؟"

"شاندار مستقبل ہوگا تمہارا' ماسک مین نے جوجو کا آپریشن کرا کے ہمیں نئی راہ دکھائی ہے۔ ہماری قوم میں بھی برین سرجری کرنے والے نہایت تجربہ کار ڈاکٹر موجود ہیں۔ سرجری کے بعد تم اپنا ماضی' اپنی آواز اور لہجہ سب کچھ بھول جاؤ گے۔ ایک عظیم یہودی کی حیثیت سے نئی زندگی شروع کرو گے۔ تمہارے دماغ پر کسی دشمن کا قبضہ نہیں ہوگا۔ تم صرف ہمارے ملک کے لئے کام کرتے رہو گے۔"

جوجو نے اس کے دماغ سے نکل کر لیلیٰ سے کہا "آنٹی! اسے تو بالکل مجبور اور بے بس بنا کر رکھا گیا ہے۔"

"تمہارے پاپا! یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ پاپا ڈوک اس سے کوئی کام لے رہا ہے یا نہیں' آئندہ ضرورت ہوئی تو میں تمہارا لہجہ اختیار کر کے جے مورگن کے پاس جاؤں گی۔"

ہم جوجو کے دماغ سے نکل آئے پھر میں نے کہا "لیلیٰ! اگر ہم کسی طرح جے مورگن کو آپریشن کے ذریعے تبدیل ہو جانے سے بچا سکیں تو ہمارا بھی فائدہ ہے اور جے مورگن بھی ہمارا احسان مند ہوگا۔"

وہ امریکی عیسائی تھا' ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد ٹریننگ سینٹر میں تربیت حاصل کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت یہود زادی الپا نے اسے اپنی محبت میں الجھا لیا' اپنا دیوانہ بنا کر تل ابیب لے آئی۔ وہاں اس پر تنویمی عمل کر کے اسے عیسائی سے یہودی بنا دیا تاکہ وہ حکومتِ اسرائیل کا وفادار رہے۔

لوگ نقصانات اٹھا کر بھی سبق حاصل نہیں کرتے۔ وہاں حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ الپا' پارس کی زندگی میں آکر جوجو کے ہاتھوں ماسک مین کے پاس پہنچ گئی۔ الپا نے جے مورگن کا مذہب اور قومیت تبدیل کر کے اسے یہودی بنا لیا تھا۔ اب ماسک مین الپا کا دماغی آپریشن کرا چکا ہوگا اور اسے اسرائیل کا مخالف اور اپنے ملک کا وفادار بنا چکا ہوگا' ایسے ہی حالات اور واقعات سبق سکھاتے ہیں کہ جو دوسروں کے لئے گڑھا کھودے گا' ایک دن خود اسی میں گرے گا۔

جوجو نے جے مورگن کو الپا کے سحر سے نکال کر اپنا معمول بنا لیا تھا اور اُسے اس حد تک آزاد رکھا تھا کہ اس نے دوبارہ خود کو جے مورگن اور عیسائی کی حیثیت سے پہچان لیا تھا۔ وہ اس بات پر کڑھ رہا تھا کہ الپا نے فریب دیا اور تل ابیب لا کر اسے یہودی بنا دیا۔ وہ وہاں سے فرار ہو کر پھر امریکا پہنچنے کی فکر میں تھا لیکن اس کے اطراف سخت پہرا تھا۔ اسے فوجی چھاؤنی کے ایک چھوٹے سے بنگلے میں نظربند کیا گیا تھا۔ وہ دروازے یا

کھڑکیوں سے دیکھتا تو دور تک مسلح فوجی نظر آتے تھے۔

وہ کسی کی مدد کے بغیر فرار کا کوئی راستہ نہیں نکال سکتا تھا۔

ایسے میں ہم اس کے پاس پہنچ گئے۔ پہلے آدھے گھنٹے تک لیلیٰ اس کے دماغ میں خاموش رہی۔ اس خاموشی کا مقصد یہ تھا کہ پاپا ڈوک اچانک اس کے دماغ میں آکر جاسوسی کر سکتا تھا۔ اسے معلوم ہو جاتا کہ جے مورگن کا دماغی رابطہ کسی سے ہے۔

لیلیٰ نے مجھ سے کہا "آدھا گھنٹا ہو گیا ہے' اس کے دماغ میں کوئی نہیں آیا ہے۔"

میں جوجو کے لہجے میں جے مورگن کے پاس آیا۔ پھر اس کی سوچ میں کہا "یہ پاپا ڈوک کیسے کہہ رہا ہے کہ میرے دماغ میں کوئی آتا ہے یا میں کسی کا معمول ہوں۔"

جے مورگن نے حقارت سے سوچا "پاپا ڈوک بکواس کرتا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کے علاوہ کالا جادو بھی جانتا ہے۔ یہودی اکابرین اس کے شیطانی عمل کو روحانی عمل سمجھتے ہیں۔ جس طرح ایک بار انہوں نے ربی اسفندیار کو مذہبی اور روحانی پیشوا مان لیا تھا اسی طرح اب پاپا ڈوک کو اپنا روحانی رہنما سمجھ رہے ہیں۔ اس کی ہر بات سچ مان لیتے ہیں۔ وہ جھوٹ کہتا ہے کہ میرے دماغ میں کوئی آتا جاتا ہے۔"

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گیا۔ چونکہ میں جوجو کے لہجے میں عامل بن کر آیا تھا اس لئے وہ معمول کی حیثیت سے سانس روکنا بھول گیا۔ میں نے کہا "بیشک پاپا ڈوک جھوٹا ہے لیکن جھوٹے بھی اپنے مفاد کے لئے کبھی سچ بول دیتے ہیں۔ تم اپنے دماغ میں مجھے سن رہے ہو۔ پاپا ڈوک نے سچ کہا ہے' میں تمہارے دماغ میں آتی جاتی ہوں۔"

"کون ہو تم؟"

"میں ہوں پارس کی شریکِ حیات جوجو۔"

"مجھے معمول بنا کر تمہیں کیا حاصل ہو رہا ہے؟"

"میری سونیا ممانے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارے سپر ماسٹرز سے چھین لیا۔ مگر نہ انہیں نقصان پہنچایا اور نہ ہی کوئی فائدہ حاصل کیا ہے۔ وہ چاہتی ہیں تم سب آزاد رہو' کسی ایک سپر طاقت کے غلام نہ بنو۔ کسی ایک ملک کے مفادات کے لئے دوسرے ممالک کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ ساری انسانیت کی بھلائی کے لئے کام کرتے رہو۔"

جے مورگن نے کہا "مادام سونیا! ایک عظیم خاتون ہیں۔ مجھے آزادی مل جائے تو میں ان کے نیک مقاصد کے مطابق کام کروں گا۔"

"کیا نیویارک جنرل کے پاس نہیں جاؤ گے؟"

"نہیں' کوئی میری مدد کو نہیں آرہا ہے' میرے برے وقت میں سب نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ میں مادام سونیا کا وفادار بن کر بھی اپنے وطن کے لئے کام کر سکتا ہوں۔ تم لوگوں کے پاس بہت ہی ذہین لوگ ہیں۔ پلیز ان کی ذہانت سے مجھے رہائی دلاؤ۔"

"ذرا صبر کرو۔ ہمارے لوگ کوشش کر رہے ہیں۔"

"جوجو! میری بہن! ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ آپریشن کے ذریعے میری ذہنیت اور شخصیت بدل ڈالیں۔ کیا اس سے پہلے مجھے رہائی ملے گی؟"

"ہماری کوشش یہی ہے کہ تمہارا آپریشن نہ ہو۔ تم بھی کوشش کرو' ابھی پاپا ڈوک سے باتیں کرو۔ تم اسے باتوں میں الجھاؤ گے تو میں اس کے دماغ میں خاموش رہ کر اس کے آس پاس کے ماحول کو سمجھوں گی۔"

"وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے نہیں دے گا۔ اسے مخاطب کروں گا تو پہلے سانس روکے گا۔ مجھے دماغ سے نکال کر پھر میرے اندر آئے گا۔ ایسا ایک بار ہو چکا ہے۔"

"کوئی بات نہیں' پھر ایک بار جاؤ۔ اسے جھوٹا کہو اور دعویٰ کرو کہ تمہارے دماغ میں کوئی نہیں آتا ہے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میرے ساتھ لیلیٰ بھی اس کے اندر تھی۔ وہ پاپا ڈوک کے دماغ میں آیا۔ اس کے سانس روکنے سے پہلے بولا "میں جے مورگن ہوں۔"

اس نے کہا "واپس جاؤ' میں تمہارے پاس آرہا ہوں۔"

مورگن نے غصے سے کہا "میرے پاس نہ آؤ۔ میں تمہارے جیسے جھوٹے کو برداشت نہیں کروں گا۔ تمہارے جھوٹ کی وجہ سے میرا دماغی آپریشن ہونے والا ہے۔ یہ لوگ میرا مذہب تبدیل کر دیں گے۔ مجھے یہودی بنا دیں گے۔ تم نے ان سے جھوٹ کیوں کہا؟"

وہ بولا "تم کس جھوٹ کی بات کر رہے ہو؟"

"یہی کہ میرے دماغ میں کوئی آتا جاتا ہے۔ میں قابلِ اعتماد نہیں ہوں۔"

جے مورگن خاصی دیر تک اسے باتوں میں الجھاتا رہا۔ ان باتوں کے دوران کسی نے پاپا ڈوک کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ ہم سے گفتگو کرتے کرتے چپ ہو گئے ہیں۔ خیریت تو ہے؟"

پاپا ڈوک نے جے مورگن سے کہا "تمہاری فضول باتوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔ جاؤ یہاں سنٹے میں ابھی مصروف ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ جے مورگن کے ساتھ ہم بھی اس کے اندر سے نکل آئے۔

میں نے کہا "مورگن! تم نے اسے خوب الجھائے رکھا۔ میں نے اس کے دماغ میں رہ کر ایک شخص کی آواز سنی ہے۔ میں اس کے پاس پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دیکھا۔ طیارے کا ماحول بڑا ہی پُرسکون تھا' ایئر ہوسٹس کھانے کے لئے پوچھ رہی تھی۔ لیلیٰ نے

اس سے کھانے کی دو ٹرے لے لیں۔ ایک مجھے دی۔ میں نے کھانے کے دوران اس شخص کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح یاد کر کے دہرایا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ فوج کا ایک میجر تھا۔ پاپا ڈوک کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھا اس ٹیلی پیتھی جاننے والے گاڈری کے بارے میں باتیں کر رہا تھا جسے سمندر کے کنارے ایک پہاڑی پر قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔

میں نے لیلیٰ سے کہا "تم ان کی باتیں سنو' میں میجر کے چور خیالات سنتا ہوں۔"

اس نے سوچ کر بتایا۔ پاپا ڈوک بہت محتاط ہے۔ یہاں کسی بھی اعلیٰ عہدیدار سے ملاقات کرنے سے پہلے ان کے دماغ کو اچھی طرح کھنگال لیتا ہے۔ وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے میجر پر بھروسا کرتا تھا اور بیشتر معاملات میں اسی کے ذریعے اعلیٰ فوجی افسران سے رابطہ کرتا تھا۔ اس کے چار باڈی گارڈز زیو گا کے ماہر تھے۔ ان کی ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد جو باڈی گارڈز آتے تھے وہ بھی یوگا کے ماہر ہوتے تھے۔ رات کو مسلح فوجیوں کے علاوہ کتوں کے جاروں طرف خونخوار کتے آزادی سے گھومتے رہتے تھے۔ وہ بلٹ پروف کار میں کہیں جاتا تو آگے پیچھے سیکیورٹی فورس ہوتی تھی۔

پاپا ڈوک نے اتنے سخت انتظامات محض سونیا کے خوف سے کئے تھے اور یہودیوں کی پناہ میں اسی لئے آیا تھا کہ سونیا اسرائیل نہیں آئے گی۔ اگر کسی طرح آجائے گی تو موت بن کر پاپا ڈوک تک پہنچنے کی سہولتیں حاصل نہیں ہوں گی۔ یہاں قدم قدم پر اسے مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔

میجر اس وقت پاپا ڈوک سے کہہ رہا تھا "ہم جان گاڈری کی طرف سے مطمئن ہیں۔ ہمارا کوئی دشمن اسکی مدد کے لئے پہاڑی تک نہیں جا سکے گا۔ ہر سمت موت اسکا استقبال کرے گی۔ اب آپ بتائیں کہ جان گاڈری کے دماغی آپریشن کے لئے اسے قتل عبیب کب لایا جائے گا؟"

پاپا ڈوک نے کہا "دو روز بعد جے مورگن کا آپریشن ہوگا۔ پہلے میں اسرائیلی ڈاکٹروں کی مہارت اور آپریشن کا نتیجہ دیکھوں گا۔ اس کے بعد کسی دن بھی جان گاڈری کا آپریشن ہو سکتا ہے۔"

پاپا ڈوک کو وہاں اتنی تعظیم دی جاتی تھی کہ کوئی اسے پورے نام سے مخاطب نہیں کرتا تھا۔ میجر نے کہا "یا پائے معظم! دماغی آپریشن سب سے محفوظ طریقہ ہے۔ اگر ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام' آواز' لہجہ۔ اور شناخت بدل جائے تو کوئی دشمن اسے ٹریپ نہیں کر سکتا لیکن ہمارے جاسوس نے ایک حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین رپورٹ دی ہے کہ دماغی آپریشن کے ذریعے جوجو کی پچھلی تمام زندگی بھلا دینے کے باوجود اس نے پارس کو اپنے جیون ساتھی کی حیثیت سے پہچان لیا ہے اور مائیک مین کو ٹھکرا کر پارس کے پاس چلی گئی ہے۔"

پاپا ڈوک نے کہا "آپریشن کے ذریعے برین بالکل ہی وائٹ کر دیا جاتا ہے۔ وہاں پچھلی زندگی تو کیا اپنی موجودہ شناخت بھی نہیں رہتی۔ دماغ سلیٹ کی طرح صاف ہو جاتا ہے۔ پچھلی زندگی کی تصویریں اور ویڈیو فلمیں دیکھنے کے باوجود کچھ یاد نہیں آتا۔ پھر جوجو کیسے پارس کو پہچان گئی! یہ ناممکن ہے۔"

"ہم جسے ناممکن سمجھتے ہیں' وہ دوسرے کے لئے ممکن ہو جاتا ہے' آپ کہتے ہیں... آپ کے جادو کا توڑ ممکن نہیں مگر نظافیہ میں سونیا نے آپ کے طلسم کا توڑ کیا تھا۔"

پاپا ڈوک نے سونیا کو گالی دی پھر کہا "وہ کیا توڑ کرے گی۔ دراصل بابا صاحب کے ادارے میں روحانی قوتیں رکھنے والے بزرگ ہیں۔ انہوں نے سونیا کی مدد کی تھی اور جوجو کا دماغ پھیرنے اور اسے پارس کی طرف مائل کرنے میں بھی انہی بزرگوں کی روحانی قوتوں نے کام کیا ہے۔ ورنہ طبی سائنس ایک اٹل حقیقت ہے۔ آپریشن کے بعد دماغ میں کبھی پچھلی زندگی کا ایک لمحہ بھی واپس نہیں آئے گا۔"

"یا پائے معظم! آپ کی باتیں سن کر ایک سوال پیدا ہوتا ہے' کیا سونیا روحانی قوتوں کے ذریعے آپ پر غالب آئے گی؟"

"اس نے نظافیہ میں جب میرے طلسم کو تباہ کیا' تب ہی میں سمجھ گیا تھا کہ وہ روحانی قوتوں کے ذریعے میری شہ رگ تک پہنچے گی۔ میں اس کی روحانیت کا توڑ کرنے کے لئے دو زبردست منصوبوں پر عمل کروں گا۔ یہ منصوبے اتنے مستحکم اور پُراثر ہیں کہ عمل کے نتیجے میں سونیا کی روحانی قوتیں ختم ہو جائیں گی۔"

"آپ نے تجسس پیدا کر دیا ہے۔ وہ منصوبے کیا ہیں؟"

اسی وقت ایک خوبصورت کنیز پھلوں کی ٹرے لے آئی۔ دوسری کنیز خشک میووں کی ٹرے لائی۔ ایک اور حسینہ نے مشروب اور گلاس لا کر درمیانی میز پر رکھ دیئے۔ پاپا ڈوک نے ایک حسینہ کو اپنے پہلو میں کھینچ کر کہا "میرے اس محل کے ہر کمرے میں ایک سے بڑھ کر ایک شباب ہے مگر شراب نہیں ہے۔ اس ذلیل سونیا سے محتاط رہنے کے لئے میں نشے سے دور رہتا ہوں' جب تک وہ دشمن عورت' فرہاد کی طرح جہنم میں نہیں جائے گی' میں شراب سے محروم رہا کروں گا۔ شراب کے بغیر شباب ایسا ہے جیسے نمک کے بغیر گوشت چبا رہے ہوں۔"

وہ حسینہ کے ساتھ بہک رہا تھا۔ میجر نے کہا "پلیز میرا تجسس ختم کریں۔ مجھے بتائیں' آپ کے منصوبے کیا ہیں؟"

اس نے قہقہہ لگایا پھر کہا "یہ تو میں اپنے باپ شیطان کو بھی نہیں بتاؤں گا۔ ویسے تم بہت ہی بھروسے کے آدمی ہو۔ اگر تو میرے عمل کے ذریعے میں تمہارے دماغ کو لاک کر دوں تو کوئی خیال خوانی کرنے والا چھپ کر تمہارے خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔

میں اسی طرح تمہیں اپنا راز دار بنا سکتا ہوں۔"

ایک کنیز نے خالص سونے کی صراحی سے گلاس میں مشروب ڈالتے ہوئے پوچھا "کیا برف ڈالوں؟"

میں نے تلی سے کہا "کنیز کے پاس جاؤ۔"

کنیز بھرے ہوئے گلاسوں کے پاس آئس کیوبس (برف کے ٹکڑوں) کا بھرا ہوا پیالہ رکھ کر چلی گئی۔ میجر نے کہا "میرے لئے اس سے بڑی خوشی کی بات اور کیا ہوگی کہ آپ کے عمل کے بعد کوئی میرے دماغ میں نہیں آئے گا اور آپ مجھ پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کیا کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ آج رات تمہاری نیند کے دوران عمل کروں گا۔ ویسے اگر تم عمل کے بغیر ہی میرے وفادار ہو تو مجھے بتاؤ' وہ پانچ گولڈن برنیز کون لوگ ہیں؟"

"گولڈن برنیز والی بات آپ کو کیسے معلوم ہوئی؟"

"میں نے تمہارے جنرل کے چور خیالات پڑھے ہیں؟"

میجر نے کہا "آپ میرے دماغ میں آکر چور خیالات پڑھ سکتے ہیں۔ میں نے گولڈن برنیز کا ذکر سنا ہے لیکن ان کے متعلق صرف جنرل ہی جانتا ہے۔ میں تو ان کی صحیح تعداد بھی نہیں جانتا' آپ سے سن رہا ہوں کہ وہ پانچ ہیں۔"

"ہاں وہ پانچوں مملکتِ اسرائیل کا دماغ ہیں۔ مجھے جنرل کے چور خیالات سے اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ وہ پانچوں یوگا کے ماہر ہیں۔ مکاری میں شیطان کے جانشین ہیں۔ انہوں نے اپنی حکمتِ عملی سے امریکا جیسی سپر پاور کو اسرائیل کا اندھا حمایتی بنا دیا ہے۔ ان گولڈن برنیز نے ایک خفیہ فورس بنائی ہے۔ اس فورس میں ڈاکٹر' انجینئر' سائنس دان اور سراغرساں وغیرہ ہیں۔ وہ مطلوبہ ممالک کے خاص شہروں میں باقاعدہ رہائش اختیار کرتے ہیں۔ عیسائیوں میں رہ کر عیسائی اور مسلمانوں میں رہ کر مسلمان بن جاتے ہیں۔ یوں اپنے ملک و قوم کے مفاد میں کام کرتے رہتے ہیں۔ ان کی پوری فورس عبرانی زبان میں ایک دوسرے سے رابطہ کرتی ہے۔"

میجر نے کہا "آپ نے کافی معلومات حاصل کی ہیں۔"

"جنرل کو جتنا معلوم ہے اتنا مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ فوج کے جنرل اور ملک کے حکمران بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ تمام اعلیٰ عہدیداران گولڈن برنیز کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے ہیں۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ پانچوں گولڈن برنیز کون ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ جنرل کے خفیہ کمرے میں ایک ٹی وی اسکرین پر انہیں دیکھا جا سکتا ہے ان سے باتیں کی جا سکتی ہیں لیکن یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اسکرین پر نظر آنے والے وہ پانچوں چہرے اصلی ہیں۔ کیونکہ جنرل کو ایسے چہرے کسی شہر میں' کسی تقریب میں یا کسی بازار میں دکھائی نہیں دیئے۔ اگر وہ اصلی چہرے ہوتے تو کہیں نہ کہیں اتفاق سے نظر آجاتے۔"

میجر نے مسکرا کر پوچھا "آپ ان پانچوں کو ڈھونڈ نکالنے کی فکر میں ہیں؟"

"ہاں' مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا کہ کوئی مجھ سے چھپ کر رہے۔ وہ مجھے دیکھتا رہے اور میں اسے نہ دیکھوں۔ اس کی نگرانی سے بے خبر رہوں۔ چھپنے والے دوست کبھی نہیں ہوتے۔ اگر اسرائیلی حکام کو یا گولڈن برنیز کو کبھی میں بوجھ لگوں گا تو وہ بڑی آسانی سے چھپ کر مجھے گولی مار دیں گے۔"

"ایسا ہو سکتا ہے۔ ہمارے اکابرین کو سمجھنا چاہئے کہ آپ پانچوں گولڈن برنیز سے زیادہ اہم ہیں۔ آپ نے ایک ہفتے کے اندر دو زبردست کارنامے انجام دیئے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جان گاؤدی کو ہمارا قیدی بنایا اور بابا فرید واسطی مرحوم کی بیٹی زاحیلہ کو اغوا کر کے یہاں پہنچا دیا۔ ان پانچوں پُراسرار یہودی دماغوں کو آپ سے نہیں چھپنا چاہئے۔"

"ان کی بہتری اسی میں ہے کہ مجھے دوست بنائیں۔ میرے سامنے آئیں ورنہ میں انہیں بے نقاب کر دوں گا۔ جیسی چال میں چلوں گا' ویسی وہ چل نہیں سکتے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' میں ہوں۔ کیا اپنا نام بتانا ضروری ہے؟"

دوسری طرف سے کچھ کہا جانے لگا۔ وہ چند لمحوں تک سنتا رہا پھر پریشان اور خوفزدہ ہو کر بولا "نہیں' یہ جھوٹ ہے۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ اطلاع درست ہے؟"

وہ پھر سننے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد وہ مزید کچھ نہ سن سکا۔ اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ وہ خلا میں تک رہا تھا اور بالکل بے حس و حرکت بیٹھا سوچ رہا تھا۔ میجر نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بدستور ساکت رہا۔ میجر نے پھر مخاطب کیا تو وہ چونک گیا۔

"آں؟ کیا تم کچھ کہہ رہے ہو؟"

"میں پوچھ رہا ہوں کیا فون پر کوئی پریشان کن اطلاع ملی ہے؟"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "ہاں' وہ ذلیل عورت اس شہر میں دیکھی گئی ہے۔"

بات سمجھ میں آگئی۔ وہ سونیا کے بارے میں غصے سے کہہ رہا تھا "اس ملک کی سیکیورٹی اور انٹیلی جنس والے ہوشیاری اور فرض شناسی میں بین الاقوامی شہرت رکھتے ہیں پھر سونیا ان کی نظروں سے چھپ کر کیسے آگئی؟"

"آپ کو فون پر کس نے یہ اطلاع دی ہے؟"

پاپا ڈوک نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔ اس کا ریسیور نیچے پڑا ہوا تھا۔ وہاں سے آواز آرہی تھی "ہیلو پاپائے معظم! ہیلو ہیلو..."

وہ جواب سننے لگا۔ میں میجر کے دماغ میں تھا۔ فون سے کہی جانے والی باتیں سن نہیں سکتا تھا۔ میں یہی سن کر حیران تھا کہ سونیا ہم سے پہلے تل ابیب پہنچ گئی ہے۔ میں نے میجر کے پاس سے ہٹ کر سونیا کو مخاطب کیا۔ کوڈ ورڈ ادا کئے۔ پھر پوچھا "تم تل ابیب کب پہنچی ہو؟"

"کیا میں تل ابیب میں نظر آرہی ہوں؟"

"مجھ سے چھپنے کی کوشش نہ کرو۔ میں خطرے سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔ ابھی پاپا ڈوک کو اطلاع ملی ہے کہ تم تل ابیب میں دیکھی گئی ہو۔"

"میں اتنی نادان ہوں کہ وہاں اپنی اصلی صورت دکھاتی اور دشمن اتنے مہربان ہیں کہ مجھے دیکھ کر گولی نہیں ماری۔ مجھے جانے دیا۔"

"یعنی تم وہاں نہیں ہو؟"

"میں پیرس کی رہائش گاہ میں ہوں اور کل صبح کی فلائٹ سے اسرائیل کے لئے روانہ ہو رہی ہوں۔"

میں واپس میجر کے دماغ میں آیا۔ اس کی سوچ نے بتایا' ابھی ٹیلی فون پر ایک گولڈن برنیز نے سونیا کے متعلق اطلاع دی تھی۔ میجر نے پوچھا "پاپائے معظم! کیا یہ یقین کرنے کی بات ہے کہ سونیا ہمارے ملک میں اصلی چہرے کے ساتھ گھوم رہی ہے؟ کیا وہ جان بوجھ کر موت کو دعوت دے گی؟"

"وہ بہت مکار ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کسی لڑکی کو سحر زدہ کیا ہوگا' اس پر سونیا نے اپنا میک اپ چڑھا کر اپنی ڈمی بنا کر شاپنگ کے لئے بازار کی طرف بھیج دیا ہوگا۔ ایک جاسوس نے اس کا پیچھا کیا تھا' وہ بھیڑ میں گم ہو گئی۔ وہ مکار عورت نفسیاتی مار مارتی ہے۔ اس نے اپنی ڈمی پیش کر کے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کو چونکا دیا۔ لیکن میرا تو سکون غارت کر دیا ہے۔ اب میرا کھانا پینا حرام ہو جائے گا۔ اس ذلیل عورت نے مجھے موت سے پہلے تھوڑا تھوڑا مارنا شروع کر دیا ہے۔"

میں نے دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو کر لیلیٰ کو یہ باتیں بتائیں۔ وہ بولی "سسٹر سونیا پیرس میں ہیں' ہم طیارے میں ہیں تو پھر تل ابیب میں ڈمی سونیا کو کون پیش کر رہا ہے؟ ظاہر ہے ہمارا کوئی آدمی ایسا نہیں کر رہا ہے۔ یہ دشمنوں کی کوئی چال ہے۔"

"کیا چال ہے؟"

"اچھا تو آپ میرا امتحان لے رہے ہیں؟"

اس نے مسکرا کر دیکھا۔ میں نے بھی مسکرا کر کہا "یہی سمجھ

الف لیلیٰ ڈائجسٹ کے

دلچسپ ترین سلسلے، کتابی شکل میں

ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

جال (مکمل)

قیمت ۲۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے

شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی

شمزاد (مکمل)

قیمت ۴۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے

- ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلئے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
- اُس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۲۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال
- ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔

- ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔
- جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا۔
- دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
- اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔

دونوں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۳۳ کراچی ۱

لو۔"

"یہ حقیقت ابھی کسی کو معلوم نہیں ہے کہ پاپا ڈوک سسٹر سے خوفزدہ ہے۔ لہٰذا اس کا سکون برباد کرنے کے لئے کوئی دشمن سسٹر کی ڈی پیش نہیں کرے گا۔"

"بالکل ٹھیک' آگے بولو۔"

"آگے بات صاف ہے۔ پاپا ڈوک تھوڑی دیر پہلے گولڈن برنیز کے خلاف بول رہا تھا اور انہیں بے نقاب کرنے کا دعویٰ کر رہا تھا۔ ایک گولڈن برین نے اسے اضطراب اور بے چینی میں مبتلا کرنے کے لئے تل ابیب میں سونیا کی موجودگی کی اطلاع دے دی۔ یہ سراسر غلط اطلاع ہے۔ وہاں سسٹر کی ڈی دیکھی ہی نہیں گئی ہے۔"

"میری جان! تم نے بالکل صحیح تجزیہ کیا ہے۔ جی چاہتا ہے تمہاری ذہانت کی بھرپور داد دوں۔"

میں سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے اس کی طرف جھکا' وہ مجھے پرے ہٹا کر بولی "دور ہی رہیں' آپ کی داد مہنگی پڑتی ہے۔"

ائر ہوسٹس آخر بچے ہوئے کھانے کی ٹرے اٹھا رہی تھی۔

اس کے جانے کے بعد لیلیٰ نے کہا "آپ سنجیدگی سے رپورٹ سنیں۔ جو کنیز پاپا ڈوک اور میجر کے سامنے مشروب لائی تھی' میں اس کے دماغ میں رہ کر اس محل کے دوسرے حصوں میں گئی۔ مزید دو کنیزوں کے دماغوں میں بھی جگہ بنالی۔ پتا چلا راحیلہ کو اسی محل میں رکھا گیا ہے۔"

ہم نے بہت پہلے راحیلہ کے دماغ میں جا کر معلوم کرلیا تھا کہ اسے کسی محل میں آرام سے رکھا گیا ہے۔ آج لیلیٰ نے معلوم کیا کہ پاپا ڈوک بھی اسی محل میں رہتا ہے۔ میجر کے دماغ نے ہمیں اس محل کا پتا بتا دیا تھا' میں نے لیلیٰ سے کہا "ایک گولڈن برین نے اتفاقاً پاپا ڈوک کو خوفزدہ کیا ہے۔ اس سے ہمارا نقصان ہوگا۔"

"وہ کیسے؟"

"ایسے کہ پاپا ڈوک سونیا کے خوف سے راحیلہ کو کسی ایسی جگہ منتقل کردے گا جہاں سونیا یا ہم نہ پہنچ سکیں۔"

"گولڈن برنیز واقعی برین سے کام لیتے ہیں۔ انہوں نے یہ جھوٹی اطلاع دے کر تل ابیب کی انتظامیہ' پولیس اور فوج کو الرٹ کردیا ہے۔ ایسے میں ہم وہاں پہنچ رہے ہیں۔ دشمنوں کے مستعد اور ہوشیار رہنے کے باعث ہم سہولت اور اطمینان سے کوئی کام نہیں کرسکیں گے۔"

میں نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا "پاپا ڈوک جس محل میں ہے وہاں خفیہ کیمرے اور مائک ضرور ہوں گے کیونکہ پاپا ڈوک نے گولڈن برنیز کو بے نقاب کرنے کا چیلنج کیا تھا اس کے بعد ہی ایک گولڈن برین نے فون کے ذریعے پاپا ڈوک کو سونیا کا بخار چڑھا دیا تھا۔"

لیلیٰ نے تائید کی "پانچوں گولڈن برنیز پاپا ڈوک پر نظر رکھے ہیں۔ یعنی اسے بظاہر پاپائے معظم کہہ کر سر پر چڑھایا جا رہا ہے اور باطن میں اسے ناقابل اعتماد سمجھا جا رہا ہے۔"

میں نے کہا "کیوں نہ اسی شیطان کو یہودیوں کے خلاف بھڑکایا جائے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ اس کی عادت تھی بات بات پر مسکرانے کی تھی۔ خدا نے اسے کھلتے ہوئے پھول کی شادابی دی تھی۔ عام حالات میں بھی اس کا چہرہ مسکراتا ہوا لگتا تھا۔ اس نے مجھے شوق اور لگن سے دیکھتے ہوئے پاپا تو گھور کر بولی "میں آئندہ بن سنور کر نہیں رہوں گی۔ آپ بہکنے لگتے ہیں۔"

"ایسا غضب نہ کرنا۔ تم زلفیں بکھرائے اجڑی ہوئی سی رہو گی تو اور زیادہ حسین اور پرکشش ہوجاؤ گی۔ لوگ سمجھ لیں گے کہ میرے پہلو سے اٹھ کر آرہی ہو' ایسی حالت میں شاعر کہتا ہے"

یہ اڑی اڑی سے رنگت' یہ کھلے کھلے سے گیسو
تیری صبح کہہ رہی ہے' تیری رات کا فسانہ ...!"

وہ بولی "توبہ ہے۔ آپ کہاں کی بات کہاں لے جاتے ہیں' وہ پاپا ڈوک کو یہودیوں سے ٹکرانے والی بات کیا ہوئی؟ چلیں اب آپ کام کریں۔"

میں اپنی سیٹ پر سیدھی طرح بیٹھ کر بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس کے پاس آیا' اس نے سانس روک لی دوسری بار میں نے کوڈ ورڈز ادا کئے۔ اس نے مسکرا کر کہا "ہیلو مسٹر برائن وولف' خیریت تو ہے؟"

میں نے اسے راحیلہ کے اغوا اور پاپا ڈوک کی رہائش گاہ کے متعلق بتانے کے بعد کہا "وہ شیطان سونیا کے خوف سے راحیلہ کو دوسری جگہ منتقل کرے گا۔ اپنے ماتحتوں سے کہو' اس محل کو نظروں میں رکھیں۔ کوئی بند گاڑی وہاں سے نکلے تو اس کا تعاقب کریں۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ راحیلہ کو کہاں منتقل کیا جائے گا۔"

وہ ٹرانسمیٹر نکال کر اپنے خاص آدمیوں کو ہدایات دینے لگا پھر میں نے اپنے جاسوس کو بتایا کہ کس طرح پاپا ڈوک اور گولڈن برنیز کے درمیان ٹھن گئی ہے۔ پاپا ڈوک کو پتا نہیں ہے کہ گولڈن برین نے اسے خوفزدہ کرنے کے لئے سونیا کے متعلق جھوٹی اطلاع دی ہے۔ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ ایک گولڈن برین نے اسے خواہ مخواہ اضطراب میں مبتلا کرنا چاہا تھا تو وہ وہاں کے اعلیٰ حکام پر چڑھ دوڑے گا۔ آئندہ اپنے دل میں بغض رکھ کر ان کے لئے کام کرے گا۔

جاسوس نے پوچھا "کیا پاپا ڈوک کو حقیقت بتا کر بھڑکا دوں؟"

"کیسے بتاؤ گے؟"

"پاپا ڈوک کا گمنام ہمدرد بن کر فون کے ذریعے بتاؤں گا۔"

"تمہی گمنام ہمدرد کی بات اس کے لئے قابل اعتبار نہیں ہوگی۔ کیا تمہاری نظروں میں کوئی اسرائیلی جاسوسہ ہے؟"

"میں تین لڑکیوں کو جانتا ہوں۔ ان میں سے ایک جاسوسہ ہے پر غیر ملکی ایجنٹ ہونے کا شبہ کر رہی ہے۔ اگر اس نے کوئی حماقت کھڑکی کی تو میں اسے گولی مار دوں گا۔"

"تو سمجھ لو اسے گولی مارنے جا رہے ہو۔ مجھے اس کی آواز سناؤ۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر تمہارے پاس پہنچاؤں گا' تم اس پر سونیا کا میک اپ کرو گے۔"

"میں اسے فون پر بلاؤں گا' وہ میرے فلیٹ میں چلی آئے گی کیونکہ مجھ سے عشق کر رہی ہے۔ مجھے محبت کے جال میں پھانس رہی ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر بولا "ہنی! میں رابن بول رہا ہوں۔ کیا تمہیں فرصت ہے؟"

وہ چہک کر بولی "تمہارے لئے تو فرصت ہی فرصت ہے۔ بولو تم آرہے ہو یا میں آجاؤں؟"

"تم آجاؤ۔ آہٹ پر کان اور در پہ نظر رہے گی۔"

میں ہنی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ہنستے ہوئے ریسیور رکھ رہی تھی۔ پھر وہ ایک دم سے سنجیدہ ہو کر سوچنے لگی "آخر مجھ پر پھسل ہی گیا۔ آج میں اس کی اصلیت معلوم کرکے رہوں گی۔ میرا شبہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔ یہ ضرور کسی ملک کا جاسوس ہے۔"

وہ روانہ ہونے سے قبل انٹیلی جنس کے ایک افسر کو رپورٹ دینا چاہتی تھی کہ وہ آج رات رابن کے ساتھ گزارے گی لیکن میں نے رپورٹ پہنچانے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر رابن کے پاس پہنچا دیا۔ اس کی زبان سے کہا۔ "میں وولف بول رہا ہوں۔ اس کے دماغ کو آزاد چھوڑوں گا تو گڑبڑ ہوجائے گی۔ فوراً اسے سونیا کی ڈی بناؤ۔"

رابن ہمارے ایک تجربہ کار میک اپ مین کو بلا چکا تھا۔ اس نے بڑی مہارت سے ڈیڑھ گھنٹے میں اسے سونیا کی شکل بنا دیا۔ ہمارا طیارہ تل ابیب پہنچنے والا تھا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "سلمان کو میرے پاس فوراً بھیجو۔"

وہ ایک منٹ کے اندر ہی میرے پاس آگیا۔ میں نے کہا۔ "ابھی جس لڑکی کے دماغ میں ہوں اسے سونیا کی ڈی یا قربانی کی بکری بنایا گیا ہے۔ اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رہو۔ مجھے اور لیلیٰ کو دماغی طور پر حاضر رہنا پڑے گا۔ ہم تل ابیب پہنچنے ہی والے ہیں۔"

اس نے پوچھا "مجھے اس لڑکی کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔"

میں نے جواب دیا "جوان لڑکی ہے تم خود سمجھ دار ہو۔ سلطانہ کی نظریں بچا کر من پسند رویہ اختیار کرلینا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "آپ چھیڑنے سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ نے پچھلی بار سلطانہ کو غلط فہمی میں مبتلا کر کے اسے خوب رلایا تھا۔ میرے لئے مصیبت کردی تھی۔ اب ہم میاں بیوی نے قسم کھائی ہے کہ آئندہ آپ کی باتوں پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔"

"کیا میں اسے چیلنج سمجھوں؟"

"آپ کچھ بھی سمجھ لیں۔ ہم میاں بیوی محبت میں ثابت قدم رہیں گے اور کبھی کسی حالت میں ایک دوسرے پر شبہ نہیں کریں گے۔"

"اچھا میں ذرا موجودہ معاملے سے نمٹ لوں پھر دیکھوں گا کہ تم دونوں کتنے ثابت قدم ہو۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا ایک جگہ رک گیا تھا۔ ہم اپنے یعنی رابرٹ اور پارا موس کے رشتے داروں کے ساتھ امیگریشن کاؤنٹر پر آئے۔ پھر وہاں سے بخیریت گزر گئے۔ میں نے اور لیلیٰ نے ائرپورٹ میں کسی بات پر جھگڑا کیا کیونکہ رابرٹ اور پارا آپس میں لڑنے جھگڑنے والے میاں بیوی تھے اس لئے ہم نے ان کا وہی کردار ادا کیا پارا (لیلیٰ) جھگڑ کر اپنی ماں کی کار میں بیٹھ گئی۔ میں نے ڈرائیور سے کہا "تم ڈرائیو کرو' میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔"

مجھے رابرٹ کے بنگلے کا پتا نہیں تھا۔ اس طرح ڈرائیور نے مجھے وہاں پہنچا دیا۔ میں نے رابرٹ سے حاصل کی ہوئی چابیوں سے مقفل بنگلے کے دروازے کھولے۔ پھر بیڈ روم میں آکر ڈرائیور سے کہا "کوئی فون آئے تو کہہ دینا میں سو رہا ہوں۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

وہ چلا گیا۔ میں دروازے کو بند کر کے ہنی کے پاس آیا۔ سلمان نے اسے رابن کے ہاں روک رکھا تھا۔ میں نے کہا۔ "سلمان! تم جاؤ مجھے فرصت مل گئی ہے۔"

پھر میں نے جاسوس رابن سے کہا "پاپا ڈوک کے محل کی طرف جاؤ۔ وہ ضرور راحیلہ کو کسی دوسری جگہ لے جائے گا۔"

یہ ہدایت دے کر میں ہنی کو فلیٹ کے باہر اس کی کار میں لے آیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ڈرائیو کرتی ہوئی پاپا ڈوک کے محل کے سامنے پہنچ گئی۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے رفتار بڑھا دی تھی۔ پھر اسی تیز رفتاری سے احاطے کے پھاٹک کو توڑتی ہوئی محل کے پورچ میں آگئی۔ مسلح گارڈز اسے گھیرنے کے لئے دوڑتے آرہے تھے۔ وہ کار سے نکل کر بولی "گولی نہ چلانا' کار میں آتش گیر مادہ بھرا ہوا ہے۔ ایک نہیں کئی دھماکے ہوں گے' یہ محل کھنڈر بن جائے اور پاپا ڈوک کی لاش پہچانی نہیں جائے گی۔"

تمام گارڈز رک گئے تھے۔ وہ چیخ کر بولی "پاپا ڈوک! فوراً

جواب دو۔ تم باہر آرہے ہو یا میں اندر آجاؤں؟"

پاپا ڈوک کو موت نظر آرہی ہوگی۔ پتا نہیں وہ محل کے اندر کیا کر رہا ہوگا۔ ویسے ہم نے اسے جتنا بزدل سمجھا تھا وہ اتنا نہیں تھا۔ وہ ایک جگہ چھپا ہوا تھا۔ اس نے موقع پاتے ہی ڈی سونیا پر گولی چلادی۔ وہ ڈی اچھل کر فرش پر گری پھر تڑپنے لگی پاپا ڈوک دوڑتا ہوا آیا۔ پھر اسے نشانے پر رکھتا ہوا بولا "مجھے یقین ہے تو سونیا نہیں اس کی ڈی ہے۔"

وہ میری مرضی کے مطابق کراہتی ہوئی بولی "میں مرتے وقت جھوٹ نہیں بولوں گی۔ مجھے ایک گولڈن برین نے تمہیں خوفزدہ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ تمہارے محل میں خفیہ مائک لگے ہیں۔ ان کے ذریعے پانچوں نے سنا تھا کہ تم انہیں بے نقاب کرنا چاہتے ہو۔ وہ انتقاماً تمہیں آہ..."

اس نے دم توڑ دیا۔ پاپا ڈوک کی کھوپڑی گھوم گئی۔ وہ چیخ کر بولا "میں اس ملک سے وفاداری کر رہا ہوں اور وہ پانچوں گولڈن برنیز مجھے الّو بنا رہے ہیں۔"

پھر وہ مسلح گارڈز سے بولا "میرے ساتھ آؤ اور محل کے گوشے گوشے میں خفیہ مائک اور کیمرے تلاش کرو۔"

میں ایک گارڈ کے دماغ میں تھا۔ گارڈز محل کے اندر جا کر خفیہ مائک تلاش کرنے لگے۔ میرے معمول کی سوچ بتا رہی تھی کہ کوئی خفیہ مائک نظر آئے گا تو وہ پاپا ڈوک کی نظروں سے چھپا لے گا۔ کیونکہ وہ اپنے ملک کا وفادار تھا اور اپنے آقاؤں کے حکم سے وہاں ایک گارڈ کے فرائض انجام دے رہا تھا۔

دوسرے یہودی گارڈ بھی شاید یہی کرنے والے تھے لیکن پاپا ڈوک نے ایک خفیہ مائک فانوس میں سے اور دوسرا صوفے کے نیچے سے ڈھونڈ نکالا۔ اب اس میں شبے کی گنجائش نہیں رہی کہ یہودی حکمران اور فوج کے اعلیٰ افسران اسے پاپائے معظم کہہ کر الّو بنا رہے ہیں۔ غصے کی شدت سے اس کی کھوپڑی گرم ہوگئی تھی۔ اس کے اندر آگ بھر گئی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی اور کالے جادو کی قوتیں حاصل کرنے کے بعد خود کو سب سے اعلیٰ اور افضل سمجھتا تھا۔ کسی معاملے میں اپنی سبکی برداشت نہیں کرتا تھا۔ غصے اور جنون میں اپنے مخالفوں کو نیست و نابود کر دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا تھا۔

اگر میں اس کے دماغ میں ہوتا تو فی الحال انتقامی کارروائی سے روک دیتا۔ میجر بھی اس کے قریب نہیں تھا۔ ہوتا تو میں اس کے ذریعے اسے سمجھانے کی کوشش کرتا۔ اس نے تمام گارڈز کو جھڑک کر کہا "چلے جاؤ میری نظروں سے دور ہو جاؤ، مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ تم سب یہاں میری حفاظت کے لئے نہیں، میری جاسوسی کرنے کے لئے رکھے گئے ہو۔ گیٹ آؤٹ!"

تمام گارڈز وہاں سے چلے آئے۔ میرے معمول کو بھی آنا پڑا۔ اس کے بعد میں پاپا ڈوک کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ پتا نہیں کیا کر رہا ہوگا میں نے سوچا۔ میجر کو اس کے پاس جانے پر مائل کرنا چاہئے۔ پھر میں اس میجر کے ذریعے اس پر نظر رکھوں گا۔

میں اس کے دماغ میں آیا، وہاں پاپا ڈوک سوچ کے ذریعے اس سے کہہ رہا تھا "تمہارے یہودی اکابرین وفاداری کا یہ صلہ دیتے ہیں۔ اگر میں چھپ کر ڈی سونیا کو گولی نہ مارتا تو یہ بھید کبھی نہ کھلتا کہ گولڈن برنیز مجھے الّو بنا رہے ہیں اور محل میں ہونے والی میری تمام گفتگو سنتے ہیں۔ یہاں خفیہ کیمرے بھی ہوں گے، میرا ویڈیو ریکارڈ بنایا جا رہا ہوگا۔"

میجر نے کہا "میں حیران ہوں کہ میرے اکابرین آپ جیسے مخلص اور فائدہ پہنچانے والے کے خلاف ایسی حرکتیں کیوں کرتے رہے۔ یہ تو دوست کو دشمن بنانے والی حماقتیں ہیں۔"

"آج مجھے پتا چلا ہے کہ یہودی فرہاد اور سونیا کو کئی بار دوست بنانے کے بعد بھی کیوں انہیں دوست نہ بنا سکے۔ فرہاد اور سونیا اسرائیل کے خلاف جو انتقامی کارروائیاں کرتے رہے وہ بالکل درست تھیں۔ تم تمام یہودی اسی قابل ہو۔"

"آپ مجھے الزام نہ دیں۔ ایک نہیں ہزار بار میرے چور خیالات پڑھ لیں۔ میں آپ کا وفادار ہی ثابت ہوتا رہوں گا۔"

"بے شک تم وفادار ہو اسی لئے تمہارے پاس آیا ہوں۔ تم یہاں کے دلیر اور نہایت قابل لوگوں کی فہرست بناؤ اور ایک ایک کی آواز سناؤ، میں ہر رات دو افراد پر عمل کر کے انہیں اپنا تابعدار بناؤں گا۔ یہاں اپنے وفاداروں کی بہت بڑی فوج بناؤں گا۔"

"میں ابھی فون کے ذریعے چند قابل افراد کی آوازیں سنا سکتا ہوں۔"

"ابھی نہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ ٹھیک رات کے بارہ بجے تمہارے پاس آؤں گا۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ اب اس کی مصروفیات کا علم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے میں بھی اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد لیلیٰ نے سوچ کے ذریعے کہا "میں پاورل رہی ہوں۔ اپنے رابرٹ سے روٹھ کر میکے میں بیٹھی ہوں، کیا منانے نہیں آئیں گے؟"

"آتا ہی ہوگا۔ تمہارے بغیر کروٹ کروٹ خالی رہوں گا۔"

وہ مسکرائی پھر بولی "کیا پاپا ڈوک کو بھڑکا دیا ہے؟"

"اس کے اندر غصے اور انتقام کی آگ لگا چکا ہوں۔"

میں نے اسے ڈی سونیا کے متعلق بتایا۔ وہ بولی "آپ نے زبردست چال چلی ہے۔ سسٹر کی ڈی استعمال کر کے اس شیطان کو یہودی سازشوں کا پکا یقین دلا دیا ہے۔"

"اچھا میں آرہا ہوں۔ آج قتل ادیب کی سیر کریں گے اور کسی اچھے سے ہوٹل میں کھانا کھائیں گے۔"

میں نے خیال خوانی ختم کر دی۔ باہر جانے کے لئے تیار ہونے لگا۔ ہمیں فی الحال پاپا ڈوک کی مصروفیات کا علم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے ہماری لاعلمی میں جو کچھ کیا، وہ ہمیں بعد میں معلوم ہوا۔ میں اپنے قارئین کی دلچسپی کے لئے ابھی اس کی مصروفیات بیان کر رہا ہوں۔

اس نے محل کے ایک دور افتادہ کمرے میں طلسم کدہ بنایا تھا۔ کمرے کے وسط میں ایک شیطان کا پتلا کھڑا کیا تھا۔ اس کا ایک چیلا اس پتلے کے سامنے ہمیشہ آگ روشن رکھتا تھا۔ پاپا ڈوک شیطان کے سامنے آکر پالتھی مار کر بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کی پرواز کر کے جنرل کے پاس آیا پھر بولا "تم لوگوں نے میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ میری رہائش گاہ میں کئی جگہ مائک چھپا کر رکھے گئے ہیں۔"

جنرل نے کہا "میری سوچ پڑھ کر دیکھ لیں، ایسا میرے حکم سے نہیں کیا گیا ہے۔ دراصل ہمارے گولڈن برنیز اپنے باپ پر بھی اعتماد نہیں کرتے ہیں۔ انہوں نے یہاں کے حکمرانوں کی رہائش گاہوں میں بھی یہی کیا ہوا ہے۔ وہ سب پر نظر رکھتے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے۔"

اس نے گولڈن برنیز کو چند موٹی موٹی گالیاں دیں۔ جنرل و بتایا کہ ایک گولڈن برین نے ڈی سونیا کے ذریعے اس کا مذاق اڑایا ہے۔ جنرل نے کہا "مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ ڈی ہماری ایک بہترین جاسوسہ تھی۔ آپ نے جلد بازی میں اسے گولی مار دی۔ اسے زندہ رہنے دیتے تو وہ ہمارے سامنے سچا بیان دیتی۔ آپ غصہ میں نہ آئیں۔ یہ چال گولڈن برین کی نہیں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ہے۔ کوئی دشمن آپ کو ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔"

"میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ ٹھوس ثبوت حاصل کرنے کے بعد ہی گولڈن برنیز کو گالیاں دے رہا ہوں۔"

"کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہماری جاسوسہ کو کسی گولڈن برین نے آپ کے پاس بھیجا تھا؟"

"میں ثابت کر سکتا ہوں۔ کیا اس کے بعد گولڈن برین کو سزا ملے گی؟"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ وہ پانچوں گولڈن برنیز مملکتِ اسرائیل کے بہترین دماغ ہیں۔ یہاں کی داخلہ اور خارجہ پالیسی ان کے ہی ہاتھوں میں ہے۔ بھلا انہیں کون سزا دے سکتا ہے۔"

"میں دوں گا۔"

جنرل نے مسکرا کر کہا "آپ ان کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"اگر پہنچ گیا تو وہ میرا شکار ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے، آپ اپنی حسرت پوری کر لیں۔ مگر پہلے ثبوت پیش کریں۔"

"آپ چند اعلیٰ حکام کے ساتھ ایک گھنٹے بعد اس اسپتال میں پہنچیں جہاں اس جاسوسہ کی لاش پوسٹ مارٹم کے لئے پہنچائی گئی ہے۔"

"وہاں کیا ہوگا؟"

"وہ لاش بیان دے گی کہ اسے ایک گولڈن برین نے سونیا بنا کر بھیجا تھا۔"

"کیا آپ کی اس بچگانہ بات پر اعلیٰ حکام یقین کریں گے؟"

"میری بات بچگانہ نہیں ہے۔ اگر آپ لوگ ایک گھنٹے بعد اسپتال نہیں آئیں گے تو میں آپ لوگوں سے تعلقات توڑ کر اس ملک سے چلا جاؤں گا۔"

وہ دماغی طور پر شیطان کے پتلے کے سامنے حاضر ہو گیا۔ اس کے سامنے ایک مٹی کے برتن میں ماش کا گوندھا ہوا آٹا رکھا تھا۔ وہ منتر پڑھتے ہوئے اس آٹے سے ایک چھوٹا سا انسانی پتلا بنانے لگا اور ساتھ ہی کچھ منتر پڑھنے لگا۔ اس دوران ٹیلی فون پر اطلاع دینے والے ایک گولڈن برین کی آواز اور لہجے کو یاد کرتا رہا۔ اسے اچھی طرح یاد کرتے ہوئے وہ شیطان کو کہتا تھا "میں اسی آواز اور لہجے والے کا پتلا بنا رہا ہوں۔ میں اسے صورت سے نہیں پہچانتا۔ تو اس کی آواز سے صورت تک پہنچ سکتا ہے۔ لے سن، میں اسی کی آواز میں منتر پڑھ رہا ہوں۔"

وہ گولڈن برین کی آواز اور لہجے میں پڑھنے لگا اور ماش کے آٹے سے پتلے کو مکمل کرنے لگا۔ اس نے پتلے کا منہ کھلا رکھا تھا جیسے وہ منہ کھول کر کچھ بولنے والا ہو۔ وہ ایک بے ڈھنگا سا پتلا تھا، کوئی شاہکار مجسمہ نہیں تھا۔ شیطانی قوتوں کے ذریعے اسے ایک گولڈن برین سے منسوب کیا جا رہا تھا۔

شیطانی عمل کرنے والے تین "م" سے پتلے بناتے ہیں۔ مٹی، ماش یا موم سے۔ پھر عمل مکمل ہونے کے بعد اس پتلے کے کسی حصے میں سوئی پیوست کرتے ہیں۔ جس کے نام کا وہ پتلا ہوتا ہے، سوئی کی چبھن اس بیچارے کو ہوتی ہے۔ اگر وہ حوصلے سے ایک چبھن کو برداشت کرتا ہے تو پتلے کے جسم میں دوسری سوئی چبھوئی جاتی ہے۔ یوں اس شخص کی جسمانی تکلیف میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اس نے ماش کا پتلا مکمل کرنے کے بعد اسے شیطان کے پیروں کے درمیان لٹا دیا پھر اونچی آواز میں منتر پڑھنے لگا۔ پڑھنے کے دوران کوئی سفوف آگ میں پھینکنے لگا۔ اس سے آگ بھڑکنے لگتی تھی، شعلے بلند ہونے لگتے تھے۔ یہ عمل تھوڑی دیر تک جاری رہا۔ پھر اس نے ایک ہاتھ شیطان کی طرف بلند کیا۔

اس کی چٹکی میں ایک سوئی تھی۔ اس نے کہا "اے شیطانِ معظم! میں نے ایک گولڈن برین کی آواز اور لہجہ تجھے سنا دیا۔ یہ لے اس سوئی کو اُس کے حلق میں پہنچا دے....."

پاپا ڈوک نے جھک کر مانس کے پُتلے کے کھلے ہوئے مُنہ کے اندر وہ سوئی پیوست کر دی۔ پتلے کے حلق سے چیخیں اور کراہیں نکلنے لگیں۔ پاپا ڈوک نے خوش ہو کر شیطان کے قدموں کو چومتے ہوئے کہا "تو تمام شیطانی قوتوں کا مرکز ہے۔ اور یہ قوتیں تو مجھے دیتا جا رہا ہے۔ تیرے قدموں میں جلد ہی ایک انسان کا خون چڑھاؤں گا۔"

پھر وہ مٹی کا دوسرا پیالہ لے کر شیطان کے قدموں سے اٹھ گیا۔ اس پیالے میں ماش کی خشک دال تھی۔ وہ آگ کے سامنے بیٹھ کر منتر پڑھتے ہوئے ماش کا ایک ایک دانہ آگ میں پھینکنے لگا۔ اب وہ زومبی کا عمل کر رہا تھا۔

وہ مُردہ جو زندوں کی طرح اٹھ کھڑا ہو اور زندگی سے محروم ہو کر بھی کالے عمل کے ذریعے چلتا پھرتا ہوا سے زومبی کہتے ہیں۔ مردے کو زندہ کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ شیطانی عمل سے انہیں صرف حرکت میں لایا جاتا ہے اور انہیں اپنے شکار تک پہنچایا جاتا ہے۔ ان سے کچھ باتیں نہیں کرائی جا سکتیں۔ پاپا ڈوک نے نفاثیہ شہر میں ایسے کئی زومبی پیش کئے تھے۔ لوگ اپنے عزیزوں کو مرنے کے بعد زندہ دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتے تھے۔

پاپا ڈوک نے خیال خوانی کے ذریعے بہت پہلے ایک زومبی کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن مردہ دماغ میں اس کی سوچ بھٹک کر واپس آگئی تب اس نے شیطان کو خوش کرنے کے لئے اس کے قدموں میں ایک کنواری لڑکی کی بلی دی۔ چالیس دنوں تک خود کو جسمانی اذیتیں پہنچا کر منتر پڑھتا رہا اور شیطان کی عظمت کے گُن گاتا رہا۔ تب سے ایسی شیطانی قوت حاصل ہوئی کہ وہ زومبی کے مردہ دماغ میں رہ کر اس کا مُنہ کھول سکتا تھا اور اس کی زبان سے بول سکتا تھا۔

فوج کا جنرل اور اعلیٰ حکام پاپا ڈوک کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یہ یقین دلانا چاہتے تھے کہ وہ سب اس کے تابعدار ہیں لہٰذا اس کی ہدایت کے مطابق اسپتال پہنچ گئے تھے۔ جس جاسوسہ کو سونیا کی ڈی بنایا گیا تھا اس کے لاش ایک ٹرالی اسٹریچر پر رکھی ہوئی تھی۔ سینے پر گولی لگنے سے سوراخ ہو گیا تھا اس کا جسم لہو سے بھیگا ہوا تھا۔

ایک اعلیٰ افسر نے دوسرے افسر سے پوچھا "کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ لاش بیٹھ کر بیان دے گی؟"

وہ بولا "میں نے دہشت زدہ کرنے والی فلموں میں زومبی دیکھے ہیں۔ اپنی زندگی میں کبھی کسی مردے کو زندہ ہوتے نہیں دیکھا۔"

تیسرے حاکم نے کہا "یہ محض بچوں کو ڈرانے والی باتیں ہیں۔"

ان کی باتوں کے دوران ایک جاسوس آیا۔ اس کا تعلق گولڈن برنیز کی خفیہ فورس سے تھا۔ اس نے جنرل سے کہا "سر! ایک ایسا شخص اسپتال میں لایا گیا ہے، جو اپنے حلق میں سوئی کی چبھن محسوس کر رہا ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

"ایک معمولی شخص ہے اس سے ہمارا اتنا ہی تعلق ہے کہ ایک گولڈن برین اس معمولی شخص کی آواز اور لہجے میں بولتا ہے۔ یہ سب ہی جانتے تھے کہ پانچوں گولڈن برنیز اپنے اصل لہجے اور آواز میں نہیں بولتے۔ ٹی وی اسکرین پر جنرل وغیرہ سے گفتگو کرتے وقت کوئی دوسری آواز اور لہجہ اختیار کرتے ہیں۔

ایک گولڈن برین نے اسی شخص کا لہجہ اختیار کیا تھا جو اب اسپتال لایا گیا تھا اور جو اپنے حلق میں سوئی کی چبھن محسوس کر رہا تھا۔ پاپا ڈوک کو پتا نہیں تھا۔ اُس نے اسے گولڈن برین کا لہجہ سمجھ کر عمل کیا تھا۔ اسی لہجے اور آواز کے حوالے سے پُتلے کے حلق میں سوئی پیوست کی تھی۔ اس کا شیطانی عمل اپنی جگہ درست تھا لیکن غلط فہمی کے باعث سوئی کی چبھن اصلی آواز اور لہجے والے کو ہو رہی تھی۔

جنرل نے جاسوس سے پوچھا "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ پاپائے معظم نے ہمارے ایک گولڈن برین پر شیطانی عمل کیا تھا۔ یہ نڈل پین.... (سوئی کے ذریعے اذیت) پہنچانے کا عمل تھا۔ یہ اذیت اس اصل آواز اور لہجے والے کو پہنچ رہی ہے۔ ہمارا گولڈن برین محفوظ ہے۔ یہ بات آپ لوگوں کے علم میں لائی جا رہی ہے۔ پاپا ڈوک کی دشمنی آئندہ پانچوں گولڈن برنیز کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

وہ گولڈن برنیز کی طرف سے یہ رپورٹ دے کر چلا گیا۔ ایک حاکم نے کہا "پاپا ڈوک باعثِ رحمت بھی ہے اور باعثِ مصیبت بھی۔"

دوسرے نے کہا "ہمیں بہت سے فائدے پہنچا رہا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جان گاڈی کو ہمارا قیدی بنا چکا ہے۔ راجلو کو یہاں لا کر ہمارے ہاتھوں میں بابا صاحب کے ادارے کی ایک بہت بڑی کمزوری دے دی ہے۔ لیکن اس نے کبھی کالے عمل سے کسی گولڈن برین کو نقصان پہنچایا تو ہمارے ملک کو بہت بڑا نقصان پہنچے گا۔"

جنرل نے کہا "ہمیں پاپا ڈوک سے ملاقات کر کے پانچوں گولڈن برنیز سے تصفیہ کرانا چاہئے۔ آپس کی کشیدگی سے سب کو نقصان پہنچے گا۔"

لیکن پاپا ڈوک کہاں ہے؟ ہم اس سے ملنے اسپتال آئے اور وہ ابھی تک نہیں آیا۔"

پاپا ڈوک نے جنرل کے دماغ میں کہا "میں آ چکا ہوں۔ اس ڈی سونیا کی لاش کو دیکھو۔"

جنرل نے اعلیٰ حکام کو یہ بات بتائی، سب اس لاش کو دیکھنے لگے۔ وہ ٹرالی اسٹریچر پر پڑی ہوئی تھی۔ سب نے چونک کر دیکھا اس کا مُنہ ذرا سا کھل گیا تھا اور وہ تکلیف سے کراہ رہی تھی، اس کے ہاتھ پاؤں میں جنبش ہو رہی تھی۔ ایک نرس اور لیڈی ڈاکٹر چیخ مار کر بھاگ گئیں۔ ڈاکٹر اور اسسٹنٹ دروازے کے پاس آ گئے تاکہ خطرہ ہو تو بھاگنے میں آسانی رہے۔ اعلیٰ حکام کے باڈی گارڈز نے اپنی اپنی گن سیدھی کر کے اس لاش کو نشانے پر رکھ لیا تھا۔

جنرل نے کہا "پاپائے معظم یقین دلا رہے ہیں کہ کسی کی جان کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس پر گولیاں چلانا فضول ہے۔ یہ جاسوسہ گولیوں سے چھلنی ہو کر بھی بیان دے گی۔"

دروازے پر مسلح فوجی جوانوں کی بھیڑ لگ گئی۔ وہ سب گہری دلچسپی سے لاش کو دیکھ رہے تھے جو آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے سینے پر جہاں گولی سے ایک بڑا سوراخ ہو گیا تھا، وہاں سے خون بہہ رہا تھا۔ پہلے لاش کے ساکت پڑے رہنے کے باعث وہ خون اندر ٹھہرا ہوا تھا، اب بیٹھتے ہی سوراخ سے باہر نکل رہا تھا۔

وہ بڑا دہشت انگیز منظر تھا۔ وہ مر چکی تھی، بے جان تھی مگر زندہ انسان کی طرح بیٹھ گئی تھی۔ ایک گولی نے اسے ہلاک کیا تھا۔ اب اُسی زخم سے لہو بہہ رہا تھا اور وہ ایسی زندہ لاش لگ رہی تھی جو مرنے کے بعد انتقام لینے کے لئے اٹھ بیٹھی ہو۔

اس کے دیدے پھیلے ہوئے تھے۔ اس نے پہلے جنرل کو دیکھا پھر سر گھماتے ہوئے اعلیٰ حکام کو باری باری دیکھتے ہوئے بولی۔ "میں بے موت ماری گئی ہوں اور میری موت کا ذمے دار ایک گولڈن برین ہے۔ اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں سونیا بن کر پاپائے معظم کو دہشت میں مبتلا کروں۔"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بول رہی تھی۔ جنرل نے لاش سے پوچھا "بہن! ہم تمہاری آواز پہچانتے ہیں۔ ابھی وہ آواز تبدیل کیوں ہو گئی ہے؟"

لاش نے کہا "میرے سینے اور حلق میں لہو بھرا ہوا ہے۔ آواز بھرائی ہوئی ہے۔ میں نے جو کہہ دیا، وہ بہت ہے۔ مجھ سے انصاف کرو۔ میرا مجرم میرا قاتل، ایک گولڈن برین ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد وہ پھر آہستہ آہستہ چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ پاپا ڈوک نے جنرل سے کہا "اب یہ کبھی نہیں اٹھے گی۔ اسے دفنا دیا جائے اور آپ لوگ اپنا اپنا فیصلہ جلدی سنائیں تو بہتر ہے۔"

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے

ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

بالتصویر

ہپناٹزم کی جدید تحقیقات

قیمت ۲۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

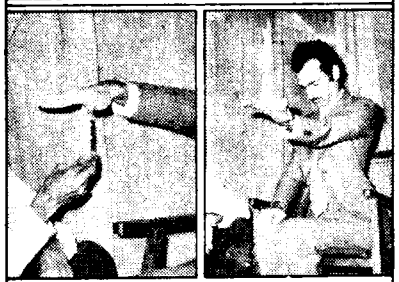

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارکانِ توجہ کیلئے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۱۱۳۲ کراچی

جنرل نے کہا "آپ میری رہائش گاہ میں تشریف لائیں۔ وہیں گولڈن برنیز سے رابطہ قائم کرنے اور اسکرین کے ذریعے روبرو گفتگو کرنے کے انتظامات ہیں۔ ان سب کی موجودگی میں ہم کسی بہتر نتیجے پر پہنچیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ایک گھنٹے میں آرہا ہوں۔"

جنرل نے ایک ڈاکٹر کے چیمبر میں آکر اپنے ماتحت کو فون پر کہا "پانچوں گولڈن برنیز کو اطلاع دو' ایک گھنٹے بعد اہم میٹنگ ہے۔ اس میٹنگ میں پاپائے معظم بھی شریک ہوں گے۔"

اس دوران میں لیلیٰ کے ساتھ مل ایب کی سیر کر رہا تھا۔ ہم تنہائی میں بھی عبرانی زبان بولتے تھے تاکہ میری مشق جاری رہے اور کوئی چھپ کر سن رہا ہو تو اسے ہمارے رابرٹ موس اور پارا موس ہونے کا یقین رہے۔ لیلیٰ نے پوچھا "آپ نے جنرل کو کیوں نظرانداز کیا ہے؟ ہم جوجو کے ذریعے اس کے دماغ میں جاسکتے ہیں۔"

"اب تو جے مورگن کے ذریعے بھی جاسکتے ہیں۔ میں نے جنرل کو نظرانداز نہیں کیا ہے۔ اس انتظار میں ہوں کہ پاپا ڈوک اور گولڈن برنیز کا جھگڑا زور پکڑے۔ بات جنرل اور اعلیٰ حکام تک پہنچے پھر میں اس کے ذریعے پاپا ڈوک کی مصروفیات کو سمجھوں گا۔"

"کیا ان کا جھگڑا یہودی اکابرین تک نہیں پہنچا ہوگا؟"

"پہنچا ہوگا۔ لیکن ابھی تمہارے ساتھ سیر و تفریح کا لطف آرہا ہے۔"

"جی نہیں۔ آپ زیادہ لطف نہ اٹھائیں' جنرل کے پاس جائیں۔"

"میں ڈرائیو کر رہا ہوں تم جاکر دیکھو۔ معاملہ سنگین ہوا تو پھر سیر سپاٹے سے پرہیز کریں گے۔"

وہ جوجو کے لہجے میں جے مورگن کے پاس آئی' اسے حکم دیا کہ وہ جنرل کے لہجے اور آواز کو یاد کرے۔ وہ یاد کرنے لگا۔ لیلیٰ اسے ذہن نشین کرکے جنرل کے پاس پہنچ گئی۔ اس وقت جنرل فون کے ذریعے اپنے ماتحت سے کہہ رہا تھا کہ ایک گھنٹے بعد میٹنگ ہے۔

لیلیٰ نے مجھ سے کہا "ایک گھنٹے بعد اہم میٹنگ ہے۔ اس میٹنگ میں پاپا ڈوک اور گولڈن برنیز حاضر ہوں گے۔"

میں نے کہا "پھر تو ہمیں گھر واپس چلنا چاہئے۔"

"ضرور چلنا چاہئے۔"

"میں نے سوچا تھا یہاں ایک ہندو سیٹھ کے ہوٹل میں تمہیں ہندوستانی ڈشیں کھلاؤں گا۔ پاکستانی اور ہندوستانی کھانے بڑے چٹخارے دار ہوتے ہیں۔"

"میں لندن میں پاکستانی تندوری روٹیاں اور کڑھائی گوشت اور دہی کی کڑھی پکوڑے کھا چکی ہوں۔"

"ایسا کرتے ہیں' کھانا پیک کرا کے گھر لے چلتے ہیں۔"

"یہی مناسب ہے۔"

جب ہم نے گھر میں کھانا کھایا تو ایک گھنٹا ہو چکا تھا۔ میں کھانے کے دوران ہی جنرل کے پاس پہنچ گیا۔ لاشعوری طور پر اس کی سوچ بتانے لگی کہ اب تک کیا ہوتا رہا ہے اور کس طرح جاسوسہ کی لاش نے تھوڑی دیر کے لئے زندہ ہو کر گولڈن برین کے خلاف بیان دیا تھا۔ پھر پاپا ڈوک کے ایک کالے عمل سے وہ شخص اذیتوں میں مبتلا ہو گیا تھا جس کی آواز اور لہجہ ایک گولڈن برین اختیار کیا کرتا تھا۔

جنرل' اعلیٰ حکام اور پاپا ڈوک کے ساتھ اس خفیہ کمرے میں تھا جہاں ٹی وی اسکرین پر پانچوں گولڈن برنیز سے ملاقات ہوا کرتی تھی۔ ابھی وہ اسکرین سادہ تھا۔ پاپا ڈوک نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "ایک گھنٹا گزر چکا ہے۔ کیا وہ پانچوں وقت کے پابند نہیں ہیں؟"

جنرل نے کہا "وہ وقت کے بہت پابند ہیں۔ ابھی ایک منٹ باقی ہے۔ ٹھیک ایک منٹ بعد وہ نظر آئیں گے۔"

ایک حاکم نے کہا "پاپائے معظم! ایک بے قصور آپ کے کالے علم کا شکار ہو گیا ہے۔"

"میں اسے تکلیف سے نجات دلا چکا ہوں۔ پُتلے کے حلق سے سوئی نکال لی ہے۔"

"آپ نے ایک گولڈن برین کے خلاف بہت ہی خطرناک عمل کیا تھا۔ کیا آپ بتائیں گے کہ عمل کامیاب ہوتا تو گولڈن برین کا انجام کیا ہوتا؟"

"میں اسے جان سے نہ مارتا۔ پُتلے میں اور دو چار سوئیاں پیوست کرتا تو وہ رحم کی بھیک مانگتا ہوا میرے قدموں میں آجاتا۔"

"کیا یہ آپس کی دشمنی ہم سب کو نقصان نہیں پہنچائے گی؟"

"گولڈن برنیز کو دشمنی شروع کرنے سے پہلے یہ سوچنا چاہئے تھا۔"

"وہ اس ملک کے حاکم ہیں۔ ہم جو بظاہر حکمران ہیں انہی کی بنائی ہوئی پالیسیوں پر عمل کرتے ہیں۔ آپ نے انہیں بے نقاب کرنے کی دھمکی دی۔ انہوں نے سونیا کی موجودگی کی اطلاع دی۔ وہ اطلاع صحیح تھی یا غلط' ہم نہیں جانتے لیکن انہوں نے جاسوسہ کو سونیا کی ڈپی بنا کر نہیں بھیجا تھا۔ یہ کسی دشمن کی چال ہے۔"

"کیا اس جاسوسہ نے آخری سانسوں میں جھوٹ کہا تھا؟"

ٹی وی اسکرین روشن ہو گئی۔ ایک میز کے پیچھے پانچ افراد سیاہ نقاب پہنے بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا "اس جاسوسہ نے آخری سانسوں میں جو کہا اُسے کتنے افراد نے سنا؟"

پاپا ڈوک نے کہا "میں نے سنا تھا' مسلح گارڈز ہم سے دور تھے اس کے علاوہ جنرل اور اعلیٰ حکام نے خود جاسوسہ کا یہ بیان سنا ہے۔"

"وہ جاسوسہ تمہارے شیطانی عمل سے زومبی بن گئی تھی۔ شیطانی عمل کے بعد وہ تمہاری معمولہ بن گئی۔ تم نے اسے جو بیان دینے کا حکم صادر کیا اس نے وہی دہرا دیا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ اس لاش نے اپنے طور پر سچا بیان دیا تھا۔"

"زومبی کے متعلق ہمارا بھی مطالعہ ہے۔ ایسے مردے جو عارضی طور پر زندہ نظر آتے ہیں وہ اپنے ساحر کے زیر اثر ہوتے ہیں۔"

"تم لوگ یہ کہہ رہے ہو کہ لاش میرے زیر اثر تھی اور میں نے تمہارے خلاف اس سے جھوٹا بیان دلایا ہے؟"

"جادو ہمیشہ جھوٹ' فریب اور ضرر رسانی کے عمل پر ختم ہوتا ہے۔ کوئی بھی ذی ہوش جادوئی نتائج کو قبول نہیں کرتا ہے۔"

"میں کوئی اسٹیج پر جادو دکھانے والا جادوگر نہیں ہوں۔ میں ساحر اعظم ہوں تم سب کو سحر زدہ کر سکتا ہوں۔ تم پانچوں کو بے نقاب کر سکتا ہوں۔"

اس نے جیسے ہی چیلنج کیا' اس کے دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھوں سے جکڑ گئے۔ اسے پتا نہیں تھا کہ وہ جس کرسی پر دونوں ہاتھ رکھے شاہانہ انداز میں بیٹھا ہوا ہے اس کے دونوں ہتھوں میں خفیہ خودکار ہتھکڑیاں ہیں۔ ایک بٹن دباتے ہی ہتھکڑیوں نے اسے جکڑ لیا۔ وہ اپنے ہاتھوں کو جھٹکے دیتے ہوئے آزادی حاصل کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا "یہ کیا حرکت ہے؟ یہ ہتھکڑیاں کھول دو ورنہ....."

بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک فوجی نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اس کے سر کو کرسی کی پشت سے لگایا' اس طرح ایک خود کار بلیڈ رنگ میں اس کی گردن پھنس گئی۔ اب وہ کرسی سے ہل بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے گرجتے ہوئے کہا "تم لوگ اپنی موت کا سامان کر رہے ہو۔ دوست کو دشمن بنا رہے ہو۔ مجھے اس طرح قیدی بنا کر نہیں رکھ سکو گے۔ میں چند گھنٹوں میں رہائی حاصل کرلوں گا۔ اس کے بعد اسرائیل میں ایسا زلزلہ....."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ اس کے بازو میں ایک دوا انجکٹ کی گئی تھی۔ وہ تڑپ کر بچنا چاہتا تھا۔ مگر کئی فوجی جوانوں نے اسے جکڑ لیا تھا۔ چند سیکنڈ بعد سب نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ ساکت ہو گیا تھا۔

ایک گولڈن برین نے کہا "جادوگر کتے! ہم کتے پالنا اور انہیں اپنے سامنے دُم ہلانے پر مجبور کرنا جانتے ہیں۔ اب بڑھو منتر اور ہمارے کسی آدمی کے دماغ میں جاؤ' اپنے شیطانِ معظم کو بلاؤ۔ اگر ایسا کچھ نہ کر سکو تو سوچنا کہ تمہارے جیسے فرعون کس طرح ایک ہی ٹھوکر سے حقیر کیڑے بن جاتے ہیں۔"

لیلیٰ بھی خیال خوانی کے ذریعے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ اس نے میرے بازو میں ہلکی سی چٹکی لی۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اسے دیکھا۔ وہ بولی "اللہ بڑا کارساز ہے۔ ہمارے لئے آسانیاں پیدا کر رہا ہے۔ ہمیں فوراً ہی پاپا ڈوک کے دماغ سے معلوم کرنا چاہئے کہ راحیلہ کو جس پتلے سے منسوب کیا گیا ہے وہ کہاں ہے؟"

"بیشک تم معلوم کرو۔ میں ان کی باتیں سن رہا ہوں۔"

اس بار میں پاپا ڈوک کے دماغ میں آیا۔ لیلیٰ بھی آئی تھی۔ اُس نے ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ میں نے اس کے ذریعے سنا۔ ایک گولڈن برین کہہ رہا تھا "ہم اسکرین پر ہمیشہ چہرہ اور آواز بدل کر آتے ہیں۔ آج ہم نے سوچا پاپا ڈوک مکاری کر سکتا ہے۔ اچانک اینٹی میک اپ لینس کے ذریعے چھپے ہوئے اصل چہرے کو دیکھ سکتا ہے' اس لئے ہم یہ سیاہ نقاب پہن کر بیٹھے ہیں۔"

دوسرے گولڈن برین نے اعلیٰ حکام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہم نے یہ طے کیا تھا کہ پہلے جے مورگن کا برین آپریشن کرایا جائے گا۔ اس کے بعد جان گاؤدی کی باری آئے گی۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ آپ لوگ کل صبح پاپا ڈوک کو ملٹری اسپتال کے آپریشن تھیٹر میں پہنچائیں۔ ہمارے تجربہ کار ڈاکٹر پہلے اس شیطان کا آپریشن کریں گے۔ برین آپریشن کے اس پہلے تجربہ میں یہ مر بھی سکتا ہے۔ اس کی موت کا ہمیں افسوس نہیں ہوگا' اور یہ جی گیا تو ہمیشہ کتے کی طرح ہمارا وفادار رہے گا۔"

اس کے بعد میٹنگ برخاست ہوگئی۔ اسکرین تاریک ہوگیا۔ پانچوں گولڈن برینز گم ہوگئے۔ جنرل نے پاپا ڈوک کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا "ہم نے تمہیں پایۂ معظم بنایا تھا لیکن کتے کو کبھی ہضم نہیں ہوتا۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ بڑے حاکمانہ انداز میں بغیر اجازت ہمارے اندر آجاتا تھا اور ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔"

اس حاکم نے پاپا ڈوک کو زوردار طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا "آؤ' اب ہمارے دماغوں میں آؤ۔"

جنرل نے کہا "کسی دوست یا دشمن کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہم نے اِسے قیدی بنالیا ہے۔ یہ بات اسی چار دیواری تک محدود رکھنے کے لئے اسے یہیں کمرے میں رکھا جائے گا۔ یہ کل صبح آپریشن تھیٹر میں پہنچائے جانے تک اسی کرسی پر جکڑا ہوا بیٹھا رہے گا۔ اس کمرے میں چھ مسلح جوان پہرا دیتے رہیں گے۔ باہر بھی سخت حفاظتی انتظامات کئے جائیں۔"

ہم دماغی طور پر حاضر ہوگئے۔ لیلیٰ نے کہا "کل صبح کے بعد ہمیں پاپا ڈوک کا دماغ نہیں ملے گا۔ اس کی آواز اور لہجہ بدل جائے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ جب وہ اسرائیلی حکومت کا وفادار بن کر خیال خوانی کرے گا تو ہم سے چھپا نہیں رہے گا۔ راحیلہ کے متعلق کیا معلوم ہوا ہے؟"

"جو شیطانی پتلا راحیلہ سے منسوب کیا گیا ہے اسے توڑنے کے لئے ایک لمبے سفر پر جانا ہوگا۔ وہ پتلا تبت کی پہاڑیوں کے ایک غار میں ہے۔"

میں نے کہا "صدیوں سے تبت کے جادوگر ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ کیا تم نے معلوم کیا ہے کہ وہ پتلا کن جادوگروں کے پاس ہے؟"

"پاپا ڈوک کا ایک گرو گمنامی ہے۔ اس گرو کا نام سامان ڈوگرا ہے۔ وہاں کا سب سے بڑا اور خطرناک جادوگر ساسانِ اعظم کہلاتا ہے۔ صدیوں سے ساسان جادوگروں کا سلسلہ چلا آرہا ہے۔ یہ موجودہ ساسان ڈوگرا اس سلسلے کا بارہواں ساسانِ اعظم ہے۔ پاپا ڈوک کا یہ گرو نیپال میں تھا۔ کشمیر کی ڈوگرا فوج سے بھاگ کر تبت چلا گیا تھا۔ وہاں اسی مناسبت سے ڈوگرا کہلاتا ہے۔"

میں نے کہا "میں خود پاپا ڈوک کے پاس جاکر معلومات حاصل کرتا ہوں۔"

وہ بولی "کیا میں نے کام کی باتیں معلوم نہیں کی ہیں؟"

"جو سنا رہی ہو وہ سب کام کی باتیں ہیں۔ لیکن ابھی پاپا ڈوک کا دماغ ایک کھلی کتاب ہے تو میں اسے اپنے طور پر کیوں نہ پڑھ لوں؟"

"اچھا میں دیکھتی ہوں آپ اسے کس طرح پڑھتے ہیں۔"

وہ میرے ساتھ پاپا ڈوک کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اسی طرح ہتھکڑیوں کے ذریعے کرسی پر جکڑا ہوا بیٹھا تھا۔ اس کے حواس درست تھے۔ وہ اپنے حالات کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ کمزوری محسوس کرنے کے باوجود اس نے خیال خوانی کی کوشش کی تھی اور اپنی توقع کے مطابق ناکام رہا تھا۔ گولڈن برینز نے اسے بالکل ہی بے دست و پا بنا دیا تھا۔

ذہانت اور بد دماغی میں یہ واضح فرق ہے کہ پاپا ڈوک نے بد دماغی کے باعث یہ نہیں سوچا کہ پانی میں رہ کر مگرمچھ سے بَیر کر رہا ہے۔ اس نے شیطانی سوئی کے عمل سے گولڈن برینز کو اذیتیں پہنچانے کی ناکام کوشش کی اور انہیں بے نقاب کرنے کا چیلنج کیا۔ جبکہ وہ خاموشی سے یہ کام کر سکتا تھا۔

اس کے برعکس گولڈن برینز نے اسے جسمانی اذیتیں نہیں پہنچائیں۔ وہ چاہتے تو ان کے ایک اشارے پر اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا جاتا لیکن وہ پاگل کتے کا دماغی آپریشن کرکے ہمیشہ کے لئے اپنا تابعدار بنا رہے تھے۔

اور وہ تلملا رہا تھا۔ رہائی کی کوئی تدبیر نہیں سوجھ رہی تھی۔

یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ باہر سے کسی کا تعاون حاصل ہو اور باہر سے کسی کی مدد حاصل کرنے کے لئے خیال خوانی ضروری تھی۔ وہ سوچ رہا تھا "مجھے چند سیکنڈ کے لئے بھی دماغی توانائی حاصل ہوجائے تو میں گرو مہاراج ساسانِ اعظم ڈوگرا کو آواز دوں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "آہ! ایک طویل عرصے سے میں نے گرو کو یاد نہیں کیا۔ اگر دماغی توانائی بحال ہوگئی تو میں گرو کو کس مُنہ سے مخاطب کروں گا؟"

اس بات پر وہ ساسان ڈوگرا کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ اسے گرو مہاراج کہہ کر مخاطب کرتا تھا اور کہتا تھا "مہان گرو داتا بادان کے شرنوں میں سیوک ڈنڈوت کرتا ہے۔"

یہ ایک طرح کے کوڈ ورڈز تھے۔ پاپا ڈوک بھارت' نیپال اور تبت میں رہ کر بڑی حد تک ہندی بولنے لگا تھا۔ اس نے پندرہ برس تک ساسان ڈوگرا کی سیوا کی تھی۔ اس سے کالے جادو کے بہت سے گُر سیکھے تھے۔ اس کا گرو اسے آشیرواد دے کر کہتا تھا کہ وہ ایک دن ساحرِ اعظم بنے گا۔ ویسے ایک دن اس نے پاپا ڈوک کو بلا کر کہا تھا "تو ہمارے قبیلے کا دستور جانتا ہے۔ مجھ سے جادو سیکھنے والا جو جادوگر چیلا مجھے قتل کرے گا اسے ساسانِ اعظم پایا جائے گا۔ میں نے بھی اپنے گرو مہاراج کو فیصلہ کن مرحلے پر قتل کرکے یہ عہدہ حاصل کیا تھا۔"

پاپا ڈوک نے پوچھا تھا "میں آپ کا چیلا ہوں' کیا میں آپ کو قتل کروں گا؟"

"نہیں میرا گیان کہتا ہے تو میرے مقابلے پر شکست کھا جائے گا۔ شاید تو میرے ہاتھوں سے قتل ہوجائے۔ بہتر ہے یہاں سے چلا جا۔ تجھے بہت بڑی دنیا میں رہ کر اپنے جادوئی کمالات سے میرا نام روشن کرنا ہے۔"

"گرو مہاراج! میں آپ کے قدموں سے دور نہیں رہنا چاہتا۔ آپ مجھے یہاں سے جانے کا حکم نہ دیں۔ میں تمام عمر آپ کی خدمت کرتا رہوں گا۔"

"میری خدمت کے لئے بہت سے چیلے ہیں۔ اور انہی میں سے کوئی چیلا ایک دن مجھ سے مقابلہ کرے گا اور مجھ پر غالب آکر مجھے قتل کرے گا۔ اس لئے تم جاؤ' کوئی مصیبت آپڑے تو مجھے پکارنا۔ میں آجاؤں گا۔ نہ آسکا تو اپنے کالے عمل سے تمہاری مصیبت دور کردوں گا۔"

گرو کا حکم تھا... وہ تبت سے چلا آیا۔ میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا، تبت کے دارالسلطنت کا مشہور شہر لاسہ ہے۔ اس شہر کے جنوب میں تقریباً چھ سو میل کے فاصلے پر ہمالیہ پہاڑ کا سلسلہ مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں ایک پہاڑی کے غار میں ساسان ڈوگرا کا طلسم کدہ ہے۔ اسی غار کے ایک حصے میں ساسان کی رہائش ہے۔ اس طلسم کدے میں ایک بھول بھلیاں ہے۔ جہاں داخل ہونے والا باہر نکلنے کا راستہ بھول جاتا ہے۔ وہاں سے نکلنے کا راستہ صرف ساسان ڈوگرا' اس کی بیوی اور جوان بچے جانتے ہیں۔ اسی بھول بھلیاں کی ایک نیم تاریک کوٹھری میں راحیلہ سے منسوب کیا جانے والا شیطانی پتلا رکھا ہوا ہے۔

اتنی معلومات کافی تھیں۔ ہم پاپا ڈوک کے دماغ سے چلے آئے۔ میں نے لیلیٰ سے پوچھا "تم نے اتنی معلومات حاصل کی تھیں؟"

"جی ہاں' میں نادان نہیں ہوں۔ یہ ساری باتیں آپ کو بتانے والی تھی لیکن آپ خیال خوانی کے شوق میں پاپا ڈوک کے پاس چلے گئے۔"

"بھئی میں پہلے سے تمہاری ذہانت کا معترف ہوں۔ آؤ ہم ایک دوسرے کے وجود کا بھی اعتراف کریں۔ تم ثابت کرو کہ میرے پاس ہو' میں ثابت کروں کہ تمہارے پاس ہوں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ پھر بولی "کام کریں اور سسٹر کو تمام حالات بتا کر یہ طے کریں کہ اس شیطانی پتلے کو توڑنے کے لئے ہم میں سے کون تبت جائے گا؟"

"یہ فیصلہ سونیا کو کرنے دو۔"

"جی نہیں' آپ فیصلہ کرنے میں سسٹر سے تعاون کریں۔"

ہم نے سونیا کے پاس آکر پاپا ڈوک کے تمام حالات بتائے' وہ خوش ہو کر بولی "اللہ تعالیٰ ہم پر مہربان ہے۔ پاپا ڈوک کی دماغی کمزوری سے راحیلہ کی مشکل آسان ہو رہی ہے۔ تبت جانے کے متعلق تم نے کیا سوچا ہے؟"

"ہم اسرائیل میں ہیں۔ یہاں بڑے اہم معاملات نمٹانے ہوں گے۔ تم چلی جاؤ۔"

"میں کہہ چکی ہوں' تم پاپا ڈوک کو ہلاک نہیں کرو گے۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں آگئی تھی کہ اس طرح فرہاد کا وجود ظاہر ہوجائے گا۔"

"میں ظاہر نہیں ہونے دوں گا۔ اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک نہیں کروں گا۔"

"تو پھر وہاں کیوں ہو؟"

"جے مورگن اور جان گاؤدی کو یہاں سے نہیں لے جایا گیا تو اسرائیلی حکومت کو ٹیلی پیتھی کی بے پناہ قوتیں حاصل ہوجائیں گی۔"

"میں ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان سے چھین لوں گی۔ وہاں سے تبت نہ جانے کا کوئی اور بہانہ کرو۔"

"میں ایک لمبے سفر کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں ہوں۔ ایک اصولی بات کہتا ہوں تم اسے ضرور تسلیم کرو گی۔"

"وہ اصولی بات کیا ہے؟"

"راحیلہ' سلمان واسطی کی شریکِ حیات ہے۔ یہ سلمان کا

فرض ہے کہ وہ بیوی کو کسی بے جان پتلے سے بھی منسوب نہ رہنے دے اور خود جاکر اسے توڑ دے۔ جس کے سر میں کھلبلی ہو' وہ کھجانے کے لئے دوسروں کو نہیں بلاتا' اپنے ہی ہاتھوں سے کھجاتا ہے۔"

سونیا نے کہا "سلمان فوراً جانے کو تیار ہو جائے گا۔ ایک طویل عرصے کے بعد اسے ازدواجی مسرتیں حاصل ہو رہی ہیں۔ ان میاں بیوی کو آرام کرنے دو۔"

لیلیٰ نے کہا "ٹھیک ہے' سلطانہ اور سلمان کو آرام کرنا چاہئے۔"

میں نے کہا "تمہیں اپنی بہن کا بہت خیال ہے۔ ہماری شادی بھی پرانی نہیں ہوئی ہے۔ اپنی بہن کی طرح تمہیں بھی مجھے آرام کرانا چاہئے۔"

"آپ کو سسٹر کے سامنے ایسی باتیں کرتے شرم نہیں آتی؟" سونیا نے کہا "ان صاحب کو شرم چھو کر نہیں گزری' پتا نہیں تم کیسے گزارہ کر رہی ہو؟"

"ایسی بات نہیں ہے سسٹر! میں تو خود کو بہت ہی خوش نصیب سمجھتی ہوں۔"

"گویا خربوزے نے خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑ لیا۔ تم بھی بے شرم ہو گئی ہو۔"

لیلیٰ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا "عورت کی ہنسی اسکول کی گھنٹی کی طرح محبت کے کلاس روم میں بلاتی ہے۔ ہنسی روک لو ورنہ میں کلاس میں آجاؤں گا۔"

سونیا نے سخت لہجے میں کہا "بکواس کرنا ہے تو یہاں سے جاؤ۔"

"تم بڑی بوڑھیوں کی طرح ڈانٹتی کیوں ہو؟"

"تم بچوں کی طرح کھلونے کے لئے مچلتے کیوں ہو؟"

لیلیٰ نے شرما کر کہا "سسٹر آپ ایسی باتیں کریں گی تو میں چلی جاؤں گی۔"

"میں تم دونوں کو جانے سے نہیں روکوں گی۔ جاؤ مگر سلمان یا سلطانہ کو میرے پاس بھیج دو۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر لیلیٰ سے کہا "میں سلمان سے باتیں کر کے آتا ہوں۔"

لیکن میں سلمان کے پاس نہیں گیا۔ سلطانہ کے پاس آکر بولا "مجھے تمہارے لئے بڑی تشویش ہے۔"

وہ بولی "شیطان تشویش میں مبتلا ہو تو انسان کے لئے بہتری ہوتی ہے۔ فرہاد بھائی! اب آپ کی مکاری سے ہم میاں بیوی کا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"خدا تم دونوں کو جھگڑوں سے بچائے اور ہمیشہ خوش و خرم رکھے' آمین۔"

"کیا آپ دعائیں دینے آئے ہیں؟"

"ہاں' جن کا علاج دوا سے نہیں ہوتا' انہیں آخر دعا ہی دی جاتی ہے۔"

"دیکھئے فرہاد بھائی! آپ خواہ مخواہ مجھے تجسس میں مبتلا نہ کریں۔ کیا میں لیلیٰ سے شکایت کروں؟"

"ایسا نہ کرو پھر مجھے لیلیٰ کو وہ بتانا ہوگا' جو میں تمہیں نہیں بتا رہا ہوں۔ آخر وہ تمہاری بہن ہے۔ سلمان کے بارے میں یہ بات سنے گی تو اسے بھی صدمہ ہوگا۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی "فرہاد بھائی! آپ بہت بڑے بدمعاش ہیں۔ میں آپ کی چال میں نہیں آؤں گی۔ آپ تشریف لے جائیں۔"

"سوچ لو۔"

"ہاں سوچ لیا۔"

"ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں۔ ہو سکے تو سلمان سے پوچھ لو مگر وہ نہیں بتائے گا۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر سلمان کے پاس گیا۔ وہ کار میں کہیں جا رہا تھا۔

میں نے کہا "سونیا نے بلایا ہے۔ ابھی جاؤ۔"

اس نے کار ایک جگہ روک دی۔ پھر سونیا کے پاس پہنچا میں بھی چپکے سے وہاں آکر باتیں سننے لگا۔ وہ پوچھ رہا تھا "سسٹر آپ نے بلایا؟"

جواب میں سونیا اسے پاپا ڈوک کے موجودہ حالات اور اس کے گروہ سامان ڈوگرا کے متعلق بتانے لگی۔ اس دوران سلطانہ سلمان کے دماغ میں پہنچ گئی اور اس سے بولی "میں کچھ کہنے آئی ہوں۔"

وہ بولا "ٹھہرو' دیکھ رہی ہو کہ میں سسٹر کی باتیں سن رہا ہوں۔"

"میری بھی تو سن سکتے ہو۔ ایک سوال ہے اس کا جواب ہاں یا نہ میں دے دو۔"

"سلطانہ! وہ سوال بعد میں بھی کر سکتی ہو۔"

"اگر بعد میں پانی سر سے اونچا ہو جائے گا تو میں کیا کروں گی؟"

"اوہ گاڈ! بعض اوقات تم ننھی بچی بن جاتی ہو۔ پوچھو سوال؟"

"کیا تم مجھ سے کوئی بات چھپا رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔"

"سوچ کر جواب دو۔ کوئی ایسی بات جو ابھی تمہیں یاد نہ آرہی ہو۔"

"اگر کوئی بات یاد نہیں آرہی ہے تو میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ وہ بات تم سے چھپا رہا ہوں؟"

"یہ مانتے ہو کہ ایسی ایک بات چھپائی ہے جو ابھی یاد نہیں ہے؟"

"میں سوچ کر بتاؤں گا۔ ابھی کام کی بات سننے دو۔"

اتنے میں سونیا نے پوچھا "سلمان! خاموش کیوں ہو؟"

وہ جلدی سے بولا "جی' کچھ نہیں۔ میں آپ کی باتیں سن رہا ہوں۔ آپ کہہ رہی تھیں' پاپا ڈوک جس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اسی سے ہتھکڑیاں لگ گئیں۔ وہ قیدی بنا لیا گیا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟"

سونیا نے پوچھا "تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ اس کے بعد میں پاپا ڈوک اور اس کے گروہ کے متعلق تمام باتیں بتا چکی ہوں۔ اس کا مطلب ہے تم نے نہیں سنا۔ تمہارا دھیان کہیں اور تھا۔"

"وہ میں... میں شرمندہ ہوں۔"

"بات کیا ہے؟ تم کچھ چھپا رہے ہو؟"

سونیا نے بات چھپانے والی بات کہی۔ یہی سلطانہ بھی کہہ رہی تھی۔ وہ جلدی سے بولی "سسٹر! جس کے دل میں چور ہوتا ہے اور جو بات چھپاتا ہے' وہ اسی طرح بھانپ جاتا ہے۔ میں اتنی دیر سے وہ چھپانے والی بات پوچھ رہی ہوں مگر یہ صاحب ٹال رہے ہیں۔"

سونیا نے کہا "اچھا تو تم نے سلمان کا دھیان بٹایا تھا۔ ادھر میں بول رہی تھی اور ادھر تم بولتی جا رہی تھیں۔ ایسے میں یہ بیچارہ نہ ادھر کی سن سکا' نہ ادھر تمہیں مطمئن کر سکا۔"

سلطانہ نے کہا "مطمئن کیسے کریں گے۔ یہ کہہ کر ٹال رہے تھے کہ ابھی وہ بات یاد نہیں ہے۔"

وہ بولا "اوہ خدایا' میں نے صاف طور پر کہا تھا کہ تم سے کوئی بات نہیں چھپائی ہے۔ تم نے ہی زبردستی یہ مجھ سے منوایا کہ شاید میں کوئی بات بھول رہا ہوں۔ میں نے سسٹر کی باتیں سننے کے لئے کہہ دیا اگر بھول رہا ہوں تو مجھے کیسے وہ بات یاد آئے گی؟"

میں نے سلمان کی سوچ میں آہستگی سے کہا "حالانکہ وہ بات مجھے یاد ہے۔"

سلمان نے جلدی سے کہا "نہیں یہ... یہ میری سوچ غلط ہے۔"

سلطانہ نے کہا "سسٹر! آپ سلمان کے دماغ میں نہیں ہیں ورنہ اس کا وہ چور خیال سن لیتیں۔ ابھی سلمان کی خفیہ سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ بات انہیں یاد ہے۔"

وہ پریشان ہو گیا تھا۔ اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔ سونیا نے پوچھا "کیا یہ سچ ہے کہ ابھی تم نے سوچا تھا' وہ بات تمہیں یاد ہے؟"

"جی ہاں' لیکن ایسا اکثر ہوتا ہے۔ ہر انسان کبھی کبھی... سنسنی کی بات سوچتا ہے۔ پھر اسے دماغ سے نکال دیتا ہے۔"

سلطانہ نے کہا "اس بات کو دماغ میں ہی رکھو۔ مجھے گھر سے نکال دو' اپنی زندگی سے نکال دو' مجھ سے دل بھر گیا ہے' مجھ سے بیزار ہو گئے ہو۔ اب میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔ میں چلی جاؤں گی' تم دوسری لے آؤ۔"

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ھَوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو بوسے دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصّوں میں مکمّل

قیمت فی حصہ ۴۰ روپے ✱ ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز، ۳۲ بی، لالو کھیت، سعید منزل نمبر ۱، کراچی

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ سونیا نے ڈانٹ کر کہا "یہ کیا حماقت ہے؟ ایسی کیا قیامت آگئی ہے کہ آنسو بہا رہی ہو؟ سلمان پر کس قسم کا شبہ کر رہی ہو۔ ایسا محبت کرنے والا وفادار محبوب قسمت والیوں کو ہی ملتا ہے اور تم اسے کوئی دوسری لانے کو کہہ رہی ہو؟"

وہ روتے ہوئے بولی "جب یہ راحیلہ کے ہوتے ہوئے مجھے اپنی زندگی میں لا سکتے ہیں تو میرے ہوتے ہوئے کسی تیسری کو بھی لا سکتے ہیں۔"

"ایسی بات کہتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہئے۔ سلمان نے اٹھارہ برس تک راحیلہ کی واپسی کا انتظار کیا۔ اٹھارہ برس میں مرد اٹھارہ عورتوں سے نکاح کر کے طلاق دے دیتا ہے' سلمان ایسی پست ذہنیت کا مالک نہیں ہے اور نہ ہی عیاش ہے۔ اس نے بابا صاحب کے سائے میں پرورش پائی ہے۔ یہ ٹھوس کردار کا مالک ہے۔ افسوس کہ تم نے اب تک اپنے شوہر کو نہیں پہچانا ہے۔ اگر تمہارا یہی خیال ہے کہ یہ تیسری لے آئے گا تو پھر جاؤ' تیسری کا انتظار کرتی رہو اور جلتی کڑھتی رہا کرو۔"

سلمان نے پوچھا "آخر یہ بے اعتمادی کیسے پیدا ہو گئی ہے' ہم نے تو قسم کھائی تھی کہ فرہاد بھائی کے بہکانے سے بھی تم مجھ پر شبہ نہیں کرو گی۔"

پھر وہ چونک کر بولا "سسٹر! مجھے یقین ہے' اسے فرہاد بھائی نے بہکایا ہے۔"

سونیا نے پوچھا "کیوں سلطانہ! کیا فرہاد تمہارے پاس آیا تھا؟"

وہ ہچکچاتی ہوئی بولی "جی ہاں' مگر انہوں نے بہکایا نہیں تھا' صرف ایک تجسس میں الجھا دیا تھا۔"

"کیسا تجسس؟"

"فرہاد بھائی مجھ سے کوئی تشویش ناک بات کہنا چاہتے تھے۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ میں ان کے بہکاوے میں نہیں آؤں گی۔ اگر کوئی بات ہے تو اپنے شوہر سے پوچھوں گی۔ ابھی میں وہی بات پوچھنے آئی تھی۔"

سونیا نے کہا "اور اس طرح تم شیطان کے بہکانے میں آگئیں۔ اس نے صرف تشویشناک بات کہی اور تم نے سمجھا تمہاری ازدواجی زندگی کے سلسلے میں کوئی تشویش والی بات ہے لہٰذا تم فوراً ہی سلمان کا محاسبہ کرنے آگئیں۔ یہ بھی نہ سوچا کہ ہم کتنی اہم باتوں میں مصروف ہیں۔"

سلطانہ نے پوچھا "کیا سلمان وضاحت نہیں کر سکتے کہ وہ بات کیا ہے؟"

"کوئی بات ہو گی تو بیچارہ بتائے گا۔ بہتر ہے کہ تم فرہاد سے پوچھ لو۔"

میں فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہوا۔ پھر بستر سے اٹھنے لگا۔

اسی وقت سلطانہ نے آکر پوچھا "آپ نے ابھی میرے پاس [illegible] تشویش کا اظہار کیا تھا۔ سلمان کے بارے میں ایسی کیا بات [illegible] جو آپ مجھ سے کہنا چاہتے تھے۔"

"سوری سلطانہ' تم نے اپنے دماغ سے مجھے بھگا دیا [illegible] اپنے بہنوئی کا بھی لحاظ نہیں کیا تھا۔ اب کس منہ سے آئی ہو؟"

"آپ فضول باتیں نہ کریں۔ سالی اور بہنوئی میں [illegible] تکرار ہوتی رہتی ہے۔ پلیز آپ میری بات کا جواب دیں۔"

"جواب تم نے خود ابھی دیا ہے۔ کوئی تشویش کی بات [illegible] تھی۔ محض ہم سالی بہنوئی کی چھیڑ چھاڑ تھی۔"

وہ چیخ کر بولی "کیا مطلب؟"

میں نے ٹوائلٹ کا دروازہ کھولا' وہ بولی "رک جائیں۔ [illegible] نہ جائیں۔"

لیکن میں نے اندر آکر دروازہ بند کر لیا۔ وہ حمام میں میرے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی' بھاگ گئی۔ لیلیٰ کے پاس جا کر رو رہی [illegible] میں بہت رو رہی تھی۔"

لیلیٰ نے پوچھا "کیا ہو گیا تھا؟"

"آپ کے مجازی خدا نے پھر مجھے سلمان سے لڑا دیا تھا۔"

"تم نے کیوں لڑائی کی؟ کیا تمہارے پاس عقل نہیں ہے؟"

"تم اپنے شوہر کی حمایت میں بول رہی ہو۔ ان کا قصور نہیں دیکھتیں۔"

"یہ قصور نہیں ہے۔ یہ رشتہ ہی ایسا ہے۔ وہ تمہیں [illegible] بناتے ہیں اور تم بن جاتی ہو۔ جبکہ قسم کھائی تھی کہ بہنوئی کے بہکانے سے اپنی ازدواجی زندگی تلخ نہیں کرو گی۔"

"اب تو کبھی مجھے کم عقل اور قصوروار ٹھہرائیں گے [illegible] کس منہ سے سسٹر اور سلمان کے پاس جاؤں۔ تم میری مشکل آسان کر دو۔ ان سے جا کر کہہ دو' میں شرمندہ ہوں۔ آئندہ شیطان کے چکر میں نہیں آؤں گی۔"

"اے' خبردار تم میرے شوہر کو شیطان کہہ رہی ہو؟"

"ہزار بار کہوں گی۔ ہمارا رشتہ ہی ایسا ہے۔"

لیلیٰ نے سونیا کے پاس آکر کچھ کہنا چاہا لیکن اسے اور سلطانہ کو اہم گفتگو میں مصروف دیکھ کر خاموش رہی۔ سونیا سلمان کی [illegible] ڈوک کے متعلق تفصیل سے ساری باتیں بتانے کے بعد کہہ رہی تھی "میں جانتی ہوں تم راحیلہ کی خاطر خفرات سے کھیلنے [illegible] چاہو گے۔ تمہارے ساتھ سلطانہ بھی ہو گی۔"

وہ بولا "اگر آپ کو اعتراض ہو گا تو میں سلطانہ کو ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "یہ بات سلطانہ سن لے گی تو پھر جھگڑنے لگے گی۔"

لیلیٰ نے کہا "سسٹر! میں ابھی آئی ہوں اور یقین دلاتی ہوں کہ سلطانہ سلمان سے جھگڑا نہیں کرے گی۔ ابھی اپنی حماقت پر سخت شرمندہ ہے۔ شرمندگی کے باعث آپ کے پاس نہیں آ رہی ہے۔"

"لیلیٰ' اپنے میاں کو لگام دو۔ ان بچگانہ حرکتوں سے وقت ضائع ہوتا ہے۔"

سلمان نے کہا "مجھ سے بھی غلطی ہوئی۔ میں نے فرہاد بھائی کو چیلنج کیا تھا کہ ہماری ازدواجی زندگی میں وہ کبھی ہلچل پیدا نہیں کر سکیں گے۔ سلطانہ کو عقل آگئی ہے' وہ انگی باتوں سے نہیں بہکے گی لیکن محبت کرنے والی بیویاں اپنے شوہر کے حاملے میں ضرور بہک جاتی ہیں۔"

سونیا نے کہا "چھوڑو ان باتوں کو۔ یہاں پیرس میں تبت کے دلائی لامہ کا ایک سفیر ہے۔ اس سفیر کے رشتے دار بھی ہیں۔ ان سے تبت کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرو۔ مگر تم وہاں نہیں جاؤ گے۔"

"راحیلہ میری شریکِ حیات ہے۔ اسے سحر سے نجات دلانے کے لئے مجھے جانا چاہئے۔"

"یہ ضروری نہیں ہے کہ شوہر ہی یہ فرض ادا کرے۔ بیوی بھی کر سکتی ہے۔ سونیا ثانی تبت جا کر اس شیطانی پتلے کو توڑے گی اور اپنی ماں کو سحر سے نجات دلائے گی۔ اس مہم میں علی اس کے ساتھ ہو گا۔"

لیلیٰ نے کہا "بہت ہی مناسب فیصلہ ہے۔ ثانی اور علی کو ہی جانا چاہئے۔"

"تبت میں جو زبان عام طور پر بولی جاتی ہے وہ ثانی اور علی کو ٹیوٹرز کے ذریعے دو دنوں میں سکھاؤ اور خود بھی سیکھو تاکہ یہ زبان بولنے والے دشمنوں کے دماغوں میں پہنچ سکو۔"

لیلیٰ دماغی طور پر حاضر ہو کر باتھ روم کے دروازے پر آئی پھر دستک دے کر بولی "کیا باتھ روم میں رات گزارنے کا ارادہ ہے؟"

میں نے کہا "ابھی آرہا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے سلمان کی آواز اور لہجہ اختیار کیا پھر لیلیٰ کے دماغ میں پہنچ کر بولا "ہمارے فرہاد بھائی مذاق کے رشتے سے ہم میاں بیوی کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں لیکن ابھی چند سیکنڈ پہلے پتا چلا وہ خود غلط راستے پر چل رہے ہیں۔ کیا تم یقین کرو گی؟"

"یقین دلاؤ۔ ویسے میں بہکنے والی سلطانہ نہیں ہوں۔"

"میں جانتا ہوں نہ تم بہکنے والی ہو نہ میں بہکا رہا ہوں۔ مگر ابھی تیس سیکنڈ پہلے میں ان سے شکایت کرنے ان کے دماغ میں گیا۔ مجھے کوڈ ورڈز ادا کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی ان کے اندر بول رہی تھی۔"

لیلیٰ نے پوچھا "آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔ کوئی خیال خوانی کرنے والی ان کے دماغ میں تھی؟"

"ہاں' وہ کہہ رہی تھی' فرہاد! تم بڑے محتاط رہتے ہو۔ اگر لیلیٰ نے آکر ہماری باتیں سن لیں تو کیا ہو گا؟ فرہاد بھائی نے کہا' میں عورتوں کو ہینڈل کرنا جانتا ہوں۔ لیلیٰ ایسے وقت کبھی میرے دماغ میں نہیں آتی جب میں ٹوائلٹ میں رہتا ہوں' وہ بولی' میں تم سے دور نہیں رہ سکتی۔ تمہارے پاس آؤں گی۔ فرہاد بھائی نے کہا' ذرا صبر کرو۔ میں کل تک کوئی بہانہ کر کے لیلیٰ کو پیرس بھیج دوں گا۔ تم میرے پاس چلی آنا۔ اچھا اب جاؤ ورنہ اسے شبہ ہو گا۔ اس کے جانے سے پہلے ہی میں فرہاد بھائی کے دماغ سے نکل آیا۔ لیلیٰ' تم میری سلطانہ کی بہن ہو۔ میں ایسا اوچھا مذاق نہیں کروں گا اور نہ ہی تمہیں فرہاد سے جھگڑا کرنے کا مشورہ دوں گا۔ یہ ضرور کہوں گا کہ ابھی صبر کرو اور خاموشی سے دیکھتی رہو۔ اس طرح میری باتوں کی خود بخود تصدیق ہوتی رہے گی۔"

وہ گم صم بیٹھی ہوئی تھی' اچھی خاصی مستقل مزاج تھی۔ سلطانہ کی طرح اس کے اندر عجلت اور بے چینی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ وہ اپنے بہنوئی سلمان کی بہت عزت کرتی تھی۔ اسے ایک سچا اور بے داغ انسان کہتی تھی۔ اس کے باوجود اسے یقین نہیں تھا کہ سلمان کی رپورٹ درست ہے۔ وہ ٹھوس ثبوت کے بغیر اس سلسلے میں مجھ سے کچھ پوچھنا نہیں چاہتی تھی۔

میں ٹوائلٹ سے آگیا۔ بستر کے سرے پر بیٹھا پھر لیٹ گیا۔ وہ بستر پر بیٹھی مجھے تک رہی تھی۔ میں نے کہا "میں تمہاری نگاہوں کو سمجھ رہا ہوں۔ تم شکایت کرو گی کہ میں نے تمہاری بہن کو پھر تمہارے بہنوئی سے لڑا دیا ہے۔"

وہ سر جھکا کر بولی "میں شکایت نہیں کروں گی۔ آپ نے مذاقاً ایسا کیا تھا۔"

"سلطانہ تمہاری طرح سمجھ دار کیوں نہیں ہے۔ دوسروں کے بہکانے سے کیوں بہک جاتی ہے۔ کوئی تم سے میرے خلاف بولے تو کیا تم بہک جاؤ گی؟"

"میں اپنے طور پر ثبوت حاصل کئے بغیر آپ کے خلاف سوچنا بھی گناہ سمجھتی ہوں۔"

"مجھے تم سے یہی امید ہے۔ یہ بتاؤ' سونیا نے تبت جانے کے لئے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"علی اور سونیا ثانی جانے والے ہیں۔"

"ہمارے یہ دونوں بچے ماشاء اللہ تیز ہیں۔ ایک آندھی ہے دوسرا طوفان ہے۔ پھر بھی میں سوچتا ہوں مجھے چپ چاپ ان کے پیچھے جانا چاہئے۔ وہ بہت ہی پُراسرار علاقہ ہے اور ثانی نے ایسا ملک' ایسے لوگ اور ایسا ماحول پہلے کبھی نہیں دیکھا ہے۔ میں انہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

"کیا آپ مجھے چھوڑ کر جائیں گے؟"

"ہاں' کچھ ہی دنوں کی بات ہے' میں جلد ہی واپس آؤں گا۔ کل صبح تم پیرس چلی جاؤ۔"

لیلیٰ نے ایک لمبی سانس کھینچ کر مجھے دیکھا۔ پھر اچانک ہی دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی۔ اسے میری بے وفائی کا ثبوت مل گیا تھا۔ میں نے سلمان بن کر اس سے کہا تھا کہ فرہاد بھائی اسے پیرس بھیج کر کسی محبوبہ کو مل اہیب بلانے والے ہیں۔ میں نے بظاہر حیرت سے پوچھا "ارے کیا ہوا؟ کیوں رو رہی ہو؟"

وہ منہ پھیر کر رونے لگی۔ میں نے قریب آکر اس کے گداز بازو کو پکڑا۔ وہ جلدی سے بازو چھڑا کر بستر سے اٹھ گئی۔ دور جا کر بولی "مجھے ہاتھ نہ لگائیں' آپ نے میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے کسی نے تمہیں بہکایا ہے۔"

"میں نادان بچی نہیں ہوں۔ مجھے آپ کے ہرجائی پن کا ثبوت مل گیا ہے۔"

"سلطانہ کا بھی یہی دعویٰ تھا کہ وہ کوئی نادان بچی نہیں ہے لیکن میں اس عقلمند کو دوبار سلمان کے خلاف بھڑکا چکا ہوں۔ میں اس کے مقابلے میں تمہیں زیادہ ذہین اور متحمل مزاج سمجھتا تھا لیکن ہر بیوی اپنے شوہر کے معاملے میں بہت چھوٹا دل رکھتی ہے۔ شاید اس لئے کہ دل و جان سے شوہر کو چاہتی ہے۔ اسے گمراہ ہوتے دیکھ نہیں سکتی۔ لیکن اس کا ایک کمزور پہلو ہے' ایسی ٹوٹ کر پیار کرنے والی بیویوں کو کوئی بھی بہکا کر ان کی ازدواجی زندگی تلخ کر دیتا ہے۔"

"مجھے کسی نے نہیں بہکایا۔"

"پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں کسی بہانے تمہیں پیرس بھیج کر اپنی ایک محبوبہ کو یہاں بلانے والا ہوں۔"

"ابھی آپ نے خود مجھے پیرس جانے کے لئے کہا ہے۔"

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ تمہیں یہاں سے بھگا کر دوسری کو بلانے والا ہوں۔ بھئی کسی نے بتایا ہوگا۔ تب ہی تو تم مجھے ہرجائی کہہ رہی ہو۔"

"ہاں مجھے سلمان نے بتایا تھا۔"

"یہ ہوئی نا بات۔ تم کہہ رہی تھیں کسی نے نہیں بہکایا۔"

"سلمان نے بہکایا نہیں سچ کہا ہے۔"

"کیا تم نے تصدیق کی ہے کہ تمہارے دماغ میں آکر بہکانے والا سلمان تھا؟"

"جب آپ کی ہی زبان سے سچ ظاہر ہو گیا ہے تو تصدیق کیا کروں؟"

"میرا مشورہ مانو۔ آنسو پونچھو اور سلمان سے صرف اتنا پوچھو کہ کیا وہ دس یا پندرہ منٹ پہلے تمہارے دماغ میں آیا تھا؟"

"کیا آپ کو شبہ ہے کہ وہ نہیں آیا تھا؟"

"پوچھ لینے میں کیا حرج ہے؟"

اس نے دوسری طرف منہ پھیر کر خیال خوانی کی۔ سلمان سے پوچھا "تم نے تھوڑی دیر پہلے میرے دماغ میں آکر کیا کہا تھا؟"

وہ حیرانی سے بولا "میں تمہارے دماغ میں کب آیا تھا۔ سسٹر کے پاس سے آنے کے بعد میں نے خیال خوانی نہیں کی ہے۔ کہیں کوئی دشمن تو نہیں آیا تھا؟"

"میں اسی بات کی تصدیق کر رہی ہوں' اچھا خدا حافظ۔"

لیلیٰ نے دماغی طور پر حاضر ہو کر مجھے حیرانی سے دیکھا پھر پوچھا "آپ کو کیسے پتا چلا کہ سلمان میرے دماغ میں نہیں آیا تھا؟"

"میں سلمان کے لب و لہجے میں تم سے بول رہا تھا۔"

اس کے دیدے حیرت سے پھیل گئے۔ میں نے کہا "تم دعوے کیا کرتی تھیں کہ تمہیں کوئی میرے خلاف نہیں بہکا سکے گا۔ میں نے سلمان بن کر تم سے کہا کہ فرہاد بھائی تمہیں پیرس بھیج کر ایک محبوبہ کو یہاں بلانے والے ہیں۔ اور اب میں نے سامنے آکر تمہیں پیرس جانے کو کہا تو عورت کی عقل نے سمجھ لیا کہ شوہر کی بے وفائی کا ثبوت مل گیا ہے۔"

وہ ایک دم سے دوڑتی ہوئی آکر مجھے سے لپٹ گئی۔ میں اس کے ساتھ بستر پر گر پڑا۔ وہ بولی "آپ مجھے پیرس جانے کو تو نہیں کہیں گے نا؟"

"میری جان! تم میری آخری عمر کی محبت ہو۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب آندھی اور طوفان تہت جا رہے ہیں تو مجھے جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہم یہیں رہیں گے یا کہیں رہیں گے مگر ایک ساتھ رہیں گے۔"

وہ خوشی سے پاگل ہو رہی تھی۔ بیوی روتے روتے من جائے یا روٹھ کر مان جائے تو اس کے بعد نئے سرے سے پیار کی نئی نئی مسرتیں دیتی ہے۔ اسی لئے میں نے کہا کہ وہ خوشی سے پاگل ہو رہی تھی۔ جبکہ انتہا نہیں ہونا چاہئے۔ وہ ایسے مقام پر پاگل ہو تو اپنے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ اگر شہنشاہ ہو تو تاج و تخت بھول جاتا ہے' سپاہی ہو تو تلوار پھینک دیتا ہے اور فنکار ہو تو قلم چھوڑ دیتا ہے۔ یہی حد ہے۔ اس سے آگے لکھنے والا خیالوں کی جنت سے نکال دیا جاتا ہے۔

میں نے رات کے دو بجے کہا "آدھی رات کے بعد الو جاگتے ہیں یا چور۔ ہماری زندگی میں اکثر راتیں ایسی آتی ہیں کہ ہمیں الوؤں کی طرح جاگنا اور چوروں کی طرح نقب لگانا پڑتا ہے۔"

"توبہ ہے! آپ الوؤں اور چوروں سے ہمارا موازنہ کر رہے ہیں۔"

"کیا ہم انسانی دماغوں میں نقب نہیں لگاتے ہیں؟"

"ابھی ایسا نہیں کرتا ہے۔ رات زیادہ ہو گئی ہے' آرام سے سو جائیں۔"

"اگر سونا ہی ہوتا تو نقب زنی کی بات کیوں کرتا؟"

"اوہ خدایا! اب سمجھی۔ آپ یہ بات سیدھی طرح کہہ سکتے تھے کہ ہمیں پھر دشمنوں کے دماغوں میں پہنچنا ہے یا کسی مقصد سے باہر جانا ہے۔"

"ہم باہر نہیں جائیں گے۔ تم جوجو بن کر جے مورگن کے پاس جاؤ۔ اس سے کہو وہ صبح ہونے سے پہلے یہودیوں سے نجات حاصل کر لے گا۔ اس کے لئے ذہنی طور پر آمادہ رہے۔"

"تعجب ہے۔ آپ کو یہاں بیٹھے بیٹھے کیسے یقین ہو گیا کہ وہ نجات حاصل کر لے گا۔"

"میرے بہت سے منصوبے ایسے ہوتے ہیں جن کی کامیابی کا مجھے پہلے سے یقین ہو جاتا ہے۔ ہم ابھی جس منصوبے پر عمل کرنے جا رہے ہیں اس کا نتیجہ جلد ہی تمہارے سامنے آئے گا۔ جے مورگن سے چند باتیں کر کے فوراً میرے دماغ میں آجاؤ۔"

وہ دماغی طور پر غیر حاضر ہو گئی۔ میں اپنے جاسوس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا "راحیلہ بی بی کو پاپا ڈوک کے محل سے نکال کر کہیں دوسری جگہ پہنچا دیا گیا ہے۔"

"کیا تمہارے ماتحتوں نے تعاقب نہیں کیا تھا؟"

"کیا تھا مگر وہ ہمارے ماتحتوں سے زیادہ چالاک نکلے' انہیں ڈاج دے کر نکل گئے۔"

"کوئی بات نہیں۔ اکثر معاملات میں ناکامی ہو جاتی ہے۔ تم اپنے بارہ آدمیوں کو ایک جگہ بلاؤ۔ میں ابھی پھر رابطہ کروں گا۔"

راحیلہ کا غائب ہو جانا اچھی بات نہیں تھی۔ میں جے مورگن کے ساتھ اسے بھی نکال لے جانا چاہتا تھا۔ اب اسے کس جگہ رکھا گیا ہے یہ معلوم کرنے کے لئے اس کے دماغ میں گیا تو اس نے سانس روک لی۔ پہلے وہ سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ ہم تقریباً پانچ گھنٹے اس سے غافل رہے تھے۔ اس دوران پاپا ڈوک کے معاملات میں الجھے ہوئے تھے اور کچھ وقت محبت میں گزارا تھا۔ یوں گولڈن برنیز نے کسی عامل کے ذریعے راحیلہ پر عمل کر کے اس کے دماغ کو مقفل کر دیا تھا۔ ہماری خیال خوانی کا راستہ روک دیا تھا۔

سب شک گولڈن برنیز زبردست چالیں چل رہے تھے۔ ایک طرف پاپا ڈوک کو اور دوسری طرف ہم خیال خوانی کرنے والوں کو بے بس کر دیا تھا مگر مجھے بھی شطرنج کی اس بازی میں' ذہانت کے اس کھیل میں مزہ آ رہا تھا۔ میری اگلی چال گولڈن برنیز کے ہوش اڑانے والی تھی۔

جنرل کو بھی شاید معلوم نہیں تھا کہ راحیلہ کو کہاں چھپایا گیا ہے؟ پھر بھی میں اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ راحیلہ کو خفیہ اڈے میں نہیں پہنچائی گئی ہے۔ گولڈن برنیز کے خاص ماتحتوں نے اسے ایک گاڑی میں لے جاتے وقت سمجھ لیا تھا کہ ان کا تعاقب ہو رہا ہے۔ انہوں نے کسی طرح تعاقب کرنے والوں کو ڈاج دے کر راحیلہ کو ایک سرکاری بنگلے میں پہنچا دیا تھا پھر جنرل کو اطلاع دے کر درخواست کی تھی کہ متعدد فوجی جوانوں کو اس بنگلے کے اطراف ڈیوٹی پر لگایا جائے۔

اگر وہ گولڈن برنیز کے خفیہ اڈے میں پہنچا دی جاتی تو جنرل کو بھی راحیلہ کا پتا نہ ملتا۔ میں نے اپنے جاسوس کے پاس آیا۔ اس نے کہا "میں نے بارہ بہترین آدمیوں کو طلب کیا ہے' وہ پوری طرح تیار ہو کر یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔"

میں نے اس بنگلے کا مکمل پتا اسے سمجھایا جہاں راحیلہ کو چھپایا گیا تھا۔ پھر میں نے کہا "چھ چھ آدمیوں کی دو ٹیمیں بناؤ۔ ایک ٹیم فوجی چھاؤنی کی طرف جائے گی۔ دوسری راحیلہ کی طرف۔ تم راحیلہ کی طرف جانے والی ٹیم میں رہو گے۔ کامیابی حاصل ہوتے ہی اسے ایسی جگہ چھپاؤ گے کہ وہ کسی دماغی رابطہ کرنے والے عامل کو وہاں نہ بلا سکے۔"

"مسٹر ولف! کیا ہم بنگلے پر حملہ کریں گے؟"

"نہیں' کسی ہنگامے کے بغیر اپنا مقصد حاصل کیا جائے گا۔ میں ابھی منصوبہ بتاؤں گا۔ پہلے اپنے آدمیوں کو کوڈ ورڈز یاد کراؤ۔"

جاسوس نے اپنے ماتحتوں سے کہا "میں چند کوڈ ورڈز ادا کر رہا ہوں' تم سب انہیں سنو' دل ہی دل میں دہراؤ اور ذہن نشین کر لو۔"

میں وہ کوڈ ورڈز جاسوس کے دماغ میں ادا کرنے لگا۔ وہ زبان سے دھیمی آواز میں بولنے لگا اور اس کے ماتحت ان الفاظ کو ذہن نشین کرنے لگے۔ پھر میں نے کہا "یاد کرتے رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ بستر سے اٹھ کر ٹیلی فون کے پاس آیا۔ لیلیٰ میرے اندر رہ کر یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ بولی۔ "میں خاک نہیں سمجھی' آپ کیا کرتے پھر رہے ہیں؟"

میں نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا "خود سمجھو یا انتظار کرو۔"

میں نے جنرل کے اس پرائیویٹ فون کا نمبر ڈائل کیا تھا جس کے ذریعے وہ گولڈن برنیز سے رابطہ کیا کرتا تھا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ رات کے تین بجنے والے تھے۔ ایسے وقت دیر سے جواب ملتا ہے۔ بہرحال جنرل کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی "ہالو۔ اوہ گاڈ' تین بج رہے ہیں۔ بولو کون ہے؟ کیا مصیبت آگئی ہے؟"

میں نے ایک گولڈن برین کی آواز اور لہجے میں کہا "اپنا فون انسرمنٹ دیکھو۔ مصیبت کے وقت یہی فون بولتا ہے۔"

وہ ہڑبڑا کر بیٹھ گیا۔ گولڈن برین کی آواز سنتے ہی سمجھ میں

آگیا کہ اس نے نیم بیداری کی حالت میں پرائیویٹ فون کا ریسیور اٹھا رکھا ہے۔ اس نے الرٹ ہو کر کہا "یس' آئی ایم ویل اوکن اَپ"

"نہیں جنرل! آپ اچھی طرح بیدار نہیں ہیں۔ باتھ روم جائیں' مُنہ ہاتھ دھو کر آئیں۔ میں دس منٹ بعد فون کروں گا"

میں ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں گیا۔ وہ بھی ریسیور رکھ کر بستر سے اٹھ رہا تھا۔ جنرل' اس کے خاص ماتحت اور گولڈن برنیز کے سوا کسی کو اس پرائیویٹ فون کا نمبر معلوم نہیں تھا۔ پھر وہ گولڈن برین کی آواز سن رہا تھا۔ واش بیسن میں جھک کر مُنہ پر پانی کے چھینٹے مارتے وقت یاد آیا کہ گولڈن برین نے فون پر مخصوص کوڈ ورڈز ادا نہیں کئے تھے۔ کوئی بھی گولڈن برین کبھی اصول کے خلاف نہیں بولتا پھر اس نے ایسا کیوں کیا؟ یہ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ میں نے ٹھیک دس منٹ بعد نمبر ڈائل کئے' رابطہ قائم ہوتے ہی کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے پوچھا "کیا آپ پوری طرح بیدار ہو چکے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"تو پھر یاد کریں نیم بیداری کے وقت آپ نے کیا غلطی کی تھی؟"

"میں نے آپ سے پہلی بار کوئی کوڈ ورڈز نہیں پوچھے تھے"

"ٹھیک ہے۔ آپ واقعی دماغی طور پر پوری طرح حاضر ہیں۔ اب ذرا توجہ سے سنیں۔ ہم نے ابھی اور اسی وقت راحیلہ اور جے مورگن کو دو مختلف خفیہ اڈوں میں پہنچانے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ اس بنگلے کے پہریداروں سے کہہ دیں کہ ابھی ایک سفید ویگن آرہی ہے۔ اس میں ہمارے آدمی ہوں گے۔ ویگن کا نمبر ٹی ایل زیرو تھری' زیرو تھری ہے اور فوجی چھاؤنی میں جو ویگن پہنچے گی اسکا نمبر ٹی ایل سکس ون زیرو زیرو ون ہے۔"

میں نے وہ مختلف کوڈ ورڈز بھی بتائے جو میں نے جاسوس اور اس کے ماتحتوں کو سکھائے تھے۔ ان کوڈ ورڈز کی ادائیگی سے تصدیق ہو جاتی کہ گولڈن برنیز کے خاص آدمی ہی راحیلہ اور جے مورگن کو لینے آئے ہیں۔

اس نے ایک ٹرانسمٹر اٹھا کر رابطہ کرنا شروع کیا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "اس کے دماغ میں مسلسل رہو۔ اچانک کوئی پرابلم پیش آئے تو فوراً بتا دینا۔"

میں نے جاسوس کے پاس آکر اسے بتایا کہ کس نمبر کی ویگن بنگلے کی طرف اور کسی نمبر کی ویگن فوجی چھاؤنی کی طرف جائے گی پھر کہا "ویگنوں کے سلسلے میں غلطی نہ کرنا۔ چلو غور اً دو ٹیمیں بنا کر نکلو۔"

وہ سب وہاں سے نکل پڑے۔ میں نے سلمان' سلطانہ اور جوجو کو اپنے پاس بلا کر پہلے جاسوس اور اس کے ماتحتوں کے دماغوں تک پہنچایا۔ وہ سب بدستور ویگنوں میں دو مختلف سمتوں میں جا رہے تھے۔ جوجو نے مجھ سے کہا "پاپا! میں نے ایک ماتحت کے دماغ سے معلوم کیا ہے کہ یہ لوگ راحیلہ آنٹی کو ایک بنگلے سے لانے جا رہے ہیں۔"

سلمان نے کہا "اور دوسری ٹیم جے مورگن کو لائے گی۔"

میں نے کہا "باقی تفصیلات بعد میں بتاؤں گا۔ تم تینوں کو احتیاطاً بلایا ہے تاکہ یہ لوگ کوئی غلطی کریں تو تم لوگ سنبھال لو!"

وہ تینوں مختلف دماغوں میں چلے گئے۔ میں نے اپنی جگہ حاضر ہو کر لیلیٰ سے پوچھا "جنرل کی طرف خیریت ہے؟"

"جی ہاں' وہ ٹرانسمٹر اور پرائیویٹ فون کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ خدا کا شکر ہے' ابھی تک ہمارے خلاف کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ مگر ڈر لگتا ہے کسی گولڈن برین کا فون جنرل کے پاس آسکتا ہے۔"

مجھے شروع سے اندیشہ تھا کہ ایسی بات ہو سکتی ہے میں جنرل کے پاس آیا' وہ گہری نیند سے بیدار ہوا تھا۔ جبراً جاگ رہا تھا۔ وہ رہ کر جماہیاں لے رہا تھا۔ میں نے ذرا اونگھنے پر مجبور کیا۔ پھر دماغی طور پر غائب کر دیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پرائیویٹ ٹیلیفون کے پلگ پوائنٹ کے پاس آیا پھر اس کے پلگ کو نکال دیا۔ واپس آکر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد کیا تو اس نے چونک کر آس پاس دیکھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اوہ! میں پھر اونگھنے لگا تھا۔"

وہ کچن میں آیا' وہاں کافی تیار کرنے کے لئے چولہا جلانے لگا۔ لیلیٰ نے مجھ سے کہا "آپ پہلے ہی ٹیلی فون کا پلگ نکلوا سکتے تھے۔"

"غلطی ہو گئی' معاف کر دو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا "ہنسی کو مختصر کر لو اور جنرل کے پاس جاؤ۔"

میں نے ایک ٹیم کے پاس آکر دیکھا۔ وہ لوگ کامیاب ہو گئے تھے۔ راحیلہ کو لے گئے تھے۔ میں دوسری ٹیم کے پاس آیا' وہ لوگ ویگن کے اندر جے مورگن کو بٹھا کر لے جا رہے تھے۔ اسی وقت لیلیٰ نے کہا "جنرل کو ٹرانسمٹر پر اشارہ موصول ہو رہا ہے۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہاں ٹرانسمٹر پر جنرل اور ایک گولڈن برین کے درمیان کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ پھر گولڈن برین نے پوچھا "تمہارا پرائیویٹ فون کام نہیں کر رہا ہے۔ میں کئی بار رابطہ کر چکا ہوں۔"

جنرل نے میری مرضی کے مطابق کہا "شاید کچھ خرابی ہو گئی ہو گی ورنہ..."

وہ ورنہ کے بعد کہنے والا تھا کہ اس کی گولڈن برین سے

تھوڑی دیر پہلے اسی پرائیویٹ فون پر باتیں ہو چکی ہیں لیکن میں نے بات پلٹ دی اس کی زبان سے کہا "ورنہ آپ ٹرانسمٹر پر ابھی گفتگو نہ کرتے۔"

یہ کہنے کے بعد میں نے جنرل کے دماغ کو پوری طرح اپنے قبضے میں کرلیا تاکہ کوئی گڑبڑ نہ ہو۔ گولڈن برین نے کہا "چار بجنے والے ہیں۔ یہ اچھا موقع ہے راحیلہ کو ہمارے ایک خفیہ اڈے میں پہنچایا جاسکتا ہے۔ آپ بنگلے کے اطراف پہرا دینے والوں سے ابھی کہہ دیں کہ ہمارے آدمی پیلے رنگ کی ویگن میں آرہے ہیں۔ وہ کوڈ ورڈز ادا کریں گے کہ ہینڈ اوور دی بلکن لیڈی۔"

"میں ابھی بنگلے کے مسلح پہریداروں کو سمجھاتا ہوں۔"

ٹرانسمٹر کا رابطہ ختم ہوگیا۔ لیلیٰ نے کہا "اب اصل لوگ راحیلہ کو لے جانے اس بنگلے میں پہنچیں گے تو بھید کھل جائے گا۔"

"راحیلہ محفوظ مقام تک پہنچا دی گئی ہے۔ تم جنرل کے دماغ پر قبضہ جما کر یہاں رہو میں ابھی آتا ہوں۔"

میں اسے وہاں چھوڑ کر سلمان کے پاس آیا اس سے کہا "یہ ویگن کا سفر ابھی تک جاری ہے۔ ٹیم کے سربراہ سے معلوم کرو۔ آخر وہ خفیہ اڈا اور کتنی دور ہے۔"

سلمان نے سوچ کے ذریعے سربراہ سے یہی سوال کیا۔ اس نے جواب دیا "بس ہم پہنچنے والے ہیں۔"

سامنے سے گشت کرنے والی ایک پولیس پارٹی ایک گاڑی میں آرہی تھی۔ انہوں نے رکنے کے لئے سگنل دیا۔ ہماری ٹیم کا لیڈر رکنا نہیں چاہتا تھا۔ سلمان نے کہا "رک جاؤ' قانون کے محافظوں کی تسلی کردو۔"

انہوں نے گاڑی روک دی۔ پہلے ایک سپاہی اپنی گاڑی سے اتر کر ویگن کی طرف آیا۔ کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اندر چھوٹے سے بلب کی روشنی میں سب ہی نظر آرہے تھے۔ جے مورگن کے ساتھ ان کی تعداد سات ہوگئی تھی۔ اور جے مورگن کو وہاں چہرے سے کوئی نہیں جانتا تھا۔ ایک عرصہ ہوا' قل ابیب میں پہنچتے ہی نظر بند رہنے لگا تھا۔ پھر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جنرل نے سب سے چھپا کر رکھنے میں بہتری سمجھی تھی۔

سپاہی نے کہا "اتنی رات کو اتنے لوگ کہاں جارہے ہیں؟"

ایک نے ہنس کر کہا "پانچ بج چکے ہیں۔ صبح ہو رہی ہے اور تمہیں رات نظر آرہی ہے۔"

سپاہی پلٹ کر اپنی گاڑی کی طرف جانے لگا۔ اس کے دماغ میں سلطانہ تھی۔ اس نے سلطانہ کی مرضی کے مطابق کہا۔ "گاڑی میں صرف چار افراد ہیں۔"

افسر نے اگلی سیٹ سے باہر آکر کہا "مجھے تو کچھ زیادہ لگ رہے ہیں۔"

اس کے بولتے ہی جوجو اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ویگن کے پاس آیا پھر اندر جھانکتے ہوئے بولا "کمال ہے! دور سے تو ہمیں صرف چار ہی نظر آئے تھے۔ اسی کو فریب نظر کہتے ہیں۔ باقی لوگ کہاں جارہے ہو؟"

جواب ملا "صبح کی دوڑ لگانے پولو گراؤنڈ۔"

افسر نے جانے کی اجازت دے دی۔ ویگن اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی پھر تیز رفتاری سے دور نکلتی چلی گئی۔ اب کوئی اندیشہ نہیں رہا تھا۔ جے مورگن کو ایک خفیہ اڈے تک پہنچانے کے بعد اطمینان ہوگیا۔ وہ لوگ کامیابی کی خوشی میں ناچنے لگے۔ جے مورگن ایک ایک کا شکریہ ادا کررہا تھا اور جوجو کو آواز دے کر کہہ رہا تھا "سسٹر جوجو! میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ تم میری سگی بہن سے بڑھ کر ہو۔ جب چاہو مجھے آزما لو۔ ان شانوں پر یہ گردن صرف تمہارے لئے کٹنے کو تیار رہا کرے گی۔"

جوجو نے کہا "صبح ہو چکی ہے ہم محبت اور رشتوں کی باتیں بعد میں کریں گے' ابھی یہاں کے دروازے اور کھڑکیاں اچھی طرح بند کرلو۔ میں تمہارا چہرہ بدلنے کے لئے کچھ کرتی ہوں۔"

وہ میرے پاس آئی۔ میں جاسوس کے پاس آکر بولا "کوئی پلاسٹک سرجری کرنے والا اپنا آدمی ہے؟ جے مورگن کو عارضی میک اپ میں نہیں رکھا جاسکتا۔ ابھی اس کی تلاش شروع ہونے والی ہے۔"

ہمارے جاسوس نے جواب دیا "پلاسٹک سرجری بھی کام نہیں آئے گی۔ یہاں کے سراغرساں اور پولیس والے کسی بھی خطرناک مجرم کو اس کے بل سے نکالنے کے لئے شکاری کتوں کو نام میں لاتے ہیں۔ آپ ان کتوں کو جے مورگن تک پہنچنے نہ دیں۔ میں چند گھنٹوں میں اس کا پلاسٹک سرجری کے ذریعے حلیہ بدل دوں گا۔"

میں نے جوجو سے کہا "تم آرام کرو۔ ضرورت ہوئی تو بلا لوں گا۔"

میں لیلیٰ کے پاس جنرل کے دماغ میں آیا۔ اس کے قریب فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ پرائیویٹ فون کا پلگ لگا دیا گیا تھا۔ جنرل نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ جواب میں گولڈن برین نے کوڈ ورڈز ادا کرکے پوچھا "یہ کیا مذاق ہے! راحیلہ بنگلے میں نہیں ہے اور آپ کے فوجی جوان کہتے ہیں' آپ نے ہمارے مقرر کئے ہوئے کوڈ ورڈز نہیں بتائے ہیں۔"

"وہ غلط کہتے ہیں۔ میں انہیں بتا چکا ہوں۔ آپ کے کوڈ ورڈز یہی تھے نا کہ پینلوپ ان دی ڈارک۔ نیوربی اپ ٹو مارک۔" (جو اندھیرے میں ہوتے ہیں' بھروسے کے قابل نہیں ہوتے۔

گولڈن برین نے سخت لہجے میں کہا "جنرل' ہوش کی دوا کرو۔ میں نے جو کوڈ ورڈز بتائے تھے وہ یہ تھے کہ ہینڈ اوور دی بلکن لیڈی۔"

جنرل نے حیرانی سے پوچھا "آپ نے یہ مخصوص الفاظ کب بتائے تھے۔ جب میں گہری نیند سے بیدار ہو کر آپ کا فون ریسیو کیا تو۔۔۔"

بات کاٹ کر کہا گیا "ہماری گفتگو فون پر نہیں ٹرانسمٹر پر ہوئی تھی۔ آپ کا فون خراب تھا۔"

"میرا فون خراب نہیں تھا۔"

"اوہ مائی گاڈ! اس کا مطلب ہے گڑبڑ ہو چکی ہے۔ آپ کے دماغ پر کسی کا قبضہ ہے۔ میں ابھی رابطہ کرتا ہوں۔ انتظار کریں۔"

"تم نیند پوری کرنے کے بعد میرا ادھورا کام کرتی رہو گی تو مجھے جلد ہی سونے کا موقع مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' ایک گھنٹے کی نیند میرے لئے کافی ہے۔"

"ایک نہیں دو گھنٹے۔ پلیز میری بات مان لو۔"

وہ بستر پر آکر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کرکے دماغ کو ہدایات دینے لگی۔ باہر دن نکل آیا تھا۔ اب کوئی چار گھنٹے بعد پاپا ڈوک کا برین آپریشن ہونے والا تھا۔ ایک ساحر اعظم کی شخصیت ختم ہونے والی تھی۔ میں نے اس کے اندر جاکر دیکھا' شاید اسے بچانے کے لئے باہر سے امداد آپہنچی ہو لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ کسی نامعلوم جگہ خاموشی سے لیٹا ہوا تھا۔ پاپا ڈوک کو خونخوار کتے پالنے کا شوق تھا۔ اس نے تل ابیب آکر یہ شوق پورا کیا تھا۔ ابھی اس کے دماغ میں آنے کا یہی مقصد تھا کہ میں ان کتوں کے متعلق تفصیلات معلوم کروں۔

تل ابیب میں اس کے کتوں کی دیکھ بھال تین فوجی سپاہی کرتے تھے۔ میں نے پاپا ڈوک کے اندر تحریک پیدا کی کہ وہ ایک سپاہی کی آواز اور لہجے کو پوری طرح گرفت میں لے کر خیالی خوانی کی پرواز کرے۔

وہ خیال خوانی کے قابل نہیں تھا۔ مگر کوشش کرنے لگا۔ میں بھی اس کے ساتھ سپاہی کے لہجے کو گرفت میں لے کر کوشش کررہا تھا۔ نتیجے میں وہ ناکام رہا میں کامیاب ہوگیا۔ ایک فوجی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ صبح چھ بجے ڈیوٹی پر آیا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ چھ خطرناک کتے ہیں جو صرف تجربہ کار ہاتھوں میں رہتے ہیں۔

میں نے اس کی سوچ میں یہ بات پیدا کی کہ اسے یہ تجربہ کہاں کہاں سے حاصل ہوا ہے۔ جواب میں وہ فخر سے سوچنے لگا پہلے وہ محکمۂ سراغرسانی کے کتوں کو سدھایا کرتا تھا۔ اس کا تجربہ ریکارڈ دیکھ کر ملٹری انٹیلی جنس والوں نے اسے اپنے کتوں کے لئے فوج میں بلا لیا۔ پتا چلا محکمۂ سراغرسانی اور ملٹری انٹیلی جنس کے کتوں کی مجموعی تعداد پچاس کے قریب ہے۔ جے مورگن کو بچانے کے لئے ان تمام کتوں کو ختم کرنا ممکن نہ تھا۔ پھر اسرائیل کے دوسرے شہروں میں بھی سدھائے ہوئے جاسوس کتے ہوں گے لہٰذا یہ خیال ترک کردیا کہ کتوں کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

شکاری کتے جے مورگن کے رومال یا اس کے لباس کا کوئی حصہ سونگھ کر اس کے پیچھے آسکتے تھے اور اس کی موجودہ پناہ گاہ تک پہنچ سکتے تھے۔ میں نے جوجو کا لبادہ اختیار کرکے جے مورگن کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا وہ اپنا تمام سامان لے کر آیا ہے۔ جس فوجی چھاؤنی کے بنگلے میں وہ نظر بند تھا وہاں اس نے ایک کپڑا تک نہیں چھوڑا ہے۔

وہ اپنے طور پر مطمئن تھا لیکن مجھے اطمینان نہیں تھا۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ نظر بندی کے دوران اس کا اتارا ہوا لباس لانڈری میں جاتا ہو اور کبھی لانڈری میں بھیجنے سے پہلے وہ لباس کتوں کو سونگھایا گیا ہو۔ اکثر باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی نہیں جان سکتے۔

میں نے پھر جوجو کی آواز میں جے مورگن سے کہا "نظر بندی کے دوران جتنے افسران اور جوان تمہارے سامنے آتے تھے تم ایک ایک کا لہجہ یاد کرو اور ان کے دماغوں میں جاؤ۔ تمہیں صرف شکاری کتوں سے خطرہ ہے۔ اس خطرے سے بچنے کے لئے معلومات کا ہر ممکن راستہ تلاش کرو۔"

وہ ایک افسر کے دماغ میں پہنچا۔ وہاں چھاؤنی والے مورگن کے بنگلے میں کرنل اور دوسرے اعلیٰ افسران آئے ہوئے تھے۔ یہ بھید کھل گیا تھا کہ جے مورگن کو اغوا کیا گیا ہے۔ گولڈن برنیز کے دو خاص جاسوس بھی موجود تھے۔ ایک نے پوچھا "کیا مورگن کو شکاری کتوں سے سونگھایا گیا تھا؟ اسے واپس لانے کا بس یہی ایک راستہ رہ گیا ہے۔"

ایک افسر نے کہا "ہمیں اس قسم کی ہدایات نہیں دی گئی تھیں۔ پھر اس چھاؤنی میں کتے بھی نہیں ہیں۔"

اس کی بات پر دونوں جاسوس غصہ دکھانا چاہتے تھے۔ اسی لمحے میں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ آوازیں قریب آتی جارہی تھیں۔ کرنل نے کہا "مورگن اپنے لباس کی ایک دھجی بھی چھوڑ کر نہیں گیا ہے۔ کتوں کو اس کے جسم کی بو سونگھائی نہیں جاسکتی۔ پھر یہ کتے کیوں لائے جارہے ہیں؟"

ایک اعلیٰ افسر نے آکر سیلوٹ کیا پھر کہا "سر! میری نگرانی میں بیس کتے رہا کرتے ہیں۔ میں نے لانڈری میں جانے والے مورگن کے کپڑوں کو اپنے تین کتوں تک پہنچایا تھا۔ اس کے لئے مجھے خفیہ احکامات ملے تھے۔ میں ان تین کتوں کو لے آیا ہوں۔"

کرنل نے خوش ہو کر کہا "ہمارے گولڈن برنیز زندہ باد۔ ان کی احتیاطی تدابیر ہمارے کام آئی ہیں۔"

وہ اپنے افسران کے آگے چلتا ہوا بنگلے کے باہر آیا۔ تین فوجی جوانوں نے تین خونخوار شکاری کتوں کی زنجیریں تھام رکھی تھیں۔ اب وہ نہیں بھونک رہے تھے' خاموشی سے ہانپتے ہوئے دوسرے افسران کو دیکھ رہے تھے۔ کرنل نے پوچھا "اب کس بات کا انتظار ہے؟"

کتوں کے نگران افسر نے کہا "کتوں کو مخصوص بو یاد دلانے کے لئے ایک نفسیاتی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ میں نے جے مورگن کا لباس انہیں سونگھانے کے دوران ان کے آگے ایسی ہڈیاں ڈالی تھیں جن میں برائے نام گوشت تھا جبکہ انہیں ہڈیوں کے بغیر گوشت دیا جاتا ہے۔"

ایک سپاہی ایک ٹوکرے میں بے شمار ایسی ہڈیاں لایا جن میں ذرا ذرا سا گوشت چپکا ہوا تھا۔ ایسے چٹکی بھر گوشت سے ان کی بھوک مٹ نہیں سکتی تھی بلکہ اور بڑھ جاتی۔ وہ ہڈیاں ان کے سامنے ڈال دی گئیں۔ تینوں لپک لپک کر ان ہڈیوں کو بھنبھوڑنے لگے۔ اس دوران وہ منہ اٹھا اٹھا کر بھونکتے تھے۔ پھر گوشت نوچتے تھے مگر گوشت تھا ہی کتنا؟ وہ بھوک کی شدت سے غصے کے مارے بپھر گئے تھے۔ جنوب مشرق کی سمت منہ اٹھائے بھونک رہے تھے۔ مورگن کا دل دھک سے رہ گیا کیونکہ اس کی پناہ گاہ جنوب مشرق میں ہی تھی۔

اب وہ اس شخص کا گوشت مانگ رہے تھے جس کی بو کبھی سونگھ چکے تھے۔ میں نے دوسرے افسر کے دماغ میں آکر اسے ریوالور نکالنے پر مجبور کیا۔ پھر ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر دو فائر کئے۔ ٹھائیں' ٹھائیں کی آواز کے ساتھ دو کتے فضا میں اچھل کر زمین بوس ہو گئے۔ تیسرے فائر کا موقع نہیں ملا۔ اس کو دونوں طرف سے جکڑ کر ریوالور چھینا جا رہا تھا۔

تیسرا کتا زور و شور سے بھونک رہا تھا۔ ایسا زور لگا رہا تھا جیسے زنجیر توڑ کر ایک ہی چھلانگ میں مورگن کے نرخرے تک پہنچ جائے گا۔ مورگن ایسے موقع پر گدھا ثابت ہوا۔ وہ جس کے دماغ میں تھا اس کی گن سے تیسرے کتے کا خاتمہ کر سکتا تھا مگر وہ دہشت کے مارے دماغ سے کام لینا بھول گیا تھا۔

فوجی چھاؤنی میں یہ دہشت پھیل گئی تھی کہ ان افسران کے درمیان کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن موجود ہے۔ اور وہ صرف تیسرے کتے کو ہی نہیں ان سب کو بھی ختم کر دے گا۔ میں کرنل کے دماغ پر چھا گیا۔ اس نے ایک سپاہی کے ہاتھ سے گن لے کر گرجتے ہوئے کہا "تم سب نالائق ہو۔ بھلا کتا کوئی پالنے کی چیز ہے؟"

یہ کہتے ہی اس نے تیسرے کتے کو گولی مار دی۔ خس کم جہاں پاک۔ وہاں موت کا سا سناٹا چھا گیا۔ ان سب کو اپنی آنکھوں کے سامنے موت دکھائی دے رہی تھی۔ کیونکہ ان سب کے پاس

رائفلیں تھی۔ دشمن ان کے دماغوں میں گھس کر انہیں مجبور کر سکتا تھا اور وہ بے اختیار ایک دوسرے کو مار سکتے تھے۔ اس خیال کے ساتھ ہی سب نے اپنے اپنے ہتھیار پھینک دیئے۔

تب میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا "میں وہی خیال خوانی کرنے والا ہوں جس کے تماشے ابھی تم دیکھ چکے ہو۔ جاؤ اپنے جنرل سے کہو کہ گولڈن برنیز سے رابطہ کرے۔ میں ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ بیس منٹ بعد جنرل کے دماغ میں آؤں گا' دیٹس آل۔"

میں وہاں سے مورگن کے پاس آیا' وہ کچن میں جا کر اپنے تمام کپڑوں کو آگ لگا چکا تھا اور اب اس بنگلے سے نکل کر کہیں دور جانا چاہتا تھا تاکہ تیسرا کتا اسے ڈھونڈ نہ پائے۔ یعنی اس نے تیسرے کی موت نہیں دیکھی تھی۔

میں نے جوجو کے لہجے میں کہا "الو کے پٹھے! تم نے ٹریننگ سینٹر میں یہی حکمتِ عملی سیکھی ہے؟"

"سسٹر! مجھے معاف کر دو۔ ابھی میرا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔"

"جب بھی موت سامنے آئے گی تمہارا دماغ فیل ہو جایا کرے گا؟"

"کیا کروں مجھے اپنی زندگی سے پیار ہے۔ اس لئے موت سے ڈرتا ہوں۔"

"بہتر یہی ہو تا کہ تمہارا برین آپریشن ہو جاتا۔ اس طرح تم ذہین اور دلیر بن جاتے۔ تم نے کہا تھا میرے احسانات کے بدلے بڑی سے بڑی قربانی دے سکتے ہو۔"

"بے شک تمہارے لئے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔"

"تو پھر یہاں سے نہ بھاگو۔ تیسرے کتے کو تمہاری بُو سونگھتے ہوئے اس بنگلے میں آنے دو۔"

"ارے یہ کیا کہتی ہو' وہ مجھے چیر پھاڑ کے رکھ دے گا۔"

"اگر تم کتے کا مقابلہ نہیں کرو گے تو وہ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ تمہاری سلامتی بزدلی میں نہیں دلیری میں ہے۔"

"میں دونوں ہاتھ جوڑ کر التجا کرتا ہوں' میری دلیری پھر کسی موقع پر آزما لینا' ابھی مجھے بھاگ جانے دو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "لعنت ہے تم پر۔ جاؤ چھاؤنی کے کسی بھی افسر کے دماغ کو پڑھ کر معلوم کر لو۔ وہ تیسرا کتا بھی مر چکا ہے۔"

بیس منٹ گزرنے ہی والے تھے۔ میں مقررہ وقت پر جنرل کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ایک کرسی پر سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی حکمتِ عملی کئی بار ناکام ہوئی تھی۔ اس کی سرپرستی میں پہلے الپا پھر جے مورگن کو اغوا کر لیا گیا تھا۔ راحیلہ بھی چھین لی گئی تھی۔ ان وجوہات کی بنا پر گولڈن برنیز نے اسے جنرل کے عہدے سے ہٹا دیا تھا اور جلد ہی اسے خصوصی عدالت میں پیش کیا جانے والا تھا۔

میں یہ سب کچھ جنرل کے دماغ سے معلوم کر رہا تھا۔ ادھر نیا جنرل ٹی وی کے سامنے بیٹھا پانچوں گولڈن برنیز کو اسکرین پر دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "بیس منٹ گزر گئے' وہ خیال خوانی کرنے والا نہیں آیا۔"

میں نے سابقہ جنرل کی زبان سے کہا "میں آگیا ہوں۔"

سب نے چونک کر اسے دیکھا پھر نئے جنرل نے کہا "مجھے ٹائر ٹلوم کہتے ہیں۔ اب جنرل ٹائر کہلاؤں گا۔ بہتر ہے پہلے ایک دوسرے سے ہم متعارف ہو جائیں۔"

میں نے کہا "ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ میرا نام سلمان واسطی ہے۔"

اسکرین کے ذریعے ایک گولڈن برین نے کہا "تمہارا نام سن کر یہ سمجھ میں آگیا کہ تم ایک شوہر کی حیثیت سے راحیلہ کو ہم سے چھین لے جانے کا حق رکھتے ہو لیکن تم نے مورگن کو کیوں اغوا کیا ہے؟"

"میں نے یہ نہیں پوچھا کہ تم نے پیرس سے میری بیوی کو کیوں اغوا کرایا؟ تم بھی نہ پوچھو کہ میں مورگن کو کیوں لے گیا ہوں۔"

مسٹر سلمان! یہ بچگانہ حرکت ہے۔ تم راحیلہ اور جے مورگن کو اسرائیل سے باہر نہیں لے جا سکو گے۔ ان پر پلاسٹک سرجری بھی کام نہیں آئے گی۔"

"ایسا ہے تو پھر پریشان کیوں ہوتے ہو۔ جب تک راحیلہ رہے گی تب تک میں رہوں گا اور جب تک میں رہوں گا' تب تک مسائل اور مصیبتیں بڑھتی رہیں گی۔"

"کیا تم دھمکی دینے آئے ہو؟"

"فی الحال دھمکی ہے' بعد میں دھماکا ہو گا۔ جب بھی کسی کو راحیلہ کی تلاش میں دیکھوں گا تو یہاں کی اہم تنصیبات میں سے کسی کو دھماکے سے اڑا دوں گا۔"

تمام گولڈن برنیز خاموشی سے سابقہ جنرل کو تک رہے تھے۔ میں نے کہا "اب بھی یہ تمہارے لئے محض دھمکی ہے تو کسی کو میری بیوی کی تلاش میں روانہ کرو۔ تمہیں شب برات اور دیوالی کا مزہ آئے گا۔"

"ہمارا کوئی جاسوس راحیلہ کو تلاش نہیں کرے گا۔ تم جے مورگن کے معاملے میں کوئی سمجھوتا کر لو۔"

"کیسا سمجھوتا؟"

"تم اپنی کوئی ایک بڑی شرط منوا کر ہم سے بے انتہا مفادات حاصل کر کے مورگن کو ہمارے حوالے کر دو۔"

"کوئی بڑی شرط منوانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس کے بغیر ہی میں تم لوگوں سے مفادات حاصل کر رہا ہوں اور حاصل کرتا رہوں گا۔"

"مسٹر سلمان! سپر پاورز بھی کسی معاملے میں اپنے اندر لچک پیدا کرتی ہیں۔ آپ کو مسلسل کامیابیوں کے غرور میں انسان دوستی کو نہیں بھولنا چاہئے۔"

"انسان دوستی تم یہودیوں کو چھو کر نہیں گزرتی۔ ہم سانپ سے دوستی کرسکتے ہیں کسی یہودی سے نہیں کرسکتے۔ شیبا کی ہلاکت کے بعد ہم نے جو فیصلہ کیا تھا وہ یہی تھا۔ اور یہ فیصلہ کبھی نہیں بدلے گا۔"

یہ فیصلہ سن کر انہیں غصے سے رابطہ ختم کردینا چاہئے تھا کیونکہ اس کے بعد کچھ کہنے کو نہیں رہ جاتا تھا۔ لیکن وہ پانچوں گولڈن برنیز اندیشوں میں گھرے ہوئے تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے راحیلہ اور جے مورگن کے بعد اب جان گاڈی کی باری ہے۔ حالانکہ اسے ساحلی فوج کے سامنے سمندر کے بیچ' بجلی کے نادیدہ تاروں کے حصار میں رکھا گیا تھا۔ کسی کا وہاں پہنچنا ممکن نہ تھا۔ لیکن ہم تو مسلح افواج کے درمیان گھس کر چھاؤنی سے مورگن کو نکال لائے تھے اور اسی بات نے ان کے کلیجے دھڑکا دیئے تھے۔

آخر وہ بات ان کی زبان پر آگئی۔ ایک اور گولڈن برین نے کہا "ہم تمہیں نیک مشورہ دیتے ہیں۔ سمندر کے بیچ والی پہاڑی پر نہ جانا' وہاں ہر قدم پر موت ہے۔ ہم نے حفاظتی انتظامات پہلے سے زیادہ سخت کردیئے ہیں۔"

میں نے کہا "تمہارے جیسے نیک آدمی کا مشورہ ماننا چاہئے۔ خوش ہوجاؤ' میں اس پہاڑی پر نہیں جاؤں گا۔"

تیسرے گولڈن برین نے کہا "جب فرہاد زندہ تھا تو ایک بات زبان سے کہہ دینے کے بعد اس پر قائم رہتا تھا۔"

"میں بھی زبان کا دھنی ہوں۔ پہاڑی پر نہ جانے والی بات پر قائم رہوں گا۔" وہ ذرا مطمئن ہوئے۔ میں نے کہا "کیونکہ میرا وہاں جانا ضروری نہیں ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا جان گاڈی خود میرے پاس پہنچ جائے گا۔"

کسی نے غرا کر دیکھا' کسی نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے' کوئی بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ پھر ایک نے کہا "سلمان! تم ہمارے لئے بہت بڑا چیلنج بن گئے ہو۔ جب دشمنی ہی ٹھہری تو ہم محض باتوں میں وقت ضائع نہیں کریں گے۔"

میں نے کہا "یہ میٹنگ برخاست کرنے سے پہلے اتنا بتادو کہ پانچوں کو پاپا ڈوک کی فکر کیوں نہیں ہے؟"

"ہم اس کی طرف سے مطمئن ہیں۔ ایک آدھ گھنٹے میں اس کا آپریشن شروع ہوجائے گا۔ کیا تم اس کے لئے بھی کوئی چال چل چکے ہو؟"

"کیا مجھے چال نہیں چلنا چاہئے؟ کیا اس ذلیل نے راحیلہ کو سحر زدہ نہیں کیا ہے؟ کیا راحیلہ کے اغوا میں اس کا ہاتھ نہیں ہے؟"

دوسرے نے بے چین ہو کر پوچھا "ارے تو تم نے کیا کیا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ فی الحال اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔"

"ہم کیسے یقین کریں؟"

"یقین نہ کرو۔"

"یہ کوئی ماننے کی بات ہے۔ پاپا ڈوک اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہے۔ تم آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ کر کچھ بھی کرسکتے ہو' وہ تمہارا دشمن ہے' اسے ہلاک کرسکتے ہو' مگر اسے معاف کیوں کررہے ہو؟"

ایک اور گولڈن برین نے کہا "تم نے راحیلہ اور مورگن کے لئے پاپڑ بیلے' ایک زبردست منصوبہ پر عمل کیا۔ پاپا ڈوک کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے' خیال خوانی کے ذریعے اس کی سانس روک سکتے ہو۔"

ایک گولڈن برین فون پر کسی سے باتیں کررہا تھا۔ اس نے ریسیور رکھ کر کہا "میں نے ابھی اسپتال سے معلوم کیا ہے۔ پاپا ڈوک زندہ سلامت ہے۔"

میں نے کہا "بڑی مشکل ہے' دشمنی کروں تو پریشان ہو جاتے ہو' نہ کروں تو بھی تمہارا سکون برباد ہوجاتا ہے۔ کیا خیال خوانی کی چٹکی بجا کر اسے بھی ختم کردوں؟"

ایک نے جلدی سے کہا "نہیں' ہمارا مطلب یہ نہیں ہے۔ فرہاد کی موت کے بعد تم سب سونیا کی عقل سے چل رہے ہو اور وہ کتنی مکار ہے یہ ہم جانتے ہیں کیونکہ اس کے ہاتھوں ناقابل تلافی نقصانات اٹھاتے رہے ہیں۔ جب وہ دشمنی نہیں کرتی ہے تو ہم سمجھ لیتے ہیں' وہ پہلے سے بہت کچھ کر بیٹھی ہے اور اب نتائج کا انتظار کررہی ہے۔ تم نے بھی پاپا ڈوک کے ساتھ ایسا ہی کچھ کیا ہے۔"

میں نے کہا "گولڈن برنیز! کیوں مجھے باتوں میں الجھا رہے ہو؟ تم چاہتے ہو میں یہاں بلایا جاؤں اور ادھر پاپا ڈوک کو آپریشن تھیٹر لے جا کر بیہوش کردیا جائے پھر میری خیال خوانی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے کہا "تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ہم دراصل اس بات کی تہ تک پہنچنا چاہتے ہیں کہ تم اس جادوگر کو زندہ کیوں رکھنا چاہتے ہو؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ ان میں سے ایک نے آوازوں میں خاموش رہا۔ دوسرے نے پریشان ہو کر کہا "وہ ضرور پاپا ڈوک کے پاس گیا ہے۔"

پانچوں برین نے کہا "ہم راحیلہ اور مورگن وغیرہ کی باتوں میں اسے الجھا رہے تھے۔ پاپا ڈوک کا نام تک لینا نہیں چاہتے تھے مگر اس کمبخت نے ہی ذکر چھیڑ دیا تھا۔"

"ابھی وہ پاپا ڈوک کو مار ڈالنا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔"

میں نے سابقہ جنرل کی زبان سے پھر انہیں مخاطب کیا۔ وہ چونک گئے' میں نے کہا "آخر تم لوگوں نے اعتراف کرلیا کہ مجھے غیر ضروری باتوں میں الجھا رہے تھے۔ تمہارے لئے پاپا ڈوک ضروری تھا۔"

"تھا؟" ایک نے گھبرا کر پوچھا۔

"ہے" میں نے کہا "اطمینان رکھو۔ وہ آپریشن تھیٹر میں ہے۔ جب ڈاکٹر اسے بیہوش کرنے جارہا تھا تب میں وہاں موجود تھا۔ یہ چند سیکنڈ کی باتیں ہیں' اس کے بیہوش ہوتے ہی میں پھر تمہارے پاس چلا آیا ہوں۔"

ان میں سے ایک فون کے ذریعے معلومات حاصل کررہا تھا۔ پھر اس نے ریسیور رکھ کر کہا "رپورٹ ہمارے حق میں ہے۔ پاپا ڈوک کو بیہوش کرنے سے پہلے ڈاکٹروں نے اچھی طرح چیک کیا تھا۔ اس کی نبض اور دل کی دھڑکنیں نارمل تھیں۔"

میں نے کہا "مبارک ہو۔ تمہارا ایک خیال خوانی کرنے والا بچ گیا ہے۔"

سب کے سب خوش نظر آرہے تھے۔ پاپا ڈوک میری خیال خوانی کے خطرہ سے نکل گیا تھا۔ ایک نے پوچھا "سلمان! کیا تم لوگ اتنے ہی ضعیف الاعتقاد ہو کہ ستاروں کی چال نے یا خود پاپا ڈوک نے کہہ دیا کہ وہ صرف سونیا کے ہاتھوں مارا جائے گا تو تم نے اسے ہلاک کرنے کا سنہری موقع گنوا دیا؟"

میں نے کہا "یہ بات کم ظرف نہیں سمجھیں گے کہ دشمن نادار ہو' کمزور ہو' مقابلے کے قابل نہ ہو تو اسے توانائی بحال کرنے کی مہلت دینا چاہئے۔ یہ ہماری اعلیٰ ظرفی ہے کہ ہم نے اسے موت کے نہیں' مسیحاؤں کے حوالے کیا ہے۔ پھر اس میں ایک مصلحت بھی ہے۔"

میں ذرا خاموش ہوا۔ ایک نے پوچھا "کیسی مصلحت؟"

"پاپا ڈوک نے یا اس کے ستاروں نے سچ کہا ہو یا جھوٹ' گریہ تو کہہ دیا کہ وہ سونیا کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ اس مقصد کے لئے سونیا یہاں پہنچ گئی ہے۔"

سب ہی کو جیسے بجلی کا جھٹکا پہنچا ہو۔ وہ ایک دم سے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ ایک نے پوچھا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

دوسرے نے پوچھا "کیا سونیا واقعی یہاں آگئی ہے؟"

"ہاں' مادام سونیا نے کہا تھا جس وقت وہ تل ابیب پہنچنے والی ہو' اس وقت میں پانچوں گولڈن برنیز کو باتوں میں الجھائے رکھوں تاکہ وہ کسی نئی دشواری کے بغیر ائرپورٹ سے اپنی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ جائے۔"

ان سب پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ میں نے کہا "اے میرے پانچوں مغز! تم مجھے باتوں میں الجھا رہے تھے یا میں الجھا رہا تھا؟"

"اے میرے پانچوں مغز! پاپا ڈوک کو زندہ چھوڑ دینے میں یہ مصلحت ہے کہ سونیا اسے ہلاک کرنے آئی ہے تو اس کے ساتھ یہودی اکابرین کی بھی نیندیں اڑنے والی ہیں۔ تم پانچوں بے شک وشبہ ذہین ہو۔ سونیا نے تمہاری ذہانت کے نمونے دیکھے ہیں۔ تم پانچوں بے شک گولڈن برنیز کہلانے کے مستحق ہو اور سونیا ہمیشہ نفسیاتی چالیں چلتی آئی ہے۔ کھوپڑی گھما دینے والے ذہانت کے کھیل کھیلتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ وہ سر سے کام لیتی ہے لیکن دھماکے اس کے قدموں تلے چلتے ہیں۔ دیکھو ذرا کان لگا کر اس کے قدموں کی آواز سنو۔ وہ آرہی ہے۔ ہاں' وہ آرہی ہے۔"

اسی لمحے گولڈن برنیز کے درمیان رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی۔ وہ ایک دم سے اچھل پڑے' یہ نفسیاتی ردعمل تھا۔ بجلی کا جھٹکا سا لگا جیسے سونیا آگئی ہے۔ گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ ایک نے ریسیور اٹھا کر غصے سے پوچھا "کون ہے؟"

دوسری طرف سے جواب سن کر ہاتھ سے ریسیور گرتے گرتے رہ گیا۔ پھر وہ بولا "تت... تم آگئی ہو۔ مم... مگر تمہیں ہمارا نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

اس بار وہ جواب سن کر جھینپ گیا۔ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر باقی گولڈن برنیز سے بولا "سوری! میں کچھ بدحواس ہوگیا تھا۔ یہ سونیا نہیں ہماری رائٹ ہینڈ مارتھا بول رہی ہے۔ وہ کہہ رہی تھی' میں پیرس سے آگئی ہوں۔ میں سمجھا سونیا آگئی ہے۔"

میں نے سابقہ جنرل کے ذریعے کہا "وہ آچکی ہے۔"

چار مغز نے مجھے یعنی سابقہ جنرل کو گھور کر دیکھا۔ پانچواں فون پر باتیں کررہا تھا۔ اس نے پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "بہتر ہے میٹنگ برخاست کی جائے۔ مسٹر سلمان سے پھر کبھی گفتگو ہوگی۔"

چند سیکنڈ کے بعد اسکرین بجھ گیا۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ لیلیٰ بیدار ہوگئی تھی۔ اس نے کہا "آپ کو مصروف دیکھ کر میں بھی جنرل کے پاس گئی تھی' کیا واقعی سسٹر آگئی ہیں؟"

ہم نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ وہ متوقع فلائٹ سے تل ابیب آگئی تھی۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ اسے بتاتا' وہ بولی "تم نے فون پر ہونے والی مارتھا کی گفتگو تو نہیں سنی ہوگی۔"

میں دنیا کو چونکاتا تھا۔ وہ مجھے چونکا دیتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کون مارتھا؟"

"وہی جو ایک گولڈن برین سے باتیں کررہی تھی۔"

"خدا کی پناہ۔ سونیا تم عورت کے روپ میں چڑیل ہو۔ شیطان کی بچی ہو۔"

لیلیٰ نے ناراض ہو کر کہا "ہماری سسٹر کو ایسا کہتے شرم نہیں آتی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ہماری سسٹر کی برتری برداشت نہیں کرتے ہیں۔"

"بالکل برداشت نہیں کرتا۔ ذرا اس نکتے پر غور کرو۔ ہم

مسلمانوں کو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آنے کی بات بتائی گئی ہے لیکن مکار چڑیل سے بھاگ کر پناہ لینے والی بات نہیں سکھائی گئی۔ مگر میں تو بھاگ جاؤں گا۔ اس چالباز چڑیل سے بھاگ رہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ لیلیٰ نے پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟"

"فکر نہ کرو۔ سونیا میری حرکتوں کو خوب سمجھتی ہے۔ مجھے نیند پوری کرنے دو۔ تم اس سے مارتھا کے متعلق معلوم کرو۔ خدا حافظ۔"

میں نے سونے کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ سونیا کے پاس آکر معذرت چاہتے ہوئے بولی "سسٹر ان کے دماغ پر نیند سوار تھی۔ اس لئے وہ..."

سونیا نے بات کاٹ کر کہا "لیلیٰ! تمہیں اپنے میاں کو سمجھنے میں برسوں لگیں گے۔ میں اس شیطان کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ وہ میری بے انتہا تعریفیں کرکے گیا ہے۔ اب ہمیں کام کی باتیں کرنا چاہئیں۔ سلطانہ ابھی مارتھا کے دماغ میں ہوگی۔ میرے پاس آنے ہی والی ہے۔"

"اچھا' آپ سلطانہ سے کام لے رہی ہیں۔"

"ہاں' میں نے دو دن پہلے مارتھا کو پیرس میں تاڑ لیا تھا۔ پہلے شبہ ہوا کہ وہ غیر ملکی ایجنٹ ہے۔ اس کی آواز' لہجہ اور چہرے کی سختی بتاتی تھی کہ حساس دماغ رکھتی ہے۔ اس لئے میں نے ایک بازار کی بھیڑ سے گزرتے ہوئے اپنی انگوٹھی کی دوا انجکٹ کردی۔ وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوئی۔ سلمان اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔"

لیلیٰ نے پوچھا "یوں معلوم ہوگیا کہ وہ گولڈن برنیز کی خفیہ فورس سے تعلق رکھی ہے؟"

"خفیہ فورس سے بھی زیادہ اہم مقام رکھتی ہیں۔ اس نے گولڈن برنیز کی خدمات انجام دیتے ہوئے بڑے زبردست کارنامے انجام دیئے۔ پانچوں اسے رائٹ ہینڈ کہتے ہیں۔ اس جیسی مزید چار عورتیں اور چھ مرد بھی یہی مقام رکھتے ہیں۔"

"سلطانہ نے اسے اپنی معمولہ بنایا ہوگا؟"

"ہاں' یہی ایک بہترین طریقہ رہ گیا ہے۔ تنویمی عمل کے بعد معمول بظاہر نارمل ہوتا ہے مگر نادانستگی میں اپنے عامل کا تابعدار رہتا ہے۔ وہ پانچوں گولڈن برنیز کبھی نہ جان سکیں گے کہ وہ ٹریپ کی گئی ہے۔"

"کیا مارتھا آپ کو گولڈن برنیز تک پہنچا سکے گی؟"

"مارتھا ان کی رائٹ ہینڈ ہونے کے باوجود کسی کو اس کے اصلی چہرے اور اصلی آواز سے نہیں پہچانتی ہے۔ وہ پانچوں کسی عورت' کسی رشتے پر اعتماد نہیں کرتے ہیں۔ اپنی احتیاطی حکمتِ عملی کے سبب مصیبت کی یا موت کی آہٹ سن لیتے ہیں۔"

"کیا مارتھا خوبصورت اور پرکشش ہے؟"

"ہاں صنفِ مخالف کے لئے زبردست کشش رکھتی ہے۔"

لیلیٰ نے پوچھا "کیا کسی گولڈن برین کے سینے میں دل نہیں ہے؟ کیا ان میں سے کوئی مارتھا کو دیکھ کر للچاتا نہیں ہوگا؟"

"بعض لوگ نفسانی خواہشات سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ان کے لئے حسین اور جوان عورتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ پھر یہ کہ مارتھا شادی شدہ ہے۔ ایک چار برس کے بچے کی ماں ہے۔ جان فراسٹ نامی ایک شخص کے ساتھ خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہی ہے۔"

اسی وقت سلطانہ نے آکر کہا "ہیلو سسٹر! یہ آپ کس سے باتیں کررہی ہیں؟"

"تمہاری بہن ہے۔ تم نے بڑی دیر لگادی۔"

"میں مارتھا کے ساتھ اس کے گھر گئی تھی۔ اس کے بچے اور شوہر کو دیکھ کر آرہی ہوں۔ جیسا کہ مارتھا کے چور خیالات نے پہلے ہی بتایا تھا کہ اس کا شوہر جان فراسٹ یوگا کا ماہر اور بہترین اسپورٹس مین ہے۔ پندرہ منٹ تک سانس روک لیتا ہے۔ اس لئے میں دور ہی سے اس کی آواز سنتی رہی۔ بچہ چار برس کا ہوچکا ہے۔ اس کا نام روکی فراسٹ ہے۔ میں روکی کے دماغ میں رہ کر بھی اس کے ماں باپ پر نظر رکھ سکتی ہوں۔ جان فراسٹ ملٹری انٹیلی جنس کا ایک جونیئر افسر ہے۔ کیا میں ترتیب سے رپورٹ دے رہی ہوں؟"

سونیا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "بولتی رہو۔"

"مارتھا اور فراسٹ کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو اپنے شبہے کے راز نہیں بتائیں گے اور نہ ہی کوئی ایک دوسرے سے جبراً پوچھے گا۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو دوسرا ازدواجی رشتہ توڑ دے گا لیکن اپنے ملک اور اپنے شبہے سے غداری نہیں کرے گا۔"

"کیا دونوں اپنے عہد پر قائم ہیں؟"

"مارتھا قائم ہے۔ جان فراسٹ کبھی کبھی شکایت کرتا ہے کہ وہ شوہر سے زیادہ کسی گولڈن برین کو چاہتی ہے۔ اسی لئے اس کی باتیں اور اس سے تعلق رکھنے والی مصروفیات کو شوہر سے چھپاتی ہے۔ مارتھا نے پہلے کئی بار محبت سے سمجھایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ جب وہ ہر دوسرے تیسرے دن طعنے دینے لگا تو اس نے صاف کہہ دیا' تمہارے طعنے سن کر میں اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے گولڈن برنیز کی کوئی بات نہیں کروں گی۔ اگر کبھی مجھے شبہ ہوا کہ تم گولڈن برنیز کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو رشتے کا لحاظ کئے بغیر تمہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دوں گی۔"

لیلیٰ نے کہا "مارتھا کے سینے میں دل نہیں پتھر ہے۔ میں اس

میاں سے کبھی کوئی بات چھپا ہی نہیں سکتی۔"

سونیا نے کہا "ہمیں یہ معلوم کرنا چاہئے کہ جان فراسٹ واقعی گولڈن برینز کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے یا مارتھا کی اپنے شعبے سے وفاداری کو آزما رہا ہے۔ اگر واقعی معلومات حاصل کرنے کے چکر میں ہے تو پھر کسی تنظیم یا کسی سپر پاور کے لئے کام کر رہا ہے۔"

"پہلے جان فراسٹ کے دماغ کو کمزور بنانا ہوگا پھر ہمیں حقیقت معلوم ہوگی۔"

سونیا نے کہا "تمہاری رپورٹ سن کر مجھے وہ جان فراسٹ چالباز لگ رہا ہے۔ اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنے سے پہلے ذرا سی بھی غلطی کروگی تو وہ ہوشیار اور محتاط ہو جائے گا۔"

سلطانہ نے کہا "میں پوری حاضر دماغی سے کام کروں گی۔"

سونیا سوچتی رہی پھر بولی "ابھی مارتھا کو آرام کرنے دو۔ رات کو ڈنر سے پہلے اسے بنگلے سے باہر لے آؤ۔ میں اپنی مخصوص انگوٹھی اسے پہنا دوں گی۔ اعصابی کمزوری کی دوا انجکٹ کرنے والی ایک فاضل انگوٹھی میرے پاس ہے۔ وہ تمہاری مرضی کے مطابق رات کو جب میاں کے پاس جائے گی تو وہ دوا انجکٹ کر دے گی۔ اب جاؤ۔ خود آرام کرو۔ مجھے بھی آرام کرنے دو۔"

کیلی نے دماغی طور پر حاضر ہو کر مجھے دیکھا' میں گہری نیند میں تھا۔ دشمنوں کے شہر میں گہری نیند کے مزے لینا نادانی ہے لیکن اس اعتماد اور اطمینان کے کیا کہنے جو سونیا کے دم قدم سے پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ آگئی تھی اس لئے مجھ پر آنچ نہیں آسکتی تھی۔

○☆○

جوجو نے میز پر کھانا لگایا پھر آواز دی "پارس! آجاؤ' مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

پارس کی طرف سے جواب موصول نہیں ہوا۔ وہ بیٹھ گئی۔ کھانا شروع کرتے ہوئے بولی "مجھ سے بھوک نہیں ہوتی۔ پلیز آجاؤ۔"

وہ کھانے کے دوران انتظار کرتی رہی۔ مگر وہ نہیں آیا۔ اس نے پوچھا "کیا باتھ روم میں ہو؟"

جواب نہیں ملا۔ وہ کانٹا چمچہ پلیٹ پر رکھ کر اٹھ گئی۔ وہاں سے چلتی ہوئی بیڈ روم میں آئی' وہ نہیں تھا۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر دیکھا' وہاں سے بھی نہیں تھا۔ تب اسے پریشانی ہوئی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی مگر اس نے سانس روک لی۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی پھر اسے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ وہ فرش پر بیٹھا رو رہا تھا۔ آنکھوں سے سچ مچ کے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ گھٹنے پر ایک ہاتھ رکھ کر ایک ہاتھ سے سر تھام کر زار و قطار رو رہا تھا۔ فولاد کو نہ پسینہ آتا ہے نہ آنسو آتے ہیں۔ اسے سچ مچ روتے دیکھ کر بھی کوئی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ وہ رونے والا بندہ ہے۔

جوجو نے قریب آکر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ اور سسک سسک کر رونے لگا۔ وہ بولی "کیا مجھے الوینا رہے ہو؟ اٹھو یہاں سے۔"

وہ فرش پر بیٹھا رہا۔ روتا رہا۔ وہ سامنے بیٹھ کر بولی "تم نے میرا کھانا حرام کر دیا ہے۔ کیا تمہارے جیسا شہ زور بھی آنسو بہا سکتا ہے۔"

پارس نے روتے ہوئے پوچھا "کیا پہلوان اپنی موت پر نہیں روتے؟"

"ہاں روتے ہیں' مگر....." وہ کہتے کہتے چونک گئی پھر بولی "مجھے الوینا تے ہو؟ پہلوان اپنی موت پر کیسے روئے گا؟"

"روئے گا۔ سبھی پہلوان روتے ہیں۔ اس کی پہلوانی اور شہ زوری کی موت ہو جائے اور وہ جسمانی طور پر کمزور ہو جائے تو جیتے جی اپنی پہلوانی کی موت پر روئے گا۔"

"تمہاری کون سی پہلوانی مرگئی ہے؟"

"میری مردانگی کی موت ہو گئی ہے۔ مرینا نے مجھے الوینا کر میری عالمی شہرت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ ذہین اور مکار ہے۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ تم نے مجھے مرینا کی تلاش سے روک دیا تھا اور کہا تھا 'اسے ڈھونڈ نکالو گی۔'"

"میں اسے ڈھونڈ رہی ہوں۔"

"جھوٹ بولتی ہو۔ دو ہفتے گزر چکے ہیں' تم مجھے ٹال رہی ہو۔ تمہیں شبہ ہے کہ وہ پھر میرے سامنے آئے گی تو مجھ پر اس کے حسن کا جادو چل جائے گا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ وہ کیا جادو چلائے گی۔ میں تو اسے دیکھتے ہی گولی مار دوں گی۔"

"تم مجھے گولی مار دو۔ میں توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ میں ابھی اسے تلاش کرنے جاؤں گا۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے فرش پر سے اٹھ گیا۔ پھر بولا "اب میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے۔ اس سے انتقام لوں گا۔ ورنہ عمر بھر روتا رہوں گا۔"

"ارے' یہ رونے کی کیا تک ہے۔"

وہ جانے لگا۔ جوجو نے راستہ روک کر کہا "میں بھوکی ہوں۔"

"میں انتقام کا بھوکا ہوں۔"

"جہنم میں گیا تمہارا انتقام۔ پہلے کھاؤ۔ پھر جاؤ۔"

"تمہاری انسلٹ نہیں ہوئی ہے۔ تم پیٹ بھر سکتی ہو۔

میرے حلق سے نوالہ نہیں اترے گا۔ مجھے آئیرواڈوکو کامیاب ہونا ہوا اور میں جیتے جی واپس آؤں۔"

وہ تیزی سے جانے لگا۔ جوجو نے کہا "یہ آخر میں کون سی زبان بول رہے تھے؟"

وہ دروازے سے پلٹ کر بولا "یہ میرے دوست پاکستان اور ہندوستان کی سنگم زبان ہے۔ مہابلی اکبر میں جانے سے پہلے اپنی بیوی اجودھیا بائی سے اسی طرح آئیرواڈ لیتے تھے۔ خدا حافظ میری جوجو اجودھیا بائی!"

وہ چلا گیا۔ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جوجو دیدے پھاڑے خالی دروازے کو دیکھتی رہی اور اس زبان کے متعلق سوچتی رہی جو خاک پلے نہیں پڑی تھی۔ جب باہر سے گاڑی کے اسٹارٹ ہونے اور دور جانے کی آواز آئی تب اس نے چونک کر سوچا' آج اتنے عرصے بعد پارس پہلی بار اسے جھوٹ بول گیا ہے۔

اسے غصہ آیا۔ ایک حسینہ کے پیچھے جانے کے لئے اس نے اپنی جوجو کو دھوکا دیا' مگر مجھ کے آنسوؤں اور اجنبی زبان میں الجھایا پھر کھیل ہی کھیل میں دور ہو گیا۔ وہ غصے میں سلگنے لگی۔ شدت سے لگنے والی بھوک مرگئی تھی۔ وہ کھانا بھی چاہتی تو حلق سے نوالہ نہ اترتا۔

یہی بات پارس کہہ چکا تھا۔ جس کی انسلٹ ہوتی ہے اس سے کھایا پیا نہیں جاتا۔ جوجو' مرینا کے مقابلے میں توہین محسوس کر رہی تھی۔ پارس بڑی فنکاری سے اسے یہ احساس دلا کر گیا تھا۔ وہ صوفے پر بیٹھ کر سوچنے لگی۔

"غلطی میری ہے۔ میں چاہتی تھی مرینا سے پھر کبھی پارس کا سامنا نہ ہو۔ میں اس معاملے کو ٹال رہی تھی اور اس انسلٹ کو ہمت نہیں دی جو میرے آدمی کے اندر لاوے کی طرح کھول رہی تھی۔ اس نے میرے بغیر گھر سے باہر جا کر غلطی نہیں کی بلکہ مجھے غلطی کا احساس دلایا ہے۔"

اس نے ذہانت سے حالات کا تجزیہ کیا تو غصہ دور ہو گیا۔ لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔ محبوب کے ذرا دور ہو جانے سے اس میں ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ انتظار اچھا لگتا ہے کہ وہ اب آرہا ہے اور تب آرہا ہے۔ اور جب آجائے گا تو اس کے گلے لگ کر محبت اور بڑھ جائے گی۔

وہ پارس کا تصور کرتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ پتا چلا واقعی محبت کچھ بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ بھوک لگنے لگی تھی۔ وہ گنگناتی ہوئی کچن میں چلتی ہوئی کھانے کی میز پر آگئی۔

پارس ایسے چھوٹے دل کا جوان نہیں تھا کہ ایک لڑکی سے دھوکا کھا کر توہین کے احساس سے دہلا ہوا تا رہتا۔ وہ تو دشمنوں کو بھی ان کی ذہانت کی داد دیتا تھا۔ اس نے مرینا کی حاضر دماغی پر دل ہی دل میں اسے داد دی تھی۔

وہ اسے تلاش کرنے کی بھی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ رفتہ رفتہ حد سے بڑھ رہی تھی۔ اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا کہ اس کے تمام خیال خوانی کرنے والے دشمن اس کے گرد گھیرا تنگ کر دیتے اور ایسا جلدی ہونا تھا۔ اس لئے وہ مطمئن تھا۔ اس نے شہادت کی انگلی سے ہوا میں لکھ دیا تھا "تم آرہی ہو۔"

وہ دوسرے چکر میں جوجو کو تنہا چھوڑ کر آیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس جوجو کی رہائش گاہ پر نظر رکھتے تھے۔ انہوں نے پارس کو اطلاع دی تھی کہ کچھ لوگ آدھی رات کے بعد بھی رہائش گاہ کے قریب سے گزرتے ہیں۔ ان کا تعاقب کیا جائے تو ڈاج دے کر نکل جاتے ہیں۔

ادارے کے جاسوس نے پچھلی رات ایک شخص کو پہچان لیا تھا۔ وہ ماسک مین کا آدمی تھا۔ جاسوس نے اسے چھیڑا نہیں تھا۔ پارس کی ہدایت کے مطابق اس سے انجان بن گیا تھا۔ یہ یقین اسی دن سے تھا جب ماسک مین کے ہاتھوں سے جوجو نکل گئی تھی اب وہ انتقاماً اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کو ریوڑھا مزہ چکھانا چاہتا تھا۔

پارس ڈرائیو کرتے ہوئے عقب نما آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ پورے یقین کے ساتھ تعاقب ہو رہا تھا۔ اس نے ایک بہت بڑے جنرل اسٹور کے پاس گاڑی روک دی۔ گاڑی سے نکل کر اسٹور میں آیا۔ وہاں موزانہ ریڈی میڈ ملبوسات کی خریداری ہوتی تھی۔ پارس نے ایک اوور کوٹ' ایک مفلر اور ایک فیلٹ ہیٹ خریدا۔ اس دوران ایک جاسوس نے اپنے لئے لباس پسند کرتے ہوئے سرگوشی میں کہا "تعاقب کرنے والے دو ہیں۔ دونوں اسٹور میں آکر آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ کیبن نمبر تین میں جائیں۔"

وہ خریدا ہوا سامان لے کر کیبن نمبر تین میں آیا۔ اس کے اندر پہلے سے ایک جاسوس موجود تھا۔ اس نے پارس سے اوور کوٹ لے کر پہنا۔ گردن کے اطراف مفلر کو لپیٹا' آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگایا' سر پر فیلٹ ہیٹ پہن کر اسے پیشانی پر جھکا دیا۔ اوور کوٹ کے کالر کھڑے کئے تو چہرہ چھپ گیا۔ وہ کیبن کا دروازہ کھول کر باہر آیا پھر اسٹور کی بھیڑ سے گزر کر جانے لگا۔

لباس تبدیل کرنے ایک وقت میں ایک ہی آدمی اندر جاتا ہے۔ تعاقب کرنے والوں کے سامنے اس کیبن کے اندر پارس گیا تھا اور جو خرید کر لے گیا تھا اسی لباس میں باہر آیا تھا لہٰذا وہ پارس ہی ہو سکتا تھا۔ مزید اس طرح تصدیق ہوئی کہ وہ اسٹور سے باہر جا کر پارس کی ہی گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر رہا تھا۔ تعاقب کرنے والے دوڑتے ہوئے اپنی کار میں آئے یوں تعاقب کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔

ادھر پارس کیبن نمبر تین سے نکلا۔ پھر باہر جانے لگا۔ باہر اس کے لئے دوسری کار تیار تھی۔

جوجو نے کئی بار پارس سے کہا تھا "میں حیران ہوں کہ ماسک مین کی طرف سے کوئی انتقامی کارروائی نہیں ہو رہی ہے۔"

پارس نے کہا تھا "کوئی ضروری نہیں کہ وہ انتقامی کارروائی ہمیں نظر آئے، دشمن اپنے طور پر مصروف ہوں گے۔"

دراصل بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس اتنے محتاط اور مستعد تھے کہ دشمنوں کی دال نہیں گل رہی تھی۔ پھر ماسک مین کے سیکرٹ ایجنٹ نے اپنے ماتحتوں کو تاکید کی تھی "پارس سے ٹکرائے بغیر جوجو کو حاصل کرو۔ اس طرح دشواریاں کم ہوں گی۔"

ایک ماتحت نے کہا "تین ہفتے گزر گئے۔ پارس جوجو سے چمٹا ہوا ہے۔ کبھی اسے تنہا نہیں چھوڑتا ہے۔"

"وہ کب تک کمبل بنا رہے گا۔ کبھی تو حالات مجبور کریں گے، وہ کسی ضروری کام سے کبھی تو اسے چھوڑ کر جائے گا۔"

"جوجو کا باڈی گارڈ بننے کے لئے کوئی دوسرا آجائے گا۔"

"مجھے دوسروں کی پروا نہیں ہے۔ ہماری یقینی کامیابی اسی میں ہے کہ ہم پارس، علی تیمور اور سونیا سے سامنا کئے بغیر جوجو کو اغوا کریں، اگر وہ جوجو کو لندن سے پیرس لے جائے گا تو وہاں سے اغوا کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

سیکرٹ ایجنٹ نے کہا "مشکل نہیں، ناممکن ہو جائے گا۔ فرانس کی حکومت فرہاد کی فیملی کے لئے لوہے کی دیوار بن جاتی ہے اگر پارس اسے پیرس لے جانا چاہے گا تو ہم مجبوراً اس سے بھی ٹکرا جائیں گے۔"

یہ دشمنوں کے خیالات اور ارادے تھے۔ پارس نے اپنے طور پر سوچا کہ جب تک وہ عارضی طور پر جوجو سے الگ نہیں ہو گا اور دشمنوں کے لئے راستہ ہموار نہیں کرے گا۔ وہ کھل کر سامنے نہیں آئیں گے۔ اسی لئے وہ جوجو کو چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

اس وقت رات کے دو بجے تھے۔ کسی بڑی واردات کے لئے یہ وقت مناسب نہیں تھا لیکن مجبوری تھی۔ سیکرٹ ایجنٹ کو یہی سنہری موقع ملا تھا۔ وہ اپنے دو آدمیوں کے ساتھ جوجو کی رہائش گاہ میں گھس آیا۔ اسے زیادہ بھیڑ پسند نہیں تھی۔ وہ تنہا کام کرنے کا عادی تھا۔ اپنے ساتھ دو آدمی اس لئے لایا تھا کہ جوجو کو اٹھا کر لے جانے کا مسئلہ تھا۔

وہ تینوں دبے پاؤں مختلف کمروں میں گئے۔ ایک بیڈ روم میں وہ بستر پر نظر آئی۔ صورت نظر نہیں آئی کیونکہ کمبل اوڑھے ہوئے تھی۔ کمبل سے باہر اس کی ریشمی زلفیں دکھائی دے رہی تھیں۔ سیکرٹ ایجنٹ نے اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا "نمک حرام! تجھے ہمارے ملک نے غیر معمولی ذہانت دی۔ تجھے ہیرے کی طرح چمکانے کے لئے دن رات تجھ پر محنت کی گئی اور تو ہمیں ٹھکرا کر چلی آئی۔"

اس نے آگے کو جھک کر ریشمی زلفوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ پھر ایک زوردار جھٹکے سے اٹھانا چاہا مگر اپنے ہی زور میں پیچھے کی طرف لڑھک گیا۔ اس کے ہاتھ میں پوری جوجو نہیں آئی صرف اس کی ریشمی وگ آئی۔

اس نے گھبرا کر بالوں کی وگ کو دیکھا۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے کمبل کے سرے کو پکڑ کر ایک طرف ہٹایا تو وہ نہیں تھی۔ ربر کی ہوا بھری ہوئی عورت تھی۔ پھر وہ چونک گیا۔

جوجو کی آواز آرہی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ بیڈ روم میں رکھے ہوئے ٹی وی اسکرین پر دکھائی دے رہی تھی۔

وہ کہہ رہی تھی "بنگلے کے باہر احاطے میں خفیہ کیمرے نصب ہیں۔ جیسے ہی تم لوگوں نے احاطے میں قدم رکھا، یہاں اسکرین پر نظر آنے لگے۔"

سیکرٹ ایجنٹ نے آگے اس کی بات نہیں سنی۔ اپنے بچاؤ کے لئے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ وہاں سے بھاگتا ہوا باہر آیا لیکن بیرونی دروازے پر پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ باہر کئی گن مین مورچا بنا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ مورچا بندی کے باعث وہ گولیاں نہیں چلا سکتا تھا۔ خود جوابی فائرنگ کا نشانہ بن سکتا تھا۔

وہ اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ دوڑتا ہوا بنگلے کے اندر گیا اور پچھلا دروازہ تلاش کرنے لگا۔ وہ دروازہ ملا تو اس کے باہر بھی کئی گن مین مورچا سنبھالے ہوئے نظر آئے۔ وہ وہاں سے پلٹ کر بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے کھڑکیوں کے باہر دیکھتے گئے۔ کھڑکیوں کی آہنی جالیوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جھٹکے دیتے رہے جیسے وہ جالیاں توڑ کر نکل جائیں گے لیکن وہ بری طرح چوہے دان میں پھنس گئے۔

اچانک ٹھائیں سے گولی چلی۔ وہ گولی سیکرٹ ایجنٹ کے بازو کی ہڈی توڑتی ہوئی گزر گئی۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ گئی۔ وہ بازو تھام کر کراہنے لگا۔ اس کے ماتحتوں نے سر گھما کر دیکھا۔ ڈرائنگ روم میں رکھے ہوئے ٹی وی اسکرین پر جوجو نظر آرہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "سیکرٹ ایجنٹ، تمہیں پتا ہے کہ اب میں تمہارے دماغ میں آسکتی ہوں۔"

وہ اپنے زخم کی تکلیف بھول کر چیخنے لگا "نہیں، تم نہیں آسکتیں۔ میں تمہیں اپنے اندر آنے نہیں دوں گا۔"

اسی وقت دو گولیاں چلیں۔ اس کے دونوں ماتحت فنا ہو گئے۔

وہ بولی "تم ماسک مین کی آنکھوں کا تارا ہو۔ تمہارے حکمران تمہاری دلیری اور کامیاب منصوبہ بندی سے خوش رہتے ہیں۔ تم سراغرسانوں اور خطرناک فائٹروں کی بہت بڑی فوج لے کر مجھے اغوا کرنے آئے ہو۔"

"نہیں، میں تنہا ہوں۔"

وہ دماغ میں آکر بولی "کیا اب کوئی بات چھپا سکتے ہو؟"

اس نے فوراً ہی جھک کر فرش پر سے گن اٹھائی۔ اس کے ٹریگر کو دبا کر خودکشی کی کوشش کی مگر انگلی خود بخود ٹریگر پر سے ہٹ گئی۔ اس نے پھر انگلی کو ٹریگر پر رکھا مگر وہ پھر ہٹ گئی۔ جوجو نے پوچھا "تم اپنے اختیار میں نہیں ہو، یہ بات کتنی دیر میں سمجھو گے؟"

وہ گرج کر بولا "چلی جاؤ، مجھے مرجانے دو۔"

"تمہاری یہ خواہش پوری ہوگی۔ پہلے یہ تو معلوم ہو کہ اور کتنے سیکرٹ ایجنٹ اور کتنے دو پاؤں کے کتے ہیں جو تمہارے بعد مجھے اغوا کرنے آئیں گے۔"

وہ دماغ پر پوری طرح مسلط ہو کر ضروری معلومات حاصل کرنے لگی۔ سیکرٹ ایجنٹ کی سوچ نے اسے دوسرے دو ایجنٹوں کے نام اور پتے بتائے۔ کچھ اور ایسے پُراسرار ایجنٹ تھے جن کے متعلق اسے معلوم نہیں تھا اور یہ بات جوجو کے لئے تشویشناک تھی۔ وہ اس سے مزید معلومات حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے اُسے خودکشی پر مجبور کر دیا۔

کچھ لوگ آئے اور وہ تینوں لاشیں اٹھا کر لے گئے۔ فرش پر سے خون صاف کر دیا گیا۔ جوجو نے گھڑی دیکھی، بارہ بجنے والے تھے۔ پارس کو گئے تین گھنٹے ہو گئے تھے۔ وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سیدھی پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ بڑی حیرانی ہوئی کہ اس نے سانس نہیں روکی۔ بلکہ اپنی جوجو کو محسوس نہیں کیا۔ اس نے مخاطب کیا "پارس!"

وہ چونک کر بولا "جوجو! تم آگئیں؟ میں بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔"

"یہ تم اندھیرے میں کیا کر رہے ہو؟"

پارس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا پھر کہا "میں بڑی دیر سے سوچ رہا ہوں، کہیں یہ ویسا ہی اندھیرا تو نہیں ہے جیسا ہمزاد جوری اور جوڈی نارمن کے مقدر میں ہے۔"

وہ گھبرا کر بولی "کیسی باتیں کرتے ہو۔ وہ خیال خوانی کرنے والے ایک تاریک کمرے میں قید کئے گئے ہیں۔ بھلا تمہیں کون نظر آسکتا ہے۔"

"جوجو! میں نے پارک ایونیو سے گزرتے ہوئے اپنے ٹھکانے میں چبھن محسوس کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی میں کمزوری محسوس کرنے لگا۔ ایک کار میرے قریب آکر رکی۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔ یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ میرے دماغ کے اندر کوئی گھسا ہوا ہے۔ جب کار آگے بڑھ گئی تو اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔ میں دماغی طور پر غائب ہو گیا۔ جب سے حاضر ہوا ہوں، یہ اندھیرا دیکھ رہا ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "پارس! میرا دل ڈوب رہا ہے۔ یہ تو وہی تاریکی والا ٹریپ ہے۔ اس ذلیل کمینی مرینا نے تمہیں اپنے جال میں پھانس لیا ہے۔"

"پتا نہیں مرینا دشمنی کر رہی ہے یا ان تاریک قید خانوں کے پیچھے کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا ہے۔"

"کوئی دوسرا نہیں ہے۔ یہ مرینا کی بدمعاشی ہے۔ مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ تم پر اس کی نیت خراب ہو گئی ہے۔"

"دیکھو یہ کسی کی بھی بدمعاشی ہو، اس بدمعاشی کا مقصد تمہیں حاصل کرنا ہے۔ دشمن جانتے ہیں کہ تم میری دیوانی ہو۔ مجھے تلاش کرنے اور تاریک قید خانے تک پہنچنے کے لئے تم دیوانہ وار اپنی پناہ گاہ سے نکل پڑو گی۔ پھر وہ تمہیں بھی آسانی سے ٹریپ کر کے تاریک کمرے میں پہنچا دیں گے۔ میری بات گرہ میں باندھ لو۔ بنگلے سے باہر نہ نکلو۔ بلکہ انکل سلمان سے رابطہ کرو۔ وہ تمہارے لئے ہیلی کاپٹر بھیج دیں گے۔ تم صبح ہونے سے پہلے بابا صاحب کے ادارے میں چلی جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ تم لندن میں قید کی سختیاں جھیلو اور میں پیرس میں آرام کروں، یہ ناممکن ہے۔"

"جذباتی نہ بنو۔ کیا تم بھی یہاں آکر قیدی بننا چاہتی ہو؟"

"تمہارے لئے تاریک قید خانہ تو کیا جہنم میں بھی پہنچ جاؤں گی۔"

"یہی تمہاری ذہانت ہے؟"

"عورت اپنے مرد کے لئے دماغ سے نہیں دل سے سوچتی ہے۔"

"ایسی عورت مصیبت بن جاتی ہے، تم میری اور اپنے بزرگوں کی پریشانیوں میں اضافہ کرو گی۔ بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ رہ کر خیال خوانی کے ذریعے میری رہائی کی تدبیر پر عمل کر سکتی ہو۔ اگر تم چاہو۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پارس نے کہا "تمہیں وہ نہیں کرنا چاہئے جو دشمن چاہتے ہیں۔ ذرا غور سے دیکھو، تم جوش میں آکر صرف میری محبت کو مرکز بنا کر دوسرے تمام اہم پہلوؤں کو نظرانداز کر رہی ہو۔"

وہ بے شک غیر معمولی ذہانت کی حامل بن چکی تھی۔ اس نے جوش میں آنے کی غلطی کو تسلیم کیا پھر بڑے یقین سے کہا "اب میں اپنی ذہانت کو آزماؤں گی اور ہر حال میں مرینا تک پہنچ کر تمہیں تاریک قید خانے سے رہائی دلاؤں گی۔"

وہ انکل سلمان سے رابطہ کرنے چلی گئی۔ میں پارس کے دماغ میں موجود تھا۔ وہاں سے چپ چاپ سلمان کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ جوجو باتیں کر رہی تھی، میں واپس آیا تو پارس نے لائٹ آن کر دی۔ میں نے کہا "تم پکے شیطان ہو۔ میری بہو کو الو

بناتے ہو۔"

اس نے کہا "جوجو کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیجنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ ماسک مین کے سیکرٹ ایجنٹ بڑی خاموشی سے جال پھیلا رہے ہیں۔ اگر جوجو ہاتھ نہ لگی تو وہ اسے دور سے ہی گولی مار دیں گے۔ پھر مرینا خطرناک بنتی جارہی ہے۔ بڑی خاموشی سے پنجے مار کر شکار کو تاریک قید خانوں میں پہنچا دیتی ہے۔ جوجو لندن میں رہی تو ہزار خوش فہمیوں کے باوجود وہ شکار ہو سکتی ہے۔"

میں نے تائید کی پھر کہا "وہ پھر تمہارے پاس آنے والی ہے۔ روشنی دیکھے گی تو تمہارا فراڈ کھل جائے گا۔"

وہ لائٹ آف کر کے بولا "میں تھوڑی دیر کے لئے گہری نیند سونے جارہا ہوں۔ وہ آئے گی تو مجھے نیند میں دیکھ کر چلی جائے گی۔"

وہ بستر پر لیٹ کر دماغ کو ہدایات دینے لگا۔ میں نے سلمان کے پاس آکر پوچھا "کیا جوجو کے لئے ہیلی کاپٹر پہنچ رہا ہے؟"

"جی ہاں' ابھی آدھے گھنٹے میں سلطانہ ایک ہیلی کاپٹر میں جارہی ہے۔"

"سلطانہ کیوں جارہی ہے؟"

"سلطانہ کے ساتھ پومی بھی جارہی ہے۔ جوجو کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی ہے۔"

"وہ تو پندرہ منٹ پہلے بالکل ٹھیک تھی۔"

"جی ہاں' اچانک خرابی کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کو دادا جان بنا رہی ہے۔"

میں ایک دم سے اچھل پڑا "کیا کہہ رہے ہو؟"

"خوشی کے مارے جوجو کے پاس نہ چلے جایئے گا۔ فی الحال عورتوں کو اس کے پاس رہنے دیں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر لیلیٰ کو دیکھا۔ وہ ایک صوفے پر آنکھیں بند کئے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں جا کر اس سے لپٹ گیا۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا "یہ کوئی سونے کا وقت ہے؟ ارے ہم تو جشن منائیں گے۔ کچھ پتا ہے تمہیں؟"

"جی میں سو نہیں رہی تھی۔ جوجو کے پاس تھی۔"

"پھر تم نے یہ خوشخبری مجھے کیوں نہیں سنائی؟"

"میں اسے سنبھال رہی تھی۔ رہ رہ کر متلی ہو رہی ہے۔ بیچاری نڈھال سی ہوگئی ہے۔"

"اچھا تم جاؤ۔ تمہیں وہاں رہنا چاہئے۔"

"وہاں لیڈی ڈاکٹر آگئی ہے۔ سلطانہ بھی آتی جاتی ہے۔ کوئی گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں پومی کے ساتھ وہاں پہنچ جائے گی۔ ہیلی کاپٹر میں ڈاکٹر اور نرسیں موجود رہیں گی۔"

"آؤ ہم بیٹے کو خوشخبری سنائیں۔"

"میں نے جوجو کے دماغ میں رہ کر دیکھا' وہ اس نئی افتاد سے نڈھال اور پریشان ہونے کے باوجود پارس کو یہ خوشخبری سنانا چاہتی تھی لیکن کمزوری کے باعث خیال خوانی کی پرواز نہ کر سکی۔"

"ایک طرح سے یہ اچھا ہوا کہ وہ خیال خوانی نہیں کر سکے گی اور پیرس پہنچا دی جائے گی۔ ہمیں اندیشہ تھا کہ وہ بھی اچانک پارس کے دماغ میں پہنچے گی تو اس کا فراڈ ظاہر ہو جائے گا۔"

"یہ آپ باپ بیٹے اپنی بیویوں سے فراڈ کیوں کرتے ہیں؟"

"بے شک ہم فراڈ کرتے ہیں۔ مگر محبت سے کرتے ہیں۔ اپنی ذات سے محبت کرنے والی بیوی کی بھلائی اور سلامتی کے لئے کرتے ہیں۔ لندن میں جوجو کے لئے خطرات بڑھ گئے ہیں۔"

"جوجو کے ساتھ پارس بھی پیرس آسکتا ہے۔"

"تم صرف عورت بن کر سوچ رہی ہو۔ پارس لندن سے چلا آئے گا تو ہمارا کوئی خاص آدمی وہاں نہیں رہے گا۔ تم چاہتی ہو' وہ تاریک قید خانے کا سراغ نہ لگائے۔ اپنی بیوی کے ساتھ بچہ جننے کے لئے میٹرنٹی ہوم کے چکر لگاتا رہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ جب وہ کھل کر ہنستی تھی تو چہرہ گلاب ہو جاتا تھا۔ اچانک اس کی ہنسی تھم گئی۔ وہ کچھ سوچنے لگی۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولی "اگر میرے ساتھ بھی یہی ہوگا تو کیا ہوگا؟"

"میں سمجھا نہیں' تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟"

"اگر میں بھی ماں بننے لگوں تو....."

میں نے اسے اپنی طرف کھینچ کر پوچھا "کیا خوشخبری سنانے والی ہو؟"

"خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ یہ کتنے شرم کی بات ہوگی۔ بہو اور ساس آگے پیچھے بچوں کی مائیں بنیں گی۔"

"قدرتی معاملات میں شرمانے کی کیا بات ہے؟ قدرت کا منشا ہو تو سو برس کے بوڑھے بھی باپ بن جاتے ہیں۔"

"آپ کچھ بھی کہہ لیں۔ مجھے تو سوچ کر ہی شرم آتی ہے۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "اچھی بات ہے' آئندہ میں ٹوپی پہنا کروں گا۔"

اس نے بڑے پیار سے مجھے گھور کر دیکھا۔ میں نے کہا۔ "تمہاری بات سے یہ بات یاد آئی کہ ہم باپ بیٹے آئندہ اولاد والے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہم دونوں زہریلے ہیں۔ مجھے منچالی نے اور پارس کو ماریہ نے زہریلا بنایا تھا۔ میں حیران ہوں کہ پارس باپ کیسے بن رہا ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "واقعی ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔"

میں نے کہا "سلطانہ سے کہو جوجو کو پیرس پہنچاتے ہی نہایت تجربہ کار ڈاکٹروں سے تفصیلی معائنہ کرائے۔ ہمیں اس اہم نکتے پر توجہ دینی چاہئے تاکہ بچے کی بنیاد میں کوئی زہریلا نقص نہ رہ جائے۔"

لیلیٰ اپنی بہن کے پاس گئی۔ میں پارس کے پاس آیا۔ وہ فوراً گہری نیند سے بیدار ہوگیا۔ میں نے کہا "اٹھو نالائق! گدھے! مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔"

وہ بستر پر اٹھ بیٹھا پھر بولا "آپ کو مجھ سے کیا امید نہیں تھی؟ کس نا امیدی نے مجھے نالائق اور گدھا بنا دیا ہے؟"

"بکواس مت کرو۔ لائٹ آن کرو۔"

اس نے لائٹ آن کرتے ہوئے کہا "آپ کچھ غرّانے والی چیز لگ رہے ہیں۔ کہیں پیٹ تو خراب نہیں ہے؟"

"بات پیٹ کی ہی ہے۔ مگر میرے نہیں' بہو کے پیٹ کی بات ہے۔ گدھے تم باپ بن رہے ہو۔"

"آپ نے بالکل صحیح موقع پر مجھے گدھا کہا ہے۔ ایسی ہنستی کھیلتی' کھاتی پیتی عمر میں گدھے ہی باپ بنتے ہیں۔ ابھی تو میں خود ہی بچہ ہوں۔ یہ جوجو مجھ پر ظلم کر رہی ہے۔"

"کیا تم خوش نہیں ہو؟"

"پاپا! یہ خوشی عارضی ہے۔ آپ اس پہلو پر غور کریں کہ میں زہریلا ہوں۔ جوجو کے ماں بننے کے آثار تو پیدا ہوگئے ہیں لیکن اندیشہ ہے کہ اس کا دل ٹوٹے گا۔"

"ہماری پوری کوشش یہی ہوگی کہ جوجو کو صدمہ نہ پہنچے۔ وہ آج سے نو دس ماہ تک دن رات لیڈی ڈاکٹروں کی نگرانی میں رہے گی۔"

"معلوم ہوتا ہے وہ ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہے ورنہ میرے پاس ضرور آتی۔"

"لیلیٰ بتا رہی تھی وہ کمزور اور سست پڑ گئی ہے۔"

پارس نے گھڑی دیکھی۔ دو بجنے والے تھے۔ وہ باتھ روم میں جاتے ہوئے بولا "وہ پیرس کب جارہی ہے؟"

"ابھی ہیلی کاپٹر پہنچنے ہی والا ہے۔"

"پلیز آپ معلوم کریں' جوجو کون سے فلائنگ کلب سے پرواز کرے گی۔ میں دور ہی دور سے اس کی نگرانی کروں گا۔"

میں اسے فلائنگ کلب کا نام اور پتا بتا کر چلا آیا۔ وہ لباس تبدیل کر کے اٹیچی میں اپنا سامان رکھ کر باہر آیا۔ دوسرے کمرے میں روشنی تھی۔ وہ مکان ایک بوڑھی عورت کا تھا۔ پارس مہمانگ گیسٹ کی حیثیت سے آیا تھا۔ لندن میں ایسی عمر رسیدہ خواتین جو تنہا رہتی ہیں اور جوان لڑکے اور لڑکیوں کو کمرے کرائے پر دیتی ہیں' عرف عام یونیورسل آنٹی یعنی جگت خالہ کہلاتی ہیں۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی "آجاؤ۔ دروازہ کھلا ہے۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ جگت آنٹی آتشدان کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھی آگ میں کوئلے ڈال رہی تھی اور بڑبڑا رہی تھی۔ "کل تو دروازہ کھلا رکھتی ہوں' میرے کمرے میں صرف بڑھاپا ہے جسے کوئی چرانا نہیں چاہتا۔ جب جوان تھی تب دو بار اغوا کی گئی تھی۔ اب تو دروازہ کھولا رکھو پھر بھی کوئی اٹھانے نہیں آتا۔ بائی دی وے' تم کون ہو؟"

یہ پوچھتے ہوئے اس نے سر گھما کر پارس کو دیکھا پھر حیرانی سے کہا "یہ تم اٹیچی اٹھا کر آئے ہو۔ کیا جارہے ہو؟"

پارس نے جیب سے دس پونڈ نکال کر دیتے ہوئے کہا "جی ہاں' اسے رکھ لیں۔"

وہ پھر حیرانی سے بولی "مائی گڈنس! تم نے ایڈوانس دس پونڈ دیئے تھے۔ اب اور دس پونڈ دے رہے ہو۔ کیا خاندانی رئیس ہو؟"

اس پر یہ کہ چھ گھنٹے رہ کر جارہے ہو۔ یہاں نوجوان اپنی گرل فرینڈز کے ساتھ آتے ہیں۔ صبح تک رہتے ہیں اور صرف چھ پونڈ دے کر جاتے ہیں۔ کیا تمہاری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے؟"

"ایک نہیں' درجنوں لڑکیاں دوست بن جاتی ہیں مگر میں ابھی نابالغ ہوں۔"

جگت آنٹی نے زوردار قہقہہ لگایا۔ قہقہوں کے دوران بولی۔ "یو نائی ہوائے! تم بہت گہرے ہو۔ میرے قریب آؤ۔ کم آن' گٹ کلوز ٹو می۔"

وہ قریب آیا۔ جگت آنٹی نے سرگوشی میں کہا "وہ پاس والے کمرے میں ایک بہت ہی خوبصورت چھوکری ہے۔ میں جوانی میں ایسی ہی تھی۔ اوہ نو' میں اپنی بات بیچ میں کیوں لے آتی ہوں! میں دوشیزہ کی بات کر رہی ہوں۔ کیا روپ' کیا رنگت ہے۔ شیشے کا بدن لگتا ہے۔ دیکھو گے تو نظریں پھسل پھسل جائیں گی۔"

"اوہ آنٹی! آپ کا ایک پاؤں قبر میں ہے اور میرے دونوں پاؤں گیسٹ ہاؤس سے باہر جارہے ہیں۔ میں جسے رخصت کرنے جارہا ہوں اس کے سامنے مجھے دنیا کی ہر لڑکی پھیکی لگتی ہے۔ اچھا پھر ملیں گے۔"

وہ جانے لگا۔ جگ آنٹی نے کہا "رک جاؤ کے! کیا ہوا کے گھوڑے پر سوار ہے؟ ابھی تو نے کہا ہے کسی کو رخصت کرنے جارہا ہے۔ پھر تو تجھے کسی ساتھی کی لازمی ضرورت ہوگی۔ اٹیچی یہاں چھوڑ کے جا۔ واپس آکے ایک نظر اس لڑکی کو دیکھ لے۔ اگر مسلمان سے کافر نہ ہوا تو میں دلالی چھوڑ دوں گی۔"

"تمہاری دلالی چھڑانے کے لئے ضرور اسے دیکھوں گا اور منہ پھیر کر چلا آؤں گا مگر ابھی نہیں' واپس آکر۔"

اس نے اٹیچی وہیں رکھ دی۔ دروازہ کھول کر باہر آیا' اسی وقت ایک نسوانی چیخ سنائی دی۔ پارس نے چونک کر ایک سمت دیکھا۔ آواز کی سمت کا اندازہ کیا پھر ادھر دوڑتا ہوا گیا۔ مکان کے پچھلے حصے میں پیئنگ گیسٹ کے لئے مزید دو کمرے تھے۔ ایک کمرے کی کھڑکی سے کوئی چھلانگ لگا کر نکل رہا تھا۔ پارس نے دوڑتے ہوئے آکر ایک فلائنگ کک ماری۔ وہ دیوار سے

جا کر ٹکرایا۔ اسی کھڑکی سے دوسرے نے پارس پر چھلانگ لگائی' اس کے پیٹ میں گھونسا پڑا' وہ زمین پر گر کر تکلیف سے دُہرا ہوگیا۔ پہلے شخص نے سنبھل کر حملہ کیا۔ مگر مار کھاتا چلا گیا۔ دوسرے نے سائلنسر لگا ہوا ریوالور دکھا کر کہا "ہالٹ! ہم ہنگامہ نہیں چاہتے۔ راستے سے ہٹ جاؤ' ہمیں جانے دو۔"

پارس نے اس کے ساتھی کو اس پر اچھال دیا۔ ریوالور کو اپنے قبضے میں لیا تو وہ دونوں بھاگتے ہوئے باؤنڈری کی دیوار پھلانگ کر نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ اس نے پلٹ کر کھڑکی سے کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ ایک گلابی بدن اور نخچہ دہن والی بستر پر اوندھی پڑی تھی۔ جگت آنٹی نے کمرے میں آکر اسے دیکھا۔ پھر چیخ مار کر کہا "خون' مرڈر! جلدی آؤ یہ شاید مر چکی ہے۔"

وہ فوراً ہی کھڑکی کے راستے اندر آیا۔ حسینہ کے بازو سے لہو رس رہا تھا۔ اس نے نبض دیکھی۔ وہ زندہ تھی۔ بے ہوش ہوگئی تھی۔ اُس نے اسے چت لٹاتے ہوئے پوچھا "فرسٹ ایڈ کا سامان ہے؟"

جگت آنٹی تیزی سے چلتی ہوئی باہر گئی۔ ہوش رُبا حسن والی ہوش سے بیگانہ تھی۔ بدن ٹھہر گیا تھا' لباس جگہ جگہ سے سرک گیا تھا۔ سنہری زلفیں' گلابی چہرے پر تھرک رہی تھیں۔ سانس کی رفتار سست تھی' سینے کی رفتار آسمان کو چھونا چاہتی تھی۔ کیا خبر وہ لڑکی تھی یا آتش بازی کی دکان۔ بیہوشی کی حالت میں بھی بدن چناخ پناخ بول رہا تھا۔

پارس کو بعد میں خبر ہوئی کہ وہ بازو کے زخم کا معائنہ کرتے کرتے جغرافیہ پڑھتا جا رہا ہے۔ جگت آنٹی فرسٹ ایڈ بکس لے آئی۔ پارس نے سب سے پہلے خون کے بہاؤ کو روکنے کی کوشش کی۔ بڑی مہارت سے مرہم پٹی کی۔ اسے بیہوشی کی حالت میں ضروری گولیاں اور کیپسول نہیں کھلائے جا سکتے تھے۔ پارس نے کہا "آنٹی! میں انجکشن اور کچھ دوائیں لے کر آتا ہوں۔"

وہ بولی "مائی سن! یہ اچھا ہوا' ریوالور میں سائلنسر لگا ہوا تھا۔ آواز باہر نہیں گئی۔ میں پولیس کے جھمیلے میں نہیں پڑنا چاہتی۔ تم باہر کسی سے ذکر نہ کرنا۔"

"نہیں کروں گا۔ آپ اس کے لئے دودھ اوولٹین تیار رکھیں۔"

وہ باہر آیا۔ اپنی کار میں بیٹھ کر قریبی کیمسٹ کے پاس گیا۔ وہاں سے ضروری انجکشن اور دوائیں خریدیں۔ گھڑی بتا رہی تھی کہ ہوجو کا ہیلی کاپٹر جا چکا ہوگا یا جانے والا ہوگا۔ وہ اب بھی فلائنگ کلب جا سکتا تھا لیکن مریضہ کے پاس فوراً جا کر انجکشن لگانا ضروری تھا۔ ورنہ گولی کا زخم ناسور بن سکتا تھا۔

وہ واپس آیا۔ جگت آنٹی نے کہا "یہ ہوش میں آئی تھی۔ میں نے دودھ پینے کے لئے کہا تو اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ شاید پھر بیہوش ہوگئی ہے۔ ایک بار میں بھی جوانی میں بیہوش ہوئی تھی۔ کچھ پتا ہی نہیں چلتا ہمارے اوپر کیا گزر رہی ہے۔ میں نے ہوش میں آنے کے بعد اپنے بوائے فرینڈ سے خوب جھگڑا کیا۔ کمبخت مجھے بالکل بیہوش سمجھے ہوئے تھا۔"

پارس نے ایک انجکشن لگایا۔ سوئی بدن میں پیوست ہوتے ہی لڑکی کے مُنہ سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ پھر آنکھیں بند کرلیں۔ پارس نے کہا "ہوش میں آگئی ہے مگر بخار تیز ہے۔"

جگت آنٹی نے کہا "یہ تو مقدر کے کھیل ہیں۔ جس لڑکی کو تم دیکھنا نہیں چاہتے تھے' اس کی اب تیمارداری کر رہے ہو۔ میں تو اب سونے جا رہی ہوں۔"

اس نے جماہی لی۔ پارس نے پوچھا "وہ دو غنڈے کس مقصد سے آئے تھے' کچھ پتا چلا؟"

"اس کے پرس میں کافی رقم تھی۔ اب نہیں ہے۔ پرس خالی ہے۔ یہ منشیات کے عادی نوجوان رقم حاصل کرنے کے لئے اسی طرح وارداتیں کرتے ہیں۔"

وہ چلی گئی۔ پارس نے کھڑکی اور دروازے کو بند کیا۔ آتشدان کی آگ کو بھڑکایا۔ پھر ایک گلاس دودھ میں اوولٹین حل کر کے اس کے چہرے پر جھک گیا۔

ہولے سے آواز دی "اے اٹھو' دودھ پی لو۔"

وہ آنکھیں بند کئے پڑی تھی۔ اس نے مکھن جیسے رخسار کو تھپتھپا کر پھر آواز دی۔ وہ بڑبڑائی "اوہ نو' مجھے مرجانے دو۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے اسے تھام کر اٹھایا۔ آدھا بٹھایا آدھا بٹھایا۔ وہ بیٹھے بیٹھے اُس پر لد گئی۔ اپنے سینے کی دھڑکنیں اس کے سینے میں ٹرانسفر کرنے لگی۔ پتا نہیں کون تھی؟ کہاں سے آئی تھی؟ خود کو سونپ رہی تھی جیسے جوانی میں گود لینے کو کہہ رہی ہو۔

پارس نے اسے سمجھا منا کر دو چار گھونٹ پلائے۔ پھر وہ انکار کرنے لگی۔ ایک تو یونہی غضب کی سردی تھی۔ پھر بخار بھی تھا۔ وہ کانپ رہی تھی اس کے گریبان کو مضبوطی سے پکڑ کر کمبل بن گئی تھی۔ پارس نے اسی حالت میں اس پر دوسرا کمبل ڈال دیا پھر اسے لٹانے کے لئے تکیہ برابر کرنے لگا تو اس کے نیچے سے ایک پستول نظر آیا۔ اس نے پستول اٹھا کر اسے لٹا دیا۔

پستول بھرا ہوا تھا۔ لڑکی خود بھری ہوئی بندوق تھی۔ پتا نہیں کیوں تکیے کے نیچے ہتھیار رکھا تھا۔ اسے کسی سے اپنی جان کا خطرہ تھا۔ یا وہ کسی کی جان لینا چاہتی تھی۔ پستول کی موجودگی نے پارس کو تجسس میں مبتلا کر دیا۔ اس نے پرس اٹھا کر دیکھا جگت آنٹی کا کہنا درست تھا۔ پرس میں ایک بھی کرنسی نوٹ نہیں تھا وہ غنڈے صرف رقم چرانے آئے تھے۔ اگر وہ جانی دشمن

ہوتے تو ایک گولی بازو میں مارنے کے بعد دوسری گولی سینے میں اتار سکتے تھے۔ اس کی جان لینے کا اچھا موقع تھا لیکن وہ رقم ہاتھ لگتے ہی فرار ہو گئے تھے۔

پرس میں ہلکے میک اپ کا سامان اور ایک سرخ کارڈ تھا۔ وہ سرخ کارڈ بتا رہا تھا کہ وہ کال گرل ہے۔ لندن میں پیشہ کرنے والی عورتوں کو سرکاری اسپتال میں ہر ہفتے میڈیکل چیک اپ کے لئے جانا پڑتا ہے۔ جنہیں کوئی مہلک مرض نہیں ہوتا انہیں گرین کارڈ دیا جاتا ہے۔ جس کی رُو سے وہ قانوناً جسم فروشی کا دھندا کر سکتی ہیں۔ جن عورتوں کو زرد کارڈ دیا جاتا ہے' وہ زیرِ علاج ہوتی ہیں۔ گاہک ان کے پرس میں زرد کارڈ دیکھ کر توبہ کرتے ہیں اور کسی گرین کارڈ والی کے پاس جاتے ہیں اور جن کے پرس میں سرخ کارڈ ہوتا ہے وہ خطرناک امراض میں مبتلا ہوتی ہیں اور طویل مدت کے لئے لاعلاج سمجھی جاتی ہیں۔

پارس نے سرخ کارڈ کو اور اس لڑکی کو حیرانی سے دیکھا۔ وہ دور دور تک بیمار نہیں لگتی تھی۔ چہرے پر کنواری دوشیزہ کی تازگی تھی۔ پیشہ کرنے والیوں کو دور سے دیکھو تو چہرے سے پھٹکار برستی ہے۔ وہ اس کے بازو کی مرہم پٹی کرنے اور اسے سینے کی دھڑکنوں سے لگا کر ادویات پلانے کے دوران اس کے کسے ہوئے بدن کے حسن کو خوب سمجھا تھا۔ وہ کسی کل سے سرخ کارڈ والی خطرناک مریضہ نہیں لگتی تھی۔

اس نے پستول خالی کر کے اسے تکیے کے نیچے رکھ دیا۔ ایک بار پھر اس کے بدن کو ہاتھ لگا کر دیکھا' گرم تھا' نرم تھا مگر بیمار نہیں تھا۔ البتہ چھونے والے کو بیمار بنا رہا تھا۔ بعض حالات میں بیمار کو بیمار ہی ٹھیک کرتا ہے۔ سرکاری اسپتال سے سرخ کارڈ جاری کرنے والے ڈاکٹر غیر ذمے دار ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے اس حسینہ کے ہاتھ میں غلط کارڈ رکھ دیا ہوگا۔ صحیح کارڈ کون سا ہوگا؟ اس کے لئے صحیح تشخیص لازمی تھی۔

وہ تیماردار تھا۔ فرسٹ ایڈ کا معالج بھی تھا۔ اس لئے صحیح تشخیص کرنے اور صحیح دوا دینے لگا۔

○☆○

مرینا دور تک پہنچی ہوئی تھی۔ اس کی نظروں میں ماسک مین کے سیکرٹ ایجنٹ بھی تھے۔ اس نے ایک بار جوجو کو شیلا سمجھ کر اپنی معمولہ کے ذریعے اس کا پیچھا کیا تھا۔ اس کی رہائش گاہ میں بھی گئی تھی۔ اگر پارس درمیان میں نہ آتا تو وہ جوجو کو بھی ٹرپ کر کے تاریک قید خانے میں پہنچا دیتی۔

بہرحال اسے جوجو کی رہائش گاہ کا علم ہو گیا تھا۔ اگر وہ کسی طرح جوجو کو اغوا کر لیتی تو تہلکہ مچ جاتا۔ بابا صاحب کے ادارے اور سونیا کی ٹیم سے تعلق رکھنے والوں کی نیندیں اڑ جاتیں۔ ماسک مین اور نیا سپر ماسٹر مرینا کی برتری تسلیم کر لیتے اور یہ سب کو یقین ہو جاتا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں بچے گا۔ جو باقی بچے ہیں وہ بھی ایک ایک کر کے تاریک قید خانوں میں پہنچا دیئے جائیں گے اور وہ تاریک قید خانوں کی پُراسرار مالکہ نہ کسی کو فکر آئے گی نہ کبھی کسی کے ہاتھ لگے گی۔

وہ کبھی کبھی دور سے جوجو کے بنگلے کی نگرانی کرتی تھی۔ اس کے لئے بھی یہی مشکل تھی کہ جوجو ہمیشہ پارس کے ساتھ بنگلے سے نکلتی تھی۔ کبھی تنہا نظر نہیں آتی تھی۔ مرینا نے کچھ افراد کو دیکھا جو اس بنگلے کے چکر کاٹتے تھے۔ ایک نگرانی کرنے والا جاتا تھا تو دوسرا آجاتا تھا۔ اس نے ایک ایسے فرد سے ایک ریستوران میں ملاقات کی۔ اُس سے بات کر کے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ پتا چلا' وہ ماسک مین کے لئے کام کر رہا ہے۔ اس کے ایک سیکرٹ ایجنٹ کا ماتحت ہے اور وہ لوگ بھی اس تاک میں ہیں کہ جوجو کبھی چند منٹوں کے لئے تنہا مل جائے پھر وہ اسے ماسکو تک پہنچانے کے لئے جی جان کی بازی لگا دیں گے۔

گویا پارس ان سب کے سامنے فولاد کی دیوار بن گیا تھا۔ مرینا ایسی راہ اختیار کرتی تھی جو دوسروں کے لئے کانٹوں بھری ہوتی تھی۔ پارس سب ہی کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔ بینک وہ خطرناک تھا لیکن مرینا نے سوچا "میں اس سے ٹکرائے بغیر اسے راستے سے ہٹا دوں تو خطرے سے محفوظ بھی رہوں گی اور کانٹا بھی صاف ہو جائے گا۔"

وہ صبح سے شام تک کوئی تدبیر سوچتی رہی۔ اپنے لئے محفوظ ترین راستہ تلاش کرتی رہی۔ وہ رہ رہ کر یہی بات سمجھ میں آئی کہ پہلے پارس کو دماغی طور پر کمزور بنایا جائے۔ جب اس کا دماغ اپنے قبضے میں رہے گا تو جوجو کچے دھاگے سے بندھی چلی آئے گی۔

مرینا اس کا ریکارڈ پڑھ چکی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس پر سانپ کا زہر اثر نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا اعصابی کمزوری کی دوا تو اس کے لئے پانی ہوگی۔ اس کا دماغ قابو میں نہیں آئے گا۔ اسے کسی طرح زخمی ہونا چاہئے۔ تب دماغ کمزور ہوگا اور اس کے لئے کھلی ہوئی کتاب بن جائے گا۔

اس نے ایک کار والے کو اپنا معمول بنایا۔ اسے جوجو کے بنگلے کے قریب رہ کر نگرانی پر مجبور کیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی کہ جب بھی جوجو اور پارس اپنی گاڑی میں جائیں گے' وہ ان کا تعاقب کرے گا اور موقع پا کر ان کی گاڑی کو ایسی ٹکر مارے گا کہ وہ دونوں حادثے میں زخمی ہو جائیں۔

وہ اپنے معمول کو اس کام سے لگا کر خود اس سے کچھ فاصلے پر اپنی کار میں بیٹھی رہی۔ اس رات اندھیرا ہوتے ہی خلافِ توقع پارس تنہا بنگلے سے نکلا۔ مرینا نے سیکرٹ ایجنٹ کے ماتحت کے پاس جا کر دیکھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ سیکرٹ ایجنٹ جوجو کو اغوا کرنے بنگلے میں گھسنے والا ہے۔

سیکرٹ ایجنٹ کی عقل پر ماتم ہی کیا جا سکتا تھا۔ مرینا نے سمجھ لیا تھا کہ یہ پارس کی چال ہے۔ جو اپنی شریکِ حیات کو تنہا نہیں چھوڑتا تھا وہ اچانک اسے چھوڑ کر جا رہا تھا۔ یقیناً اس نے نادیدہ حفاظتی انتظامات کئے ہوں گے۔ بنگلے میں جانا خود کو پھنسانے والی بات تھی اس لئے وہ پارس کے پیچھے گئی۔

یہ اٹل فیصلہ تھا کہ وہ پارس کا سامنا نہیں کرے گی۔ دور رہ کر اپنے آلۂ کار کے ذریعے اسے زخمی کرے گی۔ ویسے یہ ضروری نہیں ہے کہ جو سوچ لیا جائے وہ ظہور میں آئے۔ اس کے آلۂ کار نے ڈرائیونگ کے دوران پارس کی کار کو ٹکر ماری۔ پارس کمال مہارت سے اسٹیئرنگ کو قابو رکھتے ہوئے آگے نکل گیا۔ مرینا کچھ فاصلے سے یہ تماشا دیکھتی ہوئی اپنی کار میں آ رہی تھی۔ اس کے آلۂ کار کو دوسری بار ٹکر مارنے کا موقع نہیں ملا۔ اس سے پہلے ہی گاڑی کا ایک پہیہ برسٹ ہو گیا۔ آلۂ کار نے گاڑی روکی تو دوسرا پہیہ بھی دھماکے سے پھٹ گیا۔ صاف ظاہر تھا کہ پارس کے نامعلوم باڈی گارڈز نے فائرنگ کر کے دونوں پہیے بے کار کر دیئے تھے۔

مرینا ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے آلۂ کار کے قریب سے گزرتی چلی گئی۔ شاہراہ پر بے شمار گاڑیاں آگے پیچھے چل رہی تھیں۔ وہ دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھتی جا رہی تھی۔ پتا نہیں چل رہا تھا کہ کسی گاڑی سے سائلنسر لگی ہوئی گن کے ذریعہ فائرنگ کی گئی تھی۔

وہ ٹریفک کے ہجوم میں پارس کا تعاقب کرتی رہی۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد اس کی کار ایک اسٹریٹ پر مڑ گئی۔ ذرا دور ایک مکان کے سامنے رک گئی۔ مرینا نے پارس کی کار کو کراس کرتے ہوئے آگے جاتے ہوئے ایک نظر مکان پر ڈالی۔ وہاں ایک بورڈ پر "برائے پیئنگ گیسٹ" لکھا ہوا تھا۔

وہ سمجھ گئی کہ پارس وہاں پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے وقت گزارے گا اور اپنے خیال خوانی کرنے والے بزرگوں کے ذریعے جوجو کی خیریت معلوم کرتا رہے گا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی دور نکل آئی۔ ایک جگہ گاڑی روک کر اپنے باپ ڈی فونزا سے رابطہ کیا' اس سے کہا کہ وہ ایک کار لے کر آئے۔ وہ اسے گائیڈ کرتی رہے گی کہ کہاں پہنچنا ہے۔

وہ اکثر اپنے باپ اور بھائی سے کام لیا کرتی تھی۔ مگر ان سے بھی دور رہتی تھی۔ کبھی ان کے سامنے نہیں جاتی تھی۔ وہ اپنی کار سے اتر کر ایک میگزین شاپ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ ایک رسالہ کھول کر خیال خوانی کی پرواز کرتی رہی اپنے باپ کو گائیڈ کرتی رہی جب وہ ٹھیک اسی جگہ پہنچ گیا تو اس نے کہا "کار اور چابی وہیں چھوڑ دو۔ تمہارے سامنے ایک سرخ رنگ کی کار کھڑی ہے۔ اس میں بیٹھ کر چلے جاؤ۔"

باپ نے اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے پوچھا "بیٹی! تم کہاں ہو؟ کبھی تو باپ سے مل لیا کرو۔"

"ڈیڈ! مجھ سے صرف کام کی باتیں کیا کرو' فوراً یہاں سے جاؤ" وہ سرخ رنگ کی کار لے گیا۔ سفید کار بیٹی کے لئے چھوڑ گیا۔

مرینا نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ بھی پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے جائے گی۔ پھر موقع ملتے ہی اپنے پستول سے پارس کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جائے گی اور جب تک یہ موقع نہیں ملے گا وہ بالکل اجنبی بن کر رہے گی۔ چھپ کر اس پر نظر رکھے گی۔ اور سامنے اس وقت جائے گی جب آسانی سے گولی مار سکے گی۔

اس قدر محتاط رہنے والی یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتی کیونکہ جگت آنٹی نے اسے مکان کے پچھلے حصے میں کمرا دیا تھا۔ ادھر پارس نہ آتا۔ آ بھی جاتا تو گولی کا زخم ضرور کھاتا لیکن وہ تو صحیح معنوں میں مقدر کا سکندر تھا۔ مرینا کی بدبختی کہ دو چور کمرے میں گھس آئے۔ ایک نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا' دوسرے نے رقم نکالنے کے لئے پرس کو کھولا۔ وہ کسی طرح خود کو چھڑا کر بولی "کون ہو تم لوگ؟"

اس سوال کا مقصد یہ تھا کہ وہ جواب میں کچھ بولیں تو وہ دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کرے۔ لیکن وہ خاموشی سے رقم نکال کر جانے لگے۔ تب وہ دوڑتی ہوئی بستر پر جاتے ہوئے بولی "رک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گی۔"

وہ اپنے پستول کے لئے تکیے کے نیچے ہاتھ لے گئی۔ اسی وقت ایک نے اس کے بازو میں گولی مار دی۔ وہ چیخ مار کر اوندھے منہ بستر پر گر پڑی۔ گولی لگنے کی تکلیف ناقابلِ برداشت تھی اس لئے بیہوش ہو گئی۔

پھر اسے خبر نہ رہی کہ وہ کس عالم میں ہے؟ سو رہی ہے یا جاگ رہی ہے؟ اگر سو رہی ہے تو کس مسیحا کی آغوش میں سو رہی ہے۔ اور اگر جاگ رہی ہے تو دھندلے دھندلے سے پارس کو کیوں دیکھ رہی ہے۔ کیا اتنی بڑی دنیا میں دیکھنے کو اور کوئی نہیں ہے؟ ایک پارس ہی کیوں ہے؟

یہ بھول گئی تھی کہ اسے شکار کرنے آئی تھی۔ ان کے درمیان شکار اور شکاری کا رشتہ تھا اس لئے وہ اپنے شکار کو دیکھ رہی تھی اور خود شکار ہو رہی تھی۔ صبح ہوتے ہوتے آنکھ کھل گئی بخار اتر گیا تھا۔ (اسے اترنا ہی تھا) وہ چند لمحوں تک سوچتی رہی' کہاں ہے؟ پھر وہ چونک گئی۔ وہ کسی کے بازوؤں میں تھی اس کے سینے پر سر رکھے لیٹی ہوئی تھی۔

وہ ایک دم سے تڑپ کر الگ ہو گئی۔ وہ کسی مرد کے قریب جانے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ پھر اُس مرد کی صورت دیکھی تو چکرا کر رہ گئی۔ اس کے ساتھ ہی دھندلی دھندلی سی باتیں یاد آنے لگیں۔ وہ سب گزرے ہوئے خواب جیسی تھیں۔ جوانی

میں ایسے خواب نظر آتے ہی ہیں لیکن پارس ایک سچی تعبیر کی طرح موجود تھا۔

وہ بے اختیار چیخ پڑی "نہیں' یہ نہیں ہو سکتا۔"

پارس نے آنکھیں کھول کر دیکھا پھر پوچھا "کیا بخار کی شدت میں بڑبڑا رہی ہو؟"

"یو شٹ اپ۔ تم میرے بستر میں کیسے آ گئے؟"

"تمہارے زخم کی مرہم پٹی کی۔ تمہیں بخار تھا۔ میں نہ ہوتا تو یہ اتنی جلدی نہ اترتا۔ اب سو جاؤ۔ تم نے تمام رات مجھے جگایا ہے۔"

اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ مرینا کے دماغ میں آندھی سی چل رہی تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ حالات اسے پارس کی گود میں لا کر ڈال دیں گے۔ ابھی چند روز قبل پارس نے اس کی کار کی پچھلی سیٹ سے اچانک ابھر کر اسے چونکا دیا تھا۔ اس نے پوچھا تھا "تمہاری اس حرکت سے میرا دم نکل جاتا تو؟"

اس نے جواب دیا تھا "مجھے حسن کی خیرات دینے سے پہلے نہیں نکلے گا۔"

کمبخت نے سچی پیش گوئی کی تھی لیکن خیرات نہیں مانگی تھی' شب خون مارا تھا۔ یہ بات مرینا کے مزاج کے خلاف تھی۔ اسے اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ کیوں اور کیسے اپنے دشمن کی ہم مزاج بن گئی تھی؟ بہرحال جو ہوا سو ہوا مگر اب اندیشہ تھا کہ جب بھی وہ تنہا رہے گی تو وہ یاد آیا کرے گا۔ حواس پر چھا جایا کرے گا۔ عورت سب کچھ بھلا سکتی ہے مگر اپنی زندگی کے پہلے مرد کو کبھی نہیں بھلا پاتی۔

دشمن کی جیت کھٹک رہی تھی۔ وہ بڑی آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر تکیئے کے نیچے لے گئی' وہاں سے پستول نکالا۔ پارس آنکھیں بند کئے کروٹ بدلتے ہوئے بڑبڑایا "خالی ہے۔"

اس نے چونک کر پستول کو دیکھا پھر اسے خالی پا کر غصے سے پھینک دیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' پارس کا کیا کرے؟ جسے زخمی کر کے اپنے قابو میں کرنا چاہتی تھی اسی کے چنگل میں خود آ گئی تھی۔

اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ سوچنے لگی "میں ایسے حالات میں نارمل رہتی ہوں۔ دماغ سے غصہ نکال دیتی ہوں تو ذہانت سے نجات کا راستہ ڈھونڈ لیتی ہوں۔ میری ایک کامیابی یہ ہے کہ پارس نے مجھے مرینا کی حیثیت سے نہیں پہچانا ہے۔ دوسری کامیابی یہ ہوگی کہ میں بظاہر دوست بن جاؤں اور اس کی آستین میں رہ کر اسے ڈس لوں۔"

وہ بستر سے اٹھ گئی۔ پارس نے پوچھا "اب کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں' ابھی باتھ روم سے آتی ہوں۔"

وہ جانا چاہتی تھی۔ پارس نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہ اچھا نہیں لگا لیکن اعتراض نہ کر سکی۔ ابھی اس نے دوست بن کر رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس فیصلے کے مطابق وہ میٹھی چھری بن کر مسکرائی۔ پھر بولی "کیا کرتے ہو' جانے دو۔"

"پچھلی رات میں خود کو چھڑا رہا تھا مگر تم نے نہیں چھوڑا۔ اس لئے چھوڑنے کی نہیں چھیڑنے کی بات کرو۔"

اُس نے سمیٹ لیا۔ اسے بازوؤں کی قید میں لے کر اس کروٹ سے اس کروٹ پہنچا دیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پھر یکلخت چپ رہ گئی۔ اس کروٹ پہنچتے ہی کوئی چیز اس کی کمر میں چبھنے لگی۔ وہ قدرے ٹھنڈی تھی اور سخت تھی۔ مرینا نے چپکے سے کمر کے نیچے ہاتھ لے جا کر اسے پکڑ لیا۔ وہ پستول سے نکلا ہوا ایک بلٹ تھا۔ پارس نے وہ تمام بلٹ اپنی پتلون کی جیب میں رکھے ہوں گے جیب سے ایک گر پڑا۔ یہ نصیب کے کھیل ہوتے ہیں۔ وہ بلٹ مرینا کے ہاتھ آ گیا تھا۔

وہ پورے اعتماد اور سکون سے کام کرنے کی عادی تھی۔ جلد بازی میں پارس سے الگ ہو کر اسے شبہ میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے بخوشی اس کی ہر بات مان رہی تھی۔ ویسے ماننا بھی مہنگا پڑ رہا تھا۔ وہ دشمن اچھا لگ رہا تھا۔ مردوں میں یہی خرابی ہے' زہر لگتے ہیں۔ یہ بھی مشکل ہے کہ یہ زہر نہ پیو تو بے کلی نہیں جاتی۔

پتا نہیں کتنا وقت گزر گیا۔ وہ مدہوش پڑی رہی۔ دشمن نے عجیب طرح سحر زدہ کیا تھا۔ اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن وہ خود پر جبر کرتے ہوئے اٹھ گئی۔ پارس چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ وہ بولی "میں ابھی باتھ روم سے آتی ہوں۔"

وہ بستر سے اتر کر فرش پر کھڑی ہوئی۔ پہلے اس نے غصے میں پستول کو پھینک دیا تھا۔ وہ ایک قدم کے فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنا لباس درست کرنے کے بہانے جھک کر فرش پر سے اٹھا لیا۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی باتھ روم میں آ گئی' دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ اُس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ بزدل نہیں تھی لیکن پارس پہاڑ لگ رہا تھا۔ یہ فکر تھی کہ ایک ہی بلٹ ہے' اس سے پہاڑ کا کچھ نہ بگڑا تو کیا ہوگا؟

آج وہ بہت بڑا معرکہ سر کرنے والی تھی۔ اسے اپنے اندر کی یہ کمزوری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ پارس اس کے حواس پر چھا گیا تھا' اس کے دل میں اتر گیا تھا' اس کے لہو میں دوڑ رہا تھا۔ اور وہ چاہتی تھی کہ یہ ساری کیفیات سچ نہ ہوں۔ اس حقیقت کو جھٹلانے کا صرف ایک راستہ تھا کہ وہ اسے گولی مار دے۔

اب اس نے دیر نہیں کی۔ اس سے پہلے کہ دل و دماغ بدلتا' اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا۔ باتھ روم سے باہر آئی۔ پارس بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر باتھ روم جانے کے لئے آگے بڑھا۔ اسی لمحے میں اس نے گولی چلا دی۔

جنرل کی بھتیجی تھی۔ سچا نشانہ لگاتی تھی۔ پارس اپنی پسلیوں کو تھام کر پیچھے کی طرف لڑکھڑایا پھر پنگ سے ٹکراتے ہوئے فرش پر گر پڑا۔ گولی ایک آدھ پسلی کو توڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔

وہ کراہتے ہوئے مگر مسکراتے ہوئے بولا "میں بڑا سخت جان ہوں۔ ایک گولی سے نہ مرسکتا ہوں اور نہ ہی تمہاری طرح بیہوش ہوسکتا ہوں۔ کیا دوسری گولی نہیں ہے؟"

"دوسری کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس نے پستول کو پارس کے پاس پھینک دیا۔ پھر فاتحانہ انداز میں اس کے دماغ کے اندر پہنچ گئی۔ اسے زخمی کرنے کا یہی فائدہ حاصل ہوا۔ وہ اپنے اندر اُسے محسوس نہ کرسکا۔ فرش پر سے اٹھنے لگا۔ اسی وقت مرینا نے دماغ میں زلزلہ پیدا کردیا۔ غیر معمولی قوتِ برداشت کے باوجود پارس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ دوسرے زلزلے میں وہ فرش پر تڑپنے لگا۔ جگت آنٹی دوڑتی ہوئی آئی "کیا ہوا' یہ لڑکا کیوں چیخ رہا ہے؟"

مرینا نے کہا "پتا نہیں شاید کسی قسم کا دورہ پڑا ہے۔"

اس نے پھر ایک زبردست جھٹکا پہنچایا۔ اب چیخنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ اس کا ذہن گہری تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر اسے خبر نہ رہی کہ وہ کہاں ہے اور کس عالم میں ہے؟

وہ مردہ نہیں تھا' زندہ تھا۔ بہت دیر بیہوش میں آنا بھی تھا۔ پہلے وہ آنکھیں بند کرکے تکلیف سے کراہتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر دیکھا' شاید رات تھی.... یا نہیں تھی۔ مگر اندھیرا تھا۔ قبر جیسی تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہیں دیتا تھا۔

تب وہ تکلیف کے باوجود ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ وہ کسی بستر پر تھا۔ اس نے بلند آواز سے پوچھا "میں کہاں ہوں؟ یہ کون سی جگہ ہے؟ یہاں اندھیرا کیوں ہے؟ جواب دو۔"

جواب نہیں ملا۔ مگر بات سمجھ میں آگئی۔ ابھی پچھلی شام آمس نے جوجو سے جھوٹ بولا تھا کہ کسی دشمن نے اسے تاریک قید خانے میں پہنچادیا ہے۔

یہ عبرت کا مقام تھا۔ جھوٹ سچ ہوگیا تھا۔

مرینا نے بہت کم عرصے میں بہت زیادہ کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ ایسی کامیابیاں کہ دوست اور دشمن سب ہی اسے خطرناک بلا کہنے لگے تھے۔

بابا صاحب کے ادارے کو چیلنج کرنا اور میری فیملی کے کسی فرد پر ہاتھ ڈالنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں تھا لیکن اس بلا نے پارس کو قیدی بنالیا تھا۔ اب تک پارس اور علی تیمور کسی کی گرفت میں نہیں آئے تھے۔ پارس کی گرفتاری نے سب کو چونکا دیا تھا۔ یہ دوست اور دشمن سبھی کے لئے دھماکا خیز اطلاع تھی اور یہ اطلاع خود مرینا نے دی تھی۔

اس نے اطلاع دینے سے پہلے پارس کے کمزور دماغ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے پوری طرح اپنا تابعدار بنالیا تھا۔ پھر سب سے پہلے سپر ماسٹر سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا "میں سابقہ جنرل کی بھتیجی مرینا ڈی فونزا بول رہی ہوں۔ ہمارے سول اور فوج کے اعلیٰ عہدیداروں کی میٹنگ کال کرو۔ میں بہت سے اہم معاملات پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تم مجھے حکم دے رہی ہو۔ تمہاری حیثیت کیا ہے کہ میں تمہارے لئے اعلیٰ حکام کو ایک جگہ جمع کروں؟"

وہ بولی "تم ہمارے ملک کے سپر ماسٹر ہو۔ اگر اس عہدے پر نہ ہوتے تو تمہارے دماغ میں زلزلے پیدا کردیتی۔ میں اپنے ملکی مفادات کے سلسلے میں بات کروں گی۔ ایک گھنٹے کے اندر تم نے اعلیٰ حکام کو ایک جگہ نہ بلایا تو ایک ہی دماغی جھٹکے سے سپر ماسٹر کی کرسی سے گرادوں گی۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر اپنی کرسی بچالو۔"

وہ دھمکی دے کر مامک مین کے نائب کے پاس پہنچی پھر بولی۔ "مجھے یقین ہے کہ تمہارے ملک میں میرا نام گونج رہا ہوگا۔ میرا نام مرینا ڈی فونزا ہے۔"

نائب نے کہا "خوش آمدید مس مرینا! تم تو زبردست کارنامے انجام دے رہی ہو۔ تمہارا یقین درست ہے۔ یہاں تمہارا بہت ذکر ہوتا ہے۔ مامک مین تم سے باتیں کرنے میں فخر محسوس کرے گا۔"

"مجھے بھی خوشی ہوگی۔"

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے مامک مین کو بتایا "مس مرینا آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہیں۔ ابھی میرے دماغ میں موجود ہیں۔"

جوجو کے ہاتھ سے نکل جانے اور پاسکل بوبا کے ہلاک ہونے کے نتیجے میں مامک مین کو اس کے عہدے سے ہٹا کر جیل بھیج دیا گیا تھا۔ اس کی جگہ نیا مامک مین آیا تھا۔ وہ حساس دماغ رکھتا تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا تھا۔ پانچ منٹ تک سانس روکنے کا عادی تھا۔ اس نے کمپیوٹر کو آف کیا۔ پھر ٹیلی فون کے ذریعے نائب سے کہا "مس مرینا میں اپنے نائب کے ذریعے آواز سنا رہا ہوں۔ چلی آؤ۔ یو آر موسٹ ویلکم۔"

مرینا نے مامک مین کے دماغ میں آکر کہا "تم یقیناً یوگا کے ماہر ہو اسی لئے بڑی فراخدلی سے دماغ میں جگہ دے رہے ہو۔"

"ہاں' یہی بات ہے۔ ویسے تم نے رابطہ کرکے دوستی کی طرف پہلا قدم بڑھایا ہے۔ اب ہمارا ہر قدم تمہاری محبت اور دوستی کے لئے اٹھے گا۔"

"میں پیدائشی امریکن ہوں۔ سپر ماسٹر اور دوسرے اعلیٰ حکام کی مہربانیوں سے میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔ پھر تم کیسے توقع کرتے ہو کہ میں اپنے ملک اور قوم کی وفادار نہیں رہوں گی اور تمہاری جھولی میں آگروں گی؟"

"سپر ماسٹر کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ایک کرکے سونیا کے ہتھے چڑھ گئے یا کسی بہانے اپنے ملک سے نکل آئے۔ جبکہ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری طرح پیدائشی امریکن ہیں۔"

"کسی بھی ملک کے تمام باشندے محبِ وطن نہیں ہوتے۔ کچھ غدار بھی ہوتے ہیں۔ میں صرف اپنے متعلق کہتی ہوں کہ آخری سانس تک صرف اپنے ملک کے لئے کام کرتی رہوں گی۔ ہم اور تم ندی کے دو کنارے ہیں' کبھی نہیں مل سکیں گے۔"

"تو پھر میرے پاس آنے کا مقصد کیا ہے؟"

"پہلے تو یہ بتانے آئی ہوں کہ میں نے فرہاد علی تیمور کے بیٹے پارس کو اپنا غلام بنالیا ہے۔ کیا تم یقین کرو گے؟"

"یہ یقین کرنے کی بات نہیں ہے لیکن تم نے اچانک ہی تجسس اور دلچسپی پیدا کردی ہے۔ جیسے کارنامے تم انجام دے رہی ہو اس کے پیشِ نظر کسی حد تک پارس کے غلام بن جانے کا یقین کیا جاسکتا ہے۔ وہ اپنے باپ کی طرح عیاش ہے اور سنا ہے تم حسن کا شاہکار ہو اور غضب ناک شباب کی حامل ہو۔"

"میں نے پارس کو حسن و شباب سے نہیں اپنی صلاحیتوں سے اسیر کیا ہے۔"

"تم سے بھی زیادہ صلاحیتوں والے موجود ہیں لیکن وہ کبھی پارس اور علی تیمور کو زیر نہ کرسکے۔ تم اپنی صلاحیتوں پر بجا طور پر فخر کرسکتی ہو مگر تنہائی میں بیٹھ کر غور کرو پھر یہ ضرور تسلیم کرو گی کہ وہ فرہاد زادہ تمہارے حسن و شباب کا چارا دیکھ کر دام میں آیا ہے۔"

"میں بحث نہیں کرنا چاہتی۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تاریک قید خانے میں پہنچاؤں گی تاکہ وہ میرے ملک کے خلاف کسی دوسری سپر طاقت کے لئے کبھی کام نہ کرسکیں۔ ابھی پانچ قیدی ہیں۔ جلد ہی باقی بھی میری گرفت میں آئیں گے۔"

"اگر تم صرف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کررہی ہو تو پھر پارس کو کس مقصد کے لئے قیدی بنایا ہے؟"

"کیا یہ سیدھی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ پارس کی دیوانی جوجو اس کی تلاش میں نکلے گی تو میں اسے پھانس کر کال کوٹھری میں لے جاؤں گی۔"

"منصوبہ اچھا ہے لیکن دس گیارہ ماہ تک تم جوجو پر ہاتھ نہیں ڈال سکو گی کیونکہ وہ پارس کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

"میں صبر و تحمل سے کام کرتی ہوں۔ مجھے جلدی نہیں ہے۔ میں گیارہ ماہ تک انتظار کروں گی۔"

"ذرا اپنے طریقِ کار پر غور کرو۔ تم اپنے کردار پر صبر و تحمل کا پردہ ڈال رہی ہو۔ جبکہ در پردہ گیارہ ماہ تک پارس سے بہلتی رہو گی۔"

"تم میرے کردار پر کیچڑ اچھال رہے ہو لیکن مجھے غصہ نہیں آتا۔ چلو اب کام کی بات کرو۔ تم لوگ الپا کا برین آپریشن کرا چکے ہو۔ کئی ڈاکٹر اسے دن رات اٹینڈ کرتے ہوں گے۔ بالکل اسی طرح محنت ہو رہی ہوگی جس طرح کبھی جوجو پر ہو چکی ہے۔ کیا ایک ٹھوکر کے بعد دوسری ٹھوکر بھی کھانا چاہتے ہو؟"

"تمہارا خیال ہے' الپا بھی جوجو کی طرح پارس کی ہوجائے گی؟"

"پارس کی نہیں ہماری ہوگی۔ کیونکہ وہ بھی پیدائشی امریکن ہے۔ ہمارے حکام نے اسے ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔ میں تمہیں سمجھانے آئی ہوں' ہماری چیز ہمیں واپس کردو ورنہ جب بھی تم اسے میدانِ عمل میں لاؤ گے' میں اسے تاریک قید خانے میں پہنچادوں گی۔"

مامک مین نے کہا "ہم نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سلسلے میں بڑے نقصانات اٹھائے ہیں۔ اس بار ہم اتنے محتاط ہیں کہ الپا پر کسی کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیں گے۔ ہمیں تمہارے تاریک قید خانے والا طریقہ بہت پسند آیا ہے۔ آپریشن کے بعد الپا کے ذہن کو تاریکی کا عادی بنایا جارہا ہے۔ ہم اسے ایک وسیع و عریض زیرِ زمین محل میں رکھیں گے۔ جہاں سورج یا بجلی کی روشنی کبھی نہیں پہنچے گی۔ وہ کبھی گھٹن محسوس نہیں کرے گی۔ وہ یہی سمجھتی رہے گی کہ ایک محدود اور تاریک دنیا میں پیدا ہوئی ہے اور ایک دن اسی تاریکی میں مرجائے گی۔"

مامک مین نے ذرا توقف کیا پھر کہا "یہ تو زیرِ زمین تاریک محل کی باتیں ہیں۔ وہ کبھی اس محل سے باہر نہیں آسکے گی اور دوسروں کا راستہ روکنے کے لئے بڑی جان لیوا حفاظتی انتظامات کئے گئے ہیں۔ میں ان انتظامات کے متعلق کچھ نہیں بتاؤں گا۔ جب زندگی سے بیزار ہوجاؤ تو الپا کی طرف جانے کا ارادہ کرلینا۔"

"تم ارادے کی بات کرتے ہو۔ میں اپنے ملک کے ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو حاصل کرنے کی قسم کھا چکی ہوں۔ پھر الپا کو کیسے چھوڑ دوں گی؟ جان لیوا حفاظتی انتظامات کی دھونس نہ جماؤ۔ اپنے وطن کے لئے زندگی کو داؤ پر لگا کر فرہاد کی فیملی سے ٹکرا رہی ہوں' تم لوگ کیا چیز ہو؟"

وہ اپنے حوصلے اور عزم کی باتیں کرکے مامک مین کے دماغ سے چلی آئی۔ اپنی جگہ حاضر ہوکر خالی خالی نظروں سے ایک طرف تکنے لگی۔ وہ تھوڑی دیر تک نہ کچھ سوچنا چاہتی تھی نہ سوچ کے ذریعے کسی سے بولنا چاہتی تھی۔ اسے دس منٹ بعد سپر ماسٹر کے پاس جانا تھا۔ اپنے ملک کے اعلیٰ حکام سے کچھ بولنا تھا۔ اس لئے دس منٹ تک خاموش رہنے کی کوشش کرنے لگی۔

وہ پارس کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے اور اسے تاریک کمرے میں پہنچانے کے بعد بھول جانا چاہتی تھی۔ مگر جانے کیوں بدن میں درد ہوتا تو پارس جوجو میں دکھنے لگتا تھا۔ بے اختیار

انگڑائیاں آنے لگتی تھیں۔ بستر پر لیٹنے کے بعد سکینے کو بازوؤں میں لے کر سینے سے لگائے رکھنے کو جی چاہتا تھا۔ وہ ایسا کرتی تھی۔ تکیہ اس کے سنگ ہوتا تھا لیکن اس سنگ دل کی طرح سنگ نہیں ہوتا تھا۔

وہ چونک گئی۔ ابھی اس نے سوچا تھا کہ کچھ نہیں سوچے گی مگر اُسے سوچ رہی تھی۔ وہ تنہا کتنے ہی معاملات میں مصروف رہتی تھی۔ سوچنے اور غور کرنے کے لئے بہتیرے معاملات تھے مگر سوچ پارس کی طرف چلی جاتی تھی۔ یہ قدرت کا قانون ہے۔ بچہ اپنی ماں کی طرف لپکتا ہے۔ بوڑھا اپنی قبر کی طرف جاتا ہے اور جوانی اپنے جلاّد کی طرف بھاگتی ہے۔ اپنی اپنی عمر کے مطابق سوچ بے لگام ہوتی ہے۔ مرینا کو سوچ کی بے اختیاری پر اختیار نہیں تھا۔

وہ اپنے ذہن سے پارس کو بھگا کر سپرماسٹر کے پاس آگئی۔ کچھ اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران ایک ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ شراب کا دور چل رہا تھا۔ اس نے سپرماسٹر سے کہا "میں آگئی ہوں۔"

سپرماسٹر نے اس کی آمد کا اعلان کیا۔ فوج کے نئے جنرل نے کہا "مس مرینا! تمہارے انکل نے جنرل کے عہدے پر رہ کر ملک کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اب تم کس لئے آئی ہو؟ اور یہ ہمیں ایک جگہ بلانے کا کیا طریقہ ہے۔ تم نے سپرماسٹر کو دھمکی دی تھی کہ... ہم اپنے سپرماسٹر کی سلامتی کے لئے اہم معلومات چھوڑ کر آئے ہیں۔ کیا اس دن کے لئے ہم نے تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا تھا؟"

وہ بولی "آپ لوگوں نے بچوں کے ہاتھوں میں بندوق دے دی مگر اسے چلانے کا طریقہ نہیں سکھایا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے نوجوان اور نادان تھے۔ جس طرح میں اپنی حفاظت آپ کرتی آئی ہوں' اس طرح ہمارے دوسرے جوان نہ کرسکے۔ سونیا انہیں ٹریپ کرلی! دراس کا الزام میرے انکل پر آیا۔ میں پوچھتی ہوں' میرے انکل قصوروار ہیں تو میں دشمنوں کے ہتھے کیوں نہ چڑھ گئی؟"

"تم غیر معمولی ذہانت رکھتی ہو۔"

"اس کا مطلب ہے جو نوجوان ٹریپ کئے گئے وہ ذہین نہ ہونے کے باعث دشمن کے ہاتھ لگ گئے۔ ان کی نادانی اور ناتجربے کاری کے ذمے دار میرے انکل نہیں ہیں۔"

"کیا تم اپنے انکل کی طرف سے صفائی پیش کرنے آئی ہو؟"

"صرف صفائی پیش نہیں کررہی ہوں۔ ان کے دور میں ملک کو جو نقصان پہنچا ہے اس نقصان کو فائدے میں بدل رہی ہوں۔ میں اپنے ملک کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک ایک کرکے واپس لارہی ہوں۔"

سب نے حیرانی سے سپرماسٹر کو دیکھا۔ کیونکہ وہ اسی کی زبان سے بول رہی تھی۔ ایک نے پوچھا "تم انہیں کب لارہی ہو؟"

"واپس لانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں پھر انہیں آپ لوگوں کے پاس پہنچادوں گی اور سونیا وغیرہ کو موقع دوں گی کہ وہ پھر آپ کے کمزور حفاظتی انتظامات سے انہیں نکال کرلے جائے۔ ان کی حفاظت کی ذمے داری صرف میرے انکل پر نہیں آپ لوگوں پر بھی تھی۔ آپ سب کو اپنے عہدوں سے استعفادے دینا چاہئے۔"

"تم فضول باتوں میں ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔"

"آپ کے وقت اور آپ کی ذہانت کو میں نہیں' یہ شراب ضائع کررہی ہے۔ اگر ذہانت کی باتیں آپ کی سمجھ میں آتی ہیں تو غور سے سنیں۔ میں نے دشمنوں سے اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیا ہے اور انہیں ایک تاریک قید خانے میں سلامتی سے رکھا ہے۔"

"کیا اپنے ملک کے جوانوں کو تاریک قید خانے میں رکھنا دانشمندی ہے؟"

"ہاں دانشمندی ہے۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے ان چاروں کے دماغوں میں جاکر یہ معلوم کرنے میں ناکام ہوگئے ہیں کہ انہیں کہاں قید کیا گیا ہے۔ دشمن ان چاروں سے کوئی کام بھی نہیں لے سکتے۔ اس طرح وہ ہمارے ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں کو ہم پر استعمال نہیں کرسکتے۔"

"ہاں' بات کچھ سمجھ میں آتی ہے۔ مگر ان چاروں سے ہم کیا فائدہ اٹھائیں گے؟"

"میں آہستہ آہستہ نفسیاتی طریقوں سے ان کے حواس پر چھا رہی ہوں۔ چپکے چپکے معلوم کرتی رہتی ہوں کہ کوئی دشمن کب ان کے دماغوں میں آتا ہے۔ پھر موقع پاتے ہی ان پر خفیہ عمل کرتی ہوں۔ ایک دن جب میں انہیں تاریک قید خانوں سے باہر لاؤں گی تو ان کے چہرے اور ان کے ذہن بدل چکے ہوں گے۔ ان کی آواز اور لہجہ بھی بدل جائے گا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکیں گے اور نہ ہی ان کا سراغ لگاسکیں گے۔"

ایک نے کہا "واقعی تمہاری پلاننگ زبردست ہے۔ سونیا اور اس کی ٹیم سے اپنے چار خیال خوانی کرنے والوں کو چھین لینا کوئی مذاق نہیں ہے۔ تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔"

دوسرے نے کہا "لیکن مرینا! تم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا کہ اب سونیا وغیرہ ہوشیار ہوگئے ہوں گے۔ اب تم ہمارے باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حاصل نہیں کرسکو گی۔"

"میں کچے منصوبے نہیں بناتی۔ تنہا رہتی ہوں' شراب نہیں پیتی' عیاشی نہیں کرتی۔ خوب سوچ سمجھ کر پلان تیار کرتی

ہوں۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ میں نے فرہاد کے بیٹے پارس کو بھی تاریک قید خانے میں پہنچا کر خفیہ عمل کے ذریعے غلام بنالیا ہے۔"

پہلے تو سب ہی چند لمحوں تک سکتے میں رہے پھر ایک حاکم نے بے یقینی سے پوچھا "کیا تم اپنی عمر سے زیادہ نہیں بول رہی ہو؟"

"آپ ہاٹ لائن پر سونیا' سلمان واسطی یا بابا صاحب کے ارادے کے ذمے دار افراد سے معلوم کریں۔ وہ تصدیق کریں گے۔"

نئے جنرل نے کہا "مرینا! تم ہم میں سے کسی کی زبان سے گفتگو کرو۔ سپرماسٹر کو ہاٹ لائن پر تصدیق کرنے دو۔"

"میں اپنے دعوے کی تصدیق ہونے کے بعد ہی گفتگو آگے بڑھاؤں گی۔"

سپرماسٹر نے جناب علی اسداللہ تبریزی سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "مجھے ایک اطلاع ملی ہے۔ آپ اس اطلاع کی تصدیق فرمائیں گے؟"

انہوں نے فرمایا "اگر وہ بات مجھ ناچیز کے علم میں ہوئی تو ضرور تصدیق کروں گا۔"

"کیا فرہاد کا بیٹا پارس کسی دشمن کی قید میں ہے؟"

"اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ میں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا' ...سلمان واسطی کی زبان سے سنا ہے کہ پارس کو کسی تاریک کمرے میں قید کیا گیا ہے اور اسے قید کرنے والی ایک لڑکی مرینا ڈی فونزا ہے۔ چونکہ سلمان واسطی کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے لہٰذا میں اس سچے انسان کے حوالے سے اس اطلاع کی تصدیق کرتا ہوں۔"

سپرماسٹر نے شکریہ کہہ کر رابطہ ختم کیا۔ پھر اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کہا "مرینا نے سچ کہا ہے۔ جناب علی اسداللہ تبریزی نے تصدیق کی ہے۔"

سب نے خوش ہوکر باری باری کہا "مرینا! بریوو۔ شاباش۔ تم نے تنہا وہ کام کیا ہے' جو ہماری پوری فوج نہ کرسکی۔ علی تیمور کھن کے بال کی طرح ہماری مسلح فوج کے درمیان سے نکل گیا تھا۔ پارس بھی ایک ایسا ہی طوفان ہے جسے تم نے مٹھی میں بند کرلیا ہے۔ بائی گاڈ! تمہاری جتنی بھی تعریفیں کی جائیں' کم ہیں۔"

وہ بولی "میں تعریفوں سے کبھی خوش نہیں ہوتی۔ آپ یہ سوچیں اور بتائیں کہ میں نے پارس کو کس لئے قیدی بنایا ہے؟"

ایک نے کہا "پارس' سونیا کا لاڈلا ہے۔ تم نے سونیا کی کمر توڑدی ہے۔"

مرینا نے کہا "ابھی آپ نے کہا تھا کہ چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لینے کے بعد میں باقی جوانوں کو واپس نہیں لاسکوں گی۔ کیوں کہ سونیا اور اس کے ساتھی ہوشیار ہوگئے ہیں۔ اتنی سی بات میں بھی سمجھتی ہوں۔ اسی لئے پارس جیسے مہرے کو جکڑلیا ہے۔ اب اس کے بدلے سودا کروں گی۔ پارس اسی شرط پر انہیں واپس ملے گا کہ وہ پہلے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس کریں گے۔"

ایک نے کہا "یہ ہوئی نہلے پہ دہلے والی بات۔"

دوسرے نے کہا "آج تک کسی نے سونیا کو ایسا منہ توڑ جواب نہیں دیا۔ ہم تمہیں سلام کرتے ہیں۔"

وہ فوجی انداز میں سلیوٹ کرنے کے لئے اٹھا۔ دوسرے بھی اٹھ گئے۔ ان میں سے کئی نشے کے باعث ڈگمگا رہے تھے۔ مرینا نے کہا "نشے کا سلام پانی کا بلبلا ہوتا ہے جو ابھر کر مٹ جاتا ہے۔ ...آپ صبح اٹھیں گے تو یہ سلام اور میری تعریفیں بھول چکے ہوں گے۔"

نئے جنرل نے کہا "ہم نشے میں نہیں ہیں۔ بس ذرا سُرور آگیا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "میں پورے ہوش و حواس میں ہوں اور پوچھتا ہوں کہ تم ہمارے خیال خوانی کرنے والے جوانوں کو کب یہاں لارہی ہو؟"

"میں جواب دے چکی ہوں۔ اگر آپ لوگ نشے میں نہیں ہیں تو بتائیں میں نے کیا جواب دیا تھا۔"

سب سوچ میں پڑ گئے۔ ایک فوجی افسر نے اپنا گلاس خالی کرتے ہوئے کہا "میں بالکل نارمل ہوں۔ تم نے جواب دیا تھا کہ... ٹھہرو' ذرا ایک اور پیگ بنالوں۔"

وہ خالی گلاس میں وہسکی ڈالنے لگا۔ دوسرے نے کہا "بھئی مرینا! تم نے کہا تھا پہلے اپنے جوانوں کے چہرے' دماغ اور لہجے بدلوں گی۔ پھر انہیں یہاں لاؤں گی۔"

سب نے تائید کی "ٹھیک' تم نے یہی کہا تھا۔"

وہ بولی "مجھے افسوس ہے۔ آپ لوگ میری باتیں توجہ سے نہیں سن رہے تھے۔ یا پھر نشے نے بھلا دیا ہے۔ میں نے صاف انکار کیا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آپ کے پاس نہیں لاؤں گی۔"

"کیوں نہیں لاؤ گی؟"

"اس سوال کا بھی جواب دے چکی ہوں پھر ایک بار سن لیں۔ آپ لوگ ماضی میں اپنے جوانوں کی حفاظت نہ کرسکے۔ آپ کے انتظامات' آپ کے منصوبے سب کمزور تھے۔ میں اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خطرات مول لے کر بڑی محنت سے واپس لارہی ہوں۔ انہیں پھر ایک بار اغوا ہونے کے لئے آپ لوگوں کی تحویل میں نہیں دوں گی۔ وہ سب میری پناہ میں رہیں گے۔"

"یہ سراسر حماقت ہے۔ تم انہیں لندن میں چھپاؤ گی۔

پیرس وہاں سے ایک نقطے کے فاصلے پر ہے اور وہ فرہاد اور سونیا کا شہر کہلاتا ہے۔ تم دشمنوں کے قریب رہنے کا نہ فیصلہ کر رہی ہو۔"

وہ بولی "پیرس اور نیویارک کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ ہے۔ سونیا اور اس کے ساتھی ہزاروں میل سے آکر نیویارک سے ہمارے جوانوں کو لے گئے۔ لہٰذا کم یا زیادہ فاصلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ صرف حکمت عملی کی اہمیت ہوتی ہے۔"

جنرل نے کہا "تم کچھ بھی کہو۔ ہم یہ تسلیم نہیں کریں گے کہ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف تمہاری پناہ میں رہیں۔"

ایک اور فوجی افسر نے کہا "ہم تمہارے سینئر افسر ہیں۔ تم ہمارے مشوروں پر عمل کرو گی۔ تمہیں ٹریننگ سینٹر میں جو کچھ سکھایا گیا تھا کیا وہ بھول گئی ہو؟"

"مجھے یاد ہے۔ آپ لوگوں کی الٹی سیدھی ٹریننگ کے نتیجے میں سارے جوان دشمنوں کی جھولی میں چلے گئے۔ جب آپ جیسے بزرگ اور تجربہ کار فوجی افسران ناکامی پر ناکامی کا منہ دیکھتے آئے ہیں تو آپ لوگوں کی دی ہوئی ٹریننگ انجام کار ناکامی ہی لائے گی۔ اس لئے میں اپنے طور پر کام کر رہی ہوں۔"

"ہمارا ملک سپر پاور کہلاتا ہے۔ کیا اتنی بڑی حکومت تمہارے اشاروں پر چلے گی؟"

"نہیں، مجھے سیاست اور حکومت کرنے کا شوق نہیں ہے۔ یہاں صرف ٹیلی پیتھی کا شعبہ میرے ہاتھ میں رہے گا۔ تمام خیال خوانی کرنے والے جوان میرے ماتحت بن کر رہیں گے اور میرے احکامات کی تعمیل کریں گے۔ آپ اپنی داخلہ اور خارجہ پالیسی کے مطابق بتائیں گے کہ مجھے خیال خوانی کرنے والوں سے ملکی مفادات کے لئے کیا کام لینا ہے۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ آپ لوگوں کی پالیسی درست ہے اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے جوانوں کو کہیں سے نقصان نہیں پہنچے گا تو میں ان سے کام لوں گی۔ ورنہ غلط پالیسی ہوئی تو ہم میں سے کسی کی ٹیلی پیتھی تمہارے کام نہیں آئے گی۔"

ایک حاکم نے کہا "واہ! کیا چالبازی ہے۔ ہم اپنے ملک کے حکمران ہوں گے لیکن تم درپردہ ہمارے سروں پر بیٹھ کر حکومت کرو گی۔"

دوسرے حاکم نے کہا "یہ بات نہیں ہے۔ ہمیں مرینا کی بھی اور کھری باتوں کو تسلیم کرنا چاہئے۔ ہم سب کی ناقص پالیسیوں کے سبب ہمیں ٹیلی پیتھی کے شعبے میں زبردست نقصان پہنچتا رہا ہے۔ مرینا ہمارے جوانوں کو واپس لا کر یہ نقصان پورا کر رہی ہے۔ لہٰذا جہاں تک ٹیلی پیتھی کا تعلق ہے مرینا کو ایک بار اس کی ذمے داریاں سونپ کر اسے اپنے طور پر کام کرنے کا بھرپور موقع دینا چاہئے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حالانکہ یہ میرا شعبہ ہے۔ پھر بھی میں بخوشی مرینا کی اس لئے حمایت کر رہا ہوں کہ اس نے اب تک زبردست کارنامے انجام دیئے ہیں۔ آئندہ بھی اس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔"

رفتہ رفتہ مرینا کو حمایت حاصل ہونے لگی۔ اعلیٰ حکام اس بات پر متفق ہو رہے تھے کہ اس ذہین لڑکی کو اپنے طور پر کام کرنے کا پورا موقع دینا چاہئے۔ جنرل نے کہا "آپ لوگ نقشے میں ہیں اس لئے سوچے سمجھے بغیر ایک لڑکی کو اتنی بڑی ذمے داری سونپ رہے ہیں۔ میں ایسے جذباتی فیصلے سے متفق نہیں ہوں۔"

مرینا نے کہا "جنرل! تمہیں دراصل یہ اندیشہ ہے کہ میں نے اعلیٰ حکام اور فوج کے اہم افسران کی حمایت حاصل کر لی تو اپنے انکل کو جنرل کے عہدے پر واپس لے آؤں گی پھر تمہیں کمتر عہدے پر جانا ہوگا۔"

وہ غصے سے بولا "یہ جھوٹ ہے۔"

"یہ مت بھولو کہ میں چور خیالات پڑھ لیتی ہوں۔ ابھی تمہارے دماغ میں تھی۔ کیا میں اپنی زبان سے بتاؤں کہ....."

وہ بات ادھوری چھوڑ کر جنرل کے دماغ میں آئی۔ وہ بے اختیار بولا "نن.... نہیں میں یہ بھول گیا تھا کہ تم میرے اندر آسکتی ہو۔ واقعی میں جنرل کے عہدے سے نیچے نہیں جانا چاہتا اور تمہارے انکل کے واپس آنے کا راستہ روکنا چاہتا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "جنرل، یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مرینا ہمارے ملک کی کھوئی ہوئی ٹیلی پیتھی کی قوتیں واپس لا رہی ہے اور تم ایک عہدے کی خاطر اس کی مخالفت کر رہے ہو۔"

مرینا نے کہا "میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ صرف ٹیلی پیتھی کے شعبے تک محدود رہوں گی۔ اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گی۔ البتہ ایک درخواست کروں گی کہ میرے انکل کو چوبیس گھنٹے کے لئے جنرل کے عہدہ پر واپس لایا جائے پھر عزت اور وقار سے انہیں ریٹائر کیا جائے۔"

جنرل نے کہا "مرینا نے بڑی دانشمندی سے درخواست کی ہے۔ میں چوبیس گھنٹے کے لئے جنرل کے عہدہ سے سبکدوش ہو جاؤں گا۔"

مرینا چاہتی تو یہ بات جبراً منوا سکتی تھی لیکن وہ بڑی ذہانت اور سلیقے سے دوسروں کی حمایت حاصل کرنا جانتی تھی۔ میٹنگ برخاست ہونے تک سب اس کے حامی بن گئے اور یہ فیصلہ ہو گیا کہ ٹیلی پیتھی کا شعبہ اس کے ہاتھوں میں رہے گا اور وہ اہم معاملات میں سپر ماسٹر سے رابطہ کرتی رہے گی۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ سامنے بستر بلا رہا تھا۔ گھر وہاں جا کر لیٹنے سے وہ سارے بدن میں آگ دہکنے لگتا تھا۔ یہ اچھی بات نہیں تھی۔ وہ اپنے مقررہ وقت کے مطابق ہر کام کرتی تھی۔ مگر گزری ہوئی بدن توڑ باتیں وقت

بے وقت یاد آجاتی تھیں۔ سارے کام چھوڑ کر بستر پر لیٹ کر اسے سوچتے رہنے کو جی چاہتا تھا اور یہ بات ذہانت اور مستقل مزاجی کے خلاف تھی۔

ایسی بے چینی کے دوران ایک بات سمجھ میں آئی کہ اس نے پارس کو تاریک کمرے میں پہنچا کر غلطی کی ہے۔ اسی وجہ سے وہ زیادہ یاد آتا ہے۔ زیادہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ دل کہتا تھا دو قدم پر تہ خانہ ہے۔ وہ ذرا دیر اس کے پاس وقت گزار کر آسکتی ہے۔ اگر وہ دور ہوتا اور وہاں تک آسانی سے رسائی حاصل نہ ہوتی تو صبر آجاتا۔ وہ خود کو اس حد تک معروف رکھتی کہ پارس کی طلب محدود ہو جاتی۔ کام بھی ہوتا رہتا اور جذبات بھی نارمل رہتے۔

اس میں شبہ نہیں کہ وہ بڑی دانائی سے کسی بھی شوق، کسی بھی جذبے کو تھپک کر دیوانگی کو ختم کر دیتی تھی اور خوب سوچ سمجھ کر طریق کار کا تعین کرتی تھی۔ وہ پارس کو یا دنیا کے کسی بھی مرد کو اپنے لئے لازمی بننے کا موقع نہیں دے سکتی تھی اس لئے فیصلہ کر چکی تھی کہ سونیا سے سودا کرے گی۔ پارس کو اس کے حوالے کر کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حاصل کرے گی۔ اس سے دو فائدے حاصل ہوں گے۔ ایک تو اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس مل جائیں گے۔ دوسرے وہ حواس پر چھا جانے والا اتنی دور ہو جائے گا کہ اسے دوبارہ حاصل کرنا دشوار ہو جائے گا۔ یوں ایک مرد کی حکمرانی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اس نے ایزی چیئر پر آرام سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کیں، سونیا کے لب و لہجے کو یاد کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے کہا "کوڈ ورڈز سناؤ۔"

وہ بولی "سانس نہ روکنا۔ میں مرینا ہوں۔"

"ویل کم مرینا! مجھے ذہین لڑکیوں پر بڑا پیار آتا ہے۔ کہو کیسے آئی ہو؟ پارس کا کوئی معاملہ ہے؟"

"ہاں۔ یہ سب ہی جانتے ہیں کہ وہ تمہارا لاڈلا ہے۔ اور تم میری آئیڈیل ہو۔ میں تمہیں بیٹے کی جدائی کا صدمہ نہیں دینا چاہتی۔ ایک سمجھوتا کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں بولو کیا چاہتی ہو؟"

"اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی واپسی۔"

"تم ان کی واپسی کی شرط پر پارس کو رہا کرو گی؟"

"شرائط دشمنوں کے درمیان طے پاتی ہیں۔ میں تمہاری دوست بن کر رہنا چاہتی ہوں۔"

"تم دوست کیسے بن سکتی ہو جبکہ میری بیٹی کے جیسی ہو؟"

"اوہ، یہ تو میرے لئے خوشی اور فخر کی بات ہے۔ میں دل و جان سے تمہیں اپنی ماں تسلیم کرتی ہوں۔"

"دل و جان سے ماں کہتی ہوں تو کسی شرط کے بغیر اپنی ماں کو اس کا بیٹا دے دو۔"

"آں؟" وہ گڑبڑا گئی۔ پھر ہنستے ہوئے بولی "تم باتوں میں بھی چکرا دیتی ہو۔ میں بھی جواباً کہہ سکتی ہوں کہ مجھے بیٹی سمجھتی ہو تو بیٹی کے ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس کر دو۔"

"آخر ہوئی نا وہی شرط والی بات؟ ابھی چھوٹی سی عمر میں اتنی مکار ہو کہ ماں بنا کر کلیجا نوچ لیتی ہو۔ یہی انداز رہا تو آئندہ تجربات تمہاری مکارانہ ذہانت کو اور چمکائیں گے۔ میری دعا ہے کہ تم

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول

عمران سیریز | پرمود سیریز

عجیب ہنگامے
ایک جلد میں
صفحات: ۳۲۰۔ قیمت /۲۵ روپے

ریکارڈ کی چوری
ایک جلد میں
صفحات: ۳۲۰۔ قیمت /۲۵ روپے

پانچواں کالم
موت کا راستہ

ڈاک خرچ فی ناول ۱۰ روپے — دونوں ناول ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی۔۱

طبعی عمر تک سلامت رہو۔"

"میں تمہاری ممتا کے لئے دوا لے کر آئی ہوں اور تم دعاؤں سے مجھے بہلا رہی ہو۔"

"کیا پارس تمہاری قید میں رو رہا ہے؟"

"بالکل نہیں، پتھر کیا روئے گا۔"

"کیا وہ بیمار ہے؟"

"پوری طرح صحت مند ہے۔"

"کیا وہ پریشان ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ وہ تو ایسے مطمئن ہے جیسے اپنے بیڈ روم میں۔"

"جب وہ مطمئن ہے تو تم کیوں پریشان ہو۔ اسے اپنے پاس رکھو۔"

"کیا کہہ رہی ہو۔ اپنے بیٹے کو میری قید میں رکھنا چاہتی ہو؟"

"مرینا! مجھے تو یوں لگتا ہے کہ تم پارس کی قیدی بن گئی ہو۔ اس سے رہائی حاصل کرنے کے لئے میرے پاس آئی ہو۔"

سونیا کے اس نفسیاتی حملے نے اسے سوچنے سمجھنے پر مجبور کیا۔ وہ فوراً ہی سمجھ گئی بلکہ تسلیم کیا کہ وہ پارس کو اپنی زندگی سے دور کرنے، دوسرے لفظوں میں اس سے نجات حاصل کرنے سونیا کے پاس آئی تھی۔

اس نے ڈھٹائی سے انکار کرتے ہوئے کہا "سونیا! تم خواہ مخواہ ماہر نفسیات بن کر اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہی ہو۔"

"تم مجھے سونیا کہہ رہی ہو۔ اماں جان نہیں کہو گی؟"

"کان پکڑتی ہوں۔ تم سے کوئی رشتہ قائم کرنے کی کبھی حماقت نہیں کروں گی۔"

"یہ ہوئی دانائی کی بات۔ ایسے ہی تجربات تمہیں کندن بنائیں گے۔"

"میں دیکھ رہی ہوں کہ تم مجھے باتوں سے بہلا رہی ہو اور کام کی بات نہیں کر رہی ہو۔"

"کام کی بات ہو تو کروں۔"

"کیا پارس کے لئے تمہارا دل نہیں مچلتا ہے؟"

"جو پارس تمہاری قید میں ہے، اس کے لئے دل نہ دھڑکے گا، نہ مچلے گا۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ مرینا دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ سونیا نے اچانک سانس روک کر مزید کچھ کہے سنے بغیر دماغ سے نکال کر اس کی توہین کی تھی۔ توہین تو اس بڑے کارنامے کی تھی جسے مرینا نے انجام دے کر سپر طاقتوں کو چونکا دیا تھا اور وہ کارنامہ تھا پارس کا اغوا اور تاریک کمرے کی قید۔ مگر سونیا نے اتنے زبردست کارنامہ کی ایسی کی تیسی کر دی تھی۔

مرینا پہلے تو ناگواری سے سونیا کے متعلق سوچتی رہی۔ پھر ایک دم سے چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ سونیا کا آخری فقرہ تھا "جو پارس تمہاری قید میں ہے، اس کے لئے دل نہ دھڑکے گا، نہ مچلے گا۔"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرینا کی قید میں وہ پارس نہیں ہے جس کے لئے سونیا کی ممتا تڑپتی ہے۔

وہ اپنی چیئر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ دماغ میں سنسناہٹ سی ہو رہی تھی۔ یہ سوال گونج رہا تھا "کیا میں دھوکا کھا رہی ہوں؟ کیا میں نے ڈمی پارس کو قیدی بنا رکھا ہے؟"

فرہاد کی فیملی سے دشمنی رکھنے والے اچھی طرح جانتے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے میں سونیا، پارس اور علی تیمور کے کئی ڈمی افراد موجود رہتے ہیں اور وقتِ ضرورت اصل کی جگہ نقل لے لیتے ہیں۔ وہ سوچ رہی تھی "کیا میرے ساتھ بھی یہی کھیل کھیلا گیا ہے؟"

وہ غور کرنے لگی۔ پچھلے دن اس نے خود اپنی آنکھوں سے پارس کو بنگلے سے نکلتے دیکھا تھا اور اس کا تعاقب کرتے ہوئے جگت آنٹی کے مکان تک پہنچی تھی۔ وہاں ہیٹنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہنے والے پارس نے ہی رات کو کمرے میں آ کر اس کی تیمارداری کی تھی۔ ہو سکتا ہے اسی دوران کوئی کھیلا ہو گیا ہو۔ جب وہ اپنے باپ کے ذریعے کاربدل کر جگت آنٹی کے ہاں آئی تو اتنی دیر میں ڈمی نے اصل پارس کی جگہ لے لی ہو۔

اس نے پھر سونیا کے دماغ میں آ کر کہا "میرے سامنے تمہاری مکاری نہیں چلے گی۔ میری قید میں اصلی پارس ہے۔ تم چاہتی ہو، میں تمہاری باتوں میں آ کر اسے ڈمی سمجھ کر رہا کر دوں۔ وہ اصلی ہے اصلی۔"

"جب اصلی ہے تو میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

"یہ بتانے کے لئے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے پارس کو بنگلے سے نکلتے دیکھا، خود اس کا تعاقب کیا۔ تمام رات ہیٹنگ گیسٹ بن کر اس کے ساتھ رہی۔"

"آگے نہ بولو۔ اس کے ساتھ رات گزارنے کی وجہ سے تمہاری پریشانیاں بڑھ گئی ہیں۔ تم یہ تسلیم کرتے ہوئے توہین محسوس کرتی ہو کہ پارس کے دھوکے میں کسی ایسے ویسے کی آغوش میں خود کو ہار گئی ہو۔"

"بے شک، میرا بدن کسی ایرے غیرے کے لئے نہیں ہے۔ میں نے پارس کو اس لئے برداشت کر لیا کہ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ میں کسی معمولی شخص پر تھوکنا بھی گوارا نہیں کروں گی۔ جو جو کی رہائش گاہ سے نکل کر میری قید میں آنے والا پارس ہے، اصلی پارس ہے۔"

"تم سے ایک زبردست غلطی ہوئی مرینا! جو پارس جو جو کے بنگلے سے نکلا تھا، تمہیں اس کا تعاقب نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اگر تم صبر و تحمل سے اسی بنگلے کے قریب موجود رہتیں۔ یا جو جو کو تنہا سمجھ کر بنگلے میں داخل ہوتیں تو تمہیں وہاں اصلی پارس نظر آتا۔ پارس نے ابھی تک جو جو کا ساتھ نہیں چھوڑا ہے۔ وہ پیرس کے ایک ملٹری اسپتال میں اپنی جو جو کے ساتھ ہے۔ کیا اب سمجھ میں آیا کہ تم شروع ہی سے ڈمی کے پیچھے بھاگتی رہی ہو؟"

مرینا چند لمحوں تک سکتے میں رہی۔ جب یقین ہو گیا کہ وہ ایک ڈمی کو اپنا حسن اور شباب دے کر اپنے مقام سے گر گئی ہے تو غصے میں چیخ کر بولی "میں گولی مار دوں گی، اس ڈمی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"اپنے اس نامعقول فیصلے پر عمل کرنے سے پہلے یہ سن لو۔ جب ہم اپنی کسی ڈمی کو میدانِ عمل میں لاتے ہیں تو اس سے وعدہ کرتے ہیں کہ اسے بے موت مرنے نہیں دیں گے۔ تمام سپر طاقتیں اور یہودی تنظیم کے سربراہ آج تک ہماری کسی ڈمی کو نقصان نہیں پہنچا سکے۔ تم بھی اسے گولی نہیں مارو گی۔ یہ میرا حکم ہے۔"

"تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ میں حکم کی بندی بن جاؤں گی؟"

"اس لئے کہ تمہارا پیارا پیارا انکل، سابق جنرل ہماری قید میں ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"جنرل کے دماغ میں جا کر تصدیق کر لو۔"

اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ اسی لمحے میں اپنے انکل کے پاس آئی، اس انکل کے پاس جسے وہ باپ سے زیادہ چاہتی تھی۔ اس کے پسینے کی جگہ خون بہا سکتی تھی کیونکہ جنرل کی محبت، شفقت اور توجہ نے اسے اتنے بلند مقام تک پہنچایا تھا۔ وہ ایک کال کوٹھری کے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں صرف زیرو پاور کے بلب کی روشنی تھی۔ اس نے تڑپ کر پوچھا "انکل! آپ کو کس نے قید کیا ہے؟"

"بیٹی کچھ اجنبی لوگ تھے۔ انہوں نے ساتھ چلنے کو کہا۔ میں ان کے ساتھ جانے لگا۔ راستے میں دماغی طور پر غائب ہو گیا۔ جب حاضر ہوا تو خود کو اس کال کوٹھری میں پایا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا۔ جب تک ہمارا ایک بندہ مرینا کی قید میں محفوظ ہے، تم سے کوئی دشمنی نہیں ہو گی۔ اگر ہمارے بندے کو دماغی نقصان پہنچے گا تو تمہارے دماغ میں بھی زلزلے پیدا ہوں گے، اگر اسے جانی نقصان پہنچا تو تمہیں گولی مار دی جائے گی۔"

"انکل! آپ فکر نہ کریں۔ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"یہ نقصان کیا کم ہے کہ میں اس عمر میں آرام دہ بستر چھوڑ کر اس کال کوٹھری کے ٹھنڈے فرش پر بیٹھا ہوں۔"

"میں آپ کو جلد ہی رہائی دلاؤں گی۔"

وہ پھر سونیا کے پاس آئی۔ پھر بولی "تم بچی چڑیل ہو۔ اپنی طرف آنے والی مصیبت کا توڑ کر لیتی ہو۔ بے شک میں تم سے بہت کچھ سیکھ رہی ہوں۔ میں نے مختصر سی مدت میں کامیابیاں ہی کامیابیاں حاصل کیں۔ آج پہلی بار تمہارے سامنے ہتھیار ڈال رہی ہوں۔ یہ شکست مجھے ہمیشہ یاد رہے گی اور جوابی شکست تم پر ادھار رہے گی۔"

"خدا کرے تمہارے حوصلے جوان رہیں۔"

"میں ابھی آدھے گھنٹے میں پارس کی ڈمی کو رہا کر دوں گی۔ اس آدھے گھنٹے میں تم میرے انکل کو آزاد کر دو۔"

سونیا نے کہا "سوری، تم پارس کی ڈمی کو جسمانی طور پر آزاد کرو گی۔ ذہنی طور پر وہ تمہارا غلام رہے گا۔ کیا تم چالاکی دکھانے سے باز نہیں آؤ گی؟"

"میں بھول گئی تھی کہ اسے ذہنی طور پر غلام بنایا ہے۔ ٹھیک ہے، میں اس کے دماغ میں جا کر اپنے ہی تنویمی عمل کا توڑ کروں گی۔"

"مجھے یقین ہونا چاہئے کہ تم نے پوری سچائی سے توڑ کیا ہے۔ ... یہ یقین کرنے کے لئے سلمان واسطی خیال خوانی کے ذریعے پارس کے اندر موجود رہے گا۔"

وہ بولی "اس وقت لندن میں دوپہر کے دو بجے ہیں۔ میں ٹھیک تین بجے عمل کروں گی میری ایک درخواست ہے۔ جب تک ڈمی پارس عمل کے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہو گا تب تک

چار چھ گھنٹے گزر جائیں گے اور تب تک میرے اکمل کال کوٹھری کے ٹھنڈے فرش پر بیٹھے رہیں گے اس لئے....."

سونیا نے کہا "میں سمجھ گئی۔ تم پندرہ منٹ کے بعد انکل کے پاس جاؤ۔ وہ تمہیں نہایت آرام دہ کمرے میں ملیں گے۔"

مرینا شکریہ کہہ کر پھر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ وہ دوسروں سے مختلف تھی۔ شکست کھا کر دل برداشتہ نہیں ہوئی تھی۔ ایک تو اس لئے غصہ نہیں آیا کہ اس نے کسی ایسی ویسی سے نہیں سونیا سے مات کھائی ہے' دوسرے یہ کہ سونیا سے پہلی ملاقات میں ہی زبردست تجربات حاصل ہوئے۔ صرف ایک بات پریشان کررہی تھی اور وہ یہ کہ اس نے سپر ماسٹر اور اعلیٰ حکام کے سامنے پارس کو قیدی بنانے کا دعویٰ کیا تھا اور اس کے بدلے اپنے نوجوانوں کو واپس لانے کا یقین دلایا تھا۔ اب ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی واپسی نہیں ہوگی۔ اس کے نتیجہ میں اپنے اعلیٰ حکام کے سامنے پوزیشن کمزور ہوجائے گی۔ اب اسے اپنی پوزیشن کو مستحکم کرنے کی فکر لاحق ہوگئی تھی۔

اس نے پندرہ منٹ سے پہلے ہی اپنے انکل کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ لوگ اسے کال کوٹھری سے نکال کر لے جارہے تھے۔ مرینا نے سوچا تھا' اگر انکل کو دماغی طور پر نائب رکھا گیا تو وہ خود انکل کے دماغ میں رہ کر دیکھتی رہے گی کہ اسے کہاں لے جایا جارہا ہے۔

مگر وہ لے جانے والے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے تھے۔ چالاکی میں کسی سے کم نہیں تھے' وہاں امریکی باشندے بن کر زندگی گزار رہے تھے۔ انہوں نے جنرل کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور مرینا کو مایوس کردیا۔ اب وہ انکل کی آنکھوں سے راستوں کو نہیں پہچان سکتی تھی۔ اسے لے جانے والے مستقل گونگے بن گئے تھے' باتیں نہیں کررہے تھے۔ مرینا کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہورہی تھی۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد آنکھوں سے پٹی کھل گئی۔ جنرل ایک آرام دہ بستر پر تھا۔ سرہانے کی میز پر کھانے کا سامان تھا۔ سردی سے بچنے کے لئے کمبل اور گرم کپڑے بھی تھے۔ مرینا مطمئن ہوکر پھر دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔

اس نے سوچا تھا' اسے موقع ملے گا تو انکل کو سونیا کے آدمیوں سے چھین کر لے جائے گی۔ لیکن اس کے آدمیوں نے اسے مایوس کردیا۔ مایوسی تو پارس کی طرف سے بھی ہوئی تھی۔ یہ سوچ کر دل ڈوب رہا تھا کہ وہ پارس کی تمنائی میں نہیں گئی تھی۔ کوئی دوسرا ہی بستی گنگا میں ہاتھ دھو چکا ہے۔

اتنی بڑی توہین اُس سے برداشت نہیں ہورہی تھی۔ پارس دشمن تھا۔ مگر تسلیم کررہی تھی کہ وہ ساری رات اپنا اپنا سا لگا اور اس کے بعد بھی اب تک اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ آہ! پھر یہ ڈی کیوں مرنے چلا آیا؟

وہ غصہ نہیں دکھا سکتی تھی۔ ڈی کو گولی نہیں مار سکتی تھی۔ اس ڈی میں اس کے انکل کی جان تھی۔ ان حالات میں غصہ تھوک کر اپنے اوپر بیتی ہوئی آپ بیتی کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس نے ذرا سنجیدگی سے ڈی کے متعلق سوچا۔ اس لئے بھی سوچا کہ وہ اس کی زندگی کا پہلا مرد تھا۔ وہ ہزار نفرت اور غصے کے باوجود اس کی آمد و رفت کو جھٹلا نہیں سکتی تھی۔

جب وہ سنجیدگی سے سوچنے لگی تو وہ ڈی اسے پہاڑ لگا۔ کسی پہلو سے کم تر نہیں لگا۔ ایک لڑکی جو آرزوئیں کرتی ہے' وہ ان آرزوؤں سے بھی سوا تھا۔ اس کے ہر جذبے کی دوا تھا۔ وہ پارس نہیں تھا' مگر اس کی جوانی کا پارس پتھر بن گیا تھا۔

دل کہنے لگا' اسے اچھی طرح جانچنا پرکھنا چاہئے۔ جانے کیوں دل اسے اب بھی پارس کہہ رہا تھا۔ اور ذہانت کہہ رہی تھی' جب اس کی صورت پارس کی ہے..... آواز اور لہجہ' قدوقامت اور دل جیت لینے کا انداز سب ہی کچھ پارس جیسا ہے تو اسے اپنا پارس بنا کر ہی کیوں نہ رکھا جائے؟

یہ ایک نیا اور اچھوتا آئیڈیا تھا۔ جب وہ اپنا سب کچھ اسے سونپ چکی تھی تو پھر اسے گولی مارنا یا اپنی زندگی سے دور پھینک دینا سراسر حماقت ہوتی۔ اب وہ حماقت نہیں کرنا چاہتی تھی۔ یہ کھلونا لے کر بہل جانے والی بات نہیں تھی۔ وہ پارس نہ ہوتے ہوئے بھی ہر پہلو سے پارس تھا۔ اس دنیا میں کون سی بگڑی ہے جو بن نہیں جاتی۔ یہاں دوسرا دل مل جاتا ہے' دوا مل جاتی ہے' ایک نیا صنم مل جاتا ہے اور ڈھونڈنے والے کو تو خدا بھی مل جاتا ہے۔

مرینا یوں اٹھ کر کھڑی ہوگئی جیسے دل کا فیصلہ مان لیا ہو کہ آؤ چلو۔ لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور.....

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی' اس کمرے میں آئی جہاں ایک چور دروازہ تھا جو نظر نہیں آتا تھا۔ کیوں کہ آگے پیچھے دُہری دیواریں تھیں۔ ایک خفیہ سسٹم کے ذریعے ایک دیوار ایک طرف سرکتی تھی تو اس کی پچھلی دیوار میں وہ دروازہ دکھائی دیتا تھا۔ مرینا اس دروازے سے گزر کر ایک تنگ راہداری میں آئی۔ وہاں ایک زینے سے اتر کر تہ خانہ میں پہنچی۔ ایک بڑے سے ہال کے چاروں طرف آٹھ دروازے تھے۔ ان دروازوں کے پیچھے مختلف تاریک کمرے تھے' جہاں مختلف قیدی رکھے گئے تھے۔

مرینا نے ایک الماری کھول کر اس میں سے ایک بلب نکالا۔ پھر الماری بند کرکے ایک دروازے کے پاس آئی۔ خیال خوانی کے ذریعے پارس کے دماغ میں پہنچی۔ اُس نے اس پہلو سے سوچا تھا کہ پارس کے لب و لہجے کے ذریعے وہ اصلی پارس کے دماغ میں کیوں نہیں پہنچتی ہے؟ ڈی کے پاس کیسے پہنچ جاتی ہے؟

یہ بات صاف اور سیدھی سی تھی کہ پارس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بزرگوں نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کا لب و لہجہ بدل دیا اور اس کا اصلی لب و لہجہ ڈی کے دماغ میں نقش کردیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ڈی کے پاس چلی آئی ہے۔

وہ تاریک کمرے میں سو رہا تھا۔ مرینا نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ہدایت دی کہ وہ گہری نیند میں ڈوبا رہے۔ اس کمرے میں کوئی بھی آئے' اندھیرے سے روشنی بھی ہو تو اس کی آنکھ نہ کھلے۔ اس کے بعد اس نے چابی سے دروازہ کھولا۔ تاریک کمرے میں داخل ہو کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اب وہ خود جیسے ایک تاریک قبر میں تھی۔ وہ ہاتھ سے دیوار کو ٹٹول کر سوئچ بورڈ کے پاس آئی پھر دوسرے ہاتھ سے بلب لگا کر سوئچ آن کردیا۔ یکبارگی تاریکی چھٹ گئی۔ کمرے کی چار دیواری میں جیسے دن نکل آیا۔

وہ نگاہوں کے سامنے بستر پر سو رہا تھا۔ سر سے پاؤں تک پارس ہی پارس تھا۔ اسے روشنی میں دیکھتے ہی دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ مسرور ہو رہی ہے یا سرور میں آرہی ہے۔ شاید مسرور اس لئے تھی کہ وہ روشنی میں بالکل پارس تھا اور سرور اس لئے آرہا تھا کہ وہ تاریکی میں بھی ویسا ہی ہوتا تھا جو اب تک ہو چکا تھا۔ بدمعاش کہیں کا.....

وہ دھڑکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر بستر کے پاس آئی۔ اسے غور سے دیکھنے لگی شاید کہیں سے وہ اپنا نہ لگے۔ اجنبی لگے تو وہ سُن پھر کر چلی جائے لیکن دل جس طرف پھر گیا تھا' ادھر سے وہ سُن نہ پھیر سکی۔ اس پر جھک کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔ اس کے چہرے کو جگہ جگہ سہلانے لگی۔ پھر اور قریب آکر اپنا چہرہ اس کے چہرے پر رکھ دیا۔ بلا سے وہ پارس نہ ہو' وہ جو بھی ہو' اس کی زندگی کا پہلا سکندر تھا اور آخری بھی یہی رہے گا۔

وہ تھوڑی دیر تک اسے دیکھ دیکھ کر اسے پوجتی رہی۔ گہری گہری سانسیں یوں لیتی رہی جیسے سانسوں کے ذریعے اسے اپنے اندر کھینچ رہی ہو۔ پھر وہ جذبوں سے بے حال ہو کر اٹھ گئی۔ دیوار کے پاس آکر سوئچ کو آف کیا۔ اچانک دن سے رات ہوگئی گہری تاریکی چھا گئی۔ اس نے اپنے اسکارف سے بلب کو پکڑا کیوں کہ وہ گرم ہوگیا تھا' بڑی دیر میں ٹھنڈا ہونے والا تھا۔

اس نے بلب کو اوور کوٹ کی جیب میں رکھا' بستر کے گدے کے نیچے چھپا دیا۔ اندھیرے میں راستہ ٹٹولتی ہوئی دوسرے پلنگ پر آئی۔ پھر وہاں بیٹھ کر اس کے خوابیدہ دماغ کو ہدایت دی کہ اب وہ رفتہ رفتہ بیدار ہوجائے۔

جب وہ نیند سے بیداری کی طرف آنے لگا تو وہ دماغ سے نکل آئی پھر ہولے ہولے سسکیاں لینے لگی۔ رونے کی آواز نکالنے لگی چند منٹ کے بعد پارس کے جماہی لینے کی آواز آئی پھر وہ چونک کر بولا "کون ہے؟ یہ کون رو رہا ہے؟"

وہ ہولے سے چیخ مار کر سہمے ہوئے انداز میں بولی "تم کون ہو؟ ... یہاں اور کتنے لوگ ہیں' میں تو خود کو تنہا سمجھ رہی تھی۔"

"اور میں اب تک تنہا تھا۔ اس اندھیرے میں پورے کمرے کو ٹٹول کر دیکھ چکا تھا' اس وقت تم نہیں تھیں۔ اب کہاں سے آگئی ہو؟"

"میں کیا بتاؤں؟ سوچتی ہوں تو پاگل سی ہوجاتی ہوں۔ میں ہائیڈ پارک کے ایک اوپن ریستوران میں کافی پی رہی تھی۔ دو گھونٹ پینے کے بعد مجھے اپنا ہوش نہیں رہا پتا نہیں کافی میں کوئی دوا حل کی گئی تھی یا کوئی طلسم تھا' میں اس تاریکی میں پہنچ گئی' نہیں کتنا وقت گزر چکا ہے میری گھڑی پر گھڑی ہے مگر وقت نہیں دیکھ سکتی' پلیز لائٹ آن کردو۔"

"یہاں لائٹ ہوتی تو میں اندھیرے میں نہیں رہتا۔"

"میں ہوش میں آنے کے بعد دیر تک چیختی رہی مجھے پلنگ سے نیچے پاؤں رکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے' پتا نہیں یہ کیسی جگہ ہے۔"

"تمہیں ڈرنا نہیں چاہئے' یہ ایک صاف ستھرا کرائے پر پختہ فرش ہے' تم دونوں ہاتھوں سے راستہ ٹٹول کر اس کمرے کے جغرافیہ کو اور ٹائیڈ باتھ روم کو سمجھ سکتی ہو۔"

"نہیں مجھے ڈر لگتا ہے' پلیز مجھے حوصلہ دو کہ ہم جلد ہی اس اندھیرے سے نکل جائیں گے۔"

"ایک قیدی دوسرے قیدی کو جھوٹے دلاسے تو دے سکتا ہے سچا حوصلہ نہیں دے سکتا۔ کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

"یہ کیا چیز ہے؟"

"تعجب ہے تم ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں؟"

"میں آسٹریلیا کے ایک بہت چھوٹے سے قصبے میں رہتی ہوں۔ وہاں... سنا کرتی تھی کہ انسان چاند پر پہنچ گیا ہے۔ مجھے لندن ٹاور دیکھنے کا بڑا شوق تھا' میں یہاں ممی ڈیڈی کے ساتھ آئی تھی" اتنا کہہ کر وہ رونے لگی۔ پارس نے پوچھا "ارے تم رو رہی ہو؟"

"اور کیا کروں۔ ممی اور ڈیڈی مجھے ڈھونڈ رہے ہوں گے میں اکیلی ہوں' کیا تم میرے پاس نہیں آسکتے؟"

"میں آرہا ہوں۔"

وہ راستہ ٹٹولتا ہوا دوسرے بستر پر آیا پھر بولا "تم کہاں ہو' اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔"

دونوں نے ٹٹولتے ہوئے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا' پارس کا ایک ہاتھ اس کے بھرے بھرے بازو پر پہنچا' وہ بولا "ارے! تم تو جوان ہو۔ رونے کی آواز سن کر میں تمہیں بچی سمجھ بیٹھا تھا۔"

وہ پھر روتے ہوئے بولی "کیا جوان لڑکیاں مصیبت میں نہیں روتی ہیں؟"

"روتی ہیں' اب تو چپ ہو جاؤ میں آگیا ہوں۔"

وہ قریب ہو کر اس سے لگ کر بولی "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

پارس تھوڑی دیر کے لئے تھم سا گیا' جم سا گیا۔ اسے کچھ محسوس ہو رہا تھا ماریہ نے اسے صرف زہر کا عادی نہیں بنایا تھا' سانپ کی فطرت یا اس کی سوجھ بوجھ کا انداز بھی دیا تھا۔ وہ سانپ کی طرح اپنے شکار کو پہچان لیتا تھا خواہ اندھیرے میں سونگھ کر یا چھو کر۔ مرینا کے بدن کے لمس نے اسے سوچنے پر مجبور کیا کہ وہ اچھوتی نہیں ہے۔ وہ پوری کی پوری اس کے ہاتھوں سے گزر چکی ہے۔

اس کی قربت' اس کا انداز اور اس کی ایک ایک ادا چغلی کھا رہی تھی کہ میں ویٹنگ گیسٹ ہاؤس والی ہوں اور مرینا کو یہ یقین کامل تھا کہ اندھیرے میں پہچانی نہیں جائے گی۔ کیا خوب آنکھ مچولی تھی۔ پارس نے آنکھوں پر اندھیرے کی پٹی ہونے کے باوجود پہچان لیا تھا۔ مرینا کی آنکھوں پر اندھے جذبات کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ سحر زدہ ہو کر سب کچھ بھول گئی تھی اور خوش فہمی میں مبتلا تھی کہ پارس کو بھی اوندھے منہ گرا لیا ہے۔

کافی وقت گزر گیا تب پارس نے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

وہ سینے پر سر رکھ کر بولی "تمہارے پاس ہوں۔"

"کیا تاریکی میں ڈر نہیں لگ رہا ہے؟"

"نہیں' یوں لگ رہا تھا جیسے میرے چاروں طرف روشنی ہو گئی ہے۔ تم کیسے جادوگر ہو' اندھیرے کو میرے دماغ سے مٹا دیا تھا۔"

"تم نے آتے ہی دسترخوان بچھا دیا جیسے پرانی میزبانی ہو۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ تمہارے پاس آکر یوں لگا جیسے ہائیڈ پارک کے ریستوران کی طرح پھر ہوش اڑ گئے ہوں۔"

"اب ہوش میں ہو۔ اپنا نام بتا دو۔"

"میرا نام ایلی ہے۔ پورا نام ایلزتھ ہے۔"

"تم پورے ہوش و حواس میں نہیں ہو اس لئے اپنا نام بھول رہی ہو۔"

"بھلا کوئی اپنا نام بھی بھولتا ہے۔ اور تم تو یوں کہہ رہے ہو جیسے میرا کوئی دوسرا نام جانتے ہو۔"

"جانتا ہوں مرینا!"

وہ لیٹی ہوئی تھی ہڑبڑا کر اٹھنا چاہتی تھی پارس نے ایک بازو کے حصار میں اس کی گردن دبوچ لی' وہ اٹھ نہ سکی' رکی رکی سانسوں کے درمیان بولی "یہ کیا حرکت ہے؟ کیا یہی میرے پیار کا صلہ ہے؟"

"نام یاد آگیا؟"

"ہاں' چھوڑو مجھے۔"

"جب یاد آگیا ہے تو چھوڑ دیتا ہوں۔"

اس نے چھوڑ دیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی۔ "میں تمہیں حکم دیتی ہوں آنکھیں بند کر لو۔"

"تم جس حال میں بھی رہو' آنکھیں کھلی رکھنے سے فرق نہیں پڑے گا۔ آنکھیں بند کرنے کا مرحلہ گزر چکا ہے۔"

"یو شٹ اپ!"

وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی پھر بولی "آنکھیں بند کرو اور گہری نیند سو جاؤ۔"

اسے سلمان واسطی کی آواز سنائی دی "تم اسے سلا کر جانا چاہتی ہو تاکہ یہ باہر کا راستہ نہ معلوم کر سکے۔"

وہ بولی "تم ہو سلمان واسطی؟"

"ہاں' یاد دلانے آیا ہوں۔ تم نے ایک گھنٹے بعد ڈی پارس کے دماغ میں اپنے تنویمی عمل کا توڑ کرنے کو کہا تھا' وہ ایک گھنٹا گزر چکا ہے۔"

وہ بولی "مجھے آدھے گھنٹے کی مہلت دو۔"

"سسٹر مہلت دے سکتی ہیں۔"

"کیا سونیا کو سسٹر کہتے ہو؟"

"ہاں' تمہیں بھی سسٹر کی عظمت اور برتری کو تسلیم کرنا چاہئے۔ انہیں احتراماً مادام کہہ سکتی ہو۔"

"اچھا سونیا کے دماغ میں چلو' میں ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ سلمان کے ساتھ سونیا کے دماغ میں آئی پھر بولی "آج سے میں آپ کو احتراماً مادام کہا کروں گی۔"

"احترام بعد میں بھی کر سکتی ہو۔ پہلے ڈی پر تنویمی عمل کا توڑ کرو۔"

"میں ابھی کرتی ہوں' ایک ضروری گزارش ہے؟"

"بڑے مہذب الفاظ استعمال کر رہی ہو۔ کہو گزارش؟"

"میں نے دھوکے میں آکر... پارس کی ڈی کو قیدی بنا لیا۔ لیکن ادھر تین گھنٹوں کے دوران یہ ڈی میرے لئے بہت اہم ہو گیا ہے۔ میں نے اسے پارس سمجھ کر قبول کیا تھا مگر اب وہ جو کوئی بھی ہے میرے جسم و جاں کا مالک ہے۔"

"اوہ تو بات یہاں تک پہنچ گئی ہے۔"

"مادام! آپ عورت ہیں اور یہ تسلیم کریں گی کہ ایک عزت دار عورت اسی مرد کے ساتھ زندگی گزارتی ہے جو پہلی بار اس کی تمناؤں میں آتا ہے۔"

"میں جانتی ہوں لیکن پارس کا رول ادا کرنے والا وہ ڈی بہت ہی ذہین اور باصلاحیت ہے۔ ہمارے لئے اہم ہے۔"

"کیا تم اسے ایک عورت کی عزت سے اہم کہو گی؟"

"نہیں۔ اس معاملے میں تمہاری حمایت کروں گی لیکن یہ دانشمندانہ مشورہ دوں گی کہ محبوب کو غلام بنا کر نہیں رکھا جاتا۔"

پہلے تنویمی عمل کا توڑ کرو۔ اسے خود آزادی سے سوچنے سمجھنے اور تمہارے متعلق فیصلہ کرنے دو۔ اگر وہ ڈی تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہے گا تو میں اسے تمہارے حوالے کردوں گی۔"

"اوہ سونیا! مم..... میرا مطلب ہے مادام سونیا! تم واقعی گریٹ ہو۔ اب مجھے آدھے گھنٹے کی مہلت دو۔ میں ٹھیک پونے چار بجے تنویمی عمل کا توڑ کروں گی۔"

"میں تمہیں مہلت دیتی ہوں۔"

"ایک بات اور' وہ یہ کہ سلمان واسطی کو پونے چار بجے سے پہلے ڈی کے پاس جانے کی اجازت نہ دیں۔"

"ٹھیک ہے سلمان ٹھیک اپنے وقت پر وہاں جائے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اے لاٹ آف تھینکس مادام۔"

وہ تاریک کمرے میں پارس کے پاس حاضر ہوگئی۔ اس نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ بولا "شرمندہ ہوں' میں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی۔"

"میں جانتی ہوں' زیادتی تم نے نہیں کی تھی۔ سلمان واسطی نے تمہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ کیا تم اسے جانتے ہو؟"

"میں اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو جانتا ہوں۔ میرے یہ بزرگ وقتاً فوقتاً میرے دماغ میں آتے رہتے ہیں لیکن میری اجازت کے بغیر نہیں آتے۔ میں سانس روک لیا کرتا تھا۔ پتا نہیں میری دماغی توانائی کب بحال ہوگی۔"

"کیا تمہیں پتا ہے کہ تم پارس نہیں ہو؟"

وہ ہنس کر بولا "میں پارس نہیں ہوں تو اور کون ہوں؟"

"تم اس کی ڈی ہو۔ بابا صاحب کے ادارے میں تم پر تنویمی عمل کے ذریعے یا شاید برین آپریشن کے ذریعے تمہاری پچھلی زندگی کی یادوں کو بھلا دیا گیا ہے۔ میں نے بھی تم پر تنویمی عمل کرکے تمہیں اپنا تابعدار بنایا ہے۔"

"تم نے مجھے تابعدار کیوں بنایا ہے؟"

"تاکہ تم ہرجائی نہ بنو۔ ایک ذرا انسانیت سے اور شرافت سے سوچ کر جواب دو کہ میرے جسم و جاں اور عزت کے مالک بن کر مجھے ٹھکرا دو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں آخری سانس تک کبھی تم سے بے وفائی نہیں کروں گا۔ تم یہ کیوں سوچتی ہو کہ میں تمہیں ٹھکرا سکتا ہوں؟"

"مادام سونیا کا حکم ہے کہ میں تمہیں ان کے حوالے کردوں۔ انکار کروں گی تو وہ میرے انکل کو گولی مار دیں گی۔"

"مادام سونیا کون ہوتی ہیں ہمارے درمیان دیوار بننے والی؟"

"تم انہیں مادام نہیں ماما کہتے ہو۔ تمہارے دماغ پہ میرے تنویمی عمل کا اثر ہے اس لئے اپنی ماما کی مخالفت میں بول رہے ہو۔ ابھی میں اپنے عمل کا توڑ کروں گی تو تم میرے مخالف ہو جاؤ گے۔"

"ہرگز نہیں۔ میں تمہارا دیوانہ ہوں۔ اگر تمہیں اندیشہ ہے تو اپنے عمل کا توڑ نہ کرو۔"

"میرے انکل' مادام سونیا کی قید میں ہیں۔ میں توڑ نہیں کروں گی اور تمہیں مادام کے حوالے نہیں کروں گی تو انکل مجھے زندہ نہیں ملیں گے۔"

"کسی طرح ماما سے میری بات کراؤ۔ میں ان سے صاف صاف کہہ دوں گا کہ میں تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہوں' وہ انکل کو کسی شرط کے بغیر رہا کردیں۔"

"وہ تمہاری بات نہیں مانیں گی کیونکہ یہ سب کچھ تم میرے معمول کی حیثیت سے کہو گے۔"

"بڑی مشکل ہے۔ ایک بات بتاؤ۔ کیا تم مجھے دل و جاں سے چاہتی ہو؟"

"میں اپنی چاہت کیسے بیان کروں۔ تم نے کسی تنویمی عمل کے بغیر مجھے تسخیر کیا ہے۔ میں تمہاری معمولہ اور کنیز بن کر رہ گئی ہوں۔ تم میری عزت' میرا لباس ہو۔ مادام تمہیں چھین لیں گی تو میرا لباس اتر جائے گا۔ میں کبھی بے لباس رہنا پسند نہیں کروں گی۔"

"جب اتنی گہری چاہت ہے تو انکل کو مرجانے دو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"کسی ایک کی قربانی لازمی ہے۔ انکل کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دو۔ بانہیں واپس لانے کے لئے مجھے ماما کے حوالے کردو۔"

"تم نہیں جانتے انکل میری دنیا ہیں' میرا ایمان ہیں۔ انہوں نے مجھے عزت' شہرت' دولت اور برتری کے آسمان پر پہنچایا ہے۔ میں تمہارے لئے احسان فراموش بن جاؤں گی تو سوچو احسان فراموش کسی کے نہیں ہوتے۔ کبھی برے وقت میں تم سے بھی دھوکا کروں گی۔ اس وقت تمہیں کتنا صدمہ ہوگا؟"

"تم بہت اچھی اور سچی ہو۔ میں خوش نصیب ہوں کہ تمہاری بے انتہا محبت مل رہی ہے۔ تمہیں ہر حال میں انکل کو واپس لانا چاہئے۔ مجھے وقتی طور پر دور کردو۔ اگر ہماری محبت سچی ہے تو ہم جلد ہی دوبارہ ملیں گے۔"

مرینا وہاں سے اٹھ کر اندھیرے میں راستہ ٹٹولتی ہوئی دوسرے بستر کے پاس آئی۔ گدے کے نیچے سے بلب اور دروازے کی چابی نکالی۔ پھر پارس سے کہا "میرے پاس آؤ۔"

وہ بھی راستہ ٹٹولتا ہوا قریب آیا۔ مرینا نے اس کے ہاتھ میں چابی اور بلب دے کر دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا۔ پارس نے اس کی مرضی کے مطابق دروازہ کھولا۔ اس کے ساتھ باہر آیا پھر دروازے کو لاک کیا۔ وہاں کی ایک الماری کھول کر اس کے اندر بلب کو رکھا۔ اس کے بعد وہاں سے چلتا ہوا زینے پر

چڑھتا ہوا اور چور دروازے سے گزرتا ہوا اس محل نما عمارت سے باہر آیا۔ مرینا اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ دونوں کار کی اگلی سیٹوں پر آکر بیٹھ گئے۔ پارس تاریک کمرے سے باہر آیا تھا۔ باہر بھی رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا لیکن اسے خبر نہیں تھی کہ وہ قید خانے سے باہر آگیا ہے۔ ابھی وہ ٹیلی پیتھی کا قیدی تھا۔

اس نے کار اسٹارٹ کی۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا احاطے سے باہر آیا پھر ایک اسٹریٹ سے گزر کر شاہراہ پر تیز رفتاری سے کار چلانے لگا۔ پانچ منٹ کے بعد سلمان نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا "مرینا! تم نے اس کے دماغ پر مکمل قبضہ جمایا ہوا ہے کیا تم میری سوچ کی لہروں کو سن سکتی ہو؟"

وہ پارس کی زبان سے بولی "ہاں اس کے ذریعے کار ڈرائیو کرنے کے لئے مکمل قبضہ ضروری ہے۔ ہم دس منٹ میں ایک ہوٹل تک پہنچیں گے۔ میں وہاں ایک کمرا کرائے پر حاصل کر کے اس پر کئے ہوئے عمل کا توڑ کروں گی۔"

"بہت چالاک ہو۔ تاریک قید خانے میں توڑ نہیں کیا۔ اگر کرتیں تو یہ ڈی ہوش و حواس میں باہر آتا اور ہمیں اس تاریک قید خانے کا پتا چل جاتا۔"

"پلیز' ابھی باتیں نہ کرو۔ میری توجہ پارس کی ڈرائیونگ پر ہے کیا تم چاہتے ہو کہ حادثہ ہو جائے؟"

"خدا نہ کرے ایسا ہو۔ میں پندرہ منٹ بعد ہوٹل کے کمرے میں آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ مرینا کو ایک نیا آئیڈیا مل گیا۔ حادثے کی بات کرتے ہی خیال آیا کہ پارس حادثے میں زخمی ہو جائے اور کمزور ہو جائے تو ایسی حالت میں تنویمی عمل کا توڑ نہیں ہوگا۔ اس کے زخم بھرنے اور توانائی حاصل کرنے تک یہ سوچنے سمجھنے کا موقع مل جائے گا کہ وہ اسے قید خانے سے نکالنے کے بعد بھی کس طرح اپنا تابعدار بنا کر رکھ سکتی ہے۔

اس نے ایک جگہ گاڑی رکوادی پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر آس پاس دیکھا پھر پوچھا "میں اس کار میں کیسے آگیا؟ یہ کون سی جگہ ہے؟"

"تم رائٹن روڈ پر ہو۔ وہ سامنے دو ٹیکیاں نظر آرہی ہیں۔ تم ایک ٹیکسی والے سے کہو' ڈولفن اسکوائر لے جائے۔ ڈولفن اسکوائر کے دائیں طرف ایک بی کلاس ہوٹل ہے وہاں ایک کمرا حاصل کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گی۔"

اس نے پارس کو کئی پونڈ کے نوٹ دیئے۔ وہ حکم کا بندہ بنا ہوا تھا۔ کار سے اتر کر چلا گیا۔ مرینا نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھال لی۔ وہاں سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے پرائیویٹ بنگلے کی طرف جانے لگی۔ وہ اس پہلو سے سوچ رہی تھی کہ سلمان اسے ڈی پارس کے ساتھ ایک کار میں دیکھ چکا ہے۔ اگر اپنے آدمیوں کو تعاقب میں لگائے گا تو وہ ان کے چنگل میں پھنس جائے گی۔ یہ اس کی دانائی تھی۔ سلمان نے واقعی پارس کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ وہ رائٹن روڈ سے گزر رہا ہے۔ اس نے لندن میں مستقل رہنے والے اپنے خاص آدمیوں کو ادھر دوڑا دیا تھا۔ اس سے پہلے ہی مرینا نے راستہ بدل دیا تھا۔

اس نے بہت دور نکل آنے کے بعد سلمان واسطی کو مخاطب کیا۔ وہ بولا "میرے دماغ سے چلی جاؤ' میں تمہارے دماغ میں آؤں گا۔"

"سوری' میں بھی اپنے دماغ میں جگہ نہیں دوں گی۔ ضروری باتیں سننا چاہو تو مادام سونیا کے پاس آجاؤ۔"

وہ دونوں سونیا کے پاس آئے۔ مرینا نے کہا "میں نے ڈی کو قید سے رہا کردیا ہے اور اسے ایک ہوٹل میں جانے کو کہا ہے۔"

سلمان نے پوچھا "ابھی تم اس کے ساتھ تھیں پھر اسے آزاد کیوں چھوڑ دیا؟"

"اس لئے کہ تم مجھے اس کے ساتھ کار میں سفر کرتے ہوئے دیکھ چکے تھے۔ اپنے آدمی میرے پیچھے لگا سکتے تھے اور شاید لگائے بھی ہوں۔ میں اپنے طور پر حفاظتی تدبیر عمل کر رہی ہوں۔"

"اگر پارس کو کوئی حادثہ پیش آیا تو؟"

"پارس بچہ نہیں ہے۔ اگر بچہ سمجھتے ہو تو اس کے دماغ میں رہو۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں پہنچنے تک آزاد ہے۔ اس کے بعد

علامتوں کی شناخت کرکے اپنی زندگی سنوارنے کے سنہرا اصول مرتب کریں

باخبری

قیمت ۱۵ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

لاشعور میں دبی ہوئی خوف ناک یادیں اور محرکات کو بیدار کرکے ان کو توانائی بخشنے والی عجیب و غریب کتاب

علامتوں کا انتخاب نہ صرف آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کرے گا بلکہ یہ بھی بتائے گا کہ ان حالات میں معقول ترین راہِ عمل کیا ہو سکتی ہے۔

ہر اچھی بک سٹال سے طلب کریں۔ ہر ہفتے منگوائیں

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۹۱۵ کراچی ۱۰

میں اس کے پاس جاکر تنویمی عمل کا توڑ کروں گی۔"

سونیا نے کہا "مرینا ٹھیک کہہ رہی ہے۔ جب وہ تاریک قید خانے سے باہر آچکا ہے تو سلمان تم بھی مرینا کے عمل کا توڑ کرسکتے ہو۔ میں تو مرینا سے اس لئے توڑ کرنے کو کہہ رہی تھی کہ وہ قیدی بنا ہوا تھا۔ ہمارے لئے اس ڈی کی رہائی لازمی تھی اور وہ رہا ہو چکا ہے۔"

وہ بولی "مادام! اگر تم پہلے کہتیں کہ ڈی کی رہائی کے بعد تمہارا کوئی خیال خوانی کرنے والا میرے عمل کا توڑ کرے گا تو میں اس کی رہائی میں اتنی دیر نہ کرتی۔ ایک جگہ میری بہت اہم مصروفیات ہیں۔ تمہاری مہربانی ہوگی، مجھے دوسری جگہ مصروف رہنے دو۔"

"بیشک تم جاؤ۔ مگر یہ سمجھ لو، جب تک ڈی پارس تمہارے سحر سے نہیں نکلے گا، تمہارے انکل کو رہائی نہیں ملے گی۔"

"میں مطمئن ہوں کہ تم نے میرے انکل کو ایک آرام دہ کمرے میں نظر بند کیا ہے۔ میں تم پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی رہائی کا انتظار کرتی رہوں گی۔"

وہ ایک جگہ کار روک کر خیال خوانی کر رہی تھی۔ پھر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے پرائیویٹ بنگلے میں آگئی۔ اب اس کے ہاتھ میں ایک چال آگئی تھی۔ جس وقت سلمان، پارس کے دماغ میں جاکر توڑ کرے گا، مرینا بھی اس کے اندر رہے گی، چپکے چپکے سلمان کے عمل کو ناکام بنائے گی اور اس خوش فہمی میں مبتلا رکھے گی کہ ڈی کے دماغ سے مرینا کا تنویمی عمل ختم ہو چکا ہے۔

وہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہاں سلمان پہلے سے پہنچا ہوا تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے پارس کو ٹرانس میں لا رہا تھا۔ مرینا اس کے عمل کو خاموشی سے ناکام بناتی رہی۔ ادھر سلمان کو کامیابی کا یقین ہوتا رہا۔ اس نے عمل کے اختتام پر اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔

پارس کے دماغ میں خاموشی چھا گئی تھی۔ مرینا نے سلمان کے اطمینان کے لئے اسے سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ دس منٹ تک خاموشی رہی پھر سوچ کے ذریعے بولی "پارس! بیدار ہو جاؤ۔"

اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں پھر پوچھا "مرینا! تم میرے پاس ہو؟"

"ہاں تمہارے پاس ہوں۔ سلمان کی تسلی کے لئے تمہیں سلا دیا تھا۔"

"میری جان! تم نے توڑ ہونے نہیں دیا۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ کوئی بھی مجھ پر عمل کرے گا تو میں اسے دھوکا دوں گا۔ بظاہر معمول بن جاؤں گا۔ مگر تمہارے ہی سحر میں رہوں گا۔"

"اوہ پارس! میں بہت خوش ہوں۔ اب تم میرے ہی رہو گے۔ ہم عارضی طور پر جدا ہوں گے لیکن جب چاہیں گے ایک دوسرے کی آغوش میں چلے آئیں گے۔"

"انکل سلمان مجھے تین گھنٹے کی نیند سونے کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔ لہٰذا تم مجھے سلا دو۔"

مرینا نے اسے سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تو وہ اپنی جگہ واپس آگئی۔ وہ بہت بڑی بازی ہارتے ہارتے جیت گئی تھی۔ اب ڈی پارس جہاں بھی رہتا اس کے دماغ سے مرینا کو یہ معلوم ہوتا رہتا کہ سونیا، سلمان اور علی تیمور وغیرہ کہاں کہاں مصروف ہیں اور مرینا کے ملک کے خلاف کیا کچھ کر رہے ہیں۔ وہ ڈی کو پہلے آلۂ کار بعد میں یار سمجھتی تھی۔

وہ اپنی ذہانت اور حکمتِ عملی کی دھاک جما رہی تھی۔ اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہوتی کہ سونیا کے مقابلے میں میدان مار رہی تھی۔ ڈی پارس کو سونیا کے حوالے کرنے کے بعد بھی اسے اپنی مٹھی میں رکھنے والی تھی۔

یہ حقیقت ہے کہ حد سے زیادہ کامیابیاں آدمی کا دماغ خراب کر دیتی ہیں، یا تو وہ مغرور ہو جاتا ہے یا پھر ہر بار کامیابی کا یقین کرتے ہوئے اپنے معاملات کو ہر پہلو سے جانچنا بھول جاتا ہے۔ مرینا بھی یہ بھول گئی تھی کہ سونیا سے پالا پڑا ہے۔

سونیا نے اپنی چالبازی سے اسے اچھی طرح یقین دلا دیا تھا کہ اس کی قید میں اصلی پارس نہیں ہے بلکہ ڈی ہے۔ یہ ایک نفسیاتی حملہ تھا۔ بلندی پر جانے والی عورت کسی معمولی شخص کو جیون ساتھی نہیں بناتی۔ مرینا کی ساری توجہ اس بات پر مرکوز ہو گئی کہ اس نے پارس کے دھوکے میں کسی چھوٹے آدمی کو اپنے جسم و جاں کا مالک بنا دیا ہے اور اس ڈی کی اتنی ہی اہمیت ہے کہ وہ جنرل کے بدلے اسے واپس کر دے تو ٹھیک ہے ورنہ ادھر مرینا کے حکم سے ڈی کو گولی ماری جائے گی، ادھر مرینا کے انکل کو گولی ماردی جائے گی۔

مرینا نے اس کی چال میں آکر یہی سمجھا کہ قید میں اصلی پارس ہوتا تو اسے گولی مارنے کی بات نہ کی جاتی لہٰذا ایک ڈی کی خاطر اپنے انکل کی موت کا سامان نہیں کرنا چاہئے۔

سونیا یہ بھی جانتی تھی کہ سلمان، پارس کے دماغ میں توڑ کرنے جائے گا تو مرینا اپنی چال چلے گی سلمان کے عمل کو ناکام بنائے گی۔ اس لئے سونیا نے مجھے بلایا تھا۔ میں نے کہا "تل ابیب میں بہت مصروف ہوں۔ کیا میری موجودگی ضروری ہے؟"

وہ بولی "میں بھی تل ابیب میں ہوں، ہماری کوئی بھی مصروفیت بیٹے سے زیادہ اہم نہیں ہو سکتی۔ سلمان پارس پر ناکام عمل کرے گا۔ تم خاموش تماشائی بن کر رہو گے کیونکہ وہاں مرینا یقیناً اپنی چال چل رہی ہوگی۔ جب تمہیں یقین ہو جائے کہ اس کا کھیل ختم ہو گیا ہے اور وہ چلی گئی ہے تو تم پارس کو اس کے سحر سے نکالو گے۔"

میں نے یہی کیا۔ جب مرینا پارس کو سلا کر چلی گئی تو میں نے دو گھنٹے تک انتظار کیا۔ پھر یقین ہو گیا کہ وہ مطمئن ہو کر گئی ہے تب میں نے اپنے بیٹے کو ٹرانس میں لے کر اسے پوری طرح معمول بنا کر مرینا کے تنویمی عمل کے متعلق پوچھتا گیا اور اس کے ذہن میں یہ باتیں نقش کرتا گیا کہ مرینا کا عمل دماغ سے مٹ چکا ہے۔ وہ اس کا معمول اور تابعدار نہیں رہے گا لیکن مرینا کی آمد کا وہ سانس نہیں روکے گا۔ اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھے گا کہ دستور اس کا تابعدار ہے۔

میں نے پارس کے دماغ کے ایک خانے کو مقفل کیا اور یہ ہدایت کی کہ اہم راز کی باتیں اس خانے میں مقفل رہیں گی اور مرینا کی سوچ کی لہریں وہاں تک نہیں پہنچیں گی۔ اس طرح وہ ڈی پارس بن کر اسے دوستی کا یقین دلاتا رہے گا۔

مجھے تل ابیب میں دماغی طور پر حاضر رہنا تھا اس لئے میں سونیا کو اپنے کام کی رپورٹ دے کر چلا گیا۔ تین گھنٹے بعد مرینا پارس کے پاس آئی۔ وہ بیدار ہو رہا تھا۔ اس نے سانس نہیں روکی کیونکہ دماغی توانائی بحال نہیں ہوئی تھی۔ اگر بحال ہو جاتی تب بھی میرے تنویمی عمل کے مطابق وہ مرینا کی آمد پر سانس نہ روکتا۔ وہ اس کے دماغ میں خاموش رہی، اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سلمان واسطی کی آواز سنائی دی "ہیلو پارس! کیا کمزوری محسوس کر رہے ہو؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا "جی نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"سسٹر نے کہا ہے، لندن چھوڑ دو۔ پیرس چلے آؤ۔"

"آپ مما سے کہہ دیں، میں اس وقت تک لندن سے نہیں جاؤں گا جب تک مجھے ٹریپ کرنے والی میری گرفت میں نہیں آئے گی۔"

"مرینا نے تمہاری پسلی میں گولی ماری تھی۔ تمہیں باقاعدہ علاج کرانا اور آرام کرنا چاہئے۔ تمہارا زخم کیسا ہے؟"

"گولی دو پسلیوں کے درمیان سے اوپر کھال اوپھیڑ کر گزر گئی تھی۔ ہڈیاں پسلیاں سلامت ہیں۔ معمولی سا زخم ہے۔ مرہم پٹی ہو گئی تھی اور ایک بار ہو جائے گی۔ مما سے کہہ دیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"کیا تم مرینا سے متاثر ہو اور اس کی ذات میں کشش محسوس کرتے ہو؟"

"آپ لوگ میرے مزاج سے واقف ہیں، میں کسی سے متاثر نہیں ہوتا۔ ہائے مگر مرینا کیا چیز ہے؟ آپ انکل ہیں اس لئے آپ کے سامنے اس کے نہیں کر سکوں گا۔"

"شیطان کہیں کے، کچھ نہ بولتے ہوئے بھی بول رہے ہو۔ صحیح طور پر بتاؤ کیا مرینا سے سحر زدہ ہو؟"

"دیکھئے آپ بزرگ ہو کر اندر کی بات پوچھ رہے ہیں۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ باپ سیر تو بیٹا سوا سیر ہے۔ میں جا رہا ہوں، خدا حافظ۔"

پارس تھوڑی دیر چپ رہا۔ پھر سوچنے لگا "انکل وغیرہ اب خوش فہمی میں رہیں گے کہ میں مرینا کے سحر سے نکل گیا ہوں۔ کوئی میرے دل سے پوچھے، میں کبھی اس حسینہ کی گداز بانہوں سے آزاد ہونا پسند نہیں کروں گا۔ وہ میری ہے، میں اس کا رہوں گا۔ ویسے مرینا نے انکل سلمان کے عمل کو ناکام بنا کر خوب چکر چلایا ہے۔ بس ایک نقصان ہے کہ مرینا کے پاس آزادی سے نہیں جا سکوں گا۔ ورنہ راز کھل جائے گا کہ میں ابھی تک اس کا تابعدار ہوں۔"

مرینا خاموشی سے اس کی سوچ پڑھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ پھر وہ بولی "پارس! ہم زیادہ دیر جدا نہیں رہیں گے۔ جب تمہاری دماغی توانائی بحال ہو گی تو تمہارے بزرگ اجازت کے بغیر تمہارے دماغ میں نہیں آسکیں گے۔ اور یہ معلوم نہیں کر سکیں گے کہ تم چھپ کر میری بانہوں میں آگئے ہو۔"

"میں ابھی جاکر مرہم پٹی کراؤں گا اور جلد سے جلد توانائی حاصل کروں گا۔ تم ابھی میرے پاس رہو گی؟"

"میں تمہاری مما کے پاس جا رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

وہ اس کے دماغ میں خاموش رہی۔ پارس اس کے حسن و شباب کے متعلق سوچ رہا تھا اور اس سے دوبارہ ملنے کی خواہش میں بے چین ہو رہا تھا۔ مرینا مطمئن اور خوش ہو کر چلی گئی۔ تب پارس کو دماغ کچھ ہلکا سا محسوس ہوا۔ وہ سمجھ گیا اب کوئی اس کے اندر نہیں ہے۔

گولی سے لگنے والا زخم معمولی تھا۔ وہ ایک آدھ روز میں دماغی توانائی حاصل کر لیتا۔ اس سے پہلے میں نے اس کے دماغ کو حساس بنا دیا تھا اسی لئے وہ سلمان اور مرینا کی آمد کو محسوس کر لیتا تھا اور میری ہدایت کے مطابق اس احساس کو دماغ کے اس خانے میں چھپا دیتا تھا جہاں مرینا نہیں پہنچ سکتی تھی۔

وہ سونیا کے پاس آکر بولی "میرے تنویمی عمل کا توڑ ہو چکا ہے۔ ڈی پارس آزاد ہے۔ اب میرے انکل کو رہا کر دو۔"

"تمہارے انکل کو رہائی مل جائے گی لیکن یہ بتاؤ تم نے میرے پاس آکر کیا سیکھا؟"

"بہت کچھ سیکھا ہے۔ تم کسی بھی مخالف کو زبردست شکنجے میں پھانس کر اس سے اپنی باتیں منوا لیتی ہو۔"

"کیا تم نے وہ شکنجہ دیکھا ہے جو میرے پاس آکر بھی تمہیں دکھائی نہیں دیا؟"

مرینا چونک کر بولی "تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

سونیا نے کہا "اگر میں یہ تسلیم کر لیتی کہ تمہاری قید میں اصل

پارس ہے تو تم انکل کے بدلے بھی اسے واپس نہ کرتیں۔ تمہیں یہ پختہ یقین ہو تا کہ اصلی پارس کی سلامتی کے لئے میں تمہارے انکل کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں نے اصلی پارس کو تمہارے حوالے کردیا ہے؟"

"میں نے ڈمی کا شوشہ چھوڑ کر اپنے بیٹے کو تم سے آزادی دلائی ہے۔"

مرینا چند لمحے کے لئے سونیا کے دماغ سے نکل آئی۔ اس سے قہقہے ضبط نہیں ہو رہے تھے۔ وہ اپنے بیڈ روم میں حاضر ہو کر خوشی سے اچھل پڑی۔ اس کی تمنائیں میں آنے والا کوئی ایرا غیرا نہیں تھا سچ مچ پارس تھا۔ اس نے پارس کو جیت لیا تھا اور اس کی دانست میں سونیا کے فرشتوں کو بھی یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اصل پارس اب تک اس کا معمول اور تابعدار ہے۔

وہ کھل کر قہقہے لگانے لگی۔ اس کے اندر سے بے اختیار قہقہے ابھر رہے تھے۔ آج تک کسی نے سونیا کو اس طرح الّو نہیں بنایا ہو گا جیسا کہ وہ اپنی دانست میں بنا چکی تھی۔ کیا زبردست چکر چلا تھا۔ سونیا کا دعویٰ تھا کہ وہ مرینا کو ڈمی کا فریب دے کر اصلی پارس کو قید سے نکال لائی ہے جبکہ اصلی پارس دماغی طور پر اب بھی مرینا کا قیدی تھا اور اس کے حسن و شباب کا مدّاح تھا۔ ایسی زبردست کامیابی پر کون خوش نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ قہقہے لگا رہی تھی۔

بیچاری نے پہلی بار سونیا سے ٹکر لی تھی۔ اتنی جلدی اس کے ہتھکنڈوں کو سمجھ نہیں سکتی تھی۔ جب کبھی یہ بھید کھلے گا کہ پارس بظاہر اس کا معمول اور تابعدار بن کر اسے فریب دیتا رہا ہے، تب معلوم ہو گا کہ وہ سونیا کی نادانی پر نہیں خود اپنی شکست پر قہقہے لگاتی رہی ہے۔ تب وہ تسلیم کرے گی کہ سونیا وہ بلا ہے جو اوپر سے خوشیاں دے کر اندر سے جڑ کاٹ دیتی ہے۔

○☆○

سلطانہ مصروف تھی۔ سونیا کے دماغ میں رہ کر اس کی پلانگ کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ اچانک خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس نے سونیا کے دماغ سے واپس آکر دیکھا سلمان اس پر جھکا ہوا کہہ رہا تھا "بھئی کب تک خیال خوانی کرتی رہو گی؟ کچھ میرا بھی خیال کرو۔"

وہ اسے پرے ہٹاتے ہوئے بولی "کیا کرتے ہو، میں سسٹر کے پاس سے اچانک چلی آئی ہوں۔ وہ کیا سوچتی ہوں گی؟"

"تم تو ایسے گھبرا اور شرما رہی ہو جیسے سسٹر ہمیں دیکھ رہی ہیں۔"

"وہ دیکھ لیتی ہیں، جو ہم نہیں دیکھ پاتے، جہاں ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہنچ نہیں پاتے، وہ پہنچ جاتی ہیں۔ ان سے کچھ کہے سنے بغیر چلی آئی ہوں، وہ سمجھ گئی ہوں گی۔"

"کیا سمجھ گئی ہوں گی؟"

"چھوڑو، مجھے جانے دو۔"

"یہ تو بتاؤ کتنی دیر تک انتظار کروں گا؟"

"ایک گھنٹے میں واپس آجاؤں گی۔"

وہ پھر خیال خوانی کی پرواز کر کے سونیا کے پاس آئی۔ اس نے پوچھا "اچانک کہاں چلی گئی تھیں؟"

"وہ..... ایک بلی نے الماری سے میرے بستر پر چھلانگ لگائی تھی۔ اس لئے..."

سونیا نے بات کاٹ کر کہا "اس لئے تم نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دیکھا تو وہ بلی نہیں بلا تھا۔"

"اوہ سسٹر! آپ بس یونہی چھیڑتی ہیں۔"

"میں چھیڑوں تو کوئی بات نہیں۔ وہ چھیڑے گا تو تم یہاں پوری توجہ سے میری پلانگ پر عمل نہیں کر سکو گی۔ اس سے کہو ایک آدھ گھنٹے کے لئے دوسرے بیڈ روم میں جائے۔"

"میں نے سمجھا دیا ہے۔ یہ کروٹ بدل کر سو رہے ہیں۔"

"مچھلی کی پلیٹ سامنے ہو تو کیا بلّا آنکھیں بند کر لے گا؟ تم مجھے نہ سمجھاؤ میری بات سمجھو۔ ابھی تمہیں تنہا رہ کر پوری توجہ سے کام کرنا ہے۔"

"میں ابھی آتی ہوں۔"

سلطانہ نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سلمان کو گھور کر دیکھا وہ بڑی دیر سے اس کے حسین چہرے کو تک رہا تھا۔ وہ غصے سے بولی۔

"سسٹر نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"بھئی میں تو خاموشی سے دیکھ رہا ہوں۔"

"کیا مصروفیت کے دوران یہ احساس نہیں ہوتا رہے گا کہ تم میرے پاس ہو اور مجھ پر بلّے کی طرح غرا رہے ہو۔ چلو اٹھو یہاں سے۔ دوسرے کمرے میں جاؤ۔"

"کیوں جاؤں۔ میں نے شادی کی ہے۔ بھگا کر نہیں لایا ہوں۔"

وہ بستر سے اٹھ گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی دوسرے بیڈ روم کے دروازے پر آئی پھر اسے کھولتے ہوئے بولی "سسٹر کا حکم ہے کہ میں مصروفیت ختم ہونے تک تنہا رہوں۔ اگر تم دروازے پر دستک بھی دو گے تو میں سسٹر سے شکایت کروں گی۔"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر بیڈ پر آکر آرام سے نیم دراز ہو کر سونیا کے پاس آگئی۔ سونیا نے ایک جگہ کار روک کر کہا "وہ سامنے مارتھا کا بنگلا ہے۔ میں اس کے احاطے میں جا رہی ہوں۔ میرے پاس موجود رہو۔"

"یس سسٹر! اب نہیں جاؤں گی۔"

"وہ کار سے نکل کر محتاط انداز میں چلتی ہوئی بنگلے کے پچھلے حصے میں آئی۔ مارتھا کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ آسوختہ کے طور پر ہنر ساز کریوں سے کہ مارتھا گولڈن برنیز کی دستِ راست تھی۔ ن کے لئے ایسے ایسے کام کرتی تھی جو بڑی اہمیت کے حامل تے اور وہ بڑی رازداری سے کئے جاتے تھے۔

مارتھا کی طرح چار عورتیں اور چھ مرد ایسے تھے جو گولڈن نیز کے دستِ راست کہلاتے تھے اور ان کے لئے نہایت اہم رات انجام دیتے تھے۔ ان اہم راز دار اور دستِ راست لانے والوں نے بھی کبھی کسی گولڈن برین کا اصلی چہرہ نہیں یکھا تھا اور نہ اصلی آواز سنی تھی۔ اس کے علاوہ گولڈن برنیز کے متعلق وہ جو کچھ جانتے، اس کا ذکر اپنے باپ سے بھی نہیں رتے تھے۔

مارتھا اپنے شوہر سے اسی بات پر نالاں رہتی تھی کہ وہ بڑی ت سے اسے آغوش میں لے کر گولڈن برنیز کے بارے میں پوچھتا تھا۔ مارتھا پیار کے جذبوں میں بہنے کے باوجود اس کی آغوش سے نکل جاتی تھی اور کہتی تھی "میں جذبات میں اندھی نہیں ہوتی۔ یہ کیڑا دماغ سے نکال دو کہ میں تمہارے بہلانے پھسلانے سے کسی گولڈن برین کا ذکر لے بیٹھوں گی۔"

اس کے شوہر کا نام جان فراسٹ تھا۔ وہ دونوں اپنے چھ سالہ بیٹے روک کے ساتھ خوش حال زندگی گزار رہے تھے۔ جان فراسٹ ملٹری انٹیلی جنس میں ایک جونیئر افسر تھا۔ مارتھا اپنے شوہر سے انٹیلی جنس کے شعبے کی بات نہیں پوچھتی تھی وہ نہ بتانے کے باوجود بتا دیا کرتا تھا اور کہتا تھا "ہم میاں بیوی کے درمیان کوئی راز نہیں رہنا چاہئے۔ میں اپنے بیٹے روک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ گولڈن برنیز کے بارے میں جو کچھ تم بتاؤ گی، وہ میرے سینے میں ایک امانت کی طرح چھپا رہے گا۔"

لیکن وہ ضد کی پکی اور گولڈن برنیز کی وفادار تھی۔ اپنے شوہر کو وارننگ دیتی تھی "تم ضد کرو گے یا مجھ پر جبر کرو گے تو میں گولڈن برنیز سے شکایت کروں گی۔ وہ تمہیں جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیں گے۔"

یہ وارننگ سن کر جان فراسٹ بڑبڑاتا تھا "بیوی اپنے شوہر کو جیل بھیجنے کی دھمکی دیتی ہے۔ کیا ایسی بیوی وفادار ہو سکتی ہے؟"

"بے وفا سمجھتے ہو تو طلاق دے دو۔ میں اپنے بیٹے کے ساتھ اپنی زندگی گزار لوں گی۔"

سلطانہ نے پیرس میں مارتھا کو ٹریپ کیا تھا اور اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کر کے اپنی معمولہ بنا لیا تھا۔ اس طرح معلوم ہوا تھا کہ مارتھا گولڈن برنیز کی دستِ راست ہے۔ اور جان فراسٹ نامی شخص کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارتے ہوئے ایک بچّے کی ماں بھی بن گئی ہے۔

شادی سے پہلے جان فراسٹ سے یہ طے پایا تھا کہ وہ میاں بیوی بننے کے بعد بھی ایک دوسرے کے شعبے بارے میں کوئی بات نہیں کریں گے اور کوئی کسی سے اس کے شعبے کا راز معلوم نہیں کرے گا۔ جان فراسٹ شادی کے بعد اپنے وعدے پر قائم نہیں رہا۔ وہ مختلف بہانوں سے گولڈن برنیز کے متعلق کچھ نہ کچھ پوچھنے لگا۔ سلطانہ نے یہ بات سونیا کو بتائی۔ سونیا نے کہا "جان فراسٹ کی حرکتیں بتا رہی ہیں کہ وہ یہودی ہونے کے باوجود اسرائیلی حکومت کا وفادار نہیں ہے۔ کسی دوسرے ملک یا دوسری تنظیم کے لئے کام کر رہا ہے اور گولڈن برنیز تک پہنچنے کے لئے اس نے مارتھا کو اپنی بیوی اور ایک بچے کی ماں بنایا ہے۔"

اب یہ معلوم کرنا تھا کہ جان فراسٹ کس ملک کے لئے کام کر رہا ہے اور یہ آسانی سے معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ مارتھا کی سوچ نے بتایا تھا کہ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ ایسی صورت میں اس کے دماغ کو کمزور بنانا لازمی تھا۔ سونیا اسی مقصد کے لئے مارتھا کے بنگلے میں آئی تھی۔ بنگلے کے احاطے میں رات کو دو خونخوار کتّے کھلے چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ جس وقت سونیا احاطے میں پہنچی اس وقت کتّے بندھے ہوئے تھے۔ مارتھا کو جان فراسٹ کا انتظار تھا۔ اس کے آنے کے بعد کتّوں کی زنجیریں کھولی جاتی تھیں۔

سلطانہ نے کہا "سسٹر! میں مارتھا کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما رہی ہوں۔ آپ چلی آئیں۔"

سونیا پچھلا گیٹ کھول کر احاطے میں آئی۔ مارتھا بنگلے کے اندر تھی، آہستہ آہستہ چلتی ہوئی لان میں پہنچی۔ سونیا اس کے قریب آئی۔ مارتھا نے اپنا ایک ہاتھ آگے بڑھایا۔ سونیا نے اپنی انگلی سے وہ مخصوص انگوٹھی اتاری جس میں ایک میڈ کیمیکٹ نکلتی سی سوئی پوشیدہ رہتی تھی۔ جو اپنے شکار کے بدن پر ہلکا سا دباؤ ڈالنے کے بعد باہر نکل کر پیوست ہوتی تھی اور شکار کو چشم زدن میں دماغی طور پر کمزور بنا دیتی تھی۔

سونیا نے وہ انگوٹھی اتار کر مارتھا کو پہنا دی۔ پھر وہاں سے چلتی ہوئی احاطے کے باہر آئی۔ اس کے بعد کار میں بیٹھ کر جانے لگی۔ ایک منٹ کے بعد سلطانہ آئی۔ سونیا نے پوچھا "کیا ہوا؟"

اس نے جواب دیا "مارتھا ایک ایزی چیئر پر آنکھیں بند کئے بیٹھی تھی۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر لان میں لائی تھی۔ جب آپ نے انگوٹھی پہنا دی تو میں اسے واپس لے گئی۔ اسی ایزی چیئر پر بٹھا کر اس کی آنکھیں بند کرا دیں۔ دماغ کو آزاد چھوڑنے کے بعد اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اسے یوں لگا جیسے تھوڑی دیر کے لئے غنودگی طاری ہو گئی تھی۔ اب وہ پھر لان میں آگئی ہے۔ جان فراسٹ کا انتظار کر رہی ہے۔"

"پھر تو تمہیں بھی انتظار کرنا ہو گا۔"

"جی ہاں، کروں گی۔ آپ کے پاس رہوں گی۔"

"انتظار طویل ہو تو وہ ناک میں دم کردے گا۔"

"کون؟" پھر وہ مطلب سمجھ کر بولی "آپ بڑی وہ ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ سلمان بڑے صبر والے ہیں۔"

"تمہیں صبر کا پھل سمجھ کر چکھتے ہیں۔"

وہ دونوں ہنسنے لگیں۔ سونیا نے اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر کہا۔ "جاؤ اور مارتھا کی خبر لو۔"

وہ مارتھا کے پاس آئی۔ جان فراسٹ آگیا تھا۔ اگلے پچھلے گیٹ کو مقفل کرنے کے بعد کتوں کی زنجیریں کھولنے لگا تھا۔ مارتھا نے پوچھا "پہلے غسل کروگے یا کچھ کھاؤ گے؟"

"اگر غسل کا بہانہ بن جاؤ تو غسل کرلوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "بدمعاش کہیں کے۔"

وہ ہنستی ہوئی بیڈ روم میں جانے لگی۔ سلطانہ نے کہا "سسٹر، ہم بعض اوقات خیال خوانی کرتے ہوئے مشکل میں پڑ جاتے ہیں۔"

"اب کیا ہوا؟"

"ہو گا کیا؟ وہ دونوں خوابگاہ میں جارہے ہیں۔ مجھے ایسے وقت بڑی کوفت ہوتی ہے۔ اور یہ مارتھا تو بڑی ہی بے شرم ہے۔"

"تمہیں اس کی بے شرمی سے کیا لینا ہے؟ موقع پاتے ہی اپنا کام کرو اور چلی آؤ۔ زیادہ باؤلی ہو رہی ہو تو ناک میں دم کرنے والے کو بلالو۔"

وہ توبہ توبہ کرتی ہوئی سونیا کے دماغ سے بھاگی پھر مارتھا کے پاس آگئی۔ وہ جان فراسٹ کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہہ رہی تھی "ہمارا بیٹا سو رہا ہے کہیں آنکھ نہ کھل جائے۔"

جان نے کہا "میں نے بیٹے کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کردیا ہے۔ آنکھ کھلے گی تو وہ اچانک یہاں نہیں آسکے گا۔"

سلطانہ نے دیکھا۔ یہ اچھا موقع ہے۔ مارتھا گلے کا ہار بنی ہوئی تھی ایسی حالت میں اس کے دونوں ہاتھ جان فراسٹ کی پشت پر آگئے تھے۔ اس سے پہلے کہ بے حیائی آگے بڑھتی سلطانہ اس کی انگوٹھی والی انگلی جان کی گردن پر لے آئی۔ گردن کی جلد پر انگوٹھی کا دباؤ ڈالا۔ اس کے ساتھ ہی ننھی سی سوئی نکل کر گردن میں پیوست ہوگئی۔

جان نے سسک کر کہا "آہ! یہ گردن میں۔"

وہ آگے کہہ نہ سکا۔ کمزوری کے باعث زبان لڑکھڑا گئی۔ سرسری طرح چکرا رہا تھا۔ وہ مارتھا پر لد گیا۔ اس نے پوچھا "جان! آر یو آل رائٹ؟"

وہ کچھ نہیں بول رہا تھا۔ بستر قریب ہی تھا۔ مارتھا نے بڑی مشکل سے بستر تک اسے لاکر لٹایا۔ اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ مارتھا نے کہا "میں ابھی ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ پھر جیسے ہی ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنا چاہا، سلطانہ نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ چند سیکنڈ تک کان سے ریسیور لگائے کھڑی رہی پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑتے ہوئے اس کی زبان سے کہا "شکریہ ڈاکٹر! آپ جلد آنے کی کوشش کریں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر جان فراسٹ کے پاس آکر بولی۔ "ڈاکٹر بہت مصروف ہے۔ اس نے جلد ہی آنے کا وعدہ کیا ہے۔"

سلطانہ نے سلمان کے پاس آکر کہا "میرے دماغ میں آؤ۔ میرے ذریعے جان فراسٹ کے دماغ میں پہنچو اور اس کی پوری ہسٹری معلوم کرکے سسٹر کو بتاؤ۔ میں مارتھا کو کنٹرول کر رہی ہوں۔"

سلمان اس کے ذریعے جان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر وہ چند سیکنڈ تک اس کی سوچ پڑھتے ہی حیرت سے اچھل پڑا۔ سونیا کے پاس آکر بولا "سسٹر! کمال ہو گیا ہے۔ وہ جان فراسٹ دراصل ان پانچ گولڈن برنیز میں سے ایک ہے۔"

سونیا نے کہا "خدا کا شکر ہے قتل ابیب پہنچتے ہی بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ فرہاد کو فوراً بلاؤ۔"

سلمان نے میرے دماغ میں آکر کہا "آپ کی پیشی ہے۔ سسٹر کے پاس آئیں، فوراً ابھی۔"

میں سونیا کے پاس آیا۔ اس نے کہا "مارتھا کا شوہر جان فراسٹ دراصل ایک گولڈن برین ہے۔ اس کے دماغ کو کمزور بنایا گیا ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ اور سلمان کو گائیڈ کرتے رہو کہ کس طرح اس گولڈن برین کو قابو میں رکھنا ہے۔"

سونیا ایسے وقت صرف مجھ پر بھروسا کرتی تھی۔ سلطانہ یا سلمان کی کسی بھول چوک سے اتنی بڑی کامیابی، ناکامی میں بدل سکتی تھی۔ میں سلمان کے ساتھ پہلے گولڈن برین کے برین میں پہنچا۔ وہ انتہائی کمزوری کے باوجود سوچ رہا تھا "کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مجھے کمزور بنایا ہے۔ اور وہ ابھی میرے اصل کردار کو پڑھ رہا ہوگا۔"

اس نے دیدے گھما کر مارتھا کو دیکھا۔ وہ سات برس سے اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہا تھا۔ چھ برس کا ایک بیٹا بھی تھا۔ آج تک اس نے بیوی کو اپنی حقیقت نہیں بتائی تھی۔ تاہم اسے دستِ راست بنا کر اس سے اہم کام لیتا تھا اور شوہر بن کر گولڈن برنیز کے متعلق پوچھتا تھا۔ یہ یقین کرتا رہتا تھا کہ مارتھا وفادار ہے۔ کبھی گولڈن برنیز کے متعلق کچھ نہیں بتائے گی۔

اب وہ مجبور ہو گیا تھا۔ مارتھا کے ذریعے ہی باقی گولڈن برنیز کو پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کرسکتا تھا۔ یہ سوچتے ہوئے اس نے دیدے گھما کر اسے دیکھا۔ وہ بولی "کچھ کہنا چاہتے ہو؟ بولو جان! کیا بات ہے؟"

میں نے اس کے اندر توانائی پیدا کی۔ وہ زبان سے بولنے کے قابل ہوا تو میں نے اس کی زبان سے اسی کے لہجے میں کہا۔ "ڈارلنگ مارتھا! پریشانی کی بات نہیں ہے۔ مجھے نیند آرہی ہے۔ اگر سوجاؤں تو صبح سے پہلے نہ جگانا۔"

وہ سر کو سہلاتے ہوئے بولی "ہاں، آرام سے سو کر اٹھو گے تو طبیعت بحال ہوجائے گی۔ سوجاؤ۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ میں نے سلمان سے پوچھا "تم باپ کب تک بنو گے؟"

وہ حیرانی سے بولا "یہاں اس سوال کی کیا تُک ہے؟"

"موجودہ معاملے سے میرے سوال کا گہرا تعلق ہے۔ سونیا نے کہا ہے کہ میں تمہیں گائیڈ کرتا رہوں۔"

"آپ جیسا گائیڈ مجھے منگانا پڑے گا۔ فرہاد بھائی! آپ کی باتیں پہلے تو سمجھ میں نہیں آتیں، بعد میں ہم میاں بیوی لڑ پڑتے ہیں۔"

"اگر تم چاہتے ہو کہ سلطانہ سے لڑائی نہ ہو اور میں تمہارے باپ بننے کے متعلق اس سے سوال نہ کروں تو تم میرے سوال کا جواب دے دو۔"

سلمان نے کہا "جل تُو جلال تُو آئی بلا کو ٹال تُو۔ آپ سے خدا بچائے، میں سسٹر کے پاس جارہا ہوں۔"

اس نے سونیا کی طرف جانے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی میں نے سلطانہ کے پاس آکر کہا "فوراً سونیا کے پاس آؤ۔"

وہ فوراً وہاں آئی۔ میں بھی آگیا۔ سلمان سونیا سے کہہ رہا تھا "آپ نے مجھے فرہاد بھائی کے ساتھ کیوں لگایا ہے؟ وہ ہماری کھوپڑی کھما دیتے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "آخر بات کیا ہے؟"

سلمان سے پہلے میں بول پڑا "بات کچھ نہیں ہے۔ میں نے سلمان سے کہا کہ اس گولڈن برین نے آنکھیں بند کرلی ہیں تم اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر سلادو۔ اس پر یہ حضرت سلمان صاحب فرماتے ہیں کہ انہیں قسم دی ہے کہ یہ صرف اپنے ہونے والے بچے کو لوری سنائیں گے۔"

سلطانہ نے کہا "توبہ توبہ، سلمان میں نے کب قسم دی ہے؟"

وہ بولا "ارے یہ فرہاد بھائی اوّل درجے کے جھوٹے ہیں۔"

میں نے پوچھا "کیا یہ بھی جھوٹ ہے کہ تم نے اور سلطانہ نے ہونے والے بچے کی بات ہم سب سے چھپائی ہے؟"

وہ بولا "ہاں یہ بالکل جھوٹ ہے۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی سلطانہ نے بے اختیار اوکے اوکے کی آواز نکالی۔ صاف ظاہر تھا کہ ابکائی آرہی ہے۔ وہ فوراً ہی سونیا کے دماغ سے بھاگ گئی۔ سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔ "سلمان، یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"سسٹر! خدا کی قسم میں خود حیران ہوں۔ یہ فرہاد بھائی یا تو نمبری شیطان ہیں۔ یا پھر ولی اللہ ہیں۔ جس بات سے شوہر بے خبر تھا، وہ انہیں معلوم تھی۔"

میں نے کہا "میری ایک پیش گوئی اور سن لو۔ سلطانہ ماں بننے سے انکار کرے گی۔ تم سے بہانے کرے گی کہ اس کے پاؤں بھاری نہیں ہیں پھر تم سے چھپا کر بچے کو ضائع کرے گی۔"

"فرہاد بھائی! خدا کے لئے ایسی بھیانک باتیں نہ کریں۔"

"اب میں زبان بند رکھوں گا لیکن جو کہہ چکا ہوں وہ سچائی ضرور سامنے آئے گی۔"

وہ بولا "سسٹر! میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا نے مجھ سے کہا "یہ کیا حرکتیں ہیں۔ خبیث

مشہور چور رنک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوریاں

وہ تمام کہانیاں جو اب تک لکھی گئی ہیں

قیمت ۴۰/- روپے

ڈاک خرچ ۱۰/- روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

قسمت سے ایک گولڈن برین ہاتھ آیا ہے۔ تم لوگ وہاں موجود نہیں رہو گے تو وہ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرلے گا۔ دوسرے گولڈن برینز کو خطرے سے آگاہ کردے گا۔"

میں نے کہا "تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے تو یہ معاملہ میرے ہاتھوں میں کیوں دیا ہے؟ میں مطمئن ہو کر آیا ہوں' مارتھا اور گولڈن برین میری مٹھی سے نہیں نکلیں گے۔"

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سلطانہ ماں بننے والی ہے؟"

"مجھے کیا معلوم ہوگا؟ یہ تو سلطانہ کو بھی معلوم نہیں ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ سلطانہ نفاست پسند ہے۔ ذرا بھی گندگی ہو تو اسے کراہیت محسوس ہوتی ہے۔ میں چند سیکنڈ کے لئے سلمان کا لہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں گیا اور یہ تصور پیش کیا کہ وہ ایک زندہ چھپکلی کو چبا رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے ابکائی آنے لگی۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "فرہاد! تم پکے شیطان ہو۔ اب وہ انکار کرے گی کہ ماں نہیں بن رہی ہے تو سلمان کو تمہاری بدشگونی یاد آجائے گی اور وہ سلطانہ کا سچ تسلیم نہیں کرے گا۔"

وہ پھر ہنسنے لگی۔ میں گولڈن برین کے پاس چلا گیا۔ وہ کمزوری کے باعث سو گیا تھا۔ مارتھا ایک صوفے سے اٹھ کر اپنے شوہر کے پاس آئی اور اس کے پاس لیٹ گئی۔ میں نے آدھے منٹ کے اندر ہی اسے سلا دیا۔ پھر گولڈن برین کے پاس آکر اسے اپنا معمول بنانے کا عمل کرنے لگا۔

اس گولڈن برین کا اصل نام اسٹیفن روبن تھا۔ ویسے کسی بھی گولڈن برین کو اپنا اصلی نام استعمال کرنے کی کبھی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ ان میں سے تین گولڈن برینز فرضی نام کے ساتھ عام حالات میں ازدواجی اور گھریلو زندگی گزار رہے تھے۔ وہ تینوں ایک دوسرے کا نام پتا اور فون نمبر جانتے تھے لیکن باقی دو گولڈن برینز بہت پراسرار تھے۔ نہ انہوں نے شادیاں کیں نہ بچے پیدا کئے تھے۔ انہوں نے تین گولڈن برینز کو اپنا نام' پتا اور فون نمبر نہیں بتایا تھا۔ جب اہم میٹنگ کی بات ہوتی تو وہ تینوں گولڈن برینز کو ان کے فون کے ذریعے یا ٹرانسمیٹر پر کال کرتے تھے۔

گویا وہ دو پُراسرار گولڈن برینز اہم تھے۔ انہوں نے باقی تین کو منتخب کیا تھا اور انہیں گولڈن برینز کا عہدہ دیا تھا۔ میں نے جان فراسٹ کو پوری طرح اپنا معمول اور تابعدار بنا کر یہ معلومات حاصل کیں۔ ازدواجی گھریلو زندگی گزارنے والے بقیہ دو گولڈن برینز کے نام پتے اور فون نمبر اور ٹرانسمٹر کی فریکوئنسی اور کوڈ ورڈز نوٹ کئے۔ ان کے بیوی بچوں کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کیں۔ پھر اسے حکم دیا "اسٹیفن روبن عرف جان فراسٹ! تم یہ بھول جاؤ گے کہ مارتھا نے تمہاری گردن میں سوئی چبھوئی تھی اور تم دماغی کمزوری میں مبتلا ہو گئے تھے۔"

اس نے معمول اور محکوم کی حیثیت سے کہا "میں میڈیکیٹڈ سوئی اور دماغی کمزوری کے متعلق سب کچھ بھول جاؤں گا۔"

"تم کبھی شبہ نہیں کرو گے کہ تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں آجا تا ہے۔"

اس نے میری باتوں کو دُہرا کر ان پر قائم رہنے کا وعدہ کیا۔ میں نے کہا "میں تمہارا عامل ہوں۔ تم میری آواز اور لہجے کو اور سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گے۔ میں تمہاری سوچ کے ذریعے جو احکامات دوں گا ان کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

میں نے آخر میں کہا "میں جب بھی ضروری سمجھوں گا تمہارے دماغ میں نئے سرے سے تنویمی عمل کروں گا اور تم راضی خوشی معمول بنو گے۔"

اس نے ہر وقت معمول بن کر رہنے کا وعدہ کیا۔ پھر میں نے اسے صبح تک تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ سونیا کے پاس آکر تمام باتیں بتائیں۔ اس نے باقی دو گولڈن برینز کے نام پتے وغیرہ ذہن نشین کرنے کے بعد کہا "انشاءاللہ ہم دو پُراسرار گولڈن برینز کی حقیقت بھی معلوم کرلیں گے اور جن دو گولڈن برینز کی بیویاں ہیں' وہ عام گھریلو عورتیں ہیں۔ وہ نہ تو یوگا کی ماہر ہیں اور نہ ہی کسی سرکاری شعبے سے ان کا تعلق ہے۔ میں مارتھا کی طرح ان دو عورتوں کے ذریعے بھی ان کے شوہروں کو دماغی کمزوری میں مبتلا کراؤں گی۔"

"تم اپنے طور پر جو بھی کرو' مجھے جانے دو۔"

"جاؤ مگر لیلیٰ کو میرے حوالے کرو۔ وہ ایک گولڈن برین کی بیوی کے پاس اعصابی کمزوری کی دوا پہنچائے گی۔ دوسری کے پاس میں پہنچاؤں گی۔"

"اس کا مطلب ہے وہ تمہارے ساتھ صبح تک مصروف رہے گی۔"

"صبح تک کیوں؟ اگر وہ دو چار روز میرے ساتھ رہے تو تمہاری بوڑھی جوانی اداس ہو جائے گی؟"

"یہ تو تم جل کر کہہ رہی ہو۔ ورنہ آئینہ دیکھو' تم بیس برس کی لگتی ہو۔ ابھی تک جوان ہو۔ پھر میں کیسے بوڑھا ہو سکتا ہوں؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ لیلیٰ تمہارے پاس جائے اور تم میرے پاس آجاؤ؟"

"بکواس مت کرو۔ میں کئی بار سمجھا چکی ہوں' مجھ سے ایسی چھچھوری باتیں نہ کیا کرو۔ جاؤ یہاں سے۔ ورنہ سانس روک کر بھاگ دس گی تو اپنی توہین سمجھو گے۔"

"محبوبہ اپنے کوچے سے بھگائے تو اس میں بھی رومانس ہوتا ہے۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ لیلیٰ کچن میں تھی میں اس کے پاس آیا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

...میں نے کہا "مجھے تمہارے ہاتھوں کا پکوان بہت پسند ہے مگر آئندہ کچھ روز تک تمہارے ہاتھوں کی لذت سے محروم رہوں گا۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا مجھے چھوڑ کر کہیں جا رہے ہیں؟"

"میں نہیں تم جا رہی ہو۔ سونیا نے تمہیں بلایا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "آپ نے مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔ سسٹر تو اسی شہر میں ہیں۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے بلایا ہوگا۔"

"نہیں' وہ تمہیں کچھ روز اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہے۔"

لیلیٰ اداس ہو کر مجھے تکنے لگی۔ میں نے کہا "تم جانتی ہو میں خود سر اور خود مختار ہو کر بھی سونیا کی بات نہیں ٹالتا۔ اس کی ہر بات کے پیچھے کوئی گہرا مقصد ہوتا ہے۔ ویسے تم میری خود سری دیکھنا چاہو تو میں تمہیں اس کے پاس بھیجنے سے انکار کردوں گا۔"

وہ جلدی سے بولی "نہیں' آپ انکار نہیں کریں گے۔ سسٹر ہماری تمام جدّوجہد اور کامیابیوں کا سرچشمہ ہیں۔ ہم سب ان سے ذہانت اور حکمت کے نئے نئے راستے معلوم کرتے ہیں۔ میں ابھی ان سے رابطہ کرتی ہوں۔"

"تم کھانے کی میز پر جاؤ اور سونیا سے باتیں کرو' میں کھانا لا رہا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں گرما گرم کھانے مختلف ڈشوں میں رکھنے لگا۔ ایسے ہی وقت سلمان میرے پاس آیا۔ پھر بولا "فرہاد بھائی! آپ نے درست کہا تھا۔ سلطانہ کہہ رہی ہے کہ وہ ماں بننے والی نہیں ہے۔ جبکہ ماں بننے کے تمام آثار نظر آرہے ہیں۔"

میں نے کہا "اس کا جھوٹ سچ معلوم ہو جائے گا۔ تم اسے کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے جا کر معائنہ کراؤ۔"

"میں نے سلطانہ کو یہ مشورہ دیا تھا لیکن وہ بہانے کر رہی ہے۔ کہتی ہے کمزوری محسوس کر رہی ہے۔ ابھی بنگلے سے باہر نہیں جائے گی۔"

میں نے پوچھا "جب ماں نہیں بن رہی ہے تو کمزوری کیسی؟"

"یہی تو میں اس سے کہتا ہوں۔ جواب میں وہ جھگڑا کرتی ہے... کہتی ہے کہ اگر میں اس پر بھروسا نہیں کرتا ہوں تو اسے اس کے حال پر چھوڑ کر چلا جاؤں۔"

میں نے کہا "سلمان! ایسی حالت میں عورت کچھ چڑچڑی اور بدمزاج ہو جاتی ہے۔"

"میں چاہتا ہوں آپ لیلیٰ کو اس کے پاس بھیج دیں۔ وہ بہن کو سمجھائے گی۔"

"لیلیٰ ابھی سونیا کے پاس مصروف ہے۔ بہتر ہے تم سلطانہ کو سونیا کے پاس جانے کو کہو' وہاں تینوں عورتیں کسی اچھے نتیجے پر پہنچیں گی۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے لیلیٰ کے سامنے میز پر کھانے کی ڈشیں لا کر رکھیں پھر کہا "کھاتی بھی رہو ورنہ گرم کھانے کا مزہ نہیں آئے گا۔"

وہ ایک منٹ بعد دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ پھر بولی "ابھی آتی ہوں' سلمان بہت بڑی خوشخبری سنا رہے ہیں۔ سلطانہ ماں بننے والی ہے۔"

وہ پھر سونیا کے پاس گئی۔ میں نے کھانا شروع کیا۔ یہ جانتا تھا کہ تھوڑی دیر بعد کیا ہونے والا ہے۔ ادھر سونیا کہہ رہی تھی۔ "سلمان! تم میاں بیوی پہلے کئی بار فرہاد کی باتوں میں آکر بیوقوف بن چکے ہو۔ پھر بھی تمہیں عقل نہیں آئی؟"

وہ بولا "کیا آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ فرہاد بھائی مجھے... بیوقوف بنا رہے ہیں؟"

"ہاں' سلطانہ سچ کہہ رہی ہے۔ وہ ماں بننے والی نہیں ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "سسٹر! آپ نے مجھے مایوس کردیا ہے۔"

سونیا نے کہا "تمہارا وہ شیطان میاں ایسی حرکتیں کرتا ہے جو سلمان اور سلطانہ کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ وہ سلمان کا لہجہ اختیار کر کے سلطانہ کے دماغ میں گیا تھا اور اس کے تصور میں یہ منظر پیش کیا کہ وہ ایک زندہ چھپکلی چبا رہی ہے۔ اس تصور کے ساتھ ہی اسے ابکائی آنے لگی اور تم نے سمجھ لیا کہ وہ تمہیں اپنے ایک بچے کا باپ بنا رہی ہے۔"

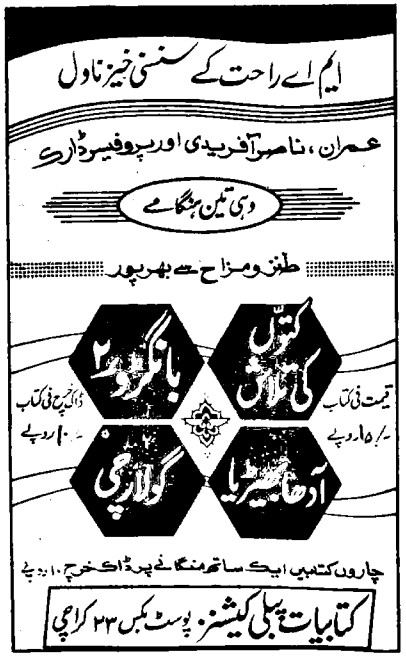

لیلیٰ نے فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہو کر مجھے گھورتے ہوئے کہا "آپ ان بچاروں کو کیوں پریشان کرتے رہتے ہیں؟"

میں نے کہا "ایک میری سالی ہے۔ دوسرا ہم زلف ہے میرا ان سے مذاق کا رشتہ ہے۔ تم ان سے پوچھو وہ بار بار بے وقوف کیوں بنتے ہیں؟ ان کی ذہانت کہاں چلی جاتی ہے؟"

سلمان نے میرے پاس آکر کہا "فرہاد بھائی! آپ نے مجھے سسٹر کے سامنے شرمندہ کیا ہے۔ اب آپ ہوشیار رہیں۔ میں آپ سے ایسا انتقام لوں گا کہ آپ بری طرح احمق بن کر ہم میاں بیوی کے سامنے شرمندہ ہو جائیں گے۔"

میں نے لیلیٰ کو سنانے کے لئے دہان سے کہا "سلمان! یہ تو کوئی چیلنج کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔ تم لیلیٰ کو مجھ سے جدا کیوں کرو گے؟ انتقام مجھ سے لو۔ لیلیٰ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

لیلیٰ نے چونک کر پوچھا "کیا ہوا؟ کیا آپ کے پاس سلمان ہیں؟ میرے پاس سلطانہ آئی ہے۔ یہ بھی مجھے غصّہ دکھا رہی ہے۔ کہتی ہے' سالی بہنوئی کا رشتہ نہیں رکھے گی۔ یہ بھی آپ سے انتقام لینے کی دھمکی دے رہی ہے۔"

"یہ تو وہی بات ہوئی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ یہ دونوں اپنی ذہانت کو بیچ کر حماقت کو نہیں سمجھ رہے ہیں کیونکہ اپنی حماقت کو سمجھنے کے لئے بھی تھوڑی ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے۔"

سلمان نے لیلیٰ کے پاس جاکر کہا "خدا کی قسم میں نے تم میاں بیوی کو جدا کرنے کی دھمکی نہیں دی ہے۔ فرہاد بھائی تم سے جھوٹ بول رہے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا "میں کان پکڑتی ہوں' توبہ کرتی ہوں۔ خدا سے دعا مانگتی ہوں' ایسا بہنوئی کسی سالی کو نہ ملے۔ لیلیٰ ہم دونوں بہنیں ایک دوسرے کی جان ہیں۔ میں کبھی ... تمہارے خلاف سوچ بھی نہیں سکتی۔ ابھی غصے میں فرہاد بھائی کو دھمکی دے رہی تھی۔"

لیلیٰ نے مجھ سے پوچھا "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میاں بیوی کو لڑانے والا مذاق نہ کریں۔"

میں نے جواب دیا "اب تو مذاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تمہاری بہن نے مجھ سے سالی بہنوئی کا رشتہ ختم کر دیا ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی سلطانہ میرے دماغ میں آئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی "فرہاد بھائی! مجھے معاف کر دیں۔ میں نے غصے میں رشتہ ختم کرنے کو کہا تھا۔ آپ میری لیلیٰ کی جان ہیں۔ ... کیا میں اپنی بہن کی جان ختم کر سکتی ہوں؟"

"تم اپنی بہن کے پاس جاکر آنسو بہاؤ۔"

میں نے سانس روک لی۔ چند سیکنڈ کے بعد لیلیٰ نے کہا "یہ سلطانہ میرے پاس آکر رو رہی ہے۔ پلیز آپ اسے معاف کر دیں۔"

میں نے کہا "میں تمہارے ذریعے سلمان اور سلطانہ سے کہہ رہا ہوں۔ میں نے کبھی احمقوں سے دوستی یا رشتے داری نہیں کی۔ تمہاری وجہ سے یہ دونوں میرے رشتے دار بن گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں مذاق کے بہانے ان دونوں کی ذہانت کو آزماتا ہوں۔ سپر ماسٹر برین کر ذہانت کا ثبوت دینا آسان ہے کیونکہ سلمان نے دشمنوں سے نمٹنے کی باقاعدہ تربیت حاصل کی ہے۔ لیکن شوہر بن کر بیوی سے نمٹنے کا وقت آئے تو ذہانت دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ یہ میاں بیوی ایک نہیں' تین بار احمق بن چکے ہیں۔ ان سے کہہ دو یہ آئندہ مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔"

لیلیٰ نے پریشان ہو کر کہا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ خدا کے لئے آپ اتنے سنجیدہ نہ ہوں۔ آپ کی سنجیدگی سے ڈر لگتا ہے۔"

"میں نے پوری سنجیدگی سے فیصلہ سنایا ہے۔ ان دونوں سے کہنا اگر کچھ کہنا سننا ہے تو سونیا کے پاس جائیں۔"

"پلیز' آپ ایسی بے مروتی نہ دکھائیں۔"

میں نے ڈانٹ کر کہا "یو شٹ اپ' تمہیں بہن سے محبت ہے تو جاؤ۔ تم بھی چلی جاؤ۔ میں احمق کی سفارش کرنے والے کو بدترین احمق سمجھتا ہوں۔"

لیلیٰ نے سر کو جھکا لیا۔ میں نے پہلی بار اسے ڈانٹا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ رومال سے آنسو پونچھتی ہوئی بولی۔ "میرے مجازی خدا کا حکم سر آنکھوں پر۔ تم دونوں جاؤ۔ ہماری ملاقات سسٹر کے پاس ہوا کرے گی۔"

وہ دونوں شاید چلے گئے۔ لیلیٰ منہ پھیر کر رونے لگی۔ میں نے پوچھا "کون مرگیا ہے؟"

وہ روتے ہوئے بولی "خدا کے لئے ایسی بات نہ کریں۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اخلاق اور تہذیب کو نظر انداز کر کے بہن اور بہنوئی کو گھر سے نکال دیا ہے۔ آپ چشم زدن میں رشتہ توڑ دیتے ہیں۔ میں اتنی سنگدل نہیں ہوں۔"

"لیلیٰ! اگر رونا جائز ہو تو تمہارے آنسو میرے دل میں گریں گے لیکن ابھی تم اپنی بہن کی طرح حماقت کا ثبوت دے رہی ہو۔ اگر ذہانت کو سمجھنا چاہتی ہو تو فوراً سونیا کے پاس جاؤ۔ میں حکم دیتا ہوں' فوراً جاؤ۔"

وہ بڑی فرمانبردار تھی۔ روتے روتے چلی گئی۔ یہ بات موٹی عقل سے بھی سمجھی جاسکتی تھی کہ سلمان اور سلطانہ ابھی سونیا کے پاس ہوں گے اور مجھ جیسے زندہ دل کے اچانک غصہ کرنے اور رشتہ توڑنے کی باتیں اسے بتا رہے ہوں گے۔

ایسے وقت لیلیٰ بھی سونیا کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے پیچھے میں بھی چلا آیا۔ چپ چاپ ان کی باتیں سننے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "سلمان! وہ گولڈن برین جو ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے' اس پر تم تحویلی عمل کر سکتے تھے لیکن میں نے فرہاد کو بلا کر کہا کہ وہ گولڈن برین کو

دہ میں رکھے اور تمہیں گائیڈ کرے۔"

سلمان نے کہا "جی ہاں۔ آپ نے ایسا کہا تھا۔ مجھے احساس ہوا تھا کہ آپ کو میری ذہانت پر پورا بھروسا نہیں ہے۔ شاید مجھ سے کچھ غلطیاں ہو رہی ہیں۔"

"اور وہ غلطیاں تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے فرہاد بھائی کی ایک بات نے چونکا دیا۔ سپر ماسٹر برین کر ذہانت کا ثبوت دینا آسان ہے لیکن شوہر بن کر بیوی پوری ذہانت سے کام لینے کے قابل نہیں رہتا۔ یہ بات یوں سمجھ میں آئی کہ انہوں نے تین بار ہم میاں بیوی کو احمق بنایا اور خود احمق بن گیا۔ میں سلطانہ کو اتنا چاہتا ہوں کہ میری چاہت کم پڑ جاتی ہے۔ میں اس کے معاملے میں جذباتی ہو جاتا ہوں اور ایک بے وقوف آدمی کسی معاملے میں جذباتی ہو تو عقل سے کام لینا بھول جاتا ہے۔"

"تم نے اپنے متعلق صحیح تجزیہ کیا ہے۔ میں نے اسی لئے گولڈن برین کے معاملے میں تم پر بھروسا نہیں کیا۔ جو میں سوچتی ہوں وہی فرہاد سوچتا ہے۔ جو فرہاد سمجھتا ہے وہی میں سمجھتی ہوں۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ تم گولڈن برین پر تحویلی عمل کرو گے اور ایسے وقت کوئی دشمن سلطانہ کو تمہارے لئے مسئلہ بنا دے گا تو تم گولڈن برین کے سلسلے میں پوری طرح اپنا فرض ادا نہیں کر سکو گے۔"

"سسٹر! ایسی بات بھی نہیں ہے۔ میں ہر حال میں اپنا فرض ادا کرتا ہوں۔"

"ابھی فرہاد نے ثابت کر دیا ہے کہ تم فرض سے غافل ہو گئے تھے۔ میں نے تمہیں فرہاد کے ساتھ گولڈن برین کے پاس رہنے کو کہا تھا مگر تم اس جھگڑے میں پڑ گئے کہ سلطانہ ماں بننے سے پہلے ہی مرحلے میں ماں بننے سے کیوں انکار کر رہی ہے۔ کیا تم نے پلٹ کر ایک بار بھی مجھ سے یا فرہاد سے پوچھا ہے کہ گولڈن برین کس حال میں ہے؟ اس پر تحویلی عمل ہو چکا ہے یا نہیں؟ اگر ہو چکا ہے تو اس کے ذریعے ہم باقی گولڈن برینز تک پہنچ سکتے ہیں یا نہیں؟"

سلمان پر چند لمحوں کے لئے سکتہ سا طاری ہو گیا پھر وہ بولا۔ "اوہ خدایا! واقعی میں سلطانہ کے معاملے میں اب تک گولڈن برین کو بھولا ہوا تھا۔ انسان اپنی برداشت سے زیادہ کھائے تو پیٹ خراب ہوتا ہے اور برداشت سے زیادہ عشق کرے تو دماغ خراب ہوتا ہے۔ ہر چیز کی زیادتی خراب ہوتی ہے۔ میں آئندہ اعتدال کی راہ اختیار کروں گا۔ سلطانہ کی محبت نہ کبھی کم ہو نہ کبھی زیادہ ہو۔ اور یہ محبت' خواہشات کے پیٹ سے پیدا نہ ہو' بلکہ عقل کے حساب سے ہو تو ذہانت بحال رہے گی۔"

سلطانہ نے کہا "سسٹر! دراصل ہم نے اچھی خاصی عمر گزار دینے کے بعد شادی کی۔ ہمیں ایک دوسرے سے برسوں کی گمشدہ مسرتیں ملنے لگیں۔ ان مسرتوں کے ہجوم میں ہم نے عقل کا دامن چھوڑ دیا تھا۔ فرہاد بھائی کی ناراضگی اور غصہ اب سمجھ میں آرہا ہے۔ انہوں نے ڈانٹ کر ہمیں جگا دیا۔ اگر کان پکڑ کر ہماری پٹائی کرتے تو ہمیں اور زیادہ عقل آجاتی۔"

"چلو جتنی عقل آئی' اتنی ہی بہت ہے۔"

"پلیز' آپ فرہاد بھائی سے کہیں کہ وہ ہمیں معاف کر دیں۔"

سلمان نے کہا "نہیں سلطانہ! معافی مانگنے سے بات نہیں بنے گی۔ فرہاد بھائی ہمیں پہلے کی طرح ذہین اور حاضر دماغ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جب ہم ان کے معیار پر پورے اتریں گے تو وہ خوش ہو کر ہمیں معاف کر دیں گے۔"

سلطانہ نے اس بات کی تائید کی۔ لیلیٰ نے دماغی طور پر حاضر ہو کر مجھے دیکھا' اپنی جگہ سے اٹھی پھر تیزی سے چلتی ہوئی آکر میرے قدموں سے لپٹ گئی۔ میں نے پوچھا "اب کیا ہوا؟"

وہ میرے گھٹنے پر سر رکھ کر بولی "آپ ناقابلِ فہم ہیں۔ بڑی دیر بعد سمجھ میں آتے ہیں' وہ بھی پوری طرح نہیں۔ میں غلطی پر تھی۔ آپ نے اچھا کیا جو میرے آنسو نہیں پونچھے۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔"

میں اس پر جھک کر اپنے ہونٹوں سے آنسو پونچھنے لگا۔ گلابی چہرے پر آنسوؤں لگ رہے تھے جیسے شبنم کے موتی پھسل رہے ہوں۔ میں نے کہا "دل نہیں چاہتا کہ تم مجھے چھوڑ کر جاؤ۔"

"میرا دل کب مانتا ہے۔ سسٹر کے پاس جاکر بھی دھیان آپ کی طرف لگا رہے گا۔"

"سونیا سے پوچھو کیا' دونوں گولڈن برینز کو ابھی ٹریپ کرنا ضروری ہے۔ یہ کام صبح بھی ہو سکتا ہے۔"

"میں نہیں پوچھوں گی۔ مجھے شرم آئے گی۔ وہ کچھ اور سمجھیں گی۔"

میں سونیا کے پاس آیا وہ سلطانہ سے کہہ رہی تھی "مارتھا کے پاس جاؤ۔ اس کے خوابیدہ دماغ میں یہ بات نقش کر دو کہ اس کا شوہر جان فراسٹ اعصابی اور دماغی کمزوری میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔"

سونیا ایک چھوٹی سی بات کو بھی اہمیت دیتی تھی۔ اگر دوسری صبح مارتھا کو یاد آتا کہ پچھلی رات اس کا شوہر جسمانی اور دماغی کمزوری میں مبتلا ہوا تھا تو وہ شبہ کرتی کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا ان میاں بیوی کو ٹریپ کر رہا ہے۔

سلطانہ نے پوچھا "کیا مارتھا کی انگلی سے آپ کی میڈیکیٹڈ انگوٹھی اتار لوں؟"

"ہاں' اسے نیند کی حالت میں چلا کر الماری کے پاس لے جاؤ اور اس کے ہاتھوں سے الماری کے کسی حصے میں وہ انگوٹھی

چھپا دو۔ اس کام سے فارغ ہو کر میرے پاس آؤ۔ ہم دوسرے اور تیسرے گولڈن برین تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ مارتھا کے پاس چلی گئی۔ میں نے کہا "سونیا! اتنی محنت کرو گی تو تمہاری صحت پر برا اثر پڑے گا۔ تمہیں وقت پر سونا جاگنا اور کھانا پینا چاہئے۔"

"یہ تمہیں میری صحت کی فکر کیوں ہو گئی؟"

"کیا میں تمہاری بھلائی سوچ بھی نہیں سکتا؟"

"تم اپنی بھلائی سوچ رہے ہو۔"

"تم ہمیشہ مجھے غلط سمجھتی ہو۔ میری بھلائی تو یوں بھی ہو رہی ہے کہ اب تم لیلیٰ کو اپنے پاس نہیں بلاؤ گی۔ کیونکہ سلطانہ کو تم نے بلایا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہاری امیدوں پر پانی پھیر رہی ہوں۔ سلطانہ میرے دماغ میں رہے گی کیونکہ وہ ہزاروں میل دور پیرس میں ہے۔ لیلیٰ تل ابیب میں ہے اس لئے بہ نفس نفیس میرے ساتھ رہے گی۔ اس سے کہو' وہ ایک گھنٹے بعد ٹھیک بارہ بج کر تیس منٹ پر شلوم میئر ٹاور کے سامنے رہے۔ ہم چہرے بدلنے کے باعث ایک دوسرے کو نہیں پہچان سکیں گے۔ اس لئے وہی کوڈ ورڈ ادا کئے جائیں جو میرے دماغ میں آکر کے جاتے ہیں۔"

"میں اسے شلوم میئر ٹاور کے سامنے پہنچا دوں گا۔"

"اچھا جاؤ۔ اب میری نہیں اپنی بھلائی کے لئے سر پیٹتے رہو۔"

"تمہاری جیسی مردوں سے دور رہنے والی عورتیں بڑی شریف اور پارسا بن کر ہمارے راستے کی دیوار بن جاتی ہیں۔ لاشعوری طور پر ہم سے جلتی اور حسد کرتی ہیں۔ میں بڑی ناگواری سے تمہیں ہش کہتا ہوں۔ ہش۔۔۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں لیلیٰ کے پاس حاضر ہو گیا۔ پھر گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "تمہیں بارہ بج کر تیس منٹ پر شلوم میئر ٹاور کے سامنے ہونا چاہئے۔ سونیا وہاں آئے گی اور تمہیں لے جائے گی۔"

ہم کھانے کی میز سے اٹھ کر ایک صوفے پر آ گئے۔ وہ میرے شانے پر سر رکھ کر بولی "میں جاؤں گی تو آپ تنہا رہ جائیں گے۔"

"تمہارا خیال ستائے تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"میں جو کہوں گی آپ اس پر عمل کریں گے؟"

"ضرور کروں گا۔"

"آپ دماغ کو ہدایت دے کر سو جائیں۔ اس طرح آپ میرے لئے بے چین نہیں رہیں گے۔ جو بھی خیال خوانی ہو' وہ صبح کریں۔"

وہ چپ ہو کر خلا میں تکنے لگی۔ پھر بولی "سلطانہ آئی تھی' سسٹر مجھے بلا رہی ہیں۔"

وہ میرے پاس بیٹھے ہی بیٹھے سونیا کے پاس پہنچ گئی۔ سونیا نے کہا "میں نے دوسرے گولڈن برین کے گھر فون کیا تھا۔ فون کے جواب میں دوسری طرف سے آواز سن کر سلطانہ وہاں پہنچ گئی ہے۔ اب میں تیسرے کے گھر فون کر رہی ہوں۔ تم دوسری طرف کی آواز سن کر جاؤ اور اس گھر کے افراد کی پوری تفصیل معلوم کرو۔ اگر دوسری طرف سے کسی مرد کی آواز سنائی دے تو اس کے دماغ میں نہ جانا۔ وہ یوگا کا ماہر تیسرا گولڈن برین ہو سکتا ہے۔"

اس نے لیلیٰ کو تمام باتیں سمجھانے کے بعد ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ ڈائلنگ کے بعد ذرا انتظار کرنا پڑا۔ دوسری طرف کے فون کا بزر بول رہا تھا مگر کوئی ریسیور نہیں اٹھا رہا تھا۔ رات کے بارہ بجنے والے تھے۔ سب لوگ سو رہے ہوں گے۔ آدھے منٹ کے بعد ایک عورت نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

سونیا نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولی "تم نے فون کیا ہے اصولاً تمہیں بتانا چاہئے کہ کون ہو اور آدھی رات کو کس لئے فون کیا ہے؟"

"میں اس نمبر پر ہر رات بارہ بجے فون کرتی ہوں' مجھے ہمیشہ ایک مرد کی آواز سنائی دیتی ہے۔ شاید رانگ نمبر لگ گیا ہے۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ لیلیٰ نے کہا "میں اس عورت کے پاس جا رہی ہوں۔"

لیلیٰ نے وہاں پہنچ کر دیکھا۔ وہ عورت جاگ رہی تھی حالانکہ آدھی رات ہو چکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی صوفے پر اس کا شوہر گولڈن برین بیٹھا ہوا تھا اور توقع کے خلاف اور گولڈن برنیز کے اصولوں کے خلاف شراب کے نشے میں تھا۔ سامنے سینٹر ٹیبل پر شراب کی بوتل اور ایک بھرا ہوا گلاس رکھا تھا۔ اس کی بیوی کہہ رہی تھی "ایک تو تم دیر سے گھر آئے' اس پر پینے بیٹھ گئے۔ اب بس کرو۔ نشے میں تمہیں سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

وہ بولا "میں نشے میں نہیں ہوں۔"

"دنیا کا ہر شرابی یہی کہتا ہے۔"

"میں دوسروں جیسا نہیں ہوں۔"

اس نے گلاس اٹھا کر دو چار گھونٹ پیئے پھر کہا "میں کوئی عام سا آدمی نہیں ہوں۔ میرے سینے میں بے شمار راز دفن ہیں مگر میں روز پیتا ہوں اور ایک بھی راز کی بات زبان پر نہیں لاتا۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ میں نشہ کرتے ہوئے بھی ہوش میں رہتا ہوں۔"

"تم روز یہی دعوے کرتے ہو اور روز وہی راز بیان کر دیتے ہو جو تمہارے سینے میں دفن رہتا ہے۔"

"غلط! کیا میں نے کبھی بتایا کہ میرا اصل نام پیٹر ایوان ہے اور میں پانچ میں سے ایک گولڈن برین ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم نے کبھی نہیں بتایا۔ آج بھی نہیں بتا رہے ہو کل بھی نہیں بتاؤ گے۔ فار گاڈ سیک! اب پینا بند کر دو۔"

وہ اس کے ہاتھ سے وہسکی کا گلاس لینا چاہتی تھی۔ اس نے بیوی کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "اب سے بات کرو۔ یا تم نہیں جانتیں کہ ایک گولڈن برین اس ملک کے اعلیٰ حکام سے زیادہ با اختیار اور برتر ہوتا ہے۔ وہ جب چاہے حکمرانوں کو ریل کر سکتا ہے۔ میرا ادب کرو' ورنہ میں بیوی تبدیل کر دوں گا۔"

اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ اس کی وائف نے کہا "اتنی رات کو کون آیا ہے؟"

وہ صوفے سے اٹھ کر اس کمرے سے چلتی ہوئی ایک ریڈور میں آئی۔ ایسے ہی وقت فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ فائرنگ کے ذریعے بیرونی دروازے کے لاک کو توڑا گیا تھا۔ پھر مسلح افراد دندناتے ہوئے اندر گھس آئے۔

مسز ایوان سہم کر ایک دیوار سے لگ کر بولی "کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

ایک نے غرا کر پوچھا "تمہارا شوہر کہاں ہے؟"

"تم لوگوں کو میرے آدمی سے کیا دشمنی ہے؟"

"یو شٹ اپ!" ایک نے اسے طمانچہ مارا۔ پھر اسے دھکا دے کر بولا "کم آن' اپنے آدمی کے پاس لے چلو۔ ہری اپ۔"

لیلیٰ نے چند لمحوں کے لئے حاضر ہو کر مجھ سے کہا "دوسرے گولڈن برین کے ہاں کچھ مسلح افراد گھس آئے ہیں۔ گولڈن برین خطرے میں ہے۔ آپ اس کے دماغ میں جا سکتے ہیں' میرے ساتھ چلیں۔"

میں لیلیٰ کے دماغ میں رہ کر اس عورت مسز ایوان کے دماغ میں پہنچا۔ وہ مسلح افراد سے مار کھاتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس آ گئی تھی۔ گولڈن برین پیٹر ایوان ہاتھ میں وہسکی کا گلاس لے کر اٹھ گیا۔ ڈگمگاتے ہوئے بولا "محمد ہو! الو کے پٹھو! تمہیں گولڈن برین کے گھر میں داخل ہونے کی جرات کیسے ہوئی؟"

جواب میں ایک زبردست گھونسا اس کی ناک پر پڑا۔ ہاتھ سے گلاس چھوٹ گیا۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ تین مسلح افراد اس کمرے کے تمام گوشوں کو' چھت کے پنکھوں اور فانوس وغیرہ کو تلاشی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک نے اپنے ٹیم لیڈر سے کہا "سر! ہم نے جو خفیہ مائک اس کمرے میں لگائے تھے ان کے تار کٹے ہوئے ہیں۔"

ایک مسلح شخص غسل خانے سے بھری ہوئی بالٹی لے آیا تھا اور اس کا تمام پانی گولڈن برین پر ڈال رہا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ایک ہی لمحہ نشے میں اس کا نشہ ہرن ہو گیا تھا۔ پھر مسلح افراد کے لیڈر کو دیکھ کر بولا "مسٹر واکر! یہ تم ہو؟"

واکر نے کہا "ہاں میں ہوں۔ دو سرا گھونسا کھانے سے پہلے کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ صوفے اور میز کا سہارا لیکر اٹھتے ہوئے بولا "میں گولڈن برین ہوں۔ اور تم ہماری خفیہ فورس کے کمانڈر ہو۔ میرے ماتحت ہو اور مجھے گھونسا مارنے کی دھمکی دے رہے ہو۔"

کمانڈر واکر نے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا "اب تم گولڈن برین نہیں رہے۔ ایک حقیر کیڑے رہ گئے ہو۔ میں ابھی تمہیں جوتے سے مسل ڈالوں گا۔"

گولڈن برین پیٹر ایوان کی بیوی نے کہا "کچھ تو بتاؤ کہ میرے شوہر کو کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے؟"

"یہ تمہارا شوہر پیٹر ایوان اپنے ان اکابرین کو دھوکا دیتا آ رہا ہے جو گولڈن برنیز کے درمیان دو بڑے کہلاتے ہیں اور جن کے احکامات پر باقی تین گولڈن برنیز عمل کرتے ہیں۔ ان

دو اکابرین کے حکم سے تینوں گولڈن برینز کے گھروں میں خفیہ مائک رکھے گئے ہیں۔ یہ مائک ہر کمرے' کچن' اسٹور اور ہر باتھ روم میں ہیں۔ لیکن اس کمبخت نے اس کمرے کے مائک کے تار کاٹ دیے۔"

اس نے کمبخت کو گھور کر دیکھا پھر کہا "تار کاٹنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اپنے اکابرین سے اپنی شراب نوشی کی عادت چھپاتا تھا۔ یہاں بیٹھ کر پیتا تھا تاکہ پینے کے دوران اس کی گفتگو دوسری جگہ نہ سنی جا سکے اور ریکارڈ کی جا سکے۔"

کمانڈر واکر نے ایک ذرا توقف سے کہا "یہ ہر رات گھر آکر تمہارے ساتھ بیڈ روم میں جاتا تھا۔ وہاں اس کے سو جانے تک اس کی آواز دوسری طرف ریکارڈ ہوتی تھی۔ آج پتا چلا یہ تمہارے ساتھ بیڈ روم میں سوتا نہیں تھا۔ چپ چاپ دبے قدموں اس کمرے سے چل کر یہاں آتا تھا اور شراب پی کر بکواس کرتا تھا۔ آج بھی یہ باتیں ہمیں معلوم نہ ہوتیں۔ مگر چور کی چوری زیادہ عرصہ چھپی نہیں رہتی۔ کیا تم جانتے ہو کہ آج تمہارا مقدر کیسے بگڑ گیا ہے؟"

اپنے عہدے کی بلندی سے گرے ہوئے گولڈن برین نے کمانڈر واکر کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ کمانڈر نے کہا "سنو! ہمارا ایک گولڈن برین جان فراسٹ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کی گرفت میں آگیا ہے۔"

میں اور لیلیٰ یہ انکشاف سن کر چونک گئے۔ میں نے معزول گولڈن برین کی زبان سے پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ایک گولڈن برین کے دماغ میں کوئی آتا جاتا ہے؟"

کمانڈر واکر نے کہا "میں بیان کر چکا ہوں کہ ہر گولڈن برین کی رہائش گاہ کے ہر حصے میں خفیہ مائیک رکھے گئے ہیں۔ دوسری طرف کے ریکارڈر نے بتایا کہ گولڈن برین جان فراسٹ اچانک کمزوری میں مبتلا ہو گیا ہے اور کچھ بولتے ہوئے زبان لڑکھڑا رہی ہے۔ مارتھا کی آواز سے پتا چلا وہ ڈاکٹر کو فون کرنے جا رہی ہے لیکن اس نے فون نہیں کیا۔ ریسیور اٹھا کر تھوڑی دیر کھڑی رہی ... پھر کچھ سنے بغیر بولی 'شکریہ ڈاکٹر! آپ جلد آنے کی کوشش کریں۔' یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ تم پوچھو گے ہمیں فون والی باتیں کیسے معلوم ہوئیں تو اطلاع کے لئے عرض ہے کہ تمام گولڈن برینز کی ٹیلی فون کالیں بھی ریکارڈ کی جاتی ہیں۔"

میں نے لیلیٰ سے کہا "گڑبڑ ہو گئی۔ ہماری بہت بڑی کامیابی' ناکامی میں بدل رہی ہے۔"

ادھر کمانڈر واکر کہہ رہا تھا "گولڈن برینز کے دو اکابرین نے سمجھ لیا کہ مارتھا اور جان فراسٹ کے ساتھ ٹیلی پیتھی کا چکر چل رہا ہے۔ میں اپنی فورس کے ساتھ جان فراسٹ کے بنگلے میں گیا۔ ... احاطے میں اس کے خونخوار کتوں کو گولیاں مارنی پڑیں پھر ان کی

خواب گاہ میں جا کر دیکھا۔ دونوں میاں بیوی گہری نیند میں تھے۔ میں نے انہیں جگایا اور پوچھا تم دونوں کے ساتھ کچھ غیر معمولی باتیں ہو رہی ہیں؟ انہوں نے انکار کیا اور یقین دلانا چاہا کہ دونوں نارمل ہیں۔ بات سمجھ میں آگئی' وہ نارمل نہیں تھے' خفیہ عمل کے ذریعے سحر زدہ کئے گئے تھے۔ میں نے ان کی موت کا حکم سنایا ... میرے آدمیوں نے فوراً ہی مارتھا اور جان فراسٹ کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ اب تم دونوں کی باری ہے۔"

میں نے لیلیٰ سے کہا "سونیا کے پاس چلو۔"

وہ بولی "ان میاں بیوی کو ہلاکت سے نہیں بچائیں گے؟"

"انہیں بچانے کے لئے کمانڈر واکر کے دماغ میں جا کر اس کا فیصلہ بدلنا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کمانڈر یوگا کا ماہر ہو۔ اگر نہ ہوا اور اس نے ہمارے مرضی کے مطابق فیصلہ بدل دیا تو ان میاں بیوی کی موت پھر بھی نہیں ٹلے گی۔ دو پُراسرار گولڈن برینز اپنی فورس کے دوسرے افسر کے ذریعے انہیں ہلاک کر دیں گے۔"

لیلیٰ کو یہ باتیں سمجھانے تک ادھر کمانڈر کے آدمیوں نے دوسرے گولڈن برین اور اس کی بیوی کو بھی گولیوں سے چھلنی کر ڈالا۔ میں نے سونیا کے پاس آکر اسے تمام واقعات سنائے۔ سونیا نے کہا "افسوس' اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد ایک پاپڑ بھی ہمارے استعمال میں نہ آیا۔"

لیلیٰ نے کہا "سسٹر! ابھی تیسرا گولڈن برین زندہ ہوگا۔"

"ہماری کوششوں کے باوجود وہ تیسرا بھی نہیں بچے گا۔ وہ دو عدد پُراسرار گولڈن برینز ہیں' وہ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو اسی طرح ناکام بنا سکتے ہیں کہ تیسرا گولڈن برین بھی نابود ہو جائے اور ان دو اہم گولڈن برینز تک پہنچنے کے تمام راستے ہمارے لئے بند ہو جائیں۔"

میں نے کہا "چلو اچھا ہے' ہمارے حصے میں بھی ناکامیاں آنی چاہئیں۔ ویسے سونیا نے تل ابیب پہنچتے ہی جس تیزی کے ساتھ تین کو بے نقاب کیا ہے اس سے باقی دو گولڈن برینز پریشان اور سہمے ہوئے رہیں گے۔ سونیا کو ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں گے۔"

لیلیٰ نے پوچھا "سسٹر! آپ بہت محتاط رہتی ہیں۔ پھر بھی پوچھ رہی ہوں کیا دشمن کسی وجہ سے آپ کو پہچان سکتے ہیں؟"

"خدا کو منظور ہو تو پہچان لیں گے۔"

"ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کی رہائش گاہ کہاں ہے؟"

"سلطانہ کو معلوم ہے۔ مگر میں صبح یہاں سے دوسری جگہ چلی جاؤں گی۔"

میں نے پوچھا "تم یہاں کس روپ میں' کس حیثیت سے ہو ... کیا جگہ تبدیل کرنے سے تم پر شبہ نہیں کیا جائے گا؟"

"میں ایسے روپ اور ایسی حیثیت میں ہوں کہ شبہ نہیں کیا جائے گا۔ میں نے یہ نہیں پوچھا ہے کہ تم اور لیلیٰ کن ناموں سے یہودی میاں بیوی کا رول ادا کر رہے ہو۔ تم بھی مجھ سے نہ پوچھو۔ ... پاپا ڈوک کا برین آپریشن ہو چکا ہے۔ وہ جب بھی خیال خوانی کے قابل ہوگا اور ہم میں سے کوئی دماغی کمزوری کے باعث اس کے ہتھے چڑھے گا تو وہ اس کے ذریعے دوسروں تک بھی پہنچ جائے گا۔"

اتنے میں سلطانہ نے آکر کہا "سسٹر! ایک بری خبر سنانے آئی ہوں۔"

سونیا نے کہا "ہمیں پتا ہے تم یہی خبر سناؤ گی کہ تیسرا گولڈن برین بھی اپنی بیوی کے ساتھ مارا گیا ہے۔ اور مارنے والے دو پُراسرار گولڈن برینز کے خاص آدمی ہیں۔"

"جی ہاں۔ یہی بات ہے۔"

"اس بات کو اب بھول جاؤ۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جان گاؤدی پر توجہ دو۔ اگرچہ وہ دو گولڈن برینز اب بہت زیادہ محتاط ہو گئے ہوں گے' جان گاؤدی کے سلسلے میں اپنی حکمتِ عملی بدل چکے ہوں گے۔ تاہم ہماری کوشش یہ ہوگی کی گاؤدی ان کے کسی کام نہ آئے۔ اسرائیل میں پاپا ڈوک کے علاوہ گاؤدی کا اضافہ ہو گا تو اس ملک میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو جائیں گے۔"

میں نے کہا "انشاءاللہ میں یہودیوں کے پاس ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں کو رہنے نہیں دوں گا۔ اگر ہم جان گاؤدی کو بیچ سمندر والی پہاڑی سے غائب کر دیں تو دونوں گولڈن برینز اور یہاں کے دوسرے اکابرین ہم سے سمجھوتا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے' ایسے وقت ہم یہ شرط پیش کریں گے کہ وہ راحیلہ کو بحفاظت خصوصی طیارے میں پیرس پہنچا دیں۔ اگر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور وہ بخیریت پیرس پہنچ جائے گی تو اس کے بعد ہم یہودی اکابرین کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

سونیا نے کہا "وہ صرف یہ چاہیں گے کہ میں اس ملک سے چلی جاؤں۔ میری موجودگی انہیں بے چین اور بے خوابی میں مبتلا رکھے گی۔"

میں نے کہا "سونیا! میرا ایک مشورہ مانو اور یہاں سے چلی جاؤ۔"

"تم اس لئے مشورہ دے رہے ہو کہ پاپا ڈوک کو برین آپریشن کے بعد صحت یاب ہونے اور دماغی توانائی حاصل کرنے میں ایک دو ماہ لگیں گے۔ یعنی اسے جہنم میں پہنچانے کے لئے مجھے اتنے عرصے تک یہاں بیکار بیٹھنا ہوگا۔"

"ہاں یہ بات بھی ہے اور یہ بھی کہ ہم دونوں کو ایک ہی ملک اور ایک ہی شہر میں نہیں رہنا چاہئے۔"

"میں تمہاری یہ دوسری بات تسلیم کرتی ہوں۔ ہمیں ایک ہی شہر میں نہیں رہنا چاہیے۔ دشمنوں کے لئے سہولت فراہم نہیں کرنا چاہئے۔ میں نے ابھی کہا تھا کہ اپنی موجودہ رہائش گاہ چھوڑ رہی ہوں اور اسی لئے چھوڑ رہی ہوں کہ ہم ایک شہر میں نہ رہیں۔ میں صبح یروشلم جا رہی ہوں۔"

"لیکن ملک تو ایک ہی ہے۔"

"تم مجھے اس ملک سے بھگانا کیوں چاہتے ہو؟"

"بھئی میں مشورہ دے رہا ہوں۔"

"جب تم اس ملک میں آنا چاہتے تھے تو میں نے مشورہ دیا تھا کہ نہ جاؤ۔ اگر پاپا ڈوک تمہارے ہاتھوں سے مارا جائے گا تو ہماری دنیا میں فرہاد کی واپسی کا بھید کھل جائے گا۔"

"اور میں نے وعدہ کیا تھا کہ پاپا ڈوک تمہارے ہاتھوں مارا جائے گا۔ میں یہاں راحیلہ کے لئے آیا تھا۔ اب دوسرے مسائل بھی ہیں۔ ہم نے جے مورگن کو چھپا رکھا ہے۔ اندیشہ ہے کہ وہ اپنی کسی حماقت سے پھر یہودیوں کی قید میں نہ چلا جائے۔ ... اس کے علاوہ جان گاؤدی کو بھی اس بپاڑی سے نکالنا ہے۔"

"یہ کام میں بھی کر سکتی ہوں۔ تم کسی دوسرے ملک میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے تعاون کر سکتے ہو۔ پھر تمہارا یہاں رہنا کیا ضروری ہے؟"

"بہت خوب! میں تمہیں جانے کے لئے کہہ رہا ہوں' جواباً تم مجھے بھگا رہی ہو۔"

"عقل کہتی ہے اگر اتفاق سے یا حادثاتی طور پر پاپا ڈوک تمہارے ہاتھوں مارا جائے گا تو بات بگڑ جائے گی۔ مجھ سے بحث نہ کرنا جب یہ پیش گوئی عام ہو چکی ہے کہ وہ جادوگر فرہاد یا سونیا کے ہاتھوں قتل ہوگا تو دشمن یہی سمجھ رہے ہیں کہ سونیا کے ہی ہاتھوں سے قتل ہوگا کیوں کہ فرہاد تو مر چکا ہے۔ اس لئے اے عقلمند مُردے یہاں سے جاؤ اور دنیا کے کسی بھی ملک میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ رکھو۔"

لیلیٰ نے مجھ سے کہا "سسٹر درست کہتی ہیں۔ ہمیں واپس جانا چاہئے۔"

لیلیٰ اس کی تائید کر رہی تھی۔ اور کیوں نہ کرتی! تل ابیب میں رہنے سے سونیا اسے کچھ روز کے لئے اپنی پاس بلا لیتی بلکہ بلا چکی تھی۔ اگر ہم یہاں سے چلے جاتے تو پھر ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے۔ لیلیٰ سے مجھے اتنی محبت اور توجہ مل رہی تھی کہ میں بھی اس کے بغیر نہیں رہنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "اچھی بات ہے سونیا! مجھے یہاں سے جانا چاہئے یا نہیں اس کا فیصلہ صبح کروں گا۔"

وہ مسکراتی ہوئی بولی "یہ بات ہوا میں لکھ لو۔ تم صبح واپس جانے کا فیصلہ کرو گے۔"

"تم پکی چڑیل ہو۔ لیلیٰ کی تائید نے تمہیں سمجھا دیا کہ یہی فیصلہ ہوگا۔ بہرحال میں جان گاؤدی کے پاس جا رہا ہوں' اس کے بعد آرام سے سو جاؤں گا۔"

سونیا نے کہا "جے مورگن کی بھی خبر رکھو۔ اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ارادے کمزور ہوتے ہیں۔ کوئی غلطی نہ کر بیٹھے"

سلطانہ نے کہا "سسٹر! میں جے مورگن کے پاس جارہی ہوں۔"

میں لیلیٰ کے ساتھ اپنی جگہ حاضر ہوا۔ وہ میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "ایک بچ رہا ہے۔ یہ سونے کا وقت ہے۔ کیا ابھی جان گاؤدی کے پاس جانا ضروری ہے؟"

"تم بھی چلو، ہم جائیں گے اور تھوڑی دیر میں چلے آئیں گے۔"

"ہم اکثر تھوڑی دیر کے لئے خیال خوانی کرتے ہیں پھر کسی معاملے میں الجھ کر رات سے صبح کردیتے ہیں۔"

"بھئی جان گاؤدی سمندر کے بیچ میں ہے۔ اس پہاڑی پر کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ وہاں اس کا دل بہلانے کے لئے صرف نیپا شلوم ہے۔ ہم کسی مسئلے میں نہیں الجھیں گے۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اپنے ٹارگٹ تک پہنچنا چاہا۔ لیکن وہ بیہوش تھا۔ میں نے واپس آکر لیلیٰ سے کہا "وہ بیہوش ہے۔"

وہ بولی "آخر الجھ گیا نا معاملہ؟"

"میں ابھی سلجھاتا ہوں۔"

"اس طرح صبح ہوجائے گی۔"

"نہیں ہوگی۔ بس ابھی آتا ہوں۔"

اس کی بیہوشی کی وجہ معلوم کرنے کے بہت سے ذرائع تھے۔ ان میں ایک نیپا شلوم تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ پہاڑی کی بلندی پر ایک درخت کے سائے میں بیٹھی ہوئی تھی، اس کی سوچ نے بتایا کہ سامنے والے بڑے سے خیمے میں جان گاؤدی کا برین آپریشن ہورہا ہے۔

اس بات نے مجھے چونکا دیا۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اتنا مشکل ترین آپریشن اس پہاڑی پر آکر کریں گے۔ نیپا کی سوچ نے بتایا۔ ایک گھنٹا پہلے ایک ہیلی کاپٹر میں آپریشن کا تمام سامان اور بڑی بڑی متعلقہ مشینیں آئی تھیں۔ دو نہایت تجربہ کار ڈاکٹر جو پاپاڈوک کے برین کا کامیاب آپریشن کر چکے تھے۔ وہ ڈاکٹر چار جونیئر ڈاکٹروں اور نرسوں کے ساتھ تھے۔ انہوں نے آتے ہی آپریشن کی تیاریاں شروع کردی تھیں اور جان گاؤدی کو بیہوش کردیا تھا تاکہ ہم خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ میں پہنچ کر کوئی گڑبڑ نہ کریں۔

ایسے بڑے اور خطرناک آپریشن، جن میں مریضوں کی جان جانے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے، ایسی بے احتیاطی سے کسی ویرانے میں نہیں کئے جائے جبکہ برین آپریشن نہایت مشکل اور جان لیوا ہوتا ہے۔ جس بے احتیاطی اور افراتفری سے وہ جان گاؤدی کا آپریشن کررہے تھے اس کے پیش نظر ناکامی کے امکانات زیادہ تھے۔ وہ سخت جان نہ ہوتا تو مرسکتا تھا۔

اور اس کی موت کا کسی کو افسوس نہ ہوتا۔ گولڈن برنیز اور دوسرے یہودی اکابرین نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ فوراً ہی گاؤدی کا برین آپریشن نہ کیا گیا تو سونیا اور اس کے آدمی بھی جے مورگن کی طرح اسے بھی اغوا کرلیں گے۔ وہ گاؤدی کو ہمارے ہاتھ نہیں لگنے دینا چاہتے تھے۔ اس لئے اس کی امکانی موت کی پروا کئے بغیر آپریشن کررہے تھے۔

میں نے لیلیٰ سے کہا "سونیا کے پاس آؤ۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر اسے جان گاؤدی کے حالات بتائے۔ لیلیٰ نے مجھ سے کہا "آپ پاپاڈوک کے کمزور دماغ میں رہ کر ان ڈاکٹروں کی آوازیں سن چکے ہیں جو برین آپریشن کرتے ہیں۔"

"ہاں، دو ڈاکٹروں اور دو اسپیشل نرسوں کے دماغوں میں جا سکتا ہوں۔"

"تو پھر ان کے دماغوں میں جاکر گاؤدی کو آپ بچا سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "میں اسے آپریشن سے بچا سکتا ہوں۔ لیکن یہودی اکابرین کو معلوم ہوجائے گا کہ ہم ان ڈاکٹروں اور نرسوں کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "فرہاد ان ڈاکٹروں اور نرسوں کے دماغوں میں رہ کر یہ معلوم کرے گا کہ پاپاڈوک کی نئی آواز اور لہجہ اور اس کی نئی صورت اور نیا نام کیا ہے؟ اگر یہودی اکابرین کو معلوم ہوگا کہ ہم ان ڈاکٹروں کے اندر سے معلومات حاصل کررہے ہیں تو وہ لوگ اپنے اہم اور وفادار ڈاکٹروں کو بھی گولی ماردیں گے۔"

میں نے کہا "ہمیں ایسی حرکتیں کرنی چاہئے جس سے دشمنوں کو یقین ہوجائے کہ ہم بے بس ہیں اور جھنجلا کر الٹی سیدھی حرکتیں کررہے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"اس پہاڑی پر بمباری کراؤں گا۔"

"اس حرکت سے جان گاؤدی اور وہ ڈاکٹر مرسکتے ہیں۔"

"سونیا! دونوں ڈاکٹر ہمارے لئے اہم ہیں۔ میں ان پر آنچ آنے نہیں دوں گا۔ پہلے گاؤدی کی پوزیشن معلوم کرتا ہوں۔ پھر ایکشن شروع کروں گا۔"

میں نے ایک ڈاکٹر کے دماغ میں آکر معلوم کیا۔ وہ آپریشن کے دوران پریشان تھا۔ بار بار اُس بریدنگ۔ بیگ کو دیکھ رہا تھا جو جان گاؤدی کی سانسوں کی ڈوبتی ہوئی رپورٹ پیش کررہا تھا۔ دوسرے ڈاکٹر کی سوچ نے کہا "ہمارے اکابرین برین آپریشن کو بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں۔ بیچارہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تو اب گیا

ی گیا۔"

میں نئے جنرل کے دماغ میں گیا۔ وہ اتنی رات کو ہیڈ آفس ں دوسرے افسران کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ جان گاؤدی کے آپریشن کے نتیجے کا انتظار کررہا تھا۔ میں اسے وہاں سے اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ٹرا نسٹر کے ذریعے اس میجر سے رابطہ قائم کیا، جو سمندر کے ساحلی علاقے میں ڈیوٹی پر تھا۔ اس ساحل سے بہت دور وہ پہاڑی نظر آتی تھی، جہاں ابھی گاؤدی کا آپریشن ہورہا تھا۔

جنرل نے اس میجر سے کہا "الرٹ ہو جاؤ۔ ہمارے دشمن سامنے والی پہاڑی پر پہنچ گئے ہیں اور جان گاؤدی کو اغوا کرنا چاہتے ہیں۔ جوانوں کو فوراً حکم دو کہ توپوں کے دہانے کھول دیں۔"

میجر نے توپ خانے کے افسر کو حکم دیا۔ میں افسر کے اندر آگیا۔ اس کے حکم سے توپیں چلنے لگیں۔ ان کے گولے کبھی سمندر میں اور کبھی پہاڑی کے دامن میں جاگر رہے تھے۔ فاصلہ بہت زیادہ تھا اس لئے وہ گولے پہاڑی کی بلندی تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ کسی ڈاکٹر اور نرس کو نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔

ڈاکٹروں کے ساتھ آنے والے فوجیوں نے ٹرانسٹر کے ذریعے پوچھا "یہ ہم پر گولے کیوں برسائے جارہے ہیں؟"

ساحل سے میجر نے کہا "ہمیں حکم ملا ہے کہ ہم دشمن کو گاؤدی کے اغوا کا موقع نہ دیں۔ ہمیں بتاؤ کیا دشمن کامیاب ہورہے ہیں؟"

پہاڑی سے کہا گیا "یہاں کوئی دشمن نہیں ہے۔ پھر گاؤدی کو کون اغوا کرے گا۔ وہ تو مرچکا ہے، آپریشن ناکام رہا ہے۔"

میجر نے گولہ باری بند کرنے کا حکم دیا۔ پھر جنرل سے رابطہ کرکے پوچھا "آپ نے پہاڑی پر بمباری کا حکم کیوں دیا تھا؟"

جنرل نے کہا "میں نے تمہیں کوئی حکم نہیں دیا تھا۔"

میجر نے ٹرانسٹر کی ٹیپ کی ہوئی گفتگو سنائی تو جنرل پریشان ہوگیا۔ یہ بات دو گولڈن برنیز اور اعلیٰ حکام کو معلوم ہوئی۔ میں نے اور لیلیٰ نے جنرل اور دوسرے حکام کے دماغوں میں رہ کر دیکھا، وہ لوگ بڑی تشویش میں مبتلا تھا۔ سب ہی کہہ رہے تھے کہ سونیا نے پچھلے آٹھ گھنٹوں میں زبردست حملے کئے ہیں۔ گولڈن برنیز کے شعبے میں زلزلہ پیدا کردیا۔ تین گولڈن برنیز بے موت مارے گئے۔ اگر سونیا ایک دن پہلے قتل ایبب آجاتی تو پاپاڈوک کا بھی برین آپریشن نہ ہونے دیتی۔

ان کا خیال تھا کہ پہاڑی پر ہونے والا برین آپریشن کامیاب ہوجاتا لیکن اچانک بمباری کے باعث ڈاکٹر وغیرہ پریشان ہوگئے جس کے باعث آپریشن ناکام ہوا اور جان گاؤدی مرگیا۔ جنرل نے کہا "سونیا کے خیال خوانی کرنے والے ہمارے ڈاکٹروں کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اگر پہنچتے تو میرے دماغ پر قبضہ جماکر پہاڑی پر بمباری نہ کراتے۔"

ایک حاکم نے تائید کی "آف کورس، یہی بات ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ گاؤدی ان کے ہاتھ نہیں آئے گا تو انہوں نے اسے ہمارے پاس بھی رہنے نہیں دیا۔"

ایک گولڈن برین نے ٹرانسٹر کے ذریعے ان سے کہا "سونیا نے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو ہمارے فوجی افسران کے دماغوں میں پہنچایا پھر ان افسران سے پہاڑی پر بمباری کرائی۔ آپ حضرات ذرا غور کریں کہ تمام توپوں کا رخ پہاڑیوں کی طرف سے ہمارے شہر کی طرف ہوجائے اور ہماری فوج طیاروں اور راکٹوں کے ذریعے اپنے ہی شہروں پر حملے کرے تو ہمارا ملک کہاں رہے گا؟"

جنرل نے کہا "ہم بھی یہی سوچ رہے ہیں کہ پہاڑی پر جو بمباری ہوئی ہے، وہ سونیا کی طرف سے ایک چیلنج ہے۔ وہ ہماری فوج کو اور ہم سب کو ہمارے ہی ملک کے خلاف استعمال کرسکتی ہے۔ ہمارے گولہ بارود سے ہمارے ہی شہروں کو کھنڈر بنا سکتی ہے۔"

گولڈن برین نے کہا "ہماری ایک غلطی سے ایسا ہوا ہے۔ پاپاڈوک نے ہمارے ملک کا وفادار رہنے کے لئے شرط پیش کی تھی کہ وہ راحیلہ کو اس ملک میں لائے گا اور اسے اغوا کرنے کے لئے ہم اپنے ہیلی کاپٹرز اور سراغ رسانوں وغیرہ کے ذریعے اس

کی بھرپور مدد کریں اور ہم نے مدد کی۔ راحیلہ کو یہاں قید کر کے سونیا سے دشمنی مول لی۔"

ایک حاکم نے کہا "پاپاڈوک نے یقین دلایا تھا کہ وہ سونیا کے خیال خوانی کرنے والوں کو مُنہ توڑ جواب دے گا۔ وہ اپنے وعدے کے مطابق جان گاؤدی کو ہمارا قیدی بنا چکا تھا۔ مگر سونیا کی چال تب سمجھ میں آتی ہے جب نتیجہ سامنے آتا ہے۔ اس کمبخت کے خیال خوانی کرنے والے نے ایک ڈی سونیا کو پاپاڈوک کے سامنے پہنچا کر اس جادوگر کو ہمارا دشمن بنا دیا۔ ہمیں مجبوراً پاپاڈوک کا برین آپریشن کرنا پڑا۔ دوسری طرف وہ بلا اپنی چالیں چلتی رہی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن کو ہماری قید سے آزاد کرا لیا' گاؤدی کو مار ڈالا۔ اب دیکھا جائے تو ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی نہیں ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "پاپاڈوک مہینے دو مہینے میں ہمارے کام کے قابل ہو سکے گا۔"

فوج کے کرنل نے کہا "سونیا ہمیں پاپاڈوک سے بھی فائدہ اٹھانے نہیں دے گی۔ اسے آپریشن کے نتیجے میں نئی زندگی اور نیا دماغ ملنے تک وہ ہماری فوج کو اپاہج بنا دے گی۔"

گولڈن برین نے کہا "میں اسی سلسلے میں بات کرنے آیا ہوں۔ دوسرے گولڈن برینز اور ہماری خفیہ مشاورتی مجلس کا فیصلہ ہے کہ ہم جلد از جلد اپنی شکست کا اعتراف کر لیں اور آئندہ ہونے والی تباہیوں کو پیشِ نظر رکھ کر سونیا سے سمجھوتا کر لیں۔ اس کی تمام جائز اور ناجائز شرائط مان کر نہایت محبت اور دوستی کے ساتھ اپنے ملک سے رخصت کر دیں۔"

کرنل نے کہا "یہی ایک راستہ رہ گیا ہے۔ جب وہ دشمن نہیں رہے گی تو ہماری فوج کے کسی افسر کے دماغ میں اس کے آدمی نہیں آئیں گے۔"

گولڈن برین نے کہا "ہمیں ایک سچائی کو تسلیم کرنا چاہئے کہ سونیا کے خیال خوانی کرنے والے کبھی ہمارے ملک اور ہماری فوج کی طرف رخ نہیں کرتے ہیں۔ ہم خود ہی انہیں دشمن بناتے ہیں پھر خود ہی معافی مانگتے ہیں۔"

جنرل اور اعلیٰ حکام نے اعتراف کیا اور عہد کیا کہ آئندہ سونیا اور بابا صاحب کے ادارے سے دشمنی نہیں کریں گے۔

کرنل نے کہا "ہمیں سونیا سے جلد ہی رابطہ کرنا چاہئے۔"

دوسرے افسر نے کہا "وہ روپوش رہتی ہے۔ اس سے کس طرح رابطہ ہو گا؟"

گولڈن برین نے کہا "میں سونیا کے خیال خوانی کرنے والوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اب وہ ہمارے حکام اور افسران کے دماغوں میں خاموش نہ رہیں۔ ہم سے کچھ بولیں۔ سونیا سے ہمارے ایک سوال کا جواب حاصل کریں۔ سوال یہ ہے کہ ہم نے راحیلہ کو اغوا کر کے جو غلطی کی ہے کیا مادام سونیا ہمیں اس کی تلافی کا موقع دیں گی؟"

میں نے لیلیٰ سے کہا "دیکھو' یہ گولڈن برین کتنے تیز اور کتنے پُراعتماد ہیں' مجھے بولنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ تم سونیا کے پاس آتی جاتی رہو اور اسے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سناتی رہو۔"

پھر میں نے ایک افسر کی زبانی کہا "میں برائن وولف تم لوگوں سے مخاطب ہوں۔ اور دو گولڈن برینز کو سونیا کے ہاتھوں سے بچ نکلنے کی مبارک باد دیتا ہوں۔ سونیا کی زندگی میں ایسے دشمن بہت ہی کم آئے ہیں جیسے کہ یہ دو گولڈن برینز ہیں۔ انہوں نے بڑی ذہانت سے اور بڑی تیزی سے تین گولڈن برینز کو راستے سے ہٹا کر سونیا کی بازی پلٹ دی۔ سونیا نے خوش ہو کر دونوں کو اس کامیابی پر مبارک باد دی ہے۔"

ٹرانسمٹر کے اسپیکر سے گولڈن برین نے کہا "مادام بڑی فراخ دل ہیں۔ ان کی مبارک باد ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔"

میں نے کہا "راحیلہ کو اغوا کر کے اور یہاں لا کر اسے قیدی بنانے کی جو حماقت کی گئی ہے اس کی تلافی کا وقت گزر چکا ہے کیوں کہ اب راحیلہ ہمارے پاس ہے۔ تمہارے پاس ہوتی تو تم اسے ہمارے حوالے کر کے غلطی کی تلافی کر سکتے تھے۔ اب کیسے کرو گے؟"

"اب بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ مادام اپنی کچھ شرائط ہم سے منوا سکتی ہیں۔ ہم راحیلہ کو خصوصی طیارے میں پیرس پہنچا سکتے ہیں۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن سے بھی..... دست بردار ہو سکتے ہیں۔ اور یہ تحریری معاہدہ کرنے کو تیار ہیں کہ آئندہ کبھی سونیا کو اور بابا صاحب کے ادارے کو شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تم لوگ جب چاہتے ہو کھیل شروع کر دیتے ہو اور جب چاہتے ہو' بھاری بھاری شرائط مان کر کھیل ختم کر دیتے ہو۔ جو زبان کے پکے نہیں ہوتے وہ تحریری معاہدے کے بھی پابند نہیں رہتے۔ پھر بھی میں سونیا سے پوچھتا ہوں اور ابھی آکر اس کا جواب سناتا ہوں۔"

لیلیٰ یہاں کی باتیں سونیا کو بتا کر آئی تھی۔ میں نے کہا "تم ان میں سے کسی کے بھی دماغ میں رہو' میں ابھی آتا ہوں۔"

میں سونیا کے پاس آیا وہ بولی "ان یہودیوں سے کئی بار دوستی کی اور نقصان اٹھاتے رہے۔ آخری بڑا نقصان ہمیں شیبا کی موت کی صورت میں ملا۔ اس کے بعد وہ اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کے ذریعے پارس کو پھانسنا چاہتے تھے۔ پھر پاپاڈوک کے طلسم اور ٹیلی پیتھی کا سہارا لیا تو یہ راحیلہ کو اٹھا کر لے آئے۔ ان کمبختوں کو جب بھی کہیں سے قوت اور بڑی امداد حاصل ہوئی ہے مسلمانوں کی تباہی کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔"

"یعنی تم سمجھوتا نہیں کرو گی؟"

"سمجھوتا نہ کرنے والے ضدی اور مغرور ہوتے ہیں۔ میں مغرور کہلانا نہیں چاہتی۔ ہم سمجھوتا کریں گے مگر ان پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔"

"اچھی بات ہے' میں اپنے طور پر ان سے معاملات طے کروں گا۔"

میں پھر اس افسر کے پاس آکر اس کی زبان سے بولا "سونیا کہتی ہے' ہم نے بارہا تم سے دوستی کی اور بارہا تمہاری طرف سے دشمنی ملی۔ فرہاد کا پورا خاندان شیبا کی موت کو نہیں بھلائے گا۔"

گولڈن برین نے کہا "آخری بار ہم پر بھروسا کرو۔ اگر اب تمہارے اعتماد کو کبھی ٹھیس پہنچے تو ہم بدترین مجرم کی سزا پانے کو تیار رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے' ہم آخری بار اس شرط پر بھروسا کر سکتے ہیں کہ تمہارا کوئی راز ہم سے چھپا نہ رہے۔ تمہاری فوج کے اعلیٰ افسران کا فی الحال کہیں تبادلہ نہ ہو اور ان کی جگہ یوگا کے ماہر افسران کی تقرری نہ ہو۔ ایسا ہوا تو دوستی کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا اور ہم تمہاری ہی فوج کے جونیئر افسروں کے ذریعے یوگا کے ماہر افسران کو گولی مار دیں گے۔"

"مسٹر وولف! سونیا کی یہ پہلی شرط کسی بھی ملک کے لئے قابلِ قبول نہیں ہو گی۔ دنیا کا ہر ملک اپنے فوجی راز دوسروں سے چھپاتا ہے۔"

"ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر ملک کے فوجی راز تک پہنچ جاتے ہیں۔ تمہارے راز بھی جانتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم نے کبھی اس بات کا چرچا نہیں کیا کہ امریکا تمہیں عربوں کے خلاف کس قدر فوجی اور مالی امداد دیتا رہتا ہے اور مشرقِ وسطیٰ کے بادشاہوں کے سامنے تمہیں ایک زبردست دہشت بنا رہا ہے۔ ہم تمہارے خلاف اس لئے چرچا نہیں کرتے کہ مسلمان جان بوجھ کر کمزور بن رہے ہیں۔ وہ برے دنوں میں خدا کو بھول کر امریکا کو پکارتے ہیں اور امریکا ہی کی گود میں جا کر بیٹھتے ہیں' یہ اچھی طرح سمجھتے ہوئے کہ امریکا اور اسرائیل باپ بیٹے ہیں اور باپ ہمیشہ اپنے بیٹے کی ہی بھلائی چاہے گا۔ بہرحال سونیا کی پہلی شرط اٹل ہے۔"

"مسٹر وولف! پلیز سونیا کو سمجھاؤ۔ ہم اپنی بحری' بری اور فضائی افواج میں زبردست تبدیلیاں کر رہے ہیں۔"

"وہ زبردست تبدیلیاں یہ ہیں کہ یوگا کے ماہر افسران لائے جائیں گے یا پھر تمام فوجی معاملات اور اختیارات گولڈن برینز کے ہاتھوں میں رہیں گے تاکہ ہم خیال خوانی کرنے والے تمہارے افسران کے دماغوں میں جا کر تمہاری فوج کو اپنے طور پر استعمال نہ کر سکیں۔ ہمارا نیک مشورہ ہے کہ اپنی افواج میں زبردست تبدیلیاں کرنا بھول جاؤ۔"

"ہم اس شرط پر غور کرنے کے بعد جواب دیں گے۔ دوسری شرط کیا ہے؟"

میں نے کہا "تمام گولڈن برینز اپنی اصلی آواز اور لہجہ مجھے سنائیں گے اور میں وقتِ ضرورت ان سے دماغی رابطہ رکھوں گا۔"

گولڈن برین نے فوراً ہی کہا "ہرگز نہیں۔ ہمارے دماغوں تک کبھی کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ مادام سونیا دوستی نہ کرنے والی باتیں کر رہی ہیں۔ ایسی شرائط پیش کر رہی ہیں جو کبھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتیں۔ کیا تم لوگ ہمارے گلے پر چاقو رکھ کر دوستی کرنا چاہتے ہو؟ کیا یہ دانائی کی باتیں ہیں؟"

"اگر یہ نادانی ہے تو یہ ہم نے تم ہی لوگوں سے سیکھی ہے۔ جب تک تم لوگوں کی تمام کمزوریاں ہمارے ہاتھوں میں نہیں رہیں گی تب تک ہم تم پر بھروسا نہیں کریں گے اور جہاں بھروسا نہ ہو' وہاں دوستی نہیں ہو سکتی۔"

"سونیا کی دوسری شرط پر بھی غور کیا جائے گا۔ تیسری شرط کیا ہے؟"

"تیسری شرط نہیں' تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ سونیا تمہارا ملک چھوڑنے کے لئے تیار بیٹھی ہے۔ ہماری دو شرائط پر عمل کیا جائے تو وہ اسی دن یا اسی رات اس ملک سے چلی جائے گی۔"

"ہمیں کیسے یقین ہو گا کہ وہ جا چکی ہے؟"

"تمہیں یہ کیسے یقین ہوا کہ وہ اس ملک میں آئی ہوئی ہے؟"

"تم نے ہی ایک بار ہمیں بتایا تھا۔"

"تو میں ہی اس بار کہہ رہا ہوں کہ وہ چلی جائے گی۔ ذرا اس پہلو پر غور کرو کہ سونیا یہاں آئی ہی نہ ہو۔ جس طرح ہم نے ڈی سونیا کے ذریعے پاپاڈوک کو بے وقوف بنایا تھا اسی طرح ہم نے تمہیں خوفزدہ کرنے کے لئے جھوٹ کہا ہو کہ سونیا یہاں موجود ہے۔ جبکہ اس کا یہاں رہنا ضروری نہیں ہے۔ وہ دنیا کے کسی بھی ملک میں رہ کر ہمیں گائیڈ کرتی ہے۔ جب چاہے گی' پاپاڈوک کو اسرائیل سے باہر بلا کر جہنم میں پہنچا دے گی۔"

"مسٹر وولف! تم لوگوں کی ٹیلی پیتھی نے ہمیں بے بس کر دیا ہے۔ ہم جھوٹ اور سچ کو سمجھ نہیں پاتے۔ جب کوئی بات سمجھ میں آتی ہے تو پتا چلتا ہے وہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی' وہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کا تماشا ہوتا ہے۔"

میں نے کہا "تمہارے پاس بھی کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے آئے۔ تم لوگوں نے ان سے خاطر خواہ کام کیوں نہیں لیا؟"

گولڈن برین نے کہا "ہم سوچیں گے کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوتی رہیں اور ہم سوچیں گے کہ ہمیں سونیا کی شرائط پر

خود کو اور اپنی پوری قوم کو تم لوگوں کا غلام بنانا چاہتے یا نہیں؟ ہم چوبیس گھنٹے بعد جواب دیں گے۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر وہ شرائط بتائیں جو انہیں پیش کی تھیں۔ وہ ہنستے ہوئے بولی "تم نے انہیں غلام بنا دینے والی شرائط پیش کی ہیں۔ وہ کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔"

"ہاں۔ اب وہ جلد سے جلد ایسے اقدامات کریں گے کہ ان کی افواج ہماری ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہیں۔"

وہ بولی "یہ تو ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے سیکڑوں فوجی افسران کی جگہ یوگا کے ماہرین لے آئیں۔"

"فی الحال وہ بنیادی اہمیت رکھنے والے افسران کی جگہ یوگا کے ماہرین کو لائیں گے تاکہ ہم ان کی فوج اور ان کا گولہ بارود ان کے ہی خلاف استعمال نہ کر سکیں۔"

"فرہاد! ان کی تبدیلیوں پر نظر رکھنا ضروری ہے۔"

"میں اور لیلیٰ فوج کے مختلف شعبوں میں بیک وقت نہیں رہ سکیں گے۔ جوجو، سلطانہ اور سلمان کی نیندیں خراب کرتی ہوں گی۔"

"جوجو اسپتال میں ہے۔ لیلیٰ سے کہو، سلطانہ اور سلمان کے پاس جائے، انہیں موجودہ حالات سے آگاہ کرے۔ تم چاروں ان کی افواج میں دور تک پہنچ سکو گے۔"

میں نے لیلیٰ سے کہا، وہ سلطانہ کے پاس جائے۔ وہ گھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی "میں نے کہا تھا۔ آپ خیال خوانی کریں گے تو سونے کا وقت گزر جائے گا۔ اور رات سے صبح ہو جائے گی۔"

میں نے حسرت سے اسے دیکھا۔ سونے والی موجود تھی مگر سونے کا وقت گزر چکا تھا۔ اور پتا نہیں کتنا وقت گزرنے والا تھا۔

...ہم پھر خیال خوانی میں مصروف ہو گئے۔

○☆○

سونیا ثانی اور علی تیمور نے طیارے سے باہر آکر دیکھا، وہ لاہور پہنچ گئے تھے۔ علی نے کہا "میں اپنے پاپا کے حوالے سے پاکستانی ہوں۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ اپنے وطن کو دیکھ کر کتنی خوشی ہو رہی ہے۔"

ثانی نے مسکرا کر کہا "ابھی تو تم نے اس دھرتی پر قدم رکھا ہے۔ اپنے وطن کو دیکھا کہاں ہے؟"

"بس قدم رکھنا ہی کافی ہے۔ ماں کی گود میں پہنچ کر ماں اور ممتا کا پورا تعارف حاصل ہو جاتا ہے۔ بچہ ماں کو اس کے دودھ اور اس کی خوشبو سے پہچانتا ہے۔ ورنہ ماں کے وجود کو تو سمجھ دار ہونے کے بعد سمجھتا ہے۔"

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے گیٹ ہال میں آئے۔ علی نے کہا "پاپا کی ہمشیرہ یعنی ہماری شاہینہ پھوپی آئی ہیں۔ وہ دیکھو کڑھے ہوئے کرتے اور شلوار میں ہیں۔ سر پر دوپٹہ ہے۔"

ثانی فوراً اپنے سر پر دوپٹہ رکھنے لگی۔ وہ بھی پیرس سے پاکستانی لباس پہن کر آئی تھی۔ ان کے پاپا سلمان واسطی نے سمجھایا تھا کہ پاکستان میں عورتیں مختصر لباس نہیں پہنتیں۔ اسے بے حیائی سمجھتی ہیں۔ لہٰذا سونیا ثانی کو مغربی لباس میں نہیں جانا چاہئے۔ سلمان نے ایک ہفتہ پہلے شاہینہ سے فون پر بات کی تھی اور کہا تھا "تمہارے مرحوم بھائی فرہاد کا ایک بیٹا علی تیمور آرہا ہے۔ اس کے ساتھ میری بیٹی ثانیہ واسطی عرف سونیا ثانی ہوگی۔ یہ دونوں اسلام آباد سے تبت جانے والے ہیں۔"

شاہینہ نے بے انتہا خوشی کا اظہار کیا تھا پھر پوچھا تھا "میں اپنے بھتیجے کو کیسے پہچانوں گی اور وہ کب اور کس فلائٹ سے آرہا ہے؟"

سلمان نے کہا تھا "میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کے پاس آتا رہوں گا۔ اس کے لاہور پہنچنے کا صحیح وقت اور فلائٹ نمبر وغیرہ بتاؤں گا؟"

سلمان اب یہی کر رہا تھا۔ اس نے ائرپورٹ پر شاہینہ کو بتایا کہ علی سفید سوٹ اور سرخ ٹکائی میں ہے۔ ثانیہ نے سبز رنگ کا شلوار سوٹ پہنا ہے پھر علی کو بتایا "تمہاری پھوپی گلابی رنگ کے کڑھائی کئے ہوئے شلوار کرتے میں ہیں۔ وہ اپنے جوان بیٹے اور بیٹیوں کے ساتھ تمہیں دیکھ رہی ہیں۔"

اسی طرح انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ شاہینہ علی کو دور سے دیکھتے ہی رونے لگی۔ سلمان نے کہا "بیٹے! تمہاری پھوپی فرہاد بھائی کو مرحوم سمجھ کر رو رہی ہیں، انہیں محبت دو۔"

علی نے قریب پہنچ کر پھوپی کو دونوں بازوؤں میں سمیٹ لیا پھر کہا "آپ آنسو پونچھ لیں اور یہ بتائیں میں اپنے پاپا جیسا ہوں یا نہیں؟ آپ کو مجھ میں اپنا بھائی نظر آرہا ہے؟"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "ہاں بیٹا! تم بالکل بھائی جان کی طرح ہو۔ میرے دوسرے بیٹے پارس کو کیوں نہیں لائے؟"

"پھوپی جان! دعا کریں وہ ادھر نہ آئے۔"

شاہینہ نے تعجب سے پوچھا "کیوں ایسی کیا بات ہے؟"

وہ بولا "میرے ساتھ ثانی آئی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی ناگن اور خطرناک سانپوں کا زہر ہوتا ہے؟"

شاہینہ کی بڑی بیٹی نے پوچھا "کیا وہ سپیرا بن گیا ہے؟"

شاہینہ نے اپنی دو بیٹیوں اور ایک بیٹے کا تعارف کرایا۔ سونیا ثانی سے بھی تعارف ہوا۔ علی نے کہا "وہ سپیرا نہیں ہے مگر کسی بھی سانپ کا زہر اس پر اثر نہیں کرتا ہے۔"

شاہینہ نے فخر سے کہا "میرے بھائی کے بیٹے معمولی نہیں ہو سکتے، غیر معمولی ہی رہیں گے۔"

شاہینہ کے بیٹے عدنان نے پوچھا "علی! تم میں کون سی غیر

معمولی بات ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا "اس سے زیادہ غیر معمولی بات اور کیا ہوگی کہ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔"

وہ سب ہنستے ہوئے وہاں سے پارکنگ ایریا میں آئے پھر ایک ہیوی میں بیٹھ کر گلبرگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں شاہینہ نے کہا "مسٹر سلمان نے بتایا ہے کہ تم صرف ایک دن کے لئے آئے ہو اور کل صبح چلے جاؤ گے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ کیا تم میرے بیٹے نہیں مہمان بن کر آئے ہو؟"

"میں صرف بیٹا بن کر آیا ہوں لیکن ہمارے ساتھ کچھ مجبوریاں ہیں۔ کل صبح اسلام آباد پھر وہاں سے فوراً ہی تبت کے شہر لاسہ پہنچنا ضروری ہے۔"

عدنان نے کہا "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، پاکستان سے کوئی طیارہ تبت نہیں جاتا، کیا آپ خشکی کے راستے قراقرم کی پہاڑیاں عبور کریں گے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آج رات ہمارے لئے فرانس سے ایک چارٹرڈ طیارہ یہاں آئے گا۔"

شاہینہ کی بڑی بیٹی نے حیرانی سے کہا "امی بتا رہی تھیں کہ آپ لوگ دنیا کے کسی بھی ملک میں کسی رکاوٹ کے بغیر چلے جاتے ہیں اور وہاں اپنی ضرورت کی ہر چیز حاصل کر لیتے ہیں۔ آپ لوگوں کی نظروں میں ڈالرز اور پونڈز کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"پارس کی نظروں میں ڈالرز اور پونڈز کی اہمیت نہیں ہے کیونکہ اس کی شریکِ حیات جو جوٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ ہماری جیب میں کرنسی رہتی ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ ہمیں وقتِ ضرورت طیارے، ہیلی کاپٹر، پاسپورٹ اور بڑی بڑی رقمیں مل جاتی ہیں۔"

انہوں نے کوٹھی میں پہنچ کر دوپہر کا کھانا کھایا پھر شاہینہ انہیں لاہور کی سیر کرانے نکلی۔ ثانی اور علی شالامار باغ اور دیگر عمارتیں دیکھ کر خوش ہو رہے تھے کیونکہ وہ عمارتیں اور وہاں کے باغات مغربی طرزِ تعمیر سے مختلف اور انوکھے تھے۔ وہاں کے دہی بھلے اور مرغ چھولے ان کے لئے بالکل نئے تھے۔ سونیا ثانی چٹخارے لے لے کر کھاتی رہی اور کہتی رہی کہ وہ ایسی ڈشوں کے لئے پھر ایک بار لاہور آئے گی۔

عدنان نے کہا "تم نے تو صرف لاہور ہی دیکھا ہے؟ ایک بار پشاور جا کر وہاں کی اسپیشل ڈشیں کھاؤ گی تو انگلیاں چاٹتی ہوئی پیرس جاؤ گی۔"

وہ آدھی رات تک خوب تفریح کرتے رہے۔ گھر واپس آتے وقت علی نے ثانی سے کہا "پہلی بار اتنی آزادی سے گھومنا نصیب ہوا ہے ورنہ بابا صاحب کے ادارے سے نکلتے ہی دشمن پیچھے پڑ جاتے تھے۔"

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام روحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اس کا سینہ فگار تھا۔ انتقام کے شعلے اس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ــــ ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مرد کامل کے آستانے تک کر دی۔!!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے ابھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت:- ۱۵۰ روپے

ڈاک خرچ کا بیسہ

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

ٹانی نے کہا "ہم اپنے دشمن مغربی ممالک میں چھوڑ آئے ہیں سپر ماسٹر' ماسک مین اور یہودی تنظیم والے نہیں جانتے ہیں کہ ہم تبت کے مسافر ہیں۔"

"پاپا ڈوک کا استاد سامان ڈوگرا ہم سے بے خبر ہے جب اسے ہمارے عزائم کا پتا چلے گا تب دشمنی شروع ہوگی۔"

بعض اوقات دشمنی کی کوئی وجہ نہ ہو تب بھی انجانے لوگ دشمن بن کر چلے آتے ہیں۔ دوسری صبح وہ پھوپی سے رخصت ہو کر ائر پورٹ کے اُس حصے میں آئے جہاں فرانس سے آیا ہوا طیارہ کھڑا تھا۔ سلمان نے پہلے ہی علی سے کہہ دیا تھا کہ طیارے کا پائلٹ' کو پائلٹ اور ایک ائر ہوسٹس قابلِ اعتماد اور وفادار ہیں۔

طیارے کے پاس پولیس کا ایک اعلیٰ افسر تین افراد کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک فرانس کے سفیر کا سیکریٹری تھا۔ اس نے علی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "یہ ڈی آئی جی پولیس ہیں اور یہ دو معزز حضرات حکومت کے خاص بندے ہیں۔ کچھ ضروری کاغذات اسلام آباد پہنچانا چاہتے ہیں۔"

ڈی آئی جی نے کہا "اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو یہ آپ کے طیارے میں جائیں گے۔ ویسے اعتراض کیا ہونا ہے حکومت کا کام ہے' آپ کو تو لیجانا ہی ہوگا۔"

علی نے مسکرا کر کہا "جب تم دھونس دے رہے ہو تو پہلے میں سرکاری کام کی نوعیت معلوم کروں گا اور وہ کاغذات دیکھوں گا۔"

"وہ سرکاری خفیہ کاغذات ہیں' کسی کو نہیں دکھائے جائیں گے۔"

اسی وقت سلمان نے علی کے پاس آکر کہا "ابھی فرانس کے سفیر نے مجھے بتایا ہے کہ دو افراد تمہارے طیارے میں سفر کرنا چاہتے ہیں' مجھے ان کی آواز سناؤ۔"

علی نے ڈی آئی جی کے پاس کھڑے ہوئے شخص سے کہا۔ "سرکاری معاملہ ہے' میں اعتراض نہیں کروں گا۔ لیکن تم دونوں سے تعارف ہونا چاہئے۔"

وہ دونوں اپنا اپنا نام بتا کر علی سے مصافحہ کرنے لگے۔ سلمان ان کے دماغوں کو باری باری پڑھنے لگا۔ علی ان سے گفتگو میں وقت گزار رہا تھا۔ ایک منٹ بعد سلمان نے کہا "انہیں اپنے ساتھ لے چلو۔"

وہ طیارے میں سوار ہوگئے۔ سلمان نے علی سے کہا "ان کے ایک بریف کیس میں پاکستانی فوج کے اہم راز ہیں۔ یہ دونوں روسی دلال ہیں ان کاغذات کو ماسکو پہنچانے پر انہیں اتنی دولت ملے گی کہ وہ بیرونی ممالک میں عیش و عشرت کی زندگی گزاریں گے۔ پاکستان واپس نہیں آئیں گے۔"

"جس ملک کو بیچ دیں گے وہاں کس منہ سے واپس آئیں گے۔"

"پہلے یہ پشاور جانا چاہتے تھے۔ جہاں سے ایک کمزور سرحد پار کر کے افغانستان کے راستے سرحد پار کر کے روس میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ کل رات انہیں تمہارے اس طیارے کا علم ہوا تو انہوں نے اسے ہائی جیک کر کے روس لے جانے کا منصوبہ بنا لیا۔ دوسرے شخص کی اٹیچی کیس میں منی کلاشنکوف' ریوالور اور کارتوس ہیں۔ ڈی آئی جی کی وجہ سے کسی نے اٹیچی کیس اور بریف کیس کی تلاشی نہیں لی۔"

"ٹھیک ہے' اسلام آباد میں فرانس کے سفیر کو تمام حالات بتائیں' وہ سرکاری سطح پر اقدامات کریں گے۔"

"تمہاری آہنی سفیر کے پاس گئی ہیں۔ میں ان دلالوں کے پاس رہوں گا۔ انہیں ہتھیار استعمال کرنے نہیں دوں گا۔"

طیارہ رن وے چھوڑ چکا تھا اور فضا میں بلند ہوتا جا رہا تھا۔ علی تبت کی مخصوص زبان میں ثانیہ کو یہ تمام باتیں بتا رہا تھا۔ پندرہ منٹ کی پرواز کے بعد ایک شخص اپنی جگہ سے اٹھا پھر اٹیچی لے کر ٹوائلٹ میں چلا گیا۔ وہاں کلاشنکوف کے دو مختلف حصوں کو جوڑنے لگا پھر وہ کلاشنکوف کو مکمل کرنے کے بعد کارتوس کا بیلٹ اس میں لگانا چاہتا تھا' سلمان نے اس کے دماغ میں دُھند پیدا کی۔ یہ یقین پیدا کیا کہ وہ کلاشنکوف اور ریوالور لوڈ کر چکا ہے۔

وہ سلمان کی مرضی سے اٹیچی کو ٹوائلٹ میں چھوڑ کر ایک ہاتھ میں کلاشنکوف اور دوسرے ہاتھ میں ریوالور لے کر باہر آیا پھر کو پائلٹ کو نشانے پر رکھ کر بولا "میرے آگے آگے پائلٹ کیبن میں چلو۔"

ٹانی اور علی نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ بولا "مسٹر علی! اگر سلامتی چاہتے ہو تو اپنی ساتھی کے ساتھ سیٹ پر بیٹھے رہو۔ ورنہ ایک ہی برسٹ میں سب کی لاشیں گرا دوں گا۔"

ٹانی نے پوچھا "تم لاشیں کیوں گرانا چاہتے ہو؟"

"اس لئے کہ اب یہ طیارہ میری مرضی کے مطابق پرواز کرے گا۔"

اس کے ساتھی نے کہا "ہم پاکستان کی سرحد پار کریں گے۔ یارا اقبال! ریوالور مجھے دے۔"

اقبال نے ریوالور اپنے ساتھی کی طرف اچھال دیا۔ علی نے کہا "تمہارا نام اقبال ہے۔ اور ہم نے پیرس میں بچپن سے سنا ہے کہ علامہ اقبال نے پاکستان کا تصور اور منصوبہ پیش کیا تھا۔ ہم پہلی بار پاکستان آئے ہیں۔ ہمیں بتاؤ' ہم کس اقبال کو سلام کریں؟ اُسے جس نے پاکستان بنایا۔ یا تمہیں جو پاکستان کا ایک اہم راز سرحد پار لے جا رہا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

ٹانی نے کہا "جس کے ہاتھ میں طاقت ہوتی ہے' وہ اپنے سامنے کسی مجبور کی جائز بات نہیں سمجھنا چاہتا۔ پھر بھی میں سوال کروں گی' کیا تم پاکستانی نہیں ہو؟ کیا تمہارے باپ دادا پاکستانی نہیں تھے؟ کیا تم نے اس زمین کا اناج نہیں کھایا اور یہاں کے دریاؤں کا پانی نہیں پیا ہے؟ کیا تم لوگوں کو نمک حرامی کرتے ہوئے ذرا سی بھی شرم محسوس نہیں ہوتی؟"

وہ جواب میں ٹانی پر تھوکنا چاہتا تھا۔ مگر چیخ مارتے ہوئے لڑکھڑا کر گر پڑا۔ علی نے اٹھ کر اس کے ساتھی کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا "ریوالور پھینک دو۔ یہ خالی ہے۔"

اس نے چونک کر ریوالور کو دیکھا۔ اس کی توجہ ہٹتے ہی یارا نے اس کے منہ پر ایک ہاتھ جمادیا۔ وہ وائسورو کی کاتیار کردہ فولادی ہاتھ تھا۔ ریوالور والا چکرا کر گر پڑا۔ وہ حوصلہ کر کے دوبارہ اٹھ سکتا تھا مگر ایک ہی ہاتھ نے سمجھا دیا تھا کہ فرش پر پڑے رہنا ہی بہتر ہے۔

اس کا ساتھی دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ دماغ میں زلزلہ کیسے پیدا ہوگیا تھا۔ کو پائلٹ کلاشنکوف اور ریوالور اٹھا کر لے گیا۔ علی نے ایک کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھایا پھر اسے دوسرے کے پاس فرش پر دھکیل کر کہا "اب تمہارے پاس طاقت نہیں ہے۔ اور ایسے کاغذات نہیں ہیں جن سے دولت حاصل کر سکو۔ دولت کے بغیر کسی دوسرے ملک میں ایک دن نہیں گزار سکو گے۔ اور پاکستان میں دولت کے بغیر سوکھی روٹی کھا کر بھی رہ سکو گے۔ کیوں کہ تم یہیں پیدا ہوئے تھے اور یہی ملک تمہاری پہچان ہے۔ اب بتاؤ کہاں جاؤ گے؟ کہاں پناہ لو گے؟"

ایک نے کہا "ہمیں معاف کر دو۔ ہم لالچ میں اندھے ہو گئے تھے؟"

ٹانی نے کہا "جب ہاتھوں سے ہتھیار نکل گئے تو نصیحت سمجھ میں آرہی ہے۔ طاقت کا نشہ بُرا ہوتا ہے' آدمی سے عقل چھین لیتا ہے۔"

"تم درست کہتی ہو۔ اب ہم کبھی اپنے ملک سے غداری نہیں کریں گے۔ ہم کان پکڑتے ہیں' توبہ کرتے ہیں۔ ہمیں معاف کر دو۔"

"معافی عدالت میں جا کر مانگنا۔ معافی تو کبھی نہیں ملے گی۔ سزا ملے گی لیکن سزا کے بعد بھی یہ ملک تمہیں دھکے دے کر سرحد کے باہر نہیں پھینکے گا۔ یہ اپنی زمین سے نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہوتا ہے جو تم جیسے کتوں کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

پنڈی ائر پورٹ کے رن وے پر طیارہ رکا۔ پھر سیڑھیاں لگتے ہی دروازہ کھلا تو فوج کے جوان اور دو اعلیٰ افسران اندر آئے۔ دونوں غداروں کو حراست میں لے لیا گیا۔ علی نے اہم کاغذات والا بریف کیس ایک اعلیٰ افسر کو دیا۔ افسر نے اسے کھول کر کاغذات پر سرسری نظر ڈالی۔ پھر علی سے گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا "ہمیں یہ خبر تھی کہ فرہاد مرحوم کے صاحبزادے یہاں سے گزرنے والے ہیں۔ میں حکومتِ پاکستان اور پاکستانی عوام کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے ایک بہت ہی اہم دستاویز کو سرحد پار جانے سے روک دیا۔"

علی نے کہا "شکریہ غیروں کا ادا کیا جاتا ہے۔ میں باپ دادا اور پردادا کے زمانے سے پاکستانی ہوں۔ یعنی میرے پیدا ہونے سے پہلے مقدر نے مجھے پاکستانی بنا دیا تھا۔"

دوسرے افسر نے کہا "آپ جیسے محبِ وطن کو اپنے وطن میں ہی رہنا چاہئے۔"

وہ سنجیدگی سے بولا "ہم دونوں بھائی یہاں نہیں رہ سکتے۔ کیوں کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی اولاد ہیں۔ اب سے بیس برس پہلے میرے پاپا کئی بار یہاں آئے اور ہر بار یہاں کے حکمرانوں نے دعائیں مانگیں کہ وہ جلد ہی واپس چلے جائیں۔ کیوں کہ انہیں اندیشہ تھا' پاپا کی ٹیلی پیتھی انہیں بے نقاب کر دے گی۔ ان کے اصلی چہرے سامنے آجائیں گے اور ان سے

اقتدار چھن جائے گا۔"

"اب تمہارے پاپا نہیں رہے۔ اب تو تم یہاں رہ سکتے ہو؟"

"خوف میرے پاپا کا نہیں تھا۔ ٹیلی پیتھی کا تھا۔ آج بھی ہمارے خاندان میں چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میرے ایک انکل نے ہی ان مجرموں کے دماغوں میں گھس کر ان اہم کاغذات کے متعلق معلوم کیا تھا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ٹیلی پیتھی ہمارے ملک کے لئے باعثِ رحمت ہوگی۔"

"نہیں جناب! باعثِ زحمت ہوگی۔ آج ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک ڈی آئی جی کی وطن دشمنی معلوم ہوئی۔ ان دو مجرموں میں جس کا نام اقبال ہے' وہ ایک بہت بڑی سیاسی شخصیت کا سالا ہے۔ وطن سے دشمنی غریب عوام نہیں کرتے' سیاسی لیڈر اور سپر پاور کے اشاروں پر ناچنے والے بااختیار لوگ کرتے ہیں اور یہ حضرات کبھی نہیں چاہیں گے کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں آتے جاتے رہیں۔"

بات اتنی سچی اور کھری تھی کہ افسر نے بحث نہیں کی۔ دونوں افسران ان کے ساتھ چائے پی کر رخصت ہوگئے۔ ایک گھنٹہ بعد طیارے نے پھر وہاں سے پرواز کی۔ ثانی اور علی اپنی اپنی سیٹ پر یوں سر جھکائے بیٹھے تھے جیسے اپنے وطن سے نکالے جارہے ہوں۔

ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے جبرا اپنے ملک میں رہ سکتے تھے۔ کوئی ہمیں ملک بدر کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا لیکن پاکستان میں رہنا اور امریکا میں رہنا برابر تھا کیوں کہ یہاں سپر پاسٹر کی پالیسی کے مطابق حکمران بدلتے رہتے تھے۔ نئے نئے سپر پاسٹروں سے لڑتے لڑتے میری آدھی سے زیادہ زندگی گزر گئی تھی۔ میرے دونوں بیٹوں کی زندگی بھی شاید اسی طرح گزرے گی۔ پاکستان میں رہ کر ملک میں اور سپر پاسٹر سے لڑنے کے ذرائع بالکل نہیں ہیں ...فرانس کی حکومت ہمارے لئے خزانوں کا منہ کھول دیتی ہے۔ پولیس' فوج' ہیلی کاپٹرز' طیاروں اور جدید ترین ہتھیاروں سے ہماری مدد کرتی ہے اور ہم سے دوستی نباہتے وقت کسی سپر پاور کے دباؤ میں نہیں آتی۔ لہٰذا جو جنگ ہمیں پاکستان میں رہ کر لڑنا چاہئے وہ ہم فرانس میں رہ کر لڑتے ہیں۔

جو حضرات یہ حقیقت سمجھ نہیں پاتے' وہ شکایت کرتے ہیں کہ فرہاد صاحب پاکستان کیوں نہیں آتے؟ بھئی نہیں آسکتا۔ کبھی تقدیر ہی لائے تو لائے۔ کیوں کہ تقدیر کی زور آوری کے سامنے ٹیلی پیتھی بھی دم نہیں مارتی۔

میرا بیٹا اور میری ہونے والی بہو پاکستان سے نکل گئے۔ طیارہ تبت کے روٹ پر پرواز کر رہا تھا۔ ثانی نے ایشیا کا نقشہ نکال کر سامنے پھیلایا۔ ہمالیہ پہاڑ کے دوسری طرف تبت نظر آرہا تھا۔ ویسے یہ ملک نقشہ میں ہی نظر آتا ہے۔ اگر رختِ سفر باندھ کر وہاں پہنچا اور اسے آنکھوں سے دیکھنا چاہیں تو یہ سب کے لئے ممکن نہیں ہے۔ یہ ملک بین الاقوامی پرواز کے راستے پر نہیں ہے۔ بیشتر سیاح خصوصی فلائٹ سے جاتے ہیں۔ خشکی کے راستے نہایت دشوار گزار ہیں۔ چونکہ وہاں تک پہنچنا دشوار ہوجاتا ہے اس لئے وہ علاقہ ساری دنیا کے لئے پُراسرار ہے اور یہ اس قدر بلندی پر ہے کہ اسے دنیا کی چھت (روف آف دی ورلڈ) کہا جاتا ہے۔

طیارہ خاصی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ کھڑکی کے پار قراقرم کے بلند پہاڑ نظر آرہے تھے جو برف سے ڈھکے ہوئے تھے۔ ثانی اور علی نے گرم لباس پہن لئے تھے۔ کوپائلٹ نے بتایا کہ وہ ایک گھنٹے بعد تبت کے دارالسلطنت لاسہ پہنچیں گے۔ سلطانہ نے ثانی کے پاس آکر پوچھا "ہیلو بیٹی! یہ سفر کیسا لگ رہا ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی "ممی! ونڈرفل جرنی ہے۔ یوں لگ رہا ہے جیسے میں خوابوں اور خیالوں کی دنیا میں پرواز کر رہی ہوں۔"

"بیٹی! مشرق یوں بھی خوابوں کی سرزمین ہے۔ مغرب سے وہاں جانے والوں پر سحر سا طاری ہوجاتا ہے۔ پھر تبت تو بے حد پُراسرار علاقہ ہے۔ جادو نگری کہلاتا ہے۔ میں یہ بتانے آئی ہوں کہ فرانس کی حکومت کی جانب سے تبت کے حاکم کو تم دونوں کی آمد کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ دارالسلطنت لاسہ میں سرکاری طور پر تمہارا استقبال ہوگا اور تمہاری حیثیت شاہی مہمان کی ہوگی۔"

"اوہ ممی! یہ اچھا نہیں ہوا۔ ہم آزاد نہیں رہیں گے۔ شاہی تکلفات میں گھر جائیں گے۔ ہم جہاں جائیں گے' ہمارے آگے پیچھے شاہی گارڈز رہا کریں گے۔"

ثانی نے یہ بات علی کو بتائی۔ علی نے سلطانہ کو اپنے دماغ میں بلایا پھر کہا "آنٹی! کسی قسم کی بھی مہمان نوازی ہمیں الجھا دے گی۔ ہم عام سیاحوں کی طرح اس ساحرِ اعظم ساسان ڈوگرا تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ پلیز! آپ تبت کے دلائی لامہ حاکم سے معذرت کریں۔ انہیں سمجھائیں کہ کسی مجبوری کے باعث ہم سرکاری سطح پر نہیں آئیں گے۔ وہاں کے عام لوگوں میں رہیں گے۔"

سلطانہ چلی گئی۔ پندرہ منٹ بعد سلمان نے آکر کہا "بیٹے! تم دونوں فرانس کی حکومت کی طرف سے وہاں جارہے ہو۔ لہٰذا دلائی لامہ ضرور شاہانہ استقبال کرے گا۔ تھوڑی پابندی برداشت کرلو۔ ویسے بھی تمہیں دارالسلطنت میں ایک ہی رات گزارنا ہے۔ دوسری صبح وہاں سے سیکڑوں میل دور طلسم کدے کی طرف روانہ ہوجاؤ گے۔ دارالسلطنت لاسہ میں تم دونوں کے لئے فرانس کا ہیلی کاپٹر پہنچ گیا ہے۔"

علی نے ثانی کو دیکھا پھر کہا "اچھی بات ہے انکل! ہم ایک رات کے لئے دلائی لامہ کے مہمان بن جائیں گے۔"

طیارہ مقررہ وقت پر لاسہ پہنچ گیا۔ شاہی محل کی ایک گاڑی ائرپورٹ کے رن وے پر انہیں لینے آئی تھی۔ اس کے علاوہ مسلح سپاہیوں کی گاڑیاں آگے پیچھے تھیں۔ ایک گاڑی سے دو افراد باہر آئے۔ ایک شخص سوٹ پر اوور کوٹ پہنے ہوئے تھا' دوسرا مقامی لباس میں تھا۔ انہوں نے ثانی اور علی سے مصافحہ کیا۔ سوٹ والے نے مقامی لباس والے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر علی! یہ دلائی لامہ کے سیکریٹری ہیں۔ یہ لوگ انگریزی زبان نہیں جانتے۔ میں ان کی مقامی زبان میں ہونے والی گفتگو کا ترجمہ آپ کو سنایا کروں گا۔"

ثانی اور علی نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ مقامی زبان جانتے ہیں۔ ...وہ دونوں کار کی پچھلی سیٹ پر آگئے۔ سوٹ والا اسٹیرنگ سیٹ پر آیا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر سیکریٹری بیٹھ گیا۔ پھر وہ محل کی طرف جانے لگے۔ سیکریٹری عقب نما آئینے میں ثانی کو دیکھ رہا تھا۔ ...اس نے سوٹ والے مترجم سے کہا "مسٹر جوڈی! مہمانوں کو اچھی طرح سمجھا دو یہ لاماؤں اور ساحروں کا ملک ہے۔ اس جوان نے اپنے ساتھ ایک حسین دوشیزہ کو لاکر غلطی کی ہے۔ بہتر ہے اسی طیارے سے لڑکی کو واپس بھیج دے۔"

مقامی زبان کا ترجمہ کرنے والے جوڈی نے کہا "مسٹر علی! یہاں کچھ ایسے شیطان جادوگر ہیں جو حسین لڑکیوں کو غائب کردیتے ہیں۔ ہمارے دلائی لامہ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ تمہارے ساتھ آنے والی اس قدر حسین ہوگی۔ دلائی لامہ مس ثانی کو دیکھ کر پریشان ہوجائے گا۔ وہ بہت مہمان نواز ہے۔ لیکن وہ ماہ پہلے یونان سے آئی ہوئی ایک حسین لڑکی محل کے پائیں باغ سے غائب ہوگئی تھی۔ آج تک اس کا سراغ نہیں ملا۔ اس کے بعد اس نے طے کرلیا کہ آئندہ کسی حسینہ کو محل کے احاطے میں داخل نہیں ہونے دے گا جبکہ تم دونوں خاص مہمان ہو اور وہ مس ثانی کی میزبانی سے انکار کرکے حکومتِ فرانس کو ناراض نہیں کرنا چاہے گا۔"

علی نے پوچھا "آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"ہمارے دلائی لامہ کو پریشانی سے بچاؤ اور مس ثانی کو ابھی واپس بھیج دو۔"

"سوری' یہ میری نصف بہتر ہے۔ یہ جائے گی تو میں نصف رہ جاؤں گا۔ ویسے دلائی لامہ سے کہو' ہمیں شاہی مہمان نہ بنائے۔ ...ہمیں کسی ہوٹل میں رات گزارنے دے۔ میں یہ لکھ کردوں گا کہ ہم اپنی مرضی سے ایسا کر رہے ہیں اور حکومتِ فرانس اس معاملے میں دلائی لامہ سے ناراض نہیں ہوگی۔"

"آپ دونوں ہوٹل میں رات گزاریں گے' یہ تو اور زیادہ خطرے کی بات ہوگی۔ دلائی لامہ اسے تسلیم نہیں کرے گا۔"

"نہ کرے۔ ثانی واپس نہیں جائے گی۔"

' ' باتوں کا ترجمہ سیکریٹری کو سناتا جارہا تھا۔ سیکریٹری نے پیچھے سر گھما کر علی کو دیکھا۔ پھر جوڈی سے کہا "ایسا لگتا ہے یہ جوان اس حسین لڑکی سے بیزار ہے اور جان بوجھ کر کسی شیطان جادوگر کو اسے اٹھا کرلے جانے کی دعوت دے رہا ہے۔"

جوڈی نے کہا "میں کیا کہہ سکتا ہوں' اس کا فیصلہ دلائی لامہ ہی کریں گے۔"

وہ گاڑیاں محل کے احاطے میں داخل ہوئیں اور مسلح سپاہیوں کی دو قطاروں کے درمیان سے گزرتی ہوئی محل کے بیرونی دروازے کے قریب رک گئیں۔ اندھیرا ہوچلا تھا۔ برفباری کے باعث راستے بھی سنسان تھے۔ انہوں نے راستے میں کسی مقامی عورت کو نہیں دیکھا تھا۔ ان کی گاڑی رکتے ہی محل کے دروازے سے مقامی عورتیں اپنے مخصوص رنگین لباس میں پھولوں کے ہار لے کر آئیں۔ ثانی اور علی گاڑی سے باہر آئے۔ ان پر پھولوں کی بارش ہونے لگی۔ دو لڑکیوں نے انہیں ہار پہنائے۔ وہ تمام عورتیں موٹی بھدی سی تھیں۔ یا پھر دبلی پتلی نازک سی۔ ان کی ناک چپٹی اور آنکھیں بٹن جیسی چھوٹی چھوٹی سی تھی۔ یہ عورتیں آدھی رات کو بھی کہیں تنہا جاتیں تو کوئی انہیں اٹھا کرلے جانا گوارا نہ کرتا۔

وہ کنیزیں ثانی اور علی کو اپنے درمیان لے کر کوئی گیت گاتی ہوئی محل میں آئیں۔ ایک دربار نما ہال میں اونچی مسند پر دلائی لامہ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ شاید اسی طرح شاہانہ انداز میں بیٹھا رہتا مگر ثانی کا حسن و جمال دیکھتے ہی ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر کنیزوں سے بولا "خاموش ہوجاؤ۔ یہاں سے چلی جاؤ۔"

وہ چلی گئیں۔ دلائی لامہ اپنے سیکریٹری اور جوڈی سے مقامی زبان میں ثانی کی آمد کے خلاف بولنے لگا۔ ثانی اور علی سمجھ رہے تھے مگر انجان بنے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جوڈی نے کہا۔ "مسٹر علی! ہزہائی نس فرماتے ہیں کہ ان کے خلاف بڑی سازشیں ہورہی ہیں۔ چھ ماہ میں بیرونی ممالک سے آنے والی تین حسینائیں غائب ہوچکی ہیں۔ ان ممالک نے ہم سے سفارتی تعلقات توڑنے اور مالی امداد بند کرنے کی دھمکی دی ہے۔ ہزہائی نس کے دشمن انہیں اقتدار سے ہٹانے کے لئے ایسی حرکتیں کر رہے ہیں۔ اگر مس ثانی کو بھی اغوا کیا گیا تو فرانس جیسا بڑا ملک ہزہائی نس سے ناراض ہوجائے گا۔"

علی نے کہا "میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ خدانخواستہ ثانی کو کچھ ہوا تو ہزہائی نس پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ لیکن ہمارا فیصلہ اٹل ہے کہ ہم ہوٹل میں رہیں یا محل میں' ساتھ رہیں گے۔"

جوڈی نے دلائی لامہ کو ہمارا فیصلہ سنایا۔ وہ مجبور ہو کر بولا۔ "یہ ہوٹل میں رہیں گے تو الزام آئے گا کہ میں نے مہمان نوازی سے انکار کیا۔ اگر انکار نہ کرتا اور یہ ہوٹل نہ جاتے تو یہ حسینہ اغوا نہ ہوتی۔ بہتر ہے' یہ دونوں محل میں رات گزاریں۔ میں مسلح گارڈز کے ساتھ خود جاگ کر پہرا دوں گا۔"

ثانی اور علی کو اسی محل میں ایک شاندار کمرا رہنے کے لئے دیا گیا۔ انہوں نے کمرے میں آکر دروازے کو بند کیا۔ سلمان نے آکر کہا "میں اب تک دُلائی لامہ اور اس کے سیکریٹری کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ یہ دونوں سازشی نہیں ہیں۔ کوئی دلائی لامہ کو اقتدار سے ہٹانے کی سازش کر رہا ہے۔"

"سازش وہی کرے گا جو اس کے بعد اقتدار میں آئے گا۔"

"یہاں کا دستور ہے کہ بیٹا پچیس برس کا ہو جائے اور باپ مر جائے تو وہ اپنے باپ کی جگہ دلائی لامہ بنے گا۔ موجودہ دُلائی لامہ کا بیٹا ابھی چوبیس برس کا ہے۔ ایسی صورت میں دلائی لامہ کی موت پر یا اس کے اقتدار سے ہٹنے کے بعد بھائی کو اقتدار ملتا ہے۔ موجودہ دلائی لامہ کا ایک بھائی ہے۔ وہی سازش کے ذریعے یہاں کا حکمران بن سکتا ہے۔"

"کیا آپ اس کے بھائی کے دماغ تک پہنچیں گے؟"

"وہ دارالسلطنت میں نہیں ہے۔ اور اس کا بیٹا کہیں شکار کھیلنے گیا ہے۔ دلائی لامہ کی سوچ سے پتا چلا ہے کہ اس کا بیٹا عیاش ہے' شراب اور شباب کا رسیا ہے۔ چونکہ اکلوتا ہے اس لئے باپ سختی نہیں کرتا' صرف زبان سے سمجھاتا رہتا ہے۔"

"عیاش بیٹا حسین لڑکیوں کو اغوا کرا سکتا ہے۔ محل کے چور راستے اسے معلوم ہوں گے۔"

"بے شک اس پر یقین کی حد تک شبہ کیا جا سکتا ہے۔ مجبوری یہ ہے کہ میں فی الحال دلائی لامہ کے بیٹے اور بھائی کی آواز بھی نہیں سن سکوں گا نہ ان کے خیالات پڑھ سکوں گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ آپ آرام کریں۔ یہاں اغوا کی وارداتیں اس وقت ہوں گی جب میں چاہوں گا۔ یعنی آدھی رات کے بعد۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو کہ میری بیٹی کو اغوا کیا جائے؟"

"کیا آپ پریشان ہو گئے؟"

"نہیں' بیٹی جب مردوں کی طرح زندگی گزار رہی ہے تو اسے بڑے نشیب و فراز سے بڑے مصائب سے گزرتے رہنا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کوئی دوسرا راستہ اختیار کرو۔"

"مجرموں تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے۔ ثانی کو لے جانے والے مقامی زبان بولتے ہوں گے۔ آپ ان کے دماغوں میں جگہ بنا سکیں گے۔ ان کے خفیہ اڈے تک میری رہنمائی کر سکیں گے۔"

"بیٹے علی! جس مقصد کے لئے آئے ہو اس کے لئے صبح یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ یہاں جو لوگ اغوا کرتے ہیں ان سے ہمیں کیا لینا ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں' ہر شہر میں مجرم ہیں۔ تم کتنوں کو بے نقاب کر کے سزا دلاؤ گے؟"

"انکل! میں اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چل رہا ہوں۔ ہم یہ حساب نہیں کرتے کہ دنیا میں کتنے مجرم ہیں۔ ہم انہی مجرموں سے دو دو ہاتھ کرتے ہیں' جو ہماری راہ گزر پر دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کو بیٹی کے اغوا ہونے کا خوف ہے۔ ہلیزان بیٹیوں کے لئے بھی درد پیدا کریں جو ہمارے جانے کے بعد یہاں سے اغوا کی جانے والی ہیں۔"

"میں بحث نہیں کرنا چاہتا۔ یہ بتاؤ کس وقت آؤں؟"

"ٹھیک بارہ بجے۔"

سلمان دماغی طور پر حاضر ہو کر سلطانہ سے بولا "فرہاد بھائی کے دونوں بیٹے ضدی اور گستاخ ہیں۔ علی تو ایک باپ کے جذبات کو سمجھتا ہی نہیں چاہتا۔"

"آخر ہوا کیا ہے؟"

"وہ اغوا کرنے والے مجرموں کے سامنے میری بیٹی کو چارا بنا رہا ہے۔"

سلطانہ نے کہا "آپ کے منہ میں صرف ایک باپ کی زبان ہے۔ وہ سلمان واسطی کہاں ہے جس نے بابا فرید واسطی کے زیرِ سایہ پرورش پائی۔ اس ادارے میں بہت سے علوم اور ہنر سکھانے کے ساتھ انسانیت کے خاطر جان کی بازی لگانے کی نصیحت کی جاتی ہے۔ کیا سسٹر سونیا' اعلیٰ بی بی' مرجانہ اور پوپی وغیرہ نے بارہا جان اور عزت کی بازی نہیں لگائی؟ تمہیں اپنی بیٹی ان جانباز عورتوں سے برتر اور افضل کیوں لگ رہی ہے۔"

سلمان نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہا "میں اپنے محسنِ اعظم بابا فرید واسطی مرحوم کی تعلیمات کو نظر انداز کر رہا ہوں۔ بہت گناہ گار بن رہا ہوں۔ مگر کیا کروں' بیٹی کا باپ ہوں۔"

"بیٹی جوان ہو کر اپنے شوہر کی ہو جاتی ہے۔"

"سچ پوچھو تو مجھے یہ سوچ کر بھی شرم آتی ہے کہ ابھی ان کی شادی نہیں ہوئی' نکاح نہیں پڑھایا گیا اور وہ دن رات ساتھ رہتے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا "میں عورت ہوں۔ دوسری عورت کے بارے میں مجھے بھی تجسس رہتا ہے۔ میں کئی بار ثانی کے دماغ میں جا کر باتیں کرتی رہی اور باتوں کے دوران اس کی لاعلمی میں چور خیالات پڑھتی رہی۔ اس کے خیالات میں کوئی چور نہیں۔ اس کے دماغ میں دور دور تک گناہ کا تصور نہیں ہے اور علی جیسا شریف اور سنجیدہ جوان میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔ وہ دونوں ایک اصول کو مانتے ہیں اور وہ یہ کہ ہر کام اپنے مناسب وقت پر ہونا چاہئے۔ نامناسب عمل گناہ اور جرائم کی طرف لے جاتا ہے۔"

وہ سلمان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "ثانی یہاں سے دوپٹہ اوڑھ کر گئی ہے۔ اسے واپس آنے دو۔ میں اس کے آنچل پر نماز پڑھوں گی پھر تمہیں....."

وہ بولا "بس کرو سلطانہ! تمہارے یقین محکم نے میرے دل اور دماغ سے گرد صاف کر دی ہے۔ مجھے اپنی غیرت مند بیٹی اور ہونے والے داماد کی شرافت پر ناز ہے۔ اب میں وہاں کے وقت کے مطابق بارہ بجے ان کے پاس جاؤں گا۔"

محل کے ایک آراستہ بیڈ روم میں وہ دونوں تنہا تھے۔ انہوں نے دُلائی لامہ کے اصرار پر برائے نام کچھ کھایا تھا۔ پھر اس بیڈ روم میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر دیا تھا۔ باہر ہر نہاری جاری تھی۔ اندر غضب کی سردی تھی۔ اونی لباس پہننے کے باوجود سردی لگ رہی تھی۔ علی نے گھڑی دیکھ کر کہا "آٹھ بج کر ٹیں منٹ ہوئے ہیں۔ اگر ہم تین گھنٹے کی نیند پوری کریں تو ساڑھے گیارہ بجے بیدار ہو جائیں گے۔"

ثانی نے تائید کی "ٹھیک ہے۔ ہم تھوڑی دیر سونے کے بعد تازہ دم ہو جائیں گے۔"

وہ دونوں شاہانہ طرز کے پلنگ پر آگئے۔ ایک پلنگ پر نہ علی کو جھجک ہوئی' نہ ثانی کو شرم آئی۔ کیوں کہ انہوں جھجکنے اور شرمانے والی کوئی حرکت اب تک نہیں کی تھی۔ دو دوست ایک بستر پر سوتے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی لیٹ گئے۔

بستر سرد تھا۔ تھوڑی دیر میں بستر کی سطح ان کے وجود کی گرمی سے گرما جاتی۔ مگر انہیں سردی ستاتی رہتی اور گرمی پکارتی رہتی۔ انہوں نے اپنے اوپر کمبل ڈال لیا۔ چاروں شانے چت ہو کر اپنے اپنے ہاتھ اپنے اپنے سینے پر رکھ لئے' ثانی نے کہا "اے خدا! ۔۔یہ ضروری نہیں کہ ہر عورت اپنے محبوب کو تہذیب کی جنت سے نکلوائے۔ میرے مالک! مجھے ایسی عورت نہ بنا۔ میری حیا کے آئینے کو سلامت رکھ۔"

علی نے کہا "اے ربِ کریم! میری ثانی مجھے بہت عزیز ہے۔ مجھے اس کے ساتھ انسان رہنے دے۔ ہمارے کردار میں پختگی دے۔ جب تک تیرے حکم کے مطابق اور شریعتِ محمدی کے مطابق ہمارا نکاح نہ ہو' ہم اپنی شرم اور کردار کی پختگی کو برقرار رکھیں۔ تُو دعاؤں کا سننے والا اور گمراہی سے بچانے والا ہے۔"

ایسی شدید سردی میں ایک دوسرے کے بدن کی آنچ محسوس ہوتی ہے۔ خواہشات دھوم مچاتی ہیں۔ ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ ایسے میں دعا کام نہیں آتی۔ لیکن جو دعا کے ساتھ دوا بھی کرتے ہیں' ان کا ایمان بھی نہیں ڈگمگاتا۔

ثانی اور علی نے دعا کے بعد دوا کی۔ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ ۔۔اپنے اپنے دماغ کو ہدایات دیں کہ وہ پورے تین گھنٹے تک گہری نیند میں ڈوبے رہیں۔ اگر نیند کے دوران کوئی غیر معمولی بات ہو یا خواب گاہ میں کوئی قدم رکھے تو فوراً ہی آنکھ کھل جائے۔ وہ بچپن سے دماغ کو ہدایات دے کر سونے اور جاگنے کے عادی تھے۔ آدھے منٹ کے اندر ہی انہیں نیند آگئی۔

اب شیطان بھی انہیں نہیں جگا سکتا تھا۔ نہ ثانی کو اپنے مرد کی قربت سے بہکا سکتا تھا اور نہ ہی علی کو ثانی کے حسن و شباب سے بھڑکا سکتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ شیطان کا داؤ ہر انسان پر نہیں چلتا۔ اگر چلتا تو ہماری دنیا میں شیطان ہی شیطان ہوتے کوئی سچا اور کھرا انسان نظر نہ آتا۔

میرے وہ قارئین جو کسی حد تک مستقل مزاج ہیں اور اچھی قوتِ ارادی کے مالک ہیں' وہ اپنے بچوں پر یہ نسخہ آزمائیں۔ ۔۔انہیں صبح خیزی کی عادت ڈالیں۔ یوگا کی ہلکی پھلکی مشقیں کرائیں اور سونے سے پہلے سمجھائیں کہ وہ ہر رات آنکھیں بند کر کے دماغ کو ہدایات دیا کریں۔ اپنے جاگنے کا وقت مقرر کریں۔ ۔۔اور اپنے کمرے میں کسی مداخلت سے آنکھ کھل جانے کی بھی ہدایت کریں۔ آپ کوئی بھی کام کریں' ابتدا میں ناکامی ہوتی ہے۔ ۔۔اس لئے بچوں میں حوصلہ اور مستقل مزاجی پیدا کرتے رہنا چاہئے۔ آپ ایک آدھ ماہ میں دیکھیں گے کہ بچوں نے رات کے وقت اپنے دماغوں کو اپنے کنٹرول میں رکھنا سیکھ لیا ہے۔ اگر آپ نے ایسا کر لیا تو آپ آئندہ نسلوں میں بے شمار سونیا ثانی اور علی تیمور کا اضافہ کریں گے۔

علی کا خیال تھا کہ محل میں کوئی واردات ہوئی تو آدھی رات کے بعد ہوگی۔ کیوں کہ خواب گاہ کے باہر چاروں طرف سخت پہرا تھا۔ خود دُلائی لامہ بھی جاگ رہا تھا۔ وارادت کرنے والوں کے لئے بس ایک ہی راستہ تھا۔ اگر اس محل میں کوئی چور دروازہ ہوتا تو وہ اسی راستے سے خواب گاہ میں داخل ہو سکتے تھے۔

ہر محل میں چور دروازے اور تہ خانے ہوتے ہیں۔ سلمان نے دلائی لامہ کے دماغ سے معلوم کیا تھا۔ اس کے محل میں کہیں چور دروازہ نہیں تھا اور یہ ایک تعجب کی بات تھی۔ اس کے سیکریٹری کی سوچ نے بھی یہی بتایا تھا اور خیال خوانی کرنے والے سے کسی کا دماغ جھوٹ نہیں بولتا۔

بہرحال واردات کا راستہ آسمان ہو تو مجرم آدھی رات کا انتظار نہیں کرتے۔ خواب گاہ کی ایک دیوار پر دُلائی لامہ اوّل کی پینٹنگ لگی ہوئی تھی۔ وہ بڑی ہی تصویر بالکل ساکت تھی اور تصویر تو ساکت ہوتی ہی ہے۔ لیکن ٹھیک گیارہ بجے اس کی آنکھوں میں حرکت ہوئی۔ اس کی پُتلیاں اپنی جگہ سے سرک گئیں۔ وہاں ننھا سا خلا پیدا ہوا پھر اس خلا سے کسی کی زندہ آنکھیں جھانکنے لگیں۔

یہ ایک غیر معمولی بات تھی کہ کمرے کی کوئی چیز اپنی جگہ سے سرک جائے اور زندہ آنکھ کسی مردہ آنکھ کی جگہ لے کر دیکھنے لگے۔ چوں کہ یہ غیر معمولی باتیں تھیں اس لئے ثانی اور علی کی آنکھ کھل گئی۔ ثانی نے سرگھما کر علی کو دیکھا۔ وہ بولا "کچھ گڑبڑ ہے۔"

وہ کمبل کو ایک طرف پھینکتے ہوئے اٹھ گئے۔ فرش پر آتے ہی اپنے پنجوں کے بل اچھلنے لگے۔ وہ جوتے پہن کر سوئے تھے۔ کسی خاص تیاری کی ضرورت نہیں تھی۔ اپنی ایڑیاں اٹھائے پنجوں کے بل اس لئے اچھل رہے تھے کہ نیند کا ہلکا سا بھی خمار رہ گیا ہو تو ختم ہو جائے۔ دماغ پوری تازگی اور چابک دستی سے

سوچنا سمجھنا شروع کردے۔ لہو میں گرمی اور بدن میں حرارت پیدا ہو۔ وہ اسی طرح اچھلتے ہوئے ہاتھ روم میں آئے' وہاں اپنے چہروں پر پانی کے چھینٹے مارے۔ تولئے سے مُنہ پونچھتے ہوئے کمرے میں آئے۔ اس وقت ایک دیوار سے چور راستہ کھل رہا تھا۔

چور دروازے کے دوسری طرف نیم تاریکی تھی۔ وہاں سے چار عدد لامہ چلتے ہوئے کمرے کی روشنی میں آئے۔ وہ بدھ مت کے بھکشوؤں کی طرح گیروے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ایسے دھارمک لوگ معصوم ہوتے ہیں مگر وہ صورت سے جھٹے ہوئے بدمعاش لگ رہے تھے۔ انہوں نے پیشانی پر راکھ لگائی ہوئی تھی جیسی اگن پوجا کے بعد آرہے ہوں۔ ایک کے ہاتھ میں تیر کمان اور باقی تینوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں۔

وہ بڑے طمطراق سے آئے تھے مگر انہیں پنجوں کے بل اچھلتے دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ ایک نے گرج کر اپنی زبان میں کہا "رک جاؤ۔ ہم نے تمہیں نیند کی حالت میں دیکھا تھا۔ اگر ذرا بھی شبہ ہوا کہ جاگ رہے ہو تو تمہارے سامنے یہ چور دروازہ نہ کھولتے۔"

دوسرے نے کمان کے چلّے پر تیر چڑھاتے ہوئے کہا "چور دروازہ دیکھ لینے کے بعد اس جوان کو زندہ نہیں رہنا چاہئے۔"

کمان تن گئی۔ تیر سنسناتا ہوا آیا۔ علی نے اچھلتے ہوئے فضا میں قلابازی لگائی تیر ہاتھ روم کے دروازے میں پیوست ہوگیا۔ دوسرا تیر چلانے سے پہلے ثانی جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی قریب آئی پھر اچھل کر ایک فلائنگ کک ماری۔ تیر کمان والا منہ پر ٹھوکر کھا کر پیچھے کی طرف لڑھکرایا۔ پیچھے کھڑے ہوئے ساتھی کی تلوار اس کے پشت میں گھسی اور پیٹ کی طرف سے نکل آئی۔

وہ لامہ انہیں ترنوالہ سمجھ کر آئے تھے۔ ایسی پچویشن کے لئے تیار نہیں تھے۔ انہوں نے چونک کر اپنے مرنے والے ساتھی کو دیکھا۔ پھر ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا دیکھ رہے ہیں۔ ثانی اور علی نے انہیں دیکھنے اور سمجھنے کی مہلت نہیں دی۔ ان کے تابڑ توڑ حملوں کا انداز ایسا تھا کہ انہیں تلوار چلانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ پھر وہ تلواریں بھی ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں۔ صرف دو منٹ کے اندر ان میں سے ایک مرچکا تھا اور تین نیم بیہوشی کی حالت میں فرش پر پڑے ہوئے تھے۔

دونوں نے ایک ایک تلوار اٹھالی۔ ثانی نے ایک کو ٹھوکر مار کر کہا "اٹھو اور وہاں چلو' جہاں مجھے لے جانے آئے تھے۔"

تینوں نے چونک کر ثانی کو دیکھا کیوں کہ وہ ان کی زبان بول رہی تھی۔ علی نے بھی ان کی زبان میں پوچھا "جہاں اسے لے جانا چاہتے تھے' وہاں آتشی اسلحہ بھی ہے؟"

اُس نے ہاں کے انداز میں سرہلایا۔ علی نے اس کی گردن دبوچ کر اٹھاتے ہوئے کہا "ہمارے آگے آگے چلو۔"

وہ تینوں حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ ثانی اور علی ان کے پیچھے چلتے ہوئے چور دروازے سے گزر کر ایک راہداری میں آئے۔ وہ راہداری ایک طرف مڑگئی۔ اس کے آخری سرے پر ایک زینہ تھا۔ زینے کے نیچے تہ خانے کا منظر دور تک نظر آرہا تھا۔

وہاں جنریٹر کے ذریعے بلب روشن تھے۔ ان کی روشنی میں کچھ لامہ گیروے لباس میں دکھائی دے رہے تھے۔ تہ خانہ کے وسط میں آگ روشن تھی۔ شعلے بھڑک رہے تھے۔ ایک بونا دوڑتا ہوا ان شعلوں کے درمیان سے گزرتا ہوا کبھی اُدھر جارہا تھا کبھی ادھر آرہا تھا۔ شعلوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے کچھ پڑھتا جارہا تھا۔ ثانی نے اپنے شکار کی پسلی میں تلوار کی نوک چبھوئی' پھر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولا "یہ ہمارے علاقہ کا بونا جادوگر ہے۔ بے حد خطرناک ہے۔ تم نے ہمیں زیر کرلیا ہے لیکن اس کے سامنے تم دونوں سحر زدہ ہوجاؤ گے۔"

علی نے ثانی سے فرانسیسی زبان میں کہا "اس تہ خانے میں چھپنے کی خاصی گنجائش ہے۔ میں جارہا ہوں۔ تم دس منٹ بعد بونے جادوگر کے پاس جاسکتی ہو۔"

وہ چلا گیا۔ بونا جادوگر منتر پڑھنے اور شعلوں کے درمیان گزرنے کے عمل میں مصروف تھا۔ دوسرے لامہ اس کے آس پاس دونوں ہاتھ جوڑے' سر جھکائے کھڑے تھے۔ بونا ایک جگہ رک گیا۔ پھر اس نے جھک کر ایک برتن سے مٹھی بھر سفوف اٹھایا اور اسے آگ میں پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی شعلے بھڑک بھڑک کر بجھ گئے۔ بجھی ہوئی آگ سے دھواں اٹھ کر پھیلنے لگا۔ تھوڑی دیر تک دھواں بادل کی طرح چھایا رہا۔ جب وہ چھٹنے لگا تو ایک کھلتے ہوئے دروازے پر دلائی لامہ نظر آیا۔

وہ دلائی لامہ جو وہاں کا حکمران تھا۔ ثانی اور علی کا میزبان تھا اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا "بونے شیطان! وہ حسین دوشیزہ ابھی تک کیوں نہیں آئی؟"

"آگئی سرکار' آگئی۔ وہ دیکھیں۔"

بونے جادوگر نے ایک طرف اشارہ کیا۔ سب نے اُدھر دیکھا۔ ثانی تین لامائوں کے پیچھے زینے سے اتر رہی تھی۔ اس نے ایک کو لات ماری۔ جسے لات پڑی وہ دو ساتھیوں سے ٹکرایا پھر وہ تینوں زینے پر سے لڑھکتے ہوئے نیچے پہنچ کر چاروں شانے چت ہوگئے۔ دلائی لامہ نے پریشان ہوکر پوچھا "بونے شیطان! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا تیری کسی غلطی سے میرا بھید کھلنے والا ہے؟"

بونے نے ثانی کے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر کہا "سرکار! میرے جادو میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ میری کامیابی کا ثبوت یہ ہے کہ اس کا جوان ساتھی محل میں بے ہوش پڑا ہوگا۔ اور ابھی میں آپ کے سامنے اس کے ہاتھ سے تلوار گرادوں گا۔"

وہ بلند آواز میں منتر پڑھنے لگا۔ ثانی ایک ایک قدم بڑھ رہی تھی۔ اس کے قریب آتی جارہی تھی۔ بونے کے منتر پڑھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر جائے گی لیکن تلوار کی نوک بونے کے حلق سے آکر ٹک گئی۔ وہ گڑبڑا گیا۔ منتر بھول گیا۔ ثانی نے کہا "تلوار تب گرے گی جب منتر پورا کرسکو گے۔ تمہارے اسی حلق سے منتر نکلتا ہے نا؟"

دلائی لامہ نے گھبرا کر کہا "میرا بھید کھل جائے گا۔ یہ محل سے باہر جائے گی تو میری عیاشی اور جرائم کا انکشاف ہوگا۔ میرا اقتدار چھن جائے گا۔ اسے گولی مارو۔"

اس کے باڈی گارڈنے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر ثانی کا نشانہ لیا۔ لیکن ٹریگر نہ دبا سکا۔ ریوالور والا ہاتھ کلائی سے کٹ کر گر پڑا۔ دلائی لامہ کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ علی کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر وہ بھاگنا چاہتا تھا۔ مگر تلوار کے ایک وار سے بھاگنے والا ایک ٹخنہ کٹ گیا۔ وہ فرش پر گر کر رحم کی بھیک مانگنے لگا۔

"ہم اسی طرح رحم کریں گے جیسے تم ہمارے ساتھ کرنے والے تھے۔ یہ بتاؤ کیا تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے؟"

دلائی لامہ نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "میں نہیں جانتا تنویمی عمل کیا ہوتا ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ تمہارے خاندان کے لوگ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں کسی کے بھی دماغ میں گھس جاتے ہیں۔ اس بونے جادوگر نے مجھ پر کچھ عمل کیا تھا اور یقین دلایا تھا کہ میرے چور خیالات کوئی نہیں پڑھ سکے گا۔"

یہی وجہ تھی کہ سلمان اس کے دماغ میں پہنچ کر بھی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکا تھا۔

ثانی نے بونے سے پوچھا "دلائی لامہ کا بیٹا اور بھائی کہاں ہیں؟"

بونے نے دلائی لامہ سے نظریں چراتے ہوئے کہا "بیٹا بھی باپ کی طرح عیاش ہے۔ کہیں شکار کھیلنے گیا ہے۔ جب بیرونی ممالک سے کوئی حسین لڑکی آتی ہے تو دلائی لامہ مجھے حکم دیتا ہے کہ میں اس کے بھائی پر عمل کروں۔ میرے جادو سے اس کا بھائی نیم پاگل ہوجاتا ہے۔ یہ اسے کال کوٹھری میں
جب بھی حسین لڑکیاں غائب ہوتی ہیں
پر آتا ہے۔"

علی نے دلائی لا
تمہارے بھائی کو

اس

ثانی

سوچتا ہوں کہ کبھی کبھی دماغی طور پر کہاں گم ہوجاتا ہوں۔ ہوش میں آتا ہوں تو کئی راتیں اور کئی دن گزر چکے ہوتے ہیں۔ میں بیڈ روم سے غائب ہوتا ہوں اور ہوش میں آنے کے بعد خود کو کسی ویرانے میں پاتا ہوں۔"

علی نے اُسے بتایا کہ اس کا بھائی دلائی لامہ عیاش اور چالباز ہے۔ وہ باہر سے آنے والی حسیناؤں سے کھیلنے کے لئے خود معصوم بن کر اپنے بے قصور بھائی کو دنیا کی نظروں میں مشکوک بناتا ہے۔

بارہ بج گئے تھے۔ سلمان نے اپنے وقت پر آکر دیکھا تو بازی پلٹ چکی تھی۔ اس نے علی سے پوچھا "یہ کیا ہوگیا؟ کیا دلائی لامہ مجرم ہے؟"

"جی ہاں۔ آپ ذرا معلوم کریں۔ یہ عیاش شیطان لڑکیوں کو اغوا کر کے کہاں چھپاتا ہے۔"

سلمان نے دلائی لامہ کے پاس آکر اس کی سوچ پڑھی۔ وہ سوچ کے لحاظ سے معصوم تھا۔ جو حقیقت سامنے آگئی تھی' دماغ اس کا اعتراف نہیں کر رہا تھا۔ سلمان نے کہا "الو کے پٹھے! اب سمجھ میں آیا۔ تیرے دماغ کے ایک حصے کو لاک کیا گیا ہے۔ اس لئے میں تیرے چور خیالات نہیں پڑھ پایا تھا۔ اب میں مقفل حصے کا تالا کھولوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا۔ زلزلے میں سب کچھ تہس نہس ہوجاتا ہے۔ پھر تالا کیسے نہ ٹوٹتا۔ دماغ کے چور خانے سے اس کا کچا چٹھا باہر آنے لگا۔ سلمان نے تھوڑی دیر خیالات پڑھنے کے بعد علی سے کہا "یہ تہ خانہ بہت وسیع و عریض ہے۔ اس کے ایک حصے میں اس نے حرم سرا [illegible]
ہوئی حسینا[illegible]

اتارتے رہے۔ دلائی لامہ کا بھائی اس کے ساتھ ہیلی کاپٹر تک آیا۔ وہ احسان مند تھا۔ بار بار ہاتھ جوڑتا تھا اور ثانی اور علی کے پاؤں چھو کر کہتا تھا "آپ کی مہربانیوں سے میں بے قصور ثابت ہوا اور اب یہاں کا دلائی لامہ بنایا جاؤں گا۔ لیکن میں آپ کے قدموں کی دھول ہوں۔ مجھے گائیڈ بنا کر ساتھ لے چلیں۔"

علی نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "تمہاری ضرورت ہوئی تو ہم ضرور تمہیں بلائیں گے۔"

وہ بولا "آپ نہیں جانتے۔ ساحرِ اعظم ساسان ڈوگرا بہت ہی خطرناک جادوگر ہے۔ وہ اپنے کالے جادو کے ذریعے آپ دونوں کو دیکھ رہا ہوگا۔ اس سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ اس ملک کا ہر نیا دلائی لامہ ایک بار ضرور اس کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ آپ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ تبت کا اصل حکمران وہی ہے۔"

علی نے کہا "کالے جادو کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ خطرناک جادوگروں کو دور ہی سے گولی ماردی جاتی ہے۔ کیا جمہوریہ چین اور دوسرے بڑے ممالک ساسان ڈوگرا پر قابو نہیں پا سکتے' کیا اسے نابود نہیں کر سکتے؟"

"وہ اور اس کا طلسم کدہ کسی کو نظر نہیں آتا۔"

"اگر ایسا ہے تو ہر نیا دلائی لامہ اس کے سامنے کیسے حاضر ہوتا ہے؟"

"یہ صرف وہی دلائی لامہ جانتا ہے' جو اس کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ غیر ملکی جاسوس اتنا ہی دیکھتے ہیں کہ دلائی لامہ ایک غار کے اندر جاتا ہے۔ اور وہ کہاں جاتا ہے' یہ معلوم کرنے کے لئے جاسوس تعاقب کرتے ہیں۔ لیکن عجیب بھول بھلیوں سا تھی کو دیکھا۔ پھر ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ انہیں کوئی طلسم کدہ یا ..." ثانی اور علی نے انہیں دیکھنے اور سمجھنے کی مہلت نہیں دی۔ ان کے تابڑ توڑ حملوں کا انداز ایسا تھا کہ انہیں تلوار چلانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ پھر وہ تلواریں بھی ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں۔ ...صرف دو منٹ کے اندر ان میں سے ایک مرچکا تھا اور تین نیم بیہوشی کی حالت میں فرش پر پڑے ہوئے تھے۔

دونوں نے ایک ایک تلوار اٹھالی۔ ثانی نے ایک کو ٹھوکر مار کر کہا "اٹھو اور وہاں چلو' جہاں مجھے لے جانے آئے تھے۔"

تینوں نے چونک کر ثانی کو دیکھا کیوں کہ وہ ان کی زبان بول رہی تھی۔ علی نے بھی ان کی زبان میں پوچھا "جہاں اسے لے جانا چاہتے تھے' وہاں آتشی اسلحہ بھی ہے؟"

اُس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ علی نے اس کی گردن دبوچ کر اٹھاتے ہوئے کہا "ہمارے آگے آگے چلو۔"

وہ تینوں حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ ثانی اور علی ان کے پیچھے چلتے ہوئے چور دروازے سے گزر کر ایک راہداری میں آئے۔ وہ ویسے عام گفتگو کر لیتا ہے۔"

"جب وہ ایسا زبردست جادوگر ہے تو اس کے خلاف ہماری کیا مدد کرو گے؟"

"میں اس کے خلاف کچھ سوچنے کی جرات ہی نہیں کر سکتا۔ ...البتہ اس غار تک راہنمائی کر سکتا ہوں۔ یہاں کے دستور کے مطابق مجھے چوبیس گھنٹے کے اندر دلائی لامہ بنایا جائے گا۔ میں ساسان ڈوگرا کے سامنے حاضر ہو کر اس کے قدموں میں گر گڑاؤں گا کہ وہ آپ دونوں کو نقصان نہ پہنچائے۔"

علی نے پھر ایک بار اس کے شانے کو تھپک کر کہا "اپنے گھر جاؤ۔ اور یہ بزدلانہ خیال دماغ سے نکال دو کہ تم ہمارے لئے رحم کی بھیک مانگو گے۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا' ثانی نے ڈانٹ کر کہا "بس اپنی آواز اب نہ سنانا۔ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

وہ سر جھکا کر ہاتھ جوڑ کر پیچھے چلا گیا۔ علی نے پائلٹ کو اشارہ کیا۔ ہیلی کاپٹر اسٹارٹ ہو گیا۔ پنکھا گردش کرنے لگا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ فضا میں بلند ہوتے ہوئے پرواز کرنے لگا۔ چوبیس گھنٹے کے اندر دلائی لامہ بننے والا ہیلی کاپٹر کو آسمان کی بلندیوں پر دور جاتے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "مجھ پر احسان کرنے والی دیوی اور دیوتا! یہ تمہارا آخری سفر ہے۔ میں تمہیں آخری پرنام کرتا ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے تھا۔ پھر اس نے سر کو جھکا لیا آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحوں تک یونہی کھڑا اپنے محسنوں کے لئے دل میں درد محسوس کرتا رہا۔ پھر چونک گیا۔ سر اٹھا کر دیکھا۔ دور پہاڑی کے پاس وہ ہیلی کاپٹر ڈگمگا رہا تھا۔ شاید کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی۔

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دوڑنے لگا جیسے گرتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو تھام لے گا۔ وہ کئی میل کے فاصلے پر تھا اور دوڑتے ہوئے دیکھا۔ ثانی تین لاماؤں "اے مہان جادوگر! تیرا جادو بول رہا ہے۔ تو نے ایک کو لات ماری۔ جسے سر کرتا۔ مگر وہ دونوں میرے محسن ہیں۔ پھر وہ تینوں زینے پر سے لڑھکتے ہوئے نیچے آ گرے! تیرا پجاری دیا کی بھیک چت ہو گئے۔ دلائی لامہ نے پریشان ہو کر پوچھا کیا ہو رہا ہے؟ کیا تیری کسی غلطی سے میرا بھید کھلنے والا ہے؟"

بولنے نے ثانی کے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر کہا "اے رحم کر میرے جادو میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ میری کامیابی کا ثبوت یہ ایک ہے کہ اس کا جوان ساتھی محل میں بے ہوش پڑا ہوگا۔ اور ابھی میں آپ کے سامنے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دوں گا۔"

وہ بلند آواز میں منتر پڑھنے لگا۔ ثانی ایک ایک قدم بڑھ رہی تھی۔ اس کے قریب آتی جا رہی تھی۔ بولنے کے منتر پڑھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر جائے گی لیکن تلوار

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

دیدبان

پچیسواں حصہ

دلیونا

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک طلسماتی اور سحر انگیز آدمی کے شب و روز، اُس نے جب چاہا، فتح کر لیا اور جب چاہا کسی کو مات دے دی۔ خیال خوانی میں ایک نیا جہان معنی متعارف کرانے والے شخص کی جولانیِ طبع کی ضو فشانی۔ اس کی شہرت چار دانگ پھیل چکی ہے۔

اندھیرا اُن کا مقدر بن گیا تھا۔

جورا جوری اور جوڈی نارمن کو اب ایسا لگتا تھا جیسے وہ اندھیرے میں ہی پیدا ہوئے تھے اور اندھیرے میں ہی مر جائیں گے۔ اس تاریک کمرے میں پتا نہیں کتنے دن، کتنے ہفتے اور کتنے مہینے گزر گئے تھے۔ انہیں گزرتے ہوئے وقت کا حساب معلوم نہیں تھا۔ انہوں نے ایک مدت سے خود اپنا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ روشنی ہوتی، آئینہ ہوتا تو وہ دیکھتے۔ صرف اور صرف اندھیرے میں وہ اپنا چہرہ بھی بھولتے جا رہے تھے۔

عورت اپنے حسن و جمال کی تعریف چاہتی ہے۔ وہ جوڈی نارمن کے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر لا کر کہتی تھی "میرے چہرے کے ایک ایک نقش کو چھو کر بتاؤ میں کیسی لگتی ہوں؟"

وہ ایک اندھے کی طرح چھو کر اس کی تعریفیں کرتا تھا اور وہ ایک اندھی کی طرح خوش ہو جاتی تھی۔ اس تاریک قید خانے میں آنے سے پہلے وہ مردوں سے بیزار تھی۔ کسی کو بوائے فرینڈ نہیں بناتی تھی۔ کسی سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس عجیب و غریب قید خانے میں آ کر وہ جوڈی نارمن کو دوست بنانے پر مجبور ہو گئی تھی۔

مجبوری نے ایک ساتھی کی قربت سے آشنا کیا تو وہ دل و جان سے اسے چاہنے لگی۔ شاید اس چاہت میں بھی مجبوری تھی کیونکہ انہیری چار دیواری میں چاہنے اور چاہے جانے کے لئے اور کچھ نہیں تھا۔

وہ وقت گزارنے کے لئے کبھی کبھی خیال خوانی کرتے تھے، کسی دوست یا رشتے دار کے دماغوں میں پہنچ جاتے تھے۔ پھر ان کے ذریعے دوسروں کے اندر بھی جگہ بنا لیتے تھے مگر کچھ حاصل نہیں ہوتا تھا۔ وہ کسی کو اپنی مدد کے لئے بلا نہیں سکتے تھے۔ انہیں دن کی روشنی میں دیکھ کر سوچتے تھے۔ سورج کیسے چمکتا ہوگا؟ دن کی روشنی کیسی ہوتی ہے؟ کیا ہم کبھی دوبارہ روشنی دیکھ سکیں گے؟

وہ تاریکی کے اس قدر عادی ہو گئے تھے کہ روشنی میں ان کی آنکھیں دُکھنے لگتیں۔ وہ کبھی کبھی جھنجلا کر زور زور سے بولتے تھے اور پوچھتے تھے "تم ہمیں قیدی بنا کر کس جرم کی سزا دے رہی ہو؟ تم ہم سے کیا چاہتی ہو؟ کم از کم ہماری ٹیلی پیتھی سے کوئی کام لو۔ کوئی فائدہ اٹھاؤ۔ ہمیں یہ خوشی ہو گی کہ تم ہمارے کام نہیں آتیں، ہم تو تمہارے کام آتے ہیں۔"

وہ بولتے بولتے تھک جاتے تھے مگر جواب نہیں ملتا تھا۔ رفتہ رفتہ انہیں یقین ہو گیا کہ وہ قید کرنے والی اس وقت بھی نہیں بولے گی، جب وہ دونوں چیختے چیختے مر جائیں گے۔

یہ تو پاگل بنا دینے والی بات تھی۔ اگر جوڈی نارمن کو ایک دوشیزہ نہ ملتی اور جورا جوری کو ایک پیار کرنے والا مرد نہ ملتا تو دونوں ایسے رویّے سے پاگل ہو جاتے۔ یہ دنیا اس لئے قائم ہے کہ مرد کو عورت نے اور عورت کو مرد نے سنبھال رکھا ہے۔

یوں ایک دوسرے کو سنبھالنے کا نتیجہ پریشان کن بھی ہوتا ہے۔ ایک روز اچانک جورا جوری کی طبیعت خراب ہو گئی۔ وقفے وقفے سے قے ہونے لگی۔ جوڈی نارمن نے اسے تسلیاں

دیں۔ آرام سے بستر پر لٹایا۔ پھر بلند آواز سے کہنے لگا "اس تاریک جنم میں تم بھی نہیں سنتی ہو' خدا بھی نہیں سنتا ہے۔ میں کیسے تصدیق کروں کہ یہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

وہ روتے ہوئے بولی "ہاں یہ ماں بننے کے آثار ہیں۔ نارمن! مجھے تمہاری بھرپور محبت ملی۔ اب محبت کا انعام مل رہا ہے لیکن مجھے خوش ہونا چاہئے یا ماتم کرنا چاہئے؟ ایک ماں نو ماہ تک اس اندھیرے میں مصیبتیں اٹھائے گی۔ نو ماہ بعد میرا بچہ تاریک جنم میں پیدا ہوگا۔ پیدا ہو کر آنکھیں کھول کر کچھ نہیں دیکھ سکے گا۔ جو بڑے کرب سے پیدا کرے گی اس ماں کو بھی نہیں دیکھے گا۔ ہائے میں کیسی ماں ہوں! ہائے وہ کیسا بچہ ہوگا۔۔۔"

وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ وہ بولتی بھی جا رہی تھی اور روتی بھی جا رہی تھی۔ نارمن اسے تسلی نہیں دے رہا تھا۔ اس سے الگ ہو کر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ایسے وقت آنسو بہ کچھ تو اور زیادہ اینٹھ آتے ہیں۔ ہمدردی کرو تو اور زیادہ کلیجا پھٹنے لگتا ہے۔ اس لئے وہ خاموش تھا۔ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ انہیں قید کرنے والی ایک عورت ہے۔ شاید ایسی حالت میں جو را جوری کی آہ و زاری اس عورت کو متاثر کر دے۔

عورت پہلی بار ماں بننے والی ہو اور عذاب میں مبتلا ہو تو اس کی آہ و زاری پتھر کو بھی پگھلا دیتی ہے لیکن یہ کوئی سنگدلی سی سنگدلی تھی کہ اب بھی جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ عورت یا تو گونگی ہو گئی تھی یا انہیں قید کرنے کے بعد وفات پا گئی تھی۔ اسی لئے اُس کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔

مرینا اس وقت دوسرے معاملات میں مصروف تھی۔ نئے سُپر ماسٹر کو بتا رہی تھی کہ اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو تاریکی میں قید کرنے کے کتنے فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جو را جوری' جوذی نارمن' ٹیٹو سنتانا اور پال ہوپ کن دشمنوں سے محفوظ رہے۔ سونیا اور اس کے خیال خوانی کرنے والے ان چاروں کو ٹریپ نہ کر سکے۔

مرینا نے کہا "اس دوران میں چاروں پر تنویمی عمل کرتی رہی' یہ چاروں ہمیشہ میرے فرمانبردار رہیں گے اور کبھی کسی دشمن کے زیر اثر نہیں آئیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "جب تمہیں ان کی فرمانبرداری پر پورا بھروسا ہے تو انہیں تاریکی سے نکالو۔ انہیں ملک اور قوم کے لئے استعمال کرو۔"

"بے شک' میں سب سے پہلے پال ہوپ کن کو آزاد کروں گی وہ میرا معمول بننے سے پہلے بھی محبِ وطن تھا اور آج بھی ہے۔"

"مس مرینا! ہمیں کئی معاملات میں خیال خوانی کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ پلیز انہیں امریکا واپس لے آئیں۔"

"جیسے ہے' میں پہلے آزمائش کے طور پر پال ہوپ کن کو یہاں سے روانہ کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ ادھر کئی دنوں سے وہ خود کو بہت زیادہ مصروف رکھنے لگی تھی۔ اپنے ذہن کو بھٹکنے سے روکنا چاہتی تھی اور ذہن تھا کہ موقع ملتے ہی پارس کی طرف اڑنے لگتا تھا۔

وہ سمجھنا چاہتی تھی کہ اس کے لئے ایسی دیوانگی کیوں ہے؟ آخر اس میں کیا بات ہے؟ اگر اس کی زندگی میں پارس نہ آتا۔ کوئی دوسرا آتا' تب بھی یہی دیوانگی ہوتی؟ ہرگز نہیں' تجزیہ کرنے سے بات سمجھ میں آگئی۔ وہ غیر معمولی تھا۔ دنیا کے تمام لوگوں سے مختلف تھا۔ زہریلا تھا' سانپ تھا' ایک ملاقات کے بعد دوسری ملاقات کے لئے نہ ٹوٹنے والا نشہ چھوڑ جاتا تھا۔

دراصل وہ دیوانی نہیں تھی۔ نشے کی عادی ہو گئی تھی۔

وہ سوچتے سوچتے سر کو جھٹک کر جیسے ہوش میں آگئی ورنہ مدہوش ہونے والی تھی۔ آئینہ دیکھا تو چہرہ تمتما رہا تھا۔ آنکھیں نشیلی ہو گئی تھیں۔ اگر چہ پارس سے ملاقات کرنے میں دشواری نہیں تھی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ سکتی تھی۔ جہاں چاہتی وہاں اسے بلا سکتی تھی لیکن دیوانگی میں بھی بلا کی ذہانت سے سوچتی تھی۔

'نہیں' مجھے اپنے جذبات پر قابو ہونا چاہئے۔ مقابلہ سونیا سے ہے۔ وہ سمجھ رہی ہے کہ اس نے ڈی کا فریب دے کر اصل پارس کو تاریک قید خانے سے آزاد کرا لیا ہے' اور میں مطمئن ہوں کہ اصل پارس آزاد ہو کر بھی ذہنی طور پر میرا تابعدار ہے۔ اگر میں اتنی جلدی نمائی میں اس سے کہیں ملنے جاؤں گی تو سونیا کے آدمی مجھے گھیر لیں گے۔ لہٰذا صبر سے پارس کے دماغ میں آتے جاتے ہوئے سونیا کی مصروفیات کو سمجھتے رہنا چاہئے۔'

اس نے پارس کی طرف سے دھیان ہٹانے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی اور پال ہوپ کن کے اندر پہنچ گئی۔ وہ یوگا کا ماہر پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا تھا چونکہ مرینا کا معمول تھا اس لئے اسے محسوس نہ کر سکا۔ وہ بولی "ہیلو پال!"

اس نے چونک کر پوچھا "کون؟ مرینا تم ہو؟"

"ہاں میں ہوں۔"

"آہ! اس سور کی بچی شیطانہ تمہیں بھی کسی تاریک کمرے میں قید کر دیا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "پال! میں نے تم چاروں قیدیوں سے جھوٹ کہا تھا۔ میں قیدی نہیں ہوں اور نہ ہی شیطانہ تم لوگوں کو قید کیا ہے۔"

پال ہوپ کن نے کہا "سمجھ گیا' ابھی تم میرے دماغ میں آئیں اور میں نے تمہیں محسوس نہیں کیا۔ تم نے مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔"

"ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ اب تمہیں مجھ پر غصہ آئے گا۔"

"ایک معمول اور تابعدار کے غصے کی اہمیت یا اہمیت ہی ہے۔ بولو کیا حکم ہے میری مالکہ؟"

وہ ہنستے ہوئی بولی "میں مالکہ نہیں تمہاری دوست ہوں۔ تمہاری حب الوطنی کے باعث تمہاری قدر کرتی ہوں۔"

"قدر بھی کرتی ہو' ظلم بھی بناتی ہو۔"

"ابھی تم آزاد ہو جاؤ گے لیکن آزادی کے لئے چند شرائط ہیں۔ تم اپنا نام اور اپنی شخصیت تبدیل کرو گے۔ چہرہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل ہوگا تاکہ سونیا کا یا ہمارے ملک کا کوئی آدمی تمہیں نہ پہچانے۔ میں نے تم چاروں پر تنویمی عمل کیا' تاریک قید خانے میں رکھا۔ میں دشمن نہیں۔ اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو اس مکار چڑیل سے بچانے کا یہی ایک راستہ تھا۔"

"تمہاری باتیں میرے دل کو لگ رہی ہیں لیکن یہ تصدیق لازمی ہے کہ تم واقعی ہمارے ملک اور ہماری قوم کے لئے ایسا کر رہی ہو۔"

"میرے دماغ میں آؤ اور نئے سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچو۔ پھر اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے پاس جاؤ۔ تصدیق ہو جائے گی۔"

اس نے پال ہوپ کن کو سپر ماسٹر کے پاس پہنچایا۔ پھر کہا۔ 'اب میں ٹیٹو سنتانا سے مل کر آتی ہوں۔"

وہ تاریک کمرے کے دوسرے قیدی کے پاس جانا چاہتی تھی پھر جانے کیسے عورت کے دل نے عورت کی طرف کھینچ لیا۔ وہ جو را جوری کے پاس آئی تو حیران رہ گئی۔ مرینا نے یہ کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ جو را جوری اور نارمن کو محبت میں گرفتار کرنے کا یہ نتیجہ ہوگا۔ ان کی تہذیب کے مطابق نتیجہ برا نہیں تھا۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد بھی وہ شادی کرتے تو ان کا قانون اور معاشرہ خوش رہتا۔ دراصل برا یہ ہوا تھا کہ بچے کی بنیاد تاریکی میں پڑی تھی۔ طبی نقطۂ نظر سے بچے میں کوئی خرابی پیدا ہو سکتی تھی۔

اس نے فیصلہ کیا کہ بچے کی ماں کو فوراً روشنی میں آکر زندگی گزارنا چاہئے۔ پھر وہ پہلی بار بولی "جو را جوری! دل اور دماغ سے تمام پریشانیاں نکال دو۔ تم نارمن کے ساتھ ایک گھنٹے کے اندر اندر آزاد ہو جاؤ گی۔"

جو را جوری ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ نارمن سے بولی۔ "وہ میرے دماغ میں بول رہی ہے۔ کہتی ہے' ہم آزاد ہو رہے ہیں۔"

مرینا نے نارمن کے دماغ میں آکر کہا "بچہ مبارک ہو۔ اس کے طفیل آزادی مل رہی ہے لیکن چند شرائط پر عمل کرنا ہوگا۔"

"ہم بچے کی خاطر تمہاری ہر شرط مان لیں گے۔"

"تم دونوں اپنا نام اور اپنی شخصیت تبدیل کرو گے۔ اس سلسلے میں میری جو نئی پلاننگ ہے' وہ تمہیں نیا سپر ماسٹر سمجھائے گا۔ میرے دماغ میں آؤ اور سپر ماسٹر کے پاس پہنچو۔"

مرینا نے ان دونوں کے ساتھ ٹیٹو سنتانا کو بھی سپر ماسٹر کے پاس پہنچایا پھر اپنے خاص میک اپ مین اور پلاسٹک سرجری کرنے والے کے پاس آئی۔ وہ بھی اس کا تابعدار تھا۔ اس نے کہا "چار افراد کے چہروں پر ہلکی سی تبدیلیاں کرو گے۔ سرجری کا تمام ضروری سامان میرے پاس موجود ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد تمہیں بلاؤں گی۔"

آدھے گھنٹے تک وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے معمول سپر ماسٹر سے یہ پلاننگ سنتے رہے کہ کس طرح وہ بالکل آزاد ہو کر اپنے ملک میں زندگی گزاریں گے اور اپنے ملک کی بھلائی کے لئے کام کرتے رہیں گے لیکن وہ جو کچھ کریں گے' مرینا کی ہدایات کے مطابق کریں گے۔

مرینا کی سب سے پہلی ہدایت تھی کہ وہ گھر کی چار دیواری سے نکل کر کبھی خیال خوانی نہیں کریں گے۔ دشمن اتنے چالاک ہوتے ہیں کہ کسی کے خاموش رہنے کے انداز سے خیال خوانی کرنے والے کو تاڑ لیتے ہیں۔ اکثر ٹیلی پیتھی جاننے والے پبلک مقامات میں خیال خوانی کے باعث دشمنوں کے شکنجے میں آجاتے ہیں۔

لہٰذا ان چاروں کو سمجھایا گیا کہ وہ کسی بچے کے سامنے بھی خیال خوانی نہ کریں۔ کبھی ان پر مصیبت آئے تو وہ مرینا یا اپنے تبلیغی ساتھی کے دماغ میں آکر صرف اتنا کہہ دیں "خطرہ" اتنا کہہ کر فوراً دماغی طور پر حاضر ہونے سے کسی کو ان کی خیال خوانی کا شبہ نہیں ہوگا اور ان کی مصیبت دور کرنے' انہیں خطرے سے نکالنے کے لئے مرینا یا کوئی ساتھی ان کے پاس پہنچ جائے گا۔

دوسری ہدایت یہ تھی کہ ملکی معاملات میں مرینا اعلیٰ حکام یا سُپر ماسٹر سے احکامات حاصل کرے گی۔ اگر ان احکامات پر عمل کرنے سے ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو نقصان پہنچتا ہو تو وہ تعمیل سے انکار کر دے گی۔ وہ اپنے چاروں خیال خوانی کرنے والوں کی بھلائی کو مدِ نظر رکھ کر انہیں ملکی مفادات کے لئے استعمال کرے گی۔

وہ چاروں اپنے ملک اور اپنی قوم سے محبت کرتے تھے اور مرینا کا طریقۂ کار بڑا ہی دانشمندانہ تھا۔ اس کی ہدایات پر عمل کر کے وہ سونیا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہ سکتے تھے اور سب سے بڑی بات یہ کہ آزادی سے زندگی گزار سکتے تھے لیکن ایک بات چاروں کو ناپسند تھی کہ وہ اس کے معمول اور تابعدار بن گئے تھے' ہر طرح آزاد ہونے کے باوجود ایک عورت کے غلام بن گئے تھے۔

مرینا نے پہلے جو را جوری کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے گہری نیند سلایا پھر نارمن کو بھی سلا دیا۔ انہیں حکم دیا کہ چہرے پر سرجری کے دوران آنکھیں نہ کھولیں۔ جب تک مرینا حکم نہ دے' وہ بیدار نہیں ہوں گے۔ اس کے بعد اس نے تاریک

کرے کو روشن کیا۔ اپنے خاص پلاسٹک سرجری کے ماہر کو وہاں پہنچایا۔

اس کی مصروفیات بڑھ گئیں تھیں۔ بعد میں پال ہوپ کن اور ٹیٹو سنتانا کے چہرے بھی پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل کیے گئے۔ ان چاروں کو تاریک کمروں سے اس طرح نکالا کہ وہ آئندہ کبھی اس قید خانے کا سراغ نہ لگا سکیں۔

ان کے نئے نام' نئی شخصیت کے مطابق امریکا کی شہریت کے کاغذات حاصل کئے۔ تینوں کو لندن سے روانہ کیا۔ صرف پال ہوپ کن رہ گیا۔ مرینا نے کہا "جیسا کہ میں کہہ چکی ہوں کہ تمہاری بہت قدر کرتی ہوں اس لئے تم سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔ روبرو بیٹھ کر کچھ اہم باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

"ٹیکسی میں بیٹھو' دریائے ٹیمز کے کنارے وکٹوریہ ایمبنکمنٹ کی سڑک پر آؤ۔ میں وکٹوریہ ہوٹل کے کمرا نمبر دو سو بارہ میں ہوں۔"

پال ہوپ کن اپنے ہوٹل سے نکلا۔ پھر ایک ٹیکسی میں وکٹوریہ ہوٹل پہنچ گیا۔ دوسری منزل پر پہنچ کر دو سو بارہ نمبر کے دروازے کی کال بیل کا بٹن دبایا۔ اندر سے آواز آئی "کم ان۔"

وہ اندر آیا' وہ حسینہ ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں کی نظریں ملیں وہ بولی "پہچانا مجھے؟"

"ایک بار ٹریننگ سینٹر میں دیکھا تھا' کافی تبدیلی آگئی ہے؟"

"تبدیلی نہیں آئی' دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لئے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کی ہے۔"

وہ دوسرے صوفے پر بیٹھنے جا رہا تھا' وہ مسکرا کر بولی "میرے صوفے پر کافی گنجائش ہے۔"

وہ جواباً مسکرا کر اس کے پاس آیا پھر بیٹھ کر بولا "تم میری جتنی قدر کرتی ہو اس سے زیادہ میں تمہیں چاہتا ہوں۔ تمہاری عزت کرتا ہوں۔ تم نے ہم سب کو دشمنوں سے محفوظ رکھ کر اپنے ملک کے کام آنے کے لئے بڑی دانشمندی اور بہتر حکمتِ عملی کا ثبوت دیا ہے۔"

"پال! میں کسی کے روبرو نہیں آتی' کسی پر بھروسا نہیں کرتی تمہارے سامنے اس لئے آئی ہوں کہ تم محبِ وطن بھی ہو اور بڑی صلاحیتوں کے مالک بھی۔ میں تمہیں اپنا دست راست بنانا چاہتی ہوں۔"

"تم میرے دماغ سے اپنے تویہی عمل کا اثر ختم کر کے مجھے اپنا دوست اور دستِ راست بنا سکتی ہو۔ مجھ پر ایک بار بھروسا کر کے دیکھو۔"

"سوری پال! میں نے کبھی اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کیا ... یہی میری کامیابی اور میرے عروج کا راز ہے۔"

"میرا بھی یہی اصول ہے۔ تم مجھے آزما کر دیکھو۔ تم نے میرے سامنے آنے کی حد تک مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ اب دوست بنا کر بھی دیکھ لو۔ میں تو یہ کہوں گا کہ ہم شادی کرلیں۔ اس کے بعد اعتماد خود بخود قائم ہو جائے گا۔"

"شادی؟" وہ خلا میں تکتے ہوئے بولی "میں شادی نہیں کرسکتی۔ میرے جسم و جان کا مالک کوئی اور ہے۔"

"کون ہے؟"

"کوئی بھی ہے' یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"تم اپنے ذاتی معاملے میں آزاد ہو۔ کوئی تمہیں روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے' اور ہم بظاہر آزاد ہوتے ہوئے بھی تمہارے غلام ہیں اور غلام رہیں گے۔"

ایسا کہنے کے دوران اس نے ایک چھوٹا سا چاقو چھپا کر نکال لیا تھا پھر اچانک ہی اس پر حملہ کیا۔ چاقو کی نوک سے اس کے بازو کو اوپر سے نیچے چیرتا چلا گیا۔ اس حسینہ نے چیخ مار کر بازو کو تھام لیا۔ اس کے پاس سے اٹھ کر دور چلی گئی۔ پال ہوپ کن نے کہا "جتنی دور چاہو چلی جاؤ' جب تک یہ چاقو کا زخم تکلیف دیتا رہے گا تم خیال خوانی نہیں کرسکو گی۔ میرے دماغ میں آکر مجھے مجبور نہیں بنا سکو گی۔"

وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی بولی "میں اپنے اور تمہارے لئے اور اپنے ملک کے لئے بہت بڑا کام کرتی آرہی ہوں۔ تمہیں محبِ وطن سمجھ کر بلایا تھا مگر تم نے مجھے کمزور بنا کر اپنے وطن کو ان لمحات میں کمزور کر دیا ہے۔"

وہ بولا "میں اپنے ملک کا آزاد شہری ہوں' تمہارا غلام بن کر نہیں رہ سکتا تھا۔ اب تمہارا تنویمی عمل نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیونکہ میرے دماغ میں نہیں آسکو گی۔ میں تمہارے دماغ میں آیا کروں گا اور تمہیں اپنی معمولہ بنا کر اپنے ساتھ امریکا لے جاؤں گا بیٹھ جاؤ' میں تمہارے زخم کی مرہم پٹی کروں گا لیکن اس سے پہلے تمہارے دماغ میں آرہا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر مرینا کے دماغ میں جانا چاہتا تھا' اس نے سانس روک لی۔ وہ حیرانی سے بولا "تم گہرے زخم کے باوجود پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتی ہو اور سانس روک لیتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "گدھے کے بچے! جسے تو نے زخم لگایا ہے وہ میرا ایک آلۂ کار ہے' میں اس کی زبان سے بول رہی ہوں۔ میں تمہارے جیسے کتوں پر بھروسا کر کے کبھی سامنے آنے کی حماقت نہیں کرسکتی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "نہیں' تم مجھے دھوکا دے رہی ہو۔ میرے سامنے تم ہی ہو۔ ابھی یہاں سے بچ کر جانا چاہتی ہو۔ میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔"

اس نے آگے بڑھ کر اس کی گردن دبوچ لی۔ اسی وقت مرینا نے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سنبھلنے کی کوشش کرنے لگا۔ مرینا نے کہا "تم میرے معمول اور تابعدار ہو۔ میں حکم دیتی ہوں' میری آلۂ کار کی مرہم پٹی کر کے یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

یہ حکم دے کر وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اب وہ تھک گئی تھی۔ قدرے مایوس ہو گئی تھی۔ پچھلے دو دنوں سے اپنے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر محنت کر رہی تھی' ان کی شخصیت تبدیل کر کے انہیں تیار کر روانہ کیا جاتا تھا۔ پال ہوپ کن سے بڑی توقعات تھیں کہ وہ بہترین معاون اور مددگار ثابت ہو گا لیکن وہ آستین کا سانپ تھا۔ اپنے دماغ پر ایک عورت کی حکمرانی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ آزادی حاصل کرنے کے لئے دشمنی پر اتر آیا تھا۔

اس نے ایک سرد آہ بھری۔ بس ایک پارس ہی تھا جس کے قریب وہ پورے اعتماد سے جاسکتی تھی اور اس کے دماغ پر ہمیشہ حکمرانی کرسکتی تھی۔ ایک سونیا کی طرف سے خدشہ تھا کہ وہ پارس کو چارا بنا کر اسے پکڑنے کی کوشش کرے گی۔ اسی خدشے کے باعث وہ پچھلے کئی دنوں سے اپنے اندر کی عورت کو مار رہی تھی اور پارس کی ضرورت کو کچل رہی تھی۔

لیکن یہ کب تک ہو سکتا تھا۔ وہ بالکل تنہا تھی۔ نہ فیملی لائف گزار رہی تھی نہ سماجی زندگی۔ کوئی اسے اپنائیت سے دیکھنے والا' اس کے دکھوں اور پریشانیوں کو سمجھنے والا نہیں تھا۔ ایسے میں سہارا نہ ملے تو انسان ذہنی انتشار میں مبتلا ہو کر ذہانت سے کام لینا بھول جاتا ہے۔ پھر نارمل نہیں رہتا اور وہ نارمل رہنا چاہتی تھی۔

وہ مجبور ہو گئی۔ اس کا بہترین ساتھی ایک پارس ہی تھا۔ اس نے سوچا' اس سے ضرور ملے گی لیکن محتاط رہے گی۔ ہر طرف نظر رکھے گی اور دیکھے گی کہ سونیا کیسی چالیں چلتی ہے۔ اس نے اپنے خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچ کر اسے پارس کا موجودہ پتا بتاتے ہوئے کہا "وہ ایک آدھ گھنٹے بعد اپنی رہائش گاہ سے نکلے گا۔ تم اپنے آدمیوں کے ساتھ اس طرح تعاقب کرو گے کہ سونیا کے کسی بندے کو تم لوگوں پر شبہ نہ ہو۔ تمہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ پارس کی نگرانی ہو رہی ہے یا نہیں؟"

"ادام! اگر پارس کسی ہوٹل یا کلب میں جائے تو ہمیں بھی اندر جانا چاہئے؟"

"وہ کسی ہوٹل یا کلب میں نہیں جائے گا۔ میں اسے لندن کی سڑکوں پر دوڑاتی رہوں گی۔"

اس نے ماتحت کو ہدایات دینے کے بعد پارس کے پاس آکر خاموشی سے اس کی سوچ پڑھی۔ وہ خوش فہمی میں تھی کہ وہ اس کا معمول ہے جبکہ وہ آزاد تھا۔ سونیا کی ہدایت پر اس طرح تنویمی عمل کیا گیا تھا کہ وہ مرینا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلینا مگر بے اختیار سانس نہ روکتا اور محسوس کرتے ہی فوراً مرینا کے متعلق محبت سے سوچنے لگتا۔

وہ خاموشی سے پارس کے خیالات پڑھ کر خوش ہو گئی۔ وہ اسے یاد کر رہا تھا اور اس سے ملنے کے لئے تڑپ رہا تھا۔ اس نے مخاطب کیا تو وہ ناراض ہو کر بولا "کیوں آئی ہو؟ میں تمہارا کوئی نہیں ہوں۔ چلی جاؤ یہاں سے۔"

وہ مسکرا کر بولی "تمہاری ناراضگی بجا ہے۔ مگر میں مجبور تھی۔ ایک تو ضروری معاملات میں الجھی ہوئی تھی۔ دوسرے سونیا کی چالوں کو سمجھنا چاہتی تھی۔ ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ اگر ہم کہیں ملیں گے اور وہاں سونیا کے آدمی پہنچیں گے تو میرا انجام کیا ہو گا؟"

"تم درست کہتی ہو مگر مجھ سے دماغی رابطہ تو ہو سکتا تھا۔"

"تمہیں کیا پتا میں کتنی بار آئی گئی۔ تمہیں مخاطب نہیں کیا کیونکہ تمہارے دماغ میں کبھی سلمان واسطی اور کبھی سلطانہ بولتی تھی۔ وہ تمہیں سمجھاتے تھے کہ تمہیں جوجو کے پاس پیرس جانا چاہئے مگر تم نہ جانے کے بہانے کرتے رہتے تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ تم میری خاطر پیرس رہنے پر بضد ہو۔"

پارس نے کہا "تم چپ چاپ آتی تھیں اور خوش ہو کر چلی جاتی تھیں۔ میرا کوئی بھلا نہیں ہوتا تھا۔"

"آج بھلا ہو گا اور ابھی ہو گا۔ میرے پاس چلے آؤ۔"

وہ خوشی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "کہاں آؤں؟"

"تم اپنی کار میں نکلو اور خواہ مخواہ سڑکوں پر گھومتے رہو۔ ہماری ملاقات کی خوشی میں یہ نہ بھولنا کہ تمہاری غفلت میرے لئے مصیبت بن جائے گی لہٰذا پوری حاضر دماغی سے دائیں بائیں اور پیچھے آئینے والوں پر نظر رکھنا۔ کوئی بھی تمہارے نقشِ قدم پر چل کر میری شہ رگ تک پہنچ سکتا ہے۔"

وہ دوڑتا ہوا باہر اپنی کار میں آگیا تھا' اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "تم میری جان ہو' میری زندگی ہو' میں تم پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ میری سونیا سے محبت اچھی ہیں۔ میرے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کرتی ہیں۔ تم سے ملاقات کرنا میرا ذاتی معاملہ ہے۔ ویسے بھی بابا صاحب کے ادارے کا کوئی آدمی میری موجودگی میں تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"تمہارا یہ اعتماد تمہارے لئے درست ہے۔ میں اپنے طور پر تمام خطرات کو ٹال کر تمہارے قریب آؤں گی۔ تم ..."

مطالعہ کریں امتحان شروع ہونے سے پہلے ڈیٹ بڑھانے کیلئے ایک چھوٹا سا مفید کتابچہ

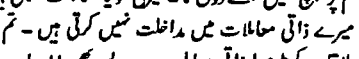

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبہ جمال نفیس پوسٹ بکس نمبر ۱۹۴۳ کراچی نمبر ۱

کرتے رہو۔ میں تھوڑی دیر کے لئے جارہی ہوں' پھر آجاؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس اطمینان سے ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ مرینا کو پسند کرتا تھا۔ اسے چاہتا تھا مگر چاہت میں دیوانگی نہیں تھی۔ ضرورت تھی۔ وہ جانتا تھا کہ کسی طرح مرینا شکنجے میں آجائے گی تو اس کے پیچھے وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی چلے آئیں گے۔

مرینا کی ذہانت اور پے در پے کامیابیوں نے سمجھا دیا تھا کہ یہ لڑکی کبھی آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گی۔ اس کے لئے تحمل سے ایسے موقع کا انتظار کرنا ہوگا جب وہ ہاتھ آئے تو پارس کے نکل بھاگنے کا کوئی راستہ نہ رہے۔

وہ لندن کے راستوں پر کار دوڑاتا رہا۔ مرینا دوسری بار آئی تو بولا "پہلے ایک نیلے رنگ کی کار تعاقب کررہی تھی۔ ایک جگہ وہ کار رک گئی۔ اس کی جگہ سفید کار میرے پیچھے آرہی ہے۔ اگر یہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں تو ابھی انہیں روک سکتا ہوں۔"

وہ بولی "نہیں' وہ میرے آدمی ہیں۔ وہ تمہاری نگرانی کرنے والوں کو تلاش کررہے ہیں۔ تعجب ہے' سونیا کا یا بابا صاحب کے ادارے کا کوئی آدمی تمہارے پیچھے نہیں ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں' میرے ذاتی معاملات میں یا سیر و تفریح کے دوران کوئی میری جاسوسی نہیں کرتا ہے۔ ویسے تمہاری یہ عادت اچھی ہے کہ کسی پر بھروسا نہیں کرتی ہو' مجھ پر بھی نہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں ایک تم ہی ہو' جس کے قریب آجاتی ہوں۔ اور یہ میرا فیصلہ ہے آج ہم ضرور ملیں گے۔

وصال کا یقین ہو تو صبر کا دامن ہاتھوں سے چھوٹ جاتا ہے۔ ... مرینا بڑی صابر تھی۔ ایک وہی بے صبرا تھا۔ اس کے باوجود اسے ایک گھنٹے تک صبر کرنا پڑا۔ پٹرول کی ٹنکی دوبارہ فل کرانے کے بعد پھر سڑکوں پر گھومنا پڑا۔ آخر اس نے کہا "میں مطمئن ہوں۔ ہوٹل جارجیا کے کمرا نمبر سات سو سات میں آجاؤ۔"

وہ تیر کی طرح وہاں پہنچا۔ کمرا نمبر سات سو سات کی کال بیل بجائی' فوراً ہی دروازہ کھل گیا۔ کھلے ہوئے دروازے پر ایک نوخیز حسینہ کھڑی مسکرا رہی تھی۔ پارس نے کہا "سوری' میں شاید غلط دروازے پر آگیا ہوں۔"

وہ ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی "ذرا عقل سے کام لو۔ کیا میں اصلی صورت میں یہاں نظر آؤں گی۔"

پارس نے اندر آکر دروازے کو بند کیا پھر کہا "اوہ مائی سویٹ مرینا!"

وہ آگے بڑھنا چاہتا تھا کہ چونک کر پلٹ گیا۔ سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے فائر کرکے دروازے کے لاک کو توڑا گیا تھا۔ دروازہ کھل گیا تھا۔ کھلے ہوئے دروازے کے سامنے وہ جینز اور جیکٹ پہنے کھڑی تھی۔ اس کے دائیں بائیں اور پیچھے مسلح باڈی گارڈز تھے۔ وہ قہقہہ لگا کر بولی "اسے کہتے ہیں ایک تیر سے دو شکار اور شکار بھی کیا خوب؟ پارس بھی' مرینا بھی۔"

وہ پھر قہقہہ لگا کر اندر آئی۔ آنے والی سونیا نہیں تھی۔ ایک ایسی بلا تھی جو پارس کی دوست تھی نہ مرینا کی۔ اور وہ کوئی نئی بلا نہیں تھی شلپا تھی۔ اس کے مسلح ماتحتوں نے اندر آکر دروازے کو بند کردیا تھا۔ چونکہ فائر کرکے لاک توڑ دیا تھا اس لئے دروازہ بند نہیں رہ سکتا تھا۔ ایک ماتحت اس سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا۔

شلپا نے مرینا کو دیکھ کر کہا "تم یقیناً میک اپ میں ہو' میں تمہارا اصلی چہرہ خوب پہچانتی ہوں کیونکہ تمہارے جنرل انکل کی داشتہ رہ چکی ہوں۔"

پھر وہ پارس کو دیکھ کر بولی "ایک بار تم نے ایسے ہی ایک ہوٹل کے کمرے میں مجھے بے بس اور مجبور کیا تھا۔ میں تم سے انتقام لینے آئی تھی۔ اچانک انکشاف ہوا کہ تم مرینا سے ملنے جارہے ہو۔ جانتی ہو مرینا! مجھے کیسے معلوم ہوا؟"

مرینا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی "میں ایک اجنبی خیال خوانی کرنے والی لڑکی بن کر پارس کو چھیڑنا چاہتی تھی۔ ... یہ اپنے باپ کی طرح عیاش ہے۔ میں نے سوچا' یہ مجھے حاصل کرنے کے لئے مچلے گا تو میں اسے کہیں بلاؤں گی اور اسے زخمی کرکے دماغی طور پر اپنا غلام بنالوں گی۔"

وہ ریوالور کو سہلاتے ہوئے بولی "مزہ آگیا۔ ابھی میں اسے چھیڑنے کے لئے اس کے دماغ میں پہنچی تو اس نے سانس نہیں روکی کیونکہ تم وہاں موجود تھیں۔ اس سے بول رہی تھیں' میں مطمئن ہوں' ہوٹل جارجیا کے کمرا نمبر سات سو سات میں آجاؤ۔ میں نے تمہاری آواز پہچان لی۔ مقدر سے دو پکے ہوئے پھل میری جھولی میں آرہے تھے اس لئے میں چلی آئی۔"

مرینا نے کہا "شلپا! میں تم سے شدید نفرت کرتی ہوں۔ تم میرے انکل کی داشتہ بن کر ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کرتی تھیں اور ان کے داعوں پر قبضہ جما کر ان پر حکومت کرنا چاہتی تھیں لیکن حکومت کرنے کے لئے ذہانت اور بہترین حکمتِ عملی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ دونوں چیزیں تمہارے پاس نہیں ہیں۔ اگر تمہارے پاس عقل ہوتی تو یہ سمجھ لیتیں کہ جب پارس اور مرینا الگ الگ اتنے خطرناک ہوتے ہیں تو ایک ساتھ ہوں گے کس بلا کے خطرناک ہوں گے۔ تمہیں ہمارے سامنے خود نہیں آنا چاہئے تھا۔ اپنے کسی آلۂ کار کو بھیجنا چاہئے تھا۔"

شلپا نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے نشانہ لے کر کہا "میں تمہیں زخمی کرکے تمہارے دماغ میں پہنچوں گی تو..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے کسی نے باہر سے دروازے پر زور کی لات ماری۔ شلپا کا جو ماتحت دروازے سے لگا کھڑا تھا وہ وہاں سے اچھل کر اپنے ساتھیوں پر آگرا۔ وہ دونوں ساتھی شلپا پر آگرے۔ اس اچانک افتاد سے شلپا بھی توازن قائم نہ رکھ سکی۔ اوندھے منہ گرتی ہوئی پارس کے قدموں میں آئی۔

پارس نے اس کے ریوالور پر پاؤں رکھ کر کہا "اپنے آدمیوں کا انجام دیکھو۔ اس نے فرش پر پڑے پڑے سر گھما کر اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ لات مار کر دروازہ کھولنے والوں نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالوروں سے فائرنگ کی تھی۔ شلپا کے مسلح باڈی گارڈز کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ ان کے فرش سے اٹھنے تک ہاتھوں اور پیروں میں گولیاں مار کر ان کے ہتھیار گرا دئے تھے۔

مرینا نے کہا "تمہارے کتے زخمی ہوگئے۔ ہتھیار نہیں اٹھا سکیں گے۔ اب میں تمہیں زخمی کرکے تمہارے دماغ میں پہنچوں گی۔ یہ میرے آدمی ہیں۔ بولو' تمہیں زخمی کیا جائے یا میرے لئے دماغ کا دروازہ کھولو گی۔"

پارس نے کہا "نہیں مرینا! تم اسے ٹریپ نہ کرو۔ یہ میری وائف جوجو کی معمولہ ہے۔ اسے جانے دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "ہاتھ آئے ہوئے شکار کو جانے دوں؟ نہیں پارس! جب میں نے تم پر عمل کرکے تمہیں اپنا وفادار بنایا تھا تب میں نے تمہارے دماغ سے معلوم کیا تھا کہ شلپا انجانے میں جوجو کی معمولہ بن گئی ہے۔ اس کے بعد شلپا کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ جوجو اسے ضرورت کے وقت استعمال کرنا چاہتی تھی۔"

مرینا بولتی ہوئی ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ پھر بولی "پارس! میری جان! میری زندگی! تم میرے وفادار ہو۔ معقول بات پر سرِ تسلیم خم کرلو۔ اور وہ معقول بات یہ ہے کہ شلپا میرے ملک کی شہری ہے' اسے میرے ملک میں ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے۔ اسے صرف میرے ملک کے کام آنا چاہئے۔ اس لئے میں اسے تاریک قید خانے میں رکھ کر اس کا دماغ درست کروں گی۔"

پارس کو ثابت کرتے رہنا تھا کہ وہ مرینا کا معمول اور تابعدار ہے اس لئے اس نے سرِ تسلیم خم کرلیا۔ شلپا نے مرینا کے آدمیوں کو دیکھا جو ریوالور سے اس کا نشانہ لئے ہوئے تھے' صرف حکم کے منتظر تھے۔ وہ گڑگڑا کر بولی "مجھے زخمی نہ کرو۔ میرے دماغ میں آجاؤ۔"

وہ شلپا کے اندر آکر بولی "کیوں' میں نے ٹھیک کہا تھا نا کہ انسانی دماغوں پر حکومت کرنے کے لئے ذہانت اور بہترین حکمتِ عملی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ چیزیں تمہارے پاس نہیں ہیں۔"

"میں مانتی ہوں۔ ابھی تمہاری باتوں سے پتا چلا ہے کہ تم ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تاریک قید خانوں میں رکھتی ہو۔ مجھے دوست بنالو۔ میں ہمیشہ تمہاری برتری تسلیم کرتی رہوں گی۔"

مرینا نے اچانک اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا اور ساتھ ہی سختی سے اس کے ہونٹوں کو بند کردیا تاکہ وہ چیخیں مار کر ہوٹل والوں تک اپنی آواز نہ پہنچائے۔ وہ بڑے کرب میں مبتلا ہوگئی تھی' دماغ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ انتہائی تکلیف کے وقت چیخنا چلانا ایک فطری امر ہے۔ چیخنے اور بین کرنے کے دوران تکلیف میں نامعلوم سی کمی ہوتی ہے۔ یہ ظلم کی انتہا تھی کہ مرینا اسے چیخنے کی بھی اجازت نہیں دے رہی تھی۔

اس نے دوسری بار دماغی جھٹکا پہنچایا تو وہ اذیت برداشت نہ کرسکی' بیہوش ہوگئی۔ مرینا نے اپنے آدمیوں سے کہا "اسے اٹھا کر بستر پر ڈالو اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرکے یہاں سے بھگادو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ ایک شخص باہر گیا۔ فرسٹ ایڈ کا سامان لے آیا۔ ان کی مرہم پٹی اس طرح کردی کہ وہ اوپر سے زخمی نظر نہ آئیں۔ پھر وہ سب ان زخمیوں کو ہانکتے ہوئے وہاں سے لے گئے۔ اس کمرے کے بستر پر شلپا کو چھوڑ گئے۔

پارس نے کہا "سوچا تھا کیا اور کیا ہوگیا۔ یہ بستر ہمارے لئے تھا مگر یہ شلپا صاحبہ آرام فرمارہی ہیں۔"

مرینا نے کہا "میرے نصیب اچھے بھی ہیں اور برے بھی۔ اچھے اس لئے کہ چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بعد یہ پانچویں شلپا ہاتھ آئی ہے۔ میں اپنے ملک کی کھوئی ہوئی قوت پھر سے حاصل کرتی جارہی ہوں۔"

"پھر تو تمہارے نصیب برے نہیں ہیں؟"

"ہیں' بہت ہی برے ہیں۔ سکون سے تمہاری آغوش میں رہنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ پہلے تمہیں ہمیشہ کے لئے اپنا بنا کر رکھنا چاہا تو سونیا نے میرے انکل کو یرغمال بنا کر تمہیں مجھ سے دور کردیا۔ اب تم سے تنہائی میں ملتے وقت دھڑکا لگا رہتا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے والے تمہاری نگرانی کرتے ہوں گے۔ وہ تمہارے ذریعے میری شہ رگ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

پارس نے کہا "یہ تمہارا وہم ہے۔ کوئی میری نگرانی نہیں کرتا۔ مجھے یہاں آئے ایک گھنٹا گزر چکا ہے۔ شلپا نے آکر گڑبڑ کی پھر میری نگرانی کرنے والے کیوں نہیں آئے؟"

"اس میں بھی کوئی راز ہوگا۔ سونیا کی مکاریاں دیر سے سمجھ میں آتی ہیں۔"

"کیا یہ بھی مکاری ہے کہ تم نے شلپا کو دماغی اذیتیں پہنچائیں اور ہمارے کسی خیال خوانی کرنے والے نے مداخلت نہیں کی۔ شلپا جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی تمہارے ہاتھوں میں آرہی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ شلپا اور مرینا دونوں اس کمرے میں ہیں۔ ہمارے آدمی تم دونوں کو آسانی سے گرفتار کرسکتے ہیں۔"

"شاید سونیا اس کشمکش میں ہو کہ میں اصل مرینا ہوں یا مرینا کی کوئی آلۂ کار؟ اس الجھن کے باعث اس کے آدمی ادھر نہ

آرہے ہوں۔"

ٹھیک ہے۔ تمہارے لئے الجھن ہوگی مگر شپا کے لئے تو نہیں ہے۔ وہ شپا کو تم سے چھین کر لے جانے کے لئے آسکتے ہیں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پارس نے اسے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دیا۔ کہنے لگا۔ "مرینا! دوسرے پہلو سے بھی سوچو۔ میرے یہاں آنے کی خبر کسی کو نہیں ہے اور شپا کے یہاں آنے تک کوئی اس کے دماغ میں بھی نہیں تھا۔ کوئی ہوتا تو شپا کو دماغی اذیتوں سے بچالیتا کیونکہ یہ عورت سونیا مما کے لئے بھی بے حد اہم ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولی "ہاں میں خواہ مخواہ خدشات میں گھر کر محبت کے قیمتی لمحات ضائع کررہی ہوں۔"

"تو پھر مجھ سے دور کیوں ہو؟"

"ذرا صبر کرو۔ دیکھو یہ ہوش میں آرہی ہے۔ میں ابھی جو جو کے عمل کا توڑ کر کے اسے اپنی معمولہ بناؤں گی پھر اسے تنویمی نیند سلادوں گی۔ اس کے بعد تو رات ہماری ہے۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر بستر کے پاس گئی۔ شپا کی سانسیں نارمل ہو رہی تھیں۔ مرینا نے اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ ہوش میں آرہی تھی۔ چند لمحات میں آنکھیں کھولنے والی تھی۔ اس نے آنکھیں کھولنے نہیں دیں۔ اس کے کمزور دماغ پر عمل کرنے لگی۔

پارس بیزار ہو کر صوفے پر لیٹ گیا۔ اس کی فطرت بھی سانپ جیسی ہوتی جارہی تھی۔ وہ اپنے شکار کو سونگھ کر پہچان لیتا تھا۔ مرینا سے اس کی پہلی قربت جگت آنٹی کے گیسٹ روم میں ہوئی تھی۔ دوسری بار قید خانے کی تاریکی میں وہ آئی تھی اور اس نے تاریکی میں اسے پہچان لیا تھا۔ لیکن ہوٹل کے کمرے کی بھرپور روشنی میں وہ آئی تو وہ نہیں تھی۔ مرینا کی کوئی آلۂ کار تھی۔

پارس نے کمرے میں داخل ہو کر اسے بازوؤں میں لیتے ہی پہچان لیا تھا کہ یہ وہ بدن نہیں ہے جو گیسٹ روم اور اس کے بعد تاریک قید خانے میں آیا تھا۔ مرینا جذبات میں اندھی نہیں ہوتی تھی، دوسروں کو اندھا کردیتی تھی۔ ویسے اس نے اپنی آلۂ کار کو بھیج کر پارس کو دھوکا نہیں دیا تھا۔ وہ محتاط رہ کر سونیا کی چالوں کو سمجھنا چاہتی تھی۔

اور سونیا ایسی جالباز تھی، جسے سمجھنا تقریباً ناممکن تھا۔ جب شپا کمرے میں آئی تھی تب سلمان نے پارس کے پاس آکر پوچھا تھا "کیا یہ مرینا ہے؟"

"نہیں، اس کی آلۂ کار ہے۔"

سلمان شپا کے دماغ میں چلا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سلمان کے جاسوس اس ہوٹل میں نہیں آئے تھے۔ جب شپا اور اس کے باڈی گارڈز بے بس ہوگئے تو وہ سونیا کے پاس آیا اور اسے تمام روداد سنا کر بولا "شپا بے بس ہوگئی ہے۔ مرینا کہہ رہی ہے، شپا کو اپنی معمولہ بنائے گی۔ کیا میں مداخلت کروں؟"

"بالکل نہیں، تم خاموشی سے تماشا دیکھو۔ جب مرینا اس کے دماغ میں جو جو کے تنویمی عمل کا توڑ کرے اور اپنی معمولہ بنانا چاہے تو چپ چاپ اس کے تنویمی عمل کو ناکام بناتے رہنا۔ جب وہ جو جو کے عمل کا توڑ کرنے میں ناکام رہے گی تو شپا پہلے کی طرح ہماری ہی گرفت میں رہے گی۔"

"میں سمجھ گیا۔ مرینا کے ناکام عمل کے بعد شپا تنویمی نیند سوئے گی۔ ابھی اس نے کہا ہے کہ اسے تاریک قید خانے میں پہنچا کر اس کا دماغ درست کرے گی۔ اگر میں شپا کے دماغ میں مسلسل موجود رہوں تو اس کے ذریعے تاریک قید خانے کا سراغ مل جائے گا۔"

"بالکل ٹھیک۔ تم اور سلطانہ اس کے دماغ میں باری باری رہو۔ اس طرح مرینا کے خفیہ اڈے تک ضرور پہنچو گے۔"

سلمان تھوڑی دیر بعد شپا کے دماغ میں آیا تو وہ ہوش میں آگئی تھی اور مرینا اس پر عمل کرنے والی تھی۔ یہ تو معلوم ہوچکا تھا کہ شپا کے بستر کے پاس جو حسینہ کھڑی ہوئی تنویمی عمل کررہی ہے وہ مرینا نہیں ہے اس کی آلۂ کار ہے اور مرینا کہیں آرام سے بیٹھی ہوئی ہے۔ وہاں سے شپا کے دماغ میں پہنچ کر تنویمی عمل میں مصروف ہوگئی ہے۔

خوب چکر چل رہا تھا۔ سونیا کی حکمتِ عملی سے مرینا اپنے مقاصد میں بظاہر کامیاب ہورہی تھی اور کامیابی کی خوشی فہمی میں اپنے لئے گڑھا کھودتی جارہی تھی۔ اب یہ یقین ہوچکا تھا کہ شپا جس خفیہ اڈے میں پہنچائی جائے گی وہی مرینا کی خفیہ رہائش گاہ ہوگی۔

ہپناٹزم کا عمل ہوگیا۔ مرینا کی ڈمی نے بستر کے پاس سے آکر پارس کو دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کئے صوفے پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے دروازے کے پاس آکر دیکھا۔ اس کا لاک ٹوٹا ہوا تھا۔ اب اندر سے بند نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔

پارس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ شپا بستر پر سو رہی تھی۔ مرینا کی آلۂ کار نظر نہیں آئی۔ وہ صوفے سے اٹھ کر باتھ روم میں آیا۔ وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ اس نے سوچ کے ذریعے پکارا۔ "مرینا! تم کہاں ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے شپا کو دیکھا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ وہ کوریڈور کے آخری سرے سے چلی آرہی تھی۔ اس نے پوچھا "تم کہاں گئی تھیں؟"

وہ بولی "ہمارے کمرے کا صرف دروازہ ہی نہیں ٹیلی فون بھی خراب ہے۔ میں نے نیچے کاؤنٹر پر جاکر دوسرا کمرا لیا ہے۔ سات سو بارہ نمبر کا کمرا ہے، آؤ۔"

وہ پارس کا ہاتھ پکڑ کر اُدھر جانا چاہتی تھی، اس نے کہا۔ "لیکن اس کمرے میں شپا سو رہی ہے۔"

"وہ ابھی خود ہی بیدار ہو کر چلی جائے گی۔ صبح تک اپنی رہائش گاہ میں چھپ کر رہے گی مگر میں صبح سے پہلے ہی اس کے دماغ میں جاؤں گی اور اسے دماغی طور پر غائب کر کے تاریک قید خانے میں پہنچادوں گی۔"

سلمان ایسے وقت پارس کے پاس آکر یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا "بیٹے! میں صبح تک شپا کے دماغ میں رہوں گا۔ آج مرینا کا خفیہ اڈا ضرور معلوم ہوگا۔"

وہ چلا گیا۔ پارس مرینا کی آلۂ کار کے ساتھ کمرا نمبر سات سو بارہ میں آیا۔ وہ آلۂ کار دروازے کو اندر سے بند کر کے اس کے قریب آئی پھر اس کے گلے کا ہار بن گئی۔ پارس نے پہلے تو اسے بے دلی سے قبول کیا پھر یکبارگی چونک گیا۔

یا حیرت! یہ وہی بدن تھا، جو پہلے گیسٹ روم کی تنہائی میں اور اس کے بعد قید خانے کی تاریکی میں ملا تھا۔ وہ تھوڑی دیر پہلے والی آلۂ کار نہیں تھی۔ حقیقتاً مرینا تھی۔

بات سمجھ میں آگئی۔ مرینا نے اپنے محتاط طریقۂ کار کے مطابق اس ہوٹل میں پہلے ہی دو کمرے بک کرائے تھے۔ کمرا نمبر سات سو سات میں اس کی آلۂ کار آئی تھی اور وہ خود کمرا نمبر سات سو بارہ میں بیٹھ کر خیال خوانی کرتی رہی تھی۔ شپا پر عمل کرنے کے بعد جب یقین ہوگیا کہ اب کوئی دشمن ادھر نہیں آئے گا تو اس نے اپنی آلۂ کار کو وہاں سے روانہ کردیا اور کمرا نمبر سات سو بارہ سے نکل کر پارس سے آملی۔

وہ تھوڑی دیر پہلے بے دلی سے قبول کرنے والا تھا۔ اب اسے دل سے قبول کرنے لگا۔ ایک تو اس لئے کہ اس پر سچ مچ دل آگیا تھا دوسرے یہ کہ وہ سچ مچ وہی تھی جسے سونیا شیشے میں کسنا چاہتی تھی۔ اب کیا دیر تھی؟ پارس گردن دبوچ لیتا تو وہ خیال خوانی بھول جاتی لیکن یہ جلد بازی نقصان بھی پہنچاسکتی تھی۔

بندوق کی گولی کو کوئی مٹھی میں کیچ نہیں کرسکتا۔ مرینا اپنی ذہانت بھری مکاری سے گولی کی طرح آرپار ہوجاتی تھی۔ کسی کے جسم میں یا ہاتھ میں ٹھہرتی نہیں تھی۔

پہلی بار میں نے اور سلمان نے اسے پکڑنا چاہا تھا مگر وہ بڑی صفائی سے ہمیں الو بنا کر نکل گئی تھی۔ دوسری بار پارس اسے پکڑنے والا تھا، وہ پارس کو بھی چکر میں ڈال کر چلی گئی تھی۔ تیسری بار بھی اس نے اُسے بے بس کر کے تاریک قید خانے میں پہنچایا تھا۔ ایسی زبردست احتیاطی تدابیر پر عمل کرتی تھی کہ سونیا بھی اسے ابھی تک گرفتار نہیں کرپائی تھی۔ ایسی صورت میں پارس جلد بازی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر وہ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا اور وہ ہمیشہ کی طرح بچ نکلتی تو یہ بھید کھل جاتا کہ وہ مرینا کا معمول اور تابعدار نہیں ہے۔ اس سے فراڈ کررہا ہے۔

وہ بڑے تحمل سے سلمان اور سلطانہ کا انتظار کرنے لگا۔ اپنی سونیا مما کی طرح اس کی بھی ایک انگلی میں ایسی انگوٹھی تھی جس کے ذریعے وہ سونیا کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرسکتا تھا۔ اور یہ اسی وقت مناسب ہوتا، جب سلمان اس کے کمزور دماغ پر قبضہ جمانے کے لئے موجود ہوتا۔ لیکن وہ نہیں تھا۔ اسے صبح تک شپا کے دماغ میں آتے جاتے رہنا تھا۔ شپا اتنی اہم تھی کہ وہ اور سلطانہ صبح تک پارس کے پاس نہ آتے۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ اب شپا سے زیادہ وہ لڑکی اہم ہوگئی ہے جسے وہ مرینا کی ڈمی سمجھ کر چلے گئے تھے اور ان کے جاتے ہی کردار بدل گئے تھے۔ بازی پلٹ گئی تھی۔

بازی یوں بھی پلٹ رہی تھی کہ پارس مرینا کی قربت سے مدہوش ہو رہا تھا۔ اس کی زندگی میں کچھ چارا ڈالنے والیاں اور چاہنے والیاں آئی تھیں جنہیں وہ بھولتا گیا تھا۔ صرف ایک جو جو ایسی تھی جو بچپن سے دماغ میں نقش تھی۔ اُس سے اتنا گہرا لگاؤ اور ایسی شدید محبت تھی کہ اس کی ایک آہ پر وہ اپنی جان دے سکتا تھا لیکن نوجوانی کے کچھ مُنہ زور تقاضے ہوتے ہیں۔ یہ تقاضے کیلے کے چھلکے کی طرح پاؤں تلے آکر پھسلنے پر مجبور کردیتے ہیں۔

مرینا میں ایسی خوبیاں تھیں، جو پچھلی خوبیوں کو بھلا دیتی تھیں۔ وہ کوئی جادو کرتی تھی، اپنی ایک ایک ادا سے سحر زدہ کر دیتی تھی۔ مملکتِ تنہائی میں صرف اس کے حسن و شباب کا سکّہ چلتا تھا۔ پارس سوچنا اور سمجھنا چاہتا تھا کہ یہ کیسی طلسماتی بلا ہے جسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ جی چاہتا ہے، رات لمبی ہوتی جائے اور صبح نہ ہو۔ صبح ہوگی تو سلمان انکل پہنچ جائیں گے۔ اسے ٹریپ کریں گے۔ مرینا کو فراڈ کا علم ہوگا تو محبت نفرت میں بدل جائے گی، پھر وہ کبھی اس کی تنہائی میں نہیں آئے گی۔ کبھی آئے گی تو اس کے حضور پہلے جیسی چاہت سے اپنی جوانی چھکنا چور نہیں کرے گی۔

وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ کچھ زیادہ ہی باؤلا ہوگیا تھا۔ مرینا ہوش و حواس میں رہنے کی عادی تھی۔ پارس کی زہریلی قربت کے باوجود اسے یاد تھا کہ صبح سے پہلے شپا کو تاریک قید خانے میں پہنچانا ہے۔ اگرچہ جی چاہتا تھا، زہر کا نشہ کم نہ ہو، بڑھتا رہے مگر عقل کہتی تھی، پارس تو اپنے بس میں ہے کہاں جائے گا۔ میں پھر اس کے قریب آجاؤں گی۔

وہ اٹھتے ہوئے بولی "تم آرام کرو، میں شپا کے پاس جارہی ہوں۔"

وہ ہاتھ پکڑ کر بولا "مجھے چھوڑ کر جارہی ہو؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "صرف دماغی طور پر جاؤں گی۔"

وہ ہاتھ چھڑا کر باتھ روم کے ساتھ والے اسٹور روم میں گئی جہاں لباس تبدیل کیا جاتا تھا پھر ایک منٹ کے اندر ہی اسٹور روم سے نکل آئی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک نائی تھی۔ وہ بولی۔ "ابھی رات کے ڈھائی بجے ہیں۔ میں ایک گھنٹے بعد بھی شپا کے پاس جاسکتی ہوں۔ آؤ بالکونی میں کھڑے ہوں۔"

وہ پارس کو دیکھتے ہوئے مسکرائی۔ پھر اس ادا سے اندر گئی کہ پارس کو بھی اٹھ کر جانا پڑا۔

بس یونہی جذبات میں آکر آدمی عقل سے کام لینا چھوڑ دیتا ہے۔ پارس کو سمجھنا چاہئے تھا کہ رات کے ڈھائی بجے بالکونی میں جانے کا مقصد کیا ہے؟ پارس نے رات نہیں دیکھی' وقت نہیں دیکھا۔ مرینا کی ادائیں دیکھیں اور اسے ہاتھ سے پھسلنے کا موقع دے دیا۔

وہ آلۂ کار لڑکی کہیں دور نہیں گئی تھی۔ مرینا نے اسے کمرا نمبر سات سو سات سے بلا کر اسی کمرا نمبر سات سو بارہ کے اسٹور میں سلا دیا تھا اور خود کمرے میں پارس کے ساتھ ڈھائی بجے تک وقت گزارتی رہی تھی۔ پھر وہ اٹھ کر اسٹور میں گئی۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنی آلۂ کار کو جگایا۔ اس کا لباس اتار کر اس کے ہاتھ میں ایک نائٹی دے کر اسٹور سے باہر بھیج دیا۔ خود اسٹور میں رہی ... اس نے آلۂ کار کی زبان سے کہا "ابھی رات کے ڈھائی بجے ہیں میں ایک گھنٹے بعد بھی شلپا کے پاس جاسکتی ہوں۔ آؤ ہم بالکونی میں کھڑے ہوں۔"

اس طرح وہ بالکونی میں گئی۔ پارس بھی اس کے پاس آگیا۔ مرینا کا راستہ صاف ہوگیا۔ وہ اسٹور سے نکلی۔ خالی کمرے سے گزرتی ہوئی باہر جانے کے دروازے تک آئی پھر پلٹ کر دیکھا۔ اپنی آلۂ کار اور پارس کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی دروازہ کھول کر چلی گئی۔

اسے کہتے ہیں' انسان کی نفسیات اور اس کے جذبات سے کھیلنے والی ذہانت۔ وہ بڑی عقل سے اور احتیاط سے آئی تھی۔ بڑے اطمینان سے پارس کو بستر کی طرح بچھایا تھا' کمبل کی طرح اوڑھا تھا' پھر آرام سے نکلتی ہوئی چلی گئی تھی۔ اسے پکڑنا تو دور کی بات ہے' پارس کے سوا کوئی اب تک اسے چھو تک نہیں پایا تھا۔ اگر وہ ایسی ہی ذہانت اور حکمتِ عملی سے کام لیتی رہی تو کبھی کوئی اس کی گرد کو بھی نہ پاسکے گا۔

ایسی بات نہیں تھی کہ وہ پارس پر کسی طرح کا شبہ کررہی ہو۔ ... نہیں' وہ پورے یقین سے اسے اپنا وفادار سمجھ رہی تھی۔ البتہ اس نے یہ اصول بنالیا تھا کہ کسی پر بھروسا نہیں کرے گی۔ نہ اپنے باپ پر' نہ اپنے یار پر۔ اس نے اپنے باپ الان ڈی فون زا کو بھی اپنا آلۂ کار بنا رکھا تھا۔ بھائی کے دماغ پر بھی قبضہ جما کر اس سے کام لیتی تھی۔ باپ اور بھائی کو اپنے کسی راز میں شریک نہیں کرتی تھی۔

پارس کو بھی اپنے کسی راز میں شریک نہ کہ ڈی ایک اور وجہ یہ تھی کہ سونیا کے خیال خوانی کرنے والے پارس کے دماغ میں آتے جاتے ہوں گے۔ اگر وہ کسی چالاکی سے اس کے چور خیالات پڑھتے ہوں گے تو یہ بھی معلوم کرلیں گے کہ مرینا اسے اپنے کن رازوں میں شریک کرتی ہے اور مرینا ایسی غلطی کرنا جانتی ہی نہیں تھی۔

بہرحال وہ جاچکی تھی۔ پارس اس کے ساتھ بالکونی میں چھیڑ چھاڑ کررہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ بدن اجنبی سا لگا۔ وہ اسے کھینچ کر کمرے میں لے آیا۔ پھر حیرانی سے بولا "کیا تم گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہو؟"

وہ بولی "تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہوا؟"

پارس نے سوچا اگر وہ اصل کی جگہ ڈی مرینا کے آنے کی بات کرے گا تو اس ڈی کے دماغ میں رہنے والی مرینا کو یقین ہوجائے گا کہ وہ تابعدار ہونے کے باوجود اصل اور نقل کو چھو کر اور سونگھ کر پہچان لیتا ہے۔

وہ فوراً ہی بات بناتے ہوئے بولا "مطلب یہ ہے کہ پہلے تم میری آغوش میں گم تھیں۔ پھر شلپا کے پاس جانے کے لئے مجھ سے دور ہوگئیں۔ ایک منٹ کے بعد ہی تم نے پھر رنگ بدلا۔ شلپا کے پاس جانے کا ارادہ ملتوی کیا اور اتنی رات کو اپنے ساتھ مجھے بھی بالکونی میں لے گئیں۔ اوہ گاڈ! اتنی دیر ٹھنڈی ہوا میں کھڑے رہنے سے مجھے سردی لگ رہی ہے۔"

آلۂ کار اس کے قریب آئی۔ وہ بولا "تین بجنے والے ہیں۔ مجھے نیند آرہی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ بستر پر گر پڑا۔ ڈی اس کے پاس آکر بولی "ایسی بھی کیا بے مروتی ہے۔ کیا مجھ سے دل بھر گیا ہے؟"

وہ بولا "میرے دماغ میں آؤ؟"

"دماغ میں؟" وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "م ... میں کیسے آؤں؟"

"تم مرینا ہو۔ ٹیلی پیتھی کی شہزادی ہو پھر مجھ سے پوچھ رہی ہو کیسے آؤں؟"

"ہاں میرے اندر بھی کوئی یقین دلاتا ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ میرے اندر کوئی بولتا ہے بلکہ بولتی ہے لیکن مجھے معلوم نہیں ہے کہ دماغ میں کیسے جاتے ہیں؟"

وہ سمجھ گیا کہ مرینا ابھی اپنی آلۂ کار کے اندر نہیں ہے۔ اس نے پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تم مرینا ڈی فون زا ہو؟"

"یہ وہی میرے دماغ میں بولنے والی کہتی ہے۔"

"کسی کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ تمہارے دماغ میں بولنے والی خود مرینا ہے۔ تمہیں اپنے پیدائشی نام اور اصلی شخصیت کے متعلق معلوم ہونا چاہئے۔"

"یہی میری شخصیت ہے جسے تم دیکھ رہے ہو اور نام وہی مرینا ہے۔"

اسی وقت مرینا نے مخاطب کیا۔ وہ ایک منٹ پہلے آئی تھی اور ان کی گفتگو سن رہی تھی۔ اس نے پوچھا "پارس! تم نے کیسے پہچانا کہ یہ میری ڈی ہے؟"

وہ بولا "تھوڑی دیر پہلے کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا' میں نے سانس روک کر تمہاری ڈی سے کہا کہ میرے دماغ میں آؤ۔ میں چاہتا تھا' تم میرے اندر رہ کر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی باتیں سن سکو مگر ڈی کی زبان سے سن کر حیرانی ہوئی کہ یہ خیال خوانی نہیں جانتی ہے۔"

"ہاں' نہ خیال خوانی جانتی ہے' نہ اپنی اصلیت اسے معلوم ہے۔ یہ ہمیشہ سحرزدہ رہتی ہے اور میرے کام آتی رہتی ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے' تم میری محبت کا مذاق اڑا رہی ہو۔ تم اس ڈی کو میرے پہلو میں بھیج کر مجھے دھوکا دیتی رہی ہو۔"

وہ بستر سے اٹھ کر جوتے پہنتے ہوئے بولا "اب میں تمہارے بدن کو چھونے کا خیال دل سے نکال دوں گا۔ تم ضرورت سے زیادہ محتاط ہو۔ تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے۔ تم ہمیشہ مجھے اپنی ڈی کے چکر میں ڈالتی رہو گی۔"

وہ بولی "غصہ نہ کرو۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ ابھی ڈھائی بجے تک میں ہی تمہارے پاس تھی۔ میں اپنے حسن و شباب کا ایک ایک ذرہ تمہیں دے کر آئی ہوں۔"

وہ جانے کے لئے اٹھ رہا تھا۔ پھر بیٹھ کر بولا "اب میں تمہاری باتوں میں نہیں آؤں گا۔ کیا یہ بات عقل تسلیم کرے گی کہ ڈھائی بجے تک تم میرے پاس تھیں۔ پھر میں تمہارے ساتھ بالکونی... میں گیا تو تم اصلی سے نقلی بن گئیں؟"

مرینا نے اسے تفصیل سے بتایا کہ کس طرح ڈی پہلے سے اسٹور روم میں تھی اور کس طرح اسٹور میں جاکر اس نے ڈی کو بالکونی میں جانے کا حکم دیا۔ پھر پارس بھی بالکونی میں گیا تو اصلی مرینا اسٹور سے نکل کر اس کمرے سے اور ہوٹل سے چلی گئی۔

اس نے پوچھا "کیا تم مجھے بتا کر ایسا نہیں کرسکتی تھیں؟"

"سوری پارس! میں تم پر بھروسا کرتی ہوں' تمہارے لوگوں پر نہیں کرتی۔ میں تمہیں اپنا یہ منصوبہ بتاتی اور ایسے وقت تمہارے خیال خوانی کرنے والے تمہارے اندر آکر سن لیتے تو میں ہوٹل سے نکل نہ پاتی۔"

"ٹھیک ہے' تم نے احتیاطاً ایسا کیا۔ میں ناراض نہیں ہوں لیکن یہ تو سوچو' میرے لوگ اس وقت بھی آسکتے تھے' جب تم میرے پاس تھیں۔ انہیں تمہاری موجودگی کا علم ہوسکتا تھا۔"

"ہاں اسی لئے تو میں نے پہلے ڈی کو بھیجا۔ جب یقین ہوگیا کہ میرے لئے خطرہ نہیں ہے تو میں اپنے پارس کے پاس آگئی لیکن آج میں بہت بڑے خطرے سے بال بال بچ گئی ہوں۔"

"کیسے خطرہ؟"

"جب شلپا ہوٹل میں آئی تو سلمان اس کے دماغ میں موجود تھا۔ میں شلپا کو معمولہ بنا کر تاریک قید خانے میں پہنچانا چاہتی تھی لیکن سلمان نے میرے عمل کو ناکام بنادیا۔ یہ بات مجھے چند منٹ پہلے معلوم ہوئی۔"

"کیسے معلوم ہوئی؟"

"میں تمہارے پاس سے اٹھ کر ہوٹل کے باہر گئی۔ اپنی کار میں بیٹھ کر معلوم کرنا چاہا کہ شلپا جاگ رہی ہے یا سو رہی ہے۔ اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ جاگ رہی تھی۔ اپنے لئے خطرہ محسوس کررہی تھی کیونکہ آنکھیں بند ہونے سے پہلے وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں تھی اور آنکھ کھلنے کے بعد خود کو اپنی رہائش گاہ میں پارہی تھی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ مرینا نے اسے اپنی معمولہ بنا کر آزاد چھوڑ دیا ہے۔ آئندہ جب بھی چاہے گی اس کے کان پکڑ کر اپنی خدمت کرائے گی۔"

پارس نے پوچھا "کیا انکل سلمان اس کے دماغ میں تھے؟"

"ہاں' پتا نہیں تمہارا انکل کب سے اس کے اندر چھپا ہوا تھا۔ وہ سمجھنا چاہتا تھا کہ میں بھی شلپا کے دماغ میں ہوں یا نہیں؟ وہ بڑی دیر سے تھا' جب یقین ہوگیا تو بولا' تم بار بار مرینا کو مخاطب کررہی ہو۔ وہ موجود ہوتی تو جواب دیتی۔ وہ چونک کر بولی' کون سلمان؟ یہ تم لوگ کس طرح میرے دماغ میں چلے آتے ہو؟ کیا تم سب نے مجھے اپنی معمولہ بنایا ہوا ہے۔ کوئی بھی شخص ایک وقت میں کسی ایک کا معمول بنتا ہے۔ اس کا مطلب ہے میں تمہاری معمولہ ہوں۔ اور مرینا نے مجھ پر عمل نہیں کیا ہے؟ اُس نے عمل کیا تھا' میں نے ناکام بنا دیا ہے اور تمہارے دماغ کو ہدایات دی ہیں کہ تم مرینا کی سوچ کی لہروں کو بارہ گھنٹے تک محسوس نہیں کرو گی تاکہ وہ تمہیں اپنی معمولہ سمجھ کر خوش رہے۔ وہ بارہ گھنٹے کے اندر تمہیں اپنے خفیہ اڈے میں پہنچانا چاہتی ہے۔ ... ہم تمہارے ذریعے مرینا تک پہنچ جائیں گے۔"

پارس مرینا کی زبان سے یہ سن رہا تھا کہ سلمان نے شلپا سے گفتگو کر کے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔ اس طرح وہ سمجھ گئی تھی کہ سونیا کے آدمی اسے گھیرنے کیوں نہیں آرہے ہیں؟ اس لئے کہ ہوٹل میں مرینا کی ڈی بھی ہوسکتی تھی لیکن شلپا کے ذریعے مرینا کی مصروفیات کو سمجھنے کے بعد اسے گھیرتے وقت کوئی دھوکا نہ ہوتا۔

مرینا نے کہا "پارس! اگر شلپا نہ آتی تو سلمان کی تمام توجہ مجھ پر ہوتی۔ آج مجھے شلپا کی بے وقت مداخلت نے بچالیا مگر آئندہ میں اس طرح تمہارے پاس نہیں آؤں گی۔"

"پھر کیسے ملیں گے؟"

"اس قسم کے سوالات نہ کرو۔ میں جواب دوں گی اور اپنے راز میں شریک کروں گی تو تمہارے دماغ میں رہ کر سننے والے بہت ہیں۔ کیا میں بھی سلمان جیسی حماقت کروں؟"

وہ اٹھ کر ہوٹل کے کمرے سے نکلتے ہوئے بولا "مجھے انکل کی غلطی سے اور تمہارے دیگر معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ... مجھ سے صرف محبت اور ملن کی بات کرو۔"

"تم میرے لئے تڑپتے ہو تو اچھا لگتا ہے۔ یقین کرو' میں بھی تڑپتی ہوں اور قسم کھا کر کہتی ہوں' میرے جسم و جان کا مالک کبھی کوئی دوسرا نہیں ہوگا۔ کسی نے مجھے چھونا بھی چاہا تو میں اسے جہنم میں پہنچادوں گی۔"

وہ بولا "یہ تو محبت اور وفا کے عہد و پیماں ہیں۔ بے شک تم مجھے جان سے زیادہ چاہتی ہو لیکن ہم اپنے پرائے کے خوف سے کب تک دور رہیں گے؟"

"صرف چار دن صبر کرو۔ پھر میں تمہارے پاس ایسے آؤں

گی کہ کوئی ہمیں جدا نہیں کر سکے گا۔ مجھے اجازت دو۔ میں پھر رابطہ کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ چند لمحوں تک خاموش بیٹھی رہی پھر اٹھ کر حضرت عیسیٰ مسیح کی تصویر کے سامنے آئی۔ اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا پھر سر جھکا کر بولی "اے ابنِ مریم! میں نے تیری حیاتِ مقدسہ سے صبر سیکھا' دانائی سیکھی۔ یہ دو عمل ایسے ہیں جو جذبات میں اندھا نہیں ہونے دیتے۔ اے مسیحِ معظم! تیرا شکریہ' آج میں پھر تباہی سے بچ گئی۔"

وہ اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنا کر وہاں سے چلتی ہوئی بستر پر آئی۔ یہ طے کر لیا کہ سدا پارس کے ساتھ رہنے کے لئے ایسی حکمت سے کام لے گی' جو دشمنوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ لیکن کام کے وقت کام اور آرام کے وقت آرام۔ اس لئے اس نے آنکھیں بند کیں اور دماغ کو ضروری ہدایات دے کر نیند میں گم ہوتی چلی گئی۔

دوسرے دن اس نے پارس کی محبوباؤں کی لسٹ بنائی۔ پتا چلا کہ اس کی زندگی میں جو بھی آئی' وہ حالات کے بہاؤ میں بچھڑ گئی۔ اس نے قتل ابیب میں ایک یہودی حسینہ سے شادی کی تھی۔ اسے پیرس لے آیا تھا لیکن سپر ماسٹر کے ایک خیال خوانی کرنے والے نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔

جوجو کی حیثیت سب سے الگ تھی۔ مرینا اچھی طرح جانتی تھی کہ فرہاد کی فیملی میں جو مان اور مقام جوجو کو حاصل ہے' وہ پارس کی کسی اور چاہنے والی کو حاصل نہیں ہوگا۔ مرینا نے پارس کو اپنا کر جوجو سے کسی طرح کی دشمنی نہیں کی۔ وہ پارس کو شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی پھر اس کی نظروں میں اور دھڑکتے ہوئے دل میں جوجو سے زیادہ پارس اہم تھا۔

بہرحال مرینا نے لسٹ کو چیک کیا تو جوجو کے بعد اس کی چاہنے والی صرف ایک ماریہ رہ گئی تھی۔ زہریلی ماریہ۔ اور یہی لڑکی اس کے کام آ سکتی تھی۔

اس نے پارس کے ریکارڈ سے ماریہ کے باپ کا فون نمبر معلوم کیا۔ فون نمبر کے ساتھ ایڈریس بھی معلوم ہوا۔ وہ اسی شہر لندن میں تھی۔ دریائے ٹیمز کے قریب ہی کنگسٹن روڈ کی ایک اسٹریٹ میں رہتی تھی۔ مرینا نے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے کسی خاتون کی آواز سنائی دی۔ مرینا نے آواز سن کر ریسیور رکھ دیا۔ خاتون کے دماغ میں پہنچی۔ پتا چلا کہ وہ ماریہ کی ماں ہے۔ ماریہ نے پوچھا "ماما! کس کا فون تھا؟"

"پتا نہیں کون تھا۔ لائن کٹ گئی۔"

مرینا' ماریہ کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے موجودہ حالات معلوم کرنے لگی۔ پتا چلا وہ اب بھی زہریلی ہے مگر خطرناک نہیں ہے۔ مسلسل علاج کے ذریعے اس کے اندر سے زہریلے اثرات ختم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ وہ ختم تو نہیں ہوئے تھے البتہ کم ہو گئے تھے اور جو کم ہو گئے تھے وہ رفتہ رفتہ بڑھ سکتے تھے اس لئے ہر پندرہ دن میں اس کا میڈیکل چیک اپ ہوا کرتا تھا۔

دوسری اہم بات یہ تھی کہ وہ پہلے جیسی وحشی نہیں تھی۔ اس کے والدین نے اس پر بڑی محنت کی تھی۔ بڑی رقم خرچ کی تھی اور اسے مہذب بناتے رہے تھے۔ اب اسے پہلے کی طرح غصہ نہیں آتا تھا۔ وہ ہر بات پر نرمی سے سوچتی اور سمجھتی تھی۔ جب کوئی بات سوچنے سمجھنے کے باوجود نا قابلِ برداشت ہوتی تو وہ بات کرنے والے کو وارننگ دیتی کہ وہ فوراً چلا جائے ورنہ موت آ جائے گی۔ اگر وہ بات کرنے والا اس کی نظروں سے دور نہ ہوتا تو پھر وہ اسے ڈس لیتی تھی۔

اُس کی ایک خاصیت یہ تھی کہ اس کا زہریلا دماغ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا تھا۔ پارس نے اسے سمجھا دیا تھا کہ ایسے وقت وہ سانس روک لے گی تو کوئی دشمن اس کے دماغ میں نہیں آئے گا۔ اسے مہذب بنانے کے دوران یوگا کی مشقیں کرائی گئی تھیں۔ اس وقت وہ مرینا کو اپنے دماغ میں محسوس نہ کر سکی۔ وجہ یہ تھی کہ اس وقت اُس کے جسم کا خون تبدیل کیا جا رہا تھا۔ زہریلا خون نکال کر تازہ خون داخل کیا جا رہا تھا۔ ایسے وقت وہ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ اس لئے مرینا آزادی سے اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔

چونکہ ہر ماہ خون تبدیل کیا جاتا تھا اس لئے ماریہ کے باپ نے اپنی رہائش گاہ میں ایک چھوٹا سا اسپتال قائم کر لیا تھا۔ وہاں اپنی بیٹی کے لئے بڑے تجربہ کار اور مہنگے ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرتا تھا۔ ڈاکٹروں نے رپورٹ دی تھی کہ ماریہ اب نارمل ہوتی جا رہی ہے' اب اس کے خون میں برائے نام زہر رہ گیا ہے۔ شاید آئندہ خون تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

جب تبدیلیِ خون کا عمل مکمل ہو گیا تو ماریہ کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ اسے نیند آ رہی تھی۔ مرینا نے تھوڑی دیر انتظار کیا جب وہ گہری نیند میں پہنچ گئی تو وہ اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کرنے لگی۔ اسے اپنی معمول بنا کر یہ بات نقش کر دی کہ ماریہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔

اس عمل سے فارغ ہو کر وہ اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ آئندہ وہ ذرا سی محنت کے بعد ماریہ کی جگہ لے سکتی تھی۔ حالات بھی اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ اگر وہ ماریہ کی جگہ لیتی اور اس کا میڈیکل چیک اپ ہوتا تو ڈاکٹروں کو اس کے خون میں زہریلے اثرات نہ ملتے اور وہ ڈاکٹر پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ آئندہ ماریہ کے جسم کا خون تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس رپورٹ کے پیشِ نظر وہ سو فیصد ماریہ ثابت ہونے والی تھی۔

وہ دن گزر گیا۔ رات بھی گزر گئی۔ دوسری صبح ماریہ جوگنگ کے لئے اپنی رہائش گاہ کے سامنے والے میدان میں آئی۔ تھوڑی دیر بعد مرینا وہاں پہنچ گئی۔ وہاں اور بھی جوان لڑکے اور لڑکیاں تھیں اور بوڑھے بھی چہل قدمی کر رہے تھے۔ مرینا اس کے ساتھ پنجوں کے بل' آہستہ آہستہ دوڑتے ہوئے بولی "تم بے حد حسین ہو۔"

ماریہ نے کہا "شکریہ مگر تم مجھ سے بھی زیادہ حسین ہو۔"

مرینا نے پوچھا "میں تمہیں کسی جگہ نظر آتی تو کیا تم اپنا ضروری کام چھوڑ کر مجھ سے ملاقات کرنے کے لئے آ جاتیں؟"

"میں ضروری کام نہ چھوڑتی مگر دل ہی دل میں تمہارے بے پناہ حسن سے متاثر ضرور ہوتی۔"

مرینا نے کہا "میں نے تمہارے لئے ایک ضروری کام چھوڑ دیا ہے۔"

ماریہ دوڑتے دوڑتے رک گئی۔ تعجب سے بولی "کیا میرے لئے؟"

"ہاں' میں ابھی ادھر سے اپنی کار میں گزر رہی تھی۔ تمہیں دیکھا تو دیکھتی رہ گئی۔ سیدھی تمہارے پاس چلی آئی۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ تم مجھ سے زیادہ حسین ہو؟"

ماریہ ہنستے ہوئے بولی "تم نے ایسی دلیل دی ہے کہ میں انکار نہیں کروں گی لیکن تمہیں بھی میری ایک بات سے انکار نہیں کرنا ہوگا۔"

"نہیں کروں گی۔ وہ بات کیا ہے؟"

"اگر میں خوبصورت ہوں تو تمہارا دل مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔"

دونوں نے ہنستے ہوئے مصافحہ کیا۔ ایک دوسرے کو اپنا نام بتایا یوں دوستی کی ابتدا ہو گئی۔ دونوں کے قد اور جسامت میں انیس بیس کا فرق تھا۔ اگر ماریہ کی جگہ مرینا آ جاتی یا مرینا کی جگہ ماریہ آ جاتی تو شاید پارس بھی اس معمولی فرق کو سمجھ نہ پاتا۔

مرینا نے دو راتوں تک پارس سے رابطہ نہیں کیا۔ ایک تو اس لئے کہ وہ اڑتالیس گھنٹوں تک ماریہ کے معاملے میں مصروف رہی۔ دوسرے یہ کہ وہ جان بوجھ کر پارس سے کتراتی رہی۔ اس کے دماغ میں جانے سے اس کے بازوؤں میں چلے جانے کو جی مچلتا تھا۔

اس نے تیسرے دن اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی۔ خود کو ماریہ کے روپ میں ڈھال لیا۔ اس نے پارس سے کہا تھا۔ صرف چار دن صبر کرو۔ پھر ہمیں کوئی جدا نہیں کر سکے گا۔ وہ چار دن سے پہلے تیسرے ہی دن ماریہ بن گئی تھی۔

اب آخری مرحلہ رہ گیا تھا۔ ماریہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنا تھا۔ ویسے تو یہ آسان تھا۔ مرینا اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کر کے یا اُس کی سانس روک کر اسے ہلاک کر سکتی تھی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ ماریہ کی لاش کسی کو نہ ملے تاکہ دنیا والے مرینا کو ماریہ تسلیم کر لیں۔

یہ مرحلہ طے کرنے سے پہلے اس نے پارس سے رابطہ کیا۔ اسے خوشخبری سنانا چاہتی تھی کہ وہ آج رات اس سے ملاقات کرے گی۔ جب وہ پارس کے دماغ میں پہنچی تو وہاں پہلے ہی سلمان موجود تھا۔ اس سے پوچھ رہا تھا۔ "کیا مرینا آئی تھی؟"

پارس نے جواب دیا "نہیں' آج تیسرا دن ہے۔ اور وہ ایک پل کے لئے بھی نہیں آئی۔ آپ تو جانتے ہیں انکل! وہ چپ چاپ آتی ہے تب بھی میں اسے محسوس کر کے انجان بن جاتا ہوں لیکن وہ خاموشی سے بھی نہیں آئی۔"

پارس کی اس بات نے اسے چونکا دیا کہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے انجان بن جاتا ہے۔ اس کا مطلب صاف تھا کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار نہیں ہے۔ اسے اب تک الو بناتا آ رہا ہے۔ یہی تجربات مرینا کو سکھاتے تھے کہ انسان کو اپنی کسی کامیابی کا بھرپور یقین نہیں کرنا چاہئے۔ بعض کامیابیوں کے پیچھے ناکامیاں چھپی ہوتی ہیں' جو کسی وقت ناقابلِ تلافی نقصان کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔

وہ بدستور پارس کے دماغ میں تھی اور سمجھ رہی تھی' ان لمحات میں پارس اسے اس لئے محسوس نہیں کر رہا ہے کہ سلمان وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اگر ایک خیال خوانی کرنے والا موجود ہو اور اس کے بعد دوسرا آئے تو اس کی سوچ کی لہریں محسوس نہیں کی جاتیں۔ سلمان اس سے پوچھ رہا تھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟ مرینا نے اتنی طویل خاموشی کیوں اختیار کی ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ایک خیال آتا ہے کہیں وہ بیمار نہ ہو یا کسی حادثے کا شکار نہ ہو گئی ہو۔ اور مجھ سے رابطہ قائم کرنے کے قابل نہ رہی ہو ورنہ وہ میری دیوانی ہے۔ ہزار مصروفیات کے باوجود میرے پاس ضرور آتی۔ بائی دی وے انکل! آپ اس کے دماغ میں جا کر کچھ نہ کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی جا کر واپس آتا ہوں۔"

مرینا فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ چند سیکنڈ کے بعد پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اس نے سانس روک لی۔ پھر سانس لینے لگی۔ چند لمحوں کے بعد سلمان نے دماغ میں آتے ہی کہا "میں سلمان ہوں۔ پارس کے بارے میں کچھ کہنے آیا ہوں۔"

وہ بولی "کچھ کہنے سے پہلے سن لو۔ مجھے دو روز پہلے ہی پارس کا فراڈ معلوم ہو گیا تھا۔ وہ میرا معمول نہیں ہے۔ کوئی بات نہیں۔ ... میں کوئی بہت بڑا نقصان اٹھانے سے بچ گئی۔ آئندہ میں اس فریبی پر تھوکنے بھی نہیں آؤں گی۔ جاؤ بھاگ جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ سلمان دماغ سے نکل گیا۔ وہ چند لمحوں تک انتظار کرتی رہی' جب وہ نہیں آیا تو وہ پارس کے دماغ میں آ گئی۔ سلمان وہاں موجود تھا۔ اسے مرینا کی باتیں لفظ بہ لفظ سنا رہا تھا۔ پارس نے تعجب سے کہا "میں حیران ہوں' ہر طرح سے محتاط رہنے کے باوجود میرا فراڈ کیسے کھل گیا۔"

سلمان نے کہا "دو روز پہلے میں کبھی تم سے اور کبھی سسٹر سے باتیں کر رہا تھا۔ جب میں تمہارے پاس آتا تھا تو اس وقت مرینا آئی ہو گی۔ تم نے میری موجودگی کے باعث اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا ہوگا۔"

"جی ہاں' مرینا نے ایسے ہی کسی موقع سے فائدہ اٹھایا ہے ... بہرحال جو ہونا تھا' وہ ہوگیا۔ مرینا سے جو بازی جاری تھی' وہ ختم ہوچکی ہے۔ آئندہ وہ میرے قریب بھی نہیں پھٹکے گی۔ آپ مما کو یہ باتیں بتادیں۔"

سلمان چلا گیا۔ مرینا موجود رہی۔ پارس نے پوچھا "انکل! آپ موجود ہیں؟" اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پوچھا "آپ خاموش کیوں ہیں؟"

دوسری بار بھی جواب نہ ملا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اپنی خاموش حرکتوں سے مزید تصدیق کرلی کہ پارس اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کررہا ہے اور اب بھی کررہا ہے۔

اسے غصہ آرہا تھا اور وہ خود کو سمجھا رہی تھی "حماقت میری ہے۔ میں پارس کو حاصل کرکے خوش ہوگئی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کہ وہ فرہاد جیسے بدمعاش کا بیٹا ہے اور سونیا سے مکاریوں کی سند لے رہا ہے۔ مجھے اس خاندان سے دور ہی رہنا چاہئے۔"

اس نے سوچنے کے دوران آئینہ دیکھا تو خود کو ماریہ کے روپ میں پایا۔ اس نے پارس کو حاصل کرنے کے لئے ہی یہ روپ اختیار کیا تھا۔ منزل قریب تھی۔ بس ایک ذرا سا کام رہ گیا تھا۔ ماریہ کو ہلاک کرکے اس کی لاش کو کہیں چھپانا تھا۔ پھر پارس اپنی تمام تر ذہانت اور مکاریوں کے باوجود یہ پہچان نہ پاتا کہ اس کی آغوش میں مرینا ہے۔ وہ اسے ماریہ ہی سمجھتا رہتا۔ بلا سے وہ کچھ نہ سمجھتا مگر مرینا کے ارمان پورے ہوتے رہتے۔

ویسے اب وہ پہلے جیسی دیوانی نہیں تھی۔ اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ ایک بار پارس کے قریب جاتے ہی اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گی پھر اسے تاریک قید خانے میں اس وقت تک رکھے گی جب تک یہ تصدیق نہ ہوجائے کہ وہ دماغی طور پر غلام بن چکا ہے اور کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے تنویمی عمل کا توڑ نہیں کیا ہے۔

وہ اپنے منصوبے پر عمل کرنے کے لئے آدھی رات کو ماریہ کے دماغ میں پہنچی' وہ سو رہی تھی۔ مرینا کی ہدایت پر جاگ گئی۔ بستر سے اٹھ کر گرم لباس اور کینوس شوز پہنے پھر خوابگاہ سے باہر آکر بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے کچن میں آئی۔ پچھلا دروازہ کھول کر باغ میں پہنچی۔ احاطے کا پچھلا گیٹ مقفل تھا' وہ آہنی گیٹ پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئی۔ رہائش گاہ کی پچھلی گلی ویران تھی۔ آگے کچھ فاصلے پر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔

اس کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر مرینا بیٹھی ہوئی تھی۔ گلی میں اندھیرا تھا۔ اس نے کار کے اندر بھی تاریکی رکھی تھی کیونکہ وہ ماریہ کی ہم شکل بنی ہوئی تھی اور یہ نہیں چاہتی تھی کہ جائے واردات تک پہنچنے سے پہلے اصل ماریہ اپنی ڈمی کو دیکھے۔

اصل ماریہ چلتی ہوئی کار کے قریب آئی۔ اگلا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ تب مرینا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ ماریہ کو یوں لگا جیسے نیند سے بیدار ہوئی ہے۔ اس نے چونک کر اندھیرے میں مرینا کو دیکھا پھر پوچھا "میری دوست فینسی! میں یہاں کیسے آگئی؟"

مرینا نے اس سے دوستی کرتے وقت اپنا نام فینسی بتایا تھا۔ اور وہ گہرے اندھیرے میں اسے پہچان کر اس کا نام لے رہی تھی۔ ... مرینا نے حیرانی سے پوچھا "کیا تمہیں اندھیرے میں بھی دکھائی دیتا ہے؟"

"نہیں' میں تمہیں صرف محسوس کررہی ہوں۔"

"لیکن تم نے یہ کیسے جان لیا کہ میں تمہاری دوست فینسی ہوں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں زہریلی ہوں میری زہریلی حس بتادیتی ہے کہ جسے میں نے روشنی میں کبھی دیکھا تھا وہ تاریکی میں آیا ہے۔ میں اپنے پارس کو بھی اسی طرح اندھیرے میں پہچان لیتی ہوں۔"

مرینا نے چونک کر پوچھا "کیا تمہارا پارس بھی کسی کو اندھیرے میں پہچان سکتا ہے؟"

"ضرور' کیوں نہیں۔ ہم دونوں زہریلے ہیں۔ ہم دونوں کی فطرت ایک ہے۔"

مرینا کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ چشم زدن میں یہ واضح ہوگیا کہ پارس ہوٹل کے سات سو سات اور سات سو بارہ نمبر کے کمروں میں اصل مرینا اور اس کی ڈمی کو صاف طور سے پہچانتا رہا جیسے ابھی ماریہ چہرہ دیکھے بغیر' آواز سنے بغیر مرینا کو پہچان گئی تھی۔ وہ مکار بھی پہچان کر انجان بنتا رہا تھا۔

اس نے شدید حیرانی اور پریشانی سے سوچا "اوہ گاڈ! یہ فرہاد کا بچہ ہے یا شیطان کا بچہ! میں پھر ایک بار دھوکا کھاتے کھاتے بچ گئی ہوں۔ نہیں' اب دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ہزار بار سوچوں گی۔ اگر میں نے ماریہ کو ہلاک کیا تو ہوسکتا ہے اس کی ہلاکت میری ہلاکت کا سبب بن جائے۔ مجھے سانپوں کی من گھڑت کہانیوں پر یقین تو نہیں ہے مگر یہ سب کہتے ہیں کہ ناگن کو مارو تو ناگ پیچھا نہیں چھوڑتا۔ نہیں اب میں پارس کو اپنے پیچھے نہیں لگاؤں گی۔"

یہ سوچ کر اس نے ماریہ کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کار سے باہر بھیج دیا۔ دروازے کو بند کیا پھر کار اسٹارٹ کرکے وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ پیچھے سے ماریہ کی آواز آرہی تھی "فینسی! مگاڑ! روکو۔ یہ تم مجھے کہاں چھوڑ کر جارہی ہو۔"

وہ کار کی رفتار بڑھاتی ہوئی دور نکل گئی۔ اس کے دماغ میں آندھی سی چل رہی تھی۔ وہ تیزی سے حساب کررہی تھی کہ پارس کی پہلی ملاقات سے لے کر اب تک وہ کتنی بار سونیا کے شکنجے میں پھنستے پھنستے رہ گئی۔ اب تک مقدر سے پچتی رہی پھر بھی عقل نہیں آئی۔ پارس کو اپنا تابعدار سمجھتی رہی پھر بھید کھلا کہ پارس کو تابعدار بنانا ناممکن نہیں... ناممکن ہے۔

اس کے بعد بھی خوش فہمی تھی کہ ماریہ کے روپ میں قریب جاکر اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گی پھر ایک بار اسے غلام بنائے گی لیکن تقدیر نے پھر اس کا ساتھ دیا۔ ماریہ کی زبان سے پتا چلا کہ وہ آئندہ ایک بار بھی پارس کے قریب جائے گی تو وہ اس کی اصلیت پہچان لے گا۔ دانا لوگ سانپ کے قریب نہیں جاتے۔

اس نے دانائی سے آخری فیصلہ کیا کہ وہ اپنی جوانی کو آگ لگادے گی مگر بھول کر بھی پارس کے قریب سے نہیں گزرے گی۔

○☆○

ہیلی کاپٹر کی تباہی کا منظر قابلِ دید بھی تھا اور دید کے قابل نہیں بھی تھا۔ ایسی تباہی آنکھوں سے دیکھی نہیں جاتی۔ دیکھنے والے آنکھیں بند کرلیتے ہیں۔ وہ دھماکا اتنا زبردست تھا کہ ثانی اور علی کا ہیلی کاپٹر بھی ڈگمگا گیا تھا۔ دونوں نے لپک کر کھڑکی کے پار دیکھا۔ دور کوئی تین چار فرلانگ کے فاصلے پر ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوگیا تھا۔ اس سے نکلنے والی آگ ایسی تھی جیسے جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہوں۔

ان کے پائلٹ نے فوراً ہی اپنے ہیلی کاپٹر کا رخ پھیر دیا تھا۔ تباہ ہونے والے ہیلی کاپٹر سے دور جاتے ہوئے لاسہ ایئرپورٹ کے کنٹرول ٹاور سے رابطہ کررہا تھا۔ وہاں سے جو رپورٹ موصول ہوئی اس کے مطابق قصہ یوں تھا کہ جن ممالک کی حسیناؤں کو اغوا کرکے محل کے تہ خانے میں رکھا گیا تھا ان ممالک کے نمائندے' پریس رپورٹر اور فوٹوگرافر طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعے شہر لاسہ پہنچ رہے تھے۔ ایسا ہی کوئی ہیلی کاپٹر کسی فنی خرابی کے باعث حادثے کا شکار ہوگیا تھا۔

جو شخص نیا دلائی لامہ بننے والا تھا' وہ ثانی اور علی کا بے حد احسان مند اور عقیدت مند تھا۔ اس نے صرف یہ دیکھا تھا کہ اس کے محسنوں کا ہیلی کاپٹر دور پہاڑی کی طرف جارہا ہے اس کے بعد اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر عقیدت سے سر کو جھکا لیا تھا۔ آنکھیں بند کرلی تھیں۔ آنکھیں چند ساعتوں کے لئے بھی بند ہوں تو ان چند ساعتوں میں دنیا کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ حالات کروٹ بدل لیتے ہیں واقعات بدل جاتے ہیں۔ وہ عقیدت مند آنکھیں بند رکھنے کے دوران یہ نہیں دیکھ سکا تھا کہ ثانی اور علی کا ہیلی کاپٹر دوسری سمت جاچکا تھا اور تیسری سمت سے ایک اور غیر ملکی ہیلی کاپٹر آرہا تھا جو بعد میں حادثے کا شکار ہوگیا۔

جب اس نے آنکھیں کھول کر' سر اٹھا کر دیکھا تو یقین نہیں آیا کہ وہ ہیلی کاپٹر تباہ ہوگیا ہے اور اس کے دونوں محسن مارے گئے ہیں لیکن اسے ساسان ڈوگرا کی زبردست جادوئی قوتوں کا یقین تھا اور یہ یقین اس کے دماغ میں چیخ رہا تھا کہ اس ظالم جادوگر نے اپنے شیطانی عمل سے ہیلی کاپٹر کو تباہ کیا ہے اور اس کے محسنوں کو مار ڈالا ہے۔

اس نے تڑپ کر' چیخ چیخ کر پہلی بار ساسان ڈوگرا کو گالیاں دیں پھر چکرا کر زمین پر گر پڑا۔ بیچارہ عقیدت مند اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتا تھا۔

لاسہ ایئرپورٹ میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ حادثے کا شکار ہونے والے ہیلی کاپٹر کی تباہی کے اسباب کا اندازہ کرنے کے لئے ایک ہیلی کاپٹر میں امدادی ٹیم روانہ ہوچکی تھی۔ پہلے سب ہی تذبذب میں تھے کہ تباہی کس پر آئی ہے؟ ثانی اور علی پر یا کسی اور ہیلی کاپٹر پر۔ بڑی دیر بعد پتا چلا کہ ساسان ڈوگرا کے طلسم کدے کی سمت جانے والے ثانی اور علی محفوظ ہیں۔

ہمالیہ کی ترائی میں غار کے اندر طلسم کدے کی بھول بھلیوں میں دھوئیں اور دلدل کی راہ گزر تھی۔ اس دلدل کے پار ساڑھے چھ فٹ قد کا ساسان ڈوگرا ایک شیطانی کھوپڑی کے سامنے کھڑا اس کھوپڑی کی آنکھوں میں اس ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہا تھا جس کے پرخچے اڑ گئے تھے اور جو شعلوں میں اس قدر گھر گیا تھا کہ وہاں سے ثانی اور علی زندہ نہیں نکل سکتے تھے۔

وہ بھی اسی خوش فہمی میں تھا کہ ثانی اور علی کا ہیلی کاپٹر تباہ ہوگیا ہے۔ اس کے کالے عمل کے مطابق پہاڑی کی سمت جانے والے ہیلی کاپٹر کو تباہ ہونا چاہئے تھا۔ اس نے اپنا عمل مکمل کرنے کے بعد شیطان کے سامنے سر جھکایا تھا اور آنکھیں بند کرکے منتروں کا جاپ کررہا تھا۔ جب ہیلی کاپٹر کے تباہ ہونے کا دھماکا سنائی دیا تو اس نے آنکھیں کھول کر شیطان کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہاں شعلہ لاسہ کی پہاڑی کے پیچھے وہ ہیلی کاپٹر تباہ ہوتا نظر آیا۔

وہ خوش ہوکر شیطان کی جے جے کار کرتے ہوئے بولا۔

"اے مہان بھوت ناتھ' تو کالی طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔ یہ سائنس والے اپنے علم سے ٹیلی فون اور ٹرانسمٹر کے ذریعے ہزاروں میل دور پہنچتے ہیں۔ میں تیرے عطا کئے ہوئے کالے علم سے تبت کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتا ہوں اور ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے دشمنوں کو تباہ کردیتا ہوں۔"

اس کی دانست میں کالا عمل مکمل ہوچکا تھا۔ دشمن نابود ہوگئے تھے۔ وہ بھی ایسے دشمن جو اس کی جان لینے آرہے تھے۔ وہ شیطانی کھوپڑی کے پاس سے چلتا ہوا طلسم کدے کے دوسرے حصے میں آیا۔ وہاں ایک شخص کانٹوں کے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ تیز نکیلے کانٹے اس کے جسم میں چبھے ہوئے تھے۔ پھر بھی وہ آنکھیں بند کئے آرام سے لیٹا ہوا تھا۔

ساسان ڈوگرا اس کے پاس آیا۔ پھر قہقہہ لگا کر بولا۔

"مہاگیانی! تو گیان کی باتیں کرتا ہے۔ تو نے کہا تھا' علی نام کا ایک چھوکرا میری موت بن کر آرہا ہے۔ اس چھوکرے میں اتنی پاکیزگی ہے کہ وہ پاکیزگی میرے کالے جادو کی غلاظت کو اس طلسم کدے کے ساتھ تباہ کردے گی۔"

کانٹوں کے بستر پر لیٹے ہوئے مہاگیانی نے آنکھیں کھول دیں' اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "مجھے آزاد کردے۔ ساسان ڈوگرا! آخر تو مجھے کب تک کالے عمل میں جکڑ کر رکھے گا؟ بہتر ہے اپنی

زندگی میں مجھے آزاد کردے۔ میرے جسم سے کالے عمل کے یہ کانٹے نکال دے۔ ورنہ تیری موت کے بعد مجھے آزادی ملنے ہی والی ہے۔"

"ہرگز نہیں۔" وہ پاؤں پٹخ کر دھپ دھپ کی آواز کے ساتھ ادھر سے اُدھر چلتے ہوئے بولا "نہ مجھے موت آئے گی نہ تو آزاد ہوگا جو میری موت لانے والا تھا' وہ فنا ہو چکا ہے۔"

"ساسان ڈوگرا! تیری آنکھوں نے جو دیکھا غلط دیکھا۔ وہ زندہ ہیں۔"

"تو جھوٹ بولتا ہے۔"

"گیانی اپنے گیان سے بولتا ہے اور گیان کبھی غلط نہیں ہوتا۔ میرے جسم سے ایک کانٹا نکال کر تصدیق کرلے۔"

وہ مہاگیانی کے قریب آیا پھر اس کے جسم سے ایک کانٹے کو باہر کھینچ لیا۔ مہاگیانی نے کہا "دیکھ اس کانٹے میں میرے بدن کا خون نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے ان دونوں کا خون نہیں ہوا ہے۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا میرے شیطان گرو نے مجھ سے جھوٹ کہا ہے؟"

"تو نے شیطان کی آنکھ میں ایک ہیلی کاپٹر کو تباہ ہوتے دیکھا مگر آنکھیں بند کرکے منتر پڑھتے وقت یہ نہ دیکھ سکا کہ ان دونوں کا ہیلی کاپٹر دوسری سمت چلا گیا تھا اور دوسرا ہیلی کاپٹر جادو کی عمل کی زد میں آکر تباہ ہوگیا تھا۔"

وہ غصے میں دونوں ہاتھ اٹھا کر گرجنے لگا "یہ کیا ہوگیا؟ یہ کیسے ہوگیا؟ میں انہیں تباہ کرنے کے لئے تیرہ دنوں تک ایک پیر پر کھڑا رہ کر منتروں کا جاپ کرتا رہا۔ میرے کالے عمل سے انہیں مرنا ہی مرنا تھا' پھر وہ کیسے بچ گئے۔"

اس نے کانٹوں کے بستر پر دیکھتے ہوئے کہا "بول مہاگیانی! وہ کیسے بچ گئے؟"

وہ بولا "یہ گیانی اسی وقت راز کی بات بتاتا ہے جب تو میرے جسم سے کانٹا نکالتا ہے۔ یہ کانٹے ایک ایک کرکے نکلتے جارہے ہیں۔ جب تمام کانٹے نکل جائیں گے تو میں آزاد ہوجاؤں گا۔"

ساسان ڈوگرا نے کہا "تو بہت چالاک بنتا ہے۔ میں تیرے بدن سے آخری کانٹا نکلنے نہیں دوں گا۔ تجھے میرے جادو سے رہائی نہیں ملے گی۔"

پھر اس نے ایک کانٹا نکال کر پوچھا "بول وہ کیسے بچ گئے؟"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا "آہ! بولنا ہی ہوگا۔ میرے بدن کے کانٹے کم ہو رہے ہیں۔ سن اے پاپی جادوگر! علی کے ساتھ جو لڑکی ہے' وہ مہاگیانی دیوتا سامان بابا فرید واسطی کی بیٹی ہے۔ وہ اتنی پاکیزہ ہے کہ اپنے محبوب علی تیمور کے ساتھ تنہائی میں بھی پارسا رہتی ہے اور یہ بات تیرے شیطان گرو نے بھی تجھ سے کہی ہے کہ جو لوگ اپنی پیدائش کے دن سے اب تک پاک رہیں گے ان پر کالا جادو اثر نہیں کرے گا۔"

ساسان ڈوگرا نے پوچھا "اگر وہ دونوں ناپاک ہوجائیں تو؟"

"تو پھر تیری جیت ہوگی۔ وہ دونوں فنا ہوجائیں گے۔"

"وہ مارا" اس نے خوش ہو کر کہا "میں ان کے اندر انسانی خواہشات اور جذبات کا طوفان لاؤں گا۔ انہیں ننگا کردوں گا۔ انہیں گناہوں کی دلدل میں پھنسادوں گا۔ کہاں ہیں وہ؟ وہ کہاں ہیں؟"

وہ اپنے مخصوص انداز میں پاؤں پٹختا ہوا اور بڑبڑاتا ہوا جانے لگا۔ "میں ابھی معلوم کروں گا' وہ کہاں ہیں؟ میرا شیطان گرو اُن کا ٹھکانا بتائے گا۔"

وہ چلا گیا۔ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ مہاگیانی نے اپنے بھگوان سے پرارتھنا کی "ہے پربھو! ان نیک بچوں کی رکشا (حفاظت) کر' نیکی کو شکتی دے کہ وہ بدی کو مٹا سکے۔"

اتنا کہہ کر مہاگیانی نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ کانٹوں کے بستر پر جہاں لیٹا ہوا تھا' وہ ایک پہاڑ کا اندرونی حصہ تھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر ایک بلند پہاڑ کی چوٹی کا نام ماؤنٹ فینگ ہے۔ اسے ہندو باشندے کیلاش کہتے ہیں۔ اس کیلاش کی بلند چوٹی پر وشنو بھگوان براجمان ہوتے تھے۔

مہاگیانی کو یقین تھا کہ وشنو بھگوان اُس کی پرارتھنا سن رہے ہیں اور وہ نیک بچوں کی حفاظت کریں گے۔ دنیا کا ہر انسان اپنے اپنے مذہبی عقیدے کے مطابق نیکی کی سلامتی اور بدی کی تباہی کی دعائیں مانگتا ہے۔ مذہب سیکڑوں ہوتے ہیں مگر دعا ایک ہوتی ہے اسی لئے اب تک نیکی زندہ ہے۔

ثانی اور علی ہیلی کاپٹر سے اتر گئے۔ وہ پارلنگ زنگ بو زیانگ دریا کی ساحلی آبادی کے قریب تھے۔ یہ دریا مغرب سے مشرق کی طرف بہتا ہوا جنوب کی طرف مڑ کر ہندوستان اور بنگلہ دیش میں داخل ہوتا ہے اور دریائے برہم پترا کہلاتا ہے۔ ثانی اور علی کی منزل قریب تھی۔ دریا کے دوسری طرف شہر گیانگ تسی تھا۔ اس شہر کے پیچھے ہمالیہ پہاڑ کا سلسلہ تھا۔ وہاں سے انتیس ہزار اٹھائیس فٹ بلند ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی نظر آتی تھی۔

بستی کے کتنے ہی لوگ ہیلی کاپٹر کو دیکھ کر ادھر چلے آئے تھے اور ثانی اور علی کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر کا انجن بند کرنے کے بعد پائلٹ بھی اتر آیا تھا۔ بستی کے مکھیا نے آگے بڑھ کر کہا "آپ ہمارے مہمان ہیں۔ گھر چلیں۔ ہمارے ساتھ بھوجن کریں۔"

یہ باتیں وہ ٹوٹی پھوٹی ہندی زبان میں کررہا تھا۔ ثانی نے اس کی مقامی بھاشا میں کہا "ہم تمہاری زبان جانتے ہیں۔ فی الحال ہم بستی میں نہیں جائیں گے۔"

وہ حیرانی سے بولا "آپ ہماری بھاشا بول رہی ہیں۔ آپ نے ہمارا مان بڑھادیا ہے۔ آخر آپ لوگ بستی میں کیوں نہیں

آنا چاہتے؟"

علی نے کہا "ہمیں ضروری کام ہے۔"

"کیا اُس پار جانا ہے؟"

"ہاں ہم گیانگ تسی شہر جائیں گے۔"

"کیا کسی سے ملنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں' سنا ہے ساسان ڈوگرا کے بیوی بچے اس شہر میں رہتے ہیں۔"

بستی والے ساسان ڈوگرا کا نام سن کر پیچھے ہٹ گئے۔ مکھیا نے کہا "ساسان ڈوگرا کی بجے۔ وہ تمام جادوگروں کا گرو گھنتال ہے۔ تم اس کے بیوی بچوں سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

"سنا ہے وہ گرو گھنتال کسی سے نہیں ملتا۔ ہم نے سوچا اس کے بچوں ہی سے مل لیں۔ کیا تم ہمیں ان کے گھر تک پہنچاؤ گے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے کان پکڑتے ہوئے بولا "کوئی ان کے محل کے سامنے نہیں جاتا مدھو ہمیں... اپنی خدمت کے لئے بلاتے ہیں تو ہم جاتے ہیں ورنہ دور ہی رہتے ہیں۔ اس شہر میں سونے کے کلس والا ایک ہی محل ہے۔ تم اسے دور سے پہچان لو گے۔ میرا ساتھ جانا ضروری نہیں ہے۔"

ثانی اور علی پھر ہیلی کاپٹر میں سوار ہوگئے۔ دوپہر کے دو بجے وہ دریا کے اس پار شہر گیانگ تسی پہنچے۔ چونکہ وہ ساسان ڈوگرا سے ٹکر لینے کے لئے وہاں پہنچے تھے اس لئے تبت کی سرکار ان سے تعاون نہیں کررہی تھی۔ البتہ جمہوریہ چین کا ایک نمائندہ ان کے لئے ایک کار لے کر آیا تھا۔

علی نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا "ہمیں کسی اچھے سے ہوٹل میں چھوڑ دیں۔"

نمائندے نے کہا "ہمارے سفارت خانے کی طرف سے آپ کی رہائش کا انتظام ہے۔ ساسان ڈوگرا کے بیوی بچے بڑے مغرور ہیں۔ دوسروں کو کمتر سمجھتے ہیں لیکن ہماری حکومت سے کچھ مرعوب ہیں۔ میں نے ابھی لنچ پر انہیں بلایا ہے۔ آپ کو کوئی اعتراض ہے؟"

"جی نہیں' ہم ان سے ضرور ملیں گے۔"

ایک بنگلے کے سامنے کار رک گئی۔ جمہوریہ چین کے سفیر صاحب نے ان کا استقبال کیا۔ علی اور ثانی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ میں فرہاد علی تیمور کے بچوں سے ہاتھ ملا رہا ہوں۔"

ثانی نے کہا "عظیم جمہوریہ چین کے سفیر سے ہاتھ ملاتے ہوئے ہم بھی فخر محسوس کررہے ہیں۔"

علی نے کہا "جو پاکستان کا دوست ہے ہم اس کے دوست ہیں' ہماری یہ ملاقات یادگار رہے گی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئے۔ سفیر صاحب نے کہا "مجھے تم دونوں سے مل کر جتنی خوشی ہو رہی ہے' اتنا ہی خوف آرہا ہے۔ ساسان ڈوگرا بہت ہی ذلیل جادوگر ہے۔ وہ آج تک قانون کی گرفت میں نہیں آیا۔ کمبخت کبھی نظر بھی نہیں آتا۔ مجھے تم دونوں کی بڑی فکر ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ ہم نے بچپن سے یہ سیکھا ہے کہ موت برحق ہے۔ یہ کسی بھی لمحے آسکتی ہے۔ پھر کیوں نہ انسانیت کے لئے کچھ کرتے ہوئے موت کو گلے لگائیں۔"

سیکریٹری نے آکر کہا "مسز ڈوگرا اپنے بچوں کے ساتھ آئی ہیں۔"

ایک منٹ کے اندر ہی ایک معمر عورت ایک جوان لڑکی اور جوان لڑکے کے ساتھ آئی۔ معمر عورت نے گھور کر ثانی اور علی کو دیکھا پھر پوچھا "کیا یہی وہ کمبخت ہیں' جو مرنے کے لئے اپنے ملک سے اتنی دور چلے آئے ہیں؟"

ثانی نے اٹھ کر کہا "ہم وہی خوش بخت ہیں جو تمہارے لئے کم بختی لے کر آئے ہیں۔"

مسز ڈوگرا نے کہا "لڑکی! میں ابھی پھونک ماروں گی تو تو خون تھوکنے لگے گی۔"

ثانی مسکرا کر بولی "اچھا تو تم پھونک مارتی ہو لیکن پھونکوں سے یہ چراغ بجھائے نہ جائیں گے۔"

لڑکے اور لڑکی نے انہیں ناگواری سے دیکھا۔ وہ دونوں اپنے باپ کی طرح قد آور تھے۔ لڑکا پہلوان تھا۔ سفیر صاحب نے تعارف کرایا "مسٹر علی! یہ خاتون عظیم ساسان ڈوگرا کی دھرم پتنی ہیں۔ یہ ان کی صاحبزادی ہیں۔ ان کا نام ٹیلی نا ہے اور صاحبزادے کا نام فانگ فوٹیلی ہے۔"

ثانی نے ٹیلی نا سے اور علی نے فانگ فوٹیلی سے مصافحہ کیا۔ وہ جیسے گھر سے ارادہ کرکے آئے تھے کہ باپ کے دشمنوں کو مرعوب کرکے سفیر صاحب کے گھر سے بھگادیں گے۔ انہیں اپنے باپ ڈوگرا تک نہیں پہنچنے دیں گے۔

مصافحے کے بہانے ٹیلی نا نے ثانی کا ہاتھ جکڑ لیا۔ فانگ فوٹیلی نے بھی علی کے ساتھ یہی کیا۔ اتنی قوت سے ہاتھ دبایا کہ پتھر ہوتا تو چور ہوجاتا۔ مگر وہ علی کا ہاتھ تھا۔ اسے واشورد کی نے فولاد بنایا تھا۔ فانگ فوٹیلی زیر لب کوئی منتر پڑھ رہا تھا مگر پریشان بھی تھا۔ نہ منتر کام آرہا تھا اور نہ ہی پہلوانی قوت سے بات بن رہی تھی۔ علی خاموش کھڑا مسکرا رہا تھا۔

ثانی نے پوچھا "مس ٹیلی! تم کب تک میرا ہاتھ چھوڑ دو گی۔"

ٹیلی نے پوچھا "کیا تم ہاتھ چھڑا سکتی ہو؟"

"میں محترم سفیر صاحب کے گھر میں تمہیں ننگی کا ناچ نچانا نہیں چاہتی۔"

سفیر صاحب نے کہا "مسز ڈوگرا! آپ نے کہا تھا کہ میرے گھر میں آپ کی طرف سے میرے مہمانوں کو تکلیف نہیں پہنچے گی۔"

مسز ڈوگرا نے کہا "اس میں تکلیف کی کیا بات ہے۔ میرے

بچے اخلاقاً ہاتھ ملا رہے ہیں۔ کیا تمہارے مہمان اتنے کمزور ہیں کہ اپنا ہاتھ بھی چھڑا نہیں سکتے۔"

اسی وقت ٹیلی نے چیخ ماری' پھر اپنے پیر پٹخ پٹخ کر اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ واڈالٹ گیا تھا۔ وہ تکلیف سے بار بار چیخ رہی تھی۔ اس کے بھائی نے گرج کر کہا "میری بہن کا ہاتھ چھوڑ دو۔ ورنہ....."

علی نے کہا "ورنہ کچھ نہیں ہوگا۔ تم ثانی کے قریب نہیں جاسکو گے۔"

فانگ فوئیلی اچانک ہی تکلیف کی شدت سے دُہرا ہوگیا۔ فولادی شکنجے میں ہاتھ کا گوشت اور ہڈیاں جیسے پس رہی تھیں۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کرنا چاہا۔ علی نے ذرا اور دباؤ ڈالا تو وہ چیخ پڑا' دوسرے ہاتھ سے حملہ کرنا بھول گیا۔ ماں اپنے بیٹے کو چھڑانے کے لئے غصے میں منتر پڑھنے لگی پھر اس نے علی پر تھوکنا چاہا مگر اپنے ہی بیٹے کے مُنہ پر تھوک دیا۔ وہاں سے پلٹ کر دوسری بار اپنی بیٹی پر تھوکا پھر حیران پریشان ہو کر بولی "یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں اپنے بچوں پر کیوں تھوک رہی ہوں؟"

سلمان واسطی اس کے دماغ میں گھسا ہوا تھا۔ وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ اس نے سوچا اپنے سر کا ایک بال توڑ کر آگ میں جلائے' اس عمل سے ساسان ڈوگرا کو خبر ہو جاتی کہ اس کے بیوی بچے مصیبت میں ہیں لیکن سلمان واسطی نے ایسا نہیں کرنے دیا۔

ثانی اور علی نے ان کے ہاتھ چھوڑ دیئے۔ وہ دونوں پیچھے ہٹ کر تکلیف سے رو رہے تھے۔ ماں نے کہا "ہم یہاں ایک منٹ نہیں رہیں گے۔ تمہارا باپ ان سے نمٹ لے گا۔ ان کی موت انہیں یہاں لائی ہے۔"

وہ تینوں چلے گئے۔ سفیر صاحب نے کہا "خس کم جہاں پاک۔ ...کم بخت آداب اور تہذیب کو بالائے طاق رکھ کر اپنی طاقت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ آفرین ہے تم دونوں پر۔ کوئی جھگڑا نہیں کیا اور انہیں میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔"

وہ لوگ کھانے کی میز پر آئے۔ سفیر صاحب نے کہا "ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ بڑھیا اپنے ہی بچوں کے مُنہ پر کیوں تھوک رہی تھی؟"

ثانی نے کہا "میرے والد اس کے دماغ میں تھے۔"

سفیر صاحب نے ہنستے ہوئے کہا "اچھا ہاں' میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تمہارے خاندان میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خاصی تعداد ہے۔"

علی نے کہا "پورے آدھے درجن ہیں۔ ثانی کے والد سلمان واسطی' والدہ سلطانہ' آنٹی لیلیٰ اور انکل برائن وولف (فرہاد) پھر پارس کی وائف جو جو اور میری والدہ رسونتی ہیں جو آجکل ریٹائرڈ زندگی گزار رہی ہیں۔"

"تمہاری والدہ نے گوشہ نشینی کیوں اختیار کرلی؟"

"دشمنوں نے انہیں دماغی طور پر بہت نقصان پہنچایا تھا۔ ان کا علاج ہو چکا ہے۔ وہ خیال خوانی کر سکتی ہیں لیکن ہم سب بابا صاحب کے ادارے کے قوانین کے پابند ہیں۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے میری ماما کو طویل عرصے تک دنیاداری سے دور رہنے کا مشورہ دیا ہے۔"

وہ کھانے کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے۔ سفیر صاحب کے سیکریٹری نے انہیں ایک رہائش گاہ میں پہنچا دیا۔ وہ مضبوط لکڑیوں سے بنا ہوا ایک مکان تھا۔ انہوں نے مکان کو اندر سے اچھی طرح دیکھا۔ مطمئن ہو کر اندر سے دروازے کو بند کیا پھر الگ الگ کمروں میں سونے کے لئے چلے گئے۔ ارادہ تھا کہ شام چھ بجے تک نیند پوری کریں گے۔ اس کے بعد طلسم کدے کی طرف جائیں گے۔

ٹھیک چھ بجے ان کی آنکھ کھلی۔ ثانی اور علی کے کمروں کے درمیان ایک مشترکہ باتھ روم تھا۔ انہوں نے باری باری جا کر غسل کیا پھر لباس تبدیل کرنے کے بعد کمرے سے باہر جانا چاہتے تھے۔ مگر نہ جا سکے۔ دونوں کمروں کے دروازے باہر سے بند کر دیئے گئے تھے۔

اب وہ باتھ روم کے دروازے کھول کر ایک دوسرے سے مل سکتے تھے۔ پتا چلا' وہ دروازے بھی بند ہو چکے ہیں۔ اندر کوئی آیا نہیں تھا۔ کسی نے دروازوں کو بند نہیں کیا تھا۔ وہ خود بخود مقفل ہو گئے تھے اور یہ ساسان ڈوگرا کا جادوئی عمل ہو سکتا تھا۔

علی نے آواز دی "ثانی! میری آواز سن رہی ہو؟"

اسے ثانی کی طرف سے جواب نہیں ملا۔ ثانی نے بھی اسے پکارا تھا۔ اس کی آواز بھی علی تک نہیں پہنچی۔ اب غلط فہمی لازمی تھی۔ علی کو اندیشہ ہوا کہ ثانی کو کچھ ہو گیا ہے۔ دشمن غالب آگئے ہیں۔ اُدھر ثانی بھی یہی سوچ رہی تھی کہ علی پر اچانک حملہ کر کے اس کی زبان بند کر دی گئی ہے۔

یہ غلط فہمی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دور ہو سکتی تھی لیکن اس وقت کوئی ان کے دماغ میں موجود نہیں تھا۔ سلمان اور سلطانہ کو یہ معلوم تھا کہ ثانی اور علی شام چھ بجے تک سوتے رہیں گے۔ بیدار ہونے کے بعد سات بجے تک وہ رہائش گاہ سے نکلیں گے تو وہ ان کے دماغوں میں پہنچ جائیں گے۔

ابھی سات نہیں بجے تھے۔ چنانچہ وہ نہیں آئے تھے۔ ان سے پہلے دشمن آگیا تھا۔ اس مکان کی چھت اور دیواریں مضبوط لکڑیوں کی تھیں۔ پچھلی دیواروں میں جو کھڑکیاں تھیں' وہاں سے گہری کھائی نظر آتی تھی۔ کھڑکی سے فرار ہونے والا سیکڑوں فٹ گہرائی میں گر سکتا تھا۔ تاہم علی نے وہی راستہ اختیار کیا۔ اس نے کھڑکی کو ایک لات ماری۔ کھڑکی کی چوکھٹ لرز گئی۔

ادھر ثانی بھی دوڑتی ہوئی آئی پھر اس نے کھڑکی پر فلائنگ کک ماری۔ اس نے تین بار اسی طرح کک ماری۔ چوکھٹ اپنی جگہ سے اکھڑنے لگی۔ اب دونوں ہاتھوں کے دو چار جھٹکوں سے

کھڑکی ٹوٹ کر گر سکتی تھی۔ اسی وقت دروازہ کھلا' کھلے ہوئے دروازے پر فانگ فوئیلی کھڑا مسکرا رہا تھا۔

وہ دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے بولا "میری جان! کھڑکی کیوں توڑ رہی ہو۔ میں دل کا دروازہ کھول رہا ہوں۔ میری آغوش میں آجاؤ۔"

ثانی نے پوچھا "علی سے پنجہ لڑا کر عقل نہیں آئی۔ اب میرے پاس مرنے آئے ہو۔"

"تم پر تو میں ہزار بار مرنے کو تیار ہوں۔"

وہ قریب آنے لگا۔ ثانی اس سے کتراتے ہوئی بولی "ہماری پہلی کوشش یہی ہوتی ہے کہ دشمن کو عقل آجائے اور وہ دشمنی سے باز آجائے۔"

"عقل تمہیں آنی چاہئے۔ تم میرے باپ سے دشمنی کرنے آئی ہو۔"

"میں اپنی ماں کو پاپا ڈوک اور ساسان ڈوگرا کے جادو سے نجات دلانے آئی ہوں۔ میری ماں سے منسوب شیطانی پتلا میرے حوالے کر دو میں اسے توڑ کر چلی جاؤں گی۔"

"تم ٹوٹ جاؤ گی مگر میرے باپ کا بنایا ہوا کوئی پتلا نہیں ٹوٹے گا۔"

"یہی غرور تمہارے باپ کو ہمیشہ کے لئے توڑ ڈالے گا۔"

فانگ فوئیلی نے اسے غافل سمجھ کر چھلانگ لگائی لیکن وہ پینترا بدل کر نکل گئی اس نے گرتے گرتے سنبھلنے کی کوشش کی مگر لات کھا کر اوندھے مُنہ گر پڑا۔ ثانی نے پوچھا "تمہارا باپ اتنا بزدل کیوں ہے؟ خود چھپا ہوا ہے اور دودھ پیتے بچوں کو بار بار مار کھانے کے لئے ہمارے پاس بھیج رہا ہے۔"

وہ تلملا کر فرش سے اٹھتے ہوئے بولا "وہ آئے گا تو تمہیں دھواں بنا کر اڑا دے گا لیکن اس سے پہلے میں تمہیں خراب کروں گا۔ تمہاری پارسائی کی دھجیاں اڑاؤں گا کیونکہ تمہاری پاکیزگی کے باعث اس کا جادو بے اثر ہو رہا ہے۔"

وہ پھر اسے پکڑنے کے لئے آگے بڑھا مگر ہوا آخر ہوا ہوتی ہے' نہ مٹھی میں آتی ہے' نہ بازوؤں میں قید ہوتی ہے۔ اس نے سونیا سے تربیت حاصل کی تھی اور یوی سے جمناسٹک کے کرتب سیکھے تھے۔ ایسے ایسے کرتب دکھاتی ہوئی اس کے پاس سے گزرتی تھی کہ وہ چکرا کر رہ جاتا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کدھر سے جائے اور کدھر سے پکڑے۔ اس عیاش نے پہلی بار ایسی جوانی دیکھی تھی جو ہاتھ آتے آتے ہوا ہو جاتی تھی۔

یہ مرد کو غصہ دلانے والی بات تھی اور وہ طرح طرح سے غصہ دلا رہی تھی تاکہ دشمن عقل سے پیدل ہو جائے۔ آخر وہ پیدل ہو گیا۔ اس نے غصے سے پاگل ہو کر یہ نہیں دیکھا کہ وہ کہاں کھڑی ہوئی ہے۔ اس نے اچانک ہی فضا میں چھلانگ لگائی پھر جیسے اڑتا ہوا فلائنگ کک مارنے آیا۔ ثانی نے فوراً ہی جھکتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اسے اور آگے اچھال دیا۔ وہ پہلوان پورے وزن کے ساتھ کھڑکی سے ٹکرایا پھر کھڑکی کو توڑتا ہوا اس پار چلا گیا۔ فلک شگاف چیخ سنائی دی۔ ثانی نے جھانک کر دیکھا' وہ سیکڑوں فٹ گہرائی میں جا رہا تھا اور اس کی چیخیں ڈوبتی جا رہی تھیں۔ پھر خاموشی چھا گئی۔

وہ دوڑتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر آئی۔ علی کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ کمرے میں ساسان ڈوگرا کی بیٹی ٹیلی ٹوٹی ہوئی کھڑکی سے جھانک کر دیکھ رہی تھی۔ علی کہہ رہا تھا "تمہارا بھائی ثانی کے کمرے سے باہر پارسل ہو گیا ہے۔ تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

وہ علی کی طرف بڑھتی ہوئی بولی "مجھے ایک بار آغوش میں لے لو۔ جوانی کا نشہ اتار دو پھر میں چلی جاؤں گی۔"

ثانی نے کمرے میں آکر کہا "جانتے ہو علی! یہ ایسا کیوں چاہتی ہے؟"

"اس کی کھوپڑی خراب ہو گئی ہے۔"

"نہیں' اس کی بے حیائی کے پیچھے ایک مقصد ہے۔ میری اور تمہاری پاکیزگی کے باعث اس کے باپ کا جادو بے اثر ہو رہا ہے۔ باپ نے بیٹی کو تمہارے پاس اور بیٹے کو میرے پاس بھیجا تھا۔"

"یہ بات ہے تو ذرا اسے پھینک کر بتاؤ' تم کھڑکی سے باہر کچرا کیسے پھینکتی ہو۔"

ٹیلی چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں' میں مرنا نہیں چاہتی۔ مجھے جانے دو۔"

علی نے اپنا بیگ اٹھا کر کہا "تمہارے باپ نے جادو سے ہمیں الگ الگ کمرے میں بند کیا تھا۔ میں تمہیں یہاں بند کر کے جا رہا ہوں۔ جانا چاہو گی تو اس ٹوٹی ہوئی کھڑکی سے ہی راستہ ملے گا۔ اس راستے سے اپنے بھائی کے پاس پہنچ جاؤ گی۔"

وہ ثانی کے ساتھ جانے لگا۔ ٹیلی دوڑتی ہوئی آئی۔ ثانی نے اس کے مُنہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ اس کا مُنہ گھوم گیا۔ وہ گھوم کر فرش پر گری۔ انہوں نے باہر آکر دروازہ بند کر دیا۔ ثانی اپنے کمرے سے اپنا بیگ اٹھا کر لے آئی۔ دونوں اس مکان سے باہر آگئے۔ وہاں ان کے لئے کار موجود تھی۔

اسی وقت سلمان نے آکر پوچھا "بیٹی! خیریت سے ہو؟"

"جی ہاں۔ ڈوگرا نے ایک اوچھا حملہ کیا تھا۔ اس حملے میں اس کا بیٹا جہنم میں پہنچ گیا ہے۔ بیٹی کو ہم ایک کمرے میں بند کر کے جا رہے ہیں۔"

علی اس کار کو چیک کر رہا تھا پھر کار سے نکل کر بولا "اس کا بریک ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔ آؤ پیدل چلیں۔"

ثانی نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا "ڈیڈی میرے پاس ہیں۔"

علی نے کہا "انکل! بریک ناکارہ بنانے کا مقصد یہ تھا کہ ہم ڈرائیونگ کے دوران حادثے کا شکار ہو جائیں یا ہمیں سازش کا علم ہو جائے تو ہم پیدل جائیں تاکہ ڈوگرا سے خوف زدہ رہنے

والے شہری ہمارے پیچھے پڑجائیں اور ڈوگرا کے حکم سے ہمیں غار تک نہ پہنچنے دیں۔ خونخوار شہریوں کا ہجوم ہمیں جانی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ آپ ہمارے پائلٹ سے کہہ دیں' وہ یہاں ہیلی کاپٹر لے آئے گا۔"

سلمان نے سلطانہ سے کہا کہ وہ ثانی کے پاس رہے پھر پائلٹ کے دماغ میں جانا چاہا لیکن اس کا دماغ موت کے اندھیرے میں گم ہوگیا تھا۔ سلمان نے علی کے پاس آکر کہا۔ "کھسیانی بلی کھمبا نوچتی ہے۔ تم لوگوں پر جادو نہ چلا تو جادوگر نے پائلٹ کو مار ڈالا ہے' ذرا انتظار کرو۔ شہر میں نہ جانا۔ میں ابھی ہیلی کاپٹر لاتا ہوں۔"

سلمان' سفیر صاحب کے پاس آکر بولا "آپ نے ہمارے ساتھ بہت تعاون کیا ہے۔ ایک زحمت اور کریں۔ فون کے ذریعے ہمارے پائلٹ کی خیریت معلوم کریں۔"

سفیر صاحب نے فون اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا "سرکاری ائرپورٹ پر ابھی ایک ہیلی کاپٹر آیا تھا۔ میں اس کے پائلٹ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

جواب ملا "جناب! وہ پائلٹ تو خون کی قے کرتے کرتے مرگیا ہے۔ اس پر ساسان ڈوگرا کا قہر نازل ہوا ہے۔"

سفیر صاحب نے ریسیور رکھ کر کہا "وہ بہت ہی ذلیل اور کمینہ جادوگر ہے۔ مجھے آپ کے بچوں کی فکر ہے۔ وہ خیریت سے ہیں؟"

"خدا کا شکر ہے۔ وہ خیریت سے رہیں گے۔ میں ان کے پاس جارہا ہوں۔"

سلمان اس شخص کے دماغ میں پہنچا جس نے فون پر پائلٹ کی موت کی اطلاع دی تھی۔ وہ چھوٹے سے سرکاری ائرپورٹ کا انچارج تھا۔ خود بھی ایک پائلٹ تھا۔ سلمان نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ اپنے دفتر سے اٹھ کر دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر کے پاس آیا' پائلٹ کی سیٹ سنبھالی۔ اس کا انجن اسٹارٹ کیا۔ دفتر کے کچھ لوگ اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ایک افسر نے وائرلیس کے ذریعے پوچھا "وہ آفت زدہ ہیلی کاپٹر ہے۔" سلمان ڈوگرا اسے پرواز کرنے نہیں دے گا۔ تم کیوں اپنی موت بلا رہے ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوگیا۔ شہر کے اوپر پرواز کرتا ہوا ثانی اور علی کے سامنے ایک میدان میں اتر گیا۔ وہ پائلٹ اتر کر علی کے پاس آیا۔ سلمان نے اس کی زبان سے کہا "میں اس کے ذریعے ہیلی کاپٹر لے آیا ہوں۔ اب تم اسے جانے دو۔ خود ہیلی کاپٹر لے جاؤ۔"

ثانی اور علی اس میں سوار ہوگئے۔ جب ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوکر جانے لگا تو سلمان نے انچارج پائلٹ کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا اور ثانی کے پاس آگیا۔

طلسم کدے کی نیم روشنی اور نیم تاریکی میں ساسان ڈوگرا شیطانی کھوپڑی کے سامنے کھڑا تھا اور شیطانی آنکھ میں ہیلی کاپٹر کو پرواز کرتے دیکھ رہا تھا۔ اس کا تمام جادو الٹ رہا تھا۔ ہر تدبیر ناکام ہو رہی تھی۔ وہ اپنی عادت کے مطابق غصے میں پیر پٹختا ہوا وہاں سے جانے لگا۔

اس کے پیروں کی دھمک سے زمین جیسے لرز رہی تھی۔ وہ اسی انداز سے چلتا ہوا کانوں کے بستر کے پاس آیا۔ مہاگیانی آنکھیں بند کئے نیلیے کانٹوں پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ ساسان ڈوگرا نے کہا "مہاگیانی! تُو گیان کی باتیں کرتا ہے۔ تو نے سچ کہا تھا' وہ دونوں جب تک پارسا اور پاکیزہ رہیں گے' میرا جادو ان پر بے اثر ہوتا رہے گا۔ میں ناکام ہو رہا ہوں۔ میرا جوان بیٹا مارا گیا ہے۔ وہ دونوں موت بن کر اِدھر آرہے ہیں۔ مجھے بتا! اپنے گیان سے کوئی تدبیر بتا' میں ان کا راستہ کیسے روک سکتا ہوں؟"

گیانی نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر کہا "قبر کے کنارے ساری تدبیریں ختم ہوجاتی ہیں۔"

"مہاگیانی! میں تجھ سے ایک بات پوچھنے کے لئے تیرے جسم سے ایک کانٹا نکالتا ہوں۔ آج دو کانٹے نکالوں گا۔ یہ دیکھ۔" اس نے گیانی کے جسم سے دو کانٹے نکالے۔ گیانی چپ رہا۔ اس نے دو اور کانٹے نکالے پھر کہا "دیکھ میں نے چار نکال دیئے۔ اب تو ضرور بتائے گا۔"

گیانی نے کہا "آہ! ایک ایک کرکے سب کانٹے نکل رہے ہیں' آخری کانٹا وہ نکالے گی' وہ!"

"وہ کون؟"

"وہی نیک لڑکی جو علی کے ساتھ آرہی ہے۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولا "تو یہ کہہ رہا ہے کہ وہ طلسم کدے کے اندر پہنچ جائیں گے؟"

"ہاں' تیرے بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے۔ یہاں سے بھاگ جا۔"

"ہرگز نہیں۔ میں نے آج تک میدان نہیں چھوڑا۔ زبردست دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتا آرہا ہوں۔ کیا ان بچوں کے ڈر سے طلسم کدہ چھوڑ دوں!"

"شکست کھانے والا بادشاہ تاج چھوڑ دیتا ہے' تخت چھوڑ دیتا ہے' محل کے چور دروازے سے فرار ہوکر اپنی جان بچاتا ہے کیونکہ بچاؤ کا یہی ایک راستہ رہ جاتا ہے۔"

"نہیں' کوئی دوسری تدبیر بتا؟"

"اور چار کانٹے نکال دے۔"

وہ آگے بڑھ کر کانٹے نکالنے کے لئے جھکا پھر چونک کر بولا۔ "تیرے جسم میں پانچ کانٹے رہ گئے ہیں۔"

"میں نے پانچ نہیں چار نکالنے کو کہا ہے۔"

"پھر تو ایک ہی رہ جائے گا۔ تو مت چالاک ہے' مجھے کوئی ادھوری تدبیر بتائے گا۔ جب میں پوری بات پوچھوں گا تو تو آخری کانٹا نکالنے کو کہے گا۔ نہیں' میں تجھے آزاد نہیں کروں گا۔"

"یعنی تو جان بچانے کی تدبیر سننا نہیں چاہتا؟"

"سننا چاہتا ہوں' تو سنا تا کیوں نہیں؟"

"چار کانٹے نکال دے۔"

"آہ! کس مصیبت میں پڑگیا ہوں۔ جان بچانے کے لئے نکالنا ہی ہوگا۔"

اس نے چار کانٹے نکال دیئے۔ ایک آخری رہ گیا۔ گیانی نے ہنستے ہوئے کہا "بڑا مورکھ ہے تو۔"

اس نے پوچھا "اب کیا ہوا؟"

"مجھے گیانی اور عقلمند بھی کہتا ہے' مجھے غلام بھی بنا کر رکھتا ہے اور مجھ سے دشمنی کرکے مجھ سے نجات کا راستہ پوچھتا ہے۔"

"کیا تو راستہ نہیں بتائے گا؟"

"تو نے سارے کانٹے نکال دیئے۔ میں آزاد ہوگیا۔ تیرا نابعدار نہیں رہا۔ پھر تجھے کیا بتاؤں اور کیوں بتاؤں؟"

"یوں اس مت کر' تو آزاد نہیں ہے۔ ابھی آخری کانٹا باقی ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں۔ آخری کانٹا اس نیک لڑکی کے ہاتھ سے نکلے گا۔ تیرے ہاتھ کے تمام کانٹے نکل چکے ہیں۔ تیری طرف سے آزادی مل چکی ہے۔"

وہ غصے سے ایک طرف گیا۔ وہاں سے تیز دھار والی کلہاڑی لے کر آیا پھر بولا "تو گیانی نہیں' مکار ہے۔ یہ آخری کانٹا کبھی نہیں نکلے گا۔ میں تیری گردن اڑادوں گا۔"

اس نے کلہاڑی کو دونوں ہاتھوں سے بلند کیا۔ اسی وقت تیزی سے گردش کرتے ہوئے پنکھے کی آواز سنائی دی۔ ساسان ڈوگرا کے ہاتھ رک گئے۔ وہ سر اٹھا کر ہیلی کاپٹر کی آواز سننے لگا۔ دل لگ رہا تھا' موت سر پر منڈلا رہی ہے۔

اس کے ہاتھوں سے کلہاڑی چھوٹ کر گر پڑی۔ وہ گیانی کو ٹول گیا۔ وہاں سے بھاگتا ہوا شیطان کی کھوپڑی کے سامنے آیا۔ جلدی جلدی منتر پڑھنے لگا۔ مختلف جادوئی عمل کے بعد کھوپڑی کی ایک آنکھ میں وہ ہیلی کاپٹر غار کے قریب اترتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

اس نے ایک چھوٹے سے پتلے کو اٹھا کر کھوپڑی کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "یہ پتلا راحیلہ سے منسوب ہے۔ اس پتلے کو توڑنے کے لئے وہ دونوں میری موت بن کر آرہے ہیں۔ کیا میں بچ جاؤں گا؟ بول اے بھوت ناتھ! میں چالیس برس تک تیری پوجا کرتا رہا۔ تیرے چرنوں میں انسانی جانوں کی قربانی دیتا رہا۔ تو نے مجھے بڑی شکتی دی۔ آج اپنی موت سے لڑنے کی آخری شکتی دے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا مگر شکست سے ڈرتا ہوں۔ میں اس چھوکرے کے سامنے ٹوٹ جانے سے پہلے مرجانا پسند کرتا ہوں۔"

اس نے ایک لمبی چوڑی تلوار اٹھائی اور کہا "میں نے اس تلوار سے نہ جانے کتنے انسانوں کی گردنیں تیرے قدموں میں کاٹی ہیں۔ اگر آج تو نے اس چھوکرے سے مجھے نہ بچایا تو میں شکست کھانے سے پہلے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی گردن کاٹ لوں گا۔"

وہ کھوپڑی کی آنکھ میں دیکھ رہا تھا۔ ثانی اور علی غار میں جھانک رہے تھے۔ اس نے زور زور سے منتر پڑھنا شروع کیا۔ اس کے اور کھوپڑی کے درمیان آگ جل رہی تھی۔ وہ ایک ہاتھ سے آگ میں گھی ڈال رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے کوئی سفوف چھڑکتا تھا۔ اس عمل سے آگ کے شعلے بھڑکتے تھے اور ایسی گڑگڑاہٹ کی آواز پیدا ہوتی تھی جیسے زلزلہ آرہا ہو' زمین کانپ رہی ہو اور بڑی بڑی چٹانیں ایک دوسرے سے رگڑ کھا رہی ہوں۔

کھوپڑی کی آنکھ سے دکھائی دے رہا تھا... ثانی اور علی غار کے اندر ایک دوسرے کے قریب کھڑے ہوگئے تھے۔ غار کی چھت سے مٹی اور چھوٹے چھوٹے پتھر گر رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا' غار کا اوپری حصہ ان پر آجائے گا اور وہ دب کر مرجائیں گے۔

ساسان ڈوگرا قہقہہ لگا کر اور زور زور سے منتر پڑھنے لگا۔ شیطان اس کی سُن رہا تھا اور اس کے دشمنوں کو مارنے یا بھگانے والا تھا۔ شعلے بھڑک رہے تھے۔ آگ میں گھی ڈالا جارہا تھا جیسے مرنے والے کو گھی پلا کر زندہ رکھا جارہا ہو۔

وہ منتر پڑھتے پڑھتے رک گیا۔ کھوپڑی کی آنکھ میں ثانی اور علی بخیریت نظر آرہے تھے۔ وہ بھی زیرِ لب کچھ پڑھ رہے تھے۔ کلامِ پاک کی تلاوت کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ غار کے اندر زلزلہ تھم گیا تھا۔ ان پر مٹی اور پتھر نہیں گر رہے تھے۔

وہ مقابلتاً دوسرے منتر پڑھنے لگا۔ پھر اس نے تلوار اٹھا کر اس کی نوک اپنے سینے پر رکھی۔ اسے سینے کے اندر تھوڑا پیوست کیا تو خون نکلنے لگا۔ اس نے اپنا خون ایک ہاتھ کے چلّو میں لے کر اسے کھوپڑی پر پھینکا۔ کھوپڑی پر خون کے چھینٹے پڑتے ہی بجلیوں کی کڑک سنائی دی۔ کھوپڑی کی آنکھ بتا رہی تھی کہ وہ دونوں طوفانی ہوا کی زد میں آگئے ہیں۔

ان کے ہاتھوں میں جو تلواریں تھیں وہ چھوٹ گئی تھیں۔ روشنی بجھ گئی تھی۔ گہری تاریکی چھاگئی تھی۔ ایسے میں طلسم کدے کا راستہ گم ہوگیا تھا۔ وہ اسی طرح کالے جادو کے ذریعے بھول بھلیاں پیدا کرتا تھا۔ غار میں داخل ہونے والے بھٹک کر ایک طرف سے آتے تھے اور دوسری طرف سے نکل جاتے تھے۔ طلسم کدے تک پہنچ نہیں پاتے تھے۔ شاید علی اور ثانی کو بھی طوفانی ہوائیں اڑا کر کہیں لے جاری تھیں۔

تاریکی میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا پھر آہستہ آہستہ کھوپڑی کی آنکھ روشن ہونے لگی۔ ثانی اور علی نظر آنے لگے۔ وہ بلند آواز سے کلامِ پاک کی تلاوت کرتے ہوئے طلسم کدے میں پہنچ گئے

تھے۔

وہ حیرت سے اچھل پڑا۔ اس نے جادوئی عمل سے سارے راستے بند کردیئے تھے۔ طوفانی ہوائیں جو انہیں اڑا کر کنارے سے باہر پھینکنے والی تھیں' وہ انہیں طلسم کدے میں پہنچا گئی تھیں۔ اور وہ تلاوت کرتے ہوئے اس حصے سے گزر رہے تھے جہاں مہاگیانی کانٹوں کے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔

وہ دونوں اس کے قریب آکر رک گئے۔ علی نے پوچھا "تم کون ہو؟"

گیانی نے آنکھیں کھول دیں۔ مسکرا کر کہا "جناب علی اسد اللہ تبریزی نے تم سے کہا تھا طلسم کدے میں ایک قیدی ملے گا جس کے سینے میں ایک کانٹا پھنسا ہوگا۔ دیکھو' کیا میں وہی نہیں ہوں؟"

ثانی نے کہا "بے شک تم وہی ہو۔"

وہ اور قریب آئی پھر جھک کر اس نے وہ آخری کانٹا نکال دیا۔ گیانی نے کہا "آہ! آج مکتی (نجات) حاصل ہوگئی۔"

علی نے پوچھا "ساسان ڈوگرا کہاں ہے؟"

"تمہارے یہاں قدم رکھتے ہی اس کی موت پر تصدیق کی مُہر لگ گئی ہے۔ بیٹے! مجھے کانٹوں کے بستر سے اٹھاؤ۔"

علی نے اس کے دونوں ہاتھ اور ثانی نے اس کے دونوں پاؤں پکڑے پھر اسے کانٹوں کے بستر سے اٹھا کر فرش پر لٹا دیا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر بولا "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ دونوں اس کے ساتھ چلنے لگے۔ طلسم کدے میں جگہ جگہ کئی رکاوٹیں تھیں لیکن گیانی کی راہنمائی میں رکاوٹیں دور ہو رہی تھیں۔ ساسان ڈوگرا کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مہاگیانی! گھر کے بھیدی! تو آنہیں راستہ دکھا رہا ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

گیانی کہتا جارہا تھا "میرے بدن سے آخری کانٹا نکل گیا۔ تو بھی دنیا سے نکل جا۔ تیرا انت سے آگیا ہے۔"

وہ تینوں اس حصے میں آگئے جہاں وہ شیطانی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے کھڑے ہوئے ساسان ڈوگرا نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کی بڑی بڑی سرخ آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ گیانی نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ دیکھو علی! کھوپڑی کے پاس جو پتلا رکھا ہے اسے راحیلہ کے نام سے باندھا گیا ہے۔ اسے توڑ دو۔"

علی ادھر جانے لگا۔ ساسان ڈوگرا نے تلوار اٹھا کر کہا۔ "مورکھ! میرے مقابلہ پر خالی ہاتھ آیا ہے۔"

علی نے کہا "یہ ہماری خاندانی روایت ہے۔ ہم خالی ہاتھ دشمنوں کا سامنا کرتے ہیں۔ تیری تلوار میرے سر تک نہیں آسکے گی۔"

وہ تلوار کو سر سے بلند کئے دوڑتا ہوا آیا لیکن مقدر میں ٹھوکر لکھی تھی۔ وہ ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گرا۔ تلوار ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر پھسلتی ہوئی علی کے قدموں کے پاس آگئی۔ وہ تلوار اٹھا کر بولا "یہ ہمارا آزمایا ہوا نسخہ ہے کہ دشمن ہمیں خالی ہاتھ دیکھ کر خوش فہمی میں بھول جاتے ہیں کہ وہ کہاں غلطی کرنے یا ٹھوکر کھانے والے ہیں۔ اب تم خالی ہاتھ ہو۔"

وہ ہڑبڑا کر اٹھا' علی نے تلوار کا ایک وار کیا۔ اس کا ایک بازو کٹ کر جلتی ہوئی آگ میں چلا گیا۔ وہ شیر کی طرح دہاڑتا ہوا ایک کلہاڑی کے پاس گیا' اسے دوسرے ہاتھ سے اٹھا کر علی پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن ثانی کو دیکھا' وہ دوڑتی ہوئی اپنی ماں سے منسوب پتلے کے پاس پہنچ گئی تھی۔

ساسان ڈوگرا' علی کی طرف سے پلٹ کر ثانی کی طرف کلہاڑی اٹھاتا ہوا دوڑا۔ وہ پتلے کے سامنے کھڑی تھی۔ جیسے ہی اس نے حملہ کیا۔ وہ ہاپ ہپ کی آواز نکالتی ہوئی' جنسانک گے کرتب دکھاتی ہوئی' قلابازی کھا کر دوسری طرف گئی۔ کلہاڑی اس کے پیچھے رکھے ہوئے پتلے پر پڑی۔ پتلا دو ٹکڑے ہوگیا۔

پیرس کے ایک کالج میں راحیلہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی پھر جنونی انداز میں چیخنے لگی۔ "چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میرے ٹکڑے نہ کرو۔ مجھے سلامت رہنے دو۔ مجھے چھوڑ دو۔"

سلطانہ اور سلمان واسطی پہلے سے ایسی صورت حال کے لئے تیار تھے اور راحیلہ کو سنبھالنے کے لئے وہاں موجود تھے۔ سلمان نے اس کے بازوؤں کو تھام کر کہا "حوصلہ کرو۔ تمہارے اندر سے شیطان نکل رہا ہے۔"

"نہیں' میں ثانی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ وہ میری بیٹی نہیں ہے۔ اس کی چالاکی سے میرے دو ٹکڑے ہوگئے ہیں۔ دیکھو میں آدھی اِدھر ہوں آدھی اُدھر۔"

ادھر علی نے تلوار کا دوسرا وار کیا۔ ساسان ڈوگرا کا دوسرا بازو کٹ کر کلہاڑی سمیت شیطانی کھوپڑی سے ٹکرایا پھر کھوپڑی کے ساتھ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں چلا گیا۔

ساسان ڈوگرا نے چیخ ماری جیسے کھوپڑی کی جگہ خود جل رہا ہو۔ وہ پلٹ کر کھوپڑی کو آگ سے نکالنے گیا۔ لیکن کیسے نکالتا؟ دونوں ہاتھوں سے محروم ہوچکا تھا مگر وہ کھوپڑی اس کے لئے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی۔ اس نے اپنے سر کو آگ میں جھونک دیا۔ کھوپڑی کو دانتوں سے پکڑ کر نکالنا چاہتا تھا۔ علی نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کی گردن الگ کردی۔ اس کا دھڑ آگ کے باہر اور سر اس کھوپڑی کے ساتھ آگ کے اندر رہ گیا۔

پورا طلسم کدہ لرزنے لگا تھا۔ کتنے ہی بُت اوندھے مُنہ گر رہے تھے۔ علی نے دو ٹکڑے ہونے والے پتلے کے چار ٹکڑے کر دیئے۔ گیانی نے کہا "بس کرو بیٹے! اب چلو۔ یہ جادو گری مٹی میں مل رہی ہے۔"

وہ تینوں تیزی سے چلتے ہوئے وہاں سے جانے لگے۔ سلمان

نے ثانی کے پاس آکر کہا "شاباش! تم نے بیٹی ہونے کا حق ادا کر دیا۔ تمہاری ممی بیہوش ہوگئی ہیں۔ ڈاکٹر اٹینڈ کر رہا ہے۔ اب وہ نارمل رہیں گی۔"

طلسم کدے کی دیواریں گر رہی تھیں۔ چھت نیچے آرہی تھی۔ وہ تینوں وہاں سے نکل آئے تھے۔ غار سے گزرتے ہوئے جب باہر آئے تو وہاں دور تک مجمع لگا ہوا تھا۔ لوگوں کو یقین نہیں تھا کہ ثانی اور علی طلسم کدے سے واپس آئیں گے۔ گیانی نے ایک اونچے پتھر پر کھڑے ہو کر کہا "لوگو! تم سب مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ ایک برس پہلے جب ڈوگرا مجھے کالے جادو سے باندھ کر لے گیا تھا تو میں نے کہا تھا کہ وہ شیطان جادوگر ٹھیک بارہ مہینے بعد مارا جائے گا اور میں تمہارے پاس واپس آجاؤں گا۔ دیکھو' میں آگیا ہوں۔ ان جوانوں نے اس شیطان کو نرگ میں پہنچا دیا ہے۔"

مرد' عورتیں' بوڑھے اور بچے سب ہی بے یقینی سے ثانی اور علی کو دیکھ رہے تھے۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے بیلی کاپٹر کی طرف جانے لگے۔ لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو کر انہیں اپنے درمیان سے جانے کا راستہ دینے لگے۔ ثانی بیلی کاپٹر میں سوار ہوگئی۔ علی بھی اندر پہنچ گیا اور دروازہ بند کرنے سے پہلے بولا "شیطان کی دہشت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی لیکن جلد ہی یہ بات تمہاری سمجھ میں آجائے گی کہ دنیا میں جب فرعون اور راون نہ رہے تو ساسان ڈوگرا کیا چیز تھا؟ سب کو ایک دن مرنا ہے۔ سو وہ خبیث بھی مرچکا ہے۔"

اس نے دروازہ بند کرلیا۔ پنکھا گردش کرنے لگا۔ جب بیلی کاپٹر بلند ہو کر پرواز کرنے لگا تو سب نے اپنے اپنے ہاتھ جوڑ کر عقیدت اور احسان مندی سے سروں کو جھکا لیا۔

○☆○

زندگی دوڑتے دوڑتے جیسے تھوڑی دیر کے لئے رک گئی تھی۔ میں اپنی زندگی کی بات کر رہا ہوں۔ ساری عمر دوڑتا رہا ہوں۔ حالات اتنی تیزی سے بدلتے رہے ہیں کہ کبھی دم لینے کی فرصت نہیں ملی۔ کبھی کوئی دشمن اور کبھی ناگہانی آفات نازل ہوتی رہیں۔

... قارئین سے کبھی یہ کہنے کا موقع نہ ملا کہ اس ماہ معاف کردو۔ دشمن حالات نے آرام کرنے کی اجازت دی ہے' قارئین کرام، آپ بھی آرام فرمائیں۔ اگلے ماہ نئی روداد سناؤں گا۔

میرا خیال ہے' دشمن حالات اجازت دے سکتے ہیں لیکن قارئین کبھی ایک ماہ کا ناغہ برداشت نہیں کریں گے جب کہ کہنے کے لئے فی الوقت کچھ نہیں ہے۔ دشمنوں کو سانپ سونگھ گیا ہے۔

... ساسان ڈوگرا اپنے کالے علوم کے ساتھ فنا ہوچکا ہے۔ ثانی اور علی ابھی سوچ رہے ہیں کہ افغانستان اور ایران کے راستے پیرس جائیں یا پاکستان میں کچھ عرصہ قیام کریں؟

اگر انہوں نے پاکستان کا رخ کیا تو وہاں کے شیطان صفت اکابرین کی شامت آجائے گی۔ ایسے ایسے راز فاش ہوں گے کہ لوٹ کھسوٹ مچانے والا ٹولہ ثانی اور علی کو برداشت نہیں کرے گا اور میری داستان پر سنسر کی قینچی چل جائے گی۔

لہٰذا ثانی اور علی تبت کے دارالسلطنت لاسہ میں آرام کر رہے ہیں۔

مرینا نے دونوں کان پکڑ کر توبہ کی ہے کہ جذبات بھڑکیں گے تو وہ اپنی جوانی کو آگ لگا دے گی لیکن پارس کے قریب کبھی نہیں جائے گی۔ چوں کہ وہ توبہ کر رہی ہے اس لئے پارس بھی فارغ بیٹھا ہے۔ جوجو کے ساتھ چین کی بنسری بجا رہا ہے۔

میڈیکل رپورٹ نے بتایا ہے کہ جوجو ماں نہیں بن سکے گی۔ پارس کا زہریلا خون حمل کو قائم نہیں رہنے دیتا۔ جوجو فی الحال زیر علاج ہے۔

شیطانی پتلا ٹوٹ چکا ہے۔ راحیلہ کو کالے جادو سے نجات مل گئی ہے۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے اسے ادارے میں بلالیا ہے اور اس کا روحانی علاج کر رہے ہیں۔ سلطانہ اور سلمان واسطی پیرس میں ہیں۔ لیلیٰ میرے ساتھ تل ابیب میں ہے۔ سونیا بھی ہے لیکن ہم سے کبھی ملاقات نہیں کرتی' صرف خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رہتا ہے۔

اس کا مطلب ہے زندگی دوڑتے دوڑتے جیسے تھوڑی دیر کے لئے رک گئی ہے۔ میری فیملی کے کسی فرد کی جانب سے کوئی حرکت نہیں ہو رہی ہے۔ کسی کی آواز نہیں آرہی ہے۔ ایسے وقت دشمنوں کو سکون کا سانس لینا چاہئے لیکن عجیب بات ہے کہ ان کا سکون غارت ہوگیا ہے۔

اسرائیلی جاسوس ہماری بُو سونگھتے پھر رہے ہیں کہ ہم کہاں ہیں؟ اور جہاں بھی ہیں وہاں پُراسرار خاموشی کیوں اختیار کی ہے؟

دو گولڈن برنیز رہ گئے۔ باقی ہمارے ہاتھوں فنا ہوگئے شاید انہوں نے مزید گولڈن برنیز کا اضافہ کیا ہو۔ ابھی یہ بات ہمارے علم میں نہیں ہے۔ بہرحال یہ گولڈن برنیز معلومات کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ انہوں نے اسرائیلی حکام سے کہا "سونیا کی خاموشی سمجھ میں آتی ہے۔ وہ پاپا ڈوک کے صحت یاب ہونے اور اس کی دماغی توانائی بحال ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔"

واقعی ہماری خاموشی کا مطلب یہی تھا۔ ہم راحیلہ کو یہودیوں کی قید سے رہائی دلا کر پیرس پہنچا چکے تھے۔ اب پاپا ڈوک کو ختم کرنے کا مرحلہ رہ گیا تھا۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ ان یہودیوں کے پاس ایک بھی خیال خوانی کرنے والا رہے اور وہی ایک پاپا ڈوک ان کے پاس رہ گیا تھا۔

پہلے ہمیں اطمینان تھا کہ ہم ان ڈاکٹروں کے دماغوں میں رہ کر پاپا ڈوک کے حالات معلوم کرتے رہیں گے۔ ابتدا میں اس کا دماغ بہت ہی کمزور تھا۔ میں اس کے اندر رہا تو دماغ میں بے حسی اور غفلت کی دھند چھائی رہتی۔ میں اس کے دماغ سے

واپس آجاتا تھا۔ پھر وہ رفتہ رفتہ دماغی توانائی حاصل کرنے لگا۔ برین آپریشن کو دو ماہ گزر چکے تھے۔ ان ہی دنوں میں وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔

ہم چوبیس گھنٹے اس کے دماغ میں نہیں رہ سکتے تھے۔ رہتے تب بھی اس کی ذہنی تبدیلی کو روک نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے اسے بے ہوش کر دیا تھا اور بے ہوشی کے دوران اس کی یادداشت ختم کردی تھی' آواز اور لہجہ بدل دیا تھا۔ دماغ کے چور خانے میں ٹیلی پیتھی اور کالے علوم کو باقی رکھا تھا۔ جب ہم نے اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس کا دماغ نہیں ملا۔ وہ گم ہو چکا تھا۔

ہم نے آپریشن کرنے والے ڈاکٹروں کے دماغوں کو پڑھا۔ پتا چلا وہ تمام ڈاکٹرز اسرائیل سے باہر نیویارک چلے گئے ہیں۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ پاپا ڈوک کی آواز اور لہجے کو تبدیل کرنے کے لئے کن ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ وہ ڈاکٹر جو بھی تھے ہمارے لئے اجنبی تھے۔ ہم ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔

لیلیٰ نے کہا "میں اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کے دماغوں کو پڑھ چکی ہوں۔ وہ بھی بعد میں آنے والے ڈاکٹروں کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "گولڈن برنیز نے بڑی رازداری سے یہ کام کیا ہے اور پاپا ڈوک ان کی ہی نگرانی میں کہیں زیر علاج ہوگا۔ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حفاظت کے لئے بھرپور ذہانت سے کام لیتے رہیں گے۔"

میں نے کہا "ہم نے اس کے انتظار میں یہاں دو ماہ گزار دئے اب پتا نہیں اور کب تک رہنا ہوگا۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تمہارا کوئی گھر ہے جو تمہیں یاد آرہا ہے اور وہاں جانے کے لئے بے چین ہو رہے ہو؟"

میں نے لیلیٰ کو مسکرا کر دیکھا پھر کہا "جہاں لیلیٰ ہو' وہیں میرا گھر ہے۔ میں کسی دوسرے ملک جانے کے لئے بے چین نہیں ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی شہر' ایک ہی گھر میں رہ کر بور ہو گیا ہوں۔"

"تمہیں کس نے یہاں قید کیا ہے۔ دوسرے شہروں میں جاؤ تفریح کرو۔ اور یہ کیا حرکت ہے۔ تم لیلیٰ سے الگ ہو کر نہیں بیٹھ سکتے؟"

لیلیٰ فوراً ہی مجھ سے دور ہو گئی۔ میں بھی جھینپ گیا۔ پھر ہم دونوں کو فوراً ہی اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ سونیا ہمارے سامنے یا آس پاس موجود نہیں تھی۔ ہم اس کے دماغ میں تھے۔ وہ ہمیں دیکھ نہیں سکتی تھی لیکن اس نے اچانک ہی نفسیاتی حملہ کیا تھا۔ ہم ایک دوسرے سے لگے بیٹھے تھے' بے اختیار الگ ہو گئے۔

میں نے لیلیٰ سے کہا "دیکھا اس چڑیل کو؟ ہمیں الو بنا دیا۔"

وہ بولی "توبہ ہے' ایک پل کو ایسا ہی لگا جیسے سسٹر سامنے کھڑی ہیں۔ میں تو شرما گئی تھی۔ آپ کہہ دیں کہ وہ غلط سمجھ رہی ہیں ہم ایک دوسرے سے دور بیٹھے ہیں۔"

"اتنی دیر سے جواب دوں گا تو ہماری قربت کی تصدیق ہو جائے گی۔"

ہم پھر سونیا کے دماغ میں پہنچے۔ وہ بولی "کوئی صفائی پیش نہ کرنا مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم لوگ شرافت سے بیٹھے ہوئے ہو۔"

میں نے کہا "زیادہ چالاک نہ بنو۔ تمہارا قیاس غلط ہے' لیلیٰ میرے پہلو میں ہے۔"

لیلیٰ نے شرما کر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ سونیا نے کہا "تمہارے جیسے بے شرم سے کچھ بعید نہیں ہے مگر میں اس حیا والی کو جانتی ہوں۔ اب وہ تمہارے قریب اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک مجھ سے گفتگو جاری رہے گی۔"

"تم نے ایک ہی نفسیاتی حربے سے لیلیٰ کو دور کر دیا۔ واہ' کمال کر دیا۔ تمہاری ایسی کی تیسی۔ کیا تم کام کی باتیں نہیں کر سکتیں؟"

"میں نے تمہیں کام کا آدمی بنانے کے لئے ہی ایسی حرکت کی ہے' تم اس سے ذرا دور رہ کر سنجیدگی اور ذہانت سے سوچو' انہوں نے پاپا ڈوک کو کہاں چھپایا ہوگا؟"

میں نے لیلیٰ کو دیکھتے ہوئے اور سوچتے ہوئے کہا "اس شہر میں گولڈن برنیز کا کوئی خفیہ اڈا ہے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہیں سخت پہرے میں رکھا گیا ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے' لیلیٰ تمہارے سامنے اسی کمرے میں ہے۔ تمہارا دھیان اُدھر ہے اس لئے عقل کام نہیں آرہی ہے۔"

"تم فضول الزام دے رہی ہو۔"

"میں ہی کیا۔ ساری دنیا الزام دیتی ہے کہ بڑھاپے میں جوان عورت مل جائے تو بوڑھا سٹھیا جاتا ہے۔ دماغ سے سوچنا بھول جاتا ہے۔"

تمہارے پاس بہت عقل ہے۔ چلو تم ہی بتاؤ پاپا ڈوک کو کہاں چھپایا گیا ہے؟"

"یہی معلوم ہوتا تو میں وہاں پہنچ جاتی مگر یہ یقین سے کہتی ہوں کہ وہ نیل ایبے میں نہیں ہے۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"اپنے اس سوال کا جواب بھی تم عقل سے سمجھ سکتے تھے۔ میں تمہاری عقل کا ماتم کرتے ہوئے سمجھاتی ہوں۔ تمام گولڈن برنیز کو میری خاموشی کھٹک رہی ہے۔ کوئی آگ کے قریب پٹرول نہیں رکھتا۔ وہ میری موجودگی میں پاپا ڈوک کو یہاں نہیں رکھیں گے۔ اسے کسی دوسرے شہر یا قصبے میں پہنچایا گیا ہوگا۔"

میں نے قائل ہو کر کہا "ہاں یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔

"لیلیٰ کو میرے پاس آنے کے لئے کہو۔"

میں نے لیلیٰ سے کہا "سونیا بلا رہی ہے۔"

لیلیٰ نے اس کے پاس آکر پوچھا "آپ نے بلایا ہے؟"

"ہاں۔ کل صبح تم پیرس واپس جاؤ۔ تمہارا کام ہو گیا۔ فرہاد یہاں ہے گا۔"

میں نے پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ بولی "تمہارا دماغ درست کر رہی ہوں۔ ہمارے پاس یک فرہاد علی تیمور ہوا کرتا تھا' جس کی ذہانت اور حاضر دماغی کے ڈنکے بجتے رہتے تھے' اسے لیلیٰ کی قربت نے مار ڈالا ہے۔"

"تم کیا کرتی ہو۔ کیا میں پہلے عورتوں کی موجودگی میں ذہانت کا بھرپور مظاہرہ نہیں کرتا تھا۔ اب لیلیٰ سے کیا فرق پڑ گیا ہے؟"

"دوسری عورتوں کی بات نہ کرو' وہ تمہاری جوانی کا زمانہ تھا۔ میں ابھی کہہ چکی ہوں' بڑھاپے میں جوان عورت ملے تو پوری کائنات مل جاتی ہے' صرف عقل رخصت ہو جاتی ہے۔"

"زیادہ دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیلیٰ نہیں جائے گی۔"

"جائے گی۔"

"نہیں جائے گی۔ لیلیٰ! تم کہہ دو مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔"

وہ بولی "آپ کا حکم سر آنکھوں پر' لیکن آپ سسٹر کی آزمائشوں پر پورے کیوں نہیں اترتے؟"

میں نے چڑ کر کہا "یہ کون ہوتی ہے۔ میرا امتحان لینے والی؟"

سونیا نے کہا "میں صرف امتحان نہیں لیتی۔ فیل ہونے والے کو سزا بھی دیتی ہوں۔"

"تم مجھے سزا دو گی؟"

"ہاں' تمہیں چھ گھنٹے کی مہلت دیتی ہوں۔ اگر تم نے پاپا ڈوک کا سراغ نہ لگایا یا اس سلسلے میں بھرپور ذہانت کا مظاہرہ نہ کیا تو میں لیلیٰ کو غائب کر دوں گی۔"

میں نے ناگواری سے کہا "ہم نے تمہاری غیر معمولی ذہانت کی تعریفیں کرتے کرتے تمہیں سر پر چڑھا دیا ہے۔ تم اس قدر خوش فہمی میں مبتلا ہو گئی ہو کہ فرہاد کو چیلنج کر رہی ہو۔ تم اور میری لیلیٰ کو مجھ سے جدا کر دو گی؟ اسے غائب کرنے کا مطلب ہے کہ میں اسے پا نہیں سکوں گا؟ اچھی بات ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنی دھمکی پر کیسے عمل کرو گی۔ مجھے تمہاری چھ گھنٹے کی مہلت نہیں چاہئے۔"

میں اس کے دماغ سے آگیا۔ لیلیٰ نے کہا "سسٹر! یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ پلیز چیلنج نہ کریں۔ میں مانتی ہوں آپ میرے شوہر کی بھلائی چاہتی ہیں لیکن یہ بھی جانتی ہیں کہ مرد کسی عورت کا چیلنج برداشت نہیں کرتا۔ پلیز آپ ایسا انداز اختیار نہ کریں۔"

"وہ تو میں کر چکی ہوں۔ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ کچھ عرصے کے لئے فرہاد سے دور ہو جاؤ' یا انوہا ہونے کے لئے تیار رہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ لیلیٰ کو اس کے دماغ سے نکلنا پڑا۔ وہ مجھ سے بولی "آپ سسٹر کو غلط نہ سمجھیں۔ وہ درست کہہ رہی ہیں۔ پچھلے دو ماہ سے آپ نے پاپا ڈوک کے سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔ آئندہ اسے ٹریپ کرنے کے لئے بھی کوئی جامع منصوبہ نہیں بنایا۔ سسٹر کو متاثر کرنے کے لئے غیر معمولی ذہانت کا ثبوت نہیں دیا۔ ایسے میں وہ الزام دیتی ہیں کہ آپ میری وجہ سے غیر ذمے دار ہو گئے ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے ہیں تو درست ہی کہتی ہیں۔"

"جب وہ درست کہتی ہیں اور میں غلط ہوں تو مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ۔"

"میں آپ سے دور ہونے کے لئے سسٹر کی حمایت نہیں کر رہی ہوں۔"

"میں بھی اسے دشمن نہیں سمجھتا ہوں لیکن وہ خود کو بہت زیادہ عقلمند سمجھ کر مجھ پر بھی حاوی رہنا چاہتی ہے۔ تم لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کراتی ہے اب مجھے بھی محکوم بنانا چاہتی ہے میں اس کی خوش فہمی ختم کر دوں گا تو وہ آئندہ اپنی حد سے آگے نہیں بڑھے گی۔"

"مجھے سسٹر کی خطرناک صلاحیتوں سے خوف آتا ہے۔ سچ پوچھیں تو ڈر لگ رہا ہے۔ کیا واقعی وہ مجھے اغوا کر کے میرے پاس پہنچا دیں گی؟"

"وہ بہت کچھ کر سکتی ہے لیکن میں اس کی چالوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہی کرے گی کہ کسی طرح تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے عارضی طور پر ٹیلی پیتھی سے محروم کر دے گی۔ ہو سکتا ہے یہی حربہ مجھ پر بھی آزمائے تاکہ ہم آئندہ دماغی رابطہ قائم نہ کر سکیں۔ وہ تمہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچائے گی تو میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے پاس نہیں پہنچ پاؤں گا۔"

"جی ہاں۔ وہ ایسا کر سکتی ہیں۔"

"اور میں اسے ایسا کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ ہم کھانے پینے کی چیزیں اچھی طرح جانچنے کے بعد استعمال کریں گے۔"

میں مختلف پہلوؤں پر غور کرنے لگا۔ سونیا کے تمام متوقع طریق ہائے کار کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ بڑی حرافہ تھی۔ بعض اوقات اسے سمجھنا ناممکن ہو جاتا تھا لیکن وہ میرے ہاتھوں میں کھیلی ہوئی عورت تھی۔ میرے لئے نامہم اور ناممکن نہیں ہو سکتی تھی۔ میں اس کے ہر حربے کا توڑ کرنے کے لئے تیار تھا۔

سلمان واسطی نے آکر کہا "فرہاد بھائی! آپ ہماری پچھلی غلطیوں کے باعث ناراض ہیں۔ میں نے سوچا تھا کوئی غیر معمولی

کارنامہ انجام دے کر آپ کو خوش کروں گا پھر آپ سے رابطہ کروں گا لیکن اس سے پہلے ہی مجبور ہو کر آیا ہوں۔ سلطانہ کی حالت بڑی نازک ہے۔ میں اسے اسپتال لے جارہا ہوں۔ وہ بمن کو یاد کررہی ہے۔ پلیز لیلیٰ کو بھیج دیں۔"

"ہم ابھی آرہے ہیں۔"

میں نے لیلیٰ کو سلطانہ کے متعلق بتایا۔ پھر ہم اس کے دماغ میں پہنچ گئے' وہ بہت کمزور ہوگئی تھی۔ جب اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ ماں بننے والی ہے تو میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ میرا وہاں رہنا مناسب نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد لیلیٰ نے آکر کہا "وہ گھبرا رہی ہے۔ یہ پہلا کیس ہے اس لئے پریشانی لازمی ہے۔ آپ تو جانتے ہیں' ہم بہنوں کا نہ کوئی دھیال ہے نہ ننھیال۔ اور صرف میں ہی اس کی سب کچھ ہوں۔ ایسے وقت مجھے اس کے پاس رہنا چاہئے۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ سونیا اپنے چینج کے مطابق تمہیں کبھی مجھ سے جدا نہ کرپاتی لیکن تمہاری بمن جدا کررہی ہے۔"

"آپ مجبوری سمجھا کریں۔ سلطانہ کوئی ڈراما نہیں کررہی ہے۔ آپ بھی اس کے دماغ میں گئے تھے' کیا اس کے چور خیالات یہ نہیں کہتے کہ وہ ماں بننے والی ہے' بے حد کمزور ہوگئی ہے' خود کو بالکل تنہا سمجھ رہی ہے؟"

"ہاں' میں نے اس کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ سچ مچ اس کی حالت نازک ہے لیکن اس کی تیمارداری اور خدمت کے لئے تجربہ کار نرسوں کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں۔"

"آپ کتنے غیر اور بے مروت بن کر ایسی بات کہہ رہے ہیں۔ ...ایسے وقت عورت کو خدمت گاروں کی نہیں' اپنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

وہ جلدی سے منہ پھیر کر آنسو پونچھنے لگی تاکہ میں اسے جذباتی ہو کر روتے ہوئے نہ دیکھوں۔ یوں تو ہم سب ان دونوں بہنوں کے دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے۔ وہ دونوں میری فیملی میں شامل تھیں۔ اس کے باوجود خون کے رشتے کے حساب سے اتنی بڑی دنیا میں وہ بہنیں تن تنہا تھیں' ان کا اور کوئی نہیں تھا ایسے میں سلطانہ کو صرف لیلیٰ کی قربت ہی دلاسے دے سکتی تھی۔

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "تمہیں ضرور جانا چاہئے لیکن اس سے پہلے میں سونیا سے دو باتیں کرلوں۔"

ہم دونوں اس کے پاس آئے۔ وہ بولی "اب کیا ہے؟"

لیلیٰ نے اسے سلطانہ کے حالات بتائے۔ وہ بولی "سلمان کو میرے پاس بھی آنا چاہئے تھا۔ میں اسے مشورہ دوں گی کہ ایسے وقت سلطانہ کے پاس کسی عورت کو رہنا چاہئے۔ وہ ادارے سے پوپی کو بلالے۔"

"سسٹر! میں سگی بمن ہوں۔ مجھے اس کے پاس رہنا چاہئے۔"

میں نے کہا "میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ اپنا چینج کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھو۔ تم لیلیٰ کو مجھ سے دور نہیں کررہی ہو' حالات جدا کررہے ہیں۔"

وہ بولی "میں تمہاری بات کا کوئی جواب نہیں دوں گی۔ مجھے سلطانہ کی طرف سے تشویش ہے۔ اگر پاپا ڈوک کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں سلطانہ کے پاس چلی جاتی۔ یہ پہلا کیس ہے۔ وہ بہت پریشان ہوگی۔"

"سسٹر! آپ فکر نہ کریں میں کل پہلی فلائٹ سے جاؤں گی اور آپ کو اس کے حالات سے آگاہ کرتی رہوں گی۔"

ہم اپنی جگہ حاضر ہوگئے۔ لیلیٰ خوش بھی تھی اور مغموم بھی۔ خوشی اس بات کی تھی کہ بمن ماں بننے والی تھی۔ افسردہ اس لئے تھی کہ مجھ سے بچھڑنے والی تھی۔ ہم نے وہ رات بڑی محبت سے جاگ کر گزار دی۔ دوسرے دن وہ رخصت ہوگئی۔ بڑی مدت کے بعد میں تنہا رہ گیا۔

مجھے احساس ہوا کہ میں اس کا عادی ہوگیا تھا۔ اس کے بغیر کھانا پیتا نہیں تھا۔ وہ نہ ہو تو بستر خالی لگتا تھا۔ میں سارے مسائل بھول گیا تھا۔ بس وہی ایک مسئلہ رہ گئی تھی جسے دن رات حل کرتا رہتا تھا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے سوچا تنہا نیند نہیں آئے گی لیکن پچھلی رات سے جاگ رہا تھا' اسے یاد کرتے کرتے پتا نہیں کب سو گیا۔ ایسی گہری نیند میں ڈوب گیا کہ کوئی قتل کرنے آتا تب بھی آنکھ نہ کھلتی کیوں کہ سونے سے پہلے میں نے دماغ کو ہدایت نہیں دی تھی' میرے کمرے میں کوئی بھی آسکتا تھا۔

اور کوئی آیا تھا۔ اس نے اچھا خاصا وقت گزارا تھا۔ ایک کیسٹ ریکارڈر میں اپنی آواز ریکارڈ کی تھی پھر اسے سرہانے والی میز پر رکھ کر چلا گیا تھا۔ میں ساری رات سوتا رہا۔ صبح حسب معمول آنکھ کھلی۔ آنکھ کھلتے ہی میں کروٹ لیتا تھا۔ اس کروٹ میں لیلیٰ مل جاتی تھی۔ اس روز نہیں ملی۔ میں نے پوری طرح آنکھیں کھول کر دیکھا' اس کے نہ ہونے سے دل و دماغ پر اداسی چھا جاتی لیکن اس سے پہلے ہی کیسٹ ریکارڈر پر نظر پڑی۔ اس پر ایک چٹ لکھی ہوئی تھی۔ چٹ پر لکھا تھا "مجھے سن لو۔"

میرا دھیان بٹ گیا۔ لیلیٰ کو یکلخت بھول گیا۔ یہ حیران اور پریشان کرنے والی بات تھی کہ میں غفلت کی نیند سوتا رہا اور کوئی میری شہ رگ تک پہنچ کر چلا گیا۔ میں نے ریکارڈر کو آن کیا۔ چند سیکنڈ بعد اس میں سے ایک اجنبی کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

وہ کہہ رہا تھا "میں تمہارے گھر میں گھس آنے کی معافی چاہتا ہوں۔ دراصل مجھے ایک ایسے دشمن کی تلاش ہے جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میں نہیں جانتا' وہ کس بھیس میں ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اسے نیند کی حالت میں پہچانا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ وہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سوتا ہے۔ جیسے ہی کوئی اس کے دروازے پر آتا ہے اس کی آنکھ فوراً ہی کھل جاتی ہے۔

"اگر تم وہ ہوتے تو تمہاری آنکھ کھل جاتی لیکن تم گھوڑے بیچ کر سو رہے ہو۔ میرے دشمن کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ شراب نہیں پیتا جب کہ تمہارے بیڈ روم میں شراب سے بھری ہوئی بوتلیں ہیں۔ تم وہ نہیں ہو' جس کی مجھے تلاش ہے۔

"میں نے تمہارے شعبے میں جا کر تمہارے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔ تم ایک پُرامن شہری اور محبِ وطن یہودی ہو۔ میں تم سے تعاون کی اپیل کرتا ہوں۔ سونیا اور برائن وولف نامی دو ہستیاں اس شہر میں کہیں روپوش ہیں اور یہودی بن کر زندگی گزار رہی ہیں۔ اگر تمہیں کسی پر شبہ ہو یا کوئی مشکوک فرد نظر آئے تو فوراً ملٹری انٹیلی جنس کے کسی ذمے دار افسر سے رابطہ کرو اور ایک سچا یہودی ہونے کا ثبوت دو۔ شکریہ۔"

ریکارڈر سے آواز ختم ہوگئی۔ میں نے اسے آف کردیا۔ یہ نہیں معلوم تھا کہ مجھے اور سونیا کو گھر گھر تلاش کیا جارہا ہے لیکن یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ تلاش کرنے والوں میں سے کوئی میرے قریب آکر چلا جائے گا اور میں اپنی خوش بختی سے بچ نکلوں گا۔

میں جس شخص کے روپ میں تھا' وہ یہودی شراب پیتا تھا۔ بیڈ روم میں پہلے کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک تو ان بوتلوں کی موجودگی سے بچ گیا تھا دوسرے یہ بے اصولی کام آئی تھی کہ میں نے پہلی بار دماغ کو سونے سے پہلے ہدایات نہیں دی تھیں۔ یہ بے اصولی میری حفاظت کا بہانہ بن گئی تھی۔

میں نے عہد کیا کہ آئندہ بہت زیادہ محتاط رہوں گا۔ قتل کے مہیب میں ہمارے قیام کی مدت جتنی بڑھتی جارہی تھی اتنے ہی خطرات بھی بڑھ رہے تھے۔ ہمیں جلد سے جلد پاپا ڈوک کا سراغ لگانا چاہئے تھا۔ اس کا قصہ تمام ہوجاتا تو ہم پیرس چلے جاتے۔ مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ میں نے غفلت اور بے پروائی میں دو دن گزار دئے ہیں۔ اگر پاپا ڈوک کے سلسلے میں سرگرم عمل رہتا تو اب تک اس کا خاتمہ ہوچکا ہوتا۔

میں اٹھ کر غسل خانے میں گیا۔ میں تقریباً بارہ گھنٹے سوتا رہا تھا۔ اس دوران لیلیٰ کو مجھ سے رابطہ کرنا چاہئے تھا۔ وہ ایک پل کے لئے بھی دماغ میں آتی تو میری آنکھ کھل جاتی لیکن وہ نہیں آئی تھی۔ یہ بھی تشویش کی بات تھی۔ مجھ پر ہر لمحہ قربان ہونے والی نے رابطہ کیوں نہیں کیا؟

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں جیسے ہی پہنچا اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار میں نے کوڈ ورڈز ادا کرنے چاہے لیکن اس نے کوڈ ورڈز سننے سے پہلے سانس روک کر مجھے بھگا دیا۔ یہ حیرانی کی بات تھی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو برداشت نہیں کرتی تھی لیکن میں پرایا نہیں تھا۔ اسے سمجھنا چاہئے تھا کہ اس کا دیوانہ آیا ہے اور وہ سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔

میں نے کئی بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی پھر پریشان ہو کر سلطانہ کے پاس آیا۔ اس سے پوچھا "لیلیٰ کہاں ہے؟"

اس نے کہا "آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ پچھلے دو ماہ سے وہ آپ کے ساتھ قتل اہیب میں رہ رہی ہے۔ کیا اس نے وہ شہر اور وہ ملک چھوڑ دیا ہے؟"

"کیسی باتیں کررہی ہو؟ کل وہ تمہارے پاس آنے کے لئے یہاں سے روانہ ہوئی تھی اور بڑی خوش تھی کہ تم ماں بننے والی ہو۔"

وہ تقریباً چیخ کر بولی "کیا کہا؟ ماں! میں ماں بننے والی ہوں؟ فرہاد بھائی! آپ پھر کوئی شرارت کررہے ہیں۔ سلمان! پلیز یہاں آؤ" اس نے سلمان کو آواز دی۔ اس سے کہا "فرہاد بھائی میرے پاس ہیں۔ مجھے ان کے مذاق سے ڈر لگتا ہے۔ آپ ان سے باتیں کریں۔"

میں نے سلمان کے دماغ میں آکر کہا "میں لیلیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ یہ مذاق نہیں ہے۔ میں اور لیلیٰ' پرسوں رات باتیں کررہے تھے۔ اتنے میں تم نے آکر اطلاع دی کہ سلطانہ کی حالت نازک ہے۔"

وہ بولا "آپ کیا فرمارہے ہیں' میں نے ایسی کوئی اطلاع نہیں دی تھی اور سلطانہ ماشاء اللہ صحت مند ہے۔ آپ آخر کیا چکر چلا رہے ہیں؟"

"میں کوئی چکر نہیں چلا رہا ہوں۔ میں نے اور لیلیٰ نے خود سلطانہ کے دماغ میں جا کر معلوم کیا تھا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔"

"کون' لیلیٰ؟"

"نہیں سلطانہ' تمہاری بیوی۔"

"میری بیوی کی ساتھ ماں بننے والی ابھی کوئی خوش خبری نہیں ہے۔ اب سے پہلے بھی آپ نے ایسی ہی ایک شرارت کی تھی۔ آپ خدا کے لئے ہم میاں بیوی کو کسی آزمائش میں نہ ڈالیں۔"

"تم شرارت سمجھ رہے ہو اور لیلیٰ کہیں گم ہوگئی ہے۔ میں اس کے دماغ میں جانا چاہتا ہوں' وہ سانس روک لیتی ہے۔"

سلطانہ نے کہا "سلمان! میں ابھی لیلیٰ کے پاس گئی تھی' اس نے سانس روک لی۔ میں تین بار کوشش کرچکی ہوں۔"

سلمان نے کہا "تمہاری بمن اس بار فرہاد بھائی کی شرارت میں شریک ہوگئی ہے۔"

میں نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا "خدا کے لئے اسے شرارت نہ سمجھو۔"

"جانے دیں فرہاد بھائی' ہمیں معاف کردیں۔ موٹی عقل سے سوچا جائے تب بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ لیلیٰ ہمارے تمہارے لئے کبھی دماغ کے دروازے بند نہیں کرے گی۔ صرف شرارتاً ہی ایسا کرسکتی ہے۔ آپ نے اسے بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے۔"

میں نے جھنجلا کر کہا "تم دونوں کو یقین نہیں آرہا ہے۔

سونیا کے پاس آؤ۔"

ہم سب سونیا کے پاس آئے تو میں نے کہا "لیلیٰ دماغی رابطے سے انکار کر رہی ہے۔ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے۔ تم گواہ ہو کہ وہ اپنی بہن سلطانہ کے پاس گئی تھی۔"

سونیا نے کہا "میں چشم دید گواہ نہیں ہوں۔ تم نے اس کی روانگی کی اطلاع دی تھی تب معلوم ہوا کہ وہ پیرس گئی ہے۔"

"تمہیں یہ تو معلوم ہے کہ سلطانہ ماں بننے والی تھی؟"

"مجھے بھلا کیسے معلوم ہوتا' تم نے یہ خوشخبری سنائی تھی۔ کیا یہ غلط ہے؟"

سلمان نے کہا "بالکل غلط ہے۔ ہمارے ہاں ایسی کوئی خوشخبری نہیں ہے۔ یہ فرہاد بھائی نے آپ سے جھوٹ کہا تھا۔"

سونیا نے پوچھا "فرہاد! یہ کیا چکر ہے؟"

"خدا کی قسم کوئی چکر نہیں ہے۔ میری جان پر بنی ہے۔ لیلیٰ نے رابطہ ختم کر دیا ہے۔ کسی دشمن جیسا تاثر کرنے والے نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے۔"

سونیا نے کہا "یہ بات تشویشناک ہے۔ وہ سانس روکتی رہے گی اور تم خیال خوانی کرنے والوں کو بھگاتی رہے گی تو ہم اسے تلاش نہیں کر سکیں گے۔"

میں نے کہا "میں اسے الوداع کہنے ائرپورٹ گیا تھا۔ وہ طیارے میں سوار ہونے تک نارمل تھی۔ پرواز کے بعد بھی ہمارا دماغی رابطہ رہا تھا۔ میرا خیال ہے پیرس پہنچنے کے بعد ہی اسے ٹریپ کیا گیا ہے۔"

سلمان نے کہا "اگر ایسا ہے تو فرانس کی پولیس لیلیٰ کو گھر گھر تلاش کرے گی۔"

میں نے کہا "لیکن مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔ میں آج ہی یہ ملک چھوڑ دوں گا۔ لیلیٰ کو خود تلاش کروں گا۔"

سونیا نے کہا "فرہاد! آج ہی یہ ملک چھوڑنے کی حماقت نہ کرنا لیلیٰ تمہاری یہودی بیوی کی حیثیت سے کل ملک سے باہر گئی ہے' آج تم جاؤ گے تو یہاں کے جاسوس تمہیں گھیر لیں گے۔ شبہات میں مبتلا ہو کر تمہیں حراست میں رکھیں گے۔"

سونیا کی بات پر یاد آیا کہ پچھلی رات ایک جاسوس میرے بیڈ روم میں آیا تھا۔ اس نے مجھ پر شبہ تو نہیں کیا لیکن ان کی نظر مجھ پر تھی۔ ایسے میں یہ ملک چھوڑ کر جانا چاہتا تو طرح طرح سے میرا محاسبہ کیا جاتا۔ کیوں جا رہے ہو؟ کل تمہاری بیوی گئی' آج تم سفر کر رہے ہو۔ ملک سے باہر تمہاری کیا سرگرمیاں ہیں؟

میں نے قائل ہو کر سونیا سے کہا "ٹھیک ہے' میں دو چار روز صبر کروں گا۔ پھر کوئی مناسب موقع دیکھ کر یہاں سے نکلوں گا۔"

وہ بولی "مناسب تو یہی ہے کہ جلد سے جلد پاپا ڈوک کا قصہ تمام کرو۔ پھر ہمارے یہاں رہنے کا کوئی جواز نہیں رہے گا۔"

"پاپا ڈوک کی بات مجھ سے نہ کرو۔ وہ تمہارا مسئلہ ہے۔"

"آج وہ میرا مسئلہ ہو گیا ہے؟ جبکہ تم بھی اسے گھیرنے اور ختم کرنے آئے ہو۔ اگر یہ جھوٹ ہے تو یہاں دو ماہ سے کیا کر رہے ہو؟"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ ابھی مجھے تنہائی کی ضرورت ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

"جاؤ لیکن اس گھر میں تنہا نہ رہنا۔ وہاں کے در و دیوار تم سے لیلیٰ کو مانگیں گے۔ اس کی یادیں ستائیں گی اور تم اسے ڈھونڈ نکالنے کے لئے عقل سے کچھ سوچ نہیں پاؤ گے۔ تمہیں گھر سے باہر کھلی فضا میں وقت گزارتے رہنا چاہئے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہی بیڈ روم' وہی ڈرائنگ روم تھا جہاں لیلیٰ چلتی پھرتی نظر آیا کرتی تھی۔ اب اس کی یادیں چل پھر رہی تھیں۔ سونیا نے درست کہا تھا۔ اس گھر میں سکون سے لیلیٰ تک پہنچنے کی تدبیر نہیں کر سکوں گا۔ کھلی فضا میں ہی دماغ کام کر سکتا تھا۔

میں تیار ہو کر گھر سے نکل گیا۔ کار دھیمی رفتار سے ڈرائیو کرتے ہوئے سوچنے لگا کہ میں نے سلطانہ کے چور خیالات پڑھے تھے اور دماغ کے چور خانے سے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ ماں بننے والی ہے جبکہ وہ انکار کر رہی ہے۔ سلمان حیرانی سے کہہ رہا ہے کہ اس نے پرسوں رات ہم سے رابطہ نہیں کیا تھا۔

بچپن سے ایک واقعہ پڑھتے آ رہے ہیں کہ ایک گڈریا روز جھوٹ بولتا تھا کہ شیر آیا شیر آیا۔ لوگ اس کے جھوٹ سے بیزار ہو گئے تھے۔ ایک دن سچ مچ شیر آ گیا۔ وہ مدد کے لئے چیختا چلاتا رہ گیا شیر آیا' شیر آیا لیکن کسی نے اس کے سچ کا یقین نہیں کیا۔ یہی حال میرا تھا۔ میں نے ماضی میں سلمان اور سلطانہ سے جھوٹ بول بول کر ایسی شرارتیں کی تھیں کہ اب میرے سچ کا یقین نہیں کیا جا رہا تھا۔ سونیا سنجیدہ نہ ہوتی تو سلمان اور سلطانہ حقیقت کو مذاق ہی سمجھتے رہتے۔

اور اس حقیقت پر اب بھی یقین نہیں کیا جا رہا تھا کہ میں نے اور لیلیٰ نے پرسوں رات سلطانہ کو حاملہ کی حیثیت سے پایا... یہ چکر میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ہماری خیال خوانی نے سلطانہ کے دماغ سے غلط معلومات کیسے حاصل کیں۔ اگر یہ فرض کر لوں کہ سلطانہ جھوٹ بول رہی ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ یہ جھوٹ کیوں بولے گی۔ بہن کے اغوا ہونے پر وہ بہت پریشان تھی... مجھ سے سنگین جھوٹ نہیں بول سکتی تھی۔ کوئی سنگین غذا نہیں کر سکتی تھی۔ سب ہی لیلیٰ کے لئے فکرمند تھے۔

میں تمام دن گھومتا رہا۔ ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں بیٹھ کر سلجھاتا رہا۔ یہ بات حلق سے نہیں اتر رہی تھی کہ ہم سلطانہ کے چور خیالات سے غلط معلومات حاصل ہوئیں۔ ایسا کبھی ہو نہیں سکتا۔ یہ کوئی گہری چال تھی۔

سوچتے سوچتے میں چونک گیا۔ آستین کے سانپ کو بھول گیا تھا۔ یہ جو کچھ بھی ہو رہا تھا' سونیا کے چیلنج کے بعد ہو رہا تھا۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ لیلیٰ کو اغوا کر کے مجھ سے دور کر دے گی۔

لفظ "اغوا" سے یہ بات ذہن میں آئی کہ کسی کو اٹھا لے جانے کے جتنے طریقے ہیں' سونیا ان پر عمل کرے گی۔ لیلیٰ کو کسی طرح اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے مجھ سے دماغی رابطہ منقطع کر دے گی اس طرح وہ لیلیٰ کو جہاں بھی چھپائے گی' وہاں اس کی خیال خوانی کے ذریعے نہیں پہنچ سکوں گا۔

یہ تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے عقل سے کام لینا چھوڑ دیا ہے۔ اگر عقل سے اتنا ہی سوچ لیتا کہ وہ سونیا ہے' دوسروں کی سمجھ میں آنے والے طریقہ کار پر عمل نہیں کرے گی' اس کا اپنا ہی ایک ناقابل فہم انداز ہو گا جو بعد میں سمجھ میں آئے گا۔

اب جو میں نے غور کرنا شروع کیا تو سمجھ میں آیا کہ سلمان اور سلطانہ مجھ سے زیادہ سونیا کے عقیدت مند اور وفادار ہیں' اس کے رازدار بھی ہیں۔ انہوں نے سونیا کی ہدایت پر ایک بروسٹ ڈراما پلے کیا ہے۔ سلطانہ نے خود کو یوں کمزور ظاہر کیا ہے پہلی بار ماں بننے والی عورت کمزوری محسوس کرتی ہے۔

میں اور لیلیٰ خیال خوانی کے ذریعے اس فراڈ کو سمجھ سکتے تھے لیکن ہمیں دھوکا دینے کے لئے اور ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لئے سلطانہ نے سچ مچ اعصابی کمزوری کی دوا استعمال کی تھی۔ ایسے میں خیال خوانی کر کے بھی دھوکا کھانا لازمی تھا۔

سلطانہ اعصابی کمزوری میں مبتلا تھی۔ ہم اس کے چور خیالات سے حقیقت معلوم کر سکتے تھے لیکن ایسے وقت سلمان کے دماغ کے چور خانے میں موجود رہا ہو گا۔ اور اس کی سوچ یہ کہہ رہا ہو گا کہ وہ ماں بننے والی ہے چونکہ وہ میری سالی تھی... خبر سننے کے بعد مجھے اس کے اندر نہیں رہنا چاہئے تھا۔ اس نے میں نے مزید تحقیقات نہیں کی' اس کے دماغ سے نکل آیا یقین کر لیا کہ اس کے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔

اب میں جس قدر ذہانت سے سوچ رہا تھا... کبھی سلجھتی رہی تھی۔ میں لیلیٰ کو رخصت کرنے کے بعد بارہ گھنٹے تک سوتا رہا تھا۔ لیلیٰ چار گھنٹے میں پیرس پہنچ گئی ہو گی۔ باقی آٹھ گھنٹوں میں اس نے دوا کے ذریعے اس کے دماغ کو کمزور بنایا گیا ہو گا۔ پھر اس پر یہی عمل کر کے یہ بات نقش کی گئی ہو گی کہ وہ اپنے پرائے کسی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی۔ کبھی کسی سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں کرے گی۔

یہی بات ہو سکتی تھی۔ اسی لئے وہ میرے دماغ میں بھی نہیں آ رہی تھی۔ مجھ پر جان دینے والی مجھ سے رابطہ قائم کئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی مگر یہ تجرباتی تنویمی عمل کے زیر اثر ہو گی۔ ویسے اپنوں کی نگرانی میں بخیریت ہو گی۔

یوں اس مکار سونیا نے اپنا چیلنج پورا کیا ہو گا اور لیلیٰ سے دور کر کے مجھے سابقہ فرہاد کی ذہانت اور حاضر دماغی کی طرف لا رہی ہو گی بلکہ لا چکی تھی اور میں اپنی ذہانت سے ہی اس کی چالبازیاں سمجھ رہا تھا۔

میں نے سلطانہ کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "کیا لیلیٰ کا کوئی سراغ ملا؟"

میں نے کہا "ہاں بچہ بغل میں' ڈھنڈورا شہر میں۔"

"فرہاد بھائی! کیا پھر کوئی شرارت کرنے آئے ہیں؟"

"نہیں تمہاری تعریفیں کرنے آیا ہوں۔ دنیا میں بڑے بڑے اداکار گزرے ہیں جو اداکاری میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لئے سچ مچ اپنے دانت نڑوا کر بوڑھے کا رول ادا کر چکے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو سچ مچ زخم کھا کر زخمی کی سچی اداکاری کرتے ہیں اور ایسی اداکارائیں بھی ہیں جو اعصابی کمزوری کی دوا کھا کر..."

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس نے سلمان کو آواز دی "سلمان! یہ دیکھیں فرہاد بھائی کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ مجھے تو ان سے ڈر لگتا ہے۔ آپ باتیں کریں۔"

سلمان نے میرے دماغ میں آ کر پوچھا "کیا بات ہے فرہاد بھائی؟"

میں نے کہا "ایک درخواست ہے۔ کیا چند سیکنڈ کے لئے اپنے چور خیالات پڑھنے دو گے؟"

وہ بولا "یہ کیا بات ہوئی؟ ہر شخص کے بہتیرے ذاتی معاملات ہوتے ہیں جنہیں وہ اپنے باپ پر بھی ظاہر نہیں کرتا۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے اس قدر سمجھ دار ہو کر مجھ سے ایسی درخواست کیوں کی؟"

"اس لئے کہ تم میاں بیوی سونیا کے اشاروں پر ناچتے ہو۔ اس کی ہدایات کے مطابق میرے خلاف جو ڈراما کر چکے ہو' اس کا اعتراف کبھی نہیں کرو گے۔"

"ہم اور آپ کے خلاف کوئی ڈراما کریں گے؟ یہ آپ نے کیسے سوچ لیا۔ سسٹر سے آپ کی تکرار ہوتی رہتی ہے۔ یہ آپ دونوں کا معاملہ ہے۔ ہم آپ کے کسی معاملے میں کوئی رول ادا نہیں کر رہے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا "فرہاد بھائی کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے اگر سسٹر سے ان کی کوئی کشیدگی ہے یا شکایت ہے تو اس کا حل سسٹر کے پاس ہو سکتا ہے۔ ہمیں ان سے رابطہ کرنا چاہئے۔"

ہم ایک بار پھر سونیا کے پاس آئے۔ میں نے تفصیل سے بتایا کہ وہ میرے خلاف کیسی چالیں چل رہی ہے اور کس طرح اپنا چیلنج پورا کر رہی ہے۔ اس نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "یہ سچ ہے کہ شک کا علاج حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔ پھر میں تمہارا علاج کیسے کر سکتی ہوں؟ تم میری ایک بات سمجھنے کی کوشش

کرو اور وہ یہ کہ مجھ پر شبہ کر کے وقت ضائع کرتے رہو گے تو لیلیٰ کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گی۔"

میں نے پوچھا "کیا تم نے اسے تلاش کرنے کے لئے کچھ کیا ہے؟"

وہ بولی "جاؤ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرو۔ فرانس کی پولیس تمام پیرس شہر میں اور مضافاتی علاقوں میں سے اسے تلاش کر رہی ہے۔ میں تمہاری طرح عقل سے پیدل نہیں ہوں کہ خود تلاش کرنے اس ملک سے نکل پڑوں۔ میں یقین سے کہتی ہوں اسے اغوا کرنے والے آئندہ چوبیس گھنٹوں میں ہم سے رابطہ کریں گے اور اسے یرغمال بنا کر ہم سے کسی طرح کے مطالبات منوائیں گے۔"

وہ صحیح لائن پر سوچ رہی تھی۔ جو بھی لیلیٰ کو اغوا کر کے ہم سے دشمنی کر رہا تھا۔ اس کی دشمنی کا کوئی مقصد ہو گا اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ ہم سے ضرور رابطہ کرے گا۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچا۔ کیا واقعی ذہانت سے کام لینا بھول گیا ہوں۔ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ لیلیٰ کسی مقصد کے بغیر اغوا نہیں کی گئی ہے اور دشمن وہ مقصد ہم سے ہی حاصل کر سکتے ہیں اور جب تک وہ مقصد حاصل نہ ہو، وہ لیلیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ مجھے لیلیٰ کی طرف سے مطمئن ہو کر ذہانت سے کام لینا چاہئے اور دشمنوں کی دشمنی کا تجزیہ کرنا چاہئے۔

میں ایک شاندار ہوٹل کے فرسٹ فلور پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے ایک طرف دبیز شیشوں کی دیوار تھی اس دیوار کے پار بہت ہی خوبصورت سوئنگ پول تھا۔ رات کے نو بجے تھے لیکن موسم گرما کے باعث حسین عورتیں مختصر ترین لباس میں تیر رہی تھیں۔ صاف اور شفاف پانی کی تہ میں رنگ برنگی روشنیاں تھیں جو ان جل پریوں کو رنگین اور سنگین بنا رہی تھیں۔ پول کے کنارے عیاش دولت مند شراب پی رہے تھے اور اپنے پہلو میں بیٹھی ہوئی جوانیوں کو بھی پلا رہے تھے۔

میں موجودہ حالات میں ایسے ہوش ربا منظر میں دلچسپی نہیں لے سکتا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر دوسری میز پر جانا چاہتا تھا تب ہی حیرت سے اچھل پڑا۔ سوئنگ پول کے پاس لیلیٰ نظر آئی تھی۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ دوسری ناقابل یقین بات یہ تھی کہ وہ پاپا ڈوک کے ساتھ پول کے کنارے چلتی ہوئی پارکنگ شیڈ کی طرف جا رہی تھی۔

میں نے میز پر سے چھلانگ لگائی۔ مختلف میزوں کے درمیان سے دوڑتے ہوئے لوگوں سے ٹکراتے ہوئے انہیں دائیں بائیں دھکیلتے ہوئے زینے پر آیا وہاں سے نیچے جانے لگا۔ میری اس حرکت سے پہلی منزل پر ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ عورتیں چیخنے لگی تھیں۔ مرد مجھے باتیں سنا رہے تھے۔ میں چاہتا تھا شیشے کی دیوار توڑ کر پہلی منزل سے چھلانگ لگا کر پول کے کنارے لیلیٰ کے پاس پہنچ جاؤں لیکن شیشے کے دوسری طرف آہنی جالیاں تھیں۔ اس لئے مجھے زینے کے راستے نیچے جانا پڑا۔

سوئمنگ پول کے کنارے پہنچا تو لیلیٰ اور پاپا ڈوک نظر نہیں آئے۔ میں نے پارکنگ شیڈ کی طرف دوڑ لگائی۔ پتا نہیں کتنی حسیناؤں سے اور کتنے دل جلوں سے ٹکرا آیا تھا۔ بہت دور ایک نیلی کار میں لیلیٰ بیٹھ رہی تھی۔ میں نے اس کا نام لے کر مخاطب کیا۔ پاپا ڈوک نے سر گھما کر مجھے دوڑتے ہوئے دیکھا۔ پھر تیزی سے کار میں گھس گیا۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی۔ میں نے قریب پہنچتے ہی چھلانگ لگائی۔ گاڑی کے بالکل قریب پہنچا بلکہ اسے چھو لیا مگر وہ آگے بڑھ گئی۔ میں زمین پر اوندھے منہ گر پڑا۔ میرے اندر جیسے بجلی بھر گئی تھی۔ میں اچھل کر کھڑا ہوا۔ پاپا ڈوک کی گاڑی ایک ٹرن لے کر گیٹ سے باہر جا رہی تھی۔ کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی لیلیٰ صاف نظر آئی وہ ایک طرف خلا میں یوں تک رہی تھی جیسے سحر زدہ ہو۔ میں تڑپ کر رہ گیا۔ اسے چیخ چیخ کر آوازیں دیتا ہوا اپنی کار میں آ کر بیٹھا۔ اسے اسٹارٹ کیا۔ ریورس گیئر پر پیچھے لے جا کر ٹرن لینا چاہا تو دوسری کار سامنے سے گزرنے لگی۔ اس دوسری کار کو بھی سامنے والی گاڑی کے باعث فوراً راستہ نہیں مل رہا تھا اور میں دیوانہ وار ہارن دیتا جا رہا تھا۔

آخر راستہ مل گیا۔ میں نے گیٹ پر آ کر دربان سے پوچھا۔ "نیلے رنگ کی مرزا کدھر گئی ہے؟"

دربان نے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں نے ادھر کار دوڑا دی۔ ... مجھے ہوش نہیں تھا کہ میں کتنی رفتار سے گاڑی چلا رہا ہوں اور کتنی گاڑیوں کو ٹکریں مارتا ہوا ان سے آگے نکل رہا ہوں۔ ٹریفک پولیس کی ایک گاڑی میرے پیچھے سائرن بجاتی ہوئی آ رہی تھی۔ مجھے پیچھے دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔ میں آگے دور تک دیکھ رہا تھا۔ پاپا ڈوک کی گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں مایوس ہوتا جا رہا تھا۔

ایک موڑ پر پولیس کی گاڑی میرے برابر آ گئی۔ سارجنٹ نے حکم دیا "اے پاگل کے بچے! گاڑی روکو۔ گاڑی روکو۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اسٹیرنگ کو تیزی سے ایک طرف گھمایا۔ گاڑی گھومتی ہوئی فٹ پاتھ پر چڑھی اور شیشے کے شوکیس کو توڑتی ہوئی ایک دکان میں گھس گئی۔ میں اس سے بے نیاز ہو کر دور تک ڈرائیو کرتا رہا۔ دیر تک ڈرائیو کرتا رہا مگر وہ گاڑی نظر نہیں آئی۔ اس دوران ٹریفک پولیس کی دو اور گاڑیاں مجھے روکنے آئیں۔ میں نے انہیں بھی دوسری طرف گھما دیا لیکن میری لیلیٰ جہاں گھومتی تھی اور گم ہو گئی تھی وہاں تک نہ پہنچ سکا۔

میں نے اپنی کار ایک جگہ چھوڑ دی۔ راستہ بدل کر دوسری جگہ آیا۔ وہاں سے ٹیکسی میں بیٹھ کر تیسری جگہ پہنچا۔ پھر ایک فٹ پاتھ سے دوسری فٹ پاتھ پر تیزی سے چلتا ہوا پندرہ منٹ بعد ایک بنگلے میں پہنچا۔ پھر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کا ایک جاسوس 'یہودی انجینئر بن کر رہتا تھا۔

اس نے دروازہ کھول کر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے مخصوص کوڈ ورڈز ادا کئے۔ وہ مسکرا کر بولا "خوش آمدید مسٹر ولف! تشریف لائیں۔"

میں اندر آیا۔ اس نے دروازے کو بند کیا۔ میں نے اپنے لباس اور جوتے کا ناپ بتا کر کہا "میرے لئے ضروری سامان مہیا کرو۔ اپنے خاص میک اپ مین کو بلاؤ یا میک اپ کا سامان لے آؤ میں تمہارا چہرہ اپنا کر سہاں رہوں گا۔ تم کچھ روز کے لئے خفیہ اڈے میں چلے جاؤ۔"

اس نے کہا "تمام ضروریات پوری ہو جائیں گی۔ آپ کو میرا نام اور چہرہ اپنانے سے پہلے یہاں میری مصروفیات کی تمام تفصیلات معلوم کرنی ہوں گی۔"

"مجھے معلوم ہیں۔ تمہارا نام جوڈی آسکر ہے۔ تم ایک بلڈنگ کنسٹرکشن کمپنی میں انجینئر ہو۔ تم نے پچھلے ہفتے ایک بہت بڑا پروجیکٹ مکمل کیا ہے۔ اگلے ماہ دوسرا پروجیکٹ شروع کرنے والے ہو۔ تب تک کے لئے چھٹیاں گزار رہے ہو۔"

وہ مسکرا کر بولا "میں بھول گیا تھا کہ آپ دماغ میں پہنچ کر سب کچھ معلوم کر لیتے ہیں۔"

"ہاں' اور جو بات معلوم نہ ہو اسے فوری طور پر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیتا ہوں۔ میں تم سے دماغی رابطہ رکھوں گا فی الحال میں کسی کمرے میں ایک گھنٹے تک بالکل تنہا رہوں گا۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

اس نے مجھے ایک کمرے میں پہنچایا۔ میں دروازہ اندر سے بند کر کے بیٹھ گیا۔ اب میرے سامنے بہت کچھ سوچنے سمجھنے کے لئے اور بہت کچھ کر گزرنے کے لئے تھا۔ سوچنے کی بات یہ تھی کہ لیلیٰ پیرس گئی تھی۔ پھر تیس گھنٹے بعد واپس اسی شہر میں کیسے پہنچ گئی تھی؟ پھر یہ کہ ہمارے بدترین دشمن کے ساتھ نظر آئی تھی۔

پاپا ڈوک کی موجودگی نے سمجھا دیا تھا کہ گولڈن برنیز نے لیلیٰ کو اغوا کرایا ہے اور اسے یرغمال بنا کر اپنی کچھ شرائط منوانا چاہتے ہیں۔

لیلیٰ اپنے اصلی روپ میں تھی۔ اس پر تنویمی عمل کرنے والے نے یہ معلوم کر لیا ہو گا کہ میں اس کے ساتھ کس یہودی شخص کے روپ میں تھا اور ہماری رہائش گاہ کہاں ہے؟

یہ میرے لئے بہتر ہوا کہ میں صبح ہی سے اس رہائش گاہ سے نکل گیا تھا اور شہر میں گھومتا پھر رہا تھا۔ رات کو وہاں واپس جانے والا تھا۔ اگر چلا جاتا تو یقیناً گرفتار ہو جاتا۔

پاپا ڈوک اسے تفریح گاہوں میں اس لئے کھلے عام ساتھ لئے پھر رہا تھا کہ میں اسے دیکھ کر قابو سے باہر ہو جاؤں۔ خود کو ظاہر کر دوں اور میں نے تقریباً یہی کیا تھا۔ دیوانہ وار لیلیٰ کا پیچھا کر رہا تھا۔ ٹریفک پولیس کی گاڑیوں میں مسلح فوجی جوانوں کو دیکھ کر عقل آئی کہ مجھے لیلیٰ کے ذریعے ٹریپ کیا جا رہا ہے۔

یہ سمجھنے کے بعد ہی میں نے اپنی کار ایک جگہ چھوڑی تھی۔ کبھی ٹیکسی میں بیٹھ کر' کبھی پیدل چلتے ہوئے یقین کیا کہ میرا تعاقب نہیں ہو رہا ہے۔ تب میں جوڈی آسکر کی رہائش گاہ میں چلا آیا۔

اب لیلیٰ کے لئے زیادہ فکر نہیں تھی۔ میں نے اسے صحیح سلامت دیکھا تھا۔ اور پورا یقین تھا کہ دشمن اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ان کا مقصد یہی تھا کہ میں اور سونیا' لیلیٰ کے حصول کے لئے اپنی خفیہ پناہ گاہوں سے نکل آئیں۔ میں نے سونیا کو مخاطب کر کے کہا "کیا یقین کرو گی کہ میں نے ابھی لیلیٰ کو یہاں اسی شہر میں دیکھا ہے؟"

"کیا واقعی؟ لیلیٰ یہاں کیسے پہنچ گئی؟"

"یہ تو بعد میں معلوم ہو گا۔ ایک اندازہ ہے کہ اسے پیرس سے ہی ٹریپ کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ مزید حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ پاپا ڈوک کے ساتھ تھی۔"

"تم نیند میں ہو یا نشے میں؟"

"تمہارے یقین نہ کرنے سے آنکھوں دیکھی حقیقت نہیں بدلے گی۔ میں نے ہوٹل شیرٹن کے سوئمنگ پول کے پاس انہیں دیکھا تھا۔ پھر پارکنگ شیڈ میں دونوں نظر آئے۔ میں نے کار میں تعاقب کیا۔ ٹریفک پولیس کی جو گاڑیاں مجھے روکنے اور پکڑنے کے لئے آئیں اس میں مسلح فوجی تھے۔ تب سمجھ میں آیا کہ وہ مجھے اور تمہیں گرفتار کرنے کے لئے لیلیٰ اور پاپا ڈوک کو منظرِ عام پر لائے ہیں۔"

وہ قائل ہو کر بولی "بالکل یہی بات ہے۔ وہ ہمیں خفیہ پناہ گاہوں سے باہر لانے کے لئے ایسی چالیں چل رہے ہیں۔"

"ان کی یہ چال کامیاب رہی۔ میں ان کی نظروں میں آ گیا ہوں۔ آئندہ تمہاری باری ہے۔"

"میں نہ تو لیلیٰ کی دیوانی ہوں' نہ پاپا ڈوک کو دیکھ کر جوش میں آ سکتی ہوں۔ میں تمہاری جگہ ہوتی تو یوں ان دونوں کے پیچھے نہ بھاگتی۔ خاموشی سے تعاقب کرتی ہوئی پاپا ڈوک یا گولڈن برنیز کی خفیہ رہائش گاہوں تک پہنچ جاتی۔"

میں نے سونیا کے سامنے نہیں بلکہ دل میں تسلیم کیا کہ لیلیٰ کو دیکھ کر بھڑک گیا تھا۔ بے اختیار دوڑنے اور اسے پکارنے کے بجائے صبر و تحمل سے ان کا تعاقب کرتا تو اب تک لیلیٰ کو حاصل کر چکا ہوتا اور پاپا ڈوک بھی بچ کر نہ جاتا۔

سونیا نے پوچھا "اب کیا کر رہے ہو؟"

"پرانا میک اپ اتار رہا ہوں' نیا چہرہ اپنا رہا ہوں۔ اس کے

بعد میں چین سے بیٹھوں گا' نہ دشمنوں کو سکون کا سانس لینے دوں گا لیکن انہیں بہت مہنگی پڑے گی۔"

"صرف جذبات میں نہ بولو' عقل سے بھی تولو۔ اور یہ نہ بھولو کہ صحیح پلاننگ پر عمل کر کے ہی دشمنوں تک پہنچ سکو گے۔"

"تم کیا کر رہی ہو؟"

"کرنا تو تمہیں ہے کیونکہ خیال خوانی کے ذریعے دور تک راستہ بنا سکتے ہو۔ کوئی راستہ بن جائے تو میں حرکت میں آؤں گی۔"

میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میں نے دو ماہ پہلے یہودی جنرل ٹائر کے دماغ میں رہ کر ایک ڈی وی اسکرین پر گولڈن برنیز کو دیکھا تھا۔ وہ گولڈن برنیز ہمیشہ کمپیوٹر اور ڈی وی اسکرین کے ذریعے اسرائیل کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کرتے تھے۔ اسکرین پر ان کے چہرے نقلی اور آوازیں بناوٹی ہوتی تھیں۔ ایسی ہی احتیاطی تدابیر نے انہیں ہماری ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھا تھا۔

سونیا سے اس سلسلے میں کئی بار بحث ہوئی کہ وہ تمام گولڈن برنیز کہاں ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور کس خفیہ اڈے میں بیٹھ کر یہودی اکابرین سے گفتگو کرتے ہیں۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ انہوں نے زیرِ زمین بہت بڑی پناہ گاہ بنوائی ہے اور جن انجینئروں اور کاریگروں نے محنت و مشقت سے بنائی ہے ان انجینئروں اور کاریگروں کو یا تو مار ڈالا ہے یا کسی دوسرے ملک میں ان کا ٹھکانا بنا دیا ہے۔

اگر وہ زندہ بھی تھے تو ان کے دماغوں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ آج میرے اندر تحریک پیدا ہوئی کہ کہیں سے کوئی ذریعہ پیدا کرنا چاہئے۔ انسان میدانِ عمل میں خم ٹھونک کر آجائے تو کوئی کام ناممکن نہیں رہتا۔

میں بند کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ جوڈی آسکر نے کہا "آپ کی ضروریات کی بہت سی چیزیں آگئی ہیں اور کچھ آرہی ہیں۔ ہمارا ماہر میک اپ مین دوسرے کمرے میں سو رہا ہے۔ آپ کے حکم پر اٹھ بیٹھے گا۔"

میں نے کہا "تم انجینئر ہو۔ یہاں کے بڑے بڑے نامی گرامی انجینئروں کو جانتے ہو گے۔ میں خصوصاً کسی بہت بڑے ملٹری انجینئر کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"ایک ملٹری انجینئر بہت ہی مغرور اور سخت مزاج کا حامل ہے۔ کسی عمارت میں تہ خانہ بنانے سے پہلے فوج کے اعلیٰ افسروں سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے۔ ہماری کمپنی نے ایک تہ خانے کی تعمیر کے لئے درخواست دی تھی۔ جو آیا مجھے ہیڈ کوارٹر میں طلب کیا گیا۔ میں نے تہ خانے کا نقشہ اس فوجی انجینئر کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس نے نقشہ دیکھا اور اسے پرزے پرزے کر کے میرے منہ پر دے مارا۔ پھر مجھ سے کہا کہ تم بنیادی طور پر اسرائیل میں پیدا ہونے والے یہودی نہیں ہو۔ جرمنی سے ہجرت کر کے آئے ہو۔ باہر سے آنے والوں پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال ہمیں اس عمارت میں تہ خانہ بنانے کی اجازت نہیں دی گئی۔"

"کیا تمہیں اس ملٹری انجینئر کا فون نمبر معلوم ہے؟"

"مجھے یاد نہیں ہے لیکن وہ متعلقہ فائل میں ہے۔"

"پلیز وہ نمبر ابھی نکالو۔"

وہ ایک کمرے میں گیا۔ وہاں اس نے متعلقہ فائل ڈھونڈ کر نکالی۔ اس میں فوجی افسران سے کی جانے والی خط و کتابت کی نقلیں موجود تھیں۔ فون نمبر بھی تھا۔ میں نے کہا "یہ نمبر ایم ڈائل کرو لیکن اپنی آواز نہ سنانا۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے نمبر ڈائل کئے' رابطہ قائم ہونے پر ورنہ تک فون کی گھنٹی بجتی رہی۔ پھر ایک فوجی جوان کی آواز آئی۔ "کون ہے؟ کس نے فون کیا ہے؟"

جوڈی آسکر نے میرا اشارہ پا کر ریسیور رکھ دیا۔ میں اس فوجی جوان کے دماغ میں پہنچا۔ تو وہی رات ہو رہی تھی۔ وہ ملٹری انجینئر اپنے فوجی کوارٹر میں نہیں تھا۔ فوجی جوان اس کی واپسی کے انتظار میں جاگ رہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ افسر کسی کیسینو میں جوا کھیل رہا ہو گا اور شراب پی رہا ہو گا۔ اس افسر انجینئر نے جوان کو حکم دیا تھا کہ کوئی خاص معاملہ ہو یا کوئی خاص فون آئے تو وہ کیسینو کے فون پر اطلاع کرے۔

فوجی جوان نے میری مرضی کے مطابق کیسینو میں فون کیا رابطہ قائم ہونے پر پوچھا گیا "کون ہے؟ کس سے بات کرنا چاہتے ہو؟" جوان نے اپنے افسر کا نام بتایا۔ تھوڑی دیر بعد اس افسر کی آواز سنائی دی۔ میں نے اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ شراب کے نشے میں مست تھا۔ ایک حسینہ کے سہارے کھڑا ہوا ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ پھر حسینہ کی طرف ریسیور بڑھا کر بولا "ڈارلنگ تم سنو معلوم ہوتا ہے۔ ٹیلیفون نے بہت پی لی ہے۔ مدہوش میں گونگا ہو گیا ہے۔"

حسینہ نے ہنستے ہوئے ریسیور رکھ دیا "لائن کٹ گئی ہے چلو۔"

"کہاں چلو؟"

"اتنی جلدی بھول گئے۔ ہم کیسینو سے جا رہے ہیں۔ تم آج کی رات میرے ساتھ گزارو گے۔ کم آن۔"

وہ اسے سہارا دے کر لے جانے لگی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "اس شہر میں جتنی زیرِ زمین سرکاری پناہ گاہیں اور خفیہ اڈے ہیں' میں ان سب کے متعلق جاننا ہوں۔"

میں یہ بات اس کی سوچ میں کہہ رہا تھا اور وہ یہی بات منہ میں بڑبڑا رہا تھا۔ حسینہ رازداری سے بولی "ڈارلنگ! ایسی باتیں نہ کرو۔ میرے کمرے میں دل کھول کر بڑبڑاتے رہنا۔"

اس نے ملٹری انجینئر کو کار کی اگلی سیٹ پر بٹھایا پھر خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولی "ہاں اب بتاؤ زیرِ زمین اڈے کتنے ہیں اور کہاں کہاں ہیں؟"

اس حسینہ کے سوال نے مجھے چونکا دیا۔ میں جو چاہتا تھا' وہ سوال وہ کر رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر کے لئے انجینئر کو چھوڑ کر اس حسینہ کے اندر چلا گیا۔ اس نے کار ڈرائیو کرنے کے ساتھ ساتھ ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھے ہوئے منی ریکارڈر کو آن کر دیا تھا۔ انجینئر جتنے زیرِ زمین اڈوں کے متعلق بول رہا تھا وہ تمام باتیں ریکارڈ ہو رہی تھیں۔

اس حسینہ کے چور خیالات نے مجھے بتایا کہ وہ سی آئی اے کا ایک نامور شاطر ایجنٹ ہے۔ امریکا اگرچہ اسرائیل کا سرپرست ہے' اسرائیل کے اتنے نخرے اٹھاتا ہے جتنے کوئی اپنی بیٹی کے بھی نہ اٹھاتا ہو گا۔ اس کے باوجود اسرائیل کی کچھ باتیں ایسی ہوتی تھیں جو امریکی حکام کو پسند نہیں آتی تھیں۔ اسرائیلی حکام کو ایسی پالیسیوں سے باز نہیں رکھ سکتے تھے لہٰذا وہاں کے اصل پالیسی میکر گولڈن برنیز تھے۔

اور گولڈن برنیز امریکی حکام کے قابو میں نہیں آتے تھے۔ وہ خود کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ ان کی چھوٹی بڑی کمزوریاں سی آئی اے کے ہاتھ نہیں آتی تھیں۔ انہیں اپنے زیرِ اثر لانے کے لئے ضروری تھا کہ پہلے گولڈن برنیز کا سراغ لگایا جائے۔ وہ خفیہ اڈے تلاش کیا جائے جہاں یہ پائے جاسکتے ہیں۔

سی آئی اے نے بہت عرصے سے جال پھیلا رکھا تھا۔ گولڈن برنیز کو آہنی پردوں سے باہر لانے میں کتنے ہی امریکی جاسوس ناکام ہو چکے تھے۔ اب امریکی سی آئی اے کی شاطر جاسوسہ جوسی وادیلا گولڈن برنیز تک پہنچنے کے لئے آئی تھی اور صحیح سمت اختیار کرتے ہوئے ملٹری انجینئر پر ڈورے ڈال رہی تھی۔

انجینئر شراب کی مستی میں اس پر بار بار لڑھک رہا تھا اور وہ بار بار اسے پرے ہٹاتے ہوئے بول رہی تھی "پلیز' صبر کرو۔ ورنہ گڑبڑ ہو جائے گا۔ تم کہہ رہے تھے تمام زیرِ زمین اڈوں سے واقف ہو لیکن ایسے بھی اڈے ہو سکتے ہیں جو تمہارے علم میں نہ ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ میں انڈر گراؤنڈ کنسٹرکشن کے نقشے پاس کرتا رہا ہوں۔ کوئی تہ خانہ میرے دستخط کے بغیر نہیں بن سکتا۔"

"یہ تمہارا فضول سا دعویٰ ہے۔ کوئی خفیہ سرکاری تہ خانہ ایسا بھی ہو گا جو تمہارے علم میں نہ ہو۔"

"میرے علم میں نہیں ہو گا تو اور کس کے علم میں ہو گا؟"

"اس انجینئر کے علم میں' جو تم سے پہلے تمہارے موجود عہدے پر تھا۔ جس کے جانے کے بعد تم اس عہدے پر آئے ہو۔ کیا... تمہیں پتا ہے' وہ انجینئر کہاں ہے؟"

"میں نے ضروری نہیں سمجھا کہ اس کا پتا کروں۔"

جوسی وادیلا نے گاڑی ایک طرف روک دی۔ اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی "ڈارلنگ! تم کتنے زبردست مرد ہو۔ میں تمہارے پاس آنے کے لئے گاڑی روک دیتی ہوں۔"

وہ اپنی مردانگی کی تعریف سن کر نشے میں کچھ زیادہ ہی جھوم گیا۔ اسے آغوش میں لینے کے لئے اس پر جھکا تو وہ گیلے صابن کی طرح ہاتھ سے پھسل گئی۔ دور ہو کر بولی "جاؤ میں نہیں بولتی۔"

"کیوں نہیں بولتیں؟"

"تم اپنے سے پہلے والے انجینئر کے متعلق بتاؤ۔"

"ہائے' ایسے کیوں تڑپاتی ہو؟ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے سابقہ انجینئر کو کئی برس سے نہیں دیکھا ہے۔ شاید وہ مر چکا ہے۔"

"اس کے بیوی بچے تو ہوں گے؟"

"ضرور ہیں' رابن اسٹریٹ میں رہتے ہیں۔"

"کیوں نہ ہم اس بیوہ کے بنگلے میں چلیں۔"

"وہاں جا کر کیا کریں گے؟"

"عیش کریں گے۔ میری ماں تمہیں میرے بیڈ روم میں جانے نہیں دے گی۔ میرے گھر میں مجھے حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"اتنی دیر سے جو سوالات کر رہی ہوں تو اس کا مقصد یہی تھا کہ کسی دوسرے مکان کا پتا معلوم کروں۔ مجھے مکان نمبر بتاؤ۔"

وہ بتانے لگا۔ اس کے مطابق وہ ڈرائیو کرتی ہوئی رابن اسٹریٹ پہنچی۔ پھر اس بنگلے کے سامنے گاڑی روک دی جہاں سابقہ انجینئر کی بیوی بچے رہتے تھے۔ جوسی وادیلا نے خلا میں تکتے ہوئے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "ہیلو ڈی بورین! کیا تم میرے اندر ہو؟"

ڈی بورین کی سوچ سنائی دی "میں موجود ہوں۔"

جوسی نے کہا "اس کتے کو بنگلے کے اندر پہنچاؤ' اس کے ذریعے سابقہ انجینئر کی بیوی بچوں کے دماغ میں پہنچ کر تصدیق کرو کہ یہ ہماری حزل ہے یا نہیں؟"

"میں ابھی اسے لے جا رہا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں وہ ملٹری انجینئر کار سے باہر جانے لگا۔ یعنی ڈی بورین اسے لے جا رہا تھا۔ یہ وہی ڈی بورین تھا جسے سلمان واسطی نے امریکا میں ٹریپ کیا تھا اور اسے اپنا معمول بنا لیا تھا۔

ہم نے اب تک جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول بنایا ہے ان کی نگرانی وقتاً فوقتاً ضرور کرتے رہتے ہیں۔ تنویمی عمل کا اثر ختم ہونے سے بہت پہلے ہی ان پر دوبارہ عمل کر کے پھر اپنے زیرِ اثر لے آتے ہیں۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد

انہیں یاد نہیں رہتا کہ ہم نے ان پر عمل کیا تھا اور وہ ہمارے معمول ہیں۔

ڈی بورن بھی اس حقیقت سے بے خبر تھا۔ وہ انجینئر کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بنگلے کے برآمدے میں لے آیا۔ کال بیل کا بٹن دبا کر انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر بنی ہوئی ایک بالشت کی کھڑکی کھلی۔ ایک عورت نے جھانک کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

انجینئر نے کھڑکی کے سامنے چہرہ لا کر کہا "میں ہوں' شاید تم مجھے نہیں جانتیں۔ میں تمہارے شوہر کے عہدے پر ملٹری انجینئر ہوں۔"

عورت نے پوچھا "اتنی رات کو کیوں آئے ہو؟"

انجینئر نے ڈی بورن کی ہدایت کے مطابق کہا "تمہارے شوہر سے ملنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "میرا شوہر نہ اس گھر میں ہے اور نہ اس ملک میں۔ تم ایک ذمے دار افسر ہو۔ تمہیں اتنی رات کو یہاں آکر میرے شوہر کو پوچھ کر غیر ذمے داری کا ثبوت نہیں دینا چاہئے۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

اس نے بالشت بھر کھڑکی بند کر دی۔ میں اس عورت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تشویش میں مبتلا ہو گئی تھی۔ سوچ رہی تھی۔ "وہ فوجی افسر بہت نشے میں تھا۔ نشے میں اسے میرا شوہر کیوں یاد آرہا تھا؟ نشے میں تو مستی سوجھتی ہے۔ شرابی عیاش کو میرا گھر کیوں یاد آیا' یہ میرے پاس کیوں آیا؟ میں تو بوڑھی ہوں۔ کیا نشے میں جوان نظر آرہی ہوں؟"

وہ بند دروازے کے پاس سے چلتی ہوئی ٹیلیفون کے پاس آکر رک گئی۔ سوچنے لگی "کوئی گڑبڑ ہے۔ مجھے مخصوص نمبر پر اطلاع دینا چاہئے۔"

ڈی بورن نے اسے ریسیور اٹھانے نہیں دیا۔ اس کی سوچ میں پوچھا "مجھے فون پر کسے اطلاع دینا چاہئے اور کیا کہنا چاہئے؟"

اس کی سوچ نے کہا "مجھے فوج کے جنرل نے کہا تھا' اگر کوئی میرے شوہر میں دلچسپی لے یا اس کے متعلق کوئی سوال کرے تو مجھے نمبر سکس ون سکس ون تھری ون ڈائل کر کے اس دلچسپی لینے والے کے متعلق رپورٹ دینا چاہئے۔"

وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ فون نمبر کس کا ہے اور وہ کسے رپورٹ دینے والی ہے۔ وہ جسے بھی رپورٹ دیتی' ہمارے لئے بات بگڑ جاتی۔ ڈی بورن نے اس کی سوچ میں کہا "میرے شوہر کے لئے خطرہ ہو سکتا ہے۔ پہلے اسے اطلاع دینا چاہئے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "میں کیسے اطلاع دوں؟ مجھے اس کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہے۔ سال میں ایک بار حکومت کی اجازت سے ملک کے باہر جاتی ہوں۔ میرا شوہر کبھی مجھے استنبول میں' کبھی روم میں اور کبھی پیرس یا لندن میں ملتا ہے۔ میں اس کے ساتھ دو ہفتے گزارتی ہوں پھر واپس آجاتی ہوں۔"

اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کے شوہر کی کئی تصویریں ہیں جنہیں وہ الماری میں چھپا کر رکھتی ہے۔ اس کے شوہر نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ تصویریں جلا ڈالے تاکہ کوئی اسے صورت سے نہ پہچان سکے۔

وہ پوچھتی تھی آخر وہ دنیا والوں سے چھپتا کیوں ہے؟ اور کہتا تھا' یہ سرکاری راز ہے۔ اس سلسلے میں کوئی سوال نہ کرو۔ اس نے شوہر کی ہدایت کے برخلاف تصویریں نہیں جلائی تھیں۔ محبت کرنے والی بیوی تھی اپنے ہاتھوں سے شوہر کو کیسے نہیں سکتی تھی اس لئے انہیں الماری میں چھپا کر رکھا تھا۔

میں تھوڑی دیر کے لئے اس کے دماغ سے نکل آیا۔ مجھے یقین تھا ڈی بورن اسے گرفت میں رکھے گا۔ میں نے سونیا سے مخاطب کر کے اسے بتایا کہ میں کس طرح تیزی سے گولڈن برنیز کے خفیہ اڈے تک پہنچنے والا ہوں اور اب جوڈی آسکر کی رہائش گاہ سے نکل کر سابقہ انجینئر کے بنگلے میں جاؤں گا۔ الماری سے اس کی تصویریں نکالوں گا پھر ایک تصویر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس سابقہ انجینئر کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔

سونیا نے کہا "فرہاد زندہ ہو گیا ہے۔ تم آواز کی رفتار سے جا رہے ہو۔ دشمنوں کی خیر نہیں ہے۔ میری ایک بات مانو۔ وہاں نہ جاؤ' پہلے اپنا چہرہ تبدیل کرو۔ میں جا رہی ہوں۔ وہاں تصویریں لے آؤں گی۔"

میں نے میک اپ مین کو بلایا۔ وہ جوڈی آسکر کو سامنے کر میرا چہرہ تبدیل کرنے لگا۔ میں نے اس دوران اس عورت کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس کا دماغ موت کے اندھیرے میں ڈوب چکا تھا۔ ڈی بورن کو اسے ہلاک نہیں کرنا چاہئے تھا۔

میں نے سلمان کا لہجہ اختیار کیا پھر اس کی سوچ کی لہروں پر اپنا کرڈی بورن کے دماغ میں پہنچا تو اس نے مجھے محسوس نہیں کیونکہ وہ سلمان کا معمول تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ عورت پرابلم بن گئی تھی۔ اس کے دماغ کو تھوڑی دیر کے لئے بھی ڈسٹرب کر دی جاتی تو وہ مخصوص نمبر ڈائل کر کے جنرل یا گولڈن برنیز کو الرٹ کر دیتی۔

پھر پتا چلا ڈی بورن بھی تل ابیب میں ہے۔ سی آئی اے کے جوبی داویلا کی مدد کے لئے اس کے ساتھ آیا ہے۔ اور اس وقت وہ ہوٹل سے نکل کر سابقہ انجینئر کے بنگلے کی طرف جا رہا ہے۔ میں نے سونیا سے کہا "ڈی بورن بھی تصویریں حاصل کرنے اس کے گھر میں جا رہا ہے۔"

"کوئی بات نہیں' اسے آنے دو۔"

وہ بنگلے میں پہنچ گئی۔ دروازہ کھلا تھا۔ ایک کمرے میں بے سدھ وہ عورت مردہ پڑی تھی۔ ڈی بورن نے اس کی سانس روک تھی۔ سونیا نے سلیقے کے نیچے سے چابیاں نکال کر یکے بعد دیگرے کئی چابیوں کو الماری کے لاک میں آزمایا' آخر کار الماری کھل گئی تصویریں مل گئیں۔ اسی وقت ڈی بورن پہنچ گیا۔

اس نے پوچھا "کون ہو تم؟"

سونیا نے کہا "تم جس کی تصویریں لینے آئے ہو میں اس کی بیوی ہوں۔"

"جھوٹ بولتی ہو۔ اس کی بیوی کی لاش اُدھر کمرے میں ہے۔"

"تم نے اسے بیوی سمجھ کر مار ڈالا۔ اور جو بیوی ہے وہ تمہارے سامنے ہے۔ دیکھو' میں کتنی وفادار بیوی ہوں۔ شوہر کی حفاظت کے لئے تصویروں کو تم سے دور لے جا رہی ہوں۔"

وہ حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا مگر مار کھا کر پیچھے گیا۔ میں نے اسے اور پیچھے گرا دیا۔ مار کھانے کی جو تکلیف تھی اس کا احساس اتنا بڑھا دیا کہ اسے فرش پر سے اٹھنے میں دیر لگی۔ اتنی دیر میں سونیا باہر آگئی تھی۔ باہر جوبی داویلا کھڑی ہوئی تھی' اس نے للکار کر کہا "اے' رک جاؤ۔ تم کون ہو؟"

سونیا مقابلہ کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتی۔ مکاری سے کام لیتی ہے۔ وہ گھبراہٹ سے بولی "بنگلے کے اندر کچھ لوگوں نے ڈی بورن کو گھیر لیا ہے۔ میں تصویریں لے آئی ہوں۔ انہیں لے کر فوراً یہاں سے بھاگو۔ بورن بعد میں آجائے گا۔"

اس نے جوبی کو تصویریں دیں اس کے لئے کار کا دروازہ کھولا۔ پھر وہ جیسے ہی اسٹیرنگ سیٹ پر جانے لگی۔ اس نے پوری قوت سے اسے بند کر دیا۔ جوبی دروازے میں پھنس گئی۔ سخت چوٹیں آئیں۔ سونیا نے یہ عمل ایک بار پھر دہرایا' اس کے بعد جوبی میں کھڑے رہنے کی سکت نہ رہی۔ بیچاری کے دل میں دو دو ہاتھ کرنے کی حسرت رہ گئی۔ وہ زمین پر گر پڑی۔ سونیا نے اس کے ہاتھ سے تصویریں لیں۔ اس کی گاڑی کی چابی نکالی۔ پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی۔ رابن اسٹریٹ کے موڑ پر آئی۔ وہاں اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ڈی بورن بنگلے سے نکل کر دوڑتا آرہا تھا۔ سونیا نے کار اسٹارٹ کی۔ جب وہ قریب آیا تو اس نے کار آگے بڑھا دی پھر روک دی۔ اُس نے اس بار کار کی طرف چھلانگ لگائی سونیا تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتی ہوئی اس سے دور ہوتی چلی گئی۔ وہ گھونسا دکھا کر گالیاں دیتا ہوا دوڑ رہا تھا۔ جب کار نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ رک کر ہانپنے لگا۔

اتنی زبردست محنت کے بعد بڑی شاندار کامیابی ہو اور وہ کامیابی اچانک ناکامی میں تبدیل ہو جائے تو محنت کرنے والا غصہ سے پاگل ہو جاتا ہے۔ جوبی اور ڈی بورن کا یہی حال ہو رہا تھا۔

سونیا میرے پاس آگئی۔ میرے چہرے پر تبدیلیاں ہو رہی تھیں۔ میک اپ مین نے ذرا دیر کے لئے ہاتھ روک لیا۔ میں نے سونیا کی لائی ہوئی تصویریں دیکھیں پھر ایک تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر میک اپ مین سے کہا' وہ اپنا کام جاری رکھے۔

سونیا نے پوچھا "کیا یہ زندہ ہے؟"

"ہاں' میں ابھی اس کے خیالات پڑھ کر تفصیل بتاتا ہوں۔"

... پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا نام جوائے رومیرو تھا۔ اسے خفیہ پناہ گاہیں بنانے کا خاصا تجربہ تھا۔ اس نے چھ برس پہلے خفیہ سرکاری احکامات کے مطابق ایک زیرِ زمین اڈا بنایا تھا جس کے چار دروازے تھے' ایک دروازے سے آنے جانے والے کو باقی تین دروازوں کا علم نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح دوسرے تیسرے اور چوتھے دروازے سے داخل ہونے والے کو باقی تین دروازے نہیں ملتے تھے۔

ایسا اس لئے کیا گیا تھا کہ گولڈن برنیز ایک دوسرے کی آمد و رفت کو نہ دیکھ سکیں اور نہ اس اڈے میں آنے کے بعد ایک دوسرے کی اصلیت کو جان سکیں۔ کیونکہ وہ اڈے میں داخل ہونے کے بعد اپنے اپنے خاص کمرے میں جا کر چہرے تبدیل کرتے تھے اور لہجہ بدل لیتے تھے۔ اس اڈے میں صرف ایک چھوٹا سا ہال تھا جہاں وہ چاروں چہرے بدلنے کے بعد ایک دوسرے کے سامنے آتے تھے۔

اسرائیلی حکام اور فوجی افسران اس اڈے سے واقف نہیں تھے۔ صرف انجینئر جوائے رومیرو وہاں کے ایک ایک حصے کو جانتا تھا۔ گولڈن برنیز اپنے راز میں کسی کو شریک نہیں کرتے۔ انہوں نے سوچا تھا اڈے کی تکمیل کے بعد انجینئر جوائے رومیرو کو گولی مار دیں گے لیکن وہ اڈا پیچیدہ تھا اور بار بار مرمت طلب رہتا تھا۔ بار بار جوائے رومیرو کی خدمات لازمی ہوتی تھیں۔ کسی دوسرے انجینئر کو راز میں شریک کرنے سے بہتر تھا کہ وہ اسے ہی رازدار بنا کر رکھتے۔

چند نامعلوم سرکاری افراد نے اس پر پابندی عائد کی تھیں کہ آئندہ وہ اپنے پرائے کسی سے ملاقات نہیں کرے گا۔ ٹیلیفون یا خط و کتابت کے ذریعے بھی رابطہ نہیں رکھے گا۔ جب وہ اڈا مکمل ہو گیا تو اسے ملک سے باہر لندن میں رہائش اختیار کرنے کے لئے بھیج دیا گیا۔ اس کے بیوی بچوں کو یرغمال بنا کر تل ابیب میں رہنے دیا اور دھمکی دی کہ اگر وہ لندن میں تنہا زندگی نہیں گزارے گا' کسی مرد یا عورت سے دوستی کرے گا' کسی کو خفیہ اڈے کا راز بتائے گا تو اس کے بیوی بچوں کو چُن چُن کر قتل کر دیا جائے گا۔

تب سے اس نے زبان بند رکھی تھی۔ گمنامی کی زندگی گزارتا تھا۔ اور یہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ دن رات اس کی نگرانی ہوتی رہتی ہے۔ اس نے بیوی کو بھی خفیہ اڈے کا راز نہیں بتایا تھا اور اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ گھر میں اس کی جو تصویریں رہ گئی ہیں انہیں ضائع کر دے لیکن وہ نیک بخت صرف دو ہفتے کے لئے

شوہر سے ملتی تھی۔ باقی سال بھر اس کی تصویروں سے دل کو بہلاتی تھی اس لئے انہیں ضائع نہیں کیا۔ اب وہ تصویریں ہمارے کام آرہی تھیں۔

میں نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دماغ میں پہنچتے ہی معلوم کیا تھا کہ وہ زیرِ زمین اڈا کہاں ہے؟ اس کی سوچ نے کہا۔ "نیشنل لائبریری کی جو چھ منزلہ عمارت ہے اس کے تہ خانے میں وہ بھول بھلیوں والا اڈا ہے۔ اس اڈے کے چار حصے ہیں۔ ہر حصہ ایک دوسرے سے الگ ہے۔ وہاں وہ اپنا چہرہ' آواز اور اپنی ہر طرح کی شناخت تبدیل کرتے ہیں۔ پھر ایک لفٹ کے ذریعے تیسری منزل کے ایک چھوٹے سے ہال میں ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں۔ یہیں سے وہ ڈی ڈی اسکرین پر اسرائیلی حکام کو دکھائی دیتے ہیں۔

نیشنل لائبریری کی تیسری منزل پر جہاں وہ ملتے ہیں' وہ جگہ چاروں طرف مضبوط دیواروں سے چھپی ہوئی ہے۔ کوئی کھڑکی دروازہ نہیں ہے۔ صرف چار لفٹوں کے ذریعے وہ چاروں تہ خانے سے آتے جاتے ہیں۔ وہ جگہ ساؤنڈ پروف ہے۔ اس کے چاروں طرف لائبریری ہے۔ وہاں بیٹھ کر مطالعہ کرنے والوں کو کبھی پتا نہیں چلتا کہ تیسری منزل کا درمیانی حصہ کتنا پُراسرار ہے۔

انجینئر ہوائے روميرو کی سوچ نے بتایا کہ اس نے آج تک کسی گولڈن برین کو نہیں دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی سخت نگرانی ہوتی ہے۔ اس کا کوئی غلط قدم یا ذرا سی چالاکی اسے موت کی نیند سلا سکتی ہے۔ اس لئے اس نے کسی گولڈن برین کے متعلق کچھ معلوم کرنے کی حماقت نہیں کی۔

جب میں نے سونیا کو یہ تمام باتیں بتائیں تو اس نے خوش ہو کر میرے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "آج تم نے فرہاد علی تیمور ہونے کا ثبوت دیا ہے۔"

چونکہ وہاں میک اپ مین اور جوڈی آسکر وغیرہ موجود تھے۔ اس لئے وہ جاپانی زبان بول رہی تھی۔ میں نے بھی اسی زبان میں کہا "اگر تو دی سو تا رہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی ذہانت بھی سو گئی ہے۔"

"سو گئی تھی فرہاد! سو گئی تھی۔ ذرا حساب کرو۔ ایک عرصہ گزر گیا تم نے میدانِ عمل میں کوئی قابلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا۔ جب بھی تمہارا ذکر آتا ہے تو پتا چلتا ہے' شیر سو رہا ہے۔ آج میں نے تمہیں جگایا ہے۔"

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی "پہلے تم جب بھی خیال خوانی کے علاوہ ذاتی طور پر دشمنوں کی تلاش میں نکلتے تھے اور طرح طرح کے ذہانت سے بھرپور منصوبوں پر عمل کرتے تھے تو دشمنوں کی شامت آجاتی تھی۔ اور ہم سب تمہاری حاضر دماغی سے بہت کچھ سیکھتے رہتے تھے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "تم ایک طویل عرصے سے ہمیں مایوس کرتے رہے۔ میں سوچتی تھی شاید تمہیں اپنی ذمے داریوں کا خود احساس ہوگا لیکن تم نے تو جیسے گوشہ نشین رہنے کی قسم کھائی تھی۔ مجھے پارس کی بڑی فکر تھی۔ کیونکہ وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر تمہارے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔ تمہاری ہی طرح بڑی حاضر دماغی سے میدان مارتا ہے۔ میں نے سوچا اگر وہ بھی تمہاری طرح آرام طلب ہو گیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی تو ایک دن دشمن اس پر آسانی سے غالب آجائیں گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی پھر ٹہلتے ہوئے بولی "بیٹے کا لہو گرم رکھنے کے لئے باپ کے لہو میں حرارت پیدا کرنا ضروری تھا۔ اس لئے میں نے ایسی چال چلی کہ تم ہڑبڑا کر بیدار ہو گئے اور ایسے فرہاد بن گئے جو دیکھتے ہی دیکھتے دشمنوں کی شہ رگ تک پہنچ جایا کرتا تھا۔ دیکھ لو ابھی تم ایک ہی رات میں کتنی برق رفتاری سے گولڈن برینز تک پہنچنے والے ہو۔"

"کیا تم نے میرے لہو میں حرارت پیدا کرنے کے لئے کوئی چال چلی ہے؟"

"ہاں' بے شک۔"

"کیا سلطانہ نے ماں بننے کا ڈراما کیا تھا؟"

"ہاں' تم نے مجھ پر درست شبہ کیا تھا۔ میں نے لیلیٰ کو تم سے دور کرنے کے لئے سلطانہ اور سلمان سے تعاون حاصل کیا۔ پھر لیلیٰ کو پیرس پہنچتے ہی اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیا۔ تخویفی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا تاکہ تم اس سے رابطہ قائم نہ کر سکو۔"

"کیا لیلیٰ پیرس میں ہے؟"

"ہاں' خیریت سے ہے۔"

"تو پھر وہ پاپا ڈوک کے ساتھ کون تھی؟"

"میں نے پاپا ڈوک اور لیلیٰ کی ڈی تمہارے سامنے سے گزاری تھی تاکہ تم لیلیٰ کو اپنے دشمن کے ساتھ دیکھ کر بھڑک جاؤ اور تم بھڑک گئے۔ تمہارا دماغ بلی کی طرح کام کرنے لگا ہے۔ کیا تم سمجھ رہے ہو کہ کتنی ذہانت اور چالاکی سے انجینئر ہوائے روميرو تک پہنچے ہو اور اب گولڈن برینز تم سے دور نہیں ہیں۔"

"تم ایک نمبر کی کتیا ہو۔ اب تک مجھے الو بنا رہی تھیں۔"

"الو نہیں شاہین بنایا ہے۔ اور شاہین کی خاصیت ہے' جھپٹنا' پلٹنا' پلٹ کر جھپٹنا۔ لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ۔ اب تمہارا لہو گرم رہے گا۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ تم نے خوب چال چلی ہے مگر میرا جی چاہتا ہے تمہارا سر توڑ دوں۔ کیا میرے پاس آؤ گی؟"

"تم دور سے اچھے لگتے ہو۔ فضول رومانی گفتگو نہ کرنا' کام کی بات کرو۔"

"میں تو خوش ہو گیا تھا کہ پاپا ڈوک صحت یاب ہو کر منظرِ عام پر آگیا ہے۔ مگر وہ تمہاری بھیجی ہوئی ڈی تھی۔ کیا اس پاپا ڈوک کو دیکھ کر اسرائیلی حکام اور گولڈن برینز حیران نہیں ہوں گے؟"

"یہ تم معلوم کرو۔"

میں جنرل ٹائر کے دماغ میں پہنچا۔ وہ صرف حیران نہیں تھا پریشان بھی تھا۔ اعلیٰ حکام اور دوسرے اکابرین اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے اسکرین پر گولڈن برینز کو دیکھ رہے تھے۔ ایک گولڈن برین کہہ رہا تھا "جیسے ہی ہمیں ہوٹل شیرٹن میں پاپا ڈوک کی اطلاع ملی ہم سمجھ گئے کہ سونیا فراڈ کر رہی ہے کیونکہ اصلی پاپا ڈوک تو ہماری نگرانی میں ہے۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "ہمارے فوجی جوانوں نے ٹریفک پولیس کی گاڑی میں نقلی پاپا ڈوک کا تعاقب کیا اور برائن وولف کو بھی پکڑنے کی کوشش کی لیکن اس نے نیلی چھتری کے ذریعے ہمارے فوجی جوانوں کو تعاقب کے قابل نہیں چھوڑا۔"

جنرل ٹائر نے کہا "ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر سونیا ڈی پاپا ڈوک کو پیش کر رہی تھی تو برائن وولف کیوں دھوکا کھا رہا تھا اور کیوں ڈی کا تعاقب کر رہا تھا؟"

"یہ سب محض ایک ڈراما تھا۔ وولف ہم لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے اس ڈی کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔"

ایک گولڈن برین نے کہا "ہم سب متوجہ ہو گئے' ہم نے پاپا ڈوک کی ڈی بھی دیکھ لی اور وولف بھی نظروں میں آکر گم ہو گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا سونیا نے دو ماہ کی طویل خاموشی کے بعد یونہی کسی مقصد کے بغیر ایک ڈی پیش کی ہے؟ وہ بہت ہی بدترین چال ہے' اس نے کسی خاص مقصد کے تحت ایسا کیا ہے۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "دوسرے ملکوں کے جاسوس ہمیں بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ پاپا ڈوک ہماری نگرانی میں ہے۔ سونیا نے ان غیر ملکی سراغرسانوں کو ہماری طرف لگانے کے لئے وہ ڈی پیش کی ہے۔ کوئی اس ڈی کے ذریعے ہم تک نہیں پہنچ سکے گا لیکن پہنچنے کی کوششوں میں شدت آگئی ہوگی۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے پوچھا "کیا پاپا ڈوک پوری طرح صحت یاب ہو چکا ہے؟"

ایک گولڈن برین نے کہا "پلیز آپ لوگ پاپا ڈوک کے متعلق سوال نہ کریں۔"

ایک حاکم نے کہا "ہمیں اس کے متعلق یہ تو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کیسا نظر آتا ہے؟ اس کی نئی صورت اور نئی آواز کیسی ہے؟ اگر کبھی وہ اچانک ہمارے سامنے آئے گا تو ہم پہچان نہیں سکیں گے۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "سوری' جس طرح آپ لوگ ہمارا اصل چہرہ نہیں دیکھ پاتے' اصل آواز نہیں سن سکتے اسی طرح پاپا ڈوک کی نئی شخصیت کو نہیں پہچان سکیں گے۔"

ایک اور حاکم نے کہا "ملک اور قوم کی بھلائی کے لئے ہم نے تم چاروں گولڈن برینز کو کبھی دیکھا نہیں چاہا۔ تم چاروں کو واقعی راز میں رہنا چاہئے لیکن پاپا ڈوک کو ہمارے لئے پراسرار نہ بنایا جائے۔"

چوتھے گولڈن برین نے کہا "آپ لوگ منع کرنے کے باوجود پاپا ڈوک کے متعلق سوالات کر رہے ہیں۔ اسے بے نقاب کرانا چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے آپ لوگوں کے دماغوں میں موجود ہیں اور آپ کو ایسے سوالات پر مجبور کر رہے ہیں۔"

ایک اور گولڈن برین نے کہا "آج تک ہمارے پاس جتنے خیال خوانی کرنے والے آئے وہ ہماری ناقص پالیسیوں کے سبب مرگئے یا ہمارے ہاتھوں سے نکل کر دشمنوں کی جھولی میں چلے گئے۔ ہم پاپا ڈوک کو ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔ اسے گہرے راز میں پُراسرار بنا کر رکھیں گے۔ بس اس سے زیادہ ہمیں کچھ نہیں کہنا ہے۔ میٹنگ برخاست ہونے سے پہلے پھر ایک بار کہہ دوں کہ غیر ملکی سراغرسانوں اور سی آئی اے ایجنٹوں پر کڑی نظر رکھیں اور انہیں ملک سے باہر نکال دیں۔ اس طرح ہماری آدھی پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔ سو فار می یو نیکسٹ ٹائم۔"

چند سیکنڈ کے بعد ڈی اسکرین بجھ گیا۔ تمام گولڈن برینز نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ ان کے طویل اجلاس کے دوران میں سونیا کے ساتھ رہائش گاہ سے نکل آیا تھا۔ ہم اپنی اپنی کار میں نیشنل لائبریری کے قریب ایک جیولری کی دکان کے سامنے آئے تھے۔ اس دکان کا مالک ایک گولڈن برین تھا۔ دکان کے ایک پرائیویٹ کمرے میں ایک تہ خانہ تھا۔ وہ تہ خانہ نیشنل لائبریری کے تہ خانے سے منسلک تھا۔

یعنی میٹنگ برخاست ہونے کے بعد ایک گولڈن برین اسی جیولری کی دکان سے نکل کر اپنی رہائش گاہ کی طرف جانے والا تھا۔ سونیا اس دکان سے ذرا دور ایک سڑک کے موڑ پر رک گئی۔ میں نیشنل لائبریری کے دوسری طرف آیا۔ ادھر کاروں کا ایک شوروم تھا۔ اس کا مالک ایک دوسرا گولڈن برین تھا۔ اس شوروم کا ایک تہ خانہ بھی نیشنل لائبریری کے تہ خانے سے منسلک تھا۔

میں نے تھوڑی دیر بعد دیکھا۔ ایک اوورسیز عمر کا شخص شوروم سے باہر آکر دھوپ کو تاڑنا لگا رہا تھا۔ پھر وہ ایک کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ میں اس کار کا نمبر ذہن نشین کر چکا تھا۔ اس سے بہت زیادہ فاصلہ رکھ کر تعاقب کرنے لگا۔ رات کے دو بجے تھے۔ راستے میں گاڑیاں برائے نام تھیں۔ کبھی دو چار گاڑیاں ہمارے درمیان آجاتی تھیں' کبھی میں فاصلہ بڑھا دیتا تھا۔ جب اس کی کار ایک رہائشی علاقے میں داخل ہوئی تو میں نے ہیڈ لائٹس بجھا دیں۔ رفتار سست کر دی۔ وہ ایک بنگلے میں داخل ہو رہا تھا۔

میں نے کار روک دی۔ وہ قدموں چلتا ہوا اس بنگلے کے قریب آیا۔ وہ کار سے اتر کر بنگلے کے اندر جا چکا تھا اور نائٹ چوکیدار احاطے کا گیٹ بند کر رہا تھا۔

بس اس سے زیادہ قریب جانا مناسب نہیں تھا۔ اگر ایک گولڈن برین کو شبہ ہوتا یا اسے نقصان پہنچتا یا وہ ہمارے ہاتھوں مرجاتا تو باقی تین گولڈن برنیز ہوشیار ہو کر کسی دوسری جگہ روپوش ہو جاتے۔

ہم ان کے خفیہ اڈے میں جا کر ان چاروں کو بیک وقت گھیر سکتے تھے۔ انہیں اور ان کے اڈے کو فنا کر سکتے تھے۔ لیکن ایسا کرنے سے پاپا ڈوک ہاتھ نہ آتا۔ اگر کبھی اتفاقاً سامنے آتا تو ہم اس کی نئی آواز اور نئی شکل سے اسے پہچان نہیں سکتے تھے۔ لہٰذا ہم پہلے اس کا سراغ لگانا چاہتے تھے۔ وہ ان چاروں میں سے کسی ایک کی رہائش گاہ میں مل سکتا تھا۔

میں واپس اسی نیشنل لائبریری کے پاس آگیا۔ تھوڑی دیر بعد سونیا بھی آگئی۔ اس نے کہا "میں نے اس کی رہائش گاہ دیکھ لی ہے۔ تم سناؤ۔"

"میں نے بھی اسے نہیں چھیڑا ہے۔ ہمیں دو گولڈن برنیز کا پتا ٹھکانا معلوم ہو گیا ہے۔ باقی دو ہماری عدم موجودگی میں یہاں سے جا چکے ہیں۔"

"ان کا خفیہ اڈا خالی ہوگا۔ ہم وہاں جا کر بہت سی خفیہ فائلیں دیکھ سکتے ہیں لیکن کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔"

"میں انجینئر کے چور خیالات اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔ خفیہ اڈے کے تہ خانے اور تیسری منزل کے اجلاس ہال میں کوئی خفیہ الارم یا خفیہ کیمرے نہیں ہیں۔"

"میں نہیں مانتی۔ گولڈن برنیز نے انجینئر کو خفیہ جاسوسی آلات کے متعلق نہیں بتایا ہوگا۔ جلد بازی سے کام نہ لو۔ آج ہماری نظروں میں دو آگئے ہیں۔ کل پرسوں تک باقی دو بھی آجائیں گے۔"

میں نے کہا "کل پرسوں تک انتظار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ابھی کوئی زبردست واردات کرتا ہوں۔ وہ لوگ ہنگامی اجلاس کے لئے پھر حاضر ہو جائیں گے۔"

سونیا مسکرانے لگی۔ ہم اپنی رہائش گاہ میں واپس آگئے۔ کیونکہ رات کے پچھلے پہر سڑک کے کنارے کار میں بیٹھ کر خیال خوانی کرنا مناسب نہیں تھا۔ پولیس والے پریشان کرنے آجاتے۔ میں نے آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ کر جنرل ٹائر کو مخاطب کیا۔ وہ سونے جا رہا تھا۔ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مجھ سے بولا "مسٹر ولف! اتنی رات کو آئے ہو۔ خیریت تو ہے؟"

"خیریت تم لوگوں کی نہیں ہے۔ ہم نے بالکل خاموشی اختیار کر لی تھی۔ تمہارے ملک سے واپس جانا چاہتے تھے مگر تم لوگ یہ نہیں چاہتے۔"

"ہم چاہتے ہیں۔ فار گاڈ سیک' سونیا کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ' ہم تمہارا راستہ نہیں روکیں گے۔"

"راستہ روک چکے ہو۔ میری غیرت کو للکار رہے ہو۔ تم لوگوں نے میری بیوی لیلیٰ کو اغوا کیا۔ پھر اسے پاپا ڈوک کے حوالے کر دیا' میں اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔"

"نہیں' غصہ نہ کرو۔ تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ہم نے تمہاری لیلیٰ کو اغوا نہیں کرایا ہے۔ ہم قسم کھاتے ہیں۔"

"قسم نہ کھاؤ۔ ایسی ذلیل حرکتیں تمہارے گولڈن برنیز کرتے ہیں اور تمہیں خبر نہیں ہوتی۔ میں ایک گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ گولڈن برنیز سے کہو' لیلیٰ کے دماغ سے تنویمی عمل ختم کرا دیں تاکہ میں اس سے دماغی رابطہ قائم کر سکوں۔ پھر اسے خصوصی طیارے میں پیرس پہنچا دیں۔ اگر ایک گھنٹے بعد میری تسلی نہ ہوئی تو ساحلی توپوں کا رخ سمندر کی طرف نہیں رہے گا۔ ان کا رخ شہر کی طرف ہو جائے گا۔ تمہاری فوج اپنے ہی عوام کا قتلِ عام شروع کر دے گی۔"

"دیکھو دیکھو۔ ایسے چیلنج نہ کرو۔ سپر طاقتیں بھی ایسی دھمکیاں نہیں دیتی ہیں۔ میں گولڈن برنیز سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔ لیکن وہ ابھی میٹنگ سے اٹھ کر آرام کرنے گئے ہیں۔ رات کے تین بج چکے ہیں۔ کل صبح بات ہو جائے گی۔"

میں خاموش رہا تو پھر اس نے مخاطب کیا "کیوں' ٹھیک ہے نا؟"

میں بدستور خاموش رہا۔ وہ بولا "کیا تم چلے گئے ہو؟ ارے یہ کیا طریقہ ہے' دھمکی دیتے ہو جواب نہیں سنتے۔ تم کیا جانو' گولڈن برنیز کیا چیز ہیں؟ وہ بار بار تمہارے بلانے سے نہیں آئیں گے۔"

میں اس فوجی افسر کے دماغ میں گیا جو ساحلی مورچے کا انچارج تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ایک توپچی کو حکم دیا "توپ کا رخ صنعتی علاقہ کی طرف پھیر دو۔"

توپچی نے حکم کی تعمیل کی پھر ادب سے بولا "سر! آپ نے ایسا حکم کیوں دیا ہے؟" افسر نے کہا "ٹھہرو' میں آتا ہوں۔"

میں افسر کو چلاتا ہوا ایک ٹوائلٹ میں لے گیا۔ پھر توپچی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اپنے ایک ماتحت کی مدد سے صنعتی علاقے کی طرف ایک گولہ داغ دیا۔ اس علاقے میں قیامت برپا ہو گئی۔ لوگ چیخنے چلّانے اور جان بچا کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ میں نے جنرل ٹائر کے پاس آکر کہا "تم میرے چیلنج کو کھوکھلی دھمکی سمجھ رہے تھے۔ دیکھو تمہارے ساحلی توپچی نے ایک فیکٹری میں گولہ برسایا ہے۔ تم خطرے کا سائرن سنتے رہو۔ یہ ایک نمونہ تھا' باقی تماشا ایک گھنٹے بعد ہوگا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سونیا نے کہا "میں نے دھماکا سنا ہے۔ کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

میں نے اسے روداد سنائی۔ وہ ہنستے ہوئے بولی "اب تو وہ چاروں دوڑتے ہوئے خفیہ اڈے میں آئیں گے۔"

میں نے کہا "ایک کام کرو۔ جب تک ان کا اجلاس جاری رہے' تم ایک گولڈن برین کی رہائش گاہ میں جاؤ' شاید وہاں کچھ کام کی باتیں معلوم ہو سکیں۔"

میں نے اسے دوسرے گولڈن برین کا پتا اور بنگلے کا نمبر بتایا۔ وہ مائیکرو فلم کا ننھا سا کیمرا اور دیگر ضروری سامان لے کر چلی گئی۔ رات کے تین بجے تقریباً سارا شہر بیدار ہو گیا تھا۔ اگرچہ ایک گولہ صنعتی علاقے کی ایک فیکٹری میں گرا تھا۔ وہ فیکٹری بند تھی۔ اس لئے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا لیکن پورے علاقے میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ خطرے کے سائرن نے باقی شہریوں کو بستروں سے اٹھا کر کھڑا کر دیا تھا۔ کتنے ہی لوگ گاڑیاں لے کر گھر سے نکل پڑے تھے تاکہ دھماکے اور سائرن کی وجہ معلوم کر سکیں۔

سڑکوں پر گاڑیاں چلنے لگی تھیں۔ سونیا ڈرائیو کرتی ہوئی ایک بنگلے کے قریب آئی۔ گاڑی سے اتر کر پیدل چلتی ہوئی گولڈن برین کی رہائش گاہ کے سامنے پہنچی۔ نائٹ چوکیدار جاگ رہا تھا۔ وہ احاطے کی دیوار پھاند کر ایک لمبا چکر کاٹ کر چوکیدار کے پیچھے آئی پھر اسے دبوچ کر بیہوش کر دیا۔

اس کے بعد کوئی رکاوٹ نہ رہی۔ اس نے مخصوص تکنیک سے مقفل دروازے کو کھولا۔ وہ بنگلا دو بیڈ روم اور ایک ڈرائنگ روم پر مشتمل تھا۔ دونوں کمروں میں کتابوں' فائلوں اور ویڈیو فلموں کا انبار تھا۔ وہ فائلیں اٹھا کر دیکھنے اور پڑھنے لگی۔ ان میں سے ضروری کاغذات کی مائیکرو فلم اتارنے لگی۔

باقی کتابیں اور ویڈیو فلمیں معلوماتی تھیں۔ کچھ ویڈیو فلمیں ایسی تھیں جو اسلامی ممالک کے شاہوں اور شہزادوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ باتیں فلموں پر لگے ہوئے لیبل سے معلوم ہو رہی تھیں۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "سونیا! کچھ کام بن رہا ہے؟"

"ہاں' کچھ مواد مل رہا ہے لیکن گولڈن برین کی یہاں نہ کوئی تصویر ہے نہ ہی نام کی تختی لگی ہے۔ میں اب یہاں سے نکل رہی ہوں۔"

وہ ایک فریج کے پاس آئی' اسے کھولا۔ دو بوتلوں میں دودھ رکھا ہوا تھا۔ اس نے دودھ میں اعصابی کمزوری کی تھوڑی سی دوا ملا دی۔ الماری میں قیمتی ہیرے جواہرات اور سونے کے زیورات تھے' اس نے انہیں سمیٹ کر ایک بیگ میں رکھ لیا۔ اسے ان چیزوں کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن وہ یہ تاثر دینا چاہتی تھی کہ کوئی چور نائٹ چوکیدار کو بے ہوش کر کے ہیرے جواہرات لے گیا ہے۔

دوسری طرف اجلاس جاری تھی۔ میں نے انہیں بتایا تھا کہ اجلاس میں موجود ہوں اور ایک جونیئر افسر کے ذریعے بول رہا ہوں میں نے ہی الزام لگایا کہ گولڈن برنیز نے لیلیٰ کو اغوا کر کے پاپا ڈوک کے حوالے کر دیا ہے جبکہ گولڈن برنیز قسمیں کھا رہے تھے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے۔

میں نے پوچھا "پھر کس نے ایسا کیا ہے؟ میری بیوی کہاں ہے؟"

"تم ہمیں کیوں الزام دے رہے ہو؟"

"اس لئے کہ تمہارا پاپا ڈوک اسے لے گیا ہے۔"

"تم نے جسے دیکھا' وہ پاپا ڈوک نہیں تھا۔ اس کی ڈمی تھا۔ اصل پاپا ڈوک ہماری نگرانی میں رہتا ہے۔"

"اصل تمہارے پاس ہے تو نقل کس نے تیار کی ہے؟ تمہارے ملک میں ہمارا اور کون دشمن ہو سکتا ہے؟"

"بہتیرے ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے تمہیں ہم سے لڑانے کے لئے ایک ڈمی تیار کی' اس کے ذریعے تمہاری بیوی کو اغوا کرایا اور تمہیں ہمارا دشمن بنا دیا۔"

"اگر تم لوگ سچے ہو تو ثبوت دو۔"

"کیسا ثبوت چاہتے ہو؟"

"میں پاپا ڈوک کے دماغ میں جا کر چور خیالات پڑھوں گا تو سچائی سامنے آجائے گی۔"

"مسٹر ولف! تم ہمیں نادان بچہ سمجھتے ہو۔ ہم نے پاپا ڈوک پر بڑی رقم خرچ کی ہے۔ بڑی محنت اور ذہانت سے اسے تبدیل کیا ہے اور تم ہم سے اس کی نئی آواز اور نیا لہجہ معلوم کرنا چاہتے ہو۔ تم قیامت تک اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکو گے۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ تمہاری بیوی کو اغوا کر کے ہمیں کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوگا۔ وہ ہمارے لئے بالکل غیر ضروری ہے۔ تم سے دشمنی لینے سے ہمیں سراسر نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ ہم پاگل تو نہیں ہیں کہ نقصان اٹھانے کے لئے تمہیں دشمن بنا لیں۔"

میں نیشنل لائبریری کے پاس تھا۔ سونیا بھی آگئی تھی۔ میں نے قائل ہو کر گولڈن برنیز سے کہا "تمہارے دلائل مضبوط ہیں' میں اپنی دھمکی واپس لیتا ہوں۔ اب یہ معلوم کروں گا کہ کن لوگوں نے لیلیٰ کو اغوا کیا ہے۔ اگر تمہارے خلاف ثبوت ملا تو پھر آؤں گا فی الحال جا رہا ہوں۔ اوکے گڈ بائی۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سونیا نے کہا "میں نے ایک گولڈن برین کے ہاں واردات کی ہے۔ دوسرے گولڈن برین کے ہاں جانا مناسب نہیں ہے۔ میں نے وہاں جو مائیکرو فلم تیار کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آس پاس کے اسلامی ممالک کو کس طرح رفتہ رفتہ کمزور بنایا جا رہا ہے اور امریکا اسرائیل کو مالی اور فوجی امداد کے ذریعے اس علاقے کی سب سے بڑی فوجی قوت بنا رہا ہے۔ وہ مسلمان بادشاہوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھتا ہے اور پیروں تلے سے مشرق وسطیٰ کی زمین ہٹا رہا ہے۔ ایک دن آس پاس کے تمام اسلامی ممالک اسرائیلی کے زیر اثر ہوں گے

اور اس کے محکوم بن کر رہیں گے۔"

میں نے کہا "اگر ہم کسی شاہ سے کہیں گے کہ اس کے پاؤں تلے سے زمین سرک رہی ہے تو وہ کبھی یقین نہیں کرے گا۔ جب زمین نکل جائے گی تو یقین کرنے کا وقت بھی گزر چکا ہوگا۔"

"درست ہے۔ ہم تباہی کی نشاندہی کرسکتے ہیں' پیش آنے والے حقائق ثبوت کے ساتھ بیان کرسکتے ہیں لیکن اندھے مسلمانوں کا مقدر نہیں بدل سکتے۔ بہرحال وہ تیسرا گولڈن برین باہر آرہا ہے۔ میں جارہی ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ ادھر جو تھا گولڈن برین اپنی کار میں بیٹھ رہا تھا۔ جب وہ کار آگے بڑھی تو میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ روس' امریکا اور دوسرے بڑے ممالک برسوں سے گولڈن برینز کا سراغ لگا رہے تھے اور ہم ان چاروں تک پہنچ چکے تھے۔ ان کا خفیہ اڈا بھی معلوم ہوگیا تھا اور ان کی رہائش گاہیں بھی دیکھ چکے تھے۔ یہ ہماری بڑی کامیابی تھی۔

باقی دو کی رہائش گاہوں کو دیکھنے کے بعد میں نے سونیا سے کہا "صبح گولڈن برینز کو معلوم ہوجائے گا کہ انجینئر جوائے روسیو کی بیوی مرچکی ہے۔ وہ محتاط ہوجائیں گے۔ انہیں خطرہ محسوس ہوگا کہ دشمن اس مرنے والی کے گھر سے کچھ ایسی معلومات حاصل کرکے گئے ہیں جن کے ذریعے وہ گولڈن برینز کے خفیہ اڈے تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"ہاں' وہ محتاط ہوجائیں گے لیکن وہ جائیں گے کہاں؟ اپنے بنگلوں میں چھپ کر رہیں گے۔ ہم انہیں نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔"

"نہیں سونیا! ہم نے گڑبڑ کردی ہے۔ تمہیں گولڈن برین کے چوکیدار کو بیوش کئے بغیر اس کی لاعلمی میں بنگلے کے اندر جانا چاہئے تھا۔ اب وہ سوچیں گے ایک ہی رات میں انجینئر کی بیوی مرگئی اور ایک گولڈن برین کے گھر سے ہیرے جواہرات چوری ہوگئے اور برائن وولف انہیں تمام رات پریشان کرتا رہا۔ ان سب باتوں کا تعلق ان سے ہی ہے۔ وہ چاروں بہت شکی اور محتاط ہیں۔ اپنی حفاظت کے لئے وہ ایسا قدم اٹھائیں گے کہ پھر ہمارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔"

وہ بولی "چوکیدار کو بے ہوش کرنا ضروری تھا۔ ویسے جو ہوگیا سو ہوگیا' اب کیا ارادہ ہے؟"

"آج ہی ان چاروں سے پاپا ڈوک کا پتا ٹھکانا معلوم کیا جائے۔"

"وہ آسانی سے نہیں بتائیں گے۔"

"انہیں کزورینا کران کے خیالات پڑھے جاسکتے ہیں۔"

ہم ایک فیصلے پر متفق ہوئے پھر ایک گولڈن برین کے بنگلے میں پہنچ گئے۔ ایک بار پھر چوکیدار کو بیوش کیا۔ وہ گولڈن برین رات بھر کا تھکا ہوا تھا۔ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ سونیا نے کہا۔

"یہ اطمینان سے بیدار ہوگا تو عادت کے مطابق پرائی آواز اور لہجے میں بولے گا۔ اگر چونکایا جائے تو بے اختیار اپنی اصل آواز میں بول پڑے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے خوابیدہ گولڈن برین کے منہ پر زور کا تھپڑ رسید کیا۔ وہ ہڑبڑا کر چیخا ہوا اٹھ بیٹھا۔ "کون ہے؟ تمہیں میرے سامنے کوئی نہیں ہے۔ میں خواب میں دو اجنبیوں کو دیکھ رہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ ہم سمجھ رہے تھے' وہ چاروں یوگا کے ماہر ہوں گے۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ سونیا نے اس سے پوچھا "پاپا ڈوک کہاں ہے؟"

اس نے پوچھا "کیا تم سونیا ہو؟ اور تم وولف؟"

"موت کے فرشتوں کا کوئی بھی نام ہوسکتا ہے۔ ہمارے سوال کا جواب دو۔"

"پاپا ڈوک کے بارے میں صرف ایک ہی گولڈن برین جانتا ہے۔ اب وہ گولڈن برین کون ہے' اسے ہم باقی تین گولڈن برینز نہیں جانتے ہیں۔"

میں نے اس کے چور خیالات پڑھ کر سونیا سے کہا "یہ درست کہہ رہا ہے۔ دوسرا سوال کرو۔"

سونیا نے پوچھا "خفیہ اڈے میں کوئی پانچواں کیسے جاسکتا ہے؟ کیا نقصان پہنچانے والے خفیہ انتظامات کئے گئے ہیں؟"

وہ بے بسی سے بولا "میرے دماغ سے حقیقت معلوم کرسکتے ہو پھر میری زبان کیوں کھلوا رہی ہو۔"

میں نے اس کی سوچ پڑھ کر کہا "یہ نیشنل لائبریری کے خانے میں پہنچ کر جس کمرے میں اپنا حلیہ بدلتے جاتا ہے اس کمرے کے دروازے کے سامنے ایک نادیدہ بجلی کا تار ہے۔ یہ سرخ رنگ کے گوگلس سے دیکھتا ہے اور ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے اس بجلی کے تار کو آف کردیتا ہے۔ وہ خاص ریموٹ کنٹرولر اس کے لباس کی ایک جیب میں ہے۔"

سونیا نے ہنگر میں ٹنگے ہوئے لباس میں سے ریموٹ کنٹرولر نکال کر رکھ لیا۔

وہ بولا "تم لوگ ناکام ہو۔ سی آئی اے کے ایجنٹ بھی یہاں تک نہیں پہنچ پائے تم پہنچ گئے۔ میں سونیا کو پانچویں گولڈن برین بننے کی پیشکش کرتا ہوں۔"

سونیا نے کہا "مجھے یہودی بننے کا شوق نہیں ہے' اب ہمیشہ کی نیند سو جاؤ۔"

وہ عاجزی سے بولا "مجھے مار کر تمہیں کیا ملے گا؟"

"تم اپنی پالیسیوں کے مطابق دوسری قوموں کے اہم افراد کو قتل کرنے کے احکامات صادر کرتے رہے۔ ایک دن تمہیں بھی اسی انجام کو پہنچنا تھا اور وہ دن آگیا ہے۔"

میں نے اس کی سانس روک دی۔ وہ کئی منٹ تک سانس

لینے کے لئے تڑپتا رہا پھر ٹھنڈا پڑ گیا۔ سونیا وہاں کی تمام اہم فائلوں کی مائیکرو فلم تیار کرچکی تھی۔ اس نے تمام ہیرے جواہرات اس کی لاش پر ڈال دئے پھر ہم بنگلے سے باہر آگئے۔

دوسرے گولڈن برین کو بھی اسی طرح تھپڑ مار کر اٹھایا گیا۔ وہ گھبرا کر بولا "کیا ہے؟ کون ہو تم لوگ؟ تت۔۔۔ تم سونیا ہو؟"

سونیا اپنے اصلی روپ میں نہیں تھی لیکن گولڈن برینز پر اُس کی ایسی دہشت طاری تھی کہ اپنے سامنے آنے والی کو پہچانے بغیر یقین سے کہہ دیتے تھے کہ سونیا ہی ان کی شہ رگ تک پہنچ سکتی ہے۔

وہ اس سے سوالات کرتی رہی۔ میں چور خیالات پڑھتا رہا۔ پھر اس کی الماری سے ریموٹ کنٹرولر نکال کر بولا "نیشنل لائبریری کے تہ خانے اور تیسری منزل پر جانے والی لفٹ کے سامنے نادیدہ بجلی کا تار ہے۔ اگرچہ ہمارے لئے ایک ہی ریموٹ کنٹرولر کافی ہے تاہم یہ چیزیں ہم دوسروں کے لئے یہاں نہیں چھوڑیں گے۔"

میں نے اسے جیب میں رکھ کر اس کی بھی سانس روک دی۔ پاپا ڈوک کے متعلق وہ بھی کچھ نہیں جانتا تھا۔ سونیا دوسرے کمروں میں اہم فائلیں چیک کررہی تھی۔ ایک الماری سے اہم دستاویزات حاصل ہوئیں۔ اس نے انہیں اپنے بیگ میں رکھ لیا۔ وہاں سے ہم تیسرے کے پاس پہنچ گئے۔

وہ جاگ رہا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی اس نے بڑی رازداری سے میز کے نیچے لگے ہوئے بٹن کو دبایا۔ ہم اس حرکت کو نہ دیکھ سکے۔ میں نے کہا "تم بھی یہی سوال کرو کہ ہم کون ہیں؟ پھر ہمارے بولنے سے پہلے سمجھ لوگے کہ یہ سونیا ہے۔"

وہ سہما ہوا تھا' گونگا بن گیا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ کرسی سمیت الٹ گیا۔ پھر بھی کچھ نہ بولا۔ سونیا نے اس کی پٹائی کی پھر ایک ایسا داؤ آزمایا کہ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنے لگا۔ "چھوڑ دو۔ فار گاڈ سیک مجھے چھوڑ دو۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مگر دیر ہوچکی تھی۔ اس نے میز کے نیچے جو بٹن دبایا تھا اس کا تعلق ساتھ والے بنگلے سے تھا۔ پاپا ڈوک اسی بنگلے میں تھا۔ اسے کہا گیا تھا' جیسے ہی خطرے کا الارم سنائی دے' ایک لمحہ ضائع کئے بغیر جس حلئے میں ہو اسی حال میں وہ جگہ چھوڑے۔ کسی دوسری پناہ گاہ میں چلا جائے۔

میں نے اس کے دماغ سے پوچھا "دوسری پناہ گاہ کہاں ہے؟"

جواب ملا "پاپا ڈوک کو اپنے طور پر کوئی خفیہ پناہ گاہ رکھنے کی اجازت دی گئی تھی اور تاکید کی گئی تھی کہ اپنے باس گولڈن برین کو بھی اس جگہ کے متعلق کچھ نہ بتائے۔"

میں نے سونیا سے کہا "پاپا ڈوک ساتھ والے بنگلے میں تھا۔ اسے خطرے کا الارم مل چکا ہے۔ وہ شاید وہاں سے فرار ہوگیا ہے تم ذرا دیکھ آؤ۔"

وہ دوڑتی ہوئی ادھر چلی گئی۔ گولڈن برین فرش پر سے اٹھنا چاہتا تھا میں نے اس کے سینے پر پیر رکھ کر پوچھا "پاپا ڈوک تو بڑا طاقت ور ہے۔ ہم سے مقابلہ کرسکتا ہے۔ پھر تم نے اسے بزدلوں کی طرح بھاگنا کیوں سکھایا ہے؟"

"میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی مرحلے پر تم لوگوں سے ٹکرائے۔ ہم نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردی ہے کہ اسے گوشہ نشین اور گمنام رہ کر صرف خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ کبھی کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی اپنی پناہ گاہ تک کسی کو آنے کا موقع دینا چاہئے۔"

"تم چاروں گولڈن برینز نے بھی برسوں تک خفیہ اڈے کو چھپائے رکھا۔ آج ہم پہنچ گئے۔ کل پاپا ڈوک کی شہ رگ تک بھی پہنچ جائیں گے۔"

"میرے دل سے بددعا نکل رہی ہے کہ تم کل سے پہلے ہی مرجاؤ اور پاپا ڈوک ہمارے ملک کی خدمت کرنے کے لئے ہمیشہ سلامت رہے۔"

"لو' تمہاری بددعا الٹ گئی ہے۔"

میں نے اس کی بھی سانس روک دی۔ دوسرے کمروں کی تلاشی لی۔ وہاں سے بھی مختلف اہم دستاویزات برآمد ہوئیں۔ میں نے انہیں رکھ لیا۔ سونیا نے آکر کہا "بنگلے میں کوئی نہیں ہے۔ اس کے کھلے ہوئے دروازے بتاتے ہیں کہ پاپا ڈوک کسی دوسری پناہ گاہ کی طرف چلا گیا ہے۔"

میں نے کہا "ابھی اس کے مقدر میں کچھ سانسیں باقی ہیں۔ اس لئے بچتا پھر رہا ہے۔"

"اس کی الماری میں درجنوں میڈیکل رپورٹس تھیں جو میں نے اپنے بیگ میں رکھ لی ہیں۔"

"انشاءاللہ ہم ان کاغذ کے ٹکڑوں کے ذریعے پاپا ڈوک تک پہنچیں گے۔"

اس کے بعد ہم چوتھے گولڈن برین کے پاس پہنچ گئے۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کے ہاتھ میں ٹرانسمٹر دیتے ہوئے بولا۔ "اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے کہو ایک بہت ہی اہم میٹر پر گفتگو کرنا ہے۔ تو دھے گھنٹے بعد سب ہی کو ٹی وی اسکرین کے سامنے رہنا چاہئے۔"

اس نے میرے حکم کے مطابق یہی کہہ دیا پھر ٹرانسمٹر آف کردیا۔ میں اسے بنگلے سے باہر لاکر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سونیا ڈرائیو کرتی ہوئی نیشنل لائبریری کے پاس آئی۔ پھر تینوں کار سے اتر کر ایک دکان میں آئے۔ گولڈن برین اس دکان کا مالک تھا۔ وہ ہمیں ایک کمرے میں لے کر آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ایک چور دروازے کو کھولا۔ ہم اس دروازے کے دوسری طرف آئے۔ سیڑھیوں سے اتر کر ایک سرنگ میں پہنچے

پھر اس سرنگ سے گزرتے ہوئے نیشنل لائبریری کے تہ خانے میں آگئے میں نے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے نادیدہ بجلی کے تار کو آف کیا۔ تار کے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر ایک کمرے میں آگئے۔ وہاں ہم نے قدِ آدم آئینوں کے سامنے اپنا حلیہ تبدیل کیا۔ پھر گولڈن برین کے ساتھ لفٹ کے ذریعے تیسری منزل کے ہال میں پہنچ گئے۔

آدھا گھنٹا گزر چکا تھا۔ گولڈن برین نے کمپیوٹر اور ٹی وی کو ہینڈل کیا۔ بڑی سی اسکرین پر دوسری طرف بیٹھے ہوئے جنرل ٹائر' اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران نظر آنے لگے۔ وہ بھی اپنے ٹی وی اسکرین پر ہمیں دیکھ رہے تھے۔

جنرل ٹائر نے پوچھا "آج یہ تبدیلی کیسی ہے۔ تمہارے خفیہ اڈے میں ایک اجنبی اور ایک عورت نظر آرہی ہے؟"

سونیا نے کہا "جنرل ٹائر! کیا تم مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

سونیا کی آواز تو ان یہودیوں کو خوابوں میں بھی چونکا دیتی تھی۔ پھر وہ سب اسے کیسے نہ پہچانتے؟ کتنے ہی حکام اور افسران نے شدید حیرانی سے پوچھا "سس... سونیا! سونیا' تم؟"

میں نے کہا "ہاں' یہ وہی بلا ہے جو موت کی طرح ہڈیوں میں بھی گھس جاتی ہے۔ کیا میری آواز پہچان رہے ہو؟"

اب پہچاننے کے لئے کیا رہ گیا تھا۔ سب پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ وہ خفیہ اڈا جہاں کوئی جادوگر نہیں پہنچ سکتا تھا' کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا جس کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا اور جہاں سی آئی اے کی چیونٹیاں بھی نہیں پہنچ سکتی تھیں' وہاں ہم پہنچے ہوئے تھے۔ وہ جس اسکرین پر غیر معمولی ذہانت رکھنے والے گولڈن برینز کو دیکھا کرتے تھے' آج وہاں ہمیں دیکھ رہے تھے۔

سونیا نے پوچھا "کیا یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ گولڈن برینز نے میرے استاد محترم بابا فرید واسطی مرحوم کی صاحبزادی کو اغوا کر کے کتنی بڑی غلطی کی تھی۔ یہ محض غلطی نہیں تھی' انتہائی کمینگی تھی۔ اس کی سزا موت ہی ہو سکتی تھی۔ تین گولڈن برینز کو موت کی سزا مل چکی ہے۔ چوتھا تمہارے سامنے دم توڑے گا۔"

پھر وہ دم توڑنے لگا۔ فرش پر گر کر مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ وہ لوگ اسکرین کے سامنے دیدے پھیلائے دم بخود بیٹھے ہوئے تھے۔ جب وہ ٹھنڈا پڑ گیا تو سونیا نے کہا۔ "تم سب کتنے مجبور اور بے بس ہو' اتنی سی بات معلوم نہیں کر سکتے کہ یہ اڈا کہاں ہے؟"

میں نے کہا "ویسے بہت جلد معلوم ہو جائے گا' جب یہ اڈا تباہ ہو رہا ہوگا تو یہاں ہونے والے دھماکے تمہارے کانوں تک پہنچتے رہیں گے۔"

سونیا بولی "گولڈن برینز اور خفیہ اڈے کی تباہی کے بعد تمہاری باری آئے گی۔ تم میں سے ہر وہ شخص مرے گا جو بابا ڈوک کو ہمارے حوالے نہیں کرے گا۔"

سب ایک ساتھ بولنے لگے۔ قسمیں کھانے لگے کہ وہ بابا ڈوک کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں۔ وہ گولڈن برینز کی نگرانی میں تھا۔ میں نے کہا "درست ہے۔ وہ جہاں چھپا ہوا تھا وہاں سے بھاگ کر کسی دوسری پناہ گاہ میں گیا ہے۔ تمہارے جاسوس اسے تلاش کر سکتے ہیں۔ یا وہ خود مجبور ہو کر اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے مدد طلب کرے گا۔"

سونیا نے کہا "ہم تمہیں چوبیس گھنٹوں کی مہلت دے رہے ہیں۔ تم سب اپنی اپنی جان کا صدقہ دو۔ صدقے میں بابا ڈوک ہمیں دو۔"

میں نے کہا "تمہاری سلامتی اسی میں ہے۔ چوبیس گھنٹے بہت ہوتے ہیں اور چوبیس گھنٹے کچھ نہیں ہوتے۔ اٹھو' بھاگو' اپنی زندگی کے لئے بھاگو۔۔۔"

وہ سب اپنی اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑے ہوگئے اور وہاں سے یوں بھاگنے لگے جیسے پیچھے پیچھے چوبیس گھنٹے کا آخری لمحہ آرہا ہو۔

ٹی وی اسکرین بجھ گیا تھا۔ آخری گولڈن برین بھی موت کی نیند سو چکا تھا۔ میں اور سونیا اس خفیہ اڈے میں تنہا رہ گئے تھے۔ ہم نے ہر طرف گھوم کر وہاں کی ایک ایک چیز کو دیکھا۔۔۔ الماریوں کی درازوں میں جتنی فائلیں تھیں انہیں پڑھ کر دیکھا پھر ان میں سے تمام اہم کاغذات نکال کر بیگ میں رکھ لئے۔

گولڈن برینز نے حفاظتی انتظامات کے طور پر کچھ ہتھیار اور گولہ بارود رکھے تھے۔ ہم نے اس اڈے میں اور تہ خانے میں جگہ جگہ بارود بچھادی۔ اس کا تار تہ خانے کے داخلی دروازے تک لے گئے۔ پھر تار کے سرے کو آگ دکھا کر باہر آگئے۔ جب اپنی کار میں بیٹھ کر ذرا دور گئے تو پہلا دھماکا ہوا۔ اس علاقے میں بھگدڑ مچ گئی۔ نیشنل لائبریری کی تیسری منزل اور تہ خانے سے یکے بعد دیگرے دھماکے ہونے لگے۔ اب وہاں کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو معلوم ہو رہا ہوگا کہ وہ تہ خانہ یا خفیہ اڈا نیشنل لائبریری میں تھا' جہاں بیٹھ کر ان کے گولڈن برینز انہی غیر انسانی پالیسیوں کے ذریعے دوسرے ممالک میں دھماکے کیا کرتے تھے۔ آج ان سے زیادہ تباہ کن دھماکے خود ان کے ہاں ہو رہے تھے۔

سونیا مجھ سے رخصت ہو کر جانے لگی۔ میں نے پوچھا "یہ تو بتادو' کہاں رہتی ہو؟"

"خدانخواستہ کوئی مصیبت آئی تو میں اپنی رہائش گاہ سے تمہیں آواز دوں گی۔" وہ چلی گئی۔ میں نے اپنی رہائش گاہ کی طرف جاتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے کہا "تم نے لیلیٰ کو مجھ سے جدا کر کے مجھے دشمنوں کے لئے موت بنا دیا لیکن میرے حق میں اچھا نہیں کیا۔"

"اچھا کیا ہے۔ اس عمر میں بھی کھلونے کے لئے ضد کر رہے ہو۔ آدمی بنو آدمی۔"

"تمہارا بس چلے تو تم مجھے فرشتہ بنادو۔"

"کیا لیلیٰ کے پاس جاؤ گے؟"

"جا سکتا ہوں' مجھے کون روکے گا؟"

"دیکھو' مجھ سے چیلنج کے انداز میں نہ بولا کرو ورنہ لیلیٰ تک پہنچنے نہیں دوں گی۔"

"ایک بار تم نے چیلنج پورا کیا۔ بڑی مکاری سے لیلیٰ کو دور کر دیا۔ تم جانتی ہو' میں ایک ہی بار فریب کھاتا ہوں پھر ایسے معاملے میں محتاط ہو جاتا ہوں۔"

"کیا تم محتاط ہو؟ اور میری مرضی کے بغیر لیلیٰ تک پہنچ پاؤ گے؟"

"تم کیا' تمہاری مرضی کیا۔ میں اس ملک سے نکلا تو سیدھا لیلیٰ کے پاس پہنچوں گا۔ آزمائش شرط ہے۔"

"تو پھر مجنوں کب پہنچ رہا ہے؟"

اس کے لہجے میں بڑا طنز تھا۔ میں تلملا گیا۔ "دیکھو سونیا! مجھے تاؤ نہ دلاؤ' میں آج ہی کسی فلائٹ سے جا سکتا ہوں۔"

"مگر نہیں جا رہے ہو؟"

"تمہاری خاطر لیلیٰ کی جدائی برداشت کر رہا ہوں۔ تم یہاں دشمنوں میں تنہا رہ جاؤ گی۔"

"میں تقریباً بائیس برس سے تنہا ہوں۔ مرد بچھڑ کر بھول جاتا ہے۔ عورت ایک ایک برس اور ایک ایک دن کا حساب رکھتی ہے۔"

میں نے شرمندگی سے پوچھا "طعنے دے رہی ہو؟"

"نہیں بس ایک بات تھی زبان پر آگئی۔ اب نہیں آئے گی۔"

"یاد کرو۔ تم نے خود علیحدگی اختیار کی تھی۔ بابا فرید واسطی مرحوم کے سائے میں جانے کے بعد انسانی خواہشات کے راستوں کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا تھا۔"

"کیا پارسائی اور ایمان کے راستوں پر چلنے والی عورت ازدواجی زندگی نہیں گزارتی؟"

گزارتی ہے۔ بابا فرید واسطی اور دیگر اولیائے کرام نے بھی ازدواجی زندگیاں گزاری ہیں۔ سونیا کے ساتھ میں مخلص ہوتا تو وہ بھی میرے ساتھ ایسی زندگی گزار سکتی تھی۔ میں اسے کوئی معقول جواب نہ دے سکا۔

وہ بولی "میں انسان ہوں' مجھے بھی غصہ آتا ہے۔ میں بھی انتقام لے سکتی ہوں۔ تم نے میری توہین کی ہے اور میں تم سے انتقام لے رہی ہوں۔"

میں رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا۔ بستر پر بیٹھتے ہوئے میں نے حیرانی سے پوچھا "تم۔۔۔ تم مجھ سے انتقام لے رہی ہو؟"

"ہاں' جب میں نے دیکھا کہ تم بری طرح لیلیٰ کے دیوانے ہو گئے ہو۔ اس کے بغیر رہنا نہیں چاہتے تو میں توہین کے احساس سے جلنے لگی۔ مجھ میں کیا کمی تھی کہ تم نے اس طرح کبھی ٹوٹ کر پیار نہیں کیا۔ اُسے تم سے دور کر کے مجھے کسی حد تک قرار آیا ہے۔"

"کیوں بکواس کرتی ہو۔ تم نے میری ذہانت کو چکانے کے لئے ایسا کیا ہے۔"

"بیشک میں چاہتی تھی کہ تمہارے اندر کا سویا ہوا فرہاد بیدار ہو جائے اور میرے اندر کی بھڑکتی ہوئی آگ بھی ذرا سرد پڑ جائے۔"

"دیکھو سونیا! اتنی سنجیدگی سے جھوٹ نہ بولو۔"

"یہ جھوٹ ہوتا تو میں تمہیں لیلیٰ کا پتا بتا دیتی کیونکہ تم ایک بڑا کارنامہ انجام دے چکے ہو۔ میں نے سوئے ہوئے فرہاد کو بیدار کر دیا ہے۔ انعام میں تمہیں لیلیٰ ملنی چاہئے لیکن نہیں ملے گی۔"

میں خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ آخر یہ کیا نیا چکر چلا رہی ہے۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ وہ سوکن کی طرح جلنا کڑھنا اور انتقام لینا شروع کر دے۔ وہ کبھی ایسے مزاج کی حامل نہیں رہی۔ وہ صرف مجھے نہیں لیلیٰ کو بھی چاہتی تھی۔ پتا نہیں کس مقصد کے تحت ایسی بکواس کر رہی تھی۔

میں نے پوچھا "تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"میں پہلے ارادہ بتا دیتی تو تم ایسی برق رفتاری سے چاروں

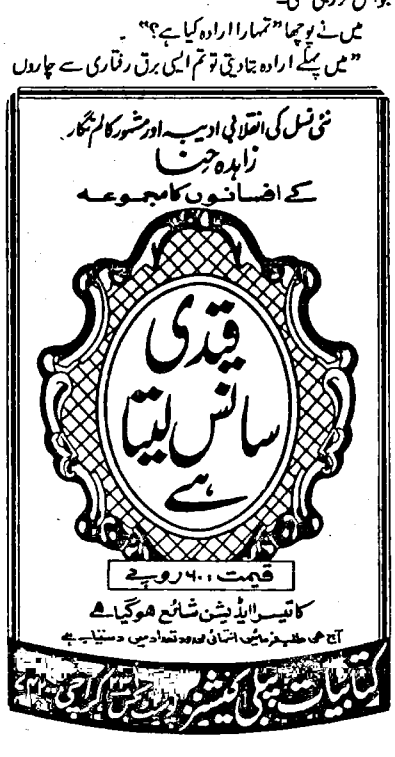

گولڈن برنیز کو جنم میں نہ پہنچاتے۔ تم سے یہ کام نکالنے کے بعد ہی ارادہ بتا رہی ہوں کہ مجھے تمہاری دیوانگی طیش دلاتی ہے۔ اپنی توہین کا احساس ہوتا ہے اس لئے میں لیلیٰ کو کچھ عرصے تک تم سے ملنے نہیں دوں گی۔"

"گویا چیلنج کر رہی ہو کہ میں اس سے مل کر دکھاؤں؟"

"مجھے ایسے چیلنج سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں ایک بات جانتی ہوں' یہ جدائی مجھے راحت پہنچا رہی ہے۔ جب تک راحت ملتی رہے گی' لیلیٰ تمہیں نہیں ملے گی۔"

"ایک بات اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ تم اس انداز میں مجھے بھڑکا رہی ہو تاکہ میں لیلیٰ کی تلاش میں یہاں سے چلا جاؤں۔"

"تمہارے جانے سے مجھے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ کچھ نہیں۔ ...البتہ یہاں رہو گے تو ہم ایک دوسرے کے تعاون سے جلد ہی پاپا ڈوک تک پہنچ جائیں گے۔"

"تم پاپا ڈوک کو تہ تیغ کرنا چاہتی ہو اس لئے مجھے بھگا رہی ہو۔"

"جب تم نے وعدہ کر لیا ہے کہ میں ہی اسے قتل کروں گی اور تم اس معاملے میں مداخلت نہیں کرو گے تو پھر میں تمہیں کیوں بھگانا چاہوں گی۔ کیا تم پھر عقل سے پیدل ہو رہے ہو؟"

میں الجھ کر رہ گیا۔ وہ خطرناک بلا سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ واقعی اسے یہاں میرے تعاون کی ضرورت نہیں تھی۔ اسے ایسی کوئی بات نہیں کرنا چاہئے تھی کہ جس سے میں بھڑک کر لیلیٰ کی تلاش میں پیرس چلا جاؤں۔ میں نے جھنجلا کر کہا "میں ساری رات جاگتا رہا ہوں' کیا تم سکون سے مجھے سونے نہیں دو گی؟"

"نیند کے لئے سکون ضروری نہیں ہے' وہ سولی پر بھی آجاتی ہے۔ اگر لیلیٰ کے دور ہو جانے سے مجھے راحت مل رہی ہے تو تمہارا کیا گھاٹا ہے۔"

"سونیا! تم سے خدا سمجھے گا اور میں نیند پوری کرنے کے بعد سمجھوں گا۔ تمہاری ایسی کی تیسی۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر لباس تبدیل کیا۔ بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایات دیں پھر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

دو گروہوں میں سے ایک گروہ تباہی و بربادی کا سامنا کرتا رہے تو دوسرا گروہ آرام سے سوتا رہتا ہے۔ میں اور سونیا سو رہے تھے۔ اعلیٰ حکام اور جنرل ٹائر وغیرہ کی رات کی نیندیں اور دن کا سکون چھن گیا تھا۔ وہاں جتنے ممالک کے سفیر اور نمائندے تھے وہ پوچھ رہے تھے کہ نیشنل لائبریری کی تیسری منزل اور تہ خانہ کیسے تباہ ہوا؟ کس نے یہ تخریب کاری کی ہے؟

پھر انجینئر جوائے رومیو کی بیوی مردہ پائی گئی۔ تین مختلف بنگلوں سے تین گولڈن برنیز کی لاشیں ملیں۔ کوئی انہیں گولڈن برنیز کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا لیکن ان کے کمروں میں پائی جانے والی فائلوں اور دوسری اہم چیزوں سے سراغ ملا کہ وہ مملکتِ اسرائیل کا سنہرا دماغ تھے جو اب نہیں رہے تھے اور آئندہ گولڈن برنیز بن کر آنے والوں کا وہ پُراسرار اڈا بھی تباہ ہو گیا تھا بلکہ لوگوں کی نظروں میں آگیا تھا۔

وہاں کے یہودی اکابرین ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے ساری دنیا کو بتا رہے تھے کہ سونیا اور اس کے ایک ساتھی برائن وولف نے وہاں تباہی مچا رکھی ہے۔ ان کے چاروں گولڈن برنیز کو ہلاک کر دیا ہے اور وہ خفیہ اڈا بھی انہوں نے ہی تباہ کیا ہے۔ باقی حکام اور فوجی افسران کو دھمکی دی ہے کہ اگر انہوں نے اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے کو چوبیس گھنٹے کے اندر پیش نہیں کیا تو وہ بھی ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔

بین الاقوامی نشریاتی رابطہ قائم کرانے والی کمپنی کے ایک نمائندے نے سوال کیا "سونیا اس ملک سے کیوں دشمنی کر رہی ہے؟"

جواب دیا گیا "یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ اور دوسرے مسلمانوں کی طرح ہم یہودیوں سے دشمنی کرنا اپنا فرض اور ایمان سمجھتی ہے۔"

پھر سوال کیا گیا "تمام مذاہب کے لوگ ایک دوسرے سے خود کو برتر سمجھتے ہیں۔ یہ برتری جتانے کا سبب بنتی ہے مگر ایسی شدید اور دلیرانہ دشمنی دیکھنے میں نہیں آئی کہ ایک عورت تمہارے ملک میں تنہا تباہیاں مچا رہی ہے اور دوسرے حکام کو ہم قتل کی دھمکی دے رہی ہے۔ اس کے پیچھے کچھ اور وجوہات ہوا گی؟"

جواب دیا گیا۔ "دشمنی کسی نہ کسی وجہ سے جاری رہتی ہے۔ بہت عرصہ پہلے انہوں نے ہماری ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو اغوا کیا۔ چند ماہ پہلے ہم نے بھی جوابی کارروائی کی۔ بابا فرید واسطی مرحوم کی بیٹی کو اٹھا کر یہاں لے آئے۔ کیا ایک عورت اغوا کرنے کی اتنی بڑی سزا ہوتی ہے کہ اس خطرناک بلا نے تمام گولڈن برنیز کو مار ڈالا۔ آئندہ چوبیس گھنٹے کے بعد مزید قتل و غارتگری کی دھمکیاں دے رہی ہے۔"

"کیا آپ لوگ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعہ سونیا کے خلاف جوابی کارروائی نہیں کر سکتے؟"

"ماضی میں کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہاتھ سے نکل گئے۔ اس بار ہم محتاط ہیں۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کبھی منظرِ عام پر نہیں لائیں گے۔ وہ ایک محفوظ پناہ میں رہ کر کسی حد تک ہمارے کام آتا رہے گا اور فرہاد کی پوری ٹیلی کے افراد کی اسٹڈی کرتا رہے گا۔ ان کے طریقۂ کار کو اچھی طرح سمجھتا رہے گا۔ ان کے طریقۂ کار سے اپنے بچاؤ کے طریقے سیکھتا رہے گا۔"

"پھر تو وہ طویل عرصہ تک گویا ٹریننگ حاصل کرتا رہے گا۔ لیکن ابھی سونیا سرپرسلط ہے۔ اس سے نمٹنے کے لئے اور اپنے حکام کو ہلاکت سے بچانے کے سلسلے میں آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے جتنے حکام اور فوجی افسران کے دماغوں میں اب تک آچکے ہیں ہم نے ان تمام عہدیداروں کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا ہے۔ انہیں تل ابیب سے دور ایک چھوٹی سی آبادی میں بھیج دیا ہے۔ عارضی طور پر ایسے حکام اور فوجی افسران کے ہاتھوں میں حکومت سونپ دی ہے جو یہودی کے ماہر ہیں۔ فوج کے باقی ان چند افسران کے سوا کسی بھی افسر کے حکم کی تعمیل نہیں کریں گے۔ اس طرح دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے فوجیوں کے دماغوں میں جا کر ہماری فوج کو ہمارے ہی خلاف استعمال نہیں کر سکیں گے۔"

سوال کیا گیا "آپ نے بڑی حد تک معقول انتظام کیا ہے۔ کیا اس کے علاوہ بھی احتیاطی اقدامات کئے ہیں؟"

"جی ہاں' لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ ہم نے سپر سائٹر سے امداد طلب کی ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے سامنے ڈھال بن کر سونیا کو منہ توڑ جواب دیں گے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لئے اتنی مشکلات پیدا کر دیں گے کہ انہیں اس ملک سے بھاگنا ہی پڑے گا یا اپنا آخری انجام دیکھنا پڑے گا۔"

"تلوار کے مقابل تلوار' توپ کے مقابل توپ اور ٹیلی پیتھی کے مقابل ٹیلی پیتھی' واقعی لوہے کو لوہے سے ہی کاٹنا چاہئے۔ لیکن آپ کا ایک نقصان ہے۔ سپر سائٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نئے عہدیداروں کے دماغوں میں آتے جاتے مملکتِ اسرائیل کے بہت سے اہم راز جان لیں گے۔"

"ہمارے موجودہ عہدیدار یوگا کے ماہر ہیں۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا خواہ وہ دوست ہو یا دشمن' ان کے دماغوں میں براہِ راست نہیں جھانک سکے گا بلکہ عہدیداروں کے پرسنل سیکریٹری سے دماغی رابطہ رکھے گا۔ ویسے بھی امریکا ہمارا سب سے مخلص دوست اور سرپرست ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تھوڑا نقصان پہنچا تو ہم اسے برداشت کر لیں گے لیکن سونیا کو برداشت نہیں کریں گے۔ اس نے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ ان چوبیس گھنٹوں میں ہم اس کے قدم یہاں سے اکھاڑ دیں گے۔ ہمارے ٹھوس انتظامات کے پیشِ نظر وہ شاید زندہ یہاں سے نہ جا سکے۔"

تمام چھوٹے بڑے ممالک کے اکابرین ٹی وی کے سامنے بیٹھے وہ انٹرویو دیکھ رہے تھے اور سن رہے تھے۔ پھر اسکرین پر ٹی وی کے نمائندے نے کہا "اب آپ واشنگٹن میں سپر سائٹر سے ہونے والی گفتگو سنیں۔"

اسکرین پر نیا سپر سائٹر نظر آیا۔ نمائندے نے سوال کیا۔ کچھ عرصہ پہلے سونیا نے آپ کے ملک میں بھی کافی ہنگامے کئے تھے۔ آپ کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا۔ آپ کی سی آئی اے' آپ کی پولیس اور آپ کی فوج اسے گرفتار نہ کر سکی۔ پھر آپ اسی سونیا کے خلاف اسرائیل کی مدد کیسے کریں گے؟"

سپر سائٹر نے جواب دیا "جو چور اپنے گھر میں نہیں پکڑا جاتا' وہ کہیں دوسرے گھر میں ضرور پکڑا جاتا ہے۔ کوششیں جاری رہنا چاہئیں۔"

"آپ کس طرح سونیا کا سراغ لگائیں گے؟"

اس نے کہا "امریکا بہت بڑا ملک ہے۔ وہاں سونیا کو دور تک چھپنے کی جگہ ملتی رہی۔ اسرائیل ایک بہت ہی چھوٹا سا ملک ہے یہاں اس کے لئے چھپنے کی زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ وہ بہت جلد نظروں میں آجائے گی۔"

"کیا اس طرح آپ فرہاد کی پوری فیملی کو دشمنی کی دعوت نہیں دے رہے ہیں؟"

"وہ دشمن کب نہیں تھے۔ جب تک فرہاد زندہ تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ امریکا سے دشمنی کرنے کے لئے ہی پیدا ہوا ہو۔ اس کی اولاد بھی اسی کے نقشِ قدم پر چل رہی ہے۔ سونیا نے خواہ مخواہ ہماری ٹرانسفارمر مشینوں کی مخالفت کی۔ ان مشینوں کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ہمارے بیشتر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا اور کئی خیال خوانی کرنے والے افراد کو کسی جواز کے بغیر مار ڈالا۔"

"وہ اپنے طور پر کوئی جواز پیش کرتی ہوگی۔"

"وہ حاسد ہے۔ صرف بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو برداشت کرتی ہے۔ اتنا خطرناک ہتھیار کسی اور کے پاس دیکھنا نہیں چاہتی۔"

"کیا آپ نے سفارتی سطح پر حکومتِ فرانس سے سونیا کی شکایت کی ہے؟"

"فرانس کی حکومت یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہے کہ سونیا نے ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو اغوا کر کے فرانس کے کسی شہر میں چھپایا ہے۔"

اسکرین پر ٹی وی کے نمائندے نے کہا "آیئے ناظرین! ہم فرانس کے ایک حاکم سے آپ کی ملاقات کراتے ہیں۔"

پھر پیرس کا ایفل ٹاور نظر آیا۔ اس کے بعد ایک دفتری کمرے میں ایک شخص کا تعارف کرایا کہ وہ حاکمِ اعلیٰ ہے۔ اس سے سوال کیا گیا "یہ بات ساری دنیا جانتی ہے کہ آپ کی حکومت فرہاد کی فیملی کی سرپرست ہے جسے اس ملک میں بے حد و بے حساب اختیارات حاصل ہیں۔"

حاکم نے جواب دیا۔ "فرہاد کی فیملی سے ہمارے گہرے تعلقات ہیں۔ یہ تعلقات بابا صاحب کے ادارے کے ذریعے قائم ہوئے ہیں۔ یہ غلط ہے کہ ہم نے انہیں اختیارات دیئے ہیں۔

اختیارات دراصل بابا صاحب کے ادارے کو حاصل ہیں۔"

"کیا یہ غلط ہے کہ سپر ماسٹر کے کئی خیال خوانی کرنے والوں کو اغوا کر کے فرانس میں کہیں چھپایا گیا ہے؟"

"کوئی بھی ملک کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دشمنی نہیں کرتا کیونکہ دشمنی کے نتیجے میں ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ پھر ہم سپر ماسٹر کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کیسے اغوا کر سکتے ہیں؟"

"آپ کی حکومت نے براہِ راست ایسا نہیں کیا۔ سونیا اور علی تیمور نے کیا ہے؟"

"تو پھر اس سلسلے میں آپ ان سے گفتگو کریں۔"

"اسرائیل کے گولڈن برنیز سے کئی بڑے ممالک کو نقصان پہنچتا تھا۔ آپ کا ملک بھی ان سے نقصان اٹھاتا رہا۔ سونیا نے آپ لوگوں کو ان سے نجات دلا دی۔ کوئی آج تک ان کی صورت نہ دیکھ سکا' ان کی اصل آواز نہ سن سکا۔ سونیا ان کی شہ رگ تک پہنچ گئی۔ آپ اس سلسلے میں کچھ کہیں گے؟"

"میں حیران ہوں کہ سونیا ان کی شہ رگ تک کیسے پہنچ گئی جبکہ گولڈن برنیز اسرائیل میں تھے اور سونیا یہاں پیرس میں ہے۔"

حیرانی سے پوچھا گیا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ سونیا پیرس میں ہے؟"

"جی ہاں' یہ ہمیں بدنام کرنے کی سازش ہے۔ اسرائیل کے یہودی اکابرین اور سپر ماسٹر دنیا والوں کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ ہم سونیا کے ذریعے انہیں نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ان کا جھوٹ ظاہر کرنے کے لئے آپ سونیا سے یہاں ملاقات کر سکتے ہیں۔"

"ہم اپنے بین الاقوامی نشریاتی رابطے کے ذریعے دودھ کا ..... اور پانی کا پانی کرتے ہیں۔ ہم یہاں سے سونیا کو دنیا والوں کے سامنے ضرور پیش کریں گے۔"

اس کے بعد ..... نے ایک مختصر سی تقریر گولڈن برنیز کے سلسلے میں کی پھر اسکرین پر سونیا نظر آئی۔ اس کے علاوہ ایک اور شخص تھا۔ نمائندے نے بتایا وہ شخص سپر ماسٹر کا ایک خاص ماتحت ہے۔

نمائندے نے پوچھا "مادام سونیا! آپ کب سے پیرس میں ہیں؟"

"تقریباً بائیس برس سے۔"

"کیا آپ اسرائیل گئی تھیں؟"

"کوئی چھ برس پہلے گئی تھی۔"

"آپ پر الزام ہے کہ پچھلی رات قتل ادیب میں تھیں۔ آپ نے چار گولڈن برنیز کو ہلاک کیا اور ان کے خفیہ اڈے کو بھی تباہ کر دیا۔ وہاں کے حکام کو وارننگ دی ہے کہ انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاپا ڈوک کو آپ کے سامنے پیش نہ کیا تو آپ وہاں کے حکام اور فوجی افسران کو ہلاک کر دیں گی۔"

"پھر تو انہیں ہلاک کرنے کے لئے مجھے قتل ادیب میں ہونا چاہئے تھا جبکہ دنیا اس بین الاقوامی نشریاتی رابطے کے ذریعے مجھے پیرس میں دیکھ رہی ہے۔"

"یہ حیرانی کی بات ہے۔"

"کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔ جب میں پیرس میں ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ اسرائیلی حکام سپر ماسٹر کے ساتھ مل کر مجھے اور حکومتِ فرانس کو بدنام کر رہے ہیں۔"

"تو پھر وہاں اتنی تباہی کس نے مچائی؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ ایک اندازے سے کہہ سکتی ہوں کہ فلسطینی مجاہدین نے قتل ادیب میں انتقامی کارروائی کی ہے۔ ابھی مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ خفیہ اڈا وہاں کی نیشنل لائبریری میں تھا۔ اب پتا نہیں ان مجاہدین نے اسے خفیہ اڈا سمجھ کر تباہ کیا ہے یا محض ایک بڑی لائبریری کو تباہ کر کے اپنے مطالبات منوانا چاہتے تھے۔"

نمائندے نے کہا "وہ مجاہدین گولڈن برنیز کو پہچان گئے تھے۔ اسی وجہ سے انہیں ایک ہی رات میں قتل کر ڈالا۔"

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ قتل ہونے والے گولڈن برنیز تھے۔ کیا اسرائیلی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران حلفیہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ گولڈن برنیز کو پہلے سے جانتے تھے اور اب ان کی لاشوں کو پہچان رہے ہیں؟"

"اگر وہ یہودی اکابرین انہیں پہلے سے جانتے ہوں تو تصدیق ہو جائے گی۔"

"ہرگز نہیں۔ ہمارے اور سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان یہودی اکابرین کے دماغوں میں جاتے رہے ہیں۔ اگر وہ گولڈن برنیز کو پہچانتے تو کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے چور خیالات پڑھ کر بہت عرصہ پہلے ہی انہیں بے نقاب کر دیتا یا قتل کر دیتا۔"

"آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ وہ قتل ہونے والے گولڈن برنیز نہیں ہیں؟"

"جی ہاں' یہودی اکابرین اور سپر ماسٹر نے ہمیں بدنام کرنے کے لئے بہت کھوکھلا منصوبہ بنایا ہے۔ آپ کچھ عرصہ بعد سنیں گے کہ نئے گولڈن برنیز نے سابقہ گولڈن برنیز کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔ جبکہ وہ نئے نہیں ہوں گے۔ وہی پرانے ہوں گے جو کبھی قتل نہیں کئے گئے۔"

"آپ کے دلائل میں وزن ہے۔ میں سپر ماسٹر کے خاص ماتحت سے سوال کرتا ہوں۔ کیا آپ یہاں مادام سونیا کی موجودگی تسلیم کرتے ہیں؟"

ماتحت نے کہا "میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ کچھ عرصہ پہلے

سونیا کی ایک ہم شکل نیویارک آئی تھی۔ اسے سونیا ثانی کا نام دیا گیا تھا۔"

دراصل وہ سونیا ثانی ہی تھی۔ وہ مسکرا کر بولی "آپ کو یہ بھی یاد ہو گا کہ آپ نے میرے لئے خفیہ اینٹی میک اپ کیمرے نصب کئے تھے۔ ان کیمروں سے ثابت ہوا کہ وہ ہم شکل دوہرے میک اپ میں تھی۔ میک اپ کی تہ میں اصل سونیا کا چہرہ تھا۔ کیا یہ ثابت ہو گیا تھا؟"

ماتحت نے تسلیم کیا "جی ہاں' ثابت ہو گیا تھا۔"

"پھر تو میں ہی نیویارک میں تھی سونیا ثانی نہیں تھی۔ اب ہمیں اسکرین پر دیکھ رہی ہے۔ آپ آئیں' میرے چہرے اور گردن کا معائنہ کریں۔ ماسک میک اپ ہو گا تو چھپا نہیں رہے گا۔ اینٹی میک اپ کیمرا بھی لے آئیں۔"

اسکرین پر سونیا ثانی کا معائنہ کرتے ہوئے دکھایا گیا۔ اینٹی میک اپ کیمرے کے ذریعے بھی اسے دیکھا گیا۔ وہ سو فیصد سونیا ثابت ہو رہی تھی۔ ماتحت نے کہا "ہو سکتا ہے' پلاسٹک سرجری کے ذریعے مادام سونیا کی یہ ڈپی بنائی گئی ہو۔"

"میں نے ثابت کر دیا کہ سونیا ہوں۔ تم ثابت کر دو کہ میں ڈپی ہوں۔"

وہ یا اس کے بڑے ثابت نہیں کر سکتے تھے۔ بڑے ممالک کے سربراہوں کے انٹرویو جاری تھے۔ پھر اسرائیلی فوج کے جنرل نائر کو اسکرین پر دکھایا گیا۔ نمائندے نے کہا "ابھی آپ نے سونیا کو پیرس میں دیکھا ہے۔ کیا اب بھی آپ کی حکومت اس الزام پر قائم رہے گی کہ سونیا نے پچھلی رات تخریب کاری کی تھی؟"

جنرل نائر نے کہا "سونیا زبردست مکار ہے۔ کبھی حل نہ ہونے والا ایک معمّا ہے۔ چھلاوہ ہے۔ پلک جھپکتے ہی اِدھر سے اُدھر ہو جاتی ہے۔ میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ پچھلی رات سونیا قتل ادیب میں تھی۔ اس نے تخریب کاری کی۔ پھر صبح ہونے تک خفیہ ذرائع سے پیرس پہنچ گئی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا اسرائیل کی سرحدیں اتنی کمزور ہیں کہ وہ جب چاہے آتی جاتی رہتی ہے؟"

"فرار کی ٹیلی کے ہر ممبر کے لئے ہر ملک کی سرحدیں کمزور ہیں۔ یہ لوگ امریکا اور روس میں گھس آتے ہیں اور جب چاہتے ہیں نکل جاتے ہیں۔ ہمارا ملک تو بہت چھوٹا ہے۔"

"پھر بھی مادام سونیا نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ آپ کے ملک میں نہیں ہیں۔ آپ دوسرے پہلو پر غور کریں۔ کوئی دوسرا گروہ تخریب کاری کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ اس گروہ کی کسی عورت نے سونیا کا نام استعمال کیا ہو گا۔"

"ہرگز نہیں۔ اتنا بڑا نقصان وہی ایک عورت پہنچا سکتی ہے۔"

"ہم نے بابا صاحب کے ادارے کے ایک اعلیٰ عہدیدار سے گفتگو کی ہے۔ اس عہدیدار کا بیان ہے کہ پچھلے کئی ماہ سے اسرائیل میں سی آئی اے کے ایجنٹ سرگرمِ عمل ہیں۔ سی آئی اے کی ایک بدنام زمانہ ایجنٹ جوسی واویلا قتل ادیب میں موجود ہے' اگر اسرائیلی حکام اپنی آنکھوں پر سے امریکی امداد کی پٹی ہٹا کر دیکھیں تو انہیں گولڈن برنیز کی موت اور خفیہ اڈے کی تباہی میں جوسی واویلا کی مکاریاں نظر آئیں گی۔ سپر ماسٹر ایک طرف اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیل کی مدد کے لئے بھیج رہا ہے۔ دوسری طرف اس کی سی آئی اے نے گولڈن برنیز کو قتل کر کے اسرائیل کی داخلہ اور خارجہ پالیسیوں کی پُراسراریت ختم کر دی ہے۔"

"میں نہیں مانتا' امریکا ہمارا باپ ہے۔ اس نے ہمارے ملک کو پیدا کیا ہے۔ یہودی قوم کو ایک نئی زندگی اور نئی طاقت دی ہے۔ وہ کبھی ہماری تباہی نہیں چاہے گا۔ بابا صاحب کے ادارے والے ہمیں آپس میں لڑانے کے لئے ایسا بیان دے رہے ہیں۔"

سلمان واسطی ٹی وی کے سامنے بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے نمائندے کے دماغ میں جگہ بنائی۔ پھر اس کی زبان سے کہا۔ "کیا آپ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ جوسی واویلا جس ملک میں جاتی ہے وہاں کے بنیادی راز معلوم کر کے اس ملک کو کمزور بنا دیتی ہے۔"

"میں مانتا ہوں' سی آئی اے ایجنٹ جوسی واویلا نہایت خطرناک عورت ہے۔ بڑے بڑے ممالک اسے اپنی سرحد میں

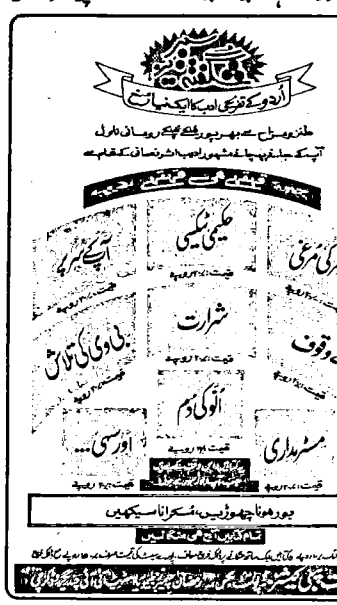

داخل ہونے نہیں دیتے۔ ہم نے بھی سپرماسٹر سے کہا ہے کہ اس عورت کو ہمارے ملک میں نہیں آنا چاہئے۔"

"اس کے باوجود وہ قتل ابیب میں موجود ہے۔"

"یہ نہیں ہوسکتا۔ سپرماسٹر اپنے وعدے کا پابند ہے۔"

"وہ وعدہ ہی کیا جسے امریکا وفا کرے۔ آپ جوسی وادیلا کو اسی شہر میں گرفتار کرسکتے ہیں۔"

"آپ بین الاقوامی نشریاتی ادارے کے ایک نمائندے ہیں۔ آپ یہ انٹرویو کررہے ہیں یا جاسوسی فرمارہے ہیں۔"

"اس وقت میں نمائندہ نہیں ہوں۔ سلمان واسطی میری زبان سے بول رہا ہے۔"

کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی ظاہر ہوتے ہی اسکرین بجھ گیا۔ پھر دوسرے پروگرام نظر آنے لگے۔ ادھر جنرل ٹائر ٹی وی کے نمائندے سے پوچھ رہا تھا "کیا واقعی مسٹر سلمان موجود ہیں؟"

سلمان نے جنرل کے دماغ میں آکر کہا "اب میں تمہارے پاس ہوں اور تمہیں جوسی وادیلا تک پہنچا سکتا ہوں۔"

"اگر وہ عورت یہاں ہے تو ہم سپرماسٹر سے سخت احتجاج کریں گے۔"

"صرف احتجاج کروگے اسے گرفتار نہیں کروگے؟"

"ضرور گرفتار کروں گا۔"

"کیا بین الاقوامی رابطے کے ذریعے دنیا والوں کو نہیں بتاؤ گے کہ سپرماسٹر کس طرح دہری چال چل رہا ہے۔ جوسی کے ساتھ ایک خیال خوانی کرنے والا بھی ہے۔ دونوں نے مل کر گولڈن برنیز کو ہلاک کیا ہے۔ اور مسز سونیا کو بدنام کیا جارہا ہے۔"

"مسٹر سلمان! جوسی وادیلا کی موجودگی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ گولڈن برنیز کی قاتل ہے۔ البتہ اس کی موجودگی قابلِ اعتراض ہے۔ ہم سپرماسٹر سے شکایت کریں گے۔"

"اگر جوسی وادیلا کو اسکرین پر لاکر دنیا والوں کے سامنے پیش کروگے اور سپرماسٹر کی دہری چال کا انکشاف کروگے تو میں ابھی اس عورت کو گرفتار کرادوں گا ورنہ وہ بدستور روپوش رہے گی، تم لوگ کبھی اسے پا نہ سکو گے اور وہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ اندر ہی اندر تمہیں کھوکھلا کرتی رہے گی۔"

"ہم اس عورت کو اس ملک میں برداشت نہیں کریں گے۔ پلیز اس کی نشاندہی کرو۔"

"کیوں کروں؟ ہمارا کیا فائدہ ہے؟ تم مسز سونیا پر جس طرح الزام لگا رہے تھے اسی طرح سپرماسٹر پر کھلے عام الزام لگاؤ۔"

"پلیز، سمجھنے کی کوشش کرو۔ سیاسی حکمتِ عملی یہ ہے کہ جسے ہم دوست کہتے ہیں اسے کھل کر الزام نہ دیں بلکہ درپردہ دشمنی کا جواب دشمنی سے دیں۔ جس طرح امریکا ہر پہلو سے ہماری مدد کرتا ہے مگر اپنے لئے ہمیں سیاسی طور پر کمزور رکھتا ہے اور ہمیں خبر نہیں ہونے دیتا۔ اسی طرح ہم خبر نہیں ہونے دیں گے اور جوسی وادیلا کو قتل کردیں گے۔"

"کیا امریکی سی آئی اے اس کے قتل کا حساب نہیں لے گی۔"

"حساب لے گی تو ہم کیں گے، ہمیں کیا معلوم تھا کہ قتل ہونے والی جوسی وادیلا تھی۔ چونکہ اس کا داخلہ ممنوع تھا اس لئے کبھی یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ وہ ہمارے ہاتھوں قتل ہو رہی ہے۔"

"چلو یہی سہی، میں تمہارے جاسوس کو اس عورت تک پہنچادوں گا۔ جاسوس سے کہو اپنے ساتھ ایک مضبوط ٹیم لے جائے۔ وہ عورت زبردست ہے۔ ڈاج دے کر نکل جائے گی۔"

سلمان دو روز پہلے ڈی بورین کے دماغ میں گیا تھا تاکہ مقررہ وقت کے مطابق تنویمی عمل کی تجدید کرکے اسے بدستور معمول بنائے رکھے۔ ایسے وقت معلوم ہوا کہ وہ جوسی وادیلا کے ساتھ تل ابیب میں ہے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ جوسی گولڈن برنیز تک پہنچنے کی جدوجہد میں مصروف ہے مگر ابھی اسے کوئی راستہ نہیں مل رہا ہے۔

سلمان دوسری بار ڈی بورین کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا جوسی نے گولڈن برنیز تک پہنچنے کا راستہ ڈھونڈ لیا تھا۔ انجینئر جوائے روسیو کی بیوی کے پاس بورین کو بھیجا تاکہ وہ انجینئر کی تصویریں دیکھ کر، تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں جائے اور معلوم کرے کہ اس نے خفیہ اڈا کہاں تعمیر کیا تھا؟

اس سے پہلے کہ ڈی بورین تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا، سونیا وہ تصویریں چھین کر لے گئی تھی۔ جوسی نے ناراض ہو کر بورین سے پوچھا "وہ کون تھی جو تصویریں لے گئی؟ اور تم ایک عورت سے کیسے مار کھاگئے؟"

صرف بورین زخمی نہیں تھا، جوسی کی پیشانی سے بھی لہو بہہ رہا تھا۔ سینے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ بورین نے پوچھا۔ "تم تو بہت چالاک سمجھی جاتی ہو پھر تم کیسے مار کھاگئیں؟"

"میں دھوکا کھاگئی۔ وہ بدحواسی میں دوڑتی ہوئی آئی تھی۔ میں اپنی کار کے پاس تھی۔ اس نے گھبرا کر کہا، یہ اہم تصویریں لے کر بھاگو۔ بورین بنگلے کے اندر دشمنوں سے نمٹ رہا ہے۔ میری نظروں میں تصویریں اہم تھیں۔ میں نے سوچا تم تصویر کی آنکھوں میں جھانکنے کے لئے بعد میں آجاؤ گے۔ اس کمبخت عورت نے میرے لئے کار کا دروازہ کھولا پھر بھی اس کی چالاکی سمجھ میں نہیں آئی۔ جب اس نے دروازہ مجھ پر پوری قوت سے مارا تب چالاکی سمجھ میں آئی اور تب تک پانی سر سے گزر چکا تھا۔ مجھے ایسی سخت چوٹیں آئیں کہ میں سنبھل نہ سکی۔ اس نے دوسری بار دروازے کو مجھ پر مارا پھر جو تصویریں مجھے دی تھیں وہ

واپس لے کر فرار ہوگئی۔ میری ایسی توہین کبھی نہیں ہوئی۔ وہ عورت جیسے میرے ہاتھوں میں لڈو رکھ کر پھر جوتے مار کر لڈو واپس لے گئی ہے۔ مجھ سے اس انداز میں ٹکرا کر نکل جانے والی عورت سونیا ہی ہوسکتی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"آخر اسے یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ ہم انجینئر کی تصویریں حاصل کرنے آئے ہیں؟"

"تم کار چلا کر یہاں تک آئی ہو۔ اس نے تمہارا پیچھا کیا ہے۔ تم نے اسے اپنے پیچھے لگایا ہے۔"

"بکواس نہ کرو۔ میری گاڑی پر اور میری پیشانی پر نہ میرا نام لکھا تھا نہ کوئی ارادہ لکھا تھا۔ پھر وہ کیسے سمجھ لیتی کہ میں کون ہوں اور کس ارادے سے کہاں جارہی ہوں؟"

"درست کہتی ہو۔ یہ سونیا چڑیل ہے، کوئی بدروح ہے۔ پتا نہیں ہمارے ارادوں کو کیسے سمجھ لیتی ہے۔ ویسے ہم نے بہت بڑی بازی ہاری ہے۔ میں تصویروں کے ذریعے انجینئر تک پہنچ سکتا تھا۔ گولڈن برنیز کے بہت سے راز معلوم کرسکتا تھا مگر اب ہم پچھتاوے کے سوا کچھ اور نہیں کرسکتے۔ پتا نہیں وہ کہاں چھپی ہوئی ہے۔"

"میں گولڈن برنیز تک پہنچنے یہاں آئی تھی۔ اب سونیا تک پہنچنے کا راستہ ڈھونڈنا ہوگا۔"

"جو ہمارا منصوبہ ہے وہی اس کمبخت کا ہے۔ تصویریں لے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا خاص خیال خوانی کرنے والا برائن وولف تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر انجینئر کے دماغ میں جائے گا اور گولڈن برنیز کے خفیہ اڈے کا پتا معلوم کرے گا۔"

جوسی نے کہا "اور شاید وہ ایسا کرچکا ہوگا۔"

صبح تصدیق ہوگئی کہ سونیا اور وولف نے جوسی اور بورین کے منصوبے پر عمل کیا ہے۔ اڈا تباہ ہوچکا ہے اور مختلف علاقوں میں تین افراد کی لاشیں پائی گئی ہیں۔ چوتھی لاش نیشنل لائبریری کے تہ خانے میں ملی۔ اسرائیلی حکام دعوے کررہے تھے کہ وہ چاروں گولڈن برنیز کی لاشیں ہیں لیکن وہ گولڈن برنیز ثابت نہیں ہوسکتے تھے۔

جوسی وادیلا بین الاقوامی نشریاتی پروگرام دیکھ رہی تھی۔ اس پروگرام کے میزبان نے بتایا کہ سونیا پیرس میں ہے اور بابا صاحب کے ادارے کا ایک اعلیٰ عہدیدار بیان دے رہا ہے کہ تل ابیب میں سی آئی اے کے بدنام زمانہ ایجنٹ جوسی وادیلا ایک خیال خوانی کرنے والے کے ساتھ موجود ہے۔ یہ اتنی سچی رپورٹ تھی کہ جوسی وادیلا پریشان ہوگئی۔ اس نے بورین سے کہا۔ "بابا صاحب کے ادارے والے مجھے یہاں بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے اپنا میک اپ بدلنا ہوگا۔ موجودہ روپ میں سونیا سے میرا سامنا ہوچکا ہے۔"

بورین نے پوچھا "کیا تمہارا خیال ہے، سونیا ہماری اس پناہ گاہ تک پہنچ جائے گی؟ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ پیرس میں پہنچ گئی ہے؟"

"میں نہیں مانتی۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ راتوں رات تخریب کاری کرکے صبح پیرس پہنچ جائے۔ اسرائیل کی سرحدیں اتنی کمزور بھی نہیں ہیں۔ تم نے دیکھا تھا، ہم کتنی مشکلوں سے اس ملک میں داخل ہوئے تھے۔ سونیا یہاں ہے اور میرے لئے خطرہ بن گئی ہے۔"

"تم اس سے چھپنا چاہتی ہو؟"

"اس سے چھپ کر اس کے سامنے چار اڈال کر حملہ کروں گی۔ اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اسے اپاہج بنا کر زندہ رکھوں گی۔"

"تمہاری پلاننگ کیا ہے؟"

"یہاں کے سی آئی اے چیف سے رابطہ کرو۔ اس سے کہو، دو گھنٹے کے اندر میری ایک ہم شکل اس رہائش گاہ میں بھیج دے۔ ... میں دوسرے روپ میں یہاں سے نکل کر قریب ہی کہیں چھپی رہوں گی۔"

وہ بات ادھوری چھوڑ کر ٹی وی کی طرف چونک کر دیکھنے لگی۔ اسکرین پر پروگرام کا میزبان، جنرل ٹائر سے کہہ رہا تھا۔ "اس وقت میں نمائندہ نہیں ہوں۔ سلمان واسطی میری زبان سے بول رہا ہے۔"

یہ سنتے ہی جوسی اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ ٹی وی کا اسکرین تھوڑی دیر کے لئے سادہ ہوگیا تھا۔ پھر دوسرا پروگرام شروع ہوگیا تھا۔ اس کا مطلب تھا سلمان وہاں جنرل ٹائر کو سی آئی اے ایجنٹوں کے خلاف بھڑکا رہا ہوگا۔ جوسی سمجھ گئی تھی۔ سلمان یہودی سراغرسانوں کو اب اس کے پیچھے لگائے گا۔ یا پھر سونیا کو ادھر روانہ کرے گا۔

وہ بے چینی سے بولی "بورین! کیا کررہے ہو؟ خیال خوانی کرو۔ چیف سے کہو کسی لڑکی کو میری ہم شکل بنا کر جلد سے جلد یہاں بھیج دے۔"

وہ سنگار میز کے سامنے بیٹھ کر اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرنے لگی۔ وہ کسی معاملے میں سونیا کی برق رفتاری کو خوب سمجھتی تھی لیکن یہ مشاہدہ نہیں تھا کہ اس کے ساتھی بھی کیسے برق رفتار ہیں۔ ابھی اس نے اچھی طرح چہرے پر تبدیلیاں نہیں کی تھیں کہ رہائش گاہ کے باہر گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے فوراً ہی اندر کی تمام لائٹس بجھادیں۔ پہلے ایک کمرے کی کھڑکی سے دیکھا۔ فوجی جوان احاطے کے باہر دو گاڑیوں سے اتر رہے تھے اور رہائش گاہ کو گھیر رہے تھے۔

وہ دوڑتی ہوئی دوسرے کمرے میں گئی وہاں ایک کھڑکی سے پچھلے حصے کی طرف دیکھا۔ بورین دوڑتا ہوا آیا پھر گھبرا کر بولا۔ "مکان کے پچھلے حصے سے بھی فوجی آرہے ہیں۔"

جوسی نے ایک ایرو شوٹر اور نائلون کی رسیوں کا بنڈل بورین کو دیا۔ دوسرا ایرو شوٹر اور رسیاں خود لیں پھر وہ دونوں دوڑتے ہوئے چھت کی طرف جانے لگے۔

سلمان ڈی بورین کے دماغ میں تھا' وہاں سے نکل کر ملٹری انٹیلیجنس چیف کے دماغ میں آیا۔ وہ چیف فوجی جوانوں کے ساتھ اس مکان کے باہر موجود تھا۔ سلمان نے کہا "وہ دونوں ایرو شوٹر کے ذریعے اس اونچے درخت پر کمند ڈالیں گے۔ پھر رسیوں سے لٹکتے ہوئے اپنے مکان کی چھت سے دوسرے مکان کے احاطے میں پہنچ جائیں گے۔ چھت کی طرف دیکھو۔"

چیف نے دیکھا' ایک تیر چھت پر سے سنسناتا ہوا قریبی درخت کی ایک شاخ میں جا کر اندر گہرائی تک پیوست ہو گیا تھا۔ تیر کے پچھلے حصے سے نائلون کی رسی منسلک تھی۔ جوسی واویلا اس رسی کے ذریعے جھولتی ہوئی دوسرے مکان کے احاطے میں جا رہی تھی۔ چیف نے حکم دیا "فائر کرو۔"

حکم کی تعمیل ہونے تک جوسی دوسری طرف پہنچ گئی تھی۔ اب بورین نے دوسرا ایرو شوٹر استعمال کیا تھا۔ وہ بھی اسی طرح جانے والا تھا۔ سلمان نے کہا "اسے گولی نہ مارنا۔"

چیف نے پوچھا "کیا دوسرے شکار کو بھی جانے دیں۔"

سلمان نے کہا "تمہارے جوان جوسی کے پیچھے گئے ہیں۔ بورین بھی اس کے پیچھے جائے گا اور اس کے ساتھ نہیں رہے گا تو میں جوسی کی نشاندہی نہیں کر سکوں گا۔ وہ یوگا کی ماہر ہے۔ مجھے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔"

ان باتوں کے دوران بورین بھی دوسرے مکان کے احاطے میں چلا گیا تھا۔ تمام فوجی جوان ان کے تعاقب میں گئے تھے۔ سلمان بورین کے دماغ میں آیا۔ پتا چلا جوسی اس سے بچھڑ گئی ہے۔ ... کسی دوسری طرف چلی گئی ہے اور وہ دوسری طرف بھاگا جا رہا تھا۔ سلمان نے چیف سے کہا "وہ عورت تمہارے سامنے رسی سے جھولتی ہوئی گئی' تم چاہتے تو ایک فائر سے رسی کو توڑ سکتے تھے اسے گرفتار کر سکتے تھے۔ یہ تمہیں کس گدھے نے چیف بنایا ہے؟"

"آپ میری انسلٹ کر رہے ہیں۔ میں ٹیلی پیتھی کے خوف سے یہ توہین برداشت کر رہا ہوں۔"

"برداشت کرنا ہی ہوگا۔ جوسی ہاتھ سے نکل گئی تو میں تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دوں گا۔ اپنے جوانوں سے کہو۔ بورین کا پیچھا نہ کریں' میں ابھی ایک منٹ میں جوسی کی نشاندہی کروں گا۔"

سلمان' بورین کے پاس آیا۔ وہ ایک گیراج میں چھپا ہوا ہانپ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ پتا نہیں جوسی کدھر چلی گئی ہے۔

اس نے میری مرضی کے مطابق اس سے رابطہ کیا۔ دماغ میں پہنچتے ہی بولا "میں خیریت سے ہوں۔ تم کہاں ہو؟ دیکھو تمہیں کوئی گرفتار کرنے آئے تو مجھے اس کی آواز ضرور سنانا۔ پھر میں اسے تمہارے راستے سے ہٹا دوں گا۔"

جوسی نے ایک کار والے سے لفٹ لی تھی۔ لفٹ دینے والا ایک عیاش تھا۔ ایک حسین عورت کو دیکھ کر کچھ پوچھے بغیر اپنے ساتھ اگلی سیٹ پر بٹھا لیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "میں گھر سے بھاگ کر اپنے عاشق سے ملنے جا رہی تھی۔ چند غنڈے میرے پیچھے پڑ گئے۔ آپ نے لفٹ دے کر مجھ پر احسان کیا ہے۔"

وہ بولا "اس میں احسان کی کیا بات ہے۔ جب تک خطرہ نہ ٹلے تم میرے بنگلے میں چھپی رہو۔ وہاں تم عیش و آرام سے رہو گی۔"

سلمان نے اس شخص کے دماغ میں پہنچ کر ضروری معلومات حاصل کیں پھر چیف کے پاس آ کر اس کار کا رنگ اور نمبر بتاتے ہوئے بولا "وہ کار ریس کورس کو جانے والی شاہراہ پر سے گزر رہی ہے۔ کار والا جوسی کو ساحلی کاٹیج نمبر دو سو ستر میں لے جائے گا۔ اس بار سہولت سے اور بڑی خاموشی سے اسے گھیر کر گرفتار کرو۔ اسے ذرا بھی آہٹ ملے گی تو وہ پھر فرار ہونے میں کامیاب ہو جائے گی۔"

وہ پھر بورین کے پاس آیا۔ وہ جوسی سے کہہ رہا تھا "تم اس کار والے کے ساتھ نہ جاؤ۔ یہ عیاش ہے' بدمعاش ہے۔"

"تو پھر کہاں جاؤں؟"

"کسی دوسری جگہ پناہ لو۔"

"جہاں بھی پناہ لوں گی' وہاں کوئی مرد ضرور ہوگا۔ میرا حسن و شباب ایسے وقت مردوں کو الّو بنانے میں کام آتا ہے۔"

"گویا تم مجھے بھی الو بنا رہی ہو؟"

"تم سے تو دل لگا ہے۔ دوسرے عیاش مردوں سے اپنا کام نکالنے کی خاطر ان کی تنہائی میں جاتی ہوں۔ ایسا کرنے سے کوئی گھس تو نہیں جاتی ہوں۔"

"میں اس ساحلی کاٹیج کا پتا معلوم کر چکا ہوں جہاں یہ تمہیں لے جا رہا ہے۔ میں آ رہا ہوں۔ وہ تمہیں ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ میں اس کے عیش کدے میں اسے موت کی نیند سلا دوں گا۔"

"دیکھو حسد اور رقابت میں اندھے بن کر آؤ گے تو تمہاری لاعلمی میں مجھے گرفتار کرنے والے تمہارے پیچھے چلے آئیں گے۔"

"میں آنکھیں کھلی رکھوں گا۔"

سلمان نے چیف کو بتایا کہ بورین ایک گیراج میں چھپا ہوا ہے۔ دو جوانوں کو سمجھاؤ کہ گیراج کے سامنے ٹہلتے رہیں... تاکہ بورین وہاں سے نہ نکل سکے۔

چیف نے کہا "میرے تمام فوجی جوان ساحلی کاٹیج کی طرف چلے گئے ہیں۔"

"شاباش! تم نے وقتِ ضرورت کے لئے اپنے ساتھ دو

جوان بھی نہیں رکھے۔ کیا تم نے بورین کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے؟"

"آپ نے کہا تھا کہ بورین کا پیچھا نہ کیا جائے۔"

"پیچھا نہ کرنے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ کسی ایمرجنسی کے لئے اپنے پاس چند سپاہی نہ رکھے جائیں۔"

سلمان نے جنرل ٹائر کے پاس آ کر پوچھا "آپ نے کس گدھے کو ملٹری انٹیلی جنس کا چیف بنایا ہے۔ جوسی چاروں طرف سے گھر جانے کے بعد بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اسے گرفتار کرنے کا دوسرا موقع ملنے والا ہے مگر وہ نااہل افسر اس موقع کو بھی ضائع کر دے گا۔"

جنرل نے فوراً ہی دو افسروں کو مزید جوانوں کے ساتھ ساحلی کاٹیج کی سمت روانہ کیا۔ سلمان اس عیاش کار والے کے پاس آیا۔ پتا چلا جوسی اسے چھوڑ کر بھاگ گئی ہے۔ اس نے ریوالور دکھا کر اسے گاڑی روکنے کو کہا۔ پھر گاڑی سے اتر کر بولی "میں تمہاری دشمن نہیں ہوں لیکن محتاط رہ کر دیکھنا چاہتی ہوں کہ میرا تعاقب کرنے والے تمہارے کاٹیج تک آئیں گے یا نہیں؟ اگر نہیں آئے تو میں آدھے گھنٹے بعد کاٹیج میں آؤں گی اور شام تک تمہارا دل خوش کرتی رہوں گی۔"

وہ بولا "دل خوش کرنا چاہتی ہو تو ریوالور رکھ لو۔ میں کاٹیج میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

وہ شخص کاٹیج میں آ کر بیٹھا ہوا تھا۔ سلمان نے سوچا اگر فوجیوں نے اس کاٹیج کو گھیرنا چاہا تو جوسی پھر وہاں نہیں جائے گی۔ وہ انٹیلی جنس کے چیف اور نئے افسروں سے کہنا چاہتا تھا کہ اپنے جوانوں کو کاٹیج کی طرف جانے سے روک لیں لیکن دیر ہو چکی تھی۔ چیف نے جن فوجیوں کو ادھر روانہ کیا تھا وہ وہاں پہنچ گئے تھے اور ریت پر اوندھے منہ رینگتے ہوئے کاٹیج کا محاصرہ کر رہے تھے۔

کام پھر بگڑ گیا۔ جوسی کہیں دور چھپ کر یہ تماشا دیکھ رہی ہوگی' اب وہ جال میں پھنسنے والی نہیں تھی۔ سلمان بورین کے پاس آیا۔ وہ گیراج سے نکل کر ایک پارک میں آ گیا تھا اور جوسی کے دماغ میں کہہ رہا تھا۔ "میں گیراج سے نکل آیا ہوں۔ یہ تم فٹ پاتھ پر پیدل کیوں جا رہی ہو؟"

"میں اس عیاش کو دھوکا دے کر حیفہ روڈ کی طرف جا رہی ہوں۔ وہاں جو پہلا اسنیک بار ہے اس کے کیبن میں تمہارا انتظار کروں گی۔ اب میرے دماغ میں نہ آنا۔ میں موجودہ حالات پر غور کرنا چاہتی ہوں۔ تمہارے آنے سے ڈسٹرب ہو جاتی ہوں۔"

جوسی نے ہاتھ کے اشارے سے ایک ٹیکسی کو روکتے ہوئے سانس روک لی۔ بورین اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ بھی ایک ٹیکسی والے کو اشارے سے بلانے لگا۔ میں نے نئے افسروں سے کہا "تم دونوں سادہ لباس میں ہو لہٰذا اپنے ساتھ کسی فوجی جوان کو نہ رکھو۔ حیفہ روڈ کے مائیکل اسنیک بار میں فوراً پہنچو۔ وہ ایک کیبن میں ملے گی۔ بلیو اسکرٹ اور بلیو بلاؤز میں ہے۔ بالوں کو بلیو ربن سے باندھا ہوا ہے۔"

سلمان کی باتیں ختم ہونے سے پہلے ہی وہ حیفہ روڈ کی طرف چل پڑے تھے۔ بڑی تیز رفتاری سے موٹر سائیکل چلا رہے تھے۔ سلمان نے بورین کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ٹیکسی رکی ہوئی تھی۔ اس کے انجن میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے جوسی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "میں نے منع کیا تھا۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔ تنہائی میں کچھ تو سوچنے دو۔ جاؤ یہاں سے۔"

"جاتا ہوں۔ صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ جس ٹیکسی میں مَیں آ رہا تھا اس میں خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ اگر یہ پانچ منٹ میں ٹھیک نہ ہوئی تو میں دوسری ٹیکسی میں آؤں گا۔ میرا انتظار کرنا۔"

وہ دماغی طور پر واپس آ گیا۔ سلمان نے اس کے ذریعے دیکھا تھا کہ وہ ایک چھوٹے سے کیبن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یعنی اسنیک بار میں پہنچ کر موجودہ حالات پر غور کر رہی تھی۔ ادھر نئے افسروں نے پہنچنے میں دیر نہیں کی' وہ اسنیک بار میں داخل ہو کر ایک ایک کیبن میں جا کر دیکھنے لگے۔ دوپہر کے وقت بار دیران سا تھا۔ وہاں چند نوجوان تھے مگر کوئی لڑکی نہیں تھی۔ بلیو اسکرٹ اور بلیو بلاؤز کہیں نظر نہیں آیا۔

بڑی حیرانی کی بات تھی۔ سلمان نے افسروں سے کہا "ابھی چند سیکنڈ پہلے میں نے اسے ایک کیبن میں دیکھا تھا۔ کیا آس پاس کوئی اور اسنیک بار ہے؟"

ایک افسر نے کہا "جی ہاں ایک اوپن ائر ریسٹورنٹ ہے۔ ہم وہاں جا کر اسے تلاش کرتے ہیں۔"

وہ دونوں اوپن ائر ریسٹورنٹ میں آئے' وہاں بھی اندر کیبن بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہر کیبن میں دیکھا ریستوران کے مالک سے سوالات کئے۔ وہ بولا "جی ہاں بلیو اسکرٹ اور بلیو بلاؤز والی حسینہ دو منٹ پہلے سامنے والے کیبن میں تھی۔ پھر آئس کریم کا بل ادا کر کے چلی گئی۔"

وہ بہت چالاک نکلی۔ جس اسنیک بار کے کیبن میں اسے جانا چاہئے تھا' وہاں نہیں گئی تھی۔ دوسرے ریستوران کے کیبن میں جا کر بیٹھ گئی' یوں سلمان دھوکا کھا گیا تھا۔ دھوکا کھانے کے بعد عقل آئی کہ جوسی کو بورین پر شبہ ہو گیا ہے۔ جو بات بورین کو معلوم ہوتی تھی اس کے مطابق فوجی جوسی کو گرفتار کرنے پہنچ جاتے تھے۔

ڈی بورین اس سے ملنے مائیکل اسنیک بار میں آیا لیکن ملاقات نہیں ہوئی۔ اس نے دماغی رابطہ قائم کرنا چاہا۔ جوسی نے سانس روک لی۔ اس نے کئی بار رابطے کی کوشش کی لیکن اس

عورت نے پھر اسے اپنے اندر آنے نہیں دیا۔

آخر اس نے مجبور ہو کر مرینا سے رابطہ کیا۔ مرینا سپر ماسٹر کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مالکہ تھی۔ ان کے دماغوں پر حکومت کرتی تھی۔ وہ تمام خیال خوانی کرنے والے اس کے معمول اور تابعدار تھے۔ جب کوئی اہم بات ہوتی تو وہ مرینا کے دماغ میں آکر اپنے اپنے مخصوص کوڈورڈز ادا کرتے تھے۔ پھر کچھ کہے سنے بغیر اس کے دماغ سے واپس آجاتے تھے کیونکہ مرینا کسی کو اپنے دماغ میں آکر بولنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔

اس نے بورین کے پاس آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ بولا "جوسی واویلا نے اچانک ہی مجھ سے رابطہ ختم کردیا ہے۔ میں وجہ معلوم کرنے جاتا ہوں تو وہ سانس روک لیتی ہے۔"

"کیا وہ تمہارے ذریعے کوئی خطرہ محسوس کررہی ہے؟ مجھے اپنے اور اس کے حالات بتاؤ۔"

وہ پچھلی رات سے اب تک کے تمام حالات بتانے لگا۔ مرینا نے سب کچھ سننے کے بعد کہا "صاف ظاہر ہے کہ جوسی کے متعلق جو بات تمہیں معلوم ہوتی ہے' وہ دشمنوں کو معلوم ہوجاتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے' کیسے معلوم ہوجاتی ہے۔ جواب ایک ہی ہے۔ تمہارا دل اور دماغ ایک دشمن خیال خوانی کرنے والے کے زیر اثر ہے۔ تم کیا کہتے ہو؟"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"ذرا عقل سے سوچو۔ تم جوسی کے ساتھ جس مکان میں تھے اسے کوئی تیسرا نہیں جانتا تھا لیکن یہودی جاسوس اور فوجی وہاں پہنچ گئے۔"

وہ بولا "پچھلی رات سونیا سے ٹکراؤ ہوا تھا۔ اس نے ہمارا تعاقب کرنے کے بعد اس مکان کو دیکھا ہوگا۔"

"چلو مان لیتی ہوں۔ جوسی ایک شخص کے ساتھ ساحلی کاٹیج میں پناہ لینے جارہی تھی۔ یہ بات بھی صرف تمہیں معلوم تھی۔"

"اس شخص کو بھی معلوم تھی جو اسے عیاشی کے لئے لے جارہا تھا۔"

"کیا وہ شخص دشمن تھا؟ ٹیلی پیتھی جانتا تھا؟ کیا اس نے خیال خوانی کے ذریعے فوجیوں کو ساحلی کاٹیج میں بلایا تھا؟"

"نہیں' میں اس شخص کے دماغ میں جاکر چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ اگر سلمان واسطی نے اس کے دماغ سے معلوم کیا ہے تو اس کی معلومات کا ذریعہ میں ہوں کیونکہ جوسی تو یہ گا کی ماہر ہے۔"

"جوسی کو یہیں سے شبہ ہوا کہ دشمن تمہارے ذریعے اسے گھیر رہے ہیں اس نے شبے کی تصدیق کے لئے تمہیں مائیکل اسٹیک بار میں ملنے کو کہا پھر تصدیق ہوگئی۔ وہاں بھی اسے گرفتار کرنے والے پہنچ گئے تھے۔"

"اچھا تو اسی لئے وہ اب مجھے دماغ میں آنے نہیں دیتی ہے۔"

"ہاں' جب سے تمہیں دور کیا ہے' تب سے محفوظ ہے۔ دشمن خیال خوانی کرنے والا جو تمہارے دماغ میں چھپ کر بیٹھا ہے' اب تمہارے ذریعے جوسی کو تلاش نہیں کرسکے گا۔ نہ ہی اسے گرفتار کراسکے گا۔"

"میں حیران ہوں۔۔۔ تم نے مجھے اپنا معمول اور تابعدار کیا ہے۔ پھر میں کسی اور کا تابعدار کیسے بن گیا ہوں؟ کیا تم نے مجھ پر تنویمی عمل کرتے وقت میرے دماغ میں کسی دشمن کا سراغ نہیں لگایا تھا؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن بہت چالاک ہیں۔ جب میں تم پر تنویمی عمل کررہی تھی تب وہ تمہارے دماغ میں چھپا ہوا اور میرے عمل کو ناکام بنارہا ہوگا۔ اس سے پہلے بھی ایسا ہوچکا ہے۔ میں خوش تھی کہ میں نے پارس پر عمل کرکے اسے اپنا غلام بنالیا ہے۔ بعد میں پتا چلا' سلمان یا کوئی اور اس کے دماغ میں چھپا ہوا تھا اور میرے تنویمی عمل کا توڑ کررہا تھا۔ مختصر یہ کہ جس طرح پارس میرے ہاتھ سے نکل گیا اسی طرح تم بھی میرے معمول نہیں رہے ہو۔ سلمان بڑی خاموشی سے تمہارے دماغ میں رہتا ہے۔ بظاہر تمہیں میرا تابعدار بناتا ہے اور درپردہ تمہارے ذریعے ہمارے منصوبوں کو سمجھ لیتا ہے۔"

"یہ تو بڑی گہری چال ہے۔ انہوں نے اسی طرح معلوم کیا تھا کہ ہم انجینئر کی تصویر کے ذریعے گولڈن برنیز کے خفیہ اڈے تک پہنچ سکتے ہیں۔ ہم صرف منصوبہ بنا کر رہ گئے اور انہوں نے اس پر عمل کرکے کامیابی حاصل کرلی۔"

مرینا نے کہا "اب تم ہمارے کسی منصوبے اور کسی معاملے میں شریک نہیں رہو گے' فوراً واپس آجاؤ۔"

"میں جہاں بھی آؤں گا یا جاؤں گا' دشمن میرے دماغ میں موجود رہے گا۔"

"میں دشمنوں کو دماغوں سے بھگانا جانتی ہوں۔ تم ٹرمینٹ بلیک آؤٹ سے گزرو گے تو دشمن جلد ہی تمہارے اندر سے نکل جائے گا۔"

ٹرمینٹ بلیک آؤٹ کا مطلب تھا تاریک قید خانہ۔ مرینا نے امریکا میں بھی ایک تاریک قید خانہ بنایا تھا۔ وہاں ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قیدی بنا کر رکھتی تھی جو ہلاو انسٹی میں کے زیر اثر آجاتے تھے۔ جوزا جوری' کینی پال' اور ٹیٹو وغیرہ کے دماغ ہماری مٹھی میں تھے لیکن مرینا نے انہیں تاریک قید خانے میں رکھ کر ہمیں بے بس کردیا تھا۔ ہم ان سے نہ کام لے سکتے تھے۔ نہ اس قید خانے کا سراغ لگا کر وہاں انہیں نجات دلاسکتے تھے۔ آخر ہم نے ان کا پیچھا چھوڑ دیا تھا۔ مرینا نے انہیں اپنا تابعدار بنالیا تھا۔

ڈی بورین نے کہا "ٹرمینٹ بلیک آؤٹ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ میں کسی تاریک قید خانے میں نہیں رہوں گا۔"

"کیا اپنے دماغ میں سلمان واسطی کو برداشت کرتے رہو گے؟"

"میں اسے بھی برداشت نہیں کرسکتا۔"

"پھر کیا کرو گے؟"

"کوئی ایسا راستہ نکالو کہ میں تاریک قید خانے میں بھی نہ جاؤں اور وہ میرے دماغ سے ہمیشہ کے لئے چلا جائے۔"

"دوسرا راستہ یہ ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تمہاری شخصیت اور تمہارا لہجہ بدل دیا جائے۔"

"یہ مناسب ہے۔"

"تو پھر چلے آؤ۔"

"ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ سلمان ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔ شاید وہ مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے نہیں دے گا۔"

"میں نادان نہیں ہوں۔ سمجھ رہی ہوں کہ سلمان تمہارے اندر چھپا ہوا یہ باتیں سن رہا ہے لیکن وہ تمہارے راستے کی رکاوٹ بن کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکے گا۔ کیونکہ آئندہ ہم تم سے کوئی ایسا کام نہیں لیں گے جو اسے فائدہ پہنچائے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جلد سے جلد یہاں کی سرحد پار کرکے آؤں گا۔"

اس دوران میں اور سونیا پچھلی رات کی نیند پوری کررہے تھے۔ دن کے تین بجے میری آنکھ کھلی میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر پیٹ کی آگ بجھا رہا تھا تب سلمان نے آکر کوڈورڈز ادا کئے۔ میں نے کہا "میرے پاس کیوں آئے ہو؟ تم تو سونیا کے غلام ہو۔ اس کے حکم سے میری بیوی کو غائب کردیتے ہو۔"

وہ عاجزی سے بولا "آپ ناراض نہ ہوں۔ ہم سب نے سسز کو اپنا لیڈر تسلیم کیا ہے۔ وہ ہمیشہ آپ کا بھلا چاہتی ہیں۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ لیلیٰ کچھ عرصے کے لئے دور ہوجائے گی تو آپ زخمی شیر کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑیں گے اور آپ نے واقعی یہ کیا۔ گولڈن برنیز تک کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا آپ پہنچ گئے۔ واقعی سسز کی حکمت عملی زبردست اور نتیجہ خیز ہوتی ہے۔"

"میں نے کارنامہ انجام دیا ہے اور تم سونیا کی تعریفیں کررہے ہو۔"

"میں آپ کی تعریفیں کررہا ہوں۔ سسز سے تو عقیدت ہے۔"

"لیلیٰ کیسی ہے؟"

"قسم لے لیجئے میں لیلیٰ کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہوں۔"

"پھر کیوں آئے ہو؟"

اس نے جوسی واویلا اور ڈی بورین کی روداد سنائی۔ آخر میں یہ بھی بتایا کہ بورین نے مرینا سے رابطہ قائم کیا تھا اور آئندہ وہ بورین کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارنا چاہتی ہے تاکہ اس کی شخصیت اور لہجہ تبدیل ہوجائے تو ہم اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکیں۔

میں نے کہا "تم نے یہ باتیں پہلے سونیا کو بتائی ہوں گی پھر اس کے مشورے پر میرے پاس آئے ہو۔"

"جی ہاں' وہ کہتی ہیں میں نے جوسی کے پیچھے وقت برباد کیا ہے' آپ آسمانی سے اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے' میں جوسی کے پاس جارہا ہوں۔"

"لیکن کیسے جائیں گے۔ وہ بورین سے رابطہ ختم کرچکی ہے۔"

"سلمان! کسی بھی عمل کے دوران ہر پہلو پر نظر رکھو۔ تم نے صرف بورین کو اہمیت دی۔ یہ کیوں بھول گئے کہ جوسی کا رابطہ اپنی سی آئی اے کی ٹیم سے رہتا ہوگا۔"

"جی ہاں' وہ بورین سے کہہ رہی تھی کہ سی آئی اے کے چیف سے رابطہ کرے اور کسی لڑکی کو اس کی ہم شکل بنا کر بھیجنے کے لئے کہہ دے۔ واقعی میں بورین کے ذریعے چیف کے دماغ میں پہنچوں گا تو جوسی کے متعلق کچھ نہ کچھ ضرور معلوم ہوگا۔"

"تو پھر کس بات کی ہے۔ فوراً بورین کو استعمال کرو۔"

وہ بورین کے دماغ میں گیا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے بورین کی سوچ میں کہا "پتا نہیں جوسی خیریت سے ہے یا نہیں؟"

بورین کی اپنی سوچ نے کہا "وہ خیریت سے ہوگی۔ مجھے اس

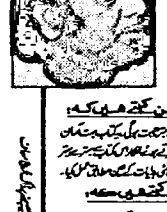
موسیقی کی اب، ت کا قاعدہ گانا سیکھنے کیلئے نہایت موزوں کتاب

ابجدِ موسیقی

یہ صفحہ ہر کے نامور گلوکار مہدی حسن کہتے ہیں کہ:

موسیقی کے استاد نظام الدین خاں کہتے ہیں کہ:

جواں فنکار مسرور شامد جمال احسان کہتے ہیں کہ:

قیمت ۴۰۰ روپے

کی بھلائی کے لئے اس سے دور رہنا چاہئے۔"

میں نے سوچا سلمان کام بگاڑ دے گا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر سی آئی اے چیف سے رابطہ کرے گا تو دماغ کو آزاد چھوڑنے کے بعد بورین پریشان ہو کر مرینا سے کہہ دے گا کہ اس نے اپنے ارادے کے خلاف چیف سے جو سی کی خیریت معلوم کی تھی۔

میں نے سلمان کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ اس نے پوچھا "پھر ہم کیسے چیف کے دماغ میں پہنچیں گے؟"

میں نے کہا "بورین کے دماغ میں پھر چلو مگر خاموش رہو۔ دیکھو کہ میں کیا کرتا ہوں۔"

ہم اس کے دماغ میں آئے۔ میں نے اس کے اندر انگڑائی پیدا کی۔ وہ انگڑائی لینے لگا تو میں نے اس کی سوچ میں کہا "ہائے جوسی تم دور ہو جاتی ہو تو یہ جسم تمہیں مانگتا ہے۔ میں اتنی دیر سے برداشت کر رہا تھا۔"

بورین کی سوچ نے تسلیم کیا کہ وہ واقعی بڑی دیر سے اندر ہی اندر جوسی کو طلب کر رہا ہے اور اسے سوچنا چاہئے کہ کس طرح یہ طلب پوری ہو سکتی ہے۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "ایک راستہ ہے۔ یہاں جوسی کے لئے بھی خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ میں اس سے کہوں گا کہ وہ بھی کچھ عرصے کے لئے میرے ساتھ امریکا چلے۔ وہاں ہم آزادی سے ملتے رہیں گے۔ جب خطرہ ٹل جائے گا تو وہ پھر یہاں آ جائے۔"

اس نے قائل ہو کر چیف سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "میری وجہ سے جوسی یہاں بے نقاب ہو گئی ہے۔ میں اس سے رابطہ نہیں کروں گا۔ تم میرا پیغام پہنچا دو۔ وہ کچھ عرصے کے لئے نیویارک چلی جائے۔ وہاں ہم آزادی سے اور محبت سے دن رات گزاریں گے۔"

چیف نے کہا "مسٹر بورین! اب میرا تعلق سی آئی اے سے نہیں رہا۔ میں واپس جا رہا ہوں۔ مس مرینا نے درست پیش گوئی کی تھی کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے آئندہ تمہارے ذریعے میرے دماغ میں پہنچیں گے پھر میرے ذریعے سی آئی اے کی مصروفیات کو سمجھتے رہیں گے۔ اب ایسا کوئی چانس نہیں ہے۔"

بورین چیف کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ ایک پارک میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسے پناہ لینے کی مناسب جگہ نہیں مل رہی تھی۔ آج رات وہ اس ملک سے جانے والا تھا۔ اس کے ساتھ اسے یہ اندیشہ تھا کہ سلمان اس کے سرحد پار کرنے کے چور راستے کو دیکھتا رہے گا۔ ہو سکتا ہے اسے یہاں سے نہ جانے دے۔ دوست ہو یا دشمن، مرینا ہو یا سلمان، کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والے معمول کو نہ ہاتھ سے جانے دیتا ہے اور نہ یہ برداشت کرتا ہے کہ وہ اپنے پاس سے نکل کر مخالف پارٹی کے زیر اثر چلا جائے۔

اسی وقت مرینا نے اس کے دماغ میں کہا "درست سوچ رہے ہو۔ تم نے پھر دشمنوں کے اکسانے پر چیف سے رابطہ کیا تھا۔ ہم تمہیں روکتے رہیں گے اور دشمن تمہیں استعمال کرتے رہیں گے۔ تم ہمارے لئے بے حد خطرناک ہو گئے ہو۔ سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ میں تمہاری شخصیت تبدیل کرنے کے لئے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچاؤں گی تو تمہارے ساتھ دشمن بھی اس مشین تک پہنچ جائیں گے۔ ہم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بچانے کے لئے ٹرانسفارمر مشین کا نقصان نہیں کریں گے۔"

"مس مرینا! تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ تم مرو گے تو مشین دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر لے گی اور مشین تباہ ہو گی تو آئندہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمیں نصیب نہیں ہو گا۔ لہٰذا میں اپنے ملک کا نصیب بگاڑنا نہیں چاہتی۔ تم سے تعلق توڑ کر تمہیں دشمنوں کے حوالے بھی نہیں کرنا چاہتی۔ ایسی صورت میں تمہیں مر جانا چاہئے۔"

وہ تڑپ کر بولا "یہ کیا بکواس ہے؟ کیسی خود غرضی ہے۔ میں جس کے کام کا نہیں رہوں گا، وہ مجھے مار ڈالے گا۔ یہ تو کوئی انسانیت نہیں ہے۔"

"ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ تمہارے ساتھ بھی یہی ہونے والا ہے۔"

"تم کون ہوتی ہو، میری موت کا فیصلہ سنانے والی۔ میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔ مجھے ان سے محبت ہے جو میری حفاظت کر سکتے ہیں۔ میں مسٹر سلمان کو مخاطب کر رہا ہوں، کیا وہ میرا تحفظ کر سکتا ہے؟ جو میرے کام آئے گا میں اسی کا وفادار رہوں گا۔"

میں نے کہا "بورین! میں تم سے زیادہ مرینا کو سمجھتا ہوں وہ بہت چالاک ہے۔ کچھ کرنے سے پہلے بہت دور تک اس کا انجام سوچ لیتی ہے اور مخالفین کے ردعمل کا اندازہ کر لیتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ ہم تمہارے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ اگر وہ تمہاری سانسیں روک کر تمہیں ہلاک کرنا چاہے گی تو ہم تمہاری سانسیں رکنے نہیں دیں گے۔ وہ تمہارے اندر رہ کر تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ لیکن باہر سے کوئی اندھی گولی سنسناتی ہوئی۔"

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی گولی سینے میں پیوست ہو گئی۔ وہ اچھل کر زمین پر آیا۔ دوسری گولی اس کے دماغ میں گھس گئی۔ ہمارے کچھ کرنے سے پہلے ہی وہ اپنی ٹیلی پیتھی کے ساتھ فنا ہو گیا۔

یہ دوسری بار ایسا ہوا تھا۔ مرینا میرے اور سلمان کے سامنے اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر چلی گئی تھی۔

ہم سونیا کے پاس آئے، اسے ساری روداد سنائی۔ اس نے کہا "ہم نے یہاں کے حکام کو چوبیس گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ بارہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ انہوں نے پاپا ڈوک کو پیش نہیں کیا

ہے۔"

سلمان نے کہا "مسز! آپ سو رہی تھیں۔ اس دوران یہاں کی حکومت میں اہم تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ اب وہ حکام اور فوجی افسران نہیں رہے جنہیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دی گئی تھی۔ اب جن لوگوں نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی ہے وہ سب کے کے ماہر ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "تھوڑی دیر پہلے تم جنرل ٹائر کے ذریعے وی کو گرفتار کرانا چاہتے تھے۔ کیا جنرل ٹائر کی جگہ کوئی یوگا کا ماہر نرل نہیں آیا ہے؟"

"اس کی جگہ بھی نیا جنرل آیا ہے۔ سابقہ جنرل ٹائر کی یثیت محض ایک نمائندے کی ہے۔ ہم اس کے ذریعے موجودہ نے حکام تک اپنی بات پہنچا سکتے ہیں۔"

"انہوں نے وقتی طور پر اپنا بچاؤ کر لیا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ نئے حکمرانوں کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے ان کے می دماغوں میں پہنچا جا سکتا ہے؟"

"وہ یقیناً ہر پہلو کو سمجھ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے تحفظ کے لئے سپر ماسٹر سے مدد حاصل کی ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کچھ یہاں پہنچ رہے ہیں اور کچھ دور ہی سے ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ ہماری ہر چال کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ ان کی پہلی اور آخری کوشش یہی ہو گی کہ سونیا اور ولف اس ملک سے چلے جائیں۔"

"تم سپر ماسٹر سے رابطہ کرو۔ اس سے پوچھو اسرائیل میں مارے مقابلے پر کیوں آ رہا ہے؟ کیا وہ چاہتا ہے کہ ہم پھر ایک ار اس کے ملک میں آ کر ہنگامے برپا کریں اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پھر اٹھا کر لے جائیں۔"

سلمان چلا گیا۔ سونیا نے مجھ سے کہا "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ تمہیں یہاں سے جانا ہو گا۔"

"تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟ پہلے لیلیٰ کو یہاں سے بھگایا، اب مجھے بھاگ جانے کو کہہ رہی ہو۔"

"پچھلی بار میں نے امریکا میں قیامت برپا کی تھی۔ وہاں ان کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا محفوظ نہیں تھا۔ اس بار تم سپر ماسٹر اور مرینا کو کئی مسائل میں الجھاؤ گے تو وہ اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیلی حکام کی زیادہ مدد نہیں کر سکیں گے۔ اپنے مسائل حل کرنے کے لئے وہ جلد ہی یوگا کے ماہر حکام کو بے سہارا چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے جو ٹوٹ کے لئے مجھے جانا چاہئے لیکن مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم مجھے یہاں سے بھگا رہی ہو؟"

"تو پھر نہ جاؤ۔ میں سلمان اور سلطانہ کو بھیج دوں گی۔"

"سلمان اور سلطانہ میں شرافت اور سادگی ہے۔ چالاکی یا مکاری نہیں ہے اور سپر ماسٹر سے نمٹنے کے لئے مکاری لازمی

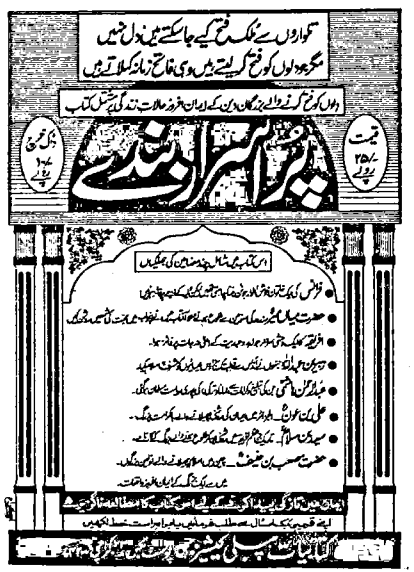

اس کا اصل نام کچھ بھی ہو' وہ اپنے عہدے کے اعتبار سے برین ماسٹر کہلاتا تھا۔ یہ ایک نیا عہدہ تھا اور اس کے ساتھ ایک نیا شعبہ قائم کیا گیا تھا۔ اس شعبے میں چار ذہین افراد تھے۔ وہ چاروں گولڈن برنیز کی طرح ملک کے اہم رازوں کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھنے آئے تھے تاکہ دشمن خیال خوانی کرنے والے ان رازوں تک کبھی پہنچ نہ سکیں۔

جس طرح اسرائیلی حکام اور فوجی افسران کو دھمکی دی گئی تھی کہ انہوں نے پاپا ڈوک کو پیش نہ کیا تو ان حکام اور افسران کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا جائے گا اسی طرح امریکی حکام اور فوجی افسران کو بھی دھمکیاں دی جا سکتی تھیں۔ ایسی دھمکیوں کا پہلے ہی توڑ کر لیا گیا تھا۔ حکومت کے اہم معاملات نئے شعبے کے چار ذہین افراد کو سونپ دیے گئے تھے۔ وہ چاروں بلیک سیکرٹ کہلاتے تھے' ان کا خاص نمائندہ برین ماسٹر اس وقت اجلاس میں موجود تھا۔ وہ جو کہنے اور سننے والا تھا' وہ ساری باتیں چاروں بلیک سیکرٹ تک پہنچنے والی تھیں۔

یوں دیکھا جائے تو اسرائیل کے گولڈن برنیز اور امریکا کے بلیک سیکرٹ ایک ہی چیز تھے لیکن ان میں نمایاں فرق تھا۔

امریکا کے بلیک سیکرٹ کا دعویٰ تھا کہ انہیں کبھی کوئی دیکھ نہیں سکے گا' کوئی ان کی آواز نہیں سن سکے گا اور کوئی ان کے خفیہ اڈے تک نہیں پہنچ سکے گا۔

ان کا خفیہ اڈا نہ کسی عمارت میں تھا' نہ کسی تہ خانے میں' نہ زمین کے اوپر اور نہ زمین کے اندر تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے مرکر بھی وہاں نہیں پہنچ سکتے تھے۔

ایک اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ بلیک سیکرٹ سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ نہ ٹیلی فون' نہ ٹرانسمیٹر' نہ ٹی وی' نہ کمپیوٹر اور نہ ہی اشاروں کی کوئی مخصوص زبان تھی۔ وہ چاروں بلیک سیکرٹ ٹرانسمیٹر مرمشین کی پیداوار تھے۔ ٹیلی پیتھی جانتے تھے اور اپنے نمائندے برین ماسٹر کے دماغ میں رہ کر اجلاس کی کارروائی دیکھ سکتے تھے اور تنہائی میں زبان ہلائے بغیر راز کی باتیں ایک دوسرے کو بتا سکتے تھے۔

برین ماسٹر کو شامل کیا جائے تو بلیک سیکرٹ کی تعداد پانچ ہوتی تھی۔ ٹرانسمیٹر مرمشین کے ذریعے ان پانچوں کے دماغوں کو فولاد بنایا گیا تھا۔ وہ دکھ درد یا کسی طرح کی تکلیف محسوس نہیں کرتے تھے۔ کوئی بھی نقصان پہنچنے والی یا دہشت زدہ کرنے والی بات ہو' وہ متاثر نہیں ہوتے تھے۔ مشینی انسانوں کی طرح جذبات اور احساسات سے بے نیاز تھے۔ لہٰذا ان سے کبھی جذباتی غلطی نہیں ہو سکتی تھی۔

اب ٹرانسمیٹر مرمشین کا راز صرف وہ چاروں جانتے تھے کہ وہ مشین کہاں ہے؟ اس کی حفاظت کس طرح کرنا چاہئے؟ اور کن باصلاحیت افراد کو اس مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا حامل بنانا چاہئے۔

فوج اور حکومت کے اہم معاملات اور اہم راز بھی ان چاروں کی تحویل میں تھے گویا اس اجلاس میں جتنے حکام اور فوجی افسران بیٹھے ہوئے تھے' وہ سب ہاتھی کے دانت تھے۔ صرف دکھاوے کے لئے تھے۔ حکومت کا انداز بدل چکا تھا۔

اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی تو سپر ماسٹر نے کہا "یہاں ہم ایک دوسرے کے سامنے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔ لیکن ایک ایسی ہستی بھی موجود ہے جو نظر نہیں آ رہی ہے اور وہ ہے مس مرینا۔ آپ حضرات مرینا کے نمائندے کی زبان سے اس کی گفتگو سنتے رہیں گے۔"

کئی عہدیداران نے کہا "ہم مرینا کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "آج کا اجلاس دو اہم وجوہات کی بنا پر منعقد کیا گیا ہے۔ پہلی وجہ تو مرینا کی ناراضگی ہے۔ یہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیل بھیجنے کے خلاف ہے۔ دوسری وجہ سلیمان واسطی کی وہ گفتگو ہے جو مجھ سے ہو چکی ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا ہے کہ ہم اسرائیل میں سونیا کے مقابلے پر کیوں آ رہے ہیں؟ کیا ہم چاہتے ہیں کہ جواباً فرہاد کی فیملی یہاں آئے اور کچھ عرصہ پہلے کی طرح ہماری نیندیں حرام کر دے اور ایک بار پھر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں سے اٹھا کر لے جائے؟"

برین ماسٹر نے کہا "فرہاد کی طرح اس کی فیملی کے افراد کو بھی دھمکیاں دینے کی عادت سی پڑ گئی ہے۔ ہمارے ہاں جو نئی تبدیلیاں آئی ہیں۔ ان کا علم فرہاد کی فیملی کو نہیں ہے۔ اب وہ ہمارے حکام کو دھمکیاں دے کر ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کیوں کہ اب تمام معاملات بلیک سیکرٹ کے ہاتھوں میں ہیں۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا ہونے سے کس طرح بچاؤ گے؟"

برین ماسٹر نے کہا "جو پرانے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' وہ مرینا کے قابو میں ہیں۔ مرینا ان کی ذمے دار ہے۔ ہم نے جو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے ہیں' انہیں یہاں کے اعلیٰ حکام نہیں جانتے۔ فوج کے اعلیٰ افسران ان کے ناموں سے بھی واقف نہیں ہیں۔ کوئی ان کا چہرہ اور حلیہ نہیں جانتا ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ ہمارے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے کہیں خیال خوانی کرتے ہوئے نظر نہیں آئیں گے۔ کیونکہ وہ خود نہیں جانتے کہ انہیں خیال خوانی آتی ہے۔"

سب نے تعجب سے برین ماسٹر کو دیکھا۔ سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "جب وہ اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو نہیں جانتے ہیں تو انہیں یہ علم سکھانے کا فائدہ کیا ہوا؟"

برین ماسٹر نے اپنے سر کو ایک انگلی سے بجاتے ہوئے کہا۔ "اسے برین کہتے ہیں۔ کسی کے ہاتھ میں بھرا ہوا ریوالور دو تو وہ سینہ تان کر ریوالور کی نمائش کرتا پھرے گا۔ تاکہ دیکھنے والے

سمجھ جائیں۔ اگر اسے خالی ہاتھ دکھا جائے تو وہ سر جھکا کر چلے گا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی عام طور پر نارمل رہا کریں گے۔ ہوٹلوں میں' تفریح گاہوں میں یا پبلک گاڑیوں میں بیٹھ کر کسی سے مجبور ہو کر بھی خیال خوانی نہیں کریں گے کیوں کہ ضرورت سے مجبور ہو کر بھی خیال خوانی نہیں کریں گے کیوں کہ انہیں اپنی یہ صلاحیت یاد نہیں رہا کرے گی۔ جب ہم ضرورت سمجھیں گے تو انہیں ایک مخصوص سگنل دیں گے۔ وہ سگنل یا اشارہ پاتے ہی انہیں یاد آئے گا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور انہیں ایک مخصوص معاملے میں ٹیلی پیتھی سے کام لینا چاہئے۔ جب وہ معاملہ ختم ہو جائے گا تو ہم ان کے دماغ میں پھر ایک مخصوص سگنل دیں گے۔ سگنل پاتے ہی وہ پھر اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو بھول جائیں گے۔"

یہ طریقہ کار سن کر سب لوگ برین ماسٹر کی تعریف کرنے لگے۔ ایک نے کہا "بہت ہی دانشمندانہ طریقہ ہے۔ جب ٹیلی پیتھی والے ظاہر نہیں ہوں گے اور دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں جا کر بھی ان کی حقیقت معلوم نہیں کر سکیں گے تو پھر وہ کسے اغوا کریں گے۔"

دوسرے نے کہا "کمال ہو گیا۔ اب ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ رہا کریں گے۔"

مرینا نے کہا "اب ہماری حکومت کی اہم پالیسیاں یہی چار بلیک سیکرٹ بناتے ہیں۔ یہ پالیسی بھی ان کی ہے کہ سونیا کے مقابلے پر اسرائیل کی مدد کرنا چاہئے۔ بے شک اسرائیل مشرقِ وسطیٰ میں ہمارا سب سے اہم فوجی محاذ ہے جسے دیکھ کر اسلامی ممالک ہمارے دباؤ میں رہا کرتے ہیں۔ ہمیں اسرائیل کی مدد ہر پہلو سے کرنا چاہئے لیکن اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قربانی کا بکرا نہیں بنانا چاہئے۔"

برین ماسٹر نے پوچھا "تمہیں کیا اعتراض ہے؟"

"میں اسے دانش مندی نہیں سمجھتی کہ جن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سونیا ہم سے چھین کر لے گئی اور جنہیں میں بڑی محنت سے واپس لائی ہوں' انہیں پھر سونیا کے مقابلے میں جھونک دیا جائے۔ یہ تو ان بے چاروں کے لئے سراسر موت کی سزا ہو گی۔"

"شطرنج کی بازی میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کون سا مہرہ مر رہا ہے' یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس مہرے کی موت سے ہم کس طرح شہ دے کر بازی جیت سکتے ہیں۔ پہلے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بے یار و مددگار تھے۔ اب ان کے پیچھے تمہارا دماغ ہے۔ تم خوب سوچ سمجھ کر انہیں اسرائیل میں استعمال کرو گی تو سونیا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"

مرینا نے کہا "برین ماسٹر! ابھی تم نے کہا تھا کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے عام طور پر معمولی انسان نظر آتے ہیں۔ کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا۔ پھر تو سونیا بھی انہیں پہچان نہیں سکے گی۔ ایسے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے مقابلے پر جانا چاہئے۔ وہ اس کے لئے زبردست چیلنج بن جائیں گے۔ کبھی اس کے قابو میں نہیں آئیں گے۔ پھر ان کے پیچھے تمہارے جیسا برین ماسٹر ہو گا تو سونیا کے چھکے چھوٹ جائیں گے۔ جس پہلو سے دیکھو میدان تمہارے ہاتھ آئے گا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کے ساتھ وہاں نہیں جا رہے ہو؟"

برین ماسٹر نے کہا "یہ ہمارے چار بلیک سیکرٹس کا فیصلہ ہے کہ مجھے اپنے ملک میں رہ کر بہت سے اہم معاملات سے نمٹنا چاہئے۔ میں ان کے احکامات کا پابند ہوں۔"

"میں تمہارے ذریعے بلیک سیکرٹ کو مخاطب کرتی ہوں اور پوچھتی ہوں' میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سونیا اور اس کے ساتھی پہچانتے ہیں اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نہیں پہچانتے۔ یہ سونیا کے مقابلے میں محفوظ رہیں گے اور ناکامی کی صورت میں بھی زندہ واپس آئیں گے جب کہ میرا ایک ماتحت ڈی بورین نل ایبب میں مارا گیا ہے۔ آئندہ بھی جانے پہچانے اور پرانے ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے جا سکتے ہیں۔ انہیں جان بوجھ کر اسرائیل میں مرنے کے لئے کیوں بھیجا جا رہا ہے؟"

برین ماسٹر تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر بولا "بلیک سیکرٹ کہتے ہیں کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ملک کے اندر بہت سے معاملات میں مصروف ہیں۔ اس لئے وہ اسرائیل نہیں جا سکتے۔"

"ان کے نہ جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میرے آدمیوں کو موت کے منہ میں جھونک دیا جائے۔ تمہارے پروگرام میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ ملک کے اندر تمہارے آدمیوں کی جگہ میرے آدمی مصروف ہو جائیں گے۔ پھر تمہارے آدمی فارغ ہو کر اسرائیل جا سکیں گے۔"

"تم خواہ مخواہ بحث کر رہی ہو۔ جو لوگ جہاں اپنی ڈیوٹی پر ہیں وہاں سے ہٹائے نہیں جا سکتے۔"

وہ بولی "میں نے اپنے آدمیوں کو اسرائیل جانے سے روک دیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے تم ایک اہم ملکی پالیسی کی مخالفت کر رہی ہو۔"

"میں بہت پہلے کہہ چکی ہوں کہ جب بھی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا نقصان ہوتے دیکھوں گی تو ان کے تحفظ کے لئے اپنے اعلیٰ حکام کے احکامات سے انکار کر دوں گی۔"

"یہ اپنے ملک سے غداری ہے۔"

وہ بولی "غداری یہ ہے کہ اپنے ملک کے قیمتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیلی مفاد کے لئے موت کے منہ میں دے دیا جائے۔ برین ماسٹر! تم اپنے ملک سے عداوت کر رہے ہو۔"

برین ماسٹر نے کہا "مجھے اور بلیک سیکرٹ کو ناداں عورت کی

باتوں پر غصہ نہیں آئے گا۔ بہتر ہے تم اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہمارے حوالے کردو۔ ہم انہیں اپنے طور پر استعمال کریں گے۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے ہی رہیں گے۔"

"کیا تم چاہتی ہو کہ ہم انہیں جبراً اپنے قبضے میں لے آئیں۔"

"گویا تم چیلنج کررہے ہو کہ انہیں مجھ سے چھین سکتے ہو؟"

"بلیک سیکرٹ کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔"

وہ بولی "عجب اتفاق ہے' میرے لئے بھی کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ تم میرا ایک آدمی چھین لو۔ میں تمہارے دس چھین کر دکھاؤں گی۔"

سپر ماسٹر نے کہا "یہ کیا ہورہا ہے؟ آپ لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہورہے ہیں اور دشمنی میں جو اپنے ملک کا نقصان ہوگا' اسے بھول رہے ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا "دونوں طرف کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ملک کا سرمایہ ہیں۔"

دوسرے نے کہا "اگر یہ کشیدگی بڑھے گی... مرینا سے برین ماسٹر کو اور برین ماسٹر سے مرینا کو نقصان پہنچے گا تو یہ ہمارے ہی ملک کا نقصان ہوگا۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "پلیز اپنا اپنا موڈ ٹھیک کریں اور ایک دوسرے کو سوری کہہ دیں۔"

برین ماسٹر نے گھور کر مرینا کے نمائندے کو دیکھا پھر کہا۔ "سوری۔"

مرینا نے نمائندے کی زبان سے کہا "مجھے بھی سوری کہنے میں دیر نہیں لگے گی لیکن کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آتا۔ آئندہ میرا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اغوا ہوگا تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ برین ماسٹر اپنے چیلنج کے مطابق میرا آدمی چھین کرلے گیا ہے۔"

برین ماسٹر نے ناگواری سے پوچھا "اگر تمہارا کوئی آدمی مر جائے تو کیا اس کی موت کا الزام بھی مجھے دوگی۔"

"نہیں دوں گی۔ میرے آدمی کی موت کے بعد تمہارا بھی کوئی مرجائے تو تم بھی مجھے الزام نہ دینا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ارے یہ کیا ہورہا ہے۔ دشمنی اور دھمکیاں بڑھتی جارہی ہیں۔"

برین ماسٹر نے کہا "پچھلی چند کامیابیوں نے مرینا کو مغرور بنادیا ہے۔ یہ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچنا بچوں کا کھیل سمجھتی ہے۔ میرے کسی آدمی کی موت کی دھمکی یوں دے رہی ہے جیسے اسے جانتی ہو۔"

"نہیں جانتی لیکن بھرے اجلاس میں قسم کھاتی ہوں' تمہارے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بے نقاب کرکے دکھاؤں گی۔"

سب لوگ پریشان ہوکر ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے۔ برین ماسٹر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ پھر سر اٹھا کر بولا "بلیک سیکرٹ کا حکم ہے کہ میں چیلنج کا جواب چیلنج سے نہ دوں۔ مرینا سے معافی مانگ لوں۔ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو ہمارے کی زبردست نقصان پہنچے گا۔ پلیز مرینا! مجھے معاف کردو۔"

"میں بھی تم سے معافی مانگتی ہوں۔"

سب لوگ خوش ہوکر تالیاں بجانے لگے۔ برین ماسٹر نے "بلیک سیکرٹ نے حکم دیا ہے کہ مرینا کے اعتراضات کو تسلیم جائے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیل نہیں جائیں گے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "مرینا! تمہیں بلیک سیکرٹ فراخدلی کی تعریف کرنا چاہئے۔ تمہارا اعتراض تسلیم کیا گیا ہے۔"

وہ بولی "منصف کو نہ تنگ دل ہونا چاہئے نہ فراخدل۔ اسے صرف حقائق کے پیش نظر انصاف کرنا چاہئے۔ میرا اعتراض حقائق پر مبنی تھا۔ میں اپنے ملک کے قیمتی ٹیلی پیتھی والوں کو جان بوجھ کر موت کے منہ میں بھیجنا نہیں چاہتی تھی۔ یہ بات ہر عقل کی سمجھ میں آتی ہے' چاہے بلیک سیکرٹ کی سمجھ میں بھی آگئی اس میں فراخدلی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

برین ماسٹر نے کہا "جلد ہی تمہارا غرور تمہیں لے ڈوبے گا۔"

وہ بولی "ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "میرا خیال ہے' دونوں میں سے کسی کا صاف نہیں ہوا ہے۔"

مرینا نے کہا "جب تک میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سلامت رہیں گے' میرا دل صاف رہے گا۔ اس کے بعد نہیں جانتی' خدا جانتا ہے۔"

برین ماسٹر نے کہا "بہتر ہے اجلاس برخاست کیا جائے۔"

ایک نے سوال کیا "اسرائیلی حکام سے امداد کا جو وعدہ ہے اس کا کیا بنے گا؟"

برین ماسٹر نے کہا "بلیک سیکرٹ کا حکم ہے کہ فی الحال ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اسرائیلی حکام کی مدد کے لئے جا۔ اور میں اس کی پشت پر رہوں گا۔"

اجلاس ختم ہوگیا۔ مرینا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو وہ اپنی عادت یا حکمت عملی کے مطابق اپنے باپ پر بھی بھ نہیں کرتی تھی پھر بھلا اپنے ملک کے حکمرانوں پر کیسے بھ کرلیتی۔ انہوں نے فرانس کی تھی کہ اسے اپنے ہی ملک میں رہنا چاہئے۔ اور اس نے جھوٹ کہہ دیا تھا کہ وہ امریکا میں رہائش اختیار کرچکی ہے لیکن کسی کو اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتایا

درحقیقت وہ ابھی تک لندن میں تھی۔ اس شاہی محل نما وٹھی میں اسے تحفظ کا یقین ہوتا تھا۔ جس کے تہ خانے میں اس نے تاریک قید خانہ قائم کیا تھا۔ وہ بڑے سکون سے تھی۔ کسی ریشے کے بغیر زندگی گزار رہی تھی۔ کبھی لندن میں بیزاری سی سوس ہوتی تو وہ کچھ دنوں کے لئے پیرس چلی جاتی تھی۔

ایک بار اس نے پیرس میں پارس کو دیکھا تو سینے سے آنچل اس کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات یاد آکر ستانے لگے دریہ انکشاف ہوا کہ وہ پیرس کیوں آتی ہے؟ شاید اس لئے کہ ارس کا شہر ہے۔

وہ فرانس کے کسی دوسرے شہر میں بھی جاسکتی تھی۔ اٹلی سوئٹزرلینڈ بھی جاسکتی تھی۔ اس نے شعوری طور پر یہ نہیں تایا تھا کہ وہ پارس کی طرف جارہی ہے۔ اس کا لاشعور یا اس کا اسے ادھر لے جاتا تھا۔

پارس کو کئی ماہ بعد دیکھ کر وہ جلدی سے دور چلی گئی تھی تاکہ پرہلا مرد اس کے جسم کی بُو نہ پالے۔ پارس اپنے اصلی روپ تھا اور وہ بہروپ میں تھی۔ چہرے سے پہچانی نہیں جاسکتی تھی۔ رینا کو صرف اپنے ہی بدن کی طلسماتی بو سے خوف آتا تھا۔

اس کے بعد وہ پھر پیرس نہیں گئی۔ اسے اپنی سلامتی اور دی عزیز تھی۔ پارس کے ہاتھوں میں جاکر سونیا کے سامنے ر اور محکوم نہیں بننا چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اپنے اندر تے لڑتے ایک دن پارس کو دل سے نکال دے گی۔ وہ مضبوط ارادی کی مالک تھی' ایسا کرسکتی تھی لیکن تقدیر سے نہیں لڑ تھی اور تقدیر اسے گھما پھرا کر پھر پارس کے پاس لے جانے تھی۔

موجودہ اجلاس میں وہ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹ سے ں ہوگئی تھی۔ یہ اندیشہ بڑھتا جارہا تھا کہ بلیک سیکرٹ اس کے انتقامی کارروائی کریں گے۔

انتقامی کارروائی یہ ہوسکتی تھی کہ وہ مرینا کو روپوش نہ رہنے ' چپ چاپ اس کی تلاش شروع کردیتے۔

دوسری کارروائی یہ ہوتی کہ وہ اس کے ایک ایک ٹیلی پیتھی نے والے کو خاموشی سے شکار کرتے اور ٹرانسفارمر مشین کے یعے ان کی شخصیت تبدیل کردیتے۔ وہ اپنے ہی آدمیوں کو نہ پاتی۔ اس کے تمام وفادار برین ماسٹر کے وفادار بن جاتے ہ بالکل تنہا رہ جاتی۔

وہ بڑی الجھن میں پڑ گئی تھی۔ اپنے ہی ملک کے ذہین لوگوں خلاف سوچنا نہیں چاہتی تھی لیکن برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ طرز عمل نے اسے مخالفت میں سوچنے پر مجبور کردیا تھا۔

وہ کچھ ایسا چاہتی تھی کہ آپس کی دشمنی سے ملک کو نقصان پہنچے اور وہ بلیک سیکرٹ کے مقابلے میں اپنی پوزیشن بہت بط کرلے۔ مضبوطی اور استحکام کے لئے لازمی ہوتا ہے کہ اگلے کی کمزوری ہاتھ آجائے یا اگلے کی طاقت کے برابر اپنی طاقت ہو۔

مرینا کی یہ کمزوری تھی کہ بلیک سیکرٹ اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کسی حد تک واقف تھے اور یہ جانتے تھے کہ وہ لوگ امریکا میں کہیں گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اگر مرینا کو بھی معلوم ہوجاتا کہ برین ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں تو وہ انہیں ٹریپ کرسکتی تھی۔ اس طرح بلیک سیکرٹ کے مقابلے میں اس کی پوزیشن مضبوط رہتی۔

وہ اجلاس کے دوران ہی یہ باتیں سوچ رہی تھی اور اس کی ذہانت کہہ رہی تھی کہ جو شکار سامنے ہے پہلے اس پر توجہ دینا چاہئے۔ وہ نمائندے کے ذریعے بڑی توجہ سے برین ماسٹر کی اسٹڈی کرتی رہی تھی۔ وہ اجلاس میں چہرہ بدل کر آیا ہوگا لیکن انداز بدلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جو فطرت ہوتی ہے وہ کسی بات سے یا کسی حرکت سے ظاہر ہوجاتی ہے۔

برین ماسٹر گفتگو کے دوران میز کی سطح کو ایک انگلی کے ناخن سے کھرچتا تھا۔ پھر اپنی حرکت کا احساس ہوتے ہی ہاتھ میز کے نیچے لے جاتا تھا۔ ایسا اس نے کئی بار کیا تھا۔ شاید دوسروں نے بھی اس حرکت کو نوٹ کیا ہو۔ مرینا نے تو اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیا تھا۔

جس عمارت میں اجلاس ہورہا تھا اس کے باہر مرینا کا ٹیلی پیتھی جاننے والا جوڈی نارمن ایک کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ جوڈی نارمن سے بولی "تیار رہو۔ میں جس شخص کا تعاقب کرنے کو کہوں بڑے احتیاط سے تعاقب کرو۔ اسے کسی طرح کا شبہ نہ ہونے پائے۔ میں ابھی آکر اس شخص کی نشاندہی کروں گی۔"

وہ اجلاس کے اختتام تک اپنے نمائندے کے دماغ میں رہی۔ برین ماسٹر ایک اعلیٰ فوجی افسر کے ساتھ باتیں کرتا ہوا عمارت سے باہر آیا۔ مرینا نے کہا "جوڈی' وہ دیکھو اعلیٰ فوجی افسر کے ساتھ ایک لانبے قد کا جوان ہے۔ کسی طرح اس کی رہائش گاہ دیکھ لو۔"

وہ بولا "میں پوری کوشش کروں گا۔"

وہ فوجی افسر کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہی تھی۔ برین ماسٹر اس سے رخصت ہوکر ایک شاندار کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ رہا تھا۔ جوڈی نے مرینا کے پاس آکر کہا "اس کا تعاقب کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہ جس کار میں بیٹھ کر جارہا ہے میں اس کے ڈرائیور کی باتیں سن چکا ہوں۔ مجھے اس کا لہجہ یاد ہے۔"

"یہ تو کمال ہوگیا۔ ڈرائیور کے دماغ میں جاؤ۔"

وہ جوڈی کے دماغ میں گئی۔ جوڈی ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت برین ماسٹر اپنے ڈرائیور سے پوچھ رہا تھا۔ "میری غیر موجودگی میں تم نے کیسے وقت گزارا؟"

"میں ایک گھنٹے تک کار میں بیٹھا رہا۔ پھر قریبی ریستوران میں جاکر کافی پی۔ اس کے بعد اپنی کار کے پاس آکر کھڑا رہا۔"

"ریستوران میں کسی سے گفتگو کی؟"

"صرف ویٹر کو کافی لانے کا آرڈر دیا۔ کافی ٹھنڈی تھی' میں نے اسے دوسری گرم کافی لانے کو کہا تھا۔"

"روکی! اچھی طرح یاد کرو۔ ریستوران میں تمہارے سب سے قریب کون تھا۔"

"سر! ریستوران میں کافی لوگ تھے۔ کون قریب آتا رہا اور جاتا رہا' آس پاس کی میزوں پر کون لوگ بیٹھے ہوئے تھے یہ سب کچھ یاد رکھنا ممکن نہیں ہے۔"

برین ماسٹر بار بار گھوم کر شیشے کے پار دیکھتا تھا کہ کوئی تعاقب تو نہیں کر رہا ہے۔ روکی نے کہا "سر! میں دیکھ رہا ہوں' ہمارا تعاقب نہیں ہو رہا ہے۔"

"میں تم سے خوش ہوں۔ تم بہت محتاط اور مستعد رہتے ہو۔"

اب پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا برین ماسٹر اپنے چہرے سے ماسک اتار رہا تھا۔ آئینہ دیکھتے ہوئے اصلی چہرے کو تولیے سے پونچھ رہا تھا۔ پھر بیٹھے ہی بیٹھے لباس تبدیل کر رہا تھا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر اس نے کہا۔ "پینگوئن بک سینٹر۔"

ڈرائیور روکی نے اس بک سینٹر کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہ اترتے ہوئے بولا "آدھے گھنٹے تک اپنی رہائش گاہ میں پہنچو۔ میں تم سے رابطہ کروں گا۔"

وہ بک سینٹر میں داخل ہوگیا۔ مرینا یہ معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ اب وہ کہاں جانے والا ہے۔ جوڈی نارمن نے پوچھا۔ "کیا میں روکی کے پاس رہوں؟"

"نہیں گھر جاؤ۔ تمہاری جورا جوری انتظار کر رہی ہوگی۔ اس کی صحت کیسی ہے؟"

"اچھی ہے پانچ ماہ ہو چکے ہیں۔ چار ماہ بعد وہ ایک بچے کی ماں اور میں باپ بن جاؤں گا۔"

"میں تم دونوں کے لئے اور کیا کر سکتی ہوں؟"

"تم نے ہمارے لئے بہت زیادہ کیا ہے اور کرتی ہی رہتی ہو۔ ... ہم دونوں تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔"

"شکریہ اب جاؤ۔"

وہ پھر روکی کے دماغ میں آگئی۔ اصل ٹارگٹ برین ماسٹر تھا۔ وہ اس کے متعلق معلومات کرنا چاہتی تھی۔ جبکہ وہ کہیں چلا گیا تھا لیکن جاتے جاتے کہہ گیا تھا کہ آدھے گھنٹے بعد روکی سے رابطہ کرے گا۔ وہ روکی کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا' وہ برازیل کے ایک چھوٹے سے شہر میں ماں باپ کے ساتھ رہتا تھا۔ بہتر مستقبل کے لئے واشنگٹن آیا۔ بڑی بھاگ دوڑ کے بعد مسٹر مارک ہائی سے ملاقات ہوگئی۔ وہ برین ماسٹر کو مارک ہائی کے نام سے جانتا تھا' اس کے ہاں ڈرائیور کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔

وہ برین ماسٹر کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا تھا۔ اتنا ضرور تھا کہ اس کا مالک بہت پُراسرار ہے۔ کبھی اصل روپ میں آتا ہے کبھی روپ بدلتا رہتا ہے۔ اس نے کئی بار پوچھنا چاہا کہ آپ کون ہیں اور کیا کرتے پھرتے ہیں؟"

لیکن بارہا ارادہ کرنے کے باوجود وہ اپنے مالک سے سوال نہ کر سکا۔ یہ سوچ کر رہ گیا کہ مالک جو بھی ہے جیسا بھی ہے اس کے لئے مہربان ہے' اس کی ہر ضرورت پوری کرتا ہے۔ اسے بڑی بڑی رقمیں دیتا رہتا ہے۔

روکی ڈرائیو کرتا ہوا برین ماسٹر کے بنگلے میں پہنچ گیا تھا۔ کار کے پچھلے حصے میں روکی کی رہائش تھی۔ وہ اپنے کمرے کا دروازے کو اندر سے بند کرکے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ دو منٹ کے بعد اسے اپنے دماغ میں برین ماسٹر کی آواز سنائی دی۔

روکی! آنکھیں بند کرو۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ برین ماسٹر نے کہا "ایک تک الٹی گنتی پڑھو۔"

وہ پڑھنے لگا "دس' نو' آٹھ' سات' چھ' پانچ' چار' تین' دو' ایک۔" پھر ایک کتے ہی دماغ کی آنکھوں سے سرخ روشنی آئی۔ اس کے اندر سنسنی سی پیدا ہوئی۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ دل' دماغ اور اس کا پورا وجود سرخ روشنی میں نہا رہا ہے۔ ذہنی طور پر تبدیل ہو رہا ہے۔

مرینا پہلی بار ایسے شخص کو دیکھ رہی تھی جو بیٹھے بیٹھے بیہوش ہوگیا تھا۔ سرخ روشنی میں اس کی شخصیت بدل رہی تھی۔ وہ ڈرائیور نہیں رہا تھا۔ اس کی بدلتی ہوئی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بے حد ذہین نوجوان ہے اور دماغ میں وہ توانائی ہے جو خیال خوانی کو پرواز کراتی ہے۔

وہ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کے نئے ٹیلی پیتھ والوں میں سے ایک تھا۔ مرینا خوشی سے جھوم گئی۔ کامیابی دینا ہے جو کامیابی کے لئے محنت کرتے کرتے تھکتا۔ مرینا اپنی محنت اور لگن سے اور برین ماسٹر جواب دینے کی ضد میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے تھی۔

بلیک سیکرٹ نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ایسی پیچیدگیاں رکھی تھیں کہ وہ سب عام انسانوں رہتے تھے۔ خود انہیں علم نہیں ہوتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھ ہیں۔ ایسی صورت میں کوئی خیال خوانی کرنے والا ان میں آکر ان کے چور خیالات پڑھ کر بھی ان کی اصلیت نہیں کر سکتا تھا۔

مرینا بھی ڈرائیور کے دماغ میں آدھے گھنٹے تک کے چور خیالات پڑھ کر اسے ایک عام سا ڈرائیور سمجھ

فوراً مرینا کے تحویلی سحر سے نجات حاصل کرو۔ کل صبح چھ بجے جہاں بلاؤں چلے آنا۔ تم ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد اپنی نئی شخصیت کے ساتھ آزاد ہو جاؤ گے اور اپنے ملک کے لئے آزادی سے کام کرو گے۔"

برین ماسٹر اس کے دماغ سے چلا گیا۔ پال ہوپ کن سوچ رہا تھا "ایک بار مجھے تحویلی سحر سے نجات مل جائے پھر میں اس سؤر کی بچی کو تلاش کرنے اور اسے عبرتناک سزائیں دینے میں ساری زندگی گزار دوں گا۔"

وہ گالیاں دے رہا تھا۔ مرینا گالیاں سن کر بھی خاموشی سے چلی آئی۔ اسے غصہ نہیں آیا کیونکہ اس کی نظروں میں پال کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ بلکہ یہ فکر تھی کہ برین ماسٹر اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پیچھے پڑ گیا ہے۔

مرینا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ ٹینو سنتانا کی خیریت معلوم کرنا چاہتی تھی لیکن اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ ٹینو سنتانا اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ وہ کیسے مرگیا؟ طبعی موت؟ یا انتقامی موت مارا گیا؟

اس سلسلے میں تفتیش کی ضرورت نہیں تھی۔ سمجھ میں آنے والی بات تھی۔ برین ماسٹر نے اس کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالا اور دوسرے کو کل صبح ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے والا تھا۔ وہ بڑی تیزی سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین کر مرینا کو تنہا کر رہا تھا۔

اس کے باوجود وہ باکمال عورت تھی۔ اس کے اندر بے چینی پیدا نہیں ہوئی۔ وہ بڑے صبر و تحمل سے اپنا نقصان برداشت کر رہی تھی۔ اسے اپنے خدا پر اور اپنی صلاحیتوں پر پورا بھروسا تھا کہ وہ ایسٹ کا جواب پتھر سے دے سکے گی۔

وہ رات کے دس بجے پال ہوپ کن کے دماغ میں گئی۔ وہ صبح حاصل ہونے والی آزادی کی خوشی میں اپنے وقت کے مطابق سو رہا تھا۔ مرینا نے اس کے خوابیدہ دماغ پر پھر تحویلی عمل شروع کیا۔ اسے اپنا معمول بنا کر پوچھا "کیا تم نے برین ماسٹر کو اپنا موجودہ نام اور رہائش گاہ بتائی ہے؟"

"ہاں' میں نے سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"کیا تم نے روبرو اس سے ملاقات کی ہے؟"

"ابھی تک ایک دوسرے سے سامنا نہیں ہوا ہے۔"

"برین ماسٹر سے تمہارا رابطہ کیسے ہوا؟"

"سپر ماسٹر نے رابطہ کرایا تھا۔"

"کیا سپر ماسٹر نے تمہارا موجودہ چہرہ دیکھا ہے؟"

"نہیں' اس سے بھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رہتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے برین ماسٹر اور سپر ماسٹر تمہارے چہرے کو نہیں پہچانتے ہیں؟"

"ہاں' دونوں مجھے چہرے سے نہیں پہچانتے ہیں۔"

"میں تمہیں حکم دیتی ہوں' تم کسی بھی سوچ کی لہر کو قبول نہیں کرو گے' صرف مجھے محسوس نہیں کرو گے۔"

پال نے وعدہ کیا۔ وہ کسی کی سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرے گا۔ مرینا کے سوا کوئی دماغ میں نہیں آئے گا۔ آئے گا تو وہ سانس روک لے گا۔

"میں حکم دیتی ہوں' تم تنویمی نیند پوری کر کے یہ رہائش گاہ چھوڑ دو گے اور کل کسی فلائٹ سے نیویارک چلے جاؤ گے۔"

اس نے وعدہ کیا۔ مرینا اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اس نے بھی پال کی نیند کے وقت کے مطابق اپنی نیند کا وقت مقرر کیا۔ پھر آرام سے سوگئی۔ اس نے یہ صدمہ اٹھانے میں وقت ضائع نہیں کیا کہ سپر ماسٹر در پردہ برین ماسٹر کا ساتھ دے رہا ہے بلکہ اعلیٰ حکام اور فوج کے افسران بھی برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کا ساتھ دے رہے ہوں گے۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے تنہا ہوتی جارہی تھی۔ اس کے باوجود وقت پر کھانے اور وقت پر سونے کی عادی تھی اس لئے سوگئی تھی۔

رات کے تین بجے بیدار ہوئی۔ منہ ہاتھ دھو کر اپنے لئے کافی تیار کی پھر پال کے پاس پہنچ گئی۔ وہ ایک اٹیچی میں ضروری سامان رکھ رہا تھا۔ ایک تابعدار کی طرح وہ رہائش گاہ چھوڑ رہا تھا۔ مرینا نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے اپنی کار میں نہیں جانا چاہئے۔ برین ماسٹر کے آدمیوں نے اس رہائش گاہ کی طرح میری کار بھی دیکھی ہوگی' مجھے ایک ٹیکسی طلب کرنا چاہئے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر رابطہ کیا۔ پھر اپنے ایڈریس پر ایک کیب لانے کو کہا۔ دس منٹ میں گاڑی آگئی۔ اس نے ڈرائیور کو ریلوے اسٹیشن چلنے کو کہا۔ آدھے گھنٹے میں وہ اسٹیشن پہنچ گیا۔ ٹیکسی کا کرایہ دے کر اسے رخصت کر دیا۔ مرینا بڑی تیزی سے اس کے راستے بدل رہی تھی۔ ایک شخص قریب ہی اپنی کار روک کر اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا۔ "جلدی چلو' ٹرین جانے والی ہے۔"

مرینا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کار کی چابی سیٹ پر گرا دی اسے اس کی بیوی کے ساتھ پلیٹ فارم کی طرف بھیج دیا۔ پال نے مرینا کی مرضی کے مطابق سیٹ پر سے چابی اٹھائی' اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی پھر کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے چل پڑا۔

مرینا صبح پانچ بجے اس کے دماغ سے نکل آئی کیونکہ برین ماسٹر کسی وقت بھی آنے والا تھا۔ ایک گھنٹے بعد جب وہ آئی تو پال کی سوچ نے بتایا کہ کوئی اس کے دماغ میں بار بار آنے کی کوشش کرتا رہا اور وہ بے اختیار سانس روکتا رہا۔

مرینا نے اس کی سوچ میں کہا "اب مجھے برین ماسٹر کے دماغ میں جانا چاہئے اور کہنا چاہئے کہ مرینا نے اس کے دماغ میں گڑبڑ کی ہے۔ میں بے اختیار سانس روک لیتا ہوں۔ مجھے فوراً بتاؤ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے لئے کہاں پہنچنا چاہئے۔"

اس نے مرینا کی ہدایات پر عمل کیا۔ خیال خوانی کی پر کر کے برین ماسٹر کے پاس گیا تو اس نے سانس روک لی۔ دو بار گیا تو اس نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں پال بول رہا ہوں۔ میرے ساتھ کچھ گڑبڑ ہوگئی میں بے اختیار سانس روک لیتا ہوں' اگر یہی سلسلہ رہا تو میں سے نجات حاصل نہیں کر سکوں گا۔ مجھے فوراً اپنے پاس ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اس سے نجات دلاؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "پال! میں تمہارے ذریعے مرینا ہوں کہ وہ مجھے نادان نہ سمجھے۔ میں تمہیں ٹرانسفارمر مشین طرف لے جاؤں گا تو وہ تمہارے پیچھے آئے گی اور مشین چھپائے رکھنے کی جگہ معلوم کر لے گی۔"

پال نے پوچھا "آپ اور ان کے جھگڑے میں میرا کیا گا؟"

"مجھے بتاؤ تم کہاں ہو۔ میرے آدمی مناسب موقع تمہیں بے ہوش کریں گے تاکہ مرینا تمہارے دماغ میں سکے۔ اس کے بعد میں تمہیں اس سے نجات دلاؤں گا۔"

"میں کیا بتاؤں کہ کہاں ہوں۔ ایک بند گاڑی میں نہیں یہ گاڑی مجھے کہاں لے جارہی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے ابھی تمہارے مقدر میں غلامی کوئی بات نہیں' میں تمہارے پاس آتا جاتا رہوں گا۔ جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ پال کے ساتھ مرینا بھی دماغ سے نکل آئی۔ یہ اس کی چال تھی۔ برین ماسٹر جتنی سے باتیں کرتا رہا وہ اس کے چور خیالات پڑھتی رہی۔ اسی مقصد کے لئے پال کے دماغ کو برین ماسٹر کے لئے لاک تھا کہ وہ پال کے پاس نہ آسکے۔ مجبور ہو کر اسے اپنے دماغ بولنے کی اجازت دے اور اس نے اجازت دی۔ اسے نہیں تھا کہ ایسے وقت مرینا موجود ہوگی۔ پھر بھی شبہ کرتے اس نے کہا تھا کہ وہ پال کے ذریعے مرینا کو مخاطب کر یوں مخاطب کرنے پر بھی وہ خاموش رہی تھی۔

یہ ذرا سی ہیرا پھیری اور موقع سے فائدہ اٹھانے ہوتی ہے۔ جو اپنے طریق کار پر کامیابی سے عمل کرتا ہے جیت لیتا ہے۔ مرینا ٹیٹو سنتانا کو ہار کر بھی بازی جیت گئی برین ماسٹر پال سے گفتگو میں مصروف تھا' تب مرینا نے سوچ میں کہا "اسرائیل کی امداد کے لئے کیا ہوگا؟"

برین ماسٹر کے چور خیال نے کہا "جیری ہاک اور بار شام کی فلائٹ سے تل ابیب جارہے ہیں۔"

مرینا نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "مرینا کرنے کے لئے کیا کیا جارہا ہے؟"

اس کے چور خیال نے کہا "جن دنوں مرینا ٹریننگ سینٹر میں تھی ان دنوں کی چند تصویریں ہیں۔ ہم تصویر کی آنکھوں میں جھانکتے ہیں تو وہ سانس روک لیتی ہے۔"

واقعی مرینا کے ساتھ ایسا کئی بار ہوا۔ کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تھا اور وہ سانس روک لیتی تھی اور یہی سمجھتی تھی کہ سلمان واسطی وغیرہ اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ اس نے سوال کیا۔ "بار بار تصویر کی آنکھوں میں جھانکنے سے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟"

جواب ملا "کبھی تو وہ بیمار ہوگی یا کسی حادثے میں زخمی ہوگی... ایسے وقت سانس نہیں روک سکے گی ہمیں اسکا پتا ٹھکانا معلوم ہو جائے گا۔"

اس نے پھر سوال کیا "اگر مرینا کسی دوسرے ملک میں ہوئی تو؟"

جواب ملا "وہ امریکا یا انگلینڈ میں ہوگی۔ پال ہوپ کن نے بتایا ہے کہ مرینا نے ان دو ملکوں میں تاریک قید خانہ بنایا ہے۔ وہ اپنے شکار کو قید خانے تک پہنچانے کے لئے وہیں قریب ہی رہتی ہوگی۔"

"اگر معلوم ہو جائے کہ وہ کہاں ہے تو اسے کون گرفتار کرے گا؟"

جواب ملا "لندن میں ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا اس کی تاک میں ہے۔ نیویارک میں پاسکوروٹ اسے تلاش کر رہا ہے اور واشنگٹن میں میں ہوں۔"

پھر وہ مزید سوالات نہ کر سکی۔ برین ماسٹر نے پال سے رابطہ ختم کر دیا تھا۔ وہ بھی اس کے دماغ سے نکل آئی۔ اس نے جورا جوری اور جوڈی نارمن سے رابطہ کیا پھر کہا "بہت اہم معاملہ ہے مجھے تم میاں بیوی کی ضرورت ہے۔"

دونوں نے کہا "ہم حاضر ہیں، حکم دو۔"

وہ بولی "دو نام نوٹ کرو۔ ایک نام ہے جیری ہاک دوسرا نام ہے باربرا ہکسن۔ یہ دونوں آج شام کی فلائٹ سے اسرائیل جا رہے ہیں۔ مجھے اس فلائٹ کے متعلق بتاؤ۔ اگر کسی کو شبہ میں مبتلا کئے بغیر ان دونوں کی آواز اور لہجہ سن سکو تو اچھی بات ہوگی۔"

جورا جوری نے کہا "میں ٹکٹ کاؤنٹر کی کمپیوٹر گرل کے دماغ میں جگہ بناؤں گی۔ وہ مجھے کمپیوٹر کے ذریعے بتائے گی کہ کون سی فلائٹ سے جیری ہاک اور باربرا ہکسن جا رہے ہیں۔"

جوڈی نارمن نے پوچھا "دونوں کا فون نمبر معلوم ہو جائے تو کیا فون پر ان کی آواز سننا چاہئے؟"

"اگر تم کوئی معقول بات نہیں کرو گے، رانگ نمبر کہہ کر ریسیور رکھ دو گے تو انہیں شبہ ہوگا۔ ذرا صبر سے عمل کرو۔ وہ دونوں شام کو بورڈنگ کارڈ لینے آئیں گے، تم کاؤنٹر گرل کے ذریعے ان کی آوازیں سن سکو گے۔"

مرینا انہیں ضروری ہدایات دے کر اپنے ایک آلۂ کار کے دماغ میں آئی۔ اسے برین ماسٹر کی کوٹھی کا پتا بتا کر کہا "اس کے سامنے گاڑی روکو۔ گاڑی میں رکھی ہوئی تمام دوائیں کم کرو۔ ان میں بے ہوشی کا انجکشن ہونا چاہئے۔ چلو فوراً نکالو۔"

وہ حکم دے کر برین ماسٹر کے ڈرائیور یعنی ٹیلی پیتھی جاننے والے روکی کے دماغ میں آئی۔ اب وہ ایک عام سا ڈرائیور تھا، نہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور نہ ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا تھا۔

پچھلی بار برین ماسٹر نے اس کے دماغ میں مخصوص تار دے کر اس کے اندر چھپی ہوئی ٹیلی پیتھی کو ابھارا تھا۔ دو بعد روکی نے خیال خوانی کے ذریعے بتایا کہ مرینا کا نمائندہ ایک آلۂ کار ہے۔ اس کے ذریعے مرینا تک نہیں پہنچا جا سکتا رپورٹ سننے کے بعد برین ماسٹر نے پھر وہی مخصوص سگنل اس دماغ میں دیا۔ وہ چند سیکنڈ بعد بھول گیا کہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے پھر سے ایک عام ڈرائیور بن گیا تھا۔

مرینا اس ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کوٹھی کے لائی۔ اس کا آلۂ کار گاڑی لے آیا تھا۔ اس نے پچھلی سیٹ دروازہ کھولا۔ ڈرائیور روکی وہاں بیٹھ گیا۔ پھر آلۂ کار نے اس بازو میں ایک انجکشن لگایا۔ روکی اس کے اثر سے چشم زدن بے ہوش ہو گیا۔ آلۂ کار دروازہ بند کر کے اسٹیئرنگ سیٹ آ گیا۔ اس وقت مرینا نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ لیا۔ آلۂ کار دماغی طور پر گم ہو گیا۔ مرینا اس کے ذریعہ ڈرائیو ہوئی وہاں سے جانے لگی۔

وہ اپنا خفیہ اڈا کسی کو نہیں بتاتی تھی۔ اس لئے روکی کو ہوش کر دیا۔ وہ ایک پرانی کوٹھی کے احاطے میں آئی۔ آلۂ اس کی مرضی کے مطابق گاڑی سے نکل کر گیراج کے پاس اس کے شٹر کو اوپر اٹھایا۔ پھر گاڑی کو چلا کر گیراج کے اند آیا۔ شٹر کو دوبارہ نیچے کر دیا۔ اب باہر سے کوئی دیکھنے والا تھا۔

آلۂ کار نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہاں سے بے روکی کو اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔ گیراج کی پچھلی دیوار میں چور دروازہ تھا۔ وہ دیوار کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ جیب ریموٹ کنٹرول نکال کر اس کا رخ دیوار کی طرف کر کے دبانے لگا۔ دیوار ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز پیدا کرتے ہو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ دوسری طرف ایک زینہ تہ خا طرف گیا تھا۔ اس تہ خانے میں کئی ساؤنڈ پروف کمرے تھے کار بیہوش روکی کو ایک کمرے کے پلنگ پر ڈال کر باہر آیا۔ دروازے کو لاک کیا پھر اوپر گیراج کی طرف جانے لگا۔

برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ بہت پُراسرار جنے تھے۔ مرینا

ان کے پہلے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو تاریک قید خانے میں پہنچا دیا تھا۔ اس کے بعد جیری ہاک اور باربرا ہکسن کی باری تھی۔

○☆○

میں لیلیٰ کے ساتھ واشنگٹن میں تھا۔ ہم دونوں ائرپورٹ آئے تھے تاکہ ڈومیسٹک فلائٹ سے نیویارک جائیں۔ ائرپورٹ ایسی جگہ ہے جہاں مختلف ممالک کو مختلف راستوں پر جانے والے مسٹ آتے ہیں۔ مختلف مزاج کے لوگ۔ کبھی ایک ساتھ نظر نہیں آتے مگر ائرپورٹ پر نظر آتے ہیں۔ یہاں بیمار بھی ہوتے ہیں صحت مند بھی، دوست بھی ہوتے ہیں دشمن بھی۔ تقدیر یہاں جتنے تماشے دکھاتی ہے اتنے کسی اور جگہ نہیں دکھاتی اور تقدیر ہمیں تماشا دکھانے اور تماشا بنانے کے لئے اس جگہ لے آئی تھی۔

ہم ریستوران میں داخل ہو رہے تھے۔ ایک حسین دوشیزہ لیلیٰ سے ٹکرا گئی پھر معذرت چاہتے ہوئے بولی "سوری، میں شرمندہ ہوں۔"

لیلیٰ نے کہا "کوئی بات نہیں۔"

وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ ہم اس کے پیچھے چلتے ہوئے ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ میں لڑکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مجھے شبہ تھا کہ اس نے کسی خاص مقصد کے تحت ٹکر ماری ہے۔ شاید کوئی اس کے ذریعے لیلیٰ کی آواز سننا چاہتا ہو۔

پہلے تو ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی۔ وہ ایک عام سی لڑکی تھی۔ آگے جا کر اس میز پر بیٹھ گئی تھی جہاں ایک شخص پہلے سے بیٹھا ہوا کافی پی رہا تھا اور اخبار پڑھ رہا تھا، وہ بولی "سوری، میں شرمندہ ہوں۔"

یہی فقرہ وہ لیلیٰ سے کہہ چکی تھی۔ اس شخص نے کہا "یہ تمہارا تکیہ کلام معلوم ہوتا ہے۔ غلطی ضرور کرو گی اور یہ ضرور کہو گی کہ سوری، میں شرمندہ ہوں۔"

"غلطی میری نہیں ہے۔ گاڑی میں خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ اس لئے میں مقررہ وقت پر نہ آ سکی۔ پندرہ منٹ لیٹ ہو گئی ہوں۔"

"جب گاڑی میں خرابی پیدا ہو گئی تھی اور تمہاری غلطی نہیں تھی تو پھر یہ کہنا کیا ضروری تھا کہ سوری، میں شرمندہ ہوں؟"

"واقعی مجھے یہ نہیں کہنا چاہئے تھا یہ کہہ کر میں نے غلطی کی ہے۔ سوری، میں شرمندہ ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھ سے اپنا سر تھام کر بولا "پھر وہی فقرہ۔"

"سوری، اگر تمہیں اس فقرے سے چڑ ہے تو اسے میری زبان پر نہیں آنا چاہئے تھا۔ میں شرمندہ ہوں۔"

وہ تنبیہہ کے انداز میں انگلی دکھاتے ہوئے بولا "دیکھو، اب ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالنا۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ یہ کافی کی پیالی تمہارے سر پر دے ماروں گا۔"

"مسٹر جیری! یہ تو کوئی شرافت نہ ہوئی کہ تم کافی کی پیالی میرے سر پر مارو گے۔ اگر کوئی اپنی غلطی پر شرمندہ ہوتا ہے اور سوری کہتا ہے پھر معافی مانگتے ہوئے کہتا ہے کہ میں شرمندہ ہوں تو کیا تم معاف نہیں کرو گے؟"

"آخر تم وہ فقرہ پھر بول گئیں۔ کیا تم معاف نہیں کر سکتیں؟ کیا دوسرا فقرہ بول نہیں سکتیں؟"

"اچھی بات ہے۔ میں دوسری بات کروں گی۔ میرے لئے دوسری کافی منگواؤ اور اپنا سر دیکھو۔"

جیری نے بے اختیار نظریں اوپر کیں تو۔ اپنا سر دیکھنا چاہتا ہو پھر جھینپ کر بولا "نان سنس۔ بھلا کوئی اپنی آنکھوں سے اپنا سر دیکھ سکتا ہے۔"

"نہیں دیکھ سکتا، پھر بھی تم نے یہ غلطی کی۔" وہ چپ رہا تو وہ حسین دوشیزہ دوبارہ مخاطب ہوئی "اب خاموش کیوں ہو؟ بولو غلطی ہوئی۔"

"ہاں بابا! غلطی ہوئی۔ سوری، میں شرمندہ ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ چونک گیا پھر مسکرا کر بولا۔ "تم پکی شیطان کی خالہ ہو، آخر وہی فقرہ مجھے اپنی زبان سے ادا کرنے پر مجبور کر دیا۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ لیلیٰ نے مجھ سے کہا "وہ دونوں اسرائیل جا رہے ہیں۔"

میں نے کہا "اچھا تو تم بھی باربرا ہکسن کے خیالات پڑھ رہی تھیں۔"

"تم کیوں پڑھ رہے تھے؟ کیا وہ بہت حسین ہے؟"

"پھر وہی عورتوں والا حسد اور جلاپا؟ کسی دوسرے پہلو... سے بھی سوچ لیا کرو۔ میری محتاط طبیعت نے کہا، یہ لڑکی کسی خاص مقصد سے ٹکرائی تھی۔ اس کا ارادہ معلوم کرنے کے لئے اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔"

"وہ میں پڑھ چکی ہوں۔ آپ کو جیری کے خیالات پڑھنا چاہئیں۔"

میں جیری کے پاس آیا۔ اس نے دو کپ کافی کا آرڈر دیا تھا۔ باربرا سے کہہ رہا تھا "تم بہت زندہ دل ہو بس ایک خرابی ہے۔"

"کہ میں تمہارے ہاتھ نہیں آتی۔"

"اتنا بتا دو کب میرے بازوؤں میں آؤ گی؟"

"تم اپنی بات کرتے ہو۔ میں تو کسی مرد کی تمنائی میں نہیں جا سکتی۔"

"آخر کیوں؟"

"میں کسی کے قابل نہیں ہوں۔"

"کیا تمہیں کوئی مہلک بیماری ہے؟"

"بالکل نہیں۔"

"کیا تم ناگن ہو' سو سال بعد حسینہ کے روپ میں آئی ہو۔ جو تنہائی میں آتا ہے اسے ڈس لیتی ہو؟"

"یہ قصے کہانیوں والی باتیں ہیں۔ میرے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"میں مجبور ہوں' نہیں بتا سکتی' سو سوری' میں شرمندہ ہوں۔"

ویٹر کافی کی ٹرے لے آیا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "تم نے باربرا کی بات سنی؟"

"سنی ہے۔ آپ اس کے دماغ میں نہ جائیں۔"

"میری رگِ تجسس پھڑک رہی ہے۔ تم ہی بتا دو۔"

"وہ تو بتانا ہی ہوگا۔ ورنہ آپ میری لاعلمی میں اس کے چور خیالات پڑھ لیں گے۔"

"ایسی کیا بات ہے؟"

"وہ مکمل لڑکی نہیں ہے۔"

"یعنی آدھی لڑکی آدھا لڑکا؟ یہ تو وہی جینا کا کیس ہے۔ وہ بارہ گھنٹے لڑکی رہتی تھی پھر بارہ گھنٹے کے لئے لڑکا بن جاتی تھی۔"

"یہ جینا کا کیس نہیں ہے۔ باربرا سچ مچ لڑکی ہے۔ وہ جینا کی طرح ایک پل کے لئے بھی خود کو لڑکا نہیں سمجھتی ہے لیکن اس کے جسم کا قدرتی نظام کچھ ایسا ہے کہ وہ ازدواجی زندگی نہیں گزار سکتی اور قدرتی طور پر ہی وہ جذبات کے معاملے میں بالکل ٹھنڈی ہے۔"

"کیا وہ قدرتی طور پر ایسی ہے؟"

"یقیناً' ایسا تو قدرتی طور پر ہی ہوتا ہے۔"

"وہ اسرائیل کیوں جا رہی ہے؟ جیری کی سوچ نے بتایا ہے' اسے تاریخ اور آثارِ قدیمہ سے دلچسپی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "اور باربرا کو فوٹوگرافی اور مصوری کا شوق ہے۔ یہ دونوں اسرائیل میں آثارِ قدیمہ کی اسٹڈی اور فوٹوگرافی کے لئے جا رہے ہیں۔"

ہم دونوں پھر ان کے دماغوں میں گئے۔ ادھر وہ دونوں اپنا اپنا سر تھام کر میز پر جھک گئے۔ اچانک ہی کمزوری محسوس کر رہے تھے پھر وہ اٹھ کر ریستوران سے جانے لگے۔

میں نے کہا "ان کے ساتھ کوئی چکر چل رہا ہے۔"

لیلیٰ نے تائید کی۔ "میں باربرا کے اندر رہ کر دیکھ رہی ہوں کہ یہ اچانک کمزوری کے باعث اٹھنے بیٹھنے کے قابل نہیں ہے۔ کجا یہ کہ اچھے پیروں سے چل کر جا رہی ہے۔"

"خود نہیں جا رہی ہے۔ کوئی اس کے دماغ میں ہے' وہ اسے لے جا رہا ہے۔ میں نے جیری کے اندر بھی یہی محسوس کیا ہے۔"

ہم نے فوراً ہی بل ادا کیا۔ پھر ان کے پیچھے جانے لگے۔ لیلیٰ نے کہا "تعاقب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم ان کے دماغ میں رہ کر اغوا کرنے والوں کا مقصد معلوم کر سکتے ہیں۔"

"بعض حالات میں ٹیلی پیتھی کام نہیں آتی۔ یوں بھی ہم بہت آرام طلب ہو گئے ہیں۔ اسی بہانے ذرا بھاگ دوڑ ہو رہے گی۔"

"انہیں کافی میں کوئی دوا ملا کر دی گئی ہے۔"

"یہی بات ہے۔ ایسا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی کر سکتا ہے۔ ویسے ہمیں آپس میں گفتگو کر کے وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ تم باربرا کے خیالات پڑھتی رہو۔"

میں جیری کے دماغ میں آیا۔ وہ ائرپورٹ کے پارکنگ ایریا کی طرف جا رہا تھا جبکہ اس کی ذاتی گاڑی وہاں نہیں تھی۔ وہ تو ہیلا سے اسرائیل کی طرف سفر کرنے کے لئے آیا تھا۔ باربرا نے کہا "میرا دل گھبرا رہا ہے۔ کمزوری سے چلا نہیں جاتا ہے۔ پھر بھی ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

ایک شخص نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کہا "میرا آرام سے بیٹھ جاؤ۔ تمہاری پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔"

میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے پہلے سے انجکشن کی دو سرنج تیار کر رکھی تھیں۔ کوئی اس کے دماغ میں بول رہی تھی "جلدی کرو' یہ ائرپورٹ ہے' کسی کو بھی تمہاری حرکتوں پر شبہ ہو سکتا ہے۔"

میں اس آلۂ کار کے دماغ میں مرینا کی سوچ سن رہا تھا لیکن یہ نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ ہے۔ وہ اتنی محتاط تھی کہ اپنے آلۂ کاروں سے بھی اصل آواز اور لہجے میں نہیں بولتی تھی۔ اس آلۂ کار نے انجکشن کے ذریعے جیری اور باربرا کو بے ہوش کر دیا تھا۔ لیلیٰ نے کہا "اس گاڑی والے نے باربرا کو بے ہوش کر دیا ہے۔"

"جیری کے ساتھ بھی یہی ہو چکا ہے۔ تم کار ڈرائیو کرو۔ میں خیال خوانی کروں گا۔ تعاقب کے دوران فاصلہ بہت زیادہ رکھو تاکہ دشمن خیال خوانی کرنے والی کو شبہ نہ ہو۔"

"ہم کار میں بیٹھ گئے تھے۔ وہ گاڑی آگے جا رہی تھی۔ میں نے اس کے پیچھے چلتے ہوئے کہا "کیا وہ کوئی خیال خوانی کرنے والی عورت ہے؟"

"ہاں میں نے اس گاڑی والے کے دماغ میں اس کی آواز سنی ہے۔"

"کیا مرینا ہے؟"

"یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ کوئی دوسری بھی ہو سکتی ہے۔"

میں پھر اس گاڑی والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پوری طرح ٹیلی پیتھی جاننے والی کی گرفت میں تھا۔ بالکل غائب دماغ تھا۔ وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھ کر ڈرائیو کر رہا تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ کس راستے پر جا رہا ہے اور کہاں جا رہا ہے؟

جب ہم اپنے آلۂ کار کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیتے ہیں تو وہ دماغی طور پر گم ہو جاتا ہے۔ ہم اس کے دماغ سے دیکھتے ہیں اور بولتے ہیں' اس کے کانوں سے سنتے ہیں اور اس کے ہاتھوں اور پیروں سے حرکت کرتے ہیں۔ آلۂ کار کے دماغ میں اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اسے کس راستے پر گاڑی کو موڑنا ہے' کس گلی میں جانا ہے اور کس کوٹھی کے گیراج میں پہنچ کر گاڑی کا انجن بند کرنا ہے۔

یعنی وہ عورت نہیں چاہتی تھی کہ اس کے آلۂ کار کو وہ جگہ معلوم ہو جہاں وہ جیری اور باربرا کو پہنچا رہی تھی۔ گاڑی گیراج میں پہنچ گئی تھی۔ آلۂ کار نے گیراج کے شٹر کو نیچے کیا۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر پہلے باربرا کو کھینچ کر باہر نکالا۔ اسے کاندھے پر لاد کر گیراج کے سامنے آیا۔ ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے وہ دیوار دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ دوسری طرف چوڑا راستہ اور زینہ تھا۔ زینے سے اتر کر تہ خانے میں پہنچا' وہاں کئی کمرے اور کوریڈور تھے۔ اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا پھر باربرا کو اسی طرح کندھے پر اٹھائے اندر آ گیا۔

وہ بہت بڑا بیڈ روم تھا۔ وہاں دو بڑے پلنگ بچھے ہوئے تھے۔ دماغی ضرورت کا ہر سامان موجود تھا۔ آلۂ کار نے باربرا کو ایک پلنگ پر لٹا دیا اس کے بعد باہر چلا گیا۔

وہ کمرا ساؤنڈ پروف تھا۔ باربرا ہوش میں آ کر اگر آخری حد تک چیخ چلاتی' تب بھی کوئی اس کی نہ سنتا۔ میں نے کہا "لیلیٰ! یقین ہو گیا ہے۔ ان دونوں کو مرینا نے اغوا کیا ہے اور انہیں ساؤنڈ پروف اور تاریک قید خانے میں پہنچا رہی ہے۔"

وہ بولی "تاریک قید خانہ مرینا کی شناخت بن گیا ہے۔ جنت بہت ہی ذہین اور تیز طرار ہے۔ کیا آپ اس قید خانے جائیں گے؟"

"ابھی ضروری نہیں ہے۔ ہمیں وہ خفیہ اڈا معلوم ہو چکا ہے' کسی وقت بھی وہاں جا سکتے ہیں لیکن پہلے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ مرینا اور باربرا کی اہمیت کیا ہے؟ ان میں کوئی خاص بات ہے اسی لئے مرینا نے انہیں اپنا قیدی بنایا ہے۔"

"ہم ان کے چور خیالات پڑھ چکے ہیں۔ وہ دونوں بے ضرر اور معصوم ہیں۔ عام سے انسان ہیں۔ ہمیں تو ان میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔"

"ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بہت کچھ جان سکتے ہیں لیکن سب کچھ نہیں جان سکتے۔ ذرا دیکھتی جاؤ' وہ ظہور میں آنے والا ہے کہ ابھی ہمیں توقع نہیں ہے۔"

میں پھر آلۂ کار کے پاس آیا۔ وہ جیری کو بھی باربرا کے کمرے میں دوسرے بستر پر ڈال کر آ گیا تھا۔ چور دروازہ بند کر چکا تھا اور گیراج سے اپنی گاڑی نکال کر گیراج کے شٹر کو متفل کر کے جا رہا تھا۔ بہت دور جانے کے بعد اس نے گاڑی روک دی پھر اچانک ہی دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس بات پر اُسے حیرانی نہیں ہوئی۔ اب میں اس کی آزادانہ سوچ پڑھ سکتا تھا۔

پڑھنے سے پتا چلا اس کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ ایک نامعلوم عورت نے اسے ملازم رکھا ہے' اسے ہر ہفتے پانچ ہزار ڈالر دیتی ہے۔ وہ کبھی اتنی بڑی رقم کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا جبکہ کام بھی کچھ زیادہ نہیں تھا' اس نے دو ماہ کی ملازمت میں آج پہلی بار تین افراد کو بے ہوش کیا تھا۔ اس کے بعد ان تینوں کو اس نے کہاں پہنچایا تھا یہ اسے معلوم نہیں تھا۔

مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ جیری اور باربرا کو تاریک قید خانے میں پہنچانے سے پہلے وہ ایک اور شخص کو وہاں پہنچا چکا ہے۔ اس کی سوچ مجھے یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ ان تینوں قیدیوں کی اہمیت کیا ہے؟

یہی سوال لیلیٰ نے کیا۔ پھر خود ہی جواب دیا "مرینا نے آج تک صرف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قید کیا ہے تاکہ ہم ان کے دماغوں میں پہنچ کر بھی انہیں قید خانے سے نہ نکال سکیں۔ اس نے یہاں کے تاریک کمروں میں تین قیدیوں کو رکھا ہے' یہ تینوں بھی ضرور ٹیلی پیتھی جانتے ہوں گے۔"

"اگر ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو ان کے چور خیالات نے ہمیں کیوں نہیں بتایا؟"

"ہاں' یہ ایک الجھن ہے۔ ان کے خیالات سے پتا چلتا ہے کہ وہ نہ کوئی غیر معمولی علم جانتے ہیں نہ غیر معمولی انسان ہیں۔"

میں نے کہا "ان کے غیر معمولی ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ انہیں مرینا نے شکار کیا ہے۔"

لیلیٰ نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ میں نے کہا "اب ہم نیویارک نہیں جائیں گے۔"

"یہ تو میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ اسی شہر میں دشمنوں کی نشاندہی ہو رہی ہے۔ پچھلی بار مرینا لندن میں تھی۔ اب وہ اسی شہر میں مل سکتی ہے۔"

"مرینا نہیں بھی ہو۔ اسے ڈھونڈنے کا کام ہم نے پارس پر چھوڑ دیا ہے۔ ابھی تو میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ تاریک کمروں میں جو تین قیدی ہیں وہ کون ہیں؟ کس ملک اور کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ مرینا آج کل کس کے خلاف ایکشن میں ہے؟"

ہم اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئے۔ لیلیٰ نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا "میں نیویارک کی سیٹ کینسل کراتی ہوں۔ پھر کافی تیار کروں گی۔ ہم ائرپورٹ میں آدھی پیالی بھی نہیں پی سکے۔"

میں ایک صوفے میں دھنس گیا اور خیال خوانی میں ڈوب گیا۔ جیری اور باربرا ابھی تک بے ہوش تھے۔ دماغی حالت بتا رہی تھی کہ تھوڑی دیر بعد ہوش میں آ جائیں گے۔ میں نے سوچا لیلیٰ کے ہاتھوں سے بنی ہوئی کافی پینے کے بعد پھر ان کے دماغوں

میں آؤں گا۔ میں وہاں سے واپس آنا چاہتا تھا اسی وقت کسی اجنبی کی سوچ سنائی دی۔ "جیری! ہوش میں آؤ۔ کم آن' ہری اپ۔"

میں نے لیلیٰ سے کہا "کوئی جیری کو ہوش میں آنے کے لئے کہہ رہا ہے۔"

"کہہ رہا ہے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مرینا نہیں ہے۔"

"ہاں ہم باربرا کے دماغ میں جاؤ۔"

میں بھی باربرا کے پاس گیا' وہاں بھی وہی اجنبی اسے ہوش میں آنے کو کہہ رہا تھا۔ اس کا دماغ اور سانسوں کی رفتار بتا رہی تھی کہ وہ ہوش و حواس کی طرف آرہی ہے۔ میں نے جیری کے پاس آکر دیکھا وہ اپنے دماغ میں جھنجھناہٹ سی محسوس کررہا تھا پھر وہ ٹکھیوں جیسی جھنجھناہٹ واضح ہونے لگی' ایک دوسرے اجنبی کی سوچ سنائی دی یعنی وہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے' ایک باربرا کے پاس تھا دوسرا جیری کے اندر کہہ رہا تھا "تم ہوش میں آرہے ہو۔ شاباش! آنکھیں کھولو اور دیکھو' سمجھو کہ کہاں ہو؟ اس جگہ کی نشاندہی کرو ہم تمہیں وہاں سے لے آئیں گے۔"

میں سوچ رہا تھا' یہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے کون ہیں جو باربرا اور جیری کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ ابھی میں برین ماسٹر اور چار بلیک سیکرٹ کے متعلق نہیں جانتا تھا۔ اس وقت باربرا کے دماغ میں برین ماسٹر اور جیری کے دماغ میں ایک بلیک سیکرٹ بول رہا تھا۔

کوئی ایک منٹ کے بعد جیری نے آنکھیں کھول دیں۔ سوچنے لگا "میں کہاں ہوں؟ یہ میرے چاروں طرف گہری تاریکی کیوں ہے؟"

بلیک سیکرٹ نے کہا "تم کسی بستر پر ہو۔ یہ کوئی کمرا ہے حوصلہ کرکے اٹھو' اور سوچ بورڈ تلاش کرو۔"

اسی وقت باربرا کی کراہیں سنائی دیں۔ جیری نے اٹھتے ہوئے کہا "یہ تو باربرا کی آواز ہے' میرے بالکل قریب ہے۔"

اس کے دماغ میں کہا گیا "پہلے سوچ آن کرو پھر وہ دکھائی دے گی۔"

وہ پلنگ سے اتر کر کھڑا ہوگیا تھا۔ پاؤں تلے قالین بچھا ہوا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اندھے کی طرح ٹٹولتا ہوا دروازے پر آیا' اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن وہ مقفل تھا یا باہر سے بند کیا گیا تھا' اس نے پھر دروازے اور دیوار کے سہارے آگے بڑھ کر سوچ بورڈ کو پا لیا۔

اس نے ایک سوچ دبایا۔ پھر دوسرے کو دبایا۔ تاریکی جوں کی توں رہی وہاں جتنے سوچ تھے ان سے روشنی نہیں ہورہی تھی۔ باربرا نے پریشان ہوکر پوچھا "یہاں اندھیرے میں کون ہے۔ مجھے ٹپ ٹپ کی آواز آرہی ہے جیسے کوئی بار بار سوچ دبا رہا ہو۔"

جیری نے کہا "باربرا تم اس تاریکی میں تنہا نہیں ہو۔ میں تمہارے ساتھ اسی کمرے میں ہوں۔"

"تھینکس گاڈ' تم میرے پاس ہو۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے دماغ کے اندر کوئی بول رہا ہو۔"

"میرے اندر بھی کوئی بول رہا ہے۔"

برین ماسٹر نے کہا "ہاں' میں بول رہا ہوں۔ اس تاریک قید خانے نے سمجھا دیا ہے کہ مرینا نے تم دونوں کو قیدی بنایا ہے۔"

"یہ مرینا کون ہے؟"

"تم اسے نہیں جانتے۔ وہ اس وقت بھی تمہارے دماغوں میں چھپی ہوئی ہے۔ میں اسے آخری بار سمجھاتا ہوں کہ وہ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کے لئے چیلنج بننے کی حماقت نہ کرے۔ ہمارے آدمیوں کو رہا کردے۔"

جواب میں خاموشی رہی۔ جیری اور باربرا کے دماغوں سے مرینا کی سوچ نہیں ابھری۔ وہ ضرور موجود ہوگی۔ دشمنوں کی.... بے بسی کا تماشا دیکھ رہی ہوگی۔ بلیک سیکرٹ نے پوچھا "جیری! ہمیں بتاؤ' جنہیں کس طرح ٹریپ کیا گیا تھا۔"

وہ بولا "میں باربرا کے ساتھ ریستوران میں کافی پی رہا تھا۔ اچانک ہمیں کمزوری کا احساس ہوا۔ اس کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے جبکہ ہمارا اٹھنے کا ارادہ نہیں تھا۔ ہم بے اختیار پارکنگ ایریا میں چلتے ہوئے آئے۔ ایک شخص نے ہمارے لئے کار کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔"

"وہ شخص کون تھا؟"

"ہمارے لئے اجنبی تھا مگر میں اسے کہیں بھی دیکھ کر پہچان سکتا ہوں۔"

"آگے بولو۔"

"اس شخص نے انجکشن کے ذریعے ہمیں بے ہوش کردیا۔"

"تمہیں اس کی گاڑی میں نہیں بیٹھنا چاہئے تھا۔"

"ہم کمزور تھے۔ ہمارا جسم اور ہمارا دماغ ہمارے اختیار میں نہیں تھا۔ ایسا لگتا تھا کوئی ہمیں سہارا دے کر لے جارہا ہے۔ جب باربرا کو بیہوشی کا انجکشن لگایا گیا تو میں حوصلہ کرنے لگا کہ وہ مجھے انجکشن لگانے آئے گا تو میں اسے کامیاب نہیں ہونے دوں گا لیکن میں اس قدر کمزور تھا کہ صرف ارادہ کرکے رہ گیا۔ اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت نہ دے سکا۔ اس نے انجکشن لگا دیا پھر مجھے ہوش نہیں رہا کہ وہ اجنبی مجھے کہاں لے جارہا ہے۔"

"وہ کون سی کار تھی؟"

"ہنڈا ایکارڈ۔ اس کا رنگ سیاہ تھا۔ میں نے نمبر پلیٹ پر دھیان نہیں دیا۔"

برین ماسٹر نے کہا "وہ ذلیل عورت بہت چالاک ہے۔" اس نے سونیا اور اس کے ساتھیوں کو بھی تاریک قید خانے تک پہنچنے نہیں دیا تھا۔"

بلیک سیکرٹ نے کہا "مگر ہم پہنچیں گے۔ ہم اپنے اصولوں [illegible] پیدا کریں گے۔ مرینا سے دوستی کریں گے اور اپنے [illegible] کو یہاں سے رہائی دلائیں گے۔"

میں نے جیری کے دماغ سے سوال کیا "مگر تم کون ہو؟ ہمیں رہائی دلانا چاہتے ہو۔ ہمارے دوست ہو تو پھر اجنبی نہ رہو۔ اپنا تعارف کراؤ۔"

برین ماسٹر نے کہا "اپنا تعارف کرانا ضروری نہیں ہے ہم پھر [illegible] گے۔"

میں نے جیری کے ذریعے کہا "ٹھہرو تعارف تو ہو ہی چکا ہے۔ تم میں سے ایک برین ماسٹر ہے اور دوسرا بلیک سیکرٹ۔ تم نے بھی مرینا سے کہا تھا کہ وہ تمہارے لئے چیلنج بننے کی حماقت نہ کرے۔ جب یہاں تک کہہ دیا ہے تو یہ بھی کہہ دو کہ ہمارا تم سے کیا رشتہ ہے۔ تم ہمارے لئے کسی مکار عورت سے ٹکرانا بھی چاہتے ہو اور اس سے سمجھوتا کرنا چاہتے ہو۔ پلیز ہمیں تجسس [illegible] جتلانہ کرو' جب ہم تمہارے ہیں تو ہم سے پردہ کیا؟"

"کوئی پردہ نہیں ہے۔ تم دونوں ہمیں جانتے ہو مگر ہمیں جاننے [illegible] پہچاننے کا ایک خاص موقع ہوتا ہے۔ اس مناسب موقع پر [illegible] تمہارے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا بس اب اس قید [illegible] انے میں صبر سے رہو۔ ہم تمہاری رہائی کی کوششیں کررہے [illegible]۔"

وہ چلے گئے۔ میں جیری کے دماغ کی گہرائیوں میں اتر کر معلوم [illegible] نے کی کوشش کرنے لگا کہ وہ کون سا مناسب موقع ہوتا ہے [illegible] ب اس کے اور برین ماسٹر وغیرہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا؟

ایک عام سی بات سمجھ میں آئی کہ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ نے تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغ کے کچھ حصوں کو لاک کردیا ہے۔ جیری اور باربرا انہیں پہچانتے ہیں لیکن مناسب موقع [illegible] نے تک انہیں فراموش کئے رہتے ہیں۔

لیلیٰ' سونیا کے پاس جاکر اسے یہاں کی روداد سنا رہی تھی۔ [illegible] ں نے بھی سب کچھ سننے کے بعد کہا "جیری اور باربرا بہت اہم [illegible] لیکن اپنی اہمیت کو بھولے ہوئے ہیں اور تنویمی عمل کے [illegible] لئے عارضی طور پر یہ اہمیت بھلائی گئی ہے۔"

میں نے کہا "ہمیں ان کی اصلیت اور اہمیت رفتہ رفتہ معلوم [illegible] جائے گی لیکن یہ دو نئے نام ہمارے سامنے آئے ہیں' برین ماسٹر [illegible] ر بلیک سیکرٹ۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ دونوں ٹیلی پیتھی [illegible] نتے ہیں۔"

"فرہاد! تم بھول رہے ہو۔ مرینا صرف ٹیلی پیتھی جاننے [illegible] لوں کو تاریک قید خانے میں لے جاتی ہے۔ اس پہلو سے سمجھو [illegible] وہ تاریک قید خانے کے تینوں قیدی بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے ایک ایسی خطرناک تنظیم وجود میں آئی [illegible] ہے جس کے تمام افراد ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "جب یہ یقین ہوجائے کہ وہ تینوں قیدی پھر برین ماسٹر اور پھر بلیک سیکرٹ بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو بات سمجھ میں آجائے گی کہ اتنی تعداد میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹرانسفارمر مشین سے ہی پیدا ہوسکتے ہیں۔ یہ کوئی نئی خطرناک تنظیم نہیں ہے یہ سب مرینا اور سپر ماسٹر کے ملک سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔"

"تم یہ کہہ رہی ہو کہ مرینا اپنے ہی ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قیدی بنا رہی ہے؟"

"ہاں' ایک اندازہ ہے کہ مرینا اور سپر ماسٹر کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے ہیں۔ مرینا کے مزاج میں حکمرانی اور خود مختاری ہے۔ وہ جورا جوری' جوڈی نارمن' ٹیٹو سنتانا اور پال ہوپ کن کے دماغوں پر حکومت کررہی ہے۔ انہیں اپنی مرضی کے مطابق استعمال کررہی ہوگی اور یہ بات سپر ماسٹر کو پسند نہیں ہوگی۔"

میں نے تائید کرتے ہوئے کہا "بات کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ سپر ماسٹر نے مرینا کی طاقت کم کرنے کے لئے ٹرانسفارمر مشین سے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے ہیں۔ مرینا کے خلاف برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کی ایک ٹیم بنائی ہے۔ اس ٹیم نے مرینا کو کوئی نقصان پہنچایا ہوگا تب ہی وہ برین ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تاریک قید خانے میں پہنچا رہی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "امریکا کی جانب سے اسرائیل کو خیال خوانی کرنے والوں کی مدد پہنچائی جانے والی تھی۔ جیری اور باربرا بھی اسرائیل جانے والے تھے۔ اس حساب سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ تاریک قید خانے کے تینوں قیدی خیال خوانی کرنا جانتے ہیں۔ یہی ان تینوں کی اہمیت کا سبب ہے' وہ تنویمی عمل کے زیر اثر رہ کر اپنی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو اور اپنے برین ماسٹر کو بھولے ہوئے ہیں اور برین ماسٹر مناسب موقع دیکھ کر انہیں ان کی اصلیت اور صلاحیت کی طرف واپس لاتا ہے۔"

بہت سی گرہیں کھل رہی تھیں۔ لیلیٰ نے آخری گرہ کھول دی تو ساری باتیں آئینے کی طرح صاف ہوگئیں۔ اس آئینے میں نظر آنے لگا کہ مرینا' سپر ماسٹر اور برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کے درمیان زبردست تنازعہ ہے وہاں ایک دوسرے سے برتر رہنے کی جنگ لڑی جارہی ہے۔

میں نے کہا "یہ اچھا موقع ہے۔ ہمارے لئے حالات ساز گار ہیں۔ اگر ہم کسی طرح مرینا کو اپنی طرف مائل کرلیں تو ان کی آپس کی جنگ کا نتیجہ ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔"

"مرینا ایک منہ زور آندھی ہے۔ اس آندھی سے صرف پارس ہی کھیل سکتا ہے۔ اپنے بیٹے سے کہو' وہ مرینا کو پہلے لندن میں تلاش کرے' وہاں نہ ملے تو واشنگٹن چلا جائے۔ جس تیزی سے مرینا کام کررہی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے وہ واشنگٹن میں

ہے۔"

ہماری معلومات کے مطابق دو ہی شہروں میں اس کے تاریک قید خانے تھے۔ میں نے پارس سے رابطہ کیا' وہ بولا "یس پاپا؟"

میں نے پوچھا "مرینا کہاں ہے؟"

اس نے معصومیت سے پوچھا "کون مرینا؟"

"وہی ٹیلی پیتھی جاننے والی جس نے لندن میں تمہیں ٹریپ کرنا چاہا تھا لیکن خود تمہارے جال میں پھنس گئی تھی۔"

"سوری پاپا! مجھے یاد نہیں آرہا ہے۔ آپ نے ابھی کیا نام بتایا تھا؟"

"دیکھو شیطان! مجھ سے بننے کی کوشش نہ کرو' سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"تو پھر سنجیدگی سے پوچھتا ہوں۔ کیا آپ کو میری تمام اماؤں کے نام آج بھی یاد ہیں؟"

میں نے جھینپ کر کہا "یہ کیا بکواس ہے!"

"پلیز میرے سوال کو سنجیدگی سے سمجھیں۔ جب باپ کو یاد نہیں ہے تو بیٹے کو کیا یاد ہوگا کہ آپ کی کتنی بیویاں آکر جا چکی ہیں اور ان کے نام کیا کیا رہے ہیں؟"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ لیلیٰ نے پوچھا "پارس سے بات ہوگئی؟"

"میں بیٹے سے بات کرنے جاتا ہوں مگریوں لگتا ہے اپنے باپ سے باتیں کر رہا ہوں۔"

لیلیٰ نے کہا "سچ پوچھیں تو مجھے بھی اس سے باتیں کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ ایسے گھما پھرا کر بولتا ہے کہ جواب نہیں بن پڑتا' ویسے وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

اب میں لیلیٰ سے کیسے کہتا کہ وہ اپنی اماؤں کا حساب پوچھ رہا تھا جبکہ لیلیٰ بھی ایک اماں تھی۔ میں نے کہا "جو بچے باپ کے قابو میں نہیں آتے' وہ ماں کی ممتا سے رام ہو جاتے ہیں۔ تم اسے مرینا کی موجودہ مصروفیات سے آگاہ کرو اور مرینا کو ہماری طرف مائل کرنے کے لئے کہو۔"

لیلیٰ نے اس کے پاس پہنچ کر مخاطب کیا "ہیلو پارس! خیریت سے ہو؟"

"آہ! خیریت کہاں ہے؟ مجھے کچھ ہو گیا ہے۔"

"کیا ہو گیا ہے؟"

"پتا نہیں' ایسا کچھ ہو گیا ہے کہ آنے والے میرے پاس آتے ہی بھاگ جاتے ہیں۔"

"تم اپنی شرارت سے بھگا دیتے ہو۔"

"کیا اپنی ماؤں کے نام پوچھنا شرارت ہے؟"

"ہرگز نہیں' ویسے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا تمہیں اپنی والدہ کا نام یاد نہیں ہے۔"

"ایک ہوتی تو یاد رہتا۔"

"اب اتنی زیادہ بھی نہیں ہیں کہ تمہیں یاد نہ رہیں۔"

"اس کا مطلب ہے آپ کو تمام نام یاد ہیں! چلیں آپ لکھوا دیں۔"

"تمہیں لکھنے کی ضرورت کیا پڑ گئی ہے؟"

"میں خاندانی شجرہ لکھ رہا ہوں۔ تمام ماؤں کے نام لکھ ضروری ہے۔"

"دیکھو پارس! جو عورت اپنے باپ کی منکوحہ ہوتی ہے' ماں کہلاتی ہے۔ اس اعتبار سے تمہاری ایک ماں رسونتی ہے دوسری میں ہوں۔"

"اور جن سے باپ شادی نہ کرے اور ان کی زندگی برباد کر دے' وہ بیچاریاں کسی حساب میں نہیں ہیں؟"

"یہ تمہارے پاپا کی غلطی ہے۔ تم گڑے مردے اکھاڑو۔"

"آپ منکوحہ ہیں۔ خدانخواستہ نہ ہوتیں تو کیا مجھے اپنے باپ سے آپ کا نام پوچھنے کا حق نہ ہوتا؟"

"یہ تم دل کو لگنے والی باتیں کر کے لاجواب کر دیتے ہو۔"

"میں کسی سے ناانصافی نہیں کرنا چاہتا۔ پاپا کی زندگی میں آنے والی ہر عورت ان کی بیوی نہ کہلا سکی۔ میں ہر اس عورت کو ماں کہہ کر اس کا مان بڑھا سکتا ہوں۔ ان کی گود میں سر رکھ کر انہیں فرہاد علی تیمور کا ایک بیٹا دے سکتا ہوں۔ ہر ماں کو جب ایک پارس ملے گا تو میرے باپ کی بیوفائی کی تکلیف کچھ کم ہو جائے گی۔"

لیلیٰ نے کہا "پارس! تم عظیم ہو۔ تمہارے سینے میں اک دل ہے۔ تمہیں عورتوں کے دکھ کا احساس ہے۔ تم عورتوں کی عزت کرتے ہو اور عورتوں کو کبھی کھلونا نہیں سمجھتے....."

وہ بولتے بولتے چونک گئی' سوچنے لگی۔ پارس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"ہو گیا؟ جذباتی باتیں کر کے مجھے الو بنا رہے ہو۔ تم ہم اپنی زندگی میں آنے والوں کو کھلونا سمجھتے ہو۔ اپنے پاپا کے قدم پر چلتے ہو۔ بڑے پارسا بن کر اپنی ماؤں کا حساب کر رہے ہو۔ تمہاری زندگی میں آنے والیوں کا حساب کون کرے گا؟"

"میرے بچے کریں گے۔ اللہ آپ کو لمبی عمر دے' آپ دیکھیں گی کہ ہمارے خاندان کا ہر بچہ اپنے اپنے باپ کی ماں بھری تاریخ لکھتا جائے گا۔"

"خدا تم سے بچائے رکھے۔ ضروری بات نہ ہوتی تو تمہارے پاس نہ آتی۔"

"اس سے ضروری بات کوئی نہیں ہو سکتی کہ میں ماؤں سفر پر روانہ ہو جاؤں۔ باری باری اپنی ہر ماں سے ملاقات کر اور ان کے دکھ بانٹتا رہوں۔"

"بکواس کر رہے ہو۔ ان کے دکھ کیسے بانٹو گے؟"

"بہت آسان سی بات ہے۔ جس ماں کا نام اور پتا ملتا جائے گا اس کے پاس جا کر پاپا سے رابطہ کروں گا اور کہوں گا' جب تک آپ اس ماں سے نکاح نہیں پڑھائیں گے میں بھوک ہڑتال کرتا رہوں گا۔"

لیلیٰ نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا تم پاپا کی زندگی میں آنے والی تمام عورتوں سے اُن کا اسی طرح نکاح پڑھوا دو گے؟"

"جی ہاں۔ اسطرح ڈیڑھ دو سو ماؤں کا ذخیرہ ہو جائے گا۔"

"کیا تم مجھ پر سوکنیں لانا چاہتے ہو؟"

"کیا آپ سوکنوں کو ان کا حق نہیں دینا چاہتیں؟"

وہ پارس کے دماغ سے نکل کر میرے پاس حاضر ہوئی پھر بولی۔ "کیا پارس بھوک ہڑتال کر کے آپ سے کوئی بات منوائے گا؟ آپ مان لیں گے؟"

"بھوک ہڑتال کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو اس کی ہر بات مان لیتا ہوں۔"

"کیا وہ آپ کو مجبور کرے کہ آپ کسی سے نکاح پڑھوالیں؟ آپ راضی ہو جائیں گے؟"

"وہ ایسا کیوں کرے گا؟"

"وہ ایسا کرنے جا رہا ہے۔ جوانی کی ابتدا سے لے کر اب تک جتنی عورتیں آپ کی زندگی میں آئی ہیں' وہ ان سب سے ملاقات کرنے اور ان سے انصاف کرنے جا رہا ہے۔ اس کے خیال میں انصاف کا تقاضا اسی وقت پورا ہوگا جب آپ بیوفائی کے داغ دھوئیں گے اور ان سے نکاح پڑھواتے جائیں گے۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ ایک دم سے رو پڑی۔ روتے ہوئی بولی۔ "آپ تو ہنسیں گے۔ آپ کے لئے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہوگی کہ ڈیڑھ دو سو بیویاں جمع ہو جائیں گی۔"

مجھ سے ہنسی نہیں رک رہی تھی۔ میں نے بڑی مشکلوں سے ضبط کرتے ہوئے کہا "کس شیطان کے چکر میں پڑ گئی ہو۔ اس نے اپنی باتوں کی ہیرا پھیری میں تمہاری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت گم کر دی ہے۔ اس نے کہا کوا کان لے گیا' تم نے کوّے کو دیکھا اپنے کان کو نہیں دیکھا۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"کہوں گا کیا' تم سے پوچھتا ہوں کیا ایک شخص کے لئے ڈیڑھ دو سو نکاح جائز ہیں؟"

"آں؟" وہ حیرانی سے بولی "یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ اتنا سیدھی سی بات تھی۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولی "مگر بیٹے کی ضد پر مزید دو شادیاں تو کر سکتے ہیں؟"

"یہ دو شادیوں کا حساب کیا ہے؟"

"چار شادیاں جائز ہیں۔ ایک نکاح رسونتی سے ہو چکا ہے' دوسرا مجھ سے ہوا ہے۔ باقی دو کی گنجائش ہے۔"

میں نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا "میری زندگی میں اور کسی کی گنجائش نہیں ہے۔ وہ شریر تمہیں چھیڑ رہا ہے۔"

"یہ کیسا بیٹا ہے جو ماں کو چھیڑتا ہے۔"

"ماں کو باپ کے لئے چھیڑتا ہے۔"

"کچھ بھی ہو۔ اسی لئے میں اُس کے پاس نہیں جاتی۔ بات کرتے ہی چکرا دیتا ہے۔"

"تم فرہاد کی شریکِ حیات ہو کر شکست تسلیم کر رہی ہو۔ ابھی جاؤ اور اسے منہ توڑ جواب دو کہ تمہارا باپ میرا ہے' میرا ہی رہے گا وہ میرے بعد اب کسی سے نکاح نہیں پڑھوائے گا۔"

"ہاں' جب شوہر قابلِ اعتماد ہو جائے تو عورت ساری دنیا کو منہ توڑ جواب دے سکتی ہے۔ میں ابھی اس شریر کی زبان بند کروں گی۔"

وہ پھر پارس کے پاس آئی' وہ پوی کے زانو پر سر رکھے لیٹا ہوا تھا۔ لیلیٰ کچھ کہنا چاہتی تھی' اس سے پہلے ہی وہ بولا "پلیز' آپ ایک منٹ بعد تشریف لائیں۔ پوی ممی میرے پاپا کے متعلق کوئی راز کی بات کہہ رہی ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ لیلیٰ دماغ سے باہر ہو گئی۔ پوی نے پوچھا "تم ابھی بولتے بولتے چپ کیوں ہو گئے تھے؟"

پارس نے جھوٹ کہا "ابھی پاپا میرے پاس آئے تھے۔ میں نے کہا میں اپنی ماں کی گود میں لیٹا ہوا باتیں کر رہا ہوں۔ اگر ممی اجازت دیں گی تو میں آپ کو آنے دوں گا۔"

پوی خوش ہو کر بولی "تم نے اپنے پاپا کے سامنے مجھے ماں کہا ہے' صرف کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

"میں تو سچ مچ تمہیں ماں بنانا چاہتا ہوں۔ پاپا سے تمہارا نکاح پڑھانا چاہتا ہوں۔"

"اوہ پارس! تم گریٹ ہو۔"

"ابھی پاپا میرے دماغ میں آئیں گے تو میں چپکے سے تمہارا ہاتھ دباؤں گا۔ تم ان کی محبت میں جو کچھ بول سکتی ہو بولتی چلی جانا' یہ ظاہر نہ کرنا کہ تمہیں ان کی موجودگی کا علم ہے۔"

دوسری طرف لیلیٰ نے دماغی طور پر میرے پاس حاضر ہو کر کہا۔ "وہ پوی کے زانو پر سر رکھے لیٹا ہوا ہے' اسے ممی کہہ رہا تھا۔ مجھ سے کہا میں ایک منٹ بعد آؤں۔ اس کی پوی ممی اس کے پاپا کے متعلق کوئی راز کی بات کہہ رہی ہے۔"

میں نے کہا "اس لڑکے نے تو ناک میں دم کر دیا ہے۔ بھئی تم ہی ذرا عقل سے کام لو۔ پوی کو ممی کہہ دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اس سے نکاح پڑھوانے جا رہا ہوں۔"

"پارس نے کہا تھا کہ اب وہ ہر اس عورت سے ملے گا جو آپ کی زندگی میں آکر اچھا خاصا وقت گزار چکی ہے۔ اسی مقصد کے تحت وہ سب سے پہلے پوی کے پاس پہنچا ہوا ہے۔"

"میں ابھی اسے ٹھیک کرتا ہوں۔ میرے ساتھ آؤ۔"

ہم دونوں پارس کے دماغ میں پہنچے' اس نے ہماری لاعلمی میں ہولے سے پوپی کا ہاتھ دبایا۔ وہ کہنے لگی "پارس! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ تم مجھ سے ماں کا پیار لینے اور بیٹے کا پیار دینے آؤ گے۔"

میں نے پوچھا "پارس! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"تعجب ہے پاپا! آپ یہ دیکھ کر بھی پوچھ رہے ہیں کہ بیٹا اپنی ماں کے پاس ہے۔"

"یہ تمہاری ماں کیسے ہوگئی۔ کیا میں نے اس سے نکاح پڑھوایا ہے؟"

"آپ نے سونیا مما سے بھی نکاح نہیں پڑھوایا لیکن آج تک انہیں ماں کہنے سے مجھے نہیں روکا پھر آج کیوں ٹوک رہے ہیں۔"

مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ وہ واقعی ماں کے رشتے سے سونیا کو مما کہتا تھا اور سونیا اعلانیہ کہتی تھی کہ پارس اُس کا بیٹا ہے میں نے کبھی یہ نہیں پوچھا تھا کہ وہ سونیا کو ماں کیوں کہتا ہے۔ کیا میں نے سونیا سے نکاح پڑھوایا ہے؟

میں نے یہ سوال کبھی نہیں کیا تھا پھر پوپی کو ماں کہنے پر کیسے اعتراض کر سکتا تھا۔ لیلیٰ میرے دماغ میں میرے یہ خیالات پڑھ رہی تھی اور میری مجبوری اور لاجواب ہونے کی بے بسی سمجھ رہی تھی۔

اُدھر پوپی اُس سے کہہ رہی تھی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ میں کیا کمی تھی۔ اگر کمی تھی تو تمہارے باپ ایک عرصے تک محبت کی قسمیں کیوں کھاتے رہے۔ اگر کمی تھی اور وہ اس کی نشاندہی کر دیتے تو میں وہ کمی پوری کر دیتی۔"

پارس نے پوچھا "کیا پاپا نے آپ میں کبھی بے وفائی دیکھی؟"

"بیٹے! کبھی نہیں۔ تمہاری اپنی ماں رسوا نہیں اور دوسری ماں لیلیٰ سماگن رہ کر وفادار رہیں۔ میں تو سماگن نہ ہوتے ہوئے بھی وفادار ہوں۔ تمہارے باپ کے نام پر آدھی جوانی گزار دی۔ آدھی ہے وہ بھی گزار دوں گی۔ میری بے لوث محبت' میری ساری جوانی کا انتظار تمہاری دونوں ماؤں پر بھاری ہے۔ تمہاری دونوں مائیں میری محبت اور وفاداری کی مثال پیش نہیں کر سکیں گی۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ میرا سر جھک گیا۔ لیلیٰ بھی خاموش تھی۔ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ہم سمجھ رہے تھے' بیٹا شرارت سے چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے۔ وہ پیدائشی شریر تھا مگر آج اس شریر نے بڑی سنجیدگی سے باپ کو اٹھا کر پٹخ دیا تھا۔

میں چاروں شانے چت ہوگیا تھا۔ ایک زمانے سے لوگ میری عیاشی پر تبصرے کرتے آرہے تھے۔ میں ان کی پروا نہیں کرتا تھا۔ کوئی میرا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ آج تک کوئی سپر پاور کسی معاملے میں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ لوگ تو بس ایک وقت کہتے ہیں' دوسرے وقت ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔

لیکن اولاد کا خون گرم ہوتا ہے۔ وہ ٹھنڈا نہیں پڑتا۔ آج پارس بولا' کل اس کی یا علی تیمور کی اولاد بولے گی۔ کیا ہمیں داراو جان کی عیاشانہ روایات کو قائم رکھنا چاہئے؟ یہ بڑا بے حیا سوال ہے' اس کا جواب میں بیٹے اور آئندہ کسی پوتے پوتی کو نہیں دے سکتا تھا۔

میں' جو دنیا کو ٹھوکروں میں اڑاتا تھا' آج اپنی آئندہ نسل کی ٹھوکروں میں آگیا تھا۔ ایک گناہ گار سوچتا ہے کہ آئندہ کچھ نہیں ہوگا' ہمارا آئندہ محفوظ ہے۔ یہ بھول جاتا ہے کہ آئندہ اس کی جوان اولاد محاسبہ کرے گی۔ وہ باپ جو کسی کے سامنے نہیں ہارتا اولاد کے سامنے ہار جاتا ہے۔

لیلیٰ میری شرمندگی اور پریشانیوں کو سمجھتی ہوئی مخروطی انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کرنے لگی۔ میں نے آہستگی سے کہا "سونیا کے پاس جا کر کہہ دو ہم پارس کو مریا کے پاس جانے کے لئے نہیں کہیں گے۔ وہ یہ کام سلمان سے لے سکتی ہے۔"

وہ چونک کر بولی "مریا کے نام پر یاد آیا کہ پارس کون سا پارسا ہے کہ آپ کو شرمندہ کر رہا ہے۔"

"لیلیٰ! اسے کچھ نہ کہو۔ اس کے پاس ہر سوال کا بھرپور جواب ہوگا۔"

"کوئی جواب نہیں ہوگا۔ وہ اپنی عیاشی کے سلسلے میں لاجواب ہوگا۔ میں اسے شرمندہ کروں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ پارس کے پاس پہنچ گئی۔ غصے سے بولی "کیا تمہیں احساس ہے کہ تم نے اپنے باپ کو کیسی تکلیف پہنچائی ہے۔ اپنے باپ پر پتھر پھینکنے سے پہلے تمہیں اس پتھر سے اپنا سر پھوڑنا چاہئے۔ تم نے کئی لڑکیوں کی زندگیاں برباد کی ہیں۔"

پارس نے کہا "آپ ایک لڑکی کی بھی بربادی کی مثال پیش کریں۔ میں قائل ہو جاؤں گا اور آپ کے ہاتھوں سزا پاؤں گا۔"

"کیا تم نے زہریلی ماریا کو کھلونا نہیں بنایا۔"

"بالکل نہیں۔ میں تو اسے شریکِ حیات بنانے والا ہوں۔ مجھے اندیشہ تھا کہ جو جو اس سے شادی کی اجازت نہیں دے گی لیکن میری جو جو فراخ دل ہے۔ جانتی ہیں آپ کہ وہ کیا کہتی ہے؟"

"میں سن رہی ہوں۔"

"جو جو کہتی ہے میرے زہریلے خون سے وہ میرے بچے کی ماں نہیں بن سکے گی۔ ڈاکٹروں کی بھی یہی رپورٹ ہے۔ وہ میرا بچہ اپنی گود میں کھلانا چاہتی ہے' مجھ سے کہتی ہے۔ میرا خون ماریا کے زہریلے خون سے مطابقت رکھتا ہے اس لئے وہ میرے بچوں کو جنم دے سکتی ہے۔ جو جو نے مجھے اس سے شادی کی اجازت دے دی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "یہ زبانی باتیں ہیں۔ اجازت مل گئی ہے تو شادی کیوں نہیں کرتے۔"

"ماریا زیرِ علاج ہے۔ وہ بڑی حد تک نارمل اور مہذب ہوگئی ہے لیکن پھر بھی مزاج میں کچھ زہریلا پن ہے۔ وہ میرے ساتھ کسی دوسری کو برداشت نہیں کرنا چاہتی۔ جس دن وہ برداشت کرے گی اور راضی ہو جائے گی میں اس سے شادی کر لوں گا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کی تصدیق آپ ماریا کے دماغ میں جا کر کر سکتی ہیں۔"

"تصدیق کر لوں گی۔ ابھی تو کتنی لڑکیاں ہیں جو تمہاری زندگی میں آکر چلی گئی ہیں۔ ان کا حساب کرو۔"

"کئی لڑکیاں نہیں ہیں۔ ایک دو ایسی ہیں جو کہیں گم ہوگئی ہیں۔ اگر انہیں میری ضرورت ہوتی تو واپس آتیں۔ جو چھوڑ گئیں ان کا ذمے دار میں نہیں ہوں۔"

"الیانے تمہیں نہیں چھوڑا تھا۔ ماسک مین نے اسے اغوا کرایا تھا' تم اس کے کام کیوں نہیں آتے؟"

"آپ خیال خوانی کرتی ہیں۔ کیا اس کے دماغ میں پہنچ سکتی ہیں؟ آپ کا جواب ہوگا نہیں' پھر تو وہ ہمارے لئے گمنام ہوئی۔ جب بھی وہ منظرِ عام پر آئے گی میں اس کی رضامندی دیکھوں گا۔ وہ راضی ہوگی تو اسے ماسک مین سے چھین لاؤں گا۔ وہ میری تیسری شریکِ حیات ہوگی' اب آگے فرمائیں۔"

پھر اس نے خود ہی کہا "آپ مریا کے متعلق فرمائیں گی جبکہ یہ سب ہی جانتے ہیں' وہ مجھے چھوڑ کر بھاگ گئی۔ مجھ سے نچتی پھر رہی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "میں اور تمہارے پاپا مریا کے متعلق بہت ہی سنجیدہ معاملات پر تم سے باتیں کرنا چاہتے تھے مگر تم نے ہمیں دوسرے معاملات میں الجھا دیا۔"

پارس نے پوچھا "وہ معاملات کیا ہیں؟"

لیلیٰ نے اسے مریا' برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کا وہ سارا ایجنڈ بتایا جو واشنگٹن میں کھیلا جا رہا تھا' پھر اس سے کہا "تمہارے پاپا چاہتے ہیں کہ تم مریا کو تلاش کرو اور اسے ہماری طرف مائل کرو۔"

"اسے آپ لوگوں کی طرف کیسے مائل کروں؟"

"تم نادان بچے تو نہیں ہو۔ وہ تم سے بھاگتی ہے مگر تمہیں چاہتی ہے۔ تم اسے محبت سے ہماری ٹیم کے لئے جیت سکتے ہو۔"

"اگر میں نے اسے جیت لیا تو وہ میری چوتھی شریکِ حیات ہوگی۔"

"تم نے پھر بکواس شروع کی؟"

"یہ بکواس نہیں ہے' ابھی آپ نے الزام دیا تھا کہ میں پارسا نہیں ہوں اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ ان سے شادیاں کر سکتا ہوں۔ اب یہ لڑکیاں خود بھاگتی پھر رہی ہیں تو میں الزام سے بری ہو رہا ہوں۔ آپ بھی پاپا کو الزام سے بری کریں' نہیں پچھلی تمام محبوباؤں سے شادی کرنے کی اجازت دیں۔ جنہیں بھاگنا ہوگا وہ بھاگ جائیں گی۔ ان سے آپ کا پیچھا چھوٹ جائے گا۔"

"اور جو نہیں بھاگیں گی' وہ سوکنیں بن کر مجھ پر مسلط ہو جائیں گی' تم مجھے الٹا سنا رہے ہو۔"

"آپ ایک عورت ہیں' دوسری عورتوں کے حقوق کیوں نہیں دینا چاہتیں؟"

"میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"بات نہ کرنے کے باوجود پاپا کو اپنے تمام ہرجائی پن کی تلافی کرنی ہوگی۔ انہوں نے جس عورت کو بھی ہاتھ لگایا ہے اس سے نکاح پڑھوانا ہوگا۔ اگر آپ انکار کریں گی تو اس کا مطلب ہوگا کہ آپ کی نظروں میں عورت کی آبرو کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے۔"

لیلیٰ نے میرے پاس آکر اپنے سر کو تھام لیا' میں نے کہا۔ "میں نے پہلے ہی منع کیا تھا پارس کے پاس نہ جاؤ' اس کے پاس ہر سوال کا بھرپور جواب ہوگا۔"

"آپ کے پچھلے اعمال نے اسے منہ زور بنا دیا ہے۔ اگر میں کہتی ہوں کہ آپ سابقہ محبوباؤں سے نکاح نہ پڑھوائیں تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ میں عورت ہو کر دوسری عورتوں کی بے آبروئی پسند کر رہی ہوں۔"

"پھر وہی بات۔ کیا ڈھیر ساری عورتوں سے نکاح جائز ہوگا؟"

"ہوگا۔ کتنی تو مر چکی ہیں' کتنی گمنام ہیں' جو حاضر ہیں' ان سے نکاح پڑھوانے کے لئے آپ کا بیٹا طرح طرح کے جواز پیدا کر لے گا' میں اس کے شیطانی دماغ کو سمجھ گئی ہوں' وہ ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسی سے نکاح نہیں پڑھواؤں گا۔"

یہ کہتے ہی میں پارس کے پاس گیا' پھر بولا "میں نے تمہیں بہت ڈھیل دی ہے' بہت سر پر چڑھایا ہے۔ اب نیچے اتر جاؤ۔ اپنی دوسری ماں سے کہہ دو تم مذاق کرتے رہے ہو۔"

اس نے پوچھا "کیا آپ میری تمام ماؤں سے مذاق کرتے رہے ہیں؟"

"بکواس مت کرو۔"

"آپ کے ڈانٹنے سے اولاد خاموش ہو سکتی ہے مگر حقیقت چپ نہیں ہوتی۔ وہ ایک دن ضرور بولتی ہے۔"

"تم چاہتے کیا ہو؟"

"اپنی ماں سے انصاف۔"

"کس ماں کی بات کررہے ہو؟"

"اتنی بڑی دنیا میں میری صرف ایک ہی ماں ہے۔ وہ ماں جس نے مجھے جنم نہیں دیا مگر اپنی بے مثال ممتا اور تربیت سے مجھے غیر معمولی صلاحیتوں کے آسمان پر پہنچادیا۔ یہ وہ ماں ہے جس کے لئے میں باپ سے بھی ٹکرلے سکتا ہوں۔"

"تم جذباتی ہورہے ہو۔ تمہیں پتا ہے' سونیا روحانیت کی راہ پر چلتی آرہی ہے۔ وہ خود ہی ازدواجی زندگی نہیں گزارنا چاہتی۔"

"کیا آپ نے کبھی ان سے شادی کی بات کی تھی؟"

"ہاں ایک بار لاہور میں تمہاری پھوپی کے ہاں وہ میری دلہن بننے والی تھی پھر اچانک اس نے تمہاری رسونتی ماما کے حق میں فیصلہ بدل دیا۔ وہ تمہاری ماں کی سوکن بن کر اس کا دل نہیں دکھانا چاہتی تھی۔"

"مما نے میری ماما کے لئے اپنے اندر کی عورت کو کچل دیا۔ یہی قربانی کا جذبہ آپ میں بھی ہونا چاہئے تھا۔ اس کے بعد آپ کی زندگی میں کسی عورت کو داخل نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اگر آپ کی زندگی میں داخل ہونے کا کوئی دروازہ کھلا تھا تو وہ صرف سونیا مما کے لئے کھلا رہنا چاہئے تھا لیکن اس دروازے سے دوسری عورتیں آتی جاتی رہیں۔ آخر میں لیلیٰ آنٹی سما گن بن گئیں۔ میری مما تو ایک کچرا تھیں جنہیں آپ اپنی ذات سے باہر پھینک کر بھول گئے۔ کھڑکی دروازے بند کرلئے تاکہ کچرا واپس نہ آجائے۔"

"میں تمہاری باتوں کا جواب نہیں دے سکوں گا لیکن اتنا ضرور پوچھوں گا کہ ان باتوں سے کیا حاصل ہوگا؟ تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہوں گا دنیا کی تمام عورتوں کے مقابلے میں محض کہ میری پیدا کرنے والی ماں کے مقابلے میں بھی مما کو سب سے زیادہ عزت' مان اور رتبہ ملے لیکن پاپا! میری ضد یا سفارش پر مما کو عزت ملے گی تو وہ خیرات ہوگی۔"

"یعنی ہر طرح سے تمہیں اعتراض ہے۔ میں سونیا سے نکاح پڑھوانے کی بات کروں تو یہ محبت نہیں ہوگی' خیرات ہوگی۔"

"محبت ہوتی تو آپ میری زبان کھلنے سے پہلے مما کو اپنی منکوحہ بنالیتے۔"

"ارے یہ تم کیا مسئلہ لے بیٹھے ہو۔ ہمیں مختلف محاذوں پر مختلف دشمنوں سے نمٹنا ہے۔ وہ ہماری عدم موجودگی میں پتا نہیں کہاں' کیا کر جائیں گے۔"

"آپ اپنی جوانی کی ابتدا سے دشمنوں کی فکر کرتے' ان سے لڑتے اور ان پر غالب آتے رہے ہیں اور اپنے اندر کے دشمن کو چھپاتے رہے ہیں' وہ دشمن جذبات آپ سے غلطیوں پر غلطیاں کراتے رہے۔ آپ کی بے حسی اور خود غرضی اتنی بڑھ گئی کہ آپ نے عظیم مما کو دو کوڑی کا سمجھ کر ہمیشہ کے لئے نظرانداز کردیا۔"

"بکواس مت کرو' میں آج بھی سب سے زیادہ سونیا کی عزت کرتا ہوں۔ میں مشکل راہوں پر خود چلتا ہوں مگر چلنے سے پہلے اُس سے مشورے لیتا ہوں۔ میرے لئے اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ میری شریکِ حیات کہلائے۔"

"پاپا! میں وضاحت کردوں کہ میرا مزاج اور میرے خیالات کیوں بدل گئے ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں جوان ہوکر آپ کا محاسبہ کررہا ہوں۔ ایک دن میری اولاد جوان ہوکر میرا اعمال نامہ پڑھے گی۔ میرے اور آپ کے اعمال ناموں میں عیاشی اور بے حیائی زیادہ ہوگی اور اخلاقی باتیں برائے نام دکھائی دیں گی۔"

"تم صاحبِ اولاد نہیں ہوسکو گے' ڈاکٹروں کی رپورٹ میں سن چکا ہوں' تمہارا زہریلا پن جو جو کو نقصان پہنچائے گا۔"

"ماریا کو تو نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں اولاد کے لئے اس سے شادی کروں گا۔ باقاعدہ نکاح پڑھواؤں گا۔"

"اچھی بات ہے میں اس سلسلے میں سونیا سے بات کرنے جارہا ہوں۔"

"آپ میرے نہیں اپنے سلسلے میں بات کریں۔"

میں سونیا کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا "کیا پارس کو مرینا کی موجودہ مصروفیات کے متعلق بتا چکے ہو؟"

"کچھ بتایا ہے کچھ بتانے کو رہ گیا ہے۔ وہ ہمیں نئے مسئلے میں الجھارہا ہے۔"

"کیا ہے وہ نیا مسئلہ؟"

"اب میں کیا بتاؤں' وہ اس بات پر ناراض ہے کہ میں نے تم سے نکاح کیوں نہیں پڑھوایا۔"

سونیا کی سانس اوپر کی اوپر ہی رہ گئی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں باہر نکل آیا۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ پارس نے مار کی دُکھتی رگ پر میری انگلی رکھوائی ہے۔ بینک اس کے اندر بھی یہ کرب چھپا ہوگا کہ میں نے اسے سب کچھ دیا لیکن شریکِ حیات کے حقوق نہیں دئے۔ عورت خواہ کتنا ہی چھپائے' اوپر سے خوا کتنی ہی پتھر بن جائے' اسے اپنی توہین کا احساس ہوتا ہے اور اس توہین کو وہ بڑی خاموشی سے جبراً برداشت کرتی رہتی ہے۔

میں پھر اس کے دماغ میں آیا۔ وہ گہری سنجیدگی سے بولی "صرف کام کی باتیں کرو۔"

"کام کی باتیں کیا خاک کروں؟ تم اسے قتل ابیب میں اپنے پاس بلانے والی تھیں' کیونکہ یہاں مرینا کی مصروفیات کا علم ہو تھا۔ پھر پتا چلا وہ واشنگٹن میں بھی مصروف ہے۔ یہ صحیح طور نہیں سمجھا جاسکتا کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں ہے۔ تمہارا خیال تھا پارس اسے ڈھونڈ نکالے گا لیکن وہ تو ہماری شادی کا مسئلہ لے کر بیٹھ گیا ہے۔"

وہ بولی "اس کا دماغ چل گیا ہے۔ اسے اچانک یہ باتیں کیوں سوجھ رہی ہیں؟"

میں نے کہا "جوجو کے ماں بننے کے آثار پیدا ہوئے تھے میں ہیں لیکن میڈیکل رپورٹ کے مطابق وہ کبھی ماں نہیں بن سکے گی۔ پارس کا زہریلا خون صرف ماریا سے مطابقت رکھتا ہے اس لئے ماریا کے مکمل طور پر نارمل ہونے کے بعد وہ شادی کرے گا اس سے ضرور اولاد ہوگی۔"

سونیا نے کہا "وہ اولاد کے لئے ماریا سے شادی کرسکتا ہے مگر ہمیں شادی کے لئے کیوں مجبور کررہا ہے؟"

"نہ وہ مجبور کررہا ہے' نہ میں مجبور ہورہا ہوں۔ میں لاکھ برائی سہی' مگر تم دل سے جانتی ہو کہ میں تمہیں دل وجان سے چاہتا ہوں۔ اگر تم سے نکاح نہیں پڑھوایا تو یہ میری کوتاہی' بے وفائی یا آوارگی ہے یا پھر تم سے ایسا روحانی تعلق ہے جو شادی کی رسم سے بلند و بالا ہوتا ہے۔"

"میں مانتی ہوں ہم دل سے اور روح کی گہرائیوں سے جڑے ہوئے ہیں لیکن دنیا میں رہتے ہوئے عورت کو اپنے مرد کے حوالے سے جو عزت اور مقام ملنا ہے وہ مجھے نہیں ملا۔ جب اپنا دی ازدواجی رشتہ نہ دے' اپنی عورت کو مجازی خدا کے حوالے سے اپنا نام نہ دے تو اس ذلت اور توہین کو مجھ جیسی عورتیں ہی سمجھتی ہیں۔ تمہارے جیسے مرد کبھی نہیں سمجھتے۔"

"ایسا نہ کہو' میں سمجھ رہا ہوں۔"

"جھوٹ' تم نے نہیں سمجھا ہے۔ بیٹا سمجھا رہا ہے۔ بیٹے کو ی یہ خیال ستا رہا ہے کہ ماریا سے اس کی اولاد ہوگی تو وہ باپ سے پوچھے گی سونیا دادی کس رشتے سے ہماری دادی لگتی ہیں؟"

"ہاں' آئندہ نسل قیامت بن جاتی ہے۔ ہمارے پچھلے شتوں کی چھان بین کرتی ہے۔ اگر ہمارا نکاح ہوجائے گا تو رے بیٹوں' پوتوں اور پوتیوں کو اخلاقی اور تہذیبی اطمینان حاصل ہوجائے گا۔"

"تم اولاد کے اطمینان کے لئے کتنی سابقہ محبوباؤں سے اح پڑھواؤ گے؟"

"ابھی تو صرف تم اور پوپی ہو۔ یوں بھی چار سے زیادہ ادیوں کی اجازت نہیں ہے۔"

"دوسری بیچاریوں نے تم پر محبت اور اپنا تن من لٹانے میں س بات کی کمی کی ہے۔ کیا ان سے انصاف نہیں کروگے؟"

"تم پارس کی طرح اس معاملے کو الجھارہی ہو۔"

"فرہاد! مجھے اس معاملے سے دلچسپی نہیں ہے۔ میں اگر ضد ں آجاتی تو رسونتی کی سوکن بن جاتی لیکن میں نے تمہیں دیوانہ ارا چاہنے کے باوجود سوکن بننا گوارا نہیں کیا۔ پھر اب کیسے لیلیٰ اور پوپی کی بھی سوکن بن جاؤں گی؟ تم مجھے اب تک سمجھ نہیں پائے۔ میں اپنی ذات میں ایک پوری کائنات ہوں اور فرہاد علی تیمور اس کائنات کو کبھی تسخیر نہیں کرسکے گا۔"

میں سمجھ رہا تھا۔ بیس برسوں سے سمجھ رہا تھا کہ سونیا میرے لئے آسمان ہوگئی ہے۔ میں ہاتھ اٹھاکر اسے کبھی نہیں چھو سکوں گا۔

میں نے پارس کے پاس آکر کہا "سونیا کی نظروں میں تمہاری ضد کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"میں اہمیت اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اتنا بتادیں' مما کو اعتراض کیا ہے؟"

"وہ کسی کی سوکن نہیں بننا چاہتی۔"

"آپ مما سے کہیں' سوکن بن کر اپنے جائز حقوق حاصل کرنے سے توہین نہیں ہوگی بلکہ اولاد کے محاسبہ کرنے سے شرمندگی ہوگی۔ مما پچھلی ضد سے باز آکر آئندہ نسل کے سامنے جائز رشتہ ازدواج پیش کرسکتی ہیں۔"

"تم بڑی معقول اور دانائی کی باتیں کررہے ہو۔ میں پھر تمہاری مما کو قائل کروں گا۔"

"جب تک آپ قائل نہیں کریں گے' جب تک ہمارے خاندانی رشتے جائز نہیں ہوں گے تب تک میں آپ لوگوں سے دور رہوں گا۔ ان لمحات کے بعد کوئی خیال خوانی کرنے والا میرے دماغ میں نہیں آئے گا۔"

"ہمارے سامنے مرینا بہت بڑا چیلنج بنی ہوئی ہے۔ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ نہ جانے کیسی کیسی صلاحیتیں اور قوتیں حاصل کرکے آئے ہیں۔ ایسے وقت تم ہم سے رابطہ ختم کرنا چاہتے ہو؟"

"میرے پیدا ہونے سے پہلے بھی بڑی بڑی قوتیں آپ لوگوں کے مقابلے پر آئیں اور آپ نے میرے بغیر سب کو بھگتا لیا۔ یوں سمجھ لیں میں پیدا نہیں ہوا۔ جب جائز رشتے ہوں گے تو پیدا ہوجاؤں گا۔ تب تک کے لئے خدا حافظ۔"

اس نے سانس روک لی۔ سلمان نے کہا "سسٹر بلا رہی ہیں۔"

میں اس کے پاس گیا' وہ بولی "تم بیٹے سے الجھے ہوئے ہو۔ ادھر سلمان' سپر ماسٹر کے دماغ میں رہ کر ان کے موجودہ اجلاس کی کارروائی دیکھ کر آیا ہے۔"

مجھے سلمان اور سونیا کے ذریعے جو اطلاع ملی اس سے پتا چلا کہ امریکا میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک نئی تنظیم قائم کی گئی ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعہ نئے خیال خوانی کرنے والے پیدا کئے گئے ہیں۔ ان میں چار ٹیلی پیتھی جاننے والے نہایت ہی تجربہ کار سیاست داں' سائنس داں' ڈاکٹر اور انجینئر ہیں۔

وہ چاروں بلیک سیکرٹ کہلاتے ہیں۔ ان کا ایک پانچواں شخص برین ماسٹر کہلاتا ہے۔ جو بلیک سیکرٹ کا پیغامبر تھا۔ ان کی باتیں اعلیٰ حکام تک پہنچاتا تھا۔ ان کے تمام منصوبوں پر عمل کرتا تھا اور دوسروں سے عمل کراتا تھا۔

اس اجلاس میں سلمان نے سپر ماسٹر کے دماغ میں رہ کر معلوم کیا کہ بلیک سیکرٹ اور مرینا کے درمیان شدید اختلافات ہیں۔ ٹرانسفارمر مشین اور تمام نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان چار بلیک سیکرٹ کے ماتحت تھے اور ان کے احکامات کی پابندی کرتے تھے۔ وہ چاروں نہ اپنا چہرہ دکھاتے تھے اور نہ ہی اپنی آواز سناتے تھے۔ وہ صرف برین ماسٹر کے دماغ میں بولتے تھے اور اس کے ذریعے دوسروں کی باتیں سنتے تھے۔

برین ماسٹر اجلاس میں بیٹھا اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کہہ رہا تھا "ٹیلی پیتھی کا شعبہ صرف بلیک سیکرٹ کے ہاتھوں میں ہونا چاہئے لیکن مرینا اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی الگ ٹیم بنا کر اپنی من مانی کر رہی ہے۔"

مرینا نے اپنے نمائندے کی زبان سے کہا "میں کوئی ٹیم یا تنظیم نہیں بنانا چاہتی۔ میری ایسی خواہش ہوتی تو اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس ملک میں نہ لاتی' انہیں آپ لوگوں سے بہت دور لے جاتی۔"

برین ماسٹر نے کہا "کیا ثبوت ہے کہ تمہارے خیال خوانی کرنے والے ہمارے ملک میں ہیں۔ تم نے ہم میں سے کسی کو ان کی صورت نہیں دکھائی۔"

وہ بولی "کیا تم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کی صورتیں دکھاؤ گے؟"

سپر ماسٹر نے کہا "اس اجلاس میں ایسی کوئی بات نہ کی جائے جو آپس میں تنازعے کا سبب بن جائے۔"

وہ بولی "آپ لوگ زبانی طور پر تنازعہ ختم کر سکتے ہیں عملی طور پر ختم نہیں کر پائیں گے۔ پچھلے اجلاس میں برین ماسٹر نے چیلنج کیا تھا۔ اس چیلنج کے مطابق اس نے میرا ایک خیال خوانی کرنے والا کم کر دیا ہے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیٹو سنتانا کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے" برین ماسٹر نے کہا "تم کسی ثبوت کے بغیر الزام دے رہی ہو۔"

وہ بولی "ٹھیک کہتے ہو۔ ثبوت کے بغیر میں تمہیں الزام نہیں دے سکتی۔ تم بھی کوئی الزام مجھ پر عائد نہیں کر سکو گے۔"

مرینا کا اشارہ ان تین قیدیوں کی طرف تھا جو تاریک قید خانے میں تھے۔ برین ماسٹر تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر خیال خوانی کے ذریعے چاروں بلیک سیکرٹ سے باتیں کرتا رہا۔ پھر بولا۔ "مرینا! یہاں ہمارے ملک کے تمام اکابرین بیٹھے ہیں۔ میں ان کے سامنے تم سے درخواست کرتا ہوں' آؤ دوست بن کر ہمارے ساتھ کام کرو۔ آپس کی دشمنی ہمارے ملک کو بہت مہنگی پڑے گی۔"

"میں اپنے ملک کے ہر محب وطن کی دوست ہوں۔ ایسے دوستوں میں آئین کے سانپ بھی ہیں۔ جب تک میں ٹیٹو سنتانا کے قاتل کو بے نقاب نہیں کروں گی کسی پر بھروسا نہیں کروں گی۔"

برین ماسٹر نے کہا "ہم تمہارا شبہ کس طرح دور کر سکتے ہیں؟ اگر تم سب کے سامنے نہیں بولنا چاہتیں تو میں تمہارے نمائندے کے دماغ میں آ رہا ہوں۔"

وہ نمائندے کے اندر آ کر بولا "مرینا! ہم تسلیم کرتے ہیں، تم زبردست ہو۔ تم نے ایک ہی دن میں ہمارے تین اہم آدمیوں کو تاریک قید خانے میں پہنچا دیا ہے۔ ہم تم سے دوستی کر کے اور تمہارے ساتھ اپنے ملک کی خدمت کر کے فخر کریں گے۔"

مرینا نے پوچھا "کیا سچے دل سے کہہ رہے ہو؟"

"تم میری اور بلیک سیکرٹ کی سچائی کسی طرح بھی آزما لو۔"

"تو پھر بھرے اجلاس میں اپنی زبان سے اعلان کرو کہ کس طرح میری صلاحیتوں کو تسلیم کرتے ہو اور کس طرح تنازعہ ختم کرنا چاہتے ہو۔"

برین ماسٹر نے کھنکھار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا "آپ تمام معزز حضرات کو انتظار کی زحمت اٹھانی پڑی۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ تمام بلیک سیکرٹ مرینا کی ذہانت اور حاضر دماغی کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ اس قابل ہے کہ بلیک سیکرٹ کی ٹیم میں شامل ہو کر ملک کے لئے کام کرے۔ کیا آپ حضرات متفق ہیں؟"

سب نے متفق ہو کر خوشی سے تالیاں بجائیں اور کہا "اس سلسلے میں مرینا کو بھی کچھ کہنا چاہئے۔"

وہ بولی "یہ جھگڑا پہلے ہی دن ختم ہو جاتا اگر میری صلاحیتوں کو تسلیم کر لیا جاتا۔ میں نے ابھی کہا تھا کہ میرا ایک ٹیٹو سنتانا ہلاک کر دیا گیا ہے' اس کے بدلے میں نے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کر لیا ہے۔ یعنی پہلے میرے پاس چار تھے۔ اب چھ ہو گئے ہیں۔ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ جانتے ہیں کہ میں مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہاں سے شکار کر رہی ہوں۔ وہ میری صلاحیتوں کے معترف ہو کر مجھے بلیک سیکرٹ میں شامل کر رہے ہیں۔ گو مجھے پانچویں بلیک سیکرٹ بنانا چاہتے ہیں۔"

بلیک سیکرٹ پریشان ہو گئے تھے' وہ اجلاس میں یہ کہنا نہیں چاہ رہے تھے کہ ان کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مرینا قید کر چکی ہے۔ ایسا کہنے سے برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کی حفاظتی اور انتظامی کمزوریاں ظاہر ہو جاتیں۔ انہوں نے پہلے اجلاس میں دعویٰ کیا تھا کہ کوئی دشمن ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ اور اس دعوے کے چند گھنٹوں بعد ہی مرینا نے تین کو اغوا کر لیا تھا۔

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے پوچھا "کیا تم پانچویں بلیک سیکرٹ بننے پر راضی ہو؟"

وہ بولی "مجھے عہدہ نہیں چاہئے۔ میں صرف کام کرنا چاہتی ہوں۔ بلیک سیکرٹ کی طرح کوئی ٹیم بنانا نہیں چاہتی اور نہ ہی ایسی کسی ٹیم میں شامل ہونا چاہتی ہوں۔ ہمارے سامنے سب سے بڑا مسئلہ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ہے جو میرے زیر اثر ہیں اور کچھ بلیک سیکرٹ کے ماتحت ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں ثابت کر چکی ہوں کہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی پوری طرح حفاظت کر سکتی ہوں۔ میں انہیں سونیا سے چھین کر لائی ہوں۔ یہاں کسی نے ٹیٹو سنتانا کو مجھ سے چھین کر حماقت کی۔ جس کے نتیجے میں چھیننے والے کو اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اس لئے میں عرض کرتی ہوں مجھے بلیک سیکرٹ کا عہدہ نہ دیا جائے۔ بلکہ اس ملک کے تمام نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے حوالے کئے جائیں۔ میں ان کی حفاظت کروں گی اور انہیں ملک و قوم کی خدمت کے لئے استعمال کرتی رہوں گی۔"

برین ماسٹر نے کہا "تم بلیک سیکرٹ سے تمام اختیارات چھین لینا چاہتی ہو؟"

"بلیک سیکرٹ کو بہت سے ملکی معاملات کے سلسلے میں اختیارات حاصل ہیں۔ ایک ٹیلی پیتھی کا شعبہ میرے پاس آ جائے گا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"مرینا! ہم تمہاری قدر کر رہے ہیں اور تم سمجھ رہی ہو کہ ہم مجبور ہو کر جھک رہے ہیں۔ کیا تم چاہتی ہو کہ ہم تمہیں خود سر اور باغی سمجھ لیں۔"

"میں باغی نہیں ہوں مگر تم لوگ مجھے بغاوت کے راستے پر پہنچا رہے ہو۔ اس سلسلے میں سپر ماسٹر اور کچھ فوجی افسران تمہارا ساتھ دے رہے ہیں۔ میں جانتی ہوں یہ لوگ انکار کریں گے لیکن میں پال ہوپ کن کے دماغ سے ایک ایک دوغلے کا کچا چٹھا پڑھ چکی ہوں۔"

سپر ماسٹر اپنی کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "مرینا! مائنڈ یور لنگویج۔ تم میرے ساتھ چند معززین کو بھی دوغلا کہہ رہی ہو۔"

"غصہ نہ دکھاؤ۔ جواب دو۔ بلیک سیکرٹ کی اندھی حمایت کیوں کی جا رہی ہے اور میری مخالفت کیوں؟ میں جن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سونیا سے چھین کر لائی ہوں ان میں سے ایک کو کس قصور پر مار ڈالا گیا اور پال ہوپ کن کو مجھ سے چھیننے کے لئے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اس کی شخصیت کیوں تبدیل کرنا چاہتے تھے؟ کیا صرف اس لئے کہ وہ میرا ماتحت نہ رہے اور بلیک سیکرٹ کا وفادار بن جائے؟"

"یہ سب تمہارا ذاتی خیال ہے۔"

"ذاتی خیال نہیں ہے۔ میں نے پال کے دماغ میں برین ماسٹر کو بولتے سنا ہے۔"

"تم الزام دے رہی ہو۔"

"برین ماسٹر! اگر تم سچائی سے انکار کرو گے تو تمہارے مزید تین ٹیلی پیتھی جاننے والے میری قید میں آ جائیں گے۔ تم انہیں سمندر کی تہہ میں' پاتال میں' خلائی سیاروں میں چھپا کر رکھو' تین اور میرے پاس چلے آئیں گے۔"

برین ماسٹر پچھلے تین کا انجام دیکھ چکا تھا۔ مزید تین کے ہونے والے نقصانات کے بارے سوچ کر پریشان ہوا۔ اعلیٰ حکام اور فوجی افسران نے پوچھا "کیا مرینا نے ہمارے ہی تین آدمیوں کو قیدی بنایا ہے؟"

برین ماسٹر نے بلیک سیکرٹ کی ہدایات کے مطابق کہا "یہ بکواس کرتی ہے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ ہیں اور ایسے حفاظتی انتظام میں ہیں کہ مرینا کیا سونیا بھی خواب میں وہاں نہیں پہنچ سکے گی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "مرینا! میں تم سے چند اصولی باتیں کرتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جوزا جوری' جوڈی نارمن' پال ہوپ کن اور ٹیٹو سنتانا ہمارے ملک کی امانت تھے۔ ان میں سے ایک مر گیا۔ اس کا ہمیں افسوس ہے۔ باقی تین امانتوں کو اپنے ملک کے حوالے کرنا چاہئے' کیا یہ تمہارا فرض نہیں ہے؟"

"امانتیں سونیا کو لوٹانا چاہئیں کیوں کہ وہی انہیں یہاں سے لے گئی تھی۔ اگر میں نے انہیں حاصل کیا ہے تو غلط ہاتھوں میں نہیں جانے دوں گی۔ بلیک سیکرٹ بالکل نااہل ہیں۔ اور میں محنت سے حاصل کی ہوئی چیزیں نادانوں کے حوالے نہیں کروں گی۔"

"بلیک سیکرٹ کی حکمت عملیوں کو تم ہم سے زیادہ نہیں جانتی ہو۔ اس کے باوجود تمہیں اختلاف ہے تو تم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہمارے حکم کی تعمیل کرنا تمہارا فرض ہے۔"

"آپ لوگ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ سے واپس لے کر مجھے تنہا کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ دوسرے لفظوں میں کمزور کیوں کرنا چاہتے ہیں؟"

"ہم تنہا ایک عورت کو ٹیلی پیتھی کا اہم شعبہ نہیں دینا چاہتے۔ تم بلیک سیکرٹ کے ساتھ کام کرو گی۔"

مرینا نے پوچھا "کیا آپ کو علم ہے کہ بلیک سیکرٹ نے ٹرانسفارمر مشین سے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے ہیں؟"

"یہ جاننا ہمارا کام نہیں ہے۔ یہ بلیک سیکرٹ کا شعبہ ہے۔"

"پھر تو یہ تمہیں کبھی نہیں معلوم ہو گا کہ کتنے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے بلیک سیکرٹ کی گرفت سے نکل کر میری طرف آ رہے ہیں۔"

"کیا تم اپنے ملک سے دشمنی کر رہی ہو؟"

"دوستی اور حب الوطنی کا ثبوت دے رہی ہوں۔ بہت جلد ثابت کروں گی کہ تمام نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے زیر اثر آگئے ہیں اس کے بعد بھی ٹرانسفارمیشن سے مزید پیدا کئے جائیں گے' انہیں بھی اپنے دام میں لے آؤں گی۔ یہ تمام لوگ میرے ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے کام کرتے رہیں گے تو تمہیں یقین آئے گا کہ میں محب وطن ہوں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں اس اجلاس میں ایک ایک دشمن اور ایک ایک دوغلے چہرے کو پہچانتی ہوں۔ چاہوں تو ان کے دماغوں میں زلزلے پیدا کردوں۔ پھر سوچتی ہوں' یہ میرے مخالف ہیں مگر میرے ہی وطن کے لئے کام کررہے ہیں۔ ان کی ایک اچھائی کی خاطر میں انہیں معاف کررہی ہوں' بہرحال میں جارہی ہوں۔ ضرورت ہوئی تو حاضر ہوجاؤں گی۔"

اُس نے اپنے نمائندے سے کہا کہ وہ اجلاس سے اٹھ کر چلا جائے۔ وہ جانے لگا تو برین ماسٹر نے کہا "مرینا! تم حب الوطنی کی آڑ میں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کررہی ہو۔ اندر ہی اندر ہماری جڑیں کاٹ رہی ہو۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں' اگر تم نے آئندہ چوبیس گھنٹوں میں تمام نئے اور پرانے خیال خوانی کرنے والوں کو ہمارے حوالے نہ کیا تو ہمارے جاسوس تمہیں جہاں بھی دیکھیں گے گولی ماردیں گے۔"

مرینا کی طرف سے جواب نہیں ملا۔ اس کا نمائندہ جا چکا تھا۔ سپر ماسٹر نے کہا "برین ماسٹر! تم کیسی احمقانہ وارننگ دے رہے ہو۔ اگر اسے گولی ماردی گئی تو تاریک قید خانے کا پتا کون بتائے گا۔ ہمارے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس نامعلوم قید خانے میں بھوکے پیاسے مرجائیں گے۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "برین ماسٹر اور سپر ماسٹر کی باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعی مرینا نے بلیک سیکرٹ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی قید کرلیا ہے۔"

سپر ماسٹر اور برین ماسٹر نے چور نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر برین ماسٹر نے بات بناتے ہوئے کہا "ہمیں شبہ ہے کہ ہمارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے لاپتا ہیں۔ ان سے کسی طرح رابطہ نہیں ہورہا ہے کیوں کہ وہ بے ہوش ہیں۔ ہوش میں آئیں گے تو حقیقت معلوم ہوگی۔ یہ ضروری نہیں کہ مرینا نے انہیں ٹریپ کیا ہو؟"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "آپ کا دعویٰ تھا کہ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ پھر انہیں کس نے بے ہوش کیا؟ اگر مرینا نے ٹریپ نہیں کیا ہے تو کون انہیں آپ سے چھین کرلے گیا ہے؟"

برین ماسٹر نے کہا "ان کے ہوش میں آنے کے بعد ہم ان کے دماغوں سے دشمن کا سراغ نکالیں گے۔"

"یعنی آپ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کے حفاظتی انتظامات کمزور ہیں۔"

وہ بولا "میں تسلیم نہیں کروں گا کیوں کہ وہ تینوں جلد ہی ہمارے پاس واپس آجائیں گے۔"

ایک نے کہا "واپس آجائیں تو اچھا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ انہیں مرینا لے گئی ہو۔ وہ جیسی بھی ہے ہماری ہے اور بڑی ذہانت سے بلیک سیکرٹ کی کمزوریاں ظاہر کررہی ہے۔"

برین ماسٹر نے کہا "آپ بلیک سیکرٹ کی شان میں گستاخی کررہے ہیں۔"

"میں غلطیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی کررہا ہوں۔ بلیک سیکرٹ کو پورے امریکا کی تقدیر کا مالک نہیں بنایا گیا ہے۔ بلیک سیکرٹ کا ادارہ قائم ہوتے ہی کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا گیا' اس کے برعکس تین نئے خیال خوانی کرنے والوں کا نقصان ہوگیا ہے... اگر کوئی دوسرا نقصان ہوا تو بلیک سیکرٹ کے ادارے کو ختم کردیا جائے گا۔"

کچھ اعلیٰ عہدیداران نے اس بات کی تائید کی۔ ایک نے کہا "ہمیں فخر تھا کہ بلیک سیکرٹ کی ٹیم میں ذہین ترین افراد ہیں مگر افسوس' ہم انہیں ذہانت کی بات سمجھاتے ہیں۔ اگر وہ اپنے شعبے کو قائم اور مضبوط رکھنا چاہتے ہیں تو مرینا کو دوست بنا کر رکھیں۔"

دوسرے نے کہا "یہ مرینا کا کارنامہ ہے کہ وہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سونیا سے چھین کرلے آئی۔ تم سے بھی تو عدد چھین لئے لیکن اس کی تحویل میں آنے والوں کو کوئی نہ چھین سکا۔ اس کی ذہانت اور کارناموں کا اعتراف کرو اور اسے دوست بنالو۔ ورنہ وہ تمہاری چوبیس گھنٹوں کی دھمکی کے جواب میں حرکتیں کربیٹھے گی کہ تم سب کو پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔"

وہاں تھوڑی دیر تک اسی طرح کی گفتگو ہوتی رہی۔ پھر سلمان کے ساتھ سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اجلاس برخاست ہونے پر برین ماسٹر نے سپر ماسٹر کے دماغ میں آکر کہا "کسی طرح مرینا کو قابو میں کرنا ہوگا۔ ہماری ساکھ بگڑ رہی ہے۔ بلیک سیکرٹ سے مشورے کرکے ابھی تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں نے سلمان سے کہا "تم سپر ماسٹر کے علاوہ ان دو سرے دوغلے عہدیداروں کے دماغوں میں جاؤ' جن کی طرف مرینا اشارہ کرچکی ہے۔ یہ معلوم کرو' یہ دوغلے بلیک سیکرٹ سے کس طرح رابطہ کرتے ہیں اور کیا باتیں کرتے ہیں۔ میں سونیا کے پاس جارہا ہوں۔"

میں نے اس کے پاس آکر اجلاس کی تمام باتیں بتائیں۔ وہ بولی "مرینا اور بلیک سیکرٹ کے درمیان دوستی یا سمجھوتا نہیں ہونا چاہئے۔ ان کی آپس میں لڑائی سے ہمیں فائدہ پہنچے گا۔"

میں نے کہا "اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ وہاں کے حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کا اعتماد مرینا پر سے اٹھ جائے۔ وہ ہو جائے گی تو کسی مرحلے پر ہم سے آملے گی۔"

"یہ آئیڈیا خوب ہے۔ مرینا کو اپنے لوگوں سے متنفر کردینا چاہئے۔ کیا تم نے ایسی تدبیر پر عمل کرنے کا کوئی راستہ ڈھونڈا ہے؟"

"ہاں' ابھی اجلاس میں یہ ثابت ہوچکا ہے کہ مرینا نے تین نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قید کیا ہے؟ جب بلیک سیکرٹ سے مرینا سمجھوتا کرے گی اور ان کے تین آدمی واپس کرنا چاہے گی تو واپس نہیں کرسکے گی۔ میں تاریک قید خانے سے انہیں غائب کردوں گا۔ مرینا اپنے حکام اور بلیک سیکرٹ کے سامنے جھوٹی پڑجائے گی۔ وہ کہے گی کہ قیدی فرار ہوگئے ہیں لیکن کوئی یقین نہیں کرے گا۔ کیونکہ قیدیوں کے دماغوں سے پتا چلے گا کہ وہ ابھی بھی تاریک قید خانے میں ہیں۔ انہیں اس بات کا علم نہیں ہوگا کہ انہیں دوبارہ بے ہوشی کی حالت میں میں نے اپنے ایک تاریک قید خانے میں پہنچایا ہے۔"

"بہت عمدہ تدبیر ہے لیکن مجھے کوئی بات کھٹک رہی ہے۔ میں ابھی غور کرکے بتاتی ہوں۔ کیا تم نے اپنا تاریک قید خانہ کہیں قائم کیا ہے؟"

"میرے دوست کنگ فرنانڈو کی ایک پرانی کوٹھی واشنگٹن سے دو سو میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کا ہر کمرا ساؤنڈ پروف ہے۔"

"ابھی مرینا کے تین قیدیوں کو اغوا نہ کرنا۔ ذرا دیکھو حالات کون سا رخ اختیار کرتے ہیں۔"

پھر وہ چونک کر بولی "ہاں مجھے یہ بات کھٹک رہی ہے کہ تین قیدیوں کے اغوا سے مرینا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اگر ہم صبر کریں تو وہ مزید قیدی وہاں لائے گی۔ اسے یہ کبھی نہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم اس کے خفیہ اڈے سے واقف ہیں۔ وہ اڈا ایک دن ہمارے بہت کام آئے گا۔"

"سونیا! یہ تمہارا بیٹا سر پھرا ہے۔ اگر ابھی یہ مرینا کے پیچھے لگ جاتا تو میں مطمئن ہوکر برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کو بے نقاب کرنے کی کوشش کرتا رہتا اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ لگاتا رہتا۔"

"تم پارس کی فکر نہ کرو۔ میں اس سے کام نکالنا جانتی ہوں۔ یہ بلیک سیکرٹ بالکل گولڈن برنیز کے انداز میں آئے ہیں۔ ذرا ان کا جغرافیہ معلوم کرو اور سلمان کو میرے پاس

الف لیلیٰ ڈائجسٹ کے

دلچسپ ترین سلسلے کتابی شکل میں

ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی

مسمرزاد (مکمل)

قیمت ۲۵ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

جال (مکمل)

قیمت ۲۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

- ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلئے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
- اُس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۳۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال
- ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔
- ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔
- جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک خیمے میں سفر کررہا تھا۔
- دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
- اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔

کتابسات پبلی کیشنز بمبئی سوداگر لین کراچی ۱

بھیجو۔"

میں نے سلمان کو بھیج دیا۔ سونیا نے کہا "پارس کے پاس جاؤ اور ہمارے درمیان گفتگو کا ذریعہ بن جاؤ۔ میں اس سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

پارس لباس تبدیل کرنے کے بعد کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ سلمان نے اس کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "سسٹر! تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔"

"کیا آپ ہماری باتیں ایک دوسرے تک پہنچائیں گے؟"

"ہاں یہی بات ہے۔"

"مما سے کہہ دیں۔ میں حاضر ہوں۔"

سلمان نے سونیا سے کہا "پارس آپ کا منتظر ہے۔"

وہ بولی "اس سے کہو' اپنے پاپا کو پریشان نہ کرے۔ وہ جو چاہتا ہے وہ ممکن نہیں ہے۔"

سلمان نے یہی الفاظ پارس کے دماغ میں دہرائے۔ پارس نے کہا "میری مما کے لئے آج تک کوئی بات ناممکن نہیں رہی۔ پھر یہ ناممکن کیسے ہو سکتا ہے؟"

سلمان نے کہا "بیٹے! میں الجھ گیا ہوں۔ آخر وہ کون سی بات ہے؟"

"انکل! جو بات انصاف اور مذہب کی رُو سے درست ہو اسے آپ تسلیم کریں گے؟"

"بے شک تسلیم کروں گا۔ آخر بات کیا ہے؟"

"پاپا کو میری ماما سے پہلے سونیا مما سے نکاح پڑھوانا چاہئے تھا۔ انہوں نے غلطی کی۔ ماما سے شادی کی اور میری مما کو نظر انداز کیا اور آج تک نظر انداز کرتے آرہے ہیں۔ مما میرے پاپا کی محبت میں' ان کی بے رخی اور ہرجائی پن کو برداشت کرتی آرہی ہیں۔ لیکن جوان بیٹا اپنی ماں کے ساتھ ہونے والی ناانصافی برداشت نہیں کر سکتا۔ پاپا کو میری مما کے ساتھ نکاح پڑھوانا ہوگا۔ ورنہ میں سارے رشتے توڑ دوں گا۔"

"بیٹے! تم برسوں بعد ایسا کہہ رہے ہو مگر یہ کہہ رہے ہو۔"

"برسوں بعد اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اپنی مما کی تنہائی کو دیکھتے دیکھتے میرا ضمیر ملامت کرنے لگا ہے۔ پھر یہ مستقبل کی ایک حقیقت ہے کہ میری اولاد پوچھے گی' مجھ میں مما کہتا ہوں اس کا میرے باپ سے کیا رشتہ ہے؟ اگر رشتہ ہے تو وہ منکوحہ کیوں نہیں ہے؟"

سلمان نے کہا "واہ بیٹے شاباش! جو بات کئی بار میرے دل میں پیدا ہوئی' وہ تم نے زبان سے کہہ دی۔ میں سسٹر کی عظمت اور فرہاد بھائی کی بزرگی کے باعث یہ نہ کہہ سکا۔ اب تمہارے حوالے سے اپنی سسٹر کے لئے فائٹ کروں گا۔"

سلطانہ سلمان کے ساتھ چپ چاپ پارس کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے یہ بات سن کر کہا "آپ پارس کی باتوں

میں آگئے۔ یہ نہیں سوچ رہے ہیں کہ وہ میری بہن لیلیٰ پر سوکن لانے کی بات کر رہا ہے۔"

سلمان نے کہا "تمہاری لیلیٰ بھی رسونتی پر سوکن بن کر آئی ہے۔ اس وقت تم نے اعتراض نہیں کیا تھا۔"

"جو بات ہو گئی۔ سو ہو گئی۔ سسٹر سونیا نے خود اپنی شادی کے وقت رسونتی بہن کی سوکن بننے سے انکار کیا تھا۔ آپ وقت ضائع کر رہے ہیں' وہ لیلیٰ کی بھی سوکن بننے سے انکار کریں گی۔"

"جب تمہیں یقین ہے کہ سسٹر انکار کریں گی تو پریشان کیوں ہوتی ہو۔ ان ماں بیٹے کو آپس میں فیصلہ کرنے دو۔"

"فیصلہ تو ہو گیا سمجھو۔ پارس کے منہ سے کوئی بات نکلے تو سسٹر سونیا آنکھ بند کر کے قبول کر لیتی ہیں۔"

"قبول کریں گی تو کیا غلط کریں گی۔ فرہاد بھائی کا فرض تھا کہ رسونتی بہن سے بھی پہلے وہ سسٹر سونیا سے شادی کرتے۔ تم عورت ہو' اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہو جس سسٹر کے سامنے ہم عقیدت سے سر جھکاتے ہیں کیا ان سے آج تک ناانصافی نہیں ہو رہی ہے؟ کیا وہ پتھر کی دیوی ہیں جس کے سینے میں دل اور جذبات اور احساسات نہیں ہیں۔ ہماری عقیدت بے معنی ہے۔ کیونکہ ہم نے محض ان کی عزت کی' ان کے جذبات کو نہیں سمجھا۔"

وہ کوئی جواب نہ دے سکی لیکن اس کے چہرے سے پتا چل گیا کہ ایک عورت دوسری عورت کی پوجا تو کر سکتی ہے لیکن اسے اپنی یا اپنی بہن کی سوکن بنانا پسند نہیں کرتی۔

سلمان سونیا کے پاس آیا۔ اسے پارس کی باتیں لفظ بہ لفظ سنانے کے بعد کہا "سسٹر! یہ باتیں برسوں سے میرے اندر گونج رہی ہیں لیکن آپ اور فرہاد صاحب سے اتنی عقیدت ہے کہ زبان کھولنے کی جرات نہ کر سکا۔ پارس ضدی اور گستاخ نہیں ہے۔ ہماری دنیا میں جب بھی کسی نے سچ کہا ہے' وہ گستاخ اور بے ادب کہلایا ہے۔"

سونیا نے کہا "مجھے اپنے بیٹے کی ضد اور سچائی پر فخر ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں وہی ایک بچہ ہے جو اپنی ماں کے اندر کے کرب کو سمجھتا ہے اور اپنی ماں کی توہین برداشت نہیں کرتا۔"

"تو پھر فرہاد بھائی سے نکاح پڑھوانا کون سا پرابلم ہے۔ آپ اسے ناممکن کیوں کہتی ہیں؟"

"سلمان! ذرا سوچو' میری عمر کیا ہو گئی ہے۔ میں جوان نظر آتی ہوں مگر جوان نہیں ہوں۔ فرہاد کو اس عمر میں ایک شادی کرتے ہوئے جھجک نہیں ہوئی' وہ مرد ہے اور ڈھیٹ ہے مگر میں نہیں ہوں۔ عورت اپنے جائز حقوق مانگتی ہے لیکن شرم کا تقاضا ہے کہ میں اس عمر میں نکاح پڑھوانے کا تماشا نہ کروں۔"

"آپ کی تمام باتیں درست ہیں لیکن پارس کی ایک بات آپ کی تمام باتوں پر بھاری ہے اور وہ یہ کہ اسے اپنے ماں باپ کے اعمال کا حساب اپنی اولاد کو دینا ہے۔ اگر نکاح ہو جائے تو اولاد کو حساب دینا آسان ہو جائے گا۔"

سونیا کو چپ لگ گئی۔ وہ جو ہر بات کا منہ توڑ جواب دیتی تھی' بیٹے کی ایک بات کے سامنے لاجواب ہو گئی۔ وہ پوتے پوتیاں جو ابھی پارس سے نہیں ہوئے تھے مگر ہونے والے تھے' ان معصوموں کے سامنے وہ بے رشتہ نہیں رہنا چاہتی تھی۔

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "پارس سے بولو' وہ درست کہتا ہے۔ مگر اسے درست بات منوانے کے لئے ایک بڑی آزمائش سے گزرنا ہوگا۔"

سلمان نے پارس کو آزمائش کی بات بتائی۔ بولا "مما بہت چالاک ہیں' وہ مجھے حاتم طائی کی طرح سات سوالوں کے جواب معلوم کرنے میں لگا دیں گی' اس طرح ان کے ساتھ میری عمر بھی گزر جائے گی۔ ان سے کہہ دیں' میری بھی ایک شرط ہے۔ وہ شرط پوری ہو جائے تو میں ساری عمران کی پیش کردہ آزمائشوں سے گزرتا رہوں گا۔"

سونیا نے یہ سن کر کہا "وہ یقیناً یہی کہے گا کہ پہلے میں نکاح پڑھوالوں۔"

پارس نے کہا "ہاں' پتا نہیں آزمائشوں سے گزرنے میں کتنا وقت لگ جائے۔ لہٰذا پہلے نکاح پڑھوایا جائے۔"

سونیا نے کہا "میں بیٹے کی یہ بات بھی مان لوں گی۔ اس کی تشفی کے لئے صرف نکاح پڑھوالوں گی لیکن پارس جب تک میری شرط پوری نہیں کرے گا' میں فرہاد کے سامنے نہیں آؤں گی اور نہ ہی شریکِ حیات کے فرائض انجام دوں گی۔"

پارس نے کہا "مجھے منظور ہے۔ مما اپنی شرط بیان کریں۔"

وہ بولی "پارس مرینا کو اپنی طرف مائل کرے۔ میں جانتی ہوں وہ پارس کی دیوانی ہے لیکن صرف دیوانگی سے بات نہیں بنتی۔ جس دن مرینا اسلام قبول کر کے میری بہو بنے گی' میں فرہاد کی صحیح معنوں میں شریکِ حیات بن جاؤں گی۔"

سلمان نے کہا "سسٹر! مرینا کرسچیانی ہے۔ اپنے ملک اور اپنی قوم سے بے انتہا محبت کرتی ہے۔ وہ جذبات میں پارس کی دیوانی ہو سکتی ہے لیکن مذہب اور قومیت کبھی نہیں بدلے گی۔ یہ ناممکن ہے۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ پارس جو ضد منوانا چاہتا ہے وہ ناممکن نہیں ہے۔"

جب سلمان نے پارس کو بتایا تو وہ بولا "مما نے واقعی کڑی شرط لگائی ہے۔ کوئی ماں نہیں چاہتی کہ اس کا بیٹا کسی ناممکن کام کو کرتے ہوئے زندگی گزار دے مگر میری ماں سونیا ہے' وہ جانتی ہیں کہ میں ناممکن کو ممکن بنا دوں گا اور ایک ہی مسئلے میں زندگی برباد نہیں کروں گا۔"

سلمان نے پوچھا "تمہیں منظور ہے؟"

"منظور ہے مگر مما کے ساتھ پاپا کا نکاح کل تک ہو جانا چاہئے اور یہ نکاح خیال خوانی کے ذریعے جناب علی اسد اللہ تبریزی پڑھائیں گے۔"

معاملات طے ہو گئے۔ سلطانہ کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے۔ اس نے سلمان سے کہا "آپ کا کلیجا ٹھنڈا ہو گیا۔ میری بہن پر سوکن لا رہے ہیں۔"

وہ بولا "بات بہن کی نہ کرو۔ حق اور انصاف کی کرو۔"

"حق اور انصاف کے لئے کیا لیلیٰ کا گلا کاٹنا ضروری ہے۔"

"تم اچھی طرح سمجھتی ہو کہ سسٹر مداوتی سوکن نہیں بنیں گی۔ کیا اس رشتے کی بات ہوتے ہی تم سسٹر کی تمام خوبیوں کو اور عظمتوں کو بھول گئی ہو؟"

وہ اپنی بہن لیلیٰ کے پاس آئی۔ اسے ساری روداد سنائی۔ لیلیٰ نے کہا "میں تم سے پہلے جانتی ہوں۔ جانے کیوں پارس میرا دشمن بن گیا ہے۔"

سلمان نے کہا "صاف بات ہے۔ تم اس کی ماں رسونتی پر سوکن بن کر آئی ہو۔ اب وہ انتقام لے رہا ہے۔ تم پر سوکن لا رہا ہے۔"

لیلیٰ نے مجھ سے کہا "آپ نے کہا تھا میرے بعد کسی سے بھی نکاح نہیں پڑھوائیں گے۔"

"ہاں میں اپنی زبان پر قائم ہوں۔"

"آپ قائم نہیں رہیں گے۔ پارس اور سونیا کے سامنے آپ کی ایک نہیں چلے گی۔ پتا ہے سونیا نکاح پڑھوانے کے لئے راضی ہو گئی ہے۔"

"کیا؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔ میں اوپر سے شدید حیرت ظاہر کر رہا تھا مگر اندر سے دل دھڑک رہا تھا۔ سونیا کو میری زندگی میں آئے ایک زمانہ بیت گیا تھا۔ اب کے وہ شرعاً میری بن کر آئے گی' ابھی میں ایک دھاری تلوار ہوں وہ آکر مجھے دو دھاری تلوار بنا دے گی۔ بائیس برس بعد وہ ہو رہا تھا جو نہیں ہونا تھا۔ یہ معجزہ ہی تھا کہ بائیس برس بعد بچھڑی ہوئی جوانی لوٹ کر آرہی تھی۔

لیلیٰ مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے چہرے سے کچھ سمجھنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ سونیا کے پاس چلو۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ شادی کرے گی۔"

ہم سونیا کے پاس آئے۔ اس نے پوچھا "کیا سلمان نے نہیں بتایا کہ میں نے پارس کے سامنے کتنی بڑی شرط رکھی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "پارس ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔"

سونیا نے پوچھا "یعنی پارس مرینا کو مسلمان نہ بنائے' وہ اس کی شریکِ حیات نہ بنے تاکہ میں فرہاد کی منکوحہ نہ بن سکوں؟"

لیلیٰ نے کہا "نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ مجھے آپ پر اعتراض نہیں ہے۔ آپ تو ہمارے لئے محترم ہیں۔ آپ کل نہیں آج ہی میری سوکن بن جائیں۔ یہ تو ایسی خوشی کی بات ہے کہ مجھ سے زیادہ خوشی کسی

کو نہیں ہوگی۔"

سونیا نے کہا "فرہاد! کل صبح نو بجے جناب علی اسد اللہ تبریزی ہمارا نکاح پڑھائیں گے۔ صبح تیار رہو۔ یہ نکاح خیال خوانی کے ذریعے ہوگا۔"

میں نے کہا "لیکن اس شرط کا کیا ہوگا جس کا پارس پابند ہے؟ پہلے وہ مرینا کو ہماری بہو بنائے گا۔"

"جب تک وہ ہماری بہو نہیں بنے گی تب تک ہم ایک دوسرے کے سامنے نہیں آئیں گے اور ازدواجی زندگی نہیں گزاریں گے۔ فی الحال ہمارا صرف نکاح پڑھایا جائے گا۔"

میں نے تائید کی "یہ نہایت معقول بات ہے۔"

دائی طور پر حاضر ہوا تو لیلیٰ رو رہی تھی۔ اس کے دماغ میں سلطانہ بھی رو رو کر کہہ رہی تھی "اسی دن کے لئے میں نے سمجھایا تھا' فرہاد بھائی سے دل نہ لگاؤ۔ شادی نہ کرو مگر تم نے میری نہیں مانی۔"

لیلیٰ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "میرے فرہاد کا کوئی قصور نہیں ہے۔ سب مل کر انہیں پھانس رہے ہیں۔ تمہارے میاں سلمان بھی اس سازش میں شریک ہیں۔"

سلمان نے کہا "مجھے الزام نہ دو۔ میں انصاف کی بات کر رہا ہوں۔ اگر یہ انصاف نہیں ہے تو کل جناب علی اسد اللہ تبریزی ان کا نکاح نہیں پڑھائیں گے۔ اگر انہوں نے نکاح پڑھا دیا تو پھر تم بہنوں کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔"

وہ دونوں خاموش رہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے سب سے بڑے عالم اور بزرگ کے سامنے وہ اعتراض نہیں کر سکتی تھیں۔ میں نے لیلیٰ کو دلاسا دینا چاہا۔ وہ بولی "رہنے دیں اپنی محبت اور تسلیاں۔ مجھے تھوڑی دیر تنہا رہنے دیں۔"

وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئی۔ وہاں دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ بستر پر آ کر گر پڑی۔ سلطانہ دماغ میں تھی۔ وہ کہنے لگی۔ "حوصلہ نہ ہارو' ہمت سے کام لو۔ ابھی تو صرف نکاح پڑھایا جا رہا ہے۔"

"نکاح کے بعد کیا رہ جائے گا۔"

"بہت کچھ رہے گا۔ سونیا کبھی ازدواجی زندگی نہیں گزار سکے گی۔"

"کیوں نہیں گزار سکے گی؟"

"اگر پارس اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوگا تو سونیا ازدواجی زندگی نہیں گزارے گی۔ سونیا کی زبان کی سچائی کو ہم سب مانتے ہیں۔ شرط پوری نہیں ہوگی۔ مرینا پارس سے شادی نہیں کرے گی تو سونیا بھی فرہاد کی زندگی میں نہیں آئے گی۔ اس کے پاس آئندہ نسل کو دکھانے کے لئے صرف ایک نکاح نامہ ہوگا۔ فرہاد بھائی تو ہمارے ہی رہیں گے۔"

"سلطانہ! تم مجھے آسرا دے رہی ہو۔ میرے دل کو تسلی ہو رہی ہے۔"

"میرے مشوروں پر عمل کرو تو تمہاری زندگی میں سوکن نہیں آئے گی۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"دیکھو لیلیٰ! تمہاری شوہر پرستی سے ڈر لگتا ہے۔ میں جو تدبیر بتا رہی ہوں اس کا ذکر تم نے فرہاد بھائی سے کیا تو پھر ساری زندگی روتی رہو گی۔"

"میں اپنے شوہر سے ذکر نہیں کروں گی۔ وہ تدبیر کیا ہے؟"

"ہم بہنیں مل کر پارس کو اس کے مقصد میں ناکام بنائیں گی۔ مرینا کو اس سے دور رکھنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

"ہاں' تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ نہ مرینا پارس کی طرف زیادہ جھکے گی نہ شادی ہوگی اور نہ ہی سسٹر میرے شوہر کی زندگی میں آئیں گی۔"

"بات تو تمہاری سمجھ میں آ گئی ہے مگر میں پھر سمجھائے دیتی ہوں۔ اس معاملے میں شوہر پر بھروسا نہ کرنا۔"

"میں بھروسا نہیں کروں گی۔ مگر سلطانہ تمہارے بہنوئی مجھے دل و جان سے چاہتے ہیں۔"

"یہ چاہت اسی وقت تک ہے جب تک کوئی نئی نہ آئے۔ اس بات پر غور کرو کہ دنیا کی کوئی عورت سونیا سے زیادہ حسین نہیں ہوگی کہ اس نے فرہاد بھائی کی دلہن بننے سے شادی سے انکار کر دیا تھا۔ جو عورت عروسی جوڑا پہن کر مرد کے ہاتھ آئے' وہ انمول' اچھوتی اور نایاب ہو جاتی ہے۔ مرد اس کی دوری برداشت کرتا ہے مگر اندر ہی اندر اس کے لئے مچلتا ہے۔ اس کی کمی پوری کرنے کے لئے تمہاری جیسی بیوی سے بہلتا ہے لیکن وہ نایاب ہیرا نایاب ہی رہتا ہے۔ اب ایسے میں وہ اچانک دلہن بن کر آ جائے تو تمہاری کیا اہمیت رہے گی؟"

لیلیٰ یہ سچی اور کھری باتیں سن رہی تھی۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ اس میں شبہ نہیں تھا کہ سہاگن کا جوڑا پہن کر شادی سے انکار کرنے والی عورت برسوں بعد پھر سہاگن بن کر آئے تو پھر اس کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جلتا۔

سلطانہ نے کہا "پریشان ہونا چھوڑ دو۔ اب سے ٹھیک دو گھنٹے بعد سلمان سو جائیں گے تو میں تمہارے پاس آؤں گی۔ کوشش کرو فرہاد بھائی بھی سو جائیں۔ پھر میں ایسا چکر چلاؤں گی کہ پارس مرینا کے لئے چکراتا رہے گا۔ مگر اسے حاصل نہیں کر سکے گا۔"

اس میں شبہ نہیں کہ دونوں بہنیں ذہین تھیں لیکن اپنی ذہانت کو چالاکی کے طور پر استعمال نہیں کرتی تھیں۔ ان کا خیال تھا چالاکی دوسروں کو نقصان اور خود کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ نیکی اور شرافت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی' وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا

چاہتی تھیں لیکن آج وہ مجبور ہو گئی تھیں۔ وہ جہنم کی آگ برداشت کر سکتی تھیں لیکن ایک سوکن کو برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔

دو گھنٹے بعد سلمان اپنے وقت کے مطابق سو گیا۔ میں لیلیٰ کے بغیر سونا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے دروازے پر دستک دے کر بولا۔ "غصہ تھوک دو۔ باہر آ جاؤ۔"

اندر سے آواز آئی "دروازہ نہیں کھلے گا۔ کل صبح آپ کا نکاح پڑھایا جائے گا۔ جب نئی دلہن آ رہی ہے تو میری کیا ضرورت ہے؟"

"نئی دلہن نہیں آئے گی۔ صرف نکاح پڑھایا جائے گا۔"

"گویا میں فاضل پرزہ ہوں جب تک نئی نہیں آئے گی' اس پرزے کو استعمال کیا جاتا رہے گا۔"

"پلیز ایسی بے تکی باتیں نہ کرو۔"

میں اُس کے دماغ میں گیا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے کئی بار کوششیں کیں مگر اس نے مجھے دماغ میں آنے نہیں دیا۔ میں نے دروازے کے اور قریب ہو کر کہا۔ "میں تم سے دور نہیں ہونا چاہتا مگر تم دور کر رہی ہو۔ کوئی بات نہیں' میں سونے جا رہا ہوں۔ جب چاہو دروازہ کھول کر چلی آنا۔"

"میں ہرگز نہیں آؤں گی۔ آپ جائیں اور نئی دلہن کے خواب دیکھتے دیکھتے صبح کر دیں۔"

میں مجبوراً دوسرے بیڈ روم میں آ گیا۔ ادھر سلطانہ اپنی بہن کے دماغ میں آ کر کہہ رہی تھی "اچھا ہے۔ ذرا دل مضبوط کرو۔ فرہاد بھائی کو تمہارے پاس نہیں آنا چاہئے۔"

"سلطانہ! وہ ناراض ہو کر پھر غلط راہ پر پڑ جائیں گے۔"

"ناراض ہونے دو مگر غلط راہ پر جانے نہ دو۔ کڑی نظر رکھو۔ عورت کی کمزوری مرد کو شیر بنا دیتی ہے۔ تمہیں کمزور نہیں بننا چاہئے۔"

"تم مجھے کوئی تدبیر بتانا چاہتی تھیں۔"

"ہاں' میں سوچتی ہوں اگر ہم کسی طرح مرینا سے دوستی کر لیں اور دوستی کی آڑ میں اسے پارس سے دور رکھیں تو تمہارا کام بنتا رہے گا' وہ مرحلہ کبھی نہیں آئے گا کہ مرینا اس سے شادی کرنے کی حد تک متاثر ہو سکے پھر یہ کہ وہ اسلام کبھی قبول نہیں کرے گی۔"

"مگر سلطانہ! یہ تو گناہ ہے۔ اگر وہ اسلام قبول کرنا چاہے تو۔ کیا ہم اسے روکیں گے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں تو یہ کہہ رہی ہوں' وہ فولادی ارادوں کی مالک ہے۔ اپنا مذہب تبدیل نہیں کرے گی۔"

"جب یہ یقین ہے تو ہمیں مطمئن رہنا چاہئے کہ نہ وہ مسلمان ہو بنے گی نہ سونیا دلہن بن کر میرے شوہر کے پاس آئے گی۔"

"لیلیٰ! اس کے باوجود ہمیں مطمئن نہیں ہونا چاہئے۔ محبت میں عورت دنیا چھوڑ دیتی ہے۔ مذہب کیا چیز ہے۔ ہماری کوشش یہ ہوگی کہ ان کی محبت نفرت میں بدلتی جائے۔"

"وہ کیسے؟"

"میں کوشش کرتی ہوں' رفتہ رفتہ کامیابی ہوگی۔ ابھی میں مرینا کو مخاطب کرتی ہوں۔ وہ مجھے اپنے اندر آنے نہیں دے گی۔ جب وہ میرے دماغ میں آئے گی تو تم خاموشی سے میرے چور خیالات پڑھنے سے اسے روکتی رہنا۔"

اس نے مرینا کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچی' اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار اس نے کہا۔ "سانس نہ روکو۔ میری آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر میرے پاس آؤ۔ تمہارے فائدے کی بات کروں گی۔"

سلطانہ اپنی جگہ واپس آئی۔ مرینا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "کون ہو تم؟"

"تمہارے لئے غیبی مدد ہوں۔"

"اپنا تعارف کراؤ؟"

سلطانہ نے کہا "تم نے ابتدا سے آج تک جتنی کامیابیاں حاصل کی ہیں ان کامیابیوں کی وجہ محض ذہانت نہیں ہے۔ مقدر کا ساتھ اور غیبی امداد بھی ہے۔ غیبی امداد کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ کوئی تعارف نہیں ہوتا۔ میں چپ چاپ تمہاری مدد کرتی رہی اور تمہیں کبھی خبر نہ ہوئی۔ اس کے عوض میں نے تم سے کچھ نہیں چاہا۔ آئندہ بھی کچھ نہیں چاہوں گی۔ یہی میرا تعارف سمجھ لو۔"

مرینا نے کہا "کمال ہے۔ جب آج تک خاموشی سے میرے کام آ رہی تھیں تو آج کس خوشی میں بول رہی ہو؟"

"تم طنز کر رہی ہو۔ کیا میں تمہاری ایک تباہی پر واقعی خوشی مناؤں؟"

"سوری' میرے منہ سے طنزیہ بات نکل گئی۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ تم کون کون سے اہم مرحلے پر میرے کام آتی رہی ہو؟"

سلطانہ نے کہا "یاد کرو۔ جب پہلی بار پارس تمہاری کار کی پچھلی سیٹ سے نمودار ہوا تھا اور تم کمال ذہانت سے سلمان واسطی کی ماتحت بن کر اس سے نجات حاصل کرنا چاہتی تھیں۔ اس وقت میں وہاں موجود تھی۔"

مرینا نے پوچھا "میں اور پارس سانس روک لیتے ہیں پھر تم کیسے موجود تھیں؟"

وہ بولی "پارس مجھے جوجو کے لہجے میں محسوس کر رہا تھا' تم محض اپنی ذہانت سے نہیں میری چالاکی سے بچ گئی تھیں۔ میں نے جوجو بن کر پارس سے کہا تھا' فوراً آؤ' میں نے شیلا کو ٹریپ کیا ہے۔ وہ میری رہائش گاہ میں ہے۔ یہ سنتے ہی اس نے تمہارا پیچھا

چھوڑ دیا تھا۔"

مرینا نے کہا "اگر تم نے واقعی ایسا کیا تھا تو مجھ پر تمہارا احسان ہے لیکن میری بات کا برا نہ ماننا۔ پرانے کارناموں میں کوئی بھی اپنا نام جوڑ لیتا ہے اور اس کارنامے کی داد خود تھوڑی سی وصول کرتا ہے۔ کوئی ایسی بات بتاؤ جسے سن کر میں تمہاری بے لوث دوستی کی قائل ہو جاؤں۔"

سلطانہ نے کہا "تو غور سے سنو۔ تم نے واشنگٹن میں جس شخص کو آلۂ کار بنا رکھا ہے' اس آلۂ کار کو پارس اچھی طرح جانتا ہے۔"

"کیا پارس واشنگٹن میں ہے؟"

"نہیں' لندن میں ہے۔ پارس کا ایک خیال خوانی کرنے والا اس وقت بھی تمہارے آلۂ کار کی نگرانی کر رہا تھا' جب تم جیری اور باربرا کو اپنے تاریک قید خانے میں پہنچا رہی تھیں۔"

مرینا نے شدید حیرانی سے پوچھا "کون ہو تم؟ میرے تاریک قید خانے کے متعلق کیسے جانتی ہو؟"

سلطانہ نے کہا "زیادہ نہ اچھلو۔ جب تک میں تمہاری پشت پر ہوں' کوئی تمہارے واشنگٹن اور لندن کے قید خانے کا سراغ نہیں لگا سکے گا۔ میری بے لوث دوستی کا یہ ثبوت ہے کہ نہ آج تک کوئی دشمن تمہارے تاریک قید خانے میں پہنچا ہے' نہ میرے جیتے جی کبھی پہنچے گا۔"

"میری اجنبی دوست! تم نے مجھے حیران اور پریشان کر دیا ہے۔ ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔ میں قیدیوں کی خیریت معلوم کر کے آتی ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر کے لئے گئی اور پھر خوش ہو کر بولی "میں تمہاری دوستی پر فخر کرتی ہوں۔ میرے تینوں قیدی محفوظ ہیں۔"

"میں یہ نہیں چاہتی کہ تم مجھ پر فخر کرو اور میری عقیدت مند بن جاؤ۔ میں ابھی جاؤں گی تو پھر پتا نہیں کب آؤں گی۔ تمہیں صرف ایک عقل کی بات سمجھانے آئی ہوں۔"

"میں تمہاری ہر بات پر عمل کروں گی۔ وہ بات کیا ہے؟"

"یہ کہ پارس سے دور رہو۔ اپنے بدن پر اس کا سایہ نہ پڑنے دو۔ وہ آج کسی وقت لندن سے روانہ ہو گا اور واشنگٹن پہنچے گا کیوں کہ میں نے پارس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو گمراہ کیا تھا' اسے تمہارے تاریک قید خانے تک پہنچنے نہیں دیا تھا۔ وہ تمہارے خفیہ اڈے کا سراغ لگانے خود آ رہا ہے۔ اپنے ذہین ماتحتوں کو الرٹ رہنے کے لئے کہہ دو۔ اب میرے دماغ سے جاؤ۔"

مرینا نے کہا "پلیز سانس نہ روکنا۔ مجھے اتنا بتا دو' پارس سے کس طرح نمٹنا چاہئے؟"

"مرینا! میں تم سے کہہ چکی ہوں' پارس سے دور رہو۔ اس سے نمٹنے کی کیا ضرورت ہے؟ سیدھی سی بات ہے' تم نے اپنے جس آلۂ کار کے ذریعے اپنے شکار کو تاریک قید خانے میں بھیجا ہے۔ اس آلۂ کار کو واشنگٹن سے کہیں دور بھگا دو۔ پھر پارس سراغ حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ملے گا۔"

"تم نے بہت دانش مندانہ مشورہ دیا ہے۔"

"اگر مجھے دانش مند دوست سمجھتی ہو تو پارس کو حرفِ غلط کی طرح اپنے دل اور دماغ سے مٹا دو۔ اچھا پھر ملوں گی۔ گڈ بائی۔"

سلطانہ نے سانس روکی۔ مرینا باہر چلی گئی۔ لیلیٰ نے کہا "مرینا بڑی چالاک ہے' تم سے باتیں کرنے کے دوران تمہارے چور خیالات ٹٹول رہی تھی' میں ان خیالات کو گڈمڈ کرتی رہی۔"

"آئندہ یہی ہو گا۔ جب بھی وہ میرے دماغ میں آئے گی میرے اندر چھپ کر اسے میری اصلیت معلوم نہیں کرنے دوں گی۔"

"سلطانہ! تم نے بڑی زبردست چال چلی ہے۔ وہ پارس اب گھاس بھی نہیں ڈالے گی لیکن تم نے واشنگٹن کے خفیہ اڈے کا ذکر کر کے اسے ہوشیار کر دیا ہے۔ اگر وہ اپنے قیدیوں کو تاریک قید خانے سے دوسری جگہ منتقل کر دے گی تو ہم اسکے اہم اڈے سے محروم ہو جائیں گے' پھر وہ قیدی بھی فرار کے قابل نہیں آئیں گے۔"

"لیلیٰ! میں نے یہ غلطی کی ہے لیکن ہمارے ہاتھوں میں کئی دشمن خیال خوانی کرنے والے آتے ہیں پھر نکل بھی جاتے ہیں۔ تمہیں سوکن سے بچانے کے لئے اگر میں تین قیدیوں کو جانے دے رہی ہوں تو کوئی غضب نہیں کر رہی ہوں۔ ہم اس تلافی کے لئے دوسرے تین پکڑ لیں گے۔"

دوسری طرف مرینا اپنی جگہ دماغی طور پر آ کر زبردست الجھن کا شکار ہو گئی۔ ایک اجنبی خیال خوانی کرنے والی نے اسے حیران کر دیا تھا۔ بے لوث دوستی کا بھی ثبوت دیا تھا۔ ان تینوں قیدیوں کو تاریک قید خانے میں پہنچائے ایک رات اور دو دن گزر گئے تھے۔ اگر وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والی دشمن ہوتی تو ان تین قیدیوں کو وہاں سے نکال کر لے جاتی یا دوسرے دشمنوں کو وہاں پہنچا دیتی۔

اس نے ایسی کوئی دشمنی نہیں کی تھی بلکہ دوستی نبھاتی آئی تھی۔ اس کے باوجود مرینا کا دماغ کچھ اسپیشل قسم کا تھا۔ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والی سے متاثر نہیں ہو رہی تھی۔ اس کی بے لوث دوستی کے پیچھے کسی فریب کی گنجائش ہو سکتی تھی۔

مرینا تھوڑی دیر تک اٹھ کر ٹہلتی رہی۔ اور بار بار اس کے دماغ میں یہ بات دہراتی رہی "اعتماد صرف اپنی ذات پر۔ اعتماد صرف اپنی ذات پر۔"

وہ تھوڑی دیر بعد شمال کی طرف رخ کر کے فرش پر پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ یوگا کا ایک آسن اختیار کیا پھر سینے میں سانس کھینچ

روک لی۔ تقریباً دس منٹ تک اسی طرح سانس روکے رہی۔ پھر اس کی ذہانت نے کہا "جو خود کو چھپائے وہ دوست نہیں ہوتا۔"

"ہاں۔ دوست نہیں ہوتا" اس کی ذہانت نے پھر پکارا۔

بکھرے ہوئے دانوں کے سامنے پنچھی کو جال نظر نہیں آتا' اسی طرح اس اجنبی خیال خوانی کرنے والی کی مہربانیوں کے پیچھے چھپی ہوئی چال نظر نہیں آ رہی ہے۔ میرے تین قیدیوں کو چھڑا نہیں گیا ہے۔ شاید اس انتظار میں کہ میں وہاں مزید قیدی لاؤں گی۔"

اس کی ذہانت نے آخری اہم بات سمجھائی کہ جب راز فاش ہو جائے اور کوئی مہربان بن کر راز کا شریک ہو جائے تو پھر وہ راز کبھی نہیں رہتا۔ کسی مرحلے پر زبردست دھوکا بن جاتا ہے۔

وہ یوگا کے آسن بدلتی رہی۔ سانسیں روکتی رہی۔ تمام الجھنوں کو دماغ سے نکال کر ذہانت سے حالات کا تجزیہ کرتی رہی پھر فرش پر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کچن میں جا کر تازہ پھلوں کا جوس تیار کرتے ہوئے سوچنے لگی "وہ تینوں قیدی میرے لئے خطرناک ہو گئے ہیں۔ میں براہِ راست ان کے سامنے نہیں جاؤں گی۔ اپنے آلۂ کار کے ذریعے بھی انہیں دوسری جگہ منتقل نہیں کروں گی۔"

وہ بے چاری تنہا بڑے بڑے آزمائشی مراحل سے گزرتی تھی۔ فی الحال اس کے پاس کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں وہ قیدیوں کو منتقل کرتی اور اب اس آلۂ کار کو بھی استعمال نہیں کرنا چاہتی تھی۔

بڑی سوچ بچار کے بعد یہی راستہ سجھائی دیا کہ تینوں قیدیوں پر تنویمی عمل کر کے ان کی آواز اور لہجہ بدل کے پھر کسی حد تک ان کا حلیہ خود ان کے ہاتھوں سے بدل کے تاریک قید خانے سے نکال دیا جائے۔ انہیں آزاد چھوڑ دیا جائے۔ برین ماسٹر' بلیک سیکرٹ اور پارس کبھی ان تین قیدیوں کو نہیں پہچان سکیں گے۔

یہ نہایت ہی معقول تدبیر تھی۔ اس نے جوس کا بھرا ہوا گلاس خوب میر ہو کر پیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ ایک قیدی کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے جوس اچھی طرح نگل لیا تھا ورنہ الٹ کر آ جاتا کیونکہ پہلا قیدی بے ہوش تھا۔ وہ دوسرے اور تیسرے کے دماغ میں گئی' ان کا حال بھی کچھ مختلف نہ تھا۔

وہ کوئی پون گھنٹا پہلے ان کی خیریت معلوم کر کے گئی تھی' وہ سب ہوش و حواس میں تھے۔ پینتالیس منٹ میں بازی پلٹ گئی تھی۔

وہ تڑپ کر سلطانہ کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے سانس روک لی۔ جلدی سے لیلیٰ کو مخاطب کر کے اپنے دماغ میں بلایا۔ اسی وقت مرینا دوسری بار آ کر بولی "میں مرینا ہوں۔ میرے تینوں قیدی بے ہوش ہیں۔"

سلطانہ نے پوچھا "یہ کیسے ہو گیا؟ اس خفیہ اڈے کا علم کسی کو نہیں تھا۔"

"میری مہربان! تمہیں تو علم تھا۔"

"دیکھو غلط شبہ کر کے وقت ضائع نہ کرو۔ مجھ سے پھر کسی وقت لڑ لینا۔ پارس کی خبر لو۔ وہ تمہارے خلاف کچھ کر رہا ہے۔"

مرینا دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ وہ پارس کے پاس نہیں جانا چاہتی تھی۔ مگر بہت بڑا نقصان اٹھا رہی تھی اور نقصان پہنچانے والے کا سراغ لگانا ضروری تھا۔ اس نے مجبور ہو کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے پاس آئی مگر اس نے سانس روک لی۔

وہ دوسری بار آ کر بولی "میں مرینا ہوں۔"

اس نے پوچھا "کون مرینا؟"

"بکواس نہ کرو۔ ارے یہ تم اندھیرے میں کیوں بیٹھے ہو؟"

"کیا بتاؤں کیوں بیٹھا ہوں۔ جب یہاں آیا تو تین قیدی تھے' وہ تینوں اچانک غائب ہو گئے اور میں تمہارہ گیا ہوں۔"

"نہیں' یہ نہیں ہو سکتا۔ تم تینوں کو مجھ سے چھین نہیں سکتے۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہیں؟"

"کیا مصیبت ہے۔ یہ تو تمہیں بتانا چاہئے کہ وہ کہاں ہیں؟ اور میں کہاں ہوں؟ کیا یہ تمہارا تاریک قید خانہ ہے؟ اگر ہے تو مجھے کہاں سے پکڑ کر لائی ہو۔ لانا ہی تھا تو برات کے ساتھ لاتیں۔"

پھر وہ اندھیرے میں سر اٹھا کر سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "مما! آپ نے بڑی کڑی شرط لگائی تھی لیکن میں آپ کو دلہن بنانے کے لئے اپنی دلہن کے گھر تک پہنچ گیا ہوں۔ باقی اللہ مالک ہے۔"

انسان جو کچھ بھی بنے گا اور کبھی بھی بنا تھا یہ سب
اسی طرح یہ کہانیاں بھی کبھی پرانی نہیں ہوں گی کیونکہ یہ کہانیاں
انسانوں کی کہانیاں ہیں۔
انسان' جو بادشاہ تھے' وزیر تھے' امیر تھے' فاتح تھے' ظالم
تھے' رحم دل تھے' انسانی جذبات' احساسات' فطرت اور جبلت جو
آدم میں تھی وہ آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ جس ماحول
حالات' معاشرتی مسلم اور تہذیب و عروج و زوال کے مطابق
ان کا طریقہ اظہار بدلتا رہا گا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں
کہ الیاس سیتاپوری نے ماضی کے بادشاہوں کی نہیں
انسانوں کی کہانیاں لکھی ہیں۔ انسانی جبلت اور فطرت کے
ساتھ زندہ رہنے والی کہانیاں۔ ان کہانیوں میں وہ سب کچھ
جو انسان میں ہے۔ حسد' رشک' نفاست' مرقابت' دوستی
دشمنی' جفاکاری' وفاشعاری' سادگی' ریاکاری' ایثار' عقل' ذکاوت
تیزہ' انکساری' جہاندیدگی اور بیوقوفی۔
انسانوں کی اشرافیہ کہانیوں کے مجموعے
شہنشاہ کی کہانی
عجائب خانہ شہنشاہی
شہزادی کی کہانی
ملکہ کی کہانی
شہزادی کی کہانی
شہزادی کی کہانی
شہزادی

پارس کا کھیل شروع ہو چکا تھا۔ کوئی کھیل بھی شروع کرنے سے پہلے اس کھیل کو کھیلنے کے انتظامات کئے جاتے ہیں۔ یہ انتظامات انسان خود کرتا ہے یا تقدیر کرتی ہے۔ تاریک قید خانے میں پارس کو نہ تو تقدیر نے پہنچایا تھا اور نہ ہی یہ کوئی اتفاقی واقعہ تھا۔ وہ اپنی شرارت اور ذہانت سے وہاں آیا تھا۔

یہ مرینا کے لئے شدید حیرانی کی بات تھی کہ پارس واشنگٹن والے تاریک قید خانے میں پہنچ گیا تھا؟ اس کی موجودگی بتا رہی تھی کہ اُس نے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے قیدیوں کو بیہوش کیا ہے۔

جب کہ ان تینوں کو میں نے بے ہوش کیا تھا؟ اور انہیں مرینا کے تہ خانے سے نکال کر دوسری جگہ قید کر دیا تھا۔ مرینا کو ان کے ہوش میں آنے تک پتا نہیں چل سکتا تھا کہ وہ تینوں اسی کی قید میں ہیں یا کہیں منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ اگر وہ واشنگٹن یا امریکا کے کسی شہر میں ہوتی تو گھنٹے دو گھنٹے میں وہاں پہنچ کر صحیح حالات معلوم کر لیتی۔ لیکن وہ ہزاروں میل دور لندن شہر میں تھی۔

پارس کو میں نے یہ بتایا تھا کہ ان تین قیدیوں کو بے ہوش کر کے لے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد وہ اپنا کھیل شروع کرے۔ وہ لندن والے تاریک قید خانے سے واقف تھا۔ قصہ یوں ہے کہ جب مرینا نے پہلی بار پارس کو قیدی بنا کر اس قید خانے میں پہنچایا تھا تو اسے پورا یقین تھا کہ پارس تنویمی عمل کے ذریعے اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ بعد میں سونیا نے اس کے یقین کو ڈگمگا دیا۔ اسے بتایا کہ اس نے پارس کی ایک ڈی کو قیدی بنایا ہے۔ اصل پارس اس سے کوسوں دور ہے۔ یہ سن کر مرینا پر بجلی گر پڑی تھی۔ اس نے اصل پارس سمجھ کر اپنا سب کچھ اس کے حوالے کر دیا تھا۔ وہ ماننے کو تیار نہیں تھی کہ کسی ڈی کی آغوش میں خود کو گرا چکی ہے۔

سونیا نے اس کے انکل جنرل کو اغوا کرایا اور یہ شرط رکھی کہ وہ ڈی کو رہا کرے گی تو اس کے انکل جنرل کو بھی نجات ملے گی ورنہ وہ بوڑھا مارا جائے گا۔ مرینا بوڑھے جنرل کو سگے باپ سے زیادہ چاہتی تھی۔ جنرل نے اسے بڑی توجہ سے تعلیم دلائی تھی۔ اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک بنایا تھا۔ اس نے مجبور ہو کر سونیا کی شرط مان لی اور اپنے انکل کو زندہ دیکھنے کے لئے پارس کو ایک ڈی سمجھ کر رہا کر دیا۔

وہ اصل ہو یا ڈی' مرینا کو یقین تھا کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار رہے گا۔ سونیا کے پاس رہ کر بھی اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔ وہ بڑی احتیاط سے پارس کو تاریک قید خانے سے باہر لائی۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ پر قبضہ کر کے مسلسل یہی کہتی رہی کہ پارس دماغی طور پر غائب ہے اور تاریک قید خانے کو نہیں پہچان رہا ہے۔

یوں پارس نے اس خفیہ اڈے کے اندر اور باہر سے دیکھ لیا۔

بعد میں مرینا کو پتا چلا کہ پارس تنویمی عمل کے زیر اثر نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ بری طرح دھوکا کھا گئی ہے۔ وہ تاریک قید خانہ پہلے کی طرح محفوظ نہیں ہے۔ اگر وہ ادھر کا رخ کرے گی تو پکڑی جائے گی۔ وہ اپنی دوسری رہائش گاہ میں رہنے لگی تھی لیکن فرصت کے اوقات میں اس پرانے شاہی محل کی نگرانی کرتی رہتی تھی جس کے تہ خانے میں وہ تاریک قید خانہ تھا۔ اس نے کئی بار ایک نوجوان لڑکی کے دماغ پر قبضہ جمایا اسے پرانے شاہی محل بھیجتی رہی تاکہ پارس یا سونیا کا کوئی آدمی نگرانی کر رہا ہو تو نوجوان لڑکی کو مرینا سمجھ کر ٹریپ کرنے آجائے لیکن کئی ماہ گزر گئے کسی نے اس پرانے محل کی طرف رخ نہیں کیا۔ پارس بھی نظر نہیں آیا۔ ایک بار وہ پیرس گئی تھی۔ اس نے پارس کو وہاں دیکھا تھا۔ اس طرح یقین ہو گیا کہ پارس اور سونیا کے جاسوس پرانے محل کی طرف نہیں آتے ہیں۔

مرینا نے سوچا اس پرانے محل کو دشمنوں نے اس لئے نظر انداز کیا ہے کہ وہ میری ذہانت اور چالاکی کو خوب سمجھتے ہیں۔ جہاں میں ناکام ہوتی ہوں دوبارہ اُدھر کا رخ نہیں کرتی۔ میری جگہ کوئی نادان لڑکی ہوتی تو اسے بھی اتنی سی سمجھ ہوتی کہ آئندہ کسی تاریک قید خانے میں نہیں لانا چاہئے۔ دشمن کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔

مرینا کو چاہئے تھا اس پرانے محل کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیتی اور کوئی دوسرا خفیہ اڈا بنالیتی لیکن امریکا سے آکر لندن میں ایک کام کی جگہ تلاش کرنا مشکل تھا۔ وہ اکیلی کئی معاملات میں مصروف رہتی تھی۔ پریشان ہو کر سوچتی تھی' اگر پارس بالکل اپنا ہوتا تو وہ تنہا نہ ہوتی۔ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ جیسے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے چکی ہے۔ ایک ساتھی ہوتا تو ایسے دشمنوں کو ایک دن میں کچل سکتی تھی۔ ساری دنیا میں اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کا ڈنکا بجا سکتی تھی۔ لیکن پارس پر بھروسا نہیں تھا اور یہ غلط تھا' اصل خود کسی پر بھروسا نہیں کرتی تھی۔

پرانے محل میں اس کے لئے زیادہ خطرہ نہیں تھا۔ دشمنوں سے بچ نکلنے کے لئے چور دروازہ تھا۔ جب سے واشنگٹن کا تاریک قید خانہ ایک اجنبی عورت (سلطانہ) کی نظروں میں آیا تھا' پریشان ہو گئی تھی۔ اب یہ لندن کا پرانا محل زیادہ اہم ہو گیا تھا۔ ضروری تھا کہ اجنبی عورت پرانے محل کے متعلق کچھ جانتی ہے یا نہیں؟

اسے یقین تھا کہ وہ اجنبی عورت یا پارس اسے گھیرنے آئیں گے تو وہ چور دروازے سے نکل جائے گی۔ وہ کئی ماہ کے بعد اس محل میں جا رہی تھی۔ اسے پہلے اس نرس کے دماغ میں گئی تھی جو جوجو کی خدمت کے لئے رکھا گیا تھا۔ وہاں چار نرسیں تھیں جو چھ چھ گھنٹے باری باری ڈیوٹی پر رہتی تھیں۔ مرینا ان چاروں کے ذریعے معلوم کرتی رہتی تھی کہ پارس اپنی جوجو کے پاس موجود رہتا ہے یا نہیں؟

ایک شام محل میں جانے سے پہلے نرس کے دماغ سے پتا چلا' پارس اور جوجو شاپنگ کے لئے گئے ہیں۔ ابھی ان کا نوکر آیا تھا کہ وہ واپس آرہے ہیں۔

مرینا نے فون پر بھروسا نہیں کیا۔ وہ ایک گھنٹے تک انتظار کرتی رہی۔ پھر اس نے نرس کے اندر رہ کر پارس اور جوجو کو بنگلے کے اندر آتے دیکھا۔ پارس جوتے اتار کر بسترِ پر لیٹتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اوہ جوجو! تم نے شاپنگ کرتے کرتے تھکا دیا ہے۔ اب میں ڈنر کے وقت بستر سے اٹھوں گا۔"

وہ مطمئن ہو کر پرانے محل میں آگئی۔ ایک آدھ گھنٹے میں بار بار نرس کے پاس جا کر وہاں پارس کی موجودگی معلوم کرتی تھی۔ نو بجے گیارہ بجے سلطانہ اس کے دماغ میں آئی اور اسے بتایا کہ مرینا نے واشنگٹن میں جسے آلۂ کار بنایا ہے اور جس کے دماغ پر قبضہ جما کر تین قیدیوں کو تاریک قید خانے میں پہنچایا ہے اس آلۂ کار کو پارس اچھی طرح جانتا ہے۔

یہ مرینا کے لئے شدید حیرانی اور پریشانی کی بات تھی کہ پارس واشنگٹن والے آلۂ کار کو جانتا ہے اور کوئی اجنبی عورت (سلطانہ) واشنگٹن والے تاریک قید خانے سے واقف ہے۔ اس نے سلطانہ سے پوچھا "تم کون ہو؟ میری ہمدرد ہو اور میرے رازوں سے واقف ہو تو نام بتاؤ؟"

لیکن سلطانہ نے اپنا نام نہیں بتایا۔ اسے ٹال دیا۔ مرینا نے ٹیلی پیتھی جاننے والے قیدیوں کی خیریت معلوم کرنا چاہی تو وہ تینوں بے ہوش تھے۔ اس نے سلطانہ کے لہجے کو گرفت میں لے کر رابطہ قائم کیا۔ اسے بتایا کہ اس کے تینوں قیدی بے ہوش ہیں۔

سلطانہ نے کہا۔ "پارس تمہیں نقصان پہنچا رہا ہے۔ تم اس کی خبر لو۔"

مرینا دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ وہ پارس کے پاس نہیں جانا چاہتی تھی۔ اگرچہ اس نے ذاتی طور پر اسے نقصان نہیں پہنچایا تھا تاہم لاشعور میں یہ بات تھی کہ اس زہریلے سانپ کی کشش پھر اسے جذبات کے بہاؤ میں لے جائے گی۔

لیکن ابھی وہ بہت بڑا نقصان اٹھا چکی تھی اور معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اسے کون نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس کے تین اہم قیدیوں کو کس نے بے ہوش کیا ہے؟ ان باتوں کا سراغ لگانا ضروری تھا۔ اس نے مجبور ہو کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کے پاس آئی مگر اس نے سانس روک لی۔

دوسری بار آکر بولی "میں مرینا ہوں۔"

اس نے پوچھا "کون مرینا؟"

"کیا اس نہ کرو۔ ارے یہ تم اندھیرے میں کیوں بیٹھے ہو؟"

"کیا بتاؤں کیوں بیٹھا ہوں۔ جب یہاں آیا تو یہاں تین قیدی تھے۔ وہ تینوں اچانک غائب ہو گئے ہیں اور میں تنہا رہ گیا۔"

"نہیں' یہ نہیں ہو سکتا۔ تم میرے قیدیوں کو مجھ سے چھین نہیں سکتے۔ مجھے بتاؤ' وہ کہاں ہیں؟"

"کیا مصیبت ہے؟ یہ تو تمہیں بتانا چاہئے کہ وہ کہاں ہیں اور میں کہاں ہوں؟ کیا یہ تمہارا تاریک قید خانہ ہے؟ اگر ہے تو مجھے کہاں سے پکڑ کر لائی ہو۔ لانا ہی تھا تو برات کے ساتھ لاتیں۔"

مرینا تھوڑی دیر کے لئے دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ اپنے دماغ کو پھر پُرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے سوچا' وہ اجنبی عورت کہہ رہی تھی کہ پارس لندن میں ہے۔ میں نے نرس کے دماغ سے معلوم کیا وہ جوجو کے ساتھ پیرس میں ہے اور خود پارس کہتا ہے کہ وہ اس تاریک قید خانے میں ہے جہاں سے تین قیدی غائب ہو گئے ہیں۔ وہ تینوں واشنگٹن کے قید خانے میں تھے' اس کا مطلب ہے کہ پارس واشنگٹن میں ہے۔

بس اسی لئے پارس سے ڈر لگتا تھا۔ پتا نہیں چلتا تھا وہ اصل میں کہاں ہے اور اس کی ڈی کہاں ہے۔ کبھی مرینا کے پاس ڈی ہوتی تھی اور کبھی اصل پارس ہوتا تھا۔ سب سے پہلے تو یہی معلوم کرنا تھا کہ وہ کھوپڑی گھما دینے والا محبوب کہاں ہے؟

وہ ایزی چیئر سے اٹھ کر چور راستے سے تہ خانے میں آئی۔ وہاں کے ایک ایک تاریک کمرے کو دیکھا۔ سب خالی تھے۔ پارس کسی تاریک کمرے میں نہیں تھا۔ یعنی لندن شہر میں نہیں تھا۔ ایک طرح سے اطمینان ہوا کہ وہ خطرناک چھپیلا چھپا قریب نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ پیرس میں نہیں ہے' جوجو کے ساتھ پارس کی ڈی ہے۔ یہ ڈی یا تو جوجو کی تسلی کے لئے رکھی گئی ہے کہ وہ پارس کو اپنے قریب سمجھتی رہے یا مرینا کو دھوکا دینے کے لئے ایسا کیا گیا ہے اور وہ سچ مچ دھوکا کھا گئی تھی۔

وہ تہ خانے سے اپنے بیڈ روم میں واپس آئی۔ پھر ایزی چیئر پر بیٹھ کر پارس کے پاس پہنچ گئی۔ اس سے بولی "زیادہ چالاک نہ بنو تم واشنگٹن میں ہو اور تم نے میرے تین قیدیوں کو غائب کیا ہے۔"

"مرینا! جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو' تب سے یہ دیوانہ تمہارے قریب ہی رہتا آیا ہے۔ میں جوجو کی علالت کے باعث کچھ دنوں کے لئے پیرس گیا۔ پھر لندن میں تمہارے قریب چلا آیا۔ اب بھی تمہارے قریب ہوں۔"

وہ جھلا کر بولی "تم جھوٹ بولتے ہو۔"

"یہ میرے لئے ایک ٹریجڈی ہے کہ تم مجھے جھوٹا سمجھتی ہو۔ میں مانتا ہوں کہ تم مجھے اپنا معمول سمجھتی تھیں اور میں تمہارے تنویمی عمل کے زیر اثر نہیں تھا اور خواہ مخواہ معمول بن کر تمہیں دھوکا دیتا رہا تھا۔ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو اور فراخ دلی سے تسلیم کرو کہ تمہیں اس لئے مجھ سے فریب ملا کہ تم نے مجھ سے فریب کیا۔ مجھے دھوکے سے گولی ماری۔ ذہنی طور کے مجھ پر تنویمی عمل کیا۔ پھر غلام بنائے رکھنے کے لئے تاریک قید خانے میں پہنچا دیا۔"

"ہاں میں دل و جان سے اور روح کی گہرائیوں سے تمہیں چاہتی ہوں مگر تم پر بھروسا نہیں کرتی اس لئے تمہیں اپنا معمول بنا کر رکھنے (کو کوشش کی تھی۔"

"بھروسے کے بغیر محبت نہیں ہوتی۔ اگر تم مجھے دل و جان سے اور روح کی گہرائیوں سے چاہتیں تو آنکھیں بند کرکے مجھ پر اعتماد کرتیں۔"

"میں اپنے باپ پر بھی اعتماد نہیں کرتی۔"

"نہ کرو۔ لڑکی باپ کے ساتھ زندگی نہیں گزارتی۔ آخری سانس تک اپنے کسی ایک مرد کے ساتھ رہتی ہے اور اُسی پر اعتماد کرتی ہے۔"

"تم مجھے باتوں میں الجھا رہے ہو۔ کیا یہ تمہاری محبت اور دوستی کا ثبوت ہے کہ تم میرے تین اہم آدمی چھین کرلے گئے۔"

"میں تم سے کسی کو چھین نہیں سکتا۔ یہ میری محبت ہے اور دوستی کا ثبوت دینے کے لئے ان تینوں کو واپس لاسکتا ہوں۔"

"یعنی تم جانتے ہو وہ تینوں کہاں ہیں؟"

"ہاں سلمان انکل کے قبضے میں ہیں۔"

"سلمان کو میرا خفیہ اڈا کیسے معلوم ہوا؟"

"انکل کو تقدیر نے تمہارے اس آدمی کے پاس پہنچا دیا جو جیری اور باربرا کو تمہارے تاریک قید خانے میں لے گیا تھا۔"

"میں تقدیر کو کسی حد تک مانتی ہوں لیکن اس حد تک نہیں کہ وہ ہمیشہ تم پر مہربان ہوتی رہتی ہے۔"

"درست کہتی ہو۔ لندن کے اس خفیہ اڈے میں مجھے تقدیر نے نہیں تم نے پہنچایا ہے۔ تم مجھے تاریک قید خانے سے نکال کرلے گئیں۔ تمہارا خیال تھا میں تمہارے جنونی عمل کے زیر اثر ہوں۔ میرا دماغ تمہارے قبضے میں ہے اور میں یہاں تک پہنچنے کا راستہ نہیں سمجھ رہا ہوں۔"

"ہاں یہ مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔"

"تم ذرا محبت سے سوچو۔ میں سونیا مما اور انکل سلمان کو لندن کا یہ خفیہ اڈا بتا سکتا تھا۔ وہ اپنے جاسوس وغیرہ کی ڈیوٹی یہاں لگا سکتے تھے لیکن میں نے اپنی پرچھائیں کو بھی نہیں بتایا۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ تم پر دشمنوں کا تو کیا اپنوں کا بھی سایہ نہیں پڑنے دوں گا۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟ تم نے اپنی مما کو بھی نہیں بتایا ہے؟"

"میں اپنے بزرگوں میں مما سے زیادہ کسی کو نہیں چاہتا اور مما کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے اور تمہارے سوا اس خفیہ اڈے کو کوئی تیسرا نہیں جانتا ہے۔ یہاں صرف میں ہی تمہارے پاس آسکتا ہوں۔"

"تم کہاں ہو؟"

"تمہارے بالکل قریب ہوں۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ میں تہ خانے کے تمام تاریک کمروں میں تمہیں دیکھ آئی ہوں۔ تم وہاں نہیں ہو۔ پھر کس تاریک کمرے میں ہو؟"

مرینا کی خوابگاہ کے ساتھ دوسرا کمرا تھا ان دونوں کمروں کی درمیانی دروازہ کھل گیا۔ مرینا اسے دیکھتے ہی چیخ مار کر اچھل پڑی۔

پارس نے پوچھا "مجھ سے ڈر لگتا ہے؟ اسے نفسیاتی چال کہتے ہیں۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ میں تمہارے ساتھ والے کمرے میں بتیاں بجھا کر تاریکی میں بیٹھ سکتا ہوں۔ تمہارے ذہن میں مرزا اپنے ہی دو تاریک قید خانے تھے۔"

وہ خوف سے اچھل کر دیوار سے جا لگی تھی اور اسے آنکھ پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ اس زہریلے سانپ سے جو تعلق بنا وہ زہریلا تعلق اس کی طرف کھینچ رہا تھا۔ جی چاہتا تھا دوڑتی ہوئی کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر سینے کی دھڑکنوں کو اس کے سینے سے لگا دے اور رو رو کر شکایت کرے۔ کیوں چلے گئے تھے مجھے تنہا چھوڑ کر کیوں چلے گئے تھے۔

لیکن وہ بڑی دانائی سے جذبات کو تھپکنا اور سلانا جانتی تھی۔ پارس نے کہا "میرے پاس آؤ۔"

"نہیں" وہ دیوار سے اور لگ گئی۔

"پھر میں تمہارے پاس آؤں؟"

"نہیں۔" وہ ایک طرف دیوار سے لگ کر جانے لگی۔ ایک کمرے میں رہنے سے خطرہ تھا۔ وہ ایک ہی چھلانگ میں سانپ کے قریب پہنچ سکتا تھا اور۔ اپنی امانت وصول کرسکتا تھا۔

دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ دروازے کے قریب پہنچی۔ پارس نے کہا "تم پاس آنا چاہتی ہو مگر ڈرتی ہو اور میں ڈرانا نہیں چاہتا۔ تم میری جان ہو آؤ محبت سے آجاؤ۔"

وہ دروازے کے پاس پہنچتے ہی باہر بھاگ گئی۔ دوڑتے ہوئے دور کوریڈور میں گئی پھر پلٹ کر دیکھا۔ وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ دل نے کہا "تو اچھا نہیں کر رہی ہے۔ اس کا دل توڑ رہی ہے۔ دیکھو مایوس ہوکر کمرے میں رہ گیا ہے۔ تیرے پیچھے نہیں آنا چاہتا۔"

وہ زندگی کے عملی میدان میں ایک سیاہی لڑکی بن کر آئی تھی۔ اپنے دل کی بات نہیں مانتی تھی اور دماغ کی بات یہ تھی کہ اپنے لاشعور میں رہنے والے پارس سے نجات حاصل نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لڑکی چاہتی ہے کہ وہ بھاگے تو چاہنے والا آکر پکڑ لے لیکن وہ پکڑنے نہیں آیا تھا۔ یہ پارس کی زیادتی تھی۔

وہ دوڑتی ہوئی پرانے محل کے مختلف کمروں اور راہداریوں سے گزرتی ہوئی ایسے کمرے میں آئی جہاں ایک چور دروازہ تھا۔ اس دروازے کے دوسری طرف اس کی ایک چور خواب گاہ تھی جہاں وہ کسی سے بھی چھپ کر رات گزار سکتی تھی اور اس کمرے کے پچھلے دروازے سے بحفاظت پرانے محل کے پچھلے ایک کمرے میں پہنچ سکتی تھی۔ پھر وہاں سے فرار کا کوئی بھی راستہ نکال سکتی تھی۔

اس نے خفیہ میکنزم کے ذریعے چور دروازے کو کھولا۔ دوسری طرف ایک تاریک کمرا تھا۔ مگر اس نے روشنی نہیں کی۔ پارس کا ڈر تھا کہ شاید آتما ہی ہوگا۔ پہلے اس نے چور دروازے کو پارس کا ڈر تھا کہ شاید آتما ہی ہوگا۔ پہلے اس نے چور دروازے کو اندر سے بند کیا۔ دوڑتے رہنے کے باعث اس کی سانس پھول رہی تھی۔ وہ چند لمحوں تک دروازے سے لگی ہانپتی رہی پھر ایک ہاتھ بڑھا کر سوئچ بورڈ ٹٹولنے لگی۔ سوئچ بورڈ مل گیا لیکن وہ ہاتھ ایک فولادی گرفت میں آگیا۔

اس نے زور کی چیخ ماری۔ "پارس! پارس مجھے بچاؤ۔ جلدی آؤ پلیز مجھے بچاؤ۔"

پارس کی دھیمی سی آواز سنائی دی "کمال ہے، مجھ سے دور بھاگتی ہو اور مجھے ہی پکارتی ہو۔"

مرینا کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ وہ بولا "میں تمہاری لاعلمی میں اکثر یہاں آتا رہا ہوں۔ پورے محل کو اوپر سے لے کر تہ خانے تک سمجھ گیا ہوں۔ اس چور دروازے سے چور خوابگاہ میں بھی آچکا ہوں۔"

وہ اپنی کلائی چھڑانا بھول گئی۔ وہ آہستہ آہستہ کھینچ رہا تھا جیسے وہ ہاتھ ایک ڈور تھا اور وہ ڈور کے ذریعے پتنگ کی طرح کھنچی آرہی تھی۔ کٹی ہوئی پتنگ کے ساتھ بھی یہی ہوتا ہے۔ کوئی بھی اسے لوٹ لیتا ہے۔

پہلے تو وہ خاموش رہی۔ اسے اپنے اندر کی وہ لڑکی چپ کرا رہی تھی، جو پارس پر مرتی تھی۔ وہ لڑکی کہہ رہی تھی، پہلے مجھے اپنے پار پر مرجانے دے پھر مرینا کو زندہ کرلینا اور اس سے خود کو چھڑا کر دور بھاگ جانا۔

ایسے وقت ساری دنیا بھلا دی جاتی ہے لیکن مرینا اپنی شکست اور ناکامی نہیں بھول سکتی تھی۔ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ اس تنہا لڑکی کو اعلیٰ حکام کی نظروں سے گرانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ ایسے میں اس تنہا لڑکی نے ان کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا تھا۔ اپنے خفیہ اڈے میں چھپایا تھا۔ وہ جیت رہی تھی، ٹھیک ایسے ہی وقت پارس اس کی جیت کو ہار میں بدل رہا تھا۔

وہ اچانک خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "چھوڑو، مجھے چھوڑو لائٹ آن کرو۔"

پارس نے چھوڑ دیا۔ پھر لائٹ آن کرتے ہوئے پوچھا "میری آغوش میں موم ہو رہی تھیں، اچانک پتھر کیوں بن رہی ہو؟"

"میں تم سے نہیں بولوں گی۔ ایک طرف مجھ سے محبت کرتے ہو اور دوسری طرف مجھے نقصان پہنچاتے ہو۔"

"فی الحال تمہارا ایک نقصان یہ ہوا کہ واشنگٹن والا تاریک قید خانہ مسٹر ڈائن دولف کی نظروں میں آگیا۔ اور یہ محض تمہارے آلۂ کار کی بے پروائی سے ہوا۔ ایک تو اس نے جیری اور اربرا سے گفتگو کی، انہیں اپنی کار میں بیٹھنے کو کہا۔ وہ گونگا بن کر بھی اشارے سے انہیں کار میں بٹھا سکتا تھا مگر اس نے آواز سنا کر مسٹر دولف کو اپنے دماغ میں بلا لیا اور جب اس نے جیری اور باربرا کو بے ہوش کا انجکشن لگایا تو سمجھ میں آگیا کہ معاملہ بہت اہم ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کیا مسٹر دولف کو اہم معاملہ معلوم کرنے کے لئے اس کے دماغ میں نہیں رہنا چاہئے تھا؟"

مرینا نے کہا۔ "اس وقت میں اپنے آلۂ کار کے دماغ میں تھی۔ غلطی مجھ سے ہوئی۔ مجھے آلۂ کار کو بولنے سے روکنا چاہئے تھا۔"

پارس نے کہا "تمہارا دوسرا نقصان یہ ہوا کہ تین نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری قید سے نکل گئے۔ کیا یقین کرو گی کہ وہ تمہاری قید سے نکلے ضرور ہیں لیکن وہ تمہارے ہی پاس ہیں۔"

وہ بے یقینی سے بولی "مجھے الو بنا رہے ہو؟"

"تم بہت ذہین الو ہو۔ یہ پوچھو، وہ تینوں کہاں ہیں؟"

وہ گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "میں کیوں پوچھوں۔ خود بتاؤ؟"

"تینوں امریکا میں ہی ایک جگہ چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ وہ تمہاری امانت ہیں۔ کل صبح امریکی سفارت خانے چلو۔ خیال خوانی کے ذریعے فوراً ویزا حاصل کرو۔ شام کو پیرس سے میرے لئے چارٹرڈ طیارہ آئے گا۔ ہم اس میں نیویارک جائیں گے۔ وہاں سے ہم شکاگو پہنچیں گے۔ وہاں میں ان تینوں کو تمہارے حوالے کردوں گا۔"

"یہ چکر کیا ہے؟ پہلے میرے قیدیوں کو غائب کیا پھر انہیں واپس کرنے کے لئے مجھے شکاگو لے جانا چاہتے ہو؟"

"میں ایک سوال کرتا ہوں۔ جواب دو۔ تمہیں اپنے سوال کا بھی جواب مل جائے گا۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارا واشنگٹن والا تاریک قید خانہ کسی اور کی نظروں میں نہیں آیا ہے؟"

مرینا نے سوچتی ہوئی نظروں سے پارس کو دیکھا، اسے اجنبی عورت (سلطانہ) یاد آگئی۔ وہ پارس کی مخالفت کرتے وقت اس اجنبی عورت کو بھول گئی تھی۔ سلطانہ نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ مرینا کے خفیہ اڈے کو جانتی ہے۔ اس نے جیری اور باربرا کے نام بھی بتائے تھے۔

مرینا نے پارس سے کہا "ہاں ایک عورت جانتی ہے۔ اس نے میرے تاریک قید خانے کے قیدیوں کے نام بھی بتائے تھے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ اس شہر کے خفیہ اڈے کو بھی جانتی ہے۔"

"نہیں مرینا! تمہارے جس معاملے کا رازدار میں رہوں گا وہ راز کسی تیسرے کو کبھی معلوم نہیں ہوگا۔ یقین نہ ہو تو اس عورت سے پوچھو کہ تمہارا دوسرا خفیہ اڈا کہاں ہے؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی سلطانہ کے پاس پہنچی۔ پہلے اس نے سانس روکی۔ دوسری بار مرینا نے اپنا نام بتایا۔ وہ بولی۔ "آدھے منٹ کے بعد آؤ۔"

یہ کہہ کر سلطانہ نے لیلیٰ کو مخاطب کیا' اس سے بولی "مرینا میرے دماغ میں آرہی ہے۔ جلدی آؤ۔"

وہ لیلیٰ کو اس لئے بلاتی تھی کہ وہ مرینا کو اس کے چور خیال پڑھنے نہیں دیتی تھی۔ آدھے منٹ بعد مرینا نے آکر کہا "میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ تمہاری معلومات میرے متعلق بہت زیادہ ہیں۔ تم یہاں تک جانتی ہو کہ پارس میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ کیا یہ بتا سکتی ہو کہ وہ بدمعاش آج کل کس ملک میں ہے؟"

"ہاں وہ پیرس میں ہے۔ جلد ہی تمہارے پاس لندن آنے والا ہے۔"

"کیا تم جانتی ہو کہ لندن میں میرا تاریک قید خانہ کہاں ہے؟" سلطانہ نے پوچھا "کیا تم میرا امتحان لے رہی ہو؟"

"نہیں۔ اس سوال کا جواب ضروری ہے۔ جواب سن کر میں پارس کے متعلق ایک ایسی بات بتاؤں گی جسے سن کر تم حیران رہ جاؤ گی۔"

"ایسی کیا بات ہے؟"

"پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ لندن میں میرا خفیہ اڈا کہاں ہے؟"

سلطانہ نے کہا "میں جانتی ہوں لیکن اس لئے نہیں بتاؤں گی کہ تم میرا امتحان لے رہی ہو۔"

"میں سمجھ گئی۔"

مرینا آگے کچھ کہنے جارہی تھی' پارس نے ایک کاغذ پر لکھا اُس عورت کا ایک نام ایل سے شروع ہوتا ہے اور دوسرا نام ایس سے۔ یعنی وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں ہیں۔"

یہ پڑھ کر مرینا نے کہا "میڈم ایل اور میڈم ایس! میں تم دونوں کا پورا نام نہیں لوں گی۔ میں نے تھوڑی سی دیر میں تم دونوں کے متعلق بہت کچھ معلوم کرلیا ہے۔ کیا اپنی زبان سے بتاؤ گی کہ مجھے پارس کے خلاف کیوں بھڑکا رہی ہو؟"

مرینا سے اپنے نام کا پہلا حرف سن کر لیلیٰ اور سلطانہ حیران رہ گئیں۔ لیلیٰ فطرتاً بہت ہی شریف اور سیدھی سادی تھی۔ ہیرا پھیری نہیں جانتی تھی۔ اس کے مقابلے میں سلطانہ ذرا چالاک تھی' اُسی کے بھڑکانے پر وہ پارس کے خلاف سازش میں شریک ہوئی تھی۔ جب یہ سنا کہ مرینا دونوں بہنوں کو جانتی ہے تو وہ گھبرا کر سوچ میں پڑ گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مرینا کو سلطانہ کے چور خیالات پڑھنے سے روک نہ سکی۔

مرینا کی مکاری کے مقابلے میں سلطانہ کچھ نہیں تھی۔ وہ سلطانہ کو باتوں میں لگا کر اس کے چور خیالات پڑھتی چلی گئی۔ پھر بولی "اچھا سلطانہ! اب تمام حقائق سامنے آگئے ہیں۔ تم اپنی بہن لیلیٰ پر سوکن برداشت نہیں کرو گی۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ سونیا تمہاری بہن کی سوکن بننے والی ہے۔ اس سے زیادہ حیرانی کی بات بلکہ ناقابلِ یقین بات یہ ہے کہ تمہاری بہن کے شوہر کا نام فرہاد علی تیمور ہے اور وہ خود کو برائن وولف کے نام سے ظاہر کرتا ہے۔"

سلطانہ گھبرا گئی' پریشان ہوگئی کیونکہ اس کے والد نے اس متعلق بیان دیا تھا کہ میں مرچکا ہوں۔ یہ بیان دینے کے بعد وہ اللہ کو پیارے ہوگئے تھے۔ ان کے بیان کو درست ثابت کرنے لئے میں اب تک اپنی اصلیت کو چھپاتا آرہا تھا۔ لیلیٰ اور وہ بھی اپنے والد کے اس بیان کو قائم رکھنا چاہتی تھیں۔ اسی ایک بزرگ کا بھرم رکھنے کے بعد خود ان کی بیٹیوں کی زندگی سے راز فاش ہو رہا تھا۔ میرے اہم رشتے داروں کے بعد اس لڑکی ہے جسے معلوم ہوگیا کہ فرہاد علی تیمور زندہ ہے۔

سلطانہ نے پریشانی کو چھپاتے ہوئے ڈھٹائی سے کہا "جھوٹ ہے۔ فرہاد کی ہڈیاں بھی قبر میں گل گئی ہوں گی۔ میں ہوں کہ میری بہن کے شوہر کا نام بھی فرہاد ہے۔ نام ایک' شخصیت ایک نہیں ہوتی۔"

"تم نے بڑی عمدگی سے بات بنائی ہے مگر یہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے چور خیال نے تمہارے بہنوئی فرہاد کو پارس بتایا ہے۔"

اب سلطانہ بات نہیں بنا سکتی تھی۔ کوئی جواب نہیں دے سکتی تھی۔ اس نے سانس روک لی۔ مرینا دماغی طور پر پارس کے سامنے حاضر ہوگئی۔ وہ بولا "بڑی لمبی باتیں ہو رہی تھیں؟"

وہ پارس کو غصے سے گھور کر طنزیہ انداز میں بولی "ہاں' کہ خاندان کا شجرہ معلوم کرنے میں دیر لگتی ہے۔"

"کس کے خاندان کی بات کر رہی ہو؟"

وہ بولی "پہلی بار سلطانہ سے دماغی رابطہ قائم کیا تو اس کے خیالات نہ پڑھ سکی۔ دماغ کے تہ خانے تک پہنچنے میں دشواری رہی تھی۔ جب تم نے کاغذ پر لکھ کر بتایا کہ وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں ہیں تو میں سمجھ گئی کہ دوسری عورت مجھے سلطانہ کے چور خیالات پڑھنے سے روک رہی ہے۔ پھر پتا نہیں کیا ہوا' دوسری عورت یعنی لیلیٰ کہیں چلی گئی۔ اس کے بعد میں نے از معلوم کرلیا کہ مجھے تمہاری اور تمہارے باپ کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی۔"

پارس نے تعجب سے پوچھا "تم نے کیا معلوم کیا؟"

"یہی کہ تمہارا باپ زندہ ہے۔ فرہاد علی تیمور زندہ ہے۔"

پارس چشم زدن میں سمجھ گیا کہ لیلیٰ اور سلطانہ نے بہت حماقت کی ہے۔ اس نے مرینا سے کہا "میں یہ حقیقت تمہیں تھا لیکن کیسے بتاتا جب کہ تم مجھے ناقابلِ اعتماد سمجھتی آرہی ہو۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔ اگر میں تم پر بھروسا کرتی اور تم مجھے بتا دیتے کہ تمہارا باپ زندہ ہے تو میں سوچتی کہ مجھے بھی مجھے اس راز کو چھپانا چاہئے لیکن فرہاد علی تیمور کی زندگی میرے لئے موت ہے یا تباہی ہے۔ میں نے خود ہی اس مردہ فرہاد کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ اس میں تمہارا کوئی احسان نہیں ہے۔ اپنے ملک کے حکام کو اس خطرے سے آگاہ کروں گی۔ تم چاہو تو مجھے ابھی مار ڈالو تاکہ راز' راز ہی رہ جائے۔"

"تم میری جان ہو اور کوئی اپنے ہاتھوں سے اپنی جان نہیں لیتا۔"

"محبت کا ڈراما نہ کرو۔ میں تمہیں گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے دیکھ چکی ہوں۔ تم کئی ماہ کے بعد میرے پاس محبت سے نہیں آئے ہو بلکہ اپنی سونیا مما کی شرط پوری کرنے کے لئے پھر سے محبت شروع کر رہے ہو۔ سونیا نے کہا ہے' جب تک تم مجھے مسلمان دلہن بنا کر نہیں لاؤ گے وہ تمہارے باپ کے ساتھ ازدواجی زندگی نہیں گزارے گی۔ لعنت ہے تم پر' اپنے باپ کا بستر گرم کرنے کے لئے تم مجھے محبت کا فریب دینے آئے ہو۔"

پارس کا ہاتھ چل گیا۔ مرینا کے رخسار پر طمانچہ پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ایک کرسی پر گر پڑی۔ پھر بولی "مارو مجھے جان سے مار دو۔ میں زندہ رہی تو تمہارے باپ کے لئے مصیبت بن جاؤں گی۔"

وہ ہاکوارٹی سے بولا "تمہارے بڑے بڑے امریکی باپ میرے باپ کے لئے مصیبت بنتے بنتے مرگئے۔ اس لئے باپ کا ذکر چھوڑو اپنے کو ہی ہضم کرلو تو بڑی بات ہوگی۔ ایک بات تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ میں صرف اپنی سونیا مما کے حقوق انہیں دلانا چاہتا ہوں۔ ورنہ کوئی بیٹا اپنے باپ کا بستر گرم نہیں کرتا۔ باپ اپنی اولاد کے لئے بستر گرم کرتا ہے تو ہم اور تم پیدا ہوتے ہیں۔"

"تم نے کیسے سمجھ لیا کہ محبت کے فریب میں آکر میں عیسائیت سے منہ پھیر کر اسلام قبول کرلوں گی؟"

"اگر میں ایسا سمجھتا تو ابھی تمہیں اتنے جوتے مارتا کہ تم رعایتاں یا جان بچانے کے لئے میرا مذہب قبول کرلیتیں لیکن اسلام میں جبر کی ممانعت ہے۔ اسلام نہ تو تلوار سے پھیلا ہے اور نہ ہی کسی فریب سے۔ پھر میں تمہیں محبت کا فریب دے کر کیسے اسلام قبول کرنے پر مجبور کرسکتا تھا۔"

"تم باتیں بنا رہے ہو۔ سلطانہ کا دماغ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ دماغ میں چھپی ہوئی باتیں سچ ہوتی ہیں۔"

"سلطانہ آنٹی اتنا ہی جانتی ہیں جتنا انہوں نے سنا ہے۔ ہم ہاں اشارے کنائے کے اشارے کسی دوسرے کی سمجھ میں نہیں آتے۔ ممانے لیلیٰ کو سنانے کے لئے یہ شرط رکھی تھی۔ ورنہ میں اپنی ماں کی فراخ دلی جانتا ہوں۔ وہ کہتی ہیں ہر مذہب کے پیغمبر نے انسانیت کی بھلائی کے لئے بہترین ہدایات دیں۔ کوئی ایسا پیغمبر بتاؤ جس نے انسانوں کو گمراہ کیا ہو؟"

"پھر تمہاری مما مجھے مسلمان بہو کے روپ میں کیوں دیکھنا چاہتی ہیں؟"

"یہ ایک فطری بات ہے۔ اگر کبھی ہم شادی کے مرحلے..."

"ارے جاؤ۔ تم سے شادی کرے گی میری جوتی۔"

"یعنی ابھی تمہاری جوتی راضی ہے۔ یہ رضامندی پاؤں سے شروع ہو رہی ہے اور سر تک پہنچے گی۔ بزرگوں نے غلط نہیں کہا ہے' عورتوں کی عقل پیروں میں ہوتی ہے۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا "واقعی چلا جاؤں؟"

"اوہ! میں بھول گئی تھی کہ ابھی تمہارے بس میں ہوں۔ میرا کوئی دشمن مجھے ڈھونڈ نہ سکا۔ تم نے مجھے پکڑ لیا ہے۔ تم جو چاہو' وہ سلوک کرسکتے ہو۔"

"اگر شیطان بننا ہوتا تو بہت پہلے بن چکا ہوتا۔ میں انسان ہوں۔ انسان ہی رہوں گا۔ ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا لیکن کچھ اچھی باتیں سمجھا کر جاؤں گا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے ظالموں سے لڑنے کے لئے ٹیم ورک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اکیلی رہ کر وقتی طور پر کامیابیاں حاصل کررہی ہو۔ کئی بار بری طرح پھنستے پھنستے بچ گئی ہو' ہمیشہ نہیں بچو گی۔ تمہیں بچانے والا کوئی ہونا چاہئے۔"

"اس لئے میں تمہیں باڈی گارڈ بنالوں؟ یہی چاہتے ہو؟"

"میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ بات تمہارے چاہنے کی ہے۔ جب تک تم ایک مضبوط ٹیم نہیں بناؤ گی۔ تمہاری جان خطرے میں رہے گی۔ سلمان انکل نے بتایا ہے کہ تم نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیل جانے سے روک دیا ہے۔ اس طرح یہودی تنظیم کو اپنا دشمن بنالیا ہے۔ نئے دشمنوں میں برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ ہیں۔ تمہارے ملک کا سپر ماسٹر بھی تمہارا حمایتی نہیں ہے۔ تم ہمیں بھی دشمن سمجھتی ہو۔ یعنی دشمنوں کی تعداد بڑھاتی جارہی ہو۔ کوئی ایسی ہستی بتادو' جو تمہاری دوست ہو اور تمہارے برے وقت میں کام آتی ہو؟"

"تم کچھ اچھی باتیں کرگئے ہو۔ میں غور کروں گی۔"

"ہاں اس پہلو پر غور کرنا کہ ابھی تم پر بہت زیادہ برا وقت آنے والا ہے۔ اس لئے تم برے وقت کے مصائب اور دلتوں کو نہیں سمجھ رہی ہو۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر کرسی سے اٹھ گئی۔ سر جھکا کر بولی "اس سے زیادہ برا وقت کیا آئے گا کہ میرے ہی ملک کے بڑے اور اہم لوگ میرے خلاف ہوگئے ہیں۔ وہ صرف یہ سوچتے ہیں کہ میں ایک لڑکی ہوں۔ یہ حساب نہیں کرتے کہ میں اپنے ملک کے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس لے آئی ہوں۔ برین ماسٹر کو بہت ذہین اور چالباز سمجھا جاتا ہے۔ بلیک سیکرٹس کو ٹیلی پیتھی کا شعبہ دے دیا گیا ہے۔ ان چاروں بلیک سیکرٹ کا بڑا رعب اور دبدبہ ہے۔ میں نے چند گھنٹوں میں ان کو نیچا دکھا دیا۔ ان کے تین نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین کرلے آئی۔ اس کے باوجود میں ایک کمزور اور تنہا لڑکی سمجھی جاتی ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ بولتی ہوئی پارس کے قریب آئی پھر بولی "تم ٹھیک کہتے ہو۔ آج میں اکیلی نہ ہوتی۔ میری ایک خطرناک تنظیم

ہوتی تو بلیک سیکرٹ کی پُراسرار تنظیم کی طرح میرا بھی رعب اور دبدبہ رہتا۔"

وہ اچانک ہی پارس سے لپٹ کر بولی "میں کیا کروں' تم سے بہت ڈر لگتا ہے لیکن تمہارے بغیر خالی خالی سی رہتی ہوں۔ جب بھی برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس نے میرا سکون برباد کیا' مجھے چیلنج کیا تو تم یاد آئے۔ میں پہلی بار زبان سے کہہ رہی ہوں' وہ مرد تم ہو' صرف تم ہو جس کی آغوش میں مَیں دشمنوں سے بے نیاز ہو کر آرام سے سو سکتی ہوں۔ میں تھک گئی ہوں پارس! میرے اندر سے تمام اندیشے نکال کر مجھے سلا دو۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر سوئچ آف کر دیا۔ تاریکی چھا گئی۔ تاریکی میں تنہائی ہو تو ڈر لگتا ہے۔ اگر ڈر نکالنے والا ہو تو رت جگا بھی ہوتا ہے۔ پارس نے بھی آجاتی ہے۔ وہ جاگتی رہی اور سوتی رہی۔ سوتی رہی اور جاگتی رہی۔

○☆☆○

سلطانہ دماغی طور پر حاضر ہوتے ہی رونے لگی "ہائے میں نے یہ کیا کر دیا۔ پارس کو ناکام بنانا چاہتی تھی۔ اس چڑیل نے میرے چور خیالات سے فرہاد بھائی کی حقیقت معلوم کر لی۔ میری حماقت سے میرے بابا کا بیان غلط ہو گیا ہے۔ میرے بابا سچے عالم دین تھے۔ اب وہ جھوٹے کہلائیں گے۔ میں کبھی اپنے آپ کو معاف نہیں کروں گی۔ میں مر جاؤں گی۔"

وہ بے اختیار بڑبڑا رہی تھی۔ سلمان سو رہا تھا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اسی وقت لیلیٰ بھی اس کے دماغ میں آگئی۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ ابھی مرینا کی باتوں سے گھبرا کر وہ سوچ میں پڑ گئی تھی اور سوچنے کے لئے اپنی جگہ۔ دماغی طور پر حاضر ہو گئی تھی۔

مگر لیلیٰ کچھ نہ کہہ سکی۔ اس سے پہلے سلمان نے پوچھ لیا۔ "سلطانہ! کیا بات ہے۔ یہ آدھی رات کو کیوں رو رہی ہو؟"

وہ روتے ہوئے بولی "آج مجھ سے اتنی بڑی غلطی ہوئی ہے جس کے لئے میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"میں بہن کی محبت میں اندھی ہو گئی تھی۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ سسٹر سوکن بن کر آئے۔ میں نے سوچا۔ اگر پارس سسٹر کی شرط پوری کرنے میں ناکام رہے گا' مرینا کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکے گا تو سسٹر اور فرہاد بھائی کی شادی نہیں ہو سکے گی۔ میں مرینا کو پارس کے خلاف بھڑکانے گئی' اس کمینی نے میرے چور خیالات پڑھ لئے۔ اسے معلوم ہو گیا کہ میرے بابا کا بیان درست نہیں تھا' فرہاد بھائی ابھی زندہ ہیں۔ میری بہن کے شوہر ہیں اور اب سسٹر سے شادی کرنے والے ہیں۔"

سلمان گم صم بیٹھا سن رہا تھا۔ لیلیٰ سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی "سلطانہ! یہ کیا ہو گیا؟ میں اپنے بابا کی مرضی کے مطابق فرہاد کو گمراہی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتی رہی۔ تمہارے فرہاد بھائی نے بھی اتنے بڑے عالم دین کے بیان کا بھرم رکھنا چاہا۔ شادی کرنے کے بعد اپنے اندر کے عیاش فرہاد کو مار ڈالا اور نام اختیار کر لیا۔ ایک طویل عرصے کے بعد یہ راز کھل رہا ہے ہمارے ہی ذریعے سے کھل رہا ہے۔"

سلطانہ نے کہا "اتنی بڑی غلطی کے بعد میں زندہ نہیں رہوں گی۔ میں مر جاؤں گی۔"

وہ بستر سے اتر کر جانا چاہتی تھی۔ سلمان نے اس کا بازو کھینچتے ہوئے کہا "ہوش میں رہو۔ انسان سے بڑی بڑی غلطیاں ہوتی ہیں۔ ان غلطیوں کا علاج خودکشی نہیں ہے۔"

وہ روتے ہوئے بولی "میں فرہاد بھائی کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ سسٹر سے بڑی عقیدت تھی۔ میں ان کے ہر حکم کی تعمیل کرتی رہی۔ اب کس زبان سے کہوں گی کہ میں نے ان کے اور پارس کے خلاف سازش کی تھی۔"

سلمان نے کہا "سسٹر کو ابھی تم نے اچھی طرح نہیں سمجھا ہے۔ وہ صرف دشمنوں کو معاف نہیں کرتیں' اپنوں کی غلطیاں فوراً بھول جاتی ہیں۔ چلو آؤ سسٹر کے پاس چلیں۔"

سونیا سو رہی تھی۔ سلمان کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے بیدار ہو گئی۔ وہ بولا "معافی چاہتا ہوں۔ کچھ ضروری باتیں کرنے اس لئے حاضر ہوا ہوں۔"

سونیا نے پوچھا "کیا لیلیٰ اور سلطانہ نے کوئی غلطی کی ہے؟"

"کمال ہے سسٹر! آپ نے کیسے جان لیا؟"

"عورت ہوں اور عورت کی فطرت کو سمجھتی ہوں۔ عورت سے بے انتہا محبت کرتی ہے۔ وہ میری پرستش کر سکتی ہے سوکن کی حیثیت سے قبول کرتے وقت وہ اندر سے ٹوٹ جائے گی۔ میں نے سوچا ایسے وقت دونوں بہنوں سے غلطیاں ہو سکتی ہیں ان کی غلطیوں سے دشمن فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس لئے میں نے کہہ دیا کہ وہ مرینا کے تینوں قیدیوں کو دوسری جگہ منتقل کر دیں۔ اب میں پوچھتی ہوں کیا ان کی کسی غلطی سے دشمنوں کو فائدہ پہنچنے والا ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے سسٹر! آپ بہت دور تک سوچتی ہیں۔ سلطانہ' پارس کے خلاف مرینا کے پاس گئی تھی پھر اپنے ہی کلہاڑی مار کر واپس آگئی۔"

سلمان نے بتایا کہ کس طرح دونوں بہنوں نے اپنے اپنے بیان کو جھٹلایا ہے اور فرہاد بھائی کی حقیقت مرینا پر آشکار ہے "مرینا محبِ وطن ہے۔ وہ امریکی حکام کو فرہاد بھائی کی ضرور بتائے گی۔ سلطانہ اپنی غلطی پر اتنی نادم ہے کہ آپ فرہاد بھائی سے منہ چھپانے کے لئے خودکشی کرنا چاہتی تھی نے اسے روکا ہے۔ پلیز آپ اسے سمجھائیں۔"

"دونوں بہنوں کو میرے پاس لاؤ۔"

وہ دونوں روتے ہوئے بولیں "ہم حاضر ہیں سسٹر!

سزا دیں۔"

"یا میری سزا قبول کرو گی؟"

"آپ حکم دیں۔ سزا سنائیں۔ ہم سزا پانے کو تیار ہیں۔"

"میری طرف سے یہ سزا ہے کہ اپنی غلطی پر شرمندہ رہنے کے لئے طبعی عمر تک زندہ رہو۔ خودکشی کا مطلب یہ ہو گا کہ سزا سے بچنے کے لئے دنیا سے بھاگ رہی ہو۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ ہمیں شرمندہ رہنے کے لئے اور آئندہ غلطیوں سے بچنے کے لئے زندہ رہنا چاہئے۔"

"جاؤ اور دماغ کو ہدایات دے کر سو جاؤ۔ کل صبح میرے اور فرہاد کے نکاح میں شریک ضرور ہونا۔"

وہ تینوں چلے گئے۔ سونیا نے آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایات دیں پھر نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

ابھی میرے مقدر میں نیند نہیں تھی۔ میں نے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے تین قیدیوں کو تین مختلف تاریک کمروں میں لا کر قید کیا تھا۔ میں نے ایک بہت ہی اچھے اور سچے دوست کنگ فرنانڈو کا ذکر بہت پہلے کر چکا ہوں۔ وہ امریکا کے چند بڑے سرمایہ داروں میں سے ایک تھا۔ ہر ملک اور ہر بڑے شہر میں اس کی دولت اور جائداد تھی۔ امریکا کے مختلف شہروں میں ایسی کوٹھیاں تھیں جو میرے' پارس اور علی تیمور کے لئے مخصوص تھیں وہاں کے تمام جاسوس کنگ فرنانڈو پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ حکومت جانتی تھی کہ وہ میرا ذاتی یار ہے۔ میرے دونوں بیٹوں اور سونیا کو اس ملک میں ہر طرح کی امداد پہنچاتا ہو گا۔

کنگ فرنانڈو نے کسی طرح کے الزام سے بچنے کے لئے کچھ جائدادیں اور کوٹھیاں فرضی ناموں سے خریدی تھیں۔ ہم ان فرضی ناموں کو اختیار کر کے ان کوٹھیوں اور جائدادوں کو اپنے استعمال میں لاتے تھے۔ ان میں سے ایک کوٹھی ایسی تھی جس کے تہ خانے کو تاریک قید خانہ بنایا گیا تھا۔

میں نے اسی کوٹھی میں لیلیٰ کے ساتھ قیام کیا تھا۔ پیرس کے وقت کے مطابق صبح دس بجے سونیا کا نکاح مجھ سے پڑھایا جانے والا تھا۔ اس بات پر لیلیٰ مجھ سے ناراض ہو کر دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ دروازے کو اندر سے بند کر لیا تھا خود کو مجھ سے دور کر رہی تھی۔

میں چاہتا تو اس کے دماغ میں جا سکتا تھا لیکن میں نے اسے چھیڑنے اور دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ اپنی بہن سلطانہ کی باتوں میں آ کر مرینا تک پہنچ جائے گی۔ وہاں ان کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کے نتیجے میں لیلیٰ خود ہی دروازہ کھول کر روتی ہوئی باہر آئی' میں نے پوچھا "آخر سوکن کے آنے پر اب تک روتی رہو گی؟"

وہ بدستور روتے ہوئے بولی "لعنت ہے مجھ پر۔ میں واہ میاں کی وجہ سے رو رہی تھی۔ میں تو سسٹر کی پرستش کرتی ہوں۔ وہ آپ کی دلہن بنیں تو میں انہیں سوکن نہیں بڑی بہن سمجھتی رہوں گی۔ آپ کی خدمت جیسے کرتی ہوں' ویسے ہی سسٹر کی خدمت کروں گی۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "تمہارے خیالات میں یہ انقلاب کیسے آیا۔ چند گھنٹے پہلے تم سوکن کی آمد پر ناراض ہو گئی تھیں اور دروازے کو اندر سے بند کیا تھا۔ اب خود دروازہ کھول کر سوکن کو خوش آمدید کہہ رہی ہو۔ یہ معاملہ کیا ہے؟"

تب اس نے رو رو کر وہ تمام معاملات بتائے جس کے نتیجے میں مرینا کو میری حقیقت معلوم ہو گئی تھی۔ دونوں بہنوں کو اس کا زیادہ صدمہ تھا کیوں کہ ان کی غلطی سے ان کے والد کا بیان غلط ہو چکا تھا۔ میں نے پوچھا "اب رونے سے کیا حاصل ہو گا؟ کیا یہ بات سونیا کو بتائی گئی ہے؟"

"جی ہاں۔ سلطانہ شرمندگی سے خودکشی کرنا چاہتی تھی۔ سسٹر نے ہم بہنوں کو سزا سنائی ہے کہ ہمیں ساری زندگی شرمندہ رہنے کے لئے اپنی طبعی عمر تک زندہ رہنا ہو گا۔"

"یہ سزا نہیں ہے۔ سونیا کی محبت ہے۔ وہ تم دونوں کو زندہ اور باعمل دیکھنا چاہتی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "اتنی بڑی بات ہو گئی۔ آپ دنیا پر ظاہر ہونے والے ہیں۔ سسٹر نے اس کی روک تھام کے لئے کوئی مشورہ کوئی ہدایات نہیں دی۔ ابھی بات صرف مرینا تک ہے۔ آپ چاہیں تو اسے یہ راز فاش کرنے سے روک سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "ہمیں اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے جناب علی اسداللہ تیمرزی سے مشورہ لینا چاہئے۔ تم سلطانہ اور سلمان کے ساتھ ان کے پاس جاؤ۔ انہیں تمام حالات بتاؤ پھر ان کی ہدایات سن کر آؤ۔"

وہ میرے پاس بیٹھ کر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی چلی گئی۔ شام کا وقت تھا۔ سردی خاصی تھی۔ میں کافی تیار کرنے کچن میں آگیا۔ جب دو پیالی کافی لے کر کمرے میں آیا تو لیلیٰ میری طرف آرہی تھی۔ مجھ سے ایک پیالی لیتے ہوئے بولی "جناب علی اسداللہ تیمرزی صاحب فرماتے ہیں... مرینا کو جبراً نہ روکا جائے۔ کیوں کہ آپ کی حقیقت کل صبح دس بجے خود بخود ظاہر ہو جائے گی۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "کیسے ظاہر ہو جائے گی؟"

"جناب علی اسداللہ تیمرزی صاحب سسٹر کا نکاح آپ کے ساتھ پڑھائیں گے تو نکاح نامے میں آپ کا اصل نام فرہاد علی تیمور لکھا جائے گا۔ اور کل ہی کی تاریخ' مہینہ اور سال بھی لکھا جائے گا۔ جب اتنے بڑے عالم اور بزرگ نکاح پڑھائیں گے اور اپنے دستخط کریں گے تو اس کے بعد آپ مرحوم نہیں کہلائیں گے۔ وہ نکاح نامہ آپ کی زندگی کی تصدیق کرے گا۔"

میں نے کہا "تمہارے والد بھی بہت بڑے عالم دین تھے۔ انہوں نے تصدیق کی تھی کہ میں اس دنیا سے اٹھ چکا ہوں۔ بابا

صاحب کے ادارے کے دو علمائے دین کے بیان میں تضاد پیدا ہو جائے گا۔"

"میں نے یہی سوال کیا تھا۔ محترم تیرزی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے والد نے جس گمراہ فرہاد کی موت کی تصدیق کی تھی' وہ درست ہے کہ۔ مر چکا ہے۔ آج ایک نیا فرہاد زندہ ہے دوسری بات یہ کہ سونیا اور فرہاد کا نکاح نہ ہوا تو فرہاد کی آئندہ نسلیں اپنے خاندانی شجرے پر شرمندہ رہا کریں گی اور یہ بڑی بے حیائی کی بات ہوگی۔ جو گزر چکی ہے اس کے لئے نہ سوچو۔ اپنی اولاد کے مستقبل کو قابلِ فخر بناؤ۔"

میں نے کہا "محترم تیرزی صاحب نے جو بات تمہیں سمجھائی ہے' وہ سونیا پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ اسی لئے اُس نے تم لوگوں کو مشورہ نہیں دیا کہ مجھے ظاہر ہونے سے روکا جائے۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ دوست اور دشمن مجھے ایک نیا فرہاد تسلیم کریں اور تمہارے والد کا یہ بیان درست ثابت ہو کر گمراہ فرہاد ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا ہے۔"

لیلیٰ نے میرے قدموں میں بیٹھ کر کہا "آپ بہت اچھے ہیں' واقعی بدل چکے ہیں۔ میں نادم ہوں کہ پارس کے خلاف سازش کی۔"

میں نے اسے قدموں سے اٹھا کر اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔ "پارس سازش پروف ہے۔ تم بہنوں نے نادانی میں سازش کی تھی۔ مجھے یقین ہے میرے بیٹے پر کوئی اثر نہیں پڑا ہوگا۔"

"مسز کا منصوبہ یہ تھا کہ مرینا کو اپنی طرف مائل کیا جائے اور ہم نے مرینا کو پارس کے خلاف بھڑکا دیا ہے۔"

"ہاں اگر مرینا اس سے بدظن ہو جائے تو کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ مجھے پارس سے رابطہ کر کے حالات معلوم کرنا چاہئیں۔"

لیلیٰ نے گھڑی دیکھی پھر کہا "ابھی آپ رابطہ نہ کریں۔"

"کیوں؟ کوئی خاص بات ہے؟"

"جی ہاں۔ پیرس کے وقت کے مطابق وہاں رات کے تین بجے ہوں گے۔ پارس ہماری بہو جوجو کے پاس ہوگا۔ جوان بیٹے کے پاس صبح جانا مناسب ہوگا۔"

لیلیٰ نے عقل کی بات سمجھائی تھی۔ میں تین گھنٹے بعد پارس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے کہا "اوہ پاپا! بڑی دیر سے انتظار کر رہا ہوں ٹیلی پیتھی جانتا تو دماغی طور پر پرواز کر کے آپ کو خوشخبری سنانے پہنچ جاتا۔ مرینا ہماری ہے۔ اور ہمیشہ ہماری رہے گی۔"

"کیا واقعی؟"

"جی ہاں۔ ابھی میں لندن میں مرینا کے پاس ہوں۔"

"اس وقت مرینا کہاں ہے؟"

"میرے پاس ہے۔ میرے دماغ میں ہے۔ آپ کی باتیں سن رہی ہے۔"

میں نے کہا "ہیلو مرینا!"

وہ بولی "ہیلو پاپا! میں آپ کو پاپا کہہ سکتی ہوں؟"

"پاپا کہہ رہی ہو اور اجازت بھی لے رہی ہو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "پارس کی ایک بات میرے دل کو لگی کہ میں تنہا بڑی بڑی خطرناک تنظیموں سے مقابلہ نہیں کر سکوں گی۔ یہودی تنظیم کے لوگ میرے دشمن بن چکے ہیں۔ میرے ملک کا برین واشر اور چار بلیک سیکرٹس مجھے میرے ہی ملک کے لوگوں کی نظروں میں گرانا چاہتے ہیں۔ میری سلامتی اسی میں ہے کہ میں بھی ایک مضبوط تنظیم بناؤں اور دشمنوں کو منہ توڑ جواب دوں۔"

"تم دانائی سے صحیح لائن پر سوچ رہی ہو۔"

"یہ میرے دل کا فیصلہ ہے کہ میں صرف پارس پر بھروسہ کروں گی۔ ہر پہلو سے آپ کی ٹیم میں رہوں گی لیکن میری دوستی کے مزاج کے خلاف ہوں گی۔"

"وہ دو باتیں کیا ہیں؟"

"ایک تو یہ کہ ٹرانسفارمر مشین میرے ملک کی ملکیت ہے میں آپ لوگوں کو اس مشین تک کبھی پہنچنے نہیں دوں گی۔"

میں نے کہا "تم یہ ضمانت دو کہ اس مشین سے شیطانی پیتھی جاننے والے پیدا نہیں ہوں گے۔"

وہ بولی "اس مشین کے انچارج ابھی چار بلیک سیکرٹس ہیں جب وہ مشین اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا شعبہ میرے آئے گا تو میں آپ کی مرضی کے مطابق ایک بھی شیطان نہیں ہونے دوں گی۔"

"پھر تو میں پوری کوشش کروں گا کہ یہ شعبہ بلیک بیگ کے ہاتھوں سے نکل کر تمہارے ہاتھوں میں آجائے۔"

وہ بولی "میری دوسری بات جو آپ کے مزاج کے خلاف ہے وہ یہ ہے کہ میں محبِ وطن ہوں اور آپ میرے ملک کے دشمن ہیں۔"

"میں تمہارے ملک کی پالیسیوں کا دشمن ہوں۔ تم ذات دشمن ہو۔ اسی لئے تم نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیل کی مخالفت کی۔ تمہیں بھی اپنے حکام سے شکایت ہے کہ ٹیلی پیتھی کا شعبہ غلط ہاتھوں میں دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ حکام سے مجھے جتنی شکایتیں ہیں' اتنی ہی تمہیں بھی شکایتیں ہیں۔"

"آپ واقعی فرہاد علی تیمور ہیں۔ آپ نے مجھے لاجواب کر دیا ہے۔ اچھا پاپا! اگر یہ تمام شکایتیں دور کر دوں تو؟"

"تو میرے جیسا تمہارے ملک کا دوست اور وفادار کوئی نہیں ہوگا۔ تم نے یہ نہیں دیکھا کہ حکومتِ فرانس کو مجھ سے ٹیلی کی دوستی سے کتنا فائدہ پہنچتا ہے۔"

وہ بولی "بے شک! میں آنکھوں سے آپ کی اور فرانس کی دوستی دیکھتی آرہی ہوں پھر بھی یہ نہ سمجھ سکی کہ ٹیلی میرے ملک کی بھی دوست بن سکتی ہے۔"

پارس نے کہا "اب تو سمجھ گئی ہو۔ صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔"

وہ مسکراتے ہوئے پارس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "ہاں میں اپنے گھر میں آگئی ہوں۔"

پارس کڑبڑا کر بولا "کیا کررہی ہو۔ پاپا ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "میں نے کچھ نہیں دیکھا' میں جارہا ہوں۔"

وہ بولی "ٹھہرئے پاپا! ایک بات اور ہے۔ کیا مجھے اپنے اعلیٰ حکام سے آپ کا ذکر کرنا چاہئے؟"

"ضرور کرنا چاہئے۔ بلکہ انہیں میری شادی کی دعوت بھی دو۔ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹ سے کہو کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے میری شادی میں شریک ہو سکتے ہیں۔ ٹھیک تین گھنٹے بعد ہوگی۔"

میں پارس کے دماغ سے چلا آیا۔ لیلیٰ سو رہی تھی۔ میں تمام رات جاگتا رہا تھا۔ میں نے بستر پر لیٹ کر دماغ کو دو گھنٹے تک سونے کی ہدایت کی پھر سو گیا۔

ادھر مرینا نے سپر ماسٹر کے پاس پہنچ کر کہا "اعلیٰ حکام' فوجی افسران' برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹ کو فوراً ہنگامی اجلاس میں بلاؤ۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ملک کے اتنے بڑے بڑے عہدیداروں کو فوراً کیسے بلاؤں؟ کیا تم نے بچوں کا کھیل سمجھ لیا ہے جب چاہا کھیلنے کے لئے ہنگامی اجلاس طلب کرلیا۔"

وہ بولی "تم ان چاروں بلیک سیکرٹس کے چمچے ہو۔ ان کی فرمائش پر اجلاس منعقد کرتے ہو۔ جب کہ میں ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے۔ چاروں بلیک سیکرٹس ایک بہت ہی اہم معاملے میں مصروف ہیں۔ جنرل صاحب ملک سے باہر ہیں۔ برین ماسٹر تم سے بات کرنا گوارا نہیں کرتا۔ اعلیٰ حکام تمہاری ضد اور ہٹ دھرمی سے بیزار ہوگئے ہیں لیکن تمہیں احساس نہیں ہے کہ تم کتنی گر چکی ہو۔"

"اب تمہارے گرنے کی باری ہے سپر ماسٹر! ٹھیک ہے ہنگامی اجلاس نہ بلاؤ لیکن ملک کے تمام اکابرین کو یہ بری خبر سنا دو کہ فرہاد علی تیمور زندہ ہے۔"

"بکواس ہے۔ کیا تمہیں چونکا دینے والی اور کوئی اطلاع نہیں ملی؟"

وہ بولی "پیرس کے وقت کے مطابق دس بجے جناب علی اسداللہ تیمزی صاحب کے دماغ میں جاؤ۔ ٹھیک اس وقت وہ سونیا اور فرہاد کا نکاح پڑھانے والے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے اتنے بڑے بزرگ فراڈ نکاح نہیں پڑھائیں گے اور سونیا جیسی فولاد عورت فرہاد کے سوا کسی اور سے نکاح قبول نہیں کرے گی۔ پارس اور علی تیمور جیسے غیرت مند بیٹے کسی دوسرے کو فرہاد کہہ کر اپنے کو گالی نہیں دیں گے۔ جب ہر پہلو سے تم لوگوں کو یقین ہو جائے کہ فرہاد زندہ ہے تو پھر تمہارا باپ بھی ہنگامی اجلاس منعقد کرے گا۔ دیٹس آل۔"

مرینا اس کے دماغ سے نکل گئی۔ میری نئی زندگی کی خبر کسی کو یقین نہیں آسکتا تھا۔ اس خبر کی تصدیق کے لئے جناب تیمزی صاحب کے پاس جانا ضروری تھا۔ سپر ماسٹر کی رپورٹ کے مطابق برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹ دس بجے سے پہلے جناب تیمزی صاحب کے پاس آکر کہنے لگے۔ کیا واقعی فرہاد تیمور زندہ ہے؟ اگر زندہ ہے تو ایک طویل عرصہ تک روپوش رہا؟"

جناب تیمزی صاحب نے جواب دیا "فرہاد علی تیمور ہے۔ آدھے گھنٹے بعد خیال خوانی کے ذریعے سونیا کا اس سے پڑھایا جائے گا۔ تمہارے ملک کے اور جتنے حکام خیال خوانی جانتے ہیں' وہ بھی اس شادی میں شریک ہو سکتے ہیں۔ شادی کے بعد حضرات جو سوالات کرنا چاہتے ہیں ان کے جواب سونیا اور فرہاد دیں گے۔"

اس کے بعد ایک سپر طاقت نے دوسری سپر طاقت کو یہ زندہ ہونے کی بری خبر سنائی۔ ہاٹ لائن اور فیکس کے ذریعے منٹوں میں اسرائیلی حکام اور دوسری خطرناک تنظیموں کو یہ پریشان کن خبر سنادی گئی۔ بین الاقوامی نشریاتی رابطہ رکھنے والے کے نمائندے کیمرے وغیرہ کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے پہنچ گئے۔ سونیا اور میرے متعلق یہ نہیں بتایا گیا کہ ہم کس ملک میں ہیں۔

وہ لوگ ساری دنیا کی ٹی وی اسکرین پر میری اور سونیا کی کے مناظر دکھانا چاہتے تھے۔ جب بابا صاحب کے ادارے انچارج نے سختی سے کہہ دیا کہ دلہا دلہن کا پتا ٹھکانا نہیں بتایا گا تو انہوں نے پوچھا "خیال خوانی کے ذریعے نکاح پڑھایا جا تو دنیا والوں کو کیسے معلوم ہوگا؟"

انچارج نے جواب دیا "مسٹر فرہاد اور مادام سونیا کے فیکس مشین کے ذریعے نکاح نامہ بھیجا جائے گا پھر تین منٹ اندر دولہا دلہن دستخط کرکے وہ نکاح نامہ جناب تیمزی صاحب پاس بھیج دیں گے۔ اس کے بعد بین الاقوامی نشریاتی رابطے نکاح نامہ ساری دنیا کے ٹی وی اسکرین پر دکھایا جاسکتا ہے۔"

ایک نمائندے نے سوال کیا "ہم مادام سونیا اور مسٹر سے کس طرح انٹرویو کرسکیں گے؟"

جواب ملا "کیمرے کے سامنے آپ کا ایک آدمی رہے مسٹر فرہاد اس کے دماغ میں رہ کر سوالوں کے جواب دیں گے۔"

"مادام سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہیں۔ ان سے کس انٹرویو ہوگا؟"

جواب دیا گیا "سلمان واسطی کی شریک حیات بیگم سلطانہ واسطی کیمرے کے سامنے آکر جوابات دیں گی۔"

چونکہ لیلیٰ میرے ساتھ امریکا میں تھی اور سلطانہ پیرس میں اس لئے سونیا کی نمائندگی سلطانہ کرنے والی تھی۔ وہاں کے وقت کے مطابق ٹھیک دس بجے فیکس کی مشین کے ذریعے میرے پاس نکاح نامہ آیا۔ اس میں میری دلہن کا نام سونیا لکھا ہوا تھا۔ میں نے دستخط کئے۔ پھر بابا صاحب کے ادارے کے فیکس کوڈ نمبروں پر واپس فیکس کردیا۔ دوسری طرف سے سونیا کا دستخط شدہ نکاح نامہ موصول ہوا۔ جناب علی اسداللہ تیمزی نے خیال خوانی کے ذریعے پہلے سونیا کے پاس جاکر نکاح قبول کرایا۔ پھر میرے پاس آکر کہا "بیٹے! میں نے یہ پہلی دلہن دیکھی ہے' جو اپنے نکاح کے وقت بالکل خاموش تھی۔ قبل ازیں میں دشمن اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اس لئے اپنا پرایا کوئی اس کی خوشی میں شریک نہیں ہے۔ صرف میں نے اسے مبارک باد دی ہے۔"

انہوں نے مجھ سے بھی نکاح قبول کرایا' پھر کہا "بابا فرید واسطی مرحوم کی یہ وصیت تھی کہ جب تک ان کی بیٹی سونیا کو فرہاد جائز حقوق نہ دے اس وقت تک اس ادارے کے تمام بزرگ اور ذمے دار افراد فرہاد سے کوئی رابطہ نہ رکھیں اور نہ ہی فرہاد کو ادارے میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔ آج سے تمہارے لئے ادارے کے دروازے کھل چکے ہیں۔"

میں نے شکریہ ادا کیا۔ پھر سونیا کے دماغ میں آیا۔ وہاں لیلیٰ مجھ سے پہلے مبارک باد دینے پہنچ گئی تھی۔ سونیا سے کہہ رہی تھی۔ "سسز! اس خوشی کے موقع پر میری ایک بات مان لیں۔ آپ نے پارس سے مرینا والی جو شرط رکھی ہے۔ وہ شرط ختم کردیں۔ یہ میری دلی خواہش ہے کہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاریں۔"

سونیا نے کہا "کیا تم نہیں جانتیں کہ پارس اس منصوبے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ اب مرینا کو میری بہو بننے میں دیر نہیں لگے گی لیکن مرینا چاروں طرف سے مسائل میں گھری ہوئی ہے۔ جب تک وہ پارس کے تعاون سے مسائل کا بوجھ کم نہیں کرے گی' تب تک شادی نہیں کرے گی۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں نے آئندہ نسل کو' اپنے ہونے والے پوتے پوتیوں کو مطمئن کرنے کے لئے فرہاد سے نکاح پڑھوایا ہے۔ اب میں تمہاری سسٹر ہی نہیں سوکن بھی ہوں۔ تم فراخ دلی سے مجھے ازدواجی زندگی گزارنے کو کہہ رہی ہو لیکن میں تمہاری دلی خواہش کیسے پوری کروں؟ میاں صاحب مغرب میں ہیں۔ میں مشرق میں ہوں۔ جب تک پاپا ڈوک کو جہنم میں نہیں پہنچاؤں گی' ازدواجی جنت میں نہیں آسکوں گی۔"

میں خاموشی سے دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ جب لیلیٰ چلی گئی تو میں نے کہا "سونیا! آج میں مذہبی اور قانونی طور پر تمہاری طرف لوٹ آیا ہوں۔ مجھے شدت سے اپنی خود غرضی اور ہرجائی پن کا احساس ہو رہا ہے۔ میں برسوں پہلے تم سے نکاح پڑھوا کر تمہیں ایک عورت کا مان مرتبہ دے سکتا تھا لیکن آج میں تمہاری قدر کررہا ہوں جیسے آج میری آنکھ کھلی ہے' جیسے آج ہی مجھے عقل آئی ہے۔ بے شک آج سے پہلے بے عقلی کی زندگی گزارتا آیا ہوں۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولی "جو ہوا اسے بھول جاؤ۔ جہاں سے جاگے وہیں سے سویرا سمجھو۔"

"میں بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ پھر کسی' ابھی انٹرویو کے لئے حاضر ہونا ہے' جانے سے پہلے ایک بات سچ سچ کہہ دو' تم خوش ہو نا؟"

"بہت خوش ہوں۔ میری محبتیں تمہارے لئے تھیں' تمہارے لئے ہیں اور تمہارے ہی لئے رہیں گی۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ بابا صاحب کے ادارے میں بین الاقوامی نشریاتی رابطہ قائم کرنے والی کمپنی کے نمائندے میرے منتظر تھے۔ مجھ سے پہلے وہاں سلطانہ آگئی تھی۔ اس لئے کیمرے کے سامنے ایک نمائندہ اس سے پوچھ رہا تھا "مسز واسطی! مادام سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہیں۔ پھر تم ہمارے سوالوں کے جواب مادام سے کیسے حاصل کروگی؟"

سلطانہ نے کہا "میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔"

نمائندے نے کیمرے کو دیکھتے ہوئے کہا "ناظرین! آپ کے لئے یہ دلچسپ اور حیران کن اطلاع ہوگی کہ فرہاد علی تیمور کی فیملی میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کثرت ہے۔ آپ کے سامنے مسز سلطانہ واسطی تشریف رکھتی ہیں۔ یہ مسٹر فرہاد کی دوسری وائف لیلیٰ کی بہن ہیں۔ مسز لیلیٰ فرہاد بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہیں۔ مسٹر فرہاد کی بہو مسز جینیفر پارس عرف جوجو کو بھی یہ علم آتا ہے اور مسٹر سلمان واسطی بھی خیال خوانی کرتے ہیں۔ اس مختصر سے تعارف کے بعد میں مسز واسطی کے ذریعے مادام سونیا سے سوال کرتا ہوں۔ ان کی عمر کیا ہے؟ اگر عمر زیادہ ہے تو انہوں نے لیٹ شادی کیوں کی؟"

سلطانہ نے سونیا سے جواب پوچھا۔ پھر کیمرے کے سامنے بولی۔ "سسٹر سونیا کہتی ہیں' میں نے لیٹ شادی نہیں کی۔ شادی اسی لئے ہوئی ہے کہ یہ میری شادی کی عمر ہے۔"

نمائندے نے کہا "آپ سوالوں کے جواب خوب توڑ مروڑ کر دیتی ہیں' سوال کرنے والے کو لاجواب کردیتی ہیں لیکن میں اپنے پہلے سوال پر قائم ہوں۔"

سونیا نے سلطانہ کے ذریعے جواب دیا "اگر آپ کے خیال میں شادی دیر سے ہوئی ہے تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ میں فرہاد کے زندہ ہونے کا انتظار کررہی تھی۔"

"مادام! آپ تسلیم کررہی ہیں کہ مسٹر فرہاد مرچکے ہیں اور موجودہ فرہاد کوئی دوسرا شخص ہے۔"

"فرہاد کی جسمانی طور پر موت واقع نہیں ہوئی تھی۔ دراصل

بابا فرید واسطی مرحوم فرہاد کی گمراہی سے ناراض تھے۔ اسے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ بابا مرحوم کے بعد لیلیٰ اور سلطانہ کے والد اسی ادارے کے بزرگ اور عالم دین رہے۔ ان کا فیصلہ تھا کہ اگر گمراہ فرہاد کو مار ڈالا جائے اور اس کے اندر کے سچے اور انسان دوست فرہاد کو زندہ رکھا جائے تو وہ تمام شکایات دور ہو جائیں گی جو بابا فرید واسطی مرحوم کو تھیں۔ اس نیک مقصد کے لئے لیلیٰ اور سلطانہ کے والد نے بیان دیا تھا کہ فرہاد مر چکا ہے۔ اس بیان کے پیچھے ایک نیا فرہاد جنم لینے کے لئے گوشہ نشینی اختیار کر چکا تھا۔ آج واقعی وہ نیا فرہاد بن چکا ہے۔ موجودہ عالم دین جناب علی اسد اللہ تمیزی صاحب نے فرہاد کے لئے بابا صاحب کے ادارے کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ ان حالات میں شادی لیٹ ہوئی ہے تو یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ پلیز آپ کا دوسرا سوال لیٹ ہو رہا ہے۔"

نمائندے نے دوسرا سوال کیا "آپ پورے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہیں کہ برسوں مردہ رہنے والے فرہاد سے ہی آپ کی شادی ہوئی ہے۔"

"خدا نہ کرے میری شادی کسی مردے سے ہو اور خدا نہ کرے میری شادی اُس گمراہ فرہاد سے ہو۔ اس کی گمراہی کو موت آئی تب میں نے شادی کی ہے۔"

"آپ دشمنوں کو کیسے یقین دلائیں گی کہ مسٹر فرہاد آپ کے جیون ساتھی ہیں اور یہ صاحب کوئی فرضی فرہاد نہیں ہیں؟"

"آپ علی تیمور کو اسکرین پر بلائیں جواب مل جائے گا۔"

علی تیمور کیمرے کے پیچھے موجود تھا۔ وہ سامنے سلطانہ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ نمائندے نے پوچھا "مسٹر علی! آج آدام کا نکاح جس فرہاد سے پڑھایا گیا ہے' کیا اسے اپنا باپ تسلیم کرتے ہو؟"

"بے شک تسلیم کرتا ہوں۔"

"تم نے کن ثبوت کی بنا پر تسلیم کیا ہے؟"

"یہی سوال میں کروں گا کہ آپ کن ثبوت کی بنا پر باپ کو باپ تسلیم کرتے ہیں؟ ساری دنیا کی اولاد کے سامنے صرف ایک گواہ ہوتی ہے اور وہ ہے ماں۔ جب ماں کہتی ہے کہ فلاں ہمارا باپ ہے تو پھر وہی ہمارا باپ ہوتا ہے۔ ورنہ کسی کو باپ کہنے کے لئے دنیا جہاں کے ثبوت جمع کرتے پھرو' سب بیکار ہوتے ہیں۔ اس رشتے کی صرف ایک گواہ ہوتی ہے' ماں... صرف ماں۔"

اچانک سلطانہ کی زبان بول پڑی۔ وہ کہنے لگی "میں سلطانہ کی زبان سے رسونتی بول رہی ہوں۔ میں ایک طویل عرصے سے میدانِ عمل میں نہیں ہوں اور مزید کچھ عرصے تک آرام کروں گی۔ چونکہ میرے بیٹے کی ولدیت اور عزت کا معاملہ ہے اس لئے گواہی دینے آئی ہوں۔ میرا علی میرے شوہر فرہاد کا خون ہے۔ جب میں خون کو پہچانتی ہوں تو شوہر کو بھی پہچانتی ہوں۔ آج نیا کی شادی جس سے ہوئی' وہ میرا شوہر فرہاد ہے۔"

نمائندے نے پوچھا "کیا آپ کو اس شادی سے صدمہ نہیں پہنچ رہا ہے؟"

"صدمہ! اور وہ بھی سونیا سے پہنچے گا۔ آپ یہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ سونیا کتنی عظیم عورت ہے۔ وہ فرہاد کی زندگی میں مجھ سے پہلے آئی۔ میں نے شادی کر لی لیکن اس نے میری خوشی کی خاطر فرہاد سے اب تک شادی نہیں کی۔ اور اب بھی نہ کرتی لیکن ہمیں اپنی اولاد کو اور اولاد کی اولاد کو اپنے رشتوں اور محبتوں کا حساب دینا پڑتا ہے۔ سونیا نے ایک بار شادی نہ کر کے مجھ پر احسان کیا تھا۔ آج شادی کر کے دوسری بار میری اولاد پر احسان کر رہی ہے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ خدا حافظ۔"

نمائندے نے کہا "ناظرین! مادام رسونتی اور ان کے صاحبزادے مسٹر علی تیمور نے شبہات دور کر دیئے ہیں۔ مادام رسونتی کی شرم وحیا اور شوہر پرستی کو دوست اور دشمن سب ہی مانتے ہیں۔ ایسی حیا والی کسی دوسرے کو فرہاد اور اپنا شوہر تسلیم نہیں کرے گی اور علی جیسا غیرت مند کسی دوسرے کو باپ کہنے کی بے غیرتی نہیں کرے گا۔ اب میں ایک شخص کو آپ کے سامنے لا رہا ہوں۔ مسٹر فرہاد اس کی زبان سے آپ کو اپنی آواز سنائیں گے اور ہمارے سوالات کے جواب دیں گے۔"

کیمرے کے سامنے پوزیشن بدل گئی۔ سلطانہ اور علی تیمور ہٹ گئے ایک شخص آکر بیٹھ گیا۔ میں نے نمائندے کے ذریعے اس کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور حاضر ہوں۔"

نمائندے نے کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! اس وقت بڑے بڑے ممالک کے حکام اور فوجی افسران' جرائم پیشہ تنظیموں کے تمام سربراہ' بدنام زمانہ دہشت گرد اور تخریب کار وغیرہ اپنے اپنے ٹی وی کے سامنے آپ کی آواز سن رہے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ یہ نفوس یہاں موجود ہوتے اور تمام دوست دشمن آپ کو اسکرین پر دیکھتے۔"

میں نے کہا "مجھے اسکرین پر لانے کے لئے آپ کی ٹیم کیمرا لے کر اس ملک میں آئی جہاں ابھی میں ہوں۔ اس طرح اُس ملک کے حکام اور انٹیلی جنس والوں کی نیندیں اڑ جاتیں۔ ابھی وہ مطمئن ہیں کہ فرہاد کسی دوسرے ملک میں ہے۔"

نمائندے نے مسکرا کر کہا "آپ اس انداز میں جواب دے کر تمام ممالک کے اکابرین کو بے چینی میں مبتلا کر رہے ہیں' ہر ایک اس اندیشے میں مبتلا رہے گا کہ آپ اس کے ملک میں ہیں۔"

"اور ہر ایک خود کو یہ تسلی بھی دے گا کہ میں اس کے گھر اس کے دماغ میں نہیں ہوں۔"

"آپ اکثر دہری باتیں کرتے ہیں' دہری چالیں چلتے ہیں اور یہی آپ کے فرہاد ہونے کا ثبوت ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی تھی اور پہلے گمراہ تھے' اب نہیں ہیں؟"

میں اپنے متعلق کہوں گا کہ اب گمراہ نہیں رہا تو یہ اپنے منہ میاں مٹھو والی بات ہوگی۔ آپ صبر کریں۔ میں منظرِ عام پر آیا تو میرا کوئی بھی سامنے آجائے گا۔ رہ گئی گوشہ نشینی والی بات تو میں دنیا میں رہ کر بھی عبادت میں مصروف نہیں تھا۔"

"تو پھر کیا کرتے رہے؟"

"دشمنوں کے اندر سرنگ بناتا رہا اور دوستوں کے اندر راستہ بناتا رہا۔"

"کیا آپ دشمنوں کے نام بتانا چاہیں گے؟"

"دشمنوں کو اپنے نام معلوم ہیں پھر میں ان کے نام کیوں یاد کروں؟"

نمائندے نے کہا "میرے دماغ میں چند ملکوں کے ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ میں ان کی طرف سے سوالات کر رہا ہوں۔"

"نمائندہ یہ نہیں جانتا تھا کہ میں بھی اس کے دماغ میں ہوں اور جواب دیتے وقت اس شخص کے اندر چلا جاتا ہوں جو کیمرے کے سامنے میری گفتگو کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔

اس وقت ایک شخص نمائندے کے دماغ میں کہہ رہا تھا۔ "مسٹر فرہاد! جب وہ گوشہ نشین رہ کر دشمنوں کے اندر سرنگ بنا رہا تھا تو پھر ظاہر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا وہ دشمنوں کو زندہ کرنا چاہتا ہے؟ کیا وہ دشمنوں کے اندر راستہ بنانے کی بھی مثال پیش کر سکتا ہے؟"

نمائندے نے مجھے یہ سوال سنایا' میں نے کہا "ہاں' میں ابھی پیش کروں گا۔ سوال کرنے والا پانچ منٹ انتظار کرے۔ اس تک دو سرا ٹیلی پیتھی جاننے والا سوال کرے۔"

اس بار سوال کرنے والی ایک عورت تھی۔ اس کی آواز اور لہجہ بالکل نیا تھا۔ میں نے پہلی بار وہ آواز سنی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "مسٹر فرہاد حق اور انصاف کی بات کرتا ہے۔ اگر فرہاد زندہ ہے تو یہ عالمی کیوں ہے کہ بڑے ممالک کے درمیان طاقت کا توازن ہے۔ اگر ایک ملک میں چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں تو دوسرے بڑے ملک میں بھی چار خیال خوانی کرنے والوں کو ہونا چاہئے۔ اگر فرہاد زندہ ہے تو طاقت کا توازن قائم رکھنے کے لئے شاید وہ ٹرانسفارمر مشین کو ختم کرے۔"

میں نے جواب دیا "بی بی الپا! ماسک مین نے تمہاری آواز کو بدل دیا ہے۔ تمہیں دنیا والوں سے چھپا کر سات پردوں میں رکھا ہے تاکہ سونیا جو جو کی طرح تمہیں بھی چھین کر نہ لے جائے۔ تم نے جو سوال کیا اس میں ماسک مین کی سیاست بھری ہوئی ہے' تم نہیں بلکہ ماسک مین ہے سونیا اور پارس کبھی الپا تک نہیں پہنچ سکیں گے اور ماسک مین اُس ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ان بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر رہا ہے۔ ماسک مین اسے ذریعے حق اور انصاف کی بات کر کے مجھے بھڑکا رہا ہے کہ میں ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنے کے لئے سپر ماسٹر کے پیچھے پڑ جاؤں۔ ماسک مین کو اس بات کا ماتم کرنا چاہئے کہ سات پردوں میں چھپا کر رکھی جانے والی الپا کو میں نے پہچان لیا ہے۔"

پھر میں نے نمائندے سے کہا "تمہارے دماغ میں جس نے پہلا سوال کیا تھا وہ برین ماسٹر کہلاتا ہے۔ میں نے کہا تھا اسے پانچ منٹ کے بعد جواب دوں گا' ایسا اس لئے کہا تھا کہ میرا جواب سن کر الپا بھاگ جاتی۔ اب سنو' میں نے دشمنوں کے اندر پہنچنے کے راستے بنائے ہیں۔ تمہارے چار بلیک سیکرٹس کا دعویٰ ہے کہ کوئی چالاک سے چالاک جاسوس بھی ان کے خفیہ اڈے تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ وہ اڈا نہ زمین میں ہے' نہ آسمان میں' میں جانتا ہوں' وہ سمندر میں ہے۔ چار بلیک سیکرٹس ایک آبدوز میں خاص میٹنگ کے وقت ملاقات کرتے ہیں پھر وہاں سے چلے جاتے ہیں۔"

پھر میں نے نمائندے سے مسکرا کر کہا "اب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے ذریعے سوال نہیں کرے گا۔ اگر کوئی تمہارے دماغ میں ہے تو سوال کرے۔"

نمائندے نے آواز دی مزید سوالات کرنے کی دعوت دی مگر اسے کوئی جواب نہیں ملا' میں نے کہا "پہلے تمہارے دماغ سے الپا بھاگی۔ پھر برین ماسٹر بھاگ گیا۔ امریکا اور روس کی طرح اسرائیل میں بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پاپا ڈوک ہے۔ وہ بھی میری حقیقت معلوم کرنے تمہارے دماغ میں آیا ہوگا۔ پھر چپ چاپ چلے جانے میں ہی اپنی خیریت سمجھی ہوگی۔ میرے منظرِ عام پر آتے ہی دنیا والوں نے اچھا خاصا تماشا دیکھ لیا ہے۔ میرا خیال ہے اب یہ کیمرا بند کر دینا چاہئے۔"

کیمرا بند ہو گیا' فلبندی کی لائٹیں آف ہو گئیں۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ لیلیٰ نے کہا "میں ٹی وی پر آپ کی باتیں سن رہی تھی۔ آپ نے الپا کو اس کی باتوں سے خوب پکڑا ہے لیکن یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ چاروں بلیک سیکرٹس کا خفیہ اڈا آبدوز میں ہے؟"

میں نے کہا "ان کے احمقانہ دعوے سے پتا چل گیا۔ بڑا بول بولنے والے اپنی ہی باتوں سے پھنستے ہیں۔ برین ماسٹر نے کہا تھا چاروں بلیک سیکرٹ کو دنیا کا کوئی جاسوس تلاش نہیں کر سکتا کیونکہ ان کا خفیہ اڈا نہ تو زمین پر ہے' نہ آسمان میں۔ پھر تو تیسری اور آخری جگہ سمندر ہی ہے اور سمندر کی گہرائیوں میں سب سے محفوظ جگہ آبدوز ہی ہو سکتی ہے۔ یہ میں نے یقینی قیاس آرائی کی تھی۔ برین ماسٹر کے بھاگ جانے سے یا خاموش رہنے سے میرے قیاس یا اندازے کی تصدیق ہو گئی۔"

میں سونیا کے پاس آیا۔ وہ بولی "تم نے بڑی ہیرا پھیری سے جوابات دیئے ہیں۔ امریکا' روس اور اسرائیل میں اعلیٰ حکام کے ہنگامی اجلاس ہو رہے ہوں گے۔"

"سونیا! تم ماسک مین کے پاس جاؤ' تمہارے لئے سلطانہ اور سلمان خیال خوانی کریں گے۔ لیلیٰ اسرائیل کے جنرل نائر کے پاس

جائے گی اور میں مرینا کے ساتھ اس کے اعلیٰ حکام کے ہنگامی اجلاس کی روداد معلوم کروں گا۔"

میں نے لیلیٰ کو جنرل ٹائر کے پاس جانے کے لئے کہا' پھر مرینا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے پارس سے کہا "مرینا کو اپنے دماغ میں بلاؤ' میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

ادھر مرینا پارس سے کہہ رہی تھی "برین ماسٹر دن رات میں ایک بار ضرور میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ اس کا خیال ہے کبھی تو میں بیمار پڑوں گی یا کسی طرح زخمی ہو کر دماغی طور پر کمزور ہو جاؤں گی تو اسے میرے دماغ میں جگہ مل جائے گی۔ پھر وہ تخریبی عمل کر کے مجھے اپنی معمولہ بنا لے گا۔ ابھی چند سیکنڈ پہلے وہ پھر میرے پاس آنا چاہتا تھا۔ میں نے سانس روک لی۔"

پارس نے کہا "تمہیں اسی طرح محتاط رہنا چاہئے لیکن ابھی پاپا تمہارے پاس آنا چاہتے تھے۔ اب وہ میرے پاس ہیں تم بھی میرے دماغ میں آجاؤ۔"

وہ پارس کے دماغ میں آکر بولی "ہیلو پاپا! میں انٹرویو کے وقت اسی نمائندے کے دماغ میں تھی۔ برین ماسٹر کو بولتے ہوئے سن رہی تھی۔ بے شک آپ جاگتے ہوئے ذہن کے مالک ہیں۔ آپ نے الپا کو بھی پہچان لیا جبکہ اس کی آواز اور لہجہ مختلف ہو گیا ہے۔ چاروں بلیک سیکرٹ کے ہوش اڑ گئے ہوں گے۔ میں ابھی جا کر معلوم کرتی ہوں کہ آپ کی وہ آبدوز والی بات کس حد تک درست ہے۔"

میں نے کہا "تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں بھی تمہارے ملک کے اعلیٰ حکام کی باتیں سننا چاہتا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "پاپا! آپ بہت گہرے ہیں۔ آپ مجھے بتائے بغیر بھی وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ ہماری دنیا میں ایسی کون سی جگہ ہے جہاں سے آپ گزر نہیں سکتے۔ آپ مجھے خوش کرنے کے لئے میرے اعتراضات کو اہمیت دے رہے ہیں۔ آیئے میں سپر ماسٹر کے پاس جا رہی ہوں۔"

میں نے کہا "سنا ہے موجودہ سپر ماسٹر بوگا کا ماہر ہے۔"

"ہاں پہلے تھا' شراب نوشی نے سانس روکنے کی صلاحیت ختم کر دی ہے۔"

پہلے وہ گئی۔ اس کے بعد میں سپر ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں ہمارے اندازے کے مطابق ہنگامی اجلاس شروع ہو چکا تھا۔ وہ اس اجلاس میں پہلے ٹی وی دیکھ رہے تھے' سونیا کی اور میری باتیں سن رہے تھے۔ پھر انہوں نے ٹی وی آف کر کے برین ماسٹر پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ فوج کے جنرل نے پوچھا "کیا فرہاد درست کہہ رہا ہے۔ بلیک سیکرٹ کا خفیہ اڈا کسی آبدوز میں ہے؟"

برین ماسٹر نے کہا "ہاں' میری سمجھ میں نہیں آتا یہ فرہاد پھر کیسے پیدا ہو گیا؟ اس شیطان کو یہ راز کیسے معلوم ہو گیا جس کا علم صرف مجھے اور چار بلیک سیکرٹس کو ہے۔"

"یہ سوال تمہیں فرہاد سے کرنا چاہئے تھا' تم وہاں سے کیسے چلے آئے؟"

وہ بولا "میں نے فوراً واپس آکر چاروں بلیک سیکرٹس سے مشورہ کیا۔ وہ چاروں بھی خاموشی سے اس نمائندے کے دماغ میں تھے' یہ سن کر حیران اور پریشان ہو گئے تھے کہ فرہاد خفیہ اڈا کہاں ہے۔ انہوں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر آبدوز جہاز سے خفیہ دستاویزات ہٹا دی ہیں اور اس آبدوز کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا ہے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "سونیا' پارس اور علی تیموری کچھ کہہ رہے تھے' اب یہ فرہاد اچانک موت کی طرح پھر آگیا ہے۔"

دوسرے اعلیٰ حاکم نے کہا "ٹیلی پیتھی کی فوج رکھنے والا بلیک سیکرٹ اپنا اڈا چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔"

برین ماسٹر نے کہا "ہم بھگوڑے نہیں ہیں۔ یہ محض احتیاطی تدابیر پر عمل کر رہے ہیں۔ فرہاد کسی وقت بھی اس آبدوز جہاز کو تباہ کر سکتا ہے۔ آپ لوگوں کو اگلے چوبیس گھنٹوں میں معلوم ہو گا کہ ہمارے بلیک سیکرٹ کتنے تیز طرار ہیں۔ اب وہ فرہاد اور اس کی اولاد کو سکون سے جینے نہیں دیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "فرہاد نے اچانک ظاہر ہو کر سبھی کے ہوش اڑا دیئے ہیں۔ ہم سب پریشان ہیں۔ ایسے وقت برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ ہوش میں رہ کر اپنا بچاؤ بھی کر رہے ہیں اور فرہاد کو دوبارہ قابو میں پہنچانے کا انتظام بھی کر رہے ہیں۔ یوں سمجھیں اس کمبخت کے مقدر میں موت لکھی جا چکی ہے۔"

مرینا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر کہا "میں مرینا بول رہی ہوں۔ یہ سپر ماسٹر نااہل ہے۔ شراب پیتے پیتے اپنے حساس دماغ کو بے حس بنا چکا ہے۔ جس طرح میں اس کے دماغ میں آسانی سے آجاتی ہوں اسی طرح دشمن خیال خوانی کرنے والے بھی آسکتے ہیں۔ کیا آپ لوگوں کو اس غلطی کا احساس ہے کہ کوئی بھی اس گدھے کے ذریعے آپ لوگوں کی اس اہم میٹنگ میں شریک ہو سکتا ہے۔"

برین ماسٹر نے کہا "مرینا! مائنڈ یور لینگویج۔ تم سپر ماسٹر کو گدھا کہہ رہی ہو۔"

جنرل نے کہا "جو گدھا اپنی پیٹھ پر دشمنوں کو اٹھا کر ہمارے درمیان لے آئے اسے گدھا نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟"

فوج کے کرنل نے کہا "ہم اب تک یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ ماسٹر حساس دماغ رکھتا ہے۔ اسے اپنی دماغی کمزوری کی اطلاع دینا چاہئے تھی۔"

مرینا نے کہا "برین ماسٹر ہمیشہ سپر ماسٹر سے رابطہ رکھتا ہے۔ برین ماسٹر بھی آپ لوگوں کو اس کمزوری کی اطلاع دے سکتا تھا۔"

وہ بھڑک کر بولا "تم خواہ مخواہ الزام لگا رہی ہو۔ میرا سپر ماسٹر سے کوئی ذاتی تعلق نہیں ہے۔"

مرینا نے سپر ماسٹر کو بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بولنے لگا "برین ماسٹر ذاتی تعلق سے انکار کیوں کر رہے ہو؟ تم میری بہن سے شادی کرنے والے ہو۔ تم نے کہا تھا ابھی شادی والی بات اعلیٰ حکام اور بلیک سیکرٹس کو نہ بتائی جائے۔ میں نے کہا تھا' یہ بات ہمارے بیوی بچوں کو نہیں معلوم ہو گی۔ تم تو کسی وقت بھی میری بہن کو دھوکا دے سکتے ہو اور یہی کر رہے ہو' اپنے بیوی بچوں کے سامنے ذاتی تعلقات سے انکار کر رہے ہو۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "یہ ہم کیا سن رہے ہیں؟ ہمیں بتایا گیا تھا کہ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جذبات سے عاری بنا دیئے گئے ہیں۔ یہ پانچوں افراد عورتوں کی کوئی کشش محسوس نہیں کرتے۔ پھر یہ برین ماسٹر تمہاری بہن میں کیوں دلچسپی لے رہا ہے؟"

برین ماسٹر نے کہا "یہ سپر ماسٹر نہیں کہہ رہا ہے' اس کے دماغ پر مرینا قبضہ جما کر اسے بولنے پر مجبور کر رہی ہے۔"

وہ بولی "میں اتنی نادان نہیں ہوں کہ تمہیں جذبات سے عاری سمجھتے ہوئے سپر ماسٹر کو ایک غلط بات بولنے پر مجبور کروں۔ جنرل صاحب سے گزارش کرتی ہوں' وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے دیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ میں سپر ماسٹر کے اندر رہ کر اسے مجبور نہیں کر رہی ہوں۔"

برین ماسٹر نے کہا "ہرگز نہیں' تم جنرل صاحب کے پاس جاؤ گی تو تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے سپر ماسٹر کے دماغ میں رہ کر اسے بولنے پر مجبور کرتے رہیں گے۔"

جنرل نے کہا "اگر مرینا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نہ ہوئے تو تم سپر ماسٹر کے دماغ میں جا کر اسے بیان بدلنے پر مجبور کرو گے۔ تم اور مرینا اپنی اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم سب کو الجھا رہے ہو۔ سیدھی سی بات ہے کہ سپر ماسٹر کی دماغی کمزوری ہمیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اب یہ اتنے بڑے عہدے کے قابل نہیں رہا ہے۔ وہ سپر ماسٹر نااہل ثابت ہوتا ہے اسے گولی ماردی جاتی ہے۔ اسے اہر لے جاؤ' چوبیس گھنٹوں کے اندر دوسرے سپر ماسٹر کا انتخاب ہو گا۔"

دو فوجی جوانوں نے آکر سپر ماسٹر کے دونوں بازوؤں کو پکڑ لیا اسے کرسی سے اٹھا کر لے جانے لگے۔ وہاں احکامات کی تعمیل کرنے والے فوجی جوان بھی یوگا کے ماہر تھے۔ ایسی اہم میٹنگ میں اعلیٰ حکام اور فوجی افسران شریک ہوتے تھے' جو حساس دماغ رکھتے تھے۔ ایسی طرح کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس میٹنگ میں گھس کر نہیں آسکتا تھا۔ یہ احتیاط ابھی کچھ دنوں سے کی جا رہی تھی اور میرے منکر عام پر آتے ہی وہ لوگ اور زیادہ محتاط ہو گئے تھے۔

جنرل نے مرینا کو ایک فوجی جوان کے دماغ میں جانے کی اجازت دی' اس کے ساتھ میں نے بھی وہاں جگہ بنالی۔ وہ بولی۔ "جنرل! میرا ایک ماتحت چند تصویریں لے کر آرہا ہے۔ وہ تصویریں ثابت کردیں گی کہ برین ماسٹر جذبات سے خالی نہیں ہے بلکہ جذباتی ہے۔ سپر ماسٹر کی بہن کا دیوانہ ہے۔"

برین ماسٹر نے کہا "اب تم جعلی تصویروں کے ذریعے مجھ پر کیچڑ اچھالنا چاہتی ہو۔"

"تصویروں کو پرکھنے والے ماہرین رپورٹ دیں گے کہ وہ تصویریں جعلی ہیں یا اصلی؟"

برین ماسٹر نے آنکھیں بند کرلیں۔ پھر جب وہ بولا تو اس کی آواز اور لہجہ بدل چکا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "میں بلیک سیکرٹ نمبر فور اپنے برین ماسٹر کے ذریعے آپ لوگوں سے ہم کلام ہوں۔ اگر ہمارا برین ماسٹر کسی عورت کے ساتھ جذباتی ہو گیا ہے تو اس میں ہمارے ملک یا ہماری قوم کو کیا نقصان پہنچ رہا ہے؟ نقصان تو مرینا پہنچا رہی ہے۔ اپنے ذاتی جھگڑے میں فرہاد کے خطرے کو پس پشت ڈال رہی ہے۔ یہاں ہم فرہاد سے بچاؤ کی تدابیر سوچتے اور اسے دوبارہ مٹی میں ملا دینے کے لئے ایک دوسرے سے اہم مشورے کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ بددماغ چاہتی ہے کہ ہم آپس میں لڑتے رہیں اور فرہاد ہمارے اندر ٹرننگ پوائنٹ بنا رہے۔"

برین ماسٹر کا لہجہ پھر بدل گیا۔ وہ کہہ رہا تھا "میں بلیک سیکرٹ نمبروں بول رہا ہوں۔ ہمیں ٹرانسفارمر مشین نے جذبات سے عاری بنایا ہے یا نہیں۔ ہم میں کیا خوبیاں ہیں اور کیا خرابیاں ہیں' ان سب کا تعلق ہماری اپنی ذات سے ہے۔ اگر آپ لوگوں کو یا ہمارے ملک کو ہماری کسی خرابی یا کوتاہی سے نقصان پہنچے تو ہم سزا پانے کے لئے خود حاضر ہو جائیں گے۔"

تیسری بار پھر لہجہ بدلا "میں بلیک سیکرٹ نمبر ٹو بول رہا ہوں۔ یہ عورت کی فطرت ہے۔ اسے لڑنے کے لئے شوہر نہ ملے' دفتر چلا جائے تو وہ پڑوسنوں سے لڑتی ہے۔ پھر یہ مغرور لڑکی ہم سے کیوں خواہ مخواہ نہیں لڑے گی۔"

پھر ایک بار لہجہ بدل گیا "میں بلیک سیکرٹ نمبر تھری بول رہا ہوں' سو بات کی ایک بات۔ فرہاد ہمارے ملک کا پہلا اور آخری دشمن ہے' اگر آپ ملک کو بچانے کی باتیں سنجیدگی سے کرنا چاہتے ہیں تو مرینا کو موجودہ اجلاس سے باہر کردیں۔ ورنہ ہم جا رہے ہیں۔"

اعلیٰ حکام اور فوجی افسران آپس میں مشورے کرنے لگے پھر جنرل نے کہا "مرینا! تم ہمارے لئے بہت اہم ہو۔ ہمیں تمہاری حب الوطنی سے بھی انکار نہیں ہے لیکن یہ اجلاس بلیک سیکرٹس نے طلب کیا تھا اس لئے تمہیں ابھی جانا چاہئے۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد اس اجلاس میں تم رہو گی اور برین ماسٹر بلیک سیکرٹس کے ساتھ یہاں سے چلا جائے گا۔"

فوجی جوان نے جنرل کے حکم سے سانس روکی۔ میں اور مرینا اپنی اپنی جگہ حاضر ہوئے پھر مرینا میرے پاس آکر غصے سے بولی۔ "مجھے خوش کرنے کے لئے ایک گھنٹے بعد بلایا گیا ہے لیکن میں

اجلاس سے نکالنے والی انسلٹ کو نہیں بھولوں گی۔ مجھے وہاں سے ہٹا کر گفتگو کرنے کا مطلب یہ ہوا خاص اور اہم ملکی راز مجھ سے چھپائے جا رہے ہیں۔"

"بیٹی! ایسے وقت سب ہی کو غصہ آتا ہے۔ لیکن تم تو باکمال ہو، غصہ برداشت کر لیتی ہو۔ ابھی خود کو نارمل رکھو۔"

"میں غصے اور دوسرے جذبات پر قابو پانے کے لئے سانس روک کر یوگا کے آسن پر رہتی ہوں۔ اس عمل میں پندرہ بیس منٹ لگیں گے میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ بلیک سیکرٹس نے مرینا کی انسلٹ کرنے اور اسے اجلاس سے بھگانے کے لئے اپنی اپنی آوازیں سنائیں۔ ایک لڑکی کو نیچا دکھانے اور برین ماسٹر کو جذباتی ہونے کے الزام سے بچانے کے لئے انہیں اس غلطی کا احساس نہیں ہوا کہ اپنی آواز سنا رہے ہیں۔ شاید اس لئے احساس نہیں ہوا کہ اس اجلاس میں وہ سب کو اپنا سمجھ رہے تھے۔

اس غلطی کا فائدہ مجھے پہنچنے والا تھا۔ ان بلیک سیکرٹس میں سے کبھی تو کوئی بیمار یا حادثے میں زخمی ہوگا اور مجھے اپنے دماغ میں جگہ بنانے کا موقع دے گا لیکن پہلے یہ تصدیق کرنا تھی کہ وہ چاروں اپنی ہی آوازیں بول رہے تھے۔

میں نے نمبر ایک کی آواز اور لہجے کو اپنے ذہن میں دہرایا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ بلیک سیکرٹس نمبر ایک نے پوچھا "کوڈ ورڈز؟"

یہ پوچھنے میں دو سیکنڈ لگے۔ پھر اس نے ایک سیکنڈ تک جواب کا انتظار کیا۔ اس کے بعد سانس روک لی۔ ان تین سیکنڈ میں میں نے اس کے چور خیال سے پوچھا "رہائش؟"

چور خیال نے کہا "اٹلانٹا۔ بی ون ٹو ون فور۔ لبسن پارک۔"

یعنی وہ واشنگٹن کے مشرق میں اٹلانٹا نامی مقام پر رہتا تھا۔ وہاں لبسن پارک کے بی بلاک میں بارہ سو چوبیس نمبر کے ایک بنگلے میں قیام تھا یہ مجھے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

اب میں باقی تین بلیک سیکرٹس کے پاس جانا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ نمبر ون نے تینوں ساتھیوں کو بتا دیا ہوگا کہ مرینا اس کے دماغ میں آئی تھی۔ چونکہ کوڈ ورڈز نہیں جانتی تھی اس لئے سانس روک کر اسے بھگا دیا گیا ہے۔

چاروں کی آوازیں اور لہجے مجھے اچھی طرح یاد تھے۔ میں نے سوچا پہلے ایک کے ذریعے تینوں کو ٹریپ کرنے کی کوشش کروں گا۔ ناکامی ہوگی تو خیال خوانی کا ہتھیار استعمال کروں گا۔ بیس منٹ کے بعد مرینا آئی، میں نے کہا "برین ماسٹر اس انتظار میں ہے کہ کبھی تم بیمار پڑ جاؤ اور سانس روکنے کے قابل نہ رہو تو وہ تمہیں اپنی معمولہ بنا لے۔ آج تم نے چاروں بلیک سیکرٹس کی آوازیں سنی ہیں۔ کیا ان کے لہجوں کو یاد رکھا ہے؟"

"میں نے اپنے دماغ میں نقش کر لیا ہے۔ مجھے بھی ان کی دماغی کمزوری کا انتظار رہے گا۔"

میں اس کے ساتھ سونیا کے پاس آیا، وہ بولی "میں مر پاپا کے ساتھ آئی ہوں۔ کیا آپ کو مما کہہ سکتی ہوں؟"

سونیا نے خوش ہو کر کہا "تم بہت ذہین بیٹی ہو۔ تمہاری اور کام کرنے کا انداز یہی رہا تو لوگ مجھے بھول جائیں گے تمہیں یاد رکھیں گے۔ مجھے مما کہو گی تو یہ میرے لئے فخر ہوگی۔"

"اوہ مما! میں اور کبھی آپ سے آگے جا سکوں گی؟ کبھی کا نام مٹا کر اپنا نام چمکا سکوں گی؟ کبھی نہیں، کبھی نہیں۔"

"مرینا! ماں باپ کی جگہ اولاد لیتی ہے۔ ماں سیر ہوتی ہے سوا سیر ہو جاتی ہے۔ ایسا ہماری دنیا میں ہوتا آیا ہے۔ اب اس کو چھوڑو۔ پہلی بار بیٹی بن کر آئی ہو، ماں سے کچھ مانگو مسائل بتاؤ میں تمہارے سر سے پہاڑ اتار دوں گی۔"

"یقینک آپ ایسا کر سکتی ہیں۔ میری ایک ہی الجھن ہے سوچتی ہوں، آپ کی ٹیم میں شامل ہو کر کہیں میں اپنے ملک دشمنی تو نہیں کر رہی ہوں؟"

"میں تمہاری الجھن دور کر دیتی ہوں۔ یہ سونیا کا وعدہ جب تک تم حق اور انصاف کے لئے کام کرتی رہو گی، ہم تم ملک کے کسی فرد کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ کچھ سے پہلے تمہیں حالات سے باخبر رکھیں گے۔ پھر یہ تمہاری مر پر ہوگا کہ تم کیا اقدام کرتی ہو۔"

میں نے کہا "سونیا نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ اس لئے ا بھی تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا۔ میں نے بلیک سیکرٹس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کر لیا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "پاپا! آپ نے اتنی جلدی کیسے کر لیا؟"

سونیا نے مسکرا کر کہا "یہ تمہارے پاپا ایسی ہی طوفانی رفت کام کرتے ہیں۔ اب تم بتاؤ اس بلیک سیکرٹ کو تم ٹریپ ہمیں اجازت دو گی۔"

"مما! آج رات ایک چارٹرڈ طیارے کے ذریعے میر کے ساتھ نیویارک جا رہی ہوں۔ پاپا! آپ مجھے اس شیطا بتائیں۔"

میں نے اسے پتا بتایا پھر کہا "تم اپنے طور پر جو بہتر وہ کرو۔"

"پاپا! آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں اٹلانٹا جا کر دور ہی دور سے نگرانی کرنا چاہتا تھ کے حلقۂ احباب سے واقف ہونا چاہتا تھا۔ اس کے بعد ا اس طرح دماغی کمزوری میں مبتلا کرنے کا ارادہ تھا کہ ا دشمنی کا شبہ نہ ہو۔ اس طریقہ کار سے امید تھی کہ میں ا بلیک سیکرٹس کے بھی دماغوں میں پہنچ سکوں گا۔"

وہ قائل ہو کر بولی "بہت ہی عمدہ طریقہ کار ہے۔ میں اور پارس اسی پر عمل کریں گے۔ ان چاروں کے دماغوں میں چپ چاپ جانے کا موقع رہے گا تو ایسا کھیل کھیلوں گی کہ وہ چاروں پُراسرار بننا بھول جائیں گے۔"

"کوئی مشکل ہو تو ہمیں آواز دینا۔ پاپا اور مما کے دماغوں میں آنے کے لئے کوڈ ورڈز مقرر کر لو۔"

وہ ذرا سوچ کر بولی "بیٹی کے پاپا! میں ہوں پاپا کی بیٹی۔ اور مما کے دماغ میں آ کر کہوں گی۔ بیٹی کی مما! میں ہوں مما کی بیٹی۔ یہ کوڈ ورڈز ٹھیک ہیں؟"

سونیا نے کہا "ان کوڈ ورڈز سے تمہاری بھرپور محبتیں ظاہر ہوتی ہیں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے سونیا سے پوچھا "ماسک مین سے رابطہ ہوا تھا؟"

"وہ سانس روک لیتا ہے۔ سلطانہ اور سلمان نے کئی بار رابطہ کرنا چاہا۔ مگر اس نے ایک سیکنڈ کے لئے بھی انہیں دماغ میں آنے نہیں دیا۔"

"میرا خیال ہے۔ ہم فی الحال اسے نظر انداز کریں۔"

"ہاں، وہ خوفزدہ ہے۔ یہی سمجھ رہا ہوگا کہ تم بار بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

لیلیٰ نے آ کر کہا "اسرائیل کے موجودہ حکام اور اہم فوجی افسران کے دماغوں میں پہنچا نہیں جا سکتا۔ میں جنرل ٹائر کے دماغ سے کوئی خاص بات معلوم نہ کر سکی۔ وہ سمجھ گئے ہیں کہ برائن وولف کے پیچھے ہمارے فرہاد صاحب چھپے ہوئے تھے۔ ان کا خیال ہے فرہاد جیسا طوفان ہی تمام گولڈن برنیز کو اڑا کر لے جا سکتا تھا۔ یہ کارنامہ تنہا سونیا کا نہیں ہے۔"

میں نے پوچھا "پاپا ڈوک کا کوئی سراغ ملا؟"

"جنرل ٹائر کی سوچ نے صرف اتنا بتایا ہے کہ پاپا ڈوک موجودہ حکام کے لئے کام کر رہا ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کس طرح وہاں کے حکام سے رابطہ کرتا ہے؟"

سونیا نے کہا "فرہاد! یہاں میرا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ یہ تیرا مہینہ ختم ہونے والا ہے اور پاپا ڈوک ہاتھ نہیں آیا۔"

میں نے کہا "وہ آپریشن کے بعد چہرے، آواز اور لہجے کی تبدیلیوں سے گزر رہا تھا۔ اس لئے اتنا وقت گزر گیا۔ تم نے وقت ضائع نہیں کیا ہے۔ گولڈن برنیز اور ان کے اڈے کی تباہی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔"

"میں پچھلے کارنامے کی خوشی میں اگلے ٹارگٹ کو نہیں بھولتی۔ ان کم بختوں نے ایسے زبردست حفاظتی انتظامات کئے ہیں کہ خیال خوانی کرنے والے بھی وہاں کے حکام اور فوجی افسران کے دماغوں کو کمزور نہیں بنا سکیں گے۔ انہوں نے اپنی رہائش گاہ میں کوئی ملازم نہیں رکھا ہے نہ ہی ان کے بیوی بچے ہیں۔ اگر کوئی

کیا

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لئے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں؛

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

مقناطیسیت

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دے گی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجئے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجئے!

قیمت -/۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

ہوتا تو اس کے ذریعے انہیں بھی اعصابی کمزوری میں مبتلا کرایا جاسکتا تھا۔"

لیلیٰ نے مجھ سے کہا "آپ میری ایک بات مانیں گے؟"

"ضرور مانوں گا۔ بولو؟"

"آپ کو قتل ابیب جانا چاہئے۔ آپ اور سسٹر جب ایک جگہ ہوتے ہیں تو دشمنوں کی موت بن جاتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "لیلیٰ! زیادہ چالاک نہ بنو۔ میں خیال خوانی نہیں جانتی۔ مگر چہ رخیالات سمجھ لیتی ہوں۔ تم دراصل دُلہا کو اس کی دلہن کے پاس بھیجنا چاہتی ہو۔"

"کیا میں غلطی کررہی ہوں؟"

"ابھی ہم کام کی باتیں کررہے ہیں۔ تم شادی اور ازدواجی زندگی کا معاملہ کیوں گھسیٹ رہی ہو؟"

"سسٹر! آپ نے تنہا زندگی بہت گزار لی۔ چھوٹی بہن سمجھ کر میری بات مان لیں۔ ورنہ میں اپنی بات منوانا جانتی ہوں۔"

"اچھا! اب تم بھی چیلنج کرنے لگی ہو۔ ذرا دیکھوں تو سہی کہ تم کیا کرنا چاہتی ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کیا کرچکی ہوں' یہ تھوڑی دیر بعد دلہا دلہن کو معلوم ہوگا۔"

وہ چلی گئی۔ پہلے سلطانہ اور سلمان کے پاس آئی۔ پھر پارس اور علی تیمور سے رابطہ کیا اور سب سے کہا "سسٹر! تین ماہ سے تنہا قتل ابیب میں ہیں۔ جب تک فرہاد وہاں نہیں جائیں گے' پاپا ڈوک تک پہنچنا ممکن نہ ہوگا۔ ویسے بھی نکاح پڑھوانے کے بعد انہیں ساتھ رہنا چاہئے نا؟"

سب نے تائید کی کہ کام بھی ہوگا اور ازدواجی زندگی کے تقاضے بھی پورے ہوں گے۔ پارس نے لیلیٰ سے کہا "آپ میری بہن کے لئے فراخ دلی کا ثبوت دے رہی ہیں۔ آج سے میں آپ کو آنٹی نہیں کہوں گا' پاکستانی زبان میں امی کہا کروں گا۔"

لیلیٰ نے خوش ہوکر کہا "آئی لو یو' آئی کس یو۔"

"تھینک یو امی!"

لیلیٰ نے دماغی طور پر حاضر ہوکر مجھ سے کہا "آپ کسی بھی قیامت سے قبل ابیب روانہ ہوجائیں۔ انکار کی صورت میں سلطانہ' سلمان' پارس اور علی تیمور بھوک ہڑتال کرنے والے ہیں۔"

"یہ کیا دھمکی ہے؟"

"دھمکی نہیں ہے۔ آپ ہڑتال کرنے والوں کے پاس جاکر حمایت کریں۔"

میں چاندوں کے پاس گیا۔ وہ سب لیلیٰ کی حمایت میں بول رہے تھے۔ لیلیٰ نے کہا "آپ کی روانگی کے بعد میں یہاں پارس اور مرینا کا انتظار کروں گی۔ وہ تین قیدی اور اس پنگلے کی چابی ان کے حوالے کروں گی۔ پھر اپنی بہن کے پاس رہنے کے لئے پیرس چلی جاؤں گی۔"

اللہ کے فضل سے ہماری ٹیم پہلے سے بہت مضبوط تھی۔ مرینا کی آمد نے اسے اور مستحکم کردیا تھا۔ میرے منظرِ عام پر آنے سے اس ٹیم کی دہشت بڑھ گئی تھی۔ کہیں ہم کامیاب ہورہے تھے اور کہیں کامیابی کے راستے میں رکاوٹیں پیدا ہورہی تھیں۔ یہ رکاوٹیں بھی آگے چل کر دور ہونے والی تھیں۔

سونیا اور علی جن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو امریکا سے اغوا کرکے لائے تھے ان میں کینی پال اور کی میتسوہیرس میں سے ایک شپلا کو لندن میں آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ جان گئی تھی کہ جوجو نے اسے اپنی معمولہ بنایا ہوا ہے۔ اس کے پاس نجات کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ آزاد بھی تھی اور جوجو کی کنیز بھی۔ یہ مانتی تھی کہ جوجو نے اس سے کنیز کا کوئی کام نہیں لیا ہے۔ پھر بھی پریشان رہتی تھی۔ غم غلط کرنے کے لئے لندن کے بیس میں اور نائٹ کلبوں میں شراب پیتی' رقص کرتی تھی اور مستی میں چُور رہتی تھی۔

برین ماسٹر کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا لندن میں تھا اور مرینا کو تلاش کررہا تھا۔ اسے مرینا تو نہ ملی' شپلا مل گئی۔ رویلی کلب میں کچھ پینے اور کھانے کے لئے آیا تھا۔ یورپ اور امریکا میں شراب کے بغیر کھانا یا تفریح بے مزہ سمجھی جاتی ہے۔ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے اور یوگا کی مشقیں کرنے کے دوران یہ عہد کیا جاتا ہے کہ وہ شراب اور عورت سے دور رہیں گے مگر جہاں قدم قدم پر شراب پانی کی طرح ملتی ہو' ہر تقریب اور ہر سوسائٹی میں پینا لازمی ہو' وہاں انکار نہیں ہوتا' قسم ٹوٹ جاتی ہے۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا نے کچھ عرصے تک یہ سوچا کیا پھر واشنگٹن سے لندن آتے ہی اسے پَر لگ گئے۔ اس نے سوچا تھا تھوڑی سی پیا کرے گا تاکہ دماغ حساس رہے اور سانس روکنے کی صلاحیت بھی بحال رہے۔ نشے کی مقدار پہلے تھوڑی ہوتی ہے پھر رفتہ رفتہ نادانستگی میں بڑھتی چلی جاتی ہے۔

وہ ڈائنا کلب میں کھانے سے پہلے پی رہا تھا۔ سامنے ڈانس فلور پر جوان اور بوڑھے آرکسٹرا کی دھن پر رقص کررہے تھے۔ ان میں شپلا بھی تھی تنہا رقص کررہی تھی۔ عورت حسین ہو اور شباب کا بیتا جاگتا اشتہار ہو تو مرد اس کی تنہائی دور کرنے کے لئے بے چین ہوجاتے ہیں۔ ایوان راسکا نے دیکھا۔ کئی جوان اس کے ساتھ رقص کی درخواست کرنے آئے تھے اور وہ منہ پھیر کر دوسری طرف رقص کرتی چلی گئی تھی۔

وہ اپنی میز سے اٹھ کر سُرور میں چلتا ہوا ڈانس فلور پر آیا۔ شپلا کے قریب پہنچا۔ اسی وقت آرکسٹرا بند ہوگیا۔ رقص کا ایک دَور ختم ہوگیا۔ وہ بولا "کیا مقدر ہے۔ آرکسٹرا کا دم گھٹ گیا ہے کیا ہم موسیقی کے بغیر رقص کرسکتے ہیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "کیا ہم ہوا کے بغیر سانس لے سکتے ہیں؟ موسیقی؛ نہ ہو تو ہم جھڑک کر اچھلتے کودتے ہیں جسے رقص کہا جاتا ہے۔"

وہ بولا "دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ آؤ ہم موسیقی کے بغیر رقص کریں۔"

"ارے جاؤ' میں نے آرکسٹرا کی دُھن پر کسی کے ساتھ رقص نہیں کیا' تم کہاں کے گلفام آئے ہو۔"

وہ اسٹیج سے جارہی تھی۔ ایوان راسکا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ رک گئی۔ چونکہ نشے میں تھی اس لئے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکی۔ ایوان راسکا نے صرف ایک ڈبل ریک حلق سے اتارا تھا۔ اسے ہلکا سا سرور تھا۔ ہوش وحواس میں تھا اس لئے خیال خوانی کرسکتا تھا وہ اس کی طرف کھنچی چلی آئی۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر رقص کرنے لگی۔

پہلے تو لوگوں نے حیرانی سے دونوں کو دیکھا۔ پھر سب کے سب ہنسنے لگے۔ ہنسنے والوں کو علم نہیں تھا کہ ٹیلی پیتھی ایک ایسی نہ سنائی دینے والی موسیقی ہے جو کسی کو بھی سچی کا ناچ نچادیتی ہے۔

شپلا نے پوچھا "یہ لوگ کیوں ہنس رہے ہیں؟"

"تمہاری ناک کٹ گئی ہے اور ناک کٹ جائے تو دنیا ہنستی ہے۔"

وہ اپنی ناک کو چھو کر دیکھنا چاہتی تھی لیکن ایوان راسکا کی مرضی کے خلاف چھو نہ سکی۔ پریشان ہوکر بولی "اب کیا ہوگا؟ مجھے دوسری ناک کیسے ملے گی؟"

"میرے گھر چلو میں دوسری ناک لگادوں گا۔"

وہ اسے لے کر اسٹیج سے اتر گیا۔ ویٹر کو بل ادا کیا۔ بھاری ٹپ دی پھر کلب سے باہر آکر اسے اگلی سیٹ پر بٹھایا اور خود اس کے برابر اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ وہ کسی عورت یا دوست کو اپنے کاپیج میں نہیں لے جاتا تھا اور نہ ہی اپنا اصل نام بتاتا تھا۔ کسی کے ساتھ کوئی تعلق شروع کرنے سے پہلے اس کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرتا تھا۔

وہ آرام سے کار میں بیٹھ کر شپلا کے پُرخیالات پڑھنے لگا۔ ذرا سی دیر میں وہ خوشی سے کھِل گیا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کے ہاتھ آگئی تھی۔ شپلا کے متعلق سپر ماسٹر و غیرہ کا خیال تھا کہ اسے سونیا نے اغوا کیا ہے' ایوان راسکا کو اس کی سوچ نے بتایا کہ اسے کسی نے اغوا نہیں کیا تھا۔ وہ خود امریکا سے بھاگ کر آئی تھی۔ اپنی ایک علیحدہ تنظیم بنانا چاہتی تھی لیکن ایک بار پارس کے ہتھے چڑھ گئی تھی' جوجو نے اسے اپنی معمولہ بنالیا تھا۔

ایوان راسکا نے کہا "شپلا! میں تمہارے سامنے بھی ہوں اور تمہارے دماغ میں بھی۔ لو میں دماغ کو آزاد کررہا ہوں۔ ذرا ہوش میں رہ کر مجھے دیکھو اور باتیں کرو۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ شپلا نے آس پاس دیکھا۔ پھر سر پکڑ کر کہا "میں بالکل مدہوش نہیں ہوں۔ یہ سمجھ رہی ہوں کہ تم مجھے یہاں لائے ہو" اور تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ تمہارا تعلق جوجو کی ٹیم سے ہے؟"

"غلط سمجھ رہی ہو' میں جوجو اور پارس کا دشمن اور تمہارا دوست ہوں۔ تمہیں جوجو کے تنویمی عمل سے نجات دلا سکتا ہوں۔"

"نہیں' وہ جونک کی طرح چمٹ گئی ہے۔ نہ مجھ سے کوئی کام لیتی ہے' نہ آزاد چھوڑتی ہے۔ میں غم غلط کرنے کے لئے بہت زیادہ پینے لگی ہوں۔"

"پینے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ ذہانت سے کام لو۔"

"ذہانت" وہ ہنسنے لگی "فرہاد کی ٹیلی سے ٹکراؤ تو پتا چلتا ہے ذہانت سے ہم کوسوں دور ہیں۔ خدا نے ہم سے انصاف نہیں کیا ہے۔ ساری ذہانت اُدھر دے دی۔ اور ہمارے مقدر میں ناکامیاں لکھ دیں۔ میں نے کئی بار اپنی ایک مگ تنظیم بنانے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔"

"میں تمہاری تقدیر بدلنے آیا ہوں۔"

"کون ہو تم؟"

"اپنے جسم وجان کا مالک بنالو' تمہارا دوست رہوں گا۔"

"نام کیا ہے؟"

"جو نام تمہیں سب سے زیادہ پسند ہے۔ اسی نام سے پکار لو۔"

"یعنی خود کو چھپا کر دوستی کا ڈھونگ کررہے ہو؟"

"یہی ذہانت تمہیں سکھا رہا ہوں کہ کسی پر بھروسا نہ کرو۔ جب میں تمہیں جوجو کے تنویمی عمل سے نجات دلاؤں گا تو اپنے بارے میں تمہیں سب کچھ بتادوں گا۔"

"مجھے کب نجات دلاؤ گے؟"

"یہاں سے امریکا چلو' وہاں تمہارا کام بنے گا۔"

"نہیں' وہاں سے بھاگ کر آئی ہوں۔ اگر پہچان لی گئی تو پکڑی جاؤں گی۔"

"اپنے چہرے بدل لیا ہے۔ تھوڑی سی آواز بھی بدل لو' کوئی نہیں پہچانے گا۔ یہاں سے پیرس تک جوجو اور پارس سے ٹکراؤ ہوتا رہے گا' میں سکون سے تمہارے دماغ میں تنویمی عمل کا توڑ نہیں کرسکوں گا۔"

"تو امریکا جانا کیا ضروری ہے! ہم جاپان جاسکتے ہیں۔"

"امریکا میں میرے وسیع ذرائع ہیں۔ وہاں تمہاری حفاظت کا معقول انتظام ہوسکے گا۔"

وہ قائل ہوکر بولی "میں تنویمی عمل کے اثر سے نکلنے کے لئے تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

"میرے ساتھ جانا دانشمندی نہیں ہے۔ تم ایسی نادانی کی باتیں سوچتی ہو' اس لئے ناکام رہتی ہو۔"

"اس میں نادانی کی کیا بات ہے؟"

"ہم ایک ساتھ سفر کریں گے اور دشمن پہچان لیں گے تو دونوں ہی ایک ساتھ اُن کے شکنجے میں آجائیں گے۔ اگر کل صبح میں

چلا جاؤں اور تم کسی دوسری فلائٹ سے آؤ تو ہم میں سے کوئی ایک اگر پھنسے گا تو دوسرا اسے دشمن کی گرفت سے نکالنے کی کوشش کرے گا' نیم ورک اسی طرح ہوتا ہے۔"

"تم بہت اچھی باتیں سمجھاتے ہو' میں تمہارے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گی۔"

انہوں نے ایک ریستوران میں کھایا۔ شلپا اسے اپنے بنگلے میں لے آئی۔ رات کے دو بجے تک اس کے پہلو میں جاگتی رہی۔ پھر ایوان راسکا نے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ اس کے بعد اُس نے بلیک سیکرٹ نمبر فور سے رابطہ کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں آکر بولا "می راسکا۔"

اتنا کہہ کر وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اسے تاکید کی گئی تھی کہ کوئی اہم بات ہو تو وہ بلیک سیکرٹ کے دماغ میں آکر صرف اپنا نام بتائے۔ باقی باتیں بلیک سیکرٹ خود آکر پوچھے گا۔

اس نے خود آکر پوچھا "ویل راسکا! کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں۔ شلپا مل گئی ہے۔ ابھی میرے پاس گہری نیند میں ہے۔"

"یہ تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ کیا تم مطمئن ہو کہ اس کے آس پاس دشمن نہیں ہیں؟"

"جی ہاں مطمئن ہوں۔ جو جو نے تنویمی عمل کے ذریعے شلپا کے اپنی معمولہ بنا کر رکھا ہے لیکن اس کے دماغ میں نہیں آتی ہے' اس سے کوئی کام نہیں لیتی ہے۔"

بلیک سیکرٹ نے کہا "یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ جو جو پہلے ماں بننے والی تھی۔ اسے پیرس کے ملٹری اسپتال میں پہنچایا گیا تھا۔ اس کے بعد اُس نے طویل خاموشی اختیار کر لی۔ شاید حمل ضائع ہونے کے باعث کمزور ہو گئی ہے۔ یہ اچھا موقع ہے اسے یہاں بھیج دو۔ ٹرانسفارمیشن کے ذریعے اس کی آواز' لہجہ اور شخصیت تبدیل کر دی جائے گی۔"

"سر! میں نے اسے راضی کر لیا ہے۔ وہ کل کسی فلائٹ سے روانہ ہو گی۔ میں آپ کو فلائٹ نمبر بتا دوں گا۔"

"وہ جب تک یہاں کے لئے روانہ نہ ہو' اس کا ساتھ نہ چھوڑو۔ یہ یاد رکھو کہ جو جو کسی وقت بھی اس کے دماغ میں آسکتی ہے۔"

"شلپا ایک تنویمی عمل کے زیر اثر ہے۔ میرا عمل اس پر اثر نہیں کرے گا۔ ایک تدبیر سمجھ میں آرہی ہے۔ یہ جو جو کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہے۔ اگر میں جو جو کا لہجہ اختیار کر کے جاؤں تو یہ مجھے بھی محسوس نہیں کرے گی۔"

بلیک سیکرٹ نمبر فور نے کہا "ہمیں یہ تجربہ کرنا چاہئے۔ ہم سب نئے خیال خوانی کرنے والے ہیں' ابھی ہمیں ٹیلی پیتھی کے بہت سے تجربات سے گزرنا ہے۔ میں ابھی جا کر دوسرے پر یہ تجربہ کروں گا۔"

وہ چار بلیک سیکرٹ تھے اور ایک برین ماسٹر تھا۔ ان کی کُل تعداد پانچ تھی۔ ان میں سے ہر ایک کی تحویل میں دو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ بلیک سیکرٹ نمبر ایک کے جو دو عدد ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے وہ صرف اپنے آقا نمبر ایک کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتے تھے۔ اس طرح بلیک سیکرٹ نمبر دو اپنے دو عدد خیال خوانی کرنے والوں کے دماغوں میں جا سکتا تھا اور وہ دونوں اسے محسوس نہیں کرتے تھے' اگر کوئی دوسرا بلیک سیکرٹ ان کے اندر آنا چاہتا تو وہ اسے محسوس کر سکتے تھے اور سانس روک سکتے تھے۔

اس طریقۂ کار کے مطابق کوئی بلیک سیکرٹ یا برین ماسٹر ایک دوسرے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ اس حساب سے انہوں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دس نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے تھے اور وہ خود پانچ عدد تھے۔ اس طرح برین ماسٹر کی ٹیم میں پندرہ خیال خوانی کرنے والے تھے۔ جن میں سے تین کو مرینا نے قیدی بنا لیا تھا۔

بہرحال بلیک سیکرٹ نمبر فور نے ایک نیا تجربہ کرنے کے لئے بلیک سیکرٹ نمبر تھری کا لہجہ اختیار کیا۔ پھر اس کے ایک ٹیلی پیتھ جاننے والے ماتحت کے لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی تو آسانی سے دماغ میں پہنچ گیا۔ بلیک سیکرٹ نمبر تھری کے ماتحت نے بلیک سیکرٹ نمبر فور کو اپنے اندر محسوس نہیں کیا۔

میں' سلمان' سلطانہ' لیلیٰ اور جو جو بارہا اس طریقۂ کار کے مطابق ایک دوسرے کے معمول کے دماغوں میں آتے جاتے رہے ہیں۔ بلیک سیکرٹ نمبر فور کے لئے یہ نیا تجربہ نئی کامیابی تھی۔ اس نے خوش ہو کر باقی تینوں بلیک سیکرٹس اور برین ماسٹر کو اس نئے طریقۂ کار کے متعلق بتایا پھر ایوان راسکا سے کہا کہ تجربہ کامیاب رہا ہے۔ وہ جب چاہے جو جو کا لہجہ اختیار کر کے شلپا کے دماغ میں جا سکتا ہے۔

ابھی ہم نہیں جانتے تھے کہ شلپا دشمنوں کی چال میں آئی ہے۔ ویسے میں نے سلمان سے کہا تھا کہ وہ ہمارے ٹریپ کئے ہوئے کینی پال' کی میتھو اور شلپا کی خیریت معلوم کرتا رہے اور وقت مقررہ کے مطابق ان پر نئے سرے سے تنویمی عمل بھی ہوتا رہنا چاہئے۔

پھر میں نے لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان کو سونیا کے پاس بلا کر مشورہ دیا "ہمیں مرینا کا زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل کرنے کے لئے اس کے ملک کے باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس کر دینا چاہئے۔"

سلمان نے کہا "ہم مرینا پر کس حد تک بھروسا کر سکتے ہیں؟ آئندہ اس کے ملکی حالات میں اختلاف پیدا ہو گا تو وہ ہم سے بدظن نہیں ہو گی۔ اگر اس نے علیحدگی اختیار کی تو ہمارے ٹریپ کئے ہوئے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی تحویل میں رہیں گے۔ ہم نے جو پایا ہے اس سے محروم ہو جائیں گے۔"

سونیا نے کہا "سلمان' تم نے مارٹن رسل کو معمول بنایا۔ فرہاد سونیا نے کہا "سلمان' تم نے مارٹن رسل کو معمول بنایا۔ فرہاد نے کینی پال اور کی میتھو کو ٹریپ کیا۔ جو جو شلپا کے دماغ پر حاوی ہے۔ جو موہن بھی جو جو کا معمول ہے۔ لیلیٰ نے وارنر ٹریک کو معمول بنایا تھا لیکن تم لوگوں نے کسی سے کوئی خاص کام نہیں لیا۔"

سلطانہ نے کہا "اس لئے کہ ہم خود خیال خوانی کرتے ہیں ہمیں ان کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

سونیا نے کہا "ارے نہ کبھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ ہم نے صرف اس لئے انہیں اپنے قبضہ میں رکھا ہے کہ دشمن ان سے شیطانی کام لے رہے تھے۔ ہم نے انہیں ٹریپ کر کے دشمنوں کے ہاتھ باندھ دئے تھے لیکن انہوں نے پتا نہیں اور کتنے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر لئے ہیں۔"

میں نے کہا "دشمن کی طاقت وہی ہے۔ ہم بار بار ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پکڑتے رہیں گے وہ بار بار نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتے رہیں گے۔ ابھی جھیل میں بہت سی مچھلیاں ہیں۔ ہم کب تک مچھلیاں پکڑتے رہیں گے؟"

سلمان نے کہا "آپ درست کہتے ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو غلط طور پر استعمال نہ کیا جائے۔"

سونیا نے کہا "اور یہی مقصد مرینا کا ہے۔ اس لڑکی نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو غلط مقصد سے اسرائیل جانے نہیں دیا۔ اس کے لئے اپنے اعلیٰ حکام اور بلیک سیکرٹس وغیرہ کی مخالفت مول لی۔"

لیلیٰ نے کہا "کل تک۔ رینا تنہا تھی۔ بڑی مضبوط اور خطرناک مخالفتوں کا سامنا کر رہی تھی۔ اسے ہم سے بڑی تقویت حاصل ہو رہی ہے۔ اگر اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس کر دئے جائیں تو اس کے پاس بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک زبردست فوج ہو گی اور وہ ہماری اس محبت اور دوستی کو کبھی بھلا نہیں پائے گی۔"

میں نے کہا "وہ گئی یہ بات کہ آئندہ کبھی مرینا سے دھوکا ہو سکتا ہے' وہ ہم سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے تو کوئی بات نہیں۔ کر دہ ہم سے الگ ہو کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو عمدہ مقاصد کے لئے اور دوسرے ممالک کی بھی بہتری کے لئے استعمال کرتی رہے گی تو ہمیں خوشی ہو گی۔ ہم علیحدگی کے باوجود اس کی مخالفت میں کریں گے۔ ہاں اگر اس نے بھی ناانصافی کی راہ اختیار کی اور دوسروں کے حقوق کو تسلیم نہ کیا تو ہم اس کے پاس کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو رہنے نہیں دیں گے۔"

سونیا نے کہا "ہم نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے شیطان اور بڑے بڑے طوفان دیکھے ہیں۔ طوفان گزر گئے۔ شیطان مر گئے۔ اگر

کبھی مرنا طوفان بن کر آئے گی تو کون سی قیامت آجائے گی۔ میرا مشورہ ہے' ابھی کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے حوالے کردیا جائے۔"

سونیا نے مشورہ دیا تھا جبکہ وہ دوسرے معاملات میں حکم دیتی تھی اور سب اس کی تعمیل کرتے تھے۔ اس مشورے کو سب نے تسلیم کرلیا۔

برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس نے مرنا کو ہنگامی اجلاس سے نکلوا دیا تھا۔ جنرل اور اعلیٰ حکام نے مرنا سے کہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے بعد اجلاس میں آئے۔ اس وقت تک برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس اجلاس سے چلے جائیں گے لیکن مرنا ایک گھنٹے بعد نہیں گئی۔ جنرل اور اعلیٰ حکام نے اس کا انتظار کیا پھر برین ماسٹر سے کہا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے اجلاس میں بلائے لیکن مرنا نے اسے اپنے دماغ میں آنے نہیں دیا۔ وہ جنرل کے پاس آکر بولا "وہ تو مجھے دماغ میں آنے کا موقع ہی نہیں دے رہی ہے' میری انسلٹ کررہی ہے۔"

جنرل نے کہا "برین ماسٹر! یہ نہ بھولو کہ ہم نے بھی اس کی انسلٹ کی ہے۔"

وہ بولا "ہمارے ملکی معاملات کچھ ایسے بھی ہیں جن میں مرنا کو موجود نہیں رہنا چاہئے۔ آج ہم فراد کے خلاف اہم منصوبے بنا رہے تھے اور ان منصوبوں سے مرنا کو دور رکھنا ضروری تھا۔"

"کیوں ضروری تھا؟ کیا وہ محب وطن نہیں ہے؟"

"وہ ہم میں سے کسی سے ملاقات نہیں کرتی ہے۔ کبھی آپ کے سامنے بھی نہیں آئی۔ ہم اس کی چھپی ہوئی مصروفیات کو نہیں جانتے ہیں۔ آپ لوگ اس کے ایک ہی کارنامے سے خوش ہوکر اسے محب وطن سمجھنے لگے ہیں۔ ہم جلد ہی ثابت کردیں گے کہ وہ چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس لاکر ہم سب کو بیوقوف بنا رہی ہے۔"

جنرل نے پوچھا "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ سونیا اور علی تیمور کے منہ سے نوالہ چھین کر لانا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ بڑے بڑے تیس مار خان ان کے سائے کو چھو نہیں پاتے۔ ہمارے اتنے بڑے ملک کی فوج اور انٹیلی جنس کے چھٹے ہوئے جاسوس سونیا اور علی کو یہاں ڈھونڈ نہ سکے اور مرنا ان کے گھر جاکر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو لے آئی۔ آپ ذرا دوسرے پہلو سے غور کریں۔ اس نے سونیا سے دوستی کی ہے۔ پارس یا علی تیمور کی مروا تھی نے اسے متاثر کیا ہے۔ اب فراد کی واپسی تیاری ہے کہ ایک زبردست سوچی سمجھی پلاننگ کے مطابق فراد اغوا شدہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مرنا کے حوالے کررہا ہے۔ اور اس لڑکی کے ذریعے ہمارے اندر سرنگ بنا رہا ہے۔"

"یہ محض تمہارا اندازہ ہے۔ میں اس پہلو پر غور کروں گا اور تم اپنے دعوے کے مطابق اسے ثابت کرو۔"

برین ماسٹر وہاں سے چلا گیا۔ جنرل نے ریسیور اٹھا کر اس کے نمبر ڈائل کئے جو مرنا کا نمائندہ بن کر اجلاس میں شرکت کرتا تھا اور رینا اس کی زبان سے اجلاس میں بولا کرتی تھی۔ جنرل رابطہ قائم ہونے پر کہا "میں جنرل بول رہا ہوں۔ کیا مرنا تمہارے پاس آئی تھی یا آنے والی ہے؟"

"سر! سیڈمے نے اپنا کوئی پروگرام نہیں بتایا ہے۔"

"وہ جب بھی آئے' اس سے کہو مجھ سے براہ راست تمہارے ذریعے محفتگو کرے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر اعلیٰ حکام اور دوسرے فوجی افسر سے کہا "یہ مرنا اور بلیک سیکرٹ کی آپس کی دشمنی ہمارے لئے ناقابل تلافی نقصان پہنچائے گی۔"

ایک حاکم نے کہا "ہم سب اسی تشویش میں مبتلا ہیں۔"

دوسرے حاکم نے کہا "بلیک سیکرٹس اپنی برتری قائم رکھنے کے لئے مرنا کو کسی طرح بھی ملک کا دشمن ثابت کرسکتے ہیں۔ مرنا بلیک سیکرٹس کی پوری ٹیم کو ناقابل ثابت کرنے کے لئے اور سونیا سے دوستی کرسکتی ہے۔"

"ہم مطمئن تھے کہ فراد مرچکا ہے مگر وہ شیطان کی قیامت تک زندہ رہنے آیا ہے۔ وہ ہمارے ان آپس کے جھگڑے سے خوب فائدہ اٹھائے گا۔"

کرنل نے کہا "ہم سخت آزمائشی حالات سے گزر رہے ہیں۔ آج ہمیں یہ فیصلہ کرکے اٹھنا ہوگا کہ مرنا اور بلیک سیکرٹس کے جھگڑے کس طرح ختم کئے جاسکتے ہیں۔ اگر جھگڑے ختم نہ ہوئے تو مرنا اور تمام بلیک سیکرٹس کی ان قوتوں کو کیسے کم کیا جاسکتا ہے کہ کل پر انہوں نے ہمیں اپنا محتاج بنا دیا ہے۔"

ایک نے کہا "ان سب کے پاس ٹیلی پیتھی کی قوت ہے۔"

جنرل نے کہا "ہمارے پاس یوگا کی قوت ہے۔ کوئی ہم پر ٹیلی پیتھی کی طاقت استعمال نہیں کرسکے گا۔ دراصل ہم سے ایک غلطی ہوئی کہ ہم نے ٹیلی پیتھی کا شعبہ بلیک سیکرٹس کے حوالے کردیا۔ آپ لوگ نہیں جانتے کہ انہوں نے ٹرانسفارمر مشین سے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے ہیں لیکن میں نے ان کا حساب رکھا ہے۔ میں فوج کا ذمے دار افسر اور اپنے ملک کا وفادار ہوں۔ میں کسی کو اتنی آزادی نہیں دے سکتا کہ وہ ہمارے ملک کا فرعون بن جائے۔"

ایک حاکم نے کہا "اس کا مطلب ہے' آپ برے حالات سے نکلنے کی پلاننگ کرچکے ہیں۔"

"صرف پلاننگ نہیں کی ہے۔ اس پر عمل بھی کرچکا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر میں ملٹری آپریشن کے متعلق اطلاع ملنے والی ہے جہاں ٹرانسفارمر مشین ہے' وہاں فوج کا قبضہ ہورہا ہے۔"

اجلاس میں یہ باتیں ہورہی تھیں۔ دوسری طرف برین ماسٹر اس اجلاس سے نکل کر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر کہیں جارہا تھا۔ راستے میں ایک بلیک سیکرٹ نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "برین ماسٹر! فوج نے ٹرانسفارمر مشین پر قبضہ کرلیا ہے۔ وہاں سے ہمارے فوجی پہرے داروں کو ہٹا دیا گیا ہے۔"

برین ماسٹر نے ڈرائیور سے کہا "گاڑی روکو اور واپس چلو۔"

ڈرائیور نے کہا "جی سر!"

برین ماسٹر نے کہا "مجھے وہیں پہنچاؤ' جہاں سے لائے ہو۔"

پھر اس نے سوچ کے ذریعے بلیک سیکرٹس سے کہا "معلوم ہوتا ہے یہ جنرل مرنا کی حمایت میں ایسا کررہا ہے۔ اس نے مشین چھین کر ہماری قوت چھین لی ہے۔"

"جنرل کو یہ حرکت مہنگی پڑے گی۔ پہلے اس سے باتیں کرو۔ پھر ہم اپنے طور پر قدم اٹھائیں گے۔ میں تینوں بلیک سیکرٹس کو بلا رہا ہوں۔"

برین ماسٹر نے بڑے ہال میں قدم رکھتے ہوئے جنرل سے کہا۔ "کیا ٹیلی پیتھی کا شعبہ ہم سے چھین لیا گیا ہے؟"

"ہاں ایسا مجبوراً کیا گیا ہے۔ تمہارے اور مرنا کے جھگڑوں سے ملک کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور نہ جانے فراد کس طرح فائدہ اٹھا رہا ہے۔"

"کیا مشین چھین لینے سے مرنا جھگڑا ختم کردے گی؟"

"مرنا کی تو ہی شکایات ختم ہوجائیں گی۔ اسے اطمینان ہوگا کہ تم لوگ اس کے خلاف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج پیدا نہیں کروگے۔"

"جنرل! ہماری بھی شکایات دور کرو۔ جورا جوری' جوڑی نارمن اور بال ہوپ کن ہمارے ملک کی امانت ہیں۔ وہ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آپ کے حوالے کردے۔"

جنرل نے فوراً جواب نہیں دیا۔ وہ ایک فون اٹینڈ کررہا تھا۔ پھر اس نے کہا "مرنا کے پاس تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ چوتھی وہ خود ہے۔ تمہارے پاس دس ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

"یہ غلط ہے۔ آپ کو کسی نے غلط رپورٹ دی ہے۔"

"چلو یہی سہی۔ تم اور چار بلیک سیکرٹس ٹیلی پیتھی جانتے ہو' تمہاری تعداد پانچ ہے۔ مرنا سے ایک زیادہ ہے۔"

اسی وقت بلیک سیکرٹ نمبر تھری نے برین ماسٹر کے دماغ میں آکر کہا "ہمارے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت تھے' وہ اپنی اپنی رہائش گاہوں میں مردہ پڑے ہیں۔ انہیں گولی ماردی گئی ہے۔"

برین ماسٹر نے غصے سے کہا "جنرل! یہ کیا ہورہا ہے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گولیاں ماردی گئی ہیں۔"

"کتنے مارے گئے ہیں؟"

"سات۔ ہمارے پاس سات تھے۔ وہ ایک ہی دن' ایک ہی وقت میں مارے گئے اور اسی وقت ٹرانسفارمر مشین چھین لی گئی۔ کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ مرنا کی حمایت میں ہمیں کمزور بنا رہے ہیں۔"

جنرل نے کہا "ابھی تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔ پہلے یہ حساب کرو ابھی تم نے اپنی زبان سے اعتراف کیا ہے کہ تمہارے سات ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی مارے گئے ہیں۔ اس سے پہلے مرنا نے تین خیال خوانی کرنے والوں کو تم سے چھین لیا۔ اس طرح ان کی کل تعداد دس ہوگئی۔ اور ابھی تم اس رپورٹ کو غلط کہہ رہے تھے کہ تمہارے پاس ایسے دس ماتحت تھے۔"

بلیک سیکرٹ نمبر دن نے برین ماسٹر کی زبان سے کہا "آپ نے مشین چھین کر اور ہمارے آدمیوں کو گولیاں مار کر ثابت کردیا ہے کہ آپ مرنا کی حمایت میں ہم سے دشمنی کررہے ہیں۔ اگر ہم بھی آپ کی نظروں میں ہوتے تو ہمیں بھی گولی ماردی جاتی۔"

جنرل نے پوچھا "برین ماسٹر کے متعلق کیا خیال ہے۔ یہ میرے سامنے ہے' کیا اسے گولی مارنے کا حکم دے دوں؟"

برین ماسٹر گھبرا کر سیدھا بیٹھ گیا۔ کرنل نے کہا "تم لوگ ٹیلی پیتھی کے نشے میں بھول گئے کہ ملک کو کس طرح نقصان پہنچا رہے ہو۔ مرنا سے ہمارا رابطہ نہیں ہورہا ہے۔ ہم اس کا بھی محاسبہ کرنے والے ہیں۔"

بلیک سیکرٹ نمبر ٹو نے کہا "مرنا کا کیا محاسبہ کروگے نہ وہ کبھی تمہارے ہاتھ آئے گی اور نہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارے ہاتھ لگنے دے گی۔ اس کی الٹی تیسی ہم کریں گے۔"

جنرل نے کہا "میں نے آج تمہاری اور مرنا کی ٹیلی پیتھی کا توازن تقریباً برابر کیا ہے۔ دونوں پارٹیوں کا فرض ہے کہ وہ خود کو ملک دشمنوں کے خلاف جنگ میں مصروف رکھیں۔ ہمارا فیصلہ ہے کہ تم دونوں کو کسی بھی ملکی معاملات میں شرکت نہیں کیا جائے گا۔ تم لوگوں سے ایسے کام لئے جائیں گے جنہیں انجام دینے کے لئے تم سب کو ملک سے باہر رہنا پڑے گا۔"

بلیک سیکرٹ نمبر تھری نے کہا "سوری جنرل! ہم چاروں بلیک سیکرٹس برین ماسٹر کے ساتھ ایک ماہ کی چھٹی پر آرام کریں گے۔ تم ایک ماہ تک مرنا سے اپنے احکامات کی تعمیل کراتے رہو۔"

برین ماسٹر وہاں سے اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ جنرل نے ایک افسر سے کہا "اسے گرفتار کرلو۔"

چار مسلح فوجیوں نے برین ماسٹر کے آگے پیچھے آکر اسے گھیر لیا بلیک سیکرٹ نمبر فور نے کہا "جنرل! اسے چھوڑ دو۔ ورنہ تمہیں دنیا چھوڑ کر جانا ہوگا۔"

جنرل نے حقارت سے کہا "کیا تم امریکی فوج کے جنرل کو احمق سمجھتے ہو۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ جب تم چاروں ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے والے تھے اس وقت تمہارے نام اور پتے ملٹری انٹیلی جنس کے چیف نے نوٹ نہیں کئے تھے اور تم سب کی تصویریں ہمارے ریکارڈ میں نہیں ہیں۔ اگر یہ خوش فہمی ہے تو اپنی اپنی رہائش گاہ کے باہر جھانک کر دیکھو۔ تم سب فوج کے محاصرے میں

ہو۔"

جنرل تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر اعلیٰ حکام سے بولا "وہ چاروں اپنے برین ماسٹر کے ساتھ ایک ماہ کی چھٹی پر جارہے تھے۔ میں ان پانچوں کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر پہلے کی طرح عام انسان بنادوں گا۔ یوں ہمیشہ کے لئے ان کی ٹیلی پیتھی کی چھٹی ہوجائے گی۔"

فوجی جوان برین ماسٹر کو گرفتار کرکے لے گئے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "آپ نے ایک طرف سے ٹیلی پیتھی کی اجارہ داری ختم کردی۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ختم کررہے ہیں لیکن مرینا کو اپنے قابو میں لانا دشوار ہوگا۔"

جنرل نے کہا "میں کوشش کروں گا کہ مرینا خود ہمارے سامنے حاضر ہوجائے اور ہمارے طریقۂ کار کے مطابق کام کرے۔ اگر اس نے انکار کیا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آئندہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے میں صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا کروں گا۔ صرف ایک۔"

"ایک سے کیا ہوگا؟"

"فرہاد علی تیمور ایک ہی ہے اور وہ ایک آج تک ناقابلِ شکست ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج پیدا کرنے سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ الجھنیں بڑھ جاتی ہیں۔"

"آپ اس ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے متعلق بتائیں جو پیدا ہونے والا ہے۔"

جنرل نے پورے ہال پر ایک نظر دوڑائی، پھر کہا "یہاں سب اپنے ہیں اور سب ہی حساس دماغ رکھنے والے ہیں۔ کوئی دشمن کسی کے دماغ میں آکر ابھی میری باتیں نہیں سنے گا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعہ کسی بھی احمق کو، حد ذہین اور تیز طرار بنایا جاسکتا ہے۔"

سب نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ جنرل نے کہا "میں اس بار اس مشین سے ایک نیا فرہاد علی تیمور پیدا کروں گا۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے وہ فرہاد کا ہم شکل بنے گا۔ ہم نے چند ایسے ذہین، مکار اور چالباز لوگوں کا انتخاب کیا ہے جن کی یہ تمام صلاحیتیں اس نئے فرہاد میں منتقل کی جائیں گی۔"

ایک نے پوچھا "کیا ضروری ہے کہ اسے فرہاد کا ہم شکل بنایا جائے؟"

دوسرے حاکم نے کہا "میں سمجھ گیا۔ فرہاد کی پوری فیملی کو نئے فرہاد کے ذریعے دھوکا دیا جائے گا اور اگر منصوبہ کامیاب رہا تو اصل فرہاد جہنم میں پہنچے گا اور ہمارا فرہاد اس کی فیملی کا سربراہ بن جائے گا۔"

جنرل نے کہا "سونیا، پارس اور علی تیمور اتنے نادان نہیں ہیں کہ نئے فرہاد کے فریب میں آجائیں۔ میری پلاننگ کچھ اور ہے۔ اچانک فرہاد کے منظرِ عام پر آنے سے مافیا مین اور تنظیم والے کچھ دہشت زدہ بھی ہیں اور پریشان بھی۔ ہمارا ان ممالک میں واردات کرے گا اور بدنام اصل فرہاد ہوتا رہے گا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "ایک بات مجھے شروع سے ستا رہی ہے۔ آج برین ماسٹر نے بھی وہی بات کہہ دی۔ ان کا میابیاں مشکوک ہیں۔ وہ لڑکی تنہا پاڑ کاٹ کر اس کے کو نہیں کرسکتی ہے لیکن فرہاد اور سونیا کے فولادی گھر سے اپنے جاننے والوں کو چھین کر نہیں لاسکتی۔ وہ لڑکی یا تو فرہاد کی شامل ہوگئی ہے یا اس نے فرہاد سے کوئی سمجھوتا کیا ہے۔ سمجھوتے کے مطابق وہ جورا جوری، جوڈی نارمن پال ہوگی ٹینو سنتانا کو واپس لائی ہے۔"

ایک نے کہا "اگر اس نے کوئی سمجھوتا کیا ہے تو اسے پال، نکی یتسمو، جے مورگن، شلپا اور وارنر کو بھی لانا چاہئے۔"

دوسرے نے کہا "ہوسکتا ہے کسی دن یہ پانچوں بھی واپس آجائیں۔"

جنرل نے کہا "ان کی واپسی سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ہمیں آج تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ مرینا ان ٹیلی پیتھی والوں کو کیسے استعمال کررہی ہے۔ دراصل وہ بھی بلیک سیکرس طرح مغرور اور خود سر ہوگئی ہے۔ اس کے ہوش ٹھکانے لگانے لئے ہی میں فرہاد کا ایک ہم شکل پیدا کررہا ہوں۔ اس سلسلے میں آپ حضرات کوئی سوال نہ کریں۔ میں کیسا کھیل کھیلنے والا ہوں آپ کو بہت جلد معلوم ہوجائے گا۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک فوجی افسر نے ریسیور اٹھا کہا دوسری طرف کی باتیں سنیں۔ پھر ہاتھ پیس پر رکھ جنرل سے کہا "سر! مرینا کا نمائندہ کہہ رہا ہے کہ وہ ہمارے میں آنا چاہتی ہے۔"

جنرل نے کہا "تم اسے اپنے دماغ میں بلاؤ۔"

ایک منٹ کے اندر ہی مرینا خیال خوانی کے ذریعے ہوگئی۔ افسر کی زبان سے بولی "آپ حضرات نے مجھے ایک آنے کو کہا تھا لیکن میں احتیاجاً نہیں آئی۔ میں آپ بزرگوں ہوں۔ ایسا لاڈ میں بھی کرسکتی ہوں اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ انا کو بھی ٹھیس پہنچی تھی۔"

جنرل نے کہا "ہم تمہاری انا کو بھی سمجھتے ہیں اور تمہاری کو بھی۔"

"لیکن آپ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرس کی دھا کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔"

"میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ تمہارے یا کسی اور کے سے کسی کو گمراہ یا مجرم نہیں سمجھتا۔ میں نے اپنے طور پر برین اور چاروں بلیک سیکرس کو مختلف پہلوؤں سے آزمایا تھا، ضدی، خود سر اور نااہل ثابت ہوئے تو میں نے ان کے تمام اختیارات چھین لئے۔ ٹرانسفارمر مشین فوج کی کسٹڈی میں ہے اور پانچوں بھی فوجی ہیڈ کوارٹر کی کال کوٹھریوں میں قید کردئے گئے ہیں۔"

مرینا نے خوش ہوکے کہا "یہ میں کیا سن رہی ہوں؟ میرے ملک کو شیطانوں سے نجات مل گئی ہے؟ میں بہت خوش ہوں۔ جنرل! بے شک آپ ذہین اور معاملہ فہم ہیں۔ آپ صحیح وقت پر صحیح قدم اٹھاتے ہیں۔ آپ نے مجھے بہت بڑی الجھن سے نجات دلائی ہے۔"

"تمہاری الجھن کیا تھی؟"

"یہی کہ اگر میں آپ لوگوں کی نظروں میں زیادہ اہمیت حاصل کرلی، میرے زیادہ حمایتی ہوتے تو برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرس دشمنوں کی جھولی میں چلے جاتے۔ وہ درپردہ یہودی تنظیم کا ساتھ دیتے یا بہت زیادہ اہمیت حاصل کرنے کے لئے فرہاد علی تیمور کی ٹیم میں شامل ہوجاتے۔"

جنرل نے کہا "تمہاری یہ الجھن دور ہوچکی ہے۔ اب اپنے خیال خوانی کرنے والوں کا حساب دو۔ برین ماسٹر کی ذلالت سے ٹینو سنتانا مرچکا ہے۔ تمہارے پاس اب تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں خوش خبری سناتی ہوں۔ وارنر جیک، جے مورگن، کینی پال، نکی یتسمو، شلپا اور مارٹن رسل مجھے واپس مل رہے ہیں۔"

"عجب ہے۔ اتنی شاندار کامیابیاں کیسے حاصل کررہی ہو؟"

"اپنی حکمتِ عملی سے۔ میں نے پارس سے دوستی کی۔ پھر سونیا اور فرہاد میرے دوست بن گئے۔ ہمارے درمیان ایک سمجھوتا ہوا ہے۔"

"کیسا سمجھوتا؟"

"یہ کہ میں اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے ملک اور قوم کی بھلائی کے لئے استعمال کروں گی اور ان سے دوسرے ملکوں اور قوموں کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

جنرل نے کہا "مرینا! تم سیاست کے میدان کی کھلاڑی نہیں ہو۔ یہ بات موٹی سی عقل میں بھی آسکتی ہے کہ ہم مشرقِ وسطیٰ میں مسلم ممالک کو دہشت زدہ کرنے اور اپنے دباؤ میں رکھنے کے لئے اسرائیل کو طاقتور نہ بناتے رہتے تو یہ اسلامی ممالک تیل کی دولت سے اور آپس کے اتحاد سے دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن جاتے۔ اب فرہاد کی چالبازی دیکھو، وہ ایسے کہے گا کہ اسرائیل کی پشت پناہی نہ کی جائے۔"

مرینا نے پوچھا "اس میں غلط کیا ہے۔ آپ اسرائیل کو اتنا سر پر کیوں چڑھانے ہیں؟ پھر اسرائیل کے تمام گولڈن برنیز کو ختم کرنے والی دہشتی بھی کی تھی۔ یہ کیا پالیسی ہے کہ مسلمانوں سے بھی دوستی اور درپردہ دشمنی، اسرائیل سے بھی دوستی اور درپردہ دشمنی ہے؟"

"اسے سیاست کہتے ہیں۔ سونیا اور فرہاد نام گولڈن برنیز کا خاتمہ نہ کرتے تو ہم کردیتے کیوں کہ گولڈن برنیز کی پالیسیاں اسرائیل کو ہمارے مقابلے میں سپر پاور بنارہی تھیں۔ ہم اسرائیل کو سگی اولاد کی طرح سب کچھ دے سکتے ہیں لیکن اسے سپر طاقت بن کر اپنے مقابلہ پر نہیں آنے دیں گے۔"

"آپ دوسرے ممالک کو ترقی کرنے کیوں نہیں دیتے؟"

"ترقی کرنے دیتے ہیں۔ پتنگ سڑکیں، آسمان سے باتیں کرنے والی عمارتیں بنانے، اپنے ملکوں میں کاریں، ٹی وی، وی سی آر، کمپیوٹرز اور جدید ٹیکنالوجی کا تمام سامان خریدنے اور بنانے کا موقع دیتے ہیں۔ ہمارے زیرِ سایہ رہ کر اسلامی ممالک نے بڑی ترقی کی ہے۔ پہلے ان ممالک میں صرف تلاوت کی آواز سنائی دیتی تھی۔ آج پاپ موسیقی ہر گھر ہر گلی میں سنائی دیتی ہے۔"

"یہ تو ترقی نہ ہوئی۔ یہ دوسری قوموں کو عیش و عشرت میں ڈبونے کی سازش ہے۔ فرہاد ایسی ہی باتوں کے خلاف ہے۔"

"تم فرہاد کی زبان سے نہ بولو۔ امریکی قوم کی امریکی بیٹی بن کر سوچو اور سمجھو۔ تمہیں صرف اپنے ملک اور اپنی قوم کو دوسروں سے برتر رکھنا ہے اور اپنی برتری قائم رکھنے کے لئے تمام ممالک کو کم تر بنا کر رکھنا ضروری ہے۔"

"میں اپنے ملک کی بھلائی کرتے ہوئے اور برتری قائم رکھتے ہوئے دوسروں ملکوں سے بھی انصاف کرسکتی ہوں۔"

"میں پھر سمجھاتا ہوں، یہ ممکن نہیں ہے۔ برتری کا مطلب ہے، دوسرے سے افضل اور بلند ہونا اور افضل اسی وقت ہوسکتے ہیں جب دوسرا کم تر اور کم زور ہو۔ حکومتیں اسی اصول پر قائم رہتی ہیں کہ حکمران شہ زور رہے اور باقی کمزور اور مجبور رہا کریں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "مرینا! ہم تمہارے بزرگ ہیں۔ سیاست کے پرانے کھلاڑی ہیں۔ تم سیاسی پیچیدگیوں میں نہ الجھو۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جس طرح استعمال کرنا چاہیں، استعمال کرنے دو۔"

وہ بولی "میرے بزرگ! آپ لوگ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیل بھیجنا چاہتے تھے۔ ان دنوں میرا فرہاد سے کوئی سمجھوتا نہیں ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اسرائیل میں میرے آدمی فرہاد کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ میں ان کی حرام موت نہیں چاہتی تھی۔ پھر اسرائیل کو سر پر چڑھانے والی بات تھی۔ اس لئے میں نے اپنے آدمیوں کو وہاں بھیجنے سے انکار کردیا تھا۔ میں آئندہ بھی جائز اور ناجائز باتوں کو سمجھنے کے بعد اپنے خیال خوانی کرنے

والوں کو استعمال کرنے کا فیصلہ کروں گی۔"

جنرل نے کہا "بات سمجھ میں آگئی۔ تم اپنا ایک الگ راستہ اختیار کررہی ہو۔"

وہ بولی "راستہ الگ ضرور ہے لیکن یہ مجھے میرے ملک کے مفادات کی طرف لے جاتا ہے۔"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ ہر محبِ وطن کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے طور پر ملک و قوم کی خدمت کرے۔ ٹھیک ہے تم اپنے معاملات میں آزاد ہو لیکن وقتاً فوقتاً اپنے کام کی رپورٹ دیتی رہو۔ ہمیں تمہاری ضرورت ہوگی تو تمہارے نمائندے کے ذریعے کال کریں گے۔ ویسے تمہارا فرض ہے کہ تم چوبیس گھنٹوں میں دوبار ہم سے رابطہ رکھو۔ ہم میں سے کسی کے بھی دماغ میں کوڈ ورڈز ادا کرکے آسکتی ہو۔"

"میں آپ کی مرضی کے مطابق رابطہ رکھوں گی۔ اجازت دیجیے رات کو کسی وقت رابطہ ہوگا۔ اوکے گڈ بائی۔"

فوجی افسر نے سانس روک لی۔ پھر سانس لیتے ہوئے بولا "وہ جاچکی ہے۔"

ایک حاکم نے جنرل سے کہا "آپ نے برین ماسٹر اور چار بلیک سیکرٹس جیسے بے لگام گھوڑوں کو قابو میں کرلیا۔ اس لڑکی میں کچھ ایسا کچھ نظر آرہا ہے۔"

جنرل نے کہا "یہ بے شک وشبہ اپنے ملک کی وفادار ہے۔ پہلے اسے فرہاد کے طلسم سے نکالنا ہوگا۔ پھر یہ خود بخود قابو میں آجائے گی۔ یہ میرا خیال ہے۔ آج کی یہ میٹنگ برخاست کی جائے۔"

وہ سب اپنی اپنی جگہ سے اٹھنے لگے۔ اچانک فوجی افسر نے سانس روک کر کہا "شاید مرینا پھر میرے دماغ میں آنا چاہتی ہے۔"

جنرل نے کہا "آنے دو۔"

چند لمحوں کے بعد افسر کی زبان سے ایک بلیک سیکرٹ نے کہا۔ "میں آپ لوگوں کا وقت برباد نہیں کروں گا۔ صرف ایک التجا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے ہمیں کال کوٹھری میں پہنچادیا ہے۔ ہمارے تمام اختیارات چھین لئے گئے ہیں۔ ہم نہایت عاجزی اور انکساری سے درخواست کرتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی کا علم ہمارے دماغ سے نہ نکالیں۔ ہمیں قیدی رہنے دیں لیکن ہمارے ہم کو ملک اور قوم کے لئے استعمال کریں۔"

دوسرے بلیک سیکرٹ نے کہا "ہم قید میں مجبور اور بے بس رہیں گے۔ آپ لوگوں کے لئے کبھی چیلنج بننا چاہیں تب بھی نہیں بن سکیں گے۔ یہاں شرافت سے بیٹھ کر آپ کے کام آتے رہیں گے۔"

برین ماسٹر نے کہا "سیدھی سی بات ہے۔ ٹیلی پیتھی کا علم ہمارے دماغ سے مٹ جائے گا۔ تو ہم عام انسان بن کر زندہ نہیں رہیں گے۔ ہمیں عمر قید کی سزا دو مگر ہمیں اس علم سے محروم نہ کرو۔ زنجیریں پہنا کر ہماری خیال خوانی سے فائدہ اٹھاتے رہو۔"

جنرل نے کہا "بڑی معقول باتیں کررہے ہو۔ تم باغیوں کو سلاخوں میں قید کرکے تم سے کام لیا جاسکتا ہے۔ آپ حضرات اس سلسلے میں کیا مشورہ دیں گے؟"

اعلیٰ حکام اور دوسرے فوجی افسران نے تائید کرتے ہوئے "ان آپس کا غرور ٹوٹ چکا ہے۔ اب یہ قید میں رہ کر ہمارے اشاروں پر چلیں گے تو شاید کوئی کارنامہ انجام دے سکیں یہ

جنرل نے انہیں یقین دلایا کہ ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ وہ جنرل کی مرضی کے مطابق خیال خوانی کریں گے لیکن کال کوٹھری میں رہا کریں گے۔

○☆○

علی تیمور بڑی محبت سے اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا۔ رسونتی سارا روز یوگا کے ایک آسن سے دوسرے آسن میں جاری تھی۔ اس نے کہا "ماما! محترم تیمری صاحب فرمارہے تھے کہ آپ کی ذہانت میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ آپ اتنے طویل عرصے تک گردن نشین رہ کر دن رات محنت کرتی رہی ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی "ہاں بیٹے! جناب علی اسد اللہ تیمری صاحب مجھ پر خاص توجہ دیتے رہے۔ میرا روحانی طور پر بھی علاج کرتے رہے۔ میں روز صبح دو میل کی دوڑ لگاتی ہوں' ورزش کرتی ہوں۔ جسمانی اور دماغی کوئی کمزوری مجھ میں نہیں ہے۔"

"ماما! سچ تو یہ ہے کہ آپ بھی سونیا ممانی کی طرح سولہ سترہ برس کی دکھائی دے رہی ہیں۔ بابا فرید واسطی مرحوم نے ممانی پر ایسی ہی محنت کرائی تھی جیسی آپ کررہی ہیں۔"

"بیٹے! انسان کے ساتھ اصل کھیل سانسوں کا ہے۔ یوگا جتنی مہارت حاصل ہوگی' انسان اتنا ہی جوان اور تروتازہ نظر آئے گا۔ میں آئینہ دیکھتی ہوں تو حیران رہ جاتی ہوں۔ سوچتی ہوں اللہ تعالیٰ نے ہمیں جوان صحت مند اور کھلے ہوئے پھول کی طرح شگفتہ رہنے کے لئے طرح طرح کے علوم دئے مگر ہم ان علوم پر توجہ نہیں کرتے اور وقت سے پہلے بوڑھے ہوجاتے ہیں۔"

"لیکن آپ تو اماں جان بالکل نہیں لگتی ہیں۔ اب میں کیسے کہوں گا؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی "میں پھر سے پیدا ہو کر ننھی منی بچی جاؤں تب بھی تمہاری ماں رہوں گی۔ میرے خون کا گروپ او نیگ ہے۔ میں بوڑھی رہوں' یا بچی رہوں' خون کا گروپ تو وہی رہے جس میں تم نوماہ تک پرورش پاتے رہے۔"

"واہ ماما! کیا لاجواب کردینے والی بات کہہ دی ہے۔ دل خوش کردیا ہے۔"

اسی وقت سلمان نے علی کے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کئے کہا "بیٹے! میں شپا کی نگرانی کے لئے گیا تھا۔ وہاں میں نے ایک نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دیکھا۔ وہ شپا کو امریکا لے جانا چاہتا ہے۔ اس سے پہلے تم چارلڈ ہیلی کاپٹر میں آجاؤ۔ میں اسے خیال خوانی کے ذریعے بچانے کی کوشش کروں گا' اگر ناکامی ہوئی تو تم خوانی کرو تاکہ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل سکے۔"

"شپا تو لندن میں ہے اور پارس بھی اسی شہر میں ہے۔ میں آپ کے حکم پر آتو جاؤں گا لیکن آپ پارس سے کام کیوں نہیں لے رہے ہیں؟"

"وہ مرینا کے ساتھ امریکا کے لئے روانہ ہوچکا ہے۔ فرانسیسی پولیس کے ہیلی پورٹ پر پہنچو۔ وہاں تمہارے لئے ایک ہیلی کاپٹر تیار ہے۔"

علی نے رسونتی سے کہا "ماما! میں ایک ضروری کام سے جارہا ہوں شاید کل شام تک واپسی ہوگی۔"

ماں نے اسے گلے لگا کر پیار کیا۔ اس نے کہا "ٹانی آئے تو اسے تاکید میں اچانک ہی ایک بہت ضروری کام سے گیا ہوں۔"

"تم نہ بھی کہتے تو میں ٹانی سے یہی کہتی مگر یہ یاد رکھنا وہ اداس ہوجائے گی۔"

"میں کیا کروں؟ وہ لیبارٹری میں مصروف ہے اور ادارے کے اصولوں کے مطابق میں اس سے مصروفیات کے دوران نہیں مل سکتا۔ اوکے ماما! خدا حافظ۔"

وہ وہاں سے رخصت ہو کر ادارے کے ہیلی کاپٹر میں سوار ہوا۔ اس سواری کے ذریعے پیرس کے ایک پولیس ہیلی پورٹ پر پہنچا۔ پھر چارلڈ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر لندن کے لئے روانہ ہوگیا۔ وہاں سے لندن کا ایک فلائنگ کلب ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ سلمان نے خیال خوانی کے ذریعے وہاں ایک کار کا انتظام کردیا تھا۔ جب علی ڈیڑھ گھنٹے کے بعد کار میں بیٹھ کر شپا کے بنگلے کی طرف روانہ ہوا تو سلمان نے کہا "اب میں نے خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرنے جارہا ہوں۔ تم بنگلے کے قریب پہنچ کر میرے سگنل کا انتظار کرو۔"

شام کا وقت تھا۔ شپا اپنے اور ایوان راسکا کے لئے کافی تیار کررہی تھی۔ سلمان جو جو کا لبادہ اختیار کرکے شپا کے دماغ میں آیا۔ پھر شپا کی سوچ میں سوال کیا "میرے پاس اعصابی کمزوری کی کوئی دوا ہے؟"

وہ سوچنے لگی "میں نے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا دماغ کمزور بنانے کے لئے یہ دوا رکھی ہے لیکن میرا یہ اجنبی دوست میری بہتری کا سامان کررہا ہے' مجھے جو جو کے تنویمی عمل سے نجات دلانے والا ہے۔ میں اسے وہ دوا نہیں کھلاؤں گی۔"

سلمان نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق کافی میں دوا ملا کر دوسرے کمرے میں آئی۔ کافی کی ٹرے سے ایک پیالی اٹھا کر ایوان راسکا کو دیتے ہوئے بولی "ذرا پی کر دیکھو' پتی ٹھیک ہے۔"

وہ ٹرے کو میز پر رکھ کر اپنی پیالی لے کر اس کے پاس بیٹھ گئی ایوان راسکا نے ایک گھونٹ پیتا چلا۔ پتا نہیں کیسے ٹھسکا لگ گیا۔ بے اختیار کھانسی آئی اور وہ پہلا گھونٹ منہ سے باہر آگیا۔ وہ کھانستے کھانستے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ شپا پیچھے سے منہ پونچھتے ہوئے بولا۔ "سوری' پتا نہیں کیا ہوگیا ہے۔ میں کافی نہیں پیوں گا۔"

سلمان نے دیکھا کہ کام نہیں بن رہا ہے تو وہ شپا کو چھوڑ کر فوراً علی کے پاس آیا۔ وہ بنگلے کے قریب پہنچ کر انتظار کررہا تھا۔ اس نے کہا "بیٹے! فوراً اندر جاؤ۔"

یہ کہتے ہی شپا کے پاس آیا مگر چند سیکنڈ میں ہی معاملہ بگڑ چکا تھا۔ شپا اس کی گرفت سے دماغی طور پر آزاد ہوتے ہی راسکا سے بولی "تمہارے لئے خطرہ ہے۔ میں کافی میں دوا نہیں ملانا چاہتی تھی مگر جو جو نے میرے دماغ پر قبضہ جمالیا تھا۔ اچھا ہوا تم نے یہ کافی نہیں پی۔"

یہ سنتے ہی وہ جوتے پہننے لگا۔ اس سے بولا "مجھے یہاں سے جانا چاہئے۔ میں دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کروں گا۔ تمہاری روانگی کے وقت ائرپورٹ پر موجود رہوں گا۔ تم خود کو تنہا نہ سمجھنا۔"

وہ پھرتی سے جوتے پہن کر اٹھا۔ تیزی سے چلتا ہوا دروازے پر آیا۔ اسی لمحے میں علی کا گھونسا اس کے منہ پر پڑا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑھکتا گیا۔ ایک کرسی پر گرتے ہوئے فرش پر پہنچ گیا۔ وہ اچھا خاصا صحت مند تھا۔ بہترین فائٹر بھی تھا مگر ایسا فولادی ہاتھ پہلی بار کھایا تھا۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے تھے۔ پھر بھی وہ سنبھل کر مقابلے کے لئے کھڑا ہوگیا۔

علی نے کہا "بڑے بے شرم ہو۔ ایک ہاتھ کھانے کے بعد بھی اپنے انجام سے انکار کررہے ہو۔"

"تم کون ہو؟"

"میرے کوئی بھی ہونے سے کیا فرق پڑے گا۔ پھر بھی تمہیں شپا کو ٹریپ کرنے آئے تھے۔ میں تمہیں ٹریپ کرنے آیا ہوں۔ سیدھی طرح دماغ میں آنے دو۔ ورنہ اتنے خوبصورت کرتی جسم کی توڑ پھوڑ ہوگی تو کیا اچھا لگے گا۔"

اس نے اچانک علی پر چھلانگ لگائی۔ علی نے اسے دونوں ہاتھوں پر روک کر پوچھا "اس طرح کیوں اچھل رہے ہو؟"

اس نے دھکا دیا۔ راسکا پیچھے دیوار سے آکر ٹکرا گیا۔ پھر پلٹ کر بنگلے کے اندرونی حصے کی طرف بھاگنے لگا۔ پچھلے دروازے سے نکل کر باؤنڈری وال پھلانگ کر گلی میں دوڑنے لگا۔ وہ بری طرح پریشان ہوگیا تھا۔ کیوں کہ علی بھی اس کے ساتھ دوڑتا جارہا تھا اور کہتا جارہا تھا "ہم دو بھائی ہیں۔ بچپن سے دوڑتے آرہے ہیں۔ او لمپکس کی دوڑ میں اوّل آنے والا بھی ہم سے آگے نہیں نکل سکتا۔ تم بھاگنے کی حسرت پوری کرلو۔ تھک جاؤ تو بتادینا۔"

وہ رک گیا۔ ہانپتے ہوئے بولا "فار گاڈ سیک' میرا پیچھا چھوڑ

دو۔"

علی نے سلمان سے کہا "انکل! یہ ہانپ رہا ہے سانس نہیں روک سکے گا۔"

سلمان علی کے دماغ سے نکل کر اس کے اندر پہنچا۔ اس نے محسوس کرتے ہوئے سانس روکنے کی ناکام کوشش کی پھر گھبرا کر بولا۔ "چلے جاؤ' میرے دماغ سے چلے جاؤ۔"

سلمان نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر زمین پر گر پڑا۔ گلی سے گزرنے والے دو آدمی رک گئے۔ علی نے کہا "یہ میرا دوست ہے۔ اسے اکثر ایسا دورہ پڑتا ہے۔"

ان نے راسکا کو سہارا دے کر اٹھایا پھر اسے شپا کے بنگلے کی طرف لے جانے لگا۔ سلمان نے راسکا کی زبان سے کہا "اب میں اسے دوڑاتا ہوا لے جاؤں گا۔ ابھی اس کا دماغ پوری طرح کمزور نہیں ہوا ہے۔"

راسکا دوڑنے لگا۔ علی اطمینان سے پیچھے چلتا آرہا تھا۔ بنگلے کے اندر پہنچ کر سلمان نے پھر اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مار کر تڑپنے لگا۔ شپا اسے سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔ "جوجو! میں سمجھ گئی ہوں۔ تم اس کے ساتھ مجھے جانے نہیں دو گی۔ ٹھیک ہے' میں نہیں جاؤں گی۔ تم اسے چھوڑ دو۔"

سلمان نے راسکا کی زبان سے پوچھا "کیا تم اسے بہت چاہتی ہو؟"

"ہاں' میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔"

"تو پھر اس پر بھی تنویمی عمل ہونے دو۔ اس کے بعد ہم اسے تمہارے لئے آزاد چھوڑ دیں گے جیسے تمہیں آزاد چھوڑا ہوا ہے۔"

علی نے بنگلے میں آکر کہا "انکل! مجھے پتا نہیں تھا کہ یہ اتنی جلدی قابو میں آجائے گا۔ بہرحال میرا کام ہو چکا ہے' کیا میں واپس جا سکتا ہوں؟"

سلمان نے کہا "تم فلائنگ کلب پہنچو۔ ہیلی کاپٹر ابھی واپس نہیں گیا ہے۔ میں پائلٹ کو تمہارا انتظار کرنے کو کہتا ہوں۔"

اس نے پائلٹ کے پاس جا کر کہا "علی آرہا ہے' اسے واپس لے جاؤ۔"

پھر وہ راسکا کے دماغ میں آیا۔ راسکا بالکل ڈھیلا پڑ گیا تھا مگر کسی وقت بھی اس کی دماغی توانائی بحال ہو سکتی تھی۔ سلمان نے اسے اٹھنے پر مجبور کیا۔ وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر میز کے پاس آیا۔ کرسی پر بیٹھا پھر کافی کی وہی پیالی اٹھا کر پینے لگا۔

شپا نے پوچھا "یہ کیا کر رہے ہو؟"

وہ آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے پیالی لینا چاہتی تھی' سلمان نے اس کے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیختے ہوئے فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ پھر دوسرے زلزلے میں بے ہوش ہو گئی۔ وہ اس کی طرف سے مطمئن ہو کر راسکا کے پاس آیا اور اس کے چور خیال پڑھنے لگا۔

وہ تھوڑی دیر کے بعد پارس کے پاس آیا۔ پارس مریخ کے ساتھ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس نے کوڈ ورڈز میں کہا "انکل! فرمائیے۔"

"مریخا سے کہو تمہارے دماغ میں آئے۔"

اس نے مریخا سے کہا "انکل سلمان میرے پاس ہیں' وہ باتیں کریں گے۔"

وہ پارس کے دماغ میں آکر بولی "ہیلو انکل!"

"بیٹی! کیا تم ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا سے واقف ہو؟"

"نہیں۔ یہ نام پہلی بار سن رہی ہوں۔"

"بلیک سیکرٹ نے تمہیں تلاش کرنے کے لئے راسکا کو بھیجا تھا۔ اسے تم نہ ملیں' شپا مل گئی لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی ٹرپ کرتا' میں نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیا۔"

"انکل! اس کا مطلب ہے ایک اور خیال خوانی کرنے والا ہاتھ آگیا ہے۔"

"ہاں اور یہ تحفہ ہماری بیٹی کے لئے ہے۔ میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمہیں اس کے پاس پہنچاتا ہوں۔ پھر تم جو بہتر سمجھو اس کے ساتھ سلوک کرو۔"

سلمان نے اسے ایوان راسکا کے دماغ میں پہنچا دیا۔

○☆○

وارنر ہیگ جزیرہ پوٹوپا میں محفوظ تھا۔ بڑے آرام سے کسی اندیشے کے بغیر زندگی گزار رہا تھا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں وہی ایک خوش نصیب تھا جو بڑے اطمینان سے زندگی گزار رہا تھا۔ ایسا اس لئے تھا کہ وہ بے خوف و خطر زندگی گزارنے کے اصولوں پر عمل کر رہا تھا۔ سب سے پہلی بات یہ کہ وہ مغرور اور دماغ خبط نہیں تھا۔ دوسروں کو چھوٹا بنا کر خود بڑا نہیں بننا چاہتا تھا۔ اسے ساری دنیا پر حکومت کرنے کا شوق نہیں تھا۔ اگر وہ چاہتا تو کم از کم اس جزیرے کے مالک یا رنجیتار کو ٹیلی پیتھی کی چکی میں پیس کر وہاں کا مالک اور حکمران بن سکتا تھا۔

اگر وہ جزیرے کا حکمران بن جاتا تو بڑے ممالک کے سربراہوں کی نظروں میں آجاتا۔ امریکا اور روس خاص طور پر دنیا کے تمام جزیروں کو اپنی نظروں میں رکھتے ہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے جزیروں کے اندر بڑے بڑے خطرات پلتے رہتے ہیں۔ حکومتوں کے باغی یہاں پناہ لیتے ہیں۔ دنیا کے بدنام ترین جرائم پیشہ افراد یہاں اپنے خفیہ اڈے بناتے ہیں۔ اور یہیں خفیہ طور پر خطرناک سائنسی تجربات کئے جاتے ہیں۔ اس لئے بڑے ممالک دنیا کے تمام جزیروں پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔

جزیرہ پوٹوپا بھی امریکا' روس اور خاص طور پر اسرائیل کی نظروں میں تھا۔ کیوں کہ اسرائیل سے صرف پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ یہ وارنر ہیگ کی ذہانت تھی کہ اس نے خود کو کسی طرح بھی ظاہر نہیں کیا تھا۔ یہودیوں کو ٹیلی پیتھی کی ذرا سی بھنک مل جاتی تو وہ جزیرے کا فوراً ہی محاصرہ کر لیتے پھر وارنر ہیگ کا بھی وہی انجام ہوتا جو جان گاؤدی' جے مورگن اور پاپاڈوک کا ہو رہا تھا۔

جان گاؤدی اور وارنر ہیگ آپس میں اچھے دوست تھے۔ امریکا سے فرار ہو کر انگلینڈ آئے تھے۔ کیوں کہ سونیا اور علی تیمور ان دنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹرپ کرتے پھر رہے تھے اور وہاں کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران انہیں تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہے تھے۔ لیکن بھاگنے والوں کے لئے ہر جگہ ناکامی لکھی ہوتی ہے۔ پاپاڈوک کے آدمی ان دونوں کے اطراف جال بچھا رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے کے دوران پاپاڈوک نے کئی بار وارنر ہیگ کے دماغ میں آنا چاہا لیکن وہ اپنی ذہانت سے بچتا ہوا جزیرہ پوٹوپا میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے برعکس جان گاؤدی' پاپاڈوک کی گرفت میں آگیا تھا اور آخر ایک دن وہ برین آپریشن کے دوران مارا گیا تھا۔

وارنر ہیگ اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ ہم نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنا رکھا ہے۔ ہم نے کبھی اسے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب نہیں کیا' کبھی اس پر برتری جتا کر اسے احساس کمتری میں مبتلا نہیں کیا۔ وہ خود کو آزاد اور خود مختار سمجھ کر بڑی محفوظ زندگی گزار رہا تھا۔

اس نے جزیرے میں پہنچ کر پہلے ایسا شخص تلاش کیا' جو اس کے کام آسکتا تھا۔ تلاش کرنے میں کئی گھنٹے یا کئی دن لگ سکتے تھے۔ وہاں کے حکمران یا رنجیتار کے سپاہی ایسے آدمی کو ڈھونڈ رہے تھے جو ہیلی کاپٹر سے جزیرے میں آیا تھا۔ جس ہیلی کاپٹر میں وارنر ہیگ آیا تھا وہ صرف ایک منٹ کے لئے جزیرے میں اترا تھا۔ پھر پرواز کر گیا تھا۔

وارنر ہیگ نے ایک سپاہی کے ذریعے اعلیٰ افسر کے دماغ میں جگہ بنائی۔ پھر اس افسر کے ذریعے وہاں کے حکمران یا رنجیتار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ انہیں مخاطب نہیں کیا۔ صرف ان کے اندر یہ خیال مستحکم کیا کہ اسرائیل اور لبنان کے چھاپا مار اکثر اسپیڈ بوٹ اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعے آتے ہیں ان کے درمیان جھڑپیں ہوتی ہیں پھر وہ چلے جاتے ہیں۔ یا رنجیتار نے افسر سے کہا "تمہاری رپورٹ کے مطابق وہ ہیلی کاپٹر شمال' ساحل پر آیا تھا۔ اس کا مطلب ہے لبنان سے کچھ لوگ آئے ہوں گے۔ ایک منٹ کے اندر ہی وہ ہیلی کاپٹر اسرائیل کے مغرب میں پہاڑی جزیرے کی طرف چلا گیا۔ ان دونوں ملکوں کے فوجی اور چھاپا مار ہمارے لئے دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔ ہم انہیں اپنا دشمن بھی نہیں بنا سکتے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کیا جائے؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہماری یہی پالیسی مناسب ہے۔ ہم دونوں ملکوں کے فوجیوں اور باغیوں پر اعتراض نہیں کرتے ہیں۔ وہ ساحلی علاقوں میں لڑتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔"

یا رنجیتار نے کہا "ٹھیک ہے۔ کسی کو تلاش کرنا فضول ہے۔ جو لوگ ہیلی کاپٹر میں آئے ہوں گے۔ وہ خود ہی واپس چلے جائیں گے۔"

وارنر ہیگ نے دونوں دماغوں میں یہ بات نقش کر دی۔ اجنبی کو تلاش نہ کیا جائے۔ اس کے بعد بھی کوئی خطرہ یا رنجیتار کے دماغ پر قبضہ جما کر وہاں کا حاکم بن جاتا۔ بہت زیادہ نمایاں ہو کر دشمنوں کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ گمنام رہنے میں اس کی خیریت تھی۔

وہ جزیرے کی آبادی میں گھومتا رہا۔ دکانوں' ہوٹلوں اور بازاروں میں کام کے لوگوں کو تاڑتا رہا اور ان کے خیالات پڑھتا رہا۔ آخر ایک بوڑھا مسلمان مل گیا۔ وہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ وہ بوڑھا لبنان سے آیا تھا اور اپنے جوان بیٹے کا انتظار کر رہا تھا۔ بیٹا لبنان کی خانہ جنگی میں الجھا ہوا تھا۔ اس نے باپ سے وعدہ کیا تھا کہ جلد ہی ان جھگڑوں سے نجات پا کر جزیرے میں آئے گا۔

وارنر نے بوڑھے سے کہا "بابا! میں عیسائی ہوں لیکن خانہ جنگی میں مسلمانوں کی حمایت کرتا ہوں۔ یہودیوں نے میرے بزرگوں کو مار ڈالا' میرا گھر تباہ کر دیا۔ میں اس جزیرے میں پناہ لینے آیا ہوں۔"

بوڑھا رحم دل تھا۔ اگر رحم دل نہ ہوتا تو وارنر خیال خوانی کے ذریعے اس کے دل میں جگہ بنا لیتا۔ اس نے اپنے گھر میں اسے پناہ دی۔ محلے میں مشہور کر دیا کہ اس کا بھتیجا لبنان سے آیا ہے اور بیٹا بھی آنے والا ہے۔ وارنر کو سمجھایا کہ وہ کچھ عرصہ تک وہاں مسلمان بن کر رہے پھر کہیں جا کر اپنا ٹھکانا بنا لے۔ وارنر کا بھی خیال تھا کہ جلد ہی وہاں سے چلا جائے گا۔ لیکن وہ خیال خوانی کے ذریعے دیکھ رہا تھا کہ کس طرح اس کا ساتھی جان گاؤدی یہودیوں کی قید میں رہ کر مارا گیا ہے۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی سکون سے نہیں تھے' یا تو دشمنوں کے ہتھے چڑھ کر ذلت کی موت مرتے تھے یا خطرات سے دوچار ہوتے رہتے تھے۔

وہ کچھ دنوں تک ایک عام آدمی کی طرح زندگی گزارتا رہا۔ پھر ایسا ہوا کہ پڑوس کے ایک گھر میں چوری ہو گئی۔ پڑوسی نے وارنر پر الزام لگایا کہ وہ آدھی رات کے بعد گھر کے باہر ٹہل رہا تھا۔ ٹہلنے کا محض بہانا تھا۔ اس نے موقع پاتے ہی گھر میں گھس کر الماری سے دس ہزار ڈالر چرا لئے۔

وارنر نے کہا "پچھلی رات مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔ اس لئے گھر سے باہر کھلی فضا میں اچھا لگ رہا تھا۔ اپنے گھر کے سامنے ٹہلنے والے لوگ چور نہیں ہوتے۔"

پڑوسی کی بیٹی حمائلہ نے کہا "پاپا! آپ کسی پر شبہ کر سکتے ہیں لیکن ثبوت کے بغیر اسے چور کہہ کر بدنام نہیں کر سکتے۔"

باپ نے کہا "میں اچھی طرح جانتا ہوں تو اس جوان کی وکالت کیوں کر رہی ہے۔ اس سے آنکھیں لڑاتی ہے۔ میں نے شاکر سے تیری شادی کرنے کے لئے دس ہزار جمع کئے تھے۔ تو ہمیشہ شاکر کی بہت کرتی ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ تو نے ہی اپنے یار سے مل کر لڑائی ہے تاکہ یہ شادی نہ ہو سکے۔"

طرف سی کی یہ بات درست تھی کہ حمائلہ وارنر کو دل سے چاہنے لی تھی اور یہ چاہت کی تالی دونوں ہاتھوں سے بج رہی تھی۔ وہ لڑکی وارنر کے دل میں سما گئی تھی۔ پہلی بار اسے دیکھ کر سوچتا رہا۔ یہ اتنی اچھی کیوں لگتی ہے۔ امریکا سے برسہا برس تک درجنوں لڑکیاں اس کی زندگی میں آئی تھیں لیکن حمائلہ کی طرح دل سے نہیں لگی تھیں۔ پھر اس نے چپکے چپکے حمائلہ کے چور خیالات پڑھے تو پتا چلا' وہ صرف صورت سے ہی نہیں سیرت سے بھی خوبصورت ہے۔

اسے دل سے چاہنے کے باوجود وہ اس سے دور رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ سوچتا تھا کوئی مناسب موقع دیکھ کر اس جزیرے سے چلا جائے گا۔ لیکن جزیرے کے مشرق میں اسرائیل تھا اور شمال میں لبنان کی خانہ جنگی جاری رہتی تھی۔ جنوب اور مغرب کی طرف جانا چاہتا تو طویل بحری سفر کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

بہرحال اس نے پڑوسی سے کہا "تم نے مجھ پر الزام لگایا' کوئی بات نہیں۔ لیکن اتنے محلے والوں کے سامنے اپنی بیٹی کو بھی اس چوری میں شریک کر رہے ہو۔ تمہیں ایسی باتیں کرتے ہوئے کچھ تو شرم آنی چاہئے۔"

ایک عورت نے کہا "یہ تو سچ ہے کہ حمائلہ شاکر سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ میں ایک عورت ہوں۔ اس لڑکی کی نظر پڑھتی ہوں۔ یہ تمہیں چاہتی ہے۔"

وارنر وہاں راشد جمال کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ ایک نوجوان نے پوچھا "جمال! سچ بتاؤ' کیا تم حمائلہ سے محبت نہیں کرتے ہو؟"

وارنر نے حمائلہ کو دیکھا۔ وہ شرما رہی تھی۔ سرِعام محبت کا اقرار کرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ حمائلہ کو اپنے نام کر رہا تھا اور جب اسے چھوڑ کر جاتا تو وہ اس کے نام سے بدنام ہوتی رہتی۔ اس پیار کرنے والی کا دل ٹوٹ جاتا۔

وہ اقرار نہیں کرنا چاہتا تھا' انکار بھی نہیں کرنا چاہتا تھا اس نے کہا "یہاں کسی سے محبت کرنے کا مسئلہ نہیں ہے۔ چوری کا الزام مجھ پر اور حمائلہ پر لگایا گیا ہے۔ مجھے تھوڑی مہلت دی جائے۔ میں اصل چور کو آپ تمام لوگوں کے سامنے لے آؤں گا۔"

حمائلہ کے باپ نے کہا "میں صرف ایک گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ اس کے بعد حاکم کے پاس جا کر فریاد کروں گا۔"

وارنر مکان کے اندر آیا۔ اسے شبہ تھا کہ یہ شاکر کی چال ہو سکتی ہے۔ حمائلہ نے اس کے منہ پر کہہ دیا تھا کہ وہ مرجائے گی اس شرابی جواری سے شادی نہیں کرے گی۔ شاکر نے شاید توہین برداشت نہیں کی ہوگی اور اسے وارنر کے ساتھ بدنام کرنے کے لئے چوری کی ہوگی۔

وہ شاکر کے دماغ میں پہنچا تو تصدیق ہو گئی۔ وہ مکان سے باہر آیا۔ محلے کے لوگ واپس جا رہے تھے۔ اس نے آواز دی "مہربان ماؤ' بہنو' اور بھائیو! رک جاؤ۔ میں ابھی آپ لوگوں کے سامنے چور کو پیش کروں گا۔"

تمام مرد' عورتیں اور بچے بوڑھے واپس آنے لگے۔ وارنر نے بولا "آپ لوگوں سے میری ایک درخواست ہے۔ میں دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر آنکھیں بند کروں تو آپ بھی میری طرح سینے پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور صرف دو منٹ تک خدا کو یاد کرتے رہیں۔ تیرا منٹ شروع ہونے سے پہلے وہ چور یہاں حاضر ہو جائے گا۔"

سب نے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایک نے پوچھا "آنکھیں بند کرنے اور خدا کو یاد کرنے سے چور کیسے آجائے گا؟"

دوسرے نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا "اگر دو منٹ تک خدا کو یاد کرنے سے چور پکڑا جائے تو پولیس کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

وارنر نے کہا "جب چور نہ آئے تو آپ میرا مذاق اڑائیں بلکہ مجھے چوری کے الزام میں گرفتار کرا دیں۔ ابھی میری التجا ہے صرف دو منٹ کے لئے آنکھیں بند کر کے خدا پر بھروسا کریں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کے آنکھیں بند کر لیں۔ اسے دیکھ کر حمائلہ نے سب سے پہلے ایسا کیا پھر دوسرے بھی یہی عمل کرنے لگے۔ وارنر آنکھ بند کرتے ہی شاکر کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہ ایک ریستوران میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر گھر کی طرف بھاگنے لگا۔ دوستوں نے روک لیا "ارے جاؤ' اس طرح اچانک کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ شاکر رکو جاؤ۔"

وہ کسی کی آواز نہیں سن رہا تھا۔ جب اس نے گھر پہنچ کر الماری سے دس ہزار ڈالر نکالے تب وارنر نے اس کے دماغ میں ذرا سی ڈھیل دی۔ وہ گھبرا گیا۔ اپنے ہاتھوں میں دس ہزار کی گڈی دیکھ کر بڑبڑایا "یہ۔ یہ میں کیا کر رہا ہوں۔ یہ رقم کیوں نکالی ہوں؟"

وارنر نے اس کی سوچ میں کہا "جس کی رقم ہے اسے واپس کروں گا۔"

وہ انکار کرنا چاہتا تھا۔ وارنر نے اسے وہاں سے دوڑایا۔ دو منٹ پورے ہونے والے تھے۔ شاکر چیختا ہوا آنے لگا "میں چور ہوں۔ میں نے حمائلہ کے گھر سے دس ہزار چرائے ہیں۔"

وہ لوگوں کی بھیڑ میں سے گزرتا ہوا آیا۔ سب نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں نوٹوں کی گڈی دیکھ رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "حمائلہ نے میری بے عزتی کی تھی۔ میں اسے راشد جمال کے ساتھ بدنام کرنا چاہتا تھا۔ لیکن مجھ پر خدا کی مار پڑ رہی ہے۔ جب تک مجھے معافی نہیں ملے گی۔ میں خدا کی مار کھاتا رہوں گا۔"

اس نے نوٹوں کی گڈی حمائلہ کے باپ کے قدموں میں پھینکی۔ پھر اچھل کر زمین پر گرا اور اپنا سر ایک پتھر سے ٹکرانے لگا۔ لوگ سکتے کے عالم میں اسے لہولہان ہوتے دیکھ رہے تھے۔ وارنر نے کہا "ہو گو! اسے معاف کر دو ورنہ یہ مر جائے گا۔ اسی طرح سر ٹکراتا رہے گا۔"

ایک عورت نے کہا "میں نے اسے معاف کیا۔"

حمائلہ کے باپ نے کہا "میں نے اسے معاف کیا۔"

پھر سب ہی اسے بلند آواز سے معاف کرنے لگے۔ وارنر نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ سر ٹکرانے کا عمل رک گیا۔ وہ ایک طرف زمین پر گر پڑا۔ وارنر نے اپنے مکان میں آکر دور کھڑی ہوئی حمائلہ کو دیکھا۔ پھر دروازہ بند کر لیا۔

محلے کی عورتیں اور مرد دروازے پر آکر دستک دینے اور کہنے لگے "راشد جمال! تم خدا کے نیک بندے ہو۔ ہم نے تم سے گستاخی کی ہے۔ ہمیں معاف کر دو۔"

وارنر نے اندر سے کہا "خدا سب کو معاف کرتا ہے۔ جب بھی کوئی غلطی کرو تو خدا سے معافی مانگا کرو۔ اب جاؤ اور مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

وہ ایک ایک کر کے چلے گئے۔ آخر میں دروازے کے پاس حمائلہ کی آواز سنائی دی "جمال! میں بول رہی ہوں۔"

"ہاں میں سن رہا ہوں۔"

"تو پھر سنو اور دل سے سنو۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور زندگی کی آخری سانس تک تمہارے ہی نام سے زندہ رہوں گی۔"

ایک حسین لڑکی اپنی زبان سے چاہت کا اظہار کرے تو چاہنے والے کو کل کائنات مل جاتی ہے۔ وارنر سوچ میں پڑ گیا۔ حمائلہ اس کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ اسے محبت سے حاصل کرنا چاہتا تھا مگر دھوکا نہیں دینا چاہتا تھا۔ اور وہ اسے مسلمان سمجھ کر دھوکا کھا رہی تھی۔

وہ دل پر جبر کرتے ہوئے بولا "حمائلہ! میں تمہارے قابل نہیں

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی

مشہور ماہرینِ نفسیات کی آر اپر مشتمل کتاب

احساسِ کمتری

اسباب — تدارک — علاج

اِس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ

- احساسِ کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔
- کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
- کیا آپ واقعی احساسِ کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔
- ہو سکتا ہے کہ صرف اِس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے۔

راشد اسلام حسین

قیمت ۱۵۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

ہوں۔"

"تم بہت عظیم انسان ہو۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں اچھی نہیں ہوں۔ تمہاری شریکِ حیات بننے کے قابل نہیں ہوں۔"

"میں سچ کہتا ہوں۔ تم بہت حسین ہو۔ تمہارے سینے میں محبت بھرا دل ہے۔ تمہاری صورت اور سیرت کا تقاضا ہے کہ تمہیں ایسا جیون ساتھی ملے جو کبھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑے۔ میں تو خانہ بدوش ہوں آج یہاں کل نہ جانے کہاں۔"

"تمہارے ساتھ میں بھی خانہ بدوش بن جاؤں گی۔ تم مجھے ساری زندگی آزمالو۔ یہاں تنہا چھوڑ کر جاؤ گے تو مرتے دم تک تنہا رہوں گی کوئی دوسرا شخص میری زندگی میں نہیں آئے گا۔"

وہ چلی گئی۔ وارنر الجھن میں پڑ گیا۔ رات ہوئی تو بوڑھے سے بولا "انکل! آپ نے مجھے پناہ دی ہے۔ مجھے ایک اسلامی نام دے کر اپنا بیٹا بنایا ہے آپ نے مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ میں ایک مسلمان لڑکی کو دھوکا دے کر آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا۔ اس سے پہلے کہ حمائلہ کا دل ٹوٹے میں اسے اپنی اصلیت بتا دینا چاہتا ہوں۔"

"بیٹے! حمائلہ سے صاف کہہ دو کہ شادی نہیں کرو گے' اصلیت نہ بتاؤ۔"

"میں اس محبت کرنے والی لڑکی کے مضبوط ارادوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ میں نے انکار کیا تو پھر وہ کبھی شادی نہیں کرے گی۔ کسی دوسرے کو اپنی زندگی میں آنے نہیں دے گی۔"

"تم اس کے دل کا حال اور اس کے ارادوں کو کیسے جانتے ہو؟"

"میں نے اس کی شدید محبت سے اندازہ لگایا ہے۔"

"نہیں بیٹے! تمہارے اندر کوئی غیبی طاقت ہے وہ تمہیں آئندہ پیش آنے والی باتوں سے آگاہ کرتی ہے۔ آج تم نے کہا تھا کہ دو منٹ کے اندر چور حاضر ہو جائے گا اور وہ سچ مچ حاضر ہو گیا تھا۔"

"میں نہیں جانتا کہ میرے اندر کوئی غیبی طاقت ہے۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ مجھے خدا پر پختہ بھروسا ہے۔ میں برے وقت اسے آنکھیں بند کر کے یاد کرتا ہوں' وہ معبود میری مدد کرتا ہے۔"

"تو پھر خدا پر بھروسا کرو اور حمائلہ کی سلامتی اور بھلائی کے لئے دعا مانگو۔ دعا مانگنے سے پہلے اپنے آپ کو سمجھو کہ تم اس سے کتنی محبت کرتے ہو؟ وہ تمہارے ساتھ جینا اور مرنا چاہتی ہے۔ تمہارا دل کیا کہتا ہے؟ تمہیں کس کے ساتھ جینا اور مرنا چاہئے؟"

"حمائلہ کے ساتھ مجھے جینا ہے۔ مگر ہمارے درمیان مذہب آگیا ہے۔ اور میں جانتا ہوں' وہ میری محبت میں جان دے دے گی۔ مگر ایمان نہیں دے گی۔"

"اور تم؟"

"میں بھی یہی سوچتا ہوں۔ آباؤ اجداد کے زمانے سے عیسائی ہوں۔ حمائلہ کے لئے دنیا چھوڑ سکتا ہوں لیکن مذہب نہیں چھوڑ سکتا۔"

"پھر اسی میں بہتری ہے کہ حمائلہ کو اپنی اصلیت بتا دو۔"

دوسرے دن اس نے حمائلہ کو ساحل پر ملاقات کرنے کے لئے کہا۔ وہ شام کو وہاں آئی۔ وارنر نے اس کے ساتھ ریت پر چلتے ہوئے کہا "میں نے تمہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ لگتا ہے تم یہ کڑوا سچ نہیں جاننا چاہتیں کہ میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔"

"میں سمجھنا نہیں چاہتی۔"

"تم جانتی ہو میں کون ہوں؟"

"ایک عظیم انسان ہو۔"

"انسان ضرور ہوں لیکن مسلمان نہیں ہوں۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ اسے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے بولی "کیا مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے مسلمان ہونے سے انکار کر رہے ہو؟"

"تم سے پیچھا چھڑانے کے لئے نہیں۔ تمہاری بہتری کے لئے سچ کہہ رہا ہوں۔"

اسے پھر بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ اپنی روداد سنانے لگا۔ اس نے اسے سب کچھ بتایا۔ صرف ٹیلی پیتھی کا علم چھپا گیا۔ وہ پچکارنے کے انداز میں ریت پر بیٹھ گئی پھر رونے لگی۔ وہ چپ چاپ سمندر کو دیکھتا رہا۔ ایسے وقت آنسو پونچھنا چاہو تو اور بہتے ہیں۔ اس نے جی بھر کے اسے رونے دیا۔ پھر اس سے کہا "میں نے تمہیں رلایا ہے مگر میرا ضمیر مطمئن ہے کہ تم سب کچھ لٹا کر نہیں رو رہی ہو۔ میں نے تمہیں دھوکا کھانے سے پہلے حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے۔"

وہ ریت پر سے اٹھ کر بولی "تمہاری اس شرافت اور سچائی نے مجھ پر اور زیادہ اثر کیا ہے۔ پہلے مجھے تم سے محبت تھی اب عقیدت بھی ہو گئی ہے۔ میں کیا کروں؟ وہ خدایا! تم عیسائی کیوں ہو؟ مسلمان کیوں نہیں ہو؟"

اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ دونوں نے ادھر دیکھا۔ آسمان پر ہیلی کاپٹر اور سمندر میں اسپیڈ بوٹس دوڑتی دکھائی دے رہی تھیں۔ پھر اوپر سے فائرنگ ہونے لگی۔ وارنر حمائلہ کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا ایک طرف دوڑنے لگا۔

دو اسپیڈ بوٹس والے بھی ہیلی کاپٹر کی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ وہ دونوں ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے آگئے۔ ہیلی کاپٹر سے میگا فون کے ذریعے کہا جا رہا تھا "ہتھیار پھینک دو اور بوٹس کنارے پر لے آؤ۔"

وارنر نے وہ آواز توجہ سے سنی۔ یہ وارننگ بار بار دی جا رہی تھی۔ وہ وارننگ دینے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اسرائیلی ہیلی کاپٹر ہے اور اسپیڈ بوٹس میں جو لوگ ہیں ان کا تعلق عیسائی ملیشیا سے ہے۔ اسرائیلی حکومت مسلمانوں

کے خلاف لبنان میں عیسائی ملیشیا کا ساتھ دیتی تھی۔ لیکن ایک معاملے میں ان سے اختلاف ہو گیا تھا۔ اسرائیلی فوجی ان مخالفت کرنے والوں کو گرفتار کر کے قتل اہب پہنچانا چاہتے تھے۔

وارننگ دینے والے نے میگا فون رکھ دیا پھر ایک ہینڈ گرینیڈ نکال کر اس کی چابی دانتوں میں دبائی۔ پھر چابی نکال کر اسپیڈ بوٹس پر پھینکنا چاہتا تھا لیکن نہ پھینک سکا۔ وارنر نے اس کے دماغ پر حملہ کر دیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں ایک زوردار دھماکا ہوا ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑنے لگے۔ اسپیڈ بوٹس والے خوشی سے ناچنے لگے۔ لوگ کھڑکیوں سے نکل کر آرہے تھے اور ہیلی کاپٹر کے ٹکڑوں کو فضا میں اڑتے ہوئے اور سمندر کی گہرائی میں ڈوبتے دیکھ رہے تھے۔ اسپیڈ بوٹس والے کنارے پر آگئے۔ وارنر حمائلہ کے ساتھ پتھر کے پیچھے سے نکل آیا۔ دو اسپیڈ بوٹس میں چھ آدمی تھے۔ وہ ہتھیار پھینک کر چلتے ہوئے جزیرے کی عورتوں اور مردوں کو دیکھ اٹھائے ریت پر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے حمائلہ کو دیکھا پھر اس کی طرف لپک کر آتے ہوئے بولا "سنا تھا اس جزیرے میں پریاں رہتی ہیں۔ ہائے کیا حسن ہے کیا جوانی ہے۔"

حمائلہ سہم کر وارنر کے پیچھے آگئی۔ وارنر نے کہا "رک جاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو کہ تم سب کی جان بچ گئی۔"

وہ سب قہقہے لگانے لگے۔ ایک نے کہا "یہ ایسے بول رہا ہے جیسے اسی نے جان بچائی ہے۔"

دوسرا شخص گھوم کر حمائلہ کی طرف آنا چاہتا تھا' وارنر گھوم کر آڑے آگیا۔ پھر وہ چھ مسلح افراد ان دونوں کے اطراف گھومتے ہوئے کہنے لگے "ہم چاروں طرف ہیں اس پری کو کس طرف سے بچا کر لے جاؤ گے۔"

بستی کی ایک عورت نے دور سے چیخ کر کہا "اے' حمائلہ کو چھوڑ دو اور وہ راشد جمال خدا کا نیک بندہ ہے۔ اسے پریشان نہ کرو۔"

ایک ہتھیار والے نے کہا "ہم اس جزیرے میں جب بھی آتے ہیں تو یہاں سے اناج اور شراب لے جاتے ہیں۔ آج ہمارے لیڈر کو یہ پسند آگئی ہے اس لئے ہم اسے بھی لے جائیں گے۔"

اس نے حمائلہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ وہ چیخنے لگی۔ وارنر گرج کر بولا "چھوڑ دو۔ اسے چھوڑ دو۔"

ایک نے اس کی طرف گن سیدھی کی' باقی پانچ نے بستی والوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "خبردار! کسی نے ایک قدم آگے بڑھایا تو یہاں صرف لاشیں گریں گی۔"

وارنر سمجھ گیا۔ اگر ہاتھا پائی کرے گا تو اس کے ساتھ بستی والے بھی کئی مارے جائیں گے۔ اس نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میری ماؤ' بہنو اور بھائیو! اپنے سینے پر ہاتھ رکھو اور کہتے جاؤ یا خدایا! خدا۔ پھر دیکھو خدا کی مرضی سے ہماری حمائلہ پر آنچ نہیں آئے گی اور یہ عیاش سرپھرے نابود ہو جائیں گے۔"

بستی والے ایک بار وارنر کو آزما چکے تھے ان سب نے اپنے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لئے پھر یا خدا' یا خدایا کرنے لگے۔

وارنر نے ایک کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ہتھیار سے اس کے دو ساتھیوں پر گولیاں چلائیں۔ لیڈر نے غصے سے پوچھا "الو کے پٹھے' اپنے ساتھیوں کو کیوں مار رہا ہے؟"

وارنر لیڈر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ لیڈر نے باقی تین ساتھیوں کی طرف فائرنگ کی۔ وہ ادھر ادھر بھاگتے ہوئے لیڈر کو گالیاں دینے لگے' جواباً اس کی طرف فائرنگ کرنے لگے۔ لیکن گولیاں کھا کر گرتے گئے۔

وہ جیسے جیسے مرتے جا رہے تھے' بستی والوں کی آوازیں زیادہ سے زیادہ بلند ہوتی جا رہی تھیں۔ یا خدا! یا خدا! یا خدا!

لیڈر اکیلا رہ گیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے حمائلہ چھوٹ گئی تھی وہ دوڑتی ہوئی آکر وارنر سے لپٹ گئی۔ لیڈر خوفزدہ ہو کر کبھی اپنے پانچ ساتھیوں کی لاشوں کو دیکھ رہا تھا اور کبھی خدا کو پکارنے والے لوگوں کو دیکھتا ہوا اسپیڈ بوٹ کی طرف جا رہا تھا۔ اب وہ وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔

وارنر نے اس کے ہاتھ سے گن کو گرا دیا۔ اسے اپنا ریوالور نکالنے پر مجبور کیا۔ لیڈر نے ریوالور سے وارنر کا نشانہ لیا۔ حمائلہ ڈھال بن کر وارنر کے سامنے تن گئی۔ بستی کے لوگ زور زور سے خدا کو پکارنے لگے۔ لیڈر کے ریوالور کا رخ بدلنے لگا۔ اس کی نال گھومتی ہوئی خود اس کی کنپٹی سے آکر لگ گئی۔ وہ چیخنے لگا "نہیں۔ نہیں۔ میں نہیں مروں گا۔ میں....."

اس نے بات پوری ہونے سے پہلے خود ٹریگر کو دبایا اور خود ہی موت کے منہ میں چلا گیا۔ بستی والے جیسے خوشی سے پاگل ہو گئے۔ اچھل اچھل کر ناچتے ہوئے آئے پھر وارنر کو کاندھوں پر اٹھا کر راشد جمال زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔

حمائلہ دشمنوں کے شکنجے سے نکل کر اور وارنر کے پاس آکر بہت خوش تھی۔ لیکن بستی والوں نے جب راشد جمال زندہ باد کے نعرے لگائے تو وہ ایک دم سے مرجھا گئی۔ ناچتی ہوئی مورنی کو بھدے پاؤں نظر آگئے یہ یاد آگیا کہ وہ راشد جمال نہیں ہے۔

آہ! ارے او عیسائی! دشمن نفرت کی صلیب پر چڑھاتے ہیں' تو نے محبت کی سولی پر چڑھا دیا ہے۔ ہائے یہ کہانی کس موڑ کو پہنچے گی۔

○☆○

میں قتل ادیب پہنچ گیا۔ میری دلہن کو معلوم تھا' میں فلاں فلائٹ سے آرہا ہوں لیکن وہ مجھ سے ملنے نہیں آئی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "خیریت تو ہے۔ تم ائرپورٹ کیوں نہیں آئیں؟"

وہ گہری سانس لے کر بولی "بڑی عمر گزر گئی۔ ایک طویل مدت

تک انتظار کی سولی پر لٹکتی رہی۔ آج وہ انتظار ختم ہوا ہے۔ آج پہلی بار میں نے دلہن کا سنگار کیا ہے۔ پاکستانی رسم و رواج کے مطابق سرخ جوڑا پہنا ہے۔ ناک میں نتھ اور بدن پر زیورات سجائے ہیں میں آئینے میں دیکھ کر خود کو نہیں پہچان رہی ہوں۔"

"میری جان! تم مجھے تڑپا رہی ہو۔"

"میں مجبوری بتا رہی ہوں کہ ائرپورٹ کیوں نہ آسکی پاکستانی دلہن کو دیکھتے ہی اسرائیلی جاسوس کتوں کی طرح پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"درست کہتی ہو۔ مجھے پتا بتاؤ۔ میں آرہا ہوں۔"

"پتا کیسے بتاؤں۔ مجھے خود اپنی خبر نہیں ہے۔ آنکھیں کھلی رکھنے کے باوجود خیالوں کی جنت میں ہوں۔ آؤ اور خیال کو حقیقت بنا دو۔"

"آرہا ہوں مگر کہاں آؤں۔"

"مجنوں صحرا کو جاتا تھا۔ تم شہر کی طرف آؤ اور مجھے ڈھونڈ لو۔"

"مذاق نہ کرو۔ میں ٹیکسی میں بیٹھ گیا ہوں۔ جس یہودی کے میک اپ میں ہوں اس کے گھر جا رہا ہوں۔ وہاں سامان رکھ کر سیدھا تمہارے پاس آؤں گا۔ جی چاہتا ہے ابھی تمہارے پاس آجاؤں' لیکن یہودی جاسوس ائرپورٹ سے ہر مسافر کا پیچھا کرتے ہیں۔ مجھے ان کی تسلی کے لئے یہودی آرنالڈ کے گھر جانا ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں انتظار کروں گی لیکن اپنا پتا نہیں بتاؤں گی۔ آسانی سے تمہارے ہاتھ نہیں آؤں گی۔ مجھے ڈھونڈ لو تو میں تمہاری ہوں۔"

"پیار کا راستہ بہت آسان ہوگیا تھا۔ اب تم دشوار بنا رہی ہو۔"

"میں اُس فرہاد علی تیمور کی دلہن ہوں جو سمندر کی تہ میں دشمنوں کی آبدوز تک پہنچ جاتا ہے اور آسمان کی نامعلوم بلندیوں سے تارے توڑ لاتا ہے۔ میں تو اسی زمین پر اسی شہر میں ہوں۔ مجھے ڈھونڈ نکالنا تمہارے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

میں سمجھ گیا۔ وہ آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گی۔ میرے دل میں اپنے لئے تڑپ اور بے چینی پیدا کرتی رہے گی۔ کوئی اور دلہن ہوتی تو اسے تلاش کرنا کوئی مشکل نہ ہوتا لیکن وہ سونیا تھی۔ دوست ہو یا دشمن کوئی اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اسرائیلی حکومت میں بے وقوف اور کمزور افراد نہیں ہیں۔ یہودی اتنے چالاک اور فریبی ہیں کہ امریکا جیسی سپر پاور کو بھی اپنے مطالبات کے آگے جھکاتے رہتے ہیں۔ شاہوں اور شیخوں کی حرم سراؤں میں اپنی جاسوس عورتیں پہنچا دیتے ہیں' ایسے مکار لوگ سونیا کو ڈھونڈ نکالنے میں اب تک ناکام رہے تھے۔ اب اسے ڈھونڈنے کی میری باری تھی۔ اس میں کامیابی کی توقع کم تھی اور خوش فہمی زیادہ تھی کہ وہ مل جائے گی۔

میں نے آرنالڈ کے گھر پہنچ کر ٹیکسی والے کو رخصت کیا۔ مقفل دروازے کو کھولا۔ آرنالڈ پیرس میں سرکاری مہمان تھا۔ اسے نظر بند رکھا گیا تھا۔ میں اس گھر کی چابیاں اور سامان لے کر آیا تھا۔ وہ تنہا رہتا تھا اور قوم بیزار تھا۔ کسی کو دوست نہیں بناتا تھا۔ ایک امریکن کمپنی میں جنرل مینیجر تھا۔ ایک ماہ کی چھٹی لے کر پیرس جا رہا تھا۔ میں نے اسے پیرس میں دبوچ کر ایک پرائیویٹ سرکاری جیل میں بھیج دیا تھا۔

میں گھر میں داخل ہوا تو فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے رسیور ایک طرف رکھ کر ریسیور اٹھایا۔ کمپنی کا مالک ڈی جے واکر بول رہا تھا۔ "ہیلو مسٹر آرنالڈ! مجھے پہچانا؟"

میں نے کہا "ہیلو مسٹر ڈی جے! میں آپ کی آواز لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں۔"

اس نے پوچھا "تم ایک ماہ کے لئے گئے تھے لیکن تیسرے دن واپس آگئے۔ خیریت تو ہے؟"

"خیریت ہوتی تو واپس نہ آتا۔ اب میں کچھ بتاؤں گا تو میرا مذاق اڑائیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم بہت ہی شکی اور ضعیف الاعتقاد ہو۔"

"آپ کچھ بھی کہہ لیں۔ میں پیرس سے لندن جانے کے لئے ائرپورٹ کے احاطے میں داخل ہو رہا تھا کہ کالی بلی نے راستہ کاٹ دیا۔ یہ کالی بلیاں بڑی منحوس ہوتی ہیں۔ راستہ کاٹ کر نحوست پھیلاتی ہیں۔ میں نے لندن جانے کا خیال دل سے نکال دیا۔ یہاں واپس آیا ہوں مگر پریشان ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم میری کمپنی کے بہت ہی ذہین اور فہیم کار مینیجر ہو۔ مگر کالی بلیوں سے ڈرتے ہو۔ بہرحال کل سے آفس اٹینڈ کر رہے ہو؟"

"سوری' میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ اس بلی کے راستہ کاٹنے کا کوئی نتیجہ سامنے آنے والا ہے۔ جب تک وہ نحوست ظاہر نہیں ہوگی میں چھٹی پر رہوں گا۔"

"اچھا یہ تو بتاؤ' تم نے آرفورٹین کا فائل کہاں رکھا ہے؟"

"آپ کی الماری کے تیسرے دراز میں ہے۔"

"تھینک یو۔ آرام کرو۔ پریشانی کم ہو جائے تو مجھ سے ملاقات کر لینا۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ کمپنی کے مالک ڈی جے واکر کے سامنے میز کے دوسری طرف انٹیلی جنس کے دو جاسوس بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈی جے نے اٹھ کر الماری کا تیسرا دراز کھولا۔ ان میں سے ایک جاسوس دوسرے ریسیور سے میری باتیں سن چکا تھا۔ ڈی جے نے تیسرے دراز سے آرفورٹین کی فائل نکال کر جاسوس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "وہ سو فیصد آرنالڈ ہے۔ میں اس کی ایک ایک عادت کو اور اس کے مزاج کو سمجھتا ہوں۔ وہ میری کمپنی کی سیکڑوں فائلوں کے نام' نمبر اور ان کے رکھنے کی جگہ کو خوب

رکھتا ہے۔"

دونوں جاسوس مطمئن ہو کر رخصتی مصافحہ کر کے چلے گئے۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو کر اس گھر کو اندر سے اچھی طرح دیکھنے لگا۔ میں نے ہر چیز کو دیکھ لیا کہ کون سی چیز کہاں رکھی ہوئی ہے۔ میں نے وہاں کی ہر چیز کو دیکھ لیا کہ کون سی چیز کہاں رکھی ہوئی ہے۔ میں نے سونیا کو بتایا کہ کس طرح میرے متعلق انکوائری ہو رہی ہے۔ اس نے کہا "ہوشیار رہو۔ یہودیوں کو پورا یقین ہے کہ نکاح پڑھوانے کے بعد تم میرے پاس ضرور آؤ گے۔ اسی لئے اس ملک میں ہر آنے والے کے پیچھے جاسوس لگے ہوئے ہیں۔ بہتر ہے کچھ دنوں تک میرے پاس آنا بھول جاؤ۔"

میں نے کہا "ساری دنیا میرے پیچھے پڑ جائے اور دشمن راستے کی دیواریں بن جائیں پھر بھی تمہارے پاس آؤں گا اور آج ہی رات آؤں گا۔"

وہ مسکرانے لگی۔ میں نے وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کی پھر جنرل ٹائر کے دماغ میں پہنچا۔ اسرائیلی حکومت اور فوج میں اہم تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ چند اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران یوگا کے ماہر تھے۔ انہوں نے ایسے انتظامات کئے تھے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا انہیں ٹریپ نہیں کر سکتا تھا۔ جنرل ٹائر جیسا عہدیدار اب محض ایک نمائندہ تھا۔ وہ ہماری باتیں موجودہ حکام تک پہنچاتا تھا۔

میں خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ ملٹری انٹیلی جنس کی رپورٹ اس کے پاس پہنچ رہی تھی۔ ایک رپورٹ میں آرنالڈ کا بھی ذکر تھا اور لکھا ہوا تھا کہ آرنالڈ نے خود کو اصلی ثابت کیا ہے اور کمپنی کے مالک نے اس کی ضمانت لی ہے۔ یعنی اب مجھ پر شبہ نہیں کیا جا رہا تھا اور میرے پیچھے رہنے والے جاسوس اب دوسری فلائٹ کے مسافروں کو چیک کرنے گئے تھے۔

جنرل کی سوچ نے بتایا کہ وہ موجودہ حکمرانوں سے کبھی ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کرتا ہے اور کبھی ان کے اجلاس میں یوں شریک ہوتا ہے کہ کوئی اس کے سامنے نہیں آتا۔ وہ حکام ٹی وی اسکرین پر نظر آتے ہیں۔ یعنی گولڈن برنیز کے طریقوں پر رابطہ کرتے اور گفتگو کرتے ہیں۔

وہ آج کل سونیا کے متعلق رائے قائم کر رہے تھے کہ وہ قتل لیبیا میں نہیں ہے بلکہ پورے ملک میں نہیں ہے' یہاں سے جا چکی ہے۔ تین ماہ کا عرصہ کچھ کم نہیں ہوتا۔ اس عرصے میں پولیس اور فوج کے جوانوں نے اور سراغ رسانوں نے اسے گھر گھر تلاش کیا تھا۔ کسی فرد کو نہیں چھوڑا تھا۔ ہر ایک سے اُس کی شناخت پوچھی تھی۔ وہ سونیا سے بھی پوچھ کر اور اسے اچھی طرح ٹٹول کر گزر گئے تھے اور اسے پہچان نہیں پائے تھے۔ اب ان کا خیال تھا کہ وہ یہاں نہیں ہے۔

لیکن یہ اندازہ تھا' یقین نہیں تھا۔ آدمی سوچنے کو تو سوچ لیتا ہے کہ موت ابھی اس کے پاس نہیں ہے۔ خوش فہمی کہتی ہے وہ زندہ رہنے کے لئے آیا ہے جب کہ موت زندگی کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ آدمی سوتا ہے تب بھی اس کے سرہانے جاگتی رہتی ہے۔ یہودی اکابرین خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھے۔ وہ یہ بھی سوچتے تھے کہ سونیا اگر نہیں ہے تو پھر نہیں ہے اور اگر ہے تو فرہاد ضرور اس کے پاس آئے گا بلکہ آچکا ہوگا۔

جنرل ٹائر کے خیالات پڑھتے رہنے کے دوران ہمیں اپنے ایک نقصان کا پتا چلا۔ ہم نے ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن کو اسرائیلی حکومت سے چھین لیا تھا اور اسے ایک خفیہ اڈے میں چھپا رکھا تھا۔ اس کی نگرانی بابا صاحب کے ادارے کے دو جاسوس کیا کرتے تھے۔ پتا چلا' جے مورگن پھر یہودیوں کے جال میں پھنس گیا ہے۔

میں نے جنرل کی سوچ میں سوال کیا "جے مورگن کو کیسے ٹریپ کیا گیا تھا؟"

اُس کی اپنی سوچ نے کہا "پہلے تو مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ کیوں کہ موجودہ حکام اور اعلیٰ افسران مجھ سے اہم باتیں چھپاتے ہیں۔ ایک ماہ پہلے پاپا ڈوک بھی میرے دماغ میں نہیں تھا۔ ایک سابقہ حاکم کے ذریعے موجودہ حکام سے رابطہ کرتا تھا۔ وہ حاکم اچانک مر گیا تب سے وہ میرے دماغ میں آتا ہے۔ اس کی اور حکام کی گفتگو سے پتا چلا کہ جے مورگن کا برین آپریشن ہوگیا ہے۔ اس کی آواز اور لہجہ بدل گیا ہے شاید اس کا چہرہ بھی بدل چکا ہے۔"

میں نے پوچھا "وہ کیسے پکڑا گیا تھا؟"

جواب ملا "جے مورگن شراب پینے ایک کلب میں آیا تھا۔ ایک حسینہ میں دلچسپی لے رہا تھا۔ اس نے لڑکیوں کے انچارج کو اس کی فیس ادا کی پھر اسے لے کر کلب کے باہر آیا اور اپنی کار کی طرف جاتے ہوئے کچھ ایسی باتیں بنانے لگا جنہیں سن کر پاپا ڈوک چونک گیا۔ اس وقت پاپا ڈوک ایک اعلیٰ حاکم کے ضروری کام سے وہاں آیا تھا۔ وہ مورگن کو بدلے ہوئے چہرے کے باعث پہچان نہ سکا لیکن دماغ میں پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کر لی۔"

جنرل سے یہ باتیں معلوم کرتے ہی میں بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس کے دماغ میں آکر بولا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ سلام کرتے ہوئے بولا "جناب! میں نے ٹی وی اسکرین پر آپ کو ایک شخص کی زبان سے بولتے سنا تھا۔ آپ کی واپسی پر ساری دنیا حیران ہے۔"

"میری باتیں رہنے دو۔ یہ بتاؤ مورگن کہاں ہے؟"

"جناب! وہ ہمارے لئے دردِ سر بنا ہوا تھا۔ پھر بھی ہم اسے خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ کسی خطرے کے وقت اسے تہ خانے میں پہنچا دیتے تھے۔ پھر اسے اوپر لے آتے تھے لیکن وہ بنگلے کی چار دیواری میں رہتے رہتے بیزار ہوگیا تھا۔ کئی بار باہر جانے کی

ضد کر چکا تھا' ہمارے روکنے ٹوکنے کے باعث ایک شام اچانک کہیں چلا گیا۔ ہم اسے آج تک تلاش کر رہے ہیں لیکن اس کا کہیں سراغ نہیں ملا۔"

میں جنرل کے دماغ میں واپس آیا۔ دراصل مورگن کے معاملے میں ہم نے کوتاہی کی تھی۔ ہمیں چاہئے تھا کہ ہم اسے اسرائیل سے نکال کر فرانس کے کسی شہر میں پہنچا دیتے۔ وہاں وہ کینی پال اور کی میتسو کی طرح محفوظ رہتا لیکن ہم دن رات مختلف معاملات میں مصروف رہے اور مورگن کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا معاملہ ہمیشہ کل پر ٹالتے رہے۔ گویا ہم نے اسے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ اب وہ دشمنوں کے سائے میں پہنچ کر اہم ہو گیا تھا۔ کوئی چیز گم ہو جائے تو اتنا دکھ نہیں ہوتا لیکن وہ دوسرے کے ہاتھ لگ جائے تو برداشت نہیں ہوتا۔ مورگن کے ادھر جانے سے دشمن کی قوت میں اضافہ ہو گیا تھا۔

میں بڑی دیر تک جنرل کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ اس کے دماغ سے ایک نقصان کی اطلاع ملی تھی لیکن ایک فائدہ بھی پہنچ گیا۔ میں اس کے دماغ سے واپس آنا چاہتا تھا۔ اسی لمحے ایک اجنبی کی باتیں سنائی دیں۔ وہ جنرل سے کہہ رہا تھا "ہیلو مسٹر ٹائر! میں اعلیٰ حکام اور ذمے دار فوجی افسران سے ضروری گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

جنرل نے کہا "میں ابھی تمہارا پیغام پہنچاتا ہوں۔"

وہ ٹیلیفون کے ذریعے تمام حکام اور فوجی افسران سے کہنے لگا کہ پاپا ڈوک کسی اہم مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ کوئی ایک گھنٹے کے اندر تمام یہودی اکابرین ایک کانفرنس ہال میں جمع ہو گئے۔ ان کے دائیں بائیں اور سامنے کی دیواروں پر بڑے بڑے ٹی وی اسکرین تھے' جن پر جنرل ٹائر بیٹھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس وقت وہ پاپا ڈوک کا نمائندہ بنا ہوا تھا اور پاپا ڈوک اس کی زبان سے کہہ رہا تھا "میں نہیں جانتا کہ میرا ماضی کیا تھا اور میں کون تھا۔ آپ لوگوں نے بتایا کہ میں آباؤ اجداد کے زمانے سے یہودی ہوں اور اسرائیل میرا وطن ہے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "یہ بھی معلوم ہوا کہ میں موت کے منہ میں جا رہا تھا' آپ لوگوں نے میری جان بچائی اور مجھے یہ نئی زندگی دی اور نئی زندگی دے کر موت کا یہ پیغام بھی سنایا کہ ایک سونیا نام کی عورت میری جان کی دشمن ہے۔ اسی طرح فرہاد نامی ایک شخص بھی مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ سونیا اور فرہاد ابھی ایک دوسرے سے دور ہیں لیکن جب یہ ایک دوسرے سے ملنے ہیں ایک جگہ پہنچ جاتے ہیں تو پھر انہیں کسی کی موت بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم ان دونوں کو کبھی ایک جگہ اکٹھا نہیں ہونے دیں گے۔"

پاپا ڈوک نے کہا "سوری سر! میں آپ کی باتوں پر بھروسا نہیں کر سکتا کیونکہ آج تک آپ کے چھٹے ہوئے سراغرساں انہیں پہنچ پائے۔ اب اپنی ناکامی کو چھپانے کے لئے یہ خیال جا رہا ہے کہ وہ اس ملک سے چلی گئی ہے۔"

وہ تمام اعلیٰ عہدیداران اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے وہ بول رہا تھا "آپ ہی لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھے مار ڈالنے کی قسم کھا چکی ہے۔ پھر قسم کھانے والی کیوں جائے آپ لوگوں کے بیان کے مطابق وہ غضبناک عورت ہے اور عورت قسم پوری کئے بغیر نہیں جائے گی۔"

ایک حاکم نے کہا "بھئی تم کنوارے ہو' اصل بات تم نہیں سمجھ رہے۔ ہم سمجھتے ہیں۔ سونیا فرہاد کی دیوانی تھی۔ اب پڑھوانے کے بعد دیوانگی اور بے قراری اسے فرہاد کے پاس ہوگی۔ بلکہ لے گئی ہے۔"

"سر! جب ایک تیر سے دو شکار ہو سکتے ہیں اور جب ایک جگہ رہ کر ساگ رات بھی گزار سکتے ہیں اور میری جا لے سکتے ہیں تو پھر فرہاد یہاں آئے گا بلکہ آ چکا ہوگا۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "تم آپریشن سے پہلے بھی دلیر بھی دلیر ہو۔ قد آور پہاڑ ہو۔ پھر بزدلوں کی طرح کیوں ڈر رہے

"میں بزدل نہیں ہوں۔ ان دونوں کی ٹانگیں چیر کر پھینک ہوں لیکن وہ اندھیرے کے تیر ہیں۔ کہیں سے بھی اچانک خون مار سکتے ہیں۔ میں ان کی مکاریوں سے واقف نہیں ہوں تک میں سنبھلنے کی کوشش کروں گا تب تک وہ قیامت کی چا چکے ہوں گے۔"

ایک نے پوچھا "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں اس ملک میں نہیں رہنا چاہتا۔ ایک چھوٹے کی مچھلی بن کر رہوں گا تو وہ حوض میں ہاتھ ڈال کر مجھے گے۔ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی جاؤں گا تو کوئی مجھے پہچان سکے گا نہ پکڑ سکے گا۔"

ایک حاکم نے چونک کر پوچھا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"میں صرف ملک چھوڑوں گا۔ آپ لوگوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ کسی بھی ملک' کسی بھی شہر میں رہ کر ملک اور خدمت کرتا رہوں گا۔"

"نہیں' ملک کے باہر رہو گے تو باہری معاملات میں گے۔ پھر یہاں تو صرف سونیا اور فرہاد سے خطرہ ہے۔ یہاں کی دنیا میں کہیں علی تیمور اور ثانی سونیا ہیں' کہیں پارس ہیں اور کہیں مرینا جیسی خطرناک بلا ہے۔"

"میں بلاؤں سے اور موت سے نہیں ڈرتا۔ مر موت مرنا نہیں چاہتا۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے' میرے اندر یہ اندیشہ مستحکم ہو رہا ہے کہ آج رات کچھ ہے۔ اگر میں غافل رہا اور کوئی احتیاطی تدبیر نہیں کی تو

میری موت کے جشن کے ساتھ ساگ رات منائیں گے۔"

ایک حاکم نے کہا "تمہارے پاس غیر معمولی ذہانت ہے۔ احتیاطی تدابیر مکمل کرو لیکن ملک چھوڑنے کی بات نہ کرو۔"

دوسرے حاکم نے کہا "اگر تمہاری چھٹی حس اندیشوں میں مبتلا کر رہی ہے تو تم یروشلم' حیفہ یا کسی دوسرے شہر میں چلے جاؤ۔ وہاں رہ کر تم ہمارا کوئی کام نہ کرو۔ جنرل ٹائر سے بھی دماغی رابطہ نہ رکھو۔ تم اپنے ہی ملک میں رہو۔"

"سر! آپ لوگ مجھے صورت سے پہچانتے ہیں۔ میرا پتا ٹھکانا جانتے ہیں۔ میں موجودہ رہائش گاہ کو چھوڑ کر کہیں بھی جاؤں گا تو میرا نگرانی کرنے والے جاسوس آپ لوگوں کو میری نئی رہائش گاہ کا بھی پتا بتا دیں گے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا "کیا تمہیں اعتراض ہے۔ کیا تم ہم سے چھپ کر رہنا چاہتے ہو؟"

"یہی ایک احتیاطی تدبیر ہے۔ خدانخواستہ آپ میں سے کوئی بیمار پڑ جائے' کسی حادثے میں زخمی ہو جائے تو فرہاد آپ کے دماغ سے سیدھا میری شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔ موجودہ حالات میں یہ ایک معقول طریقہ ہے۔ میں آپ لوگوں سے چھپنے کے باوجود آپ سب کے دماغوں میں رہا کروں گا یا جنرل کے ذریعے رابطہ رہا کرے گا۔"

فوجی افسر نے کہا "یہ بحث ختم کرو۔ تم اپنے ملک کے سپاہی ہو اور اپنے افسران کے احکامات کے پابند ہو۔ افسران کا حکم سپاہی کو خواہ کتنا غلط لگے' اسے تعمیل کرنا پڑتی ہے۔ لہٰذا میرا حکم ہے تم ملک سے باہر نہیں جاؤ گے۔ ہم پر اعتماد کرو' ہم سونیا اور فرہاد کو کبھی ہمارے پاس پہنچنے نہیں دیں گے۔"

انسان بڑی بڑی تدبیریں سوچتا ہے۔ ان پر عمل بھی کرتا ہے۔ یوگا کے ماہر فوجی افسران نے یقیناً پاپا ڈوک کی حفاظت کے لئے سخت انتظامات کئے ہوں گے لیکن پاپا ڈوک کو تحفظ فراہم کرنے والوں کی ایک زبردست غلطی کر رہے تھے۔ آخر انسان تھے' غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ وہ بیچارے اپنی اپنی آواز مجھے سنا رہے تھے۔

ٹھیک ہے کہ میں ان کے دماغوں میں پہنچ نہیں سکتا تھا اور کسی ٹھکانے سے انہیں اچانک کمزوری میں مبتلا نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لئے تو وہ سب مطمئن تھے' یہ سمجھ ہی نہیں پا رہے تھے کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔

میں یہ تمام باتیں بتانے کے لئے سونیا کے دماغ میں آیا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا کیونکہ سلمان وہاں پہلے سے موجود تھا۔ سلمان سے نپٹا اور ایوان راسکا کے متعلق بتا رہا تھا۔ سونیا نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "یہ تم نے اچھا کیا کہ ایوان راسکا کو مرینا کے حوالے کر دیا۔ ہم اس لڑکی کا زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل کرتے ہیں گے۔"

میں نے اس کی پوری بات نہیں سنی اور نہ ہی اسے مخاطب کیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر لباس تبدیل کیا۔ جرابیں پہنیں پھر باہر آ کر گیراج سے آرنالڈ کی کار نکالی اور اس میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوا۔ شام ہو رہی تھی اور میں نے سونیا سے آج رات وصالِ یار کا وعدہ کیا تھا۔

یہ کوئی بچوں کی آنکھ مچولی نہیں تھی کہ میں پلک جھپکتے ہی اسے ڈھونڈ نکالتا۔ پچھلی مرتبہ دو ماہ تک اس شہر میں رہ کر میں کبھی اس کا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکا تھا۔ اب شام سے رات تک بھلا کیا کر سکتا تھا۔

جب کچھ نہیں کر سکتا تھا تو پھر کار میں بیٹھ کر کہاں جا رہا تھا؟

میں نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کئے کیونکہ سلمان جا چکا تھا اور وہ میرے آتے ہی سانس روکنے والی تھی۔ اس نے مذاق اڑانے کے انداز میں پوچھا "دلہا صاحب! کیا کر رہے ہو؟"

"اپنی دلہن کے پاس آ رہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "پل صراط سے بھی گزر کر آؤ گے تو مجھ تک نہیں پہنچ پاؤ گے۔"

"لیکن تمہارا دل کہہ رہا ہے کہ میں پہنچ جاؤں گا۔ اسی لئے بدن پر ابھی تک سرخ جوڑا اور زیورات سجے ہوئے ہیں۔"

"جی نہیں' دلہن اس لئے بنی ہوئی ہوں کہ میرا دلہا شہر میں آیا ہوا ہے۔ میں نے سوچ رکھا ہے' بیچارہ ناکام رہے گا تو صبح سے پہلے میں ہی اس کے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

"میری مغرور دلہن! تم میرے پاس پہنچو اور میں تمہارے پاس نہ پہنچ پاؤں؟ یہ سراسر فرہاد علی تیمور کی انسلٹ ہے۔ چلو دروازہ کھولو' میں آ گیا ہوں۔"

میں نے ایک بنگلے کے سامنے گاڑی روکی۔ کار سے اتر کر احاطے کے پھاٹک کو کھولا۔ تیزی سے چلتا ہوا برآمدے میں آیا۔ پھر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ وہ ایک دم سے چونک کر بولی "فرہاد! ذرا ٹھہرو' کوئی میرے دروازے پر آیا ہے' کال بیل کی آواز آ رہی ہے۔"

"میری جان! ہم ایک دوسرے کو پہچان نہیں سکیں گے کیونکہ چہرے بدلے ہوئے ہیں۔ دروازہ کھولو گی تو ایک اجنبی کو پاؤ گی۔ وہ اجنبی میں ہوں۔ چلو دروازہ کھولو۔"

وہ بے یقینی سے بولی "نہیں تم۔ تم یہاں کیسے پہنچ سکتے ہو؟"

"کیسے پہنچ گیا ہوں' یہی دیکھنے کے لئے سامنے آ جاؤ۔ تمہیں یقین دلانے کے لئے دستک دے رہا ہوں۔ یہ لو سنو۔"

میں نے دروازے پر دستک دی۔ دستک سنتے ہی یقین ہو گیا۔ وہ فوراً ہی دوڑتی ہوئی آئی پھر ایک جھٹکے سے دروازے کو کھول دیا۔ مجھے سوالیہ نظروں سے تکنے لگی۔ میں نے کہا "میں تمہارے دماغ میں بھی ہوں اور تمہارے سامنے بھی۔"

میں نے یہ کہتے ہوئے اندر آکر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر میرے سینے پر ایک گھونسا مارتے ہوئے پوچھا۔ "مکار کہیں کے۔ جلدی بتاؤ یہاں تک کیسے پہنچے ہو؟"

میں نے اسے کھینچ کر بازوؤں میں بھر لیا پھر کہا "سلمان تمہیں شیلا اور ایوان راسکا کے متعلق بتا رہا تھا۔ یہ میرے لئے بہترین موقع تھا۔ تم مجھے محسوس نہیں کر رہی تھیں۔ میں نے تمہارے چور خیالات سے یہاں کا پتا معلوم کر لیا۔ مانچی ہو کہ میں نے تمہیں دریافت کر لیا ہے۔"

وہ میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "اتنی عمر گزرنے تک شادی نہیں کی تھی۔ چپ چاپ تمہارا انتظار کرتی رہی تھی اور یہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ اتنی بڑی دنیا میں ایک فرہاد ہی مجھے دریافت کر سکتا ہے۔"

میں اس کے شاداب چہرے پر جھکنے لگا۔ وہ اچانک ہی تڑپ کر الگ ہو گئی۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور ایک طرف دوڑتی ہوئی بولی۔ "خطرہ ہے۔"

ایک دم سے میرے لہو میں گرمی دوڑ گئی۔ میں سہاگ رات کی خوشیاں لوٹنے آیا تھا اور دشمن ہمیں لوٹنے کھسوٹنے آ گئے تھے۔ پتا نہیں میرے مقدر میں ٹھیگا کیوں لکھا ہوا تھا۔ سونیا بیتہ دلہن بنتے بنتے رہ جاتی تھی۔

میں اس کے ساتھ دوڑتا ہوا بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ایک کمرے میں آیا۔ سونیا نے دیوار پر لگی ہوئی ایک تصویر کو گھما کر الٹا کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی میرے سامنے والی دیوار دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ہم دیواروں کے درمیانی خلا سے گزر کر ایک تاریک حصے میں پہنچے۔ اس نے ایک سوئچ آن کیا مدھم سی روشنی ہو گئی۔ ہم ایک تنگ راہداری میں تھے۔ وہاں بھی ایک دیوار سے الٹی تصویر لگی ہوئی تھی۔ سونیا نے دونوں ہاتھوں سے اسے پکڑ کر گھماتے ہوئے سیدھا کیا تو دیوار کا ایک حصہ سرکتا ہوا آیا اور دوسرے حصے سے اس طرح مل گیا کہ چور راستہ بند ہو گیا۔

ہم سیڑھیاں اتر کر ایک تہ خانے میں آئے۔ وہاں دو کمرے تھے۔ سونیا نے کہا "میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ دروازے کو بند کر لیا۔ میں اسے گلے لگاتے وقت زیادہ ہی جذباتی ہو گیا تھا بلکہ جذبات میں بہتا ہوا اپنی رہائش گاہ سے یہاں آیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ آدمی جذبات میں اندھا ہو جاتا ہے۔ میں بھی اندھا ہو گیا تھا۔ اپنے پیچھے آنے والوں کو نہ دیکھ سکا۔ میں مطمئن ہو گیا تھا کہ یہاں کے جاسوس مجھے آرنالڈ سمجھ رہے ہیں۔ اب پتا چلا کہ ایسا نہیں تھا۔ میں انہیں جھانسا دے رہا تھا اور وہ جھانسا دے کر مجھے ہی سونیا تک پہنچنے والی سیڑھی بنا چکے تھے۔

وہ دوسرے کمرے کا دروازہ کھول کر آئی تو دلہن کا سرخ لباس اتر چکا تھا۔ اس نے جینز، جیکٹ اور کینوس کے جوتے پہن لئے تھے۔ میں نے قریب آکر اس کے بازوؤں کو تھام کر پوچھا "کیا میرے نصیب میں نہیں ہو؟"

وہ میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "میں تمہاری ہوں لیکن ابھی مجبوری ہے۔ وہ لوگ چور راستے کا سراغ لگا سکتے ہیں۔ یہاں سے فوراً چلو۔"

ہم ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر تیزی سے چلتے ہوئے ایک سرنگ میں داخل ہوئے پھر جھک کر دوڑتے ہوئے وہاں سے گزرنے لگے۔ بڑی لمبی سرنگ تھی۔ ٹارچ کی روشنی بار بار آگے اور آگے بڑھتا ہی جا رہا تھا اور اندازہ ہو رہا تھا کہ ہم ایک طویل فاصلہ طے کرتے ہوئے اس علاقے سے دور جا رہے ہیں جہاں سونیا کی رہائش تھی۔

آخر وہ سرنگ ختم ہوئی۔ ہم اس کے آخری سرے پر زینہ چڑھتے ہوئے ایک تنگ راہداری میں آئے۔ سونیا نے دیوار پر لگی ہوئی ایک بٹن کو دبایا۔ چور دروازہ کھل گیا۔ ہم ایک گیراج میں پہنچ گئے۔ سونیا نے کار اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا "دروازہ کھولو۔"

میں نے گیراج کا دروازہ کھول دیا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی باہر آئی۔ میں دروازے کو دوبارہ بند کر کے اس کے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ہم ایک چھوٹے سے بازار میں تھے۔ تمام دکانیں بند ہوئی تھیں، وہاں کوئی ہمیں پہچان نہیں سکتا تھا۔ ہم اپنے اصل روپ میں نہیں تھے۔ اگر کوئی پولیس یا فوج کا افسر ہمیں روک ٹوکنے کے لئے آتا تو ہم اس سے نمٹ لیتے۔ اب تو میوزیموں کو پتا ہو چکا ہو گا کہ سونیا اور فرہاد تل ابیب میں موجود ہیں۔

جو لوگ میرا تعاقب کرتے ہوئے سونیا کی رہائش گاہ تک پہنچے تھے اور ہمیں وہاں نہیں پایا تھا انہوں نے ٹرانسمٹر کے ذریعے انٹیلی جنس کے چیف کو اطلاع دی تھی۔ چیف نے فوج کے جنرل کو بتایا کہ آرنالڈ ایک رہائش گاہ میں پہنچا تھا۔ ایک عورت نے اس کے لئے دروازہ کھولا تھا۔ جب سراغ رساں وہاں پہنچے تو آرنالڈ اس عورت کے ساتھ بند مکان سے غائب ہو گیا تھا۔

یہ رپورٹ پہنچتے ہی نئے جنرل آرم اسٹرانگ نے حکم دیا کہ ناکا بندی کر کے گرفتار نافذ کیا جائے۔ ریڈیو ٹی وی کے ذریعے گشت کرنے والے فوجیوں کی زبان سے شہریوں کو آگاہ کیا جائے وہ فوراً گھروں میں چلے جائیں اور اپنے دروازے کھلے رکھیں۔ فوج کے جوان ہر گھر میں جا کر وہاں کے فیملی ممبرز کو چیک کریں گے۔

ہم نے کار ریڈیو کے ذریعے یہ اطلاع سنی۔ سونیا نے ایک رہائشی علاقے کی طرف موڑتے ہوئے کہا "معلوم کرو، سراغ رساں ہمارے تہ خانے تک پہنچ گئے ہیں۔"

میں نے کہا "جنرل نائر کے پاس ایسی کوئی رپورٹ نہیں پہنچ رہی ہے۔ ویسے جدید آلات کے ذریعے وہ تہ خانے کا سراغ لگا سکتے ہیں۔"

وہ بولی "دیکھو سڑکیں اور گلیاں خالی ہو رہی ہیں۔ ہم بھی اس کار میں نہیں رہ سکیں گے۔ ان کا مقصد یہی ہے کہ ہم خالی راستوں اور گلیوں سے گزرتے ہوئے پکڑے جائیں۔ یا پھر کسی گھر میں جا کر پناہ لیں۔"

اس نے کار ایک گلی میں روک دی۔ میں نے اس کے ساتھ اترتے ہوئے دیکھا۔ گلی کے آخری سرے سے فوجیوں کا ایک ٹرک آ رہا تھا۔ ہم دوڑتے ہوئے دوسری گلی میں آئے۔ پھر وہاں سے چھپ کر دیکھا۔ وہ فوجی ٹرک کار کے پاس آکر رک گیا۔ ایک افسر اور چار فوجی جوانوں نے ٹرک سے اتر کر ہماری کار میں جھانک کر دیکھا۔ پھر اس کے چاروں پہیوں کی ہوا نکال کر چلے گئے۔ میں نے سونیا سے کہا "وہ چاہتے ہیں ہم مجبور ہو کر کسی مکان یا عمارت میں پناہ لیں۔ اب وہ جدید آلات کے ذریعے ہر مکان میں تہ خانوں کا سراغ لگائیں گے۔"

"وہ ہمارے چھپنے کے لئے کوئی جگہ نہیں چھوڑیں گے۔ ہمارے لئے زمین تنگ ہو رہی ہے۔"

ہم وہاں سے دوڑتے ہوئے اور چھپتے چھپاتے کئی گلیاں عبور کرنے کے بعد ایک میدان کی طرف آئے۔ وہاں ایک بہت بڑا سرکس لگا ہوا تھا۔ اس کے احاطے سے مرد اور بچے باہر آ رہے تھے۔ اسپیکر کے ذریعے کہا جا رہا تھا "ہنگامی حالات کے پیش نظر کرفیو لگایا گیا ہے۔ اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ فوراً اپنے گھروں میں پہنچ جائیں۔ ایک گھنٹے بعد جو بھی راستے یا گلیوں میں نظر آئے گا اسے گولی مار دی جائے گی۔"

میں اور سونیا سرکس سے نکلنے والوں کی بھیڑ میں شامل ہو گئے۔ وہ باہر آ رہے تھے۔ ہم ان کے درمیان چھپتے ہوئے سرکس کے ایک خیمے میں چلے گئے۔ تماشائیوں کی بھیڑ کم ہو رہی تھی۔ آس پاس کے خیموں میں عورتوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ سرکس میں تماشے دکھانے والی کوئی عورت اس خیمے میں بھی آسکتی تھی، جہاں ہم چھپے ہوئے تھے۔

پھر کسی کا ہوا۔ قدموں کی آواز قریب آ رہی تھی۔ ہم فوراً ہی خیمے کے دوسری طرف سے باہر آ گئے۔ اندر آنے والے ایک مرد کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "جب سے شادی ہوئی ہے، ہم نے سکون سے سہاگ رات نہیں منائی۔ آدھی رات تک تماشا دکھانے کے بعد میرے پاس آتی ہو تو تھکن سے چور رہتی ہو۔"

زرا خاموشی رہی۔ پھر ایک عورت بولی "اوہو۔ کیا کرتے ہو۔ یہ سرکس کا لباس ہے۔ ذرا بدلنے تو دو۔"

ہم نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو حسرت سے دیکھا خیمے کے اندر سہاگ رات کی مسرتیں تھیں اور ہمیں مسرتوں کی کوئی زمین نہیں مل رہی تھی۔ ہم وہاں سے رینگتے ہوئے ذرا دور آئے۔ فوج کے کچھ جوان سرکس گیلری کے اندر جا رہے تھے۔ کچھ ان خیموں کی طرف چہل رہے تھے، جہاں سے ہم آ رہے تھے۔ ہم کسی بھی لمحے میں پکڑے جا سکتے تھے۔

ہاتھی سلاخوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کے بعد کئی گھوڑے ایک قطار میں بندھے کھڑے تھے۔ دور تک سوکھی گھاس پھیلی ہوئی تھی۔ ہم ان جانوروں کے پیچھے چھپتے ہوئے شیروں کے آہنی پنجروں کے قریب آ گئے۔ دور سے دو مسلح فوجی آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ہم فوراً گھاس پر لیٹ گئے۔ پھر لڑھکتے ہوئے ایک شیر کے پنجرے کے نیچے آ گئے اور بڑی پھرتی سے اپنے اوپر گھاس ڈال لی۔

اوپر شیر نیچے ہم اور کچھ فاصلے پر مسلح فوجی جوان تھے۔ واقعی ہمارے لئے زمین تنگ تھی اور آسمان دور تھا۔ فوجیوں کے ٹارچ کی روشنی ادھر سے ادھر جا رہی تھی۔ ایک آوارہ بار شیر کے پنجرے کے پاس سے بھی گزری۔ ہمارے اور شیر کے درمیان مضبوط لوہے کی جالی تھی۔ جالی پر لکڑی کا تختہ بچھا ہوا تھا۔ جس پر شیر ٹہل رہا تھا۔

وہ فوجی جوان قریب آ گئے۔ اسی وقت شیر ہمارے لئے مصیبت بن گیا۔ جس تختے پر وہ ٹہل رہا تھا اس کی لکڑی اس جگہ سے ذرا ٹوٹی ہوئی تھی۔ میں منہ پر سے گھاس ہٹا کر ان فوجیوں کی پوزیشن معلوم کر رہا تھا۔ اوپر سے شیر نے ٹہلتے ہوئے اس ٹوٹے ہوئے تختے سے جھانک کر مجھے دیکھ لیا۔ دیکھتے ہی غرانے لگا۔ میں نے فوراً اپنے اوپر گھاس برابر کر لی۔ اچھی طرح چھپ گیا لیکن وہ دیکھ چکا تھا۔ تختے پر پاؤں مار کر نیچے دیکھتے ہوئے دھاڑنے لگا تھا۔

کمبخت ایک بے زبان جانور ہمیں گرفتار کرانے پر تل گیا تھا۔

میں نے ایک ذرا سی گھاس ہٹا کر دیکھا۔ وہ دونوں فوجی ایک لائٹر سے سگریٹ سلگا رہے تھے۔ میں نے پاس پڑی ہوئی ایک پتلی سی لکڑی اٹھائی پھر تختے کے شگاف میں ڈال کر لکڑی کے سرے کو شیر کے منہ پر مارا۔ وہ ایکدم سے بھڑک گیا۔ غصہ میں دھاڑتا ہوا آہنی سلاخوں سے ٹکرانے لگا۔ دونوں فوجی اچھل کر پیچھے چلے گئے۔ ایک نے کہا "ایسا لگتا ہے جیسے یہ ہمیں کچا چبا جائے گا۔"

دوسرے نے کہا "یار مجھے تو ایسا لگا جیسے یہ پنجرے سے نکل آیا ہے۔"

انہوں نے ٹارچ کی روشنی میں اسے دھاڑتے ہوئے دیکھا پھر وہاں سے دوسری طرف جانے لگے۔ جب وہ ذرا دور نکل گئے تو ہم لڑھکتے ہوئے پنجرے کے نیچے سے نکلے پھر دوڑتے ہوئے دوسرے شیر کے پنجرے کے نیچے لڑھک گئے۔ اپنے اوپر گھاس ڈال لی۔ پھر میں نے سونیا کے دماغ میں آکر کہا "کیا خوب سہاگ رات ہے۔ ہمارا انجام دیکھ کر کوئی شادی نہیں کرے گا۔"

وہ مسکراتی ہوئی کروٹ بدل کر میرے قریب ہو گئی۔ وہ جس حد تک قریب ہوئی اس سے زیادہ قربت کا موقع نہیں تھا۔ کیوں کہ اوپر شیر تھا نیچے سوکھی گھاس تھی۔ ہماری ذرا سی حرکت سے گھاس میں سرسراہٹ کی آواز ہوتی تھی اور ہلکی سی آواز رات کے سناٹے میں دور تک سنی جا سکتی تھی۔ لہٰذا ہم جتنی شرافت سے لیٹے ہوئے تھے' اتنی شرافت دنیا کے کسی میاں بیوی میں نہیں ہو سکتی تھی۔

وہ اشارے سے بولی "دماغ میں آؤ۔"

میں اس کے اندر پہنچا۔ اس نے کہا "خیال خوانی کرو۔ جنرل نائر کے علاوہ کسی اور اہم عہدیدار کے دماغ میں جاؤ۔"

میں نے کہا "تمہارے پاس آنے سے پہلے میں جنرل کے ذریعے ان حکام اور فوجی افسران کی آوازیں سن چکا ہوں جو یوگا کے ماہر ہیں۔"

"ان کی آوازیں سن کر کچھ حاصل نہ ہو گا۔ وہ حساس دماغ رکھنے والے سانس روک لیں گے۔"

"ان میں سے دو چار ایسے ہوں گے جو دو چار گھنٹے بعد اپنے دماغوں میں مجھے خوش آمدید کہیں گے۔"

"کیا تم نے ان کی دماغی کمزوری کے لئے کوئی چال چلی ہے؟"

"میں نے کوئی چال نہیں چلی ہے۔ کیا تم اس بات سے متفق ہو کہ حکومت کے بڑے بڑے پیچیدہ مسائل میں الجھنے والے حکام کسی نہ کسی ذہنی پریشانی میں مبتلا رہتے ہوں گے؟"

"میں مانتی ہوں۔ دنیا کے نوّے فیصد حکمران وقت پر کھانا نہیں کھا سکتے' وقت پر سو نہیں سکتے۔ ویسے کھانا تو کسی وقت بھی کھایا جا سکتا ہے لیکن نیند رات کو کسی وقت بھی نہیں آتی۔ دوسری صبح نئے کاموں کے لئے چاق و چوبند رہنے کی خاطر سونا ضروری ہوتا ہے۔ اور سونے کے لئے نیند کی دوا لازمی۔۔۔۔"

وہ بولتے بولتے چونک گئی۔ پھر بولی "اوہ گاڈ! میں سمجھ گئی' تم انتظار کر رہے ہو کہ آدھی رات تک یہاں کے کچھ حکام خواب آور دوائیں استعمال کر کے سو جائیں اور تمہاری خیال خوانی کے لئے دروازہ کھلا چھوڑ دیں۔"

"ہاں نیند کی دوائیں دماغ کو ذرا کمزور کر کے سلا دیتی ہیں۔"

"تمہیں کیسے پتا چلے گا کہ کس حاکم نے دوا استعمال کی ہے اور وہ تمہیں محسوس نہیں کرے گا؟"

"ذرا صبر کرو۔ ابھی تم دیکھ لو گی۔"

"کیا پہلے سے بتا دو گے تو سسپنس نہیں رہے گا؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ ابھی دو جوان یہاں سے جاتے ہوئے باتیں کر رہے تھے' میں ان کے ذریعے کسی افسر کے دماغ میں جگہ بناؤں گا۔"

میں اس کے لہجے کو سوچتا ہوا اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنے افسر سے کہہ رہا تھا "ہم خیموں میں اور بنکروں کے آس پاس آرہے ہیں۔ وہ دونوں ایسی کھلی جگہ آکر نظروں سے چھپ نہیں سکتے تھے۔ وہ یہاں نہیں ہیں۔"

افسر نے کہا "وہ ابھی نہیں ہیں لیکن کہیں سے بھٹکتے بھاگتے ہوئے آسکتے ہیں۔ رات دو بجے تک کھلی آنکھوں سے دیتے رہو۔ دو بجے کے بعد دوسرے جوان ڈیوٹی پر آجائیں گے۔"

اس نے جیب سے ایک چھوٹی بوتل نکالی۔ پھر اسے کھول غٹاغٹ دو چار گھونٹ پیے۔ کبھی تو یوں لگتا ہے جیسے دشمن فوج میرے لئے آسانیاں پیدا کر رہے ہیں لیکن جہاں تک پینے والوں کا سوال ہے تو اسے محض اتفاق یا تقدیر کی مہربانی نہ سمجھی جائے۔ تقدیر میرے سامنے پینے والوں کو نہیں لاتی۔ اس ملک میں پینے والے اتنے ہیں کہ ان کی بھیڑ میں نہ پینے والے پرہیزگار حضرات نظر آتے ہیں۔ یوگا کے ماہرین بھی خاص تقریبات منا کر کھول کر پیتے ہوں گے لیکن آج کل پرہیز کرتے ہوں گے۔ میرا میں شراب کے ساتھ اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ اپنی ایک جیپ اور ٹرک میں فوجی جوانوں کو لے کر اپنی ٹرک واپس چلا گیا تھا۔ رات کے دو بجے دوسرے ڈیوٹی کرنے والے جوانوں کو پہنچایا جانا تھا۔ میں نے اس کی سوچ سے معلوم کر لیا کہ وہ اپنے کتنے افسران کو قریب سے جانتا ہے اور کون اس طرح بلا ناغہ پیتا ہے' وہ سوچنے لگا "سب ہی پیتے ہیں۔ کوئی کام زیادتی کے باعث ہوش میں رہنے کے لئے تھوڑی تھوڑی پیتا ہے۔ کوئی مدہوش ہو جانے کے لئے زیادہ پی لیتا ہے۔"

وہ اپنی ڈیوٹی سے بیزار ہو رہا تھا۔ شراب کے ساتھ کسی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اگر کرفیو نہ لگایا جاتا تو وہ کسی ساتھ اپنی جیپ میں عیش بھی کرتا اور ڈیوٹی بھی جاری رہتی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "سرکس میں کرتب دکھانے حسیناؤں کی یہاں کمی نہیں ہے۔ میں یہاں سے کسی کو اپنے میں لے جا سکتا ہوں۔"

اس کی سوچ نے کہا "میں کتنی دیر سے یہی بات سوچ رہا لیکن ڈیوٹی چھوڑ کر جاؤں گا تو۔۔۔۔"

میں نے اس کی پوری بات نہیں سنی۔ نہ سمجھ میں آئی صرف ڈیوٹی کی وجہ سے مجبور ہے۔ میں نے سونیا کو اس میں بتایا' وہ بولی "اسے شراب کے ساتھ شباب چاہئے۔ انتظام کرتی ہوں۔ سلمان کو بلاؤ۔"

میں نے اسے بلایا۔ سونیا نے کہا "فرہاد تمہیں ایک کے دماغ میں پہنچا رہے ہیں۔ تم اس کے دماغ میں رہو۔ وہ کرنا چاہے تو دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لینا۔"

اس نے کہا "میں یہی کروں گا۔ آپ کہاں ہیں سسٹر؟"

"شیر کے قدموں میں۔"

شیر رہ رہ کر دھاڑ رہا تھا۔ سلمان نے کہا "واقعی ایک نہیں کئی شیروں کی آوازیں سن رہا ہوں۔"

میں نے کہا "ہم شیروں کے پنجروں کے نیچے چھپتے پھر رہے ہیں۔ میرے پاس آؤ۔"

وہ میرے پاس آیا۔ میں نے اسے فوجی افسر کے دماغ میں پہنچا دیا۔ پھر سونیا کے پاس آکر بولا "اب جا سکتی ہو۔"

وہ لڑھکتی ہوئی پنجرے کے نیچے سے نکل گئی۔ اطمینان سے چلتی ہوئی اس کی طرف جانے لگی۔ اس نے آہٹ سن کر گھومتے ہوئے دیکھا۔ ڈانٹ کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پھر حسین عورت کو دیکھ کر چپ ہو گیا۔ جب وہ قریب آئی تو اس نے پوچھا "کیا سرکس میں کام کرتی ہو؟"

"ہاں۔ تماشے دکھاتی ہوں۔ تم بھی تماشا دیکھو۔ اپنے ایک جوان کو بلاؤ اور میرے ساتھ چلو۔"

سلمان نے افسر کے دماغ میں رہ کر اسے حکم کی تعمیل پر مجبور کیا۔ اس نے ایک جوان کو بلا کر کہا "میرے پیچھے چلے آؤ۔"

وہ سونیا اور اپنے افسر کے پیچھے چلتا ہوا شیروں کے پنجرے کے قریب سے گزرنے لگا۔ میں نے پیچھے سے گردن دبوچ لی۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ منہ سے آواز نکالنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ سونیا افسر سے پوچھ رہی تھی۔ "یہ تماشا کیسا لگ رہا ہے۔"

وہ اپنے فوجی ماتحت کو میری گرفت سے نکل کر گھاس پر گرتے اور بے ہوش ہوتے دیکھ رہا تھا لیکن خاموش کھڑا ہوا تھا۔ سلمان کی مٹھی سے نکل نہیں سکتا تھا۔ میں اس فوجی جوان کو لڑھکاتا ہوا پنجرے کے نیچے لے گیا۔ اپنے کپڑے اسے پہنائے اس کی وردی خود پہن لی۔ پھر اس پر اچھی طرح گھاس ڈال کر پنجرے کے نیچے سے نکل آیا۔ سونیا نے افسر سے کہا "اپنے کوارٹرز میں چلو۔"

وہ ہمارے ساتھ چلتا ہوا اپنی جیپ میں آیا۔ سونیا اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ میں پچھلی سیٹ پر آگیا۔ جیپ وہاں سے چل پڑی۔ آگے جا کر ہم نے دیکھا پورے شہر میں ویرانی اور سناٹا چھایا گیا تھا۔ سڑکوں اور گلیوں میں صرف کتے اور فوجی گھوم رہے تھے۔ دو مختلف راستوں پر دور سے ہمیں رکنے کا سگنل دیا گیا پھر مجھے اور فوجی افسر کو دیکھ کر آگے جانے کی اجازت مل گئی۔

ہمارے لئے پورے شہر میں ناکا بندی کی گئی تھی۔ راستے اور گلیاں خالی کرائی گئی تھیں تاکہ ہم کسی چار دیواری میں چھپنے پر مجبور ہو جائیں اور وہ ہمیں ڈھونڈ کر گرفتار کر لیں۔ ہم ان کی خواہش کے مطابق چار دیواری میں پہنچ گئے تھے۔ وہ چار دیواری فوجی افسر کی تھی۔ اب کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہم وہاں پناہ لے رہے ہیں۔

میں نے سلمان سے کہا "تم افسر کو واپس سرکس کی طرف لے جاؤ۔ اسے یاد نہیں آنا چاہئے کہ یہ ہمیں اپنے گھر پہنچا کر گیا۔"

سلمان اسے واپس لے گیا۔ میں نے سونیا کو اپنی طرف پوچھا "کیا خیال ہے؟ یہ چار دیواری ہماری ازدواجی زندگی کے لئے کیسی ہے؟"

وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بولی "دشمن کے گھر میں عید نہ جاتی۔ ہوش میں رہو، پہلے تحفظ کا یقین ہونے دو۔"

"میں جب سے پیدا ہوا ہوں کہیں محفوظ نہیں رہا، پھر بھی میری طرح آج تک بھاگتی دوڑتی رہی ہو۔ ہم دونوں ہی کر دشمنوں سے سہاگ رات کی بھیک مانگتے رہیں گے، ہم کبھی نہیں ملے گی۔ اپنی ازدواجی مسرتوں کو زبردستی حاصل ہوگا۔"

میں اس کے قریب گیا۔ وہ دور ہو کر بولی "تم کچھ بادلے ہو رہے ہو مگر میں جذبات میں اندھی نہیں ہو گئی نہیں بھول سکتی کہ یہ نئی جگہ ہے ایک فوجی افسر کا گھر ہے دوسرا افسر یہاں روشنی دیکھ کر آسکتا ہے۔"

میں نے سونچ بورڈ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "میں کر دیتا ہوں۔"

وہ بولی "اندھیرا کرنے سے پہلے گھڑی دیکھو۔ آدھی رات رہی ہے۔ کئی اعلیٰ حکام اپنے معمول کے مطابق نیند کی آغوش پہنچ گئے ہوں گے۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ واقعی اہم خیال خوانی کا وقت تھا۔ میں ٹھنڈے جذبات اور ٹھنڈی آہوں کے ساتھ ایک بیٹھ گیا۔ وہ میری حالت پر مسکرا کر بولی "صبر کا پھل میٹھا ہو خیال خوانی کرو۔ میں اس دوران اس چھوٹے سے کاج طرح چیک کرتی ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میں جنرل ٹائر کے دماغ کر اس کی سوچ میں بولا "سونیا اور فرہاد کے سلسلے میں ہا رپورٹ مل رہی ہے۔ مجھے اعلیٰ حکام کو حالات سے چاہیے۔"

جنرل کی سوچ نے کہا "میں کسی حاکم کو آدھی رات فون نہیں کر سکتا۔ مجھے تاکید کی گئی ہے کہ بارہ بجے کے بعد اختلت نہ کروں۔ کوئی بھی اہم اطلاع صبح دی جائے۔"

پہلے ایسی بات نہیں تھی۔ سابقہ حکام فون کی گھنٹی رات کے کسی بھی حصے میں اٹھ بیٹھتے تھے۔ موجودہ حکمرانوں تازہ دم رہنے کے لئے نیند پوری کرنے کا یہ اصول اپنایا تھا۔ ان میں سے کون نیند کی دوائیں استعمال کرتا ہے؟ کے لئے فون کی گھنٹی بجانا ضروری تھا۔ دوا کے اثر سے سو گھنٹی کی آواز پر بیدار نہیں ہوتے۔ مسلسل گھنٹی بجتی رہے کوئی جاگ جاتا ہوگا۔ میں نے جنرل کے دماغ پر قبضہ جما کر ایک اعلیٰ حاکم کا نمبر ڈائل کرایا۔ پھر اس کے کان سے ریسیور لگنے لگا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی مگر کوئی ریسیور نہیں اٹھا رہا تھا۔

اکثر حکام رات کے وقت اپنے سرہانے ٹیلی فون نہیں رکھتے۔ آدھی رات کے بعد ان کے سیکریٹری اور دوسرے ماتحت فون اٹینڈ کرتے ہیں لیکن موجودہ حکام اپنی اپنی رہائش گاہ میں تنہا رہتے تھے۔ ہم سے انہیں یہ اندیشہ تھا کہ ہم ان کے سیکریٹری یا کسی ملازم کے ذریعے ان کے دماغوں میں جگہ بنا لیں گے۔ اس لئے وہ کسی پر بھروسا نہیں کرتے تھے۔

وہ اعلیٰ حاکم بھی اپنے بنگلے میں تنہا تھا۔ فون کی گھنٹی سن کر ریسیور اٹھانے والا کوئی ملازم نہیں تھا۔ میں نے جنرل سے ریسیور رکھوا دیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ کوئی دشواری کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ وہ دن کے وقت حساس دماغ رکھنے والا، دوا کے اثر سے بے حس ہو کر رات کو غفلت کی نیند سو رہا تھا۔

میں نہایت اطمینان سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پہلے یہ معلوم کیا کہ وہ تمام اعلیٰ حاکم اور فوجی افسران ایک دوسرے سے صرف فون پر یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ کوئی کسی کی رہائش گاہ کے قریب سے نہیں گزرتا اور نہ ہی کبھی روبرو ملاقات کرتا ہے۔ صرف ہنگامی اجلاس کے وقت پاپاڈوک سے گفتگو کرنے کے لئے وہ ایک کانفرنس ہال میں آتے ہیں۔ اہم مسائل پر بحث کرتے ہیں۔ پھر واپس چلے جاتے ہیں۔ چونکہ جنرل کے دماغ میں خیال خوانی والے دوست اور دشمن آتے رہتے تھے اس لئے جنرل کبھی دشمن بن کر موجودہ حکام کو نقصان پہنچانے والی کوئی حرکت کر سکتا تھا۔ اس لئے فوجی افسران اس کی کڑی نگرانی کرتے تھے۔

میں نے اعلیٰ حاکم سے پوچھا "پاپاڈوک کی رہائش گاہ سے کون کون واقف ہے؟"

اس نے جواب دیا "مجھے اور فوج کے یونگا کے ماہر دو فوجی افسران کو معلوم ہے کہ وہ رائل اسٹریٹ کی ایک محل نما کوٹھی میں رہتا ہے۔ رات کو سونے کے لئے یا کسی خطرے کے وقت وہ خانے میں چلا جاتا ہے۔"

اس نے کوٹھی کا پتا بتایا۔ اس کوٹھی کے باہر مسلح فوجیوں کا پہرا رہا کرتا تھا۔ اس کے احاطے میں رات کو خونخوار کتے چھوڑ دیئے جاتے اور بھونکتے رہتے تھے۔ اندر صرف ایک مسلح باڈی گارڈ رہتا تھا۔ وہ بھی یونگا کا ماہر تھا۔

میں نے سونیا کو بلا کر بتایا کہ پاپاڈوک کتنے سخت پہرے میں رہتا ہے۔ وہ بولی "اس کالیج میں فوجی افسر نے کافی ہتھیار جمع کئے ہیں۔ ایک ریوالور اور سائلنسر لے کر چلوں گی۔"

"ٹھیک ہے میں بھی یہاں سے نکلنے کی تیاری کرتا ہوں۔"

میں نے سلمان سے کہا "اس افسر کے ذریعے دوسرے فوجی اعلیٰ افسر سے رابطہ کرو۔ میں اس کی آواز سنوں گا۔"

اس نے افسر کو مجبور کیا۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ایک سینئر افسر سے رابطہ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں اس سینئر افسر کی آواز سنائی دی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے کہا "سلمان! رابطہ ختم کرا دو۔ کام بن گیا ہے۔"

وہ سینئر افسر اپنی جیپ میں بیٹھ کر ہماری طرف آ رہا تھا۔ میں نے لیلیٰ اور سلطانہ کو بلا کر دو فوجی جوانوں کے دماغوں میں پہنچایا جو اس سینئر افسر کے ساتھ آ رہے تھے۔ میں بھی وردی میں تھا۔ اس لئے تیسرا فوجی جوان لگ رہا تھا۔

مختصر یہ کہ میں اس سینئر افسر کے دماغ پر سوار رہ کر سونیا اور مسلح جوانوں کے ساتھ پاپاڈوک کی محل نما کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا۔ گیٹ پر پہرے داروں نے سینئر افسر کو دیکھ کر سیلوٹ کیا۔ پھر گیٹ کو کھول دیا۔ احاطے کے اندر کتے بھونک رہے تھے۔ انہیں تربیت دینے والے دو افراد دور لے جا رہے تھے۔ ہم جیپ سے اتر کر کوٹھی کے اندر پہنچ گئے۔

مسلح باڈی گارڈ نے پوچھا "سر! آپ نے آنے کی اطلاع نہیں دی۔ اچانک آنے کی وجہ کیا ہے؟"

"سونیا نے کہا "وجہ یہ ہے کہ تم یونگا کے ماہر ہو اور یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

اس نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور کو نکالا۔ باڈی گارڈ نے اپنا ریوالور نکالا لیکن اس سے پہلے ہی سونیا نے اسے گولی مار دی پھر لیلیٰ اور سلطانہ سے بولی "ان جوانوں کے ذریعے اس کی لاش کسی ٹوائلٹ میں پہنچا دو۔"

وہ دو فوجی جوان اور باڈی گارڈ کی لاش اٹھا کر لے گئے۔ سلمان نے میرے پاس آکر کہا "میرے معمول افسر کی ڈیوٹی بدلنے والی ہے۔"

میں نے کہا "اسے چھوڑ دو اور اس سینئر افسر کو گرفت میں رکھو۔"

میں اسے سلمان کے حوالے کر کے بولا "یہاں دو مسلح فوجی ہیں۔ لیلیٰ اور سلطانہ ان کے دماغوں میں ہیں۔ یہاں کوئی فون یا ٹرانسمیٹر کال آئے تو فوراً مجھے اطلاع دینا۔"

میں سونیا کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا ایک کمرے میں آیا۔ وہاں رکھے ہوئے ایک پلنگ کے نیچے چور راستہ تھا۔ اس راستے سے ہم تہ خانے میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک آرام دہ پلنگ پر پاپاڈوک سو رہا تھا۔ ہمارے آتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ شاید اس نے سونے سے پہلے دماغ کو یہی ہدایت دی تھی کہ کسی کے آتے ہی آنکھ کھل جائے۔

کسی غافل کی آنکھ کھلتی ہے تو اسے پچھتانے کی مہلت نہیں ملتی۔ سونیا نے اس کے ایک بازو میں گولی مارتے ہوئے کہا "میں

نہیں چاہتی کہ تم خیال خوانی کے ذریعے خطرے کی گھنٹی بجادو۔"

میں پاپاڈوک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ چہرے سے پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن دماغ میں پہنچتے ہی تصدیق ہوگئی۔ میں نے کہا۔ "سونیا اب شبے کی گنجائش نہیں رہی۔ یہی پاپاڈوک ہے۔"

وہ زخمی بازو کو تھام کر سنبھلنا چاہتا تھا۔ سونیا کا نام سنتے ہی لڑکھڑا کر گر پڑا۔ وہ دوسرے بازو پر گولی مارتے ہوئے بولی "تمہیں گولیوں سے نہیں لاتوں اور جوتوں سے مارنا چاہئے۔ کیوں کہ تم نے ہمیں بہت دوڑایا ہے۔ ارادہ تھا کہ تمہیں بھی دوڑا دوڑا کر مارتی رہوں گی لیکن تمہیں زندہ رہنے کا تھوڑا سا بھی موقع دینا بہت بڑی حماقت ہوگی۔"

وہ تکلیف کی شدت سے فرش پر گھٹنے ٹیک کر بولا "میں اپنی پچھلی زندگی کے متعلق کچھ نہیں جانتا اور یہ نئی زندگی تم چھین رہی ہو۔ مجھے اتنا تو بتادو کہ تم میری جان کی دشمن کیوں ہو؟"

میں نے کہا "بتانے کا وقت گزر چکا ہے۔ تم ہمیں باتوں میں لگا کر اپنے بچاؤ کی تدبیر کرنا چاہتے ہو۔ سونیا! قصہ تمام کرو۔"

اس نے بے آواز فائر کیا۔ گولی اس کی پیشانی کو پھاڑتی ہوئی کھوپڑی کے آر پار ہوگئی۔ وہ اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔ سونیا نے مسکرا کر پوچھا "کیا مقدر کا لکھا ہوا پورا ہو چکا ہے۔ یہ میرے ہی ہاتھوں سے مرگیا ہے؟"

میں نے کہا "میں ابھی اس کی موت کا یقین دلاتا ہوں۔"

میں نے پاپاڈوک کی لاش کو لات مار کر پلنگ کے نیچے کر دیا۔ پھر سونیا کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر پلنگ پر پھینک دیا۔ وہ بولی "یہ کیا کرتے ہو؟"

"میری جان! آج تک کسی دلہا دلہن نے کسی لاش کے اوپر سہاگ رات نہیں منائی ہوگی۔ ہم منائیں گے، ہم....."

میں نے بستر پر چھلانگ لگائی۔ اسی کو مقدر کہتے ہیں۔ جس کا بستر تھا، وہ نیچے تھا۔ ہم اوپر تھے۔ ہم دیکھ سکتے تھے، وہ اپنے بستر کی مسرتیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ بات لطف حاصل کرنے کی نہیں عبرت حاصل کرنے کی ہے۔

جی ہاں! یہ عبرت حاصل کرنے کی باتیں ہیں، دنیا میں کتنے ہی فرعون گزرے، کتنے ہی عیاش اپنی سیج کو حسیناؤں سے سجاتے رہے پھر وہ نہ رہے، صرف ان کے بسترہ گئے۔

دنیا کے تمام ملکوں سے حسینائیں خریدی جاتی ہیں پھر بڑے بڑے شہنشاہوں کے بستروں پر پہنچائی جاتی ہیں۔ ان بستروں پر اولادیں جنم نہیں لیتیں۔ ان بستروں پر کوئی حسینہ ماں بن کر اپنی اولاد کو دودھ نہیں پلاتی، بستر وہی ہے، جہاں ہمیں ماں کا دودھ ملے، اس باپ کا جبرنہ ملے جو ہمیں پیدا ہونے سے پہلے ہی ہماری ماں کی کوکھ میں ہمیں مار ڈالتا ہے۔

صبح ہونے والی تھی۔ سونیا میرے سینے پر سر رکھ کر سو گئی۔ وہ جیسے ایک طویل مدت کے بعد گہری نیند سو رہی تھی۔ آج اس نے بے شمار ذمے داریوں کا بوجھ اٹھا کر جاگتے جاگتے سولی آ سوتے سوتے جاگتی رہتی تھی۔ اتنی بڑی دنیا میں میں ہی اس کا آسمان تھا، میں ہی اس کا معتبر محافظ تھا۔ اس لئے مجھ پر ذمے داریوں کا بوجھ ڈال کر وہ سکون سے بے کھٹکے سو گئی تھی۔

میں خیال خوانی کے ذریعے دوسرے حاکم کے دماغ میں گیا۔ چند حکام اور چند فوجی افسران نے یوگا کے بل پر اس حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تھی تاکہ ہم ان کے دماغوں میں کی حکومت کو کمزور نہ بنا سکیں۔

لیکن آدمی ہزار احتیاط کے باوجود کسی نہ کسی پہلو سے جاتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حکومت کا بوجھ سنبھالنے وقت پر کھاتے ہیں اور نہ ہی وقت پر نیند پوری کر سکتے ہیں ہر صبح ذہنی تازگی کے لئے خواب آور گولیاں کھا کر نیند ہے۔

ایسی مسکن اور خواب آور دوائیں دماغ کو سُست اور بناتی ہیں۔ یہ کمزوری وقتی ہوتی ہے۔ میں اسی وقت کمزور فائدہ اٹھا کر پہلے ایک حاکم کے دماغ میں گیا تھا۔ وہ گہری مجھے محسوس نہ کر سکا تھا۔ پھر اس کے دماغ میں چھپی ہوئی نے مجھے پاپاڈوک کی رہائش گاہ تک اور پاپاڈوک کو موت تک پہنچا دیا تھا۔

میں نے دوسرے حاکم کے دماغ سے بھی اس کی کو معلوم کیں۔ پھر ایک اعلیٰ فوجی افسر کے اندر پہنچ کر اس عمل کیا۔ اس کے بعد دوسرے فوجی افسر کے پاس پہنچا وہ چونک کر اٹھ گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ خواب آور دوا نہیں کرتا تھا۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

میں نے پاپاڈوک کی نئی آواز اور نئے لہجے میں کہا پاپاڈوک بول رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "میرے پاس برلبوراست کیوں آئے ہو کہ جنرل نائر کے ذریعے ہمارا رابطہ ہوتا ہے؟"

"میں ابھی جنرل کے پاس چپ چاپ گیا تھا۔ اس میں کوئی بول رہا تھا۔ وہ فرادیا سلمان ہو سکتا ہے۔ پریشانی کی ہے کہ جنرل نائر اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ مجھے یقین ہے وغیرہ جنرل پر تنویمی عمل کرتے ہیں اور اسے اپنا آلۂ کار بنا ہیں۔"

فوجی افسر نے پریشان ہو کر کہا "یہ تو بڑی تشویش کی بات جنرل کے ذریعے ہماری اہم میٹنگ میں چھپ کر شریک ہو گے۔"

"بے شک یہی بات ہے۔ ہمیں اب جنرل کو اپنا غلام بنانا چاہئے۔ مجھے بتاؤ آئندہ میں کس کے دماغ میں آ کر تم لوگوں سے رابطہ کروں؟"

"یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ میں اعلیٰ حکام سے مشورہ کر کے بتاؤں گا۔"

میں نے کہا "اب میں چار گھنٹے بعد رابطہ کروں گا۔ کیوں کہ پچھلی رات جاگتا رہا ہوں۔ اب نیند پوری کرنے جا رہا ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ بھید کھلتے کھلتے رہ گیا تھا۔ میں چاہتا تھا، چار گھنٹے تک سونیا نیند پوری کر لے۔ میں اہم معاملات نمٹالوں پھر وہاں کے نئے حکام اور فوجی افسران کو پاپاڈوک کی موت کی اطلاع ملے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی سنائی دی۔ میں بستر سے اٹھا اور اس خفیہ کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ پھر ریسیور کو اٹھایا جس فوجی افسر سے ابھی میں نے رابطہ کیا تھا، اس کی آواز سنائی دی۔ وہ کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد پوچھ رہا تھا "پاپاڈوک کیا کر رہا ہے؟"

میں نے پاپاڈوک کے باڈی گارڈ کی آواز میں جواباً کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "وہ خفیہ کمرے میں ہے۔ کیا میں فون پر رابطہ کراؤں؟"

"نہیں! ابھی وہ میرے دماغ میں آیا تھا۔ اور اب سونے جا رہا ہے اسے ڈسٹرب نہ کرو۔ بہت چوکنے رہو۔ سوا دس بجے دوسرا باڈی گارڈ ڈیوٹی پر آ کر تمہیں ریلیف کر دے گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بھی ریسیور رکھ کر دیکھا۔ سونیا خفیہ کمرے سے نکل کر آ گئی تھی۔ وہ مجھ سے نظریں ملتے ہی شرما گئی۔ پھر تیزی سے آئی اور میرے سینے میں منہ چھپا کر بولی۔ "سوری! میری آنکھ لگ گئی تھی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "محفوظ قلعے میں نیند آ ہی جاتی ہے ویسے اچھا ہوا تم جاگ گئیں۔ یہاں دس بجے گارڈز کی ڈیوٹی بدلنے والی ہے۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

میں نے اسی افسر کے دماغ میں جگہ بنائی جو اس پناہ گاہ کے مین گیٹ پر مامور فوجی جوانوں کے ساتھ اپنی ڈیوٹی ادا کر رہا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق خونخوار کتوں کے ٹرینرز سے کہا "انہیں باندھ لو۔ صاحب باہر جائیں گے۔"

کتے باندھ دیئے گئے۔ ایک کار رہائش گاہ کے دروازے پر پہنچا دی گئی۔ اس کار کی ونڈ اسکرین اور کھڑکیوں کے شیشے کلر ڈارو بلا سٹڈ تھے۔ اندر سے باہر دیکھا جا سکتا تھا۔ باہر سے اندر کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ہم دونوں اگلی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ سونیا نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھالا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے افسر کو سنبھال رکھا تھا۔ یوں ہم پاپاڈوک کی خفیہ پناہ گاہ سے نکل آئے۔

وہاں سے نکلنے کے بعد ہمارے پاس چھپنے کی جگہ نہیں تھی۔ اور میں جس افسر کے دماغ میں تھا۔ اس کے کیبن میں فون کی گھنٹی بج رہی تھی، اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تو کسی فوجی افسر نے پوچھا "کیا رپورٹ ہے؟"

اس نے میری مرضی کے مطابق جواب دیا "خیریت ہے سر! ابھی میں نے انٹرکام کے ذریعے باڈی گارڈ سے پوچھا تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ پاپاڈوک سو رہا ہے۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں نے چند سیکنڈ کے لئے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر سلمان کو بلایا پھر اس سے کہا۔ "میرے ساتھ ایک افسر کے دماغ میں آؤ اور اس کے ذریعے متعلقہ افسران کو یہی یقین دلاتے رہو کہ پاپاڈوک سو رہا ہے۔"

میں اسے افسر کے دماغ میں پہنچا کر سونیا سے بولا "یہ گاڑی کسی تنگ سی گلی میں روکو، جہاں سے فوجی گشت کرتے ہوئے نہ گزرتے ہوں۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ میں نے رسونتی سے کہا۔ "میں اور سونیا یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں۔ پاپاڈوک ختم ہو چکا ہے۔ فوراً ایک طیارہ لبنان پہنچاؤ۔ پھر سلطانہ اور لیلیٰ کے ساتھ تم بھی میرے دماغ میں آؤ۔"

سونیا نے ایک گلی میں کار روک دی۔ ہم کار سے نکل کر تیزی سے چلتے ہوئے ایک مین روڈ پر آئے پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک فلائنگ کلب کی طرف جانے لگے۔ لیلیٰ نے آ کر کہا "سلطانہ بھی آئی ہے۔"

پھر رسونتی نے کہا "فرہاد! سوری، جناب تیمزی صاحب مجھے عملی میدان میں آنے سے منع کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں، ابھی میری تربیت باقی ہے۔ ویسے تم دونوں کے لئے ایک فرانسیسی طیارہ روانہ ہو رہا ہے۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے سلطانہ کو اس اعلیٰ فوجی افسر تک پہنچایا

جس پر میں نے تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ اب میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ پھر سلطانہ کو سمجھایا کہ اس اعلیٰ افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر فضائیہ کے افسر تک پہنچے۔ مجھے معلوم تھا کہ باقی تمام افسران یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔

پھر میں نے ایک اعلیٰ حاکم کے ذریعے فلائنگ کلب کے انچارج سے کہا "ہماری ایک جاسوسہ اور جاسوس آرہے ہیں ان کے لئے طیارہ تیار رکھو۔ ایندھن چیک کرلو۔"

میں نے لیلیٰ کو فلائنگ کلب کے انچارج کے پاس پہنچا دیا۔ وہ دیکھتی رہی کہ ہمارے لئے جو طیارہ مخصوص کیا جارہا ہے' اس میں کوئی خرابی تو نہیں ہے۔

فلائنگ کلب شہر سے دور تھا۔ ہم آدھے گھنٹے میں پہنچے' طیارہ ہمارے لئے رن وے پر آگیا تھا۔ سونیا نے پائلٹ سے کہا "تمہاری ضرورت نہیں ہے' تم جاؤ۔"

اس نے پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی۔ میں نے اس کے پیچھے ایک سیٹ پر بیٹھ کر سلمان سے کہا "اس افسر کو چھوڑ دو۔ میرے پاس آؤ۔"

وہ میرے دماغ میں آیا۔ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ میں نے کہا "سلمان! تم سلطانہ کے پاس جاؤ۔ وہ اعلیٰ افسر کے دماغ میں ہے۔ اس افسر کے ذریعے تل ابیب کے ساحلی علاقے کے فوجی افسر کے پاس پہنچو اور اس کے دماغ میں رہ کر میرا انتظار کرو۔"

سلمان نے پوچھا "ساحلی علاقے کے کس افسر کو اہمیت دینا چاہئے؟"

میں نے جواب دیا "توپ خانے کے انچارج افسر کو اہمیت دو۔ اگر ہمیں خطرہ پیش آیا تو تم توپوں کا رخ شہر کی طرف کر کے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کو دھمکیاں دو گے۔"

سلمان چلا گیا۔ ہمارے طیارے کی پرواز کے ساتھ ہی ملٹری انٹیلی جنس کا ایک افسر پوچھ رہا تھا "یہ طیارہ کہاں جارہا ہے۔ کیا یہ شہری حدود میں رہے گا؟"

فلائنگ کلب کے انچارج نے لیلیٰ کی مرضی کے مطابق جواب دیا "جی ہاں' شہری حدود میں رہے گا۔ طیارے کے ذریعے شہر میں گشت کرنے والے فوجیوں سے رابطہ رکھا جارہا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ہی ملٹری انٹیلی جنس والوں نے ہنگامہ مچا دیا کیوں کہ ہمارا طیارہ سرحد پار جارہا تھا۔ ٹرانسمٹر کے ذریعہ فضائیہ کے افسران سے کہا جارہا تھا کہ اس طیارے کو روکو۔ وہ اجازت حاصل کئے بغیر سرحد پار جارہا ہے۔"

فضائیہ کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں سلطانہ موجود تھی۔ اس نے کہا "طیارے میں ہمارا ایک افسر سیکرٹ مشن پر جارہا ہے' اسے روکا نہ جائے۔"

ہم نے سرحد پار کرلی۔ لبنان پہنچ گئے۔ وہاں فرانس کا ایک طیارہ ہمارا منتظر تھا۔ جب ہم اس میں سوار ہو گئے اور پرواز کرنے لگا تو میں نے 'سلمان' سلطانہ اور لیلیٰ نے تمام اسرائیلی اور فوجی افسران سے کہا "تمہاری نئی یوگا والی حکومت مبارک رہے۔ پاپاڈوک اپنی آخری سانس پوری کر چکا ہے۔ تمہارے ہی طیارے میں سونیا اور فرہاد یہاں سے جا چکے ہیں۔ پاپاڈوک کی طرح جے مورگن کا برین آپریشن کر چکے ہوں گے۔ آئندہ کے لئے تیار رکھو۔ ہم پھر کبھی آئیں گے۔"

ہماری ان باتوں پر کسی کو یقین نہیں آیا۔ کتنے ہی فوجی دندناتے ہوئے پاپاڈوک کی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچے تو اس کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے طور پر زبردست حفاظتی انتظامات کئے تھے۔ باڈی گارڈز رکھے تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ اعلیٰ حکام اور افسران کے دماغوں میں بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ نہ ہم پاپاڈوک تک پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی کسی سے اسرائیلی سرحدوں سے باہر جا سکتے ہیں کیوں کہ ازخود فلائنگ کلب سے اعلیٰ حاکم کی اجازت کے بغیر کوئی پرواز نہیں کر سکتا تھا۔ یہ ناز تھا کہ وہ حاکم سانس روک لیتا ہے' اس کے ہمارا وال نہیں گلے گی۔

اب اس حاکم کا محاسبہ کیا جارہا تھا کہ ہم ایک طیارہ کیسے لے گئے؟ اس نے جواب دیا "میں حیران ہوں' وہ کیسے میرے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔"

ایک فوجی افسر نے سوال کیا "ایسا تو نہیں ہے کہ تم رات نشے میں تھے؟"

"ہرگز نہیں' یہ سب جانتے ہیں کہ میں نشہ نہیں کرتا۔ کبھی نیند نہ آئے تو خواب آور گولیاں استعمال کرتا ہوں۔ سب ہی کرتے ہیں۔"

فوج کے اعلیٰ افسران نے فضائیہ کے افسر سے پوچھا "تمہارے دماغ میں کیسے پہنچا تھا؟ کیسے تم نے کہہ دیا کہ وہ افسر سیکرٹ مشن کے لئے سرحد پار جارہا ہے۔"

فضائیہ کے افسر نے اعلیٰ افسر سے کہا "سر! آپ نے مجھے یہی کہا تھا۔"

اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ یوگا کا ماہر فوج کا اعلیٰ افسر آور دوا استعمال کرتا تھا اور ان سب کی ایسی کمزوریوں کا فائدہ اٹھا کر جا چکے ہیں۔

ان سب پر ماتمی کیفیت طاری تھی۔ انہوں نے دولت خرچ کر کے پاپاڈوک کا برین تبدیل کیا تھا۔ اس کی ٹیلی کے ذریعے سپر پاور بننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اور وہ چور ہو گیا تھا۔

وہ امریکی حکام سے رابطہ کر کے اپنے ملک میں بیٹھے یہ المیہ سنا رہے تھے۔ اس سے پہلے گولڈن برنیز اور ان ایڈ کی تباہی نے ان تمام بڑے ممالک کو تشویش میں مبتلا کیا تھا۔ اگرچہ تمام گولڈن برنیز کی موت سے امریکا کو فائدہ پہنچا تھا۔ لیکن وہ اسرائیل کے غم میں اس لئے شریک تھا کہ کسی وقت بھی ہمارا رخ اس کی طرف ہو سکتا تھا۔

تمام بڑے ممالک نے حکومتِ فرانس سے شکایت کی۔ نئے سپر ماسٹر نے فرانس کے ایک حاکم سے کہا "اگر تمہاری حکومت فرہاد کی فیملی کو پناہ نہ دے تو انہیں کسی ملک میں سکون سے رہنا نصیب نہیں ہوگا۔"

فرانس کے حاکم نے کہا "مفرور لوگوں کو پناہ دی جاتی ہے اور فرہاد کی فیملی برسوں سے فرانس کی باقاعدہ شہری ہے۔"

"لیکن انہوں نے اسرائیل میں مجرمانہ حرکتیں کی ہیں۔"

"مجرمانہ حرکتوں کی ابتدا اسرائیل سے ہوئی ہے۔ پاپاڈوک' بابا فرید واسطی مرحوم کی صاحبزادی کو اغوا کر کے اسرائیل لے گیا۔ وہاں کے حکمرانوں نے پاپاڈوک کو سر پر بٹھایا۔ اب اس کی موت پر واویلا کیوں کر رہے ہیں؟"

"بات صرف پاپاڈوک کی نہیں ہے۔ سونیا اور فرہاد نے تمام گولڈن برنیز کو قتل کیا ہے۔ تل ابیب میں بمباری کرائی ہے۔ ہمارے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا ہے۔"

"اسرائیل نے بھی تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کو اغوا کیا ہے۔ ابھی تک جے مورگن ان کی قید میں ہے۔ الپا کو ماسک بن لے گیا۔ تمہیں ان دو ممالک سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ جب کہ فرہاد نے تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہاری مرضی کے حوالے کر دیا ہے۔ پھر بھی تم فرہاد کی فیملی کی ہی شکایتیں کر رہے ہو۔"

"یہ شکایتیں نہیں ہیں۔ وارننگ ہے۔ فرہاد کو سمجھاؤ۔ وہ صرف چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنے کی مشین ہے۔ آخر وہ کب تک ہمارے مقابلے پر ٹھہرے گا؟"

"فرہاد کے دونوں بیٹوں کو دیکھ رہے ہو۔ باپ سے بہتر ہے تو وہ سوا سیر ہیں۔ دیکھنے اور سمجھنے کے بعد بھی سمجھ میں نہیں آیا تو خدا تمہیں سمجھائے گا۔"

سپر ماسٹر نے فرانس کے حاکم سے کہا "ہمارا تمہارا شمار بڑے ممالک میں ہوتا ہے۔ تمہارے پاس فرہاد سمیت چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تمہارے فرانس کو بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دوں گا۔ تم اس کمبخت کی فیملی کو اپنے ملک سے نکال دو۔"

"سپر ماسٹر! ابھی تک بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ کیا پارس اور علی تیمور ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟ بالکل نہیں جانتے پھر بھی تم لوگوں کے بارہ بجا رہے ہیں۔ کیا تم نے سوچا ہے کہ ان دونوں کے پیچھے کون سا طوفان آنے والا ہے۔"

"طوفان؟" سپر ماسٹر نے تعجب سے پوچھا۔

"طوفان؟" ماسک مین نے حیرانی سے پوچھا۔

"طوفان؟" اسرائیلی حکام اور دوسرے بڑے ممالک نے سوال کیا۔

"ہاں طوفان! سوچو طوفان۔ جب رسونتی سے ایسے دو طوفان پیدا ہو سکتے ہیں تو سونیا کس قیامت کی اولاد کو جنم دے گی۔ یہ سونیا اور فرہاد کا ملاپ ہو رہا ہے۔ زمین اور آسمان ٹکرا رہے ہیں۔ جاؤ

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول

عمران سیریز

پرمود سیریز

عجیب ہنگامے

ایک جلد میں

پانچواں کالم

ریکارڈ کی چوری

ایک جلد میں

موت کا راستہ

صفحات: ۳۲۰۔ قیمت: ۲۵/- روپے

صفحات: ۳۲۰۔ قیمت: ۲۵/- روپے

ڈاک خرچ فی ناول ۱۰/- روپے

کتابیات پبلی کیشنز ۱۲ کراچی

اتنی دیر سے سمجھا رہا ہوں' بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اب شاید عقل آجائے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔

○☆☆○

رابطے کہاں ختم ہوتے ہیں۔ شروعات تو اب ہوئی تھی۔ امریکا' روس اور اسرائیل کے ہنگامی اجلاس ہو رہے تھے۔ یہ تو کسی نے سوچا ہی نہیں تھا کہ سونیا نے کسی بچے کو جنم دیا تو وہ فتنہ کیسے قیامت بنے گا؟ سب یہ کہہ کر اپنی تسلی کر رہے تھے کہ سونیا کون سا افلاطون پیدا کرے گی۔ ہماری دنیا میں بڑے بڑے دھماکے پیدا ہوئے' یہ ایک دھماکا اور ہوگا تو کیا ہو جائے گا؟

خود کو تسلی دینا اور بات ہوتی ہے لیکن حقیقت سے انکار نہیں کیا جاتا۔ سونیا نے آج تک جیسے دل ہلا دینے والے کارنامے انجام دیے تھے ان کے پیش نظر یہ سچائی مستند تھی کہ آئندہ وہ دل ہلا دینے والی اولاد پیدا کرے گی۔

یہ تو قدرت کے کھیل ہوتے ہیں۔ کون یقین سے کہہ سکتا ہے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ نئے سپر ماسٹر نے اپنے ملک کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کہا "میں خوش فہمی میں مبتلا ہونے والا سپر ماسٹر نہیں ہوں۔ آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنی ٹرانسفارمر مشین پر بھروسا نہ کریں۔ اس مشین نے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے' وہ سب فرہاد کی فیملی سے زیر ہوتے رہے۔ سب سے زیادہ سبق آموز حقیقت یہ ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی نہ جاننے والے پارس اور علی تیمور کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "بے شک ہمیں اپنی طاقت پر غرور نہیں کرنا چاہئے بلکہ دشمن کی طاقت کا حساب کرنا چاہئے۔"

نئے سپر ماسٹر نے کہا "حساب یہ ہے کہ پچھلے دنوں ایک نئی سونیا ثانی پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے نیویارک آکر اصل سونیا کے لئے راستہ ہموار کیا۔ ہم سب کو چکر میں ڈال دیا۔ علی تیمور کے ساتھ تبت جا کر پاپا ڈوک کے گرو کو جنم میں پہنچا دیا۔ یعنی فرہاد کی فیملی میں ایسے ناقابل شکست افراد کا اضافہ ہو رہا ہے جو ٹیلی پیتھی نہیں جانتے اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا شکار کر لیتے ہیں۔"

کرنل نے کہا "میں مانتا ہوں' فرہاد کی فیملی ممبران نے ثابت کر دیا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین اتنی اہمیت نہیں رکھتی جتنی انسان کی قدرتی صلاحیتیں اپنا لوہا منوا لیتی ہیں۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "جنرل! تم کیوں چپ ہو؟ تم نے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ ہمارے ملک کے نظام حکومت پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاوی ہونا چاہتے تھے۔ تم ان سب کو کال کوٹھری میں پہنچا دیا۔ صرف ایک مرینا آزاد رہ گئی ہے جو فرہاد کی فیملی سے متاثر نظر آتی ہے۔ ہم تم سے کچھ سننے کی توقع کر رہے ہیں۔"

جنرل نے کہا "دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں اور ٹیلی [illegible] جاننے والے دشمن تو کسی کی بھی نادانستگی میں آکر یہاں کی [illegible] سن سکتے ہیں۔ مملکتِ اسرائیل میں یوگا جاننے والے حکمران [illegible] تھے ان کا انجام ہمارے سامنے ہے۔ یہ فرہاد کس طرح ہمارے [illegible] پہنچ جاتا ہے' یہ ہم ابھی تک سمجھ نہیں پائے' اس لئے خاموش [illegible] ہے۔ جو میں کر رہا ہوں وہ آئندہ سامنے آنے والا ہے۔"

نئے سپر ماسٹر نے کہا "پھر تو بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ [illegible] بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اگر جنرل صاحب اپنی باتیں چھپا رہے [illegible] مجھے بھی یہ چھپانے کا حق ہے کہ آئندہ میں کیا کرنے والا ہوں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا "پھر ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ آپ کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

سپر ماسٹر نے جواب دیا "اعلیٰ حکام کے لئے سیکڑوں [illegible] سیاسی معاملات ہیں۔ اس لئے ٹیلی پیتھی کا معاملہ جنرل اور [illegible] چھوڑ دیں۔ میں وہ سپر ماسٹر نہیں ہوں جسے جنرل کے حکم [illegible] آسانی گولی مار دی جائے گی۔ میں اپنی صلاحیتیں منوا کر رہوں گا۔"

دوسرے اعلیٰ حکام نے کہا "ہم اس اجلاس سے [illegible] ہیں۔ جنرل اور سپر ماسٹر کا فرض ہے کہ وہ آپس میں ایک [illegible] کے مشورے سے پہلے مرینا کو قابو میں کریں۔ اگر وہ فرہاد [illegible] بیٹے سے متاثر ہوگی تو ہمیں زبردست نقصان پہنچے گا۔ لہٰذا [illegible] عہدیداران سے درخواست کرتا ہوں کہ یہ سب جنرل اور [illegible] تنہا چھوڑ دیں اور یہ ہال خالی کر دیں۔"

سب لوگ اٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔ پھر وہ ہال [illegible] ہوگیا۔ وہاں صرف جنرل اور سپر ماسٹر رہ گئے۔ جنرل نے کہا [illegible] میں مطمئن ہوں۔ یہاں کوئی تیسرا نہیں ہے اور ہمارے [illegible] کوئی آ نہیں سکتا۔ کیا تم خواب آور گولیاں استعمال کرتے [illegible]

"ہرگز نہیں۔ میں بچپن سے اصولوں کا پابند ہوں۔ [illegible] سوتا اور جاگتا ہوں۔ بچپن سے یہ عادت ہے کہ دماغ کو [illegible] مقررہ وقت پر جاگنے کی ہدایات دیتا ہوں اور نیند پوری [illegible] ہوں۔"

"یہ بڑی اچھی بات ہے۔ میں بھی یہی کرتا ہوں اس [illegible] کوئی ہمارے دماغوں میں نہیں آئے گا۔ ہم اہم مسائل [illegible] سکتے ہیں۔"

"سب سے اہم بات یہ ہے کہ گھر کو آگ لگنی [illegible] چراغ سے۔ تم نے گھر میں آگ لگنے سے پہلے برین ماسٹر [illegible] بلیک سیکرٹ کو کال کوٹھری میں پہنچا دیا ہے لیکن مرینا بھی [illegible] کا ایک چراغ ہے۔ اس سے بھی ہم بری طرح جل سکتے ہیں۔"

جنرل نے کہا "اس لڑکی نے طرح طرح کے [illegible] کر دیے ہیں۔ اس نے اعتراف کیا ہے کہ فرہاد سے اس [illegible] ہوگیا ہے اور اس سمجھوتے کے تحت فرہاد نے ہمارے [illegible] پیتھی جاننے والوں کو مرینا کے حوالے کر دیا ہے۔ تم سمجھ

فرہاد نادان نہیں ہے' وہ مرینا کا دل جیت رہا ہے۔"

"بے شک یہی بات ہے۔ وہ مرینا کے ذریعے ہمارے بہت سے خفیہ معاملات تک پہنچ سکتا ہے اور پہنچ رہا ہے۔"

"اسی لئے میں نے مرینا کو تمام ملکی معاملات سے الگ رکھا ہے وہ ہماری پابندیوں سے آزاد رہ کر ملک و قوم کی کیسے خدمت کرے گی یہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں اور جلد از جلد یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں ہے۔ جس دن وہ نظروں میں آئے گی اسی دن اسے بھی برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس کی طرح کال کوٹھری میں پہنچا دیا جائے گا۔"

"یہ تو اس وقت ہوگا' جب وہ ہمارے ہاتھ آئے گی۔ میرا تجربہ کہتا ہے کہ جوان لڑکی اس مرد سے ضرور متاثر ہوتی ہے' جو اس پر اپنی مردانگی سے اثر انداز ہوتا ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ فرہاد کے دونوں بیٹوں میں سے کسی ایک پر مرمٹی ہے۔"

"فرہاد ایک طرف تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے حوالے کر کے اس کا اعتماد حاصل کر رہا ہے اور دوسری طرف اس کا کوئی بیٹا اسے محبت کے جال میں پھنسا رہا ہے۔ یوں سمجھو کہ وہ زبردست شکنجے میں ہے۔"

"تم نے اس مسئلہ کا حل ضرور سوچا ہوگا؟"

"ہمیں وہی طریقہ اختیار کرنا ہے جو فرہاد نے کیا ہے۔ وہ مرینا کو ہزیارخ دکھا کر جس طرح ٹریپ کر رہا ہے اور اپنے مقاصد حاصل کر رہا ہے اسی طرح ہم اس کی فیملی سے ایک شخص کو ٹریپ کریں گے۔"

"اس کی فیملی میں سب نادان نہیں ہیں۔"

"یہ تم نے درست کہا۔ سب نادان نہیں ہیں' کوئی ایک تو نادان ہوگا یا ہوگی۔ ان کے ہاں خیال خوانی کرنے والے مرد کم اور عورتیں زیادہ ہیں۔ رسونتی منظر عام پر نہیں آرہی ہے۔ وہ بڑے راز کی رکھی گئی ہے۔ جو جوان ہونے کے باوجود پہلے ایک بچی کا ذہن رکھتی تھی لیکن برین آپریشن کے بعد وہ بے حد ذہین اور خطرناک ہوگئی ہے لیکن ایک عورت ایسی ہے جسے ہم قابو میں لا کر فرہاد کو ٹیلی میل کر سکتے ہیں۔ بلکہ ہم اس عورت کے ذریعے فرہاد کے تمام خیالوں تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"کس عورت کی بات کر رہے ہو؟"

"اس کی دوسری بیوی لیلیٰ۔"

"کیا لیلیٰ کی تصویر اور ہسٹری ہمارے پاس ہے؟"

"نہیں' یہ تو فرہاد اور سونیا کے نکاح کے وقت انکشاف ہوا تھا کہ فرہاد کی فیملی میں لیلیٰ اور سلطانہ نامی دو عورتیں بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہیں۔"

"تم لیلیٰ کے متعلق کچھ نہیں جانتے پھر اسے قابو میں کیسے لاؤ گے؟"

"اس کے متعلق معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔ میں جلد ہی ایک نیا کھیل شروع کروں گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ابھی تو میں کھیل شروع کرنے والا ہوں۔ میں مرینا کو یقین دلاؤں گا کہ اس کے ساتھ ہوں' پچھلے سپر ماسٹر کی طرح اس کا مخالف نہیں ہوں۔"

"اس کی حمایت کر کے کچھ حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"تمہارے تعاون سے بہت کچھ حاصل ہو جائے گا۔"

"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"وہ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس سزائے موت کے مستحق ہیں۔ ایک تو وہ ہمارے ملک میں فرعون بن رہے تھے دوسرے یہ کہ ہمارے ملک کے اہم رازوں سے واقف ہیں۔ ہماری کتنی ہی خفیہ دستاویزات کہاں چھپا کر رکھی جاتی ہیں' یہ انہیں معلوم ہے اور کال کوٹھری میں بیٹھ کر بھی نہیں وہ خیال خوانی کے ذریعے ہمارے کتنے دشمن ملکوں سے رابطہ کر رہے ہوں گے۔"

"ہاں۔ ان کا زندہ رہنا مناسب نہیں ہے۔ اگرچہ وہ قسمیں کھاتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ قیدی رہ کر ملک کی خدمت کرتے رہیں گے لیکن غداروں پر بھروسا نہیں کرنا چاہئے۔"

"میں یہی تعاون چاہتا ہوں۔ انہیں میرے ذریعے مرنے دو۔"

"تمہاری پلاننگ کیا ہے؟"

"برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کے دماغوں کو وقتی طور پر کمزور بناؤ۔ کھانے پینے کی چیزوں کے ذریعے اعصاب کی کمزوری میں مبتلا کرو پھر ان پر تنویمی عمل کراؤ۔ تمہارا ایک خاص ٹیلی پیتھی جاننے والا یہ عمل کرے گا۔ ان کے دماغوں میں جایا کرے گا۔ تم انہیں کال کوٹھری سے نکال کر آزاد چھوڑ دو گے۔ وہ ہمیں دھوکا دے کر کہیں نہیں جا سکیں گے۔ ان کے دماغ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مٹھی میں رہیں گے۔"

"بہت عمدہ پلاننگ ہے۔ ان کی آزادی کے بعد کیا کرو گے؟"

"جیسے حالات پیش آئیں گے ویسی ہی چالیں چلوں گا لیکن وہ پانچوں ایک ایک کر کے ضرور مارے جائیں گے۔"

جنرل اور سپر ماسٹر کے درمیان یہ معاملہ طے ہوگیا۔ سپر ماسٹر نے اپنی رہائش گاہ میں آکر مرینا کے نمائندے سے فون پر رابطہ کیا پھر کہا۔ "مرینا جب بھی تمہارے دماغ میں آئے تو اس سے کہنا مجھ سے فون پر رابطہ کر لے۔"

"اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اسی شام مرینا نے فون پر اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو سپر ماسٹر! میں مرینا بول رہی ہوں۔ تمہیں یہ عہدہ مبارک ہو۔"

"شکریہ مرینا! میں نے تمہارا ریکارڈ پڑھا ہے۔ تم نے واقعی بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔"

"کیا تم نے میری تعریفیں کرنے کے لئے مجھے بلایا ہے؟"

"میرا خیال ہے' تم دنیا کی پہلی عورت ہو جو اپنی تعریفیں سن کر

خوش نہیں ہوتی ہو۔"

"یہ بھی ایک طرح سے میری تعریف ہے۔ کام کی بات کرو۔"

"میں تمہارے تعاون سے ان غلط افراد کو بے نقاب کرنا چاہتا ہوں' جو ہماری حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر رہ کر ملک کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔"

"کیا تم ایسے افراد کو جانتے ہو؟"

"ہاں' مگر یہ باتیں میں فون پر نہیں کروں گا۔ میرے ایک وقادار ملازم کے ذہن میں آکر مجھ سے باتیں کرو۔"

اس نے ملازم کو آواز دی۔ جب وہ آیا تو اسے ریسیور دے کر بولا "فون پر باتیں کرو۔"

ملازم نے ریسیور لے کر پوچھا۔ "ہیلو' کون بول رہا ہے؟"

مرینا ریسیور رکھ کر ملازم کے ذہن میں آگئی۔ وہ پھر ریسیور رکھ کر بولا۔ "سر! دوسری طرف سے کوئی نہیں بول رہا ہے۔"

مرینا نے اس کی زبان سے کہا۔ "میں بول رہی ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "سنا ہے تم بہت محتاط رہتی ہو لیکن ابھی ایکسپیج کے ذریعے معلوم ہو جائے گا کہ تم اسی ملک کے اسی شہر میں ہو۔"

"ہاں جب معلومات حاصل کر کے تمہارے جاسوس اس نمبر والے فون تک پہنچیں گے تو پتا چلے گا کہ میں یہاں سے ایک عورت کے ذہن پر قبضہ جما کر تم سے باتیں کر رہی تھی۔"

"شاباش' واقعی تم محتاط رہتی ہو۔ میں بھی تمہاری طرح کسی پر بھروسا نہیں کرتا لیکن تم پر ایک حد تک بھروسا کر رہا ہوں۔ وعدہ کرو' میں جو کہوں گا اسے تم راز میں رکھو گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔ اپنے ملک اور قوم کی بھلائی چاہنے والے کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔"

"تو پھر سنو۔ جنرل تم سے فراڈ کر رہا ہے۔ اس نے دکھاوے کے لئے برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کو قید کیا ہے۔ یہ پانچوں ہمارے ملک کے اہم رازوں سے واقف ہیں۔ ان غداروں کو فوراً گولی مارنا چاہئے۔ لیکن وہ کسی مقصد کے لئے انہیں کال کوٹھری میں زندگی دے رہا ہے۔"

مرینا قائل ہو کر بولی۔ "تمہاری یہ بات دل کو لگتی ہے۔ وہ پانچوں غدار ہمارے ملک کے تمام راز دوسرے ممالک تک پہنچا سکتے ہیں۔ انہیں فوراً گولی مار دینا چاہئے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "جنرل اعلیٰ حکام سے کہہ رہا تھا کہ ان پانچوں کے دماغوں کو تخریبی عمل کے ذریعے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مٹھی میں رکھا جائے۔ وہ جنرل کا ہی ایک خاص ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ وہ شخص انہیں اپنے قابو میں رکھا کرے گا۔ انہیں کال کوٹھری سے اس شرط پر نکالا جائے گا کہ وہ پانچوں تمہیں تلاش کر کے قتل کر دیں اور تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کریں۔ جب وہ یہ کارنامہ انجام دیں گے تو انہیں دوبارہ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس بنا دیا جائے گا لیکن جنرل اپنے خاص خیال کرنے والے کے ذریعے ان پانچوں کو ہمیشہ اپنے قابو میں رکھے گا۔"

وہ بولی "بات اچھی طرح سمجھ میں آ رہی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ پر ماسٹر کہ تم صحیح معنوں میں محب وطن ہو اور میرا ساتھ دینا چاہتے ہو۔ مجھے بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں؟"

"اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو' جو میرے دماغ میں آتا جاتا رہے۔ جیسے ہی وہ پانچوں غدار رہا ہو گے ہیں، میں تمہارے خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے خطرے سے آگاہ کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ سپر ماسٹر! میرا ایک آدمی تمہارے ملازم دماغ میں آتا جاتا رہے گا۔"

وہ سپر ماسٹر کی دوستی سے کسی حد تک مطمئن ہو کر اپنی دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اپنی چیئر سے اٹھ کر دروازے پر آئی بالکونی میں آ کر دیکھا۔ پارس گھوڑے پر سوار تھا اور اسے دور پر دوڑاتا جا رہا تھا۔ جب وہ کسی معاملے میں مصروف نہیں رہتا اسی طرح گھڑ سواری کرتا تھا۔ کئی میل کی دوڑ لگاتا تھا اور استاد ماسٹر رو کی ہدایات کے مطابق بیشے چاق و چوبند رہتا تھا

وہ جب تک گھوڑے پر سوار جاتا نظر آتا رہا' مرینا محبت اسے دیکھتی رہی پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو وہ مسکراتی کمرے میں واپس آئی پھر بیڈ پر آ کر اس کے ملائم گدے پر شانے چت گر پڑی۔ اس کے حواس پر وہ ہی وہ چھایا ہوا تھا۔ نہیں تھا مگر اسے جکڑے ہوئے تھا۔ وہ ناگ نہیں تھا' پر زہر وہ ناگن نہیں تھی' پر زہر چوس لیتی تھی اور دن رات خود ہی کے عالم میں رہتی تھی۔

اب تو کبھی کبھی ڈرنے لگی تھی کہ وہ کبھی جدا ہو گا تو بغیر کیسے جئے گی؟ پہلے وہ غیر محسوس طور پر اس کی طرف کھنچی تھی اور اب اس کی عادی ہو رہی تھی۔ وہ ہر سانس کے ساتھ کے اندر آتا تھا اور ہر سانس کے ساتھ باہر جاتا تھا۔ پھر وہ سے سانس لیتی تھی کہ دم باہر نہ رہے۔ وہ دم بہ دم اندر ہی زندگی کے عملی میدان میں جاگتا ہوا ذہن رکھنے والی او میں آنکھیں بند کر لیتی تھی۔ اس وقت بھی آنکھیں بند کئے کو سوچتی رہی۔ پھر اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ طرف دیکھا۔ اس کے خیالوں میں گم ہو کر پتا ہی نہیں چلا وقت گزر گیا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کینی پال' کی میتسو اور وارنر بیک جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اغوا کئے گئے تھے' وہ سب مل گئے تھے وہ ان کے دماغوں میں جانے لگی تھی۔ کینی پال میتسو کو اپنے ملک میں بلا لیا تھا۔ وارنر بیک جزیرہ پوٹوا میں

مرینا نے اس کے دماغ میں آ کر اسے مخاطب نہیں کیوں کہ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ کسی کے تخریبی عمل کے زیر اثر ہے اور مرینا جو کی سوچ کے لہجے میں اس کے اندر آنے لگی ہے۔

اس کے دماغ میں آتے ہی پتا چلا کہ وہ ایک مسلمان لڑکی حمائلہ کے عشق میں گرفتار ہے اور یہ عشق وارنر اور حمائلہ کے لئے اتنا سنجیدہ اور اتنا گہرا تھا کہ ایک زبردست مسئلہ بن گیا تھا۔ حمائلہ اپنا مذہب چھوڑ نہیں سکتی تھی اور وارنر کو بھی اپنے مذہب سے لگاؤ تھا۔ انہی مجبوریوں کے پیش نظر وہ شادی نہیں کر سکتے تھے۔ بس دور ہی دور سے محبت کرتے تھے۔

مرینا نے بڑی حیرانی سے سوچا۔ دونوں بھرپور جوان ہیں پھر ایک دوسرے کے سامنے آکر دور کیسے رہتے ہیں؟ میں تو پارس سے دور نہ رہ سکی۔ حمائلہ کیسے جذبوں کی رو کو تھام لیتی ہے؟

اس نے وارنر کی سوچ میں کہا "مجھے کم از کم حمائلہ کا ہاتھ پکڑنا چاہئے۔ میں ایسا کیوں نہیں کرتا؟"

وارنر کی شبد سوچ نے کہا "وہ بہت حیا والی ہے۔ ایک دوشیزہ کی حیا سے محبت کا حسن قائم رہتا ہے۔ جو بیوی بن کر بچوں کی ماں بن کر بھی اپنے مرد کی تنہائی میں شرائے ایسی لڑکیاں نصیب والوں کو ملتی ہیں ورنہ ساری دنیا میں گناہوں کا بازار اتنا گرم ہے کہ حیا نابود ہوتی دکھائی دیتی ہے۔"

وارنر کے خیالات پڑھ کر مرینا کو اپنی بے عزتی کا احساس ہوا۔ "کیا مجھ میں حیا نہیں ہے۔ کیا میں پارس کے سامنے بے حیا ہو چکی ہوں اور وہ مسلمان لڑکی ایسی شرم والی ہے کہ وارنر کو ہاتھ پکڑنے بھی نہیں دیتی۔"

اسے پہلی بار احساس ہوا کہ پارس کی محبت میں بے قیمت ہو گئی ہے۔ اسے حمائلہ کی طرح اپنی قیمت کو بڑھاتے رہنا چاہئے تھا۔ وہ جھنجلا کر وارنر کے دماغ میں آئی پھر اس کی سوچ میں بولی۔ "مرد وہی ہے جو عورت کی حیا کو جیت لے۔ میں کیوں خواہ مخواہ حمائلہ کی شرمیلی طبیعت کو اہمیت دے رہا ہوں۔ اگر وہ ایک بار میری تنہائی میں آ جائے تو پھر میری دیوانی بن کر اپنے مذہب سے پھر جائے گی۔ عیسائیت قبول کر لے گی' یوں ہماری شادی ہو جائے گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ جب میں اپنی مذہب سے کیوں الگ کرنے کی بات سوچ رہا ہوں؟ نہیں' محبت ایسی خود غرض نہیں ہوتی۔ کیا میرے دماغ میں شیطان گھس آیا ہے؟"

وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ ایزی چیئر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ یہ بات اضطراب بڑھا رہی تھی کہ جب وہ ایک مسلمان کے ساتھ زندگی گزار رہی ہے تو حمائلہ ایک عیسائی کے قریب آنے سے کیوں کتراتی ہے؟ ایک کی پارسائی دوسری کے لئے گالی بن گئی تھی۔

گھوڑے کے ٹاپوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پارس واپس آ گیا تھا۔ باہر گھوڑا ہنہنا رہا تھا اور وہ بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ کہاں تو وہ پارس کی آہٹ یا آواز سنتے ہی دروازے کی طرف دوڑ پڑتی تھی۔ آج اس کے آتے ہی منہ پھیر کے کھڑی ہو گئی۔

وہ کمرے میں آیا۔ پھر ایزی چیئر پر بیٹھ کر پیروں سے رائڈنگ شوز اتارتے ہوئے بولا "کیا بات ہے؟ منہ پھیر کے کچھ کہنا چاہتی ہو۔"

وہ پلٹ کر بولی "میں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ سکتی ہوں۔ یاد ہے تمہاری سلطانہ آنٹی نے مجھ سے کہا تھا کہ تم مجھے بیوی بنانے سے پہلے مسلمان بنانا چاہتے ہو۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟"

"بات پرانی ہو چکی ہے۔ یہ تم گڑے مردے کیوں اکھاڑ رہی ہو؟"

"یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔"

"تمہاری بات کا جواب پہلے دے چکا ہوں۔ پہلے ہماری شادی تمہارے مذہب کے مطابق ہو گی۔ پھر میرے مذہب کے مطابق نکاح پڑھایا جائے گا اور نکاح سے پہلے تم کلمہ تو حید پڑھو گی۔"

"میں نہیں پڑھوں گی۔"

"یہ تو میں دیکھ رہا ہوں۔ کلمہ نہیں پڑھنا چاہتی ہو اس لئے ابھی تک ہمارا نکاح نہیں ہوا ہے۔"

"تو پھر کس رشتے سے میرے ساتھ رہتے ہو؟"

"کیا میں تمہارے ساتھ رہتا ہوں؟ کیسی الٹی باتیں کر رہی ہو؟ مجھے میرے انکل کنگ فرانڈو نے یہ بنگلا رہنے کو دیا ہے۔ تم میرے ساتھ رہتی ہو۔ فرہاد علی تیمور کی فیملی میں ایسا کوئی بے غیرت نہیں ہے جو اپنی ہونے والی بیوی کے گھر میں جا کر رہے۔"

"میں تمہاری ہونے والی بیوی نہیں ہوں۔"

"تم کہہ رہی ہو تو یہ سچ ہو گا۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔"

"آخر بات کیا ہے؟ تمہارے تیور کیوں بدل گئے ہیں؟"

"تم مسلمان لوگ خود غرض ہوتے ہو۔"

"غصہ تھوک دو۔ پھر بولو۔"

"میں غصے میں نہیں بول رہی ہوں' حقیقت بیان کر رہی ہوں۔ تم لوگ غیر مذہب سے لڑکیاں لے آتے ہو اور اپنے مذہب کی لڑکیوں کو دوسرے مذہب میں جانے نہیں دیتے۔"

"سنو مرینا! دو طرح کے انسان ہوتے ہیں۔ ایک تو کٹر مذہبی ہوتے ہیں جن سے دنیا کی کوئی طاقت ان کا ایمان نہیں چھین سکتی۔ دوسرے وہ ہوتے ہیں جو مذہب اور قوانین کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ ہماری دنیا میں کتنے ہی لوگ آئے دن اپنا مذہب بدلتے رہتے ہیں۔ ان میں یہودی' عیسائی اور مسلمان سبھی ہوتے ہیں۔ ہم نے کبھی کسی کا گریبان پکڑ کر اسے ملامت نہیں کی۔ قانون ہمیں اس کی اجازت نہیں دیتا اور یہ تو سیدھی سی بات ہے' جو اپنا وطن بدلتا ہے' اپنی زبان بدلتا ہے اسے خدا بدلتے دیر نہیں لگتی۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وارنر اپنا وطن چھوڑ کر ایک

جزیرے میں چلا گیا ہے تو کیا وہ مسلمان لڑکی کی خاطر اپنی زبان اور اپنا مذہب بدل دے گا؟"

"بھئی تم کس وارنر کی باتیں کر رہی ہو؟"

"وہی جو جزیرہ پوٹویا میں ہے۔ ایک مسلمان لڑکی حمائلہ اُس سے محبت کرتی ہے مگر اپنا ہاتھ پکڑنے نہیں دیتی۔"

"کیا میں اس کا ہاتھ پکڑا دوں؟"

"ضرور ایسا کرنا چاہئے۔ میں عیسائی ہو کر تم پر اپنا سب کچھ قربان کر سکتی ہوں۔ حمائلہ کو بھی اپنے عیسائی محبوب کے ساتھ یہی کچھ کرنا چاہئے۔"

"پلیز ایک منٹ۔ کیا میں نے تمہیں جبراً اسلام قبول کرنے کو کہا؟"

"کبھی نہیں کہا۔"

"تم اپنی مرضی سے میری تنہائی میں آتی ہو یا میں جبراً تمہیں کھینچ کر لاتا ہوں۔"

"میں اپنی مرضی سے آتی ہوں۔"

"تو پھر حمائلہ کو بھی اُس کی مرضی پر چھوڑ دو۔"

بات سمجھ میں آنے والی تھی مگر وہ غصے میں ٹہلنے لگی۔ پھر پارس کے پاس بیٹھ کر بولی "کیا تم چاہتے ہو کہ میں اسلام قبول کر لوں۔"

"میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ اسلام میں یہ بنیادی شرائط ہیں کہ ایک خدا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی مان کر دل سے کلمہ پڑھا جائے۔"

"چلو میں دل سے کلمہ پڑھ لوں گی۔ تم پاپا سے کہو، میرے بدلے میں حمائلہ کو عیسائیت قبول کرنے کی ہدایت کریں۔"

"سوری مرینا! میں تمہیں مسلمان بنانے کے لئے ایک مسلمان لڑکی کو غیر مسلم نہیں بننے دوں گا۔"

"تو پھر ثابت ہو گیا کہ مسلمان خود غرض ہوتے ہیں۔"

"عقل سے سمجھو، ہم باہر سے کوئی چیز لا کر گھر کا حسن بڑھاتے ہیں لیکن گھر کا حسن باہر بھیج کر اپنے گھر کو نہیں اجاڑتے۔ ایسا کوئی نہیں کرتا۔ میں سمجھ رہا ہوں کہ حمائلہ کی پارسائی کے باعث تمہاری انا کو ٹھیس پہنچ رہی ہے۔ تم اس بات کو یوں سمجھو کہ یہ معاملہ صرف ایک مسلمان لڑکی کا نہیں ہے۔ یہودی اور عیسائی لڑکیاں بھی پارسا ہوتی ہیں یا پھر یوں سمجھو کہ حمائلہ کی نظروں میں مذہب اوّل اور محبت ثانوی ہے۔ تمہاری نظروں میں محبت اتنی زیادہ اہم ہے کہ تم ہر دیوار گرا کر میرے پاس آگئی ہو۔ تمہاری محبت کی انتہا کو حمائلہ نہیں چھو سکے گی۔"

پارس کے آخری فقرے نے اسے کسی حد تک مطمئن کیا لیکن اس کے دل اور دماغ میں انگارے دہک رہے تھے۔ وہ دوسرے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولی "تمہارے ساتھ بحث کرتے ہوئے بھول ہی گئی کہ ضروری خیال خوانی کرنی ہے۔"

اس نے دوسرے کمرے میں جا کر پارس کو نظر بھر کے دیکھا، دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ ایک صوفے پر آ کر بیٹھتے ہوئے وہ دل ہی دل میں بولی "حمائلہ کیسے دور رہے گی۔ اسے اپنے مجھ تنہائیوں کو آباد کرنا چاہئے۔ میں اسے مجبور کروں گی۔"

اس نے وارنر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر حمائلہ کے لئے بے چینی پیدا کی تاکہ وہ حمائلہ سے ملاقات کرے، اُس سے باتیں کرے۔ اس طرح وہ حمائلہ کی آواز اور لہجہ سن کر اس کے دماغ میں پہنچ جائے پھر اس کے اندر رہ کر عورت کے جذبات پر لگام کرے۔ اس کے بعد حمائلہ کسی ہچکچاہٹ اور حیا کے بغیر اس کی آغوش میں چلی جائے گی۔

دوسری طرف پارس نے ٹوائلٹ میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر جیب سے ایک ننھا ٹرانسمٹر نکال کر اسے آن کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر اس نے کوڈ ورڈز ادا کئے۔ پھر کہا "میں ہوں آپ کا بیٹا پارس۔"

پارس پہلے لیلیٰ کو آنٹی کہتا تھا۔ جب لیلیٰ نے فراخ دلی سے سونیا کو صحیح معنوں میں اور اچھے انداز میں سوکن تسلیم کر لیا تو لیلیٰ نے کہا "آج سے میں آپ کو آنٹی نہیں بلکہ پاکستانی میں امی کہا کروں گا۔"

بہرحال اس نے لیلیٰ کو حمائلہ کے متعلق تھوڑی تفصیل بتا کر کہا "مرینا اپنی انسلٹ محسوس کر رہی ہے۔ آئندہ وہ حمائلہ کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے وارنر کی تنہائی میں پہنچا دے گی۔ آپ سے گزارش ہے کہ حمائلہ کو اس کی حیا کی حدود سے باہر نہ دیں۔"

لیلیٰ نے کہا "اطمینان رکھو بیٹے! یہاں مسئلہ مذہب کا نہیں کا ہے۔ مرینا جبراً حمائلہ کو مذہب تبدیل کرنے پر مائل کر میں اسے ناکام بنا دوں گی۔"

پارس نے کہا "امی! مرینا بہت اچھی ہے۔ بس اتنی سی ہے کہ حمائلہ کی حیا سے مرینا کی حیا کو یا انا کو ٹھیس پہنچی ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں۔ تم اطمینان رکھو۔"

یہ کہہ کر لیلیٰ نے جوجو کے لہجے کو اختیار کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے وارنر ہیگ کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہاں مرینا پہلے سے موجود تھی۔ وارنر کے اندر حمائلہ کے لئے جذبات بھڑکا رہی تھی، اُسے ترغیب دے رہی تھی کہ وہ حمائلہ سے ملاقات کرے اور اس سے باتیں کرے تاکہ وہ حمائلہ کی آواز سن کر اس کے دماغ تک پہنچ کر اس حیا والی کو وارنر کی آغوش میں جانے پر مجبور کر دے۔

چوں کہ وارنر تخیلی عمل کے ذریعے معمول بنا ہوا تھا اس لئے بے اختیار اپنی رہائش گاہ سے نکل کر باہر آ گیا۔ حمائلہ اس کے پڑوس میں تھی۔ وارنر نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیا تھا کہ وہ اپنے کمرے میں بستر پر لیٹی ہوئی ہے اور اپنے وارنر کے متعلق ہی سوچ رہی ہے۔

اس وقت بڑا عجیب رابطہ تھا۔ مرینا اور لیلیٰ، وارنر کے دماغ میں تھیں اور وارنر حمائلہ کے دماغ میں تھا۔ مرینا اپنی چال چلنا چاہتی تھی اور لیلیٰ اس کی چالوں کا توڑ کرنے کو تیار تھی۔

وارنر حمائلہ کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس طرح وارنر کے ذریعے مرینا اور لیلیٰ اس کے دماغ سے نکل کر حمائلہ کے دماغ میں پہنچ گئی تھیں۔ حمائلہ کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کا باپ اپنی دکان میں ہے۔ وہ گھر میں اکیلی تھی اور وارنر کے لئے کروٹ کروٹ تڑپ رہی ہے۔

یہ سوچ پڑھتے ہی وارنر اس کے گھر میں آ گیا۔ پھر اس کی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی چونک کر بستر سے اٹھ بیٹھی۔ شرمانے والی لڑکیاں اپنی تنہائی میں اپنے مرد کے متعلق خواہ کیسی ہی کھٹی میٹھی باتیں سوچ لیں لیکن اپنے مرد کے سامنے ہوش میں آ جاتی ہیں۔ خیالات کی دنیا سے نکل جاتی ہیں۔ پھر اپنی پارسائی کو برقرار رکھنے کے لئے ذرا فاصلہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہیں۔

حمائلہ نے حیرانی سے پوچھا "تم؟ تم میرے گھر میں کیوں آئے ہو؟"

وارنر نے مرینا کی مرضی کے مطابق کہا "میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں تمہیں ہر قیمت پر حاصل کروں گا۔"

حمائلہ نے خوش ہو کر پوچھا "کیا تم میری خاطر مسلمان ہو جاؤ گے؟"

یہ بات مرینا کو منظور نہیں تھی۔ وہ حمائلہ کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی زبان سے بولی "میرے وارنر! مذہب کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تم اسلام قبول نہ کرو، آؤ مجھے قبول کر لو۔"

لیلیٰ سمجھ گئی کہ حمائلہ کی زبان سے مرینا بول رہی ہے۔ وہ وارنر کی زبان سے بولی "نہیں حمائلہ! ایسا نہ کہو۔ ہمیں ایک دوسرے کو قبول کرنے سے پہلے مذہب کا مسئلہ حل کرنا چاہئے۔"

مرینا ایک وقت میں کسی ایک کے ہی دماغ میں رہ سکتی تھی۔ وہ حمائلہ کو وارنر کی آغوش میں پہنچانے آئی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ وارنر مذہب کا مسئلہ پیش کر رہا ہے تو وہ حمائلہ کو چھوڑ کر اس کے دماغ میں آئی۔ پھر اس کی زبان سے بولی "میری جان حمائلہ! مذہب کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس کے متعلق ہم بعد میں بحث کریں گے، ابھی میری آغوش میں آ جاؤ۔"

لیلیٰ اتنی دیر میں حمائلہ کے اندر پہنچ گئی تھی، اس کی زبان سے بولی "وارنر! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم میری پارسائی کی قدر کرتے تھے اور آج خودی مجھے اپنی آغوش میں بلا رہے ہو۔"

مرینا الجھن میں پڑ گئی۔ وہ تنہا دونوں کو ایک دوسرے کی بانہوں میں نہیں پہنچا سکتی تھی۔ وہ جوڈی نارمن کے پاس آئی، پھر لیلیٰ کے سامنے ہے، تم اسے وارنر کی آغوش میں جانے پر مجبور کرو۔"

وہ اسے حمائلہ کے دماغ میں لے گئی۔ پھر خود وارنر کے دماغ میں آئی۔ اس وقت وارنر کہہ رہا تھا "معاف کر دو حمائلہ! نہ جانے میں جذبات میں کیسے بہہ گیا۔ بے اختیار تمہارے کمرے میں چلا آیا۔"

وہ بولی "کوئی بات نہیں۔ چلو ہم باہر چلتے ہیں۔ باہر دنیا والوں کے سامنے بہکنے سے بچے رہیں گے۔"

وہ اس کے ساتھ باہر جانے کے لئے قریب آئی لیکن اچانک ہی اس سے لپٹ گئی۔ وارنر نے اعتراض نہیں کیا کیوں کہ مرینا اس کے اندر تھی۔ لیلیٰ نے فوراً ہی حمائلہ کو الگ کیا۔ جوڈی نارمن نے اسے دوبارہ وارنر کے بازوؤں میں جانے پر مجبور کیا۔ لیکن لیلیٰ نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا تھا۔

وارنر نے پوچھا "میری حمائلہ! تم مجھ سے دور کیوں ہو گئیں؟"

لیلیٰ اسے دوڑاتی ہوئی گھر سے باہر لے گئی۔ مرینا نے جوڈی کے پاس آ کر پوچھا "تم اسے قابو میں کیوں نہیں کرتے ہو؟"

وہ بولا "حمائلہ کا دماغ اچانک پتھر کا ہو گیا ہے۔ میری سوچ کی لہریں اثر نہیں کر رہی ہیں۔"

مرینا یہ سن کر حمائلہ کے اندر آئی۔ اس کی سوچ میں بولی "مجھے گھر کے اندر وارنر کو لے جانا چاہئے۔"

پھر اس نے حمائلہ کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہا۔ پتا چلا اس کا دماغ قابو میں نہیں آ رہا ہے۔ اسے شبہ ہوا کہ کسی اور نے اس پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا "یہاں اور کون ہے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دوسری بار یہی سوال کیا جب کوئی جواب نہ ملا تو وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اپنی جگہ سے اٹھی اور دروازہ کھول کر اس کمرے میں آئی جہاں پارس کو تنہا چھوڑ کر گئی تھی۔

وہ بستر پر لیٹا ہوا چھت کو تک رہا تھا۔ وہ پاس آ کر بولی "کیسے انجان بن رہے ہو؟ میں تمہاری چالاکی سمجھ رہی ہوں۔"

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے حیرانی سے بولا "تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"تم نے کسی کو حمائلہ کے دماغ میں پہنچا دیا ہے۔"

"میں نے کسی کو حمائلہ کے پاس نہیں پہنچایا ہے۔ وہاں پہلے سے کوئی موجود ہو سکتا ہے۔ ویسے معاملہ کیا ہے؟"

"وہ پہلے وارنر کی طرف مائل ہو رہی تھی۔ پھر اچانک ہی اس کی آغوش سے دور ہو گئی۔"

"یہ تو تم پہلے ہی کہہ رہی تھیں کہ وہ حیا والی ہے۔ اگر وارنر سے دور ہو گئی ہے تو مجھے کیوں الزام دے رہی ہو۔"

"تم نے کسی سے کہا ہے کہ حمائلہ کے دماغ پر قبضہ جمایا جائے۔"

"مرینا! تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے، تم حمائلہ کو ٹیلی پیتھی

کے ذریعے جبراوارنر کی آغوش میں لے جارہی تھیں اور اس مقصد میں تمہیں ناکامی ہوئی ہے۔"

"ہاں..... مگر کب تک ناکامی ہوگی۔ میں ایسے وقت حمائلہ کے پاس جاؤں گی..... ایسے وقت جاؤں گی مگر نہیں' میں تمہیں نہیں بتاؤں گی۔ تم قابلِ اعتماد نہیں رہے۔"

"تمہیں احساس ہے کہ ایک غلط کام کرنا چاہتی ہو؟"

"اگر وہ غلط ہے تو ہمارے تعلقات بھی غلط ہیں۔"

"دل سے قائم کئے ہوئے تعلقات غلط نہیں ہوتے۔ حمائلہ جو بات دل سے نہیں مانتی اسے تم جبراً کیوں منوارہی ہو؟"

"میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔ وہ لڑکی اپنی پارسائی سے میری انسلٹ کررہی ہے۔"

"دنیا میں جتنی لڑکیاں پارسا ہیں کیا وہ سب تمہاری انسلٹ کررہی ہیں۔ کیا تم سب پر جبر کرو گی؟ اگر سب پر جبر نہیں کرسکتیں تو پھر حمائلہ کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟ کیا اس لئے کہ وہ مسلمان ہے؟ تم کتنی مسلمان لڑکیوں کو غیر مسلموں کی طرف جبراً مائل کروگی؟"

"میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتی۔"

"ابھی تم نے کہا ہے کہ میں قابلِ اعتماد نہیں رہا لیکن تم میرے پاپا اور دوسرے بزرگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچارہی ہو۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارے حوالے کیا گیا ہے تاکہ تم نیک مقاصد کے لئے انہیں استعمال کرو لیکن تمہارا پہلا ہی مقصد غلط ہورہا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی "ٹھیک کہتے ہو۔ جس معاملے کا تعلق جذبات سے ہوتا ہے' وہاں انسان سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ میں نے اپنی توہین کے متعلق سوچا اور یہ بھول گئی کہ پاپا مجھ پر کتنا بھروسا کرتے ہیں۔ میری اس حرکت کا پتا چلے گا تو انہیں دکھ ہوگا۔ پھر ہماری محبت اور دوستی مشکوک ہوجائے گی۔"

اس نے قریب آکر پارس کے سینے پر سر رکھ دیا۔ یہ اس کی بہت بڑی خوبی تھی کہ اپنی خامیوں کو سمجھ لیتی تھی اور غلطیوں کو تسلیم کرلیتی تھی۔

اس نے تھوڑی دیر بعد سلمان کو مخاطب کیا اور کہا "انکل! نیا سپر ماسٹر میرا حمایتی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ جنرل دہری چالیں چل رہا ہے۔ اس نے برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کو بظاہر گرفتار کیا ہے لیکن جلد ہی انہیں کال کوٹھری سے باہر نکالنے والا ہے تاکہ وہ پانچوں مجھے ڈھونڈ نکالیں۔"

"یہ خوشی کی بات ہے کہ نیا سپر ماسٹر تمہاری حمایت کررہا ہے تم بہت ذہین ہو۔ اس بات پر غور کرو کہ سپر ماسٹر کو جنرل کی پلاننگ کیسے معلوم ہوئی؟"

"انکل! سپر ماسٹر وسیع ذرائع کا مالک ہوتا ہے۔"

"بیٹی! میں بھی سپر ماسٹر رہ چکا ہوں اور یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ جنرل اپنے راز اور اہم فوجی معاملات سپر ماسٹر کو نہیں بتاتا کیوں کہ سپر ماسٹر عہدے میں جنرل سے کم تر ہوتا ہے۔"

مرینا نے کہا "جب بھی ان پانچوں کو رہا کیا جائے گا تو سپر ماسٹر مجھے اطلاع دے گا۔ اگر اس کی اطلاع درست ہوگی تو میں ہوجائے گا کہ سپر ماسٹر بھی درست ہے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔ مرینا! تمہاری اصل خوشی یہ ہے کہ سپر ماسٹر تمہاری طرح محبِ وطن ہے لیکن تمہیں اس پہلو پر غور کرنا چاہئے کہ اسے جنرل کی پلاننگ کیسے معلوم ہوتی ہے۔ ایک بات وہ ہمیشہ مدِ نظر رکھتے ہیں کہ سپر ماسٹر نااہل ہو تو اسے گولی مار دیتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے ملک کے اہم راز دوسروں تک نہ پہنچ سکیں۔ پانچوں اہم رازوں سے واقف ہیں۔ پھر جنرل نے انہیں زندہ کیوں رکھا ہے؟ پھر انہیں صرف اس لئے کیوں رہا کرے گا کہ وہ تمہیں تلاش کریں۔ کیا ان کی رہائی کے بعد یہ اندیشہ نہیں رہے گا کہ سپر ماسٹر اور بلیک سیکرٹس بہت بڑے عہدوں سے نیچے گرا دیئے جائیں گے۔ کے بعد دشمنوں کی گود میں چلے جائیں گے۔"

"اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔ جنرل اپنے ملک اور قوم سے محبت کرتا ہے۔ وہ پانچوں کو کال کوٹھری سے نکالنے کی حماقت نہیں کرے گا۔"

سلمان نے کہا "اور اگر ایسا کرے تو اس کے پیچھے کوئی گہری چال ہوگی۔"

"انکل! میں اس پہلو پر مزید غور کرنے کے بعد آپ سے رابطہ کروں گی۔ سو فار انکل!"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ پھر سپر ماسٹر کے دماغ میں آئی۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ سپر ماسٹر نے ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہے۔ ملازم اس کی مرضی کے مطابق اپنے مالک سے فون پر رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ ملازم کی زبان سے بولی "میں مرینا بول رہی ہوں۔"

"فون رکھ دو۔ میں آرہا ہوں۔"

ملازم نے فون رکھ دیا۔ مرینا اس کا انتظار کرنے لگی۔ جنرل بہت چالاک ہے۔ اس کے جاسوس سپر ماسٹر کی کالیں ڈیٹیکٹ کرتے ہوں گے۔ پچھلی بار بھی سپر ماسٹر نے رابطہ ہوا تھا۔ اس بار بھی اس نے صاف طور پر کہا تھا "میں مرینا بول رہی ہوں۔"

کیا اس رابطے کی خبر جنرل کو نہیں ہوگی؟

وہ پریشان ہوگئی۔ اسے کسی سازش کی بو محسوس ہوئی تھی۔ پارس نے اسے دیکھ کر پوچھا "کیا پریشانی ہے؟"

اس نے نئے سپر ماسٹر کے متعلق اسے بتایا۔ پارس نے کہا "ہمارے انکل سلمان' سپر ماسٹر رہ چکے ہیں۔ ان سے پوچھ لو کہ ڈیٹیکٹ ہوتے ہیں یا نہیں؟"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے سلمان سے پوچھا۔

"ملٹری انٹیلیجنس والے تمام اعلیٰ حکام اور دوسرے اعلیٰ عہدیداران کے فون سنتے ہیں۔ اگر دوبارہ تم نے سپر ماسٹر سے فون پر رابطہ کیا ہے تو یقین کرلو کہ تم دونوں کی گفتگو کا ٹیپ جنرل کے پاس پہنچ گیا ہے۔"

وہ پارس کے پاس حاضر ہو کر بولی "شبہ یقین میں بدلتا جارہا ہے۔ میں مکمل یقین کرنا چاہتی ہوں۔"

"مرینا! تمہاری ذہانت کو کیا ہوگیا ہے۔ جاؤ اور ابھی ملازم کے ذریعے سپر ماسٹر کو زخمی کرو۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر سچ اور جھوٹ معلوم کرلو۔"

"ہاں اس طرح معلوم کرسکتی ہوں لیکن اسے زخمی کرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر وہ مجھ سے کوئی چال چل رہا ہے تو میں اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھوں گی۔"

وہ ملازم کے دماغ میں آئی۔ سپر ماسٹر اپنے گھر پہنچ گیا تھا۔ ملازم سے پوچھ رہا تھا "مرینا! تم موجود ہو؟"

"ہوں۔ تمہاری باتیں سن رہی ہوں۔"

وہ بولا "میرا ایک بچپن کا دوست ملٹری انٹیلیجنس میں چیف ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس آج آدھی رات کو رہا کئے جائیں گے۔"

"وہ کال کوٹھری کہاں ہے؟"

"فوجی ہیڈ کوارٹر میں ہے۔"

"وہ رہا ہو کر کہاں جائیں گے؟"

"یہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ یہ معلوم ہے کہ وہ پانچوں الگ الگ گاڑی میں ہیڈ کوارٹر سے باہر نکلیں گے اور مختلف خفیہ رہائش گاہوں کی طرف جائیں گے۔"

مرینا نے کہا "یہ معلومات بہت ہیں۔ میرے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان پانچوں کا تعاقب کریں گے۔"

"مرینا خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤ۔ اگر وہ پانچوں تمہارے تعاقب کرنے والوں کی نظروں سے اوجھل ہوجائیں گے تو پھر کبھی تمہارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ تم اپنے تمام ذرائع استعمال کرکے انہیں مارڈالو ورنہ جنرل کی پشت پناہی سے یہ لوگ تمہارے لئے بے حد خطرناک ہوجائیں گے۔"

"میں اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ آئندہ وہ پانچوں میری نظروں میں رہیں گے اور جب وہ میری نظروں میں آئیں گے میں تمہاری دوستی کی قائل ہوجاؤں گی۔ اب میں جارہی ہوں پھر آؤں گی۔"

وہ خاموش ہوگئی۔ ملازم کے ذریعے سپر ماسٹر کو دیکھنے لگی۔ وہ اپنی رہائش گاہ کے دوسرے حصے کی طرف جارہا تھا۔ ملازم کی سوچ ٹرانسمٹ کی۔ صاحب کا ایک پرائیویٹ کمرا ہے جہاں بڑے سائز کے دستاویزات ہیں۔ سپر ماسٹر اسے ہمیشہ لاک رکھتا تھا اور کبھی کبھی اپنی موجودگی میں ملازم سے کمرے کی صفائی کراتا تھا۔

مرینا بدستور خاموش رہ کر دوسری معلومات حاصل کرتی رہی پھر اسی رات کھانے کے دوران کھانے کی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا حل کرادی۔ وہ سرکاری ملازم سپر ماسٹر کا بہت وفادار تھا لیکن بیچارے کو پتا نہ چلا کہ وہ اپنے مالک کے خلاف کیا کرتا چلا گیا۔

سپر ماسٹر نے کھانے کے دوران تھوڑی سی کمزوری محسوس کی اور سوچا کہ آج تھوڑا ہی کھا کر سو جائے لیکن کھانا لذیذ تھا۔ وہ کھاتا چلا گیا پھر میز سے اٹھتے ہوئے ملازم سے بولا۔ "میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ فون آئے تو اٹینڈ کرلینا۔ میں سونے جارہا ہوں۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں آگیا' دروازے کو اندر سے لاک کردیا اب کوئی اندر نہیں آسکتا تھا لیکن مرینا آگئی۔ اس نے پوچھا "ہیلو سپر ماسٹر مجھے اپنے دماغ میں خوش آمدید نہیں کہو گے؟"

"وہ گھبرا کر بولا۔ "تم؟ تم آئی ہو؟ نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟"

"تمہارا ملازم بہت وفادار ہے مگر ٹیلی پیتھی نے اس کی کھوپڑی کھادی۔"

"ہاں' میں کھانے کے بعد کچھ کمزوری محسوس کررہا تھا۔ یہ چاہتا شاید زیادہ تھکن کے باعث ایسا ہورہا ہے مگر تم نے یہ..... یہ اچھا نہیں کیا۔"

"میں صرف اتنا معلوم کرنے آئی ہوں کہ تم نے میرے ساتھ کیا اچھا کیا ہے۔ اگر تم میرے خلاف کوئی سازش نہیں کررہے ہو تو پھر میں ہمیشہ تمہیں دوست سمجھتی رہوں گی۔"

"میں قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہارے خلاف کوئی سازش....."

"قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارے دماغ کے چور دروازے سے چور خیالات میری طرف آرہے ہیں۔ میں تمہیں حکم دیتی ہوں' اسی طرح بستر پر خاموش پڑے رہو۔ ورنہ دماغی زلزلہ برداشت نہیں کرپاؤ گے۔"

اس نے اپنے ہونٹوں کو سختی سے بند کرلیا۔ مرینا نے پوری طرح اس کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کی آنکھیں بند کرادیں۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ دماغ کو ذرا ڈھیل دی جائے۔ وہ کچھ بولنا چاہتا ہے لیکن جو کچھ بولنا چاہتا تھا وہ پہلے' اس کا دماغ مرینا کو بتا رہا تھا۔

رفتہ رفتہ وہ سونے لگا۔ مرینا نے اسے گہری نیند میں پہنچادیا۔ اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ عمل کرنے کے دوران وہ اپنا بچاؤ نہ کرسکا' ایک تو کمزور ہوگیا تھا۔ دوسرے گہری نیند میں تھا۔ گہری نیند میں رہنے والوں کو صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی اپنا معمول بنا سکتے ہیں۔ کوئی عام سا عامل ایسا نہیں کرسکتا۔ بہرحال وہ پوری طرح معمول بن گیا۔

مرینا نے سوال کیا "جنرل سے تمہارے تعلقات کیسے ہیں؟"

اس کی آنکھیں بند تھیں۔ جواب دیتے وقت صرف اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "جنرل سے ایسے تعلقات ہیں کہ وہ تنہائی میں اہم رازدارانہ معاملات پر گفتگو کرتا ہے۔"

"میرے معاملے میں کیا گفتگو ہوتی ہے؟"

"وہ تمہاری طرف سے اندیشوں میں گھرا ہوا ہے۔"

"اندیشوں کی نوعیت کیا ہے؟"

"وہ سمجھتا ہے' تم فرہاد علی تیمور کی چالوں میں آگئی ہو۔ وہ چارے کے طور پر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارے حوالے کررہا ہے۔ اچھی طرح تمہارا اعتماد حاصل کرنے کے بعد وہ تمہارے ذریعے ہمارے ملک اور ہماری قوم کو بری طرح نقصان پہنچائے گا۔"

"میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں نے جنرل کے سامنے خیال ظاہر کیا ہے کہ جوان لڑکی اس عمر سے ضرور متاثر ہوتی ہے جو اس پر اپنی مردانگی سے اثر انداز ہوتا ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' میں کس عمر سے متاثر ہوں؟"

"مجھے یقین ہے کہ تم فرہاد کے دونوں بیٹوں میں سے کسی ایک پر مرمٹی ہو۔"

"تم اور جنرل کس طرح مجھے فرہاد کی فیملی سے جدا کرنا چاہتے ہو؟"

"جنرل لیلیٰ کو ٹریپ کرنے والا ہے۔ جس طرح فرہاد تمہیں سبز باغ دکھا رہا ہے' اسی طرح جنرل لیلیٰ کو سبز باغ دکھائے گا۔"

"تم نے اس منصوبے کے سلسلے میں کیا رائے دی ہے؟"

"یہ جنرل کا معاملہ ہے۔ وہ اپنے ایک خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے کچھ بھی کرسکتا ہے۔ میں نے اپنی پلاننگ کے مطابق جنرل سے درخواست کی ہے کہ وہ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کو موت سزا نہ دے' انہیں رہا کردے لیکن رہائی سے پہلے اپنے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے ان پر تنویمی عمل کرائے تاکہ رہائی کے بعد معلوم ہوتا رہے کہ وہ پانچوں کہاں جارہے؟ اور کیا کررہے ہیں؟"

"کیا وہ پانچوں مجھے تلاش کریں گے؟"

"نہیں۔ میری پلاننگ کے مطابق میں ان پانچوں تک تمہیں پہنچاؤں گا۔ تم انہیں قتل کروگی۔ اس طرح دو مقاصد حاصل ہوں گے۔ ایک تو جنرل کے فیصلے کے مطابق وہ مرجائیں گے۔ دوسرے تم مجھ پر اعتماد کرنے لگوگی کہ میں نے جنرل کے پانچوں چمچوں کو تمہارے ہاتھوں ہلاک کرایا ہے اور آئندہ بھی تمہارے کام آتا رہوں گا۔ اس طرح رفتہ رفتہ تمہارے اندرونی معاملات تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"کیا واقعی آج رات بارہ بجے ان پانچوں کو رہا کیا جائے گا؟"

"ہاں' میں نے جنرل کو بتایا ہے کہ تمہارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے فوجی ہیڈ کوارٹر کے باہر چھپے رہیں گے۔ جب وہ پانچوں ہیڈ کوارٹر سے باہر نکلیں گے تو ان کا تعاقب کریں گے۔"

"یعنی میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار کرنے کے انتظامات ہورہے ہیں؟"

"لیکن تمہارے کسی خیال خوانی کرنے والے کو چھیڑا نہیں جائے گا۔ دور ہی دور سے نگرانی کی جائے گی۔ ان کی رہائش گاہ معلوم کی جائیں گی پھر ان کی نادانستگی میں تمہارے ٹھکانے تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"جنرل کے دوسرے منصوبوں کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"میں اپنے منصوبے بتا کر اسے کریدنے کی کوشش کرتا ہوں کہ وہ بھی مجھے اپنے منصوبے بتائے مگر وہ بہت گہرا ہے۔ اپنی باتیں زبان پر نہیں لاتا ہے۔"

"کیا تم اس کے خاص خیال خوانی کرنے والے کو جانتے ہو؟"

"نہیں۔ میں نے صرف اس کا ذکر سنا ہے۔ جنرل اتنا محتاط ہے کہ اس کا نام بھی کسی کے سامنے نہیں لیتا ہے۔"

"کیا ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے جارہے ہیں؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا شعبہ جنرل کے ہاتھوں میں ہے نہیں وہ کیا کررہا ہے۔"

"تم اپنے خاص سراغ رسانوں کے ذریعہ کچھ نہ کچھ معلوم کرسکتے ہو۔"

"مجھے جو سراغ رساں دیے گئے ہیں وہ سرکاری ہیں۔ وہ عقل کہتی ہے' تمام سرکاری سراغ رساں مجھ سے زیادہ جنرل کے وفادار ہوں گے۔"

مرینا نے تائید کی "ہاں' ایسا ہوسکتا ہے۔ بہرحال میں تمہیں حکم دیتی ہوں' تم آئندہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کروگے۔"

"میں تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروں گا۔"

"میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ صبح بیدار ہونے کے بعد یہ جاؤ گے کہ خواب کی حالت میں تم پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔"

اس نے وعدہ کیا کہ حکم کی تعمیل کرے گا۔ وہ دماغی طور پر ہوگئی۔ پارس نے کہا "رات کے گیارہ بجنے والے ہیں۔ تمہارے انتظار میں بھوکا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر کچن کی طرف جانے لگی۔ پارس نے پوچھا "خوب ہنس رہی ہو۔ کسی کامیابی کی وجہ سے ہے۔"

"میں کامیابی پر زیادہ خوش نہیں ہوتی۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تم میرے گئے ابھی تک بھوکے ہو۔"

وہ کھانا لاکر میز پر رکھنے لگی۔ پارس نے کہا "تم کھانا پکاؤ' چار روز فاقے کروں گا تاکہ تمہیں زیادہ سے زیادہ خوشی حاصل ہوتی رہے۔"

وہ خوب کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ اپنے ہاتھ سے اسے کھانا کھلاتے ہوئے بتانے لگی کہ اس نے کس طرح سپر ماسٹر کو ٹریپ کیا؟

تمام باتیں سن کر بولا "تمہاری اطلاع کے مطابق ان پانچوں کی رہائی میں پینتالیس منٹ رہ گئے ہیں اور یہاں تم بہت اطمینان سے بیٹھی ہو۔"

"میرے انتظامات مکمل ہیں۔ میرے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے چھ آلۂ کاروں کے دماغوں میں ہیں۔ وہ آلۂ کار فوجی ہیڈ کوارٹر کے قریب پونے بارہ بجے پہنچیں گے اور مختلف سمتوں میں جانے والے ان پانچوں کا تعاقب کریں گے۔ میں بھی ان آلۂ کاروں کے دماغوں میں آتی جاتی رہوں گی۔ اور ان کا ٹھکانا معلوم کرتی رہوں گی۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"اس کے بعد یہاں حاضر ہوکر تمہاری آغوش میں سوجاؤں گی۔"

"میرے قریب رہ کر تم عقل سے پیدل ہوتی جارہی ہو۔"

وہ چونک کر بولی "کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے؟"

"آج تمہیں میری آغوش میں نہیں آنا چاہیے۔ جنرل کے اس خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچنا چاہیے۔"

"کیا تم نے کوئی تدبیر سوچی ہے؟"

"یہی میں پوچھتا ہوں' تم نے کوئی تدبیر کیوں نہیں سوچی؟"

"میں مانتی ہوں' تم نے مجھے سوچنے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔ دل یہی چاہتا ہے کہ ڈٹھنوں سے فوراً نمٹ کر تمہارے پاس آجاؤں۔ ایسی جلد بازی میں بہت سی باتیں سمجھنے کو رہ جاتی ہیں۔"

"میں یہ الزام اپنے سر نہیں لوں گا کہ میری وجہ سے تم ناکارہ ہوتی جارہی ہو۔ یہ محبت تو نہ ہوئی' دشمنی ہوگئی۔"

"سچ کہتے ہو۔ میں دوسرے کمرے میں جارہی ہوں اور اس پہلو پر غور کروں گی کہ جو تدبیر تمہارے دماغ میں آئی' وہ میرے دماغ میں کیوں نہیں آئی۔ اس سلسلے میں کچھ اشارہ دوگے؟"

"ہاں' اپنے شکاروں کے ذریعے شکار کرسکتی ہو۔"

اس میں شبہ نہیں کہ وہ بے حد ذہین تھی۔ پارس کی بات سنتے ہی اس نے دیے پھاڑ کر اسے دیکھا۔ ذرا دیر سوچا پھر پارس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "مائی گڈنس! اتنی معمولی سی بات میں نے نہیں سوچی اور تمہارے گلے لگنے کے لئے یہاں حاضر ہوگئی۔"

پارس مسکرانے لگا۔ وہ بولی "اگر میں برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس میں سے کسی ایک کو دماغی طور پر کمزور بنادوں اور اس کے دماغ میں جاتی رہوں تو جنرل کے خاص خیال خوانی کرنے والے کی آواز سن لوں گی۔ وہ پانچوں کو اپنا معمول سمجھ کر ان کے اندر آجاتا ہوگا۔" پھر چٹکی بجا کر بولی "میں جارہی ہوں۔"

وہ کرسی پر بیٹھ کر دماغی طور پر وہاں سے گم ہوگئی۔ جنرل کے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں فی الحال پہنچا نہیں جاسکتا تھا لیکن یہی کیا کم تھا کہ مرینا اس شخص کی آواز اور لہجے سے واقف ہوجاتی۔

مرینا کو اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں جوڈی نارمن پر بہت بھروسا تھا۔ وہ اہم ذمے داریاں اسے سونپ دیا کرتی تھی۔ اس وقت رات کے بارہ بج چکے تھے۔ آلۂ کاروں کے دماغوں میں جانے سے پتا چل رہا تھا کہ وہ سب مختلف راستوں پر گاڑی ڈرائیو کررہے ہیں اور فوجی ہیڈ کوارٹر سے باہر نکلنے والی گاڑیوں کا تعاقب کررہے ہیں۔ اس نے جوڈی نارمن سے پوچھا "ہیلو جوڈی! کیا پوزیشن ہے؟"

"میڈم! تعاقب جاری ہے۔ میں باری باری تمام آلۂ کاروں کے اندر جاکر دیکھ رہا ہوں۔ جورا جوری' کینی پال اور کمی میتھو بھی ایک ایک آلۂ کار کے اندر موجود ہیں۔"

"ہم جس آلۂ کار کے دماغ میں ابھی باتیں کررہے ہیں' اسے چھوڑ دو' میں اسے ہینڈل کررہی ہوں۔"

جوڈی نارمن چلا گیا۔ مرینا اس آلۂ کار کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر تیزی سے کار ڈرائیو کرنے لگی۔ ان پانچوں میں سے کسی ایک کی کار آگے جارہی تھی۔ وہ اس کار کے برابر آنے لگی۔ آلۂ کار نے اس کی مرضی کے مطابق کار کے برابر آتے ہی اسٹیئرنگ کو اچانک گھمایا دوسری کار دھکا کھاتے ہی سنبھل نہ سکی۔ فٹ پاتھ پر چڑھی اور ایک دکان کے شوکیس کو توڑتے ہوئے رک گئی۔ اس کے اندر جو کوئی بھی تھا' وہ زخمی ہوا تھا۔ اس کے دماغ میں بھی کمزوری پیدا ہوئی ہوگی۔ مرینا نے فوراً ہی برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کے دماغوں میں جانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے سانس روک لی۔

یہ حیرانی کی بات تھی۔ ان پانچوں میں سے کوئی زخمی نہیں ہوا تھا۔ جب کہ کار کو ایک حادثہ پیش آیا تھا۔ وہ دوسرے آلۂ کار کے پاس پہنچ گئی۔ اس آلۂ کار کے پاس ریوالور تھا' اس نے ریوالور کے ذریعے ایک پہیے میں گولی ماری۔ آگے جانے والی کار کا پہیہ برسٹ ہوا' وہ ڈگمگائی پھر ایک طرف گھوم کر تیزی کے ساتھ ایک درخت سے ٹکرا گئی۔ مرینا نے پھر پانچوں کے دماغوں میں باری باری پہنچنا چاہا لیکن ان سب نے سانسیں روک لیں۔

وہ جوڈی نارمن کے پاس آکر بولی "ہمارے ساتھ دھوکا ہورہا ہے۔ ان پانچوں کو رہا نہیں کیا گیا ہے۔"

"میڈم! اس کا مطلب ہے' جنرل نے ہمیں ٹریپ کرنے کے لئے اپنے فوجی جوانوں کو برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس بنا کر ہیڈ کوارٹر کے باہر نکالا ہے۔"

"ہاں۔ جورا جوری' کینی پال اور کمی میتھو سے کہو' وہ آلۂ کاروں کے دماغوں سے جائیں اور آرام کریں۔"

وہ اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ وہاں سے اٹھ کر خواب گاہ میں آئی پارس آنکھیں بند کئے اپنے دماغ کو سونے اور جاگنے کی ہدایات دے رہا تھا پھر آہٹ سن کر چونک گیا' مرینا کو دیکھ کر بولا "بڑی جلدی فرصت ہوگئی؟ کیا کام نہیں بنا؟"

وہ ٹہلتے ہوئے بولی "جنرل بہت چالاک بنتا ہے۔ اس نے پانچوں کو رہا نہیں کیا۔ اُن کی جگہ فوجی جوانوں کو ہیڈ کوارٹر سے روانہ کیا تاکہ میرے آدمیوں کو ٹریپ کر سکے۔"

"یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟ کیا تم نے ان رہا ہونے والوں کو زخمی کیا تھا؟"

"ہاں' اس کے بعد پانچوں کے پاس گئی تھی' انہوں نے سانسیں روک لیں۔"

"کیا جنہیں زخمی کیا تھا' ان کے دماغوں میں گئی تھیں؟"

"ان کے پاس جا کر کیا کرتی ہے؟"

"یعنی میرے پاس آنے کی بے چینی تھی؟"

"تم اتنے خوب صورت نہیں ہو۔ میں سونے کے لئے آئی ہوں۔"

"مان لو کہ میرے پہلو میں آنے کے لئے تم نے پھر غلطی کی ہے۔"

"کیسی غلطی؟"

"جن پانچ فوجی جوانوں کو برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس بتا کر ہیڈ کوارٹر سے باہر نکالا گیا ہے اُن کے دماغوں میں جنرل کا خاص ٹیلی پیتھی جاننے والا آتا ہوگا اور ان کے ذریعے تمہارے تعاقب کرنے والے آلۂ کاروں کو دیکھتا ہوگا۔ جن افراد کو تم نے زخمی کیا ان افراد کے دماغوں میں وہ آیا ہوگا۔ ان سے باتیں کی ہوں گی۔ ان کی خیریت معلوم کی ہوگی۔ تم ان کے اندر ہوتیں تو اس خاص خیال خوانی کرنے والے کی آواز سن چکی ہوتیں۔"

مرینا کو اس غلطی کا شدید احساس ہوا۔ وہ شکست خوردہ انداز میں کرسی پر بیٹھ گئی۔ یہ تو بہت آسان تھا۔ اس نے جس آلۂ کار کے ذریعے کار کا حادثہ کرایا تھا اسی کے ذریعے حادثے کا شکار ہونے والے کو مخاطب کرتی۔ اس زخمی ہونے والے کو کار سے باہر نکالتی تو اس دوران جنرل کے خاص آدمی کی آواز ضرور سن لیتی۔

وہ سر جھکا کر بولی "پارس! میں مانتی ہوں۔ جب تنہا تھی' صرف اپنی ذات پر بھروسا کرتی تھی تو کبھی غلطی نہیں کرتی تھی' بڑے بڑے کارنامے انجام دیتی تھی۔ دشمنوں کو حیرانی اور پریشانی میں مبتلا کر دیتی تھی۔ جب سے تم آئے ہو' میں بزدل ہو گئی ہوں۔ تم میرے حواس پر چھائے رہتے ہو۔ رات ہوتے ہی غیر شعوری طور پر تمہارے پاس آنے کے لئے بے چین ہو جاتی ہوں۔ جلد بازی میں ادھوری خیال خوانی' ادھوری معلومات حاصل کرتی ہوں اور اپنے مقاصد میں ناکام رہتی ہوں۔"

"جس پر جذبات غالب آتے ہیں' اس سے غلطیاں ضرور ہوتی ہیں' ہمیں ایک دوسرے سے دور رہنا چاہئے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی' اس کے پاس آ کر لیٹ گئی۔ پھر بولی۔ "تم درست کہتے ہو' میری بھلائی چاہتے ہو۔ ہم دور رہ کر بھی محبت کر سکتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملاقات کا وقت مقرر کر سکتے ہیں۔"

پارس نے کہا "اگر ایک گھنٹے کی ملاقات ہو تو اس ایک گھ کے بعد ایک منٹ بھی ساتھ نہیں رہیں گے۔"

"مجھے بہت سی اہم ذمے داریوں سے نمٹنا ہے۔ جنرل نے چال چلی ہے' اس کا منہ توڑ جواب دینا ہے۔ اس لئے میں ہوتے ہی چلی جاؤں گی۔ پھر ایک ہفتہ بعد ملاقات کروں گی۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"کیا تم میرے بغیر ایک ہفتہ گزارو گے؟"

"ایسی جذباتی باتیں کرو گی تو ہم ایک لمحہ بھی ایک دوسرے بغیر نہیں گزار سکیں گے۔"

"آج تو جی بھر کے جذباتی باتیں کر لو۔"

"سوری! دنیا میں تمہاری جیسی حسین اور جوان لڑکیوں کی کم نہیں ہے۔ میں کسی سے بھی عشق فرما سکتا ہوں لیکن مجھے صرف مرینا سے عشق ہے' اُس مرینا سے جو اپنی ذہانت اور حاضر دماغی سے دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیتی ہے۔"

مرینا نے مسکرا کر اس کے سینے میں اپنا منہ چھپا لیا۔

○☆○

میں جیسے ساری دنیا کو بھول چکا تھا۔ کوئی اخبار نہیں تھا' کوئی ٹی نہ تھی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ سوئٹزرلینڈ کے ایک ہٹ میں میں تھا اور سونیا تھی۔ سونیا تھی اور میں تھا۔ باقی ساری دنیا نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

میں اپنی جانِ حیات کو سر سے پاؤں تک حاصل کرتا تھا اور سوچتا تھا۔ میں کتنا نادان ہوں' ناقدردان ہوں کہ سونیا کی پہلے قدر نہیں کی۔ ساری دنیا اس کے گن گاتی رہی اور میں اسے نظر انداز کرتا رہا۔ اور یہ سمجھتا رہا کہ وہ مجھ سے مایوس ہو کر خواہشات کی دنیا سے نکل گئی ہے اور روحانیت میں ڈوب چکی ہے۔

جب کہ ایسا نہیں ہوتا۔ انسان جب تک زندہ رہتا ہے خواہشات سے نجات نہیں پاتا۔ یہ الگ بات ہے کہ خود کو روحانیت میں گم کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ سونیا بھی یہی کر رہی تھی لیکن مجھے دل سے نوچ کر نہیں پھینک سکی تھی۔

اصل بات یہ تھی کہ اس میں حیا اور شرافت تھی۔ وہ میری خواہش نہیں بننا چاہتی تھی اس لئے اپنے اور میرے درمیان فاصلہ قائم کر لیا تھا۔ لیکن جب باقاعدہ نکاح پڑھوانے کی بات انٹھی تو فوراً میری زندگی میں داخل ہو گئی۔

وہ ایک دن بولی "پورے دو ہفتے گزر چکے ہیں۔ نہ دین کی خبر ہے نہ دنیا کی۔"

میں نے کہا "دنیا کو بھول جاؤ۔ ہم نے ایک طویل زندگی زمانے بھر کے دشمنوں سے لڑتے ہوئے گزار دی۔ یہ باقی جو رہ گئی ہے اسے ہم ساگ کی سیج پر لڑتے ہوئے گزار دیں گے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "ہماری ذاتی مسرتیں اور ذاتی خواہشات

کے ساتھ دنیا بھر کی ذمے داریاں بھی ہوتی ہیں جن سے نمٹنا ہوتا ہے۔ کیا تمہارا فرض نہیں ہے کہ پارس' علی تیمور' سونیا ثانی' جوجو اور مرینا کی خیریت معلوم کرو؟"

"ذمے داریوں کا بوجھ اٹھانے والا بوڑھا ہو جاتا ہے اور میں تمہارے ساتھ جوان رہنا چاہتا ہوں۔"

"معلوم ہوتا ہے مجھے پیار کی ہڑتال کرنی ہوگی۔ پیار نہیں ملے گا تو تم کے آدمی بن جاؤ گے۔"

اس بات میں پیار بھی تھا' دھمکی بھی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ دھمکی پر عمل کرے۔ لہٰذا مجھے پھر عملی دنیا میں آنا پڑا۔ میں نے پارس کو مخاطب کیا "ہیلو! کیسے ہو؟"

"مزے میں ہوں اور انتظار کر رہا ہوں۔"

"کس کا انتظار؟"

"ایک ننھے سے بھائی یا ننھی سی بہن کا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "سنجیدگی سے باتیں کرو۔"

"اولاد سب سے سنجیدہ مسئلہ ہے۔ میں نے آپ کے اور مما کے ہاتھ پیلے کر دیے۔ اب آپ دونوں کو پھلتے پھولتے دیکھنے کی آرزو ہے۔"

"میرے باپ! تمہاری آرزو پوری ہوگی۔ مرینا کیسی ہے؟"

وہ تمام حالات بتانے لگا۔ میں نے ہنسنے کے بعد کہا "جنرل نے برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کو رہا نہیں کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ان پانچوں کو پھر ٹرانسفارمر مشین سے گزارے گا۔ ان کے اندر سے غرور اور اقتدار حاصل کرنے کی خواہشات کو ختم کرے گا اور انہیں اپنا تابعدار رکھے گا۔"

پارس نے کہا "جنرل بڑی حتمالہ پلاننگ پر عمل کرتا ہے۔ سپر ماسٹر اور اعلیٰ حکام پر بھی بھروسا نہیں کرتا۔ اگر کسی طرح جنرل تک رسائی حاصل کروں یا آپ اس کے دماغ میں پہنچ جائیں تو صرف جنرل ہی نہیں' ٹرانسفارمر مشین پر بھی ہمارا قبضہ ہو جائے گا۔"

"جنرل تک مرینا راستہ بنا سکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ایسا کر رہی ہوگی۔"

"اگر وہ کچھ کر رہی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کچھ نہ کریں۔"

"میں بھی کوشش کروں گا۔"

"کروں گا نہیں' ابھی سے کوشش شروع کر دیں۔"

"چلو شروع کرتا ہوں۔ مرینا سے معلوم کرو' جنرل کے کتنے شیڑ ہیں اور اس کی مصروفیات کیا ہیں؟"

وہ ٹیلیفون کے پاس آیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں نے پوچھا "کیا وہ تمہارے ساتھ نہیں رہتی ہے؟"

"نہیں مگر ہمارے درمیان رابطہ رہتا ہے۔"

"پہلے تو ایک ہی چھت کے نیچے رہتے تھے۔"

"زیادہ قربت اچھی نہیں ہوتی۔"

"کیا تمہارے اعتماد کو ٹھیس پہنچی ہے؟"

وہ ریسیور رکھ کر بولا "وارنر ہیگ ایک مسلمان لڑکی حمائلہ سے محبت کرتا ہے۔ وہ بھی اسے دل و جان سے چاہتی ہے لیکن وہ اپنا مذہب نہیں چھوڑنا چاہتی۔ مرینا چاہتی تھی کہ حمائلہ کے دماغ پر قبضہ جما کر وارنر کی تنہائی میں اسے پہنچا دے۔ میں نے اعتراض کیا تو اپنی محبت کو مثال بنا کر پیش کرنے لگی۔"

میں سمجھ گیا۔ اس بات سے اسے ٹھیس پہنچی ہوگی کہ وہ ایک مسلمان کے پاس آ گئی پھر حمائلہ ایک عیسائی کو قبول کیوں نہیں کرتی ہے۔ پارس نے کہا "میں نے مرینا کو سمجھایا کہ وہ حمائلہ کے مزاج کے خلاف ایسی کوئی حرکت نہ کرے۔ اُس نے میری بات مان لی ہے۔ وعدہ کیا ہے کہ حمائلہ اور وارنر کے معاملے میں مداخلت نہیں کرے گی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے؟"

"میں محبت پر یقین رکھتا ہوں۔ محبت کرنے والوں پر نہیں رکھتا۔ آپ حمائلہ کے پاس جائیں گے؟"

"میں ابھی آتا ہوں۔"

جنرل اور ٹرانسفارمر مشین کے معاملات اہم تھے۔ لیکن اس سے زیادہ اہمیت حمائلہ کی تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ مرینا ہمارا اعتماد کہاں تک برقرار رکھتی ہے۔ میں حمائلہ کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس کی آواز بھی نہیں سنی تھی۔ اس لئے وارنر ہیگ کے دماغ میں آ گیا۔

وارنر ہیگ لیلیٰ کا معمول تھا۔ پھر ہم نے اسے مرینا کے حوالے کر دیا تھا۔ مرینا نے اس پر دوبارہ تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ آئندہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ باقی تمام سوچ کی لہروں کے لئے اس کا دماغ حساس رہے گا اور وہ سانس روک لیا کرے گا۔ دوسرے لفظوں میں مرینا نے لیلیٰ کا اور ہم سب کا راستہ روک دیا تھا۔

اب یہ حقیقت تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سمجھ گئے تھے کہ کوئی بھی کسی کے معمول کے دماغ میں اس کی آواز بنا کر پہنچ سکتا ہے۔ اس کے باوجود مرینا نے وارنر کے دماغ کو صرف اپنی جاگیر بنا لیا تھا۔ میں مرینا کے لہجے میں وارنر کے پاس آ گیا۔

جزیرہ پوٹویا میں آدھی رات گزر چکی تھی۔ وارنر بے چینی سے جاگ رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ پچھلی رات حمائلہ پر دیوانگی طاری تھی۔ وہ آدھی رات کو اس کے کمرے میں آ گئی تھی۔ پھر وہ ہوا جو نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اس نے حسن و شباب کے آگے گھٹنے ٹیک دیے تھے جبکہ بڑا ہی مستقل مزاج تھا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ حمائلہ کو محبت کے نام پر تباہ نہیں کرے گا۔ اب وہ پریشان تھا کہ ایسا کیوں ہو گیا؟ وارنر نے چپ چاپ حمائلہ کے دماغ میں جا کر اس کا حال معلوم کیا۔ وہ بستر پر پڑی ہوئی سسکیوں میں منہ چھپائے رو رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر وہ پچھلی رات باؤلی کیوں

ہوگئی تھی؟ اپنے گھر سے نکل کے بے اختیار وارنر کے کمرے میں کیسے چلی گئی تھی؟ اسے اپنی پارسائی عزیز تھی۔ اب وہ اس کا ماتم کررہی تھی۔

اصل بات یہ تھی کہ وہ بے قابو کیوں ہوگئی تھی۔ اسے ایک بار بھی خیال نہ آیا کہ وہ گمراہی کی طرف جارہی ہے۔ یہ بات حمائلہ کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔ لیکن میری اور وارنر کی سمجھ میں آگئی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ ضرور کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی شرارت ہے۔ وہ خیال خوانی کرنے والا حمائلہ کے دماغ میں آتا ہے۔ اور اس کے ذریعے وارنر کی نگرانی کرتا ہے۔ اور اس کی مستقل نگرانی کرنے کے لئے اس نے حمائلہ کو اس کے ساتھ جذباتی رشتے میں جکڑ دیا ہے۔

وارنر درست سوچ رہا تھا۔ صرف یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ خود مرینا کا معمول ہے۔ اُس کی سوچ کی لہروں کو نہیں محسوس کرتا ہے اور مرینا اس کے ذریعے حمائلہ کو خود اس کے ہاتھوں برباد کرچکی ہے۔

میں اس بات کا قائل ہوں کہ محبت سے اور آپس کی رضامندی سے تعلقات قائم کئے جاسکتے ہیں۔ یہ اپنے مزاج کی بات ہوتی ہے۔ اگر کسی کے مزاج میں پارسائی کوٹ کوٹ کر بھری ہو اور اسے جبراً گناہگار بنایا جائے تو یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اور یہ جرم ناقابلِ معافی ہے۔

مرینا کے اس عمل کا نفسیاتی تجزیہ یہ تھا کہ اس کے تحت الشعور میں پارس اس کے دشمن کے طور پر تھا کہ وہ مسلمان کی طرف کیوں جھک گئی ہے۔ دنیا میں سیکڑوں ہزاروں پارس ہیں لیکن ایک غلطی کرنے کے بعد وہ کسی دوسرے کو ہرگز قبول نہیں کرسکتی تھی۔ اس کا مزاج صرف ایک ہی مرد کو قبول کرتا تھا۔ ایسا مرد جو مذہب کے اعتبار سے ناپسند تھا اور خاندان کے اعتبار سے امریکی پالیسیوں کا مخالف تھا۔ اس کے حواس پر حکومت کرنے والا پارس شعوری طور پر دوست اور لاشعوری طور پر دشمن تھا۔

مرینا نے حمائلہ کے ساتھ جو حرکت کی تھی وہ دراصل پارس سے ایک انتقام تھا کہ مسلمان لڑکی بھی عیسائی کی آغوش میں جاسکتی ہے۔ اب ایک بات صاف تھی کہ ایک طرف مرینا روح کی گہرائیوں سے اپنے وطن سے محبت کرتی تھی۔ دوسری وطن کی پالیسیوں پر اعتراض کرنے والے کے بیٹے سے بھی محبت جاری تھی اور کوئی شخص دو مخالف سمت جانے والی کشتیوں میں سفر نہیں کرسکتا۔ مرینا دونوں کشتیوں کے درمیان دو طرف سے پکڑ کر خود بھی ڈوبنے والی تھی اور ہمیں بھی ڈبونے والی تھی۔

محبت اور شرافت ہر جگہ اچھے نتائج پیدا نہیں کرتی۔ بعض جگہ محبت دھوکا دیتی ہے اور شرافت نقصان پہنچاتی ہے۔ ہم نے شرافت سے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مرینا کے حوالے کیا تھا تاکہ وہ ہماری دوستی اور نیک نیتی کی قدر کرے۔ اپنی حکومت کی ان غلط پالیسیوں کو رفتہ رفتہ بدل دے جن سے چھوٹے ملکوں کو نقصان پہنچتا ہے۔

لیکن ہم انسانی دماغوں میں سفر کرنے والے بھی مرینا کے مزاج اور اس کی ذہنی رَو کو نہ سمجھ سکے۔ سمجھنے کے لئے کبھی اس کے دماغ میں جانے کا موقع نہیں ملا۔ پھر یہ کہ انسان کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں، علمِ نفسیات کے ذریعے ہی پہچانا جاتا ہے اور مرینا کی ایک نفسیاتی کج روی نے ہمیں چونکا دیا تھا۔ اب محض شرافت سے نہیں ذرا مکاری سے بھی کام لینا ضروری ہوگیا تھا۔

میں نے پارس کو اپنے خیالات بتائے۔ اس نے کہا "پاپا! میں سمجھ رہا تھا کہ میں نے احتیاطاً اس سے ذرا دوری رکھی ہے لیکن وہ بے حد چالاک ہے۔ ہم سے بہت سی باتیں چھپاتی ہے اور کچھ اہم باتیں چھپانے کے لئے وہ مجھ سے دور ہوگئی ہے۔ یہ میری خوش فہمی تھی کہ میں نے اُس سے ذرا فاصلہ رکھا ہے۔"

میں اچانک ہی پارس کے دماغ سے نکل گیا۔ میری چھٹی حس نے کہا ہم بیٹے باپ کے درمیان وہ بھی موجود ہے۔ میں دوبارہ اس کے دماغ میں گیا تو پارس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ حقیقت سمجھ میں آگئی۔ میں نے کہا "مرینا! میں نے تمہیں بیٹی بنا کر بہت کچھ تحفے کے طور پر دیا۔ مگر تم جاسوسی کررہی ہو، چپ رہ کر ہماری باتیں سن رہی ہو۔"

وہ بولی "جب بات اپنے خلاف ہو تو ہر انسان چھپ کر سنتا ہے۔"

میں نے کہا "بات تمہارے خلاف نہیں تھی، تمہارے مزاج کے عین مطابق تھی۔ تم نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا۔ کیا اس سے انکار کروگی؟"

"میں نے آپ کے اعتماد کو دھوکا دینے والا کوئی کام نہیں کیا۔"

"کیا تم نے حمائلہ کی پارسائی کو اندار نہیں کیا؟"

"ہرگز نہیں، یہ مجھ پر الزام ہے۔"

"حمائلہ بہکی نہیں تھی۔ اس کے دماغ میں جاکر بہکایا گیا ہے۔"

وہ بولی "کیا ایک میں ہی بہکانے والی ہوں۔ کوئی اور اس کے دماغ میں گیا ہوگا۔"

"تم اسی بہانے اپنی واردات کو دوسرے کے سر رکھ رہی ہو۔ یہ تم جانتی ہو، یا ہم لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے سوا کوئی وارنر جیک کا ٹھکانا نہیں جانتا ہے۔ اگر تم نے یہ گناہ نہیں کرایا ہے تو پھر ہم نے ہی کرایا ہوگا جبکہ ہم کبھی ایسا کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے۔ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ حمائلہ کی پارسائی برقرار رکھوگی۔ لیکن....."

میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا "پارس! بات ختم کرو۔ مرینا! تم جاؤ اور تنہائی میں ٹھنڈے دماغ سے سوچو کہ ہماری دوستی اور شرافت سے غلط فائدہ اٹھا کر تم کتنے خسارے میں رہو

گی۔"

"آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں؟"

"عقل دے رہا ہوں۔ سمجھا رہا ہوں تاکہ کبھی یہ نہ کہہ سکو کہ فرہاد نے بیٹی بنا کر سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ پارس! میں جارہا ہوں۔ تم چاہو تو سانس روک سکتے ہو یا چاہو تو اسے اپنی سانسوں میں بسائے رکھ سکتے ہو۔"

میں اُس کے دماغ سے چلا گیا۔ پارس نے چند سیکنڈ کے بعد کہا۔ "مرینا! میرے پاپا ہمیشہ کہتے ہی میرے دماغ سے چلے جاتے ہیں۔ ابھی صرف تم ہو۔"

"ہاں، میں ہوں۔"

"کچھ کہنے کے لئے رہ گیا ہے تو کہہ دو۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے چلی جانا۔"

"کیا تمہاری محبت اتنی دیر کے لئے تھی؟"

"محبت کی گاڑی اعتماد کے پٹرول سے چلتی ہے۔ خدا نے تمہیں تھوڑی سی ذہانت تو دے دی لیکن پٹرول نہیں دیا۔"

"تم غلط نہ سمجھو، میں حمائلہ کی گمراہی کی ذمے دار نہیں ہوں۔"

"اپنی صفائی پیش نہ کرو۔ میرے پاپا کے تجربات کے سامنے ابھی تم بچی ہو۔ وہ اپنے تجربات اور تجزیے سے جو دیکھ لیتے ہیں، جو سمجھ لیتے ہیں وہ کبھی جھوٹ نہیں ہوتا۔"

"ہمارے درمیان پاپا کو نہ لاؤ۔"

"میں پاپا کو اپنے دماغ میں بلانے والا ہوں۔ اس لئے تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

اس نے سانس روکی، وہ دماغ سے نکل گئی۔ پارس نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ پھر اسے سوچ کی لہر محسوس ہوئی، وہ بولا "میں جانتا تھا تم پھر چھپ کر باپ بیٹے کی گفتگو سننے آؤ گی۔ میں نے تمہاری چال سمجھنے کے لئے پاپا کو ابھی بلانے والی بات غلط کہی تھی۔"

"تم پھر غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تمہیں پیار سے منانے آئی ہوں۔"

"میں نے پاپا سے گفتگو کا جو وقت مقرر کیا تھا، اسی وقت پیار سے منانے آئی ہو۔ میری نادان محبوبہ! تم نے اپنے ہاتھوں سے جنرل کے سامنے اپنی قبر کھودی ہے۔ تمہیں اپنی نادانی کا احساس جلد ہی ہوگا۔"

"دیکھو، سانس نہ روکنا۔ تم ساتھ چھوڑو گے تو میں تمہارہ جاؤں گی۔"

اس نے سانس روک لی۔ مرینا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ غصے سے سوچنے لگی۔ وہ میاش ہے۔ مجھ سے دل بھر گیا ہے اس لئے پیچھا چھڑا رہا ہے۔

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ یہ بات پریشان کررہی تھی کہ ہم سب نے ساتھ چھوڑ دیا تو وہ جنرل کے مقابلے میں بالکل تنہا رہ جائے گی۔

اس کے مزاج اور خیال کے مطابق حمائلہ کا معاملہ معمولی سا تھا۔ لیکن پارس اور اس کے باپ نے بہت زیادہ اہمیت دی تھی۔ یہ خواہ مخواہ تعلقات بگاڑنے والی بات تھی۔ اسے غصہ بھی آرہا تھا، پریشانی بھی تھی اور جھنجلاہٹ بھی۔ ایسے وقت وہ یوگا کی مشقیں کیا کرتی تھی تاکہ موڈ نارمل رہے اور سہولت سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بحال ہوجائیں۔

اس نے یوگا کے ایک آسن پر عمل کیا پھر سانس روک لی۔ اسی وقت جوڈی نارمن نے دماغ میں آکر کوڈورڈز ادا کئے، وہ کوڈورڈز کے دوران سانس لے رہی تھی پھر بولی "میں آرہی ہوں۔"

وہ فرش پر سیدھی پالتھی مار کر بیٹھ گئی۔ پھر جوڈی نارمن کے دماغ میں آکر بولی "کیا بات ہے؟"

وہ بولا "خطرہ ہے۔ آپ جہاں ہیں، وہاں سے فوراً چلی جائیں۔ ملٹری انٹیلی جنس کے جوانوں نے آپ کی رہائش گاہ سے ٹیلی فون کالیں ڈیٹیکٹ کی ہیں۔"

وہ بولی "میں نے اپنی رہائش گاہ میں ایک بیکار سا ٹیلیفون رکھا ہوا ہے جس سے نہ کال کی جاسکتی ہے نہ ریسیو کی جاسکتی ہے۔ ویسے ایک رہائش گاہ ہے جہاں سے کوئی مجھے کال کرسکتا ہے۔ بہرحال بروقت اطلاع دینے کا شکریہ۔"

وہ اس سے رابطہ ختم کرکے پارس کے پاس آئی۔ اس نے پوچھا۔ "پھر کیوں آئی ہو؟"

"تمہیں خطرے سے آگاہ کرنے آئی ہوں۔ تمہارے بنگلے کا ٹیلی فون ڈیٹیکٹ کیا گیا ہے۔ تم کسی وقت بھی حراست میں لئے جاسکتے ہو۔"

پارس نے پوچھا "تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟"

"باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ وہاں سے بھاگو۔"

"تم نے اطلاع دینے میں دیر کردی۔ تم چار دن پہلے مجھے چھوڑ کر گئی تھیں۔ میں نے تمہارے جاتے ہی وہ بنگلا چھوڑ دیا تھا کیونکہ مجھے تم پر بھروسا نہیں تھا۔"

اس نے سانس روک لی۔ مرینا نے کمی بیتھو کے دماغ میں آکر پوچھا "کیا تم اور تمہارے آدمی پارس کی رہائش گاہ کی نگرانی کررہے ہیں؟"

"جی ہاں، مسلسل نگرانی ہورہی ہے۔"

"کیا خاک ہورہی ہے۔ پارس دھوکا دے گیا ہے۔ وہ میرے وہاں سے نکلتے ہی خود بھی نکل گیا تھا اور تم سب سمجھ رہے تھے، وہ اتنی جلدی نہیں جائے گا۔"

وہ غصے میں پھر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ جنرل اور اس کی فوج پہلے ہی مقابلے کے لئے کم نہ تھی۔ ایسے میں پارس کی چالاکی اور میری علیحدگی اس کے لئے مصیبت بن گئی تھی۔ اب وہ سارا الزام پارس پر ڈال رہی تھی کہ وہ میاش ہے۔ اس کا دل بھر گیا ہے۔ اس لئے

علیحدگی اختیار کررہا ہے۔ عورت خواہ کتنی ہی ذہین اور محبت کرنے والی ہو' وہ غصے میں اپنی غلطی تسلیم نہیں کرتی۔ ہر الزام اپنے مرد پر رکھتی ہے۔

وہ پھر یوگا کے ایک آسن میں سانس روک کر لیٹ گئی۔ دس منٹ تک دم سادھے لیٹی رہی۔ پھر سانس لینے لگی۔ تھوڑی دیر بعد یوگا کا دوسرا آسن اختیار کرکے پھر سانس روک لیا۔ اس نے دو چار بار ایسا کیا' اس دوران غصہ ختم ہوتا رہا' دماغ سے پریشانی دور ہوتی رہی اور سکون حاصل ہوتا رہا۔ آخر وہ لان میں آکر بیٹھ گئی۔ اس نے سکون اور غیر جانبداری سے سوچا' میں نے اپنی انا کی تسکین کے لئے حمائلہ کو وارنر کی تھانی میں پہنچایا۔ یہ میرے لئے کوئی بڑی اہم بات نہیں ہے۔ لیکن ہمارے لئے جو بات معمولی سی ہوتی ہے وہ دوسروں کے لئے بہت اہم ہوتی ہے۔ میں نے پارس سے حمائلہ کے پاس نہ جانے کا وعدہ کیا اور وہاں جاکر اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی۔ اب وہ اور اس کے پاپا کسی معاملے میں مجھ پر بھروسا نہیں کریں گے۔"

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ پھر سوچنے لگی' غلطی سب سے ہوتی ہے' مجھ سے بھی ہوگئی ہے اور اس اعتماد پر ہوئی کہ دل و جان سے چاہنے والا مرد اپنی عورت کی غلطیاں معاف کردیا کرتا ہے۔ لیکن میرے مرد کے سر پر تو اس کا باپ سوار رہتا ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو پارس میری قہقہت کی آنچ ملتے ہی مجھے معاف کردیتا۔

اب مجھے سوچنا چاہئے کہ دوبارہ پارس اور اس کے باپ کا اعتماد کیسے حاصل کرسکتی ہوں؟ میرے سامنے جنرل ایک پہاڑ کی طرح کھڑا ہوا ہے۔ اس پہاڑ کو کاٹنے کے لئے مجھے پارس اور فرہاد علی تیمور کی ضرورت ہے۔

سکون سے سوچا جائے تو مسئلے کا حل نکل آتا ہے۔ ایسے وقت سونیا یاد آئی۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "میں ہوں مرینا!"

سونیا نے مسکرا کر پوچھا "کیسی ہو مرینا؟"

"مما! بہت پرابلم میں ہوں۔ پاپا اور پارس مجھ سے ناراض ہیں۔ اگر انہوں نے ساتھ چھوڑ دیا تو میں دشمنوں کے مقابلے میں کمزور ہوجاؤں گی۔ میں آپ کا سہارا لینے آئی ہوں۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"پاپا آپ کے ساتھ ہیں۔ کیا انہوں نے کچھ نہیں بتایا؟"

"وہ بڑی دیر سے خیال خوانی میں مصروف ہیں۔ تم بتاؤ۔"

وہ حمائلہ اور وارنر کے متعلق بتانے لگی۔ تمام باتیں سننے کے بعد سونیا نے کہا "تم نے جو غلطی کی ہے اس کی تلافی ہوسکتی ہے۔ حمائلہ اور وارنر کی شادی ہوجائے گی تو ان کے تعلقات جائز ہوجائیں گے۔ یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔"

وہ خوش ہوکر بولی "اوہ مما! آپ واقعی عظیم ہیں لیکن پارس کہتا ہے' میں نے اس کے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔"

"پیار کرنے والی عورت دھوکا نہیں دیتی بلکہ اس بھولے جان بوجھ کر غلطیاں کرتی ہے کہ وہ ہمارا مرد ہے' ہمیں وہ معاف نہیں کرے گا تو کیا دنیا کرے گی؟ دراصل عورت اس انداز سے اپنے مرد کی محبت کو آزماتی ہے۔ بے شک تم نے غلطی کی لیکن ساتھ ہی پارس کی محبت کو آزما رہی ہو۔"

"اوہ مما! آئی لو یو۔"

"تمہاری پریشانی کیا ہے؟"

"پارس ناراض ہے۔"

"اگر میں اسے مناؤں گی تو یہ ثابت ہوگا کہ ماں کی محبت میں وہ مان گیا ہے۔ یعنی تمہاری اہمیت نہیں ہے۔ تم اپنی اہمیت کیوں کم کرتی ہو۔ خود اسے مناؤ۔ نہ مانے تو تمہاری محبت میں کمی رہ گئی ہوگی۔ اپنی کمی اور خامی کو سمجھو۔ محبت کی جنگ میں عورت پیشگی کے جھنڈے گاڑتی جاتی ہے۔ اس کے سامنے مرد اپنے حواس میں نہیں رہتا۔ تم کیسی عورت ہو؟"

"سوری مما! میں بھول گئی تھی کہ یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے۔ پارس کو میں خود راضی کروں گی لیکن پاپا بھی سخت ناراض ہیں۔"

"تمہارے پاپا میرے میاں ہیں۔ تم اپنے میاں کو مناؤ' میں اپنے میاں کو مناتی ہوں۔ تم ان میاؤں کو نہیں جانتیں۔ ذرا سا سہلاؤ تو میاؤں میاؤں کرنے لگتے ہیں۔"

مرینا ہنسنے لگی۔ خوب دل کھول کر ہنسنے لگی۔ سونیا نے اس کے سر پر بہت بڑا پہاڑ ہٹا دیا تھا۔ وہ بولی "مرینا! تم نے ابھی تک آپس کے مسئلے پر گفتگو کی ہے۔ یہ گھر کی باتیں ابھی گھر میں ہی رہنے دو۔ پارس کو بعد میں بھی راضی کرسکتی ہو۔ پہلے یہ معلوم کرو جنرل نے برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹ کو رہا کیوں نہیں کیا؟"

وہ بولی "صاف ظاہر ہے' وہ مجھ تک یا میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

"صرف اتنی سی بات نہیں ہے۔ میرے خیال کے مطابق وہ ان پانچوں کو پھر ٹرانسفارمر مشین سے گزار چکا ہے۔ انہیں مشین یا تنویمی عمل کے ذریعے اپنا وفادار بنا چکا ہے۔ حتیٰ کہ ان پانچوں خطرناک شکاریوں کو تمہاری تلاش میں روانہ کرچکا ہے۔"

"مما آپ کوئی مشورہ دیں۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ کسی طرح بھی جنرل کے قریب رہا کرو۔ یہ معلوم کرو۔ اس کی معمولیات کیا ہیں؟ وہ تمام مسائل تنہا حل نہیں کرسکتا۔ اس کے دو چار مشیر ہوں گے۔ پتا کرو وہ مشیر کون ہیں اور وہ کن لوگوں پر زیادہ بھروسا کرتا ہے۔"

"میں یہی کوشش کررہی ہوں۔ اب میں زیادہ توجہ فوج کے ایسے اعلیٰ افسران پر دوں گی جو ریٹائر ہوکر گوشہ نشینی اختیار کرچکے ہیں۔ جنرل ایسے ہی افراد کو اپنا مشیر اور رازدار رکھتا ہوگا۔"

وہ چلی گئی۔ میں سونیا کے سامنے تھا اور اس کے دماغ میں خاموشی سے مرینا کی باتیں سن رہا تھا۔ جب وہ چلی گئی تو میں سونیا کے قریب آکر بولا۔ "بھوک لگ رہی ہے۔"

وہ اٹھ کر کچن میں چلی گئی۔

میں آرام سے بستر پر لیٹ کر جنرل تک پہنچنے کے متعلق سوچنے لگا۔ مرینا واقعی ذہین تھی۔ اس نے بڑی ذہانت سے سوچا تھا کہ جنرل اپنی فوج کے ریٹائرڈ افسروں کی خدمات حاصل کرتا ہوگا۔ ملازمت ہوگا اور چند ایک کو جاسوسی کے فرائض سونپ دیے ہوں گے۔ سے سبکدوش ہونے والے وفادار افسروں میں سے چند کو مشیر بنایا

مرینا نے پارس کو یہ بتایا تھا کہ سپر ماسٹر کے ایک گھریلو ملازم کے دماغ میں جایا کرتی ہے۔ میں نے سوچا' وہ اتنی سیدھی تو نہیں ہے کہ اس ملازم کے دماغ میں رہ کر صرف سپر ماسٹر سے گفتگو کرتی ہوگی جبکہ اسے سپر ماسٹر پر پورا بھروسا نہیں تھا۔ یہ شبہ تھا کہ وہ بھی جنرل کا حمایتی ہے۔

ان حالات کے پیش نظر مرینا نے حقیقت معلوم کرنے کے لئے سپر ماسٹر کے اندر پہنچنے کی کوشش کی ہوگی اور اس کے لئے اس پر خفیہ عمل ضرور کیا ہوگا۔ یہ بات میں ابھی معلوم کرسکتا تھا۔ میں نے سپر ماسٹر کی آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر مرینا کی سوچ کی لہروں کے مطابق اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ حساس دماغ رکھنے والا مجھے محسوس نہ کرسکا۔

میں بڑی خاموشی سے اہم معلومات حاصل کرنے لگا۔ سپر ماسٹر کی حیثیت سے ملک کے داخلی اور خارجی معاملات سے اس کا گہرا تعلق تھا' وہ بڑی اہم معلومات فراہم کررہا تھا۔ میں نے حالیہ ریٹائر ہونے والے فوجی افسروں کے نام پتے اور فون نمبر معلوم کئے۔ انہیں ایک کاغذ پر نوٹ کرتا رہا۔ فوج کے معاملات میں وہ زیادہ مداخلت نہیں کرسکتا تھا۔ اسے جو کچھ معلوم تھا' وہ میں نے معلوم کرلیا۔

پھر میں نے پارس سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا "کیا مرینا آئی تھی؟"

"آپ کے جانے کے بعد ایک بار آئی تھی' میں نے اسے لوٹا دیا تھا۔"

"آئندہ ایسا نہ کرنا۔ تمہاری مما نے اس کی پہلی غلطی معاف کی ہے۔ تم رفتہ رفتہ اس سے راضی ہوجاؤ۔ سات عدد فون نمبر نوٹ کرلو۔ یہ ریٹائرڈ فوجیوں کے نمبر ہیں۔"

میں نے تمام نمبر نوٹ کرائے۔ پھر کہا "پہلے ایک کو فون کرو میں تمہارے ذریعے اس کی آواز سن کر جاؤں گا۔ جب واپس آؤں تو دوسرا نمبر ڈائل کرنا۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے اس کے ذریعے ایک ریٹائرڈ فوجی افسر کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جلد ہی معلوم ہوگیا کہ وہ ہمارے مطلب کا آدمی نہیں ہے۔ میں نے پارس کے پاس آکر دوسرے کی آواز سنی پھر تیسرے کی آواز' اس کے بعد چوتھے' پانچویں کے دماغوں سے بھی وہ غیر متعلقہ افراد ثابت ہوئے۔

پارس نے کہا "سپر ماسٹر کا تعلق فوج سے برائے نام ہے۔ وہ ریٹائر ہونے والے اہم افسران کے متعلق نہیں جانتا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ بہرحال دو رہ گئے ہیں۔ انہیں بھی فون کرو۔"

اس نے چھٹے افسر کو فون کیا۔ میں نے اس کی آواز سنی' خیال خوانی کی پرواز کی اس کے دماغ میں پہنچا مگر اس نے سانس روک لی۔ میں نے واپس آکر کہا "بیٹے! یہ کام کا آدمی ہے۔ فوراً اس کے پتے پر روانہ ہوجاؤ۔ اس کی نگرانی کرو۔ یہ مجھے دماغ میں آنے سے روک رہا ہے۔"

"پاپا! ایک فون نمبر اور رہ گیا ہے۔"

"اسے چھوڑ دو۔ تم فوراً جاؤ۔ ورنہ وہ ریٹائرڈ افسر خطرہ محسوس کرتے ہی رہائش گاہ بدلنے والا ہوگا۔"

میں نے پارس کو چھوڑ کر لیلیٰ کو مخاطب کیا۔ وہ پیرس جانے کی تیاری کررہی تھی۔ میں نے اس کے اندر آتے ہی اسے پیار کیا۔ وہ خوش ہوکر بولی "آپ کیسے ہیں؟ سسٹر کیسی ہیں؟"

"ہم خیریت سے ہیں۔ ذرا ایک فون نمبر ڈائل کرو اور بولنے والے کے دماغ میں پہنچو۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ پھر ہم دونوں ساتویں افسر کے دماغ میں پہنچے۔ اس نے بھی سانس روک لی۔ میں نے کہا "لیلیٰ! جس حال میں بھی ہو گھر سے نکلو' میں اس کی رہائش گاہ کا پتا بتا رہا ہوں۔ وہاں پہنچنے میں دیر کروگی تو وہ اپنی جگہ بدل دے گا۔"

وہ ایک اپارٹمنٹ سے باہر آکر اپنی گاڑی میں بیٹھی' میں نے

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

رومانیات نجومی

قیمت ۲۰/- روپے ۵/- روپے

- ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مرگیا تھا لیکن اس کی لاش مندر کے تہہ خانے میں ہی حالت میں موجود تھی۔
- سرنگھاٹ کے علاقے پر اس بزرگ پجاری کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر نوجوان لڑکا آتھا۔
- ایک معلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آکر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا اور زبردست پُراسرار قوتیں حاصل کرلیں۔
- وہ تین ترین شخص بن گیا لیکن ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔

بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟

ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کہانی کی شکل میں دستیاب ہے۔

اپنے قریبی کتب فروش سے طلب فرمائیں یا راہ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب رنگ ڈائجسٹ کے سند یافتہ وکیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

انکا	اقابلا	غلام زوحیم
جن، دو حصے	جن، دو حصے	جن، دو حصے
قیمت فی حصہ ۲۵ روپے، ڈاک خرچ ۵ روپے	قیمت فی حصہ ۲۰ روپے، ڈاک خرچ ۵ روپے	قیمت فی حصہ ۱۵ روپے، ڈاک خرچ ۵ روپے

کتابیات پبلی کیشنز، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۰۱، کراچی ۱۱

اسے ساتویں افسر کا پتا بتایا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی بولی "آپ سسٹر کے پاس جائیں میں آکر رپورٹ دوں گی۔"

"میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ سونیا کے پاس جانے کا مشورہ نہ دو۔ یا صاف الفاظ میں کہہ دو کہ میری موجودگی تم پر ایک بوجھ ہے۔"

"آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ آپ کے آتے ہی میں کس طرح خوشی سے کھل جاتی ہوں یہ آپ میرے اندر رہ کر سمجھ سکتے ہیں۔"

"پھر جانے کو کیوں کہتی ہو؟"

"کم از کم چھ ماہ تک آپ کے جملہ حقوق سسٹر کے لئے محفوظ ہیں۔ آپ کو ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہئے۔"

"اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تھوڑی دیر کے لئے بھی تمہارے پاس نہ آؤں۔ بھئی ملاقات بھی ہو رہی ہے اور کام بھی ہو رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے' کام ہوتے ہی آپ چلے جائیں گے۔"

"جاؤں گا پھر کسی کام کے بہانے آجاؤں گا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ گفتگو کے دوران وہ ائرپورٹ پہنچ تھی وہاں ایک ڈو میسٹک فلائٹ اٹلانٹا سے مین ہٹن جارہی تھی۔ وہ ساتواں افسر مین ہٹن میں تھا۔ لیلیٰ اسی فلائٹ سے چل پڑی۔ میں نے ٹنگ فرنانڈو کی ایک سیکریٹری سے کہہ دیا کہ لیلیٰ آرہی ہے اس کی رہائش کا انتظام کردیا جائے۔

پھر میں نے پارس کو مخاطب کیا' وہ بولا "میں چھٹے افسر جان لبوڈا کی رہائش کے قریب ہوں۔ میں نے اس بنگلے کے اندر سے باہر آنے والوں کو اور باہر سے اندر جانے والوں کو دیکھا ہے۔ وہ سب نیگرو ہیں۔ جان لبوڈا بھی نسلاً حبشی ہوگا۔"

"کیا وہ گھر میں موجود ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن ایک اندازہ کرسکتا ہوں۔ وہ اندر موجود ہے۔"

"تم نے کیسے اندازہ کیا؟"

"آپ نے اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کی اس نے سانس روک لی۔ اسے خطرے کا احساس ہونا چاہئے تھا لیکن وہ خطرہ محسوس نہیں کر رہا ہے۔ کیونکہ عورتیں اور بچے باہر آتے جاتے دکھائی دے رہے ہیں جبکہ خطرات کے وقت کوئی چار دیواری سے باہر نہیں نکلتا ہے۔"

"تمہاری یہ دلیل قابلِ قبول ہے لیکن یہ حیرانی کی بات ہے کہ اسے خیال خوانی کرنے والے کو محسوس کرکے خطرے کا احساس کیوں نہیں ہے؟ کیا گھر کی چار دیواری میں ایسے انتظامات ہیں کہ وہ مصیبت کے وقت آسانی سے چھپ سکتا ہے یا کسی چور راستے سے فرار ہوسکتا ہے۔"

"یہی بات ہوسکتی ہے۔ ابھی میں دیکھ رہا ہوں ایک لڑکی باہر آئی ہے اور ایک سرخ رنگ کی اسپورٹنگ کار میں بیٹھ رہی ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' جان لبوڈا چارا ڈال رہا ہے۔ اس لڑکی کو اس لئے باہر بھیج رہا ہے کہ ہم اس کا تعاقب کریں۔ اسے ٹریپ کریں۔ اس طرح جان لبوڈا کو یقین ہوجائے گا کہ ہم اس کی تاک میں ہیں۔"

"اگیز یکسٹلی پاپا! یہی چال ہے۔ اس سے پہلے ایک بارہ برس کی لڑکا سائیکل پر سوار ہو کر کہیں گیا ہے۔ اس لڑکے سے پہلے ایک خاتون کار میں گئی تھیں۔ اب یہ نوجوان لڑکی جارہی ہے۔"

وہ دوربین کے ذریعے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ اور کار کا نمبر یاد کرچکا تھا۔ میں نے کہا "جان لبوڈا کی خواہش پوری کرو۔ اس لڑکی کے پیچھے چل پڑو۔"

"پاپا! سوچ لیں۔"

"کیا سوچ لو؟"

"آپ ایک معصوم بچے کو جوان لڑکی کے پیچھے لگا رہے ہیں۔"

"میرے معصوم شیطان وقت ضائع نہ کرو۔ میں ابھی آؤں گا۔" میں لیلیٰ کے پاس آیا۔ ابھی اس کا سفر جاری تھا' ویسے وہ مین ہٹن پہنچنے ہی والی تھی۔ میں نے کہا۔ "ایک جوان لڑکی کو ٹریپ کرو اور اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے لیلیٰ بنا دو۔ دشمنوں کو یقین دلاؤ کہ تم ان کے ہاتھ لگ گئی ہو۔"

"یہاں طیارے میں ایک نیم پاگل سی لڑکی ہے۔ میں اس لڑکی میں دلچسپی لے رہی تھی۔ اس کے دماغ کو پڑھ رہی تھی۔ بیچاری نفسیاتی مریضہ ہے۔ اسے کبھی بعد دیگرے دو نوجوانوں نے پیار کا فریب دیا۔ اس کے ایک انکل نے اس کی ایک فیکٹری پر قبضہ جمالیا۔ وہ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو کر ہنستی گاتی رہتی ہے۔ زندگی کو ایک مذاق سمجھ کر گزار رہی ہے۔ میں سوچ رہی تھی کہ اس کے کام آؤں۔"

میں نے کہا "اچھا موقع ہے' یہ ہمارے کام آئے گی۔ ہم اس کے کام آئیں گے۔ تم اس کے شناختی کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ کے متعلق معلوم کرو۔"

میں پارس کے پاس آیا۔ وہ کاک ٹیل کلب کے قریب اپنی کار میں بیٹھا تھا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا کیونکہ میرا موجود نہیں تھا۔ اس سے کہہ رہی تھی۔ "مجھ سے ایک ملاقات کرو۔ مجھے کچھ کہنے سننے کا موقع دو۔ خدا اپنے بندوں کی غلطیاں معاف کرتا ہے کیا تم بندے ہو کر اپنی بے دام بندی کی غلطی معاف نہیں کرو گے؟ معاف نہیں کرو گے تب بھی ملاقات ضروری ہے۔"

پارس نے پوچھا "کیوں ضروری ہے؟"

"میں اپنی بربادی یا آبادی کا آخری فیصلہ کروں گی تم نے ساتھ دیا تو تمہارے ساتھ آباد رہا کروں گی۔ تم نے ساتھ چھوڑا تو جنرل کے آگے ہتھیار ڈال دوں گی۔ پھر میں نہیں جانتی میرا کتنا برا انجام ہوگا۔"

"اچھی بات ہے' ہوٹل ڈیلائلہ میں ایک کمرا لو۔ میں وہاں کسی بھی وقت آجاؤں گا۔"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ کار میں کس جگہ بیٹھے ہو؟"

"بیویوں کی طرح سوالات نہ کرو۔ جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ مرینا کے ساتھ میں بھی باہر نکل آیا۔ مجھے یقین تھا وہ پارس کے رویّے کی شکایت کرنے آئے گی اس لئے میں فوراً بیٹے کے پاس نہیں گیا۔ میرا یقین درست تھا۔ وہ دوسری بار آکر بولی "مجھے اس انداز میں نہ بھگاؤ۔ میری توہین نہ کرو۔ کیا مجھ سے دل بھر گیا ہے؟"

"تم کچھ بھی سمجھ لو۔ میں محبت سے موم ہوتا ہوں اور نفرت سے فولاد بن جاتا ہوں۔ ابھی تم سے محبت نہیں ہے اس لئے گیٹ آؤٹ۔"

اس نے پھر سانس روکی۔ وہ باہر گئی۔ پھر اندر آکر بولی "ہزار بار بھاگو ہزار بار آؤں گی۔ تمہارے جیسا ہر جائی پیار کو کیا سمجھے گا۔ دیکھو سانس روکنے سے پہلے سن لو۔ میں ہوٹل کا کمرا بک کرا رہی ہوں۔ جب تک نہیں آؤ گے تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

"میری بھی بات سن لو۔ دو گھنٹے سے پہلے رابطہ نہ کرنا' میں معذور رہوں گا۔"

"ابھی تو تم اپنی معصومیت بتاؤ گے نہیں' ماش کے پُتلے کی طرح اکڑے ہوئے ہو۔ دو گھنٹے کے بعد تم سے پوچھوں گی۔"

وہ چلی گئی میں نے کہا "بیٹے! میں نے تم دونوں کی تمام باتیں نہیں سنیں۔ بار بار آتا رہا جاتا رہا۔ اس کے جانے کے بعد اب مخاطب کر رہا ہوں۔ کیا اس سے کہیں ملاقات کرو گے؟"

"جی ہاں۔ آپ ہوٹل ڈیلائلہ میں بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس وغیرہ پہنچا دیں۔ آنٹی سلطانہ اور انکل سلمان وغیرہ کو ہدایات دیں کہ وہ ہوٹل کے کچن سے کمرے تک فرائض ادا کرنے والے ملازمین کے دماغوں میں جگہ بنائیں۔"

"میں سمجھ گیا بیٹے! ہم مرینا پر بہت زیادہ بھروسا نہیں کرسکتے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

پارس اور مرینا شکاگو میں تھے۔ اس شہر میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جتنے جاسوس تھے ان سے میں نے رابطہ کیا۔ انہیں تفصیل سے بتایا کہ مرینا اور پارس ہوٹل ڈیلائلہ کے ایک کمرے میں ملاقات کرنے والے ہیں۔ وہاں سب کو محتاط اور مستعد رہنا ہے اور ایسے انتظامات کرنے ہیں کہ کسی برے وقت میں پارس پر آنچ نہ آئے اور وہ صاف بچ کر نکل جائے۔

پھر میں نے سلطانہ اور سلمان سے کہا۔ "پارس کے پاس جاؤ۔ وہ تمہیں فون کے ذریعے ہوٹل ڈیلائلہ کے منیجر وغیرہ کی آوازیں سنائے گا۔ تم دونوں وہاں کے تمام اسٹاف کے دماغوں میں آتے جاتے رہو۔"

وہ دونوں پارس کے پاس گئے۔ میں لیلیٰ کے پاس آگیا۔ وہ نیم پاگل لڑکی کے متعلق بتانے لگا۔ "اس کا نام شینا جارجیا ہے۔ اٹلی سے آئی ہے۔ بالکل تنہا ہے۔ چاہتی ہے کسی چاہنے والے کا سہارا مل جائے تو امریکا میں رہائش اختیار کرلے گی۔"

میں نے کہا۔ "یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی چاہنے والا کا سہارا ملے۔ ہم اسے ایسا مضبوط سہارا دیں گے کہ وہ کسی چاہنے والے کی محتاج نہیں رہے گی۔ کیا وہ تمہاری طرح حسین اور بھرے ہوئے بدن کی مالکہ ہے؟"

لیلیٰ آخر کار عورت تھی۔ اپنی تعریف سے خوش ہو کر بولی "جی ہاں' وہ میری طرح ہے لیکن اسے تخریبی عمل کے ذریعے قابو میں رکھنا ہوگا ورنہ وہ پارے کی طرح مچلتی ہے۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر تھرکتی رہی تو ہمارا کام بگڑ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' اسے تم اپنی معمولہ بنا سکتی ہو۔ فی الحال اسے جانے دو اور ساتویں افسر کی رہائش گاہ کی طرف چلو۔"

وہ مین ہٹن پہنچ گئی تھی۔ اور اب ایک رینٹل کار ڈرائیو کرتی جارہی تھی۔ ساتویں افسر کا نام جافری والٹن تھا۔ اس کی کوٹھی کے لان میں اچھی خاصی رونق تھی۔ کوئی درجن بھر عورتیں اور مرد پی رہے تھے اور ہنس بول رہے تھے۔ میں جافری والٹن کے دماغ میں گیا تھا' اس نے سانس روک لی تھی لیکن اسے بھی پیش آنے والے خطرے کی پروا نہیں تھی۔ لیلیٰ نے وہاں سے کار میں گزرتے ہوئے کہا "یہاں تو رنگین رات گزاری جارہی ہے۔"

وہ آگے جاکر رک گئی۔ دوربین سے اس کوٹھی کی طرف دیکھنے لگی۔ وہاں بھی کچھ لوگ گاڑیوں میں آتے تھے اور کچھ افراد گاڑیوں میں کہیں باہر جاتے تھے۔ میں نے کہا "پارس ایسے ہی ایک ریٹائرڈ افسر کی نگرانی کر رہا ہے' وہاں بھی یہی سلسلہ ہے۔ جوان لڑکیاں اور لڑکے کاروں میں آتے جاتے ہیں۔ ان کا مقصد ہے کہ نگرانی کرنے والا کوئی ہے تو ان کا تعاقب کرے۔ انہیں ٹریپ کرے اس طرح یہ ثابت ہوجائے گا کہ ہم ان افسران کو ٹریپ کرنے آئے ہیں۔"

"مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"یہاں تمہاری رہائش کا انتظام ہے۔ تم وہاں رہ کر شینا جارجیا کے ذہنی انتشار کا علاج کرو اور تخریبی عمل کے ذریعے اسے معمولہ بناؤ۔"

اس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ میں اسے نئی رہائش گاہ کا پتا بتا کر پارس کے پاس آیا۔ وہ کاک ٹیل کلب کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ وہاں گورے اور کالے امریکی تھے۔ امریکا کے بیشتر علاقوں میں نسلی تعصب تھا۔ گورے امریکی تمام نیگروز سے نفرت کرتے تھے۔ گوروں کے کئی کلبوں میں کالوں کا داخلہ ممنوع تھا۔ اور کالوں کی بستیوں میں گورے آکر زندہ واپس نہیں جاتے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ پارس جس کلب میں گیا تھا' وہاں گوری اور کالی حسینائیں تھیں۔ مرد بھی ہر رنگ' ہر

نسل اور ہر علاقے سے آتے تھے "کاک ٹیل" کا مطلب ہے' ہر طرح کا مزہ دینے والی شرابوں کو ایک بڑے پیالے میں ملایا جائے اور اسے ایک کر دیا جائے۔ اس کلب میں ہر قوم اور ہر نسل کے لوگ آتے تھے اس لئے اس کا نام کاک ٹیل کلب رکھا گیا تھا۔

پارس نے مجھ سے کہا "مجھے آدھے گھنٹے بعد مرینا سے ملاقات کرنا ہے۔ میں اس نیگرو لڑکی کی نگرانی نہیں کر سکوں گا۔ اس لئے طریقۂ کار بدل دیا ہے۔"

"اب کیا کر رہے ہو؟"

"میں نے انکل سلمان سے کہا ہے کہ وہ یہاں ایسی کسی لڑکی کو ٹریپ کریں جسے جو جونا کراس نیگرو لڑکی سے دوستی کرائی جا سکے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "باپ بیٹے کا دماغ ایک طرح سوچتا اور ایک طرح عمل کرتا ہے۔ میں ساتویں افسر جعفری والٹن کے ساتھ بھی یہی کرنے والا ہوں۔ وہاں ایک ڈی لیلیٰ ہماری آلۂ کار رہے گی۔"

سلمان نے پارس کے دماغ میں آکر کہا "اس نیگرو لڑکی کا نام کانووانا لیبوڈا ہے' وہ جان لیبوڈا کی بیٹی ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ اس کے دماغ کے اندر کوئی پہلے سے موجود ہے اور اس کی ہی سوچ میں اسے گائیڈ کر رہا ہے۔"

میں نے کہا "سلمان! میں تمہارے دماغ میں آ رہا ہوں۔ مجھے اس لڑکی کانووانا کے پاس پہنچاؤ۔"

میں سلمان کے پاس آیا اور پھر اس کے ذریعے کانووانا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ڈانس فلور پر تھی اور ایک گوری نسل کے نوجوان کے ساتھ رقص کر رہی تھی اور سوچ رہی تھی "بعض اوقات مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ میں اپنے مزاج کے خلاف حرکتیں کرنے لگتی ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے اپنے بیڈ روم میں ایک دلچسپ ناول پڑھ رہی تھی۔ پھر اچانک ہی گھر سے باہر جانے کے لئے دل مچلنے لگا۔ میں ناول چھوڑنا نہیں چاہتی تھی لیکن اپنی مرضی کے خلاف چھوڑ کر یہاں چلی آئی۔ تمام راستے عقب نما آئینے میں یوں دیکھتی رہی۔ جیسے کوئی پیچھا کر رہا ہوں۔ جب کہ پیچھا کرنے والے سے ڈر نہیں لگتا' خوشی ہوتی ہے کہ میری اہمیت سمجھ کر کوئی میرے پیچھے پڑا ہے۔"

واقعی اس کے خیالات سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف گھر سے نکلی ہے۔ کسی خیال خوانی کرنے والے نے ایسا کیا ہے تاکہ ہم میں سے کسی تعاقب کرنے والے کو دیکھ سکے۔

میں اس کے دماغ میں بڑے صبر سے انتظار کر رہا تھا۔ اس خیال خوانی کرنے والے کو پھر کانووانا کے دماغ میں آنا چاہئے تھا۔ اور وہ نہیں آیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ یقین کر چکا ہے کہ کسی نے کانووانا کا تعاقب نہیں کیا ہے۔ اگر کوئی تعاقب کرنے والا اس کی نظروں میں آتا تو وہ لڑکی کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر نہ جاتا۔

کانووانا سے پہلے بھی جان لیبوڈا کے بنگلے سے ایک خاتون نکلی تھی اور ایک بارہ سال کا لڑکا سائیکل پر کہیں گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ خیال خوانی کرنے والا ان کے بھی دماغوں میں گیا ہو۔ وہاں بھی اسے ہمارا سراغ نہیں ملے گا۔

چوں کہ ہم بھی خیال خوانی کے ذریعے ایسا کرتے ہیں اس لئے ہمارا اندازہ درست نکلا۔ وہ پھر کانووانا کے دماغ میں آیا۔ اس لڑکی کی سوچ فوراً بدل گئی۔ وہ سوچنے لگی "میں ہنس رہی ہوں ایک جوان کے بازوؤں میں رقص کر رہی ہوں اور خواہ مخواہ سوچ رہی ہوں کہ یہ میری مرضی کے خلاف ہے۔ ناول تو میں آدھی رات کے بعد بھی واپس جا کر پڑھ سکتی ہوں۔ دراصل میں خود ہی نارمل نہیں ہوں۔ الٹی سیدھی باتیں سوچتی رہتی ہوں۔"

وہ جس نوجوان کے ساتھ رقص کر رہی تھی' میں اس کے دماغ میں گیا۔ کیوں کہ خیال خوانی کرنے والا اس نوجوان پر دشمن ہونے کا شبہ کر رہا ہوگا۔ نوجوان کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ ایک بہت بڑے بزنس مین کا بیٹا ہے۔ جوان لڑکیوں سے دوستی کرتا ہے۔ ان پر فراخدلی سے رقمیں خرچ کرتا ہے اور زندگی کو ہنستے کھیلتے گزارتا جا رہا ہے۔

اس خیال خوانی کرنے والے کو مایوسی ہوئی ہوگی۔ میرا پیٹا اس کی نظروں میں نہیں آیا تھا اور کانووانا کے قریب آنے والا جوان دشمنوں میں سے نہیں تھا۔ میں نے سلمان سے کہا "کسی لڑکی کو اطمینان سے ٹریپ کر کے اسے خیوی عمل کے ذریعے جو جونا' دشمنوں کو یقین ہو گیا ہے کہ ہم جان لیبوڈا کی ناک میں نہیں ہیں۔ ہم ڈی جو جو کو اطمینان سے استعمال کریں گے۔"

میں لیلیٰ کے پاس آیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ہوٹل کے کمرے میں خیال خوانی کی لوریاں سن کر سو گئی تھی۔ اب لیلیٰ اس پر عمل کر رہی تھی۔ جب وہ ٹرانس میں آ گئی تو اس نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ سحر زدہ لہجے میں بولی "میرا نام شینا جارجیا ہے۔"

لیلیٰ نے حکم دیا "تمہارا نام شینا نہیں لیلیٰ ہے۔"

وہ بولی "میرا نام شینا نہیں لیلیٰ ہے۔"

"تمہارا فرضی نام شینا جارجیا ہے اور تم فرضی نام اختیار کر کے جنرل کے خاص آدمیوں کو ٹریپ کرنے آئی ہو۔"

شینا نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہی باتیں دہرائیں۔ لیلیٰ نے پوچھا "تم ذہنی مریضہ کیوں ہو؟ اپنے اندر چھپی ہوئی تمام باتیں زبان پر لاؤ۔"

وہ کہنے لگی "میں ایک کمزور لڑکی ہوں لیکن اپنی کمزوری کا اعتراف نہیں کرتی ہوں۔ کسی کے مظالم یاد کر کے رونا آتا ہے تو میں ہنسنے گانے اور ناچنے لگتی ہوں اس طرح میرے آنسو اور ایک لڑکی کی کمزوری چھپ جاتی ہے۔"

"کیا خود کو نیم پاگل ظاہر کر کے اچھا لگتا ہے؟"

"صرف نیم پاگل نہیں۔ مکمل طور پر پاگل ہو جانا چاہتی ہوں تاکہ دنیا والے مجھ سے دنیا کے دکھ بھول جاؤں اور ایک دن اسی طرح بے خبری کے عالم میں مر جاؤں۔"

"تم آئندہ ہوش مندوں کی زندگی گزارو گی۔"

"میں آئندہ ہوش مندوں کی زندگی گزاروں گی۔"

"تم اپنی پچھلی زندگی بھول جاؤ گی اور لیلیٰ کے نام سے نئی زندگی گزارو گی۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے مطابق فرضی شینا جارجیا کہلاؤ گی۔"

اس نے لیلیٰ کے احکامات کو زبان سے دہرا کر وعدہ کیا وہ آئندہ یہی کرے گی۔ اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کرائی گئیں کہ وہ فرہاد علی تیمور کی شریکِ حیات ہے۔ اس تعلق سے تمام رشتے داروں کے نام بھی اسے یاد کرائے گئے۔ اس کے اندر نئی زندگی گزارنے اور خطرات سے کھیلنے کا حوصلہ پیدا کیا گیا۔ پھر لیلیٰ نے اسے خیوی نیند سلا دیا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آ گئی۔

اور ہر پارس ہوٹل ڈیلائلہ میں پہنچ گیا تھا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ مرینا سے کیا باتیں ہوئیں۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں انتظار کر رہی تھی۔ پارس کو دیکھ کر بولی۔ "پہلے یہ بتاؤ۔ تم اصلی ہو یا؟"

"نہیں پارس کی ڈی ہوں' تمہیں دھوکا دینے آیا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پارس کے دماغ میں پہنچی پھر بولی "میں مرینا ہوں۔"

وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ مرینا اس کے ذریعے ہوٹل کا کمرا خود کی موجودگی دیکھ کر مطمئن ہو گئی۔ پھر مسکرا کر بولی "میرے آنے پر تم نے سانس کیوں نہیں روکی۔"

"تمہارے دماغ میں شک و شبہات کے جو کیڑے کلبلا رہے تھے انہیں دور کرنے کے لئے خاموشی ضروری تھی۔ کیا یقین ہو گیا کہ تمہارے جسم سے کھیلنے اور تمہاری عزت کی دھجیاں اڑانے کے لئے میری کوئی ڈی نہیں آئی ہے۔ جس طرح تم نے حماقت کی عزت کو سستا کر دیا' اسی طرح میں ابھی تمہاری عزت کو دو کوڑی کی بنا سکتا تھا۔"

وہ قریب آئی پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم مجھے کسی دوسرے کی تنہائی میں برداشت نہیں کر سکتے۔ میں جانتی ہوں مجھے تم دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہو۔ میں اپنی غلطی تسلیم کرتی ہوں اور جسے غلطی کا احساس ہو جائے اسے مزید شرمندہ نہیں کرنا چاہئے۔"

پارس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "مجھ سے کیا سننا چاہتی ہو؟"

"ایسے وقت سرگوشی اچھی لگتی ہے' کچھ بھی بولو۔"

"کچھ بولنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کچھ سمجھنے سے بولنے کا لطف آتا ہے۔"

"کیا میں نادان ہوں؟ سمجھتی نہیں ہوں؟"

"دانائی کا فوراً پتا چل جاتا ہے۔ نادانی کا پتا چلتے چلتے دیر ہو جایا کرتی ہے جیسے بہت دیر بعد پتا چلا کہ تمہاری جیسی دانا لڑکی بھی نادان بن جایا کرتی ہے۔"

"تم پھر وہی بات چھیڑ رہے ہو۔"

"میں حماقت کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ جنرل کی بات کر رہا ہوں۔ وہ تمہارے چاروں طرف ایسا مضبوط جال بچھا رہا ہے۔ جس میں پھنسنے کے بعد سوچنے اور پچھتانے کا موقع نہیں ملے گا۔ کیا تم نے جنرل کو راستے سے ہٹانے کے لئے کچھ کیا ہے۔"

"کوشش کر رہی ہو' لیکن پیار کے وقت پیار کی باتیں کرو۔"

"پیار کے وقت باتیں نہیں ہوتیں' صرف ادائیں ہوتی ہیں اور اداؤں کا تابڑ توڑ جواب ہوتا ہے۔ کیا تمہیں جواب مل رہا ہے؟"

وہ مسکرانے لگی۔ اس کے بعد کچھ بول نہ سکی۔ پارس اسے بولنے کے قابل ہی نہیں چھوڑتا تھا۔ وہ غبارے کی طرح آسمان پر اڑتی تھی اور وہ غبارے کی ہوا نکال کر اسے زمین پر لے آتا تھا۔ وہ بڑی دیر تک کچھ سمجھ نہیں پاتی تھی۔ اس کے اندر شراب بھر جاتی تھی۔ پتا نہیں وہ کیسا زہریلا تھا۔ بڑی دیر تک وہ نشے میں چُور رہتی تھی۔ آنکھوں کے سامنے درد دیوار گھومنے لگتے تھے۔ ایسا عجیب سا' انوکھا سا سُرور ہوتا تھا جسے وہ بعد میں بھی یاد کرتی رہ جاتی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ بولنے کے قابل ہوئی۔ اس نے کہا۔ "میں خوش نصیب بھی ہوں اور بد نصیب بھی۔ خوش نصیب اس لئے کہ تم میرے جسم و جان کے مالک ہو۔ بد نصیب اس لئے کہ حواس پر چھا جاتے ہو' مجھے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑتے۔ میں تم سے دور ہونے کے سارے جتن کر لوں تب بھی دور نہیں رہ سکوں گی۔"

"یعنی تم دور رہنے کی کوششیں کر چکی ہو۔"

"ہاں' جھوٹ نہیں بولوں گی۔ کئی بار سنجیدگی سے سوچا کہ میں خیوی عمل کے ذریعے دوسروں کو زیرِ اثر لاتی ہوں۔ تم محبت کے ذریعہ مجھے اپنے اثر میں لاتے ہو۔ میں غیر شعوری طور پر آپ ہی آپ تمہاری معمولہ بنتی جا رہی ہوں۔ تمہارے بغیر یہ دنیا خالی خالی سی لگتی ہے۔ کسی بھی مسئلے میں الجھتی ہوں' تو تم یاد آنے لگتے ہو۔ تم ہی ایک یاور و مددگار لگتے ہو۔"

وہ پارس کی طرف کروٹ لے کر بولی "شاید یہی وجہ ہے کہ میں پہلی جیسی ذہانت سے کام کرنے کے قابل نہیں رہی ہوں۔ سوچتی ہوں اگر تم سے دور ہو جاؤں... تمہیں دل اور دماغ سے نکال دوں تو شاید میری ذہانت اور حاضر دماغی لوٹ آئے لیکن میں اپنے جسم سے جان نکال سکتی ہوں' دماغ سے تمہیں نہیں نکال سکتی۔"

پارس نے کہا "یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو محبت کا بہت زیادہ

اثر لیتا ہے۔ وہ کسی کام کا نہیں رہتا۔ کتنے ہی مرد حضرات کی مثالیں ہیں' جو نہایت ذہین اور بڑے فلسفی تھے لیکن کسی نہ کسی عورت کے زیرِ اثر آکر تمام فلسفے بھول گئے۔ اسی طرح نہایت سنجیدہ اور ذہین عورتیں کسی نہ کسی مرد کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنی بے مثال صلاحیتوں کو کام میں لانا بھول گئیں۔ بہتر ہے تم سنجیدگی سے کوئی ایک اہم فیصلہ کرلو۔"

"کیا فیصلہ کروں؟"

"یہی کہ مجھ سے ہمیشہ کے لئے دور ہو جاؤ۔ یہ ممکن نہیں ہے تو شادی کرلو۔ میری شریکِ حیات بن کر دن رات میرے ساتھ رہو گی تو میرے لئے پہلی جیسی تڑپ اور بے چینی نہیں رہے گی۔ تم ذہنی سکون' اطمینان اور یکسوئی سے پھر اپنی بے مثال صلاحیتوں کو کام میں لاسکو گی۔"

"ہاں' شادی کے بغیر تمام قربتیں مشکوک اور ناپائیدار ہوتی ہیں۔ شادی کے بعد اطمینان رہتا ہے کہ ہم بچھڑ کر بھی ملتے رہیں گے۔"

"شادی کی بات پر تم مذہب کا مسئلہ اٹھاؤ گی۔ پھر یہ مسئلہ جوں کا توں حل طلب رہ جائے گا۔"

وہ گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو؟"

"اتنی نہیں کہ تاکہ اپنے ایمان سے چلا جاؤں۔"

وہ روٹھ کر الگ ہو گئی پھر بولی "جاؤ میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

"دیکھو مرینا! مذہب کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ تم مجھ سے چھپا رہی ہو۔"

"میں کیا چھپا رہی ہوں؟"

"مجھے نادان نہ سمجھو۔ تمہیں یہ پریشانی ہے کہ ہمیشہ کے لئے میری بن جاؤ گی اور دن رات میرے ساتھ رہا کرو گی تو تمہاری مصروفیات کا علم مجھے ہوتا رہے گا کہ تم کن لوگوں سے رابطہ کررہی ہو اور دوستوں اور دشمنوں کے لئے کیا کرتی پھر رہی ہو۔"

وہ تڑپ کر اٹھ بیٹھی جیسے منہ پر سچائی کا طمانچہ پڑا ہو۔ پھر جھنجلا کر بولی "تمہیں خواہ مخواہ شک کرنے کی عادت سی پڑ گئی ہے۔ یاد رکھو عورت ظالم مرد کے ساتھ گزارہ کرلیتی ہے لیکن شکی مرد کے ساتھ ایک منٹ بھی نہیں رہتی۔"

"یعنی ایک منٹ کے بعد تم نہیں رہو گی؟"

"کیا تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟"

"میں تمہاری ہی بات دوہرا رہا ہوں۔ اگر تم اپنے خفیہ معاملات کو پُراسرار مصروفیات کو مجھ سے چھپاتی ہو تو یہ تمہاری چالاکی نہیں مجھ سے بے ایمانی ہے۔"

"تم خود مکار ہو اس لئے مجھے چالاک اور بے ایمان سمجھ رہے ہو۔ بہتر ہے' ہم اس موضوع پر گفتگو نہ کریں۔"

"بہتر ہے ہم کسی بھی موضوع پر گفتگو نہ کریں۔"

"کیا تم مجھ سے بات کرنا پسند نہیں کرتے؟"

"آپس کی کوئی بھی بات ہو۔ اس بات کے پیچھے اعتماد ہوتا ہے۔ خدا نے تمہیں سب کچھ دیا' صرف اعتماد کرنے والا دل نہیں دی۔"

"پارس! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم ایک رہیں اور اپنے معاملات میں تم اور میرے معاملات میں میں آزاد رہوں۔ ہم ایک دوسرے کے تعاون کی ضرورت پیش آئے تو ہم ایک دوسرے کا ساتھ دیں ورنہ اپنے اپنے معاملات میں مصروف رہیں۔"

"ایسا ہو سکتا ہے۔ آئندہ تم یہ نہیں پوچھو گی کہ پاپا' ممی' لیلیٰ' آنٹی سلطانہ اور انکل سلمان وغیرہ تمہارے ملک میں کیا کررہے ہیں۔"

وہ ذرا سوچ میں پڑ گئی پھر بولی "میرے ملک میں تم لوگ کیا کرتے رہو گے تو یہ میرے ملک اور قوم کا معاملہ ہو گا۔ اس بارے میں پوچھنا میرا فرض ہے۔"

"تم پوچھتی رہو گی تمہیں جواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ تمہارے ملک کی خارجہ پالیسیوں کا تعلق تم سے نہیں ہے۔ دنیا کے تمام چھوٹے ممالک سے اور ہم سے ہے۔"

وہ بستر سے اٹھ گئی۔ بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ پارس نے پوچھا "یہ بھی نہ پوچھنا کہ چار گھنٹے پہلے میں کاک ٹیل کلب کے سامنے میں کیوں بیٹھا ہوا تھا؟"

وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گئی۔ پھر قریب آکر بولی "تم باپ بیٹے گہری چالیں چل رہے ہو۔ مجھے بتاؤ وہاں کیا کررہے تھے؟"

"ایک حسینہ کو بچانس رہا تھا۔"

"تم کسی مطلب کے بغیر کسی کو نہیں چاہتے۔ تم نے اپنے مطلب کے لئے ہی میری زندگی برباد کی ہے۔"

"ساری دنیا گوشت کھانے کے لئے جانوروں کو قتل کرتی ہے میں حسیناؤں کو قتل کرتا رہتا ہوں۔ اپنے مطلب کے لئے انسان نہیں دیکھتا کہ دوسروں کا کیا نقصان ہو رہا ہے۔"

"یہ مانتے ہو کہ تم خود غرض ہو؟"

"عظیم مفکروں نے کہا ہے کہ چالاکی لومڑی سے اور خود غرضی حسین عورتوں سے سیکھو۔ یہ میں تم سے سیکھ رہا ہوں۔ تم اپنے مطلب کی باتیں چھپاتی ہو۔ اور اپنے غرض کے لئے فرہاد علی تیمور کی فیملی میں سُرنگ بناتی رہتی ہو۔"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ مجھے الزام نہ دو۔ تم اپنی ممما کے ایک اشارے پر جان کی بازی لگا دیتے ہو' کیا ان کے کیے سے مجھے معاف نہیں کرسکتے۔"

"میں نے ممما کے حکم سے معاف کیا ہے۔ اسی لئے اس بند کمرے میں میرے ساتھ ہو اور میرا دماغ کھا رہی ہو۔ جب تم ہماری خود غرضی کی بات کرتا ہوں' تم باتوں کا رخ بدل دیتی ہو۔"

"آخر میں نے کیا خود غرضی دکھائی ہے؟"

"تم اپنے اہم معاملات چھپاتی ہو اور ہمارے معاملات میں شریک رہنا چاہتی ہو۔ کیا یہ خود غرضی نہیں ہے۔"

"کوئی دوسری بات کرو۔"

"دوسری بات یہ کہ میں جارہا ہوں۔"

وہ جرابیں اور جوتے پہننے لگا۔ وہ بولی۔ "میں نہیں جانے دوں گی۔ ہم صبح تک ساتھ رہیں گے تو آئندہ زندگی گزارنے کا کوئی معقول فیصلہ کرسکیں گے۔"

"ایک نامعقول عورت کبھی معقول فیصلہ نہیں کرتی۔"

وہ اٹھ کر جانے لگا۔ اس نے سامنے آکر راستہ روک لیا۔ "میں ایسے نہیں جانے دوں گی۔ تم نے میرا سکون چھین لیا ہے۔ میں تمہیں دل سے نوچ کر نہیں پھینک سکتی۔ تمہارے لئے تڑپتی ہوں تو کوئی کام کی بات نہیں سوچ سکتی۔ خود کو دشمنوں کے مقابلے میں کمزور محسوس کرنے لگتی ہوں۔ تم نے میرے حسن و شباب کو ہی نہیں لوٹا' میری طاقت اور صلاحیتیں بھی مجھ سے چھین لی ہیں۔"

اچانک ہی اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ روتے ہوئے بولی۔ "دیکھو میں رو رہی ہوں۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ کبھی میری آنکھوں میں آنسو آئے ہوں۔"

وہ اس کے دونوں بازوؤں کو جکڑ کر بولا "تمہارے آنسوؤں کی قسم' میں دل و جان سے تمہیں چاہتا ہوں لیکن کتنی بار سمجھاؤں کہ اعتماد کے بغیر چاہت کمزور پڑ جاتی ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آجائے تو میرے پاس چلی آنا۔"

وہ اسے ایک طرف ہٹا کر جانا چاہتا تھا وہ پھر اس سے لپٹ گئی۔ "نہیں' صبح سے پہلے نہ جاؤ۔ میں بہت سی باتیں کروں گی۔"

"مرینا! میں ابھی ایک معمولی سا داؤ استعمال کروں گا تو تم بے ہوش ہو جاؤ گی۔ تمہاری دماغی توانائی بحال ہونے تک میرے پاپا یا انکل وغیرہ تم پر تحویلی عمل کریں گے' تمہیں خبر نہ ہو گی اور تم ان کی معمولہ بن جاؤ گی۔ کیا اس بند کمرے میں تم میرے ہاتھوں سے بچ کر کہیں جاسکتی ہو؟"

وہ گھبرا کر الگ ہو گئی۔ پارس تیزی سے چلتا ہوا باہر چلا گیا۔ یہ باتیں وہ سوچتی تھی کہ تنہائی میں پارس نے اسے زخمی کیا اور اپنے پاپا کو اس کے دماغ میں پہنچا دیا تو وہ ہمیشہ کے لئے ناقابلِ اعتبار بن کر رہ جائے گی۔ وہ ایسا خطرہ محسوس کرتی تھی اور دل سے یہ مانتی بھی تھی کہ فرہاد کی فیملی میں کم ظرف لوگ نہیں ہیں۔ جب اس سے محبت کی گئی ہے تو اسے دھوکا کبھی نہیں دیا جائے گا۔

اس کے باوجود وہ اپنے ملک کے اہم معاملات چھپاتی تھی۔ سیاسی معاملات کے تقاضے الگ ہوتے ہیں۔ محبت اعتماد کا دوسرا نام ہے اور سیاست بے اعتمادی سے شروع ہوتی ہے۔ اس میدان میں اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کیا جاتا۔

بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس ہوٹل میں موجود تھے۔ سلطانہ ان کے دماغوں میں آتی جاتی رہتی تھی۔ ایک جاسوس نے اسے بتایا "مسٹر پارس ابھی ہوٹل سے باہر گئے ہیں۔"

سلطانہ نے پارس کے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر پوچھا۔ "کیا بات ہے بیٹے! مرینا سے جھگڑا ہو گیا ہے؟"

"آنٹی! جھگڑا تو نہیں کہہ سکتے۔ البتہ ہمارے درمیان اختلافات ہیں۔ معلوم ہوتا ہے' وہ ہمیشہ بے اعتمادی کے مرض میں مبتلا رہے گی۔"

"مرینا اس معاملے میں سخت ہے۔ ہماری محبتیں اور نیکیاں بھی اس پر اثر نہیں کرتی ہیں۔ بہرحال یہ سسٹر کا حکم ہے کہ ہم اسے اپنے حصے کی محبتیں دیتے رہیں اور اسے دشمنوں کی جھولی میں نہ جانے دیں۔"

"ہم یہی کررہے ہیں۔ ہماری محبتوں کے باعث اسے آزادی میسر ہے ورنہ آج وہ آپ لوگوں کی معمولہ اور تابعدار ہوتی۔"

"اب اس کا ذکر چھوڑ' جاکر نیند پوری کرو۔ میں تمہارے پاپا کو تمہارے بارے میں بتا دوں گی۔"

سلطانہ نے میرے پاس آکر پارس اور مرینا کے متعلق بتایا۔ میں نے کہا "مرینا کو اس ہوٹل سے بخیریت نکل کر جانے دو۔ اس سے پہلے تم نہ جانا۔ ہوسکتا ہے' دشمن اس کی تاک میں ہوں۔ اپنے سراغرسانوں سے کہو اسے خیریت سے گھر پہنچا دیں اور اسے تعاقب کا شبہ نہ ہونے دیں۔"

سلطانہ چلی گئی۔ وہاں رات کا ایک بجا تھا۔ جان لموڈا کی بیٹی کانووانا گھر واپس آگئی تھی اور جس ناول کو ادھورا چھوڑ دیا تھا اسے

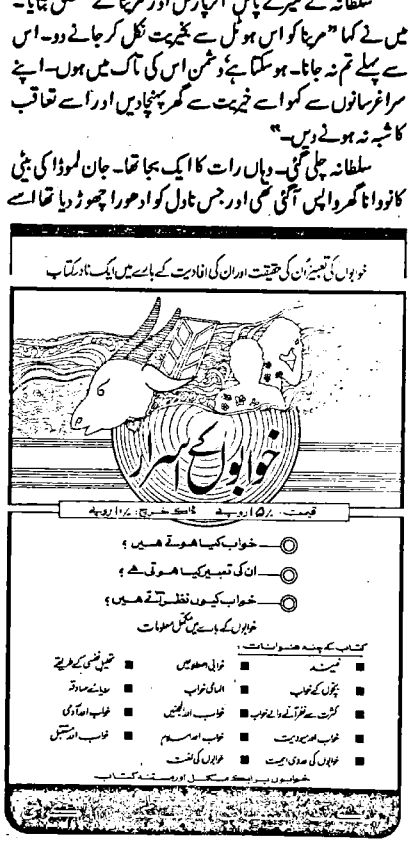

دلچسپی سے پڑھ رہی تھی۔ وہ ایک پُراسرار جاسوسی ناول تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میرے ڈیڈی بھی ایسے ہی پُراسرار ہیں۔"

وہ پڑھتے پڑھتے سوچنے لگی۔ "ہاں بڑے پُراسرار ہیں۔ میں نے دو بار انہیں گھر سے باہر جاتے نہیں دیکھا لیکن پتا چلا وہ جا چکے ہیں۔ میں نے بعد میں پوچھا۔ "ڈیڈی میں نے آپ کو جاتے نہیں دیکھا تھا۔" انہوں نے جواب دیا کہ تم سامنے لان میں تتلیوں میں پچھلے گیٹ سے گیا تھا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "اور آج؟"

اس کی سوچ کہنے لگی۔ "آج بھی وہ گھر کے اندر سے اچانک غائب ہو گئے تھے۔ میں نے پوچھا تو بولے "بیٹی میں چھت پر تھا۔"

وہ ناول پڑھتی جارہی تھی اور سوچتی جارہی تھی۔ ناول کی طرف سے دھیان ہٹ گیا تھا۔ اپنے گھر کے اندر ایک زندہ کردار پُراسرار بن گیا تھا اور وہ اپنا ہی باپ تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "تعجب ہے میں نے ڈیڈی کے متعلق پہلے توجہ سے کیوں نہیں سوچا۔ وہ پہلے کی نسبت بہت بدل گئے ہیں۔ میں نے اس تبدیلی پر دھیان نہیں دیا تھا۔ چار یا چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔ وہ دو ہفتے کے لئے کہیں گئے تھے۔ ممی سے کہا تھا ملازمت دوبارہ ملنے والی ہے۔ وہ اسپیشل ٹریننگ کے لئے جارہے ہیں۔"

میں اس کے خیالات پڑھتے پڑھتے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ دوبارہ ملازمت بحال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنرل نے اس کی خدمات حاصل کی ہیں اور اسپیشل ٹریننگ کے پیچھے بھی کوئی خاص بات ہو سکتی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی "ڈیڈی دوسروں کے لئے بہت ظالم ہیں مگر ہمارے لئے سنگدل نہیں تھے۔ ہمیں بہت پیار کرتے تھے لیکن اسپیشل ٹریننگ سے آنے کے بعد وہ گھر میں بھی فوجی افسر کے تیور دکھانے لگے ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "پُراسرار لوگ آنکھوں سے پہچانے جاتے ہیں۔"

اس کی سوچ نے کہا "ہاں ڈیڈی کی آنکھوں میں پہلے سے زیادہ چمک اور گہرائی آگئی ہے۔ میں نے کئی بار آنکھیں ملا کر باتیں کیں پھر اپنی نظریں جھکالیں۔ پتا نہیں کیوں ان آنکھوں سے خوف آتا ہے۔"

میں نے اس کے اندر کہا "جن لوگوں میں تبدیلیاں آتی ہیں وہ تنہائی میں ایک جگہ بیٹھ کر یا تو آنکھیں بند کر لیتے ہیں یا خلا میں تکتے رہتے ہیں۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "یہ عجیب سی بات ہے کوئی فوجی خیالوں کی دنیا میں نہیں رہتا۔ ڈیڈی ریٹائر ہونے کے بعد بھی خاموشی سے نہیں بیٹھتے تھے۔ گھر کے اندر بھی کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتے تھے لیکن اسپیشل ٹریننگ سے آنے کے بعد وہ خیالوں کی دنیا میں رہنے لگے ہیں۔ اکثر ایک جگہ بیٹھ کر خلا میں تکنے لگے ہیں۔"

بیٹی باپ کو نہیں سمجھ رہی تھی۔ اس کے خیالات نے مجھے سمجھا دیا کہ تنہائی میں کہیں بیٹھ کر خلا میں تکنے والا خیال خوانی میں مصروف رہتا ہے۔ دراصل وہ کسی اسپیشل ٹریننگ کے لئے نہیں گیا تھا۔ جنرل نے اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر اپنا وفادار بنایا تھا۔

میں نے کانووانا کے اندر ایک سوال پیدا کیا۔ اس کے جواب میں وہ سوچنے لگی "ہاں جب سے ڈیڈی تبدیل ہوئے ہیں تب سے میں اکثر اپنی مرضی کے خلاف کوئی نہ کوئی کام کر جاتی ہوں۔ ابھی کی بات ہے میں ناول ختم کرنا چاہتی تھی لیکن بے اختیار ناول کو بستر پر پھینک کر لباس بدل کر کاک ٹیل کلب میں چلی گئی۔"

اب پوری طرح ثابت ہو گیا کہ جان لمبوڈا ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ آج جونہی اسے خطرے کا احساس ہوا وہ گھر کے اندر کہیں غائب ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے کسی چور راستے سے چلا گیا تھا۔ وہ اپنی بیوی کے دماغ میں رہ کر اسے کوٹھی سے باہر لے گیا۔ پھر اپنے بارہ سالہ بیٹے کو بھی سائیکل پر کہیں بھیج دیا اس کے بعد اپنی بیٹی کانووانا کو بھی اسی طرح باہر جانے پر مجبور کیا تاکہ نگرانی کرنے والوں اور تعاقب کرنے والوں کو پہچان سکے۔

یہ میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ جنرل کا خاص خیال خوانی کرنے والا یہی جان لمبوڈا ہے۔ کانووانا کی سوچ نے بتایا کہ کلب سے واپس آنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے باپ سے سامنا ہوا تھا۔ پھر وہ اپنی خوابگاہ میں چلا گیا تھا اور اس کی ممی سے کہہ دیا تھا کہ آج وہ تنہا بیڈ روم میں رہے گا۔ اس کے بعد اس نے اندر سے دروازے کو بند کر لیا تھا۔

میرے خیال کے مطابق یہ جان لمبوڈا کی چال تھی۔ وہ اپنے بیوی بچوں کے ذریعے ہم خیال خوانی کرنے والوں کو سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ ہم سے غافل ہے اور بیڈ روم میں سو رہا ہے۔ جبکہ بیڈ روم سے ہی کوئی چور راستہ اسے باہر لے جاتا ہوگا۔

بہرحال جنرل کا ایک بہت ہی اہم خیال خوانی کرنے والا ہمارے نظروں میں آگیا تھا۔ میں صبر و تحمل سے جان لمبوڈا کو ہر پہلو سے سمجھنے کے بعد اسے اپنی گرفت میں لینا چاہتا تھا۔ ایک اندازہ ہو گیا تھا کہ لمبوڈا بہت چالاک اور حاضر دماغ ہے۔ ہماری جلد بازی سے کام بگڑ سکتا تھا۔

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سونیا کسی نائٹ کلب میں جانے کے لئے بن سنور کر تیار ہو گئی تھی اور میرا انتظار کر رہی تھی۔ اتنا وقت وہ ایکشن میں رہنے والی خطرناک سونیا نہیں تھی، حسن و جمال کی مثال پیش کرنے والی ایک حسینہ تھی۔ میں اسے بڑی چاہت سے دیکھنے لگا۔ وہ بولی "خبردار! مجنوں بننے کی کوشش نہ کرنا۔ فوراً اٹھو اور تیار ہو جاؤ۔"

مَردوں کے لباس تبدیل کر کے تیار ہونے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔ میں باتیں کرتے کرتے تیار ہو گیا۔ ہم سوٹلر لینڈ میں تھے۔ ہمارا کام ایسے علاقہ میں تھا جہاں مختلف ممالک سے اکیڈمک کے لئے کھلاڑی آتے تھے۔ میلوں دور تک برف پر پھسلنے، دوڑنے، قلابازیاں کھانے اور گہری کھائیوں پر سے چھلانگیں لگانے کے قابل دیدہ مظاہرے کرتے تھے۔

ایسے خطرناک کھیلوں کا تماشا دیکھنے والے دن کے وقت قطب پہاڑیوں کی بلندیوں پر پہنچ جاتے تھے۔ ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑیوں پر جانے کے لئے ہینگنگ چیئرز نیچی خلا میں لٹکنے والی کرسیوں اور کیبنوں کا معقول انتظام تھا۔ لوگ طاقتور دوربینوں کے ذریعے میلوں دور تک برف پر پھسلنے والوں کا تماشا دیکھتے تھے۔ جو بے انتہا دولتمند ہوتے تھے وہ کرائے پر ہیلی کاپٹرز حاصل کر کے فضا میں پرواز کرتے ہوئے ان کھیلوں سے دلچسپی لیتے تھے۔

جب دن ڈوب جاتا اور رات انگڑائیاں لے کر جوان ہونے لگتی تو مختلف ممالک کی حسینائیں، جوان مرد، زندہ دل بوڑھے اکیڈمک کلب میں آنے لگتے تھے۔ شراب کی بوتلوں سے کاگ اڑتے تھے۔ لہو میں گرمی دوڑتی تھی۔ آرکسٹرا کی شور مچاتی ہوئی دھُن میں جوان لڑکیاں اور لڑکے مشین کی رفتار سے رقص کرتے تھے۔ یہاں زندگی کی تفسیر ملتی تھی۔ زندگی رقص ہے اور مشین کی رفتار سے بھی تیز ہے۔ زندگی چیخ و پکار ہے جسے آرکسٹرا کی موسیقی پیش کرتی ہے۔ زندگی حُسن ہے، چاندنی ہے، شراب ہے اور طرات کا مجموعہ ہے۔ برف پر پھسلنے اور ہزاروں فٹ گہری کھائی پر سے چھلانگیں لگانے کا نام چیلنج ہے۔ آدمی ہر خطرے کو چیلنج کی طرح قبول کرتا ہے۔ اس خطرے سے گزرتا ہے پھر انعام کے طور پر شراب و شباب میں ڈوب جاتا ہے۔ مغرب کے باشندے ایسے ہی انداز میں زندگی گزارتے ہیں۔

میں سونیا کے ساتھ کلب میں آیا۔ وہ کلب تقریباً ایک میل کے طول و عرض پر پھیلا ہوا تھا۔ شراب خانہ، قمار خانہ، ڈانسنگ ہال، ڈانس فلور، انڈور گیمز اور رنگ برنگے فواروں والے باغیچے دور تک دکھائی دیتے تھے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے ٹرالی کاریں تھیں۔ ہم ایک کار میں ڈانس فلور پر آئے۔ آج کل ہماری جسمانی ورزش نہیں ہو رہی تھی۔ فی الحال ورزش کے لئے رقص کرنا مناسب تھا۔ یوں بھی سرد علاقوں میں رقص کے ذریعے گرمی پیدا کی جاتی ہے۔

ہم دونوں موسیقی کی لے پر دو قدم وقفے سے ایک گھنٹے تک آرام، سکون اور مسرتوں سے بھرپور زندگی بہت کم گزاری ہے۔ ایسا لگتا ہے "صدیاں گزارنے کے بعد ہمیں یہ زندگی ملی ہے۔"

میں نے کہا "اب ہم چاہیں تو ایسی ہی دلچسپ زندگی گزار سکتے ہیں ماشاءاللہ ہمارے دونوں جوان بیٹے ذہانت اور شہ زوری میں بے مثال ہیں۔ وہ نوجوانی میں جیسے ناقابلِ یقین کارنامے انجام دے رہے ہیں ویسے کارنامے ہم نے اپنی نوجوانی میں بھی نہیں کیے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم اپنی اولاد پر تکیہ کریں اور بڑھاپے میں آرام فرمائیں۔"

"خدا کے لئے بڑھاپا نہ کہو۔ تم جوانی کا وہ سورج ہو جو ہمیشہ سوا نیزے پر رہتا ہے۔"

"یہ تمہاری آنکھیں کہتی ہیں۔"

"شرط لگاؤ۔ یہاں سیکڑوں آنکھیں ہیں، سیکڑوں زبانیں تم سے پوچھیں گی، بتاؤ یہ شباب کہاں سے لائی ہو، جسے فرہاد خرچ کرتا رہتا ہے۔ یہ پھر بھی جوں کا توں رہتا ہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں اس کے ساتھ ہنستے ہوئے میز پر آیا۔ پھر گھڑی دیکھ کر بولا "ڈنر کا وقت نکلا جارہا ہے۔ گیارہ بجے کے بعد یہاں کھانا نہیں ملے گا۔ صرف سینڈوچز اور کافی پر گزارہ کرنا ہوگا۔"

ہم وہاں سے اٹھ کر ڈائننگ ہال میں آئے۔ ہال کھانے پینے والوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے باوجود ہمیں ایک میز خالی مل گئی۔ ہم نے وہاں بیٹھ کر کھانے کا آرڈر دیا۔ سونیا نے کہا "جہاں تک نظر جاتی ہے، سب ہی ہنستے بولتے نظر آتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے ہماری دنیا میں دکھ، مصیبتیں، آنسو اور آہیں نہیں ہیں، صرف قہقہے ہی قہقہے ہیں کاش دنیا کے آخری سرے تک کسی کے لئے کوئی خطرہ کوئی خوف نہ ہوتا۔"

میں نے پوچھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے یہاں کے ہنستے بستے ماحول میں کسی کو موت نہیں آئے گی؟ اگر موت ہر جگہ آتی ہے تو اس کا مطلب ہے موت سے پہلے خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ یہاں بھی خطرات اور مصیبتیں ہوں گی لیکن یہ سب قہقہوں میں چھپی ہوئی ہیں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز گونج گئی۔ ہال میں عورتیں چیخنے لگیں۔ مرد اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ دروازے پر تین گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا "دوسری گولی چلنے سے پہلے اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کوئی یہاں سے باہر جائے۔"

سب لوگ سہم کر بیٹھ گئے۔ عورتوں نے اپنے ہونٹوں کو سختی سے بند کر لیا۔ میں نے مسکرا کر سونیا کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ "خواہ کتنے ہی قہقہے گونجتے رہیں۔ مصیبتیں اپنا راستہ بنا ہی لیتی ہیں۔"

وہ تینوں اپنی اپنی گن اٹھائے ہال میں میزوں کے درمیان چل رہے تھے۔ دوسرے دروازے سے بھی تین گن مین آگئے تھے۔ وہ سب ہال میں بیٹھے ہوئے مرد عورتوں کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے جارہے تھے۔ ان کا سرغنہ کہہ رہا تھا۔ "یہاں ایسے جتنے بوڑھے ہیں جو حال ہی میں شادی کر کے ہنی مون منانے آئے ہیں، وہ اپنی بوڑھی دلہنوں کے ساتھ کھڑے ہو جائیں۔"

سونیا نے سرگوشی میں کہا۔ "یہ ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا "بکواس نہ کرو۔ ہم بوڑھے نہیں ہیں۔"
"مانتی ہوں۔ نہیں ہیں لیکن دنیا ہماری عمر کا حساب کرتی ہے۔"

ہال میں تین اُدھیڑ عمر کے جوڑے اٹھ کر کھڑے ہوگئے تھے۔ ایک جوڑا ہمارے قریب ہی ایک میز کے پاس تھا۔ کھڑا ہونے والا شخص پوچھ رہا تھا۔ "تم لوگوں کو بوڑھوں سے کیا دشمنی ہے؟"

اس کی بیوی نے کہا "ہم ایسے بھی بوڑھے نہیں ہیں۔ کیا اس عمر میں شادی کرنا گناہ ہے؟"

سرغنہ نے گرج کر کہا "یو شٹ اپ۔ فضول باتیں نہ کرو۔ اپنے اپنے نام بتاتے جاؤ۔"

میں نے اس بوڑھے کی زبان سے کہا۔ "میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔" وہ چھ گن مین چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ میں نے بوڑھی کی زبان سے کہا "اور میرا نام سونیا ہے۔"

چونکہ میں بوڑھے کے دماغ سے نکل آیا تھا اس لئے وہ چونک کر بولا۔ "نہیں میرا نام جوزف اینڈرسن ہے۔ پتا نہیں میں نے کیسے غلط نام بتا دیا۔"

بوڑھی نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "ہاں میں نے بھی غلط نام بتایا ہے۔ میرے دماغ کے اندر کچھ ہو رہا ہے۔"

سرغنہ نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے یہاں فرہاد اور سونیا موجود ہیں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں فرہاد کو چیلنج کرتا ہوں، وہ میرے دماغ میں آئے۔ میرا دماغ فولاد ہے فولاد۔ مجھ پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار اثر نہیں کرے گا۔"

ایک شخص ایک حسینہ کے ساتھ ہال میں آرہا تھا۔ دروازے پر پہنچ کر مسلح بدمعاشوں کو دیکھتے ہی حسینہ کے ساتھ پلٹ کر بھاگنے لگا۔ سرغنہ اور اس کے ساتھیوں نے ادھر گھوم کر دیکھا۔ ان کی سمجھ میں یہ آیا کہ ہال کی کسی میز سے اٹھ کر سونیا اور فرہاد بھاگ رہے ہیں۔ وہ سب ادھر دوڑتے ہوئے جانے لگے۔

جس دروازے کی طرف جا رہے تھے۔ وہ دروازہ دور تھا۔ میں نے اپنی کرسی سے ایک پاؤں آگے بڑھایا ایک گن مین میرے پاؤں سے الجھ کر اوندھے منہ گرا۔ میں نے اپنا پاؤں واپس کھینچ لیا۔ وہ جھنجلا کر گالیاں دیتا ہوا اٹھا اور اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا "ایک ایک کو گولی مار دوں گا۔"

لیکن گولی مارنے کی فرصت نہیں تھی۔ سونیا اور فرہاد کے پیچھے جانا ضروری تھا۔ وہ دوڑتا ہوا ہال سے باہر گیا۔ مسلح غنڈوں کے جاتے ہی ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ کھانا چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ جسے میں نے ٹانگ مار کر گرایا تھا، اس کے دماغ میں مجھے جگہ مل گئی۔ اس کے سرغنہ نے چیلنج کرتے وقت یہ بھلا دیا تھا کہ میں اس کے اندر پہنچنے کے لئے اس کے ساتھیوں کو سیڑھی بنا سکتا ہوں۔

پولیس والے آگئے تھے اور لوگوں کو یقین دلا رہے تھے کہ مسلح افراد سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ لوگ سونیا اور فرہاد سے

نمٹ کر چلے جائیں گے۔ پولیس افسر کی باتوں سے ظاہر تھا کہ ان مسلح افراد کو وہاں کی حکومت کی حمایت حاصل ہے۔

میں نے افسر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ پتا چلا کہ اس کے اعلیٰ افسر نے حکم دیا ہے کہ مسلح افراد کو چھوٹ دی جائے۔ میں نے افسر کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ وہ اپنے اعلیٰ افسر کو کلب میں ہونے والی افراتفری کے متعلق رپورٹ دے۔ اس نے میری مرضی کے مطابق عمل کیا۔ اپنے اعلیٰ افسر کو فون پر مخاطب کیا۔ اس سے کہا "سر! کلب کی انتظامیہ شکایت کر رہی ہے، ان مسلح افراد نے ایک فائر کر کے دہشت پھیلا دی ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "سونیا اور فرہاد کو تلاش کرنے میں ان کی مدد کرو۔ یہ معاملہ جلد ہی ختم ہو جائے گا۔"

میں اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں اس کے خیالات سے پتا چلا کہ مقامی حکمرانوں پر امریکی حکومت کا دباؤ پڑا ہے۔ اس سے کہا گیا ہے کہ سونیا اور فرہاد ہنی مون منانے آئے ہیں۔ ان پر بھی گزرے اس کا نوٹس وہاں کی حکومت نہ لے۔ اور ان کے خلاف اقدامات کرنے والوں کو سہولتیں فراہم کرتی رہے۔

ہماری میز پر ہماری پسند کا کھانا آگیا۔ میں نے کھانا شروع کرتے ہوئے سونیا سے کہا۔ "یہ امریکی جنرل کے پالتو کتے ہیں۔ مقامی حکومت ان سے تعاون کر رہی ہے۔"

سونیا نے کہا "یہ تعداد میں جتنے بھی ہوں۔ ہم نمٹ لیں گے لیکن اس کی اطلاع فرانس کے حکام کو ضرور دو۔"

میں نے کھانے کے دوران فرانس کے فوجی جنرل کو یہاں کی تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔ جنرل نے کہا۔ "فرہاد صاحب! اطمینان رکھیں اب مقامی حکومت پر ہمارا دباؤ پڑے گا۔ سوئٹزرلینڈ، امریکا ہزاروں میل دور ہے اور ہم پڑوس میں ہیں۔ یہاں کے حکمرانوں کو ہماری دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔"

ہم نے کھانے کے بعد کافی کا آرڈر دیا۔ پھر میں ایک شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ قعدہ ہوٹل کا بارہ ہیں۔ ان میں سے چھ ڈائننگ ہال میں آئے تھے۔ تین ٹوائلٹ خانے میں گئے تھے اور باقی تین ہمیں گارڈن میں تلاش کر رہے تھے۔

میں نے اس شخص کو اپنے ساتھی سے بولنے پر مجبور کیا۔ اس کے ساتھی نے اپنے دوسرے اور تیسرے ساتھیوں سے بات کیں۔ میں ایک ایک کے دماغ میں پہنچتے لگا۔ جب چار دماغ میرے قابو میں آگئے تو میں نے ایک کے ذریعے اس کے سرغنہ بازو پر گولی ماری۔ گارڈن میں پھر بھگدڑ شروع ہوگئی۔ میں نے سرغنہ کے اندر پہنچ کر کہا۔ "تم نے چیلنج کیا تھا۔ میں تمہاری میں آگیا ہوں۔ دیکھو تمہارا ایک ساتھی اُدھر سے آرہا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے گولی مار دو۔"

وہ کبھی ایسا نہ کرتا مگر میں نے مجبور کر دیا۔ اس نے بے اختیار

گولی چلائی۔ پھر گھوم کر دوسرے ساتھی کو بھی گولی ماردی۔ یہ منظر دیکھ کر اس کے ساتھی بھاگنے لگے۔ بھاگنے والوں میں دو اور گولیاں کھا کر حرام موت مرگئے۔ پھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پریشان ہو کر اپنے چار ساتھیوں کی لاشوں کو دیکھا۔ پھر چیخ کر بولا "باس! کیا تم میرے دماغ میں نہیں ہو؟ تم نے کہا تھا کہ فرہاد میری کسی دماغی کمزوری سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ تم کہاں ہو؟"

وہ اپنے بازو کے زخم کی تکلیف سے کراہنے لگا۔ پھر اس کے دماغ میں کسی نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے۔ میں قمار خانے کی طرف گیا تھا۔ اتنی دیر میں تم بیکار ہوگئے۔ میرے لئے اتنا بہت ہے کہ یہاں فرہاد کی موجودگی ثابت ہوگئی ہے۔"

میں نے سونیا کو ایک نئے خیال خوانی کرنے والے کے بارے میں بتایا۔

سونیا اٹھ کر بولی "ہمارا ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔ دشمن ہنی مون والے جوڑے کو پہچان لیں گے۔ مجھ سے رابطہ کرتے رہنا۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے سلمان، سلطانہ اور لیلیٰ کو بلایا۔ انہیں مختصر حالات بتا کر کہا "میں نے ایک ہی خیال خوانی کرنے والے کی آواز سنی ہے۔ یہاں ایک سے زیادہ بھی ہوسکتے ہیں۔ جنرل یہاں ہمارے خلاف پوری قوت لگادے گا۔"

میں جن مسلح افراد تک پہنچ گیا تھا، وہاں لیلیٰ اور سلطانہ کو پہنچادیا۔ سلمان کو پولیس کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں لے گیا اور اس سے کہا۔ "مقامی حکمرانوں کی موت کا وقت مقرر کردو۔ اگر ایک گھنٹے کے اندر جنرل کے خیال خوانی کرنے والوں نے ہمیں اپنے دماغ میں آنے نہ دیا تو یہاں کا کوئی حاکم اور اعلیٰ عہدیدار صبح کا سورج نہیں دیکھے گا۔"

فائرنگ کے باعث جو عورتیں بھاگ رہی تھیں ان میں بچوں والیاں بھی تھیں۔ سونیا نے ایک بچے کو گود میں اٹھالیا پھر بھاگتی ہوئی کلب کے باہر آگئی۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے مسلح افراد ایسی عورتوں کو روک رہے تھے جو تنہا تھیں یا اپنے کسی مرد کے ساتھ ہوتی تھی۔ بچوں والیوں کے متعلق خیال تھا کہ ان میں سونیا نہیں ہوگی۔

سونیا نے باہر آکر گود کے بچے کو اس عورت کے حوالے کیا جس کے پاس پہلے ہی دو بچے تھے۔ یعنی وہ تین بچوں والی ماں تھی۔ سونیا نے تیزی سے کار میں آکر اسے اسٹارٹ کیا۔ پھر ڈرائیو کرتی ہوئی امیگریشن کے دفتر میں پہنچی۔ رات کو دفتر کے دروازے بند تھے۔ ایک چوکیدار تھا۔ سونیا نے اس کی گردن دبوچ لی۔ اسے بے ہوش کرکے ایک تاریک گوشے میں ڈال دیا۔ پھر اس کی گن لے کر دروازے کے تالے کو توڑا۔ اسے کھول کر تیزی سے چلتی ہوئی اندر آئی۔ راستے میں جتنے بھی دروازے آئے وہ سب کے تالے توڑتی ہوئی اس دفتری کمرے میں آئی جہاں دوسرے م آنے والوں کا ریکارڈ رکھا ہوتا تھا۔

سونیا صرف ان ناموں اور چہروں کو پہچاننے آئی تھ چوبیس گھنٹوں میں امریکا اور اسرائیل سے آئے تھے۔ م کے ویزے کی دوہری کاپیاں موجود تھیں۔ ان کا پاسپور تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ وہاں ایسے آٹھ افراد کے وی ہوئے جو واشنگٹن سے آئے تھے۔

پھر سونیا نے اڑتالیس گھنٹوں کے اندر آنے کاغذات دیکھے۔ واشنگٹن، اٹلانٹا اور نیویارک سے آ افراد اور سامنے آئے۔ اس طرح چودہ افراد کے کا تصویریں مل گئیں۔ اگر یہ چودہ افراد چہرے بدل کر آ اور وہ بدلے ہوئے چہروں کی تصویریں ہوں گی تب بھی سے واپس جانے کے لئے وہی چہرے بنائے رکھنے ہ ہوتی۔ وہ چہرے بدل سکتے تھے۔ بدلنے کا مطلب انہیں نئے سرے سے پاسپورٹ اور ویزے بنوانے پڑتے

بس اسی لئے دشمن سونیا کے نام سے اپنے کان کھ وہ سب سے پہلے فرار کے راستے بند کردیتی ہے۔ دشمنو میں پہنچ کر انہیں ملنے بھی نہیں دیتی۔ امیگریشن کی فہر میں لکھا ہوا تھا کہ وہ چودہ افراد کن ہوٹلوں اور کا ٹھہرا کریں گے۔ وہ دفتر سے باہر آئی۔ پھر کار میں بیٹھ کر ایک قریب آئی۔ کار سے اتر کر اس نے کالنگ بیل کے دروازے دی۔ دوسری دستک پر اندر سے غراہٹ سنائی دی۔ "ڈسٹرب نہ کرو۔ جاؤ۔"

سونیا نے سخت لہجے میں کہا "آفیسر آن اسپیشل ڈیو کھولو۔"

چند سیکنڈ کے بعد دروازہ کھل گیا۔ کھولنے والے کا جیب میں تھا اور ظاہر کر رہا تھا کہ جیب میں پستول یا ریو سونیا نے اپنے ساتھ لائے ہوئے کاغذات کو دیکھتے ہوئے بتاؤ؟"

اس نے ناگواری سے کہا۔ "ہنری وارڈ لیکن یہ کون سا وقت ہے۔ رات کے گیارہ بجے ہیں۔"

سونیا نے اچانک ہی اس کے پیٹ میں گھونسا مارا سے ہتھیار نہ نکال سکا۔ بڑا زبردست گھونسا تھا۔ دوسرا پڑا تو وہ کراہتے ہوئے سیدھا ہوا۔ جیب سے ریوالور تیسرا گھونسا پھر پیٹ میں پڑا۔ وہ تکلیف کی شدت سے پڑا۔ یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ کوئی فائٹر نہیں ہے۔

سونیا نے اسے دو چار ٹھوکریں ماریں پھر اس کی ریوالور نکال لیا۔ اس کی گردن پر پیر رکھ کر بولی "تم فاشا جنرل نے ہمارے مقابلے پر دو طرح کے غنڈے بھیجے ہیں جو فائٹریں اور ہتھیاروں کو استعمال کرنا جانتے ہیں۔ دو ٹیلی پیتھی کا علم رکھتے ہیں اور چھپ کر ہمیں نقصان

سونیا نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھایا اسے بستر پر مارے کر گرایا۔ بستر کے سرہانے پھلوں کی ٹوکری پر چاقو رکھا ہوا تھا۔ وہ چاقو اٹھا کر بولی "اقرار نہ کرو۔ تھوڑی دیر بعد فرہاد تمہارے اندر آئے گا تم سانس نہیں روک سکو گے۔ اپنی اصلیت نہیں چھپا سکو گے۔"

اس نے چاقو کی نوک کو اس کی ران پر رکھا پھر لہو کی ایک لکیر کھینچ دی۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ دروازے پر گرا پھر بولی "زخم گہرا ہے مگر تم زندہ رہو گے اور فرہاد کا انتظار کرتے رہو گے۔"

اس نے اس سے تعلق رکھنے والا ویزا نکالا اور اسے دروازے پر رکھ کر اس پر چاقو پیوست کردیا۔ وہ کاغذ نوٹس پیپر کی طرح دروازے سے لگ گیا۔ "یہ ہے تمہاری تصویر اور تمہارا اصلی کاغذ۔ آج کے بعد تمہاری کوئی شناخت نہیں رہے گی۔"

وہ کار میں آکر بیٹھ گئی۔ دوسرے کاغذ کے سامنے پہنچی۔ اس کے اندر تاریکی تھی۔ بار بار دستک دینے پر کوئی جواب نہیں ملا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ وہاں کوئی فائٹر رہتا ہے۔ کیونکہ تمام فائٹر مقابلے کے لئے باہر نکلے ہوئے تھے۔ صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے کمروں میں بیٹھے ان فائٹروں کو گائیڈ کر رہے تھے۔

اس نے ایک ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر کال بیل بٹن کو دبایا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ ایک شخص نے کچھ پوچھنا چاہا اس سے پہلے ہی سونیا نے ایک لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا۔ اندر دو باڈی بلڈر جوان تھے۔ وہ اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ سونیا نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر ٹھائیں ٹھائیں گولیاں چلائیں۔ دونوں باڈی بلڈرز زخمی ہو کر فرش پر تڑپنے لگے۔ تیسری گولی تیسرے کے بازو میں لگی۔ وہ چیخ مار کر ایک صوفہ پر گر پڑا۔

سونیا نے کہا "ہمیں لڑنے اور طاقت کا مظاہرہ کرنے میں وقت ضائع نہیں کرنا۔"

ایک نے تکلیف سے کراہتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟ اور ہمارا قصور کیا ہے؟"

وہ ایک ویزا صوفے کے پاس پھینکتے ہوئے بولی "یہ تمہاری شناخت ہے۔ باقی فرہاد تمہارے دماغ میں آکر تمہاری اصلیت معلوم کرے گا۔"

ایک باڈی بلڈر فرش پر رینگتا ہوا اپنے ہتھیار تک پہنچنا چاہتا تھا۔ سونیا نے اسے ٹھوکر ماری۔ اس کا بھرا ہوا ریوالور بستر پر گرا۔ پہلا ریوالور پھینک دیا۔ ہوٹل میں فائرنگ کی آوازوں نے دہشت پھیلا دی تھی۔ وہ کمرے سے نکل کر کوریڈور میں آئی تو دوسری منزل سے ایک پولیس افسر چار سپاہیوں کے ساتھ آرہا تھا۔ ہوٹل کا مینیجر بھی تھا۔ اس سے پہلے کہ افسر اپنا ریوالور ہولسٹر سے نکالتا سونیا نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ذرا بھی حرکت ہوئی تو گولی ماردوں گی۔"

سب نے اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھالیا۔ وہ بولی "دوسری طرف گھوم جاؤ۔"

وہ دوسری طرف گھوم گئے۔ سونیا نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر کہا۔ "بارہویں منزل کے بارہ سو بارہ کمرے میں چلو۔"

وہ ان کے ساتھ لفٹ میں آئی پھر بارہویں منزل پر بارہ سو بارہ نمبر کے دروازے پر پہنچی۔ پولیس افسر سے بولی "دروازہ کھلواؤ۔"

اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ تھوڑی دیر میں دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا پولیس کو دیکھ کر مطمئن ہوا۔ سونیا نے اس کا ویزا اس کی طرف پھینکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم فرہاد کو اپنے دماغ میں آنے دو گے؟"

وہ چونک کر بولا "تم کون ہو؟"

سونیا نے اس کے بازو میں گولی مارتے ہوئے کہا "میں آدھی موت ہوں۔ مکمل موت کے لئے میرے ہنی مون منانے والے کا انتظار کرو۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی لفٹ میں آگئی پھر نیچے جانے لگی۔

میں کلب میں تھا۔ میری معلومات کے مطابق کلب میں بارہ افراد ہمیں گھیرنے آئے تھے۔ ان میں سے ایک خیال خوانی کرنے والا تھا۔ ایک سرخنہ کو میں نے زخمی کرکے بیکار کردیا تھا۔ چار مارے گئے تھے۔ باقی چھپتے پھر رہے تھے۔ ان کا ٹیلی پیتھی جاننے والا انہیں سمجھا رہا تھا "کسی طرح فرہاد کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ اور جب تک وہ پہچانا نہ جائے کوئی سامنے نہ آئے۔ وہ تمہارے ہی ساتھیوں کے ذریعے تمہیں ہلاک کر رہا ہے۔"

چھپنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ ہتھیار پھینک دیتے کیونکہ میں انہیں ہتھیاروں کے ذریعے پہچان رہا تھا۔ جب خطرہ کہیں سے بھی پیش آتا ہو تو کوئی اپنا ہتھیار نہیں پھینکتا۔ ان ہتھیاروں کو اپنا آخری اور مضبوط سہارا سمجھتا ہے۔

چار دشمنوں کے دماغ میری مٹھی میں تھے۔ میں ان کے ذریعے اور دو دشمنوں کے اندر پہنچ گیا۔ پھر وہ جہاں جہاں چھپے ہوئے تھے، وہاں سے انہیں نکلنے پر مجبور کیا۔ اسی وقت دوسری پولیس پارٹی آگئی تھی اور انہیں ہتھیار پھینکنے کا حکم دے رہی تھی۔ شاید فرانس کی حکومت کا دباؤ بڑھ گیا تھا اور وہ مسلح افراد کو مزید رعایت نہیں دے سکتے تھے۔

لیکن ہم نے تو تقریباً کھیل ختم کردیا تھا۔ جو باقی رہ گیا تھا اسے بھی میں نے پورا کیا۔ تمام مسلح دشمنوں کو ایک دوسرے پر گولیاں برسانے پر مجبور کیا۔ پولیس افسر چیخ رہا تھا انہیں فائرنگ سے منع کر رہا تھا انہیں گولیاں مارنے کی دھمکیاں دے رہا تھا لیکن جو خود ہی ایک دوسرے کو گولیاں مار رہے ہوں وہ بھلا دھمکیوں سے کہاں رکتے۔ ذرا سی دیر میں میدان صاف ہوگیا۔ آخری دشمن جو رہ گیا تھا اس نے میری مرضی کے مطابق پہلے اپنے زخمی سرخنہ کو گولی

ماری پھر خودکشی کرلی۔

پولیس والے دم بخود رہ گئے۔ شاید انہوں نے موت کا ایسا کھیل پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسی وقت سونیا آگئی۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور اور دوسرے ہاتھ میں کاغذات تھے۔ اس نے مجھے کاغذات دیتے ہوئے کہا "ان کاغذات اور تصویروں کو دیکھو اور بتاؤ کتنے جہنم میں گئے اور کتنے باقی رہ گئے۔"

وہاں سرغنہ سمیت گیارہ لاشیں تھیں اور ان گیارہ کے ویزا اور تصویریں میرے ہاتھوں میں تھیں۔ میں نے بارھواں ویزا سونیا کو دکھا کر کہا "صرف یہ شخص رہ گیا ہے اور وہ یہیں ہوگا۔"

سونیا نے پولیس افسر سے کہا "اس شخص کو تلاش کرو ورنہ تمہاری شامت آجائے گی۔"

اس نے افسر کی کمر سے ریوالور کی نال لگادی' وہ بولا "یہ کیا حرکت ہے؟ ہمیں حکم ملا ہے کہ ہم تمہارے ساتھ تعاون کریں۔ مگر تم قانون کو ہاتھ میں لے رہی ہو۔"

وہ بولی "اگر ہم ذرا بھی کمزور پڑتے تو تمہارا قانون ہمیں لے ڈوبتا' جو کہہ رہی ہوں اس پر عمل کرو۔"

میں نے اس بارھویں شخص کو دیکھ لیا۔ وہ کچھ لوگوں کے درمیان کلب سے باہر جارہا تھا۔ میں نے افسر کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اس کا نشانہ لیا پھر گولی چلادی۔ وہ اچھل کر زمین پر گرا پھر میں نے قریب پہنچ کر پوچھا "کیا ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

اس کے دماغ نے بتایا۔ وہ چوتھا ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص ہے۔ باقی تین اپنے کاٹیج اور ہوٹل کے کمروں میں ہیں۔

میں نے اس چوتھے کو گولی ماردی۔ پھر سونیا سے کہا "ابھی تین خیال خوانی کرنے والے باقی ہیں۔"

سونیا نے مجھے تین تصویریں دیں۔ میں نے ایک کی آنکھ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ہوٹل کے ایک کمرے میں زخمی پڑا ہوا تھا۔ ایک ڈاکٹر اس کی مرہم پٹی کررہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور جنرل کے حکم سے یہاں آیا ہے۔ جنرل نے ان چاروں خیال خوانی کرنے والوں کو وارننگ دی تھی کہ ناکام واپس نہ آئیں ورنہ ان سے ٹیلی پیتھی کا علم چھین لیا جائے گا۔

میں نے کہا "ٹیلی پیتھی سیکھ لینے سے کامیابی حاصل نہیں ہوتی کسی کے ہاتھ میں رائفل ہو اور وہ اسے چلانا نہ جانتا ہو تو اناڑی پن سے اپنوں کو ہی گولی ماردیتا ہے۔"

اس زخمی کے دماغ میں دوسرا شخص بولنے لگا "فرہاد! یہ لوگ اناڑی نہیں ہیں۔ یہ زبردست پلان میکرز اور گوریلا فائٹر ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ تمہارا مقدر ساتھ دیتا ہے۔ میرا مشورہ ہے ہمارے باقی تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نہ مارو۔ تین مریں گے تو تین سو پیدا ہوجائیں گے۔"

میں نے کہا "موت کا فرشتہ ماؤں سے یہ نہیں کہتا کہ وہ بچے پیدا نہ کریں۔ تم بھی پیدا کرو' تمہارا کام پیدا کرنا ہے۔ فرشتے کا کام مارنا ہے۔"

"میں کوشش کروں گا کہ تم انہیں نقصان نہ پہنچا سکو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "جان لیوڈا! ٹیلی پیتھی کے میدان ابھی تمہیں بھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔ لو میں تمہیں سکھاتا ہوں۔"

میں اس زخمی کے دماغ سے نکل آیا۔ جان لیوڈا انتظار ہو کہ میں کچھ کرنے والا ہوں۔ میں نے دوسری تصویر کی آنکھ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ پھر کچھ کہنے کے اس کی سانس روک دی۔ سننے اور سمجھنے کے لئے کچھ نہیں یہ ثابت ہوچکا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ہمارا جاسو ہے۔

وہ جانی دشمن جان سے چلا گیا۔ میں تیسری تصویر کی تیرے کے دماغ میں آیا۔ وہاں جان لیوڈا اس کے دماغ میں جائے بیٹھا تھا۔ میں واپس پہلے والے زخمی کے اندر آیا پھر اس سانس روک دی۔

تھوڑی دیر بعد تیرے کے پاس آیا پھر بولا "جان لیوڈا! تک اس انڈے پر مرغی کی طرح بیٹھے رہو گے؟"

وہ بولا "تم میرا نام کیسے جانتے ہو؟"

"میں صرف نام نہیں جانتا' تمہاری پوری ہسٹری جانتا ابھی تو یہ فیصلہ کرو اسے بچاؤ گے یا اُسے جو ہوٹل میں پڑا ہے؟"

"دیکھو اپنے رویّے میں لچک پیدا کرو' میں دوستی کرتا ہوں۔"

"میں سپیرا ہوتا تو دوستی کرلیتا' ابھی تین تک گن لو تین کے بعد بھی تم یہاں رہو گے تو میں ہوٹل والے کو شکار چلا جاؤں گا۔ ایک..... دو..... تین۔"

میں تین کہہ کر چپ ہوگیا۔ وہ غصے سے گالیاں دیتے بولا "میں تم سے نمٹ لوں گا۔ تمہیں اپنے مقصد میں۔"

وہ بولتے بولتے چپ ہوگیا۔ میں نے تیسرے کے دماغ طرح قبضے میں لیا تو پتا چلا جان لیوڈا ہوٹل والے کو بچانے میں نے اس کی سانس روک دی۔ وہ تڑپنے لگا۔ ادھر لیو ہوٹل والے کے مردہ دماغ سے جھنجلا کر واپس آیا ہوگا اور تیرے کے بھی دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہوگی کیونکہ میں کی سانس رکی ہوئی تھی۔

میں تھوڑی دیر بعد پولیس کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں وہاں لیوڈا بول رہا تھا "تمہاری حکومت نے ہمیں یقین دلایا ہمارے ساتھ تعاون کیا جائے گا لیکن تم لوگوں نے دو درجن فراد کا ساتھ دیا ہے۔ انہوں نے ہمارے تمام اہم افراد کو

اعلیٰ افسر نے کہا "سوری! ہم نے سونیا اور فرہاد کا ساتھ دیا ہے۔ البتہ تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے کیونکہ فرانس ہمارا ملک ہے' ہم اسے ناراض نہیں کرسکتے تھے۔"

میں نے کہا "جان لیوڈا! میں نے کہا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے میدان میں تمہیں بہت کچھ سیکھنا ہے' پہلا سبق میں نے سکھادیا ہے جاؤ اسے اچھی طرح پڑھتے اور یاد کرتے رہو۔"

میں دماغی طور پر سونیا کے پاس حاضر ہوگیا۔

○☆○

جان لیوڈا کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ مانا کہ ایک بار ہم سے مات کھا گیا لیکن لیوڈا جیسے ہی شہ زوروں کے لئے کہا گیا ہے۔ گرتے ہیں شہ سوار ہی میدانِ جنگ میں۔ وہ طفل کیا کرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے۔

مجھ کو اور سونیا کو بھی بعض حالات میں ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ ہمیشہ کامیاب ہونے والے اندازے کی ایک ذرا سی غلطی سے ناکام ہوجاتے ہیں۔ جان لیوڈا کا فوجی ریکارڈ یہ تھا کہ وہ تیزی سے سوچتا ہے' تیزی سے عمل کرتا ہے۔ دماغ کمپیوٹر کی طرح کام کرتا ہے۔ جس دشمن کے پیچھے پڑجاتا ہے اسے جہنم میں پہنچا کر دم لیتا ہے۔

اس کے ریکارڈ میں صرف ایک جگہ ناکامی لکھی ہوئی تھی۔ دوسری بار ہمارے مقابلے میں ناکام ہوکر گیا تھا۔ ورنہ کامیابیاں اور کامرانیاں اس کے قدم چومتی تھیں۔ خصوصاً ایسے وقت جب وہ زخمی شیر کی طرح پلٹ کر حملے کرتا تھا۔ اس ریکارڈ کے مطابق آئندہ اس کا حملہ ہمارے لئے تشویشناک ہوسکتا تھا۔

وہ کن پہلوؤں کو مدِ نظر رکھ کر منصوبے بناتا ہے' یہ بھی ہم نہیں جانتے تھے۔ جو بعد میں معلوم ہوا' اس کا ذکر ابھی کررہا ہوں۔

جنرل کو جان لیوڈا پر سب سے زیادہ بھروسا تھا۔ اس نے جنرل کا عہدہ سنبھالتے ہی لیوڈا کو اپنا مشیرِ خاص بنالیا تھا۔ اس کی وفاداری پر کوئی شبہ نہ تھا۔ اس لئے اُسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم دیا تھا۔

جان لیوڈا نے جنرل سے کہا "تمہارے لئے سب سے خطرناک مرینا ہے' اسے قابو میں کرنا ضروری ہے۔"

جنرل نے کہا "میں سمجھتا ہوں' وہ سونیا سے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس چھین کرلارہی ہے جبکہ یہ بات مضحکہ خیز ہے۔ مرینا فرہاد کی فیملی سے متاثر ہوگئی ہے اور ہمیں کسی وقت بھی نقصان پہنچاسکتی ہے۔"

"وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک الگ ٹیم بنارہی ہے۔ ہمیں اس کے مقابلے میں ایک دوسری ٹیم کی تشکیل کرنی چاہئے۔"

جان لیوڈا نے برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ جیسے عمدوں کو قائم کرنے کا مشورہ دیا۔ اس کے مطابق پانچ افراد کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر انہیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا گیا لیکن مشین کے ذریعے ان پانچوں کے دماغوں میں یہ بات نقش کردی گئی کہ وہ اپنے اندر جان لیوڈا کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کریں گے۔

جان لیوڈا کی ایسی ہی چالاکیوں سے جنرل خوش رہتا تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کا شعبہ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹ کے حوالے کردیا تھا ان کی طرف سے فریب دہی کا اندیشہ نہیں تھا کیونکہ ان پانچوں کے دماغ جان لیوڈا کی مٹھی میں تھے۔

وہ اور جنرل خاموش تماشائی بن کر مرینا اور پانچوں بلیک سیکرٹ اور برین ماسٹر کی ٹکرار دیکھتے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کررہے تھے۔ جب لیوڈا نے دیکھا کہ مرینا کا پلڑا بھاری ہے اور بلیک سیکرٹ ناکارہ ہیں تو انہوں نے پانچوں کو کال کوٹھری میں بھیج دیا۔ وہ مرینا پر قابو نہ پاسکے۔ یہ یقین ہوگیا کہ وہ لڑکی فرہاد کی فیملی کے مضبوط قلعے میں پناہ لے رہی ہے۔

پھر یہ بات چھپی نہ رہی کہ جنرل کا ایک خاص خیال خوانی کرنے والا ہے۔ لیوڈا نے جنرل سے کہا "فرہاد اور مرینا مجھ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے اور کسی نہ کسی دن مجھے ڈھونڈ نکالیں گے۔ لہٰذا دانشمندی یہ ہے کہ میں خود انہیں اپنے قریب آنے کا موقع دوں اور ان سے انجان بن کر قریب سے انہیں دیکھتا اور سمجھتا رہوں۔ انہیں اچھی طرح سمجھنے کے بعد ہی میں ان کی شہ رگ پکڑنے میں کامیاب ہوسکوں گا۔"

اس پلاننگ کے پیشِ نظر نئے سپر ماسٹر کو الو بنایا گیا۔ اس کے کان میں یہ بات ڈالی گئی کہ جنرل نے چند ریٹائرڈ فوجیوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ جب سے لیوڈا جنرل کے پاس آیا ہے تب سے وہ ایسی چالیں چل رہا تھا کہ جنرل کو کہیں سے کوئی اندیشہ نہیں رہتا

تھا۔ اسے سپر ماسٹر سے بھی اندیشہ نہیں تھا کیونکہ اسے سپر ماسٹر کے عہدے پر لانے سے پہلے ایک بار اسے دھوکے سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا گیا تھا اور لبوڈا نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ نقش کر دیا تھا کہ وہ کبھی لبوڈا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔

جب مرینا نے سپر ماسٹر کو ٹریپ کیا اور تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنایا تو لبوڈا چھپ کر یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ بیچارہ سپر ماسٹر خاک نہیں جانتا تھا کہ کال کوٹھری سے پانچوں قیدی رہا کئے جائیں گے۔ لبوڈا نے جو باتیں نقش کرائی تھیں' وہی وہ مرینا سے کہہ گیا۔ بعد میں مرینا کو مایوسی ہوئی۔ پانچ قیدی رہا کئے گئے تھے مگر وہ ڈی تھے۔

دوسری بار مرینا نے سپر ماسٹر کے چور خیالات سے معلوم کیا ایسے کتنے ریٹائرڈ فوجی ہیں' جن کی خدمات جنرل نے حاصل کی ہیں؟ سپر ماسٹر کے چور خیالات نے سات فوجیوں کے نام' پتے اور فون نمبر بتا دیئے۔

میں نے بھی مرینا کی سوچ کا لہجہ اختیار کر کے بالکل یہی معلومات حاصل کی تھیں لیکن لبوڈا کو میرے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا کیونکہ جب میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس وقت لبوڈا سپر ماسٹر کے دماغ میں نہیں تھا۔

اور مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ مرینا بھی میرے ہی طریقہ کار کے مطابق جنرل کے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچنا چاہتی ہے۔ یوں دیکھا جائے تو جان لبوڈا اپنی ذہانت سے سپر ماسٹر کو' مرینا کو اور مجھ کو اپنے منصوبے کی انگلیوں پر نچا رہا تھا اور ہم بے خبری میں ناچ رہے تھے۔

میں نے پارس کو جان لبوڈا کی نگرانی پر مامور کیا تھا جبکہ لبوڈا نظر نہیں آیا تھا۔ ایک بار اس کی بیوی کار میں گئی تھی۔ دوسری بار ایک بارہ برس کا لڑکا سائیکل پر گیس گیا تھا۔ پارس نے ان کا تعاقب نہیں کیا تھا جبکہ لبوڈا یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ مرینا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ اس کی بیوی بچوں کا تعاقب کر رہی ہے یا نہیں؟

لبوڈا کا منصوبہ بڑا ہی جامع اور ٹھوس تھا۔ مرینا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کمی میتسو اور کینی پال تعاقب کے لئے چل پڑے تھے۔ کینی پال لبوڈا کی بیوی کا پیچھا کر رہا تھا اور کمی میتسو بارہ برس کے لڑکے سے دوستی کرتے ہوئے پایا گیا تھا۔

لبوڈا اپنے بیوی بچوں کے دماغوں میں پہنچ کر یہ حرکتیں دیکھ رہا تھا لیکن اس نے اپنی بیٹی کا نووانا کے دماغ سے کچھ معلوم نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پارس نے کانووانا کے قریب جانے کی حماقت نہیں کی تھی۔

جو کوٹلے کی کان کے قریب سے گزرتا ہے' اس کے منہ پر کالک ضرور لگتی ہے۔ ہوا کا جھونکا کوٹلے کی سیاہی اڑا کر چہرے تک پہنچا دیتا ہے۔ چونکہ میرا بیٹا کوٹلے کی کان سے نہیں گزرا تھا اس لئے میں صرف مرینا کا ذکر کروں گا۔ اس کے منہ پر ناکامی کی کالک لگ گئی تھی۔

یہ سراسر حماقت تھی کہ کینی پال لبوڈا کی بیوی کے قریب گیا تھا اور اسے مخاطب کیا تھا تاکہ مرینا اس کی بیوی کی آواز سن سکے۔ اسی طرح کمی میتسو نے بارہ برس کے لڑکے کی آواز مرینا کو سنائی تھی۔ دوسری طرف جنرل کے جاسوس ان کی تاک میں تھے۔ انہوں نے کینی پال اور کمی میتسو کی کاروں کے نیچے ڈیٹیکٹر آلہ لگا دیا۔ اس آلے نے نشاندہی کرتے ہوئے سراغرسانوں کو ان کی رہائش گاہ تک پہنچا دیا۔

یہ جان لبوڈا کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ اکثر لوگ کامیابی کی خوشی میں حماقتیں کر جاتے ہیں لیکن لبوڈا نے تحمل سے کام لیا۔ کمی میتسو اور کینی پال کو نہیں چھیڑا انہیں آزاد رکھا تاکہ مرینا کے آئندہ کے اقدامات کو دیکھ سکے۔

پھر یہ ہوا کہ مرینا نے اپنے ماتحتوں کی ڈیوٹی بدل دی۔ کینی پال کی جگہ شلپا آ گئی اور کمی میتسو کی جگہ جوڈی نارمن نے لے لی۔ جوڈی نارمن کی وائف جو راجوری جلد ہی ماں بننے والی تھی اس لئے اسپتال میں تھی۔

آدھی رات کے بعد شلپا نے لبوڈا کی بیوی کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کے ذریعے بیڈ روم کے دروازے پر آئی۔ لبوڈا اکیلا بیڈ روم میں تھا۔ بیوی نے دستک دے کر کہا۔ "میرے پیٹ میں سخت تکلیف ہے' مجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔"

لبوڈا نے بند دروازے کے پیچھے سے کہا "کیا مصیبت ہے۔ چلو کار میں جا کر بیٹھو۔ میں آ رہا ہوں۔"

اس کی وائف پورچ میں آ کر کار میں بیٹھ گئی۔ دوسری طرف مرینا نے جوڈی نارمن سے کہا۔ "بارہ برس کے لڑکے کو اغوا کرو تاکہ لبوڈا بے بس ہو جائے۔"

جوڈی نارمن نے حکم کی تعمیل کی۔ جب لبوڈا اپنی وائف کے ساتھ کار میں بیٹھ کر ڈاکٹر کی طرف روانہ ہوا تو اس نے اس کے بیٹے کو نیند کی حالت میں بستر سے اٹھایا' اسے چلاتا ہوا کوٹھی کے باہر لایا۔ پھر اپنی کار میں بٹھا کر اسے لے جانے لگا۔ ایسے ہی وقت تعاقب سے پولیس کی گاڑیوں نے راستہ روک لیا۔ جوڈی نارمن کو گرین پوائنٹ پر گرفتار کرتے ہی ایک انجکشن کے ذریعے بے ہوش کر دیا گیا تاکہ مرینا اس کے بچاؤ کا کوئی راستہ نہ نکال سکے۔

لبوڈا کی وائف جس کار میں ڈاکٹر کے پاس جا رہی تھی' اسے ایک راستے پر چاروں طرف سے شلپا اور اس کے آدمیوں نے روک لیا۔ پھر شلپا نے کہا "جان لبوڈا! گاڑی سے باہر آ جاؤ۔ ہم نے جنرل کی بڑی خدمت کر لی۔ اب ہماری خدمت کرو گے۔"

گاڑی سے باہر آنے والے نے کہا "تمہیں دھوکا ہوا ہے میں لبوڈا نہیں ہوں۔ ہاں مگر وہ لبوڈا میرے دماغ میں موجود ہے۔ تمہیں مجھے گرفتار کر سکو گی' میرے دماغ کے اندر رہنے والے کو نہیں سکو گی۔"

شلپا نے چونک کر دیکھا۔ اس شاہراہ پر چاروں طرف سے پولیس کی گاڑیاں آ رہی تھیں۔ وہ چاروں طرف سے گھر گئی تھی۔ کسی سمت سے بھاگنے کا راستہ نہ رہا تھا۔ ایک افسر انجکشن لگانے کی سرنج ہاتھ میں لئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے دماغ میں مرینا کہہ رہی تھی۔ "اس سرنج سے بچنے کی کوشش کرو۔ مجھے اس سرنج والے کی آواز سنائی دے۔ میں تمہاری حفاظت کروں گی۔"

شلپا نے پیچھے ہٹتے ہوئے اس افسر سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

دوسرے سپاہیوں نے اسے پیچھے ہٹنے سے روک دیا۔ اسے جکڑ لیا۔ وہ افسر جیسے گونگا بہرا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے سرنج کی سوئی اس کے بازو میں پیوست کر دی۔ اس کے بعد شلپا اپنے آپ سے غافل ہوتی چلی گئی۔

مرینا نے پہلے جوڈی نارمن کو بے ہوش ہوتے دیکھا۔ پھر شلپا بھی گرفتار کر لی گئی۔ اس طرح سمجھ میں آ گیا کہ جان لبوڈا کوئی ترنوالہ نہیں ہے۔ وہ جلد ہی اسے بھی نگل لے گا۔ خطرے کا یقین ہوتے ہی وہ خیال خوانی کی چھلانگیں لگاتی ہوئی کمی میتسو اور کینی پال کے دماغوں میں آئی۔ ان کی دماغی حالت نہایت ہی نازک تھی۔ یعنی وہ بے ہوش تھے اور مرینا ان کے دماغوں سے کچھ معلوم نہیں کر سکتی تھی۔ ویسے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ بازی ہار گئی ہے۔ ایک ہی رات میں چار ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ہاتھوں سے نکل گئے ہیں۔

یہ بہت بڑا نقصان تھا۔ چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے اور ان میں جوڈی نارمن اس کے لئے بہت اہم تھا۔ اس نے اتنا بڑا نقصان پہلے کبھی نہیں اٹھایا تھا۔ کبھی اتنی بڑی شکست کا سامنا نہیں کیا تھا اور توہین کی بات یہ تھی کہ کسی نے آج تک اس طرح اسے الو نہیں بنایا تھا۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ اتنی بڑی ناکامی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ اسے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت عزیز تھے۔ وہ ان سے وفادار کتوں کی طرح پیار کرتی تھی۔ جوراجوری ماں بننے والی تھی۔ اس کا خاص خیال رکھتی تھی۔ جوراجوری کے بارے میں سوچتے ہی وہ چونک گئی۔ جان لبوڈا نے جوڈی نارمن کو گرفتار کرنے کے بعد جوراجوری کے متعلق ضرور معلوم کیا ہوگا۔ نارمن کے دماغ کو کنگھال کر اس کے چور خیالات کے متعلق ضرور معلوم کیا ہوگا کہ جوراجوری ایک بہت منگنے میٹرنٹی ہوم میں ہے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جوراجوری کے پاس پہنچی۔ اس کا خیال درست نکلا۔ وہ بے ہوش تھی۔ بے ہوشی بتا رہی تھی کہ اسے بھی اغوا کیا گیا ہے' گویا وہ ایک ہی جھٹکے میں پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہو گئی تھی۔

وہ اچانک ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ روتے روتے بستر پر آ کر اوندھے منہ گر پڑی۔ پارس اسے پیار سے چاروں شانے چت کرتا تھا' جنرل نے حقارت سے منہ کے بل گرا دیا تھا۔ اب اسے اکیلے پن کی شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ اکثر ایسے نقصانات ہوتے ہیں' جو پورے نہیں ہو پاتے۔ ٹھیک ہے' نقصان پورا نہیں ہوتا لیکن رونے اور آنسو دکھانے کے لئے تو کوئی اپنا ہو۔ پارس ہوتا تو اس کے گلے لگ کر روتی اور دل کا غبار نکال لیتی۔ عورت ایسی بھی نگنی نہ ہو کہ آنسو پونچھنے کے لئے اپنا دامن بھی نہ ملے۔

اُس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ دوسری بار آ کر بولی۔ "پارس! میں رو رہی ہوں۔"

"روتی رہو۔ گیٹ لاسٹ۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ وہ جھنجلا کر تکیئے کو مارنے اور نوچنے کھسوٹنے لگی۔ صدمہ تھا' شکست کھانے کا غم تھا' پارس کی بے رخی کا' غصہ تھا اپنی تنہائی کا اور بے یاری و مددگاری کا۔ وہ پھر پارس کے پاس آئی اس نے پھر سانس روک کر بھگا دیا۔

اسے سہارے کی ضرورت تھی۔ سہارے کے بغیر سنبھل نہیں سکتی تھی۔ وہ غصے کے باوجود سمجھ رہی تھی کہ اس نے پہلے ہی مضبوط سہاروں کو توڑ دیا تھا۔ کبھی ٹھوکر کھانے اور تنہا رہ جانے والی بات نہیں سوچی تھی۔ آخر وہ سونیا کے پاس گئی۔ اس کے دماغ میں پہنچتے ہی رونے لگی۔ سونیا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا ہوا؟ کیوں رو رہی ہو؟"

وہ ہچکیاں اور سسکیاں لیتے ہوئے بولی "میں بری طرح ٹوٹ گئی ہوں۔ جنرل کے خیال خوانی کرنے والے جان لبوڈا نے میرے پانچ خیال خوانی کرنے والے چھین لئے ہیں۔"

"کیا تم ناکامی کے وقت روتی ہو؟"

"میں کبھی نہیں روتی لیکن پارس مجھے رلا رہا ہے۔ میں اس کے پاس جاتی ہوں' وہ سانس روک لیتا ہے۔ اپنا ہی مرد ایسے وقت منہ موڑ لے تو کیا رونا نہیں آئے گا۔"

"میں سمجھ گئی۔ اسے بھی سمجھا دیتی ہوں۔"

میں سو رہا تھا۔ سونیا نے مجھے جگایا۔ پھر کہا "مرینا میرے پاس آئی ہے۔ لبوڈا نے اسے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم کر دیا ہے۔ ایسے وقت پارس کو سہارا بننا چاہئے لیکن وہ مرینا سے بے رخی دکھا رہا ہے۔"

میں نے کہا "مرینا کو سمجھنے دو' وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔ تم مجھ پر اندھا اعتماد کرتی ہو' میں تم پر بھروسا کرتا ہوں۔ زندگی گزارنے کے لئے انسان کو کسی نہ کسی پر پوری طرح بھروسا کرنا پڑتا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "سن رہی ہو مرینا! بات صرف پارس کی نہیں ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں ہم عورتوں کے لئے کوئی بھی ایک مرد ہوتا ہے جس پر ہر حال میں بھروسا کرنا ہوتا ہے۔ بھروسے کے بغیر ازدواجی زندگی نہیں گزرتی۔"

"مما! مجھے غلطی کا احساس ہوگیا ہے۔ آئندہ میں پارس کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔" سونیا نے مجھ سے کہا۔ "پارس کو سمجھاؤ کہ وہ ہماری بیٹی کے آنسو پونچھے۔"

میں پارس کے پاس آیا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں دوسری بار اس کے پاس آیا۔ وہ غصے سے بولا۔ "تم ہزار بار آؤ گی۔ ہزار بار بھگاؤں گا۔ جاؤ اور اپنے گربان میں..."

میں نے بات کاٹ کر کہا "میں ہوں۔ غصہ تھوک دو۔"

"اوہ پاپا! وہ گدھی مجھے پریشان کررہی ہے۔"

"ہم گدھے پریشان ہونے کے لئے ہی گدھی پالتے ہیں۔ جب پال ہی لیا ہے تو جھنجلاہٹ کیوں ہے؟"

"دیکھئے' میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ وہ خود غرض ہے' مکار ہے اپنے مطلب کے لئے دوستی کررہی ہے۔"

"تمہاری یہ رائے پہلے درست تھی۔ ابھی اسے زبردست ٹھوکر لگی ہے۔ جان لمبوڈا نے اس کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین لئے ہیں۔ وہ بری طرح ٹوٹ گئی ہے۔ بکھر گئی ہے۔ اسے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ میں اسے بھیج رہا ہوں۔ اس کا دل نہ توڑنا۔"

میں نے سونیا کے پاس حاضر ہو کر پوچھا "مرینا ہے؟"

"میرے پاس ہے۔"

"اسے پارس کے پاس جانے کو کہو۔"

وہ فوراً ہی سونیا کے دماغ سے نکلی اور پارس کے پاس آگئی۔ پھر بولی "میں رو رہی تھی' تمہیں مجھ پر محبت نہیں آئی؟"

"اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار کر روؤ گی تو محبت نہیں آئے گی ہنسی آئے گی۔"

"میں سچے دل سے کہتی ہوں' مجھے غلطی کا احساس ہوگیا ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔"

"میں اتنا بڑا نقصان اٹھا کر تنہا نہیں رہ سکوں گی۔ مجھے اپنے پاس بلاؤ۔ مجھ سے کہو' میری جان! میرے بازوؤں میں آجاؤ۔ ابھی میرے لئے پیار کے بول ضروری ہیں۔"

"تم ابھی میرے پاس آکر دوسری غلطی کروگی۔ تمہارے پانچ ماتحت اسی شہر میں پکڑے گئے ہیں۔ ہم بھی اسی شہر میں ہیں۔ لمبوڈا بہت دور تک سوچتا ہے۔ وہ اور جنرل اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ تم ہماری فیملی میں شامل ہوگئی ہو۔ اتنا بڑا نقصان اٹھا کر اس فیملی کے کسی فرد سے ضرور ملنے جاؤ گی۔ ان کے جاسوس آج رات ہر مشکوک لڑکی کا محاسبہ کریں گے۔"

"ہاں۔ ٹھیک کہتے ہو وہ میرے اطراف بھی جال پھیلا رہے ہوں گے۔ مجھے تازہ ہوا کے لئے لان میں بھی نہیں جانا چاہئے۔"

"میرا مشورہ ہے۔ آنکھیں بند کرو۔ دماغ کو ہدایات دو اور گہری نیند حاصل کرو۔ صبح بیداری کے بعد تازہ دم رہوگی۔ پھر ہم سوچیں گے کہ اینٹ کا جواب کس طرح پتھر سے دیا جائے۔"

"ہم ابھی سوچیں گے۔ میں سونا نہیں چاہتی۔"

"تم نے مجھے ادھوری نیند سے جگایا ہے۔ اس وقت میرے دماغ پر بوجھ ہے۔ میں تمہیں کوئی معقول مشورہ نہیں دے سکوں گا۔"

"کیا تم میری خاطر آج رات جاگ کر نہیں گزار سکتے؟"

"تمہارے حسن و شباب کی خیر ہو' بڑی راتیں جگائی ہیں۔ آج بھی جگالو۔ یہ آنکھیں تمہارے لئے کھلی رہیں گی۔"

"ہائے پارس! میں ایسی ہی باتیں سننا چاہتی ہوں۔ پلیز میرے دل سے بوجھ اتارتے رہو۔"

"دراصل تم ناکامی کو تسلیم نہیں کررہی ہو۔ اس لئے یہ بوجھ بن گئی ہے۔ فراخدلی سے مان لو اور کہو۔ میں نے ٹھوکر کھائی ہے لیکن نئے حوصلہ سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی ہوں۔ ناکامیاں مایوس کرنے کے لئے نہیں' نیا حوصلہ پیدا کرنے کے لئے ہماری زندگی میں آتی ہیں۔"

"بے شک میں ناکامی کو تسلیم کرتی ہوں اور اب نئے حوصلے کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کروں گی۔ اب میں تنہا نہیں ہوں۔ میرا پارس میرے ساتھ ہے۔"

"اب تمہارے پاس کتنے خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں۔"

"صرف دو رہ گئے ہیں۔ پال ہوپ کن اور وارنر ریگ۔"

"تم نے بتایا تھا کہ پال ہوپ کن تمہارا مخالف ہے اور تم نے اسے جبراً اپنا معمول بنایا ہے۔"

"ہاں۔ وہ برین ماسٹر کا ساتھ دے رہا تھا۔ جب مجھے پتا چلا تو میں نے اس کی کھوپڑی الٹ دی۔ اسے نیم پاگل بنا کر رکھا ہے۔"

"اسے خواہ مخواہ ضائع کررہی ہو۔ اس سے کوئی کام لو۔"

"میرے پاس زیادہ خیال خوانی کرنے والے تھے اس لئے میں نے پال ہوپ کن کو ایک طرف پھینک رکھا تھا۔"

"اور ان تین خیال خوانی کرنے والوں کے متعلق کیا خیال ہے جنہیں پاپا تمہارے تاریک قید خانے سے لے گئے تھے۔"

"پاپا نے کہا تھا میں جب چاہوں ان تینوں کو واپس لے سکتی ہوں۔"

"گویا تمہارے پاس پھر پانچ خیال خوانی کرنے والے ہوگئے۔"

"واقعی پارس! ناکامی کے صدمے نے مجھے اس پہلو پر سوچنے نہیں دیا کہ پانچ کا نقصان اٹھایا ہے تو میرے پانچ اس طرح کئی پورے ہوسکتے ہیں۔ اوہ گاڈ از گریٹ۔ میں بہت خوش ہوں۔"

"بہتر ہے ہم باتوں میں وقت ضائع نہ کریں۔ ہمیں جنرل کو مؤثر جواب دینے کی تدبیر سوچنا چاہئے۔"

"تم کو گے تدبیر سوچنے کے لئے نیند پوری کرنا ضروری ہے۔"

"یہ بات میں کہوں گا تو تم سمجھو گی میں تم سے پیچھا چھڑا رہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اب میں خود کہہ رہی ہوں۔ پانچ کا خسارہ پورا ہونے کے بعد مجھے اطمینان ہوگیا ہے۔ میں مانتی ہوں' ہمیں ابھی سونا چاہئے۔ صبح نئے حوصلے سے کام شروع کریں گے۔"

"یعنی اب تم مجھ سے پیچھا چھڑا رہی ہو۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی "کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں تمہاری آغوش میں ہوتی۔ پھر ہم نیند میں بھی نہ بچھڑتے۔"

پارس نے چٹکی بجا کر کہا "آگئی تدبیر تم میرے پاس آسکتی ہو۔"

"سچ؟"

"بالکل سچ۔"

"کیسے آسکتی ہوں؟ کوئی خطرہ پیش نہیں آئے گا۔"

"آئے گا۔ تم باہر نکلو گی۔ وہ تمہیں پکڑ کر لے جائیں گے۔ اور مجھے پکڑ کر لے جائیں گے۔ وہ تمہاری ڈی ہوگی۔"

"فنٹاسٹک آئیڈیا ہے۔"

"اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کس لڑکی کو ڈی بنایا جائے کسی لڑکی کی آواز سننے کے لئے اگلے سیدھے فون نمبر ڈائل کرنے ہوں گے۔ ہوسکتا ہے ہم میں سے کسی کا فون ڈیٹیکٹ کیا جارہا ہو۔"

"ٹھہرو میں سوچتی ہوں۔ ایک لڑکی مجھے یاد ہے' آج شام کو ملی تھی۔ بڑی پیاری سی آواز تھی اس لئے مجھے یاد رہ گئی۔"

"اس کے پاس جاؤ۔ اسے اپنی ڈی بناؤ۔"

"اس کام میں دیر ہوگی۔ تم سو جاؤ۔ اب میرا دماغ تیزی سے کام کررہا ہے۔ میں اپنی ڈی کو جنرل اور جان لمبوڈا تک پہنچاؤں گی۔ انہیں یقین دلاؤں گی کہ مرینا ناکامی سے ٹوٹ کر ان کے سامنے جھک گئی ہے۔"

"واہ میری جان! واقعی تم ذہانت سے سوچتی ہو۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اس لڑکی کی آواز اور لہجے کو یاد کرنے لگی۔ پھر اچھی طرح یاد کرنے کے بعد اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچی۔ پھر واپس آگئی۔ اس لڑکی نے سانس روک لی تھی۔

مرینا نے حیرانی سے سوچا "یہ کون ہے؟ سانس روکنے کا ہنر جانتی ہے۔ کیا اس کا تعلق کسی تنظیم سے ہے؟"

وہ پھر اس کے دماغ میں آئی۔ لڑکی نے پوچھا "کون ہو تم؟"

مرینا نے کہا "دوست ہوں۔"

"دوست کا کوئی نام ہوگا؟"

"فی الحال مجھے سسٹر کہہ سکتی ہو۔ کیا اپنا نام بتاؤ گی؟"

"فی الحال مجھے بھی سسٹر سمجھ لو۔ ویسے تم بڑی چالاکی سے میرے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کررہی ہو۔ چلو اپنی یہ حسرت پوری کرلو۔"

"تم مجھ سے زیادہ چالاک ہو' تم نے اپنے دماغ کے تہ خانے کو لاک کردیا ہے۔ کوئی تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔"

"اب کام کی باتیں کرو۔ میرے دماغ میں کیسے پہنچی ہو؟ کیا مجھے پہلے کہیں دیکھا ہے؟ میری آواز سنی ہے؟"

"آج شام کو رائل گارڈن کے اوپن ریستوران میں تم ویٹر سے کچھ بول رہی تھیں۔ میں پاس والی میز پر تھی۔ تمہاری آواز کی شیرینی اور لہجے کی نزاکت بہت اچھی لگی۔ تم مجھے یاد رہ گئیں۔"

"آنے کا مقصد کیا ہے؟"

"میں تمہیں ایک عام سی لڑکی سمجھ رہی تھی۔ ایک معاملے میں تمہیں آلۂ کار بنا کر استعمال کرنا چاہتی تھی۔ مگر تم بڑی پُراسرار لگ رہی ہو۔ پلیز مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

"تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ پہلے تم تعارف کراؤ۔"

"تم ضد کرتی ہو تو بتا رہی ہوں' وعدہ کرو دوست بن کر رہوگی۔ مجھے دھوکا نہیں دوگی اور اپنا صحیح تعارف کراؤ گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔ اپنا نام اور کام بتاؤ؟"

مرینا نے کہا "میرا نام شلپا ہے۔ میں اپنے دشمنوں سے انتقام لینا چاہتی ہوں۔"

"کون ہیں تمہارے دشمن؟"

"یہ ابھی بتاؤں گی۔ پہلے اپنا نام بتاؤ۔"

"میرا نام مرینا ڈی فونزا ہے۔"

مرینا ایک دم سے اچھل پڑی "تم جھوٹ بولتی ہو۔"

لڑکی نے حیرانی سے پوچھا "تم میرا نام سن کر کیوں بھڑک رہی ہو؟ کیا میرے نام سے کوئی عداوت ہے؟"

"میں مرینا کی آواز اور لہجے کو خوب پہچانتی ہوں۔ تمہاری آواز اور لہجہ بالکل مختلف ہے۔"

"مختلف ہے نہیں۔ مختلف بنالیا ہے۔ اپنی پچھلی آواز اور لہجے کو ختم کردیا ہے تاکہ جنرل اور جان لمبوڈا کبھی میرے دماغ تک نہ پہنچ پائیں۔"

مرینا کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ وہ لڑکی مرینا کے دشمنوں کو اپنا دشمن بتا رہی تھی۔ خود کو مرینا ثابت کرنا چاہتی تھی۔ وہ ایک معما بن گئی تھی۔ یہ معلوم کرنے کا تجسس شدید ہو رہا تھا کہ وہ کون ہے؟ کیا جان لمبوڈا کسی نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ایک نئی مرینا بنا کر پیش کررہا ہے؟

یہی ہو سکتا تھا۔ اب یہ دیکھنا تھا کہ وہ نئی مرینا ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا نہیں؟ یہ جاننے کے لئے مرینا اس کے دماغ سے واپس آگئی۔

تھوڑی دیر بعد وہی ہوا جو اس نے سوچا تھا۔ وہ دماغ میں آکر بولی "ہیلو سسٹر! میرے دماغ سے کیوں چلی آئیں؟"

"تمہاری چال بازی معلوم کرنے کے لئے۔ اب حقیقت کھل گئی ہے۔ تم جان لمبوڈا اور جنرل کی آلۂ کار ہو۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں اپنے پارس کی قسم کھاتی ہوں کہ کسی کی آلۂ کار نہیں ہوں۔ مجھے غلط نہ سمجھو۔"

مرینا حلق پھاڑ کر بولی۔ "کیا تم؟ تم میرے پارس کی قسم کھا رہی ہو؟"

وہ بھی حیرانی سے بولی۔ "تمہارا پارس؟ کیا تمہارے شوہر کا نام پارس ہے؟"

مرینا نے پوچھا۔ "کیا تمہارے شوہر کا یہ نام ہے؟"

نئی مرینا نے کہا "وہ میرا شوہر نہیں محبوب ہے؟"

مرینا نے سانس روک لی۔ نئی مرینا چلی گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی "یہ نئی مصیبت کہاں سے پیدا ہو گئی؟ یقیناً جنرل اور لبوڈا کوئی چال چل رہے ہیں۔"

وہ پھر نئی مرینا کے پاس آئی۔ اس سے بولی "کیا تم ثابت کر سکتی ہو کہ پارس تمہارا محبوب ہے؟"

"تم ثبوت مانگنے والی ہوتی کون ہو؟ ایک تو خواہ مخواہ میرے دماغ میں چلی آئیں۔ میں نے اپنا نام مرینا بتایا تو ایسے بھڑک گئیں جیسے میں نے گالی دی ہو اور اب میرے پارس کے پیچھے پڑ گئی ہو۔"

"کیا تم جنرل اور لبوڈا کی آلۂ کار نہیں ہو؟"

اگر آلۂ کار ہوتی اور تمہاری دشمن ہوتی تو تمہیں ٹریپ کرنے کے لئے تمہارے پاس آتی۔ جبکہ تم میرے پاس آئی ہو۔ مجھے شبہ کرنا چاہئے کہ تم دشمنوں کی آلۂ کار ہو۔"

وہ درست کہہ رہی تھی اگر وہ دشمن ہوتی تو مرینا کو گھیرنے آتی جبکہ مرینا خود اس کے پاس آئی تھی۔ آخر وہ ہار مان کر بولی۔ "تم مرینا نہیں ہو کیونکہ میرا نام مرینا ہے۔ میں نے پہلے تمہیں غلط بتایا تھا۔"

"یہ ثابت ہو گیا کہ تم جھوٹی اور دغا باز ہو۔ اپنا غلط نام بتا کر مجھ سے میرا اصل نام معلوم کرنا چاہتی تھیں۔"

"میں نے اپنی غلطی تسلیم کر لی ہے۔ اب اپنا نام بتاؤ۔"

"میں ایک بار کسی کا فریب معلوم کر لوں تو پھر کبھی اس پر بھروسا نہیں کرتی۔ بہتر ہے تم جاؤ۔"

"دیکھو سانس نہ روکنا۔ مجھے تمہاری ذات میں دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ اتنا بتا دو تم نے اپنا نام مرینا کیوں بتایا؟"

"میں نے تمہارے جھوٹ کا جواب جھوٹ سے دیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے تم میرے اور پارس کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو؟"

"مجھ سے کوئی سوال نہ کرو۔ یہ بتاؤ مجھ سے کیا کام لینا چاہتی تھیں۔"

"میں تمہیں ڈی مرینا بنا کر جنرل کے سامنے پیش کرنا چاہتی تھی۔ اسے اور لبوڈا کو یقین دلانا چاہتی تھی کہ میں نے ان کے سامنے اپنی شکست تسلیم کر لی ہے۔"

"یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں نے بھی کچھ ایسی ہی تدبیر سوچی ہے۔ اور ایک ڈی تیار کی ہے۔"

مرینا نے پوچھا "کیا میری ڈی تیار کی ہے؟"

"نہیں۔ میرا خیال تمہاری طرف نہیں گیا۔ میں نے سوچا جنرل اصل میں فرہاد اور اس کی فیملی کا دشمن ہے۔ اگر جوجو کی ڈی بنا کر پیش کر دو تو وہ اسے پارس کی بیوی سمجھ کر یرغمال بنائے گا۔ پھر اور پارس کو بلیک میل کرے گا اور میں اس ڈی کے اندر رہ کر جنرل اور لبوڈا کی کمزوریاں معلوم کرتی رہوں گی۔"

"یہ بھی عمدہ طریقۂ کار ہو گا۔ تم ایک اچھے منصوبے پر کام کر رہی ہو لیکن تمہیں جنرل اور لبوڈا سے کیا دشمنی ہے؟ تم کون ہو؟"

"مجھے افسوس ہے میں اپنا نام نہیں بتاؤں گی۔ کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں کہ میں تمہارے دشمنوں کی دشمن ہوں؟"

"یہ کافی ہے۔ لیکن میں تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔"

"سوری۔ پہلی ملاقات میں جھوٹ بولنے اور فریب دینے والے سے دوستی نہیں ہو سکتی۔"

"میں نے خود کو چھپانے اور احتیاطی تدبیر کے پیش نظر ایسا کیا تھا۔ مجھ پر ایک بار بھروسا کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں بھروسا کر رہی ہوں اور اپنی اس میں تمہیں شریک کر رہی ہوں۔ لیکن تمہیں میری ایک شرط پوری کرنی ہو گی۔"

"کون سی شرط؟"

"جب ہمیں اپنی مہم میں کامیابی ہو گی تب میں وہ شرط پیش کروں گی اور تم اس پر عمل کرو گی۔"

"میں کیسے زبان دوں۔ تمہاری کسی شرط سے مجھے نقصان ہو سکتا ہے۔"

"شاید تھوڑا سا نقصان پہنچے لیکن فائدے بہت حاصل ہوں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔ اپنا نام بتاؤ۔"

"جس دن شرط سناؤں گی اسی دن نام بتاؤں گی۔"

"تم مجھے الجھا رہی ہو۔"

"میں تمہارے بہتیرے مسائل سلجھا رہی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ یہ بتاؤ جوجو کی ڈی سے کب کام لے رہی ہو؟"

"میں ڈی کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ دونوں ڈی جوجو کے اندر پہنچ گئیں۔ وہ ڈی خنوعی عمل زیر اثر تھی۔ اپنی اصلیت بھول گئی تھی۔ خود کو جوجو سمجھ رہی تھی وہ ریٹائرڈ فوجی افسر کو اپنے حسن و شباب کے جال میں پھانس رہی تھی۔ اس افسر کا نام جافری والٹن تھا اور وہ جنرل کا خاص آدمی بننے والی لڑکی اس کے دماغ سے نکل آئی۔ مرینا سے بولی "پلاننگ کامیاب ہو رہی ہے۔ ڈی نے فوجی افسر جافری والٹن کو پھانس لیا ہے۔"

مرینا نے کہا "یہ عقل تسلیم نہیں کرتی کہ وہ بوڑھا تجربہ کار فوجی ایک جوان حسینہ کے فریب میں آ جائے گا۔"

"یہی تو کامیابی ہے کہ جافری والٹن ہماری ڈی کے فریب میں نہ آئے اور اس کی اصلیت معلوم کرے۔ تم نے ابھی دیکھا ہے کہ ڈی کمزوری محسوس کر رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے جافری والٹن نے اسے کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا دی ہے۔ اب جان لبوڈا اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی حقیقت معلوم کرے گا۔ ہمیں ڈی کے اندر رہنا چاہئے۔"

مرینا نے کہا "بے شک تمہاری تدبیر کام آ رہی ہے۔ مگر یہ تو بتاؤ تمہیں کس نام سے مخاطب کروں؟"

"مجھے مس گمنام کہہ سکتی ہو۔"

وہ دونوں پھر ڈی کے پاس آئیں۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تھی۔ اس کے اندر جان لبوڈا کہہ رہا تھا "تمہارا خوابیدہ دماغ میری مٹھی میں ہے۔ اگر تم نے اپنے متعلق سچ نہ بتایا تو میں تمہارے اندر زلزلہ پیدا کروں گا۔ بولو تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ خوابیدہ آواز میں بولی "میرا اصل نام یہی سینفر ہے جیسا کہ پاسپورٹ وغیرہ میں درج ہے۔ لیکن جس عزیت سے ساری دنیا میں پہچانی جاتی ہوں۔ وہ عزیت پاسپورٹ میں درج نہیں ہے۔"

"تمہاری عزیت کیا ہے؟"

"جوجو۔ میں پارس کی شریک حیات اور فرہاد کی بہو ہوں۔"

"اوہ گاڈ! تم جافری والٹن کو پھانس کر فرہاد کو ہماری شہ رگ تک پہنچانے آئی ہو۔"

"ہاں۔ میں تمہاری موت بن کر آئی ہوں۔"

"فرہاد بڑا غیرت مند بنتا ہے پھر وہ بہو کو چارا بنا کر کیسے پیش کر رہا ہے؟"

"میرے سسر کو میری موجودہ معصومیات کا علم نہیں ہے۔ میں کامیابی کے قریب پہنچ کر پاپا کو اطلاع دوں گی کہ میں نے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ رہ گئی غیرت کی بات تو میں نے کوئی بے غیرتی نہیں کی ہے۔ جافری والٹن کو میں کبھی اپنی تنہائی میں نہ آنے دیتی۔"

"اگر وہ جبراً تمہاری عزت پر ہاتھ ڈالتا تو تم کیا کرتیں؟"

"میں وہ پہلے والی جوجو نہیں ہوں۔ مجھے برین آپریشن کے ذریعے صرف ذہین ہی نہیں بہترین فائٹر بھی بنایا گیا ہے۔ میں تنہا دو طاقتور مردوں پر بھاری پڑتی ہوں اور اگر کسی وجہ سے کمزور پڑ جاتی تو اپنی اصلیت بتا دیتی۔ پھر کیا تم میں سے کسی کی ہمت ہوتی کہ فرہاد کی بہو کی طرف ہاتھ بڑھا دیتا؟ کیا اندازہ کر سکتے ہو کہ میرے پاپا تمہارے ملک میں کیا قیامت لا سکتے ہیں؟"

"ٹھیک کہتی ہو۔ تمہاری عزت پر آنچ نہیں آئے گی۔ لیکن تم سے بہت کام آؤ گی۔ آج سے تم ہماری قیدی ہو۔"

یہ کہہ کر خاموش ہو گیا مرینا اور مس گمنام نے تھوڑی دیر اس کے بولنے کا انتظار کیا۔ شاید وہ چلا گیا تھا۔ یا خاموش رہ کر ڈی کے خوابیدہ خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ دونوں ڈی کے دماغ سے نکل آئیں۔

مس گمنام نے کہا "وہ لاکھ کوشش کرے تب بھی ڈی کے چور خیالات اسے جوجو ہی ظاہر کریں گے۔"

مرینا نے قائل ہو کر کہا۔ "تم نے زبردست پلاننگ کی ہے۔ تقریباً نصف کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔"

"مرینا! میں نے تمہاری ذہانت کی بڑی تعریف سنی ہے۔ تم مشورہ دو ہمیں کس طرح جلد سے جلد لبوڈا کی کسی کمزوری تک پہنچنا چاہئے۔"

"میں اس پہلو پر غور کر رہی ہوں۔ صبح تک کوئی اچھی سی تدبیر سوچ لوں گی۔"

"تم صبح کی بات کر رہی ہو۔ یہاں کسی بھی لمحہ میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ لبوڈا کوئی ایسی چال چلے گا کہ ہماری ساری تدبیریں الٹی ہو جائیں گی۔"

"درست کہتی ہو۔ میں ابھی سوچتی ہوں۔"

"بہتر ہے پارس سے مشورہ کرو۔"

مرینا نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "وہ سو رہا ہے۔ اسے جگانا مناسب نہیں ہے۔"

"لیکن یہ معاملہ اس کی نیند سے زیادہ اہم ہے۔"

اسی وقت ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی اس کے ساتھ ہی مرینا کے چیخنے کی آواز آئی۔ مس گمنام نے پوچھا "کیا ہوا؟ مرینا تم خیریت سے ہو؟"

مرینا اس کے دماغ سے جا چکی تھی۔ اس نے تھوڑی دیر اس کی واپسی کا انتظار کیا۔ پھر اس کے دماغ میں گئی۔ مس مرینا نے

سانس روک لی۔ وہ دوسری بار جاکر بولی "میں ہوں مس گمنام، تم خیریت سے ہو؟"

مرینا اندھیرے میں تھی، کہہ رہی تھی "میں نے اندر کی تمام لائٹس بجھا دی ہیں۔ ابھی تم نے فائرنگ کی آواز سنی ہوگی۔ میرے بنگلے کے قریب ہی کسی نے گولی چلائی ہے۔ مجھے تو یوں لگا جیسے کوئی میرے پیچھے ریوالور لے کر آگیا ہے۔ ویسے میں خطرہ محسوس کررہی ہوں۔"

"تم میرے پاس چلی آؤ۔"

"باہر نکلنے میں بھی خطرہ ہے۔"

"جب اندر اور باہر کہیں تحفظ کا یقین نہ ہو تو پناہ گاہ بدلنے کا خطرہ مول لینا چاہئے۔ میں ٹوئنٹی تھری رابن سن اسٹریٹ میں ہوں۔ فوراً وہاں سے نکلو۔ ایک بنگلے کی چار دیواری میں گھر جاؤ گی تو فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ میں لباس بدل کر ابھی یہاں سے نکل رہی ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ مس گمنام دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر مسکرائی۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے جان لبوڈا کے دماغ میں پہنچی۔ کوڈ ورڈز ادا کرکے بولی "سر! وہ میرے پاس آرہی ہے۔"

لبوڈا نے پوچھا "کیا تمہیں یقین ہے؟"

"یس سر! اس کے بنگلے کے پاس فائرنگ ہوئی تھی، میں نے بھی آواز سنی تھی۔ وہ پہلے ہی خوفزدہ تھی۔ اب پناہ گاہ بدلنے پر راضی ہوگئی ہے۔ میرے پاس پناہ لینے آرہی ہے۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔ میں انتظامات کررہا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اسے مرینا کی رہائش گاہ کا علم نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ کتنی دیر میں وہاں پہنچنے والی تھی۔ بہرحال اس کا انتظار کرنا تھا۔ وہ لان میں آکر ٹہلنے لگی۔ مرینا نے دماغ میں آکر کہا "میں آدھا راستہ طے کرچکی ہوں۔ شاید پندرہ منٹ میں پہنچ جاؤں۔ تم اپنے بنگلے کے آس پاس نظر رکھو۔ وہاں کوئی خطرہ نہ ہو۔"

"فکر نہ کرو۔ یہاں تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

مرینا پھر چلی گئی۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد ایک کار بنگلے کے احاطے میں داخل ہوئی پھر ایک جگہ آکر رک گئی۔ مس گمنام نے قریب آکر دیکھا، ایک نوجوان لڑکی کار سے اتر رہی تھی۔ اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مس گمنام! میں ہوں تمہاری نئی دوست مرینا۔"

مس گمنام نے مصافحے کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا پھر کہا "میں جس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہوں، وہ چھڑا نہیں سکتا۔"

اس کی باتوں کے دوران کتنے ہی گن مین اسے گھیرتے ہوئے قریب آرہے تھے۔ حصار کا دائرہ تنگ کررہے تھے۔ وہ بولی "مس گمنام! تم آستین کا سانپ نکلیں۔ لیکن افسوس، مرینا نے آستین والا بلاؤز نہیں پہنا ہے اس لئے تمہارا باپ بھی مجھے گرفتار نہیں کرسکے گا۔ خوش ہونے کے لئے میری اس ڈی جو کو گرفتار کرلو میں جارہی ہوں۔"

مرینا کے جاتے ہی وہ ڈی چونک گئی پھر اپنے چاروں طرف کئی رائفلیں دیکھ کر چیخنے لگی "میں کہاں ہوں، میں یہاں کیسے آگئی؟"

وہ چیختے چیختے چکرا کر گر پڑی۔ مس گمنام نے مرینا کو گرفتار کرانے کے لئے بڑا لمبا چکر چلایا تھا۔ بڑی کامیاب ایکٹنگ کی تھی مگر مرینا پھر مرینا تھی۔ الٹا اسے چکردے کر بچ نکلی تھی۔

وہ لبوڈا کے دماغ میں آئی۔ کوڈ ورڈز ادا کرکے بولی "مرابہم دھوکا کھا گئے۔"

وہ بولا "ہم نہیں تم دھوکا کھا گئی ہو۔ میں اڑتی چڑیا کے پر گن لیتا ہوں۔ دیکھو میں نے مرینا کی رہائش گاہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ اس ذہین لڑکی سے ایک بہت بڑی غلطی ہوگئی۔ اس نے تمہیں الجھانے کے لئے خود ہی ہوائی فائر کیا تھا۔ پولیس کی پٹرولنگ پارٹی نے مجھے بتایا کہ اس رہائش گاہ سے فائرنگ کی آواز آئی ہے۔"

بے شمار مسلح فوجی جوان گھیرا تنگ کرتے ہوئے اس بنگلے میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ لبوڈا میگا فون اسپیکر کے ذریعے کہہ رہا تھا۔

"مرینا! فرار کے تمام راستے بند ہوچکے ہیں۔ میں دس تک گن رہا ہوں۔ تم باہر نہیں آؤ گی تو یہ جوان اندھا دھند فائرنگ کرتے ہوئے اندر آئیں گے۔ اپنی جوانی پر ترس کھاؤ۔ باہر آجاؤ۔ ایک۔۔۔ دو۔۔۔ تین۔۔۔ چار۔۔۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر گن رہا تھا۔ اندر سے مرینا کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے موت کو سامنے دیکھ کر پاگل ہوگئی ہو اور ہنستے ہنستے موت کو خوش آمدید کہہ رہی ہے۔

جان لبوڈا نے دس تک گننے کے بعد حکم دیا "کم آن! فائر کرتے ہوئے اندر گھس جاؤ۔ اسے زندہ یا مردہ باہر لاؤ۔"

رات کے سناٹے میں بے شمار رائفلیں شور مچانے لگیں۔ فائرنگ کی مسلسل آوازیں دور تک گونجتی جارہی تھیں۔ فوجی جوان گولیاں برساتے ہوئے اندر چلے گئے۔ مختلف کمروں اور کوریڈور کی لائٹیں آن ہورہی تھیں۔ اندر روشنی پھیلتی جارہی تھیں۔ مسلسل فائرنگ کے باعث کارتوس کے بیلٹ خالی ہورہے تھے۔ آخر گولیاں ختم ہوئیں تو فائرنگ کی آواز بھی تھم گئی۔

ایک دم سناٹا چھا گیا۔ اس گہرے سناٹے میں پھر ایک بار مرینا کے قہقہے گونجنے لگے۔

جان لبوڈا نے پریشان ہو کر بنگلے کی طرف دیکھا۔ درجنوں رائفلوں سے ہزاروں کارتوس نکلے ہوں گے۔ اتنی فائرنگ کے بعد میں گھر کے کیڑے مکوڑے بھی مرگئے ہوں گے۔ لیکن مرینا قہقہے زندہ تھے۔ وہ رات کی خاموشی میں گونج رہے تھے اور لبوڈا کے لئے خطرے کی گھنٹی بجا رہے تھے۔

مرینا کو اس وقت شبہ ہوا تھا جب مس گمنام اسے ڈی جوجو کے پاس لے گئی تھی اور اس ڈی میں جان لبوڈا بول رہا تھا۔ مرینا نے کسی پر بھروسا کرنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ پھر مس گمنام پر کیسے کرتی؟ بڑا ہی بھگانہ ڈراما تھا۔ عقل تسلیم نہیں کرتی تھی کہ ڈی جوجو نے بوڑھے ریٹائرڈ افسر جافری والٹن کو پھانس لیا ہے۔ پھر اتنی جلدی ڈی جوجو کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا گیا ہے اور اتنی جلدی جان لبوڈا بھی ڈی کے دماغ میں پہنچ کر جوجو کی اصلیت معلوم کررہا تھا۔

مس گمنام یہ سمجھتی رہی کہ مرینا اس کے ساتھ ڈی جوجو کے دماغ میں ہے اور لبوڈا کی باتیں سن رہی ہے جبکہ وہ چپ چاپ وہاں سے نکل کر پارس کے پاس پہنچ گئی تھی۔ اسے تمام حالات بتائے تھے۔ اس نے کہا "مرینا! تمہیں گھیرا جارہا ہے۔ میں ابھی آتا ہوں، تم وہاں سے نکلنے کے لئے تیار رہو۔"

"کیا رہائش گاہ سے باہر ہمارے لئے خطرہ نہیں ہوگا؟"

"میں خطرہ بننے والوں کو بھٹکا دوں گا۔"

دوسری طرف جان لبوڈا، ڈی جوجو کے دماغ میں بول رہا تھا۔ اُس کی باتیں ختم ہونے سے پہلے ہی مرینا پھر ڈی جوجو کے دماغ میں آگئی۔ جب لبوڈا وہاں سے چلا گیا تو۔۔۔ مس گمنام نے مرینا سے کہا۔ "میں نے تمہاری ذہانت کی بڑی تعریفیں سنی ہیں، تم مشورہ دو کہ ڈی جوجو کے ذریعے کس طرح جنرل اور جان لبوڈا کو شکار کیا جاسکتا ہے۔"

مرینا نے سوچنے کی مہلت لی۔ پارس اُس کے پاس پہنچ گیا تھا اس نے کہا "میں ایک ہوائی فائر کروں گا تم مس گمنام کے دماغ سے چیخ مار کر نکل آنا اور یہ ظاہر کرنا کہ یہاں تمہارے لئے خطرہ ہے تم اس کے پاس پناہ لینے جاؤ گی۔"

مرینا پھر مس گمنام کے پاس گئی۔ پھر فائر کی آواز سنتے ہی چیخ مار کر وہاں سے آگئی۔ مس گمنام نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا "کیا ہوا؟ خیریت تو ہے؟"

وہ بولی "ابھی یہاں کسی نے گولی چلائی ہے میں خطرہ محسوس کررہی ہوں۔"

مس گمنام نے کہا "میرے پاس چلی آؤ۔"

اس نے آنے کا وعدہ کرکے سانس روک لی۔ پارس نے ایک ریکارڈر اس کے سامنے رکھ کر کہا "اس میں اپنے قہقہے ریکارڈ کرلو۔"

اس نے پندرہ منٹ کے ایک کیسٹ میں قہقہے ریکارڈ کئے۔ وہ خودکار ریکارڈر تھا۔ کیسٹ کے اختتام پر رک جاتا تھا پھر خود ہی ریوائنڈ ہوکر دوبارہ آن ہوجاتا تھا۔ پارس نے کہا "جان لبوڈا بہت چالاک ہے۔ پٹرولنگ پولیس کے ذریعے معلوم کرلے گا کہ کس بنگلے سے فائرنگ کی آواز آئی ہے۔ وہ یہاں بھی گھیرنے آئے گا تمہارے قہقہوں کے ذریعے اسے یقین ہونا چاہئے کہ تم یہاں موجود ہو، آؤ چلیں۔"

وہ اس بنگلے سے نکل آئے۔ باہر خطرات کم ہوگئے تھے کیونکہ پارس نے بنگلے کے اندر مرینا کی موجودگی کا یقین دلادیا تھا۔ جان لبوڈا کے فوجی جوانوں نے اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ میگا فون اسپیکر کے ذریعے مرینا کو وارننگ دی جارہی تھی کہ وہ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرے۔ بنگلے سے باہر آئے ورنہ اسے گولیوں سے چھلنی کردیا جائے گا۔

پھر اس نے دس تک گن کر مرینا کو مہلت دی۔ اس کے بعد فوجی جوان مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے بنگلے میں داخل ہوئے۔ بنگلے کے ہر حصے میں فائرنگ ہوتی رہی۔ اتنی گولیاں برسائی گئیں کہ گھر کے کیڑے مکوڑے بھی مرگئے ہوں گے لیکن مرینا کے قہقہے زندہ رہے۔ بعد میں ایک فوجی افسر ایک کیسٹ ریکارڈر ہاتھ میں اٹھائے بنگلے سے باہر آیا پھر جان لبوڈا سے کہا "سر! یہ خودکار کیسٹ پلیئر ہے۔ آپ ہی آپ ریوائنڈ ہوکر بار بار کسی کے قہقہے سنا رہا ہے۔"

فائرنگ کرنے والے تمام فوجی جوان اپنے اعلیٰ افسر جان لبوڈا کو دیکھ رہے تھے اور وہ جھینپ رہا تھا۔ مرینا نے اس کی فوج کے سامنے اسے الو بنایا تھا۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ اس کارروائی میں ایک گھنٹا گزر گیا تھا۔ وہ سمجھ گیا، مرینا اسے الجھا کر دور جاچکی ہے۔

وہ زیادہ دور نہیں گئی تھی۔ پارس اسے لے کر سیدھا جافری والٹن کے بنگلے میں پہنچا۔ جافری والٹن جنرل کا خاص مشیر تھا۔ بنگلے کے گیٹ پر دو مسلح جوانوں کا پہرا تھا۔ پارس نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے دونوں کو زمین بوس کردیا۔ مرینا نے ٹیلیفون کے تار کاٹ دیے۔ پھر وہ دونوں بنگلے کے اندر گھس گئے۔

رات کا پچھلا پہر تھا۔ جافری والٹن کے بیوی بچے گہری نیند میں تھے۔ پارس اپنے ساتھ ماسک لایا تھا دونوں نے اپنے چہروں پر ماسک چڑھالئے۔ اگر پہچانے جاتے تو انہیں پھر چہرے اور پاسپورٹ وغیرہ بدلنے پڑتے۔ جبکہ وہ پہلے پلاسٹک سرجری کرانے کے بعد نئی شناخت کے ساتھ یہاں رہتے تھے۔

بنگلے کے اندر پہنچتے ہی انہوں نے ہر کھڑکی سے جھانک کر کمروں میں دیکھا۔ ایک بیڈ روم میں ایک جوان لڑکی، دوسرے بیڈ روم میں ایک جوان اور ایک بوڑھی خواتین نظر آئیں۔ پارس نے ان دروازوں کو باہر سے چٹخنی چڑھا کر بند کردیا۔ تیسرے بیڈ روم میں ایک بوڑھا شخص جاگ رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر کے پاس بیٹھا ایک رسالہ پڑھ رہا تھا۔ اسے ابھی ٹرانسمیٹر سے رپورٹ ملنے والی تھی کہ مرینا گرفتار ہوچکی ہے۔

پارس نے مرینا کو اپنے دماغ میں آنے کا اشارہ کیا۔ وہ آئی تو اس نے کہا "میں کھڑکی سے فائر کرکے اسے زخمی کرتا ہوں۔ تم اس کے دماغ میں پہنچ کر دروازہ کھلواؤ۔"

پارس نے کھڑکی کی جالی میں سے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے نشانہ لیا۔ گولی اس کے بازو میں لگی' وہ اچھل کر کراہتے ہوئے کرسی سے اٹھ گیا۔ بوڑھا تھا مگر صحت مند تھا' فوج میں رہ کر نہ جانے کتنی گولیاں کھائی ہوں گی۔ بازو میں گولی لگنے سے وہ گر نہیں سکتا' وہ کراہتے ہوئے ٹرانسمیٹر کی طرف پلٹ گیا۔ گویا خطرے سے کسی کو آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت مرینا اس کے دماغ پر چھا گئی۔

اس نے لڑکھڑاتے ہوئے دروازے کے پاس آکر اسے کھول دیا۔ اس نے اندر پہنچتے ہی اسے دھکا دے کر ایک کرسی پر گرایا۔ مرینا اس سے ذرا فاصلے پر بیٹھ کر چور خیالات پڑھنے لگی۔ وہ غرا کر بولا "نہیں میں سمجھ گیا ہوں تم مرینا ہو' میرے چور خیالات پڑھ رہی ہو۔ میں تمہیں پڑھنے نہیں دوں گا۔"

وہ کرسی سے اٹھنا چاہتا تھا۔ پارس نے زخمی بازو کو دبایا تو وہ کراہتے ہوئے بیٹھ گیا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ اور جان لمبوڈا جنرل کے خاص مشیر ہیں۔ جنرل ان کے مشوروں سے اہم معاملات طے کرتا ہے۔

آج رات کے پہلے حصے میں مرینا کے جن پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا گیا تھا انہیں ایک کال کوٹھری میں رکھا گیا ہے۔ دوسرے دن انہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ان کی وفاداریاں تبدیلی کی جانے والی تھیں۔ اس عمل کے بعد وہ جنرل کے وفادار بننے والے تھے۔

چونکہ وہ کال کوٹھریاں فوجی ہیڈ کوارٹر میں تھیں اس لئے وہاں جانا دشوار تھا۔ اُن کے پاس اتنا ہی وقت تھا جتنا کہ جان لمبوڈا مرینا کی رہائش گاہ کے سامنے مصروف رہتا۔ ناکامی کا پتا چلتے ہی وہ سب سے پہلے جنرل اور جافری والٹن کی خیریت معلوم کرتا۔ پھر تمام فوجیوں کو الرٹ رہنے کا حکم دیتا۔ اس سے پہلے ہی وہ دونوں جتنی انتقامی کارروائی کرسکتے تھے کرلینا چاہتے تھے۔

انہوں نے ٹرانسمیٹر میں خرابی پیدا کردی۔ جافری والٹن کو پلنگ پر ڈال کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے۔ مرینا اس کے مزید خیالات کہیں بھی جاکر پڑھ سکتی تھی۔ جافری کے بنگلے میں زیادہ دیر رہنے سے خطرہ پیش آسکتا تھا۔ وہ وہاں سے نکل آئے۔

پارس نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "معلوم کرو ٹرانسفارمر مشین کہاں چھپا کر رکھی گئی ہے۔"

مرینا نے کہا "وہ جہاں بھی ہے' میرے ملک کی امانت ہے۔"

"لیکن اس کے ذریعے تمہارے دشمن پیدا کئے جارہے ہیں۔"

"میں ان دشمنوں کو ختم کردوں گی۔ لیکن میرے ملک کی کثیر رقم خرچ کرکے وہ مشین تیار کی گئی ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں اپنے ملک کی دولت ضائع نہ کروں۔"

"تمہاری مرضی ہے' جو کرنا ہے جلدی کرگزرو۔"

اس نے جافری والٹن کے دماغ سے معلوم کیا' برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کو مشین سے گزار کر جنرل کا وفادار بنایا گیا تھا۔ ان پانچوں کو عام انسان بنا کر رکھا گیا تھا۔ وہ خود نہیں جانتے تھے کہ انہیں ٹیلی پیتھی کا علم آتا ہے۔ جنرل کو جب خاص موقع پر ان سے کام لینا ہوتا تھا تو جان لمبوڈا ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے اندر سرخ روشنی کے آن آف ہونے کا احساس پیدا کرتا تھا۔ اس طریق کار کے مطابق انہیں ٹیلی پیتھی کا علم یاد آجاتا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جنرل کا مطلوبہ کام کرتے تھے۔ کام ختم کرنے کے بعد ان کے دماغوں میں زرد روشنی آن آف ہوتی تھی جس کے نتیجے میں وہ ٹیلی پیتھی کا علم بھول کر عام شہری بن جاتے تھے۔

وہ پانچوں مختلف شہروں میں زندگی گزار رہے تھے۔ مرینا نے معلوم کیا کہ ان پانچوں کی آوازیں اور لہجے بدل دیے گئے ہیں۔ وہ جافری والٹن کے ذریعے ان کے اندر نہیں پہنچ سکے گی۔ اس نے ان پانچوں کے پتے اور فون نمبر معلوم کرلئے۔

اس طرح کچھ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پتے اور فون نمبر بھی معلوم ہوگئے۔ سب سے اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ اسرائیل کو تین ٹیلی پیتھی جاننے والے دیے گئے ہیں' جنرل نے اسرائیلی حکام سے معاہدہ کیا ہے کہ وہ تین خیال خوانی کرنے والے جان لمبوڈا کے ماتحت رہیں گے۔ لیکن اسرائیلی حکومت کے فرائض انجام دیتے رہیں گے اور فرہاد کی فیملی کے مقابلے میں مخالف خیال خوانی کرنے والی فوج کے کام کریں گے۔

اسرائیلی حکام نے درخواست کی تھی کہ فرہاد کی فیملی میں چھ خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ اگر مرینا ان کی فیملی میں چلی گئی ہے تو خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد بے شمار ہوجائے گی لہٰذا اسرائیل کو کم از کم چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے فراہم کئے جائیں۔

جنرل نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ جلد ہی مرینا کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو اُس سے چھین لیا جائے گا اور وہ ایسا کرچکا تھا۔ اس نے یہودیوں سے کہا تھا کہ وہ یہودی حکام جنرل کے وفادار رہیں گے تو آئندہ ان کے خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد بڑھا کر چھ کردی جائے گی۔

صبح ہونے والی تھی۔ مرینا نے کہا "راستے میں جتنے ٹیلی فون بوتھ نظر آئیں' گاڑی روکتے جاؤ۔"

پارس نے گاڑی روک دی۔ مرینا گاڑی سے اتر کر بوتھ میں گئی۔ ایک بلیک سیکرٹ کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر اُس نے اس کی نئی آواز اور لہجے کو سنا۔ پھر ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔

ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے انہیں عام حالات میں عام انسان بنایا گیا تھا۔ وہ خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتے تھے اور کوئی دشمن ان کے دماغ سے یہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ وہ خاص موقعوں پر خیال خوانی کرنے لگتے ہیں۔

اس نے مرینا کو محسوس نہیں کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کے سرہانے تکیے کے نیچے ریوالور رکھا ہوا ہے۔ مرینا نے اس کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے خودکشی کرنے پر مجبور کردیا۔ اس کے بعد اس نے مزید تین بلیک سیکرٹس کو بھی یکے بعد دیگرے اسی طرح جہنم میں پہنچایا پھر پارس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ پارس نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "کیا کررہی تھیں؟"

"چار بلیک سیکرٹس کتے کی موت مرچکے ہیں۔ اب کسی دوسرے بوتھ کے سامنے گاڑی روکو۔ ایک ہی بوتھ میں زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔"

وہ راستے بدل بدل کر جارہا تھا۔ پھر اس نے ایک بوتھ کے سامنے گاڑی روک دی۔ مرینا نے بوتھ میں جاکر پہلے برین ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے بولی "کیا تمہیں یاد ہے کہ کبھی تم برین ماسٹر کہلاتے تھے؟"

"ہاں یاد ہے' جنرل نے مجھے سزا دی ہے۔ مجھے ایک عام سا آدمی بنادیا ہے میں ٹیلی پیتھی بھول گیا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو' جان لمبوڈا ایک خاص تکنیک سے تمہارے دماغ میں یہ علم پیدا کرتا ہے پھر اپنا کام نکالنے کے بعد تمہیں اس علم سے محروم کردیتا ہے۔"

"کیا تم مجھے یہ علم دوبارہ دے سکتی ہو؟ میں تمہارا وفادار بن کر رہوں گا۔"

"تم سب تخریبی عمل کے ذریعے جنرل کے وفادار بنائے گئے ہو' اب کبھی اُس سے غداری اور مجھ سے وفاداری نہیں کرسکو گے۔ اس اعتبار سے تم میرے جانی دشمن پہلے بھی تھے' اب بھی ہو اور آئندہ کسی وقت بھی مجھے نقصان پہنچاسکتے ہو۔"

"نہیں' میں کبھی تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ ایک بار مجھے اپنی خدمت کا موقع دو میں عام آدمی بن کر نہیں رہ سکتا۔"

"تم پھر خدا کے خاص بندے بن کر یہاں سے رخصت ہوجاؤ۔"

اس نے برین ماسٹر کو بھی خودکشی پر مجبور کردیا۔ مزید تین عدد ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی رابطہ قائم کرکے انہیں بھی جان دینے پر مجبور کردیا پھر پارس کے ساتھ اس کی رہائش گاہ میں آگئی۔ وہاں بھی فون تھا لیکن اس فون کو ڈیٹکٹ کیا جارہا ہوگا۔ اس لئے اس نے تمام انتقامی کارروائی ٹیلیفون بوتھ میں جاکر کی تھی۔

پارس نے کہا "تم اس رہائش گاہ میں مولینا جیکب کے نام سے رہتی تھیں۔ تمہارے پاس اسی نام کے شناختی کاغذات ہیں۔ ان کاغذات کی نقل اور تمہاری موجودہ صورت کا فوٹو متعلقہ دفتر میں ہوگا۔ سب سے پہلے اس فوٹو کو ضائع کراؤ اور اپنی نئی شناخت کے کاغذات تیار کراؤ۔"

مرینا نے ٹیلیفون ڈائریکٹری سے متعلقہ دفتر کے ایک افسر کا فون نمبر معلوم کیا۔ پھر اُس سے رابطہ کیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے دفتر میں لے گئی۔ چوکیدار اور وہاں کے دوسرے ملازم نے بڑے صاحب کو دیکھتے ہی وہاں کے دروازے کھول دیے۔ افسر نے ڈھیر ساری فائلوں میں سے مولینا جیکب کے کاغذات نکالے اور ان کاغذات میں سے اُس کی تصویریں نکال لیں۔ پھر ایسی مردہ فائلوں کی الماری کھولی جس میں ایسے شناختی کاغذات تھے جن سے تعلق رکھنے والے افراد مرچکے تھے یا کہیں لاپتا ہوگئے تھے۔

افسر نے ایک نوجوان لڑکی کے کاغذات نکالے۔ وہ لڑکی کال گرل تھی۔ اُس کا نام جون والیا تھا۔ افسر نے ان کاغذات پر مرینا کی تصویریں چسپاں کردیں' جون والیا کی تصویروں کو جلادیا۔ مردہ فائلوں کی الماری کو بند کرکے مرینا کی نئی فائل نئی شناخت کے ساتھ ریکارڈ میں رکھ دی۔ پھر اس دفتر سے نکل آیا۔ مرینا نے اسے گھر واپس پہنچا کر بستر پر پہلے کی طرح سلادیا۔ اس کے بعد دماغی طور پر حاضر ہوکر پارس سے بولی "میرا موجودہ نام جون والیا ہے' میں ایک کال گرل ہوں۔ تم نے مجھے معاوضہ دے کر اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ انکوائری ہوگی تو تم یہی کہو گے۔"

"ٹھیک ہے کہہ دوں گا' میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک بازاری عورت کے ساتھ رہنا ہوگا۔"

وہ ہنستی ہوئی اسے دونوں ہاتھوں سے مارنے لگی۔

○☆○

میں نے لیلیٰ کو ریٹائرڈ فوجی افسر جافری والٹن کی نگرانی کے لئے اسی شہر میں بلالیا تھا۔ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم ایک ڈمی لیلیٰ جنرل کے حوالے کریں گے اور اس ڈمی کے ذریعے جنرل اور جان لمبوڈا کے قریب ترین افسروں کے دماغوں میں جگہ بناتے رہیں گے لیکن حالات تیزی سے بدل گئے تھے۔ یوں کہنا چاہئے کہ مرینا اور پارس نے حالات کا رخ بدل دیا تھا۔

لیلیٰ نے سوچا "رات کا پچھلا پہر ہے۔ جافری والٹن گہری نیند میں ہوگا۔ ہوسکتا ہے وہ خواب آور گولیاں استعمال کرتا ہو۔ فرہاد نے اسی طرح اسرائیلی حکام کے دماغوں میں جگہ بنائی تھی' مجھے بھی کوشش کرنا چاہئے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر جافری کے دماغ میں پہنچتے ہی خوش ہوگئی۔ پہلے چند لمحوں میں یہی سمجھ میں آیا کہ وہ خواب آور گولیاں کھا کر سو رہا ہے' پھر پتا چلا وہ زخمی ہے' اس کے بعد اُس نے محسوس کیا کہ جافری کے دماغ میں پہلے سے کوئی موجود ہے۔

وہاں مرینا تھی۔ جافری کے دماغ نے رفتہ رفتہ بتایا کہ اس کے سامنے ایک عورت اور ایک مرد ماسک پہنے ہوئے ہیں۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ مرینا اور پارس ہیں۔ لیلیٰ نے خود کو ظاہر نہیں کیا۔ چپ چاپ دیکھتی رہی کہ مرینا کس حد تک معلومات حاصل کررہی ہے۔ اس کی حب الوطنی کو سب ہی سمجھتے تھے۔ جہاں اس کے ملک اور قوم کو نقصان پہنچتا ہو' وہاں وہ بہت سی باتیں چھپالیتی

تھی۔

لیلیٰ نے دیکھا' وہ پارس کے ساتھ جافری کے کمرے سے چلی گئی تھی لیکن اس کے دماغ سے کچھ نہ کچھ معلوم کررہی تھی۔ پہلے اس نے اپنے پانچ ماتحتوں کے بارے میں معلوم کیا' کمی میتھو' کینی پال' جورا جوری' شیلا اور جوڈی نارمن کو فوجی ہیڈ کوارٹر کی کال کوٹھریوں میں قید کیا گیا تھا۔ وہاں سے انہیں نکال لانے میں بڑا وقت لگتا۔ بڑے ہنگامے ہوتے۔ اس لئے مرینا جنرل کے نئے خیال خوانی کرنے والوں کے پتے اور فون نمبر معلوم کرتی رہی۔

تب لیلیٰ نے مجھے مخاطب کیا میں سو رہا تھا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا' وہ بولی "سوری! آپ کی نیند خراب کردی۔"

"کوئی بات نہیں تم خیریت سے ہو؟"

"جی ہاں' پارس نے جافری والٹن کو زخمی کیا ہے۔ مرینا اُس کے دماغ سے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پتے اور فون نمبر معلوم کررہی ہے اور اہم معلومات کو نظرانداز کررہی ہے۔"

"میں سمجھ گیا' جافری والٹن جنرل کا مشیر ہے۔ اس کے مشورے سے ہی ٹرانسفارمر مشین کہیں چھپائی گئی ہوگی۔ مرینا اس مشین کی خفیہ جگہ معلوم کرسکتی ہے لیکن نہیں کرے گی' اس مشین کو اپنے ملک کا سرمایہ سمجھتی ہے۔"

"فوراً جافری کے دماغ میں آئیں' وقت کم ہے۔"

جافری کے خیالات سے پتا چلا تھا کہ جان لبوڈا مرینا کا محاصرہ کرنے اس کی ایک رہائش کی طرف گیا ہے۔ وہ جب تک وہاں معروف رہتا' ہم جافری کے دماغ سے بہت کچھ معلوم کرسکتے تھے۔

چنانچہ معلوم ہوگیا۔ اسے مشی گن جھیل میں ایسی جگہ رکھا گیا تھا جس کے تین اطراف گہرا پانی تھا۔ ایک طرف خشکی پر فوج کا سخت پہرا تھا۔ پانی کے راستوں پر ایسے انتظامات تھے کہ مشین کے خفیہ اڈے کے قریب سے گزرتے ہی خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی تھیں۔ خفیہ ایروشوز پانی کے اندر ہر سمت تیر برساتے تھے۔ پھر دور تک مضبوط جال پھیلتے جاتے تھے۔ تیر کر آنے والے کسی بھی ہتھکنڈے سے بچ نہیں سکتے تھے۔ اس جال میں پھنسنا لازمی ہوجاتا تھا۔

خشکی کا جو حصہ تھا۔ وہ ممنوعہ علاقہ قرار دیا گیا تھا۔ وہاں پانچ میل کی دوری تک کسی کو گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہاں دو ہزار فوجی جوانوں اور افسروں کا مستقل قیام رہتا تھا۔ وہ تمام کنوارے اور یتیم فوجی تھے۔ ان کا کوئی رشتے دار نہیں تھا۔ وہ مشی گن ہیرک سے باہر نہیں آتے تھے اور باہر کسی ہیرک کا فوجی اندر نہیں جاسکتا تھا۔ جان لبوڈا وہاں جانے کے لئے جنرل اور جافری والٹن سے اجازت حاصل کرتا تھا۔ اسی طرح جنرل بھی جان لبوڈا اور جافری سے اجازت نامہ لے کر وہاں داخل ہوسکتا تھا۔

ٹیلیفون اور ٹرانسیور وغیرہ کے سامنے جن فوجیوں کی ڈیوٹی ہوا کرتی تھی' وہ سب یوگا کے ماہر تھے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے تھے۔ صرف جان لبوڈا مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرکے کبھی اپنی اور جنرل کی آمد کی پیشگی اطلاع دیتا تھا یا تصدیق کرتا تھا کہ جنرل جو اجازت نامہ اور ٹیلی پیتھی سکھانے کے لئے نئے رنگروٹ لارہا ہے ان کے نام اور حلیے کیا ہیں۔

خواہ کتنے ہی حفاظتی انتظامات کئے جائیں' باہر سے اندر آنے اور اندر سے باہر جانے کا کوئی چور دروازہ نکل ہی آتا ہے۔ میں جان لبوڈا کی سوچ کا لہجہ اختیار کرکے ان فوجیوں کے دماغوں میں جاسکتا تھا اور ان کے ذریعے ایسے افسروں کے اندر پہنچ سکتا تھا جو سانس روکنے کی مہارت نہیں رکھتے تھے۔ ایسا کرنے کے لئے صرف ایک چیز کی کمی رہ گئی۔ جافری والٹن وہ کوڈ ورڈز نہیں جانتا تھا جو جان لبوڈا مشی گن ہیرک کے چند فوجی افسروں کے دماغوں میں ادا کرتا تھا۔ مگر ان افسروں کے ٹیلیفون نمبر اور ٹرانسیور کوڈز اور فریکوئنسی کے متعلق جانتا تھا۔ میں نے یہ تمام معلومات نوٹ کرلیں۔ صرف جان لبوڈا کے مخصوص کوڈ ورڈز رہ گئے۔

یہ اطمینان تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کے بہت قریب پہنچ گیا ہوں۔ پھر میں نے جنرل کے متعلق جافری کے دماغ میں سوالات پیدا کئے۔ پتا چلا جنرل نے بھی ایک ایسا پرسنل سیکریٹری رکھا ہے جو یوگا کا ماہر ہے۔ وہی جنرل کے فون وغیرہ اٹینڈ کرتا ہے۔ کھانا تیار کرنے اور دوسری خدمات انجام دینے والے چار ملازمین پیدائشی گونگے بہرے تھے۔ گویا وہ مضبوط قلعے میں محفوظ تھا۔ ہم اس کے آس پاس نہیں پہنچ سکتے تھے۔

میں نے لیلیٰ سے کہا "فی الحال ناکامی ہورہی ہے لیکن مایوسی نہیں ہے" آج کی معلومات کل کام آسکتی ہیں۔"

وہ بولی "مرینا اور پارس جافری کو بستر پر باندھ کر گئے ہیں۔ اگر وہ آزاد ہوجائے تو لبوڈا اور جنرل وغیرہ سے رابطہ کرے گا' ہوسکتا ہے اس طرح ہمیں کچھ اور معلومات حاصل ہوجائیں۔"

"درست کہتی ہو' جافری کی بیوی اور بچوں کو نیند سے جگاؤ اور انہیں جافری تک پہنچنے دو۔"

لیلیٰ نے اس کی بیوی کو نیند سے بیدار کیا۔ وہ لیلیٰ کی مرضی کے مطابق بستر سے اٹھ کر دروازے کے پاس آئی اور اسے کھولنا چاہا۔ پتا چلا وہ باہر سے بند کیا گیا ہے۔ اس نے اپنی بیٹی اور بیٹے کو آوازیں دیں۔ وہ دونوں اپنے اپنے کمروں میں اٹھ بیٹھے۔ ماں کے پاس پہنچنے کے لئے دروازہ کھولنا چاہا تو ان کمروں کے دروازے بھی باہر سے بند کئے گئے تھے۔ ماں نے کہا "بیٹے! تمہارے باپ کو کوئی خطرہ پیش آسکتا ہے۔ اپنے ڈیڈی کو آواز دو۔"

بیٹے اور بیٹی نے آوازیں دیں۔ دور ایک بیڈ روم سے جافری کی آواز آئی "میں بستر سے بندھا ہوا ہوں۔ تم کسی طرح یہاں آؤ' میں زخمی ہوں' مجھے فرسٹ ایڈ کی ضرورت ہے۔"

بیٹی نے فون کا ریسیور اٹھایا' پتا چلا اس میں خرابی ہے۔ مرینا نے تار کاٹ دیے تھے۔ بیٹے نے ریوالور لے کر دروازے کی بیرونی چٹخنی کی طرف اندازے سے کئی فائر کئے۔ وہ دروازہ آخر کار کھل گیا۔ وہ دوڑتا ہوا باہر آیا۔ ماں اور بہن کے کمروں کے دروازوں کو کھولتا ہوا باپ کے پاس پہنچا' پھر اس کے ہاتھ پاؤں کھولتے ہوئے بولا "ڈیڈی! یہاں کون آیا تھا؟"

بیٹی میڈیکل کی اسٹوڈنٹ تھی۔ فرسٹ ایڈ کا سامان لاکر باپ کے زخم کی مرہم پٹی کرنے لگی۔ بیوی اپنے شوہر کی ہدایت کے مطابق جنرل یا لبوڈا سے رابطہ کرنے ٹرانسیٹر کے پاس آئی۔ اسے آپریٹ کیا تو پتا چلا اس میں بھی خرابی پیدا کردی گئی ہے۔

بیٹا باہر جاکر کسی قریبی پنکھلے یا بوتھ سے فون کرنا چاہتا تھا۔ ماں باپ نے جانے سے روک دیا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ دشمن باہر چھپے ہوں گے۔ وہ بڑی دیر تک پریشانی میں مبتلا رہے۔ پھر جافری نے اپنے اندر لبوڈا کی آواز سنی۔ وہ کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد پوچھ رہا تھا "کیا بات ہے' تم سے فون پر یا ٹرانسیٹر کے ذریعے رابطہ قائم نہیں ہورہا ہے۔"

"یہاں مرینا آئی تھی' مجھے زخمی کرنے کے بعد نہ جانے میرے اندر سے کتنی معلومات حاصل کرکے لے گئی ہے۔ میرے پاس وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً اہم شعبوں میں احتیاطی اقدامات کرو۔ مشی گن ہیرک کے فوجی افسروں اور جوانوں کو چیک کرو۔ اپنے نئے خیال خوانی کرنے والوں کو ان کی رہائش گاہوں سے فوراً دوسری جگہ منتقل کردو۔"

"ٹھیک ہے' میں تمہارے لئے سیکیورٹی بھیج رہا ہوں۔"

جان لبوڈا نے سب سے پہلے جنرل کی خیریت معلوم کی۔ اسے موجودہ بگڑتے ہوئے حالات بتائے پھر کہا "آپ فوراً نئے خیال خوانی کرنے والوں کی خیریت فون سے معلوم کریں۔ میں مشی گن ہیرک سے ہوکر آتا ہوں۔"

اس نے ہیرک کے چیف انچارج کے دماغ میں آکر مخصوص کوڈ ورڈز ادا کئے پھر پوچھا "کیا خبر ہے؟"

"سر! سب ٹھیک ہے' کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"کوئی معمولی سی بات ہے؟"

"سر! میں سمجھا نہیں۔"

"کیا اپنے آس پاس چھوٹی موٹی سی تبدیلی ہوئی ہے؟ کسی نے کوئی بھگانہ یا مضحکہ خیز حرکت کی ہے؟ کوئی بیمار ہوا ہے یا کمزوری محسوس کررہا ہے؟"

چیف انچارج نے کہا "میجر! ایوری تھنگ از فائن۔ ہمارا ایک جوان فوجی کچھ زیادہ ہی زندہ دل ہے' اپنی حرکتوں سے دوسروں کو ہنساتا رہتا ہے۔ تمام جوان اپنی اپنی جگہ ڈیوٹی پر ہیں۔ کہیں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ غالباً آپ کو شبہ ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہمارے درمیان گھس آیا ہے۔"

"ہاں' مرینا اپنی حد سے آگے بڑھ رہی ہے۔ وہ ادھر کا رخ کرسکتی ہے۔"

"میں یقین سے کہہ سکتا ہوں' یہاں خیال خوانی کے ذریعے مرینا یا اُس کا کوئی ساتھی نہیں آیا ہے۔"

جان لبوڈا آسانی سے مطمئن ہونے والا نہیں تھا۔ پہلے وہ تمام یوگا کے ماہر۔ افسران کے دماغوں میں مخصوص کوڈ ورڈز کے ذریعے جاتا رہا۔ ایک ایک سے اپنے اطمینان کی حد تک جوابات طلب کرتا رہا پھر ان جوانوں کے اندر چپکے سے جھانکتا رہا جو اسے اپنے دماغوں میں محسوس نہیں کرسکتے تھے۔ وہ ان سب کے خیالات کو ٹٹولتا رہا' پھر جنرل کے پاس آگیا۔

یہاں اس نے بری خبریں سنیں۔ برین ماسٹر' چاروں بلیک سیکرٹس اور تین نئے خیال خوانی کرنے والے مارے گئے تھے۔ جنرل نے کہا "مسٹر لبوڈا! وہ سب اپنی اپنی رہائش گاہ میں مردہ پڑے تھے۔ تم نے ایک رات میں مرینا کے پانچ خیال خوانی کرنے والے پکڑے' اس نے اگلی ایک رات میں ہمارے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔"

لبوڈا نے کہا "میں حیران ہوں' یہ لڑکی مرینا کیا بلا ہے۔ میں نے اس کے پانچ ماتحتوں کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے اطراف گھیرا ڈالا تھا۔ پھر مس گمنام نے اسے تقریباً پھانس لیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اس لڑکی کو انتقامی کارروائی کا موقع نہ ملے۔ لیکن اُس نے حیرت انگیز مکاریاں دکھائی ہیں۔ مجھے اپنی رہائش گاہ کے سامنے

الجھا دیا اور ادھر ہمارے آٹھ بندے کھا گئی۔"

"جافری کی رپورٹ کے مطابق اس کے ساتھ کوئی مرد تھا۔ وہ کون ہو سکتا ہے؟"

"فرہاد سلمان پارس یا علی تیمور۔ ان میں سے فرہاد سوئٹزر لینڈ میں سونیا کے ساتھ ہے۔ سلمان اور علی تیمور کے متعلق رپورٹ ہے کہ وہ پیرس میں ہیں لہٰذا مرینا کے ساتھ پارس ہی ہو سکتا ہے۔"

"ایک تو مرینا پہلے ہی ذہانت اور چالبازی میں کم نہ تھی اس پر اسے پارس کی تیزی طراری اور مکاریاں مل گئی ہیں۔ مسٹر لمبوڈا! آئندہ اس سے یہ سوچ کر ٹکراؤ کہ اب وہ ایک مُنہ زور آندھی بن گئی ہے اور اس آندھی کے پیچھے فرہاد کی پوری فیملی ہے۔"

"میں پہلے بھی مرینا کو تنہا نہیں سمجھتا تھا۔ اب یقین ہو گیا ہے کہ اُسے فرہاد کی پشت پناہی حاصل ہے۔ بائی دی وے' وہ ہمیں زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکی۔ میں نے مشی گن ہیرک کو اتنا مضبوط قلعہ بنا دیا ہے کہ وہ فرہاد کی پوری فیملی کے ساتھ بھی اس قلعہ کے اندر کبھی قدم نہیں رکھ سکے گی۔"

"جافری والٹن زخمی ہو کر مرینا کے آگے بے بس ہو گیا ہے' ہمارے جو اہم راز اس کے دماغ میں چھپے ہوئے تھے اب وہ راز راز نہیں رہے۔ آئندہ وہ ہمارا مشیر نہیں رہے گا میں بہت سی اہم تبدیلیاں کرنے جا رہا ہوں۔"

"پوری انٹیلی جنس فورس مولینا نام کی لڑکی کو تلاش کر رہی ہے لیکن میں جانتا ہوں' مرینا اب مولینا سے کچھ اور بن گئی ہو گی۔ آسانی سے گرفتار نہیں ہو گی اور میں قسم کھا چکا ہوں' اُسے چین سے بیٹھنے نہیں دوں گا۔ آج شام سے پہلے اس کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔"

"اگر وہ تنہا ہوتی تو اپنی کسی غلطی سے پکڑی جاتی۔ اس کی غلطیاں درست کرنے والی فرہاد کی فیملی اس کے پیچھے ہے۔ میں مشورہ دیتا ہوں کہ اسے جلد سے جلد گرفتار کرنے کی قسم نہ کھاؤ' اس کے پاس تمہاری ہر چال کا جواب موجود ہے۔ فی الحال اسے ڈھیل دو۔ ذرا اسے پارس کے ساتھ عیش و عشرت میں ڈوبنے دو۔ پھر اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر شب خون مارو۔"

"ہاں' ابھی ہمارے سوچنے سمجھنے کے لئے بہت کچھ ہے۔ ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ مرینا نے جافری کے دماغ سے مشی گن ہیرک کے تمام حفاظتی انتظامات کو سمجھ لیا ہے۔ وہ کسی وقت بھی ٹرانسفارمر مشین کو ہمارے لئے ناقابلِ استعمال بنا سکتی ہے یا اُسے بالکل تباہ کر سکتی ہے۔"

جنرل نے کہا "پہلے اس سے توقع نہیں تھی۔ وہ ٹرانسفارمر مشین کو اپنے ملک کا اہم سرمایہ سمجھتی تھی۔ لیکن اب دشمنوں کے قریب میں آ گئی ہے۔ فرہاد اور سونیا نے اسے اس قدر سر پر چڑھایا ہو گا کہ اب وہ اپنے ملک اور قوم کی محبت میں سوچنا بھول گئی ہو گی۔"

"میرے دماغ میں ایک آئیڈیا پک رہا ہے۔"

"کیسا آئیڈیا؟"

"یہ بات یقینی ہے کہ فرہاد اور سونیا کی پوری توجہ مشی گن ہیرک پر رہے گی۔ وہ بہت ہوشیاری سے وہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے ہم بظاہر انجان اور غافل بن کر رہیں تو بہتر ہو گا۔ ہم ایسا جال بچھائیں گے کہ وہ ممنوعہ علاقے میں داخل ہونے کے بعد زندہ واپس نہیں جا سکیں گے۔"

"ہاں عقل سمجھاتی ہے کہ مشی گن ہیرک کو تباہ کرنے اور مشین کو ناکارہ کر دینے کے لئے مرینا وہاں تنہا نہیں جائے گی۔ فرہاد یا اُس کے بیٹے ضرور اس کے ساتھ رہیں گے۔ وہ ہمارے لئے سنہرا موقع ہو گا۔ اگر ہم نے ان میں سے دو چار کو پکڑ لیا یا انہیں مار ڈالا تو مرینا کی کمر ٹوٹ جائے گی اور فرہاد کے فیملی ممبروں کو ہمیشہ کے لئے عبرت حاصل ہو جائے گی۔"

وہ کچھ دیر تک اہم معاملات پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر جان لمبوڈا نے کہا "میں جا رہا ہوں' پھر کوئی اہم معاملہ پیش آ جائے گا تو حاضر ہو جاؤں گا۔ اوکے۔۔۔ سو فار۔۔۔"

جنرل نے کہا "سو فار۔۔۔" پھر چند سیکنڈ کے بعد پوچھا "مسٹر لمبوڈا تم جانے کی بات کہہ کر بھی موجود ہو' کیا بات ہے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے سانس روک لی۔ دماغ میں جو بھی تھا وہ باہر نکل گیا۔ جنرل آہستہ آہستہ سانس لے کر سوچنے لگا۔ "کیا مرینا تھی؟! یا فرہاد تھا؟ کوئی بھی ہو' وہ دشمن تھا اور بڑے موقع سے دماغ میں آیا تھا۔ میں لمبوڈا کی موجودگی کے باعث اسے محسوس نہ کر سکا۔"

یہ غصہ دلانے والی بات تھی۔ جو ہستی دماغ میں چھپی ہوئی تھی' وہ لمبوڈا کی تمام پلاننگ سن کر گئی تھی اور پتا نہیں کیسے کیسے چور خیالات پڑھ کر گئی تھی۔ وہ بے چینی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ پرسنل سیکریٹری نے کمرے میں آنے کی اجازت طلب کی۔ جنرل نے جھنجلا کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ دروازے سے ہی بولا "سر! کسی نے میرے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے کوڈ ورڈز پوچھے تو وہ چلا گیا۔"

"ہوں' کم بخت مرینا ہی ہو سکتی ہے۔"

سیکریٹری نے پھر چونک کر کہا "سر! میں پھر کسی کو دماغ میں محسوس کر رہا ہوں۔"

جنرل نے اس کی کھوپڑی کی طرف انگلی اٹھا کر کہا "مرینا! رک جاؤ' خود کو چھپانے کی حماقت نہ کرو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں' یہ تم ہو یا تمہارے فرہاد کے ساتھیوں میں سے کوئی ہے۔ تم لوگوں کے سوا اور کوئی دشمن ہمارے قریب آنے کی جرات نہیں کرے گا۔ میں وارننگ دے رہا ہوں۔ تمہاری یہ جرات تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔"

جنرل نے وارننگ دیتے ہوئے کہا' سیکریٹری نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ ڈانٹ کر بولا "آنکھیں کھولو۔"

اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ وہ اسے ڈانٹنے کے لئے قریب آیا تو پتا چلا سیکریٹری دروازے سے ٹیک لگائے کھڑے ہی کھڑے سو رہا ہے۔ اس کے ہلکے ہلکے خراٹے سنائی دے رہے تھے۔ یہ خطرے کا الارم تھا۔ دماغ کے اندر جو بھی ہستی تھی وہ سیکریٹری پر پوری طرح قبضہ جما چکی تھی اور اس کے ذریعے جنرل کو زخمی کر سکتی تھی۔

یہ بات دماغ میں آتے ہی اس نے سیکریٹری کے مُنہ پر ایک گھونسا مارا۔ وہ بے چارہ گھونسا کھا کر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ اس نے فوراً ہی دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ باہر سے سیکریٹری کی آواز سنائی دی "سر! وہ میرے اندر سے چلا گیا ہے۔"

جنرل نے دہاڑتے ہوئے کہا "گٹ لاسٹ یو فول' خبردار! میرے سامنے نہ آنا۔ انٹرکام کے ذریعے گفتگو کرو۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ جنرل دروازے کے پاس سے ہٹا ہوا ایک صوفے کے پاس آیا۔ وہاں بیٹھنا چاہتا تھا کہ انٹرکام سے اشارہ موصول ہوا۔ اس نے انٹرکام کے پاس آ کر دوسرے صوفے پر بیٹھتے ہوئے ایک بٹن کو دبایا پھر پوچھا "ہاں بولو؟"

سیکریٹری کی آواز آئی "سر! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"قصور کے بچے! تم نے اسے اتنی دیر دماغ میں رہنے کیوں دیا۔"

"سر! آپ نے اسے میرے دماغ میں رکنے کو کہا تھا۔ اگر میں سانس روکتا تو وہ دماغ میں سے نکل جاتا۔ آپ ناراض ہو جاتے اس لئے جب تک آپ بولتے رہے' میں اسے اپنے اندر برداشت کرتا رہا۔ پھر پتا نہ چلا کہ اس نے کس طرح قبضہ جما کر مجھے سُلا دیا۔"

"اگر وہ تمہارے ذریعے مجھ پر حملہ کرتا تو؟"

"میں کیا جواب دوں سر! اگر آپ حکم دیتے تو میں بہت پہلے ہی اسے بھگا دیتا۔"

جنرل کو اپنی غلطی کا احساس ہوا' وہ بولا "اچھا' ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ کبھی خود بھی عقل سے کام لیا کرو۔"

"یس سر!"

"اگر کوئی دماغ میں آئے تو میرے پاس نہ آنا۔"

"یس سر!"

"وہ آنے والا چاہے تمہارا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ اسے سانس روک کر بھگا دینا۔"

"یس سر!"

"ٹرانسمیٹر کے ذریعے مسٹر لمبوڈا سے رابطہ کرو اور اسے بتاؤ کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس وقت میرے دماغ میں آیا تھا جب مسٹر لمبوڈا مجھ سے اہم معاملات پر گفتگو کر رہا تھا۔"

"یس سر!" اس نے انٹرکام سے رابطہ ختم کر دیا۔

جنرل نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے' پھر رابطہ ہونے پر کہا۔ "مسٹر ہولی مین! میں جنرل بول رہا ہوں۔ میرے کوڈ ورڈز ہیں' آر کے سیون' آر کے سیون۔"

دوسری طرف سے ہولی مین نے کہا "ویل' میرے کوڈ ورڈز ہیں سیون کے آر' سیون کے آر۔ فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

جنرل نے کہا "تھوڑی دیر پہلے میں نے تمہیں بتایا تھا کہ جافری زخمی ہو گیا ہے اور اب میرا مشیر نہیں رہے گا۔ یہ بات صرف میں اور لمبوڈا جانتے ہیں کہ میرے اصل مشیر تم ہو۔"

"آپ میرے قدر دان ہیں' یہ میری عزت افزائی ہے۔"

"مسٹر ہولی مین! کوئی پندرہ منٹ پہلے جان لمبوڈا میرے دماغ میں آیا تھا اور دیر تک اہم معاملات پر گفتگو کرتا رہا۔ پھر چلا گیا' اس کے جانے کے بعد بھی میں کسی اجنبی کو اپنے اندر محسوس کرتا رہا۔"

ہولی مین نے کہا "گویا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اہم رازوں سے واقف ہو گیا ہے۔"

"مجھے شبہ تھا کہ وہ چھپ کر باتیں سننے والی مرینا ہی ہو گی۔"

"کیا اب شبہ نہیں ہے؟"

جنرل نے اسے بتایا کہ سیکریٹری کے دماغ میں بھی کسی نے آ کر شرارت کی تھی۔ اگر وہ مرینا ہوتی تو خود کو یوں نہ چھپاتی۔ کیونکہ اس کی دشمنی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ صاف ظاہر ہو جانے کے بعد چھپنا سراسر حماقت ہے۔ ہولی مین نے کہا "آپ یہ پہلو دیکھیں کہ وہ ہستی چھپنا نہیں چاہتی ہے' آپ کو الجھانا چاہتی ہے۔ اسے چاہئے تھا کہ مسٹر لمبوڈا کے جاتے ہی وہ آپ کے اندر سے چلی جاتی۔ لیکن اس نے دماغ میں رک کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ پھر سیکریٹری کے ذریعے آپ کو پریشان کیا۔ میں آپ سے متفق ہوں کہ مرینا ایسی شرارت یا حماقت نہیں کرے گی۔ یہ کوئی اور ہی خیال خوانی کرنے والا ہے۔"

"یہی تو پریشانی کی بات ہے' کوئی اور ہمارے اتنے قریب کیسے پہنچ گیا ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔ مرینا کی پشت پناہی کرنے والا فرہاد تمہیں الجھنوں میں مبتلا کر کے تمہیں پریشانی میں مبتلا رکھنا چاہتا ہو۔"

"مجھے بھی یقین ہے کہ یہ مرینا یا فرہاد کی چالبازی ہے۔"

"جب تک ثبوت نہ ملے یقین نہیں کرنا چاہئے۔"

"مسٹر ہولی مین! ان دونوں کے سوا کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔"

"ماسک مین کو نظر انداز نہ کرو۔ وہ ہمارا ازلی دشمن ہے۔ اُس کی خیال خوانی کرنے والی الپا ایسا کر سکتی ہے۔ پھر اسرائیلی حکام پر بھی شبہ کیا جا سکتا ہے۔"

"نہیں مسٹر ہولی مین! ہم اسرائیل کو ٹیلی پیتھی کا سہارا دے

رہے ہیں' وہ ہمارے احسان مند ہیں۔"

"وہ احسان مند بن کر ہماری ٹرانسفارمر مشین تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہودیوں کی دوغلی چالوں کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ ہم نے فرہاد کے خلاف اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں دے دیئے' کیا انہوں نے ہمیں یہ بتانے کی زحمت کی ہے کہ انہوں نے ٹیلی پیتھی جاننے والے جو مورگن کا برین آپریشن کیا ہے اور اسے پہلے سے زیادہ ذہین اور اپنا وفادار بنالیا ہے؟"

"انہوں نے یہ بات ہم سے اس لئے چھپائی ہے کہ یہ ان کے ملک کا داخلی معاملہ ہے۔ مگر سراغرسانوں سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔"

اسی وقت جان لبوڈا نے جنرل کے دماغ میں آکر کوڈورڈز ادا کئے' جنرل نے کہا "میں مسٹر ہولی مین سے گفتگو کررہا ہوں۔ تمہیں اطلاع مل گئی ہوگی کہ ہماری گفتگو کے دوران کوئی تیسرا میرے دماغ میں موجود تھا۔"

"ہاں' یہی سن کر آیا ہوں۔ آپ کو زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ آپ کے دماغ میں آنے والا کوئی بھی ہو' وہ بار بار دھوکا دے کر نہیں آسکے گا۔ اس لئے' اس نے سیکریٹری کے ذریعے آپ کو پریشان کیا تھا۔"

جنرل نے ہولی مین سے رابطہ ختم کرکے کہا "ہولی مین کا خیال ہے' ہمیں دوسرے پہلوؤں کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے۔ میرے دماغ میں آنے والی الپا بھی ہوسکتی ہے اور جے مورگن بھی۔"

"یہ جلد ہی معلوم ہوجائے گا' لیکن اس مداخلت نے آپ کو بہت سی اہم ذمے داریوں کو پورا کرنے سے روک دیا ہے اور آپ کو ایک ہی طرف الجھا کر رکھ دیا ہے۔ پلیز' آپ اپنے دماغ میں آنے والے کو وقتی طور پر فراموش کردیں' اپنے آس پاس حفاظتی انتظامات کو اور سخت کردیں اور اپنے اہم کاموں کی طرف پوری توجہ دیں۔ مجھے یقین کی حد تک شبہ ہے کہ فرہاد آپ کو الجھا رہا ہے۔ آپ اُس کی چال میں نہ آئیں۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

وہ رخصتی کلمات ادا کرکے چلا گیا۔ جنرل نے چند سیکنڈ تک انتظار کیا پھر پوچھا "مسٹر لبوڈا! اور کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے سخت لہجے میں پوچھا "مسٹر لبوڈا! تم میرے اندر خاموش ہوا جاچکے ہو؟"

اسے پھر جواب نہیں ملا۔ اس نے سانس روک لی۔ تب اسے محسوس ہوا کہ دماغ پر اُس کی سوچ کی لہروں سے خالی ہوگیا ہے۔ یہ پتا چل جاتا ہے کہ لبوڈا جنرل کے دماغ میں جارہا ہے۔ یوں وہ بھی اس کے پیچھے چلا آتا ہے۔

جنرل بری طرح الجھ رہا تھا اور خود کو نارمل رکھ کر دوسرے معاملات پر توجہ دینا چاہتا تھا۔ اس نے پھر ٹیلی فون کے ذریعے اپنے خاص مشیر ہولی مین سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا "میرا پرسنل سیکریٹری تبدیل کردو۔ اور حفاظتی انتظامات اور سخت کردو۔ میں سکون سے دوسرے معاملات پر توجہ دینا چاہتا ہوں۔"

وہ یہ حکم دے کر ریسیور رکھنے کے بعد باورچی کو بلا کر یہ کہنا چاہتا تھا کہ آج اس کے ہاتھ کا تیار کیا ہوا کھانا نہیں کھائے گا۔ وہ اپنے کسی ملازم پر بھروسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اپنے طور پر بھی رہائش گاہ کے اندر تبدیلیاں کرنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت جان لبوڈا نے دماغ میں آکر کوڈورڈز ادا کئے' پھر کہا "آپ کے سیکریٹری نے مجھے بتایا تھا کہ آدھے گھنٹے پہلے ہماری گفتگو کے دوران کوئی تیسرا شخص آپ کے دماغ میں موجود تھا' کیا یہ سچ ہے؟"

جنرل نے حیرانی سے کہا "مسٹر لبوڈا! یہ تمہیں کیا ہوا ہے؟ ابھی تم مجھ سے یہ باتیں کرکے گئے ہو؟"

"میں نے یہ باتیں کی ہیں' جو سر! میں ایک معاملے میں مصروف تھا' سیکریٹری سے اطلاع ملتے ہی فوراً نہ آسکا۔ ابھی آیا ہوں۔ آخر یہ کیا چکر ہے؟"

جنرل نے کہا "وہ گاڈ! میں سمجھ گیا۔ وہ اجنبی دشمن تمہارے کوڈورڈز ادا کرکے میرے پاس آیا تھا اور میں دھوکا کھا گیا تھا۔"

"سر! یہ بڑی تشویشناک بات ہے' ہمیں فوراً ہی کوڈورڈز کو بدل دینا چاہئے' آپ میں نئے کوڈورڈز کے ساتھ آیا کروں گا۔"

"ٹھہرو' نئے کوڈورڈز ابھی نہ کہنا' چند سیکنڈ کے لئے جاؤ پھر واپس آؤ۔"

وہ چلا گیا' جنرل نے اطمینان کا سانس لیا۔ کیونکہ وہ فراڈ خیال خوانی کرنے والا موجود نہیں تھا۔ لبوڈا نے چند سیکنڈ کے بعد آکر پوچھا "کیا آپ مطمئن ہیں؟"

"ہاں نئے کوڈورڈز بتاؤ۔"

لبوڈا نے کہا "فریبی کو مارنے سے پہلے فریب کو سمجھنا لازمی ہے۔"

"ٹھیک ہے میں یہ کوڈورڈز یاد رکھوں گا۔ پلیز کوشش کرو اور جلد سے جلد معلوم کرو آخر یہ میرے دماغ میں آنے والا کون ہے۔"

"میں معلوم کروں گا' آپ اطمینان سے دوسرے معاملات پر توجہ دیں میں جلد ہی رابطہ کروں گا۔ سوفارے۔"

وہ چلا گیا' دماغ پر اُس کی سوچ کی لہروں سے خالی ہوگیا۔ یہ پتا چل جاتا ہے کہ اس بار وہ فراڈ اُن کے درمیان موجود نہیں تھا۔

وہ پھر کوئے سیکریٹری نے انٹرکام پر اطلاع دی "مرینا فون پر ہے' جنرل کرنا چاہتی ہے۔"

جنرل نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' میں جنرل بول رہا ہوں۔"

"میں مرینا ہوں۔ اپنے پانچ خیال خوانی کرنے والوں کا مطالبہ کررہی ہوں' انہیں میرے حوالے کردو۔"

"کیا اس مت کرو' تم نے ہمارے آٹھ خیال خوانی کرنے والوں کو مار ڈالا ہے۔ تم دشمنوں سے مل کر اپنے ہی ملک کا نقصان کررہی ہو۔"

"اور تم مجھ سے دشمنی کرکے کون سی وطن دوستی کا ثبوت دے رہے ہو۔ میں نے جو آٹھ مارے ہیں' وہ محض ایک نمونے کے طور پر وارننگ ہے' اس کے بعد تمہاری اور جان لبوڈا کی باری آئے گی۔"

"کیا تم ہمیں کمزور سمجھتی ہو؟"

"میں دشمن کو کمزور نہیں سمجھتی۔"

"مگر احمق سمجھتی ہو' اس لئے میرے دماغ میں چھپ کر آتی ہو۔"

وہ تعجب سے بولی "میں اور تمہارے دماغ میں چھپ کر آتی ہوں؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہاری یوگا کی مہارت ختم ہوچکی ہے۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ میں آسکتا ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ دراصل جب لبوڈا میرے دماغ میں آتا ہے' اس کے پیچھے کوئی دوسرا بھی چپ چاپ چلا آتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تم ہو۔"

"تمہارا یقین تمہیں گمراہ کردے گا' تم مجھ پر شبہ کرتے رہو گے اور کوئی اسی طرح دھوکا دیتے ہوئے تمہارے دماغ پر چھا جائے گا۔"

"اگر تم نہیں آتی ہو تو صاف ظاہر ہے' فرہاد میرے دماغ میں جگہ بنانے کی کوشش کررہا ہے۔"

"پاپا! مجھے بتائے بغیر میرے ملک کے کسی معاملے میں قدم نہیں اٹھاتے ہیں۔"

"آہا پاپا! تم فرہاد علی تیمور کو پاپا کہنے لگی ہو۔ یعنی اپنی عزت آبرو اس کے کسی بیٹے کے حوالے کرچکی ہو۔ اس پر حب الوطنی کا دعویٰ کرتی ہو! ارے جو لڑکی اپنی آبرو دشمن کو دے دیتی ہے اسے وطن کی آبرو بیچتے کتنی دیر لگتی ہے۔"

"بکواس نہ کرو' میں نے آبرو کا سودا نہیں کیا ہے' محبت کی ہے اور جلد ہی پارس سے شادی کرنے والی ہوں۔"

"آج یہ تصدیق ہوگئی کہ تم ہمارے دشمنوں کی فہرست میں نمبر ون ہو' ہم نے اسی لئے جانفزا والٹن کو زخمی کیا تھا کہ فرہاد اس کے دماغ سے وہ خفیہ جگہ معلوم کرلے جہاں ٹرانسفارمر مشین چھپائی گئی ہے' اب وہ تمہاری مہربانیوں سے اُسے جلد ہی تباہ کردے گا۔"

"یہ غلط ہے' تم خواہ مخواہ شبہ کررہے ہو' میرے جیتے جی فرہاد کی فیملی کا کوئی بھی فرد اُس مشین کی طرف رخ نہیں کرے گا۔ میں تمہیں سمجھاتی ہوں۔ دشمنی میں اندھے ہوکر صرف میرے پاپا کے خاندان والوں کو دشمن نہ سمجھو' تمہارے دوسرے دشمن پاپا کے نام سے واردات کرسکتے ہیں۔"

"ہمارا اور کوئی دشمن نہیں ہے۔"

"ہے' ایک نہیں بے شمار دشمن ہیں۔ جب تک ماسک مین اس ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل نہیں کرے گا یا اُسے تباہ نہیں کرے گا' اس وقت تک سکون سے نہیں رہے گا' پھر سمودیوں کو کیوں نظرانداز کرتے ہو' بار بار اُن سے بلیک میل ہوتے رہے ہو' پھر بھی انہیں دوست سمجھتے ہو' تمہارے سوچنے کا انداز تمہیں لے ڈوبے گا۔"

"اگر تم دوست ہونے کا دعویٰ کرتی ہو تو خود کو یہاں ظاہر کردو' دشمن کی طرح چھپ کر نہ رہو۔"

"چھپ کر رہنے کے باوجود جان لبوڈا نے مجھے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی' ظاہر ہوتے ہی تم لوگ میرا قیمہ بنادو گے۔"

"چلو ہم پر اعتبار نہ سہی' ملک کی خاطر اپنے یار کے ساتھ یہاں سے چلی جاؤ۔"

"میرے پانچ خیال خوانی کرنے والے واپس کردو' پھر چلی جاؤں

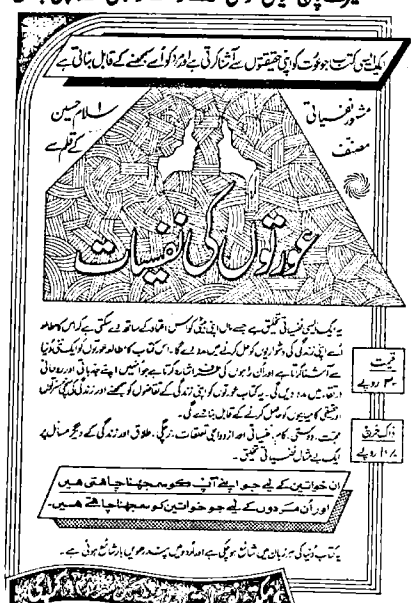

گی۔"

"وہ پانچوں اس ملک کی امانت تھے اور یہ تمہارا بھی ملک ہے تمہارا مطالبہ سراسر ناجائز ہے۔"

"جنرل! تمہارا وجود ہی ناجائز ہے اس لئے مجھ سے جائز اور ناجائز کی باتیں نہ کرو۔ اگر تم زیادہ عرصے تک زندہ رہنا چاہتے ہو تو فوج کی ملازمت سے استعفا دے دو۔ ورنہ میں تمہیں جہنم میں پہنچا کر کوئی معقول جنرل تمہاری جگہ لے آؤں گی۔"

جنرل نے جواب نہیں دیا۔ رابطہ ختم کردیا۔ تھوڑی دیر بعد دماغ میں جان لیبوڈا کی آواز سنائی دی۔ وہ پرانے کوڈ ورڈز سنا رہا تھا جنرل نے سانس روک لی۔ صاف ظاہر تھا کہ دماغ میں لیبوڈا بن کر آنے والے کو نئے کوڈ ورڈز کا علم نہیں تھا۔ اس لئے وہ پرانے مخصوص الفاظ ادا کررہا تھا۔

دوسری بار پھر وہی جان لیبوڈا کی آواز اور وہی پرانے کوڈ ورڈز سنائی دیے۔ جنرل نے پھر سانس روک لی۔ آنے والے کو گالیاں دیتے ہوئے کہا "ذلیل کمینے! اب تمہاری کوئی چال کامیاب نہیں ہوگی۔ تم میرے دماغ میں نہیں آسکو گے۔"

دس منٹ کے بعد نئے سیکریٹری نے انٹرکام پر اطلاع دی کہ مسٹر لیبوڈا فون پر ہیں۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو لیبوڈا! خوب وقت پر آئے۔ ابھی وہ مکار ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آنے کی ناکام کوششیں کررہا تھا۔"

لیبوڈا نے فون پر کہا "جناب! وہ میں تھا۔ میں نے دوبار آپ سے رابطہ کرنے کی کوششیں کیں۔ دونوں بار کوڈ ورڈز ادا کئے پھر بھی آپ نے سانس روک لی۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ اگر تم آرہے تھے تو تم نے پرانے کوڈ ورڈز کیوں ادا کئے، نئے کوڈ ورڈز کیوں نہیں سنائے؟"

"نئے کوڈ ورڈز! ہمارے درمیان ابھی نئے کوڈ ورڈز طے نہیں ہوئے ہیں، کیا آپ پھر دھوکا کھا رہے ہیں؟"

"کیا تھوڑی دیر پہلے تم نے میرے دماغ میں آکر نئے شناختی الفاظ طے نہیں کئے تھے؟"

"بالکل نہیں میں اُس وقت آیا تھا جب آپ مسٹر ہولی مین سے فون پر گفتگو کررہے تھے۔ اس کے بعد اب آیا ہوں۔ اس درمیان اگر کوئی آیا تھا اور اس نے نئے کوڈ ورڈز مقرر کئے ہیں تو یہ سراسر فریب ہے۔"

جنرل نے جھنجلا کر کہا "میں پاگل ہو جاؤں گا۔ یہ کیا ہو رہا ہے، میں کیسے یقین کروں کہ وہ غلط تھا اور تم درست ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے میں فون پر بول رہا ہوں، وہ فریبی آپ کو فون پر دھوکا نہیں دے سکے گا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو، جو دماغ میں آسکتا ہے کیا وہ فون پر باتیں نہیں کرسکتا۔ میں سمجھ گیا ہوں، مجھے بری طرح الجھانے کے لئے گہری چالیں چلی جارہی ہیں۔ تم واقعی جان لیبوڈا ہو یا نہیں؟ پہلے میں اپنے طور پر تصدیق کروں گا۔ پھر تم سے گفتگو کروں گا، فی الحال جاؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا "جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کا فوراً توڑ کرنا ہوگا۔ دشمن بڑی چالاکی سے ہمارے اندر جگہ بنا رہا ہے۔"

ایسے وقت اپنے مشیر سے ہی اہم مشورے کئے جاسکتے تھے اس نے ہولی مین سے فون پر رابطہ کیا۔ ہولی مین نے کہا "سر! اس وقت مسٹر لیبوڈا میرے دماغ میں ہیں" آپ کے موجودہ پرابلم کے متعلق باتیں کررہے ہیں۔"

جنرل نے کہا "سانس روک لو، فی الحال صرف مجھ سے بات کرو۔"

ہولی مین نے حکم کی تعمیل کی۔ سانس روک کر جان لیبوڈا کو دماغ سے نکالا، پھر کہا "وہ جاچکا ہے۔ واقعی یہ مسئلہ پیدا ہوگیا ہے، ہمیں کس جان لیبوڈا پر بھروسا کرنا چاہئے، وہ جو پرانے کوڈ ورڈز ادا کررہا ہے یا وہ جو نئے کوڈ ورڈز مقرر کرچکا ہے۔"

"تم کیا کہتے ہو؟"

"فی الحال کسی پر بھروسا نہ کیا جائے۔ جو جھوٹا اور فراڈ ہے، جلد ہی ظاہر ہو جائے گا۔"

"جب تک وہ ظاہر نہیں ہوگا تب تک جان لیبوڈا ہمارے کام نہیں آسکے گا۔ ہمارے بہت سے کام رک جائیں گے۔"

"آپ نے ایک دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا فراڈ کا ہم شکل پیدا کیا ہے۔ اسے ہر پہلو سے فراڈ بنانے کی ٹریننگ دی جارہی ہے میرا مشورہ ہے کہ اُسے اب میدانِ عمل میں لایا جائے۔"

"اتنی عجلت میں اسے استعمال کیا جائے گا تو وہ کوئی غلطی بیٹھے گا۔"

"ہم اسے فی الحال ظاہر نہیں ہونے دیں گے، وہ ڈی فراڈ بن کر خفیہ طور پر ہمارے کام آتا رہے گا، ہم اسے بہت ہی محدود کام دیں گے تاکہ دشمنوں سے اس کا سامنا نہ ہو۔ وہ اپنے ٹریننگ سینٹر کی حدود سے باہر نہیں نکلے گا۔"

"ٹھیک کہتے ہو، جان لیبوڈا کو کچھ دنوں کے لئے فارغ کرنا ہوگا۔ ٹیلی پیتھی کے معاملے میں ہمیں ایک نئے ذہن کی ضرورت ہے یوں ڈی فراڈ کی عملی ٹریننگ بھی ہوتی رہے گی۔"

جان لیبوڈا کو یہ حکم سنا دیا گیا کہ وہ فی الحال آرام کرے اور اگر مصروف رہنا چاہتا ہے تو معلوم کرے کہ وہ دشمن کون ہے جو لیبوڈا بن کر دھوکا دے رہا ہے۔ جب تک اس کی اصلیت معلوم نہ ہو تب تک جان لیبوڈا جنرل سے کبھی رابطہ نہ کرے۔

☆○☆

میں سونیا کے ساتھ سوئٹزرلینڈ سے نکل آیا تھا۔ سونیا کچھ عرصہ ماریا کے ساتھ گزارنا چاہتی تھی۔ اس لئے ہم لندن آگئے تھے میں نے پوچھا "تمہیں اتنے عرصے بعد ماریا کیوں یاد آگئی ہے؟"

سونیا نے کہا "تمہیں بہت عرصہ بعد یاد آرہی ہے۔ جب تم میں پیرس سے دور فراد کی فیملی کے لئے نئی بستی آباد کرتی رہی، ماریا ضروریات کا تمام سامان پہنچاتی رہی، اس وقت تک ماریا میرے ہی ساتھ رہا کرتی تھی۔ اب وہ پھر میرے ساتھ رہے گی۔"

میں نے کہا "کیوں نہ ہم اپنی نئی بستی فراد ولیج میں جاکر رہیں۔"

"رہ سکتے ہیں لیکن میری اور تمہاری ڈی وہاں پہلے سے موجود ہے تاکہ دشمنوں کی بُو ملتی رہے۔"

"ہاں دشمن سوئٹزرلینڈ میں ناکام ہونے کے بعد فراد ولیج کا بھی خاصو کریں گے۔"

"ہماری وجہ سے ڈی سونیا اور فراد کو جان کا خطرہ ہے۔ ہمیں ان کی حفاظت کے لئے وہاں دوسری حیثیت سے موجود رہنا چاہئے۔"

سونیا نے ماریا سے پوچھا "فراد ولیج چلو گی؟"

"مما! میرا بس چلے تو قدم قدم پر ساتھ چلوں، آپ کے ساتھ کانٹوں کے بستر پر سوتی رہوں مگر کبھی آپ اور کبھی پارس میرا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔"

"اور تم ساتھ چھوڑنے کی وجہ جانتی ہو؟"

"جی ہاں، وہ بات پرانی ہو چکی ہے۔ پہلے میں ایب نارمل تھی، غصے میں دشمنوں کو اور پیارے میں پارس کو ڈس لیتی تھی۔ لیکن اب تو میں مذہب ہوگئی ہوں۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق نارمل ہوں اور سوسائٹی کے آداب اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"کیا فائٹنگ اور ایکشن میں رہنے کی مشقیں جاری ہیں؟"

"جی ہاں، آپ کے ساتھ رہوں گی تو رہی سہی کمی پوری ہوجائے گی۔"

میں نے ماریا کے والدین سے کہا "کیا آپ اسے ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیں گے؟"

باپ نے کہا "یہ آپ کی مہربانیوں سے ہمیں ملی تھی۔ آپ اس کی بھلائی کے لئے کہیں بھی لے جائیں۔"

"میں بھلائی کا وعدہ نہیں کرتا۔ کیونکہ قدم قدم پر دشمن نامہربان ہیں ہم ہمیشہ خطرات سے کھیلتے آئے ہیں۔"

ماریا کی ماں نے کہا "ہم نے حتی الامکان اسے دشمن حالات سے نمٹنے کی تربیت دلائی ہے، آج کی دنیا خطرات سے بھرپور ہے۔ یہ آپ لوگوں کے ساتھ رہے گی تو فولاد ہو جائے گی۔"

باپ نے کہا "سیدھی سی بات ہے، یہ جب سے ہمیں ملی ہے ہم نے اس کے دل و دماغ پر صرف پارس کی حکومت دیکھی ہے۔ ہمارے روکنے سے یہ نہیں رکے گی۔ اس کے میکے سے رخصت ہونے کی مہر ہو چکی ہے۔"

ماں نے پوچھا "کتنا بتاؤ، اسے کہاں لے جارہے ہو؟"

میں نے کہا "ہم یہاں سے پیرس جائیں گے پھر پیرس سے ایتھنس کے کسی شہر میں جائیں گے۔"

میں نے جھوٹ کہہ دیا کہ امریکا جائیں گے۔ ہماری تاک میں لگنے والے دشمن ماریا کے والدین کے دماغوں میں بھی آکر چور خیالات پڑھتے ہوں گے۔ وہ ان کے ذریعے یہ معلوم کرسکتے تھے کہ ہم ماریا کو لے کر فراد ولیج گئے ہیں۔ لہٰذا مجھے معمولی جھوٹ بولنا پڑا تھا۔

ہم فرانس کے ایک ہیلی کاپٹر میں لندن سے روانہ ہوئے۔ سفر کے دوران مرینا نے مجھے مخاطب کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا۔ "پاپا! ایک بات پوچھنے آئی ہوں۔"

"پاپا سمجھتی ہو تو اجازت کے بغیر پوچھو۔"

"کیا آپ جنرل کے دماغ میں جاتے ہیں؟"

"میں کیسے جاسکتا ہوں، وہ سانس روک لیتا ہے۔"

"آپ جان لیبوڈا کی آواز اور کوڈ ورڈز کے ذریعے جنرل کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں ایسا کرسکتا ہوں، لیکن ابھی تک کیا نہیں ہے۔"

"جب اتنا اچھا موقع سامنے ہے تو آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا۔"

"میں زبان کا دھنی ہوں۔ تم سے کہہ چکا ہوں تمہاری مرضی کے بغیر تمہارے ملک میں کوئی بڑا قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ اگر ہمیں نقصان پہنچتا ہوگا تو پہلے میں تم سے شکایت کروں گا۔ تم شکایت دور کرنے کے قابل نہیں رہو گی تو پھر میں حرکت میں آؤں گا۔"

"شکریہ پاپا! آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی، ویسے آپ نے ٹرانسفارمر مشین کے متعلق بہت کچھ معلوم کیا ہوگا؟"

"بے شک معلوم کیا ہے تم جافری والٹن کو زخمی چھوڑ آئی تھیں۔ اس کے دماغ میں کوئی بھی جاکر بہت سے اہم راز معلوم کرسکتا تھا۔ میں نے بھی معلوم کیا۔ کیونکہ معلومات حاصل کرنے سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ کسی بھی برے وقت کے لئے یہ ضروری ہے۔"

"کیا آپ سمجھتے ہیں، میں کبھی آپ لوگوں پر برا وقت لاؤں گی۔"

"ہمارے تمہارے سوچنے اور عمد کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، کبھی حالات ایسے پیش آتے ہیں جس کی ہم کبھی توقع نہیں کرتے۔ خدانخواستہ تم کبھی بیمار ہو جاؤ، خیال خوانی کے قابل نہ رہو یا دشمنوں کے سامنے بے بس ہو جاؤ اور ہمیں ضروری معلومات فراہم نہ کرسکو تو ایسے میں ہماری اپنی معلومات کام آئیں گی۔"

"آپ درست کہتے ہیں، لیکن کبھی غلط فہمی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔"

"کوئی غلط فہمی ہو چکی ہے تو بتاؤ؟"

"آپ نے زخمی جافری والٹن کے دماغ میں جاکر لیبوڈا کے مخصوص کوڈ ورڈز معلوم کئے۔ اب کوئی انہی کوڈ ورڈز کے ذریعے جنرل کے دماغ میں آچکا ہے۔ اگر وہ آپ نہیں ہیں تو پھر میں ہوں کیونکہ جافری کے پاس جانے والے ہم دونوں ہیں، تیسرا کوئی نہیں ہے۔"

"تیسرا کیوں نہیں ہے؟ کیا تم جنرل کے تمام دشمنوں کا حساب

رکھتی ہو؟ جانوری وائلن زخمی تھا۔ اس کا دماغ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لئے ایک کھلی کتاب کی طرح تھا۔ کیا ماسک مین کی الپا یہ کتاب نہیں پڑھ سکتی؟ کیا اسرائیل کا چیے مورگن اس کے دماغ میں نہیں آسکتا۔ برین واسٹرا اور بلیک سیکرفس کی طرح جنرل کا اور کوئی خیال خوانی کرنے والا غدار نہیں بن سکتا۔ کیا جنرل کی آستین میں سانپ نہیں ہوں گے؟"

"جی ہاں' ہونے کو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے' خدا کرے کہ جنرل کا شبہ آپ پر غلط ہو۔"

"مرینا! ابھی تم بچی ہو جنرل کی آڑ نہ لو۔ تمہیں مجھ پر شبہ ہے اور یہ ایسی بیماری ہے جس کا علاج نہیں ہوپاتا۔ یہ بیماری بڑھتی ہی جاتی ہے۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ جو بھی جنرل کے دماغ میں لمبوڈا بن کر آچکا ہے' وہ ٹرانسفارمر مشین کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم کرچکا ہے۔ اگر کبھی اس نے مشین کو نقصان پہنچانا چاہا تو تم مجھ پر ہی شبہ کروگی۔ بہتر ہے' میرے پاس وقت ضائع نہ کرو جنرل کو عقل سکھاؤ کہ جتنی جلدی ممکن ہو ٹرانسفارمر مشین کو دوسری جگہ منتقل کردے۔ اب جاؤ اور میرا موڈ خراب نہ کرو۔"

میں نے سانس روک لی' وہ دماغ سے نکل گئی۔ میں نے سونیا کو اس کے متعلق بتایا' سونیا نے کہا "مرینا دو کشتیوں پر سوار ہے۔ اپنے وطن کی محبت بھی ہے اور پارس سے عشق بھی ہے۔ نہ وطن کی محبت دل سے نکال سکتی ہے نہ پارس سے جذباتی رشتہ توڑ سکتی ہے۔ لیکن یہ ہمارے بیٹے کے لئے کسی بھی وقت مصیبت بن سکتی ہے۔"

"میں بیٹے کو سمجھاتا ہوں کہ وہ بے شک مرینا کو دل سے چاہے' اسے کبھی دھوکا نہ دے لیکن اس سے دھوکا بھی نہ کھائے۔ اس کے لئے اُسے پہلے سے محتاط رہنا چاہئے۔"

میں نے پارس کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ پھر پوچھا۔ "خیریت ہے بیٹے؟"

"آپ پندرہ منٹ بعد آئیں۔"

میں واپس آگیا' سونیا سے بولا "تمہارا کیا خیال ہے' جنرل کے دماغ میں لمبوڈا بن کر کون گیا ہوگا؟"

وہ بولی "مجھے تو یہ یہودیوں کی چال لگتی ہے۔"

"ماسک مین کو نظرانداز کیوں کررہی ہو؟"

"بالکل ہی نظرانداز نہیں کررہی ہوں۔ وہ بھی الپا کو استعمال کرسکتا ہے لیکن یہودیوں کی مکاریوں کو ان کی ایک فطری عادت سے پہچانا جاسکتا ہے۔"

"وہ عادت کیا ہے؟"

وہ بولی "سانپ کی فطرت ڈسنا ہے' تم سانپ کو دودھ پلاؤ وہ پیتے وقت نہیں ڈسے گا' لیکن یہودیوں کو لاکھ دودھ پلاؤ' لاکھ ان پر احسانات کرو' وہ احسان مانتے جائیں گے اور ڈستے بھی جائیں گے۔ آج کل امریکا انہیں ٹیلی پیتھی کی امداد دے رہا ہے۔ ایسے وقت جے مورگن جنرل کے دماغ میں شیطانی حرکتیں کرے گا تو جنرل کبھی یہودیوں پر شبہ نہیں کرے گا اور یہی یہودیوں کی کامیاب سیاست ہے کہ ٹھیک دودھ پیتے وقت دودھ پلانے والے کو ڈس لو تو کوئی شبہ نہیں کرے گا اور تم مسکین اور احسان مند نظر آتے رہوگے۔"

سونیا کی باتوں میں وزن تھا۔ میں نے اسرائیلی فوج کے ایک افسر کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے خیالات پڑھے۔ اس کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے تھا۔ اس کے ذریعے تازہ ترین خفیہ معلومات حاصل ہوتی رہیں لیکن وہ افسر جے مورگن کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ اسے ہماری طرح اتنا ہی اندازہ تھا کہ اب اس کا نام ہے مورگن نہیں رہا ہوگا اور اس کی آواز اور لہجہ بدل دیا گیا ہوگا۔

البتہ یہ معلوم ہوا کہ امریکا سے ایک انجینئر ایک ڈاکٹر اور ایک سراغرساں آئے ہوئے ہیں اور ان تینوں کو سخت پہرے میں رکھا جاتا ہے۔ ان کی حفاظت کے لئے خاص امریکی فوجی دستہ آیا تھا جہاں ان تینوں کی رہائش گاہ تھی وہاں صرف دو اسرائیلی حکام اور دو اسرائیلی فوجی افسر جاسکتے تھے۔ اتنی احتیاط اور حفاظتی انتظامات کو دیکھتے ہوئے یقین سے کہا جاسکتا تھا کہ وہ تینوں انجینئر ڈاکٹر اور سراغرساں دراصل ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اس لئے انہیں غیر معمولی اہمیت دی جارہی تھی۔

پچھلی بار میں ایک ایسے اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچ گیا تھا جو خواب آور گولیاں کھا کر سویا کرتا تھا۔ ایسے وقت اس نے مجھے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کیا تھا اور میں نے اس کے اندر جاکر پاپا ڈوک کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا معلوم کرلیا تھا اور یوں پاپا ڈوک کا خاتمہ ہوگیا تھا۔

اس بار ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی خفیہ اڈے میں چھپا کر نہیں رکھا گیا تھا لیکن ان کے آس پاس صرف یوگا کے ماہر فوجی جوانوں کو رکھا گیا تھا۔ دو اسرائیلی حکام اور دو فوجی افسران کے متعلق بھی پوری طرح تصدیق کی گئی تھی کہ وہ کوئی نشہ یا خواب آور دوا استعمال نہیں کرتے ہیں اور کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں میں نہیں آسکے گا۔

بے شک نہایت سمجھ داری سے بڑے سخت انتظامات کئے گئے تھے۔ فی الحال میں کوئی راستہ نہیں بنا سکتا تھا اور فی الحال مجھے کوئی راستہ بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔ جب ضرورت ہوگی تو توجہ دوں گا اور توجہ دوں گا تو کوئی راستہ ضرور نکل آئے گا۔

ابھی میں صرف معلومات حاصل کررہا تھا۔ جس اعلیٰ افسر کے دماغ میں' میں تھا اُس کی ڈیوٹی ایک ایسے بنگلے میں تھی جس کے سامنے دس ہزار گز کے پلاٹ پر ایک بہت بڑی کوٹھی تھی۔ اسی کوٹھی میں وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے رہتے تھے۔ اعلیٰ افسر دن سے ان کی نگرانی کے لئے اپنے عملے کے ساتھ سامنے والے بنگلے میں رہتا تھا' اچانک وہ کچھ کمزوری سی محسوس کرنے لگا۔ پتا چلا' اس کے فوجی جوان بھی ڈیوٹی پر الرٹ نہیں ہیں۔ انہیں غنودگی سی محسوس ہورہی تھی۔ افسر کو ٹیلی فون کی طرف دوڑایا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ افسر نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں تین امریکی مہمانوں کی رہائش گاہ سے سیکیورٹی افسر بول رہا ہوں۔ یہاں کچھ گڑبڑ ہورہی ہے۔ ہم سب اچانک کمزوری محسوس کررہے ہیں۔"

میں نے سیکیورٹی افسر کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ میں اسے دوڑاتا ہوا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے کمرے میں لے گیا۔ وہ کمرا اندر سے بند تھا۔ سیکیورٹی افسر نے دستک دیتے ہوئے پوچھا "سر! آپ خیریت سے ہیں؟"

اندر سے آواز آئی "خیریت نہیں ہے۔ میں کمزوری محسوس کررہا ہوں' فوراً ہمارے خاص ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

میں اس خیال خوانی کرنے والے کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے احتیاطاً دروازے کو اندر سے بند کرلیا تھا تاکہ کوئی دشمن حملہ کرنے کے لئے اندر نہ گھس آئے اور اسے شبہ تھا کہ یہ کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کی زبردست چال ہے۔

اس نے اپنی دماغی توانائی کو آزمانے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی' میں نے چپکے سے پرواز کو سارا دیا۔ وہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں پہنچ کر بولا "رابرٹ فیشرز! میں والکر بول رہا ہوں۔ تم نے سانس نہیں روکی' اس کا مطلب ہے تم بھی دماغی کمزوری میں مبتلا ہوگئے ہو۔"

"ٹھیک کہتے ہو والکر! کیا تمہارے ساتھ بھی یہی ہورہا ہے؟"

"ہاں' چلو ہم اپنے تیسرے ساتھی راجر کی خیریت معلوم کریں۔"

والکر تیسرے ساتھی راجر کے دماغ میں آیا لیکن رابرٹ لیفنرز خیال خوانی کی پرواز نہ کرسکا کیونکہ میں والکر کو سارا دے رہا تھا۔ لیفنرز سہارے کے بغیر اپنی جگہ رہ گیا۔ ادھر تیسرا ساتھی راجر پوچھ رہا تھا "تم ایسی حالت میں کیسے خیال خوانی کررہے ہو؟"

والکر نے کہا "بڑی مشکل پیش آرہی ہے' میری دماغی توانائی بھی جواب دے رہی ہے۔"

راجر نے کہا "جانتے ہو ہمارے ساتھ اچانک ایسا کیوں ہورہا ہے؟"

"شاید کسی دشمن نے ہمارے کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی ضرر رساں دوا ملائی ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ اس کوٹھی کے تمام سیکیورٹی گارڈز اور کوٹھی کے آس پاس کے بنگلوں میں رہنے والے فوجی بھی ہماری طرح کمزور پڑ گئے ہیں۔ سیکڑوں لوگوں کو کھانے کی چیزوں میں ضرر رساں دوائیں بیک وقت نہیں دی جاسکتیں۔ دراصل تھوڑی دیر پہلے ایک ہیلی کاپٹر اطراف میں پرواز کررہا تھا۔ اس نے ہماری کوٹھی کے چاروں طرف بھی ایک چکر لگایا تھا۔"

"اوہ گاڈ! تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرنے والی دوائیں فضا میں چھڑکی گئی ہیں۔"

"بے شک یہی بات ہے' وہ فوجی ہیلی کاپٹر تھا' کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ سب نے سمجھا فضائی فوج کے جوان ہماری نگرانی کررہے ہیں۔ اب یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے فضائیہ کے کسی افسر کے دماغ پر قبضہ جماکر ایسی حرکت کی ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں جو بتدریج قریب آتی جارہی تھیں۔ پھر قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ان خیال خوانی کرنے والوں کے اندر رہ کر دیکھا کئی نقاب پوش دروازے توڑ کر کمروں میں آگئے تھے۔ انہیں گن پوائنٹ پر رکھ کر ان کے بازوؤں میں انجکشن لگا رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تینوں بے ہوش ہوگئے۔ میں ان کے دماغوں سے نکل آیا۔

پھر میں نے سونیا کو تمام باتیں بتا کر کہا "میں ان تینوں کی مدد کرنا چاہتا تھا' پھر سوچا وہ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہیں۔ میرا سہارا باکر بھرپور فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے اور میرے کسی کام نہیں آئیں گے پھر یہ کہ انہیں جو بھی اغوا کررہا ہے اسے خوش فہمی میں رہنا چاہئے کہ ہم اس کی ان کارروائیوں سے بے خبر ہیں۔"

سونیا نے کہا "ٹھیک ہے مگر ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اغوا بڑا مضحکہ خیز لگ رہا ہے۔"

"کیوں' مضحکہ خیز لگ رہا ہے؟"

"عقل تسلیم نہیں کرتی کہ اتنی سخت نگرانی ناکام ہوگئی۔ چند نقاب پوش آئے اور مسلح فوجیوں کا محاصرہ توڑ کر تین افراد کو لے گئے۔"

"ہاں' مگر یہ تو دیکھو کہ تینوں کو اغوا کرنے کے لئے کتنی زبردست چال چلی گئی ہے۔ ہیلی کاپٹر کے ذریعے دوائیں اسپرے کی گئیں۔ کیا اس عمدہ ذہانت کے مظاہرے سے انکار کروگی؟"

"مجھے انکار نہیں ہے' میں حیران ہوں۔ یہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے جو زبردست ذہانت کا مظاہرہ کررہا ہے اور اس نے اتنی بڑی فوج بنالی ہے۔ جو امریکی فوج کا محاصرہ توڑ دیتی ہے۔ اسرائیلی فوجیوں کو بھی دھوکا دے کر ان تینوں کو کہیں لے گئی ہے۔"

"میں سمجھ گیا' تم اپنے اسی خیال پر قائم ہو کہ یہ یہودی سیاست ہے۔ واقعی اس پہلو سے دیکھا جائے تو جنرل ان تینوں کے اغوا کا شبہ اسرائیلیوں پر نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ ہمارے خلاف اسرائیلی حکومت کو سہارا دینے آئے تھے' پھر ان کے محافظ خود امریکی فوجی تھے۔"

سونیا نے کہا "ایک نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والا جنرل کے دماغ میں آکر یہ ثابت کرچکا ہے کہ وہ جنرل کے اندر آسکتا ہے تو تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر بھی پہنچ سکتا ہے۔ جنرل تم پر شبہ کرتا رہے گا۔"

"ان یہودیوں نے پھر ہمیں مجبور کردیا ہے کہ ہم ان کا کباڑا کریں۔ اپنے سر سے الزام ختم کرنے کے لئے ان مکاروں کو بے نقاب کرنا ہوگا۔"

وہ بولی "بات صرف جنرل کی نہیں ہے۔ مرینا بھی ہم پر شبہ کرے گی' کیا تم پارس کے پاس گئے تھے؟"

"ہاں' اس نے پندرہ منٹ بعد رابطہ کرنے کو کہا تھا۔ ادھر میں اس نئے معاملے میں مصروف ہو گیا تھا' بھی جاتا ہوں۔"

میں اس کے پاس آیا' وہ بولا "آپ نے بڑی دیر لگادی۔"

میں اسے تین خیال خوانی کرنے والوں کے متعلق بتانے لگا پھر اس سے پوچھا "مرینا کہاں ہے؟"

"سو رہی ہے' گہری نیند میں ہے' آپ کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر سکے گی۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟"

"پاپا! اس نے ہمت پریشان کیا ہے' آپ میرے پاس آئے تھے' میں نے آپ کو پندرہ منٹ بعد آنے کے لئے کہا۔ وجہ یہ تھی کہ یہ بار بار میرے دماغ میں آ رہی تھی۔ میں نے پوچھا' جب میں سامنے موجود ہوں تو دماغ کے اندر آنے کی کیا ضرورت ہے؟"

وہ بولی "تمہارے پاپا نے سانس روک کر مجھے اپنے دماغ سے نکال دیا ہے۔ وہ مجھ سے ناراض ہیں۔ میں تمہارے اندر رہ کر سننا چاہتی ہوں کہ وہ تم سے کیا کہنے کے لئے آئیں گے۔"

"میں نے کہا' تمہیں باپ بیٹے کی باتیں نہیں سننا چاہئے۔ تم اطمینان رکھو میں ان کی ناراضی دور کر دوں گا۔"

"میرے خاموش رہنے پر اس نے سمجھا کہ میں آپ سے سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہا ہوں۔ اگر وہ اندر آئے گی تو میں محسوس نہیں کر سکوں گا۔ یہ سوچ کر وہ میرے دماغ میں آئی۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ مسکرا کر دماغ سے نکل گئی۔ میں نے سمجھ لیا' یہ پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ آپ مسلسل گفتگو کریں گے تو میں اسے محسوس نہیں کر سکوں گا۔ اور یہ ہمت ہی غلط طریقہ کار اختیار کر رہی ہے۔

"یہ بات میرے مزاج کے خلاف تھی۔ میں اپنے کمرے میں آیا۔ اپنی انگشتی سے مماثل دی ہوئی مخصوص انگوٹھی نکال کر پہنی پھر واپس آ کر اس سے کہا' میں خواہ مخواہ دوسرے کمرے میں گیا تھا۔ تم تو سوچ کے ذریعے ہر جگہ میرے دماغ میں آ سکتی ہو۔ وہ ہنسنے لگی' میں نے پوچھا' پاپا تم سے ناراض کیوں ہیں؟ وہ بولی' تمہارے پاپا کو بچی بات کڑوی لگ گئی۔ وہ چھپ کر جنرل کے دماغ میں جاتے ہیں۔ میں نے ان کی چوری پکڑلی۔ میں نے پوچھا' کیسے؟ کہنے لگی' صاف ظاہر ہے' زخمی جافری کے دماغ سے میں نے اور تمہارے پاپا نے اہم معلومات حاصل کیں۔ لیوڈا کے مخصوص کوڈ ورڈز بھی معلوم کئے۔ اب ان کوڈ ورڈز کے ذریعے میں جنرل کے دماغ میں جا سکتی ہوں یا پھر تمہارے پاپا جا سکتے ہیں۔ چونکہ میں نہیں گئی تھی اس لئے ثابت ہوا کہ چوری چھپے جانے والے تمہارے پاپا ہیں۔ میں نے کہا' یقیناً پاپا نے تمہاری بکواس کو تسلیم نہیں کیا ہو گا لہٰذا تم باپ کی حمایت میں سچائی کو بکواس کہہ رہے ہو۔ میں نے جواب دیا۔ جس دن تم میرے باپ کی دیانت داری کو سمجھ لوگی ان کے قدموں سے سر نہیں اٹھاؤ گی۔ لیکن تمہارے پاس سمجھنے والی عقل نہیں ہے۔ یہ یقین پختہ ہوتا جا رہا ہے کہ تم دوستی کے کسی خوب صورت موڑ پر خطرناک دشمنی کرو گی۔ اور اب میں تمہیں اس کا موقع نہیں دوں گا۔

"یہ کہہ کر میں نے اس کے بازوؤں کو گرفت میں لیا اور پھر مخصوص انگوٹھی کی سوئی سے اس کے ایک بازو میں دوا انجکٹ کر دی۔"

پارس نے یہ تمام روداد سنا کر کہا "پلیز پاپا! اب آپ دوستی' خلوص اور شرافت کو بالائے طاق رکھ دیں۔ اس کے چور خیالات پڑھیں اور تنویمی عمل کے ذریعے اس کے اندر سے بے اعتمادی نکال دیں۔ بہتر ہے' اسے اپنی معمولہ بنا کر رکھیں۔"

بیٹا درست کہہ رہا تھا۔ پہلے ہی ہمارے دشمنوں کی کمی نہیں تھی' اس پر مرینا بھی دوستی کرتے کرتے کبھی دشمنی پر اتر آتی تو ایسی دوستی دشمنی سے زیادہ نقصان پہنچاتی۔ سانپ آگے پیچھے سے آتا ہو تو اس سے بچنے کے لئے اسے ہلاک کیا جا سکتا ہے لیکن وہی سانپ آستین میں پل رہا ہو تو اس سے بچاؤ کی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔

میں مرینا کے دماغ میں آ کر سانپ کا منتر پڑھنے لگا۔ وہ مجھے محسوس نہیں کر رہی تھی۔ میرے عمل سے متاثر ہوتی جا رہی تھی چونکہ فولادی ذہن رکھتی تھی' مضبوط قوت ارادی کی مالک تھی اس لئے ذرا دیر سے متاثر ہوئی۔ ذرا مشکل پیش آئی لیکن معمولہ بن گئی۔ میں نے کہا "میں تمہارا عامل ہوں' تم میری معمولہ اور تابعدار ہو۔"

اس نے تسلیم کیا "میں تمہاری معمولہ اور تابعدار ہوں۔"

"تم میرے سوالوں کا صحیح جواب دو گی اور میرے احکامات کی تعمیل کرو گی۔"

"میں تمہارے سوالوں کا صحیح جواب دوں گی اور تمہارے احکامات کی تعمیل کروں گی۔"

"جواب دو' تم پارس کو کس حد تک چاہتی ہو؟"

"جذبات کی انتہا تک چاہتی ہوں۔"

"اپنے ملک و قوم کو کس حد تک چاہتی ہو؟"

"اپنے ملک اور قوم سے پیدائشی اور جنم جنم کا رشتہ ہے۔"

"ایک طرف پارس ہو' دوسری طرف ملک اور قوم تو کس کا ساتھ دو گی؟ کس کے لئے جان کی بازی لگاؤ گی۔"

"ملک و قوم کے لئے جان حاضر ہے۔ پارس میری مجبوری ہے' وہ میری ضرورت بن گیا ہے۔ اس لئے میں اسے چھوڑ نہیں سکتی۔ ورنہ اتنی بڑی دنیا میں ہزاروں مرد مل جاتے ہیں۔"

"پارس تم سے بددل ہو گا اور تمہارا ساتھ چھوڑ دے گا تو تم کیا کرو گی؟"

"کبھی ایک پریشانی ہے' کوئی دوسرا مرد پارس کی جگہ نہیں لے سکے گا' میں نے اسے قابو میں کرنے کے لئے ایک بار کافی میں زود اثر دوا ملا کر دی۔ بعد میں غلطی کا احساس ہوا۔ جس پر زہر اثر نہ کرتا ہو' اس پر بھلا دوا کیا اثر کرے گی۔"

"تم پارس کو زخمی کر سکتی ہو؟"

"میں نے اس پہلو پر بھی غور کیا ہے لیکن مجھے موقع نہیں مل رہا ہے۔ میں اس کی نظروں سے گرنا نہیں چاہتی۔ کچھ اس طرح زخمی کرنا چاہتی ہوں کہ ناکامی ہو تو پارس کو مجھ پر شبہ نہ ہو۔"

میں نے سوال کیا "اگر کوئی دشمن اسے زخمی کرنا چاہے تو تم اسے دشمن سے بچاؤ گی؟"

"ہرگز نہیں' یہی تو بہترین موقع ہو گا۔ زخمی کرنے کا الزام دشمن کے سر ہو گا اور میں اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالوں گی۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں' تم پارس پر کبھی تنویمی عمل نہیں کرو گی اور نہ ہی کسی بھی طرح اسے ذہنی یا جسمانی کمزوری میں مبتلا کرو گی۔"

"میں کبھی اس پر تنویمی عمل نہیں کروں گی اور نہ ہی کسی طرح اسے ذہنی اور جسمانی کمزوری میں مبتلا کروں گی۔"

"تم پارس اور فرہاد کی فیملی کے خلاف کسی دشمن سے کوئی معاہدہ یا سازش نہیں کرو گی۔"

اس نے وعدہ کیا کہ وہ ایسا نہیں کرے گی' میں نے حکم دیا "تم اپنے دماغ میں سونیا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گی۔"

میں نے سونیا کی سوچ اس لئے کہا کہ دشمن کبھی اسے میری معمولہ سمجھ کر' میری سوچ کا لہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں جانا چاہیں تو ناکام رہیں۔ سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے اس لئے کوئی سوچ بھی نہیں سمجھ سکے گا کہ میں سونیا کے لہجے میں مرینا کے اندر پہنچتا ہوں۔

اس نے وعدہ کیا کہ وہ سونیا کی آواز اور لہجے کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گی' میں نے کہا "اب تنویمی نیند مکمل کرو۔ بیدار ہونے کے بعد تم یہ بھول جاؤ گی کہ پارس نے تمہیں دماغی کمزوری میں مبتلا کیا تھا اور یہ شبہ نہیں کرو گی کہ تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔"

اس نے میرے احکامات دہرائے اور پھر نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔ میں نے پارس کے پاس آ کر اسے بتایا کہ وہ کس طرح اس کی دماغی کمزوری کا انتظار کر رہی تھی اور اسے اپنا تابعدار بنا کر رکھنا چاہتی تھی۔

وہ بولا "پاپا! میں اس کی فطرت کو خوب سمجھتا ہوں' آج تک اس پر کبھی دل سے اعتماد نہیں کیا۔ یہ اچھا ہوا کہ اس کی حقیقت کھل کر سامنے آ گئی۔ وہ ہمیں نقصان ضرور پہنچاتی لیکن ہم اسے معمولہ بنا کر کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"تم دونوں کہاں ہو؟"

"ہم نیویارک آ گئے ہیں' لیکن میں کچھ عرصے کے لئے اس سے الگ ہو جاؤں گا' جس سے دل پھر جاتا ہے' اس کے ساتھ رہنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"تمہاری مرضی ہے' جو بہتر سمجھو کرو' میں پھر آؤں گا۔"

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ اسے مرینا کے متعلق بتانے لگا۔ وہ بھی مطمئن ہو کر بولی "یہ اچھا ہوا' اب اسے مزید آزمائش میں مبتلا کرو' اسے تنہا اپنے بل پر کام کرنے دو۔ اپنی طرف سے کوئی پابندی نہ لگاؤ' جب وہ ٹھوکریں کھائے گی تو ہماری دوستی کی قدر کرے گی۔"

ہم لندن سے پیرس آ گئے۔ فرہاد ویلج میں داخل ہونے اور وہاں ایک دن بھی قیام کرنے کے لئے فرانس کی انٹیلی جنس کے چیف سے اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا تھا۔ سونیا نے یہ طریق کار اختیار کیا تھا تاکہ ہماری بستی میں کوئی غیر ضروری شخص داخل نہ ہو سکے۔ بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس ہماری بستی میں رہنے والوں اور نئے آنے والوں کو ہمیشہ نظروں میں رکھتے تھے۔ وہاں سونیا' پولیس اور سراغ رسانوں کے درمیان رابطہ قائم رکھنے کے لئے ٹیلیفون اور ٹرانسمیٹر کے علاوہ فیکس مشینیں نصب کی گئی تھیں۔ خود کار الارم تھے جو دشمن کی کسی غلطی سے پولیس اور سراغ رسانوں تک خطرے کا سائرن سنا دیتے تھے۔ غرض یہ کہ وہاں دشمنوں کے داخلے کو ناممکن بنانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی تھی۔

فرہاد ویلج میں پہلے ہی ایک ڈی سونیا اور ڈی فرہاد موجود تھے جو بڑی عمدگی سے ہمارا رول ادا کر رہے تھے۔ میں اور سونیا پولیس اور انٹیلی جنس کے افسران بن کر وہاں پہنچے۔ ماریا ہماری بیٹی کی حیثیت سے ہمارے ساتھ تھی۔

ماریا پہلے بھی بستی میں آ چکی تھی اور ایک عرصہ تک سونیا کے

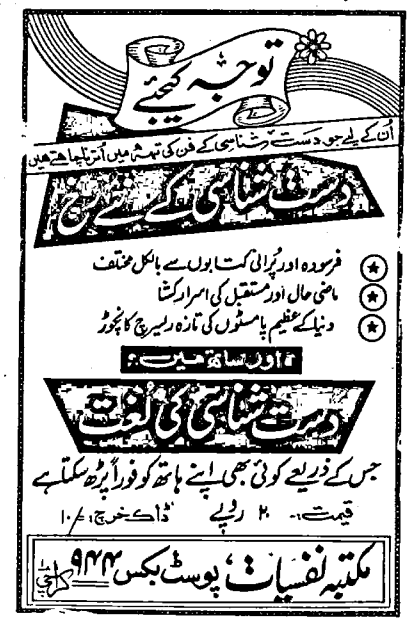

ساتھ وہاں رہ چکی تھی۔ سونیا اسے سکھا رہی تھی "ماریا! دیکھی ہوئی جگہ کو بھی دیکھنے اور سمجھنے کے لئے بہت کچھ رہ جاتا ہے۔ تم روز صبح جوگنگ کے لئے میلوں دور تک جایا کروگی اور گہری نظروں سے دیکھتی رہوگی کہ ہمارے مسلح گارڈز میں اور حفاظتی انتظامات میں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی ہے۔ میں تمہیں دیکھنے اور پرکھنے اور حالات کو صحیح طور سے سمجھنے کے گُر سمجھاتی رہوں گی۔"

ہمیں رہائش کے لئے ایک بنگلا اور دو ملازم بھی دیئے گئے تھے۔ اس بستی کے بنگلوں' کلبوں اور دیگر تفریح گاہوں میں خدمات انجام دینے والے ملازم محض ملازم نہیں تھے بلکہ خفیہ پولیس کے آدمی تھے۔ ہمارے دونوں ملازم ہماری اصلیت نہیں جانتے تھے اس لئے وہ پہلے ہی دن سے ہم پر کڑی نظر رکھنے لگے تھے۔

یہ فرض شناسی اور مستعدی دیکھ کر خوشی ہوتی تھی۔ ایسا بھی ہوا کہ جس نے بھی فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی یا جو چھوٹے بڑے معاملات میں غافل پایا گیا اسے فوراً اس بستی سے نکال دیا گیا۔ ایسے غیر ذمے دار افراد ہمارے جاسوسوں وغیرہ کی نظروں میں آجاتے تھے یا ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی غلطیاں پکڑ لیتے تھے۔

بابا صاحب کے ادارے میں ہماری بستی کے ایک ایک فرد کے نام' پتے اور ان کی آوازیں اور تصویریں موجود تھیں۔ سلمان' سلطانہ' لیلیٰ' جوجو اور رسونتی فرمت کے اوقات میں کسی نہ کسی کے دماغ کے اندر پہنچ کر اس کی کارکردگی کو چیک کرتے رہتے تھے۔ میں بھی اکثر یہ فرائض انجام دیتا تھا کیونکہ اس طرح میرے نام کی وہ بستی دشمنوں سے محفوظ رہ سکتی تھی۔

میں بنگلے کے ایک بیڈ روم میں آکر آرام سے بیٹھ گیا۔ سونیا ماریا کو ساتھ لے کر پوری بستی کا معائنہ کرنے چلی گئی۔ میں ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس جانا چاہتا تھا جنہیں اسرائیل میں اغوا کیا گیا تھا۔ اغوا کرنے والے انہیں بیہوش کرکے لے گئے تھے۔ بیہوشی کی حالت میں ان کے دماغ کمزور تھے اور کمزور دماغوں سے کوئی کام نہیں لیا جاسکتا تھا اس لئے میں انہیں اُن کے حال پر چھوڑ آیا تھا۔ اب کئی گھنٹے بعد وہاں گیا تو میری سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ سوچ کی لہروں کو ان میں سے کسی کا دماغ نہیں ملا' اس کے دو مطالب ہوسکتے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ تینوں مرچکے تھے یا پھر اُن کے برین آپریشن کئے جارہے تھے۔

اور یہی بات ہوسکتی تھی۔ وہ جلد از جلد انہیں برین آپریشن سے گزار کر ان کی آواز' لہجہ اور وفاداری بدل دینا چاہتے تھے۔ برین آپریشن بچوں کا کھیل نہیں ہوتا۔ اس کی تیاریاں پہلے سے کی گئی ہوں گی اور یہ بھی اطمینان کرلیا گیا ہوگا کہ جس خفیہ اڈے میں وہ آپریشن ٹھیر رہے وہاں کوئی دشمن' یا پولیس اور فوج والے نہیں پہنچ پائیں گے۔ یہاں سونیا کے شبہات کی اور تصدیق ہوگئی۔ یہ اسرائیلیوں کے گھر کا معاملہ تھا۔ انہوں نے تینوں کو اپنے ایک گھر سے اغوا کرکے دوسرے گھر پہنچا دیا تھا۔ ان تینوں کو تلاش کرنے والے بھی اپنے جاسوس اور فوجی تھے۔ وہ انہیں ڈھونڈنے کے لئے خفیہ آپریشن تھیٹر کی طرف نہ جاتے۔ امریکی فوجیوں کے ساتھ مل کر پورے اسرائیل میں انہیں ڈھونڈتے پھرتے اور امریکی حکام کو اپنی معصومیت کا یقین دلاتے رہتے کہ وہ اغوا کے مجرم نہیں ہیں۔

میں ایک اسرائیلی حاکم کے دماغ میں آیا۔ اس کے آس پاس ایک فوجی اعلیٰ افسر اور امریکی حکومت کے دو نمائندے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نمائندہ کہہ رہا تھا "ہم یقین نہیں کرسکتے کہ اغوا کرنے والوں نے ان تینوں کو دماغی طور پر بھی غائب کردیا ہے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں بھی یقین نہیں' اگر آپ کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ان تینوں کے دماغوں میں پہنچنے میں ناکام ہوگیا ہے اور ان کی دماغی طور پر موجودگی ثابت نہیں ہورہی ہے تو اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ وہ تینوں مار دیئے گئے ہیں۔"

دوسرے نمائندے نے کہا "اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ ان کا برین آپریشن کیا جارہا ہے اور وہ آپریشن اسی ملک میں بلکہ اسی شہر میں کہیں ہورہا ہے۔"

اسرائیلی حاکم نے کہا "یعنی فرہاد اور سونیا نے ہمارے شہر میں ایسے خفیہ اڈے قائم کئے ہیں جہاں وہ آسانی سے اور اطمینان سے برین آپریشن جیسے مشکل مراحل سے گزر سکتے ہیں؟"

"یہ سونیا اور فرہاد کا کام نہیں ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"صاف ظاہر ہے' فرہاد کی ٹیم میں چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ ہمارے آدمیوں کو اغوا کرنے کے بعد ان پر تنویمی عمل کرتے' انہیں برین آپریشن کی ضرورت پیش نہ آتی۔ آپ کے پاس ایک جے مورگن ہے' وہ بیک وقت تینوں پر تنویمی عمل نہیں کرسکتا تھا اس لئے آپ ہمارے آدمیوں کو برین آپریشن سے گزار رہے ہیں۔"

اسرائیلی افسر نے کہا "پلیز' آپ بے بنیاد الزام نہ دیں۔ اوّل تو ہم پہلے بھی قسمیں کھا کر کہہ چکے ہیں کہ ہمارے پاس جے مورگن نامی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔"

اسرائیلی حاکم نے کہا "آپ کی حکومت نے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہماری بھلائی کے لئے یہاں بھیجا تھا۔ کیا ہم انہیں اغوا کرکے اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی ماریں گے؟"

"آپ اپنے پیروں پر نہیں مار رہے ہیں بلکہ ہماری کلہاڑی ہم سے چھین کر ہمارے ہی سروں پر مارنے والے ہیں۔"

حاکم نے کہا "مسٹر! آپ ہماری دوست حکومت کے نمائندے ہیں' اس لئے میں اس فضول سے الزام کو برداشت کررہا ہوں۔ کیا آپ یوگا کے ماہر ہیں؟"

"ہم دونوں نہیں ہیں۔"

"تو پھر یقیناً تم دونوں کی زبان سے فرہاد بول رہا ہے اور ہمیں امریکی حکومت کا دشمن ثابت کرنے کی بچگانہ کوششیں کررہا ہے۔ بہتر ہے تم دونوں یہاں سے جاؤ اور اپنے حکام سے کہو' ایسے

نمائندے بھیجے جائیں جن کی زبان سے فرہاد گفتگو نہ کرے۔"

وہ دونوں جانے کے لئے اٹھ گئے' ایک نمائندے نے کہا "ہم اپنے حکام سے یہ بھی کہہ دیں گے کہ آپ لوگوں نے بڑی چالاکی سے وقت ضائع کردیا ہے۔ جب تک ہمارے دوسرے نمائندے نہیں آئیں گے' ان تینوں کا برین آپریشن ہوچکا ہوگا۔"

وہ نمائندے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اسرائیلی حاکم نے کہا "پتا نہیں امریکی حکام کو کیا ہوگیا ہے۔ خواہ مخواہ ہمیں الزام دے رہے ہیں۔"

وہ اسرائیلی حاکم بھی حقیقت سے بے خبر تھا چونکہ وہ بھی یوگا کا ماہر نہیں تھا اس لئے یوگا جاننے والے حکمرانوں نے اصل پارٹیوں سے اسے بے خبر رکھا تھا تاکہ ہم جیسے خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ سے حقیقت معلوم نہ کرسکیں۔

میں نے اعلیٰ افسر کے دماغ میں جانا چاہا۔ وہ سانس روک کر بولا "مرا! کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔"

حاکم نے کہا "آنے دو' جب ہم نے ان تینوں کو اغوا نہیں کرایا ہے تو اندیشہ کس بات کا ہے؟"

"اندیشہ یہ ہے کہ خیال خوانی کرنے والے ایک بات معلوم کرنے آتے ہیں اور چپکے سے چور خیالات پڑھ کر دوسرے بہت سے اہم راز معلوم کرلیتے ہیں۔ جو بھی میرے پاس آنا چاہتا ہے وہ اس وقت آپ کے دماغ میں ہماری باتیں سن رہا ہے۔ اگر وہ امریکی حکومت کا نمائندہ ہے تو میں اس سے معذرت چاہتا ہوں۔ ہم بہت اچھے دوست ہیں مگر ایک دوسرے کے رازوں میں شریک نہیں ہیں۔"

میں واپس آگیا' ان سے میرا کوئی کام نہیں نکل سکتا تھا۔ جن سے کام نکل سکتا تھا' وہ سارے اسرائیلی حکام یوگا کے ماہر تھے' اب ان کا یہ راستہ بھی بند ہوگیا تھا کہ کسی خواب آور گولی کھانے والے حاکم کے دماغ میں پہنچتا۔ انہوں نے ایسے حکمرانوں کو اپنی حکومت سے خارج کردیا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ سونیا اور ماریا بستی میں گھومتی پھر رہی تھیں۔ میں بنگلے میں تنہا تھا۔ وقت گزارنے کے لئے بابا صاحب کے ادارے کے اس جاسوس کے دماغ میں گیا' جو تل ابیب میں رہتا تھا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا' میں نے کوڈ ورڈز ادا کرکے اپنی شناخت پیش کی پھر کہا "اسرائیلی حکومت میں چند یوگا کے ماہر حکام اور فوجی افسران ہیں' یہ لوگ بڑی خفیہ چالیں چل رہے ہیں۔ ہم چالوں کو سمجھ رہے ہیں لیکن ان کا توڑ نہیں کرسکتے۔"

جاسوس نے کہا "اور اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے اپنے دماغوں کے دروازے بند کردیئے ہیں۔"

"ہاں' یہ دروازے تم کھول سکتے ہو۔"

"میں حاضر ہوں' آپ کوئی راستہ بتائیں۔"

"آج کل اسرائیلی حکومت کے تمام اہم معاملات سات افراد کے ہاتھوں میں ہیں۔ ان میں سے تین سول حکام ہیں اور چار فوجی افسران ہیں۔ یہ ساتوں بڑے سخت حفاظتی انتظامات میں رہتے ہیں۔ کسی سے روبرو ملاقات نہیں کرتے۔ ان کی بیوی بچے نہیں ہیں۔ یہ مختلف سرکاری بنگلوں میں رہتے ہیں' ان کی اجازت کے بغیر کوئی چیز باہر سے اندر نہیں آتی اور اندر سے کوئی اجازت کے بغیر باہر نہیں جاتا۔"

"واقعی سخت انتظامات ہیں؟"

میں نے کہا "ذرا محنت کروگے تو حفاظتی انتظامات کمزور پڑ جائیں گے۔"

"آپ حکم دیں۔"

"گوشت مچھلیاں' اور انڈے ان بنگلوں کے اندر جاتے ہوں گے۔ کچی سبزیوں اور کچے گوشت وغیرہ کی میڈیکل چیکنگ کا کوئی مستند طریقہ نہیں ہوتا' انہیں پکانے کے بعد دوسرے ملازم یا ڈاکٹر کھا کر چیک کرتے ہوں گے پھر اپنے حکام اور افسران کو کھانے کے لئے دیتے ہوں گے۔"

"جی ہاں' وہ کھانے پینے کے معاملات میں بھی احتیاط سے کام لے رہے ہیں۔"

"تم یہ معلوم کرو کہ جن جانوروں کا گوشت ان کے بنگلوں میں پہنچایا جاتا ہے وہ جانور کہاں رکھے جاتے ہیں۔ انڈے کہاں سے سپلائی کئے جاتے ہیں۔ تم ان جانوروں کو ایسا انجکشن لگا سکتے ہو جس کے ذریعے گوشت میں ناقابل دید جراثیم پیدا ہوجائیں۔ یا ایسی تاثیر پیدا ہوجائے کہ اسے کھانے والے فوری ردعمل محسوس نہ کریں بلکہ رفتہ رفتہ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہوجائیں۔"

جاسوس نے کہا "سیدھی سی بات ہے جناب! پانی کی پائپ لائن میں سوراخ کرکے دوا پہنچا دوں گا' اسے پیتے ہی وہ ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں آجائیں گے۔"

"نہیں' ایسا ہرگز نہ کرنا۔ وہ لوگ کوئی گیارہ گھنٹے پہلے اعصابی کمزوری کی دوا فضا میں اسپرے کرچکے ہیں۔ انہوں نے پانی میں دوا حل کرنے کے متعلق سوچا ہوگا لیکن کسی وجہ سے ایسا نہیں کیا۔ ان کے ذہنوں میں یہ بات ہوگی کہ ہم یوگا کے ماہر حکمرانوں کے خلاف ایسا کرسکتے ہیں لہٰذا پانی کی سپلائی پر بہت زیادہ توجہ دی جارہی ہوگی۔ جو راستہ میں بتاتا ہوں اس پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ عمل کرو۔"

ہماری گفتگو کے دوران اس کا جاسوس ساتھی تیزی سے چلتا ہوا باہر سے آیا پھر بولا "سمندر کے ساحل پر جو سرکاری رہائش گاہیں ہیں' وہاں سے بڑی دیر تک گولیاں چلنے کی آوازیں آتی رہیں۔ میں نے ادھر جانا چاہا تو پتا چلا وہاں کے تمام راستے عام لوگوں کے لئے بند کردیئے گئے ہیں۔"

میں جس کے دماغ میں تھا اس نے کہا "فرہاد صاحب! یوگا کے ماہر حکمران اسی علاقے میں رہتے ہیں' ضرور ان کے ساتھ کوئی ٹریڈ ہورہی ہے۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ میری ہدایات پر عمل کرو، میں پھر آؤں گا۔"

میں تھوڑی دیر پہلے ایک فوجی افسر کے دماغ میں گیا تھا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ اب جو گیا تو وہ مجبور ہو چکا تھا۔ اس کے بازو میں گولی لگی تھی۔ کوئی مجھ سے پہلے اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا اور مزے کی بات یہ تھی کہ وہ اعلیٰ افسر سے کہہ رہا تھا "تم نے دماغ کے دروازے بند کر رکھے تھے تاکہ تمہاری دوغلی حرکتوں کا علم ہمیں نہ ہو، مگر اب یہ حقیقت کیسے چھپاؤ گے کہ تم لوگوں نے ہی مہمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا ہے۔"

افسر نے کہا "یہ جھوٹ ہے۔"

"تمہارے چور خیالات سچ کہہ رہے ہیں، انکار کے باوجود میں تمہارے دماغ سے سچائی پڑھ رہا ہوں۔"

میں بھی اُن کی گفتگو کے دوران سچائی پڑھ رہا تھا۔ وہ افسر یہ جانتا تھا کہ ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیلی حکومت کا وفادار بنانے کے لئے اغوا کیا گیا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ تینوں کو کس خفیہ آپریشن تھیٹر میں پہنچایا گیا ہے، یہ بات صرف جنرل کو معلوم تھی۔

میں فوراً ہی جنرل کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس روک لی تھی یعنی سرکاری بنگلوں میں جو فائرنگ ہوئی تھی، وہ اس فائرنگ سے محفوظ تھا۔ میں دوسرے حکام کے پاس گیا۔ ان حکام اور افسران کے دماغوں میں جگہ مل گئی کیونکہ وہ بھی زخمی تھے۔ اسی علاقے کے مخصوص بنگلوں میں بڑے ہی منظم حملے کئے گئے تھے۔ ان سب کے دماغوں نے بھی اعتراف کیا کہ ان تینوں کو برین آپریشن کے ذریعے اسرائیلی حکومت کا وفادار بنانے کے لئے اغوا کیا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی خفیہ برین آپریشن تھیٹر نہیں جانتا تھا، صرف جنرل کو اس کا علم تھا۔

دوسری طرف جنرل ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے ہنگامی حالات کا اعلان کر رہا تھا۔ اس کے حکم کے مطابق فوج کے جوان سڑکوں پر گشت کرنے آ گئے تھے۔ بارہ گھنٹے کا کرفیو لگایا گیا تھا۔ فوج تمام اہم شہری مورچے سنبھال رہی تھی۔ بارہ گھنٹے کے اندر ایک نئی اور مضبوط حکومت قائم کرنے کا یقین دلایا جا رہا تھا۔

میں بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس کے پاس آیا۔ وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھا فوجی احکامات سن رہا تھا۔ میں نے کہا "نئی حکومت میں بھی یوگا کے ماہرین آئیں گے اور ہمارے لئے مشکلات پیدا کریں گے۔ میں نے جو ہدایات دی ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔"

"بہتر ہے جناب! نئی حکومت قائم ہونے کے بعد پہلے یہ معلوم کروں گا کہ نئے حکمرانوں کی رہائش گاہیں کہاں ہوں گی۔ اس کے بعد میں سپلائی کی جانے والی خوراک پر ہاتھ کی صفائی دکھاؤں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے سے باہر جانے کے لئے دروازے کو کھولا تو ملازم ایک دم سے چونک کر اچھل پڑا۔ وہ دروازے سے کان لگائے یہ سننے کی کوشش کر رہا تھا کہ کمرے کے اندر میرے اٹھنے بیٹھنے کی آوازیں آ رہی ہیں نہیں؟ میں تنہا کیا کر رہا ہوں؟

میں نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ جلدی سے بات بنانے ہوئے بولا "میں دروازے کے پاس آ کر سوچ رہا تھا، آپ کو چائے پیش کرنے کے لئے آواز دوں یا نہ دوں، آپ نے آواز دینے سے پہلے ہی دروازہ کھول دیا۔"

"ٹھیک ہے، جاؤ چائے لے آؤ۔"

وہ چلا گیا، میں واپس صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر اس ملازم کے دماغ میں پہنچا، وہ سانس روکنا چاہتا تھا، میں نے کوڈ ورڈز ادا کئے پھر پوچھا "کیا رپورٹ ہے؟"

اس نے کہا "جناب! یہاں آنے والی میڈم اپنی بیٹی کے ساتھ بستی میں کہیں گئی ہیں۔ صاحب دو گھنٹے سے کمرے کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ میں کچھ معلوم نہ کر سکا کہ وہ بند کمرے میں کیا کر رہا ہے۔"

میں نے کہا "یہ تمہاری نااہلی ہے۔ وہ بند کمرے میں کوئی تخریبی کارروائی کر رہا ہو گا تب بھی تم مجبوری ظاہر کرو گے؟"

"جناب! آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ جیسے ہی یہ صاحب کمرے سے باہر جائے گا، میں کمرے میں جاسوسی آلات چھپا کر رکھ دوں گا۔ میں باقی کمروں میں ایسا کر چکا ہوں۔"

میں نے اسے باتوں میں الجھا کر چور خیالات سے معلوم کر لیا کہ اس نے سونیا اور ماریا کے کمروں میں کہاں آلات چھپائے ہیں اور میرے کمرے میں کہاں چھپائے گا، وہ چائے لے کر آیا تھا، میں باتھ روم میں چلا گیا۔ اس نے پیالی سنٹر ٹیبل پر رکھی۔ پھر جلدی سے جاسوسی آلات لانے کے لئے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

میں باتھ روم سے نکل کر سونیا اور ماریا کے کمرے میں گیا۔ وہاں سے جاسوسی آلات اٹھائے پھر اپنے کمرے میں لا کر انہیں وہاں رکھ دیا جہاں وہ آئندہ میرے لئے بھی آلات رکھنا چاہتا تھا۔

میں بیٹھ کر چائے پینے لگا۔ وہ دروازے پر آ کر ٹھٹک گیا، اُسے توقع نہیں تھی کہ میں اتنی جلدی باتھ روم سے نکل آؤں گا۔ وہ واپس چلا گیا۔ میں چائے کی پیالی خالی کر کے کمرے سے باہر آ گیا۔ پھر بنگلے کے برآمدے میں پہنچا، دور سے سونیا اور ماریا ٹہلتی دکھائی دے رہی تھیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا احاطے کے گیٹ کے پاس آیا پھر اسے کھول کر سونیا سے بولا "کیا حال ہے ہماری بہنی کا؟"

"سب ٹھیک ہے، تمام لوگ اپنی اپنی جگہ ذمے داریاں پوری کر رہے ہیں۔ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والوں کی بھی رپورٹ یہی ہے کہ یہاں سب فرض شناس اور وفادار ہیں۔"

"کیا غیر ضروری لوگ یہاں آنے کی کوشش کرتے ہیں؟"

"ہاں، بستی کے قریب سے گزرنے والے مسافروں اور ہوائی فائرنگ سے گھبرا کر بھاگ گیا۔ ایک بار رات کو کسی نے گیٹ کھولنے کی کوششیں کیں پھر بجلی کی نادیدہ تاروں کے جھٹکے کھا کر زخمی ہو گیا۔ اسے فوری طبی امداد پہنچا کر بھگا دیا گیا۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے بنگلے کے اندر آئے۔ ہمارے پیچھے ہی دروازہ بند ہو گیا، ہم نے پلٹ کر دیکھا۔ ملازم ہاتھ میں ڈرنکے مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا "خبردار! حرکت نہ کرنا۔ کون ہو تم اور جناب فرہاد صاحب کے کوڈ ورڈز کیسے جانتے ہو؟"

میں نے کہا "میں کسی کے کوڈ ورڈز نہیں جانتا۔"

"تم جانتے ہو، ابھی میرے دماغ میں آئے تھے۔ میں دھوکا کھا گیا، تم نے میرے چور خیالات پڑھے اور دو کمروں سے جاسوسی آلات اکٹھا کر تیسرے کمرے میں لے گئے، اس کا مقصد کیا ہے؟"

"مقصد محض تمہیں آزمانا تھا کہ تم کتنے سمجھدار ہو، اب سمجھداری کا کام اور کرو، تمہارے فرہاد صاحب اپنے بنگلے میں ہیں، ان سے فون پر میرے متعلق معلوم کرو۔"

اس نے مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر ریسیور اٹھا کر اپنے ذمی فرہاد سے رابطہ کرانے کو کہا۔ ابھی وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ فرہاد سمجھتا ہے، وہ ذمی ہے۔

رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا "جناب میں بنگلا نمبر تھرٹی فور سے بول رہا ہوں، یہاں جو صاحب آئے ہیں، یہ کچھ گڑبڑ کر رہے ہیں، میں نے انہیں ریوالور کی زد میں رکھا ہے۔"

دوسری طرف سے ذمی نے کہا "ریوالور جیب میں رکھ لو۔"

"لیکن جناب! یہ صاحب آپ کے کوڈ ورڈز ادا کر کے میرے یہاں آئے تھے۔"

"تم گدھے ہو، وہ نہیں میں تمہارے دماغ میں آیا تھا، مزید بحث نہ کرو۔ ان صاحب کو سوری کہہ دو اور آئندہ کسی طرح کا شک نہ کرو، وہ ہمارے خاص لوگ ہیں۔"

"جی جناب! جو حکم جناب!" اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر ریسیور کو جیب میں رکھتے ہوئے کہا "سوری جناب!"

سونیا نے مسکرا کر کہا "کوئی بات نہیں، ہمیں خوشی ہے کہ تم ہمارے فرض شناس ہو، جاؤ ہمیں کافی پلاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا نے کہا "اب امریکا اور اسرائیل کے درمیان جنگ چھڑ جائے گی۔ بعید نہیں کہ مکمل چکا ہے۔ وہ اپنے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی واپسی طلب کریں گے۔"

"ہم نہیں، چار کہو۔ ان زخمی یوگا کے ماہر حکمرانوں کے چور خیال پڑھ کر میں نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ انہوں نے جے مورگن کو بھی برین واش کر کے اسے اپنا وفادار بنا لیا ہے۔"

سونیا نے کہا "لیکن یہ بیوی بڑے ڈھیٹ ہیں۔ چاروں کو ہلاک کر دیں گے اور امریکا اتنا مجبور ہے کہ چنگی بھر اسرائیل سے ناراض ہو کر بھی دشمنی نہیں کرے گا کیونکہ اس نے اس چھوٹے سے ملک کو خود ہی اسلامی ممالک کے سامنے ایٹم بم بنا کر رکھا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ اور افریقی اسلامی ممالک کو دبا کر رکھنے کے لئے اسرائیل کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا ضروری ہے۔"

"بے شک امریکا اپنی ناجائز اولاد کی تمام ناجائز حرکتوں کو بڑے صبر سے برداشت کر لیتا ہے۔ میں ذرا جا کر دیکھتا ہوں کہ اس سلسلے میں امریکی حکام کا ردِ عمل کیا ہے۔"

میں ایک حاکم کے دماغ میں آیا۔ وہ ایک اجلاس میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں تازہ ترین صورتِ حال پر بحث ہو رہی تھی۔ وہاں جنرل بھی بیٹھا ہوا تھا۔ ایک حاکم کہہ رہا تھا "آپ حضرات کو یاد ہو گا، سب سے پہلے مرینا نے اعتراض کیا تھا کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیل نہ بھیجا جائے۔ دوسری طرف برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس ہمارے آدمیوں کو بھیجنے پر بضد تھے۔ اس وقت یہ معاملہ آپس کے جھگڑوں میں ملتوی ہو گیا تھا۔ لیکن جنرل نے ٹیلی پیتھی کا شعبہ سنبھالتے ہی یہ غلطی کر ڈالی اور اس کا برا نتیجہ بھی سامنے آ گیا ہے۔"

جنرل نے کہا "آپ اس معاملے کے ایک ہی پہلو کو دیکھ رہے ہیں، میرا مقصد یہ تھا کہ اسرائیل میں فرہاد اور اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا زور ختم ہو جائے یا کم ہو جائے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "فرہاد کا زور توڑنے کے لئے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہی ملک میں رہ کر اسرائیلی حکومت کے

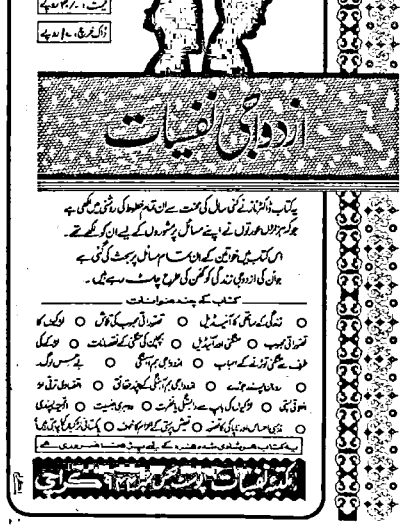

کام آسکتے تھے۔"

تیمرے حاکم نے کہا "انہیں یہودیوں کی گود میں ڈالنا ضروری نہیں تھا۔"

جنرل نے جھنجلا کر کہا "ایک غلطی ہوگئی ہے تو اب سب ہی مجھ پر تنقید کرنے لگے ہیں۔ کیا میں نے بڑے بڑے کارنامے انجام نہیں دیے ہیں؟"

"بے شک تم نے بروقت ٹرانسفارمر مشین کو بلیک سیکرٹس سے چھین لیا ورنہ وہ پانچوں مغرور ہمارے ملک کو تباہ کردیتے۔ لیکن برا نہ ماننا' تم مرینا کے مقابلے میں مات کھا رہے ہو۔ پچھلی رات اس نے بری طرح تمہیں تگنی کا ناچ نچایا ہے۔ اس نے ایک ہی رات میں تمہارے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بے موت مارا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"یہ سچ ہے اور یہ جان لمبوڈا کی رپورٹ ہے۔"

جنرل نے چونک کر دور کھڑے ہوئے لمبوڈا کو دیکھا' وہ ادب سے بولا "سر! میں کسی جنرل یا کسی حاکم کا وفادار نہیں ہوں' میری وفا اور میری جان صرف اپنے ملک اور اپنی قوم کے لئے ہے۔ لہٰذا جو سچ تھا اس کی رپورٹ میں پیش کرچکا ہوں۔"

جنرل نے کہا "میں معزز حاضرین سے پوچھتا ہوں' کیا وہ میرے ایک ماتحت کی رپورٹ کو مجھ سے زیادہ اہمیت دیں گے۔"

ہولی مین نے کہا "جنرل! ہم اس وقت تک ماتحت ہیں جب تک آپ خوش اسلوبی سے فرائض ادا کرتے رہیں گے۔ غلطیاں کریں گے تو ہم ان غلطیوں کی رپورٹ اجلاس میں پیش کریں گے۔ میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ ابھی مرینا سے دور رہیں کیونکہ اس کے پیچھے فراد کا دماغ کام کررہا ہے۔ لیکن آپ نے جافری والٹن کے مشورے پر اس کے پانچ خیال خوانی کرنے والوں کو پکڑا۔ اسے بھی پکڑنے کے لئے اس کی رہائش گاہ کا محاصرہ کرلیا۔ اُدھر اس نے آپ کے آٹھ خیال خوانی کرنے والے ماردیے۔ جافری کے ذریعے دشمنوں کو ٹرانسفارمر مشین کا ٹھکانا معلوم ہوگیا۔ آپ نے اس مشین کو دوسری جگہ منتقل کرنے کے فوری انتظامات نہیں کیے پھر اپنے دماغ میں کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کو بار بار آنے کا موقع دیا۔ اسے جان لمبوڈا سمجھ لیا اور اصل جان لمبوڈا کو دودھ کی مکھی کی طرح باہر پھینک دیا۔"

جنرل نے کہا "بولو' خوب بولو' مجھ پر خوب کیچڑ اچھالو۔ کیا اور کچھ رہ گیا ہے۔"

"ہاں' تمہاری آخری غلطی یہ ہے کہ تم نے ٹرانسفارمر مشین سے ڈی فراد پیدا کیا ہے۔ کیا فراد اور اس کی فیملی ممبران کو نادان یا احمق سمجھتے ہو؟ وہ ڈی ایک بار کسی کی نظروں میں آئے گا تو فراد کے خیال خوانی کرنے والے اسے سوچ کے رابطے اور کوڈ ورڈز سے پکڑلیں گے۔"

جنرل نے اجلاس میں بیٹھے ہوئے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران پر ایک نظر ڈالی پھر کہا "آپ لوگوں کے تیور بتا رہے ہیں کہ مجھے جبراً استعفا لیا جائے گا۔"

ایک حاکم نے کہا "سمجھ گئے ہو تو استعفا ابھی لکھ دو۔"

وہ بڑے اعتماد سے بولا "اچھی طرح سوچ لو۔ استعفا دینے کے پہلے ہی فوجی بغاوت شروع ہوجائے گی۔"

"ایک محبِ وطن جنرل کو فوجی بغاوت کی دھمکی نہیں دینا چاہئے۔"

"یہ دھمکی نہیں ہے' اس اسٹیٹ کی فوج مارشل ڈی مورا کی کمانڈ میں ہے اور مارشل ڈی مورا میرا حمایتی ہے۔ ڈی فراد بیچ اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے فرمانبردار ہیں اور ٹرانسفارمر مشین کی دن رات حفاظت کرنے والا فوجی دستہ میرے احکامات کا پابند ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی مارشل ڈی مورا ہال میں داخل ہوا۔ اُس کے ساتھ مسلح فوجی جوان بھی تھے۔ وہ جوان جنرل کے آس پاس اور پیچھے آکر اسے نشانے پر لے کر کھڑے ہوگئے۔ مارشل نے کہا "سوری جنرل! ہماری دوستی فوجی فرائض کی حد تک ہے۔ فرائض کی حد سے نکلے گا اور اپنے عہدے کا ناجائز فائدہ اٹھائے گا وہ دوست نہیں دشمن ہوگا۔"

جنرل اٹھ کر کھڑا ہوگیا' مارشل نے کہا "تمہارے ڈی فراد اور مزید دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ ان کے دماغوں سے تمہاری وفاداری نکال دی جائے گی۔ جاؤ ہمیشہ کے لئے الوداع....."

وہ جانے لگا۔ جب دروازے پر پہنچا تو مارشل نے کہا "جنرل! تم بے شک محبِ وطن تھے۔ اس لئے تمہیں بہت زیادہ اختیارات دیے گئے تھے۔ اقتدار حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن اقتدار حاصل ہوجائے تو اسے سنبھال کر رکھنا بہت زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ تم بھی برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کی طرح خود سر اور خود مختار ہوتے جارہے تھے۔ تم اپنے انجام پر پچھتانے کے لئے زندہ نہیں رہو گے لیکن دوسرے صاحبانِ اقتدار تم جیسوں کے انجام سے عبرت حاصل کریں گے۔"

وہ فائرنگ اسکواڈ کے سامنے سزائے موت پانے کے لئے چلا گیا' مارشل ڈی مورا نے کہا "آئندہ کوئی حاکم اور کوئی فوجی افسر تمہاری ٹیلی پیتھی کے شعبے کا انچارج نہیں ہوگا۔ دو سول اور دو فوجی افسران ایک ٹیم بنائیں گے۔ ان چاروں کے چار مشیر اور چار ٹیلی پیتھی جاننے والے! تحت ہوا کریں گے۔"

سب نے تائید کی کہ یہ طریقِ کار مناسب رہے گا۔ ایک نے پوچھا "کیا ٹرانسفارمر مشین کو دوسری محفوظ جگہ منتقل کردیا گیا ہے؟"

"مشین ابھی جہاں ہے' وہاں بہت زیادہ محفوظ ہے۔ اسے دوسری جگہ منتقل کرنے میں زیادہ دشواریاں پیش آئیں گی۔ دشمن اسی تاک میں ہوں گے کہ اسے دوسری جگہ لے جائے

دوران نیست و نابود کردیا جائے۔ ہم ایسا کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے۔ ویسے آپ لوگ اطمینان رکھیں۔ مشین کی حفاظت کے لئے اور زیادہ توجہ سے انتظامات کئے جارہے ہیں۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "گھر کو آگ لگتی ہے گھر کے چراغ سے' یہ بات مرینا پر صادق آرہی ہے۔ اس کی وجہ سے فراد کو ہمارے قریب پہنچنے کی بہت سی سہولتیں حاصل ہورہی ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ ہمارا بہت بڑا المیہ ہے' جب بھی ہم نے قابل اور ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے' وہ خود سر اور باغی ہوگئے۔ برین ماسٹر' بلیک سیکرٹس' اور مرینا' یہ سب تازہ مثالیں ہیں۔ ہمارے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوئے اور حرام موت مارے گئے۔ کیا اس بدبختی یا ہماری نااہلی کا کوئی علاج ہے؟"

مارشل نے کہا "ہم اپنی لائن آف ایکشن میں انقلابی تبدیلیاں لائیں گے۔"

ہولی مین نے کہا "میرا مشورہ ہے' جب تک ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مکمل حفاظت کرنے کے اہل نہ ہوجائیں تب تک کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہ کیا جائے۔"

ایک حاکم نے کہا "اس طرح ہم ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں سے محروم رہیں گے۔"

ہولی مین نے کہا "ایسے ہتھیاروں کا کیا فائدہ جو دشمنوں کے ہاتھوں میں چلے جائیں۔ ہمارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن سمیت اسرائیل کی گود میں چلے گئے ہیں۔ مرینا کے قبضے میں پال ہوپ کن تھا پھر اس نے بلیک سیکرٹس کی حماقتوں سے فائدہ اٹھا کر تین اور خیال خوانی کرنے والوں کو پکڑلیا۔ ان میں سے ایک کا نام باربرا نکسن' دوسرے کا نام جیری ہاک اور تیسرے کا نام روکی ہے۔ مرینا فراد کی مٹھی میں ہے لہٰذا یہ تمام خیال خوانی کرنے والے بھی فراد کے قبضے میں ہیں۔ لندن میں ہمارا ایک خیال خوانی کرنے والا ایوان راسکا تھا۔ اس نے ہم سے رابطہ ختم کردیا ہے اور کہیں آزادانہ زندگی گزار رہا ہے۔ مارٹن رسل کا بھی کوئی پتا نہیں ہے۔ آپ ان حالات کے پیشِ نظر جواب دیں' کیا ہم دشمنوں کے لئے خیال خوانی کرنے والے پیدا کررہے ہیں؟"

سب نے اس کی تائید کی۔ ایک نے کہا "یہ درست ہے' ہتھیار ہم پیدا کریں اور وہ ہمارے ہی خلاف استعمال ہوں تو یہ ہم پیدا کرنے والوں کی حماقت ہے۔ پہلے یہ مکمل یقین کیا جائے کہ ہمارا ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمنوں کے ہاتھ نہیں لگے گا اور وہ فراد کی طرح خیال خوانی کے کارنامے انجام دے گا تب ایسا ایک خیال خوانی کرنے والا پیدا کیا جائے۔"

دوسرے نے سوال کیا "فی الحال ہمارے پاس کتنے ہیں؟"

مارشل نے کہا "ہمارا ایک خیال خوانی کرنے والا نیویارک میں ہے' اس کا نام پاسکوروٹ ہے' دوسرا یہ آپ کے سامنے جان لمبوڈا ہے۔ تیسرا ڈی فراد ہے جس کا اصل نام فریزر ہے۔ چوتھی ایک لڑکی کا نام رائمہ جان ہے۔"

کرنل نے کہا "ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ موجودہ چاروں خیال خوانی کرنے والوں کو مکمل تحفظ دے کر ان سے اہم کام لئے جائیں اور ہمارے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کی جھولی میں گئے ہیں انہیں ہر حال میں واپس لایا جائے۔"

وہ سب ایک دوسرے کے مشورے سے نئے منصوبے بنا رہے تھے اور نیا طریق کار اختیار کررہے تھے۔ خاص طور پر یہ عہد کررہے تھے کہ اسرائیل سے اور مرینا سے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیں گے۔

○☆○

مرینا نیند سے بیدار ہوئی تو خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کیا۔ پہلے کی طرح بیدار ہوتے ہی دماغ پر کوئی بوجھ محسوس نہیں ہوا۔ کسی فکر نے اسے پریشان نہیں کیا۔ دراصل اسے یاد نہیں رہا تھا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔

اس نے تنویمی عمل کے دوران معمولہ بن کر وعدہ کیا تھا کہ وہ اس عمل کو بھول جائے گی۔ اس کے علاوہ یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ پارس نے اُسے کسی طرح اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے سلادیا تھا۔ ایسی پریشان کرنے والی باتیں یاد نہ رہیں تو انسان خود کو ہلکا پھلکا اور تازہ دم محسوس کرتا ہے۔

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ بستر پر پارس نہیں تھا۔ وہ آنکھیں بند کرکے اس زہریلے کو محسوس کرنے لگی۔ پھر زیرِ لب بولی "کہاں ہو تم؟ آؤ' آؤنا۔"

وہ تھوڑی دیر تک اسی حالت میں پڑی رہی۔ پھر اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔

غسل سے فارغ ہوکر لباس بدل کر وہ دوسرے کمرے میں آئی پھر تیسرے کمرے میں گئی۔ پارس نظر نہیں آیا۔ تب دل نے پوچھا۔ "وہ کہاں ہے؟ شہرِ دشمناں میں کہاں تنہا نکل گیا ہے؟ اسے کوئی پیغام چھوڑ کر جانا چاہئے' یوں تسلی ہوتی کہ وہ ابھی لوٹ آئے گا۔"

اس نے بنگلے سے باہر آکر دور تک نظریں دوڑائیں۔ برآمدے۔ پاس کار کی موجودگی بتا رہی تھی کہ وہ کہیں قریب واکنگ ڈسٹنس پر ہے۔ وہ مطمئن ہوکر اندر آئی۔ گھڑی دیکھی' پانچ بج رہے تھے۔ تب اس نے سوچا' یہ صبح کے پانچ بج رہے ہیں یا شام کے؟ وہ دن کو سوئی تھی یا رات کو؟

پھر یاد آیا۔ پچھلی تمام رات جنرل سے معرکہ آرائی میں گزر گئی تھی۔ دن کے بارہ بجے پارس سے تھوڑی سی جھڑپ ہوئی تھی۔ وہ اس کے دماغ میں آنا چاہتی تھی اور وہ سانس روک لیتا تھا۔ پھر اسے یاد نہیں آیا کہ کیا ہوا تھا اور وہ کیسے سوگئی تھی اور اب شام کو بیدار ہوئی ہے۔

اس خیال نے اُسے بے چین کردیا کہ وہ پارس سے جھگڑا کرکے گہری نیند کیسے سوگئی تھی؟ پریشانی کے عالم میں سوجانا عجیب سی بات تھی۔ صرف یہ بات قائل کررہی تھی کہ پچھلی تمام رات کی تھکاوٹ کے باعث غنود آگئی ہوگی۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی' پارس کو مخاطب کیا' اس نے فوراً ہی سانس روک لی' وہ دوسری بار آکر بولی "میں مرنا ہوں' سانس نہ روکو' باتیں کرو۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ مرینا کو بڑا غصہ آیا لیکن وہ تنہا کے غصہ دکھاتی۔ سوچنے لگی' پارس ایسا کیوں کر رہا ہے؟ صبح اس کے پاپا مجھ سے ناراض ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے دماغ سے مجھے نکال دیا تھا۔ میں معلوم کرنا چاہتی تھی کہ پاپا اپنے بیٹے کے دماغ میں آکر میرے خلاف کیا بولیں گے' میں نے کئی بار پارس کے دماغ میں آنا چاہا' اس نے آنے نہیں دیا۔ اب سمجھ میں آرہا ہے کہ پاپا نے پارس کو میرے خلاف بھڑکایا ہے اس لئے وہ مجھ سے دور ہو گیا ہے اور مجھے اپنے دماغ سے بھی دور کر رہا ہے۔

ٹیلیفون کی گھنٹی نے اسے چونکا دیا۔ وہ ریسیور اٹھا کر بولی۔ "ہیلو۔"

کسی نے دوسری طرف سے پوچھا "ہیلو' کیا مس جون والیا ہے؟"

"میں جون والیا بول رہی ہوں۔"

"آج رات کی پارٹنر شپ کیسی رہے گی؟"

اسے بڑا غصہ آیا۔ وہ برداشت کرتے ہوئے بولی "سوری' میں بک ہو چکی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ جون والیا نامی ایک کال گرل کے روپ میں تھی۔ اسے کوئی بھی دن رات کے لئے اپنے پاس بلا سکتا تھا۔ چونکہ وہ ایسی باتوں کی عادی نہیں تھی اس لئے فوراً غصہ آگیا تھا پھر وہ جلد ہی سنبھل گئی تھی۔

وہ یہ تمام باتیں دماغ سے نکال کر پھر پارس کو مخاطب کرنا چاہتی تھی' اسی وقت برائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے سانس روک لی' سوچنے لگی "میرے دماغ میں کون آنا چاہتا ہے؟"

اس نے انتظار کیا' دوسری بار کوئی نہیں آیا۔ اس نے پارس کے دماغ میں پہنچتے ہی کہا "تمہیں میری جان کی قسم ہے' بات سن لو' میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔"

پارس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"ابھی کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔"

"کسی نے تمہاری آواز سنی تھی؟"

"نہیں" پھر وہ سوچ کر بولی "ہاں ہاں' ٹیلیفون پر ایک اجنبی نے گفتگو کی ہے۔ اوہ گاڈ' میں سمجھ گئی۔ جون والیا کے کارنامے کی چیکنگ ہو رہی ہے اور چیکنگ کرنے والے کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ وہ لوگ تصدیق کر چکے ہیں کہ میں یوگا کی ماہر ایک غیر معمولی لڑکی ہوں' کال گرل نہیں ہوں۔"

"باتوں میں وقت ضائع نہ کرو' جس حالت میں ہو اسی حالت میں وہاں سے دور نکل جاؤ' چلو' بھاگو' نکلو وہاں سے....."

وہ دوڑتی ہوئی پچھلے دروازے پر آئی۔ باہر دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی احاطے کے گیٹ سے نکل کر سامنے والی گلی میں آئی۔ وہاں سے دو تین گلیاں پار کرتی ہوئی ایک مین روڈ پر پہنچ گئی۔ ہاتھ اٹھا کر ایک ٹیکسی کو روکا' پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بولی "چلتے رہو۔"

ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "کس سمت میں چلتا رہوں۔"

"سی شور شاپنگ پلازا۔"

پھر وہ چپ ہو کر اس اجنبی کی آواز اور لہجے کو یاد کرنے لگی جس نے فون پر اسے کال کیا تھا۔ یہ آواز اور لہجہ یاد آتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کا تعلق انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ اس ادارے کے دوسرے جاسوس بھی ایسی لڑکیوں کو چیک کر رہے ہیں' جو ذرا مشکوک لگتی ہیں۔ ایسی مشکوک لڑکیوں میں جون والیا کا بھی نام تھا۔

چیک کرنے والوں نے یہ رائے قائم کی تھی کہ عام لڑکیاں سانس روکنے کی عادی نہیں ہوتیں۔ اگر چیک کرنے والوں کے ساتھ ایک ایسی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہو اور وہ فون پر آواز سن کر آواز سنانے والی کے دماغ میں پہنچے اور وہ لڑکی سانس روک لے تو وہ غیر معمولی ہوگی۔ اس کے پیچھے مرنا چھپی ہوگی۔

اس نے جاسوس کے دماغ سے معلوم کیا کہ اس کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون تھا۔ جاسوس کی سوچ نے کہا "پتا نہیں کون تھا؟ اس نے پوچھنے کے باوجود اپنا نام نہیں بتایا لیکن وہ سرکاری ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ وہ جون والیا کی آواز سننے کے بعد تیزی سے کہیں چلا گیا تھا۔"

مرینا اس کے دماغ سے واپس آگئی۔ یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے گرفتار کرنے اس کی رہائش گاہ کی طرف گیا ہے۔ اگر وہ دیر کرتی تو یقیناً چاروں طرف سے گھیرلی جاتی۔ فرار کا راستہ نہ ملتا' پارس نے یہ دوسری بار عین وقت پر اُسے دشمنوں کے محاصرے سے بچایا تھا۔ پچھلی رات بھی وہ پارس کی حاضر دماغی سے بال بال بچی تھی۔

ٹیکسی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ ڈرائیور عقب نما آئینے میں اسے بار بار دیکھ رہا تھا' نظریں ملنے پر مسکرانے لگا' وہ بولی "کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں' بس یونہی۔"

"کوئی یونہی نہیں مسکراتا' کیا میں کارٹون نظر آرہی ہوں؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ حسین چہروں کو دیکھ کر بھی مسکراہٹ ہونٹوں پر آتی ہے۔"

وہ خاموش رہی' اس کے خیالات بڑھنے لگی۔ وہ ادھیڑ عمر کنوارا تھا۔ اتنی عمر گزار کر بھی اس لئے کنوارا تھا کہ راہ چلتے عارضی شادیاں ہو جایا کرتی تھیں۔ ایسے میں بیوی بچوں کی ممتا مول لینا حماقت سمجھتا تھا۔

اس کے خیالات پڑھتے ہی وہ مسکرانے لگی۔ وہ خوش ہو کر بولا "تم اتنی عجلت میں ٹیکسی میں آکر بیٹھی تھیں' اس سے اندازہ ہوا جیسے کہیں سے بھاگ کر آرہی ہو۔"

"تم نے ٹھیک سمجھا ہے۔ میں اپنے شوہر سے پیچھا چھڑا کر آئی ہوں۔"

"اب کیا ارادہ ہے؟"

"کہیں پناہ چاہتی ہوں۔"

"میں چائنا ٹاؤن کے ایک چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں رہتا ہوں۔"

"میں تمہارے ساتھ رہوں گی لیکن پہلے کچھ شاپنگ کروں گی۔"

اس نے سی شور شاپنگ پلازا کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہ ایک بہت بڑے جنرل اسٹور میں آئی۔ وہاں سے میک اپ کا ضروری سامان خریدنے لگی۔ اس کے پاس نہ پرس تھا' نہ لباس میں جیب تھی۔ یعنی کچھ خریدنے کے لئے نصف ڈالر بھی نہیں تھا۔ وہ تمام سامان لے کر رقم ادا کرنے والے کاؤنٹر پر آئی۔ کاؤنٹر مین سے دو باتیں کیں پھر اس کے دماغ پر چھا گئی۔ اس بے چارے نے بل کی ادائیگی کی رسید دے دی۔

اس نے رسید لے کر دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ابھی کہاں گم ہو گیا تھا۔ مرینا سامان لے کر جا رہی تھی۔ کاؤنٹر مین نے فوراً چیک کیا۔

کمپیوٹر نے بتایا کہ بل کی ادائیگی ہو چکی ہے۔ اس بے چارے کو یہ پتا ہی نہیں چلا کہ غائب دماغ رہنے کے دوران اس نے خود ہی کمپیوٹر کو بل کی ادائیگی کے سلسلے میں فیڈ کیا تھا۔

وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے ٹیکسی کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا "میں دور سے تمہیں جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ جب تم چلتی ہو تو ایسا لگتا ہے تلوار چل رہی ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ اتنی حسین عورت میرے اپارٹمنٹ میں رات گزارے گی۔"

"یقین آجائے گا' مجھے ایسے لے چلو کہ اپارٹمنٹ کے آس پاس والے نہ دیکھ سکیں' میں کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتی۔"

"میں سمجھتا ہوں' شوہر کو چھوڑ کر بھاگنے والی عورت کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتی' تمہیں کوئی نہیں دیکھے گا۔"

اس نے ایک جگہ ٹیکسی رکوا کر وہسکی کی ایک بوتل خریدی پھر اسٹیرنگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا "شراب ہو تو شباب کا مزہ ساتویں آسمان پر لے جاتا ہے۔ میرا خیال ہے تم وہسکی کے معاملے میں مائنڈ نہیں کرو گی۔"

"مائنڈ نہیں کروں گی' تمہارے مائنڈ کو ساتویں آسمان پر پہنچا دوں گی۔"

وہ خوش ہو رہا تھا۔ اس نے اپارٹمنٹ کے پچھلے راستے پر گاڑی روکی۔ پھر اترتے ہوئے بولا "پچھلے دروازے کا زینہ مرمت طلب ہے' سب اگلے زینے سے جاتے ہیں' میں گراؤنڈ فلور پر رہتا ہوں۔"

اس نے پچھلا دروازہ کھولا' وہ اندر آگئی۔ کمرے کی لائٹ آن ہو گئی۔ کمرے کی دیواروں پر عریاں تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ وہ ناگواری سے بولی "ایسی تصویریں لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی' چلو انہیں نوچ کر پھینک دو۔"

وہ ہاتھ نچا کر بولا "واہ میری جان! ایسی حیا کی بات کر رہی ہو جیسے میرے ساتھ یہاں عبادت کرنے آئی ہو۔"

مرینا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ فوراً ہی بوتل کھول کر اسے منہ سے لگا کر غٹاغٹ پینے لگا۔ ایک کوارٹر پینے کے بعد اس نے بوتل کو منہ سے الگ کیا' اسے ایک طرف رکھا تو مرینا نے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

خالص وہسکی نے اس کے حلق اور سینے میں جیسے آگ بھر دی تھی۔ وہ منہ سے عجیب سی آوازیں نکالتے ہوئے لڑکھڑایا' پھر فرش پر گر پڑا۔ مرینا نے کہا "چلو اٹھو اور اپنی ماں بہنوں کی تصویریں پھاڑ کر پھینک دو۔"

وہسکی دماغ پر چڑھ گئی تھی۔ وہ انگلی اٹھا کر بولا "ہاں۔ یہ سب میری ماں بہنیں ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا' مائیں بہنوں کو ایسی تصویریں اتراتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی۔ تصویریں نہ ہوں تو ہم نہ دیکھیں' ہوتی ہیں تو ہم دیکھتے ہیں۔"

وہ ایک ایک تصویر کے پاس جا کر اسے پھاڑنے لگا۔ مرینا ایک آئینے کے سامنے بیٹھ کر میک اپ کے ذریعے اپنے چہرے پر تبدیلی کرنے لگی۔ اس شہر میں جوان عورتوں کو سختی سے چیک کیا جا رہا تھا۔ کوئی سا بھی چہرہ بنانے سے بات نہیں بن سکتی تھی۔ اس چہرے کی شناخت کا مکمل ریکارڈ ضروری تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی وہ اس لئے صورت بدل رہی تھی کہ پہلی نظر میں جون والیا کی حیثیت سے پہچانی نہ جا سکے۔

وہ تصویریں پھاڑنے کے بعد اس کے قریب آنا چاہتا تھا۔ مرینا نے اسے اور پلا دی۔ دوسری بار آدھی بوتل خالی ہو گئی۔ پانی اور سوڈے کے بغیر آدھی بوتل پی جانا گویا موت کو یا بے ہوشی کو دعوت دینا تھا۔ وہ چکرا کر فرش پر گر پڑا۔

اس نے عارضی میک اپ کے بعد آئینے میں مختلف زاویے سے خود کو دیکھا۔ پھر لباس تبدیل کیا۔ اپنا اتارا ہوا لباس برآمدے کے فرش پر پھینک دیا اور ریڈی میڈ میک اپ کا ضروری سامان پرس میں رکھ کر اس اپارٹمنٹ سے باہر آگئی۔ اب وہ پارس کو مخاطب کرنا چاہتی تھی۔ اسی وقت بہت سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ دو فوجی گاڑیاں دکھائی دیں۔ آگے والی گاڑی میں کئی کتے تھے اور پیچھے مسلح فوجی جوان بیٹھے ہوئے تھے۔

مرینا یہ بھول گئی تھی کہ اپنی رہائش گاہ میں بدن کے کپڑے اتار کر آئی ہے۔ فوجی خونخوار کتوں کو اس کے بدن کی بُو سونگھا کر یہاں تک لے آئیں گے۔

وہ ایک اپارٹمنٹ کے پیچھے تھے۔ کچھ کتے اپارٹمنٹ کے اگلے حصے کی طرف اور کچھ پچھلے حصے کی طرف لپکتے ہوئے بھونک رہے

تھے۔ وہ سب مضبوط زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ مرینا نے تھوڑی دیر پہلے اپنا لباس اتار کر سامنے برآمدے کے فرش پر پھینکا تھا۔ کتے ادھر لپک رہے تھے اور انہیں پچھلے حصے سے بھی اس کی بُو مل رہی تھی۔

ایک فوجی افسر نے میگافون اسپیکر کے ذریعے کہا "ہمیں یہاں کے مکینوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ گھروں سے باہر نہ نکلیں اور کسی بھی جوان یا بوڑھی عورت کو پناہ نہ دیں۔ اور میں مرینا کو مہلت دیتا ہوں کہ وہ دس تک گنتی ختم ہونے سے پہلے باہر آجائے ورنہ ہم کتے کھول دیں گے۔ پھر اس کی بوٹیاں ہی باہر آئیں گی۔"

وہ اپارٹمنٹ کے پیچھے سے دور چلی گئی کیونکہ مسلح فوجی اپارٹمنٹ کو چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔ وہ میگافون اسپیکر کے ذریعے بولنے والے کے اندر پہنچ گئی۔ یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ اس ملک کے تمام فوجی بوگا کے ماہر ہوتے۔ یہ کوئی آسانی سے حاصل کی جانے والی مہارت نہیں تھی بہرحال یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔ افسر کے چور خیال نے بتایا کہ وہ آنسو گیس اور ہینڈ گرینیڈ بھی ساتھ لائے ہیں تاکہ وہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرے تو جواباً اسے گرینیڈ کے دھماکوں سے تباہ کردیا جائے۔

اس نے افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر ایک فوجی جوان کی کٹ میں سے دو ہینڈ گرینیڈ نکالے۔ اسے ذرا دور چلا کر لائی پھر ہینڈ گرینیڈ کی چابی کو اس کے دانتوں سے نکال کر اسے کتوں والی گاڑی کی طرف پھینک دیا۔ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ گاڑی کے پرخچے اڑے۔ کتوں کی آخری آوازیں بھی نہ ابھر سکیں۔ دوسرے گرینیڈ کے دھماکے نے فوجیوں کو دور بھاگنے پر مجبور کردیا۔

ایک منٹ کے اندر تمام کتے نابود ہوگئے۔ چند فوجی باقی رہ گئے۔ اب وہ کتوں کے بغیر اس کے قریب نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وہ ایک بس میں آکر بیٹھ گئی۔ پارس کو مخاطب کرکے بولی "ابھی میں پھر گرفت میں آنے والی تھی۔ آخری لمحات میں بال بال بچ گئی لیکن کب تک بچتی رہوں گی۔ فوج اور انٹیلی جنس والے مجھے کہیں چھپنے اور پناہ لینے نہیں دیں گے۔"

"کسی طرح یہ شہر چھوڑ دو۔ دوسرے اسٹیٹ چلی جاؤ۔"

"کیسے جاؤں؟ یہاں قدم قدم پر مجھے تلاش کیا جارہا ہے۔ بندرگاہ، ائرپورٹ، ریلوے اسٹیشن، بسوں اور ٹیکسیوں کے اڈوں پر جاسوس میرے منتظر ہوں گے۔ تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے ہو؟"

"میں نے سمجھ لیا ہے کہ تم اپنی جوانی کی رشوت دے کر الّو بنا رہی ہو۔ اور اب مجھے آئندہ الّو نہیں بننا چاہئے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا مجھ سے دل بھر گیا ہے؟"

"جب عورت غلطی کرتی ہے اور مرد ناراض ہوتا ہے تو وہ یہی کہتی ہے۔ کیا مجھ سے دل بھر گیا ہے۔ وہ اپنی غلطیوں اور حماقتوں کو سمجھنا نہیں چاہتی۔"

"میں نے کون سی غلطی یا حماقت کی ہے؟"

"میں بارہا سمجھا چکا ہوں۔ اب نہیں سمجھاؤں گا۔ تمہارے پاس عقل کچھ زیادہ ہی ہے۔ میں انتظار کروں گا کہ تم کتنی دیر سے کب سوچو گی اور سمجھو گی۔"

"تم ہمیشہ ایک ہی شکایت کرتے ہو کہ میں تم پر یا تمہارے خاندان والوں پر بھروسا نہیں کرتی ہوں۔"

"میں تم سے کسی معاملے میں بحث نہیں کروں گا۔"

"مجھ سے کسی معاملے میں بات نہیں کرو گے۔ مجھے گڑھے میں گرا کر چلے گئے ہو۔ کیا یہی ساتھ چھوڑنے کا وقت ہے؟"

"میں جانتا تھا تم یہی الزام دو گی۔ میں تمہیں آخری بار ان مصیبتوں سے نکالوں گا۔ پچیسویں شاہراہ کی اسٹریٹ نمبر تھری میں ٹو فورٹی فور نمبر کا بنگلا ہے۔ وہاں پیدل آؤ اور بنگلے میں داخل ہو جاؤ۔"

"کیا تم وہاں ملو گے؟"

"وہاں تحفظ ملے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ بس کے اندر دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ یوں اپنے دماغ سے نکالنے پر اسے غصہ آیا۔ پھر عقل آئی کہ اچھا ہی ہوا۔ بس میں خیال خوانی کرتی رہتی تو اسے تلاش کرنے والے سر پر آپہنچتے۔

وہ بس سے اتر گئی۔ دوسرے مسافر اترنے کے بعد اپنی منزلوں کی طرف چلے گئے۔ وہ فٹ پاتھ پر تنہا رہ گئی۔ پھر پارس کو مخاطب کرکے بولی "سانس نہ روکنا۔ میں پچیسویں شاہراہ کے قریب ہوں۔ لیکن فٹ پاتھ پر تنہا ہوں۔ جاسوس مجھے تاڑ لیں گے۔"

"میں نے ایسا انتظام کردیا ہے کہ کوئی تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ فوراً بنگلا نمبر ٹو فورٹی فور میں پہنچو۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ مرینا کو دماغ سے نکالے جانے پر پھر غصہ آنا چاہئے تھا لیکن وہ تھکاوٹ پاتھ پر چلتی ہوئی سوچنے لگی کہ پارس نے ایسا کیا انتظام کیا ہے کہ سراغرساں اور فوجی افسران اس کا محاسبہ نہیں کریں گے۔

یہ تو انسانی کارنامہ نہ ہوا۔ معجزہ ہوا کہ پارس نے امریکا کے اس اسٹیٹ اور شہر میں اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔ اب اس کے بیان کے مطابق کوئی اسے نہ روک سکتا تھا نہ ٹوک سکتا تھا۔

اور وہ دیکھ رہی تھی کہ تنہا جانے والی کو کوئی روک نہیں رہا تھا، کوئی اس پر شبہ نہیں کررہا تھا۔ اتنے بڑے ملک میں اتنی جلدی انتظامیہ بدل جائے۔۔۔ جاسوس منہ پھیر کر چلے جائیں، یہ بالکل ناممکن تھا۔ اس قدر ناممکن کہ قصہ کہانیوں میں بھی اتنی جلدی دشمنوں کے دل پھیرے نہیں جاتے۔

ایسے ہی وقت لوگ سوچتے ہیں۔ یہ سراسر جادوگری ہے۔ فرہاد اور اس کے بیٹے جادوگر ہیں۔ ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ یہ سب ذہانت کا تماشا ہوتا ہے۔ جس کا ذہن انتہا کو نہیں پہنچ پاتا وہ فرہاد کی فیملی کو جادوگر سمجھتے ہیں۔

مرینا غیر معمولی طور پر ذہین تھی لیکن مشکلات میں گھر کر وہ بھی سمجھ نہ پائی کہ پارس نے کیا چال چلی ہے۔ پارس نے مجھ سے کہا

"بابا! مرینا تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد خود کو تنہا پائے گی۔ میں اس سے دور ہو رہا ہوں۔ آپ اس شہر سے اُسے نکالنے کا انتظام کریں۔"

میں بیٹے کی فرمائش پر اس وقت مرینا کے دماغ میں پہنچا جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوئی تھی اور بڑی عجلت میں اپنی رہائش گاہ چھوڑ کر بھاگ رہی تھی۔ میں تنویمی عمل کے مطابق سونیا کی آواز اور لہجے میں اس کے اندر پہنچا تھا اس لئے اُس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔

میں نے چند سیکنڈ میں اس کے مسائل کو سمجھ لیا۔ وہ اپنی ذہانت سے دو چار بار خود کو گرفتاری سے بچا سکتی تھی۔ لیکن اب اسے کہیں پناہ نہیں مل سکتی تھی اس شہر کی ہر جوان اور بوڑھی عورت کو سختی سے چیک کیا جارہا تھا۔ ہر عورت کے شناختی ریکارڈز بھی دیکھے جارہے تھے۔ ان حالات میں وہ مسلسل چھپ کر نہیں رہ سکتی تھی۔

میں نے لیلیٰ سے کہا۔ "مرینا مشکلات میں ہے۔ ابھی جو فلائٹ جانے والی ہے اس کی مسافر عورتوں کے متعلق جلد سے جلد معلومات حاصل کرو۔ ائرپورٹ کے دو چار خاص افسروں کے دماغوں میں جگہ بناؤ۔ میں تمہاری مدد کے لئے سلطانہ اور سلمان کو بھیج رہا ہوں۔"

میں نے سلمان اور سلطانہ کو بھی مرینا کے حالات بتا کر کہا۔ "لیلیٰ ٹیلیفون کے ذریعے ائرپورٹ کے خاص افراد کے دماغوں میں پہنچ رہی ہوگی۔ تم طیارے کے پائلٹ اور دوسرے اسٹاف کے دماغوں میں جگہ بناؤ۔"

لیلیٰ فون کے ذریعے آوازیں سن کر کئی دماغوں میں جگہ بنا چکی تھی۔ میں، سلطانہ اور سلمان، اس کے ذریعے مزید افراد کے اندر پہنچنے لگے۔ سیکیورٹی گارڈز وغیرہ تک پہنچنا کچھ مشکل نہ تھا۔ اس دوران پتا چلا کہ امیگریشن اور ایک سیکیورٹی افسر کے دماغوں میں مخالف خیال خوانی کرنے والے بھی موجود ہیں۔ وہ ان کے دماغ میں پل رہے تھے اور ان کے ذریعے طیارے میں جانے والی عورتوں کو چیک کررہے تھے۔

ایک عورت طیارے کی روانگی سے آدھ گھنٹا قبل آئی۔ طیارہ پرواز کے لئے تیار تھا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا۔ "اس عورت کی آواز سنتے ہی دماغ پر قبضہ جماؤ اور مرینا بن جاؤ۔"

پھر میں نے پائلٹ کے ذریعے کنٹرول ٹاور کے افسر سے کہا۔ "امیگریشن کے انسپکٹر سے کہو۔ جو آخری مسافر عورت آرہی ہے، اسے چیک نہ کرے۔ فوراً طیارے میں جانے دے۔ اس طیارے میں تین سو مسافر ہیں۔ ان سب کی زندگی مرینا کے خیال خوانی کرنے والوں کے رحم و کرم پر ہیں۔ اگر اس عورت کو چیک کیا گیا اور اسے طیارے میں جانے سے روکا گیا تو تین سو مسافر زندہ باہر نہیں نکلیں گے۔"

ٹاور کے افسر نے یہ باتیں امیگریشن اور سیکیورٹی والوں تک پہنچائیں۔ پورے ائرپورٹ پر سنسنی پھیل گئی۔ مسلح فوجی دوڑتے ہوئے طیارے کی طرف جانے لگے۔ میں، سلمان اور سلطانہ طیارے کے پاس کھڑے ہوئے سیکیورٹی گارڈز کے دماغوں پر قبضہ جما کر انہیں طیارے کی سیڑھیاں چڑھاتے ہوئے دونوں دروازوں پر لے آئے۔ پھر میں نے ایک کے ذریعے ہوائی فائر کرتے ہوئے کہا۔ "ہالٹ! اگر کسی نے طیارے کے قریب آنے کی حماقت کی تو ہم مسافروں کو گولیوں سے بھون ڈالیں گے۔"

فوج کے افسروں نے مسلح جوانوں کو رک جانے کا حکم دیا پھر ایک افسر نے کہا۔ "ہمیں معلوم ہوچکا ہے، جس عورت کی چیکنگ سے روک رہے ہو وہ مرینا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ مرینا کی مدد کرنے والی ٹیم کا تعلق فرہاد علی تیمور سے ہے۔"

سلمان نے کہا۔ "باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ اس عورت کو طیارے میں آنے دو۔"

ایک افسر نے پوچھا۔ "تم جانتے ہو، مرینا ہمارے لئے بھی کتنی اہم ہے۔ اگر ہم مسافروں کی پروا نہ کریں اور مرینا کو گرفتار کرلیں تو؟"

سلطانہ نے ایک سیکیورٹی گارڈ کی زبان سے کہا۔ "میں دس تک گنتی ہوں۔ اس کے بعد ایک ایک دو دو لاشیں طیارے سے باہر گرتی رہیں گی۔"

طیارے کے اندر مسافروں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ عورتیں اور بچے رو رہے تھے۔ سلطانہ ایک سے گنتی شروع کرچکی تھی۔ گنتی پوری ہونے سے پہلے ہی وہ عورت طیارے کے پاس آگئی۔ سیڑھی چڑھنے لگی۔ ایک افسر نے کہا "مرینا! اوپر سے احکامات آئے ہیں کہ ہم تمہیں اس ملک سے جانے دیں۔ کیا تم تین سو مسافروں کی زندگیوں کی ضمانت دیتی ہو؟"

وہ عورت سیڑھی چڑھ کر طیارے کے دروازے پر آگئی۔ لیلیٰ نے اس کی زبان سے کہا۔ "یہ طیارہ جب تک مجھے سلامتی سے لے جائے گا، مسافر بھی سلامت رہیں گے۔ میں لندن جارہی ہوں۔ اگر وہاں کسی نے رکاوٹ بننے کی کوشش کی تو میری جوابی کارروائی بڑی مہنگی پڑے گی۔ میں دشمن خیال خوانی کرنے والے سے کہتی ہوں وہ دوبارہ میرے دماغ میں آنے کی ناکام کوشش کرچکا ہے، تیسری بار یہ حماقت نہ کرے۔"

یہ کہہ کر وہ طیارے کے اندر چلی گئی۔ سیڑھیاں ہٹائی گئیں۔ دروازے بند ہوگئے۔ میں نے لیلیٰ کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ وہ کم از کم طیارے کی پرواز تک اس عورت کے دماغ میں رہے اور یہ دیکھتی رہے کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے طیارے کے عملے کے دماغ میں آکر کوئی کارروائی کرتے ہیں یا نہیں۔ سلمان بھی پائلٹ کے دماغ میں تھا اور سلطانہ ایک ائرہوسٹس کے اندر رہ کر تمام مسافروں کو دیکھتی پھر رہی تھی۔

ویسے ہم کامیاب رہے۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے

اس آخری مسافر عورت کے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن مرینا کے لہجے کے مطابق مرینا کے دماغ میں پہنچتے تھے اور ادھر وہ سانس روک لیا کرتی تھی۔ ادھر ہم نے جیسا ڈراما پلے کیا اس سے مارشل اور دوسرے حکمرانوں کو اور خیال خوانی والوں کو یقین ہو گیا کہ مرینا جا چکی ہے۔

اگرچہ وہ لوگ اپنے منصوبے کے مطابق مرینا کو ختم نہ کر سکے تھے' تاہم یہ بات اطمینان بخش تھی کہ وہ ملک چھوڑ کر جا چکی ہے۔ وقتی طور پر وہ مصیبت ٹل گئی تھی۔ اب وہ دوسرے مسائل اور معاملات پر توجہ دے سکتے تھے۔

○-☆-○

مرینا پچیسویں شاہراہ سے گزرتی ہوئی اسٹریٹ نمبر تھری میں آئی۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی بنگلا نمبر ٹو فورٹی فور کے سامنے آگئی۔ وہ جلد از جلد پناہ لے کر پارس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ اس نے کیا جادو کیا ہے۔ اس ملک کے سول اور ملٹری جاسوس اب اسے تلاش نہیں کر رہے ہیں۔

اس نے بنگلے کے برآمدے میں آکر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ پھر انتظار کیا۔ کوئی دروازہ کھولنے نہیں آیا۔ اس نے دستک دینے کے لئے دروازے پر ہاتھ مارا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اس نے اندر آکر آواز دی۔ "اپنی باڈی ہوم؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پارس کو مخاطب کر کے کہا۔ "میں تمہارے بتائے ہوئے بنگلے میں پہنچ گئی ہوں۔ لیکن یہاں کوئی نہیں ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"دل سے اندیشے نکال دو۔ کوئی نیا چہرہ' نئی شناخت اختیار کرنے تک وہاں سکون سے رہو گی۔"

"یہ کیسے ہوا! کسی نے مجھے راستے میں چیک کیوں نہیں کیا؟"

پارس نے اسے بتایا کہ اس کی لاعلمی میں دشمنوں کو یقین دلایا گیا ہے کہ وہ ملک سے جا چکی ہے۔ اسے ابھی راستے میں کسی نے روکا ٹوکا نہیں تھا۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ دشمنوں کو بڑی حد تک یقین ہو گیا ہے۔

وہ خوش ہو کر بولی "یہ تو کمال ہو گیا۔ میں دشمنوں کے خیال کے مطابق جا چکی ہوں مگر موجود ہوں۔"

پھر وہ سوچ کر بولی "اگر تمہارے پاپا یہ چال چلنے سے پہلے مجھے بتا دیتے تو بہتر ہوتا۔"

پارس نے پوچھا۔ "کیا پاپا سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟"

"یہ کتنی بڑی غلطی ہے کہ ایک اجنبی عورت کو مرینا بنا کر یہاں سے بھیج دیا گیا۔ کیا اس طرح میں خود نہیں جا سکتی تھی۔"

"تمہارے لئے خلو مول لینا مناسب نہ تھا۔ پاپا نے جس منصوبے پر عمل کیا ہے اس میں کوئی گڑبڑ ہو جاتی تو تم مصیبت میں پڑ جاتیں۔"

"مصیبت تو ہر معاملے میں پیش آ سکتی ہے۔ کسی اہم کام کے لئے خلو مول لینا پڑتا ہے۔"

"جب زیادہ مجبوری ہو تب خلو مول لینا چاہئے۔ پاپا نے سوچا ہو گا' تم اہم مقاصد کے لئے اپنے ملک آئی ہو۔ تمہیں میدان چھوڑ کر نہیں جانا چاہئے۔ اگر تم جانا چاہتی ہو تو بولو۔ تمہیں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچا دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

"تم میرے ساتھ چلو گے نا؟"

"مجھے معاف کرو۔ تمہارا بس چلے تو تم مجھ پر تنویمی عمل کر کے اپنا معمول بنا لو۔"

"خواہ مخواہ شبہ کرتے ہو۔ میں ایسی نہیں ہوں۔ اتنے عرصے تک میرے ساتھ رہے' میں کسی دن بھی تمہیں زخمی کر کے تمہارے دماغ پر حکومت کر سکتی تھی۔"

"میں نے کبھی موقع ہی نہیں دیا کہ تم کسی بہانے میرے دماغ کو کمزور بنا سکو۔ اعصابی کمزوری کی دوائیں مجھ پر اثر نہیں کرتیں۔ میرے اندر کا زہر ساری دواؤں کو بے اثر کر دیتا ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ تم مجھے زخمی کر سکتی تھیں تو یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ میں جب تک جاگتا رہتا تھا' تنہائی میں تمہارے ساتھ وقت گزارتا تھا۔ سونے کے لئے دوسرے بیڈ روم میں چلا جایا کرتا تھا تاکہ تم میری نیند سے فائدہ نہ اٹھا سکو۔"

"جب تم اتنے چالاک ہو تو مجھ سے اتنی دور کیوں بھاگ رہے ہو؟"

"میں اب تک انتظار کر رہا تھا کہ تم مجھ پر اعتماد کرنے لگو گی۔ لیکن تم لاشعوری طور پر میرے پاپا کو اپنے ملک کا دشمن سمجھتی ہو۔ اس لئے کبھی مجھ پر بھروسا نہیں کرو گی۔"

بات سچ تھی مگر وہ تسلیم نہیں کر رہی تھی۔ اس بات کو گھما کر کہہ رہی تھی۔ "میں تم سے اندھی محبت کرتی ہوں اور تم بے اعتمادی کا الزام دے رہے ہو۔"

"آج تم بار بار میرے دماغ میں آ رہی تھیں۔ میں منع کرتا تھا تو واپس چلی جاتی تھیں۔ پھر تمہیں شبہ ہوتا تھا کہ پاپا میرے دماغ میں آکر تمہارے خلاف کچھ بول رہے ہیں اور تم میرے اندر آ گئی تو میں پاپا کی موجودگی کے باعث تمہیں محسوس نہیں کر سکوں گا۔ لیکن میں تمہاری چالاکیوں کو سمجھتا رہا۔ شک کا علاج کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں ہوتا۔ تمہاری دُم ٹیڑھی ہے' ٹیڑھی ہی رہے گی۔"

"تم ایسی باتیں سنا کر مجھ سے پیچھا چھڑا رہے ہو۔"

"چلو الزام سہی۔ میں نے پیچھا چھڑا لیا ہے۔ آئندہ مجھ سے رابطہ نہ کرنا۔ اس بنگلے میں جب تک چاہو رہ سکتی ہو۔ زیادہ عرصہ رہنا ہو تو دو چار فرضی رشتے دار بنا لو تاکہ تمہارے تمہارے رہنے سے کسی کو شبہ نہ ہو۔"

"اتنی عقل مجھے بھی ہے۔ لیکن اتنی بڑی دنیا میں میرا ایک بھی رشتے دار ہے اور وہ تم ہو۔ دیکھو مجھ سے رابطہ ختم نہ کرنا۔ ہمیں ایک دوسرے سے شکایتیں ہیں۔ شکایتوں سے محبت ختم نہیں ہوتی اور بڑھتی ہے۔ میں تمہاری سونیا ممما کی قسم دیتی ہوں' مجھے اپنے دماغ میں آنے سے نہ روکنا۔"

"تم نے بہت بڑی قسم دی ہے۔ اس لئے چوبیس گھنٹے میں صرف ایک بار پندرہ منٹ تک گفتگو کروں گا۔ جاؤ اب چوبیس گھنٹے بعد آنا۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اس پرائے بنگلے میں وہ تنہا تھی بلکہ بھری دنیا میں تنہا ہو گئی تھی۔ یہ تنہائی پارس کے آنے سے پہلے تھی اور اس نے عہد کیا تھا کہ اکیلی رہ کر زندگی گزار دے گی لیکن پارس نے اس کی دنیا میں آکر ہلچل مچا دی تھی۔ اب اس کے ساتھ چھوڑ دینے سے کٹ جانے کا احساس ہو رہا تھا۔ چلتے چلتے جیسے دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں اور وہ چلنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

وہ اٹھ کر اس مکان کو اندر سے دیکھنے لگی اور ایک بار پھر عہد کرنے لگی کہ اب صرف اپنے پیروں پر کھڑی رہے گی۔ پارس سے کبھی تعاون حاصل نہیں کرے گی۔ پہلے کی طرح اپنی ذات پر اعتماد کر کے دشمنوں سے نمٹنے کی کوشش کرتی رہے گی۔

○-☆-○

مارشل ڈی مورا نے اختیارات حاصل کرتے ہی اپنے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان کی رہائش گاہوں تک محدود کر دیا تھا۔ انہیں تاکید کی تھی کہ وہ چند ماہ تک اپنی چار دیواریوں سے باہر نہیں نکلیں گے۔ انہیں جو کام دیا جائے گا وہ اسے گھر بیٹھے خیال خوانی کے ذریعے کرتے رہیں گے۔

مارشل نے جو پہلا فیصلہ کیا وہ یہ تھا کہ سونیا اور فرہاد کو ٹریپ کیا جائے۔ وہ دونوں ہنی مون کے لئے سوئٹزرلینڈ گئے تھے۔ جہاں ان پر زبردست حملے کئے گئے تھے۔ وہاں سے جان بچانے کے بعد وہ دونوں دو ہی جگہ جا سکتے ہیں۔ ایک تو پیرس' دوسرے اپنی نئی بستی فرہاد ولیج' کیونکہ وہاں انہیں غیر معمولی تحفظ حاصل تھا۔

وہ اپنے طور پر میری اور سونیا کی پناہ گاہ کا صحیح حساب لگا رہا تھا۔ اس نے دو ٹیمیں بنائیں۔ ہر ٹیم میں پندرہ جاسوس رکھے۔ ذہانت اور ایکشن کے اعتبار سے ہر جاسوس نے ماضی میں بڑے کارنامے انجام دیئے تھے۔ ایک ٹیم کو پیرس روانہ کیا گیا۔ اس ٹیم میں خیال خوانی کرنے والا فریزر تھا۔ وہ جسمانی طور پر ٹیم میں نہیں تھا' ان پندرہ سراغرسانوں کے دماغوں میں موجود رہا کرتا تھا۔

اسی طرح دوسری ٹیم کے پندرہ سراغرسانوں کے دماغوں میں جان لمبوڈا رہا کرتا تھا۔ اس نے اپنے سراغرسانوں کے ذریعے معلوم کیا کہ فرہاد ولیج کے آس پاس کی زمینیں کس کی ملکیت ہیں۔ پتا چلا کہ فرہاد ولیج کے چاروں طرف دس میل تک زمینیں سرکار کی ہیں اور وہاں پانچ منٹ بھی رکنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہر دو میل پر فوجی چوکیاں ہیں۔ ہر چوکی پر ہائی وے کی گاڑیوں کو سختی سے تاکید کی جاتی ہے کہ وہ رکے بغیر دس میل دور چلی جائیں۔

فریزر نے مارشل ڈی مورا کو رپورٹ دی کہ پیرس میں سونیا اور فرہاد کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ جان لمبوڈا نے کہا۔ "مجھے یقین ہے وہ دونوں فرہاد ولیج میں کسی اندیشے کے بغیر زندگی گزار رہے ہیں لیکن ولیج سے دس میل دور تک ہم میں سے کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔ خشکی کے راستے سے فرہاد ولیج میں داخل ہونا تقریباً ناممکن ہے۔"

فضائی راستے کی صورتِ حال یہ تھی کہ ہیلی کاپٹروں اور ہوائی جہازوں کو ولیج پر سے پرواز کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ کنٹرول ٹاور سے پائلٹوں کو ہدایات دی جاتی تھیں کہ وہ ولیج سے دس میل دور رہ کر پرواز کریں ورنہ طیارہ شکن توپیں انہیں مار گرائیں گی۔

مارشل نے پوچھا "کیا زمین کے اندر سُرنگ بنائی جا سکتی ہے؟"

جان لمبوڈا نے کہا۔ "جب انہوں نے زمینی اور فضائی انتظامات اتنے سخت کئے ہیں تو ولیج کے اطراف دس میل تک ضرور بارودی سُرنگیں بچھائی ہوں گی۔ ہمارے لئے صرف ایک ٹیلی پیتھی کا راستہ رہ گیا ہے۔"

"کوئی بھی راستہ ہو' دیر نہ کرو۔ سونیا اور فرہاد کسی مہم کے لئے نکل پڑیں گے تو پھر ڈھونڈنے سے نہیں ملیں گے۔"

"ہماری کوششیں جاری ہیں۔ فرہاد ولیج سے پچیس میل دور ایک چھوٹا سا ٹاؤن ہے۔ اس ٹاؤن کا نام موسیو ہے۔ ہائی وے کی تمام گاڑیاں وہاں سے گزرتی ہیں اور وہ خاص گاڑیاں بھی گزرتی

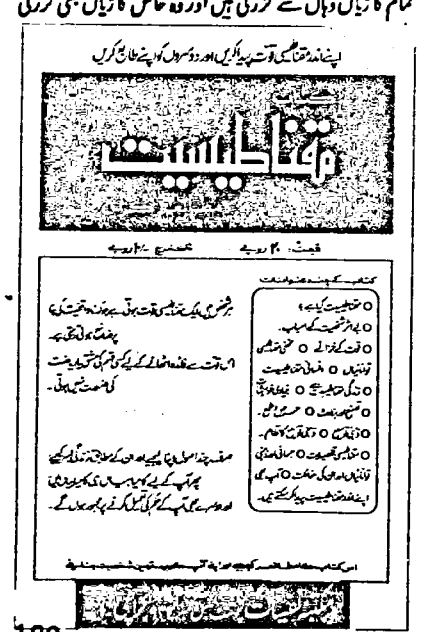

ہیں جن میں فرہاد ویلج کے لئے بڑی بڑی مشینیں اور عمارتی سامان وغیرہ جاتا ہے۔"

مارشل نے پوچھا۔ "ان گاڑیوں میں ویلج کے لئے راشن اور دوسری ضروریات کا سامان بھی جاتا ہوگا۔"

لمبوڈا نے کہا۔ "وہ لوگ بہت محتاط ہیں۔ راشن اور دوسری تمام کھانے پینے کی چیزیں ہیلی کاپٹروں کے ذریعے پہنچاتے ہیں تاکہ ان میں کوئی ضرر رساں دوائیں شامل نہ کر سکے۔"

مشیر ہولی مین نے کہا۔ "ایک اور راستہ ہے۔ معلوم کرو ویلج کے رہنے والوں کو پینے کے لئے پانی کہاں سے سپلائی کیا جاتا ہے۔ اس پانی میں زہریلی دوا ملائی جا سکتی ہے۔"

"ہاں نیا راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ویلج کے اندر بہت بڑا پانی کا ٹینک ہے۔ زمین دوز پائپ کے ذریعے اس ٹینک میں پانی اسٹور کیا جاتا ہے۔ پھر ٹینک کے والو کھول کر ویلج کے تمام گھروں اور دفتروں میں پانی سپلائی کیا جاتا ہے۔"

مارشل نے کہا "اسی پائپ لائن کو ٹارگٹ بنا کر منصوبہ فائنل کرو۔ اور جلد از جلد عمل کرو۔"

"فوراً عمل ہوگا لیکن زہریلے پانی سے سب مر جائیں گے۔ فرہاد نہیں مرے گا۔"

"رائفل کی گولی سے مر جائے گا۔ معلومات کے مطابق اس ویلج میں سو افراد رہتے ہیں اور دو ہزار مسلح گارڈز ہیں۔ یہ دو ہزار ایک سو بندے زہریلے پانی سے مر جائیں گے۔ سونیا بھی ختم ہو جائے گی۔ فرہاد رہ جائے گا۔ خطرہ دیکھتے ہی وہاں سے فرار ہونا چاہے گا۔ اس ویلج میں ایک ہیلی کاپٹر موجود رہتا ہے۔ ہماری پلاننگ ایسی ہوگی کہ فرانس اور اٹلی کے بارڈر میں ہمارے دو چار جنگی طیارے موجود رہیں گے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے سگنل دوں گا تو یہ طیارے فرہاد کے ہیلی کاپٹر کو مار گرائیں گے۔"

مارشل نے کہا۔ "اس طرح فرانس سے ہمارے سفارتی تعلقات خراب ہوں گے۔ ہم یورپ کے کسی ملک میں جنگی طیارے نہیں لے جا سکتے۔"

مشیر ہولی مین نے کہا۔ "یورپ کے بیشتر ممالک میں بلیک پورٹ اور خفیہ رن وے ہیں۔ ان جنگی طیاروں کے رنگ اور شناخت بدل دی جائے گی۔ بلکہ انہیں اسرائیلی جنگی طیارے بنا دیے جائیں گے۔ ان یہودیوں نے ہمارے ساتھ مکاری کی ہے۔ یہ ہماری جوابی کارروائی ہو جائے گی۔"

آج کی دنیا میں حفاظتی انتظامات کی زیادہ اہمیت نہیں رہی ہے۔ صرف اپنی تسلی کے لئے ایسے انتظامات کئے جاتے ہیں۔ ورنہ انسان کا ذہن چاند ستاروں سے آگے نکل رہا ہے۔ زمینی رکاوٹیں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ آگے پیچھے، دائیں بائیں اور اوپر نیچے سے راستے بند کر دو۔ پھر بھی ٹارگٹ تک پہنچنے والے ہوا بن کر پہنچ جاتے ہیں۔

ماسک مین اور اس کی مشاورتی ٹیم نے پہلے یہی فیصلہ کیا تھا کہ الپا کو آہنی پردوں میں چھپا کر رکھا جائے گا۔ ماسکو میں ایک زمین محل نما رہائش گاہ تھی۔ وہاں اسے رکھنے کا ارادہ تھا لیکن چین ڈاکٹروں نے اس کا برین آپریشن کیا تھا' انہوں نے ایسی رہائش گاہوں کی مخالفت کی' جہاں تازہ ہوا میسر نہ ہو۔

ایک ڈاکٹر نے کہا۔ "جو جو کے بعد یہ دوسرا کامیاب آپریشن ہے۔ سرکاری خزانے سے کثیر رقم خرچ کر کے الپا کا ماضی اس کا ذہن' اس کی آواز اور لہجہ بدلا گیا ہے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرہ بھی تبدیل کیا گیا ہے۔ اسے اب کوئی نہیں پہچان سکے گا' پھر اسے کسی گھٹن والے ماحول میں رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔"

ماسک مین نے کہا۔ "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے منظرِ عام پر رہے گی تو جو جو کی طرح اغوا کر لی جائے گی۔"

دوسرے ڈاکٹر نے کہا۔ "اس کی حفاظت کے لئے طرح طرح کے انتظامات ہو سکتے ہیں۔ ہم ڈاکٹر کی حیثیت سے وارننگ دے رہے ہیں' اسے تاریک اور بند محلوں میں رکھا جائے گا تو ذہن پر برا اثر پڑے گا۔ یہ بدمزاج اور غصہ ور ہوتی جائے گی۔"

ایک مشیر نے کہا۔ "ہم الپا کو ذہنی انتشار میں مبتلا نہیں کریں گے۔ ڈاکٹروں کے بہترین مشوروں پر عمل کریں گے۔"

دوسرے مشیر نے کہا۔ "اسے ایک ہوادار و وسیع و عریض گول میں نظر بند رکھا جائے۔ روشنی اور تازہ ہوا ملتی رہے گی لیکن وہ گول سے باہر کی دنیا سے رابطہ نہیں کرے گی۔ کسی سے بات نہیں کر سکے گی۔ اگرچہ یہ حساس دماغ رکھتی ہے۔ کوئی اس کے اندر نہیں آ سکتا' تاہم یہ اپنی آواز کسی کو نہیں سنائے گی۔"

الپا کو ٹریننگ دینے اور روسی تعلیم دینے والوں نے سمجھایا کہ وہ جب بھی خیال خوانی کرے گی' اپنا لہجہ بدل کر دوستوں اور دشمنوں کے دماغوں میں جایا کرے گی۔ اسے فرہاد اور اس کی فیملی کے تمام ممبران کی تصویریں اور ویڈیو فلمیں دکھائی گئی تھیں۔ ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے ان کی آوازیں سنائی گئی تھیں۔ امریکا اور اسرائیل نے حکمرانوں اور فوجی افسروں کے بھی ویڈیو اور ٹیپ ریکارڈ دکھائے اور سنائے جاتے تھے۔

ایسے درجنوں امریکی جاسوس تھے۔ جو روس کے مختلف شہروں میں گرفتار ہوئے تھے اور وہاں قیدیوں کی زندگی گزار رہے تھے۔ ماسک مین نے ان پر تنویمی عمل کرایا تھا اور انہیں الپا کا ہپناٹائز بنایا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ الپا ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سرافرشانوں کو دوسرے ممالک میں استعمال کرے گی۔ اگر وہ گرفتار ہوں گے تو یہ ماسٹر پر الزام آئے گا کیونکہ وہ سب امریکی تھے۔

ماسک مین نے ایک اہم میٹنگ میں الپا کو طلب کیا۔ وہاں خاص مشیر اور اعلیٰ فوجی افسران تھے۔ الپا کا نام اس کے ماضی کی طرح ختم کر دیا گیا تھا۔ اس کا نیا نام سرگئی آندروف تھا۔ ماسک مین نے کہا۔ "مس سرگئی! جیسا کہ تم جانتی ہو' سونیا اور فرہاد شادی کے بعد سوئٹزرلینڈ میں دیکھے گئے تھے۔ انہیں سپرماسٹر کے مامور نے وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔"

ایک مشیر نے کہا۔ "سونیا اور فرہاد کے لئے بھاگنے کا لفظ استعمال نہ کریں۔ ورنہ سرگئی انہیں بھاگنے والی کمزور ہستیاں سمجھ کر دھوکا کھا سکتی ہے۔"

الپا عرف سرگئی نے کہا۔ "میں ان کے تمام ریکارڈز دیکھ چکی ہوں اور پڑھ چکی ہوں۔ میں نے سونیا' فرہاد' پارن اور علی تیمور کو کبھی میدان چھوڑ کر جاتے نہیں دیکھا۔ ان کے مقابلے پر آنے والے ہی یا تو بھاگتے ہیں یا ان کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔ ویسے ماسک مین میدان جیتنے والوں کے لئے "فاتح" کا لفظ استعمال کرنا چاہئے۔"

ماسک مین نے پوچھا۔ "آخر وہ لوگ کب تک فاتح کہلاتے رہیں گے۔ کیا کبھی کسی سے مات نہیں کھائیں گے۔ ہم چاہتے ہیں تم ان کے مقابلے میں فاتح کہلاتی رہو۔"

"میں پوری کوشش کروں گی۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہمارے سیکرٹ ایجنٹس کی رپورٹ ہے کہ سونیا اور فرہاد اپنی نئی بستی فرہاد ویلج میں ہیں۔"

پھر دوسرا فوجی افسر بتانے لگا کہ فرہاد ویلج کے اندر اور باہر کیسے کیسے سخت انتظامات کئے گئے ہیں۔ اس ویلج کے قریب سے کسی کو گزرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن کسی طرح ویلج کے اندر پہنچنے کا راستہ بنایا جائے تو سونیا اور فرہاد کو جنم میں ہی مون منانے کے لئے بھیجا جا سکتا ہے۔

وہ سب اپنے اپنے طور پر مختلف تدابیر سوچ کر آئے تھے۔ ان تدابیر پر سرگئی الپا کو عمل کرنا تھا۔ وہ ان کی پلاننگ سنتی رہی اور پلاننگ کی خامیاں نکال کر ان پر عمل کرنے سے انکار کرتی رہی۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہر منصوبے میں ایک دو خامیاں ضرور ہوتی ہیں۔ تھوڑا بہت خطرہ مول لینا ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ ناکامی ہوئی تو سرگئی آندروف کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ یہ ماسکو کی رہائش گاہ میں محفوظ رہ کر خیال خوانی کے ذریعے اپنے ماتحتوں سے کام لیتی رہے گی۔"

"میں کوئی ایسا کام نہیں کروں گی جس میں پہلے سے ناکامی کا شبہ ہو۔ میں ٹھوس اور جامع منصوبوں پر عمل کروں گی۔"

ماسک مین نے کہا۔ "کچھ ہمارے منصوبے ہیں کچھ تمہاری ذہانت ہوگی۔ اس طرح کامیابی ہو سکتی ہے۔ فرض کرو وہاں تمہارے ماتحت مارے جائیں گے۔ یا گرفتار ہو جائیں گے تو یہ پکڑے جانے والے امریکی جاسوس ہوں گے۔ دشمنی ہم کریں گے' الزام سپرماسٹر پر آئے گا۔ کیا یہ ہماری کامیابی نہیں ہوگی؟"

"تھوڑی سی کامیابی کے پیشِ نظر منصوبوں کی خامیوں کو نظر انداز کرنا دانشمندی نہیں ہے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "ہم سب تمہارے سینئر عہدیدار ہے۔ تمہیں ہمارے احکامات پر عمل کرنا چاہئے' بحث نہیں کرنا چاہئے۔"

"سینئر عہدیداران کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ مجھے ناقص منصوبوں کے کنوئیں میں گرا دیں۔"

"ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔"

وہ بولی "دوستی عمل سے ثابت کرو۔"

انہوں نے ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھا۔ پھر ماسک مین نے کہا۔

"تم سونیا اور فرہاد کو ختم کرنے کی تدبیر بتاؤ۔"

"میں سوچوں گی۔ ہر پہلو پر غور کروں گی' پھر بتاؤں گی۔"

"سونیا اور فرہاد کبھی کبھی اکٹھے ہوتے ہیں اور دوسروں کی نظروں میں آتے ہیں۔ اگر وہ فرہاد ویلج سے چلے جائیں گے تو پھر ان کا سراغ نہیں ملے گا۔ بے شک تم سوچو مگر اتنی دیر نہ لگاؤ کہ وہ ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں۔"

وہ بولی "میرے بیس ماتحتوں کو فرانس جانے دو۔ وہ فرانس اور اسپین کے کسی سرحدی شہر میں رہیں گے۔ کیا دو چار طیارے ادھر کہیں چھپا کر رکھے جا سکتے ہیں؟"

"ایسا ہو سکتا ہے۔ اسپین کے ایک سرحدی علاقے میں ہمارا ایک خفیہ اڈا ہے۔"

"اس اڈے سے فرہاد ویلج تک کتنا فاصلہ ہے؟"

"تقریباً بارہ سو کلو میٹر ہے۔"

سرگئی الپا نے کہا۔ "یہ فاصلہ بہت ہے۔ کیا ہم فرہاد ویلج سے دس میل پرے خفیہ اڈا بنا سکتے ہیں؟"

"کوشش کی جا سکتی ہے۔"

"تو پھر کوشش کریں۔ ہیوی ریموٹ کنٹرولر سے پرواز کرنے والے بڑے سائز کے کھلونا طیارے سیکڑوں کی تعداد میں تیار کرائیں۔ ان طیاروں کو کنٹرول کرنے والے ماہرین کو ادھر روانہ کریں۔ مجھے ان ماہرین کے دماغوں میں پہنچائیں۔ باقی میں' سمجھ لوں گی۔"

"تم کرنا کیا چاہتی ہو؟"

"میں ماہرین سے باتیں کرنے کے بعد ایک خاص نتیجے پر پہنچ کر اپنی پلاننگ بتاؤں گی۔"

ماسک مین نے کہا۔ "ٹھیک ہے' ایک گھنٹے کے اندر ماہرین حاضر ہو جائیں گے۔ تمہارے بیس ماتحتوں کو آج ہی فرانس کے شہر پیرس روانہ کیا جائے گا۔ تمہاری ایک خاص ماتحت سنتالیا پیرس میں کیا کر رہی ہے؟ اس کی رپورٹ سناؤ۔"

"وہ سہولت اور بڑے عمل سے کام کر رہی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کا ایک اہم انجینئر ایک ہفتے کے لئے سرکاری کام سے پیرس آیا ہے اور سنتالیا پر عاشق ہو گیا ہے۔ میں ابھی جا کر معلوم کرتی ہوں کہ وہ اسے پھانسنے میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہے۔"

سرگئی (الپا) خیال خوانی کے لئے اجلاس سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ پھر آرام سے ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر سنتالیا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ سنتالیا حساس دماغ رکھتی تھی۔ ایرانی سوچ

کی لہروں کو محسوس کرلیا کرتی تھی لیکن سرگئی الپا کی معمولہ اور تابعدار تھی۔ اس نے اسے محسوس نہیں کیا سرگئی نے بھی اسے مخاطب نہیں کیا۔ کیونکہ وہ ایک اجنبی جوان کے ساتھ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھی ہنس ہنس کر باتیں کررہی تھی۔

وہ کسی کو دوست بنا رہی تھی۔ اس میں یہ خاص بات تھی کہ وہ کسی ایسے ویسے کو لفٹ نہیں دیتی تھی۔ سامنے والے میں کوئی ایسی بات تلاش کرتی تھی جو اسے فائدہ پہنچائے۔ کوئی خاص مقصد حاصل نہ ہوتا ہو تو اس کے سائے میں بھی کھڑی رہنا گوارا نہیں کرتی تھی۔

اس اجنبی جوان سے ہیلتھ کلب میں ملاقات ہوئی تھی۔ سنتالیا کو اپنے جسمانی حسن کا بڑا خیال رہتا تھا۔ قدرتی طور پر اس کا بدن نہایت ہی دیدہ زیب اور جاذب نظر تھا۔ وہ قدرت کے اس عطیے کو بحال رکھنے کے لئے ہیلتھ کلب میں آکر ورزش کیا کرتی تھی۔

ورزش کے دوران پہننے والا لباس بدن پر اتنا چست ہوتا تھا کہ اس پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ نظریں اوپر سے نیچے پھسلتی رہتی تھیں۔ وہ اجنبی بہت مالدار تھا۔ اس ہیلتھ کلب کو خریدنے آیا تھا۔ وال سائز آئینے کے سامنے بہت سی حسینائیں میوزک کی بیٹ پر ورزش کررہی تھیں۔ درجنوں لڑکیوں کی بھیڑ میں اجنبی کی نظریں سنتالیا پر جم کر رہ گئی تھیں۔ اس نے ہیلتھ کلب کے انچارج سے پوچھا "وہ جو دوسری قطار کی ساتویں لڑکی ہے وہ کون ہے؟"

انچارج نے جواب دیا "اس کا نام سنتالیا ہے۔ ایک رئیس باپ کی بیٹی ہے۔ بہت مغرور ہے، کسی سے دوستی نہیں کرتی ہے۔"

جب وہ ورزش کے اختتام پر لباس تبدیل کرکے باہر آئی تو انچارج نے کہا "مس سنتالیا! ان سے ملو۔ یہ جان والزیں۔ اس ہیلتھ کلب کے آئندہ مالک ہوں گے۔"

سنتالیا نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "پلیز ٹو میٹ، مجھے امید ہے، آئندہ ہیلتھ کلب کے انتظامات اور بہتر ہوں گے۔"

والزنے مسکرا کر کہا "تم ساتھ دو گی تو ہیلتھ کلب کو تمہارے حسن کے شایان شان بنا دوں گا۔"

وہ ہنسنے لگی، پھر اچانک ہی اس کی ہنسی رک گئی۔ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ سرگئی آندروف اس کے اندر آتے ہی کہہ دیتی تھی "میں سرگئی ہوں، تم مجھے محسوس نہیں کرتی ہو اس لئے اپنی موجودگی کی اطلاع دے رہی ہوں۔"

لیکن اس پرائی سوچ کی لہر نے اسے مخاطب نہیں کیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ آنے والا چور خیالات پڑھ رہا ہے۔ اس نے سانس روک لی۔ پھر سنجیدگی سے بولی "مسٹر والز! تم اتنا تو جانتے ہوگے کہ ورزش کرنے والیاں سانسوں پر کنٹرول رکھتی ہیں۔"

وہ بولا "میں نہیں جانتا تھا، تمہارے ساتھ رہ کر بہت کچھ جان لوں گا۔ ہم بہت اچھے دوست بن سکتے ہیں۔"

وہ کلب کے باہر آتے ہوئے بولی "میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے اور سنا ہے۔ میں یہ جانتی ہوں کہ دماغ کے اندر کوئی غیر معمولی بات ہو تو حساس ذہن والے بے اختیار سانس روک لیتے ہیں، ابھی میرے ساتھ یہی ہوا، کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"کیا تمہارا تعلق کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے گروہ سے ہے؟"

"عجب ہے، تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے کہ ہماری دنیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والے گروہ بھی ہیں۔"

والز نے پوچھا "تم فرہاد علی تیمور کو جانتی ہو؟"

وہ چلتے چلتے رک گئی، خوشی سے بولی "میں نے بہت ذکر سنا ہے، سچ بتاؤ، کیا تم فرہاد ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "کیا تم یقین کروگی؟"

وہ ایک دم سے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "او گاڈ! مجھے یقین نہیں آرہا ہے، مگر دل یقین کررہا ہے۔ پلیز تصدیق کرنے کے لئے میرے دماغ میں آؤ۔"

اس نے دماغ میں آکر کہا "مجھے، دھوکا نہ دینا، میں تم پر بھروسا کرکے یہ راز بتا رہا ہوں، دنیا والوں سے چھپ کر فرہاد تم پر ظاہر ہورہا ہے۔"

سنتالیا جیسے دیوانی ہوگئی۔

والز نے پوچھا "تم نے سانس کیوں روک لی؟"

"تمہارے دماغ میں آنے سے عجیب گدگدی سی ہوتی ہے۔ پھر میں عورت ہوں، اپنے مرد پر تن من قربان کرنے کے باوجود اپنے اندر کے جذبات چھپاتی ہوں۔ یہ عورت کی فطرت ہے۔ پلیز اب میرے جذبات پڑھنے کے لئے اندر نہ آنا۔"

"چلو نہیں آؤں گا، لیکن ہماری دوستی پکی؟"

"سرے پاؤں تک پکی۔"

"میرے دشمن مجھے قتل کرنے کے لئے اکثر حسین لڑکیوں کے ذریعے ٹریپ کرتے ہیں۔ اگر تم ان کی آلۂ کار ثابت ہوئیں تو تمہاری جیسی حسینہ کو قتل کرتے وقت بہت افسوس ہوگا۔"

"ایسی بھیانک باتیں نہ کرو، مجھے ڈر لگتا ہے۔ اگر کبھی تمہیں شبہ ہوگا تو میں اپنے دماغ کا دروازہ تمہارے لئے کھول دوں گی۔ پھر تم میرے سارے چور خیالات اور ساری سچائیاں پڑھ لینا۔"

"یہ ہوئی نا بات، میں تم پر بھروسا کررہا ہوں، اپنی کار میں جاؤ گی یا میرے ساتھ؟"

"میری کار ڈرائیور آکر لے جائے گا۔"

وہ اس کے ساتھ آکر اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ "تمہارے اس قدر قریب ہوکر بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ میں فرہاد علی تیمور کے اتنے قریب ہوں۔"

"میں اپنے پیار اور دوستی کی انتہا کردوں گی لیکن تم دیوانگی کی حالت میں بھی مجھے فرہاد نہ کہو۔ تنہائی میں بھی والز کہہ کر مخاطب کیا کرو، میرے بے شمار دشمن ہیں۔ تمہارا یہ محبوبانہ تخاطب کسی کے بھی کانوں تک پہنچ سکتا ہے۔"

وہ سیدھی طرح بیٹھ کر بولی "میں آئندہ محتاط رہوں گی۔"

والز نے کار آگے بڑھادی۔ ایسے ہی وقت سرگئی الپا اس کے دماغ میں آئی تھی اور خاموشی سے اس کے خیالات پڑھتی ہوئی والز کے متعلق معلومات حاصل کررہی تھی۔

سنتالیا نادان نہیں تھی کہ اسے فرہاد تسلیم کرلیتی۔ وہ بلا کی چالاک تھی اور ایسی ایکٹنگ کررہی تھی جیسے فرہاد سمجھ کر اس پر مرمٹی ہو۔ سرگئی نے اسے مخاطب کرکے کہا "سنتالیا! میں تم سے بہت خوش ہوں، یہ فرہاد نہیں ہوسکتا۔ ویسے جو کوئی بھی ہو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری نظروں میں آگیا ہے۔"

"کیا اسے پھانس کر کسی جگہ لے آؤں؟"

"ایسا نہ کرو، یہ تمہیں جہاں لے جائے اس کے ساتھ جاتی رہو، باقی کام میں کروں گی۔"

دنیا کے ہر ملک اور ہر بڑے شہر میں ماسک مین کا ایک خاص ایجنٹ رہتا ہے۔ وہ خاص ماتحت باس کہلاتا ہے۔ سرگئی الپا نے پیرس کے باس کو مخاطب کرکے کہا "اپنے چار ایسے ماتحتوں کے ٹھکانوں میں مجھے پہنچاؤ جو بے حد ذہین اور حاضر دماغ ہوں۔ انہیں حکم دو کہ وہ میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہیں۔"

باس نے کہا "میں ابھی فون پر باتیں کرتا ہوں، تم آواز سنو۔"

اس نے فون پر کسی سے رابطہ کیا، پھر کہا "میڈم تمہارے دماغ میں آرہی ہیں۔ اپنے پاس تین ایسے بندوں کو بلاؤ جو سمجھ دار اور حاضر دماغ ہوں۔"

اس نے بس باس کہہ کر فون رکھ دیا۔ پھر کام کے تین آدمیوں سے رابطہ کرنے لگا، انہیں اپنی رہائش گاہ میں بلانے لگا۔ سرگئی نے ان چاروں کی آوازیں سنیں۔ پھر باس کے پاس آکر کہا "ایک شخص کو اغوا کرکے ماسکو پہنچانا ہے۔ اس سلسلے میں کیا کرسکتے ہو؟"

وہ بولا "فلائنگ کلب سے جزیرہ ایک طیارہ حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن وہ طیارہ فرانس کی سرحد پار نہیں کرسکے گا۔"

"فلائنگ کلب کے پاس تیار رہو۔ خواہ کتنی ہی دیر ہو، میرا انتظار کرتے رہو۔ جیسے ہی میں بتاؤں کہ شکار کو لایا جارہا ہے تو تمہیں پندرہ منٹ کے اندر پورے فلائنگ کلب پر کنٹرول حاصل کرنا ہوگا۔ رابطے کا ہر ذریعہ کاٹ دوگے۔ ابھی تمہارے پاس بھرپور پلاننگ کا وقت ہے۔ ہر پہلو پر نظر رکھو اور میری ہدایات پر عمل کرو۔"

پھر وہ چاروں ماتحتوں کے پاس آکر بولی "ایک شخص کو منظر عام پر ٹریپ کرنا ہے، ون دہاڑے اس پر گولی چلاؤ گے تو پکڑے جاؤ گے جبکہ اسے جان سے نہیں مارنا ہے۔ صرف زخمی کرنا ہے یا کسی طرح اس کے دماغ کو کمزور بنانا ہے۔"

ایک نے پوچھا "وہ کون ہے اور کہاں ملے گا؟"

"میں اس کے پاس پہنچادوں گی، لیکن اسے زندہ چاہتی ہوں۔"

دوسرے نے کہا "میں سمجھ گیا، آپ اس کے دماغ کو کمزور بنا کر ٹیلی پیتھی کے زیر اثر رکھنا چاہتی ہیں، ہم چاروں اپنے پاس انجکشن کی چھوٹی سی سرنج رکھیں گے، اس سرنج میں اعصابی کمزوری کی دوا ہوگی۔"

وہ بولی "دشمن کو نادان اور کمزور نہ سمجھو۔ وہ سرنج سے بچ کر فرار ہوسکتا ہے۔"

"میں چار نہیں چالیس بندوں کو کرائے پر حاصل کروں گا، جہاں وہ ہوگا اس کے چاروں طرف چالیس سرنج ہوں گی۔ آخر وہ کہاں کہاں سے بچ کر نکلے گا۔"

"چالیس افراد کی موجودگی اسے چونکا دے گی، وہ محاصرے میں آنے سے پہلے بھاگ جائے گا۔"

"ابھی آپ نے کہا تھا کہ منظر عام پر اسے ٹریپ کرنا ہے۔ منظر عام کا مطلب ہے لوگوں کی بھیڑ اور ان کی آمد و رفت۔ ایسی جگہ وہ ہمارے آدمیوں پر شبہ نہیں کرے گا۔"

"ٹھیک ہے، میں تم لوگوں کی ذہانت اور مستعدی پر بھروسا کرتی ہوں۔ ایسا ہی بندوبست کرو کہ جہاں سے وہ فرار ہونا چاہے وہاں اس کی شامت آجائے۔ جیسے ہی وہ کمزوری کا شکار ہوگا اسے ایک گاڑی میں ڈال کر فرانسیسی فلائنگ کلب لے آنا۔ اس وقت میں تمہیں گائیڈ کرتی رہوں گی۔"

انہیں ہدایات دے کر وہ سنتالیا کے پاس آئی۔ وہ والز کے ساتھ ایک اوپن ریستوران میں بیٹھی کافی پی رہی تھی۔ والز کہہ رہا تھا "حسین لڑکی کے ساتھ تفریح کرنے والا تماشا بن جاتا ہے۔"

"تماشا کیوں بنتا ہے؟"

"لوگ تمہارے حسن کو دیکھتے ہیں اور مجھ پر رشک کرتے ہیں۔ اکثر لوگ مجھے یوں دیکھتے ہیں جیسے حور کے ساتھ لنگور کو دیکھ رہے ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی، والز نے کہا "بعض لوگ ایسے دیکھتے ہیں جیسے مجھے قتل کرکے تمہیں اٹھا کر لے جائیں گے، تم اتنی خطرناک جوانی کیسے سنبھال کر رکھتی ہو؟"

"تم تعریف کی انتہا کررہے ہو جبکہ میں بہت زیادہ حسین نہیں ہوں۔"

"جس طرح میرا چہرہ مجھے نظر نہیں آتا اسی طرح تمہارا حُسن تمہیں نظر نہیں آتا۔ نظر آئے بھی تو تمہیں اس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔"

"کیا قیمت ہے میرے حسن کی؟"

"میری ٹیلی پیتھی کی باقی زندگی تمہارے نام۔ کیا یہ قیمت کم ہے؟"

"میری توقع سے بہت زیادہ ہے۔"

"یہ بتاؤ کہاں چلو گی، میرے کالج میں یا اپنے بنگلے میں۔"

"میں اپنے آپ کو اور اپنے گھر کو بھول چکی ہوں۔ خود کو تمہارے نام کرچکی ہوں، جہاں لے جاؤ گے میں آنکھیں بند کرکے چلوں گی۔"

"تم اتنی جلدی مجھ پر کیسے اعتماد کر رہی ہو؟"

"تم اتنے عظیم ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو جسے ساری دنیا جانتی ہے۔ اگر میں تمہارے ہاتھوں لٹ جاؤں گی اور تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے تب بھی میرے لئے یہ بات قابل فخر رہے گی کہ میں چند گھنٹوں کے لئے سہی مگر تمہاری زندگی میں آئی تھی۔ میں آخری سانس تک ان چند گھنٹوں کو یاد رکھوں گی۔"

"تم سچ مچ میری دیوانی ہو' آؤ چلیں۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر دریا کے ساحل پر چلتے ہوئے اس ڈیک پر آئے جہاں نوجوان جوڑوں کے لئے خوب صورت سجاوٹ ہوئی لانچیں کرائے پر ملتی تھیں۔ اس لانچ کے کیبن میں عیاشی کا ہر سامان ہوتا تھا۔ والٹر نے ایک بہت ہی مہنگی اور خوب صورت لانچ کرائے پر حاصل کی پھر سنتالیا کے ساتھ اس میں آگیا۔

سرگئی کبھی سنتالیا کے دماغ میں آتی تھی' کبھی باس کے ماتحتوں کو بتاتی تھی کہ شکار کہاں ہے۔ شکار بھی چالاک تھا' سنتالیا کو اپنی رہائش گاہ دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے ایک لانچ میں لے گیا تھا تاکہ عیاشی کے دوران اس کے چاروں طرف پانی رہے اور دشمن آسانی سے اس کے قریب نہ آسکیں۔

سب ہی اپنی اپنی جگہ ہوشیاری دکھا رہے تھے۔ وہ چاروں ماتحت بھی حاضر دماغ اور پھرتیلے تھے۔ انہوں نے آدھے گھنٹے کے اندر غوطہ خوروں کے جتنے ماسک حاصل ہو سکتے تھے' اتنے حاصل کر کے انہیں ناک اور منہ پر لگا کر گیس ٹنکی پشت پر باندھ کر پانی کے اندر چلے آئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں دو اکی سرنج تھی۔

تین ماتحت آگے جا کر لانچ میں سوار ہو گئے تھے۔ ایک نے بند کیبن کے دروازے پر فائر کیا۔ دروازے کو لات ماری۔ وہ پوری طرح کھل گیا۔ والٹر فائرنگ کے ساتھ ہی اچھل پڑا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی اس نے آنے والے کے ریوالور پر لات ماری۔ ریوالور دور جا گرا۔ پھر وہ ریوالور والے سے لڑتا ہوا کیبن کے باہر آگیا۔

سنتالیا نے فوراً ہی کیبن میں سے نیچے پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھایا۔ پھر کیبن کے باہر آئی۔ والٹر اتنی دیر میں دو بندوں کو مار کر دریا میں پھینک چکا تھا۔ تیسرے سے دو دو ہاتھ کر رہا تھا۔ سنتالیا نے اسے نشانے پر رکھ کر کہا "بس رک جاؤ۔ ورنہ گولی مار دوں گی۔"

والٹر نے خوش ہو کر کہا "شاباش! تم محبت اور دوستی کا ثبوت دے رہی ہو۔"

"یو مسٹر والٹر! میں تم سے کہہ رہی ہوں۔ ذرا بھی حرکت نہ کرو۔ میں نہیں چاہتی تم حرام موت مرو۔"

"اچھا تو میرا شبہ درست ثابت ہوا' تم دشمنوں کی آلہ کار ہو۔"

سنتالیا نے غوطہ خور سے کہا "اسے انجکشن لگاؤ۔"

غوطہ خور سرنج لئے آگے بڑھا۔ والٹر سمجھ گیا کہ گولی سے بچے گا تو اعصابی کمزوری کا شکار ہو گا۔ آگے کنواں پیچھے کھائی تھی۔ وہ اچانک چھلانگ لگا کر الٹی قلابازی کھا کر دریا میں چلا گیا۔ اس کی دانست میں بچاؤ کا یہی ایک راستہ تھا۔ لیکن وہاں دور دور تک دشمن غوطہ خور دکھائی دے رہے تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک سرنج دکھائی دے رہی تھی۔

وہ ادھر سے اُدھر تیرتے ہوئے جانے لگا۔ پانی میں گیس ماسک کے بغیر زیادہ دیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے سانس لینے کے لئے پانی سے سر نکالا۔ اسی وقت پنڈلی میں چبھن کا احساس ہوا' وہ پاؤں مارتے ہوئے دوسری طرف جانا چاہتا تھا کہ دوسری سوئی کمر میں چبھ گئی۔

والٹر کسی کو زیادہ دوا انجکٹ کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ سوئی چبھتے ہی وہ ہاتھ مار کر سرنج کو اپنے جسم سے دور کر دیتا تھا۔ وہ دوسری بار سانس لینے کے لئے پانی سے اوپر آیا تو نئی مصیبت آگئی۔ سرگئی الپا اس کے دماغ میں آگئی۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا ایسے میں سانس روک نہیں سکتا تھا۔ سرگئی نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ وہ حلق پھاڑ کر چیخنا چاہتا تھا لیکن سرگئی نے اس کا منہ بند کر دیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچ رہے تھے' اب وہ تیرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

غوطہ خور اسے کنارے پر لے آئے۔ کچھ لوگ بھیڑ لگا رہے تھے' ڈوبنے والے کو دیکھنا چاہتے تھے لیکن بھیڑ لگنے سے پہلے ہی وہ لوگ اسے ایک گاڑی میں ڈال کر لے گئے۔

سرگئی نے باس سے کہا "وہ آرہے ہیں' فلائنگ کلب پر کنٹرول حاصل کرو' طیارے کا ایندھن وغیرہ چیک کرو۔ اپنے پائلٹ سے کہو وہ طیارے کو جرمنی کی سرحد کے قریب مینسی ناؤن میں لے جائے' یہ ناؤن برس سے ایک گھنٹے کی پرواز کے فاصلے پر ہے۔ مجھے پائلٹ کی آواز سنواؤ۔"

باس کے درجنوں آدمی فلائنگ کلب میں گھس کر وہاں کے عملے کو گن پوائنٹ پر رکھنے لگے۔ انہوں نے ٹیلیفون کے تار کاٹ دیئے' ریڈیو وائرلیس کو توڑ دیا۔ اس دوران باس نے اپنے پائلٹ کی آواز سنوائی۔ باس کے دوسرے ماتحت والٹر کو لے آئے تھے۔ جب انہوں نے اسے طیارے میں سوار کرا دیا۔ اور طیارہ پرواز کرنے لگا تو سرگئی دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ وہ اجلاس سے اٹھ کر خیال خوانی کے لئے ایک کمرے میں آئی تھی۔ وہاں سے پھر اجلاس میں پہنچ گئی۔

ماسک مین نے پوچھا "تم فراد ولیج میں پہنچنے کی تدبیر سوچ رہی تھیں یا سنتالیا کی رپورٹ سن رہی تھیں؟"

وہ بولی "تم لوگوں کے لئے اتنی بڑی خوش خبری ہے کہ خوشی سے اچھل پڑو گے۔ میں نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پھانس لیا ہے' وہ شام تک ماسکو میں ہو گا۔"

ماسک مین اور اعلیٰ فوجی افسران حیرانی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ سب نے بے یقینی سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"ہاں' اسے فلائنگ کلب کے ایک طیارے میں مینسی ناؤن

جا سکتا ہے۔ اس کے بعد ہمیں یہاں سے طیارہ بھیجنا ہو گا اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر بھی تمام لوگ مر چکے ہیں۔

سرحد کے قریب پرائیویٹ پورٹ کے رن وے پر چار ہوائی جہاز کھڑے ہوئے تھے۔ جان لمبوڈا نے چاروں کے پائلٹ کو حکم دیا۔ "فضائی کرو اور ولیج پر بمباری کرو۔"

اس کا حکم سنتے ہی طیارے پرواز کرنے لگے۔ وہ تیز رفتار طیارے سرحد سے بیس منٹ میں ولیج کے قریب آئے اور بمباری کرتے ہوئے گزرنے لگے۔ لمبوڈا نے پائلٹوں کے ذریعے دیکھا۔ ولیج کے اندر کئی لوگوں کی لاشیں دور تک زمین پر نظر آئیں۔ طیارہ شکن توپوں کے پاس بھی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ولیج میں کسی نے دفاع نہیں کیا تھا۔ بمباری سے کئی مکانات تباہ ہو گئے تھے۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ زہریلے پانی نے سب کا خاتمہ کر دیا ہے۔

لمبوڈا نے پائلٹوں سے کہا "واپس چلو اور دوبارہ بمباری کرو' جو لوگ زہر سے نیم جاں ہوں گے وہ ہوائی حملوں سے مر جائیں گے۔"

وہ چاروں طیارے پھر ولیج کی طرف آئے۔ لمبوڈا نے دیکھا' اچانک ہی ایک طیارہ تباہ ہو گیا تھا۔ ولیج میں جو طیارہ شکن توپ تھی وہاں ایک شخص نظر آرہا تھا۔ یقیناً وہ فراد ہو گا۔ جس پر زہر نے اثر نہیں کیا ہو گا۔ اس کے علاوہ کوئی اور زندہ شخص دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

لمبوڈا نے تینوں طیاروں کو واپس جانے کا حکم دیا اور کہا "وہ سب اٹینشن رہیں' اگر فراد ہیلی کاپٹر کے ذریعے فرار ہونا چاہے گا تو طیارے پھر پرواز کریں گے اور اس ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیں گے۔"

پھر وہ زمینی فوج کے پاس آیا۔ ولیج کے اطراف دس میل کے فاصلے پر اس کے پچاسوں ماتحت تھے۔ ایک چھوٹی سی فوج کی طرح مسلح تھے۔ اس نے انہیں حکم دیا "فوراً آگے بڑھو۔ ولیج میں صرف فراد زندہ ہے وہاں بے دھڑک گھس پڑو۔"

اس کا حکم سنتے ہی تیز رفتار گاڑیاں ولیج کی طرف چل پڑیں۔ لمبوڈا نے ایک پائلٹ کو پرواز جاری رکھنے کی ہدایت کی۔ پائلٹ طیارہ شکن توپ سے بچنے کی کوشش کرتا ہوا پرواز کرنے لگا۔ لمبوڈا اس کے ذریعے دیکھنا چاہتا تھا کہ فراد وہاں موجود ہے یا فرار ہو رہا ہے پھر اس کی موجودگی کا ثبوت یوں ملا کہ وہ دوسرا طیارہ بھی تباہ ہو گیا۔

لمبوڈا نے دوسرے ماتحتوں کے پاس آکر کہا "بہت ہوشیاری سے ولیج کے اندر جاؤ۔ فراد طیارہ شکن توپ کے پاس موجود ہے۔"

وہ چھوٹی سی فوج ولیج میں داخل ہو رہی تھی۔ داخل ہونے کے بعد پتا چلا کہ لمبوڈا نے پائلٹ کے ذریعے ولیج میں جو لاشیں دیکھی تھیں وہ محض پلاسٹک کے پتلے تھے' جنہیں لباس پہنا دیا گیا تھا۔ ولیج کے بڑے گیٹ کے پاس جو گارڈز تھے وہ یوگا کے ماہر تھے اور لاشوں کی طرح دم سادھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ جب لمبوڈا کے فوجی ولیج میں داخل ہو گئے تو احاطے کا بڑا گیٹ خود بخود بند ہو گیا۔ اور جو دم سادھ کر لاشیں بنے ہوئے تھے' وہ اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔

یقین کرنا چاہتا تھا کہ ولیج کے اندر بھی تمام لوگ مر چکے ہیں۔

سرحد کے قریب پرائیویٹ پورٹ کے رن وے پر چار ہوائی جہاز کھڑے ہوئے تھے۔ جان لمبوڈا نے چاروں کے پائلٹ کو حکم دیا۔ "فضائی کرو اور ولیج پر بمباری کرو۔"

اس کا حکم سنتے ہی طیارے پرواز کرنے لگے۔ وہ تیز رفتار طیارے سرحد سے بیس منٹ میں ولیج کے قریب آئے اور بمباری کرتے ہوئے گزرنے لگے۔ لمبوڈا نے پائلٹوں کے ذریعے دیکھا۔ ولیج کے اندر کئی لوگوں کی لاشیں دور تک زمین پر نظر آئیں۔ طیارہ شکن توپوں کے پاس بھی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ولیج میں کسی نے دفاع نہیں کیا تھا۔ بمباری سے کئی مکانات تباہ ہو گئے تھے۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ زہریلے پانی نے سب کا خاتمہ کر دیا ہے۔

لمبوڈا نے پائلٹوں سے کہا "واپس چلو اور دوبارہ بمباری کرو' جو لوگ زہر سے نیم جاں ہوں گے وہ ہوائی حملوں سے مر جائیں گے۔"

وہ چاروں طیارے پھر ولیج کی طرف آئے۔ لمبوڈا نے دیکھا' اچانک ہی ایک طیارہ تباہ ہو گیا تھا۔ ولیج میں جو طیارہ شکن توپ تھی وہاں ایک شخص نظر آرہا تھا۔ یقیناً وہ فراد ہو گا۔ جس پر زہر نے اثر نہیں کیا ہو گا۔ اس کے علاوہ کوئی اور زندہ شخص دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

لمبوڈا نے تینوں طیاروں کو واپس جانے کا حکم دیا اور کہا "وہ سب اٹینشن رہیں' اگر فراد ہیلی کاپٹر کے ذریعے فرار ہونا چاہے گا تو طیارے پھر پرواز کریں گے اور اس ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیں گے۔"

پھر وہ زمینی فوج کے پاس آیا۔ ولیج کے اطراف دس میل کے فاصلے پر اس کے پچاسوں ماتحت تھے۔ ایک چھوٹی سی فوج کی طرح مسلح تھے۔ اس نے انہیں حکم دیا "فوراً آگے بڑھو۔ ولیج میں صرف فراد زندہ ہے وہاں بے دھڑک گھس پڑو۔"

اس کا حکم سنتے ہی تیز رفتار گاڑیاں ولیج کی طرف چل پڑیں۔ لمبوڈا نے ایک پائلٹ کو پرواز جاری رکھنے کی ہدایت کی۔ پائلٹ طیارہ شکن توپ سے بچنے کی کوشش کرتا ہوا پرواز کرنے لگا۔ لمبوڈا اس کے ذریعے دیکھنا چاہتا تھا کہ فراد وہاں موجود ہے یا فرار ہو رہا ہے پھر اس کی موجودگی کا ثبوت یوں ملا کہ وہ دوسرا طیارہ بھی تباہ ہو گیا۔

لمبوڈا نے دوسرے ماتحتوں کے پاس آکر کہا "بہت ہوشیاری سے ولیج کے اندر جاؤ۔ فراد طیارہ شکن توپ کے پاس موجود ہے۔"

وہ چھوٹی سی فوج ولیج میں داخل ہو رہی تھی۔ داخل ہونے کے بعد پتا چلا کہ لمبوڈا نے پائلٹ کے ذریعے ولیج میں جو لاشیں دیکھی تھیں وہ محض پلاسٹک کے پتلے تھے' جنہیں لباس پہنا دیا گیا تھا۔ ولیج کے بڑے گیٹ کے پاس جو گارڈز تھے وہ یوگا کے ماہر تھے اور لاشوں کی طرح دم سادھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ جب لمبوڈا کے فوجی ولیج میں داخل ہو گئے تو احاطے کا بڑا گیٹ خود بخود بند ہو گیا۔ اور جو دم سادھ کر لاشیں بنے ہوئے تھے' وہ اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔

بازی پلٹ رہی تھی۔ لبوڈا نے ماتحتوں سے پوچھا "یہ گیٹ خود بخود کیسے بند ہوگیا۔ اسے کھولو' واپس جانے کا راستہ کھلا رکھو۔"

دو مسلح ماتحت دوڑتے ہوئے اسے کھولنے لگے۔ پھر اس سے چپک کر رہ گئے۔ چیخیں مارتے ہوئے تڑپتے ہوئے ہمیشہ کے لئے ٹھنڈے ہوگئے۔ ان کی موت نے یہ وارننگ دی کہ گیٹ اور باؤنڈری وال کے ساتھ نادیدہ بجلی کے تار ہیں جو اس دنیا سے دوسری دنیا میں پہنچا دیتے ہیں۔

جان لبوڈا نے کہا "فرار کے راستے بند کردیے گئے ہیں' ولیج میں بجلی گھر تلاش کرو۔ اور نادیدہ تاروں میں دوڑنے والی بجلی کی سپلائی روک دو۔ یاد رکھو تمہارے مقابلے میں ایک ہی شخص فرہاد ہے۔ وہی تمہارے لئے دشواریاں پیدا کررہا ہے۔ اس ایک پر قابو پالو۔ اسے نظر آتے ہی گولیوں سے چھلنی کردو۔"

وہ جس کے دماغ میں بول رہا تھا۔ اس ماتحت نے کہا "سر! یہاں صرف فرہاد نہیں' پوری بستی زندہ ہوگئی۔ یہ پلاسٹک کی لاشیں بتا رہی ہیں کہ ہوائی حملے سے کسی کو موت نہیں آئی ہے۔ سب چھپے ہوئے ہیں۔"

فرہاد ولیج کے متعلق جان لبوڈا کی معلومات مکمل نہیں تھیں۔ اس پورے ولیج کی زمین کے نیچے ایک فٹ موٹے فولاد کی پلیٹیں بچھی ہوئی تھیں۔ یعنی زمین کے نیچے بھی ایک اور فولادی زمین بچھائی گئی تھی۔ جس پر فضائی بمباری کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ خطرے کے وقت ولیج میں رہنے والے فولادی چھت کے تہ خانے میں چلے جاتے تھے۔

اس تہ خانے میں کم از کم چار ہزار افراد پناہ لے سکتے تھے۔ نادیدہ بجلی کے تاروں کا سلسلہ اسی تہ خانے سے تھا۔ جگہ جگہ ٹی وی اسکرین پر دکھائی دیتا تھا کہ اوپر فرہاد ولیج میں کیا ہو رہا ہے۔

میں 'سونیا' ماریا اور ولیج کے دوسرے تمام لوگ بستی میں داخل ہونے والوں کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے داخل ہوتے ہی سیکیورٹی افسر نے ایک خودکار نظام کے ذریعے اوپر کے احاطے کے بڑے گیٹ کو بند کردیا تھا اور الیکٹرک انجینئر نے نادیدہ تاروں میں بجلی دوڑا دی تھی۔ ہم نے دو مسلح دشمنوں کو گیٹ سے چپک کر مرتے دیکھا تھا۔

اوپر ولیج میں ایک بجلی گھر تھا۔ جہاں سے تمام بنگلوں اور دفتروں میں بجلی سپلائی کی جاتی تھی۔ صرف نادیدہ تاروں کا کنکشن تہ خانے سے تھا۔ ایک مسلح دشمن محتاط انداز میں چلتا ہوا بجلی گھر کے سامنے آیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دروازے کے اندر فرش پر اور دیواروں پر بجلی دوڑ رہی تھی۔ وہ جیسے ہی دروازے سے داخل ہوا۔ چیخ مار کر تڑپنے لگا پھر دیکھتے ہی دیکھتے اچھل کر بجلی گھر سے باہر آیا اور زمین پر گر کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔

مسلح دشمنوں میں سنسنی پھیل گئی۔ انہیں کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ ان کا مقابلہ کسی سے نہیں ہو رہا تھا لیکن وہ مر رہے تھے۔ تین ساتھیوں کی موت نے بتادیا تھا کہ وہ ولیج کی کسی دیوار کو چھو نہیں سکتے اور کسی دروازے سے داخل نہیں ہوسکتے۔ گویا وہ ایک چوہے دان میں پھنس گئے تھے۔

پھر میں نے تہ خانے کے مائیک کو آن کرکے کہا "ہیلو! میں زندہ ہوں اور تم سے مخاطب ہوں۔"

میری آواز ولیج میں ہر طرف سنائی دے رہی تھی۔ وہ سب گھوم گھوم کر دیکھ رہے تھے۔ انہیں لاؤڈ اسپیکر دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ پتا نہیں چل رہا تھا' میں کہاں ہوں اور آواز کہاں سے آرہی ہے۔

میں نے کہا "یہ فرہاد ولیج ہے' دوستوں کے لئے جنت ہے اور دشمنوں کے لئے قبرستان۔ تم سب اس قبرستان میں زندہ رہو گے۔ بھوکے رہو گے اور جب پیاس برداشت نہیں ہوگی تو زہریلا پانی پیو گے۔"

وہ سب پریشان ہوکر دور دور تک یوں دیکھنے لگے جیسے ابھی کوئی معجزہ ہوگا اور ولیج سے باہر جانے کا راستہ کھل جائے گا' ایسے وقت معجزے ہی کی توقع کی جاتی ہے۔

میں نے کہا "بمباری کرنے والے طیارے اسرائیل کے تھے لیکن تم لوگ اپنی چال ڈھال اور گفتگو کے انداز سے سو فیصد امریکی ہو' بہتر ہے اپنی زبان سے حقیقت بتاؤ۔ اسرائیلی ہو' امریکی ہو یا دوغلی نسل سے ہو۔"

جان لبوڈا جس خاص ماتحت کے دماغ میں تھا اس ماتحت نے کہا "مسٹر لبوڈا! آپ نے کہاں لاکر پھنسا دیا ہے؟"

لبوڈا نے کہا "بکو اس نہ کرو' میں نے جان بوجھ کر نہیں پھنسایا ہے۔ تم لوگوں نے دیکھا ہے کہ ہم کتنی محنتوں کے بعد یہاں تک آئے ہیں۔"

"ہم نے بڑی محنت کی ہے لیکن فرہاد نے یہ محنت کرائی ہے۔ اگر وہ آسانی سے پہنچنے دیتا تو ہم اس کی کوئی چال سمجھ کر کبھی نہ آتے۔ آپ لوگ بڑے تجربہ کار ہیں' اتنا تو سمجھنا چاہئے تھا کہ یہ فرہاد ولیج ہے اور اسے سونیا کی ذہانت سے آباد کیا گیا ہے۔"

"جو ہوگیا سو ہوگیا۔ مجھ سے بحث نہ کرو' کچھ سوچنے دو۔"

میں نے مائیک کے ذریعے کہا "میں ایک منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ اپنا شجرہ بتاؤ۔ ورنہ ایک ایک شخص زخمی ہوگا اور مجھے اپنے دماغ میں جگہ دے گا' پھر کوئی بات پردے میں نہیں رہے گی۔"

ایک ماتحت نے زبان سے مخاطب کیا "مسٹر لبوڈا! تم کہاں ہو؟ ہم میں سے کسی کے دماغ میں ہو یا ہمیں مصیبت میں چھوڑ کر چلے گئے ہو۔"

خاص ماتحت نے کہا "مسٹر لبوڈا کا نام زبان پر نہ لاؤ' فرہاد نام سے پہچان لے گا کہ ہمارا تعلق کس ملک سے ہے' وہ اپنے مشیروں سے اس سلسلے میں مشورے لینے گیا ہے۔"

"جب تک وہ آئے گا' ایک منٹ کی مہلت گزر چکی ہوگی' یہاں نادیدہ فائرنگ شروع ہوگی اور ہم زخمی ہوتے جائیں گے۔ زخم کی تکلیف سے کمزوری بڑھے گی اور پیاس لگے گی تو ہمیں زہریلا پانی پینا پڑے گا۔"

"جتنی جلدی ہوسکے' ہمیں ان کے چھپنے کی جگہ تلاش کرنا چاہئے۔"

"کہاں تلاش کریں؟ ایک قدم بھی آگے بڑھتے ہوئے دل دھڑکتا ہے کہ پتا نہیں بجلی کے نادیدہ تار کہاں ہم سے لپٹ جائیں گے۔"

"ہاں یہ دھڑکا ضرور ہے۔ ہم آگے بڑھیں گے لیکن کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگائیں گے' چلو وقت ضائع نہ کرو۔"

وہ سب مختلف سمتوں میں جانے لگے۔ ان پر دو طرح کا خوف حاوی تھا۔ ایک تو بجلی کے نادیدہ تار نادیدہ خطرہ بن گئے تھے۔ دوسرے یہ خوف تھا کہ انہیں زہریلا پانی نوش کرنا ہوگا۔

سونیا نے اس بستی کی تعمیر کے دوران ہر ممکن خطرے کو پیش نظر رکھا تھا۔ بستی کے بڑے ٹینک میں جو پانی اسٹور ہوتا تھا اسے چیک کرنے کے لئے طبی آلات لگائے تھے۔ اس ٹینک کے ساتھ ایک شیشے کا فش ایکویریم تھا جس میں مچھلیاں تیرتی رہتی تھیں۔ اس ایکویریم کا پانی ایک طرف سے خارج ہوتا رہتا تھا اور دوسری طرف سے نیا پانی داخل ہوتا رہتا تھا۔ اس روز اچانک ہی فش ایکویریم کی مچھلیاں مرنے لگیں تو انچارج نے پانی کا والو بند کردیا تاکہ پانی آگے نہ بڑھے اور بستی کا کوئی شخص اسے استعمال نہ کرے۔

پھر واٹر سپلائی کرنے والے انچارج نے مجھے اطلاع دی کہ مچھلیوں کے مرنے کے بعد پانی کا طبی معائنہ کیا ہے اور ٹینک کا تمام پانی زہریلا ثابت ہوا ہے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ کسی جگہ زمین کھود کر پائپ کو توڑ کر پانی میں زہر کی کافی مقدار ملائی گئی ہے اور دشمن ہمیں مردہ دیکھنا چاہتے ہیں۔

میں نے ان کی خواہش پوری کردی۔ چند یوگا کے ماہرین کو گیٹ کے باہر مردہ بن کر زمین پر لیٹ جانے کی ہدایت کی اور ولیج کے اندر پلاسٹک کے مجسموں کو دور دور لٹادیا تاکہ دور سے دیکھنے والوں کو بستی کے لوگ مردہ نظر آتے رہیں' پھر وہی ہوا جو میں چاہتا تھا' دشمن جاں کچے دھاگوں سے بندھے چلے آئے۔

طیاروں کی بمباری سے کچھ مکانات اور دفاتر کو نقصان پہنچا لیکن بستی کے تمام لوگ سلامت رہے۔ جو نقصان ہوا اس کا ہم ہرجانہ وصول کرنے والے تھے۔ ابھی میں نے جو مہلت دی تھی' اس کا وقت گزر چکا تھا اس کے باوجود میں نے ڈھیل دی تاکہ وہ لوگ ہمیں ڈھونڈنے کی حسرت پوری کرلیں۔

انہیں ایک بہت بڑی چار دیواری دکھائی دی جس کے اندر بہت زیادہ قوت کا جنریٹر چل رہا تھا۔ انہوں نے سوچا اسے بند کردیا جائے تو بجلی کی سپلائی رک جائے گی اور نادیدہ تاروں کا خوف بھی نہیں رہے گا۔ لیکن بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا؟ کون جنریٹر کی چار دیواری میں جائے گا؟

ایک ماتحت نے رائفل سیدھی کرتے ہوئے کہا "اگر دروازے کے سامنے نادیدہ تار ہوں گے تو فائرنگ سے تار کٹ کر الگ ہوجائیں گے۔"

ہم نہیں چاہتے تھے کہ وہ فائرنگ کے ذریعے تاروں کو کاٹ دیں۔ ماریا ڈانکائٹ کے سوئچ بورڈ کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے پورے ولیج کا نقشہ تھا کہ کس جگہ کس نمبر کا ڈانکائٹ چھپا کر رکھا گیا ہے۔ ماریا نے ایسے ہی ایک نمبر کے بٹن کو دبایا تو رائفل اٹھا کر فائر کرنے والے کی گولی نہیں چلی' قدموں تلے زبردست دھماکا ہوا۔ کتنے ہی مسلح دشمن دھماکے کے نتیجے میں اچھل کر تنکوں کی طرح اوپر گئے اور چیتھڑوں کی طرح واپس زمین پر آئے۔ دور کھڑے ہوئے لوگ زخمی ہوئے۔ ان سے دور تماشا دیکھنے والوں نے فوراً ہی اپنے ہتھیار پھینک دیے۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر زور زور سے بولنے لگے "ہمیں معاف کردو ہم سرنڈر کرتے ہیں۔"

ایک نے کہا "ہم اپنی آوازیں سنا رہے ہیں۔ ہمارے ساتھیوں میں آکر جو معلومات چاہتے ہو' حاصل کرلو۔"

خیال خوانی کے لئے لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان آگئے تھے۔ وہ ایک ایک آواز سن کر ان کے دماغوں میں جانے لگے۔ ایسے ہی وقت لبوڈا ایک ماتحت کے اندر آکر اونچی آواز میں بولا "مسٹر فرہاد! میں جے مورگن ہوں' تم سے سمجھوتا کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے اسی ماتحت کے دماغ میں آکر کہا "لبوڈا! تمہاری مکاری ظاہر ہوگئی ہے۔ تم نے اپنے ملک کے طیاروں کو اسرائیلی طیارے بنا کر یہاں بمباری کرائی ہے۔ ہم تمہارے ماتحتوں کے چور

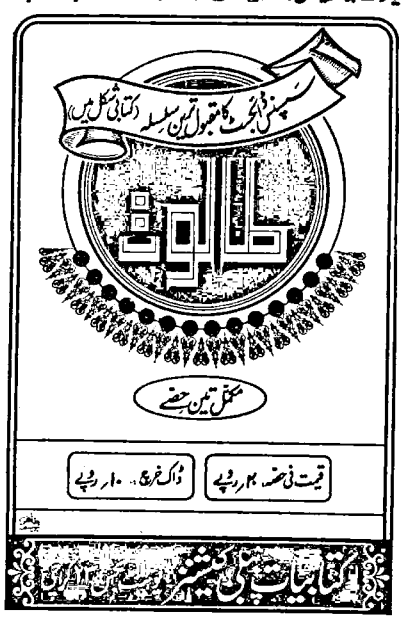

خیالات پڑھ چکے ہیں۔"

وہ بولا "میں نے ان تمام ماتحتوں پر تنویمی عمل کیا ہے' وہ اس عمل کے زیر اثر غلط معلومات فراہم کر رہے ہیں۔"

"تم تنویمی عمل کے ذریعے یہ باتیں نفش کرا سکتے تھے کہ وہ سب اسرائیلی یہودی ہیں اور طیارے بھی اسرائیلی تھے۔ کیا تم نے ان کے دماغوں میں اپنے ہی خلاف باتیں نقش کرائی ہیں؟"

وہ لاجواب ہو کر بولا "اس بحث سے کیا فائدہ؟ تمہارا جتنا بھی نقصان ہوا ہے' اسے ہم پورا کریں گے۔"

"ابھی جاؤ اور ایک گھنٹے بعد آؤ۔"

جب میرے ویلج پر حملہ ہوا تھا' تب ہی میں نے حکومتِ فرانس کو اور جناب علی اسد اللہ تبریزی صاحب کو صورتِ حال سے آگاہ کیا تھا اور درخواست کی تھی کہ یہاں بین الاقوامی نشریاتی ادارے کو مدعو کر کے ساری دنیا کو ڈی اسکرین پر بمباری کے نتائج دکھائے جائیں۔

لبوڈا سے باتیں کرنے کے دوران ہی فرانسیسی فوج کا ایک دستہ بین الاقوامی نشریاتی ادارے کے عملے کے ساتھ آگیا۔ فوج نے لبوڈا کے تمام ماتحتوں کے ہتھیاروں پر قبضہ کیا اور انہیں حراست میں لے لیا۔ وہ جو بھی کارروائیاں کر رہے تھے ان کی ویڈیو رپورٹ کیمرے کے ذریعے اسکرین تک پہنچائی جا رہی تھی۔ جو مکانات اور دفاتر تباہ ہوئے تھے' انہیں بھی کیمرے کے ذریعے دکھایا جا رہا تھا۔

میں نے ڈی سونیا اور ڈی فرہاد کو چور راستے سے اوپر بھیج دیا۔ بین الاقوامی نشریاتی ادارے کے نمائندے نے سونیا سے سوال کیا۔ "میڈم! آپ ہوائی حملے کے وقت کہاں تھیں؟"

وہ بولی "ہم نے ایک محفوظ پناہ گاہ بنائی ہے۔ ہماری احتیاطی تدابیر کے باعث ویلج کے تمام باشندے اسی پناہ گاہ میں محفوظ ہیں۔"

"کیا آپ بتائیں گی کہ وہ پناہ گاہ کہاں ہے؟"

"سوری' یہ فرہاد ویلج کا ایک راز ہے۔"

نمائندے نے کہا "دنیا والے عقل سے سوچ سکتے ہیں کہ وہ پناہ گاہ زیرِ زمین ہے اور ایسے انتظامات کیے گئے ہیں کہ بمباری کا اثر اس پناہ گاہ پر نہیں پڑتا اور وہاں تک پہنچنے کا راستہ صرف ویلج کے لوگ جانتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "آپ اور دنیا والے اپنے طور پر کوئی بھی رائے قائم کر سکتے ہیں۔"

نمائندے نے ڈی فرہاد سے سوال کیا "مسٹر فرہاد! آپ اور میڈم یہاں اصلی صورت کے ساتھ نظر آ رہے ہیں' اس کی وجہ؟"

ڈی فرہاد نے کہا "آپ دیکھ رہے ہیں کہ دشمنوں کے زبردست حملوں کے باوجود ہم محفوظ ہیں۔ اس بستی کا ڈیزائن سونیا نے تیار کیا تھا اور اپنی موجودگی میں تمام احتیاطی تدابیر کے ساتھ اس کی تعمیر کرائی تھی۔ اس وقت یہاں آپ کا عملہ اور فرانس کے فوجی ہیں۔ اتنی بھیڑ میں کوئی دشمن اچانک ہمیں قتل کر سکتا ہے۔ لیکن نہیں کر سکے گا۔"

"آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

ڈی نے ایک فوجی سے گن لے کر لبوڈا کے ایک ماتحت کو دیا۔ پھر اس سے کہا "میں تم سے غافل ہوں مجھے گولی مارو۔"

وہ کبھی ایسا نہ کرتا' لیکن اس کے دماغ میں لبوڈا موجود تھا اس نے فوراً ہی اس کے دماغ پر قبضہ جمایا' پھر اس کے ہاتھوں سے گولی چلا دی۔ گولی ڈی فرہاد کو لگی پھر اتنی ہی تیزی سے ریوائنڈ ہو کر اس ماتحت کے جسم میں پیوست ہو گئی۔

ڈی سونیا اور فرہاد نے ایسا بلٹ پروف لباس پہنا تھا جس پر گولیاں جتنی تیزی سے آ کر لگتی تھیں اتنی ہی تیزی سے واپس دہن جاتی تھیں جہاں سے چلائی جاتی تھیں۔ لبوڈا نے ناکام ہو کر دوسرے ماتحت کے ذریعے گن کو دوبارہ اٹھایا۔ لیکن فوجی افسر نے وہ گن چھین لی۔

نمائندے نے سوال کیا "جب اس قدر غیر معمولی حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں تو ہوائی حملوں سے بچنے کے انتظامات کیوں نہیں کیے گئے؟"

ڈی نے جواب دیا "پہلے آپ گرفتار ہونے والوں سے سوالات کریں' پھر میں جواب دوں گا۔"

نمائندہ مائیک لے کر ایک ماتحت کے پاس آیا۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا' تاکہ لبوڈا اسے غلط بیانی پر مجبور کرے۔ اس ماتحت نے کہا "ہم امریکا سے آئے ہیں اور ٹیلی پیتھی جاننے والا جان لبوڈا ہمارا کمانڈر ہے۔"

لبوڈا نے دوسرے ماتحت کی زبان سے چیخ کر کہا "یہ جھوٹ بول رہا ہے۔"

سلمان نے تیسرے ماتحت کی زبان سے کہا "جھوٹ نہیں بول رہا ہے۔ چار امریکی طیاروں کے رنگ اور نمبر بدل کر انہیں اسرائیلی طیارے بنائے گئے تاکہ ہوائی حملوں کا الزام اسرائیلی حکومت پر آئے۔"

لبوڈا کسی ایک کے دماغ میں ہی جا کر بول سکتا تھا۔ ان نے ایسی پوزیشن کے متعلق سوچا بھی نہیں تھا۔ سوچ لیتا تو اپنے ساتھ دو چار خیال خوانی کرنے والے لے آتا۔ اب تو کسی کے دماغ میں' کسی کی زبان سے سلمان' کسی کے ذریعے لیلیٰ اور سلطانہ بول رہی تھیں۔

پھر ویڈیو کیمرے کے ذریعے واٹر ٹینک کا زہریلا پانی دکھایا گیا۔ کیمرے کا دوسرا پوائنٹ ویلج سے دور اس جگہ تھا جہاں طیاروں کو توپوں کے ذریعے گرایا گیا تھا۔ ان طیاروں کے ٹکڑے بھی اسکرین پر پیش کیے جا رہے تھے۔

پھر ڈی نے نمائندے سے کہا "آپ نے سوال کیا تھا کہ ہم نے ہوائی حملوں سے بچنے کے انتظامات کیوں نہیں کیے۔ جواب عرض ہے' اگر ہم پہلے ہی طیاروں کو مار گراتے اور ویلج میں ڈی لاشیں نہ دکھاتے تو اتنے دشمن حراست میں آ کر خود اپنی زبان سے

بیان نہ دیتے۔ ہم نے بمباری سے نقصان اٹھایا ہے۔ یہ نقصان ہمارے دشمنوں کو مہنگا پڑے گا۔"

نمائندے نے پوچھا "کیا آپ ہرجانہ وصول کریں گے؟"

ڈی سونیا نے کہا "ہم دشمنوں کو جوابی کارروائی کے ذریعے ہی بھیانک نقصان پہنچانے کے بعد اس سے جرمانے کے طور پر پچاس لاکھ ڈالر وصول کریں گے تاکہ ہمارے ویلج کے تباہ ہونے والے مکانوں اور دفتروں کی دوبارہ تعمیر ہو سکے۔"

نمائندے نے کہا "جرمانے کے طور پر پچاس لاکھ ڈالر وصول کرنے والی بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن جواباً نقصان پہنچانے کا کیا جواز ہے۔"

"فرہاد ویلج پر حملہ کرنے اور یہاں قدم رکھنے کی جو جرات کی گئی ہے۔ اس کی سزا جوابی کارروائی سے دی جائے گی تاکہ آئندہ کوئی دشمن ادھر آنے کا خواب دیکھنے کی بھی جرات نہ کرے۔"

دوسرے نمائندے نے آ کر کہا "امریکا میں مارشل ڈی مورا آپ سے کچھ کہنے کے لئے تیار ہیں۔"

اسکرین پر بین الاقوامی رابطہ بدل گیا۔ مارشل ڈی مورا نظر آنے لگا۔ وہاں ایک نمائندہ مارشل کا تعارف کرا رہا تھا۔ پھر اس نے سوال کیا "فرہاد ویلج پر حملے کا الزام آپ کی حکومت پر ہے اور اس کے کئی ثبوت اور گواہان بھی ہیں' آپ اس سلسلے میں کیا کہیں گے؟"

مارشل ڈی مورا نے کہا "ہمارے خلاف ان قیدیوں نے بیان دیا ہے جو ویلج میں گرفتار کیے گئے ہیں۔ فرہاد کی ٹیلی پیتھی میں چھ خیال رانی کرنے والے ہیں۔ وہ لوگ یکے بعد دیگرے ہر قیدی کے دماغ میں جا کر ہمارے خلاف بولتے رہے اور دیکھنے والوں کی سمجھ میں یہ آتا رہا کہ قیدی بول رہے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنایا جا سکتا ہے۔ ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ان کا توڑ کر سکتے تھے لیکن ہم دنیا والوں کو دھوکا نہیں دینا چاہتے۔ سیدھی سی بات ہے' ہمیں فرہاد ویلج سے کوئی دلچسپی نہ پہلے تھی نہ اب ہے۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ بول کر اور جھوٹا الزام لگا کر کے ہمیں جوابی کارروائی کی دھمکی دیں گے اور ہم سے پچاس لاکھ ڈالر وصول کریں گے تو وہ بے شک احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔"

نمائندے نے کہا "آپ الزامات سے انکار کر رہے ہیں۔ آپ کے انکار سے اسرائیلی حکومت پر الزام آتا ہے۔"

مارشل نے کہا "میں اپنے ملک کی طرف سے صفائی پیش کر رہا ہوں' اسرائیلی حکومت کو الزام نہیں دے رہا ہوں۔ اسرائیل سے ہمارے تعلقات ہمیشہ دوستانہ رہے ہیں۔"

متحدہ بین الاقوامی رابطے کا عملہ اسرائیل میں بھی موجود تھا۔ اسکرین پر اسرائیلی وزیرِ خارجہ کو دکھایا گیا۔ نمائندے نے سوال کیا۔ "آپ کے ملک کے دو طیارے فرانس میں تباہ ہوئے ہیں' آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟"

اس نے جواب دیا "یہ سراسر الزام ہے۔ حکومتِ فرانس نے احتجاج کیا ہے کہ ہمارے طیارے بین الاقوامی پرواز کی خلاف ورزی کر کے تباہی مچاتے آئے تھے۔ دو فرار ہو گئے اور دو تباہ ہو گئے۔ یہ ہمارے لئے حیرانی اور پریشانی کی بات ہے۔ بیٹھے بٹھائے ہم پر جھوٹا الزام عائد کیا جا رہا ہے۔ وہ ہمارے طیارے نہیں ہیں بلکہ ہمارے طیاروں کی نقل ہیں۔"

نمائندے نے پوچھا "کیا آپ کو پھانسنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایسا کون کر سکتا ہے؟"

وزیرِ خارجہ نے کہا "فرہاد خود کو بہت چالاک سمجھتا ہے۔ اس نے ہمارے طیاروں کی نقل کرائی ہے۔ اور قیدیوں کے دماغوں میں جا کر امریکا کے خلاف بیان دیا ہے۔ ایک طرف وہ امریکا کو دھمکیاں دے کر پچاس لاکھ ڈالر وصول کرنا چاہتا ہے۔ دوسری طرف نقلی طیاروں کا حوالہ دے کر ہمیں بھی بلیک میل کرے گا۔ جب چراغ بجھنے پر آتا ہے تو زور زور سے بھڑکتا ہے۔ فرہاد بھی کچھ زیادہ ہی بھڑک رہا ہے۔ یہ اُس کے زوال کی علامت ہے۔"

ایک اور نمائندے نے کہا "ناظرین! اب ہم فرانس کے وزیرِ خارجہ سے کچھ سوالات کر رہے ہیں۔"

اسکرین پر فرانس کے وزیرِ خارجہ کو دکھایا گیا۔ نمائندے نے کہا "فرہاد کی پوری فیملی سے آپ کے ملک کے دیرینہ اور مستحکم تعلقات ہیں۔ آپ ان کے خلاف سپر پاورز کی زبان سے بھی کچھ سننا گوارا نہیں کرتے' کیا یہ سچ ہے؟"

فرانس کے وزیرِ خارجہ نے کہا "آپ سپر پاورز کی بات کرتے ہیں اگر فرہاد علی تیمور بھی جھوٹ بولے تو ہم گوارا نہیں کریں گے۔ آپ کی معلومات کے لئے عرض کر دوں کہ سونیا اور فرہاد سے ہماری حکومت کے براہِ راست تعلقات نہیں ہیں۔ ہمارے دیرینہ تعلقات بابا فرید واسطی مرحوم کے ادارے سے ہیں۔ اسی ادارے کے ذریعے فرہاد کی فیملی سے ہمارا رابطہ رہتا ہے۔"

"فرہاد ویلج میں جو کچھ ہوا' اس کا الزام آپ کس پر ڈالیں گے؟"

"سوال فرہاد ویلج کا نہیں ہے۔ میں فرانس کا وزیرِ خارجہ ہوں۔ میرے ملک کے اندر یہ واردات ہوئی ہے۔ واردات کے سلسلے میں اسرائیلی طیاروں کا ملبہ پایا گیا ہے اور تمام قیدی امریکی باشندے ہیں اور انہوں نے امریکا کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے جان لبوڈا کے خلاف بیان دیا ہے' لہٰذا میری نظروں میں دونوں ہی ممالک موجودہ واردات کے ذمے دار ہیں۔"

نمائندے نے کہا "مسٹر فرہاد نے امریکا میں ایک بھیانک تباہی کی دھمکی دی ہے۔ کیا آپ فرہاد اور مارشل ڈی مورا کے درمیان کوئی سمجھوتا کرائیں گے؟"

"میرے ملک کے اندر ایک بستی پر بمباری کی گئی۔ پھر مسلح افراد نے حملہ کیا۔ میں اسے سیاسی جرم کہتا ہوں۔ امریکا اور اسرائیل سے احتجاج کرتا ہوں۔ یہ دونوں ممالک اپنے جرائم سے

انکار کرتے رہیں گے اور فرہاد کوئی انتقامی کارروائی کرے گا تو ہم خاموش تماشائی بن کر رہیں گے۔ میں اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتا۔"

نمائندے نے کہا "ناظرین! ہم نے فرہاد ولیج کی واردات سے تعلق رکھنے والے تمام کرداروں کو پیش کیا ہے۔ ان میں کچھ کردار سچ ہوسکتے ہیں اور کچھ جھوٹے۔ ہمارا خیال ہے اس سلسلے میں کوئی دانشمندانہ نتیجہ نہ ہوا تو حالات بد سے بدتر ہوتے جائیں گے۔ سوال ہے کس کے حالات؟ جواب ہے 'آنے والا وقت بتائے گا' گڈبائی۔"

بین الاقوامی نشریاتی رابطے کا عملہ اور فرانس کے فوجی ہماری بستی سے قیدیوں کو لے کر چلے گئے۔ ولیج کا بڑا گیٹ پھر بند ہوگیا۔ پہلے دشمنوں کو تجسس تھا کہ اس گیٹ کے پیچھے فرہاد کی نئی بستی کیسی ہوگی۔ ہم نے انہیں دکھادیا کہ یہ بستی کیا بلا ہے۔ وہ چاند ستاروں پر پہنچ سکتے ہیں لیکن فرہاد ولیج میں قدم نہیں رکھ سکتے۔"

سونیا نے کہا "ہمیں اپنا چیلنج پورا کرنا ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "ہم نے مرینا سے وعدہ کیا تھا کہ اس کے ملک کو نقصان نہیں پہنچائیں گے لیکن مرینا نے اپنی خود غرضیوں سے ہمیں بہت مایوس کیا ہے۔ وہ اپنے راستے پر چلتی ہے لہٰذا ہم بھی اپنے راستے پر چلیں گے۔ اس بار ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کیا جائے گا۔"

میں نے کہا "وہ دوسری بنالیں گے۔"

"وہ ایک نہیں درجنوں بنا سکتے ہیں لیکن ہر مشین پر کروڑوں ڈالر خرچ ہوتے ہیں۔ ایک تو ان کی محنت اور رقم برباد ہوگی۔ دوسرے یہ دہشت رہے گی کہ ہم ان کے تمام خفیہ اڈوں میں لاکھ پہرے داروں کے باوجود پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ مشی گن جھیل والے اڈے میں ایک مکھی بھی اڑ کر نہیں جاسکتی۔ کیا تم نے وہاں تک پہنچنے کا راستہ سوچا ہے۔"

"ایک بار علی تیمور سے اس سلسلے میں بات ہوئی تھی۔ وہ الیکٹرانک اور سائنسی تجربات کرتا رہتا ہے۔ مجھے اُس کا ایک منصوبہ بہت پسند آیا تھا۔ اس سے رابطہ کرو اور کہو اس کی مماثلے ٹرانسفارمر مشین والے منصوبے کو اوکے کردیا ہے۔"

میں نے علی کو مخاطب کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "ہیلو بیٹے! کیسا وقت گزر رہا ہے؟"

"بہت اچھا' آپ جانتے ہیں' میں کبھی بیکار نہیں بیٹھتا۔ کبھی لائبریری میں پڑھتا ہوں اور کبھی لیبارٹری میں تجربات کرتا رہتا ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے کی لائبریری اور لیبارٹری کا ساری دنیا میں جواب نہیں ہے۔"

"ٹائی کیا کررہی ہے؟"

"میرے ساتھ مصروف رہتی ہے۔ غیر معمولی طور پر ذہین ہے' لیبارٹری کے کسی بھی عملی تجربے میں مجھ سے پیچھے نہیں رہتی۔"

"تم نے ٹرانسفارمر مشین کی تباہی کے سلسلے میں اپنی مماثلے سامنے کوئی منصوبہ پیش کیا تھا؟"

"پاپا! اس بات کو ایک عرصہ گزر چکا ہے۔"

"تمہاری مماثلے اس منصوبے کو اوکے کردیا ہے۔"

"سچ پاپا!"

"بالکل سچ' مشی گن جھیل کی طرف جب چاہو پرواز کرسکتے ہو۔"

"تھینک یو پاپا! میں مما کو کس کرنا چاہتا ہوں۔"

میں ہنستا ہوا دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سونیا نے پوچھا "کیوں ہنس رہے ہو؟"

"علی بہت خوش ہے' تمہیں کس کرنا چاہتا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "جب سامنا ہوگا تو کرلے گا۔"

○☆○

سرگئی الپا نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو ٹریپ کرکے ماسکو لے آئی تھی۔ اسے بڑی رازداری سے کوما میں رکھا گیا تھا اور ڈاکٹر وغیرہ اس کے برین آپریشن کی تیاریاں کررہے تھے۔

ماسک مین نے خوش ہوکر پوچھا "سرگئی! تم انعام کی حقدار ہو' بولو کیا چاہتی ہو؟ جو مانگوگی' وہ ملے گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "مجھے کیا مانگنا چاہئے؟ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے جتنی دولت چاہوں حاصل کرسکتی ہوں۔ اپنی صلاحیتوں کے باعث مجھے عزت مل رہی ہے۔ میں لڑکی ہوں مگر شہ زوروں سے زیادہ شہ زور ہوں یعنی میرے پاس طاقت بھی ہے۔ میری پشت پر اتنے بڑے ملک کی فوج بھی ہے۔ جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا' وہ مانگتے ہیں' میرے پاس سب کچھ ہے پھر کیا مانگوں؟"

"درست کہتی ہو' سب کچھ ہو تو مانگنے کی ضرورت نہیں رہتی' لیکن تمہارے پاس ایک کمی ہے۔"

"بھلا کیا کمی ہے؟"

"تمہارا کوئی جیون ساتھی نہیں ہے۔"

اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "محفلوں میں تمہاری قدر ہوتی ہے' تنہائی میں تمہارا کوئی قدردان نہیں ہے۔"

وہ بولی "میں نے کسی جیون ساتھی کے متعلق کبھی نہیں سوچا۔ خیال خوانی کے ذریعے دنیا بھر کی معلومات حاصل کرنے اور کام کے لوگوں کو اپنا معمول بنانے سے فرصت نہیں ملتی ہے اس لئے کسی ساتھی کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔"

ماسک مین نے کہا "فرہاد اور اس کے بیٹے بہت ہی کمینے ہیں' ٹیلی پیتھی جاننے والی حسین لڑکیوں کو محبت کے جال میں پھانس لیتے ہیں۔"

"میں کسی کے جال میں پھنسنے والی لڑکی نہیں ہوں۔"

"سرگئی! ابھی تم محبت کی چکربازیوں کو نہیں سمجھتی ہو' محبت ایسا جال ہے جو نظر نہیں آتا۔ جو لڑکی اس جال میں پھنستی ہے' وہ

اپنوں سے بغاوت کرنے لگتی ہے۔"

"تم لوگوں کو اندیشہ ہے کہ فرہاد کا کوئی بیٹا مجھے الونا کریساں سے لے جائے گا اور میں الونین کرچلی جاؤں گی۔"

"تم بہت ذہین ہو اور عشق ہمیشہ ذہانت کو کھا جاتا ہے۔ ہمارے اطمینان کے لئے کسی معقول نوجوان سے محبت کرو' شادی کرو' اس طرح تمہاری زندگی میں دشمنوں کے آنے کی گنجائش نہیں رہے گی۔"

"میں تم لوگوں کے مشورے پر غور کروں گی۔ لیکن پتا نہیں کیوں مجھے کوئی مرد اچھا نہیں لگتا ہے۔ میں ہر مرد کی عزت کرتی ہوں مگر کسی پر دل نہیں آتا ہے۔"

وہاں سب ہی مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ماسک مین نے پوچھا "کیا تم ڈاکٹروں کے دماغوں میں جاتی ہو؟ ان میں.... ایک نیا ڈاکٹر ہے' معلوم کرو' ایوان راسکا کے برین آپریشن میں اسے موجود رہنا چاہئے یا نہیں؟"

وہ بولی "ڈاکٹر بیا ہے لیکن بوڑھا اور تجربہ کار ہے۔ دوسرے ڈاکٹروں نے کچھ سمجھ کر ہی اسے اپنی ٹیم میں شامل کیا ہے۔"

"میں تجربات کی بات نہیں کررہا ہوں۔ یہ معلوم کرو کہ وہ ہمیشہ ہمارا رازدار اور وفادار رہے گا یا نہیں؟"

وہ اٹھ کر بولی "اچھی بات ہے' میں خیال خوانی کرنے جارہی ہوں۔"

وہ وہاں سے چلی گئی' اس کے جانے کے بعد ماسک مین نے اعلیٰ فوجی افسران سے کہا "اس کا دل کسی پر نہیں آتا ہے اور یہ بات ہمارے مقاصد کے خلاف ہے۔"

ایک انٹیلی جنس کے افسر نے کہا "ایک اندیشہ ہے کہ سرگئی کے برین آپریشن میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔ اس کے لاشعور میں پارس رہ گیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ برین آپریشن سے پچھلی تمام یادیں ہمیشہ کے لئے مٹ جاتی ہیں۔"

"اگر تمام یادیں مٹ جاتیں تو جوجو اور الپا کی ٹیلی پیتھی بھی ختم ہوجاتی۔ ہمارے سامنے مثال موجود ہے۔ جوجو نے رفتہ رفتہ پارس کو اور فرہاد کی پوری فیملی کو پہچان لیا ہے۔"

ماسک مین نے تائید کی "سرگئی کے سلسلے میں یہ اندیشہ درست ہوسکتا ہے۔ جیسے سانپ ڈس لے اس کی جان بچالی جائے تب بھی وہ ساری زندگی زہر کو بھلا نہیں پاتا۔"

ایک افسر نے کہا "یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ آپریشن کے بعد ٹیلی پیتھی کے علم کو باقی رکھا جاسکتا ہے تو زہریلے ہونے والی لگاوٹ کو بھی رکھا جاسکتا ہے۔"

"ایسا تو ڈاکٹر کرتے ہیں' انہوں نے اس سلسلے میں خصوصی تجربہ کیا تھا کہ برین آپریشن کے دوران ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو کس طرح بحال رکھا جائے۔"

"مجھے شبہ ہے کہ ڈاکٹر نے سرگئی الپا کی زہریلی محبت کو بھی برقرار رکھا ہے۔"

ماسک مین نے کہا "وہ ڈاکٹر مرچکا ہے۔ اس کی جگہ نیا سرجن آیا ہے۔ اس سے پہلے کہ نئے سرجن کی ٹیم ایوان راسکا کا آپریشن کرے' ہمیں ڈاکٹروں سے ان معاملات پر گفتگو کرلینا چاہئے۔ پہلے تو یہ معلوم کیا جائے کہ برین آپریشن کے دوران ٹیلی پیتھی کے علاوہ اور کوئی دوسری صلاحیت یا ماضی کی کوئی دلچسپی رہ جاتی ہے یا نہیں؟ اگر رہ جاتی ہے تو اسے نہیں رہنا چاہئے۔ صرف ٹیلی پیتھی کے علم کو برقرار رہنا چاہئے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہ معاملات تو ڈاکٹروں سے میٹنگ میں طے ہوں گے۔ ابھی سرگئی الپا خطرے کی گھنٹی بجارہی ہے۔ اگر اس کے لاشعور میں زہریلے مرد سے دلچسپی رہ گئی ہے تو وہ کسی بھی عام شخص سے متاثر نہیں ہوگی۔ نہ کسی سے شادی کرے گی۔ اس کے اندر پارس کی نامعلوم سی تلاش چھپی رہے گی۔"

ایک نے کہا "ہمیں کسی بھی طرح سرگئی کی زندگی کا رخ بدلنا ہوگا' اس کی شادی جلد سے جلد کردی جائے۔ ایک شوہر کی محبت مل جائے' دو چار بچے ہوجائیں تو عشق ٹھنڈا پڑجائے گا۔"

دوسرے نے اعتراض کیا "عشق ٹھنڈا پڑسکتا ہے لیکن جس چیز کی محرومی ہو اس کی طلب بڑھاپے تک اور موت تک باقی رہتی ہے۔ پارس اسے بڑھاپے میں بھی ملے گا تو وہ زہریلا تعلق بحال کرلے گی۔ ہوسکتا ہے اس کی خاطر وہ شوہر اور بچوں کو بھی چھوڑ دے اور پارس تو ضرور اسے ہم سب سے چھڑا دے گا۔ موجود مسئلے کا حل شادی نہیں ہے۔"

"لیکن علاج ناممکن نہیں ہے' اس سلسلے میں ڈاکٹر بہترین مشورہ دیں گے' ہمیں اُن سے کنسلٹ کرنا چاہئے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "میرا خیال ہے ڈاکٹر اسے توجہ سے اٹینڈ کریں تو اس کے اندر سے زہریلے محبوب کی جستجو ختم ہوجائے گی۔"

اسی وقت ٹیلیفون کے ذریعے اطلاع ملی کہ بین الاقوامی نشریاتی رابطہ رکھنے والا ادارہ فرہاد ولیج کا لائف پروگرام نشر کررہا ہے۔ ایک افسر نے لپ کرٹی وی کو آن کیا۔ سرگئی کو بھی دوسرے کمرے سے بلالیا گیا۔ وہ سب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسکرین کو دیکھنے لگے کیونکہ وہ پہلی بار فرہاد ولیج کا کچھ حصہ اندر سے دیکھ رہے تھے۔

ماسک مین نے انٹرکام کے ذریعے نائب سے پوچھا "کیا فرہاد ولیج کی ویڈیو ریکارڈنگ ہورہی ہے؟"

"یس سر! ریکارڈنگ جاری ہے۔"

وہ توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ فرہاد ولیج پر جو حملہ ہوا تھا۔ اس حملے کے الزام سے امریکا اور اسرائیل انکار کررہے تھے۔ اسکرین پر سونیا اور فرہاد.... کا چیلنج بھی پیش کیا گیا اور مارشل ڈی مورا نے اس چیلنج کو اہمیت نہیں دی تھی۔

فرہاد ولیج کا لائف پروگرام ختم ہونے کے بعد ماسک مین نے کہا "یہ امریکا اور اسرائیل کی مشترکہ شرارت ہے۔ اسرائیل نے

ہوائی حملہ کے لئے چار طیارے دیے اور امریکا نے زمینی گوریلے بھیج دیے۔"

اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "اسرائیلی وزیرِ خارجہ کا بیان احمقانہ ہے کہ فرہاد انہیں الزام دے رہا ہے۔ جبکہ اس کے دو طیارے مار گرائے گئے ہیں۔ مارشل ڈی مورائی بھی ہٹ دھرمی ہے۔ گرفتار ہونے والے بلاشبہ امریکی ہیں اور وہ جان لبوڑا کے خلاف بیان دے رہے ہیں۔"

سرگئی نے کہا "ہم بھی فرہاد ویلج پر حملہ کرنے والے تھے۔ ہمیں اس پہلو سے دیکھنا چاہئے کہ انہوں نے کس قدر ٹھوس اور جامع منصوبے کے مطابق حملے کئے تھے پھر بھی سونیا اور فرہاد سلامت ہیں۔"

ایک نے کہا "ناکامی کا مطلب ہے' منصوبہ میں کوئی کمی رہ گئی تھی یا عمل کرنے والوں سے غلطی ہوئی ہے۔"

سرگئی الپا نے کہا "کسی سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ انہوں نے زبردست منصوبہ بنایا تھا اور بڑی کامیابی سے حملے بھی کئے تھے۔"

"کیا ہمیشہ تقدیر فرہاد کا ساتھ دیتی ہے؟"

"یہی سوچنا غلط ہے۔ تقدیر تب ساتھ دیتی ہے جب تدبیر مکمل ہو' ذرا اس پہلو سے غور کرو کہ وہ بہتی سونیا نے تعمیر کرائی ہے۔ وہاں ہوائی حملہ ہوا' بمباری ہوئی لیکن ویلج کا ہر شخص محفوظ رہا۔ کھانے پینے کی چیزوں کو کتنی ہوشیاری اور جدید طریقوں سے چیک کیا جاتا ہے۔ زہریلا پانی کسی کے حلق تک پہنچنے سے پہلے ہی چیک کرلیا گیا۔ وہاں کی دیواروں اور دروازوں پر ناپدیہ بجلی کے تار لگے ہوئے ہیں۔ اس ویلج کے اطراف دس میل کے ایریا میں کسی کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ سونیا' فرہاد اور وہ ویلج کی سلامتی صرف دانشمندانہ احتیاطی تدابیر کی مرہونِ منت ہے۔"

"سونیا نے واقعی ایک مضبوط اور ناقابلِ شکست قلعہ تعمیر کرایا ہے۔"

"ہم لوگ مجھے مجبور کررہے تھے کہ میں بھی تمہارے منصوبوں پر عمل کرتے ہوئے سونیا اور فرہاد کی موت کا کارنامہ انجام دوں۔ میں اندر سے مطمئن نہیں تھی۔ میرا دل کہتا تھا کہ سونیا موم کی مورت نہیں ہے' وہ بازی پلٹ دے گی۔"

"واقعی ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ویلج اندر سے اس قدر مضبوط ہوگا۔"

دوسرے نے کہا "فرہاد بہت چالاک ہے' اس نے ہوائی حملہ کرنے دیا اور دشمنوں کو رنگے ہاتھوں دنیا والوں کے سامنے پیش کردیا۔"

تیسرے نے کہا "وہ ضرور امریکا سے پچاس لاکھ ڈالر وصول کرے گا اور جرمانے کے علاوہ انہیں زبردست نقصان بھی پہنچائے گا۔"

سرگئی الپا نے کہا "دو سروں کے ٹھوکر کھانے سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے۔ اگر ہم فرہاد ویلج میں ناکام ہوتے تو سونیا اور فرہاد ہم سے اسی طرح جرمانہ وصول کرنے اور ہمارے ملک میں تباہی مچانے کی دھمکیاں دیتے۔ کیا تمہیں یہ گوارا ہے کہ فرہاد کی قیمتی انتقامی کارروائی کے بہانے ہمارے ملک میں قدم رکھے؟"

ماسک مین نے کہا "ہرگز نہیں' ابتدا سے ہماری پالیسی یہی رہی ہے کہ ہم فرہاد سے کھل کر دشمنی نہ کریں۔"

سرگئی نے کہا "اور ماضی کے واقعات گواہ ہیں کہ فرہاد دشمنوں کی بُو سونگھ لیتا ہے۔"

"بے شک' مگر ہم موقع دیکھ کر کام کرتے ہیں۔ ہم نے جو جو کو ایسے وقت اغوا کیا تھا جب فرہاد کی موت کا یقین دلایا گیا تھا۔ اب بھی سونیا اور فرہاد کو ایک محدود ویلج میں موجود پاکر ذہن یہی کہتا ہے کہ بس یہی موقع ہے۔ یہ کھلی دنیا میں نکل جائیں گے تو پھر ہاتھ نہیں آئیں گے۔"

"اب ذہن کیا کہتا ہے؟"

ماسک مین نے سخت لہجے میں کہا "سرگئی! تم طنزیہ لہجے میں بول رہی ہو۔"

"کیا اپنے بڑوں کی غلطیوں پر بولنا گویا طنز کرنا ہے۔"

"ہم نے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔"

"اگر میں تم لوگوں کے منصوبوں پر عمل کرنے سے انکار نہ کرتی تو غلطی ہوچکی تھی۔ اسے تسلیم کرو کہ میں نے تمہیں ایک بہت بڑی غلطی سے بچالیا ہے۔"

"تمہاری عمر ہی کیا ہے' جو مجھ جیسے تجربہ کار کو غلطیوں سے بچاؤ گی؟"

وہ بولی "عمر انسان کی ہوتی ہے ذہانت کی نہیں ہوتی۔ بعض اوقات ذہین بچے' نادان بوڑھوں کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔"

"تم مجھے نادان بوڑھا کہہ رہی ہو۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "ماسک مین! غصہ تھوک دو' بحث نہ کرو' جو بات درست ہے اُسے تسلیم کرلو' سرگئی روزِ اول سے کہہ رہی ہے کہ ہمارے منصوبوں میں کمزوریاں ہیں۔"

ماسک مین نے کہا "ٹھیک ہے' انسان سے غلطیاں ہوتی ہیں' لیکن گفتگو کے وقت بڑے چھوٹوں کا لحاظ کیا جاتا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم مسائل کا حل تلاش کرتے وقت کوئی بڑا چھوٹا حمدیدار نہیں ہوتا۔ اگر ہم کسی کو چھوٹا سمجھ کر نظرانداز کریں گے تو اس کے بہترین مشوروں سے محروم ہوجائیں گے۔"

ماسک مین خاموش رہا۔ وہ اپنی انسلٹ محسوس کررہا تھا۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا "سرگئی! کیا تم نے نئے ڈاکٹر کے خیالات پڑھے؟"

"جی ہاں' وہ ہمارا وفادار ہے۔ محبِ وطن ہے اور ایران راسکا کا برین آپریشن کرکے اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہے۔"

"اس نے ڈاکٹروں کی ٹیم میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں۔ ان اسسٹنٹ ڈاکٹروں اور نرسوں پر بھی نظر رکھو۔ ان کے متعلق

معلومات حاصل کرو اور ان سب کے چور خیالات پڑھتی رہو۔ اب تم جاکر آرام کرو۔"

وہ اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد ان ڈاکٹروں کو بلالیا گیا جو ایوان راسکا کا برین آپریشن کرنے والے تھے۔ ماسک مین نے اعلیٰ افسر سے کہا "میں مانتا ہوں کہ ہم سب فرہاد ویلج آپریشن کا منصوبہ بناکر غلطی کررہے تھے اور سرگئی شروع ہی سے منصوبے کو غلط کہہ رہی تھی' پھر بھی ہمیں اس کے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف نہیں کرنا چاہئے۔ وہ ابھی سے سرچڑھ کر بہت بولنے لگی ہے۔"

"وہ بہت نہیں بولتی۔ صرف کام کرتی ہے اور کام کی بات بولتی ہے۔ تم خواہ مخواہ اس کے پیچھے نہ پڑو۔ ایک بات اچھی طرح سمجھ لو۔ تم سے اور ہم سے زیادہ سرگئی اہم ہے۔ میری جگہ کوئی دوسرا چیف آف آرمی اور تمہاری جگہ کوئی دوسرا ماسک مین آجائے گا لیکن سرگئی کی جگہ کوئی دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والی ہمیں نہیں ملے گی۔"

دوسرے فوجی افسر نے کہا "ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کے سامنے ہم فوجیوں کے جدید ترین ہتھیار کمتر ہیں۔ ہمارے ملک اور قوم کی بھلائی اس میں ہے کہ ہم سرگئی سے کمتر ہیں۔ اسے سرچڑھا کر رکھیں۔ جب تک وہ ہمارے ملک کے مفادات میں کام کرتی رہے ہم اسے سجدے کرتے رہیں۔ بدبختی سے باغی ہوجائے تو اسے گولی ماردی جائے۔"

انٹرکام پر اطلاع ملی کی تین ڈاکٹر ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ ماسک مین نے کہا "انہیں اندر بھیج دو۔"

چند سیکنڈ کے بعد تین ڈاکٹر وہاں آئے۔ انہیں بیٹھنے کے لئے کہا گیا پھر ماسک مین نے پوچھا "برین آپریشن کی تیاریاں کس مرحلے پر ہیں؟"

ایک ڈاکٹر نے کہا "ایوان راسکا کا پوری طرح طبی معائنہ ہوچکا ہے' آپریشن کے ہر پہلو پر توجہ دی جاری ہے۔ اب ہم پورے یقین کے ساتھ آپریشن کرسکتے ہیں۔"

"آپریشن کے بعد ماضی بھلادیا جاتا ہے۔ صرف ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال رکھی جاتی ہیں۔ کیا اس طرح کوئی دوسری عادت بھی رہ جاتی ہے؟"

"عادت وہی رہے گی جسے آپریشن کرنے والا ڈاکٹر بحال رکھے گا۔"

"سرگئی ماضی میں ایک زہریلے شخص کو چاہتی تھی۔ اب اسے کسی شخص سے دلچسپی نہیں ہے۔ وہ مَردوں سے کتراتی ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے لاشعور میں وہی زہریلا شخص چھپا ہوا ہے؟"

"یقین سے نہیں کہا جاسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ آپریشن کرنے والے ڈاکٹر سے کوئی غلطی ہوگئی ہو۔ تنویمی عمل کے ذریعے دماغ میں چھپی ہوئی باتوں کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔ آپ سرگئی پر عمل کریں۔ ہوسکتا ہے کہ ایسی باتیں معلوم ہوں جن کا علم خود اُس بیچاری کو نہ ہو۔"

دوسرے کمرے میں سرگئی الپا خیال خوانی میں مصروف تھی۔ اعلیٰ افسر کی ہدایات کے مطابق ڈاکٹروں کے چور خیالات پڑھ رہی۔ پھر وہ اس ڈاکٹر کے خیالات پڑھنے آئی جو ماسک مین سے باتیں کرنے آیا تھا۔

ایسے وقت اُسی کے متعلق باتیں ہورہی تھیں۔ ماسک مین ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا "سرگئی ماضی میں ایک زہریلے شخص کو چاہتی تھی۔ کیا اس کے لاشعور میں وہی زہریلا شخص چھپا ہوا ہے؟"

اس بات نے سرگئی الپا کو چونکا دیا "کیا میں کسی شخص کو اس قدر چاہتی تھی کہ وہ آج بھی میرے لاشعور میں چھپا ہوا ہے؟ کون ہے وہ؟"

اس نے فوراً ہی ڈاکٹر کی زبان سے کہا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ آج وہ مَردوں سے دلچسپی نہیں لے رہی ہے تو آئندہ بھی نہ لے' کیا سرگئی اُسے دل وجان سے چاہتی تھی؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "دل وجان سے عورت اس وقت چاہتی ہے جب مرد اُس کے حواس پر چھا جاتا ہے۔ پارس کا زہریلا پیار بھی اسے مدہوش کرتا رہا ہوگا۔"

پارس کے نام سے دل دھڑک گیا۔ اگر وہ اعلیٰ افسر پارس کا نام نہ لیتا' تب بھی وہ زہریلے محبوب کو اب پہچان لیتی کیونکہ اس کا تمام ریکارڈ پڑھ چکی تھی اور ریکارڈ میں اس کے زہریلے ہونے کی تفصیل موجود تھی۔

پہلے اس نے اپنی پچھلی زندگی کے متعلق سنجیدگی سے نہیں سوچا تھا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ وہ ایک حادثے میں بری طرح زخمی ہوگئی تھی' اس حادثے میں اس کی یادداشت گم ہوگئی ہے' صرف ٹیلی پیتھی کا علم یاد رہ گیا ہے۔

اس کے مختصر سے حالات یہ تھے کہ اس نے بچپن سے سرکاری یتیم خانے میں پرورش پائی تھی۔ سرکار نے اسے تعلیم دی تھی اور بڑی محنتوں سے اسے ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا تھا۔ چونکہ اس کا کوئی رشتے دار نہیں تھا اس لئے وہ آج بھی تنہا رہتی تھی۔

یہ بھید آج کھلا کہ رشتے دار ہویا نہ ہو اس کے جسم و جان کا مالک پارس تھا۔ وہ سمجھتی تھی آج تک کسی نے اسے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ آج پتا چلا وہ پارس کے ہاتھوں سے گزر چکی ہے۔ اس حد تک گزر چکی ہے کہ اس نے اپنا زہر اس کی رگ رگ میں بھردیا ہے۔

اس کی آنکھیں مخمور ہونے لگیں۔ نشے کی سی کیفیت طاری ہونے لگی' دماغ کے کسی گوشے سے زہر پکار رہا تھا۔ اس نے بے خودی میں کروٹ لی۔ پھر بستر سے گر پڑی۔ اچانک ہی ہوش میں آگئی۔ ہوش مندی میں اس نے فیصلہ کیا "نہیں میں دشمن سے پیار

نہیں کروں گی۔ لعنت ہے' میں نے کیوں اس کے متعلق سوچا۔ میں اپنے اندر کے باقی ماندہ زہر کو اپنے بدن سے نوچ کر پھینک دوں گی۔"

ایک بڑی سچی بات ہے۔ انسان ہوش مندی میں جتنے فیصلے کرتا ہے وہ درست ہوتے۔ صرف محبت میں ہوش مندی سے فیصلے نہیں ہوتے اس لئے کہ پیار دیوانگی کا نام ہے۔ ہوش مندی کا نہیں۔

اس کے بعد خدا بستر جانتا ہے۔

○☆○

سونیا ٹانی اور علی تیمور مشی گن جھیل سے تیس کلومیٹر دور تھے۔ وہاں ایک کھلونا بنانے والی فیکٹری تھی۔ اس فیکٹری میں چار چھ فٹ کے کھلونا ہوائی جہاز اور کاریں بنائی جاتی تھیں۔ جو ریموٹ کنٹرول کے ذریعے چلائی جاتی تھیں۔ ہوائی جہاز بھی کنٹرولر کے ذریعے مخصوص فاصلے تک اڑائے جاتے تھے۔

میں نے کنگ فرنانڈو سے کہا "میرے بیٹے علی تیمور کو اس کھلونا فیکٹری کی ضرورت ہے۔ اسے ایک فرضی پارٹی کی طرف سے کسی قیمت پر بھی خرید لو' خود سامنے نہ آؤ۔"

کنگ فرنانڈو نے کہا "میں نہیں خریدوں گا۔ تم مطلبی انسان ہو' اپنی ضرورت کے وقت یاد کرتے ہو۔ پھر برسوں نہیں پوچھتے کہ دوست زندہ ہے یا مر چکا ہے۔"

میں نے کہا "میں مر چکا تھا' کچھ روز پہلے زندہ ہوا ہوں۔ اپنے بچوں سے بھی اپنی پُراسرار زندگی چھپاتا رہا لیکن بچوں کی طرح تمہیں بھی یاد کرتا رہا اور چپ چاپ تم لوگوں کے داغوں میں آتے جاتے خیریت معلوم کرتا رہا۔ تمہیں یاد ہے تم ایک بار انکم ٹیکس کے معاملے میں بری طرح پھنس گئے تھے۔ افسر رشوت لینے پر آمادہ نہیں تھا۔"

"ہاں یار' بڑی مشکل میں پھنس گیا تھا۔ وہ ایماندار افسر رشوت لے کر میرا کام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے کم از کم دس کروڑ ڈالر کا نقصان ہو رہا تھا۔ ایسے وقت میں نے تمہیں بہت یاد کیا تھا۔"

"اس وقت میں تمہارے داغ میں تھا۔ تمہاری مشکلات معلوم کرنے کے بعد اس افسر کے داغ میں گیا تھا۔ پھر اسے رشوت لے کر تمہارا کام کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔"

وہ بولا "واقعی جب اس نے میرا کام کیا تو میں حیران رہ گیا کہ اتنا ایماندار افسر راضی کیسے ہو گیا؟"

"میں اس کے داغ میں رہ کر اسے رشوت کے بغیر بھی راضی کرا سکتا تھا لیکن تم شبہ کرتے کہ یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے اس لئے میں نے تمہاری جیب سے اسے رشوت کی رقم دلوا دی۔"

"یار! تم بہت مکار ہو مگر یاروں کے یار ہو' میں چوبیس گھنٹے کے اندر وہ کھلونا فیکٹری خرید لوں گا۔ اپنے بیٹے کو خوش خبری سنا دو۔"

میں نے اس سے جھوٹ کہا تھا۔ جب تک مردہ کہلاتا رہا کسی اس کے داغ میں نہیں گیا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ انکم ٹیکس کے معاملے میں پھنس گیا تھا۔ افسر رشوت لینا نہیں چاہتا تھا۔ دراصل وہ افسر اپنا بھاؤ بڑھا رہا تھا۔ معقول رقم پر بالآخر راضی ہو گیا تھا۔ میں نے اس کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھ لیا تھا۔ کنگ فرنانڈو نے خوش ہو کر ایک فرضی بزنس مین کو کھلونا فیکٹری میں بھیجا اور اسے ہر قیمت پر خریدنا چاہا لیکن فیکٹری کے مالک نے اسے بیچنے سے انکار کر دیا۔

میں اس کا انکار سن رہا تھا۔ اس انکار کو اقرار میں بدل سکتا تھا لیکن اس کے داغ کو آزاد چھوڑنے کے بعد وہ پریشان ہو کر سوچتا کہ ایسی منافع بخش فیکٹری کو اس نے کیوں بیچ دیا۔

میں نے سونیا کو حالات بتائے پھر کہا "اب ایک ہی راستہ ہے کہ میں اس فیکٹری کے مالک کو اپنا معمول بنا لوں لیکن ہمارا یہ ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کا سہارا لینا نہیں چاہتا ہے۔"

سونیا نے کہا "بیٹے کو میں سمجھا دوں گی' اس فیکٹری کا کوئی نیا مالک بھی تو علی کے اشاروں پر چلتا۔ اگر پرانا مالک ہی معمول بن کر اشاروں پر چلے تو اعتراض کی کیا بات ہے' ویسے وعدہ ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کی تباہی میں ہم علی تیمور کا ساتھ نہیں دیں گے' وہ سونیا ٹانی کے ساتھ تنہا یہ معرکہ سر کرے گا۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے علی کو مخاطب کیا' اس نے کہا۔

"ہیلو پاپا! ہم جھیل مشی گن سے تیس کلومیٹر دور ایک ہوٹل میں ہیں۔ یہاں بھی بڑی سخت چیکنگ ہے کہ مسافر کہاں سے آئے ہیں' کیوں آئے ہیں؟ اور یہاں کتنے دنوں تک قیام کریں گے؟"

"تم نے کیا بیان دیا ہے؟"

"ہم جتنا چاہے مستحکم بیان دیں' اس شہر میں مسافروں کو تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے اور ہمارا ایک دن گزر رہا ہے۔ صرف دو دن باقی رہ گئے ہیں۔"

"بیٹے! کنگ فرنانڈو نے اس فیکٹری کو خریدنے کی کوششیں کی تھیں لیکن وہ بہت منافع بخش ہے۔ مالک اسے بیچنا نہیں چاہتا اور میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے مجبور نہیں کرنا چاہتا۔ بہتر ہے کہ تم ایک ذرا سا میری ٹیلی پیتھی کا سہارا قبول کر لو۔"

"پاپا! اگر بہت زیادہ مجبور ہو جاؤں گا اور ٹیلی پیتھی کے بغیر گزارہ نہیں ہو گا' تو میں خود آپ سے تعاون چاہوں گا۔"

"لیکن تم دونوں میں کیا کر لو گے؟"

"ضروری نہیں ہے کہ کامیابی دونوں میں ہو' دو سال بھی لگ سکتے ہیں لیکن یہ میں اپنی کوششوں سے کروں گا۔ ابھی نیویارک چلا جاؤں گا۔ وہاں مین ہٹن میں پارس ہے۔ اس مکار کے ساتھ رہنے سے میں اور تیزی کے ساتھ کام کروں گا۔ آپ اس کا پتا نہیں۔"

میں نے پتا بتایا۔ پھر پارس کو اطلاع دی کی سونیا ٹانی اور علی اس کے پاس پہنچنے والے ہیں۔ اور یہ سوچ لیا کہ کھلونا فیکٹری کے مالک کے پاس آتا جاتا رہوں گا اور اس کے داغ میں رہ کر علی کے کام آتا رہوں گا۔

جب ٹانیہ اور علی اس کی رہائش گاہ میں پہنچے تو پارس موجود نہیں تھا۔ دروازے کے ہینڈل پر چٹ لگی ہوئی تھی "میں ضروری کام سے فیر حاضر رہوں گا۔ یہ دروازہ کھلا ہے۔ یہاں رہو اور موج کرو۔"

اس تحریر کے نیچے پارس کا فرضی نام لکھا ہوا تھا۔ ٹانیہ نے پوچھا "یہ وکی کون ہے؟"

علی نے کہا "پارس ہے۔"

"لیکن تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"میں بچپن سے اپنے بھائی کی تحریر اور اس کا انداز پہچانتا ہوں۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آ گئے۔ اس رہائش گاہ کے ہر حصے کو اچھی طرح گھوم کر دیکھا۔ یہ ان کی عادت تھی' کسی بھی اجنبی جگہ کو پہلے اچھی طرح دیکھ لیتے تھے تاکہ برے وقت میں وہ جگہ انجانی نہ رہے۔ وہاں سے مطمئن ہو کر علی غسل کرنے کے لئے باتھ روم میں چلا گیا۔ ٹانیہ دوسرے بیڈ روم میں آ کر اپنی اٹیچی سے لباس نکالنے لگی۔ وہ بھی غسل کر کے لباس تبدیل کرنا چاہتی تھی۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ٹانیہ نے ریسیور اٹھا کر کہا۔

"ہیلو۔"

دوسری طرف سے کسی نے پوچھا "ہیلو' تم کون ہو؟ ابھی تو میں نے کوئی لڑکی سپلائی نہیں کی' تم میرے گاہک کے پاس کیسے پہنچ گئیں؟"

وہ بولی "کیا بکواس ہے' کون ہو تم؟"

"میں ایک سپلائر ہوں' کیا یہ مسٹر پارس کا مکان نہیں ہے۔"

"ہے" اس نے روانی میں اقرار کیا پھر غلطی کا احساس ہوا تو وہ جلدی سے بولی "کون پارس! یہ مسٹر وکی کا مکان ہے۔ تم نے غلط نمبر ڈائل کیا ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پارس نے وہاں خود کو وکی کے نام سے پکارا رکھا تھا۔ یہ راز دشمن نہیں جانتے تھے۔ پھر بھی کسی نے سپلائر بن کر ٹانیہ سے حقیقت اگلوانی تھی۔ اور وہ بے اختیار اقرار کر چکی تھی کہ وہ پارس کا مکان ہے۔

گھنٹی کی آواز نے چونکا دیا۔ اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ٹیلیفون کو دیکھا پھر ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

پھر وہی آواز سنائی دی "اے لڑکی! تم کون ہو' بڑی آسانی سے رانگ نمبر کہہ کر لائن کاٹ دی۔ تم جسے وکی کہتی ہو' وہ ہمارے باس صاحب ہیں۔ میں ان کا خاص آدمی ہوں۔ صرف میں ہی صاحب کے لئے روز ایک نئی لڑکی سپلائی کرتا ہوں۔ مجھے سچ سچ بتاؤ' تمہیں کسی سپلائر نے بھیجا ہے؟"

"میں تمہارا منہ توڑ دوں گی' میں کوئی بازاری لڑکی تو نہیں ہوں۔"

"بازاری نہیں ہو بیٹی کہ پرائیویٹ ہو۔"

"گدھے کے بچے! اگر تم سامنے ہوتے تو میں تمہارا سر توڑ دیتی۔"

"تم؟ تم اور میرا سر توڑو گی؟ میں ابھی آ رہا ہوں۔ میرا وحشی چیر پھاڑ کرنے والا کوئی لڑکی اس شہر میں نہیں رہنے دے گی۔"

ٹانیہ نے ریسیور رکھ دیا۔ تیزی سے چلتی ہوئی اس بیڈ روم سے نکل کر دوسرے بیڈ روم میں آئی پھر باتھ روم کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے بولی "میری آواز سن رہے ہو؟"

اندر شاور سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ پھر وہ آواز بند ہو گئی۔ علی نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ بولی "تمہارا بھائی عیاش ہے' بدمعاش ہے۔"

"آخر ہوا کیا؟"

"ابھی کسی سپلائر نے فون کیا تھا۔ وہ ذلیل مجھے بازاری سمجھ رہا تھا۔" علی ہنسنے لگا' وہ بولی "تمہیں پارس کی گمراہی پر ہنسی آ رہی ہے۔"

"اور کیا رونا شروع کر دوں۔"

"وہ آ رہا ہے۔"

"کون پارس؟"

"نہیں وہ سپلائر آ رہا ہے۔"

"آنے دو' اچھی طرح اس کی پٹائی کر دینا۔"

"میں تو اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اسپتال پہنچا دوں لیکن یہاں ہمارا کام بگڑ جائے۔ تمہیں پارس کو ایسی گمراہی سے باز رکھنا چاہئے۔ توبہ توبہ وہ سپلائر کہہ رہا تھا' روز ایک لڑکی یہاں آتی ہے۔ یہ کتنے شرم کی بات ہے۔"

"تم چلو' میں آ رہا ہوں۔"

وہ دوسرے بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ وہ ڈرائنگ روم میں آئی۔ پھر بیرونی دروازے کو کھول دیا۔ سامنے ایک اوسط عمر کا شخص کھڑا ہوا تھا۔ وہ جلدی سے اندر آ کر ٹانیہ کو سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا' وہ بولی "کون ہو تم؟"

وہ بولا "میں نے آواز سے پہچان لیا ہے۔ ابھی تم ہی فون پر بول رہی تھیں۔ میں بڑے غصے میں آیا تھا۔ مگر تمہارے جگمگاتے ہوئے حسن کو دیکھ کر ٹھنڈا پڑ گیا ہوں۔ ہائی گاڈ! کیا روپ ہے' کیا رنگ ہے' تمہیں دیکھ کر جی چاہتا ہے پھر کسی کو نہ دیکھوں' آنکھیں پھوڑ لوں۔"

"میں تمہاری آنکھیں پھوڑ دوں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ اس نے ذرا سا مُنہ گھمالیا۔ طمانچے سے بچ گیا پھر بولا "شرم نہیں آتی' لڑکی ہو کر ہاتھ چلاتی ہو۔"

ثانیہ نے گھوم کر کک ماری۔ اس کی لات ہوا میں گھومتی ہوئی اس کے ہاتھوں میں آگئی۔ وہ پاؤں کو سہلاتے ہوئے بولا۔ "ہائے' کتنے خوب صورت پاؤں ہیں' انہیں منہ پر نہیں پڑنا چاہئے۔ کلیجے پر رکھ کر چلنا چاہئے۔"

علی بھی ڈرائنگ روم میں آگیا تھا اور یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ ادھر وہ کہہ رہا تھا "لڑکی! تم جو کوئی بھی ہو' تم نے فون پر اعتراف کیا ہے کہ یہ پارس کا مکان ہے۔ میں کوئی سپلائر نہیں ہوں' انٹیلی جنس کا ایک جاسوس ہوں' پارس کو میرے سامنے لاؤ۔"

پھر اس نے علی تیمور کو دیکھ کر کہا "ویلکم مسٹر پارس! اگرچہ تم نے اپنا چہرہ بدلا ہوا ہے لیکن تمہارے پارس ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ تمہارے ساتھ ایک حسینہ ضرور ہوتی ہے۔"

علی نے ترکی زبان میں ثانیہ سے پوچھا "کیا تم نے اعتراف کیا تھا کہ یہ پارس کا مکان ہے؟"

وہ بولی "یہ بہت مکار ہے۔ اس نے کچھ اس انداز میں گفتگو چھیڑی تھی کہ میں نے بے اختیار اعتراف کرلیا تھا۔"

جاسوس نے ریوالور نکال کر کہا "اے' یہ تم لوگ کون سی زبان بول رہے ہو۔ خبردار' ہماری زبان بولو!"

علی اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے دھمکی دی "رک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔ یہ لڑکی شادی سے پہلے بیوہ ہو جائے گی۔"

علی نے ریوالور ایک طرف ہٹا کر اس کا ایک کان پکڑ لیا پھر ثانیہ سے کہا "اس نے تمہاری جیسی حاضر دماغ لڑکی سے اعتراف کرالیا پھر بھی تم پہچان نہ سکیں' تم نے ماسٹر داشورو کی کے طریقۂ کار کے مطابق اس پر حملے کئے' یہ بچ گیا کیونکہ یہ ہمارے ماسٹر کا ہونہار شاگرد ہے اور ان کے ہر داؤ پیچ کا توڑ جانتا ہے۔"

ثانیہ نے گھونسا دکھا کر کہا "تم؟ تم پارس؟ مجھے الّو بنا رہے تھے' میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

علی نے کان چھوڑ دیا۔ پارس نے ثانیہ کے بائیں سامنے آکر کہا "میرا منہ توڑ دو' ورنہ۔۔۔۔"

وہ بولی "دیکھو علی! یہ کیسی باتیں کر رہا ہے۔"

علی نے کہا "ایسی باتیں نہیں کرے گا' تم اپنے دعوے کے مطابق اس کا منہ توڑ دو۔"

ثانیہ نے گھونسا اٹھایا۔ پارس نے منہ اور آگے کر دیا۔ وہ ہنسنے لگی۔ پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "میں تمہارے بھائی کی امانت ہوں۔"

"تمہیں پتا نہیں ہے کہ میں شریف بدمعاش ہوں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "یہ شریف بدمعاش کیا ہوتا ہے؟"

"میں بدمعاشی بعد میں کرتا ہوں۔ پہلے شرافت کا ثبوت دیتا ہوں۔"

اس نے ثانیہ کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیا پھر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا "اب میں ایک چال چلوں گا' علی کو تم سے دور کردوں گا پھر تمہارے سامنے ٹھنڈی آہیں بھرتا رہوں گا۔"

ثانیہ نے اسے دھکا دے کر الگ کرتے ہوئے کہا "ایک بار دھوکا کھا گئی' دوسری بار ایسا چکر دوں گی کہ میرے سامنے کان پکڑو گے' توبہ کرو گے۔ علی کو مجھ سے دور کرنے کی بات ایسے کہہ رہے ہو جیسے علی نادان بچے ہیں اور تمہاری چال میں آجائیں گے۔"

علی نے کہا "ثانیہ! کیوں اس کے منہ لگ رہی ہو' کیا ہو گیا ہے تمہاری ذہانت کو؟ یہ تمہیں خواہ مخواہ چیتنج میں الجھا رہا ہے اور تمہیں کوئی کام کی بات سوچنے کا موقع نہیں دے رہا ہے۔"

ثانیہ نے پوچھا "مجھے یہ بتاؤ' تم نے پارس کو کیسے پہچانا؟ کیا اس کی حرکتوں سے۔"

"میں اسے لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں۔ تم بھی اس کی خاص پہچان یاد رکھو۔ اس کی آنکھیں سانپ کی طرح کھلی رہتی ہیں۔ یہ پلکیں نہیں جھپکتا ہے۔ مرضی ہو تو آنکھیں بند کرتا یا پلکیں جھپک لیتا ہے۔"

"واقعی میں اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اس میں کوئی غیر معمولی بات ہے۔"

"بس اب کام کی باتیں کرو' میری تعریفیں نہ کرو۔"

"یہ تعریف ہے تمہاری؟ انسان پیدا ہوئے اور سانپ بن گئے۔"

علی نے کہا "تم دونوں یہاں سے جاؤ اور مجھے پلاننگ کرنے دو۔"

پارس نے کہا "پلاننگ کیا کرنا ہے۔ تمہیں دو ہزار طیاروں کی ضرورت ہے' وہ مل جائیں گے۔"

"کیسے مل جائیں گے؟"

"بھئی کھلونا طیارے ہیں۔ انہیں خریدنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہم وہ طیارے دوسرے ملکوں میں لے جاکر فروخت کرنے کے لئے فیکٹری والوں سے خریدیں گے۔"

علی نے کہا "میں ان میں اہم تبدیلیاں کروں گا۔ ان تبدیلیوں کے دوران دو ہزار طیارے کہاں رکھے جائیں گے؟"

"انکل فرنانڈو نے ایک منافع بخش کمپنی خریدنے کی کوشش کی تھی۔ جبکہ دوالیا فیکٹری آسانی سے خریدی جاسکتی ہے۔ مشی گن جھیل سے پچیس میل کے فاصلے پر ایسی ایک دوالیا فیکٹری ہے جو خالی پڑی رہتی ہے۔"

"یہ ہوئی کام کی بات۔ وہ فیکٹری خریدلی جائے تو ہم بڑی سہولتوں سے کھلونا طیاروں میں تبدیلیاں کرسکتے ہیں۔"

پارس نے فون پر لیلیٰ سے رابطہ کیا۔ لیلیٰ نے کنگ فرنانڈو سے [illegible] فیکٹری خریدنے کو کہا۔ دونوں کے اندر اسے خرید لیا گیا۔ [illegible] بابا صاحب کے اداروں سے تعلق رکھنے والے جتنے لوگ تھے [illegible] فیکٹری کے مزدوروں کی حیثیت سے بلا لیا گیا تاکہ انکواری [illegible] والوں کو اطمینان ہو کہ ایک نئی فیکٹری ابتدائی مراحل سے [illegible] رہی ہے۔

فیکٹری میں علی' پارس اور ثانیہ مصروف رہتے تھے۔ جو [illegible] خریدے جارہے تھے' ان کی قوتِ پرواز اتنی بڑھائی جارہی [illegible] کہ وہ پچیس میل تک آسانی سے پرواز کرسکیں اور اس میں [illegible] خفیہ کیمرے نصب کئے جارہے تھے جو فیکٹری میں رہنے والوں [illegible] وی اسکرین پر یہ منظر دکھاتے تھے کہ وہ کہاں کہاں سے پرواز [illegible] رہے ہیں۔

علی اور پارس اچھے خاصے انجینئر تھے۔ ثانیہ نے بھی علی کے [illegible] کہ بہت کچھ سیکھا تھا۔ ہر کام میں مستعدی اور ہنرمندی سے [illegible] ہاتھ بٹا رہی تھی۔ پہلے انہوں نے آزمائش کے طور پر رات کی [illegible] میں ایک طیارے کو پرواز کرایا۔ اس کی پرواز کے دوران [illegible] بتاتا رہا کہ وہ کتنے کلومیٹر جارہا ہے اور کیمرے کے ذریعے [illegible] پر بھی اندھیرا اور بھی دور دراز کی روشنیاں نظر آتی رہیں۔

بڑی حد تک کامیابی ہوئی۔ جو تھوڑی بہت خامیاں رہ گئی [illegible] اسے دور کرنے میں کچھ روز لگ گئے۔ مجموعی طور پر اس کام [illegible] ایک ماہ گزر گیا۔ ایک رات وہ تین بڑے ٹرک میں طیارے [illegible] کر نکلے۔ ان کی مدد کے لئے بابا صاحب کے ادارے کے لوگ [illegible] جود تھے۔ ہر ایک نے ایک سو طیاروں کی پرواز کو قابو میں رکھنے [illegible] بڑا ریموٹ کنٹرولر ہاتھوں میں لیا ہوا تھا۔ کنٹرولر میں ہر [illegible] کے مخصوص بٹن تھا۔ بٹن کو دبانے سے طیارہ پختہ زمین یا [illegible] پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو کر پرواز کرتا تھا۔

علی اور پارس نے کئی دن پہلے اپنے لوگوں کو سمجھا دیا تھا کہ [illegible] کس سمت جائے گا اور کسی علاقے سے اپنے طیارے اڑائے [illegible] طے شدہ پروگرام کے مطابق سب ایک دوسرے سے الگ [illegible] گئے اپنے ریموٹ کنٹرول سے تعلق رکھنے والے طیارے ساتھ [illegible] گئے۔

مشی گن جھیل کے خفیہ اڈے میں فوج کے جوان اور [illegible] پوری طرح الرٹ تھے۔ وہاں کے حکام نے سوچا تھا کہ [illegible] مشین کی جگہ تبدیل کردی جائے لیکن مارشل ڈی مورا [illegible] کے مشیروں نے کہا تھا' حالات سازگار نہیں ہیں۔ مشین [illegible] دوسری جگہ منتقل کرتے وقت دشمن اسے تباہ کرسکتے ہیں۔ وہ [illegible] جہاں ہے' وہاں ہر طرح محفوظ ہے۔ اس مشین کے آس پاس [illegible] دور تک ایک مکھی بھی اڑ کر نہیں جاسکتی۔

بے شک وشبہ حفاظتی انتظامات بے مثال تھے لیکن ایک [illegible] اپنی عقل سے بندوق کی گولی بناتا ہے تو دوسرا انسان اپنی ذہانت سے بلٹ پروف جیکٹ بنا کر بندوق کی گولی سے بچ جاتا ہے۔ تیسرا انسان ریموٹ کنٹرولر سے دھماکے کرکے اسے بلٹ پروف جیکٹ کے ساتھ ہلاک کردیتا ہے۔

یہ سب انسانی عقل کے تماشے ہیں۔ جب تماشا سامنے آتا ہے تب سمجھ میں آتا ہے کہ دوسرے بھی سیر پر سوا سیر ہوتے ہیں۔

مشی گن جھیل کے فوجیوں نے اس رات حیرت انگیز تماشا دیکھا۔ ایک ساتھ ہزاروں کھلونا طیارے اڑتے ہوئے آئے تھے۔ علی تیمور نے ان طیاروں کو بے آواز بنانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ دور سے ان کی آوازیں سنائی نہیں دیتی تھیں۔ جب وہ قریب آئے تو ہلکی ہلکی آوازوں نے انہیں چونکا دیا۔ انہوں نے صورتِ حال کو سمجھنے کے لئے اس علاقہ کو ہیڈ لائٹس اور سرچ لائٹس سے روشن کردیا۔ پھر حیران رہ گئے۔ ہزاروں کھلونا طیارے سروں پر پہنچ گئے تھے۔ خفیہ اڈے کے روشندانوں سے داخل ہو رہے تھے اور دروازے پر پہنچ کر دھماکے کر رہے تھے۔

ادھر طیاروں کو کنٹرول کرنے والے اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ جب ایک طیارہ دروازے پر پہنچا تو بٹن دبا کر اسے روک دیا گیا۔ طیارے میں بڑی قوت کے بم رکھے گئے تھے۔ ان بموں کا نظام ایسا تھا کہ طیارے کے رکتے ہی وہ پھٹ پڑتے تھے۔ ایک طیارے کے پھٹنے سے زبردست دھماکا ہوا' دروازہ ٹوٹ گیا۔ خفیہ اڈے کے اندر جانے کا راستہ کھل گیا' کئی طیارے اندر جانے لگے۔

تمام فوجی تذبذب میں رہے کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں' طیاروں کو مار گرانے کا مطلب یہ ہوتا کہ ان کے اندر رکھے ہوئے بم پھٹ کر دور تک تباہی پھیلاتے تھے۔ لیکن وہ بے آواز ہونے کی وجہ سے قریب آگئے تھے۔

اسکرین پر ٹرانسفارمر مشین نظر آرہی تھی۔ طیارے اس مشین کے نیچے اور اندر گھس کر پھٹ رہے تھے اور اس کے پرزے پرزے کر رہے تھے پھر ان پرزوں کے پرزے کرتے جارہے تھے۔

اس مشین کی حفاظت کرنے والی فوج دور بھاگ رہی تھی' حملہ کچھ اس انداز سے کیا گیا تھا کہ اب مشین کو بچانے کا کوئی چانس نہیں رہا تھا' صرف اپنی جانیں بچائی جاسکتی تھیں۔ اس لئے وہ بھاگ رہے تھے اور دور جاکر طیاروں پر فائر کر رہے تھے۔

ان طیاروں میں کوئی پائلٹ نہیں تھا۔ وہ کھلونا تھے۔ ایک گڑیا بڑی معصوم ہوتی ہے۔ ہماری معصوم بیٹیاں ان سے کھیلتی ہیں لیکن اسی گڑیا میں ایک بم رکھ دیا جائے تو پھر وہ کھلونا نہیں رہتی۔ موت بن جاتی ہے۔ موت تو کسی بہانے سے بھی آسکتی ہے' کھلونوں کے بہانے سے بھی چلی آتی ہے۔ یہ عقل کا کھیل ہے۔

علی تیمور نے دشمنوں کو کھلونا طیاروں سے سمجھا دیا کہ ذہانت اور حکمت عملی کیا ہوتی ہے؟

وہ ہوتی ہے' جو کسی کے حصے میں آتی ہے۔

مشی گن جھیل کا منظر کچھ یوں ہو گیا تھا جیسے خوب صورت دیدہ زیب اور مہنگے لباس کے چیتھڑے اڑا دیے گئے ہوں۔ یا بہت ہی بلند و بالا عمارت کو اس طرح کھنڈر بنایا گیا ہو کہ اس کی ایک اینٹ بھی سلامت نہ رہی ہو۔ بالکل وہی نقشہ مشی گن جھیل کا ہو گیا تھا۔ کوئی اس جگہ کو اب جھیل کے حوالے سے پہچان نہیں سکتا تھا۔

وہاں کی فضا میں کئی ہیلی کاپٹر پرواز کر رہے تھے۔ فوجی گاڑیوں کی آمدورفت کا سلسلہ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ اعلیٰ حکام اور افسران اس تباہی کا منظر آنکھوں سے دیکھنے آ رہے تھے اور دیکھ کر بھی خود کو جھوٹی تسلی دے رہے تھے کہ ایسا نہیں ہوا ہے' یہ محض ایک خواب ہے۔ کوئی بازو میں چٹکی لے گا تو آنکھ کھل جائے گی۔

ساری دنیا کے اخبارات سے تعلق رکھنے والے صحافی اور فوٹو گرافرز وہاں صحیح حالات معلوم کرنے آئے تھے۔ لیکن کسی کو اس علاقے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جا رہی تھی۔ بین الاقوامی نشریاتی رابطے کا پورا عملہ وہاں موجود تھا۔ اس کے نمائندے پورا زور لگا رہے تھے کہ انہیں اجازت مل جائے۔ مارشل ڈی مورا نے کہا تھا "ابھی ہم تخریب کاروں کے خلاف ثبوت تلاش کر رہے ہیں' وہاں زیادہ افراد کی آمدورفت سے ثبوت مٹ جائیں گے۔ یا ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تم لوگوں کو آلۂ کار بنا کر ثبوت مٹا دیں گے۔"

نمائندے نے کہا "آپ درست فرما رہے ہیں لیکن ہم اس علاقے میں قدم نہیں رکھیں گے۔ ہیلی کاپٹر میں پرواز کر کے کیمروں کے ذریعے یہاں کا منظر ٹی وی اسکرین پر پیش کریں گے۔"

مارشل نے کہا "مجھے افسوس ہے' ابھی ہم تباہی کا یہ منظر دنیا والوں کے سامنے نہیں لائیں گے۔ پلیز' دو چار گھنٹے انتظار کرو۔"

ایک نمائندے نے کہا "آج سے ایک ماہ پہلے جب فرہاد ولیج پر بمباری کی گئی تھی تو ہمیں فوراً وہاں کیمرا رپورٹ کی اجازت مل گئی تھی۔ ہم دنیا والوں کو تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کرتے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ ہمیں ہمارے فرائض سے کیوں روک رہے ہیں۔"

اس بات کے پیچھے یہ یاد دہانی تھی کہ تم نے فرہاد ولیج میں جو تباہی پھیلائی اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آ چکا ہے۔ ایک فوجی افسر نے نمائندے کو گھور کر پوچھا "تم یہاں فرہاد ولیج کا حوالہ کیوں دے رہے ہو؟"

وہ بولا "اگر آپ حقیقت چھپائیں گے تو ساری دنیا کے اخبارات یہی کہیں گے۔"

مارشل ڈی مورا نے کہا "پہلے ہمارے درمیان ایک خفیہ میٹنگ ہو گی۔ اس میٹنگ کے دوران کیمرا آن نہیں ہو گا اور نہ ہی ہماری گفتگو ریکارڈ کی جائے گی۔"

"بین الاقوامی نشریاتی رابطے کی اہمیت اسی میں ہے کہ ہیلی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی بات ریکارڈ کی جائے اور اسے اسکرین پر پیش کیا جائے۔ بہرحال آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آیئے' پہلے ہم پر ائیویٹ گفتگو کر لیں۔"

وہ سب ایک فوجی خیمے میں آ کر بیٹھ گئے۔ مارشل نے کہا۔ "ابھی تم نے فرہاد ولیج کا حوالہ دیا تھا۔ اس ولیج میں دو چار مکانات تباہ ہوئے تھے' یہاں تو آہنی مشین کے پرزے پرزے کر دیے گئے ہیں' مشین اور خفیہ اڈے کی کوئی چیز سلامت نہیں رہی۔ کیا آپ ہم سے ایک تعاون کریں گے؟"

"کیسا تعاون؟"

"آپ کو یاد ہو گا' سونیا اور فرہاد نے چیلنج کیا تھا کہ وہ ہم سے جرمانہ بھی وصول کریں گے اور ہمیں بھاری نقصان بھی پہنچائیں گے۔"

"ہاں' انہوں نے ایسا چیلنج کیا تھا۔"

مارشل نے کہا "آپ اس چیلنج کا حوالہ دے کر اس بات کو پوری دنیا میں اچھال دیں کہ انہوں نے اپنے دعوے کے مطابق انتقامی کارروائی کی ہے۔ کروڑوں ڈالر کی مشین کو تباہ کیا ہے اور ہزاروں فوجیوں کو ہلاک کیا ہے۔"

"ہم ثبوت کے بغیر ایسی باتیں کریں گے تو وہ قابلِ قبول نہیں ہوں گی۔ اسی لئے ہماری درخواست ہے کہ ہمیں تباہ شدہ علاقے میں جانے کی اجازت دیں۔ ہم اس تباہی کے منظر کو اسکرین پر پیش کرتے ہوئے جو بات کہیں گے وہ سننے اور دیکھنے والوں کو متاثر کرے گی۔"

مارشل نے کہا "ہماری ملٹری انٹیلیجنس دشمنوں کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کی بھرپور کوششیں کر چکی ہے لیکن دشمن بے حد مکار ہیں۔ انہوں نے اس انداز سے حملے کئے تھے کہ واپسی میں ان کے خلاف کوئی بھی ثبوت باقی نہیں رہا۔"

ایک نے پوچھا "یہاں جو دشمن حملہ کرنے آئے تھے ان میں سے کوئی تو گرفتار ہوا ہو گا۔"

"ان کا حملہ بہت ہی غیر معمولی اور انوکھا تھا۔ ادھر ایک بھی دشمن نہیں آیا۔ صرف ان کے کھلونا طیارے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے آئے۔ ان طیاروں میں بھاری قوت کے بم رکھے گئے تھے جو مخصوص تکنیک کے مطابق اپنے نشانے پر پہنچ کر پھٹ پڑتے تھے۔"

ایک نمائندے نے حیرانی سے پوچھا "کھلونا طیاروں سے اتنا زبردست حملہ' ایسی زبردست تباہی؟"

"ہاں' ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دشمن کھلونوں کو ہماری تباہی کا سامان بنا دیں گے۔"

"کیا ان طیاروں کو زمین سے مار گرانے کے انتظامات نہیں

تھے؟"

"ہمارے انتظامات تھے لیکن وہ طیارے ہزاروں کی تعداد میں تھے اور بے آواز تھے۔ بہت قریب آنے پر ہلکی ہلکی بھنبھناہٹ سنائی دی تھی۔ لیکن اس وقت تک دیر ہو چکی تھی۔ وہ سروں پر پہنچ کر پھٹ رہے تھے۔ فوجیوں کو بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اگر وہ فرار نہ ہوتے تو مشین کے ساتھ نابود ہو جاتے۔ ویسے خفیہ اڈے کے اندر مشین کے پاس ڈیوٹی دینے والے سپاہی اور افسران سیکڑوں کی تعداد میں ہلاک ہو گئے ہیں۔ ان کی لاشیں اسکرین پر دکھائی جا سکتی ہیں۔"

"تو پھر ہمیں کیمرا آن کرنے کی اجازت ہے؟"

"ذرا صبر کریں۔ ہمارا ایک اہم اجلاس منعقد ہو رہا ہے' میں وہاں جا رہا ہوں۔ اجلاس میں جو فیصلہ ہو گا اس کے مطابق آپ لوگوں کو رپورٹنگ کی اجازت دی جائے گی۔"

"ہم تازہ ترین معاملات کو باسی رپورٹ نہیں بناتے ہیں۔ ہمارے دوسرے نمائندے اپنے عملے کے ساتھ فرہاد ولیج میں موجود ہیں۔ وہ سونیا اور فرہاد کے نقطۂ نظر سے مشین کی تباہی کی خبر نشر کریں گے۔"

مارشل ڈی مورا نے ناگواری سے کہا "یہ ہمارے ملک کا اندرونی معاملہ ہے۔ ہم تمہیں فرہاد کے نقطۂ نظر سے اس معاملے کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"آپ اپنے ملک میں اجازت نہ دیں' دوسرے ملکوں میں ہمیں اپنے فرائض ادا کرنے سے کیسے روکیں گے؟"

"یہ مت بھولو کہ بین الاقوامی رابطے کا یہ شعبہ ہمارے ہی قدم سے ہے۔ ہم اسے چند منٹوں میں ختم کر سکتے ہیں۔"

"بے شک' آپ مائی باپ ہیں۔ آپ کی حکومت ہمارے پورے شعبے کو ختم کر سکتی ہے۔ لیکن یہ تو سوچیں' اگر اسی طرح دوسرے بڑے ممالک بھی اپنے ہاں کی اہم خبروں کو روکنا شروع کر دیں اور اس سلسلے میں آپ پر الزام دیتے رہے تو آپ کی پوزیشن دنیا والوں کے سامنے کیا ہو گی؟"

وہ درست کہہ رہا تھا اور درست باتوں پر بحث نہیں کی جاتی۔ مارشل وہاں سے اٹھ گیا۔ اس اجلاس میں آئی جہاں ملک کے اعلیٰ حکام' فوجی افسران اور دوسرے اکابرین موجود تھے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے مارشل سے پوچھا "یہ سب کیسے ہو گیا؟"

وہ بولا "یہاں انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ یہ صحیح بات بتا سکتے ہیں۔ حملہ آوروں نے اپنے پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے۔"

"دشمنوں کے پاس ہزاروں کھلونا طیارے کہاں سے آ گئے؟"

"مشی گن جھیل سے پچیس میل دور ایک کھلونا فیکٹری ہے۔ وہاں ایسے طیارے بنائے جاتے ہیں۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کھلونوں کو دوسری جنگِ عظیم کے طیاروں سے زیادہ خطرناک بنا دیں گے۔ انہوں نے وہ جنگ لڑی ہے جس کے متعلق ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے جس چالاکی سے ہمیں اتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ جس انداز میں دشمنی کی گئی ہے اس کے نتیجے میں ہم کسی کو الزام نہیں دے سکتے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "بات ابھی الزام دینے کی نہیں ہے۔ اپنی نااہلی کی ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہم فرہاد کے مقابلے میں اکثر نقصان اٹھاتے ہیں؟"

دوسرے حاکم نے کہا "اس نے ایک ماہ پہلے چیلنج کیا تھا' آج یہ صورتِ حال ہمارے سامنے ہے۔ اگر آپ اس کے چیلنج کے پیشِ نظر یہاں کے حفاظتی انتظامات پر نظرِ ثانی کرتے' اس کے ہر پہلو پر غور کرتے تو کھلونا فیکٹری کی طرف بھی دھیان ضرور جاتا۔"

تیسرے حاکم نے کہا "فرہاد اور اس کے بیٹے انسان ہیں۔ جو تدبیر اُن کے دماغوں میں آ سکتی ہے وہ ہم اور آپ بھی سوچ سکتے ہیں لیکن اس لئے نہیں سوچتے کہ اپنے ناقص حفاظتی انتظامات سے بالکل مطمئن ہو جاتے ہیں۔"

مارشل نے کہا "کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ایک دوسرے کی حکمتِ عملی سمجھ میں آ جایا کرے۔ جو ہو چکا ہے اس کی تمام ذمے واری مجھ پر نہ رکھی جائے۔ ہمارے بہترین مشیروں' فوجی اور انٹیلیجنس کے بڑے عہدیداروں کی پلاننگ سے وہ مشین وہاں رکھی گئی تھی۔"

ایک نے تائید کی "ہاں' الزام تو بہت سے عہدیداروں پر آئے گا۔ لیکن سانپ نکل گیا ہے' لکیر پیٹنے سے فائدہ کیا ہو گا؟"

دوسرے نے کہا "ہمارے حفاظتی انتظامات میں کوئی کمی نہیں تھی۔ جب تمام اقدامات ہر پہلو سے ٹھوس اور مستحکم ہوں اور اس کے باوجود نقصان اٹھانا پڑے تو ایسے میں مقدر کو ماننا پڑتا ہے۔ یا پھر دشمن کی ذہنی برتری کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔"

ایک نے کہا "میرا خیال ہے' ہم اپنے نقصانات کا ماتم کرنے میں وقت ضائع نہ کریں' کام کی باتیں کریں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "میں ایک کام کی بات پوچھتا ہوں۔ جب سے دنیا آباد ہوئی ہے' تمام جانداروں کے لئے موت اٹل ہے۔ موت سے کسی کو نجات نہیں ہے' کیا فرہاد بھی ہمارے لئے موت کی طرح اٹل ہو گیا ہے؟"

"کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔ وہ جب چاہتا ہے اپنے چیلنج کے مطابق کر گزرتا ہے۔ وہ ہمارا پہلا اور آخری مسئلہ بن گیا ہے۔ جتنی جلد ممکن ہو اسے ختم کرنا ہو گا ورنہ ہماری مزید تباہی آنکھوں کے سامنے ہے۔"

"بات صرف تباہی کی نہیں ہے۔ ہم پسپا اور کمزور کہلاتے ہیں۔ دنیا کے آخری سرے تک ہمارا رعب اور دبدبہ طاری رہتا ہے۔ ہم بہت اونچی اڑان اڑتے ہیں لیکن فرہاد ہماری اڑان کے غبارے سے ہوا نکال دیتا ہے۔ ہمارا رعب اور دبدبہ' ہماری شان و شوکت دو

کوڈی کی ہو جاتی ہے۔ اس پہلو سے ہمیشہ ہماری توہین ہوتی ہے۔"

دوسرے نے کہا "آج فرانس ہمارے دباؤ میں نہیں ہے۔ کیونکہ اسے فرہاد کی حمایت حاصل ہے۔ کل کو دوسرے تیسرے ممالک بھی فرہاد کو دوست بنا کر ہماری برتری سے انکار کر دیں گے۔"

"پانی سر سے گزر چکا ہے۔ اپنی برتری قائم رکھنے کے لئے ہمیں ہر حال میں فرہاد کو کم ترنانا ہوگا۔ وہ مٹی میں ملے گا تو ہمارا سر آسمان سے لگے گا۔"

ہولی مین نے کہا "ہم نے ابتدا ہی سے فرہاد کو اہمیت دی ہے جس کے نتیجے میں آج وہ بہت زیادہ اہمیت حاصل کر چکا ہے۔ میں نے فرہاد ویلج پر حملے کی مخالفت کی تھی۔ آپ حضرات غور فرمائیں' ہمارے ناکام حملوں نے فرہاد ویلج کو آہنی قلعہ ثابت کر کے اُن کی اہمیت اور بڑھا دی ہے۔ مارشل ڈی مورا اور جان لیموڈا نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اپنے پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑیں گے لیکن ثبوت چھوڑ کر فرہاد کو مظلوم اور ہمیں ظالم ثابت کر دیا۔"

مارشل نے ناگواری سے پوچھا "کیا ہم نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا؟"

"غلط پلاننگ مارشل! تسلیم کرو۔ وہ اپنے پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑتے تم چھوڑ دیتے ہو۔ وہ اپنی ساکھ برقرار رکھتے ہیں تم ہماری ساکھ بگاڑ دیتے ہو۔ تسلیم کرو کہ وہ ذہانت میں اور انتقامی کارروائیوں میں تم سے برتر ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا "مارشل! ہم تمہاری انسلٹ نہیں کر رہے ہیں۔ یہاں کی چار دیواری میں تمہاری غلطیوں کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ آئندہ محتاط رہو۔ دشمنوں کو ایسا سبق سکھاؤ کہ انہیں بچاؤ کا راستہ نہ ملے۔"

دوسرے نے کہا "آئندہ ان کی خلاف کوئی منصوبہ جب تک جامع اور ٹھوس نہ ہو اور اس پر عمل کرنے کے طریقہ کار پر ہم سب متفق نہ ہوں تب تک آپریشن اسٹارٹ نہ کیا جائے۔"

ہولی مین نے کہا "موجودہ صورتِ حال کے پیشِ نظر ٹرانسفارمر مشین کی تباہی کا الزام فرہاد پر عائد نہیں کرنا چاہئے۔"

"بے شک' ہم محض قیاس آرائی کی بنا پر اسے مجرم ثابت نہیں کر سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے' ہم کھل کر الزام نہیں دیں گے لیکن ایسے بیانات دیں گے جس میں یہ اشارہ ملے گا کہ انہوں نے فرہاد ویلج کے سلسلے میں انتقامی کارروائی کی ہے۔"

انٹرکام کے ذریعے اطلاع ملی کہ بین الاقوامی رابطے کے ذریعے سونیا اور فرہاد کو اسکرین پر پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ سنتے ہی سب لوگوں نے اپنی کرسیوں کے رخ بدل دیے۔ اجلاس ہال میں تین دیواروں کے پاس ٹی وی رکھے ہوئے تھے۔ انہیں آن کر دیا گیا تھا۔ اسکرین پر ایک نمائندہ سونیا اور فرہاد کا ذکر کر رہا تھا کہ ایک ماہ قبل فرہاد ویلج پر ہوائی حملے کئے گئے تھے۔ ان حملوں سے ویلج کے چند مکانات تباہ ہوئے تھے۔ دوسری طرف حملہ کرنے والے دو طیارے کو تباہ کر دیا گیا تھا اور ویلج میں داخل ہونے والے تمام مسلح افراد کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ان دو طیاروں کا تعلق اسرائیل سے تھا اور گرفتار ہونے والے امریکی گوریلا فائٹر تھے۔

سونیا اور فرہاد نے یہ تمام ثبوت فراہم کرنے کے بعد دعویٰ کیا تھا کہ وہ امریکا سے پچاس لاکھ ڈالر جرمانہ وصول کریں گے اور سزا دینے کے لئے ان کے ملک میں بھی ایسی ہی انتقامی تباہی لائیں گے۔

مارشل ڈی مورا نے اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ نمائندہ ہماری مرضی کے مطابق بول رہا ہے۔ اس کی باتوں سے سونیا اور فرہاد کے خلاف شبہات کا آغاز ہو رہا ہے۔"

نمائندہ کہہ رہا تھا "اس چیلنج کے ٹھیک ایک ماہ بعد مشی گن جھیل کو بری طرح تباہ کر دیا گیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ سب کچھ چیلنج کے جواب میں کیا گیا ہے۔ ہمیں ٹھوس ثبوت کے بغیر کسی کے خلاف کچھ کہنے کا حق نہیں ہے۔ میں آپ کے سامنے محض ایک پس منظر پیش کر رہا ہوں۔ سونیا اور فرہاد نے انتقامی کارروائی کی ہے یا نہیں؟ یہ ابھی آپ اسکرین پر اُن کی زبان سے سن لیں گے۔ اس کے لئے آپ کو ایک ذرا انتظار کرنا ہوگا۔"

پھر اس نمائندہ نے کہا "میں آپ کو بتاتا چلوں کہ مشی گن جھیل ایک نہایت پُراسرار خفیہ اڈا تھا جہاں ٹرانسفارمر مشین کو چھپا کر رکھا جاتا تھا۔ شاید آپ جانتے ہوں کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے جاتے تھے۔ گویا یہ مشین ایٹم بموں اور ہائیڈروجن بموں سے زیادہ خطرناک انسان پیدا کرتی تھی۔ اس مشین کی حفاظت کے لئے اتنے سخت انتظامات کئے گئے تھے کہ وہاں اجازت کے بغیر ایک مکھی بھی اڑ کر نہیں جا سکتی تھی۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "پچھلی رات اچانک ہزاروں کھلونا جہازوں نے اس خفیہ اڈے پر حملے کئے۔ کھلونا طیاروں کی بھلا اہمیت کیا ہوتی ہے۔ دولت مند بچوں کے دل بہلانے کا سامان ہوتا ہے مگر وہی کھلونے خطرناک طیارے بن گئے۔ کسی بت ہی ماہر انجینئر نے ان طیاروں میں تبدیلیاں کی تھیں۔ ان کے اندر خفیہ کیمرے نصب تھے۔ وہ ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے پرواز کرتے ہوئے جہاں سے گزرتے تھے وہاں کے مناظر کیمروں کے ذریعے اسکرین پر نظر آتے تھے۔ اس طرح طیاروں کو آپریٹ کرنے والے دیکھتے تھے کہ کون سا طیارہ خفیہ اڈے میں کس طرح داخل ہو رہا ہے۔ ان تمام طیاروں میں بھاری قوت کے بم رکھے گئے تھے جنہیں ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے ہی بلاسٹ کیا گیا تھا۔ ناظرین! ابھی ابھی مشی گن جھیل کی طرف جانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ جیسے ہی اجازت ملے گی ہم ان طیاروں کے متعلق مزید تفصیلات پیش کریں گے۔ آیئے ہم میڈم سونیا کی باتیں سنتے ہیں کہ وہ اس حملے

کیا فرماتی ہیں۔"

اسکرین پر سونیا نظر آنے لگی۔ نمائندے نے پوچھا "کیا آپ اپنا وہ چیلنج یاد ہے؟"

سونیا نے کہا "بے شک یہ بھولنے والی بات نہیں ہے۔ ہم نے ی اسکرین پر پوری دنیا کے سامنے کہا تھا کہ ہم دشمنوں سے ہرجانہ صول کریں گے اور انتقامی کارروائی بھی کریں گے۔"

نمائندہ نے پوچھا "تو آپ نے انتقامی کارروائی کی ہے؟"

"نہیں۔ ہم دوسرے اہم معاملات میں اس قدر مصروف ہے کہ ابھی تک چیلنج پورا نہ کر سکے۔ یہ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ ارے چیلنج سے کسی دوسرے نے فائدہ اٹھایا ہے۔ سنا ہے' انسفارمر مشین کو بری طرح تباہ کر دیا گیا ہے۔"

"اس تباہی کا الزام آپ کے سر آئے تو آپ کا جواب کیا گا؟"

سونیا نے کہا "ہم ایسے نادان نہیں ہیں کہ ٹرانسفارمر مشین کو ا کر دیں گے جبکہ یہ جانتے ہیں مشین کا نقشہ موجود ہے' وہ پھر تیار لی جائے گی۔ ہم تو ایسی تباہی لاتے ہیں جس کی تلافی ممکن نہ ۔"

"آپ کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے وہ مشین پھر تیار کر لی جائے ۔ کیا اُسے بار بار تیار کرنا آسان ہے؟"

"بہت مشکل ہے' امریکا وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ اگرچہ آج ل مقروض ہے پھر بھی اُس کی تیاری کے لئے کروڑوں ڈالر خرچ ے گا۔ یعنی اس نے کروڑوں کی مشین گنوائی۔ آئندہ پھر روڑوں خرچ کرے گا۔ اس کے علاوہ ہمارا جرمانہ بھی بھرے گا۔ رہماری طرف سے جو انتقامی کارروائی ہوگی وہ بھی اسے اربوں ر کے نقصان تک پہنچائے گی۔"

"کیا آپ سمجھتی ہیں کہ مشین کی تباہی کا الزام آپ پر عائد کیا ے گا؟"

"الزام عائد کرنے میں کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ ہمارے تمام ن ہمارے متعلق ایک سچی بات جانتے ہیں کہ ہم جہاں بھی اور ب بھی انتقامی کارروائیاں کرتے ہیں وہاں اپنا نام ضرور بتاتے تاکہ سند رہے کہ ہم سے دشمنی کتنی مہنگی پڑتی ہے۔"

اجلاس میں بیٹھے ہوئے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران توجہ سے نیا کی باتیں سن رہے تھے اور دل ہی دل میں یہ تسلیم کر رہے تھے سونیا اور فرہاد نے چھپ کر کبھی انتقام نہیں لیا۔ ہر کارروائی بعد اپنا نام ضرور بتایا ہے۔

سونیا کی یہ بات بھی دل کو لگ رہی تھی کہ جو مشین دوبارہ تیار ا جا سکتی ہے اُسے تباہ کرنا نادانی ہے۔ انٹیلیجنس کے اعلیٰ افسر نے ا "یہ عورت بڑی مکاری سے بول رہی ہے۔ ایک طرف کہتی ہے ین کو تباہ کرنے والے نادان ہیں' دوسری طرف کہتی ہے ہم نے ڑوں ڈالر کا نقصان اٹھایا ہے۔ آئندہ نئی مشین پر کروڑوں خرچ کریں گے۔ دشمن کے لئے یہ خوشی کا مقام ہے کہ ہمیں ناقابلِ برداشت مالی نقصان پہنچ رہا ہے۔"

دوسرے نے کہا "بے شک ہمارے نقصان کے پیچھے اسی مکار عورت کا ہاتھ ہے۔"

وہ لوگ آپس میں تبصرہ کرتے کرتے چپ ہو گئے۔ اسکرین پر نمائندہ کہہ رہا تھا "ناظرین! یہ ہمارے ادارے کی خوش قسمتی ہے کہ ہم نے گوشہ نشین رہنے والے فرہاد علی تیمور کو ایک ماہ پہلے فرہاد ویلج میں پیش کیا تھا اور آج دوبارہ پیش کر رہے ہیں۔"

اسکرین پر فرہاد علی تیمور نظر آنے لگا۔ وہ مَیں نہیں تھا' میری ڈی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے سونیا کی بھی ڈی اسکرین پر بول رہی تھی۔ میں اور سونیا' ماریہ کے ساتھ ایک بیڈ روم میں بیٹھے وہ پروگرام دیکھ رہے تھے۔

نمائندے نے پوچھا "مسٹر فرہاد! مشی گن جھیل میں جو کچھ ہوا' اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟"

جب تک ڈی سونیا اسکرین پر بولتی رہی۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہا تاکہ وہ کوئی غلطی نہ کرے۔ اب میں نے ڈی کے ذریعے جواب دیا "یہ جو کچھ ہوا اس میں امریکا کی ناجائز اولاد اسرائیل کا ہاتھ ہے۔ یہ یہودی نہیں چاہتے کہ ٹرانسفارمر مشین رہے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوں۔ اگر ہوں تو یہودیوں کو بھی یہ علم دیا جائے۔ جب اُن کا یہ مطالبہ پورا نہیں ہوا تو انہوں نے امریکا کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کر لیا۔"

نمائندے نے کہا "امریکی نمائندوں نے کبھی کسی کے اغوا کا اعتراف نہیں کیا ہے۔"

"اور نہ ہی کریں گے۔ مشین کی تباہی کا الزام بھی انہیں نہیں دیں گے لیکن میری سچ بیانی قائم رہے گی۔ جھوٹا آدمی پھانسی کے تختے پر بھی جھوٹ بولتا ہے لیکن دل ہی دل میں اپنے جھوٹ کو مانتا ہے۔ اسی طرح امریکی حکام میرے سچ کا اعتراف نہ کریں لیکن اپنے جھوٹ کو دل سے تسلیم کر رہے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے' جب ہم نے یہ واردات نہیں کی ہے تو واردات وہی کریں گے جو اپنے محسن کے احسانات کو بھول کر اُن کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کر چکے ہیں۔"

پھر میری ڈی نے مسکرا کر کہا۔ "آستین میں سانپ پالنے کا یہی نقصان ہے۔ پالنے والا یہ شکایت نہیں کر سکتا کہ سانپ اُسے ڈس رہا ہے۔ ان لمحات میں امریکا کے اعلیٰ حکام اور دوسرے اکابرین مجھے اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ اور میں انہیں نہ دیکھتے ہوئے بھی ان کی مجبوریاں دیکھ رہا ہوں۔"

ڈی نے پھر مسکرا کر کہا۔ "ان کی مجبوریاں یہ ہیں کہ انہوں نے اسلامی ممالک کے درمیان اسرائیل کو دہشت بنا کر قائم کیا ہے۔ مسلمان حکمران اسرائیل کے خوف سے امریکا کی گود میں پناہ لیتے ہیں اور اس سپر پاور کو پوری اسلامی دنیا پر مسلط کرتے

ہیں۔ چونکہ اسرائیل ان کے لئے بہت بڑا سیاسی رول ادا کر رہا ہے اس لئے وہ یہودیوں سے ناراض نہیں ہوتے ہیں۔ ان کی خطائیں معاف کر دیتے ہیں۔ دنیا دیکھے گی کہ ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنے والی خطا بھی معاف کر دی جائے گی۔"

اجلاس میں کھلبلی سی پیدا ہو گئی۔ یہودیوں نے مشین کو تباہ نہیں کیا تھا۔ وہ کسی پر اس تباہی کا الزام نہیں رکھ سکتے تھے۔ لیکن میں نے یقین کی حد تک یہ شبہ پیدا کر دیا تھا کہ یہ اسرائیل کی شرارت ہو سکتی ہے۔ اگر انہوں نے اسے الزام نہ دیا تو یہ بات درست ہو گی کہ امریکا اسرائیل کی بڑی سے بڑی خطائیں معاف کر دیتا ہے۔

اسکرین پر ڈی نے کہا۔ "میں نے ایک حق بات کہہ دی ہے۔ اب امریکی حکام کو اس سلسلے میں زبان کھولنا چاہئے۔ اگر وہ مجرم کی طرف انگلی نہیں اٹھائیں گے اور خواہ مخواہ ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے تو پھر ہمیں اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے خود ہی اسرائیل کو بے نقاب کرنا پڑے گا۔"

پھر میں نے ڈی کے ذریعے نمائندے سے کہا۔ "آپ ہم سے سوالات کرتے جا رہے ہیں' ایک میرے سوال کا جواب دینا پسند کریں گے؟"

"بے شک' آپ سوال کریں۔"

"کوئی بھی سانحہ یا واردات ہو' آپ اسے فوراً اسکرین پر پیش کر دیتے ہیں۔ اتنی بڑی ٹرانسفارمر مشین تباہ ہو گئی' سیکڑوں فوجی مارے گئے لیکن اس سلسلے کی ایک تصویر بھی بین الاقوامی رابطے کے ذریعے پیش نہیں کی گئی۔ مشی گن جھیل کے مناظر کو دنیا کے سامنے کیوں پیش نہیں کیا جا رہا ہے؟"

نمائندے نے کہا۔ "ہم جلد ہی وہاں کی تباہی کے مناظر پیش کریں گے۔"

"آپ جلد ہی پیش کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ جبکہ تباہی کو بارہ گھنٹے گزر گئے ہیں۔ پلیز' آپ وضاحت کریں' دیر کیوں ہو رہی ہے؟"

"جائے واردات پر وہاں کے جاسوس اور فوجی افسران موجود ہیں۔ اعلیٰ حکام اہم اجلاس میں مصروف ہیں۔ اجلاس کے بعد ہمیں مشی گن جھیل کی فلمی رپورٹ پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی۔"

"آپ کو پتا ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں؟"

"فرہاد صاحب! آپ کی خیال خوانی کو ساری دنیا جانتی ہے۔"

"لیکن آپ یہ نہیں جانتے کہ میں اس فوجی افسر کے دماغ میں آتا جاتا ہوں جو صبح سے مشی گن جھیل کے کھنڈر میں اپنے فرائض ادا کر رہا ہے۔ وہاں وہ لوگ ایسے تمام ثبوت مٹا رہے ہیں جو اسرائیل کے خلاف ہیں۔"

اجلاس میں بیٹھے ہوئے ایک اعلیٰ افسر نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "یہ جھوٹا اور مکار ہے۔ وہاں کسی کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہ ہمیں الزام دے رہا ہے کہ ہم ثبوت مٹا رہے ہیں۔"

نمائندے نے ڈی فرہاد سے پوچھا۔ "آپ اس افسر کے دماغ میں رہ کر انہیں ثبوت مٹانے سے کیوں نہیں روک رہے ہیں؟"

"وہاں باقی تمام افسران یوگا کے ماہر ہیں۔ میں کسی کے دماغ میں جا نہیں سکتا اور ایک افسر کے ذریعے انہیں ایسی حرکتوں سے باز نہیں رکھ سکتا۔"

پھر میں نے ڈی سونیا کے ذریعے کہا "اتنے بڑے اور بااختیار بین الاقوامی نشریاتی رابطے کے ادارے کو مشی گن جھیل کی طرف جانے سے روک دیا گیا ہے۔ جب وہاں کچھ باقی نہیں رہا ہے پھر کیوں اب تک اسے روکا گیا ہے؟ یہ لوگ مشین کا ماتم کر رہے ہیں یا اندر ہی اندر سازشی ثبوت تیار کر رہے ہیں۔ کسی اور کا جرم کسی اور کے سر تھوپنا چاہتے ہیں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہم نے سوچا تھا' آپس میں اچھی طرح مشورے کرنے کے بعد اخبارات میں بیانات دیں گے لیکن ہمارے بیانات سے پہلے سونیا اور فرہاد ہماری پوزیشن کمزور بنا چکے ہیں۔ اب ہم ان کے خلاف اور اسرائیل کی حمایت میں کچھ بھی کہیں گے تو قابل قبول نہ ہو گا۔"

ایک نے کہا۔ "کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مشین کو تباہ کرنے والوں کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملا ہے؟"

دوسرے نے کہا۔ "نہیں۔ ہم یہ کہیں گے تو سونیا اور فرہاد کی بات درست سمجھی جائے گی کہ اسرائیل کے خلاف ثبوت مٹا دیئے گئے ہیں۔"

"اگر ہم قسمیں کھائیں گے کہ ثبوت نہیں مٹائے گئے ہیں تو سوال کیا جائے گا' ہم نے صبح سے شام تک کسی کو جائے واردات کی طرف جانے کی اجازت کیوں نہیں دی۔ وہاں ہم کیا سازش کر رہے تھے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "آپ لوگ بعد میں تبصرے کریں۔ پلیز ابھی ان کی گفتگو توجہ سے سننے اور سمجھنے کی کوشش کریں۔"

نمائندہ ڈی فرہاد سے کہہ رہا تھا۔ "ہم ابھی مشی گن جھیل کے مناظر پیش کریں گے اور وہاں کے ذمے دار افراد اسکرین پر آ کر بیانات دیں گے۔ فی الحال آپ سے ایک سوال ہے۔ وہاں کروڑوں ڈالر کا نقصان ہو چکا ہے' سیکڑوں فوجی مارے گئے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی آپ کا چیلنج برقرار رہے گا؟"

"جی ہاں' یہ انتقام ہم نے نہیں لیا ہے۔ ہماری انتقامی کارروائی کا چیلنج برقرار رہے گا۔ البتہ یہ موجودہ تباہی دیکھ کر ہم ان سے ہمدردی کرتے ہوئے اپنے ارادے میں ذرا سی لچک پیدا کر سکتے ہیں۔"

ڈی نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ "اگر وہ جرمانے کی رقم پچاس لاکھ ڈالر ادا کر دیں گے تو ہم انتقامی کارروائی کا ارادہ ترک کر دیں

گے۔"

اجلاس میں بیٹھے ہوئے لوگ جھنجلا گئے۔ گالیاں بکنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ انہی کمبخوں نے مشین کو تباہ کیا ہے۔"

دوسرے نے کہا۔ "ان کا پچاس لاکھ ڈالر کا مطالبہ ظاہر کرتا ہے کہ عدم ادائیگی کی صورت میں یہ ہم پر پھر تباہی لائیں گے۔"

"یہ سوچ کر شرم آتی ہے کہ ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"ہمیں ان کے خلاف کچھ ایسے حالات پیدا کرنے ہوں گے کہ ان کا جینا دوبھر ہو جائے۔ انہیں اس زمین پر کہیں سکون نہ ملے۔ وہ سونا چاہیں تو دہشت سے نیند اڑ جائے۔ وہ کھانا چاہیں تو ہر نوالہ پتھر لگے۔ وہ بھوکے پیاسے دن رات جاگتے جاگتے خود ہی مر جائیں۔"

"ہمیں پلان میکرز کی ایک ٹیم قائم کرنا چاہئے۔ یہ منصوبہ باز ایسی تدابیر سوچیں گے جن پر عمل کرنے سے سونیا اور فرہاد کو زندگی' موت سے بدتر لگے۔"

"ہاں ایسا کچھ کرنا ہو گا۔ یہ لوگ گلے میں ہڈی کی طرح اٹکے ہیں۔ ایسی ہڈیوں کو نکالنا ہی ہو گا۔"

مارشل نے کہا۔ "ہم نے چند اہم منصوبے تیار کئے ہیں۔ اب ان پر کامیابی سے عمل کرنے کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔"

ایک نے پوچھا۔ "وہ منصوبے کیا ہیں؟"

"سوری' اب ہم جو کچھ بھی کرنے والے ہیں' اسے اتنی راز داری سے کریں گے کہ ہمارے ہی درمیان ایک کی بات دوسرے کو معلوم نہیں ہو گی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "اب ہمیں اجلاس برخاست کرنا چاہئے۔ باہر بین الاقوامی نشریاتی رابطے کا عملہ ہمارا منتظر ہے۔"

وہ سب اپنی جگہ سے اٹھ کر ہال سے باہر آنے لگے۔ باہر صحافت کے رپورٹرز اور فوٹو گرافرز کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ سب ان حکام اور حکومت کے دوسرے عہدیداروں کی طرف لپکے۔ ان سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔ دوسرے بین الاقوامی نشریاتی رابطے کا عملہ کیمروں اور ساؤنڈ ریکارڈز کے ساتھ تیار تھا۔ مارشل ڈی مورا نے ان سے کہا۔ "دوسری ٹیم سے کہہ دو وہ مشی گن جھیل کی فلمی رپورٹ یہاں پیش کر سکتے ہیں اور ہم سے بھی انٹرویو کر سکتے ہیں۔"

ہال میں شوٹنگ لائٹس روشن ہو گئیں۔ کیمرے آن ہو گئے۔ سامنے اسکرین پر آ کر کہا۔ "ناظرین! کانفرنس کا خاتمہ کر کے اب مشی گن جھیل کی رپورٹ پیش کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ اب چند منٹوں میں وہاں کی تباہی کے مناظر دیکھیں گے۔ اس کے بعد ہم مارشل ڈی مورا کو پیش کر رہے ہیں۔"

اسکرین پر مارشل نظر آیا۔ نمائندے نے اس سے پوچھا۔ "ٹرانسفارمر مشین کی تباہی کے متعلق کچھ کہنا چاہیں گے؟"

وہ بولا "ابھی میں آپ کا پروگرام دیکھ رہا تھا۔ سونیا اور فرہاد کی گفتگو سن رہا تھا۔ وہ خواہ مخواہ ہمیں الزام دے رہے ہیں کہ ہم اسرائیل کی پشت پناہی کر رہے ہیں اور یہودیوں کو مجرم ثابت کرنے کے جو ثبوت ہمیں مل رہے ہیں' انہیں ہم ضائع کر رہے ہیں۔ یہ محض ایک اندازہ ہے اور اندازے اکثر غلط ہوتے ہیں۔"

نمائندے نے پوچھا۔ "کیا آپ نے جائے واردات پر کسی کے خلاف ثبوت حاصل کیا ہے؟"

مارشل نے کہا۔ "سب سے پہلے تو سونیا اور فرہاد کو خوش ہونا چاہئے کہ ہم انہیں الزام نہیں دے رہے ہیں۔"

"آپ کسی کو تو الزام دیں گے۔ کوئی تو مجرم ہو گا؟"

وہ مسکرایا پھر بولا "میں جو کچھ کہنے والا ہوں' اس پر شاید ہی کوئی یقین کرے۔ لیکن سچ پھر سچ ہے۔ جلد یا بہ دیر سچائی کا یقین ہو جاتا ہے اور سچ یہ ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کو ہم نے خود تباہ کیا ہے۔"

اُس کی یہ بات چونکا دینے والی تھی۔ نمائندے نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا واقعی؟ آپ نے اسے تباہ کیا ہے؟ مگر کیوں؟"

مارشل ڈی مورا نے بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہمیں رفتہ رفتہ یہ تجربہ ہوا کہ مشین کے ذریعے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے جا رہے ہیں' ان میں کچھ دماغی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ اگرچہ خیال خوانی کرنے لگتے ہیں لیکن عملی زندگی میں نااہل اور ناکارہ ثابت ہوتے ہیں۔ ہم نے ماضی میں درجنوں خیال خوانی کرنے والے پیدا کئے' ان میں سے بیشتر اپنی کم عقلی اور کمزوری کے باعث مارے گئے یا دشمنوں کے ہاتھ لگ گئے۔"

نمائندے نے پوچھا۔ "کیا ایسا مشین کی خرابی کے باعث ہوتا رہا؟"

"وہ خرابی ہمارے انجینئروں کی سمجھ میں نہیں آئی۔ تجربہ کار ماہرین نے اس مشین میں ضروری تبدیلیاں کیں پھر بھی بات نہ

ہی۔ آخر ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ مشین ہمیں مسلسل نقصان پہنچا رہی ہے اسے ہمیشہ کے لئے ناپید کردیا جائے۔"

"اس کا مطلب ہے' آپ دوسری مشین تیار نہیں کریں گے؟"

"بالکل نہیں۔ ہم امن اور سلامتی کے علمبردار ہیں۔ اس مشین سے دوست اور امن پسند ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جب ہم نے دیکھا کہ ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دنیا والوں کو نقصان پہنچ رہا ہے تو ہم نے کروڑوں ڈالرز کی پروا نہیں کی اور اسے تباہ کردیا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "ہم دوستی اور محبت کے علمبردار ہیں۔ فرہاد علی تیمور کی طرف بھی دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ ہماری دوستی اور نیک نیتی کا ثبوت یہ ہے کہ آئندہ فرہاد کے مقابلے میں ہمارے ملک سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں ہوگا۔"

میں' سونیا اور ماریہ اسکرین پر مارشل کو دیکھ رہے تھے۔ سونیا نے کہا "یہ مارشل ہمارے مقابلے میں زبردست بیان دے رہا ہے۔ اس نے یہ کہہ کر سارا جھگڑا ختم کردیا ہے کہ انہوں نے خود مشین تباہ کی ہے۔ یہ جو دنیا کو دکھانے کے لئے دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہے اس کا منہ توڑ جواب اُسے ملنا چاہئے۔"

ادھر اسکرین پر مارشل ڈی مورا کہہ رہا تھا۔ "ابھی مسٹر فرہاد نے دنیا والوں کے سامنے مشین کی تباہی پر ہم سے ہمدردی جتائی ہے اور اپنے کئے ہوئے چیلنج میں ایک ذرا لچک پیدا کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم جرمانے کے طور پر پچاس لاکھ ڈالر ادا کردیں تو وہ انتقامی کارروائی نہیں کرے گا۔ ناظرین! ہمیں فرہاد کی ایسی ہی باتوں سے تکلیف پہنچتی ہے۔ جب ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے تو کس بات کا جرمانہ ادا کریں۔ اگر فرہاد ضرورت مند ہے تو دوست بن کر کروڑوں ڈالر ہم سے قرض لے سکتا ہے۔ وہ ہمارے سامنے ہاتھ پھیلائے' ہم ابھی اسے پچاس لاکھ ڈالر دیں گے لیکن جرمانے کے نام پر خواہ مخواہ مجرم بن کر ایک سنٹ بھی نہیں دیں گے۔"

مارشل اتنا کہتے ہی اچانک زور سے چیخ مار کر اچھل پڑا۔ پھر فرش پر گر کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تڑپنے لگا۔ کہنے لگا۔ "نہیں فرہاد! نہیں میرے دماغ میں زلزلہ پیدا نہ کرو۔ تم مجھے دماغی تکلیف میں مبتلا کرکے پچاس لاکھ ڈالر وصول نہیں کرسکو گے۔"

ویڈیو رپورٹ پیش کرنے والے کیمرے اسے فرش پر تڑپتے ہوئے دکھا رہے تھے۔ دو افراد اُسے سہارا دے کر اٹھانا چاہتے تھے' وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "فرہاد! تمہیں خدا کا واسطہ ہے' انسان بنو۔ ہم دوستی کرنا چاہتے ہیں اور تم دشمنی کررہے ہو۔ کیا یہی تمہاری شرافت اور انسانیت ہے؟"

میں اور سونیا صوفوں پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تھے اور حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ سونیا نے کہا۔ "ہو سکتا ہے' کوئی دشمن فرہاد بن کر اُس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کررہا ہو۔"

میں نے کہا۔ "اور وہ دشمن کوئی اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوگا۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کرکے مارشل کے دماغ تک پہنچنا چاہا۔ مارشل نے سانس روک لی۔ تب فراڈ کا پتا چلا۔ جس کے دماغ میں زلزلہ پیدا ہو جائے' وہ سانس روکنے کے قابل نہیں رہتا جبکہ وہ یوگا کے ذریعے دماغ کے دروازے بند کررہا تھا۔

میں نے سونیا کے پاس دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا۔ "یہ ڈراما کر رہا ہے۔ کسی نے اسے دماغی تکلیف نہیں پہنچائی ہے۔ یہ بالکل نارمل ہے۔ سانس روکنے کی صلاحیت برقرار ہے۔ کمبخت دنیا والوں کو سمجھا رہا ہے کہ میں اس جیسے دوستی کرنے والے سے کیسی کھلی دشمنی کررہا ہوں۔"

وہ بولی "فرہاد! اسے سبق سکھاؤ۔"

"میں ابھی اس کے ہوش اڑاتا ہوں۔"

میں مارشل کے دماغ میں نہیں جاسکتا تھا۔ اس لئے نمائندے کے اندر آگیا۔ دو افراد اُسے سہارا دے کر اٹھا چکے تھے۔ اس نے پھر ایک بار زور کی چیخ ماری۔ جیسے دوسری بار اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا گیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں افراد کی گرفت سے نکل کر پھر فرش پر گر پڑا۔ اُس کی یہ حالت دیکھ کر دنیا والے یقیناً مجھے گالیاں دے رہے ہوں گے۔

وہ نمائندہ میری مرضی کے مطابق مارشل پر جھک گیا۔ پھر اُس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اُس کے منہ پر تھوک دیا۔

منہ پر تھوک کیا پڑا جیسے جوتا پڑا۔ جو تا بھی برداشت ہو جاتا ہے' تھوک برداشت نہیں ہوتا۔ وہ غصے کی شدت سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ توہین کے احساس نے دماغ میں انگارے بھر دیئے تھے۔ اس نے نمائندے کو مارنا شروع کردیا۔ "سؤر کے بچے! تمہاری اتنی جرات؟ جانتے ہو' میں کون ہوں؟ میں فوج کا وہ افسر ہوں جس سے کوئی آنکھیں ملا کر باتیں کرنے کی جرات نہیں کرتا۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے نمائندے کی زبان سے پوچھا۔ "کیا سر کی تکلیف ختم ہوگئی؟ جو ڈراما کررہے تھے' وہ اختتام کو پہنچ گیا؟"

مارشل اسے مارتے مارتے ایک دم سے رک گیا۔ اُسے غلطی کا احساس ہوا کہ نہایت ہی اہم ڈرامے کو بھول کر اپنی ذاتی توہین پر بھڑک گیا تھا۔ نمائندے نے پوچھا۔ "جب تم یوگا کے ماہر ہو تو بھلا فرہاد تمہارے دماغ میں کیسے آئے گا؟ اگر کسی طرح آیا تھا اور زلزلہ پہنچا رہا تھا تو تم اچانک نارمل کیسے ہوگئے؟ جبکہ ایک بار دماغ میں زلزلہ پیدا ہو تو آدمی کے اندر اٹھنے اور بولنے کی بھی سکت نہیں رہتی۔ تم کتنے بھونڈے انداز میں فرہاد کو بدنام کررہے تھے۔"

مارشل بوکھلا کر لائٹس اور کیمروں کو گھوم گھوم کر دیکھ رہا اور سمجھ رہا تھا کہ فراڈ کھل گیا ہے۔ چند اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کیمروں کے پیچھے سے اُسے گھور رہے تھے۔

نمائندے نے کہا۔ "مارشل! تم بہت اونچا عہدہ رکھتے ہو' مجھے گولی مار سکتے ہو لیکن تم نے فرہاد کے خلاف جو فراڈ کیا ہے اُسے ساری دنیا دیکھ چکی ہے اور جھوٹ اور سچ کو سمجھ چکی ہے۔"

ایک فوجی افسر نے حکم دیا "لائٹس آف کرو۔ کیمرا بند کرو۔"

کیمروں کے شٹر بند ہوگئے۔ مارشل دنیا والوں کی نظروں سے اوجھل ہوگیا لیکن اسکرین پر جو سچ آچکا تھا وہ سچائی اوجھل نہیں ہوسکتی تھی۔

اُس نے اپنی دانست میں بڑی دانائی سے سوچا تھا کہ مشین کی تباہی کا الزام ہم پر عائد نہیں کرسکتا لیکن اسکرین پر ایک ڈراما پلے کرکے مجھے ظالم و دشمن ثابت کرسکتا ہے۔ اور وہ ایسا کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہوچکا تھا۔ لیکن میں نے بروقت اُس پر ایک نفسیاتی حملہ کرکے اس کی کھوپڑی الٹ دی تھی۔

اعلیٰ حکام اور فوجی افسران نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اسے غصے سے دیکھنے لگے۔ مشیرِ خاص ہولی مین نے پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟ اپنی حرکتوں سے حکومت کو اور امریکی قوم کو بدنام کر دیا۔ یہ ثابت کردیا کہ ہم دکھاوے کی دوستی کرتے ہیں اور دوستی کرنے والے فرہاد کو مسخ بدنام کرتے ہیں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "تمہاری حرکتوں سے فرہاد کی مظلومیت اور ہمارا فراڈ ظاہر ہوگیا ہے۔ فرہاد کو پہلے سے زیادہ دنیا والوں کی ہمدردیاں اور حمایت حاصل ہوگئی ہے۔"

مارشل نے معذرت چاہتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے' میں نے سوچا تھا کہ....."

ہولی مین نے کہا "تم نے جو بھی سوچا' اس کے لئے ہم سے مشورہ نہیں کیا۔ خود کو دانشمند سمجھ کر عمل کیا اور ساری دنیا کے سامنے ہمارا سر جھکا دیا۔"

ایک اور مشیر نے کہا۔ "ٹرانسمارمشین کی تباہی سے ہمیں اتنا نقصان نہیں پہنچا' جتنا کہ تم نے اپنی حماقتوں سے پہنچایا ہے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ "اب بتاؤ' تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

مارشل نے فوجی افسران پر ایک نظر ڈالی۔ پھر کہا۔ "حکومت کے اہم رازوں کو جاننے والے افسران سے کوئی بڑی غلطی ہوجائے تو انہیں عمر قید یا سزائے موت دی جاتی ہے۔ چونکہ میں غدار نہیں ہوں' محض خطا وار ہوں لہٰذا مجھے عمر قید کی سزا دی جائے۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے مسلح جوانوں کو اشارہ کیا۔ وہ جوان مارشل ڈی مورا کو گن پوائنٹ پر وہاں سے لے گئے۔

جھوٹ پکڑا نہیں جاتا لیکن آپ کی حاضر دماغی ہو تو وہی جھوٹ چشم زدن میں دشمن کے لئے موت کی لکیر بن جاتا ہے۔

○...☆...○

مرینا کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ پھر بھی وہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھی کہ وہ بار بار سمجھانے کے باوجود غلطیاں کرتی رہی ہے۔ اکثر خود غرضی کا مظاہرہ کرچکی ہے اور اُس کی اسی روش نے پارس کو اس سے دور کردیا ہے۔

پارس کے متعلق اب بھی اُس کی رائے یہی تھی کہ وہ ہرجائی ہے۔ اس سے دل بھر گیا ہے اس لئے کسی نئے پھول پر منڈلانے گیا ہے۔ اس نے سوچا "یہ میری زندگی کی پہلی اور آخری غلطی ہے کہ میں ایک مسلمان کو اپنا سب کچھ دے بیٹھی۔ اب میں کان پکڑتی ہوں۔"

اس نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کر فیصلہ کیا کہ وہ پہلے جیسی مرینا بن جائے گی' جو تنہا اپنے مسائل حل کرتی تھی اور اپنی ذہانت سے دشمنوں کو پے در پے شکست دیتی چلی جاتی تھی۔ پارس نے اس کی زندگی میں گھس کر اُسے اندر تک کھوکھلا کردیا تھا۔ وہ ایسی دیوانی ہوتی گئی کہ اس کی سازش کو نہ سمجھ سکی۔ بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے اس کی محتاج بنتی چلی گئی۔ اس چالباز نے بڑی اچھی طرح اُسے اپنے سہارے کا محتاج بنا دیا تھا۔ وہ پہلے کی طرح دور اندیشی سے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ لیکن اب جیسے وہ گہری نیند سے آنکھیں کھول چکی تھی اور قسم کھا رہی تھی۔

قسم کھا رہی تھی کہ اُس نے اپنے اندر پارس کو مار ڈالا ہے۔ اس کی محبت اور جذبات کی عمر تمام ہو چکی ہے۔ اگر کسی جذبے نے سر اٹھایا تو وہ اپنی کمزوری پر اور اپنے آپ پر تھوک دے گی لیکن پارس کو خیالوں میں بھی نہیں آنے دے گی۔

ایک سہارا چھوٹ جائے تو محبت کے دوسرے سہارے مل جاتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ مرد کا سہارا ہو۔ کسی بھی مرد کی ضرورت پر وہ مٹی ڈال چکی تھی۔ اب اُسے محبت تھی صرف اپنے ملک سے اور صرف اور صرف اپنی قوم سے۔ اپنی قوم کے لوگ جیسے بھی ہوں' خود غرض اور بے وفا بھی ہوں تب بھی وطن کی محبت میں اچھے لگتے ہیں۔ لہٰذا وہ آئندہ صرف اپنے لوگوں کے لئے جیے گی اور اپنے لوگوں کے لئے مرے گی۔

اس ملک کے حکام اور دوسرے اکابرین اُس سے ناراض تھے۔ برین ماسٹر' بلیک سیکرٹس اور ساہتہ جنرل نے اسے فراڈ کی فیملی کے ساتھ خوب بدنام کیا تھا۔ اس کی حبّ الوطنی کو مشکوک بنا دیا تھا۔ ان کے دلوں میں اعتماد بحال کرنے کے لئے اُس نے ایک تدبیر سوچی کہ وہاں کے ایک ایک حاکم اور اعلیٰ فوجی افسران کو رفتہ رفتہ اپنے اعتماد میں لیتی رہے۔ یوں اپنوں میں اچھی طرح جگہ بنانے کے بعد اسے تنہائی کا احساس نہیں رہے گا۔ پھر وہ پارس کی دوستی اور فراڈ کی فیملی سے رشتے داری پر لعنت بھیجتی رہے گی۔

اس نے اپنے طور پر ایک نئی پلاننگ کی۔ ایک ایسی حسین اور جوان لڑکی کو ٹریپ کیا' جو قد اور جسامت میں اس کے برابر تھی اور اس کا آگے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ اس نے پہلے تو اس کے متعلق تمام معلومات حاصل کیں۔ پھر اس پر تنویمی عمل کرکے اسے مکمل

طور پر مرینا بنا دیا۔

اسے اپنی ہم شکل بنانا ضروری نہیں تھا کیونکہ وہ خود اپنی اصلی شکل میں نہیں رہتی تھی۔ ایک فرضی نام سے وہاں رہتی تھی۔ جس لڑکی کو اپنی ڈمی بنایا تھا اس کا نام کرسٹی ولسن تھا۔ اب کبھی وہ پکڑی جاتی تو خود کو مرینا کے طور پر تسلیم کرتی لیکن اُس کے دماغ کو اتنا حساس بنا دیا کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے لگی تھی صرف مرینا کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر سکتی تھی۔

وہ تنویمی عمل کے بعد اپنی پچھلی زندگی بھول گئی تھی۔ اب دیکھنا تھا کہ وہ نئی زندگی کیسے گزارے گی۔ مرینا آزمائش کے طور پر خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آئی۔ وہ اسے محسوس نہ کر سکی۔ اُس نے اس کے اندر سوال پیدا کیا "میں کون ہوں؟"

کرسٹی نے جواب دیا "میں ایک تنہا لڑکی ہوں' میرا نام مرینا ہے۔ میں سابقہ جنرل کی بھتیجی ہوں۔ جنرل نے مجھے ایک باپ کی محبت دی' میری پرورش کی۔ مجھے اعلیٰ تعلیم اور تربیت دی اور ٹرانسمارمشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دیا۔"

وہ ڈی عمدہ حافظے کے ساتھ مرینا کی زندگی کے چھوٹے بڑے واقعات بیان کر رہی تھی۔ مرینا اس کے دماغ سے نکل آئی۔ پھر اس نے پرائی سوچ کا لہجہ اختیار کر کے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ یہ ثابت ہو گیا کہ وہ مرینا کی مکمل ڈمی بن چکی ہے۔ آئندہ کوئی اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ ادھر سے مطمئن ہو کر ایک اعلیٰ حاکم کے پاس پہنچی۔ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا اُسے محسوس نہ کر سکا۔ مرینا نے کہا۔ "سر! میں آپ کی ایک کنیز مرینا بول رہی ہوں۔"

وہ چونک گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ مرینا نے کہا۔ "آپ کی بے چینی کے باوجود میں مرینا ہوں۔ آپ حیران نہ ہوں۔"

وہ بولا "اگر تم ہو تو راستہ کیسے بھول گئی ہو؟ میرے دماغ میں کیوں آئی ہو؟"

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ایسے ذہین افراد کے پاس باری باری جاؤں گی جو اپنے ملک اور قوم سے محبت کرتے ہیں اور یہ سمجھنے کی عقل رکھتے ہیں کہ ہم سب فرہاد کے مقابلے میں ہمیشہ ناکام کیوں ہوتے رہتے ہیں۔"

"تمہاری جیسی ذہین لڑکی فرہاد کے ہاتھوں میں کھلونا بن جائے تو ناکامی مقدر بنتی رہے گی۔"

"میں یہی غلط فہمی دور کرنا چاہتی ہوں۔ اگر میں فرہاد کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہوتی تو آپ کے پاس نہ آتی۔ ماضی میں برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس وغیرہ نے مجھے فرہاد کی فیملی سے منسوب کر کے آپ لوگوں کو میرے خلاف بھڑکا دیا ہے۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم فرہاد کی آلۂ کار بن کر نہیں آئی ہو!"

"آپ کو رفتہ رفتہ یقین دلاؤں گی۔ پہلے آپ مجھ پر پوری طرح اعتماد نہ کریں۔ میں آپ جیسے تجربہ کار بزرگوں کے سائے میں رہ کر کام کرنا چاہتی ہوں۔ خود کو آپ کے سامنے پیش کرنے کو تیار ہوں۔ صرف آپ کو یہ یقین دلانا ہوگا کہ مارشل ڈی مورا اور برا لمبوڈا وغیرہ مجھے گرفتار نہیں کریں گے۔"

"مارشل ڈی مورا کی پروا نہ کرو۔ تم اُس سے دور رہو گی۔ چند حکام اور فوجی افسران کے نام بتاتا ہوں' تم انہیں بھی اعتماد میں لو۔ پھر ہم سب مل کر سوچیں گے کہ تمہیں کس طرح تحفظ دیا جا سکتا ہے۔"

وہ ایک اعلیٰ فوجی افسر کے دماغ میں آئی۔ اسے مخاطب کیا تو وہ بھی حیران ہوا۔ "مرینا! تم میرے پاس آئی ہو؟ یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"میں گزرا ہوا وقت نہیں ہوں کہ واپس نہ آسکوں۔ میں دوبارہ کر ملک اور قوم کی خدمت کرنا چاہتی تھی لیکن مجھے فرہاد کی آلۂ کار کہہ کر آپ سب کی نظروں میں مشکوک بنا دیا گیا ہے۔"

"کیا تم ہمارا شبہ دور کرنے آئی ہو؟"

"کوشش کروں گی۔ اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے خود کو آپ لوگوں کے سامنے پیش کروں گی۔ لیکن جان لمبوڈا وغیرہ میرے دشمن ہیں۔ اگر انہوں نے مجھے نقصان پہنچایا تو آپ لوگ میری ذہانت اور ٹیلی پیتھی سے محروم ہو جائیں گے۔"

"ہم تمہیں وطن کی محبت میں اپنی فرض شناسی کا ثبوت پیش کرنے کا موقع دیں گے۔ اگر تم ہمارے لئے دیانتدار ثابت نہ ہوئیں تو تمہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔"

"میں آپ لوگوں کے تعاون سے ایسے ایسے کارنامے انجام دوں گی کہ آپ لوگ مجھے گلے لگا کر رکھیں گے۔"

"تم ہمارے لئے پہلے بھی قابلِ فخر تھیں' آئندہ بھی رہو گی۔ ہم تم سے ہر معاملے میں تعاون کریں گے۔"

"آپ مشورہ دیں' فی الحال مجھے اور کس پر بھروسا کرنا چاہئے۔"

"مشیرِ خاص ہولی مین بہت دانشمند ہے۔ وہ تمہاری قدر کرے گا۔"

مرینا نے ہولی مین کے دماغ پر دستک دی پھر اُسے اپنا نام بتایا۔ وہ بولا "عجب ہے' تم آئی ہو!"

وہ بولی "اگرچہ میں خطاوار نہیں ہوں' میری ذات سے آج تک میرے ملک کو نقصان نہیں پہنچا۔ پھر بھی میں آپ سے معافی چاہتی ہوں۔ معافی اس لئے کہ اگر میں آپ کے سائے میں رہتی تو دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیل اور فرہاد کی گود میں نہ جاتے۔"

"پہلے کیوں دور تھیں؟ اب کیوں قریب آئی ہو؟"

مرینا نے وہی باتیں دہرائیں کہ دشمنوں نے اسے فرہاد کی فیملی سے منسوب کر کے اپنے ملک کے اکابرین کی نظروں سے گرا دیا تھا۔ اب وہ ملک کی تباہی نہیں دیکھ سکتی۔ تمام دشمنوں کے مقابلے میں کوئی بڑا کام نہیں کر سکتی اس لئے بزرگوں کے سائے میں رہ کر کام کرنا چاہتی ہے۔

ہولی مین نے کہا۔ "تم ایک بڑا کام کر سکتی ہو' فرہاد سے ہماری دوستی کرا دو۔"

"یہ دوستی نہیں' ملک سے دشمنی ہوگی۔ فرہاد کبھی ہمارا دوست نہیں بنے گا۔ وہ دوستی سے فائدہ اٹھا کر ہمیں اور زیادہ نقصان پہنچائے گا۔"

"شاباش! تمہاری کامیابی یہی ہوگی کہ تم مرتے مرتے بھی اُس پر کبھی بھروسا نہیں کرو گی۔ میں تم سے خوش ہوں۔ یہ بتاؤ تمہاری ناکامی کی وجوہات کیا ہیں؟"

"سب سے پہلی وجہ یہ کہ برین ماسٹر' بلیک سیکرٹس اور اُن کا حامی جنرل' فرہاد کو چھوڑ کر میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ ہماری آپس کی لڑائی سے دشمن نے فائدہ اٹھایا۔"

"درست ہے۔"

"دوسری بات یہ کہ جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے گئے وہ ذہین اور معاملہ فہم نہیں تھے۔ ایسے کمزور خیال خوانی کرنے والوں کو فرہاد جیسے دیو کے مقابلے میں لایا گیا۔"

"ہاں' یہ غلطیاں ہوتی رہیں۔"

"تیسری بات یہ کہ ٹیلی پیتھی کا شعبہ کبھی سپر ماسٹر کے پاس رہا' کبھی بلیک سیکرٹس اور کبھی جنرل کے پاس۔ جبکہ اتنے بڑے اور اہم شعبے کو آپ جیسے دانشمند افراد کی ایک ٹیم کے پاس ہونا چاہئے۔"

"اب ہم مشین کے استعمال کے لئے بڑے سخت اصول بنائیں گے اور اُس پر کسی ایک عہدے دار کی اجارہ داری نہیں رہے گی۔ فی الوقت ہمارے پاس جو خیال خوانی کرنے والے ہیں ہم ان کو بہت محتاط انداز میں استعمال کریں گے۔ تمہارے پاس کتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں؟"

"صرف ایک پال ہوپ گن رہ گیا ہے۔ باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جنرل اور جان لمبوڈا لے گئے۔"

"تم نے بلیک سیکرٹ سے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری ہاک' باربرا بکمن اور روکی کو چھین لیا تھا۔ وہ کہاں ہیں؟"

"یہی تو آپ لوگوں کو غلط رپورٹ دی گئی تھی اور مجھ سے بدظن کیا گیا تھا۔ فرہاد نے ان تینوں کو اغوا کیا ہے۔"

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں آپ سے ایک رازداری چاہتی ہوں۔ یہ ابھی راز میں رکھا جائے کہ میں آپ جیسے چند تجربہ کار بزرگوں کے پاس آگئی ہوں اور آپ لوگوں کی ہدایات کے مطابق کام کر رہی ہوں۔ جب میں کچھ بڑے کارنامے انجام دوں اور خصوصاً فرہاد کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دوں تو پھر آپ دنیا والوں کے سامنے فخریہ میرا ذکر کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے لئے ایک خفیہ ٹیم تشکیل دوں گا اور تم کسی کی نظروں میں آئے بغیر کام کرتی رہو گی۔"

"میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ میرے لئے سب سے خوشی کی بات ہوگی۔"

"آپ مجھے اپنے قریب کچھ اس طریقے سے رہنے کا موقع دیں کہ دوسروں کو مجھ پر شبہ نہ ہو۔"

"میں ایک پرسنل سیکریٹری کے لئے اشتہار دے رہا ہوں' تم انٹرویو کے لئے آؤ پھر میری سیکریٹری بن کر رہو۔"

مرینا کو اپنے اس منصوبے میں کامیابی ہو رہی تھی۔ ایک تو وہ بڑے اچھے انداز میں انہیں اپنی طرف مائل کر رہی تھی۔ دوسرے وہ سب برابر نقصان اٹھاتے آ رہے تھے۔ ان کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس قابل نہیں تھا کہ اُسے ہتھیار بنا کر انتقامی کارروائی کی جاتی اور اپنا نقصان پورا کیا جاتا۔ ایسے وقت مرینا امید کی کرن بن کر آئی تھی۔ اس کی ذہانت اور کارناموں کو سب تسلیم کرتے تھے۔ ایسی لڑکی ملک اور قوم کی خاطر اُن کے سائے میں رہ کر کام کرنا چاہتی تھی اور ان کے سامنے پیش ہونا چاہتی تھی پھر وہ کیسے اس کے ساتھ تعاون نہ کرتے۔ ہر ایک نے وعدہ کیا کہ وہ آئے گی تو اسے سب پر ظاہر نہیں کیا جائے گا اور گھر کے دشمنوں سے بھی اسے بچا کر رکھا جائے گا۔

اس نے چند دنوں میں پانچ اعلیٰ حکام' دس اعلیٰ فوجی افسران اور چھ انٹیلیجنس کے با اثر افسران کو اپنا حمایتی بنالیا۔ پھر وہ سب ایک خفیہ میٹنگ کے لئے ایک جگہ جمع ہوئے۔ مرینا نے ان کے سامنے اپنی ڈی کو پیش کیا۔ ان سے کہا "میں نے بہت عرصہ پہلے اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی تھی۔ تب سے اس چہرے کے ساتھ زندگی گزار رہی ہوں۔ جب ہم نمایاں کامیابیاں حاصل کرتے رہیں گے اور آپ لوگ مشورہ دیں گے کہ مجھے اصلی چہرہ واپس لے آنا چاہئے تو میں پھر سرجری کرالوں گی۔ آپ کا کیا خیال ہے؟"

ہولی مین نے کہا۔ "درست ہے۔ میں معزز حاضرین کو بتادوں کہ مرینا موجودہ بھیس میں میری پرسنل سیکریٹری بن چکی ہے۔ آپ حضرات جب چاہیں گے' میرے ذریعے اس سے رابطہ کرسکیں گے اور اسے اپنے دماغوں میں بلا کر باتیں کرسکیں گے۔"

انہوں نے اس خفیہ اجلاس میں مرینا کو دو ایسے کام دیے جن کا تعلق ٹیلی پیتھی سے تھا۔ وہ دراصل آزمانا چاہتے تھے کہ ان کے درمیان اصل مرینا موجود ہے یا نہیں؟ مرینا نے اسی اجلاس میں رہ کر وہ دونوں کام کردیے۔ یہ ثابت کردیا کہ وہ ڈی نہیں ہے ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

پھر اسی رات کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ ڈی نے سانس روک لی۔ دوسری بار سانس لی تو کسی نے آکر کہا "میں تمہارا دوست ہوں۔ مجھ سے باتیں کرو۔"

وہ بولی "سوری' میں کسی سے دوستی نہیں کرتی۔ اب کبھی نہ آنا۔"

اس نے سانس روک لی۔ اس وقت مرینا اس کے پاس نہیں تھی۔ تخریبی عمل کے دوران جو کچھ اس کے ذہن میں نقش کیا گیا تھا۔ وہ بے اختیار دہرا رہی تھی۔ جب مرینا نے آکر اس کے چور خیالات پڑھے تو سمجھ گئی کہ ہولی مین وغیرہ اسے آزما رہے ہیں۔ وہ اور زیادہ سے زیادہ ڈی کے دماغ میں رہنے لگی۔

ایک بات معلوم ہوگئی کہ ہولی مین نے مرینا کو راز میں نہیں رکھا تھا۔ اپنا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں بھیج رہا تھا۔ اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کا بہت ہی با اعتماد شخص جان لبوڈا ہوگا۔

گویا اس نے اپنوں پر بھی بھروسا نہ کرکے دانشمندی کا ثبوت دیا تھا۔ ہولی مین اور جان لبوڈا دو دھار کی تلواری طرح ڈی کے سر پر لٹک رہے تھے۔ فی الحال یہی راستہ رہ گیا تھا کہ وہ تلوار کے سائے میں رہ کر اپنی حب الوطنی اور وفاداری ثابت کرتی رہے۔

ایک ہفتہ بعد ہم نے وہ ٹرانسفارمر مشین تباہ کردی۔ مارشل اور ہولی مین وغیرہ نے تباہی کی مکمل تحقیقات تک اس بات کو تقریباً بارہ گھنٹے تک چھپائے رکھا۔ چونکہ وہ ہولی مین کی پرسنل سیکریٹری تھی اس لئے اس سے بات چھپی نہیں رہی۔ اس نے کسی تحقیقات کے بغیر یقین کرلیا کہ یہ فرہاد کی انتقامی کارروائی ہے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی' پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے سانس روک لی۔ اس نے دوسری بار آنا چاہا تو وہ بولا "ابھی میں مصروف ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آؤ۔"

اس نے پھر اسے دماغ سے نکال دیا۔ یہ غصہ دلانے والی بات تھی۔ وہ اسے بالکل ہی اہمیت نہیں دیتا تھا۔ مطلبی تھا۔ مطلب نکل جانے کے بعد دو باتیں کرنے کے قابل بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے بڑی بے چینی سے وہ ایک گھنٹا گزارا۔ پھر اس کے پاس آکر بولی۔ "میں سمجھتی ہوں' تم نے مجھ سے بات کیوں نہیں کی تھی۔ تم بہت بڑی واردات کے بعد چھپنے کی نئی جگہ تلاش کررہے تھے۔"

"تم کس لئے آئی ہو؟"

"یہ بتانے کے لئے کہ تمہاری علیحدگی کا مقصد مجھ میں آگیا ہے۔ اگر میرے ساتھ رہتے تو تمہیں مشین کو تباہ کرنے کی پلاننگ کا موقع نہ ملتا۔ اور میں تمہیں ہرگز ایسا نہ کرنے دیتی۔ مجھ سے دور جاکر تم نے میری محبت کا صلہ خوب دیا ہے۔"

"محبت کا نام نہ لو۔ خدا نے تمہیں اس نعمت سے محروم رکھا ہے۔ وضاحت کرو' کس مشین کی بات کررہی ہو۔ میں نے تو صرف تمہاری جوانی کی مشین تباہ کی ہے۔ اب میرے سوا کوئی تمہیں نہیں پوچھے گا۔"

"بکواس مت کرو۔ میں دوسری مشین کی بات کررہی ہوں۔"

"کوئی دوسری مشین کسی رات میرے پاس نہیں آئی۔"

"اب تو تم باتیں بناؤ گے۔ مشی گن جھیل میں اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے۔"

"اوّل تو کسی تباہی کا ذکر نہ کرو۔ کرنا ہی ہے تو پہلے یہ بتاؤ' جب فرہاد ولیج پر تباہی لائی گئی تو تم میرے پاس کیوں نہیں آئی تھیں؟ کیا ہمدردی کے دو بول بھی نہیں بول سکتی تھیں؟"

"اس کا مطلب ہے' فرہاد ولیج کی تباہی کا انتقام لیا گیا ہے۔"

"تم اپنے طور پر کچھ بھی سوچ سکتی ہو۔ ویسے ہماری انتقامی کارروائی ابھی شروع نہیں ہوئی ہے۔"

"میں ابھی بحث نہیں کروں گی۔ تمہیں یقین سے دشمن بھی نہیں کہوں گی۔ لیکن تفتیش کے بعد جو بھی مجرم ثابت ہوگا' اس کا اتنا برا انجام کروں گی کہ اس کا باپ بھی اُسے نہیں بچا سکے گا۔"

"اتنا زبردست چیلنج سن کر میں تھر تھر کانپ رہا ہوں۔ دیکھو دہشت کے مارے میری سانس رک رہی ہے۔ ہائے ہائے' میری سانس رک گئی۔"

اس نے سانس روک لی۔ مرینا اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ بڑی مصیبت تھی' اسے ایسا مرولا تھا نہ کسی پہلو سے بھی چھکا نہیں سکتی تھی۔ اپنی ذہانت اور ٹیلی پیتھی سے مرعوب نہیں کرسکتی تھی۔ اپنے وسیع ذرائع سے خوفزدہ نہیں کرسکتی تھی۔ اُسے ایک بار نیچا دکھانے کی شدید خواہش تھی۔ پتا نہیں یہ خواہش کب پوری

وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھی بین الاقوامی ریلیے پر میری اور سونیا [illegible] گفتگو سننے لگی۔ گفتگو کے دوران اس نے خیال خوانی کے ذریعے [illegible] میں سے کہا۔ "آپ دیکھ رہے ہیں' یہ سونیا اور فرہاد کتنی چالاکی [illegible] باتیں بنا رہے ہیں۔ انہیں ہماری طرف سے منہ توڑ جواب ملنا [illegible]"

"فکر نہ کرو۔ جب مارشل اسکرین پر آئے گا تو اُن کی ایک [illegible] بات کا توڑ کرے گا۔"

ایک گھنٹے بعد مارشل ڈی مورا اسکرین پر آیا۔ اس نے ابتدا [illegible] بڑی نحوس اور چونکا دینے والی باتیں کیں۔ پھر اچانک بہت بڑی [illegible] طلی کر بیٹھا۔ اس نے اسکرین پر تمام دنیا والوں کے سامنے ایسی [illegible] بمب کی جیسے فرہاد اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کررہا ہو۔ پہلے تو [illegible] رہانے بھی اُسے سچ سمجھا۔ پھر مارشل کو فرہاد سے بچانے کے لئے [illegible] ں کے دماغ میں پہنچی تو مارشل نے سانس روک لی۔

ظاہر ہوا کہ وہ ساری دنیا کو فریب دے کر فرہاد کو ظالم ثابت کر [illegible] ہا ہے۔ یہ بہت اچھی چال تھی۔ مرینا خوش ہوگئی۔ مشین کی تباہی [illegible] الزام نہیں دیا جاسکتا تھا لیکن یہ الزام اُس سے بھی بڑا الزام تھا [illegible] لہ فرہاد کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ' تو وہ دنیا والوں کی پروا کئے بغیر [illegible] شمنی کرتا ہے اور دماغی تکالیف میں مبتلا کرتا ہے۔

وہ دل ہی دل میں بولی "شاباش' مارشل ڈی مورا۔"

چند لمحوں کے بعد ہی شاباشی دینے والی مرجھا گئی۔ مارشل پر [illegible] یا نفسیاتی حملہ کیا گیا تھا کہ وہ غصے سے بے قابو ہو کر اکینگ کو [illegible] ول گیا تھا اور نمائندے کی پٹائی کرنے لگا تھا۔

یہ تماشا دیکھتے ہی مرینا کا سر شرم سے جھک گیا۔ اسے بڑی [illegible] ندّت سے توہین کا احساس ہو رہا تھا۔ میرے ایک نفسیاتی حملے کے [illegible] نتیجے میں مارشل نے پوری امریکی حکومت کو فراڈ ثابت کیا تھا کہ یہ [illegible] مگران دکھاوے کے لئے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں اور جس سے [illegible] ظاہر دوستی کرتے ہیں اسے دربردہ دشمن اور سب سے بڑا مخالف [illegible] در ظالم ثابت کرنے کے لئے ایسی ہی چالبازیاں دکھاتے ہیں جیسے [illegible] ارشل دکھا رہا تھا۔

مرینا نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ مجھے دشمن ثابت [illegible] کرنے کا حربہ ناکام ہوچکا تھا۔ اس کے برعکس میرا پلڑہ بھاری ہوگیا [illegible] فا۔ دنیا مجھے بے قصور اور مارشل کو قصوروار تسلیم کررہی ہوگی اور [illegible] ب اس الزام کو مٹانا مرینا اور اس کے بڑوں کے بس میں نہیں [illegible] فا۔

اس نے ہولی مین کو مخاطب کرکے کہا۔ "مشین تباہ کرنے [illegible] الے مشی گن جھیل سے زیادہ دور نہیں ہوں گے۔ اسی اسٹیٹ [illegible] ں انہیں تلاش کیا جاسکتا ہے۔"

"ہمارے جاسوس مشکوک افراد کو تلاش کررہے ہیں۔ تم بتاؤ [illegible] ماں فرہاد کی فیملی کے کتنے افراد ہوں گے؟"

"پارس اور اس کی دوسری ماں لیلیٰ یہاں ہیں۔ یہ دونوں ہزاروں طیارے بیک وقت نہیں اڑا سکتے تھے۔ ان کے ساتھ کئی افراد ہوں گے اور ان میں فرہاد کی فیملی کے مزید افراد ضرور ہوں گے۔ انہیں اتنی جلدی اس ملک سے جانے کا موقع نہیں ملا ہوگا۔ وہ ابھی یہاں سے نکل جانے کی کوشش میں ہوں گے۔"

"ائرپورٹ' بندرگاہوں اور خشکی کے تمام راستوں کی سختی سے ناکہ بندی کی گئی ہے۔"

"ایسے لوگوں کو فوراً حراست میں لیا جائے جو یوگا کے ماہر ہوں۔"

"میں تم سے یہی کہنے والا تھا۔ تم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پال ہوپ کن کو ہمارے جاسوسوں کے دماغوں میں آتے جاتے رہنے کو کہو۔ ادھر جان لبوڈا بھی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ اسی کام میں مصروف ہے۔"

"میں بھی یہی فرائض ادا کروں گی۔ کوئی حساس دماغ والا ہم سے بچ کر نہیں جائے گا۔"

"تم نے پارس کے ساتھ کچھ وقت گزارا ہے۔ یہ بتاؤ' وہ یہاں کس طرح چھپ کر رہتا ہے۔ اپنے لوگوں سے کس طرح رابطہ کرتا ہے۔ کہیں آنے جانے کے لئے اسے گاڑیاں کس طرح مل جاتی ہیں؟ وہ کہیں تفریح کے لئے بھی جاتا ہوگا۔ اس کی پسند کا کھانا' اس کی پسند کا لباس اور اس کی کوئی مخصوص عادت بتاؤ۔"

"میں نے وہ پہلا شخص دیکھا ہے جو ہر پسند سے بے نیاز رہتا ہے۔ جو مل جاتا ہے کھالیتا ہے' جو میسر ہو پہن لیتا ہے۔ میں نے اس کی کوئی خاص عادت نہیں دیکھی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ زہریلا ہے۔ کسی عورت کے ذریعے وہ پہچانا جاسکتا ہے۔ اس کی تنہائی میں مدہوش ہوجانے والی کوئی عورت ہی اس کے پارس ہونے کی گواہی دے سکتی ہے۔"

"کیا وہ ایسا ہی دل پھینک عیاش ہے کہ اسے کوئی بھی عورت شکار کرسکتی ہے۔"

"نہیں' کسی لڑکی میں کوئی غیر معمولی بات ہو تو وہ اس میں دلچسپی لیتا ہے۔ میں نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ وہ قطعی عیاش نہیں ہے۔ اوسط درجے کا مطلب پرست ہے۔ کوئی بہت بڑا فائدہ دیکھ کر ہی کسی کی طرف مائل ہوتا ہے۔"

"ہاں' تمہاری بات اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ اس نے جوجو سے شادی کی کیونکہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ پھر اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کو پھانس لیا۔ اس کے بعد تمہیں بھی فریب دیتا رہا ہے۔ اس کا طریقہ کار بتاتا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی حسیناؤں سے عشق کرتا ہے۔"

"واقعی آپ نے اس کے کردار کا صحیح تجزیہ کیا ہے۔"

"اگر یہ درست ہے تو میں ایک درجن لڑکیوں پر تخریبی عمل کراؤں گا۔ ان کے دماغوں میں یہ نقش کرادوں گا کہ وہ خیال خوانی

کرتی ہیں اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہیں۔ ان لڑکیوں کے پیچھے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے رہا کریں گے۔ پارس کسی نہ کسی لڑکی سے ضرور ٹکرائے گا پھر ہماری نظروں میں آتا رہے گا۔"

"اگر ہم ایسے منصوبوں پر عمل کرتے رہیں گے تو ایک بھی دشمن یہاں سے بچ کر نہیں جاسکے گا۔ آپ نے پوچھا تھا کہ وہ یہاں کس طرح چھپ کر رہتا ہے؟ میں اس کے ساتھ نیویارک' واشنگٹن اور شکاگو میں رہ چکی ہوں۔ اس کے ساتھ جہاں بھی گئی پہلے سے کوئی بنگلا یا کاٹیج وغیرہ اس کے لئے تیار پایا۔ اس کے ذرائع اتنے وسیع ہیں کہ وہ پانچ منٹ کے اندر رہائش گاہ تبدیل کرلیتا ہے۔ ہر شہر میں پتا نہیں کتنے گیراج ہیں جہاں سے وہ کاریں نکال کر وقتِ ضرورت استعمال کرتا ہے۔ دنیا کے تمام ممالک اور تمام شہروں میں فرہاد کے بے شمار آلۂ کار ہیں جو پارس کے لئے خدمات انجام دیتے ہیں۔"

"گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔" یہ کہاوت مرینا پر صادق آرہی تھی۔ وہ اب تک جتنی رہائش گاہوں میں اس کے ساتھ رہ چکی تھی اور جتنے گیراج دیکھ چکی تھی' ان سب کے پتے ہولی مین کو بتا دیے۔ یہ بھی بتایا کہ پارس اپنی جیبوں میں اکثر ریڈی میڈ میک اپ کا سامان رکھتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اپنا چہرہ بدل لیتا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو بھی گرفتار کیا جائے جو اپنے پاس ریڈی میڈ میک اپ کا سامان لئے پھرتے ہیں۔

ہولی مین نے کہا۔ "تم نے پارس کے سلسلے میں جتنی کام کی باتیں بتائی ہیں انہیں ذریعہ بنا کر اسے تلاش کیا جائے گا۔ ویسے سب سے کار آمد طریقہ یہی ہے کہ ہمارے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' وہ تمام جاسوسوں کے دماغوں میں موجود رہا کریں۔"

"بے شک فرہاد کی فیملی میں سب ہی یوگا کے ماہر ہیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آمد پر جو سانس روکے گا' وہ ضرور فرہاد سے تعلق رکھنے والا شخص ہوگا۔"

اس نے پال ہوپ کن کے دماغ میں آکر کہا۔ "بہت دنوں سے بیکار بیٹھے ہو' کوئی مصروفیت نہیں ہے۔"

وہ بولا "تم نے مجھے اپنا تابعدار بنا کر مجھ سے میری آزادی چھین لی ہے۔ تمہارا حکم ہوتا ہے تو میں چار دیواری کے باہر جاکر آزاد دنیا کو دیکھتا ہوں ورنہ یہاں قید رہتا ہوں۔"

"میں تمہیں آزاد کرتی ہوں۔ ایک نمبر ڈائل کرو' یہ انٹیلیجنس کے ایک افسر کا نمبر ہے۔ اس کے ذریعے اس کے تمام ماتحت جاسوسوں کے دماغوں میں جاتے رہو۔"

"مجھے کرنا کیا ہے؟"

"ہمارے یہ تمام جاسوس دشمنوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ دشمنوں کی خاص پہچان یہ ہے کہ وہ پرائی سوچ کی لہریں محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے ہیں۔ جو شخص تمہیں دماغ میں آتے

سے روکے تم فوراً اسے گرفتار کرادو۔"

اس نے مرینا کی ہدایت پر عمل کیا۔ ایک افسر کے ذریعے تمام جاسوسوں کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ مرینا نے ہولی مین وغیرہ کو اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے وارنر ہیگ کے متعلق نہیں بتایا تھا کہ وہ بھی اس کا معمول ہے اور جزیرہ پوٹیا میں رہتا ہے۔

اب اسے ایک ایسے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کی ضرورت تھی جس کے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔ وہ اسے یہاں لانا چاہتی تھی۔ اس مقصد کے لئے وہ اس کے دماغ میں پہنچی۔ وہ بیشہ خاموشی سے اس کے اندر آتی تھی۔ ابھی تک اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کے دماغ پر چپ چاپ حکمرانی کرتی ہے۔

اس وقت بھی وہ خاموشی سے اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا وہ حمائلہ کی محبت میں بہت آگے نکل گیا ہے۔ پچھلے دنوں اُس سے جو جذباتی غلطی ہوئی تھی اور حمائلہ جیسی حیا والی لڑکی اس نے جو صدمہ پہنچایا تھا اس کی تلافی کرنے کے لئے اس نے اسلام قبول کرلیا ہے اور حمائلہ سے شادی کرلی ہے۔

وارنر کے اس عمل سے مرینا کے دماغ میں ایک پتھر آگرا۔ وہ پارس کے ساتھ بے شمار راتیں گزار چکی تھی۔ کئی بار محبت سے اور جوانی کی اداؤں سے اسے سمجھایا اور منایا کہ وہ عیسائیت قبول کرکے اس سے شادی کرلے لیکن وہ فولاد کا بچہ فولاد ہی رہا اور وہ اس سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہوتی رہی۔

اسے یہ سوچ کر غصہ آرہا تھا کہ وارنر کیوں جھک گیا۔ اس غصے کے پسِ پردہ یہ سوال تھا کہ آخر حمائلہ میں کیا بات ہے کہ ایک مرد نے اس کے لئے اپنا مذہب چھوڑ دیا اور میں ایسی گئی گزری ہوں کہ پارس نے اپنا مذہب چھوڑنا تو دور کی بات ہے' اس نے مجھے ہی چھوڑ دیا۔

وارنر سمندر کے ساحل پر تھا۔ حمائلہ کی کمر میں ہاتھ ڈالے ٹہل رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی محبت سے سرشار تھے۔ مرینا نے حمائلہ کے دماغ میں آکر قبضہ جمالیا۔ اسے وارنر سے اپنا ہاتھ چھڑانے پر مجبور کیا۔ وہ بے چاری ہاتھ چھڑا کر اُس سے الگ ہوگئی۔ وارنر نے پوچھا "کیا ہوا؟"

حمائلہ نے جواب نہیں دیا۔ پلٹ کر سمندر کی طرف یوں بھاگنے لگی جیسے گہرے پانی میں جاکر چھلانگ لگانا چاہتی ہو۔ وارنر نے اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے پکارا۔ "حمائلہ! رک جاؤ' یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تم ادھر کیوں جارہی ہو؟"

وہ رک گئی۔ پلٹ کر بولی "خبردار! میرے پاس نہ آنا۔ آؤ گے تو میں گہرے پانی میں چلی جاؤں گی۔"

"یہ کیا حماقت ہے۔ تمہیں اچانک کیا ہوگیا ہے؟"

"مجھے یہ سوچ کر شرم آرہی ہے کہ تم مضبوط ارادے والے مرد نہیں ہو۔ مرد وہ ہوتا ہے جو اپنا نظریہ' اپنا عقیدہ اور اپنا مذہب نہیں بدلتا۔ تم نے مذہب بدل کر خود کو میری نظروں سے گرا دیا۔

ہیں شرم سے ڈوب مرنا چاہئے۔ مگر تمہاری جگہ میں ڈوب مرنا ہتی ہوں۔"

وہ قریب آنے سے منع کر رہی تھی۔ ڈوب جانے کی دھمکی ے رہی تھی۔ اب اس کے قریب جانے کا ایک ہی راستہ تھا۔ وہ ال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات ھنے لگا۔

پتا چلا' وہ اپنے اندر منفی خیالات سے لڑ رہی ہے۔ ابھی جو کہہ ی ہے وہ کہنا نہیں چاہتی۔ جو کر رہی ہے' وہ کرنا نہیں چاہتی۔ رے اختیار کر رہی ہے۔ وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔

جب اسے یقین ہوگیا کہ کوئی انجانی قوت اس بے چاری کو بور کر رہی ہے تو اس نے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

مرینا نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا۔ "کیا تم میری سوچ کی وں کو محسوس کر رہے ہو؟"

وارنر نے پریشان ہو کر چاروں طرف یوں دیکھا جیسے بولنے الی کو دیکھنا چاہتا ہو۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی اس کے دماغ ں آسکتا ہے اور وہ اسے محسوس نہیں کرسکتا۔ ایک سوال پیدا وا "کیا میری یوگا کی صلاحیتیں ختم ہوچکی ہیں؟

مرینا نے کہا۔ "نہیں' آج بھی تمہارا دماغ حساس ہے۔ تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک سکتے ہو لیکن ں پرائی نہیں ہوں۔ تمہاری زندگی کی مالک ہوں۔ تمہارے دماغ پر حکومت کرتی ہوں۔"

"تم نے میرے دماغ میں کیسے جگہ بنائی؟ کب مجھ پر عمل کیا نا؟"

"ایک عرصہ گزر چکا ہے۔ تمہیں کب غلامی کی زنجیریں پہنائی گئیں' یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔ اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ تمہارے گلے کا پھندا میرے ہاتھ میں ہے۔ جب چاہوں گی تمہیں افرمانی کی سولی پر چڑھا دوں گی۔"

"تمہیں میری شریکِ حیات سے کیا دشمنی ہے؟"

"دشمنی تو تم سے بھی نہیں تھی۔ اسی لئے اس جزیرے میں تمہیں آزاد چھوڑ دیا تھا۔ سوچا تھا' کبھی ضرورت ہوگی تو تمہیں استعمال کروں گی۔ آج تمہارے ملک کو تمہاری صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ میں تمہیں لینے آئی تھی پتا چلا تم نے اس مسلمان ڑکی کی خاطر اپنا مذہب چھوڑ دیا ہے۔ کیا ایسا کرتے ہوئے تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آئی؟"

"میں بہت شرم والا ہوں۔ ایک لڑکی کی شرم رکھنے کے لئے ں نے جو بھی کیا اس پر مجھے فخر ہے۔ تمہیں میرے ذاتی معاملات میں دخل نہیں دینا چاہئے۔"

"جس پر میں حکومت کرتی ہوں' اس کا پھر کوئی ذاتی معاملہ نہیں رہتا۔ تم آج ہی یہاں سے نکلو گے۔ میں ایک ہیلی کاپٹر یہاں گے۔ میں تمہیں گائیڈ کرتی رہوں گی' اس کے مطابق تم جلد سے جلد نیویارک آؤ گے۔"

"میں انکار کروں گا تو تم میرے دماغ پر قبضہ جمالو گی۔ میری ایک بات مان لو۔ میں جہاں جاؤں گا' حمائلہ میرے ساتھ رہے گی۔"

"میں اس لڑکی کو معاف نہیں کروں گی جس کی خاطر تم نے ہمارا سر جھکا دیا ہے۔"

"پلیز' انتقام لینے کا خیال دل سے نکال دو۔"

"ایک شرط پر اسے معاف کروں گی۔ تم اپنے مذہب کی طرف لوٹ آؤ اور حمائلہ سے کہو' وہ عیسائیت قبول کرلے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا' کیا کرے؟ وہ اس کا معمول تھا' اس کی مرضی کے خلاف حمائلہ کو کسی بھی طرح تحفظ نہیں دے سکتا تھا۔ وہ جب چاہتی اس لڑکی کو خود کشی پر مجبور کرسکتی تھی۔

وہ حمائلہ کو بے بسی سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا تم سمجھ رہی ہو کہ ہم پر اچانک کیسی افتاد آپڑی ہے؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی "ہمارے ساتھ کوئی غیر معمولی بات ہو رہی ہے۔ ابھی میں نہ چاہتے ہوئے بھی تمہارے مذہب تبدیل کرنے کے خلاف بول رہی تھی اور خواہ مخواہ گہرے پانی میں ڈوبنے جارہی تھی۔ مجھے بتاؤ' ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں لیکن یہ نہیں

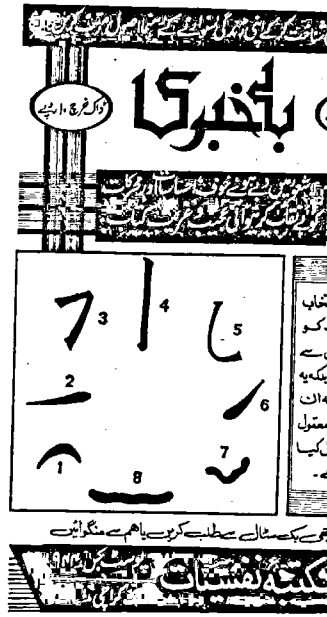

جانتا تھا کہ کوئی عورت اسی علم کے ذریعے میرے دماغ پر قبضہ جما چکی ہے۔ اس نے مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔ وہی تمہارے دماغ پر بھی چھا جاتی ہے۔ وہ جب چاہے گی، ہم دونوں کو بے موت مرنے پر مجبور کردے گی۔"

"اسے ہم سے کیا دشمنی ہے؟"

"وہ میرے مذہب تبدیل کرنے پر ناراض ہے۔ اس کی سزا تمہیں بھی دینا چاہتی ہے۔"

حمائلہ نے کہا۔ "جسے تم سزا کہہ رہے ہو میں اُسے بہت بڑا انعام سمجھتی ہوں۔ میرا خدا اپنے بندوں کو ایسی ہی آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے۔ میں دینِ اسلام کو گلے سے لگائے سمندر میں کودپڑوں گی۔ میری پروا مت کرو۔ تمہارے جیسے نیک انسان کو ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کے ساتھ زندہ رہنا چاہئے۔"

"تم نے مجھے اپنی نیکی اور شرافت سے جیت لیا اور یہ عورت بدی اور جبر سے میرا راستہ بدلنا چاہتی ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں، جیوں گا تمہارے ساتھ، مروں گا تمہارے ساتھ۔ ہوسکتا ہے یہ عورت مجھے مرنے نہ دے لیکن کب تک۔ مجھ پر حاوی رہے گی۔ ایک لمحے کے لئے بھی مجھے موقع ملا تو میں اپنی جان دے دوں گا۔"

مرینا اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کی مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی کو سمجھ رہی تھی۔ اس نے سوچا، ہمیشہ جبراً کام نہیں لے سکے گی۔ خلافِ توقع کوئی ایسی بات ہوسکتی ہے کہ وارنر کو خودکشی کا موقع مل جائے۔ تب وہ اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے سے محروم ہوجائے گی۔ ایک ایک کرکے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ اب اسے قابو میں رکھنے کے لئے اپنے رویّے میں تھوڑی سی نرمی پیدا کرنا ضروری تھا۔

اس نے سوچ کر وارنر سے کہا۔ "میں ایک شرط پر تمہاری شریکِ حیات حمائلہ کو معاف کروں گی اور اسے تمہارے ساتھ نیویارک جانے دوں گی۔"

"میں حمائلہ کی خاطر تمہاری ہر شرط مان لوں گا۔"

"تم جب تک اپنے مذہب کی طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے اس وقت تک حمائلہ کے بدن کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔ اس کے اور تمہارے درمیان تھوڑا فاصلہ رہا کرے گا۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں حمائلہ کی سلامتی چاہتا ہوں۔ اس کے سامنے رہ کر، اس کے ساتھ ساتھ رہ کر بھی اس کی جدائی برداشت کرتا رہوں گا۔"

وہ مرینا سے ہونے والی گفتگو حمائلہ کو سناتا جارہا تھا اور وہ موجودہ حالات کو سمجھتی جارہی تھی۔ مرینا دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے اپنے ملک کے وزیرِ خارجہ کو فون کیا۔ اس کے سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو، کون ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ مرینا نے اس سے فون بند کرایا پھر انقرہ میں امریکی سفیر کے نمبر معلوم کئے۔ اسے ہاٹ لائن پر رابطہ کرنے پر مجبور کیا۔ جب رابطہ ہوگیا اور دوسری طرف سے امریکی سفیر کی آواز سنائی دی تو وہ خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اُس کے دماغ میں انقرہ پہنچ گئی۔

وہ ریسیور کان سے لگائے کہہ رہا تھا۔ "بہت اہم گفتگو نہ ہو تو بعد میں رابطہ کرو۔ میں اپنے ایک معزز مہمان کا استقبال کرنے جارہا ہوں۔"

مرینا اس کے ذریعے ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سن رہی تھی۔ وہ ریسیور رکھ کر تیزی سے چلتا ہوا رہائش گاہ کے باہر آرہا تھا۔ رہائش گاہ کے سامنے ایک کھلی جگہ پر ہیلی کاپٹر اتر گیا تھا۔ گردش کرتا ہوا پنکھا آہستہ آہستہ تھم رہا تھا۔ وہ سفیر کے ذریعے ایک ہیلی کاپٹر کا انتظام کرنے آئی تھی۔ اب اتفاق سے ایک ہیلی کاپٹر آگیا تھا۔ سفیر سے اس سلسلے میں کچھ کہنا ضروری نہیں رہا تھا۔ یوں بھی وہ کسی کے علم میں لائے بغیر وارنر کو نیویارک لانا چاہتی تھی اور اس کی یہ خواہش پوری ہورہی تھی۔

آنے والا مہمان امریکی سفیر سے مصافحہ کررہا تھا۔ اس نے رسمی گفتگو کے بعد پائلٹ سے کہا۔ "ہیلی کاپٹر یہاں رہنے دو۔ تم آرام کرو۔ ہم ایک گھنٹے بعد جائیں گے۔"

پائلٹ نے جواب دیا۔ "سر! یہاں میرا ایک قریبی عزیز ہے۔ اجازت ہو تو میں آدھے گھنٹے میں اُس سے ملاقات کرکے آجاؤں۔"

"ٹھیک ہے، جاؤ۔"

وہ مہمان امریکی سفیر کے ساتھ اندر آیا۔ اسے ہیلی کاپٹر کے پنکھے کی گردش کرتی ہوئی آواز سنائی دی۔ پہلے تو اُس نے توجہ نہیں دی۔ پھر حیرانی سے کہا۔ "کیا یہ پائلٹ اپنے عزیز سے ملنے ہیلی کاپٹر میں جارہا ہے؟"

وہ تیزی سے چلتا ہوا پھر باہر آیا۔ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوچکا تھا۔ وہ نیچے سے ہاتھ ہلا کر چلاتے ہوئے بولا "اے! تم ہیلی کاپٹر کہاں لے جارہے ہو؟ نیچے آؤ۔ نیچے آؤ۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے اسے نیچے آنے کا اشارہ کررہا تھا۔ پنکھے کے شور میں اُس کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ پائلٹ مرینا کی مرضی کے مطابق پرواز کرتا ہوا دور جاچکا تھا۔ امریکی سفیر کے مہمان نے تیزی سے اندر آکر فون کا ریسیور اٹھایا۔ پھر انقرہ میں فرانس کے ایک سفارتکار سے رابطہ قائم کرکے بولا "میں فرانس کی وزارتِ خارجہ کا سیکریٹری بول رہا ہوں۔ میرا پائلٹ میری اجازت کے بغیر ہیلی کاپٹر یہاں سے لے گیا ہے۔ یہ کوئی ہائی جیکنگ کا معاملہ ہے۔ فرانسیسی انٹیلیجنس کے چیف کو صورتِ حال سے آگاہ کرو۔"

انقرہ میں رہنے والے سفیر نے فرانس کی انٹیلیجنس کے چیف

حاصل کرنے کے بعد اُس کی فائل میں اس کی تصویر دیکھی۔ پھر فون پر سلمان سے رابطہ کرکے کہا۔ "مسٹر سلمان! ہمارے فارن سیکریٹری کا ایک ہیلی کاپٹر اغوا کیا گیا ہے۔ میں پائلٹ کی تصویر بھیج رہا ہوں، آپ پلیز اس کے دماغ میں پہنچ کر صحیح حالات معلوم کریں۔"

اس نے ایک افسر کے ذریعے تصویر بھیج دی۔ سلمان نے اس تصویر کو غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جھانکا پھر چشمِ زدن میں اس پائلٹ کے اندر پہنچ گیا۔ خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا اس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں ہے اور وہ اپنی مرضی کے خلاف اس ہیلی کاپٹر کو کہیں لے جارہا ہے۔

سلمان نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "آخر میں کہاں جارہا ہوں؟"

اس کے دماغ میں کسی نے نہیں بتایا کہ منزل کہاں ہے؟ سلمان انتظار کرنے لگا۔ آخر وہ ایک جزیرے پر اترنے لگا۔ سمندر کے ساحل پر دور حمائلہ اور وارنر کھڑے ہوئے تھے۔ جب ہیلی کاپٹر ساحل کی زمین پر اتر گیا تو وہ دونوں دوڑتے ہوئے آکر اس میں سوار ہوگئے۔ وارنر نے سلائیڈنگ دروازے کو بند کرتے ہوئے پائلٹ سے پوچھا۔ "ہم کہاں جارہے ہیں؟"

مرینا نے پائلٹ کی زبان سے سخت لہجے میں کہا۔ "ایک بار کہہ چکی ہوں۔ بار بار نہ پوچھا کرو۔"

"تم نے نیویارک جانے کو کہا تھا۔ اتنا طویل سفر ہیلی کاپٹر کے ذریعے کیسے ہوگا؟"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ اتنی عقل مجھ میں ہے۔ میں انقرہ تک ہیلی کاپٹر میں لے جاؤں گی۔ پھر وہاں تمہاری شناخت تبدیل کرنے کے بعد کسی طیارے میں تم دونوں کی سیٹیں ریزرو کراؤں گی۔"

یہ گفتگو سن کر سلمان کے سامنے تمام معاملات واضح ہوگئے۔ وہ جانتا تھا کہ وارنر ہیگ جزیرہ پوٹوپا میں ہے اور ہم نے وارنر کو مرینا کے حوالے کیا تھا۔ مرینا بہت پہلے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکی تھی۔ سلمان مزید معلومات کے لئے حمائلہ کے دماغ میں آگیا۔

اس کے خیالات پڑھنے سے یہ نئی بات معلوم ہوئی کہ وارنر نے اسلام قبول کیا ہے اور یہ بات مرینا کو ناگوار گزری ہے۔ پہلے تو وہ حمائلہ کو مار ڈالنا چاہتی تھی۔ پھر یہ پابندی عائد کی کہ جب تک وارنر عیسائیت کی طرف لوٹ کر نہیں آئے گا تب تک وہ دونوں میاں بیوی کو تنہائی میں ملنے نہیں دے گی۔

یہ ظلم تھا۔ دونوں مرینا کے شکنجے میں تھے۔ مرینا کی گرفت اور تیور انہیں یقین دلا رہے تھے کہ اب وہ جیتے جی کبھی ایک دوسرے کے قریب نہیں آسکیں گے۔ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے، سامنے رہیں گے اور ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر تڑپتے رہیں گے۔

سلمان نے میرے پاس آکر یہ تمام روداد سنائی۔ میں نے کہا۔ "کسی نے وارنر پر جبر نہیں کیا کہ وہ اسلام قبول کرے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام تلوار اور جبر سے نہیں، محبت اور ہدایات سے پھیلا ہے۔"

سلمان نے کہا۔ "مرینا کا غصہ بے جا ہے۔ مذہب ایک ذاتی معاملہ ہے اور دل سے تعلق رکھنے والا عقیدہ ہے۔ اگر حمائلہ عیسائیت قبول کرتی تو ہم انتقامی کارروائی نہ کرتے۔ اسے اسلام کی طرف لوٹ آنے پر مجبور نہ کرتے۔ خدا یہ نہیں چاہتا کہ کسی کو زبردستی جھکایا جائے۔ مسجد کی دہلیز ہو یا چرچ کا دروازہ، جھکنے والے سر اپنے ذاتی عقیدے اور محبت سے جھکتے ہیں۔"

"مرینا کا غرور اور فرعونیت انتہا کو پہنچ رہی ہے۔ میں اس کا دماغ درست کردوں گا۔ تم پارس، علی تیمور اور ثانی کا خیال رکھو اور اُن کی خیریت سے آگاہ کرتے رہو۔"

سلمان چلا گیا۔ میں مرینا کے دماغ میں آگیا۔ وہ خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھتی تھی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما چکا ہوں۔

میں نے سونیا کے لب و لہجے میں اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کرائی تھی کہ وہ سونیا کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کرے گی۔ میں نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا تھا کہ دشمن میری یا سلمان وغیرہ کی آواز اور لہجہ اختیار کرکے کبھی اس کے دماغ میں آسکتے تھے لیکن یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سونیا کے لہجے سے مرینا کے دماغ کے اندر راستہ بن سکتا ہے۔ کیونکہ سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔ جب خیال خوانی نہیں کرتی تھی تو اس کی سوچ کا لہجہ مرینا کے اندر بھلا کیسے پہنچ سکتا تھا۔

میری اس حکمتِ عملی سے مرینا بھی محفوظ تھی۔ ورنہ مجھے یقین ہے کہ دشمنوں نے ہم میں سے کسی کا لہجہ اپنا کر اُس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی ہوگی اور ناکام رہے ہوں گے۔

وہ پائلٹ کے دماغ میں تھی۔ میں اُس کے دماغ میں تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ حمائلہ اور وارنر کو پہلے انقرہ پہنچائے گی۔ چونکہ سفر طویل تھا۔ وہ تین گھنٹے بعد وہاں پہنچنے والے تھے۔ اس لئے میں مرینا کی موجودہ مصروفیات کے متعلق معلوم کرنے لگا۔

معلوم ہوا کہ اس نے چند اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کا اعتماد حاصل کرلیا ہے۔ مشیرِ خاص ہولی مین اس کا سرپرست بن گیا ہے۔ اب وہ ایک خفیہ تنظیم بنا کر اپنے ملک کے مفاد کے لئے کام کررہی ہے اور اس کی دانست میں ملک کا مفاد اسی میں تھا کہ میں اپنی پوری فیملی کے ساتھ نابود ہوجاؤں۔

پارس، علی تیمور اور سونیا ثانی کو گھیرنے کے لئے ہر ممکن کوشش شروع کردی گئی تھی۔ ابھی دشمنوں کو علی تیمور اور سونیا ثانی کی وہاں موجودگی کا علم نہیں تھا لیکن جو طریقہ کار وہ اختیار کررہے تھے اس کے نتیجے میں وہ گرفتار ہوسکتے تھے۔

میں نے سلمان، سلطانہ اور لیلیٰ کو مخاطب کر کے کہا۔ "تمہارے تینوں بچے خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ یہ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دماغ میں آنے سے روکیں گے تو یوگا کی مہارت سے پہچان لئے جائیں گے۔"

لیلیٰ نے کہا۔ "اگر سانس نہیں روکیں گے تو ان کے دماغ دشمنوں کے لئے کھلی کتاب بن جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے۔ ان کی شخصیت تبدیل کر دی جائے۔ تنویمی عمل کے ذریعے ان کی یادداشت سے پچھلی زندگی مٹا دی جائے۔ ان کے دماغ حساس نہ رہیں۔ دشمن اگر ان کے چور خیالات پڑھیں تو انہیں ہمارے بچوں کی کوئی شناخت نہ ملے۔ وہ عام سے ٹھہری تسلیم کئے جائیں۔"

سلطانہ نے کہا "ہم نے مرینا کو بیٹی کی طرح چاہا۔ متعدد ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے حوالے کر دیے۔ پارس نے کئی بار اس کی جان بچائی۔ اسے دشمنوں کی قید میں جانے نہیں دیا۔ ان محبتوں اور مہربانیوں کا صلہ وہ ہمیں یہ دے رہی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا۔ "ہم اسے باعثِ رحمت بنانا چاہتے تھے وہ زحمت بن گئی ہے۔"

سلمان نے کہا۔ "اس پر نکتہ چینی کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ آؤ پہلے ہم اپنے بچوں کو تحفظ فراہم کریں۔"

وہ اپنے فرائض ادا کرنے چلے گئے۔ خدا ہم پر مہربان ہے۔ مرینا کی ایک غلطی نے ہمیں حمائلہ اور وارنر تک پہنچا دیا تھا۔ ان بیچاروں کے مسائل کے ساتھ ہمیں اپنے بچوں کے خلاف مرینا کے نئے منصوبوں کا علم ہو گیا تھا۔

اس سے غلطی یہ ہوئی تھی کہ وہ جلد بازی میں ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو اغوا کر کے لے گئی تھی۔ اس نے سوچا تھا، اپنے امریکی سفیر کے پاس آنے والا مہمان کوئی اپنا ہی ہوگا۔ جبکہ وہ فرانسیسی تھا اور اس نے مختلف ذرائع سے ہیلی کاپٹر کو جبراً لے جانے والی بات ہم تک پہنچا دی تھی۔

مرینا کو بڑی دیر تک یہ معلوم کرنے کی فرصت نہیں ملی تھی کہ وہ فرہاد کی سرپرست حکومت کے ایک پائلٹ کو لے جا رہی ہے۔ پہلے معلوم کر لیتی تو ایسی غلطی کبھی نہ کرتی۔ وہ کبھی حمائلہ اور وارنر کو قابو میں رکھتی تھی، کبھی کسی کام سے ہولی مین وغیرہ کے پاس موجود رہنے پر مجبور ہو جاتی تھی تاکہ اعلیٰ حکام اور فوجی افسران اور ہولی مین وغیرہ اس پر کسی قسم کا شبہ نہ کریں۔ وہ وارنر کو ان سے چھپائے رکھنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

دس طرح کی مصروفیات میں دھیان بٹ جائے تو غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ جب میں نے دیکھا کہ اُسے ابھی تک ایک بڑی غلطی کا علم نہیں ہوا ہے تو میں نے اس کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر کو انقرہ کی آبادی سے ذرا دور اتارا۔ حمائلہ اور وارنر وہاں اتر کر سڑک کے کنارے کسی گاڑی کا انتظار کرنے لگے۔ مرینا پائلٹ کے ذریعے ہیلی کاپٹر کو کہیں دور لے گئی۔ وارنر سے یہ کہہ گئی "میرا انتظار کرو۔ اگر کسی گاڑی میں لفٹ مل جائے، انقرہ کے کسی بڑے ہوٹل میں پہنچو، میں جلد ہی واپس آؤں گی۔"

اس کے جانے کے بعد حمائلہ نے وارنر سے کہا۔ "مجبوریاں اور پابندیاں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں نہیں ہیں۔ پھر بھی ہم قیدی ہیں۔ ہمارے اطراف چار دیواری نہیں ہے۔ ہاتھ پاؤں آزاد ہیں پھر بھی کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتے۔ یہ ٹیلی پیتھی تو عذاب ہے۔"

وہ بولا "شیطان صفت لوگوں نے اسے عذاب بنا دیا ہے۔ اگر ہم نے کسی کا دل نہیں دکھایا ہے، ہماری نیت اچھی ہے اور محبت سچی ہے تو خدا ہمیں اس مصیبت سے ضرور نکالے گا۔"

ان کی باتوں کے دوران ایک گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی۔ اس میں دو مسلح آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ وارنر کو لفٹ مانگنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ آدھی رات کو ایک حسین لڑکی دیکھ کر انہوں نے خود ہی گاڑی روک دی۔ پھر دونوں باہر آئے۔ ایک نے پوچھا۔ "کون ہو تم لوگ؟"

دوسرے نے کہا "یار تو گدھا ہے۔ یہ کون ہیں؟ کوئی بھی ہیں ہمیں کیا لینا ہے۔ بس یہ حسینہ کافی ہے۔"

اس نے حمائلہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ وارنر نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ پھر دوسرے کو بھی یہی سزا دی۔ جب اس نے دونوں پر اس سزا کو دہرایا تو وہ بے ہوش ہو گئے۔ میں خاموش تماشائی بن کر رہا۔ اگر اُن کی مدد کرتا تو مرینا واپس آ کر ان کے دماغ سے معلوم کر لیتی کہ کسی نے ان کی مدد ہے۔

وہ دونوں اس گاڑی میں بیٹھ کر شہر کی طرف جانے لگے۔ مرینا نے واپس آ کر وارنر کے خیالات پڑھے۔ پھر کہا۔ "تم نے گاڑی والوں کو بے ہوش کیا اور انہیں زندہ چھوڑ کر چلے آئے۔ یہ صبح تک تمہارے لئے مصیبت بن جائیں گے۔"

وارنر نے کہا۔ "میں خواہ مخواہ کسی کی جان نہیں لے سکتا تھا۔"

"ایسے نیک فرشتے بن کر رہو گے تو دشمن تمہیں جلد ہی جہنم میں پہنچا دیں گے۔"

حمائلہ سوچ کے ذریعے ہونے والی باتیں نہیں سن رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ پھر رونے لگی۔ وارنر نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"آج اس بدمعاش نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔ یہ کتنے شرم کی بات ہے۔"

مرینا نے اس کے دماغ میں آ کر ناگواری سے پوچھا۔ "کیا تمہارا ہاتھ بہت پاکیزہ ہے؟ کوئی دوسرا چھو نہیں سکتا؟"

پھر وہ وارنر سے بولی "تم نے پچھلی صدی کی کسی عورت سے شادی کر لی ہے۔ یہ تمہارے ساتھ امریکا میں کیسے رہے گی۔ کوئی اسے آخوٹ بیلے گا تو گھر آ کر مر جائے گا۔"

"یورپ اور امریکا میں کوئی جبراً کسی عورت کو حاصل نہیں کرتا۔ ایسے بدمعاش دنیا کے تمام ملکوں میں ہوتے ہیں۔ اور میں اپنی حمائلہ کے قریب آنے والوں کو سزا دینا جانتا ہوں۔"

اس نے شہر میں پہنچ کر ایک جگہ گاڑی چھوڑ دی۔ حمائلہ کے ساتھ پیدل چلتا ہوا مختلف راستوں اور گلیوں سے گزرتا ہوا ایک ہوٹل میں پہنچا۔ کاؤنٹر پر اپنا اور حمائلہ کا نام لکھوایا۔ لبنان کی خانہ جنگی کے باعث مسلمان وہاں سے فرار ہو کر سرحد پار کر کے ترکی کے مختلف شہروں میں پناہ لینے آتے تھے۔ ان پناہ لینے والوں کے متعلق زیادہ انکوائری نہیں ہوتی تھی۔ حمائلہ اور وارنر سے بھی زیادہ سوالات نہیں کئے گئے۔ انہیں رات گزارنے کے لئے ایک کمرا مل گیا۔

رات گزارنا بھی ایک مسئلہ تھا۔ حمائلہ نے کمرے میں آ کر کہا "یہ ایک کمرا ہے اور وہ بلا ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ صبح کرنے نہیں دے گی۔"

وہ بولا۔ "ہمیں دو کمرے حاصل کرنا تو ہوٹل والوں کو شبہ ہوتا کہ تم میری بیوی نہیں ہو۔ پھر راستے میں بدمعاشوں سے پالا پڑ چکا ہے۔ ایک حسین لڑکی تنہا کمرے میں رہے تو دور تک بدمعاشوں کو اس کی خوشبو مل جاتی ہے۔"

مرینا نے کہا۔ "تم دونوں اسی کمرے میں رہو گے۔ لیکن الگ الگ نیند پوری کرو گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں صوفے پر سو جاؤں گا۔"

حمائلہ نے کہا "نہیں، تم بستر پر آرام سے نیند پوری کرو۔ میں صوفہ پر رات گزار لوں گی۔"

مرینا نے کہا۔ "تم دونوں بستر پر لیٹ جاؤ۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں تمہیں سلا کر دوسرے کام کے لئے جاؤں گی۔"

وہ دونوں بستر پر لیٹ گئے۔ مرینا نے کہا۔ "صبح تک گہری نیند میں رہو گے تو کسی کو قہبت کی آنچ اور جوانی کے جذبے نہیں ستائیں گے۔ آنکھیں بند کر لو۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو حسرت سے دیکھا۔ پھر آنکھیں بند کر لیں۔ مرینا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہلے حمائلہ کو سلایا۔ وارنر اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سونے کا عادی تھا۔ مگر آج اس کا معمول تھا، اپنی مرضی سے سو سکتا تھا نہ جاگ سکتا تھا۔ مرینا نے اس کے دماغ میں آ کر حکم دیا کہ وہ گہری نیند سو جائے گا اور صبح چھ بجے سے پہلے بیدار نہیں ہوگا۔ وہ حکم کا بندہ تھا، جلد ہی سو گیا۔

میں مرینا کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا وہ پھر آدھے گھنٹے بعد دونوں کے اندر آئے گی اور خاموشی سے معلوم کرے گی کہ کوئی دشمن ان کے دماغوں میں چھپا ہوا تو نہیں ہے۔ اگر کوئی چھپ کر ان پر عمل کرنا چاہے گا تو یہ اس کا توڑ کرے گی۔

وہ دائمی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر بستر پر لیٹ گئی۔ صبح سے خیال خوانی کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ اور ابھی شاید دوسرے

دُنیا کے حیرت انگیز فن

تحریر شناسی

کائنات کے دو اربوں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیے

اُردو میں پہلی بار

تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب

تحریر اور شخصیت

یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ...

- یہ شخص کس کام کے لیے موزوں ہے؟
- کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟
- کیا اسے جلد غصہ آتا ہے؟
- کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے؟
- کیا اس کے ساتھ شادی کی جا سکتی ہے؟
- کیا اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟
- کیا یہ ایمان دار اور ہمدرد ہے؟
- اس کا جنسی رویہ کیسا ہے؟
- اس میں بُرائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں؟
- اور ایسی دُوسری بہت سی باتیں۔

قیمت ۱۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ہر شخص کے لیے یکساں طور پر کارآمد کتاب۔

منگانے کا پتہ

مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴
کراچی

معاملات میں صبح تک مصروف رہنا تھا۔ وہ ذرا کمر سیدھی کرنے کے لئے لیٹی تھی۔ میں نے اسے اٹھنے نہیں دیا۔ اس کے دماغ کو تھکنے لگا۔ اس کی سوچ میں کہا۔ "پانچ منٹ کے لئے آنکھیں بند کرلوں گی تو ذرا تھکن اتر جائے گی۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اسے یقین تھا جب تک دماغ کو ہدایات نہیں دے گی' نیند نہیں آئے گی۔ لیکن دماغ تو محکوم تھا۔ اس نے میرے حکم کے مطابق سلا دیا۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

میں اس کی طرف سے مطمئن ہو کر وارنر کے دماغ میں آیا۔ مرینا کی آواز اور لہجے میں کہا۔ "میں تم پر دوبارہ تنویمی عمل کر رہی ہوں۔ تم میرے معمول بن جاؤ۔"

میں اس پر عمل کرنے لگا۔ وہ جلد ہی ٹرانس میں آگیا۔ میں نے کہا۔ "میں نے آج سے پہلے جو تنویمی عمل تم پر کیا تھا' اس عمل سے تمہیں آزاد کر رہی ہوں۔ آئندہ تم میرے معمول اور تابعدار نہیں رہو گے۔ کیا تم اس عمل سے خوش ہو؟"

وہ بولا "میں بہت خوش ہوں۔"

"میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ تمہارا دماغ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گا اور تم سانس روک لیا کرو گے۔ مجھے کبھی اپنے دماغ میں نہیں آنے دو گے۔"

"میں کبھی تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔"

"تم تین گھنٹے تک تنویمی نیند پوری کرو گے پھر یہاں سے حمائلہ کو لے کر فرانسیسی سفیر کی کوٹھی میں جاؤ گے۔ وہاں سے تم دونوں کو پیرس پہنچایا جائے گا۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ میں نے کہا "تم پیرس میں حمائلہ کے ساتھ آزادی سے رہو گے۔ تم پر کوئی مصیبت آئے یا تم وہ شہر چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤ اور کوئی مسئلہ تمہارے لئے دردِ سر بن جائے تو تم فرہاد علی تیمور سے رابطہ کرو گے۔ اور رابطہ کے لئے یہ کوڈ ورڈز رہیں گے۔ ہمیں آزادی سے جینا ہے۔ ہمیں آزادی سے مرنا ہے۔"

میں نے اس کی آئندہ زندگی کے متعلق اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کرائیں پھر اسے تین گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد حمائلہ کے پاس آیا۔ اس کے دماغ میں بھی یہ بات نقش کرائی کہ وہ کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی۔ دماغ میں آنے والوں کو باہر نکالنے کے بعد سانس لیا کرے گی۔ اس کا دل اور دماغ تین منٹ تک سانس روکنے کا عادی رہے گا۔

میں نے اس کے دماغ میں ضروری ہدایات نقش کرنے کے بعد اسے بھی سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ وہ دو گھنٹے بعد بیدار ہو کر وارنر کے ساتھ اس ہوٹل سے جانے والی تھی۔ دوسری صبح مرینا ان دونوں کے دماغوں میں بار بار آکر کنٹرول کا کام واپس جانے والی تھی۔ اب یہ معلوم کرنا محال ہو گا کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟ اور کس طرح آزادی سے زندگی گزار رہے ہیں۔

آدمی ہمیشہ سے آدمی کو اپنے مفاد کے لئے غلام بناتا آیا ہے۔ اگر غلام نہ بنا سکے تو دوسرے کو کسی طرح خود سے کم تر رہنا کرنا رکھتا ہے۔ مرینا بھی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ یہی سلوک کرتی آئی تھی۔ میں بھی وارنر کے ساتھ یہی کر سکتا تھا۔ اسے بڑی آسانی سے اپنا غلام بنا سکتا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے' میں نے ایسا کیوں نہیں کیا؟

ہم کسی کو اچھے عمل کا صلہ نہیں دیتے۔ خدا ہمارے ذریعے نیک عامل کو صلہ دیتا ہے۔ وارنر نے سچائی سے حمائلہ سے محبت کی اور دل سے اسلام قبول کیا۔ میں خوش ہو کر اسے بے انتہا دولت دے سکتا تھا۔ اسے حکومتِ فرانس میں بہت اونچے مقام تک پہنچا سکتا تھا لیکن میں نے اسے ایسی دولت دی جو اس کے مقدر میں نہیں تھی۔ میں نے اسلام قبول کرنے کی خوشی میں آزادی کا تحفہ دیا تھا۔

آزادی بہت بڑی نعمت ہے۔ اسلام میں حکم ہے کہ اخلاقی اور تہذیبی پابندیوں میں رہ کر آزادی سے زندہ رہو۔

○...☆...○

ابھی ایک منٹ پہلے سرگئی آندروف عرف الپا بالکل نارمل تھی۔ کھانے کی میز پر لذیذ کھانوں کا مزہ چکھ رہی تھی۔ اچانک پتا چلا کہ ایک نئی مصیبت مزہ چکھا رہی ہے۔ وہ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔

یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی گئی ہے۔ اور یہ بھی سمجھنے میں وقت نہیں لگا کہ ماسک مین اور دوسرے اکابرین اسے یوں کمزور رہنا کراس پر تنویمی عمل کرانا چاہتے ہیں۔ اس کے اندر کی چھپی ہوئی باتیں نکالنا چاہتے ہیں۔

وہ کرسی سے اٹھ گئی۔ کھانے کی میز کا سہارا لے کر آگے بڑھی' وہاں حکومت کے جتنے بھی اعلیٰ عہدیدار اور اہم افسران تھے ان کی رہائش گاہوں میں خفیہ مائیک اور ٹی وی کیمرے نصب تھے۔ ان کیمروں کے ذریعے انٹیلیجنس کے جاسوس ایک خفیہ ہال میں بیٹھے ٹی وی اسکرین پر وہاں رہنے والوں کی حرکات و سکنات دیکھتے تھے اور ان کی باتیں سنتے تھے۔

اگرچہ یہ طریقہ قابلِ اعتراض ہے لیکن حکومت کے اہم افراد کو دشمنوں سے خطرہ لاحق رہتا ہے۔ کوئی بھی آنے والا دشمن ان رہائش گاہوں میں خود کو چھپا نہیں سکتا تھا۔ اس کی شناخت اور گرفتاری لازمی ہو جاتی تھی۔

سرگئی الپا کی رہائش گاہ کے ہر کمرے اور کوریڈور وغیرہ میں ایسے ہی خفیہ مائیک اور کیمرے تھے۔ صرف ٹوائلٹ ایسی جگہ تھی جہاں کیمرے اور مائیک خلافِ تہذیب تھے۔ وہ کمزوری کو برداشت کرتی ہوئی ڈگمگاتی ہوئی ٹوائلٹ میں آگئی۔ وہاں ایک دال الماری

میں کچھ ضروری دوائیں تھیں۔ ان میں کمزوری کا توڑ کرنے اور توانائی بحال کرنے والے کیپسول تھے۔ اس نے دو کیپسول نگل کر پانی پیا۔ پھر لڑکھڑاتی ہوئی کمرے میں آکر بستر پر گر پڑی۔

ابھی کمزوری تھی۔ مگر کمزوری سے لڑنے کا حوصلہ پیدا ہو گیا تھا۔ پچھلے دنوں اس نے ایک ڈاکٹر کے دماغ میں رہ کر سنا تھا کہ ماسک مین اعلیٰ فوجی افسران اور انٹیلیجنس کا چیف اس پر شبہ کر رہے ہیں۔ انہیں یہ تشویش تھی کہ سرگئی الپا کسی جوان مرد میں دلچسپی کیوں نہیں لیتی ہے۔ کسی سے شادی کیوں نہیں کرتی ہے؟

کسی نے کہہ دیا کہ وہ پارس کے زہر کی عادی ہو گئی ہے۔ اگرچہ برین آپریشن کے بعد پچھلی زندگی بھول چکی ہے۔ اسے پارس بھی یاد نہیں رہا ہے لیکن اس کے ساتھ زہریلی تمنائیں جو گزر چکی ہیں' وہ دماغ میں ایسے ہی رہ گئی ہیں جیسے آپریشن کے بعد ٹیلی پیتھی کا علم باقی رہ گیا ہے۔

سرگئی الپا اسی دن سمجھ گئی تھی کہ اس کا مینٹل چیک اپ ہو گا یا کسی اور طریقے سے دماغ کے اندر چھپی ہوئی باتیں معلوم کی جائیں گی۔ اب وہ وقت آگیا تھا۔ اسے جسمانی اور دماغی کمزوریوں میں مبتلا کیا گیا تھا تاکہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے پارس کے زہر کو دریافت کیا جائے۔

وہ بستر پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ کمرے کا دروازہ آہستگی سے کھلا۔ ایک دبلا پتلا لانبے قد کا شخص نظر آیا۔ وہ سفید لباس میں ملک الموت لگ رہا تھا۔ جیسے سرگئی کی روح قبض کرنے آیا ہو۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بستر کے قریب آگیا۔

سرگئی الپا اسے بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ جھک کر اس کے شانے کو تھپک کر بولا "ایزی بے بی! ایزی! تمہیں میری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو' آرام سے لیٹی رہو اور میری آنکھوں میں دیکھتی رہو۔"

اس نے دیکھا۔ عامل کی بڑی بڑی سرخ آنکھوں میں مقناطیسی کشش تھی۔ کوئی اور ہوتا تو ان آنکھوں میں دیکھتے ہی سحر زدہ ہو جاتا لیکن سرگئی الپا کی دماغی توانائی بحال ہو چکی تھی۔ وہ خاموشی سے اپنے دماغ کو ہدایات دے رہی تھی کہ دماغ عامل سے متاثر نہیں ہو گا۔

وہ اپنی بھاری بھرکم آواز میں بول رہا تھا۔ آواز میں ایسی گونج اور دھیمی دھیمی سی گرج تھی کہ سیدھی دل میں اتر جاتی تھی۔ سرگئی الپا اسے دیکھ رہی تھی اور یوں بدحال ہو رہی تھی جیسے اس کے سامنے دل دماغ اور اپنے تمام حوصلے ہارتی جا رہی ہو۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "تمہاری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔ تم کھلی آنکھوں سے دیکھو گی۔ بند آنکھوں کے پیچھے تمہارے دماغ میں میرا چہرہ رہے گا۔ تمہارے کان دنیا کی کوئی آواز نہیں سنیں گے' تم صرف میرے احکامات سنو گی۔ انہیں ذہن میں نقش کرو گی اور میرے سوالوں کے صحیح جواب دو گی۔"

سرگئی الپا نے ایک معمولہ کی حیثیت سے وعدہ کیا کہ وہ تمام احکامات کی تعمیل کرتی رہے گی۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں' صرف کان کھلے تھے۔ اس نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولی "سرگئی آندروف۔"

اس نے حکم دیا "نہیں' تمہارا نام الپا بیکر ہے۔"

وہ بولی "میرا نام الپا بیکر ہے۔"

"نہیں' تمہارا کوئی نام نہیں ہے۔ تم گمنام ہو۔"

"میں گمنام ہوں۔"

"کیا تم میرے سوالوں کے صحیح جواب دو گی؟"

"میں تمہارے سوالوں کے صحیح جواب دوں گی۔"

"کیا تم پارس کو جانتی ہو؟"

"ایک پارس کو جانتی ہوں جو فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔"

"تم اسے کیسے جانتی ہو؟"

"یہاں مجھے فرہاد اور اس کی فیملی کے تمام ممبران کے ریکارڈز پڑھنے کے لئے دیے گئے۔ میں نے آڈیو کے ذریعے ان کی آوازیں سنیں۔ اور ویڈیو کے ذریعے انہیں چلتے پھرتے ایکشن میں دیکھا۔ ان ہی میں وہ پارس بھی نظر آتا رہا۔"

"تم پارس میں کوئی غیر معمولی کشش محسوس کرتی ہو؟"

"میں ذاتی طور پر کوئی کشش محسوس نہیں کرتی ہوں۔ اس کے ریکارڈ میں لکھا ہوا ہے کہ زہریلے پن کے باعث وہ عورتوں کے لئے غیر معمولی ہو گیا ہے لیکن اسکرین پر دیکھ کر مجھے اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔"

"تم جوان ہو۔ کوئی جوان مرد تمہیں متاثر کرتا ہو گا؟"

"اب تک کسی نے متاثر نہیں کیا ہے۔ آئندہ کی بات میں نہیں کہہ سکتی۔"

"کیا تم اپنی پچھلی زندگی کے متعلق سوچتی ہو؟"

"ہاں اکثر سوچتی ہوں پتا نہیں ماضی میں کیسی زندگی گزاری ہے؟ مجھے بتایا گیا ہے کہ میں یتیم لڑکی تھی۔ مجھے سرکاری ہوسٹل میں رکھ کر تعلیم اور تربیت دی گئی ہے۔ اس کا مطلب ہے' میرا اپنا کوئی نہیں تھا۔ محبت کا کوئی رشتہ نہ پہلے تھا اور نہ اب ہے۔ یہ سوچ کر بہت دکھ ہوتا ہے۔"

"تمہیں نئی زندگی ملی ہے۔ نئی محبت کرو' کسی کو دل دو۔ کسی سے دل لو۔ تمہارے سارے دکھ دور ہو جائیں گے۔"

"میں کتنے ہی نوجوان اور قابل مردوں سے ملتی رہتی ہوں اور سب ہی کی قدر کرتی ہوں۔ لیکن کسی پر دل نہیں آتا۔"

"یہ بتاؤ' تمہیں کن خوبیوں کا حامل نوجوان پسند آئے گا؟"

وہ عامل گھما پھرا کر سرگئی کے اندر سے وہ بات نکالنا چاہتا تھا' جسے ماسک مین اور دوسرے اکابرین سننے کے لئے بے تاب تھے۔ ان کے دماغوں میں یہ بات پھنسی ہوئی تھی کہ سرگئی کے لاشعور میں پارس کی زہریلی کشش چھپی رہ گئی ہے اور وہ کشش اسے کسی

دوسرے جوان کی طرف مائل نہیں ہونے دیتی۔

سرگئی بھی ہر طرح کے سوال سے نمٹنے کے لئے دماغی طور پر پوری طرح حاضر تھی۔ اگر عامل سے سحر زدہ ہوتی تو شاید اس کے اندر سے چھپا ہوا پارس نکل آتا اور خود اُسے خبر نہ ہوتی۔ اس نے ہوش و حواس میں رہ کر جواب دیا۔ "پہلے تو میں دنیا میں اتنا نام پیدا کرنا چاہتی ہوں کہ میرے سامنے پھر کسی کا چراغ نہ جلے۔ جس کے چراغ کی لو مجھ سے اونچی ہوگی میں اُسے جیون ساتھی کے لئے پسند کروں گی۔"

"ساری دنیا میں سب سے زیادہ نام پیدا کرنے کے لئے ایک عمر چاہئے۔ تمہاری شادی کی عمر گزر جائے گی۔"

"گزر جائے تو اچھا ہے۔ میں شادی کے حوالے سے ایک بھیانک خواب دیکھتی ہوں۔ بیدار ہونے کے بعد سوچتی ہوں' اچھا ہے' شادی کا معاملہ اسی بہانے ٹلتا رہے۔"

"تم کیا خواب دیکھتی ہو؟"

"جب چاند کی پوری تاریخ ہوتی ہے' آسمان پر چودھویں کا چاند ہوتا ہے تو شاعر اُس میں خیالی محبوبہ کی صورت دیکھتے ہیں اور شاعری کرتے ہیں۔ ایسی راتوں میں عاشق دل ہارتے ہیں' میں حوصلہ ہار جاتی ہوں۔ اس رات خواب میں دیکھتی ہوں کہ کوئی میرا جیون ساتھی ہے' وہ مجھے دلہن بنا کر قبول کرنے کے لئے قریب آتا ہے۔ اچانک خون کی بارش ہوتی ہے پھر وہ میرے سامنے مردہ نظر آتا ہے۔"

"ایسا خواب تم نے ایک بار دیکھا ہوگا۔"

"نہیں' کئی بار دیکھا ہے اور چاند کی چودہ تاریخ کو دیکھا ہے۔ یہی تو پریشانی کی بات ہے کہ بالکل وہی خواب بار بار کیوں آتا ہے۔"

"تمہاری پچھلی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ گزرا ہوگا یا تم نے کوئی ڈراؤنی فلم دیکھی ہوگی جس نے تمہیں بری طرح متاثر کیا ہے۔ ایسا واقعہ جس سے دماغ متاثر ہوتا ہے' وہ خواب بن کر خود کو آدمی کے اندر دہراتا ہے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ اس خواب کو اور ایسے واقعے کو بھول جاؤ۔"

"میں بھول جاؤں گی۔"

"سونے سے پہلے دماغ کو ہدایات دو گی کہ تمہارے اندر کوئی ناگوار خواب پیدا نہ ہو۔"

"میں سونے سے پہلے دماغ کو ہدایات دوں گی کہ مجھے ناگوار خواب نہ آئے۔"

"میں حکم دیتا ہوں کہ تم ماسکو ہی میں کسی شخص سے محبت کرو گی اور اس سے شادی کرو گی۔ چوبیس گھنٹے کے اندر کسی کا انتخاب اور اگلے چوبیس گھنٹوں کے اندر شادی کرو گی۔"

اس نے وعدہ کیا کہ وہ اڑتالیس گھنٹوں کے اندر کسی شخص کا انتخاب کر کے شادی کرے گی۔ اس نے حکم دیا "تم تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد بھول جاؤ گی کہ کوئی تمہارے کمرے میں آیا تھا اور اس نے تم پر عمل کیا تھا لیکن اس عمل کے اثر میں رہو گی اور ہمیشہ میری معمولہ اور تابعدار بن کر رہا کرو گی۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ عامل نے سمجھا' وہ حکم کی تعمیل کرتی ہوئی سو گئی ہے۔ وہ دبے قدموں وہاں سے چلا گیا۔ دروازے کو بند کر دیا۔ سرگئی الپا نے پھر بھی آنکھیں بند رکھیں۔ بظاہر کوئی اس کے فراڈ کو دیکھنے سمجھنے والا نہیں تھا۔ لیکن کمرے میں خفیہ کیمرے کی آنکھ اسے دیکھ رہی تھی اور ماسک مین وغیرہ کو دکھا رہی تھی۔ اس لئے وہ دو گھنٹے تک تنویمی نیند ظاہر کرنے کا ارادہ کر چکی تھی۔

ایک خفیہ اجلاس میں ماسک مین' اعلیٰ حکّام' فوجی افسران' دو ڈاکٹروں اور ذہنی پیچیدگیوں کو سمجھنے والے ماہرین بیٹھے تھے اور ایک اسکرین پر سرگئی الپا کو دیکھ رہے تھے۔ اس پر تنویمی عمل ہو چکا تھا اور وہ اب تنویمی نیند میں ڈوب گئی تھی۔ ماسک مین نے ایک ماتحت افسر سے کہا "ٹی وی بند کر دو۔"

ٹی وی کو آف کر دیا گیا۔ ایک اعلیٰ فوجی افسر نے ڈاکٹروں سے اور ماہرین سے کہا۔ "آپ لوگوں نے دیکھا اور سنا ہے کہ سرگئی معمولہ بننے کے بعد عامل کے سوالوں کے کیا جواب دے رہی تھی۔"

ایک ڈاکٹر نے کہا۔ "اس نے جو جواب دیا ہے اس کی روشنی میں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ پچھلی زندگی میں اسے کون سا واقعہ ایسا پیش آیا تھا کہ وہ آج خواب کی صورت میں یاد رہ گیا ہے۔"

ایک ماہر نے کہا "کسی کے دماغ میں چھپی ہوئی باتوں کو معلوم کرنے کے دو ہی راستے ہیں۔ ایک ٹیلی پیتھی اور دوسرا تنویمی عمل۔ ابھی ایک عمل نے جس حد تک ہمیں بتایا ہے' اس سے زیادہ معلوم کرنا ممکن نہیں ہے۔"

دوسرے ماہر نے کہا۔ "اس عمل سے ایک فائدہ ہوا۔ عامل نے اس کے دماغ سے وہ خواب مٹا دیا ہے۔ وہ جلد ہی کسی کو جیون ساتھی بنا لے گی۔"

ماسک مین نے کہا۔ "ایک بات پھر بھی کھٹکتی ہے۔ سرگئی کے برین آپریشن میں کچھ خامیاں رہ گئی ہیں۔ ایک سوچنے اور سمجھنے کا نکتہ ہے۔ جب ایک واقعہ اس کے دماغ میں خواب بن کر رہ گیا ہے تو پارس بھی خواب و خیال کی صورت میں کبھی اس کے اندر سے ابھر سکتا ہے۔"

ماہرین نے تائید میں سر ہلایا۔ ماسک مین نے کہا۔ "آپریشن کی خامیوں سے یہ اندیشہ بھی ہے کہ اسے کبھی حادثاتی طور پر پچھلی زندگی بھی یاد آ سکتی ہے۔"

اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "مشکل یہ ہے کہ اس کا برین آپریشن کرنے والا ڈاکٹر مر چکا ہے۔ ورنہ ہمیں اس سے خامیوں اور کوتاہیوں کا علم ہوتا۔"

ڈاکٹر نے کہا "اور یہ برین آپریشن بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ پہلے آپریشن کی خامیوں کو دور کرنے کے لئے دوسرا آپریشن نہیں کیا جا سکتا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم اسے سخت نگرانی میں رکھیں گے۔ جب دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا آپریشن کے بعد ہمارا وفادار بن جائے گا تو وہ چپ چاپ سرگئی کے دماغ میں جاتا رہے گا اور اندر سے اس کی تبدیلیوں کو سمجھتا رہے گا۔ ہمیں اس کے بدلتے ہوئے مزاج اور ارادے سے آگاہ کرتا رہے گا۔"

سرگئی الپا اپنے کمرے میں آنکھیں بند کئے بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور خیال خوانی کے ذریعے ایک ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ وہ ایسے اجلاسوں میں اپنے بڑوں کی بے اعتنائی معلوم کرنے کے لئے کسی ڈاکٹر یا کسی ماتحت افسر کے دماغ میں چھپ کر رہتی تھی۔

کچھ عرصے سے ایسے اجلاس میں اپنے اکابرین کی باتیں سن کر اس کے خیالات بدل رہے تھے۔ وہ انہیں اعلیٰ عہدیداران اور مینیجر افسران مان کر ان کی بڑی عزت کرتی تھی۔ آج یہ ثابت ہو گیا کہ وہ اسے پابند بنانے کے لئے تنویمی عمل کی زنجیروں میں جکڑ کر رکھنا چاہتے ہیں۔

صرف اتنا ہی نہیں۔ وہ جس ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو پکڑ کر لائی تھی اس نئے آنے والے کو اس کے دماغ میں گھس کر اُس کے ذاتی معاملات کی جاسوسی کرانا چاہتے تھے۔ عورت اپنے چور خیالات اور جذبات اپنے چاہنے والے سے بھی چھپاتی ہے۔ سرگئی الپا یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی اس لئے چپ چاپ باغی ہوتی جا رہی تھی۔

باغیانہ تبدیلیوں کے دوران یہ بات زیادہ چبھتی تھی کہ اس کے اکابرین اس پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ انہیں یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ دشمن اسے بہکا کر اُن سے چھین کر لے جائیں گے۔ اور بہکانے والے ایک ہی دشمن کا نام زیادہ آتا تھا اور وہ نام پارس کا تھا۔

انہوں نے اپنے شکوک و شبہات سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ پارس نے اس کی پچھلی زندگی میں کوئی بہت اہم رول ادا کیا ہے۔ وہ اپنی حماقتوں سے اس نوجوان کو ایک خود فراموش لڑکی کے ذہن میں نقش کر رہے تھے۔

وہ رہ رہ کر سوچتی تھی "کیا پارس کو میری زندگی سے دور کرنے کے لئے میری پچھلی زندگی بھلائی گئی ہے؟"

اسے بتایا گیا تھا کہ کار کے ایک حادثے میں اسے دماغی چوٹ لگی تھی' اس کا آپریشن کرنا پڑا تھا۔ آپریشن کے بعد وہ بچ گئی لیکن پچھلی زندگی اس کے دماغ سے گم ہو گئی۔ اور اب وہ یقین سے کہہ سکتی تھی کہ اس کی یادداشت گم نہیں ہوئی بلکہ گم کر دی گئی۔

اس کی ایک مثال سامنے تھی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کا بھی برین آپریشن کیا جانے والا تھا۔ جبکہ آپریشن کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بالکل نارمل تھا لیکن یہاں کے حکام اور اکابرین اسے اپنا وفادار بنائے رکھنے کے لئے اس کا برین واش کرنے والے تھے۔ پچھلی زندگی بھلا کر اُسے اپنا غلام اور وفادار بنانے والے تھے۔ سرگئی الپا کو یقین ہو گیا' بالکل یہی اس کے ساتھ ہو چکا ہے۔

وہاں ایک سرکاری کلب تھا جہاں اعلیٰ حکام اور نہایت اہم عہدیداران تفریح کے لئے کچھ وقت گزارنے آتے تھے۔ کسی چھوٹے عہدیدار کو یا بڑی سے بڑی غیر سرکاری شخصیت کو کلب میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس رات سرگئی الپا وہاں آئی۔ ایک اعلیٰ افسر نے اسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا۔ "تم اور یہاں؟ تم تو بڑی خشک مزاج ہو۔ کسی تفریح یا کھیل میں حصہ نہیں لیتی ہو۔ کسی سے دوستی نہیں کرتی ہو۔ پھر یہاں کیا کرو گی؟"

وہ بولی "یہاں آئی ہوں تو دوستی بھی کر لوں گی۔"

دوسرے افسر نے پوچھا۔ "کیا واقعی دوستی کرو گی؟"

"واقعی اسی ارادے سے آئی ہوں۔"

اس کی یہ بات جہاں جہاں تک پہنچی' وہاں تک لوگوں نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں۔ کلب کے ہر بڑے آدمی کو معلوم ہوتا گیا کہ وہ اپنی زندگی کا ایک ہیرو پسند کرنے آئی ہے۔ ماسک مین اور وہ خاص عہدیداران جو اس پر ہونے والے تنویمی عمل کے متعلق جانتے تھے یہ دیکھ کر مطمئن ہو رہے تھے کہ عامل نے بڑا کامیاب عمل کیا ہے۔ اب وہ اس عمل کے زیر اثر رہ کر اڑتالیس گھنٹوں

کے اندر کسی سے شادی کرنے کے لئے بے چین ہوگئی ہے۔

اس کلب میں نوجوان افسر دو چار ہی تھے باقی سب چالیس برس سے اوپر کے تھے۔ ان ادھیڑ عمر کے عہدیداروں نے آئینہ دیکھنا، کنگھی کرنا اور اپنے سفید بالوں کو کسی حد تک چھپانے کی کوششیں شروع کردی تھیں۔ ایک عجیب تماشا شروع ہوگیا تھا۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ سرگئی کی آنکھوں میں سما جائے اور دل میں اتر جائے کیونکہ دل میں جگہ بنانے کا زیادہ وقت نہیں تھا۔ وہ محبت اور شادی فوراً ہی کرنا چاہتی تھی۔

وہ الجھن میں پڑ گئی۔ اعلیٰ عہدیدار اسے ڈانس کرنے کی پیشکش کررہے تھے۔ کوئی کافی پلانا چاہتا تھا، کوئی کھانے کی میز پر بلا رہا تھا۔ جن کی شادیاں ہوچکی تھیں اور بچے جوان ہو رہے تھے، وہ بھی چانس لے رہے تھے۔ وہ نیلی چھتری جاننے والی الہ دین کا طلسمی چراغ تھی۔ جس کے ہاتھ آجاتی اسے اپنی ذات میں سرشار بنا دیتی۔

وہاں میدانِ جنگ کے نہایت تجربہ کار فوجی تھے اور سیاست کی بساط پر شاطرانہ چالیں چلنے والے حکمران تھے۔ فوجی افسران کو کارنامے انجام دینے پر بڑے بڑے اعزازات اور انعامات حاصل ہوتے تھے۔ سیاستدانوں کو کامیابی نصیب ہو تو اقتدار حاصل ہوتا تھا لیکن ان سب سے بڑا اعزاز اور انعام سرگئی کا حصول تھا۔ جو اسے حاصل کرلیتا دنیا کے سارے انعام واکرام اور تمام عزت و شہرت اُس کا مقدر بن جاتی۔

اس نے سوچا تھا، شادی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کسی کو بھی پکڑے گی اور اس سے شادی کرکے ثابت کردے گی کہ تنویمی عمل کے مطابق وہ اپنے عامل کے احکامات پر عمل کرتی جارہی ہے۔ لیکن یہ مسئلہ گمبھیر ہوتا جارہا تھا۔ وہ ایک انار تھی اور سو بیمار تھے۔ ہر بڑا عہدیدار اُسے الگ لے جاتا تھا اور سمجھاتا۔ "خوب سوچ سمجھ کر انتخاب کرو۔ تم بے شک ذہین ہو مگر ابھی کمسن ہو۔ تمہاری زندگی میں کسی نوجوان کو نہیں خاصی عمر والے شخص کو آنا چاہئے تاکہ وہ تمہیں زمانے کی اونچ نیچ سے آگاہ کرتا رہے، تمہیں پھول کی طرح رکھے اور تمہارے مزاج سے ہم آہنگ ہوتا رہے اور تم تو مجھے جانتی ہو، یہ تمام خوبیاں مجھ میں ہیں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے اس سے کہا "میں نے سیاست کی دنیا میں بے مثال کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ کوئی میرے مقابلے کا سیاستدان نہیں ہے۔ مجھے ہر حکومت میں کسی نہ کسی علاقے کا حاکم بنایا جاتا ہے۔ اگر تم میری شریک حیات بن جاؤ تو ہم اس ملک میں ساری زندگی حکومت کرتے رہیں گے۔"

ایک اور عہدیدار نے اسے ایک طرف لے جاکر کہا "مجھے اقتدار اور برتری کی خواہش نہیں ہے۔ میں نے جب پہلی بار تمہیں دیکھا تھا تب سے دل ہی دل میں تم سے محبت کررہا ہوں۔ میری محبت بڑھتے بڑھتے عبادت بن گئی ہے۔ مجھے تمہاری [illegible]

نہیں، تمہاری ذات سے لگاؤ ہے۔ میں تم سے کچھ نہیں چاہتا، صرف تمہیں چاہتا ہوں۔"

وہ ایک ایک کے مشورے سن رہی تھی۔ بظاہر مسکرا رہی تھی لیکن اندر الجھ گئی تھی۔ وہاں اتنے بڑے لوگ تھے کہ کسی ایک کو پسند کرکے باقی تمام کو ناراض نہیں کرسکتی تھی۔ اگر کسی میجر کو پسند کرتی تو اس سے اونچے افسر کرنل کی انسلٹ ہوتی۔ اسی طرح کسی ایک حاکم کا انتخاب کرتی تو دوسرے حکام اپنی توہین محسوس کرتے اور وہ کسی کو کسی سے کمتر بنانے کا الزام نہیں لینا چاہتی تھی۔

آخر اس نے اسٹیج پر آکر اپنے ہاتھ میں ایک مائیک لیا پھر مسکراتے ہوئے بولی "معزز حاضرین! میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔"

پورے ہال میں سناٹا چھا گیا۔ جن کے ساتھ بیویاں اور محبوبائیں تھیں، وہ دھڑکتے ہوئے دل سے یہ سننا چاہتی تھیں کہ سرگئی نے ان کے شوہر یا محبوب کو پسند نہیں کیا ہے۔ وہ بولی "مجھے خوشی ہے کہ آپ سب میری شادی کے معاملے میں بڑھ چڑھ کر دلچسپی لے رہے ہیں۔ آپ نے اس سلسلے میں نہایت مفید مشورے دیئے ہیں۔ خصوصاً یہ سمجھایا ہے کہ مجھے خوب سوچ سمجھ کر جیون ساتھی کا انتخاب کرنا چاہئے۔"

ایک نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے ابھی سوچو گی۔ آج کسی کا انتخاب نہیں کرو گی۔"

"ابھی اسی وقت انتخاب ہوگا اور چوبیس گھنٹوں کے اندر شادی کروں گی۔"

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ ایک نے سوال کیا۔ "تم شادی کے نام سے کترانے لگتی تھیں۔ اچانک یہ تبدیلی کیسی ہے کہ چٹ منگنی اور پٹ بیاہ کے لئے راضی ہوگئی ہو؟"

"پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا ہے۔ آج صبح سے شادی کے لئے بے چین ہو رہی ہوں۔ ایسا لگتا ہے اگر میں کل شام تک شادی نہیں کروں گی تو کنواری مرجاؤں گی۔"

کئی لوگوں نے اس خوشی میں تالیاں بجائیں کہ آج ہی خوش بختی کا فیصلہ ہوگا۔ پھر انہیں حماقت کا احساس ہوا کہ وہ سرگئی کے کنواری مرجانے کی بات پر تالیاں بجا رہے ہیں۔

ایک نے کہا "شادی کی ایسی ہی جلدی ہے تو کوئی بھی چلے گا۔ پلیز جلدی بتاؤ، وہ کوئی بھی کون ہے؟"

وہ بولی "میں اسی کشمکش میں ہوں۔ آپ سب میرے لئے معزز اور محترم ہیں۔ آپ میں سے ہر ایک بہترین جیون ساتھی ثابت ہوسکتا ہے۔ میں آپ میں سے کسی ایک کو پسند کرکے باقی کو ناپسند نہیں کرنا چاہتی۔ کئی حضرات اسے انا کا مسئلہ بنالیں گے۔ کئی حضرات اپنی توہین محسوس کریں گے۔"

سب لوگ تائید میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ یہ درست ہے۔ ناکام [illegible]

بولی "اس مسئلے کا ایک ہی حل ہے کہ آپ سب کی نرمیرے سے جیون ساتھی کا انتخاب کریں۔"

سب نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک نے پوچھا "ہم کس طرح انتخاب کریں؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ آپ یہاں اپنے اپنے نام کی پرچیاں ڈالیں اور میرے نام کی لاٹری نکالیں۔ جس کی پرچی میرے نام کے ساتھ نکلے گی، وہی میرا جیون ساتھی ہوگا۔"

چند سیکنڈ کے لئے بالکل خاموشی چھا گئی۔ پھر وہ ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہنے لگے۔ ہر شخص کو خوشی تھی کہ سرگئی اسے پسند کرے گی۔ لاٹری کا معاملہ مشکوک تھا۔ تقدیر ہر ایک سے دوستی نہیں کرسکتی تھی۔ اس کے برعکس شادی شدہ حضرات کو اور بوڑھوں کو یقین نہیں تھا کہ سرگئی انہیں جیون ساتھی بنائے گی۔ لیکن لاٹری کے ذریعے انہیں امید تھی کہ سرگئی کا نام اس کی پرچی کے ساتھ نکل سکتا ہے۔

کچھ حمایت کرنے لگے۔ کچھ اعتراض کرنے لگے۔ وہ بولی "میں واضح الفاظ میں کہتی ہوں کہ ایک کو پسند کرکے دوسرے کا دل نہیں توڑوں گی۔ میرا اور آپ کا فیصلہ تقدیر کرے گی۔ کوئی مجھ سے فیصلے کی توقع نہ کرے، اگر آپ راضی نہیں ہوں گے تو میں یہاں کی اونچی شخصیات کے درمیان سے نکل کر راستہ چلتے ہوئے کسی شخص کو پکڑ کے شادی کرالوں گی۔"

کوئی یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ یہاں سے باہر جاکر کسی اور کو پسند کرے۔ لہٰذا وہ لاٹری سسٹم کے لئے راضی ہوگئے۔ اس کے لئے انتظامات ہونے لگے۔ بڑی گہما گہمی تھی۔ خشک زندگی گزارنے والے حکمرانوں اور عہدیداروں میں ایک نئی جوانی کی دوڑ دوڑ گئی تھی۔ ایک بڑے بکس میں تمام حضرات کے نام کی پرچیاں لکھ کر ڈالی جارہی تھیں۔ دوسرے بکس کی پرچیوں پر صرف لکھا جارہا تھا۔ صرف ایک پرچی پر سرگئی آندروف کا نام تھا۔

ایک نے کہا "سرگئی کے نام کی تین پرچیاں ڈالی جائیں تاکہ وہ تین آدمیوں کے نام سے نکلے۔ پہلا نام جس شخص کا ہوگا ہوسکتا ہے وہ اچانک ناگزیر وجوہات کی بنا پر شادی نہ کرسکے تو شادی کا حقدار وہ دوسرا شخص ہوگا جس کا نام دوسری بار سرگئی کے ساتھ آئے گا۔ اسی طرح دوسرا بھی کسی مجبوری کے باعث چوبیس گھنٹوں کے اندر شادی نہ کرسکے تو تیسرا خوش نصیب شادی کرلے گا۔"

یہ بچگانہ مشورہ تھا لیکن اس طریقۂ کار سے کوئی ایک خوش نصیب نہ ہوتا۔ بلکہ مزید دو خوش نصیب قطار میں کھڑے رہتے۔ یہ مایوس ہونے والوں کے لئے امید افزا طریقہ تھا۔ اس لئے سب نے تائید کی۔ سرگئی کے نام کی تین پرچیاں ڈال کر دونوں ڈبوں کو خوب ہلایا گیا۔ پھر کلب کے ایک بوڑھے ملازم کو بلا کر دونوں ڈبوں سے ایک ایک پرچی نکالتے رہنے کی ہدایت کی گئی۔ یہ ایسا مرحلہ تھا کہ سب ہی کے اندر تجسس بھر گیا تھا۔ بکس میں سے جب بھی ایک پرچی نکلتی۔ اس پرچی کا نام بلند آواز میں پڑھا جاتا تھا۔ دوسری پرچی صفر کی نکلتی تھی۔ سسپنس اور بڑھ جاتا تھا کہ شاید اگلی پرچی سرگئی کے نام کے ساتھ نکلے گی اور وہ پرچی اپنے نام کے ساتھ ہوگی۔

جن کے ناموں کے ساتھ صفر نکل رہا تھا وہ ناگواری سے منہ بنا کر بار میں جارہے تھے اور شراب سے غم غلط کررہے تھے۔ لاٹری کا سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ تین خوش نصیبوں کے نام نکل آئے۔ پہلا خوش نصیب مسکراتا ہوا اسٹیج پر سرگئی کے پاس آیا۔ پھر ہاتھ میں مائیک لے کر بولا "آج میں دنیا کا سب سے خوش نصیب انسان ہوں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، میں نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی۔ لہٰذا اس بات کا چانس نہیں ہے کہ میری کوئی سابقہ بیوی آکر شادی سے منع کرے گی۔ میں مس سرگئی کی خواہش کے مطابق چوبیس گھنٹے گزرنے سے پہلے شادی کروں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "ہماری شادی کل شام چار بجے کیتھولک چرچ میں ہوگی۔ میں آپ سب کو شادی میں شریک ہونے کی دعوت دیتی ہوں۔"

ناکام رہنے والوں نے بڑی بے دلی سے تالیاں بجائیں اور اسے شادی کی پیشگی مبارکباد دی۔ لاٹری میں دوسرا خوش نصیب ماسک مین اور تیسرا فوج کا کرنل تھا۔ وہ دونوں بڑی ناگواری سے اور سوجتی ہوئی نظروں سے پہلے خوش نصیب کو دیکھ رہے تھے۔ سوچ یہی ہوسکتی تھی کہ پہلا خوش نصیب چوبیس گھنٹے کے لئے ایسا بیمار ہوجائے کہ بستر سے اٹھ نہ سکے یا اسے موت آجائے۔ ماسک مین کی بددعا اس ایک خوش نصیب کے لئے تھی اور کرنل دو خوش نصیبوں کی بیماری یا موت کا متمنی تھا۔

دوسرے دن چار بجے شادی ہوگئی۔ دلہا نے شاندار دعوت کا اہتمام کیا تھا۔ شراب کا بھی انتظام تھا۔ جو بڑے عہدیدار یوگا کے ماہر تھے وہ ہر تقریب میں شراب سے پرہیز کرتے تھے۔ جہاں ماسک مین اور اعلیٰ حکام ہوتے تھے، اس تقریب میں چھوٹے عہدیداروں اور افسروں کو آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔

کھانے کی دعوت میں ایک برے سے دوسرے برے تک بڑی خاموشی تھی۔ کوئی کسی سے نہ بول رہا تھا اور نہ ہی پیٹ بھر کے کھا رہا تھا۔ یوں لگتا تھا، سب کے سب کسی کی میت اٹھانے آئے ہوں۔ وہ سب ایسے ہارے ہوئے جواری تھے جو پھر سے جیتنے کے لئے دوبارہ بازی شروع نہیں کرسکتے تھے۔

لیکن مقدر مہربان ہو تو دوسری بازی شروع ہوتے دیر نہیں لگتی۔ اس تقریب میں دلہا نے سرگئی سے کہا "ابھی تک ہماری تصویریں مہمانوں کے ساتھ اترتی رہی ہیں۔ آؤ ایک تصویر میرے بازوؤں میں بنوالو۔ کم آن فوٹو گرافر۔"

وہ تصویر کے لئے سرگئی کے قریب جانے لگا۔ اسی وقت ایک فوجی افسر نے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر لیتے ہوئے کہا "خبردار!

سرگئی کے قریب نہ جانا۔ یہ میری ہے۔ لاٹری میں مجھ سے دھوکا ہوا ہے' میں کسی کو سرگئی کے قریب جانے نہیں دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائر کیا۔ گولی دلہا کے سینے میں لگی' وہ اچھل کر زمین پر گرا۔ پہلے چند لمحوں تک کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ اچانک کیا ہوگیا۔ جب سمجھ میں آیا تو دیر ہو چکی تھی۔ اس بھاگنے والے قاتل کو کرنل نے گولی ماردی تھی۔

یہ سارا کھیل ٹیلی پیتھی کا تھا۔ سرگئی نے بہت پہلے ہی اس فوجی افسر کو تاڑ لیا تھا کہ اس کے دماغ میں جگہ مل سکتی ہے۔ پھر جب دلہا نے تصویر کے بہانے سب کے سامنے دلہن کے قریب آنا چاہا تو دلہن نے فوجی افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر اُسے گولی ماردی پھر جان بوجھ کر اس قاتل افسر کو ماسک مین اور کرنل کے سامنے سے دوڑتے ہوئے وہاں سے فرار ہونے پر مجبور کیا۔ ماسک مین قتل ہونے والے دلہا کی طرف جارہا تھا۔ کرنل نے قاتل کو پہلے رک جانے کی وارننگ دی پھر ایک سیکیورٹی گارڈ کی رائفل لے کر اُسے گولی ماردی۔

سرگئی ماسک مین اور کرنل کے دماغوں میں نہیں جاسکتی تھی لیکن قاتل کو ان کے سامنے سے فرار کرایا۔ اسے یقین تھا کہ ماسک مین یا کرنل اپنے گارڈز کو اسے گولی مارنے کا حکم دیں گے۔ ماسک مین نے ایسا نہیں کیا۔ لیکن کرنل سے بے اختیار یہ حرکت سرزد ہوگئی۔

دولہا اپنے ہی خون میں ڈوبا زمین پر پڑا تھا۔ سرگئی الپا نے معمولہ بن کر جس بھیانک خواب کا ذکر کیا تھا اس کی تعبیر سب کے سامنے آگئی تھی اور وہ نئی نویلی دلہن دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر بیوہ کے آنسو رو رہی تھی۔

○...☆...○

مرینا تھوڑی دیر کے لئے سکتے میں رہ گئی۔ گم صم ہو کر خلا میں تکنے لگی۔ وہ چھوٹی بڑی بازیاں ہارتی جارہی تھی۔ ابھی ذرا دیر پہلے اس نے پال ہوپ کن کے دماغ میں جانا چاہا تو پتا چلا اس کا دماغ موت کے اندھیروں میں ڈوب چکا ہے۔

یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اچانک کیسے مرگیا۔ اچانک مرنے کی بات ہو تو قدرتی موت کی ہی طرف دھیان جاتا ہے۔ شاید وہ بھی اپنی طبعی عمر پوری کر چکا تھا۔ لیکن مرینا کا دل نہیں مان رہا تھا۔ وہ مسلسل کچھ نہ کچھ ہارتی جارہی تھی۔ اب اپنا یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی کھو چکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ پال ہوپ کن کی موت کے پیچھے دشمن کا ہاتھ ہے اور وہ دشمن ہم ہیں۔

اس نے ہولی مین کو پال ہوپ کن کے متعلق بتایا پھر کہا "یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس کی موت کن حالات میں ہوئی ہے۔"

اس نے مشیرِ خاص ہولی مین کو پال ہوپ کن کی رہائش گاہ کا پتا بتایا۔ دو جاسوس وہاں گئے تو پال ہوپ کن کی لاش ملی۔ اس کی ایک مٹھی میں ریوالور تھا۔ کنپٹی میں خون آلود سوراخ تھا' کھوپڑی کا کچھ حصہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اس نے خود کشی کی تھی۔ بظاہر یہی تھا۔

لیکن حقیقتاً خود کشی کرائی گئی تھی۔

مرینا کو یہ رپورٹ ملی تو وہ تلملا گئی۔ اس نے کہا "مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ فرہاد نے یہ ذلالت کی ہے۔"

ہولی مین نے کہا "پال ہوپ کن کے دماغ پر تمہاری حکومت تھی۔ کوئی دوسرا اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ پھر فرہاد اس کے اندر کیسے چلا گیا؟"

"خیال خوانی کی ایک تکنیک یہ بھی ہے کہ فرہاد میری آواز بنا کر ادر میں فرہاد کا لہجہ اختیار کرکے ایک دوسرے کے شکار کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں۔ فرہاد' پال ہوپ کن کے اندر میرے لہجے میں پہنچا ہوگا اور اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے خود کشی پر مجبور کیا ہوگا۔"

"یہ جو فرہاد بڑی خاموشی سے ہمیں نقصان پہنچاتا رہتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ایک محاذ پر لڑتے ہیں' دوسرے محاذ پر توجہ کم کردیتے ہیں۔ وہ ہماری ایسی کمزوریوں کو سمجھتا ہے۔ اس لئے مختلف محاذوں سے چپ چاپ حملے کرتا ہے۔ کیا تم سوچ سکتی تھیں کہ ابھی ہم مشین کی تباہی کے معاملے میں الجھے رہیں گے' اُدھر وہ پال ہوپ کن کو ختم کردے گا۔ اور پتا نہیں وہ اور اس کے بیٹے چپ چاپ ہمارے خلاف اور کیا کررہے ہوں گے۔"

"یہ فرہاد کوئی انسان نہیں جن ہے۔ موت کی طرح اٹل اور ناقابلِ تسخیر ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ جاسوس اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس وغیرہ کو تلاش کررہے ہیں اسی لئے اُس نے پال ہوپ کن کو مار ڈالا ہے۔ وہ ہمارے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کی تاک میں بھی ہوگا۔ جان لبوڈا کو ہوشیار رہنا چاہئے۔"

"فکر نہ کرو۔ ہمارے جو دو چار خیال خوانی کرنے والے ہیں ۔ ۔ ۔ ائے تک بھی فرہاد نہیں پہنچ سکے گا۔ مجھے تم سے ہمدردی ۔ ۔ ۔ اب تمہارے پاس ایک بھی خیال خوانی کرنے والا نہیں ۔ ۔ ۔"

وہ تھوڑی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ بے چینی سے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ اپنی مسلسل شکست برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ پہلے جس معاملے میں ہاتھ ڈالتی تھی کامیابی حاصل ہوتی تھی۔ اب خوش بختی نے منہ پھیر لیا تھا۔ جب تک انسان کامیاب ہوتا رہتا ہے ان کامیابیوں کو اپنی ذہانت کا نتیجہ سمجھتا رہتا ہے۔ جب ناکام ہونے لگتا ہے تو اسے بدبختی کہتا ہے۔ ناکامیوں کا الزام مقدر کو دیتا ہے۔ اس لئے کہ ناکامیوں کے پیچھے اپنی غلطیوں کو سمجھ نہیں پاتا۔

وہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھی کہ پارس کو ساتھ چھوڑنے پر مجبور کرکے بدبختی کے راستوں پر چل پڑی ہے۔ اس نے گھڑی دیکھی پھر حساب کیا کہ ترکی کے وقت کے مطابق وہاں صبح کے سات بجے ہوں گے۔ ہولی مین نے اس سے کہا تھا کہ اب اس کے

ں ایک بھی خیال خوانی کرنے والا نہیں رہا جبکہ ابھی وارنر بیک ی تھا۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وارنر کے دماغ میں پہنچنا ا تو اُس نے سانس روک لی۔ مرینا نے دوسری تیسری بار ششیں کیں پھر اپنی جگہ واپس آکر حیرانی سے سوچنے لگی۔ "یہ یا ہوگیا؟ وہ میرا معمول اور تابعدار ہے۔ میری سوچ کی لہروں کو سوس نہیں کرتا ہے۔ پھر کیسے محسوس کر رہا ہے؟ میرے تویزی ل کے اثر سے کیسے نکل گیا ہے؟"

اس کا دل ڈوبنے لگا۔ اسے پھر چوٹ پہنچ رہی تھی۔ پھر بھی وہ رد کو سمجھا رہی تھی "نہیں' وارنر میرے ہاتھ سے نہیں نکلے گا۔ س آخری ٹیلی پیتھی جاننے والے پر میری گرفت مضبوط ہے۔"

اس نے سوچا' حمائلہ یوگا کی صلاحیتوں سے محروم ہے' اس کے دماغ میں پہنچ کر وارنر کے متعلق معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اس نے حمائلہ کے اندر پہنچنے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر واپس آئی۔ شدید حیرانی کی بات تھی کہ حمائلہ نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ اس پر تویزی عمل کیا گیا ہے۔

پھر یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ میں اس کا لہجہ اختیار کرکے وارنر کے دماغ میں گیا تھا۔ اسے مرینا کے تویزی عمل سے آزاد کیا گیا۔ یہ آزادی ملتے ہی مرینا کی سوچ کی لہریں اس کے لئے پرائی ہوگئی تھیں۔ اس لئے وہ سانس روک لیتا تھا۔

اب یقین ہوگیا کہ وہ آخری ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ غلطی کے بعد خیال آیا کہ غلطی ہوگئی۔ اسے اس چھوٹی سی بات پر دھیان دینا چاہئے تھا کہ فرہاد اس کا لہجہ اختیار کرکے پال ہوپ کن اور وارنر بیک کے اندر پہنچ سکتا ہے۔ ویسے وہ اس پہلو پر بھی توجہ دیتی تو اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو کیسے بچاتی؟ ابھی اسے یہ تکنیک معلوم نہیں تھی کہ اپنے معمول کے دماغ میں ایسی آواز اور لہجہ اختیار کرکے آیا جائے کہ دشمنوں کو کبھی اس لہجے کا علم نہ ہو۔ جیسے کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فرہاد سونیا کا لہجہ اختیار کرکے مرینا کے دماغ میں آتا ہے۔ وہ فرہاد کو تو محسوس کرتی ہے مگر سونیا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہے۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ کوئی ناکامی سی ناکامی تھی۔ محرومی' شکست' مایوسی اور ایسی بے بسی تھی کہ وہ اپنی پشت پر پورا امریکا رکھ کر بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ اس نے سر کے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر کہا۔ "اوہ گاڈ! میرے پاس ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہا۔ فرہاد نے مجھے بالکل ہی کنگال بنا دیا ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک بڑے کرب کے عالم میں رہی۔ اس کے اندر دھواں بھرتا رہا۔ وہ گھٹن محسوس کرتی رہی اور اِدھر اُدھر ٹہل کر لمبی لمبی سانسیں لیتی رہی۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ خلا میں تکنے لگی۔ اس نے پارس کو تصور میں دیکھتے دیکھتے اس کے دماغ میں پہنچنے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر واپس آگئی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو پارس کا دماغ نہیں ملا۔ اسے خیال آیا کہ دماغ اس وقت نہیں ملتا جب اس دنیا سے گم ہوجاتا ہے۔ کیا پارس.....؟

"نہیں' نہیں۔" وہ گھبرا کر بولی "وہ زندہ ہے۔ میری خیال خوانی میں کچھ گڑبڑ ہوگئی ہے۔"

اس نے پھر تڑپ کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو پارس نہیں ملا۔ نہیں ملنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ خدانخواستہ وہ دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باپ نے بیٹے کی شخصیت اور اس کا لب و لہجہ بدل دیا ہو تاکہ مرینا پھر اس کے پیچھے نہ جائے۔

ویسے وہ اندر سے لرز گئی تھی۔ وہ دشمن جاں مرتا ہے تو مرے مگر اُس کے پیروں تلے سے جیسے زمین سرک گئی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر صوفے پر گر پڑی۔ کتنی ہی بازیاں ہار گئی۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین لئے گئے۔ وہ تمام صدمات برداشت کررہی تھی۔ لیکن جو صدمہ پارس کی عدم موجودگی سے ہو رہا تھا' وہ ایک سوال تھا کہ دشمن کے لئے صدمہ کیوں ہے؟

اس نے بے خیالی میں اپنے چہرے کو ہاتھ لگایا تو چونک گئی۔ وہ گلاب گلاب چہرہ آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا۔ ایسا بھی ہوتا ہے۔ آنکھیں روتی ہیں اور آنکھ والی سمجھ نہیں پاتی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر باتھ روم میں آئی پھر واش بیسن پر جھک کر نلکا کھول کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگی۔

ٹھنڈے پانی سے آنسوؤں کی حرارت ختم ہوگئی۔ وہ تولئے سے منہ پونچھ کر کمرے میں آئی۔ پھر صوفے پر بیٹھ کر میرے دماغ پر دستک دی۔ میں نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں' مرینا۔"

"کیوں آئی ہو؟"

"وہ پارس... پارس..." وہ آگے نہ کہہ سکی۔ آواز آنسوؤں میں بہہ جانے والی تھی۔

میں نے پوچھا "کیا پارس کو گرفتار کرنا چاہتی ہو؟"

"آپ طعنے نہ دیں۔"

"میں تو حقیقت کہہ رہا ہوں۔ تم نے اسے گرفتار کرانے کے لئے اپنے جاسوسوں کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھوڑ رکھا تھا۔ انہیں حکم دیا تھا کہ جو نوجوان بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے اور سانس روکے اسے گرفتار کرلو۔ خوش ہوجاؤ اُس نے ہمیشہ کے لئے سانس روک لی ہے۔"

وہ اطمینان کی گہری سانس لے کر بولی "آپ کا اندازِ گفتگو بتا رہا ہے کہ وہ زندہ ہے۔"

"بے شک' جسے اللہ رکھے' اسے کون چکھے؟ اللہ تعالیٰ نے

مجھے عقل دی ہے۔ میں نے اس عقل سے اُس کی شخصیت اور لب و لہجے کو بدل دیا ہے۔ آئندہ تم ایک لمحے کے لئے بھی اسے نہیں پاؤ گی۔"

"اور آپ نے وارنر اور حمائلہ کی بھی شخصیت بدل دی ہے؟"

"میں نے وارنر کو تمہارے حوالے کیا تھا۔ تم نااہل ثابت ہوئیں اس لئے اسے واپس لے لیا۔"

"کیا آپ کے کہہ دینے سے میں نااہل کہلاؤں گی۔"

"میں نہیں کہتا۔ سمجھنے والوں کے لئے اتنا سمجھنا کافی ہے کہ جو نااہل ہوتے ہیں' ناکامیاں ان کے پیچھے پڑ جاتی ہیں۔"

"میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا کہ تم نے وارنر کو مجھ سے چھین لیا؟"

"تم مجھے آپ سے تم کہنے لگی ہو۔ یہ تمہارا ظرف ہے۔ رہ گئی وارنر کی بات تو تم خواہ مخواہ مذہب کی ٹھیکیدار بن گئی تھیں۔ اس کے ذاتی معاملے میں مداخلت کر رہی تھیں۔ حمائلہ کی موت کی دھمکیاں دے کر اُسے دینِ اسلام سے پھر جانے پر مجبور کر رہی تھیں۔ میں نے اس کے اندر سے تمہاری طاقت نکال دی۔ اب فرعون کی بیٹی بن کر اس مسلمان کا ایمان بدل کر دکھاؤ۔"

فرعونیت طاقت کی محتاج ہوتی ہے۔ طاقت نہ ہو تو فرعون صفت لوگ مٹی میں رینگنے والے کیڑوں کی طرح کمزور اور بے بس ہو جاتے ہیں۔ وہ تھوڑی دیر تک بے بسی سے ہونٹوں کو بھینچتی رہی پھر بولی "تم نے پال ہوپ کن کو کیوں مار ڈالا؟"

"تم اس کے ذریعے میرے بیٹے کو گرفتار کرانا چاہتی تھیں۔ میری اولاد سے دشمنی کے لئے جو بھی قدم اٹھے گا میں اسے جہنم میں پہنچا دوں گا۔ شکر کرو' تم سلامت ہو اور وہ اس لئے کہ میرے بیٹے سے تمہارا کچھ رشتہ رہا ہے۔۔۔ اس کا لحاظ بھی کر رہا ہوں۔ اور سزا بھی دے رہا ہوں۔ ذرا حساب کرو' تمہیں کتنا عروج حاصل تھا اور تم کتنی بلندیوں سے گر کر کتنی پستیوں میں آگئی ہو۔ ناؤ گٹ آؤٹ۔"

میں نے سانس روک لی۔ وہ میرے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اسے یوں بھگائے جانے پر غصہ آنا چاہئے تھا لیکن وہ اندر سے بڑی پُرسکون ہو رہی تھی۔ پارس زندہ تھا اور اس دشمن کی زندگی سے ایک نیا حوصلہ مل رہا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ پارس کسی طرح پھر اُس کے پاس آجائے تو وہ ہاری ہوئی بازیاں پھر سے جیتنے لگے گی۔ اس کے لاشعور میں یہ بات سما گئی تھی کہ کاتبِ تقدیر اسی مرد کے ذریعے اس کا مقدر لکھتا ہے۔

وہ سر جھکائے سوچتی رہی اور اسی ایک نتیجے پر پہنچی کہ اسے صرف ایک ہی ٹارگٹ بنانا چاہئے۔ اور وہ ٹارگٹ ہے پارس۔ دوبارہ اس کا دل جیت کر پھر اس سے الگ نہیں ہونا چاہئے۔ کچھ ایسا منصوبہ بنانا چاہئے کہ پارس نہ تو ہولی مین اور جان لبوڈا کے ہاتھ لگے اور نہ ہی اپنے باپ کے اثر میں زیادہ رہے۔ دراصل باپ کے بہکانے سے ہی وہ بہک کر دور چلا گیا ہے۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پنجوں کے بل اچھلنے لگی۔ مختلف قسم کی ورزشیں کرنے لگی۔ جب وہ پریشان ہوتی یا حوصلہ ہارنے لگتی تھی یا کوئی نیا منصوبہ ذہن میں پکنے لگتا تھا تو وہ یوگا کے مختلف آسن اختیار کر کے سانس روکتی تھی۔ اس طرح اس کی توجہ تمام مسائل سے ہٹ جاتی تھی اور ساری توجہ نئے منصوبے پر مرکوز ہو جاتی تھی۔

اس نے یوگا کے پہلے مرحلے پر دس منٹ کے لئے سانس روک لی۔ دماغ سے تمام سوچیں نکال دیں۔ موت سے پہلے دماغ کبھی سوچ سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن یوگا کے ماہر سانس روک کر جیسے خود پر عارضی موت طاری کر لیتے ہیں۔ دماغ کو خالی کر کے تمام مسائل اور فکر و پریشانیوں سے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔ ایسے عمل سے دماغ ہلکا پھلکا اور نئی سوچوں کے لئے تازہ دم ہو جاتا ہے۔

دس منٹ کے بعد اس نے آہستہ آہستہ سانس لی۔ یوگا کا آسن تبدیل کیا پھر بارہ منٹ کے لئے سانس روک لی۔ تازہ ذہن سے سانس روکنے کے دوران سوچنے لگی۔ "اب ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے پارس کا حصول۔ اور میں اُسے اس طرح حاصل کروں کہ وہ باپ کی آواز سے اور باپ کی خیال خوانی سے بہت دور رہے۔"

اس نے اعتراف کیا "میں نے نادانی کی۔ اس پہلو سے نہیں سوچا کہ مجھے پارس نے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ جب بھی نقصان پہنچا تو اس کے باپ سے پہنچا۔ وہ خود غرض مجھے بیٹی کہہ کر درحقیقت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو میرے حوالے کرتا رہا۔ اور دوسرے راستوں سے چپ چاپ انہیں مجھ سے چھینتا رہا۔ پتا نہیں وہ کس طرح ہم جیسوں کے دماغوں میں پہنچ جاتا ہے۔ اگر کبھی وہ دھوکے سے میرے اندر پہنچ جائے تو میری حیثیت خاک ہو جائے گی۔ وہ دشمن میرے اندر سے ٹیلی پیتھی کا علم نکال کر مجھے ایک عام سی' سستی سی لڑکی بنا دے گا۔ دانشمندی یہی ہے کہ اس سے پہلے ہی مجھے پارس کا سہارا دوبارہ حاصل کر لینا چاہئے۔"

وہ یہ منصوبہ بھی سوچ سکتی تھی کہ مجھے کچلنے کے لئے ماسک مین اور اسرائیلی یہودیوں سے دوستی کر سکتی ہے۔ لیکن وہ بار بار میرے مقابلے میں منہ کی کھا چکے تھے۔ مرینا کسی پر بھروسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آج کل ہولی مین وغیرہ کا اعتماد حاصل کر کے پارس کے خلاف اقدامات کر رہی تھی اور حالات بتا رہے تھے کہ ہولی مین' جان لبوڈا اور لوری سپر طاقت بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ بگاڑنے کا ایک ہی یقینی راستہ تھا کہ پارس پھر سے اس کا ہو جائے اور وہ باپ بیٹے کے درمیان آگ اور خون کا دریا بنا دے۔ میں آگ اور خون کا دریا پار کر کے بیٹے سے نہ مل پاؤں تو آدھا رہ جاؤں گا۔ سپر مین بھی آدھا ہو جائے تو پھر وہ سپر نہیں رہتا۔ صرف مین رہ جاتا ہے۔

ایسے وقت میں اس کے خیالات نہیں پڑھ رہا تھا کیونکہ وہ یوگا کی مشقوں کے دوران دس بارہ منٹ کے لئے سانس روکتی تھی اور سانس روکنے کے دوران میں اس کے اندر نہیں رہ سکتا تھا۔ باہر نکل آتا تھا۔ وہ مجھے نہیں بھگا رہی تھی۔ یوگا کا عمل بھگا رہا تھا۔

آدھی رات کو میں اس کے دماغ میں آیا۔ پھر یوگا کے دوران جاری رہنے والے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ میرے شہ زوری کو کمزوری میں بدلنے اور پارس کو مجھ سے دور کر دینے کی راہ پر چلنے کا عہد کر چکی تھی۔

آخر میں اس نے سوچا "مجھے پارس تک پہنچنے کے لئے فرہاد کی فیملی کے کسی اہم ممبر کو اغوا کرنا ہوگا۔ اسے یرغمال بناؤں گی تو سونیا اور فرہاد مجبور ہو کر مجھے پارس کا پتا' ٹھکانا اور فون نمبر وغیرہ ضرور دیں گے۔"

میں نے دوسرے دن مرینا کی یہ خواہش پوری کر دی۔ وہ صبح گھر سے نکلی تو اس کے اندر کافی کی طلب پیدا کی پھر اسے پارس کی یادوں میں الجھاتا ہوا ایک ریستوران کے سامنے لے گیا۔ وہ کار سے اتر کر ریستوران کے اندر آئی۔ میں نے اسی میز کے پاس پہنچایا جس کے قریب والی میز پر علی تیمور اور سونیا ثانی بیٹھے ہوئے تھے۔

مرینا علی تیمور کو دیکھ کر چونک گئی۔ یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اس کے ساتھ بیٹھنے والی سونیا ثانی ہے۔ کیونکہ سونیا سے خاصی مشابہت تھی۔ مرینا جانتی تھی کہ علی کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔ اگر وہ جگہ بنانے کی کوشش کرے گی تو اسے اور سونیا ثانی کو خطرے کا احساس ہو جائے گا۔

وہ توجہ سے دونوں کی گفتگو سننے لگی۔ فاصلہ کم تھا پھر بھی پوری طرح ان کی گفتگو کانوں تک صاف طور سے نہیں پہنچ سکتی تھی۔ میں نے مرینا کے دماغ پر اچھی طرح قبضہ جما کر اُسے یقین دلایا کہ وہ دونوں کی باتیں سن رہی ہے۔

علی کہہ رہا تھا۔ "ثانی! تمہاری بیماری سے اندازہ پیدا ہو گیا ہے کہ کوئی بھی دشمن خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر پہنچ سکتا ہے اور تمہیں اس کے آنے کی خبر نہیں ہوگی۔"

مرینا یہ سنتے ہی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے سونیا ثانی کے اندر پہنچ گئی۔ واقعی اسے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ بیماری کے باعث پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکی۔ مرینا یہی سمجھ رہی تھی بلکہ میں نے ایسا سمجھنے کے لئے ایسے حالات پیدا کر دیے تھے۔

وہ سوچ رہی تھی "سونیا ثانی فرہاد کی ہونے والی بہو' سلمان کی بیٹی اور بابا فرید واسطی مرحوم کی نواسی ہے۔ پورے بابا صاحب کے ادارے میں اور فرہاد کی فیملی میں یہ سب سے زیادہ اہم اور عزیز ہستی ہے۔ اگر میں اسے یرغمال بنالوں تو بابا صاحب کے ادارے میں زلزلہ آجائے گا اور فرہاد گردن جھکا کر اس کی واپسی کا مطالبہ کرے گا۔

وہ سونیا ثانی کو اغوا کرنے کے متعلق تیزی سے تدبیر سوچ رہی تھی۔ میں نے مشکل آسان کر دی۔ علی تیمور کو بہانے سے ٹوائلٹ کی طرف بھیج دیا۔ ثانی میز پر اکیلی رہ گئی۔ مرینا نے فوراً ہی ثانی کے دماغ میں رہ کر اُسے اٹھایا۔ پھر خود اٹھی اور اس کے ساتھ چلتی ہوئی ریستوران کے باہر آئی اسے اگلی سیٹ پر بٹھایا۔ خود اسٹیرنگ سیٹ پر آگئی پھر فوراً ہی کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے چل پڑی۔

دماغ میں پلاننگ پک رہی تھی کہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچتے ہی ایک کمرے کی تمام بتیاں بجھا دے گی۔ سونیا ثانی کو اس کمرے میں بند کر دے گی۔ دروازے کو باہر سے لاک کر دے گی' اس کے بعد فرہاد اور اس کے تمام خیال خوانی کرنے والے یہ معلوم نہیں کر سکیں گے کہ ثانی کس تاریک قید خانے میں ہے۔

وہ رہائش گاہ کے احاطے میں پہنچی۔ کار سے اتر کر ثانی کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے چلتی ہوئی بنگلے کے اندر آئی۔ پھر ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ وہاں ایک صوفے پر علی تیمور بیٹھا ہوا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "حمت۔۔۔ تم؟"

وہ بولا "یہ کیا مذاق ہے۔ میں ٹوائلٹ گیا اور تم ثانی کو یہاں لے آئیں۔ کیوں بار بار نقصان اٹھانے کے راستے پر چل پڑی ہو۔"

"تمہیں میرے بنگلے کا پتا کیسے معلوم ہوا؟"

"تمہاری حماقت سے معلوم ہو گیا۔ نہ تم ثانی کو یہاں لاتیں' نہ میں یہاں آتا۔ ذرا غور کرو تو معلوم ہوگا۔ ہم نے اسی وقت تمہیں نقصان پہنچایا ہے یا سزا دی ہے جب تم نے عداوت میں پہل کی ہے۔ ابھی کسی دشمنی یا چیلنج کے بغیر تم ثانی کو اغوا کرنے کے خیال سے یہاں لائی ہو۔ یہ تمہاری کیسی کم ظرفی ہے؟"

وہ فوراً ہی پستول نکال کر علی کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولی "اس کے پیچھے آگئے ہو تو تم بھی واپس نہیں جاؤ گے۔"

"تم چاہتی کیا ہو؟"

"مجھے تم دونوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تمہیں یرغمال بنا کر پارس سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"ہمیں قید کر کے کبھی اس سے نہیں مل سکو گی۔ چلو ثانی۔"

علی نے صوفے سے اٹھ کر ثانی کا ہاتھ تھام لیا۔ مرینا نے کہا۔ "یہ پستول ہے' کھلونا نہیں ہے۔ ثانی کے ساتھ ذرا بھی حرکت کرو گے تو گولی مار دوں گی۔"

وہ ثانی کے ساتھ جاتے ہوئے بولا "گولی چلاؤ۔ اور صحیح نشانے کی پریکٹس کرتی رہو۔"

"تم سمجھتے ہو میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گی! ٹھیک سمجھتے ہو۔ ماروں گی تو قصہ تمام ہو جائے گا۔ میں تم دونوں کے بدلے پارس کو حاصل نہیں کر سکوں گی لہٰذا ابھی تمہیں صرف زخمی کروں گی۔"

وہ دونوں کمرے سے جا رہے تھے۔ مرینا نے ان کے پیروں کا نشانہ لیا پھر فائر کرنے کے لئے ٹریگر کو دبانا چاہا لیکن ٹریگر پر انگلی کا دباؤ نہیں بڑھا۔ اس نے حیرانی سے پستول کو دیکھا۔ پھر دونوں

ہاتھوں کی انگلیوں سے ٹریگر کو دبانے کی کوشش کی۔ پھر پتا چلا کہ پستول میں خرابی نہیں ہے بلکہ انگلیاں کام نہیں کر رہی ہیں۔

اتنی دیر میں وہ دونوں کمرے سے جا چکے تھے۔ وہ دوڑتی ہوئی ان کے پیچھے گئی۔ عجیب پریشانی اور بدحواسی تھی۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی کہ اسے کوئی پستول چلانے سے روک رہا ہے۔ مگر کیسے روک رہا ہے؟ کیا کسی نے دماغ پر قبضہ جمایا ہے؟

"نہیں" وہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھی کہ اس کا دماغ بھی کسی کے قابو میں آسکتا ہے۔ وہ باہر آکر بولی "رک جاؤ۔ ورنہ میں ثانی کے دماغ میں زلزلہ پیدا کردوں گی۔"

علی تیمور نے کہا "میں تمہیں اپنے دماغ میں بھی آنے کی اجازت دیتا ہوں۔ یہ فرہاد کے بیٹے کی زبان ہے' میں سانس نہیں روکوں گا۔ آؤ اور زلزلے پیدا کرو۔"

مرینا نے اس کے لہجے کو گرفت میں لیا۔ پھر خیال خوانی کی کوشش کی لیکن سوچ کی لہروں نے پرواز نہیں کی۔ ایک دم سے دل ڈوبنے لگا۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟

وہ دونوں احاطے سے باہر جاکر اپنی کار میں بیٹھ رہے تھے۔ مرینا نے پھر ایک بار خیال خوانی کی کوشش کی اور ناکام رہی۔ یہ ناکامی کی انتہا تھی کہ وہ اپنا دماغ ہار چکی تھی۔ صدمے کی زیادتی سے جسم میں جیسے جان نہ رہی۔ وہ برآمدے کے زینے پر دھپ سے بیٹھ گئی۔

یہ سوچ سوچ کر جان نکلی جارہی تھی کہ کوئی اس کے دماغ کو کنٹرول کر رہا ہے۔ وہ خاک کا کیڑا بن گئی تھی' کسی کے قابو میں آگئی تھی۔ جتنی اونچی اڑان تھی' اتنی ہی پستی میں گراوٹ تھی۔ کیسی شاہانہ زندگی تھی اور کیسا احمقانہ انجام تھا۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچا۔ "میری پہلی غلطی آخری غلطی بن گئی ہے۔ پہلی غلطی یہ کہ میں نے پارس کو اپنی زندگی میں گہرائی تک آنے دیا۔ اگر اس سے دور رہتی تو فرہاد سے دور رہتی۔ نہ ان سے دوستی ہوتی' نہ دشمنی ہوتی۔ میں سب سے الگ تھلگ کامیابی کے راستے پر گامزن رہتی۔ ہائے' پارس کی دوستی اور محبت نے مجھے ذلت ہی ذلت دی ہے۔ اوہ گاڈ! تو بہت گریٹ ہے' کوئی کمال دکھادے۔ مجھے اس ذلت اور محکومی سے نکال دے کہ میں کسی کی معمولہ اور تابعدار بن گئی ہوں۔ گاڈ! اسے جھوٹ کردے۔ میں آنکھیں کھولوں تو یہ سب کچھ خواب ثابت ہو۔"

اس نے اپنے ایک بازو پر زور کی چٹکی لی پھر تکلیف سے سسکاری لی۔ وہ جاگ رہی تھی۔ اس نے بڑے کرب سے سوچا۔ "میں کس کے دام میں آگئی ہوں؟ یہ فرہاد ہی ہوگا۔ اب تک میں نے اسی سے مات کھائی ہے۔"

اس نے خلا میں تکتے ہوئے پکارا "کون ہو تم؟ تم کون ہو؟ اتنا کہہ دو کہ تم فرہاد نہیں ہو۔ میرے دماغ کو موت آجائے مگر فرہاد نہ آئے۔ اس کا نام سن کر میرے ہاتھ پاؤں ڈھیلے اور ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔"

میں نے بھرائی ہوئی اجنبی آواز میں کہا "میں ہوں' میں۔"

"یہ... یہ آواز میں پہلی بار سن رہی ہوں۔ تم کون ہو؟"

"بے نام ہوں۔ بے نشان ہوں' تمہارے دماغ میں مَیں رہوں' فرہاد رہے یا جان لبوڈا' کیا فرق پڑتا ہے! اٹل حقیقت یہ ہے کہ تم آزاد اور بے لگام نہیں رہیں۔ کسی کی تابعدار بن چکی ہو۔"

وہ بولی "تم فرہاد ہو۔ اسی لئے ثانی اور علی میرے ہاتھوں سے بچ کر چلے گئے۔ جان لبوڈا یا کوئی اور ہوتا تو ان سے ہمدردی نہ کرتا۔ اب خود کو نہ چھپاؤ۔"

میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں وہ ہوں' جہاں تک تمہارا خیال نہیں پہنچ سکتا۔ تم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ علم سیکھتے ہی دنیا کے سامنے خیال خوانی کے تماشے دکھانے چلے آتے ہیں اور یہ تماشے دکھانے کے لئے ایک دوسرے سے دشمنی کرتے ہیں۔ میں تم سب سے الگ اور منفرد ہوں۔ میں نے خود کو کبھی ظاہر نہیں کیا اور نہ آئندہ کروں گا۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم ایک اجنبی خیال خوانی کرنے والے ہو؟"

"اپنی آنکھوں سے دشمنی کی عینک اتار کر دیکھو اور سمجھو کہ دنیا میں مجھ جیسے لوگ ہوتے ہیں جو کسی کے دشمن نہیں ہوتے۔ میں نے ثانی اور علی کو تمہارے ہاتھ آنے نہیں دیا اور تمہیں بھی نقصان پہنچنے نہیں دیا۔ ورنہ علی تمہاری رہائش گاہ دیکھ لینے کے بعد یہاں تمہیں زخمی کرتا اور اپنے باپ کو تمہارے دماغ میں پہنچا دیتا۔"

"میں مانتی ہوں کہ وہ مجھے زخمی کر سکتا تھا۔ لیکن یہ تو بتادو' تم کون ہو؟"

"میں تمہاری دعا کی قبولیت ہوں۔ ابھی تم دعا مانگ رہی تھیں کہ تمہارے دماغ پر فرہاد کا قبضہ نہ ہو۔ یہ دعا بہت پہلے قبول ہو چکی تھی۔ شکر ادا کرو کہ تمہارے اندر فرہاد نہیں ہے۔"

"میں ہزار بار شکر ادا کرتی رہوں گی۔ لیکن میں کیا کروں؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ وہ میرے حواس پر چھایا ہوا ہے۔ میرے دماغ پر حکمرانی کرتا ہوا سا لگتا ہے۔"

"چلو یہی سمجھتی رہو۔ میں کہہ چکا ہوں' تمہارے دماغ پر کوئی بھی ایکس وائی زیڈ حکمرانی کر رہا ہو۔ حقیقت ایک ہی رہے گی کہ تم اُس کی کنیز بن گئی ہو۔ تمہارے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے اس سے عبرت حاصل کرو۔ جھوٹ' فریب اور سازشی عمل سے باز آجاؤ۔"

"میں نے کسی کے خلاف کوئی سازش نہیں کی ہے۔"

"ابھی تم سوچ رہی تھیں کہ پارس سے دوبارہ دوستی کرکے اس کے باپ سے ہمیشہ کے لئے اسے دور کردو گی۔ کیا یہ سازش نہیں ہے۔ تم ثانی کو اغوا کرکے بابا صاحب کے ادارے میں زلزلے پیدا کرنا چاہتی تھیں۔ اس سازش کے نتیجے میں تم پر مصیبتیں آرہی ہیں۔ اگر ان سازشوں کا علم فرہاد کو ہو جاتا تو وہ تمہارے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم نوچ کر پھینک دیتا اور تمہیں ایک عام سی لڑکی بنا کر کسی فٹ پاتھ کی بھکارن بنا دیتا۔"

اس کے دماغ میں ابھی ٹیلی پیتھی کا علم سلامت تھا اس سے ثابت ہوتا تھا کہ میں اس کے اندر نہیں ہوں۔ وہ بڑی حد تک مطمئن ہو گئی۔ میں واقعی اس کا یہ علم ختم کر دیتا۔ اسے ایک عام سی' سستی سی لڑکی بنا دیتا لیکن میرے بیٹے کی فرمائش تھی کہ اسے بہت برا نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اسی لئے وہ اب تک اپنے علم کے ساتھ سلامت تھی۔

میں نے کہا "تمہیں اپنے ملک کے حکام اور ہولی مین وغیرہ پر بھی اعتماد نہیں ہے۔ تم ان سے چھپ کر زندگی گزار رہی ہو۔ میں تمہارا دشمن ہوتا تو دشمنوں کو تمہاری رہائش گاہ تک پہنچا دیتا۔"

"میں مانتی ہوں' آپ میرے ہمدرد ہیں لیکن علی یہ کہہ کر گیا ہے۔"

"وہ علی تیمور نہیں تھا۔ اس کی ڈمی تھا۔ تم اسے علی سمجھ کر دماغ میں نہیں گئیں۔ اگر جاتیں تو اس کے خیالات بھی پڑھ سکتی تھیں۔ میں اس ڈمی کو ٹریپ کرکے یہاں لایا تھا۔ اس کے دماغ پر میرا قبضہ تھا۔ اب اسے یاد نہیں ہے کہ وہ یہاں آیا تھا۔"

"تم مجھے ہر طرح سے اطمینان دلا رہے ہو لیکن میرا اطمینان اور سکون غارت ہو گیا ہے۔ ہر لمحہ دماغ پر بوجھ رہے گا کہ کوئی میرے اندر موجود رہتا ہے اور میرے اچھے برے خیالات پڑھتا رہتا ہے۔"

"اچھے خیالات تو ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔ تم برے خیالات سے پرہیز کرو۔ پھر خود ہی اطمینان حاصل ہو گا کہ کوئی تمہاری برائی کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ کیونکہ برے خیالات نہیں ہیں تو برائی بھی نہیں ہے۔"

"کیا تم بڑی سے بڑی شرط منوا کر مجھے آزاد نہیں کر سکتے۔"

"تم خود ہی اپنے عمل سے آزادی حاصل کر سکتی ہو۔ تم یوگا کی مشقیں بلاناغہ کرتی ہو' اپنے اندر پاکیزگی اور روحانیت کی مشقیں بھی کرو۔"

"وہ کیسے کرنا چاہئے؟"

"یوگا کے آسن میں سانس روک کر ہر قسم کے منفی خیالات دماغ سے نکالتی رہو اور اپنے دماغ کو مثبت خیالات کے خزانے سے بھر لو۔ جو بھی روحانیت کی مشقوں سے گزر کر کامیاب ہوتا ہے میں اُس کے دماغ سے ہمیشہ کے لئے نکل جاتا ہوں۔ میں کبھی کسی کو غلام یا کنیز نہیں رکھتا۔"

"میں تمہیں نہیں جانتی کہ کس حد تک سچے ہو اور وعدہ وفا کرتے ہو۔"

"تم مجھے نہیں جانتیں لیکن یہ تو جانتی ہو کہ نیک اعمال کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ بندوں سے کچھ ملے نہ ملے' خدا ضرور انعام دیتا ہے۔"

"ہاں میں مانتی ہوں۔ لیکن...."

"لیکن دیکن کے پھیر میں نہ پڑو۔ اگر میں غلط آدمی ہوں تو مجھ سے کبھی نجات نہیں ملے گی لیکن تم میں روحانیت کی طاقت ہو گی تو تمہیں اس غلط آدمی سے خدا نجات دلائے گا۔ میں اس سے زیادہ تمہیں سمجھا نہیں سکتا۔ لہٰذا جارہا ہوں۔"

میں خاموش ہو گیا' وہ بولی "رک جاؤ۔ مجھے یقین دلا کر جاؤ کہ میرے دماغ سے ہمیشہ کے لئے چلے جاؤ گے۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دو تین آوازیں دیں پھر پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ "میں کیسے یقین کروں کہ وہ ہے یا جا چکا ہے؟ اس کے آنے جانے کا کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔ پتا نہیں یہ کب میرے دماغ میں گھس آیا تھا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میں خواہ کتنا ہی تلملاتی رہوں' اس سے نجات کا راستہ ایک ہی ہے۔"

میری اس بات پر وہ خود سوچنے لگی۔ "ہاں' روحانی عمل میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ اور طاقت اس لئے ہوتی ہے کہ روحانی عمل کے دوران خدا ساتھ ہوتا ہے۔"

ان خیالات کے ساتھ ہی اس کے اندر ایک نیا روحانی جذبہ پیدا ہوا۔ نیا حوصلہ ملنے لگا کیونکہ اب وہ دشمنی کے راستے پر نہیں چل رہی تھی۔ اور دوستی کے راستے پر بھی نہیں چل رہی تھی۔ اس کے آگے جو راستہ تھا وہ اس پر چلتی ہوئی خدا کی خوشنودی تک پہنچ سکتی تھی۔ اپنے گاڈ کو راضی کرکے ہی وہ اپنے دماغ سے کسی اجنبی کو نکال سکتی تھی۔

○...☆...○

پارس' علی تیمور اور سونیا ثانی نے جس رات ہوائی حملے کئے'

سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے

مغرور طالوت

صدیوں کا بیٹا

کتابی شکل میں تیار ہیں

آج ہی خط لکھ کر طلب فرمائیں یا اپنے قریبی بک اسٹال سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی نمبر ۱

اس رات وہ تینوں ایک دوسرے سے دور تین مختلف مقامات پر تھے۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے بے شمار ساتھی بھی تھے۔ ان کے پاس اپنی اپنی گاڑیاں تھیں۔ گاڑیوں میں ٹی وی سیٹ' کمپیوٹر اور ٹرانسیور وغیرہ تھے۔ وہ وقتِ ضرورت ایک دوسرے سے رابطہ کرتے تھے۔ ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے کھلونا ہوائی جہاز اڑاتے تھے۔ پھر اڑنے والے جہازوں کو اسکرین پر دیکھ کر معلوم کرتے تھے کہ وہ کہاں کہاں سے گزر کر مشی گن جھیل کے ٹارگٹ تک پہنچتے ہیں۔

جب وہ مشی گن کے خفیہ اڈے پر کامیابی سے بلاسٹنگ کر چکے اور جب انہیں یقین ہوگیا کہ مشین کے پرخچے اڑ گئے ہیں تو انہوں نے ٹرانسیور کے ذریعے ایک دوسرے سے گفتگو کی اور یہ طے کیا کہ جو جدھر جا سکتا ہے چلا جائے۔ بعد میں ایک دوسرے سے ملاقات ہو جائے گی۔

پارس' علی تیمور اور سونیا ثانی ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھے۔ وہ طے شدہ پروگرام کے مطابق مختلف راستوں سے مختلف شہروں اور مختلف اسٹیٹس کی طرف چل پڑے۔ روانگی سے پہلے ٹی وی' کمپیوٹر اور دوسرے تمام آلات اپنی اپنی گاڑی سے نکال کر پھینک دیے تاکہ راستے میں کہیں چیکنگ ہو تو ان پر کوئی شبہ نہ کیا جائے۔

وہ تینوں وقتی طور پر ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ سونیا ثانی نیویارک جانے والے راستے پر چل پڑی تھی۔ کوئی سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد پارس کی گاڑی نے اسے کراس کیا۔ وہ رفتار بڑھا کر پارس کو مخاطب کرتے ہوئے بولی "گاڑی روکو۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ وہ اپنی گاڑی سے اتر کر اس کے پاس اگلی سیٹ پر آ کر بولی "گاڑی ایک ہی ہو تو بہتر ہے۔ چلو۔"

وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا "ہاں ایک گاڑی ہے تو اب ایک ہی بار چیکنگ ہوگی۔ لیکن چیک کرنے والے ہمیں میاں بیوی سمجھیں گے۔"

"میں آ کر بیٹھ گئی ہوں تو زیادہ نہ پھیلو۔ ورنہ دھکا دے کر گاڑی لے جاؤں گی۔"

لیلیٰ پارس کے دماغ میں تھی۔ مسکراتے ہوئے بولی "بیٹے! ثانی کے دماغ میں سلمان بھائی ہیں۔ ذرا سوچ سمجھ کر مذاق کرو۔"

پارس نے کہا "امی! آپ لوگوں کو سوچنا سمجھنا چاہئے۔ باپ کو بیٹی کے دماغ میں نہیں رہنا چاہئے۔ ہم جوان ہیں۔ ہنسنا بولنا ہماری فطرت ہے۔ پلیز' آپ سلطانہ آنٹی کو ثانی کے پاس بھیج دیں۔ علی جیسے خشک اور سنجیدہ جوان کے دماغ میں سلمان انکل کو رہنا چاہئے۔"

مشی گن جھیل کے خفیہ اڈے کو تباہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ جبکہ علی تیمور نے حقیقتاً بچوں کا کھیل بنا دیا تھا۔ ایسے وقت ہر لمحہ محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔ پھر سب سے زیادہ اپنے بچوں کی حفاظت لازمی تھی۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ان کے معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے۔ صرف تماشا دیکھیں گے اور خدانخواستہ کوئی برا وقت آیا تو دشمنوں کی ٹیلی پیتھی کا جواب اپنی ٹیلی پیتھی سے دیں گے۔

لیلیٰ پارس کے پاس' سلطانہ علی کے پاس اور سلمان اپنی بیٹی ثانی کے پاس تھا۔ میں تینوں کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ لیلیٰ نے سلطانہ اور سلمان کی پوزیشن بدل دی۔ سلطانہ کو ثانی کے پاس اور سلمان کو علی کے پاس بھیج دیا۔

یہ ان کی خوش قسمتی تھی اور زبردست پلاننگ تھی جس کے نتیجے میں مشین کی تباہی کے دوران کوئی مشکل یا رکاوٹ سامنے نہیں آئی۔ واپسی میں بھی دو پولیس چوکیوں پر روٹین کے مطابق سرسری طور پر پوچھ گچھ ہوئی۔ پھر انہیں آگے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابھی باقاعدہ ناکہ بندی شروع نہیں ہوئی تھی۔

علی تیمور شکاگو کے راستے پر جا رہا تھا۔ ایک پولیس چوکی پر ایک رشوت خور افسر تھا۔ شراب کے نشے میں مست تھا۔ ہر گاڑی والے سے کچھ نہ کچھ وصول کر رہا تھا اور وصولی سے پہلے چیکنگ کے ذریعے انہیں پریشان کر رہا تھا۔ وہاں سے گزرنے والے اپنا قیمتی وقت بچانے کے لئے اسے کچھ رشوت کے طور پر دے کر جا رہے تھے۔ جب وہ علی کے پاس آ کر بولا تو سلمان نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ افسر نے اپنے ماتحتوں سے کہا۔ "اے اسے جانے دو' یہ تو میرا بیٹا ہے۔ گڈ بائی بیٹا۔ گڈ بائی۔"

علی کسی چیکنگ کے بغیر گزر گیا۔ ثانی اور پارس نے نیویارک شہر میں داخل ہونے سے پہلے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ وہاں کے ایک گیراج میں دوسری گاڑی تیار تھی۔ وہ اس میں بیٹھ کر اپنی رہائش گاہ تک پہنچ گئے۔ ثانی نے سلطانہ سے کہا۔ "آنٹی! ہم یہاں خیریت سے پہنچ گئے ہیں۔ علی کی کیا خبر ہے؟"

"وہ خیریت سے ہے۔ ابھی تمہارے ڈیڈی نے بتایا ہے کہ ایک پولیس چوکی پر اسے روکا جا رہا ہے لیکن تمہارے ڈیڈی نے اس کی گاڑی اور کاغذات کی چیکنگ نہیں ہونے دی۔ اسے مکھن کے بال کی طرح نکال کر لے گئے ہیں۔"

"علی کس سمت جا رہے ہیں؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

"پلیز آپ کہہ دیں میں یاد کر رہی ہوں اور آج کی کامیابی سے بہت خوش ہوں۔"

سلطانہ چلی گئی۔ پارس نے پوچھا "کیا آنٹی سے باتیں کر رہی تھیں؟"

"ہاں' کہہ رہی تھی' میرے علی کا جواب نہیں ہے۔ اس نے بچوں کے کھلونوں سے ایک سپر پاور کے پاؤں تلے سے زمین نکال دی ہے۔ علی کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک یاد گار بن کر رہے گا۔"

"ہاتا بٹلہ ..... تم علی کی یادگار بنا رہی ہو؟"

"اے! میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

"توڑ سکتی ہو۔ سنا ہے' بہت زبردست فائٹر بھی ہو۔ علی کا منہ کئی بار توڑا ہے؟"

"وہ تمہاری طرح چھچھورے نہیں ہیں۔"

"کیا شادی سے پہلے محبت کرنا چھچھورا پن نہیں ہے؟"

"محبت کوئی گناہ نہیں ہے۔"

"اچھا تو وہ تمہارے ساتھ ثواب کماتا رہتا ہے۔"

"اے' کیوں مجھے الفاظ کی ہیرا پھیری میں الجھا رہے ہو۔ جاؤ رام کرو اور مجھے بھی سونے دو۔"

"جانے سے پہلے ایک بات کہہ دوں کہ جو چیلنج کرتا ہوں اسے ڈرا کر دکھاتا ہوں۔"

"کیا تم نے کوئی چیلنج کیا تھا؟"

"ہاں۔ یاد نہیں ہے؟ میں نے کہا تھا' تمہیں علی سے دور کر دوں گا اور تم نے مذاق سمجھ کر ٹال دیا تھا۔"

"اچھا تو جناب کا دعویٰ ہے کہ ابھی آپ نے علی کو مجھ سے دور کیا ہے؟"

"بے شک' تم سمجھ رہی ہو' ہم اپنی پلاننگ کے مطابق ایک دوسرے سے دور ہوئے ہیں جب کہ ایسی بات نہیں ہے۔ یاد کرو۔ آئیڈیا میں نے ہی پیش کیا تھا کہ مشین کو تباہ کرنے کے بعد ہم ایک دوسرے سے دور ہو جائیں گے تاکہ کبھی ایک ساتھ دشمنوں کی گرفت میں نہ آئیں۔"

"ہاں یاد آیا' تم نے ہی یہ آئیڈیا پیش کیا تھا۔"

وہ بولا "پھر مشی گن کی طرف جانے سے پہلے میں نے تم سے پوچھا تھا' تم کس راستے سے واپس جاؤ گی۔"

وہ اسے گھور کر بولی "اور میں نے کہا تھا' نیویارک کے راستے پر جاؤں گی۔ پارس! تم پکے شیطان ہو۔ اپنا راستہ بدل کر میرے راستے پر آگے اور علی کو دوسری طرف بھیج دیا۔"

"اگر علی سچا عاشق ہوتا تو وہ بھی راستہ بدل دیتا اور تمہارے پاس چلا آتا۔"

"میرے سچے عاشق! میں تم سے خوش ہوئی۔ یہ لو انعام میرے ہاتھ کو بوسہ دو۔"

اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے دور سے کہا "پہلے میں اپنے ستاروں کی گردش معلوم کروں پھر تمہاری گردش میں آؤں گا۔ شب بخیر۔"

وہ جانے لگا۔ ثانی ہنسنے لگی۔ بند دروازے کو کھول کر باہر جاتے ہی پارس کے حلق سے کراہ نکلی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا ثانی کے پاس آیا۔ ثانی نے اسے گرنے سے بچایا' اسے تھام لیا پھر پوچھا "باہر کون ہے؟"

پارس نے ثانی کے تھامنے والے ایک ہاتھ کو بوسہ دیا پھر بھاگتے ہوئے دروازے پر آ کر بولا "میرے ستاروں نے مجھے گھوڑ مار کر تمہارے پاس پہنچایا تھا۔ باقی سب خیریت ہے۔"

ثانی نے گلہ ان صحیح کرایا۔ وہ نشانے سے نکل گیا۔ گلہ ان چوکھٹ سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا۔ وہ باہر آ کر بولی "میرا بھی چیلنج سن لو۔ میں تمہیں التوینا کر اپنے علی کے پاس جاؤں گی۔"

"اور تمہیں میری بھابی بننے سے پہلے ہاتھ جوڑ کر اور کان پکڑ کر تسلیم کرنا ہوگا کہ دیور صاحب سیر پر سوا سیر ہیں۔"

"میں تسلیم نہیں کروں گی۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گی۔"

وہ ہنستا ہوا جانے لگا۔ لیلیٰ نے مسکرا کر کہا "بیٹے! کیوں اسے ستاتے ہو؟"

"امی! ستانے کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ وہ مجھ سے کم نہیں ہے۔ میری کوئی چھوٹی بہن ہوتی تو میں اسے خوب پریشان کرتا۔ خدا نے بہن تو نہیں دی مگر بہن اور بھابی کا کمبینیشن دے دیا ہے۔"

"بیٹے! وہ تمہاری مما کی طرح بڑی تیزی سے ذہانت کا مظاہرہ کرتی ہے۔ مکاری میں اس کا جواب نہیں ہے۔ جب وہ حرکت میں آئے گی تو تمہارے ہوش اڑا دے گی۔"

"یہ گڑیا میرے ہوش اڑا دے' یہی میں چاہتا ہوں اسی لئے چھیڑتا ہوں۔ وقت گزارنے کا یہ اچھا دلچسپ مشغلہ رہے گا۔"

دوسری طرف سلطانہ نے ثانی کے پاس آ کر کہا "علی شکاگو جا رہا ہے۔ اس نے تمہیں کل کسی فلائٹ سے وہاں آنے کو کہا ہے۔ بشرطیکہ حالات سازگار ہوں۔"

"میری مما نے مجھے برے وقتوں میں حالات کو سازگار بنانا سکھایا ہے۔ پلیز' آپ مما وغیرہ سے مشورہ کریں اور علی' پارس اور میری شخصیتوں کو کچھ عرصے کے لئے تبدیل کر دیں۔"

"تبدیلی کا مقصد کیا ہے؟"

"پورے ملک میں ہماری تلاش شروع ہوگئی ہوگی۔ تلاش کرنے والوں کے دماغوں میں دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی موجود ہوں گے۔ ہم سانس روک کر انہیں چور خیالات پڑھنے سے روکیں گے تو انہیں ہم پر شبہ ہو جائے گا۔ وہ ہمیں گرفتار کر سکتے ہیں' ذہنی طور پر کمزور نہ کر ہماری اصلیت معلوم کر سکتے ہیں۔"

"درست کہتی ہو۔ اگر شخصیت اور لہجہ بدل جائے تو دماغ میں آنے والوں کو تمہاری اصلیت معلوم نہیں ہوگی۔ میں ابھی جا کر سسٹر سے اس سلسلے میں مشورہ کرتی ہوں۔"

سلطانہ اور سونیا کے ذریعے یہ باتیں مجھ تک پہنچیں۔ میں نے کہا "بے شک یہی ہونا چاہئے۔ تینوں کی شخصیت بدلنے سے پہلے اچھی طرح سمجھ لو کہ ان کے اندر کون سی تبدیلی ہوگی اور کتنی خصوصیات بحال رہیں گی۔"

میں نے اہم ہدایات دیں۔ پہلی یہ کہ شخصیت تبدیل ہوگی۔ دوسری یہ کہ آواز اور لہجہ تبدیل ہوگا۔

ابھی ان تینوں کے پاس جو شناختی کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ

ہیں' وہ اسی حیثیت سے اپنی شناخت برقرار رکھیں گے۔ ان کے چور خیالات بھی دشمنوں کے سامنے انہیں اسی حیثیت سے پیش کریں گے۔

تنویمی عمل کے دوران ان کے دماغوں میں یہ نقش کیا جائے گا کہ ان کی ذہانت' ان کا علم اور ان کی تمام صلاحیتیں پہلے کی طرح قائم رہیں گی' ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ حتیٰ کہ ماسٹر اسٹورو کی سے سیکھے ہوئے تمام ہنر بھی بحال رہیں گے۔

لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان مجھ سے ہدایات لے کر چلے گئے۔ سلمان تنویمی عمل کے ذریعے شخصیت تبدیل کرنے کے لئے پارس کے پاس چلا گیا۔ سلطانہ ثانی کے پاس آئی۔ ثانی نے کہا۔ "آپ میری ایک بات مانیں گی؟"

"بولو کیا چاہتی ہو؟"

"شخصیت بدلنے کے بعد ہم اپنوں کو بھول جائیں گے' خود اپنی اصلیت یاد نہیں رہے گی۔ ان حالات میں بھی میں علی سے دور رہنا نہیں چاہتی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہیں اس کے پاس پہنچادوں گی۔ تم دونوں ایک دوسرے کو بھول کر بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہو گے۔ تم خود کو تنویمی عمل کے لئے تیار رکھو' میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ اپنی بہن لیلیٰ کے پاس آئی پھر بولی "تمہارے ہنوئی سلمان یہ سوچ کر پریشان رہتے ہیں کہ ثانی اور علی شادی کیوں نہیں کررہے ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا "یہ تو میں بھی سوچتی ہوں۔ سسٹر سونیا بھی یہی چاہتی ہیں کہ اب ان کی شادی ہوجائے لیکن یہ دونوں کچھ عجیب مزاج کے حامل ہیں۔ زیادہ سے زیادہ علم و ہنر سیکھنے میں عمر گزار رہے ہیں۔ ان کے اندر دلی جذبات کی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔"

"لیلیٰ! یہ بہترین موقع ہے۔ ہم ابھی تنویمی عمل کے دوران ان کے اندر رومانی جذبات اور ازدواجی زندگی گزارنے کی خواہشات پیدا کرسکتے ہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ یہ گناہوں سے بچتے رہیں۔ ہم بھی گناہ کی نہیں شدید محبت کی ترغیب دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں علی تیمور پر اسی طرح کا عمل کروں گی۔"

وہ علی کے دماغ میں گئی اور سلطانہ ثانی کے دماغ میں آکر اس پر عمل کرنے لگی۔ وہ بڑی آسانی سے ٹرانس میں آگئی کیوں کہ خود یہی چاہتی تھی۔ میں نے جو ہدایات دی تھیں اس کے مطابق سلطانہ نے اس کی شخصیت میں تبدیلی کی۔ باقی ذہانت اور صلاحیتوں کو اسی طرح قائم رہنے دیا۔ اس کے بعد اس نے ثانی سے کہا۔ "جیسا کہ تم جانتی ہو' تمہارا نام سلوانا جوزف ہے۔ اب میں اسی نام سے تمہیں مخاطب کروں گی۔ بولو' تم کون ہو؟"

"میں سلوانا جوزف ہوں۔"

"آج سے تمہارا دماغ حساس نہیں رہے گا۔ تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروگی۔"

"میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروں گی۔"

"سلوانا! تمہاری زندگی میں ایک خوبرو جوان آئے گا۔ اس کا نام جان کارلو ہے۔ تم پہلی ملاقات میں ہی اس سے محبت کرنے لگو گی اور اس سے شادی کرلوگی۔"

"میں جان کارلو سے محبت کروں گی اور پھر شادی کرلوں گی"

ادھر لیلیٰ نے علی تیمور کو اپنا معمول بنا کر کہا "تمہاری زندگی میں ایک حسین لڑکی آئے گی۔ اس کا نام سلوانا جوزف ہے۔ تم اسے دیکھتے ہی عاشق ہوجاؤ گے اور اس سے شادی کروگے۔"

وہ بولا "میں اسے دیکھتے ہی عاشق ہوجاؤں گا اور اس سے شادی کرلوں گا۔"

پارس' علی تیمور اور سونیا ثانی بڑے سے بڑا اور خطرناک سے خطرناک کام اپنی صلاحیتوں کے بل پر کرتے تھے۔ کبھی کبھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نمٹنے کے لئے ہمارا سہارا لیتے تھے ورنہ ٹیلی پیتھی کے سہارے سے انکار کردیتے تھے۔ اب شخصیت کی تبدیلی بہت ضروری ہوگئی تھی اس لئے وہ تنویمی عمل کے ذریعے معمول بننے پر راضی ہوگئے تھے۔ انہوں نے اپنے بزرگوں پر اعتماد کیا تھا اور بزرگوں نے اس اعتماد میں ذرا سی گڑبڑ کردی تھی۔

سلمان نے پارس کی شخصیت بدلنے کے بعد ایک عامل کی حیثیت سے حکم دیا "تم کسی لڑکی یا عورت سے متاثر نہیں ہوگے اور نہ ہی کسی سے عشق کروگے۔ صرف جینی فرنامی لڑکی سے محبت کرتے رہوگے۔"

جوجو کا اصل نام جینی فر تھا۔ سلمان کو یہ اچھا موقع ملا تھا کہ وہ پارس کو صرف اپنی بیوی کا پابند بنادیتا۔ لہٰذا اس نے اُسے پابند کردیا۔ پارس نے وعدہ کیا کہ صرف جینی فر سے محبت کرتا رہے گا اور دوسری لڑکیوں میں دلچسپی نہیں لے گا۔

اس کے برعکس لیلیٰ نے علی کو پابند نہیں کیا۔ جب کہ وہ بے چارہ کسی لڑکی میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ آئندہ وہ سلوانا جوزف پر مرمٹنے والا تھا۔ اسی طرح ثانی کسی کو گھاس نہیں ڈالتی تھی اور اب کسی جان کارلو سے محبت اور شادی کرنے والی تھی۔

ان بزرگوں نے تینوں کے اعتماد کے خلاف تنویمی عمل کیا تھا لیکن اپنی دانست میں ان کے لئے اچھا ہی کیا تھا۔ ایک عرصے سے رسونتی بہو کے لئے بے چین تھی۔ سونیا بھی چاہتی تھی کہ شادی کے بغیر دونوں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ساتھ نہ جایا کریں۔ جلد ہی رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوجائیں۔ سلمان بھی باپ کی حیثیت سے بیٹی کے لئے فکرمند تھا۔ لیلیٰ اور سلطانہ نے سب کے مشترکہ مسئلے کو حل کردیا تھا۔

○☆○

کچھ ایسا ہی مسئلہ سرگئی الپا کے ساتھ تھا۔ لوگ اس کی بھی شادی کرانے پر تل گئے تھے۔ اس مقصد کے لئے اس پر بھی تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ ماسک مین' اعلیٰ حکام اور بڑے فوجی افسران اس اندیشے میں مبتلا ہوگئے تھے کہ اگر سرگئی نے شادی نہ کی' کسی مرد کے زیر اثر نہ آئی اور اس کے بچوں کی ماں نہ بنی تو کسی دن پارس اسے اڑالے جائے گا۔

سرگئی الپا نے شادی کے معاملے کو ٹالنے کی بہت کوشش کی تھی۔ تنویمی عمل کے دوران بھی کہا تھا کہ جب وہ کسی مرد سے متاثر نہیں ہوئی ہے تو پارس کیا چیز ہے؟ پھر اس نے خوفزدہ کرنے کے لئے وہ خواب بیان کیا تھا جسے کئی بار دیکھ چکی تھی اور ہر خواب میں اس کے قریب آنے والا دلہا اپنے ہی خون میں نہا گیا تھا۔

ماسک مین اور دوسرے اکابرین نے اس خواب کو اہمیت نہیں دی۔ عامل نے اسے حکم دیا کہ وہ اڑتالیس گھنٹوں کے اندر شادی کرے۔ آخر اس نے شادی کرہی لی۔ پھر اس کا جو انجام ہوا وہ سب کی آنکھوں کے سامنے آیا۔ جس خواب کو اہمیت نہیں دی گئی تھی اس کی تعبیر سچی نکلی تھی۔ اس کے قریب آنے والا دلہا اپنے خون میں نہا گیا تھا۔

سرگئی نے خوب سوچ سمجھ کر شادی اور قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ ایک دلہا اور ایک قتل سے بات نہیں بنے گی۔ دوسرے لوگ پھر بھی اس سے شادی کرنے کا خطرہ مول لیں گے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہیرا پھیری کرکے دوسرے خوش نصیب کے لئے ماسک مین اور تیسرے خوش نصیب کے لئے کرنل کا نام نکالا تھا تاکہ یکے بعد دیگرے بڑے لوگ دلہن کے پاس آکر مرتے رہیں گے تو پھر دوسرے لوگ توبہ کرلیں گے۔

ویسے یہ ثابت ہوگیا کہ سرگئی نے بارہا جو خواب دیکھا تھا' وہ محض خواب نہیں تھا۔ ایک چیلنج تھا جو پورا ہوگیا تھا اور آئندہ بھی یہ خواب اپنی سچی تعبیر پیش کرسکتا تھا۔

دُلہا کی موت پر کسی نے سرگئی پر شبہ نہیں کیا کیوں کہ پلانگ بڑی زبردست تھی۔ وہاں دو خوش نصیب موجود تھے۔ ایک خوش نصیب ماسک مین اور دوسرا خوش نصیب کرنل تھا جس نے فرار ہونے والے قاتل کو گولی ماردی تھی۔ ایسے میں سب ہی کے دماغوں میں ایک ہی بات پیدا ہوئی کہ کرنل نے اپنی سازش کو چھپانے کے لئے قاتل کو گولی ماری ہے۔ اگر وہ زندہ گرفتار ہوتا تو یہ ضرور بیان دیتا کہ کرنل صاحب کے حکم سے اس نے دلہا کو قتل کیا ہے۔

ایک اعلیٰ حاکم نے سوال کیا "ویل کرنل! تم نے اسے گولی کیوں ماری؟"

کرنل نے کہا "آپ لوگوں نے دیکھا نہیں' وہ بھاگ جانا چاہتا تھا۔"

انٹیلیجنس کے چیف نے کہا "وہ بھاگ کر کہاں جا سکتا تھا۔ اس کوٹھی کے باہر سیکیورٹی گارڈز موجود ہیں۔ شہر کے ہر راستے' ہر موڑ پر ناکہ بندی کی جاتی۔ پھر کسی قاتل یا مجرم کو سزائے موت دینے کا حق صرف عدالت کو ہے۔ تم نے قانون کو اپنے ہاتھ میں کیوں لیا؟"

"میں اسے قتل نہیں کرنا چاہتا تھا' صرف زخمی کرنا چاہتا تھا لیکن نشانہ بہک گیا۔ میں نے قانون کو ہاتھ میں نہیں لیا ہے۔"

"اس کا فیصلہ عدالت کرے گی۔ فیصلے سے پہلے قتل کے مقصد پر روشنی ڈالی جائے گی۔"

ماسک مین نے کہا "مجھے سرگئی کے بیوہ ہونے کا افسوس ہے۔ اس کے بعد دوسرا خوش قسمت میں ہوں۔ کیا مجھے بھی کسی سازش کے تحت قتل کیا جائے گا؟ کیوں کہ میرے بعد ہی کرنل کی باری آئے گی۔"

کرنل نے کہا "میں لعنت بھیجتا ہوں ایسی خوش قسمتی پر جو اپنے قابل فوجی افسروں کے قتل سے حاصل ہوتی ہو۔ میں تمام اعلیٰ عہدیداران کی موجودگی میں سرگئی سے کہتا ہوں کہ یہ میرے دماغ میں آئے اور میرے چور خیالات پڑھ کر سب کو سنائے۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ معقول بات ہے۔ سرگئی خیال خوانی کے ذریعے ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردے گی۔"

دوسرے نے کہا "عدالت تک جانے کی نوبت نہیں آئے گی۔ اچھا ہے کرنل کی بے گناہی یہیں ثابت ہوجائے گی۔"

ماسک مین نے کہا "ہم جتنے اعلیٰ عہدیدار یوگا کے ماہر ہیں سرگئی ان کے دماغوں میں نہیں آتی ہے کیوں کہ ہم اہم ملکی معاملات سرگئی کو بھی نہیں بتاتے ہیں۔ اگر یہ کرنل کے دماغ میں جائے گی تو دوسری اہم معلومات بھی حاصل کرلے گی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم سرگئی پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ یہاں یوگا نہ جاننے والے معزز عہدیدار موجود ہیں۔ ان سے بھی ملک کے وہ اہم راز چھپائے جاتے ہیں جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ سرگئی کا بھی بہت سے ملکی رازوں سے تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا اسے کرنل کے دماغ میں چھپے رازوں کے قریب بھی نہیں جانا چاہئے۔"

جتنے یوگا کے ماہر عہدیدار تھے وہ ماسک مین کے اس اشارے کو سمجھ گئے کہ سرگئی کرنل کے دماغ میں جاتے ہی یہ معلوم کرلے گی کہ اس کا اصل نام الپا ہے۔ اس کا تعلق امریکا سے ہے اور وہ اسرائیل کے ایک شعر قبیلہ سے اغوا کی گئی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں' یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ پارس اس کی زندگی میں بڑے ہی ڈرامائی انداز میں آکر جاچکا ہے۔

ادھر سرگئی بیوگی کے آنسو بہانے کے بعد چکرا کر گر پڑی تھی۔ اسے اٹھا کر ایک بیڈ روم میں لایا گیا۔ وہاں ایک فوجی ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا۔ اس کے لئے دوائیں تجویز کیں پھر کہا "اسے صدمہ پہنچا ہے۔ ظاہر ہے کہ بارہا دیکھا ہوا خواب سچ ثابت ہوا ہے۔ اس حقیقت نے بے چاری کو ذہنی انتشار میں مبتلا کردیا ہے۔ یہ ہوش میں آنے کے بعد نارمل رہے گی۔"

وہ ہوش میں تھی۔ ڈاکٹر کے دماغ میں رہ کر اس کی زبان سے

لوگوں کو سمجھا رہی تھی کہ اسے صدمہ پہنچا ہے۔ کرنل کے خلاف مقدمہ قائم کیا گیا۔ کچھ روز تک اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کی کوششیں کی گئیں پھر اعلیٰ عہدیداران کی حمایت سے وہ کیس ختم ہوگیا۔

کسی کے قتل ہونے کی اتنی اہمیت نہیں تھی جتنی سرگئی کی شادی کی تھی۔ آئندہ وہ ماسک مین کی شریکِ حیات بننے والی تھی اور وہ جلد سے جلد شادی کرنے کے لئے بے چین تھا۔ اعلیٰ عہدیداروں کے کانوں میں یہ بات پھونک رہا تھا کہ سرگئی کو شادی کے لئے مجبور کیا جائے۔ یہ بات سرگئی سے کہی گئی تو وہ بولی "اگرچہ ایک کے مرنے کے بعد اتنی جلدی دوسری شادی نہیں کرنا چاہئے تاہم میرے اندر پتا نہیں کیوں ازدواجی زندگی گزارنے کی بے چینی سی رہتی ہے۔ میں تیار ہوں۔ چاند کی چودہ تاریخ قریب ہے۔ اس روز شادی کروں گی۔"

"چاند کی چودہ تاریخ کیوں ضروری ہے؟"

"میں نہیں جانتی کہ اس تاریخ کو شادی کیوں کرنا چاہتی ہوں۔ شاید میں چاہتی ہوں کہ اس تاریخ کو میرا خواب جھوٹا پڑ جائے۔"

پھر وہ ایک ملاقات میں ماسک مین سے بولی "کیا تمہیں ڈر نہیں لگتا کہ میرا خواب پھر سچ ہوگا۔"

وہ بولا "میں بزدل نہیں ہوں۔"

"یہ بزدلی کی بات نہیں ہے۔ جب معلوم ہے کہ سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالنے سے وہ ڈس لے گا تو وہاں ہاتھ ڈالنا بہادری نہیں ہے۔"

"سانپ کا منکا حاصل کرنے والے جان پر کھیل کر منکا حاصل کرتے ہیں۔ کسی بھی چیز کو حاصل کرنے کی لگن شدت اختیار کر لیتی ہے تو آدمی پھر اپنی جان کی پروا نہیں کرتا۔"

وہ چیز ہی ایسی تھی کہ اس کے لئے جان کی بازی لگانے والوں کی کمی نہیں تھی۔ اس جگمگاتے ہوئے تاج کو جو اپنے سر پر رکھ لیتا، ایک عالم کا شہنشاہ بن جاتا۔ اس کی ہر طرح حفاظت کرنے کے لئے اس کی ایک مکمل ڈی بنائی گئی تھی۔ وہ ڈی بھی کچھ کم حسین نہیں تھی۔ اس کے جیسا ہی قد تھا اور اس کی طرح ہی صحت مند جسم کی مالک تھی۔ پچھلے چھ ماہ سے اس پر محنت کی جا رہی تھی۔ سرگئی کی آواز اور لہجے میں بولنا اور اسی کے انداز میں چلنا سکھایا گیا تھا۔ وہ اس ڈی کو یورپی ملکوں میں اور خاص طور پر فرانس کے شہر پیرس میں بھیجنا چاہتے تھے۔

اسے پیرس میں بھیجنے کا مقصد پارس کو شکار کرنا تھا۔ ڈی کا نام الپا بیکر رکھا گیا تھا تاکہ وہ اس نام سے پارس کی توجہ حاصل کر لے۔ ادھر سرگئی کو سمجھایا گیا تھا کہ یہ ایک فرضی نام ہے۔ کبھی پارس کی ایک محبوبہ کا یہ نام ہوا کرتا تھا۔ وہ اس نام کی کشش سے ڈی کی طرف مائل ہوگا تو اسے گرفتار کر لیا جائے گا یا گولی ماردی جائے گی۔

گولی مارنے کا ہی فیصلہ تھا تاکہ سرگئی الپا کے بھٹکنے کا اندیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ سرگئی کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ ڈی کے دماغ میں جا کر اس پر تنویمی عمل کرے اور یہ بات اس کے ذہن میں نقش کر دے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ وہ ہر صبح اس کے دماغ میں جاتی تھی، اسے یوگا کی مشقیں کراتی تھی۔ اس طرح ڈی بھی سانس روکنے کی عادی ہوگئی تھی۔

ڈی کو ماسکو سے پیرس بھیجنے کے تمام انتظامات مکمل ہوگئے۔ روانگی سے ایک دن پہلے عامل اس پر تنویمی عمل کرنے آیا تاکہ وہ ڈی بھی پارس کے قریب میں نہ آئے اور تنویمی عمل کے مطابق ماسک مین کی وفادار رہے۔ جب اس نے عمل شروع کیا تو سرگئی چپ چاپ ڈی کے اندر موجود تھی۔ اس نے اس عمل کو ناکام بنا دیا۔ لیکن ڈی کے ذریعے یقین دلایا کہ اس کا عمل کامیاب رہا ہے اور وہ ہمیشہ ماسک مین کی وفادار بن کر رہے گی۔

عامل مطمئن ہوگیا۔ اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ تب سرگئی نے اس پر عمل کیا۔ اسے ٹرانس میں لا کر ایسی معمولی سی باتیں اس کے دماغ میں نقش کر دیں کہ وہ سرگئی کی جگہ آجائے گی۔ خود کو سر سے پاؤں تک اور دل سے دماغ تک سرگئی آنڈروف سمجھتی رہے گی۔

سرگئی ہمیشہ خیال خوانی کے وقت ایک کمرے میں جا کر دروازے بند کر کے کسی کے خیالات پڑھتی تھی۔ اس نے ڈی کو بھی حکم دیا کہ جب بھی اسے خیال خوانی کا حکم دیا جائے وہ کسی خالی کمرے میں جا کر دروازہ بند کر لیا کرے۔ سرگئی وقتِ ضرورت اس کے پاس پہنچ کر خیال خوانی کیا کرے گی۔

ڈی کے دماغ میں سرگئی کو صرف اس وقت تک برابر آتے جاتے رہنا تھا جب تک کہ وہ پیرس نہ پہنچ جاتی۔ یا کسی بھی ملک میں پہنچ کر ماسک مین کے خاص ماتحتوں اور سراغ رسانوں سے نجات حاصل نہ کر لیتی۔

وہ دوسرے دن ڈی کی رہائش گاہ میں اس سے ملاقات کر گئی۔ وہاں چند خاص افراد ہی جا سکتے تھے۔ چوں کہ سرگئی بھی ڈی کو ٹریننگ دیتی رہتی تھی۔ اس لئے سیکیورٹی گارڈز نے اسے اندر جانے سے نہیں روکا۔ اس نے ڈی کے پاس آکر بیڈ روم کے دروازے بند کر لیا۔

جب وہ دروازہ دوبارہ کھلا تو ڈی وہ لباس پہن چکی تھی جو سرگئی ابھی پہن کر آئی تھی۔ وہ اس لباس میں رہائش گاہ کے باہر آئی۔ سیکیورٹی گارڈز نے اسے سرگئی سمجھ کر سلیوٹ کیا۔ وہ سرگئی کی کار میں بیٹھ کر جانا چاہتی تھی اسی وقت ماسک مین کی کار آکر رکی۔ اس نے کار سے باہر آکر پوچھا "ہیلو سرگئی! یہاں کیا کر رہی ہو؟"

ایک تو ڈی خود کو مکمل سرگئی سمجھتی تھی دوسرے یہ کہ سرگئی اس کے دماغ میں تھی۔ وہ اپنی کار سے نکل کر ماسک مین کے قریب آتے ہوئے بولی "میں ڈی سے ملنے آئی تھی۔ آج وہ کچھ گم صم سی

لگ رہی ہے۔"

ماسک نے کہا "میں اس کی وجہ جانتا ہوں۔ پچھلی رات اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ اس لئے وہ ذرا الجھی ہوئی ہوگی۔"

پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور سوال کرتا، سرگئی نے کہا "کل چاند کی چودہ تاریخ ہے۔"

وہ مسکرا کر بولا "کل میں تمہیں اپنی دلہن بناؤں گا۔"

"جب میرے دل میں شادی کی خواہش پیدا ہوئی تو اس کے ساتھ یہ بھی خواہش تھی کہ میرا ہونے والا شوہر مجھ سے محبت کرے لیکن تم اپنے معاملات میں اتنے مصروف رہتے ہو کہ مجھ سے محبت کرنے کی فرصت نہیں ملتی۔"

"ہاں، میں نے کئی بار محبت کے لئے وقت نکالنے کی کوشش کی مگر کام کا بوجھ بہت ہے۔ آج رات کو تمہاری ڈی سیاحوں کی ایک ٹیم کے ساتھ روانہ کر دی جائے گی۔ اس کے جاتے ہی میری ایک ہفتے کی چھٹی منظور ہو جائے گی۔ پھر میں دن رات تم سے محبت کرتا رہوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی "تم میرے جیون ساتھی بننے والے ہو، یہ سوچ کر تم سے قدرتی طور پر محبت ہوگئی ہے۔ جی چاہتا ہے، تمہیں دیکھتی رہوں اور تمہارے ہی متعلق سوچتی رہوں۔"

ماسک مین نے کہا "کبھی کسی حسینہ نے ایسے والہانہ انداز میں مجھ سے محبت کا اظہار نہیں کیا۔ میرا ہاتھ تمہارے خوبصورت ہاتھوں میں کانپ رہا ہے۔ پلیز مجھے کمزور نہ بناؤ۔ آج اپنے فرائض ادا کرنے دو۔ کل سے میں صرف تمہارا ہی رہوں گا۔"

ڈی نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ بے پناہ پوچھتا ہوا... رہائش گاہ کے اندر اپنی دانست میں ڈی سے ملنے آیا جب کہ ڈی کو باہر چھوڑ آیا تھا اور اصل سے ملاقات کر رہا تھا۔ اسے بتا رہا تھا کہ آج رات وہ سیاحوں کی ٹیم کے ساتھ روانہ ہوگی۔ اس ٹیم میں جتنی عورتیں اور مرد سیاح کی حیثیت سے جا رہے ہیں، وہ تجربہ کار فوجی انسٹرکٹر اور ملٹری انٹیلی جنس کے بہت ہوشیار جاسوس ہیں۔ وہ ہر معاملے میں ٹیم کے لیڈر کی محکوم اور پابند رہے گی اور فوجی ڈسپلن کے مطابق اس کے احکامات کی تعمیل کرتی رہے گی۔

اس رات اصل سرگئی آنڈروف کو اس ملک سے باہر جانے کا موقع مل گیا۔ وہ سیاحوں کی ایک ٹیم میں شامل ہو کر جرمنی جانے والے ایک طیارے میں سوار ہوگئی۔ ایسے وقت وہ بار بار ڈی کے پاس جا کر دیکھ لیتی تھی کہ اس کی کسی حرکت سے دوسروں کو شبہ نہ ہو۔ لیکن حالات سازگار تھے۔ کیوں کہ تمام ذمے دار انسٹرکٹر ڈی کو نصیحت کرنے کے سلسلے میں مصروف رہے تھے۔ اس کے رخصت ہونے کے بعد ان انتظامات کا جائزہ لے رہے تھے کہ ڈی اس ٹیم کے ساتھ کن ملکوں اور شہروں میں جائے گی اور اسے ہر طرح کی سہولتیں کس طرح فراہم کی جائیں گی۔

دوسری طرف ماسک مین ڈی کے معاملے کے علاوہ اپنی شادی کے انتظامات میں بھی الجھا ہوا تھا اس لئے کسی نے اس ڈی پر زیادہ توجہ نہیں دی جو ماسکو میں رہ گئی تھی۔

دوسری صبح دس بجے ماسک مین کی شادی ڈی سے ہو رہی تھی۔ اور سرگئی الپا جرمنی کے ایک شہر فرینکفرٹ پہنچ گئی تھی۔ وہ پہلی بار ایک کمیونسٹ ملک سے باہر آئی تھی، جہاں بات بات پر پابندیاں تھیں۔ زیورات پہننے اور میک اپ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ حیران ہو کر بولی "اوہ گاڈ! یہاں کیسی رنگینی اور جگمگاہٹ ہے۔ عورتیں رنگین اور عجیب و غریب ڈیزائن کے لباس میں گھومتی ہیں۔ ایسے زیورات، ایسا میک اپ کہ یہ عورتیں آسمان کی پری نظر آتی ہیں۔"

اس ٹیم کا لیڈر جو ریٹائرڈ فوجی افسر تھا، اس نے کہا "یہ تو کچھ نہیں ہے۔ پیرس کا حسن اور وہاں... دولت کی فراوانی دیکھو گی تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آئے گا۔"

"میں پیرس میں ماڈرن عورتوں کی طرح زندگی کیسے گزاروں گی؟"

"وہاں تمہارے لئے میک اپ مین، ہیئر ڈریسر اور گورنس وغیرہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ وہ سب تمہیں ماڈرن اور اسمارٹ بنا دیں گے۔"

وہ ٹیم کے افراد سے باتیں کرنے کے بعد اپنے کمرے میں آئی پھر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ وہ سب ایک ہوٹل میں قیام کر رہے تھے۔ انہوں نے باہر جا کر تفریح کرنے کا پروگرام بنایا تھا لیکن وہ دردِ سر کا بہانہ کر کے کمرے میں آگئی تھی۔ کیوں کہ ڈی کے پاس جا کر وہاں کے حالات معلوم کرنا ضروری تھا۔

وہاں ماسک مین بہت خوش تھا۔ شادی کامیاب ہوئی تھی۔ تمام اعلیٰ عہدیدار جو سسپنس بھری شادی کا بھیانک انجام دیکھنے آئے تھے، انہیں متوقع انجام دکھائی نہیں دیا۔ سرگئی کا خواب کوئی بھیانک تعبیر لے کر نہیں آیا۔ وہ سب اسے مبارک باد دے کر چلے گئے۔

ماسک مین ڈی دلہن کے کمرے میں تھا۔ اس نے محبت کرنے کے لئے روس سرکار سے ایک ہفتے کی چھٹی لی تھی۔ اس لئے خوب محبت کر رہا تھا اور صبر کا پھل کھا رہا تھا۔ تمام رات جاگنے کے لئے بار بار کافی پی رہا تھا۔ پھر وہ نڈھال ہو کر بستر پر گر پڑا۔ گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا "میں کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ فوراً ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

ڈی نے سرگئی کی مرضی کے مطابق کافی میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی تھی۔ جس کے نتیجے میں وہ چاروں شانے ہو گیا تھا اور چور خیالات پڑھنے کے لئے دماغ کے دروازے کھل گئے تھے۔ وہ ہانپتے ہوئے بولا "میں ڈاکٹر کو بلانے کے لئے کہہ رہا ہوں اور تم آرام سے بیٹھی ہو۔"

سرگئی نے اس کے اندر سوچ کے ذریعے سے کہا "جب میں نے ہی زخم پہنچایا ہے تو مرہم کیسے لگا سکتی ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کیا تم میرے دماغ میں آگئی ہو؟"

"ہاں۔اب تم بتاؤ گے کہ میری پچھلی زندگی کیا تھی؟ میں کون ہوں؟ اور میرے دوست احباب اور رشتے دار کہاں ہیں؟"

وہ بولا "تم ہماری ہو۔ہمارے ملک اور قوم سے تعلق رکھتی ہو۔تمہیں روسی ہونے پر فخر کرنا....."

وہ بولی "شٹ اپ! ایک لفظ بھی نہ کہنا۔آنکھیں بند کرلو میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہی ہوں۔مداخلت کروگے تو گہری نیند سُلادوں گی۔"

وہ خاموش رہا۔سرگئی اطمینان سے خیالات پڑھنے لگی۔پتا چلا کہ اس کا اصل نام الپا نیکر ہے۔وہ امریکا میں پیدا ہوئی تھی۔وہاں تعلیم حاصل کی تھی اور وہیں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔لیکن وہ نسلاً یہودی ہے اس لئے امریکا سے فرار ہو کر اسرائیل چلی گئی۔وہاں پارس نے بڑے ڈرامائی انداز میں اسے پھانس لیا۔اسے اپنے ساتھ فرانس لے جانا چاہتا تھا لیکن ماسک مین کی کامیاب پلاننگ نے اسے ماسکو پہنچا دیا۔وہاں اس کا برین آپریشن کیا گیا۔اس کے دماغ سے پچھلی زندگی بھلا دی گئی۔

ماسک مین کے خیالات تمام پردے اٹھا رہے تھے۔ماضی کی ہر بات کھل کر سامنے آرہی تھی۔خاص طور پر دو باتیں اہم تھیں۔ایک تو یہ کہ وہ پارس کی دیوانی تھی۔دوسری بات یہ کہ دیوانگی کے باوجود اُس سے دور رہنا چاہتی تھی کیوں کہ وہ مسلمان تھا۔

سرگئی الپا نے ماسک مین سے پوچھا "تم لوگوں کو میرے تمام تفصیلی حالات کیسے معلوم ہوئے؟"

اس کے چور خیالات نے بتایا۔اسے اغوا کرکے ماسکو لانے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔اسے معمولہ بنا کر حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنی زندگی کے تمام حالات اور واقعات تفصیل سے بیان کرتی رہے۔جب اس نے حکم کی تعمیل کی اور اپنی زبان سے پوری ہسٹری بیان کرنے لگی تو اسے آڈیو ریکارڈر کے ذریعے ریکارڈ کرلیا گیا۔

سرگئی نے پوچھا "میری ہسٹری کیا بتاتی ہے۔کیا میں پارس سے محبت کرتی تھی؟ اگر کرتی تھی تو وہ کیوں رہنا چاہتی تھی؟ کیا صرف اس لئے کہ میں یہودی ہوں؟"

اس کے چور خیالات نے کہا "تمہیں پارس سے محبت رہی تھی۔تم چاہتی تھیں، وہ تمہارا مذہب قبول کرلے اور اس کے دماغ میں تمہاری حکومت قائم ہوجائے۔پارس نے دونوں ہی باتوں کو ناممکن بنا دیا۔آخر تم نے اس سے دور ہوجانے کا فیصلہ کیا۔ایسے ہی وقت ہم نے تمہیں اس سے چھین لیا اور یہاں لے آئے۔"

وہ سوالات کرتی رہی اور اس کے چور خیالات سے جواب حاصل کرتی رہی۔یہودی ہونے سے دلچسپی بڑھ گئی تھی۔لہٰذا اپنے مذہب اور اسرائیلی قوم کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتی رہی۔پھر اس نے ماسک مین کو اپنا معمول بنا کر اُس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔

وہ دماغی طور پر ہوٹل کے بند کمرے میں حاضر ہوگئی۔اسے ہی نئی مسرتیں حاصل ہورہی تھیں۔پہلی سب سے بڑی خوشی یہ تھی کہ وہ ماسک مین کی غلامی سے آزاد ہو کر ایک آزاد دنیا میں آگئی تھی۔

دوسری خوشی یہ تھی کہ اپنی پچھلی زندگی پوری تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگئی تھی اور اب پچھلے تجربات کی روشنی میں وہ نئے انداز سے زندگی گزارنے کا کوئی نیا راستہ اختیار کرسکتی تھی۔

تیسری خوشی یہ کہ اسے اپنا اصل مذہب معلوم ہوگیا تھا۔اور جب سے معلوم ہوا تھا تب سے وہ یہودیت اور اپنی قوم کی طرف ایک قدرتی کشش محسوس کررہی تھی۔

چوتھی خوشی یہ تھی کہ پارس سے تعلق ظاہر ہوگیا تھا۔یہ یاد نہیں تھا کہ اس کے زہریلے پیار میں کتنی کشش ہوتی ہے۔چوں کہ یاد نہیں تھا اس لئے وہ اب پارس کو آسانی سے نظرانداز کرسکتی تھی۔اس کی یادوں اور محبتوں پر مٹی ڈال کر اپنی قوم کے ساتھ رہ سکتی تھی۔اس نے اسی لمحے میں فیصلہ کیا کہ وہ پیرس پہنچتے پہنچتے اس ٹیم کے فوجیوں اور سراغ رسانوں کو دھوکا دے کر الگ ہوگی اور کسی طرح اسرائیل پہنچ جائے گی۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔اس کے آس پاس کے کمروں میں فوجی افسر اور سراغ رساں تھے۔جب تک وہ اپنے تھے اپنی قوم کے لوگ ظاہر ہورہے تھے تب تک ان سے ایک لگاؤ تھا۔اب وہ آس پاس کانٹوں کی طرح چبھ رہے تھے۔ان سے نفرت ہورہی تھی کیوں کہ انہوں نے اسے اغوا کیا تھا۔اپنے مقصد کے لئے اسے اس کی قوم سے جدا کیا تھا۔وہ ایسے لوگوں کے ساتھ ایک پل بھی نہیں رہنا چاہتی تھی۔

اسی لئے اٹھ کر ٹہل رہی تھی۔بے چینی کے باعث ایک جگہ بیٹھا نہیں جارہا تھا۔وہ محض ان سے نجات نہیں چاہتی تھی، انتقام بھی لینا چاہتی تھی۔انہوں نے اتنا بڑا دھوکا دیا تھا کہ اس کے ذہن کو بدل کر رکھ دیا تھا۔وہ اس کی سزا انہیں دینا چاہتی تھی۔

اس ٹیم میں ان کا صرف ایک لیڈر یوگا کا ماہر تھا۔وہ باقی افراد کے اندر آسانی سے جاسکتی تھی۔اس نے خیال خوانی کے ذریعے دیکھا، وہ سب ایک جھیل کے کنارے پاپ میوزک پر ہونے والا ڈانس دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔دلچسپی اس لئے تھی کہ ان کے ملک میں ایسا ڈانس دیکھنے میں اور ایسی موسیقی سننے میں نہیں آتی تھی۔اس ٹیم میں جو عورتیں تھیں، وہ رقص کرنے اور گانے والی لڑکیوں کے رنگین اور نئے ڈیزائن کے ملبوسات کو حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

وہ جھیل کے کنارے ایک اوپن ائر تھیٹر تھا۔بے شمار عورتیں مرد وہاں سے گزر رہے تھے۔جنہیں پاپ میوزک سے دلچسپی تھی وہ رک کر سننے اور رقص دیکھنے لگتے تھے۔سرگئی ان کے ذریعے اجنبی لوگوں کے دماغوں میں جانے لگی۔وہاں بعض ایسے بھی تھے، جو اپنی حفاظت کے لئے ریوالور یا پستول ذخیرہ رکھتے تھے۔وہ ایک ریوالور والے کے اندر پہنچ گئی۔اسے اپنی ٹیم کے لوگ کے پاس سے گزارتے ہوئے دھکا مارا۔لیڈر نے کہا "زیادہ پینے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔آدمی آنکھیں رکھتے ہوئے بھی ٹکراتا ہے۔"

سرگئی نے ریوالور والے کی زبان سے کہا "بکواس مت کرو۔تم اپنے لہجے سے روسی بلڈاگ لگتے ہو۔مجھے تم لوگوں سے نفرت ہے۔جاؤ اپنا راستہ لو۔"

لیڈر کے ساتھ کھڑے ہوئے افسر نے غصے سے کہا "یونان کے لوگ! تم ہمیں بلڈاگ کہہ رہے ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور والے کے منہ پر ایک گھونسا جڑ دیا۔لیڈر نے اسے پکڑ کر کہا "یہاں جھگڑا نہ کرو۔ہم پردیسی ہیں۔"

لیکن جھگڑا تو شروع ہوچکا تھا۔اس نے منہ پر گھونسا کھاتے ہی ریوالور نکال لیا۔وہ گولی چلانے کی دھمکی دینا چاہتا تھا لیکن سرگئی نے اس کے ذریعے سچ مچ فائر کردیا۔گولی لیڈر کے سینے میں پیوست ہوئی۔وہ اچھل کر گرا۔جھیل کے کنارے بھگدڑ مچ گئی۔سرگئی نے اس کے ذریعے اور دو فائر کرائے۔اس ٹیم کے اور دو افراد کو مار گرایا۔پھر دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔

اس ٹیم میں سرگئی کو شامل کرکے چھ افراد تھے۔تین لڑکیاں اور تین مرد۔وہ تینوں مارے گئے تھے۔سرگئی نے سب سے پہلے یوگا جاننے والے لیڈر کو ہلاک کیا تھا کیوں کہ وہ زندہ رہتا تو اس کے لئے بہت بن جاتا۔اب ٹیم میں صرف لڑکیاں رہ گئی تھیں اور وہ زندہ ہو کر بھاگتی ہوئی پولیس کی حفاظت میں پہنچ گئیں۔

سرگئی بہت خوش تھی۔ٹرانسفارمر مشین بنانے والے کو داد دے رہی تھی جس کی بدولت اسے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہوا تھا۔اس علم کے ذریعے اس نے بیٹھے ہی بیٹھے تین دوست نما دشمنوں کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔وہ لباس بدل کر کمرے سے باہر نکلی۔اب وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ یہودی کیسے ہوتے ہیں؟ کیسے رہتے جاتے ہیں؟ اور یہ کہ اسرائیلی حکام اور دوسرے اکابرین کیسے رابطہ ہو سکتا ہے؟

وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر بہت بڑے بک اسٹال میں آئی۔وہاں اسرائیلی سیاست دان کی تصویر اور اس ملک کی معلومات فراہم کرنے والی کتابیں مل سکتی تھیں۔وہ ریڈیو کے ذریعے کسی ٹیلی حاکم کی آواز سن سکتی تھی۔ٹی وی کے ذریعے بھی اسے دیکھ سکتی تھی۔فی الحال ریڈیو ٹی وی سے کسی سیاسی لیڈر کا پروگرام نشر نہیں ہورہا تھا۔

اسے ایک بک اسٹال میں تصویریں نہیں ملیں، کتابیں مل گئیں۔وہ اسرائیلی ائرلائن کے دفتر میں آئی۔وہاں چند یہودیوں سے گفتگو کرکے اسے روحانی خوشی حاصل ہوئی۔اس نے سفارت خانے کا ٹیلی فون نمبر معلوم کیا۔پھر ایک بوتھ میں آکر فون کے ذریعے رابطہ کیا۔دوسری طرف سے سفیر کے سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔یہ اسرائیلی سفارت خانہ ہے۔فرمائیے؟"

سرگئی الپا نے ریسیور رکھ دیا۔سیکریٹری کے خیالات پڑھنے لگی۔پھر اسے سفیر سے باتیں کرنے پر مجبور کیا۔اس طرح وہ سفیر کے پاس پہنچ گئی۔اسے مخاطب کرکے بولی "میں سوچ کے ذریعے بول رہی ہوں۔مجھ سے باتیں کروگے؟"

وہ حیرانی سے بولا "تم کون ہو؟"

"یہودی ہوں۔مملکتِ اسرائیل کی وفادار ہوں۔میرا نام الپا ہے، کیا تم نے میرا نام کبھی سنا ہے؟"

"ہاں، خیال خوانی کرنے والی الپا ہماری قوم کی بیٹی تھی۔اسے ماسک مین نے اغوا کرایا تھا۔"

"میں وہی ہوں۔ماسک مین سے نجات حاصل کرچکی ہوں۔ابھی میں بالکل تنہا اور بے یارومددگار ہوں۔مجھے یہاں سے اسرائیل پہنچاؤ اور وہاں کے اکابرین سے میری گفتگو کراؤ۔"

"میں حیران بھی ہوں اور بے انتہا خوش بھی کہ میں تم سے باتیں کررہا ہوں۔سچ تو یہ ہے کہ مجھے یقین نہیں آرہا ہے اور یہ بھی اندیشہ ہے کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا بن کر دھوکا دے سکتے ہیں۔"

"دل سے اندیشے نکال دو۔مجھے یقین دلاؤ کہ تمہاری بے اعتمادی سے مجھے نقصان نہیں پہنچے گا تو میں تم سے ملاقات کرنے آؤں گی۔"

"کب تک آؤ گی؟"

"ابھی آرہی ہوں۔ذرا محتاط ہوں کہ روسی جاسوس میرا تعاقب کرسکتے ہیں۔"

"مجھے بتاؤ، تم کہاں ہو۔میرے جاسوس تمہاری نگرانی کریں گے اور حفاظت سے یہاں لے آئیں گے۔"

"میں اسرائیلی ائرلائن کے دفتر میں ہوں۔"

"میں ابھی وہاں کے مینیجر کو فون کررہا ہوں۔تم اس کے کمرے میں آرام سے بیٹھو۔میری گاڑی تمہیں لینے آرہی ہے۔"

وہ دفتر میں آکر بیٹھ گئی۔چپ چاپ سفیر کے خیالات پڑھتی رہی۔وہ ہاٹ لائن پر ایک اسرائیلی حاکم سے رابطہ کرچکا تھا اور اسے کہہ رہا تھا "الپا واپس آگئی ہے۔ماسک مین کے ملک سے نکل گئی ہے۔اس سے زیادہ فون پر بتانا مناسب نہیں ہے۔کیا آپ اس سے گفتگو کریں گے؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "فوراً اس سے رابطہ کراؤ۔"

سرگئی الپا اس حاکم کے دماغ میں پہنچ گئی۔لیکن اسے مخاطب

نہیں کیا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ اس کے سوا بیشتر حاکم اور اعلیٰ فوجی افسران یوگا کے ماہر ہیں۔ وہ ان سے فون پر رابطہ کر رہا تھا اور یہ خوش خبری سنا رہا تھا کہ الپا ماسک مین کے ملک سے نکل آئی ہے۔ اور اسرائیلی مدد طلب کر رہی ہے۔

دوسرے اکابرین کہہ رہے تھے کہ اسے ہر طرح کی مدد دی جائے اور آزمانے کی کوشش کی جائے کہ واقعی وہ ہماری الپا ہے یا نہیں؟ اسی لمحے سے اس کی حفاظت کی جائے۔ عارضی طور پر چہرہ اور نام بدل دیا جائے اور اس کے لئے یہاں سے ایک خصوصی طیارہ روانہ کیا جائے۔

وہ اپنے اکابرین کی باتیں سن رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ اسے ایسی محبتیں پہلے نہیں ملی تھیں' اپنوں سے مل رہی تھیں۔ سب اسے بات بات پر ہماری الپا' ہماری الپا کہہ رہے تھے۔

اس کے لئے آج کا دن مبارک تھا۔ اب وہ ایک خصوصی طیارے کے ذریعے اپنے ملک میں اور اپنی قوم کے لوگوں میں پہنچنے والی تھی۔ ابھی وہ ائرلائن کے دفتر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سامنے دنیا کا بڑا سا نقشہ لگا ہوا تھا۔ اس نے سوچتے سوچتے نقشہ کو دیکھا تو یاد آیا کہ جرمنی اور اسرائیل کے درمیان ایک ملک فرانس ہے۔ فرانس میں ایک شہر پیرس ہے اور پیرس میں ایک جوان پارس ہے۔ خصوصی طیارے کو پارس کے سر پر سے گزر کر جانا ہوگا اور الپا نے سنا تھا کہ وہ جوان کسی کو سر سے گزرنے نہیں دیتا ہے۔

سرگئی الپا کی پیشانی پر سوچ کی شکنیں ابھر گئیں۔

○☆○

پارس نے آنکھیں کھول کر دیکھا' کمرے کی چھت نظر آ رہی تھی۔ اس نے کروٹ بدل کر دیکھا۔ کچھ فاصلے پر ڈریسنگ ٹیبل کا آئینہ تھا۔ آئینے میں وہ خود کو دیکھ رہا تھا لیکن خود کو پارس کی حیثیت سے نہیں پہچان رہا تھا۔

اپنے موجودہ کاغذات اور پاسپورٹ کے مطابق اس کا نام حیدر علی تھا۔ وہ پاکستان سے آیا تھا اور آج کل میں اسے واپس جانا چاہئے تھا۔ وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا۔ اسے کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ یہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ اس نے سوچنا چاہا کہ کل وہ کہاں تھا؟ اور کیا کر رہا تھا؟

سلمان نے جو عمل کیا تھا اس کے مطابق یاد آیا۔ وہ چار دن پہلے کینیڈا گیا تھا۔ نیاگرا آبشار وغیرہ دیکھ کر آیا تھا۔ اس کی موجودہ شخصیت میں یہی بات تھی کہ وہ ایک دولت مند باپ کا بیٹا ہے اور ساری دنیا کی سیر کرتا پھرتا ہے۔

وہ بستر سے اٹھ کر باتھ روم میں گیا۔ پھر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کر کے اپنی رہائش گاہ کے مختلف حصوں سے گزرنے لگا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کچھ بھول رہا ہے۔ شاید دوسرے کمروں میں جانے سے کچھ یاد آ جائے۔ لیکن دوسرے کمرے میں پہنچ کر بھی یاد نہ آیا کہ پچھلی رات وہاں سونیا ثانی تھی۔ اور اب نہیں ہے۔ اگر ثانی نام کی کوئی لڑکی یاد رہتی تو وہ سوچتا کہ کہاں چلی گئی ہے۔ موجودہ حالات میں سونیا ثانی کا ہونا یا نہ ہونا اس کے لئے برابر تھا۔

میں نے آزمائش کے طور پر پارس کے لہجے کے مطابق اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ مگر ناکام رہا۔ میری سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آ گئیں کیوں کہ اس کے دماغ کو اس کے سابقہ لہجے سے بالکل بے نیاز کر دیا گیا تھا۔ میں نئے لہجے کو گرفت میں لے کر آیا تو اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے پاکستان واپس جانا چاہئے اور واپسی پر کچھ روز پیرس میں قیام کرنا چاہئے۔"

وہ تنہا وہاں بور ہو جاتا اس لئے واپسی کے لئے تیار ہو گیا۔ میں نے پیرس اس لئے بلایا کہ سونیا اس سے ملنا چاہتی تھی۔ پارس کے بعد میں نے علی تیمور اور ثانی کے پاس جا کر ان کے خیالات پڑھے۔ وہ بھی بالکل تبدیل ہو گئے تھے۔ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا انہیں پہچان نہیں سکتا تھا۔ سونیا نے مجھے بتایا تھا کہ لیلیٰ اور سلطانہ نے علی اور سونیا کے اندر کس طرح روحانی انقلاب برپا کیا ہے۔ ان کی شخصیت تبدیل کرنے کے بعد سلطانہ ثانی کو شناکو لے گئی تھی تاکہ وہ تنہا نہ رہے۔ اپنے علی کے پاس پہنچ جائے۔

میں نے سوچا تھا اب ایک طویل عرصے تک سونیا کے ساتھ آرام کروں گا۔ فرادولیچ ہمارے لئے ہر طرح سے ایک مضبوط قلعہ تھا۔ ہمیں کسی دشمن سے خطرہ نہیں تھا اور ہماری تمام مصروفیات کو پارس' علی تیمور اور ثانی نے اپنے سر لے لیا تھا۔ وہ بھی یہی چاہتے تھے کہ ہم آرام فرماتے رہیں۔

لیکن مقدر کو اور قارئین کو ہمارا آرام کرنا گراں گزرتا ہے۔ ہماری پناہ گاہ سے ہمیں باہر نکالنے کا کوئی بہانہ بن جاتا ہے۔ جب یہ طے تھا کہ کوئی دشمن ہمارے عیش و آرام میں مداخلت نہیں کرے گا اور کرے گا تو ہمارے بچے اسے منہ توڑ جواب دیں گے' ایسے میں کوئی ہمیں عملی میدان میں کھینچ کر نہ لاتا لیکن تقدیر لے آئی۔

پاکستان سے اطلاع ملی کہ میرے بہنوئی کو یعنی میری بہن شاہینہ کے شوہر کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ میرے دل پر ایک گھونسا سا لگا۔ اتنی بڑی دنیا میں وہی میری ایک لاڈلی بہن تھی۔ میں اسے اتنی شدت سے چاہتا تھا کہ اس کی ہنسی میری ہنسی بن جاتی تھی اور اس کے غم کا پہاڑ مجھ پر ٹوٹا کرتا تھا۔

میں فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنی جوان بیٹی سے لپٹ کر رو رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گئی' پھر چیخ کر بولی "بھائی جان! آپ کہاں ہیں؟ آپ کے ہوتے ہوئے میرا سہاگ چھن لیا گیا ہے۔ میں یقین کے ساتھ قاتل کو پہچانتی ہوں مگر اس کا نام نہیں لے سکتی۔ نام لوں گی تو پولیس

سے گرفتار نہیں کرے گی۔ وہ یہاں کا بہت بڑا سیاسی غنڈا ہے۔ وہ جب بھی کوئی جرم کرتا ہے' عدالت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ انصاف کا سر جھک جاتا ہے اور قانون کے محافظ اسے سلام کرتے ہیں۔"

میں نے کہا "صبر کرو' میں پہلی فلائٹ سے تمہاری سونیا بھابی کے ساتھ آ رہا ہوں۔ میرے آنے تک زبان بند رکھو۔ ورنہ دشمن تمہیں اور بچوں کو بھی نقصان پہنچائیں گے۔"

شاہینہ کے آنسو رک گئے تھے۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "آپ سچ مچ آ رہے ہیں؟"

"ہاں میری جان! تم پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے اور میں نہیں آؤں گا؟ ضرور آؤں گا۔ آج رات یا کل صبح تک پہنچوں گا اور پہنچنے سے پہلے تمہیں اطلاع دوں گا۔ صبر کرو' آنسو پونچھو۔ دشمن خواہ کتنا ہی بڑا شیطان ہو اب وہ آدھا مردہ رہے گا اور آدھا زندہ رہے گا اور وہ زندہ اپنی آدھی لاش پر روتا رہے گا۔"

میں اسے تسلیاں دے کر روحانی طور پر حاضر ہوا۔ سونیا فون کے ذریعے فرانس کے ایک اعلیٰ حاکم سے باتیں کر رہی تھی۔ اس نے اشارے سے مجھے اپنے دماغ میں آنے کے لئے کہا۔ میں اس کے اندر پہنچ کر سننے لگا۔ حاکم کہہ رہا تھا "پہلے پاکستان میں یہودی تنظیم کے آرگن مین نے ہمیں فیکس کے ذریعے وارننگ دی کہ فراد اور اس کی فیملی کے کسی فرد کو پاکستان کا پاسپورٹ اور ویزا نہ دیں۔ ہم نے اس وارننگ کو اہمیت نہیں دی پھر اٹلی کی یہودی تنظیم کے گاڈ فادر نے دھمکی دی ہے کہ فراد یا اس کے بیٹے پاکستان میں قدم رکھیں گے تو فرانس کے مختلف شہروں میں تخریبی کارروائیاں کی جائیں گی۔ پیرس جیسے خوب صورت شہر کو کھنڈر بنا دیا جائے گا۔"

ساری دنیا کے یہودیوں کی تنظیم کا ہیڈ کوارٹر اٹلی میں ہے' اس تنظیم کا سرغنہ گاڈ فادر کہلاتا ہے۔ مختلف ملکوں میں اس تنظیم کی شاخیں ہیں۔ ہر شاخ کا لیڈر آرگن مین کہلاتا ہے۔ پاکستان میں اس تنظیم کا جو آرگن مین تھا اس کا نام راجا صفدر علی تھا۔ میں نے فرانس کے حکام سے کہا "میں ان لوگوں سے ذاتی طور پر نمٹ لوں گا' آپ گاڈ فادر سے کہہ دیں کہ مجھے اور میرے بیٹوں کو پاکستان جانے کی اجازت نہیں دی جا رہی ہے لیکن یہ طوفان کسی کے روکے نہیں رکتے۔ یہ چور راستوں سے پاکستان میں داخل ہوں گے تو آپ پر اس کا الزام نہیں آئے گا۔ ہو سکے تو پاکستان کے آرگن مین راجا صفدر سے گفتگو کریں۔ میں آپ لوگوں کے ذریعے اس کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔"

میرے مشوروں پر عمل کیا گیا۔ وزارت خارجہ کے سیکریٹری نے پہلے اٹلی کے گاڈ فادر سے رابطہ کیا۔ اس کے سیکریٹری نے فون پر بات کی۔ اسے حکومت فرانس کی طرف سے یقین دلایا گیا کہ فراد اور اس کے بیٹوں کو پاکستان جانے کا اجازت نامہ نہیں دیا جائے گا۔ ویسے بھی وہ اور اس کے بیٹے ہمارے ملک میں نہیں ہیں۔"

سیکریٹری نے کہا "ہماری اطلاع کے مطابق وہ سونیا کے ساتھ فرادولیچ میں ہے اور اس کے بیٹے امریکا میں۔"

"فرادولیچ میں ڈی سونیا اور فراد ہیں۔ تمہیں یقین آئے یا نہ آئے' ہماری طرف سے انہیں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ ہماری ذمے داری ختم ہو چکی ہے۔"

میں سیکریٹری کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ تنظیم کا گاڈ فادر اگرچہ یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ تاہم کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی آواز نہیں سن سکتا اور نہ ہی اس سے کہیں سامنا کر سکتا ہے کیونکہ وہ روپوش ہے' آوازیں بدل کر منظر عام پر آتا ہے۔

سیکریٹری نے فون کے ذریعے گاڈ فادر کو بتایا کہ فراد اور اس کے بیٹوں کو فرانس کی حکومت پاکستان جانے کے لئے پاسپورٹ نہیں دے گی' اگر وہ چور راستہ اختیار کریں گے تو حکومت فرانس اس کی ذمہ دار نہیں ہوگی۔

گاڈ فادر کی آواز سنائی دی "ٹھیک ہے' ہمارا پاکستانی آرگن مین چور راستوں سے آنے والوں کو گولی مار دے گا۔"

میں نے گاڈ فادر کے لہجے کو گرفت میں لیا۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن کسی اور کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک چھوٹے سے ریستوران کا مالک تھا۔ گاڈ فادر اس کی آواز اور لہجے میں بول کر خاموش ہو گیا تھا۔ سیکریٹری کی سوچ نے بتایا کہ وہ مختلف آوازوں اور لہجوں میں بولتا ہے۔ اس کی اصل آواز خود سیکریٹری نے کبھی نہیں سنی تھی۔

اس سیکریٹری نے گاڈ فادر کے حکم کے مطابق آرگن مین راجا صفدر علی سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے راجا صفدر علی کے ایک خاص ماتحت نے کوڈ ورڈز ادا کر کے کہا "میں راجا صاحب کا بندہ بول رہا ہوں۔ فراڈ' کیا بات ہے؟"

"راجا صاحب سے کہہ دو۔ فراد اور اس کے بیٹے باقاعدہ فرانسیسی پاسپورٹ پر نہیں آئیں گے' لہٰذا انہیں چور دروازوں سے روکنا تمہارا کام ہے۔"

"فکر نہ کرو' کراچی کی تمام چور بندرگاہوں پر' سپر ائی ویز اور لاہور ریلوے اسٹیشن اور ائرپورٹ میں ہمارے بندے اینٹی میک اپ ایسنس آنکھوں پر چڑھائے رکھیں گے۔ کوئی بھی میک اپ میں آنے والا چھپ نہیں سکے گا' ہم لینس کے ذریعے میک اپ کے آر پار اصلی چہرے کو آسانی سے دیکھ لیں گے۔"

میں اس خاص ماتحت کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا راجا صفدر بھی گاڈ فادر کی طرح پُراسرار بن کر رہتا ہے۔ پہلے اپنے خاص ماتحتوں کے سامنے آتا تھا اور ان سے گفتگو کرتا تھا۔ میری شاہینہ کا سہاگ چھین لینے کے بعد روپوش ہو گیا ہے۔ اپنے ماتحتوں کو بھی اپنی آواز نہیں سناتا ہے' اگر روبرو ہو تو کاغذ پر لکھ کر اپنا مدعا بیان کرتا ہے یا فیکس کے ذریعے احکامات صادر کرتا ہے۔

اس کی پہلی اور آخری کوشش یہی تھی کہ میں پاکستان نہ

آؤں' کم از کم لاہور میں قدم نہ رکھوں۔ اس نے اٹلی اور انگلینڈ کی یہودی تنظیموں سے کہا تھا کہ فرہاد ان کے قریب کہیں رہتا ہے۔ کسی طرح اسے قتل کردو۔ میں اس کے بدلے پورے پاکستان پر من پسند حکومت قائم کردوں گا۔

اس میں شبہ نہیں تھا کہ اس نے پشاور سے کراچی تک ڈرگ مافیا کی حکومت قائم کردی تھی۔ اٹلی کا گاڈ فادر اس کی کارکردگی سے بہت خوش تھا۔ اپنے آئرن مین راجا صفدر کی حفاظت کے لئے اور مجھے قتل کرنے کے لئے فرانس سے پاکستان تک بارود بچھا رہا تھا تاکہ جہاں بھی میں قدم رکھوں' وہاں میری زندگی کا آخری دھماکا ہو جائے۔

راجا صفدر کے خاص ماتحت کی سوچ نے بتایا کہ میری بہن شاہینہ اور اس کے جوان بچوں کو دھمکیاں دی گئی ہیں۔ ان سے فون پر کہا گیا ہے کہ وہ ماں بچے کسی اجنبی سے ملاقات نہ کریں' ورنہ اس اجنبی کو فرہاد سمجھ کر گولی ماردی جائے گی۔ ان کے گھر کوئی مہمان نہ آئے اور نہ ہی وہ ماں بچے اپنا گھر چھوڑ کر کہیں جائیں۔ خصوصاً راتوں کو گھر سے باہر نہ نکلیں ورنہ وہ گھر میں زندہ واپس نہیں آئیں گے۔

میرے ہوتے ہوئے میری بہن اور اس کے بچوں کی زندگی مختصر اور مفلوج کردی گئی تھی۔ وہ سہمے ہوئے تھے' ان کے سر سے قانون کا سایہ اٹھ گیا تھا۔ قانون کے بڑے بڑے ادارے انہیں جھوٹی تسلیاں دیتے تھے لیکن تنظیم کے آئرن مین کے خلاف کچھ نہیں کرسکتے تھے۔

میں نے شاہینہ سے کہا "میں پاکستان پہنچ کر فی الحال تم سے اور بچوں سے ملاقات نہیں کروں گا۔ بچوں کو حوصلہ دو۔ میں جلد ہی دشمنوں کو جہنم میں پہنچادوں گا۔"

پھر میں نے جوان بھانجوں اور بھانجیوں سے باری باری رابطہ کیا' انہیں سمجھایا کہ میں لاہور پہنچ کر خود کو ظاہر کروں گا یا تم سب سے ملوں گا تو تمہاری زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔ میں دشمنوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد آکر ملاقات کروں گا بلکہ ان کے ساتھ کئی دن تک رہوں گا۔"

میری مصروفیات کے دوران سونیا نے روانگی کا انتظام کرلیا تھا۔ ہم بیلی کاپٹر میں سوار ہو کر اٹلی کی سرحد کے قریب آئے اور فرانس ریلوے لائن کے آخری اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ سونیا نے کہا۔ "مافیا کا گاڈ فادر اٹلی میں ہے۔ ہم اسی کے ملک اور اسی کے شہر سے کسی فلائٹ میں پاکستان جائیں گے تو اسے شبہ نہیں ہوگا۔ اس کے جاسوس کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہم گاڈ فادر کی آنکھوں میں بیٹھ کر یہاں سے جائیں گے۔"

ہم فرانس اور اٹلی کے درمیان چلنے والی ٹرین میں سوار ہوگئے۔ یہ ٹرین ہمیں دوسرے دن روم پہنچانے والی تھی۔ یہ وقت ضائع کرنے والا سفر تھا لیکن ضروری خیال خوانی کے لئے یہ سفر مناسب تھا۔ میں سیکریٹری کے ذریعے ایسے اہم افراد تک پہنچ گیا جو گاڈ فادر کے بڑے با اعتماد اور وفادار تھے اور ہر ملک میں پھیلی ہوئی یہودی تنظیموں کو کنٹرول کرتے تھے۔ اتنے با اعتماد اور وفادار ہونے کے باوجود انہوں نے گاڈ فادر کا اصلی چہرہ اور اصلی آواز نہیں سنی تھی۔

وہ سات وفادار تھے۔ کچھ عرصہ پہلے تک وہ گاڈ فادر کے بیوی بچوں سے ملتے رہے تھے۔ ان کی گھریلو تقریبات میں شریک ہوتے رہے تھے۔ گاڈ فادر سے بھی ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں لیکن وہ ہر میٹنگ میں مختلف چہروں کے ساتھ آتا تھا۔ سات وفادار اسے کوڈ ورڈز کے ذریعے پہچانتے تھے پھر اچانک ہی اس نے بیوی بچوں کو کسی دوسرے ملک میں بھیج دیا اور یہ کہہ دیا کہ آئندہ وہ کسی میٹنگ میں خود نہیں آئے گا۔ کسی خفیہ پناہ گاہ سے ٹی وی کے ذریعے اہم معاملات پر گفتگو کیا کرے گا۔

اس نے وفاداروں کو بتایا کہ فرہاد علی تیمور سے ٹھن گئی ہے۔ جب تک اس کا کام تمام نہ ہو جائے اس کے وفاداروں کو بھی منظر عام پر نہیں آنا چاہئے۔ وہ سب اپنے طور پر بہت محتاط تھے۔ گاڈ فادر سے بہت کم رابطہ ہوتا تھا لیکن اس کے سیکریٹری سے فون پر یا ٹرانسیٹر پر رابطہ کرنا پڑتا تھا۔ ان کی ایسی ہی مجبوریوں کے باعث میں ساتوں وفاداروں کے اندر جگہ بنا چکا تھا۔

ان میں سے ایک وفادار کا نام انتونی پاؤلیا تھا۔ وہ پاکستان کی مافیا تنظیم کا انچارج تھا اور وہاں کے آئرن مین راجا صفدر علی کو مشکل حالات میں گائیڈ کرتا تھا۔

منزل تک پہنچنے کے لئے راستے تلاش کئے جائیں تو کوئی نہ کوئی راستہ ضرور ملتا ہے۔ انتونی پاؤلیا کو گاڈ فادر نے حکم دیا تھا کہ وہ لاہور جائے۔ جب تک راجا صفدر روپوش رہے گا' اس کی جگہ انتونی پاؤلیا اہم فرائض ادا کرے گا۔ وہ حکم کی تعمیل کے لئے رات کی ایک فلائٹ سے جا رہا تھا۔ میں نے سونیا کو اس کے متعلق بتایا۔ وہ بولی "یہ اچھا موقع ہے' تم انتونی پاؤلیا بن کر جاؤ۔"

"وہ آج رات کی فلائٹ سے جا رہا ہے اور ہم کل روم پہنچیں گے۔ آج اسے جانے سے روکنا ہوگا۔"

شام ہو رہی تھی۔ وہ جانے کی تیاریاں کرچکا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پیٹ خراب کرنے والی دوا کھلادی۔ وہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے ٹوائلٹ میں جانے لگا۔ ایک گھنٹے میں ہی اس کی حالت اتنی خراب ہوگئی کہ بیڈ روم سے ٹوائلٹ جانے کی ہمت نہ رہی۔ تنظیم کے خاص ڈاکٹر نے اسے دوائیں دیں لیکن میں نے ان دواؤں کو اس کے حلق تک پہنچنے نہیں دیا۔ جب فلائٹ کا وقت گزر گیا تو میں نے اسے دوا کھانے کا موقع دیا۔

بے چارے کی حالت خراب ہوگئی تھی مگر قدرے آرام آگیا تھا۔ میں نے آدھی رات کے بعد اس پر عمل کرکے اسے اپنا تابعدار بنالیا۔ ہم دوسری صبح روم پہنچے' ایک ہوٹل میں کمرا لیا۔ پھر

نے انتونی پاؤلیا کو بڑی رازداری سے اپنے پاس بلایا۔ وہ اپنی بچھ تصویریں لایا تھا۔ میں نے آئینے کے پاس میک اپ کا سامان در تصویریں رکھیں پھر اپنے چہرے پر تبدیلی کرنے لگا۔ دوسری طرف سونیا' انتونی کے چہرے کو تبدیل کرنے لگی تھی۔

ہم نے اطمینان سے میک اپ کیا۔ کوئی جلدی نہیں فی۔ میک اپ کے دوران انتونی کے پاکٹ ٹرانسیٹر پر کال موصول وئی۔ میں نے انتونی کی جیب سے ٹرانسیٹر نکالا' اسے آپریٹ کیا۔ پھر کوڈ ورڈز کے جواب میں کوڈ ورڈز ادا کئے۔ میں نے پچھلے ارہ گھنٹوں میں اس سے تعلق رکھنے والی ہر چھوٹی بڑی بات معلوم کرلی تھی۔ دوسری طرف سے گاڈ فادر پوچھ رہا تھا "ویل انتونی! بھی اطلاع ملی کہ تم پچھلی رات بیمار ہوگئے تھے' اب کیسے ہو؟"

"تھینک یو فادر! اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"اگر سفر نہ کرنا چاہو تو پاکستان جانے کا پروگرام کینسل کردو۔"

"میں بالکل ٹھیک ہوں' کسی پریشانی کے بغیر سفر کرسکتا ہوں۔ جناب عالی! مجھے ضرور جانا چاہئے۔ ورنہ راجا صفدر ہزار حفاظتی انتظامات کے باوجود فرہاد سے خوفزدہ ہوگا اور خوف وہراس میں دوسرے کئی کام بگاڑ دے گا۔"

"درست کہتے ہو ٹھیک ہے' آج ہی یہاں سے روانہ ہوجاؤ۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ میں نے ٹرانسیٹر آف کرکے اپنے پاس رکھ لیا۔ دو گھنٹے میں میرے سامنے میں کھڑا تھا۔ یعنی سونیا نے اسے فرہاد بنادیا تھا۔ ویسے میں اور سونیا اصلی چہروں کے ساتھ یہاں نہیں آئے تھے۔ جس روپ میں آئے تھے سونیا اسی روپ میں انتونی پاؤلیا کو لے آئی تھی اور میں آئینے کے سامنے مکمل انتونی پاؤلیا بن چکا تھا۔

میک اپ کے بعد میں نے انتونی کو سلادیا۔ اس پر دوبارہ عمل کرکے یہ ذہن نشین کردیا کہ وہ فرہاد ہے۔ چہرہ بدل کر سونیا کے ساتھ آیا ہے اور وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گا۔ اسے ضروری ہدایات دینے کے بعد میں نے سونے کے لئے چھوڑ دیا پھر سونیا سے کہا "ہم ساتھ رہنا چاہتے تھے لیکن یہ کمبخت انتونی تنہا جا رہا تھا اس کے ساتھ کوئی عورت ہوتی تو تم بھی ساتھ چلتیں۔"

وہ بولی "کوئی بات نہیں' تم اطمینان سے جاؤ' میں یہاں گاڈ فادر کو دن میں تارے دکھاؤں گی۔"

میں اس سے رخصت ہو کر انتونی پاؤلیا کی کوٹھی میں آیا۔ گاڈ فادر کے ساتوں وفادار بڑی شاہانہ... زندگی گزارتے تھے۔ اس نے شادی نہیں کی تھی۔ درجنوں لڑکیاں اس کی خدمت کے لئے دن رات کوٹھی میں موجود رہتی تھیں۔ اب وہ میری خدمت کے لئے حاضر ہونے لگیں' میں نے کہا "میں تنہائی چاہتا ہوں' کوئی میرے کمرے میں نہ آئے۔"

میں دروازہ بند کرکے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ وہاں آرام و آسائش کا ہر سامان موجود تھا۔ اس کمرے کی تعمیر اس طرح ہوئی تھی کہ چاروں طرف شیشوں کی دیواریں تھیں۔ پردے ہٹا کر تین اطراف میں کوٹھی کے اندرونی حصے دیکھے جاسکتے تھے اور ایک طرف سے باہر کا نظارہ کیا جاسکتا تھا۔ کسی خطرے کے وقت ایک بٹن دبانے سے لوہے کی سلائیڈنگ دیواریں شیشوں کی دیواروں کو چھپادیتی تھیں۔ کوئی اندر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اندر آنہیں سکتا تھا۔ بندوق کی گولیاں بھی لوہے کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس ہوجاتی تھیں۔

میں نے ایک جگہ بیٹھ کر سونیا کو بتایا کہ انتونی پاؤلیا کی کوٹھی میں خیریت سے ہوں' وہ بولی "محتاط رہنا' اور مجھ سے رابطہ رکھنا۔ انتونی نیند سے بیدار ہوگا تو میں خوبی عمل کا ردِعمل دیکھوں گی اور تمہیں بتاؤں گی۔"

میں سونیا کے پاس آکر راجا صفدر کے خاص ماتحت کے پاس پہنچ گیا۔ جب میں نے پہلی بار اس کی آواز سنی تھی' تب ہی اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کیا تھا اور راجا صفدر کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ کہیں روپوش رہتا ہے۔ اپنے خاص ماتحت کی باتیں فون پر سنتا تھا اور گونگا بن کر رہتا تھا۔ کاغذ پر اپنا جواب لکھ کر بھیجتا تھا۔

خاص ماتحت کو فون نمبر معلوم تھا۔ فون نمبر کے ذریعے معلوم کیا جاسکتا تھا کہ وہ کس علاقے میں ہے اور ٹیلیفون ایکسچینج کے کسی افسر کے ذریعے وہ کوٹھی بھی معلوم کی جاسکتی تھی جہاں وہ فون لگا ہوا تھا۔ ویسے وہ اپنی قبر میں بھی جاکر چھپ جاتا تو میں لاہور پہنچ کر اسے باہر نکال کر پھر قبر میں پہنچانے والا تھا۔

اس کے دو نوجوان بیٹے تھے' وہ دونوں بیٹوں کے ذریعے بہت زبردست سیاسی کھیل کھیلا کرتا تھا۔ اسے اسمبلی میں جانے اور اپنی حکومت بنانے کا شوق نہیں تھا۔ وہ صرف سیاست دانوں سے سودے بازی کرتا تھا اور حکمرانوں کے لئے سیاسی مشکلات پیدا کرتا تھا۔

اس کا ایک بیٹا یونیورسٹی میں اسٹوڈنٹس یونین کا لیڈر تھا۔ پچھلے چار برس سے بی اے میں فیل ہوتا آرہا تھا۔ راجا صفدر اتنے اونچے ذرائع کا مالک تھا کہ اسے تعلیم کے بغیر ہی ایم اے آنرز کراسکتا تھا لیکن بیٹے کو طلبا کا لیڈر بنائے رکھنے کے لئے اس کا فیل ہوتے رہنا ضروری تھا۔

اس اسٹوڈنٹس یونین میں برائے نام طلبا تھے۔ جرائم پیشہ جوان زیادہ تھے۔ راجا صفدر ہر طالب علم کو اچھی خاصی رقم دیتا تھا۔ ضرورت کے وقت ہتھیار اور گاڑیاں بھی دیا کرتا تھا۔ جو حکومت اس کے خلاف ایکشن لینا چاہتی' وہ طلبا تنظیموں کی طرف سے ہنگامے شروع کرادیتا تھا۔ حکومت ایک طرف اپوزیشن سے

پریشان رہتی ہے دوسری طرف سرحدوں پر خطرات منڈلاتے رہتے ہیں۔ چھوٹی بڑی سیاسی جماعتیں بھی دردِ سر بنی رہتی ہیں۔ ایسے میں راجا صفدر مشکلات کی انتہا کردیتا تھا۔ حکومت اسی میں بہتری سمجھتی تھی کہ راجا صفدر کے جرائم کو نظرانداز کرے اور اسے کچھ مراعات دے کر خاموش کردے۔

راجا صفدر کے دوسرے بیٹے نے بے روزگار جوانوں کی ایک ملک گیر تنظیم قائم کی تھی۔ ان بے روزگار جوانوں کو شرمناک روزگار نہیں ملتا تھا۔ انہیں پہلے چھوٹی موٹی وارادات کی ٹریننگ دی جاتی تھی۔ مثلاً کاریں اور موٹر سائیکلیں چرانا' اسکول کے بچوں کو اغوا کرکے تاوان وصول کرنا۔ اس کے بعد راتفل شوٹنگ اور بینک ڈکیتی وغیرہ کی ٹریننگ دی جاتی تھی۔

اپوزیشن والے ان جوانوں کی خدمات حاصل کرتے تھے تاکہ موجودہ حکومت پر بدامنی اور بدانتظامی کا الزام لگاسکیں یہ حکومت ان الزامات سے بچنے کے لئے راجا صفدر کو زیادہ مراعات اور زیادہ اختیارات دینے پر مجبور ہوجاتی تھی۔ اس طرح راجا صفدر کبھی اپوزیشن سے اور کبھی صاحبانِ اقتدار سے دولت اور ناجائز اختیارات حاصل کرتا رہتا تھا۔ حکمران نہ ہوتے ہوئے بھی ہر دور میں حکومت کرتا رہتا تھا۔ اور یہ سب کچھ وہ اپنی تنظیم کی گود میں بیٹھ کر کرتا تھا۔ اسرائیلی حکام اور یہودی تنظیم کے افراد بہت خوش تھے' پاکستان میں یہ سلسلہ جاری رکھنے کے لئے وہ اس تنظیم کو ڈالر' ہتھیار' گاڑیاں اور طیارے فراہم کرتے تھے۔

میں دو گھنٹے تک معلومات حاصل کرتا رہا پھر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ راجا صفدر بہت طاقت حاصل کرچکا تھا۔ ایک طرح سے پاکستان میں ایسا سپرمین بن گیا تھا جو سیاسی طاقت سے نپٹا نہیں جاسکتا تھا۔ قانون کی قوت سے گرفتار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مملکتِ خداداد میں کوئی ایسی گولی نہیں بنی تھی جو اس کی کھوپڑی میں اتر جاتی۔ بڑی بڑی وردیوں والے اسے سلام کرتے تھے۔ اور یہی ہمارے لئے شرم کی بات ہے۔ ہمارے ملک کے قانونی محافظ' مجرموں کو سلام کرتے ہیں۔ ایسے ملکوں میں جرائم کا بول بالا ہوتا ہے اور قانون صرف کتابوں میں رہ جاتا ہے۔

میں نے سونیا کو وہاں کے حالات بتائے' وہ بولی "جس ملک میں قانون نافذ کرنے والا ادارہ کمزور ہوگا اور قانون کے محافظ بزدل اور رشوت خور ہوں گے' وہاں ہمیشہ مجرم حکومت کرتے رہیں گے۔"

"ہماری زندگی میں ایسے زبردست اور چالاک مجرم آچکے ہیں' جو موت سے بچ جاتے تھے لیکن ہم سے بچ نہ سکے۔ راجا صفدر بھی میری ایک چٹکی میں آجائے گا۔ میں اسے کتے کی موت اس لئے ماروں گا کہ وہ میرے بہنوئی کا قاتل ہے لیکن اصل مجرم تو قانون کے محافظ ہیں اور بہت زیادہ اختیارات رکھنے والے بڑے لوگ ہیں جو راجا صفدر جیسے سپر مجرموں کی پرورش کرتے ہیں۔ میں وہاں رہ کر ایسے لوگوں کا مزاج درست کروں گا۔"

سونیا نے کہا "انتونی پاڑیلا بیدار ہوگیا ہے' خود کو ایک اجنبی روپ میں فرہاد سمجھ رہا ہے۔ میں گاڈ فادر سے نمٹنے کے بعد یہاں سے جاؤں گی۔ تم سلمان کو اس کے چھ وفاداروں کے دماغوں میں پہنچادو۔ ساتواں انتونی میرے پاس ہے۔ ہم جس ملک میں رہتے ہیں وہاں ان لوگوں نے تخریبی کارروائیوں کی دھمکیاں دی تھیں۔ آئندہ ان کی نسلیں بھی دھمکیاں دینا بھول جائیں گی۔"

میں نے روانگی سے پہلے سلمان کو گاڈ فادر کے تمام وفاداروں کے پاس پہنچادیا۔ جب طیارے نے وہاں سے پرواز کی تو میں راجا صفدر کے خاص ماتحت کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے راجا صفدر کے دونوں بیٹوں کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ پھر ان کے ذریعے پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ میں نے ہی اس کے نمبر ڈائل کرائے تھے۔ دوسری طرف سے راجا صفدر کا دوسرا بیٹا راجا افسر علی کہہ رہا تھا "ہیلو جناب! میں راجا افسر بول رہا ہوں' پتا نہیں کیوں آپ کو بے اختیار فون کیا ہے۔ شاید یہ آپ کی محبت ہے۔"

"ہم پر تو اسی وقت محبت آتی ہے جب واردات کرنے جاتے ہو۔"

"آپ بڑی جلدی سمجھ لیتے ہیں؟"

"واردات کی نوعیت کیا ہے؟ اور وہ کس علاقے میں ہوگی۔"

"دیکھئے آپ نے ہمیں سمجھایا تھا کہ ہم نے فرہاد کے بہنوئی کو قتل کیا ہے اس لئے اتنی جلدی اس کوٹھی میں دوسری واردات نہ کریں اور میں نے کہا تھا کہ فرہاد کی بھانجی میرے دل میں سماگئی ہے' اسے اٹھالے جاؤں گا۔"

"میں پھر سمجھاتا ہوں۔ ابھی ایسی غلطی نہ کرو۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تنظیم کا ایک خاص بندہ انتونی پاڑیلا آرہا ہے۔ اسے آنے دو اور پہلے یقین کرلو کہ فرہاد کسی طرح بھی یہاں نہیں آسکے گا۔ اس کے بعد تم اس لڑکی کو۔۔۔"

"فرہاد کا باپ بھی یہاں نہیں آسکے گا۔ گاڈ فادر نے حکومتِ فرانس کو ایسی دھمکی دی ہے کہ انہیں دن میں تارے نظر آگئے ہوں گے۔ میں جسے اٹھانے جارہا ہوں' وہ ہر شام چار بجے کمپیوٹر کا کورس مکمل کرنے لبرٹی مارکیٹ جاتی ہے۔ آج شام وہ گھر واپس نہیں جائے گی۔ آپ گلبرگ تھانے والوں سے کہہ دیں' آج ادھر کوئی پولیس والا نہ جائے۔"

اعلیٰ افسر نے وعدہ کیا کہ چار بجے سے ایک گھنٹے تک ادھر کوئی پولیس والا نہیں رہے گا۔ پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے لیلیٰ کے پاس جاکر کہا "میرے پاس آؤ۔"

وہ آگئی۔ میں نے اسے راجا افسر کے دماغ میں پہنچاکر کہا "اس ذلیل کے ذریعے ان آدمیوں کے دماغوں میں پہنچو جو میری بھانجی ثمینہ کو اغوا کرنے والے ہیں' میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے اعلیٰ افسر کے پاس آکر اس کی سوچ میں کہا "میری بھی

ب جوان بیٹی ہے' مجھے خدا سے ڈرنا چاہئے۔ غنڈے مجھ سے
ازت لے کر کسی کی بیٹی کو اٹھالے جانا چاہتے ہیں اور میں قانون
حافظ ہو کر اجازت دے دیتا ہوں۔"

اس کی سوچ نے کہا "میں نے راجا افسر علی کو اغوا کرنے سے
کا تو اس کا باپ میری وردی اتروادے گا۔"

"اپنی وردی بچانے کے لئے کسی کی بیٹی کا سرنگا کررہے ہو۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "آج میرے اندر ضمیر کیوں بول رہا
ہے۔"

میں اس کی سوچ میں بولا "اس لئے کہ میں ایک جوان بیٹی کا باپ
ں۔"

"تو کیا ہوا؟ میری بیٹی آخر میری بیٹی ہے' کوئی ایری غیری نہیں
ہے۔ کوئی اسے میلی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ میں پچیس لاکھ روپے
ا جہیز دے کر اسے سسرال بھیجنے والا ہوں۔"

اس کے چور خیالات نے بتایا کہ بیٹی کی شادی پوری آن اور
ان کے ساتھ کرنے کے لئے اس نے تنظیم کے آرزن مین راجا
فدر سے تیس لاکھ روپے لئے تھے۔ اتنی رقم کے بدلے وہ راجا
فدر کے بڑے بڑے جرائم سے چشم پوشی کرتا تھا۔ اس رقم کے
وض میری بہن شاہینہ بیوہ ہوگئی تھی۔

میں معلومات حاصل کررہا تھا اور بڑے صبر سے غصہ برداشت
کررہا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے اس کی بیٹی شکیلہ کی آواز
نی۔ اس کے اندر یہ خواہش پیدا کی کہ وہ شاپنگ کے لئے لبرٹی
رکیٹ جائے گی۔ وہ باپ سے پوچھنا چاہتی تھی' میں نے اجازت
نے کا موقع نہیں دیا۔ وہ بے اختیار باہر آئی۔ پھر کار میں بیٹھ کر
رائیو کرتی ہوئی جانے لگی۔ میں نے اپنی مرضی کے مطابق اس کے
رادے کو سمجھا۔ پھر اس کے دماغ سے نکل کر شاہینہ کے پاس
یا۔ اس سے پوچھا "ثمینہ کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں ہے' کیا بات ہے بھائی جان' خیریت تو
ہے۔"

"فی الحال خیریت ہے' بچوں کو باہر نہ جانے دیا کرو۔"

"وہ کمپیوٹر کا کورس کرنے جایا کرتی تھی۔ میں نے حالات کے
یش نظر اسے گھر بٹھالیا ہے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا ہے' میں پھر آؤں گا۔"

"ذرا ایک منٹ۔ میں نے کمشنر صاحب سے درخواست کی
فی کہ پولیس افسران پر دباؤ ڈالیں اور میرے شوہر کے قاتل کو
رفتار کرائیں۔ کمشنر نے سخت لہجے میں کہا کہ میں فون کرکے اس
ا وقت برباد نہ کروں؟ آپ بتائیں بھائی جان' انصاف کہاں سے
ملے گا۔"

"انشاء اللہ دو چار گھنٹے میں انصاف ملے گا۔"

میں اعلیٰ افسر کی بیٹی شکیلہ کے پاس آیا۔ وہ لبرٹی مارکیٹ کی
طرف جارہی تھی۔ لیلیٰ نے میرے پاس آکر کہا "راجا افسر کے چار
غنڈے لبرٹی مارکیٹ پہنچ گئے ہیں اور ایک ویگن کار میں ثمینہ کا
انتظار کررہے ہیں۔"

میں نے کہا "لیلیٰ! ابھی میں نے غصے میں سوچا تھا کہ غنڈے
میری بھانجی ثمینہ کی جگہ اعلیٰ افسر کی بیٹی کو اٹھا کرلے جائیں گے'
میں نے چشمِ تصور میں دیکھا' غنڈے اغوا کرنے کے دوران اس
شریف لڑکی کے بدن کو چھو رہے ہیں اور بدتمیزی کررہے ہیں۔ ٹھیک
ہے وہ ظالم کی بیٹی ہے مگر ہے تو بیٹی ہی۔"

وہ بولی "آپ نے بہت اچھا کیا' جو غصہ پر قابو پالیا۔"

"آؤ ہم اس اعلیٰ افسر کی بیٹی کو شاہینہ کی کوٹھی میں لے چلیں'
اب میں دوسرا ڈراما پلے کروں گا۔"

میں نے شاہینہ کو بتایا کہ ایک لڑکی آرہی ہے۔ دروازہ کھلا
رکھو۔ اس نے پوچھا "وہ کون ہے؟"

میں نے اسے مختصر طور پر بتایا کہ کس طرح غنڈے ہماری ثمینہ
کو اغوا کرنا چاہتے تھے اور اب میں کس طرح منہ توڑ جواب دینے
والا ہوں۔

ہم شکیلہ کو شاہینہ کی کوٹھی کے اندر لے آئے۔ لیلیٰ نے اسے
بہت دور کار سے اتار دیا تھا۔ پیدل چلا کر کوٹھی میں لائی تھی پھر میں
نے اس کے دماغ میں کہا "شکیلہ! میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے
تمہارے اندر بول رہا ہوں۔"

وہ پریشان ہوکر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ شاہینہ نے نفرت
سے کہا "تمہارا باپ بہت بڑا افسر ہے اور بہت بڑا دلال ہے۔
دوسروں کی بیٹیوں کو اغوا کراتا ہے۔ آج اس کی یہ بیٹی اغوا ہوکر
یہاں آگئی ہے۔"

شکیلہ نے بڑے غور سے کہا "تم سب کی شامت آگئی ہے'
میرے ڈیڈی کو معلوم ہوگا تو تمہارے پورے خاندان کو خاک میں
ملادیں گے۔"

وہ ٹیلی فون کی طرف جانے لگی۔ میں نے اسے جانے دیا۔ وہ
ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی پھر ایک سے لے کر صفر تک
بار بار ڈائل کرتی گئی۔ سوچ رہی تھی کہ ایسا کیوں کررہی ہے۔ مگر
بے اختیار کرتی چلی جارہی تھی۔

شاہینہ اور اس کے جوان بچے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ گھبرا
کر بولی "یہ میں کیا کررہی ہوں؟ میری انگلی میں درد ہونے لگا ہے
پھر بھی میں ڈائل کرتی جارہی ہوں' یہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟"

میں نے کہا "تمہارے ساتھ ٹیلی پیتھی ہورہی ہے۔ میں
تمہیں حکم دیتا ہوں' ابھی باپ سے رابطہ نہ کرو۔"

"میں ضرور کروں گی۔"

میں نے اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ اس کے حلق سے چیخ
نکل گئی۔ ہاتھ سے ریسیور گر گیا۔ وہ چکرا کر گرنے والی تھی۔ شاہینہ
نے اسے تھام لیا۔ ثمینہ بھی اسے سہارا دے کر صوفے پر لے
آئی۔ میں نے اسے معمولی سا جھٹکا دیا تھا۔ اس پر اس کی آدھی

جان نکل گئی تھی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ مر چکی ہے۔ اسی لئے آنکھوں کی روشنی بجھ گئی ہے۔ سر کے اندر پھوڑے کی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔

میں نے کہا "خدا فرعون پر بھی ایسا وقت لاتا ہے' جب اس کی تمام تر طاقت اور حکمرانی اس کے کسی کام نہیں آتی۔ تمہارا باپ پولیس ڈیپارٹمنٹ کا بڑا باپ ہو سکتا ہے۔ کچھ مجبوروں اور لاچاروں کی تقدیر اس کی مٹھی میں ہو سکتی ہے لیکن اس کی اپنی تقدیر کاتبِ تقدیر کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تم یہاں بے بسی سے ایڑیاں رگڑ کر مر جاؤ گی اور تمہارے بااختیار باپ کو خبر تک نہ ہوگی۔ بولو ایسی موت منظور ہے؟"

وہ خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے بولی "نہیں نہیں' میں مرنا نہیں چاہتی۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو۔"

"جو لڑکیاں اغوا کی جاتی ہیں۔ ان کی عزت لوٹ لی جاتی ہے۔ خدا کا شکر کرو۔ تمہاری عزت محفوظ ہے اور جان سلامت ہے۔ میرے حکم کی تعمیل کرتی رہو گی تو جلد ہی تمہیں آزاد کر دوں گا۔"

"تم جو کہو گے' وہ کروں گی۔"

"نہیں کرو گی تو پھر دماغ میں زلزلہ پیدا ہو گا۔ اٹھو اور اپنے باپ کا نمبر ڈائل کرو۔"

وہ اپنا سر تھام کر صوفے سے اٹھ گئی۔ ٹیلی فون کے پاس آئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ جیسے ہی رابطہ قائم ہوا وہ میری مرضی کے مطابق یوں ہانپنے لگی جیسے بہت دور سے دوڑتی آ رہی ہو۔ پھر وہ بولی "ہیلو ڈیڈی! میں شکیلہ بول رہی ہوں۔ لبرٹی مارکیٹ کی ایک دکان سے فون کر رہی ہوں۔ غنڈے میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ میں بھاگتی ہوئی یہاں آ کر فون کر رہی ہوں۔ فار گاڈ سیک' آپ جلدی آئیں۔"

"میں ابھی آ رہا ہوں۔ تم ان غنڈوں کو اچھی طرح پہچانو میں انہیں جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

"ڈیڈی! آپ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ وہ راجا افسر علی ہے' اس کے ساتھ تین غنڈے....."

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر چیخ ماری پھر کہا "ڈیڈی! وہ آ رہا ہے۔ دکان کے اندر آ رہا ہے۔ اے خبردار! میرے قریب نہیں آنا۔ چھوڑو' چھوڑو مجھے....."

شکیلہ نے پھر ایک چیخ مار کر فون بند کر دیا۔ میں نے شاہینہ سے کہا "اب اس کا باپ انگاروں پر لوٹ رہا ہو گا۔"

"بھائی جان! آپ نے بہت اچھا کیا ہے۔ راجا افسر اور اس کے باپ کا نمک کھانے والا پولیس افسر اب اپنی بیٹی کے لئے ان کا دشمن بن جائے گا۔"

میں نے کہا "تم کمشنر کو فون کرو۔ دوسری طرف کی آواز سن کر کچھ نہ کہنا۔ فون بند کر دینا۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ دوسری طرف سے گفتگو سنتے ہی ریسیور رکھ دیا۔ میں اس بولنے والے کے دماغ میں آیا۔ پھر اس کے ذریعے کمشنر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اوپر سے احکامات صادر ہوئے تھے کہ شاہینہ کے شوہر کے مرڈر کیس کو دبا دیا جائے اور جھوٹی تسلیاں دی جائیں کہ قاتل گرفتار کرنے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے۔

کمشنر کے دو بیٹے تھے۔ ایک بیٹا امریکا میں ہے دوسرا بھی اوپر کی کمائی سے امریکا جانے والا تھا۔ باپ بیٹوں کا یہ نظریہ تھا کہ پاکستان میں جتنی اندھی کمائی ہاتھ آئے اس کے ذریعے یورپ اور امریکا میں اپنا ٹھکانا بنا لو اور کاروبار کر لو۔ پاکستان کا کوئی ٹھیک نہیں ہے یہ ملک (خدانخواستہ) رہے یا نہ رہے۔ اپنا مستقبل سنوار لینا چاہئے۔

چوری' ڈکیتی' اسمگلنگ اور رشوت کے ذریعے دولت حاصل کرنے والے وطن عزیز کے متعلق ایسے ہی منفی خیالات رکھتے ہیں۔ اگر ایسے منفی خیالات نہ ہوں اور نیک جذبات ہوں تو یہ لوگ کبھی اپنے وطن میں لوٹ کھسوٹ نہ کریں لیکن ان پر کلام پاک کی ہدایات کا اثر نہیں ہوتا۔ کبھی ان کا ضمیر انہیں ملامت نہیں کرتا کیونکہ انہیں سزا پانے کا خوف نہیں رہتا۔ ان کی اونچی کرسی ہر محاسبہ کا عمل روک دیتی ہے۔ ہر ملنے والی سزا کا رخ موڑ دیتی ہے۔

میں اس کے دوسرے بیٹے عمران کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بھی شاہینہ کے پاس لے آیا۔ وہ بھی باپ کے اونچے عہدے کی بنا پر اکڑ رہا تھا۔ میں نے وہی عمل کیا جو شکیلہ پر کیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے اور گڑگڑانے لگا' میں نے کہا "آرام سے اس کوٹھی میں رہو' باہر جانے کی حماقت کرو گے تو حرام موت مرو گے۔"

پھر میں نے لیلیٰ سے کہا "شکیلہ اور عمران کے دماغوں میں موجود رہو۔ کسی ضروری کام سے جاؤ تو سلطانہ کو ان کے پاس پہنچا دینا۔ ان سے ذرا دیر کے لئے بھی غافل نہ ہونا۔"

میں نے شکیلہ کے افسر باپ کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ ایک پولیس انسپکٹر اور سپاہیوں کے ساتھ راجا افسر کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اسے دھمکیاں دے رہا تھا "اگر تم نے ابھی اسی لمحہ میں میری بیٹی کو حاضر نہ کیا تو میں تمہارے باپ کا لحاظ نہیں کروں گا۔ تمہیں ناردچ سیل میں لے جاؤں گا اور تم جانتے ہو کہ وہاں کیسی ناقابلِ برداشت اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں۔"

وہ قسمیں کھا رہا تھا کہ اس نے شکیلہ کو اغوا نہیں کیا ہے لیکن قسمیں ناقابلِ اعتبار تھیں کیونکہ شکیلہ نے فون پر باپ سے کہا تھا کہ راجا افسر غنڈوں کے ساتھ اسے پکڑنے آ رہا ہے۔

راجا افسر نے باپ سے رابطہ کیا۔ باپ کے خاص ماتحت نے کہا "آفیسر! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے یا کوئی دشمن ہمارے خلاف ایسی چالیں چل کر ہمیں آپس میں دشمن بنا رہا ہے۔"

افسر نے گندی گالیاں دیتے ہوئے کہا "سؤر کے بچے! میں تم سے نہیں راجا صفدر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ مائی باپ ہیں' گالیاں دے سکتے ہیں لیکن راجا صاحب کسی سے بات نہیں کریں گے۔ جب تک فرہاد کا خطرہ منڈلاتا رہے گا' وہ روپوش رہیں گے۔ میں راجا صاحب کی طرف سے کہہ رہا ہوں' اگر آپ نے کسی ثبوت کے بغیر چھوٹے راجا صاحب کو گرفتار کیا یا کوئی تکلیف پہنچائی تو ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچ لیں۔ آج تک کسی دورِ حکومت میں کسی بھی قانون کے محافظ نے راجا صاحب کے ایک معمولی ملازم کو بھی ہتھکڑی نہیں پہنائی۔ آپ نے کوئی نادانی کی تو۔ تو آگے کچھ کہا نہیں جائے گا کر دکھایا جائے گا۔"

اعلیٰ افسر نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ زخمی درندے کی طرح گہری گہری سانسیں لے کر سوچنے لگا "تنظیم کے سائے میں یہ باپ بیٹے اژدہے کی طرح ہم سے لپٹے ہوئے ہیں۔ مجھے اوپر سے ان کی گرفتاری کا وارنٹ حاصل کرنا ہو گا۔"

وہ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں نے کمشنر کے پاس آ کر معلوم کیا کہ اسے کس اعلیٰ عہدے دار نے میرے بہنوئی کے مرڈر کیس کو دبانے کا حکم دیا تھا۔ پتا چلا وہ صوبے کا ایک سیکریٹری ہے۔ میں کمشنر کے ذریعے صوبائی سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے ڈرائنگ روم میں تھا۔ اس کے سامنے ایک صوفے پر صوبہ سندھ کا ایک سیکریٹری بیٹھا ہوا تھا یعنی دو صوبوں کے دو سیکریٹریز ایک جگہ تھے۔ ملکی سیاست پر تبادلۂ خیال کر رہے تھے۔ مجھے سیاست سے دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے ایک کی زبان سے سوال کیا۔ "ہم جرائم پیشہ افراد کو چھوٹ کیوں دیتے ہیں جبکہ ہم بہت بااختیار ہیں۔"

دوسرے نے کہا "یہ غلط اور زبردست قسم کے لوگ ہمارے خلاف اٹھنے والی آوازوں کو کچل دیتے ہیں۔ ہمارے اقتدار کی عمر بڑھاتے رہتے ہیں۔"

ایک صوبائی سیکریٹری نے کہا "اگر یہ غلط عناصر کبھی ہمارے خلاف ہو جائیں تو؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو' ان غلط لوگوں کو ہم سے بڑے بڑے فائدے پہنچتے ہیں۔ اسی لئے ہم پر برا وقت آئے تو یہ ہماری حمایت میں ملک گیر تحریک چلاتے ہیں۔ ہمارے اقتدار کی حفاظت کرتے ہیں۔"

میں نے ایک کی زبان سے کہا "لیکن کبھی ایسا بھی برا وقت آتا ہے جب غنڈے' اسمگلر اور ملک دشمن عناصر بھی ہماری حفاظت نہیں کرتیں' ہمارا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔"

"ایسا برا وقت کبھی نہیں آئے گا۔"

"آ چکا ہے' دیکھو تم ابھی عبرتناک انجام کی طرف جا رہے ہو۔"

دوسرا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں گیا۔ ایک الماری سے بھرا ہوا ریوالور نکال کر جیب میں رکھا' بیوی نے پوچھا "یہ ریوالور لے کر کہاں جا رہے ہیں؟"

وہ ڈانٹ کر بولا "میں نے ہزار بار کہا ہے' باہر کے معاملات نہ پوچھا کرو' ہٹ جاؤ میرے سامنے سے۔"

وہ اسے ایک طرف دھکا دے کر ڈرائنگ روم سے گزر کر جانے لگا۔ دوسرے سیکریٹری نے پوچھا "کیا بات ہے؟ تم مجھے چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ باہر کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اسے بھی شاہینہ کے پاس پہنچا دیا۔ سلطانہ اور سلمان کو بھی بلا لیا کیونکہ وہاں تین قیدی ہو گئے تھے اور تینوں کو ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں رکھنا ضروری تھا۔

شکیلہ کا افسر باپ راجا افسر کی شکایت کرنے کمشنر کے پاس آیا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "میری جوان بیٹی کو کچھ ہو گیا تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔ پلیز آپ کچھ کریں۔"

کمشنر نے کہا "یہ باپ بیٹے اب ہماری عزتوں پر ہاتھ ڈالنے لگے ہیں لیکن میں مجبور ہوں۔ بڑے لوگوں کے حکم کے بغیر ہم ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

ایک ملازم ان کے سامنے چائے لے کر آیا۔ میں نے کمشنر کو اسے مخاطب کرنے پر مائل کیا پھر ملازم کی آواز سن کر اس کے اندر آ کر بولا "ضمیر فروش عہدے داروں کی موت آ گئی ہے۔ میں فرہاد علی تیمور تم دونوں سے مخاطب ہوں۔"

کمشنر نے غرا کر کہا "کیا بکتے ہو؟ دماغ چل گیا ہے؟ گیٹ آؤٹ۔"

"دماغ تو تم لوگوں کا چلنے والا ہے۔ مجھے ملازم سمجھ کر باہر نکالو گے تو میں تمہارے دماغوں کے اندر آ جاؤں گا۔"

وہ دونوں پریشان ہو کر ملازم کو دیکھنے لگے۔ میں نے شکیلہ کے باپ سے کہا "تمہاری بیٹی کو میں نے اغوا کیا ہے۔ راجا افسر کے ساتھ اس لئے الجھایا کہ تم نے میری بھانجی کو اغوا کرنے کی اجازت دی تھی' میں نے سوچا تھا' تمہارے منہ پر جوتا پڑے گا اور آئندہ تم قانون کی وردی پہن کر غیر قانونی حرکتیں نہیں کرو گے۔ دوسروں کی بیٹیوں کو بھی اپنی بیٹیاں سمجھو گے لیکن تمہارے ضمیر نے آنکھ نہیں کھولی۔ تم صرف اپنی بیٹی کی بازیابی کے لئے فکرمند ہو۔"

پھر میں نے کمشنر سے کہا "میں نے تمہارے جوان بیٹے عمران کو بھی اغوا کیا ہے۔ تم اسے دنیا جہان میں ڈھونڈتے پھرو گے۔ وہ نہیں ملے گا۔ جو میرے شکنجے میں آ جاتا ہے' اسے صرف شرافت سے ہی واپس حاصل کیا جا سکتا ہے ورنہ اسے موت لے جاتی ہے۔"

وہ دونوں گھبرا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ایک اپنے بیٹے کو اور

دوسرا اپنی بیٹی کو پوچھ رہا تھا۔ میں نے کہا "صرف اتنا ہی نہیں، میں نے سیکریٹری کو بھی غائب کردیا ہے۔"

وہ دونوں یوں سہم گئے جیسے انہیں بھی غائب کرنے آیا ہوں۔ میں نے کہا "تم دونوں کو اس لئے آزاد چھوڑ دیا ہے کہ اپنے بیٹے اور بیٹی کا ماتم کرو گے اور ان کے ساتھ سیکریٹری کو بھی رہائی دلانے کے لئے اپنے تمام ذرائع استعمال کرو گے؟"

"کیا تم اس ملک میں پہنچ گئے ہو؟"

"میں دنیا کے ہر ملک میں پاسپورٹ کے بغیر خیال خوانی کے ذریعے پہنچ جاتا ہوں۔ اپنے مطلب کی بات کرو، بیٹے اور بیٹی کو واپس چاہتے ہو؟"

"ہاں فرہاد بھائی! تمہاری بڑی مہربانی ہوگی۔"

"تم مجھ پر مہربانی کرو۔ میں تم پر کروں گا۔ غنڈوں کے ساتھ بھی تمہاری اسی طرح سودے بازی ہوتی ہے؟"

"جی ہاں، جی ہاں۔ تم ہم سے جو فائدہ چاہو حاصل کرلو، ہمارے بچوں کو رہا کردو۔"

"ایک بات یاد رکھو، تمہارے بچے صرف چار گھنٹے تک زندہ رہیں گے اگر تم لوگوں نے میرے احکامات کی تعمیل نہ کی تو تمہیں ان کی لاشیں ملیں گی۔"

"ایسا نہ کہو، اپنا مطالبہ پیش کرو۔"

"بالکل جائز مطالبہ ہے۔ چار گھنٹے کے اندر میرے بہنوئی کے قاتل کو گرفتار کرو۔"

"یہ اتنی جلدی ممکن نہیں ہے۔"

"اتنی جلدی تمہارے بچوں کی موت تو ممکن ہے۔"

"پلیز ہماری مجبوری سمجھو۔"

"تمہاری مجبوری سمجھ کر ہی سیکریٹری صاحب کو بھی قیدی بنایا ہے۔ تم دونوں اس کے احکامات کی تعمیل کرتے تھے۔ اب اسے رہائی دلانے کے بہانے تم اس سے بھی بڑے عہدیداروں تک پہنچ سکتے ہو۔ قاتل کو گرفتار کرنا کتنا آسان ہے، یہ تمہارے بچوں کی متوقع موت سمجھائے گی۔"

"ٹھیک ہے، ہم قاتل کو گرفتار کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ تم چار گھنٹے کی مہلت بڑھادو۔"

"ایک سیکنڈ کی مہلت نہیں ملے گی۔ اس وقت تمہاری گھڑی میں چھ بج رہے ہیں، قاتل گرفتار نہ ہوا تو ٹھیک دس بجے تم دونوں کو اپنے پیاروں کی لاشیں ملیں گی۔ خون کا بدلہ خون ہوگا۔ قاتل کا خون بہے گا یا قاتل کو چھپانے والوں کا۔"

ان میں سے ایک فون کی طرف گیا۔ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے والا تھا، میں نے کہا "میری ایک بات یاد رکھو۔ میری بہن کی کوٹھی کے احاطے میں کوئی غنڈا یا کوئی پولیس والا قدم نہیں رکھے گا۔ اپنے افسروں اور سپاہیوں سے کہو، وہ کوٹھی کے سامنے ہیڈ لائٹس وغیرہ کے ساتھ پہنچ جائیں۔ قانون کے بڑے بڑے محافظوں سے کہو اگر وہ سیکریٹری کی سلامتی چاہتے ہیں تو میری بہن کے دروازے پر حاضر ہوجائیں۔"

وہ دونوں فون کے پاس بیٹھ گئے اور متعلقہ عہدیداروں سے جلدی جلدی رابطہ کرنے لگے۔ میں نے لیلیٰ، سلطانہ اور سلمان کے پاس آکر کہا "کھیل شروع ہوچکا ہے۔ تم تینوں ان تین برقعاپوں کے اندر الرٹ رہو۔ ابھی بڑے بڑے طرّم خان کوٹھی کے باہر آنے والے ہیں۔ کسی کو احاطے کے اندر آنے کی اجازت نہ دینا۔ میں تمہارے پاس آتا جاتا رہوں گا۔"

میں دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہوگیا۔ اسپیکر کے ذریعے کہا جارہا تھا کہ ہم حفاظتی بیلٹ باندھ لیں۔ ہمارا طیارہ کراچی ایئرپورٹ پر اترنے والا ہے۔ میں کراچی سے ڈیڑھ یا دو گھنٹے میں لاہور پہنچنے والا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد دشمنوں کے پاس صرف دو گھنٹے کی مہلت رہ جاتی۔ میرے دیئے ہوئے چار گھنٹے ختم ہوجاتے۔ پھر؟

پھر پانچویں گھنٹے کے پہلے منٹ میں قاتل راجا صفدر علی گرفتار ہوتا۔ ایسا نہ ہونے پر میں اپنی بہن کے دروازے پر ایک ایسی عدالت قائم کرنے والا تھا جس میں بڑے عہدے داروں کو سزا پاتے دیکھ کر آئندہ ہر بھائی اپنی بہن کے دروازے پر حیا پرور عدالت قائم کرنے کا حوصلہ پیدا کرلے گا۔

یہودی تنظیم کے آئرن مین راجا صفدر علی کو اپنی زندگی سکڑتی اور مختصر ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ٹیلی پیتھی کتنی بری بلا ہوتی ہے۔ فرہاد پاکستان میں قدم نہیں رکھے گا پھر بھی موت اس کے لئے اور اس کے غنڈے بیٹوں کے لئے لازمی ہوجائے گی۔

اس نے ایک معمولی سی بات پر میرے بہنوئی کو قتل کیا تھا۔ بات یہ تھی کہ وہ میرے بہنوئی کی فیکٹری خریدنا چاہتا تھا۔ اس فیکٹری کی آڑ میں غلط دھندے کرنا چاہتا تھا۔ میرے بہنوئی نے اسے فروخت کرنے سے انکار کردیا تھا، اسے پارٹنر بنانے سے بھی انکار کردیا تھا۔ تب راجا صفدر علی نے کہا "میں پہلے شرافت سے کام نکالتا ہوں۔ کام نہ نکلے تو اگلے کا کام تمام کردیتا ہوں۔ میں تمہیں قتل کروں گا تو تمہارے بعد تمہاری بیوی اور جوان بیٹے دہشت زدہ رہیں گے۔ باپ کا انجام دیکھنے کے بعد بیٹے یہ فیکٹری میرے حوالے کردیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے بیچارے کو قتل کردیا۔ میری بہن اور بیٹوں سے کہا "جاؤ۔ میرے خلاف رپورٹ لکھوانے کے لئے پولیس والوں کے پاس دھکے کھاتے رہو۔ جب داد فریاد سننے والا کوئی نہ ہو تو سمجھ لینا، جوان بیٹے بھی اسی طرح قتل کئے جائیں گے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ گزارے لائق رقم لے کر وہ فیکٹری میرے نام لکھ دو۔"

اس قتل کے بعد چند بڑے عہدیداروں نے راجا صفدر سے کہا "یہ تم نے کیا مصیبت مول لی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے تھے کہ وہ فرہاد کا بہنوئی تھا؟"

راجا صفدر نے حقارت سے پوچھا "کون فرہاد؟"

"تعجب ہے، تم ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور کو نہیں جانتے؟"

"ہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کے متعلق سنا ہے، اس کا پورا خاندان پیرس میں آباد ہے لیکن یہ مقتول اس کا بہنوئی کیسے تھا۔ کیا اس کی بیوی فرہاد کی سگی بہن ہے؟"

"ہم پوری تفصیل نہیں جانتے۔ تھوڑی بہت معلومات کے مطابق کہہ رہے ہیں۔ فرہاد برسوں پہلے اسی کوٹھی میں اپنی بہن بہنوئی سے ملاقات کرنے آیا تھا۔ اس کے بعد پھر اس نے پاکستان کا رخ نہیں کیا۔"

راجا صفدر نے کہا "اب بھی رخ نہیں کرے گا۔ اگر ایسی حماقت کرے گا تو اسے بھی پتا چلے گا کہ میں ایک خطرناک تنظیم کا آئرن مین ہوں۔"

"آج تک دنیا کے کسی آئرن مین نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا۔"

"میں پاکستان میں اس کا داخلہ بند کرادوں گا۔"

"وہ پاسپورٹ اور اجازت ناموں کا محتاج نہیں ہے۔ دنیا کے کسی بھی ملک کی سرحدی دیوار اس کا راستہ نہیں روک سکتی ہے۔"

"میری تنظیم کے جاسوس اسے پیرس ہی میں گولی مار دیں گے۔"

"راجا صاحب، یہ سب بچگانہ باتیں ہیں۔ کوئی اس کے سائے کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ہزاروں ہتھیاروں سے گولیاں چلتی ہیں لیکن کوئی گولی اس کا پتا ٹھکانا نہیں جانتی ہے۔"

"تم لوگ ایسے کہہ رہے ہو جیسے وہ کوئی انسان نہیں، نادیدہ عذاب ہے۔ میں ابھی سے احتیاطی تدابیر پر عمل شروع کردیتا ہوں۔"

اس نے تنظیم کے گاڈ فادر سے رابطہ کیا۔ اسے تمام روداد سنائی۔ گاڈ فادر نے بھی یہی کہا "یہ تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

"فادر! میں وہ فیکٹری تنظیم کے لئے حاصل کررہا تھا۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ فیکٹری پڑوسی ملک کی سرحد کے قریب ہے۔ وہ پڑوسی ملک ہمیں بڑی آسانیاں فراہم کرتا رہے گا۔"

"میں مانتا ہوں، تم تنظیم کے لئے زبردست کام کررہے ہو لیکن تم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ فیکٹری کا مالک فرہاد کا بہنوئی ہے۔"

"میں حیران ہوں کہ گاڈ فادر فرہاد کے نام سے پریشان ہوگیا ہے۔ آخر اس میں ایسی کیا بات ہے؟"

"سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ وہ کسی ایک جگہ پایا نہیں جاتا۔ جس وقت اطلاع ملتی ہے کہ وہ پیرس میں ہے، اسی وقت خبر ملتی ہے کہ وہ نیویارک میں ہے، لندن میں ہے اور تل ابیب میں ہے۔ کسی فرہاد کو گرفتار کرو، اسے گولی مارو تو پتا چلتا ہے، وہ فرہاد کی ڈی تھا۔ پھر اس تنظیم کی شامت آجاتی ہے جس کا بندہ اس پر ہاتھ ڈالتا ہے۔"

"آپ بھی اتنی بڑی تنظیم کے گاڈ فادر ہو کر اسے قابو میں نہیں کرسکتے؟"

"میری بات کیا پوچھتے ہو۔ سپرپاور کہلانے والے حکمران بھی آج تک اسے قابو میں نہ کرسکے۔ ہم نے جان بوجھ کر اس سے ٹکرانے کی نادانی نہیں کی۔ ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ اس سے کترا کر اپنا کام کرتے رہیں مگر تم نے مشکل میں ڈال دیا ہے۔ اب مجھے فرہاد کے خلاف نیا محاذ کھولنا پڑے گا۔ اس سے کترانا میری مصلحت تھی۔ اس سے ٹکرانا میری تنظیم کی شان ہوگی۔ فرہاد کو یہ بتانا چاہئے کہ ہم کیسی بے انتہا اور بے پناہ قوتوں اور وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔"

"واہ گاڈ فادر! تم نے دل خوش کردیا۔"

"تم اس فیکٹری کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ میں فرہاد کو پاکستان میں قدم رکھنے نہیں دوں گا۔"

اس کے بعد ہی گاڈ فادر نے حکومت فرانس کو دھمکی دی تھی کہ فرہاد کو پاکستان جانے کی اجازت دی گئی تو فرانس کے ہر شہر میں دہشت گردی اور تخریبی کارروائیاں شروع ہوجائیں گی۔

میں اور میرے خاندان کے افراد چور راستوں سے کسی ملک میں بھی داخل ہوجاتے تھے لیکن باقاعدہ سفر کرنے کے لئے ہم سب حکومت فرانس کا جاری کردہ پاسپورٹ استعمال کرتے تھے۔ فرانس کے حکام نے کہہ دیا کہ فرہاد اور اس کے خاندان والے یہاں سے جاری کردہ پاسپورٹ پر نہیں جائیں گے۔

راجا صفدر علی نے پاکستان میں بھی اعلیٰ عہدیداروں کو وارننگ دی تھی کہ فرہاد یہاں قدم رکھے گا تو یہاں کے بڑے بڑے شہروں میں دہشت گردی اور تخریبی کارروائیاں شروع کرادے گا۔

یہ کتنے افسوس کا مقام تھا کہ میرے وطن میں انصاف کا حصول ناممکن ہے۔ شاہینہ میری بہن نہ ہوتی، آپ کی اور آپ سب کی بہن ہوتی تو آپ کیا کرتے؟ تھانے اور عدالت کی دیواروں سے سر ٹکراتے، اعلیٰ عہدیداروں کو عرضیاں بھیجتے رہتے، بڑے بڑے ذمے دار افسران کے اخباری بیانات تسلیاں دیتے رہتے کہ قاتل کو جلد از جلد گرفتار کیا جائے گا یعنی قانون آپ کی تسلیوں کے لئے بھی ہو اور مجرموں کی حوصلہ افزائی کے لئے بھی تو آپ کیا کریں گے؟

صبر کریں گے۔ پوری قوم صبر کررہی ہے اور کسی معجزے کا انتظار کررہی ہے لیکن وہ انتظار نہیں کرتے جو طاقت کے جواب میں اپنی طاقت استعمال کرنا جانتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے پاس فرعون سے ٹکرانے کی طاقت ہے۔ ٹیلی پیتھی کی طاقت۔ یہ سب کے پاس نہیں ہوسکتی لیکن ایمان اور یقینِ محکم کی طاقت سب کے پاس ہوسکتی ہے۔

میرے دونوں بیٹے ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں لیکن وہ اپنی ذہانت سے جس طرح فرعونوں کے بت گراتے ہیں' وہ کسی ذہانت اور حوصلے کے سامنے ٹیلی پیتھی صفر ہو جاتی ہے۔ یہاں کے رشوت خور اور مجرموں کی پرورش کرنے والے عہدیداران اور افسران کیا چیز ہیں' انہوں نے ٹیلی پیتھی کے بغیر پُرطاقتوں کی نیندیں اڑا دی ہیں اور انہیں توبہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ جب کبھی وہ دونوں پاکستان آئیں گے تو میں ان کے حوصلوں کے سامنے اپنی ٹیلی پیتھی کے ساتھ واپس چلا جاؤں گا اور اس دعا کے ساتھ جاؤں گا کہ میری قوم کا ہر فرد فرہاد' پارس اور علی تیمور بن جائے۔

ثنا بینہ کی کوٹھی کے سامنے پولیس کی گاڑیاں دور تک کھڑی ہوئی تھیں۔ گاڑیوں کی چھتوں پر بڑی بڑی سرچ لائٹیں روشن تھیں۔ کوٹھی کے آس پاس دور تک کا علاقہ روشنی میں نہا گیا تھا۔ بڑے بڑے ذمے دار افسران وغیرہ وہاں آ گئے تھے۔

میں نے کمشنر اور پولیس کے اعلیٰ افسر کے ذریعے وارننگ دی تھی کہ سیکریٹری صاحب کی سلامتی منظور ہے تو تمام بڑے عہدیداران میری بمن کے دروازے پر پہنچ جائیں۔

ویسے یہ بات ابھی کسی کو معلوم نہیں تھی کہ پولیس افسر کی بیٹی شکیلہ' کمشنر کا بیٹا عمران اور صوبائی سیکریٹری میری بمن کے گھر میں ہی قیدی بنا کر رکھے گئے ہیں۔ ان تینوں قیدیوں کے دماغوں پر لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان قبضہ جمائے ہوئے تھے۔

سلمان نے میری ہدایت کے مطابق لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے کہا۔ "اٹینشن پلیز! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

کوٹھی کے احاطے کے باہر گہری خاموشی چھا گئی۔ سب لوگ کوٹھی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سلمان نے کہا "یہاں جتنے پولیس افسران اور دوسرے اعلیٰ عہدیدار ہیں' یہ سب جانتے ہیں کہ میرے بہنوئی کو قتل کیا گیا ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ قاتل کون ہے۔ میری اس بات سے سب انکار کریں گے اور قاتل کو چھپانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ لیکن مجھے کسی کے انکار کی پروا نہیں ہے۔"

ذرا توقف کے بعد دوبارہ کہا "میں نے تم لوگوں کو انصاف مانگنے کے لئے نہیں بلایا ہے۔ جب اس ملک میں انصاف ہو گا تو انصاف ضرور مانگوں گا۔ ابھی تو میں نے مطالبہ کیا ہے کہ چار گھنٹوں کے اندر میرے بہنوئی کے قاتل کو گرفتار کیا جائے۔ اس مہلت کے دو گھنٹے گزر چکے ہیں اور صرف دو گھنٹے رہ گئے ہیں۔"

لیلیٰ نے پولیس افسر کی بیٹی پر قبضہ کر رکھا تھا۔ وہ اسے چھت کے سرے پر لے کر آئی۔ سلطانہ کمشنر کے بیٹے کو چھت کے سرے پر لائی سب لوگ گردنیں اٹھائے انہیں دیکھ رہے تھے۔ افسر نے کہا۔ "بیٹی! تم خیریت سے ہو؟"

کمشنر نے کہا "عمران بیٹے! فکر نہ کرو۔ میں آ گیا ہوں۔"

عمران نے ریوالور نکال کر اپنی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا "فکر تو آپ کریں گے۔ آپ کا اونچا عہدہ اور رعب اور دبدبہ بھی مجھے زندگی نہیں دے سکے گا۔"

وہ پریشان ہو کے بولا "بیٹے! یہ کیا کر رہے ہو؟ ریوالور پھینک دو۔"

"سوری' میرا دماغ میرے قابو میں نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کے قبضے میں ہے۔ یہ جب چاہے' میری انگلی ٹریگر پر دبا دے گا اور میں اسے روک نہیں سکوں گا۔"

پولیس افسر کی بیٹی شکیلہ نے بھی اپنی کنپٹی سے ریوالور لگاتے ہوئے کہا "تمہاری پوری پولیس فورس' تمہارا اقتدار' تمہاری فرعونی طاقت بھی ہمیں نہیں بچا سکے گی۔ جو بھی دھوکا دے کر اندر آنے کی حماقت کرے گا اسے ہماری لاش ملے گی۔"

پھر سلمان نے صوبائی سیکریٹری کے ذریعے اسپیکر سے کہا۔ "دیکھو اور سمجھو' یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ ابھی یہ بلا تمہارے بچوں کے سروں پر ناچ رہی ہے۔ ان کے بعد تمہارے پورے خاندان والوں کے سروں میں پہنچے گی۔ موت کو اور خیال خوانی کے عذاب کو نہ کوئی روک سکا ہے اور نہ روک سکے گا۔"

سب نے چونک کر دیکھا۔ صوبائی سیکریٹری بھی ایک ریوالور ہاتھ میں لئے چھت کے سرے پر آ گیا تھا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک مائک تھا۔ وہ مائک کو منہ کے قریب لا کر بولا "ہم سب دیکھ رہے ہو' ہم تینوں کے ہاتھوں میں اپنی اپنی موت ہے۔"

شکیلہ نے اس سے مائک لے کر کہا "میرے افسر باپ نے راجا افسر علی کو آج شام اجازت دی تھی کہ وہ فرہاد علی تیمور کی بھانجی کو اغوا کر سکتا ہے۔ اغوا کی واردات کے وقت اس علاقے میں پولیس نہیں رہے گی۔ یہ ہے ہماری پولیس' معصوم شہریوں کو تحفظ کا یقین دلا کر مجرموں کو واردات کرنے کی سہولتیں فراہم کرتی ہے۔"

شکیلہ کے افسر باپ نے کہا "بیٹی! تم سراسر غلط کہہ رہی ہو۔ تمہارا باپ ایک فرض شناس افسر ہے۔ مجھے خواہ مخواہ بدنام نہ کرو۔"

کوٹھی کے سامنے صرف پولیس کی گاڑیاں نہیں تھیں۔ بے شمار لوگوں کی بھیڑ بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ ان میں راجا افسر علی بھی چھپ کر تماشا دیکھنے آیا تھا۔ میں نے اس پر قبضہ جمایا تو وہ بھیڑ کو چیرتا ہوا' چلاتا' پولیس والوں کی طرف آتے ہوئے بولا "میں راجا افسر علی ہوں۔ دنیا والو! میں سب کے سامنے اعترافِ جرم کرتا ہوں۔ میرے جرائم میں یہ پولیس افسر ہمیشہ شریک رہا ہے۔ میرے باپ راجا صفدر علی نے اس افسر کو بیٹی کی شادی کے لئے تیس لاکھ روپے دیئے تھے۔ تب سے یہ افسر وردی پہن کر جرم کرتا آ رہا ہے اور آج شام اسی کے تعاون سے میں نے فرہاد کی بھانجی کو اغوا کرنا چاہا تھا' وہ اغوا نہ ہو سکی۔ خود اس کی بیٹی اغوا ہو کر یہاں پہنچ گئی ہے۔"

پولیس افسر کے اشارے پر چند سپاہی راجا افسر کو پکڑ کر اس کا منہ بند کرنا چاہتے تھے لیکن میں اسے سپاہیوں سے بچاتا رہا۔ آخر اس نے بات پوری کر لی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے حکم دیا کہ پولیس افسر اور راجا افسر علی کو حراست میں رکھا جائے۔

حکم کی تعمیل کی گئی۔ دونوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ عمران نے شکیلہ سے مائک لے کر کہا "میرے کمشنر باپ کو راجا صفدر علی کی طرف سے اتنا بھتا ملتا ہے کہ اس بھتے نے میرے بڑے بھائی کو امریکا پہنچا دیا ہے اور اب میں بھی لندن میں اعلیٰ تعلیم کے لئے جانے والا تھا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ میرے باپ جیسے بااختیار لوگ ہمارے ملک میں کیسی اندھی کمائی کرتے ہیں اور کس طرح غریب عوام انصاف سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔"

کمشنر نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے سامنے آ کر کہا "بیشتر عہدیدار اپنی اولاد کا مستقبل شاندار بنانے کے لئے رشوت لیتے ہیں۔ میں بھی یہ چاہتا تھا کہ یہاں سے جتنی دولت حاصل کر سکتا ہوں کروں۔ پھر اپنی اولاد کے ساتھ یورپ یا امریکا میں آباد ہو جاؤں۔ لیکن جوان بیٹا موت کے منہ میں جا رہا ہو تو میں رشوت کی دولت اور جھوٹی عزت لے کر کیا کروں گا۔"

پھر وہ چیخ چیخ کر بولا "میں فرہاد علی تیمور سے مخاطب ہوں' اپنے جرائم کا اعتراف کرتا ہوں۔ اس سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے بیٹے کی جان بخش دے۔ میں اعلانیہ کہتا ہوں کہ راجا صفدر علی نے فرہاد کے بہنوئی کو قتل کیا ہے اور میرے سامنے قتل کا اعتراف کرتے ہوئے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں قتل کے اس کیس کو سامنے آنے سے پہلے ہی دبا دوں تو وہ امریکا میں میرے بڑے بیٹے کے اکاؤنٹ میں دس ہزار ڈالر جمع کرا دے گا۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور میں نے بھی اس کیس کو چپ چاپ ختم کر دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس اعتراف کے بعد اب میں مجرم ہوں۔ میرا بیٹا معصوم ہے' اسے چھوڑ دو۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور لے لو۔ میری جان نکلی جا رہی ہے۔"

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے حکم دیا کہ کمشنر سے تحریری بیان لیا جائے۔ چھت کے سرے پر کھڑے ہوئے صوبائی سیکریٹری نے کہا۔ "آج یہاں خود کو بے بس دیکھ کر یقین ہو گیا ہے کہ صرف خدا کی خدائی پائیدار ہے۔ ہماری زمین کی خدائی ناپائیدار ہے۔ ہمارا اقتدار' ہماری طاقت' دولت اور عزت کسی وقت بھی خاک میں مل جاتی ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں بھی راجا صفدر علی کے جرائم کا رازدار ہوں۔ اگرچہ فرہاد کے بہنوئی کے قتل کا چشم دید گواہ نہیں ہوں لیکن مختلف جرائم کی پردہ پوشی کرتا رہا ہوں اس لئے اسے مجرم اور قاتل کہتا ہوں۔ اسے گرفتار کیا جائے۔ فرہاد نے اس کی گرفتاری کے لئے جو مہلت دی ہے اس میں صرف چالیس منٹ رہ گئے ہیں۔"

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے خلا میں دائیں بائیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں جرم کا اعتراف کرنے والے فرہاد کا ذکر کر رہے ہیں اور چھت پر کھڑے ہوئے تین افراد ایسی حرکتیں کر رہے ہیں جیسے ان کا دماغ خود ان کے بس میں نہ ہو' کسی نے جادو ٹونہ کیا ہو۔ اگر اسے ٹیلی پیتھی کہتے ہیں تو فرہاد کہاں ہے؟ اگر یہاں ہے تو پلیز مجھ سے گفتگو کرے۔"

اس نے خاموش ہو کر جواب کا انتظار کیا' پھر کہا "میں کیسے یقین کروں کہ یہ تینوں ٹیلی پیتھی کے ذریعے قیدی بنائے گئے ہیں۔ جبکہ فرہاد یہاں نہیں ہے۔"

بدنام ترین مجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل

قیمت ۲۰ روپے

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

پھر اس نے بلند آواز میں کہا "مسٹر فرہاد! میں انصاف کروں گا۔ قاتل کو گرفتار کروں گا لیکن تمہارے بہنوئی کے قتل کا یہاں کوئی چشم دید گواہ نہیں ہے۔ تم گواہی اور ثبوت کے بغیر راجا صفدر کی گرفتاری کا مطالبہ نہ کرو۔"

سلمان نے صوبائی سیکریٹری کی زبان سے پوچھا "کیا ہم جیسے بڑے بڑے عہدیداروں کی گواہی کافی نہیں ہے جبکہ ہم راجا صفدر کے جرائم کے شریک رہے ہیں؟"

"تمہارے جیسے معتبر لوگوں کی گواہی پر راجا صفدر کا محاسبہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے خلاف تفتیش ہوسکتی ہے لیکن اتنے بڑے آدمی کو ثبوت کے بغیر گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔"

راجا افسر سپاہیوں کے درمیان حراست میں تھا۔ وہ اچانک ہی حراست سے نکل کر بھاگتا ہوا کوٹھی کے احاطے میں آیا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "تم شکیلہ کے ریوالور کو راجا افسر کے پاس پھینک دو۔"

شکیلہ نے لیلیٰ کی مرضی کے مطابق چھت پر سے ریوالور کو پھینکا۔ میں نے راجا افسر سے اسے کیچ کرایا۔ پھر راجا افسر نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے کہا "آپ فرماتے ہیں' ثبوت اور گواہی کے بغیر گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ اس وقت میرے دماغ پر فرہاد سوار ہے۔ یہ اس ریوالور کے ذریعے میرے ہاتھ سے مجھے قتل کررہا ہے۔ میرے قتل کے بعد آپ کس قاتل کو گرفتار کریں گے؟ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ مجھے فرہاد قتل کررہا ہے۔ یہاں کون چشم دید گواہ فرہاد کو قتل کرتے دیکھ رہا ہے۔"

وہ ریوالور کو اپنی کنپٹی سے لگا کر بولا "جناب مجسٹریٹ صاحب' میرے بعد اوپر چھت پر کھڑے ہوئے تینوں افراد بھی آپ کے سامنے قتل ہوں گے۔ ان کے بعد میرا دوسرا بھائی اور اس کے بعد میرا باپ راجا صفدر علی قتل ہوگا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ قاتل فرہاد ہے' آپ اسے ثبوت اور گواہی کے بغیر گرفتار نہیں کرسکیں گے۔ میرے باپ کو رشوت خور عہدیدار بچاتے ہیں۔ فرہاد کو ٹیلی پیتھی بچائے گی اور آپ قتل و خون ریزی کا تماشا دیکھتے رہیں گے۔"

پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "حماقت نہ کرو۔ ریوالور پھینک دو۔ تمہارا قتل نہیں ہورہا ہے' تم خودکشی کررہے ہو۔"

"جب ایک کے بعد ایک قتل ہوتے رہیں گے تو تم قتل کی کتنی وارداتوں کو خودکشی کا نام دیتے رہوگے؟"

"ٹھیک ہے' ہم اس موضوع پر گفتگو کریں گے۔ پہلے تم ریوالور پھینک دو۔"

"ریوالور کی فکر نہ کرو۔ یہ پندرہ منٹ کے بعد چلے گا کیونکہ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد دس بجیں گے اور ٹھیک دس بجے فرہاد کی دی ہوئی چار گھنٹوں کی مہلت ختم ہوجائے گی۔"

"مہلت ختم ہونے کے بعد ان بے گناہوں کو قتل کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟"

"فرہاد کا بہنوئی بھی بے گناہ تھا' اسے قتل کرنا کہاں دانشمندی تھی۔"

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اعلیٰ عہدیداران سے مشورے کرنے لگا۔ ایک نے کہا "فرہاد کے پاس راجا صفدر کی ہر غلطی کا جواب موجود ہے۔"

دوسرے عہدیدار نے کہا "دس بجنے کے لئے صرف دس منٹ رہ گئے ہیں۔ پہلے کسی بھی طرح مہلت کی مدت بڑھوائی جائے۔ ورنہ یہ قتل کرے گا تو ہم کچھ نہیں کرسکیں گے۔ بے بسی سے دیکھتے رہ جائیں گے۔"

پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "بھئی یہ سب کھوکھلی دھمکیاں ہیں۔ کیا قتل کرنا اتنا آسان ہے۔ وہ بھی ہم پولیس والوں کے سامنے؟"

ایک نے کہا "آفیسر! معلوم ہوتا ہے آپ ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں۔ بہتر ہے' ہم یہ نو منٹ ضائع نہ کریں' فرہاد سے تھوڑی مہلت اور مانگ لیں۔"

ایک عہدیدار نے بلند آواز میں کہا "مسٹر فرہاد! ہمیں تمہارا مطالبہ منظور ہے۔ ہم راجا صفدر کو گرفتار کریں گے۔ ہمیں اسے تلاش کرنے کی مہلت دو۔"

"جو مہلت دی گئی تھی' اتنی دیر میں فرہاد یورپ سے پاکستان پہنچ گیا ہے اور تم ایک ہی شہر میں رہنے والے بدنام مجرم کو گرفتار نہ کرسکے۔ فرائض کی ادائیگی کو پس پشت ڈال کر بہانے کرنا اور مجرموں کو پناہ دینا تم لوگوں کو خوب آتا ہے۔ فرہاد بھی ایسے ہتھکنڈے جانتا ہے۔ وہ خون کے بدلے خون کرے گا۔ اور ایک خون کرے گا۔ تب دوسری بار راجا صفدر کو گرفتار کرنے کی مہلت دے گا۔"

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کہا "راجا افسر ہمارے جواب میں تم نہ بولو۔ فرہاد کو براہِ راست ہم سے باتیں کرنے دو۔"

راجا افسر نے کہا "اب باتیں کرنے کا وقت کہاں رہا۔ گھڑی دیکھو' صرف چار منٹ رہ گئے ہیں' دیکھو میں ابھی تمہارے سامنے بول رہا ہوں۔ اب تین منٹ رہ گئے ہیں۔ اب دو منٹ۔ اس کے بعد یہ بولنے والا ہمیشہ کے لئے خاموش ہوجائے گا۔ دیکھو وقت کتنی تیزی سے گزر رہا ہے۔"

پولیس کے اعلیٰ افسر نے سپاہیوں کو حکم دیا "اسے پکڑو' ریوالور چھین لو۔"

سپاہیوں کے آگے بڑھنے سے پہلے ہی چھت پر سے صوبائی سیکریٹری نے کہا "اسے روکو گے تو ہمارے ریوالوروں سے گولیاں چلیں گی اور ہماری جانیں جائیں گی۔ کیا ایک کو بچانے کے لئے تین کو مرتے دیکھنا چاہتے ہو۔"

مجسٹریٹ نے سپاہیوں کو رکنے کا حکم دیا۔ اسی وقت مہلت کا آخری سیکنڈ گزر گیا۔ راجا افسر نے ٹریگر کو دبادیا۔ پھر تڑپ کر اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ ٹھائیں کی آواز کے بعد گہری خاموشی چھاگئی۔ بھیڑ لگانے والے کوٹھی کے قریب جاکر لاش دیکھنا چاہتے تھے۔ مگر پولیس والے انہیں روکنے لگے۔ تھوڑی دیر تک افراتفری رہی پھر

سلمان نے اسپیکر کے ذریعے کہا "میرے دوستو! معصوم شہریو! یہ ابتدا ہے۔ اب یہ تماشا دنیا دیکھے گی کہ اندھیر نگری میں مظلوم عوام کو انصاف کیسے ملتا ہے۔ یہ تمام ذمے دار افسران دو میں سے ایک کام کریں گے۔ ابھی نااہلی کا اعتراف کرکے استعفا دیں گے۔ اپنی وردیاں اتار دیں گے یا پھر اگلے چار گھنٹوں میں راجا صفدر علی کو گرفتار کرکے سزائے موت دیں گے۔"

دور تک کھڑے ہوئے لوگ ایک آواز ہوکر کہنے لگے "نااہل افسران ہائے ہائے۔ رشوت خور افسران ہائے ہائے۔"

سلمان نے سیکریٹری کے ذریعے کہا "اب سے چار گھنٹے یعنی رات کے دو بجے تک مہلت دی جاتی ہے۔ اگر انہوں نے راجا صفدر علی کو گرفتار نہ کیا تو اس کا دوسرا بیٹا اپنی جان سے جائے گا۔ آپ سے گزارش ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں جاکر آرام کریں۔ ٹھیک دو بجے یہاں آکر دیکھیں۔ یہاں راجا صفدر مرنے کے لئے آئے گا یا پھر اس کا بیٹا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "دوسرے بیٹے کی موت کے بعد قانون کے محافظوں پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ فرہاد علی تیمور آج صبح چھ بجے خود راجا صفدر کو گرفتار کرکے لائے گا اور آپ کے سامنے اسے سزائے موت دے گا۔"

کمشنر کے بیٹے عمران نے سلطانہ کی مرضی کے مطابق کہا۔ "جب تک قاتل اپنے انجام کو نہیں پہنچے گا' ہم تینوں یہاں قیدی بن کر رہیں گے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ راجا صفدر کے عبرتناک انجام کے بعد اس کوٹھی کے کسی فرد کو گرفتار کیا جاسکے گا۔ فرہاد کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے نااہل اور فریبی افسران کی اولادوں اور دوسرے عزیزوں کے دماغوں میں جگہ بنا رہے ہیں۔ فرہاد کی بہن یا اس کے بچوں کو کوئی آنکھ بھی دکھائے گا تو اس کے پیاروں کی اس کی اولادوں کی آنکھیں نکال لی جائیں گی۔"

سیکریٹری نے کہا "اس کوٹھی کے احاطے میں صرف چار سپاہی آکر راجا افسر کی لاش لے جاسکتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی یہاں قدم نہ رکھے۔ ہم چھت پر سے کوٹھی کے اندر جارہے ہیں۔ جانے سے پہلے میں عوام سے کہتا ہوں کہ آج فرہاد نے جو عدالت بہن کے دروازے پر قائم کی ہے اس کے دروازے آپ کے لئے کھلے رہیں گے۔ جسے انصاف نہیں ملے گا' اسے چار گھنٹے کے اندر اس عدالت سے انصاف مل جائے گا۔"

تمام لوگ فرہاد زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ اعلیٰ عہدیداران ایسے وقت عوام کا سامنا نہیں کرسکتے تھے۔ وہ جلدی جلدی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر جانے لگے۔ صرف پولیس والے رہ گئے کیونکہ رات کے دو بجے پھر صبح چھ بجے وہاں عدالت لگنے والی تھی۔

راجا افسر علی کی موت نے تمام مغرور عہدیداران اور مجرموں کی سرپرستی کرنے والے افسران کو یقین دلادیا تھا کہ فرہاد اپنے بہنوئی کے قتل کے معاملے میں ایک سیکنڈ کی بھی مہلت اور رعایت نہیں دے گا۔ رات کے دو بجے اور صبح چھ بجے قاتل اور اس کا دوسرا بیٹا اپنے بھیانک انجام کو ضرور پہنچیں گے۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا تھا اور تمام عہدیداران سے کہہ دیا تھا "آپ سب کو جب یہ یقین ہوگیا ہے کہ قاتل فرہاد کے ہاتھوں صبح مارا جائے گا تو بہتر ہے خود اس قاتل کو گرفتار کرکے اپنا نام روشن کریں۔"

ایک عہدیدار نے کہا "ہمیں اپنے بچوں کی فکر ہے۔ فرہاد نے جس جس طرح شکیلہ اور عمران کو یرغمال بنایا ہے اسی طرح ہمارے بچوں کے لئے بھی مصیبت بن جائے گا۔"

پولیس کے اعلیٰ افسر نے کہا "میں نے بارہ افسروں کو ان کے سپاہیوں کے ساتھ راجا صفدر کی تلاش میں روانہ کیا ہے۔"

"کچھ بھی کرو' اسے جلد سے جلد گرفتار کرو۔ وہ جتنا بااثر ہے' اتنا ہی ہمارے لئے دردِ سر بن گیا ہے۔ اس ایک شخص کو بچانے کے لئے ہم رشوت خور اور نااہل کہلانا منظور نہیں کریں گے۔"

"آپ لوگوں نے سنا' صوبائی سیکریٹری صاحب ہمارے خلاف اور فرہاد کی حمایت میں بول رہے ہیں۔"

"وہ ٹیلی پیتھی کے دباؤ میں تھے۔"

"کچھ بھی ہو' ہم سے یہ کہا گیا ہے کہ فرہاد اپنی بہن کے دروازے پر عوامی عدالت قائم رکھے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ ہم اپنے اختیارات کو غلط طریقے سے استعمال نہیں کریں گے۔ کریں گے تو وہ اسی طرح لوگوں کے سامنے ہماری انسلٹ کرے گا۔"

"راجا صفدر اپنی حماقت سے ہم پر یہ مصیبت لے آیا ہے۔"

"سنا ہے فرہاد سپر پاور کے خلاف بہت مصروف رہتا ہے' اسے ادھر آنے کی فرصت نہیں ملتی ہے۔ بہنوئی کے قتل نے اسے آنے پر مجبور کردیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' قاتل کو سزائے موت دینے کے بعد وہ چلا جائے گا۔ ہمیں اس سے نجات مل جائے گی۔"

مجسٹریٹ نے پولیس کے اعلیٰ افسر سے کہا "پلیز! آپ راجا صفدر کو صبح سے پہلے کسی طرح بھی گرفتار کریں۔ اسے فرہاد کے حوالے کریں۔"

اعلیٰ افسر ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ کرنے لگا۔ ٹرانسمیٹر کے اسپیکر سے باری باری مختلف افسروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں' وہ جن خفیہ اڈوں پر چھاپے مارنے گئے تھے' وہاں سے رپورٹ سنا رہے تھے کہ راجا صفدر کسی اڈے میں نہیں ہے۔ اس کے خاص ماتحت کو حراست میں لیا گیا ہے۔ لیکن وہ بھی اپنے باس کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔

دوسرے پولیس افسر نے کہا "میں نے راجا صفدر کے بڑے بیٹے راجا اکبر علی کو گرفتار کیا ہے۔ وہ قسمیں کھا کر کہہ رہا ہے کہ اسے اپنے باپ کی روپوشی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "راجا اکبر علی سے بولو' ٹھیک دو بجے اس کی

موت ہے۔ اگر باپ گرفتار ہوگا تو فرہاد بیٹے کو زندہ چھوڑ دے گا۔"

"سر! میں یہ ساری باتیں اسے بتا چکا ہوں۔ یہ کہتا ہے' اسے حراست میں نہ رکھا جائے۔ باپ کو تلاش کرنے کا موقع دیا جائے۔"

"اسے آزادی سے تلاش کرنے دو۔ تم اس کے ساتھ رہو۔"

میں ان کے درمیان تھا۔ ان کی معصومیت کو سمجھ رہا تھا پھر میں راجا اکبر علی کے پاس آیا۔ پولیس افسر اس کی ہتھکڑی کھولتے ہوئے کہہ رہا' تھا "تم اسے تلاش کرنے کے لئے جہاں بھی جانا چاہو میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔"

وہ سوچنے لگا "وہ خفیہ پناہ گاہیں ایسی ہیں جن کے بارے میں صرف میں جانتا ہوں۔ وہاں پولیس والوں کو کبھی نہیں لے جاؤں گا۔"

پھر وہ بولا "آپ مجھے تنہا جانے دیں۔ ورنہ میں جہاں جاؤں گا وہاں ڈیڈی کو پہلے سے معلوم ہو جائے گا کہ میں پولیس والوں کے ساتھ آرہا ہوں۔"

اس کی باتوں کے دوران میں نے دونوں خفیہ پناہ گاہوں کا پتا معلوم کرلیا۔ پھر پرل کانٹی نینٹل کے ایک کمرے میں حاضر ہوگیا۔ میں یہاں انتونی پاڈیلا کی حیثیت سے قیام کررہا تھا۔ میں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے راجا صفدر علی سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ گاڈ فادر کے خاص وفادار انتونی پاڈیلا سے ضرور باتیں کرے گا اور اس سے تحفظ مانگے گا لیکن وہ کسی پر بھروسا نہیں کررہا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کال کا جواب نہیں دیا تھا۔

اگر وہ پولیس افسر راجا اکبر کے ساتھ اس کی خفیہ پناہ گاہوں میں جانے کے لئے بضد رہتا تو کام بگڑ جاتا۔ وہ کمبخت وہاں سے بھی فرار ہوجاتا۔ میں ہوٹل کے کمرے سے باہر آیا۔ وہاں سے کرائے کی ایک کار لی پھر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا شاہدرہ کی طرف چل پڑا۔ اگرچہ میں برسوں کے بعد آیا تھا' لاہور اتنا بدل گیا ہے کہ پرانا لاہور کہیں دکھائی نہیں دیتا لیکن داتا دربار کے پاس سے گزرتے ہوئے دی برسوں پرانے راستے اور مکانات نظر آنے لگے۔ راوی کے پُل پر پہنچتے ہی ٹیلی پیتھی کی ابتدا یاد آگئی۔ اسی راوی کے کنارے میں نے مہینوں ریاضت کی تھی' خیال خوانی سیکھنے کے کتنے ہی اہم مرحلوں سے گزرتا رہا تھا۔ اس دریا نے میرے اندر ایسی روانی پیدا کردی تھی کہ میں آج بھی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک رواں دواں رہتا تھا۔ میرے اندر راوی کبھی سوکھتا نہیں ہے' ہر لمحہ جوان اور بھرپور رہتا ہے۔

میں نے مقبرہ جہانگیر کے بیرونی پھاٹک کے سامنے کار روک دی۔ آگے تیسری گلی میں ایک چھوٹا سا پختہ مکان تھا۔ آس پاس گلیوں میں سناٹا تھا۔ آدھی رات ہوچکی تھی۔ میں نے اس پختہ مکان کے سبز دروازے پر دستک دی۔ راجا اکبر کی سوچ نے بتایا تھا کہ تیسری گلی میں سبز رنگ کے دروازے والے مکان میں اس کا

باپ اپنی ایک داشتہ کے پاس مل سکتا ہے۔

یہ اس کے باپ کا نیا اڈا تھا۔ بیٹے کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا تھا۔ دوسری دستک پر کسی نے اندر سے پوچھا "کون ہے؟"

دروازہ کھلوانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ میں پوچھنے والی کے پاس مکان کے اندر پہنچ گیا۔ وہ جواب کا انتظار کررہی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا خالد حمید صاحب یہاں رہتے ہیں؟"

"نہیں۔ یہاں کوئی خالد حمید نہیں رہتا۔"

"شکریہ۔ آپ کو زحمت دی معافی چاہتا ہوں۔"

میں قدموں کی آواز پیدا کرتا ہوا واپس جانے لگا۔ وہ دروازے سے کان لگا کر سن رہی تھی۔ اس کی سوچ نے بتادیا کہ راجا صفدر اس کے پاس نہیں ہے۔ پچھلے دو دن سے لاپتا ہے۔ اس کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا کار میں آکر بیٹھ گیا۔ پھر اس عورت کی سوچ میں سوال کیا "وہ اچانک لاپتا کیوں ہوگیا ہے؟"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "بہت بڑا شریف بدمعاش ہے۔ کچھ پتا نہیں چلتا کہاں مرتا کھپتا رہتا ہے۔ میرے لئے تو یہی کافی ہے کہ ہر ماہ کی دس تاریخ کو مجھے بیس ہزار دے دیتا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "آج گیارہ تاریخ ہے' کل دس تاریخ گزر گئی۔ وہ دو دن سے نہیں آیا ہے۔ پھر بیس ہزار کیسے ادا ہوگئے۔"

اس کی سوچ نے کہا "کل شاہدرہ ریلوے اسٹیشن کا سگنل مین آیا تھا۔ اس نے بیس ہزار دیتے ہوئے کہا تھا' راجا صاحب نے یہ رقم دی ہے اور تاکید کی ہے کہ کوئی بھی آکر پوچھے تو کہہ دینا' راجا صاحب ادھر نہیں آتے ہیں۔"

میں نے اس سگنل مین کا نام معلوم کیا۔ وہ عورت بیس ہزار کی خوشی میں اس کا نام پوچھنا بھول گئی تھی۔ میں نے اس کی یادداشت کو کریدنا شروع کیا۔ شاید اس کی کوئی چھوٹی موٹی سی پہچان ہو۔ آخر اسے یاد آیا کہ سگنل مین نے بائیں کلائی میں منت کے کڑے پہنے ہوئے تھے۔

میں نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے ریلوے اسٹیشن کی طرف جانے لگا۔ ڈرائیونگ کے دوران ایک ذرا راجا اکبر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ پولیس افسر کے ساتھ اسی مکان کی طرف آرہا تھا جہاں سے میں واپس جارہا تھا۔

میں نے مین روڈ کے کنارے کار روک دی۔ ریل کی پٹریوں کو پار کرتا ہوا سگنل کیبن کے پاس آیا۔ پھر سیڑھی چڑھتا ہوا اوپر کیبن میں پہنچا۔ وہاں ایک شخص لکڑی کے تختے پر ٹیلیفون کے پاس سو رہا تھا۔ آہٹ سنتے ہی اٹھ کر بولا "کون ہے؟"

میں نے دروازے پر آتے ہیں اس کی بائیں کلائی میں منت والے کڑے دیکھ لئے۔ اس نے مجھے دیکھ کر پوچھا "صاحب! آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟"

"ہاں' معمولی سا کام ہے۔ مجھے راجا صفدر علی سے ملادو۔"

وہ پہلے تو چونک گیا پھر سنبھل کر بولا "میں کسی راجا کو نہیں جانتا۔ آپ مجھ سے پوچھنے کیوں آئے ہیں؟"

میں نے اسے بت کی طرح ساکت بٹھادیا۔ اس کی سوچ بتانے لگی۔ وہ واقعی کسی راجا صفدر کا نام نہیں جانتا تھا۔ پرسوں رات کو ایک شخص معمولی لباس میں اس سے ملنے آیا تھا۔ اس نے کہا "سنا ہے' تم جس ریلوے کوارٹر میں رہتے ہو' اسے کرائے پر دینا چاہتے ہو؟"

سگنل مین نے کہا "میں ایک آدمی سے سو روپے ایڈوانس لے چکا ہوں۔ وہ ایک ہفتہ بعد وہاں آکر رہے گا۔"

اس شخص نے اسے ایک ہزار دیتے ہوئے کہا "یہ پیشگی ہے۔ جس سے سو روپے لئے ہیں' اسے واپس کردو' وہ کوارٹر مجھے رہنے کے لئے دو۔ میں بہت ضرورت مند ہوں۔"

سگنل مین نے لالچ میں آکر وہ ریلوے کوارٹر اسے رہنے کے لئے دے دیا۔ وہ ایک کمرے کا مکان تھا۔ راجا صفدر علی نے سوچا ہوگا' اس جیسے بے انتہا دولت مند آدمی کو ڈھونڈنے کے لئے شاہدرہ کے ریلوے کوارٹر میں کوئی نہیں آئے گا اور وہ ایک معمولی آدمی کی حیثیت سے وہاں چھپا رہے گا۔

دوسرے دن دس تاریخ کو اس نے سگنل مین سے کہا "میرے پاس ایک عورت کی امانت ہے' کیا تم اسے لے جاکر پہنچادو گے؟"

"بے شک پہنچادوں گا۔"

اس نے کاغذ کا ایک بنڈل دیا۔ اسے اپنی داشتہ کے گھر کا پتا بتایا۔ اس گھر کو سبز دروازے کے ذریعے پہچاننا آسان تھا۔ اس شخص نے تاکید کی تھی کہ وہ کاغذ کا بنڈل کھول کر نہ دیکھے۔ سگنل مین ایماندار تھا۔ امانت میں خیانت کرنا گناہ سمجھتا تھا۔ اس لئے اس نے کچھ دیکھے سمجھے بغیر وہ امانت پہنچادی۔

اس عورت نے دوسرے کمرے میں جاکر وہ بنڈل کھول کر دیکھا ہوگا' واپس آئی تو بہت خوش تھی۔ اسے چائے یا ٹھنڈا پینے کے لئے کہا پھر پوچھا "راجا صاحب کہاں ہیں؟"

سگنل مین نے کہا "میں کسی راجا صاحب کو نہیں جانتا۔ ایک شریف آدمی نے یہاں امانت پہنچانے کو کہا میں نے پہنچادی۔"

اب سگنل مین سوچ رہا تھا کہ اس عورت نے بھی کسی راجا صاحب کو پوچھا تھا اور یہ آدمی جو ابھی میرے کیبن میں آیا ہے' یہ بھی راجا کا نام لے رہا ہے اور میرے کرائے دار نے اپنا نام محمود بھٹی بتایا ہے۔

میں سمجھ گیا کہ محمود بھٹی کے پیچھے میرا مجرم چھپا ہوا ہے۔ میں کیبن سے نیچے آکر ریل کی پٹریاں پار کرتا ہوا اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا پھر سگنل مین کو اس کی جگہ سے اٹھادیا۔ وہ کیبن سے باہر آیا پھر ریلوے کوارٹر کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو اس حد تک ڈھیل دی کہ وہ اپنے کوارٹر کے راستے کو پہچانتے ہوئے چلے گا۔ میں راستہ نہیں جانتا تھا۔

اس نے دروازے پر دستک دی۔ سہما ہوا آدمی کبھی پہلی دوسری دستک پر آواز نہیں دیتا۔ پھر رات کے اس حصے میں تو وہ دستک اس کے اندر دھماکا کررہی ہوگی۔ جب وہ سگنل مین دروازہ پیٹنے لگا اور کہنے لگا "بھٹی صاحب' دروازہ کھولو۔ بہت ضروری کام ہے۔"

سگنل مین کی آواز سن کر وہ دروازے کے قریب آیا پھر بولا۔ "کیا بات ہے؟ اتنی رات کو کیوں آئے ہو؟"

میں نے سگنل مین کو خاموش رہنے دیا۔ اس نے پوچھا۔ "جواب دو۔ میری نیند خراب کرنے کیوں آئے ہو؟"

میں نے اس آواز اور لہجے کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ پتا چلا وہ لہجہ بدل کر بول رہا ہے۔ سگنل مین نے میری مرضی کے مطابق روتے ہوئے کہا "بھٹی صاحب! میرا بچہ بہت بیمار ہے۔ اسے اسپتال لے جانے کے لئے دو سو روپے کی سخت ضرورت ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "لعنت ہے' اتنی سی بات کے لئے میری جان نکال دی۔ ٹھہرو' میں روپے لاتا ہوں۔"

تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھاگئی۔ پہلے اندر تاریکی تھی پھر بلب روشن ہوگئے۔ ذرا انتظار کرنا پڑا۔ پھر اس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "دیوار کے پاس آؤ اور ہاتھ بڑھا کر رقم لے لو۔"

وہ مطمئن ہونے کے باوجود دروازہ کھولنا نہیں چاہتا تھا۔ چھوٹے سے آنگن کی دیوار بہت نیچی تھی۔ میں نے سگنل مین کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ وہ اچھل کر دیوار پر بیٹھ گیا۔ راجا صفدر علی ایک دم سے گھبرا کر پیچھے ہٹا جیسے موت دیوار پر آبیٹھی ہو۔

اس نے پوچھا "تت..... تم دیوار پر کیوں چڑھ گئے ہو؟"

وہ اندر آنگن میں کود گیا۔ راجا صفدر بھاگ کر کمرے کا دروازہ بند کرنا چاہتا تھا' سگنل مین نے ایک لات ماری۔ دروازہ بند ہوتے ہوتے کھل گیا۔ وہ اچھا خاصا صحت مند تھا۔ سگنل مین کو مار پیٹ کر نکل جانا چاہتا تھا لیکن دو چار کراٹے کے ہاتھ پڑے تو وہ چکرا گیا۔ سگنل مین اُس کی گردن دبوچ کر روشن بلب کے سامنے لے آیا۔ میں نے آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تو دماغ کا راستہ کھلتا چلا گیا۔ پھر میں نے اسے اُس کے زیریں ایک طرف پھینکتے ہوئے اس کے دماغ میں جاکر کہا "اپنی آواز اور لہجہ چھپاؤ۔ موت ہر حال میں اپنے وقت پر آتی ہے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "نہیں' تم میرے دماغ میں نہیں ہو۔ میں تین راتوں سے تمہیں خوابوں میں دیکھتا آیا ہوں۔ یہ بھی ایک خواب ہے۔"

سگنل مین نے کہا "اپنے منہ پر جوتا مارو۔ پتا چل جائے گا سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو۔"

میں نے اسے اپنے ہی ہاتھوں جوتا کھانے پر مجبور کردیا۔ منہ پر جوتا پڑتے ہی تکلیف سے بولا "میں جاگ رہا ہوں۔ مگر یہ ٹیلی پیتھی کیا چیز ہے۔ سگنل مین میری پٹائی کررہا ہے اور فرہاد دماغ میں بول

رہا ہے۔ میرے خدا! یہ سچ ہے تو اسے جھوٹ بنادے۔"

میں نے اسے چھوڑ کر تمام اعلیٰ عہدیداران اور پولیس افسران کو باری باری مخاطب کیا "آپ کا جو فرض تھا' اسے میں نے پورا کیا ہے۔ راجا صفدر علی کو اس کی قبر سے زندہ نکال لایا ہوں۔ وہ دو بجے سے پہلے میری بہن کے دروازے پر پہنچے گا۔ آپ حضرات تشریف لے آئیں۔"

پھر میں نے سلمان سے کہا "لیلیٰ اور سلطانہ کے ساتھ ان قیدیوں کو پھر سے سنبھال لو۔ مائک کے ذریعے اعلان کرو کہ قاتل گرفتار ہوگیا ہے اور گرفتاری کا سہرا کسی بھی قانون کے محافظ کے سر نہیں ہے۔ اس قاتل کو ایک گھنٹے کے اندر اندر سزا ملے گی۔"

پھر میں نے شاہینہ سے کہا "میری بہن! جانِ فرہاد! میں تمہارا سہاگ تو واپس نہیں لاسکتا' قاتل کو لا رہا ہوں۔ تم اس کی جیسی موت چاہو گی' ویسی ہی موت اُسے ملے گی' میں ابھی اسے لا رہا ہوں۔"

اس کے بعد میں راجا صفدر کے پاس آیا۔ وہ کوارٹر سے نکل گیا تھا اور اب گوجرانوالہ جانے والی سڑک پر بھاگ رہا تھا۔ میں نے اسے پلٹا دیا۔ وہ اباؤٹ ٹرن ہو کر دوڑنے لگا۔ دوڑتے دوڑتے میری کار کے پاس آیا پھر دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں نے پچھلی سیٹ سے کہا "شاباش! آگے چلو۔ پیچھے موت چلے گی۔"

اس نے گھبرا کر پیچھے دیکھا پھر چونک کر بولا "مسٹر انتونی پاڈیلیا! تم ہو۔ ٹھیکس گاڈ! تم میرے بہت ہی برے وقت میں سہارا بن کر آئے ہو۔ پلیز' مجھے ایسی جگہ پہنچادو۔ جہاں ٹیلی پیتھی نہ پہنچتی ہو۔"

"میں ایسی ہی جگہ تمہیں پہنچاؤں گا' گاڑی اسٹارٹ کرو۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھادی۔ میں انتونی کی داڑھی مونچھیں چہرے سے ہٹا کر کھڑکی سے باہر پھینکنے لگا۔ وہ ناہور سے دور جانے کے لئے گاڑی کو موڑنا چاہتا تھا' میں نے اسے مڑنے نہیں دیا۔ وہ پریشان ہو کر بولا "میں گاڑی کہیں لے جانا چاہتا ہوں ..... یہ کسی اور سمت جارہی ہے۔"

"جانے دو۔ یہ تمہاری نجات کے راستے پر جارہی ہے۔"

میں نے سنہرے بالوں والی وگ سر سے اتار کر باہر پھینک دی۔ رومال سے چہرے کا عارضی میک اپ پونچھنے لگا۔ اس نے کئی بار پلٹ کر کچھ کہنا چاہا۔ میں نے اسے بیچ میں ٹوکنے نہیں دیا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا جارہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا کہ شہر میں کیوں آگیا ہے۔ پھر گلبرگ کے راستے پر آکر بدحواس اور بڑھ گئی کیونکہ لبرٹی مارکیٹ سے پرے شاہینہ کی کوٹھی تھی۔

اس نے کوٹھی سے کچھ فاصلے پر کار روک دی۔ میں پچھلی سیٹ سے باہر آگیا۔ دروازے کو بند کردیا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا آگے جانے لگا۔ کوٹھی کے سامنے دور تک لوگوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ سب لوگ قاتل کا انجام دیکھنے آئے تھے۔

پولیس والوں نے قاتل کی گاڑی روک دی۔ آگے کسی گاڑی کے جانے کا راستہ نہیں تھا۔ پولیس نے گھیرا ڈال رکھا تھا۔ راجا صفدر کار سے نکل کر ایک کوٹھی کے احاطے کی دیوار پر چڑھ گیا۔ پھر بلند آواز سے بولا "میں راجا صفدر علی ہوں۔ مجھے دیکھو' میں فرہاد کے بہنوئی کا قاتل ہوں اور اپنے عبرتناک انجام کا منظر تمہیں دکھانے آیا ہوں۔"

ایک پولیس افسر نے ریوالور نکال کر کہا "خبردار راجا صفدر! تم نشانے پر ہو۔ ہم سے بچ کر نہیں جاسکو گے۔"

راجا صفدر نے کہا "اس چڑی مار کو دیکھو۔ جب قاتل خود گرفتار ہونے آیا ہے تو یہ اپنی جھوٹی فرض شناسی دکھا رہا ہے۔"

سب لوگ افسر پر ہنسنے لگے۔ راجا صفدر نے کہا "لوگو! میں مقتول کے دروازے پر جارہا ہوں۔ اگر کوئی میرا راستہ روکے تو تم سب اسے روکنے نہ دینا۔ میں پولیس والوں سے بھی کہتا ہوں' ان کی کارکردگی دکھانے کا وقت گزر چکا ہے۔ اس لئے وہ خاموش تماشائی بن کر فرہاد کی عوامی عدالت کا فیصلہ سنیں اور مجھے میرے انجام کو پہنچنے دیں۔"

وہ احاطے کی دیوار پر چلتا ہوا دوسری کوٹھی کے احاطے کی دیوار پر آیا پھر کہنے لگا "دنیا والو! اپنے ملک کے بڑے بڑے لوگوں سے پوچھو کہ میں کتنا بڑا آدمی ہوں۔ میں کبھی حکومت کی کرسی پر نہیں بیٹھتا لیکن حکمرانوں اور اپوزیشن والوں کی ناک میں دم کرتا رہتا ہوں۔ دونوں سے مراعات اور زیادہ سے زیادہ اختیارات حاصل کرتا ہوں۔ میں یہاں کا بے تاج بادشاہ ہوں۔ یہ عبرت کا مقام ہے کہ مجھ جیسا بااختیار اور بے پناہ طاقت رکھنے والا اتنا بے اختیار اور بے بس ہوگیا ہے کہ اپنا کوئی حربہ آزما کر خود کو سزا سے نہیں بچا سکتا۔ انسان اور اس کی تمام توانائیاں ناپائیدار ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہمارا سر پُرغرور خاک میں مل جاتا ہے۔"

وہ بولتا ہوا شاہینہ کی کوٹھی کے احاطے کی دیوار پر آگیا' پھر بولا۔ "اس دنیا سے جاتے جاتے یہ بھی اعتراف کرلوں کہ میں یہودی تنظیم کا کتا ہوں۔ میں نے یہودیوں کے مفاد میں بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ میں دولت یہودیوں سے حاصل کرتا ہوں' نمک پاکستان کا کھاتا ہوں اور پاکستانی قوم پر بھونکتا ہوں اور اسے کاٹتا ہوں۔"

یہ سنتے ہی لوگ مشتعل ہوگئے۔ پتھر اٹھا اٹھا کر راجا صفدر کو مارنے لگے۔ یہ قوم بڑے سے بڑا دھوکا برداشت کرسکتی ہے لیکن یہودیوں کی سازشوں اور ان کے زر خرید کتوں کو ایک پل کے لئے بھی برداشت نہیں کرسکتی۔ پورا ہجوم اس پر ٹوٹ پڑا تھا۔

یہ ایسی پوزیشن تھی جس پر قابو پانا ممکن نہیں تھا۔ پولیس والے اتنے بڑے ہجوم کو کنٹرول نہیں کرسکتے تھے۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی انہیں مذہبی جوش اور جذبے سے باز نہیں رکھ سکتے تھے۔ میں نے شاہینہ سے کہا "اس ہجوم کو قابو میں کرنا ممکن نہیں ہے۔ مجھے افسوس ہے قاتل کو تمہاری مرضی کے مطابق سزائے موت نہیں ملے گی۔"

"بھائی جان! اس سے زیادہ عبرتناک سزا ہم اور آپ نہیں دے سکتے تھے۔ میرے وطن کے لوگ بیشہ بے حس اور خوابیدہ نہیں رہتے' جب بیدار ہوتے ہیں تو دشمنوں کی بوٹیاں نوچ لیتے ہیں۔"

واقعی یہودیوں کے دلّال کی بوٹیاں نوچی جارہی تھیں۔ وہ تڑپ تڑپ کر مررہا تھا اور موت بھی جلدی نہیں آرہی تھی۔ چونکہ میں اس کے دماغ کو کنٹرول نہیں کررہا تھا۔ اس لئے وہ بھاگ جانے کی کوشش میں تھا لیکن ہزاروں لوگوں کے درمیان سے نکل جانے کا کوئی راستہ نہیں رہا تھا۔ لباس کی ایسی دھجیاں اڑی تھیں کہ بدن پر ایک تار نہیں رہا تھا۔

اعلیٰ عہدیداروں اور پولیس افسروں نے سمجھ لیا تھا کہ یہودی ایجنٹ کی سرپرستی کی سزا عوام انہیں بھی دیں گے۔ وہ اپنی اپنی گاڑیوں میں وہاں سے بھاگ رہے تھے۔ میں نے پھر راجا صفدر کے پاس آکر دیکھا۔ اس کا دماغ موت کی تاریکی میں گم ہوگیا تھا۔

کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ وہ مرچکا ہے' اسے چھوڑ دو۔ لیکن وہاں ایسے بھی تھے جو لاش کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتے تھے' انہوں نے ایک گدھے کے پیچھے اسے باندھ دیا تھا اور گدھے کو ڈنڈے سے مارا تھا۔ وہ ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا ہوا بھاگ رہا تھا اور اس کے پیچھے لاش گھسٹتی جارہی تھی۔

خدا ایسے برے انجام سے ہم سب کو بچائے۔ راجا صفدر کے نزدیک اور دور کے رشتے دار اور دوست احباب چھپ کر یہ منظر دیکھ رہے ہوں گے۔ وہ منظرِ عام پر آکر اس کی لاش کو اپنی تحویل میں لینے کی جرات نہیں کررہے ہوں گے۔ شاید شیطان کے رشتے دار کی حیثیت سے مار کھانا اور ذلیل ہونا نہیں چاہتے ہوں گے۔

میں نے راجا اکبر کے خیالات پڑھے۔ ایک تو وہ اس بات پر مطمئن تھا کہ باپ گرفتار ہو کر اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ ورنہ فرہاد باپ کی جگہ بیٹے کو قتل کرنے والا تھا۔ دوسرا یہ کہ وہ باپ کی لاش حاصل کرنے کے لئے عوام کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا' فرہاد نے اسے نظرانداز کردیا ہے تو اب نظروں میں آنے کی حماقت نہیں کرنا چاہئے۔

میں نے کہا "یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ میں دشمنوں کو کبھی نظرانداز نہیں کرتا۔"

وہ ایک دم سے خوف زدہ ہو کر خلا میں تکنے لگا' میں نے کہا "تم اسٹوڈنٹ یونین کے لیڈر ہو۔ تمہارے باپ نے جتنے غنڈوں کو اسٹوڈنٹ بنا کر یونیورسٹی میں داخلہ دلایا تھا' ان سب کی فہرست تیار کرو اور ایک عرضی کے ساتھ اس فہرست کو وزیرِ تعلیم اور متعلقہ عہدیداروں کے پاس پہنچاؤ۔ اس عرضی میں یہ لکھو کہ فرہاد علی تیمور نے تاکید کی ہے کہ یونیورسٹی سے اس فراڈ یونین کو ختم کیا جائے۔ طلبا بن کر یونین میں رہنے والے غنڈوں کو کھلی عدالت میں سزائیں دی جائیں اور تمہارے باپ کی کروڑوں کی دولت اور جائداد حکومت کی تحویل میں دی جائے۔ اگر اس عرضی پر عمل کرنے میں ایک دن کی بھی تاخیر ہوگی تو وہ متعلقہ عہدیداروں کا آخری دن ہوگا۔"

راجا اکبر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "میں ابھی جاتا ہوں۔ صبح سے پہلے وہ فہرست اور وہ عرضی متعلقہ افراد تک پہنچادوں گا۔"

وہ وہاں سے بھاگتا ہوا چلا گیا۔ میں نے صوبائی سیکرٹری کے پاس آکر کہا "یہاں جو کچھ ہوا' اسے آپ نے دیکھا ہے اور اچھی طرح سمجھا ہے۔ کیا مزید سمجھانے کے لئے آپ کے ساتھ اور آپ کی اولاد کے ساتھ بھی یہی سلوک کرنا ہوگا؟"

"نہیں' فرہاد صاحب! میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ آئندہ میں کوئی غلط کام نہیں کروں گا..... نہ کسی کو اپنے سائے میں غلط کام کرنے دوں گا اور رشوت کے لین دین پر ہمیشہ کے لئے لعنت بھیج دوں گا۔"

"میں آپ کو آزاد کرتا ہوں۔ فون کر کے یہاں اپنی گاڑی منگوائیں پھر شکیلہ اور عمران کو ان کے والدین کے پاس پہنچاتے جائیں۔"

وہ خوش ہو کر فون کے پاس چلا گیا۔ شکیلہ نے کہا "فرہاد صاحب! ہم نے آپ کو دیکھا نہیں ہے۔ فرشتوں کے متعلق بھی سنا ہے دیکھا نہیں ہے۔ ہوسکے تو کبھی اپنی صورت دکھادیں۔ ساری عمر یہ حسرت رہے گا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے فرشتے کو دیکھا ہے۔"

میں نے کہا "میرے بچو! تم سب معصوم فرشتے ہو۔ تمہارے والدین کا جھوٹ' فراڈ اور رشوت خوری تمہیں جوان ہو کر فرشتہ نہیں رہنے دیتی۔"

عمران نے کہا "آپ درست فرماتے ہیں۔ آج سے ہمارے والدین اور بزرگ ناجائز کمائی کا ایک پیسہ بھی گھر لائیں گے تو ہم اس گھر کی روٹی نہیں کھائیں گے۔"

وہ تینوں وہاں سے چلے گئے۔ میں نے شاہینہ سے کہا "میں آرہا ہوں' مگر تم مجھے پہچان نہیں سکو گی۔ میری پہچان یہ ہے کہ سفید سوٹ میں ہوں' تمہارے سامنے آتے ہی اپنا سر جھکادوں گا اور تمہارے دماغ میں بولوں گا۔ لیکن یاد رکھو' میری آمد کو راز میں رکھنا۔ یہ بات گھر سے باہر نہ پہنچے۔ ورنہ دشمن سر پر آپہنچیں گے۔"

وہ تعجب سے بولی "دشمن تو جہنم میں چلا گیا۔ کیا ابھی اور کوئی رہ گیا ہے؟"

"میری بہنا! تم بہت بھولی ہو۔ میں تمہیں سمجھا نہیں پاؤں گا کہ راجا صفدر علی کے پیچھے کتنے خطرناک یہودی دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ آئندہ راجا صفدر کی جگہ کوئی دوسرا ایجنٹ ہوگا اور یہودی تنظیم کے افراد یہ نہیں چاہیں گے کہ میں پاکستان میں رہ کر ان کے مفادات کو نقصان پہنچاؤں۔ اس لئے میں تھوڑی دیر کے لئے آرہا ہوں پھر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

میں تھوڑی دیر بعد کوٹھی کے اندر گیا۔ شاہینہ کے سامنے آکر سر کو کھجایا اور سوچ کے ذریعے کہا "میں ہوں، تمہارا بھائی جان۔"

وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی پھر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ یہ وہ جانے والی کو رونے کے لئے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے باپ یا بھائی کا سینہ ملتا ہے جہاں وہ دل کھول کر آنسو بہاتی ہے۔ میں نے اسے خوب رونے دیا۔ اپنے بھانجوں اور بھانجیوں کو پیار کیا۔ انہیں صدمہ ضرور تھا لیکن میرے آنے کی خوشی بھی تھی اور یہ اطمینان بھی تھا کہ آئندہ فیکٹری حاصل کرنے کے لئے کوئی دشمن انہیں قتل کرنے کی دھمکی نہیں دے گا۔ اب وہ دہشت زدہ نہیں رہیں گے۔

○☆○

میری ہدایت کے مطابق پارس نیویارک سے پیرس آگیا تھا۔ ہم نے حالات کے پیشِ نظر پارس، علی تیمور اور سونیا ثانی کی شخصیات بدل دی تھیں۔ ان کی آواز اور لہجہ تبدیل کردیا گیا تھا اور ان کی یادداشت سے پچھلی زندگی بھلادی گئی تھی تاکہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے چور خیالات پڑھ کر بھی ان کی اصلیت معلوم نہ کرسکیں۔

ثانی اور علی ابھی شنگاؤ میں تھے۔ پارس نیویارک میں تنہا تھا۔ اس لئے میں نے اسے پیرس بلایا تھا۔ سونیا اس سے ملنا چاہتی تھی لیکن اچانک مجھے پاکستان جانا پڑا اور سونیا اٹلی کے شہر روم میں ٹھہر گئی تاکہ یہودی تنظیم والوں کو پھر ایک اچھا سبق سکھا سکے۔

ایسے وقت پارس پیرس پہنچا تو سلمان پھر اس پر عمل کرکے اس کی یادداشت واپس لے آیا۔ پھر اس سے کہا "پاکستان میں تمہارے پھوپا کو قتل کردیا گیا۔ تمہارے پاپا وہاں موجود ہیں۔ تمہیں بھی وہاں جانا چاہئے۔"

"پاپا قاتل کو نہیں چھوڑیں گے۔ کیا وہاں اور بھی مسائل ہیں؟"

"ہاں۔ یہودی تنظیم کے لوگ تمہاری پھوپی اور بھائی بہنوں کے خلاف اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرسکتے ہیں۔ پھر یہ کہ اس تنظیم کو پاکستان کی زمین سے ہمیشہ کے لئے اکھاڑ پھینکنا ہے۔ اس لئے تمہیں جانا چاہئے۔"

"مما کہاں ہیں؟"

سلمان نے بتایا کہ سونیا اٹلی میں یہودی تنظیم کے سربراہ کو ٹھکانے لگانے والی ہے۔ پارس نے کہا "میں پہلے مما کے پاس جاؤں گا پھر ہم وہاں بیٹے پاکستان جائیں گے۔"

وہ نیویارک سے ایک پاکستانی رئیس زادے حیدر علی کے بہروپ میں آیا تھا۔ پاسپورٹ اور شناختی کاغذات کے ذریعے بھی ایک پاکستانی مسلمان ثابت ہوتا تھا۔ وہ اٹلی کے شہر روم جانے کے لئے ائرپورٹ آیا۔ اسے فرینکفرٹ سے آنے والے طیارے میں ایک سیٹ مل گئی۔ اسے مقدر کی طرف سے پیش کیا جانے والا خوب صورت تصادم کہنا چاہئے۔ فرینکفرٹ (جرمنی) سے آنے والے طیارے میں سرکٹی الپا موجود تھی۔

پہلے تو یہ طے کیا گیا تھا کہ الپا کے لئے اسرائیل سے خصوصی طیارہ بھیجا جائے گا لیکن پھر یہودی اکابرین نے دانشمندی سے سوچا کہ الپا کو جرمنی سے اسرائیل پہنچانے کا خصوصی انتظام کیا جائے گا تو دشمنوں کو شبہ ہوگا کہ ایک نوجوان لڑکی کی ایسی کیا اہمیت ہے کہ اسے وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جارہا ہے؟

اس طرح بھید کھل سکتا تھا کہ الپا کو ایک اجنبی لڑکی کے روپ میں اسرائیل پہنچایا جارہا ہے۔ آخر یہ طے پایا کہ الپا کو بے شمار محافظوں کے درمیان ایک عام مسافر طیارے میں سفر کرنا چاہئے۔ اس کے محافظوں میں چھ نہایت ذہین اور حاضر دماغ افراد ہوں گے۔ چھ خطرناک فائٹر اور چھ جاسوس کے علاوہ دو نہایت ہی تیز طرار عمر رسیدہ عورتیں ہوں گی جو لوگوں کو ان کی آنکھوں، ان کے چہروں اور ان کی باتوں سے پہچان لیا کرتی ہیں۔

اس پروگرام کے مطابق الپا کے ساتھ مزید بیس عدد سیٹیں طیارے میں ریزرو کرائی گئیں۔ براہِ راست اسرائیل جانے والے طیارے میں اتنی زیادہ سیٹیں نہ مل سکیں۔ پیرس، روم، ایتھنز، فرینکفرٹ سے گزرنے والے طیارے میں سیٹیں ملنے پر وہ پیرس آئی تھی۔ لیکن وہ طیارے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ ایک گھنٹے بعد طیارہ روانہ ہونے والا تھا۔ اس ایک گھنٹے میں اسے یوں لگ رہا تھا جیسے پارس اُسے اس شہر میں چھپ کر دیکھ رہا ہے۔ وہ اسے ہر ممکن طریقے سے نظرانداز کررہی تھی پھر بھی وہ حواس پر چھایا جارہا تھا۔

دوسرے مسافر سوار ہورہے تھے۔ سیٹوں کے درمیان راستے سے مسافر دستی سامان اٹھائے رک رک کر گزر رہے تھے کیونکہ اکثر نے بھاری سامان اٹھایا تھا پھر اپنی سیٹ پر بیٹھنے سے پہلے سامان سنبھال کر رکھنے والے دیر کرتے تھے۔ پیچھے والوں کو آگے بڑھنے کے لئے انتظار کرنا پڑتا تھا۔ پارس بھی آگے بڑھنے کے انتظار میں کھڑا ہوا تھا کہ بائیں طرف کی سیٹ پر بیٹھی ہوئی لڑکی کو دیکھ کر چونک گیا۔

وہ الپا تھی مگر پہلے والی صورت شکل نہیں تھی۔ برین آپریشن کے بعد اسے دوسرا روپ دیا گیا تھا۔ وہ اپنے پاس بیٹھی ہوئی ادھیڑ عمر عورت سے باتیں کررہی تھی۔ اس کی آواز اور لہجہ بھی بدلا ہوا تھا۔ کوئی اسے الپا کی حیثیت سے کبھی پہچان نہیں سکتا تھا۔

لیکن زہریلی حس نے اس بدن کی مخصوص مہک کو پہچان لیا، جس سے اس کی شناسائی رہ چکی تھی۔ پارس کی اس خاصیت سے مرینا بھی گھبراتی تھی۔ لاکھ بھیس بدلنے کے باوجود وہ زہریلا اس کی مہک سے اُسے پہچان لیا کرتا تھا۔

پارس نے غور سے الپا کو دیکھا۔ دیکھنے میں وہ کسی پہلو سے الپا نہیں لگ رہی تھی۔ کسی اور نشانی سے اسے پہچانا جاتا تو غلطی ہوسکتی تھی۔ لیکن ہر انسان کے جسم کی قدرتی بُو ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ شکاری کتے ایسی ہی بو سے مخصوص مجرموں تک پہنچتے ہیں اور کبھی دھوکا نہیں کھاتے۔ انہوں نے آپریشن کے ذریعے اور پلاسٹک سرجری کے ذریعے الپا کو سر سے پاؤں تک بدل

دیا تھا لیکن اس کی وہ قدرتی بُو تبدیل نہیں کرسکے تھے، جسے پارس لاکھوں میں پہچان سکتا تھا۔

مسافر آگے بڑھ رہے تھے۔ پارس کو بھی آگے جانا پڑا۔ اس کی سیٹ الپا سے بہت دور تھی۔ وہ سیٹ پر بیٹھ کر سوچنے لگا "میں دھوکا نہیں کھا سکتا۔ وہ حسینہ کوئی اور نہیں الپا ہے اور وہ تنہا نہیں ہے۔"

ایک خیال آیا کہ وہ ماسک مین کے آدمیوں کے ساتھ ہے۔ پھر خیال آیا، یہ طیارہ اسرائیل جارہا ہے۔ کیا وہ اپنے ملک اور اپنی قوم میں واپس جارہی ہے؟ کیا اس نے ماسک مین سے نجات حاصل کرلی ہے یا ماسک مین کے ہی کسی مشن پر کسی ملک میں جارہی ہے؟ ایسے بہت سے سوال تھے جو جواب طلب تھے۔

پھر وہ پاس بیٹھی ہوئی خاتون سے گفتگو کررہی تھی۔ گفتگو کا انداز بتارہا تھا کہ آپس میں شناسائی ہے۔ وہ تنہا سفر نہیں کررہی ہے۔ اس کے شناساؤں کو اور اس کے موجود حالات کو سمجھے بغیر اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں تھا۔ پارس نے سوچا "ہوسکتا ہے جوجو کی طرح اس کی بھی پچھلی زندگی بھلادی گئی ہو۔ ایسا ہوگا تو وہ مجھے میرے نام سے پہچان نہیں سکے گی اور چہرہ تو پہلے ہی بدلا ہوا ہے میں اس کا صورت آشنا بھی نہیں ہوں۔"

طیارے نے اپنے وقت پر پرواز کی۔ شہر روم تک ڈیڑھ گھنٹے کا سفر تھا۔ اس ڈیڑھ گھنٹے میں الپا کو آگے جانے سے روکنا تھا یا خود اس کے تعاقب میں آگے جانا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سلمان نے مخاطب کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا "میں نے سسٹر کو بتادیا ہے کہ تم اس فلائٹ سے آرہے ہو۔ وہ تمہیں ریسیو کرنے ائرپورٹ آئیں گی۔"

وہ بولا "انکل! میں بڑی بے چینی سے انتظار کررہا تھا۔ یہاں ایک نیا انکشاف ہوا ہے۔ اس طیارے میں الپا موجود ہے۔"

وہ بتانے لگا کہ اس نے کس طرح اسے پہچانا ہے ورنہ وہ بالکل بدل گئی ہے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس کے ساتھ کون ہے؟ اور وہ کہاں جارہی ہے؟

اس مقصد کے لئے پارس نے ایک ائرہوسٹس کو مخاطب کیا۔ اس سے پینے کا پانی طلب کیا۔ وہ مسکرا کر بولی "ابھی لاتی ہوں۔"

سلمان ائرہوسٹس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پارس نے بتایا تھا کہ الپا نے بلیک اسکرٹ اور سرخ بلاؤز پہنا ہوا ہے۔ سلمان نے ائرہوسٹس کو اس کے پاس پہنچایا۔ ہوسٹس نے الپا کے پاس بیٹھی ہوئی خاتون سے مسکرا کر پوچھا "کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

خاتون نے کہا "نو تھینکس۔"

سلمان نے اس کے لہجے کو نوٹ کرلیا۔ فوراً ہی اس کے دماغ میں جانا مناسب نہیں تھا۔ وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لیتی تو انہیں خطرے کا احساس ہوجاتا۔ اسی وقت پیچھے بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "پلیز! ایک ڈبل پیگ ملے گا؟"

ہوسٹس حکم کی تعمیل کے لئے چلی گئی۔ ڈبل پیگ کی فرمائش کرنے والا شراب پیتا تھا۔ یوگا کا ماہر نہیں ہوسکتا تھا۔ سلمان بے کھٹکے اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کا خیال تھا، پیچھے بیٹھنے والا غیر متعلق شخص ہوگا۔ اس کے اندر رہ کر الپا اور خاتون کی باتیں سنی جاسکیں گی۔ لیکن پتا چلا کہ وہ اسرائیلی جاسوس ہے۔ الپا کی نگرانی اور حفاظت کرنے والی ٹیم کے بیس افراد طیارے میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک وہ جاسوس ہے۔

سلمان نے اس کی سوچ میں کہا "الپا کی حفاظت کے لئے یوگا کے ماہرین کو ضرور موجود رہنا چاہئے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "صرف دو خطرناک فائٹر یوگا کے ماہر ہیں۔ ان میں سے ایک میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ دوسرا الپا کی اگلی قطار کی ایک سیٹ پر ہے۔"

سلمان تھوڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ پھر پارس کے پاس آکر بولا "وہ قل ابیب جارہی ہے۔ ماسک مین کو دھوکا دے کر آئی ہے، اس طیارے میں اس کے بیس محافظ ہیں۔ اس کے قریب بیٹھی ہوئی دو عورتیں قیافہ شناس اور شاطر ہیں۔ سامنے والے کو چشمِ زدن میں تاڑ لیتی ہیں۔"

پارس نے کہا "بڑی زبردست نگرانی میں لے جارہے ہیں لیکن اسے جانا نہیں چاہئے۔"

سلمان نے پوچھا "کیا ان سے ٹکرانا چاہتے ہو؟"

"ٹکرانا ضروری نہیں ہے۔ آپ پائلٹ اور فلائٹ انجینئر کے دماغوں میں جگہ بنائیں۔ شہرِ روم پہنچتے ہی ان کے ذریعے طیارے میں فنی خرابیاں پیدا کردیں۔"

"کیا فرق پڑے گا؟ وہ دوسرے طیارے سے چلی جائے گی۔"

"دوسرے طیاروں میں آسانی سے سیٹیں نہیں ملیں گی۔ جتنی دیر میں ملیں گی اتنی دیر میں مزید الجھنیں اس کے سفر میں پیدا کردی جائیں گی۔ آپ مما سے بھی مشورہ کرلیں۔"

اس نے سونیا کے پاس آکر الپا کے متعلق بتایا، وہ بولی۔ "اسرائیل میں پہلے ہی چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ جے مورگن اور امریکا سے آئے ہوئے مزید تین خیال خوانی کرنے والوں کو برین آپریشن کے ذریعے انہوں نے اپنا وفادار بنالیا ہے۔ اس تعداد میں اضافہ کرنے کے لئے الپا کو نہیں جانا چاہئے۔ اگر وہ جائے گی تو تمہاری معمولہ اور تابعدار بن کر وہاں رہے گی۔"

"سسٹر! وہ اتنے سخت پہرے میں ہے کہ اس پر تنویمی عمل کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ عمل سے پہلے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا ہوگا۔ اور اس کا کوئی چانس نہیں ہے۔ اس کا کھانا اور پینے کی ہر چیز اچھی طرح چیک کی جاتی ہے۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ ہم تمہیں عمل کرنے کا موقع دیں گے۔ تم اس طیارے کو روم سے آگے نہ جانے دو۔"

وہ پھر ائرہوسٹس کے پاس آیا اور اس کے ذریعے پائلٹ و فیو کے اندر جگہ بنانے لگا۔ الپا حفاظتی انتظامات سے مطمئن تھی۔ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کئے، ماسک مین کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اب وہ اس کا معمول تھا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس کے خیالات بتارہے تھے کہ جرمنی میں

ڈی الپا کے ساتھ جانے والی ٹیم کے تمام جاسوس اپنے ٹیم لیڈر کے ساتھ مارے گئے ہیں۔ دو جاسوس عورتیں ماسک مین سے رابطہ کرتی رہی تھیں۔ تیسری ڈی سمجھی جانے والی الپا ان کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔

پہلے ماسک مین وغیرہ یہی سوچتے رہے کہ ڈی نے دغا کی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ بھید کھل گیا۔ انہوں نے ماسک مین سے کہا کہ اپنی ولسن کو چیک کرے اور ولسن الپا سے فرمائش کی جائے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے گم ہو جانے والی الپا کا سراغ لگائے۔ لیکن ماسک مین کے پاس ولسن بن کر آنے والی خیال خوانی کر نہ سکی۔

ڈی کو حراست میں لے لیا گیا۔ اس پر تشدد کیا گیا کہ اس نے دھوکا کیوں دیا۔ وہ الپا کے تویمی عمل کے مطابق خود کو سرگئی آندروف سمجھ رہی تھی۔ ہزار تشدد کے باوجود خود کو سرگئی آندروف کہہ رہی تھی۔ قسمیں کھا رہی تھی کہ وہ کسی کو دھوکا نہیں دے رہی ہے۔

اس بے چاری کو نارچر سیل میں پہنچا دیا گیا تھا۔ فوجی افسر اسے مزید اذیتیں پہنچانے والے تھے۔ وہ اذیتیں برداشت کرتے کرتے مر جاتی تو ان کا کچھ نہ جاتا۔ جانے والی الپا تو چلی ہی گئی تھی۔

الپا نے سوچ کے ذریعے فوجی افسر سے کہا "کھسیانی بلی کھمبا نوچتی ہے۔ میں تمہارے ہاتھ سے نکل گئی۔ مجھے کبھی واپس حاصل نہیں کر سکو گے اس لئے غصہ اس بے چاری پر اتار رہے ہو۔"

افسر نے کہا "ہمیں دھوکا دے کر جاتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ یہاں تمہیں شہزادی بنا کر رکھا گیا تھا۔ سب نے تمہیں سر پر بٹھایا تھا' تم نے ہماری محبت کا صلہ عداوت سے دیا ہے۔"

"الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ ایک تو مجھے اسرائیل سے اغوا کیا' برین آپریشن کے ذریعے میری پچھلی زندگی بھلا دی گئی' مجھے دھوکا دے کر مجھ سے جھوٹی محبت کی جاتی رہی۔ اپنے بڑوں سے کہہ دو کہ میں اپنی اصلیت جان گئی ہوں۔ میرا نام سرگئی نہیں' الپا ہے اور میں یہودی ہوں اور اب اپنی قوم میں پہنچ گئی ہوں۔"

افسران باتوں کے دوران فون کے ذریعے اعلیٰ حکام اور دوسرے اہم عہدیداران کو بتا رہا تھا کہ الپا خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کر رہی ہے۔

وہ بولی "اپنے بڑوں سے کہہ دو کہ ابھی میں نے کوئی دشمنی نہیں کی ہے۔ صرف غلامی کی زنجیریں توڑی ہیں۔ تم لوگ چاہو تو اب بھی مجھے دوست بنائے رکھ کر میری دشمنی سے محفوظ رہ سکتے ہو۔"

"ہمت خوب' تم ایک ہی فقرے میں دوستی بھی کر رہی ہو اور دشمنی کے لئے چیلنج بھی۔"

"یہ چیلنج ابھی پورا کروں گی۔ اگر دس منٹ کے اندر میری ڈی کو رہا نہ کیا۔"

"تمہیں اس سے ہمدردی کیوں ہے؟"

"یہ میری آزادی کا ذریعہ بن گئی تھی۔ میں اس کی آزادی کے لئے تم لوگوں کے خلاف کچھ بھی کر سکتی ہوں۔"

اس نارچر سیل میں دوسرے افسران پہنچ رہے تھے۔ ماسک مین بھی آگیا تھا۔ وہ ناگواری سے بولا "میں تمہیں شریکِ حیات بنانا چاہتا تھا مگر تم نے اپنی جگہ اسے میری ولسن بنا دیا۔ یہ ڈی میرے خلاف تمہاری سازش میں شریک رہی ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ بے چاری معصوم ہے' بے گناہ ہے' اس نے مجھے یہاں سے بھگانے کے سلسلے میں دانستہ کوئی رول ادا نہیں کیا ہے۔ اب آٹھ منٹ رہ گئے ہیں۔ اگر اسے رہا کر کے آزاد دنیا میں نہ بھیجا گیا تو میں ان تمام اعلیٰ عہدیداران کے دماغوں میں زلزلے پیدا کروں گی جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔"

ماسک مین سوچ میں پڑ گیا۔ دوسرے لفظوں میں الپا نے اسے سوچنے پر مجبور کیا۔ "ایک ڈی کے لئے تمام اعلیٰ عہدیداران کو دماغی اذیتوں میں مبتلا کیا جا سکتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس ڈی کو رہا کر دیا جائے۔ یہ ہمارے کسی کام کی نہیں ہے۔"

اس نے حکم دیا "اسے رہا کرو اور کسی پہلی فلائٹ سے ملک بدر کر دو۔"

الپا نے ڈی کے دماغ میں آکر پوچھا "تم خوش ہو؟"

وہ بولی "میں تمہارا احسان نہیں بھولوں گی۔"

"تمہیں یورپ کے کسی ملک میں چھوڑ دیا جائے گا۔ تم چاہو تو میرے ملک میں میرے ساتھ رہ سکتی ہو۔"

"میرے لئے اس سے بڑی خوشی اور نہیں ہو سکتی کہ میری زندگی تمہاری خدمت کرتے ہوئے گزرے۔"

"تم خدمت گار نہیں' میری سہیلی بن کر رہو گی۔ فرینکفرٹ پہنچتے ہی اسرائیلی سفارت خانے جا کر سفیر صاحب سے ملاقات کرو۔ وہ تمہیں میرے پاس تل ابیب پہنچا دیں گے۔"

اس نے جرمنی میں اسرائیلی سفیر کے پاس آکر سوچ کے ذریعے کہا "میری ایک ہم شکل لڑکی آپ کے پاس آنے والی ہے۔ اس کا نام سرگئی آندروف ہے۔ آپ اسے بھی تل ابیب پہنچانے کا بندوبست کریں۔ وہ آئندہ ہمارے بہت کام آئے گی۔"

وہ دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو گئی۔ وہ روم پہنچ گئی تھی۔ طیارہ رن وے پر اتر رہا تھا۔ سلمان نے آکر پارس سے کہا "تمہاری مما نے جینز اور سُرخ جیکٹ پہنی ہے۔ کوڈ ورڈز ہیں' دیر سے ملے مگر خوب ملے۔"

پارس نے پوچھا۔ "الپا کے استقبال کے لئے ان کی یہودی تنظیم کے اہم افراد ضرور ہوں گے۔"

"اس تنظیم کا گاڈفادر بھی آیا ہوا ہے۔"

"کیا آپ اس کے خیالات پڑھ سکتے ہیں؟"

"اس کے پرسنل سیکریٹری کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے۔ جب سے پاکستان میں تمہارے پپوا کا قتل ہوا ہے' یہاں کا گاڈفادر محتاط رہتا ہے۔ کسی سے اپنی اصلی آواز اور لہجے میں گفتگو نہیں کرتا ہے۔ لیکن اب وہ زیادہ محتاط نہیں ہے۔ اسے پتا چل گیا ہے کہ تمہارے پاپا پاکستان میں معصوف ہیں۔ یہاں تمہارے پاپا سے کوئی خطرہ نہیں رہا ہے۔ اس لئے وہ الپا کے شایانِ شان استقبال کے لئے خود ائرپورٹ آیا ہے۔"

گاڈفادر سخت حفاظتی انتظامات کے ساتھ وی آئی پی لاؤنج میں آیا تھا۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ سونیا اس کی ناک میں ہے۔ اسے یہ بھی ابھی تک معلوم نہیں ہوا تھا کہ اس کا ایک وفادار انتونی پاؤلیا سونیا کے قابو میں ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا' انتونی پاکستان گیا ہے۔ وہاں پہنچ کر موجودہ حالات پر قابو پا کر رپورٹ ارسال کرے گا۔

سلمان کو میں اپنے ساتھ معصوف رکھنا چاہتا تھا اس لئے جو جو سونیا کے پاس آئی اور اس سے ہدایات حاصل کرتی رہی۔ اس کے بعد وہ پرسنل سیکریٹری کے پاس آگئی اور موقع کا انتظار کرنے لگی۔ گاڈفادر نے جس ویٹر کو کافی کا آرڈر دیا اس ویٹر کو قابو میں کر لیا۔ سونیا کو بتایا کہ گاڈفادر کے لئے کافی جا رہی ہے۔ سونیا کی ایک انگلی میں ہمیشہ مخصوص انگوٹھی رہا کرتی تھی جس میں اعصابی کمزوری کی دوا ہوتی تھی۔ اس نے ویٹر کے پاس آکر کافی میں تھوڑی سی دوا ملا دی۔ ویٹر کے دماغ پر جو جو چھائی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ کچھ سمجھ نہ سکا۔ اس نے کافی لے جا کر گاڈفادر کے سامنے رکھ دی۔

وہ یوں بھی سانس روکنے کا عادی نہیں تھا۔ جو جو اس کے اندر پہنچ سکتی تھی لیکن وہ اپنے اصل لہجے میں نہیں بولتا تھا۔ یہ ایک تدبیر کی گئی تھی کہ شاید اعصابی کمزوری سے پریشان ہو کر وہ اصلی آواز میں بولنے لگے۔

یہ تدبیر کامیاب ہو گئی۔ وہ کمزوری محسوس کرتے ہی خوفزدہ ہو گیا۔ بے اختیار اپنی آواز اور لہجے میں بولا "میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے فوراً اپنی گاڑی تک لے چلو۔"

جو جو اس کے اندر رہ کر کمزوری کو کم کرنے اور اس میں قوتِ برداشت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے اپنی گاڑی کے پاس پہنچ کر سیکریٹری سے کہا "تھینکس گاڈ! اب میں ٹھیک ہوں۔ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ تم میری کوٹھی میں جاؤ۔ میں مس الپا سے تنہائی میں باتیں کروں گا۔ تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

وہ حکم کا بندہ چلا گیا۔ سونیا گاڈفادر کے پاس آگئی۔ جو جو نے کہا "گاڈفادر! یہ تمہاری موت ہے سونیا۔ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو اسے اپنی پرسنل سیکریٹری ظاہر کرو۔ کوئی چالاکی دکھانا چاہو گے تو دوسرے ہی لمحے میں تمہاری سانس رک جائے گی۔"

وہ بے بسی سے سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فراڈ کو پاکستان میں معصوف رکھے گا تو سونیا موت بن کر آجائے گی۔ سونیا نے پرس میں سے ایک شیشی نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا۔ "اس میں سے دو گھونٹ پی لو۔ توانائی بحال ہو جائے گی۔ ابھی بیمار لگ رہے ہو۔"

جو جو نے اسے مجبور کیا تو اس نے مشروب کے دو گھونٹ حلق سے اتار لئے۔ اناؤنسمنٹ کرنے والے کی آواز اسپیکر سے آرہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "فرینکفرٹ اور پیرس سے آنے والے وہ مسافر جو اپنا سفر جاری رکھنا چاہتے ہیں' ان سے گزارش ہے کہ طیارے سے اتر کر لاؤنج میں چلے جائیں۔ یہ طیارہ چند ٹیکنیکل وجوہات کی بنا پر قابلِ پرواز نہیں رہا ہے۔ آگے جانے والے مسافروں کے لئے متبادل طیارہ فراہم کیا جائے گا۔ اس زحمت کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔"

الپا کو اطلاع دی گئی تھی کہ یہودی تنظیم کا گاڈفادر اس سے ملاقات کے لئے آرہا ہے لیکن وہ طیارے سے اتر کر نہیں جانا چاہتی تھی۔ یہ اناؤنسمنٹ سن کر اسے طیارے سے باہر آنا پڑا۔ وہ محافظوں کے درمیان چلتی ہوئی وی آئی پی لاؤنج میں آئی۔ سونیا کی شخصیت میں بلا کی کشش تھی۔ الپا نے اسے تعرفی نظروں سے دیکھا۔ پہلے اس کا تعارف گاڈفادر سے کرایا گیا۔ پھر گاڈفادر نے سونیا کا تعارف کرایا۔ "یہ میری پرسنل سیکریٹری ہے۔"

سونیا نے اپنا نام بتاتے ہوئے الپا سے مصافحہ کیا۔ یہ اچھا موقع تھا' وہ مصافحہ کرتے ہوئے اپنی انگوٹھی کے ذریعے دوا انجکٹ کر سکتی تھی۔ الپا کو دماغی کمزوری میں مبتلا کر کے جو جو کو اس کے اندر پہنچا سکتی تھی۔ لیکن وہ اچانک کمزوری میں مبتلا ہوتی تو اس کے محافظوں کو خطرے کا علم ہو جاتا۔ وہ الپا کو ہم سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ ناکامی ہوتی تو مار ڈالتے تاکہ وہ ہمارے کام نہ آئے۔ جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے مشین کے ذریعے پیدا ہوئے تھے' وہ اسی طرح کتے بلیوں کی طرح مرتے رہے تھے۔ کبھی دشمنوں کے ہاتھوں سے' کبھی اپنے ہی پیدا کرنے والوں کی خود غرضیوں سے۔ ویسے جب تک زندہ رہتے تھے' انہیں الپا کی طرح سر پر بٹھایا جاتا تھا۔

وہ سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے بولی "تمہاری شخصیت میں عجیب سی کشش ہے۔ مرد حضرات تو دیکھتے ہی دل ہار جاتے ہوں گے۔"

سونیا نے کہا "میں تو تمہارے سامنے دل ہار گئی ہوں۔ اگر میں مرد ہوتی تو تم سے شادی کی درخواست ضرور کرتی۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ گاڈفادر نے کہا "پتا نہیں دوسرا طیارہ کب آئے گا۔ چار چھ گھنٹے ضرور لگیں گے۔ آپ میرے بنگلے میں چل کر آرام کریں۔ میں تنظیم سے متعلق چند اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے۔ اس کی نگرانی کرنے والے بیس افراد تھے۔ وہ سب مختلف گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ الپا اور گاڈفادر کے لئے ایک شاندار گاڑی تھی۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ الپا نے سونیا سے کہا "پلیز! میرے ساتھ بیٹھو۔ تم بہت اچھی لگتی ہو۔"

سونیا اس کے پاس آگئی۔ الپا نے کہا "میں جہاں جاتی ہوں' وہاں ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں معصوف ہو جاتی ہوں۔ میرا کوئی دوست یا سہیلی نہیں ہے۔ کوئی ایسا ساتھی نہیں ہے جس کے ساتھ ٹیلی پیتھی کے بغیر وقت گزاروں۔"

سونیا نے کہا "میں تمہیں خیال خوانی کے لئے نہیں کہوں گی۔ مجھ سے خوب اِدھر اُدھر کی باتیں کرو۔"

گاڈفادر نے کہا "لیکن میں ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

پاکستان میں ہماری خفیہ تنظیم کو نقصان پہنچنے والا ہے۔ کیونکہ فرہاد کی تمام توجہ آج کل اس ملک پر ہے۔ اگر مجھے بھی ٹیلی پیتھی کا سہارا مل جائے تو۔۔۔"

الپا نے کہا "پلیز' ٹیلی پیتھی کی باتیں نہ کریں۔ اسرائیلی حکام اور اکابرین سے اس سلسلے میں گفتگو کریں۔ اگر انہوں نے پاکستان کے معاملات میں دلچسپی لینے کو کہا تو میں ضرور آپ کے کام آؤں گی۔"

سونیا نے کہا "بالکل ٹھیک ہے۔ تم اسی طرح لوگوں کو نال دیا کرو گی تو تمہیں کوئی خیال خوانی کے لئے نہیں کہے گا۔"

"میں تو یہاں صرف تفریح کروں گی۔ روس کی سرحد سے باہر آکر یہ نئی اور آزاد دنیا مجھے جنت لگتی ہے۔"

اس وقت جو جو پارس کے پاس گئی ہوئی تھی۔ سونیا پارس کے لئے اپنی گاڑی ائرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں چھوڑ کر آئی تھی۔ جو جو کی راہنمائی میں پارس نے وہ گاڑی حاصل کی تھی اور اسے ڈرائیو کرتا ہوا گاڈفادر کے بنگلے کی طرف جا رہا تھا۔ جو جو نے پوچھا۔ "تم پیرس آئے' مجھ سے ملاقات کیوں نہیں کی؟"

"انکل سلمان سے پوچھ لو۔ انہوں نے تنویمی عمل کے ذریعے میری پچھلی زندگی بھلا دی تھی۔ جب میری موجودہ شخصیت کو بحال کیا گیا تو تم سے ملاقات کا وقت نہیں رہا۔ اس فلائٹ میں نہ آتا تو الپا کا سراغ نہ ملتا۔"

"اب یہاں سے پاکستان جاؤ گے اور میں انتظار کرتی رہوں گی۔"

"تم بھی پاکستان پہنچو۔ وہاں ملاقات ہو جائے گی۔ ہمارا ایک ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔ پتا نہیں یہاں الپا کے معاملے میں حالات کیا رخ بدلنے والے ہیں۔ یہ تم اتنی دیر سے باتیں کر رہی ہو۔ وہاں سسٹر کو تمہاری ضرورت ہوگی۔"

"کیا مجھے بھگانا چاہتے ہو؟"

"جو جو! کام کے وقت صرف کام کی باتیں سوچو۔ تمہاری ایک لمحے کی غیر حاضری سے وہاں بازی پلٹ جائے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ مگر یاد رکھو' الپا کو ہاتھ بھی لگاؤ گے تو میں اسے مار ڈالوں گی۔"

"بے شک دنیا کی ہر بیوی اپنے شوہر کو گمراہی سے بچاتی ہے' یہی فرض ادا کرنے کے لئے تمہیں یہاں بلایا گیا ہے۔"

وہ سونیا کے پاس آئی۔ سونیا الپا کے ساتھ گاڑی سے اتر کر بنگلے کے اندر جا رہی تھی۔ اس نے جو جو سے پوچھا۔ "تم کہاں گئی تھیں؟"

"پارس کو گاڑی کے متعلق بتانے گئی تھی۔"

"تم ذرا سے کام میں اتنی دیر لگاؤ گی تو ہمیں نقصان پہنچتا رہے گا۔ ابھی میں تمام راستے الپا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ تم موجود ہوتیں تو میں آسانی سے اس کے بدن میں دوا انجکٹ کر دیتی۔ بند کار میں کسی کو پتا نہ چلتا۔ گاڈفادر ہم سے خوف زدہ ہے۔ وہ کسی سے ذکر نہ کرتا۔ ہمارے یہاں پہنچنے تک تم الپا کے دماغ میں رہ کر اسے سنبھال لیتیں۔ دوسروں پر اس کی کمزوری ظاہر نہ ہونے دیتیں۔"

"ہاں 'مما' ایسا ہو سکتا تھا۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ اب میں آپ کے پاس رہوں گی۔"

"تم گاڈفادر کے دماغ میں رہو۔ پندرہ منٹ پہلے کوئی میرے دماغ میں آیا تھا۔ میں نے سانس روک لی۔ کیونکہ وہ کوڈورڈز نہیں بتا رہا تھا۔"

"مما! وہ کون ہو سکتا ہے۔"

"یہ الپا ہو سکتی ہے۔ میرے چور خیالات پڑھنا چاہتی ہوگی۔"

"آپ کے سانس روکنے سے یہ شبہ کر رہی ہوگی۔"

"ہاں' ایسے ہی وقت میں نے تمہارا شدت سے انتظار کیا تھا۔ الپا کو اسی وقت کمزور بنا دینا چاہئے تھا۔ بہرحال میں جلد ہی کوئی موقع نکالنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

وہ گاڈفادر کے شاندار ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے تھے۔ ملازم وہسکی کا ایک ایک پیگ سب کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ الپا اور سونیا نے پینے سے انکار کیا۔ الپا نے اس سے پوچھا۔ "تم کیوں انکار کر رہی ہو؟ میں تو یوگا کی مشقیں کرتی ہوں اس لئے نہیں پیتی۔"

سونیا نے کہا "مجھے ڈاکٹر نے منع کیا ہے۔"

"میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ ڈاکٹر نے تمہیں اور کیا کچھ کہا ہے۔ مجھے اپنے خیالات پڑھنے دو۔"

"سوری مس الپا! میں نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دور رکھنے کے لئے ہی یوگا میں مہارت حاصل کی ہے۔ میں اپنے ذاتی معاملات کسی کو نہیں بتاتی۔"

الپا نے کہا "اور میری عادت ہے کہ میں جبراً دماغوں میں سرنگ بناتی ہوں۔"

اس نے اشارہ کیا۔ چاروں طرف کھڑے ہوئے محافظوں نے اپنی گنوں کا رخ سونیا کی طرف کر دیا۔ جو جو نے فوراً ہی سلمان' سلطانہ' لیلیٰ اور رسونتی کو خطرے سے آگاہ کیا۔ سلمان طیارے میں جتنے محافظوں تک پہنچ چکا تھا' سلطانہ' لیلیٰ اور رسونتی کو ان کے اندر پہنچا کر سونیا سے بولا "ہم سب تیار ہیں۔"

سونیا نے انہیں باتوں میں لگا رکھا تھا اور الپا کہہ رہی تھی۔ "میں یقین سے کہتی ہوں' تمہارا تعلق فرہاد کی فیملی سے ہے۔ ابھی ایک گولی تمہیں زخمی کرے گی اور تمہارے دماغ کا دروازہ میرے لئے کھل جائے گا۔"

"الپا! ایسے تو تمہارے دماغ کا بھی دروازہ کھل سکتا ہے۔"

پھر سونیا نے ہاتھ اٹھا کر ایک چٹکی بجاتے ہوئے کہا "کھل جا سم سم۔"

سونیا کی پشت پر پانچ خیال خوانی کرنے والے تھے۔ پانچوں نے پانچ مسلح گارڈز کے دماغوں پر قبضہ جما کر اچانک فائرنگ شروع کر دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے الپا کے پندرہ محافظ فائرنگ کی زد میں آکر ہلاک ہو گئے۔

الپا خطرہ محسوس کرتے ہی اچھل کر کھڑکی کے پاس آئی پھر اس نے باہر چھلانگ لگائی۔ باہر پارس فائرنگ کر رہا تھا۔ گاڈفادر کے سیکیورٹی گارڈز گولیاں کھا رہے تھے یا جانیں بچا کر کہیں چھپتے جا رہے تھے۔ الپا کے پاس یہ سمجھنے کا وقت نہیں تھا کہ ان میں سے کون کس کے میزبان گاڈفادر کا آدمی ہے۔ اسے تو پارس ہی مہمان اور مدد گار نظر آیا کیونکہ اس نے تیزی سے گاڑی لا کر اس کے قریب روکی تھی۔

اگلی سیٹ کا دروازہ کھلتے ہی وہ بیٹھ گئی اور دروازے کو بند کر کے سیٹ کے نیچے ہو گئی کیونکہ فائرنگ جاری تھی۔ گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ جب اندر خطرہ ہو تو باہر بھاگنا پڑتا ہے۔ الپا نے اتنا ہی دیکھا تھا کہ وہ گاڈفادر کے اور اپنے حفاظتی انتظامات کے باوجود وہاں محفوظ نہیں ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اپنے ہی آدمی ایک کے بعد ایک مر رہے تھے۔ اسے اپنی موت بھی نظر آ رہی تھی۔ اس نے پارس کو دیکھ کر اطمینان کی سانس لی پھر بولی۔ "تم نے بڑی پھرتی اور ہوشیاری دکھائی ہے۔ ذرا بھی دیر کرتے تو میں بھی ماری جاتی۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔ کون ہو تم؟"

وہ بولا "پوچھنے کی کیا ضرورت ہے' میرے خیالات پڑھ لو۔"

وہ اس کے اندر آئی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ ذرا دیر بعد ہی وہ چیخ کر بولی "نہیں' یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ تم پارس نہیں ہو۔"

"میں نے اسی لئے زبان سے نہیں کہا تھا۔ کہتا تو تمہیں یقین نہ آتا۔۔۔ تم میرے چور خیالات پڑھنا چاہتیں۔ بڑی مشکل ہے۔ چور خیالات پڑھ کر بھی میری اصلیت سے انکار کر رہی ہو۔"

اس نے پھر دماغ میں جانا چاہا۔ پارس نے سانس روک کر اسے کن انکھیوں سے مسکرا کر دیکھا۔ وہ بولی "مجھے آنے دو۔"

"پہلے تم انجان تھیں اس لئے آنے دیا تھا۔ اب پرانی جان پہچان تازہ ہو گئی ہے۔ ایسے میں دشمن بن کر ہی آؤ گی۔"

اس نے گھور کر اسے دیکھا۔ پھر منہ گھما کر دونڈا سکرین کے پار دیکھنے لگی۔ پارس نے کہا "اچھا تو خیال خوانی کے ذریعے اپنے بچوں کو بتا رہی ہو کہ کہاں آ پھنسی ہو اور کہاں سے گزر رہی ہو۔"

وہ جواب نہیں دے رہی تھی۔ خلا میں تک رہی تھی۔ پارس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر انگوٹھی کی خفیہ سوئی چبھو دی۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اور وہ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر سر گھما کر پارس کو دیکھ رہی تھی۔

آہ! یہ وہی ہے جس سے بچائے رکھنے کے لئے ماسک مین اور اس کے ملک والوں نے تمام حربے استعمال کر لئے' اسرائیلی اکابرین نے حفاظتی انتظامات کی انتہا کر دی۔ اگر ایسے مستحکم انتظامات شیطان سے بچنے کے لئے کئے جاتے تو وہ بچ جاتی۔ مگر یہ پارس ہے کیا چیز؟ شیطان سے بھی آگے ہے۔ اسے خفیہ منصوبوں کا علم کیسے ہو جاتا ہے؟ اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ میں ماسکو سے فرار ہو کر فلاں طیارے میں تل ابیب جا رہی ہوں؟ نہیں نہیں' یہ لوگ صرف ٹیلی پیتھی نہیں جانتے' کالا جادو بھی کرتے ہیں۔

وہ سوچ رہی تھی اور دعا مانگ رہی تھی۔ "اے خداوند یسوع! فرہاد کا خدا اسے ہر آفت سے بچاتا ہے۔ اس بار تو بھی مجھے پارس سے نجات دلا دے تاکہ میں بھی تجھ سے کہوں کہ ہم یہودیوں کا بھی خدا ہے اور وہ ہماری سنتا ہے۔"

دوسری طرف گاڈفادر کو بھی خدا یاد آ رہا تھا۔ اس کے بنگلے کے احاطے میں اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ آج سونیا نے اس بنگلے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ جو سیکیورٹی گارڈز زندہ رہ گئے تھے انہوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے تھے۔ کیونکہ ان کا گاڈفادر پانچ گن مین کے نرغے میں تھا۔ وہ پانچ بظاہر الپا کے ساتھ آنے والے محافظ تھے لیکن پانچ خیال خوانی کرنے والوں کے کنٹرول میں تھے۔

سونیا نے کہا "گاڈفادر کو بھی آج گاڈیاد آ رہا ہے۔ تمہیں گاڈ اور فادر بننے کا بہت غرور تھا۔ تم نے حکومتِ فرانس کو دھمکی دی تھی کہ فرہاد کو پاکستان جانے کی اجازت دی گئی تو فرانس کے ہر شہر میں تخریبی کارروائیاں کی جائیں گی۔ چونکہ فرہاد اپنی فیملی کے ساتھ اس ملک میں رہتا ہے اس لئے وہاں کے حکام کو اور عوام کو تم لوگ سزا دینا چاہتے تھے۔"

"میں نے صرف دھمکی دی تھی۔ ہم نے پہلے کبھی فرہاد سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کی۔ مجھے یقین ہے کہ فرہاد پاکستان پہنچ گیا ہے۔ اس کے باوجود ہم نے فرانس کے کسی شہر میں تخریبی کارروائی نہیں کی ہے۔"

ایسے تجسس بھرپور خوفناک جاسوسی ناول کی داستان حیات۔ جسے پڑھنا آگ کا جہنم تھا اور اس راہ میں اٹھایا ہر قدم ہر پل موت کی دہلیز تک لے جاتا دکھائی دیتا۔ اس کا جنون کہ جیا گی کبھی نصیب ہوا تو کبھی نہیں۔ جسے کبھی ہوا کے دوش پر دیکھا گیا۔ اس سنسنی خیز مہم جوئی کی روداد پڑھنے کے لئے آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے رابطہ کیجئے۔

خنجر

(پہلا حصہ) قیمت فی جلد ۷۵ روپے

ناشر: نیشنل بک ایجنسی

"تمہیں زندگی مہلت دے گی تو تم کوئی کارروائی کرو گے۔"
"مگر تم کون ہو؟"
"نام سنتے ہی دم نکل جائے گا۔ نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ اپنے ساتھی وفاداروں کو یہاں بلاؤ اور ہاٹ لائن پر اسرائیلی حکام کو بتا دو کہ اٹلی سے یہودی تنظیم کا جنازہ نکل رہا ہے۔"
وہ صوفے سے اٹھ کر بولی "میں جا رہی ہوں۔ باقی معاملات سے میرے خیال خوانی کرنے والے نمٹ لیں گے۔"
پھر وہ پانچوں گن مین سے بولی "ان سے فوراً نمٹ کر پارس کی خبر لو۔ کوئی اسرائیلی حاکم بات کرنا چاہے تو کہہ دینا' یہ فرانس کو دھمکی دینے کی ایک چھوٹی سی سزا ہے۔ ہم اٹلی کے بعد اسرائیل کا رخ کریں گے۔ اس ملک میں جو تباہی پھیلائیں گے وہ ایک الگ بات ہے۔ ہم ان کے دو چار خیال خوانی کرنے والوں کو بھی لے جائیں گے۔"
وہ چلی گئی۔ آدھے گھنٹے بعد سلمان نے آکر اسے بتایا کہ گاڈ فادر اپنے ساتھی وفاداروں کے ساتھ جہنم میں پہنچ گیا ہے۔ وہ پانچوں گن مین بھی ختم ہو چکے ہیں۔ پارس الپا کو ایک گیسٹ ہاؤس میں لے گیا ہے۔ اسے قابو میں رکھنے کے لئے ایک خیال خوانی کرنے والے کی ضرورت تھی اس لئے جوجو وہاں گئی ہے۔
جوجو تھانے دار بن کر آئی تھی۔ پارس سے پوچھ رہی تھی "تم الپا کو اپنے ساتھ کیوں لائے ہو؟ اسے ٹما کے حوالے کرو۔"
"تم مجھ پر شبہ کیوں کرتی ہو۔ بھئی میری نیت بری ہوتی تو انکل سلمان سے یہ نہ کہتا کہ میری جوجو کو یہاں بھیج دیں۔ تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ تم اس حسینہ کے پاس مجھے مسلمان شوہر بنا کر رکھا کرو گی۔"
وہ خوش ہو کر بولی "ویسے تم بہت اچھے ہو۔ کیا میں اسے سلا دوں۔ پھر اس پر عمل کروں؟"
"یہی کرو۔ ورنہ اس کی دماغی توانائی بحال ہو گی تو یہ پھر ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔"
وہ اسے سلانے لگی۔ الپا نے کوشش کی کہ جاگتی رہے لیکن کمزوری کے باعث سو گئی۔ جوجو نے اس پر عمل کر کے اپنی معمولہ بنانے کے بعد سب سے پہلے یہ حکم دیا "الپا! تم پارس سے خوفزدہ ہو گی اور کبھی اس کے قریب نہیں جاؤ گی۔ کبھی اسے اپنے بدن پر ہاتھ رکھنے بھی نہیں دو گی۔"
وہ حکم دے رہی تھی اور الپا معمولہ کی حیثیت سے حکم کی تعمیل کا وعدہ کر رہی تھی۔ پھر یہ حکم دیا۔ "تم تخویبی نیند کے بعد اس عمل کو بھول جاؤ گی۔ تم ابیب جاؤ گی اور ہمیشہ میری معمولہ بن کر رہو گی اور میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گی۔"
اسے ہر پہلو سے اپنا پابند بنا کر اس نے تخویبی نیند پوری کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ پارس سے بولی "وہ چار گھنٹے تک سوتی رہے گی۔ تم دوسرے کمرے میں جاؤ۔"
"گیسٹ ہاؤس میں دوسرے کمرے خالی نہیں ہیں۔ مجھے دوسرا کمرا نہیں ملے گا۔"
"کسی ہوٹل میں چلے جاؤ۔"
"کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں اس سے دور جاؤں گا تو یہ بھاگ جائے گی۔"
"اس کی فکر نہ کرو۔ یہ میری معمولہ اور تابعدار بن چکی ہے۔ فی الحال تم ٹما سے ملاقات کرنے جاؤ۔ میں ان کا پتا بتاتی ہوں۔"
"مجھے ان کا ہوٹل اور کمرا نمبر معلوم ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"
وہ وہاں سے چلا گیا۔ یہودیوں نے اکثر ہم سے مات کھائی ہے۔ بار بار ہارنے والوں کو جیتنا نہ آئے' تب بھی اتنا ضرور ہوتا ہے کہ شکست سے بچنے کے گُر سمجھ میں آجاتے ہیں۔ اب انہوں نے ہمارے حملوں کا توڑ سیکھ لیا تھا۔ اس بار انہوں نے الپا کے لئے ایک تو ظاہری حفاظتی انتظامات کئے تھے جو ہماری نظروں میں تھے۔ دوسرے درپردہ انتظامات تھے جن پر ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے عمل کر رہے تھے۔
جب سونیا نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک لی تھی تب الپا اس کے دماغ میں نہیں آئی تھی۔ دراصل اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن گاڈ فادر کے دماغ میں رہ کر سونیا اور الپا کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ سونیا کی حقیقت معلوم کرنے آیا تھا۔ جب اس نے سانس روکی تو شبہ ہوا کہ وہ دشمن ہو سکتی ہے۔
جے مورگن نے پھر سے گاڈ فادر کے خیالات پڑھے تو پتا چلا سونیا اس کی پرسنل سیکریٹری نہیں ہے۔ اس کے پنجے میں جے مورگن نے جب دیکھا کہ سونیا کے چاروں طرف اپنے ہی گن مین موجود ہیں اور وہ بچ کر نہیں جا سکے گی تو جے مورگن نے الپا کے دماغ میں آکر مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد اسے سونیا کو دشمن ظاہر کیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ جے مورگن نے چار دیواری کے اندر سونیا کو بے بس کر دیا تھا۔ سونیا اپنے حفاظتی انتظامات کے باعث بخیریت وہاں سے نکل آئی تھی لیکن اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم اس بار بڑی محتاط اور چاق و چوبند تھی۔
جے مورگن کے ساتھ وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تھے جنہیں امریکا سے مہمان کے طور پر بلا کر اغوا کیا گیا تھا اور اب جے مورگن کی طرح ان تینوں کا بھی برین واش کر کے کٹر یہودی اور اسرائیلی حکومت کا وفادار بنا دیا گیا تھا۔ ان تینوں کے چہرے اور نام بدل دیئے گئے تھے۔
ان میں سے ایک کو جنرل پارکن کہا جاتا تھا اور اسے بتایا گیا تھا کہ وہ پہلے اسرائیلی فوج کا جنرل تھا۔ آج کل ٹیلی پیتھی فورس میں ہے۔ دوسرے کا نام ہیری ہوگن اور تیسرے کا نام دانیال رکھا گیا تھا۔ ایک عرصہ پہلے دانیال نامی ایک یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا جو حرام موت مارا گیا تھا۔
بہرحال اسرائیل کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن' جنرل پارکن' ہیری ہوگن اور دانیال بڑی مستعدی اور ہوشیاری سے الپا کی نگرانی کر رہے تھے۔ ہوشیاری یہ تھی کہ وہ خود کو ہم پر ظاہر نہیں کر رہے تھے' جب چاپ اپنا کام نکالتے جا رہے تھے۔

ایک بات وہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ ٹیلی پیتھی کے میدان میں ہم سے ٹکرانا نہیں چاہئے اس لئے وہ ہم سے ٹکرائے بغیر اس وقت بھی الپا کے دماغ میں تھے جب پارس نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ انہوں نے کوئی جوابی کارروائی نہیں کی۔ پارس سے نجات دلانے میں عجلت سے کام لینے کی حماقت نہیں کی۔ جو جو اس پر تخویبی عمل کرتی رہی تو وہ بڑی خاموشی سے اس عمل کو ناکام بناتے رہے۔
انہوں نے جوجو سے یہ سن لیا تھا کہ الپا کو معمولہ اور تابعدار بنانے کے بعد اسے آزاد کر دیا جائے گا تاکہ وہ قتل ابیب جائے اور وہاں جوجو کی معمولہ بن کر اُس کے کام آتی رہے۔ جب وہ اسے تخویبی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر گئی تو جے مورگن نے کہا "مس الپا! ہم تمہیں ابھی یہاں سے لے جانے کا انتظام کر سکتے ہیں لیکن ہمیں جو پہلا سبق پڑھایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ فرہاد کی فیملی کے کسی ممبر کو نادان نہ سمجھا جائے۔ انہوں نے تخویبی عمل کے باوجود تمہاری نگرانی کے زبردست انتظامات کئے ہوں گے۔"
الپا نے کہا "بے شک' ان کی چالبازیاں وقت گزرنے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔ میں یہاں سے چھپ کر جانا چاہوں گی پھر پکڑی جاؤں گی۔ بہتر ہے' ذرا صبر سے انتظار کروں۔ یہ خودی مجھے رہا کرنے والے ہیں۔"
"ہم نے بھی یہی سوچا ہے۔ دشمن خوش فہمی میں رہیں گے کہ تم اسرائیل پہنچ کر ان کی آلۂ کار بن کر رہو گی۔ آرام سے سوتی رہو اور انہیں مطمئن کرتی رہو۔ ہم چار گھنٹے سے کچھ پہلے ہی آجائیں گے۔"
وہ چلے گئے۔ الپا کی آنکھیں بند تھیں۔ سونے کی فرصت مل رہی تھی اس لئے وہ سو جانا چاہتی تھی' یہ بڑی بات نہیں تھی۔ دماغ کو ہدایات دیتے ہی نیند آجاتی۔ لیکن پارس آپ ہی آپ یاد آرہا تھا۔ وہ جتنی دیر کار میں اس کے پاس بیٹھی رہی یوں لگتا رہا جیسے وہ زندگی کا ایک اہم حصہ ہے' بہت اچھا ہے' بہت زبردست ہے۔ مگر دشمن ہے اور دشمن کو دشمن ہی رہنا چاہئے۔
پتا نہیں وہ کتنی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر محسوس ہوا اسے نیند آرہی ہے۔ اور نیند خود نہیں آرہی ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک کر سلا رہا ہے۔ اس نے گھبرا کر پوچھا "یہ کون ہے؟"
جواب نہیں ملا "کمزوری کے باعث زیادہ دیر جاگتے رہنے کی جدوجہد نہ کر سکی۔ تھوڑی دیر میں غافل ہو گئی۔ کوئی اسے ٹرانس میں لا رہا تھا' اس پر عمل کر رہا تھا۔ آخر وہ ٹرانس میں آگئی' اس نے کہا "میں تمہارا عامل ہوں۔ بولو' تم میری کون ہو؟"
وہ بولی "تمہاری معمولہ ہوں۔"
"کیا تم مجھے جانتی ہو؟"
"میں تمہیں نہیں جانتی۔"
"کیا تم نے پہلے کبھی سوچ کی ان لہروں کو سنا ہے؟"
"میں پہلی بار سوچ کے ذریعے تمہارا لہجہ سن رہی ہوں۔"
"آئندہ تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گی' دوسری سوچوں کی لہروں کو محسوس کرتی رہو گی۔"
اس نے وعدہ کیا کہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔ عامل نے پوچھا "اپنے اندر کی بات بتاؤ' پارس کو چاہتی ہو؟"
"میں سخت الجھن میں ہوں' اس سے دور بھاگنے کے باوجود میرے چھپے ہوئے چور جذبے اُس سے ملنا چاہتے ہیں۔"
"میں حکم دیتا ہوں۔ پارس سے شدید نفرت کرو اور اپنے اندر کے جذبوں کو کچل دو۔"
"میں اپنے اندر کے جذبوں کو کچل دوں گی' پارس سے شدید نفرت کروں گی۔"
"تم بہت جلد مجھ سے ملو گی۔ میری آواز اور میرے لہجے سے متاثر ہو کر مجھ سے محبت کرو گی۔ جب تک مجھ سے شادی نہیں کرو گی میرے لئے بے چین رہا کرو گی۔"
الپا کے لئے مصیبت ہو گئی تھی۔ وہ ہر جگہ شادی کے لئے ٹرپ کی جاری تھی۔ اسکو میں بھی اسی مقصد کے لئے اس پر تخویبی عمل کیا گیا تھا۔ اسرائیلی حکام کو بھی یہ فکر لاحق تھی کہ پارس پھر اسے اُڑا لے جائے گا۔ الپا کے وہاں پہنچنے سے پہلے اعلیٰ حکام' اعلیٰ فوجی افسران اور دیگر اکابرین کے درمیان کھچڑی پک رہی تھی کہ ان کی قوم کا کوئی شخص اس اہم لڑکی کو متاثر کرے' اس کے اندر سے پارس کو نوچ کر پھینک دے۔ اس سے شادی کر کے اتنے بچے پیدا کرے کہ اس کے اندر سے عشق کا غبار نکل جائے اور وہ ممتا کے مقابلے میں پارس کی محبت پر مٹی ڈال دے۔
وہ تو ایسا جگمگاتا ہوا تاج تھی کہ جس کے سر پر آتی' اسے ایک عالم کا شہنشاہ بنا دیتی۔ اس لئے بڑے بڑے حکام اور دیگر عہدیداران یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ پہلے وہ الپا کا دل جیتنے کی کوشش کریں گے۔ ان میں سے ہر ایک کو یقین تھی کہ الپا ان کی شخصیت سے متاثر ہو کر دل ہار جائے گی۔
اس ٹیلی پیتھی جاننے والی حسینہ کو جیتنے کے لئے اس کا دل جیتنا ضروری نہیں تھا۔ اس کے دماغ پر قابو پانا ضروری تھا۔ یہ آئیڈیا صرف دانیال کی کھوپڑی میں آیا تھا۔ شاید قسمت اُس کا ساتھ دے رہی تھی۔ الپا دماغی کمزوری میں مبتلا ہو گئی تھی۔ جے مورگن' جنرل پارکن اور ہیری ہوگن نے مکاری سے یہ نہیں سوچا کہ الپا کے دماغ کو اپنے قابو میں کیا جائے۔ وہ سب اسے جوجو کے تخویبی عمل سے بچا کر چار گھنٹے بعد آنے کے لئے چلے گئے۔ آدھے گھنٹے بعد دانیال آکر اپنی چال چل گیا۔
وہ الپا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس کے دماغ کو جیت لینے کا مطلب یہ تھا کہ اس کا دل اور اس کی مرضی بھی جیت چکا ہے اور وہ قتل ابیب پہنچ کر اپنی مرضی سے اُسے اپنا دلہا بنانے والی ہے۔
ایسے دو دلہے ماسکو میں نامُراد رہے تھے۔ تیسرا دلہا قتل ابیب میں پھولوں کے ہار پہننے والا تھا۔ پھول حسین دوشیزہ کی طرح نازک ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا اعتبار نہیں ہے۔ یہ صرف دلہا کے گلے کا

ہار ہی نہیں بنتے' قبر پر بھی چڑھائے جاتے ہیں۔

○☆○

لیلیٰ اور سلطانہ نے میری ہدایات کے مطابق ثانی اور علی پر عمل کیا تھا اور ان کی شخصیت بدل دی تھی تاکہ وہ امریکا کے جس اسٹیٹ' جس شہر میں رہیں' وہاں کوئی ان پر شبہ نہ کرے۔

دشمن خیال خوانی کرنے والے ان کے دماغوں میں آسکتے تھے چور خیالات پڑھنے سے یہی معلوم ہوتا کہ وہ اپنے پاسپورٹ اور دیگر اہم کاغذات کے مطابق امریکی شہری ہیں۔ علی کا نام جان کارلو تھا اور ثانی کا نام سلوانا جوزف۔ وہ دونوں اپنی پچھلی زندگی بھولے ہوئے تھے۔ لہٰذا ان کے چور خیالات انہیں ثانی اور علی نہیں کہہ سکتے تھے۔

شخصیت کی تبدیلی کے باوجود ان کی تمام غیر معمولی صلاحیتیں بحال تھیں۔ وہ پہلے کی طرح ذہین' حاضر دماغ اور ناقابلِ شکست فائٹر تھے۔

سونیا' رسونتی' لیلیٰ اور سلطانہ اس خیال سے متفق تھیں کہ اب علی اور ثانی کو شادی کرلینا چاہئے۔ وہ دونوں اس اہم معاملے کو عرصے سے ٹالتے آرہے تھے لہٰذا یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ تنویمی عمل کے ذریعے یہ ان کے دماغوں میں نقش کردیا گیا کہ سلوانا کی زندگی میں جان کارلو آئے گا اور جان کارلو جلد ہی سلوانا کو دیکھنے والا ہے۔ وہ پہلی ملاقات میں ہی ایک دوسرے سے محبت کریں گے اور جلد سے جلد شادی کرلیں گے۔ محبت اور شادی کے مرحلوں تک پہنچانے کے لئے انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے قدرتی جذبات کو نہیں دبائیں گے اور باقاعدہ میاں بیوی بن کر زندگی گزاریں گے۔

ٹرانسفارمر مشین کی تباہی کے بعد علی تیمور شاگو کی طرف گیا تھا۔ ثانی پارس کے ساتھ نیویارک آئی تھی۔ لیلیٰ اور سلطانہ نے تنویمی عمل کے بعد آپس میں یہ طے کیا تھا کہ دوسرے دن سونیا ثانی کو علی کے قریب شگاگو پہنچادیں گے لیکن وہ دونوں بہنیں بھی شہر روم میں سونیا' الپا اور پارس کے معاملات میں مصروف رہیں اور کبھی میرے پاس پاکستان میں رشوت خور افسران اور دوسرے عہدیداروں کو ٹریپ کرتی رہیں۔ ان مصروفیات کے باعث وہ تین دن تک ثانی اور علی کو اٹینڈ نہ کرسکیں۔

ویسے بھی اطمینان تھا کہ وہ دونوں نادان بچے نہیں ہیں۔ شخصیت کی تبدیلی کے باوجود غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ وہ اپنے راستے خود بناتے رہیں گے' وہ یہاں سے فرصت پاتے ہی علی اور ثانی کو ملنا چاہتی تھیں۔ لیکن وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ وہ گزرتا جاتا ہے اور انسان کو غیر متوقع حالات سے گزارتا جاتا ہے۔

علی عرف جان کارلو' کنگ فرنانڈو کی کنسٹرکشن کمپنی میں ایک انجینئر تھا۔ کنگ فرنانڈو میرا جاں باز دوست تھا۔ میری دوستی کی خاطر امریکی حکمرانوں کی نظروں میں کھٹکتا رہتا تھا۔ بے شمار جاسوس اس تاک میں لگے رہتے تھے کہ وہ کن ذرائع یا ہتھکنڈوں سے میری مدد کرتا ہے اور میرے بیٹوں کو اس ملک میں پناہ دیتا ہے لیکن ہمارا طریقہ کار ایسا ہوتا تھا کہ کوئی جاسوس آج تک اس کے خلاف کوئی ثبوت حاصل نہیں کرپایا تھا۔

فی الوقت امریکی حکومت میں چار خیال خوانی کرنے والے تھے۔ ایک کا نام پاسکو روٹ' دوسرے کا نام جان لیپوڈا' تیسرے کا نام فریزر تھا۔ اسے میرا ہم شکل بنایا گیا تھا۔ چوتھی خیال خوانی کرنے والی ایک لڑکی رائما جان تھی۔

یہ تمام خیال خوانی کرنے والے مختلف شہروں کے سراغ رسانوں سے رابطہ کرتے تھے۔ وہ سراغ رساں جنہیں مشکوک سمجھتے تھے' وہ چاروں ایسے مشکوک افراد کے چور خیالات پڑھتے تھے۔ اب تک ان کے متوقع دشمنوں میں سے کوئی گرفتار نہیں ہوا تھا۔

رائما جان کو کنگ فرنانڈو کے تمام ملازمین کا محاسبہ کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔ ملازم ہزاروں کی تعداد میں تھے اور کئی شہروں میں اپنی ڈیوٹی انجام دیتے تھے۔ رائما شاگو میں کام کرنے والوں کے چور خیالات پڑھنے آئی تھی۔ اسے ہولی مین نے بھیجا تھا۔ اسے امید تھی کہ مشین کو تباہ کرنے والے کنگ فرنانڈو کی پناہ میں ہوں گے جو اس کے مہمان یا ملازمین کے روپ میں چھپ کر رہ سکتے ہیں۔

کنگ فرنانڈو کے بزنس سے تعلق رکھنے والے جو مہمان شاگو آئے تھے' سراغرسانوں نے پہلے ان سے ملاقات کی۔ ان سراغرسانوں کے ذریعہ رائما مہمانوں کے خیالات پڑھتی رہی۔ وہ سب امریکی بزنس مین تھے اور کاروبار کے سلسلے میں مختلف شہروں سے آئے تھے۔

شاگو ایسٹ میں ایک بیس منزلہ عمارت تعمیر ہورہی تھی' رائما آؤٹنگ کے ارادے سے وہاں گئی۔ مزدوروں' کاریگروں اور انجینئروں سے باتیں کرتی رہی۔ پتا چلا جان کارلو نامی ایک انجینئر تیرہویں منزل پر ہے۔ ایک عارضی لفٹ کے ذریعے اوپر پہنچا جاسکتا تھا مگر عارضی لفٹ سے اسے ڈر لگتا تھا۔ دوسرے پوری امریکی قوم تیرہ کے ہندسے کو منحوس سمجھتی ہے۔ رائما بھی یہی سمجھتی تھی۔ اس لئے تیرہویں طور پر جانا نہیں چاہتی تھی۔

اس نے سپروائزر سے کہا "اپنے صاحب کو نیچے بلاؤ۔ میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

سپروائزر نے کہا "سوری مس! صاحب اصولوں کے بہت پابند ہیں۔ ڈیوٹی کے وقت کسی سے ملاقات نہیں کرتے ہیں۔"

"کیا اوپر انٹرکام نہیں ہے؟"

"جی ہاں انٹرکام سے بات ہوسکتی ہے۔"

اس نے انٹرکام کا ریسیور اٹھا کر تیرہویں منزل سے رابطہ کیا' پھر کہا "مسٹر کارلو سے کہو' ایک صاحبہ بات کرنا چاہتی ہیں۔ ہاں' ہاں کیا؟ کیا کہہ رہے ہو؟ کچھ سنائی نہیں دے رہا ہے!"

وہ تھوڑی دیر تک انٹرکام پر چیختا رہا پھر ریسیور رکھ کر بولا۔ "سوری! اوپر ہیوی جنریٹر اور ڈرل مشینیں چل رہی ہیں ان کے شور میں کچھ سنائی نہیں دے رہا ہے۔"

رائما نے سپروائزر کے دماغ میں رہ کر سنا تھا۔ واقعی وہاں بہت زیادہ شور تھا۔ دوسری طرف سے بولنے والے کی کوئی بات پلے نہیں پڑی تھی' سپروائزر نے کہا "مس! آپ اوپر چلی جائیں۔"

"میں تیرہویں منزل پر نہیں جاؤں گی۔"

"آپ بارہویں پر جائیں اور وہاں مسٹر کارلو کو بلالیں۔"

یہ طریقہ مناسب تھا۔ وہ تیرہ عدد کی نحوست سے محفوظ رہ سکتی تھی۔ سپروائزر نے اسے ایک ڈبے نما لفٹ میں چڑھایا۔ وہاں دو لفٹیں تھیں۔ ایک اوپر جاتی تھی۔ دوسری نیچے آتی تھی۔ رائما بارہویں منزل پر پہنچ گئی۔ وہاں مزدوروں کے انچارج سے بات کی۔ پہلے اس کے خیالات پڑھے۔ پھر مطمئن ہوکر بولی "مسٹر جان کارلو کہاں ہیں؟"

"وہ تیرہویں منزل پر تھے۔ ہمارے پاس آئے تھے پھر ضروری کام سے لفٹ کے ذریعے نیچے گئے ہیں۔"

"میں اوپر ملنے آئی ہوں' وہ نیچے گئے ہیں۔ کیا مصیبت ہے۔"

"لفٹ موجود ہے۔ آپ نیچے جائیں' ملاقات ہوجائے گی۔"

وہ نیچے جانے والی لفٹ میں آئی۔ اتنی دیر میں شبہ پیدا ہوگیا کہ وہ ملنے سے کترا رہا ہے۔ شاید اسے اوپر آتے دیکھ کر نیچے بھاگ گیا ہے۔

وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آئی۔ پھر سپروائزر کی ملٹی کلر چھتری کے نیچے آکر بولی "کہاں ہیں مسٹر کارلو؟"

"تم اوپر گئیں' وہ نیچے آگئے۔ پھر ایک ضروری نقشہ لے کر ابھی ابھی اوپر گئے ہیں۔"

وہ میز پر گھونسا مار کر بولی "یہ کیا مذاق ہے۔ میں اوپر جاتی ہوں' وہ نیچے آتا ہے۔ میں نیچے آتی ہوں' وہ اوپر جاتا ہے۔ وہ کون ہے؟ مجھ سے منہ کیوں چھپا رہا ہے؟"

اسے اپنے پیچھے آواز سنائی دی "کیا بات ہے؟"

آواز میں ایسی مردانگی تھی کہ دل کو لگتی تھی۔ رائما نے گھوم کر پیچھے کھڑے ہوئے علی کو دیکھا۔ اسے یوں لگا جیسے پہاڑ کے نیچے آگئی ہے۔ وہ آگے بڑھ کر سپروائزر سے کہہ رہا تھا "آنکھیں کھول کر کام کرو۔ تم نے دوسرا نقشہ دے دیا تھا۔ مجھے پھر اوپر سے نیچے آنا پڑا۔ بائی دی وے' یہ مس اس قدر کیوں چیخ رہی ہیں؟"

وہ نقشہ بدل کر دیتے ہوئے بولا "سر! یہ آپ کو تلاش کررہی ہیں۔"

علی نے اسے دیکھ کر کہا "میرا خیال ہے' میں تمہیں نہیں جانتا ہوں۔ اگر جان پہچان کرنے آئی ہو تو اپنے بلاؤز کی زپ لگاؤ۔"

وہ اُس کے چور خیالات پڑھنا چاہتی تھی۔ پڑھنا بھول کر دونوں ہاتھ پیچھے لے گئی۔ زپ اچھی طرح لگی ہوئی تھی۔ وہ جھنجلا کر بولی "تم مجھے الو بنا رہے ہو؟"

"تم کیوں بن گئیں؟ کوئی کہے گا کوا کان لے گیا تو تم کوّے کے پیچھے دوڑو گی۔ کیا تمہیں اپنے بدن پر کان کی موجودگی اور لباس کے درست ہونے کا یقین نہیں رہتا؟"

"یو شٹ اپ! میں تم سے بات کرنا پسند نہیں کرتی۔"

"اس کا مطلب ہے' میری تلاش ختم ہوگئی ہے۔ شکریہ' مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔"

وہ جانے لگا۔ رائما اس کے دماغ میں گئی۔ لیکن خیالات پڑھنے سے پہلے ہی وہ جاتے جاتے پلٹ کر بولا "تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہے کہ غصے میں بولتے وقت تمہارے ہونٹوں کے زاویے بدلتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہونٹوں کی سرخی پھیل جاتی ہے۔"

وہ پھر پلٹ کر جانے لگا۔ حسین لڑکیاں اپنے چہروں پر ذرا سا بھی نقص برداشت نہیں کرتیں۔ میک اپ میں ذرا سی گڑبڑ ہو تو آئینہ دیکھ کر اُسے فوراً درست کرلیتی ہیں۔ رائما نے فوراً ہی پرس میں سے بے بی آئینہ نکال کر دیکھا۔ سرخی نہیں پھیلی تھی۔ لبوں کی لالی بڑی دلکش تھی۔ اس نے غصے سے دور جاتے ہوئے علی کو دیکھا پھر دوڑتی ہوئی اس کی طرف جانے لگی۔

وہ لفٹ کے اندر جاکر کھڑا ہوا تو وہ بھی اندر آگئی' اس کے سامنے تن کر بولی "میں تم سے سمجھ لوں گی۔ اگر میں نے تمہیں۔"

وہ بات پوری نہ کرسکی۔ لفٹ جھٹکے سے اوپر جانے لگی تو اپنا توازن قائم نہ رکھ سکی۔ علی پر آگری۔ وہ بولا "کیا تم اسی طرح سمجھنے کا دعویٰ کررہی ہو؟"

اس نے فوراً ہی الگ ہوکر ایک راڈ کو پکڑلیا۔ راڈ پر لگا ہوا رنگ ابھی کچا تھا۔ اس نے علی سے الگ رہنے کی دُھن میں رنگ کی طرف دھیان نہیں دیا۔ اوپری منزل سے تھوڑی تھوڑی سی مٹی گر رہی تھی۔ علی نے ایک ہاتھ سے اپنے چہرے کو صاف کیا۔ اس نے بھی مٹی صاف کرنے کے لئے ہاتھ پھیرا تو ہاتھ میں لگا ہوا رنگ چہرے پر جگہ جگہ لگ گیا۔

علی نے اوپر پہنچ کر کہا "تمہاری جیسی بدحواس لڑکی کو آئینہ دیکھتے رہنا چاہئے۔ کارٹون لگ رہی ہو۔"

"اب میں تمہاری باتوں میں آکر آئینہ نہیں دیکھوں گی۔ تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟"

"مجھ سے نہ پوچھو۔ میری بات کا جواب دو۔ کس رشتے سے لڑنے کے لئے تیرہویں منزل پر آئی ہو؟"

"کیا؟" وہ چیخ کر بولی "یہ تیرہویں منزل ہے۔ نہیں میں تیرہویں منزل پر نہیں آؤں گی۔"

"جواب نہیں ہے۔ آچکی ہو اور کہتی ہو نہیں آؤں گی۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"تم نے پوچھا ہی کب تھا۔"

وہاں کام کرنے والے پلٹ پلٹ کر رائما کو دیکھ رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔ وہ ایک مزدور کے پاس آکر بولی "کیوں ہنس رہے ہو' کیا میں کارٹون نظر آرہی ہوں؟"

مزدور نے کہا "میں اپنے منہ سے کیا بولوں' آئینہ دیکھ لو۔"

"یو شٹ اپ! تم اپنے صاحب سے ملے ہوئے ہو۔ صاحب جو بولتا ہے' وہی بولتے ہو۔ میں آئینہ نہیں دیکھوں گی۔"

پھر وہ مزدوروں کے انچارج کے پاس آکر بولی "تم معقول اور

سنجیدہ لگتے ہو۔ پھر مجھے دیکھ کر کیوں مسکرا رہے تھے؟"

وہ بولا "تم میری بیٹی جیسی ہو۔ پلیز آئینہ دیکھو۔"

رانما نے کن انکھیوں سے علی کو دیکھا۔ وہ مزدوروں کو نقشہ دکھا کر کچھ ہدایات دے رہا تھا۔ موقع غنیمت جان کر اس نے فوراً ہی پرس سے بے بی آئینہ نکال کر اپنی صورت دیکھی تو چیخ پڑی۔

علی نے پلٹ کر پوچھا "اب کیا ہوا؟"

وہ گھونسا دکھا کر دانت کچکچاتے ہوئے اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تم میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

وہ ہاتھ مارتی تو علی کے لباس پر بھی رنگ لگ جاتا۔ اس نے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر پوچھا "تمہیں پاگل خانے سے کس احمق ڈاکٹر نے چھٹی دی ہے؟"

وہ اپنے ہاتھوں کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے چیخ کر بولی۔ "میں پاگل نہیں ہوں۔"

"کیا یہ پاگل پن نہیں ہے کہ مجھے تلاش کرتی ہوئی آئی ہو اور مجھے ہی الزام دے رہی ہو کہ تمہارے پیچھے پڑ گیا ہوں۔"

انچارج نے پوچھا "مس تم کون ہو؟ اور یہاں کیوں آئی ہو؟"

اس سوال پر وہ چونکی۔ یاد آیا کہ جان کارلو کے خیالات پڑھنے آئی تھی لیکن کارلو اسے معمولی باتوں سے یوں الجھاتا آرہا ہے کہ وہ اپنے آنے کا مقصد بھول گئی تھی۔

لیبر انچارج نے اسے کیروسین آئل اور کپڑا لا کر دیا تاکہ وہ چہرے سے رنگ چھڑا لے۔ وہ آئینہ دیکھ کر رونے لگی۔ اتنے حسین چہرے کی انسلٹ ہوئی تھی، پھر وہ مہنگا میک اپ اور قیمتی پرفیوم استعمال کرتی تھی۔ کیروسین تیل کی بُو سے ابکائی آرہی تھی۔ اسے یہ سب برداشت کرنا پڑ رہا تھا۔ جان کارلو نے اسے بہت تنگ کیا تھا۔ مگر عجیب بات تھی کہ اس پر غصہ نہیں آرہا تھا۔ اس کے باوجود غصہ دکھانا اچھا لگ رہا تھا۔ بعض لڑکیاں تنگ کرنے والے جوانوں کو پسند کرتی ہیں۔ وہ سوچ میں پڑ گئی "کیا میں اسے پسند کرنے لگی ہوں؟"

پھر اس نے چونک کر سوچا "مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں اس کے خیالات پڑھنا چاہتی ہوں۔ پھر دوسری طرف بھٹک جاتی ہوں۔ نہیں، اب میں کچھ نہیں سوچوں گی۔ اس کے خیالات پڑھوں گی۔"

پھر وہ آئینہ دیکھتے دیکھتے علی کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات بتانے لگے کہ وہ آباؤاجداد کے زمانے سے امریکی ہے۔ اس نے کیلیفورنیا انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی سے ڈپلوما حاصل کیا ہے۔ پچھلے دو برس سے گنگ فرنانڈو کے مختلف پروجیکٹ میں انجینئر کی حیثیت سے کام کرتا آرہا ہے۔ پچھلے دو دن سے موجودہ پروجیکٹ میں اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔

رانما نے اس کے رشتے داروں کے بارے میں پوچھا۔ اس کے خیالات نے کہا "میرے ممی اور ڈیڈی اٹلانٹا میں ہیں۔ ایک بڑا بھائی اسرائیل میں ہے۔"

اس کی سوچ نے ممی کے طور پر لیلیٰ کا پتا بتایا۔ وہ اٹلانٹا میں ڈی شوہر کے ساتھ رہتی تھی۔ اسرائیل میں رہنے والے بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس کا پتا بھائی کے طور پر بیان کر دیا۔ یہ ساری باتیں لیلیٰ نے اس پر عمل کرتے وقت ذہن نشین کرا دی تھیں۔

رانما نے اپنی ٹیم کے سراغرسانوں کو وہ تمام پتے نوٹ کرا دیے تاکہ جان کارلو کے چور خیالات کی تصدیق ہو سکے۔ پھر اس نے پوچھا "شادی ہو گئی؟"

کارلو کی سوچ نے کہا "میری زندگی میں آج تک کوئی لڑکی نہیں آئی۔"

رانما اس کی سوچ میں بولی "میں اتنا خوبرو اور اسمارٹ ہوں پھر میری زندگی میں کوئی حسینہ کیوں نہیں آئی؟"

کارلو کی سوچ نے کہا "یوں تو بے شمار لڑکیاں مجھ میں دلچسپی لیتی ہیں لیکن میرا دل کسی پر نہیں آتا۔ میرا دماغ ایک ایسی حسینہ کی باتیں کرتا ہے جسے میں نے دیکھا نہیں ہے۔ وہ خواب میں آتی ہے۔ اس کا چہرہ صاف نظر نہیں آتا۔ وہ کہتی ہے جلد ہی میری زندگی میں آئے گی۔"

"جب چہرہ صاف نظر نہیں آتا ہے تو سامنے آنے پر اُسے کیسے پہچانو گے؟"

"میں اسے نام سے پہچانوں گا۔ وہ اپنا نام سلوانا بتاتی ہے۔"

وہ اس کے خیالات پڑھنے میں گم ہو گئی تھی۔ اس بات کا ہوش نہیں تھا کہ چہرہ صاف ہو گیا ہے پھر بھی وہ آئینہ دیکھتی جا رہی ہے۔ علی نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "مگر جا کر آئینہ دیکھو۔ یہاں کام ہو رہا ہے۔"

اس نے چونک کر علی کو دیکھا پھر کہا "میرے چہرے سے کیروسین تیل کی بُو... آرہی ہے۔ میں صابن سے منہ دھونا چاہتی ہوں۔ یہاں واش روم ہے؟"

علی نے ایک مزدور سے کہا "مس کو واش روم دکھا دو۔"

"میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔ کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم دیکھ رہی ہو میں بہت مصروف ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے اس کے بازو کو تھام کر بولی "تمہاری مصروفیت کی ایسی کی تیسی۔ میرے ساتھ چلو۔"

"تم تو فری ہو رہی ہو۔"

"اگر ساتھ نہ چلے تو تمہاری توقع سے زیادہ فری ہو جاؤں گی۔"

اس نے کام کرنے والوں کو دیکھا۔ وہ سب تماشا سمجھ کر دیکھ رہے تھے۔ وہ مجبوراً اس کے ساتھ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا۔ وہاں اس کی عارضی رہائش کے لئے ایک کیبن بنا ہوا تھا۔ رانما اس کے ساتھ کیبن کے بیڈ روم میں آئی پھر واش روم میں جاتی ہوئی بولی۔

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں تمہیں کیوں تلاش کرتی ہوئی آئی ہوں؟"

وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "کیوں آئی ہو؟"

واش بیسن میں نلکے سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ اس نے کہا "میں ایک حقیقت بیان کروں گی تو تم یقین نہیں کرو گے۔"

"یقین کر لوں گا۔"

"میں اکثر تمہیں خوابوں میں دیکھتی رہی ہوں۔ تم آتے ہو اور کہتے ہو، ڈھونڈنے سے خدا مل جاتا ہے۔ مجھے ڈھونڈ لو، میرا نام جان کارلو ہے۔"

وہ خاموش رہا۔ اس نے پوچھا "تمہاری خاموشی بتا رہی ہے کہ میرے خواب کو بکواس سمجھ رہے ہو۔"

"نہیں، میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں۔ دراصل میں بھی ایک لڑکی کو دیکھتا رہا ہوں۔ کیا تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

وہ تولیے سے منہ پونچھتی ہوئی بیڈ روم میں آئی پھر بولی "میرا نام سلوانا ہے۔"

علی حیرت سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ رانما اس کے خیالات پڑھ کر سمجھ گئی تھی کہ وہ سلوانا کے نام پر تڑپ جائے گا۔ وہ انجان بن کر بولی "کیا ہوا؟"

"آں؟ وہ... وہ بات یہ ہے کہ میں بھی ایک حقیقت بیان کروں گا تو تم یقین نہیں کرو گی۔"

"میں خوابوں میں ڈھونڈتی ہوئی تعبیر تک پہنچی ہوں۔ تم میرے خوابوں کے شہزادے ہو، جو کہو گے اس پر یقین کروں گی۔"

"میں جسے خواب میں دیکھتا ہوں وہ اپنا نام سلوانا بتاتی ہے۔"

وہ قریب آکر بولی "ہاں، میں تمہیں خوابوں میں کہا کرتی تھی کہ میرا نام سلوانا ہے۔ تمہیں میرا چہرہ صاف نظر نہیں آتا ہے۔ لیکن جب تمہارے سامنے آؤں گی تو تم مجھے نام سے پہچان لو گے۔"

وہ گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "اور تم پہچان گئے ہو۔ میری تلاش ختم ہو گئی ہے۔"

علی کی زندگی میں پہلی بار کوئی خوب صورت اور جوان لڑکی اتنے قریب آئی تھی۔ ہوش میں آتی تو وہ اسے اٹھا کر باہر پھینک دیتا لیکن تنویمی عمل نے جذبات کی گرہیں کھول دی تھیں۔ لیلیٰ اور سلطانہ نے کچھ برا نہیں کیا تھا۔ پہلے چل چلاؤ کا جہاد ہوا تھا جانوروں کا شکار کرنے اور ان کا گوشت کاٹ کر کھانے کے لئے یا دشمنوں کو ہلاک کرنے کے لئے لیکن آدمی اس سے دوستوں کا گلا کاٹنے لگا۔

ہر اچھی بات اچھائی کے لئے ہوتی ہے۔ مگر لوگ اس سے برائی کا پہلو بھی نکال لیتے ہیں۔ لیلیٰ اور سلطانہ نے چاہا تھا کہ وہ جذبات کو پہلے کی طرح نہ مچلتا رہے۔ بلکہ اب ٹائی سے محبت کرے، شادی کرے اور آئندہ خوب صورت نسل پیدا کرے۔ ان بیچاری بہنوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ٹائی سے پہلے کوئی دوسری علی سے ٹکرا جائے گی اور وہ سلوانا کا نام اپنا کر تنویمی عمل کا رخ بدل دے گی۔

علی تھوڑی دیر تک سحرزدہ سا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ سلوانا اتنی اچھی کیوں لگ رہی ہے۔ وہ ابھی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ محض سلوانا کے نام کا سحر ہے جو تنویمی عمل سے چلا ہے اور پتا نہیں کب تک چلتا رہے گا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے الگ ہو کر کہا "یہ بری بات ہے، گمراہی ہے۔ ہم تعلیم یافتہ اور مہذب ہیں۔ ہمیں مذہب اور قانون کے مطابق محبت کرنی چاہئے۔"

رانما اس کے طلسم سے نکلنا نہیں چاہتی تھی، علی کی محبت کے ہر انداز میں جادو تھا۔ ہر بات میں اثر تھا۔ اس بات نے بھی اثر کیا کہ اسے آج کے بدمعاش دور میں اس قدر شریف نوجوان ملا ہے جو شرافت اور تہذیب کی خاطر حسن و شباب سے نکل آتا ہے۔

وہ خوش ہو کر بولی "تم بہت اچھے ہو۔ میں تمہاری شریکِ حیات بن کر ساری زندگی فخر کروں گی۔"

"سلوانا! میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں آج ہی شادی کر کے آج ہی تمہیں اپنی دھڑکنوں سے لگانا چاہتا ہوں لیکن اتنی جلدی ممکن نہیں ہے، تمہارے والدین راضی نہیں ہوں گے۔"

"میرے ماں باپ نہیں ہیں لیکن میں جس ادارے میں ہوں وہاں مجھ پر یہ پابندی عائد کی گئی ہے کہ میں پانچ برس تک شادی نہ کروں۔"

"تم میری خاطر اس ادارے کو چھوڑ دو۔"

"میں تمہاری خاطر سب کچھ کر سکتی ہوں لیکن اس ادارے کے بڑے لوگ بہت ہی خطرناک ہیں۔ پابندی توڑتے ہی وہ میرے علاوہ تمہاری جان کے بھی دشمن ہو جائیں گے۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا پھر بولا "میں کسی کی دشمنی سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ تم نے قریب آکر میرے اندر ایڈونچل پیدا کر دی ہے۔"

رانما بھی اس کے لئے پاگل ہو رہی تھی۔ ایک خیال ستا رہا تھا کہ جان کارلو کا خواب سچا ہو گا اور سچ مچ کوئی سلوانا اس کی زندگی میں آئے گی تو کارلو اسے چھوڑ کر اپنی سلوانا کا ہو جائے گا۔ اس سے پہلے ہی کارلو کو اپنا کر اسے یہاں سے کہیں دور لے جانا چاہئے۔"

کہیں دور جا کر گمنامی کی زندگی گزارنے کا خیال آیا تو اس کے اندر بغاوت کے جذبات ابھرنے لگے، جوانی میں اپنے محبوب کی خاطر ایسے ہی فیصلے ہوتے ہیں۔ وہ حکمرانوں کو دھوکا دے کر اپنا اور کارلو کا روپ بدل کر بڑے مزے سے ایک آزاد ازدواجی زندگی گزار سکتی تھی۔

اس نے سوچا علی کو بتا دے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سروں پر ہر لمحہ منڈلاتی رہتی ہے۔ وہ اس سے شادی کرے گا تو اسے خطرات سے کھیلتے ہوئے زندگی گزارنا ہو گی۔

پھر اس نے سوچا "زیادہ خطرات کا ذکر کروں گی تو ہو سکتا ہے یہ گھبرا کر ساتھ چھوڑ دے۔ پہلے اسے کچھ عرصے تک آزماتی رہوں گی پھر ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں اسے رازدار بناؤں گی۔"

علی نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں، اپنے ادارے کو چھوڑنے کے بعد ہم دونوں

کو چھپ کر رہنا ہوگا۔ اس کے لئے تمہیں بھی اپنی ملازمت کو چھوڑنا ہوگا۔"

"تم ناحق پریشان ہوتی ہو۔ میں تمہارے دشمنوں سے نمٹ لوں گا۔"

"وہ معمولی دشمن نہیں ہیں' یہاں کے حکمران ہیں۔ فوجی افسران ہیں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ ان سے ٹکرانا نادانی ہوگی اور پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرہ بدل کر رہنا دانشمندی ہوگی۔ ہم اسی ملک میں رہیں گے اور کوئی ہمیں پہچان نہیں سکے گا۔"

"تمہاری یہ پلاننگ اچھی ہے۔ تم جس منصوبے پر عمل کروگی میں تمہارا ساتھ دوں گا۔"

"میں شام کو آؤں گی۔ ہم کہیں رات کا کھانا کھائیں گے اور ایک نئی زندگی گزارنے کے متعلق آخری فیصلہ کریں گے اور اس فیصلے پر فوراً عمل کریں گے۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر کیبن سے باہر آیا۔ اس حسینہ کے ہاتھوں میں ایسی چکناہٹ تھی کہ اس کے ہاتھوں سے پھسلی جارہی تھی۔ اسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا لیکن وہ چھوٹ گئی۔ اس سے دور ہوگئی۔ جانے سے پہلے اپنی قربت کا نمونہ چھوڑ گئی تھی جسے وہ دیر تک یاد کرتا رہا۔

سپروائزر اسے بلانے آیا لیکن اس نے آج کام کرنے سے انکار کردیا۔ اس کا دل کہیں نہیں لگ رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ آج تک ایسا نہیں ہوا۔ آج سلوانا نے کیا جادو کردیا ہے۔ اسی کی یاد آرہی ہے' اسی کی تمنا جاری ہے۔ وہ اسی طرح اس کے اندر جاری و ساری رہی تو وہ پھر کسی کام کا نہیں رہے گا۔ بس ایک عاشق نام کا رہے گا۔

وہ دور جانے کے بعد جان کارلو کے خیالات پڑھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ دل ہی دل میں عزم کر رہی تھی کہ حکومت سے غدّاری کرے گی' حکمرانوں سے دشمنی مول لے گی مگر جان کارلو کی دوستی سے باز نہیں آئے گی۔

اس نے اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر خیال خوانی کے ذریعے جان لبوڈا کو اپنے کام کی رپورٹ پیش کی پھر ذہنی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ سب سے پہلے جان کارلو پر تنویمی عمل کرکے اس کی سوچ اور لہجے کو بدلنا ہوگا پھر چہرے کو تبدیل کرنا ہوگا کیونکہ جب وہ روپوش ہوں گے تو ہولی مین اور جان لبوڈا تفتیش کرتے ہوئے تنگ فرنانڈو کے پروجیکٹ میں آئیں گے۔ وہاں معلوم ہوگا کہ جان کارلو نامی انجینئر غائب ہے اور وہ رائما کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ پاسپورٹ اور شناختی کاغذات کے دفتروں سے جان کارلو کی تصویریں مل جائیں گی۔ جان لبوڈا تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر کارلو کے دماغ میں پہنچ جائے گا۔

وہ ایک بار روپوش ہونے کے بعد پھر ظاہر ہونا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ جان کارلو کی شخصیت اور چہرہ بدل جائے۔ وہ شام تک اس منصوبے کے ہر پہلو پر غور کرتی رہی۔ امریکی شہریت کے کاغذات جاری کرنے والے ادارے کے افسران سے دماغی رابطہ کیا۔ ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر ایک ایسی جوان لڑکی اور جوان مرد کے کاغذات اور تصویریں حاصل کیں جو برسوں سے لاپتا تھے۔

اس کے بعد ایک پلاسٹک سرجری کے ماہر کے دماغ میں جگہ بنائی۔ شام کو علی کے پاس آکر کہا "یہ ایک جوان کی تصویر اور اس کی امریکی شہریت کے کاغذات ہیں۔ کاغذات اپنے پاس رکھو اور ایک تصویر پلاسٹک سرجری کے ماہر کے پاس لے جاؤ۔ وہ تمہارا چہرہ تبدیل کردے گا۔"

"تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

"میں بعد میں آؤں گی۔ اور جب آؤں گی تو میرا چہرہ بھی تبدیل ہوچکا ہوگا۔ یہ میرے آئندہ چہرے والی تصویر ہے۔"

وہ ایک تصویر اسے دیتے ہوئے بولی۔ "حکومت کے جاسوس میری نگرانی کرتے ہوں گے۔ اس لئے شخصیت کی تبدیلی تک ہم ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے۔"

وہ چلی گئی۔ وہ اس کے مشورے کے مطابق پلاسٹک سرجری کے ماہر کے پاس آیا تو رائما اس ماہر کے دماغ میں موجود تھی اور اس وقت تک موجود رہی جب تک اس نے تصویر کے مطابق جان کارلو کو ایڈی فشر نہیں بنا دیا۔ اب اس نئے روپ میں علی کا نام ایڈی فشر ہوگیا تھا۔

رائما نے اس ماہر کے دماغ پر اس لئے قبضہ جمایا تھا کہ جب وہ اس کے دماغ کو آزاد چھوڑے تو اسے یاد نہ رہے کہ کون اس کے پاس سرجری کے ذریعے چہرہ تبدیل کرانے آیا تھا اور اس نے خود اپنے ہاتھوں سے کون سا نیا چہرہ بنایا ہے؟

جب علی پوری طرح تبدیل ہو کر چلا گیا تو رائما نے اس ماہر کو آزاد کردیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر ماسک میک اپ کے ذریعے اپنا چہرہ تبدیل کرنے لگی۔ علی سے یہ طے پایا تھا کہ وہ دو گھنٹے کہیں گزارے گا پھر ایک نائٹ کلب کے ڈانسنگ ہال میں آکر اس کا انتظار کرے گا۔

یہ انتظار بھی ختم ہوگیا۔ رائما ایک نئے روپ میں اس کے سامنے آئی۔ علی نے اپنی جیب سے تصویر نکال کر اسے دیکھا۔ پھر کہا "میرے پاس یہ تصویر نہ ہوتی تو تمہیں کبھی نہ پہچانتا۔ مجھے یقین ہے' ہمارے دشمن نہ ہمیں پہچانیں گے نہ ہم پر شبہ کریں گے۔"

وہ مسکرا کر بولی "مجھے تمہارا پیار ملتا رہا تو میں ساری دنیا سے تمہاری خاطر لڑتی رہوں گی۔"

"اب ہم کہاں جائیں گے؟ ہمارا ٹھکانا کہاں ہوگا؟"

"مجھے ذرا خاموشی سے سوچنے دو۔ میں ابھی اس سلسلے میں بات کروں گی۔ جب تک تم کھانے کا آرڈر دو۔"

وہ سوچ کے ذریعے ایک ایسے شخص کے پاس پہنچی جو ضرورت

مندوں کو کرائے پر گاڑیاں دیتا تھا۔ رائما نے اسے ایک کار میں بٹھایا پھر ڈرائیو کرتے ہوئے شہر سے باہر جانے پر مجبور کیا۔ ایک جگہ ہائی وے پر اسے کار سے اتار کر واپس شہر آنے والی ایک بس میں بٹھادیا۔ وہ کار وہیں رہ گئی۔ کار والا اپنے گھر آگیا۔ رائما نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ "مجھے کچھ ہوگیا تھا؟ میں کچھ دیر کے لئے غائب دماغ ہوگیا تھا۔"

رائما نے اس کی سوچ میں کہا "ہاں' مجھے کچھ یاد آرہا ہے۔ ایک جوان لڑکی ایک خوبرو مرد کے ساتھ آئی تھی۔ اس نے ایک کار کرائے پر لی۔ پھر اس کے جاتے ہی میں دماغی طور پر غائب ہوگیا۔"

وہ تائید میں یہی باتیں سوچنے لگا۔ رائما خیال خوانی سے واپس آگئی۔ ویٹر کھانے کی ڈشیں اس کے اور علی کے درمیان رکھ رہا تھا۔ رائما نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ جان لبوڈا کے جاسوس اسے تلاش کریں تو ہائی وے پر ایک گاڑی ملے۔ گاڑی کے ذریعے اس کے مالک کا محاسبہ کریں تو پتا چلے کہ ایک لڑکی کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ آئی تھی اس کے بعد ہی کار کا مالک دماغی طور پر غائب ہوا تھا۔ یوں ثابت ہوجاتا کہ رائما کسی جوان کے ساتھ شہر سے باہر گئی تھی پھر ایک جگہ وہ گاڑی چھوڑ کر کسی دوسری گاڑی یا بس میں دوسرے شہر کی طرف چلی گئی ہے۔

اب اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ تلاش کرنے والے اسے شکوک میں تلاش نہ کرتے۔ دوسری طرف بھٹکتے رہتے اور وہ علی کے ساتھ اطمینان سے اسی شہر میں رہتی۔ اس نے معلوم کیا تھا ایک بوڑھی خاتون تنہا ایک مکان میں رہتی تھی اور اس مکان کے کمرے عارضی رہائش کے لئے کرائے پر دیتی تھی۔ رائما نے سوچ لیا تھا آج رات وہاں پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے علی کے ساتھ رہے گی۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے بوڑھی خاتون کے دماغ پر اور اس کے مکان پر قبضہ کرلے گی۔

علی خاموشی سے کھاتے ہوئے سوچ رہا تھا "جب سے سلوانا میری نظروں کے سامنے آئی ہے' مجھے یہ دنیا حسین لگ رہی ہے۔ جی چاہتا ہے دن رات اپنی سلوانا سے محبت کرتا رہوں۔ لیکن ایک بات میرے مزاج کے خلاف ہے۔ میں محبت کے چکر میں اس کا محتاج ہوگیا ہوں۔ یہ جو کہتی ہے اس پر عمل کرتا جارہا ہوں۔ اس نئی زندگی کی ابتدا میں میری اپنی ذہانت اور اپنی عملی کوششیں شامل نہیں ہیں۔"

رائما اس کے خیالات پڑھ رہی تھی اور زیرِ لب مسکراتی ہوئی سوچ رہی تھی۔ "مرد کو بہت زیادہ خود سر نہیں ہونا چاہئے۔ اگر اسے تھوڑا تھوڑا محتاج بنا کر رکھا جائے تو وہ ہمیشہ وفادار رہتا ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے وفادار بنا کر رکھوں گی۔"

پھر وہ بولی "میں نے ہر پہلو پر غور کیا ہے۔ ہم ہر طرح محفوظ ہیں۔ اب میں تمہیں فشر کہہ کر مخاطب کروں گی۔ تمہارا پورا نام ایڈی فشر ہے اور میرا نام پامیلا جون ہے۔"

"یہ تو ہم ہوچکے ہیں۔ لیکن ہمارا ٹھکانا کہاں ہوگا؟"

وہ کھانے کے بعد علی کو گیسٹ ہاؤس میں لے آئی۔ وہاں ایک کمرا حاصل کیا۔ علی نے کمرے میں آکر کہا "مجھے اپنے لئے ایک الگ کمرا لینا چاہئے۔"

وہ بولی "ہم نے یہاں کی بوڑھی مالکہ کے سامنے خود کو میاں بیوی کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ پھر تم دوسرے کمرے میں کیسے رات گزارو گے؟"

"کیا ہم ایک کمرے میں؟ مم۔۔۔ مگر ہماری شادی نہیں ہوئی ہے۔"

"ہوجائے گی۔ میں لڑکی ہوں' مجھے تم سے ڈرنا چاہئے۔ مگر تم مجھ سے ڈر رہے ہو۔"

"بات ڈرنے کی نہیں ہے۔ ہم انسان ہیں' بہک سکتے ہیں۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں تمہاری عزت پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

وہ باتھ روم میں آگئی۔ دروازے کو اندر سے بند کرکے علی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے بستر پر لے گئی۔ وہ لیٹ گیا۔ پھر آنکھوں کو اس نے بند کیا۔ رائما نے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلادیا۔ وہ فولادی جوان جو سپر پاور کے قابو میں نہیں آتا تھا' ایک لڑکی کے ہاتھوں میں بے بس ہوگیا تھا۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔

رائما باتھ روم سے نکل کر کمرے میں آئی۔ علی کو مسکرا کر دیکھا۔ پھر وہاں سے چلتی ہوئی بوڑھی خاتون کے کمرے کے سامنے آئی۔ اس نے دروازے پر دستک نہیں دی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے دروازہ کھولنے پر مجبور کیا۔

خاتون نے دروازہ کھول کر اسے دیکھا۔ پھر بولی "تعجب ہے میرے دل میں بات آئی کہ دروازہ کھولنا چاہئے' کوئی آیا ہے اور واقعی تم آگئی ہو۔ کبھی ایسی عجیب باتیں ہوجاتی ہیں جو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"تمہاری سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے۔ تم نے خون کی کشش سے دروازہ کھولا ہے۔ مجھے غور سے دیکھو۔ میں تمہاری وہ بیٹی ہوں جو دس برس پہلے تم سے بچھڑ گئی تھی۔ میرا باپ مجھے تم سے چھین کر لے گیا تھا۔"

خاتون اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی۔ پھر وہ بولی "دس برس میں تم بچی سے جوان ہوگئیں۔ صورت بدل گئی۔ میں تمہیں پہچان نہیں سکتی مگر تم نے مجھے پہچان لیا؟"

"میں نے ڈیڈی کے پاس تمہاری تصویر دیکھی تھی۔"

"اپنے ڈیڈی کی خاص باتیں اور خاص عادتیں بتاؤ۔"

رائما نے اس کے خیالات پڑھ کر جو معلومات حاصل کی تھیں ان کے مطابق خاتون کے شوہر کی خاص باتیں اور خاص عادتیں بتادیں۔ اس کے بعد شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ خاتون نے اس سے لپٹ کر کہا "او مائی ڈارلنگ بے بی! آخر گاڈ نے میری سن لی۔ میں

تمہارے لئے تڑپتی تھی' دعائیں مانگتی تھی۔ میری مامتا کی دعا آخر پوری ہوگئی۔"

وہ رائما کو چوم رہی تھی۔ خوشی سے رو رہی تھی۔ رائما نے کہا۔ "مما! تم نے میرا نام ڈائنا رکھا تھا لیکن ڈیڈی نے میرا نام بدل کر پامیلا جون رکھ دیا تھا۔"

"اب تمہارا باپ اس دنیا میں نہیں ہے۔ تم پھر سے میری ڈائنا بن جاؤ۔"

"یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ پامیلا جون کے نام سے میری شادی ایڈی فشر سے ہو چکی ہے۔ اب میں مسز پامیلا فشر کہلاتی ہوں۔"

"اوہ یاد آیا۔ وہ جوان جو تمہارے ساتھ یہاں آیا ہے وہ تمہارا شوہر' میرا داماد ہے۔ مجھے اس کے پاس لے چلو۔ میں اپنی بیٹی کی پسند کو جی بھر کے دیکھوں گی۔ اسے کس کروں گی۔"

"ممی! وہ ابھی سو رہا ہے۔ اس سے صبح ملاقات ہوگی۔"

"پھر تو تمہیں اس کے پاس رہنا چاہئے۔ وہ اکیلا ہے۔"

"میں تمہارے پاس رہوں گی۔ تم سو جاؤ گی تو فشر کے پاس چلی جاؤں گی۔"

وہ بوڑھی کے کمرے میں اس کے ساتھ آکر بستر پر لیٹ گئی۔ خاتون نے کہا "میں اتنے بڑے مکان کی مالک ہوں۔ تیرا باپ اس مکان کو فروخت کرکے رقم کسی کاروبار میں لگانا چاہتا تھا۔ میں نے انکار کیا تو وہ تجھے لے کر بھاگ گیا۔"

"پچھلی باتوں کو بھول جاؤ ممی! سو جاؤ۔"

وہ آنکھیں بند کرتے ہوئے بولی "میں نے دوسری شادی نہیں کی۔ دوسری اولاد نہیں ہوئی۔ میری تمام نقد رقم اور یہ مکان اب تمہارا ہے۔"

"ممی! میں اتنی دولت مند ہوں کہ تمہارا یہ مکان میرے لئے ایک ڈالر کے برابر ہے۔ مجھے صرف تمہاری محبت چاہئے۔ سو جاؤ۔"

وہ اس کے اندر پہنچ کر اُسے سلانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سو گئی۔ ادھر سے اطمینان ہوگیا کہ کوئی بھی جاسوس آئے گا تو خاتون اسے اپنی بیٹی اور فشر کو داماد بتائے گی۔

دراصل اسے علی کی طرف سے پریشانی تھی۔ اگر جان لمبوڈا کسی جاسوس کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ وہ جان کارلو ہے اور اس نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرہ بدل لیا ہے۔ اتنی ہی معلومات دور تک انکوائری کے لئے کافی ہوتی اور اس کے ساتھ خود وہ بھی پکڑی جاتی۔

اس نے کمرے میں آکر اسے دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ یہ دروازہ اندر سے بند کرکے اس کے پاس آگئی۔ بستر کے سرے پر بیٹھ کر اسے پیار سے دیکھنے لگی۔ پھر دیکھتے دیکھتے اس کے اندر پہنچ گئی۔ خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لانا آسان تھا۔ اس نے آسانی سے اسے اپنا معمول بنا لیا۔

اس نے پہلی بات جو اس کے دماغ میں نقش کی وہ یہ تھی کہ وہ جان کارلو کی پچھلی زندگی بھول جائے۔

یہ عجیب تماشا ہو رہا تھا۔ پہلے علی تیمور کی زندگی بھلا کر جان کارلو کی شخصیت اس پر تھوپ دی گئی۔ اب جان کارلو کی شخصیت کو بھلا کر ایڈی فشر بنایا جا رہا تھا۔ اس کے ایڈی فشر بن کر رہنے سے رائما وہاں کے سراغرسانوں سے اور جان لمبوڈا وغیرہ سے محفوظ رہ سکتی تھی۔

اس نے اپنی حفاظت کے لئے اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے اس جھوٹ کو سچ بنا کر ذہن میں نقش کر دیا کہ ان کی شادی ہو چکی ہے اور وہ میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزارتے آرہے ہیں اور اس گیسٹ ہاؤس کی مالک اس کی ساس ہے۔ اس نے ہر پہلو سے اپنے تحفظ کا خیال رکھتے ہوئے اس پر عمل کیا۔ پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد اسی کمبل میں گھس کر اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ دماغ کو ضروری ہدایات دیں اور نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

دوسری صبح علی کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے پہلو میں ایک حسینہ کو دیکھا۔ اب اسے سلوانا یاد نہیں رہی تھی۔ تنویمی عمل کے مطابق یاد آیا کہ وہ پامیلا جون ہے اور اس کی بیوی ہے' ایسا تو شاید ہی کسی کے ساتھ ہوا ہو کہ کنوارہ سویا ہو اور جاگا ہو تو شوہر ہونے کی تہمت لگی ہو۔ ثبوت کے طور پر بیوی پہلو میں موجود تھی۔ اگر سرہانے پھلوں کی ٹرے رکھی ہوتی تو صبح پتا چل جاتا کہ اس میں سے کچھ پھل کھایا گیا ہے لیکن ایڈی فشر کو ایسا پھل مل رہا تھا جسے دیکھ کر یاد نہیں آرہا تھا کہ یہ پھل پہلے کبھی چکھا ہے یا نہیں؟

تنویمی عمل کے مطابق اس کا دماغ اس مسئلے پر زیادہ نہیں سوچ سکتا تھا۔ جو کچھ اسے مل رہا تھا' اسے قبول کرتے رہنے کا وہ پابند تھا۔ اس کے متاثرہ دماغ نے جو سمجھایا' وہ سمجھ گیا' جس راہ پر چلایا اس راہ پر چل پڑا۔ اور جب چل پڑا تو ساتھ چلنے والی کی آنکھ کھل گئی۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات چھبیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو ۱۵ ستمبر ۱۹۹۲ء کو شائع ہوگا۔

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

دلوتا

چھبیسواں حصہ

ایک دراز دست
شخص کی سرگزشت۔ ایک
طلسماتی اور سحر انگیز آدمی کے شب و روز
اس نے جسے چاہا فتح کرلیا اور جب چاہا
کسی کو مات دے دی۔ خیال خوانی میں ایک
نیا جہانِ معنی متعارف کرانے والے شخص کی
جولانیِ طبع کی فسوں کاری۔ اس کی
شہرت چار دانگ پھیل
چکی ہے۔

لیلیٰ اور سلطانہ کے ہوش اڑ گئے۔ پہلے لیلیٰ نے علی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ اس مقصد کے لئے جان کارلو کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا تھا لیکن اس لہجے والا گم ہو چکا تھا۔

اس نے دو چار بار کوششیں کیں پھر خیال آیا' تنویمی عمل میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہوگی۔ علی تیمور کی شخصیت تبدیل نہیں ہو پائی ہے' یہ سوچ کر اس نے علی کے لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر بھی وہ نہ ملا۔ تب کلیجا دھک سے رہ گیا۔ پہلا خیال یہی آیا کہ وہ خدانخواستہ دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ اسی لئے مردہ دماغ سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کر رہا ہے۔

وہ سلطانہ کے پاس آئی۔ اسے ساری روداد سنائی۔ سلطانہ نے بھی خیال خوانی کے تمام حربے استعمال کئے۔ لیکن علی نہ ملا۔ اس نے کہا۔ "لیلیٰ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کہیں سونیا ثانی کے ساتھ بھی کوئی گڑبڑ نہ ہوئی ہو۔"

دونوں بہنوں نے ثانی کے دماغ کی طرف پرواز کی۔ وہ مل گئی۔ خیریت سے تھی۔ ماضی کو بھول کر خود کو سلوانا جوزف سمجھ رہی تھی۔ سلطانہ نے اس پر عمل کرنے کے دوران کہا تھا کہ وہ شکاگو جائے گی' وہاں اسے مستقبل کا چیون ساتھی جان کارلو ملے گا۔ اس عمل کے مطابق وہ شکاگو پہنچ گئی تھی۔

لیکن اس شہر میں علی کہاں تھا؟ زندہ بھی تھا یا نہیں؟ آگے کچھ سوچ کر کلیجا منہ کو آرہا تھا۔ وہ دونوں ثانی کے دماغ سے آگئیں۔ اس کے پاس بعد میں جاسکتی تھیں۔ انہوں نے سونیا کے پاس آکر یہ باتیں بتائیں۔ اسے بھی تشویش ہوئی۔ اس نے کہا "ابھی علی کے بارے میں رسونتی سے کچھ نہ کہنا۔ وہ رو رو کر اپنا برا حال کرلے گی۔ تم دونوں کچھ اپنی عقل سے بھی کام کیا کرو۔"

"کیا ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے سسٹر؟"

"صدمہ کتنا ہی بڑا ہو' بدحواس نہیں ہونا چاہئے۔ تم میں سے ایک کو کنگ فرنانڈو کے اس خاص ملازم کے پاس جانا چاہئے تھا جو شکاگو میں ایک پروجیکٹ کا انچارج تھا اور جہاں علی انجینئر کی حیثیت سے گیا تھا۔"

"واقعی ہم نے ادھر دھیان نہیں دیا۔ میں ابھی جاتی ہوں۔"

"اچھی طرح انکوائری کرو کہ علی پروجیکٹ میں کب سے کب تک ڈیوٹی اٹینڈ کرتا تھا' کن افراد سے اس کا رابطہ رہتا تھا اور آخری بار وہاں کب دیکھا گیا تھا۔"

لیلیٰ اس پروجیکٹ کے انچارج کے پاس گئی۔ ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کے خیالات پڑھتے ہوئے پتا چلا' ایک حسین اور نوجوان لڑکی صبح ملنے آتی تھی۔ اس سے ملاقات کے بعد علی ڈیوٹی پر واپس نہیں آیا۔ سپروائزر نے شام کے وقت اسے کیبن سے باہر جاتے دیکھا۔ اس کے بعد ہی وہ دو دن سے لاپتا ہے۔ اس حسین اور جوان لڑکی کا تعلق انٹیلی جنس والوں سے تھا اور اب وہ سرکاری سراغرساں بھی سختی سے یہ پوچھتے پھر رہے تھے

کہ وہ لڑکی کہاں ہے' جو جان کارلو سے ملنے آئی تھی۔ اس طرح یہ خیال قائم ہو رہا تھا کہ جان کارلو اس لڑکی کو ساتھ لے کر کہیں گیا ہے۔ لیلیٰ نے سپروائزر کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا۔ شام کو جان کارلو کیبن سے نکل کر جاتے وقت سپروائزر سے یہ کہہ گیا تھا کہ وہ اپنی سلوانا سے ملنے جارہا ہے۔

سلطانہ مختلف ذرائع استعمال کرتی ہوئی سرکاری سراغرسانوں کے پاس پہنچی۔ ان کے خیالات نے بتایا وہ جان لیوڈا کے ماتحت ہیں۔ ان کے ساتھ جو لڑکی تھی' وہ ٹیلی پیتھی جانتی تھی اور اس کا نام رانما جان تھا۔

دونوں بہنیں کڑی سے کڑی ملاتی ہوئی سونیا کے پاس آئیں۔ وہ تمام باتیں سن کر بولی "اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ علی سلامت ہے۔ اسے رانما کہیں لے گئی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "یہ بات سمجھ میں آرہی ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ رانما نے علی کو اپنا نام سلوانا کیوں بتایا؟ اس لئے کہ وہ علی عرف جان کارلو کے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکی تھی کہ کارلو کو کسی سلوانا کا انتظار ہے اور آئندہ اپنی زندگی میں آنے والی سلوانا کو وہ صورت سے نہیں پہچانتا ہے۔ اسی بات سے رانما نے فائدہ اٹھایا ہے۔"

سونیا نے کہا "اور یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اس لڑکی نے علی پر عمل کرکے اس کے دماغ سے جان کارلو کی شخصیت اور لب ولہجہ بھلا دیا ہے' اس پر نئی شخصیت کی چھاپ لگائی ہے۔ اس کا لہجہ بدل چکا ہے اسی لئے وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو نہیں مل رہا ہے۔"

سلطانہ نے کہا "میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ثانی اور علی کی شادی کرانے کے لئے یہ چکر چلائیں گے تو کوئی دوسری خیال خوانی کرنے والی خود سلوانا بن کر اسے لے جائے گی۔"

سونیا نے کہا "سچ پوچھو تو میں نے بھی اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ علی کی سلامتی کا یقین ہو رہا ہے۔ اب وہ جہاں بھی ہے' اسے تم دونوں ثانیہ کے ذریعے تلاش کر سکتی ہو۔ بہتر ہے' اس کے پاس جاؤ۔"

لیلیٰ اور سلطانہ نے سونیا ثانی کے متعلق یہ پروگرام بنایا تھا۔ وہ سلوانا کی حیثیت سے شکاگو پہنچے گی تو وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کی معقول رہائش کا انتظام کریں گی۔ ادھر ثانی ایک ہوٹل کے کمرے میں ایک رات گزارنے آئی تھی۔ اس نے شام کے اخبار سے کچھ ایسے پتے نوٹ کئے تھے جہاں کرائے پر کاٹیج' بنگلے اور ایک کمرا کسی لڑکی یا عورت کے ساتھ مشترکہ رہائش کے لئے مل سکتا تھا۔ بیٹنگ گیسٹ ہاؤسز اور ہوسٹل کے کمروں کے اشتہارات سے بھی پتے لکھ کر رکھ لئے۔ دوسری صبح وہ معقول رہائش کی جگہ حاصل کرنے کے لئے ان پتوں پر جانے والی تھی۔

لیلیٰ نے سلطانہ سے کہا "ہمیں ایک ٹھوکر سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ رانما نے خیال خوانی کے ذریعے جان کارلو کے خیالات پڑھ لئے اور اسے حاصل کرنے کے لئے سلوانا بن گئی۔ کوئی اور خیال خوانی کرنے والا ثانی کے خیالات پڑھ کر جان کارلو بن کر اسے دھوکا دے سکتا ہے۔"

سلطانہ نے تائید کی "ٹھیک کہتی ہو۔ ثانی پر تم نے عمل کیا تھا۔ پھر عمل کرو' اس کے ذہن سے کارلو کا نام مٹا دو اور یہ بات نقش کر دو کہ وہ اپنے مزاج کے مطابق کسی مرد سے متاثر نہیں ہوگی۔"

لیلیٰ نے اس رات ثانی کے مزاج میں تھوڑی تبدیلی کر دی۔ پہلے جو عاشق مزاجی ابھاری گئی تھی اسے ختم کر دی۔ لیلیٰ اور سلطانہ نے ٹھیک ہی سوچا تھا کہ ثانی کو دھوکا دینے کے لئے کوئی دوسرا جان کارلو بن کر اس کے پاس آسکتا ہے۔

واقعی دوسرا جان کارلو پیدا ہو گیا تھا۔ وہ ثانی یا سلوانا کو جانتا نہیں تھا۔ جان کارلو بننے والے علی کو بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ نہ کسی کا دوست تھا نہ دشمن۔ وہ ایک معمولی چور تھا۔ اس کے پاس چوری کا حوصلہ تھا مگر عقل نہیں تھی۔ اس کی شامت آئی تھی کہ چوری کرنے کے لئے جان کارلو (علی) کے کیبن کا لاک توڑ کر اندر گیا تھا۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب علی ایڈی فشرین گیا تھا اور رانما کے ساتھ ایک نئی زندگی گزارنے کے لئے اپنا کیبن چھوڑ کر گیسٹ ہاؤس میں چلا گیا تھا۔ چور کو کیبن میں کچھ نقد رقم ملی۔ پہننے کے لئے چار جوڑے ملے۔ وہ چاروں جوڑے علی نے استعمال کے بعد ایک باسکٹ میں ڈال دیے تھے۔ میز پر جان کارلو کے نام سے ڈرائیونگ لائسنس اور دوسرے ضروری کاغذات تھے۔ وہ یہ ساری چیزیں ہی سمیٹ کر لے گیا۔

وہ کیبن سے نکلا تو اس کے ایک ہاتھ میں اٹیچی تھی۔ جیب میں کافی رقم تھی۔ وہ ٹیکسی میں اس ہوسٹل کی طرف جانا چاہتا تھا جہاں ایک کمرے میں کرایہ دار کے طور پر رہتا تھا۔ راستے میں ٹیکسی سے پہلے پٹرولنگ پولیس کی گاڑی نے اس کا راستہ روک لیا۔ افسر نے پوچھا۔ "اتنی رات کو کہاں جارہے ہو؟"

اس نے جواب دیا "شکاگو نارتھ جارہا ہوں۔ ٹیکسی یا بس کا انتظار ہے۔"

"کہاں سے آرہے ہو؟"

اس نے کنگ فرنانڈو کے بلڈنگ پروجیکٹ کا پتا بتا کر کہا "میں اس پروجیکٹ میں انجینئر ہوں۔ میرا نام جان کارلو ہے۔"

اس نے وہ کاغذات دکھائے جن کے ذریعے جان کارلو کی تقرری انجینئر کی حیثیت سے کی گئی تھی۔ وہ کاغذات دیکھ کر پولیس والے مطمئن ہو گئے۔ اپنی گاڑی میں چلے گئے۔ وہ خوش ہو کر بڑبڑایا "واہ! کیا بات ہے۔ ان کاغذات نے مجھے ایسا انجینئر بنا دیا ہے کہ پولیس والے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ آئندہ میں یہی کاغذات اور یہی نام استعمال کروں گا۔"

وہ خوشی منانے کے لئے ایک بار میں آکر بیٹھ گیا۔ دو چار پیگ حلق میں اتارنے کے بعد ہوسٹل کے کمرے میں آیا۔ اسے کیبن میں ایک الماری سے ساڑھے چار ہزار ڈالر ملے تھے۔ وہ ایک ماہ تک دوسری چوری کئے بغیر گزارہ کر سکتا تھا۔ لہٰذا فیصلہ کیا کہ کہیں سے بڑی رقم ہاتھ لگنے کا چانس ہوگا تو وہ واردات کرے گا ورنہ مہینے بھر آرام کرے گا۔

دوسرے دن اس کا اطمینان ختم ہو گیا۔ کچھ نامعلوم لوگ ایک خونخوار کتے کے ساتھ ہوسٹل کے کمرے میں آئے تھے۔ وہ موجود نہیں تھا۔ ہوسٹل کے مالک نے ماسٹر کی کے ذریعے اس کا کمرا کھول کر ان اجنبی لوگوں کو اندر جانے دیا۔ کمرا کھلتے ہی کتا جھپٹ کر ایک گوشے میں گیا' جہاں علی کے اتارے ہوئے کپڑے پڑے تھے۔ چور انہیں چرا کر لے آیا تھا۔ لیکن بے پروائی سے ایک لوشے میں پھینک کر بھول گیا تھا۔ انہیں صبح ہی لانڈری میں دے تا تو کوئی کتا ان کپڑوں کی بو سونگھتا ہوا دشمنوں کو وہاں تک نہ لاتا۔

اب وہ اجنبی لوگ اسے ڈھونڈ رہے تھے۔ اس کا اصل نام علوم ہو گیا تھا۔ ہوسٹل میں اس نے اپنا نام راجر میٹ لکھوایا تھا۔ ب اس کے کمرے کی تلاشی لی جارہی تھی تو وہ ایک بار میں بیٹھا پی ا تھا۔ اس کے ایک ساتھی نے آکر کہا "تم یہاں موج کر رہے ہو' ھر جاسوس لوگ ایک کتا لے کر تمہارے کمرے میں گئے ہیں۔ وہ تا تمہاری بو سونگھ کر ہوسٹل تک پہنچا ہے۔ اس کے بعد تمہارے ں پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

وہ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر باہر آیا۔ یہ جانتا تھا کہ پولیس کے کتے کس طرح مجرموں کی بو سونگھتے ہوئے ان کے سروں پر پہنچ جاتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ وہ کتا قانون کے محافظوں کو اس کے پاس لاتا' وہ بہت دور بھاگ جانا چاہتا تھا۔

ان حالات میں فوری طور پر بچاؤ کے لئے جو اقدامات کئے جاتے ہیں وہی اس نے کیا۔ سب سے پہلے ریڈی میڈ میک اپ کا سامان خریدا۔ ایک ریستوران کے باتھ روم میں جا کر اپنے چہرے پر داڑھی مونچھوں کا اضافہ کیا۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں' اس نے دوسرے گلاسز لگائے جس سے آنکھیں سیاہ نظر آنے لگیں۔ ایک سیلون میں جا کر اپنے سنہرے بالوں کو بھی سیاہ کرالیا۔

وہ جو کچھ کر رہا تھا اس میں اس کی ذہانت کا دخل نہیں تھا۔ اس نے جاسوسی ناولوں میں جو کچھ پڑھا تھا اس پر عمل کر رہا تھا۔ میری داستان کا یہ مشہور واقعہ ہر ملک کی انٹیلی جنس کی فائلوں میں ہے کہ جب سونیا میری دشمن تھی اور ایک کتا کی طرح میری بو سونگھ کر میری ہر پناہ گاہ تک پہنچ جاتی تھی تب میں نے بچاؤ کا انوکھا طریقہ اختیار کیا تھا۔ اپنے جسم پر خوشبو اسپرے کر لیا کرتا تھا جس سے میرے بدن کی مخصوص بو گم ہو جاتی تھی اور سونیا مجھے تلاش کرنے میں ناکام رہتی تھی۔

انٹیلی جنس کی بہت سی فائلوں کی غیر معمولی باتیں رائٹروں تک پہنچتی ہیں پھر وہ جاسوسی ناولوں میں لکھی جاتی ہیں۔ ایسے ہی کسی ناول میں راجر میٹ نے پڑھا تھا کہ پرفیوم کے ذریعے عارضی

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جان باز کا سفر

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں..... جب خون جگر برفاب ہوا

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلہ وار شائع ہونے والی مقبول کہانی

علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کتابی شکل میں چار حصے شائع ہو گئے ہیں

قیمت فی حصہ =/۲۵ روپے ..... ڈاک خرچ ۱۰ روپے

چاروں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۔ کراچی نمبر ۷۴۲۰۰

طور پر بو سونگھنے والے کتوں سے نجات مل جاتی ہے۔ اس لئے اس نے پرفیوم کی دو چار شیشیاں خرید لی تھیں۔

پرفیوم استعمال کرنے کے بعد لازمی تھا کہ کسی کمرے وغیرہ کی چار دیواری میں رہا جائے تاکہ خوشبو دیر تک کمرے کی محدود فضا میں رہے۔ کھلی فضا میں خوشبو جلد ہی اڑ جاتی ہے اس لئے اُس نے ایک ہوٹل میں کمرا لیا۔ وہاں بیٹھ کر وہ ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے نیوز بلیٹن سنتا رہا۔ بار بار کھڑکی کے باہر دیکھتا رہا۔ ایک بار سامنے والے فٹ پاتھ پر کچھ لوگ ایک کتے کے ساتھ نظر آئے۔ وہ سڑک پار کر کے ہوٹل کی طرف آ رہے تھے۔

راجر کی تو جان نکل گئی۔ اس نے کھڑکیوں کے پردے برابر کئے اور بہت سارا پرفیوم اپنے لباس پر اسپرے کر لیا۔ کمرے میں بھی خوشبو چھڑک دی۔ پھر ایک صوفے پر دبک کر انتظار کرنے لگا۔ دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگا کہ کتا مر جائے۔

اگر وہ عقل سے کام لیتا تو کتے سے خوفزدہ نہ ہوتا۔ وہ گھبراہٹ اور بدحواسی میں یہ نہ سوچ سکا کہ کتا اس کا پیچھا کیوں کرے گا؟ وہ اپنا لباس یا رومال وغیرہ کیبن میں چھوڑ کر نہیں آیا تھا۔ کتے کو اس کی بو مل نہیں سکتی تھی۔ البتہ جان کارلو کے بدن سے اترے ہوئے کپڑے لایا تھا۔ وہ کتا جان کارلو کے بدن کی بو سونگھتا ہوا ہوسٹل کے کمرے میں پہنچا تھا اور وہ جاسوس راجر کو نہیں، جان کارلو کو تلاش کر رہے تھے۔ راجر گرفتار ہوتا تو صرف یہ پوچھا جاتا کہ جان کارلو کے کپڑے اس کے کمرے میں کیسے آ گئے تھے۔

جان لمبوڈ کے جاسوس ایک تربیت یافتہ کتے کے ذریعے رائما اور جان کارلو کو تلاش کر رہے تھے۔ انہیں رائما کی رہائش گاہ سے اس کے بدن کی اترن ملی تھی اسی طرح کیبن سے جان کارلو کا ایک رومال ملا تھا۔ ان کپڑوں کے ذریعے وہ کتا ان دونوں کے جسموں کی مخصوص بو سے آشنا ہو چکا تھا۔

ادھر رائما غافل نہیں رہتی تھی۔ کئی جاسوسوں کے دماغوں میں پہنچ کر اپنے خلاف ہونے والے اقدامات کے متعلق معلوم کرتی رہتی تھی۔ اسے معلوم ہو گیا کہ اس کی رہائش گاہ سے جاسوس اس کے بدن کی اترن لے گئے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ اب کتوں کے ذریعے انہیں تلاش کیا جائے گا۔

وہ اس دن علی کے ساتھ ڈومینک فلائٹ سے میامی گئی پھر وہاں سے جزیرہ ہوائی چلی گئی۔ وہ سمندر پار اس جزیرے میں علی کے ساتھ فی الحال محفوظ رہی لیکن وہ بیچارہ راجر میٹ چھن گیا تھا۔ بلکہ پھنسا بھی نہیں تھا۔ کتے کو اس سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ صرف جاسوس اسے اس لئے تلاش کرتے رہے تھے کہ جان کارلو کے کپڑوں کے متعلق پوچھنا چاہتے تھے کہ وہ کپڑے ہوسٹل کے کمرے میں کیسے پہنچ گئے؟

وہ بڑی دیر تک سہما ہوا صوفے پر بیٹھا رہا۔ گروہ کتا جاسوسوں کو اس کے کمرے میں نہیں لایا۔ کسی نے آ کر دستک نہیں دی۔ پھر اس نے فون کے ذریعے ویٹر کو بلایا۔ جب اس نے آ کر دروازے پر دستک دی تو پھر گھبرا گیا۔ اندر سے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے ویٹر نے کہا "روم سروس۔"

اس نے دروازہ کھول دیا۔ پھر پوچھا "اور کوئی ہے؟"

"جی میں اکیلا ہوں، آپ نے ایک ہی ویٹر کو بلایا تھا؟"

"ٹھیک ہے۔ کچھ اسنیکس اور کافی لے آؤ۔"

وہ جانے لگا۔ اس نے کہا "اور سنو۔ کاؤنٹر پر مجھے کوئی پوچھنے آیا تھا؟"

"سر! کاؤنٹر نیچے ہے۔ میری ڈیوٹی یہاں اوپر ہے۔ کیا میں معلوم کروں۔"

"نہیں، میں ریسپشن سے معلوم کر لوں گا۔"

ویٹر چلا گیا۔ کوریڈور میں دائیں بائیں کوئی دشمن نما آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔ کسی کتے کی پرچھائیں بھی نہیں تھیں۔ پھر ایک لڑکی دکھائی دی۔ وہ شانے سے بیگ لٹکائے آ رہی تھی۔ بہت ہی اسمارٹ، بہت ہی حسین تھی۔ وہ اس کا انداز اور اس کا سراپا دیکھ کر کمرے کے اندر جانا بھول گیا۔ جب کہ وہ باہر نکلتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ یہاں نہ رہتی۔ سائی دی وے، تمہارے حواس پر کتا کیوں چھایا ہوا ہے؟"

وہ سونیا ٹانی تھی۔ سلوانا جوزف کی حیثیت سے ایک رات ہوٹل میں رہنے آئی تھی۔ دوسرے دن کوئی چھوٹا سا کانیج یا ہوٹل میں یا ہوٹل کے آس پاس ایک کتے کو کچھ لوگوں کے کا کمرا کرائے پر حاصل کرنے والی تھی۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں ساتھ دیکھا ہے؟"

چلتی ہوئی اس کے سامنے سے گزرتے ہوئے رک گئی۔ اسے ر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولی "کیا تم پرفیوم سے نہاتے ہو؟"

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک حسین لڑکی اسے مخاطب کرے گی۔ وہ جلدی سے بولا "جی ہاں.... جی نہیں۔ وہ بات یہ کہ....."

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ سوچا، یہ لڑکی جاسوس ہے۔ کاؤنٹر پر کتے کو چھوڑ کر آئی ہے۔ یہ شبہ ہوتے ہی اس نے لپک کر ٹانی کا ہاتھ پکڑا پھر اسے کمرے میں کھینچ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ ٹانی نے مسکرا کر پوچھا "کیا ارادہ ہے؟"

وہ اس پر حملہ کرنے کے انداز میں تن کر بولا "زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرنا۔ کتا کہاں ہے؟"

"کیا کتے کو بھی پرفیوم لگاؤ گے؟"

"زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو۔ میرے یہ دونوں ہاتھ فولاد کے بنے ہوئے ہیں۔ میں نے گردن دبوچ لی تو سانس بند ہو جائے گی۔"

"مجھے پتا نہیں تھا کہ تم فولادی روبوٹ ہو۔ تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ وہ بولا "ہاتھ پیچھے کرو۔ میں صرف دوستوں سے ہاتھ ملاتا ہوں۔ اگر تم سلامتی چاہتی ہو تو میرے ساتھ ایمرجنسی ایگزٹ کے راستے ہوٹل سے باہر چلو۔ وہ کتے کو لے کر باہر آئیں گے تو میں تمہیں یرغمال بنا کر، تمہیں ریوالور کے نشانے پر رکھ کر انہیں کتے کے ساتھ واپس جانے

مجبور کر دوں گا۔"

"تمہارے پاس ریوالور ہے؟"

اس نے جیب سے ریوالور نکالا۔ وہ ہنس کر بولی "اسے چلاؤ گے کیسے؟ فائرنگ کی آواز سنتے ہی کتے والے ادھر آ جائیں گے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "کیا مشکل ہے۔ تم میرے فولادی ہاتھوں سے نہیں ڈرتی ہو۔ ریوالور کو دیکھ کر ہنستی ہو۔ کیوں میرے پیچھے پڑ گئی آیا تھا؟"

"عجیب گدھے ہو۔ میں تمہارے ساتھ والے کمرے میں رہتی ہوں۔ تم مجھے زبردستی یہاں لے آئے اور اب کتے ہو میں تمہارے پیچھے پڑ گئی ہوں۔"

وہ بے یقینی سے بولا "تم میرے ساتھ والے کمرے میں رہتی ہو؟"

"مجھے معلوم ہوا کہ پڑوس میں خوشبودار گدھا رہتا ہے تو میں کمرے کے اندر جانا بھول گیا۔ جب کہ وہ باہر نکلتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ یہاں نہ رہتی۔ سائی دی وے، تمہارے حواس پر کتا کیوں چھایا ہوا ہے؟"

"کچھ لوگ کتے کے ذریعے میری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ کیا تم نے اس ہوٹل میں یا ہوٹل کے آس پاس ایک کتے کو کچھ لوگوں کے ساتھ دیکھا ہے؟"

"ہاں، میں باہر سے آ رہی ہوں۔ تین افراد ایک کتے کو لے کر کار میں بٹھا کر لے جا رہے تھے۔"

"کیا سچ بول رہی ہو؟ وہ کدھر گئے ہیں؟"

"یہ تو میں ان سے پوچھنا بھول گئی۔ کیا میں پوچھ کر آؤں کہ تم انہیں پوچھ رہے ہو۔"

"نہیں۔ ان سے یہ نہ کہنا کہ میں یہاں ہوں۔ صرف اتنا پوچھ کر آؤ کہ وہ کہاں گئے ہیں۔"

"تم غیر معمولی گدھے ہو۔ جب وہ جا چکے ہیں تو کیا میں تمہارے باپ سے پوچھ کر آؤں۔"

وہ جانے لگی۔ اس نے دھمکی دی "رک جاؤ۔ میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔"

وہ آرام سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھول کر بولی "میں نے آج تک کسی گدھے کو ریوالور چلاتے نہیں یہ کہتے ہی وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر چلی گئی۔ وہ حیرانی سے بڑبڑایا۔ "کمال ہے۔ کیا میں صورت سے ریوالور چلانے والا نہیں لگتا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے اندر آ کر دیکھا۔ وہ الماری سے کپڑے نکال کر اپنی میں رکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی "مجھے معلوم تھا، تم پیچھا نہیں چھوڑو گے اس لئے دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔ تم کسی پہلو سے نارمل نہیں لگتے۔"

"نارمل تم نہیں ہو۔ ریوالور کو کھلونا سمجھ رہی ہو۔"

وہ اس کے قریب آئی۔ پھر ریوالور کو اس کے ہاتھ سے لے کر اس کی جیب میں رکھ دیا۔ وہ بولا "دیکھو، یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میں ابھی گولی چلا سکتا تھا۔ مگر میں مرد قاتل ہوں۔ کسی عورت کو قتل نہیں کر سکتا۔"

"اگر مرد قاتل ہو تو میز پر رکھے ہوئے گلاس کا نشانہ لگاؤ۔"

اس نے جوش میں آ کر مردانگی ثابت کرنے کے لئے جیب سے ریوالور نکالا پھر نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ گلاس ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا۔ وہ بولی "گلاس تو بڑی چیز ہے، چھوٹی چیز پر نشانہ لگاؤ۔ الماری میں جو چابی کا سوراخ ہے۔ اس میں گولی مارو۔"

اس نے پلٹ کر کی ہول کا نشانہ لیا پھر گولی داغ دی۔ ٹانی نے کہا "شاباش! اب جتنی جلدی بھاگ سکتے ہو ایمرجنسی ایگزٹ سے نکل بھاگو۔ دو فائروں کی آواز پورے ہوٹل والوں نے سنی ہوگی۔ سیکیورٹی کا عملہ اپنی گنیں لے کر لفٹ کے ذریعے آ رہا ہوگا۔"

وہ بوکھلا گیا۔ اس نے مرد قاتل ہونے کا ثبوت دینے اور صحیح نشانے بازی کا مظاہرہ کرنے کی دھن میں یہ نہیں سوچا کہ فائرنگ کی آواز دور تک جائے گی۔ وہ دوڑتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ باہر کوریڈور میں دوسرے کمروں سے لوگ نکل آئے تھے۔ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ فائرنگ کہاں ہوئی ہے؟ راجر کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر کتنی ہی عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔ مرد دروازوں کے پیچھے چلے گئے۔ وہ جھنجلا کر ٹانی سے بولا "تم نے مجھے الو بنایا ہے۔"

"سوری! مجھے گدھے کو الو بنانے کا کمال نہیں آتا ہے۔ تم بھاگنے میں دیر کر رہے ہو۔"

"میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

اسی وقت دور کوریڈور کے آخری سرے پر لفٹ کا دروازہ کھلا۔ ہوٹل کے سیکیورٹی گارڈز گنیں لئے ہوئے کوریڈور میں آئے۔ وہ پلٹ کر بھاگتا ہوا اس زینے کی طرف گیا جو ایمرجنسی ایگزٹ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ گارڈز دوڑتے ہوئے آئے۔ ٹانی کے کمرے کے سامنے رک گئے۔ افسر نے پوچھا "مس، تم خیریت سے ہو؟"

"جی ہاں۔ اس نے دو فائر کئے۔ اناڑی تھا اس لئے میں بچ گئی۔"

پھر وہ گارڈز ایمرجنسی ایگزٹ کی طرف چلے گئے۔ ٹانی اپنا اٹیچی اٹھا کر جانے لگی۔ افسر نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

شہرہ آفاق بینک ویلیوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر واپس کرتا ہے

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوریاں

یہ تمام کہانیاں ایک ہی کتاب میں شائع ہو گئی ہیں

قیمت ۲۵۰ روپے | ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

"مس! ابھی تم نہیں جاسکتیں۔ پولیس کو بیان دینا ضروری ہے۔"

"میں پولیس کو بیان دینے کے لئے ایسے ہوٹل میں نہیں رہوں گی جہاں چور ڈاکو ریوالور لے کر لوٹنے آتے ہیں۔"

دوسرے کمروں کے سامنے کھڑے ہوئے لوگ تائید کرنے لگے "بالکل ٹھیک کہتی ہے یہ لڑکی! ہم بھی یہاں خطرہ محسوس کررہے ہیں۔ ہم کسی دوسرے ہوٹل میں شفٹ ہوجائیں گے۔"

ہوٹل کی انتظامیہ کے لوگ پریشان ہوگئے تھے۔ اس فلور کے تمام لوگ ہوٹل چھوڑنے کی باتیں کررہے تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے فلور کے لوگ بھی خود کو غیر محفوظ سمجھ سکتے تھے۔ وہ سب لوگوں کو سمجھانے لگے۔ مینیجر نے انچارج سے کہا "مس سلوانا جارہی ہے۔ اسے روکو گے اور وہ یہاں پھر قیام کرنے پر راضی ہوجائے گی تو دوسرے لوگ بھی رک جائیں گے۔ ہمیں کسی بھی قیمت پر ہوٹل کو بدنامی سے بچانا ہے۔"

ہر کمرے میں فون کے ذریعے کہا جارہا تھا کہ آپ حضرات ہوٹل چھوڑنے کا فیصلہ عجلت میں نہ کریں۔ یہاں کوئی چور ڈاکو آنے کی جرات نہیں کرتا ہے۔ حقیقت کچھ اور ہے۔ ہم آدھے گھنٹے کے اندر حقیقت پیش کریں گے۔ پلیز آپ تھوڑی دیر کے لئے فیصلہ بدل دیں۔"

انچارج نے ٹانی سے کہا "پلیز آپ پانچ منٹ کے لئے ہمارے باس سے ملاقات کریں۔ پھر آپ کی مرضی ہو تو چلی جائیں۔"

مینیجر نے اس کا بیگ کاؤنٹر کے پیچھے رکھ دیا۔ اسے ساتھ لے کر لفٹ کے ذریعے بیسمنٹ میں لے آیا۔ وہ بیسمنٹ کاروں کی پارکنگ کے لئے تھے۔ اس کے نیچے ایک تہ خانہ تھا جہاں دور تک طرح طرح کا جوا کھیلنے والے نظر آرہے تھے۔ اس تہ خانے کے نیچے ایک اور تہ خانہ تھا وہاں جوئے خانے کا بینک اور ہوٹل وغیرہ کے اکاؤنٹ اور انتظامیہ کے دفاتر تھے۔ وہیں ایک شاندار کیبن میں ہوٹل کا مالک موجود تھا۔ اس نے ٹانی سے کہا "مس سلوانا! ہوٹل کو بدنامی سے بچانے کے لئے ہمارا ساتھ دو۔ یہ کہہ دو کہ وہ چور ڈاکو نہیں تھا۔"

"پھر مجھے کیا کہنا چاہئے؟"

"یہ کہ وہ تمہارا ایک سر پھرا عاشق تھا۔ تمہیں جبراً اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ تم نے انکار کیا تو اس نے تم پر گولیاں چلائیں۔"

"سوری مسٹر! میرا کوئی عاشق نہیں ہے اور میں عشق کے معاملے میں بدنام نہیں ہونا چاہتی۔"

"تمہاری ذرا سی بدنامی سے اتنے بڑے ہوٹل کی نیک نامی بحال ہوجائے گی۔ یہ تمہارے سامنے میز پر مائیک رکھا ہوا ہے اسے آن کرنے کے بعد تمہاری آواز پورے ہوٹل میں سنائی دے گی۔ ہوٹل میں تمام قیام کرنے والوں کو مخاطب کرکے تمہیں جو کہنا ہے، وہ اس کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ اسے پڑھو اور کہتی جاؤ۔"

"کیا زبردستی ہے؟"

کیبن کے دروازے پر دو باڈی بلڈر پہلوان نظر آئے۔ ان کی صورت اور آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ ظالم، بے رحم اور جلاد ہیں۔ باس نے ریوالور نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "یہ تمہاری ہڈیاں توڑ دیں گے۔ اگر چلانا چاہو گی تو میں گولی مار دوں گا۔"

ٹانی نے مسکرا کر کہا "اس احمق نے بھی مجھے ریوالور دکھا کر دھمکی دی تھی۔"

"کس کی بات کررہی ہو؟"

جس کی بات کی جارہی تھی، وہ راجر میٹ بھاگتا ہوا ہوٹل سے دور نکل آیا تھا۔ پھر ایک ریستوران کے ٹوائلٹ میں جا کر اپنے چہرے سے داڑھی مونچھیں ہٹانے والا تھا تاکہ ہوٹل والے نہ پہچان سکیں اور وہ کتے والوں سے چھپنے کے لئے پھر کوئی نیا میک اپ کرلے۔

بہرحال کتا اس کے پیچھے نہیں تھا۔ ہوٹل کے کمرے میں جا کر تلاش کرنے والوں کو جان کارلو کے کپڑوں کے علاوہ راجر میٹ کی ایک تصویر ملی تھی۔ وہ تصویر جان لمبوڈا کے پاس پہنچائی گئی تھی۔ لمبوڈا نے تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ اسے راجر میٹ کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ اس وقت وہ ہوٹل کے کمرے میں ٹانی کو ریوالور دکھا کر دھمکیاں دے رہا تھا۔

لمبوڈا نے پہلے راجر کے خیالات پڑھے۔ پتا چل گیا کہ وہ ایک معمولی چور ہے اور جان کارلو یا رائما کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔ ٹانی راجر کو جتنی ذہانت سے بے وقوف بنا رہی تھی، اس نے لمبوڈا کو متاثر کیا۔ وہ ٹانی کے پاس آکر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

پتا چلا اس کا نام سلوانا جوزف ہے۔ اس نے سینئر کیمبرج کے امتحانات پاس کئے ہیں۔ کمپیوٹر کورس بھی مکمل کرچکی ہے۔ کراٹے میں بلیک بیلٹ حاصل کرچکی ہے۔ اس کے خیالات پڑھنے کے دوران ہوٹل کا انچارج اسے تہ خانے میں باس کے پاس لے آیا تھا۔

جب باس نے ریوالور نکالا اور دروازے پر دو باڈی بلڈر رائفل روکنے آگئے تو جان لمبوڈا کی دلچسپی بڑھ گئی۔ اب وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ ریوالور اور پیچھے زبردست فائٹرز ہیں۔ یہ لڑکی سلوانا اس پوزیشن میں کیا کرسکتی ہے؟ اور وہ تھی کہ مسکرا کر ریوالور دکھانے والے باس سے کہہ رہی تھی "اس احمق نے بھی مجھے ریوالور دکھا کر دھمکی دی تھی۔"

باس نے پوچھا "کس کی بات کررہی ہو؟"

ٹانی نے کہا "وہی جو چوری کرنے میرے کمرا نمبر سات ۷ سات میں آیا تھا۔ اس نے دوبار مجھ پر گولیاں چلائیں۔"

باس نے کہا "اسے بھول جاؤ اور میرے ہوٹل والوں کے سامنے بیان دینے کے لئے اپنے سامنے والے مائیک کے بٹن کو دباؤ۔"

ٹانی نے پوچھا "تم چاہتے ہو کہ میں ہوٹل میں قیام کرنے والوں کے سامنے اسے چور نہ کہوں؟"

"ہاں۔ یہ بیان دو کہ وہ تمہارا عاشق تھا۔ تمہیں گن پوائنٹ پر یہاں سے جبراً لے جانا چاہتا تھا۔ عین وقت پر ہوٹل کے سیکیورٹی گارڈز پہنچ گئے اور وہ بھاگ گیا۔"

"وہ میرا کوئی عاشق نہیں تھا۔ چوری کرنے آیا تھا۔ تم اپنے ہوٹل کو بدنامی سے بچانے کے لئے مجھے بدنام کرنا چاہتے ہو۔"

"لڑکی! میں جو کہہ رہا ہوں وہ اس کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ تم مائیک کے سامنے اسے پڑھتی جاؤ۔"

"اگر میں انکار کروں تو؟"

"تو یہ دونوں باڈی بلڈر تمہاری ہڈیاں توڑ دیں گے اور اگر شور مچاؤ گی تو میں گولی مار دوں گا۔"

وہ ہنسنے لگی اور پھر بولی "پتا نہیں تم جیسے احمقوں کو ریوالور کا لائسنس کیسے مل جاتا ہے۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ ہماری یہ گفتگو تمام ہوٹل والے سن رہے ہیں۔"

اس کی یہ بات سن کر جان لمبوڈا چونک گیا۔ وہ اس وقت باس کے دماغ میں تھا تاکہ اسے سلوانا پر فائر نہ کرنے دے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ لڑکی اس قدر ذہین ہوگی۔ خطرے کے وقت بھی حواس قابو میں رکھ کر دشمنوں کی خوش فہمی اور غفلت سے فائدہ اٹھا کر اس نے مائیک کے بٹن کو آن کردیا ہوگا اور ہوٹل میں قیام کرنے والے لوگوں کو اس کے ٹریپ کئے جانے کی خبر مل رہی ہوگی۔ جان لمبوڈا نے بے ساختہ کہا "شاباش! اسے کہتے ہیں غیر معمولی ذہانت۔"

باس اچھل کر کھڑا ہوگیا تھا۔ بے یقینی سے مائیک کے بٹن کو دیکھنا چاہتا تھا۔ ٹانی نے مائیک اٹھا کر کہا "دور سے خاک نظر آئے گا؟ قریب سے دیکھو۔"

یہ کہتے ہی اس نے مائیک کو ریوالور پر مارا۔ باس اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر باڈی بلڈرز کے قدموں کی طرف چلا گیا۔ ایک نے جھک کر اسے اٹھانا چاہا تو منہ پر ٹھوکر لگی۔ وہ کراہتا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔ دوسرے نے اس پر چھلانگ لگائی، وہ اچھل کر ایک طرف ہوگئی۔ چھلانگ لگانے والا میز سے ٹکرا گیا۔ میز کے دوسری طرف باس تھا۔ وہ باڈی بلڈر سے ٹکر کھانے والی میز سے ٹکرا کر کرسی سمیت الٹ گیا۔ جب وہ تینوں اپنی اپنی جگہ سے اٹھے تو ٹانی کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر ٹھنڈے پڑ گئے۔

دوسری طرف جان لمبوڈا واہ واہ کررہا تھا۔ ہولی مین نے پوچھا۔ "کس بات پر جھوم رہے ہو؟"

"میں ایک ایسی لڑکی کے دماغ میں ہوں، جو قیامت ہے قیامت! باٹی گاڈ! میں نے ایسی ذہانت، ایسی پھرتی، چالاکی اور فائٹنگ کا ایسا انداز آج تک نہیں دیکھا۔ ذرا ٹھہرو۔ میں آتا ہوں۔"

وہ پھر ٹانی کے پاس آیا۔ وہ ہوٹل کے غنڈے مالک سے کہہ رہی تھی "مائیک اٹھا کر دیکھو۔ میں نے بٹن آن نہیں کیا تھا۔ تمہارے ہاتھ سے ریوالور لینے کے لئے میں نے تمہیں الو بنایا تھا۔" باس نے مائیک کو فرش سے اٹھا کر دیکھا۔ واقعی وہ آن نہیں ہوا تھا۔ ایک لڑکی کو تہ خانے میں لا کر اس پر جبر کرنے والی بات ابھی کسی کو معلوم نہیں ہوئی تھی۔ ٹانی نے کہا "اب اپنی سلامتی چاہتے ہو تو مائیک آن کرو اور اعلان کرو کہ یہ ہوٹل غنڈوں اور بدمعاشوں کا اڈا بن گیا ہے۔ یہاں شریف لوگوں کو اپنی فیملی کے ساتھ قیام نہیں کرنا چاہئے۔"

وہ بے بسی سے بولا "جو ہوگیا اسے بھول جاؤ۔ میں اپنے ہوٹل کی نیک نامی کے لئے کچھ بھی کرسکتا ہوں۔ مجھ سے جتنی رقم چاہو لے لو اور یہاں سے چپ چاپ چلی جاؤ۔"

"لاکھوں میں بات کرو۔ کتنی رقم دو گے؟"

"یہ زیادتی ہے۔"

"میری ہڈیاں توڑنے والی زیادتی سے کم ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ایک لاکھ ڈالر دوں گا۔"

"اس رقم کو دگنا کردو اور سرکاری خزانے میں جمع کرادو۔"

"کیا تم کوئی سرکاری ملازمہ ہو؟"

"میں ایک عام شہری ہوں۔ مجھے اپنے وطن سے بے انتہا محبت ہے۔ میرا بس چلے تو تمہارے جیسے بے ایمان سرمایہ داروں سے دولت چھین کر اپنے ملک کے خزانے کو بھردوں۔ فی الحال گورنمنٹ ٹریژری کے نام دو لاکھ ڈالر کا چیک لکھ دو۔"

جان لمبوڈا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ہولی مین سے کہا "ہماری ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے ملک میں ذہین اور با صلاحیت جوانوں کو تلاش نہیں کرتے ہیں۔ ہم نے مرینا، شیلا، الپا جوراجوری اور رائما جیسی لڑکیوں کو اس لئے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا کہ وہ فوج کے اعلیٰ افسروں اور حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کی بیٹیاں یا بہنیں تھیں۔"

ہولی مین نے کہا "ایسا نہ کہو۔ مرینا کی ذہانت بے مثال ہے۔"

"مسٹر ہولی مین! جس لڑکی کو میں نے آج دیکھا ہے اس کے سامنے مرینا کی ذہانت پچیس فیصد بھی نہیں ہے۔ وہ بجلی ہے بجلی! اس کی حاضر دماغی اور ایکشن دیکھ کر سونیا یاد آجاتی ہے۔ سب سے اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ وہ بے انتہا محب وطن ہے۔"

وہ ٹانی عرف سلوانا کے بارے میں تفصیل بتانے لگا۔ وہاں ہولی مین کے علاوہ فوج کا کرنل، انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل اور دو مشیر خاص بیٹھے ہوئے تھے۔ ہولی مین کی خدمات کو سراہتے ہوئے اسے سپر ماسٹر کا عہدہ دیا گیا تھا۔ اس طرح جان لمبوڈا کو ملا کر وہاں چھ اہم افراد تھے، جو اپنے ملک کے اہم اور خفیہ معاملات سے نمٹنے کے ذمے دار تھے۔ وہ سب ٹانی عرف سلوانا کی باتیں دلچسپی سے سن رہے تھے۔

کرنل نے کہا "بے شک یہ غیر معمولی لڑکی ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ محب وطن ہے۔"

سپر ماسٹر ہولی مین نے کہا "مسٹر لمبوڈا! اسے اپنی سرپرستی میں

لے آؤ۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر کے ٹریننگ سینٹر میں اسے رکھو۔ دوسری ٹرانسفارمر مشین تیار ہونے تک اس کی ٹریننگ مکمل کرو۔ ہم اس لڑکی کو ٹیلی پیتھی سکھائیں گے۔"

انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے کہا "میں تائید کرتا ہوں۔ دوسری مشین تیار ہونے تک ہمیں سلوانا جیسی لڑکیوں اور لڑکوں کو تلاش کرنا چاہئے اور انہیں ٹیلی پیتھی سکھانے سے پہلے ان کی ٹریننگ مکمل کرنا چاہئے۔ صرف اتنا ہی نہیں' وفاداریوں کی وفاداریوں کو بھی آزماتے رہنا چاہئے۔ اور یہ بھی کرنا چاہئے کہ ان کی وفاداریاں کبھی تبدیل نہیں ہوں گی اور وہ دشمنوں کی چال میں نہیں آئیں گے۔"

جان لمبوڈا نے کہا "میں سلوانا کو ہوٹل سے ٹریننگ سینٹر میں پہنچانے جارہا ہوں۔ وہ محبِ وطن ہے' اعتراض نہیں کرے گی۔ اب ہم خوب سوچ سمجھ کر وفاداروں کا انتخاب کریں گے۔"

وہ ٹائی عرف سلوانا کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے سینٹر کی طرف لے گیا۔ اسے پورا یقین تھا کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر ایک وفادار لڑکی کو آئندہ ٹیلی پیتھی سکھانے کے لئے منتخب کرچکا ہے۔

لیلیٰ [illegible] اس وقت ٹائی کے پاس آئی تھی جب وہ ہوٹل کے کمرے میں تھی اور شام کے اخبار میں کرائے کے مکانات کے اشتہار پڑھ کر ارادہ کرچکی تھی کہ دوسری صبح کوئی چھوٹا سا فلیٹ کرائے پر حاصل کرے گی یا کسی کے ہاں پیئنگ گیسٹ بن کر رہے گی۔ لیلیٰ اس پروگرام کے مطابق صبح اس کے پاس پہنچی تو وہ ملٹری ہیڈ کوارٹر کے ایک ٹریننگ سینٹر میں تھی۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ حکومت کے چند بڑے اور اہم لوگ اس کی ذہانت اور وے آف ایکشن سے بے حد متاثر ہیں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جان لمبوڈا اسے سینٹر میں لایا ہے۔ پہلے تو ٹائی پریشان ہوئی تھی کہ بے دھیانی میں یا غفلت میں کہاں آگئی ہے۔ پھر اسے اپنے اندر جان لمبوڈا کی آواز سنائی دی "سلوانا! گھبراؤ نہیں۔ تم دشمنوں میں نہیں' دوستوں میں ہو۔ یہ تمہارے وطن عزیز کا فوجی ہیڈ کوارٹر ہے۔ کیا تم فوج میں رہ کر وطن کی خدمت نہیں کروگی؟"

وہ سینٹر کے برآمدے میں آئی۔ بارہ فوج کے جوان اور افسران آجا جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ مطمئن ہو کر بولی "میں بہت خوش ہوں۔ یہاں راضی خوشی آسکتی تھی پھر مجھے غافل بنا کر لانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ہم فوجی ہیڈ کوارٹر کی اہم باتیں باہر نہیں کرتے۔ تمہیں راز دار بنا کر لایا گیا ہے۔ اگر منظور نہ ہو تو تم ابھی جاسکتی ہو۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں اپنے ملک کی خدمت کرنے کے لئے اپنے مزاج کے خلاف ہونے والی باتیں بھی برداشت کرسکتی ہوں۔"

"شاباش! تمہارے ایسے ہی سچے اور کھرے خیالات نے ثابت کیا ہے کہ تم سچائی اور وفاداری سے ملک اور قوم کی خدمت کرتی رہوگی۔"

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ تم کون ہو؟ اگر تمہارا راز میں رہنا ضروری ہے تو مجھے کچھ نہ بتاؤ۔"

"تمہیں جلد ہی معلوم ہوجائے گا۔ تم میری بیٹی جیسی ہو۔ میری اپنی بیٹی کانووانا اسی سینٹر میں ہے۔ میں تم دونوں کو ٹریننگ کے بعد ٹاپ پر دیکھنا چاہتا ہوں۔ ٹاپ رینک میں آنے والی لڑکیوں اور لڑکوں کو آئندہ ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی سکھائی جائے گی۔"

لیلیٰ نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے پاس آکر ٹائی کے متعلق تمام باتیں بتائیں۔ سونیا نے کہا "یہ تو کمال ہوگیا۔ ہم نے ٹائی اور علی کو ازدواجی زندگی کے راستے پر لے جانے کی کوشش کی تھی۔ قدرت کو کچھ اور منظور ہے۔ ٹائی کے مقدر میں ٹیلی پیتھی کا علم ہے تو یہ علم اسے حاصل کرنے دو۔ فرہاد کے پاس جاؤ۔ دیکھو' وہ کیا کہتا ہے۔"

لیلیٰ میرے پاس آئی۔ میں نے تمام روداد سن کر کہا "یہ ایک خوشی کی بات ضرور ہے۔ لیکن ٹیلی پیتھی سیکھنے کے مرحلے تک پہنچنے میں ایک عرصہ لگے گا۔ پتا نہیں دوسری مشین کہیں چھپا کر رکھی گئی ہے یا دوبارہ تیار کی جارہی ہے۔ اگر ہم نے ٹائی کو دشمنوں کے پاس چھوڑ دیا تو کبھی اس کی اصلیت بھی کھل سکتی ہے۔ اسے خطرات پیش آسکتے ہیں۔"

لیلیٰ نے تائید کی "ہاں ایسا ہوسکتا ہے۔ لیکن ہم اس کی برابر نگرانی کرتے رہیں گے؟"

"تو بات بن سکتی ہے۔ سب سے زیادہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ ہماری لاعلمی میں ٹائی پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔ اس کے دماغ میں مزید حب الوطنی بھری جائے گی اور ہمارے خلاف نفرتیں پیدا کردی جائیں گی۔"

"ایسے تو ہماری ساری تدبیریں الٹ جائیں گی۔"

"میں پاکستان میں بہت مصروف ہوں۔ تم اس سلسلے میں سونیا سے بات کرو۔ کوئی بات نہ بنے تو میں کوئی معقول مشورہ دے سکوں گا۔" وہ پھر سونیا کے پاس آئی۔ اس نے میری باتوں کے جواب میں کہا "ٹائی کو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے لئے کچھ تو خطرات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ دستور ہے' خطرہ مول لئے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ اگر ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی نگرانی کرتے رہیں تو جان لمبوڈا اس پر تنویمی عمل نہیں کرپائے گا۔"

"سلمان' سلطانہ اور جوجو سے طے کرو کہ وہ باری باری ٹائی کی نگرانی کے لئے کتنا وقت نکال سکیں گے۔"

لیلیٰ نے ان تینوں سے رابطہ کیا۔ تینوں نے کہا "ہم آپس میں چھ چھ گھنٹے کا وقت مقرر کرلیں۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی ڈیوٹی کے مطابق ٹائی کے پاس چھ گھنٹے رہا کرے گا۔"

سلمان نے کہا "ہم زیادہ توجہ رات کو دیا کریں گے۔ کیوں کہ ٹائی پر نیند کی حالت میں تنویمی عمل کیا جاسکتا ہے۔"

سلطانہ نے کہا "ہم ٹائی سے غافل نہیں رہیں گے۔ لیکن

میرے ہونے والے داماد کو تلاش کرو۔ آخر وہ کہاں گم ہے؟"

وہ جزیرہ ہوائی میں تھا۔ یہ جزیرہ جنوبی امریکا سے بہت زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ رانا کو اندیشہ تھا کہ دشمن وہاں بھی پہنچ سکتے ہیں۔ وہ اکثر اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرتی تھی۔ یقیناً جان لمبوڈا بار بار آتا ہوگا۔ اگر اسے چند سیکنڈ کے لئے بھی اس کے دماغ میں جگہ ملتی تو وہ آس پاس کے ماحول سے سمجھ لیتا کہ وہ کہاں ہے؟ یا چور خیالات پڑھ کر جان لیتا کہ وہ کس نام سے' کس روپ میں خود کو چھپائی ہوئی ہے۔

وہ محفوظ نہیں تھی۔ اگر وہ بیمار پڑجاتی' کسی حادثے کا شکار ہوجاتی یا کسی طرح زخمی ہوجاتی اور دماغی توانائی کے کم ہونے سے سانس روکنے کے قابل نہ رہتی تو جان لمبوڈا آکر اسے دبوچ لیتا پھر وہ ہمیشہ کے لئے خیال خوانی کی پرواز بھول جاتی۔

خوبصورت جزیرے میں علی تیمور کے ساتھ زندگی بیش و آرام سے گزار رہی تھی۔ آزادی نصیب تھی۔ بس ایک لمبوڈا کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا۔ اس سے محفوظ رہنے کی ایک ہی تدبیر تھی کہ اپنی آواز اور لہجے کو بھول جائے اور نیا لہجہ اختیار کرے۔ یہ سب کچھ تنویمی عمل سے ہوسکتا تھا۔ لیکن وہ کسی عامل پر بھروسا کیسے کرتی؟ اگر عامل اندر سے شیطان ہوتا اور عمل کے ذریعے اپنی معمولہ بنالیتا تو وہ ہمیشہ کے لئے اس کی کنیز بن کر رہ جاتی۔

علی کو پہلے جان کارلو بنایا گیا تھا۔ رانا نے جان کارلو کی شخصیت بھلا کر اسے ایڈی فشر بنادیا۔ لیکن رانا کو اصل ریڈی فشر کی پور ہسٹری معلوم نہیں تھی۔ اس نے عجلت میں فشر کے شناختی کاغذات حاصل کئے تھے اور عجلت میں ہی علی کی شخصیت تبدیل کی تھی۔ اس کے نتیجے میں علی تیمور اکثر الجھن میں پڑجاتا تھا اور سوچتا تھا میں کون ہوں؟ میرا نام ایڈی فشر ہے تو میں کہاں سے آیا ہوں؟ میرے والدین اور رشتے دار کہاں ہیں؟ پامیلا (رانا) سے میری شادی کب اور کہاں ہوئی تھی؟"

ایسے بہت سے سوالات اسے الجھاتے رہتے تھے۔ رانا اسے خاموش اور پریشان دیکھ کر ناگواری سے کہتی تھی "ایک تو میں فکر اور پریشانی میں رہتی ہوں' اس پر تم ایسے منہ لٹکائے رہتے ہو جیسے میں تم پر بوجھ بن گئی ہوں جب کہ میں تمہارے اخراجات برداشت کرتی ہوں۔ تمہارے لئے کسی طرح بھی بوجھ نہیں ہوں۔"

"میں سوچتا ہوں کہ تم کہاں سے اتنی دولت لے آتی ہو' ٹوکیو سے میامی پھر میامی سے اس جزیرے تک تقریباً ستر ہزار ڈالر خرچ کرچکی ہو۔ مہنگے ہوٹل میں رہتی ہو۔ مہنگی شاپنگ کرتی ہو۔ لیکن آمدنی کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا۔"

"فشر! میں تمہیں کہہ چکی ہوں کہ ایک حادثے میں تمہاری یادداشت گم ہوگئی ہے۔ تمہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ ہماری شادی کب ہوئی تھی۔ پھر میرے بارے میں تمہیں کیسے یاد ہوگا کہ میری آمدنی کا ذریعہ کیا ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔"

"ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟ کیسے جانتی ہو؟"

"جیسے بھی جانتی ہوں۔ تم جان لو کہ دوسروں کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں غائب دماغ بناتی ہوں۔ وہ اپنی تجوریوں سے یا بینک

سے میری مطلوبہ رقم نکال کر لاتے ہیں پھر مجھے دے کر چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے گھریا دفتر پہنچ کر دفاعی طور پر حاضر ہوتے ہیں تو ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ دو چار گھنٹے تک کہاں تھے اور کیا کرتے رہے تھے۔"

علی نے پامیلا سے کہا "لیکن پامی! یہ تو ڈکیتی ہے۔ ہم حرام کی کمائی کھا رہے ہیں۔"

"یہ حرام کی نہیں' میرے علم کی کمائی ہے۔"

"علم اچھا ہے۔ تم اسے حرام بنا رہی ہو۔ تم گمراہ لوگوں کے دماغوں میں رہ کر انہیں راہِ راست پر لا سکتی ہو۔ اپنے ملک اور قوم کے دشمنوں کی سازشوں کو پڑھ کر ان کے غلط عزائم کو ناکام بنا سکتی ہو۔"

"کیا میں بھوکی ننگی رہ کر ملک اور قوم کی خدمت کروں! ہمیں زندگی گزارنے کے لئے رقم کہاں سے ملے گی؟ کیا ملک کے حکمران دیں گے؟"

"بے شک۔ حکومت کے لئے کارنامے انجام دو گی تو....."

وہ بات کاٹ کر بولی "آگے نہ بولو۔ تم سے شادی کرنے اور تمہارے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لئے میں نے حکمرانوں سے غداری کی ہے۔ وہ مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اسی لئے ہم شکاگو سے یہاں چھپنے آئے ہیں۔ اگر میں پکڑی گئی تو وہ مجھے گولی مار دیں گے۔ تم سمجھ نہیں سکتے کہ میں موت کو پیچھے لگا کر تمہارے ساتھ رہتی ہوں۔ تمہارے لئے جان کی بازی لگاتی آ رہی ہوں۔"

"تمہیں اتنا بڑا خطرہ مول لینا نہیں چاہئے تھا۔"

"میں خطرہ مول نہ لیتی تو ابھی حکمرانوں کی پابندیوں میں رہتی۔ ان کے جائز و ناجائز احکامات کی تعمیل کرتی رہتی۔ مجھے غلامی سے نفرت ہے۔ خواہ وہ غلامی اپنے ہی ملک میں کیوں نہ ہو۔ میں زنجیریں توڑ سکتی تھی اس لئے توڑ کر چلی آئی۔"

"ابھی تو تم کہہ رہی تھیں کہ میرے لئے جان کی بازی لگا رہی ہو جب کہ حقیقتاً تمہیں غلامی سے نفرت ہے۔ تم آزادی کے لئے خطرات سے کھیل رہی ہو' میرے لئے نہیں۔"

"تم تو بال کی کھال نکالتے ہو۔ آزادی میری فطرت میں ہے۔ لیکن محبت بھی تو کوئی چیز ہے۔ میں تم سے مرنے کی حد تک محبت کرتی ہوں۔"

"تم میرے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہو؟"

"ہاں' کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ساری دنیا کو الّو بنا سکتی ہوں۔"

"مجھے بھی الّو بنا رہی ہو۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔"

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ میری یادداشت گم نہیں ہوئی ہے۔ تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے غائب دماغ بنا دیا ہے۔"

رانا نے اسے گھور کر دیکھا اور سوچا "مجھ سے غلطی ہوئی۔ اسے ایڈی نشر بنانے سے پہلے اصل ایڈی نشر کی پوری لائف ہسٹری معلوم کر لیتی اور وہ ہسٹری اس کے دماغ میں نقش کر دیتی تو اسے یہ نہ کہنا پڑتا کہ اس کی یادداشت گم ہو گئی ہے اور یہ مجھے الزام نہ دیتا کہ میں اسے غائب دماغ بنا کر رکھتی ہوں۔"

وہ بولا "کیا سوچ رہی ہو؟ اقرار کرو کہ اپنے حکمرانوں سے تم نے آزادی حاصل کی اور مجھے غلام بنا لیا ہے۔"

"تم میری محبت پر شبہ کر رہے ہو۔"

"اگر تمہیں میری محبت ہے تو میرے دماغ کو کھنگالو۔ میرے اندر سے گم شدہ یادوں کو ابھارو۔ یہ علم خدا کا بہترین عطیہ ہے۔ اس علم کے ذریعے مجھ سے نیکی کرو۔"

"میں کر چکی ہوں۔ دن رات یہی کوششیں کرتی رہی ہوں کہ مٹ جانے والی یادوں کو تمہارے دماغ کی تختی پر پھر سے لکھ دوں۔ لیکن جو نقش مٹ جاتا ہے اسے پھر کسی طرح ابھارا نہیں جا سکتا۔ مجھے افسوس ہے کہ تم اپنی پچھلی زندگی کبھی یاد نہیں کر سکو گے۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا "میں جا رہا ہوں۔"

وہ اٹھ کر بولی "کہاں؟"

"محنت مزدوری کروں گا۔ ٹیلی پیتھی کی کمائی نہیں کھاؤں گا۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ اس جزیرے میں تمہیں روزگار کہاں ملے گا؟"

"مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں ماضی میں بہت ہی باصلاحیت اور ایک کامیاب انسان تھا۔ میرے اندر جذبے اور حوصلے بھرے ہیں۔ میں اس چھوٹے سے جزیرے میں بھی بہت کچھ کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"نہیں نشر! اس طرح تم لوگوں کی نظروں میں آؤ گے۔ جان لیوا ایک خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان ہے۔ وہ اپنے آدمیوں کے ذریعے تمہارے اندر پہنچے گا تو وہ بھی یہی شبہ کرے گا کہ میں نے تمہاری یادداشت گم کی ہے۔"

"جو سچ ہے' وہی جان لیوا سمجھے گا۔ ہو سکتا ہے وہ میرے دماغ کو کھنگال کر میری پچھلی زندگی معلوم کر لے اور اس طرح مجھے بھی معلوم ہو جائے لہٰذا مجھے جانا چاہئے۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا۔ دروازے تک گیا۔ پھر پلٹ کر آیا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ رانا نے بیٹھتے ہوئے کہا "دیکھا' تم نہیں جا سکتے' میری محبت کھینچ لائی ہے۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ایک بار دروازے کی جانب دیکھا پھر رانا سے پوچھا "میں واپس کیسے آ گیا؟"

"میں کہہ چکی ہوں' یہ محبت کی کشش ہے۔"

وہ پھر تیزی سے چلتا ہوا گیا۔ رانا پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما کے واپس لے آئی۔ وہ صوفے پر بیٹھ کر بولا "آج تم نے ثابت کر دیا ہے کہ میرا دماغ تمہارے کنٹرول میں ہے۔ تم محبت نہیں کرتی ہو' مجھ سے غلامی کراتی ہو۔"

"تم فضول باتوں میں میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ مجھے سوچنے دو کہ ہمیں کس ملک میں جا کر نئی زندگی شروع کرنا چاہئے۔ ہم امریکا واپس جائیں گے تو وہاں کے جاسوس بُو سونگھنے والے کتوں کے ذریعے ہم تک پہنچ جائیں گے۔"

"تم نے ملک سے غداری کی ہے اس لئے وہ تمہارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ مجھے کم از کم اتنا تو بتا دو کہ میرا جرم کیا ہے؟ کیا وہ مجھے بھی گرفتار کر لیں گے؟"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھا پھر کہا "تم پر سنگین الزام ہے کہ تم یہودی ہو۔ اسرائیلی حکومت کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے اس لئے تم مجھے میری رضامندی سے بھگا کر اسرائیل پہنچانا چاہتے ہو۔"

"تو پھر تم نے بھاگنے کے لئے اسرائیل کا رخ کیوں نہیں کیا۔ اس جزیرے میں کیوں آئی ہو؟"

وہ دل میں بولی "تمہارے یہودی ہونے اور اسرائیل میں پناہ لینے کا آئیڈیا ابھی دماغ میں آیا ہے۔ اگر میاں بیوی شہر میں یہ تدبیر سوجھتی تو میں اسرائیل پہنچنے کا کوئی ذریعہ پیدا کر لیتی۔"

پھر وہ بولی "میں شکاری کتوں سے خوفزدہ ہو کر کوئی معقول پلاننگ نہ کر سکی۔ بدحواسی میں یہاں آ گئی۔"

اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر ایک ائرلائن سے رابطہ کیا پھر پوچھا "جنوبی امریکا کے کسی بھی بڑے شہر میں جانے کے لئے فلائٹ کب ملے گی؟"

جواب ملا "دو گھنٹے بعد امریکا کے جنوب مغربی شہر چلی کے لئے ایک جہاز روانہ ہو گا۔"

"کیا دو سیٹیں مل جائیں گی؟"

"ضرور' آپ تشریف لے آئیں۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولی "نشر! کم آن۔ سامان پیک کرو۔"

علی خاموشی سے اپنی میں ضروری سامان رکھنے لگا۔ وہ آسانی سے پیچھا نہیں چھڑا سکے گا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ بڑے صبر اور تحمل سے مناسب موقع دیکھ کر نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

وہ شام کو چلی پہنچ گئے۔ رانا سیدھی ایسرائیلی سفیر کی رہائش گاہ میں پہنچی۔ سیکریٹری نے کہا "سوری میڈم! صاحب مصروف ہیں۔ آپ کو ملاقات کا وقت مقرر کر کے آنا چاہئے۔"

رانا نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ گھوم کر اندر گیا۔ سفیر سے بولا "ایک میاں بیوی آپ سے ملنے آئے ہیں۔"

وہ سیکریٹری کو گھور کر بولا "تم جانتے ہو۔ میں اپوائنٹمنٹ کے بغیر کسی سے نہیں ملتا۔"

رانا سیکریٹری کو چھوڑ کر سفیر کے اندر پہنچ گئی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا۔ بیرونی دروازے پر آیا پھر بولا "سوری۔ آپ کو انتظار کی زحمت ہوئی۔ تشریف لائیں۔"

سیکریٹری حیرانی سے دیکھنے لگا۔ سفیر رانا اور علی کو اپنے ڈرائنگ روم میں لایا۔ سیکریٹری سے بولا "باہر جاؤ اور کسی کو اندر نہ آنے دو۔"

سیکریٹری کے جانے کے بعد رانا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر بولا "تت..... تم کون ہو؟ میری اجازت کے بغیر کیوں آئے ہو؟"

وہ بولی "ابھی تم نے ملاقات سے انکار کیا تھا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں ملاقات پر مجبور کر دیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"یہ میرا شوہر ایڈی نشر ہے۔ یہودی ہے۔ میں اس کی عیسائی بیوی ہوں۔ چوں کہ میں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے اس لئے یہاں کے حکمران مجھے اپنی جاگیر سمجھتے ہیں لیکن میں اپنے شوہر کے ساتھ اسرائیل میں رہنا چاہتی ہوں۔"

سفیر نے خوش ہو کر کہا "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ میں تم دونوں کو اسرائیل پہنچانے کا انتظام کر سکتا ہوں۔"

"کر سکتا ہوں نہیں' فوراً کرو۔ جاسوس' خونخوار کتوں کے ذریعے ہماری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولا "کتوں کی پروا نہ کرو۔ ان سے محفوظ رہنے کا نسخہ میرے پاس ہے۔"

پھر اس نے رابطہ قائم ہونے پر اجنبی زبان میں کہا "ایک انتہائی اہم پیغام ہے۔ اسے اسرائیلی حکام تک پہنچاؤ۔"

رانا وہ اجنبی زبان نہیں سمجھتی تھی۔ مگر اس کے دماغ سے ترجمہ سمجھ رہی تھی۔ سفیر نے ایک اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ سے رابطہ کیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ اسرائیلی حکام کو خوش خبری سنائے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی اسرائیل میں پناہ لینا چاہتی ہے۔ اس کا شوہر یہودی ہے۔ دونوں میاں بیوی کو یہاں سے لے جانے کے لئے فوراً انتظام کریں۔

علی نے رانا سے پوچھا "یہ کون سی زبان بول رہا ہے؟"

"یہ سیکرٹ ایجنٹوں کی خاص زبان ہوتی ہے۔ اسے دوسرے نہیں سمجھ سکتے۔ اگر امریکی جاسوس سفیر کے فون کو ڈیٹکٹ کر رہے ہوں گے تو یہ زبان ان کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہی ہو گی۔"

"تم اس زبان کو سفیر کے خیالات سے سمجھ رہی ہو گی۔"

"ہاں۔ یہ ہمارے یہاں سے جانے کے خفیہ انتظامات کر رہا ہے۔"

علی تیور نے پوچھا "کیا واقعی میں یہودی ہوں؟"

"تم مجھ پر بہت زیادہ شبہ کرنے لگے ہو۔ جب میں کہہ چکی ہوں کہ تم یہودی ہو تو پھر ہو۔ تمہاری پچھلی زندگی کے بارے میں جاننے والا اتنی بڑی دنیا میں کوئی نہیں ہے' صرف میں ہوں۔"

علی نے سوچا "یہ بہت بڑا دعویٰ کر رہی ہے کہ اتنی بڑی دنیا میں میرے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا ہے۔ کیسے نہیں جانتا ہے؟ خدا تو جانتا ہے۔"

علی نے آنکھیں بند کر لیں۔ رانا نے اسے کن انکھیوں سے دیکھا پھر سوچا "پتا نہیں یہ آنکھیں بند کر کے کیا سوچ رہا ہے؟ مجھے معلوم کرنا چاہئے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا چاہا مگر سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ یہ حیرانی کی بات تھی جسے وہ ایڈی نشر بنا کر رکھی ہوئی تھی وہ سالس روکنا نہیں جانتا تھا۔ یہ پریشان

کرنے والی بات تھی کہ اس نے سانس کیسے روک لی ہے۔

علی نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا' اس نے صرف یہ سوچنے کے لئے آنکھیں بند کی تھیں اور چند لمحوں کے لئے سانس روکی تھی کہ خدا مجھے جانتا ہے اور جب وہ جانتا ہے تو مجھے میری پہچان ضرور بتائے گا۔ آج نہ سہی' کل بتائے گا۔ اس کے بتانے کے ڈھنگ نرالے ہیں۔ وہ نرالے انداز میں آگہی دیتا ہے.....

وہ معبودِ حقیقی کے متعلق جتنی دیر سوچ رہا تھا' اتنی دیر خود بخود سانس رکی ہوئی تھی۔ لیکن اسے خود بخود نہیں کہا جائے گا۔ یہ وہ مشق تھی جو بچپن سے جیسے گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ کبھی رسونتی نے ممتا سے اسے سانس روکنا سکھایا۔ کبھی واٹسورد کی نے اسے سانس روک روک کر مار کھاتے رہنا اور برداشت کرتے رہنا سکھایا۔ کبھی بابا صاحب کے ادارے میں سانسیں روک کر روحانیت کے عمل سے گزارا گیا۔

اور جب کوئی روحانیت کے عمل سے گزرتا ہے تو تخریبی عمل سے لاکھ دماغ تبدیل کیا جائے' روح تبدیل نہیں ہوتی۔ سانس خود بخود رکی ہوئی تھی تو اس کے پیچھے روحانیت کارفرما تھی۔

اور یہ حقیقت راغما کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔ آنے والا کوئی دن' کوئی لمحہ جوتے مار کر سمجھانے والا تھا۔

○☆○

الپا بخیریت تل ابیب پہنچ گئی۔ وہاں کے اکابرین نے اس کا بڑا زبردست استقبال کیا۔ جب وہ پہلی بار تل ابیب آئی تھی تو اس کی رہائش کے لئے ایک شاندار محل مخصوص کیا گیا تھا۔ اس محل میں رہائش کے دوران پارس اس کی زندگی میں بڑی گہرائی تک اتر گیا تھا۔

دوسری بار شہر روم میں پھر پارس اس کے قریب آتے آتے دور ہو گیا تھا۔ یہودی اکابرین خوش تھے کہ ان کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے الپا کو دشمنوں کے تخریبی عمل سے بچالیا ہے اور یہ خوش فہمی تھی کہ وہ بچ گئی ہے۔

فی الحال پارس اور سونیا بھی خوش فہمی میں تھے کہ جو جو نے الپا پر کامیابی سے عمل کیا ہے اور وہ معمولہ بن کر اسرائیل گئی ہے اب وہاں رہ کر وہ جو بھی دشمنی کرے گی' اس کا علم انہیں ہوتا رہے گا۔ الپا بھی خوش تھی کہ وہ کسی کے زیرِ اثر نہیں ہے۔ اس بھیڑ میں ایک دانیال تھا جو بڑی رازداری سے اسے اپنی معمولہ بنا کر ایک خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔ الپا کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا کہ اعلیٰ حکام' فوج کے اعلیٰ افسران اور دیگر اکابرین کو اس سے متعارف کرایا جارہا تھا۔ وہ منتظر تھا کہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی اس سے متعارف کرانے کی باری آئے گی۔ ایسے وقت الپا سامنے آکر دانیال کا نام سنے گی تو بے اختیار اس میں کشش محسوس کرے گی۔

لیکن ایسا وقت نہیں آیا۔ وہاں صرف اہم عہدیدار الپا کو گھیرے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا "مس الپا! جب تمہیں یہاں سے اغوا کیا گیا تو ہمارے پاس صرف ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن رہ گیا تھا۔ اب ہمارے پاس تین اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہو چکا ہے۔"

الپا نے پوچھا "یعنی جے مورگن کو ملا کر چار ہو گئے ہیں؟"

"خود کو کیوں بھول رہی ہو؟"

سب ہنسنے لگے۔ وہ بولی "سنا ہے کہ فراد کی فیملی میں چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہمارے ہاں مجھے شریک کرکے پانچ ہیں۔ میں کوشش کروں گی کہ ہماری قوم میں بھی خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد بڑھتی رہے۔"

اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "یقیناً۔ اب ہمارا بنیادی مقصد یہی ہوگا۔ ہم ٹیلی پیتھی کے زیادہ سے زیادہ ہتھیاروں کے ذریعے خود کو سپر پاور منوائیں گے۔"

ایک مشیرِ خاص نے کہا "ہمیں خوب سوچ سمجھ کر اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس طرح تربیت دینا ہوگی کہ آئندہ کوئی دشمن انہیں ٹریپ نہ کرسکے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اس کے لئے رازداری شرط ہے۔ ملک کے حکمران ہر الیکشن کے بعد بدلتے رہتے ہیں۔ فوج کے افسران بھی ریٹائر ہوتے رہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہوں گے تو ہمیشہ یہ اندیشہ رہے گا کہ ان کے ذریعے ہمارا راز دوسروں تک پہنچ رہا ہے۔ لہٰذا یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پھر ایک بار گولڈن برنیز کے پابند رہیں گے۔ ماضی میں گولڈن برنیز کے کارناموں نے سپر طاقتوں کو اپنی انگلیوں پر نچایا تھا۔ کمبخت سونیا اور فراد نے ہمارے اتنے اہم اور بنیادی شعبے کو نیست و نابود کردیا تھا۔ آئندہ ایسے انتظامات کئے گئے ہیں کہ کوئی ان کے ناموں اور خفیہ ٹھکانوں کو نہیں جان سکے گا۔"

الپا نے پوچھا "کیا ٹرانسمیٹر' ٹی وی اور کمپیوٹر کے ذریعے سے ان سے رابطہ رہا کرے گا؟"

"ہاں یہی رابطے کے ذرائع ہیں۔ تم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک دوسرے سے ملاقات نہیں کرے گا۔ ہمارے گولڈن برنیز تم سب کو گائیڈ کریں گے کہ ملک کے اندرونی اور بیرونی معاملات میں تمہیں کیا کرنا چاہئے اور مخالفین سے نمٹنے کا کون سا طریقہ کار اختیار کرنا چاہئے۔"

وہ بولی "کیا کسی گولڈن برین کی رائے سے یا راہنمائی سے ہمارا اختلاف نہیں ہوگا؟"

"ہو سکتا ہے۔ تمہیں کسی بات پر اعتراض ہو تو تم اس پر بحث کرسکتی ہو۔ گولڈن برنیز کو اپنے دلائل سے قائل کرسکتی ہو۔ اگر قائل کرنے میں ناکام رہو تو پھر ان کے طریقہ کار پر عمل کرنا تمہارا فرض ہوگا۔"

الپا نے کہا "میرا مشورہ ہے کسی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی گولڈن برین بنانا چاہئے۔"

"یہ ہم نے سوچ رکھا ہے۔ تم پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں جو حیرت انگیز اور غیر معمولی کارنامے انجام دے گا' اسے گولڈن برنیز کی ٹیم میں شامل کردیا جائے گا۔"

"پھر تو میں چاہوں گی کہ مجھے جلد سے جلد کوئی غیر معمولی کارنامہ انجام دینے کا موقع دیا جائے۔"

"سب سے بڑا کارنامہ یہی ہو سکتا ہے کہ ناقابلِ شکست دشمنوں کو فنا کردیا جائے۔ آج تک اس زمین کی کوئی بڑی طاقت سونیا اور فراد کو نہ مار سکی' نہ معذور رکھ سکی۔ لیکن ان کی اولاد کو اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی حکمتِ عملی سے ختم کیا جا سکتا ہے۔"

"ہاں۔ یہ کوشش کی جاسکتی ہے۔ یہ لوگ ایک ایک کرکے مریں گے تو سونیا اور فراد کی کمر ٹوٹتی رہے گی' میں اس سلسلے میں گولڈن برنیز سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور' گولڈن برنیز تم سے باتیں کرنے کے منتظر ہیں۔"

ایک افسر نے ٹی وی اسکرین کو آن کیا پھر کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ دوسرا افسر ٹرانسمیٹر پر گولڈن برنیز کو مخاطب کرکے کہہ رہا تھا "پلیز اٹینڈ اور ایمرجنسی میٹنگ' مس الپا از ٹاکنگ اس۔"

یہی الفاظ کمپیوٹر کے ذریعے اسکرین پر نظر آرہے تھے۔ پھر وہ الفاظ مٹ گئے۔ ادھر گولڈن برنیز کے کمپیوٹر کے ذریعے تحریری جواب اسکرین پر موصول ہو رہا تھا "ہم اٹینڈ کررہے ہیں اور مس الپا کو رائیل کی سرزمین پر خوش آمدید کہتے ہیں۔"

پھر وہ الفاظ بھی مٹ گئے۔ اسکرین پر کچھ لوگ بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ وہ سب ماسک پہنے ہوئے تھے۔ ان کے چاروں طرف گہری تاریکی تھی۔ دھیمی دھیمی سی روشنی میں صرف اتنا ہی دکھائی دے رہا تھا کہ وہ چھ افراد ہیں۔ ایک کرسی خالی ہے اور وہ ایک میز کے اطراف بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسکرین پر دیکھنے سے یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ کون سی جگہ ہے؟ وہ چھ گولڈن برنیز کسی عمارت میں ہیں یا کسی کھلے ویرانے میں ہیں۔

ان کا خیال تھا کہ پچھلی بار سونیا اور فراد نے چار گولڈن برنیز کے اس خفیہ کمرے کو کسی نشانی سے پہچان لیا تھا پھر اس نشانی کے ذریعے اس عمارت کو چاروں گولڈن برنیز کے ساتھ تباہ کردیا تھا۔ اب احتیاطی تدابیر کے باعث کوئی موجودہ گولڈن برنیز تک نہیں پہنچ سکتا تھا اسی لئے چاروں سمت تاریکی رکھی گئی تھی اور ہلکی روشنی میں چھ گولڈن برنیز کے ماسک لگے ہوئے چہرے مٹے مٹے سے نظر آرہے تھے۔

ایک گولڈن برین نے اپنے سامنے رکھے ہوئے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا تو اسکرین پر الفاظ ابھرنے لگے۔ لکھا ہوا تھا "مس الپا' تمہارے اغوا ہو جانے کا بہت صدمہ ہوا تھا۔ آج تمہاری بازیابی سے جتنی مسرتیں حاصل ہو رہی ہیں انہیں ہم الفاظ میں بیان نہیں کرسکتے۔ ہم تمہیں اپنے وطن میں بخیریت واپس آنے پر مبارک باد دیتے ہیں۔"

الپا نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا۔ دوسرے گولڈن برین نے اپنے سامنے رکھے ہوئے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی "مس الپا! تمہاری آواز ہم تک پہنچ رہی ہے۔ لیکن احتیاطاً ہم اپنی آواز نہیں سنائیں گے۔ تمہارے آس پاس ہمارے ملک کے اہم افراد موجود ہیں' کوئی بھی دشمن ان میں سے کسی کے دماغ میں چھپ کر ہماری آواز اور لہجہ سن سکتا ہے۔ اس لئے ہم کمپیوٹر کے ذریعے جواب دیتے ہیں۔"

وہ بولی "میں ایسی احتیاطی اور حفاظتی تدابیر دیکھ کر بہت خوش ہو رہی ہوں۔"

تیسرے گولڈن برین نے اپنے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "یہاں ہم چھ ہیں' ساتویں کرسی خالی ہے۔ اور یہ تم پانچوں خیال خوانی کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لئے ہے۔ اگر کسی ایک نے یہ کرسی حاصل کرلی تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ باقی چار خیال خوانی کرنے والے کم تر ہیں۔ ہماری نظروں میں سب برابر ہیں۔ ساتویں کرسی کے پُر ہونے کے بعد آٹھویں کرسی خالی رکھی جائے گی اس طرح ہر خیال خوانی کرنے والے کو گولڈن برین بن کر اس حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کا موقع دیا جائے گا۔"

ایک اور گولڈن برین نے اپنے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "ہمارے پیشِ نظر بہت سے مسائل ہیں۔ یہ مسائل کچھ آسانی سے کچھ دشواری سے حل ہو سکتے ہیں..... اگر فراد علی تیمور کی طاقت ختم کر دی جائے۔"

پانچویں گولڈن برنیز نے کہا "فراد کی فیملی کے ایک ایک ممبر کو الگ الگ ٹریپ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے ہم گولڈن برنیز نے زبردست منصوبے بنائے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے فراد علی تیمور کو پاکستان سے نکالنا بہت ضروری ہے۔ وہ جب تک پاکستان میں رہے گا' وہاں ہمارے خفیہ مفادات کو نقصان پہنچا تا رہے گا۔"

ایک اور گولڈن برین نے کہا "پاکستان میں ہماری خفیہ تنظیم آہستہ آہستہ اپنی جڑیں مضبوط کررہی تھی۔ وہاں کے ذرائع ابلاغ ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات وغیرہ کے بڑے اور اہم لوگوں کو اپنے کنٹرول میں کسی حد تک کرلیا تھا۔ منشیات اور کھیل تفریح میں مسلمانوں کو مست بنا رہے تھے۔ لیکن راجا صفدر علی کی ایک حماقت سے فراد وہاں پہنچ گیا ہے۔ اس نے جس انداز میں اپنے بہنوئی کے قاتل کو سزا دی ہے اور آئندہ ہماری تنظیم کا پول کھولنے والا ہے اس کے پیشِ نظر ہم نے اپنی لائن آف ایکشن میں تبدیلی کی ہے۔"

اسکرین سے وہ تحریر مٹ گئی۔ دوسری تحریر نمایاں ہونے لگی وہاں لکھا تھا "جب تک فراد نے وہاں کا رخ نہیں کیا تھا۔ ہمیں اس محاذ پر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت نہیں تھی۔ اب ضرورت ہے۔ تم میں سے ہر ایک کی ضرورت ہے۔ تم پانچوں پاکستان کے اہم شعبوں کے اہم عہدیداروں کے دماغوں میں بڑی خاموشی سے رہا کرو گے اور ان کی نادانستگی میں انہیں اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرو گے۔"

اس تحریر کے بعد پھر دوسری تحریر ابھرنے لگی "تم پانچوں خیال خوانی کرنے والے اپنے ملک سے' اپنے شہر سے باہر نہیں جاؤ گے۔

یہاں محفوظ رہ کر خیال خوانی کے ذریعے فرہاد کے خلاف محاذ آرائی میں مصروف رہو گے۔ تم پانچوں کی یہی کوشش ہوگی کہ فرہاد کو کسی کے دماغ میں تمہاری موجودگی کا شبہ نہ ہو۔ اسے یہ سمجھنے دو کہ ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے مقابل پاکستان میں نہیں ہے۔"

دانیال الپا کے دماغ میں تھا۔ یہ تمام باتیں سن رہا تھا۔ ویسے الپا کی آمد سے قبل یہ تمام باتیں ان چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مورگن' جنرل پارکن' ہیری ہوگن اور دانیال کو بتادی گئی تھیں۔ فی الحال دانیال کی دلچسپی الپا سے تھی۔ یہ سن کر اسے مایوسی ہوئی کہ آئندہ پانچوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک دوسرے سے ملایا نہیں جائے گا۔

یہ گولڈن برینز کا فیصلہ تھا کہ پانچوں کی بہتری ایک دوسرے سے دور رہنے میں ہے۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک کے ذریعے دوسرے کے پاس نہیں پہنچ سکیں گے۔ اگر کسی مسئلے پر دو تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک جگہ ضرورت ہوگی تو گولڈن برینز ایسے وقت کوئی مناسب طریقۂ کار اختیار کرنے کے لئے مناسب راہنمائی کریں گے۔

لیکن دانیال کی بے چینی بڑھ گئی تھی۔ کوئی اپنی چہیتا ہاتھ آتے آتے دور ہوجائے تو بے چینی بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ اس بے چینی کا علاج جلد ڈھونڈ لینا چاہتا تھا۔

○☆○

میں اپنی بہن شاہینہ کی کوٹھی میں زیادہ دیر نہ رہ سکا۔ دل تو کہتا تھا' وہ صدمات سے چور ہے' اسے چھوڑ کر نہیں جانا چاہئے۔ یا پھر ساتھ لے جانا چاہئے۔ لیکن ہر دو صورتوں میں بہن کا ہی نقصان ہو سکتا تھا۔ میں کوٹھی میں ایک دن بھی رہ جاتا تو دشمن بڑی آسانی سے گھیر کر پوری کوٹھی کو بہن کے پورے خاندان کے ساتھ بم کے دھماکوں سے اڑا دیتے۔ اگر میں بہن اور اس کے بچوں کو ساتھ لے جاتا تو کہاں لے جاتا؟ دشمن تو قدم قدم پر حاضر ہو جاتے ہیں۔

میں نے کہا "شاہینہ! فرانس میں میرے نام سے ایک بستی آباد ہے' اسے فرہاد ولیج کہتے ہیں۔ تم بچوں کو لے کر وہاں رہائش اختیار کرو۔ وہ ایسی جگہ ہے جہاں کوئی دشمن قدم رکھنے کی جرات نہیں کرتا ہے۔"

شاہینہ "بھائی جان! مجھے فخر ہے کہ میرا بھائی دنیا کا سب سے شہ زور انسان ہے۔ میں مانتی ہوں یہاں میرے اور بچوں کے دشمن پیدا ہو گئے تھے۔ وہ آپ کے ہاتھوں مر گئے۔ ان کے بعد دوسرے پیدا ہوں گے لیکن میں یہاں سے جانا نہیں چاہتی۔"

"آخر کیوں؟"

"اگر ہم ڈنڈوں' بدمعاشوں' اسمگلروں اور قاتلوں کے ڈر سے یہ ملک چھوڑ دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم پاکستان کو مجرموں کے حوالے کر کے جا رہے ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے آگ اور خون کے دریا سے گزر کر یہ ملک بنایا تھا' میں اسے مجرموں کے حوالے کرنے کا جرم نہیں کروں گی۔ آپ مجھ سے دور رہ کر حوصلہ دیتے رہیں' میں یہاں بچوں کے ساتھ رہ کر دشمنوں سے لڑتی رہوں گی۔"

میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "خوش رہو بیٹے! تمہاری جیسی بیٹیاں سلامت رہیں گی تو دشمن اس ملک کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ویسے میں تم سے زیادہ دور نہیں رہوں گا۔ جب تک یہودی تنظیم کو نابود نہیں کروں گا' پاکستان ہی میں رہوں گا۔"

صبح ہونے والی تھی۔ میں نے بچوں کو پیار کر کے ولاسا دیا۔ انہیں بتایا کہ ان کا بھائی پارس اور ان کی ممانی سونیا یہاں پہنچنے والے ہیں۔ وہ بھی اسی شہر میں رہ کر دور ہی دور سے ان کی نگرانی کریں گے۔ میں نے شاہینہ کے آنسو پونچھے پھر باہر آگیا۔

باہر ساری رات عوامی عدالت لگی رہی تھی۔ قاتل اور اس کے ایک بیٹے کو اسی کوٹھی کے احاطے میں سزائے موت ملی تھی۔ اس علاقے کے لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے قاتل کو جہنم میں پہنچایا تھا۔ وردیاں پہن کر قانون کے محافظ کہلانے والے اور قانون سے کھیلنے والے وہاں سے بھاگ گئے تھے۔ پھر بھی وہاں اچھی خاصی تعداد میں لوگ جمع تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کوٹھی کے اندر فرہاد علی تیمور موجود ہے۔

وہ فرہاد زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ مجھ سے ملاقات کرنے کے لئے بے چین ہو رہے تھے۔ میرا فرض تھا کہ ان سے ملاقات کرتا لیکن پتا نہیں میں کب تک پاکستان میں رہوں گا۔ اس لئے اپنے بھائیوں' بہنوں اور بزرگوں کو اپنی یہ مجبوری سمجھانا چاہتا ہوں کہ میں بھی کسی سے براہِ راست ملاقات نہیں کر سکوں گا۔ کیونکہ دوستوں کے درمیان دشمن لازمی ہوتے ہیں۔

یہ بات چھپی نہیں رہتی کہ میں کہاں ہوں اور کن حضرات سے ملاقات کر رہا ہوں۔ دشمن مجھے نشانہ بنانے سے پہلے یقین کرنا چاہتے ہیں کہ میں ہی اصل فرہاد ہوں۔ اور جب میری قوم کے لوگ مجھ سے والہانہ محبت اور عقیدت سے ملیں گے تو دشمنوں کو میرے فرہاد ہونے کا یقین کسی شبہ کے بغیر ہو جائے گا۔

لہٰذا میں معذرت خواہ ہوں۔ میں ملوں گا' بے شمار بھائیوں اور بہنوں سے ملوں گا لیکن انہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ ابھی ابھی میں ان سے مل کر گیا ہوں۔ شاہینہ کی کوٹھی سے باہر آکر میں نے لوگوں سے ملاقات کی' انہیں بتایا کہ میں شاہینہ بیگم کے دور کے رشتے سے بھائی لگتا ہوں۔ پُرسے کے لئے وزیر آباد سے آیا ہوں اور اب واپس جا رہا ہوں۔

ایک نے پوچھا "کیا فرہاد صاحب سے آپ نے ملاقات کی؟"

میں نے کہا "بھائی صاحب! وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ دشمنوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے انہوں نے کہا تھا کہ اپنی بہن کی حفاظت کے لئے رہیں گے لیکن کوئی بھی خاتون اندر جا کر تصدیق کر سکتی ہیں۔ شاہینہ بیگم اور ان کے بچوں کے سوا کوئی دوسرا کوٹھی میں نہیں ہے۔"

میں انہیں یقین دلاتا رہا۔ ان سے ملاقات بھی کرتا رہا پھر وہاں سے ریلوے اسٹیشن آیا۔ اسٹیشن کے پاس ایسی سرائے ہیں جہاں دور دراز کے پنڈ وغیرہ سے سادہ لوح دیہاتی آتے ہیں اور ایک چارپائی کے پانچ روپے دے کر رات گزارتے ہیں۔ یہ غریب عوام کا سب سے سستا ہوٹل ہے۔ میں دنیا کے سب سے مہنگے ہوٹلوں میں اور شاہی محلوں میں رہتا آیا ہوں۔ اس روز میں ایک سرائے میں آکر ایک منجی کرائے پر لے کر بیٹھ گیا۔

ایک طویل مدت کے بعد میں اپنے پرانے ماحول میں پہنچ گیا تھا۔ دھوتی' شلوار' کرتے اور قمیص پہنے ہوئے' سر پر روایتی طرز کی پگڑی باندھے لوگ جیسے میرے اندر سے نکل کر سرائے میں نظر آرہے تھے۔ میری آنکھوں کے سامنے شاہ کوٹ کی حویلی اور اس علاقے کے مناظر گھومنے لگے۔ میں ان سے گھل مل کر خوب باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن پہلے اپنوں اور دشمنوں کی خبر لینا ضروری تھا۔ شاہینہ کے پاس جا کر دیکھا۔ وہ اپنے بچوں کے ساتھ خیریت سے تھی۔ لیکن پریشانی یہ تھی کہ لڑکیاں لڑکے' اسکولوں کالجوں کے طلبا و طالبات سب ہی مجھ سے ملنے آرہے تھے۔ شاہینہ نے دروازے کو لاک کر دیا تھا۔ وہ اور اس کے بچے کھڑکیوں سے جھانک کر جواب دے رہے تھے۔ انہیں سمجھا رہے تھے کہ وہ بھیڑ نہ لگائیں۔ دشمن اس بھیڑ میں چھپ کر پوری فیملی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جو لوگ یہ بات سمجھ رہے تھے' وہ واپس جا رہے تھے اور جنہیں یقین تھا کہ وہ فرہاد کی ایک جھلک کسی طرح دیکھ لیں گے وہ احاطے کے باہر کھڑے رہ گئے تھے۔

گھر کے اندر بھی مشکلات میں اضافہ ہو گیا تھا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہی جاتی تھی۔ ایک کال کا جواب دینے کے بعد ریسیور رکھتے ہی دوسری گھنٹی بجنے لگتی تھی۔ دوسری کال کے بعد تیسری پھر چوتھی۔ یہ سلسلہ تھا کہ ختم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔ اکثر فون کرنے والے اپنی مشکلات اور مسائل بیان کر رہے تھے اور چاہتے تھے کہ میں ان کے دماغ میں آکر ان کے مسائل حل کروں۔

شاہینہ کے بچے نوٹ بک میں ان کے فون نمبر نوٹ کر رہے تھے اور وعدے کر رہے تھے کہ فرہاد انکل سے رابطہ ہو گا تو ان سب کے فون نمبر انہیں لکھوا دئے جائیں گے۔ فون پر جو باتیں معقول نہیں ہوتی تھیں' ان کے جواب اسی وقت دے دیئے جاتے تھے۔ مثلاً کوئی کہتا تھا میں پانچ برس سے بے روزگار ہوں۔ میں نے ایم اے کیا ہے۔ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ملازمت دلائیں۔"

اسے جواب دیا گیا "تم نے ایم اے تک تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنے والدین کے ہزاروں روپے ضائع کئے۔ اپنی تعلیمی صلاحیتوں سے ملازمت حاصل نہ کر سکے۔ اگر ملازمتیں بااثر افراد کے لڑکوں کو ملتی ہیں اور تمہاری صلاحیتوں کو نظرانداز کیا جا رہا ہے تو تمہارا فون نمبر ہم نے نوٹ کر لیا ہے۔ تمہارے ساتھ انصاف ہوگا اور تمہارے شایانِ شان ملازمت ملے گی۔ اگر ایم اے کرنے کے بعد بھی نااہل ہو تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی مدد حاصل نہیں ہوگی۔"

میں نے وہ فون نمبر معلوم کر کے بے روزگار جوان سے کہا "بیٹے! بے روزگاری پورے ملک کا مسئلہ ہے۔ اگر میں ہر نوجوان کو روزگار دلاتا رہا تو میری عمر گزر جائے گی لیکن یہ مسئلہ ختم نہیں ہوگا۔ لہٰذا میں تم سب کی خاطر متعلقہ شعبوں سے رابطہ کروں گا۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ باصلاحیت افراد کو نااہل افراد کے مقابلہ میں نظرانداز نہ کیا جائے اور حقدار کو اس کا حق ضرور ملتا رہے۔"

میں نے ایک اور بے روزگار جوان کے خیالات پڑھے۔ اسے گزارے کے لائق ملازمت مل گئی تھی۔ لیکن وہ کسی ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا جس کے والدین لاکھوں روپے کا جہیز یا کاروبار کے لئے نقد رقم ادا کریں۔

میں نے ایسے غیرت مند نوجوان کے بھی خیالات پڑھے جس نے ایسی لڑکی سے شادی کی جس کے والدین جہیز دینے کے قابل نہیں تھے۔ ایک بہت بڑی فیکٹری میں اس نے سینئر مکینک کی حیثیت سے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا لیکن ایک بڑے سرکاری عہدے دار کی سفارش پر اسے جونیئر اور ایک نااہل شخص کو سینئر بنا دیا گیا تھا۔

میں نے اس عہدے دار کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "جب دماغ میں کسی دوسرے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں تو جانتے ہو وہ آوازیں کہاں سے آتی ہیں؟"

اس کی سہمی ہوئی سوچ نے کہا "یہ آوازیں ٹیلی پیتھی کے علم سے آتی ہیں۔ میں نے سنا ہے' فرہاد علی تیمور ہمارے ملک میں ہے۔"

"تو پھر فرہاد پوچھ رہا ہے' تم لوگوں کو ذرا بھی شرم اور غیرت ہے یا نہیں؟ قابل اور باصلاحیت جوانوں کو پس پشت ڈالتے ہو' ان کے جذبوں اور حوصلوں کو کچلتے ہو اور اپنے نااہل عزیزوں اور دوستوں کو ایسی اہم ذمے داریاں سونپتے ہو' جن سے ملک اور قوم کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا ہے۔"

اس نے انجان بن کر پوچھا "جناب! مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے؟"

"میں تمہارے دماغ کے اندر ہوں۔ انجان بن کر مجھے دھوکا نہیں دے سکو گے۔ میں ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔ اتنی دیر میں نوجوان ملک ارشاد کو سینئر مکینک کا عہدہ دو اور اپنے نااہل عزیز کو وہاں کام سیکھنے والا مزدور بنا دو۔ اس کے علاوہ جتنی غلط سفارشیں کی ہیں ان سب کی تلافی کرو اور حقداروں کو ان کے حقوق دو۔ ورنہ ایک گھنٹے بعد تم اپنی تمام ناانصافیوں سمیت اس دنیا سے اٹھ جاؤ گے۔"

میں نے وارننگ دینے کے آدھے گھنٹے بعد اس نوجوان ملک ارشاد کے پاس جا کر دیکھا۔ فیکٹری کا مالک اسے سینئر مکینک کا عہدہ دینے کی خوشخبری سنا رہا تھا۔ اگر اس اعلیٰ عہدے دار کو میں موت کی دھمکی نہ دیتا تو وہ کبھی ایک قابل نوجوان سے انصاف نہ کرتا۔ گویا ہر بڑے عہدے دار اور ہر بڑے ذمے دار کے سر پر موت منڈلاتی رہے تو وہ ایماندار رہے گا۔ ورنہ یہ سوچ کر بے ایمانی کرتا رہے گا کہ سنا ہے موت آتی ہے' کوئی ضروری نہیں کہ

ہمیں بھی آئے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کتنے بے ایمانوں کو موت کا یقین دلاؤں گا کہ وہ ایمانداری پر مجبور ہوجائیں۔ لاکھوں روپے کی لاٹری کا ٹکٹ ہر شخص بسم اللہ کہہ کر خریدتا ہے۔ ایک غریب ایک وقت کا چولہا نہ جلاکر ٹکٹ خریدتے ہوئے دعا کرتا ہے۔ خدایا! تو گواہ ہے۔ میں نے اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر تیری رحمت پر بھروسا کیا ہے۔ ایک جوان لڑکی کا باپ ٹکٹ خرید کر خدا سے جہیز کے لئے گڑگڑاتا ہے۔ ایک کینسر کا مریض اپنے علاج کے لئے وہ ٹکٹ خریدتا ہے۔ لاکھوں دکھ ہیں' لاکھوں بیماریاں اور لاکھوں مسائل ہیں۔ دنیا کے تمام مصائب زدہ لاٹری کا ٹکٹ لے کر خدا کو پکارتے ہیں۔

چار جواریوں میں تین کی ہار اور ایک کی جیت خدا کو منظور نہیں ہوتی۔ لاکھوں گھروں سے دس دس روپے لے کر کسی ایک شخص کو دس لاکھ دینا خدا کو منظور نہیں ہے۔ وہ معبود ریس کے گھوڑے سے کسی کو لکھ پتی نہیں بناتا۔ یہ انسانوں کی اپنی نوسربازی اور افتادِ طبع ہے۔ خدا دیتا ہے تو حقدار کو ضرور دیتا ہے۔ اسی معبود نے مجھے ٹیلی پیتھی کا علم دیا۔ لیکن اس علم کی وسعت کو محدود رکھا۔ میں سب کو سب کچھ نہیں دے سکتا کیونکہ سب کچھ دینے والا وہ مالکِ حقیقی ہے۔

میں پاکستان آکر یہ الزام اٹھانے والا تھا کہ میں نے اپنے ملک اور اپنی قوم کے لئے کچھ کیا ضرور ہے مگر بہت کچھ نہیں کیا۔ میں اپنی داستان کی طرف آنے سے پہلے صرف اتنا کہہ دوں کہ ہمارا ملک تاریخ کے بہت برے دور سے گزر رہا ہے۔ آپ سب کچھ کی امید خدا سے کریں۔ میں کچھ نہ کچھ کروں گا۔ کم از کم خیال خوانی کے خیال ہی خیال سے اپنی قوم کی آنکھیں کھول دوں گا اور یہ تاریخی سچائی ہے کہ جو قوم آنکھ کھول دیتی ہے' وہ مردہ کبھی نہیں کہلاتی۔

سونیا اور پارس ایک ساتھ پاکستان آنا چاہتے تھے لیکن انہیں ایک ہی فلائٹ میں سیٹیں نہیں ملیں۔ دوسری بات یہ کہ الپا پر کئے جانے والے تنویمی عمل کی ناکامی کا علم ہوگیا۔ جوجو نے آکر بتایا "میں نے دوبار الپا کے دماغ میں جانے کی کوششیں کیں لیکن اس نے سانس روک لی۔"

سونیا نے پوچھا "تمہارا عمل ناکام کیسے ہوگیا؟"

"مما! کوئی اسرائیلی خیال خوانی کرنے والا الپا کے دماغ میں چھپا ہوگا۔ جس کی مجھے خبر نہ ہوئی۔"

"یہی تو پوچھ رہی ہوں۔ تمہیں خبر کیسے نہیں ہوئی؟ دیکھو جوجو' تمہارا سارا دھیان ادھر تھا کہ الپا تمہارے پارس سے ہمیشہ کے لئے دور ہوجائے یا تمہارے قابو میں رہے تاکہ تم اسے کبھی پارس کے قریب جانے نہ دو۔ اسی دھن میں تم نے دوسرے پہلوؤں پر غور نہیں کیا۔ اگر ذرا چالاکی سے کام لیتیں تو الپا کے اندر چھپے ہوئے دشمن کا سراغ لگا سکتی تھیں۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ آپ مجھے سزا دے سکتی ہیں۔"

"سزا ضرور ملے گی۔ میں تمہیں علی تیمور کو تلاش کرنے کی ذمے داری سونپ رہی ہوں۔ جب تک اسے ڈھونڈ نہ نکالو تب تک پارس کے کسی معاملے میں مداخلت نہ کرو۔"

جوجو نے پارس سے کہا "سنا تم نے' مما کتنی سخت سزا دے رہی ہیں۔"

سونیا جوجو کی سوچ کی لہروں کا جواب زبان سے دے رہی تھی جسے پارس سن رہا تھا' اس نے کہا "جوجو! مما کی دی ہوئی سزا کے پیچھے ایک سبق ہوتا ہے۔ ہمیں ان کی طرف سے جو بھی سبق ملتا رہے ہم اسے سیکھتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے' میں جارہی ہوں۔ تمہارے پاس آنے کے لئے جلد سے جلد علی تیمور کو ڈھونڈ نکالوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس نے کہا "مما! وہ آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے گئی ہے۔ ویسے ایک ناکامی کا مطلب ہے آئندہ بھی ناکامیوں کے راستے ہموار ہوچکے ہیں۔ جس دشمن خیال خوانی کرنے والے نے الپا کو جوجو کے عمل سے بچایا ہے۔ اس نے الپا کے ذریعے وہ مکان دیکھا ہوگا جہاں میں تنویمی عمل کے لئے اسے لے گیا تھا۔"

سونیا نے کہا "اس دشمن خیال خوانی کرنے والے نے کسی کو آلۂ کار بنا کر تمہارا تعاقب کیا ہوگا۔ تم الپا کو تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر میرے پاس ہوٹل میں آئے تھے۔ اس طرح میں بھی دشمنوں کی نظروں میں ہوں۔"

"ہمارا کھیل بگڑ رہا ہے مما! پچھلے بارہ گھنٹوں میں انہوں نے ہماری مصروفیات پر نظر رکھی ہے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ ہم پاکستان جارہے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہوچکا ہے کہ میں پارس ہوں۔ شاید آپ بھی ان کی سمجھ میں آگئی ہیں۔"

"بیٹے! دشمنوں کے پاس بھی عقل ہے۔ جب ان کی عقل کام کررہی ہے تو کام کرنے دو۔ میں ان کی توقع کے مطابق سفر کروں گی۔ پھر استنبول پہنچ کر ان کی نظروں سے اوجھل ہوجاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے مما! آپ اپنی فلائٹ سے جائیں۔ میں اسی شہر میں نگرانی کرنے والوں کو ڈاج دے کر روپوش ہوجاؤں گا۔ پھر وہ مجھے نئے روپ میں نہیں پہچان سکیں گے۔"

دونوں ماں بیٹے نے اٹلی میں یہودی تنظیم کے بڑے بڑے عہدے داروں کو ختم کردیا تھا لیکن عہدے داروں کے ختم ہونے سے تنظیم ختم نہیں ہوتی' اس کا عمل کچھ وقت کے لئے رکتا ہے۔ پھر نئے عہدے دار اسے جاری رکھتے ہیں۔ سونیا اور پارس کی موجودگی کے باعث ٹیلی پیتھی جاننے والے یہودی سرگرم عمل تھے۔ انہوں نے ماں بیٹے کے آس پاس اپنے آلۂ کار چھوڑ رکھے تھے جن کے ذریعے ماں بیٹے کی ایک ایک حرکت کا پتا چلاتا تھا۔

ادھر سونیا اور پارس نے سمجھ لیا تھا کہ ہوٹل کے بیروں' ٹیکسی ڈرائیوروں اور ائرلائن کے ٹکٹ ریزرو کرانے والے ایجنٹوں کو آلۂ کار بنایا جارہا ہے اور دشمن ایسے لوگوں کے دماغ میں رہ کر ان ماں بیٹے کی مصروفیات پر نظر رکھ رہے ہیں۔

سونیا پہلی فلائٹ سے روانہ ہوگئی۔ دشمن مطمئن رہے کہ ہر کام پلاننگ کے مطابق ہورہا ہے۔ اسرائیلی خیال خوانی کرنے والے جنرل پارکن کو ایک ائرلائن کے ایجنٹ سے پتا چلا کہ پارس دوسری صبح کی فلائٹ سے پاکستان جائے گا۔ وہ حسن پرستی کے معاملے میں بدنام تھا۔ تنظیم کے نئے عہدے داروں نے فیصلہ کیا کہ پارس کے برابر والی سیٹ ایک لڑکی کے نام ریزرو کرائی جائے۔ وہ دورانِ سفر پارس سے دوستی کرے گی اور پاکستان میں بھی اس کے ساتھ رہے گی تو جنرل پارکن خیال خوانی کے ذریعے اس لڑکی کے اندر رہ کر پارس کی تمام مصروفیات سے آگاہ ہوتا رہے گا۔

اس لڑکی کا نام روزینہ تھا۔ وہ پاکستانی تھی۔ لندن میں تعلیم حاصل کرتی رہی تھی۔ باپ کا نام شیر باز تھا۔ وہ یہودیوں کا بیس برس سے وفادار ایجنٹ تھا۔ اس کی بیٹی روزینہ اور بیٹا راحیل یہودیوں کی سرپرستی میں تعلیم اور تربیت حاصل کرتے رہے تھے۔ ایسے کئی دلال ہوتے ہیں جو پیدائشی طور پر پاکستانی ہوتے ہیں لیکن عملی اور نظریاتی طور پر یہودی یا امریکی ایجنٹ ہوتے ہیں۔ ان کے بچے یورپ اور امریکا میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے پاکستان آکر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے ہیں پھر یہودی امریکی پالیسیوں کے مطابق ہمارے ملک کی خارجہ اور داخلہ پالیسیوں میں من مانی تبدیلیاں کرتے ہیں جن کا فائدہ بڑے ہی ڈھکے چھپے انداز میں یہودیوں کو پہنچتا ہے۔

ہمارے ہاں یہ انکوائری نہیں ہوتی کہ جو شخص ایک برس پہلے ایک دو وقت کے فاقے کرتا تھا آج وہ اپنے بچوں کو لندن میں کیسے پڑھاتا ہے؟ انہیں امریکا کا گرین کارڈ آسانی سے کیسے مل جاتا ہے۔ اگر ہمارے احتساب کا شعبہ ایماندار ہو تو بے شمار جرائم سے پردے اٹھ سکتے ہیں۔ لیکن پردہ نہ اٹھانے سے ملازمت اور عہدہ بحال رہتا ہے اور یہ بہت بڑا انعام ہوتا ہے۔

دوسری صبح روزینہ ائرپورٹ آئی۔ اس کے دماغ میں رہنے والے جنرل پارکن نے احتیاطاً کاؤنٹر کرل کے دماغ سے معلوم کیا کہ حیدر علی (پارس) نے طیارے میں سوار ہونے کے لئے بورڈنگ کارڈ لیا ہے یا نہیں؟ پتا چلا وہ طیارے میں موجود ہے۔ روزینہ بھی دوسرے مسافروں کے ساتھ طیارے میں سوار ہوگئی۔ جنرل پارکن سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا "اپنی سیٹ پر بیٹھنے سے پہلے آگے پیچھے بیٹھنے والوں سے باتیں کرو۔ تاکہ میں ان کے اندر پہنچ سکوں۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی "یہ اچھا ہے کہ میرے دماغ سے چلے جاؤ گے۔ میں بوجھ محسوس کرتی ہوں۔"

"میں تمہارا بوجھ ہلکا کرنے نہیں جارہا ہوں۔ دراصل پارس کے پاس بیٹھنے والے کسی بھی مسافر کو اس کے خیال خوانی کرنے والے چیک کریں گے' تمہارے دماغ میں بھی کوئی آنا چاہے گا۔ ایسے وقت میں تمہارے پاس موجود رہوں گا تو تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکو گی۔"

"میں سانس نہیں روکوں گی۔ صرف بے چینی محسوس کروں گی۔ دشمن یہی سمجھیں گے کہ میرا دماغ حساس ہے مگر میں سانس نہیں روک سکتی ہوں۔ پھر وہ میرے خیالات پڑھیں گے تو میں ایک غیر متعلق لڑکی ثابت ہوتی رہوں گی۔"

روزینہ کے دماغ پر ایسا ہی عمل کیا گیا تھا کہ وہ تنظیم کی آلۂ کار نہ سمجھی جاتی۔ اس کے چور خیالات یہ بتاتے کہ وہ لندن میں زیرِ تعلیم ہے' شہر روم کے تاریخی کھنڈرات دیکھنے آئی تھی' اب پاکستان اپنے باپ جان شیر باز سے ملنے جارہی ہے۔

وہ اپنی سیٹ کے پاس آئی۔ برابر والی سیٹ پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ روزینہ نے پچھلی سیٹ کے مسافر سے کہا "پلیز' میرا یہ سامان اوپری خانے میں رکھ دیں۔"

مسافر نے مسکرا کر کہا "ضرور' اس خانہ میں میرا بھی سامان ہے۔"

وہ روزینہ کا بڑا سا بیگ اٹھا کر اوپر رکھنے لگا۔ جنرل پارکن اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے اس نے دوسرے مسافر سے باتیں کیں' اس طرح آس پاس کے لوگوں کے اندر جگہ بنالی تاکہ ہر طرح سے پارس پر نظر رکھ سکے۔ وہ نوجوان حفاظتی بیلٹ باندھے اپنی سیٹ پر سو رہا تھا۔ اسے خبر نہ تھی کہ ایک حسین لڑکی اس کے پاس آکر بیٹھ گئی ہے' وہ اس بات سے بھی بے خبر تھا کہ طیارہ پرواز کررہا ہے۔

روزینہ اسے ناگواری اور بے چینی سے دیکھ رہی تھی۔ اسے سمجھایا گیا تھا کہ وہ سفر کے دوران اس سے دوستی کرے لیکن جو قیامت کی نیند سو رہا ہو اُس سے بھلا دوستی کیسے ہوسکتی ہے؟ وہ سوچنے لگی' اسے کس بہانے سے جگایا جائے۔ اس نے نوجوان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا پھر اسے ہلایا۔ وہ نیند میں کسمسا کر پھر سوگیا۔

روزینہ کو برا ٹیسٹ آیا۔ ایسی بھی کوئی نیند ہوتی ہے۔ اس نے آخر اسے جھنجھوڑ ڈالا۔ وہ ہڑبڑا کر بولا "آں؟ ہاں' کیا پاکستان آگیا؟"

وہ بولی "ابھی تو سفر شروع ہوا ہے۔"

وہ پھر آنکھیں بند کرنے لگا۔ وہ جلدی سے بولی "ٹھہرو' ابھی نہ سونا۔ میں کافی پینا چاہتی ہوں۔"

"پی لو" اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ روزینہ اس پر جھک کر بولی "مجھے تنہا پینا اچھا نہیں لگتا۔ پلیز میرا ساتھ دو۔"

"میں کافی نہیں پی سکتا۔"

"کیوں نہیں پی سکتے؟"

"میرا روزہ ہے۔"

وہ پھر سوگیا۔ روزینہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی "کس گدھے سے پالا پڑا ہے۔ لائف انجوائے کرنے کی عمر ہے اور روزہ رکھتا ہے۔"

ایسے ہی وقت روزینہ نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ مگر سانس نہیں روکی۔ اس کے چور خیالات کسی کو بتا رہے ہوں گے کہ وہ سانس روکنا نہیں جانتی ہے اور ایک عام سی لڑکی ہے۔

ایک گھنٹے بعد مسافروں کے درمیان سے کھانے کی ٹرالی گزرنے لگی۔ ہر مسافر کے سامنے کھانے کے ٹرے رکھی جانے

لگی۔ روزینہ نے ہوسٹس سے کہا "یہ صاحب جو سو رہے ہیں' کھانا نہیں کھائیں گے۔ روزہ دار ہیں۔"

یہ بات سن کر پیچھے بیٹھے ہوئے مسافر نے کہا "میں بھی مسلمان ہوں۔ روزہ رکھا کرتا ہوں لیکن یہ رمضان کا مہینہ نہیں ہے۔ آج اس جوان نے روزہ کیوں رکھا ہے؟"

روزینہ بھی مسلمان تھی لیکن روزہ نماز کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی۔ قمری مہینوں کا بھی حساب نہیں معلوم تھا۔ جب پتا چلا کہ یہ روزہ رکھنے کا مہینہ نہیں ہے تو اس نے گھور کر جوان کو دیکھا پھر اسے جھنجھوڑ کر اٹھایا۔ وہ چونک کر آنکھیں کھولتے ہوئے کچھ بولنا چاہتا تھا' اس سے پہلے وہ بولی "تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم نے روزہ نہیں رکھا ہے۔"

وہ حفاظتی بیلٹ کھول کر کھڑا ہو گیا۔ طیارے کو حیرانی سے دیکھ کر چیختے ہوئے بولا "یہ..... یہ تو ہوائی جہاز ہے۔ میں یہاں کیسے آگیا؟"

لوگ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ ایک ائرہوسٹس کا ہاتھ پکڑ کر بولا "اے جہاز روکو' مجھے اترنے دو۔"

وہ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی "ایزی مسٹر! پلیز بی ایزی' سہولت سے بات کرو۔ اب یہ جہاز استنبول میں رکے گا۔"

"لیکن میں جہاز کے اندر کیسے آیا؟"

ایک اسٹیورڈ نے آکر کہا "مسٹر! تمام مسافر ڈسٹرب ہو رہے ہیں۔ انہیں آرام سے کھانے دیں۔ آپ اپنے کاغذات لے کر میرے کیبن میں تشریف لے چلیں۔"

نوجوان نے اپنی جیب سے جہاز کا ٹکٹ اور بورڈنگ کارڈ نکالا پھر ٹکٹ پر حیدر علی (پارس) کا نام پڑھ کر بولا "یہ حیدر علی کون ہے؟ اس کا ٹکٹ میری جیب میں کیسے آگیا؟"

جنرل پارکن ایک مسافر کے ذریعے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ وہ پارس نہیں ہے۔ کسی نوجوان کو ٹریپ کر کے پارس کی جگہ طیارے میں بھیج دیا گیا ہے۔

پارکن اپنی تسلی کے لئے نوجوان کے اندر پہنچا۔ اس کے خیالات اچھی طرح پڑھے۔ پتا چلا' اس کا نام پیٹر ڈیسوزا ہے۔ وہ اٹلی سے پاکستان جا رہا تھا' روم کے ائرپورٹ پر اس نے امیگریشن کاؤنٹر سے اپنے پاسپورٹ وغیرہ پر مہریں لگوائی تھیں۔ اس کے بعد ہی ایک جوان نے اسے مخاطب کیا تھا۔ پیٹر نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے اس کی بات کا جواب دیا۔ اس کے بعد پھر اسے ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے؟ طیارے کے اندر پہنچ کر پرواز کے ایک گھنٹے بعد تک وہ غائب دماغ رہا تھا۔

جنرل پارکن نے روزینہ سے کہا "ہم دھوکا کھا گئے۔ یہ پارس نہیں ہے۔ پارس کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے اسے ٹریپ کر کے یہاں پہنچا دیا ہے۔ اس کا اصل پاسپورٹ اس کے بیگ میں ہے۔"

روزینہ نے اسٹیورڈ سے کہا "اس کا بیگ دیکھو۔ کچھ پتا تو چلے یہ کون ہے؟"

اسٹیورڈ بیگ کی تلاشی لینے لگا۔ پیٹر کہہ رہا تھا "میرا نام پیٹر ڈیسوزا ہے۔ میں پاکستان جانے والا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس جہاز میں کیسے آیا؟"

اسٹیورڈ نے بیگ میں سے پاسپورٹ' ٹکٹ اور بورڈنگ کارڈ دیکھ کر کہا "بھئی پریشان کیوں ہوتے ہو۔ تمہارا ٹکٹ اسی فلائٹ کا ہے اور یہ پاکستان جا رہا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولا "لیکن میں تو ائرپورٹ کے امیگریشن ڈیپارٹمنٹ میں تھا۔ اس جہاز میں خود بخود کیسے آگیا؟"

ایک مسافر نے پیٹر سے پوچھا "بھئی کون سا نشہ کرتے ہو کہ دماغ بالکل ہی آؤٹ ہو جاتا ہے؟"

جنرل پارکن نے کہا "روزی! یہ بڑے مکار لوگ ہیں۔ ابھی جے مورگن نے بتایا ہے کہ پچھلے روز کی فلائٹ میں جانے والی عورت (سونیا) استنبول پہنچ کر غائب ہو گئی ہے۔"

"کیا وہ عورت بہت اہم تھی؟"

"ہاں' ہمیں یقین کی حد تک شبہ تھا کہ وہ سونیا ہے۔ ویسے ہم دھوکا کھا کر بھی نقصان میں نہیں رہے۔ پارس شہرِ روم میں رہ گیا ہے اور سونیا استنبول میں رک گئی ہے۔ دونوں ماں بیٹے پاکستان نہ جا سکے اور نہ ہی ہم آئندہ انہیں جانے دیں گے۔"

"اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"تم پاکستان جاؤ۔ ابھی میں گولڈن برنیز سے مشورہ کر کے بتاؤں گا کہ تمہیں آئندہ کیا کرنا ہے؟"

پیٹر ڈیسوزا نے اچانک قہقہہ لگایا۔ روزی نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ بولا "ہم سب گدھے ہیں۔ تقدیر کو نہیں مانتے۔ میں نجومی ہوں۔ میرے ستاروں نے بتایا تھا کہ اس سفر میں میرے ساتھ کچھ ہونے والا ہے۔ مگر میں نے خود نجومی ہو کر یقین نہیں کیا اب بتاؤ ہم سب گدھے ہیں یا نہیں؟"

وہ بولی "سب کو شامل نہ کرو۔ صرف تم گدھے ہو اور بہت بڑے فراڈ ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی حیدر علی کا پاسپورٹ تمہارے پاس آجائے اور تم اس کی سیٹ پر سفر کرو؟ آخر وہ فلائٹ کے وقت کے مطابق کیوں نہیں آیا؟ اگر آیا تھا تو تمہارے خلاف کارروائی کیوں نہیں کی۔ مجھے شبہ ہے کہ تم اسے قتل کر کے آئے ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ یہ ممکن ہے' کسی نے حیدر علی کو قتل کر کے اس کا پاسپورٹ میری جیب میں رکھ دیا ہو۔ لیکن مجھے خبر کیوں نہ ہوئی؟ میں غافل کیوں رہا؟ کیا مجھ پر کالا جادو کیا گیا ہو گا؟"

وہ بولی "خاموش بیٹھے رہو۔ روم سے استنبول تک حیدر علی کے متعلق تفتیش ہو رہی ہو گی۔ اگر اسے قتل کیا گیا ہو گا تو تمہارے لئے مصیبت پکی ہے۔ واقعی تم پکے نجومی ہو۔ تمہارے ستاروں نے بتایا تھا کہ تمہارے ساتھ کچھ ہونے والا ہے مگر اب بہت کچھ ہونے والا ہے۔"

"تم مجھے ڈرانے کی کوشش نہ کرو۔ میرے ستاروں نے بتایا

ہے کہ زندگی میں کچھ الجھنیں ضرور ہیں لیکن جان و مال کا نقصان نہیں ہو گا۔ مقدر نے دار تنگ دی ہے کہ کسی بھی حسین لڑکی سے بچ کر رہو۔ خدا کا شکر ہے کہ تم حسین نہیں ہو۔"

وہ غصے سے بولی "یو نان سنس! کیا میں حسین نہیں ہوں؟ کیا تم حسن کا مطلب سمجھتے ہو۔ میں مس یورپ کے مقابلۂ حسن میں شریک ہونے والی ہوں۔"

"رشوت دے کر مقابلہ جیت سکتی ہو۔"

وہ غصے سے پھٹ پڑنا چاہتی تھی' جنرل پارکن نے ڈانٹ کر کہا "یہ کیا حماقت ہے؟ غصہ برداشت کرو۔ اگر تم اسے حسین نظر نہیں آتی ہو تو کیا جبراً خود کو حسینہ منواؤ گی۔"

"پلیز مجھے اس پاگل سے نجات دلاؤ۔ میں سیٹ بدلنا چاہتی ہوں۔"

"جسے تم پاگل کہہ رہی ہو' وہ بہت اہم ہو گیا ہے۔ ابھی میں نے تفصیل سے اس کے خیالات پڑھے ہیں۔ اس کی رہائش گلبرگ لاہور میں ہے۔ فرہاد کی بہن جس کوٹھی میں رہتی ہے' ٹھیک اس کے سامنے والی کوٹھی میں اس کے والدین رہتے ہیں۔ یہ بھی وہیں رہے گا۔ تم اس سے دوستی کرو۔"

"او مائی گاڈ! یہ لاہور پہنچتے پہنچتے مجھے بھی پاگل بنا دے گا۔ لیکن ڈیوٹی از ڈیوٹی۔ دوستی کرنی ہی ہو گی۔"

روزینہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ وہ کھانے میں مصروف ہو گیا تھا۔ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا' وہ بولی "مسٹر ڈیسوزا! میں نے جیسے نہیں سنا۔ خاموشی سے کھاتا رہا۔ وہ بولی "مسٹر پیٹر ڈیسوزا! میں تم سے مخاطب ہوں۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے بولا "سوری' میں اس وقت پیٹر ڈیسوزا نہیں ہوں۔"

"پھر کون ہو؟"

"میں حیدر علی کی سیٹ پر سفر کر رہا ہوں۔"

"اچھا سمجھ گئی۔ میں تمہیں حیدر کہوں گی۔"

"اصولاً تو یہی کہنا چاہئے۔ اس سیٹ نے بڑی گڑبڑ کر دی ہے۔"

"کوئی گڑبڑ نہیں کی ہے۔ یہاں بیٹھ کر ہم دوست بن رہے ہیں۔ مجھ سے دوستی کرو گے حیدر؟"

"تم مجھے حیدر کہہ رہی ہو۔ میں عیسائی ہوں' میرا مذہب بدل رہی ہو؟"

وہ گڑبڑا گئی پھر سنبھل کر بولی "ابھی تو تم نے کہا تھا کہ پیٹر نہیں ہو۔"

"پیٹر نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں حیدر ہوں۔ سیٹ بدلنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم مذہب بدل دو۔"

وہ بری طرح الجھ کر سوچ کے ذریعے بولی "مسٹر پارکن! تم دیکھ رہے ہو۔ سچ بولو' یہ پاگل نہیں ہے؟"

"یہ بہت ذہین ہے۔ منطقی باتیں کر رہا ہے۔ علمِ منطق میں یہی ہوتا ہے کہ سیٹ حیدر کی ہے تو اس پر بیٹھنے والا پیٹر نہیں ہو گا۔ بورڈنگ کارڈ اور کمپیوٹر رپورٹ کے مطابق وہاں کوئی بھی بیٹھے' وہ حیدر کہلائے گا۔"

"پھر وہ حیدر کہلانے سے کیوں انکار کر رہا ہے؟"

"اس لئے کہ وہ عیسائی ہے اور تم اس کے عیسائی ہونے سے انکار نہیں کر سکتیں۔ روزینہ! یہ نوجوان بہت ذہین ہے۔ تمہیں بھی اپنی ذہانت کا ثبوت دے کر دوستی کرنا چاہئے۔ اس سے تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ یہ ہمارا آلۂ کار بن کر رہے گا۔"

روزینہ نے پیٹر کو دیکھ کر ایک گہری سانس لی۔ پھر مسکرا کر بولی "تم اپنی باتوں سے الجھا دیتے ہو۔ سچ پوچھو تو تمہارا یہ انداز مجھے جیت رہا ہے۔ میں تمہیں کسی نام یا کسی مذہب کے حوالے سے نہیں پکاروں گی۔ دوستی کے رشتے سے دوست کہوں گی' ٹھیک ہے؟"

وہ بولا "ٹھیک تو لگ رہا ہے۔ لیکن میں نے پہلے کبھی کسی لڑکی سے دوستی نہیں کی۔ اس مسئلے پر غور کرنا ہو گا۔"

"اس میں غور کرنے کی کیا بات ہے؟"

"واہ' بات کیوں نہیں ہے! میں اپنے ایک دوست کے سامنے لباس بدل لیتا ہوں۔ تمہارے سامنے کیسے بدل سکوں گا؟"

وہ جھینپ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پیٹر نے کہا "لڑکے لڑکی کی دوستی مسئلہ بن جاتی ہے۔ اب تو مانتی ہو نا؟"

"تمہارے ساتھ باتیں کرنے کے لئے مجھے کچھ تو پینا پڑے گا۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ جس دوستی پر دنیا والے بھی اعتراض کرتے ہیں' ہم وہ دوستی نہ کریں۔ بلکہ رشتے داری کر لیں۔"

"کیسی رشتے داری؟"

"میں تمہیں عزت اور احترام سے آنٹی کہوں گا۔"

ایک حسین اور جوان لڑکی کے لئے یہ رشتہ دھماکا تھا۔ اس بار وہ آتش فشاں کی طرح پھٹنے والی تھی لیکن جنرل پارکن نے اس کے دماغ کو کنٹرول کیا۔ وہ چند لمحوں تک ساکت بیٹھی رہی۔ اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔ اگر ہلنے کا موقع ملتا تو شاید وہ پیٹر کا منہ نوچ لیتی۔

پارکن نے کہا "روزینہ! تم اپنے مشن میں ناکام ہو رہی ہو۔ خود کو قابو میں رکھو۔ ورنہ یہ جوان ہاتھ سے جائے گا تو تمہاری لندن کی شہریت چھین لی جائے گی۔ ہزاروں پونڈ کی ادائیگی روک دی جائے گی۔ تمہارا باپ یہودی تنظیم کا ایک اہم رکن ہے' وہ بھی تمہیں سزا سے نہیں بچا سکے گا۔"

وہ ٹھنڈی پڑ گئی' پیٹر نے کہا "میں نے تمہیں غصہ دلانے کے لئے آنٹی کہا لیکن تمہیں غصہ نہیں آیا۔ مجھے ایسی ہی عقلمند لڑکیاں پسند ہیں۔ تم بے حد حسین ہو' اتنی کم سن ہو کہ آنٹی کہنے سے تمہیں ہنسنا چاہئے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ پیٹر نے ہاتھ بڑھا کر پوچھا "دوستی؟"

وہ ہاتھ ملا کر بولی "پکی دوستی۔"

"تو پھر ہم ایک دوسرے کو اپنے اپنے بارے میں بتائیں۔ میرا نام تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔ میرے ڈیڈی کا نام آنرڈیسوزا ہے۔ ڈیڈی اور ممی ایک انگلش میڈیم اسکول کے مالک ہیں۔ میں لندن میں کرائے پر کاریں سپلائی کرتا ہوں۔ دس برس بعد پاکستان جا رہا

ہوں۔"

"میں بھی دس برس بعد جارہی ہوں۔ لندن میں ممی اور بڑے بھائی کے ساتھ رہتی ہوں۔ لاہور کے بڑے دولت مندوں میں میرے ڈیڈی کا شمار ہوتا ہے۔"

"وہ یقیناً بہت بڑے کاروباری ہوں گے۔"

"پتا نہیں کیا ہیں؟ پاکستان میں یہ ایک اچھی بات ہے کہ کسی سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ اُس کے پاس دولت کہاں سے آرہی ہے۔"

"تم نے ڈیڈی سے پوچھا ہوگا؟"

"ہاں پوچھا تھا۔ انہوں نے جواب دیا 'دنیا میں دولت سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے لہٰذا بہتر چیز جہاں سے بھی آتی ہے۔ بہتری کے لئے آتی ہے' بہتری کو بے شمار ہونا چاہئے' اس کا حساب نہیں کرنا چاہئے اور نہ کسی کو حساب دینا چاہئے۔"

جنرل پارکن' روزینہ کے دماغ میں رہ کر پیٹر ڈیسوزا کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے بے مور گن اور ہیری ہوگن یہ تصدیق کررہے تھے کہ شاہینہ کی کوٹھی کے سامنے واقعی کوئی آنز ڈیسوزا رہتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے لاہور میں مختلف ذرائع اختیار کرکے آنز ڈیسوزا کے دماغ میں جگہ بنائی تھی پھر یہ تصدیق ہوگئی کہ پیٹر اس کا بیٹا ہے اور وہ اپنے بیٹے کی آمد کا انتظار کررہا ہے۔

پیٹر ڈیسوزا کوئی فراڈ نہیں تھا لیکن فراڈ تھا۔ سلمان نے اپنے عمل کے ذریعے اسے پیٹر بنا رکھا تھا۔ پیٹر ڈیسوزا کے نام سے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کرانے میں چند گھنٹے لگے تھے۔ پارس کے پاس حیدر علی کے نام کا بھی پاسپورٹ اور ٹکٹ وغیرہ رہنے دیا تھا تاکہ دشمن پوری طرح چکر میں آجائیں اور وہ بری طرح فریب میں مبتلا ہوگئے تھے۔

دوسری طرف میں نے آنز ڈیسوزا اور اس کی وائف کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے ان کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہورہے تھے۔

میں نے ان تمام مصروفیات سے نمٹ کر روزینہ کے خیالات پڑھے۔ اس کے باپ جان شیرباز کا پتا اور فون نمبر معلوم کیا۔ اس کی رہائش اسلام آباد میں تھی۔ میں نے فون کیا تو اس کے سیکریٹری نے بتایا' وہ لاہور گیا ہوا ہے۔ ظاہر ہے اس کی بیٹی آرہی تھی' اسے لاہور ہی جانا تھا۔ میں نے سیکریٹری سے کہا "مسٹر شیرباز لاہور میں کہاں مل سکتے ہیں؟"

وہ بولا "پہلے آپ اپنا تعارف کرائیں۔ ان سے ملاقات کیوں کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں لندن سے آیا ہوں' ان کی وائف کا ایک پیغام پہنچانا چاہتا ہوں۔"

"آپ آدھے گھنٹے بعد فون کریں۔"

میں ریسیور رکھ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ لاہور کا ایک نمبر ڈائل کررہا تھا۔ تھوڑی دیر میں جان شیرباز سے رابطہ قائم ہوگیا۔ سیکریٹری نے میرے متعلق بتایا۔ اس نے کہا "وہ دوبارہ فون کرے تو کہنا' میری وائف کا پیغام تمہیں سنادے' تم مجھے سنادو گے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ ایک بہت بڑے ڈرائنگ روم میں چند افراد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص نے کہا "مسٹر جان! تمہیں سختی سے یہ تاکید کی گئی ہے کہ کچھ عرصے تک براہِ راست فون اٹینڈ نہ کرو اور صرف ہمارے لوگوں سے ملاقات کرو۔ جہاں تک ممکن ہو' خود کو گوشہ نشین رکھو۔ اس طرح فراڈ سے محفوظ رہ سکو گے۔"

دوسرے شخص نے کہا "اب کیا بتاؤں کس کا فون تھا۔ اکثر فون اجنبی حضرات کے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ مختلف بہانوں سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ میرے بیوی بچوں کا حوالہ دے کر مجھ سے کچھ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ ایسے ہی کسی شخص کا فون تھا۔ ہمارے ملک میں لوگوں کے پاس سرمایہ بہت ہے اور کئی سرمایہ داروں کو معلوم ہوچکا ہے کہ میں بیچ کا دلال ہوں۔ بیرونی ممالک کی کمپنیوں کے اشتراک سے یہاں تین سرمایہ داروں کی بہت بڑی فیکٹریاں اور ملیں قائم کرا چکا ہوں۔ اندر کی بات کوئی نہیں جانتا کہ بیرونی ممالک کی کمپنیوں کے پیچھے یہودیوں کا خام مال اور سرمایہ ہے اور ہم سب مل کر اس ملک کو اسرائیلی پروڈکٹس کی منڈی بنا رہے ہیں۔"

میں خاموشی سے باتیں سن رہا تھا۔ یہودی سیاست کو تو میں خوب سمجھتا ہوں لیکن یہ بات میرے علم میں نہیں تھی کہ انہوں نے پاکستان کو بھی ٹارگٹ بنایا ہوا ہے۔ دراصل پاکستان میں اکثر اس قدر جوش اور جذبوں کے ساتھ فلسطین کی آزادی کے حق میں مظاہرے ہوا کرتے ہیں کہ ہم بیرونی ملکوں میں رہنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ پاکستانی قوم بیدار ہے اور وہ یہودیوں کے فریب میں نہیں آئے گی۔

یہاں آکر رفتہ رفتہ بھید کھل رہا ہے کہ اسرائیلی ایجنٹ بڑی صفائی سے' بڑی راز داری سے اپنا کام کررہے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جس کا نام جان شیرباز ہو' وہ مسلمان ہو۔ ہالی ووڈ کا مشہور و معروف اداکار عمر شریف عیسائی ہے۔ یہ دنیا جانتی ہے کہ صدام حسین کا دستِ راست طارق عزیز بھی عیسائی ہے۔ اس طرح بیشتر یہودیوں کے نام مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں۔

اسی طرح بین الاقوامی شہرت حاصل کرنے والی مصنوعات کی صنعتیں پاکستان میں قائم کی گئی ہیں لیکن یہ وضاحت نہیں ہے کہ پیچھے مالکان کون ہیں اور جان شیرباز جیسے ایجنٹ کس طرح انہیں منافع پہنچاتے ہیں۔

میں باقی باتیں بعد میں بھی جان شیرباز کے ذریعے معلوم کرسکتا تھا۔ اس وقت یہ سوچنے کی بات تھی کہ ایسے کاروبار کے لئے امپورٹ لائسنس کیوں جاری کئے جاتے ہیں۔ میں امپورٹ اور ایکسپورٹ کے شعبے کے ناخدا کے پاس پہنچا۔ اسے مخاطب کیا تو وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا "کیا یہ میرے اندر سے آواز آرہی ہے؟"

"ہاں' میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ ذرا دیکھو ٹیلی پیتھی کس طرح تمہاری تکمی کا ناچ نچاتی ہے۔"

میں نے اسے اٹھایا بٹھایا۔ اِدھر سے اُدھر دوڑایا پھر صوفے پر بٹھا کر پوچھا "کیا میری موجودگی کا یقین ہوگیا؟"

"جی ہاں۔ میں مانتا ہوں' آپ فرہاد صاحب ہیں۔"

"تم یہ جانتے ہو کہ یہودی دنیا کے کتنے کاروبار پر چھائے ہوئے ہیں؟"

"جی ہاں جانتا ہوں۔"

"چند کاروباروں کے نام بتاؤ؟"

"پہلے وہ متحرک اور ساکت فلموں کے کاروبار پر چھائے ہوئے تھے' آج کل جاپان ورلڈ مارکیٹ پر چھا رہا ہے۔ یہودیوں کے پاس فولاد کا کاروبار ہے۔ صابن' کریم' میک اپ کا جملہ سامان اور کیا کیا بتاؤں جناب! آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"ان کی مصنوعات پاکستان میں آتی ہیں اور تم امپورٹ لائسنس جاری کرتے ہو اور پاکستانی سرمایہ داروں کے اشتراک سے انہیں یہاں کاروبار کی کھلی چھٹی دیتے ہو۔"

"میرے جاری کردہ لائسنس میں اور معاہدوں میں کسی یہودی کمپنی کا نام نہیں ہے۔ اسرائیل سے ہمارا براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم تو امریکا' یو کے اور جرمنی وغیرہ سے صنعتی تعلقات رکھتے ہیں۔ اگر آپ کسی بھی معاہدے سے یہ ثابت کردیں کہ درپردہ کوئی یہودی ہے تو جو چور کی سزا وہ میری سزا۔"

"میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ثابت کرسکتا ہوں۔"

"جادو اور ٹیلی پیتھی کو دنیا کی کوئی عدالت تسلیم نہیں کرتی۔ خیال خوانی کے ذریعے معاہدے تبدیل کئے جاسکتے ہیں۔ گواہوں کی زبان بدلی جاسکتی ہے۔ آپ سمجھ دار ہیں' میری مجبوریاں سمجھیں۔ میں تو وہی کررہا ہوں جو قانون کی کتابوں میں لکھا ہے۔"

"ٹھیک ہے' میں تمہاری مجبوریاں سمجھ گیا ہوں۔ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہو کہ میں تمہارے پاس آیا تھا۔"

میں دائمی طور پر حاضر ہوگیا۔ واقعی وہ مجبور تھا۔ امریکا اور برطانیہ کے صنعت کار' یہودیوں کو اپنے پیچھے چھپا کر پاکستان میں ذہنی صنعتیں قائم کررہے تھے۔ اور یہ دعوے کرتے تھے کہ انہوں نے یہودیوں سے تمام حقوق خرید لئے ہیں۔ لہٰذا مسلمان سرمایہ داروں کا اسلام خطرے میں نہیں پڑے گا۔

یہ بھی درست تھا کہ میں لائسنس جاری کرنے والے تمام افسران کو ایسی سزائیں دیتا کہ وہ سرکاری ملازمتیں چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ لیکن وہ بے قصور تھے۔ ان کے پاس کارروائیوں کے لئے جو کاغذات آتے تھے ان میں کسی یہودی شخص یا یہودی کمپنی کا نام نہیں ہوتا ہے۔

اور یہ بھی درست ہے کہ ٹیلی پیتھی کو دنیا کی کوئی عدالت تسلیم نہیں کرتی کیونکہ اس علم کے ذریعے عدالت میں جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کیا جاتا ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے فاضل منصفوں کے فیصلے چشم زدن میں بدلے جاسکتے ہیں۔ میں اپنے ملک کے فاضل جج صاحبان' بیرسٹر حضرات اور دیگر قانون کے محافظوں کا دل سے احترام کرتا ہوں۔ اس لئے اُن کے دماغوں سے کھیلنے کی گستاخی نہیں کروں گا؟ اور پھر کیوں کروں جبکہ وہ قانون کے عین مطابق ثبوت اور چشم دید گواہوں کے بیانات کی روشنی میں انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔

ٹیلی پیتھی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو مجرم قانون سے کھیل کر عدالت کو دھوکا دے کر صاف بچ کر نکل آتے ہیں' ہم صاف طور سے ان کا صفایا کردیتے ہیں۔

میں پھر جان شیرباز کے پاس آیا۔ وہ یہودی مشیروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے ایک خیال خوانی کرنے والے نے جان شیرباز سے آکر کہا تھا "تم یا تمہارا کوئی بندہ روزینہ سے ملنے ائرپورٹ نہیں جائے گا۔"

اس نے پوچھا "یہ پابندی کیوں ہے؟"

"تمہاری بیٹی ایک ایسے نوجوان کو پھانس کر لارہی ہے جس کی کوٹھی فرہاد کی بہن کی کوٹھی کے سامنے ہے۔ تم میں سے کوئی اسے ریسیو کرنے نہیں جائے گا تو روزینہ کو اس نوجوان کے گھر مہمان بن کر جانے کا موقع مل جائے گا۔"

"یہ آئیڈیا اچھا ہے۔ لیکن میں ایک برس بعد بیٹی سے ملنے والا تھا۔ آپ ایک باپ کی بے چینی سمجھ سکتے ہیں۔"

"ہم اپنا مشن پورا کرنے کے لئے باپ بیٹی' ماں بیٹے کے جذبات نہیں دیکھتے۔ پہلے ہمارے مشن کی کامیابی کی بھرپور کوششیں کرو۔ ہم تمہاری بیٹی کے ذریعے شاہینہ کی کوٹھی کے اندر اور پورے خاندان کے اندر پہنچنے والے ہیں۔"

"ایسا ضرور ہوگا۔ میری بیٹی بہت ذہین ہے۔ مجھے اتنی اجازت دو کہ میں دور سے اس کی صورت دیکھ لوں۔"

"اجازت ہے۔ ضرور دیکھو۔ لیکن وہ تمہیں دیکھ کر انجان بن جائے گی۔"

میں نے سلمان کے پاس جاکر اُسے یہاں کے حالات بتائے پھر پارس کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا "وہ ٹھیک جارہا ہے۔ دشمنوں کو شبہ نہیں ہے۔ میں نے صرف چوبیس گھنٹوں کے لئے اس کی اصلی شخصیت بھلا دی ہے۔ یہ وقت گزرتے ہی وہ خود کو پارس کی حیثیت سے پہچان لے گا۔"

"وہ کب پہنچ رہا ہے؟"

"فرہاد بھائی! وہ تو پہنچ گیا ہے۔"

"کیا؟ لیکن جان شیرباز کو ایک خیال خوانی کرنے والے نے بتایا ہے کہ فلائٹ چار گھنٹے لیٹ ہے۔"

"میرا خیال ہے' اسے دھوکا دیا گیا ہے تاکہ وہ بیٹی کے قریب نہ جائے۔"

"ہاں ان لوگوں کو اندیشہ ہوگا کہ باپ بیٹی ائرپورٹ پر ایک دوسرے کو دیکھ کر جذبات سے مغلوب ہوسکتے ہیں۔ کوئی غلطی کرسکتے ہیں۔"

میں پھر جان شیرباز کے پاس آیا۔ اس کے پاس بیٹھنے والے

مشیر رخصت ہوگئے۔ وہ بیٹی کی صورت دیکھنے کے لئے بے چین تھا۔ اس لئے البم کھول کر ایک برس پہلے والی تصویر دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا ایک برس بعد وہ اور کتنی پیاری لگتی ہوگی۔

آخر وہ کس مقصد کے لئے یہودیوں کا ایجنٹ بنا ہوا تھا؟ اپنی بیٹی اور بیٹے کو لندن کی اونچی سوسائٹی دینے کے لئے۔ اپنی بیوی کو دنیا کے ہر ملک اور ہر شہر کی شاپنگ کرانے کے لئے۔ پوٹڈ اسٹرلنگ میں اپنی دولت بڑھانے کے لئے۔ آخر میں سب کچھ پالینے کے بعد اور پاکستان کی (خدانخواستہ) ایسی تیسی کرنے کے بعد وہ بیوی بچوں سمیت بیت المقدس جائے گا جہاں کسی پاکستانی کو جانے کی اجازت نہیں ہے مگر ہر دوغلے مسلمان کو اجازت ہے۔ وہ جاتے ہیں' وہاں نمازیں پڑھتے ہیں' سجدے پر سجدے کرتے ہیں۔ کمال ہے کہ اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) فریب دیتے ہیں۔ جان شیرباز کا بھی بڑھاپے میں یہی ارادہ تھا۔

میں نے کہا "چلو بیٹے! میں تمہارے ارادے پورے کرتا ہوں۔"

وہ البم کو ایک طرف رکھ کر اٹھ گیا۔ باہر آکر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے دل میں یہ بات پیدا کی کہ بیٹی کے انتظار میں وقت نہیں گزر رہا ہے۔ لہٰذا ایک لمبی ڈرائیو... کے بعد ائرپورٹ جائے گا۔

دوسری طرف اس کی بیٹی پارس کے ساتھ آنژیسوزا کے ہاں پہنچ گئی تھی۔ ڈیسوزا اور اس کی وائف نے پارس کو اپنا بیٹا پیٹر ڈیسوزا سمجھ کر گلے لگایا اور اسے پیار کیا۔ روزینہ کا استقبال بڑی گرم جوشی سے کیا۔ پارس نے کہا "مم! یہ برسوں بعد یہاں آئی ہے۔ کوئی اسے ریسیو کرنے نہیں آیا۔ بے چاری پریشان تھی۔ میں ساتھ لے آیا ہوں۔"

مم نے کہا "ہماری بیٹی کے رشتے داروں کو کسی طرح کا مغالطہ ہوا ہوگا۔"

ڈیسوزا نے کہا "یہی بات ہے۔ کوئی بات نہیں بیٹی! اسے اپنا ہی گھر سمجھو اور یہاں سے رابطہ کرو۔"

روزینہ نے کہا "مشکل یہ ہے کہ جس ڈائری میں ڈیڈی کا پتا اور فون نمبرز لکھے ہوئے تھے' وہ لندن میں بھول آئی ہوں۔"

"تم فکر نہ کرو۔ ہمارے بیٹے کی پسند ہو۔ یہاں مہینوں برسوں رہو۔ تمہارے ڈیڈی بھی مل جائیں گے۔"

وہ بولی "آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ۔ میں یہاں سے لندن فون کروں گی۔ ممی سے ڈیڈی کا پتا اور فون نمبرز معلوم کروں گی۔"

پارس نے پوچھا "کیا مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہو؟"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "تم جب تک نہیں کہو گے یہاں سے نہیں جاؤں گی۔"

روزینہ نے مجبوراً ہنستے ہوئے ایسا کہہ دیا۔ اس کے اندر جنرل پارکن اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ ورنہ اس کا دل بھی باپ سے ملنے کے لئے بے چین تھا۔ وہ باپ کو اپنا آئیڈیل سمجھتی تھی اور سوچتی تھی' کسی ایسے جوان سے شادی کرے گی جس میں اس کے باپ جیسی خوبیاں ہوں۔ اپنے باپ کے قریب آکر بھی وہ اس سے مل نہیں پا رہی تھی۔

مم نے اس کے لئے ایک کمرا مخصوص کیا۔ وہ غسل کرنے کے لئے باتھ روم میں آئی پھر پارکن سے بولی "کچھ تو شرافت سے کام لو۔ میں غسل کرنے آئی ہوں۔ تمہیں ایک گھنٹے تک نہیں آنا چاہئے۔"

وہ بولا "ایک گھنٹا بہت ہوتا ہے۔ ہم تمہیں یہاں وقت ضائع کرنے نہیں لائے ہیں۔ میں صرف بیس منٹ کے لئے جا رہا ہوں۔ فوراً غسل کرلو۔ ورنہ میں تمہاری شرم وحیا کا پاس نہیں رکھوں گا۔ ہماری نظروں میں عورت کا بدن اور اس کی حیا فضول سی چیزیں ہیں۔ کام کی اہمیت ہے کام کی۔"

وہ چلا گیا۔ روزینہ اسے گالیاں دیتے ہوئے جلدی جلدی غسل کرنے لگی۔ وہ چاہتی تھی' کوئی شیطانی حرکت نہ ہو اس لئے وقت سے پہلے ہی لباس بدل لیا۔ اس نے آکر حیرانی سے کہا "عجب ہے' اتنی جلدی تم نے غسل بھی کرلیا اور لباس بھی تبدیل کرلیا؟"

"اور مجھے تمہاری شیطانی حرکت پر تعجب نہیں ہے۔ بیس منٹ سے پہلے آئے ہو۔ اپنی ماں کے پاس بھی ایسے ہی جاتے....."

"یو شٹ اپ نان سنس! میں کھوپڑی گھما کر رکھ دوں گا۔"

"کھوپڑی گھما دو گے تو کام کس سے لوگے؟"

"اچھا بکواس مت کرو۔ کام کی بات سنو۔"

"میں نہیں سنوں گی۔"

"کیا تم میرے حکم سے انکار کر رہی ہو؟"

"اس کا جواب میں دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو دوں گی۔ اگر ابھی مجھ سے کام لینا چاہتے ہو تو ان سب کو بلاؤ۔"

دونوں میں تھوڑی دیر تک بحث ہوتی رہی۔ جنرل پارکن اسے دماغی زلزلہ نہیں پہنچا سکتا تھا کیونکہ ابھی بڑے اہم کام اس سے لینے تھے اور وہ اس کی بات نہیں مان رہی تھی۔

آخر اس نے مجبور ہو کر گولڈن برنیز کو رپورٹ دی۔ ایک گولڈن برین نے پوچھا "کیا تمہاری رپورٹ بالکل درست ہے کہ وہ خواہ مخواہ کام کرنے سے انکار کر رہی ہے؟"

"جی ہاں۔ میں بالکل درست کہہ رہا ہوں۔"

"کیا تم گولڈن برنیز کو اتنا مجبور اور محدود سمجھتے ہو کہ ہم تمہارے سچ اور جھوٹ کو نہیں پکڑ سکتے۔ تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ گولڈن برنیز کی ٹیم میں جاسوس خیال خوانی کرنے والے ہیں۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "تم نے روزینہ کو غسل کرنے اور لباس تبدیل کرنے کے لئے بیس منٹ کی مہلت دی تھی اور پندرہ منٹ میں پہنچ گئے تھے' کیا اس شیطانی حرکت پر کسی بھی جوان لڑکی کو غصہ نہیں آئے گا؟"

تمام گولڈن برنیز ایک ایک کرکے بول رہے تھے۔ جنرل پارکن اور روزینہ کے درمیان ہونے والے مکالمے سنا رہے تھے۔ جنرل پارکن کو تسلیم کرنا پڑا کہ یہ آج کے گولڈن برنیز دماغوں میں کسی

جاسوس خیال خوانی کرنے والے کو ذریعے پہنچ جاتے ہیں۔

ایک گولڈن برین نے کہا "مسٹر پارکن! تمہیں جھوٹ اور فریب کی سزا ضرور ملے گی۔ تم اپنے کمرے سے تاحکم ثانی باہر نہیں نکلو گے۔ باہر قدم رکھتے ہی سیکیورٹی گارڈز تمہیں گرفتار کرکے ٹارچر سیل میں پہنچا دیں گے۔ تم سے نمٹا جائے گا۔ ابھی جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ گولڈن برنیز نے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیری ہوگن کو حکم دیا کہ وہ روزینہ کے پاس جاکر بگڑے ہوئے حالات کو سنبھالے اور معلوم کرے کہ شاہینہ کے گھر میں دن رات کتنے افراد آتے جاتے ہیں اور وہ کون لوگ ہوتے ہیں اور ان کے حلیے اور خاص پہچان کیا ہوتی ہے؟"

ہیری ہوگن نے آکر کہا "مس روزینہ! جنرل پارکن نے جو حرکت کی ہے' اس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ جنرل پارکن کو سزا کے طور پر نظربند کر دیا گیا ہے۔ تمہارے ساتھ انصاف ہوا ہے۔ کیا تم مطمئن ہو؟"

"میں بہت خوش ہوں۔ مجھے کام بتاؤ۔"

وہ بولا "سامنے والی کوٹھی میں فرہاد کی بہن شاہینہ اپنی ایک جوان بیٹی ثمینہ' ایک جوان بیٹے کامران اور دو چھوٹے بچوں گڈو اور پپو کے ساتھ رہتی ہے یعنی اس گھر میں کل پانچ افراد ہیں۔ تم کسی بہانے چھت پر دوربین لے کر جاؤ۔ ان کی کھڑکیوں سے جو بھی نظر آئے' اسے اچھی طرح پہچان لو۔ جب پانچوں کو ان کے چہروں سے اچھی طرح پہچان لو گی تو کسی چھٹے اجنبی کی آمد سے معلوم ہو سکے گا کہ اور کون آتا جاتا ہے۔"

"ان کے ہاں ملازم بھی تو ہوں گے؟"

"نہیں' ملازموں کو احتیاطاً نکال دیا گیا ہے تاکہ ہم ان کے دماغوں میں جگہ نہ بنا سکیں۔"

"تم لوگ شاہینہ اور اس کے بچوں کے دماغوں میں جا سکتے ہو۔"

"بے شک جا سکتے ہیں۔ لیکن وہ فرہاد کی بہن اور بھانجے اور بھانجیاں ہیں۔ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا صرف اس خوف سے ان کے اندر نہیں جاتا کہ پکڑا جائے گا اور بے موت مارا جائے گا۔"

"لیکن کیسے پکڑا جائے گا؟"

"یہ ابھی تم نہیں سمجھو گی۔ ہم خود نہیں سمجھ پاتے کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح اپنوں کے اندر دشمنوں کی بو سونگھ لیتے ہیں۔ ایسے اندیشوں سے بچنے کے لئے تمہیں آلۂ کار بنایا گیا ہے اور تمہیں بھی ان سے دور رکھا گیا ہے۔"

وہ اپنی اونچی سے دوربین نکال کر شانے پر لٹکاتے ہوئے بولی۔ "میں چھت پر جاؤں گی۔ کیا مجھے گائیڈ کرتے رہو گے؟"

"میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ کوئی اعتراض ہو تو کہہ دینا۔ تھوڑی دیر کے لئے چلا جاؤں گا۔"

"شکریہ' تم بہت مہذب انسان ہو۔"

وہ کمرے سے باہر آئی۔ پھر پارس سے بولی "ہائے پیٹر! تم ابھی تک مم سے باتیں کر رہے ہو۔ میں ذرا چھت پر جاکر آس پاس کا ماحول دیکھنا چاہتی ہوں۔ چلو گے؟"

"تم اوپر چلو' میں غسل کرکے لباس بدل کے ابھی آتا ہوں۔"

مم نے اسے چھت پر پہنچایا پھر بولی "بیٹی! بڑی دھوپ ہے۔ برداشت نہیں کرپاؤ گی۔"

"اوہ مم! میں جوان ہوں اور جوانی دھوپ اور گرمی سے ہی بنتی ہے۔ آپ نیچے جاکر آرام کریں۔"

وہ بے چاری چلی گئی۔ روزینہ نے دوربین سنبھالی۔ پھر سامنے دیکھتے ہوئے زیرِ لب بولی۔ "کوٹھی بڑی شاندار ہے۔ آخر بہن کس کی ہے۔"

ادھر میرے اور سلمان کے درمیان رابطہ قائم تھا۔ سلمان نے بتایا۔ "وہ دوربین سے دیکھ رہی ہے اور ایک گائیڈ کرنے والا

اس کے اندر موجود ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ واپس جاؤ۔ کوئی خاص بات ہو تو آکر بتا دینا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے جان شیریاز سے کار اسٹارٹ کرائی' اسے آگے بڑھایا۔ شاہ بینہ کی کوٹھی سے صرف سو گز کے فاصلے پر میں نے اس کی کار روکی تھی۔ وہ آدھے منٹ میں کوٹھی کے سامنے رک گیا۔

چھت پر کھڑی ہوئی روزینہ نے سوچ کے ذریعے کہا "ایک کار آکر رک گئی ہے۔"

ہیری ہوگن نے کہا "غور سے دیکھو۔ جو بھی اندر جائے اس کی خاص پہچان بیان کرتی جاؤ۔"

کار کا دروازہ کھلا تو بیٹی کو باپ کی صورت نظر آئی۔ پہلے تو یقین نہیں آیا پھر اس نے دوربین کے لینس کو ایڈجسٹ کر کے دیکھا تو خوشی سے بولی "مسٹر ہوگن! یہ تو میرے ڈیڈی ہیں۔"

ہوگن نے حیرانی سے پوچھا "تم خوش ہو رہی ہو؟ یہ پریشانی کی بات ہے۔ تمہارا باپ یہاں مرنے کیوں آگیا ہے۔"

"میرے باپ کے بارے میں زبان سنبھال کر بولو۔"

"میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی ہے۔ میں ابھی مسٹر شیریاز سے معلوم کرتا ہوں' معاملہ کیا ہے؟"

اس نے جان شیریاز کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ میں نے پوری طرح اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ ہوگن نے اس سے پوچھا "مسٹر شیریاز! تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

جان شیریاز نے میری مرضی کے مطابق پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں تنظیم کا ایک خیال خوانی کرنے والا ہوں۔ میرا ساتھی جے مورگن تم سے رابطہ رکھتا ہے۔"

شیریاز نے کہا "وہ رابطے کے وقت کوڈ ورڈز استعمال کرتا ہے۔"

"میں ابھی جے مورگن کو بھیج رہا ہوں۔ مگر یاد رکھو' تم نے یہاں آکر بڑی گڑبڑ کر دی ہے۔"

وہ چلا گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی جے مورگن نے آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ پھر پوچھا۔ "یہاں کیوں آئے ہو؟"

وہ بولا "تم نے جھوٹ کہا تھا کہ فلائٹ چار گھنٹے لیٹ ہے۔ تمہارے جھوٹ کی وجہ سے میں اپنی بیٹی کی صورت نہیں دیکھ سکا۔"

"بیٹی کو نہ دیکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم دشمن کی کوٹھی کے سامنے آجاؤ۔"

جان شیریاز نے کہا "ارے خود بولتے ہو۔ خود بھول جاتے ہو۔ تم نے ہی کہا تھا کہ میری بیٹی ٹھیک شاہ بینہ کے سامنے والی کوٹھی میں ٹھہرے گی۔ پھر میں اسے دیکھنے یہاں نہیں آؤں گا تو قبرستان جاؤں گا کیا؟"

جے مورگن نے کہا "میں سمجھ چکا ہوں۔ تمہیں فرہاد یہاں پکڑ کرلایا ہے۔"

اس بار میں نے اپنی آواز میں پوچھا "بس اتنا ہی سمجھ پائے یا آگے پیچھے بھی کچھ سمجھ میں آرہا ہے؟"

وہ بولا "آخر تم ظاہر ہو گئے؟"

"تم لوگوں کو ظاہر کرنے کے بعد ظاہر ہو رہا ہوں۔ ادھر سامنے والی چھت پر بیٹی کے دماغ میں ہیری ہوگن ہے۔ اس سے پہلے وہ پارکن تھا۔ اپنے کچھ اور بندوں کو بلا لو تاکہ وہ ایک ایک پل کی رپورٹ گولڈن برینز تک پہنچاتے رہیں۔"

وہ بولا "یہ ہمارا تمہارا معاملہ ہے۔ تم خواہ مخواہ جان شیریاز کو یہاں کیوں لائے ہو؟"

"پہل تم لوگوں نے کی ہے۔ تم بیٹی کو لائے ہو' میں باپ کو لایا ہوں۔ اور دونوں باپ بیٹی نام نہاد مسلمان اور پاکستانی ہیرو تجارت کے شعبے میں یہ جان شیریاز جس طرح میرے ملک کا تمہیں منافع کمانے کے مواقع دے رہا ہے' اس غداری اور وطن فروشی کی سزا موت ہے۔"

"تم پچھتاؤ گے فرہاد!"

"اس کی موت کے بعد میں تمہیں پچھتانے کے جوگے سکھاؤں گا۔ میں اعلان کر چکا تھا کہ میری بیوہ بہن کا دروازہ عوامی عدالت کا دروازہ ہے۔ جب قانون بے بس ہو جائے گا اور عدالت کو شہادت اور گواہ نہیں ملیں گے تب میری بہن کے دروازے پر عدالت لگے گی۔"

جان شیریاز نے کوٹ کے اندر سے ریوالور نکال کر ایک ہوائی فائر کیا۔ میں نے اس کے ذریعے بلند آواز سے کہا "تو گویا یہ افسوس ہے' میں پیشگی اطلاع نہ دے سکا۔ یہاں ایک ہنگامی عدالت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔"

اس نے دوسرا ہوائی فائر کیا۔ بار بار فائرنگ ہو اور لوگ نہ آئیں؟ ایسا ہوتا نہیں ہے۔ اس لئے بھیڑ لگنے لگی۔ اس بار جان شیریاز میری مرضی کے مطابق اپنی آواز میں بولنے لگا۔

"تو گویا میں نام نہاد مسلمان ہوں۔ یہودیوں کا دلال ہوں۔ آج تک مجھے کوئی قانون کا محافظ گرفتار نہ کر سکا۔ لیکن فرہاد علی تیمور موت کے دروازے پر پہنچا دیا ہے۔ میں اپنے جرائم کا اعتراف کرتے ہوئے خود کو موت کی سزا دے رہا ہوں۔"

اس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگایا۔ سامنے والی چھت سے بیٹی کی چیخ سنائی دی۔ "نہیں ڈیڈی! نہیں۔۔۔"

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ ٹھائیں کی گونجتی ہوئی آواز میں اس کی آواز گم ہو گئی۔ جس دوربین سے میرے گھر میں جھانکتے تھی' وہ آنکھوں سے سرک کر گلے میں جھول گئی۔ کسی کی موت دیکھنے کے لئے دوربین ضروری نہیں ہوتی' دوربینی لازمی ہے۔

اب ان کی باری ہے' جو یہودی مصنوعات پاکستان میں فروخت کر رہے ہیں۔

"اٹینشن پلیز اٹینشن!"

(توجہ فرمائیں! توجہ فرمائیں!)

اے ڈنجرس مین ہیز تو اشپ ان دی ہارٹ آف ایل۔"

(ایک خطرناک شخص ملک اسرائیل کے قلب میں اپنے قدم والا ہے۔)

یہ آواز نیویارک سے تل ابیب تک گونج رہی تھی' یہ اطلاع انٹرنیٹ کے ذریعے سنائی دی۔ سول اور فوج کے سراغرسانوں نی۔ اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران نے پہلے تو اسے بچکانہ سی سمجھ کر نظر انداز کیا' پھر ان کی راتوں کی نیندیں حرام ں۔ رات کے ایک دو بجے ٹیلی فون کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ ان عہدیداران کے تمام سیکریٹریز فون اٹینڈ کرتے تھے اور جو اپنے اعلیٰ آفیسر کو نیند سے بیدار نہیں کرنا چاہتا تھا اس کے دماغ زلزلہ پیدا ہو جاتا تھا۔

ان حالات میں تمام اعلیٰ عہدیداران کو فون اور ٹرانسمیٹر اٹینڈ ڈالا کیونکہ تمام سیکریٹریز کے اندر زلزلہ پیدا ہونے سے اس نئے لمے کی اہمیت کو تسلیم کرنا لازمی ہو گیا تھا اور یہ تصدیق ہو گئی تھی ڈنجرس مین آرہا ہے' اس کا تعلق ٹیلی پیتھی سے ہے۔

امریکی اور اسرائیلی وزارت خارجہ کے درمیان ایک ایک میں رابطہ ہو رہا تھا' دونوں ممالک کے متعلقہ افسران اطلاع والے سے پوچھ رہے تھے "تم کون ہو؟ اسرائیل کے قلب رم رکھنے والا وہ ڈنجرس مین کون ہے؟ اسرائیل کے قلب رادیت المقدس ہے یا تل ابیب؟"

اطلاع دینے والے نے جواب دیا "اس کا جواب کل ملے

یہ خوف اور پریشانی میں مبتلا کرنے والی بات تھی۔ اب انہیں ا انتظار کرنا تھا۔ دونوں ملکوں کے بڑے شہروں میں بڑے بڑے اروں کے ہنگامی اجلاس ہونے لگے۔ امریکا کا فی الحال کوئی ن نہیں تھا لیکن وہ اسرائیل کے لئے فکرمند تھا کہ وہاں کون ہے اور اس ملک میں کیا ہونے والا ہے؟

سپر ماسٹر ہولی مین نے کہا "یوں تو یہودیوں کے بہت سے دشمن خود ہم ان سے پریشان رہتے ہیں لیکن مصلحتاً دشمنی نہیں ے۔ کھل کر دشمنی کرنے والے صرف مسلمان ہیں۔ کیا آپ کرتے ہیں؟"

اجلاس کے حاضرین نے تائید کی۔ سپر ماسٹر نے کہا "وہ ں مین ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تعلق رکھتا ہے اور فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔"

جان لبوڈا نے کہا "میں خیال خوانی کے ذریعے اس اطلاع والے کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوششیں کر چکا ہوں۔ وہ سانس روک لیتا ہے۔ اس ٹیم میں سب سے ڈنجرس مین فرہاد ہے۔ کیا فرہاد اسرائیل کی زمین پر اطلاع دے کر قدم رکھنے کی حماقت کرے گا؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اس سے پہلے فرہاد اپنی کئی ڈی اسرائیل پہنچا چکا ہے' ایک اور پہنچا دے گا۔ اگر اس ڈی کو مار ڈالا گیا تو فرہاد کا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

سپر ماسٹر ہولی مین نے کہا "فرہاد کی ڈی جہاں بھی روانہ کی گئی اس کی پہلے اطلاع نہیں دی گئی۔ کبھی یہ نہیں کہا گیا کہ کوئی خطرناک بلا آرہی ہے۔ اگر ہمارے اعلیٰ افسر کے خیال کے مطابق اسرائیل پہنچنے والی ڈی کو مار ڈالا گیا تو پھر وہ ڈنجرس مین تو نہ رہا' وہ تو کوئی چوہا ہو گا۔"

ایک نے پوچھا "سپر ماسٹر' تمہارا کیا خیال ہے؟"

وہ بولا "جب تک بات کی تہ کو نہ پہنچوں' کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ یہ ضرور کہوں گا کہ وہاں فرہاد نہیں جائے گا۔"

دوسرے نے کہا "تو پھر اس کے دو بیٹوں میں سے کوئی جائے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "آج تک فرہاد کی فیملی میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ قیامت ہے' طوفان ہے اور ڈنجرس مین ہے۔ نہیں وہ دعوے نہیں کرتے' جو کرنا ہوتا ہے کر گزرتے ہیں اس لئے فرہاد کا کوئی بیٹا بھی اسرائیل نہیں جائے گا۔"

"تو پھر؟"

"پھر کا جواب کل ہی ملے گا۔"

دوسرے دن تمام عہدیدار ٹیلی فون' ٹرانسمیٹر اور فیکس مشین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے لیکن اطلاع دینے والے نے دماغی رابطہ کیا اور کہا "میں تمہارے پاس ہوں۔"

ایک یہودی افسر نے اعلیٰ حکام اور افسران سے کہا "سر! وہ میرے اندر بول رہا ہے۔"

سب نے اسے توجہ سے دیکھا۔ اطلاع دینے والے نے افسر کی زبان سے کہا "ہاں میں خیال خوانی کی قوت سے بول رہا ہوں۔ وہ ڈنجرس مین آرہا ہے۔"

ایک نے سوال کیا "پیشگی اطلاع کا مطلب کیا ہے؟"

"مطلب یہی ہے جو پورا ہو رہا ہے۔ تمہارا سکون اور تمہاری نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔"

"گویا ہمیں دھمکیوں سے پریشان کیا جا رہا ہے؟"

"ایک گڈریا روز چیختا تھا' شیر آیا' شیر آیا۔ لوگوں نے اسے دھمکی یا شرارت سمجھ لیا۔ پھر ایک دن سچ مچ شیر آگیا اس لئے دھمکی محض دھمکی نہیں ہوتی۔ دھماکا بن جاتی ہے تو سوچنے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔"

"تم خواہ مخواہ خود کو پُراسرار بنا رہے ہو۔ ایک احمق بھی یہ

کہہ سکتا ہے کہ تم فرہاد ہو۔"

"بے شک، احمق یہی کہیں گے۔"

وہ جھینپ گیا، پھر بولا "چلو اچھا ہوا کہ فرہاد نہیں ہے۔ وہ ڈیفنس مین ہماری زمین پر قدم رکھتے ہی حرام موت مرے گا۔"

"اس کے قریب کوئی جائے گا تو وہ خود مرے گا اور اس کے قریب جانے کا مطلب ہی اپنی زندگی ہارنا ہے۔"

"تمہارا خیال ہے اسرائیل میں فوج، ہتھیار اور سیکیورٹی جیسی کوئی چیز نہیں ہے؟"

"ضرور ہے لیکن سب چیزیں بے اثر ہو جائیں گی۔ وہ آئے تو آزما لینا اور ہاں، وہ تنہا نہیں، اپنی شریکِ حیات کے ساتھ آرہا ہے۔"

"آخر بات کھل گئی نا؟ سونیا اور فرہاد آرہے ہیں۔"

"سوچ سوچ کر پاگل ہو جاؤ پھر بھی سمجھ نہیں پاؤ گے۔ ویسے خدا گواہ ہے فرہاد اور اس کی فیملی کا کوئی فرد یہاں قدم نہیں رکھے گا۔ میں جارہا ہوں۔"

"ایک منٹ، اتنا بتا دو وہ کب آرہا ہے؟"

"اس کا جواب کل ملے گا۔"

یہ پھر جھنجھلاہٹ میں مبتلا کرنے والی بات تھی۔ کئی دنوں سے سکون غارت کیا جارہا تھا کہ کوئی خطرناک شخص آرہا ہے، جب آنے والے کو اہمیت دی جانے لگی تو ایک دن میں ایک ہی سوال کا جواب دیا جانے لگا۔ دوسرے سوال کا جواب دوسرے دن پر ٹال دیا جاتا تھا اور یہ غصے اور بے بسی میں مبتلا کرنے والا انداز تھا۔

ایک گولڈن بریز نے کہا "دشمنوں کی چالوں سے کچھ سیکھا کرو۔ وہ گالیاں دے تو طیش میں نہ آؤ، وہ طیش دلائے تو برداشت کرو تب ہی تم ٹھنڈے دماغ سے ہر پہلو پر غور کرسکتے ہو۔"

دوسرے گولڈن بریز نے کہا "اہم سوال یہ ہے کہ وہ ہمارے ملک میں کیوں آرہا ہے؟ آنے والے کی دلچسپی ہمارے ملک سے کیا ہے؟"

"آنے والا چیلنج کے انداز میں آرہا ہے لہٰذا وہ دوست نہیں ہوگا مگر اسے ہم سے دشمنی کیا ہے؟"

"ہمارا خیال گھوم پھر کر فرہاد کی طرف جاتا ہے۔ اسے پاکستان میں ہماری تجارتی منافع خوری کا علم ہوگیا ہے۔ اس نے ہمارے سب سے بڑے ایجنٹ جان شیریاز کو مار ڈالا ہے۔ اب وہ اپنے کسی ڈیفنس مین کو یہاں پہنچائے گا اور اس کے ذریعے ہماری خارجہ و تجارتی پالیسی پر نظر رکھے گا اور معلوم کرتا رہے گا کہ اسرائیل کا کتنا صنعتی مال پاکستان میں فروخت ہونے کے لئے نام بدل کر جاتا ہے۔"

"وہ تو خیال خوانی کے ذریعے بھی ایسی معلومات حاصل کرسکتا ہے پھر ہمارا مال امریکا اور یورپ کے تاجروں کے ذریعے بھی جاتا ہے۔ فرہاد اپنے کسی ایجنٹ کو اسرائیل صرف اس مقصد کے لئے نہیں بھیجے گا۔"

"مقاصد کچھ بھی ہوں، دشمن نے آنے والے کو معمولی نہیں سمجھا ہے۔"

"وہ بھی آنے والا ایک نہیں، دو ہیں۔ اور وہ کمبخت یہاں ہنی مون منانے آرہے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے آچکے ہوں۔"

"جب اطلاعیہ آرہے ہیں تو چھپ کر نہیں آئیں گے۔"

"ہمیں آنے دو ہو سکتا ہے ہم کھودیں پہاڑ اور نکلے چوہا۔"

"ہاں اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کسی چیز کی بڑی دھوم دھام سے ہوتی ہے پھر پتا چلتا ہے کہ اونچی دکان اور پھیکا پکوان ہے۔"

"ہمارے اطمینان کے لئے یہ بہت ہے کہ فرہاد اور اس کی بیٹی نہیں آرہے ہیں۔"

دوسرے دن اطلاع دینے والے نے پھر رابطہ کیا اور کہا آرہے ہیں۔ اگلے دن ٹھیک بارہ بجے جب سورج سر پر ہو تمہارے سروں پر موجود ہوں گے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا "کیا تم یہ توقع کرتے ہو کہ وہ بلائے مہمانوں کا استقبال کریں گے؟"

"میں کئی دنوں سے اطلاع دے رہا ہوں، کسی طرح کی ظاہر نہیں کررہا ہوں۔ تمہاری عقل جو کہتی ہے وہ کرو۔"

"وہ کس ملک سے آرہے ہیں؟"

"افق کے اس پار سے۔"

"بین الاقوامی پرواز کے قوانین کے مطابق یہ پہلے سے کیا جاتا ہے کہ کسی بھی ملک کا طیارہ کتنے ممالک سے گزرے گا، روٹ لائن کے ہر ملک کو پیشگی اطلاع دی جاتی ہے۔"

"وہ بن بلائے مہمان آجائیں تو ان سے پوچھ لینا کہ بین الاقوامی قوانین کی پابندی انہوں نے کیوں نہیں کی؟"

"ہم اس طیارے کو فضا میں ہی مار گرا سکتے ہیں۔"

"ایسی غلطی نہ کرنا۔ اسرائیل کا نقشہ اس دنیا سے مٹ جائے گا۔"

اطلاع دینے والے نے رابطہ ختم کردیا۔ بین الاقوامی فضائی کے اداروں کے درمیان رابطے ہونے لگے۔ خلائی اسٹیشن کی جاسوسی کیمرے زمین کے ہر حصے سے پرواز کرنے والی چیزوں کی تصویریں اتارنے لگے۔ دوسرے دن صبح ساڑھے نو بجے کے قریب سیارے سے رپورٹ ملی کہ یونان کے جنوب مشرقی ساحل سے ایک طیارے نے پرواز کی ہے اور وہ افریقہ کے شمالی سمندروں پر سے گزرتا ہوا اسرائیل کی طرف آرہا ہے۔

پورے اسرائیل میں سنسنی پھیل گئی۔ ہنگامی حالات کا اعلان پہلے ہی کردیا گیا تھا۔ تل ابیب اور حیفہ میں شہریوں کو گھروں سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ پہلے سرکاری لوگ ان مہمانوں کو دیکھنا چاہتے تھے اور یہ توقع کررہے تھے کہ کوئی غیر متوقع بات بھی ہو سکتی ہے جس سے شہریوں کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔

ٹھیک بارہ بجے وہ طیارہ تل ابیب پہنچ گیا۔ ایئرپورٹ میں ہر

یک فوجی جوان اپنی گنوں کے ساتھ مستعد کھڑے ہوئے تھے۔ وہ ایک چھوٹے سائز کا طیارہ تھا۔ اس میں دس بارہ مسافر پرواز کرسکتے تھے۔ اس کی ساخت بتا رہی تھی کہ وہ کسی خاص کمپنی کا تیار کردہ نہیں ہے۔ سے چند لوگوں نے خفیہ طور سے کہیں تیار کیا ہے اور ری مضبوطی سے تیار کیا ہے۔

وہ ایک رن وے پر آکر ٹھہر گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد اس کا انجن ند ہوگیا۔ ہزاروں فوجیوں کی نظریں اس طیارے پر مرکوز تھیں وہ یک بند مٹھی کی طرح تھا۔ پتا نہیں اس کے اندر سے نکلنے والے لون ہوں گے۔ ویسے یہ اندیشہ تھا کہ پنڈورا بکس کھلنے والا ہے۔

پنڈورا بکس کی وضاحت ہو جائے تو بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے ب یہ ارضی دنیا آباد کی تو یہاں مسرتیں ہی مسرتیں تھیں۔ کوئی ہ درد کا مطلب سمجھتا ہی نہیں تھا، کسی کی آنکھ میں آنسو نہیں آتا ماہر طرف ہنستے مسکراتے انسانی چہرے تھے۔

ایک دن ایک شیطان صفت بوڑھے نے ایک ہنستی مسکراتی ی کو ایک خوب صورت سی صندوقچی لاکر دی اور اس سے کہا اسے اپنے پاس رکھو لیکن اسے کبھی نہ کھولنا۔"

وہ بوڑھا صندوقچی دے کر چلا گیا۔ لوگ اس لڑکی کے ہاں سے دیکھنے آتے تھے اور کہتے تھے۔ جو صندوقچی باہر سے اتنی خوب ورت ہے وہ اندر سے نہ جانے کتنی خوب صورت ہوگی۔

یہ انسان کی فطرت ہے اس سے کوئی چیز چھپاؤ تو وہ اسے دیکھنے لئے بے چین ہو جاتا ہے۔ ہزار منع کرنے کے باوجود وہ اسے ہ کرہی دم لیتا ہے۔ اس لڑکی نے وہ صندوقچی کھول دی۔ اس کے لتے ہی چیخوں، آہوں اور کراہوں کی آوازیں اندر سے ابھرتی ی نکلیں اور ہنستی بستی دنیا میں دکھوں اور بیماریوں کا آغاز ہوگیا۔

وہ صندوقچی پنڈورا بکس کے نام سے مشہور ہے اور یہ محض ب بچکانہ قصہ نہیں، درسِ عبرت ہے کہ انسان خود اپنی نادانی یا کم لی سے مصیبتوں کو دعوت دیتا ہے۔ ہم نے اسرائیلی حکام کو بارہا، بھایا، ہم سے تھیٹر چھاڑ نہ کرو، پنڈورا بکس نہ کھولو لیکن انہوں نے راس بکس کو اپنے ایئرپورٹ پر بلوا ہی لیا۔

اب اس پنڈورا بکس کو تو کھلنا ہی تھا، اس کے اندر سے دکھوں مصیبتوں کا طوفان نکلنا ہی تھا لیکن اس طیارے کا کوئی دروازہ ں تھا۔ پہلے تو سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ وہ کدھر سے کھلے گا اور برس میں کہاں سے نمودار ہوگا۔ پھر سب چونک گئے، وہ طیارہ لرز تھا جیسے متعدد شیر پنجرے کو ٹکریں مار کر لرزا رہا ہو۔ ایک منٹ اندر ہی طیارے کی چھت زوردار آواز سے الگ ہو کر اوپر اٹھ ا۔ اس فولادی چھت کو دونوں ہاتھوں سے اٹھانے والا جبرائل انٹ تھا۔ وہ پہاڑ جیسا قد آور شخص انسان کم اور روبوٹ زیادہ رہا تھا۔ اس نے سالم چھت کو اٹھا کر دور پھینک دیا۔ فوجی ن دوڑتے ہوئے دور چلے گئے اور اپنی گنوں کے ساتھ نئی یشن سنبھالنے لگے۔ ان کے سینئر افسران انہیں کسی وقت بھی فائرنگ کا حکم دے سکتے تھے۔

چھت کے کھلتے ہی سوسانہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی وہ بھی قد اور جسامت میں جبرائل گرانٹ کے برابر تھی۔ دیکھنے والوں کو سمجھانے کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ روبوٹ کی شریکِ حیات شی روبوٹ ہے اور غیر معمولی طاقت میں جبرائل سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اس نے ایک زوردار بروک لگا کر طیارے کی دیوار کو لات ماری۔ فولادی دیوار لرزتی ہوئی ایک طرف جھکنے لگی، پھر سوسانہ کی دوسری کک پر وہ دیوار ٹوٹ کر رن وے کے فرش پر آگئی۔

کسی چشمِ حیرت نے یہ تماشا کبھی دیکھا نہ ہوگا جو دکھائی دے رہا تھا۔ اس تماشے کو قصہ کہانی بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کیونکہ موجودہ سائنسی دور میں فولادی روبوٹ ایسی حیرت انگیز تخریبی کارروائیاں پیش کرچکے ہیں۔ سوسانہ اور جبرائل بھی ایسے ہی سائنسی تجربات سے گزارے گئے تھے۔ فولادی روبوٹ بنانے والوں نے یہ نیا تجربہ کیا تھا کہ غیر معمولی قد آور انسانوں کے اندر اگر فولادی ہڈیاں بنائی جائیں اور اوپر سے گوشت پوست کا ہی جسم رہے تو یہ آدھے انسان اور آدھے روبوٹ کیسے نتائج پیش کریں گے؟

بڑی تلاش کے بعد سوسانہ اور جبرائل گرانٹ کا جوڑا ایسے تجربات کے لئے ملا تھا۔ وہ یوں بھی قدرتی طور پر نہایت ہی شہ زور تھے۔ امریکا کی ایک انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں ان پر کئی طرح کے تجربات کئے گئے۔ جیسے جیسے کامیابیاں حاصل ہوتی گئیں، مزید نئے تجربات بھی ہوتے رہے۔ اس داستان میں ان دونوں کا تفصیلی ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ آئندہ بھی واقعات کے تسلسل کے ساتھ ان کے ماضی کی اہم باتیں پیش ہوتی رہیں گی۔

میری فیملی کو نیست و نابود کردینے کے لئے سوسانہ اور جبرائل گرانٹ کو پیرس بھیجا گیا تھا۔ یہ دشمنوں کی بدبختی تھی کہ سوسانہ حسنِ اتفاق سے پارس کے چکر میں آگئی اور پارس نے اسے اپنی آپا جان بنالیا تھا۔ پھر یہ رشتے داری اتنی گہری اور مضبوط ہوگئی کہ پارس کے مشورے کو وہ تسلیم کرکے روپوش ہوگئے۔ دونوں کو بڑی رازداری سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا گیا۔ پھر کسی دوست دشمن نے نہیں دیکھا کہ وہ کہاں ہیں اور انہیں کیسی ٹریننگ دی جارہی ہے۔

امریکی سائنس دانوں کے لئے یہ چونکا دینے والی خبر تھی کہ ان کے تجربات کا پنجوڑا انسانی روبوٹ سوسانہ اور جبرائل زندہ ہیں اور برسوں بعد اسرائیل میں نمودار ہوئے ہیں۔

تل ابیب کے ایئرپورٹ پر کئی مقامات پر ٹی وی کیمرے نصب تھے۔ ایئرپورٹ پر جو کچھ ہو رہا تھا اسے سیٹلائٹ کے ذریعے امریکا میں بھی دیکھا جارہا تھا پھر تمام ممالک کے اخباری رپورٹرز اور فوٹو گرافر وہاں موجود تھے۔ پہلے کہا جارہا تھا کہ وہ دونوں یونان یا آس پاس کے کسی ملک سے آئے ہیں۔ اب امریکا پر الزام عائد کیا جارہا تھا۔ ماضی میں سب جانتے تھے کہ دونوں انسانی روبوٹ امریکا کی

ایجاد ہیں۔

سپر سانک ہولی مین اسرائیلی حکام کو یقین دلا رہا تھا کہ پارس نے سوسانہ اور جبرائیل کو اغوا کیا تھا اس سلسلے میں پھر کسی وقت بحث ہو سکتی ہے' فی الحال ان دونوں کو نقصان پہنچانے کی نادانی نہ کی جائے۔ ان پر بندوق کی گولیاں بھی اثر نہیں کرتی ہیں۔

وہ دونوں طیارے پر سے چھلانگیں لگا کر رن وے کے فرش پر آگئے تھے اور شانہ بہ شانہ چلتے ہوئے ائرپورٹ کی عمارت کی سمت بڑھ رہے تھے۔ افسران کے حکم سے فوجی جوان پیچھے ہٹ کر انہیں گزرنے کا راستہ دے رہے تھے۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے کہا جا رہا تھا "مسٹر گرانٹ اور مسز سوسانہ گرانٹ! تم بن بلائے مہمان ہو۔ ہمارے ملک میں تمہاری آمد غیر قانونی ہے اس کے باوجود ہم امن و امان بحال رکھنے کے لئے تمہیں دی آئی پی لاؤنج تک محدود رہنے کی اجازت دیتے ہیں۔ شہریوں کی جان و مال کی حفاظت تم پر بھی لازم ہے لہٰذا ہمارے احکامات کی تعمیل کرو۔"

وہ دونوں چلتے چلتے رک گئے پھر جبرائیل گرانٹ نے منہ اٹھا کر بولنا شروع کیا تو اس کی آواز اسپیکر کے بغیر دور تک گونجنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا "ہمیں روبوٹ ضرور بنایا گیا ہے لیکن ہم انسان ہیں انسانوں کی عزت کرتے ہیں۔ ہم یہاں کے ہر شہری کی جان و مال کی حفاظت اس وقت تک کریں گے جب تک ہمارے اپنے لئے کوئی خطرہ پیدا نہیں ہوگا۔"

سوسانہ نے بلند آواز سے کہا "تمہارے بیان کے مطابق یہاں ہماری آمد غیر قانونی ہے' جب ہماری آمد غیر قانونی ہے تو تمہارے احکامات کی تعمیل ہم پر لازم نہیں رہی۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی پھر خلا میں تکتے ہوئے بولی "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔"

جبرائیل نے کہا "میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں اور یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے دماغ حساس بنائے گئے ہیں اور ہم نے پندرہ منٹ تک سانس روکنے میں مہارت حاصل کر لی ہے۔"

سوسانہ نے کہا "ہمیں افسوس ہے کہ ہم تمہارے حکم کے مطابق یہاں دی آئی پی لاؤنج تک محدود نہیں رہیں گے۔ یہ ہمارے کھانے اور پھر کچھ دیر آرام کرنے کا وقت ہے لہٰذا ہم فائیو اسٹار ہوٹل جا رہے ہیں۔"

وہ عمارت کے اندر سے گزرتے ہوئے ائرپورٹ کے احاطے سے باہر آئے۔ دور تک کوئی شہری نظر نہیں آ رہا تھا۔ صرف مسلح فوجی اور ان کی گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ جبرائیل نے ایک افسر سے کہا "یہ ٹرک خالی کرو اور ہمیں ہوٹل پہنچاؤ۔"

افسر نے وائرلیس کے ذریعے بات کی۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "انہیں ہوٹل پہنچاؤ' ابھی ان کے متعلق کچھ اہم فیصلے ہو رہے ہیں۔"

تمام اعلیٰ عہدیداران اور اعلیٰ فوجی افسران ایک بڑے ہال میں موجود تھے ان کے سامنے اور دائیں بائیں رکھے ہوئے ٹی وی اسکرین پر گولڈن برنیز نظر آ رہے تھے اس کے علاوہ ہال میں اوپر بھی بے شمار ٹی وی تھے جن کی اسکرین پر سوسانہ اور جبرائیل وقتاً فوقتاً دکھائی دیتے تھے۔

ایک گولڈن برین نے کہا "جو طیارے کی چھت اور دیوار توڑ سکتے ہیں وہ ہمارے فوجیوں کو گاڑیوں سمیت اٹھا کر پھینک سکتے ہیں گولیاں ان پر اثر نہیں کریں گی لہٰذا جب تک ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچے انہیں اپنی من مانی کرنے دو۔"

ایک حاکم نے کہا "لیکن یہ ہمارے ملک کی اور ہمارے قوانین کی کھلی توہین ہے۔ یہاں ہونے والے تماشے ساری دنیا دیکھ رہی ہے۔"

گولڈن برین نے کہا "دنیا ہمارا صبر اور امن پسندی بھی دیکھ رہی ہے۔ ہماری توہین نہیں ہو رہی ہے' آپ یہ بات دماغ سے نکال دیں۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "ماضی میں یہ دیکھا گیا ہے کہ تیزاب کے ذریعے دونوں انسانی روبوٹ کا گوشت اور پوست گل جاتا ہے' ان سے نجات کا آخری طریقہ یہی ہوگا۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "یہ نہ بھولو کہ دونوں کو برسوں روپوش رکھ کر طرح طرح کی ٹریننگ دی گئی ہے' ان کے دماغوں کو حساس بنایا گیا ہے۔ پہلے ایسا نہیں تھا' اب وہ پندرہ منٹ تک سانس روک لیتے ہیں' جب ان کی حفاظت کے ایسے انتظامات کئے گئے ہیں تو کیا انہیں تیزاب کا کوئی توڑ نہیں سکھایا گیا ہوگا۔"

تیسرے گولڈن برین نے کہا "ان پر تیزاب ضرور آزمایا جائے گا لیکن آزمانے کا طریقہ ایسا ہوگا کہ ہم پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ ابھی ہم صبر کریں گے' ان سے مذاکرات کے لئے اپنے رویے میں لچک پیدا کرتے رہیں گے۔"

"ان سے مذاکرات کیا ہوں گے؟"

ایک اور گولڈن برین نے کہا "ہم نے کمپیوٹر ڈسک میں چند اہم سوالات فیڈ کئے ہیں۔ آپ لوگ ان سوالات کے مطابق ان سے مذاکرات کریں۔"

دوسرے ٹی وی اسکرین پر سوسانہ اور جبرائیل نظر آ رہے تھے وہ ہوٹل کے کچن میں تھے اور کھانے کی جو چیز ہاتھ لگ رہی تھی اسے کھاتے جا رہے تھے وہاں کے ملازمین خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔ فوجی افسر نے منیجر سے کہہ دیا تھا کہ وہ دونوں جس کمرے میں رہنا پسند کریں اس کا دروازہ ان کے لئے کھول دیا جائے۔ یہ کچھ پاگل اور خطرناک لگ رہے ہیں لیکن نارمل ہیں' ہوٹل کے مسافروں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

فوجی افسر کو پیغام ملا کہ وہ دونوں کو مذاکرات کے لئے آمادہ کرے اور انہیں آڈیٹوریم میں لے آئے۔ افسر نے ان سے درخواست کی۔ جبرائیل نے کہا "سوری' ہم کھانے کے بعد آرام کرتے ہیں۔ دو گھنٹے بعد ہی کسی سے مل سکیں گے۔"

سوسانہ نے کہا "ملاقات کی بھی ایک شرط ہے جب ہم دو گھنٹے بعد ہوٹل سے نکلیں تو شہری رونق بحال ہو جائے' دکانیں کھل جائیں' ٹریفک جاری رہے اور لوگ آزادی سے گھومتے پھرتے نظر آئیں۔ ہم انسانوں کے شہر میں آئے ہیں اور تم لوگوں نے اس شہر کو قبرستان کی طرح ویران کر دیا ہے۔"

افسر نے یہ شرط اپنے اوپر والوں تک پہنچا دی۔ ادھر ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی رائما آ رہی تھی۔ یہودی اکابرین ائرپورٹ پر اس کا استقبال کرنے آئے تھے۔ یہ ان کے لئے دنیا کی ہر خوشی سے بڑھ کر خوشی کا موقع تھا کہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ایک اور کا اضافہ ہو رہا تھا اور یہ حساب کر کے وہ خوش ہو رہے تھے کہ رائما کی فیملی میں چھ خیال خوانی کرنے والے ہیں' اب ان کے پاس بھی چھ عدد ہو گئے ہیں۔

خوشیاں بھی تھیں اور پریشانیاں بھی۔ ایسے موقع پر سوسانہ اور جبرائیل مصیبت بن کر آ چکے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ رائما کی آمد پر شہر ویران رہے گا تو وہ ناگواری محسوس کرے گی۔ شبہ بھی کر سکتی ہے کہ اس کی آمد پر کسی کو دلی خوشی نہیں ہوئی ہے پھر سوسانہ اور جبرائیل کے رویے سے یقین ہو گیا کہ شہر کا امن و امان قائم رہے گا لہٰذا انہوں نے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے پابندیاں ختم کر دیں اور حکم دیا کہ تمام دکانیں کھولی جائیں تاکہ شہر کی رونق لوٹ آئے۔

رائما کی آمد سے پہلے انہوں نے اپنے پانچوں خیال خوانی کرنے والوں کو ان کی رہائش گاہوں تک محدود کر دیا تھا تاکہ کسی سے رائما کا سامنا نہ ہو۔ گولڈن برنیز نے یہ طے کیا تھا کہ اسرائیلی خیال خوانی کرنے والوں کو ایک دوسرے سے نہیں ملنا چاہئے۔ دشمن ان کی ملاقات سے فائدہ اٹھا کر انہیں ایک ساتھ ٹریپ کر سکتے ہیں۔

سوسانہ اور جبرائیل کی آمد کے باعث پانچوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیل کے مختلف شہروں میں رہائش کے لئے چلے گئے تھے۔ صرف رائما تل ابیب پہنچی تھی اس کے ساتھ ایڈی فشر (علی تیمور) تھا۔ سوسانہ اور جبرائیل نے آ کر تو صرف طیارے کی چھت توڑائی تھی' یہودی اکابرین کو یہ معلوم ہو جاتا کہ سرزمین اسرائیل پر جس نے قدم رکھا ہے تو ان کے پیروں تلے سے زمین نکل جاتی۔

ہم باقاعدہ پلاننگ سے کام کر رہے تھے لیکن ہماری پلاننگ میں یہ شامل نہیں تھا کہ علی تیمور اسرائیل جائے گا۔ ہم تو علی کے خالق جانتے بھی نہیں تھے کہ وہ کہاں ہے؟ بس اس کی زندگی اور گمنامی کا یقین تھا۔ اس کے بھٹکتے رہنے اور اسرائیل پہنچنے کا علم کسی کو نہیں تھا۔ یہ سراسر قدرت کا کھیل تھا۔

انہوں نے کوشش کی تھی کہ رائما کو ائرپورٹ سے سرکاری ہوٹل تک لانے کے لئے صرف ایسے عہدیدار جائیں جو یہودی کے ماہر ہوں تاکہ ہم کسی کو آلۂ کار بنا کر رائما یا ایڈی فشر تک نہ پہنچیں۔ ان میں ایک خیال خوانی کرنے والا علی تیمور کے دماغ میں چھپا ہوا تھا اور اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ رائما کے بیان کے مطابق اس کے چور خیالات سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ایڈی فشر ہے نسلاً یہودی ہے اور اپنی یادداشت کھو چکا ہے۔

خیالات پڑھنے والے نے علی کے دماغ میں سوال پیدا کیا کہ وہ اپنی پچھلی زندگی بھول چکا ہے تو اسے اپنا نام اور مذہب کیسے یاد ہے؟

علی کے دماغ سے جواب ملا "رائما اسے شادی سے پہلے جانتی تھی۔ شادی کے بعد ایک حادثے میں اس کی یادداشت گم ہو گئی ہے۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن نے ایڈی فشر کے متعلق یہ تمام باتیں گولڈن برنیز کو بتائیں۔ ایک گولڈن برین نے کہا "رائما ہماری پناہ میں آئی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہماری وفادار بن کر رہے گی۔"

دوسرے نے کہا "بے شک' جب وہ اپنے وطن میں اپنے حکام کی پابندیاں برداشت نہ کر سکی تو ہماری پابندیاں بھی اسے گوارا نہیں ہوں گی اور پتا نہیں یہ ایڈی فشر حقیقتاً کون ہے جسے اپنا یہودی شوہر بنا کر لائی ہے۔"

تیسرے گولڈن برین نے کہا "حقیقت چھپ نہیں سکے گی۔ جے مورگن' تم آج رات رائما کو دماغی کمزوری میں مبتلا کر دو۔ اس کے چور خیالات پڑھو۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

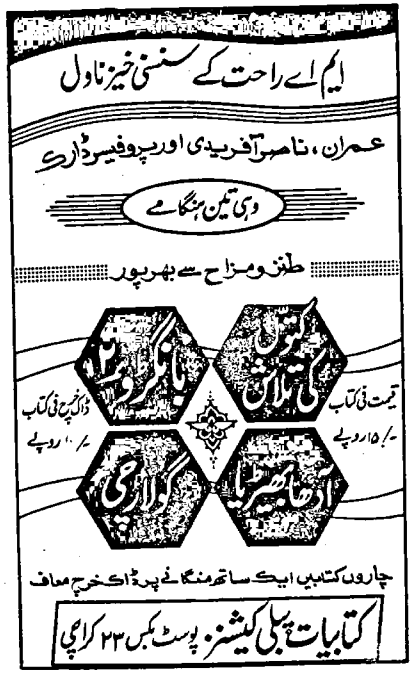

جے مورگن نے کہا "جی ہاں' رائما کے چور خیالات پڑھنے کا موقع ملا تو وہ اپنے ساتھی ایڈی فشر کی حقیقت بھی اگل دے گی۔"

سلطانہ اور سلمان خیال خوانی کے ذریعے سوسانہ اور جبرائیل کے پاس موجود رہتے تھے۔ ان دونوں کے ساتھ جو فوجی افسر گائیڈ کے طور پر رہتا تھا' سلمان نے اس کے خیالات سے معلوم کیا کہ آج رائما نامی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی آئی ہے اور اس کے ساتھ اس کا شوہر ایڈی فشر بھی ہے۔

سلمان نے بہت کوششیں کیں کہ کسی طرح ایسے عہدیدار کے پاس پہنچے جو رائما کے قریب تر ہو لیکن پتا چلا اس نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے آس پاس یوگا کے ماہر عہدیدار موجود ہیں! اس نے سونیا کے پاس آکر تمام روداد سنائی۔ سونیا نے سننے کے بعد کہا "اب وہ لوگ بہت محتاط ہو گئے ہیں۔ تم لوگوں کو اپنے نئے اور پرانے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچنے نہیں دیں گے۔"

"جی ہاں' اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی رائما بھی حساس دماغ رکھتی ہوگی اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوگی۔"

"ہاں وہ ایسا کرتی ہوگی لیکن اس کا ساتھی ایڈی فشر شاید یوگا کا ماہر نہ ہو اور ایک بات یاد رکھو' یہ یہودی اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ رائما پر بھی بھروسا نہیں کریں گے' دھوکے سے اس کا بریں واش کرکے اسے اپنے ملک و قوم کی وفادار بنائیں گے۔ اس وقت تم میں سے کوئی رائما کے پاس رہے تو بازی پلٹ جائے گی۔ رائما ہماری آلۂ کار بن جائے گی۔"

"اس مقصد کے لئے ہمیں ایڈی فشر کے دماغ میں ضرور پہنچنا چاہئے' میں پھر کوشش کرتا ہوں۔"

جو جو نے سونیا کے پاس آکر کہا "مما! میں نے رائما اور ایڈی فشر کی باتیں سمجھ لی ہیں۔ میں فشر تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہوں۔ انکل ثانی کے دماغ میں میری ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے اور آپ کی شروع ہو چکی ہے۔"

ہمارے چار خیال خوانی کرنے والے چھ چھ گھنٹوں کے لئے ثانی کے دماغ میں موجود رہتے تھے اور وہ جان لمبوڈا کے زیر سایہ ایک ٹریننگ سینٹر میں پہنچ گئی تھی۔ سپر ماسٹر ہولی مین دغیرہ نے فیصلہ کیا تھا کہ آئندہ سلوانا جوزف (سونیا ثانی) کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔

یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ دوسری ٹرانسفارمر مشین کہیں موجود ہے یا نئی تیار کی جا رہی ہے۔ یہ اندیشہ تھا کہ ثانی پر تنویمی عمل کرکے اس کا برین واش کیا جا سکتا ہے اور ایسا کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے اس لئے ہمارے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے باری باری چھ گھنٹوں کے لئے اس کے دماغ میں آتے جاتے رہتے تھے۔

سلمان نے جو جو کو اس فوجی افسر کے دماغ میں پہنچا دیا جو سوسانہ اور جبرائیل کا گائیڈ بنا ہوا تھا۔ یہ باری باری ان دونوں کے اندر موجود تھی اور وہ دونوں اس آڈیٹوریم میں موجود تھے جہاں چند اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران ان سے مذاکرات کے لئے آ رہے تھے۔ سوسانہ اور جبرائیل آڈیٹوریم کے درمیان اسٹیج پر تھے وہ اٹھ بہت آہستہ آہستہ گول گھومتا تھا اور چاروں طرف آڈیٹوریم میں بیٹھنے والے اس گردش کے باعث اسٹیج پر بیٹھنے والوں کو واضح طور دیکھتے رہتے تھے۔

ایک اعلیٰ افسر نے اپنے ڈیسک پر رکھے ہوئے مائیک کے ذریعے کہا "مسز سوسانہ گرانٹ اور مسٹر جبرائیل گرانٹ! ہم تمہاری لائف ہسٹری جانتے ہیں۔ تم دونوں امریکی سائنس دانوں کی پیداوار ہو جب تمہیں منظرِ عام پر لایا گیا تو دنیا تمہارے ڈبل ڈوا اور روبوٹ جیسی غیر معمولی شہ زوری دیکھ کر حیران رہ گئی۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم دونوں اچانک ہی کہاں روپوش ہو تھے؟ اور اچانک ظاہر ہو کر ہمارے ملک میں کیوں آئے ہو؟"

پہلے دونوں خاموش رہے پھر جبرائیل نے کہا "سوسانہ! یہ سے پوچھ رہے ہیں۔"

سوسانہ بولی "نہیں' یہ تم سے سوال کر رہے ہیں۔"

"میں کہتا ہوں تم سے سوال کر رہے ہیں۔"

"اور میں کہتی ہوں تم سے پوچھ رہے ہیں۔"

وہاں بیٹھے ہوئے تمام لوگ بھی سوسانہ اور کبھی جبرائیل دیکھ رہے تھے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے اپنے ڈیسک پر رکھے ہوئے مائیک کے ذریعے کہا "ہم نے یہ سوال تم دونوں سے کیا ہے جبرائیل' تم ہی جواب دے دو۔"

وہ بولا "آپ کا پہلا سوال ہے کہ ہم کہاں روپوش ہو گئے تھے؟ اگر میں بتاؤں کہاں روپوش تھے تو روپوشی کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ کوئی چھپنے والا کبھی یہ نہیں بتاتا کہ چھپنے کی جگہ کون سی تھی اور چھپنے کی وجہ کیا تھی؟"

سوسانہ بولی "دوسرا سوال ہے ہم اس ملک میں کیوں آئے ہیں؟ اس لئے کہ بیت المقدس یہودیوں' عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے یکساں مذہبی اہمیت کا حامل ہے ہم اپنے ایمان اور عقیدت کے باعث یہاں قیام کرنے آئے ہیں۔"

"لیکن تمہیں باقاعدہ پاسپورٹ حاصل کرکے آنا چاہئے تھا۔"

"کیا تم نے مسلمانوں سے یہ ملک چھیننے کے لئے پاسپورٹ حاصل کیا تھا؟"

ایک حاکم نے کہا "مسلمانوں اور عیسائیوں سے پہلے یہاں یہودی مذہب آیا۔ یہاں کی زمین پر صدیوں سے ہمارا حق ہے۔"

جبرائیل نے کہا "عیسائیت آئی تو یہاں یہودیت کمزور پڑ گئی؟ اسلام آیا تو عیسائیت کمزور پڑ گئی' آخر کار امریکا سپر پاور بن گیا تو اس نے عربوں سے یہ زمین چھین کر تمہیں دے دی۔ انسانی اور قوم تاریخ کیا ہے' طاقت کا کھیل ہے۔ جس شہ زور نے جہاں قدم جما وہاں سے کوئی کمزور اسے ہٹا نہ سکا۔"

سوسانہ بولی "میں نے اور جبرائیل نے بھی شہ زوری سے یہاں قدم جمایا ہے۔ تمہاری پشت پر سپر پاور ہے۔ اگر تم شہ زور ہو تو ہمیں ختم کر دو' اگر کمزور ہو تو ہمیں اسی طرح برداشت کرو جیسے فلسطینی مسلمان تمہیں برداشت کر رہے ہیں۔"

"گویا تم چیلنج کر رہی ہو؟"

"ہمارا یہاں آنا ہی ایک چیلنج ہے۔ ویسے کیوں سمجھتے ہو؟"

ایک نے کہا "ہم جانتے ہیں تم دونوں ناقابلِ شکست ہو۔ تمہارے جسموں کی توڑ پھوڑ نہیں کی جا سکتی۔ تم پر بندوق کی گولیاں اثر نہیں کرتیں لیکن تیزاب سے تمہاری کھال اور گوشت کو گلایا جا سکتا ہے۔ کیا تم ایسا وقت آنے دو گے؟"

"کوئی ایسا ویسا وقت نہیں آتا' وقت خود آتا ہے اور خود گزرتا ہے۔ آنے والا کوئی وقت بتائے گا کہ تیزاب سے ہمارا کچھ بگڑتا ہے یا نہیں۔ ویسے ہمارے جسم کے کسی ایک حصے کو نقصان پہنچے گا تو تمہاری ایک بستی تباہ ہوگی۔ اگر ہمارے پورے جسم کو نقصان پہنچے گا تو تمہارا پورا ملک کھنڈر بن جائے گا' جب بھی آزمانے کا حوصلہ ہو' ہمیں آزما لینا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم دونوں جبراً یہاں آئے ہو ہمارے لئے ایک بوجھ' ایک مسئلہ ہو اس کے باوجود ہم تمہارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ ہمارے درمیان ایسا سمجھوتا ہونا چاہئے جس سے دوستانہ ماحول ہمیشہ قائم رہے۔"

ایک حاکم نے کہا "یا تمہاری کچھ شرائط ہوں جنہیں ہم تسلیم کر لیں تو تم دونوں یہ ملک چھوڑ کر جانے پر راضی ہو جاؤ۔"

سوسانہ نے کہا "ابھی تو ہم رہنے آئے ہیں اس لئے جانے کی بات نہ کرو۔ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ جب تک ہم محفوظ رہیں گے تب تک یہاں کسی فرد کو ہماری طرف سے نقصان نہیں پہنچے گا اور تمہاری خواہش کے مطابق دوستانہ ماحول قائم رہے گا۔"

"ہم چاہتے ہیں کہ تم دونوں ہمارے ملکی معاملات میں کبھی مداخلت نہ کرو۔"

جبرائیل نے پوچھا "کیا تم دوسرے ملکوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے ہو؟"

"ہم سیاسی حالات کی بنا پر ایسا کرتے ہیں۔"

"ہم بھی سیاسی حالات سے مجبور ہو کر ایسا کریں گے۔"

"تم دونوں کو کس ملک کے سیاسی حالات سے دلچسپی ہے؟"

"فی الحال پاکستان سے ہے۔"

سب نے جیسے گہری سانس لی۔ ایک نے کہا "بات صاف ہو گئی' فرہاد نے تم دونوں کو ہم پر مسلط کیا ہے۔"

جبرائیل نے پوچھا "یہ بات کیسے سمجھ میں آئی؟"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "فرہاد کو شکایت ہے کہ پاکستان میں ہماری خفیہ تنظیم سرگرمِ عمل ہے۔"

سوسانہ نے پوچھا "کیا یہ شکایت بے جا ہے؟"

"پہلے شکایت بجا تھی اب بے جا ہے۔ جب سے فرہاد نے پاکستان میں رہائش اختیار کی ہے۔ ہماری تنظیم کے تمام لوگ وہاں سے نکل آئے ہیں اب وہاں ہماری کوئی سرگرمی نہیں رہی ہے۔"

جبرائیل نے کہا "اگر یہ سچ ہے تو پھر اطمینان رکھو' ہم سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن یورپ اور امریکا میں تمہاری تیار کردہ مصنوعات میں سے کوئی بھی مال نام بدل کر یا لیبل بدل کر پاکستان جائے گا تو ہم یہاں تمہاری صنعتوں کو تباہ کریں گے۔ مثلاً ایبب' حیفہ اور نئے یروشلم کی ملوں اور فیکٹریوں کی کوئی مشین سلامت نہیں رہے گی۔"

تھوڑی دیر کے لئے بالکل ہی خاموشی چھا گئی پھر ایک نے کہا۔ "میرا تعلق اسرائیل کے محکمۂ خارجہ سے ہے' میں وعدہ کرتا ہوں بالواسطہ یا بلاواسطہ ہمارا کوئی تجارتی تعلق پاکستان سے نہیں رہے گا۔"

جبرائیل نے کہا "یورپ اور امریکا کا کوئی بھی صنعت کار جو یہودیوں سے کسی طرح کا تعلق رکھتا ہے اس کا مال بھی پاکستان سے نہیں جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' وہ تمام صنعت کار یا تو ہم یہودیوں سے تعلق ختم کریں گے یا پھر پاکستان میں اپنی مِنی صنعتیں قائم نہیں کریں گے لیکن انہوں نے ہمیں دھوکا دے کر ہمارا مال وہاں فروخت کرنا چاہا تو ہم کیا کر سکیں گے؟"

سوسانہ نے کہا "دھوکا دینے والوں سے فرہاد علی تیمور پاکستان میں خود نمٹ لے گا۔ اس کے پاس جھٹ اور قریب لو سمجھنے کے بہت سے ذرائع ہیں۔"

"اس کے پاس بہت سے ذرائع ہیں پھر تم دونوں کا یہاں رہنا کیا ضروری ہے؟"

سوسانہ نے کہا "ہم صرف اس لئے ہیں کہ تم موت کو یاد کرتے رہو' یوں سمجھو میں سونیا ہوں۔"

جبرائیل نے کہا "اور میں فرہاد ہوں ہمیں دیکھتے رہو گے تو غلطیوں سے پرہیز کرتے رہو گے۔ پڑھنے والوں کے سامنے استاد موجود نہ ہو مگر اس کا ڈنڈا رکھا ہو تو وہ پڑھنے والے سہم کر شرارتیں نہیں کرتے' اپنا سبق پڑھتے رہتے ہیں۔"

جو جو یہ باتیں سن رہی تھی اور اعلیٰ عہدیداروں کی بے بسی دیکھ رہی تھی۔ وہ سب حاکم بن کر بول رہے تھے مگر ان دونوں کو کسی طرح محکوم نہیں بنا سکتے تھے وہ سچ مچ استاد کے ڈنڈے کی طرح ان کے سامنے تھے۔

جو جو خاموشی سے خیال خوانی کرتی رہی تھی' وہ پانچ عہدیداروں کے دماغوں میں پہنچ چکی تھی' باقی سات عہدیداروں نے اس کی آمد پر سانسیں روک لی تھیں۔ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ سوسانہ اور جبرائیل کے پاس جو ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود رہتے ہیں' وہ ان کے دماغوں میں بھی آنے کی کوشش کریں گے۔ ان میں سے دو چار نے جبرائیل سے کہا "تمہارے خیال خوانی کرنے والے ہمارے اندر آنا چاہتے ہیں لیکن ہم نے اپنے دماغوں کو فولادی قلعہ

بنالیا ہے اب یہاں کوئی داخل نہیں ہوسکے گا۔"

ایسے دعوے کے باوجود جوجو نے ایک اعلیٰ حاکم کے خیالات پڑھ کر معلوم کرلیا کہ رائنا نامی ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی اپنے شوہر کے ساتھ آئی ہے اور اب مملکتِ اسرائیل میں ٹیلی پیتھی کا علم رکھنے والے چھ عدد ہوگئے ہیں۔

جوجو نے میرے پاس آکر یہ رپورٹ دی پھر کہا "پاپا! ہم سب ثانی کے دماغ میں رہنے کے لئے باری باری چھ گھنٹے کے لئے جاتے ہیں جب میں ثانی کے پاس تھی تو اس کے ذریعے دوسرے فوجیوں کے دماغوں میں جاتی رہی۔ ایک افسر کے خیالات سے پتا چلا کہ ان کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کہیں گم ہوگئی ہے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کی ڈیوٹی ان سراغرسانوں کے ساتھ تھی جو کنگ فرنانڈو پر کڑی نظر رکھتے تھے۔"

یہ باتیں سن کر میں سوچ میں پڑگیا لیلیٰ اور سلطانہ نے بتایا تھا کہ علی تیمور کی شخصیت بدل کر اسے جان کارلو بنا کر ایک انجینئر کی حیثیت سے کنگ فرنانڈو کے ایک پروجیکٹ میں بھیجا گیا ہے۔ میں نے جوجو سے کہا "بیٹی! پہلے اس افسر کے خیالات سے معلوم کرو کہ ان کی ٹیلی پیتھی جاننے والی کس دن اور کس تاریخ کو گم ہوئی ہے۔"

جوجو چلی گئی۔ میں نے سلطانہ کے پاس آکر پوچھا "علی جان کارلو کی حیثیت سے پروجیکٹ میں کام کررہا تھا وہ کس دن اور کس تاریخ کو لاپتا ہوا تھا؟"

سلطانہ نے دن اور تاریخ بتائی۔ ادھر سے جوجو نے آکر وہی دن اور وہی تاریخ بتاتے ہوئے کہا "یہ رائنا اسی دن سے غائب ہے۔"

بات سمجھ میں آنے لگی۔ رائنا اپنے سراغرسانوں کے ذریعے کنگ فرنانڈو کے پروجیکٹ میں گئی ہوگی۔ وہاں علی سے سامنا ہوا ہوگا۔ اس نے جان لبھوڈا وغیرہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے تنویمی عمل کے ذریعے جان کارلو (علی) کی شخصیت بدل دی ہوگی۔ اسی لئے اب تک نہ ہم جان سکے تھے، نہ ہمارے دشمن کہ ایڈی نفر کے پیچھے رائنا نے علی کو چھپا دیا ہے۔

میں نے جوجو سے کہا "سونیا، سلمان، سلطانہ اور لیلیٰ سے کہہ دو، مجھے یقین ہے کہ رائنا کے ساتھ جو جوان ہے وہ ہمارا علی ہے۔ کسی بھی طرح اس کے دماغ میں پہنچو ورنہ وہ یہودیوں کا قیدی بن جائے گا۔"

وہ چلی گئی، میں سوچنے لگا کہ کس طرح اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچوں۔ رائنا نے اس کی شخصیت اور اس کا لب و لہجہ بدل دیا تھا۔ جب تک ہم اس کی آواز اور لہجہ نہ سنتے، اس کے پاس پہنچ نہیں سکتے تھے۔

میں نے مختلف یہودی اکابرین کے ذریعے رائنا تک پہنچنا چاہا۔ پتا چلا کہ اس نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی سختی سے نگرانی اور حفاظت کی جارہی ہے اس کے پاس صرف وہی افسران جاتے ہیں جو یوگا کے ماہر ہیں۔ رائنا کا ٹیلی فون اٹینڈ کرنے والی سیکریٹری بھی حساس دماغ کی حامل تھی اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی تھی۔

میں نے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ایک جاسوس سے رابطہ کیا۔ وہ قبل ازیں میں ایک عیسائی ڈاکٹر کی حیثیت سے رہتا تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا تو مجھ سے پہلے سلمان وہاں پہنچا ہوا تھا اور ہمارے اس ڈاکٹر جاسوس سے کہہ رہا تھا "سسٹر! سونیا نے ہدایت کی ہے کہ پانی کی سپلائی لائن میں اعصابی کمزوری کی دوا حل کرو، ہم جس ٹیلی پیتھی جاننے والی کو ٹریپ کرنا چاہتے ہیں اسے حیفہ کی فوجی چھاؤنی میں رکھا گیا ہے، وہیں کی پائپ لائن میں دوا ملائی جائے اور یہ کام گھنٹے دو گھنٹے کے اندر ہوجانا چاہئے۔"

میں جس مقصد کے لئے جاسوس کے پاس آیا تھا، سونیا نے اس کے پاس پہلے ہی سلمان کو پہنچا دیا تھا، وہ بھی وہی طریقہ اختیار کررہی تھی جو میں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے انہیں اس طریقہ پر عمل کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ وہاں سے میں دوسرے جاسوس کے پاس آیا۔ وہ اپنے ایک تربیت یافتہ کتے کو کار میں بٹھائے حیفہ کی طرف جارہا تھا۔

وہ ایک بہت ہی چھوٹے سے قد کا کتا تھا۔ سفید ریشم جیسے بالوں میں اس کا پورا جسم چھپا رہتا تھا وہ جاسوس کے ایک ایک اشارے کو خوب سمجھتا تھا۔ میں اس سے کہنے آیا تھا کہ وہ اپنے کتے کے گلے میں ایک پاور فل مائیکرو فون پٹے کی طرح باندھ دے، یوں بھی کتے کے گھنے بالوں کی وجہ سے چھوٹا سا مائیک نظر نہیں آئے گا۔ کتے کو اس رہائش گاہ میں جانے کے لئے چھوڑا جائے جہاں رائنا اور علی کا قیام تھا۔ دوسری طرف کار میں بیٹھا ہوا ہمارا جاسوس اپنے ریسیونگ سیٹ کے ذریعے مائیک سے آنے والی آوازیں سنتا رہتا۔ ہوسکتا ہے وہ کتا علی کے پاس سے گزرے اور ہمیں اس کا موجودہ لب و لہجہ سنائی دے۔

لیکن دوسرے جاسوس کے پاس بھی سونیا نے مجھ سے پہلے لیلیٰ کو پہنچایا تھا اور جاسوس کو وہی ہدایات دی تھیں جو میں سوچ کر آیا تھا۔ میں مسکرا کر رہ گیا، کمبخت بلّی تھی بلّی۔ ادھر میں سوچتا تھا ادھر وہ کر گزرتی تھی، میں نے اس کے پاس آکر کہا "کمال کرتی ہو، میں وہی کرنے گیا تھا جو تم سلمان اور لیلیٰ سے عملاً کرا رہی ہو۔ ایسا لگتا ہے تم میرے خیالات پڑھتی ہو اور مجھ سے پہلے وہی کر گزرتی ہو۔"

وہ بولی "تمہیں پاکستان میں اپنا کام کرنا چاہئے۔ اسرائیل میں جو کچھ ہورہا ہے اس سے میں نمٹ لوں گی۔ خدا نے چاہا تو ہمارے علی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

میں نے کہا "پریشانی صرف اتنی سی ہے کہ علی خود کو بھولا ہوا ہے۔ اگر وہ اپنے آپ کو پہچان لے تو پھر اسے ہم میں سے کسی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، لیلیٰ نے تنویمی عمل کے ذریعے صرف اس کی پچھلی زندگی بھلائی تھی لیکن اس کی تمام ذہنی صلاحیتیں اور جسمانی شہ زوری بدستور موجود ہے۔ اپنی شخصیت کو

بھولنے کے باوجود لوہے کا چنا ہے، کوئی اسے چبا نہیں سکے گا۔ تم اپنے معاملات کو دیکھو۔"

میں مطمئن ہوکر وہاں سے چلا آیا۔

جاسوس نے رائنا کی رہائش گاہ سے ذرا دور اپنی کار روکی۔ اپنے کتے کو مخصوص اشاروں کے ذریعے سمجھایا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ پھر اس نے کار کے دروازے کو کھول کر کتے کو باہر چھوڑ دیا۔ وہ دوڑتا ہوا اس رہائش گاہ کے بائونڈری گیٹ کے پاس پہنچا۔ احاطے کے اندر اور باہر کئی مسلح گارڈز نظر آرہے تھے وہ کتا گیٹ کی جالیوں کے درمیان سے گزر کر احاطے کے اندر چلا گیا۔ ایک گارڈ نے دوسرے گارڈ سے کہا "وہ دیکھو کتا کہاں سے آگیا ہے؟"

دوسرے نے کہا "یہاں آس پاس کی کوٹھیوں میں اعلیٰ فوجی افسران رہتے ہیں ان میں سے کسی کا ہوگا۔"

"کچھ بھی ہو، میں اسے باہر بھگا کر آتا ہوں۔"

وہ گارڈ کتے کو تلاش کرنے کے لئے بنگلے کے اندر جانے لگا۔ جاسوس کار اسٹارٹ کرکے وہاں سے دور چلا گیا۔ کار کے ڈیش بورڈ میں ریسیونگ سیٹ آن رکھا گیا تھا۔ اس میں سے ایسی آوازیں آرہی تھیں جیسے کتے کو پکڑنے کے لئے کئی گارڈز بھاگتے پھر رہے ہوں۔ ان کی ادھوری باتیں سنائی دیتی تھیں کیونکہ باتیں پوری ہونے سے پہلے کتا بھاگ کر دور کہیں چلا جاتا تھا۔

پھر ایک عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "یہ کیا تماشا ہے تم لوگ ایک کتے کو نہیں پکڑ سکتے؟"

لیلیٰ جاسوس کے دماغ میں وہ کراس عورت کی آواز سن رہی تھی۔ وہ وہاں کی گورنس تھی، اس رہائش گاہ میں آنے والے فون اٹینڈ کرتی تھی۔ سلمان نے لیلیٰ کو بتایا تھا کہ وہ گورنس پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے اس لئے لیلیٰ اس کے دماغ میں نہیں گئی۔

یوں بھی یہ طے کیا گیا تھا کہ ہمارے خیال خوانی کرنے والے رائنا کے دماغ کو نہیں چھیڑیں گے۔ وہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح یوگا کی ماہر ہوگی اس لئے لیلیٰ ان گارڈز کے دماغوں میں جاتی رہی جو کتے کو پکڑنے کے دوران کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ وہ لوگ بنگلے کے اندر رہنے والوں کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے۔ ان کی ڈیوٹی باہر رہا کرتی تھی۔

ان کے خیالات سے پتا چلا کہ بنگلے کے اندر ایک کمرے کا دروازہ بند ہے۔ کتا اسی کمرے میں کسی کھڑکی کے ذریعے جانا چاہتا تھا اسی وقت ان کے کسی افسر نے گرج کر کہا "تم سب گدھے ہو، اسے گولی کیوں نہیں مارتے؟ کیا یہ کتا تمہارا رشتے دار ہے۔"

یہ آوازیں ریسیونگ کے آلے سے آرہی تھیں۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ٹھائیں ٹھائیں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ فائرنگ کرتے جارہے تھے لیلیٰ نے جاسوس سے کہا "مجھے افسوس ہے، اتنا زبردست تربیت یافتہ کتا بے موت مارا جائے گا۔"

جاسوس نے کہا "مادام! آوازوں سے پتا چل رہا ہے وہ زندہ ہے بنگلے کے باہر کھلی فضا میں آگیا ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "ہاں اس کے ہانپنے کی آوازیں آرہی ہیں غالباً وہ دوڑتا ہوا آرہا ہے، آواز قریب آرہی ہے۔"

جاسوس نے کار کا دروازہ کھول دیا۔ انجن کو اسٹارٹ رکھا۔ کوئی دو منٹ کے اندر ہی کتا دوڑتا ہوا اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ جاسوس نے فوراً دروازہ بند کیا پھر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا بولا۔ "مادام! یہ کتا سمجھ گیا تھا کہ بند کمرے میں نہیں پہنچ سکے گا اور جان کا خطرہ بھی ہے اسی لئے یہ بھاگ کر چلا آیا ہے۔"

"اس نے ٹھیک ہی کیا۔ رائنا اور ایڈی فشر اسی بند دروازے کے پیچھے ہوں گے اور یہ بے چارہ وہاں نہیں جاسکتا تھا۔ ویسے تم نے اسے زبردست ٹریننگ دی ہے۔ جاؤ اب آرام کرو۔"

لیلیٰ نے سلمان کے پاس آکر اسے یہ واقعہ سنایا۔ اس نے کہا۔ "ہمارے دو سرے جاسوس نے پانی کی سپلائی لائن میں دوا ملادی ہے۔ تم تیار رہو۔ گورنس جیسے ہی اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے فوراً علی کے پاس لے جانا۔ میں وہاں کے سیکیورٹی افسر کو اپنا آلۂ کار بنا دوں گا۔"

مظلوم عورتوں کی سچی داستانیں

مورد الزام

آدم زادی

مصنف نور حسین شاہ

آدم زادی ان کہانیوں کا مجموعہ ہے جس میں صنف نازک کے مسائل، مشکلات، اس پر ڈھائے جانے والے مظالم کے سچے واقعات قلمبند کئے گئے ہیں۔

دیہاتی اور شہری خواتین کی سچی کہانیاں
ہر عورت کی اپنی داستان

عمدہ کمپیوٹرائزڈ کتابت۔ مضبوط جلد۔ بہترین طباعت
خوبصورت ٹائٹل

قیمت =/50 روپے: ڈاک خرچ =/10 روپے
رقم پیشگی ارسال کرنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23
رمضان چیمبرز۔ بلموریا اسٹریٹ
آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی 74200

لیلیٰ اور سلمان انتظار کرنے لگے۔ وہ دس پندرہ منٹ کے وقفے سے گورنس اور سیکیورٹی افسر کے دماغ میں جاتے تھے پھر ان کے سانس روکنے سے واپس آجاتے تھے۔ سردی کا موسم تھا شاید اسی لئے کسی کو زیادہ پیاس نہیں لگ رہی تھی۔ نہ کوئی پانی پی رہا تھا نہ کسی کے دماغ میں جگہ مل رہی تھی۔

بعض اوقات انتظار بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اگر علی تیمور تک پہنچنے کی بات نہ ہوتی تو وہ دونوں بے زار ہو جاتے۔ آخر رات کو کھانے کے دوران انہوں نے پانی پیا تو ان کے دماغوں میں جگہ مل گئی۔ جگہ ملی مگر مایوسی ہوئی ان کے زیادہ خیالات پڑھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ پہلے ہی ان کے چور خیال نے بتایا کہ رائما اور ایڈی فشر اس بنگلے میں لائے گئے تھے لیکن ایک زیر زمین چور راستے سے انہیں کسی دوسری جگہ پہنچا دیا گیا ہے۔ گورنس اور سیکیورٹی افسر جانتے تھے کہ انہیں کہاں لے جا کر چھپایا گیا ہے۔

یہودیوں نے خوب چال چلی تھی۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو تمام دن جھانسا دیتے رہے تھے۔ یہ بات ہمارے لئے زیادہ تشویش ناک ہو گئی تھی کہ علی تیمور کو جانے کہاں لے جایا گیا ہے اور خدا جانے اسے پہچان لیا گیا ہے یا نہیں؟ ہماری دعا تھی کہ وہ نہ پہچانا جائے۔

وہ چھ گولڈن برنیز خوب سوچ سمجھ کر چالیں چل رہے تھے جب سے یہ اعلان ہوا تھا کہ اسرائیل میں کوئی ڈینجرس مین اپنی وائف کے ساتھ آرہا ہے تب سے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو رہائش کے لئے مختلف شہروں میں بھیج دیا گیا تھا وہ رائما کو بھی بظاہر حیفہ کے ایک بنگلے میں لے گئے تھے پھر چور راستے سے اسے اور علی کو دوسرے شہر میں پہنچا دیا تھا۔

تل ابیب میں سوسانہ اور جبرائل پہنچے ہوئے تھے ایسی جگہ وہ اپنے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو رہنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ سوسانہ اور جبرائل کی تو صرف جسمانی اور ظاہری دہشت تھی کہ وہ انسان سے لے کر ملکوں اور فیکٹریوں کی توڑ پھوڑ کریں گے لیکن ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے فرہاد اور سونیا کی دہشت نے نیندیں اڑا دی تھیں۔ میں اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان یہودی اکابرین کے اندر بارود کی طرح بھرے ہوئے تھے۔ ...دن رات یہ اندیشہ تھا کہ پتا نہیں ہم کب ان کے اندر سے پھٹ پڑیں گے اور یہ تشویش بھی تھی کہ پتا نہیں ہم سوسانہ اور جبرائل کو وہاں پہنچا کر ان کے پیچھے چپ چاپ کیا کرتے پھر رہے ہیں؟

چونکہ وہ بہت زیادہ محتاط تھے اس لئے کچھ کامیابیاں حاصل کر رہے تھے اور ہمیں کچھ ناکام بناتے جا رہے تھے۔ انہوں نے رائما اور علی کو ایک خفیہ پناہ گاہ میں پہنچانے کے بعد یہی کام کیا کہ رائما کو دماغی کمزوری میں مبتلا کر دیا تاکہ اس کی اور ایڈی فشر (علی) کی اصلیت معلوم ہو سکے۔

رائما نے کافی پینے کے بعد کمزوری محسوس کی تو گھبرا سی گئی۔ علی سے بولی "فشر! ہمارے ساتھ دھوکا ہو رہا ہے میں تمہاری یہودی قوم پر بھروسا کر کے یہاں آئی ہوں اور ان میزبانوں نے کافی میں ضرر رساں دوا ملا کر مجھے پلائی ہے۔ میں بہت کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔"

علی نے کہا "کمزوری کی کوئی دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ تم اس کے لئے میری یہودی قوم کو الزام نہ دو۔ یہی کافی میں پی رہا ہوں اور بالکل ٹھیک ہوں۔"

"میں تم سے بحث نہیں کر سکوں گی۔ پلیز مجھے سہارا دو اور بستر پر پہنچا دو۔" علی نے اٹھ کر اسے سہارا دیا' وہ بولی "اوہ گاڈ میں اپنے پیروں سے چل نہیں سکوں گی۔ فشر! میری مدد کرو' مجھے پیش آنے والے خطرے سے بچاؤ۔"

اس نے رائما کو دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا پھر بیڈ روم کی طرف جاتے ہوئے بولا "تمہیں میری مدد کی نہیں ڈاکٹر کی ضرورت ہے' میں ابھی ڈاکٹر کے لئے کسی کو کہتا ہوں۔"

رائما نے محسوس کیا کہ یہ باتیں وہ اپنی مرضی سے نہیں بول رہی ہے۔ کوئی اس کے اندر اسے بولنے پر مجبور کر رہا ہے وہ علی کو روکنا چاہتی تھی۔ اس سے کہنا چاہتی تھی "مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ' کوئی میرے اندر ہے' مجھ پر جبر کر رہا ہے' تمہیں مجھ سے دور کر رہا ہے مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

یہ باتیں وہ سوچتی رہ گئی بول نہ سکی۔ علی اس کے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلا گیا تب اس کے اندر پرائی سوچ کی لہر نے کہا "تم ناحق پریشان ہو رہی ہو' ہم تمہارے دوست ہیں۔"

وہ نقاہت سے بولی "دھوکا دیتے ہو اور دوست بھی بنتے ہو۔"

"یہ مت بھولو کہ تم اپنے ملک کے اکابرین کو دھوکا دے کر آئی ہو۔ تمہاری جیسی فہمی عورت ہم سے کس حد تک وفادار رہے گی' یہ ہمیں معلوم کرنے دو۔ تمہارے متعلق اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد ہم تمہیں اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیں گے۔"

"نہیں' پلیز مجھ پر تنویمی عمل نہ کرو۔"

"ڈرتی کیوں ہو؟ جب ہماری تابعدار بن کر رہنے آئی ہو تو ہمیں تابعدار بنا لینے دو۔"

رائما نے محسوس کیا اس کی آنکھیں بند ہو رہی ہیں وہ سونا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ نیند میں ڈوبتے ہی اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کیا جائے گا لیکن جاگنا اس کے بس میں نہیں رہا تھا۔ پرائی سوچ والا اس کے دماغ پر حاوی ہو چکا تھا۔

وہ پرائی سوچ والا جے مورگن تھا۔ تمام یہودی اکابرین اس پر اس لئے اعتماد کرتے تھے کہ اسے برین آپریشن کے بعد سچا یہودی اور پکا وفادار بنا لیا گیا تھا۔ گولڈن برنیز نے اسے اپنا جاسوس بنایا تھا لیکن وہ ایسے گولڈن برنیز تھے کہ اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کرتے تھے جب سے الپا آئی تھی تب سے انہوں نے اسے بھی بڑی ازداری سے جاسوسہ بنا لیا تھا اور اسے تاکید کی تھی کہ وہ جے ورگن کے معاملات پر نظر رکھے۔

الپا پر اس لئے زیادہ اعتماد تھا کہ وہ پیدائشی یہودی تھی۔ افغانستان مشین سے گزرنے کے بعد جے مورگن کو پھانس کر اسرائیل آگئی تھی۔ اس کی وفاداری پر کسی کو شبہ نہیں تھا وہ ماسک ن کے جال میں پھنسنے کے بعد اور برین آپریشن ہونے کے بعد بھی اپنی قوم میں واپس آگئی تھی۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ گولڈن برنیز نے جے مورگن کو رائما پر تنویمی عمل کرنے کی ہدایت کی تھی چونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے سوچ کے ذریعے عمل کرتے ہیں اس لئے کوئی گولڈن برین یہ نہیں سن سکتا تھا کہ جے مورگن کس نوعیت کا عمل کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ رائما کو اس طرح اپنی معمولہ بنا لے کہ وہ یہودیوں سے زیادہ جے مورگن کی وفادار رہے۔

گولڈن برنیز نے اپنا شبہ دور کرنے کے لئے اور اپنے اطمینان کے لئے الپا سے کہا تھا "تم اوّل بھی ہماری ہو آخر بھی ہماری ہو اس لئے جب تک جے مورگن تنویمی عمل کرتا رہے تو تم رائما کے دماغ میں خاموشی سے موجود رہو گی۔ اگر وہ ہمارے حق میں رائما کو وفادار بنائے تو ٹھیک..... اگر وہ اپنے ذاتی مقصد کے لئے اسے تابعدار بنائے تو تم چپ چاپ اس عمل کو ناکام بنا دینا۔"

الپا نے کہا "میں یہی کروں گی۔ جے مورگن کو میری موجودگی کا علم نہیں ہو گا۔ اگر اس کے دل میں بے ایمانی آئے گی تو پہلے میں اس کے عمل کو ناکام بناؤں گی پھر جب وہ رائما کو تنویمی نیند کے لئے چھوڑ کر جائے گا تو میں رائما کو اپنی قوم کے حق میں تابعدار بنا لوں گی۔"

الپا کی موجودگی نے گولڈن برنیز کو بڑی حد تک مطمئن کر دیا تھا۔ انہوں نے رائما کی شخصیت تبدیل کرنے اور اسے وفادار بنائے رکھنے کے لئے بڑے ہی محتاط اقدامات کئے تھے۔ بڑی زبردست تدبیر پر عمل کر رہے تھے۔ مگر تقدیر بھی اپنا کھیل دکھا رہی تھی۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ان کا اپنا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا انیال' الپا کے دماغ میں چھپ کر رہتا ہے اور خود الپا نہیں جانتی تھی کہ وہ لاعلمی میں انیال کی معمولہ بن چکی ہے اور اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہیں رہی ہے۔

انیال اس کے اندر بیٹھا گولڈن برنیز کی تمام باتیں سن چکا تھا۔ جب جے مورگن نے رائما پر تنویمی عمل شروع کیا تو انیال الپا کے ذریعے وہاں پہنچ چکا تھا۔ یہ اس کے لئے ایک سنہرا موقع تھا۔ پہلے اس نے الپا کو اپنی معمولہ بنایا تھا۔ اب رائما کے دماغ پر بھی حکومت کر سکتا تھا۔ اس لئے بڑی خاموشی سے جے مورگن کے تنویمی عمل کو ناکام بنا رہا تھا۔

ناکام بنانے کے لئے دو باتیں ضروری تھیں کہ رائما' جے مورگن کے زیر اثر نہ آئے اور مورگن کو یقین ہوتا رہے کہ وہ زیر اثر آگئی ہے اور اس کی معمولہ بن گئی ہے۔

انیال نے رائما پر اس حد تک قبضہ جمایا کہ جے مورگن معمولہ بننے والی کے چور خیالات نہ پڑھ سکے۔ پڑھنا چاہے تو انیال' رائما کے لہجے اور سوچ میں اپنے طور پر ایسے چور خیالات پیش کرے کہ جے مورگن مطمئن ہو جائے۔

یہ رائما کے دماغ میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی پیچیدہ کشمکش تھی۔ تیسری ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا تھی۔ انیال نے پہلے رائما کے دماغ کو اپنے قبضہ میں رکھا اور جے مورگن کو یقین دلاتا رہا کہ وہ ٹرانس میں آرہی ہے۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ معمولہ بن چکی ہے تو اس نے سوالات شروع کئے۔ پہلا سوال تھا "تم اسرائیل کیوں آئی ہو؟"

رائما نے جواب دیا "پناہ لینے۔"

"تم نے پناہ لینے کے لئے اسرائیل کو کیوں ترجیح دی؟"

"اگر میں اسرائیل نہ آتی تو فرہاد علی تیمور کی پناہ میں جاتی۔ میرے یہودی شوہر ایڈی فشر کو یہ منظور نہیں تھا۔ وہ چاہتا ہے کہ میری ٹیلی پیتھی سے یہودی قوم کو فائدہ پہنچے اس لئے میں نے اسرائیل کو ترجیح دی ہے۔"

رائما بول رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ جے مورگن کے ٹرانس میں نہیں آئی ہے اور اپنے طور پر مکاری سے ایسے جوابات دے رہی ہے۔ انیال نے اس کی سوچ میں کہا "ہاں مجھے اسی طرح جے مورگن کو جھانسا دینا چاہئے۔"

انیال تھوڑی دیر تک رائما کے پاس رہا' اس کے جوابات سنتا رہا۔ پھر الپا کے پاس آیا۔ وہ بھی رائما کے دماغ میں تھی اور محسوس کر رہی تھی کہ رائما صحیح طور پر معمولہ نہیں بن پا رہی ہے۔ کچھ گڑبڑ ہو رہی ہے لیکن اس سے پہلے کہ وہ گڑبڑ کو سمجھ پاتی' انیال اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کی سوچ اور لہجے میں یقین دلانے لگا کہ جے مورگن کامیاب تنویمی عمل کر رہا ہے۔

وہ معمولہ اور تابعدار تھی۔ انیال اس کے دماغ میں جو خیالات پیدا کر رہا تھا' اسے وہ صحیح تسلیم کرتی جا رہی تھی اور انیال اس کے ذریعے مورگن کے سوالات اور رائما کے جوابات سنتا جا رہا تھا۔

ان تینوں کی کشمکش سے علی تیمور کو فائدہ پہنچ رہا تھا۔ رائما سے جب پوچھا گیا کہ ایڈی فشر کی حقیقت کیا ہے تو اس نے جواب دیا۔ "حقیقت یہی ہے جو سب کے سامنے ہے۔ وہ نسلاً یہودی ہے۔ میں اس پر ہزار جان سے عاشق ہوں۔ اس لئے خود عیسائی ہونے کے باوجود اس سے شادی کی ہے۔ میں اس کی کسی بات سے انکار نہیں کرتی ہوں۔ اس نے کہا اسرائیل چلو میں یہاں چلی آئی۔"

جے مورگن خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ رائما کو یہودیوں کا وفادار بناتا رہا اور یہ حکم دیا کہ وہ دماغی توانائی بحال ہونے کے بعد اپنے عامل کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی اور وہ دماغ میں آئے

گا تو سانس نہیں روکے گی۔

پھر وہ اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر چلا گیا۔ دانیال نے الپا کے دماغ میں خیال پیدا کیا "مجھے بھی رائما کے دماغ سے جانا چاہئے' مورگن کا عمل مکمل ہو چکا ہے اور یہ تنویمی نیند سوتی رہے گی۔"

الپا دماغی طور پر اپنی رہائش گاہ میں حاضر ہو گئی۔ وہ ایک ٹی وی اور کمپیوٹر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کمپیوٹر کے ذریعے گولڈن برنیز کو رپورٹ دینے والی تھی کہ جے مورگن نے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا ہے اور رائما پر کامیاب عمل کیا ہے۔

اس نے رپورٹ دینے سے پہلے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ سوچنے لگی "پتا نہیں کیا بات ہے؟ کوئی بات کھٹک رہی ہے۔"

وہ غور کرنے لگی' آخر بات کیا ہے؟ پھر کچھ ایسا لگا جیسے وہ رائما کے دماغ میں رہ کر بھی وہاں نہیں رہی تھی۔ اس نے پوری حاضر دماغی سے رائما پر ہونے والے عمل کو نہیں سمجھا ہے۔ بس اس کے اندر بات پیدا ہوئی کہ عمل کامیاب رہا ہے اور وہ کامیابی کا یقین کر کے رائما کے دماغ سے بھی چلی نکلی ہے۔

وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ وہ بے چینی پوری طرح سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ایک بار یہ خیال پیدا ہوا کہ رائما کے پاس جانا چاہئے۔ شاید اسے بدستور تنویمی نیند سوتے دیکھ کر بے چینی دور ہو جائے۔

وہ پھر کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ اسی وقت ٹی وی کے پیچھے دیوار پر لگا ہوا سرخ بلب آن ہو گیا اور بلب کے ساتھ والے چھوٹے اسپیکر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں آنے لگیں۔ یہ اشارہ تھا کہ گولڈن برنیز اس کی رپورٹ کا انتظار کر رہے ہیں۔

اس نے ٹی وی کو آن کیا۔ کمپیوٹر کے ذریعے یہ تحریر اسکرین پر پہنچائی "پلیز انتظار فرمائیں۔ میں پندرہ منٹ کے اندر رپورٹ پیش کروں گی۔ فی الحال جے مورگن پر شبہ نہ کیا جائے۔"

یہ تحریر پہنچا کر اس نے ٹی وی آف کر دیا۔ اپنے اندر کی بے چینی دور کرنے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی پھر رائما کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے خاموشی اور سکون سے تنویمی نیند سونا چاہئے تھا لیکن اس کے دماغ میں خاموشی نہیں تھی' کوئی بول رہا تھا اور اس پر تنویمی عمل شروع کر رہا تھا۔

الپا حیران رہ گئی۔ وہ دانیال کی آواز اور لہجے کو پہچان رہی تھی۔ یہی دانیال عامل بن کر سوچ کے ذریعے الپا کے اندر آتا تھا تو وہ اسے محسوس نہیں کرتی تھی کیوں کہ معمولہ تھی لیکن ابھی وہ رائما کے دماغ میں تھا اس لئے الپا نے اس مکار کو پہچان لیا۔

اس نے فوراً ہی گولڈن برنیز کو سگنل دیا پھر کمپیوٹر کے ذریعے کہا "سر! ہماری آستین میں سانپ ہیں۔ دانیال نے جے مورگن کے تنویمی عمل کو ناکام بنا دیا ہے اور اس وقت خود رائما پر عمل کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں جو بھی سوالات کرنا چاہیں گے ان کے جوابات میں خاصی دیر ہو جائے گی۔ آپ پہلے دانیال کو تنویمی عمل سے روکیں۔"

پھر الپا نے دوسری تحریر اسکرین تک پہنچائی۔ وہاں لکھا تھا "سر مجھے شبہ ہے کہ دانیال جس طرح رائما پر عمل کر رہا ہے' اسی طرح مکاری سے شاید مجھ پر اور جے مورگن پر بھی عمل کر رہا ہے۔ اسی لئے ہم رائما کے دماغ میں رہ کر بھی اس کے فریب کو سمجھ سکے۔"

گولڈن برنیز کی طرف سے تحریر ابھری "انتظار کرو۔ پہلے دانیال سے نمٹ رہے ہیں۔"

دانیال اپنی رہائش گاہ کے بیڈ روم میں تھا۔ دروازے کو اندر سے بند کر کے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ رائما کے دماغ میں پہنچ کر اس پر عمل کر رہا تھا۔ عمل کامیاب ہو رہا تھا۔ وہ اس کے زیر اثر آ رہی تھی اور معمولہ بن کر اس کے سوالات کے جوابات دینے والی تھی۔ اسی وقت زور زور سے دروازہ پیٹنے کی آوازیں آئیں۔ خیال خوانی کے دوران مداخلت ہوئی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ غصے سے دروازے کی سمت دیکھتے ہوئے بولا "کون ہے؟ ابھی جاؤ۔ میں آرام کر رہا ہوں۔"

باہر سے آواز آئی "میں ملٹری پولیس کا چیف ہوں۔ فوراً دروازہ کھولو۔"

ادھر رائما صرف زیر اثر آئی تھی' ابھی پوری طرح معمولہ نہیں بن پائی تھی۔ دانیال تنویمی عمل ادھورا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا اور ملٹری پولیس کے چیف سے انکار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ مجبوراً کرسی سے اٹھ گیا۔ ارادہ تھا کہ چیف کو اندر آنے دے گا۔ پھر بہانے سے ٹوائلٹ روم کے اندر جا کر رائما پر تنویمی عمل کو مکمل کر لے گا۔

اس نے دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی منہ پر گھونسا پڑا۔ چیف کا گھونسا کھا کر وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑایا۔ دو فوجی جوانوں نے اسے گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ تیسرے فوجی جوان کے ہاتھ میں انجکشن لگانے کی سرنج تھی۔ چیف نے کہا "چپ چاپ یہ انجکشن لگوا لو۔"

دانیال نے پوچھا "یہ سوئی کس لئے لگائی جا رہی ہے؟"

"سوال نہ کرو۔ تم نے ذرا بھی انکار کیا تو گولی مار کر تمہیں زخمی کیا جائے گا تاکہ تم خیال خوانی کے قابل نہ رہ سکو۔"

وہ چیف کے رویے سے سمجھ گیا تھا کہ تعمیل نہیں کرے گا تو جسم کے کسی حصے میں گولی پیوست ہو جائے گی۔ لہٰذا وہ بت بنا کھڑا رہا۔ فوجی جوان نے اس کے ایک بازو میں سوئی پیوست کر کے سرنج کی دوا جسم کے اندر پہنچا دی۔ چیف نے کہا "جاؤ اپنے بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

ایک جوان نے اسے دھکا دیا۔ وہ پیچھے لڑکھڑا کر بستر پر گر پڑا۔ چیف نے اپنے جوانوں کے ساتھ کمرے سے باہر جا کر دروازہ بند کر دیا۔ دانیال کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ بستر پر رینگتے ہوئے تکیے پر سر رکھ رہا تھا۔ کمزوری کے باوجود اس نے خیال خوانی کی اضافی کوشش کی اور ناکام رہا۔ یہ حسرت رہ گئی کہ رائما کو بھی اپنی معمولہ بنا کر اپنا کام مکمل کر سکتا۔ ادھر کا عمل ادھورا رہ گیا تھا۔

پھر اسے اپنے دماغ میں جے مورگن کی آواز سنائی دی "ہاں دانیال' اور کوشش کرو۔ رائما کو بھی اپنی معمولہ بنا لو۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا محکوم بنا لو۔ پھر اسرائیل پر تمہاری حکومت قائم ہو جائے گی۔"

وہ عاجزی سے بولا "وہ مورگن! یقین کرو۔ میں بری نیت سے معمول نہیں بنا رہا تھا۔ میں ہمیشہ اس کے اور الپا کے اندر چھپ کر رہنا چاہتا تھا تاکہ انہیں کبھی غداری کا موقع نہ دوں۔"

"تم صرف لڑکیوں کو کیوں ٹرپ کر رہے ہو؟"

"وہ..... وہ اس لئے کہ فرہاد اور اس کے بیٹے لڑکیوں کو پہلے پہچانتے ہیں۔ اس لئے میں چپ چاپ الپا اور رائما کی نگرانی کرتا رہتا تھا۔"

ابھی تمہارے خیالات سے جھوٹ اور سچ ظاہر ہو جائے گا۔"

"نہیں! فار گاڈ سیک' میرے خیالات نہ پڑھو۔ میرے اندر سے چلے جاؤ۔ تم خاموش کیوں ہو؟ بولو۔ کچھ بولو۔ تمہاری خاموشی بتا رہی ہے کہ تم میرے چھپے ہوئے خیالات پڑھ رہے ہو۔ نہیں میں تمہیں روک لوں گا۔ تمہیں اپنے اندر سے بھگا دوں گا۔ بھاگ جاؤ۔"

وہ سانس روک کر اسے بھگانا چاہتا تھا لیکن کمزوری کے باعث لمبی لمبی سانسیں کھینچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جے مورگن نے کمپیوٹر کے ذریعے گولڈن برنیز کو رپورٹ پیش کر رہا تھا۔ وہی رپورٹ الپا اپنے ٹی وی اسکرین پر پڑھ رہی تھی۔

اسکرین پر لکھا ہوا تھا "سر! یہ دانیال اس وقت سے ہمیں دھوکا دے رہا ہے جب الپا شہر روم میں تھی۔ پارس نے اس کے دماغ کو کمزور بنایا تھا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا کو اپنا غدار بنانا چاہتے تھے لیکن ہم نے ان کے تنویمی عمل کو ناکام بنا دیا اور خوش ہو گئے تھے کہ اپنی الپا کو دشمنوں سے بچا لیا ہے لیکن ہم آستین کے سانپ سے بے خبر رہے۔"

یہ تحریر مٹنے لگی۔ دوسری تحریر ابھرنے لگی "سر! دانیال چاہتا تھا کہ الپا اس کی معمولہ بن کر اسرائیل آئے' اس سے ملاقات کرتے ہی اس پر عاشق ہو کر اس سے شادی کر لے۔ لیکن آپ لوگوں کے طریقۂ کار نے ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک دوسرے سے دور رکھا جس کے نتیجے میں الپا اس کے سامنے نہ تو جاتی اور نہ ہی اس پر عاشق ہوئی۔ پھر بھی دانیال کسی مناسب موقع کا انتظار کر رہا تھا۔"

یہ تحریر بھی مٹنے لگی۔ تیسری تحریر ابھرنے لگی "سر! وہ الپا کے دماغ میں چپ چاپ آتا جاتا رہتا تھا۔ ایسے ہی وقت اس نے الپا کے دماغ میں رہ کر یہ سن لیا کہ میں رائما پر تنویمی عمل کروں گا اور الپا میرے عمل کے دوران وہاں موجود رہے گی۔ ایسی معلومات کے بعد اس نے میرے عمل کو ناکام بنا دیا۔ اس دوران الپا کو رائما کے اندر کسی طرح حاضر دماغ نہیں رہنے دیا۔ یہی اس کی غلطی تھی۔ الپا نے سمجھ لیا کہ کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔ بہرحال ہم نے الپا کی ذہانت سے اپنے اندر چھپے ہوئے ایک دشمن کو پکڑ لیا ہے۔"

اس رپورٹ کے بعد گولڈن برنیز کی طرف سے اسکرین پر تحریری جواب نظر آیا۔ لکھا تھا "ہم تمام گولڈن برنیز تم سے اور الپا سے بہت خوش ہیں اور تم دونوں پر سب سے زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔"

پھر دوسری تحریر ابھرنے لگی "ہم اپنے ہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد بڑھانا چاہتے ہیں اس لئے دانیال کو موت کی سزا نہیں دیں گے۔ اس کا برین واش کریں گے تاکہ اس کے دماغ میں ہمارے خلاف جو مکاریاں ہیں وہ ختم ہو جائیں اور وہ الپا پر کئے ہوئے عمل کو بھول جائے۔ اس طرح دانیال ایک وفادار بن کر پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے کام آتا رہے گا۔"

تیسری تحریر ابھرنے لگی "تم دونوں ہمیشہ ہمارے معتمد خاص اور جاسوس بن کر رہو گے۔ جے مورگن! تم رائما کے پاس جاؤ اور دوبارہ عمل کرو۔ الپا! تم پہلے کی طرح رائما کے اندر خاموش رہ کر تنویمی عمل کی کامیابی یا ناکامی کو حاضر دماغی سے سمجھنے رہنے کی کوشش کرو گی۔ ویش آل۔"

وہ دونوں پھر رائما کے پاس آ گئے۔ دانیال کے ادھورے عمل کے باعث رائما کے دماغی توازن میں ذرا فرق آ گیا تھا۔ پہلے تو وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو گئی تھی۔ پھر اس کے دماغ میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کشمکش رہی جس کی وجہ سے دماغ بوجھل ہوتا رہا۔ پھر دانیال نے ادھورا عمل کیا تو وہ نہ عامل کے بس میں رہی نہ اپنے ہوش و حواس میں رہی۔ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو گئی۔

جے مورگن دوسری بار عمل کرنے اس کے پاس آیا تو پتا چلا رائما کی سوچیں بکھری ہوئی ہیں۔ اس کے ذہن کو کسی ایک سوچ پر مرکوز کرنے کی کوشش کی گئی تو دماغی کمزوری کے باعث بہت سی سوچیں گڈمڈ ہونے لگیں۔ اس کی ذہنی حالت بتا رہی تھی کہ اب اس پر تنویمی عمل نہیں کیا جا سکے گا۔ اس مقصد کے لئے پہلے دماغی توانائی لازمی ہے۔

الپا نے کہا "اس کی دماغی توانائی بحال ہو گی تو یہ سانس روک لیا کرے گی' ہمیں دماغ میں نہیں آنے دے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے آج رات اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ ہم صبح اس کی خیریت معلوم کریں گے۔"

دونوں نے گولڈن برنیز کو اپنی رپورٹ پیش کی۔ وہاں سے جواب ملا "اسے اس کے حال پر نہ چھوڑو۔ الپا! تم سو جاؤ اور جے مورگن! تم صبح چار بجے تک رائما کے دماغ میں آتے جاتے رہو اور اس کے ذہنی انتشار کو کم کرتے رہنے کی کوشش کرو۔ چار بجے کے بعد تم سو جاؤ گے اور الپا اس کے پاس آ جائے گی۔"

پھر دوسری تحریر اسکرین پر نظر آئی "اس پہلو کو نظر انداز نہ کرو کہ فرہاد کے خیال خوانی کرنے والے کسی طرح رائما کے پاس پہنچ سکتے ہیں۔ ان دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو رائما کا دماغ

ایک کھلی کتاب کی طرح ملے گا۔ دشمنوں کو فائدہ نہ اٹھانے دو۔ وٹس آل۔"

تقدیر کو ماننا پڑتا ہے۔ ہم کچھ نہیں کررہے تھے۔ یہ تقدیر تھی جو رائما کے سلسلے میں پیچیدگیاں پیدا کررہی تھی اور یوں علی تیمور کو ظاہر ہونے سے بچا رہی تھی۔

دوسری طرف سپر ماسٹر ہولی مین اور اس کے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے جان لمبوڈا نے رائما کو ڈھونڈ نکالنے کی تمام کوششیں کرڈالی تھیں اور ناکام ہوتے رہے تھے۔ سپر ماسٹر نے کہا "وہ شاید دشمنوں کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ یا ہمارے ملک سے کہیں دور چلی گئی ہے۔"

جان لمبوڈا نے کہا "اگر وہ دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے تو ہمیں فائدہ پہنچے گا۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "وہ کیسے؟"

"دشمن خیال خوانی کرنے والے رائما کی اصلیت جاننے کے لئے اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کریں گے اور اس پر عمل کریں گے۔ میں کبھی ایک گھنٹے اور کبھی آدھے گھنٹے کے بعد رائما کے پاس جاتا رہتا ہوں اور وہ سانس روکتی رہتی ہے۔"

"مسٹر لمبوڈا! تم کب تک ایسا کرتے رہو گے؟"

لمبوڈا نے کہا "اور وہ کب تک سانس روکتی رہے گی۔ کبھی تو بیمار پڑے گی یا اسے کوئی حادثہ پیش آئے گا..... یا کسی طرح زخمی ہوگی یا پھر کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اسے ٹریپ کرے گا تو ایسے وقت میں رائما کے دماغ کو گرفت میں لینے کی کوشش کروں گا۔ اگر ناکام ہوا تو دشمن کو بھی کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ اس غدار لڑکی کے دماغ میں زلزلے پیدا کرکے اسے مار ڈالوں گا۔"

جان لمبوڈا سپر ماسٹر کے دوسرے معاملات میں بھی مصروف رہتا تھا لیکن رائما کا پیچھا نہیں چھوڑتا تھا۔ اپنے مقررہ وقت کے مطابق اس کے دماغ میں جاتا تھا اور سانس روکنے سے واپس آجاتا تھا۔

لمبوڈا نے سلوانا جوزف (سونیا ثانی) کے بھی چور خیالات پڑھے تھے اور یہ معلوم کیا تھا کہ ثانی خواب میں کسی جان کارلو کو دیکھتی ہے۔ خواب میں اس کا چہرہ دھندلا سا نظر آتا ہے پھر بھی وہ خوابوں کے اس شہزادے سے محبت کرتی ہے۔

جان لمبوڈا کو یہ معلوم تھا کہ رائما کسی جان کارلو کے ساتھ روپوش ہوئی ہے۔ ادھر ثانی کسی جان کارلو سے محبت کرتی تھی۔ یہ محض ایک اتفاق ہو سکتا تھا کہ رائما اور ثانی کے محبوب کا نام ایک تھا۔ یا پھر اس ایک نام جان کارلو کے پیچھے کوئی بھید چھپا ہوا تھا۔

یہ تجسس بھی ایسا تھا کہ جان لمبوڈا حقیقت معلوم کرنے کے لئے رائما کا پیچھا نہیں چھوڑتا تھا۔ آخر اس کا صبر و تحمل کام آیا۔ وہ رائما کے پیچھے بھاگتے بھاگتے اس رات اس کے دماغ کے اندر پہنچ ہی گیا جب وہ بے حد دماغی کمزوری میں مبتلا ہوگئی تھی۔

اور کمزوری ایسی تھی کہ اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لمبوڈا نے اس کے اندر پہنچ کر جے مورگن اور الپا کی گفتگو سنی' وہ دونوں اسی مسئلے پر باتیں کررہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ ایسی حالت میں رائما پر تنویمی عمل کامیاب نہیں ہوگا۔ وہ دونوں اس کے دماغ میں باری باری آتے جاتے رہیں گے جب اس کی دماغی توانائی بحال ہونے لگے گی تو وہ عمل کرکے اسے معمول اور تابعدار بنالیں گے۔

جان لمبوڈا نے جے مورگن اور الپا کی گفتگو سنی لیکن انہیں پہچان نہ سکا کیوں کہ دونوں کے برین آپریشن کے بعد ان کی آواز اور لہجہ تبدیل کیا گیا تھا لیکن یہ سمجھ گیا کہ رائما اسرائیل میں ہے۔ یہ بات جے مورگن اور الپا کی گفتگو سے سمجھ میں آگئی۔ الپا نے مورگن سے کہا تھا "چلو ہم گولڈن برنیز کو رپورٹ پیش کریں۔"

اور گولڈن برنیز اسرائیل میں تھے۔ ان کے خیال خوانی کرنے والے یہودی تھے یا انہیں' برین واش کرکے یہودی بنادیا گیا تھا۔ جان لمبوڈا کے حساب سے اسرائیل میں چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہونا چاہئے تھا۔ ایک جے مورگن جو پہلے سے وہاں تھا۔ باقی تین امریکی خیال خوانی کرنے والوں کو یہودیوں نے اغوا کیا تھا۔ آج لمبوڈا ایک خیال خوانی کرنے والی عورت کی آواز سن چکا تھا۔ سوچ رہا تھا' یہ عورت کون ہو سکتی ہے؟ الپا کے متعلق اب تک یہی معلوم تھا کہ وہ ماسک مین کے چنگل میں ہے۔ یہ راز ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا کہ وہ واپس اپنی قوم میں آگئی ہے۔

اس نے سپر ماسٹر ہولی مین کو رائما کے حالات بتائے اور کہا "میں نے ایک نئی خیال خوانی کرنے والی کی آواز سنی ہے۔ پتا نہیں یہ یہودی اسے کہاں سے پکڑ لائے ہیں۔ اس طرح ان کے ہاں پانچ خیال خوانی کرنے والے ہوگئے ہیں۔ اگر رائما پر بھی ان کا عمل کامیاب ہوگیا تو ان کی تعداد چھ ہوجائے گی۔"

سپر ماسٹر نے کہا "رائما پر ان کا عمل کامیاب نہیں ہونا چاہئے۔"

لمبوڈا نے کہا "ہمارے ہاں میرے علاوہ صرف دو خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں۔ ایک پاسکو روٹ ہے دوسرا فریزر ہے۔ میں ان دونوں کو ابھی رائما کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ وہ بھی باری باری وہاں آتے جاتے رہیں گے۔ جب بھی یہودی رائما پر عمل کریں گے' ہمارے آدمی اس عمل کو ناکام بنائیں گے۔"

اس نے یہی کیا۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکو روٹ اور فریزر کو رائما کے دماغ میں پہنچا کر تاکید کی "تم دونوں باری باری اس کے دماغ میں رہنے کے لئے وقت مقرر کرلو۔ میں ناکامی برداشت نہیں کروں گا۔ رائما پر دشمنوں کا عمل کامیاب نہیں ہونا چاہئے۔"

جان لمبوڈا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ ابھی رائما ذہنی انتشار میں مبتلا تھی۔ اس کے دماغ سے جان کارلو (علی) کے متعلق کچھ معلوم نہیں کرسکتا تھا۔ ویسے بھی بعد میں معلوم کیا جاتا تو رائما کے چور خیالات ایڈی فشر کو جان کارلو بتاتے لیکن جان کارلو کو علی تیمور نہیں کہہ سکتے تھے۔ کیوں کہ رائما خود علی کی حقیقت نہیں جانتی تھی۔

اور اگر علی تیمور کے چور خیالات پڑھے جاتے یا اس پر تنویمی عمل کیا جاتا اور اس کی پچھلی زندگی کو کُریدا جاتا تو وہ اپنی پچھلی زندگی میں جان کارلو ظاہر ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ عمل کرنے والے جان کارلو تک ہی علی کا محاسبہ کرکے رہ جاتے اور یہ سمجھ نہ پاتے کہ ایک پردے کے پیچھے دوسرا پردہ ہے تو دوسرے پردے کے پیچھے کوئی تیسرا پردہ ہوگا جہاں سے علی ظاہر ہوگا۔

پتا نہیں قدرت کو کیا منظور تھا کہ ہم علی تیمور تک نہیں پہنچ پا رہے تھے اور وہ جان لمبوڈا رائما تک پہنچ گیا تھا اور دوسری صبح جان کارلو (علی) تک بھی پہنچ سکتا تھا۔ ویسے علی کی حقیقت جان لینا تقریباً ناممکن ہو چکا تھا کیوں کہ ایک طرف جے مورگن اور الپا باری باری رائما کے دماغ میں رہنے کا فیصلہ کرچکے تھے اور یہی فیصلہ پاسکو روٹ اور فریزر کا تھا۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ وہ سب ایک دوسرے کے تنویمی عمل کو ناکام بناتے رہتے اور علی تیمور اپنی جگہ محفوظ رہتا۔

○☆○

علی تیمور یہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ رائما کافی پینے کے بعد کمزوری میں کیسے مبتلا ہوگئی تھی۔ اس نے اسے بیڈ روم میں پہنچا دیا تھا۔ پھر اس کے ساتھ رہنا چاہتا تھا لیکن وہ تنہائی چاہتی تھی۔ کسی ڈاکٹر کو بھی بلانا نہیں چاہتی تھی۔ اس لئے وہ اسے بیڈ روم میں چھوڑ کر دوسرے بیڈ روم میں آگیا تھا۔

وہ بے خبر تھا۔ اس کی لاعلمی میں خیال خوانی کرنے والے رائما کے ساتھ کیا سلوک کررہے تھے' وہ نہیں جانتا تھا لیکن یہ جانتا تھا کہ اس کی وائف رائما ایک پُراسرار عورت ہے۔ وہ اسے سحر زدہ کرکے رکھتی ہے۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کی پچھلی زندگی بھلا دی ہے اور دعوے سے کہتی ہے "تمہاری پچھلی زندگی کے بارے میں جاننے والا اتنی بڑی دنیا میں کوئی نہیں ہے' صرف میں ہوں۔"

علی نے دل میں کہا "یہ عورت خدائی دعویٰ کررہی ہے کہ میرے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا ہے جب کہ خدا سب کچھ جانتا ہے۔"

اس نے یہ سوچنے کے لئے آنکھیں بند کیں اور سانس روک لی کہ خدا مجھے جانتا ہے اور جب وہ جانتا ہے تو مجھے میری پہچان ضرور بتائے گا۔ آج نہیں' کل بتائے گا۔ اس کے بتانے کے انداز نرالے ہیں اور جب وہ عالم الغیب آگہی دیتا ہے تو دنیا حیران رہ جاتی ہے۔ سمجھ نہیں پاتی کہ ایک پاگل ہوش مند کیسے ہوگیا اور ایک سحر زدہ شخص طلسمات کی تاریکیوں سے کیسے نکل آیا۔

یہ قدرتی سچائی رائما کی سمجھ میں بھی نہیں آئی۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں' سیہ خیرائی کی بات تھی۔ وہ یہی جانتی تھی کہ ایڈی فشر نامی ماہر نفسیات ہے اور جب نہیں ہے تو اس نے سانس کیسے روک لی ہے؟

یہ خود علی تیمور نہیں جانتا تھا۔ اس نے خدا سے لو لگانے کے لئے سانس روک لی تھی۔ وہ ایڈی فشر نہیں' وہ جان کارلو نہیں ہے۔ اس کی بنیاد علی ہے۔ اسے بابا صاحب کے ادارے سے روحانیت کا درس حاصل ہوتا رہا تھا۔ وہ روحانیت اس کی رگوں میں لہو کی طرح دوڑ رہی ہے۔ یہ عالم الغیب کی طرف سے ملنے والی آگہی پہلے مرحلے میں خود علی تیمور سمجھ نہیں پایا تھا۔

یہ آگہی اس وقت حاصل ہوئی جب وہ رائما کے ساتھ جنوبی امریکا کے شہر چلی میں تھا۔ اس آگہی کا یہ اثر ہوا کہ اسے سانس روک کر اللہ سے لو لگانے میں روحانی سکون ملا اور کچھ ایسا لگا جیسے رائما کے سحر سے وقتی طور پر نجات مل گئی ہے۔

وہ بہت پہلے سے رائما پر شبہ کرتا آرہا تھا۔ اپنی اور اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا۔ جب اسے سانس روکنے اور خدا پر بھروسہ.... اعتماد کرنے سے وقتی طور پر نجات پانے کا احساس ہوا تو وہ ہر رات تنہائی میں یوگا کا عمل کرنے لگا اور عبادت کے طور پر دل ہی دل میں کہنے لگا "یا خدا! مجھے علم دے' سچائی کی پہچان دے۔ میرے معبود! جب تو میرے اندر رہتا ہے تو مجھے میرے اندر سے باہر نکال۔ میں خود کو دیکھنا اور پہچاننا چاہتا ہوں۔"

یہ علی تیمور کا معمول بن گیا تھا۔ وہ ہر رات تنہائی میں خدا کو پکارتا تھا۔ اس رات جب رائما کے کمزور دماغ میں جے مورگن' الپا' دانیال' پاسکو روٹ' فریزر اور جان لمبوڈا آتے جاتے رہے تھے تو وہ اپنے بیڈ روم میں آنکھیں بند کئے سانس روکے جیسے عبادت میں مصروف تھا۔

ایسے ہی وقت اسے یہ خیال آیا "رائما کمزوری محسوس کررہی ہے۔ وہ اتنی کمزور ہے کہ خود بستر تک چل کر نہ جا سکی۔ میں نے اسے بستر پر پہنچایا۔ ایسی حالت میں وہ خیال خوانی نہیں کرسکے گی۔ میری نگرانی نہیں کرسکے گی۔ مجھے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی بہتری کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔"

ذہانت کہتی تھی "بہتری اسی میں ہے کہ ایسی عورت سے دور ہوجائے جو اسے اپنے زیر اثر رکھتی ہے۔"

یہ اندیشہ تھا کہ وہ دماغی توانائی حاصل کرنے کے بعد پھر اس کے دماغ میں آئے گی اور اسے اپنے پاس آنے پر مجبور کردے گی۔

علی نے سوچا "خدا جانتا ہے کہ اسے دماغی توانائی کب حاصل ہوگی۔ جب تک حالات میرے موافق رہیں' مجھے اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ جہاد کرنے سے ہی نجات کے راستے ملتے ہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے والے آخر کار بیٹھے ہی رہ جاتے ہیں۔"

وہ سانس روکے سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ سانس لی' دماغ روشن ہو رہا تھا اور اندر حوصلے مچل رہے تھے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ اسرائیل آنے کے بعد یہ دیکھتا آرہا تھا کہ یہاں کے فوجی افسران رائما کو بہت اہمیت دے رہے ہیں۔ وہ لوگ اسے علی

کے ساتھ ایک بنگلے میں لے گئے تھے پھر اس بنگلے کے چور راستے سے دوسرے شہر کی رہائش گاہ میں لے آئے تھے۔

اب وہ رائما کے ساتھ جس رہائش گاہ میں تھا' وہاں فوجی پہریدار یا دوسرے سیکیورٹی گارڈز نہیں تھے۔ اندر صرف دو مسلح سپاہی اور ایک افسر تھا۔ افسر نے رائما سے کہا تھا "ہم یہاں بنگلے کے چاروں طرف مسلح پہریدار رکھیں گے تو دشمن جاسوسوں کو پتا چل جائے گا کہ تمہیں یہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ اس لئے بنگلے کے احاطے میں صرف تین خونخوار کتے رہیں گے۔ رات کو یہاں کوئی قدم نہیں رکھ سکے گا۔"

علی نے اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھولا۔ دروازے پر مسلح سپاہی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "کیا چاہتے ہو؟"

علی نے کہا "میرے کمرے کے ٹی وی میں کچھ گڑبڑ ہے' پلیز اسے چیک کرو۔"

سپاہی کمرے میں آیا تو علی نے اسے دبوچ لیا۔ ایک گھونسا اس کے سر پر مارا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ وہ فرش پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔ علی تیمور نے حیرانی سے اپنے گھونسے کو دیکھا۔ اسے یاد نہیں تھا کہ وائسورد کی نے اسے فولاد بنا دیا ہے۔

وہ اپنے بیڈ روم سے باہر آیا۔ ذرا فاصلے پر رائما کے بیڈ روم کے دروازے پر دوسرا مسلح سپاہی تھا۔ اس نے علی کو گن پوائنٹ پر رکھ کر پوچھا "رک جاؤ۔ تمہارے دروازے کا سپاہی کمرے کے اندر کیوں گیا تھا؟ وہ وہاں کیا کر رہا ہے؟"

"میرے ٹی وی میں کچھ خرابی ہو گئی ہے۔ وہ ٹھیک کر رہا ہے۔ ایک چھوٹا پیچ کس مانگ رہا ہے۔ کیا تمہارے پاس ہے؟"

وہ بولتے ہوئے قریب آ گیا تھا۔ اس نے اچانک گن پر ایک ٹھوکر ماری۔ پھر گھوم کر دوسری کک منہ پر جمادی۔ وہ پیچھے دیوار سے ٹکرایا۔ علی نے ایک ہاتھ سے گردن دبوچ لی' وہ تھوڑی دیر تک آزادی کے لئے جدوجہد کرتا رہا۔ پھر ٹھنڈا پڑ گیا۔ علی نے اسے فرش پر چھوڑ دیا۔ اس کی گن اٹھالی۔ وہاں سے دبے قدموں چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں افسر بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ اس نے سر گھما کر پوچھا "کون ہے؟"

پھر علی تیمور کے ہاتھ میں گن دیکھ کر چونک گیا۔ نشے میں تھا مگر موت کو سمجھ سکتا تھا۔ اس کا اپنا ریوالور سینٹر ٹیبل پر شراب کی بوتل کے پاس رکھا ہوا تھا۔ اسے اٹھانے کی مہلت نہیں مل سکتی تھی۔ اس نے کہا "مسٹر فشر! یہ کیا حماقت کر رہے ہو؟ ہمیں نقصان پہنچا کر بنگلے سے باہر جا سکو گے لیکن اس شہر اور اس ملک سے باہر کیسے نکلو گے۔ اسرائیلی انٹیلی جنس اور پولیس بہت ہوشیار ہے۔ عقل سے کام لو اور اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔"

وہ سینٹر ٹیبل کے پاس آیا۔ گن پھینک کر اس نے ریوالور اٹھالیا۔ پھر شراب کی بوتل افسر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "اسے چند سیکنڈ میں پی جاؤ اور خالی کر دو۔ انکار کرو گے تو گولی مار دوں گا۔"

افسر نے بوتل لی پھر ریوالور کو دیکھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا' علی نے ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی۔ وہ بوتل کھول کر اپنے منہ سے لگا کر غٹاغٹ پینے لگا۔ پھر سانس لینے کے لئے رکا تو علی نے ٹریگر پر انگلی کا ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ وہ سہم کر پھر پینے لگا۔ ایک منٹ کے اندر ہی علی نے اس سے بوتل خالی کرا دی۔ خالص وھسکی نے اس کے اندر آگ بھر دی تھی۔ وہ چکرا کر صوفے پر گرا پھر وہاں سے لڑھکتا ہوا فرش پر آ کر چاروں شانے چت ہو گیا۔

اس نے تین پہریداروں کو بے کار کر دیا تھا۔ اب تین کتے رہ گئے تھے۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا بیڈ روم میں آیا۔ وہاں سے ایک تکیہ اٹھایا پھر برآمدے میں آ کر دیکھا۔ دو خونخوار کتے ٹہل رہے تھے۔ اسے دیکھ کر غرانے لگے۔ اس نے ریوالور کو تکیے سے لپیٹ کر فائر کیا۔ ایک فائر پھر دوسرا فائر' دونوں کتے جو اس پر لپکنے کو آ رہے تھے۔ لان کی گھاس پر گر کر کچھ دیر تڑپتے رہے پھر ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گئے۔

تکیے نے سائیلنسر کا کام کیا تھا۔ فائرنگ کی آواز برائے نام ابھری تھی۔ اس نے بنگلے کے اندر آ کر مختلف کوریڈور اور کمروں سے گزر کر پچھلے حصے کا دروازہ کھولا۔ بنگلے کے پچھلے احاطے میں ایک کتا بھونک رہا تھا۔ تیسری گولی نے اس کی آواز بھی ہمیشہ کے لئے ختم کر دی۔

اب راستہ صاف تھا۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں تھا۔ وہ اس رہائش گاہ سے نکل کر کہیں بھی جا سکتا تھا لیکن کوئی بات کھٹک رہی تھی۔ وہ سوچتا ہوا اپنے بیڈ روم میں واپس آیا۔ پھر کھٹکنے والی بات سمجھ میں آ گئی۔ وہ باتھ روم میں آیا' وہاں اس کے اتارے ہوئے کپڑے ایک طرف رکھے تھے..... یہودی جاسوس کتوں کو وہ کپڑے سونگھا کر وہاں پہنچ جاتے جہاں بھی وہ چھپا ہوتا۔ وہ تمام کپڑے لے کر کچن میں آیا پھر گیس کے چولھے میں ان سب کو جلا کر راکھ کر دیا۔

وہ بظاہر ایک سیدھا سادا سا سحر زدہ رہنے والا ایڈی فشر تھا لیکن لاشعور میں جو ذہانت اور غیر معمولی صلاحیتیں چھپی ہوئی تھیں وہ بے اختیار اس کے عمل کے دوران ظاہر ہوتی تھیں اور ایسا اس لئے تھا کہ لیلیٰ نے اس کی شخصیت تبدیل کرتے وقت اس کی تمام خوبیوں اور صلاحیتوں کو بحال رکھا تھا۔ اس نے رہائش گاہ کو چھوڑنے سے پہلے ریوالور کو ایک طرف پھینک دیا۔ یہ بھی اس کی خاندانی عادت کا ایک حصہ تھا۔ میں 'سونیا' پارس' اور علی تیمور بھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے تھے۔ ضرورت کے وقت دشمنوں کے ہی ہتھیار استعمال کرتے تھے پھر انہیں پھینک دیتے تھے۔

اس وقت رات کے دس بجے تھے۔ یہودی خیال خوانی کرنے والے جے مورگن اور الپا زیادہ اہمیت رائما کو دے رہے تھے۔ گولڈن برنیز نے کہا تھا "رائما کے چور خیالات پڑھنے سے ایڈی فشر کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

پھر یہ یقین تھا کہ ایک افسر اور دو سپاہی مسلح ہیں اور احاطے میں تین خونخوار کتے ہیں۔ نہ کوئی بنگلے کے اندر جا سکتا تھا نہ وہاں

سے باہر نکل سکتا تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ایڈی فشر کو رائما نے اپنے زیر اثر رکھا ہے۔ وہ تخریبی عمل کی سلاخیں توڑ کر رائما کو چھوڑ کر نہیں جائے گا۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ پناہ لینے کے لئے بیت المقدس جائے گا۔ وہ مقام یہودیوں' عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے یکساں مقدس تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ خدا سے پوچھنا چاہتا تھا "میں کون ہوں؟ یہودی؟ عیسائی؟ یا مسلمان؟"

وہ رہائشی علاقے کی گلیوں سے نکل کر ایک شاہراہ پر پہنچ گیا۔ بے شمار گاڑیاں آتی جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ ریستوران اور تفریح گاہوں میں اچھی خاصی رونق تھی۔ دکانوں کے سائن بورڈز سے پتا چلا کہ وہ شہر نے تانیا ہے۔ یہ شہر تل ابیب اور حیفہ کے درمیان مغربی ساحل پر تھا۔

اب نے تانیا سے بیت المقدس جانے کا مسئلہ تھا۔ پتا نہیں ٹرین کس وقت وہاں سے روانہ ہوتی تھی۔ بس اور ٹیکسی کے ذریعے بھی وہ جا سکتا تھا لیکن بس یا ٹیکسی کا اڈا کہاں ہے یہ معلوم نہیں تھا۔ وہ سوچتا ہوا ایک بار کے سامنے آیا۔ وہاں بڑے امیر کبیر لوگ ہوش میں اندر جا رہے تھے اور مدہوش ہو کر باہر آ رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر یہ تدبیر سوجھی کہ کسی مدہوش سے دوستی کر کے یا اسے اغوا کر کے اس کی گاڑی استعمال کی جا سکتی ہے۔ اس گاڑی میں وہ یروشلم تک کا سفر کر سکتا ہے۔

وہ بار کے اندر آیا۔ وہاں یاد آیا کہ اس کے پاس ایک ڈالر' ایک پونڈ یا ایک بھی اسرائیلی شکال نہیں ہے۔ وہ خالی جیب چلا آیا ہے۔ جب سے وہ رائما کے ساتھ رہتا چلا آ رہا تھا اسے کبھی رقم کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی بھی ملک کی کرنسی حاصل کر لیتی تھی۔ بہت دنوں بعد علی کو پتا چلا کہ آج اسے اپنی حکمت عملی کے ذریعے رقم حاصل کرنی ہو گی۔

وہ دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ کچھ لوگ کاؤنٹر کے ساتھ لگے بیٹھے تھے اور پی رہے تھے۔ ہال میں میزوں کے اطراف پینے والوں اور پلانے والیوں کا میلہ سا لگا تھا۔ صرف ایک شخص میز پر تنہا نظر آیا۔ اس کے پاس کوئی حسینہ ساتی بن کر نہیں جا رہی تھی جب کہ وہ اپنے لباس سے اور انگلیوں میں پہنی ہوئی ہیرے کی انگوٹھیوں سے مالدار اسامی لگ رہا تھا۔

علی تیمور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے سامنے آیا' پھر بولا "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ کسی حد تک نشے میں تھا۔ اس نے نشے میں ڈوبی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا پھر کہا "یہ بار اور یہ میز میرے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔ یہاں کوئی بھی گاہک بیٹھ سکتا ہے۔"

علی تیمور بیٹھ گیا۔ اس شخص نے کہا "اب تم پوچھو گے' کیا اس بوتل سے تھوڑی سی پی سکتے ہو تو میرا جواب ہو گا' یہ بوتل کسی کے باپ کی نہیں ہے۔ اسے میں نے خریدا ہے۔"

"میں شراب نہیں پیتا ہوں۔"

"آں؟" اس شخص نے علی تیمور کو حیرانی سے دیکھا پھر ہنستے ہوئے پوچھا "پیتے نہیں ہو تو یہاں کیا سونگھنے آئے ہو؟"

"میں باہر فٹ پاتھ پر کھڑا اس شیشے سے جھانک کر بار کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ میں پینے والوں پر ایک کہانی لکھنا چاہتا ہوں۔ یہاں ہر میز پر پینے والوں کے ساتھ پلانے والی حسینائیں ہیں لیکن تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے۔ یہ حیرانی کی بات ہے اور میں حیرانی دور کرنے آیا ہوں۔"

وہ دو گھونٹ پی کر بولا "میں کیا جواب دوں؟ تم پیتے نہیں ہو اور میرا جواب نشے کی حالت میں سمجھ میں آتا ہے۔ بس اتنا سمجھ لو کہ میں کسی حسینہ کو لفٹ نہیں دیتا ہوں۔ میں نے بار کے مالک سے کہہ دیا ہے کہ بار کی کوئی لڑکی میری میز پر نہیں آئے گی۔"

"کیوں نہیں آئے گی؟"

"نشہ بہت اچھا ہوتا ہے اور بہت برا بھی ہوتا ہے۔ اچھا اس لئے ہوتا ہے کہ آدمی فکر اور پریشانی سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ برا اس لئے ہوتا ہے کہ مدہوشی میں اپنی خبر نہیں ہوتی اور کوئی بھی نازک اندام حسینہ لوٹ کر چلی جاتی ہے۔"

"جب تمہارے پاس کوئی آتی نہیں ہے تو کیسے لوٹ کر چلی جاتی ہے؟"

"یہی تم سمجھ نہیں پاؤ گے کیونکہ تم پیتے نہیں ہو۔"

"میں سمجھ لوں گا' تم بولو تو سہی۔"

وہ بولا "آہ! یہ ایک درد بھری داستان ہے۔ تم کہانی لکھنا چاہتے ہو اس لئے تمہیں سنا رہا ہوں۔ میں اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا اور اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔"

"تم بیوی سے محبت کرتے تھے اور اس سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ بیوی سے کیا بار بار شادی ہوتی ہے؟"

"بیوی سمجھا کرو۔ جب میں شادی کرنا چاہتا تھا تب وہ میری بیوی نہیں تھی۔"

علی تیمور نے سر ہلا کر کہا "اچھا' سمجھ گیا۔"

وہ پھر دو چار گھونٹ پینے کے بعد بولا "اور جب وہ میری بیوی بن گئی تو میں اس سے شادی نہ کر سکا۔"

"یہ شرابی فلسفہ ہے کیا؟ اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"بیوی سمجھا کرو۔ شادی کا مطلب ہے خوشی۔ میں اسے بیوی بنانے کے بعد اس کے ساتھ کوئی خوشی نہ منا سکا۔ وہ بلڈ پریشر کی مریضہ تھی۔ دو بار ہارٹ اٹیک ہو چکا تھا۔ جب وہ سالگرہ کی سیج پر پہنچی تو خوشی کے مارے دوران خون بڑھ گیا۔ تیسرا ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ پھولوں کی سیج پر مر گئی۔"

اتنا کہہ کر وہ رونے لگا۔ علی تیمور نے پریشان ہو کر کہا۔ "کیا کر رہے ہو؟ یہاں تماشا بن جاؤ گے۔"

ایک ویٹر آئس کیوبس کا پیالہ لا کر رکھ رہا تھا۔ اس نے کہا "صاحب! آپ پریشان نہ ہوں۔ یہاں سب جانتے ہیں کہ مسٹر ٹونر کو چوتھے پیگ سے اپنی بیوی یاد آنے لگتی ہے۔"

ویٹر چلا گیا۔ علی نے کہا "مسٹر بونر! مرنے والی کی یاد دل سے نہیں جائے گی لیکن رونے سے وہ واپس نہیں آئے گی۔"

وہ روتے ہوئے بولا "اسی بات کا تو رونا ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی واپس آتی ہے۔"

"کیا؟" علی نے شدید حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا "وہ واپس آتی ہے؟"

"ہاں' آتی ہے۔ جاتی ہے' پھر آجاتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے وہ مری نہیں تھی۔ ابھی زندہ ہے۔"

"وہ مرچکی ہے۔ اس کے تابوت کو میری آنکھوں کے سامنے قبر میں اتارا گیا تھا۔ مرنے والی کے ماں باپ اور رشتے دار بھی اس کی موت کی تصدیق کریں گے۔"

اس نے شیشے کے جام کو ہونٹوں سے لگا کر خالی کیا پھر بوتل کھول کر پانچواں پیگ بنانے لگا۔ علی تیمور نے کہا "تم ڈبل پیگ بناتے ہو۔ اس حساب سے یہ تمہارا دسواں پیگ ہے۔ بس کرو' تم نے بہت پی لی ہے۔ تمہیں کچھ تو ہوش میں رہنا چاہئے۔"

"میں ہوش میں ہوں اور تمہیں اپنی سچی دردناک کہانی سنا رہا ہوں۔ میں ثابت کروں گا کہ وہ مرچکی ہے اور یہ بھی ثابت کروں گا کہ وہ مجھ سے ملتی ہے۔ ابھی تم میرے ساتھ چلو' میں تمہیں اس سے ملواؤں گا۔ پھر تمہیں یقین آئے گا کہ وہ مجھ سے سچی محبت کرتی ہے۔ قبر سے نکل کر میرے پاس چلی آتی ہے۔"

"میں تمہاری وائف سے ضرور ملوں گا۔ اس سے کب ملاؤ گے؟"

میں نے کہا "ابھی ملاؤں گا۔ ذرا صبر کرو۔"

وہ غٹاغٹ پینے لگا۔ ایک ہی سانس میں جام خالی ہوگیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ پھر لڑکھڑا گیا۔ میز کا سہارا لے کر جھکتے ہوئے بولا "میں نشے میں نہیں ہوں۔ اگر تم نے زیادہ پی لی ہے تو آؤ مجھے تھام لو۔ میں تمہیں سنبھال کر لے چلوں گا۔"

علی تیمور نے اسے تھام لیا۔ پھر سہارا دے کر بار سے باہر جانے لگا۔ وہ بڑبڑا رہا تھا۔ "دراصل اس سے ملنے کی خوشی برداشت نہیں ہوتی۔ ابھی وہ ملے گی' یہ سوچ کر مجھے نشہ آجاتا ہے۔ ورنہ میں نشے میں نہیں ہوں۔"

وہ دونوں بار سے باہر آئے۔ بونر نے ایک سفید کار کے پاس آکر کہا "تم پچھلی سیٹ پر بیٹھو۔ میں اگلی سیٹ اپنی وائف کے لئے خالی رکھتا ہوں۔"

"لیکن وہ کہاں ہے؟"

"ذرا صبر کرو۔ اور آرام سے بیٹھو۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اسے یروشلم تک جانے کے لئے ایک گاڑی کی ضرورت تھی اور وہ گاڑی اسے ملنے والی تھی۔ اس گاڑی کو عجلت میں حاصل کرنا مناسب نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ مرنے والی کب اور کہاں اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ جاتی۔

بونر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی پھر کار کو اسٹارٹ کیا۔ علی نے پوچھا "تم اس حالت میں گاڑی چلاؤ گے؟"

وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولا "میں ہر رات اسی حالت میں ڈرائیو کرتا ہوں۔"

"معلوم ہوتا ہے' تمہاری بیوی قبر سے نہیں آئے گی تم مجھے ڈرائیونگ کے ذریعے قبر میں لے جاؤ گے۔ کیا تمہیں گھر کا راستہ یاد ہے؟"

"یاد ہے۔ میں تل ابیب میں رہتا ہوں اور پینے کے لئے تانیا شہر آتا ہوں کیونکہ وہ تانیا اور تل ابیب کے درمیان کہیں نظر آتی ہے پھر میری کار میں آکر بیٹھ جاتی ہے۔"

علی تیمور نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر کہا "ایسا لگتا ہے جیسے مجھے نشہ ہوگیا ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔"

بونر نے کہا "تمہیں زیادہ نہیں پینا چاہئے تھا۔ بہرحال میں تمہیں سنبھال کر لے جاؤں گا۔ تم کہاں رہتے ہو؟"

"میرا کوئی گھر نہیں ہے۔"

بونر نے ہنستے ہوئے کہا "بہت چڑھ گئی ہے' اپنا گھر بھی بھول گئے ہو۔"

وہ اچانک سنجیدہ ہوگیا۔ کار کی رفتار سست کرتے ہوئے بولا "دیکھو وہ آگئی ہے۔ سامنے دیکھو۔"

کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور سڑک پر وہ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے سفید میکسی پہنی ہوئی تھی اور وہ سفید میکسی یوں لگ رہی تھی جیسے وہ کفن سمیت قبر سے اٹھ کر آئی ہو۔

بونر نے قریب پہنچ کر گاڑی روک دی۔ پھر اگلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی۔ پھر کار میں آکر بیٹھتے بیٹھتے رک گئی۔ علی تیمور کو پچھلی سیٹ پر دیکھ کر بولی "یہ کون ہے؟"

بونر نے کہا "ایک بے چارہ ہے' اتنی پی لی ہے کہ اپنا گھر بھول گیا ہے۔ ڈارلنگ! کیا تمہیں اعتراض ہے؟"

وہ بولی "بے شک! اعتراض ہونا چاہئے۔ میاں بیوی کے درمیان کسی تیسرے کا کیا کام؟"

"میری جان! ہم اسے پچھلی سیٹ پر چھوڑ دیں گے۔ یہ تمام رات یہاں سوتا رہے گا اور ہم اپنے بیڈ روم میں رہیں گے۔"

"ذرا لائٹ آن کرو' میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

بونر نے کار کی اندرونی لائٹ آن کی۔ روشنی ہوتے ہی اندر آنے والی علی تیمور کو دیکھ کر چونک گئی۔ علی مدہوش بنا ہوا تھا' وہ ادھ کھلی آنکھوں سے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے نشے کی زیادتی سے پوری طرح آنکھیں نہیں کھول پا رہا ہو۔

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھتی ہوئی بولی "کیا تمہارا ساتھی مجھ سے بات کرسکتا ہے۔"

بونر نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا "کمال ہے' اتنی دیر تک ہم پیتے رہے مگر میں نے اس کا نام نہیں پوچھا۔ کیوں مسٹر! تمہارا نام کیا ہے؟"

علی تیمور جیسے نشے میں بڑبڑانے لگا "نام صرف گاڈ کا ہوتا ہے۔ ہمارا تمہارا نام ہوتا ہے مگر مٹ جاتا ہے۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو' میری رومیلا کا نام نہیں مٹ سکتا۔ دیکھو یہ اپنے نام کے ساتھ قبر سے اٹھ کر میری محبت میں آئی ہے۔"

علی نے کہا "آہ! آج آنکھوں سے دیکھ کر یقین ہوگیا کہ بیویاں مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتی ہیں۔"

وہ بولی "بکواس مت کرو۔ میں اپنے بونر کو پرائی عورتوں سے بچاتی ہوں۔ یہ بار میں پیتے وقت اسی لئے کسی حسینہ کو لفٹ نہیں دیتا کہ پینے کے بعد میں اس کے پاس آتی ہوں۔"

بونر نے کہا "ڈارلنگ! تم ہر رات آتی ہو۔ مجھے بیڈ روم میں لے جاکر سلاتی ہو لیکن خود میرے ساتھ نہیں سوتی ہو۔ صبح اٹھ کر دیکھتا ہوں تو غائب ہوجاتی ہو۔ آخر مجھے شادی والی خوشی کب ملے گی؟ میری زندگی میں کب سہاگ رات آئے گی؟"

وہ رونے لگا۔ رومیلا نے کہا "تم جذباتی ہو رہے ہو۔ گاڑی روکو۔ ورنہ اسے کہیں ٹکرا دو گے۔"

"میں اسے ٹکرا کر مرجاؤں گا' تمہاری قبر کا پڑوسی بن جاؤں گا۔"

"میں کہتی ہوں آنسو پونچھو۔ ورنہ غائب ہوجاؤں گی۔"

وہ آنسو پونچھنے لگا۔ علی سوچ رہا تھا۔ آخر یہ دونوں کیا چیز ہیں؟ جب بونر کے دماغ پر شراب چڑھ جاتی ہے تب یہ حسینہ بیوی بن کر آتی ہے' یہ فراڈ ہے' اسے دھوکا دیتی ہے۔ ظاہر ہے ایک امیر کبیر شخص کو لوٹنے کے لئے دھوکا دیتی رہتی ہے۔

نشے میں انسان کی عجیب حالت ہوتی ہے۔ وہ مدہوش ہوجاتا ہے۔ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا لیکن کار ڈرائیو کرتے وقت وہ غیر شعوری طور پر محتاط رہتا ہے۔ شاید اس لئے کہ وہ اندر ہی اندر موت سے ڈرتا ہے۔ کوئی حادثہ نہیں چاہتا۔ مرنا نہیں چاہتا۔ بونر نے اگرچہ تیز رفتاری سے کار چلائی مگر سلامتی سے تل ابیب کے بنگلے میں پہنچ گیا۔ پورچ میں کار روک کر بولا "میرے اچھے دوست! تم اسی کار میں رات گزارو۔ میں اپنی رومیلا کے ساتھ....."

رومیلا نے بات کاٹ کر کہا "نہیں بونر! یہ تمہارا مہمان ہے۔ اسے بھی اندر لے چلو۔ یہ دوسرے بیڈ روم میں پڑا رہے گا۔"

بونر نے کار سے نکل کر لڑکھڑاتے ہوئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ علی بھی ڈگمگاتا ہوا باہر آیا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کو سہارا دیتے ہوئے ڈگمگاتے ہوئے بنگلے کے اندر آئے۔ رومیلا ان کے پیچھے تھی۔ وہ ایک بیڈ روم کے پاس پہنچ کر بولی "مہمان کو اس کمرے میں جانے دو۔"

بونر' علی کو وہاں چھوڑ کر رومیلا کا سہارا لے کر اپنے بیڈ روم میں جانے لگا۔ علی نے کمرے میں آکر دروازے کو بند کیا۔ پھر وہیں کھڑا رہا۔ اسے یاد آرہا تھا جب رومیلا نے پہلی بار کار کے اندر روشنی میں اسے دیکھا تھا تو ایسے چونک گئی تھی جیسے اسے ایڈی فشر

کی حیثیت سے پہچانتی ہو۔

یہ بات اسے کھٹک رہی تھی۔ پھر وہ رومیلا کا فراڈ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ بونر کی بیوی بن کر یہاں کس لئے آئی ہے؟

وہ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ پھر دبے قدموں چلتا ہوا دوسرے بیڈ روم کی کھڑکی کے پاس آیا۔ رومیلا شیشے کے جام میں ایک پیگ بناتے ہوئے بونر سے کہہ رہی تھی۔ "اب اس کے بعد پینے کو نہ مانگنا۔ تم زیادہ پیتے ہو پھر شکایت کرتے ہو کہ میں تمہیں چھوڑ کر چلی جاتی ہوں۔"

اس نے شراب کا جام بونر کو دیا پھر کہا "تم پیتے رہو۔ میں تمہارے مہمان کو دیکھ کر آتی ہوں۔ شاید اسے کسی چیز کی ضرورت ہو۔"

علی تقریباً دوڑتا ہوا دوسرے بیڈ روم میں آیا۔ باتھ روم میں پہنچ کر اس نے شاور کو کھول دیا۔ پھر باتھ روم کا دروازہ بند کرتے ہوئے کمرے میں آیا۔ وہاں بھی اس نے ایک لمحہ ضائع نہیں کیا۔ دوڑتے ہوئے کمرے سے باہر آگیا۔ کوریڈور میں آکر ایک قریبی زینے کے پیچھے چھپ گیا۔ اس نے بڑی تیزی دکھائی تھی۔ اگر ذرا بھی دیر ہوتی تو اس سے سامنا ہو جاتا۔

زینے کے پیچھے آتے ہی اس نے دیکھا' رومیلا اس کے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر جھانک رہی تھی پھر وہ اندر گئی۔ علی اسے بستر پر نظر نہیں آیا۔ وہ باتھ روم کے دروازے کے پاس آکر شاور سے پانی گرنے کی آواز سننے لگی۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ وہ نشہ کم کرنے کے لئے غسل کر رہا ہے۔

رومیلا نے باتھ روم کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ پھر کمرے کے باہر آکر اس دروازے کی چٹخنی بھی باہر سے لگا دی۔ اپنی دانست میں اس نے علی کو باتھ روم میں' بیڈ روم میں قید کر دیا اسے یہ یقین ہو گیا کہ قیدی مہمان باہر نہیں نکل سکے گا۔ وہ اطمینان سے چلتی ہوئی بونر کے پاس آئی۔ وہ آخری پیگ حلق سے اتارنے کے بعد بستر پر چاروں شانے چت ہو گیا تھا۔ نشہ پوری طرح غالب آگیا تھا۔ وہ بڑبڑا رہا تھا۔ اس کی آواز ڈوبتی جا رہی تھی۔ رومیلا نے اس پر ایک نظر ڈالی پھر ٹیلیفون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا اور نمبروں کے بٹن دبانے لگی۔

رابطہ قائم ہو گیا تو وہ بولی "ہیلو میں ہوں انجیلا آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی۔ چیف سے بات کراؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد چیف کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو انجیلا؟"

وہ بولی "ہیلو چیف! کیا رائما کے ساتھ آنے والے ایڈی فشر کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ تم جانتی ہو رائما اور فشر کو نے تانیا کے ایک بنگلے میں نظر بند رکھا گیا ہے۔"

"لیکن وہ میرے بونی بونر کے بنگلے میں ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ تمہارا بونی نل ایبب میں رہتا ہے اور ایڈی فشر نے تانیا میں تین مسلح سپرداروں کی نگرانی میں ہے۔ بنگلے کے احاطے میں تین خونخوار کتے ہیں پھر وہ باہر کیسے نکل سکتا ہے؟"

"میں نہیں جانتی' وہ کیسے نکل گیا لیکن میں نے اسے باتھ رو اور بیڈ روم میں قید کر دیا ہے۔ آپ فوراً آکر اسے حراست م لیں۔"

اس نے تھوڑی دیر تک دوسری طرف کی باتیں سنیں پ ریسیور رکھ کر پلٹ گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی چیخ نکل گئی دروازے پر علی تیور کھڑا ہوا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "تم باہر کیسے آگئے؟"

وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "میں ایک بھٹکتی ہوئی رو کی طرح ہوں۔ جب تک اپنی اصلیت کو نہیں پاؤں گا' کوئی مجھے نہیں کر سکے گا۔"

پھر وہ قریب آکر بولا "یہ بونر تمہارا بہنوئی ہے۔ پھر تم ا دھوکا کیوں دے رہی ہو؟"

"میرا بہنوئی ایک بچے کی طرح معصوم ہے۔ ہم نہیں چاہتے یہ حسین عورتوں کے فریب میں آئے۔ میں اپنی بہن سے بڑی تک مشابہ ہوں۔ یہ نشے میں مجھے اپنی بیوی رومیلا سمجھتا ہے ا ہوش میں رہے تو مجھ سے متاثر نہیں ہوتا۔ میں چاہتی ہوں' یہ سے شادی کر لے لیکن میری بہن مرنے کے بعد بھی اس کے حوا پر چھائی ہوئی ہے۔ یہ ہوشمندی میں کسی سے شادی نہیں کر گا۔ البتہ نشے میں بہک سکتا ہے۔ اس لئے میں رومیلا بن کر اسے سے بچاتی ہوں۔"

"تم اپنے بہنوئی کی بہتری چاہتی ہو۔ تم دل کی اچھی ہو میرے لئے بری کیوں ہو؟ کیوں مجھے گرفتار کرانا چاہتی ہو؟"

"میں ایسا نہیں کروں گی تب بھی تم اس ملک میں کہیں چھ کر نہیں رہ سکو گے۔ یہاں کی پولیس' انٹیلی جنس اور فوج سے کو نہیں بچ سکتا۔"

"لیکن میرا جرم کیا ہے؟"

"جرم تو میں نہیں جانتی' اتنا جانتی ہوں کہ ایک ٹیلی پیتھ جاننے والی کے ساتھ آئے ہو۔ اس لئے ہم نہیں چاہیں گے کہ کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کے ہاتھ لگ جاؤ اور وہ تم تمہارے ذریعے رائما تک پہنچ جائے۔"

"میں رائما کے ساتھ نہیں رہوں گا۔ جب تک بھاگ سکا ہوں اور جہاں تک بھاگ سکتا ہوں' اس سے دور بھاگتا رہوں گا۔"

"بس اتنی سی بات ہے؟ رائما کے ساتھ رہنا نہیں چاہتے؟ پہلے بتایا ہوتا۔ ہم تمہاری رہائش کا الگ انتظام کر سکتے ہیں۔"

"سوری' میں آسمان سے گر کر کھجور میں اٹکنا نہیں چاہتا۔"

وہ جانے کے لئے پلٹ گیا۔ انجیلا نے بڑی پھرتی سے الماری کی ایک دراز کو کھولا۔ اس میں سے ایک ریوالور نکالنے کے لئے ہاتھ ڈالا۔ علی نے پلٹ کر دراز کو ایک لات ماری۔ وہ پٹ دراز کے بند ہونے سے اس کا ہاتھ اندر پھنس گیا تھا۔ علی نے

پاؤں نہیں ہٹایا تھا---- وہ تکلیف کی شدت سے بلبلا رہی تھی۔ دوسرے ہاتھ سے اسے کبھی کھولنے کی کوشش کر رہی تھی کبھی علی کے پاؤں پر کراٹے کے ہاتھ مار رہی تھی۔ اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے فولاد پر ہاتھ مار رہی ہو۔

جب وہ نڈھال ہو کر گرنے لگی تو علی نے دراز پر سے پاؤں ہٹا لیا۔ اس میں سے ریوالور نکال کر چیمبر کو خالی کیا۔ تمام گولیاں دور پھینک کر اسے ریوالور دیتے ہوئے بولا "جاؤ' اپنی پھرتی آزماؤ۔ گولیاں چن کر اسے لوڈ کرو اور مجھے نشانہ بناؤ۔"

وہ اس کے ہاتھ پر ریوالور رکھ کر جانے لگا۔ اس کا ایک ہاتھ دراز کے اندر رہ کر بری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے فولاد پر کراٹے کے ہاتھ مارنے کا نتیجہ بھی برا نکلا تھا۔ وقتی طور پر دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے تھے۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ باہر پولیس کی دو گاڑیاں نظر آئیں۔ وہ گاڑیاں احاطے کے اندر آرہی تھیں۔ علی تیور دوڑتا ہوا احاطے کی دیوار کی طرف گیا۔ پولیس افسر نے بلند آواز سے کہا۔ "وہ ایڈی فشر جا رہا ہے۔ اسے روکو۔"

ایک گاڑی ریورس گیئر میں احاطے کے باہر گئی۔ دوسری گاڑی سے سپاہی نکل کر علی کی طرف دوڑنے لگے۔ وہ اچھل کر احاطے کی دیوار پر آیا پھر دوسری طرف کود کر سڑک پر بھاگنے لگا۔

احاطے کے باہر آنے والی پولیس گاڑی گیئر بدل کر آگے بڑھی۔ وہ بھی آگے آگے دوڑتا جا رہا تھا۔ گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے افسر نے میگافون کے ذریعے کہا "ایڈی فشر! یہ تمہاری نادانی ہے۔ گاڑی کی رفتار سے نہیں دوڑ سکو گے۔ خود کو ہمارے حوالے کر دو۔"

لیکن وہ حیرت انگیز تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔ افسر کا بھی یہ خیال درست تھا کہ وہ گاڑی سے تیز نہیں بھاگ سکے گا لیکن اس کا ذہن بجلی کی تیزی سے بچاؤ کے راستے نکالتا تھا۔ اس نے دور تک دوڑنے کے بعد اچانک ایک بنگلے کے احاطے میں چھلانگ لگا دی۔ گاڑی رک گئی۔ بھاگنے والا نہیں رکا۔ تیز بھاگنے والی گاڑی سے سپاہی اتر کر اس بنگلے کے احاطے میں جانے لگے۔ بنگلے کا بیرونی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ سب دوڑتے ہوئے اندر آئے۔ اندر بیٹھی ہوئی عورتوں نے چیخنا شروع کر دیا۔ ایک بولی "یہ کہاں کا قانون ہے۔ کیا پولیس والے اجازت لے کر نہیں آسکتے؟"

افسر نے کہا "ہمیں افسوس ہے۔ ہم مجبور ہیں۔ ایک مجرم یہاں آیا ہے۔"

"یہاں کوئی نہیں ہے۔"

افسر نے سپاہیوں سے کہا "وہ بنگلے کے پچھلے راستے سے نکل گیا ہو گا۔ کم آن۔ ایک سپاہی جائے اور گاڑی کو پچھلے راستے پر لائے۔"

وہ سب بنگلے سے نکل کر دوسرے راستے کی طرف دوڑنے لگے۔ انجیلا پولیس کی دوسری گاڑی میں بیٹھ کر آئی۔ اسے پتا چلا فشر گاڑی میں آنے والے سپاہیوں کو پیدل بنا چکا ہے۔ وہ بولی "چیف! وہ بہت چالاک ہے۔ ایسے ہاتھ نہیں آئے گا۔ پلیز ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو انفارم کرو۔"

چیف نے کہا "ابھی میں یہی سوچ رہا تھا۔ ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا' فشر کے اندر جا کر اسے فرار ہونے سے روک سکتا ہے۔"

وہ موبائل ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر نمبروں کے بٹن دبانے لگا۔ ادھر جے مورگن اور الپا وغیرہ رائما کے معاملے میں مصروف تھے۔ گولڈن برینز نے بھی ایڈی فشر کو رائما کا ایک تابعدار سمجھ کر زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ ان کی ساری توجہ رائما کو اپنا وفادار بنانے کے لئے تھی۔ پھر دانیال کی غداری ان کا قیمتی وقت ضائع کر رہی تھی۔ جے مورگن آئندہ کسی فریب سے بچنے کے لئے رائما کے دماغ میں سپرد ابرین کر بیٹھا ہوا تھا۔ الپا سو رہی تھی' اسے صبح چار بجے رائما کے دماغ میں جا کر جے مورگن کو ڈیوٹی سے فارغ کرنا تھا۔

رات کے ایک بجے ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ الپا گہری نیند میں تھی لیکن دماغ کو ہدایت دے چکی تھی کہ کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے۔ اس لئے فوراً ہی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے ریسیور کان سے لگایا۔ پھر کہا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل بول رہا ہوں۔ مجھے رپورٹ ملی ہے کہ ایڈی فشر رائما کو چھوڑ کر اس بنگلے سے بھاگ گیا ہے۔ میں نے تصدیق کرنے کے لئے اس بنگلے میں فون کیا۔ وہاں گھنٹی بجتی رہی لیکن ہمارے کسی سپردار نے فون اٹینڈ نہیں کیا۔ شاید فشر نے ایک افسر اور دو سپاہیوں کو قتل کر دیا ہے۔"

الپا نے پوچھا "اور وہ تین کتے؟ کیا فشر نے انہیں بھی ختم کر دیا ہے؟"

"ظاہر ہے ان کتوں کی زندگی میں وہ باہر قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔"

"اچھا میں دیکھتی ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر سوچنے لگی۔ ایڈی فشر کی آواز اور لہجے کو یاد کرتے کرتے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے دماغ تک پہنچ کر واپس آگئی۔ ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب کوئی سانس روک لیتا ہے۔

الپا بستر سے اٹھ کر آئینے کے پاس آئی پھر اپنے بالوں کو برش کرتے ہوئے سوچنے لگی "ایڈی فشر کا دماغ حساس نہیں ہے۔ جب وہ رائما کے ساتھ یہاں پہنچا تھا تب میں نے ائرپورٹ پر فشر کو آزمایا تھا۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ اطمینان ہو گیا تھا کہ اس کے اندر کسی وقت بھی پہنچا جا سکتا ہے۔ پھر یہ اچانک تبدیلی کیسے آگئی؟ وہ یوگا کا ماہر کیسے ہو گیا؟"

پھر الپا نے سوچا "فشر کے دماغ میں کوئی پہنچے یا نہ پہنچے' رائما ضرور پہنچ سکتی ہے کیونکہ فشر اس کا معمول اور تابعدار ہے۔ اگر

میں رائما کی سوچ اور لہجہ اختیار کروں تو وہ سانس نہیں روکے گا۔"

وہ رائما کی سوچ اور لہجے کو اختیار کرکے وہاں پہنچی پھر واپس آگئی۔ علی کی سانس رکی ہوئی تھی۔ وہ حیران رہ گئی۔ پہلی بات یہی سمجھ میں آئی کہ وہ رائما کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرچکا ہے۔ الپا گولڈن برنیز کو رپورٹ دینے کے لئے کمپیوٹر کے پاس آگئی۔

علی کو یہ علم نہیں تھا کہ الپا اس کے دماغ میں دوبارہ آنے کی کوشش کرتے ہوئے ناکام ہوگئی ہے۔ اس نے الپا کا راستہ روکنے کے لئے سانس نہیں روکی تھی۔ دراصل وہ پولیس والوں سے چھپنے کے لئے ایک جگہ تاریکی میں لیٹا ہوا تھا۔ سپاہی قریب ہی ادھر اُدھر اسے تلاش کررہے تھے۔ وہ چاہتا تھا سپاہیوں کو اس کے سانس لینے کی آواز بھی سنائی نہ دے اس لئے اس نے سانس روک لی تھی۔

پھر وہ آہستہ آہستہ سانس لینے لگا۔ اس وقت وہ ایک سرونٹ کوارٹر کی چھت پر لیٹا ہوا تھا۔ کوئی بیس قدم کے فاصلے پر ایک بہت بڑی کوٹھی تھی۔ وہ رینگتا ہوا چھت کے کنارے آیا۔ نیچے کوئی سپاہی دور تک نظر نہیں آرہا تھا۔ شاید وہ مایوس ہوکر چلے گئے تھے۔ اس نے ذرا دیر تک انتظار کیا پھر چھت سے اتر کر نیچے آگیا۔

پولیس والے بھی چالاک تھے۔ وہ تاریکی میں چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے اچانک ہی اس پر چھلانگ لگائی لیکن اسے پکڑ نہ سکے۔ وہ مقابلہ کررہا تھا۔ کسی کو لات گھونسے مار رہا تھا کسی کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر پھینک رہا تھا۔

پولیس کار میں بیٹھا ہوا چیف ریسیور کان سے لگائے سن رہا تھا۔ دوسری طرف سے اس کا سینئر افسر کہہ رہا تھا۔ "ابھی رپورٹ ملی ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فنثر کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے۔ یہ حکم دیا گیا ہے کہ فنثر کو گولی مار کر زخمی کرو تاکہ اس کے دماغ میں جگہ مل سکے۔"

چیف نے ریسیور رکھا اور اپنا ریوالور نکال کر سپاہیوں کی طرف دوڑتے ہوئے بولا "ہٹ جاؤ۔ میں فائر کررہا ہوں۔ فنثر کو زخمی کرنا ضروری ہے۔ دور ہٹو۔"

علی نے یہ سنتے ہی کوٹھی کی طرف دوڑ لگائی۔ فائرنگ سے بچنے اور چھپنے کی وہی ایک جگہ تھی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی سنسناتی ہوئی اس کے قریب سے گزر گئی۔ دوسری بار فائرنگ کی آواز گونجی اس کے ساتھ ہی علی نے فضا میں اچھل کر جیسے غوطہ لگایا پھر ڈی وی لاؤنج کے شیشے کو توڑتا ہوا کوٹھی کے اندر آگرا۔

کوٹھی کے اندر جیسے زلزلہ آگیا۔ وہاں رہنے والے ایک مرد اور ایک عورت کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی "کون ہے؟"

علی قالین پر آکر گرا تھا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اب اسے کوٹھی کے مکینوں سے بھی نمٹنا تھا لیکن جب وہ تین ایک کمرے سے نکل کر اس کے سامنے آئے تو وہ حیرانی سے انہیں دیکھتا رہ گیا۔

اس نے آج تک پیاڑ جیسے انسانی روبوٹ نہیں دیکھے تھے۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں سوسانہ اور جبرائل کو دیکھا تھا۔ ان سے دوستی بھی تھی۔ وہ پارس کی طرح سوسانہ کو آپا جان کہتا تھا لیکن ابھی خود کو بھولا ہوا تھا۔ ادھر سوسانہ اور جبرائل اسے نہیں پہچان سکے تھے کیونکہ علی کی شخصیت اور صورت بدلی ہوئی تھی۔

فی الوقت وہ ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے اور کوئی اجنبی شیشے توڑ کر گھر میں گھس آئے تو وہ دشمن سمجھا جاتا ہے۔ جبرائل نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے حلق کو دبوچ لیا۔ علی نے سانس روک لی۔ جبرائل کے منہ پر کراٹے کا ہاتھ مارا۔ وہ ہاتھ فولادی تھا۔ جبرائل کو ذرا تکلیف پہنچی۔ اس نے برداشت کرتے ہوئے علی کو اوپر اٹھالیا۔ اس کے پاؤں زمین سے اکھاڑ دیئے۔

ان ہی لمحات میں الپا نے علی کے دماغ میں آنا چاہا مگر پھر ایک بار سوچ کی لہریں واپس آگئیں کیونکہ علی اپنی گردن چھڑانے کے لئے سانس روکے ہوئے تھا۔ وہ چیف کے دماغ میں آکر بولی "تم نے گولیاں ضائع کی ہیں۔ وہ زخمی نہیں ہوا ہے۔ اس نے سانس روکی ہوئی ہے۔"

چیف نے کہا "مادام! بڑی مشکل ہے۔ وہ سوسانہ اور جبرائل کی کوٹھی میں چلا گیا ہے۔"

الپا نے کہا "اوہ گاڈ! ہماری پوری کوشش یہی تھی کہ رائما اور فنثر کو ان انسانی روبوٹ سے دور رکھا جائے تاکہ سوسانہ تک نہ پہنچ پائیں۔ ہم رائما کو نے تانیا لے گئے تھے۔ کہاں نے تانیا اور کہاں نیل ایبب۔ وہ کمبخت فنثر ایک طویل فاصلہ طے کرکے فرہاد کے آلۂ کاروں کے گھر میں گھس گیا ہے۔ اسے کسی بھی طرح وہاں سے نکالو۔"

"یس مادام! میں سپاہیوں کے ساتھ کوٹھی کے اندر جارہا ہوں۔"

وہ سپاہیوں کے ساتھ کوٹھی کے دروازے کی طرف جانے لگا۔ علی نے جبرائل کے شکنجے میں اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ سانس تو پہلے ہی روکی ہوئی تھی۔ جبرائل نے سمجھا کہ اس کا دم نکل گیا ہے۔ اس نے علی کو ایک طرف پھینک دیا۔

وہ فرش پر گرتے ہی اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ جبرائل نے اسے مُردہ سمجھا تھا۔ مُردے نے فضا میں اچھل کر اس کے سینے پر ایک فلائنگ کک ماری۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑا کر ڈی وی سے ٹکرایا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ ڈی وی کے ساتھ فرش پر گر پڑا۔

سوسانہ دلچسپی سے یہ مقابلہ دیکھ رہی تھی۔ وہ حیرانی سے بولی "تعجب ہے۔ میں پہلی بار تمہیں کسی کے مقابلے میں گرتے ہوئے دیکھ رہی ہوں جبرائل!"

جبرائل نے کہا "اوہ سوسانہ! تم نے یہ نہیں دیکھا کہ اس جوان نے ماسٹر واٹسو روکی کے انداز میں کک ماری ہے۔ ٹریننگ کے دوران جب ماسٹر ہم دونوں پر حملے کرتا تھا تو ہم سنبھل نہیں پاتے تھے۔"

سوسانہ نے علی کو تعریفی نظروں سے دیکھا۔ پھر جبرائل سے کہا۔ "ایسا ہے تو تم تماشا دیکھو۔ میں اس سے مقابلہ کروں گی۔"

وہ مقابلے کے لئے ڈٹ گئی۔ علی نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "پلیز مجھے دشمن نہ سمجھو۔ میں ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی کے شکنجے سے نکلنے کے لئے پناہ لینے آیا ہوں۔ اگر تم دونوں یہودی ہو تو مجھے مجبوراً یہاں سے بھی بھاگنا ہوگا اور اگر یہودی نہیں ہو تو فار گاڈ سیک، میری مدد کرو۔ میں بھی تمہارے کسی کام آسکتا ہوں۔"

سوسانہ اور جبرائل نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر وہ بولی "کیا چاہتے ہو؟"

کال بیل کی آواز سنائی دینے لگی۔ علی نے کہا "یہاں کی پولیس مجھے گرفتار کرنے آئی ہے جبکہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔"

"اگر تم مجرم نہیں ہو تو تمہیں کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ آؤ ہمارے ساتھ چلو۔"

علی ان کے ساتھ بیرونی دروازے کی طرف جانے لگا۔ کال بیل کی آواز وقفے وقفے سے آرہی تھی۔ علی نے پوچھا "کیا وہ تمہارے کہنے سے مجھے گرفتار نہیں کریں گے؟"

جبرائل نے کہا "ہم انہیں سمجھائیں گے۔ وہ باتوں سے نہیں سمجھیں گے تو لاتوں سے ضرور سمجھ لیں گے۔"

اس نے دروازے کے پاس آکر اسے کھولا۔ باہر انٹیلی جنس کا چیف ایک پولیس افسر اور کئی سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ چیف نے اپنا کارڈ دکھا کر کہا۔

"میں انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا چیف ہوں۔ یہ جوان ایڈی فنثر تمہارے گھر کا شیشہ توڑ کر اندر آیا ہے، ہم اسے گرفتار کرنے آئے ہیں۔"

سوسانہ نے پوچھا "کیا ہمارے گھر کا شیشہ توڑنے اور یہاں گھس آنے کے جرم میں گرفتار کرنا چاہتے ہو؟"

افسر نے کہا "یہ واقعی جرم ہے۔ آپ بھی مانتی ہیں۔"

"مانتی ہوں اور اس جوان کی غلطی کو معاف کرتی ہوں۔ ہماری معافی کے بعد یہ مجرم نہیں رہا۔ لہٰذا اسے گرفتار نہ کرو۔"

افسر نے چیف کو دیکھا پھر کہا "مادام! تم معاف کرسکتی ہو مگر یہ ہمارا بھی مجرم ہے۔ ہمیں امید ہے، تم قانون کے تقاضے پورے کرنے سے ہمیں نہیں روکو گی۔"

جبرائل نے کہا "اس نے ہمارے گھر میں پناہ لی ہے۔ لہٰذا ہم بھی قانون کے تقاضے پورے کرنے کے لئے اس کا جرم معلوم کریں گے۔"

"مسٹر جبرائل! تم نے وعدہ کیا تھا کہ ہمارے ملکی معاملات میں مداخلت نہیں کرو گے۔ بیشتر ملکی معاملات راز میں رہتے ہیں۔ یہ جوان ہمارے ایک راز سے تعلق رکھتا ہے۔ تمہیں اپنے وعدے کا پابند رہنا چاہئے۔"

جبرائل نے علی سے پوچھا "کیا تمہارا تعلق اس ملک سے ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میں امریکا سے آیا ہوں اور مجھے یہاں آئے ہوئے چوبیس گھنٹے بھی نہیں ہوئے ہیں۔"

جبرائل نے افسر سے کہا "جب یہ تمہارے ملک سے تعلق نہیں رکھتا ہے تو تمہارے ملکی معاملات سے کیسے تعلق رکھتا ہے؟"

"یہ غیر ملکی جاسوس ہے۔ ہمارے ملک کو نقصان پہنچانے آیا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ رائما نامی ایک عورت نے مجھے ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنالیا ہے۔ میرے ذہن سے میری پچھلی زندگی بھلا دی ہے۔ جب میں اپنے آپ کو نہیں پہچانتا ہوں تو اس ملک کے خلاف کیا خاک جاسوسی کروں گا۔"

چیف نے کہا "مسٹر جبرائل! یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ہم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے اسے جھوٹا ثابت کردیں گے۔"

سوسانہ نے کہا "ہمارے خیال خوانی کرنے والے بھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیتے ہیں۔ اس لئے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زحمت نہ دینا۔ یہ جوان جھوٹا اور فریبی ثابت ہوگا تو ہم خود اسے تمہارے حوالے کردیں گے۔"

اسی وقت لیلیٰ نے جبرائل کے اندر آکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا۔

"میں دوسری جگہ مصروف ہوں۔ صرف خیریت معلوم کرنے آئی ہوں۔"

وہ بولا "ہم خیریت سے ہیں۔ یہ نوجوان تازے کا باعث بنا ہوا ہے۔ یہ یہودیوں سے بھاگ کر ہمارے پاس پناہ لینے آیا ہے۔ یہ افسران اسے گرفتار کرکے لے جانا چاہتے ہیں۔"

لیلیٰ نے پوچھا "یہ جوان کہاں سے آیا ہے؟ کیا نام ہے اس کا؟"

"نام ہے ایڈی فشر اور کہتا ہے کسی رائما نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کی یادداشت گم کردی ہے۔"

لیلیٰ نے خوش ہو کر کہا "او خدایا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے دیکھو جبرائیل! میں جو کہہ رہی ہوں اسے سن کر خوشی کا اظہار نہ کرنا۔ یہ نوجوان ہمارا علی تیمور ہے۔"

جبرائیل نے حیرانی سے علی کو دیکھا۔ سوسانہ پولیس افسر سے باتیں کررہی تھی۔ جبرائیل نے کہا "ہم زیادہ بحث نہیں کریں گے۔ ہمارا فیصلہ ہے کہ یہ جوان ہمارے پاس رہے گا۔ اگر تم لوگ فوراً واپس نہ گئے تو ایک ایک کی گردن توڑ دوں گا۔"

چیف نے کہا "ہم جارہے ہیں۔ ہمارے بڑے تم سے نمٹ لیں گے۔"

"جانے سے پہلے ایک وارننگ سن لو۔ اس جوان کے دماغ میں تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ آئے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے ہمیں باخبر رکھیں گے، اگر کوئی چھپ کر آئے گا اور اسے نقصان پہنچائے گا تو جواباً تمہارا جو نقصان ہوگا، اس پر تمہارے تمام یہودی اکابرین ماتم کرتے رہ جائیں گے۔ ناؤ گٹ لاسٹ۔"

جبرائیل نے دروازہ بند کردیا۔ بند دروازے کے باہر پولیس والوں کے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ واپس جارہے تھے۔ جبرائیل دروازے کے پاس سے پلٹ کر سوسانہ کے پاس آیا۔ پھر بولا "یاد ہے، اس نوجوان نے ماسٹر واٹسو رو کی کے انداز میں مجھے فلائنگ کک ماری تھی؟"

وہ بولی "یاد ہے مگر تم یاد کیوں دلا رہے ہو؟"

"اس لئے کہ یہ تمہارا دوسرا بھائی علی تیمور ہے۔"

"کیا؟" سوسانہ نے حیرانی سے چیخ کر علی کو دیکھا۔

لیلیٰ علی کے دماغ میں کہہ رہی تھی۔ "بیٹے! تم صحیح جگہ پہنچ گئے ہو۔ میں جلد ہی تمہاری پچھلی زندگی یاد دلاؤں گی۔"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں تمہاری ماں ہوں۔ میرا نام لیلیٰ ہے۔ ابھی اس سے زیادہ نہ پوچھو۔ میں اس بات کا انتظام کرنے جارہی ہوں کہ رائما اور دوسرے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے خاموشی سے تمہارے اندر پہنچ کر تمہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ میں جلدی آؤں گی۔ یہ سامنے تمہاری بہن سوسانہ ہے۔"

ادھر جبرائیل نے سوسانہ کو بتایا کہ علی کی حقیقت مدر لیلیٰ نے بتائی ہے۔ سوسانہ خوشی سے دوڑتی ہوئی آئی اور علی سے لپٹ گ ایسے وقت ریوٹ بہن کی محبت مہنگی پڑتی تھی۔ وہ خوشی سے گ لگتی تھی مگر گلے لگنے والے کی سانس رکنے لگتی تھی۔

ایسے وقت پارس بھی سوسانہ سے دور بھاگتا تھا لیکن ا انجانے میں پھنس گیا تھا۔ بچاؤ کی ایک ہی صورت تھی، اس سانس روک لی..... یہ یوگا کے ماہر جانتے ہیں کہ سانس رو سے قوتِ برداشت میں اضافہ ہوتا ہے۔

وہ سانس روک کر بہن کی پہلوانی محبت کو برداشت کررہا تھ دوسری طرف انجانے میں فائدہ بھی پہنچ رہا تھا۔ الپا پھر اس دماغ تک آئی تھی اور سانس روکنے کے باعث اس کی سوچ کی لہر واپس چلی گئی تھیں۔

****

میں نے مغل پورہ میں لال پل کے پاس ایک چھوٹا سا مکا کرائے پر حاصل کیا اور وہاں ایک عام شہری کی حیثیت سے ر لگا۔ ایک طویل مدت کے بعد اپنے باپ دادا کا لباس شلوار قی پہننے لگا۔ ایک ایسی عوامی طرزِ زندگی اختیار کی کہ دشمن اور دور نما دشمن بھی مجھے فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے پہچان نہیں سکے تھے۔

یہ ہم سب کے لئے بڑے شرم کی بات ہے کہ میں اپنے وطن میں اپنے لوگوں کے درمیان منہ چھپا رہا تھا کیونکہ میرے خلاف محاذ آرائی شروع ہوچکی تھی۔ بڑے بڑے سرمایہ دار ا جاگیردار سمجھ گئے تھے کہ میں پاکستان میں رہ گیا تو وہ دنیا سے ا جائیں گے یا ناجائز ذرائع سے حاصل ہونے والی دولت سے محر ہوجائیں گے۔

انہوں نے ملک کے بڑے بڑے اخبارات میں میرے خلا بیانات شائع کرانے کی کوششیں کیں لیکن اخبارات کے ذمے مالکان نے کہا "فرہاد علی تیمور ایک نیشن، ایک خیالی کردار ہ اگر وہ حقیقت ہے اور وہ اس ملک میں ہے تو قانون کے محافظ ا گرفتار کریں۔ عدالت تصدیق کرے کہ وہ ایک زندہ کردار ہے تو اپنے اخبارات میں اچھا خاصا مواد شائع کریں گے۔"

ریڈیو اور ٹی وی والوں نے بھی مجھے ایک زندہ کردار کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اگرچہ پچھلے دنوں بین الاقوامی نشریا ادارے نے مجھے اور سونیا کوٹی وی اسکرین پر پیش کیا تھا اور ف ولیج کے بھی مناظر پیش کئے تھے لیکن یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ وہی فرہاد پاکستان میں ہے۔ اگر کوئی فرانس کے فرہاد ولیج میں ہے تو یہ ملک سے باہر کا معاملہ ہے۔

اپنی بہن شاہینہ کے دروازے پر میں نے عوامی عدالت ل کی تھی لیکن وہاں عوامی عدالت کی سختی نہیں لگی تھی۔ ا دروازے کے سامنے راجا صفدر علی، اس کا ایک جوان بیٹا، یہودیوں کا ایک ایجنٹ جان شیر باز موت کے گھاٹ اتارے تھے۔ جن پولیس افسران اور اعلیٰ عہدیداران کے سامنے ایسا انہوں نے میرے خوف سے یہ رپورٹ پیش کی تھی کہ وہ تینوں پاکستان کے بدترین دشمن تھے۔ انہیں کسی نے قتل نہیں کیا تھا، انہوں نے خودکشی کی تھی۔

جو صاحبانِ اقتدار تھے، انہیں مجھ سے اور مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ اپوزیشن والے مجھے اپنا حامی بنا کر میری ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکمران پارٹی کی کمزوریاں ثابت کرنا چاہتے تھے۔ میں نے اپوزیشن کے ایک لیڈر سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور ہر پاکستانی کو حکومتِ وقت سے وفاداری کرنی چاہئے۔ اگر اپوزیشن عوام کی حمایت سے حکومت بنالے تو ہم ان کے وفادار رہیں گے۔ یہ جمہوریت کا تقاضا ہے جو حکومت کررہے ہیں، انہیں پانچ برس تک کام کرنے دیا جائے۔ وہ ناکام ہوں گے تو اگلے انتخابات میں عوام انہیں کرسی سے اتار دیں گے۔

میں خیال خوانی کے ذریعے پارس کے پاس آیا۔ میرا بیٹا پیٹر ڈیسوزا کے نام سے پاکستان آیا تھا اور اپنی پھوپی شاہینہ کی کوٹھی کے سامنے والی کوٹھی میں قیام کررہا تھا۔ اس کوٹھی کے مالک کا نام آنر ڈیسوزا تھا۔ ہم نے آنر ڈیسوزا اور اس کی وائف پر تنویمی عمل کیا تھا اور ان کے دماغوں میں یہ نقش کردیا تھا کہ پیٹر ڈیسوزا ان کا اپنا بیٹا ہے۔

جان شیر باز کی بیٹی روزینہ ایک یہودی منصوبے کے تحت آئی تھی۔ اس نے بھی آنر ڈیسوزا کے ہاں قیام کیا تھا۔ پارس کو دوست بنایا تھا۔ پھر یہ دوستی بڑی مہنگی پڑی تھی۔ اس نے اپنے باپ جان شیر باز کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے دیکھا تھا۔ پھر پارس کی دوستی سے توبہ کرکے اپنے باپ کی لاش وہاں سے لے گئی تھی۔

ہم نے روزینہ کو جانے دیا۔ کیونکہ وہ یہودیوں کا ایک ناکام مہرہ تھا۔ ہمیں ان کے بڑے بڑے مہروں سے نمٹنا تھا۔ اس مقصد کے لئے پارس میری ہدایت کے مطابق ایک کار ڈرائیو کرتا ہوا لاہور سے چند کلومیٹر دور ایک دواساز کمپنی میں پہنچ گیا۔

اس دواساز کمپنی کا مالک چودھری حاکم علی حاکم تھا۔ وہ اسلام آباد میں رہتا تھا۔ اس کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا ڈاکٹر تھے۔ ان دونوں کا قیام لاہور میں تھا کیونکہ وہ اپنی نگرانی میں ادویات تیار کراتے تھے۔ پارس ڈرائیو کرتا ہوا نعمان لیبارٹریز کے بڑے آہنی گیٹ کے سامنے پہنچا۔ مسلح گارڈ نے پوچھا "آپ کون ہیں؟ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟" میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

پارس نے کہا "میں ایک میڈیکل آفیسر ہوں۔ میرا نام عامر حسن ہے۔"

وہ گارڈ کیبن کی طرف جانے لگا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ دواساز کمپنی کے مالک کے بیٹے ڈاکٹر نعمان حاکم کو ایک میڈیکل افسر کی آمد کی اطلاع دینے جارہا تھا۔ اس نے کیبن میں آکر فون پر رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا "جناب! ایک میڈیکل افسر عامر حسن آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

ڈاکٹر نعمان نے کہا "آنے دو۔"

میں نعمان کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ریسیور رکھ کر سوچ رہا تھا۔ "یہ عامر حسن کوئی نیا میڈیکل آفیسر ہے۔ میں پہلی بار یہ نام سن رہا ہوں۔ ڈیڈی نے تاکید کی ہے کہ کسی نئے یا اجنبی شخص پر بھروسا نہ کیا جائے۔ فرہاد علی تیمور کسی کو بھی اپنا آلۂ کار بنا کر ہمارا بھید لینے کے لئے یہاں لیبارٹری میں بھیج سکتا ہے۔"

اس نے انٹرکام کا ریسیور اٹھایا۔ پھر دو بٹن باری باری دبانے کے بعد انتظار کیا۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز آئی۔ "ہیلو!"

نعمان نے کہا "صوفیہ، ایک نیا میڈیکل آفیسر آیا ہے۔ میرے چیمبر میں داخل ہونے والا ہے۔ جو غیر قانونی آئٹم ہے اسے تہ خانے میں پہنچا دو۔"

صوفیہ نے کہا "بھائی جان! اطمینان رکھیں۔ ابھی لیبارٹری میں کوئی قابلِ گرفت آئٹم نہیں ہے۔ سب تہ خانے میں ہے۔ بائی دی وے یہ نیا گماشتہ کون ہے؟"

"تم اپنے چیمبر میں رہو۔ میں خفیہ مائیک آن رکھوں گا۔ تم اس کی باتیں سن سکو گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر دروازے پر دستک سنتے ہی خفیہ مائیک کے بٹن کو آن کرتے ہوئے ٹیلی فون کے ریسیور کو اٹھالیا۔ حالانکہ فون کی گھنٹی نہیں بجی تھی۔ کسی نے فون کے ذریعے کال نہیں کیا تھا لیکن وہ آنے والے افسر کے سامنے اپنی معصومیات جتانا چاہتا تھا۔

میں نے اسے صرف دو سیکنڈ کے لئے نائب دماغ بنایا اور اس کے ہاتھ سے ٹیلی فون پلگ کے تار کو کھینچ دیا۔ پلگ اپنے سوئچ بورڈ سے نکل گیا۔ پھر میں نے ہاتھ سے ریسیور میز پر گرا کر اسے حاضر دماغ بنا دیا۔ اس نے میز سے ریسیور اٹھا کر سوچا "میں نئے افسر کی آمد سے غیر شعوری طور پر کچھ نروس ہوگیا ہوں۔ کمال ہے ریسیور ہاتھ سے چھوٹ گیا۔"

دوسری بار دستک کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "کم ان؟" یہ کہہ کر ریسیور کان سے لگا کر بولنے لگا۔ پارس دروازہ کھول کر اندر آیا۔ ڈاکٹر نعمان نے ہاتھ کے اشارے سے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے فون پر کہا "ہاں ہاں میں جانتا ہوں کہ ہماری دوائیں معیاری ہونے کے باوجود اسپتالوں اور دواؤں کی دکانوں میں کیوں کم نظر آتی ہیں؟ اس لئے کہ ہم سرکاری اور پرائیویٹ ڈاکٹروں کو کمیشن نہیں دیتے ہیں۔ یہ تمام ڈاکٹر اپنے مریضوں کے نسخوں میں ہماری دوائیں نہیں لکھتے ہیں۔ بے چارے مریض وہی دوائیں خریدتے ہیں جس کا مشورہ ان کے ڈاکٹر دیتے ہیں۔ اس لئے ہماری لیبارٹریز کی ادویات مارکیٹ میں بہت کم نظر آتی ہیں۔"

پھر وہ کان سے ریسیور لگائے "ہوں ہوں۔ ہاں ہاں" یوں کرنے لگا جیسے دوسری طرف کی گفتگو سن رہا ہو۔ پھر وہ بولا "آپ درست کہتے ہیں، ہمارے ملک میں رشوت کے بغیر کوئی کام نہیں چلتا۔ بہت نقصان اٹھانے کے بعد یہ عقل آئی ہے کہ رشوت کا نام

بدل کر "نذرانہ" کر دیا جائے اور صرف ڈاکٹروں کو ہی نہیں انکوائری کرنے والے افسروں کو بھی نذرانہ پیش کیا جائے۔ جی جی' بالکل ٹھیک۔ ایسا تو کرنا ہی ہوگا۔ ہم دواؤں کی قیمت بڑھا دیں گے۔ جو رقم رشوت کے طور پر دیں گے' وہ گاہکوں کی جیب سے وصول کرلیں گے۔ ہوں' ہوں' ہاں' اچھا میں پھر فون کروں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر پارس سے ہنستے ہوئے بولا۔ "اس ملک میں شرافت اور ایمانداری سے کاروبار کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ منافع تو دور کی بات ہے۔ کاروبار میں لگائی ہوئی رقم بھی ڈوب جاتی ہے۔ اگر ڈاکٹروں اور متعلقہ افسروں کو رشوت دو تو کاروبار چمک جاتا ہے اور منافع آسمان تک پہنچ جاتا ہے۔ بائی دی وے مسٹر! آپ کون ہیں؟"

پارس نے مسکرا کر کہا "گیٹ پر ڈیوٹی دینے والے گارڈ نے تمہیں بتایا تھا کہ میرا نام عامر حسن ہے اور میں....."

وہ بات کاٹ کر بولا "آپ میڈیکل آفیسر ہیں۔ آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

اس نے مصافحے کے لئے میز کے ادھر سے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے ادھر سے کہا "مصافحہ تو بعد میں بھی ہو جائے گا۔ پہلے ٹیلی فون کا پلگ لگاؤ۔ آخر کب تک مُردہ فون پر بدروحوں سے باتیں کرتے رہو گے؟"

اس نے چونک کر پلگ کی طرف دیکھا پھر بولا "یہ پلگ تو لگا ہوا تھا۔ یہ کب نکل گیا؟"

"یہ اس وقت بھی نکلا ہوا تھا جب تم بدروح سے باتیں کر رہے تھے۔"

ڈاکٹر نعمان نے ناگواری سے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ پلگ لگا ہوا نہیں تھا اور میں یونہی بکواس کر رہا تھا؟"

"تم بکواس نہیں کر رہے تھے۔ فون کے بہانے مجھ جیسے نئے افسر کو سمجھا رہے تھے کہ اگر میں رشوت خور ہوں تو مجھے یہاں سے معقول رقم ملتی رہے گی اور اگر ایماندار ہوں تو مجھے معلوم ہو جائے کہ آج تک تم نے کسی کو رشوت نہیں دی۔ کاروبار میں نقصان اٹھا رہے تھے اور اب رشوت کے لین دین پر مجبور ہو رہے ہو۔ یعنی چت بھی تمہاری اور پٹ بھی تمہاری۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "دیکھئے۔ آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔"

"مجھے وہ فون کا پلگ صحیح سمجھا رہا ہے۔"

اسی وقت صوفیہ چیمبر کا پچھلا دروازہ کھول کر آئی اور آتے ہی سوئچ بورڈ سے دور پڑے ہوئے پلگ کو دیکھا پھر اپنے بھائی کو گھورتے ہوئے کہا "بھائی جان! لیبارٹری میں آپ کی ضرورت ہے۔ فوراً جائیں۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "صوفیہ! یہ مسٹر....."

وہ بات کاٹ کر بولی "پلیز بھائی جان! آپ فوراً جائیں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا پچھلے دروازے سے چلا گیا۔ صوفیہ پارس کو گہری نظروں سے دیکھتی ہوئی ریوالونگ چیئر کے پاس آئی پھر وہاں بیٹھ کر بولی "کون ہو تم؟"

وہ مسکرا کر بولا "یہ پوچھ کر تم اپنے بھائی کی طرح غلطی کر رہی ہو۔ وہ خفیہ مائیک جو اس میز کے نیچے ہے اس کا تار ڈھیلا ہو کر جھول رہا تھا۔ جب میں یہاں آکر بیٹھا تو یہ مائیک جھولتے ہوئے میرے پاؤں سے آ ٹکرا۔ یہ دیکھو۔"

اس نے میز کے نیچے سے مائیک کو کھینچ کر دکھایا' وہ بولی "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اس کے ذریعے تمہاری گفتگو سن رہی تھی؟"

وہ بولا "یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ کمرے میں داخل ہو کر پہلے وہاں بیٹھے ہوئے اجنبی کو دیکھتا ہے لیکن تم نے یہاں قدم رکھتے ہی اس پلگ کو دیکھا جو ہماری گفتگو کا موضوع بنا ہوا تھا۔"

وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بولی "تمہیں میڈیکل آفیسر نہیں' جاسوس بننا چاہئے تھا۔"

"اور تمہیں ڈاکٹر نہیں' مس ہیوٹی کوئن کہلانا چاہئے تھا۔"

"یو شٹ اپ! مجھ سے فری ہونے کی کوشش نہ کرو۔"

"کیا تم کبھی مسکراتی بھی ہو؟ اگر نہیں تو میں تمہیں مسکرانے پر مجبور کردوں گا۔"

"تم میڈیکل آفیسر ہو اس لئے لحاظ کر رہی ہوں۔ ورنہ میرے آدمی تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دیتے۔ مجھ سے صرف کام کی باتیں کرو۔"

"پہلی کام کی بات یہ کہ تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں میڈیکل آفیسر نہیں' واقعی جاسوس ہوں۔ یہ رہا میرا سرکاری شناختی کارڈ۔"

اس نے ایک شناختی کارڈ اس کی طرف پھینکا۔ صوفیہ نے اسے اٹھا کر پڑھا' ذرا پریشان ہوئی پھر سنبھل کر بولی "یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟"

وہ بولا "پولیس والے یہاں سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ میرا سگنل ملتے ہی یہاں چھاپا ماریں گے۔"

"اگر سرچ وارنٹ لائے ہو تو دکھاؤ اور پولیس والوں کو سگنل دو۔ ہمارے ہاتھ صاف ہیں۔"

"میں جانتا ہوں لیبارٹری کی تلاشی لینے سے وہ غیر قانونی آئٹم نہیں ملے گا' جو دواؤں میں حل کیا جاتا ہے۔"

"جب جانتے ہو کہ کچھ نہیں ملے گا تو کیا رشوت کا مال کمانے آئے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "اتنا جذباتی مال سامنے ہو تو کون نہیں کمائے گا۔"

"تم حد سے بڑھ رہے ہو۔ تمہارے اعلیٰ افسران کو یہاں بلاؤ یا شرافت سے خود ہی جاؤ گے؟"

اس نے فون کا ریسیور اٹھایا۔ پارس نے کہا "پہلے پلگ لگاؤ۔"

وہ ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر کرسی سے اٹھی۔ پھر قالین پر

پلگ اٹھا کر سوئچ بورڈ میں لگانے لگی۔ پارس نے کہا "تمہاری لیبارٹری کا ایک خاص ملازم ہمارا مخبر ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ تہ خانے کا چور دروازہ کہاں ہے اور کیسے کھلتا ہے۔"

صوفیہ پلگ بورڈ پر جھکی رہ گئی۔ کلیجا دھک سے رہ گیا تھا۔ لاکھوں روپے کا غیر قانونی آئٹم وہاں چھپا کر رکھا گیا تھا۔ اس نے پلگ لگا کر وہاں سے اٹھتے ہوئے پارس کو چور نظروں سے دیکھا پھر کرسی پر آکریوں بیٹھ گئی جیسے ڈھیلی پڑ گئی ہو۔

پارس نے کہا "شاید تم اسے محض دھمکی سمجھو۔ اس لئے بتا دوں کہ ایک چھوٹے سے کمرے میں ایک میز پر ٹیلی فون سیٹ رکھا ہوا ہے۔ دراصل وہ ٹیلی فون نہیں ہے۔ تلاشی لینے والوں کو کہہ دیا جاتا ہے کہ ٹیلی فون خراب ہے۔ حقیقتاً اس کا تعلق چور دروازے سے ہے۔ جب ریسیور اٹھا کر ڈبل زیرو دن زیرو نائن زیرو ڈائل کیا جاتا ہے تو چھوٹے سے کمرے کی ایک دیوار دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ سلائیڈنگ دروازے کی طرح کھل جاتی ہے۔ کیا میں تہ خانے کے بارے میں بھی بتاؤں؟"

وہ کرسی کی پشت پر رکھے ہوئے تولئے سے چہرے اور گردن کا پسینہ پونچھنے لگی۔ پارس نے کہا "میں اناڑی جوان ہوں۔ صرف سنا ہے کہ شباب میں اتنی آگ ہوتی ہے کہ دسمبر کے مہینے میں بھی پسینہ آتا ہے۔ یہ پسینہ شباب کا ہے یا میرے حساب کا؟"

وہ کنکھار کر گلا صاف کرتے ہوئے بولی "اتنی گہری معلومات کے بعد تم پولیس پارٹی کے ساتھ دندناتے ہوئے تہ خانے تک پہنچ جاتے لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے' سمجھوتے کی گنجائش ہے' بولو کیا چاہتے ہو؟"

"ابھی ذرا دیر پہلے میں نے کہا تھا' اگر مسکرانا نہیں جانتی ہو تو میں تمہیں مسکرانے پر مجبور کردوں گا۔"

یہ سنتے ہی وہ مسکرانے لگی۔ پارس نے کہا "یہاں آئینہ ہو تو دیکھو۔ مسکراتے ہوئے چہرے پر ہماریں قربان ہو رہی ہیں۔"

"میں صرف ڈیڈی اور ممی کے سامنے کبھی کبھی مسکراتی ہوں ورنہ بھائی جان کو بھی خاطر میں نہیں لاتی۔"

"یعنی مجھے خاطر میں لا رہی ہو؟"

"پلیز مجھے اور مسکرانے پر مجبور نہ کرو۔ تم عاشق مزاج ہو' میں نہیں ہوں۔ کام کی بات کرو۔"

"میں لوہے سے فولاد بن کر بولتا ہوں۔ اور حسن سے پھول کی زبان میں گفتگو کرتا ہوں۔ کام کی بات تمہارے باپ سے ہوگی۔ تم بتاؤ آج رات کا کھانا کس ہوٹل میں کھاؤ گی؟"

"میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔"

"پھر کیسی ہو؟ شریف' نیک اور پاکیزہ؟ کیا مرنے کے بعد سیدھی جنت میں جاؤ گی؟ ادویات میں افیون اور الکحل ملا کر' مریضوں کو گہری نیند سلا کر' انہیں وقتی طور پر مرض کی تکلیف سے نجات دلا کر اور دائمی طور پر نشے کا عادی بنا کر تم جنت کا سرٹیفکیٹ حاصل کر رہی ہو؟ کیوں عزت دار بن رہی ہو؟ اگر ہر رات کسی کے ساتھ منہ کالا کرتی رہو تو یہ صرف تمہارا گناہ ہوگا مگر ایسی دوائیں فروخت کر کے تم پوری قوم کی مجرم بن چکی ہو۔ پھر دعویٰ ہے کہ ایسی لڑکی نہیں ہو۔"

وہ بولی "ہاں میں ایسی نہیں ہوں۔ آج تک کسی کو میلی نیت سے اپنا ہاتھ پکڑنے نہیں دیا۔ قوم کے حق میں تم مجھے مجرمہ کہہ سکتے ہو لیکن تم سے التجا کرتی ہوں کہ مجھے گناہگار بننے کے لئے نہ کہو۔ میرے تہ خانے کا مال چھوڑ دو اور چھوڑنے کی قیمت بتاؤ۔"

"میں نے قیمت بتا دی ہے اور تمہیں یہ بھی بتا دوں گا کہ تمہارا باپ ہر ماہ لاکھوں روپے کا منافع حاصل کرتے رہنے کے لئے کتنا گر سکتا ہے۔ اتنا کہ وہ ڈاکٹر بیٹے کو جوتے مارے گا اور ڈاکٹر بیٹی کو بازار کا مال بنا دے گا۔"

پھر وہ کرسی سے اٹھ کر بولا "تمہارے سامنے میرا شناختی کارڈ پڑا ہوا ہے۔ یہ ثبوت ہے کہ میں سرکاری جاسوس ہوں لیکن نہیں ہوں۔"

صوفیہ نے اسے چونک کر سوالیہ نظروں سے دیکھا' وہ بولا۔ "یہاں لیبارٹری میں تہ خانے کا راز بتانے والا کوئی مخبر نہیں ہے۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر بولی "پھر تمہیں چور دروازے کا علم کیسے ہوا؟"

وہ خاموشی سے پلٹ کر دروازے کی طرف جانے لگا۔ صوفیہ نے بڑی پھرتی سے دراز کھول کر ریوالور نکالتے ہوئے کہا "رک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گی۔"

وہ دروازہ کھول کر بولا "تہ خانے کے رازدار کو یہاں سے زندہ نہیں جانا چاہئے' گولی مارنا چاہئے۔" لیکن ریوالور خالی ہے۔"

اس نے باہر جاتے ہوئے دروازے کو بند کر دیا۔ صوفیہ نے جلدی سے ریوالور کو چیک کیا۔ وہ خالی تھا۔ دراز میں جھانک کر دیکھا۔ وہاں گولیاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ جلدی جلدی ریوالور کو لوڈ کرنے لگی۔

باہر کار اسٹارٹ ہونے کی آواز آرہی تھی۔ اس نے فوراً ہی انٹرکام کا بٹن دبا کر بیرونی گیٹ کے مسلح گارڈ سے رابطہ کیا۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ گارڈ گیٹ نہ کھولے۔ کار میں جانے والے کو پکڑ لے' وہ بھاگنا چاہے تو اسے گولی مار دے لیکن رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا "گیٹ کھول دو۔ مسٹر عامر حسن باہر جا رہے ہیں۔"

وہ ریسیور رکھ کر ریوالور لئے تیزی سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر برآمدے میں آئی۔ دور آہنی گیٹ کھل گیا تھا اور پارس ڈرائیو کرتا ہوا باہر جا رہا تھا۔ تب اسے یاد آیا کہ اسے مسلح گارڈ سے کہنا کچھ تھا اور وہ کچھ اور کہہ گئی تھی۔

تیر کمان سے نکل گیا تھا۔ وہ جانے والا ہاتھ نہیں لگ سکتا تھا لیکن جاسوس نہ ہوتے ہوئے بھی پولیس میں مخبری کر سکتا تھا۔ تہ خانے میں رکھا ہوا لاکھوں کا مال پکڑوا سکتا تھا۔ اب دانشمندی یہی تھی کہ تیزی سے تہ خانے کا مال کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے۔

وہ دوڑتی ہوئی اپنے بھائی ڈاکٹر نعمان کی طرف جانے لگی۔

جب وہ پارس سے گفتگو کر رہی تھی تب میں نے اس کے بھائی کو آلۂ کار بنایا تھا۔ اس نے چھوٹے کمرے میں جا کر مخصوص نمبر ڈائل کئے تھے۔ چور دروازے کو کھولا تھا۔ پھر پٹرول لے کر تہ خانے میں گیا تھا۔ وہاں اس نے انجن کے تمام پلاسٹک اور الکحل کے کنستروں پر پٹرول چھڑک دیا۔ پھر تہ خانے کے فرش سے چور دروازے تک پٹرول کی دھار بناتا ہوا آیا۔ اس کے بعد ماچس کی تیلی جلا کر اندر پھینک دی اور چور دروازے کو کھلا چھوڑ کر چھوٹے کمرے سے باہر آگیا۔

جب صوفیہ دوڑتی ہوئی بھائی کی طرف آرہی تھی تب ہی شور سنائی دیا۔ لیبارٹری میں کام کرنے والے بھاگ رہے تھے اور آگ آگ کہتے جارہے تھے۔ ایک اسسٹنٹ نے صوفیہ سے کہا "تہ خانے میں آگ لگی ہے۔ جنہم کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ اسے کوئی بجھا نہیں سکتا۔ آپ فائر بریگیڈ کو فون کریں۔"

وہ پلٹ کر دوڑتی ہوئی اپنے دفتری کمرے کی طرف جانے لگی۔ وہاں نعمان پہلے ہی پہنچا ہوا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ٹیلی فون کا تار کاٹ دیا تھا۔ صوفیہ نے دفتری کمرے میں پہنچ کر ریسیور اٹھایا پھر کان سے لگا کر فائر بریگیڈ کے لئے نمبر ڈائل کرنا چاہا تو پتا چلا فون خاموش ہے۔ وہ دوڑتی ہوئی نعمان کے دفتری کمرے میں آئی، وہاں بھائی نے بتایا کہ فون ناقابل استعمال ہے۔

وہ بے جان سی ہو کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ چند لمحوں تک میز کے دوسری طرف بھائی کو تکتی رہی اور سوچتی رہی، پھر فضا میں گھونسا دکھا کر بولی "آئی ہیٹ یو! میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔ تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

نعمان نے حیرانی سے پوچھا "میں نے کیا کیا ہے؟ مجھے غصہ کیوں دکھا رہی ہو؟"

"میں تمہیں نہیں اس بدمعاش کو کہہ رہی ہوں۔ اسے کیسے معلوم ہوا کہ یہاں تہ خانہ ہے اور تہ خانے میں لاکھوں روپے کا غیر قانونی مال رکھا ہوا ہے؟ اس کے یہاں سے جاتے ہی آگ کیسے لگ گئی۔ ٹیلیفون بیکار کیسے ہوگیا؟ کیا وہ جادوگر ہے؟ جادوگر۔۔۔"

وہ کہتے کہتے چونک گئی پھر میز پر ہاتھ مار کر بولی "وہ فرہاد علی تیمور تھا۔"

"فرہاد؟" نعمان نے سہم کر کہا "ڈیڈی نے کہا تھا، ہم ہوشیار رہیں۔ فرہاد علی تیمور کسی وقت بھی ہمارا محاسبہ کر سکتا ہے۔ ہمارا کاروبار تباہ کر سکتا ہے۔ ہمیں کنگال بنا سکتا ہے۔"

صوفیہ نے پوچھا "کیا تم نے اپنا ریوالور خالی رکھا تھا؟"

"نہیں، وہ پوری طرح لوڈ تھا۔"

"کیا تم نے ٹیلیفون کا پلگ ہٹایا تھا؟"

"نہیں، میں حیران ہوں کہ وہ کیسے الگ ہوگیا تھا۔"

"یہ بھی حیرانی کی بات ہے کہ تہ خانے میں اچانک آگ لگ گئی اور یہ بھی سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے کہ ہمارے دونوں ٹیلی فون بیکار ہوگئے۔ تاکہ فائر بریگیڈ والے وقت پر نہ پہنچ سکیں اور یہ ساری جادوگری صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔"

ڈاکٹر نعمان نے اٹھتے ہوئے کہا "ہم قریبی فیکٹری یا پبلک کال آفس سے ڈیڈی کو فون کر سکتے ہیں۔"

صوفیہ بھی اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ جب وہ باہر نکلے تو فائر بریگیڈ کی ایک گاڑی احاطے میں آرہی تھی۔ لیبارٹری انچارج نے کسی دوسری جگہ سے فون کر کے آگ بجھانے والوں کو بلایا تھا۔ وہ بہن بھائی اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ آگ بجھ جائے گی مگر ایک پیسے کا مال بھی سلامت نہیں ملے گا۔

****

چوہدری حاکم علی حاکم اسلام آباد میں تھا۔ اپنے ڈرائنگ روم میں چند اہم افراد کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا اور بات بات پر قہقہے لگا رہا تھا۔ ان اہم افراد میں ایک بین الاقوامی تجارتی مراکز کا خاص نمائندہ تھا۔ دوسرا پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کا چیئرمین اور تیسرا لندن کی ایک بہت بڑی دوا ساز کمپنی کے مالک جان اسمتھ کا سیکریٹری تھا۔

سیکریٹری نے کہا "مسٹر حاکم! ہم بین الاقوامی تاجروں کی برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہماری صنعتوں سے دنیا کے تمام ملکوں کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔ ہم جب اپنی بات منوانے پر آتے ہیں تو بڑے بڑے ملکوں کے حکمران مجبور ہو کر ہمارے مطالبات تسلیم کر لیتے ہیں۔ امریکا سے لے کر یورپ اور ایشیا تک کے تمام حکمرانوں کو یہ الٹی میٹم دیا گیا ہے کہ فرہاد علی تیمور کو اگر ہمارے تجارتی معاملات میں مداخلت سے روکا نہ گیا اور اسے پاکستان سے نکالا نہ گیا تو احتجاج کے طور پر پچیس ممالک کی بڑی بڑی دوا ساز کمپنیاں بند کر دی جائیں گی اور نامی گرامی ڈاکٹر ہڑتال کریں گے۔"

بین الاقوامی تجارتی مراکز کے نمائندے نے کہا۔ "یہ بہت بڑی دھمکی ہے۔ پچیس ممالک کی اہم دوا ساز کمپنیاں بند ہو جائیں گی تو مارکیٹ میں دوائیں ختم ہو جائیں گی۔ فرہاد علی تیمور تمام دنیا کے غریبوں اور بیماروں کا قاتل اور جلاد کہلائے گا۔"

حاکم علی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بے شک، فرہاد کو اپنی نیک نامی برقرار رکھنے کے لئے ہماری عداوت سے باز آنا ہوگا۔"

پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کے چیئرمین نے پوچھا۔ "یہ تو بتائیں کیا فرانس کے تاجر ہمارا ساتھ دیں گے؟"

جان اسمتھ کے سیکریٹری نے کہا۔ "نہیں۔ فرانس میں فرہاد کی پوری فیملی رہتی ہے۔ وہاں کے تاجروں کے سروں پر ٹیلی پیتھی کی چھ تلواریں لٹکتی رہتی ہیں۔ وہ بیچارے مجبور ہیں۔ ویسے ایک فرانس کے ساتھ نہ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ویسے ابھی ہمارے باس جان اسمتھ آپ سے ضروری باتیں کرنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ پاکستانی وقت کے مطابق بارہ بجے فون کریں گے۔"

چوہدری حاکم علی نے کہا۔ "بارہ بج کر دس منٹ ہو چکے ہیں، فون آتا ہی ہوگا۔"

پھر چوہدری نے چونک کر فون کو دیکھا اور کہا۔ "واہ، مسٹر اسمتھ کا نام لیتے ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔"

چوہدری کے سامنے بیٹھے ہوئے تینوں افراد نے حیرانی سے فون کو، پھر چوہدری کو دیکھا کیونکہ فون کی گھنٹی نہیں بج رہی تھی۔ میں گھنٹی اس کے دماغ میں بجا رہا تھا۔ سیکریٹری نے کہا۔ "مسٹر حاکم! فون تو خاموش ہے۔"

چوہدری نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیا میرے کان بج رہے ہیں؟ تب ہے۔ گھنٹی صاف سنائی دے رہی ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور پھر کہا۔ "ہیلو، میں چوہدری حاکم علی بول رہا ہوں۔"

میں نے اس کے بیٹے ڈاکٹر نعمان کے لہجے میں کہا۔ "میں نعمان بول رہا ہوں۔"

"ہاں بیٹے، بولو۔ سب خیریت ہے نا؟"

اس کے سامنے بیٹھے ہوئے افراد کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فون کی گھنٹی نہیں بجی، کہیں سے کال نہیں آئی پھر بیٹے سے رابطہ کیسے ہوگیا؟

میں نے چوہدری کی کھوپڑی میں رہ کر کہا۔ "خیریت نہیں ہے ہماری لیبارٹری کے تہ خانے میں آگ لگ گئی ہے۔ پچیس لاکھ روپے کا مال جل گیا ہے۔"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ "نعمان! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"آپ فوراً یہاں آئیں، یقین آجائے گا۔"

"مگر معلوم تو ہو کہ آگ کیسے لگی، فون صوفیہ کو دو۔"

میری سوچ کی لہروں نے کہا۔ "ہیلو کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میں کہہ رہا ہوں، صوفیہ سے بات کراؤ۔"

"آواز نہیں آرہی ہے۔ زور سے بولیں۔"

وہ زور سے بولا۔ میں نے کہا "اور زور سے۔"

پھر اسے اور زور سے بولنے پر مجبور کیا۔ وہ چیخ کر بولا۔ میں نے اسے اور زیادہ چیخنے کو کہا۔ وہ پوری قوت سے چیخ کر بولا۔ وہ تینوں اسے حیرانی اور پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔ چیئرمین نے قریب آکر اس سے ریسیور لے کر کان سے لگایا۔ چوہدری بار بار زور سے بولنے کے باعث ہانپ رہا تھا۔ چیئرمین نے کہا۔ "فون پر کوئی نہیں ہے۔ ڈائلنگ ٹون سنائی دے رہی ہے۔"

سیکریٹری نے پوچھا۔ "کیا آپ کسی کی آواز سن رہے تھے؟"

"ہاں، میرا بیٹا بول رہا تھا۔ میری لیبارٹری کے تہ خانے میں آگ لگ گئی ہے۔ پچیس لاکھ روپے کا مال جل گیا ہے۔"

"یہ تو بہت بڑا نقصان ہے لیکن آپ نے یہ اطلاع فون پر کیسے دی؟ ہم تینوں نے فون کی گھنٹی نہیں سنی تھی۔"

چوہدری نے کہا۔ "کیا آپ لوگ مجھے پاگل سمجھتے ہیں! آپ لوگوں نے فون کی گھنٹی نہیں سنی، میں نے سن لی۔ میرے بیٹے نے مجھے اتنے بڑے نقصان کی اطلاع دی، اس کا بھی آپ کو یقین نہیں ہے۔"

"آپ ناراض نہ ہوں۔ ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فون کی گھنٹی اور فون سے آنے والی آواز جھوٹ ہے۔۔۔۔ ممکن ہے وہاں آگ نہ لگی ہو۔ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا ہو۔"

چوہدری نے ذرا اطمینان کی سانس لی۔ پھر دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا کر بولا۔ "خدا کرے یہ جھوٹ ہو۔ آپ لوگوں کی باتوں سے حوصلہ مل رہا ہے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی چیخ پڑی۔ چوہدری چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ ان تینوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "آپ لوگ گھنٹی کی آواز سن رہے ہیں نا؟"

ایک نے کہا۔ "جی ہاں۔ شاید مسٹر اسمتھ کال کر رہے ہیں۔"

چوہدری حاکم علی نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو، چوہدری حاکم بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے بیٹے کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو ڈیڈ! بہت بری خبر ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "تمہید نہ باندھا کرو۔ کام کی بات فوراً بولا کرو۔ کیا ابھی ایک منٹ پہلے تم نے مجھے فون کیا تھا؟"

"جی نہیں۔ ہمارے دونوں فون کے تار کٹے ہوئے ہیں۔ میں دوسری جگہ سے فون کر رہا ہوں۔ ہمارے تہ خانے میں آگ لگ گئی ہے۔"

باپ نے کہا۔ "گدھے کہیں کے۔ یہ کہتے ہو کہ پہلے فون نہیں کیا تھا جبکہ کیا تھا اور مجھے یہ بری خبر سنائی تھی کہ ہمارا پچیس لاکھ کا نقصان ہو چکا ہے۔"

"ڈیڈ! میں آج صبح سے پہلی بار فون کر رہا ہوں۔ یقین نہ ہو تو صوفیہ سے پوچھ لیں۔"

"فون میری بیٹی کو دو۔"

تھوڑی دیر میں صوفیہ کی آواز آئی۔ "ڈیڈ! آپ کا اندیشہ درست ثابت ہو رہا ہے۔ ابھی فرہاد علی تیمور ہم سے ملنے آیا تھا۔"

"او گاڈ! فرہاد آیا تھا؟ تم سے ملنے؟ کیا اس نے خود کو تمہارے سامنے ظاہر کیا تھا؟"

اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تینوں افراد چونک کر سیدھے بیٹھ گئے۔ چوہدری کی باتوں سے اندازہ کرنے لگے کہ دوسری طرف کیا کہا جا رہا ہے۔ صوفیہ باپ کو بتا رہی تھی کہ پہلے وہ میڈیکل افسر بن کر آیا۔ بعد میں ایک سرکاری شناختی کارڈ پیش کیا جس کے مطابق وہ ایک جاسوس ثابت ہوتا تھا۔

بیٹی نے اسے یہ بھی بتایا کہ وہ آنے والا تہ خانے اور چور دروازے کا راز جانتا تھا، اسے چور دروازہ کھولنے کے وہ نمبر یاد تھے جسے صرف باپ، بیٹی اور بیٹا جانتے ہیں۔ اس کے جاتے ہی تہ خانے میں آگ لگ گئی اور ٹیلیفون کے تار کٹ گئے۔ نعمان کی دراز میں رکھا ہوا ریوالور خالی ہوگیا۔ اس نوجوان نے اپنی اصلیت تو نہیں بتائی لیکن پیش آنے والے ان تمام ناقابلِ یقین واقعات سے

ثابت ہوتا ہے کہ وہ جوان ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور یقیناً فرہاد ہے۔

چوہدری نے کہا۔ "تم دونوں لیبارٹری میں رہو۔ میں ابھی یہاں سے نکل رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بیٹی سے سنی ہوئی تمام باتیں ان تینوں کو سنائیں۔ ایک نے کہا "صوفیہ بیٹی کا اندازہ درست ہے۔ وہ فرہاد ہوگا۔ ابھی اس فون سے پہلے جو فون آپ نے سنا تھا' وہ ٹیلی پیتھی کا طلسم تھا۔ ہم نے گھنٹی نہیں سنی تھی۔ وہ آپ کے دماغ میں گھس کر آپ کو ہمارے سامنے ایک تماشا بنا رہا تھا۔"

"ہاں' وہ ہمارے درمیان اپنی موجودگی ثابت کر رہا ہے۔ میں اس سے کہتا ہوں' وہ مجھ سے بات کرے۔ میرا قصور کیا ہے؟ مجھ سے دشمنی کیا ہے؟"

وہ انتظار کرنے لگا۔ میری طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے پھر مجھے آواز دی۔ پھر انتظار کیا۔ ایک نے کہا "شاید وہ اس وقت موجود نہیں ہے۔"

"اگر یہاں نہیں ہے تو میرے بچوں کے پیچھے پڑا ہوگا۔ میں کیا کروں؟ اپنے بچوں اور اپنے مال و دولت کے ساتھ کہاں پناہ حاصل کروں؟"

جان اسمتھ کے سیکریٹری نے کہا۔ "میرا خیال ہے فرہاد تمہارے بیٹے بیٹی کے پاس نہیں گیا تھا۔ تمہاری بیٹی کا بیان ہے کہ وہ آنے والا نوجوان تھا جبکہ فرہاد کو عمر رسیدہ ہونا چاہئے۔"

ایک نے کہا "پلاسٹک سرجری کے ذریعے بوڑھا اپنے چہرے کی جھرّیاں دور کر کے جوان بن جاتا ہے۔ وہ روپ بدل کر لیبارٹری کے دفتر میں گیا ہوگا۔"

دوسرے نے کہا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے کسی نوجوان کو آلۂ کار بنایا ہو۔"

"یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ اس نے میرے بچوں کے پاس کسی آلۂ کار کو بھیجا تھا اور خود میرے دماغ میں رہتا ہے۔ وہ اب بھی ہے' ضرور ہے۔ میری بے بسی اور بے چینی کا تماشا دیکھ رہا ہے۔"

"مسٹر حاکم! ذرا حوصلہ کرو۔ فرہاد کے خلاف زبردست اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ وہ تمہارا پیچھا چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سب کی نظریں فون پر مرکوز ہو گئیں۔ چوہدری نے پوچھا۔ "گھنٹی بج رہی ہے یا وہ میرے اندر ہے۔"

چیئرمین نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو' کون ہے؟"

پھر دوسری طرف کی بات سن کر چوہدری کو ریسیور دیتے ہوئے بولا۔ "مسٹر اسمتھ لندن سے بول رہے ہیں۔"

چوہدری نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو مسٹر اسمتھ! میں بری طرح ڈوب رہا ہوں۔ فرہاد نے مجھے پچیس لاکھ کا نقصان پہنچایا ہے۔"

میں اس کے دماغ میں تھا۔ جان اسمتھ کے لہجے میں بولا۔ "یہ ابتدا ہے۔ انتہا میں کنگال ہو گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "مسٹر اسمتھ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں! کیا میں آخر کار کنگال ہو جاؤں گا اور آپ تماشا دیکھتے رہیں گے؟"

دوسری طرف سے جان اسمتھ نے کہا۔ "میں نے یہ تو نہیں کہا۔ آپ میرے بزنس پارٹنر ہیں۔ آپ کا نقصان میرا بھی نقصان ہے۔"

میں نے پھر اسمتھ کے لہجے میں کہا۔ "ویسے تمہیں نقصان پہنچے گا' تمہارا کاروبار ڈوب جائے گا تو میرے ہاتھ سے صرف پاکستان کی منڈی نکلے گی۔ دنیا کے دوسرے ملکوں میں تو میرا کاروبار خوب پھل پھول رہا ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی وہ چونک گیا۔ لندن سے جان اسمتھ پوچھ رہا تھا "مسٹر حاکم! خاموش کیوں ہو؟ میری بات کا جواب دو۔"

"میں..... میں کس بات کا جواب دوں؟"

اسمتھ نے پوچھا۔ "کیا تم دماغی طور پر حاضر نہیں ہو؟"

"مسٹر اسمتھ! شاید آپ کے ساتھ ساتھ فرہاد بھی میرے دماغ میں بول رہا ہے۔ اس کی بات دل کو لگ رہی ہے۔ میں ڈوب گیا تو تمہارے ہاتھ سے صرف ایک ملک کا منافع جائے گا۔ باقی دنیا میں تو تم منافع کماتے رہو گے۔"

"میرے بارے میں غلط نہ سوچو مسٹر حاکم! بزنس میں ایک پونڈ' ایک شلنگ یا ایک پنس کا منافع بھی نہیں چھوڑتا۔ پھر میں پاکستان سے حاصل ہونے والا شیئر کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ تمہارے دماغ میں فرہاد نہیں بول رہا ہے بلکہ تم اندیشوں میں گھر گئے ہو۔"

"پلیز مجھے اندیشوں اور مصیبتوں سے نکالو۔ پچیس ملکوں کی دوا ساز کمپنیاں اور ڈاکٹر کب بڑتال لریں گے؟"

"تھوڑا وقت لگے گا۔ فرہاد ہم سے پہلے ہی ایک زبردست چال چل گیا ہے۔ اس نے دو خطرناک انسانی روبوٹ اسرائیل پہنچا دیئے ہیں اور یہ چیلنج کیا ہے کہ اسرائیلی صنعت کاروں کا کوئی مال پاکستان میں فروخت ہو گا تو یہودیوں کی ملوں اور فیکٹریوں میں زلزلہ آجائے گا۔ ان کا کوئی صنعت کار سلامت نہیں رہے گا۔"

چوہدری نے کہا۔ "اسرائیل کو بچانے کے لئے مجھے قربانی کا بکرا بنا رہے ہو۔"

"مسٹر حاکم! یہ مت بھولو کہ ہم جو دوائیں تیار کر رہے ہیں ان کا فارمولہ ہم نے اسرائیلی صنعت کار سے حاصل کیا ہے اور منافع کا ایک حصہ ان کی جھولی میں ڈالتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم فی الحال ہڑتال کا ارادہ ترک کر دیں اور انہیں روبوٹ کے عذاب سے نکلنے کا تھوڑا وقت دیں۔ اگر ہم نے ان کی درخواست رد کر دی تو وہ ہم سے تمام فارمولوں کے حقوق واپس لے لیں گے۔"

چوہدری نے کہا۔ "تعجب ہے۔ کیا اسرائیلی حکمران ان روبوٹ کو وہاں سے نکال نہیں سکتے؟ اگر ان روبوٹ کے پیچھے فرہاد ہے تو سنا ہے کہ اسرائیل میں بھی اچھے خاصے ٹیلی پیتھی جاننے

والے ہیں۔"

"یقیناً فرہاد کے مقابلے میں اچھے خاصے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اسی لئے کہتا ہوں' کچھ روز حوصلے سے کام لو۔ فرہاد کی ہر چال کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔ تمہارا جو بھی نقصان ہوتا رہے گا' اس کی آدھی رقم تمہارے لندن کے بینک اکاؤنٹ میں جمع کر دی جائے گی۔ اب تو خوش ہو؟"

"جی ہاں۔ اب یہ اطمینان ہے کہ تم میرے نقصان کو اپنا نقصان سمجھ رہے ہو' میں آج رات کسی وقت فون کروں گا۔ اوکے گڈ بائی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا پھر اٹھتے ہوئے ان تینوں سے بولا "مسٹر اسمتھ نے بڑا حوصلہ دیا ہے۔ میں معذرت چاہتا ہوں' ابھی میرا لاہور جانا ضروری ہے۔ میرے بچے لیبارٹری میں انتظار کر رہے ہوں گے۔"

وہ کار کے ذریعے تقریباً پانچ گھنٹے میں لیبارٹری پہنچنے والا تھا۔ میں جان اسمتھ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنی دوا ساز کمپنی کے ایک شاندار دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ میز کے دوسری طرف اس کا ایک قانونی مشیر ایک فائل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ میں خاموشی سے اسمتھ کے خیالات پڑھ کر اس کے کاروبار کے متعلق اہم معلومات حاصل کرنے لگا۔

معلوم ہوا کہ پاکستان میں جو دوائیں تیار ہوتی ہیں ان کا سالانہ منافع پاکستانی کرنسی میں چوہدری کو ڈیڑھ سے دو کروڑ روپے' جان اسمتھ کو تقریباً چار کروڑ روپے اور اسرائیلی صنعت کار کو تین کروڑ روپے ملتے تھے۔ یعنی ہمارے ملک کے تقریباً سات کروڑ روپے دوسرے ملکوں کے منافع خور ہضم کر لیتے تھے۔ اور یہ تو ایک دوا کی صنعت کا حساب تھا۔ دوسری صنعتوں کے ذریعے اور نہ جانے کتنے کروڑ کا منافع یہودی منافع خوروں کو پہنچ رہا تھا۔ اس کا حساب بھی جلد ہی ملنے والا تھا۔

قانونی مشیر نے کہا "مسٹر اسمتھ! میں نے بہت غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ آپ اور آپ کا پاکستانی پارٹنر ہوا سے لڑ رہے ہیں۔ فرہاد ایک ایسی ہستی ہے جو خیالی بھی ہے اور حقیقت بھی۔ چونکہ آپ اسے دنیا کی کسی عدالت میں پیش نہیں کر سکتے اس لئے ہر عدالت اسے خیالی کہے گی اور آپ کا مقدمہ کورٹ سے خارج کر دیا جائے گا۔"

اسمتھ نے کہا "آپ مشورہ دیں مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

وہ بولا "فرہاد کی جنگ آپ سے نہیں ہے' یہودیوں سے ہے۔ وہ یہودیوں کو پاکستان سے منافع حاصل نہیں کرنے دے گا' انہیں منافع پہنچانے والے حاکم علی حاکم کو نیست و نابود کر دے گا۔ آپ منافع کا ذریعے بن رہے ہیں اس لئے وہ آپ کے بھی پیچھے پڑ جائے گا۔"

"کیا میں اس کے خوف سے پاکستان کی مارکیٹ چھوڑ دوں؟"

"پاکستان سے آپ کو سالانہ دس لاکھ پونڈ (چار کروڑ روپے) ملتے ہیں' یوکے اور دوسرے ممالک سے آپ کروڑوں پونڈ حاصل کرتے ہیں۔ صرف دس لاکھ پونڈ کے لئے آپ کروڑوں پونڈ کے منافع کو خاک میں ملا دیں گے اور خاک میں ملانے کا موقع فرہاد کو دیں گے۔"

"آپ بزنس مین نہیں ہیں صرف مشیر ہیں' اس لئے دس لاکھ کا منافع چھوڑنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ آپ مجھے ایسا مشورہ دیں کہ یہ منافع چھوڑنے کی نوبت نہ آئے۔"

"اس کا ایک ہی راستہ ہے۔ فرہاد سے کسی بھی طرح سمجھوتا کریں۔ اس سے دشمنی سپر پاور کہلانے والے ملکوں کو مہنگی پڑتی ہے اور آپ بے انتہا دولت مند ہونے کے باوجود سپر پاور نہیں ہیں۔"

اس نے سوچتے ہوئے پوچھا "کیا فرہاد ہر جگہ پہنچ جاتا ہے' یہاں میرے دماغ میں بھی آسکتا ہے؟"

"سوری' میں ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا ہوں۔"

میں نے اسے مخاطب کیا' وہ ایک دم سے چونک گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر اپنے مشیر کو دیکھنے لگا۔ مشیر نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"میرے اندر کوئی کہہ رہا ہے کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

"اوہ خداوند یسوع تم پر رحم کرے۔ وہ فرہاد ہے تو نجات ممکن نہیں ہے' دوست بن کر باتیں کرو۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "تمہارا مشیر تمہاری بھلائی کے لئے بہترین مشورے دے رہا ہے' ان پر عمل کرو۔"

وہ بولا "تم..... تم واقعی فرہاد ہو؟"

میں نے اسے کرسی سے اٹھایا پھر بٹھایا پھر اٹھایا پھر بٹھایا' اس نے میری مرضی کے مطابق پیپر ویٹ اٹھا کر اپنی پیشانی پر مارا۔ پیشانی سے خون بہنے لگا۔ مشیر نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے پیپر ویٹ چھینتے ہوئے پوچھا "یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟"

میں نے پوچھا "کیا میری موجودگی کا یقین ہو گیا؟"

"ہاں ہاں یقین ہو گیا۔ میں مانتا ہوں تم میرے دماغ میں بھی آسکتے ہو۔ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے یہی سمجھتا ہے کہ اسے موت نہیں آئے گی۔ تم آگئے ہو یہ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔"

"اب کیا ارادہ ہے؟"

"م..... میں دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"معقول دوستی یا نامعقول دوستی؟"

"میں سمجھا نہیں۔"

"نامعقول دوستی یوں ہو سکتی ہے کہ پاکستان کی مارکیٹ چھوڑ دو' وہاں یہودی فارمولا نہ پہنچاؤ۔ باقی ممالک میں کاروبار کرتے رہو' یہودیوں سے دوستی کرتے رہو۔ میں اس حد تک دوست رہوں گا کہ تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"مسٹر فرہاد! کوئی ایسا راستہ بتاؤ کہ پاکستان میں بھی میرا کاروبار

جاری رہے۔"

"تو پھر مجھ سے معقول دوستی کردو اسرائیلی صنعت کاروں کو منافع میں ایک شلنگ بھی نہ دو۔ میری جنگ یہ ہے کہ یہودیوں کو پاکستانی کرنسی تو کیا پاکستان کی ایک چٹکی مٹی بھی نہ ملے۔"

"لیکن اسرائیلی صنعت کاروں سے قانونی معاہدہ ہو چکا ہے کہ ہم ان کے فارمولے کے عوض منافع کا چوتھا حصہ دیا کریں گے۔"

"میں اسرائیلی صنعت کاروں کو مجبور کروں گا کہ وہ معاہدہ منسوخ کردیں اور جب میں معاہدہ منسوخ کراؤں گا تو تمہیں بھی پاکستانی کرنسی میں چار کروڑ نہیں' صرف ایک کروڑ روپے ملیں گے۔"

"یہ تو ظلم ہے۔"

"اس ظلم سے کم ہے جو تم اور چوہدری پاکستانی قوم پر کرتے آرہے ہو' میں تمہیں سوچنے کا موقع دے رہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔"

میں خاموش ہوگیا۔ وہ خلا میں تکتا رہا پھر اس نے آواز دی۔ "مسٹر فرہاد! آپ موجود ہیں؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ مشیر نے کہا "مسٹر اسمتھ! مجھے بتائیں مسٹر فرہاد کیا چاہتے ہیں؟"

اس نے مشیر کو میرے خیالات اور ارادے بتائے۔ اس نے کہا "جو شخص آپ کی پیشانی سے لہو بہا سکتا ہے وہ آپ کے کاروبار کا تمام منافع نچوڑ کر لے جاسکتا ہے۔ فرہاد نے شرافت کا ثبوت دیا ہے' اگر وہ آپ کی لیبارٹریز کو آگ لگا کر جاتا تو آپ کیا بگاڑ لیتے؟ میرا مشورہ ہے' آپ اسے دوست بنا کر رکھیں۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے بھی اسے سوچنے کا موقع دیا تھا اس لئے وہاں سے چلا آیا۔ چوہدری کے پاس آکر دیکھا' وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا وزیر آباد سے گزر رہا تھا۔ اپنی لیبارٹری پہنچنے میں اسے ابھی کافی وقت لگتا لہٰذا میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔

دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ میں چارپائی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بہت عرصہ پہلے میری پھوپی نے بتایا تھا کہ میں ایک چارپائی پر پیدا ہوا تھا۔ ملک سے باہر جا کر فوم اور اسپرنگ کے ایسے نرم گرم اور ملائم بستروں پر سوتا رہا تھا' ایسی شاہانہ زندگی گزارتا رہا تھا کہ اپنے وطن کی منجی (چارپائی) کو بھول گیا تھا۔ اب میں ویسی ہی منجی' ویسے ہی بستر بچھے لحاف اور معمولی طرز کا فرنیچر خرید کر لایا تھا۔ ویسی ہی تقریباً تیس برس پہلے کی زندگی گزارتے ہوئے بہت اچھا لگ رہا تھا۔

میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا' مالک مکان چوہدری کرامت اللہ کھڑا ہوا تھا' بڑے غصے میں تھا۔ مجھے دیکھتے ہی بولا "او جی آج تو تم نے محلے والوں کی ایسی کی تیسی کردی ہے۔ یہ میرے پیچھے پڑ گئے تھے کہ میں نے کسی چھڑے (تنہا آدمی) کو مکان کیوں دیا ہے' یہاں سب بیوی بچے والے رہتے ہیں۔ جوان کڑیاں ایک دروازے سے دوسرے دروازے آتی جاتی ہیں۔ اپنے کرایہ دار کو یہاں سے نکالو۔"

میں نے کہا "چوہدری صاحب! اندر آجائیں۔ آپ بہت گرم ہیں' ٹھنڈا پانی پئیں گے۔"

وہ اندر آکر بولا "میں نے صاف صاف کہہ دیا ہے' میرا مکان ہے' میں کسی کو بھی کرائے پر دے سکتا ہوں۔ جس نے ماں کا دودھ پیا ہے وہ میرے بندے کو یہاں سے نکال کر دکھائے۔"

پھر وہ رازداری سے' دھیمی آواز میں بولا "آدمی کو ذرا گرم ذرا نرم ہونا پڑتا ہے۔ میں نے بعد میں نرمی سے کہہ دیا ہے کہ ایک دو مہینے میں شادی کرلو گے' ابھی لڑکی پسند کر رہے ہو۔"

"آپ بھی کمال کرتے ہیں چوہدری صاحب! ایسا کہنے کی ضرورت تھی؟"

"ایسا کہنے سے محلے والوں کی تسلی ہوگئی ہے' پھر میں تمہارے باپ کی جگہ ہوں' تمہاری اتنی عمر ہوگئی ہے اور اب تک کنوارے بیٹھے ہو۔ کنواری تو لڑکیاں بیٹھتی ہیں' اس محلے میں سولہ برس سے لے کر چالیس برس تک کی لڑکیاں کنواری ہیں اور رشتوں کے انتظار میں ماں باپ پر بوجھ بنی ہوئی ہیں۔ پچھلے برس ایک لڑکی والدین کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے خود کشی کرلی' ایک اور لڑکی گھر سے بھاگ گئی۔ اگر تمہارے جیسے لوگ شادی نہیں کریں گے تو ان چاری لڑکیاں کہاں جائیں گی؟ اور اسلام میں تجرد کی یا راہبانہ زندگی گزارنے کی اجازت نہیں ہے۔ تم مسلمان ہو' شادی کرو۔ نیکی بھی ہوگی۔ یہاں جس لڑکی' جس گھر کی طرف انگلی اٹھاؤ گے وہیں وہاں شادی طے کرادوں گا۔"

میں نے کولر سے ایک ٹھنڈی بوتل نکال کر کہا "سحر کی سردیوں میں بھی پلا سکتا ہوں۔ کیونکہ میرے ہاں چائے اور کھانے کا انتظام نہیں ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا میرے لئے کسی ملازمہ کا بندوبست کردیں جو کھانا پکائے اور گھر کی صفائی کرے۔"

"ملازم بڑی مشکل سے ملتے ہیں۔ بیوی آسانی سے مل جاتی ہے۔ آج کہو آج ہی دلہن آجائے گی۔ جب گھر گرہستی کا آرام مل سکتا ہے تو ایک ملازم کی تلاش محض حماقت ہے اور یہ بوتل واپس لے جاؤ۔ میں تمہارے گھر چائے اسی وقت پیوں گا جب دلہن آئے گی۔"

"آپ تو میری شادی کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ یہ بھی نہیں جانتے میں اچھا ہوں یا بدمعاش؟ اگر بدمعاش ہوں تو کسی لڑکی کی زندگی برباد کر کے بھاگ جاؤں گا پھر محلے والے آپ کو پکڑیں گے۔"

"میری فکر نہ کریں' میں اللہ کے بھروسے پر نیکی کرتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ نیکی کا پھل ملتا ہے' یہ کیا کم ہے کہ نیکی کا پھل ضرور کسی شریف زادی کو مل جائے۔"

پھر وہ صوفے سے اٹھ کر بولا "کوئی جلدی نہیں ہے۔ اچھی طرح سوچو اور اس پہلو سے سوچو کہ ایسی لڑکی نے خودکشی کی تم جسے تم نے دلہن بنانے سے انکار کیا تھا یا اب انکار کرو گے تو وہ آنچل میں چھپ کر روئے گی' گھر سے بھاگ جائے گی یا اپنی جان دے دے گی۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں نے دروازے کو بند کرتے ہوئے سوچا' یہ شخص مجھے ایک جذباتی مسئلے میں الجھا گیا ہے' یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں شادی کروں گا لیکن یہ میرے ملک کا بہت ہی اہم مسئلہ تھا۔ غربت اور جہیز کے مطالبات کے باعث شریف زادیاں گھر بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہوجاتی تھیں یا خاندانوں اور برادریوں میں لڑائی جھگڑوں کے باعث وہ سدا کنواری رہ کر دنیا سے اٹھ جاتی تھیں۔

میں نے چوہدری کرامت اللہ کے خیالات پڑھے' وہ سوچ رہا تھا "یہ تیسرا کرایہ دار ہے' اس سے پہلے میں نے اور دو کرایہ داروں کی اسی محلے میں شادیاں کرائی ہیں' یہ تیسرا بھی راضی ہوجائے گا تو ایک اور لڑکی عزت و آبرو سے اپنا گھر بسالے گی۔"

میں نے محسوس کیا چوہدری کے اندر آنسو چھپے ہوئے ہیں' وہ سوچ رہا تھا "شبو بیٹی! تیرے ساتھ جو زیادتی ہوئی اس کی تلافی اسی طرح کرسکتا ہوں کہ آخری سانس تک دوسرے گھروں کی بیٹیوں کو دلہن بنا کر انہیں سسرال میں آباد کرتا رہوں۔ میں کیا ہوں' میری اوقات کیا ہے۔ میں تیرے سسرال والوں کے بھاری مطالبات پورے نہ کرسکا' اس نوجوان نے شادی سے انکار کردیا' تو اپنی توہین اور باپ کی ندامت کو برداشت نہ کرسکی اور چھت کے پنکھے سے گلے میں پھندا ڈال کر مرگئی۔ میری بچی! میں تیرے ساتھ ہونے والی زیادتی کی تلافی کرتا رہوں گا۔"

میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ وہ خودکشی کرنے والی لڑکی چوہدری کی اپنی بیٹی تھی۔ تب ہی وہ مجھے کہہ رہا تھا کہ اچھی طرح سوچو اور اس پہلو سے سوچو کہ ایک ایسی لڑکی نے خودکشی کی تھی جسے تم نے دلہن بنانے سے انکار کیا تھا۔ چوہدری کے ان فقروں کے پیچھے ایک مظلوم باپ کے دل کا درد و کرب چھپا ہوا تھا۔ اسے ہر انکار کرنے والا جوان اپنی بیٹی کا قاتل دکھائی دیتا تھا۔

میں نے معلوم کیا' وہ نوجوان کون تھا جس نے شبو کو خودکشی پر مجبور کیا تھا؟ چوہدری کی سوچ نے بتایا وہ چوہدری کے گھر کے سامنے ہی دو منزلہ مکان میں رہتا ہے۔ اس علاقے میں اس نوجوان شاہد کے باپ کے مزید چار مکانات ہیں جن سے ماہانہ پانچ ہزار روپے کی آمدنی ہے جبکہ چوہدری کے دو ہی مکانات تھے۔ ایک میں وہ بیوی بچوں کے ساتھ رہتا تھا۔ دوسرا مکان اس نے مجھے کرائے پر دیا تھا۔ اس حساب سے پانچ مکانات والا شاہد کا باپ زیادہ حیثیت والا تھا اور اپنے اکلوتے بیٹے کی شادی وہاں کرنا چاہتا تھا جہاں سے بہو جہیز میں ایک مکان یا کوٹھی لے کر آئے۔ یہ مکانات اس کا ذریعۂ معاش تھے۔ اسے محنت نہیں کرنی پڑتی تھی' گھر بیٹھے ہزاروں روپے ملتے رہتے تھے' اس کا بیٹا شاہد بھی کام چور تھا اور باپ کے نقش قدم پر چل رہا تھا۔

میں نے چوہدری کے ذریعے ان باپ بیٹے کے دماغ میں جگہ بنائی پھر یہ طے کیا کہ انہیں اچھا سبق سکھاؤں گا۔ چوہدری اپنے علاقے کی تمام شریف زادیوں کو سماگن بنانا چاہتا تھا۔ میں نے یہ بھی طے کیا کہ اس ستم رسیدہ باپ کے ارادوں کو پورا کروں گا۔ وقت ملتا رہا تو ان گھروں میں کسی نہ کسی طرح رشتے پہنچاتا رہوں گا اگرچہ معاشرے کے دکھ درد کا علاج کرنے کا موقع مجھے نہیں ملتا ہے پھر بھی کوشش کروں گا۔

ادھر چوہدری حاکم علی حاکم لیبارٹری پہنچ گیا تھا اور وہاں اپنی پہلی تباہی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ تہہ خانے کی آگ اس بری طرح پھیلی تھی کہ اوپر لیبارٹری اور ادویات کے گودام کو بھی اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی' سب کچھ جل چکا تھا۔ دوا کی ایک شیشی' ایک کیپسول یا ایک گولی بھی نہیں بچی تھی۔

چوہدری حاکم نے اپنے اثرورسوخ کے مطابق ایس پی اور اخباری صحافیوں کو بلایا تھا۔ ایس پی کو وہ سرکاری شناختی کارڈ دکھایا جسے پارس نے جاسوس کے طور پر صوفیہ کو دیا تھا' اس کارڈ میں جو تصویر لگی تھی پارس وہی چوہدری چوہدری بنا کر آیا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس نے کہا "چوہدری صاحب' میں اس شخص کو تلاش کروں گا لیکن آپ فرہاد کا نام لے رہے ہیں اس لئے یقین سے کہتا ہوں فرہاد نے کسی کو آلۂ کار بنا کر یہاں بھیجا ہوگا۔ یہ تصویر والا نوجوان ہمیں کہیں نہیں ملے گا۔"

اخباری صحافیوں نے کہا "ہم لیبارٹری کی تباہی کی رپورٹ تصویروں کے ساتھ پہلے صفحے پر شائع کریں گے لیکن فرہاد اور ٹیلی پیتھی کا ذکر نہیں کریں گے۔"

چوہدری حاکم نے پوچھا "کیوں ذکر نہیں کریں گے؟"

"اس لئے کہ اخبار میں دنیا جہان کی سچی جھوٹی خبریں شائع ہوتی ہیں۔ ہم فرہاد اور ٹیلی پیتھی کا ذکر کرکے اپنے اخبار کو فکشن نیوز پیپر نہیں بنائیں گے۔ یہ اخبارات کے مالکان اور ایڈیٹروں کا فیصلہ ہے۔"

صوفیہ نے کہا "ہماری جلی ہوئی لیبارٹری اس بات کا ثبوت ہے کہ ٹیلی پیتھی فکشن نہیں ہے اور فرہاد علی تیمور خیالی کردار نہیں ہے۔"

ایک صحافی نے کہا "ٹھیک ہے' اگر پولیس والے فرہاد کو گرفتار کرلیں گے اور عدالت میں ثابت ہوجائے گا کہ فرہاد ایک زندہ کردار ہے تو ہم اس کے خلاف وہ سب کچھ لکھیں گے جو آپ چاہتی ہیں۔"

اخبارات کے رپورٹرز اور فوٹوگرافرز چلے گئے۔ چوہدری حاکم نے ایس پی سے کہا "آپ قانون کے محافظ ہیں۔ اتنے بڑے افسر ہیں' اگر آپ فرہاد کو گرفتار نہیں کریں گے۔ تو ہم انصاف مانگنے کہاں جائیں گے؟"

ایس پی نے کہا "فرہاد کی بہن شمائلہ کے دروازے پر تین قتل ہوئے' وہاں بڑے بڑے افسران اور مسلح سپاہی موجود تھے اور سب بے بس تھے کیونکہ انہیں قتل کرنے والا آنکھوں کے سامنے نہیں تھا' ان کے دماغوں میں تھا اور انہیں خود اپنے ہاتھوں سے مرنے پر

مجبور کرتا رہا تھا۔ کیا افسران ثابت کرسکتے ہیں کہ وہ قتل کئے جارہے تھے؟ وہ تو افسروں کے سامنے خودکشی کررہے تھے اور قانون کے مطابق ان افسران کو خودکشی کی ہی رپورٹ پیش کرنی پڑی۔ اسی طرح کیا آپ ثابت کرسکتے ہیں کہ اس لیبارٹری کو فرہاد نے جلا کر خاک کیا ہے؟ ہمیں ثبوت اور گواہی چاہئے اس کے بغیر میں آپ کے کسی کام نہیں آسکوں گا۔"

چوہدری کے بیٹے ڈاکٹر نعمان نے کہا "آپ سے ہمارے دیرینہ تعلقات ہیں۔ آپ ہماری خاطر رازداری سے چپ چاپ فرہاد کو تلاش تو کرسکتے ہیں؟ اس کا پتا ٹھکانا تو معلوم کرسکتے ہیں؟"

"رازداری ہمارے تمہارے درمیان ہوسکتی ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سامنے کوئی راز راز نہیں رہتا۔ کیا تم میں سے کوئی جانتا تھا کہ وہ تم سب کے دماغوں میں پہنچ جائے گا؟ کیا یہ یقین سے کہہ سکتے ہو کہ ابھی وہ ہمارے درمیان نہیں ہوگا اور آئندہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا؟ میں دردی اتار دوں گا استعفا دے دوں گا لیکن اسے تلاش نہیں کرسکوں گا۔"

وہ سوری کہہ کر چلا گیا۔ تینوں باپ بیٹا اور بیٹی دفتری کمرے میں تھوڑی دیر تک چپ بیٹھے رہے پھر باپ نے کہا "ٹیلی پیتھی بہت ہی خطرناک علم ہے۔ بڑی سپر طاقتیں بھی فرہاد سے کتراتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں؟ اس کے خوف سے نیند نہیں آتی، بھوک نہیں لگتی۔ کسی بات پر ہنستے ہنستے سہم جاتا ہوں، وہ موت کی طرح یاد آجاتا ہے۔"

صوفیہ نے کہا "آج تک میں نے اس کا ذکر سنا تھا، اب اتنی زبردست تباہی دیکھ کر میرا سکون بھی غارت ہوگیا ہے۔ اگر اس کاروبار میں کروڑوں کا منافع نہ ہوتا تو ہم اسے چھوڑ دیتے۔"

چوہدری نے کہا "فرہاد کو صرف یہ اعتراض ہے کہ یہودی پاکستان سے اپنا منافع لے جاتے ہیں۔"

نعمان نے کہا "فرہاد سے سمجھوتے کا کوئی راستہ نکالنا چاہئے۔"

صوفیہ بولی "کیا تمہیں پتا ہے وہ پکا عیاش ہے۔ مجھے آج رات کھانے پر بلا رہا تھا۔"

چوہدری حاکم نے چونک کر پوچھا "کیا وہ تمہیں ڈنر کے لئے کہہ رہا تھا اور تم نے انکار کردیا؟"

"ہاں اور کیا کرتی، کیا رات کو اس کے پاس چلی جاتی؟"

"بیٹی! وہ کھانے پر بلا رہا تھا۔ کھانے کے ساتھ تمہیں تو نہیں کھا لیتا۔ تم سمجھدار ہو، ذرا سوچو، ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا تو حقیقت سامنے آجاتی کہ تم سے ملاقات کرنے والا محض آلۂ کار ہے یا خود فرہاد ہے۔"

نعمان نے کہا "ایک بار، صرف ایک بار یہ یقین ہوجائے کہ تم سے ملنے والا فرہاد ہے تو اسے گولی مارنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

چوہدری نے بیٹے سے کہا "تمہارا خون گرم ہے۔ صرف گولی مارنے کی بات نہ سوچو۔ اگر وہ صوفیہ کو پسند کرلے، میرا داماد اور تمہارا بہنوئی بن جائے تو یہ رشتہ ہمیں ارب پتی اور کھرب پتی بنادے گا۔"

وہ بولی "ڈیڈ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ فرہاد آپ کی عمر کا ہے، سنا ہے اس کے دو بیٹے جوان ہیں۔"

"جوان ہیں تو کیا ہوا؟ کیا جوان بیٹوں کے باپ شادی نہیں کرتے؟ تم جذبات سے نہیں عقل سے سوچو، کاروباری شادیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔"

"میں عقل سے ہی سمجھ کر کہہ رہی ہوں، باپ کی عمر والے سے شادی نہیں کروں گی۔"

نعمان نے کہا "آپ دونوں ایسے بحث کررہے ہیں جیسے فرہاد نے صوفیہ کا رشتہ مانگا ہو۔ بائی دی وے ہمارے پاس جو آیا تھا، سر سے پاؤں تک جوان تھا۔ کیا ٹیلی پیتھی ایسا علم ہے جو آدمی کو سدا جوان رکھتا ہے؟"

"یہاں آنے والا فرہاد کا آلۂ کار ہوگا۔"

"جو کوئی بھی ہو، وہ فرہاد کی طرف سے تمہیں کھانے کی دعوت دے رہا تھا۔ تم نے دعوت کو ٹھکرایا اس کے بعد ہی اس نے خانے میں آگ لگائی اور ہمیں اتنا بڑا نقصان پہنچا کر چلا گیا۔"

"اگر میں دعوت قبول کرلیتی تو؟"

نعمان نے میز پر ہاتھ مار کر کہا "تو میں یقین سے کہتا ہوں، ہمیں پچیس لاکھ روپے کا نقصان نہ ہوتا۔"

وہ بولی "کیا یہ غیرت مند بھائی کہہ رہا ہے، کیا پچیس لاکھ بچانے کے لئے یا وہ رقم واپس حاصل کرنے کے لئے مجھے فرہاد کے پاس چھوڑ کر آؤ گے، بولو آؤ گے۔ وہاں چھوڑ کر؟"

نعمان نے کہا "ڈیڈ! یہ خواہ مخواہ جوش میں آرہی ہے، کسی کاٹنے کو لپک رہی ہے۔"

"کیا کہا! میں کاٹنے کو لپک رہی ہوں، کیا مجھے کتیا کہہ رہے ہو؟"

باپ نے کہا "ایزی صوفیہ، ایزی۔ اپنے باپ اور بھائی کو غلط نہ سمجھو۔ ہم دنیا والوں کے سامنے پچیس لاکھ کے نقصان کا واویلا کررہے ہیں ورنہ پچیس لاکھ ہماری بیٹی کے سامنے کچھ نہیں ہیں، جو ہے ہم اس موضوع پر مزید گفتگو نہ کریں۔"

نعمان نے کہا "گفتگو نہیں کریں گے تو کسی نتیجے پر بھی نہیں پہنچیں گے۔ اور فرہاد ہمارے اعصاب پر سوار رہے گا۔ آئندہ بھی ہمیں نقصان پہنچاتا رہے گا۔ ابتدا پچیس لاکھ سے ہوئی ہے، نہ جانے انتہا کہاں ہوگی۔"

باپ نے کہا "ہم کنگال ہوجائیں گے، شاندار کوٹھیوں اور کاروں سے نکل کر فٹ پاتھ پر آجائیں گے۔ صوفیہ کو آرام سے سوچنے دو کہ سمجھوتے کا جو ایک ہی راستہ رہ گیا ہے اس پر ہمیں چلنا چاہئے یا نہیں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا، نعمان بھی باپ کے ساتھ اٹھ گیا۔ صوفیہ بیٹھی رہی اور یہ سمجھتی رہی کہ باپ بھی یہی چاہتا ہے مگر صاف لفظوں میں نہیں کہہ رہا ہے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ باپ بیٹے جاتے جاتے رک گئے۔ فون کی طرف دیکھنے لگے۔ صوفیہ نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو؟"

میں نے اس آواز اور لہجے میں اسے مخاطب کیا جسے پارس نے اس کے سامنے اختیار کیا تھا، میں نے کہا "ہیلو صوفیہ! میں تمہارے دماغ میں بھی آکر بول سکتا تھا لیکن یہ معلوم کرنے کے لئے فون پر بول رہا ہوں کہ فون کے جو تار کاٹے گئے تھے وہ جوڑ دیئے گئے ہیں یا نہیں؟ پھر تمہارے باپ اور بھائی کو بھی معلوم ہونا چاہئے کہ میں تمہیں یاد کررہا ہوں، وہ چاہیں تو فون پر میری آواز سن سکتے ہیں۔"

چوہدری حاکم علی نے پوچھا "کس کا فون ہے؟"

وہ بولی "فرہاد۔"

بھائی دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ باپ نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "مجھے بات کرنے دو۔"

وہ ایک دم سے بپھر کر بولی "آپ کس رشتے سے بات کریں گے؟ کاروبار کی سلامتی کے لئے داماد بنائیں گے یا بیٹی کا کاہک؟"

چوہدری نے گرج کر کہا "یو شٹ اپ، میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔"

"زبان تو بہت دیر سے باپ بیٹے کی چل رہی ہے۔ جو کہنا چاہتے تھے وہ صاف طور سے کہہ نہیں پا رہے تھے۔ بھائی جان نے ابھی کہا تھا کہ میں فرہاد کی دعوت قبول کرلیتی تو ہماری لیبارٹری میں آگ نہ لگتی۔"

پھر وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر جھک کر بولی "میں فرہاد سے پوچھتی ہوں، کیا تم اتنے کم ظرف ہو کہ لڑکی ہاتھ نہ آئے تو اس کے گھر میں آگ لگادیتے ہو؟ تمہارا جواب میں نہیں، میرے ڈیڈی سنیں گے، جواب دو۔"

اس نے ریسیور باپ کی طرف بڑھادیا۔ باپ نے اسے لے کر کان سے لگایا۔ میں نے کہا "چوہدری! میں بیک وقت دو جگہ ہوں۔ تمہارے بیٹے کے دماغ میں بول رہا ہوں اور اپنے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر تمہارے کان میں اپنی آواز سنا رہا ہوں۔"

باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ میں نے کہا "اور میں تمہاری حرکتیں بھی دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم دونوں اپنی طبعی عمر تک جینا چاہتے ہو اور ابھی حرام موت نہیں مرنا چاہتے تو میرے ساتھ ساتھ بولو تاکہ صوفیہ سن سکے۔"

چوہدری نے کہا "پلیز مسٹر فرہاد! پہلے میری دو باتیں سن لو۔"

"چوہدری! اب ایک لفظ بھی اپنی طرف سے نہ کہنا۔ اب جو بول رہا ہوں اسے نعمان زبان سے دہرائے گا اور تم خاموش رہو گے۔ چلو نعمان، بولو کہ تم کم ظرف ہو اور یہ چاہتے ہو کہ صوفیہ، فرہاد سے دوستی کرکے پچیس لاکھ کا نقصان پورا کردے۔"

میں اس کے دماغ میں تھا، وہ میری بات سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے کہا "صوفیہ! میں کم ظرف ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم فرہاد سے دوستی کرکے پچیس لاکھ کا نقصان پورا کرو۔"

میں نے اس کے دماغ سے نکل کر چوہدری کے دماغ پر قبضہ

معاشرتی جبر کے خلاف زاہدہ حنا کا قلم تیغِ برہنہ بن جاتا ہے

اُن کی کتاب

سسکیاں بھرتے ہوئے مظلوموں کے لیے اُن کی تحریریں مرہم کا درجہ رکھتی ہیں

شیلا قریشی سٹنس لیتا ہے

اُردو افسانے میں زاہدہ حنا کا نام اور کام کسی تعارف کے محتاج نہیں

زاہدہ کے افسانوں کا یہ مجموعہ مشاہیر ادب اور عوامی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کرچکا ہے

قیمت ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے
رقم پیشگی منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کاتیسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے

کتابیات پبلی کیشنز * پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۷۴۲۰۰

جمایا۔ وہ بے اختیار بولنے لگا "یہودیوں کی دلالی کرنے والے اتنے کم ظرف ہوتے ہیں کہ حالات کے تقاضے پر بیٹی کے بھی دلال بن جاتے ہیں۔ میں بھی مجبور ہو کر فرہاد کی دشمنی سے محفوظ رہنے کے لئے منافع کی بساط پر تمہیں مہرہ بنا رہا ہوں اور فرہاد کے سامنے لانا چاہتا ہوں بس اتنی سی بات ہے۔"

چوہدری نے اتنا کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ میں نے صوفیہ کے پاس آکر کہا "میں نے تمہاری آنکھیں کھولنے کے لئے رات کو کھانے کی دعوت دی تھی اور تمہارے انکار پر یہ کہا تھا کہ تمہارا باپ ہر ماہ لاکھوں روپے کا منافع کمانے کے لئے اپنی ڈاکٹر بیٹی کو بازار کا مال بنا دے گا' یہ ابھی میں نے ثابت کر دیا ہے۔"

صوفیہ کی انا کو زخم لگ رہے تھے' اس کی آنکھیں ندامت سے بھیگ رہی تھیں۔ میں نے کہا "تم نے میرے ظرف کے بارے میں پوچھا تھا۔ میرا ظرف یہ ہے کہ میں تمہیں بیٹی سمجھتا ہوں لیکن بیٹی نہیں کہوں گا کیونکہ تم میرے ملک کی ایک ذمے دار ڈاکٹر ہو کر دواؤں میں افیون اور الکحل ملاتی ہو۔ قوم سے دشمنی کرنے والی میری تو کیا کسی کی بھی بیٹی نہیں ہوتی۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ سوچ کے ذریعے مجھ سے بولی "آپ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ خدا جانتا ہے میں بہت شرمندہ ہوں' اندر سے ٹوٹ رہی ہوں۔ آپ مجھے بیٹی سمجھتے ہیں تو میں آپ کو ابو کہہ کر قسم کھاتی ہوں کہ دواؤں میں ملاوٹ نہیں کروں گی۔ آپ جو کہیں گے وہ کرتی رہوں گی۔"

"ٹھیک ہے' آج سے تم میری بیٹی ہو۔ میرے بیٹے مجھے پاپا کہتے ہیں' تم بھی پاپا کہو۔"

"شکریہ پاپا! آپ بیٹی کو گائیڈ کریں' مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"تمہاری ذہانت مثبت انداز میں جو کہتی ہے وہ کرتی جاؤ' باقی مجھ پر چھوڑ دو۔ میں تمہارے پاس آتا رہوں گا۔ فی الحال جا رہا ہوں۔"

میں خاموش ہو گیا مگر اس کے پاس موجود رہا۔ وہ بولی "آپ نے مجھے حوصلہ دیا ہے۔ سچائی کا راستہ دکھایا ہے۔ میں آپ کو یاد کرتی رہوں گی' خدا حافظ پاپا!"

میں نے جواب نہیں دیا' وہ سمجھ گئی کہ میں چلا گیا ہوں' وہ اپنے آنچل سے آنسو پونچھنے لگی۔ چوہدری نے پوچھا "مسٹر فرہاد کیا کہہ رہے ہیں؟"

"وہ جا چکے ہیں۔"

نعمان نے کہا "یہ بڑی مشکل ہے' ہمیں اپنے دماغ میں اس کے آنے جانے کی خبر نہیں ہوتی تم کیوں رو رہی تھیں؟"

"بھائی کی کم ظرفی پر رونا نہیں آیا' پاپا کی اعلیٰ ظرفی اور محبت دیکھ کر آنسو نکل پڑے۔"

"کون پاپا؟"

"جنہیں آپ فرہاد کہتے ہیں اور دشمن سمجھتے ہیں' انہوں نے مجھے بیٹی بنایا ہے۔"

نعمان نے طنزیہ کہا "اچھا تو تمہارے دو باپ ہیں۔"

صوفیہ نے پوچھا "کیا اپنی ماں کو گالی دے رہے ہو؟"

وہ پہلے تو جھینپ گیا پھر بھڑک کر بولا "میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔"

"یہ دھمکی نہ دینا' میں فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہوں۔ تہ خانے میں پچیس لاکھ کی راکھ مل گئی' تمہاری تو ہڈیوں کا سرمہ بھی نہیں ملے گا۔ یقین نہ ہو تو مجھے ہاتھ لگا کر دیکھو۔"

وہ دور سے ہی بہن کو دیکھتا رہ گیا۔ اسے بہن کی گھورتی ہوئی آنکھوں میں فرہاد علی تیمور دکھائی دے رہا تھا۔ باپ نے کہا "بیٹی! ذرا عقل سے سوچو' فرہاد بڑی چالاکی سے ہمارے اتحاد کو توڑ رہا ہے۔ تمہیں بیٹی بنا کر تمہارے دل میں ہمارے لئے نفرت پیدا کر رہا ہے۔"

"کیا ایک مسلمان بیٹی کو یہودیوں کے ایجنٹ سے نفرت نہیں کرنا چاہئے؟"

"ایک منٹ پہلے تک تم بھی یہودیوں کی ایجنٹ تھیں۔"

"تھی' اب نہیں ہوں۔ آنکھیں کسی وقت بھی کھل سکتی ہیں۔ دلوں میں کسی وقت بھی ایمان پیدا ہو سکتا ہے اور بے ایمانوں کی شامت کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔"

"تو تم فرہاد سے مل کر ہماری شامت لاؤ گی؟"

"میں باپ اور بھائی سے گستاخی نہیں کروں گی' جو کرنا ہو گا وہ پاپا کریں گے۔ میں اس کاروبار سے الگ ہو رہی ہوں۔ آپ کو بھی سمجھاتی ہوں' دواؤں میں ملاوٹ سے باز آ جائیں اور اسلام میں یہودیت کی ملاوٹ نہ کریں' انہیں پاکستان کی منڈی سے ایک پیسے کا منافع نہ پہنچائیں' اگر آپ نے عقل سے اور ایمان سے کام نہ لیا تو پاپا آپ لوگوں کو کنگال بنا کر فٹ پاتھ پر پہنچا دیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ گئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ چوہدری حاکم علی حاکم نے دروازے کی طرف دیکھا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا "بچی ہے' ناداں ہے' یہ نہیں جانتی کہ فرہاد ہمیں زیادہ سے زیادہ پاکستان میں کنگال بنا سکتا ہے لیکن لندن اور تل ابیب کے بینکوں میں ہمارے لاکھوں پونڈ اور کروڑوں سیکال (اسرائیلی کرنسی) موجود ہیں۔ فرہاد ہمیں کنگال بناتے بناتے تھک جائے گا۔ مرجائے گا لیکن ہم منافع کے اسی اونچے گراف پر رہیں گے۔"

میں ہنسنے لگا۔ اس نے چونک کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا پھر کہا "اوہ گاڈ! کیا فرہاد میرے اندر چھپا ہوا ہے۔ یہ..... یہ اسی کی ہنسی ہے؟"

نعمان نے کہا "ڈیڈ! صوفیہ تو کہہ رہی تھی وہ چلا گیا ہے۔"

"بیٹے! اس کی بات درست تھی' فرہاد کے آنے اور جانے کی خبر نہیں ہوتی۔"

میں نے کہا "میری خبر نہ رکھو۔ لندن اور تل ابیب کے بینک اکاؤنٹس کی خبر لو۔ وہ لاکھوں پونڈز اور کروڑوں سیکال تم نے پاکستان کی زمین پر رہ کر کمائے ہیں۔ وہ پاکستان کی دولت ہے۔ قوم

کا سرمایہ ہے۔ وہ پونڈز اور سیکال دوبارہ پاکستانی کرنسی میں تبدیل ہو کر یہاں چوبیس گھنٹوں کے اندر آئیں گے اور قومی خزانے میں جمع کئے جائیں گے۔"

وہ کرسی سے اچھل کر چیخنے لگا۔ "تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میرے باہر کے اکاؤنٹس کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے' وہاں کے بینکوں نے ضمانت دی ہے کہ ہماری رقم ہر حال میں محفوظ رہے گی۔"

"جب ضمانت دی ہے تو کیوں چیخ رہے ہو؟ چوبیس گھنٹوں کے اندر ٹیلی پیتھی کا تماشا بھی دیکھو کہ کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اسے یاد آیا تھا کہ لندن کا فرسٹ پارٹنر جان اسمتھ کچھ ڈھیلا پڑ گیا ہے۔ بڑے بڑے صنعت کار ہڑتال نہیں کر رہے ہیں اور اسرائیلی صنعت کار اس لئے سہمے ہوئے ہیں کہ وہاں فرہاد کے دو انسانی روبوٹ کسی وقت بھی ان کی صنعتوں کو تباہ کر سکتے ہیں۔

وہ بولا۔ "مسٹر فرہاد! ہمیں ایک دوسرے کی ضد بننے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ تم میری تمام دولت چھین لو گے لیکن ہماری قوم کو نقصان پہنچاؤ گے۔ میری لیبارٹری سے تیار ہونے والی دواؤں سے لاکھوں بیمار شفا پاتے ہیں۔ فارمولا یہودیوں کا ضرور ہے لیکن ہمارے ملک کے بیمار لوگ صحت یاب ہوتے ہیں۔"

"چوہدری! مجھے فارمولے پر اعتراض نہیں ہے۔ یہ فارمولا پاکستان پہنچ کر ہمارا ہو گیا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے اسرائیلی فوج عربوں کی سرحدی زمینوں پر قبضہ جما کر اسے اپنے ملک کا حصہ قرار دیتی ہے اور زمینیں واپس کرنے کے سلسلے میں بین الاقوامی عدالت کے فیصلے بھی اپنے حق میں بدل دیتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح میں ان کی دواسازی کے فارمولوں پر قبضہ جماؤں گا۔ تم نے انہیں بہت منافع دیا ہے۔ اب پاکستانی ایک پیسہ بھی ان کے پاس نہیں جائے گا اور تمہارا تمام کاروبار بھی خاک میں مل جائے گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ہمارے دماغ سے وہ فارمولے چرا کر کسی دوسرے پاکستانی کو دو گے؟"

"مجھے تمہارے دماغ سے چرانا نہیں پڑے گا۔ وہ تو میری بیٹی ڈاکٹر صوفیہ کو زبانی یاد ہے۔ میں یہ کاروبار اپنی بیٹی کو دوں گا۔ پھر تم باپ بیٹے کو اس لیبارٹری میں قدم بھی نہیں رکھنے دوں گا۔ سوچو' فیصلہ کرو۔ پاکستان سے غداری کرو گے یا یہودیوں کے خلاف بغاوت کرنا چاہو گے؟ میں سوچنے کی مہلت دے رہا ہوں۔ پھر چوبیس گھنٹوں کے بعد وہی ہو گا جو میں کہہ چکا ہوں۔ اب میں جا رہا ہوں۔ خدا تمہیں صوفیہ کی طرح عقل اور ایمان دے۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بیٹے سے بولا۔ "میرا پاسپورٹ لے کر ٹرولنگ ایجنٹ کے پاس جاؤ اور کسی بھی پہلی فلائٹ سے لندن کے لئے ایک سیٹ حاصل کرو۔ میں مسٹرا سمتھ اور یہودیوں سے دوٹوک فیصلہ کروں گا۔ اگر انہوں نے ہمیں مکمل تحفظ نہ دیا تو فرہاد کے سامنے گھٹنے ٹیکنے ہی پڑیں گے۔"

وہ باپ بیٹے دفتر سے اٹھ کر باہر چلے گئے۔ وہ آخر وقت تک یہودیوں کے وفادار رہنا چاہتے تھے۔ مایوس ہونے کے بعد میری بات ماننے والے تھے۔ یہ انسانی فطرت ہے' جب تک وہ جوان اور طاقت ور ہوتا ہے' مست ہاتھی کی طرح دندناتا پھرتا ہے۔ جب جوانی کی توانائی ختم ہوتی ہے' بڑھاپا آتا ہے' کمزوری لاحق ہوتی ہے تو خدا یاد آتا ہے۔ میں نے آج تک کسی نوجوان کے ہاتھ میں تسبیح نہیں دیکھی اور یہودیوں کے کسی ایجنٹ کو مسجد کے دروازے پر توبہ کرتے نہیں دیکھا۔ وہ باپ بیٹے بھی شاید ہی توبہ کرتے کیونکہ ان کے پیچھے اسرائیل تھا اور اسرائیل کے پیچھے سپر پاور امریکا یعنی بڑی طاقت اور بڑے وسیع ذرائع تھے۔ بچاؤ کی پوری امید تھی اس لئے وہ ہوا میں اڑ رہے تھے۔

میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ مجھے چائے کی طلب ہو رہی تھی۔ صبح ناشتے کے بعد نہ چائے پی تھی اور نہ ہی دوپہر کی روٹی کھائی تھی۔ میں جوتے پہن کر باہر آ گیا۔ دروازے کو تالا لگا کر جانا چاہتا تھا کہ سامنے والے مکان سے ایک شخص نے آکر کہا۔ "السلام علیکم۔ بھائی صاحب! پڑوسیوں کی بھی کچھ ذمے داریاں ہوتی ہیں۔ ہم تمہارے سامنے رہتے ہیں پھر بھی اجنبی ہیں۔"

میں نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرا نام ارسلان ہے۔ بیس برس امریکا میں رہا۔ پھر وطن کی مٹی کھینچ لائی ہے۔ یہاں میرا کوئی عزیز رشتے دار نہیں ہے۔ یہی میرا تعارف ہے۔"

اس نے کہا۔ "ہم آپ کے ہیں۔ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔"

"میں پھر آؤں گا۔"

"یہ چائے کا وقت ہے۔ آپ جہاں بھی جا رہے ہیں' ہماری چائے پی کر جائیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "دراصل میں چائے ہی پینے نکلا ہوں۔"

"پھر تو میں نے صحیح وقت پر آپ کو گرفتار کیا ہے۔ آیئے تشریف لایئے۔"

میں اس کے ساتھ مکان کے سامنے والے کمرے میں آیا۔ وہاں اس کے والدین سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بڑی محبت سے استقبال کیا۔ بزرگ نے کہا۔ "تمہارے مالک مکان بتا رہے تھے کہ تم بیس برس امریکا میں رہ کر آئے ہو۔ تعجب ہے' خوبصورت اور اسمارٹ لڑکیوں کی سرزمین میں رہ کر بھی شادی نہیں کی۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

میں نے کہا۔ "پرائے دیس کی ہر چیز پرائی لگتی ہے۔ وہاں کی لڑکیاں' ان کی بے لگام آزادیاں' وہاں کی زبان اور تہذیب سب کی سب میرے مزاج کے خلاف تھیں۔ کسی شاعر نے میرے ہی لئے کہا ہے' پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ بزرگ خاتون نے کہا۔ "یہ بڑی بات ہے کہ برسوں امریکا میں رہ کر بھی تم اپنوں میں آ گئے ہو۔"

مجھے اپنے ساتھ اس مکان میں لانے والے جوان نے کہا۔ "امی! یہ فرمارہے تھے کہ یہاں ان کا اپنا کوئی نہیں ہے۔"

بزرگ نے کہا۔ "ہم ہیں۔ اپنا بنانے کا جذبہ ہو تو لوگ اپنے بنتے ہیں۔"

اسی وقت ایک جوان لڑکی چھوٹی سی ٹرالی میں چائے اور ناشتا لے کر آئی۔ سنجیدگی سے مجھے سلام کیا پھر مٹھائی کی ڈش بڑھا کر بولی۔ "یہ لاہور کی خاص مٹھائیوں میں سے ایک ہے۔ اسے پیتسا کہتے ہیں۔"

میں پلیٹ میں سے مٹھائی کا ایک ٹکڑا لیتے ہوئے لڑکی کے خیالات پڑھنے لگا۔ بات تو پہلے ہی سمجھ میں آگئی تھی۔ اس کے خیالات نے تصدیق کردی کہ مجھے کنوارہ سمجھ کر خاطر و مدارات ہورہی ہیں۔

میں ان کی خوش فہمی فوراً ہی ختم کرسکتا تھا لیکن پہلے میں نے لڑکی کے خیالات اور جذبات پڑھے۔ اس کا نام کشور فاطمہ تھا۔ وہ بی اے کی طالبہ تھی اور کالج کے ایک نوجوان اقبال سے محبت کرتی تھی۔ والدین کے حکم سے مجبور ہو کر وہ میرے سامنے ناشتے کی ٹرالی لے کر آئی تھی۔

اس کی سوچ نے بتایا کہ اقبال بھی اسے دل و جان سے چاہتا ہے لیکن اس کے اور اقبال کے بزرگوں کے درمیان بہت پرانا خاندانی جھگڑا چل رہا تھا۔ اقبال نے طے کیا کہ بزرگوں کی ضد اور اکڑ ختم کرنے کے لئے وہ گھر سے بھاگ جائیں گے۔ جب لڑکی والوں کو بدنامی کا احساس ہوگا اور لڑکے والوں کو اکلوتے بیٹے کے ہاتھ سے جانے کا صدمہ ہوگا تو وہ پرانی گھسی پٹی دشمنی سے باز آجائیں گے۔

ابھی وہ دونوں مجبور تھے۔ اقبال ابھی کالج میں زیر تعلیم تھا' آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور گھر سے باہر دونوں کے لئے پناہ کی کوئی جگہ نہیں تھی' اس لئے وہ پریشان تھے اور سوچ رہے تھے کہ محبت سے نے کر شادی کی منزل تک کیسے پہنچا جائے؟

بزرگ خاتون نے کہا۔ "یہ میری بیٹی کشور فاطمہ ہے۔ بی اے کے آخری سال میں ہے۔ ہر سال اول آتی ہے۔ جب دسویں کا امتحان دیا تھا تو صوبے بھر میں اول پوزیشن حاصل کی تھی۔"

کشور کی والدہ نے مجھ سے پوچھا۔ "تم امریکا میں کیا کرتے تھے اور اب یہاں کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"میں وہاں نجومی تھا۔ دوسروں کو قسمت کا حال بتاتا تھا۔"

بزرگوں نے مجھے بے یقینی سے دیکھا۔ پھر خاتون نے ناگواری سے پوچھا "نجومی؟"

"جی ہاں۔ آپ نے یہاں فٹ پاتھ پر دیکھا ہوگا۔ طوطا فال نامہ کھولتا ہے۔ یہاں کے نجومی بہت چھوٹے اور کمتر سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن امریکا میں یہ ایک نئی اور انوکھی چیز ہے۔ جب میں نیویارک میں' فلاڈلفیا اور شکاگو کے فٹ پاتھ پر طوطے کے ذریعے فال نامہ کھولتا تھا اور قسمت کا حال بتاتا تھا تو لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔ وہاں میں نے لاکھوں ڈالر کمائے ہیں۔"

"لیکن یہاں قسمت کا حال بتانے والے نجومی اور طوطے فال نکالنے والے کوئی عزت نہیں کرتے ہیں۔ سوسائٹی میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

"اگر آپ لوگوں سے رشتے داری ہو جائے گی تو سوسائٹی میں میری حیثیت ہوگی۔ میں امریکا سے آیا ہوا نجومی کہلاؤں گا۔"

"رشتے داری کی بات نہ کرو۔ ہم خاندان میں اپنی ہنسی نہیں اڑانا چاہتے۔ تم پڑوسی ہو۔ پڑوسی کی طرح رہو۔ ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو کہہ دینا۔ ہم تمہارے کام آئیں گے۔"

میں "شکریہ" کہتے ہوئے اٹھ گیا۔ کسی نے نہیں پوچھا کہ میں کیوں اٹھ گیا اور میں اتنی جلدی کیوں جارہا ہوں۔ کشور فاطمہ نے کہا "چائے پی لیں۔"

ماں باپ نے بیٹی کو گھور کر دیکھا۔ میں نے کہا "تم نے میرا کھلایا ہے اس کی لذت اور مٹھاس یاد رکھوں گا۔ میری دعا ہے تمہارا اقبال بلند رہے۔"

کشور فاطمہ نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا باہر آگیا۔ چائے کی طلب باقی رہی۔ میں لال پل کی طرف جا کر کسی ہوٹل میں چائے پی سکتا تھا۔ گلی کے سرے پر ایک صاحب مکان کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے سلام کیا پھر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ مجھے نہیں جانتے۔ میں آپ کو جانتا ہوں۔ آپ کا نام ارسلان ہے اور آپ چوہدری کرامت اللہ کے کرائے دار ہیں۔ چوہدری صاحب آپ کی بڑی تعریفیں کررہے تھے۔"

میں نے انکسار سے کہا۔ "میں ایک ناچیز بندہ ہوں' کسی تعریف کے قابل نہیں ہوں۔"

"اجی آپ تو چھپے رستم ہیں۔ امریکا سے آئے ہیں۔ کمال کررہے ہیں؟"

"ذرا چائے پینے جارہا ہوں۔"

"کیوں شرمندہ کرتے ہیں۔ محلے داری بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ آپ ہمارے ہوتے ہوئے دکان کی چائے پئیں گے۔ ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ابھی آپ امجد صاحب کے مکان سے نکل کر آرہے ہیں۔ کیا انہوں نے چائے کو بھی نہیں پوچھا؟"

"پوچھا تھا۔ میں نے بہانہ کردیا کہ چائے نہیں پیتا ہوں۔"

"رہنے دیں ارسلان صاحب! آپ ہم سے زیادہ امجد صاحب کو نہیں جانتے۔ وہ پہلے دیکھتے ہیں کس سے کام نکلتا ہے۔ جس سے کام نہ نکلے' اسے پانی کو بھی نہیں پوچھتے۔ کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے؟"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ ان کی لڑکی کشور فاطمہ ایک لڑکے سے پھنسی ہوئی ہے۔ لڑکے کا نام اقبال احمد ہے۔"

دروازے کے پیچھے سے ایک خاتون کی آواز آئی "اے چھوڑیں سلمٰی کے ابا! کالج جانے والی لڑکیاں ایسے ہی گل کھلاتی

ہیں۔ ہم نے تو اپنی دونوں بیٹیوں کو مشرقی تعلیم دی ہے۔ روزے نماز کی پابند ہیں۔ جس گھر میں بیاہ کر جائیں گی' اسے جنت بنا دیں گی۔"

سلمٰی کے ابا نے کہا۔ "ارے میاں ارسلان! میں بھی سٹھیا گیا ہوں۔ دروازے پر باتیں کررہا ہوں۔ اندر آؤ' تمہیں پینے کے لئے مزیدار سبز چائے ملے گی۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا واقعی آپ کی بیٹیاں روزے نماز کی پابند اور سلیقہ شعار ہیں؟"

"بے شک۔ یہ تو سارا محلہ جانتا ہے۔"

"لیکن اسی محلے کے ایک میاں بیوی جو دوسری گلی میں رہتے ہیں وہ آپ کی بیٹیوں کی برائیاں کررہے تھے۔ اب میں ان کی تمام باتیں نہیں بتا سکتا مگر وہ دعویٰ کررہے تھے کہ آپ کی بیٹیوں کا رشتہ کبھی نہیں آئے گا اور وہ عمر بھر کنواری ہی بیٹھی رہیں گی۔"

وہ غصے سے گالیاں دیتے ہوئے بولے۔ "وہ کون لوگ ہیں' ذرا مجھے ان کے نام اور گھر کا نمبر بتائیں؟"

میں نے کہا۔ "بتانے سے کیا ہوگا۔ کیا آپ امجد صاحب کے سامنے کشور فاطمہ کی برائی کریں گے؟"

"مجھے کیا پڑی ہے کہ میں ان کی بیٹی کے عیب نکالوں اور جھگڑا شروع کروں۔"

"اسی طرح وہ لوگ بھی آپ کے سامنے آپ کی بیٹیوں کے عیب بیان نہیں کریں گے۔ وہ آپ سے میٹھے بن کر بولیں گے جیسے آپ کشور کے والدین کے سامنے مٹھاس سے بولتے ہیں۔"

وہ ناگواری سے بولے۔ "کیا تم ہمیں طعنہ دے رہے ہو؟"

"نہیں۔ میں تو سمجھا رہا ہوں۔ جب تک آپ دوسرے کی بیٹیوں پر کیچڑ اچھالتے رہیں گے' دوسرے بھی کہیں سے آنے والے رشتے کو آپ کے دروازے تک پہنچنے نہیں دیں گے۔ اس محلے میں محلہ ہمارے معاشرے میں یہی ہورہا ہے۔ کہیں کیچڑ اچھالی جارہی ہے اور برات واپس جارہی ہے۔ کہیں خاندانی غرور اور برادری کے جھگڑوں کے باعث [illegible] آپ بزرگوں کو دلوں سے کدورت نکالنا چاہئے ورنہ معصوم بیٹیاں بھی سماگن نہیں بن سکیں گی۔"

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ اندر گئے پھر دروازے کو بند کرلیا۔ مجھے گلی میں تنہا چھوڑ دیا۔ اس گھر کی بھی سبز چائے میرے ہونٹوں سے دور ہوگئی۔ میں مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

ایک ہوٹل میں پہنچ کر بیرے کو چائے لانے کے لئے کہا پھر کشور کے باپ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا۔

"ہم حقیقت سے آنکھ نہیں چرا سکتے۔ ہماری بیٹی کے ساتھ اقبال کا نام لیا جاتا ہے۔ پتا نہیں محلے والے کیسے جاسوسی کرتے ہوئے اقبال تک پہنچ گئے ہیں اور اب چپکے چپکے بدنام کررہے ہیں۔"

بیوی نے کہا۔ "آپ مردوں کو خاندانی جھگڑے بڑھانے میں بڑی مردانگی نظر آتی ہے۔ آپ بیٹی کے باپ بن کر سوچیں۔ کیا اقبال کے باپ سے صلح نہیں ہوسکتی؟"

جمشید نے کہا۔ "امی! آپ ابو کو دشمنوں کے سامنے جھکنے کو کہہ رہی ہیں۔ میں ٹوٹنا جانتا ہوں' جھکنا نہیں جانتا۔"

ماں نے کہا "تو بڑا غیرت والا ہے۔ تیری بیوی ہمیں باتیں سنا کر میکے چلی گئی۔ وہاں جاکر کہتی ہے' ہم ہاتھ جوڑ کر اسے لینے آئیں گے تو وہ آئے گی' نہیں تو اس کی جوتی بھی نہیں آئے گی۔ تو غیرت والا ہوتا تو اسے آنے پر مجبور کرتا۔ مگر ہم سے کہتا ہے کہ ہم جاکر اسے لائیں۔ جب تو ٹوٹنا جانتا ہے' جھکنا نہیں جانتا تو سسرال میں کیوں جھکنے جاتا ہے؟"

"امی! آپ کہاں کی بات کہاں لے جاتی ہیں۔"

میں نے باپ کو بولنے پر مجبور کیا' وہ بولا "ہم بہو کے میکے جائیں گے' ہاتھ جوڑ کر اسے لائیں گے۔ شرط یہ ہے کہ تو اقبال کے گھر جا' اس سے دوستی کر۔ اس کے باپ کو بول کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

پھر میں جمشید کے دماغ میں آیا۔ اسے سوچنے پر مجبور کیا "اگر میں اقبال کے گھر جانے سے انکار کروں گا تو امی ابو کبھی میری بیوی کو منا کر یہاں نہیں لائیں گے۔ بیوی کی خاطر میں کے معاملے میں

کالی کہانیاں

جرائم
جادو
ارواح
شیطان ازم
ذہانت
فطانت
اسرار
طنز و مزاح

★ ایک افسانوی کردار جو زندہ ہوگیا تھا۔
★ ایک حیرت انگیز قصبہ جو اپنی ہیئت بدل سکتا تھا۔
★ ایک معمولی سا آدمی جس کے پاس پچاس ملین ڈالر کا نقشہ تھا۔
★ وہ شخص جس نے حیاتِ ابدی کا راز پالیا تھا۔
★ ایک پُراسرار پرندہ جس کے پاس ماورائی طاقتیں تھیں۔
★ ایک قلم جس کے اندر ایک جن بند تھا۔
★ وہ اشتہاری مجرم جس نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔

قیمت :- ۱۵۰ روپے

خوف، سسپنس اور تجسس کے ۲۶ شاہکار

عجیب کہانیاں ◎ غضب کہانیاں ◎ زبردست کہانیاں

مکتبہ نفسیات ◎ پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ ◎ کراچی

نرم پڑنا ہی ہوگا۔"

جمشید کی ماں خوش ہو کر اپنے شوہر سے کہہ رہی تھیں "آپ اقبال کے باپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میرے لئے اس سے بڑی خوشی کوئی نہیں ہو سکتی۔ آپ یقین کریں محلے کے ہر گھر میں لڑکیاں دیکھ کر ہول آتا ہے کہ ہماری کشور بھی بیٹھی نہ رہ جائے۔ خدا کے لئے آپ اسی دانشمندانہ فیصلے پر قائم رہیں۔"

وہ بول رہی تھی اور کشور کا باپ سوچ رہا تھا "میرے منہ سے بے اختیار یہ بات کیسے نکل گئی کہ میں دشمن سے ملنا چاہتا ہوں؟ شاید خدا کو یہ منظور ہے۔ میرے اندر بھی یہ بے چینی تھی کہ پہاڑ جیسی جوان بیٹی جلد از جلد اپنے گھر کی ہو جائے۔ اچھا ہے اس طرح پرانی دشمنی ختم ہو جائے گی۔ میں اسی فیصلے پر عمل کروں گا۔"

میں نے کشور کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ دروازے کی آڑ میں کھڑی والدین کی باتیں سن رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ میں نے چپکے سے کہا "میری دعا ہے کہ تمہارا اقبال بلند رہے۔"

وہ چونک گئی۔ اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ اسے میری دعا یاد آ رہی ہے۔ وہ دل پر ہاتھ رکھ کر دل ہی دل میں بولی "دعا دینے والے تو کہے دیئے جائے۔"

میری بہن شاہینہ کچن میں مصروف تھی۔ ٹیلیفون کی گھنٹی سن کر بیٹی سے بولی "شمینہ! دیکھو کس کا فون ہے؟"

شمینہ ڈرائنگ روم میں آئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر بولی "ہیلو!"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ اس نے پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

پھر جواب نہیں ملا۔ وہ ریسیور رکھ کر کچن میں آئی۔ شاہینہ نے پوچھا "کون تھا؟"

"کوئی نہیں تھا۔ میں نے دوبار پوچھا۔ جواب نہیں ملا تو ریسیور رکھ دیا۔"

"یاد ہے تمہارے فرہاد ماموں نے کیا سمجھایا تھا؟ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے چپ چاپ فون پر آواز سنتے ہیں پھر دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے فون پر آواز بدل کر بولنے کی پریکٹس کرو۔"

"امی! میں نے پریکٹس کی تھی۔ مگر مجھ سے نہیں ہوتا۔ لہجہ بدل کر بولنا سراسر اداکاری ہے اور مجھے اداکاری نہیں آتی۔"

"اپنی حفاظت اور سلامتی کے لئے وہ سب کچھ سیکھنا چاہئے جو تمہیں نہیں آتا۔ تمہارے ماموں کہاں تک ہماری نگرانی کریں گے؟"

"اچھا میں پھر کوشش کروں گی۔"

وہ سبزی کاٹ کر ماں کے پاس رکھتی ہوئی بولی "میں لبرٹی مارکیٹ جانا چاہتی ہوں۔ کچھ کتابیں اور کیسٹ خریدوں گی۔"

"ضرور جاؤ۔ مگر بھائی کو ساتھ لے جاؤ۔"

وہ کامران کے پاس آئی۔ اس کے ہاتھ سے کتاب چھین کر بولی "جب دیکھو پڑھتے رہتے ہو یا سائنسی تجربات کرتے رہتے ہو۔ چلو مارکیٹ چلیں۔"

کامران نے اس سے کتاب چھین کر کہا "امی کہتی ہیں مجھے پارس بھائی اور علی بھائی کی طرح علم حاصل کرنا چاہئے۔ ہنرمند ہونا چاہئے۔ میں ان کی طرح ہر میدان کا شہسوار بنوں گا۔"

"میرے اچھے بھیا! ضرور بن جانا۔ مگر تھوڑی دیر کے لئے چلو امی مجھے تنہا نہیں جانے دیں گی۔"

"اچھی بات ہے میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں آئی۔ اس نے آئینے کے سامنے ہلکا سا میک اپ کیا۔ بالوں کو برش کیا۔ پھر باہر آ کر گیراج سے کار نکالنے لگی۔ سامنے والی کوٹھی کی چھت پر پارس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے شمینہ کو دیکھ کر سوچا "یہ تنہا کہاں جا رہی ہے؟ پاپا نے سختی سے منع کیا ہے کہ بچے تنہا باہر نہ جایا کریں۔"

ایک منٹ کے بعد کامران آ کر کار میں بیٹھ گیا۔ شمینہ ڈرائیو کرتی ہوئی جانے لگی۔ پارس کو اطمینان نہیں ہوا' کامران سترہ اٹھارہ برس کا تھا' اپنی بڑی بہن کی خاطر خواہ حفاظت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ چھت سے اتر کر نیچے آیا۔ پھر کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا احاطے سے باہر آیا۔ شمینہ کی کار نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ وہ کار کی رفتار بڑھاتا ہوا لبرٹی مارکیٹ کے سامنے آیا۔ شمینہ اور کامران نظر نہیں آ رہے تھے۔ پتا نہیں کدھر نکل گئے تھے۔

پارس نے ایک جگہ کار روکی۔ پھر اپنی کلائی کی گھڑی کی چابی ذرا باہر کھینچ کر اسے مخصوص انداز میں گھمانے لگا۔ میں خیال خوانی میں مصروف تھا۔ اپنی رسٹ واچ سے الارم کی ہلکی سی آواز سن کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اپنی رسٹ واچ کے مخصوص الارم کو سمجھ گیا کہ بیٹا بلا رہا ہے۔

میں نے اس کے پاس پہنچ کر پوچھا "خیریت تو ہے؟"

وہ بولا "آپ نے پھوپی کو تاکید کی تھی کہ بچوں کو لبرٹی مارکیٹ سے آگے نہ جانے دیں۔ ابھی شمینہ باجی کامران کے ساتھ کار میں کوٹھی سے نکلی تھیں۔ میں تعاقب کرنے کے لئے لبرٹی مارکیٹ تک آیا ہوں لیکن وہ دونوں نظر نہیں آ رہے ہیں۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں شمینہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اقبال ٹاؤن سے گزرتی ہوئی ملتان روڈ کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ وہ ماں سے جھوٹ بول کر آئی ہے اور اب پتا نہیں کیوں ملتان کے راستے پر ٹھوکر نیاز بیگ کی سمت جا رہی ہے۔

میں نے پارس کے پاس آ کر کہا "ملتان روڈ کی طرف جاؤ۔ وہ اور کامران ٹریپ کئے جا رہے ہیں۔"

"پاپا! میں پہلی بار لاہور آیا ہوں۔ ملتان روڈ کا راستہ نہیں جانتا ہوں۔ پھر بھی لوگوں سے پوچھتا ہوا پہنچ جاؤں گا' آپ شمینہ باجی کے پاس جائیں۔"

میں سوچ کے ذریعے شمینہ کو مخاطب کرتا تو دشمن خیال خوانی کرنے والا میری موجودگی سے ہوشیار ہو جاتا۔ پھر وہ شمینہ اور کامران کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ میں نے دشمن کو خوش فہمی میں رکھا کہ فرہاد اور اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے دیگر معاملات میں مصروف ہیں اور شمینہ کے اغوا سے بے خبر ہیں۔ اس طرح میں ان دونوں پر نظر رکھ سکتا تھا۔

میں نے کامران کے خیالات پڑھے۔ وہ سوچ رہا تھا "باجی مجھے کہاں لے جا رہی ہیں۔ میں باجی سے بار بار پوچھنے کی کوشش کرتا ہوں مگر جانے کیا بات ہے کہ نہیں پوچھ رہا ہوں۔"

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہاں دو دشمن خیال خوانی کرنے والے تھے۔ دوسرے نے کامران کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھا تھا۔ میں نے پارس کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ ٹریفک پولیس کے ایک سپاہی کو لفٹ دے کر فلم اسٹوڈیو کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس طرح وہ ملتان روڈ پہنچ گیا تھا۔ میں نے کہا "اسی راستے پر سیدھے ٹھوکر کی سمت جاؤ۔"

وہ سپاہی کو فلم اسٹوڈیو کے سامنے اتار کر تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے شمینہ کی کار تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس راستے پر کئی کلومیٹر ڈرائیو کرنے کے بعد شمینہ نے ایک جگہ کار روک دی۔ اس کار کے سامنے ایک سوزوکی ویگن کھڑی ہوئی تھی۔ شمینہ اور کامران سحر زدہ ہو کر کار سے اتر کر ویگن کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے ان کے ذریعے ویگن کا نمبر پڑھ لیا۔

وہاں تین افراد تھے' انہوں نے شمینہ اور کامران کو اندر بٹھایا پھر ایک ایک سرنج نکالی۔ وہ دونوں کو انجکشن لگانا چاہتے تھے' میں نے دونوں کو جدوجہد پر مجبور کیا لیکن شمینہ کو سنبھالا تو کامران کو انجکشن لگا دیا گیا۔ کامران کو بچانے آیا تو شمینہ کے بازو میں سوئی چبھو دی گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ بے ہوش ہو گئے تھے۔

میں نے پارس کو ویگن کا نمبر بتا کر کہا "تم قریب پہنچ رہے ہو' رفتار اور بڑھاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے ایک اسرائیلی حاکم کے پاس آ کر کہا "تمہارے ایک بڑے سرمایہ دار کی میڈیکل لیبارٹری آدھے گھنٹے بعد بم کے دھماکے سے تباہ ہو جائے گی۔ اسے بچانا چاہتے ہو تو اپنے خیال خوانی کرنے والوں سے کہو 'میری بھانجی اور بھانجے شمینہ اور کامران کو واپس گھر پہنچا دیں۔"

حاکم نے کہا "ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہارے کسی رشتے دار سے....."

میں نے سخت لہجے میں کہا "یو شٹ اپ! جب تک شمینہ اور کامران واپس نہیں ملیں گے' ہر آدھے گھنٹے کے بعد ایک مل یا فیکٹری تباہ ہوتی رہے گی' ویٹس آل۔"

میں نے ایک امریکی اعلیٰ افسر سے کہا "فوراً سپر ماسٹر یا جان لیوڈا سے رابطہ کرو۔ ان سے کہو میرے دشمن خیال خوانی کرنے والوں نے میرے دو رشتے داروں کو اغوا کر لیا ہے اور میرے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیل اور امریکا میں ہیں۔ میں نے یہودیوں کو وارننگ دی ہے۔ تم لوگوں کو بھی وارننگ دیتا ہوں۔ گھڑی دیکھو' اگر آدھے گھنٹے کے اندر میرے دونوں عزیز گھر واپس نہ آئے تو تمہارا ایک اعلیٰ فوجی افسر خودکشی کر لے گا۔ جب تک دونوں کی واپسی نہیں ہوگی' تب تک ہر آدھے گھنٹے کے بعد تمہارے ہاں کی اعلیٰ شخصیات یکے بعد دیگرے خودکشی کرتی رہیں گی۔"

اس فوجی افسر نے کہا "یہ تو زیادتی ہے۔ یہ شرارت اسرائیلیوں نے....."

میں نے کہا "شٹ اپ! زیادہ نہ بولو۔ امریکی اور اسرائیلی اکابرین آپس میں فیصلہ کریں۔ موت اور تباہی یا زندگی اور سلامتی؟"

اس فوجی افسر نے سپر ماسٹر ہولی مین کو میری وارننگ سنائی۔ سپر ماسٹر نے جان لیوڈا کو بلایا اور اسے میری وارننگ سنائی۔ لیوڈا نے اسرائیلی حاکم کے دماغ میں آ کر کہا "تم اپنی مصیبت ہمارے سر کیوں ڈالتے ہو' تم نے فرہاد کے عزیزوں کو اغوا کیوں کرایا ہے؟"

"ہم نے کسی کو اغوا نہیں کرایا ہے۔"

"ہٹ دھرمی کی ایک حد ہوتی ہے۔ ہٹ دھرمی کرتے رہو گے تو ہمارے تمہارے اہم عہدیداران بے موت مارے جائیں گے۔"

وہ بولا "ہمیں بہت سے معاملات کا علم نہیں ہوتا۔ شاید گولڈن برنیز نے اغوا کرایا ہو۔ ہم ان سے بات کریں گے۔"

"تمہارے باتیں کرنے تک آدھا گھنٹا گزر جائے گا۔"

"تم فرہاد سے رابطہ کرو۔ اس سے وعدہ کرو کہ اس کے عزیزوں کو ہم ڈھونڈ نکالیں گے۔ وہ ہمیں لمبی مہلت دے۔"

میں سوسانہ اور جبرائل سے کہہ رہا تھا "تمہاری لسٹ میں وہاں کی جتنی بڑی ملیں اور فیکٹریاں ہیں' ان میں سے ایک بڑی مل کو بیس منٹ کے بعد تباہ کر دو۔"

جبرائل نے کہا "میں اس کام کے لئے تنہا جاؤں گا۔ سوسانہ یہاں علی تیمور کی نگرانی کرے گی۔ وہ تو ہی نیند میں ہے۔ بیدار ہونے کے بعد اسے اپنی اصلیت اور پچھلی زندگی یاد آ جائے گی۔"

میں نے لیلیٰ کو مخاطب کر کے پوچھا "علی پر عمل کرتے وقت کوئی مداخلت تو نہیں ہوئی تھی؟"

وہ بولی "ہم مطمئن ہیں' میرے عمل کے وقت سلطانہ اور سلمان اس کے دماغ میں چھپے ہوئے تھے۔ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا علی کے اندر چھپا ہوا نہیں تھا۔"

"چلو اچھا ہے۔ تم ابھی جبرائل کے پاس رہو گی۔ وہ ایک مشن پر جا رہا ہے۔ کوئی گڑبڑ ہو تو مجھے اطلاع دینا۔ سلطانہ سے کہو وہ سوسانہ کے پاس رہے۔"

اسی وقت میں نے برائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی پھر دوسری بار سانس لیا تو وہی سوچ کی لہریں واپس آئیں۔ میں نے پوچھا کون ہو تم؟"

"میں جان لیوڈا ہوں۔ آپ کی یہ بات درست ہے کہ آپ کے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکا اور اسرائیل میں ہیں۔ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ اسرائیلیوں کی شرارت ہے۔ ان کی سزا ہمیں نہ دیں' ہمارے کسی بے گناہ عہدیدار کو موت کی سزا نہ دیں۔"

"ثابت کردو کہ یہ اسرائیلیوں کی شرارت ہے یا میرے عزیزوں کو گھر واپس پہنچادو۔"

"ثابت کرنے یا عزیزوں کو ڈھونڈ نکالنے کے لئے بہت کم وقت دیا ہے آپ نے اور اب تو پندرہ منٹ رہ گئے ہیں۔ ہمیں یہودیوں سے نمٹنے کے لئے کم از کم چار گھنٹوں کی مہلت دو۔"

"گھڑی دیکھو' میں مزید ایک گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں' اب جاؤ۔"

میں نے سانس روک لی۔ وہ دماغ سے نکل گیا۔ میں سوچنے لگا "کسی بے گناہ کو سزا نہیں دینا چاہئے۔ آخر کس ملک کے خیال خوانی کرنے والے میرے خلاف ایسا کرنے کی جرأت کررہے ہیں؟"

مجھے یاد آیا۔ دو دن پہلے چوہدری حاکم علی حاکم' جان اسمتھ سے ملنے لندن گیا تھا۔ ان دونوں سے کچھ معلوم ہوسکتا تھا۔ میں چوہدری کے پاس گیا۔ وہ ایک منگنے ہوٹل میں ایک منگی کال گرل اور منگی شراب سے اپنا دل بہلا رہا تھا۔ اس کے اطمینان سے ظاہر تھا کہ اسے اس کی سلامتی کی خاطر خواہ ضمانت دی گئی ہے۔

اس کے چور خیالات نے بتایا "جان اسمتھ نے یقین دلایا ہے کہ دو تین دن میں پاکستان سے فرہاد کے قدم اکھڑ جائیں گے اور وہ چوہدری کے کسی ملکی یا غیر ملکی بینک اکاؤنٹ پر ہاتھ نہیں ڈال سکے گا۔"

چوہدری نے پوچھا تھا "ایسے کیا اقدامات کئے جارہے ہیں کہ زبردست کہلانے والا فرہاد میدان چھوڑ کر بھاگ جائے گا؟"

اسمتھ نے کہا تھا "یہ نہ پوچھو۔ میں کچھ بتاؤں گا تو فرہاد کو معلوم ہوجائے گا کہ اس کے خلاف کیسی چالیں چلی جارہی ہیں کیونکہ وہ تمہارے دماغ میں آتا رہتا ہے۔"

جان اسمتھ کو خوش فہمی تھی کہ میں اس کے دماغ میں نہیں آتا ہوں۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا ایک اسرائیلی خیال خوانی کرنے والے نے اس سے رابطہ کیا تھا اور اسے یقین دلایا تھا کہ فرہاد آئندہ کسی کی صنعت کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ گولڈن برنیز ایسی چالیں چل رہے ہیں کہ فرہاد مجبور ہوکر صرف پاکستان نہیں چھوڑے گا بلکہ اپنے دونوں انسانی روبوٹ کو بھی اسرائیل سے واپس بلالے گا۔

جان اسمتھ نے پوچھا تھا "تمہارے گولڈن برنیز آخر کیا کرنے والے ہیں؟"

خیال خوانی کرنے والے نے کہا "مسٹر اسمتھ! یہ نہ پوچھو' فرہاد کسی ذریعے سے تمہارے دماغ میں آکر بہت کچھ معلوم کرلے گا۔ پھر ہمارے منصوبوں کو ناکام بنادے گا۔ ذرا صبر کرو' جلد ہی بہت کچھ سامنے آجائے گا۔ فرہاد نے پہلے کبھی ایسی مات نہیں کھائی ہوگی۔"

یہ خیالات پڑھ کر یقین ہوگیا کہ یہودیوں نے میرے خلاف یہی چال چلی ہے۔ میری بہن کے بچوں کو اغوا کرکے مجھے کمزور اور بے بس بنارہے ہیں۔ اگر میں ضد میں آکر ثمینہ اور کامران کی سلامتی کو خطرے میں ڈالتا۔ کامران کی جان جاتی یا ثمینہ کی عزت جاتی تو میں بہن کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔

میں پارس کے پاس آیا۔ وہ اس سوزوکی ویگن کے پاس کھڑا تھا' جس میں ثمینہ اور کامران کو وہ لے جارہے تھے۔ اس نے کہا "پاپا! شاید انہیں پتا چل گیا تھا کہ میں تعاقب میں ہوں۔ انہوں نے میرے پہنچنے سے پہلے گاڑی بدل دی ہے۔ پتا نہیں کس گاڑی میں لے گئے ہیں۔ میں کئی کلومیٹر آگے جاکر دیکھ آیا ہوں۔"

"بیٹے! وہیں کسی آبادی میں رہو۔ ثمینہ اور کامران کو جو ہوش آیا۔۔۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ کہاں پہنچائے گئے ہیں۔ پھر میں آکر تمہیں بتاؤں گا۔"

میں اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ پریشانی سے سوچنے لگا۔ کیا شاہینہ بچوں کے اغوا کی اطلاع دینا چاہے؟ مجھے معلوم تھا وہ رو رو کر اپنا حال کرلے گی۔ اس کے باوجود یہ بات زیادہ دیر چھپائی نہیں جاسکتی تھی' آخر کار اسے معلوم ہونا ہی تھا۔

میں بہن کو بتانے سے پہلے ایک بار ثمینہ اور کامران کے پاس گیا۔ وہ بیہوش تھے۔ ان کے دماغ سے کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ میں مجبور ہوکر بہن کے پاس گیا۔ پھر ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ وہ بھی بے ہوش تھی' نہ آنکھ کھول سکتی تھی نہ میں اس کے ذریعے کچھ دیکھ سکتا تھا۔

ثمینہ اور کامران کے بعد اس کے دو اور بچے تھے۔ ایک دس برس کی گڈو اور چھ برس کا پپو۔ میں نے فوراً ان کی خبر لی۔ وہ دونوں اپنی دادی کے پاس گئے ہوئے تھے۔

ادھر جبرائیل میری ہدایت کے مطابق ایک کھلی چھت والی کار میں نکلا تو اس کی اور سوسائٹی کی نگرانی کرنے والوں نے پولیس کی اعلیٰ افسر کو اطلاع دی۔ اس افسر نے ایک فوجی افسر کو اطلاع دی کیونکہ روبوٹ کا معاملہ فوج کے ہاتھ میں تھا۔ دونوں انسانی روبوٹ کو گھیرنے' پابند کرنے اور ان کی رہائش گاہ تک انہیں محدود رکھنے کے لئے فوجی جوان ہمیشہ مسلح اور مستعد رہتے تھے۔

نگرانی کرنے والوں نے بتایا کہ جبرائیل جافہ کی طرف جارہا ہے۔ تل ابیب اور جافہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے شہر تھے۔ جافہ میں صنعتی ملیں اور فیکٹریاں تھیں۔ وہ سمجھ گئے کہ فرہاد کے پلیٹنج کے مطابق جبرائیل کسی مل کو تباہ کرنے جارہا ہے۔ اس کی کار کے ڈیش بورڈ کے خانے میں وائرلیس رکھا ہوا تھا۔ اس وائرلیس سے سرخ بلب آن آف ہورہا تھا۔ جبرائیل نے اسے آن کیا۔ ایک فوجی افسر کی آواز آرہی تھی "ہیلو' ہیلو' جبرائیل' اپنی رہائش گاہ واپس جاؤ۔ تم جافہ کے مل ایریا میں داخل نہیں ہوسکو گے۔"

جبرائیل نے جواب نہیں دیا۔ وائرلیس سیٹ کو آف کردیا۔ جب وہ جافہ کے صنعتی علاقے میں پہنچا تو دور دور تک فوجی جوان جدید ہتھیاروں کے ساتھ دکھائی دے رہے تھے۔ وہ سب اس پر حملہ کرنے کے لئے تیار تھے۔ اپنے افسران کے حکم کے منتظر تھے۔

جبرائیل نے ایک مل کے گیٹ کے سامنے کار روک دی۔ لیلیٰ نے کہا "کار سے باہر نکلو اور فوجیوں کے سامنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہوجاؤ۔ میں مل کے اندر پہنچتی ہوں۔"

ایک فوجی افسر نے للکارتے ہوئے کہا "جبرائیل! بندوق کی دو گولیاں تم پر اثر نہیں کریں گی لیکن یہاں سیکڑوں رائفلیں اور مشین گنیں ہیں۔ سیکڑوں ہزاروں گولیاں تمہیں چھلنی کردیں گی۔ زیادہ سے زیادہ مقدار میں تیزاب اسپرے کرنے کے انتظامات ہیں۔ سر سے پاؤں تک تمہارا گوشت گل جائے گا۔ خود کو جان لیوا دشمن نہ بنو۔ واپس چلے جاؤ۔"

وہ کار سے نکل کر باہر آیا۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا "اپنے افسروں سے کہو' یہاں آکر میری اور کار کی تلاشی لیں اور اطمینان کرلیں کہ میں یہاں اپنے ساتھ تخریب کاری کا کوئی سامان نہیں لایا ہوں۔"

چار جوان اپنے افسر کے حکم سے اس کے پاس آئے۔ دو نے اس کی اور دو نے کار کی تلاشی لی۔ پھر انہوں نے افسر کے پاس آکر کہا "وہ کہتا ہے' اس کے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہے۔"

افسر نے پوچھا "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

جبرائیل نے کہا "تم سب کو چشم دید گواہ بنانے آیا ہوں کہ اس کی تباہی کے وقت میں تمہارے سامنے نہتا کھڑا ہوا تھا اور میں مل کے احاطے میں قدم بھی نہیں رکھا تھا۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے سامنے بے گناہ کھڑے رہو گے مل تباہ ہوجائے گی؟"

"جی ہاں' تباہی کا ذمے دار خود مل مالک ہے۔ ہمارے یہاں آنے سے پہلے ہی مالک نے اتنی بڑی مل کے خاص خاص حصوں میں ایسے طاقتور بم چھپا کر رکھ دئے تھے جو خفیہ سوئچ بورڈ سے منسلک ہیں۔ اس نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے کہ مل میں ہونے والی جعل سازی کبھی پکڑی گئی تو وہ ثبوت باہر آنے سے پہلے ہی مل کو تباہ کردے گا۔ وہ ڈائری مل مالک کے بیڈ روم میں رکھی ہوئی ہے۔"

لیلیٰ مل مالک کے دماغ پر قبضہ جما چکی تھی اس نے سوئچ بورڈ کا ایک بٹن کو دبایا۔ مل کے ایک حصے میں بم کا زبردست دھماکا ہوا۔ اس حصے کی ہر چیز پرزے پرزے ہوکر فضا میں اڑنے لگی۔

مسلح فوجی اپنی پوزیشن چھوڑ کر مل کے احاطے سے دور بھاگنے لگے۔ یکے بعد دیگرے دھماکے ہورہے تھے۔ آگ کے شعلے آسمان کی طرف لپک رہے تھے۔ جبرائیل اپنی جگہ دونوں ہاتھ اٹھائے اسی طرح کھڑا ہوا تھا۔ دھماکوں کے باعث مشینوں کے پرزے دور دور تک اڑ رہے تھے' اس کے جسم پر بھی آکر لگ رہے تھے۔ گوشت اور کپڑوں میں گھس رہے تھے۔ وہ دو انگلیاں اپنے جسم میں پیوست ہوئے ان پرزوں کو نکال کر پھینکتا تھا' پھر ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہوجاتا تھا۔

یہ جو کچھ ہورہا تھا اس کا منصوبہ میں نے اس وقت بنایا تھا جب یہ فیصلہ کیا تھا کہ اسرائیلی مصنوعات پاکستان میں نام بدل کر نہیں آئیں گی۔ اگر کوئی چالاکی کی گئی تو یہودی صنعت کاروں کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ لیلیٰ اور سلمان نے مل مالک کے دماغ پر قبضہ جما کر خود اس کے ہی ہاتھوں سے وہ تمام بم خاص جگہوں پر چھپا کر رکھ دئے تھے۔ آج دشمنوں نے مجھے مجبور اور بے بس بنانے کے لئے میری بہن اور بچوں کو اغوا کیا تو میں نے انتقامی کارروائی کا یہ پہلا نمونہ پیش کردیا۔

یہ سب کچھ منصوبے کے مطابق ہوا تھا لیکن میری بہن شاہینہ کو اغوا کرکے انہوں نے مجھے کسی حد تک توڑ دیا تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں وہی ایک ایسی بہن تھی جسے میں نے باپ بن کر گود میں کھلایا تھا۔ آج اس پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ پہلے شوہر مارا گیا پھر بچے اغوا ہوئے اور اب دشمن اسے بھی کہیں لے گئے تھے اور اس یقین کے ساتھ لے گئے تھے کہ میں اپنی بہن کی زندگی کبھی داؤ پر نہیں لگاؤں گا۔ مجھے ان کی شرائط کے سامنے جھکنا ہی پڑے گا۔

یہ بڑی زبردست چال تھی۔ واقعی میں بہن کی زندگی داؤ پر نہیں لگا سکتا تھا۔ مجھے ان سے بہن کا مطالبہ کرنے سے پہلے کوئی ایسا جوابی قدم اٹھانا تھا جس کے نتیجے میں وہ شاہینہ' ثمینہ اور کامران کو واپس کرنے پر مجبور ہوجاتے۔

میں نے سونیا کے پاس آکر اسے تمام روداد سنائی۔ اس نے سن کر ایک ہاتھ سے سر تھام لیا پھر کہا "یہ کیا ہوگیا فرہاد! وہ تو شاہینہ کو حاصل کرنے کے بعد فرعون بن جائیں گے۔"

"میں اسی لئے شاہینہ کا مطالبہ کرنے ان کے پاس نہیں جارہا ہوں۔ وہ سمجھ رہے ہیں ابھی مجھے اپنی بہن کے اغوا کا علم نہیں ہے۔ علم ہوگا تو میں ضرور ان کے پاس آؤں گا۔ جب تک وہ میرے مطالبے کا انتظار کررہے ہیں' تب تک ہمیں کچھ کر گزرنا چاہئے۔"

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ تیزی سے سوچنے لگی پھر رک کر بولی۔ "فوراً کسی کو آلۂ کار بنا کر اسے شاہینہ کی کوٹھی کے اندر بھیجو۔ اس کے ذریعے شاہینہ' ثمینہ اور کامران کے بدن سے اترے ہوئے کپڑے منگواؤ' سلمان کو اپنے پاس بلاؤ۔ وہ یہ کام کرے گا۔ تم انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کو دوست بناؤ یا آلۂ کار۔ اس کے ذریعے تین شکاری کتے حاصل کرو۔ ان تینوں کی اترن انہیں سنگھاؤ۔ وہ ضرور تمہیں اور پارس کو ان تینوں تک پہنچائیں گے۔"

اس نے بڑی تیزی سے سوچا تھا اور خوب سوچا تھا۔ شکاری کتوں کے ذریعے پہنچنے کی بات میرے دماغ میں بھی آسکتی تھی مگر پریشانی کے باعث میں ہر پہلو پر غور کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ یہ دشمنوں کی کامیابی تھی کہ وہ ایسی چالوں سے میرے ذہن کو متاثر اور مفلوج کررہے تھے۔

میں نے سلمان کے پاس آکر اسے سمجھایا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے کہا "آپ جلد از جلد کتوں کو شاہینہ بہن کی کوٹھی کے سامنے لائیں۔ اس کے سامنے والی کوٹھی مسٹر آنز ڈیسوزا کی ہے جہاں پارس کا قیام ہے۔ میں آنز ڈیسوزا کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے

شاہینہ کے گھر میں لے جاؤں گا اور ان تینوں کی اترن حاصل کرلوں گا۔"

میں نے انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کے پاس آکر اسے مخاطب کیا۔ اسے دماغ میں اپنی موجودگی کا یقین دلایا۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟"

"نہیں' میں ایک معاملے میں تمہاری مدد چاہتا ہوں۔"

"میں حاضر ہوں۔ آپ کا کام کرکے مجھے خوشی ہوگی۔"

"اس معاملے کا خفیہ رکھنا ہوگا۔ مجھے تین جاسوس کتوں کی ضرورت ہے' جو بو سونگھ کر اپنے ٹارگٹ تک پہنچ جاتے ہیں۔"

"معاملہ کیا ہے؟"

"دشمنوں نے میری بہن اور دو جوان بچوں کو اغوا کیا ہے۔ ان تینوں کو لاہور شہر کے مضافاتی علاقوں میں کہیں چھپایا گیا ہے۔"

افسر نے کہا "میں سمجھ گیا۔ کیا ان تینوں کے بدن کی اترن ہے؟"

"جی ہاں' آپ کو گلبرگ کی ایک کوٹھی کے سامنے وہ کپڑے مل جائیں گے لیکن بڑی رازداری سے کتوں کو لے جاکر انہیں تلاش کرنا ہوگا۔ آپ کے محکمے کے کسی بھی فرد کو یہ معلوم نہ ہو ورنہ دشمنوں کو خبر ہو جائے گی۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میں مکمل رازداری سے کام کروں گا' آپ موجود رہیں اور گلبرگ کی کوٹھی تک مجھے گائیڈ کریں۔"

اسی وقت سلمان نے میرے پاس آکر کہا "فرہاد بھائی! آپ کوئی دوسری تدبیر آزمائیں۔ شکاری کتے کام نہیں آئیں گے۔"

میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"میں آنٹی ڈیوزا کو بہن شاہینہ کی کوٹھی میں لے گیا تھا۔ اس کے ذریعے پتا چلا' تینوں کے ہاتھ روم میں جتنے اتارے ہوئے لباس تھے' انہیں پہلے ہی جلا کر راکھ کردیا گیا ہے۔"

دشمنوں نے پھر مجھے بری طرح ناکام بنادیا تھا۔ میں نے اعلیٰ افسر سے کہا "آپ کے تعاون کا شکریہ۔ دشمنوں نے وہ تمام کپڑے جلادئے ہیں۔ آپ کے کتے کام نہیں آئیں گے۔ ہماری ملاقات پھر کبھی ہوگی۔ خدا حافظ۔"

میں سونیا کے پاس آیا۔ اسے دشمنوں کی تیزی اور چالاکی بتائی۔ اس نے کہا "میں بڑی دیر سے ہر پہلو پر غور کررہی ہوں۔ طرح طرح کی تدبیر سوچ رہی ہوں لیکن کسی تدبیر پر عمل کرنے سے خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اس بار یہودیوں نے ہمیں بری طرح جکڑلیا ہے اور یہ سب چھ گولڈن برنیز کی ذہانت اور چالبازیوں سے ہورہا ہے۔"

"میں پہلے ایسے ہی کسی برے وقت کے متعلق سوچتا تھا اور شاہینہ سے دور رہتا تھا تاکہ دشمن' بہن کے رشتے کو میری کمزوری کبھی نہ بنائیں' آج وہ یہی کررہے ہیں۔"

میں کہتے کہتے رک گیا۔ سانس بھی روک لی۔ پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی تھی۔ پھر میں نے سانس لی تو اسی سوچ نے "شاہینہ۔"

میں نے پھر سانس روک لی۔ اس کے بعد سونیا سے با چاہتا تھا۔ پھر ایک سوچ کی لہر نے کہا "شاہینہ۔"

دشمن کو اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھ جانتے تھے کہ میں بہن کا نام سنتے ہی اس کے پاس جاؤں گا کے اغوا کا علم ہو جائے گا۔

اور واقعی اب میں انجان بن کر نہیں رہ سکتا تھا۔ میں کے پاس آیا۔ وہ ہوش میں تھی اور رو رہی تھی۔ اس کی س بتایا کہ اس کے دماغ میں کسی نے آکر کہہ دیا تھا کہ ثمینہ اور بھی اغوا کئے گئے ہیں اور اب اس کا بھائی فرہاد ان میں سے زندہ سلامت واپس نہیں لے جاسکے گا۔

میں نے مزید معلوم کیا۔ وہ گہری تاریکی میں فرش پر بیٹ تھی۔ اس کے ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے تھے۔ دونوں کو بھی رسیوں سے باندھا گیا تھا اور منہ پر ٹیپ چپکا دیا گیا کسی کو مدد کے لئے نہیں پکار سکتی تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا "شاہینہ! میں تمہارا بھا ہوں۔"

وہ روتے روتے چونک گئی۔ سر اٹھا کر تاریکی میں گھو بولی "بھائی جان! میری ثمینہ اور کامران کو بچائیں۔ مجھے بتائیں وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟"

"خدا نے چاہا تو وہ خیریت سے ہوں گے۔ میں ابھی پاس جاکر آتا ہوں۔ تم آنسو نہ بہاؤ' حوصلے سے کام لو۔"

"میرے آنسو تھم جائیں گے۔ آپ بچوں کے بار اچھی خبر سنائیں۔"

"میں ابھی آتا ہوں۔"

میں ثمینہ کے پاس آیا۔ وہ اور کامران ہوش میں آگ دونوں بھی رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں بندھی ہوئی تھیں اور منہ پر ٹیپ لگے ہوئے تھے۔ وہ بڑ سے میرا انتظار کررہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ ماموں کو خبر دشمنوں کو سخت سزائیں دے کر انہیں قید سے نکال لے گے۔

مجھے ندامت سی ہوئی۔ دونوں بچوں کو مخاطب کرنے نہیں ہوا۔ میں نے ایک اسرائیلی حاکم کے پاس آکر غصے "کیوں میرے قہر و غضب کو بھڑکا رہے ہو۔ میری بہن اور فوراً رہا کرو۔ ورنہ میں۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا "ورنہ تم کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ سر ٹکرا کر مرجاؤ گے۔ تمہارے جیسے لوگوں کو ہی اکڑتے کتے ہیں کہ رسی جل گئی پر بل نہیں گئے۔"

"میں ابھی جلا نہیں ہوں۔ باقی ہوں۔ ابھی ایک بل کی نمونہ پیش کیا تھا۔ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر تینوں کو فوراً رہا نہ کیا گیا تو میں مملکتِ اسرائیل کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا۔"

"فرہاد! مجھے دھمکیاں نہ دو۔ اب تمہارا مقدمہ گولڈن برنیز کی عدالت میں ہے۔ تم دیکھ رہے ہو میں کمپیوٹر اور ٹی وی کے سامنے ہوں۔ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔ آؤ میں تمہیں گولڈن برنیز کی عدالت میں لے چلتا ہوں۔"

اس نے ٹی وی کو آن کیا۔ پھر کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ سکرین پر تحریر ابھرنے لگی "اٹینشن گولڈن برنیز! فرہاد حاضر ہے۔"

وہ تحریر مٹ گئی۔ پھر گولڈن برنیز کی طرف سے تحریر ابھرنے لی۔ اسکرین پر لکھا ہوا تھا "اونٹ ایک دن پہاڑ کے نیچے آتا ہے خر آج آہی گیا۔ تم نے اپنی بہن کے دروازے پر ایک عدالت ئم کی تھی' ایک عدالت ہماری بھی ہے۔ اس عدالت میں مارے خلاف بے شمار الزامات ہیں۔"

وہ تحریر مٹنے لگی' دوسری تحریر ابھرنے لگی "تم نے ہماری پہلی لی پیشی جانے والی شیبا کو اغوا کیا۔ اسے محبت کا فریب دیا اور اس موت کا سبب بن گئے۔ تم نے ہمارے پیشوا ربی اسفندیار کو بھی روڈالا اور چار گولڈن برنیز کو بھی بیدردی سے قتل کیا۔"

تیسری تحریر اسکرین پر نظر آئی "یہ تو چند بڑے بڑے کیس ہیں ن کے تم مجرم ہو۔ ان کے علاوہ پچھلے پچیس برسوں میں تم یا مارے لوگ یہاں آتے رہے ہمیں بھاری نقصانات پہنچاتے ہے اور بے شمار جرائم کے مرتکب ہوتے رہے۔"

یہ تحریر مٹ گئی۔ چوتھی تحریر نظر آئی "تمہارا تازہ ترین جرم ہے کہ تم ہمارے ایجنٹوں کو قتل کررہے ہو اور ہماری صنعتوں کو تباہ کرنا چاہتے ہو۔ راجا صفدر علی' جان شیرباز کے بعد چوہدری حاکم علی حاکم کے پیچھے پڑ گئے ہو اور ابھی کچھ دیر پہلے تم نے ہمارے ملک کی ایک بہت بڑی مل کو تباہ کردیا ہے۔

"بس بہت ہو چکا۔ اس کے بعد اب کچھ نہیں کرسکو گے۔ اگر اب بھی دعویٰ ہے کہ کچھ کرسکتے ہو تو ضرور کر گزرنا لیکن پہلے ایک تماشا دیکھو۔ ہم ابھی دکھائیں گے۔ اسے دیکھ کر تم ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دو گے۔ اس تماشے سے پہلے ہماری چند شرائط سن لو۔

"جب تمہیں یقین ہو جائے کہ تم ہمارے سامنے مفلوج ہو چکے ہو تو پہلی شرط یہ ہوگی کہ اپنے دونوں روبوٹس کو یہاں سے لے جاؤ۔ دوسری شرط یہ کہ فوراً پاکستان سے نکل جاؤ۔ تیسری شرط ہوگی کہ تم تمہارے دونوں بیٹے' سونیا اور تمہارے خیال خوانی کرنے والے کبھی ہمارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے اور آخری شرط یہ کہ تم خیال خوانی چھوڑ دو گے اور سونیا کے ساتھ گوشہ نشین ہو جاؤ گے۔ کیا تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

وہ اسرائیلی حاکم میرا جواب کمپیوٹر کے ذریعے پہنچانے لگا۔ میں نے کہا "تمہیں صرف ایک نصیحت کرتا ہوں۔ عارضی کامیابی کے نشے میں کوئی غلطی نہ کر بیٹھنا ورنہ پچھتانے کی بھی مہلت نہیں ملے گی۔ میری بہن اور دونوں بچوں کو زندہ سلامت رکھنا' خدانخواستہ ان کی جان کو کچھ ہوا تو تمہارے ملک کو دنیا کے نقشے سے مٹادوں گا۔"

گولڈن برنیز کی طرف سے تحریر ابھری "تمہاری نصیحت بھی پڑھ لی اور تمہاری بچکانہ دھمکی بھی۔ اب ہماری عدالت جس فیصلے

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول

عمران سیریز | پرمود سیریز

عجیب ہنگامے
ایک جلد میں
پانچواں کالم

ریکارڈ کی چوری
ایک جلد میں
موت کا راستہ

صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۲۵/- روپے | صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۲۵/- روپے

ڈاک خرچ فی ناول ۱۰ روپے — دونوں ناول ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ۰ پوسٹ بکس نمبر ۱۰۱ کراچی ۱

پر عمل کررہی ہے۔ اسے دیکھنے کے لئے ثمینہ کے پاس جاؤ۔ دیٹس آل۔"

اسکرین سادہ ہوگیا۔ میں فوراً ہی ثمینہ کے پاس آیا۔ وہ کسی گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ آنکھوں پر پٹی بندھی تھی اس لئے دیکھ نہیں سکتی تھی۔ منہ پر ٹیپ چپکا ہوا تھا' بول نہیں سکتی تھی۔ کانوں میں روئی ٹھونس دی گئی تھی' وہ گاڑی سے باہر کی آواز نہیں سن سکتی تھی۔

میں نے کہا "بیٹی! حوصلہ رکھو۔ میں تمہارے پاس ہوں۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے محسوس کیا' وہ میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہی ہے۔ میں نے پوچھا "کیا تم میری باتیں سن رہی ہو؟"

وہ خاموش رہی۔ اس کا مطلب تھا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والوں نے بری طرح اس کے دماغ کو جکڑ لیا تھا۔ اس طرح قبضہ جمایا تھا کہ میں نے اس کی تھوڑی سی سوچ پڑھ کر اس کی موجودہ حالت کو سمجھا تھا۔ پھر اس کی سوچ کی وہ کمزور لہریں بھی خاموش ہوگئی تھیں۔

ابھی میں اس کی دماغی حالت کو سمجھ ہی رہا تھا کہ اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا' ثمینہ سانس روکنے کے عمل سے واقف نہیں ہے' دشمن خیال خوانی کرنے والوں نے مجھے اس کے دماغ سے نکالنے کے لئے ایسا کیا تھا۔

میں نے اسرائیلی حاکم کے پاس آکر پوچھا "وہ لوگ ثمینہ کو کہاں لے جارہے ہیں؟"

اس نے کہا "میں نہیں جانتا۔ ابھی گولڈن برنیز سے معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے ٹی وی کو آن کیا۔ پھر کمپیوٹر کو آپریٹ کیا' اسکرین پر تحریر نظر آئی "اٹینشن گولڈن برنیز! فرہاد پوچھ رہا ہے' ثمینہ کو وہ لوگ کہاں لے جارہے ہیں؟"

وہ تحریر مٹ گئی۔ گولڈن برنیز کی جوابی تحریر نظر آئی "ہم بتائیں گے تو فرہاد کو یقین نہیں آئے گا۔ پھر بھی بتادیتے ہیں۔ ثمینہ کو اس کے گھر پہنچایا جارہا ہے۔"

میں نے پوچھا "میں کیسے یقین کروں؟"

میرا سوال اسکرین پر دکھائی دیا۔ ادھر سے جواب ملا "تم لاہور میں ہو۔ بمن کے گھر جاؤ اور آنکھوں سے دیکھو۔ ثمینہ وہاں پہنچنے والی ہے لیکن تم اس کے دماغ میں نہیں پہنچ پاؤ گے۔ دیٹس آل۔"

اسکرین سادہ ہوگیا۔ میں وہاں سے آنر ڈیسوزا کے دماغ میں آگیا۔ میں اسی کے ذریعے دیکھ سکتا تھا کہ دشمن کس حد تک سچ بول رہے ہیں۔ میں ڈیسوزا کو کوٹھی سے باہر لایا اور اس کے ذریعے دائیں بائیں دور تک دیکھنے لگا۔

کبھی کبھی کوئی گاڑی نظر آتی تھی پھر شاہینہ کی کوٹھی کے سامنے سے گزر جاتی تھی۔ پتا نہیں ثمینہ کو کس گاڑی میں بٹھایا گیا تھا۔ اسے گھر پہنچتے دیکھ کر اطمینان ہوتا تو میں شاہینہ کو یہ خوشخبری سنا سکتا تھا۔

اگرچہ دشمنوں سے ایسی مہربانی کی امید نہیں تھی۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ مجھے پھانسنے کے لئے ثمینہ کو وہاں لارہے ہیں تاکہ میں خود اسے دیکھنے آؤں۔ اسی لئے انہوں نے مجھے اس کے دماغ سے نکال دیا تھا۔

بڑے انتظار کے بعد ایک گزرنے والی گاڑی شاہینہ کی کوٹھی کے سامنے چند سیکنڈ کے لئے رکی۔ اس کا سائیڈ ٹنک دروازہ کھلا' ثمینہ کو دھکا دے کر باہر پھینکا گیا۔ پھر گاڑی تیزی سے آگے چلی گئی۔

میں نے ڈیسوزا کو اس کی طرف دوڑایا' اس کی زبان سے نکلا "میری بیٹی ثمینہ! کامران کہاں ہے؟"

وہ اچانک ڈیسوزا کو ریوالور کے نشانے پر رکھتے ہوئے "خبردار! آگے نہ بڑھنا۔ گولی مار دوں گی۔"

میں نے ڈیسوزا کو روک دیا۔ دشمنوں نے اس کی آنکھوں سے پٹی کھول دی تھی۔ اسے آزاد کردیا تھا اور اسے ایک ریوالور دے دیا تھا۔ وہ ہاتھ میں ریوالور لئے دوڑتی ہوئی اپنی کوٹھی کے احاطے میں آئی پھر پلٹ کر ڈیسوزا کو دیکھتے ہوئے بولی "فرہاد تیمور! میں تم سے مخاطب ہوں۔"

میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور چھیننے کے لئے اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔

وہ بول رہی تھی "تم نے ہم یہودیوں کے خلاف اپنی بہن کے دروازے پر عدالت قائم کی تھی۔ ہمارے ایجنٹ راجا صفدر جان شیرباز اور راجا صفدر کے جوان بیٹے کو اسی عدالت میں مارا تھا۔ آج اسی عدالت میں' تمہاری بہن کے دروازے پر تمہاری بہن کی بیٹی کو سزائے موت دی جارہی ہے۔"

ثمینہ نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگایا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ وہ بولی "یہ ہمارے انتقام کا پہلا نمونہ ہے۔ اگر تم نے ہمارے سامنے گھٹنے نہ ٹیکے' ہماری شرائط پر عمل نہ کیا تو اس کے بعد کامران اور کامران کی تمہاری بہن اپنے ہی دروازے پر ماری جائے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر دبادیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگی۔ میں ایک دم سے چیخ پڑا۔ جس طرح میں تھا وہاں کی دیوار سے سر ٹکرانے لگا۔

"ہائے میری بہنا! میں تجھے کیا منہ دکھاؤں گا۔"

میں نے زندگی میں کئی بار زبردست ٹھوکریں کھائیں۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ دشمنوں کو مجبور اور بے بس سمجھ کر دھوکا کھایا اور ان کے مقابلے میں بری طرح شکست کھائی' اور یہ زیادہ پرانی بات نہیں ہے جب ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی نے مجھے گولی ماردی تھی اور میری موت یقینی ہوگئی تھی۔ اگر مجھے فوری طور پر بابا صاحب کے آپریشن تھیٹر میں نہ پہنچایا جاتا تو آج میں اس دنیا میں نہ ہوتا۔

اگر میرے مقدر میں کامیابی اور کامرانی ہے تو ناکامی اور شکست بھی ہے لیکن ایسی ناقابل برداشت شکست کبھی نہیں کھائی جیسی یہودیوں نے مجھے دی تھی۔ انہوں نے میری ہی بہن کے دروازے پر میری بہن کی بیٹی ثمینہ کو خودکشی پر مجبور کیا تھا اور میں انتہائی بے بسی سے دیکھتا رہ گیا تھا۔

مجھ سے برداشت نہ ہوا تو میں نے دیوار سے سر ٹکرایا۔ ایک بار نہیں کئی بار ٹکرایا۔ میرے حلق سے چیخیں نکلنا چاہتی تھیں۔ رونا اور چیخنا کمزوری کی علامت ہے اور مردانگی کے خلاف ہے۔ میں نے چیخوں کو اپنے اندر کچل دیا۔ البتہ سر ٹکرانے سے باز نہ آیا۔ ایسا شدید غصے میں کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اندر کا غبار نکل گیا۔ میں لڑکھڑا کر منجی پر گر پڑا۔ تکیئے پر لہو کے دھبے دیکھ کر پتا چلا' پیشانی سے خون بہہ رہا ہے۔

میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ یہ بات بروقت سمجھ میں آگئی کہ خود کو غصے میں زیادہ زخمی کروں گا تو سانس روکنے کے قابل نہیں رہوں گا۔ یہ بھی خیال تھا کہ پارس ملتان روڈ پر ثمینہ اور کامران کو تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ اس بار باپ کے ساتھ بیٹا بھی ناکام رہا تھا۔

میں نے سانس روک لی' پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئی تھیں۔ ہوسکتا ہے' میرے اپنوں میں سے کوئی مجھ سے رابطہ کرنا چاہتا ہو لیکن دشمن بھی ہوسکتے تھے۔ وہ دیکھنا چاہتے ہوں گے کہ انہوں نے جو انتقامی کارروائی کی ہے۔ میری بھانجی کو مار ڈالا ہے تو مجھ پر اس کا ردعمل کیا ہورہا ہے۔

دوسری بار بھی میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ لیکن سانس روکنے سے پہلے سلمان نے کوڈ ورڈز ادا کئے۔ اسے پہچاننے کے باوجود میں نے سانس روک لی۔ وہ چلا گیا۔ میں نے اس کے دماغ میں جاکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں سے کہہ دو۔ کوئی میرے دماغ میں نہ آئے۔ ورنہ موقع مل جائے گا۔ دوران دشمنوں کو میرے اندر چھپ کر رہنے کا موقع مل جائے گا۔ پھر اندر پہنچ کر میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔"

"اچھی بات ہے صرف اتنا بتادیں' کیا آپ کی بھانجی ثمینہ کو قتل کیا گیا ہے؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"ایک اسرائیلی حاکم نے فاتحانہ انداز میں جناب علی اسد اللہ تیمور کی کو فون پر اطلاع دی ہے۔"

"ہاں یہ درست ہے' تم لوگ محتاط رہو۔ ایک دوسرے کے دماغ میں زیادہ دیر رہ کر دشمنوں کو اور موقع نہ دو۔ خدا حافظ۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ میرے سر میں درد ہورہا تھا۔ میں فرسٹ ایڈ باکس اٹھا کر آئینے کے سامنے آیا۔ پیشانی اور چہرے سے لہو پونچھ کر زخم کو صاف کیا پھر دوا لگا کر اس پر پٹی چپکادی۔ مجھے یہ خیال ستا رہا تھا کہ اپنی بہن کو ثمینہ کی موت کی اطلاع کیسے دوں گا۔ جب میرا دل ٹکڑے ہورہا تھا تو بمن کی کیا حالت ہوگی۔

ویسے یہ دردناک اطلاع دوں یا نہ دوں اس کے پاس جانا ضروری تھا۔ وہ اور کامران دشمنوں کی قید میں تھے۔ جب میں پچھلی بار شاہینہ کے پاس گیا تو وہ ہوش میں تھی لیکن کسی تاریک چار دیواری میں تھی۔ اس نے رو رو کر مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کے بچوں کی حفاظت کروں۔ میں نے ان کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا اور ناکام رہا تھا۔

آخر میں نے دل کڑا کر کے خیال خوانی کی پرواز کی۔ شاہینہ کے دماغ میں پہنچا پھر واپس آگیا۔ وہ بیہوش تھی۔ پتا نہیں دشمنوں نے اسے کیوں ہوش سے بیگانہ کردیا تھا۔ اس کا بیٹا یعنی میرا بھانجا کامران بھی کہیں بے ہوش پڑا تھا۔

فی الحال دشمنوں کی یہی چال سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ شاہینہ اور کامران کو اغوا کرکے اس شہر سے یا اس ملک سے دور کہیں لے جارہے تھے۔ انہیں اس لئے بے ہوش کردیا تھا کہ ہم ان کے دماغوں میں رہ کر ان راستوں کو معلوم نہ کرسکیں جہاں سے وہ لے جائے جارہے تھے۔ پتا نہیں انہیں کہاں پہنچایا جارہا تھا۔ اگر دشمن انہیں ملک سے باہر لے جارہے تھے تو سب سے قریب ترین ملک ہندوستان تھا اور ہندوستان سے یہودیوں کے تعلقات بڑے دوستانہ تھے۔

گولڈن برنیز نے دھمکی دی تھی کہ پہلے ثمینہ کو قتل کیا گیا ہے۔ اگر میں پاکستان سے واپس نہ گیا اور یہودی ایجنٹوں کے لئے پاکستان میں مصیبت بنتا رہا تو وہ ثمینہ کے بعد کامران کو ختم کردیں گے۔ اس کے بعد بھی میں نے ان کی شرائط پر عمل نہ کیا تو وہ میری بہن شاہینہ کو بیدردی سے قتل کردیں گے۔

میری بہت بڑی کمزوری ان کے ہاتھ آگئی تھی۔ اتنی بڑی دنیا میں وہی ایک بہن تھی جسے میں نے بیٹی کی طرح گود میں کھلایا تھا۔ انہوں نے اسے چھین کر جیسے میرے اندر سے کلیجا نکال لیا تھا۔ یہ بڑی آزمائش کی گھڑی تھی۔ مجھے اس نتیجے پر پہنچنا تھا کہ بھانجے اور بہن کو بھی قربان کردوں یا یہودیوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دوں؟

اگر میں ان کی شرائط مان لیتا' پاکستان چھوڑ دیتا۔ سوسانہ اور جبرائیل گرانٹ کو اسرائیل سے واپس بلالیتا اور پاکستان کو یہودیوں کی تجارتی منڈی بننے دیتا تو وہ میرے بھانجے اور بہن کو قتل نہ

کرتے۔ انہیں زندہ رہنے دیتے لیکن اپنی قید سے رہا نہ کرتے۔ میری بہن کو ہمیشہ میری کمزوری بنا کر اپنی قید میں ایسی جگہ رکھتے' جہاں میں کبھی پہنچ نہ پاتا۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا' وہ بولی "مجھے افسوس ہے فرہاد! انہوں نے معصوم ثمینہ کی زندگی چھین لی۔ ابھی سلمان نے بتایا ہے کہ کامران اور شاہینہ بے ہوش ہیں۔ دشمنوں نے انہیں دوسری بار بے ہوش کیا ہے۔ اس کے پیچھے کوئی خاص مقصد ہوگا۔"

"شاید وہ ماں بیٹے کو ملک سے باہر لے جا رہے ہیں۔ ان کی بے ہوشی کے باعث ہم معلوم نہیں کر سکتے کہ انہیں کہاں لے جایا جا رہا ہے؟"

"یہ ہمارے لئے برا ہو رہا ہے۔ وہ شاہینہ کو ہمارے خلاف زیرو ست مہرہ بنا کر رکھیں گے۔ جب تک ہم شاہینہ اور کامران کو رہائی نہیں دلائیں گے تب تک ہمیں یہودیوں کے اشاروں پر ناچنا ہوگا۔"

"تم کیا کہتی ہو؟"

"فی الحال ہم خاموشی اختیار کریں۔ یہودیوں سے رابطہ نہ کریں۔ کوئی دماغی رابطہ کرنا چاہے تو ہم سانس روک لیں۔ اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں سے کہہ دو کہ بارہ گھنٹے تک آپس میں بھی خیال خوانی نہ کریں۔ تم سب میرے پاس بھی نہ آؤ ورنہ دشمنوں کو ہمارے اندر آکر خاموشی سے ہماری گفتگو سننے کا موقع مل جائے گا۔"

"لیکن بارہ گھنٹے کے اندر مجھے اپنوں میں سے کسی کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔"

"کوئی بھی ضرورت ہو تو جناب علی اسد اللہ تمیرزی صاحب سے رابطہ کرو اور ان کے پاس ضروری پیغام چھوڑ دو۔"

میں نے اُس سے رابطہ ختم کر دیا۔ سونیا کے مشورے سے یہ بوجھ ہلکا ہوا کہ ابھی یہودیوں سے بحث و تکرار نہیں ہوگی۔ اگر وہ اپنی شرائط منوانے کے لئے ہم میں سے کسی کے دماغ میں بھی آئیں گے تو ہم سب سانس روک لیں گے۔ یوں جب تک میری ہاں یا نہ کا جواب نہیں ملے گا تب تک وہ کامران اور شاہینہ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ انہیں قتل کرنے کے لئے کم از کم بارہ یا چوبیس گھنٹوں تک انتظار کریں گے۔

میں پارس کے پاس پہنچا تاکہ اسے بتا دوں' ثمینہ پر کیا گزری ہے اور آئندہ اس کی پھوپی اور پھوپی زاد بھائی پر کیا گزرنے والی ہے۔ جب وہ ملتان روڈ پر ٹھوکر کی طرف جاتے ہوئے دشمنوں کو تلاش کر رہا تھا تب میں نے اسے ایک گاڑی کا رنگ اور نمبر بتائے تھے۔ وہ اس گاڑی کو تقریباً ایک گھنٹے تک تلاش کرتا رہا مگر ناکام رہا۔ دو سو کلومیٹر تک جانے کے باوجود وہ گاڑی نظر نہیں آئی تو یہ بات سمجھ میں آگئی کہ دشمن پیچھے کسی آبادی میں رہ گئے ہیں یا کسی کچے راستے پر مڑ گئے ہیں۔

وہ واپسی پر چھوٹی بڑی آبادیوں میں جا کر ڈھونڈنے لگا۔ ایک جگہ دور درختوں کے پیچھے ایک گودام نما بڑی سی چار دیواری نظر آئی۔ ذرا قریب جانے پر اسی رنگ اور نمبر کی گاڑی نظر آگئی۔ اس نے ایک جھاڑی کے پیچھے اپنی کار کھڑی کی پھر چھپتا ہوا گودام کی طرف جانے لگا۔

ایسے ہی وقت ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ گودام کے پیچھے کھیتوں کا سلسلہ تھا۔ فصل کٹ چکی تھی اس لئے وہ کھیت دور تک وسیع و عریض میدان ہو گئے تھے۔ کہیں دور سے آنے والا ہیلی کاپٹر اس میدان میں اتر رہا تھا۔ گودام سے تین آدمی باہر آکر ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہے تھے۔ پارس ان کے پیچھے ایک دیوار کی آڑ میں کھڑا ہو گیا تھا۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا "یہ وقت سے پہلے چلا آیا ہے۔ وہ عورت خوابی نیند سو رہی ہے اور اس کے بیٹے پر تنویمی عمل ہو رہا ہے۔"

"کیا تمہارے دماغ میں وہ بول رہی ہے؟"

"ہاں میڈم مجھ سے کہہ رہی ہیں کہ ہیلی کاپٹر والوں کو آدھے گھنٹے تک روکا جائے۔"

پارس نے سمجھ لیا کہ شاہینہ پر تنویمی عمل ہو چکا ہے چونکہ اس شخص نے عورت سے کہا تھا اس لئے وہ شاہینہ ہو سکتی تھی۔ پھر یہ بھی کہا تھا کہ اس کے بیٹے پر عمل ہو رہا ہے یعنی کامران بھی وہاں تھا۔

مشکل یہ تھی کہ وہ دونوں اپنی رہائی کے لئے پارس کے ساتھ تعاون نہیں کر سکتے تھے۔ وہاں غافل پڑے ہوئے تھے۔ وہ دشمنوں سے دو دو ہاتھ کرتے ہوئے ماں بیٹے کو اپنی کار تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔ گودام کے اندر کچھ اور لوگ تھے۔ پھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے آنے والوں نے تعداد میں اضافہ کر دیا تھا۔

وہ دیوار کی آڑ سے نکل کر دوسری طرف جانا چاہتا تھا اسی وقت مَیں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا "یہاں پھوپی اور کامران ہیں۔ دشمنوں کی تعداد کافی ہے۔ ان کے علاوہ کوئی خیال خوانی کرنے والی ایک شخص کے دماغ میں رہ کر انہیں گائیڈ کرتی ہے۔ کوئی دو سرا ٹیلی پیتھی جاننے والا کامران پر عمل کر رہا ہے اور پھوپی پر تنویمی عمل ہو چکا ہے۔"

میں نے کہا "بیٹے! بدبخت یہودیوں نے ثمینہ کو مار ڈالا ہے' مجھے بہن کے سامنے بڑی شرمندگی ہوگی۔ اب ان دونوں کو ہر حال میں یہاں سے زندہ سلامت لے جانا ہوگا۔"

کوئی شخص ہیلی کاپٹر سے اتر کر گودام کی طرف آرہا تھا' میں نے کہا "وہ جو آرہا ہے' وہ گودام کے لوگوں سے باتیں کرے گا۔ ان کے اندر رہنے والی اس آنے والے کے دماغ میں جائے گی۔ تم ان کی باتیں سنو تاکہ میں بھی اس کے دماغ میں پہنچ سکوں۔"

پارس وہاں چھپا رہا۔ ہیلی کاپٹر سے آنے والے نے ایک شخص سے مصافحہ کرتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کئے "میں گلاب کے دیس سے آیا ہوں۔ چنبیلی کا پھول لے جاؤں گا۔"

ہندوستان کا قومی پھول گلاب ہے اور پاکستان کا قومی پھول چنبیلی۔ یہ واضح ہو گیا کہ وہ ہیلی کاپٹر ہندوستان سے آیا ہے اور اس میں شاہینہ اور کامران کو لے جایا جائے گا۔ گودام کے ایک شخص نے کہا "چنبیلی سو رہی ہے' اس کے بیٹے پر عمل کیا جا رہا ہے۔ کم از کم آدھا گھنٹا انتظار کرنا ہوگا۔"

آنے والے نے کہا "ہمیں ریٹائرڈ میجر کے ورما ہوں۔ یہاں ہماری پرواز غیر قانونی ہے۔ آدھا گھنٹا بہت ہوتا ہے۔ ہم خطرات میں گھر سکتے ہیں۔ پلیز جلدی کرو۔"

میں میجر کے ورما کے اندر پہنچ گیا تھا۔ ایک دشمن خیال خوانی کرنے والی کہہ رہی تھی "میجر! ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری مدد کے لئے موجود ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولا "مجھے بتایا گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ سے دماغی رابطہ قائم کریں گے۔ میں تمہاری آمد سے مطمئن ہوں۔ پھر بھی یہاں کے سراغ رسانوں سے ٹکرائے بغیر جلد سے جلد چلے جانا دانشمندی ہوگی۔"

"میں پوری کوشش کر رہی ہوں۔ ذرا انتظار کرو۔ ابھی آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا۔ وہ ایسا ہیلی کاپٹر لایا تھا کہ پاکستان میں پکڑا جاتا تو یہ ثابت نہ ہوتا کہ وہ بھارت سے آیا ہے۔ کے ورما کا تعلق اب وہاں کی فوج سے نہیں تھا۔ اس کے ساتھ دو مسلح محافظ اور ایک پائلٹ تھا اور وہ سب غیر فوجی تھے۔

ریٹائرڈ میجر کے ورما کے پیچھے آنے والے ایک مسلح گارڈ سے کہا "پائلٹ سے جا کر کہہ دو' ذرا اور رکے گی۔"

گارڈ نے کہا "سر! پائلٹ بہت گھبرایا ہوا ہے۔"

وہ بولا "مان سنس! اسے حوصلہ دو اور بتاؤ کہ ہمارے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں' گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ جانے لگا' میں نے پارس سے کہا "کسی طرح ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچو۔ میں مسلح گارڈ کو ٹریپ کر رہا ہوں۔"

پھر میں نے سلمان اور سلطانہ کے لئے جناب علی اسد اللہ تمیرزی صاحب کو پیغام دیا کہ شاہینہ اور کامران تنویمی نیند میں ہیں۔ نیند پوری ہونے سے پہلے انہیں ٹرانس میں لایا جا سکتا ہے اور دشمنوں کے تنویمی عمل کا توڑ کیا جا سکتا ہے۔ یہ جلد سے جلد کیا جائے۔

انہوں نے فرمایا "بیٹے! اللہ نے چاہا تو دشمنوں کے عمل کا توڑ ہو جائے گا' تم اپنا کام کرو۔"

میں نے پارس کے پاس آکر کہا "رک جاؤ' ہیلی کاپٹر کی طرف نہ جاؤ۔ تمہاری پھوپی اور کامران پر تنویمی عمل کا توڑ ہونے والا ہے۔ اس عمل کے دوران کسی کو ان کے قریب جانے نہ دو۔ گودام کے اندر پہنچو۔"

وہ پھر گودام کی طرف جانے لگا۔ میں نے ایک شخص کے ذریعے گودام کے مزید تین آدمیوں کے دماغوں میں جگہ بنائی پھر مسلح گارڈ کے پاس پہنچا۔ وہ پائلٹ کو تسلیاں دے رہا تھا اور پائلٹ پریشان ہو کر کہہ رہا تھا "ہماری کمپنی کے مالک کو اگر معلوم ہوگا کہ میں ایک ریٹائرڈ میجر کے کہنے سے غیر قانونی پرواز کے لئے ہیلی کاپٹر لے آیا ہوں تو میری نوکری چلی جائے گی' وہ مجھے جیل پہنچا دے گا۔ یہاں کوئی گڑبڑ ہو گئی تو میجر کیا کرے گا؟ میں نہیں جانتا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کتنے پاور والے ہوتے ہیں۔"

میں مسلح گارڈ کو ہیلی کاپٹر سے اتار کر نیچے لایا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق نیچے آکر پٹرول کی ٹنکی کا ڈھکن کھول دیا۔ جیب سے رومال نکال کر اسے ٹنکی میں ڈال کر پوری طرح بھگویا پھر پٹرول سے بھیگے ہوئے آدھے رومال کو ٹنکی کے اندر اور آدھے رومال کو ٹنکی سے باہر رکھا اس کے بعد لائٹر کو سلگایا۔

آگ رومال میں لگی۔ پھر اس کے شعلے لپکتے ہوئے ٹنکی کے اندر گئے۔ گودام کے دروازے پر چار افراد کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ یکبارگی قیامت کا دھماکا ہوا۔ چاروں کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ اچھل کر زمین پر گر پڑے۔ ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ شعلے آسمان کی طرف جا رہے تھے اور اس کے ٹکڑے گودام کی طرف آرہے تھے۔ ان میں مسلح گارڈز اور پائلٹ کے ٹکڑے بھی شامل تھے۔ میں نے کے ورما کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ریوالور نکال کر پہلے اس شخص کو گولی ماری جس کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والی آتی تھی۔ پھر اس نے دوسرے پر فائر کیا۔ تیسرے نے کے ورما کو شوٹ کرتے ہوئے کہا "پاگل ہو گیا ہے۔ دوست بن کر ہمیں مارنے آیا ہے۔"

میں نے تیسرے کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے پارس کی طرف دوڑایا پھر اس کی زبان سے کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں' یہ گن تمہارے لئے ہے۔"

اس نے دور سے گن اچھالی۔ پارس جہاں چھپا ہوا تھا وہاں قریب ایک اسٹریچر پر شاہینہ اور دوسرے اسٹریچر پر کامران تھا۔ دونوں غافل پڑے ہوئے تھے۔ ایک شخص شاہینہ کا نشانہ لے رہا تھا۔ پارس نے اسے گولی ماردی۔ ادھر جو بھی آرہا' تھا پارس کی گولیوں سے چھلنی ہو رہا تھا۔ یہودی خیال خوانی کرنے والوں کو یقین ہو گیا تھا کہ شاہینہ اور کامران ان کے ہاتھوں سے نکل جائیں گے۔ اس لئے وہ ان دونوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔ اپنے آلۂ کاروں کے اندر رہ کر ان پر قاتلانہ حملے کر رہے تھے اور اپنے ایک ایک آلۂ کار سے محروم ہوتے جا رہے تھے۔

آخر میدان صاف ہو گیا' میں نے کہا "بیٹے! ابھی پھوپی اور کامران کو ہاتھ نہ لگانا۔ شاید سلمان اور سلطانہ ان پر عمل کر رہے ہیں۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے سلمان کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر پوچھا "کیا شاہینہ اور کامران پر عمل ہو رہا ہے؟"

اس نے کہا "ہم نے دشمنوں کے تنویمی عمل کا توڑ کر دیا

ہے۔اس کے بعد ہم ان کے دماغوں میں یہ نقش کرنا چاہتے تھے کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کریں لیکن ہمیں اس کا موقع نہیں ملا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے آرہے تھے اور ان کی سانسیں روک کر انہیں مار ڈالنا چاہتے تھے۔میں کامران کے دماغ پر اور سلطانہ شاہینہ بمن کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔دشمن ٹھہر ٹھہر کر آرہے ہیں اور ناکام ہوکر جارہے ہیں۔"

"ان کی حفاظت کرتے رہو۔میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے پارس سے کہا "اپنی پھوپی اور کامران کو اٹھا کر کار میں لے جاؤ۔ لیلیٰ تمہارے پاس رہے گی۔ کوئی گڑبڑ ہوگی تو مجھے اطلاع مل جائے گی۔"

میں نے لیلیٰ کو پارس کے پاس جانے کے لئے کہا پھر اسرائیل کے ایک اعلیٰ حاکم کو مخاطب کیا "تم لوگوں نے میری بھانجی کو قتل کرکے ایک کمینگی دکھادی۔اب میری انتقامی کارروائی کے لئے سنبھل جاؤ۔ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر گولڈن برنیز سے رابطہ کراؤ۔"

اس نے رابطہ کیا۔ کمپیوٹر کے ذریعے گولڈن برنیز کی طرف سے اسکرین پر تحریر ابھری۔میں نے اعلیٰ حاکم کے ذریعے تحریر کو پڑھا۔ وہاں لکھا تھا "ہمیں اطلاع مل گئی ہے۔فرہاد نے اپنی بمن اور بھانجے کو ہمارے آدمیوں سے چھین لیا ہے۔اس سے کہہ دو' یہ عارضی کامیابی ہے۔اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کب تک شاہینہ اور کامران کی حفاظت کریں گے۔ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر دو منٹ کے بعد ان دونوں کے دماغوں میں جاتے رہیں گے۔فرہاد کی اتنی بڑی کمزوری کو ہم ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔"

میں نے کہا "جب تک دشمن میری بمن اور بھانجے کے دماغوں میں آتے رہیں گے' تب تک تمہارے ملک کی ایک ایک مل اور فیکٹری تباہ ہوتی رہے گی۔ایک نمونہ دیکھ لو' میں پھر آؤں گا۔"

ہم نے سوسانہ اور جبرائیل کو اسرائیل بھیجنے سے پہلے کئی ملوں اور فیکٹریوں کے مالکان کو دماغی طور پر اپنا آلۂ کار بنایا تھا اور ان کے ذریعے اُن کی ملوں میں کئی مقامات پر بم چھپا کر رکھ دئے تھے۔ پچھلی بار اسی طریقہ کار کے مطابق ایک بہت بڑی مل کو ہم نے تباہ کیا تھا۔ اس بار پھر ایک مل کی باری آئی۔میں نہیں چاہتا تھا کہ وہاں کے بے گناہ مزدور مارے جائیں۔اس لئے میں نے مل مالک کے ذریعے خطرے کا سائرن آن کرایا۔تمام مزدور مشینوں کو بند کرکے دوڑتے ہوئے مل سے باہر جانے لگے۔سیکیورٹی گارڈ خطرے کے متعلق معلوم کرنے کے لئے مالک کے دفتر کی طرف جارہے تھے' اسی وقت وہاں پہلا دھماکا ہوا۔جو باقی رہ گئے تھے وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے باہر دوڑتے ہوئے جانے لگے۔اس کے بعد وقفے وقفے سے دھماکے ہوتے چلے گئے۔

میں نے اعلیٰ حاکم کے ذریعے گولڈن برنیز سے کہا "تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر دو منٹ کے بعد میری بمن اور بھانجے کے دماغ میں جائیں گے اور میں ہر دو منٹ کے بعد ایک ایک مل اور فیکٹری کو تباہ کرتا رہوں گا۔اب بولو' یہ سودا منظور ہے؟"

اسکرین پر تحریر ابھری "یہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ہم اپنا چیلنج واپس لیتے ہیں۔تمہاری بمن اور بھانجے کے دماغوں میں کوئی نہیں جائے گا۔"

میں نے پوچھا "اگر کوئی وہاں چھپ کر رہے گا تو؟"

"ہم وعدہ کرتے ہیں۔کوئی وہاں چھپ کر بھی نہیں رہے گا۔"

میں نے واپس آکر سلمان کو تمام روداد سنائی۔وہ کامران کے دماغ میں تھا۔میں نے کہا "اگر کوئی یہاں چھپا ہوا ہے تو گولڈن برنیز کے پاس احکامات حاصل کرنے کے لئے جائے۔"

یہی بات میں نے سلطانہ کے دماغ میں آکر کہہ دی۔اسے بھی تمام حالات بتادئے۔وہ دونوں مطمئن ہوکر شاہینہ اور کامران کے دماغوں پر عمل کرنے لگے۔پارس ان ماں بیٹے کو گھر لے آیا تھا۔وہ دونوں آرام سے اپنے بیڈ پر تھے۔لیلیٰ ان کے اندر آتی جاتی تھی اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی تھی کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے توڑ نہ کررہے ہوں۔

اس کوٹھی کے سامنے احاطے کے اندر ثمینہ کی جو لاش پڑی ہوئی تھی اسے پولیس والے لے گئے تھے۔پڑوسیوں نے بتایا تھا کہ وہ فرہاد ملی تیمور کی بھانجی کی لاش ہے۔پولیس افسران میرا انتظار کررہے تھے۔میں نے ایک افسر کے اندر آکر کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔میری بمن کی کوٹھی کے سامنے مسٹر آنڈریسوزا رہتے ہیں۔ان کا بیٹا پیٹرڈیسوزا آپ کے پاس آرہا ہے۔لاش اُس کے سپرد کردیں۔"

پارس وہ لاش گھر لے آیا۔پڑوسیوں کی مدد سے تجہیز وتکفین کے انتظامات کرنے لگا۔ایک گھنٹے بعد شاہینہ اور کامران تو یکی نیند سے بیدار ہوگئے۔سلمان اور سلطانہ نے ان کے دماغ کو لاک کردیا تھا تاکہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا انہیں ٹریپ نہ کرسکے۔ اس کے ساتھ ہی شاہینہ کے اندر بڑے سے بڑے صدمے کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کردیا تھا۔

جب اسے بیٹی کی میت کے پاس لایا گیا تو اس نے آنسو بہائے لیکن صدمے سے نڈھال نہیں ہوئی۔میں اس کے دماغ میں آکر اسے تسلیاں دیتا رہا۔ اس نے مجھ سے شکایت نہیں کی اور نہ ہی شرمندہ ہونے دیا کہ میں اس کی بیٹی کی حفاظت نہ کرسکا۔اسے یقین تھا جس طرح میں نے اپنے بہنوئی کے قاتلوں سے انتقام لیا تھا اسی طرح ثمینہ کے قاتلوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

میں نے شاہینہ اور کامران کو آزمایا تھا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے تھے۔اگرچہ وہ یوگا کے ماہر نہیں تھے لیکن عام لوگ بھی پندرہ بیس سیکنڈ سانسیں روک لیا کرتے ہیں۔شاہینہ اور کامران کے دماغوں میں یہ بات بھی نقش کی گئی تھی کہ وہ ماں بیٹے صبح وشام سانس روکنے کی مشق کیا کریں گے۔

میں نے پھر اسرائیلی اعلیٰ حاکم کے ذریعے گولڈن برنیز کو مخاطب کیا اور کہا "میری بمن اور میرا بھانجا محفوظ ہیں۔تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں نہیں آئے۔میں نے بھی جوابی کارروائی نہیں کی۔پھر کسی مل یا فیکٹری کو تباہ نہیں کیا ہے۔"

گولڈن برنیز کی طرف سے تحریر ابھری "مسٹر فرہاد! بمن اور بھانجے کو پاکر تم بھی مطمئن ہو اور ہم بھی مطمئن ہیں کہ ہماری اینڈسٹریز تباہ نہیں ہوں گی۔اگر ہم تم اسی طرح دانشمندی اور سمجھوتے سے کام لیتے رہے تو کسی کو کسی سے شکایت نہیں رہے گی۔"

میں نے کہا "دانشمندی تو تم لوگوں کو چھوکر نہیں گزری۔ تم اپنی مکاریوں کو دانشمندی کہتے ہو۔اگر میری بمن اور بھانجا ابھی تمہارے شکنجے میں رہتے تو فرعون بن کر باتیں کرتے۔ کیا اب مجھے مجبور کرسکتے ہو کہ میں پاکستان چھوڑ دوں؟"

"مسٹر فرہاد! یہ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔کبھی کوئی غالب آتا ہے اور کبھی کوئی بازی جیت لیتا ہے۔ہم اپنی تباہی سے سبق سیکھ رہے ہیں' تم اپنی بھانجی کی موت سے نصیحت حاصل کرو۔ آئندہ پھر تمہاری کوئی کمزوری ہمارے ہاتھ آسکتی ہے۔"

"اور تم نے دیکھا کہ میں ثمینہ کے قتل ہونے اور بمن بھانجے کے اغوا ہونے پر تمہارے پاس گڑگڑانے نہیں آیا۔ تم بھی مجھے نصیحت کرنے کے بہانے نہ گڑگڑاؤ۔ میں ثمینہ کے خون کا بدلہ لوں گا۔اگر اندھا دھند انتقام لوں تو کئی بے گناہ بھی مارے جائیں گے۔اس لئے میرا انتقام دوسری نوعیت کا ہوگا۔"

اسکرین پر تحریر ابھری "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"بگڑا ہوا مقدر یہ نہیں بتاتا کہ وہ کس طرح بگڑے گا' آگے آگے دیکھو' ہوتا ہے کیا؟"

اسکرین پر جوابی تحریر ابھر رہی تھی۔ میں نے اعلیٰ حکام کے ذریعے اسے نہیں پڑھا' وہاں سے چلا آیا تاکہ انہیں میری طرف سے جواب نہ ملے اور وہ یہ سوچ کر الجھتے رہیں کہ نہ جانے میں آئندہ کیا کرنے والا ہوں۔

○☆○

علی تیمور نے آنکھیں کھول دیں۔تنویمی نیند سے بیدار ہوگیا۔ وہ بستر پر چاروں شانے چت پڑا ہوا چھت کو تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا "میں کہاں ہوں؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔اسے یاد آرہا تھا کہ لیلیٰ نے تنویمی عمل کے ذریعے علی تیمور کی شخصیت بھلا دی تھی۔تب سے وہ خود کو بھولا ہوا پکچرس پڑ کرائیڈی نشرین گیا تھا۔

اب اپنی اصلیت یاد آنے کے بعد اسے یہ سب کچھ یاد آرہا تھا۔لیلیٰ نے اس پر عمل کرتے ہوئے اس کی یادداشت میں جان کارلو' رانما اور آئیڈی نشر کے تمام واقعات کو تازہ رکھا تھا۔اب اسے یہ بھی یاد آرہا تھا کہ وہ رانما سے پیچھا چھڑا کر پولیس والوں سے مقابلہ کرتا ہوا سوسانہ اور جبرائیل کی کوٹھی میں آگیا تھا۔

اسی وقت بیڈروم کا دروازہ کھلا۔سوسانہ اندر آئی۔وہ اسے دیکھ کر اٹھتے ہوئے بولا "اوہ مائی ڈارلنگ آپا جان!"

سوسانہ دونوں بانہیں پھیلا کر آگے بڑھی' وہ پیچھے ہٹ کر بولا۔ "تم سے گلے ملتے ہی ساتوں طبق روشن ہوجاتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں اپنی قوت سے نہیں محبت سے ملوں گی' آؤ۔"

آپا جان نے اسے کھینچ کر گلے لگالیا۔وہ سانس روک کر بولا۔ "تمہیں اپنی قوت کا اندازہ ہی نہیں ہوتا ہے۔مجھے معاف کردو۔"

اس نے ہنستے ہوئے اسے چھوڑ دیا پھر کہا "امی نے کہا تھا' تم ٹھیک صبح چھ بجے بیدار ہوجاؤ گے۔جاؤ غسل کرو' میں ناشتا لاتی ہوں۔"

وہ سب لیلیٰ کو پاکستانی زبان میں امی کہتے تھے۔ایک گھنٹے بعد جب وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر ناشتا کرچکا تو لیلیٰ اس کے پاس آئی۔اسے تمام حالات بتائے "تمہارے پاپا اور پارس پاکستان میں ہیں۔یہودیوں کے ایجنٹ نے تمہارے پھپھا کو پہلے قتل کیا۔تب سے تمہارے پاپا اس مشن پر ہیں کہ یہودیوں کا کوئی مال پاکستان میں نہیں پہنچنے دیں گے اور پاکستان سے یہودیوں کے تمام دلالوں کو نابود کردیں گے یا انہیں ملک چھوڑنے پر مجبور کردیں گے۔اسی جھگڑے میں یہودیوں نے تمہاری پھوپی زاد بمن ثمینہ کو قتل کردیا ہے۔"

لیلیٰ نے اسے تمام روداد تفصیل سے سنائی۔انہوں نے کہا۔ "آپ پاپا کو بتادیں کہ میں بیدار ہوگیا ہوں اور ان سے موجودہ مسائل پر باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

لیلیٰ نے مجھے اطلاع دی۔میں نے بیٹے کے پاس آکر کہا "مجھے خوشی ہے کہ تم نے دشمنوں کے سر پر سوار ہوکر آنکھیں کھولی ہیں اور خود کو پہچانا ہے۔جب یہودیوں کو تمہاری موجودگی کا علم ہوگا تو ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔تم بڑے چکروں میں پڑ کر یہاں پہنچے ہو۔خدا جو کرتا ہے' بہتری کے لئے کرتا ہے۔"

"پاپا! ثمینہ کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔"

"ہاں بیٹے! میں نے گولڈن برنیز سے کہا ہے کہ اندھا دھند انتقام لوں گا تو کئی بے گناہ مارے جائیں گے۔اس لئے میرے انتقام کی نوعیت دوسری ہوگی۔"

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"ان کے خیال خوانی کرنے والوں کو ختم کیا جائے۔یہ ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں سے محروم ہوتے رہیں گے اور ثمینہ کے قتل کو یاد کرکے توبہ کرتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے پاپا! میں یہاں ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"کاتب تقدیر نے تمہیں یہاں پہنچادیا ہے۔اب تم گولڈن برنیز

کو تلاش کرو گے۔ وہ تعداد میں چھ ہیں۔ ایک کا بھی سراغ ملے گا تو باقی پانچ تک پہنچنا آسان ہو جائے گا۔"

"انشاء اللہ میں ان کی شہ رگ تک ضرور پہنچوں گا۔"

میں نے پوچھا "تم نے جو جان کارلو اور ایڈی فشر کی زندگیاں گزاری ہیں' وہ سب تمہیں یاد ہیں؟"

"جی ہاں' ایک ایک بات یاد ہے۔"

"اپنے ذہن میں رائما کی آواز اور لہجے کو دہراؤ۔ میں سن رہا ہوں۔"

علی نے رائما کا تصور کیا۔ پھر اس کی آواز اور لہجے کو یاد کرتے ہوئے سوچ کے ذریعے دہرانے لگا۔ جس طرح ہم ٹیلی فون کے ذریعے کسی کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں اسی طرح علی تیمور کی سوچ ٹیلی فون کی طرح واضح طور پر رائما کی آواز اور لہجہ پیش کر رہی تھی۔ ایسا ہر ایک کی سوچ کے ذریعے نہیں ہو سکتا۔ جس کی یادداشت مضبوط اور مستحکم ہوگی' اسی سے دوسروں کی آواز اور لہجہ پوری وضاحت سے سنا جا سکتا ہے۔ بہرحال میں علی کی غیر معمولی یادداشت کے سبب رائما کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ اس کا دماغ میدانِ جنگ بنا ہوا ہے۔ اس کی سوچ نے کہا "یہودیوں نے اپنے ہاں مجھے پناہ دی لیکن کافی میں دماغی کمزوری کی دوا ملا کر پلا دی اور میرے کمزور دماغ پر قبضہ کر کے تخریبی عمل کرنے لگے۔ بعد میں پتا چلا' دانیال کے مداخلت کرنے کے باعث جے مورگن کا عمل ناکام رہا ہے۔"

رائما کی سوچ وہی بتا رہی تھی جو اس پر گزرتی رہی تھی۔ الپا بھی اس کے دماغ میں چھپی ہوئی تھی۔ بعد میں الپا نے آ کر کہا۔ "رائما! تمہارے دماغ میں جان لبوڈا بھی آ رہا ہے۔ اگر فراد کو معلوم ہو گا کہ تم ذہنی انتشار میں مبتلا ہو' ابھی تم پر کوئی تخریبی عمل نہیں کر سکتا ہے تو وہ فراد بھی تمہارے دماغ پر قبضہ جمانے کی کوشش کرے گا۔ تمہیں کسی کی طرف سے اندیشہ ہو تو مجھے بتا دینا میں تمہاری حفاظت کروں گی۔"

رائما کی سوچ نے بتایا کہ یہودی خیال خوانی کرنے والوں میں جے مورگن اور الپا باری باری اس کے دماغ میں موجود رہتے ہیں۔ دوسری طرف جان لبوڈا کے دو خیال خوانی کرنے والے پاسکو روٹ اور فریزر بھی باری باری موجود رہتے ہیں۔

میں جس وقت اس کی سوچ پڑھ رہا تھا' اس وقت بھی اسرائیلی اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود تھے۔ الپا کہہ رہی تھی "میں جان لبوڈا کے خیال خوانی کرنے والوں کو سمجھاتی ہوں' وہ رائما کے دماغ سے نکل جائیں۔"

پاسکو روٹ نے کہا "ایک تھکا دینے والے انتظار کے بعد رائما ذہنی انتشار سے نکل آئی ہے۔ دیکھو' یہ صحیح ترتیب سے اپنے موجودہ حالات کے متعلق سوچتی جا رہی ہے۔ اب اسے قابو میں کرنے کا وقت آیا ہے تو تم ہمیں جانے کو کہہ رہی ہو۔"

یہ درست تھا کہ اس کا ذہنی انتشار ختم ہو گیا تھا اور وہ ہر تحریک پر اپنے موجودہ حالات بیان کر رہی تھی۔ دشمن یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ نارمل ہو کر خود ہی یہ تمام باتیں سوچ رہی ہے۔

میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ جب دانیال نے یہودیوں سے غداری کی ہے اور رائما پر ہونے والے عمل کو ناکام بنایا ہے تو دانیال کو سزا دی گئی ہوگی۔ اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کیا گیا تاکہ وہ دوبارہ رائما کے دماغ میں نہ پہنچے۔

میں نے رائما کی سوچ میں کہا "دانیال چوری سے میرے پاس آیا تھا' وہ جے مورگن کے عمل کو ناکام بنا کر خود عمل کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت الپا پہنچ گئی تھی۔"

میں نے یہ کہہ کر رائما کو دانیال کی آواز اور لہجے کے متعلق سوچنے پر مجبور کیا۔ وہ سوچنے لگی۔ چونکہ ٹیلی پیتھی جانتی تھی' دوسروں کے لہجوں کو یاد رکھنے کی عادی تھی اس لئے صحیح طور پر لہجے کو یاد کر رہی تھی۔

میں اس لہجے کو گرفت میں لیتے ہی دانیال کے دماغ میں گیا۔ اسرائیلی فوجی جوانوں نے اسے ایک بیڈ روم میں قیدی رکھا تھا۔ جے مورگن نے ایک بار اس کے دماغ میں آ کر کہا تھا۔ "دانیال! میں گولڈن برنیز کی طرف سے یہ کہنے آیا ہوں کہ غداری کی سزا موت ہوتی ہے لیکن تمہیں موت کی سزا دی جائے گی۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک کم ہو جائے گا' ہمارے ملک کا نقصان ہے۔ ہم تمہیں نہیں ماریں گے بلکہ تمہارے برین واش کریں گے' تمہارے دماغ سے غداری ختم کریں گے' وفاداری کوٹ کوٹ کر بھر دیں گے۔"

دانیال کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ برین واش کر کے اس کی شخصیت تبدیل کی جائے گی۔ ایسا اب تک اس لئے نہیں کیا تھا کہ تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک طرف شاید کامران کے داغوں میں تھے' باقی جے مورگن اور الپا' رائما کی نگرانی کر رہے تھے۔

گولڈن برنیز کا خیال یہ ہوگا کہ ہم میں سے کوئی دانیال کے معاملات تک نہیں پہنچے گا لیکن میں پہنچ گیا تھا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ ان کے ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ختم کروں گا۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ابھی موجودہ حکمت عملی کے نتیجے میں جلدی ایک شکار کے پاس پہنچ جاؤں گا۔

میں نے دانیال کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پھر اس کے ہاتھ پھل کاٹنے والا چاقو پکڑا دیا۔ اس نے چاقو کی نوک کو ٹھیک جگہ سینے میں پیوست کر دیا۔ پھر اسے کھینچ کر باہر نکالا اور پیوست کیا۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس نے روحی سانسوں کو واپس لانے کی کوشش کی لیکن مقدر کے کھائے لکھی ہوئی سانسیں ختم ہو چکی تھیں۔ میں اس کے آخری کے بعد واپس آ گیا۔

دوسرا شکار رائما تھی۔ وہ ایک طویل انتظار کے بعد ذرا نارمل ہوئی تھی۔ وہ فوجی جوان ایک ٹرالی میں کھانے پینے کا سامان لائے تھے۔ ان میں سے ایک دروازے کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اگرچہ رائما کے لئے جان کا خطرہ نہیں تھا۔ جان لبوڈا وغیرہ بھی اسے زندہ سلامت واپس حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن علی تیمور کے فرار ہونے پر فوجی گارڈز بلائے گئے تھے۔

رائما نے خود کو ایڈی فشر (علی تیمور) کی بیوی ظاہر کیا تھا۔ اس لئے یہ اندیشہ بھی تھا کہ جس طرح ایڈی فشر پولیس کا پیرا توڑ کر فرار ہوا' اسی طرح رائما کو بھی وہاں سے لے جا سکتا ہے۔ اس لئے رائما کے آس پاس سے پولیس کو ہٹا کر فوج کا پیرا بٹھایا گیا تھا۔

کھانے کی ٹرالی رائما کے سامنے لا کر رکھی گئی تو اس نے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

فوجی جوان خاموش کھڑا رہا۔ الپا نے اس کے دماغ میں کہا۔ "رائما! کوئی سوال نہ کرو۔ فوجی گارڈز گونگے بن کر رہیں گے۔"

اس نے پوچھا "کیا میرے دماغ میں دشمن چھپے ہوئے ہیں؟ تم سے بڑا دشمن اور کون ہوگا۔ تم لوگوں نے کافی میں دوا ملا کر میرے دماغ کو کمزور بنا دیا تھا۔ کیا تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ میری کمزوری سے فائدہ اٹھا کر دوسرے بھی مجھے ٹریپ کریں گے؟"

"جو ہو گیا سو ہو گیا۔ بھول جاؤ۔ تمہیں مزید توانائی کے لئے کچھ کھانا چاہئے۔"

"یہ کھانا توانائی کے لئے ہے یا پھر مجھے کمزور بنانے کے لئے؟"

"تم فضول بحث کر رہی ہو۔ میں تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر بھی زبردستی کھلا سکتی ہوں۔"

جان لبوڈا کا قہقہہ سنائی دیا۔ اس نے کہا "الپا! میں بھی رائما کے اندر موجود ہوں۔ تمہیں اس کے دماغ پر قبضہ جمانے نہیں دوں گا۔ یہ ہمارے ملک سے آئی ہے۔ بہتری اسی میں ہے کہ اسے ہمارے حوالے کر دو۔"

الپا نے کہا "میں بھی تمہارے ملک سے آئی ہوں۔ یہاں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں وہ سب تمہاری ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر آئے ہیں۔ تم کتنوں کے لئے دعوے کرتے رہو گے؟"

"یہ تو آنے والا وقت بتائے گا۔ ایک دن تم بھی میرے پاس ہو گی۔ فی الحال رائما کے لئے ہماری کوششیں جاری رہیں گی۔"

"کوششیں جاری رکھنے کے لئے اسے زندہ رکھنا ضروری ہے۔ زندہ رکھنے کے لئے اس کا کھانا پینا لازمی ہے۔"

لبوڈا نے کہا "تو پھر اس کی بات مان لو۔ فوجی گارڈ کو بولنے کا حکم دو۔ وہ رائما کو بتائے گا کہ اس کے لئے کیا کچھ کھانے کو لایا ہے' جسے دیکھ کر رائما کو مطمئن کرے۔"

الپا نے کہا "گارڈ بولے گا تو تم اس کے دماغ میں جا کر کوئی الٹی سیدھی دکھاؤ گے۔"

"چالاکی دکھانا ہوتی تو رائما کے دماغ میں رہ کر بھی بہت کچھ کر سکتا تھا۔ رائما کی زندگی جتنی تم لوگوں کے لئے اہم ہے اتنی ہی ہمارے لئے بھی اہم ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ یہ گارڈ اسے مطمئن کرے گا۔"

الپا نے گارڈ کے دماغ میں جا کر حکم دیا۔ میں انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد گارڈ نے رائما سے کہا "میڈم! یہ سینڈوچز ہیں۔ یہ دودھ اور اورلنین ہے۔ تم اس میں سے جو اٹھا کر مجھے دو گی' میں اسے کھا کر دکھاؤں گا۔"

رائما نے ایک سینڈوچ اٹھا کر اسے کھانے کو دیا۔ میں گارڈ کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے سینڈوچ لیا۔ دوسرے ہاتھ سے ریوالور نکال کر کہا "میں یہ کھاتا ہوں' تم گولی کھاؤ۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے فائر کیا۔ الپا نے گارڈ کے دماغ میں آ کر قبضہ جمانا چاہا۔ میں نے کہا "الپا! میں فراد علی تیمور بول رہا ہوں۔ اپنے گولڈن برنیز کو یہ خوشخبری سنا دو کہ میں نے ایک بھانجی کے بدلے تمہارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قتل کیا ہے۔ اپنے باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھی حفاظت کر کے دیکھ لو۔ سب ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔ مرنے والوں کی فہرست میں تمہارا نام بھی ہے۔"

میں نے گارڈ کے ذریعے دیکھا' رائما کا قصہ تمام ہو چکا تھا۔ میں اعلیٰ حاکم کے پاس آیا۔ وہی ایک حاکم ایسا تھا جو گولڈن برنیز سے رابطہ قائم کرتا تھا۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ الپا اس کے پاس آئی تھی اور اسے گولڈن برنیز سے رابطہ قائم کرنے کو کہہ رہی تھی۔ حاکم نے پوچھا "تم خود رابطہ کیوں نہیں کر رہی ہو؟"

وہ بولی "میں اپنی رہائش گاہ میں نہیں ہوں۔ کہیں دوسری جگہ ہوں اور کمپیوٹر وغیرہ ساتھ لے کر نہیں گھومتی ہوں۔ پلیز' جلدی کرو۔"

جلد ہی رابطہ ہو گیا۔ الپا نے حاکم کے ذریعے بتایا کہ فراد نے رائما کو ختم کر دیا ہے۔

گولڈن برنیز کی طرف سے اسکرین پر تحریر ابھری "ہمیں چند منٹ پہلے دانیال کی موت کی بھی اطلاع ملی تھی۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ فراد اتنی تیزی سے چند منٹ کے اندر دو خیال خوانی کرنے والوں کو ختم کر دے گا۔ بڑی مشکل ہے۔ ہم اس کے خلاف کوئی بڑا قدم نہیں اٹھا سکتے۔ فی الحال تم سب محتاط رہو۔ تم اپنی رہائش گاہ میں واپس جاؤ۔ ہم اپنے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ کہیں مصروف نہ رہیں اور تاحکمِ ثانی اپنی رہائش گاہوں سے باہر نہ نکلیں۔"

اسکرین پر دوسری تحریر ابھری۔ گولڈن برنیز نے اعلیٰ حاکم سے کہا "فراد کے ستارے اچھے ہیں۔ اس کی بمن ہمارے ہاتھ سے نکل گئی اور اسے واپس مل گئی۔ وہ اس منصوبہ کی بہت بڑی کمزوری تھی۔ جب تک اس کی کوئی اور بڑی کمزوری ہاتھ نہ آئے' تب تک ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی سلامتی خطرے میں رہے

گی۔ہمیں نئی حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے فرہاد سے کسی طرح سمجھوتا کرنا ہوگا۔ اس سے رابطہ کرو اور کوہم اس سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی۔ علی تیمور کے پاس آکر اسے رامٹا اور دانیال کے متعلق بتایا پھر کہا "تمام یہودی خیال خوانی کرنے والوں کو ان کی رہائش گاہوں تک محدود کیا جارہا ہے۔اب وہ میری کوئی دوسری بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے ہیں۔"

علی نے کہا "آپ کی دوسری بڑی کمزوری میں اور پارس ہیں۔انکل سلمان' آنٹی سلطانہ' امی' ماما' مما اور جو جو وغیرہ میں سے کوئی بھی ان کے شکنجے میں آئے گا تو آپ مجبور ہوجائیں گے۔دشمن ہمیشہ گہری محبتوں کے رشتوں اور لہو کے رشتوں کو کمزوری بنادیتے ہیں۔"

"یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اب تک تم میں سے کوئی ان کے ہاتھ نہیں آیا۔یہ سچ ہے کہ اللہ اس پر مہربان ہوتا ہے جو بیدار ذہن اور نیت صاف رکھتے ہیں۔"

"یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔اور ان کے صبر اور ایمان کی پختگی کو آزماتا ہے۔میں اسرائیل میں ہوں۔یہودیوں کے درمیان ہوں۔ہوسکتا ہے کبھی ان کے شکنجے میں آجاؤں تو یہ آپ کے لئے اور میری ماما کے لئے ناقابلِ برداشت ہوجائے گا۔میری التجا ہے کہ ایسا کبھی ہوجائے تو ماما کو خبر نہ ہونے پائے اور آپ دشمنوں کے سامنے ہتھیار نہ ڈالیں۔"

"اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے۔میں جارہا ہوں' پھر تم سے رابطہ کروں گا۔"

"پاپا! ایک منٹ۔مجھے ثانی کے متعلق بتائیں۔امی کہہ رہی تھیں وہ جان لمبوڈا کی سرپرستی میں ہے اور ایک دن ٹرانسفارمر مشین سے گزرے گی۔"

"یہ درست ہے پہلے ہم نے سوچا کہ ثانی پر جب چاپ عمل کرکے اُسے اس کی اصل شخصیت یاد دلائی جائے' لیکن لمبوڈا اس کے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے۔وہ اسے سونیا ثانی کی حیثیت سے پہچان لے گا۔اسی لئے وہ بدستور سلوانہ کے نام سے پہچانی جارہی ہے۔"

"پاپا! کیا ضروری ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی سیکھے۔وہ اس علم کے بغیر ہی دوستوں کے لئے محبت اور دشمنوں کے لئے قیامت ہے۔"

"یہ درست ہے۔لیکن ایک غیر معمولی علم آسانی سے حاصل ہورہا ہے تو اسے حاصل کرنے دو۔یہ نہ سوچو کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اس کا برین بدل جائے گا۔جو جو اور الپا کا برین آپریشن کیا گیا۔اس کے باوجود جو جو نے ہمیں اور الپا نے اپنی یہودی قوم کو پہچان لیا۔تم ثانی کی فکر نہ کرو۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔کھانے کا وقت گزر چکا تھا۔بھوک لگ رہی تھی۔میں نے پارس کے پاس جاکر پوچھا "کیا کررہے ہو؟"

"آپ کا انتظار کررہا تھا۔میں پیٹر ڈیسوزا کے روپ میں پھول اور کامران کو رہائی دلا کر لایا ہوں۔دشمنوں کی نظروں میں آگیا ہوں اور پولیس والے بھی طرح طرح کے سوالات کررہے ہیں۔"

"ابھی کہاں ہو؟"

"پرل میں' دوسو بائیس نمبر کے کمرے میں ہوں۔پیٹر ڈیسوزا کا میک اپ اتار دیا ہے۔بالوں کا رنگ کالا کیا ہے۔آنکھوں پر عینک لگائے ہیں۔کیا یہ ہلکی سی تبدیلی چلے گی؟"

"چلے گی۔میں آدھے گھنٹے کے اندر آرہا ہوں۔ایک ریٹائرڈ کار حاصل کرو۔ہم کسی ہوٹل میں پاکستانی کھانا کھائیں گے۔"

میں نے مکان سے باہر آکر دروازے پر تالا لگایا۔ پھر مین روڈ پر آکر ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا۔ لاہور میں ٹیکسیاں بہت کم ہیں۔کہیں کہیں نظر آتی ہیں۔میں نے سوچا' دس منٹ میں ٹیکسی نہ ملی تو رکشا میں چلا جاؤں گا۔

ایک بنا کٹا شخص میرے قریب آکر بولا "بھائی جان! ملتان جانا ہے میرا اچھا کاروبار ہے۔ میں یہاں مال خریدنے آیا تھا۔کسی نے میری اٹیچی چرالی۔اس میں پورے پچیس ہزار روپے تھے۔میرے پاس واپسی کا کرایہ بھی نہیں رہا۔اگر آپ میری مدد کریں تو....."

وہ بولتا جارہا تھا۔میں نے اس کے خیالات پڑھ لئے۔اس نے بھیک مانگنے کا یہ طریقہ اپنایا تھا۔میں نے کہا "میرے ساتھ چلو۔وہاں پچیس ہزار کی چوری کی رپورٹ درج کراؤ۔تمہارا ایک دوست ہے۔وہ تمہیں ملتان جانے والی بس میں بٹھادے گا۔مفت میں گھر پہنچ جاؤ گے۔"

"باؤجی! میں رپورٹ درج کراچکا ہوں۔"

"تم نے رپورٹ نہیں لکھوائی ہے۔چوری نہیں ہوئی رپورٹ کیسی؟ دراصل تم اتنے لوگوں سے مانگتے ہو کہ ان کے چہرے تمہیں یاد نہیں رہتے۔دو روز پہلے میں نے تمہیں بیس روپے دیئے۔ایک ہفتہ پہلے تم مجھ سے دس روپے لے گئے' کچھ یاد آیا؟"

وہ پریشان ہوکر مجھے پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔میں نے کہا "نہیں پہچان سکو گے۔چرس کی عادت نے تمہاری یادداشت کمزور کردی ہے۔"

"او باؤجی! مدد نہیں کرتے نہ کرو' مگر ایک عزت دار کو چور نہ بولو۔"

میں نے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ مارا۔وہ لڑکھڑا کر پیچھے پھر غصے میں سینگ مارنے کے انداز میں ٹکرانے آیا۔میں نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری' لوگ دوڑتے ہوئے آنے لگے۔ان میں اس کے دو حمایتی تھے۔انہوں نے مجھ پر حملہ کیا۔میں نے ان کی پٹائی کردی۔لوگوں نے انہیں پکڑ کر ایک طرف ہٹایا۔ایک نے پوچھا "آخر بات کیا ہے؟"

میں نے کہا "یہ شخص مختلف علاقوں میں جاکر جھوٹ موٹ کا رونا رو کر بھیک مانگتا ہے۔ایک دن میں اسے پچیس ہزار روپے دے چکا ہوں۔آج پھر اس نے یہی ڈرامہ کیا۔"

"اوئے! تو نے اتنے پیسے کیا کئے؟"

"میں نے کچھ نہیں کیا۔یہ جھوٹ بولتا ہے۔"

"اوئے! تو ن

اعتماد میں لو۔ اس کا ایک چیک تمہیں پھر دولت مند بنا دے گا۔"

"تم مجھے جھوٹی تسلیاں دے رہے ہو۔ فرہاد نے اس یقین کے ساتھ میری تمام رقم صوفیہ کے اکاؤنٹ میں منتقل کرائی ہے کہ اب سدا میری دشمن بنی اس کی مٹھی میں رہے گی۔ تم نے بڑے یقین سے کہا تھا کہ وہ پاکستان سے بھاگ جائے گا۔ یہ ہماری حفاظت کرنے والے یہودی آخر کیا کر رہے ہیں؟"

وہ ریسیور اٹھا کر بولا "میں ابھی مل ایبب کے پارٹنر سے بات کرتا ہوں۔"

ہم باپ بیٹے کی میز پر کھانا آگیا تھا۔ میں کبھی دائمی طور پر حاضر ہو کر کھانا کھاتا اور کبھی چوہدری اور اسحٰق کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ میں جانتا تھا' مل ایبب سے کیا جواب ملے گا۔ میں نے جس مل کو یم کے دھماکوں سے تباہ کیا تھا اس کا مالک لندن کے جان اسحٰق کا پارٹنر تھا اور مل کے ساتھ اس مالک کے بھی چیتھڑے اڑ گئے تھے۔

ہم کھانے کے بعد چمن آئس کریم کھانے گئے' وہاں بیٹھ کر میں چوہدری کے دماغ میں گیا۔ وہ رو رہا تھا اور رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے کہہ رہا تھا "تمہارا یہودی پارٹنر حرام موت مر گیا۔ اس کی کروڑوں شیکل کی مل تباہ ہو گئی۔ وہاں پاکستانی حساب سے میرے چالیس لاکھ روپے جمع ہیں۔ پتا نہیں وہ چالیس لاکھ اب ہیں بھی یا نہیں؟ جب فرہاد کروڑوں کی مل کو دھوئیں کی طرح اڑا سکتا ہے تو میری رقم کی کیا اہمیت ہے؟ یہ میری کم بختی ہے کہ میں نے تم لوگوں سے دوستی اور فرہاد سے دشمنی کی۔ اب میں واپس جاؤں گا اور فرہاد کے قدموں میں گر کر معافی مانگوں گا۔ مگر اس کے قدم تو کہیں نظر آتے نہیں ہیں۔ میں کہاں گروں گا اور کہاں معافی مانگوں گا!"

میں نے صوفیہ کے پاس پہنچ کر اسے مخاطب کیا' وہ بولی "ہیلو پاپا! میں دن رات اپنے دماغ میں آپ کا انتظار کرتی رہتی ہوں۔ کیا بہت مصروف تھے؟"

"ہاں بیٹی! ایک بری خبر ہے۔ تمہارے ڈیڈی نے لندن میں یہودیوں سے مل کر مجھے پاکستان سے بھگانے کا پروگرام بنایا اور مجھے مجبور کرنے کے لئے میری بھانجی کو گلبرگ میں قتل کرا دیا۔"

"اوہ خدایا! یہ میں کیا سن رہی ہوں۔ مجھے یہ سن کر شرم آرہی ہے کہ میرے باپ کی سازش سے آپ کے خاندان پر اتنا بڑا ظلم ہوا ہے۔ پاپا! کبھی سامنا ہوا تو میں آپ سے نظریں نہیں ملا سکوں گی۔"

"تم جذباتی ہو رہی ہو۔ یہ آنسو پونچھو۔ میرے لئے یہ بہت ہے کہ تم ظالم کو ظالم کہہ رہی ہو۔ اگر میں کوئی انتقامی کارروائی کروں تو کیا تم شکایت کرو گی؟"

"ہرگز نہیں پاپا! میں آپ کے ساتھ ہوں اور ابھی اپنے باپ کا گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی' میں نے کہا "رک جاؤ' میں یہ کوٹھی اور دواؤں کی فیکٹری تمہارے نام کرا دوں گا۔ لندن میں تمہارے باپ کے اکاؤنٹ میں پانچ لاکھ پونڈ تھے۔ میں نے چار لاکھ ننانوے ہزار پونڈ اس کے اکاؤنٹ سے نکلوا کر تمہارے اکاؤنٹ میں جمع کرا دیئے ہیں۔ پاکستان میں جو دولت اور جائداد ہے وہ بھی تمہاری ہو گی۔ میں دونوں باپ بیٹے کو کنگال بنا رہا ہوں۔ یہی میرا انتقام ہے۔ اب بتاؤ' بیٹی اور بہن کی حیثیت سے باپ اور بھائی کے کیا جذبات ہیں؟"

"نفرت' نفرت اور صرف نفرت! جب سے آپ نے میرے ضمیر کو جگایا ہے تب سے میں ان دونوں کو پاکستان کا غدار اور یہودیوں کا ظالم سمجھتی ہوں۔ انہوں نے آپ کی بھانجی کو نہیں' مجھے قتل کرایا ہے۔ میں ان کے لئے مر چکی ہوں۔ اب وہ آپ کو بھی قتل کر کے آئیں گے تو میں ان سے کوئی رشتہ نہیں رکھوں گی....."

وہ آگے بھی کچھ اپنے جذبات کا اظہار کرتی مگر ایک سانپ کو دیکھ کر چیخ پڑی۔ وہ سانپ روشندان سے آیا تھا۔ صوفیہ دوڑتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولنا چاہا تو پتا چلا' وہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے۔

میں ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پارس نے پوچھا "کیا ہوا پاپا؟"

"بیٹے! جلدی چلو۔ صوفیہ کی جان خطرے میں ہے۔"

پارس نے فوراً ہی اٹھ کر کاؤنٹر پر پچاس کا نوٹ پھینکا۔ دوڑتے ہوئے کار میں آئے۔ اس نے ڈرائیو کرتے ہوئے تیزی سے گلی سے کار نکالی پھر پوچھا "چوہدری حاکم کی کوٹھی شادمان کالونی میں ہے؟"

"ہاں' اس کے کمرے کو باہر سے بند کر دیا گیا ہے اور روشندان سے ایک سانپ کو اندر پھینکا گیا ہے۔"

میں پھر صوفیہ کے پاس آگیا۔ وہ ایک میز پر چڑھ کر سہمی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ سانپ دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر کمرے میں تھا۔ میں نے کہا "بیٹی! حوصلہ کرو۔ تم اکیلی نہیں ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

اس نے پوچھا "کیا آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دروازہ کھلوا سکتے ہیں؟"

"ذرا ٹھہرو' میں تمہارے بھائی سے کھلواتا ہوں۔"

میں اس کے بھائی نعمان کے دماغ میں پہنچا۔ وہ علاقے کے تھانے میں ایس ایچ او کے ساتھ بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ اس کی بہن نے بتایا کہ اس نے بہن کو راستے سے ہٹانے کے لئے ایک سپیرے کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اسے سمجھا دیا ہے کہ وہ باہر سے دروازہ بند کر کے روشندان سے ایک زہریلا سانپ پھینک دے۔

میں نے اُسے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ایس ایچ او سے بولا "آفیسر! میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے۔ میں نے بہن کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر کے اندر ایک زہریلا سانپ چھڑوا دیا ہے۔ آپ کے پاس اس لئے آکر بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پر قتل کا الزام نہ آئے۔ یہ سمجھا جائے کہ کہیں سے سانپ آگیا اور اسے ڈسنے کے وقت میں آپ کے پاس بیٹھا چائے پی رہا تھا۔"

یہ کہتے ہی وہ دوڑتے ہوئے اپنی کوٹھی کی طرف جانے لگا۔ اس سے پہلے ہم کوٹھی میں پہنچ گئے۔ میں نے پارس سے کہا "تم اندر جاؤ۔ جس کمرے کا بھی دروازہ باہر سے بند ہو' اسے کھول کر صوفیہ کو باہر نکالو۔ میں اس کے بھائی کو یہاں لا رہا ہوں۔"

پارس دوڑتا ہوا کوٹھی کے اندر گیا۔ اسی وقت ایک کمرے سے صوفیہ کی چیخ سنائی دی۔ پارس اُدھر گیا۔ ایک سپیرا دروازہ کھول کر کمرے میں جا رہا تھا تاکہ سانپ کو پکڑ کر پٹارے میں واپس رکھ سکے۔ جب پارس وہاں پہنچا تو صوفیہ فرش پر پڑی ایڑیاں رگڑ رہی تھی۔ اس نے قریب پہنچ کر پوچھا "سانپ نے کہاں کاٹا ہے؟"

اس نے ایک پیر کی طرف اشارہ کیا۔ پارس فرش پر دوزانو ہو گیا۔ ایک پیر میں سانپ کے ڈسنے کا نشان تھا۔ وہ نشان پر اپنے ہونٹ رکھ کر زہر چوسنے لگا اور ایک طرف تھوکنے لگا۔

سپیرے نے سانپ کو گردن سے پکڑ لیا تھا۔ اسے پٹارے میں رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا "یہ بہت زہریلا ہے۔ زہر چوسنے والا بھی ختم ہو جاتا ہے۔ نعمان باؤ نے کہا تھا' کسی کو معلوم نہ ہو۔ کیسے معلوم ہو گا؟ تو زہر کو مُنہ لگا کر کمرے سے زندہ نہیں نکلے گا۔"

وہ پٹارہ لے کر ہٹتے ہوئے باہر جانے لگا۔ باہر سے نعمان دوڑتا آرہا تھا۔ دروازے پر دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پٹارہ ہاتھوں سے نکل کر فرش پر گرتے ہی کھل گیا۔ سانپ پھر آزاد ہو گیا۔

میں نے کوٹھی کے کوریڈور میں آکر دیکھا۔ نعمان اور سپیرا ایک دوسرے کے بالکل قریب فرش پر پڑے ہوئے تھے اور ان کے سروں کے پاس سانپ پھن اٹھائے کنڈلی مارے بیٹھا ہوا تھا۔

اس کا پھن نعمان اور سپیرے سے صرف ایک بالشت کے فاصلے پر تھا۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ دونوں میں سے کسے ڈسے گا۔ نعمان کی مٹھیاں بندھی ہوئی تھیں۔ سپیرا کوئی منتر پڑھتے ہوئے اپنا ایک ہاتھ آہستہ آہستہ اٹھا رہا تھا تاکہ سانپ کو گردن سے پکڑ سکے۔

میں نے اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں۔ پلٹ کر دیکھا۔ ایس ایچ او' دو سپاہیوں کے ساتھ تیزی سے آرہا تھا۔ اس نے میرے پاس آکر پوچھا "مسٹر نعمان کہاں ہیں؟"

پھر اُس کی نظر خود ہی نعمان اور سپیرے پر گئی۔ نعمان سانپ کو دیکھ رہا تھا اور تھر تھر کانپتے ہوئے کہہ رہا تھا "م.... میں صوفیہ کو مارنا چاہتا تھا۔ م.... مگر یہ.... یہ مجھے ڈس لے گا۔ ب.... بچاؤ' بچاؤ۔"

ایس ایچ او نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر سانپ کا نشانہ لیا۔ اسی لمحے میں سانپ نے نعمان کو ڈس لیا۔ سپیرے نے بڑی پھرتی سے اس کی گردن پکڑ لی۔ پولیس افسر نے کہا "اسے پٹارے میں ڈالو اور نعمان کو بچاؤ۔ جلدی کرو۔"

وہ سانپ کو پٹارے میں رکھتے ہوئے بولا "یہ سانپ بہت زہریلا ہے۔ میں اس کا زہر نہیں نکال سکوں گا۔ اسے اسپتال لے جاؤ۔"

اسی وقت پارس صوفیہ کو بازوؤں میں اٹھائے کمرے سے باہر آیا پھر بولا "میں نے زہر چوس لیا ہے۔ اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

وہ بولتا ہوا باہر جا رہا تھا۔ پولیس افسر نے کہا "رک جاؤ' پہلے مجھے معلوم ہونا چاہئے یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے کہا "آفیسر! پہلے معلوم کرنا ضروری نہیں ہے۔ پہلے طبی امداد ضروری ہے۔"

پارس باہر جا چکا تھا۔ میں دوڑتا ہوا اس کے پیچھے آیا۔ وہ کار کی پچھلی سیٹ پر صوفیہ کو لٹا رہا تھا۔ میں نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ دو سپاہی نعمان کو اٹھا کر جیپ میں ڈالنے لے جا رہے تھے۔ آفیسر سپیرے کی گردن پکڑ کر باہر لا رہا تھا۔ اس نے میری طرف ہاتھ اٹھا کر حکم دیا "اے رک جاؤ۔ ہماری گاڑی کے پیچھے چلو۔"

میں کار اسٹارٹ کر کے احاطے سے باہر آیا پھر رفتار بڑھاتا چلا گیا۔ پولیس والے میرے پیچھے آنے لگے۔ ہم نے صوفیہ کو قریبی اسپتال میں پہنچا دیا۔ پارس پر زہر نے اثر نہیں کیا تھا لیکن اسے نشہ ہو گیا تھا۔ ایک ڈاکٹر صوفیہ کو اٹینڈ کر رہا تھا۔ میں نے دوسرے ڈاکٹر سے کہا "اس جوان نے اس لڑکی کا زہر چوس کر تھوک دیا ہے' پلیز اسے بھی انجکشن لگا دیں۔"

پارس ایک بیڈ پر لیٹ گیا۔ دو سپاہی نعمان کو لا رہے تھے۔ پولیس افسر نے ڈاکٹر سے کہا "اسے بھی سانپ نے ڈس لیا ہے۔ پلیز اسے بھی اٹینڈ کریں۔"

ڈاکٹر نے ایک نرس کو سرنج دی تاکہ وہ پارس کو انجکشن لگائے پھر وہ نعمان کو چیک کرنے لگا۔ اس کی نبض دیکھی۔ اس کے بعد کہا "سوری' یہ مر چکا ہے۔"

پولیس افسر نے مجھے حقارت سے دیکھ کر پوچھا "اوئے تو کون ہے؟ بڑی تیزی دکھا کر ادھر آیا ہے۔"

میں نے کہا "تیزی نہ دکھاتا تو وہ بہن بھی اپنے بھائی کے ساتھ مر جاتی۔"

"تو نے پولیس والوں کی تیزی نہیں دیکھی ہے۔ تھانے چل' ابھی تجھے دکھاتا ہوں۔"

میں نے پارس کی طرف دیکھ کر کہا "تم آرام کرو' میں ابھی آتا ہوں۔"

افسر نے ہنستے ہوئے کہا "اچھا' تھانے سے واپس آنے کا یقین ہے۔"

پھر اس نے ڈاکٹر سے کہا "میں سپاہیوں کو بھیجتا ہوں۔ وہ لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے لے جائیں گے۔"

اس کے دونوں سپاہی میرے دائیں بائیں آکر کھڑے ہو گئے' ایک نے حکم دیا "چلو۔"

میں ان کے ساتھ باہر آیا۔ سپیرا جیپ کے راڈ کے ساتھ ہتھکڑی کے ذریعے بندھا ہوا تھا۔ افسر نے سپاہی سے کہا "اس

بندے کو ہتھکڑی کا دوسرا حصہ پہنا دو۔"

میں نے کہا "میں شرافت سے چل رہا ہوں یہی بہت ہے۔ ورنہ ہتھکڑی پہنانے سے پہلے گرفتاری کا وارنٹ دکھانا ہوگا۔"

"تو ہمیں قانون سکھاتا ہے؟ گرفتاری کا وارنٹ تو حوالات میں پہنچا کر دکھاؤں گا۔"

سپاہی نے حکم کے مطابق راؤ میں پھنسی ہوئی ہتھکڑی کھولی۔ اس کا ایک حصہ سپیرے کی کلائی میں تھا۔ سپاہی نے دوسرا حصہ اپنی کلائی میں پہن لیا۔ پولیس افسر دوسرے سپاہی کے ساتھ اگلی سیٹ پر چلا گیا تھا۔ وہ دوسرا سپاہی جیپ ڈرائیو کرنے لگا۔ انہیں اطمینان تھا کہ میں جیپ کے پیچھے ایک سپاہی کی نگرانی میں سپیرے کے ساتھ قیدی بنا بیٹھا ہوں۔

تھانے پہنچ کر جیپ رک گئی۔ افسر شانِ بے نیازی سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ڈرائیو کرنے والے دوسرے سپاہی نے حیرانی سے ہمیں دیکھا پھر اپنے ساتھی سے پوچھا "ہتھکڑی تم نے کیوں پہنی ہے؟"

میں نے دوسرے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پہلا سپاہی دماغی طور پر آزاد ہو کر خود کو ہتھکڑی میں دیکھ رہا تھا۔ میرا آلۂ کار سپاہی انہیں رگیدتا ہوا حوالات میں لے گیا۔ اس نے آہنی سلاخوں والا دروازہ کھول کر پہلے اپنے ساتھی سپاہی اور سپیرے کو اندر کیا پھر خود اندر ہو گیا۔ سلاخوں کے درمیان سے ہاتھ باہر نکال کر تالا لگایا۔ اس کے بعد چابی مجھے دیتے ہوئے بولا "یہ چابی لیجئے، ہم یہاں آرام سے ہیں۔"

میں نے چابی لی، پھر ایس ایچ او کے دماغ میں پہنچا۔ اس پر قبضہ جما کر ڈیوٹی رپورٹ کے روزنامچے میں یہ پوری تفصیل لکھوائی کہ نعمان اس کے پاس آیا تھا۔ پھر یہ کہتا ہوا اپنی کوٹھی کی جانب بھاگنے لگا کہ اس نے بہن کو سانپ سے ڈسوانے کا جرم کیا ہے۔ ایس ایچ او اس کے پیچھے کوٹھی میں پہنچا تو صوفیہ کو سانپ نے ڈس لیا تھا۔ ایک جوان نے صوفیہ کو اسپتال پہنچایا۔ سانپ نے آفیسر کے سامنے نعمان کو ڈس لیا۔ سپیرے کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ مسٹر اسلان اور ایک نوجوان طارق نے صوفیہ کی جان بچائی ہے۔ میں نے ان دونوں کو صوفیہ کی گواہی اور ضمانت پر گرفتار نہیں کیا ہے۔"

اس کے بعد میں نے صوفیہ کو قتل کرنے کی سازش کے الزام میں نعمان اور سپیرے کے خلاف ایف آئی آر لکھوائی۔ تمام ضروری کاموں سے نمٹ کر میں نے افسر کو اس کی جگہ سے اٹھایا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا حوالات کے اندر سپیرے اور دو سپاہیوں کے پاس پہنچا دیا۔ حوالات کے دروازے کو دوبارہ مقفل کیا۔ پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ چکرا کر رہ گیا۔ اس نے چاروں طرف گھوم کر حوالات کو اور سپاہیوں کو دیکھا پھر پوچھا "ہم یہاں کیسے آگئے؟"

اس نے مجھے دیکھا، پھر سلاخوں کے پاس آکر کہا "تُو! تُو بار بر اور ہم اندر۔ ابے کون ہے تو؟"

"میں وہ ہوں جسے دنیا کی کوئی پولیس آج تک ہتھکڑی نہیں پہنا سکی۔ تم لوگ یہ وردی پہن کر گاڈفادر کیوں بن جاتے ہو؟ تمہارے سامنے نعمان نے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ تمہارے سامنے میں نے اور اس نوجوان طارق نے صوفیہ کی جان بچائی۔ تم نے دوسرے مجرم سپیرے کو بھی گرفتار کیا۔ پھر ہمیں کیوں پریشان کر رہے تھے؟ تم لوگ فرعونی طریقۂ کار سے باز کیوں نہیں آتے؟ کیوں قانون کو مجبوروں کے لئے زحمت اور مجرموں کے لیے رحمت بناتے ہو؟"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں کون ہوں؟ اگر میں دولت مند ہوں تو مجھ سے ہمارا رشوت لوگے۔ اگر میری پہنچ بہت اوپر تک ہے تو میرے سامنے ہاتھ جوڑ لوگے۔ اگر میں عام شہری ہوں تو مجھے ماں بہن کی گالیاں دوگے اور ڈنڈے سے مارو گے۔ تم پوچھتے ہو، میں کون ہوں؟ تاکہ میری حیثیت اور میری اوقات کے مطابق قانون بدل سکو۔"

میں نے چابی کو دور فرش پر پھینکتے ہوئے کہا "اس وقت تم خود قانون کے چوہے دان میں ہو۔ آج کی دنیا میں جو سب سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے، قانون اُسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اگر یہ غلط ہے اور قانون کمزوروں کے تحفظ کے لئے ہے تو آج سے انسان بننے کی کوشش کرنا۔ کیونکہ ایک اچھا انسان ہی سچا سپاہی بنتا ہے۔"

میں تھانے سے باہر آکر ایک رکشا میں بیٹھ گیا۔ ادھر اسپتال میں صوفیہ کو ہوش آگیا تھا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی دوسرے بیڈ پر پڑی کو بڑی اپنائیت سے دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اس سے کہا تھا "اس جوان نے زہر کو تمہارے جسم میں پھیلنے نہیں دیا۔ اسے چوس کر تھوک دیا۔ سانپ بہت زہریلا تھا۔ پتا نہیں یہ زہر کو منہ لگانے کے بعد کیسے زندہ رہ گیا ہے۔"

پارس خود زہریلا تھا۔ اس پر زہر کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ اگر زہر بہت زیادہ مہلک ہوتا تو اسے نشہ ہو جاتا تھا۔ اس وقت وہ مدہوش تھا۔ صوفیہ نے ڈاکٹر کو بلا کر پوچھا "یہ بولتا کیوں نہیں ہے؟ آنکھیں بھی نہیں کھول رہا ہے۔ پلیز اسے چیک کرو۔"

ڈاکٹر نے کہا "میں اطمینان کر چکا ہوں۔ یہ بالکل ٹھیک ہے نشے کے طور پر زہر کا مزہ لے رہا ہے۔"

پارس نے تکیے پر سر گھما کر صوفیہ کو مسکراتے ہوئے دیکھا پھر کہا "ڈونٹ وَری۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس ذرا دھیمی دھیمی سے مدہوشی ہے۔"

ڈاکٹر مسکراتے ہوئے چلا گیا۔ صوفیہ نے کہا "تم نے میرے لئے جان کی بازی لگا دی۔ کون ہو تم؟"

"طارق۔ مجھے طارق کہتے ہیں۔ فرہاد صاحب کے لئے کام کرتا ہوں، انہوں نے اطلاع دی تھی کہ تم خطرے میں ہو۔ بس پھر تم خطرے سے کھیلنے پہنچ گیا۔"

"کسی کی جان بچانا نیک عمل ہے۔ مگر اپنی جان کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ وعدہ کرو، آئندہ یوں خطرات سے نہیں کھیلو گے۔"

"تم خطرے کی بات کرتی ہو۔ میں تو سُرور میں ہوں۔ پتا نہیں یہ زہر کا نتیجہ ہے یا تمہارے گورے گورے پاؤں کو منہ لگانے کا نشہ ہے۔ کیا تمہارے بدن سے شراب چھلکتی ہے؟"

وہ پہلے تو جھینپ گئی پھر اس نے شرما کر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ انگلیوں کے پیچھے چوری چوری اسے دیکھا۔ زندگی میں پہلی بار کوئی اچھا لگ رہا تھا۔ سیدھا دل میں گھس رہا تھا۔ اور وہ منع نہیں کر رہی تھی۔

پارس نے پوچھا "کیا تمہیں معلوم ہے، سانپ تمہارے کمرے میں کیسے آیا تھا؟"

"میں نے اسے کمرے کے روشندان سے فرش پر گرتے دیکھا تھا۔ جب اس نے ڈس لیا تو میرے ہوش اڑ گئے۔ بدن میں ایسی جلن تھی جیسے اندر آگ لگ گئی ہو۔ میں نے دھندلائی ہوئی نظروں سے تمہیں دیکھا اور اپنے پاؤں کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد میں بے ہوش ہونے لگی۔ صرف اتنا یاد ہے، کمرے میں ایک اجنبی پٹارہ لے کر آیا تھا اور کچھ کہہ رہا تھا۔"

"وہ سپیرا تھا، کہہ رہا تھا۔ میں زہر چوسنے کے بعد زندہ نہیں رہوں گا۔"

"سپیرے کو مجھ سے کیا دشمنی تھی؟"

"سپیرے کو نہیں تمہارے بھائی کو دشمنی تھی۔ وہ تمہیں راستے سے ہٹانا چاہتا تھا کیونکہ باپ کے کاروبار میں تم اُس کی حصے دار تھیں۔ پھر نعمان کو یہ اندیشہ تھا کہ تم فرہاد صاحب کی بیٹی بننے کے بعد باپ بیٹے کو کنگال بنا دو گی۔"

"انہیں باپ اور بھائی کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔"

"کچھ بھی ہو، تم سے خون کا رشتہ ہے۔ تمہیں یہ سن کر صدمہ ہوگا کہ اس سانپ نے نعمان کو ہلاک کر دیا ہے۔"

صوفیہ خلا میں تکنے لگی۔ پارس نے کہا "اپنے پھر اپنے ہی ہوتے ہیں۔ خواہ کتنی ہی دشمنی کریں، ان کی موت سے صدمہ ضرور ہوتا ہے۔"

"صدمہ بھائی کی موت کا نہیں ہے۔ جو زہر وہ میرے لئے لایا تھا، وہی اس کی ہلاکت کا سبب بن گیا۔ ہاں صدمہ یہ ہے کہ مجھے بھائی کی دشمنی ملی پیار نہیں ملا۔"

"ہاں۔ یہ بڑی بدقسمتی ہوتی ہے۔ اگر باپ اور بھائی کا پیار نہ ملے۔"

"سچ کہتی ہوں، اگر مجھے پاپا کی محبت اور سرپرستی نہ ملتی تو میں صدمے سے مر جاتی۔ پاپا کہاں ہیں؟"

"یہ تو کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس وقت کہاں ہوتے ہیں۔"

"میں مرتے مرتے بچی ہوں۔ ایسے وقت انہیں میرے پاس آنا چاہئے تھا۔"

"دشمن ایسے ہی وقت کے انتظار میں رہتے ہیں کہ فرہاد صاحب رشتوں کی محبت سے ملاقات کرنے آئیں اور انہیں چھپ کر گولی ماردی جائے۔ کیا تم اُن کے اس دکھ کا اندازہ کر سکتی ہو کہ وہ اپنی بھانجی کی آخری رسومات میں شریک نہ ہو سکے۔ اپنی غمزدہ بہن کے پاس آکر اس کے سر پر ہاتھ نہ رکھ سکے۔"

"واقعی پاپا کے دکھ کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔ میں مانتی ہوں پاپا کو ہم سے ملنے کے لئے منظرِ عام پر نہیں آنا چاہئے۔"

"کیا تم کمزوری محسوس کر رہی ہو؟"

"کمزوری تو نہیں، البتہ زبان کا ذائقہ کچھ عجیب سا ہو گیا ہے۔ ابھی دوا پی تھی، وہ کڑوی لگی نہ میٹھی، نہ پھیکی نہ کسیلی۔ شاید یہ زہر کا اثر ہے، تمہاری زبان کیسی ہے؟"

"میٹھی ہے۔ سنا ہے میٹھی زبان جس زبان سے لگتی ہے اسے بھی مٹھا بنا دیتی ہے۔"

بیٹا شرارت کے موڈ میں تھا۔ اس لئے میں صوفیہ کے دماغ سے چلا آیا۔ انسپکٹر جنرل آف پولیس مجھ سے تعاون کر رہا تھا۔ میں ایک بار اُس سے رابطہ کر چکا تھا۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ ملک میں ہونے والے جرائم کے متعلق وہ مجھے اطلاع دیتا رہے گا کہ کہاں کیا ہو رہا ہے۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کے اعلیٰ عہدے دار حکومتِ وقت کے وفادار ہوتے ہیں اور انہیں ہونا بھی چاہئے۔ لیکن حکومتِ وقت کے چند اکابرین ایسے ہوتے ہیں جو قانون کو

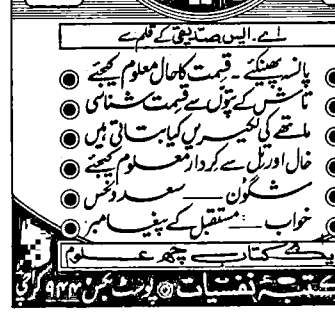

نظرانداز کرکے پولیس کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ پولیس کے جو افسران قانون کو نظرانداز نہیں کرنا چاہتے ان کا تبادلہ کرادیا جاتا ہے یا جھوٹے الزام میں ملازمت سے برطرف کرادیا جاتا ہے۔

میں انسپکٹر جنرل آف پولیس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ اپنی کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے نورالدین بھوئیاں اپنے دو حواریوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ نورالدین بھوئیاں کے چار ٹرک لاہور سے کراچی اور کراچی سے لاہور مال لے جاتے اور لاتے تھے۔ اپنے علاقے میں اس کی بڑی دھاک جمی ہوئی تھی۔ پچھلے الیکشن میں اس نے غنڈا گردی کے تمام ہتھکنڈے استعمال کرکے ایک امیدوار ٹھنڈا پہلوان کو ایم پی اے بنادیا تھا۔ تب سے وہ اسمگلنگ کے دھندے میں اپنے ہاتھ لمبے کرتا جارہا تھا۔

میں آئی جی پولیس کے دماغ میں رہ کر نورالدین بھوئیاں کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "جناب بندہ پرور ہیں۔ ہم تو آپ کے تابعدار ہیں۔ سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔"

آئی جی کوفت محسوس کررہا تھا۔ ایسے لوگ اُس کے دفتر میں بھی قدم رکھنے کی جرات نہیں کرتے تھے۔ کجا یہ کہ گھر کے ڈرائنگ روم میں آکر سامنے بیٹھ گئے تھے۔ آئی جی نے کہا "آپ مقصد بیان کریں۔"

"او بیان کیا کرنا ہے جی۔ عرض کرنا ہے۔ آپ نے اشرف ماچھے کا ٹرک پکڑوا کے جی خوش کردیا ہے۔ وہ پچھلے الیکشن میں اپوزیشن کے لئے کام کررہا تھا۔ یہ تو وقت وقت کی بات ہے۔ اگر اپوزیشن والے حکومت بنانے میں کامیاب ہوجاتے تو اشرف ماچھے میرے ٹرک پکڑوادیتا۔ آپ تو جانتے ہیں' حکومت بدلتی ہے تو چور' بدمعاش' اسمگلر اور پولیس والے بھی بدل جاتے ہیں۔"

"بھوئیاں صاحب! آپ مقصد بیان کریں۔"

"او بیان کیا کرنا ہے جی۔ عرض کرنا ہے۔ باہر کی اسکاچ شراب کراچی آتی ہے۔ ہم اپنے ٹرکوں میں کراچی سے لاہور لاتے ہیں۔ آپ نے اشرف ماچھے کا ٹرک پکڑوا کے جی خوش کردیا۔ مگر بندہ پرور' آپ کے ایک انسپکٹر نے میرے دو ٹرک پکڑ لئے ہیں۔"

آئی جی نے کہا "میں نے پولیس افسران کو حکم دیا ہے کہ کسی کے ساتھ رعایت نہ کی جائے۔"

"بے شک کسی کے ساتھ رعایت نہ کی جائے۔ مگر ہم "کسی" تو نہیں ہیں۔ ہم ٹھنڈا پہلوان ایم پی اے کے خاص الخاص بندے ہیں۔ ان کے رائٹ ہینڈ ہیں۔ ان کے دس راس (دستِ راست) ہیں۔"

"دس راس ہوں یا بیس راس۔ جب تک فرہاد علی تیمور صاحب اس ملک میں ہیں' تب تک کسی ایم پی اے اور ایم این اے کے ناجائز احکامات کی تعمیل نہیں ہوسکے گی۔"

"یہ فرہاد علی تیمور صاحب کون ہیں؟"

"یہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ ہمارے تمہارے دماغوں کے اندر گھس کر جھوٹ اور سچ' ایمان اور بے ایمانی کا حساب کرتے ہیں اور اس کے مطابق مجرموں کو سزا دیتے ہیں۔"

"جناب! کیسی باتیں کررہے ہیں۔ بھلا دماغ کے اندر کوئی گھس سکتا ہے؟ یہ جو دیواروں پر اشتہارات لکھے ہوتے ہیں۔ عامل شاہ کوڑے والا یا پروفیسر امجد علی۔ حاضرات کے عامل۔ ہر آرزو پوری ہوگی۔ محبوب قدموں میں ہوگا۔ آپ بھی کسی عامل فرہاد کے چکر میں آگئے ہیں۔"

"جب آپ چکر میں آئیں گے تو دن میں بھی تارے نظر آجائیں گے۔"

"بندہ پرور! میں سمجھ گیا۔ آپ ٹال رہے ہیں۔ ذرا آپ ایم پی اے صاحب کے نمبر ملائیں۔ آپ ہماری نہیں سنتے' اوپر سے آنے والا حکم سن لیں گے۔"

"میں تمہیں آپ سے کہہ رہا ہوں۔ بھوئیاں صاحب کہہ کر تمہیں اپنے سامنے بیٹھنے کی اجازت دی ہے۔ صرف اس لئے کہ ایم پی اے کے حوالے سے آئے ہو۔ ورنہ تمہاری اوقات کیا ہے؟ مجھے نمبر ملانے کو کہہ رہے ہو۔ میں تمہارے باپ کا نوکر ہوں؟ چلو اٹھو یہاں سے۔"

وہ اپنے حواریوں کے ساتھ اٹھتے ہوئے بولا "بندہ پرور! آپ تو لال پیلے ہورہے ہیں۔ ہم نے دن رات ایک کئے ہیں۔ جان کی بازیاں لگا کر ٹھنڈا پہلوان کو حکومت کے اندر گھسایا ہے۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ آپ ہماری بے عزتی خراب کریں۔ او کوئی بات نہیں۔ آپ خوش رہیں۔ ہم تو شام ہونے سے پہلے دونوں ٹرک چھڑالیں گے' سلام علیکم۔"

وہ اپنے حواریوں کے ساتھ چلا گیا۔ آئی جی اس بات پر تلملا رہا تھا کہ جنہیں گردن سے پکڑ کر تھانے لایا جاتا ہے اور لات جوتے مارے جاتے ہیں' وہ اپنے ایم پی اے اور ایم این اے کے بل پر انسپکٹر جنرل آف پولیس کا بھی لحاظ نہیں کرتے ہیں۔ ایسے ہی ذلت آمیز حالات سے دوچار ہوکر پولیس افسران بدلتے ہوئے وقت کے تقاضے پورے کرتے ہیں اور قانون کے محافظ ہوکر قانون شکن کہلاتے ہیں۔

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولا "فرہاد صاحب! آپ؟"

"جی ہاں۔ آپ واقعی فرض شناس ہیں۔"

"آپ میرے خیالات پڑھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ یہ عارضی فرض شناسی ہے۔ ابھی اوپر سے حکم صادر ہوگا اور مجھے بھوئیاں جیسے اسمگلر کے سامنے شرمندہ ہوکر اس کے ٹرکوں اور ڈرائیوروں کو رہا کرنا ہوگا۔"

"آپ فکر نہ کریں' اپنے فرائض انجام دیتے رہیں۔ میرے ہوتے ہوئے نہ آپ کا تبادلہ ہوگا اور نہ ہی عہدہ سے نیچے گرایا جائے گا۔"

"میں اللہ کے بعد آپ ہی کے بھروسے پر دیانت داری سے فرائض ادا کررہا ہوں۔"

"آپ کوئی اہم اطلاع دینے والے تھے۔"

"جرائم کے سلسلے میں بے شمار اطلاعات ہیں۔ کیا آپ موجودہ کیس سے فارغ ہوگئے ہیں؟"

میں نے کہا "ہاں۔ یہودیوں کو ذرا ٹھنڈا کردیا ہے۔ چوہدری حاکم علی مایوس ہوکر لندن سے واپس آرہا ہے۔ نعمان مرچکا ہے۔ اب نعمان لیبارٹری کی واحد مالکہ صوفیہ ہوگی اور یہودیوں کو اپنے کاروبار سے ایک پیسہ بھی نہیں دے گی۔"

"آپ نے وقتی طور پر یہودیوں کو ٹھنڈا کردیا ہوگا۔ لیکن وہ درپردہ آپ کے خلاف مصروف ہیں۔ اب وہ ایک ایسے ایجنٹ کو لارہے ہیں جو یوگا کا ماہر ہے۔ اس کے کئی خاص حواری بھی سانس روکنے کا ہنر جانتے ہیں۔ آپ ان کے دماغوں میں نہیں جاسکیں گے۔"

"وہ ایجنٹ کون ہے؟"

"اس کا نام حمزہ خان ہے۔ پشاور جیل میں ہے۔ کل صبح رہا کیا جائے گا۔ رہائی کے بعد وہ کچھ ایسی واردات کرے گا کہ آپ صوبہ سرحد جانے پر مجبور ہوجائیں گے۔"

"صوبہ سرحد میرا صوبہ ہے۔ میرے ملک کا ایک فولادی صوبہ ہے' میں دشمنوں کے مجبور کرنے سے پہلے ہی خود اپنی خوشی سے وہاں جاؤں گا۔"

"یہودیوں کی پلاننگ ہے کہ آپ پنجاب سے نکل کر سرحد جائیں گے تو انہیں یہاں نئے سرے سے قدم جمانے کا موقع ملے گا۔ وہ یہاں بھی ایسے ایجنٹوں کو لائیں گے جن پر آپ کی ٹیلی پیتھی اثر نہیں کرے گی۔"

"میں جانتا تھا' وہ کچھ ایسی ہی چالیں چلیں گے۔ آپ نے بڑی اہم باتیں بتائی ہیں۔ میں محتاط رہوں گا۔ حمزہ خان کے متعلق کچھ اور بتائیں۔"

وہ کچھ بتانا چاہتا تھا' اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔ میں آئی جی اکبر درّانی بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "تم اکبر درّانی بچپن سے ہو۔ مگر آئی جی ہمارے دم سے ہو۔ اگر تم نے مجھے آواز سے نہیں پہچانا ہے تو سنو' میں ایم این اے امان اللہ نیازی بول رہا ہوں۔ ہم چار ایم این اے اور چار ایم پی اے اسمبلی میں ایک آواز اٹھائیں گے تو تمہاری شامت آجائے گی۔ فرض شناسی اچھی ہوتی ہے مگر ہمارے بندے کو تو پریشان نہ کرو۔ ابھی ابھی ٹائم دو ٹرک اور ان کے ڈرائیوروں کو چھوڑ دو۔"

آئی جی نے سوچ کے ذریعے پوچھا "اب بتائیں فرہاد صاحب! میں کیا کروں؟"

"آپ کہہ دیں کہ ان کے حکم کی تعمیل ہورہی ہے لیکن فرہاد وہ تمام مال شرابی گاہکوں تک پہنچنے نہیں دے گا۔"

میں ایم این اے امان اللہ نیازی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آئی جی کی باتیں سن رہا تھا۔ جب میرا نام آیا تو اس نے کہا "تم فرہاد کی آڑ لے کر زیادہ ایمانداری نہ دکھاؤ۔ فرہاد یہودیوں کے بڑے بڑے معاملات میں الجھا ہوا ہے۔ یہ معمولی سے دو ٹرک کے کیس میں اسے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔ تم وہ کرو' جو ہم کہہ رہے ہیں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے آئی جی کے پاس آکر پوچھا۔ "وہ دونوں ٹرک کہاں ہیں؟"

"سپرہائی وے پر چوکی سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔"

"جس انسپکٹر نے انہیں پکڑا ہے۔ اسے آپ حکم دیں کہ پہلے ایک ٹرک کو جانے دے۔ اس کے پندرہ منٹ بعد دوسرے ٹرک کو چھوڑ دے۔"

آئی جی نے اس سے رابطہ کیا۔ میں اس انسپکٹر کے پاس پہنچ گیا پھر اس کے ذریعے ٹرک کے ڈرائیور اور کلینر کی آوازیں سنیں۔ ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر ٹرک کو وہاں سے چلنے دیا۔ کلینر پچھلے حصے میں آگیا۔ میرے حکم کے مطابق گتے کے ڈبے کھول کر شراب کی بوتلیں کھولنے لگا۔ ٹرک کے پچھلے حصے کی چار دیواری اور فرش پر شراب انڈیلنے لگا۔

پھر میں نے ڈرائیور کو قابو میں کیا۔ وہ ٹرک کو مین روڈ سے اتار کر ایک میدانی حصے میں لے گیا۔ وہاں اسے روک کر اُس نے کئی بوتلیں کھول کر اگلے حصے میں ہر طرف شراب چھڑک دی۔ بونٹ کھول کر انجن پر بھی کئی بوتلیں توڑ دیں۔ پھر ماچس کی تیلی جلا کر اسے ٹرک کے اندر پھینک کر کلینر کے ساتھ بھاگتا ہوا دور جانے لگا۔ ٹرک سے آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ وہ شعلے بڑھتے اور پھیلتے جارہے تھے۔ پھر پٹرول کی ٹنکی کے پھٹنے سے ایک زبردست دھماکا ہوا۔ کلینر نے ڈرائیور سے پوچھا "استاد! تم نے آگ کیوں لگائی؟"

ڈرائیور نے اس سے پوچھا "تو نے شراب کی تمام بوتلیں کیوں توڑ دیں۔ پورے ٹرک کو شراب نہلا دیا۔ ابے استاد کے لئے ایک پیٹی شراب تو رکھ لیتا۔"

"استاد! بھوئیاں صاحب اتنے جوتے ماریں گے کہ شراب سے زیادہ نشہ ہوجائے گا۔"

میں نے دوسرے ٹرک کے ڈرائیور اور کلینر کے پاس آکر وہی طریقہ اختیار کیا اور اسے بھی تمام بوتلوں سمیت تباہ کردیا۔ پھر میں نے ایم این اے کے پاس آکر دیکھا۔ وہاں ایم پی اے ٹھنڈا پہلوان اور اسکندر نورالدین بھوئیاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور بھی چند بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ بھوئیاں کہہ رہا تھا "آپ لوگوں کے حصے کی بوتلیں تو پہنچا دیا کرتا ہوں۔ آج اسکاچ وہسکی کی نئی کھیپ آرہی ہے۔ آج رات میری طرف سے پینے کی دعوت ہے۔ چرغے بے حساب ہوں گے' آپ رج کے پئیں گے۔"

ایک نے کہا "ہاں بھئی' ایک ٹرپ میں بیس لاکھ روپے کی بیئر' وہسکی اور برانڈی آتی ہے۔ تم رج کے نہیں پلاؤ گے تو کیا وہ آئی جی پلائے گا۔"

اس بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔ میں نے وہاں ایک ایک کے اندر پہنچ کر تھوڑا تھوڑا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ اپنی جگہ سے اچھل اچھل کر صوفوں پر اور فرش پر گر گر تڑپنے لگے۔ نہ کو یاد کرنے لگے۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے قیامت آگئی ہے۔ زمین اوپر ہو رہی ہے اور آسمان نیچے آرہا ہے۔ تکلیف کی شدت سے وہ چیخنے بھی رہے۔ کتنے ہی ملازم آکر انہیں سنبھالنے لگے۔

میں نے ایک ملازم کی آواز سنی پھر اس کے ذریعے کہا "اٹھو اور میری باتیں سنو۔ میں فرہاد علی تیمور اس ملازم کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

وہ سب پریشان ہو کر ملازم کو تکنے لگے۔ میں نے ایم این اے امان اللہ نیازی کو مخاطب کیا اور کہا "تم سمجھتے ہو' فرہاد یہودیوں کے بڑے بڑے معاملات میں الجھا ہوا ہے۔ اسے بھوئیاں کے دو ٹرکوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔ تم سیاسی لوگ اسمبلی میں پہنچ کر جیسے عوام کے معاملات میں دلچسپی نہیں لیتے ویسے ہی میرے متعلق سوچ لیا کہ تم عوام میں نشے کا زہر پھیلاؤ گے اور میں اسے معمولی سی بات سمجھ کر نظر انداز کردوں گا۔"

وہ بولا "جناب فرہاد صاحب! باہر سے آنے والی شراب بہت مہنگی ہوتی ہے۔ اسے عام لوگ خرید نہیں سکتے۔ یہ تو صرف شرفا کے لئے منگوائی جاتی ہے۔ آپ یورپ امریکا میں رہتے ہیں۔ وہاں ہر گھر میں شراب پی جاتی ہے۔ آپ کو تو اس معاملے میں فراخ دل ہونا چاہئے۔"

میں نے کہا "یورپ اور امریکا میں سؤر کا گوشت اور دوسرے حرام کھانے ملتے ہیں۔ کیا میں فراخ دل ہو کر تمہارے جیسے شرفا کو حرام کھلاؤں؟ کیا تم نہیں جانتے کہ میں اور میرے خاندان کے افراد اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے نہ کبھی شراب پیتے ہیں اور نہ حرام کھاتے ہیں۔"

بھوئیاں نے کہا "بندہ پرور! آپ ہم پر اعتراض کرنے آئے ہیں۔ جن ملکوں میں رہتے ہیں' وہاں کے لوگوں کو شراب نوشی سے کیوں نہیں روکتے ہیں۔"

"وہاں شراب نوشی غیر قانونی نہیں ہے اور پاکستان میں غیر قانونی ہے۔ تم لوگ اسمبلی میں قوانین بناتے ہو۔ جاؤ اور شراب نوشی کو قانوناً جائز قرار دو۔ پھر میں کچھ نہیں کہوں گا۔ عوام خود ہی جوتے ماریں گے۔"

"جناب درست فرماتے ہیں۔ مگر کچھ تو خیال کریں۔ یہاں ہر شہر میں اور ہر بڑے گھر میں پی جاتی ہے۔ آپ کس کس کو روکیں گے؟"

"مجھے ہر فرد کو روکنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں شراب کی سپلائی ہی روک دوں گا۔ جیسے آج میں نے بھوئیاں کے شراب سے بھرے ہوئے دونوں ٹرک تباہ کروئے ہیں۔"

نورالدین بھوئیاں نے چیخ کر کہا "کیا! میرے دونوں ٹرک تباہ کردیئے؟ نہیں' یہ جھوٹ ہے۔ تم یہاں ہو اور ہمارے ٹرک تمیں چالیس کلومیٹر دور ہیں۔ تم ایسا ہائی بلڈ پریشر والا مذاق نہ کرو۔"

"جاؤ اپنے ٹرکوں کی خبر لو اور اسپتال میں داخل ہو جاؤ' آج تمہیں ٹرک سمیت تقریباً تیس لاکھ روپے کا نقصان پہنچ چکا ہے۔ اب میں اس ملازم کے دماغ سے جا رہا ہوں۔ آئندہ ایسی اسمگلنگ سے پہلے اپنے نقصانات کا حساب کرلیا کرو۔ میں تم لوگوں کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

پھر میں نے امان اللہ نیازی سے کہا "تم تمام ایم این اے متحد ہو کر ملک کو بنا سکتے ہو مگر اپنے اتحاد سے ملک کو بگاڑتے ہو۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں آئی جی جیسے تمام دیانت دار افسران کے خلاف کوئی سیاسی دباؤ نہ ڈالنا۔ ورنہ لوگ تمہاری قبر پر پھول چڑھانے تو کیا تھوکنے بھی نہیں آئیں گے۔"

میں نے آئی جی کے پاس آکر تمام روداد سنائی۔ وہ خوش ہو کر بولا "خدا کی قسم فرہاد صاحب! آپ یہاں اپنی حکومت بنائیں تو یہ ملک جنت نظیر ہو جائے۔"

"خداوند کریم نے مجھے یہ علم کسی ایک ملک تک محدود رہنے کے لئے نہیں دیا ہے۔ میں جب تک ہوں اپنے طریقہ کار سے پاکستانی عوام کو یہ بتاؤں گا کہ صرف سیاست داں اور پولیس والے دیانت داری سے اپنے فرائض انجام دیں تو یہاں کرپشن رہے گا نہ مہنگائی رہے گی۔ سوال پیدا ہوتا ہے' برے کو اچھا کیسے بنایا جائے؟ صرف اللہ تعالیٰ ہی راہِ راست پر چلاتا ہے۔ کلام پاک میں واضح طور پر یہ کہا گیا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا کام صرف ہدایات دینا ہے۔ لوگوں کو راہِ راست پر لانا ہمارا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایات دیں اور اسوۂ حسنہ سے نیکی اور راستی کا درس دیا۔ جسے اللہ نے ایمان کی توفیق دی' وہ ایمان لائے۔ باقی گمراہ رہے۔ میں بھی خدا کا ناچیز بندہ ہوں۔ میں راستہ دکھا سکتا ہوں' راستے پر جبراً چلا نہیں سکتا۔"

"آپ درست فرماتے ہیں۔ یہ دنیا ایک تماشا گھر ہے۔ یہاں کالے بھی ہیں گورے بھی' اچھے بھی ہیں برے بھی' انسان بھی ہیں شیطان بھی۔ ہماری یہ دنیا ایک دوسرے کے تضاد سے بنائی گئی ہے۔ تضادات کے باعث یہاں طرح طرح کے واقعات' جذبات اور احساسات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہ نہ ہوں تو دنیا جنت بن جائے۔ اور اگر یہ جنت بن جائے تو پھر عاقبت میں جنت کی کشش نہیں رہے گی۔"

میں نے پوچھا "آپ حمزہ خان کے متعلق بتا رہے تھے؟"

"وہ ہتھیاروں کا بہت بڑا اسمگلر ہے۔ جدید ہتھیار سرحد پار سے علاقہ غیر میں آتے ہیں۔ وہاں سے پاکستان کے ہر بڑے شہر میں پہنچائے جاتے ہیں۔ کراچی میں ان ہتھیاروں کی زیادہ کھپت ہے۔"

"کیا ہائی وے سے مال لے جایا جاتا ہے؟"

"جی ہاں' دریائی راستے سے بھی اسمگلنگ ہوتی ہے۔ حمزہ خان چھ فٹ کا صحت مند جوان ہے۔ عمدہ صحت کے باعث عمر کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اپنے گینگ میں ایسے جوانوں کو رکھتا ہے جو اس کی طرح جوڈو کراٹے کا فن جانتے ہیں اور یوگا کی مشقیں کرتے رہتے ہیں۔ گینگ کا کوئی جوان نشہ نہیں کرتا ہے۔ اگر کوئی نشے کی حالت میں پکڑا جائے تو اسے گولی مار دیتا ہے۔"

آئی جی نے پشاور میں اس کی کوٹھی کا پتا اور فون نمبر بتایا۔ میں نے اسے یادداشت میں محفوظ کرلیا پھر کہا "میں جا رہا ہوں۔ آپ سے پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔"

میں نے اپنی بہن ثنا بینہ کو مخاطب کیا' اس سے کہا "ضروری سامان باندھو۔ اور میری آباد کی ہوئی بستی فرہاد ولیج میں اپنے بیٹے کے ساتھ کچھ عرصہ رہو' خطرات ٹل جائیں گے تو واپس آجانا۔"

وہ جانے سے انکار کرنا چاہتی تھی' میں نے کہا "میں کچھ نہیں سنوں گا۔ بیٹے کی زندگی عزیز ہے اور مجھے پریشانیوں سے بچانا چاہتی ہو تو تیار ہو جاؤ۔ میں کچھ دنوں کے لئے لاہور سے باہر جا رہا ہوں۔ اب تمہارے پاس سوچ کے ذریعے سلمان آیا کرے گا' اچھا خدا حافظ۔"

میں نے سلمان سے کہا "ثنا بینہ اور کامران کو پاکستان سے فرانس لے آؤ۔ میرے ولیج میں انہیں خیریت سے پہنچاؤ۔ سفر کے دوران تم میں سے کسی نہ کسی خیال خوانی کرنے والے کو ماں بیٹے کے دماغوں میں موجود رہنا چاہئے۔ کوئی پرابلم پیش آئے تو مجھ سے رابطہ کرو۔"

اس کے بعد میں نے پارس کے پاس آکر کہا "میں پشاور جا رہا ہوں۔ تمہارے انکل سلمان تم سے رابطہ کریں گے۔ تم ان کے تعاون سے چوہدری حاکم علی کا کاروبار صوفیہ کے نام منتقل کراؤ پھر میں اگلا پروگرام بتاؤں گا۔"

میں سلمان اور پارس کو تمام اہم ذمے داریاں سونپ کر پشاور کی طرف روانہ ہو گیا۔

○☆○

علی تیمور نے تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد سوسانہ اور جبرائل کے ساتھ صرف دو گھنٹے گزارے تھے۔ جب میں نے اسے بتایا کہ میں نے خیال خوانی کرنے والے دانیال اور راٹما کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا ہے تو اس نے فیصلہ کرلیا کہ سوسانہ اور جبرائل سے دور رہنا چاہئے۔ یہودی جاسوس اب اس رہائش گاہ کی کڑی نگرانی کریں گے۔

صبح ہو چکی تھی۔ وہ عارضی میک اپ کر کے وہاں سے نکل آیا۔ لیلیٰ نے اس کے پاس آکر پوچھا "کیا ارادہ ہے؟ یوں اچانک نکل پڑے ہو۔ تم نے کچھ تو سوچا ہوگا۔"

"فی الحال یہی سوچا ہے کہ مجھے تنہا رہنا چاہئے۔ میں سوسانہ کے ساتھ رہتا تو وہ مجھ سے اپنی محبت چھپا نہ سکتی اور دشمنوں کو شبہ ہوتا کہ مجھ سے کوئی گہرا لگاؤ ہے اور میں فرہاد علی تیمور کی ٹیم کا کوئی خاص آدمی ہوں۔"

"تم نے ٹھیک سوچا۔ لیکن یہاں کس حیثیت سے رہو گے؟ کہاں پناہ لو گے؟ کیا بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں سے رابطہ کروں؟"

"آپ ادارے میں جائیں۔ وہاں سے معلومات حاصل کریں کہ یہاں ہمارے سراغ رسانوں میں کتنے افراد سرکاری عہدوں پر ہیں۔ جو سب سے اہم عہدہ پر ہوگا' میں اس کی جگہ رہوں گا۔ وہ عہدہ دار ایسا ہو کہ میری طرح قد اور جسامت ہو۔ اور چہرہ بھی ایسا ہو کہ ہلکی پلاسٹک سرجری سے میں اُس کا ہم شکل بن جاؤں۔ یہاں ہمارے پلاسٹک سرجری کے ماہر کا بھی پتا بتائیں۔"

لیلیٰ نے بابا صاحب کے ادارے کے ماہرین سے رابطہ کیا۔ وہ ادارے کے ایسے تمام افراد کا ریکارڈ چیک کرنے لگے جو اسرائیل میں یہودی بن کر کسی نہ کسی اہم سرکاری عہدوں پر کام کر رہے تھے اور ہمارے ادارے کے لئے جاسوسی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ادارے کے ماہرین نے علی تیمور کی تصویر سامنے رکھ کر اُن سراغ رسانوں کی تصویروں سے موازنہ کیا۔ پھر انہوں نے بتایا' دو سراغ رساں علی سے برائے نام مشابہت رکھتے ہیں۔ بہت معمولی سرجری کے بعد علی ان کا ہم شکل ہو سکتا ہے ان میں سے ایک انٹیلی جنس کے شعبے میں ہے' دوسرا الیکٹریکل انجینئر ہے۔

لیلیٰ نے آکر علی سے کہا "ہمارا جو آدمی انٹیلی جنس میں ہے۔ اُس کی ایک بیوی اور چھ برس کی ایک بیٹی ہے۔ اگر تم اس کا بہروپ اختیار کروگے تو بیوی اور بچی کے ساتھ رہنا ہوگا اور یہ ایک

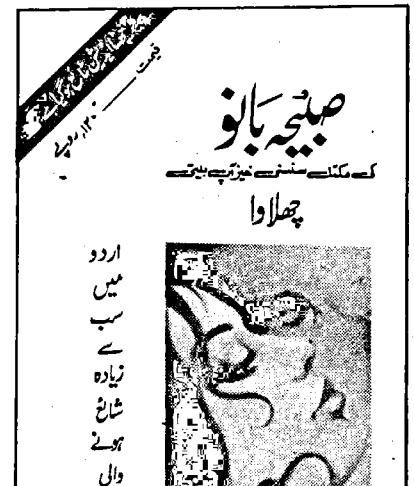

غلط بات ہوگی۔"

اس نے پوچھا "کیا الیکٹریکل انجینئر تنہا رہتا ہے؟"

"اس انجینئر کا نام کارمن ہیرالڈ ہے۔ فی الحال کنوارا ہے لیکن اس کی اپنے سینئر افسر کی بیٹی سے شادی ہونے والی ہے۔"

"یہ بھی خطرے کی بات ہے۔"

"لیکن شادی ابھی نہیں ہوئی ہے۔ تم کارمن کی جگہ لے کر اس شادی کو ٹال سکتے ہو۔ اتفاق سے کارمن بھی لڑکیوں سے دور رہنے کا عادی ہے۔ ایک اور بات تمہاری موافقت میں ہے۔ وہ اسپورٹس میں ہے۔ یوگا کا ماہر ہے۔ چند ماہ پہلے ایسے تمام سرکاری ملازمین کا محاسبہ کیا گیا جو یوگا کے ماہر ہیں۔ گولڈن برنیز اپنی تسلی کرنا چاہتے تھے کہ ان سانس روکنے والوں میں کوئی دشمن کا آدمی نہ ہو۔ ایک یہودی خیال خوانی کرنے والے نے کارمن کو بھی حکم دیا تھا کہ وہ سانس نہ روکے اور اسے خیالات پڑھنے دے۔"

علی نے پوچھا "یعنی کارمن کے خیالات پڑھے جاچکے ہیں اور گولڈن برنیز اس سے مطمئن ہیں۔"

"ہاں۔ ہمارے وہ تمام سراغ رساں جو اسرائیل میں سرکاری عہدوں پر ہیں' ان پر پہلے ہی تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ ان کے چور خیالات کے خانوں کو لاک کروایا گیا ہے۔ خیال خوانی کرنے والے مطمئن ہوجاتے ہیں کہ انہوں نے دور تک اپنے معمول کے خیالات پڑھ لئے ہیں۔ میں نے تم پر بھی عمل کرتے وقت یہی کیا ہے' اگر کوئی دشمن تمہارے خیالات جبراً پڑھنا چاہے تو ضرور پڑھے گا لیکن چور خانے تک نہیں پہنچ پائے گا۔ جہاں تک پہنچے گا وہیں تک تمہارے خیالات کی انتہا سمجھے گا۔"

علی نے پلاسٹک سرجری کے ماہر کی رہائش گاہ میں کارمن سے ملاقات کی۔ اس سے گفتگو کرکے اس کی آواز اور لہجے کو خود ادا کرتا رہا اور اس کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرتا رہا۔ کارمن اپنے بارے میں بہت کچھ بتاتا رہا۔ لیکن کچھ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو دوسروں کو بتائی نہیں جاتیں۔ وہ باتیں لیلیٰ اس کے دماغ سے معلوم کررہی تھی اور علی کو بتاتی جارہی تھی۔ اس دوران اس کے چہرے پر سرجری ہوتی رہی۔ کارمن اپنے ڈیپارٹمنٹ کے تمام چوٹیئر اور سینئر افسران کی تصویریں لے کر آیا تھا۔ وہ ایک البم میں تھیں۔ سینئر افسر کی بیٹی پامیلا کی بھی کئی تصویریں تھیں جس سے کارمن کی شادی ہونے والی تھی۔

علی نے تمام چہرے ذہن میں نقش کرلئے۔ چونکہ کارمن سنجیدہ تھا۔ ہر ایک سے بے تکلف نہیں ہوتا تھا اس لئے ایسی عادت نے علی کے لئے آسانی پیدا کردی تھی۔ بہت کم لوگوں سے اس کا واسطہ پڑنے والا تھا۔

پروگرام کے مطابق کارمن رات کے آٹھ بجے اپنی کار میں دوبارہ اس رہائش گاہ میں آیا جہاں علی اب کارمن بن چکا تھا۔ سرجری کے ماہر نے کارمن کے چہرے پر معمولی سی تبدیلی کی تاکہ وہ اب کارمن ہیرالڈ نہ رہے۔ جو جو یہ ذمے داری دی گئی کہ وہ

کارمن کے دماغ میں رہے گی اور سرحد پار کرنے میں اس کی [illegible] کرے گی۔ تل ابیب سے لبنان اور دمشق کی سرحدیں قریب تھیں۔ کارمن ایک سیاہ رنگ کی گاڑی میں بیٹھ کر دمشق کی [illegible] کی سمت روانہ ہوگیا۔

کارمن نے اپنے بنگلے میں کوئی مستقل ملازم نہیں رکھا تھا۔ دفتر کا ایک چپراسی صبح وشام آکر گھر کی صفائی اور دوسرے کام کرتا تھا۔ کارمن رات کا کھانا خود پکا کر کھاتا تھا۔ صبح کا ناشتہ چپراسی تیار کرتا تھا۔ دوپہر کو دفتر یا کسی ہوٹل میں کھالیا کرتا تھا۔ جس طرح مسلمان جمعے کو اور عیسائی اتوار کو چھٹی مناتے ہیں اسی طرح یہودی ہفتے کے دن چھٹی کرتے ہیں۔ وہ جمعے کی رات ہوٹل اور تفریح گاہوں میں گزارتا تھا اور ہفتہ کی صبح دیر تک سوتا رہتا تھا۔

اسی معمول کے مطابق علی رات کے کھانے کے لئے ایک سائیڈ ہوٹل میں آیا۔ سمندر کے ساحل پر بڑی رونق تھی۔ ہوا' سمندر' حسن' موسیقی اور شراب وشباب کی رنگینیاں حدِ نظر تک بکھری ہوئی تھیں اور یہ تمام رنگینیاں بہت مہنگی تھیں۔ صرف دولتمند ہی وہاں عیش کرسکتے تھے۔ ہر دولت مند کے ساتھ ایک حسینہ تھی۔ علی تیمور کے پاس بھی ایک آئی۔ اس نے معذرت چاہتے ہوئے اسے واپس کردیا۔

وہ ایک بالکونی میں بیٹھا کھانے سے پہلے سوپ پی رہا تھا اور سوچ کے ذریعے لیلیٰ سے کہہ رہا تھا "امی! یہ اچھا ہی ہوا کہ میں الیکٹریکل انجینئر کی حیثیت میں ہوں۔ آپ کارمن سے درخواست کریں' یہاں زیرِ زمین دفاتر اور خفیہ رہائش گاہیں کتنی ہیں اور کہاں کہاں ہیں۔ کیونکہ ان خفیہ مقامات تک بھی بجلی کا کنکشن پہنچایا گیا ہوگا۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہی ہوں۔ تم نے بہت دور کی سوچی ہے۔ ہمارا دھیان ادھر نہیں گیا تھا کہ گولڈن برنیز جس خفیہ اڈے میں بھی جاتے ہوں گے' وہاں بجلی کا کنکشن ضرور ہوگا۔"

"جی ہاں امی! ہوسکتا ہے بجلی کا کنکشن پہنچانے والے افسران اور ملازموں کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کوئی خفیہ اڈا ہے یا وہاں گولڈن برنیز آکر بیٹھتے ہیں لیکن بجلی جہاں جہاں خرچ ہوتی ہے ان تمام جگہوں کا حساب بجلی کے شعبے کے دفاتر میں ضرور ہوگا۔"

علی کا دماغ کہاں سے کہاں پہنچ رہا تھا۔ لیلیٰ تفصیلات حاصل کرنے کارمن کے پاس چلی گئی۔ وہ سوپ پینے کے بعد کھانے کا آرڈر دینے لگا۔ اسی وقت پیچھے سے ایک لڑکی نے کہا "میرے لئے بھی کھانے کا آرڈر دو۔"

علی نے سر گھما کر دیکھا۔ پامیلا مسکرا رہی تھی۔ پھر وہ آنکھ دکھاتے ہوئے بولی "جانتے ہو' میں کب سے تلاش کررہی ہوں جناب یہاں بیٹھے ہیں۔"

وہ سامنے آکر میز کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔ بیرے کو کھانے کا آرڈر دے کر رخصت کیا پھر بولی "کل تم نے کہا تھا کہ فرانڈ [illegible]

اب گھر میں گزارو گے' کسی ہوٹل میں نہیں کھاؤ گے۔"

یہ بات علی کو معلوم نہیں تھی کہ کارمن ایسا کہہ چکا ہے۔ وہ بات بناتے ہوئے بولا "بے شک کہا تھا کہ آج کی رات باہر نہیں کھاؤں گا لیکن یہ کوئی عدالتی فیصلہ تو نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا' میں نے فیصلہ بدل دیا۔"

"واہ! کتنی آسانی سے کہہ رہے ہو۔ میں نے دوبار تمہارے گھر فون کیا پھر خود وہاں گئی۔ مگر دروازہ لاکڈ تھا۔ میں سمجھ گئی مجھے دھوکا دے کر یہاں تنہا تفریح کے لئے آئے ہو۔ آخر تم مجھ سے کتراتے کیوں ہو؟"

"تم مجھے کئی برس سے دیکھتی اور سمجھتی آرہی ہو۔ میری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔ میں کسی لڑکی سے بات تک نہیں کرتا۔ ہاں تمہاری عزت کرتا ہوں کیونکہ تم میرے سینئر افسر کی بیٹی ہو۔"

"یعنی مجھ میں اور کوئی خوبی نہیں ہے۔ میرے حسن وشباب پر لاکھوں مرتے ہیں اور تمہیں کوئی کشش نہیں ملتی۔ کیا تمہیں احساس ہے کہ اس طرح تم میری انسلٹ کرتے ہو؟"

"انسلٹ کی بات نہیں ہے۔ میں شاعرانہ عاشق مزاج نہیں ہوں' الیکٹریکل انجینئر ہوں۔ بجلی کے جھٹکے کھاتا ہوں مجھے حسن کے جھٹکے نہیں لگتے۔"

"تمہاری اس سادگی اور شرافت پر مرتی ہوں اور خوب سمجھتی ہوں کہ شادی کے بعد آخری سانس تک میرے ہی رہو گے' کوئی دوسری حسینہ تمہیں مجھ سے چھین نہیں سکے گی۔"

"پلیز پامیلا! شادی کی بات نہ کرو۔ کلیجا منہ کو آتا ہے۔"

"تم عجیب مرد ہو۔ آخر شادی سے بھاگتے کیوں ہو؟"

"اس لئے کہ میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی' ہنستے ہنستے بولی "اوہ کارمن! تمہارا بھی جواب نہیں ہے۔ میرے بھولے شہزادے! عورت اپنی عزت آبرو' اپنا سب کچھ اپنے محبوب کو سونپنے کے لئے ہی شادی کرتی ہے۔"

وہ بولا "شادی کا مطلب ہے خوشی۔ اگر عورت اپنی آبرو کسی کے حوالے کرتی ہے تو یہ خوشی کی نہیں شرم کی بات ہے۔"

"اوہ گاڈ! میں تمہیں کیسے سمجھاؤں یہ شرم کی نہیں بلکہ ایک جائز عورت کے لئے فخر کی بات ہے۔ تم اس مسئلے پر بات نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔"

"بات کیسے نہ کروں؟ تمہارے ڈیڈی بھی یہی کہتے ہیں' میری بیٹی سے جلدی شادی کرو' میں تمہیں پرائیویٹ الیکٹریکل ڈیپارٹمنٹ کا انچارج انجینئر بنادوں گا۔"

"ٹھیک تو کہتے ہیں۔ ڈیڈی وہاں کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہیں۔ وہاں ٹرانسفر ہوکر عیش کروگے۔ تنخواہ بڑھے گی' پولیس اور انٹیلی جنس والوں کا تعارف حاصل ہوگا۔"

علی سوچ میں پڑگیا۔ کارمن نے پرائیویٹ الیکٹریکل ڈیپارٹمنٹ کا ذکر کیا تھا لیکن اس وقت علی نے دور تک نہیں سوچا تھا کہ زیرِ زمین خفیہ اڈوں تک جو بجلی کی سپلائی ہوتی ہے اس کا حساب کتاب پرائیویٹ الیکٹریکل ڈیپارٹمنٹ میں رہتا ہوگا۔

بیرا کھانے کی ٹرالی لے آیا تھا اور ان کے درمیان میز پر مختلف ڈشیں رکھ رہا تھا۔ علی کو سوچنے کا موقع مل گیا تھا۔ یہ بات تکلیف دہ تھی کہ اس پرائیویٹ ڈیپارٹمنٹ تک پہنچنے کے لئے پامیلا سے شادی کرنا ہوگی۔ گویا اس خفیہ شعبے کا دروازہ صرف پامیلا ہی کھول سکتی تھی۔

بیرا چلا گیا۔ پامیلا بڑی محبت سے علی کو دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی۔

"کارمن! تمہارے جیسے فرشتے کو گناہوں سے بھری ہوئی دنیا میں پیدا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ میں تنہائی میں کتنی بار تمہارے قریب آئی۔ تمہیں طرح طرح سے بہک جانے پر آمادہ کرنا چاہا۔ مگر تم مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہو۔ تمہاری یہی خوبیاں مجھے اور دیوانہ بنادیتی ہیں۔"

وہ کچھ نہ بولا' چپ چاپ کھاتا رہا' پامیلا نے پوچھا "کیا تم چاہتے ہو کہ شادی سے انکار کردو اور میرے ڈیڈی میری شادی کسی دوسرے سے کردیں؟"

"ہرگز نہیں۔ میں یہ برداشت نہیں کروں گا کہ شادی کے بعد کوئی دوسرا تمہاری عزت اتارے۔"

وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی "فار گاڈ سیک' عزت کی بات نہ کرو۔ صرف شادی کی بات کرو۔ ویسے تمہاری اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم مجھے اپنی عزت سمجھتے ہو اور مجھے کسی دوسرے کے حوالے ہوتے نہیں دیکھنا چاہتے۔"

علی نے دل میں کہا "میں وہ خفیہ شعبہ کسی دوسرے کے حوالے ہوتے دیکھنا نہیں چاہتا۔ لیکن ترقی پاکر اس شعبے میں ٹرانسفر ہونے کی شرط بہت کڑی ہے۔ میں کیا کروں؟ یہ حسینہ گولڈن برنیز تک پہنچنے کی سیڑھی بن گئی ہے۔"

پامیلا نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

"سوچتا ہوں' شادی کروں گا تو تمہارے ساتھ وہ....."

وہ بات کاٹ کر بولی "اے خبردار! عزت وآبرو کی بات نہ کرنا ورنہ میں کانچ کی پلیٹ اٹھا کر اپنے سر پر مارلوں گی۔"

"میں دوسری بات کررہا ہوں۔"

"ہاں کرو۔ جی خوش کرنے کی بات کرو۔"

"سوچتا ہوں' اگر میں تمہیں بھگا کرلے جاؤں۔ اس کے بعد۔"

وہ پھر بات کاٹ کر بولی "جب شادی ہوسکتی ہے تو بھگا کرلے جانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"بھئی فرض کرو' اگر میں بھگا کرلے جاؤں۔"

"چلو فرض کرتی ہوں' پھر؟"

"پھر تمہارے ڈیڈی کیا کریں گے؟"

"تمہارے خلاف کیس کریں گے۔ تمہیں پکڑوائیں گے' جیل بھجوادیں گے۔ وہ اپنی بے عزتی برداشت نہیں کریں گے۔"

"تمہیں بھگا کرلے جانے سے ان کی بے عزتی کیسے ہوگی؟"

"کیسے نہیں ہوگی؟ دنیا کہے گی کہ میں تمہارے ساتھ بھاگ

جانے کے بعد عزت کے قابل نہیں رہی ہوں۔"

"عزت کے قابل کیوں نہیں رہو گی؟"

"اس لئے کہ بھگا کر لے جانے والا عزت لوٹ لیتا ہے۔"

علی نے پریشان ہو کر کہا "یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔ شادی کر کے لے جانے والا بھی یہی بدمعاشی کرتا ہے پھر دنیا تمہیں عزت کے قابل کیسے سمجھ لیتی ہے۔"

پامیلا نے دونوں مٹھیاں بھینچ کر زور کی چیخ ماری۔ سب لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ علی کو گھونسے دکھا کر کہہ رہی تھی "کارمن! میں پاگل ہو جاؤں گی۔ تم پکے بدمعاش ہو۔ بدمعاشوں سے بھری ہوئی دنیا میں سب شریف ہوتے ہیں' بدمعاش وہ ہوتا ہے جو شرافت کی باتیں کرتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم جوان کیسے ہو گئے ہو۔ اگر جوان نہیں ہوئے ہو تو ماں کی گود سے اٹھ کر میرے پاس کیوں آ گئے ہو؟"

لوگ ان کے قریب آ رہے تھے۔ ہوٹل کا منیجر دوڑتا ہوا آیا پھر بولا "مس! کیا بات ہے؟ مسٹر! آپ بتائیں' کیا گڑبڑ ہے؟"

وہ بولی "کوئی گڑبڑ نہیں ہے۔ میرا دماغ چل گیا ہے۔ میں پاگل ہو گئی ہوں۔"

وہ تیزی سے پلٹ کر جانے لگی۔ علی نے فوراً کھانے کا بل ادا کیا پھر ہوٹل کے احاطے سے باہر نکل آیا۔ وہ سمندر کی طرف منہ کئے کھڑی تھی اور ٹشو پیپر سے آنسو پونچھ رہی تھی۔

وہ قریب آ کر بولا "تمہیں مجھ پر غصہ آ رہا ہے۔ لیکن تم سے زیادہ مجھے اپنے آپ پر غصہ آ رہا ہے کہ میں نے تمہیں رلا دیا۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر ایک طرف جانے لگی۔ وہ پیچھے چلتے ہوئے بولا "ویسے یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ میری باتوں میں کون سی بات نے تمہیں رلا دیا ہے۔"

اس نے دانت پیستے ہوئے گھوم کر اسے دیکھا۔ کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا پھر سوچا' اس بھولے نوجوان سے کچھ کہے گی تو اس کا جواب سن کر پھر کھوپڑی گھوم جائے گی۔ اس نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا پھر پلٹ کر جانے لگی۔

سمندر کے ساحل پر دور تک بڑی بڑی سرچ لائٹس کی روشنیاں پہنچ رہی تھیں۔ رات کو بھی دن کا سماں تھا۔ علی سوچ رہا تھا' اگر یہ ناراض ہو گئی تو اس کا باپ بھی ناراض ہو جائے گا پھر اس کی ترقی نہیں ہو گی۔ وہ خفیہ شعبے تک نہیں پہنچ پائے گا۔

وہ کسی حسینہ کے ساتھ نہیں چلتا تھا۔ گجایہ کہ اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ اپنے مقصد کے لئے مزاج کے خلاف اُس کا پیچھا کر رہا تھا۔ اس نے کبھی کسی روٹھی ہوئی حسینہ کو نہیں منایا تھا۔ اب سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بگڑتا ہوا کام بنانے کے لئے اسے کیسے منائے؟

وہ بڑی دور تک آگے پیچھے چلتے رہے۔ ساحل کی رونق پیچھے رہ گئی۔ ادھر ایسی عورتوں اور مردوں کا میلہ لگا ہوا تھا جو دولتمند نہیں تھے' سستی عیاشی کے لئے پولیس والوں کو کچھ دے کر وہ ان ساحل آباد کرتے تھے۔ پامیلا اور علی کو آگے پیچھے چلتے دیکھ کر کچھ بدمعاش بھی ساتھ چلنے لگے۔ ایک نے علی سے پوچھا "کیا بات ہے جوان! بہت دور سے پیچھا کرتے آ رہے ہو۔ یہ تم سے نہیں بہلنے گی۔ تم جاؤ۔"

علی اسے ایک طرف دھکا دے کر آگے بڑھتے ہوئے بولا "کیوں تماشا بنا رہی ہو' واپس چلو۔"

دھکا کھانے والے نے علی پر چھلانگ لگائی۔ علی ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ ریت پر اوندھے منہ گر پڑا۔ دو بدمعاشوں نے پامیلا کو دونوں طرف سے پکڑ لیا۔ تیسرے نے علی پر حملہ کرنا چاہا مگر اس نے پہلے ہی منہ پر گھونسا کھا کر چکرا گیا۔ فولادی ہاتھ نے آنکھوں کے سامنے اندھیرا کر دیا تھا۔

وہ دونوں پامیلا کو چھوڑ کر اس کی طرف لپکے۔ مگر اتنی جلدی سے مار کھانے گئے کہ سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ انسانی ہاتھ مشین کی سی تیزی سے چل سکتے ہیں۔ ریت پر ایسے گرے کہ پھر اٹھ نہ سکے۔

پامیلا حیرانی سے علی کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے صرف آٹھ منٹ میں میدان صاف کر دیا تھا۔ وہاں اور بھی بدمعاش تھے۔ وہ دور سے تماشا دیکھ کر جانے لگے۔ سمجھ گئے' وہ حسینہ منگنی پڑے۔

وہ قریب آ کر بولی "ڈیڈی نے بتایا تھا کہ تم اے ون اسپیشل مین ہو مگر میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنے زبردست ہو۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم مجھے پاگل کر رہے ہو۔ آئی لو یو۔ لو یو۔ لو یو....."

ساحل کی ہوائیں بولنے لگیں "آئی لو یو۔ لو یو....."

سمندر کی موجیں انگڑائیوں کی اٹھان پر کہنے لگیں "آئی لو یو۔ لو یو....."

اب سے پہلے رائما نے اسے تہذیب کی جنت سے نکالا تھا۔ ان دنوں وہ خود کو بھول چکا تھا۔ اور اب خود کو پہچان لینے کے بھی رائما کی نہ بھولنے والی ملاقاتیں یاد آ رہی تھیں اور ان یادوں میں پامیلا تازہ کر رہی تھی۔

اس نے پامیلا کے بازو کو پکڑا پھر اسے کھینچ کر لے جاتے ہوئے بولا "گناہ اور ثواب کے درمیان کچھ تو فاصلہ رکھو۔ عزت کی باپ کی بیٹی ہو' اپنی عزت آپ کرو۔ ورنہ دو کوڑی کی ہو جاؤ گی۔"

وہ اسے کھینچتا ہوا لے جا رہا تھا۔ پامیلا کو اس کا انداز اچھا لگ رہا تھا۔ وہ خوش ہو کر سوچ رہی تھی "آخر مجھے اپنی سمجھ کر ہی گھسیٹ رہا ہے۔ میرا چاہنے والا بدمعاش نہیں ہے اس پر فخر کرنا چاہئے۔"

اور علی دل میں کہہ رہا تھا "یا خدا! مجھے اپنا مقصد پورا کرنے دے۔ تب تک اس لڑکی کو اپنی عزت رکھنا سکھا دے۔ میرا ہوتے ہی میں کارمن کو واپس بھیج دوں گا۔ وہ اس لڑکی سے رہے گا۔"

وہ ایسی دعائیں مانگنے کے باوجود یہ سمجھ رہا تھا کہ فی الحال کامیابی کا زینہ صرف پامیلا ہی ہے۔ اس سے نجات ممکن نہیں ہے۔ وہ دونوں ساحل کے ایک اوپن ریستوران میں آئے۔ وہاں کھانے کا آرڈر دیا پھر پامیلا نے کہا "میں اچھی طرح جانتی ہوں' تم مجھے دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہو۔ مگر یہ اب تک نہ جان سکی کہ شادی سے کیوں کتراتے ہو؟"

"پلیز' ہم شادی کی بات پھر کسی دن کریں گے۔"

"اسے بھی شادی سے کتراتا کہتے ہیں۔"

ویٹر کھانا لے کر آ گیا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ اسی وقت لیلیٰ نے آ کر کوڈ ورڈ ادا کئے' وہ بولا "میرے سامنے پامیلا بیٹھی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو تا کہ پامیلا کے سامنے پارس ہوتا۔"

لیلیٰ نے ہنستے ہوئے کہا "تم لڑکیوں سے اتنا گھبراتے کیوں ہو؟ ان سے دور رہنا اچھی بات ہے لیکن اہم مقاصد اور ذمے داریاں پوری کرنے کے لئے دوستی کرنا اور انہیں برداشت کرنا چاہئے۔"

ہیرا کھانے کی ڈشیں رکھ کر چلا گیا۔ علی نے کہا "پامیلا! میں کھانے کے دوران خاموش رہوں گا اور شادی کے مسئلے پر غور کرتا رہوں گا۔ اس لئے کھانا ختم ہونے تک مخاطب نہ کرنا۔"

وہ بولی "میری دعا ہے کہ تم غور کرو اور معقول فیصلہ کرو۔ میں خاموشی سے انتظار کروں گی۔"

کھانا شروع ہو گیا۔ دونوں خاموش رہے' لیلیٰ نے کہا "کارمن نے بتایا ہے کہ پرائیویٹ رہائش گاہوں' سرکاری اور فوجی خفیہ اڈوں میں جو بجلی پہنچائی جاتی ہے اس کا حساب کتاب بجلی کے خفیہ شعبے میں رہتا ہے۔ وہاں پامیلا کا باپ ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہے۔"

"کیا پامیلا کے باپ پر تنویمی عمل کر کے اسے معمول نہیں بنایا جا سکتا؟"

"نہیں۔ کارمن نے بتایا ہے کہ وہ حساس دماغ کا مالک ہے۔ کئی منٹ تک سانس روک لیتا ہے۔ اسرائیلی حکومت یا گولڈن برنیز نے کچھ سوچ کر ہی اسے وہاں کا ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ بنایا ہے۔"

علی نے کہا "وہ چاہتا ہے' میں اس کی بیٹی سے شادی کروں پھر وہ میرا ٹرانسفر خفیہ شعبے میں کرائے گا۔"

"اس طرح تمہیں تمام خفیہ ریکارڈز کو پڑھنے کا موقع ملے گا۔ تمام تفصیلات معلوم ہوں گی کہ خفیہ اڈے کہاں کہاں ہیں۔ ان ہی میں سے کوئی خفیہ اڈا گولڈن برنیز کا ہو گا۔"

"جی ہاں' ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن میں شادی کیسے کروں؟"

"جیسے سب کرتے ہیں۔"

"امی! کچھ تو سوچیں۔ شادی کے بعد وہ میری بیوی بن جائے گی۔ ہمارا مقصد حاصل ہونے میں دیر ہوئی تو وہ میرے بچے کی ماں بن جائے گی۔ پھر ایک دن ایسا آئے گا کہ مجھے کارمن کا چولا اتار کر اس ملک سے جانا ہو گا۔ کیا میں یہاں بیوی بچوں کو چھوڑ کر جاؤں گا؟"

"درست کہتے ہو۔ یہ عمل تہذیب اور انسانیت کے خلاف ہو گا۔ ویسے بات بن سکتی ہے۔ جب تم اسے چھوڑ کر چلے جاؤ گے تب میں پامیلا کو تمہاری حقیقت بتا دوں گی۔ اگر وہ تم سے سچا پیار کرتی ہے تو اپنا ملک چھوڑ کر تمہارے پاس چلی آئے گی۔"

"کیا وہ میرے پاس آ کر اسلام قبول کر لے گی؟ میری اولاد کو مسلمان بننے دے گی یا اسے یہودی بنا کر رکھے گی؟ کیا یہ الزام نہیں آئے گا کہ ایک مسلمان نے یہودی بن کر اسے دھوکا دیا اور اب وہ پیار سے مجبور ہو کر اسلام قبول کر رہی ہے۔ جبکہ اسلام میں کسی بہانے سے بھی کسی پر جبر نہیں کیا جاتا۔"

"بیٹے! تمہاری شرافت اور دینداری نے مجھے الجھا دیا ہے۔ میں اس مسئلے پر سکڑ سے بات کرنے جا رہی ہوں۔ ماشاءاللہ تم بہت ذہین ہو۔ اپنے طور پر کوئی ایسا راستہ نکالو کہ کسی الجھاوے کے بغیر ہمارا مقصد پورا ہو جائے۔"

لیلیٰ سونیا سے مشورہ کرنے چلی گئی۔ علی سوچنے لگا۔ کیا کیا جائے؟ بات کہاں آ کر اٹک رہی ہے؟

ذہن پر ذرا زور ڈالنے سے سمجھ میں آیا۔ بات حیا اور شرافت پر آ کر اٹک رہی ہے۔ اگر پامیلا کی حیا برقرار رہے۔ اس کی عزت پر آنچ نہ آئے اور گولڈن برنیز تک رسائی ہو جائے تو ضمیر مطمئن رہے گا۔ وہ آہستہ آہستہ کھا رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ پامیلا کھانے کے دوران نظریں اٹھا کر دیکھتی تھی۔ پھر اس انتظار میں چپ رہتی تھی

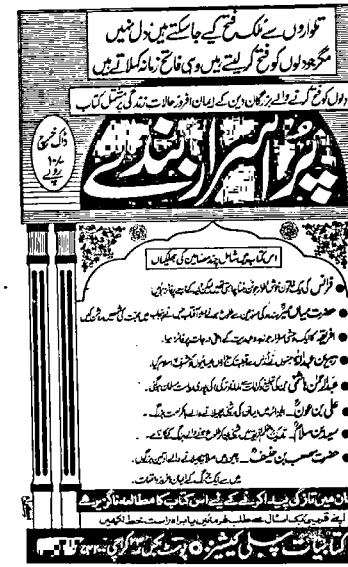

کہ کھانے کے بعد کارمن اس کے حق میں فیصلہ سنائے گا۔
اور وہ بیچارہ الجھا ہوا تھا۔ پیچیدہ مسئلے کا اونٹ کسی کروٹ نہیں بیٹھ رہا تھا۔ لیلیٰ نے آکر کہا "مسز کو تم پر اندھا اعتماد ہے۔ وہ کہتی ہیں' علی کی ذہانت ایسے ہی وقت گل کھلاتی ہے جب سارے راستے بند ہوجاتے ہیں اور تمام سہارے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ میں مسز کے حکم سے تمہارا ساتھ چھوڑ رہی ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ وہ تنہا اور بے سہارا رہ گیا۔ پامیلا اسے بے چینی سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کھانا ختم کیا پھر نیپکن سے ہونٹوں اور باچھوں کو صاف کرتے ہوئے بیرے سے کہا "کافی لے آؤ۔"

وہ پلیٹیں اٹھا کر چلا گیا۔ پامیلا نے پوچھا "کیا کافی پینے کے بعد بولنا شروع کرو گے؟ میری جان سولی پر ٹانگی ہوئی ہے۔"

"اپنی جان کو سولی سے اتارلو اور میری باتیں غور سے سنو۔"

وہ کرسی کھسکا کر ذرا آگے ہوگئی۔ علی نے کہا "میرا ایک خاندانی مسئلہ ایسا ہے جس کے باعث میں نے سوچ لیا تھا کہ کبھی شادی نہیں کروں گا۔ اگر کوئی لڑکی میرے دل میں سما جائے گی اور میں شادی پر مجبور ہوجاؤں گا تو شادی سے پہلے اسے اپنا رازدار بناؤں گا۔ کیا میں رازداری کے سلسلے میں تم پر بھروسا کروں؟"

"بے شک۔ میں قسم کھا کر یقین دلاتی ہوں' تمہارا جو بھی راز ہے اسے میں کسی پر ظاہر نہیں کروں گی۔"

"تم قسم نہ کھاؤ' تب بھی میں وہ راز بتاؤں گا کیونکہ تم پہلی لڑکی ہو' جسے میں نے شریکِ حیات نہ بنایا تو زندگی کی تمام مسرتوں سے محروم ہوجاؤں گا۔ تم نے مجھ پر جادو کردیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "پہلی بار تمہاری زبان سے اپنے لئے ایسی باتیں سن رہی ہوں۔ تم نے مجھے ہمیشہ کے لئے جیت لیا ہے۔ وہ راز بتاؤ۔"

"وہ..... بات یہ ہے کہ پہلے میں پیدا ہونا نہیں چاہتا تھا۔"

پامیلا نے حیرانی سے پوچھا "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"مطلب یہ کہ میرے والدین شادی کے آٹھ برس تک میرا انتظار کرتے رہے لیکن میں ان کی گود میں نہیں آیا۔"

"یوں کہو نا کہ تمہارے والدین اولاد سے محروم تھے۔"

"ہاں۔ تم نے ربی اسفندیار کا نام سنا ہوگا؟"

"بالکل سنا ہے۔ وہ ہمارے بہت بڑے مذہبی پیشوا تھے۔ ہمارے ملک کے تمام اکابرین ان کے سامنے سر جھکاتے تھے۔ وہ غیب کی باتیں بتایا کرتے تھے۔ دشمن فرہاد علی تیمور نے اس بزرگ ہستی کو مروا ڈالا۔"

"میرے والدین اولاد کی تمنا لے کر ان ہی بزرگ ربی اسفندیار کے پاس گئے تھے۔ بزرگ نے میرے والدین کے لئے دعا کی۔ انہیں کچھ ضروری ہدایات دیں۔ پھر کہا کہ اگر ہدایات پر عمل کیا گیا تو اولاد کی تمنا پوری ہوگی۔"

پامیلا نے کہا "اور تمنا پوری ہوگئی' تم پیدا ہوئے۔ مگر اس میں راز کی کیا بات ہے؟"

"وہی بتا رہا ہوں۔ ذرا تحمل سے سنو۔ میرے والدین مجھے لے کر بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ وہ میرے مستقبل کا حال بتائیں۔ بزرگ کی پیش گوئیاں اکثر درست ہوا کرتی تھیں۔ انہوں نے میرا زائچہ بنا کر کہا' اسے کارمن کہا کرو۔ یہ بڑے نصیبوں والا ہے۔ آخری عمر تک خوشحال رہے گا۔ اس کی زندگی میں صرف ایک ہی بری گھڑی آئے گی' جب یہ شادی کرے گا۔"

پامیلا کرسی پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی پھر بولی "اس کا مطلب یہ ہے کہ شادی نہیں کرو گے تو بُری گھڑی ٹل جائے گی۔"

"یہ مطلب نہیں ہے۔ بزرگ نے کہا تھا مجھے جوان ہو کر شادی ضرور کرنا چاہئے۔ اگر نہیں کروں گا تو وہ لڑکی مرجائے گی جس سے شادی نہیں کروں گا اور اگر کروں گا تو میں مرجاؤں گا۔"

"اوہ گاڈ! آج میں پاگل ہوجاؤں گی۔ کیا تم سنجیدہ ہو؟"

"پامیلا! میری سنجیدگی پر شبہ نہ کرو۔ میں اس ملک کے عظیم مذہبی پیشوا کی پیش گوئی بیان کررہا ہوں۔ کیا تم یہودی ہو کر ربی اسفندیار کی سچائی سے انکار کروگی۔"

وہ جلدی سے انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں۔ میں نے شبہ کیا' بہت بڑی غلطی کی۔ خدا مجھے معاف کرے۔ لیکن یہ تو عجیب مسئلہ ہے۔ شادی کروگے تو تم مرجاؤ گے۔ نہیں کروگے تو میں مرجاؤں گی۔"

"اسی مسئلے نے میرے والدین کو پریشان کیا تھا۔ انہوں نے بزرگ پیشوا کے پاؤں پکڑ لئے۔ گڑگڑا کر کہا۔ ہم اپنی اولاد کی زندگی کے ساتھ ہونے والی بہو کی بھی سلامتی چاہتے ہیں۔ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ہماری اولاد کے لئے دعا کریں۔ اس مسئلے کا کوئی حل بتائیں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ ہماری خاطر ایک ہفتہ تک خصوصی عبادت میں مصروف رہیں گے' شاید خدا ہم پر مہربان ہوجائے۔ میرے والدین سلامتی کی امیدیں لئے واپس آگئے۔"

علی نے ایک گہری سانس لی۔ پامیلا نے پوچھا "آگے بولو جلدی بولو۔"

"ایک ہفتے بعد بزرگ نے کہا' اس مسئلے کا ایک ہی حل ہے۔ کارمن کو اور اس کی بیوی کو ایک آزمائش سے گزرنا ہوگا۔"

پامیلا نے بے چینی سے پوچھا "کیسی آزمائش؟"

"بزرگ نے فرمایا۔ شادی کی پہلی رات سے چالیسویں رات تک میاں بیوی کو الگ الگ کمرے میں سونا ہوگا۔ چالیس راتوں کے بعد دلہا دلہن کے سروں پر منڈلانے والا منحوس ستارہ ہمیشہ کے لئے بجھ جائے گا۔ پھر وہ دونوں سو برس تک جئیں گے اور بچے' بچے پر بچے پیدا کرتے رہیں گے۔"

پامیلا اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ گہری گہری سانسیں یوں لے رہی تھی جیسے کسی بہت بڑی مصیبت سے نکل کر آئی ہو۔ میں نے کہا "یہ ہے میرا دردناک مسئلہ۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"بزرگ نے سختی سے منع کیا تھا اور کہا تھا' کارمن صرف اسی لڑکی کو یہ راز بتائے گا جسے دل و جان سے چاہے گا۔ پہلے تو میں نے کوشش کی کہ تم سے محبت نہ کروں۔ مگر جب تم دل میں جگہ بناتی گئیں تو یہ خیال پریشان کرنے لگا کہ شادی نہیں کروں گا تو تمہاری جان جائے گی اور میں تمہیں مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔"

وہ بولی "یہ اطمینان ہے کہ مسئلے کا ایک حل موجود ہے۔ لیکن آزمائش بہت سخت ہے۔ کیا تم میرے بغیر چالیس راتیں گزار لوگے؟"

"یہی سوال میں تم سے کرتا ہوں۔"

"میں سوچتی تھی' شادی کے بعد تمہارے بغیر ایک پل نہیں گزاروں گی لیکن تم جان کی بازی لگا کر مجھ سے شادی کروگے۔ اگر میں نے جذبات کو نہ مارا اور ایک کمرے میں رہنے کی آرزو کی تو تم زندگی سے محروم ہوجاؤ گے۔ میں تمہیں ہمیشہ کے لئے کھودوں گی۔ لہٰذا تمہیں ہمیشہ حاصل کرتے رہنے کے لئے میں چالیس راتوں کی جدائی برداشت کرلوں گی۔ آزمائش پوری ہونے تک میکے میں رہوں گی۔"

"نہیں پامیلا! بزرگ نے کہا تھا ہماری ازدواجی زندگی کا مسئلہ راز میں رہے۔ کسی پر ظاہر نہ ہو۔ تم میکے میں رہوگی تو یہ راز تمہارے والدین اور دنیا والوں پر ظاہر ہوجائے گا۔"

"اوہ گاڈ! یہ تو واقعی سخت آزمائش ہے۔ ہم ایک دوسرے کے سامنے رہیں گے اور دور سے ایک دوسرے کو دیکھ کر ترستے رہیں گے۔ ایک گھر میں رہ کر الگ الگ کمرے میں سوئیں گے۔"

"ہاں ایسی ہی پابندیوں اور سختیوں سے گزرنے کا نام آزمائش ہے۔"

وہ سر ہلا کر سوچنے لگی۔ بہت پریشان نظر آرہی تھی۔ علی تیمور نے بل ادا کیا پھر اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ وہ بھی اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے ساتھ چلتے ہوئے کہا "اب تم سمجھ سکتی ہو۔ میں اس لئے تم سے دور رہتا تھا اور باتیں بنا کر شادی کا مسئلہ ٹال دیا کرتا تھا۔"

"ہاں' اب تمہاری مجبوری سمجھ میں آرہی ہے۔"

"میں نے تم سے محبت کرکے ظلم کیا ہے۔ تم آزمائش میں پڑ گئی ہو۔"

"محبت میں بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ایک یہ بھی سہی۔ میں ابھی سے خود کو ذہنی طور پر اس کے لئے آمادہ کرتی رہوں گی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے کار کے پاس آئے۔ اس نے پوچھا "کیا اپنی گاڑی لائی ہو؟"

"نہیں۔ ٹیکسی میں آئی تھی۔ کیا ہم کار میں ایک ساتھ بیٹھ سکتے ہیں؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ ایک ساتھ بیٹھ سکتے ہیں۔ ایک گھر میں رہ سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کے کام آسکتے ہیں۔ شرط اتنی سے ہے کہ ہمارے درمیان کم از کم ایک بالشت کا فاصلہ رہے۔"

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ کر بولی "یعنی ہماری نظریں مل سکتی ہیں۔ ہاتھ نہیں مل سکتے۔ دل مل سکتے ہیں' جسم نہیں مل سکتے۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ کار کو اسٹارٹ کرکے آگے بڑھایا پھر بولا "تم اس مسئلے پر زیادہ نہ سوچو۔ شادی کے بعد تمہیں زیادہ پریشان دیکھوں گا تو چالیس راتوں کی پابندی توڑ کر تمہارے کمرے میں آجاؤں گا۔"

"ہرگز نہیں۔ میں اپنے جذبات کو آگ لگادوں گی۔ ہر خواہش کو کچل دوں گی۔ لیکن تمہاری ہلاکت کا سبب نہیں بنوں گی۔ تم ہو تو سارا جہان ہے۔ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہوں گی۔"

وہ اس کی طرف جھک کر اس کے شانے پر سر رکھنا چاہتی تھی پھر ایک بالشت کا فاصلہ یاد آگیا۔ وہ جلدی سے سیدھی ہو کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ اپنے مکان کے سامنے پہنچ کر اس نے کہا۔ "پلیز جتنی جلدی ممکن ہو' شادی کرلو' جتنی جلدی شادی ہوگی اتنی جلدی وہ چالیس راتیں گزرتی رہیں گی۔ دیر ہوگی تو یہ آزمائش پہاڑ لگتی رہے گی۔"

وہ اپنے طور پر درست کہہ رہی تھی۔ علی اپنے طور پر سوچ رہا تھا' جتنی جلدی شادی ہوگی' اتنی ہی جلدی خفیہ شبِ خوں میں قدم رکھنے کا موقع ملے گا۔ اس نے کہا "پامیلا! میں تم سے زیادہ بے چین ہوں۔ چلو میں ابھی تمہارے والدین سے معاملہ طے کروں گا۔"

وہ اس کے ساتھ کوٹھی کے اندر آیا۔ اس کے والدین ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔ انہوں نے بڑی محبت سے علی کا استقبال کیا۔ اس کی ممی نے کہا "بیٹے کارمن! ابھی تمہارا ہی ذکر ہو رہا تھا۔ سچ پوچھو تو آج کے دور میں تمہارے جیسا نیک لڑکا نظر نہیں آتا۔ نہ شراب پیتے ہو' نہ سگریٹ اور نہ ہی کسی لڑکی سے فلرٹ کرتے ہو۔"

پامیلا کے ڈیڈی راجر موس نے کہا "لیکن ایک برائی ہے۔ تم شادی سے کتراتے ہو۔"

علی نے کہا "سر! یہ بات نہیں ہے۔ میں دور کی سوچتا ہوں۔ میری محدود تنخواہ ہے۔ چھوٹا سا بنگلا ہے۔ پامیلا دلہن بن کر آئے گی تو محدود تنخواہ میں پامیلا کی ضرورتیں کیسے پوری کروں گا۔ شادی کے بعد خاندان بڑھتا رہے گا تو بنگلا چھوٹا پڑ جائے گا۔"

راجر موس نے کہا "یہ تو کوئی پرابلم نہیں ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہیں ترقی دلا کر اپنے شعبے میں لے آؤں گا۔ وہاں تمہیں ماہانہ دس ہزار ٹیکال کی آمدنی ہوگی۔ تمہیں رہائش کے لئے ایک بڑی کوٹھی ملے گی۔ میں نے تمہارے پروموشن اور ٹرانسفر آرڈر کے کاغذات تیار رکھے ہیں۔ میں کل صبح یہ کاغذات لے کر خود متعلقہ وزیر کے پاس جاؤں گا۔ شام سے پہلے کاغذات پر دستخط کرا کے لے آؤں گا۔ پرسوں سے تم میرے شعبے میں اپنی ڈیوٹی کا چارج سنبھالو گے۔"

"تھینک یو سر! آپ میرے لئے بہت کچھ کررہے ہیں۔"

"میں تم سے کہتا ہوں میری بیٹی سے شادی کرو۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں زبردستی کر رہا ہوں۔ میری بیٹی کے لئے بے شمار رشتے آتے رہتے ہیں۔ دراصل میرا خفیہ شعبہ بہت اہم ہے۔ وہاں بڑی بڑی سفارش کے باوجود کسی کو ملازمت نہیں ملتی۔ جسے ملازمت دی جاتی ہے۔ اس کی بڑی سخت نگرانی ہوتی ہے۔ پچھلے چھ برسوں میں تمہاری سختی سے نگرانی ہوتی رہی۔ تمہارے متعلق ہر طرح سے اطمینان حاصل کیا گیا۔ آخر میں فیصلہ ہوا کہ میں تمہاری ضمانت لوں تو تمہیں اس شعبے میں منتقل کر دیا جائے گا۔ میں انہیں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ تم میرے ماتحت ہی نہیں داماد بھی ہو۔ اس لئے قابل اعتماد ہو اور اسی لئے میں نے تمہاری ضمانت لی ہے۔"

"سر! میں آپ کے طریقۂ کار کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ آج اسی لئے حاضر ہوا ہوں کہ جلد سے جلد شادی ہو جائے۔"

ممی نے کہا "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔"

علی نے پوچھا "کیا یہ شادی کل ہو سکتی ہے؟"

"کل! اتنی جلدی؟"

"کیا حرج ہے۔ میں زیادہ دھوم دھام اور نمائش نہیں چاہتا' بس سادگی سے پامیلا کو دلہن بنا کر لے جانا چاہتا ہوں۔"

پامیلا خوش ہو گئی۔ مسکراتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ راجر موس نے کہا "ہمیں رشتے داروں کو اور بڑے بڑے افسران کو انوائٹ کرنا ہو گا۔ اس میں وقت لگے گا۔"

"دعوت نامے کی تیاری میں وقت لگے گا۔ اس کی کیا ضرورت ہے' ابھی سے فون پر انوائٹ کریں۔ رشتے داروں اور افسروں سے کہیں یہ سرپرائز میرج ہے۔ آپ سرپرائز دیں گے تو یہ نئی بات ہو گی' لوگ انجوائے کریں گے۔"

پامیلا نے دروازے پر آ کر باپ سے کہا "ڈیڈی! نو آرگومنٹس' میں جائے لا رہی ہوں۔"

باپ نے قہقہہ لگایا پھر کہا "دلہا دلہن محاذ بنا کر آئے ہیں۔ ہماری نہیں چلے گی۔ پامیلا کی ممی! تم کیا کہتی ہو؟"

"جو بیٹی نے کہہ دیا وہی ژون ہے۔"

راجر موس ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ چائے آنے تک اس نے کئی رشتے داروں کو سرپرائز میرج کی خوشخبری سنائی اور انہیں شادی میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ علی چائے پی کر رخصت ہوا۔ پامیلا اس کے ساتھ کار تک آئی اور بولی "آج تم نے ساری دنیا کی مسرتیں مجھے دی ہیں۔ اگر پابندی نہ ہوتی تو میں تمہیں اپنی دھڑکنوں سے لگا کر پیار کی انتہا کر دیتی۔"

وہ کار میں بیٹھتے ہوئے بولا "کل پہلی رات ہو گی۔ ہم کل سے ایک ایک رات کا حساب کریں گے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے چالیس راتیں گزر جائیں گی۔ آج آخری بار گڈ نائٹ کہہ رہا ہوں۔ کل سے الوداعی شب بخیر کہنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے کوٹھی کے احاطے سے باہر آیا۔ لیلیٰ نے آ کر کہا "میں بڑی دیر سے پامیلا کے دماغ میں تھی۔ اس کے خیالات پڑھ کر بتا چلا' تم نے شادی کے بعد بھی پامیلا کی عزت آ برقرار رکھنے کے لئے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ واقعی تمہاری دانائی کو خوب سمجھتی ہیں۔"

وہ بولا "ای! اب میرا ضمیر مطمئن ہے۔ میں اسے محبت فریب دے رہا ہوں لیکن یہ فریب اُس کی حیا کی سلامتی کے لئے ہے۔"

"شاباش بیٹا! تم آج کے جوانوں کے لئے روشنی کا مینا ہو۔ خدا تمہیں صحت' سلامتی اور خوشحالی دیتا رہے' آمین!"

"ای! کل شادی ہو گی۔ پرسوں خفیہ شعبے میں میری ڈیو شروع ہو گی۔ آپ کی مصروفیات بڑھ جائیں گی۔ یہاں ہمارے جاسوس ہیں انہیں الرٹ رہنے کو کہہ دیں۔ کسی وقت بھی کسی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

یہ وہی علی تھا' جس نے غیر معمولی ذہانت سے کھلونوں ذریعے ٹرانسمارمیشن کو تباہ کیا تھا اور پھر ایک بار اس کی بہ حکمت عملی تباہ ہی تھی کہ جلد یا بہ دیر وہ گولڈن برینز کی شہ رگ پہنچنے والا ہے۔

○☆○

چوہدری حاکم علی حاکم آگیا تھا اور جوان بیٹے کی موت کا سو منا رہا تھا۔ ایسے وقت صوفیہ رنگین لباس پہن کر ہنستی مسکر تفریح کے لئے جایا کرتی تھی۔ اس کے ساتھ پارس ہوتا تو چوہدری نے غصے سے پوچھا "تمہیں شرم نہیں آتی؟ جوان بھا موت پر خوشیاں منا رہی ہو۔"

"جان کا دشمن مرجائے تو خوشی ہوتی ہے' افسوس نہ ہوتا۔ آپ پولیس کی رپورٹ اور سپیرے کا بیان سن ہیں۔ آپ کا بیٹا جس سانپ سے مجھے ہلاک کرانا چاہتا تھا خود سے حرام موت مر گیا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ تم سب میرے بیٹے کے دشمن ہو۔ میں نے کسی کا برا نہیں چاہا۔ کسی سے دشمنی نہیں کی۔ پھر میرے دشمن کیوں بن جاتے ہیں؟"

اکثر لوگ اپنی مصیبت کے وقت بھول جاتے ہیں کہ دوسروں کے لئے کسی طرح مصیبت بنتے رہے ہیں۔ یا دنیا والو ستانے کے لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے کبھی کسی کا برا نہیں چاہا۔ لوگ ان کا برا چاہتے ہیں۔

صوفیہ نے کہا "دواؤں میں نشہ آور چیزوں کی ملاوٹ کیا سے دشمنی نہیں ہے؟ کیا آپ فرہاد سے دشمنی کے لئے لندن گئے تھے؟ کیا یہودیوں نے آپ کی خاطر فرہاد کو پاکستان سے کے لئے ان کی معصوم بھانجی کو قتل نہیں کیا؟"

"نہیں بیٹی نہیں۔ اس معصوم لڑکی کا قتل میری مرضی نہیں ہوا ہے۔ اپنے فرہاد کو' اپنے پاپا کو بلاؤ۔ میں اپنی غلطیو معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ اگر تم نے اس کی معافی نہیں دلائی میرے بیٹے کے بعد مجھے بھی مار ڈالے گا۔ کیا تم یتیم کہلانا ہ

ہو؟"

"میں پاپا کو نہیں بلا سکتی۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔ ویسے انہوں نے مجھ سے کہا تھا اگر آپ ان کی چند شرائط پر عمل کریں گے تو پھر وہ آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔"

"وہ شرائط کیا ہیں؟"

"پہلی شرط یہ کہ جس طرح آپ نے لندن میں اپنے اکاؤنٹ کی تمام رقم نکال کر میرے اکاؤنٹ میں جمع کر دی ہے۔ اسی طرح یہاں کے بینک سے اپنی تمام رقم نکال کر میرے حساب میں جمع کرا دیں۔"

وہ غصے سے بولا "تو میری بیٹی نہیں ہے۔ فرہاد سے مل کر مجھے لوٹ رہی ہے۔ ارے کچھ تو خیال کر' میں نے تجھے پیدا کیا ہے۔"

"آپ نے نہیں ممی نے پیدا کیا ہے۔"

"مگر دودھ تو میں نے پلا کر پرورش کی ہے۔ میرا مطلب ہے فیڈر سے دودھ پلایا ہے۔ انگلی تعلیم دلائی ہے۔ تجھے ڈاکٹر بنایا ہے۔ کیا اسی دن کے لئے کہ دشمن سے مل کر مجھے تباہ و برباد کر دے۔"

"اس کا مطلب ہے' آپ پاپا کی کوئی شرط نہیں مانیں گے؟"

"یہ تو مجھے بالکل ہی کنگال بنا دینے والی شرط ہے۔ میری دولت جائداد ہاتھوں سے نکل جائے گی تو میں کیا کروں گا؟ کیا بھیک مانگوں گا۔"

"میں آپ کی ضروریات پوری کروں گی۔ آپ دنیا داری چھوڑ کر دن رات یادِ الٰہی میں مصروف رہا کریں گے۔"

"اچھا' مجھے اللہ والا بنانا چاہتی ہے۔ چل بھاگ یہاں سے۔ فرہاد نے تجھے بیٹی بنایا ہے۔ اس رشتے سے وہ میرا بھائی ہوا۔ میں اپنے بھائی جان سے خود ہی بات کروں گا۔ بھائی بھائی کو معاف کر دیتا ہے۔"

اسی وقت احاطے میں کسی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ چوہدری نے ناگواری سے کہا "مجھے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ وہ تمہارا عاشق آیا ہو گا۔"

"اس کا نام عاشق نہیں طارق ہے۔"

صوفیہ نے کھڑکی کے پاس آ کر دیکھا۔ ایک ویگن کار سے تین اجنبی باہر آ رہے تھے۔ وہ پلٹ کر بولی "شاید آپ سے کچھ لوگ ملنے آ رہے ہیں۔"

وہ بولا "میں ایسے ملنے والوں سے تنگ آ گیا ہوں۔ میرے بیٹے کے پرسے کے لئے آتے ہیں اور خوب کھا پی کر چلے جاتے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازہ ایک زوردار دھماکے جیسی آواز کے ساتھ ٹوٹ کر کھل گیا۔ وہ تینوں اندر آ گئے۔ چوہدری نے پوچھا "کون ہو تم لوگ؟ دروازہ توڑ کر کیوں آئے ہو؟"

ایک نے کہا "چوہدری صاحب' ہم آپ کے خادم ہیں۔ معذرت اس لئے توڑا کہ آپ کے یا صوفیہ کے دماغ میں فرہاد موجود ہے تو وہ ہماری طاقت کا اندازہ کر لے۔ میں نے صرف ایک لات مار کر اسے توڑا ہے۔ ہم یوگا کے ماہر ہیں۔ فرہاد کو چیلنج کرتے ہیں کہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتا ہے تو بگاڑ کر دکھائے۔"

چوہدری نے خوش ہو کر پوچھا "رحمت کے فرشتو! تم کون ہو؟ کیا اتنے طاقت ور ہو کہ فرہاد تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا؟"

"چوہدری صاحب! آج سے وہ آپ کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ ہم تینوں آپ کے باڈی گارڈز ہیں۔"

"تم لوگ میری حفاظت کیسے کرو گے؟ وہ تو میرے اندر آتا ہے۔"

"وہ آپ کو پریشان کرے گا' ہم اس کی منہ بولی بیٹی صوفیہ کو پریشان کریں گے۔ وہ آپ سے کاروبار اور دواؤں کا فارمولا چھین کر صوفیہ کو دے گا' ہم یہ سب کچھ صوفیہ سے چھین لیں گے۔ وہ آپ کو قتل کرنا چاہے گا' ہم صوفیہ کا کام تمام کر دیں گے۔"

دوسرے نے کہا "یعنی یہودی فارمولوں سے صرف چوہدری حاکم علی حاکم دوائیں تیار کرائے گا اور منافع کمائے گا۔ کوئی دوسرا فائدہ اٹھانا چاہے گا تو موت اس کا مقدر بن جائے گی۔"

"میرے محافظو! اتنی دیر سے کیوں آئے ہو۔ دو دن پہلے آ جاتے تو میرا جوان بیٹا مارا نہ جاتا۔ اس شیطان فرہاد نے....."

صوفیہ بات کاٹ کر بولی "ڈیڈی! ابھی آپ پاپا کو بھائی جان کہہ رہے تھے اور اتنی جلدی گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہے ہیں۔"

"ارے جا۔ وہ اور میرا بھائی جان؟ سانپ کسی کا بھائی نہیں ہوتا۔ ہاں تو میرے محافظو! مجھے بتاؤ' تم لوگ اچانک خدائی خدمت گار کی طرح میرے پاس کہاں سے آ گئے ہو؟"

"ہم کچھ راز کی باتیں نہیں بتائیں گے۔ اس میں آپ کا فائدہ ہے چوہدری صاحب! ویسے ہر طرح مطمئن رہیں۔ اس شہر میں یوگا کے ماہروں کی بہت بڑی ٹیم آئی ہے۔ ہمارا باس بہت خطرناک یوگا ماسٹر ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہمارے کچھ یوگا کے ماہر فرہاد کی بہن کی گھر گئے تھے۔ اس بزدل نے اپنی بہن اور بھانجے کو کہیں چھپا دیا ہے۔ لیکن وہ زیادہ دنوں تک نہیں چھپ سکیں گے۔ ہمارا باس اس کی بہن' بھانجے اور صوفیہ کو یرغمال بنا کر رکھے گا۔ اس شہر میں فرہاد کے چاہنے والوں کا جینا محال کر دے گا۔"

چوہدری دل کھول کر قہقہے لگانے لگا اور کہنے لگا "رحمت کے فرشتو! تم کہاں رہ گئے تھے؟ کوئی بات نہیں' دیر آید درست آید۔

مطالعہ کی استعداد بڑھانے' ذہانت بڑھانے کیلئے بہترین کتاب
امتحان میں کامیابی حاصل کیجئے
قیمت 15 روپے ڈاک خرچ 10 روپے
مکتبہ نفیس پوسٹ بکس نمبر 9944 کراچی نمبر 1

صوفیہ کو اٹھا کر لے جاؤ۔ اسے یہ غمال بناؤ۔ فرہاد گھٹنے ٹیک دے گا۔"

وہ غصے سے بولی "آپ کو شرم نہیں آتی۔ بدمعاشوں سے کہہ رہے ہیں کہ بچی کو اٹھا کر لے جائیں۔"

"تجھے شرم نہیں آتی' اپنے ناجائز باپ کے ذریعے لندن کی میری تمام رقم اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرالی۔ نیلی پتلی کے ذریعے میرے جوان بیٹے کو ہلاک کرایا اور کہتی ہے سانپ نے ڈس لیا۔ اگر یہ میرے محافظ نہ آتے تو تو مجھے بھی قتل کرا دیتی۔ تو میری دولت اور جائداد پر سانپ بن کر بیٹھ گئی ہے۔ تم لوگ دیکھتے کیا ہو' اسے اٹھا کر لے جاؤ۔"

باہر پھر کسی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ چوہدری نے کھڑکی سے دیکھا۔ پارس آیا تھا۔ اس نے اجنبی محافظوں سے کہا "طارق آیا ہے۔"

"طارق کون ہے؟"

"میری بے حیا بیٹی کا عاشق ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں توڑ دو تاکہ وہ عاشقی بھول جائے۔"

ایک اجنبی محافظ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ پارس کار سے اتر کر کوٹھی کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "رک جاؤ اور یہیں سے واپس چلے جاؤ۔"

پارس نے پوچھا "واپس جاؤں؟ کیا صوفیہ گھر میں نہیں ہے؟"

"ہے لیکن آئندہ تم اس سے نہیں ملو گے۔"

"کیوں نہ ملوں۔ کیا وہ تمہاری بہن ہے؟"

اس بات پر اس نے حملہ کیا۔ پارس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے دوسرا حملہ کیا۔ پارس نے دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا پھر کہا "تم واقعی غیرت مند بھائی ہو۔ بہن کی خاطر اپنی توڑ پھوڑ کے لئے آئے ہو۔"

اس نے دونوں ہاتھوں کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے سمجھ لیا کہ فولادی شکنجوں سے اپنا ایک ہاتھ بھی نہیں نکال سکے گا۔ وہ لات چلانا چاہتا تھا' پارس نے اپنے سر سے اس کے سر پر ٹکر ماری تو پہلے آنکھوں کے سامنے ستارے جلنے بجھنے لگے۔ دوسری ٹکر پر اندھیرا چھا گیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے مدد کے لئے پکارنا چاہتا تھا' منہ کھولتے ہی ٹھوڑی پر گھونسا پڑا۔ کھلا ہوا منہ ایسے بند ہوا کہ اوپر نیچے کے دانت آپس میں ٹکرائے اور ان کے درمیان زبان آگئی۔ وہ حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔

اس کی چیخیں سن کر چوہدری کے دونوں محافظ چونک گئے' ایک نے دوسرے سے کہا "جاؤ دیکھو۔ بلیک بیلٹ ہو کر بزدل کی طرح چیخ رہا ہے۔"

دوسرا دوڑتا ہوا گیا۔ صوفیہ نے کہا "تم لوگوں کی شامت آگئی ہے۔ طارق کوئی معمولی شخص نہیں ہے۔ میرے پاپا کا ماتحت ہے۔"

"پھر تو اس ماتحت کے ہاتھ پاؤں توڑ کر فرہاد کے پاس اسے تحفے کے طور پر پارسل کر دوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دوسرا ساتھی ٹوٹے ہو
دروازے سے گزرتا ہوا صوفیہ کے قدموں کے پاس آکر فرش
گر پڑا۔ اس کی ناک سے اور کھلے ہوئے منہ سے خون بہ
تھا۔ صوفیہ خوشی سے جھوم گئی۔ قہقہے لگانے لگی۔ چوہدری سے
"اے محافظ بھائی! تم تو کہہ رہے تھے' فرہاد تمہارا کچھ نہیں بگاڑ
گا۔ اس کے ایک بندے نے تمہارے دو بندوں کو ایک منٹ
اندر پنکچر کر دیا ہے۔"

محافظ نے زخمی ساتھی کو ٹھوکر مار کر پوچھا "باہر کتنے ور
ہیں؟"

پارس نے کمرے میں داخل ہو کر کہا "میں اکیلا ہوں۔ ا
دیکھو میں خالی ہاتھ ہوں۔"

وہ اپنے دونوں ہاتھ بڑھاتا ہوا اسے دکھاتا ہوا اس کے قر
آیا۔ محافظ نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھا کر اس کی انگلیوں میں انگلیاں
پھنسالیں پھر دانت پیس کر بولا "اب یہ انگلیاں ٹوٹ کر ہی میرے
فولادی شکنجوں سے آزاد ہوں گی۔"

اس نے زور لگا کر پارس کی انگلیوں کو موڑنا چاہا۔ پھر
کہ وہ آہنی سلاخوں کو موڑنے کی حماقت کر رہا ہے۔ اس نے پو
قوت صرف کی مگر پارس اطمینان سے کھڑا ہوا صوفیہ سے پوچھ رہا
"یہ مرغے کون ہیں؟"

صوفیہ نے کہا "یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یوگا کا ماہر ہے۔ ا
طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دروازہ توڑ کر آیا ہے۔ یہ کہتا ہے
کا باس اس سے بھی زیادہ طاقتور اور یوگا کا ماہر ہے۔ یہاں سا
روکنے والوں کی بہت بڑی ٹیم آئی ہے۔ پاپا کو مجبور اور بے
کرنے کے لئے ان کے آدمی شاہینہ باجی اور ان کے بیٹے کا مرا
اغوا کرنے گئے تھے۔ لیکن باجی اپنے بیٹے کے ساتھ کہیں چلی
ہیں۔ اب یہ مجھے لے جا کر پاپا کو مجبور کرنا چاہتے ہیں۔"

چوہدری نے محافظ سے کہا "اے محافظ بھائی! تم ان کی با
کیا سن رہے ہو۔ اس کی انگلیاں توڑ دو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں اب دوسرا داؤ استعمال کروں گا۔"

اس نے دوسرا داؤ استعمال کرنے کے لئے اپنی انگلیو
چھڑانا چاہا۔ اب پارس نے انہیں جکڑ لیا۔ وہ تڑپ کر دونوں ہا
کو آزاد کرانے کی کوشش کرنے لگا۔ پارس نے ذرا اور سختی
جکڑ لیا تو وہ چیخ کر بولا "چھوڑ دو۔ میں بہت برا آدمی ہوں' میرے
چھوڑ دو۔"

وہ سر سے ٹکرا کر ہاتھ چھڑانا چاہتا تھا۔ پارس نے انگلیو
زوردار جھٹکا دیا۔ کڑاکڑ' کڑاکڑ انگلیاں ٹوٹنے کی آوازیں آئیں
وہ حلق پھاڑ کر چیخ رہا تھا۔ چوہدری کا منہ بھی کھل گیا تھا مگر اس
سے چیخ نہیں نکل رہی تھی' ایک ہائے نکل گئی تھی۔

صوفیہ خوشی سے پاگل ہو رہی تھی۔ پاگل پن میں باپ کو
کر پارس سے لپٹ گئی تھی اور دل کھول کر قہقہے لگا رہی تھی۔ پا
نے اس کے ہاتھوں کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کی دونوں ہتھیلیاں ا
انگلیاں ڈھیلی ہو کر جھول رہی تھیں۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر دیوار
سے لگ گیا تھا۔

پارس نے کہا "تم تینوں یوگا کے ماہر ہو۔ مگر اس حالت میں
سانس نہیں روک سکو گے۔ اگر فرہاد صاحب تمہارے دماغوں میں
آئیں گے تو ان کا راستہ کیسے روکو گے؟ چوہدری صاحب کی حفاظت
کیسے کرو گے؟"

چوہدری آگے بڑھ کر بولا "ارے یہ تمہارے سامنے ٹوٹ گرے
تو میرے فرہاد بھائی کے سامنے کیا ٹھہریں گے۔ ان گدھوں کو تو پتا
نہیں ہے کہ فرہاد بھائی نے میری صوفیہ کو اپنی بیٹی بنایا ہے۔ اس
رشتے سے وہ میرے بھائی جان ہیں۔"

صوفیہ نے کہا "میں تمہاری بیٹی نہیں ہوں۔ تمہاری بیٹی تو وہ
تھی جسے تم ان غنڈوں کے ذریعے اغوا کرا رہے تھے۔ میرے پاپا
تمہارے جیسے بے غیرت کے بھائی ہو ہی نہیں سکتے۔"

"بیٹی! زبان کو لگام دو۔ باپ کتنا ہی برا ہو اسے برا نہیں
کہتے۔"

"یعنی مانتے ہو کہ تم برے ہو؟"

"برا تھا۔ اب نہیں ہوں۔ ان بدمعاشوں کی کمزوریوں نے
اور بھائی جان کی طاقت نے مجھے انسان بنا دیا ہے۔"

پارس نے پوچھا "کیا انسان ہونے کا ثبوت دو گے؟"

"ضرور دوں گا۔ آزما کر دیکھ لو۔"

"ابھی اپنے وکیل کو بلاؤ یا اس کے پاس جاؤ اور تمام کاروبار
صوفیہ کے نام لکھ دو۔"

"میاں صاحبزادے! کسی انسان سے اس کا سب کچھ چھین لینا
انسانیت نہیں ہے۔ تم غیر انسانی آزمائش کے ذریعے مجھ سے
انسان ہونے کا ثبوت مانگ رہے ہو۔"

"میں ثبوت انسان سے نہیں یہودیوں کے دلال سے مانگ رہا
ہوں۔"

صوفیہ نے کہا "بڑے میاں! تم جب تک اپنی دولت اور
جائداد میرے نام کر کے یہ ثابت نہیں کرو گے کہ اب یہودیوں کے
دلال نہیں رہے' تب تک میں تمہیں ڈیڈی نہیں کہوں گی۔"

"اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے' مجھے سوچنے کا وقت دو۔"

وہ وہاں سے جانے لگا۔ دونوں مار کھانے والے بھی باہر چلے
گئے تھے۔ پارس اور صوفیہ نے پورچ میں آکر دیکھا۔ وہ تینوں ٹوٹے
پھوٹے کے بعد گاڑی میں بیٹھ کر جا رہے تھے۔ چوہدری حاکم علی بھی
ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر بولا "مجھے اپنے پاس سے ہلاؤ' میں
کنگال ہونا نہیں چاہتا۔ مجھے دشمنوں سے بچاؤ۔"

وہ چلایا "پارس نے کہا "تمہارا باپ نہیں سدھرے گا۔"

وہ گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم کیا چیز ہو۔ اس روز میرے
بدن کا زہر چوس لیا۔ میری جان بچائی۔ آج میری عزت بچانے کے
لئے تین زبردست غنڈوں سے ٹکرا گئے۔ کیا یہ ثبوت نہیں ہے کہ
تم مجھے دل اور جان سے چاہتے ہو؟"

اُردو ادب کا نیا رُخ

آپ کے جانے پہچانے مشہور ادیب اثر نعمانی کے قلم سے

مختصر ہی مختصر

طنز و مزاح سے لبالب بلکے پھلکے رومانی ناولوں
کے دلچسپ سلسلے کی چار کتابیں

گھر کی مرغی

قیمت ۱ر ۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ ۱ر ۱۰ روپے

حکیمی ٹیکسی

قیمت ۱ر ۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ ۱ر ۱۰ روپے

بے وقوف

قیمت ۱ر ۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ ۱ر ۱۰ روپے

آپ کے سر پر

قیمت ۱ر ۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ ۱ر ۱۰ روپے

آرڈر بھیجئے اسکرائن بھیجئے ○ منی آرڈر آج ہی روانہ کیجئے

نوٹ: دو کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک مفت ہے

کتابیات پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ کراچی

"یہ ثبوت نہیں ہے کیونکہ فرائض ادا کرنے والے باڈی گارڈز بھی ایسا کرتے ہیں۔"

"مگر تمہاری طرح جان پر نہیں کھیلتے۔ میں تو تم پر تن من اور دھن سے فدا ہو گئی ہوں۔ مجھ سے شادی کرو گے؟"

پارس نے اپنی گردن سے اس کی بانہوں کو الگ کیا پھر کوٹھی کے اندر جاتے ہوئے بولا "میں خانہ بدوش ہوں۔ فرہاد صاحب کے حکم سے ملک اور شہر بدلتا رہتا ہوں۔ آج یہاں ہوں' کل پتا نہیں کہاں پہنچوں گا۔ جس کا گھر نہ ہو' وہ گھر کیا بسائے گا۔"

"میں پاپا سے کہوں گی' وہ تمہیں میرے نام کر دیں گے۔ انہیں ہزاروں ماتحت مل سکتے ہیں۔ مجھے تمہارے جیسا جیون ساتھی نہیں ملے گا۔"

"اپنے پاپا سے کبھی میری فرمائش نہ کرنا۔ کیونکہ میں خود اُن کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ جسم ہیں' میں جان ہوں۔ تم ان سے اُن کی جان نہ مانگنا۔"

"یعنی تم مجھے نہیں چاہتے ہو؟"

"تمہیں کون کافر نہیں چاہے گا۔ تم حسین ہو' جوان ہو اور ایک ذہین ڈاکٹر ہو۔ تم پر تو لوگ مرتے ہوں گے لیکن میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ ناراض ہو کر دوسری طرف مُنہ پھیر لیا۔ اسی وقت سلمان نے پارس کے پاس آ کر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "تمہاری پھوپی اور کامران کو فرہاد وکیج روانہ کر دیا گیا ہے۔ تم سناؤ' کیا میری ضرورت ہے؟"

پارس نے مختصر طور پر بتایا کہ یہاں یوگا کے ماہرین کی ٹیم پہنچی ہوئی ہے۔ وہ پھوپی' کامران اور صوفیہ کو اغوا کر کے پاپا کو مجبور کرنا چاہتے تھے۔ اب پھوپی اور کامران کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا' صوفیہ کے لئے اندیشے رہ گئے ہیں۔

سلمان نے پوچھا "کیا صوفیہ کو بھی کسی پناہ گاہ میں پہنچایا جائے؟"

"پاپا چاہتے ہیں یہ اپنی لیبارٹری میں بہترین دوائیں تیار کرے اور اپنا کاروبار خود سنبھالے۔ لیکن یہودی اپنی دواؤں کا فارمولا صوفیہ کو استعمال نہیں کرنے دیں گے۔ وہ جانتے ہیں' انہیں پاکستان سے ایک پیسے کا بھی منافع حاصل نہیں ہوا کرے گا۔"

"گویا یہودیوں سے مقابلہ جاری رہے گا۔"

"جی ہاں۔ آپ ذرا چوہدری حاکم علی کے پاس جائیں۔ وہ یوگا ٹیم کے کسی باس سے ملنے گیا ہے۔"

سلمان چلا گیا۔ پارس نے صوفیہ کو دیکھ کر پوچھا "تم نے مُنہ کیوں پھیر لیا ہے؟"

"میرے مُنہ پھیرنے سے تمہارا کیا جائے گا۔"

"مُنہ ادھر رہے گا تو مجھے نظر نہیں آئے گا۔"

"مجھے دیکھ کر کیا کرو گے۔ میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔"

"صوفیہ! میری شرافت کو سمجھو۔ میں تمہیں محبت کا فریب دے کر کچھ روز کی عیاشی نہیں چاہتا۔ فرہاد صاحب نے مجھے تمہاری جان کا نہیں عزت کا بھی محافظ بنایا ہے۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ مُنہ پھیرے بیٹھی رہی۔ پارس نے کہا "بھوکا پیاسا آیا تھا۔ سوچا تھا یہاں کچھ کھانے کو ملے گا۔ کوئی نہیں' میں کسی ہوٹل میں جا کر....."

وہ فوراً اٹھ کر بولی "اوہ خدایا! میں بہت خود غرض ہوں۔ دل کی باتیں کرتی رہی اور تمہیں ایک گلاس پانی کے لئے بھی نہ پوچھا۔ سو سوری طارق! مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔ میں گرم کر کے لاتی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کچن میں آئی۔ فریج سے کھانے کی چیزیں نکال کر گرم کرنے لگی۔ وہ ایک خشک مزاج لیڈی ڈاکٹر پارس کے آنے سے رومانس کی ہوا چلنے لگی تھی۔ نگاہوں میں جھلملانے لگے تھے۔ اب اس دنیا میں صرف دوائیاں نہیں' رنگ بھی نظر آنے لگی تھیں۔

پارس نے اسے سوتے سے جگا دیا تھا۔ جگا دینے کے بعد اس سے انکار کر رہا تھا۔ ایک پہلو سے صوفیہ کو اپنی توہین کا احساس ہوا۔ دوسرے پہلو سے اُس کی شرافت اور نیک نیتی کی قائل ہو رہی تھی۔ اور یہ شرافت اسے پارس کا اور دیوانہ بنا رہی تھی۔ اسے خوشی بھی تھی اور غصہ بھی آ رہا تھا۔ عورت بھی عجیب ہے۔ عزت پر ہاتھ ڈالو تو فریاد کرتی ہے۔ ہاتھ کھینچ لو تو شکایت ہے۔

○☆○

میں نے پشاور کی زمین پر قدم رکھا۔ گویا جانبازوں کی تاریخ کے صفحات پر آ گیا جہاں دنیا کی بے شمار جنگجو قومیں آ کر چٹانوں کی جانبازی کے آگے دم نہ مار سکیں۔ آریا' ایرانی ہن' ترک' منگول' مغل اور آخر میں فرنگی۔ ان تمام قوموں نے پورے ہندوستان پر اپنی تہذیب کا اثر ڈالا۔ لیکن پٹھانوں پر انداز نہ ہو سکے۔ یہ آج بھی اپنا لباس پہنتے ہیں۔ اپنی پگڑی پر رکھتے ہیں۔ اپنے رسم و رواج پر قائم رہتے ہیں۔ دوسری تہذیب نہیں اپناتے۔ دوسروں کو اپنی تہذیب کا سرمایہ دینے محبت ملے تو گلے لگتے ہیں۔ نفرت ملے تو تاریخ گواہ ہے' انہوں نے سکندر اعظم سے لے کر فرنگیوں تک کے قدم اپنی زمین سے دیئے۔ میں جس شہر میں جاتا ہوں' مہنگے اور آرام دہ ہوٹلوں میں قیام کرتا ہوں لیکن لاہور میں ایک رات میں نے اسٹیشن کے ایک ایسی سرائے میں گزاری تھی جہاں ایک منجی کے صرف روپے لئے جاتے تھے۔ پشاور میں بھی میں نے ایک سرائے میں قیام کیا۔ ایسی جگہ رہنے سے اپنے وطن کے لوگوں کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کے مواقع ملتے ہیں۔

میں نے ایک منجی پر آرام سے لیٹ کر آئی جی سے رابطہ کیا۔ کہا "میں پشاور میں ہوں۔ آپ یہاں کے جیلر سے فون پر بات کریں۔ اگر بات نہ کرنا چاہیں تو رانگ نمبر کہہ کر ریسیور

بند کر دیں۔"

آئی جی نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا "میں سمجھ گیا' آپ جیلر کی آواز سننا چاہتے ہیں۔"

دوسری طرف فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کسی نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو سینٹرل جیل پشاور۔ میں مقدس خان ولد تقدس خان جیلر بول رہا ہوں۔"

میں مقدس خان جیلر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ آئی جی نے پوچھا۔ "تم اپنے نام کے ساتھ ولدیت کیوں بتاتے ہو؟"

وہ بولا "آہ! کیا بتاؤں۔ یہ ایک ٹریجڈی ہے۔ یہاں ایک قاتل مرتد کی سزا کاٹنے آیا ہے۔ اس کا نام بھی مقدس خان ہے۔"

آئی جی نے کہا "واقعی ٹریجڈی ہے۔ جیلر بھی مقدس اور قاتل بھی مقدس۔ لوگ آپ کو قاتل سمجھ کر خون کرتے ہوں گے۔"

"جی ہاں۔ اس قاتل کی پہنچ بہت اوپر تک ہے۔ کوئی نہ کوئی بااثر آدمی اسے فون پر بلاتا ہے۔ اسی لئے میں ولدیت کے ساتھ اپنا نام بتاتا ہوں تاکہ میں جیلر ہی سمجھا جاؤں۔ یہ کتنی توہین کی بات ہے کہ قاتل بدمعاش کا نام مقدس خان ہے۔ باقی دی وے' آپ کون ہیں؟"

"میرا نام بھی مقدس خان ہے۔"

یہ کہتے ہی آئی جی نے ریسیور رکھ دیا۔ جیلر نے دو چار بار ہیلو ہیلو کہا پھر ریسیور رکھ کر بڑبڑایا "میرے والدین نے میرا بہترین نام رکھا ہے۔ اگر اسے رجسٹرڈ کرا دیتے تو پھر کوئی یہ نام نہ رکھ سکتا۔ ساری دنیا میں ایک میں ہی مقدس رہتا۔"

میں خاموشی سے اُس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا کہ حمزہ خان کی رہائی کا اجازت نامہ آ گیا ہے۔ کل صبح نو بجے اسے رہا کر دیا جائے گا۔

وہ کلاشنکوف اور سیون ایم ایم جیسے جدید ترین ہتھیاروں کا سمگلر تھا۔ ٹائم بم اور ریموٹ کنٹرولر سے بلاسٹ ہونے والے بموں کا سپلائر تھا۔ کئی قتل کر چکا تھا۔ اس پر کئی مقدمات تھے۔ لیکن ایسے اثر و رسوخ اور ایسے رعب و دبدبے والا شخص تھا کہ اُس کے خلاف ٹھوس ثبوت ہونے کے باوجود کسی بھی مقدمے کا فیصلہ نہیں ہو پاتا تھا۔

اس کے متعلق مشہور تھا کہ جو پولیس افسر اسے گرفتار کرتا یا مارنا چاہتا' اس کے بیوی بچوں میں سے کسی کو اغوا کر لیا جاتا۔ کوئی سرکاری وکیل اس کے خلاف بولنے کے لئے عدالت میں نہیں آتا تھا۔ اسی لئے کسی مقدمے کا فیصلہ نہیں ہو پاتا تھا۔ اس کے خلاف پیش ٹھوس ثبوت ہوتے تھے انہیں بڑی رازداری سے ضائع کر دیا جاتا تھا۔

حمزہ خان کتنا زبردست اور ناقابلِ شکست ہے اس کا یقین اس طرح بھی ہوتا تھا کہ وہ اپنے دماغ کے دروازے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لئے بند رکھتا تھا۔ اس کی ایسی ہی صلاحیتوں کو دیکھ کر یہودی اُس کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ ایک جیالے پولیس افسر شاہ خان نے اس خطرناک قاتل اور اسمگلر کو گرفتار کر کے آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا تھا۔ حمزہ خان ہنستا ہوا اور یہ کہتا ہوا جیل میں آیا تھا "شاہ خان ابھی تم جوان ہو' تمہیں دیکھ کر اپنا جوان بیٹا یاد آ گیا۔ لہٰذا تمہارا دل رکھنے کے لئے یہاں آ گیا ہوں۔ جب چاہوں گا یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

شاہ خان نے کہا "تمہارے خلاف ایسے ٹھوس ثبوت حاصل کر چکا ہوں کہ اب ان سلاخوں کے پیچھے سے پھانسی کے پھندے تک ہی پہنچو گے۔"

حمزہ خان یوں بھی دنیاوی ہنگاموں سے دور رہنے اور تنہائی میں آرام کرنے کے لئے کبھی کبھی جیل میں آتا تھا۔ وہاں اس کے عیش آرام کی تمام چیزیں مہیا کی جاتی تھیں۔ اُس کے احکامات کے مطابق اس کے حواری جیل کے باہر واردات کرتے تھے۔ قتل و غارت گری کی واردات کا الزام اس پر عائد نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ قانون کی آنکھیں ایسے وقت اسے جیل کی چار دیواری میں دیکھتی تھیں۔ ڈی ایس پی شاہ خان نے اس کے خلاف تمام ثبوت اپنے اعلیٰ افسر کو دے دئے تھے تاکہ باقاعدہ قانونی کارروائی کی جا سکے۔ اعلیٰ افسر نے کہا "شاہ خاناں' تم نے اسے گرفتار تو کر لیا ہے لیکن پچھلے دو افسروں کا انجام معلوم ہے نا؟ انہوں نے حمزہ خاں کو جیل پہنچایا اور خود دوسری دنیا میں پہنچ گئے۔"

"میں جانتا ہوں' میرا بھی یہی انجام ہو سکتا ہے۔ لیکن سر! ہم میں سے کسی کو تو دلیری سے موت کا چیلنج قبول کرنا چاہئے۔ اگر میں نے بھی بزدلی دکھائی تو پولیس ڈیپارٹمنٹ کی ضرورت کیا رہے گی؟ کیا صرف اس لئے کہ ہم وردیاں پہن کر تنخواہ لیتے رہیں؟"

"بہت جوشیلے ہو۔ اس لئے کہ تمہارے بیوی بچے نہیں ہیں۔ ہمارے ہیں۔ جب کوئی قاتل ہمارے کسی ننھے بچے کی کنپٹی پر ریوالور رکھتا ہے تو ہماری دلیری اور فرض شناسی ہوا ہو جاتی ہے۔ ویسے تمہیں حق پہنچتا ہے کہ اپنے حوصلوں کو آزماؤ۔ جاؤ اور ضرور آزماؤ۔ لیکن میں تمہارے حق میں دعا نہیں کروں گا۔ کیونکہ حمزہ خان کے خلاف دعا بھی قبول نہیں ہوتی ہے۔"

شاہ خان کو بعد میں معلوم ہوا کہ حمزہ خان کی جڑیں کتنی گہری ہیں اور کتنی دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کے خلاف جتنے ثبوت فراہم کئے گئے تھے وہ تمام ثبوت اس کیس کی فائل کے ساتھ چوری ہو گئے تھے' حیرانی کی بات تھی کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کے ایک دفتر سے چوری ہوئے تھے۔

شاہ خان نے اپنے اعلیٰ افسر سے پوچھا "کیا عقل اسے تسلیم کرتی ہے؟"

"تسلیم کرنا چاہئے۔ پولیس والوں کے گھروں میں بھی چوریاں ہوتی ہیں۔"

"سرداروں میں چور نہ ہو تو گھروں میں چوری نہیں ہوتی۔"

"شاہ خاناں! تم کچھ زیادہ بول رہے ہو۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ اپنے سینئر کو سلیوٹ کر کے چلا آیا۔ یہ بات اسے تکلیف پہنچا رہی تھی کہ اعلیٰ افسر کتنا ہی بے ایمان ہو' اسے سلیوٹ کرنا پڑتا ہے اور ان کی بے ایمانیوں کے باعث ایک ایماندار افسر کو مجرموں کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے۔ شاہ خان کو حمزہ خان کا ریلیز آرڈر لے کر جیلر کے پاس جانا پڑا۔ حمزہ خان نے مسکرا کر کہا "تم نے جن ہاتھوں سے مجھے گرفتار کیا تھا انہی ہاتھوں سے میری رہائی کا پروانہ لے کر آئے ہو۔ اب بھی تمہیں عقل آئی ہے یا نہیں؟"

وہ بولا "شیطان طاقتور ضرور ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی انسان سے ہار تا ضرور ہے۔ جن خفیہ ذرائع سے تم کامیابیاں حاصل کرتے ہو پہلے میں ان ذرائع کو نابود کروں گا پھر تم سے سمجھوں گا۔"

وہ نئے عزائم کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ حمزہ خان نے جیلر سے کہا "یہ جوان افسر بڑا ہمت والا ہے۔ مگر عقل والا نہیں ہے اور اس کے تیور بتاتے ہیں اسے عقل کبھی نہیں آئے گی۔ خیر جانے دو' رہائی کی بات کرو۔"

"خان خاناں! تم تو جیل کے قواعد جانتے ہو۔ قیدیوں کو صبح نو بجے رہا کیا جاتا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم کو جلدی نہیں ہے۔ میرا آدمی لوگ کو فون کرو۔ صبح گاڑی لے کر آئے گا۔"

اس کی رہائی کے لئے ایک رات رہ گئی تھی۔ ایسے ہی وقت میں جیلر کے خیالات پڑھ کر معلومات حاصل کر رہا تھا۔ جیلر نے حمزہ خان کے ایک دست راست سے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ اسے بتایا کہ حمزہ خان رہا کیا جا رہا ہے۔ وہ صبح گاڑی لے آئے۔

یہ مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ اس کے تمام حواری اور دست راست یوگا کے ماہر ہیں۔ اس لئے میں نے اس دست راست کے دماغ کو نہیں چھیڑا۔ جیلر کے خیالات سے معلوم ہوا کہ حمزہ خان کا جوان بیٹا میر داز خان رنگین مزاج ہے۔ گرمیوں کا موسم لندن' پیرس اور جنیوا وغیرہ میں گزارتا ہے' آج کل پاکستان میں ہے۔

باپ چاہتا تھا کہ بیٹا اس کی طرح یوگا میں مہارت حاصل کر لے لیکن اسے شراب اور شباب کا چسکا پڑ گیا تھا۔ چونکہ چار بیٹیوں پر ایک ہی بیٹا تھا۔ اس لئے بیٹے پر سختیاں نہیں کرتا تھا۔ اسے اپنی جان سے زیادہ چاہتا تھا۔ کسی حد تک اس کے لاڈ پیار نے ہی اسے گمراہ کیا تھا۔

جیلر نے میری مرضی کے مطابق فون پر میر داز خان سے رابطہ کیا اور کہا "تمہارے لئے خوشخبری ہے۔ تمہارا بابا جانی کل صبح رہا ہو جائے گا۔"

وہ بولا "ٹھیک ہے' میں کل صبح گاڑی لے آؤں گا۔"

"نہیں چھوٹے خان! تم نہ آنا۔ خان خاناں نے تمہیں اطلاع دینے کو نہیں کہا تھا۔"

"میں جانتا ہوں۔ بابا جانی مجھے جیل کے دروازے سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ ٹھیک ہے' میں نہیں آؤں گا۔"

میں اس جوان میر داز خان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ نائی ایک گاؤں میں اپنی والدہ اور بہنوں سے ملاقات کر کے اسی شام پشاور آنا چاہتا تھا۔ ماں نے اسے روک لیا تھا پھر اس نے بتایا کہ بابا جانی سے ملنے جا رہا تھا۔ وہ صبح رہا ہو رہے ہیں۔

وہ اپنی آبائی حویلی سے نکل کر کار کے ذریعے پشاور کی روانہ ہو گیا۔ میں نے ماں بیٹے کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کل حمزہ خان کچھ زیادہ محتاط ہو گیا ہے۔ گھر کا یا جیل کا کھانا کھاتا ہے۔ یہ اندیشہ ہے کہ کوئی کھانے پینے کی چیز ضرر رساں دوا ملا سکتا ہے۔ اسے دماغی اور جسمانی طور پر کمزور ہے اس لئے اس کا یوگا کا ماہر دست راست خود پکا کر اس کے کھانا لایا کرتا تھا۔

گویا وہ میری وجہ سے اندیشوں میں گھرا ہوا تھا۔ ہر پر محتاط رہ کر مجھ سے ٹکرانے پر آمادہ ہوا تھا۔ ایک بات وہ بھول کہ میں راہ چلتے کسی بھی شخص کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے مار سکتا ہوں۔ اسے زخمی کر کے اس کے دماغ میں جگہ بنا سکتا

میں ابھی یہ طریقہ آزمانا نہیں چاہتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ اس پسلو سے بھی اپنے بچاؤ کا انتظام کیا ہو۔ پھر یہ کہ فوراً چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔ میں اسے اندیشوں' واہموں اور اپنی بدگمانیوں میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔ اپنوں سے بدگمانی اس لئے میں اس کے اپنوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر بھی نقصان پہنچا تھا۔ میر داز خان رات کے آٹھ بجے پشاور پہنچا۔ حمزہ خان دست راست نے اس سے کہا "چھوٹے خان! تم کو ادھر نہیں تھا' بابا جانی غصہ کریں گے۔"

"کیوں غصہ کرے گا؟ کیا میں بیٹا نہیں ہوں۔ کیا میرا ابا سے ملنے کے لئے تڑپتا نہیں ہے۔ تم لوگ فکر مت کرو۔ جانی کو سمجھا لوں گا۔"

اس رات وہ اپنی کوٹھی میں ایک معشوق کو بلانا چاہتا تھا نے اسے موقع نہیں دیا۔ اسے جلدی سلا دیا۔ پھر اس پر تو کیا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کیا کہ وہ شراب نہیں پئے گا نشہ نہیں کرے گا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی روک لیا کرے گا۔ صرف سونیا کی آواز اور لہجے کو اپنے محسوس نہیں کرے گا۔

پھر یہ حکم دیا کہ وہ اپنے دماغ میں کوئی نمبر زیرو دن زیرو زیرو تھری سنتے ہی خود کو بھول جائے گا۔ خود فراموشی کے جو حرکتیں کرے گا' وہ حرکتیں اسے ہوشمندی کے وقت یاد رہیں گی۔ وہ دوبارہ کوئی نمبر زیرو دن زیرو ٹو اور زیرو تھری سن ہوش و حواس میں آئے گا۔ خود کو پہچانے گا لیکن خود فراموشی بھول جائے گا۔

اس کے بعد میں ڈی ایس پی شاہ خان کے دماغ میں میری آواز سنتے ہی چونک کر خلاؤں میں تکنے لگا۔ سوچنے لگا

واز میرے اندر سے آ رہی ہے؟"

"ہاں' میں فرہاد علی تیمور تمہارے اندر بول رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "کیا واقعی؟ میں اتنا خوش نصیب ہوں کہ پ میرے پاس آئے ہیں؟"

"میں تمہاری ایمانداری اور فرض شناسی کا انعام بن کر آیا ہوں۔ میں حمزہ خان کے سامنے تمہارا سر جھکنے نہیں دوں گا۔"

"بے شک خدا نیکی کا صلہ دیر سے دیتا ہے مگر ضرور دیتا ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا تم چاہتے ہو اس مجرم کو رہائی نہ ملے؟"

"بے شک میں قانون کی سربلندی چاہتا ہوں۔"

"شاہ خاناں! ہمارے ملک کا قانون گڈی کی تلوار بن گیا ہے۔ ی تلوار سے تم فولاد کو نہیں کاٹ سکو گے۔ اس کے خلاف ثبوت گواہ جمع کرتے رہو گے اور تمہارے بڑے وہ ثبوت ضائع کرتے ہیں گے۔"

"پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"ھوہے کو کاٹنے کے لئے لوہا بننا چاہئے۔ شیطان کو مارنے کے لئے شیطانی چال چلنا چاہئے۔"

"آپ مجھے ایسا مشورہ دیں کہ میں قانون کے مطابق عمل رتے ہوئے کامیابی حاصل کروں۔"

"ایسے کبھی کامیابی حاصل نہیں ہو گی۔ تم محنت کرتے ہو گے' تمہارے بڑے اس محنت کو مٹی میں ملاتے رہیں گے۔ ذرا ل سے سوچو' تمہارے اعلیٰ افسران غیر قانونی حرکتیں کر کے رموں کو تحفظ دیتے ہیں۔ یعنی وہ وردی پہن کر جرم کرتے ہیں۔ اگر ابھی قانون سے ذرا ہٹ کر ایسی چال چلو کہ مجرموں کی کامیابیاں کامیوں میں بدل جائیں۔ حمزہ خان کو رہائی کا حکم ملنے کے بعد بھی ے رہائی نہ ملے تو یہ تمہاری اور قانون کی جیت ہو گی۔"

"بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ آپ مجھے گائیڈ کریں۔"

"سب سے پہلے یہ سمجھ لو کہ یہودیوں کے ٹیلی پیتھی جاننے لے تمہارے دماغ میں آ کر تمہیں غیر قانونی حرکتیں کرنے پر مجبور سکتے ہیں۔ اگر تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گے تو وہ تمہیں اپنے اشاروں پر نہیں نچا سکیں گے۔"

"میں دشمنوں کی سوچ کی لہروں کو کیسے محسوس کر سکتا ہوں؟"

"تم آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔ اور مجھے تنویمی عمل کرنے اس عمل سے تمہارا دماغ حساس ہو جائے گا۔ تمہارے جیسا حت مند جوان آسانی سے ایک منٹ تک سانس روک سکتا ہے۔"

وہ راضی ہو گیا۔ بستر پر آرام سے لیٹ کر اس نے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ذہن کو میری طرف مائل کر دیا۔ میں نے بڑی آسانی سے ے اپنا معمول بنا کر اس کے دماغ کو حکم دیا کہ وہ آئندہ پرائی سوچ لی لہروں کو محسوس کر لے گا اور سانس روک لیا کرے گا۔ صرف ونیائی آواز اور لہجے کو محسوس نہیں کرے گا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ قانون کی بالادستی کے لئے کبھی کبھی قانون سے ہٹ کر بھی عمل لیا کرے گا۔

یہ عمل کرنے کے بعد میں بھی اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا۔ اس سرائے میں میرا الگ کمرا نہیں تھا۔ وہاں ہر کمرے میں چار یا چھ مسافر رہا کرتے تھے۔ میں محتاط رہ کر دوسروں سے الگ تھلگ زندگی گزارتا تھا لیکن اس سرائے میں' میں ایک معمولی سا' عام سا مسافر تھا۔ وہاں میرا مال چوری ہو سکتا تھا' مگر جان کا خطرہ نہیں تھا۔

صبح پانچ بجے میری آنکھ کھل گئی۔ میں سونیا کا لہجہ اختیار کر کے میر داز خان کے پاس آیا۔ اسے نیند سے بیدار کیا پھر اس کے اندر کوڈ نمبر ادا کئے۔ انہیں سنتے ہی وہ دماغی طور پر غائب ہو گیا۔ خود کو بھول گیا۔ بستر سے اٹھ کر اسٹور روم میں آیا۔ وہاں کچھ ہتھیار اور مختلف قسم کے بم رکھے ہوئے تھے۔ اس نے دو عدد بم اور ریموٹ کنٹرولر کو اٹھایا پھر کوٹھی کے باہر آ گیا۔ پورچ میں دو گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ایک شیراڈ اور دوسری ہنڈا ایکارڈ تھی۔ ان دو میں سے کوئی ایک گاڑی حمزہ خان کے لئے جانے والی تھی۔

میر داز خان نے آس پاس نظریں دوڑائیں۔ اتنی صبح کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے باری باری دونوں گاڑیوں کے نیچے جا کر ایک ایک بم کو وہاں باندھ دیا۔ پھر باہر نکل کر کوٹھی کے اندر آ گیا۔ ریموٹ کنٹرولر کو اس لباس کی جیب میں رکھا جسے وہ پہن کر جانے والا تھا۔ پھر میں نے اسے ایک کرسی پر بٹھا کر کوڈ نمبر سنائے۔ وہ فوراً دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے جو کچھ کیا تھا' وہ اسے یاد نہیں رہا تھا۔

میں نے غسل وغیرہ کے بعد لباس تبدیل کیا۔ پھر پٹھانی پراٹھے اور انڈوں کے آملیٹ کا ناشتا کیا۔ اس کے بعد چائے پی کر میر داز خان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بھی ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو گیا تھا۔ میں نے کوڈ نمبر کے ذریعے اسے غافل کیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ریسیور اٹھا کر جیلر کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر بھرائی ہوئی آواز میں بولا "میں حمزہ خان کا دوست ہے' اس سے بات کرنا مانگتا ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "ہولڈ آن پلیز۔"

بیٹا باپ کے انتظار میں ریسیور کان سے لگائے بیٹھا رہا۔ اسے خبر نہیں تھی کہ وہ باپ سے باتیں کرنے والا ہے اور اپنی آواز اور لہجہ بدل چکا ہے۔ تھوڑی دیر بعد حمزہ خان کی آواز سنائی دی "ہیلو' میں حمزہ خان ہوں۔ تم کون ہے؟"

"میں بھی تمہارا مافق ہتھیاروں کا اسمگلر ہے۔ تمہارا جیل میں رہنے سے میرا مال کا ڈیمانڈ بڑھ جاتا ہے۔ میرے کو بہت منافع ہوتا ہے۔ میں تم سے عرض کرتا ہے' تم ادھر جیل میں رہو باہر میرے کو دھندا کرنے دو۔"

حمزہ خان نے ناگواری سے پوچھا "خنزیر کا بچہ! تم کون ہے؟"

"ہم تمہارا بچہ ہے۔ خود کو خنزیر مت بولو۔ ہم کو اپنا بچہ سمجھ کے دھندا کرنے دو۔ نہیں کرنے دے گا تو تمہارا زندگانی خلاص ہو جائے گا۔"

حمزہ خان نے ریسیور کو غصے سے کریڈل پر پٹخ دیا۔ جیلر نے پوچھا۔ "کیا بات ہے خانِ خاناں؟"

"خدا معلوم کون بزدل کا بچہ ہے۔ فون کا اوپر دھمکی دیتا ہے' ہم باہر جا کے دیکھے گا' اس کا شامت آیا ہے۔"

میں جیلر کے پاس سے پھر میر دراز خان کے پاس آیا۔ وہ ریسیور رکھ کر فون کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے اس کے ذریعے گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ اس نے کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔ حمزہ خان کا دست راست کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر تھا۔ پیچھے دو گن مین بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اپنے مالک کا استقبال کرنے جیل کی طرف جا رہے تھے۔

اس وقت آٹھ بجنے والے تھے۔ میں نے میر دراز خان کے اندر اُس کی اپنی سوچ کے ذریعے کہا "جیل یہاں سے پندرہ منٹ کے فاصلے پر ہے۔ میں ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے یہاں سے نکلوں گا۔ بابا جانی کے آدمیوں کی نظروں سے چھپ کر جیل سے دور رہوں گا۔ مجھے اس بات کا خاص خیال رکھنا ہے کہ وہاں کسی کو میری موجودگی کا علم نہ ہو۔"

میں اسے ضروری باتیں سمجھا کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سرائے کی چارپائی پر بیٹھ کر زیادہ دیر خیال خوانی کے باعث میں دوسرے مسافروں کی توجہ کا مرکز بن جاتا۔ لوگ مجھے حیرانی سے دیکھتے اور سوچتے کہ میں بے حس و حرکت ایک ہی جگہ جم کر کیوں بیٹھا ہوں؟

ایک رات سرائے میں گزارنے کے بعد دانشمندی یہی ہوتی کہ کسی ہوٹل میں قیام کروں تاکہ بند کمرے کے اندر کوئی مجھے مراقبے میں نہ دیکھ سکے۔ میں نے چھوٹی سی اٹیچی میں اپنا سامان رکھا۔ پھر سرائے کے مالک سے مصافحہ کر کے ایک چھوٹے سے رہائشی ہوٹل میں آگیا۔ کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کر کے گھڑی دیکھی' ساڑھے آٹھ ہو چکے تھے۔

پہلے میر دراز خان کو دیکھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کے احاطے سے نکل رہا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ بڑی رازداری سے جیل کی طرف جا رہا ہے۔ وہاں اپنے لوگوں کی نظروں سے چھپنے کی حتی الامکان کوشش کرے گا۔

میں نے شاہ خان کو مخاطب کیا پھر کہا "فون پر حمزہ خان سے بات کرو۔ اسے بتاؤ کہ جیل کے باہر اُس کی زندگی مختصر ہو جائے گی۔ اسے سلاخوں کے پیچھے رہنا چاہئے۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولا "معاملہ کیا ہے؟"

"میں تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا۔"

رابطہ قائم ہو گیا۔ جیلر کی آواز سنائی دی۔ شاہ خان نے اپنا نام بتا کر کہا "میں حمزہ خان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

چند لمحات کے بعد حمزہ خان کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "ہیلو آفیسر! بولو کیا بات ہے؟"

"خانِ خاناں! ابھی ایک منٹ پہلے کسی اجنبی نے مجھے فون کیا۔ وہ بولتا تھا جیل کے باہر حمزہ خان کے لئے موت ہے۔ وہ حیات ہے تو باقی زندگی جیل کے اندر رہے۔"

وہ بولا "میں سمجھ گیا۔ اس خنزیر کا بچہ نے میرے کو بھی فون کے اوپر دھمکی دیا تھا۔ تم فکر مت کرو آفیسر! تم میرا مخالف ہو میرے کو خطرے سے آگاہ کیا۔ میں تم سے بہت خوش ہے۔ میرے کو خدمت کا موقع دو۔ میں تمہارا بہت کام آئے گا۔"

"خانِ خاناں! میں رشوت نہیں لیتا۔ یہ تم اچھی طرح گئے ہو' میں نے تمہیں اس لئے خطرے سے آگاہ کیا ہے کہ تم رہو اور میرے ہاتھوں عدالت میں پہنچ کر سزائے موت پاؤ۔"

اس نے زوردار قہقہہ لگایا پھر کہا "شاباش آفیسر شاباش! بہت دلیر ہے' ارادے کا پکا ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہے۔ باہر آئے گا تو تم سے ملاقات کرے گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ شاہ خان نے پوچھا "فرہاد صاحب واقعی اس کی جان کو خطرہ ہے؟ مجھے اس کی حفاظت کے لئے چاہئے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم ادھر نہ جاؤ۔ میرا وعدہ ہے محفوظ رہے گا۔ میں ابھی تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں نے جیلر کے پاس آکر دیکھا۔ نو بجنے میں... چند منٹ گئے تھے۔ حمزہ خان رخصت ہونے کے لئے جیلر سے مصافحہ کر اور وہ کہہ رہا تھا "خان خاناں! ہم آپ کے خادم ہیں۔ رخ کرنے کے لئے جیل کے بیرونی گیٹ تک جائیں گے۔"

وہ تمام سرکاری ملازم حمزہ خان کے آس پاس چلتے ہوئے کی طرف جانے لگے۔ میں میر دراز خان کے پاس آگیا۔ اس اپنی ہارنیل سے بہت دور کھڑی کی تھی۔ وہاں سے پیدل آ اس کے باپ کے لئے آئی ہوئی ہنڈا ایکارڈ گیٹ سے ذرا دور ہوئی تھی۔ جیسے ہی گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھلا' میں نے دراز ایکشن پر مجبور کیا۔ اس نے ریموٹ کنٹرول کا رخ ہنڈا ایکا طرف کیا پھر ایک بٹن کو دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک زبر دھماکا ہوا۔ حمزہ خان گیٹ کے چھوٹے دروازے سے جھک آنا چاہتا تھا' دھماکا ہوتے ہی الٹ کر پیچھے دو بارہ جیل کے ا گرا۔

اس کا دستِ راست اور ایک گن مین گیٹ کے پاس بھی چھلانگیں لگا کر جیل کے احاطے میں چلے آئے۔ دوسرا اپنے مالک کے لئے کار کا دروازہ کھولنے کے لئے وہیں مو اب بے وجود ہو کر رہ گیا تھا۔ کار کے ساتھ اُس کے بھی اڑ گئے تھے۔

میں نے دراز خان کو اس کی کوٹھی کی طرف روانہ کیا کے پاس آیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ حمزہ خان بہت خ ہے' موت سے نہیں ڈرتا۔ خطرات سے کھیلنے کا عادی ہے وقت حواس باختہ ہو گیا تھا۔ کیونکہ ایسا اچانک ہوا تھا۔ ا وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی دشمن اتنی دلیری دکھائے

میر حمزہ خان جیسے خطرناک شخص کی چھ لاکھ کی گاڑی کو تباہ کر دے گا۔ جیلر نے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا "خانِ خاناں! خدا کا شکر ادا کرو۔ سجدہ کرو' اگر چند سیکنڈ پہلے باہر جاتے اور اس گاڑی میں بیٹھتے تو کیا ہوتا؟"

دستِ راست نے کہا "آپ کے ایک باڈی گارڈ کے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔"

میر حمزہ خان خلا میں تک رہا تھا۔ اس کی دماغی حالت کیسی تھی یہ میں معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن چہرے کا پسینہ بتا رہا تھا کہ وہ ہیجان ہو گیا ہے۔ وہ فرش پر سے اٹھ کر اپنے لباس کو جھاڑتا ہوا جیلر کے دفتر کی طرف جانے لگا۔ جیلر نے ایک سپاہی سے کہا۔ "دوڑ کے جاؤ' خانِ خاناں کے لئے ٹھنڈی بوتل لے آؤ۔"

"نہیں....." حمزہ خان نے ہانپتے ہوئے کہا "ٹھنڈا بوتل میں بھی سازش ہو سکتا ہے۔ ادھر میرا پاس سے یہ بھیڑ ہٹاؤ۔ ابھی میرے کو سمجھنے دو کون دوست ہے کون دشمن ہے؟"

پھر اس نے اپنے دستِ راست سے کہا "اوئے شیرباز! جاؤ جلدی جاؤ۔ کمشنر صاحب کو' آئی جی صاحب کو بولو۔ ادھر میرے ساتھ میں کیا ہوتا ہے۔ اپنا حواری لوگ کو دشمن کا پیچھے دوڑاؤ۔ جو میرا دشمن کو پکڑے گا' میں اس کو پاکستان کا کرنسی میں تول دے گا۔"

شیرباز ریسیور اٹھا کر کمشنر کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں دراز خان کے پاس آیا۔ وہ اپنی کوٹھی میں واپس آگیا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے فون پر آئی جی سے رابطہ کیا۔ اس کی آواز سنی۔ پھر ریسیور رکھوایا۔ آئی جی کے خیالات پڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی فون کی گھنٹی سنائی دی۔ آئی جی نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کمشنر نے کہا "سینٹرل جیل کے سامنے میر حمزہ خان کی کار کو بم سے اڑا دیا گیا ہے۔ آپ وہاں فوراً پہنچیں۔ میں بھی آرہا ہوں۔"

"میں ابھی یہاں سے نکل رہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر بڑبڑانے لگا "کیا مشکل ہے۔ حمزہ خان ہمارے ملک کا بدترین مجرم ہے۔ لیکن اسے وی آئی پی ٹریٹمنٹ دینا پڑتا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہودیوں سے رشوت لینے کے بعد ان کا غلام بن جاؤں گا اور سلامتی کی یہ وردی پہن کر بدترین مجرموں کا خدمت گار بن جاؤں گا۔ تو میں کبھی رشوت قبول نہ کرتا۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "کیا میں اس غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتا؟"

"نہیں ہو سکتا۔ میری بیٹی لندن میں اور بیٹا شکاگو میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان کے اخراجات ایک ایسا یہودی سرمایہ دار برداشت کر رہا ہے جسے میں نہیں جانتا۔ اگر میں فرض شناسی دکھاؤں گا تو وہاں میری بیٹی اور بیٹے سلامت نہیں رہیں گے۔ مجھے دھمکی دی گئی ہے کہ جب تک میں اُن کا وفادار رہوں گا میرے دونوں بچے وہاں عیش و آرام سے محفوظ رہیں گے۔ ورنہ ان کی لاشیں یہاں پہنچیں گی۔"

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ھَوَاجس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو نمود دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے سب ریکارڈ توڑ دیے

حیرت ناک ڈائجسٹ

پانچ حصّوں میں مکمّل

قیمت فی حصہ ۲۵ روپے * ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز، ۳۷ بی، ۲ نارتھ ناظم آباد، کراچی

رشوت خوری نے اسے بری طرح پھانس لیا تھا۔ اسے دلدل سے نکالنے میں بڑا وقت لگنے والا تھا۔ فی الحال حمزہ خان سے نمٹنا تھا۔ میں کمشنر کے پاس آیا۔ وہ ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا جیل کی طرف جارہا تھا۔ اگلی سیٹوں پر سپاہی ڈرائیور اور باڈی گارڈز بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کمشنر کے ذریعے ڈرائیور کی آواز سنی پھر آئی جی کے پاس آگیا۔ وہ بھی اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر جارہا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے بھی اس کے ڈرائیور کی آواز سن لی۔

کمشنر اور آئی جی اپنی اپنی گاڑیوں میں آگے پیچھے سینٹرل جیل کے گیٹ کے پاس پہنچے۔ گاڑیوں کو گیٹ سے ذرا دور ٹھہرا کیا پھر حمزہ خان کی تباہ شدہ گاڑی کو دیکھا۔ کمشنر نے کہا "خانِ خاناں کا کوئی زبردست دشمن پیدا ہوگیا ہے۔ ہمیں اس کی حفاظت کا مکمل انتظام کرنا ہوگا۔"

آئی جی نے کہا "میں خانِ خاناں کو اپنی نگرانی میں یہاں سے لے جاؤں گا۔ وہ جہاں جانا چاہے گا اسے بحفاظت پہنچادوں گا۔"

وہ دونوں اپنے سپاہیوں کے ساتھ گیٹ کے چھوٹے دروازے سے گزر کر جیل کے احاطے میں چلے گئے۔ میں۔۔۔ ایک ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر گاڑی کی پٹرول کی ٹنکی کی پاس لے گیا۔ اس نے جیب سے چاقو نکال کر اسے کھولا پھر اس کی نوک سے ٹنکی میں ننھا سا سوراخ کردیا۔

اس کے بعد ڈرائیور کو دوسری گاڑی کے پاس لے گیا۔ اس گاڑی کا ڈرائیور پان سگریٹ کی دکان کے پاس کھڑا سگریٹ سلگانے کے لئے دیا سلائی خرید رہا تھا۔ ڈرائیور نے دوسری گاڑی کی ٹنکی میں بھی سوراخ کردیا۔

اب دونوں گاڑیوں کی ٹنکیوں سے پٹرول پتلی سی دھار کی صورت میں بہہ رہا تھا۔ گاڑیوں کے نیچے سے بہتا ہوا دور جارہا تھا۔ جیلر کے دفتر میں کمشنر، آئی جی اور میر حمزہ خان کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈی ایس پی شاہ خان ان کے سامنے کھڑا ہوا کہہ رہا تھا "میں نے خانِ خاناں کے خلاف ٹھوس ثبوت حاصل کئے تھے۔ سوچا تھا ایک خطرناک مجرم کو سزائے موت ملے گی یا عمر قید....."

کمشنر نے شاہ خان سے کہا "ایسی بکواس کرنے کا یہ کون سا وقت ہے۔ خانِ خاناں کو یہاں سے بحفاظت لے جانے کی بات کرو۔ تمہارے آئی جی صاحب خانِ خاناں کو اپنی نگرانی میں لے جائیں گے۔ تم بھی ان کے ساتھ....."

شاہ خان نے کہا "تو سر! میں خانِ خاناں کو یہاں سے نہیں لے جاؤں گا۔"

وہ غصے سے اٹھ کر بولا "تم میرے حکم سے انکار کروگے؟"

"تو سر! میں جونیئر افسر ہوں۔ جائز اور ناجائز ہر حکم کی تعمیل کرتا ہوں لیکن اس اوپر والے کا حکم ہے کہ خانِ خاناں تمام عمر جیل میں رہے۔ ورنہ باہر عمر تمام ہوجائے گی۔"

حمزہ خان نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "یہ میر حمزہ خان دشمن کے دھماکے سے نہیں ڈرے گا۔ میں اندر تھا' باہر اس کا داؤ چل گیا۔ اس کے بعد اور کوئی داؤ مجھ پر نہیں چلے گا۔"

میں نے وہاں سے آکر ایک ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کے ہاتھوں سے ماچس کی تیلی جلا کر سڑک پر بہتے ہوئے پٹرول پر پھینک دی۔ یکبارگی آگ بھڑکی۔ پھر وہ آگ پٹرول کی دھار پر پھیلتی اور بڑھتی ہوئی ایک گاڑی تک پہنچی۔ ایک زوردار دھماکا ہوا۔ گاڑی کے جلتے ہوئے ٹکڑے دوسری گاڑی کے بہتے ہوئے پٹرول پر آئے پھر دوسری گاڑی کے دھماکے نے قیامت مچادی۔

میں جیل کے اندر شاہ خان کے پاس آیا۔ وہاں بھی دھماکوں کی آوازوں نے ہلچل مچادی تھی۔ وہ سب دفتروں سے نکل کر گیٹ کی سمت دیکھ رہے تھے۔ گیٹ کے اور جیل کی اونچی دیواروں کے اس پار آسمان سے باتیں کرتے ہوئے شعلے دکھائی دے رہے تھے۔ گیٹ کا سپاہی دوڑتا ہوا آیا تھا اور ہانپتا ہوا کہہ رہا تھا "سر! ایک نہیں دونوں گاڑیوں میں دھماکے ہوئے ہیں۔ کمشنر صاحب اور آئی جی صاحب کی گاڑیاں تباہ ہوگئی ہیں۔"

سب کے منہ حیرانی اور پریشانی سے کھلے رہ گئے۔ شاہ خان نے کہا "خان خاناں! دیکھو اور سمجھو۔ موت تمہیں بار بار وارننگ دے رہی ہے۔ عدالت سے ملنے والے رہائی کے پروانے کے باوجود تم رہا نہیں ہوپاؤ گے' آگے تم سمجھ دار ہو۔"

میر حمزہ خان دیوار پر گھونسا مارتے ہوئے بولا "یہ کیا ہورہا ہے۔ آپ جیسے اعلیٰ افسروں کی گاڑیوں میں دھماکے ہورہے ہیں۔ وہ دشمن کتنے بڑے دل گردے والا ہے جو میرے جیسے خطرناک مجرم سے ٹکرا رہا ہے۔ پولیس کے اتنے بڑے بڑے افسروں کو چیلنج کررہا ہے۔ کون ہے وہ؟ کون ہے وہ؟"

وہ دیوار پر گھونسے مار رہا تھا اور کہتا جارہا تھا "کون ہے وہ؟ کون ہے وہ؟"

کمشنر، آئی جی اور ڈی ایس پی شاہ خان نے اسے پکڑلیا' گھونسے مارتے مارتے اس کا ہاتھ لہولہان ہورہا تھا۔ وہ اپنے لہو کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ پھر یکبارگی خود کو تینوں سے چھڑاتے ہوئے بولا "پکڑلیا۔ دشمن کو پکڑلیا۔"

کمشنر نے پوچھا "کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں سمجھ گیا کمشنر صاحب! آپ انکوائری کرے گا تو معلوم کرنا ہوگا۔ میرا گاڑی میں کس نے بم رکھا؟ آپ کا گاڑی میں اور آئی جی صاحب کا گاڑی میں آگ کیسا لگ گیا؟ جب یہ تمام سوالوں کا جواب نہیں ملے گا تو پھر ایک ہی جواب ہوگا۔ اور وہ جواب ہوگا فرہاد علی تیمور۔ فرہاد' فرہاد۔ اتنا بڑا بڑا واردات فرہاد کرسکتا ہے' کوئی دوسرے کا مجال نہیں ہے۔"

آئی جی نے پوچھا "تمہارا وہیاں فرہاد کی طرف کیوں گیا ہے؟ کیا اسے تم سے کوئی دشمنی ہے؟"

"آئی جی صاحب! فرہاد کو تم سے بھی دشمنی ہے۔ ہم جس پاور کا ایجنٹ ہے آپ بھی اُس کا وفادار ہے۔ کمشنر صاحب بھی اس کا جی حضوری کرتا ہے۔ فرہاد ہمارا تمہارا اعمال نامہ پڑھنے کا داسطے

ادھر آیا ہے۔ ابھی وہ پاور سے ملاقات کرو۔ اس کو فون کرکے بولو ہمارا تمہارا جان عذاب میں ہے۔ اس کو بولو' ادھر آؤ' ہمارا مدد فرماؤ۔"

وہ مکمل کر بھی نہیں کہہ رہا تھا۔ یہودیوں کو پاور کہہ رہا تھا۔ میں نے ایک مسلح سپاہی کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

سب نے چونک کر اُس سپاہی کو دیکھا' میں نے کہا "یہ بیچارہ سپاہی فرہاد نہیں ہے۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

میں نے سپاہی کی گن سے حمزہ خان کا نشانہ لیتے ہوئے پوچھا۔ "موت تم سے کتنی دور ہے؟ میں چاہتا تو جیل کے کسی سپاہی کے ذریعے تم پر گولی چلا تا۔ تمہیں زخمی کرتا پھر تمہارے دماغ پر حکومت کرتا۔ تمہاری یوگا کی مہارت دھری کی دھری رہ جاتی۔"

حمزہ خان پریشان ہوکر گن کی نال کو اپنی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ موت سے خوف زدہ نہیں تھا۔ پریشانی یہ تھی کہ زخمی ہوگا تو فرہاد کا غلام بن جائے گا۔

میں نے کہا "میں تمہیں زخمی نہیں کروں گا۔ تمہیں اپنا معمول اور آلۂ کار نہیں بناؤں گا۔ تمہیں یہ دکھاؤں گا کہ یوگا کی مہارت کے باوجود تم میری جوتیوں میں ہو۔ تم جیل سے باہر قدم نہیں رکھ سکوگے۔ میں تمہیں چوبیس گھنٹوں کی مہلت دیتا ہوں۔ اپنے یہودی آقاؤں کی جتنی مدد حاصل کرسکتے ہو' کرلو۔ ان دو اعلیٰ افسروں کو بھی اتنی ہی مہلت دے رہا ہوں۔ کل صبح نو بجے تک تم تینوں کو اگر یقین ہوجائے کہ یہودی آقا تمہارے کام نہیں آسکیں گے تو حمزہ خان تم کمشنر اور آئی جی کے سامنے تحریری بیان دوگے۔ اپنے تمام چھوٹے بڑے جرائم کا اعتراف تحریری طور پر کروگے۔ کمشنر اور آئی جی تمہارا تحریری بیان لے کر عدالت میں جائیں گے۔ جج صاحب کے سامنے وہ بھی یہودیوں کے دلّال ہونے کا تحریری طور اعتراف کریں گے اور یہ سب کارروائیاں ڈی ایس پی شاہ خان کی نگرانی میں ہوں گی۔"

وہ سب گم صم ہوکر میری باتیں سن رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "کل نو بجے میرے احکامات کی تعمیل نہ ہوئی تو میں سب سے پہلے حمزہ خان کو زخمی کرکے اس کے دماغ پر قبضہ جماؤں گا۔ پھر تم تینوں کو پشاور سے دوڑاتے ہوئے اسلام آباد لے جاؤں گا۔ وہاں قانون ساز ادارے کی چوکھٹ پر تم تینوں سر مارتے مارتے مرجاؤ گے۔ قانون شکن افسروں اور دلّالوں کو قانون کی دہلیز پر ہی تماشا بن کر مرنا چاہئے تاکہ دوسرے عبرت حاصل کریں۔ میں جارہا ہوں' کل نو بجے آؤں گا۔"

میں سپاہی کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر شاہ خان کے دماغ میں آگیا۔ وہ بہت خوش ہورہا تھا اور مطمئن تھا کہ ٹیڑھے راستے سے ہی سہی' قانون کی بالادستی بحال ہورہی ہے۔ وردی کی عزت بھی برقرار رہے گی۔ جنہیں وہ انتھک محنت کے باوجود بے نقاب نہیں کرسکا تھا۔ وہ کل صبح بڑی آسانی سے بے نقاب ہوکر اپنی سزا کو پہنچنے والے تھے۔

شاہ خان نے آئی جی سے پوچھا "سر! کیا میں جاسکتا ہوں؟"

کمشنر نے کہا "تم پر مصیبت آئی ہوئی ہے اور تم چھٹی مانگ رہے ہو۔ مسٹر فرہاد نے تمہیں ہماری نگرانی کے لئے مقرر کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے مسٹر فرہاد سے تمہارا رابطہ رہتا ہے۔"

"سر! آپ میری بات نہ کریں اپنی فکر کریں۔"

"فکر سے میری آدھی جان جارہی ہے۔ کیا آج شام کو تم کسی وقت فرہاد صاحب سے رابطہ کرا سکتے ہو؟"

"اگر وہ میرے دماغ میں آئیں گے تو میں آپ کا پیغام پہنچا دوں گا۔"

کمشنر نے آئی جی اور حمزہ خان سے کہا "میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آیئے ہم کسی کمرے میں بیٹھیں گے۔"

جیلر نے ان کے لئے دفتر کے ساتھ والا کمرا کھول دیا۔ ان تینوں نے اندر آکر دروازے کو بند کرلیا پھر کمشنر نے آئی جی اور حمزہ خان سے کہا "یہاں آرام سے بیٹھ کر صرف ایک سوال کا جواب سوچو کہ کل صبح نو بجے ہمارا انجام کیا ہوگا؟ سوسائٹی میں اور سرکاری شعبوں میں ہماری عزت ہے۔ کل وہ ہمیں ننگا کرکے عوام کے سامنے دوڑائے گا اور اقبالِ جرم کرائے گا تو ہم اور ہمارے بچے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

حمزہ خان نے کہا "بے شک پریشانی کی بات ہے۔ میرا خلاف جتنا ثبوت تھا اسے آپ نے خلاص کردیا۔ اس کے باوجود کل وہ میرے کو زخمی کرے گا۔ میرے دماغ میں گھسے گا اور میرے سے اقبالِ جرم کرائے گا۔ یہ ٹیلی پیتھی بہت جنجال والا شیطانی علم ہے۔ یہ تو میں اچھی طرح سمجھ گیا' فرہاد ہم کو نہیں چھوڑے گا۔ ہم سب کو ذلیل کرے گا۔"

آئی جی نے کہا "تم ذلیل ہوگے تو قیامت نہیں آئے گی۔ تم تو پہلے بھی بدنام قاتل اور مجرم تھے۔ عزت تو ہم عزت داروں کی جائے گی۔ جب میں پہلی بار یہودیوں سے سودے بازی کررہا تھا تب میری بیوی نے سمجھایا تھا' آپ تھوڑا کمائیں' ہم تھوڑا کھائیں گے۔ اپنے بچوں کو پاکستان میں تعلیم دلائیں گے۔ انہیں لندن اور شکاگو بھیجنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن اُن دنوں میں اونچا اڑ رہا تھا۔ میری بیوی مجھے نادان اور احمق نظر آرہی تھی۔ جب مجھے تمہارے جیسے مجرموں کے سامنے جھک کر بات کرنا پڑی' تب میری برتری اور خودداری کو ٹھیس پہنچی۔ جب میں نے تمہارے خلاف ملنے والے تمام ثبوت کو ضائع کرنے سے انکار کیا تو دھمکی دی گئی کہ میری بیٹی لندن سے اور بیٹا شکاگو سے زندہ واپس نہیں آئیں گے۔ تب میرے ضمیر نے ملامت کی۔ میں نے جھوٹی نمائش اور جھوٹی شان و شوکت کے لئے اپنے بچوں کو یہودیوں کے پاس گروی رکھ دیا ہے۔"

کمشنر نے کہا "جو ہوگیا' سو ہوگیا۔ جو ہونے والا ہے اُس کی

بات کریں۔" حمزہ خان نے کہا "ایک بات تو پکا ہے۔ فرہاد ہم سب سے اقبالِ جرم کرائے گا۔ میں تو نہیں کرے گا، کیا آپ کرے گا؟"

"نہیں، کوئی اپنی خوشی سے اپنے جرائم قبول نہیں کرتا ہے۔ اس لئے وہ جبراً ایسا کرائے گا۔ کیا یہودی آقا ہمیں تحفظ دیں گے؟"

"کیوں نہیں دے گا۔ ضرور دے گا۔ ہم اور آپ پاکستان میں یہودی برادر کا واسطے بہت اہم ہے۔ میرا دستِ راست ٹرانسیٹر سے گفتگو کرنے گیا ہے۔ ابھی وہ آکے بتائے گا۔ آپ حوصلہ کرو ہم سب کو فرہاد کا ٹیلی پیتھی سے تحفظ ملے گا۔ ضرور ملے گا۔"

میں کبھی آئی جی اور کبھی کمشنر کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ کمشنر کو حمزہ خان کی طرح یہودیوں پر بھروسا تھا۔ لیکن آئی جی دل سے پچھتا رہا تھا۔ اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "دس بج کر پندرہ منٹ ہو چکے ہیں، میں منصف سردار علی خان کی عدالت میں جا رہا ہوں۔ ان کے سامنے اقبالِ جرم کروں گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کمشنر نے اٹھ کر کہا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس کا انجام جانتے ہیں؟ کیا آپ اپنی بیٹی اور بیٹے کی زندگی داؤ پر لگا رہے ہیں؟"

"میں نے یہودیوں کی پابندیاں قبول کرتے وقت یہ نہیں سوچا کہ میں ایک مسلمان کے ضمیر کو بیچ رہا ہوں اور پاکستان کے وقار کو ٹھیس پہنچا رہا ہوں۔ کیا بیٹی اور بیٹا ہمارے مذہب اور ہمارے وطن سے زیادہ اہم ہیں؟ نہیں، میں بیٹی اور بیٹے کی قربانیاں دے کر کفارہ ادا کروں گا۔ میرے اقبالِ جرم سے اور اولاد کی قربانیوں سے دوسرے پولیس والے عبرت حاصل کریں گے تو ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے لئے یہ میرا بہترین عمل ہوگا۔" وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

حمزہ خان نے کہا "بزدل کا بچہ۔ فرہاد کا خوف سے اقبالِ جرم کرتا ہے۔"

کمشنر نے پوچھا "کیا ہم فرہاد سے محفوظ رہیں گے؟"

"ضرور۔ اسرائیل بہت چھوٹا ملک ہے۔ دنیا کا نقشے میں ناخن کے برابر ہے۔ مگر وہ امریکا جیسا سپر پاور کو نچاتا ہے۔ ہم دونوں اسرائیلیوں کا ایجنٹ ہے۔ جب امریکا ناچتا ہے تو کل نو بجے سے پہلے فرہاد بھی ناچے گا۔"

میں کمشنر کے دماغ سے نکل آیا۔ انہیں اپنا اپنا مقدر آزمانے کے لئے چوبیس گھنٹوں کی مہلت دے چکا تھا۔ اس لئے مجھے حمزہ خان کی باتوں پر غصہ نہیں آیا۔ میں آئی جی کے دماغ میں آیا۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھا عدالت کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا "ڈرائیور! راستہ بدل دو۔ کینٹونمنٹ کی طرف چلو۔"

ڈرائیور ٹیکسی کو روک کر واپس موڑنے لگا۔ آئی جی نے حیرانی سے سوچا "میں نے ارادہ کیوں بدل دیا ہے۔ اپنے گھر کی طرف کیوں جا رہا ہوں؟"

میں نے کہا "مسٹر ہدایت اللہ! عدالت نہیں جاؤ گے۔"

وہ حیرانی سے بولا "کیا میرے اندر مسٹر فرہاد بول رہے ہیں؟"

"ہاں، میں ہوں۔ میں نے تمہاری نیک نیتی پڑھ لی ہے۔ تم اپنی غلطیوں پر دل کی گہرائیوں سے پچھتا رہے ہو۔ اگر تمہیں یہودیوں کے شکنجے سے رہائی مل جائے تو تم پولیس ڈیپارٹمنٹ کے فرض شناس افسر بن کر قانون کی بالادستی قائم رکھ سکتے ہو۔"

"خدا کا شکر ہے۔ آپ نے اپنے علم کے ذریعے میرے اندر کی سچائی کو پڑھ لیا ہے۔"

"تمہاری سچائی کا انعام تمہیں ملے گا۔ میں تمہاری بیٹی اور بیٹے کو زندہ سلامت تمہارے پاس پہنچاؤں گا۔"

"کیا واقعی؟" وہ حیرت اور مسرت سے خلا میں تکنے لگا۔

"ہاں، مجھے اپنی بیٹی اور بیٹے کے سرپرست یہودیوں کے نام اور پتے بتاؤ۔ کیا ان کی تصویریں ہیں؟"

"میں ان سرپرستوں کو نہیں جانتا ہوں۔ ایک مڈل مین ہے جو ہمارے اور یہودیوں کے درمیان رابطے کا ذریعہ بنتا ہے۔ میں اسی کے ذریعے اپنی بات یہودیوں تک پہنچاتا ہوں اور یہودی بھی اپنا پیغام اسی کے ذریعے مجھ تک پہنچاتے ہیں۔"

وہ اپنی کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا۔ ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر رخصت کیا پھر اندر جانے لگا۔ میں نے کہا "اس مڈل مین سے فون پر بات کرو۔"

اس نے کمرے میں آکر فون کا ریسیور اٹھایا پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں رابطہ ہو گیا۔ دوسری طرف سے کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو! میں مسز مارٹن بول رہی ہوں۔"

آئی جی نے کہا "مسز مارٹن! میں ایکس ون بول رہا ہوں اور ایکس ون ون ٹو سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"پلیز ہولڈ آن۔"

میں مسز مارٹن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کے شوہر مارٹن کا کوڈ نمبر ایکس ون ون ٹو ہے۔ دونوں میاں بیوی یہودی تھے۔ یہاں عیسائی بن کر رہتے تھے۔ آئی جی، کمشنر اور حمزہ خان جیسے ایجنٹوں کے پیغامات مارٹن کے ذریعے یہودی تنظیم کے سربراہ تک پہنچاتے تھے اور سربراہ کے احکامات اسی مڈل مین مارٹن کے ذریعے ان تینوں ایجنٹوں کو سنائے جاتے تھے۔ وہ سنتے تھے اور ان احکامات کی تعمیل پالتو کتوں کی طرح کرتے تھے۔

مارٹن نے ریسیور کان سے لگا کر کہا "ہیلو ایکس ون! مجھے حمزہ خان کے رائٹ ہینڈ نے بتایا ہے کہ فرہاد تم لوگوں کو پریشان کر رہا ہے۔"

آئی جی نے کہا "اس نے غلط بتایا ہے۔ مسٹر فرہاد پریشان نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہماری آنکھیں کھول رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا دوسرے مسلمانوں کی غیرت جاگے گی یا نہیں؟ لیکن مجھے یہودیوں کی غلامی کرتے ہوئے شرم آرہی ہے۔ اپنے بڑوں سے کہہ دو آئی جی ہدایت اللہ آج سے اپنے ملکی قوانین کے خلاف کوئی کام نہیں کرے گا۔ اور قانون توڑنے والوں کو عدالت اور جیل میں پہنچائے گا۔ قانون توڑنے والوں کی فہرست میں تمہارا نام بھی ہے۔"

"ہم۔۔۔ ہوش میں تو ہو مسٹر ایکس ون؟"

"اب میں ایکس ون نہیں رہا۔ میں صرف پولیس ڈیپارٹمنٹ کا آئی جی ہوں۔"

"کیا تم اپنی بیٹی اور بیٹے کو بھول گئے ہو؟"

"میں نے ایمان اور فرض کے سامنے خون کے رشتوں کو بھلا دیا ہے۔ اب تم میری نہیں اپنی فکر کرو۔"

آئی جی نے ریسیور رکھ دیا۔ مارٹن نے ہیلو ہیلو کہہ کر آوازیں دیں پھر ریسیور رکھ کر تیزی سے چلتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آیا۔ وہاں دیوار پر ایک بڑی سی تصویر لگی ہوئی تھی۔ اس نے تصویر کو ہٹایا اس کے پیچھے ایک بڑا سا ٹرانسیٹر رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے آپریٹ کیا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ یہودی تنظیم کا سربراہ دہلی میں رہتا ہے۔

اس نے رابطہ قائم ہونے کے بعد سربراہ سے کہا "سر! گڑبڑ ہو رہی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے آپ کو بتایا تھا کہ فرہاد نے پشاور سینٹرل جیل کے سامنے ہمارے تین اہم ایجنٹوں کی گاڑیاں تباہ کر دی ہیں اور چیلنج کیا ہے کہ حمزہ خان رہائی کے حکم نامے کے باوجود جیل سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ اب دوسری اطلاع یہ ہے کہ آئی جی ہدایت اللہ نے ہمارا آلۂ کار بن کر رہنے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے اپنے ملک کے خلاف کام کرنے والوں کو گرفتار کرے گا۔ اس نے مجھے بھی گرفتار کرنے کی دھمکی دی ہے۔ آپ گائیڈ کریں، مجھے اب کیا کرنا چاہئے؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "کیا اسے اپنے جوان بچوں کی فکر نہیں ہے؟"

"جی نہیں۔ وہ اپنے فرائض پر بچوں کو قربان کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ وہ اپنے بچوں کی وجہ سے ہمارے دباؤ میں نہیں رہے گا۔"

"یہ تشویش کی بات ہے۔ تم اپنی رہائش گاہ میں ایسی کوئی چیز نہ رکھو، جو تمہارے خلاف ثبوت بن جائے۔ جب وہ ثابت نہیں کر سکے گا کہ تم یہودی تنظیم کے مڈل مین ہو تو پھر گرفتار بھی نہیں کرا سکے گا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ سربراہ کے خیالات نے بتایا کہ پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا اور افغانستان میں سراغرسانی اور سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے یہودی تنظیم کا ایک دفتر دہلی میں قائم کیا گیا ہے۔ اس تنظیم کے چند بڑے دماغ دہلی میں بیٹھ کر افغانستان، سری لنکا، بنگلہ دیش اور پاکستان کے زرخرید ایجنٹوں کی راہنمائی کرتے رہتے ہیں۔

سربراہ نے ٹرانسیٹر کو آف کر کے ان تین افراد کو دیکھا جو

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے

ایک ماہر ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

ہپناٹزم کی حقیقی تصاویر

ہپناٹزم کی جدید تحقیقات

باتصویر

قیمت ۲۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

اردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ نفسیات پریس بک سروس کراچی

قریب ہی صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ تینوں اس تنظیم کے بہترین دماغ تسلیم کئے جاتے تھے۔ ان کی پلاننگ اور مشوروں کے مطابق بھارت کے پڑوسی ملکوں میں سازشی کارروائیاں کی جاتی تھیں۔ سربراہ نے ان تینوں پلان میکرز سے کہا "ایک نیا مسئلہ درپیش ہے۔ آئی جی ہدایت اللہ پر حب الوطنی کا جنون سوار ہوگیا ہے۔ وہ آئندہ ہمارا آلۂ کار بن کر نہیں رہے گا۔ وہ ہمارے مڈل مین مارٹن کو گرفتار کرنے والا ہے۔ آئندہ وہ اپنے بچوں کی خاطر ہمارے دباؤ میں نہیں رہے گا۔"

ایک پلان میکر نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے فرہاد کی پشت پناہی حاصل ہو رہی ہے۔"

دوسرے پلان میکر نے کہا "اور اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ فرہاد آئی جی کے ذریعے مارٹن اور مارٹن کے ذریعے ہمارے درمیان پہنچ گیا ہے۔"

تیسرے پلان میکر نے ہنستے ہوئے کہا "ہمارے درمیان پہنچنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم تینوں یوگا کے ماہر ہیں۔ وہ ہمارے سربراہ رابرٹ کے اندر جا سکتا ہے ہمارے اندر نہیں آسکتا۔"

مجھے یہ سن کر مایوسی ہوئی کہ وہ تینوں مجھ سے محفوظ رہیں گے لیکن دوسرے ہی لمحے میں سربراہ رابرٹ کے چور خیالات نے بتایا۔ "یہ تینوں شراب پیتے ہیں۔ عیاشی کرتے ہیں۔ بھلا سانس کیا روکیں گے۔ ویسے بہت چالاک ہیں۔ ایسا کہہ کر فرہاد کو اپنے اندر آنے سے روک رہے ہیں۔"

میں نے تینوں کے دماغوں میں باری باری جا کر دیکھا۔ واقعی وہ بڑی مکاری سے مجھے اپنے اندر آنے سے روکنے والے تھے۔ میں نے ان میں سے کسی کو بھی مخاطب نہیں کیا۔ رابرٹ نے کہا "تم تینوں محفوظ رہو گے لیکن مجھے اس کے آنے کا پتا نہیں چلے گا۔"

ایک نے کہا "اگر فرہاد ہمارے سربراہ کے دماغ میں ہے تو ہم سے معاملات طے کرے۔ ہم بڑی آسان شرائط پر آئی جی ہدایت اللہ کی بیٹی اور بیٹے کو بحفاظت پاکستان پہنچا دیں گے۔"

یہ بہت بڑی پیشکش تھی۔ میں آئی جی کے بچوں کی سلامتی چاہتا تھا لیکن اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ انہیں اس خوش فہمی میں مبتلا رکھنا دانش مندی ہوتی کہ میں ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ رہا ہوں۔

میں آئی جی ہدایت اللہ کے پاس آیا۔ وہ انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ کرکے یہ کہنا چاہتا تھا کہ اسلام آباد میں رہنے والے ایک شخص مارٹن پر نظر رکھی جائے۔ ان میاں بیوی کی عدم موجودگی میں ان کے بنگلے کی تلاشی لی جائے۔ وہاں سے اس کے خلاف کچھ ثبوت مل سکتے ہیں کہ وہ یہودیوں کا ایک مڈل مین ہے۔ میں نے آئی جی کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ اسے بستر پر لٹانے اور پھر سونے پر آمادہ کیا۔ جب اسے نیند آگئی تو میں نے اسے اپنا معمول بنایا۔ اس کے دماغ کو حکم دیا کہ وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے اور سانس روک لیا کرے۔ صرف سونیا کی آواز اور لہجے میں جو سوچ کی لہریں آئیں انہیں محسوس نہ کرے۔

مجھے اس کے دماغ کو لاک کرنا پڑا تاکہ یہودی خیال خوانی کرنے والے اس کے خیالات نہ پڑھ سکیں اور یہ نہ معلوم کر سکیں کہ میں اس سے دماغی رابطہ رکھتا ہوں۔ جب یہ معلوم نہیں ہو سکے گا تو دہلی میں رہنے والے یہودی تنظیم کے سربراہ اور تینوں پلان میکرز خوش فہمی میں رہیں گے کہ وہ لوگ میری ٹیلی پیتھی سے محفوظ ہیں۔ میں اسے تنویمی نیند سلا کر مڈل مین مارٹن کے مزید خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا اسلام آباد میں ایک بہت ہی چالاک اور تجربہ کار یہودی سراغ رساں اے آر ڈوگلس ہے لیکن وہ سردار عبدالرحمان کے نام سے مسلمان بن کر زیرو پوائنٹ کے قریب ایک بنگلے میں رہتا ہے۔ اُس کے ساتھ ایک بوڑھی جاسوسہ اور تین یہودی حسینائیں ڈوگلس کی مسلمان بیٹیاں بن کر رہتی ہیں۔ یعنی ایک بنگلے میں ڈوگلس سمیت پانچ جاسوس رہتے ہیں۔ اور پاکستانی انٹیلی جنس والوں کو ان پر آج تک شبہ نہیں ہوا تھا۔

اے آر ڈوگلس عرف سردار عبدالرحمان کے بیان کے مطابق وہ برسوں سے اپنی بیوی اور تین بیٹیوں کے ساتھ نیویارک میں رہ رہا تھا لیکن اب جوان بیٹیوں کو پاکستان میں بیاہنا چاہتا تھا اور معقول لڑکوں کی تلاش میں وہاں آیا تھا۔

درپردہ اس کی یہ ذمے داری تھی کہ وہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی صحیح رپورٹ حاصل کرتا رہے اور ایٹمی پلانٹ سے تعلق رکھنے والے افسران سے دوستی کرے۔ دوستی کرنے کے لئے تین حسیناؤں کو ذریعہ بناتا رہے اور یہ ظاہر کرتا رہے کہ اُس کی لڑکیاں چند افسران سے متاثر ہیں اور کسی دوسری جگہ شادی نہیں کرنا چاہتی ہیں۔

بھارت اور اسرائیل سے لے کر امریکا تک یہ تشویش پھیلی ہوئی تھی کہ پاکستان ایٹم بم بنا چکا ہے۔ جب کہ پاکستان کی طرف سے بار بار یقین دہانی کرائی گئی کہ ہمارے سائنس دان امن سلامتی اور تعمیری مقاصد کے لئے مصروف رہتے ہیں۔ لیکن پُرامن ایٹمی پروگرام دشمنوں کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹکا ہوا تھا۔ پاکستانی سراغرساں خوب سمجھتے تھے کہ غیر ملکی جاسوس ہمارے ایٹمی پلانٹ پر نظر رکھتے ہیں اور ہمارے سائنس دانوں کی مصروفیات کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ایسے غیر ملکی جاسوس کبھی پکڑے جاتے ہیں اور کبھی ایسے آہنی پردوں میں چھپے رہتے ہیں کہ وہاں تک نظر نہیں پاتی۔ میں نے ان آہنی پردوں کے پیچھے دیکھ لیا تھا اور ابھی بہت کچھ دیکھنا باقی تھا۔

ایسے دشمن سیکرٹ ایجنٹوں سے خاموشی اور ہوشیاری سے نمٹنا دانش مندی ہوتی۔ اگر میں یہودی تنظیم اور اسرائیلی حکمرانوں کو اس سلسلے میں وارننگ دیتا یا عمل کرانتقامی کارروائی کرتا تو میرے ہاتھ ایک یا دو دشمن آتے باقی ہوشیار ہو کر میری پہنچ سے دور نکل جاتے۔ پھر کسی دوسرے روپ میں اسلام آباد پہنچ جاتے۔

میں نے ایک اسرائیلی حاکم کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "فرہاد صاحب! آپ نے ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ختم کر دیا۔ اپنی بھانجی کی ہلاکت کا انتقام لے لیا۔ اب کیا چاہتے ہیں؟"

"میں کیا چاہتا ہوں اور آئندہ کیا کرنے والا ہوں یہ بتا کر تم لوگوں کو چوکنا اور ہوشیار کرنا نہیں چاہتا۔ اگر یہ چاہتے ہو کہ میرے انتقامی رویے میں لچک پیدا ہو جائے اور تم لوگوں کو زیادہ نقصان نہ پہنچے تو فی الحال میری دو شرائط تسلیم کرو اور ان پر عمل کرو۔"

"وہ شرائط کیا ہیں؟"

"ایک تو یہ کہ پاکستان میں تمہارے جتنے زر خرید ایجنٹ ہیں ان کا ساتھ چھوڑ دو۔ ان کی پشت پناہی نہ کرو۔ ان کی کسی طرح بھی چھپ کر مدد کرو گے تو تمہاری دو فلی حرکتیں مجھ سے چھپی نہیں رہیں گی۔ میں حمزہ خان، کمشنر اور چودھری حاکم علی جیسے ایجنٹوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"مسٹر فرہاد! یقین کرو۔ تم پاکستان میں ہمارے جن ایجنٹوں کے نام لے رہے ہو، میں ان میں سے کسی کو نہیں جانتا ہوں۔"

"تم نہیں جانتے ہو لیکن جو حاکم یا گولڈن برین پاکستان کے معاملات میں دلچسپی لے رہے ہیں اچھی طرح جانتے ہوں گے۔ تم ان سے رابطہ کرو اور جو کہہ رہا ہوں اس پر فوراً عمل کرو۔"

"تمہاری دوسری شرط کیا ہے؟"

"پشاور کا ایک آئی جی ہدایت اللہ تمہارا زر خرید ایجنٹ تھا۔ اب وہ تمہارا وفادار نہیں رہا۔ اُس کی ایک بیٹی کو لندن میں اور ایک بیٹے کو شکاگو میں یرغمال بنا کر رکھا گیا ہے۔ ان دونوں کو اڑتالیس گھنٹوں کے اندر بحفاظت پاکستان پہنچا دو۔"

"آپ میرے پاس موجود رہیں۔ میں گولڈن برینز سے رابطہ کرتا ہوں اور انہیں آپ کی شرائط سناتا ہوں۔"

"میں بہت مصروف ہوں۔ ابھی جا رہا ہوں۔ تین گھنٹے بعد آئی جی کی بیٹی اور بیٹے کے پاس جاؤں گا۔ اگر ان کے ذریعے یہ معلوم ہوگا کہ انہیں واپس بھیجنے کے انتظامات نہیں کئے جا رہے ہیں تو چار گھنٹے بعد تمہارا تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا جہنم میں پہنچ جائے گا۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ اس نے مجھے آوازیں دیں۔ جواب نہ ملا تو وہ گولڈن برینز سے رابطہ کرنے لگا۔ وہ چھ گولڈن برینز الگ الگ جگہ چھپے ہوئے تھے۔ جہاں ہم اور ہماری خیال خوانی کی لہریں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ میرا پیغام ملی جلی ہی ان کی شرارت تک پہنچ جائے گا۔

حاکم نے رابطہ قائم کرنے کے بعد گولڈن برینز تک میرا پیغام اور عمل پہنچایا۔ ایک گولڈن برین نے کمپیوٹر اسکرین کے ذریعے کہا "ہمیں یقین کرنا ہوگا کہ وہ چار گھنٹے بعد ہمارے ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالے گا۔ پہلے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کرکے اس نے ہماری خوش فہمی ختم کر دی ہے۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "ہم اپنی کمزوریوں کو ابھی تک سمجھ نہیں پائے کہ فرہاد کہاں سے سُرنگ بنا کے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ جاتا ہے۔ جب تک ہمیں ان کی حفاظت اور سلامتی کا پورا یقین نہیں ہوگا تب تک فرہاد کی شرائط پر عمل کرنا ہی پڑے گا۔"

تیسرے گولڈن برین نے کہا "فی الحال ہم مجبور ہیں۔ آئی جی کی بیٹی اور بیٹے کو پاکستان پہنچا دیں گے۔ حمزہ خان اور کمشنر سے کہہ دیا جائے کہ ہم ان کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے ہمیں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے عزیز ہیں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ہوٹل کے کمرے سے نکل کر باہر سڑک پر آیا۔ آئی جی تنویمی نیند پوری کر چکا تھا۔ میں سونیا کا لہجہ اختیار کرکے اُس کے دماغ میں گیا۔ اس سے کہا کہ وہ اپنی بیٹی اور بیٹے کی تصویریں لے کر کار میں باہر آئے۔ اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے اس سے چوکنا یادگار میں ملاقات کی۔ اس سے ملاقات کرنے اور اس کے بچوں کی تصویریں لینے تک میں نے اسے غائب دماغ رکھا تاکہ وہ مجھے نہ پہچان سکے اور اس کے ذریعے کوئی دشمن میرے ہوٹل تک نہ پہنچ سکے۔ وہ مجھے تصویریں دے کر چلا گیا۔ میں نے ہوٹل کے کمرے میں آکر ان تصویروں کو تکیے کے نیچے رکھا۔ دو تین گھنٹوں کے بعد ان بچوں کے پاس جا کر معلوم کرنا تھا کہ انہیں والدین کے پاس پہنچانے کے انتظامات کئے گئے ہیں یا نہیں؟

میں نے مڈل مین مارٹن کے دماغ میں جا کر اُس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے معلوم کرنا چاہئے کہ ڈوگلس ایٹمی پروگرام معلوم کرنے کے سلسلے میں کیا کر رہا ہے؟"

پاکستانی ایٹم بم کا ہوّا ایسا تھا کہ بھارت اور اسرائیل کی نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔ وہ کسی بھی قیمت پر یہ ثبوت چاہتے تھے کہ پاکستان ایٹم بم بنا چکا ہے۔ مارٹن بھی یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین تھا۔ اس نے فون پر رابطہ کیا پھر کہا "ہیلو اے آر!"

اے آر ایک طرح کا کوڈ تھا۔ یہ ڈوگلس کے نام کے ابتدائی حروف بھی تھے اور اے آر سے عبدالرحمان کا نام بھی سمجھا جاتا تھا۔ اس نے پوچھا "اے آر کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا "کوششیں جاری ہیں۔"

"صرف جاری رہنے سے کامیابی نہیں ہوگی۔ مجھ سے رابطہ کرو۔"

دوسری بار رابطہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کی جائے پھر ٹرانسمیٹر پر گفتگو ہونے لگی۔ مارٹن نے کہا "تم جانتے ہو فرہاد پاکستان میں ہے۔ اگر اسے تم پر شبہ ہوگا تو تمہارے ساتھ

رہنے والی چار جاسوس عورتوں کی بھی شامت آجائے گی۔ یہاں تم لوگ مسلمان بن کر بھی نہیں رہ سکو گے۔"

وہ بولا "مجھے بھی یہی اندیشہ ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہمارے خیال خوانی کرنے والے ہمارے دماغوں کو لاک کر دیں تاکہ فرہاد بھی ہمارے اندر نہ پہنچ سکے؟"

"میں نے اس سلسلے میں بات کی تھی لیکن پتا چلا ہے کہ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے معاملات میں مصروف ہیں۔ یہاں نہیں آسکتے۔"

"پاکستانی ایٹم بم کا معاملہ سب سے اہم معاملات میں سے ایک ہے۔ کسی ایک خیال خوانی کرنے والے کو تو ہمارے پاس آنا چاہئے۔"

"یہ بات میں نے اپنے اکابرین تک پہنچائی تھی لیکن ایک ہی جواب ملا کہ ہمارے خیال خوانی کرنے والے دوسری مصروفیات چھوڑ کر نہیں آئیں گے۔"

اس طرح تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فرہاد کی موجودگی ہمارے خیال خوانی کرنے والے ادھر کا رخ نہیں کر رہے ہیں۔

"کچھ بھی ہو۔ تمہیں صرف اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کے بل پر جلد سے جلد اپنا کام کرنا ہوگا۔"

میں ڈوگلس عرف سردار عبدالرحمان کے دماغ میں آگیا۔ گولڈن برنیز اور ان کے دوسرے اکابرین نے مارٹن اور ڈوگلس کو یہ نہیں بتایا تھا کہ اسرائیل میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے گئے ہیں اور باقی کو ان کی مختلف رہائش گاہوں میں نظر بند رکھا گیا ہے انہیں خیال خوانی سے منع کیا گیا ہے۔ جب تک گولڈن برنیز میری کوئی کمزوری ہاتھ نہیں لیں گے مجھے بری طرح مجبور نہیں کریں گے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو خفیہ پناہ گاہوں میں چھپا کر رکھیں گے۔

ڈوگلس نے رابطہ ختم کر کے ٹرانسمیٹر کو چھپا دیا۔ اس کی بیوی بن کر رہنے والی جاسوسہ مسز ڈوگلس نے پوچھا "ڈیل مین کیا کہتا ہے؟"

وہ جاسوسہ کو تمام باتیں بتانے لگا پھر اس سے پوچھا "تینوں لڑکیاں کہاں ہیں؟ یہاں ان کے حسن و شباب کا جادو نہیں چل رہا ہے۔ کیا یہ شکار پھانسنا بھول گئی ہیں؟"

وہ بولی "ایسی بات نہیں ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ سائنس دان خشک مزاج ہوتے ہیں۔ حسن، جوانی، شاعری اور چاندنی راتوں سے انہیں دلچسپی نہیں ہوتی۔ پھر یہاں کے مسلمان سائنس دان شراب کو ہاتھ نہیں لگاتے ہیں۔"

ایک نوجوان حسینہ دروازے پر آکر ان کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ کمرے میں آتے ہوئے بولی "ممی! تم ٹھیک کہتی ہو۔ یہ پاکستانی سائنس دان شراب نہیں پیتے ہیں اور جب تک انہیں مدہوشی اور مستی میں نہ لایا جائے یہ ہماری باتوں کے اسیر نہیں بنیں گے۔"

ڈوگلس نے کہا "ایک راستہ ہے۔ یہ لوگ شراب نہیں پیتے لیکن چند ایسے ہیں جو سگریٹ پیتے ہیں۔ سگریٹ میں چرس اور ہیروئن کی تھوڑی سی مقدار ملا کر انہیں پلائی جا سکتی ہے۔"

حسینہ نے کہا "وہ ایک دو کش لے کر ہوشیار ہو جائیں گے۔"

ڈوگلس نے کہا "تم مجھے احمق سمجھتی ہو؟ میں کچھ سمجھ کر ہی کہہ رہا ہوں۔ ان کے سگریٹوں میں اتنی کم مقدار ملائی جائے گی کہ انہیں ہلکا سا سرور ہوگا۔ وہ رفتہ رفتہ اس سرور کے عادی ہوں گے۔ ہم سرور کی مقدار بڑھاتے جائیں گے۔"

دو حسینائیں اور آگئیں۔ ایک نے ڈوگلس سے پوچھا "ہمارے بنا سپتی ڈیڈی کس کی مقدار بڑھا رہے ہیں؟"

تیسری حسینہ نے کہا "کسی کو بڑھاؤ یا کسی کو گھٹاؤ، تین ماہ سے تمہارا ہر منصوبہ ناکام ہو رہا ہے۔ پہلے تو پاکستانی جاسوس مصیبت بنے ہوئے تھے اب فرہاد آگیا ہے۔"

"ہلو! تمہیں فرہاد کی آمد کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"جس نوجوان سائنس دان کو اپنے عشق میں گرفتار کر رہی ہوں وہ آج کہہ رہا تھا... نیلما ڈارلنگ! میرا دل تمہاری طرف کھنچا جاتا ہے مگر میں مجبور ہوں۔ ہمیں سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ ہم کسی اجنبی سے دوستی نہ کریں۔"

ڈوگلس نے پوچھا "تم نے اسے سمجھایا نہیں کہ تم اجنبی نہیں ہو۔ مسلمان ہو، پاکستانی ہو۔"

"میں نے سمجھایا تھا کہ مجھ سے شادی کر لو گے تو میں اجنبی نہیں رہوں گی۔ تمہارے ڈیپارٹمنٹ والوں کو مجھ پر اعتراض نہیں ہوگا۔ وہ بولا، شادی سے پہلے تحقیقات ہوگی۔ میری پوری ہسٹری معلوم کی جائے گی۔ آج کل فرہاد علی تیمور لاہور میں ہے۔ چوں کہ ہمارا ایٹمی پلانٹ بہت اہم ہے اس لئے وہ ادھر بھی دوستوں اور دشمنوں کو پہچاننے آئے گا۔"

"اچھا تو اس طرح تمہیں معلوم ہوا کہ فرہاد اس ٹیم میں موجود ہے؟"

نیلما نے کہا "ہاں۔ اُس کی موجودگی کا اس لئے بھی یقین ہے کہ ہماری یہودی تنظیم کے چند اکابرین ہم سے خاطر خواہ تعاون نہیں کر رہے ہیں۔"

دوسری حسینہ نے کہا "یہ بات یوں بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ہمارے خیال خوانی کرنے والے بھی چھپ کر ہمارے پاس نہیں آتے ہیں۔"

بوڑھی جاسوسہ نے ڈوگلس سے کہا "ابھی تم منصوبہ بنا رہے تھے کہ سگریٹ میں نشہ آور کوئی چیز ملائی جا سکتی ہے۔ لیکن کون ملائے گا۔ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا۔ ہم نیلما سگریٹ لا... سائنس دانوں کی جیبوں میں کیسے پہنچائیں گے؟ ہر کام ہمارے خیال خوانی کرنے والے آسانی سے کر سکتے تھے بلکہ وہ ان کے دماغوں میں گھس کر بہت سی معلومات حاصل کر سکتے تھے لیکن ایسا نہیں کیا جا رہا ہے۔ اور ایسا کیوں نہیں کیا جا رہا ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آرہی ہے؟"

ڈوگلس نے کہا "میں صرف ایک بات جانتا ہوں۔ ہمارے اکابرین ہمیں ٹیلی پیتھی کے سہارے کے بغیر کامیاب ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہاں ہمیں جو کچھ کرنا ہے، اپنے ہی بھروسے پر کرنا ہے۔"

میں اُن کی باتیں سن کر ذہنی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ باتھ روم میں جا کر غسل کیا پھر لباس تبدیل کر کے ہوٹل کے باہر آیا۔ سڑک کے کنارے کئی ہوٹل تھے۔ میں ایک ہوٹل میں آکر بیٹھ گیا۔ ملازم کو بھونا ہوا گوشت اور روٹیاں لانے کو کہا پھر دور دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ باہر کی چہل پہل اچھی لگ رہی تھی۔ کوئی اردو بول رہا تھا، کوئی پشتو اور کوئی افغانی زبان بول رہا تھا۔ ملازم میرے لئے سالن اور روٹیاں لے آیا۔ کھانا شروع کیا تو چار افغانی میری میز کی خالی کرسیوں پر آکر بیٹھ گئے۔

مجھے ان کے قریب آکر بیٹھنے پر اعتراض نہیں تھا۔ جب چالیس لاکھ افغانیوں کا بوجھ برداشت کیا گیا تھا تو یہ چار کیا تھے۔ لیکن ان کے لباس سے ہینگ کی بو آرہی تھی۔ کھاتے وقت یہ بو ناگوار گزر رہی تھی۔

ان میں سے ایک افغانی کھانے کا آرڈر دے رہا تھا۔ دوسرے نے مجھ سے کہا "تمہارے کو دو دن سے دیکھتا ہے۔ تم ادھر سرائے میں تھا پھر ادھر ہوٹل میں آیا۔"

وہ مسکرانے لگا۔ دوسرے نے کہا "تم اکیلا ہے اور اکیلا آدمی کا دشمن بہت ہوتا ہے۔ تم کو اپنا لباس میں ریوالور چھپا کے رکھنا چاہئے۔"

پھر وہ رازداری سے بولا "ہوا تنگے کا مل جائے گا۔ ریوالور، رائفل، کلاشنکوف۔ جدھر بولے گا اُدھر پہنچا دے گا۔ مال سستا میں دے گا۔ ریوالور ایک ہزار روپیہ، رائفل سات ایم ایم پانچ ہزار اور کلاشنکوف بارہ ہزار میں ہمارے پاس سے ملے گا اور کدھر نہیں ملے گا۔"

میں نے کہا "اچھا تم لوگ پشاور سے کراچی تک غیر قانونی اسلحہ فروخت کرتے ہو۔ جس ملک میں مہاجرین بن کر پناہ لیتے ہو اسی ملک میں اسلحے کی فراہمی سے دہشت گرد اور تخریب کار پیدا کرتے ہو۔"

"برادر! تقریر مت کرو۔ رقم نکالو۔ مال لو۔ میز کا نیچے ایک بھرا ہوا ریوالور ہے۔ ایک گولی چلے گا تم ٹھنڈا ہو جائے گا۔ تمہارا جیب میں جتنا رقم ہے اس کو میز کا نیچے ہاتھ بڑھا کے دے دو۔"

دوسرے نے کہا "ہم ادھر کا تھانیدار کو مال دیتا ہے۔ وہ تمہارا مدد نہیں کرے گا۔ مکاری کرے گا تو ہم تمہارا ہوٹل کا کمرا میں گھس کے تم کو قتل کر دے گا۔"

میں نے جیب سے پچاس کا نوٹ نکال کر کہا "میں کھانے کا بل ادا کرنے صرف یہی رقم لایا ہوں۔ پچاس ہزار روپے ہوٹل کے کمرے میں ہیں۔ وہ رقم لینا چاہتے ہو تو میرے ساتھ کمرے میں چلو۔ مجھے اپنی زندگی عزیز ہے۔ میں مکاری نہیں کروں گا۔"

وہ چاروں اپنی زبان میں ایک دوسرے سے بولنے لگے۔ پچاس ہزار کی رقم ان کے لئے بہت بڑی تھی۔ وہ مجھے کمرے میں تنہا جانے نہ دیتے۔ ایک نے کہا "ہم تمہارے ساتھ جائے گا۔ چلو اٹھو۔"

میں اٹھ گیا۔ اس کے ساتھ دو قدم چلتے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ میرا ہاتھ چھوڑ کر پلٹ گیا۔ لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر اُس نے بڑی پھرتی دکھائی۔ اس کے تینوں ساتھی جو میز کے اطراف میں بیٹھے ہوئے تھے، باری باری ان کا نشانہ لے کر گولیاں برسا دیں۔ ہوٹل میں بھگدڑ شروع ہو گئی۔ بھگدڑ کے وقت کسی نے نہیں دیکھا کہ تین ساتھیوں کو قتل کرنے والے نے چوتھی گولی خود پر چلائی ہے۔ میں تیزی سے چلتا ہوا۔ دوسرے راستے پر آیا۔ وہاں سے لوگ دوڑتے ہوئے ادھر جا رہے تھے جہاں سے فائرنگ کی آوازیں آئی تھیں۔ میں اطمینان سے چلتا ہوا قصہ خوانی بازار کے قریب ایک ہوٹل میں آیا۔ وہاں بیٹھ کر کھانے کا آرڈر دیا پھر بڑے دکھ سے سوچنے لگا۔ میرے ملک کے شہروں، گلیوں اور کوچوں میں ہتھیار بیچے اور خریدے جا رہے ہیں۔ گھر گھر بارود کا ذخیرہ ہو رہا ہے۔ پہلے ایک دوسرے کو پتھر مار کر زندہ رہتے تھے اب ایک دوسرے کو گولیاں مار کر کوئی نہیں بچے گا۔

میں نے ہوٹل کے کمرے میں آکر ائی جی کی بیٹی اور بیٹے کی تصویریں دیکھیں۔ ان کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا۔ اُس کی بیٹی اپنا سامان پیک کر رہی تھی۔ اسے پاکستان جانے کے لئے ٹکٹ مل گیا تھا۔ اس کے بیٹے کی سوچ نے بتایا کہ اسے

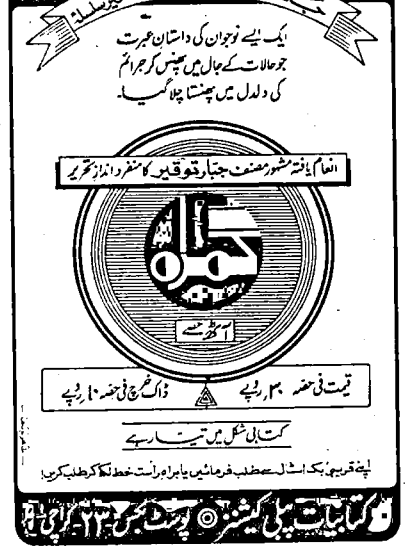

فون پر اطلاع دی گئی ہے کہ وہ پاکستان واپس جانے کے لئے تیار رہے۔ کسی بھی وقت کسی بھی فلائٹ کا ٹکٹ اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ میں مطمئن ہو کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

ابھی کئی معاملات سے نمٹنا تھا۔ میں تھوڑی دیر کے لئے بستر پر آکر لیٹ گیا۔ کھانے کے بعد آرام کرنے کا موڈ ہو رہا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کیں' سونے کا ارادہ نہیں تھا لیکن ذہن تھکا ہوا تھا۔ اس لئے آنکھ لگ گئی۔

پاکستان آنے کے بعد چھوٹے چھوٹے بے شمار مسائل کا سامنا ہو رہا تھا۔ یہ چھوٹے چھوٹے مسائل بڑے مسائل کا پیش خیمہ ثابت ہو رہے تھے۔ مثلاً یہ ایک عام سی بات تھی کہ چوہدری حاکم علی حاکم دواؤں میں ملاوٹ کرتا تھا۔ لیکن اس کے پیچھے ایک ناقابل برداشت حقیقت یہ تھی کہ یہودی سرمایہ دار پاکستان کی دوا ساز کمپنیوں سے اچھا خاصا منافع چور دروازے سے حاصل کر رہے تھے۔ یہ نظر انداز کرنے والا مسئلہ نہیں تھا کہ حمزہ خان جیسے خطرناک مجرم اپنے خلاف ثبوت غائب کرا کے رہائی کا پروانہ حاصل کرتے تھے اور قانون کا مذاق اڑاتے تھے۔ توبہ کرنے اور راہِ راست پر واپس آنے والے آئی جی کے جوان بچوں کو یہودی ممالک میں یرغمال بنایا جاتا تھا۔

اور سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ بھارت' اسرائیل اور امریکا ہمارے پُرامن ایٹمی پروگرام کو تخریبی پروگرام ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے اور ہمارے ایٹمی پلانٹ کی کوئی کمزوری حاصل کرنے کے لئے انہوں نے سیکرٹ ایجنٹوں کی ایک ٹیم اسلام آباد پہنچائی ہوئی تھی۔ میں ایک ایک سے نمٹ رہا تھا لیکن یہودی بڑے ڈھیٹ ثابت ہو رہے تھے۔ ہر ایک طرف سے مات کھاتے تھے۔ دوسری طرف سے پھر شہ دینے کی چال چلتے تھے۔

دو گھنٹے بعد میری آنکھ کھلی۔ میں نے ہوٹل کے ملازم کو چائے لانے کے لئے کہا پھر منہ پر ہاتھ دھو کر چائے پینے بیٹھ گیا۔ ایسے وقت سلمان نے آکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "چوہدری حاکم علی نئے دشمنوں کی پناہ میں ہے۔ وہ نئے دشمن یوگا کے ماہر ہیں۔ ان کے سربراہ کا نام بلال احمد عرف بلے ہے۔ بلے نے چوہدری سے کہا ہے کہ فرہاد اس کے دماغ میں نقصان پہنچانے آئے تو اس سے کہہ دے کہ بلے فرہاد کی منہ بولی بیٹی صوفیہ کو اور اس کے عاشق کو نقصان پہنچائے گا۔

میں نے پوچھا "پارس کہاں ہے؟"

سلمان نے کہا "میں نے پارس کو بلے کے متعلق بتایا تھا۔ اس نے کہا ہے وہ اپنا اور صوفیہ کا حلیہ بدل کر رہائش گاہ بھی بدل دے گا۔ ایسے میں بلے کسی کو نقصان پہنچانے کی دھمکی نہیں دے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ پارس کو یہی کرنا چاہئے۔ اگر وہ حلیہ تبدیل کر چکا ہے تو تم چوہدری کے اندر خاموش رہ کر بڑی سہولت سے بلے اور اس کے حواریوں کو دماغی کمزوریوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے رہو۔"

سلمان چلا گیا۔ میں کمشنر کے پاس آیا۔ وہ پھر حمزہ خان سے ملاقات کرنے جیل میں آیا تھا۔ وہ دونوں جیلر کے دفتری کمرے میں تھے۔ حمزہ خان یہودیوں کو گالیاں دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا "وہ خنزیر کا بچہ لوگ نے عین وقت پر ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ ادھر سے مدد ملنے میں بولتا ہے' ابھی فرہاد کا پلڑا بھاری ہے۔ ابھی ہمارا کوئی مدد نہیں فرمائے گا۔"

کمشنر نے کہا "یہ تو بہت برا ہوا۔ اب ہمیں تحریری طور پر اپنے جرائم کا اعتراف کرنا ہوگا۔ میری برسوں کی بنائی ہوئی عزت اور ظاہری شرافت خاک میں مل جائے گی۔ مجھے بھی قیدی بن کر اسی جیل میں آنا پڑے گا۔"

حمزہ خان نے کہا "اب ایک ہی راستہ ہے۔ ہم فرہاد سے معافی مانگے گا۔ توبہ کرے گا۔ قسمیں کھا کر اُسے یقین دلائے گا کہ آئندہ شرافت اور ایمان داری سے زندگانی پورا کرے گا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ مگر فرہاد سے رابطہ کیسے ہوگا؟"

جیلر نے میری مرضی کے مطابق کہا "فرہاد سے آج نہیں تو کل رابطہ ہو جائے گا۔ لیکن سوچ لو۔ وہ دماغ میں گھس کر معلوم کرے گا کہ مجبور ہو کر وقتی طور پر توبہ کر رہے ہو یا دل سے راہِ راست پر آرہے ہو؟"

وہ بولا "ہم دل سے توبہ کرے گا۔"

"کیا تم اسے دماغ میں آنے دو گے؟ اپنے دل کا حال معلوم کرنے دو گے؟"

"اس کا کیا ضرورت ہے۔ مرد کا زبان ایک ہوتا ہے۔ فرہاد ہمارا زبان پر اعتماد کرے گا۔"

"نہیں حمزہ خان! اس وقت فرہاد میری زبان سے بول رہا ہے تم دونوں ہو۔ معافی کسی صورت سے نہیں ملے گی۔ کاغذ اور قلم اور اپنے تمام برے اعمال کی تفصیل لکھتے جاؤ۔"

وہ بولا "برادر! میرا اعتبار کرو۔ میں تمہارا تابعدار بن کر رہے گا۔ کاغذ کا اوپر میں لکھا کے میرے کو خوار مت کرو۔"

"حمزہ خان! اس کے بعد ایک لفظ نہ بولنا۔ ورنہ میں جیلر ریوالور سے تمہیں زخمی کر کے تمہارے دماغ میں آؤں پھر تم مجبور ہو کر لکھتے جاؤ گے۔"

کمشنر نے عاجزی سے پوچھا "فرہاد صاحب! میرے لئے کیا ہے۔ آپ میرے اندر آکر معلوم کر سکتے ہیں کہ میں پوری سچائی۔

میں نے بات کاٹ کر کہا "میں تھوڑی دیر پہلے تمہارے خیالات پڑھ رہا تھا۔ تم یہودیوں سے دھوکا کھانے کے بعد توبہ کر رہے ہو اور تمہاری توبہ میں کھوٹ ہے۔ ابھی میں کمزور پڑ جاؤں اور یہودی غالب آجائیں تو تم پھر اُن کے غلام بن جاؤ گے۔ قلم کاغذ اور قلم لو۔ اور اپنے تمام برے اور غیر قانونی اعمال لکھو۔ ایس پی شاہ خان آرہا ہے۔ وہ تم دونوں کے اعمال نامے لے جائے گا پھر قانونی کارروائی کرے گا۔"

وہ دونوں مجبور ہو کر لکھنے لگے۔ میں نے شاہ خان کے پاس

اس سے کہا "ابھی جیل جاؤ۔ کمشنر اور حمزہ خان کے جرائم کا اعتراف نامہ ان سے لو پھر اُن کے خلاف قانونی کارروائی کرو۔"

اسے یہ ذمے داری سونپ کر میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ہوٹل کے ملازم کو بلا کر چائے کا بل دیا پھر اس کے جانے کے بعد دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ واپس آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب ڈوگلس عرف سردار عبدالرحمان سے نمٹنے کا ارادہ تھا لیکن ارادے پر عمل نہ کر سکا۔ دروازے پر دستک ہونے لگی۔

کون ہو سکتا ہے؟ یہاں میرا کوئی شناسا نہیں تھا۔ ہوٹل کا مینیجر یا کوئی ملازم ہو سکتا تھا۔ میں کرسی سے اٹھ کر دروازے کے پاس گیا پھر اسے کھولنے سے پہلے بولا "کون ہے؟"

باہر سے ایک نسوانی آواز سنائی دی "جی مہربان! ہم ہیں۔ دروازہ تو کھولئے۔"

میں بولنے والی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا وہ بازارِ حسن سے آئی ہے۔ علاقے کے تھانیدار نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ میرے کمرے میں جائے۔ بعد میں وہ سپاہیوں کے ساتھ آکر مجھے بدکاری کے الزام میں گرفتار کرے گا۔ وہ حکم کی تعمیل کے لئے آئی تھی۔

میں نے اس کے اندر یہ احساس بڑی شدت سے پیدا کیا کہ اُس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ وہ میری مرضی کے مطابق دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ کر ہائے ہائے کرنے لگی۔ وہاں سے پلٹ کر لڑکھڑاتی ہوئی زینے کی پاس آئی۔ زینے کے نچلے حصے میں کاؤنٹر کے پاس تھانیدار دو سپاہیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اوپر دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ زینے پر سے آہستہ آہستہ اترتی ہوئی اور کراہتی ہوئی بولی۔ "میرے پیٹ میں بہت درد ہے۔ تکلیف برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ مجھے اسپتال پہنچا دو۔ جلدی کرو۔ نہیں تو مر جاؤں گی۔"

تھانیدار نے ناگواری سے ایک سپاہی کو بولا "اسے باہر لے جاؤ' کسی رکشا ٹیکسی میں بٹھا دو۔ یہ خود چلی جائے گی۔"

میں تھانیدار کے دماغ میں پہنچا۔ وہ طوائف کو دل ہی دل میں گالیاں دے رہا تھا۔ یہ وہی تھانیدار تھا جو غیر قانونی اسلحہ فروخت کرنے والے افغان مہاجروں کی پشت پناہی کرتا تھا اور ان سے اپنا حصہ وصول کرتا تھا۔ ہوٹل کے اندر فائرنگ سے تین افغانی ہلاک ہوئے تھے چوتھا صرف زخمی ہوا تھا۔ اس زخمی کو اسپتال پہنچایا گیا۔ اس نے تھانیدار کو بیان دیتے ہوئے کہا تھا "فائرنگ کی وجہ مجھ میں نہیں آئی۔ ہمارے ساتھی کا دماغ چل گیا تھا یا وہ تنہا اس اجنبی (فرہاد) کے پچاس ہزار روپے ہضم کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہمیں راستے سے ہٹا رہا تھا۔"

تھانیدار کو فائرنگ کے سلسلے میں تفتیش کرنی چاہئے تھی لیکن اُس کے دماغ میں میرے پچاس ہزار روپے کے نوٹ پھڑپھڑا رہے تھے۔ اس نے فوراً ہی منصوبہ بنایا کہ مجھے کسی الزام میں پھانس کر مجھ پچیس ہزار روپے وصول کرے گا۔ پھر مجھے چھوڑ دے گا۔ اس کا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا تھا۔ وہ غصہ سے بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

میں نے باہر آکر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اب وہاں خیال خوانی کرنا مناسب نہیں تھا وہ پھر بدلخانت کے لئے آسکتا تھا۔ میں ایک خوب صورت سے پارک میں آیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر وہاں سے اٹھ کر مسجد مہابت خان کے ایک گوشے میں آکر بیٹھ گیا۔ یہاں کوئی بدلخانت نہیں کر سکتا تھا۔

اے آر ڈوگلس عرف سردار عبدالرحمان کا رڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بوڑھی جاسوسہ بیٹھی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی "یہ تدبیر اچھی ہے۔ ہیروئن کا رقیق مادہ سرنج کے ذریعے سگریٹ کے تمباکو میں انجکٹ کیا جا سکتا ہے لیکن ہیروئن کہاں ملے گی؟"

ڈوگلس نے ہنستے ہوئے کہا "یہ یورپ اور امریکا نہیں ہے جہاں ہیروئن بڑی تلاش کے بعد سیکڑوں ڈالر میں ملتی ہے۔ ہم راجا بازار جا رہے ہیں۔ وہاں ایک سپنا کے پاس چنے اور مونگ پھلی کی طرح ہیروئن مل جاتی ہے۔"

وہ بولی "ہماری نیلا کا وہ سائنس دان عاشق گولڈ لیف سگریٹ پیتا ہے اور روزینہ جسے پھانس رہی ہے وہ ڈن ہل پیتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں دونوں برانڈ خرید لوں گا۔"

وہ ڈرائیو کرتا ہوا راجا بازار تک آیا۔ وہاں ایک جگہ کار روک کر بولا "تم یہاں بیٹھی رہو۔ میں ہیروئن فروشوں کو تلاش کرتا ہوں۔"

وہ کار سے اتر کر ایک طرف جانے لگا۔ آگے جا کر ایک گلی میں مڑ گیا۔ منشیات فروخت کرنے والوں کو سائن بورڈ لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ان کا حلیہ اور رازداری کا انداز بتاتا ہے کہ مطلوبہ نشہ ان سے حاصل ہو سکتا ہے۔

وہ ایک گلی سے ہوتا ہوا دوسری گلی میں آیا۔ دکانداری کا وقت تھا۔ لوگوں کی اچھی خاصی آمدورفت تھی۔ اس بھیڑ میں ہیروئن فروش آسانی سے نظر نہیں آسکتے تھے۔ وہ تیسری گلی میں آیا۔ وہاں میں نے اس کے ذریعہ ایک سپیرے کو دیکھا۔ وہ سر پر سانپ کا پٹارہ رکھے بین بجاتا آرہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی میں نے سوچا۔ سگریٹ میں سانپ کا زہر بھی انجکٹ کیا جا سکتا ہے۔

ڈوگلس نے میری مرضی کے مطابق سپیرے کو روک کر پوچھا۔ "کیا سانپ کا تماشا دکھاتے ہو؟"

وہ سر سے پٹارہ اتارتے ہوئے بولا "جی صاحب! بڑے مزے کا تماشا ہوتا ہے۔ آپ دیکھیں گے؟"

"پہلے یہ بتاؤ' تمہارے پاس زہریلے سانپ ہیں؟"

"اجی ہم تو زہریلے سانپوں سے کھیلتے ہیں۔ میرے پاس ایک نہیں ایک درجن سانپ ہیں۔"

"کیا ان سانپوں کا زہر مل سکتا ہے؟"

"ضرور مل سکتا ہے۔"

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک شیشی نکالی۔ اس میں زرد رنگ کا رقیق مادہ تھا۔ وہ شیشی کو ہلاتے ہوئے بولا "یہ بڑا زبردست زہر ہے۔ اس کا ایک چھوٹا سا قطرہ زبان کو چھو لے تو بندے کو

اچھی طرح تڑپنے کی بھی مہلت نہیں ملتی۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے مرجاتا ہے۔"

ڈوگلس نے کہا "میں کسی کو مارنے کے لئے نہیں ایک دوا تیار کرنے کے لئے زہر چاہتا ہوں۔"

اس نے جیب سے ایک ہزار روپے کا نوٹ نکال کر اُسے دیا۔ سپیرے نے خوش ہو کر نوٹ کو چھپٹ لیا۔ اسے جلدی سے تہ کر کے قمیص کی اندرونی جیب میں چھپالیا پھر وہ شیشی ڈوگلس کو دے دی۔

ڈوگلس نے اسے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا پھر وہاں سے پلٹ کر جانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ آزاد چھوڑ دیا اور اس کی اپنی سوچ میں کہا "میں راجا بازار کے ایک راستے کے کنارے کار روک کر آیا ہوں۔ وہاں مسز رودن اگلی سیٹ پر بیٹھی میرا انتظار کر رہی ہیں۔"

اس نے مسز رودن اس بوڑھی جاسوسہ کو کہا جو مسز ڈوگلس کہلاتی تھی۔ میں نے اس کی یادداشت سے یہ بھلا دیا تھا کہ اس نے زہر سے بھری ہوئی ایک شیشی خریدی ہے اور اسے کوٹ کی اندرونی جیب میں چھپا رکھا ہے۔

اسے ایک افغانی لڑکا ٹکرا گیا۔ اس کے ساتھ ایک پنجابی جوان بھی تھا۔ ان کے میلے کپڑے اور حلیہ بتا رہا تھا کہ وہ نلکا دھندا کرتے ہیں۔ ڈوگلس نے ان کے قریب جا کر ٹوٹی پھوٹی اردو میں کہا۔ "جو میں مانگتا ہے وہ تمہارے پاس ہے؟"

پنجابی جوان نے پوچھا "کیا مانگتا ہے؟"

وہ بولا "فلمی ہیروئن نہیں مانگتا۔ دوسرا ہیروئن مانگتا۔"

جوان نے افغان لڑکے کو اشارہ کیا۔ اس لڑکے نے ہیروئن کی ایک پڑیا نکال کر دی۔ ڈوگلس نے پچاس روپے دے کر دو پڑیاں خرید لیں پھر انہیں کوٹ کی اوپری جیب میں رکھ کر اپنی گاڑی کے پاس آگیا۔

میں اسے چھوڑ کر نیلا کے پاس پہنچا۔ وہ اپنے عاشق کے ساتھ شکر پڑیاں کی بلندی پر کھڑی ہوئی اسلام آباد کی جگمگاتی ہوئی روشنیاں دیکھ رہی تھی۔ اس کے عاشق کا نام حسن اتفاق سے عاشق حسین تھا۔ میں اُس کی آواز سن کر اُس کے دماغ میں آیا اور خیالات پڑھنے لگا۔

وہ بہت ذہین نوجوان تھا۔ اسے سائنس کے موضوع سے بے حد دلچسپی تھی۔ اس کی دلچسپی اور ذہانت کے پیشِ نظر اسے ایٹمی پلانٹ کی لیبارٹری میں ملازمت دی گئی تھی۔ نام عاشق تھا لیکن وہ عاشق مزاج نہیں تھا۔ نیلا جیسی حسین اور نوجوان لڑکی کی طرف وہ خود مائل نہیں ہوا تھا۔ نیلا اسے اپنی طرف مائل کر رہی تھی۔

وہ ابتدا میں اُس سے کترانے کی کوشش کرتا رہا پھر رفتہ رفتہ اُس سے متاثر ہونے لگا۔ وہ اچھی لگنے لگی۔ عاشق حسین اس کی آرزو کرنے لگا۔ لیکن یہ آرزو اسی حد تک تھی کہ وہ سامنے ہوتی تو اس کا ہاتھ تھام لیتا لیکن اسے شدت سے طلب نہیں کرتا تھا۔ اُس کا ہاتھ تھام کر سنجیدہ اور نارمل رہتا تھا۔

نیلا نے ایک دن بیزار ہو کر ڈوگلس سے کہا "وہ میرا ہاتھ ایسے پکڑتا ہے جیسے بچہ آئس کریم کون دونوں ہاتھوں سے تھام لیتا ہے۔ میں ادائیں دکھانے اور اسے تڑپانے کے لئے ہاتھ چھڑاتی ہوں تو وہ گرفت چھوڑ دیتا ہے۔ جب تک میں آگے نہ بڑھوں وہ مجھے ہاتھ نہیں لگاتا ہے۔ ایسے تو برسوں گزر جائیں گے اور اس کے عشق میں دیوانگی پیدا نہیں ہوگی۔ جب تک وہ مجنوں نہیں بنے گا، جنون میں لیبارٹری کی باتیں نہیں کرے گا۔"

تب ڈوگلس نے یہ پلاننگ کی تھی کہ عاشق حسین کو اور دوسری لڑکی روزینہ کے محبوب کو نشے کا عادی ہونا چاہئے۔ عورت اور نشے میں یہ فرق ہوتا ہے کہ عورت دل کو لگتی ہے۔ نشہ دماغ کو لگتا ہے۔ جو محبت میں نہیں بھٹکتے، وہ نشے میں اسیر ہو جاتے ہیں۔

روزینہ اپنے شکار کے ساتھ کار میں نیلی پنڈی سے اسلام آباد جا رہی تھی۔ اس کے شکار کا نام محبوب علی تھا۔ وہ ایٹمی پلانٹ میں سائنس لیبارٹری کا انچارج تھا۔ وہاں سائنس دانوں کی ضرورت کی ہر چیز مہیا کرتا تھا اور ان چیزوں کا باقاعدہ حساب رکھتا تھا۔ روزینہ کو اس سے یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ ایٹم بم کی تیاری کے لئے محبوب علی کتنی یورینیم وغیرہ مہیا کر رہا ہے۔

لیکن محبوب علی بھی حسین عورتوں کے معاملے میں پتھر تھا۔ روزینہ سے بہت زیادہ متاثر نہیں تھا۔ وہ ملنے آتی تو اس کے ساتھ تفریح میں تھوڑا بہت وقت گزار لیتا تھا۔ اگر نہ آتی تو شکایت نہیں کرتا تھا۔

روزینہ یہی شکایت کر رہی تھی "میں کل تم سے ملنے نہیں آئی اور تم نے پوچھا تک نہیں کہ میں کیوں نہیں آئی؟"

وہ ڈن ہل کے پیکٹ سے ایک سگریٹ نکال کر سلگاتے ہوئے بولا "اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔ تم اس لئے مجھ سے ملنے نہیں آئیں کہ ملاقات کا موڈ نہیں ہوگا۔ یا کسی مصروفیت میں الجھ گئی ہوگی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بیمار تھی۔ میرا فون نمبر تمہارے پاس ہے۔ تم سے اتنا بھی نہ ہوا کہ فون کر کے خیریت معلوم کر لیتے۔"

"روزینہ! خیریت معلوم کرنا..... تمہاری بیماری سے پریشان ہونا پھر تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے جانا بڑی اہم ذمے داری ہے۔ ہم اپنی بیوی اور بچوں کے لئے یہ ذمے داریاں اور پریشانیاں اٹھاتے ہوں۔ اگر ہر حسین اور جوان لڑکی کی ذمے داری قبول کرتا رہوں تو پھر کسی کام کا نہیں رہوں گا۔ اور سرکار نے میرے کام سے میری دیانت داری اور راز داری سے خوش ہو کر ہی ایک اہم شعبے کا انچارج بنایا ہے۔"

وہ اندر ہی اندر کڑھ کر رہ گئی۔ یہ یقین ہو گیا تھا کہ ایک پتھر سے سر ٹکرا رہی ہے۔ اس پتھر کو موم کرنے کا بس ایک ہی طریقہ رہ گیا تھا کہ اسے نشے کا عادی بنایا جائے۔ ڈوگلس نے اس سے کہا کہ وہ اپنے پرس میں ڈن ہل کا پیکٹ چھپا کر لے جائے گی اور موقع دیکھ کر محبوب علی کا پیکٹ اٹھا کر اپنے پرس میں رکھے گی اور پرس والا پیکٹ محبوب علی کے پاس رکھ دے گی۔ دوسرے دن نیلا یہی کرنے والی تھی۔

میں دماغی طور پر مسجد میں حاضر ہو گیا پھر وہاں سے اٹھ کر باہر آگیا۔ مسجد میں بیٹھ کر کسی کے خلاف کوئی کارروائی کرنا مناسب نہیں تھا۔ اگرچہ ڈوگلس ملک کا دشمن تھا اور ہمارے دین کا دشمن تھا۔ یہودی ہو کر مسلمان بنا ہوا تھا۔ اس کے باوجود میرے اندر کے ایمان نے کہا "مسجد مقامِ عبادت ہے۔ جنونی قاتلوں نے تو سجدے میں بھی مومنین کی گردنیں کاٹی ہیں۔ اور میں کسی کافر کے ساتھ بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ میں جنونی نہیں ہوں۔"

میں فٹ پاتھ پر چلتا ہوا ایک بند دکان کے تھڑے پر آکر بیٹھ گیا۔ پھر ڈوگلس کے پاس آگیا۔ وہ گھر پہنچ گیا تھا اور بوڑھی جاسوسہ کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ ان کے ساتھ تیسری لڑکی بھی کھانے میں مصروف تھی۔

میں نے ڈوگلس کو کھانے پر سے اٹھا دیا۔ بوڑھی نے پوچھا۔ "کیا بات ہے، کھانا پسند نہیں ہے؟"

"بہت پسند ہے۔ کھانا لذیذ ہو تو زیادہ نہیں کھانا چاہئے، بدہضمی ہو جاتی ہے۔ میں اپنے بیڈ روم میں جا کر نشیلے سگریٹ تیار کر رہا ہوں، مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

وہ اپنے کمرے میں آگیا۔ ایک میز پر سگریٹوں کے دو پیکٹ رکھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک عاشق حسین کا برانڈ تھا اور دوسرا محبوب علی کے لئے تھا۔ پاس ہی ایک سرنج رکھی ہوئی تھی۔ وہ کوٹ کی اوپری جیب سے ہیروئن کی پڑیاں نکال کر اُس کے سفوف کو باریک مین کھول کر رقیق بنانا چاہتا تھا تاکہ اسے سرنج کے ذریعے سگریٹوں میں انجکٹ کر سکے۔

اس نے اوپری جیب سے پڑیاں نہیں نکالیں۔ اندرونی جیب سے زہر کی شیشی نکالی پھر میز کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پہلے سگریٹوں کے پیکٹ کو کھولا۔ اس میں سے پانچ سگریٹ نکال کر میز پر رکھے۔ پھر زہر کی شیشی کو کھولا۔ سرنج اٹھا کر شیشی کے زہر کو اس میں منتقل کیا پھر ایک ایک سگریٹ اٹھا کر اُس کے تمباکو میں سوئی پیوست کر کے اس زہر کو انجکٹ کرنے لگا۔

اس کام سے فارغ ہو کر اس نے شیشی کو بند کیا۔ اسے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا پھر وہاں سے اٹھ کر دروازہ کھول کر بولا۔ "ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟"

بوڑھی نے کہا "ضرور، ابھی لاتی ہوں۔"

وہ میز کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ وہاں سے ایک سگریٹ کو اٹھا کر ہونٹوں میں دبایا پھر اسے لائٹر سے سلگا کر کش لینے لگا۔ پہلا ہی کش لگا تو احساس ہوا کہ تمباکو کا مزہ کچھ اور ہو گیا ہے۔ نشہ کرنے والوں کے لئے بہت ہی عجیب اور انوکھا سا مزہ تھا۔ ڈوگلس شراب اور سگریٹ کا عادی تھا۔ اس لئے اُس سگریٹ کے مزے میں اگر تھوڑی سی کڑواہٹ تھی تو وہ بھی اچھی لگ رہی تھی۔

اچھی نہ لگتی، تب بھی میں اسے کش لگانے پر مجبور کرتا رہتا۔ جب وہ خود ہی دلچسپی سے پینے لگا تو میں اسے چھوڑ کر بوڑھی جاسوسہ کے پاس آگیا۔ اس وقت نیلا اور روزینہ بھی آگئی تھیں۔ روزینہ کھانے کی میز پر بیٹھ کر ایک پلیٹ میں سالن لیتے ہوئے بولی "بڑی بھوک لگی ہے۔ وہ کمبخت محبوب علی عشق کے معاملے میں تو بالکل گدھا ہے۔ اس پر خنجوس بھی ہے۔ کبھی کسی ریستوران میں نہیں جاتا ہے۔ آؤ نیلا! تم بھی شروع ہو جاؤ۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "میرا وہ بڑا فراخ دل ہے۔ میں اس کے ساتھ کھا چکی ہوں۔"

بوڑھی ایک پیالی چائے لے کر ڈوگلس کے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ نیلا نے کہا "ممی! میری بائیں آنکھ پھڑک رہی ہے۔ یہ نحوست کی علامت ہے نا؟"

ممی نے کہا "سب کہنے کی باتیں ہیں۔ جوانی میں میری آنکھ پھڑکتی تھی تو دل پھینک نوجوان سمجھتے تھے میں آنکھ مار رہی ہوں۔"

تینوں لڑکیاں ہنسنے لگیں۔ وہ چائے لے کر کمرے میں آئی پھر ڈوگلس کے سامنے میز پر پیالی رکھ کر بولی "دھوئیں میں عجیب سی بُو ہے۔ کیا ہیروئن پی رہے ہو؟"

"ہاں، نشیلا سگریٹ آزما رہا ہوں۔"

"کیسا لگ رہا ہے؟"

"ایسا سُرور محسوس کر رہا ہوں کہ لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔"

میں نے بوڑھی جاسوسہ کو بھی پینے پر آمادہ کیا۔ وہ میز پر سے ایک سگریٹ اٹھا کر بولی "ذرا میں بھی دیکھوں، کیسا سُرور ہوتا ہے۔"

وہ سگریٹ سلگا کر کش لگانے لگی۔ میرا خیال تھا، زہر فوراً اثر کرے گا اور کش لگانے والا اس کی تلخی محسوس کرے گا۔ اس کے برعکس ڈوگلس ابھی تک زندہ تھا اور صرف نشے میں مست ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں بوڑھی جاسوسہ بھی مستی میں آنے لگی۔ میں

نے تیسری لڑکی کو کمرے میں لا کر اُسے بھی ایک سگریٹ پینے پر مجبور کیا۔ نیلا باتھ روم میں تھی۔ میں نے روزینہ کے ہونٹوں تک بھی وہ سگریٹ پہنچا دیا۔ کمرے کی محدود فضا میں دھواں ہی دھواں نظر آ رہا تھا۔ میں جس کے دماغ سے نکل جاتا تھا۔ وہ گھٹن سے پریشان ہو کر باہر چلی جاتی تھی۔ لیکن سگریٹ نہیں چھوڑتی تھی۔ اس کا نشہ مست کر رہا تھا۔

میں حیران تھا۔ میری محنت رائیگاں جا رہی تھی۔ وہ چاروں زندہ تھے۔ نیلا نے باتھ روم سے باہر آ کر ناگواری سے پوچھا "کیسی بو پھیلی ہوئی ہے۔ تم سب باجماعت سگریٹ کیوں پی رہی ہو؟"

میں نے نیلا کو سگریٹ نوشی پر مجبور نہیں کیا۔ میری کوششوں کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا تھا۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ایک سپاہی میرا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ "اے ادھر کیوں بیٹھا ہے؟ کیا ارادہ ہے؟"

آس پاس کی دکانیں بند ہو گئی تھیں۔ میں ایک دکان کے تھڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔ ایسے وقت دکانوں کے تالے توڑ کر چوری کرنے والے ہی موقع کی تاک میں بیٹھے رہتے ہیں۔ سپاہی شبہ کرنے میں حق بجانب تھا۔ میں نے اٹھتے ہوئے کہا "میں ذرا تھک کر بیٹھ گیا تھا۔"

میں جانے لگا' اس نے پوچھا "ایک سگریٹ ہو گا؟"

میں نے جیب سے دس کا ایک نوٹ نکال کر دیا پھر آگے بڑھ گیا۔ اب اطمینان سے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھ کر ڈوگلس اور اس کی جاسوس فیملی سے نمٹنا چاہتا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ سپیرے نے ڈوگلس سے فراڈ کیا تھا۔ زہر کے بجائے کوئی نشیلی چیز دے گیا تھا۔

میں ہوٹل میں آیا۔ میری عدم موجودگی میں ملازم صفائی کر گیا تھا۔ کمرا صاف ستھرا نظر آ رہا تھا۔ میں بستر پر آ کر لیٹ گیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ڈوگلس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس کا دماغ نہیں ملا۔

میں فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔ زہر نے اب اثر دکھایا تھا وہ مر چکا تھا۔ میں بوڑھی جاسوسہ کے دماغ میں آیا۔ وہ زندہ تھی مگر فرش پر پڑی ہوئی ایڑیاں رگڑ رہی تھی۔ تیسری لڑکی کی بھی یہی حالت تھی۔ دونوں کی سانسیں رک رک کر آ رہی تھیں۔ روزینہ نیلا کو جھنجھوڑ کر کہہ رہی تھی "مجھے بچاؤ' نہیں تو میں بھی مر جاؤں گی۔ گاڑی نکالو۔ مجھے اسپتال لے چلو۔"

نیلا دوڑتی ہوئی باہر جانے لگی۔ روزینہ نے باہر جانے سے پہلے پلٹ کر کمرے میں دیکھا۔ ممی اور اس تیسری لڑکی کے دیدے پھیل کر ساکت ہو گئے تھے۔ ان کی موت دیکھ کر وہ چیخ پڑی۔ دوڑتی ہوئی ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں آئی۔ وہاں سے ہانپتی ہوئی کوریڈور میں پہنچی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ باہر نیلا کار کے پاس کھڑی کہہ رہی تھی "جلدی آؤ۔ اسپتال قریب ہی ہے۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ زرینہ باہر برآمدے میں آتے ہی چکرا کر گر پڑی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی زرینہ کے پاس آئی۔ اس کی سانسیں اٹک اٹک کر آ رہی تھیں۔ نیلا نے پوچھا "آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا کھانے میں کوئی زہریلی چیز تھی؟"

زرینہ کہنا چاہتی تھی کہ سگریٹ زہریلا ہے لیکن زبان نہیں ہل رہی تھی۔ نیلا کو سگریٹ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ لیکن اس نے بڑی دیر تک دھوئیں سے بھری ہوئی فضا میں سانس لی تھی۔ جب روزینہ نے اس کے سامنے دم توڑا تو وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ ایک سمت دوڑتی ہوئی کوٹھی کے احاطے سے باہر جاتی ہوئی چیخنے لگی "بچاؤ' مجھے بچاؤ۔ سب مر گئے۔ میں بھی مرنے والی ہوں۔"

ایک بار بھوپال میں زہریلی گیس پھیل گئی تھی۔ اس زہریلی فضا میں سانس لینے والے سیکڑوں لوگ مر گئے تھے اور ہزاروں اپاہج ہو گئے تھے۔ نیلا سمجھ رہی تھی کہ اُس کے گھر کی اور شاید شہر کی فضا بھی زہریلی ہو گئی ہے۔ اسی لئے ایک کے بعد ایک مرتا جا رہا ہے اور اب اس کی باری ہے۔

بدحواسی میں وہ کار کو بھول گئی تھی اور مدد کے لئے چیختی ہوئی دوڑتی جا رہی تھی۔ اسی وقت میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔

میں بستر سے اٹھ کر دروازے کے قریب آیا پھر پوچھا "کون ہے؟"

ایک رعب دار آواز سنائی دی "پولیس۔ دروازہ کھولو۔"

میں اُس کے دماغ کا دروازہ کھول کر اندر گیا۔ وہ وہی تھانیدار تھا جس نے پہلی بار ایک طوائف کے ذریعے مجھے پھانسنے کی کوشش کی تھی۔ اسے جب سے معلوم ہوا تھا کہ میرے پاس پچاس ہزار روپے ہیں تب سے وہ بے چین ہو گیا تھا۔ مجھ سے دس بیس ہزار وصول کرنے کے ہتھکنڈوں کو آزما رہا تھا۔

میں نے معلوم کیا۔ اس بار وہ کس طرح مجھے پھانسنا چاہتا ہے؟ پتا چلا' میری غیر موجودگی میں ہوٹل کا جو ملازم کمرے کی صفائی کرنے گیا تھا۔ تھانیدار نے اس کے ہاتھوں سے ہیروئن کے دس پیکٹ پلنگ کے نیچے رکھوا دئے تھے۔ یوں مجھ پر کیس بن سکتا تھا کہ میں ہیروئن فروش ہوں۔

کیا مشکل ہے۔ میں ایسے دشمنوں سے نمٹ رہا تھا' جو پاکستان کا ایٹم بم تلاش کرنے آئے تھے اور ایٹم بم کی تلاش انہیں جنہم میں پہنچا رہی تھی۔ دوسری طرف اپنے ہی ملک کے قانون کے رشوت خور محافظ میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔

میں نے تھانیدار کے دماغ پر قبضہ جما کر دروازے کو کھولا۔ وہ سپاہیوں سے بولا "ادھر رکو! میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ کمرے میں آیا۔ پلنگ کے نیچے جھک کر ہیروئن کے دس پیکٹ نکالے پھر انہیں اٹھا کر باہر چلا گیا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ میرے کمرے کی صفائی ہو چکی تھی۔

وہ دروازے کے باہر اپنے ماتحت سپاہیوں کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ہیروئن کے سفید سفوف سے بھرے ہوئے دس پیکٹ تھے۔ سپاہی اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ ایک سپاہی نے پوچھا "جناب! یہ کیا؟ آپ غیر قانونی مال باہر لے آئے اور جسے پکڑنا چاہتے تھے اسے کمرے کے اندر آزاد چھوڑ دیا؟"

وہ کڑک کر بولا "تھانے دار تم ہو یا میں ہوں؟"

"آپ ہیں جناب۔"

"تو پھر میرے پیچھے آؤ۔"

وہ آگے بڑھ گیا۔ تمام سپاہی اس کے پیچھے ہو گئے۔ وہ آگے پیچھے چلتے ہوئے کاؤنٹر کے پاس پہنچے۔ تھانے دار نے منیجر سے کہا۔ "اپنے ملازم عبداللہ کو بلاؤ۔"

منیجر نے ملازم کو بلانے والی گھنٹی بجائی پھر پوچھا "جناب! یہ تو وائٹ پاؤڈر ہے۔ کیا ہوٹل سے برآمد ہوا ہے؟"

"تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ میں یہاں سے خالی ہاتھ گیا تھا۔ واپسی میں یہ زہریلے نشے کے پیکٹس میرے ہاتھوں میں ہیں' تم لوگوں نے اپنے ہوٹل میں یہ دھندا شروع کیا ہے۔"

"نہیں جناب! کوئی مسافر اپنے سامان میں چھپا کر لے جائے تو ہم کیسے دیکھ سکتے ہیں اور کیسے پکڑ سکتے ہیں؟ یہ کس کمرے سے برآمد ہوا ہے؟"

اسی وقت ملازم عبداللہ نے آ کر سلام کیا۔ تھانے دار نے اس سے پوچھا "کیا تم نے یہ پاؤڈر کمرا نمبر سات میں لے جا کر چھپایا تھا؟"

عبداللہ نے پریشان ہو کر تھانے دار کو پھر منیجر کو دیکھا۔ منیجر نے ڈانٹ کر کہا "جواب دو؟"

وہ تھانے دار سے بولا "جناب! آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں' آپ نے حکم دیا تھا کہ میں سات نمبر کمرے کی صفائی کرنے جاؤں اور پاؤڈر کی یہ تھیلیاں پلنگ کے نیچے چھپا کر رکھ دوں۔"

بے شک تھانے دار نے ہی ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ ایک اونٹی سا ملازم تھا۔ پولیس والوں کے حکم سے انکار کر کے حوالات میں لات کھانا نہیں چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ ہیروئن کے پیکٹس کو میرے پلنگ کے نیچے چھپا دیا تھا۔

تھانے دار خود پر کبھی الزام نہ لیتا کہ مجھے پھانسنے اور مجھ پر کیس بنانے کے لئے اس نے ہوٹل کے ملازم کو ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا لیکن میں اُس کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "اچھا تو میں نے تمہیں حکم دیا تھا؟"

عبداللہ نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "حضور! آپ مالک ہیں۔ آپ جانتے ہیں' میں آپ کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرات نہیں کروں گا۔"

منیجر نے اسے ایک ہاتھ مارتے ہوئے پوچھا "ذلیل کمینے! تو یہ کہہ رہا ہے کہ انسپکٹر صاحب سات نمبر کے مسافر کو جھوٹے الزام میں پھانسنا چاہتے تھے۔ اور جب پھانسنا چاہتے تھے تو اس مسافر کو مال کے ساتھ پکڑ کر کیوں نہیں لائے؟"

تھانے دار نے کہا "اس غریب کو نہ مارو۔ یہ میرے مُنہ پر سچ کہہ رہا ہے۔ اور ہمیں سچے آدمی کی قدر کرنا چاہئے۔"

منیجر نے تعجب سے پوچھا "کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ نے ہی یہ مال وہاں رکھوایا تھا؟"

"جی ہاں' میں نے عبداللہ کو حکم دیا تھا۔ میں بہت ذلیل اور کمینہ ہوں' میں اس شریف مسافر کو پھانس کر اُس سے کچھ رقم وصول کرنا چاہتا تھا۔"

پھر اس نے اپنے سپاہیوں سے پوچھا "کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

تمام سپاہی الجھن میں پڑ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے افسر نے مال کمانے کے لئے ایسا کیا تھا۔ اور وہ تمام سپاہی اُس کے اس جرم میں شریک تھے اب وہ اقرار کرنے سے ہچکچا رہے تھے کہ انہوں نے قانون کی دی ہوئی وردی پہن کر ایسا جرم کیا تھا۔

تھانے دار نے ڈانٹ کر پوچھا "سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ بولا کرو۔ ہاں تو بولو۔ ہم سب ایسی ذلیل حرکت کر رہے تھے؟"

ایک سپاہی نے سرگوشی کے انداز میں کہا "جناب! جو ہو گیا اسے جانے دیں۔ تھانے چلیں۔"

تھانے دار نے کہا "ہاں مجھے تھانے لے چلو' مجھے گرفتار کرلو۔ میں تم سب کو گرفتار کروں گا۔ ہم سب مجرم ہیں۔ اگر ہم نے ایک دوسرے کو گرفتار کر کے تھانے نہ پہنچایا تو ہمیں یہ وردی پہننے کا حق نہیں ہے۔"

دوسرے سپاہی نے پریشان ہو کر کہا "جناب! آپ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ ہم یہ باتیں تھانے چل کر کریں گے۔"

"یہ باتیں تھانے چل کر کیوں کریں گے؟ کیا ہم کسی مجرم کو ہتھکڑی پہنا کر نہیں لے جاتے ہیں؟"

"جی ہاں۔ ہتھکڑی پہنا کر لے جاتے ہیں' مگر....."

وہ بات کاٹ کر بولا "اگر مگر نہ کرو۔ ہتھکڑیاں نکالو۔"

"جی۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔ پہلے اپنی وردی اتارو۔ کیونکہ وردی میں ہتھکڑی پہننے سے پولیس ڈیپارٹمنٹ کی توہین ہو گی۔"

تھانے دار نے یہ کہتے ہوئے اپنی پیٹی اتاری۔ پھر ٹوپی اور شرٹ اتار دی۔ ایک سپاہی نے عاجزی سے کہا "سر! ایسا کرنے سے ہم سب کی بے عزتی ہو گی۔ آپ ذرا منیجر صاحب کے کمرے میں چلیں۔ ہم وہاں....."

وہ پھر بات کاٹ کر ڈانٹتے ہوئے بولا "وردی اتارنے کے بعد

بے شک ہماری بے عزتی ہوگی لیکن وردی کی عزت رہے گی۔ کم آن۔ جلدی کرو۔ یہ وردی اتارو اور ہتھکڑیاں پہنو۔"

وہ سب حکم کے بندے تھے۔ مجبور ہو کر وردی اتارنے لگے۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے کو ہتھکڑیاں پہنائیں۔ سب نے ہیروئن کے دو دو پیکٹس اٹھائے پھر وہاں سے تھانے کی طرف جانے لگے۔

ایسا منظر پہلے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ مجرموں کو پولیس والے ہتھکڑیاں پہنا کر لے جاتے ہیں۔ کبھی کوئی مجرم خود اپنے ہاتھوں سے ہتھکڑی پہن کر تھانے نہیں جاتا۔ وہ ہمارے ملک کے پہلے مجرم تھے جو خود ہی ہتھکڑیوں میں بندھے بازار سے گزرتے ہوئے تھانے جا رہے تھے۔

جو لوگ انہیں افسر اور سپاہیوں کی حیثیت سے جانتے تھے وہ ان کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھ رہے تھے "یہ کیا تماشا ہے۔ آپ لوگ ہتھکڑیوں میں ہیں؟ آپ لوگوں کو کس نے گرفتار کیا ہے؟"

تھانے دار کہتا جا رہا تھا "ہمیں ہمارے ضمیر نے گرفتار کیا ہے۔ اے لوگو! اپنی زندگی میں کبھی کبھی اپنے ضمیر کی آواز سن لیا کرو۔ کبھی کبھی سچائی سے اپنا محاسبہ کرو اور توبہ کرتے رہو۔ خدا تمہیں اور ہمیں ضرور معاف کرے گا۔"

تھانے پہنچنے تک کچھ اخباری رپورٹر اور فوٹو گرافر بھی پہنچ گئے تھے۔ ان کی تصویریں اتار رہے تھے۔ اور کیسٹ ٹیپ ریکارڈر میں یہ اقبالِ جرم ریکارڈ کر رہے تھے کہ انہوں نے ہیروئن کے پیکٹس کے ذریعے ایک بے گناہ کو مجرم ثابت کرنا چاہا تھا۔ اس بے چارے کو قانونی گرفت میں لا کر اُس سے بھاری رقم وصول کرنا چاہتے تھے۔ رپورٹرز سوال کر رہے تھے "کس بے گناہ شخص پر الزام عائد کرنے کی کوشش کی گئی تھی؟ وہ کس ہوٹل کے کس کمرے میں ہے؟"

تھانے دار نے انہیں ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر بتایا۔ میں اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر اپنی چھوٹی سی اچکی اٹھا کر اُس ہوٹل سے نکل آیا۔ سر سے بالوں کی وگ اتار دی۔ اس تبدیلی کے بعد کوئی مجھے دور سے نہیں پہچان سکتا تھا۔ قریب آ کر غور سے دیکھنے کے بعد شاید کوئی سمجھ پاتا کہ میں سات نمبر کمرے کا مسافر ہوں۔

میں نے دوسرے ہوٹل میں ایک کمرا حاصل کیا۔ پھر کمرے میں آ کر دروازے کو بند کر کے آرام سے بیٹھ گیا۔ اس تھانے دار کے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا تھا' اسے وہی بھگتنے والا تھا۔ میں نیلما کے پاس پہنچ گیا۔

اس کا بوڑھا سوتیلا باپ اے آر ڈوگل عرف سردار عبدالرحمان' بوڑھی جاسوسہ اور دو نوجوان لڑکیاں سب کے سب زہریلے سگریٹ کے کش لگانے کے بعد ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے تھے۔ نیلما کے نصیب اچھے تھے۔ اس نے سگریٹ کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اور نہ ہی اسے یہ معلوم تھا کہ ان چار افراد کو زہریلے سگریٹوں نے مارا ہے۔ اس نے بھی اتنے سارے افراد کو ایک ہی وقت میں یکے بعد دیگرے مرتے نہیں دیکھا تھا۔ اور جب دیکھا تو ہوش اڑ گئے' وہ نیم پاگل سی ہو گئی۔ بدحواسی میں گھر سے نکل کر بھاگتی چلی گئی۔ ساتھ ہی چیختی گئی "بچاؤ' مجھے بچاؤ۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔ میری مدد کرو۔"

وہ سمجھ گئی تھی کہ گھر کی محدود فضا میں زہریلی گیس پھیلی ہوئی' جس کے نتیجے میں وہ سب مر گئے تھے اور اب اس کی باری تھی کیونکہ وہ بھی زہریلے دھوئیں میں سانس لیتی رہی تھی۔

ایسے ہی وقت میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر تقریباً تین گھنٹے بعد پہنچا تو اسے اسپتال سے چھٹی مل گئی تھی۔ ڈاکٹر نے اسے تسلی دی کہ اس کے اندر زہریلی گیس کا شائبہ تک نہیں ہے۔ اس نے اسپتال پہنچتے ہی چار افراد کی موت کے متعلق بتایا تھا۔ پولیس والے اس کے بتائے ہوئے پتے پر اس کوٹھی میں پہنچ گئے تھے۔

اس کوٹھی میں خاص طور پر انٹیلی جنس کے شعبے سے دو جاسوس آئے تھے۔ انہوں نے کئی دنوں سے نیلما اور روزینہ کو نظروں میں رکھا ہوا تھا کیونکہ وہ ایٹمی پلانٹ سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان اور ایک شادی شدہ مرد میں دلچسپی لے رہی تھیں۔ انہیں یقین کی حد تک شبہ تھا کہ وہ لڑکیاں غیر ملکی جاسوس ہیں۔ اس کوٹھی سے چار لاشیں برآمد ہوئیں۔ ایک زہر کی شیشی اور ایک سرنج کے علاوہ ٹرانسمیٹر اور کچھ ایسے کاغذات ہاتھ آئے جن سے ثابت ہو گیا تھا کہ ڈوگلس یہودی تھا اور وہاں مسلمان بن کر رہتا آیا تھا۔ اس کے ساتھ جو لڑکیاں تھیں وہ اس کے لئے جاسوسی کے فرائض انجام دیتی تھیں۔

ہمارے جاسوس یہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ یہودی ڈوگلس اور اس کی ساتھیوں نے سگریٹوں کو سرنج کے ذریعے زہریلا بنایا۔ پھر ان زہریلے سگریٹوں کے کش کیوں لگائے۔ کیوں جان بوجھ کر موت کو دعوت دی اور نیلما کیسے بچ گئی۔ انہوں نے نیلما کو حراست میں لے لیا تھا اور اُس سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔

میرا کام ختم ہو گیا تھا۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ رات کے دس بج رہے تھے۔ میں پارس اور علی تیمور کی خیریت معلوم کر کے سونا چاہتا تھا۔ دروازے پر دستک سن کر اٹھ گیا پھر پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوٹل کا ملازم ہوں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرمائیں۔"

میں نے کہا "کسی چیز کی ضرورت ہوگی تو بیل بجا دوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ بغیر بلائے کیوں آیا تھا۔ کیا پھر کوئی چکر چلنے والا تھا؟ اس کی سوچ نے بتایا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ ہر نئے مسافر کے پاس اس طرح جاتا تھا اور اپنے لائق کسی خدمت کے لئے پوچھتا تھا۔ یوں خدمت کرتے رہنے سے صاحب لوگ خوش ہو کر پانچ دس روپے بخشش کے طور پر دیا کرتے تھے۔

وہ ضلع مردان کے ایک گاؤں سے بیس ہزار روپے کما کر پشاور آیا تھا۔ اس کا باپ ایک زمیندار کا نور خان کا مقروض تھا۔ ان علاقوں میں اگر کوئی مقروض ہوتا تھا تو وہاں کے دستور کے مطابق زمیندار کا غلام بن جاتا تھا۔ پھر جب تک قرض کا ایک ایک پیسہ ادا نہیں ہوتا تھا۔ تب تک وہ زمیندار کے کھیتوں میں کام کرتا تھا۔ اس کے مویشیوں کی اور اس کے گھر والوں کی خدمت کرتا رہتا تھا۔ رات کو کھیتوں کی رکھوالی کرتا تھا سال کے کبھی عید' بقرعید میں ایک دن کی بھی چھٹی نہیں ملتی تھی۔

یہ قرضہ پچھلے دس برس سے چلا آ رہا تھا۔ ان غریبوں کے لئے بیس ہزار بہت بڑی رقم تھی۔ انہوں نے کبھی ایک ساتھ سو روپے اپنے ہاتھ میں نہیں پکڑے تھے۔ دور سے زمیندار کے ہاتھوں میں سو' پانچ سو اور ہزار کے نوٹ دیکھے تھے۔ جب باپ مر گیا تو اس کی ماں زمیندار کی غلامی کرنے لگی' بیٹے سے بولی "نور زمان! تم بارہ برس کے ہو۔ تمہاری بہن گل جاناں دس برس کی ہے اور پانچ برس میں جوان ہو جائے گی تو کافور خان قرض کے بدلے تیری بہن کا مطالبہ کرے گا۔ میری غیرت یہ گوارا نہیں کرے گی۔ میں انکار کروں گی تو مجھے باپ کا قرض ادا کرنے کے لئے ساری حیات غلام بن کر رہنا پڑے گا۔"

نور زمان نے کہا "بابا نے غلامی میں زندگی گزار دی۔ میں بھی گزار دوں گا۔ پتا نہیں یہ بیس ہزار کتنے ہوتے ہیں اور یہ کہاں سے لیتے ہیں۔"

"سنا ہے بڑے شہروں میں ملتے ہیں۔ تو حوصلہ کرے گا' شہر جائے گا۔ کہیں ملازمت کرے گا اور تنخواہ کے پیسے جمع کرتا رہے گا تو تھوڑا تھوڑا کر کے قرض ادا ہوتا رہے گا۔"

وہ ماں کی ہدایت کے مطابق ایک رات بستی والوں سے چھپ کر وہاں سے چلا آیا۔ اگر کوئی اسے دیکھ لیتا اور کافور خان کے پاس مخبری ہو جاتی تو وہ نور زمان کو باندھ کر مارتا۔ زمینداروں کے خود ساختہ دستور کے مطابق مقروض خاندان کا کوئی فرد اپنا گھر چھوڑ کر دوسرے علاقے میں نہیں جا سکتا تھا۔

اس دستور کی یہ تاویل پیش کی جاتی تھی کہ اگر غلام بیمار ہو جائے تو اس کے باپ' ماں' بیٹا' بیٹی یا بہن یا بھائی آ کر بیمار کی جگہ کام کرے۔ زمیندار کافور خان نے بھی کہہ دیا تھا "تیرا خاوند مر گیا۔ اب تو خدمت گزاری کے لئے آئی ہے۔ یاد رکھ جب تک قرضہ ادا نہیں ہو گا' تب تک تیرا بیٹا نور زمان اور بیٹی گل جاناں بستی سے باہر نہیں جائیں گے۔"

"خان! ہم پر رحم کرو۔ مدینہ میں میرا بھائی اور دوسرے عزیز رہتے ہیں۔ میرے بچے اپنے ماموں وغیرہ سے تو مل سکتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں۔ رشتے داروں کو ملنا ہو گا تو وہ ادھر آئیں گے' تیرے مقروض بچے ادھر نہیں جائیں گے۔"

کچھ یقینی بات تھی کہ بیس ہزار روپے کا پہاڑ ان کے سر سے کبھی نہیں اترے گا۔ نہ کافور خان بستی کے باہر محنت مزدوری کرنے دے گا۔ نہ کبھی نقد رقم ہاتھ لگے گی۔ یہ کچھ سوچ سمجھ کر ماں نے بیٹے کو ایک رات چپکے سے بھگا دیا۔ دوسری صبح خان سے کہا۔ "بیٹا آوارہ ہو گیا تھا' مجھ سے لڑتا تھا۔ کل رات بھی مجھ سے بدکلامی کی۔ پھر رات کو جانے کب چلا گیا۔ صبح آنکھ کھلی تو میں نے اسے تلاش کیا۔ بستی والوں سے پوچھا لیکن اس کا پتا نہ چلا۔"

کافور خان نے کہا "مجھے الو سمجھتی ہے۔ تو نے اسے بھگا دیا ہے۔"

"تمہاری غلامی کی قسم۔ میں نے نہیں بھگایا ہے وہ جیسا بھی تھا میرا بیٹا تھا۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ پھر جان بوجھ کر اسے کیوں بھگا دیتی۔ شاید وہ ماموں کے پاس گیا ہے ہو سکتا ہے واپس آ جائے۔"

وہ بولا "میں چاہوں تو اس کتے کے پیچھے اپنے آدمی لگا دوں' وہ اسے جہاں دیکھیں گے گولی مار دیں گے۔"

"نہیں خانِ اعظم! میرا ایک ہی بیٹا ہے اسے کچھ ہو گا تو میں مر جاؤں گی۔"

"تو مر جائے گی تو قرضہ ادا کرنے کے لئے ایک تیری بیٹی رہ جائے گی' وہ بیٹی بھی بھاگ گئی تو میری وصولی کیسے ہو گی؟"

"نہیں' میری گل جاناں نادان ہے' وہ گھر سے باہر نہیں جائے گی۔"

"آج نادان ہے کل جوان ہو گی' اس کے بھی پر نکل آئیں گے۔ مجھے میری رقم کی ادائیگی کی ضمانت چاہئے۔ اس لئے ضمانت کے طور پر بیٹی کو میرے حوالے کر دے۔"

"نہیں خانِ اعظم! میری معصوم بیٹی کو ضمانتی نہ بنا۔ میرا بیٹا جب تک واپس نہیں آئے گا' جب تک قرضہ ادا نہیں ہو گا' میں زندہ رہوں گی اور تیری خدمت کرتی رہوں گی۔"

"کیا زندگی تیرے ہاتھ میں ہے کہ جب تک چاہے گی زندہ رہے گی۔ تو آج مر سکتی ہے' کل مر سکتی ہے۔ میں کل صبح تک مہلت دیتا ہوں۔ بیٹے کو واپس لایا قرضہ ادا کر ورنہ کل میں تیری بیٹی کو بڑی حویلی پہنچا دوں گا۔"

وہاں سے بیس کلومیٹر دور شاہ خیل نامی ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ وہ گاؤں اور آس پاس کی زمین کافور خان کی ملکیت تھیں۔ نور زمان کی ماں نے سنا تھا وہاں قلعہ نما ایک حویلی تھی۔ جہاں کافور خان کی اجازت کے بغیر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ حویلی کے چاروں طرف مسلح حواریوں کا پہرا رہتا تھا۔ یہ بھی سنا تھا کہ جو مقروض غلام بغاوت کرنا چاہتے تھے انہیں حویلی میں قیدی بنا کر رکھا جاتا تھا۔ ان قیدیوں میں مرد بھی ہوتے تھے اور عورتیں بھی ہوتی تھیں۔ ان سے الگ ایک بڑی حرم سرا میں حسین اور جوان لڑکیاں رکھی جاتی تھیں۔ کافور خان نے اسی بڑی حویلی میں گل جاناں کو پہنچانے کی دھمکی دی تھی۔

نور زمان کو پتا نہیں تھا۔ اس کے شہر آنے کے بعد ماں اور

بمن پر کیا گزر رہی ہے۔ وہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتا تھا۔ کسی سے خط لکھوا سکتا تھا لیکن یہ اندیشہ تھا کہ جوابی خط کے بیٹے پر زمیندار کے آدمی اسے پکڑنے آجائیں گے۔ ماں نے سمجھایا تھا جب تک قرضے کی رقم جمع نہ ہو جائے تب تک گھر کا رخ نہ کرنا۔

یہ نورزمان کی روداد تھی۔ اس کے خیالات مجھے یہ روداد سنا رہے تھے۔ ہمارے ملک کے بعض علاقوں میں انسانوں کو غلام بنانے کی روایت آج بھی قائم ہے۔ اور یہ ہم پاکستانیوں کے لئے بڑے شرم کی بات ہے۔ بعد میں جو معلومات حاصل ہوئیں ان کے مطابق تقریباً چار ہزار دہقان مجبور اور بے یارومددگار ہو کر غلامی کی زندگی گزار رہے تھے۔

ہو سکتا ہے حکومت نے ان مجبور دہقانوں کی آزادی کے لئے احکامات جاری کئے ہوں اور ان پر عمل نہ ہو رہا ہو۔ مجھے پاکستان آنے کے بعد جو بنیادی خرابی معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ اوپر سے صادر ہونے والے احکامات کو پولیس والے سبوتاژ کر دیتے تھے۔ جس حکم کی تعمیل سے منافع یا رشوت حاصل نہیں ہوتی تھی اس حکم کی تعمیل مجرموں کے اور اپنے مفاد کے مطابق کرتے تھے۔

میں نے آئی جی کو مخاطب کیا۔ اس نے خوش ہو کر کہا "فرہاد صاحب! میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں' آپ کی مہربانی سے میری بیٹی کل صبح اور بیٹا شام کو یہاں پہنچ رہے ہیں۔ میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھلاؤں گا۔ آپ نے مجھے یہودیوں کی غلامی سے نجات دلائی ہے۔"

میں نے کہا "آپ نے یہودیوں کی غلامی سے نجات حاصل کی ہے لیکن ہماری قوم کے مجبور بندے اپنی ہی قوم کے ظالموں کی غلامی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کی مائیں' بیٹیوں اور بہنوں کی عزت و آبرو مٹی میں ملتی رہتی ہے۔"

"آپ کن لوگوں کی بات کر رہے ہیں؟"

"صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں سیکڑوں ہزاروں غریب اور مجبور دہقان زمینداروں کی غلامی کرتے ہیں اور آپ کو خبر نہیں ہے؟"

"اچھا سمجھ گیا۔ لیکن جناب! حکومت نے دہقانوں اور محنت کشوں کے لئے ٹیلیفیرا اسکیم جاری کی ہے۔ اس اسکیم کے مطابق انہیں پندرہ ہزار روپے ادا کئے جاتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "آپ کو یقین ہے کہ یہ پندرہ ہزار ہر مستحق تک پہنچ جاتے ہیں اور یہ رقم مستحقین کے بہانے بے ایمانوں کے پاس نہیں پہنچتی ہے؟"

"آپ درست فرماتے ہیں۔ بے ایمانی ہو سکتی ہے۔ بلکہ پولیس والوں کے تعاون سے بے ایمانی رواج پاتی ہے۔ مجھے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی بدنامی سے شرمندگی ہوتی ہے۔ مگر کیا کیا جائے۔ آوے کا آوا ہی بگڑا ہے۔"

میں نے کہا "ہم آپ تمام پولیس والوں کو صراطِ مستقیم پر نہیں چلا سکتے' لیکن جہاں تک آپ کے اختیارات ہیں اور جہاں تک میری قلیل پہنچ مجھے پہنچاتی ہے' وہاں تک ہم ظالموں کو اور مظلوموں کی دست گیری کر سکتے ہیں۔"

"میں حاضر ہوں۔ آپ کی نظروں میں کوئی مجبور دہقان ہے؟"

"جی ہاں ایک لڑکا نورزمان بارہ برس کی عمر میں محنت مزدوری کے ذریعے بیس ہزار روپے حاصل کرنے پشاور آیا۔ اس کا ایک زمیندار کافور خان کا مقروض تھا۔ وہ مر گیا تو مقروض اپنے مرحوم شوہر کی جگہ غلامی کرنے لگی۔ اس کا بیٹا نورزمان مزدوری کرنے ادھر آیا تو ادھر کافور خان نے اس کی دس سالہ بہن گل جاناں کو ضمانت کے طور پر اپنی حویلی میں قید کرا لیا۔ نورزمان سولہ برس کا جوان ہو گیا ہے۔ دن رات محنت کرنے کے باوجود اس نے اب تک صرف آٹھ ہزار روپے جمع کئے ہیں۔ بہن گل جاناں کی عمر چودہ برس کی ہو گئی ہے۔ ایک آدھ برس میں اس کی جوانی کی بولی لگائی جائے گی۔"

"بس فرہاد صاحب! آگے نہ بولیں۔ آپ نے میری بیٹی کو یہودیوں کے حصار میں بے آبرو ہونے سے بچایا ہے۔ میں پرائی بیٹیوں کی عزتوں کا محافظ بنتا رہوں گا۔"

میں نے اسے بتایا کہ کافور خان ضلع مردان کے ایک افتادہ گاؤں جرگہ میں رہتا ہے۔ آئی جی نے ریسیور اٹھا کر پشاور کے ایک پولیس افسر سے رابطہ کیا۔ پھر اس سے کہا "میں ہدایت اللہ بول رہا ہوں؟"

اس نے کہا "السلام علیکم سر! میرے لائق کوئی خدمت؟"

آئی جی نے کہا "جرگہ میں ایک زمیندار کا نام کافور خان ہے۔ کیا اسے جانتے ہو؟"

"جی ہاں' اچھی طرح جانتا ہوں۔ کافور خان ان مجرموں کی فہرست میں ہے جن پر ہم ہاتھ نہیں ڈال سکتے' کیونکہ اس کا تعلق علاقہ غیر سے ہے۔"

میں نے سوچ کے ذریعے آئی جی سے کہا "آپ اس نورزمان کی باتیں نہ کریں۔ میں اس کے دماغ میں جا رہا ہوں۔"

میں اس پولیس انسپکٹر کے پاس پہنچ گیا۔ دوسری طرف آئی جی کہہ رہا تھا "ٹھیک ہے۔ جب کافور خان کا تعلق علاقہ غیر سے ہے تو میں پولیٹیکل ایجنٹ سے بات کروں گا' شکریہ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ انسپکٹر نے بھی مسکرا کے ریسیور رکھ کر سوچا "پولیٹیکل ایجنٹ کافور خان کا کیا بگاڑ لے گا۔ کافور خان کی پہنچ بہت دور تک ہے۔"

وہ درست سوچ رہا تھا۔ علاقہ غیر ایک آزاد علاقہ ہے۔ وہاں کے آزاد قبائلی کسی کے محکوم نہیں رہتے۔ کسی ملک کے قانون کو نہیں مانتے۔ حکومتِ پاکستان کو ان قبائلیوں سے یا ان قبائل کی حکومتِ پاکستان سے کوئی شکایت ہو یا کوئی باہمی مسئلہ کا حل کرنا ہو تو ان کے درمیان ایک پولیٹیکل ایجنٹ ہوتا ہے جو

[illegible] ملے کرتا ہے۔ یہاں کے پولیس والے وہاں پناہ لینے [illegible] کسی مجرم کو گرفتار نہیں کر سکتے تھے۔

کافور خان کے جرائم کا کوئی ریکارڈ نہیں تھا۔ انسپکٹر بادشاہ اس کے خلاف ظاہر ہونے والے ثبوت کو مٹا دیا کرتا تھا۔ اس وہ بڑی آزادی سے پاکستان میں مردان کے ایک گاؤں جرگہ رہتا تھا لیکن وہ دراصل علاقہ غیر کا باشندہ تھا۔ وہاں اس کی قلعہ نما حویلی تھی جہاں حسین عورتوں کی حرم سرا تھی اور نہ جانے کتنی قیدیوں کو آہنی سلاخوں کے پیچھے رکھا جاتا تھا۔ وہ ان سے کراتا تھا۔ اس کے ایک سو مسلح ماتحت تھے جو نہایت سنگدل اور خونخوار تھے۔

انسپکٹر بادشاہ خان کی سوچ نے بتایا کہ کافور خان کے جتنے [illegible] تھے۔ ان کے ناموں سے جعلی کاغذات تیار کر کے وہ ہر [illegible] کے نام سے حکومتِ پاکستان کی ٹیلیفیرا اسکیم سے پندرہ [illegible] ہزار وصول کر چکا ہے۔ اس رقم سے انسپکٹر پانچ ہزار اور کافور [illegible] دس ہزار لیا کرتا تھا۔ دونوں اب تک لاکھوں روپے حاصل [illegible] چکے تھے۔ نورزمان کے مرحوم باپ کے نام سے بھی پندرہ ہزار [illegible] چکے تھے اور وہ بے چارہ اس فریب سے بے خبر تھا۔ اسے [illegible] بھی ہوتا تو وہ اتنے بڑے زمیندار اور پولیس والے کا کیا بگاڑ [illegible] خود پولیس والے کافور خان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ میں [illegible] آئی جی کو اس معاملے سے الگ کیا۔ یہ جرائم سے بھرپور پہلا [illegible] تھا جس کا قانونی طور پر بھی پولیس سے تعلق نہیں تھا۔ میں [illegible] کے ذریعے کافور خان تک پہنچ سکتا تھا اور یہ ارادہ تھا کہ میں [illegible] علاقے میں پہنچوں جہاں الا قانونیت ہر سو تھی اور کسی دوست یا [illegible] کو گولی مارو نا ایسا ہی تھا جیسے کھٹل مارنا ہوتا ہے۔ کوئی پوچھنے اور پکڑنے والا نہیں تھا کہ تم نے انسانی کھٹل کیوں مارا ہے؟

میں نے معلومات حاصل کیں کہ مردان کے دور افتادہ گاؤں [illegible] تک بس یا کوچ سروس کی گاڑیاں کس وقت روانہ ہوتی ہیں۔ میں نے انسپکٹر بادشاہ خان کو سلام کر اس کے خوابیدہ دماغ میں یہ [illegible] سلایا کہ وہ کل دن گیارہ بجے تک جرگہ پہنچے گا۔

میں نے پارس اور علی تیمور سے باری باری رابطہ کیا۔ وہ [illegible] اپنی اپنی جگہ۔ دشمنوں سے نمٹ رہے تھے۔ میں آگے چل کر [illegible] کے دلچسپ واقعات پیش کروں گا۔ میں نے نورزمان کو دماغی [illegible] پر ٹائپ کر کے اپنے کمرے میں بلایا۔ میں نے اس کے سوئٹر [illegible] اندر قمیص کی جیب میں اور اس کی دوسری اندرونی جیب میں [illegible] ہزار روپے ٹھونس دئے۔ وہ ہزار ہزار کے نوٹ تھے اس لئے [illegible] جیبوں میں سما گئے۔ پھر میں نے اسے واپس بھیج دیا۔ وہ ہوٹل کے [illegible] سے اسٹور روم میں سوتا تھا۔ وہ وہاں پہنچ کر دماغی طور [illegible] نارمل ہوا پھر چونک کر سوچنے لگا "میں ابھی کہاں تھا؟ کیا کر رہا [illegible]

اس نے میری مرضی کے مطابق جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر چونک کر نوٹ نکالے ہزار ہزار کے نوٹ دیکھ کر وہ بوکھلا گیا۔ ایسے ہی نوٹ اندرونی جیب سے نکلے تو وہ بڑی دیر تک گم صم بیٹھا رہا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ اتنی دولت کیا غیب سے اس کے پاس آگئی ہے۔ وہ انہیں گننے لگا اور گنتے گنتے رونے لگا۔ میرا بھی دل بھر آیا۔ اس پر بڑا پیار آرہا تھا۔ بے چارہ زندگی میں پہلی بار آنسوؤں سے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے اتنی دولت دیکھ رہا تھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ پورے بیس ہزار غیب سے مل گئے ہیں۔ تو وہ سجدے میں گر کر سبحان ربی الاعلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنے لگا۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ کو ہدایات دیں۔ پھر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ کسی سے محبت کرو' کسی کے برے وقت میں کام آؤ۔ اسے گرداب سے نکال لاؤ تو جو سچی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جو خوشنودی حاصل ہوتی ہے' وہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ نیکیاں کر کے سونے والا ہی جانتا ہے' اسے کتنی پُرسکون اور گہری نیند آتی ہے۔

رات کے تین بجے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے شیو کیا' غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ پھر اپنی کیس اٹھا کر کاؤنٹر پر آیا۔ کاؤنٹر مین کو اطلاع دی کہ میں جا رہا ہوں۔ پھر ریلوے اسٹیشن کے پاس آیا۔ ایک آرام دہ کوچ کا ٹکٹ لے کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہاں کئی مسافروں کے درمیان نورزمان بھی بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے پچھلے ساڑھے چار برس سے اپنی ماں اور بہن کی صورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ ابتدا میں انہیں یاد کرتے ہی ان سے ملنے کو دل تڑپنے لگتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ صبر آگیا تھا لیکن اب قرضے سے بھی زیادہ رقم مل گئی تھی۔ بیس ہزار میں نے دیئے تھے اور آٹھ ہزار اس نے محنت مزدوری سے جمع کئے تھے' یہ اٹھائیس ہزار ملتے ہی وہ ماں کی آغوش میں پہنچنے کے لئے بے چین ہو گیا تھا۔ اس نے ماں اور بہن کے لئے کچھ کپڑے اور دوسرے تحفے بھی نہیں خریدے تھے' سوچا تھا کہ راستے میں کہیں بازار پڑے گا تو خرید لے گا۔ اس کے اختیار میں ہوتا تو وہ پرواز کر کے وہاں پہنچ جاتا۔

وہ جس قدر بے چین تھا' اتنا ہی سہما ہوا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ اس کے لباس میں چھپی ہوئی دولت کوئی دیکھ نہ لے۔ آس پاس بیٹھے ہوئے ہم سفر اسے چور ڈاکو لگ رہے تھے۔ وہ جگہ بدلنے کے لئے خالی سیٹوں پر نظریں دوڑا رہا تھا۔ میں نے اسے اپنے پاس آنے پر مجبور کیا' میں کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا "برادر! آپ مجھے کھڑکی کے پاس بیٹھنے دیں گے؟"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا "ضرور یہاں بیٹھو۔"

وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں بیٹھ گیا۔ کھڑکی کے پاس بیٹھنے کا یہ فائدہ تھا کہ اس طرف کوئی بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ اس کے دوسری طرف میں ہی ایک ہم سفر تھا۔

پچھلی رات سے اس کی نیند اڑ گئی تھی۔ اتنی بڑی رقم ملنے کے بعد اس کے اندر ہلچل سی پیدا ہو گئی تھی۔ تجسس بھی تھا کہ اتنی بڑی

رقم اس کی دو جیبوں میں کہاں سے آگئی؟ بس اتنا ہی سمجھ میں آیا کہ اللہ چھپر پھاڑ کر دیتا ہے۔ آج اسے بھی اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔ خداوندِ کریم ہنسے دیتا ہے۔ اسے دینے کے لئے کسی کو ذریعہ بناتا ہے۔ نورزمان اور اس کی ماں بہن کو مشکلات سے نکالنے کے لئے اس معبود نے مجھے ذریعہ بنا دیا تھا۔

جب گاڑی چلنے لگی تو تازہ ہوا کے جھونکوں سے اسے نیند آنے لگی لیکن وہ سونا نہیں چاہتا تھا۔ دل میں خوف سمایا ہوا تھا کہ آنکھیں بند کرے گا تو کوئی تمام رقم چرا کر لے جائے گا۔ یہ خوف ہوٹل میں بھی قائم رہا' اس لئے وہ جاگتا رہا تھا۔

میں نے آہستہ آہستہ اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر سلا دیا۔ خوابیدہ شخص نصف مردہ ہوتا ہے۔ یہ عارضی موت تمام فکروں اور اندیشوں سے نجات دلا دیتی ہے۔ فکر اور اندیشے آدمی کو سونے نہیں دیتے۔ ایسی حالت میں جسے نیند آجائے' وہ بہت خوش نصیب ہوتا ہے۔ نورزمان خوش قسمتی کی آغوش میں مزے سے سو رہا تھا۔

سفر بڑے سکون سے جاری تھا۔ کئی گھنٹوں کے بعد گاڑی مردان کے ایک اسٹاپ پر رکی' ڈرائیور نے بتایا۔ گاڑی وہاں سے آدھے گھنٹے بعد روانہ ہوگی۔ میں نے نورزمان کو جگایا۔ وہ ہڑبڑا کر دونوں ہاتھوں سے لباس کے اندر ٹٹولنے لگا۔ جب اسے اطمینان ہوا کہ رقم موجود ہے تو اس نے مجھ سے کہا "میں اتنی دیر تک سوتا رہا۔ ہم مردان ضلع میں پہنچ گئے ہیں۔"

میں نے کہا "آؤ کچھ کھالو۔"

میں گاڑی سے باہر آگیا۔ وہ بھی باہر آکر بولا "آپ کھانے کے لئے جائیں' میں کچھ خریداری کروں گا۔"

وہ دوسری طرف چلا گیا۔ میں کھانے کے لئے ایک ہوٹل میں آگیا۔ کھانے کے دوران نورزمان کے پاس جاتا آتا رہا۔ وہ ماں کے لئے سادے کپڑے اور بہن کے لئے رنگین کپڑے اور نقلی زیورات خرید رہا تھا۔ خوشی کے مارے اس کی بھوک اڑ گئی تھی۔ گاڑی کی روانگی کا بھی وقت ہو چکا تھا۔ وہ تمام سامان لے کر اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ میں دو پراٹھے اور انڈوں کا آملیٹ بنوا کر لے آیا' اس کے پاس بیٹھ کر بولا "شاباش بھئی شاباش! بڑی خریداری کی ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا "پورے ساڑھے چار برس کے بعد گھر جا رہا ہوں' اس لئے گھر والوں کے لئے کچھ خرید لیا ہے۔"

میں نے کاغذ میں لپٹے ہوئے پراٹھے پیش کئے "لو انہیں کھالو۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولا "شکریہ برادر! میں نے کھالیا ہے۔"

"میں نے بھی پیٹ بھر کر کھالیا ہے۔ تم نہیں کھاؤ گے تو یہ ضائع ہو جائیں گے۔"

کھانے کی اشتہا انگیز خوشبو اس کی بھوک بڑھا رہی تھی۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر اسے کھانے پر مائل کیا۔ وہ بے اختیار میرے ہاتھوں سے پراٹھے لے کر کھانے لگا۔ وہ تھینکس بھی شرما رہا تھا لیکن کھا تا جا رہا تھا۔ حیران ہو رہا تھا کہ ایک انجان پراٹھے لے کر کیوں کھلا رہا ہے؟

اس نے کھانے کے بعد کاغذ کو کھڑکی سے باہر پھینک دیا' منہ پونچھتے ہوئے بولا "مجھے شرمندگی ہے' میں نے آپ کا مال کھالیا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں تمہارے لئے ہی لایا تھا۔"

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"جرگہ تک جانے کا ارادہ ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "وہ میرا گاؤں ہے۔ میں بھی وہیں جا رہا ہوں لیکن آپ ادھر کے نہیں لگتے۔ کیا ادھر کوئی عزیز یا دوست ہے؟"

"میرا کوئی نہیں ہے۔ پہلی بار جا رہا ہوں۔ شہری ہنگاموں سے بیزار ہو گیا ہوں۔ سنا ہے وہ بہت پُرسکون علاقہ ہے۔"

"میرا گاؤں بہت خوب صورت ہے۔ پہاڑ' آبشار' دریا اور طرح طرح کے رنگ برنگے پھولوں کو دیکھ کر یوں لگتا ہے زمین پر اتر آئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو جنت نہ لگے لیکن بستی ہے' میرے جذبات ہیں۔ آپ وہاں میرے مہمان لگے۔"

"نہیں' میں تم پر بوجھ نہیں بنوں گا۔"

"برادر! اس علاقے میں کسی پہچان سے یہ نہ کہنا کہ بوجھ بنو تا ہے۔ وہ گولی مار دیں گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "میں تمہارے ہاتھوں سے گولی کھا کر مرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے تمہاری میزبانی قبول ہے۔"

"شکریہ برادر! ہماری بستی میں قہوہ خانہ ہے مگر کھانے کا ہوٹل نہیں ہے۔ وہاں آپ کو کسی نہ کسی کا مہمان بن کر رہنا پڑے گا۔ خدا کا شکر ہے آپ مجھے مل گئے۔ مہمان اللہ کی رحمت ہوتا ہے۔"

ہم جرگہ پہنچ گئے۔ یوں تو میں راستے میں خوب صورت مناظر دیکھتا آیا تھا لیکن جرگہ کا حسن منفرد تھا۔ آنکھیں ہر طرف گھومتی تھیں اور دیکھ دیکھ کر جی نہیں بھرتا تھا۔ وہ علاقہ قدرتی حسن سے جس قدر مالا مال تھا اسی قدر وہاں کے لوگ غریب' مجبور اور بے بس تھے۔ دور دور تک مٹی یا لکڑیوں سے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے کچے مکانات دکھائی دے رہے تھے۔ ایک چھوٹی سی پہاڑی کی بلندی پر ایک پختہ حویلی نظر آرہی تھی۔ حویلی کے اطراف اونچے مچان بنے ہوئے تھے۔ ہر مچان پر دو مسلح پہرے دار کھڑے ہوئے تھے جو وہاں سے دوستوں اور دشمنوں کو دور سے آتے دیکھ سکتے تھے۔

نورزمان نے ادھر انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ خان کی حویلی ہے۔ ظالم سے خدا سمجھے گا۔"

وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا' خود سے بولتا جا رہا تھا "آج میرا پورا کنبہ قرضے کی لعنت سے حاصل کرلے گا۔ میرے بابا کی روح کو سکون ملے گا۔ ظالم خان نے میرے بابا کو فکر اور پریشانیوں میں مبتلا کر کے مار ڈالا تھا۔"

اس نے بستی کے ایک شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اوئے دلدارا! میرے کو شناخت کر۔ ام تیرا بچپن کا یار ہے' نورزمان۔"

دلدار نے اس سے گلے ملتے ہوئے کہا "اوئے زمان! تو اونٹ کی طرح لمبا ہو گیا ہے۔ پہچانا نہیں جاتا ہے۔"

"وقت نے ہم سب کو بدل دیا ہے۔ ان سے ملو' یہ میرے مہمان ہیں۔"

دلدار نے مجھ سے مصافحہ کیا پھر کہا "زمان! تیری ماں خانِ اعظم کی حویلی میں ہے۔ تو جانتا ہے اسے آدھی رات سے پہلے چھٹی نہیں ملے گی۔"

نورزمان نے کہا "میں گھر جا کر پہلے بہن سے ملوں گا۔ پھر سامان رکھ کر ماں کے پاس حویلی میں جاؤں گا۔ آج خانِ اعظم کا قرضہ اتار دوں گا۔"

"تو پھر خدا کا واسطہ پہلے قرضہ اتار دے۔ تیری بہن گھر میں نہیں' خانِ اعظم کی بڑی حویلی میں ہے۔"

"کیا بولتا ہے ولدارا؟"

"سچ بولتا ہوں۔ تیرے یہاں سے جاتے ہی خانِ اعظم نے کہا' تیری ماں کسی دن تیری بہن کو بھی یہاں سے بھگا دے گی۔ اس لئے اسے ضمانت کے طور پر قید کر لیا ہے۔ وہ علاقہ غیر کی بڑی حویلی میں ہے۔"

"میری بہن کو اس نے علاقہ غیر میں پہنچا دیا ہے۔ نہیں' میں اسے آج ہی واپس لاؤں گا۔"

وہ غصے' جوش اور جنون میں مجھے بھول گیا۔ دوڑتا ہوا حویلی کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس کے پیچھے جاتے ہوئے اسے کنٹرول کیا' اس کی سوچ میں سمجھایا "مجھے جوش میں وہ کر نہیں سمجھنا چاہئے' کافور خان کتنا سنگدل قصائی ہے۔ اس کے خونخوار پہرے دار مجھے گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

اس نے کہا "میں اپنی جان دے دوں گا۔ وہ میری بہن کو اس بڑی حویلی میں لے گیا ہے' جہاں سے کوئی لڑکی واپس نہیں آتی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں زندہ رہوں گا اور عقل سے کام لوں گا تو مکمل جانباں عزت و آبرو سے واپس آئے گی۔"

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا' سوچوں میں گم پہاڑی کے دامن میں آیا۔ وہاں ایک کیبن میں دو مسلح گارڈز تھے۔ ایک نے باہر آکر پوچھا "کون ہو تم؟ ادھر کیوں آئے ہو؟"

"میں نورزمان ہوں۔ میری ماں سیدی بانو حویلی میں خدمت گار ہے۔ میں اپنی ماں اور خانِ اعظم سے ملنے آیا ہوں۔"

میں اس گارڈ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کیبن کے اندر آیا۔ دوسرے گارڈ نے پوچھا "یہ دونوں کون ہیں؟"

گارڈ نے اونچی آواز میں پوچھا "نورزمان تیرے ساتھ کون ہے؟"

"میرا معزز مہمان ہے۔"

گارڈ نے ریسیور اٹھا کر پہاڑی کی نصف بلندی پر تعمیر کی ہوئی حویلی میں کسی سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا کہ نورزمان اپنی ماں اور خانِ اعظم سے ملنا چاہتا ہے' دوسری طرف سے کہا گیا "انتظار کرو۔"

میں حویلی کے اندر انتظار کرانے والے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کافور خان کا دست راست تھا۔ اس نے انٹرکام کے ذریعے کافور خان کو مخاطب کیا۔ پھر کہا "سیدی بانو کا فرزند نورزمان اپنے ایک مہمان کے ساتھ آیا ہے۔ وہ آپ سے اور سیدی بانو سے ملنا چاہتا ہے۔"

کافور خان کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی "وہ خنزیر کا بچہ اتنے برس بعد آیا ہے۔ کیا قرضے کی رقم لایا ہے؟"

"میں نے یہ نہیں پوچھا ہے۔ ابھی پوچھتا ہوں۔"

"تم ریسیور رکھ دو۔ میں بات کرتا ہوں۔"

کافور خان نے ریسیور اٹھا کر نیچے کیبن کے گارڈ سے کہا "اس سے معلوم کرو۔ کیا وہ قرضہ ادا کرے گا؟"

میں کافور خان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "اگر وہ شہر سے اچھی کمائی کر کے آیا ہے تو قرضہ ادا کر دے گا۔ بڑی گڑبڑ ہو گی۔ چھوٹا خان' گل جاناں پر عاشق ہو گیا ہے۔ اس کے جوان ہونے کا انتظار کر رہا ہے۔ حرم سرا کی لیڈی ڈاکٹر نے کہا ہے کہ گل جاناں کے لئے اور دو برس انتظار کرنا ہو گا اور یہ نورزمان ادائیگی کے لئے آگیا ہے۔"

ریسیور سے گارڈ کی آواز سنائی دی "جنابِ عالی! یہ ابھی پورے بیس ہزار ادا کرے گا۔"

وہ غرا کر بولا "ہوں' اسے آنے دو۔"

اس نے پوچھا "مہمان کے لئے کیا حکم ہے؟"

وہ مجھے حویلی کے اندر بلانا نہیں چاہتا تھا لیکن میری مرضی سے بولا "کیا ہماری قوم کی روایت نہیں جانتے ہو۔ بستی میں آنے والا سب کا مہمان ہوتا ہے۔ اسے بھی آنے دو۔"

کیبن کے ایک گارڈ نے باہر آکر ہم سے کہا "اوپر چلو۔"

میں گارڈ اور نورزمان کے ساتھ پہاڑی راستے پر چڑھتے ہوئے دور دور تک دیکھنے لگا۔ وہاں کی ایک ایک جگہ کو ذہن نشین کرنے لگا۔ بلند مچانوں پر گن مین نظر آرہے تھے۔ پہاڑی راستے کے ہر موڑ پر ایک کیبن تھا۔ گویا وہ چیک پوسٹ کے طور پر بنائے گئے تھے۔ گارڈ نے ہمیں پہلے چیک پوسٹ تک پہنچایا۔ وہاں ہماری جامہ تلاشی لی گئی۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ میرے پاس بیس ہزار اور نورزمان کے پاس ستائیس ہزار چھ سو روپے تھے۔ چیکنگ کے دوران پہاڑ کے دامن سے ایک قیمتی مرسڈیز کار آرہی تھی اور

حویلی کی طرف جارہی تھی۔ ایک گارڈ نے کہا "ایک طرف ہو جاؤ۔ مرجینا خانم آرہی ہیں۔"

یہ معلوم ہوا کہ مرجینا خانم 'کافور خان کی چھوٹی بہن تھی اور وہ چھوٹا خان جو گل جاناں پر عاشق تھا' وہ کافور خان کا چھوٹا بھائی تھا۔ مرجینا کی گاڑی چیک پوسٹ پر آکر رک گئی۔ اگرچہ وہ ان زمینوں کی مالک تھی۔ کافور خان کی بہن تھی لیکن خود کافور خان کی گاڑی کو بھی آتے جاتے چیک کیا جاتا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ کوئی دشمن گاڑی میں ٹائم بم وغیرہ چھپا کر رکھ سکتا ہے۔

مرجینا چیکنگ کے دوران کار سے باہر آگئی۔ وہ جتنی حسین تھی' اتنی ہی قد آور اور بھرپور تھی۔ اجلے چمکتے چہرے پر سیب کی سرخی تھی۔ اس نے آنکھوں پر سے سیاہ گوگلس اتارتے ہوئے چیک پوسٹ کے پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو ایسی حقارت سے دیکھا جیسے کیڑے مکوڑوں کو دیکھ رہی ہو۔

اس کی نظریں مجھ پر سے گزرتی ہوئی دوسری طرف جانا چاہتی تھیں۔ لیکن میری تشنج بینی کی متناطیسی نگاہوں نے اس کی نگاہوں کو جکڑ لیا۔ وہ مجھے اپنے برابر نہیں سمجھتی تھی اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی تھی۔ وہ مجھے بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی لیکن میری آنکھوں کی متناطیسیت سے آزاد نہیں ہو رہی تھی۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے روبرو آگئی۔ اس کی آواز میں مالکانہ رعب اور دبدبہ ہوتا تھا لیکن اس نے زبان کھولی تو آواز ڈوبنے لگی۔ وہ پھنسی پھنسی سی سرگوشی میں بولی "کون ہو تم؟"

میں نے اس کے اندر کہا "وہی ہوں جس کے لئے تم سوچتی ہو لیکن مجھے تم سمجھ نہیں پاتی ہو۔"

پھر میں نے زبان سے کہا "میرا نام ارسلان ہے۔ میں اس نوجوان نورزمان کا مہمان ہوں۔ خانِ اعظم سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔"

میں نے اس پر سے اپنی نگاہیں ہٹالیں۔ متناطیسی طلسم ٹوٹ گیا۔ مرجینا نے چونک کر آس پاس دیکھا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ یہ سوچ کر اسے غصہ آرہا تھا کہ ایک اجنبی کی آنکھوں میں گم ہو گئی تھی۔

وہ تیزی سے پلٹی اور کار میں جاکر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "ارسلان کو دیکھو۔"

دولت اور دنیا والے اس کے محکوم تھے لیکن وہ دماغ کی محکوم تھی۔ اس نے بے اختیار مجھے دیکھا۔ پھر کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھ گئی۔ ذرا دور جاکر اس نے میری مرضی کے مطابق کار روکی۔ کھڑکی سے جھانک کر مجھے دیکھا۔ وہ مجبور ہو کر سوچنے لگی "میں اس کی طرف کھنچی جارہی ہوں۔ سنا تھا کہ ہزار سخت مزاجی کے باوجود دل کسی ایک کے لئے پاگل سا ہو جاتا ہے۔ کیا میں دیوانی ہو رہی ہوں۔ خواہ مخواہ گاڑی روک کر اسے دیکھ رہی ہوں۔ یہ ملازم گارڈز وغیرہ کیا سوچتے ہوں گے۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے بلایا۔ ایک گارڈ نے کہا "ادھر جاؤ' خانم بلاتی ہیں۔"

میں نورزمان کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا' یہ معلوم کر چکا تھا کہ دونوں بھائیوں نے اسے تعلیم کے لئے لندن بھیجا تھا۔ وہ پچھلے برس واپس آئی تھی۔ میں نے انگریزی میں کہا "دل کی بات زبان پر نہ لائی جائے تو اندر گھٹن بڑھ جاتی ہے۔"

وہ بھی انگریزی میں بولی "یہ اچھا ہوا کہ تم یہ زبان بولتے ہو۔ ورنہ میں اونچی لوگوں کے سامنے دل کی بات نہ کہہ پاتی۔ تم نے پہلی ملاقات میں نہ جانے کیا جادو کر دیا ہے۔"

"میں جادوگر نہیں ہوں اور نہ ہی عاشق مزاج ہوں۔ مجھے کوئی عورت متاثر نہیں کرتی۔"

"یعنی مجھ میں متاثر کرنے والی خوبیاں نہیں ہیں۔ تم میری توہین کر رہے ہو۔"

"میں تمہارے بارے میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ پہلی پہلی ملاقات میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ تم میں کتنا کرنٹ ہے۔"

"میں تمہیں بتاؤں گی کہ کیسے کرنٹ مارتی ہوں۔ اگلی سیٹ پر بیٹھو۔"

"میرا دہتان میزبان بھی بیٹھے گا تو تمہاری برتری کو نہیں پہنچے گی۔"

وہ بولی "یہ گاڑی کے پیچھے دوڑتا ہوا آئے گا۔ اس کی اوقات یہی ہے۔"

"اس کی اوقات اتنی اونچی ہے کہ تم اس کے مہمان کے لئے گاڑی سے اتر کر زمین پر آگئی ہو۔"

"تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ جانتے ہو تمہارا انجام کیا ہوگا؟"

"کوئی اپنا انجام نہیں جانتا۔ تمہیں بھی اپنے انجام کی خبر نہیں ہے۔"

وہ غصے سے کار کے اندر گئی۔ ڈیش بورڈ کے ایک خانے کو کھول کر بھرا ہوا ریوالور نکالا۔ اس کا خیال تھا مجھے گولی مار دے گی میں مرجاؤں گا تو اس کے اندر سے میرا تاثر اور میرا جادو بھی ختم ہو جائے گا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "وہ مرجائے گا تو میں غائب ہو جاؤں گی۔ اس کی متناطیسی نگاہیں میری رگ رگ میں لہو کی طرح دوڑ رہی ہیں۔ میں چاہتی ہوں یہ مجھے دیکھتا رہے اور میں گھائل ہوتی رہوں۔"

وہ ڈھیلی پڑ گئی۔ ریوالور کو واپس رکھتے وقت اس کی سوچ کہا "آہ! کیا کروں۔ میرا دل اسے مانگتا ہے۔"

وہ نورا ہی کار اسٹارٹ کرکے آگے چلی گئی۔ ایک دہتان اپنی کار میں نہیں بٹھا سکتی تھی۔ میں نے اس کی انا کو فی الحال مجروح نہیں کیا۔ ابھی جو سلوک کر چکا تھا وہ پہلی ملاقات کے لئے کافی تھا۔

نورزمان نے میرے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا "وہ کیا کہہ رہی تھی؟"

"کہہ رہی تھی میں اس کے ساتھ کار میں بیٹھ جاؤں کیونکہ انگریزی بولتا ہوں تم گاڑی کے پیچھے دوڑتے ہوئے آؤ گے کیونکہ تم ٹوٹی اور ملا قاتی زبان بولتے ہو اور اس سے بہت کمتر ہو۔"

"آپ اس کے ساتھ نہیں گئے۔ یہ بہت برا ہوا۔ وہ خان زادی ہے' اپنی توہین کا بدلہ لے گی۔"

"لینے دو۔ پروا نہ کرو۔"

ہم پہاڑی راستے پر چڑھتے چڑھتے حویلی کے بڑے گیٹ تک پہنچ گئے۔ ایک سیکیورٹی افسر نے ڈیٹیکٹو آلے سے ہمیں سر سے پاؤں تک دیکھا۔ کسی ہتھیار کی نشاندہی نہیں ہوئی۔ ہم دو سیکیورٹی گارڈز کے پیچھے چلتے ہوئے وسیع و عریض باغ سے گزرتے ہوئے حویلی کے اندر آئے۔ بڑے زبردست حفاظتی انتظامات تھے۔ اس کے باوجود میں ان کے آقا کافور خان کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اگر علاقہ غیر سے نورزمان کی بہن کو واپس لانے کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں خانِ اعظم کو مٹی چاٹنے پر مجبور کر دیتا۔

حویلی کی بیٹھک میں اس کے ملازم نے مجھ سے کہا "تم ادھر بیٹھو اور تم نورزمان میرے پیچھے آؤ۔"

میں ایک ایسی کرسی پر بیٹھا جس کی پشت دیوار سے لگی ہوئی تھی۔ کسی نئی جگہ اسی طرح بیٹھنا چاہئے۔ پیچھے سے دشمن کے حملے کا خطرہ نہیں رہتا۔ میں دستِ راست کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ نورزمان کو اپنے آقا کے پاس لے جارہا تھا۔ ایک راہداری سے گزر کر دوسری تیسری راہداری میں چل رہا تھا۔ حویلی بہت بڑی تھی۔ آقا تک پہنچنے کا فاصلہ بھی بہت تھا۔ آخر وہ ایک بڑی سی خواب گاہ میں پہنچ گئے۔

کافور خان شاہانہ طرز کے پلنگ پر شاہانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ نورزمان نے جھک کر سلام کیا۔ وہ غرا کر بولا "تو ہمیں دھوکا دے کر فرار ہوا تھا۔ تیری اتنی جرات کیسے ہوئی؟"

"خان آقا! میں محنت مزدوری کرنے گیا تھا۔ یہ دیکھئے' میں آپ کے لئے پورے بیس ہزار روپے لایا ہوں۔"

اس نے لباس کے اندر سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر دکھائیں۔ پھر کہا "آج میں قرض ادا کر رہا ہوں۔ میری ماں اور بہن گواہ رہیں۔"

کافور نے اسے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا "دور سے رقم کیا دکھاتا ہے۔ ادھر آ اور قرضے کی رقم میرے قدموں میں رکھ دے۔"

وہ دونوں ہاتھوں کی طشتری پر نوٹوں کی گڈیاں رکھے آہستہ آہستہ چلتا ہوا قریب آیا پھر بولا "آقا حضور! یہ رقم قبول کریں۔"

وہ گرج کر بولا "کیا تو نے سنا نہیں' یہ رقم میرے قدموں میں رکھ دے۔"

"معافی چاہتا ہوں آقا! نوٹوں پر ہمارے قائدِ اعظم کی

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے

اس کتاب کے مطالعے سے آپ کو نہ صرف گانا بلکہ ہارمونیم بجانا بھی آجائے گا اور طبلے کے بارے میں بھی واقفیت ہو جائے گی

سُر، لے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور موسیقی کے دیگر اسرار و رموز آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب

برِصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کتاب موسیقی کے اُستاد کی جگہ پوری کرتی ہے

قیمت: ۶۰/- روپے ○ ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز
پلاٹ نمبر ۲۳ سیدھ میشن ٹیلیفون سوسائٹی آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱

تصویریں ہیں۔ میں انہیں قدموں میں نہیں رکھوں گا۔"

نورزمان کی قائداعظم سے عقیدت اور احترام کا جذبہ دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ کافور خان نے ایک طمانچہ رسید کیا۔ نورزمان کا منہ گھوم گیا۔ وہ پلٹ کر فرش پر گر پڑا۔ نوٹوں کی گڈیاں اِدھر اُدھر بکھر گئیں۔ پھر وہ جلدی سے اٹھ کر گڈیاں سمیٹ کر انہیں ہتھیلیوں کی طشتری میں سجا کر دوبارہ اس کے روبرو آگیا۔

کافور خان نے کہا "میں خلاقہ غیر میں رہتا ہوں۔ وہاں بڑے بڑے ملکوں کے کرنسی نوٹ آتے ہیں۔ ان کے سامنے پاکستانی کرنسی کی کیا اہمیت ہے۔"

اس نے دستِ راست سے کہا "شنگیہ خان! اسے ٹھوکر مار کر نوٹوں سمیت ہمارے قدموں میں گراؤ۔"

میں نے دستِ راست شنگیہ کو مائل کیا کہ وہ نورزمان کے پیچھے سے دوڑتا ہوا آکر فلائنگ کک مارے۔ اس نے یہی کیا۔ دوڑتا ہوا آکر فضا میں چھلانگ لگائی۔ میں نے اسی لمحے میں اسے گھمایا۔ فلائنگ کک کافور خان کے منہ پر لگی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے پلنگ پر پہنچ گیا۔ شنگیہ فرش پر اوندھے منہ گر پڑا تھا۔ ادھر کافور خان غصے سے پاگل ہوگیا تھا۔ آج تک کسی نے اسے انگلی نہیں لگائی تھی۔ کجا یہ کہ ملازم نے منہ پر لات ماردی تھی۔

اس نے گالیاں دیتے ہوئے تکیئے کے نیچے سے بھرا ہوا ریوالور نکالا۔ شنگیہ نے گڑگڑا کر کہا۔

"رحم آقا رحم! میں نے دانستہ....."

اس کی بات پوری نہ ہوسکی۔ کافور خان جنون میں فائر کرتا گیا۔ دستِ راست پہلی ہی گولی میں ٹھنڈا پڑ گیا تھا لیکن وہ ٹھائیں ٹھائیں فائر کرتا گیا۔ یکے بعد دیگرے گولیاں اس کے جسم میں اتارتے ہوئے اپنا غصہ سرد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر خالی ریوالور کھینچ کر اس نئی لاش پر مارتے ہوئے گہری سانسیں لینے لگا۔ ایک زخمی درندے کی طرح ہانپنے لگا۔

سیکیورٹی افسر دوسرے گارڈز کے ساتھ دوڑتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا اور سیلیوٹ کرکے حیرانی سے دستِ راست کی لاش کو دیکھ رہا تھا اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ آقا نے اپنے قابلِ اعتماد دستِ راست کو قتل کیا ہے۔ آقا نے گرج کر کہا "اس نمک حرام کی لاش کو حویلی کے پیچھے کھائی میں پھینک دو۔"

وہ سب لاش اٹھا کر لے گئے۔ دو ملازم خون آلود قالین صاف کرلے گئے۔ دوسرے ملازم نیا قالین لاکر بچھانے لگے۔ اس عرصے میں نورزمان ایک طرف سہما کھڑا رہا۔ کافور خان نے آنکھیں بند کرکے سوچ رہا تھا "ابھی کسی کو معلوم نہیں ہے کہ میں نے منہ پر لات کھائی ہے۔ یہ نورزمان بھی نابود ہوجائے گا تو میری عزت رہ جائے گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے لات کھا کر عقل سے سوچنا چاہئے کہ میں قائداعظم کو اور پاکستانی کرنسی کو اپنے قدموں میں لانا چاہتا تھا، مجھے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔"

اس نے عبرت کے نام پر گندی سی گالی دی۔ پھر ریوالور دوبارہ لوڈ کرکے نورزمان سے بولا "رقم ادھر رکھ دے۔ تیری کل صبح تیرے گھر پہنچ جائے گی۔ تیری ماں حویلی کے پیچھے کام کر رہی ہے۔ چل آ، میں تجھے اس سے ملادوں گا۔ تو ماں کے ساتھ پیچھے راستے سے چلے جانا۔"

وہ بولا "آقا! میرا مہمان آپ کی بینک میں ہے۔ میں اس کے ساتھ جاؤں گا۔"

"اوہ۔ ہاں! میں تیرے مہمان کو بھول گیا تھا لیکن اب وہ مہمان ہے۔ اور تجھے میں مہمان بنالوں؟ کیا اسے تو ساتھ لے جانے کی جرات کرے گا۔"

نورزمان مجھے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا لیکن میں نے اسے خیال خوانی کے ذریعے جانے پر مجبور کردیا۔ وہ کافور خان کے پیچھے جانے لگا۔ خان نے فیصلہ کیا تھا کہ نورزمان اور اس کی ماں کو باغ کے راستے جانے دے گا پھر ان پر اپنے پالتو خونخوار کتے چھوڑدے گا۔

وہ پچھلے حصے میں اس کی ماں کو بلا لایا۔ دونوں ماں بیٹے ایک دوسرے سے لپٹ کر خاموشی سے رونے لگے۔ نورزمان نے کہا "ماں! اب تیری آنکھوں میں آنسو نہیں آئیں گے۔ میں نے تیرا قرضہ ادا کردیا ہے۔ کل ہماری گل جاناں بھی گھر آجائے گی۔"

میں نے کافور خان کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے کتوں کے کمرے کی طرف لے گیا۔ چار بھوکے خونخوار کتے آہنی سلاخوں کے پیچھے غرا رہے تھے اور بھونک رہے تھے۔ خان نے چاروں کو گولی مارنے کا ان کا بھونکنا ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ وہ زیرِ زمین سیل سے باہر آیا۔ سیکیورٹی افسر دوسرے گارڈز کے ساتھ پھر دوڑتا ہوا آرہا تھا۔ خان نے کہا "واپس جاؤ۔ خطرے کی بات نہیں۔ میں ہوائی فائر کر رہا تھا۔"

وہ سب واپس چلے گئے۔ کافور خان حویلی کے پیچھے پہنچ گیا میں آیا..... وہاں ماں بیٹے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ انہیں سلام لے کر باغ میں سے گزرتا ہوا پچھلے گیٹ پر آیا۔ ایک گارڈ نے بولا "انہیں بخیریت پہاڑی کے نیچے پہنچادو۔"

ماں بیٹے گارڈ کے ساتھ چلے گئے۔ وہ واپس زیرِ زمین سیل میں آیا۔ میں نے اس کے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی۔ وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے مردہ کتوں کو دیکھ کر چونک گیا۔ پھر بڑبڑایا "میرے ان بہترین کتوں کو کس نے گولی ماری ہے؟"

میں نے اسے ریوالور کی طرف متوجہ کیا۔ اس نے چیمبر چیک کیا۔ چھ گولیوں میں سے چار نکل چکی تھیں۔ چیمبر میں صرف دو گولیاں رہ گئی تھیں۔ اسی حساب سے چار کتے مارے گئے تھے پھر بھی وہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے کتوں کو ہلاک کیا ہے۔

اسی وقت مرجینا وہاں آئی۔ اس سے بولی "برادر! میں تمہیں ڈھونڈ رہی تھی۔ میں نے وس فائنڈر کی آوازیں سنی تھیں سیکیورٹی افسر کہہ رہا تھا، تم نے قابلِ اعتماد شنگیہ کو مار ڈالا ہے!"

"ہاں وہ قابلِ اعتماد نہیں رہا تھا۔ اس سے آگے کچھ نہ پوچھنا۔"

مرجینا نے کتوں کو دیکھ کر پوچھا "کیا تم نے...؟"

وہ جھنجلا کر بولا "کیا تمہاری عقل کہتی ہے کہ جن کتوں سے بے حد محبت کرتا تھا انہیں گولی مار سکتا ہوں۔"

"نہیں۔ مگر کس نے گولی ماری ہے؟"

"گولیاں میرے ریوالور سے چلی ہیں مگر میں نے فائر نہیں کیا ہے۔"

"کیا تم نے کچھ دیر کے لئے یہ ریوالور کسی کو دیا تھا؟"

"بالکل نہیں، یہ میرے ہاتھ میں تھا۔"

مرجینا نے اسے ایسے دیکھا جیسے بھائی کا دماغ چل گیا ہو۔ وہ بولی "شنگیہ خان نے تمہیں کوئی ذہنی صدمہ پہنچایا ہے۔ میں بچپن سے تمہارا غصہ اور جنون دیکھتی آرہی ہوں۔ کوئی سا بھی ہتھیار استعمال کرتے ہو تو ہوش میں نہیں رہتے ہو۔"

وہ بولا "ہم سب کی رگوں میں چنگیزی خون ہے۔ تم بھی ایک خاص موقع پر جنون میں مبتلا ہوجاتی ہو اور جب ہوش میں آتی ہو تو تمہیں یاد نہیں رہتا کہ جنون میں کیا کچھ کرتی رہی ہو۔"

کافور خان کی سوچ نے بتایا۔ مرجینا کو دلہن بننے کے بعد سہاگ کی سیج پر دورہ پڑتا ہے۔ وہ دو بار دلہن بن چکی ہے۔ پہلی بار اپنے پہلے شوہر کو پھولوں کی سیج پر گولی ماردی۔ دوسری بار دوسرے شوہر کو خنجر سے ہلاک کردیا۔

ہوش میں آنے کے بعد اس نے یقین نہیں کیا کہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنا سہاگ اجاڑ چکی ہے۔ حقیقتاً وہ ایسی کنواری سہاگن تھی جو شبِ عروسی میں کنواری رہ جاتی تھی اور جنون کی حالت میں ایک قتل کرکے کنواری بیوہ بن جاتی تھی۔

مرجینا کا کردار عجیب وغریب تھا۔ میں نے اچھی طرح اس کے خیر خیالات پڑھے۔ بار بار پڑھے۔ ہر بار یہی معلوم ہوا کہ اس نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے۔ اسے یہ یاد تھا کہ دو بار دلہن بن چکی ہے۔ اور یہ بھی یاد تھا کہ ان دو مقتول جوانوں کو بھی دیکھا ہے جو اس کے دلہا بن کر آئے تھے، اور سہاگ کی سیج پر ابدی نیند سو گئے تھے۔

یہ غنیمت ہوئی کہ اس کی شادی دونوں بار اس بلاتے سے دور اپنے برادری سے باہر کی گئی تھی۔ اگر برادری میں شادی ہوتی اور دلہا قتل کئے جاتے تو خاندانی عداوتیں بڑھتی جاتیں۔ اپنے ہی قبیلے میں کافور خان کے دشمنوں کی تعداد میں اضافہ ہوجاتا۔

کافور خان اور اس کے بھائی بیرم خان عرف چھوٹا خان نے اپنی بہن مرجینا کے علاج میں دولت پانی کی طرح بہائی تھی۔ یورپ اور امریکا کے تجربہ کار ڈاکٹروں سے اور ماہرینِ نفسیات سے معائنہ کرایا تھا۔ ماہرین کا متفقہ فیصلہ تھا کہ مرجینا کے دماغ میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ اس نے شاید بچپن میں چھپ کر کسی دلہن کے ساتھ زیادتی ہوتے اور اس دلہن کو قتل کرتے دیکھا ہے۔ یا اسی قسم کی کوئی فلم دیکھی ہے جو اس کے تحت الشعور میں چھپی ہوئی ہے۔ جب وہ خود دلہن بنتی ہے تو عالمِ جنون میں وہی واقعہ دہراتی ہے۔

ویسے میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے لاشعور اور تحت الشعور کو اچھی طرح پڑھا تھا، ایسا کوئی فلمی واقعہ اس کی یادداشت میں چھپا ہوا نہیں تھا۔ وہ یقیناً ایک پیچیدہ مسئلہ بن گئی تھی۔

بہرحال حویلی کے اندر آکر کافور خان کو یاد آیا کہ نورزمان اپنی ماں کے ساتھ کہاں گیا ہے؟ جبکہ وہ ماں بیٹا حویلی کے پچھلے حصے میں تھے۔ اس نے پچھلے گیٹ کے سیکیورٹی گارڈ سے پوچھا "کیا تم نے سیدی بانو اور اس کے بیٹے کو دیکھا ہے؟"

گارڈ نے جواب دیا۔ "آقا! آپ ماں بیٹے کو یہاں لائے تھے۔ مجھے حکم دیا تھا کہ میں انہیں پہاڑی کے نیچے چھوڑ آؤں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی ہے۔"

کافور خان نے سوچتی ہوئی نظروں سے گارڈ کو دیکھا لیکن زبان سے کچھ نہیں کہا۔ وہ دل ہی دل میں اعتراف کر رہا تھا کہ اس سے کچھ بے تکی حرکتیں سرزد ہو رہی ہیں۔ اس نے جنون میں آکر قابلِ اعتماد شنگیہ خان کو قتل کیا تھا۔ اس کے بعد ہی چار کتے مرگئے تھے اور ماں بیٹے زندہ سلامت حویلی سے چلے گئے تھے چونکہ یہ سب کچھ غصے اور جنون سے شروع ہوا تھا اس لئے وہ پریشان ہوکر سوچ رہا تھا کیا بمن کی طرح اسے بھی جنونی دورہ پڑنے لگا ہے؟

مرجینا جو حرکتیں کرتی تھی اسے بعد میں بھول جاتی تھی۔ کافور خان سوچ رہا تھا، میں بھی جو حرکتیں کرتا رہا ہوں انہیں بھولتا رہا ہوں۔ بھائی اور بمن کا خون ایک ہے اور یہ خون اپنی اصلیت دکھا رہا ہے اور اصلیت یہ تھی کہ ان کا باپ جوانی میں نیم پاگل تھا۔ بڑھاپے میں مکمل پاگل ہوکر دماغی اسپتال میں مرگیا تھا۔

باپ کے زمانے سے یہ کڑیاں جوڑتے ہوئے تسلیم کرنا پڑرہا تھا کہ پاگل باپ کے خون کا کوئی پاگل جراثیم اولاد کے لہو میں بھی چلا آیا ہے اور وہ جراثیم اب انڈے بچے پیدا کر رہا ہے اور انہیں بھی جنونی پاگل بنا تا جارہا ہے۔

میں نے آہٹ سن کر خیال خوانی ختم کردی۔ سر اٹھا کر دیکھا۔ دروازے کے پردے کے پاس مرجینا کھڑی ہوئی مجھے دیکھ رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی بینک میں داخل ہوکر بولی "میں جانتی تھی تم حویلی میں آکر واپس نہیں جاؤ گے۔"

"کیا تم نے مجھے جانے سے روک لیا ہے؟"

"میرے برادر خان اعظم کا حکم ہے کہ پہلی بار آنے والا اجنبی پہلے ہماری حویلی میں مہمان بن کر رہے گا پھر تین دنوں کے بعد بستی کا کوئی بھی شخص اس اجنبی کو مہمان بنا سکتا ہے۔"

میں نے کہا "مہمان نوازی میں دوسروں سے سبقت لے جانا اچھی بات ہے مگر سنا ہے مہمان کے لئے آپس میں جھگڑے بھی

ہوتے ہیں گولیاں بھی چلتی ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم پر گولی نہیں چلے گی۔ کسی میں اتنی جرات نہیں ہے کہ ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے... ہماری طرف اسلحہ اٹھانا تو دور کی بات ہے۔ ویسے تم بہت چھوٹے خیال کے آدمی ہو۔ ایک دہقان کے گھر جا رہے تھے۔"

"وہ دہقان میرا کوئی رشتے دار نہیں ہے۔ ہاں' انسانیت کا رشتہ ہے۔ سفر کے دوران آج ہی اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ اگر میں اسے چھوڑ کر تمہاری گاڑی میں بیٹھ جاتا تو ایک غریب کا دل ٹوٹ جاتا۔"

"وہ غریب تمہیں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"

"وہ چھوڑ کر نہیں گیا۔ تمہارے بھائی کے حکم نے اسے ساتھ چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ابھی تم نے ہی کہا تھا کہ اجنبی شخص پہلے اس حویلی میں مہمان رہتا ہے۔"

"یہ میرے لئے اچھا ہوا کہ تمہارے جیسا انگریزی بولنے والا اسارٹ مہمان آیا ہے۔ میں تنہا بور ہو رہی تھی۔"

ملازم نے آکر بتایا کہ میز پر کھانا چن دیا گیا ہے۔ وہ بولی "مسٹر ارسلان! میں نے دستور کے مطابق مہمان کو چائے یا شربت پیش نہیں کیا کیونکہ یہ لنچ کا وقت ہے۔ کم آن باتی باتیں کھانے کی میز پر ہوں گی۔"

میں اٹھ گیا۔ اس کے ساتھ چلتا ہوا بیتک سے نکل کر ایک راہداری میں آیا۔ وہاں سے ڈائننگ روم میں پہنچا۔ حویلی پرانی تھی لیکن جدید قیمتی سامان سے آراستہ تھی۔ ہم میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ مرجینا نے ملازم سے پوچھا "خانِ اعظم کہاں ہیں؟"

"آقا خان نے کہا ہے' بھوک نہیں ہے۔ آپ مہمان کا ساتھ دیں۔"

وہ انگریزی میں بولی "برادر بہت پریشان ہے۔ ہم بھائی بہن آپس میں بہت محبت کرتے ہیں۔ ایک چھت کے نیچے رہ کر ایک دوسرے کے بغیر ایک لقمہ بھی منہ میں نہیں رکھتے ہیں۔ اگر مائنڈ نہ کرو تو میں برادر کو خود بلا کر لاتی ہوں۔"

"بے شک' میں انتظار کروں گا مجھے خانِ اعظم سے ملاقات کر کے خوشی ہوگی۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر جانے لگی۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے' وہ مجھے گفتگو سے اور ظاہری شخصیت سے اونچے اسٹیٹس کا آدمی سمجھتی ہے۔ اسی لئے میرے سامنے آتی ہے اور اپنائیت سے گفتگو کرتی ہے اور چاہتی ہے غریبوں اور غلاموں کی بستی میں میرے ساتھ کچھ اچھا وقت گزر جائے لیکن چور خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ اونچے اسٹیٹس کے لوگوں کو بھی خود سے کمتر سمجھتی ہے' کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتی۔ اس کا دل اور دماغ میری طرف جھک رہا تھا۔ اس لئے وہ مجھ سے فری ہو رہی تھی۔

وہ بھائی کے پاس آکر بولی "برادر! تم جانتے ہو۔ میں تمہارے بغیر کھانے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔ پھر بھی کھانے سے انکار کر رہے ہو؟"

"مرجینا! جب تم پر دورہ پڑتا تھا تو میں پریشان ہو جاتا تھا۔ اسے بیماری سمجھ کر تمہارا علاج کراتا پھرتا تھا لیکن اب یقین ہے کہ ہم بیمار نہیں ہیں۔ ہمارے پاگل باپ کا خون رگ رگ میں ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو برادر؟"

"ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ ذرا غور کرو۔ جس طرح جنون کی حالت میں تمہیں کچھ یاد نہیں رہتا' اسی طرح مجھے بھی یاد نہیں رہتا۔ یاد نہیں آرہا کہ میں نے کب اپنے کتوں کو گولی ماردی اور کب غلام ماں بیٹے کو یہاں سے بھگا دیا۔ تم ہوش میں آکر سوچتی ہو' سہاگ کی سیج پر دلہا کیسے قتل ہو گیا اسی طرح میں ہوش میں سوچتا ہوں کہ کتے کیسے مرگئے اور غلام کیسے آزاد ہو گئے؟"

"برادر! تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ بالکل میری طرح دورہ پڑ رہا ہے لیکن کھانا چھوڑنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ پیٹ بھرتے رہیں یا بھوکے رہیں' باپ کا خون ابال میں آتا رہے گا۔ ہم پر دورے پڑتے رہیں گے۔ ابھی خیریت ہے کہ چھوٹا خان گھر پر نہیں ہے۔"

"کب تک محفوظ رہے گا۔ باپ کا خون اس کے لئے مصیبت بنے گا۔"

"میں تعویذ گنڈوں کو نہیں مانتی۔ عامل پروفیسروں کے علاج تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا ہمیں کسی بہت بڑے عامل سے رجوع کرنا چاہئے؟"

"کچھ نہ کچھ کرنا ہی چاہئے۔ علاج کراتے رہنے سے امید رہتی ہے۔"

"ہم اس موضوع پر بعد میں باتیں کریں گے۔ مہمان انتظار کر رہا ہے۔"

"مرجینا! تم اسے بہت لفٹ دے رہی ہو' کیا وہ ہماری ذات کا آدمی ہے؟"

"بے شک تمہاری بہن کسی کمتر پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی ہے۔ تم اس سے ایک بار ملاقات کرو۔ اگر وہ ہم سے برتر نہیں تو کمتر بھی نہیں لگتا ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ مرجینا کے ساتھ چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا' وہ بولا "میرے برادر خانِ اعظم کافور خان ہیں۔ یہاں سے علاقہ غیر کے بڑے بڑے چنگیز خان اور ہلاکو خان میرے برادر کے سامنے سر جھکاتے ہیں' اور برادر! یہ مسٹر ارسلان ہیں۔ خاصے قابل ہیں۔ اس سے زیادہ میں نہیں جانتی۔"

ہم سب کھانے کی میز کے اطراف بیٹھ گئے' وہ بولا "مسٹر اپنے متعلق بتاؤ۔"

میں نے کہا "میں ایک خانہ بدوش ہوں جبکہ دنیا کے ہر بڑے شہر میں میری محل نما کوٹھیاں ہیں۔ فرانس میں میرا ایک ذاتی طیارہ اور دو ہیلی کاپٹرز ہیں۔ لندن کے لارڈز اور ڈیوک مجھ سے ملاقات کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے سیاست داں کوئی بڑا قدم اٹھانے سے پہلے مجھ سے مشورہ کرتے ہیں۔"

"تم ایسا کیا کرتے ہو کہ دنیا کے بڑے بڑے لوگ تمہارے مشوروں کے محتاج رہتے ہیں؟"

"میں بین الاقوامی شہرت رکھنے والا نجومی ہوں۔ سچی پیش گوئیاں کرتا ہوں۔ ایک پیش گوئی کے پچیس ہزار پونڈ وصول کرتا ہوں۔ مجھے صرف دولت مند اور خاندانی لوگ ہی برداشت کرتے ہیں۔"

"کیا تم میرے اور مرجینا کے حالاتِ زندگی بتا سکتے ہو؟"

"کھانے کے بعد ضرور بتاؤں گا۔"

مرجینا نے کہا "تم نے اپنے علمِ نجوم کے متعلق بڑے بڑے دعوے کئے ہیں۔ ایسے دعووں کو ڈینگیں مارنا بھی کہتے ہیں۔"

کافور خان نے کہا "میں جھوٹ اور فراڈ کو برداشت نہیں کرتا۔ اگر تم نے ہمارے ماضی کے حالات غلط بتائے تو میں مستقبل کی پیش گوئی سننے سے پہلے ہی تمہیں گولی مار دوں گا۔"

میں کھانے کی پلیٹ ہٹا کر کرسی کو پیچھے سرکا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا "کوئی غیرت مند پٹھان مہمان کو گولی مارنے کی بات نہیں کرتا۔ اس کا مطلب ہے' میں مہمان نہیں ہوں' صرف ایک نجومی ہوں جس کے علم کی سچائی آزمانا چاہتے ہو۔"

"مسٹر ارسلان! میرے برادر کے سامنے طیش میں نہ آؤ۔"

"مجھے غصہ نہیں آتا اور میں خانِ اعظم جیسے اکابرین کو غصہ دلانے کی حماقت نہیں کرتا۔ میں نے صرف یہ مہمان کی کرسی چھوڑی ہے۔ میں اس وقت تک صرف ایک نجومی ہوں' جب تک تم دونوں کی پچھلی زندگی کے حالات نہیں بتاؤں گا تمہارے گھر کا پانی بھی نہیں پیوں گا۔"

کافور خان نے کہا "ہم خاندانی لوگ اپنی غلطی کبھی نہیں مانتے کیونکہ ہماری غلطیاں بھی جائز ہوتی ہیں۔ میں نے مہمان کو گولی مارنے کی بات کہہ کر غلطی کی لیکن جب کہہ دیا ہے تو وہ بات پتھر کی لکیر ہو گئی ہے۔ تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ سچی باتیں بتاؤ۔"

"کاغذ اور قلم منگواؤ اور اپنی صحیح تاریخِ پیدائش وغیرہ بتاؤ۔"

اس نے ملازم کو کاغذ قلم لانے کا حکم دیا۔ میں ایک کرسی پر سر جھکا کر بیٹھ گیا اور کافور خان کی پچھلی زندگی کے حالات اس کی سوچ کے زور پر پڑھنے لگا۔ ملازم نے کاغذ قلم لا کر دیا۔ میں اس پر خان کی تاریخِ پیدائش وغیرہ لکھ کر زائچہ بنانے اور اس کے نام کے اعداد و شمار کرنے کے بہانے اس کے مزید خیالات پڑھنے لگا۔ دونوں بھائی اپنی جگہ بیٹھے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میرے علم کی زبان سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو رہے تھے۔

میں نے نظریں اٹھا کر کافور خان کو دیکھا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "تمہارے ماضی کی اکثر باتیں سب کے سامنے بیان نہیں کی جا سکتیں۔ کیا تمہاری بہن کے سامنے بیان کروں؟"

وہ اٹھ کر بولا "میری خواب گاہ میں چلو۔"

میں اس کے ساتھ جانے لگا' مرجینا نے کہا "برادر! اگر تم اس کے علم سے مطمئن ہو جاؤ گے تو میں بھی تنہائی میں اپنے حالات معلوم کروں گی۔"

"بے شک مسٹر ارسلان تمہارے پاس بھی آئیں گے۔"

ہم ایک خواب گاہ میں آگئے۔ پھر دو صوفوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے' میں نے کہا "یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ تمہارے لئے کسی کو قتل کرنا معمولی سی بات ہے۔ تم نے اپنی زندگی میں بے شمار قتل کئے ہیں لیکن ایک بھیانک قتل ایسا ہے جس کے متعلق کوئی نہیں جانتا۔ وہ تمہاری زندگی کا پہلا اور آخری قتل ہے جسے تم نے سب سے چھپ کر کیا۔ ورنہ تم کسی سے نہ ڈرتے ہو اور نہ ہی کسی کے سامنے جواب دہ ہو۔"

اس نے مجھ سے پوچھا "جب میں کسی سے ڈرتا نہیں ہوں تو میں نے چھپ کر وہ قتل کیوں کیا؟"

"تم اپنی ماں سے بہت محبت کرتے تھے۔ اتنی محبت کہ کسی بھی معاملے میں اس کا دل توڑنا نہیں چاہتے تھے اور تم جانتے تھے کہ اس قتل کا علم ماں کو ہوگا تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ تم نے ڈر سے نہیں بلکہ ماں کی محبت سے چھپ کر وہ جرم کیا۔"

"تم سچ بول رہے ہو' لیکن ماں کی وفات کے بعد میں اس قتل کو کیوں چھپا رہا ہوں؟"

"تم مرحوم ماں کا عکس اپنی بہن مرجینا میں دیکھ رہے ہو۔ ماں کی تمام محبت بہن کو دے رہے ہو۔ یہ سوچتے ہوئے اسے معلوم ہوگا تو وہ تمہیں اپنے باپ کا قاتل سمجھ کر نفرت کرے گی۔ نہ تم اس کی نفرت برداشت کرنا چاہتے ہو نہ اس کا دل توڑنا چاہتے ہو۔ تم نے طے کر لیا ہے کہ جب بات چھپی ہوئی ہے تو چھپی ہی رہے۔"

"تمہارا علم بہت خطرناک ہے۔ تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں اپنے باپ کا قاتل ہوں۔ تمہارا علم یہ بھی کہتا ہوگا کہ میں نے ایسا مجبور ہو کر کیا تھا۔ وہ خطرناک حد تک پاگل ہو گیا تھا۔ اس نے ایک بار مجھ پر اور میری ماں پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔"

"تمہارا باپ مستقل پاگل نہیں تھا۔ اس پر کبھی کبھی پاگل پن کا دورہ پڑتا تھا۔ ورنہ وہ نارمل رہتا تھا اور اس نے کبھی تم پر یا تمہاری ماں پر قاتلانہ حملہ نہیں کیا تھا۔"

وہ غصے سے بھڑک کر بولا "کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"

"تم مجھے سچ بولنے سے روکو گے تو میں زبان بند کر لوں گا۔ لیکن تم نے وارننگ دی ہے کہ میں ماضی کے سچے حالات نہیں بتاؤں گا تو تم مجھے گولی مار دو گے۔"

"میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ کیا تمہارا علم اور کچھ سچی

باتیں بول رہا ہے؟"

اب جو سچی بات تھی' وہ بہت کڑوی اور زہریلی تھی۔ جسے وہ جانتا تھا۔ اور یہ برداشت نہیں کرسکتا تھا کہ دوسرا کوئی جان سکے۔ میرے منہ سے سچائی سن کر وہ غصے سے پاگل ہوجاتا اور اس کی پوری کوشش یہی ہوتی کہ میں وہاں سے زندہ واپس نہ جاؤں۔

میں نے اسے خود ہی سوچنے پر مجبور کیا۔ وہ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ یہ کوئی پینتالیس برس پہلے کی بات ہے۔ نشا خانم کا حسن و جمال پورے علاقہ میں مشہور تھا۔ اس دور کا خانِ اعظم شمشیر خان بھی اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے لئے دور تک بدنام تھا۔ کسی کی زمین حاصل کرنے کی ضد کرتا تو پہلے اس کی قیمت لگاتا۔ زمین کا مالک فروخت کرنے سے انکار کرتا تو اسے گولی مار کر اس کے وارثوں کو دھمکیاں دیتا۔ وہ جان کے خوف سے زمین اس کے نام کردیتے تھے۔

اس کے مقابلے میں کوئی دوسرا زمیندار زیادہ سے زیادہ زمینیں حاصل کرکے اس سے برتر ہونا چاہتا تھا تو وہ اس زمیندار کو اسی کی زمین میں زندہ دفن کرا دیتا تھا۔ پھر اس نے نشا خانم سے شادی کرنے کی ضد کی۔ پتا چلا وہ شمشیر خان کو پسند نہیں کرتی ہے۔ اور شمشیر خان اسے دیکھ کر ہزار جان سے عاشق ہوگیا تھا۔ پہلے اس نے محبت سے اسے سمجھایا "میری شریکِ حیات بن جاؤ۔ میں تمہارے قدموں میں دنیا کی ساری خوشیاں سمیٹ کر لے آؤں گا۔"

وہ بولی "میں دل سے مجبور ہوں۔ تم سے شادی نہیں کروں گی۔"

وہ بولا "میں بھی دل سے مجبور ہوں۔ تمام علاقے میں یہ مشہور ہوچکا ہے کہ میں تمہارے عشق میں گرفتار ہوں۔ اگر میں نے تم سے شادی نہ کی' تمہیں اپنی خانم نہ بنایا تو اس خانِ اعظم کے وقار کو ٹھیس پہنچے گی۔ میری توہین ہوگی اور میں توہین برداشت نہیں کروں گا۔"

وہ بولی "میں بھی کسی کے عشق میں گرفتار ہوں۔ شادی تم سے نہیں' اُس سے کروں گی۔"

"وہ کون ہے؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ میں اس کا نام نہیں بتاؤں گی۔"

خانِ اعظم شمشیر خان نے جب یہ دیکھا کہ وہ نرمی سے حاصل نہیں ہوگی تو اس نے گرمی دکھائی۔ بڑی دھوم دھام سے برات لے کر اس کے گھر پہنچ گیا۔ پھر نشا بانو کے باپ کے سینے پر بندوق رکھ کر کہا "نکاح قبول نہیں کرے گی تو پہلے تیرا باپ مرے گا' پھر تیرے بھائیوں کی باری آئے گی۔"

نشا خانم نے نکاح قبول کرلیا۔ اس خوشی میں اس کے میکے سے سسرال تک کئی ہزار ہوائی فائر کئے گئے۔ فائرنگ کی آواز تمام رات اس علاقے میں گونجتی رہی۔ علاقہ غیر کی اس سرحد سے اس سرحد کے پار پاکستانی بستیوں میں یہ دھوم مچ گئی کہ خانِ اعظم شمشیر خان' نشا خانم کو جیت کر لایا ہے۔ ان دنوں پاکستان وزیرستان میں آیا تھا۔ جرگہ گاؤں ہندوستانی کہلاتا تھا۔ اس رات وہ فائرنگ شان سے دلہن کے کمرے میں آیا۔ وہ پھولوں کی سیج پر بیٹھی تھی۔ اسے دیکھتے ہی اٹھ کر بولی "تو اچانک برات لے کر آیا تھا۔ میرا گھر والوں کی سلامتی کے لئے نکاح قبول کرکے آئی ہوں۔ تیرا نکاح جائز نہیں ہے۔ کیونکہ میں تیرے سوتیلے بھائی امجد خان کے ہونے والے بچے کی ماں ہوں۔"

شمشیر خان پر جیسے بجلی گر پڑی۔ وہ گرج کر بولا "کیا بکواس ہے؟"

"میں بہت پہلے یہ بکواس کرتی لیکن تیرے بھائی نے مجھے جب تک وہ دہلی سے واپس نہ آجائے میں اس کا عشق کسی پر ظاہر نہ کروں۔ اب ظاہر کرنے پر مجبور ہوگئی ہوں۔"

اس نے ایک زور کا طمانچہ رسید کیا پھر کہا "میں تیرے میکے والوں کو گولی مار دوں گا۔"

"مجھے میکے سے یہاں آئے ہوئے سات گھنٹے گزر چکے۔ میرا باپ میرے بھائی بہنوں کو لے کر دہلی کی طرف جاچکا ہے۔ سات گھنٹوں میں اس نے نصف فاصلہ طے کرلیا ہوگا۔ تیرے اور تیری بندوق کی گولیاں میرے میکے والوں تک نہیں پہنچ سکیں گی۔"

"میں تیری بوٹی بوٹی کاٹ کر کتوں کو کھلا دوں گا۔"

"بے شک تو ایسا کرسکتا ہے مگر مجھے نقصان پہنچانے سے پہلے یہ سوچ لینا۔ تیرا بھائی امجد خان فرنگی توپ خانے کا انچارج ہے۔ وہ تجھے اسلحہ اور بارود پہنچاتا ہے۔ اگر وہ سپلائی بند کردے تیرے پاس مغلوں کی صرف تلواریں رہ جائیں گی۔ اگر تو نقصان پہنچائے گا تو وہ فرنگی توپوں کا رخ تیری حویلی کی طرف کردے گا۔"

خانِ اعظم شمشیر خان آنکھیں پھاڑ کر نشا خانم کو دیکھنے لگا۔ پہلی بار معلوم ہوا کہ بظاہر کمزور نظر آنے والی عورت کتنی شاطر اور فرنگی سیاست سے بھرپور ہوتی ہے۔ اس وقت نشا خانم کی کوئی دوسری عورت ہوتی تو اسے فوراً گولی مار دیتا۔ اپنی برداشت نہ کرتا لیکن وہ مشکل میں پڑگیا تھا۔ پورے علاقے میں مشہور ہوگیا تھا کہ اس نے ایک ضدی حسینہ کو جیت لیا ہے۔ اس کمرے سے باہر اپنی شکست کا چرچا برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اپنے سوتیلے بھائی سے دشمنی مول لینا بھی دانش مندی نہ ہوتی۔

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولا "امجد خان کے آنے تک یہ بات چار دیواری سے باہر نہ جائے کہ میں تجھے حاصل کرنے میں ہار رہا ہوں۔ میں چھپی ہوئی شکست برداشت کرلوں گا لیکن چرچا عام ہوگا تو میں تجھے اور تیرے یار کو زندہ نہیں چھوڑوں گا خواہ فرنگی مجھے مار ڈالیں۔"

دوسرے دن شام کو سوتیلا بھائی امجد خان آگیا۔ اپنے ساتھ علاقہ غیر کے قبائلی سرداروں کو لایا تھا۔ وہ سب ایک بند کمرے میں بیٹھ کر نشا خانم کے مسئلے پر بحث کرنے لگے۔ شمشیر خان کا دعویٰ تھا کہ وہ اسے دنیا والوں کے سامنے دلہن بنا کر لایا ہے۔ اگر وہ دلہن نہ بنی تو اس کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ امجد خان کا دعویٰ تھا کہ نشا خانم اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ وہ اپنی عورت اور اپنا بچہ دوسرے کے حوالے نہیں کرے گا۔

ایک بزرگ سردار نے کہا "دونوں کا دعویٰ جائز نہیں ہے۔ امجد خان نے نشا کو بیوی نہیں بنایا۔ اپنی خاندانی روایت کے مطابق داشتہ بنایا ہے۔ وہ شمشیر خان کی بھی دلہن نہیں ہے۔ کیونکہ ایک حاملہ عورت سے نکاح جائز نہیں ہے لیکن مسئلہ انا کا ہے' عزت کا ہے' غیرت کا ہے۔ دونوں بھائی عقل سے کام لیں۔ آپس میں سمجھوتا کریں اور کوئی کسی کے حق میں دستبردار ہوجائے تو بہتر ہے ورنہ بڑا خون خرابا ہوگا اور نسل در نسل گولیاں چلتی رہیں گی۔"

ایک سردار نے کہا "پہلے امجد خان نے نشا پر قبضہ کیا۔ جو علاقہ زمین پر قبضہ کرلیتا ہے' وہی زمین کا مالک ہوتا ہے۔"

دوسرے سردار نے کہا "اور جو اپنی دانائی اور شہ زوری سے بیوی چھین لیتا ہے' وہ بھی مالک کہلاتا ہے۔"

تیسرے سردار نے کہا "اس طرح کبھی فیصلہ نہیں ہوسکے گا۔ معاملہ صرف ایک عورت کا نہیں سیاست کا بھی ہے۔ امجد خان فرنگی' کارتوس' گولہ بارود شمشیر خان کو پہنچاتا ہے۔ شمشیر خان یہ سامان ہمیں لاکر دیتا ہے۔ ہمارے لئے دونوں بھائی اہم ہیں۔"

امجد خان نے کہا "آئندہ میں تمام اسلحہ براہِ راست تم لوگوں کے پاس پہنچاؤں گا۔ شمشیر خان کو درمیان میں نہیں آنے دوں گا۔"

شمشیر خان نے چونک کر سوتیلے بھائی کو دیکھا۔ اس علاقے میں اقتدار اور برتری اسے حاصل تھی وہ کس حد تک سوتیلے بھائی کی دولت تھی۔ اسی کے تعاون سے وہ خانِ اعظم کہلاتا تھا۔

اس نے کہا "امجد خان! یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے۔ ہم آپس میں اس مسئلے کو حل کریں گے۔ میں کل صبح تم سے بات کروں گا۔"

تمام قبائلی سردار رات کا کھانا کھا کر رخصت ہوگئے۔ شمشیر خان نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ وہ فی الحال ایسا طریقہ اختیار کرے گا کہ علاقے میں اپنی عزت بھی رہے اور امجد خان کی دولت بھی نہ کرے۔ بھائی بھائی سے راضی رہے۔ پھر کوئی مناسب موقع دیکھ کر وہ کسی دوسرے فرنگی ایجنٹ سے رابطہ کرے گا۔ اس کے ذریعے اسلحہ حاصل کرے گا اور امجد خان کو ہمیشہ کے لئے راستے سے ہٹا دے گا۔

اسے راستے سے ہٹانا یوں بھی آسان تھا کہ اس پر پاگل پن کا دورہ پڑتا تھا۔ پورے چاند کی رات کو وہ عجیب سے وحشت اور جنون میں مبتلا ہوجاتا تھا۔ قبری تاریخ کا حساب رکھتے ہوئے وہ پورے چاند کی رات سے پہلے فرنگی آقا سے دو دن کی چھٹی لیا کرتا تھا۔ ایسا نہ کرتا تو پاگل پن کا انکشاف ہونے پر اسے ملازمت سے نکال دیا جاتا۔

شمشیر خان کو اطمینان تھا کہ کسی نئے فرنگی ایجنٹ سے معاملات طے ہوتے ہی وہ امجد خان کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا۔

اس نے دوسری صبح سوتیلے بھائی سے کہا "اس علاقے میں سرداری کا رعب اور دبدبہ ہے تو سب کچھ ہے۔ ہم ایک دوسرے کے تعاون سے اپنی برتری اور اقتدار قائم رکھتے ہیں۔ اگر ایک عورت کے لئے جھگڑا کریں گے تو ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ جس عورت کے لئے مریں گے وہ کسی اور سے شادی کرلے گی۔"

امجد خان نے کہا "درست کہتے ہو لیکن وہ میری دیوانی ہے۔ اس کی دیوانگی کا اندازہ یوں کرو کہ وہ تم سے نکاح قبول کرکے بھی راضی نہیں ہے اور میں نے اس سے نکاح نہیں کیا پھر بھی وہ مجھ سے راضی ہے۔ میں ہر ماہ دو دنوں کی چھٹی لے کر اس کے پاس رہتا ہوں۔ مجھ پر دورہ پڑتا ہے تو وہ مجھے سنبھالتی ہے۔ ہر طرح میری خدمت کرتی ہے۔ میں اتنی حسین و جمیل خدمت گزار عورت کو نہیں چھوڑوں گا۔"

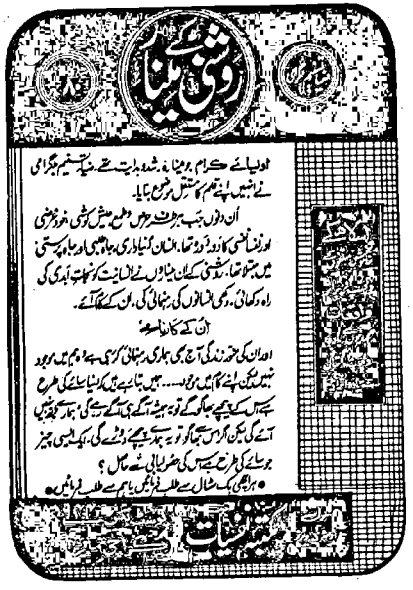

شمشیر خان نے کہا "مجھے اب اس عورت کی طلب نہیں رہی۔ لیکن ساری دنیا کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ میری عورت ہے اور میں اس کا مالک ہوں۔ دنیا یہ نہیں جانتی کہ وہ تمہاری چیز ہے۔ اگر تم عقل سے کام لو تو دنیا والوں کے سامنے میرے مالکانہ حقوق کا بھرم رہے گا۔"

"وہ کیسے؟"

"میں تمہاری منشا کو کبھی ہاتھ نہیں لگاؤں گا لیکن وہ دنیا والوں کی نظروں میں میری ملکیت بن کر اسی حویلی میں رہے گی۔ وہ تمہاری امانت رہے گی لیکن تم دنیا والوں کے سامنے اسے اپنی ملکیت نہیں کہو گے۔ یہاں کی چار دیواری میں اس سے عشق کرو گے۔ اس طرح وہ ہمیشہ تمہاری رہے گی اور میرے مالک و مختار ہونے کا بھرم بھی قائم رہے گا۔"

فیصلہ ہو گیا۔ منشا نے بھی اس فیصلے کو اس لئے تسلیم کر لیا تھا کہ وہ امجد خان کے سوا کسی دوسرے سے راضی نہیں ہونا چاہتی تھی۔ اس فیصلے کے مطابق اسے شمشیر خان سے نجات مل رہی تھی اور اس کے میکے والوں کی سلامتی کی ضمانت بھی ہو گئی تھی۔

فیصلے پر عمل ہونے لگا۔ سات ماہ کے بعد منشا نے کانور خان کو جنم دیا۔ دنیا والوں کی نظروں میں وہ خانِ اعظم شمشیر خان کا بیٹا تھا۔ وہاں کے رواج کے مطابق اس کی پیدائش پر خوب جشن منایا گیا۔ شمشیر خان نے شادی کی رات ایک ہزار ہوائی فائر کرائے تھے۔ منشا خانم نے اس کے جواب میں بیٹے کی پیدائش پر دو ہزار ہوائی فائر کرائے۔

شمشیر خان عورتوں سے نفرت کرنے لگا تھا۔ اس نے پھر کبھی شادی نہیں کی۔ اپنی دولت اور جائداد کا وارث پیدا کرنے کے لئے ایک شریکِ حیات لازمی تھی لیکن عورت پر سے بھروسا اٹھ گیا تھا۔ وہ سوچتا تھا جس سے شادی کرے گا وہ بھی منشا خانم کی طرح نہ جانے کس کی اولاد پیدا کرے گی اور اسے شوہر کے نام کرتی رہے گی۔ یہ بہتر تھا کہ وہ منشا خانم سے دھوکا نہیں کھا رہا تھا۔ بھائی کی اولاد کو اپنے نام کر رہا تھا۔ دنیا والے بس نام اور ولدیت دیکھتے ہیں۔ اس کے پیچھے جو تماشے ہوتے ہیں انہیں دیکھ نہیں پاتے۔

اور ایک برس بعد پاکستان وجود میں آ گیا۔ فرنگی بوریا بستر لپیٹ کر چلے گئے۔ امجد خان اپنا بوریا بستر لپیٹ کر منشا خانم کے پاس حویلی میں آ گیا۔ اس دوران اس نے اچھی طرح فرنگی سیاست سیکھ لی تھی۔ ادھر انگریز ملک سے گئے۔ ادھر اس نے روسی ایجنٹوں سے دوستی کر لی۔ قبائلی سرداروں کو روسی اسلحہ سپلائی کرنے لگا۔ ہتھیاروں کے سپلائر کی حیثیت سے اپنی ساکھ برقرار رکھی۔ تمام قبائلی سردار بدستور اس کے حمایتی رہے۔ ان حالات میں شمشیر خان اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔

چار برس کے بعد منشا خانم نے بیرم خان کو جنم دیا۔ دونوں بھائی اپنی اپنی جگہ۔ دو بیٹوں کے باپ بن گئے۔ شمشیر خان ان دنوں بہت بیمار تھا۔ اس نے امجد خان کو بلا کر کہا "ہم سب کو اپنا کیا ہر وقت بھی یاد رکھنا چاہئے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بہت کی ہے۔ توبہ کرتا ہوں۔ تم بھی توبہ کرو' منشا سے شادی کر لو۔"

امجد خان نے کہا "جب تک وہ تمہاری بیوی کہلاتی ہے، اسے شریکِ حیات نہیں بناؤں گا۔ کیا یہ ناانصافی کم ہے کہ اس کی میری ہوتی ہے اور نام تمہارا ہوتا ہے۔ میں اتنا بے غیرت نہیں ہوں کہ اسے بیوی بنانے کے بعد تمہارے نام سے منسوب رکھوں۔"

شمشیر خان کو آخری وقت خدا یاد آ رہا تھا۔ اسے اب احساس آ رہی تھی کہ جو ہو رہا ہے' وہ غلط ہو رہا ہے۔ اپنی غلطی کو سمجھنے کے بعد وہ اعلان نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کانور خان اور بیرم خان کا باپ نہیں ہے۔ یہ بڑے شرم کی بات تھی' دنیا والے رہتی دنیا تک انہیں بے غیرت کہتے رہتے۔

اس کی بیماری نے طوالت اختیار کر لی۔ پھر اس پر فالج کا حملہ ہوا۔ اس حملے کے بعد وہ بستر کا ہو کر رہ گیا۔ اس کی جگہ امجد خان نے سنبھال لی۔ وہ قائم مقام خانِ اعظم کہلانے لگا۔ مزید پانچ برس کے بعد مرجینا پیدا ہوئی۔ باہر والوں سے کافی عرصے تک یہ بات چھپی رہی تھی کہ شمشیر خان فالج زدہ ہے۔ اس لئے مرجینا کی پیدائش پر کسی نے بات نہیں بنائی لیکن شمشیر خان کی طویل علالت کو زیادہ عرصہ چھپایا نہیں جا سکتا تھا۔ پھر امجد خان نے اس علامتی تاج و تخت کو سنبھال لی تھی۔ لہٰذا اس کے بعد مزید اولاد پیدا کرنے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔

شمشیر خان منشا کا کچھ نہیں لگتا تھا لیکن اس کی بیماری نے اسے بدنصیب بنا دیا تھا۔ امجد خان اس سے دور رہنے لگا تھا۔ منشا شکایت کرتی تھی "کیا مجھ سے دل بھر گیا ہے؟ کیا میں گیارہ برس بوڑھی ہو گئی ہوں؟"

وہ جواب دیتا تھا "برادر فالج زدہ ہے۔ تو میرے بچے پیدا کر کے اسے باپ کا درجہ کیسے دے گی۔ دنیا والے اندھے اور اتنے ہیں۔"

"بچے پیدا کرنا ضروری نہیں ہے۔ تم محبت سے وقت گزارنے کے لئے میرے پاس آ سکتے ہو۔"

"محبت سے وقت گزارتے گزارتے جو تھی غلطی پیدا ہو گئی ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے اب میں تمہارے بغیر تنہا رہا کروں گی۔"

"تنہائی کا دکھ مٹانے کے لئے تین بچے کافی ہیں۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ مجھ سے بیزار ہو گئے ہو۔"

"ہاں' بیزار ہو گیا ہوں۔ تمہارے عشق میں الو بن کر زندگی گزار دی۔ اگر کسی سے باقاعدہ شادی کر لیتا تو میرے اولاد پیدا ہوتی رہتی۔ یہ میری بدبختی ہے کہ میں کسی کا باپ کہلاتا ہوں۔"

"تم باپ کہلا سکتے ہو۔ اگر تمہارا بھائی مر جائے تو تم اس کی بیوی یعنی مجھ سے شادی کر سکتے ہو۔ اس کے بعد جو اولاد ہو گی وہ سب تمہارے نام سے ہو گی۔ کانور خان' بیرم خان اور مرجینا بھی سوتیلے نہیں رہیں گے۔ تمہارے اپنے ہی رہیں گے۔"

"کیا تم چاہتی ہو کہ میں بھائی کو قتل کر دوں؟"

"وہ میرے حقوق مار رہا ہے۔ میرے بچوں کی ولدیت کو قتل کر رہا ہے۔ آج وہ آدھا مردکا ہے۔ آدھا اور مار ڈالو گے تو مجھے' نہیں اور تمہارے بچوں کو بہت بڑی مصیبت سے نجات مل جائے گی۔"

"بکواس مت کرو۔ وہ میرا بھائی ہے۔ ہم سوتیلے ہیں مگر ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ اس کی موت کا خواب نہ دیکھنا اور نہ ہی کوئی سازش کرنا۔ اگر سازشی موت ہو گی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

منشا خانم سمجھ گئی تھی کہ اس کے عاشق کا دل اس سے بھر گیا ہے اور وہ غلط نہیں سمجھ رہی تھی۔ امجد خان نے جب سے خانِ اعظم کی جگہ سنبھالی تھی' تب سے وہ وراثت اور اپنی آئندہ نسل کے متعلق شدت سے سوچنے لگا تھا۔ اسے اولاد کی ضرورت تھی۔ ایسی اولاد کی جو اسے باپ کہے اور دنیا والوں کو معلوم ہو کہ وہ بچے اس کا خون ہیں۔ کانور خان' بیرم خان اور مرجینا خون ہوتے ہوئے بھی پرائے تھے۔

منشا خانم کی یہ مراد پوری نہیں ہو رہی تھی کہ شمشیر خان کو لمبی موت آئے۔ پھر امجد خان اسے اپنی شریکِ حیات بنا لے۔ اب اسے شریکِ حیات بننے سے زیادہ بچوں کے مستقبل کی فکر تھی۔ اگر امجد خان مستقل طور سے خانِ اعظم بن جاتا اور دوسری شادی کر کے اولاد پیدا کرتا تو وہ اولاد زمین جائداد کی مالک ہوتی۔ منشا کے تینوں بچے مستقل خانِ اعظم کی اولاد کہلاتے اور تمام زمین جائداد سے محروم ہو جاتے۔

شمشیر خان دس برس تک بستر سے لگا رہا۔ آخر اسے موت آ گئی۔ کانور خان اکیس برس کا ہو گیا تھا۔ پشاور سے دس جماعتیں پڑھ کر آیا تھا۔ وہ دنیاداری کو اور خاص طور سے وراثت کے جھگڑوں کو خوب سمجھنے لگا تھا۔ منشا اسے پشاور کے پتے پر خط لکھا کرتی تھی اور یہ سبق پڑھاتی تھی کہ تعلیم ضروری نہیں ہے۔ اپنے باپ کے بعد خانِ اعظم بننے کے گر سیکھ کر آؤ۔

وہ باپ کی وفات پر آیا۔ تجہیز و تکفین کے بعد امجد خان سے خانِ اعظم کی ذمے داریاں واپس لینے کی بات کرنا چاہتا تھا لیکن اس رات امجد خان پر پاگل پن کا دورہ پڑا۔ وہ پشاور سے پورے انتظامات کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے دیکھا خان چاچا کے پاگل پن پر دنیا والے اسے سنبھال رہی تھی اس سے لپٹ رہی تھی۔ اس کا سر سلا رہی تھی۔ اسے سینے سے لگا کر سلا رہی تھی۔ کانور خان کے یہ شرمناک حرکتیں تھیں۔

ان حرکتوں پر اس نے غصہ دکھایا تو ماں نے اسے ساری روداد سنائی کہ کس طرح دو بھائیوں کے درمیان اس کی زندگی برباد ہو گئی ہے۔ وہ ایک کی بیاہتا تھی مگر بیوی نہیں تھی۔ دوسرا اس لئے بیوی نہیں بنا سکتا تھا کہ وہ ایک کے نام سے منسوب ہو چکی تھی اس کی بیوی کہلاتی تھی۔

کانور خان کو اپنی ماں کی مظلومیت کا احساس ہوا۔ یوں بھی وہ منشا کو ایک آئیڈیل ماں سمجھتا تھا۔ پرستش کی حد تک اس سے محبت کرتا تھا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ محبت میں فریب کھانے کے باوجود وہ امجد خان کو دیوانہ وار چاہتی ہے۔ اس لئے اس نے ماں کی غیر موجودگی میں امجد خان کو ایسا انجکشن لگا دیا۔ جس سے اس کا دماغی توازن اور بگڑ گیا۔

ایک پاگل خانِ اعظم کی ذمے داریاں نہیں سنبھال سکتا تھا۔ کانور خان نے وہ ذمے داریاں سنبھال لیں۔ اس نے ایسی چال چلی کہ کروڑوں روپے کی زمین جائداد کے لئے خون خرابا نہیں ہوا۔ اس نے ایک باپ کو دفن کیا' دوسرے باپ کو پاگل بنا کر ایک کمرے میں قید کر دیا۔ اس پاگل قیدی کے پاس صرف ماں بیٹے جاتے تھے۔ اس نے بیرم خان اور مرجینا کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے لندن بھیج دیا... تاکہ ان بچوں کو ایک پاگل کے لئے ماں کی دیوانگی کا علم نہ ہو۔

وہ ماں کی لاعلمی میں اپنے باپ کو ہر ہفتہ پاگل پن کا انجکشن لگاتا رہا۔ جس کے نتیجے میں وہ ایک سال سے زیادہ نہ جی سکا۔ منشا کو کبھی معلوم نہ ہو سکا کہ اس کا پاگل عاشق سازشی موت مارا گیا ہے۔ اس کی یاد میں آنسو بہاتے بہاتے ایک دن وہ بھی چل بسی اور یہ سچائی راز میں ہی رہی کہ وہ تینوں ایک پاگل باپ کے بچے تھے۔ دنیا والے ان تینوں کو ولد شمشیر خان ہی کہتے آ رہے تھے۔

میں کانور خان کے دماغ میں تھا۔ وہ میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے علمِ نجوم کی صداقت معلوم کرنے کے لئے وہ مجھ سے اپنے ماضی کے حالات پوچھ رہا تھا۔ اگر میں علمِ نجوم کے حوالے سے یہ سچ کہہ دیتا کہ وہ اور اس کے بھائی بہن ناجائز اولاد ہیں تو وہ اپنی توہین برداشت نہ کرتا۔ میری جان کا دشمن بن جاتا۔ یہ بھی نہ چاہتا کہ میں اس حویلی سے زندہ واپس جا کر اس کی پیدائش کا بھید کھول دوں۔

اس لئے میں نے اسے خود ہی پچھلی زندگی کے سچے اور کڑوے واقعات یاد کرنے پر مجبور کیا تھا۔ جب اس نے ابتدا سے آخر تک سب کچھ یاد کر لیا تو میں نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "تم سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس لئے میں نے مخاطب نہیں کیا۔ تم کچھ پریشان لگ رہے ہو۔"

"ہاں درست کہتے ہو۔ کیا اپنے علم سے میری پریشانی بتا سکتے ہو؟"

"میں پریشانی بھی بتا سکتا ہوں اور اس کا علاج بھی۔ اپنا ہاتھ

دکھاؤ۔"

اس نے ہاتھ بڑھایا۔ میں اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھنے لگا۔ ہاتھ بہت مضبوط تھا۔ فولادی شکنجہ لگتا تھا۔ آخر ایک سٹنڈل قاتل کا ہاتھ تھا۔ میں نے کہا "تمہارے ساتھ کچھ عجیب سے حالات پیش آرہے ہیں۔ تم دماغی طور پر غافل ہوجاتے ہو۔ کچھ الٹی سیدھی حرکتیں کرتے ہو۔ پھر جب ہوش میں آتے ہو تو تمہیں یاد نہیں رہتا کہ غفلت میں کیا کرتے رہے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولا "آفرین ہے تم پر اور تمہارے علم پر۔ تم بالکل سچی باتیں بتا رہے ہو۔ خدا کے واسطے یہ بتاؤ کہ کیا یہ بیماری ہے؟"

"یہ تو ڈاکٹر بتا سکتے ہیں۔ میرا علم کہتا ہے کہ یہ پاگل باپ کا لہو بول رہا ہے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

میں نے انجان بن کر کہا "یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ باپ کے خون کا اثر صرف تم پر کیوں ہوا ہے۔ تمہارے دوسرے بھائی بہن کے ساتھ ایسا نہیں ہے شاید۔"

وہ بولا "تم سے کوئی بات چھپی نہیں رہے گی۔ ابھی تم مرجینا کی قسمت کا حال بتانے جاؤ گے تو تمہیں معلوم ہوگا۔ اس پر بھی کچھ ایسا ہی پاگل پن کا دورہ پڑتا ہے۔ شاید میرا بھائی بیرم خان ابھی محفوظ ہے۔"

"تمہارا بھائی بیرم خان کہاں ہے؟"

"وہ علاقہ غیر میں ہے۔ تم یہ بتاؤ یہ پاگل پن کا دورہ پڑتا رہے گا یا کسی علاج یا طریقے سے ختم ہوجائے گا؟"

"تم مستقبل کی بات پوچھ رہے ہو۔ میں نے تمہیں ماضی کے حالات بتا کر اپنے علم کی سچائی ثابت کردی اور تم سے کہہ چکا ہوں کہ قسمت کا حال بتانے سے پہلے پچیس ہزار پونڈ یعنی پاکستانی دس لاکھ روپے لیتا ہوں۔"

"یہ بہت ہیں مگر میں دوں گا۔"

"مگر میں نہیں لوں گا۔ تم سے کچھ اور مانگوں گا۔"

"بولو کیا چاہتے ہو؟"

"نورزمان کی بہن گل جاناں کو آج ہی اس کی ماں اور بھائی کے پاس پہنچادو۔ اور انہیں آزادی سے زندگی گزارنے دو۔"

وہ تعجب سے بولا "تم اس معمولی دہقان کے لئے دس لاکھ کا معاوضہ چھوڑ دو گے؟ اُس سے اتنی زیادہ دلچسپی کیوں ہے؟"

"مجھے غریبوں کو عزت دے کر اور جینے کے تمام حقوق دلا کر روحانی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔"

"میرا بھائی گل جاناں پر عاشق ہوگیا ہے۔ اس کے جوان ہونے کا انتظار کررہا ہے۔ میں اپنے بھائی کا دل نہیں توڑنا چاہتا۔ تم کچھ اور مانگ لو۔"

"میں نے ایک معصوم لڑکی کی عزت و آبرو بچانے کے لئے دس لاکھ روپے مانگنے سے انکار کردیا اور ایسا تمہاری بھلائی کے لئے بھی کیا ہے۔"

"اس میں میری بھلائی کیسے ہے؟"

"سفر کے دوران نورزمان سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھیں۔ اس کی قسمت کا حال معلوم کیا۔ پتا چلا اس کی بدقسمتی کے دن ختم ہوچکے ہیں۔ اس کی آزادی اور خوشحالی کے راستے میں جو بھی رکاوٹ بنے گا' اس پر برا وقت آجائے گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ درست ہے کہ ماں بیٹے کو کتوں سے نچوانا چاہتا تھا مگر کتے مرگئے اور ماں بیٹے اندھے ہوگئے۔ میں نے اپنے دست راست کو حکم دیا تھا کہ وہ نورزمان کو ٹھوکر مارے لیکن وہ ٹھوکر میرے منہ پر پڑی۔ اس نجومی کی ایک بات درست ہے؟"

پھر میں نے اس سے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ چونک کر بولا "میں تمہاری کسی بات سے انکار نہیں کرسکتا۔ تم سچی پیش گوئی کرتے ہو۔ میں اپنے بھائی کی ہر ضد پوری کرتا ہوں لیکن گل جاناں کو حاصل کرنے کی ضد سے باز رکھوں گا۔ تم یہ بتاؤ' ہم پر جو باپ کے خون کا اثر ہے وہ کیسے ختم ہوگا؟"

"میرے ایک مشورے پر عمل کرتے رہوگے تو کبھی پاگل کا دورہ نہیں پڑے گا۔"

"میں عمل کروں گا۔ جلدی مشورہ دو۔"

"پہلے بیرم خان کو فون کرو۔ اس سے دو باتیں کہو۔ ایک یہ کہ وہ گل جاناں کو ابھی وہاں سے لے کر روانہ ہوجائے اور پہنچے۔ دوسرا یہ کہ تم تینوں بھائی بہن آج سے بلکہ ابھی سے اپنی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔ اس مشورے پر عمل کرتے رہو۔ پاگل باپ کا خون اثر انداز نہیں ہوا کرے گا۔"

وہ فوراً ہی ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولا "میری احتیاط کرنے سے ہم محفوظ رہیں گے؟ یہ تو بہت معمولی سی ہے۔ کوئی دوسرا یہ مشورہ دیتا تو میں کبھی یقین نہ کرتا مگر تم ہو۔"

دوسری طرف رابطہ قائم ہوا۔ اس نے کہا "میں خانِ اعظم بول رہا ہوں۔ چھوٹے خان کو بلاؤ۔"

وہ انتظار کرنے لگا' پھر بولا "ہیلو چھوٹے خان! میری خیریت سے ہو؟"

بیرم خان نے جواب دیا "برادر کی محبت ہے۔ خدا کی دعا ہے اور میں خیریت سے ہوں۔ حکم کرو برادر!"

"تم گل جاناں کو لے کر ابھی میرے پاس آؤ۔"

"کوئی پریشانی ہے برادر؟"

"کوئی پریشانی نہیں ہے۔ میرے حکم پر عمل کرو۔ ابھی وقت سے لوہے کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ میرا حکم سن کر تم ہورہے ہوگے' یہاں آؤ گے تو حیرانی دور کردوں گا۔ گل جاناں کو عزت سے اور حفاظت سے لاؤ۔"

"تمہارا حکم سر آنکھوں پر لیکن میں کیسے آؤں۔ ہماری گاڑیاں تو لوہے کی ہیں۔"

کافور خان سوچ میں پڑگیا۔ اس نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے پوچھا "چھوٹے خان کی بیجر دو لوہے کی ہے' کیا وہ لوہے پر بیٹھ کر آسکتا ہے؟"

"اس سے کہو گل جاناں کو گاڑی پر بٹھائے اور خود گھوڑے پر آئے اور گھوڑے کی زین سے لوہے کی رکاب بنادے۔"

اس نے بھائی کو یہ مشورہ دے کر ریسیور رکھ دیا۔ پھر کہا "میں تمہارے مشورے کو بہت معمولی اور قابلِ عمل سمجھ رہا تھا مگر یہ تو بہت مشکل ہے۔ ہم کسی قسم کا اسلحہ نہیں پکڑ سکیں گے۔ کسی گن کے ٹریگر پر انگلی بھی نہیں رکھ سکیں گے کیونکہ وہ سب لوہے کے ہوتے ہیں۔ ہتھیار نہ پکڑنے کا مطلب یہ ہوا کہ ہم کسی بھی دشمن کے سامنے نہتے رہیں گے۔"

"خانِ اعظم! خود اپنے دشمن ہوتے ہیں اور اپنے لئے دشمن پیدا کرتے ہیں۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ جب تک ہتھیاروں سے دور رہوگے' دشمن بھی تم سے دور رہیں گے۔ میری تدبیر آزما کر دیکھو۔ تم دونوں بھائیوں اور بہن پر کبھی پاگل پن کا دورہ نہیں پڑے گا۔"

"برادر ارسلان! خدا تم تمہاری ہر بات اب ہمارے لئے پتھر کی لکیر بن گئی ہے۔ ہم تمہارے مشورے پر عمل کرتے رہیں گے۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "خانِ اعظم! میں نے ابھی تک تمہارے گھر کی روٹی نہیں کھائی ہے۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا' ایک دم سے شرمندہ ہوکر بولا "میں بہت نادم ہوں۔ ابھی یہ خانِ اعظم اپنے ہاتھوں سے کھانا لاکر تمہیں کھلائے گا۔ تم بیٹھو میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میں نے مرجینا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا' اسے دوپہر کو کھانے کے بعد سونے کی عادت تھی۔ آج اس نے ارادہ کیا تھا کہ جاگتی رہے گی اور مجھ سے اپنی قسمت کا حال معلوم کرے گی لیکن وہ ارادہ کرنے کے باوجود سوگئی تھی۔

میں اس کے اندر رہ کر مزید چور خیالات پڑھنا چاہتا تھا ایسے ہی وقت معلوم ہوا کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا بول رہا ہے۔ جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ کہہ رہا تھا "میں جارہا ہوں۔ تم نیند سے بیدار ہونے کے بعد بھول جاؤ گی کہ میں تمہارے دماغ میں آیا ہوں۔"

اس کے بعد خاموشی چھاگئی۔ وہ شاید چلا گیا تھا۔ مرجینا گہری نیند میں تھی۔ مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ وہ کسی کی معمول اور تابعدار ہے۔ اس کا عامل نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی سے شادی کرے۔ اس لئے اس نے شادی کی رات اس کا دلہا بن کر آنے والوں کو قتل کرادیا تھا۔ میں اس کے چور خیالات پڑھنے کے باوجود اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سراغ نہیں لگا سکا تھا کیونکہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اپنے متعلق حاصل ہونے والی معلومات کو دماغ سے مٹادیا تھا۔

اب مرجینا کے دماغ میں اس کی آواز اور لہجہ سنتے ہی میں اسے پہچان گیا تھا۔ قارئین کو یاد ہوگا' جن دنوں مرینا کے کارنامے عروج پر تھے اور وہ اپنے ہی ملک امریکا کے برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ سے خیال خوانی کے ذریعے ٹکرا رہی تھی۔ ایسے وقت اس نے بلیک سیکرٹ کے تین خیال خوانی کرنے والے روکی' جیری ہاک اور باربرا نکمن۔۔کو ٹریپ کیا تھا۔ انہیں تاریک قید خانے میں پہنچایا تھا۔ میں نے ان تینوں کو تاریک قید خانے سے نکال کر اپنے قبضے میں رکھا تھا۔

ہم نے کئی خیال خوانی کرنے والوں کو مرینا کے حوالے کیا تھا تاکہ وہ ہم پر اعتماد کرے اور ہماری ہوجائے۔ میرا ارادہ تھا خیال خوانی کرنے والے روکی' جیری ہاک اور باربرا نکمن۔۔کو بھی اس کے حوالے کردوں گا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ مرینا ہماری نہ ہوسکی۔ اس لئے میں نے ان تینوں کو فرانس پہنچادیا تھا۔ وہ تینوں میرے معمول اور تابعدار تھے۔ میں نے فرانس کے ملٹری انٹیلی جنس کے چیف سے کہہ دیا تھا کہ تینوں کو گھومنے پھرنے کی محدود

کڑوی کسیلی ہنسیں اور چٹپٹی تحریروں سے مرصع
اردو ادب کی ایک نئی ضخیم پیش کش
جاسوسی ڈائجسٹ کا تحفہ
ماہنامہ پاکیزہ میں شائع ہونے والے طنزیہ و مزاحیہ افسانچے
زندگی کے چٹختے پھچکے لمحوں کی چراپکتی تاثر کتاب
اداس وقت میں خوشیوں کا نسخہ کتاب
قیمت -/۵۰ روپے
ڈاک خرچ -/۱۰ روپے
خوب مشورت سے دیدہ زیب کتابت
معیاری طباعت
مضبوط جلد
کمیشن ۲۵ فیصد
ڈاک خرچ مفت
ہلکی سی آمدورفت کے ذریعے
پیشگی رقم بھیج کر منگوانے پر
آپ کی فائل میں ایک حسین اضافہ
کتابیات پبلیکیشنز
پوسٹ بکس ۲۳۲، رضوان چیمبرز، بلوچ اسٹریٹ، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی ۷۴۰۰

آزادی دی جائے اور انہیں ہمیشہ نگرانی میں رکھا جائے۔

میں مہینے میں ایک بار ان پر تنویمی عمل کیا کرتا تھا۔ وہ بدستور میرے معمول اور تابعدار تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کسی کے زیر اثر ہیں۔ ان تینوں میں روکی پارہ صفت تھا۔ سکون سے ایک جگہ نہیں رہتا تھا۔ اسے ایک ہی جگہ رکھا جائے تو وہ بیزار ہو جاتا تھا۔ وہ ملٹری انٹیلی جنس والوں کی نگرانی میں نہ رہ سکا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے دماغوں سے کھیلتا ہوا فرار ہو گیا۔ پھر میک اُپ کے ذریعے چہرہ بدل کر پیرس میں آزادی سے گھومنے لگا۔

وہ کئی بار لندن گیا۔ وہاں اس نے مرجینا کو دیکھا تھا اور پہلی نظر میں اس پر مرمٹا تھا۔ اس نے مرجینا سے دوستی کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا کیونکہ وہ سیاہ فام نیگرو تھا اور اتنا محتاط رہتا تھا کہ سرِعام خیال خوانی نہیں کرتا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ خیال خوانی کرتے ہوئے کبھی بدقسمتی سے دشمنوں کی نظروں میں نہ آ جائے۔

اس نے رات کے وقت اپنی رہائش گاہ میں بیٹھ کر خیال خوانی کی۔ مرجینا کی سوچ میں کہا "میں نے اس نیگرو کا دل توڑ دیا ہے۔ کیا ہوا اگر وہ مجھ سے محبت کرنے والا ہے۔"

مرجینا کی سوچ نے حقارت سے کہا "لعنت ہے ایسے کالے کی محبت پر۔ سیاہ رنگ کو دیکھ کر ابکائی سی آتی ہے۔ میں اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کروں گی۔"

روکی کو اپنی توہین کا احساس ہوا۔ وہ سمجھ گیا' حسینہ مغرور اور بدمزاج ہے۔ اب تک کسی کالے کو تو کیا گورے کو بھی مُنہ نہیں لگایا ہے لیکن جلد ہی ایک خوبرو جوان سے شادی کرنے والی ہے۔

اس نے مرجینا پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کیا کہ وہ کبھی کسی کے ساتھ سہاگ رات نہیں گزارے گی۔ پہلی رات جو دلہا اس کے کمرے میں آئے گا اور اسے ہاتھ لگائے گا تو وہ جنون میں مبتلا ہو کر اسے قتل کرے گی۔ پھر ہوش میں آنے کے بعد قتل کے واقعے کو بھول جایا کرے گی۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک وہ شکست تسلیم کر کے روکی کی سیاہ آغوش میں آنے پر راضی نہیں ہو گی۔

یہ تمام باتیں میں نے روکی کے دماغ میں جا کر معلوم کی تھیں۔ چونکہ وہ میرا معمول تھا اس لئے میری سوچ کی لہروں کو اس نے محسوس نہیں کیا۔ میں اس معاملے میں اُس سے نمٹنا چاہتا تھا لیکن موقع نہیں ملا۔ کافور خان دو ملازموں کے ساتھ دو بڑی ٹرے میں کھانے کی کئی ڈشیں لایا تھا۔ اس نے پھر شرمندگی ظاہر کرتے ہوئے کہا "کھاؤ برادر! آج سے تم میرے برادر ہو۔ میں بھی کھانے میں تمہارا ساتھ دوں گا۔"

ہم نے کھانا شروع کیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ شہری مہمان ہے۔ تعلیم یافتہ ہے۔ کھانے کے وقت خاموش رہتا ہو گا۔ مجھے بھی خاموش رہنا چاہئے۔ یہ مخاطب کرے گا تو میں بولوں گا۔"

وہ خاموش رہا۔ میں اس کے بھائی بیرم خان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے پیجرو میں گل جاناں پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ مسلح حواری اگلی سیٹوں پر تھے۔

بیرم خان سوچ رہا تھا "میں نے گل جاناں جیسی لڑکی نہیں دیکھی۔ یوں تو کتنی ہی حسینائیں نظروں سے گزرتی رہی ہیں مگر یہ دل میں سما گئی ہے۔ برادر نے آج تک میری ہر ضد پوری کی ہے۔ پھر یہ نہیں کیوں گل جاناں کو واپس بلا رہا ہے اور اس نے بڑا عجیب سا حکم دیا ہے کہ میں لوہے کو ہاتھ نہ لگاؤں۔ بھلا کیوں نہ لگاؤں؟ یہ حکم سمجھ سے باہر ہے لیکن برادر دن کو رات بولے گا تو میں بھی رات بولوں گا۔ حکم سمجھ میں آئے یا نہ آئے' میں عمل کرتا رہوں گا۔"

وہ آدھا فاصلہ طے کر چکا تھا۔ شام کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے یہاں پہنچنے والا تھا۔ وہ بڑے بھائی کافور خان کا فرمانبردار تھا لیکن گل جاناں کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔ سوچ رہا تھا' برادر نے اس حسینہ کو واپس لے لیا تو سینے سے دل باہر آ جائے گا۔ میں اس لڑکی کو نہیں چھوڑوں گا۔ برادر کے سامنے بھوک ہڑتال کر دوں گا۔

میں نے کھانا ختم کرتے ہوئے کہا "خانِ اعظم! ہم دونوں کی عادتیں ایک جیسی ہیں۔ کھانے کے دوران خاموش رہتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولا "تم آج آئے ہو مگر یوں لگتا ہے۔ جیسے ہمارے ہی گھر اور ہمارے ہی خاندان کے فرد ہو۔ کیا آرام کرو گے؟"

"میں صرف رات کو آرام کرتا ہوں۔ مس مرجینا میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

کافور خان نے ملازم سے کہا "کنیز کو بولو کہ بی بی خانم کو خبر دے' مسٹر ارسلان آ رہے ہیں۔"

میں نے مرجینا کے پاس جا کر اسے نیند سے جگا دیا۔ وہ آنکھیں کھول کر چند سیکنڈ تک خاموشی سے چھت کو تکتی رہی۔ وہ تنویمی عمل کے مطابق بھول گئی تھی کہ روکی اس کے دماغ میں آیا تھا۔ ایک کنیز نے آ کر ادب سے کہا "بی بی خانم! جناب ارسلان صاحب آنا چاہتے ہیں۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی' سوچنے لگی "اوہ میں کیسے سو گئی تھی' میں تو ارسلان کا انتظار کر رہی تھی۔"

وہ کنیز سے بولی "مہمان کو یہاں لے آؤ۔"

وہ بستر سے اٹھ کر الماری کے پاس گئی۔ اپنی پسند کا بہترین لباس نکالا۔ پھر باتھ روم میں چلی گئی۔ میں کنیز کے پیچھے چلتا ہوا اس کی خواب گاہ میں آیا۔ کنیز نے کہا "آپ تشریف رکھیں۔ بی بی خانم ابھی آئیں گی۔"

میں ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھ کر اُس کی پچھلی زندگی کے اہم واقعات معلوم کرنے لگا۔ مجھے ان بہن بھائیوں سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ میں صرف گل جاناں کی آبرومندانہ واپسی اور نورزمان کے گھر والوں کی آزادی اور سلامتی چاہتا تھا۔ جب تک یہ مقصد پورا نہ ہوتا' اس حویلی میں میرا مہمان بن کر رہنا ضروری تھا۔ وہ باتھ روم سے باہر آئی۔ اس نے غسل کیا تھا۔ اس کے گورے اور سرخ چہرے پر شبنم کے موتی چمک رہے تھے۔ اس کا ابھی ابھی گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح کھلا ہوا تھا۔ اس نے گیلے بدن پر لباس پہن لیا تھا۔ وہ لباس کہیں کہیں چمک رہا تھا۔ ایسا منظر دیکھنے والی نگاہیں بھی چمکنے لگتی ہیں۔ وہ مسکرا کر بولی "برادر نے تمہیں گولی نہیں ماری۔ اس کا مطلب ہے تم ماضی کی باتیں اور مستقبل کی پیش گوئی بالکل درست کرتے ہو۔"

"پتا نہیں کس حد تک درست کہتا ہوں۔ یہ تم سن کر ہی فیصلہ کر سکتی ہو۔"

وہ سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی "تو پھر سناؤ۔"

"تم دو بار دلہن بن چکی ہو اور دلہا بن کر آنے والے دو جوانوں کو قتل کر چکی ہو۔"

"یہ برادر نے بتایا ہو گا۔"

"تمہارا بھائی یا دوسرے لوگ یہ نہیں جانتے کہ قتل ہونے والوں نے اپنی موت سے پہلے تمہیں سہاگن بنا دیا تھا یا کنواری چھوڑ دیا تھا۔"

وہ تیوڑ بدل کر بولی "آج تک کسی نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔ میری مرضی کے بغیر ہوا بھی مجھے نہیں چھو سکتی۔"

"بے شک تم ہوش و حواس میں رہو تو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا لیکن سہاگ رات میں تم ہوش سے بیگانی رہتی ہو۔ تمہیں یہ خبر نہیں رہتی کہ کسی کو قتل کرتی ہو پھر یہ کیسے خبر ہو گی کہ قتل سے پہلے تمہاری عزت کا قتل ہو چکا ہوتا ہے؟"

پہلے تو وہ اس دلیل پر سوچتی رہ گئی۔ پھر غصے سے بولی "تم مجھے داغدار کہہ رہے ہو۔"

"اگر دنیا والے تمہارے بھائیوں کے خوف سے ایسا نہیں کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایسا سمجھتے بھی نہیں ہیں۔"

وہ اپنی بے عزتی اور توہین کے احساسات سے پھٹ پڑنا چاہتی تھی لیکن میں اُس کے دماغ میں رہ کر اسے کنٹرول کرتا جا رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے ارسلان کی باتوں پر غور کرنا چاہئے۔ دونوں ہاتھوں سے مُنہ چھپا کر یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہم دنیا سے چھپ گئے ہیں۔ دنیا والوں کو ہمارے وہ عیب نظر آتے ہیں' جو ہمیں نظر نہیں آتے۔"

وہ اپنے طور پر سوچنے لگی "یہ درست کہتا ہے۔ لوگ تو یہی سوچتے اور سمجھتے ہوں گے کہ دماغی طور پر غافل رہ کر قتل کرنے والی غفلت میں لُٹ بھی جاتی ہو گی۔"

اس نے مجھے گھور کر دیکھا' پھر پوچھا "تمہارا علم کیا کہتا ہے؟ کیا مجھ پر داغ لگ چکا ہے؟"

"ہاں۔ تم بے داغ ہو۔"

"کیا مصلحتاً میری تسلی کے لئے بول رہے ہو؟"

"جب میں اپنے علم کی زبان سے بولتا ہوں تو سچ بولتا ہوں۔ میں نے تمہارے بھائی کے سامنے بھی اتنی سچی اور کڑوی حقیقتیں بیان کی ہیں کہ کوئی دوسرا اس کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔"

"تمہاری ایسی ہی بے باکیوں سے میں متاثر ہوں۔"

"تم جانتی ہو کہ تم پر پاگل پن کا دورہ کیوں پڑتا ہے لیکن یہ حقیقت بھائیوں سے چھپاتی ہو۔ تمہیں کسی طرح پتا چل گیا ہے کہ تمہارا باپ شمشیر خان نہیں بلکہ نیم پاگل امجد خان تھا۔"

وہ بڑی حیرانی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "مائی گاڈ! تمہارا علم بہت خطرناک ہے۔ ہماری پیدائش ایک گالی ہے اور تمہیں اس گالی کا علم ہو گیا ہے۔ کیا تم اس صورت میں اس حویلی سے زندہ جا سکو گے؟"

"زندگی رہی تو چلا جاؤں گا۔ ورنہ سمجھ لوں گا' موت یہاں لائی ہے۔ تم یہ بتاؤ' تمہیں یہ حقیقت کیسے معلوم ہوئی؟"

"میری ماں نے ایک ڈائری میں اپنے حالات لکھے تھے۔ وہ ڈائری میرے ہاتھ لگ گئی۔ میں نے اسے پڑھنے کے بعد جلا دیا تاکہ بھائیوں کو اپنے ناجائز ہونے پر غصہ نہ آئے۔"

وہ صوفے پر سے اٹھ گئی۔ اپنے بستر کے پاس گئی۔ پھر تکیے کے نیچے سے ریوالور نکال کر مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی "تم حویلی سے باہر جا کر ہم بہن بھائیوں کے لئے بہت بڑی گالی بن جاؤ گے۔"

"تم مجھے گولی مارو گی تو کافور خان مہمان کو قتل کرنے پر غصہ کرے گا۔"

"میں کہہ دوں گی کہ تم مہمان سے شیطان بن گئے تھے۔ میری عزت پر حملہ کر رہے تھے۔ اس لئے تمہارا کام تمام کر دیا ہے۔"

"میں نے تمہارے بھائی کو پاگل پن سے نجات حاصل کرنے کی ایک تدبیر بتائی ہے' تم بھی سن لو۔ تم تینوں بہن بھائیوں کو لوہے کی کوئی چیز نہیں چھونا چاہئے۔ ورنہ پھر ویسا ہی پاگل پن اور دماغی غفلت کا دورہ پڑے گا۔ ریوالور لوہے کا ہے۔ اسے فوراً پھینک دو۔"

"جان بچانے کے لئے بچگانہ باتیں کر رہے ہو۔"

"میں بچنا نہیں چاہتا۔ آنکھ مارو' مر جاؤں گا۔ ریوالور پھینک دو۔"

اس نے بے اختیار پھینک دیا۔ پھر چونک کر اسے اٹھانا چاہتی تھی' میں نے دماغ پر پوری طرح قبضہ بنا لیا۔ ریوالور کے چیمبر سے تمام گولیاں نکال کر پلنگ کے نیچے پھینکوا دیں۔ پھر ریوالور کو قالین پر ڈال کر اُس کے دماغ کو آزاد کر دیا۔

وہ ریوالور پر جھکنے کی پوزیشن میں دماغی طور پر غائب ہوئی تھی میں نے اسی پوزیشن میں حاضر دماغ کیا۔ وہ ذرا سا چونکی پھر ریوالور اٹھا کر میرا نشانہ لیتے ہوئے بولی "یہ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ اب تم اپنی زندگی سے چھوٹ جاؤ۔"

اس نے ٹریگر کو دبایا۔ پہلے ایک بار پھر بار بار دبایا۔ گولی نہیں نکلی۔ صرف کھٹ کھٹ کی آواز نکلی۔ اس نے حیرانی سے ریوالور کو

دیکھا۔ میں نے کہا "اس وقت تم ہوش میں نہیں ہو۔ جنون میں مبتلا ہو رہی ہو۔"

وہ چیخ کر بولنا چاہتی تھی۔ میں نے چیخنے نہیں دیا۔ وہ آہستگی سے بولی "میں ہوش میں ہوں۔ مجھ پر جنون سوار نہیں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ جو قاتلانہ حملہ کرنے جا رہی ہوں' یہ بھی تو جنون ہے۔ شاید مجھ پر دوہی دورہ پڑ رہا ہے۔"

میں نے اسے اِدھر سے اُدھر ہٹانے اور ٹھہرنے پر مجبور کیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی کہ واقعی دورہ پڑ رہا ہے۔ میں نے اسے دھیمی آواز میں ہنسنے پر مجبور کیا۔ وہ ہنسنے لگی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ میں نے کہا "دیکھو ریوالور کو چھوڑتے ہی تم نارمل ہو گئی ہو۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ ابھی کیسی حرکتیں کر رہی تھیں؟"

"ہاں' کچھ کچھ یاد ہے۔"

"کیا تمہیں یاد ہے کہ ریوالور سے گولیاں نکال کر تم نے پلنگ کے نیچے پھینک دیں۔ پھر خالی ریوالور سے مجھ پر فائر کرنے لگیں۔"

اس نے بے یقینی سے جھک کر پلنگ کے نیچے دیکھا۔ وہاں گولیاں بکھری پڑی تھیں۔ میں نے کہا "تمہیں کچھ یاد آ رہا ہے؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "مجھے پتا ہی نہ چلا کہ میں نے کب ایسا کیا۔"

"کیا تمہیں یاد ہے کہ تم مجھ سے آ کر لپٹ گئی تھیں اور ایسی بے حیائی سے بول رہی تھیں کہ تم سن کر خود یقین نہیں کرو گی۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو' میں تمہارے قریب بھی نہیں گئی تھی۔"

"یقین نہ کرو۔ کار توس پلنگ کے نیچے موجود ہیں اس لئے اپنی اس بے خبری کا یقین کر رہی ہو۔ میری آغوش میں آنے کا کوئی فوٹو گراف نہیں ہے اس لئے میں اس پر بحث نہیں کروں گا۔ تمہیں سمجھایا تھا کہ لوہے کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤ۔"

وہ جھنجلا کر بولی "کیا یہ کوئی ٹوٹکا ہے؟"

"میں صرف ستاروں کی چال کے مطابق کہہ رہا ہوں۔ جو منحوس ستارہ تمہارے باپ پر اثر انداز ہو رہا تھا' وہی تم بہن بھائیوں پر اثر کر رہا ہے۔ اس نحوست سے کچھ روز بعد نجات مل جائے گی۔ جب تک نجات نہ ملے تب تک لوہے کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ کیونکہ منحوس ستارے کی شعاعیں براہِ راست لوہے پر پڑتی ہیں۔"

"میں مانتی ہوں۔ تم بہت بڑے نجومی ہو۔ تم نے برادر کو مطمئن کیا ہے۔ میں بھی مطمئن ہوں لیکن تم ہمارے غلط خاندانی شجرے سے واقف ہو گئے ہو۔ تم یہاں سے جا کر ہماری پیدائش پر کیچڑ اچھالو گے۔"

"میں ایسا نہیں کروں گا لیکن تم مجھ پر بھروسا نہیں کرو گی۔ لہٰذا میرے خلاف جو کرنا چاہتی ہو' وہ کرو۔"

وہ سوچنے لگی۔ میں بھی سوچ کے ذریعے اسے اپنی طرف مائل کرنے لگا۔ وہ مجھ پر بھروسا کرنے پر مجبور ہونے لگی۔ یہ دیکھ چکی تھی کہ مجھے گولی نہیں مار سکے گی اور دوسری بار لوہے کو ہاتھ لگا کر ڈائرکٹ کرنٹ اور میری آغوش میں آنے کی حماقت نہیں کرے گی۔

اس نے پوچھا "پیش گوئی کرو۔ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والی ہوں؟"

"تم اپنی اور خاندان کی بہتری کے لئے مجھ پر بھروسا کرو گی۔ تمہارا دل میری طرف مائل ہو رہا ہے مگر تم انکار کر رہی ہو۔ اس کمزور انکار پر قائم نہیں رہ سکو گی۔ تمہارا دل مجھے مانگ رہا ہے۔"

"تم پیش گوئی میں اپنی خوش فہمی بھی شامل کر رہے ہو۔ تم آسمان کے چاند کو چھو سکتے ہو' مجھے نہیں چھو سکو گے۔"

"چاند ہمیں اپنی چاندنی سے چھو لیتا ہے۔ عورت اپنی ناراضی سے چھو لیتی ہے۔ جیسے تھوڑی دیر پہلے تم خود میری آغوش میں آئی تھیں۔ یہ میری شرافت ہے کہ میں نے تمہاری غفلت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ آئندہ لوہے کو ہاتھ لگاؤ گی اور جنون میں مبتلا ہو کر پھر میرے پاس آؤ گی۔ یہ تمہارے ستارے کہہ رہے ہیں اگر تم مقدر سے لڑ سکتی ہو تو ضرور لڑتی رہو۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ مرجینا نے کہا "آ جاؤ۔"

ایک کنیز دروازہ کھول کر ایک ٹرالی میں ناشتا اور چائے لے کر آئی۔ پھر ٹرالی چھوڑ کر چلی گئی۔ دروازے کو بند کر دیا۔ میں نے کہا "چائے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی اور چائے آئی۔"

اس نے کیتلی اٹھا کر پیالی میں چائے ڈالی۔ پھر دودھ ملایا' اس کے بعد ایک چمچہ اٹھا کر بولی "کتنی چینی؟"

میں نے کہا "ایک چمچہ۔"

چمچہ اسٹین لیس اسٹیل کا تھا۔

میں اس کے دماغ پر قابو پن ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پہلو میں آ گئی۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کبھی کسی حسینہ کے ساتھ ایسا نہیں کیا لیکن وہ اس قدر مغرور تھی کہ اپنی خاندانی کمزوری میرے پاس نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ میں اسے مائل کرتا رہا تھا کہ وہ مجھ پر بھروسا کرے اور میرے قتل سے باز آ جائے۔ وہ مائل ہوتی تھی' پھر دماغ کو آزاد چھوڑتے ہی مجھے ختم کرنے کی کوئی ایسی تدبیر سوچنے لگتی تھی جس پر عمل کرنے سے اس کے بھائی میرے قتل پر اعتراض نہ کریں۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ اس کے بھائیوں کو اپنے ناجائز ہونے کا علم ہو۔ پھر وہ میری معلومات کو کیسے برداشت کرتی۔

اپنے بچاؤ کے لئے لازمی تھا کہ میں اسے اپنی معمولہ بنا لوں۔ میں نے پہلے روکی کی آواز اور لہجے میں اسے معمولہ بنا کر حکم دیا کہ وہ روکی کے تنویمی عمل سے آزاد ہو رہی ہے۔ پھر میں نے اپنے طور پر عمل کیا۔ اس کے دماغ میں دو اہم باتیں نقش کیں۔ ایک تو یہ کہ وہ میری دیوانی رہے گی۔ دوسری بات یہ کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گی اور سانس روک لیا کرے گی۔ صرف مجھے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گی۔

پھر میں نے آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ یہ اندیشہ تھا کہ مرجینا کی خواب گاہ میں زیادہ دیر رہوں گا تو کافور خان اسے گوارا نہیں کرے گا۔ میں نے کافور خان کے خیالات پڑھے۔ وہ سوچ رہا تھا "قسمت کا حال بتانے میں وقت لگتا ہے۔ میرے ساتھ ارسلان تین گھنٹے گزار کر گیا ہے۔ پھر بھی کسی کو مرجینا کے کمرے میں آتے جاتے رہنا چاہئے۔"

اس نے کنیز کو بلا کر پوچھا "مہمان کو چائے دی گئی ہے؟"

"جی ہاں۔"

"جا کر معلوم کرو۔ کسی اور چیز کی ضرورت ہے؟"

کنیز حکم کی تعمیل کے لئے آئی۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر کمرے میں بلایا اور اسے یہ سمجھنے پر مجبور کرتا رہا کہ مرجینا میرے سامنے صوفہ پر بیٹھی باتیں کر رہی ہے۔ وہ چائے کی ٹرالی لے کر چلی گئی۔ کافور خان کے پاس جا کر کہا "بی بی خانم نے آدھے گھنٹے بعد گرم چائے لانے کو کہا ہے۔"

کافور خان مطمئن ہو گیا۔ آدھے گھنٹے بعد مرجینا بیدار ہو گئی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں ارسلان سے باتیں کر رہی تھی۔ اسے چائے میں چینی ملا کر دینے کے لئے چمچہ کو اٹھایا تھا۔ پھر میں بستر پر کیسے آ گئی؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا "تمہارے بستر کے پاس چمچہ گرا ہوا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ چمچہ لوہے کا ہے؟ یا تم نے مجھے جھوٹا سمجھ کر اسے پکڑا تھا؟"

وہ پریشان ہو کر قالین پر پڑے ہوئے چمچے کو دیکھ کر بولی "یہ اتنی جلدی مجھ پر دورہ پڑنے لگا ہے۔ پہلے تو ایسا نہیں ہوتا تھا۔"

"پہلے وہ منحوس ستارہ تمہارے ستارے پر حاوی نہیں تھا اب وہ لوہے کی قہرمت سے زیادہ اثر انداز ہو رہا ہے۔"

وہ بستر سے اٹھ کر آئی۔ پھر میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "تم نے اپنے علم سے اتنی سچی باتیں بتائی ہیں کہ اب میں تمہاری کسی بات کو جھوٹ نہیں سمجھوں گی۔"

دروازے پر دستک سنتے ہی وہ جلدی سے الگ ہو گئی' پھر بولی۔ "آ جاؤ۔"

کنیز گرم چائے لے کر آئی پھر چائے کی ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھ کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد مرجینا میرے قریب صوفے پر آئی۔ پہلے وہ دور سامنے والے صوفے پر بیٹھتی تھی۔ تنویمی عمل نے اسے میری طرف اس قدر مائل کر دیا تھا کہ مجھ سے دور نہیں رہنا چاہتی تھی۔

وہ چائے پیالی میں انڈیل رہی تھی' میں نے کہا "چمچہ کو ہاتھ نہ لگانا' میں چینی لے لوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں پھر بھول گئی تھی' اچھا ہوا تم نے یاد دلایا۔ یہ بتاؤ میں بستر پر کیسے چلی گئی تھی؟"

"مجھے بھی لے گئی تھیں۔ میں نے بچنے کی کوشش کی مگر تم آگ ہو۔"

وہ منہ پھیر کر شرمانے لگی۔ میں نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ جس کے بعد شرمانے کا مرحلہ گزر جاتا ہے۔ ویسے ہم بہت قریب ہو گئے تھے۔ اس وقت بھی تم قریب ہو۔ اگر کوئی آ جائے تو؟"

"میرے دونوں بھائی کبھی میری خواب گاہ میں قدم نہیں رکھتے ہیں۔ میری ضرورت ہو تو مجھے بلوا لیتے ہیں اور کوئی کنیز دستک دئے بغیر اندر نہیں آتی۔"

میں نے اسے سامنے والے صوفے پر بیٹھنے کے لئے مائل کیا' وہ اٹھ کر وہاں گئی اور یہ سمجھتی رہی کہ اپنی مرضی سے جگہ بدل رہی ہے۔ اس نے وہاں بیٹھتے ہوئے کہا "ویسے احتیاط لازمی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے' ہم ایسی جگہ ملیں جہاں کوئی مداخلت کرنے والا نہ ہو۔"

"ہم ایسی جگہ ضرور ملیں گے۔"

میں نے چائے ختم کی۔ اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا۔ پھر ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ کافور خان کا بھائی بیرم خان بھی آ گیا تھا۔ گل جاناں کو ڈرائنگ روم کے فرش پر بٹھا کر بڑے بھائی کے ساتھ اس کی خواب گاہ میں گیا تھا۔ وہاں بڑا بھائی اسے میرے متعلق

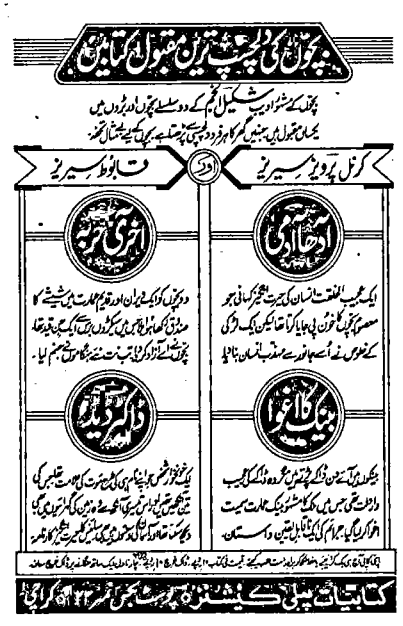

بتا رہا تھا۔ میرے غیر معمولی اور حیرت انگیز علم کی تعریفیں کر رہا تھا۔ اپنے اور مرجینا کے پاگل پن کا حوالہ دے کر کہہ رہا تھا "ایسے دورے تم پر بھی پڑ سکتے ہیں کیونکہ ہماری رگوں میں ایک ہی باپ کا خون ہے۔"

وہ بولا "لیکن برادر! ہمارا باپ پاگل نہیں تھا۔ ہمارے چچا پاگل تھے۔"

وہ بتانا نہیں چاہتا تھا کہ جسے وہ پاگل چچا سمجھتا ہے وہی دراصل ان تینوں کا باپ ہے۔ وہ بات بناتے ہوئے بولا "ہمارے باپ اور چچا کا تو خون ایک تھا۔ ہم سب ایک دادا کی نسل سے ہیں۔ تم پر ابھی دورہ نہیں پڑا ہے تو یہ نہ سمجھو کہ محفوظ ہو۔ مسٹر ارسلان نے کہا ہے کہ ہم لوہے کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگائیں گے تو پاگل پن اور غائب دماغی سے محفوظ رہیں گے۔"

"یہ مسٹر ارسلان کون ہیں؟"

"یورپ کا ایک رئیسِ اعظم ہے۔ ماہر نجومی ہے۔ اتنی سچی پیش گوئیاں کرتا ہے کہ لندن کے لارڈ اور ڈیوک اسے ایک پیش گوئی کا معاوضہ پچیس ہزار پونڈ یعنی دس لاکھ روپے ادا کرتے ہیں۔ ابھی وہ تمہارے حالاتِ زندگی بھی بتائے گا۔"

"تم نے کتنا معاوضہ دیا ہے؟"

"میں تو منہ مانگا معاوضہ دینا چاہتا تھا لیکن وہ صرف گل جاناں کی رہائی چاہتا ہے۔"

"اسے گل جاناں سے کیا دلچسپی ہے؟"

"اسے ہم سے دلچسپی ہے۔ وہ ہماری بھلائی چاہتا ہے۔ نورزمان اور گل جاناں کے ستارے ہمارے مخالف ہیں۔ میں ابھی تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے نورزمان اور اس کی ماں کو ہلاک کرنا چاہا لیکن پاگل پن اور غائب دماغی کے باعث اپنے چار بہترین خونخوار کتوں کو مار ڈالا۔ اپنے دستِ راست کو بھی قتل کر دیا۔ تم گل جاناں کو اپنے پاس رکھو گے تو خدا نخواستہ مصیبتوں میں مبتلا ہو جاؤ گے۔"

"برادر! تم نے باپ بن کر میری ہر خواہش پوری کی ہے۔ گل جاناں کو مجھ سے مت لو.... میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ اگر وہ دہقان کی اور ہمارے غلام کی بیٹی نہ ہوتی اور خاندانی لڑکی ہوتی تو میں اس سے شادی کر لیتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ وہ میرے لئے کیا ہے۔"

"مجھے نہ سمجھاؤ، میں صرف تمہاری سلامتی کی بات سمجھتا ہوں۔"

"اور یہ بات تمہیں اس نجومی نے سمجھائی ہے۔ میں یہ سوچنے کی بھی جرات نہیں کر سکتا کہ تمہیں کوئی غلط سمجھائے گا تو تم غلط سمجھ لو گے، تم بہت دانشمند ہو برادر! لیکن....."

"جب مجھے دانشمند کہتے ہو تو پھر لیکن کی کیا گنجائش ہے؟"

"جو نجومی پاگل پن سے محفوظ رہنے کی تدبیر بتا سکتا ہے وہ گل جاناں کو میرے پاس رکھنے کی ایسی تدبیر بھی بتا سکتا ہے کہ میں پاگل پن اور مصیبتوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔"

کافور خان سوچنے لگا۔ پھر تائید میں سر ہلا کر بولا "یہ ممکن ہے وہ کوئی تدبیر بتا سکتا ہے۔"

اس نے ملازم کو بلا کر حکم دیا "کنیز کو بلاؤ، بی بی خانم کے پاس جائے اور مہمان کو ادھر بلائے۔"

ملازم نے کہا "مہمان بہت دیر سے بینک میں ہے۔"

وہ دونوں بھائی خواب گاہ سے نکل کر میرے پاس آئے۔ میں نے اٹھ کر بیرم خان سے مصافحہ کیا۔ کافور خان نے ہمارا تعارف ایک دوسرے سے کرایا۔ بیرم خان تعارف کے دوران رہ رہ کر گل جاناں کو دیکھتا رہا۔ وہ واقعی اتنی حسین تھی کہ اس کے لئے شہنشاہ اپنا تاج و تخت چھوڑ سکتے تھے۔ کافور خان نے ملازم سے کہا "گل جاناں کو باہر بٹھاؤ۔"

وہ فرش پر سے اٹھ گئی۔ ملازم کے پیچھے چلی گئی۔ بیرم خان نے مجھ سے کہا "میں نے تمہاری بہت تعریفیں سنی ہیں۔ کیا میرے حالاتِ زندگی بتاؤ گے؟"

"ضرور۔ خانِ اعظم نے تمہاری تاریخ پیدائش بتائی تھی۔ میں نے تمہارا زائچہ بنا کر حالات معلوم کئے ہیں۔ تمہارا برادر تمہارے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے۔ کوئی اس قلعے کی ایک اینٹ بھی ہلا نہیں سکتا۔ کوئی تمہاری طرف انگلی اٹھانے کی بھی جرات نہیں کرتا ہے۔ اس لئے کوئی بڑا دشمن آج تک تم سے نہیں ٹکرایا۔ اس کے علاوہ تم سونے کے جھولے میں جھولتے ہو۔ اس لئے زندگی میں کبھی کسی چیز کی کمی محسوس نہیں کی۔ تمہاری پچھلی زندگی میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہیں ہے۔"

"اور مستقبل؟"

"مستقبل بہت تشویشناک ہے۔"

کافور خان نے پریشان ہو کر مجھ سے پوچھا "کیا کہتے ہو برادر ارسلان!"

"میں تو کچھ نہیں کہتا۔ میری زبان سے ستارے بولتا ہے۔ آرام سے بیٹھو اور باتیں توجہ سے سنو۔"

دونوں بھائی ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ میں نے ان کے سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "میں نے خانِ اعظم سے کہا تھا کہ میں نے نورزمان کا زائچہ بھی بنا کر اُس کے حالات معلوم کئے تھے اس کے ساتھ اس کی ماں اور بہن کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم کیا تھا۔ گل جاناں ایک معصوم اور پاکیزہ لڑکی ہے۔ کوئی اس کے دامن کو میلا نہیں کر سکے گا۔ اگر کوئی اس پر جبر کرے گا تو عذاب میں مبتلا ہوتا رہے گا۔"

کافور خان نے کہا "میں نے چھوٹے خان کو سمجھایا ہے مگر وہ اس کا دیوانہ ہے۔ میں نے آج تک اس کی ہر خواہش پوری کی ہے۔ میں اسے ایک پل کے لئے بھی مایوس اور اداس نہیں دیکھ سکتا۔ کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ اس نامراد کی مراد پوری ہو جائے اور اس پر کوئی مصیبت نہ آئے۔"

"وہ سب کا مقدر لکھنے والا کہتا ہے کہ آدمی اچھے عمل سے قسمتی کو ٹال سکتا ہے۔ اگر تم اسے کیچڑ سمجھتے ہو تو ہاتھ نہ لگاؤ۔ ٹنول سمجھتے ہو تو جھک کر اٹھاؤ، لیکن خانِ اعظم! تم دونوں بھائیوں کو جھکنا نہیں آتا۔"

"ذرا وضاحت سے بولو۔"

"چھوٹے خان، گل جاناں سے باقاعدہ نکاح پڑھوا کر اسے شریکِ حیات بنا کر حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

کافور خان نے کہا "یہ ناممکن ہے۔ مسٹر ارسلان! وہ ہمارے حقیر غلام کی بیٹی ہے۔ تمام قبائلی سردار ہم پر ہنسیں گے۔ ہم کیچڑ کو سر پر نہیں رکھ سکتے۔"

"تو پھر اسے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

بیرم خان نے بھائی سے کہا "وہ حاصل نہ ہوئی تو میں کھانا پینا چھوڑ دوں گا۔ کیا تم مجھے بھوکا پیاسا دیکھ سکتے ہو؟"

"جانِ برادر! تم آگ سے کھیلنے کی ضد کرو گے تو کیا میں کھیلنے کی اجازت دے دوں گا۔ تم ایک معمولی لڑکی کے لئے خطرات سے کھیلنا چاہتے ہو؟"

"تم نے ایک بار کہا تھا۔ مرد خطرات سے کھیل کر ہی اپنی مردانگی تسلیم کراتے ہیں۔"

"یہ درست ہے لیکن جان بوجھ کر خطرات سے نہیں کھیلنا چاہئے۔ پھر گل جاناں ایسا خطرہ ہے، جس سے کھیل کر تم شہرت، برتری یا اقتدار حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"دل کا قرار تو حاصل ہو گا۔ وہ نہ ملی تو میرے پاؤں میں نامرادی کا کانٹا چبھتا رہے گا۔ میں سر اٹھا کر نہیں چل سکوں گا۔ ایک چھچھوندی سی محرومی مجھے جھکاتی رہے گی۔"

پھر وہ بولا "وہ برآمدے میں ہے۔ اسے سردی لگ رہی ہو گی۔"

اس نے ملازم کو بلا کر حکم دیا "گل جاناں کو کمبل دو۔ نہیں ٹھہرو۔ اسے سامنے والے مہمان خانے میں لے جاؤ اور اس کے کھانے پینے کا خیال رکھو۔"

بڑا بھائی چھوٹے خان کی چاہت اور بے قراری کو دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا اور سہارے کے لئے مجھے بھی دیکھتا جا رہا تھا پھر وہ بولا "مسٹر ارسلان! تم نے ہمیں لوہے سے دور رکھ کر پاگل پن سے دور کیا ہے۔ ایسی ہی کوئی تدبیر کرو۔ میرا بھائی میری جان ہے۔ اس کے لئے کچھ سوچو پھر سے اس کا زائچہ بناؤ۔"

"زائچے میں کوئی غلطی ہوتی تو میں نظرِ ثانی کرتا۔ ابھی تک چھوٹے خان پر دورہ نہیں پڑا ہے لیکن اب پڑے گا۔ میں کہہ چکا ہوں، اس کا مستقبل تشویشناک ہے۔ جو ہونے والا ہے اسے تم اپنی دولت اور طاقت سے نہیں روک سکتے۔ دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی۔ سلامتی اور خوش حالی کا ایک ہی راستہ ہے۔ گل جاناں کو عزت اور عظمت دو۔"

"ہم جو تے کو زیادہ سے زیادہ چمکا کر قابلِ دید بنا سکتے ہیں۔ لیکن اسے صرف پیروں میں ہی پہن سکتے ہیں، سر پر نہیں رکھ سکتے۔"

میں نے کہا "مجھے افسوس ہے۔ میں اس سلسلے میں مزید کوئی مشورہ نہیں دے سکوں گا۔"

کافور خان نے کہا "کوئی بات نہیں۔ میں ملازم سے کہتا ہوں وہ تمہیں مہمان خانے میں پہنچا دے گا۔"

بیرم خان نے کہا "برادر! میں نے ادھر گل جاناں کو رکھا ہے۔"

میں نے کافور خان کی سوچ میں کہا "یہ معزز مہمان ہے۔ ہماری حویلی میں کئی کمرے ہیں۔ کسی میں رہ سکتا ہے۔"

اس نے ملازم کو بلا کر حکم دیا "مہمان کو میرے ساتھ والے کمرے میں لے جاؤ اور ہر ضرورت کا خیال رکھو۔"

میں ملازم کے ساتھ ایک کمرے میں آیا۔ پھر اس سے بولا۔ "مجھے فی الحال کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ میں دروازے کو اندر سے بند کر کے دونوں بھائیوں کے درمیان پہنچ گیا۔ کافور خان کہہ رہا تھا "ارسلان کہتا ہے، گل جاناں کو صبح سے پہلے اس کے گھر پہنچا دو۔ ورنہ بڑی تباہی آئے گی۔"

بیرم خان نے کہا "یہ مہمان جب سے آیا ہے نورزمان اور گل جاناں کی حمایت میں بول رہا ہے۔ اس کے پیچھے ضرور کوئی مقصد ہو گا۔"

"کوئی مقصد نہیں ہے۔ میری بات کو سمجھو۔ ارسلان کے مشورے کے مطابق گل جاناں صبح تک گھر پہنچ جائے گی تو ہم تباہی سے محفوظ رہیں گے۔ اس کا مطلب ہے آج بھی یہ ایک رات تمہارے پاس ہے۔ وہ کچی عمر کی ہے، کوئی بات نہیں۔ اسے شکار گاہ لے جاؤ۔"

"مگر وہ کہتا ہے کوئی اس کا دامن میلا نہیں کر سکے گا۔"

"اس نے نورزمان کا زائچہ بنا کر اس کی بہن کے متعلق کچھ معلوم کیا ہے۔ بہن کا تو زائچہ نہیں بنایا ہے۔ پھر گل جاناں کون سی اللہ والی ہے کہ اسے ہاتھ لگایا جائے تو بجلی گر پڑے گی۔"

بیرم خان نے خوش ہو کر کہا "تم میرے دل کی بات کہہ رہے ہو۔"

وہ بولا "میں تسلیم کرتا ہوں ارسلان درست پیش گوئی کرتا ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہر پیش گوئی درست ہو۔ تم پورے انتظامات کے ساتھ شکار گاہ جاؤ۔ پہرے داری کے لئے ہوشیار بندوں کو رکھو۔ ذرا بھی خطرے کا احساس ہو تو موبائل ٹیلیفون پر

مجھے اطلاع دینا۔"

بیرم خان بھائی سے لپٹ گیا۔ بھائی نے کہا "رات کے آٹھ بج رہے ہیں۔ یاد رکھو، تمہارے پاس صرف آٹھ گھنٹے ہیں۔ صبح چار بجے اس لڑکی کو اس کے گھر میں پہنچا کر آجانا۔"

وہ بھائی کے ہاتھ کا بوسہ لے کر چلا گیا۔ بھائی نے اپنی خواب گاہ کے پاس آکر ساتھ والی خواب گاہ کو دیکھا۔ پھر ملازم کو بلا کر پوچھا "مہمان اندر ہے؟"

"جی ہاں۔ آرام کر رہا ہے۔"

"اس سے معلوم کرو کہ رات کا کھانا کب کھائے گا۔ میرے لئے پوچھے تو کہہ دینا خانِ اعظم کو بھوک نہیں ہے۔ وہ بی بی خانم کے ساتھ کھا سکتا ہے۔"

ملازم میرے دروازے کی طرف جانے لگا۔ وہ بولا "اور سنو! مہمان کھانے کے بعد کمرے میں آئے تو تم باہر ڈیوٹی پر رہو گے۔ مہمان کی نگرانی کرو گے۔"

"آقا کا حکم سر آنکھوں پر۔"

خانِ اعظم اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔ ملازم دستک دے کر میرے پاس آیا۔ مجھ سے کھانے کے متعلق پوچھا، میں نے کہا "میں نے دوپہر کا کھانا شام کو خان اعظم کے ساتھ کھایا تھا۔ رات کو نہیں کھاؤں گا اور اب دروازے پر دستک نہ دینا۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

ملازم میرے کمرے سے نکل کر راہداری میں ایک کرسی پر میری نگرانی کے لئے بیٹھ گیا۔ میں دروازے کو بند کر کے مرجینا کے پاس آیا۔ وہ سو رہی تھی۔ آج رات کا کھانا جلد کھانا چاہئے تاکہ کھانے کے بعد ارسلان سے ملاقات ہو سکے۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "ذرا ٹھہر کر کنیز کو بلاؤں گی۔ تھوڑی دیر کمر سیدھی کر لوں۔"

میں نے اسے بستر پر لٹا دیا۔ پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے گہری نیند سلا دیا۔ دماغ کو ہدایت دی کہ دستک کی آواز پر بھی آنکھ نہ کھلے اس کے بعد بیرم خان کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔

وہ چیمبرو کی درمیانی سیٹ پر گل جاناں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ آگے پیچھے کی سیٹوں پر خونخوار مسلح حواری بیٹھے ہوئے تھے۔ گل جاناں بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ وہ معصوم سمجھ گئی تھی کہ خیر نہیں ہے۔ بیرم خان اسے نہیں چھوڑے گا۔ وہ جہاں بھی اسے لے جا رہا ہے، وہاں اسے امان نہیں ملے گی۔

شکار گاہ حویلی سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ وہ ایک پختہ مکان تھا۔ خانِ اعظم شکاری مہمانوں کے ساتھ وہاں آتا تھا۔ پھر رات کو قیام کرنے کے بعد صبح شکار کھیلنے آگے جنگل میں نکل جاتا تھا۔ وہاں بجلی نہیں تھی۔ مٹی کے تیل کی لالٹین اور لیمپ روشن کئے گئے۔ گل جاناں کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ بیرم خان نے حواریوں سے کہا "آگ جلاؤ۔ سیخ کباب تیار کرو۔ اور میری بوتل لے آؤ۔"

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ ایک حواری بوتل اور گلاس لے آیا۔ بیرم خان تھوڑی دیر تک کھلی فضا میں بیٹھ کر پیتا رہا۔ پھر دروازہ کھول کر گل جاناں کے پاس آیا تو میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ سہم کر دیوار سے جا لگی تھی۔ اس نے کہا "گھبراؤ نہیں، میرے اندر کی انسانیت بیدار ہو گئی ہے۔ چاہو میں تمہیں تمہاری ماں اور بھائی کے پاس پہنچا دوں گا۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر آیا۔ پھر دو حواریوں سے بولا "تمہیں جرگہ لے چلو۔ باقی یہاں رہیں گے۔"

وہ گاڑی میں آکر گل جاناں کے ساتھ بیٹھ گیا۔ آدھے گھنٹے کے اندر ہی جرگہ پہنچ گیا۔ نور زمان کے مکان کے سامنے گاڑی رکی تو کتنے ہی لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے۔ نور زمان نے باہر آکر حیرانی سے حویلی کی گاڑی کو دیکھا۔ بیرم خان نے گاڑی سے اتر کر کہا "لے نور زمان تیری بمن کو لے آیا ہوں۔ اس کا دامن اتنا پاک ہے کہ فرشتے نماز پڑھ سکتے ہیں۔"

گل جاناں گاڑی سے باہر آئی۔ بھائی اور ماں دوڑتے ہوئے آکر اس سے لپٹ گئے۔ بیرم خان اور خانِ اعظم کو دعائیں دینے لگے۔ بیرم خان گاڑی میں بیٹھ گیا۔ وہاں سے واپس جانے لگا۔ بستی سے دو کلومیٹر دور جا کر اس نے گاڑی روکنے کو کہا پھر دونوں حواریوں کو گاڑی سے اترنے کا حکم دیا۔ پھر خود اتر کر بولا "میں ایک معصوم لڑکی کو بے لباس کرنا چاہتا تھا، مجھے اس کی سزا ملنی چاہئے۔"

وہ اپنی قمیص اتارنے لگا۔ ایک حواری نے کہا "چھوٹے آقا! یہ کیا کر رہے ہو؟ غضب کی سردی ہے۔"

وہ اوپری دھڑ کے کپڑے اتارتے ہوئے بولا "جب میں گل جاناں کو بے لباس کرتا تو کیا اسی طرح تم مجھے منع کرتے؟"

"نہیں آقا! تم حاکم ہو۔ کسی کے بھی کپڑے اتار سکتے ہو۔"

"پھر تم دونوں اپنے کپڑے اتارو۔"

وہ پریشان ہو گئے۔ اس نے ڈانٹ کر پوچھا "کیا تم نے نہیں سنا؟"

وہ جلدی جلدی قمیصیں اتارنے لگے۔ سرد ہوائیں بدن میں چبھ رہی تھیں اور ہڈیوں میں اتر رہی تھیں۔ وہ تھر تھر کانپ رہے تھے۔ بیرم خان نے ایک چاقو کھول کر کہا "اپنے اپنے چاقو نکالو۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ بولا "جب سردی لگتی ہو اور اپنے بدن پر کپڑا نہ ہو تو جانتے ہو اپنے اندر گرمی کیسے پہنچائی جاتی ہے؟"

پھر اس نے چاقو سے اپنے دوسرے ہاتھ کے گوشت اور کھال کو چیرتے ہوئے کہا "اپنے جسم کے کسی حصے کو ذرا سا چیرو۔ آہا کیسی جلن ہو رہی ہے۔ بدن گرم ہو رہا ہے۔"

ایک نے پریشان ہو کر پوچھا "آقا! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم خود پر ظلم کر رہے ہو۔"

"تم بھی کرو۔ اپنے بدن پر چاقو سے زخم لگاؤ۔ سردی کا موسم ختم ہو جائے گا۔ تمہارے اندر گرم ہوا چلے گی۔ یہ دیکھو۔"

اس نے چاقو کی نوک سے سینے کے درمیانی حصے کو پیٹ تک چیر دیا۔ زخم گہرا نہیں لگایا۔ اوپر کی کھال اور گوشت کے کچھ حصے کو کاٹا۔ اس کے ہاتھ، سینے اور پیٹ سے لہو رس رہا تھا۔ وہ تکلیف سے سسک کر کہہ رہا تھا "آہ! بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ لیکن بڑا مزہ آ رہا ہے۔"

وہ تینوں ہی ننگے تھے۔ دونوں حواری سردی سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ ان کے دانت بج رہے تھے۔ بیرم خان غائب دماغی اور زخموں کی گرمی کے باعث ابھی تن کر کھڑا ہوا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا "برادرا! اپنے ہاتھوں سے خود کو زخم نہیں لگا سکتے۔ کیسے مرد ہو؟ دیکھو ایسے زخم لگاؤ۔"

وہ چاقو کی نوک سے اپنی ران کو دور تک چیرتا گیا۔ دونوں حواریوں نے اسے دونوں طرف سے جکڑ لیا۔ ایک نے کہا "چھوٹے خان! خدا کے واسطے چاقو پھینک دو۔ تمہاری یہ حالت دیکھ کر خانِ اعظم ہمیں گولی مار دے گا۔"

دونوں اسے مضبوطی سے جکڑ کر اس سے چاقو چھیننا چاہتے تھے لیکن بیرم خان بھی اکیلا نہیں تھا۔ اس کے اندر میری قوت بھی سمائی ہوئی تھی۔ اس نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑا لیا۔ ایک پر چاقو سے حملہ کر کے اسے زخمی کیا، دوسرا خود کو بچانے کے لئے دور ہو گیا۔ پھر بیرم خان ہاتھ میں لہو آلود چاقو لئے حویلی کی طرف دوڑتا ہوا چیخنے لگا "برادرا! میں آ رہا ہوں۔ اپنے جسم پر زخموں کے پھول سجاتا آ رہا ہوں۔"

دونوں حواری اس کے پیچھے دوڑتے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک زخم کی تکلیف سے کراہتا جا رہا تھا۔ دل ہی دل میں چھوٹے خان کو گالیاں بھی دیتا جا رہا تھا۔ پہاڑی کے دامن میں مسلح گارڈز نے کیبن سے نکل کر دیکھا۔ انہوں نے سمجھا بستی کے ننگے بھوکے لوگ دوڑتے آ رہے ہیں۔ ایک گارڈ نے رائفل سیدھی کرتے ہوئے للکارا "خبردار! رک جاؤ۔ ادھر آئے گا تو گولی کھائے گا۔"

ایک حواری نے چیخ کر کہا "گولی مت چلاؤ۔ ہم شہباز اور دلدار ہیں۔ چھوٹا آقا ہمارے ساتھ ہے۔ آقا خانِ اعظم کو فون پر اطلاع دو کہ چھوٹا خان کا دماغ چل گیا ہے۔ اس نے ہم سب کو ننگا کر دیا ہے۔ اور اپنے چاقو سے خود کو لہولہان کرتا ہے۔"

ان کے قریب آنے پر مسلح گارڈز نے حیرانی سے دیکھا پھر بیرم خان کو روکا اور کچھ پوچھنا چاہا لیکن وہ دونوں گارڈز کو دھکے دیتا ہوا پہاڑی راستے پر دوڑتے ہوئے اوپر حویلی کی سمت جانے لگا۔

ایک گارڈ نے کیبن کے اندر جا کر فون پر رابطہ کیا، پھر کہا۔ "آقا! غضب ہو گیا۔ چھوٹا آقا پاگل ہو گیا ہے۔ اپنے چاقو سے خود کو لہولہان کرتا ہے۔ ہمارا گرفت میں نہیں آتا ہے۔"

کافور خان نے تڑپ کر پوچھا "میرا بھائی کدھر ہے؟"

"وہ اوپر حویلی کا راستے میں دوڑتا جا رہا ہے۔ خدا معلوم گاڑی کدھر چھوڑ دیا ہے۔"

کافور خان ریسیور پٹخ کر دوڑتا ہوا خواب گاہ سے نکلا، ملازموں کو آوازیں دیتا ہوا باہر آیا۔ پھر کار میں بیٹھ کر ڈرائیو کرتا ہوا حویلی کے احاطے سے باہر جانے لگا۔ ملازم کار کے پیچھے دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ چھوٹا بھائی پہاڑی کے اوپر دوڑتا آ رہا تھا۔ بڑا بھائی ڈھلان پر کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ اس نے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور سے آتے ہوئے ننگے اور زخمی بھائی کو دیکھا تو دل اور دماغ پر گھونسے پڑنے لگے۔

وہ قریب جا کر کار روکنے کے لئے بریک لگانا چاہتا تھا۔ میں نے بریک سے پاؤں ہٹا دیا۔ ایکسیلیریٹر پر دباؤ بڑھا دیا۔ کار رکنے کے بجائے اور تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگے۔ اس نے اسٹیئرنگ کو قابو میں رکھنا چاہا۔ بیرم خان بیچ سڑک پر دوڑتا آ رہا تھا۔ گاڑی کو قابو میں کرتے کرتے بھی اسے ٹکر لگ گئی۔ وہ اچھل کر چیخیں مارتا ہوا جھاڑیوں کے درمیان جا گیا۔ کافور خان گاڑی روک کر دوڑتا ہوا آیا۔ دونوں حواری اسے جھاڑیوں سے نکالتے ہوئے کہہ رہے تھے "چھوٹا آقا بے ہوش ہو گیا ہے۔"

کافور خان نے قریب آکر بھائی کے زخموں کو اور لہو میں نہائے ہوئے جسم کو دیکھا تو کانپ گیا۔ ایک تو غضب کی سردی میں وہ ننگا

تھا۔ پھر اوپر میں بھیجا ہوا تھا۔ بڑے بھائی سے یہ منظر دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ وہ اسے اٹھا کر پچھلی سیٹ پر لے آیا۔ حواری سے بولا "گاڑی چلاؤ۔ حویلی میں چلو' ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

گاڑی واپس مڑ کر حویلی کی طرف جانے لگی۔ کافور خان نے پوچھا "یہ کیسے ہو گیا؟"

"آقا! ہماری عقل کام نہیں کرتی ہے۔ پہلے تو چھوٹا آقا شکار گاہ میں گیا۔ وہاں سے گل جاناں کو اور ہم کو لے کر بستی میں گیا۔ گل جاناں کو اس کی ماں اور بھائی کے حوالے کر کے بستی سے باہر آیا پھر بولا کہ وہ معصوم لڑکی کو بے لباس کرنا چاہتا تھا اس کی سزا پانے کے لئے خود ننگا ہو گیا۔ ہمارے کپڑے بھی اتروا دئے۔ چاقو سے اپنے جسم پر زخم لگانے لگا۔ ہم روکنا چاہتے تھے۔ وہ ہم کو بھی زخمی کر کے دور بھگا دیتا تھا۔"

کافور خان سن رہا تھا اور اس کا سر چکرا رہا تھا۔ اسے میری پیش گوئی یاد آ رہی تھی۔ اسے اپنے الفاظ بھی یاد آ رہے تھے' اس نے کہا تھا "گل جاناں کون سی اللہ والی ہے کہ اسے ہاتھ لگانے والے پر بجلی گر پڑے گی۔"

اور اب چھوٹے بھائی کی حالت دیکھ کر کافور خان پر بجلی گر رہی تھی۔ وہ قائل ہو رہا تھا کہ نور زمان اور گل جاناں کے دشمن ستارے ان بہن بھائیوں سے ٹکرا رہے ہیں۔ آئندہ ان غلاموں سے دور ہی رہنا چاہئے۔

وہ سوچ رہا تھا اور اپنی شال اتار کر بھائی کو اس میں چھپا رہا تھا۔ حویلی کے دروازے کے سامنے گاڑی رک گئی۔ ایک حواری ننگا ہی دوڑتا ہوا ڈاکٹر کے کوارٹر کی طرف گیا۔ کافور خان نے فوری طبی امداد حاصل کرنے کے لئے حویلی کے احاطے میں ایک ڈسپنسری قائم کی تھی اور ایک ڈاکٹر کو ملازم رکھا تھا۔

وہ بھائی کو اٹھا کر اپنی خواب گاہ میں لایا۔ ملازموں سے بولا۔ "پانی گرم کرو۔ دوسرا ہیٹر بھی لگاؤ۔ مہمان کو بولو خانِ اعظم بلاتا ہے۔"

تمام ملازم احکامات کی تعمیل کرنے لگے۔ ایک نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ اس نے کہا "خانِ اعظم نے یاد کیا ہے۔ چھوٹا خان بری طرح زخمی ہو کر آیا ہے۔ جلدی چلو۔"

میں کافور خان کی خواب گاہ میں پہنچا۔ اس نے بھائی پر سے کمبل ہٹا کر زخم دکھائے تو میں نے شدید حیرانی ظاہر کی۔ وہ بولا "میں نے بھی اپنے بھائی پر ظلم کیا ہے۔ ایک تو یہ زخموں سے چور ہے۔ پھر میں گاڑی عین وقت پر نہ روک سکا۔ اسٹیرنگ بے قابو ہو گیا۔ یہ میری گاڑی سے ٹکرا کر بے ہوش ہو گیا۔"

میں نے ذرا غصہ دکھاتے ہوئے کہا "میرے منع کرنے کے باوجود تم گاڑی میں بیٹھ گئے۔ تم نے لوہے کو ہاتھ لگایا۔ آخر نتیجہ دیکھ لیا۔ تم نے خود اپنی جان سے زیادہ عزیز بھائی کو گاڑی سے ٹکرا ماری۔ تمہارے بھائی نے بھی میرے مشورے کے خلاف کوئی قدم اٹھایا ہو گا۔"

وہ اور ایک حواری بتانے لگے کہ بیرم خان بری نیت سے گل جاناں کو شکار گاہ لے گیا تھا۔ پھر اچانک ہی اس کا دماغ چل گیا اور وہ اس حالت کو پہنچ گیا۔ میں نے تمام روداد سن کر کہا "بس بہت ہو چکا خانِ اعظم! اب میں یہاں نہیں رہوں گا۔ تم نے اور تمہارے بھائی نے اپنے مہمان کے علم کو جھوٹا سمجھا۔ میں بھی تمہاری نظروں میں جھوٹا اور فریبی ہوں۔ مجھے یہاں نہیں رہنا چاہئے۔"

اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "تمہارا غصہ بجا ہے۔ خانِ اعظم کو کوئی آنکھ نہیں دکھا سکتا لیکن تم غصہ دکھا رہے ہو۔ کوئی بات نہیں۔ تم ہمارے لئے فرشتہ ہو۔ خانِ اعظم تم سے اچھا کرتا ہے۔ ابھی جانے کی بات نہ کرو۔ ہم سب کو تمہاری بہت ضرورت ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں' آئندہ ہم تمہارے مشوروں پر عمل کرتے رہیں گے۔"

ڈاکٹر آ گیا تھا۔ بیرم خان کے ایک ایک زخم کو صاف کر کے مرہم لگا رہا تھا۔ اس نے انجکشن بھی لگایا۔ پھر کہا "خانِ اعظم! اسے تھوڑی دیر میں ہوش آئے گا۔ میں بیٹھک میں موجود رہوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ کافور خان کبھی بھائی کے قریب جا رہا تھا۔ کبھی آ رہا تھا۔ غصے اور بے بسی سے کہہ رہا تھا "میں نے آج تک کسی دشمن کو معاف نہیں کیا۔ جس نے بھی ہمیں نقصان پہنچانا چاہا' میں نے اسے جہنم میں پہنچا دیا' میں ان دو کوڑی کے ذلیل غلاموں کو بھی معاف نہیں کروں گا لیکن کیا کروں؟ میں کیا کروں؟"

میں نے کہا "انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔"

"کیسے چھوڑ دوں؟ وہ میری زمینوں پر رہتے ہیں گویا میرے سینے پر سوار رہتے ہیں۔ میں انہیں کیسے نظر انداز کر سکتا ہوں۔ ان سے سامنا ہو گا تو میری آنکھوں میں خون اتر آئے گا۔ میں ان سے کترا جاؤں گا تو میری عزت اور شان و شوکت دو کوڑی کی نہیں رہے گی۔ پولیس والے' سرکاری عہدے دار جو مجھ سے مرعوب رہتے ہیں وہ طعنے دیں گے کہ ذلیل غلاموں نے خانِ اعظم کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔"

"میں تمہارا مہمان ہوں۔ اپنی آنکھوں سے تمہاری تباہی نہیں دیکھوں گا۔ تم ان کے خلاف جو کرنا چاہتے ہو' میرے جانے کے بعد کرو۔"

"مسٹر ارسلان! میں ان کے خلاف کچھ نہیں کروں گا لیکن دوسرے لوگ ان سے دشمنی کریں اور انہیں قتل کر دیں تو اس کا الزام مجھ پر نہیں آئے گا۔"

"دشمنی اور قتل کرنے والے تمہارے ہی نمک خوار ہوں گے۔"

"بالکل نہیں۔ میرا اور میرے نمک خواروں کا ان سے کوئی جھگڑا نہیں ہو گا۔ تمہارے مشوروں اور اپنے ستاروں کی چال کے مطابق ہم دونوں بھائی ان غلاموں سے دور رہیں گے۔ ان کا نام بھی زبان پر نہیں لائیں گے۔ اب تم جاؤ۔ اس کے بعد بھی ان کے منحوس ستارے ہم سے ٹکرائیں گے؟"

میں نے نور زمان اور گل جاناں کے حوالے سے ان پر جو پابندیاں عائد کی تھیں۔ وہ اپنی نئی چال کے ذریعے ان پابندیوں سے آزاد ہو رہا تھا۔ میں سمجھ گیا۔ یہ خود دماغ جاگیردار اپنی انا اور برتری کی خاطر انتقامی کارروائی سے باز نہیں آئیں گے۔ میں نے کہا "خانِ اعظم! میں نے پیش گوئی کی تھی کہ جو اس معصوم لڑکی کو نقصان پہنچائے گا خود نقصان اٹھائے گا۔ تم اس معاملے سے الگ ہو جاؤ۔ تمہارے بعد جو اس معاملے میں پڑے گا وہ بھگت لے گا۔"

بیرم خان کو ہوش آ گیا۔ وہ آنکھیں کھول کر سوچ رہا تھا "میں کہاں ہوں۔ یہ تو برادر کا کمرا ہے' اور میں شکار گاہ میں تھا۔"

کافور خان نے قریب آ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "جانِ برادر! حوصلہ کرو' سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میرے جسم سے ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔ یہ مرہم پٹی بتا رہی ہے۔ میں زخمی ہوں' یہ سب کیا ہے؟ میں زخمی کیسے ہو گیا؟"

کافور خان اسے تمام روداد سنانے لگا۔ میں بیرم خان کے دماغ میں رہ کر ان تمام مناظر کی جھلکیاں پیش کر رہا تھا۔ جو اسے یاد نہیں رہے تھے۔ اسے کچھ کچھ یاد آ رہا تھا اور وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔ "میں نے یہ پاگل پن کیسے کیا؟ اپنے ہاتھوں سے خود کو زخمی کیا۔ زخم کھانے کے باوجود میں ہوش میں کیوں نہیں آیا؟"

"تم نے مہمان کے مشوروں پر عمل نہیں کیا۔ گل جاناں کو گاڑی میں لے گئے۔ لوہے کو چھو لیا۔ مجھ سے بھی نادانی ہوئی' میں نے تمہیں اس لڑکی کو شکار گاہ لے جانے کی اجازت دی۔ اب ایسا نہیں ہو گا۔ ان غلاموں پر لعنت بھیج دو۔ ہم انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہ تکلیف سے بے چین ہو رہا تھا' ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اس نے معائنہ کرتے ہوئے کہا "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ زخم تو تکلیف ضرور دیں گے۔ آپ کا حکم ہو تو میں نیند کا انجکشن لگا دوں۔"

وہ بولا "میرے بھائی نے بہت تکلیف برداشت کی ہے۔ اسے آرام سے سلا دو۔"

ڈاکٹر انجکشن لگا کر چلا گیا۔ کافور خان نے چھوٹے بھائی سے کہا "آنکھیں بند کر لو' آرام سے سو جاؤ۔ تمہارے دشمنوں کا آرام آج سے تمام ہو جائے گا۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ کافور خان موبائل ٹیلیفون اٹھا کر میرے ساتھ باہر آیا۔ پھر مجھ سے بولا "تم بھی آرام کرو۔ میں آج رات بھائی کے ساتھ گزاروں گا۔ کل صبح تم سے ملاقات ہو گی۔"

میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس نے دوسرے کمرے میں جا کر فون کے ذریعے پولیٹیکل ایجنٹ سے رابطہ کیا' پھر کہا "پچاس ہزار کا سودا ہے۔"

"سودا بولو۔"

"جرگہ بستی میں ایک نوجوان نور زمان اپنی ماں اور بہن کے ساتھ رہتا ہے۔ ان تینوں کا جتنا برا انجام کیا جائے گا میں سودے کی رقم اتنی ہی بڑھاتا جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ کل تک تینوں کی تکہ بوٹی ہو جائے گی۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں پولیٹیکل ایجنٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا نام زرتاج خان تھا۔ حکومتِ پاکستان کی طرف سے پولیٹیکل ایجنٹ مقرر کیا گیا تھا لیکن وہ اپنے عہدہ سے خوب ناجائز فائدے اٹھایا کرتا تھا۔ قانون کی بالادستی' امن و امان قائم رکھنا اور ترقیاتی منصوبوں پر عمل کرانا اس کے فرائض میں شامل تھا لیکن وہ علاقہ غیر کے قبائلی سرداروں کا بھی نمائندہ تھا۔ اس لئے دوغلی حرکتیں کرتا تھا۔

وہاں کا قانون جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کے مصداق تھا۔ جس کے پاس دولت اور کارتوس زیادہ ہوتے تھے' وہی زیادہ بندے مار سکتا تھا۔ پولیٹیکل ایجنٹ کی نگرانی میں چوری اور اسمگلنگ کا مال محفوظ رہتا تھا۔ وہاں اغوا برائے تاوان کے معاملات طے ہوتے تھے۔ افیون' چرس' ہیروئن' اسلحہ اور چوری کی کاروں اور موٹر سائیکلوں کا کاروبار اس قدر تھا کہ بڑے بڑے عہدے داروں کی روزانہ آمدنی تقریباً ایک لاکھ روپے تھی۔

جہاں مال و دولت کی فراوانی ہو۔ اسلحہ اور کارتوس کا استعمال غیر قانونی نہ رہے اور جہاں محاسبے کا عمل نہ رہے۔ وہاں کا ہر عہدے دار اور ہر قبیلے کا سردار فرعون ہوتا ہے۔ ایسے تمام فرعونوں کو پولیٹیکل ایجنٹ زرتاج خان اپنے کنٹرول میں رکھتا تھا۔ ان کی ہر ناجائز بات مانتا تھا اور اپنی ہر ناجائز بات ان سے منواتا تھا۔ زرتاج خان کے بیوی بچے پشاور میں بڑی رئیسانہ زندگی گزار رہے تھے۔ اس کے دو جوان بیٹے کالج میں تھے اور ایک جوان بیٹی اسکول میں پڑھ رہی تھی۔ وہ چودہ برس کی تھی یعنی گل جاناں کی ہم عمر۔ میں نے زرتاج خان کو اپنے بیوی بچوں سے رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ اس نے فون کے ذریعے ان کی خیریت معلوم کی۔ میں اس کے بیوی بچوں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے لگا۔

اس کے بعد میں کافور خان کے پاس آیا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں زخمی بھائی کے پاس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ بھائی انجکشن کے اثر سے سو رہا تھا۔ کافور خان اس سے اور مرجینا سے بے انتہا محبت کرتا تھا۔ وہ تمام رات بھائی کے پاس جاگنا چاہتا تھا۔ میں نے اس پر قبضہ جما کر فون کا ریسیور اٹھانے کو کہا' پھر پولیٹیکل ایجنٹ کے نمبر

ڈائل کرائے۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد اس کے ذریعے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں پشاور سے بول رہا ہوں۔"

"کون ہو تم؟"

"میں تمہاری بیوی اور بچوں کی موت ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"نورزمان کی بہن کی عمر چودہ برس ہے۔ تمہاری بیٹی کی بھی یہی عمر ہے۔ جو سلوک نورزمان کی بہن سے ہوگا، وہی تمہاری بیٹی کے ساتھ ہوگا۔ نورزمان اور اس کی ماں کو نقصان پہنچے گا تو تمہارے جوان بچوں اور تمہاری بیوی کی لاشیں تمہیں ملیں گی۔"

میں نے کافور خان سے ریسیور رکھوا دیا۔ وہ دوسری طرف سے ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ میں نے کافور خان کو پہلے کی طرح کرسی پر بٹھا دیا۔ اس کی آنکھیں بند کرانے کے بعد دماغ کو آزاد چھوڑتے ہوئے ایک جھپکی سی دی۔ اس نے جلدی سے آنکھیں کھول کر بھائی کو نیند کی حالت میں دیکھا اور سوچا "مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی تھی۔ نہیں میں جاگتا رہوں گا۔"

میں پولیٹیکل ایجنٹ کے جوان بیٹے کے پاس پہنچا۔ وہ پڑھنے میں مصروف تھا۔ دوسرا بیٹا اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ میں نے اس پر قبضہ جما کر بستر سے اٹھایا۔ میز کے پاس لایا۔ ایک سادے کاغذ پر لکھوایا "حمیدہ بانو! تمہارا شوہر ایک معصوم لڑکی اور اس کے گھر والوں کو نیست و نابود کرنا چاہتا ہے۔ اس کے جواب میں تمہاری بیٹی شازیہ کو اغوا کیا جائے گا اور تم ماں بیٹوں کو گولی ماردی جائے گی۔"

اس نے یہ لکھ کر ایک کھڑکی کھولی۔ کھڑکی کے دوسری طرف ماں اور بہن کا کمرا تھا۔ وہ دونوں بستر پر سو رہی تھیں۔ اس نے کاغذ کو ہاتھ بڑھا کر ماں کی طرف پھینک دیا۔ پھر کھڑکی بند کر کے بستر پر آکر پہلے کی طرح سو گیا۔ میں اس کی ماں کے پاس آیا۔ اسے نیند سے چونکایا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کی نظریں بستر پر پڑے ہوئے کاغذ پر پڑیں۔ وہ اسے اٹھا کر پڑھنے لگی۔

ڈرائنگ روم میں فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اپنے کمرے میں پڑھنے والا لڑکا اٹھ کر ادھر جانے لگا۔ دوسری طرف سے ماں کی آواز سنی، بیٹے کو وہ کاغذ دیتے ہوئے بولی "میں فون اٹینڈ کرتی ہوں۔ ذرا تم اسے پڑھو۔"

وہ فون کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ ریسیور اٹھا کر بولی "ہیلو۔"

دوسری طرف سے پولیٹیکل ایجنٹ زرتاج خان نے پوچھا "ہیلو بانو! تم سب خیریت سے ہو؟"

"جی ہاں، لیکن ایک پریشانی ہے۔ ابھی مجھے ایک دھمکی آمیز خط ملا ہے۔ پتا نہیں کسی کی شرارت ہے یا....."

وہ بات کاٹ کر بولا "کہاں ہے وہ خط؟ مجھے پڑھ کر سناؤ۔"

بیٹے نے ریسیور لے کر کہا "ڈیڈی! پتا نہیں یہ کس شیطان نے لکھا ہے۔ ممی کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ تمہارا شوہر ایک معصوم لڑکی اور اس کے گھر والوں کو نیست و نابود کرنا چاہتا ہے۔ اس کے جواب میں تمہاری بیٹی شازیہ کو اغوا کیا جائے گا اور تم ماں بیٹوں کو گولی ماردی جائے گی۔"

زرتاج خان نے پوچھا "وہ خط کہاں سے آیا ہے؟"

"ممی نے مجھے دیا ہے۔ آپ ممی سے بات کریں۔"

بانو ریسیور لے کر بولی "میں ابھی سو رہی تھی کہ اچانک آنکھ کھلی تو بستر پر وہ خط پڑا ہوا تھا۔ پتا نہیں کمرے کے اندر بستر پر کیسے آگیا۔"

وہ بولا "تم ذرا ہوشیار رہو۔ میں ابھی آئی جی کو فون کرتا ہوں۔ تم لوگوں کے لئے سیکیورٹی کا انتظام ہو جائے گا۔"

میں نے آئی جی کو مخاطب کیا۔ اس نے خوش ہو کر کہا "فرہاد صاحب! آپ کہاں ہیں؟ میری بیٹی اور بیٹا دونوں میرے پاس پہنچ گئے۔ میں آپ کا کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔"

میں نے کہا "ابھی آپ کے پاس پولیٹیکل ایجنٹ زرتاج خان کا فون آئے گا اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی آپ کہہ دیں کہ آپ کو فون پر کسی نے دھمکی دی ہے کہ زرتاج کے گھر والوں کو سیکیورٹی دی گئی تو آپ کی بیٹی اور بیٹے کو نقصان پہنچے گا۔"

"قصہ کیا ہے؟"

"قصہ طویل ہے۔ آپ یہ تو جانتے ہیں کہ زرتاج کتنا خلط آدمی ہے اور میں کسی غریب خاندان کی بھلائی کے لئے ایسا کر رہا ہوں۔"

"بے شک آپ فرشتہ ہیں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے کہا "شاید اسی کا فون ہے۔"

آئی جی نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو، میں آئی جی بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے زرتاج خان نے کہا "آئی جی صاحب! السلام علیکم میں پولیٹیکل ایجنٹ بول رہا ہوں۔"

"آہا زرتاج صاحب! ابھی میں آپ ہی سے رابطہ کرنے والا تھا۔ ایک منٹ پہلے آپ کے کسی دشمن نے مجھے فون پر دھمکی دی ہے کہ اگر میں پولیٹیکل ایجنٹ کے گھر والوں کو سیکیورٹی دوں گا تو میری بیٹی اور بیٹا زندہ نہیں رہیں گے۔ کیا پشاور میں کسی سے دشمنی ہوگئی ہے۔"

وہ بولا "میں حیران ہوں کہ وہ دشمن کتنا تیز رفتار ہے اور کتنا بے باک ہے۔ اس نے آپ جیسے پولیس کے اعلیٰ افسر کو دھمکی دی ہے۔"

آئی جی نے کہا "میں مجرمانہ ذہن رکھنے والوں سے خوف زدہ نہیں ہوتا لیکن طویل عرصے کے بعد میرے بچے یہاں آئے ہیں اور آزادی سے گھومتے پھرتے ہیں۔ میں تمہیں سیکیورٹی دوں گا تو میرے بچوں کی آزادی ختم ہو جائے گی۔ وہ پابندیوں سے پریشان ہو کر پھر مجھے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ویسے معاملہ کیا ہے؟"

"معاملے کو رہنے دیں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ میں دشمن سے

نمٹ لوں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں آئی جی کا شکریہ ادا کر کے زرتاج خان کے پاس آیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ "میں نے پچاس ہزار میں بہت خطرے کا سودا کیا ہے۔ کافور خان نے یہ نہیں بتایا تھا کہ نورزمان کے پیچھے خطرناک دشمن چھپے ہوئے ہیں جو چشم زدن میں میرے گھر والوں تک اور آئی جی تک پہنچ جاتے ہیں۔"

اس نے فون کے ذریعے کافور خان سے رابطہ کیا پھر کہا "خانِ اعظم! تم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ نورزمان بہت دور تک پہنچ رکھتا ہے اور بہت خطرناک ہے۔"

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ وہ خطرناک ہے۔ وہ میرے ایک غلام کا بیٹا ہے۔ غریب ہے، بے یار و مددگار ہے۔ سولہ برس کا جوان ہے۔ اس کی گردن پکڑ لو تو وہ چھڑا نہیں سکے گا۔"

"فی الحال اس نے میری گردن پھنسادی ہے۔ کسی نے مجھے فون پر دھمکی دی کہ میں نے نورزمان اور اس کے گھر والوں کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو میری بیٹی کو اغوا کیا جائے گا اور میری بیوی اور جوان بیٹوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ یہی دھمکی ایک خط کے ذریعے میرے گھر والوں کو دی گئی۔ حتیٰ کہ آئی جی کو بھی وارننگ دی گئی ہے کہ پولیٹیکل ایجنٹ کے گھر والوں کو سیکیورٹی دی گئی تو آئی جی کے بچوں کی شامت آجائے گی۔ یعنی پشاور میں پولیس والے میرے بیوی بچوں کو تحفظ نہیں دیں گے۔ آخر یہ نورزمان ہے کون؟ تم اتنے خطرناک بندے سے کترا گئے اور مصیبت میرے سر ڈال رہے ہو۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں نورزمان، اس کی ماں اور اس کی بہن کا کوئی مددگار نہیں ہے۔"

"جب قسم کھا رہے ہو تو خود ہی انہیں گولی مارو۔ وہ تمہاری بستی میں چند قدم کے فاصلے پر ہیں۔ تم انہیں ٹھکانے لگانے کے لئے اتنی دور میرے پاس کیوں آرہے ہو۔ مجھے اس سودے سے انکار ہے۔ خدا حافظ۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ کافور خان ریسیور رکھ کر سوچ میں پڑ گیا "یہ نورزمان شہر سے واپس آکر بہت پُراسرار ہو گیا ہے۔ کیا یہ کسی سے کالا جادو سیکھ کر آیا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "نہیں، یہ کالا جادو نہیں ہے۔ مسٹر ارسلان درست کہتے ہیں۔ یہ ستاروں کی چال ہے۔ ہمارے ستارے گردش میں ہیں اور نورزمان کے ستارے اس کے لئے خوش بختی لا رہے ہیں۔"

اس نے قائل ہو کر سوچا "ہاں لیکن ستارے کب تک ان کے حمایتی رہیں گے۔ خوش بختی ہمیشہ نہیں رہتی۔ میں ارسلان سے کہوں گا وہ نورزمان کا زائچہ دوبارہ دیکھے اور بتائے کہ اس کی خوش بختی کی مدت کتنی ہے؟"

میں نے ہر طرح سے کوشش کی کہ وہ نورزمان کے خلاف انتقامی کارروائی سے باز آجائے لیکن وہ اب اس کے برے وقت کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔ یعنی اس کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

میں پھر اس پر قبضہ جما کر اسے کمرے میں لایا۔ راہداری میں دو غلام کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے کہا "ڈاکٹر سے کہو چھٹی کرے، تم لوگ بھی جا کر آرام کرو۔"

پھر وہ حویلی کے دوسرے حصے میں آیا۔ ایک کنیز سے پوچھا "بی بی خانم سو رہی ہیں یا جاگ رہی ہیں؟"

"وہ سو رہی ہیں۔"

"تم بھی اپنے کوارٹر میں جاؤ۔ حویلی کے اندر کسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

کنیز بھی باہر چلی گئی۔ اس نے بیرونی دروازے کو اندر سے بند کیا پھر اپنی خواب گاہ میں آکر بھائی کے برابر بستر پر لیٹ گیا۔ میں نے تھوڑی دیر میں اسے گہری نیند سلا دیا۔ بیرم خان کے خوابیدہ دماغ میں جا کر دیکھا۔ وہ ہوش میں آنے والا تھا۔ میں نے اسے بھی صبح چھ بجے تک کے لئے سلا دیا۔ جب سب سو گئے تو میں نے مرجینا کو جگا دیا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ سامنے دیوار گھڑی میں رات کا ایک بج رہا تھا۔ وہ بے وقت سونے اور سونے کے وقت جاگنے پر حیران تھی۔ اس نے باتھ روم میں جا کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ پھر دروازے پر دستک سن کر آئی۔ اسے کھولا تو میں سامنے کھڑا ہوا

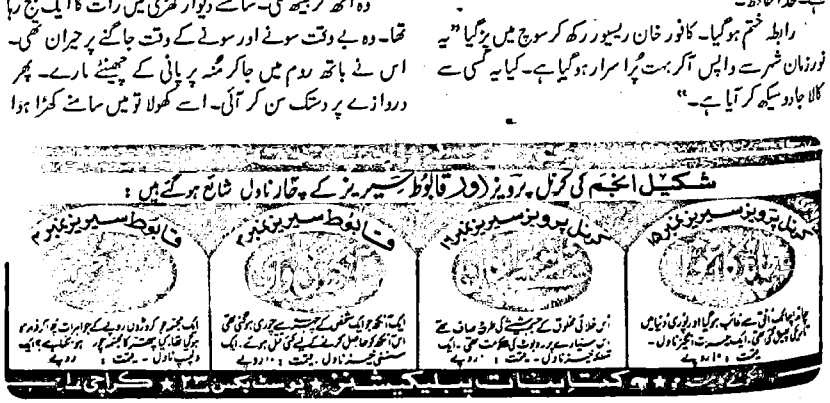

تھا۔ وہ مسکرانے لگی۔

میں نے خواب گاہ میں آکر اسے بیرم خان کے حالات بتائے۔ وہ تمام حالات سننے کے بعد بولی "آخر اس گل جاناں میں کون سے سُرخاب کے پر لگے ہیں' جس کے لئے میرا بھائی مصیبتیں اٹھا رہا ہے۔"

"تمہارا بھائی خود مصیبتیں اٹھا رہا ہے۔ وہ کیوں گل جاناں کو طلب کررہا ہے؟"

وہ بولی "ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ جاگیردار جسے پسند کرتے ہیں اسے اٹھوالیتے ہیں۔ گل جاناں جیسی لڑکیوں کی عزت ہی کیا ہوتی ہے؟"

"تم عورت ہو کر ایسا کہہ رہی ہو؟"

"خاندانی عورتوں اور غلام عورتوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ مٹی کے کیڑے پاؤں تلے آنے کے لئے ہی پیدا ہوتے ہیں۔"

"اور تمہاری جیسی حسینائیں حویلی کے مضبوط قلعے میں محفوظ رہتی ہیں۔"

"بے شک۔ کوئی ہماری آرزو کرنے کی جرات بھی نہیں کرسکتا۔"

"اگر کوئی تمہیں حاصل کرنے کی ضد کرلے تو؟"

"تو حویلی کی دیواریں اور دروازے بہت مضبوط ہیں۔ کوئی انہیں توڑ کر نہیں آسکے گا۔"

"آنے والے آہی جاتے ہیں۔ فولاد کی دیواریں بھی ان کا راستہ نہیں روکتیں۔"

میں نے اس کی ریشمی زلفوں کو مٹھی میں جکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ زلفوں سے اس لئے پکڑا کہ غرور کا سر وہیں سے اونچا ہوتا ہے اور وہیں سے نیچا ہو جاتا ہے۔ میں نے اس کے لبوں پر خاموشی کی مہر لگادی کیونکہ غریبوں کے لئے وہیں سے گالیاں نکلتی ہیں اور خوش نصیبوں کے لئے وہیں سے پیار کے گلاب کھلتے ہیں۔ کسی ہستی کو یہ دعویٰ نہیں کرنا چاہئے کہ وہ ہمیشہ زبر رہتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ زیر بھی ہو جاتی ہے۔

حویلی میں گھرانسانا تھا۔ اس کے مکینوں کا دعویٰ تھا کہ وہ حویلی نہیں قلعہ ہے۔ وہاں کوئی نقب نہیں لگا سکتا۔ جبکہ خونخوار کتے مارے گئے تھے' مسلح گارڈز خالی حویلی کے پہرے دار بنے ہوئے تھے۔ جب مکین غافل ہوں تو ان کی موجودگی' عدم موجودگی ہو جاتی ہے۔ وہ حویلی خالی تھی' کھوکھلی تھی۔ آبرو نہ رہے تو مکان اور انسان دونوں اندر سے کھوکھلے ہو جاتے ہیں۔

ہم رات کے تین بجے کچن میں آئے۔ مرجینا نے کھانا گرم کرتے ہوئے کہا "میں نے خود اپنے لئے کبھی اپنے ہاتھوں سے نہیں پکایا۔ مگر تمہارے لئے یہ کام کررہی ہوں۔ تم سچ مچ کوئی جادوگر ہو۔ پتا نہیں مجھ پر کیا جادو کیا ہے۔ اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔ کہیں نہیں جانے دوں گی۔"

وہ میز پر کھانا لے آئی۔ پھر میرے ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہوئے بولی "تعجب ہے' آج حویلی کے اندر کوئی کنیز یا ملازمہ نہیں ہے۔ دونوں برادر گہری نیند میں ہیں۔ ہماری تنہائی میں کوئی خلل ڈالنے والا نہیں ہے۔"

میں چپ چاپ کھاتا رہا' وہ بولتی رہی "یہ خواب جیسا لگ رہا ہے۔ جیسے کوئی دوشیزہ محبوب کو اپنی تنہائی میں بلانے کے لئے سحر پھونک رہی ہو۔ تمام پہرے دار سحرزدہ ہو کر سو گئے ہوں اور وہ اپنے محبوب کی آغوش میں پہنچ گئی ہو۔ یہ سب خواب میں ہوتا ہے۔ کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟"

میں نے اس کے بھرے بھرے بازو میں چٹکی لی۔ وہ سسکاری بھرتے ہوئے بولی "ہائے' یہ کیا حرکت ہے؟"

"تم نے تکلیف محسوس کی۔ اگر نیند میں ہوتیں تو آنکھ کھل جاتی۔ یقین کرلو کہ بیداری میں مجھ سے مل رہی ہو۔ میں خواب یا آسیب نہیں ہوں۔"

"یہی دیکھ کر حیران ہوں۔ آج تک حویلی میں ایسا نہیں ہوا کہ سب یہاں سے چلے جائیں اور جو حویلی کے اندر ہیں وہ گھوڑے بیچ کر سوتے رہیں۔ میرے غیرت مند بھائی ایسے تو نہیں ہیں۔"

"کہو تو انہیں ان کی غیرت کے ساتھ جگادوں؟"

وہ کان کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی "ہرگز نہیں۔ وہ ہم دونوں کو زندہ دفن کردیں گے۔"

میں نے کھانے کے بعد کہا "چار بجنے والے ہیں۔ اپنی خواب گاہ میں جاؤ۔ مجھے بھی اپنے کمرے میں رہنا چاہئے۔ تمہارے بھائی کسی وقت بھی بیدار ہوسکتے ہیں۔"

میں جانا چاہتا تھا۔ اس نے پیار سے راستہ روک لیا' پھر کہا "کاش ایسا ہوتا۔ ساری دنیا اسی طرح سوتی رہ جاتی اور ہم ہمیشہ کے لئے مل جاتے۔ سچ کہتی ہوں' تم سے الگ نہیں رہ سکتی۔"

پھر اس نے مسکراتے ہوئے اپنی خواب گاہ کی طرف دھکا دیا۔ میں نے کہا "میں زندہ دفن نہیں ہونا چاہتا۔ یہ رات پھر آئے گی' آج کے لئے شب بخیر۔"

میں نے اسے جدا ہونے پر مجبور کیا۔ وہ چلی گئی۔ میں اپنے کمرے میں آیا۔ دروازے کو بند کرکے مرجینا کو اس کی خواب گاہ سے نکالا۔ اسے کچن میں لایا۔ وہاں کیروسین آئل سے بھرا ہوا ایک کین تھا۔ ایک خانے میں دیا سلائی کی کئی ڈبیاں تھیں۔ اس نے تین ماچس کی ڈبیاں اٹھائیں۔ مٹی کے تیل سے بھرے ہوئے کین کو لیا۔ وہاں سے چلتی ہوئی اپنے بھائیوں کے کمرے میں آئی۔ پھر کھڑکیوں کے پردوں اور صوفوں پر تیل چھڑکنے لگی۔

اس کام سے فارغ ہو کر اس نے دیا سلائی کی ایک ڈبیا کافور خان کے سرہانے رکھ دی۔ وہاں سے چلتی ہوئی میرے کمرے میں آئی یہاں بھی اس نے تیل چھڑک کر ایک ڈبیا مجھے دی۔ پھر اپنی خواب گاہ میں آگئی۔ وہاں بھی اس نے جگہ جگہ تیل چھڑک دیا۔ واپس کچن میں آئی۔ کیروسین آئل کے کین کو اس کی جگہ پر رکھ کر وہاں کی گیس لائن کی چابی گھما کر اسے پوری طرح کھول دیا۔ اس کے بعد اپنے کمرے میں جاکر ایک تیلی جلائی پھر اسے صوفے پر پھینک دیا۔ ایک دم سے آگ بھڑک گئی۔

میں نے اسے چھوڑ کر کافور خان کو بستر سے اٹھایا' اس نے نیند کی حالت میں ایک تیلی جلا کر اسے پردے کے پاس پھینکا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے دماغ کو چھوڑ کر بیرم خان کو جگایا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کمرے میں آگ پھیل رہی تھی اور کافور خان زخمی بھائی کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر باہر پہنچانا چاہتا تھا۔ ادھر میں اپنے کمرے میں آگ لگا کر بھاگتا ہوا باہر آیا۔ حویلی کے ایک حصے سے مرجینا دوڑتی آرہی تھی۔ سب ہی چلا رہے تھے' ہائے آگ! میں نے کہا "فوراً باہر نکلو۔ پتا نہیں آگ اور کہاں کہاں بھڑکنے والی ہے۔"

بیرم خان آگ اور موت کو قریب دیکھ کر اپنے زخم بھول گیا تھا۔ بھائی کے بازوؤں سے اتر کر بھاگنے لگا تھا۔ ہم سب باہر آئے۔ ملازم اور مسلح گارڈز حویلی کے اندر بھڑکتے ہوئے شعلے دیکھ کر دوڑتے آرہے تھے۔ کافور خان چیخ چیخ کر حکم دے رہا تھا "پانی لاؤ' فوراً آگ بجھاؤ۔ بزدلو! اندر جاؤ۔"

وہ خود بھاگ کر باہر آیا تھا اور ملازموں کو بزدل کہہ رہا تھا۔ ملازم اور گارڈز اندر گئے پھر پلٹ کر آگئے کیونکہ آگ کچن سے باہر آنے والی گیس تک پہنچ گئی تھی۔ ایسے قیامت کے شعلے بھڑک کر باہر آرہے تھے جیسے تیل کا کنواں پھٹ پڑا ہو۔

ہم باہر احاطے میں بھی ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ وہاں سے دوڑتے ہوئے احاطے کے باہر پہاڑی کے دامن کی طرف جارہے تھے۔ دو گارڈز ان کی دو گاڑیاں احاطے سے نکال کر لے آئے تھے۔ ہم ان گاڑیوں میں بیٹھ کر پہاڑی کے نیچے آئے۔ پھر بہت دور جاکر گاڑیاں روک دی گئیں۔

ہم نے گاڑیوں سے نکل کر پہاڑی کی بلندی پر اس مغرور بلند و بالا حویلی کو دیکھا' جہاں دھما کے ہورہے تھے۔ تہ خانے میں اسلحہ اور بارود کا جو ذخیرہ تھا' وہاں تک آگ پہنچ گئی تھی۔ وہاں اتنے طاقتور بم رکھے ہوئے تھے' جن کے پھٹنے سے حویلی کی دیواریں ریزہ ریزہ ہورہی تھیں۔ دھماکوں کی آوازیں پتا نہیں کتنی دور جارہی ہوں گی۔ بستی کی عورتیں اور بچے خوف سے چیخ رہے تھے۔ لوگ دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ میں نے کوشش کی تھی کہ حویلی کے بے گناہ ملازم مارے نہ جائیں۔ اس میں بڑی حد تک کامیابی ہوئی' سب ہی بچ کر نکل آئے تھے۔ کچھ زخمی ہوگئے تھے اور ان کے زخم تشویشناک نہیں تھے۔

بیرم خان چکرا کر زمین پر گر پڑا تھا۔ کافور خان دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے بھائی کے سرہانے بیٹھ گیا تھا اور مرجینا آنکھیں پھاڑے گم صم کھڑی حویلی کی تباہی دیکھ رہی تھی۔ ایسا ہولناک منظر دیکھ کر سمن بھائی یہ سوال کرنا بھول گئے تھے کہ آگ کیسے لگی؟

کافور خان اپنے نقصان کا حساب کررہا تھا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ ایک خفیہ تجوری میں تقریباً اسی لاکھ روپے نقد اور دس کلو سونے کے بسکٹ تھے جن کی مالیت کروڑوں روپے تک تھی۔ لاکھوں کے نوٹ جل چکے ہوں گے اور دھماکوں سے سونے کے بسکٹ ذرہ ذرہ ہو کر نہ جانے کہاں کہاں گئے ہوں گے۔ تہ خانے میں پچیس لاکھ کے گولہ بارود اور مختلف قسم کے ہتھیار تھے۔ ان میں سے کچھ بھی بچا نہ ہوگا۔ اور تو اور بدن پر جو لباس تھا' وہی رہ گیا تھا' باقی لباس بھی جل چکے تھے۔ کوئی تباہی سی تباہی تھی۔ چند منٹوں میں کنگال ہو کر رہ گئے تھے۔

پھر کافور خان نے اٹھتے ہوئے کہا "میرا مغز پھر گیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' یہ خدا میرے ساتھ کیا کرتا ہے۔ مجھ پر اتنا عذاب کیوں نازل کرتا ہے۔ اے مہمان برادر! ابھی میری بات کا برا نہ مانو۔ میرا مغز خراب ہے۔ مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم خوش قدم نہیں ہے۔ جب سے حویلی میں داخل ہوا ہے' مجھ پر عجیب و غریب مصیبتیں آرہی ہیں۔ تم حویلی کے اندر آکے ہم سب کو باہر کردیا ہے۔ ابھی تم مجھ کو معافی دو' اور رخصت ہو جاؤ۔ میں میزبانی کے قابل نہیں ہوں۔"

مرجینا پریشان ہو کر کبھی مجھے اور کبھی بھائی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ مجھ سے دور نہیں رہنا چاہتی تھی۔ بھائی کو ایسا ناقابل برداشت صدمہ پہنچا تھا کہ وہ میری حمایت میں کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ پھر بھی وہ بات بناتے ہوئے بولی "مسٹر ارسلان! میرے برادر کے سینے میں بہت بڑا دل ہے۔ اتنا زبردست نقصان اور پریشانیوں کی وجہ سے میزبانی سے انکار کررہا ہے۔ جب اس کی پریشانی دور ہوگی تو یہ تمہیں بہت یاد کرے گا۔"

میں نے کافور خان کی سوچ میں کہا "مہمان نے پریشانیاں دور کرنے کے لئے دو مشورے دیئے تھے۔ ہم دونوں بھائیوں نے ان پر عمل نہیں کیا۔ ایک تو لوہے کو چھورہے ہیں اور دوسرے گل جاناں کے خلاف انتقامی کارروائیوں سے باز نہیں آرہے ہیں۔ مجھے مستقل سے سوچنا چاہئے۔ یہ اتنی بڑی تباہی کسی دشمن کی طرف سے نہیں ہے۔ کوئی دشمن میرے گھر کے اندر نہیں تھا اور آگ گھر کے اندر سے شروع ہوئی ہے۔ یہ عذاب ہے' تہرالٰہی ہے۔ یہ گل جاناں سے ٹکرانے کا عبرتناک انجام ہے۔ مجھے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔"

کافور خان سر پکڑ کر اپنے دماغ میں اپنے ہی خیالات سن رہا تھا۔ ایک حواری نے کہا "آقا! ٹیلیفون کال ہے۔"

وہ گاڑی کے اندر سے موبائل ٹیلیفون اٹھا کر لایا تھا۔ کافور خان نے ریسیور اٹھا کر کہا "کون بولتا ہے۔ جلدی بولو' ابھی میرا مغز خراب ہے۔"

دوسری طرف پولیٹیکل ایجنٹ نے کہا "تمہارے علاقے کے تھانے دار نے فون پر بتایا ہے کہ تمہاری حویلی جل رہی ہے اور

قیامت خیز دھماکے ہو رہے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"سچ ہے' میں تباہ ہو گیا ہوں۔ میرے جسم پر صرف ایک کپڑا ہے اور کچھ باقی نہیں بچا ہے۔ اب میں بڑی حویلی میں جا رہا ہوں۔ اُدھر آ کے ملاقات کرو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پولیس انسپکٹر ایک جیپ میں سپاہیوں کے ساتھ آ رہا تھا۔ کافور خان نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اے! واپس جاؤ۔ ادھر مجھے پولیس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہاں سے علاقہ غیر جا رہا ہوں۔"

اس نے بیرم خان اور مرجینا کو گاڑی میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ پولیس کی جیپ قریب آ کر رک گئی۔ انسپکٹر نے جیپ سے اتر کر سلام کرتے ہوئے کہا "خانِ اعظم! ہم آپ کے نمک خوار ہیں۔ ہمیں دشمن کا نام بتاؤ۔ ہم اسے....."

اس نے ڈانٹ کر کہا "زیادہ مت بولو۔ تم لوگ سامنے کے مجرم کو چھوڑ کر پیچھے بے گناہوں کو پکڑتے ہو۔ میرے دشمن کو کیا پکڑو گے۔ اگر پکڑ سکتے ہو تو جاؤ اسے تلاش کرو۔ اس کا نام مقدر ہے۔"

یہ کہہ کر وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ مجھے ان کے ساتھ جانے کا شوق نہیں تھا اور نہ ہی میں مرجینا کا عاشق تھا لیکن اس علاقے میں جانا چاہتا تھا جو پاکستان کے جسم سے ایک ناسور کی طرح چپکا ہوا تھا۔ میں نے دنیا میں بڑے بڑے جرائم کے علاقے اور جزیرے دیکھے ہیں۔ ایک یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا اور اپنی بساط کے مطابق کچھ کر گزرنا چاہتا تھا۔

میں نے کافور خان کی دُکھتی رگ پر انگلی رکھی۔ اس کے بھائی بیرم خان کو قائل کیا۔ اس کی سوچ میں کہا "مہمان نے ہمارے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ ہماری بہتری کے لئے مشورے دیتا رہا۔ ہم نے مشوروں پر عمل نہیں کیا تو ہماری شامت آ گئی۔ برادر اپنی تباہی کا غصہ اس پر اتار رہا ہے۔"

اس نے بھائی سے کہا "برادر! ایک گزارش ہے۔"

"بولو جان برادر!"

"مہمان کو ادھر مت چھوڑو۔ لوگ باتیں بنائیں گے کہ ہم نے تباہ ہوتے ہی مہمان کو بوجھ سمجھ کر بھیج دیا۔"

"درست کہتے ہو۔ میرے مغز میں یہ بات نہیں آئی تھی۔ مہمان کو چھوڑ کے نہیں جانا چاہئے۔"

وہ گاڑی سے باہر آیا' پھر مجھ سے بولا "برادر! مجھے افسوس ہے میں نے صدمے کے باعث میزبانی سے انکار کیا۔ تم مجھے پھر معافی دو اور میرے ساتھ چلو۔"

میں نے کہا "میں معذرت چاہتا ہوں۔ ایک بار کسی کے دل سے نکل کر اُس کے دروازے پر نہیں جاتا۔"

"برادر! غصہ تھوک دو۔"

"مجھے غصہ نہیں ہے۔ دراصل میں خوش قدم نہیں ہوں۔ خدا نخواستہ بڑی حویلی میں کچھ گڑبڑ ہو گی تو پھر یہی الزام آئے گا۔ اگر آپ میرے کام آنا چاہتے ہیں تو انسپکٹر سے کہہ دیں۔ مجھے پولیٹیکل ایجنٹ کے دفتر تک پہنچا دے۔ میں اس کی اجازت حاصل کر کے ایک بار آزاد علاقے میں جانا چاہتا ہوں۔"

کافور خان نے سوچا۔ مہمان اس بستی سے چلا جائے گا تو بدنامی نہیں ہو گی کہ اس نے میزبانی سے انکار کیا ہے۔ وہ انسپکٹر سے بولا "یہ میرا معزز مہمان تھا۔ اسے آرام سے اور عزت سے زرتاج خان کے پاس پہنچاؤ اور میرا نام لے کر بولو' اس کے ساتھ تعاون کرے۔"

وہ مجھ سے مصافحہ کر کے اپنی گاڑی کی طرف گیا۔ مرجینا کھڑکی سے جھانک کر مجھے حسرت سے دیکھ رہی تھی۔ میں انسپکٹر کے ساتھ جیپ میں آ کر بیٹھ گیا۔ ہمارے راستے الگ ہو گئے۔ میں نے بروقت فیصلہ کیا تھا کہ ان کے ساتھ علاقہ غیر کی بڑی حویلی میں نہیں جانا چاہئے۔ وہاں بھی ان پر ہو شربا عذاب نازل ہونے والے تھے۔ میرے وہاں جانے سے یقین پختہ ہو جاتا کہ میں خوش قدم نہیں ہوں۔

وہاں بستی والوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ میں نے جیپ میں جاتے ہوئے لوگوں کے درمیان نورزمان کو دیکھا۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ یہ بستی چھوڑے گا۔ شہر میں اس کی نوکری تھی۔ وہ ماں بہن کے ساتھ وہاں جا کر رہنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں اس کے ارادے کو مستحکم کیا کہ وہ آج ہی یہاں سے روانہ ہو جائے۔

میں نے سوچ لیا تھا کہ وہ شہر پہنچے گا تو میں آئی جی کے ذریعے اسے بہتر ملازمت اور بہتر رہائشی سہولت فراہم کروں گا۔ دراصل گل جاناں کم سنی میں ہی اتنی حسین تھی کہ دو چار برس میں اس کا حسن و شباب غریب بھائی کے لئے عذابِ جان بن جاتا۔ شہر میں بھی خانِ اعظم اور بیرم خان جیسے درندوں کی کمی نہیں تھی۔

آگے جا کر انسپکٹر نے مجھ سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"ارسلان احمد نام ہے۔ رہائش لندن میں ہے۔ علمِ نجوم ذریعۂ معاش ہے۔ بہت عرصے بعد پاکستان آیا ہوں۔ سرحدی علاقوں کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں نے صرف نام پوچھا تھا۔"

"تھانے دار صرف نام پوچھ کر نہیں رہ جاتا۔ تمہیں میرے نام سے بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ تم یہ ضرور معلوم کرنا چاہو گے کہ میں کون ہوں اور خانِ اعظم تک کیسے پہنچ گیا تھا۔ یہ بتا چکا ہوں کہ نجومی ہوں۔ خانِ اعظم نے اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کے لئے مجھے مہمان بنایا تھا۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولا "تم نے خوب قسمت کا حال بتایا حویلی ریزہ ریزہ ہو گئی۔"

"میں یہ نہیں جانتا تھا کہ ایسی ہولناک تباہی ہو گی ویسے میں نے تباہی کی پیش گوئی کی تھی۔"

"کیا میرے مستقبل کی پیش گوئی کر سکتے ہو؟"

"میرا پیشہ یہی ہے لیکن میرا معاوضہ بڑے بڑے رئیس ہی ادا کر سکتے ہیں۔ پھر پولیس والوں کے لئے پیش گوئی کیا کروں گا۔ تم لوگوں کے ماضی حال اور مستقبل کے حالات تو بچہ بچہ جانتا ہے۔"

"تم ضرورت سے زیادہ بول رہے ہو۔ اگر خانِ اعظم کے مہمان نہ ہوتے تو زبان کھینچ لیتا۔"

"چلو کچھ تو مجبوری ہے کہ زبان نہیں کھینچ سکو گے۔"

اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر سختی سے ہونٹوں کو بھینچ کر خاموش رہا۔ ایک گھنٹے بعد تھانے پہنچ کر جیپ رک گئی۔ اس نے بیزاری سے کہا "خانِ اعظم نے تمہیں پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس پہنچانے کا حکم دے کر مصیبت کر دی ہے۔ یہاں سے ایک سو دس میل کا سفر ہے۔ جیپ میں ہڈیاں دُکھنے لگیں گی۔ چلو اترو' میری کار میں چلو۔"

اس کے پاس تقریباً پانچ لاکھ روپے کی ہنڈا ایکارڈ آرام دہ کار تھی۔ میں نے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا "میں پچھلی رات سے جاگ رہا ہوں۔ آرام سے نیند پوری کرنا چاہتا ہوں گا۔"

جب کار چل پڑی تو میں نے انسپکٹر کی سوچ میں کہا "اچھا ہے یہ سو جائے۔ جاگتا رہے گا تو الٹی سیدھی باتیں کرے گا اور میں خانِ اعظم کی وجہ سے برداشت کرنے پر مجبور ہوں گا۔"

پھر میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میں آرام سے دو گھنٹے تک سوتا رہوں۔ اس دوران کوئی غیر معمولی بات ہو' پچھلی سیٹ پر کوئی میرے قریب آنا چاہے تو ہلکی سی آہٹ سے بھی میری آنکھ کھل جائے۔ اس کے بعد میں گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

نامعلوم علاقہ تھا۔ اجنبی ہم سفر تھا۔ انجانے راستے تھے۔ کچھ خبر نہ تھی کہ گاڑی کہاں کہاں سے گزر رہی ہے اور کہاں رک رہی ہے۔ انسپکٹر مجھ سے خار کھا رہا تھا۔ اس لئے اس نے کھانے پینے کے لئے بھی مجھے نہیں جگایا۔ اس کی مہربانی سے میں نے دو گھنٹے کی نیند پوری کر لی۔

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ دور تک اونچی نیچی پہاڑیاں' چٹانیں اور چٹانیں نظر آ رہی تھیں۔ کہیں کہیں سبزہ دکھائی دیتا تھا۔ میں نے کہا "آگے کوئی بستی آئے تو ذرا گاڑی روک لینا' چائے پینا چاہتا ہوں۔"

وہ غرا کر بولا "مجھے گاڑی روکنے کا حکم نہ دو۔ میں کسی کی بات برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"خانِ اعظم کی باتیں برداشت کرتے ہو۔ پولیس کی وردی پہن کر گورنمنٹ کے بجائے علاقہ غیر کے سرداروں کی جی حضوری کرتے ہو۔"

اس نے اچانک بریک لگا کر کار روکی۔ پھر میری طرف گھوم کر بولا "اب اگر تم نے ایک بھی توہین آمیز لفظ میرے خلاف کہا تو میں خانِ اعظم کو بھولی جاؤں گا اور تمہیں گاڑی سے اتار کر پٹائی بھی کروں گا اور اس ویرانے میں چھوڑ کر بھی چلا جاؤں گا۔"

"میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو گی کہ تم اس وردی میں رہ کر خانِ اعظم کی غلامی پر تھوک دو گے۔ اور خانِ اعظم کے مہمان کو اس ویرانے میں پھینک کر جاؤ گے۔"

وہ ریوالور نکال کر مجھے دکھاتے ہوئے بولا "چلو اترجاؤ میری گاڑی سے۔"

"یہ تمہاری گاڑی کیسے ہے؟ جب تم سچے سپاہی کی طرح خانِ اعظم کی غلامی سے باز آ رہے ہو تو رشوت کی کار پر بھی لعنت بھیج دو۔"

"یہاں خانِ اعظم اور قبائلی سرداروں کی تابعداری کے بغیر کوئی پولیس والا زندہ نہیں رہ سکتا۔ مجھے زندہ رہنا ہے اس لئے تمہیں برداشت کر رہا ہوں۔ میں نے سوچا ریوالور کی دھمکی دے کر تمہاری زبان بند رکھوں گا مگر تم بڑے ہی ڈھیٹ ہو۔ چلو آگے ایک آبادی ہے۔ وہاں تمہیں گرما گرم چائے پلاؤں گا۔ مگر خدا کے واسطے دوستی کر لو اور مجھے طعنے نہ دو۔"

میں نے کہا "دوست آگے پیچھے نہیں ساتھ ساتھ بیٹھتے ہیں۔"

اس نے مسکرا کر مصافحہ کیا۔ میں پچھلی سیٹ سے نکل کر اگلی سیٹ پر اس کے برابر آ گیا۔ جن لوگوں کو رشوت کی کمائی لگ جاتی ہے' وہ لعن طعن سن کر بھی باز نہیں آتے۔ میں اسے طعنے دیتا رہتا تو میری زبان تھک جاتی لیکن وہ آخری سانس تک حرام کی کمائی سمیٹ سمیٹ کر بھی نہ تھکتا۔

اس نے ایک پُررونق بستی میں کار روکی۔ میں نے کہا "دیکھو' میں طعنہ نہیں دے رہا ہوں۔ صرف اپنے ضمیر کی بات کہہ رہا ہوں۔ تمہارے پیسے کی چائے تو کیا پانی بھی نہیں پیوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولا "چلو یہی سہی۔ میں پولیس والا ہوں۔ سامنے والے کی جیب سے خرچ کراتا ہوں۔ آج تم سے چائے پی لوں گا۔"

ہم نے ایک ہوٹل میں ڈٹ کر ناشتا کیا۔ چائے پی' پھر میں نے دو جوڑے لباس' جوتے' جرابیں اور ضرورت کی چیزیں خریدیں۔ میری بھی اپنی حویلی میں جل گئی تھی۔ میں نے اس میں سے اپنے بتیس ہزار روپے نکال کر رکھ لئے تھے۔ باقی چیزیں دانستہ جلنے کے لئے چھوڑ دی تھیں۔

ہم گیارہ بجے سرحدی چوکی پہنچ گئے۔ پولیٹیکل ایجنٹ زرتاج خان وہاں ایک ڈاک بنگلے میں رہتا تھا۔ اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے ہمیں آتے ہوئے دیکھا۔ کافور خان نے فون پر اطلاع دی تھی کہ اس کا ایک مہمان آ رہا ہے۔ پھر بھی وہ رسماً مجھے خوش آمدید کہنے کے لئے باہر نہیں آیا۔ اس علاقے میں وہ ایک گورنر سے بھی زیادہ اختیارات رکھتا تھا۔ دو قبائلی سردار اس کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایسے میں وہ ظاہر کر رہا تھا کہ اس کے پاس آنے والے کمتر ہیں یعنی میں انسپکٹر کے ساتھ وہاں برآمدے میں

کھڑا رہ کر اُس سے ملاقات کرنے کا خواہش مند رہوں گا۔

میں چاہتا تو اس کے دماغ میں گھس کر اسے دوڑاتا ہوا باہر لے آتا لیکن ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ مناسب نہیں تھا۔ اور یہ بھی میرے مزاج کے خلاف تھا کہ میں انتظار میں کھڑا رہتا۔ میں نے اس کی سوچ میں انسانی ہمدردی کے حوالے سے کہا "یہ مہمان بہت دور سے آیا ہے' اگر میں نے اسے ویلکم نہیں کہا تو یہ ہمارے علاقے سے باہر جاکر پریس والوں کے سامنے اچھی رائے پیش نہیں کرے گا۔"

وہ اپنی اس سوچ سے قائل ہو کر اٹھ گیا۔ باہر برآمدے میں آیا۔ انسپکٹر نے اسے دیکھ کر سلیوٹ کیا۔ پھر میرا تعارف کرایا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "خوش آمدید مسٹر ارسلان! تشریف لائیں۔"

میں اس کے ساتھ کمرے میں آیا۔ اس نے دو سرداروں سے تعارف کرایا پھر مجھ سے دریافت کرنے لگا کہ خانِ اعظم کی حویلی کس طرح تباہ ہوئی ہے؟ میں نے اسے وہاں کی تمام روداد سنادی۔ وہ اور دونوں سردار حیرت زدہ ہو رہے تھے کہ خان اعظم اور بیرم خان پر پاگل پن کا دورہ کیوں پڑتا ہے۔ انہیں خبر کیوں نہیں ہوتی کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے کتوں کو گولی مار دیتے ہیں۔ اپنے چاقو سے خود کو زخمی کرتے ہیں۔ انہوں نے ایسی ہی غفلت کی حالت میں اپنی حویلی کو آگ لگائی ہوگی۔ وہ تینوں اپنے طور پر صحیح رائے قائم کر رہے تھے۔

زرتاج خان نے کہا "مسٹر ارسلان! تم تو بہت پہنچے ہوئے نجومی ہو۔ کیا میرا زائچہ بھی بناؤ گے؟"

"ضرور بناؤں گا۔ پہلے رہائش کی اطمینان بخش جگہ مل جائے۔"

"یہ پورا علاقہ ہمارا ہے تو تمہارا بھی ہے۔ جہاں چاہو رہ سکتے ہو۔ کہو تو اس ڈاک بنگلے کا ایک کمرا کھلوا دوں۔"

میں نے کہا "میں کسی غریب کسان یا مزدور کے گھر میں رہنا چاہتا ہوں لیکن مہمان بن کر نہیں' میں اس گھر کے تمام اخراجات برداشت کروں گا۔"

"یہاں کے لوگ بڑے مہمان نواز ہوتے ہیں۔ وہ مہمانوں سے پیسے نہیں لیتے۔ لیکن کسی غریب کو راضی کرلیا جائے گا۔ اس بے چارے کی مدد بھی ہو جائے گی۔"

میں نے پوچھا "یہ رہائش علاقہ غیر میں ہوگی یا اسی علاقے میں؟"

"تم علاقہ غیر میں کہاں جاکر پھنسنا چاہتے ہو۔ وہاں لاقانونیت ہے۔ اندھی گولیاں چلتی ہیں اور وہ گولیاں دوست اور دشمن کی تمیز نہیں کرتی ہیں۔ تم اِدھر ہی رہو' اُدھر نہ جاؤ۔"

"میں ادھر ہی جانا چاہتا ہوں۔ صرف تمہاری اجازت چاہئے۔ اسی غرض سے ہزاروں میل دور سے آیا ہوں۔ علاقہ غیر میں نہ رہا۔ وہاں کا پانی نہ پیا اور دوسروں کو پانی پلا پلا کر نہ گیا تو حسرت رہ جائے گی۔"

"ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ مہمان کوئی حسرت لے کر یہاں سے نہ جائے۔ یہ کاغذ قلم لو اور درخواست لکھو کہ تم علاقۂ غیر میں چند دنوں کے لئے جانا چاہتے ہو اور وقتِ مقررہ پر واپس آجاؤ گے۔"

میں نے ایک عرضی لکھ دی۔ اس کے بعد کچھ کاغذی کارروائی عمل میں آئی۔ اس نے پوچھا "تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟"

"اکتیس ہزار روپے سے زیادہ....."

"اتنی رقم لے جاؤ گے تو اپنے لئے بے شمار رہزن پیدا کرا دو گے۔ ایک ہزار اپنے پاس رکھو اور تیس ہزار یہاں جمع کرا دو۔ ادھر کوئی منگنی چیز خریدنا ہو تو میرا کارڈ اس علاقے کے سردار کو دکھا دینا وہ مجھ سے فون پر رابطہ کرے گا۔ میں اس سے کہہ دوں گا کہ تم تیس ہزار تک جو چیز بھی خریدو گے اس کی ادائیگی میں کردوں گا۔ مزید رقم کی ضرورت ہو تو وہ بھی وہاں مل جائے گی۔"

میں نے پولیٹیکل ایجنٹ کو تیس ہزار روپے دیئے۔ اس نے مجھے اپنا ایک کارڈ دیتے ہوئے کہا "یہ بہت اہم ہے۔ تم جس قبیلے میں جاؤ گے وہاں کے سردار یہ کارڈ دیکھ کر تم سے تعاون کریں گے۔"

پھر اُس نے ایک مسلح ماتحت کو حکم دیا "مسٹر ارسلان کو جب میں علاقہ غیر لے جاؤ۔ ادھر پہلی جنوبی بستی پنجہ خیل کے سردار کے پاس پہنچا دو پھر واپس آجاؤ۔"

میں نے پوچھا "کیا میری رہائش کا انتظام وہاں کا سردار کرے گا؟"

"میں فون پر اسے تمام باتیں سمجھا دوں گا۔ تم اطمینان سے جاؤ۔"

میں جیپ میں بیٹھ کر دوپہر کے دو بجے پنجہ خیل کی بستی میں پہنچ گیا۔ وہاں ایک قبیلے کے سردار نے میرے لئے زبردست کھانے کا انتظام کیا تھا۔ میں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ ایک غریب کسان وہاں موجود تھا۔ سردار نے کہا "تم اُس کے گھر میں رہ سکتے ہو اور جب تک رہو گے' کھانے کا سامان میرے پاس سے جائے گا۔"

میں سردار کی بات سے انکار کرکے پورے قبیلے کو دشمن نہیں بنا سکتا تھا۔ اس لئے راضی ہوگیا۔ کسان کا چھوٹا سا مکان پہاڑ کے ساتھ چٹانوں کے سائے میں تھا۔ قریب ہی ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ بہتا تھا۔ ندی کی چوڑائی پچاس گز ہوگی۔ اس پچاس گز کے فاصلے پر یعنی ندی کے دوسرے کنارے پر پتھروں سے بنا ہوا قید خانہ تھا جہاں کچھ جوان لڑکے' لڑکیاں اور بوڑھے قیدی بنا کر رکھے گئے تھے۔ جب بوڑھے کسان نے بتایا کہ وہ لوگ حبسِ بے جا میں رکھے گئے ہیں تو میں ندی کے پانی میں اتر کر ادھر جانے لگا۔ گہرائی زیادہ نہیں تھی۔ درمیان میں صرف کمر تک پانی تھا۔ جب میں نے نصف ندی پار کرلی تو قید خانے کے مسلح پہرے داروں نے مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے للکارا۔ وہ مقامی زبان میں بول رہے تھے۔ لیکن مجھ میں آیا کہ وہ مجھے ندی پار کرنے سے منع کر رہے ہیں۔

میں نے اوپری جیب سے پولیٹیکل ایجنٹ کا کارڈ نکال کر اسے سر سے بلند کرتے ہوئے دکھایا' پھر کہا "یہ پولیٹیکل ایجنٹ کا کارڈ ہے۔ میں تمہاری زبان نہیں سمجھتا ہوں۔"

انہوں نے رائفلوں کو واپس اپنے شانوں سے لٹکا لیا۔ ایک نے کنارے پر آکر کہا "یہاں تمہاری زبان سمجھنے والے وڈ چار ہی ہیں۔ کیا تم پولیٹیکل ایجنٹ کے نمائندے ہو؟"

میں پانی سے نکلتا ہوا اس کے پاس آکر بولا "میں پولیٹیکل ایجنٹ اور تمہارے سردار کا مہمان ہوں۔"

اس نے کہا "تم نے یہ کارڈ دکھایا۔ اس لئے ہم نے گولی نہیں چلائی۔ تم واپس جاؤ۔ آقا سے اجازت لے کر آؤ۔ مالک کی اجازت کے بغیر اس کنارے پر آنے والوں کو گولی مار دی جاتی ہے۔"

میں نے دور قید خانے کی طرف دیکھا۔ ایک روشندان جیسی کھڑکی کی سلاخوں کے پیچھے سے ایک نوجوان اور ایک بوڑھا حسرت سے اور رحم طلب نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے پہرے دار سے کہا "اچھی بات ہے' میں اجازت لے کر آؤں گا۔"

میں واپس ہوگیا۔ پانی میں اتر کر پہلے کنارے کی طرف جاتے ہوئے اس مسلح پہرے دار کے اندر پہنچ گیا۔ وہ قید خانہ کی سلاخوں والی کھڑکی کے پاس آکر قیدیوں سے کہہ رہا تھا "ادھر کیا دیکھ رہے ہو؟ وہ تمہارا باپ نہیں تھا۔ تمہارے باپ یا سرپرست آکر رقم ادا کریں گے تو تمہیں رہائی ملے گی۔"

ایک جوان نے کہا "میں نے اپنے باپ کا پتا اور فون نمبر تمہارے آقا کو بتا دیا تھا۔ پلیز میرے ڈیڈی کو فون کرو' وہ میری رہائی کے لئے ضرور تاوان دیں گے۔"

"تم سب کے ماں باپ اور سرپرستوں سے بات چل رہی ہے۔ صبر کرو' مقدر میں رہائی ہوگی تو رہائی ملے گی۔ موت ہوگی تو موت ملے گی۔"

میں اس جوان قیدی کے اندر آگیا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا۔ وہ پچھلے دو دن سے وہاں قید ہے۔ کچھ ایسے بوڑھے اور جوان لڑکے چار چھ دنوں سے ہیں۔ وہاں تین لڑکیاں ہیں' ایک لڑکی پچھلے دن سے ہے۔

اس جوان نے میری مرضی کے مطابق اس لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "شینا! دو دنوں میں یہاں میرا دم گھٹنے لگا ہے۔ تم اکیلی دنوں سے کیسے جی رہی ہو؟"

وہ بولی "اچھے دنوں کی امید میں جینا ہی پڑتا ہے۔"

میں شینا کے دماغ میں آگیا۔ اس کے خیالات نے کہا۔ وہ بگرامی آباد کے ملک اونر کی بیٹی ہے۔ وہ پشاور کے قریب آثارِ قدیمہ کی تلاش میں اترانے فیصل آباد سے آئی تھی۔ ان کھنڈرات کا تعلق مہاتما بدھ سے تھا اور وہ اس موضوع پر تھیسس لکھنا چاہتی تھی۔

ایک پروفیسر اور چند طلبا و طالبات کے ساتھ تھی لیکن بدقسمتی سے وہ ایک کھنڈر میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئی تھی۔ تصویریں اتارتی ہوئی وہ دوسری طرف نکل گئی تھی۔ اچانک دو اشخاص نے اسے پیچھے سے جکڑ لیا۔ اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر بازو میں ایک سرنج کی سوئی پیوست کردی۔ پھر اسے ہوش نہیں رہا کہ وہ کہاں سے کہاں پہنچائی جارہی ہے۔

آنکھ کھلی تو ایک بند گاڑی کی سیٹ پر پڑی ہوئی تھی۔ ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور منہ پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ ایک جگہ گاڑی روکی گئی تھی۔ دو خونخوار قسم کے قبائلیوں نے اس کے منہ پر سے پٹی ہٹا کر اسے کچھ کھانے پینے پر مجبور کیا۔ وہ رو رہی تھی اور پوچھ رہی تھی "مجھے کہاں لے جارہے ہو؟ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

ایک نے کہا "ہم معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی کسی پر ہاتھ ڈالتے ہیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے' تم ایک بہت بڑے بل اونر کی بیٹی ہو۔ تمہارا باپ تمہاری عزت بچانے اور رہائی دلانے کے لئے کم از کم دس لاکھ روپے ضرور دے گا۔"

شینا نے کھانے سے انکار کیا تو دوسرے نے کہا "ابھی تمہاری عزت اور جان دونوں سلامت ہیں۔ ہماری باتیں مانتی رہو گی تو اسی طرح سلامت رہو گی۔ ورنہ تمہاری جان سے پہلے تمہاری عزت جائے گی۔"

وہ عزت و آبرو کی خاطر کھانے پر مجبور ہوگئی۔ پنجہ خیل میں اسے ہر طرف خونخوار اور بے رحم چہرے نظر آئے۔ ان کے سردار نے کہا "ہمارا ایک نمائندہ تمہارے باپ سے معاملات طے کرے گا۔ تمہارا باپ جتنی جلدی رقم ادا کرے گا۔ اتنی ہی جلدی تمہیں رہائی نصیب ہوگی۔"

اس بات کو دس دن گزر چکے تھے۔ اور اب تک اس کی رہائی کے لئے رقم ادا نہیں کی گئی تھی۔ ایک ہفتے تک یہی خبر ملتی رہی کہ شینا کا باپ کاروبار کے سلسلے میں گیا ہوا ہے۔ اور یہ پتا نہیں چل رہا ہے کہ وہ کس ملک میں ہے۔

آٹھویں دن شینا کے سوتیلے بھائی سے رابطہ ہوا۔ نویں دن خبر ملی کہ سوتیلا بھائی فہیم درانی رقم لے کر پشاور پہنچ گیا ہے۔ دسویں دن کی صبح سردار نے شینا سے کہا تھا۔ آج آخری دن ہے۔ **کل** چھ بجے تک رقم نہ ملی تو تمام قبیلوں کے سرداروں کو دعوت دی جائے گی' وہ آئیں گے اور زیادہ سے زیادہ بولی دے کر تمہیں اپنے عیش کدے کے لئے لے جائیں گے۔

میں ندی کے اس پار کسان کے گھر میں آگیا۔ وہاں دو کمرے تھے۔ ایک بڑا کمرا میرے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ سردار کے ملازم بستر' چارپائی' کرسیاں اور ویڈیو کیسٹ ریکارڈر وغیرہ وہاں لے آئے تھے۔ کمرے کو میری رہائش کے قابل بنا رہے تھے۔ میں خیال خوانی کے لئے تنہائی چاہتا تھا۔ اس لئے دریا کنارے ایک پتھر پر آکر بیٹھ گیا۔ میں نے سردار کے پاس پہنچ کر اسے اپنے نمائندے سے

رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ اس نے فون کے ذریعے نمائندے کو مخاطب کرکے پوچھا "نعیم درانی کیا بولتا ہے؟ آج رقم دے گا یا نہیں؟"

نمائندے نے کہا "یہ خنزیر کا بچہ معاملے کو ٹال رہا ہے۔ ادھر پشاور میں اپنے غنڈوں کے ساتھ آیا ہے۔ میں اسے دھمکی نہیں دے سکتا۔ اس سے زبردستی رقم نہیں لے سکتا۔ میں اس کو بسن کے لئے غیرت دلاتا ہوں۔ وہ بے غیرت بولتا ہے 'بسن کو گولی مارو۔'"

میں نمائندے کے پاس پہنچ گیا۔ سردار اس سے کہہ رہا تھا "ٹھیک ہے۔ دس لاکھ نہ سہی 'کل اس کی بسن کی نیلامی ہوگی۔ کوئی نہ کوئی اس کے دو چار لاکھ دے دے گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے نمائندے کو نعیم درانی سے بات کرنے پر مائل کیا۔ اس نے فون پر اسے مخاطب کیا "ہیلو درانی صاحب! میں ایجنٹ بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ صاف ظاہر تھا۔ نعیم درانی کو سوتیلی بسن کی رہائی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نے نمائندے کے ذریعے پھر رابطہ کیا۔ میں اس کی آواز نہیں سن سکا تھا اور سننا ضروری تھا۔ اس بار جیسے ہی دوسری طرف سے ریسیور اٹھایا گیا۔ میں نے نمائندے کی زبان سے کہا "شینا کے باپ سے ہمارا براہِ راست رابطہ ہوگیا ہے۔ اگر اپنی بھلائی نہیں چاہتے ہو تو جہنم میں جاؤ۔ اب میں فون نہیں کروں گا۔"

وہ بولا "ٹھہرو ریسیور نہ رکھنا۔ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم فیصل آباد کے فون پر کسی سے بات نہیں کرو گے۔"

میں نمائندے سے ریسیور رکھوا کر نعیم درانی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ایک آوارہ اور عیاش نوجوان ہے۔ باپ دل کا مریض تھا' اس نے بیٹے کو دس لاکھ دے کر کہا تھا فوراً بسن کو واپس لے آؤ۔ لیکن وہ پہلے نو دنوں سے ایک طرف باپ کو اور دوسری طرف اغوا کرنے والوں کو ٹال رہا تھا۔ اس نے نو لاکھ روپے اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرادئے تھے۔ ایک لاکھ روپے لے کر آوارہ دوستوں کے ساتھ پشاور آیا تھا تاکہ باپ اس آسرے میں رہے کہ بیٹا بسن کی خاطر پشاور گیا ہے اور اسے واپس لے کر ہی آئے گا۔

اس نے سوچا تھا۔ اغوا کرنے والوں کو رقم نہیں ملے گی تو وہ شینا کو گولی مار دیں گے یا اسے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔ باپ کو بیٹی کی موت کی اور بے آبروئی کی خبر ملے گی تو وہ صدمہ برداشت نہیں کرسکے گا۔ دل کا مریض ہے' اسے بھی مرنے میں دیر نہیں لگے گی۔

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سوچنے لگا 'کیا کیا جائے؟ بے غیرت بھائی کو ابھی سزا دینے سے شینا کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اس علاقے میں ایک سردار میرا دشمن بنے گا تو تمام سردار بھی میرے دشمن بن جائیں گے' چاروں طرف دشمن ہوں گے تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا بچاؤ نہیں کرسکوں گا۔ سیکڑوں ہزاروں گولیاں برسیں تو دو چار گولیاں مجھے ضرور لگیں گی۔

شام کے چھ بج رہے تھے۔ صبح چھ بجے تک شینا کی سلامتی تھی۔ ان درمیانی بارہ گھنٹوں میں اس کے لئے کچھ کرسکتا تھا' اس کے لئے ہر پہلو سے غور کررہا تھا۔ میں نے معلوم کیا تھا' سردار نے اسلحہ اور بارود کا ذخیرہ کہاں رکھا ہے۔ میں خانِ اعظم کی حویلی کی طرف یہاں بھی دھماکے کرتا تو پولیٹیکل ایجنٹ اور دوسرے تمام سردار مجھ پر شبہ کرتے کہ میں جہاں جاتا ہوں وہاں ایسی ہی بھیانک تباہی آتا ہوں۔

رات دس بجے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہاں صاحبزادہ اقتدار صرف سردار ہے۔ باقی سب محکوم ہیں۔ وہ رات کو دن کہتا ہے تو سب ہی دن کہتے ہیں۔ اگر میں اس ایک شخص کی کھوپڑی اڑا دوں۔ اسے ایک شریف اور مہذب انسان بنا دوں تو اس کے سب محکوم بھی شرافت دکھانے پر مجبور ہوجائیں گے۔

جب وہ سونے کے لئے بستر پر آیا تو میں نے اس پر عمل کیا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کیا کہ آئندہ وہ ایک ہاتھ میں تسبیح اور دوسرے ہاتھ میں ریوالور نہیں پکڑے گا۔ دو غلی حرکتوں سے باز آجائے گا۔ ریوالور پھینک کر صرف تسبیح اور ایمان کا ہو کر رہے۔ معصوم اور بے گناہ انسانوں کو اغوا نہیں کرائے گا۔ جو اس کی زد میں ہیں۔ انہیں رہا کرکے بحفاظت ان کے گھروں تک پہنچانے کا انتظام کرے گا۔ آئندہ وہ میرا دوست بن کر رہے گا اور میرے مشوروں پر عمل کرتا رہے گا۔

میں نے اچھی اچھی باتیں اس کے ذہن میں نقش کرکے اسے سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر نعیم درانی کے پاس پہنچا۔ وہ ایک مہنگے ہوٹل کے کمرے میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ میں نے اسے باپ سے فون پر باتیں کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے' رابطہ قائم ہونے پر ایک ملازم کی آواز سنائی دی' اس نے کہا "میں پشاور سے نعیم بول رہا ہوں' ابو کو فون دو۔"

تھوڑی دیر بعد اس کے باپ وسیم درانی کی آواز سنائی دی' وہ بول رہا تھا "بیٹے! کوئی خوشخبری سناؤ۔ شینا کی جدائی نے مجھے بستر سے لگا دیا ہے۔"

"کس شینا کی بات کررہے ہیں۔ وہ درندوں کی بستی میں ہے۔ اس کی آبرو کی دھجیاں اڑ چکی ہوں گی۔ وہ واپس آئے گی تو ہم رشتے داروں اور کاروباری حلقوں میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ میرا نیک مشورہ ہے کہ آپ اس پر فاتحہ پڑھ لیں۔"

میں اس کے باپ وسیم درانی کے دماغ میں تھا۔ وہ دل کا مریض تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا' وہ صدمہ سے مرجائے۔ اس لئے اس کے اندر رہ کر حوصلہ پیدا کررہا تھا۔ اس نے بیٹے سے کہا "تم کیا کہہ رہے ہو؟ ہوش میں تو ہو؟"

"پہلے ہوش میں نہیں تھا۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ ایک

تاوان نہیں دینا چاہتا ہوں۔ لیکن آپ نے کار کے لئے مجھے پانچ لاکھ نہیں دئے۔ اور بیٹی کے لئے دس لاکھ روپے نکال کر دے دیئے۔ لیکن میں احمق نہیں ہوں۔ میں نے ایک آبرو باختہ لڑکی کے دس لاکھ ضائع نہیں کئے۔ وہ رقم اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرادی ہے۔ آپ کو یہی مشورہ دینے کے لئے فون کیا ہے کہ آپ بیٹی کے لئے صبر کریں۔ وہ ہمارے لئے مرچکی ہے۔ میں اسی لئے پشاور میں ہوں کہ وہ کسی طرح زندہ لوٹے گی تو اسے گولی مار دوں گا۔ ایک مردہ بیٹی کا ماتم کریں گے تو دنیا آپ کے غم میں شریک ہوگی۔ زندہ بیٹی کی واپسی پر خوش ہوں گے تو دنیا والے اس پر کیچڑ اچھالیں گے۔ آپ عقل سے کام لیں۔ صبر کریں اور اسے شرم سے مرجانے دیں۔"

میں وسیم درانی کے اندر بھڑکنے والے غصے کو دبا رہا تھا۔ اس کی سوچ میں سمجھا رہا تھا "مجھے غصے اور جنون میں نہیں آنا چاہئے۔ سمجھداری سے کام لینے کا وقت ہے۔ مجھے اپنی بیٹی کی رہائی کے لئے خود وہاں جانا چاہئے۔ میں اتنا بیمار نہیں ہوں کہ اپنی عزت اور غیرت کے لئے پشاور تک نہ جاسکوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ کچھ سوچا پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ ایک اعلیٰ پولیس افسر سے رابطہ قائم کرکے اسے اپنے بیٹے نعیم کے متعلق بتایا کہ وہ پشاور کے ایک ہوٹل میں ہے' اس نے دس لاکھ کا فراڈ کیا ہے۔ اسے پشاور پولیس کی مدد سے گرفتار کرکے فیصل آباد لے آئیں۔ افسر نے کہا "درانی صاحب! اطمینان رکھیں۔ وہ صبح تک آپ کے سامنے ہوگا۔"

"میں شاید صبح تک یہاں نہ ملوں۔ آپ میری واپسی تک اسے حراست میں رکھیں' اس سے دس لاکھ روپے کا حساب لیں اور اسے ایسی سزا دیں کہ میری سوسائٹی میں بدنامی نہ ہو اور وہ بھی آئندہ ایسی حرکتوں سے توبہ کرلے۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ پھر ایک ہل اور نر دوست سے رابطہ کیا۔ اسے اپنے بیٹے کے متعلق بتایا' دوست نے کہا "فی الحال بیٹے کو بھول جاؤ۔ اپنی شینا بیٹی کے لئے ہمیں خود وہاں جانا چاہئے۔"

"میں نے اسی لئے فون کیا ہے۔ میرے پاس گھر میں نقد پندرہ لاکھ ہیں' تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟"

"میرے پاس بھی اتنی ہی رقم ہوگی۔ میں صبح کی فلائٹ میں دو سیٹیں بک کراتا ہوں۔ تم اغوا کرنے والوں کو اطلاع دو کہ رقم لے کر آرہے ہو۔"

میں نے سردار پر جیسا تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے بعد رقم کی ادائیگی ضروری نہ ہوتی۔ تمام قیدی مفت میں رہا ہوجاتے۔ اس کے باوجود میں نے سوچا وہ دونوں سرمایہ دار زیادہ سے زیادہ رقم لے آئیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ رقم واپس جاسکتی تھی اور نیک کاموں میں خرچ بھی ہوسکتی تھی۔

اس رات میں اپنوں کی خیریت معلوم کرکے آرام سے سوگیا۔ صبح دیر سے ہونے والا تھا جس کے لئے میدان ہموار کرچکا تھا۔ مگر ہمیشہ وہ نہیں ہوتا جس کی تدبیر کی جاتی ہے۔ کبھی کبھی تقدیر بھی اپنی ضد پوری کرلیتی ہے۔ دوسری صبح اس قبیلے کا سردار بدل گیا۔ جس پر تنویمی عمل کیا تھا' اسے قتل کردیا گیا۔ اس کے بھائی جرار خان نے اسے قتل کرکے سرداری کا منصب سنبھال لیا۔

جرار خان پچھلے چھ برس سے افغانستان کے شمالی شہر قرغنہ میں تھا۔ یہ شہر روسی سرحد کے قریب تھا۔ وہاں روسی ایجنٹوں اور تخریب کاروں کی ایک جماعت میں شامل ہوکر سیاسی داؤ پیچ سیکھتا رہا تھا۔ وہاں رہ کر یہ سمجھ میں آیا کہ جب تک بھائی زندہ رہے گا اسے قبیلے کی سرداری نہیں ملے گی۔ وہ پچھلی رات اچانک قبیلے میں آیا تھا اور اپنے سردار بھائی کو نیند کی حالت میں قتل کرکے اس کے مسلح محافظوں کو پچاس پچاس ہزار روپے دیئے اور انہیں اپنے اعتماد میں لے لیا تھا۔ پھر صبح ہوتے ہی اپنی سرداری کا اعلان کردیا تھا۔

میں نیند سے بیدار ہوا تو میزبان کسان نے بتایا کہ قبیلے کا سردار بدل گیا ہے۔ میں نے مقتول سردار کے دستِ راست کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ اس کی وفاداری بدل گئی تھی۔ اب وہ نئے سردار کا دستِ راست بن گیا تھا اور سردار جرار خان کو موجودہ آمدنی کے ذرائع بتا رہا تھا۔ ان میں ایک موجودہ ذریعہ وہ تمام اغوا کئے ہوئے قیدی تھے' جن سے لاکھوں روپے وصول ہونے والے تھے۔

جرار خان نے کہا "تمام قبیلوں کے سرداروں کے پاس اپنے آدمی روانہ کرو۔ انہیں خوش خبری سناؤ کہ جرار خان سردار بن چکا ہے۔ اور اس خوشی میں چند حسیناؤں کو نیلامی کے لئے پیش کیا جائے گا۔ آج شام کے چھ بجے نیلامی شروع ہوگی۔"

میں محتاط اور گمنام رہ کر قیدیوں کی رہائی کے لئے کوشش کرچکا تھا۔ اب کسی حد تک کھل کر سامنے آنے کی ضرورت تھی۔ میں نے سلمان' سلطانہ' لیلیٰ اور جوجو کو بلایا۔ انہیں سمجھایا کہ قیدیوں کو وہاں سے رہائی کیسے دلائی جاسکتی ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے تمام دشمنوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے کیونکہ سلمان' سلطانہ' لیلیٰ اور جوجو یورپ کی بیشتر زبانیں جانتے تھے لیکن ایشیائی زبانوں کو بالکل نہیں سمجھ سکتے تھے۔

صرف ایک آسانی تھی۔ افغانستان اور روس کی سرحدوں سے انگریزی بولنے والے اسمگلر آتے جاتے رہتے تھے اور ان قبائلیوں کو پونڈز اور ڈالروں کی صورت میں منافع پہنچاتے تھے۔ چرس اور ہیروئن لے جاتے تھے۔ اس لین دین میں وہاں کے سرداروں اور ان کے خاص حواریوں نے تھوڑی بہت انگریزی سیکھ لی تھی۔ میں نے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو اسی ایک زبان کے سہارے جرار خان اور اس کے دو چار حواریوں کے دماغوں میں پہنچا دیا۔ اور آپس میں یہ طے کرلیا کہ جتنے دشمنوں کے اندر رہم پہنچ چکے ہیں۔ انہیں آخر وقت تک زندہ رکھیں گے۔ تاکہ

ان کے ذریعے قیدیوں کو رہا کرایا جا سکے۔

پھر میں نے جرار خان کو مخاطب کیا "ہیلو قاتل خان؟"

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر سوچا "کیا میں اپنے اندر خود کو ہیلو کہہ رہا ہوں؟"

"تمہارے اندر ٹیلی پیتھی کا علم بول رہا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "ٹیلی پیتھی!"

"ہاں تم علاقہ غیر کے باہر چھ برس فرغنہ میں رہ چکے ہو۔ روسیوں کے ایجنٹ بن کر آئے ہو۔ ٹیلی پیتھی کے علم کے متعلق کچھ تو سنا ہو گا؟"

"ہاں۔ سنا ہے کوئی دماغ کے اندر آ کر بولتا ہے۔"

"تو پھر میں بول رہا ہوں۔ تم اتنی دیر سے کس کی باتوں کے جواب میں بول رہے ہو؟"

"ہاں سمجھ گیا۔ تم کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو لیکن ادھر کیسے آئے ہو؟"

"تمہاری عاقبت سنوارنے آیا ہوں۔ تم نے انوا کرنے والوں کو قید کر رکھا ہے۔ ان میں جو حسین لڑکیاں ہیں' ان کی نیلامی کرنے والے ہو۔"

"بے شک' یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔"

"اب نہیں ہو گا۔ انہیں آزاد کر دو۔"

"ارے تم مجھے لاکھوں روپے بھینک دینے کو کہہ رہے ہو؟ کیا مجھے پاگل سمجھتے ہو؟"

"تم سے بڑا پاگل تو کوئی ہو نہیں سکتا۔ یہ دیکھو' تم اپنے دستِ راست سے کہہ رہے ہو کہ تم سے کچھ فاصلے پر جو مسلح حواری کھڑا ہے اسے گولی مار دی جائے۔"

پھر میں نے اسے بولنے پر مجبور کیا۔ وہ اپنے دستِ راست سے بولا "کیا تم میرے وفادار ہو؟"

"بے شک وفادار ہوں۔"

"کیا میرے حکم پر کسی کو بھی گولی مار سکتے ہو؟"

"حکم کرو آقا۔"

"وہ سامنے جو لال پگڑی والا شخص کھڑا ہے اسے گولی مار دو۔"

دستِ راست نے پریشان ہو کر کہا "آقا! وہ میرا بھائی ہے۔"

"میں نے حکم دیا ہے۔ رشتہ نہیں پوچھا ہے۔"

"آقا! ہم اپنی سلامتی کے لئے ہتھیار اٹھاتے ہیں اور زندگی گزارنے کے لئے تمہاری غلامی کرتے ہیں۔ میرا بھائی بھی تمہارا وفادار غلام ہے۔ اگر اس کی وفاداری میں فرق آئے گا تو میں اسے ضرور گولی ماروں گا۔ تم اس کا قصور بتاؤ؟"

جرار خان نے دوسرے حواری سے کہا "یہ بحث کر رہا ہے' تم حکم کی تعمیل کرو' اس پر فائر کرو۔"

حواری نے حکم کی تعمیل کے لئے اپنی گن سیدھی کی لیکن اس سے پہلے کہ وہ گولی چلاتا دستِ راست نے اسے گولی مارتے ہوئے

جرار خان کو نشانے پر رکھ لیا اور کہا "تم نے کل رات ہمارے آدمی کو قتل کر دیا۔ اب میرے بھائی کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم پاگل ہو۔"

میں نے جرار خان سے کہا "دیکھو یہ دستِ راست بھی تمہیں پاگل کہہ رہا ہے۔ میں نے تمہارا پاگل پن ثابت کر دیا ہے۔"

وہ اپنے دستِ راست کی گن کے نشانے پر تھا۔ اس نے بولا "میں نے تمہارے بھائی کو مارنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ میرے دماغ کے اندر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ ابھی اس نے یہ حکم دیا تھا۔"

"جرار خان! تم سچ مچ پاگل ہو۔ ابھی تم نے میرے سامنے حکم دیا تھا۔ اور کہتے ہو تمہارے دماغ کے اندر کوئی چھپا ہوا ہے۔ وہ تم میں کتنا چھوٹا ہے کہ تمہارے دماغ میں جا کر چھپ گیا ہے؟"

"میں تمہیں کیسے سمجھاؤں؟ ٹیلی پیتھی ایک علم ہے۔ اپنا علم جاننے والا خیال خوانی کے ذریعے ہمارے تمہارے خیالات پڑھ لیتا ہے اور ہم سے زبردستی اپنی بات منوا لیتا ہے۔"

"جرار خان! تم موت کو سامنے دیکھ کر بکواس کر رہے ہو۔ مگر یہ موت نہیں ٹلے گی۔ اگر تم زندہ رہ گئے تو سردار کی حیثیت سے مجھے اور میرے بھائی کو مار ڈالو گے۔"

وہ جرار خان کو گولی مارنا چاہتا تھا لیکن ہم نے طے کیا تھا کہ اپنے کسی آلۂ کار کو پہلے مرنے نہیں دیں گے۔ اس لئے میں نے دستِ راست کا نشانہ بہکا دیا۔ جرار خان اچھل کر دوسری طرف گیا پھر اس نے جوابی فائرنگ کی۔ ہم تمام خیال خوانی کرنے والے ایک ایک آلۂ کار کے دماغ میں تھے۔ انہیں ایک دوسرے سے بچا رہے تھے اور ان پر فائرنگ کر رہے تھے جو ہمارے آلۂ کار نہیں بن سکتے تھے۔

دشمن جہنم میں پہنچ رہے تھے اور ہمارے آلۂ کاروں کی لاشیں پارٹیاں بن گئی تھیں۔ ایک پارٹی میں جرار خان کے کچھ جانی دشمن تھے۔ دوسری پارٹی میں کچھ مسلح افراد دستِ راست کا ساتھ دے رہے تھے۔ آدھے گھنٹے میں کتنی ہی لاشیں زمین بوس ہو گئیں۔ چونکہ فائرنگ کرنے والے ہمارے قابو میں تھے اس لئے ہماری مرضی کے مطابق انہوں نے فائرنگ روک دی۔

وہ تعداد میں پانچ رہ گئے تھے۔ ہم خیال خوانی کرنے والے بھی پانچ تھے۔ ہم انہیں پانچ ویگنوں اور پجیرو میں بٹھا کر بندی کنارے لائے۔ جرار خان نے قید خانے کے پہرے داروں کو حکم دیا کہ تمام قیدیوں کو لاکر گاڑیوں میں بٹھایا جائے اور ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کی جائے۔

حکم کی تعمیل کی گئی۔ نوجوان لڑکیوں' لڑکوں اور بوڑھوں کو گاڑیوں میں بٹھایا گیا۔ میں بھی ایک گاڑی میں بیٹھ گیا۔ یہ قافلہ وہاں سے روانہ ہوا اور علاقہ غیر سے نکل کر آیا۔ پولیٹیکل ایجنٹ نے ریسٹ ہاؤس سے باہر آ کر دستِ راست سے مصافحہ کیا۔ پھر پوچھا "کیا یہ وہی قیدی ہیں جنہیں اغوا کر کے پیچہ خیل پہنچایا گیا تھا؟"

"ہاں۔ یہ وہی ہیں' اور ہم انہیں حفاظت سے واپس لے جا رہے ہیں۔"

"کیا ان کے سرپرستوں نے رقم ادا کر دی ہے؟ لیکن رقم کی ادائیگی تو میرے ذریعے ہوتی ہے۔"

میں نے دستِ راست کی زبان سے کہا "ادائیگی ہو چکی ہے' کیا اپنا کمیشن چاہتے ہو؟"

وہ بولا "یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟"

میں نے کہا "جاؤ پہلے مسٹر ارسلان کے تیس ہزار لے آؤ۔"

وہ ریسٹ ہاؤس کے اندر گیا۔ سلمان جرار خان پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ میں نے کہا "ان پانچ آلۂ کاروں میں سے ایک کم کرو۔ ایک حواری کو گولی مار کر اس دستِ راست کے دماغ میں آؤ۔ میں دوسری طرف مصروف رہوں گا۔"

سلمان نے ایک حواری کو ختم کیا۔ اس کے اندر لیلیٰ تھی' وہ بری جگہ۔ دستِ راست کے دماغ میں آئی۔ میں پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس آ گیا۔ اس نے ایک آئرن سیف میں بارہ لاکھ روپے' دس ہزار پونڈ اور اٹھارہ ہزار ڈالر رکھے تھے۔ وہ ہر ماہ کے آخر میں ایسی نقد رقمیں لے کر شہر کے بینکوں میں اور کچھ کالی تجوریوں میں جمع کرتا تھا۔ اس نے تمام رقم نکال کر ایک اٹیچی میں رکھی اور اسے لے کر میرے ساتھ پجیرو میں آ بیٹھا۔ تمام گاڑیاں آگے پیچھے چلنے لگیں۔

ہم پانچ خیال خوانی کرنے والے اپنی اپنی گاڑی میں بیٹھے ہوئے قیدیوں سے کہہ رہے تھے "تم سب قیدی نہیں رہے۔ اب آزاد ہو۔ ہم تمہیں پشاور لے جا رہے ہیں۔ وہاں تمہارے سرپرستوں سے رابطہ کر کے انہیں بلا کر تمہیں ان کے حوالے کیا جائے گا۔"

وہ آزادی کی خوشخبری سن رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ راستے میں کھاتے پیتے ہنستے بولتے جا رہے تھے۔ میں نے آئی جی کو اطلاع دی کہ میں مجرموں کو اغوا ہونے والوں کے ساتھ لا رہا ہوں۔ ان میں بل اونر وسیم درانی کی بیٹی شینا بھی ہے۔

جب ہم پشاور شہر میں داخل ہوئے تو آئی جی نے پولیس پارٹی کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ میں نے سوچ کے ذریعے آئی جی سے کہا "ان میں میرا ایک خاص بندہ ارسلان ہے جسے آلۂ کار بنا کر میں اس سے اپنا کام نکالتا ہوں۔ آپ اسے زیادہ دیر نہ روکیں۔ پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس جتنی رقم ہے اسے قومی خزانے میں جمع کرا دیں۔"

آئی جی نے پجیرو کے پاس آ کر پوچھا "مسٹر ارسلان کون ہیں؟"

میں نے گاڑی سے اتر کر مصافحہ کیا۔ پانچ مجرموں کی نشاندہی کہ انہیں ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔ آئی جی نے مجھ سے کہا "مسٹر ارسلان! قانونی کارروائی کرنے اور اغوا ہونے والوں کے سرپرستوں سے رابطہ کرنے میں گھنٹوں لگ جائیں گے۔ آپ میری رہائش گاہ میں چل کر آرام کریں۔"

میں نے جانے سے پہلے شینا کو بتایا کہ اس کے والد کس ہوٹل میں ہیں۔ کمرا نمبر اور فون نمبر بھی بتایا۔ پھر پولیٹیکل ایجنٹ سے کہا۔ "تم بڑے عہدے پر ہو' اپنے بچاؤ کی کوشش کرو گے لیکن تمہارے دماغ پر فرہاد علی تیمور سوار ہے۔ تحریری طور پر اپنے تمام جرائم کا اعتراف کر لو۔ ورنہ فرہاد کو اقبالِ جرم کرانا آتا ہے۔"

میں نے آئی جی کی رہائش گاہ میں آ کر غسل کیا۔ لباس تبدیل کر کے کچھ کھایا۔ پھر کمرے کا دروازہ بند کر کے نورزمان کی خبر لی۔ وہ ماں اور بہن کو لے کر پشاور آ گیا تھا۔ جس ہوٹل میں ملازم تھا۔ اس کے مالک نے انہیں سر چھپانے کے لئے عارضی جگہ دے دی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے آئی جی کو نورزمان کے متعلق تفصیل سے بتایا پھر کہا "آپ ان کی رہائش کا انتظام کر دیں۔ پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس میرے تیس ہزار روپے تھے۔ وہ رقم نورزمان کو دے کر اسے کاروبار کرنے کا مشورہ دیں۔"

آئی جی نے وعدہ کیا کہ آج ہی ان کی رہائش کا معقول بندوبست ہو جائے گا اور نورزمان کو تیس ہزار روپے مل جائیں گے۔ پھر میں نے کہا "آپ وسیم درانی کو بتا دیں کہ فرہاد نے ان سب قیدیوں کو رہا کرایا ہے اور وہ تھوڑی دیر بعد ان کے دماغ میں آ کر ضروری باتیں کرے گا۔"

اس کے بعد پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس آیا۔ وہ کسی جرم کو تسلیم نہیں کررہا تھا۔ میں نے اس پر قبضہ جمایا۔ وہ کاغذ قلم لے کر اپنے ایک ایک جرم کی تفصیل لکھنے لگا۔ آخر میں تمام جرائم کو قبول کرکے اپنے دستخط کئے۔ ایک اعلیٰ افسر نے آئی جی کی موجودگی میں وہ اعتراف نامہ لے لیا۔

اس کے بعد پولیٹیکل ایجنٹ نے آئی جی سے اجازت لے کر فون کے ذریعے کافور خان سے رابطہ کیا پھر کہا "میں زرتاج خان بول رہا ہوں۔ اب پولیٹیکل ایجنٹ نہیں ہوں۔ فرہاد علی تیمور نے مجھے بے نقاب کردیا ہے۔ شاید تم فرہاد اور اس کی ٹیلی پیتھی کے متعلق نہیں جانتے۔"

کافور خان نے کہا "میں نے کبھی ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ سنا تھا۔ مگر ایسے علم پر کبھی یقین نہیں کیا۔"

"خانِ اعظم! اسی بے یقینی نے تمہیں تباہ کیا ہے۔ تمہاری حویلی میں جو ارسلان نامی مہمان آیا تھا۔ وہ نجومی نہیں بلکہ فرہاد کا آلۂ کار تھا۔ وہ تمہیں علمِ نجوم کے چکر میں ڈالتا رہا اور فرہاد تم لوگوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر جنونی حرکتیں کراتا رہا۔ تم نے اس کا معمول بن کر اپنے کتوں کو مار ڈالا اور نورزمان اور اس کی ماں کو رہا کردیا۔"

کافور خان نے حیرانی سے پوچھا "کیا ہم ٹیلی پیتھی کا شکار تھے؟"

"ہاں اسی ٹیلی پیتھی سے سحرزدہ ہوکر بیرم خان نے خود کو بری طرح زخمی کیا اور تم تینوں بہن بھائیوں نے اسی علم کے ذریعے غائب دماغ ہوکر اپنی حویلی کو آگ لگادی۔"

وہ حیرانی اور بے یقینی سے سن رہا تھا۔ یقین آرہا تھا مگر یقین نہیں کرنا چاہتا تھا کہ حویلی' سونا چاندی' ہیرے جواہرات اور کروڑوں کے قریب نقد رقم کو اپنے ہاتھوں سے آگ لگا چکا ہے۔

زرتاج خان نے کہا "سوچتے رہو۔ ابھی فرہاد تمہارے دماغ میں آرہا ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں کافور خان کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بڑی حویلی کے ایک بڑے شاندار کمرے میں اپنی بہن مرجینا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ بستر پر بیرم خان لیٹا ہوا تھا۔ حویلی کی تباہی کے بعد وہ اپنی آدھی دولت اور جائداد سے محروم ہوگئے تھے لیکن علاقہ غیر کی اس بڑی حویلی میں ابھی اتنی دولت تھی کہ وہ اب بھی غرور سے سر اٹھا کر اور سینہ تان کر چل سکتے تھے۔

مرجینا نے پوچھا "برادر! یہ فون پر ٹیلی پیتھی کا کیا ذکر ہورہا تھا؟"

کافور خان نے کہا "تم لندن اور پیرس میں رہ چکی ہو۔ کیا وہاں ٹیلی پیتھی کا ذکر کبھی سنا تھا؟"

"کئی بار سن چکی ہوں۔ وہاں اس موضوع پر معلوماتی کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ لیکن میں نے نہیں پڑھیں۔ یہ مجھے قصہ کہانیوں

والی بات لگتی ہے۔"

"ابھی پولیٹیکل ایجنٹ کہہ رہا تھا' فرہاد نامی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہم سے پاگل پن کی حرکتیں کرا رہا تھا۔ وہ مہمان نجومی نہیں فرہاد کا ایک آلۂ کار تھا۔"

وہ جو کچھ فون پر میرے متعلق سن چکا تھا۔ وہ انہیں بتانے لگا۔ بیرم خان نے کہا "اب سمجھ میں آرہا ہے۔ اس کم بخت نے ہمارے کا زائچہ نہیں بنایا تھا۔ ہمیں ستاروں کی چال میں الجھا کر ہم مصیبتوں مبتلا کررہا تھا۔ اس نے ہمارے گھر میں اور ہمارے دماغوں میں گھس کر بری طرح تباہ کیا ہے' آخر اسے ہم سے کیا دشمنی ہے؟"

کافور خان نے کہا "وہ بزدل دشمن ہے' اس نے چھپ کر ہم پر حملے کئے ہیں۔"

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ خلا میں تکتے ہوئے بولا "کیا میرے دماغ میں فرہاد آگیا ہے؟"

"ہاں میں بول رہا ہوں۔ بزدل میں نہیں' تم ہو۔ طاقت کے غرور میں غریبوں اور کمزوروں پر ظلم کرتے ہو۔ انہیں زندگی بھر کے لئے غلام بنا لیتے ہو۔ ان کی حسین بہنوں اور بیٹیوں کو اغوا کرا کے حرم سرا میں لے جاتے ہو۔"

وہ خاموشی سے سن رہا تھا۔ بیرم خان نے پوچھا "کیا فرہاد دشمنی کے لئے آیا ہے؟"

میں نے بیرم خان کے پاس آکر اس کی زبان سے کہا "میں فرہاد ہوں۔ اور بیرم خان کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تاکہ تم تینوں بزدل باتیں سن سکو۔"

میں نے وہی بزدلی والی باتیں دہرائیں اور کہا "تم لوگ صرف بزدل ہی نہیں' بے ایمان بھی ہو۔ نورزمان سے بیس ہزار روپے وصول کرنے کے بعد ماں بیٹے کو مار ڈالنا چاہتے تھے۔ تم لوگ صرف بے ایمان ہی نہیں' شیطان بھی ہو۔ چودہ برس کی ایک معصوم لڑکی کو برباد کرنا چاہتے تھے۔ پھر پوچھتے ہو مجھے تم سے کیا دشمنی ہے' جواب دو کہ ایک غریب نورزمان اور اس کی بہن سے تمہیں کیا دشمنی ہے؟"

کافور خان نے کہا "تم جن باتوں کو غلط سمجھ کر اعتراض کررہے ہو' یہ ہمارے علاقے میں صدیوں سے رائج ہیں۔ راجا اور رعایا دور گزر گیا ہے لیکن جاگیرداروں کی حکومت اور دہقانوں کی محکومیت کا دور باقی ہے اور باقی رہے گا۔"

میں نے کہا "فرعون اور حضرت موسیٰ کا دور بھی جاری ہے اور تمہارے جیسے فرعونوں کے لئے کوئی موسیٰ ضرور پیدا ہورہا ہے۔"

"فرہاد صاحب! ہماری طرح تم بھی اپنی ایک طاقت رکھتے ہو۔ ہماری دنیا میں یہی ہوتا آیا ہے اور ہورہا ہے کہ ہم تمام طاقتور خود کو سپر پاورز کیوں نہ ہوں' آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف طاقت کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن عام لوگوں کو محکوم بنا کر رکھنے کے لئے بڑی طاقتیں ایک ہوجاتی ہیں۔ اور ایک دوسرے کی طاقت کو دوگنا کرکے اپنی برتری قائم رکھتی ہیں۔ ہم اور آپ بھی ایک ہوسکتے ہیں ایک دوسرے کی طاقت کو دوگنا کرسکتے ہیں۔"

"سوری مجھے حکومت کرنے اور برتری قائم رکھنے کا شوق نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم نے نورزمان اور گل جاناں کو دل و دماغ سے نکال دیا ہے۔ اب تو تمہیں ہم سے دشمنی نہیں رہے گی؟"

"دشمنی رہے گی۔ ابھی حساب باقی ہے۔"

"کیسا حساب؟"

"تم نے بڑی حویلی میں جو حرم سرا بنائی ہے۔ اسے آباد رکھنے کے لئے غریب کسانوں اور مزدوروں کے گھروں سے بہو بیٹیاں اٹھا کر لاتے ہو۔"

"ہم نے وہ عیش کدہ ختم کردیا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں چور خیالات پڑھ کر جھوٹ اور فریب کو سمجھ لیتا ہوں۔ اس وقت تمہاری حرم سرا میں ستائیس حسین عورتیں ہیں۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "ہاں۔ مگر میں ان پر جبر نہیں کرتا ہوں۔ یہ راضی خوشی رہتی ہیں۔ میں ان میں سے ہر عورت کے بوڑھے والدین کو ماہانہ تین سو روپے دیتا ہوں۔"

"کیا تم ماہانہ تین سو میں اپنی بہن دوگے؟"

وہ اچھل پڑا۔ غصے دہاڑتا ہوا بولا "تو میری بہن تک پہنچ رہا ہے۔ مرد کا بچہ ہے تو سامنے آ۔"

"کیا تم مرد کے بچے ہو؟"

وہ سینہ ٹھونک کر بولا "ہاں سامنے آ۔ میں تجھے بتاؤں گا کہ میں کیسا مرد کا بچہ ہوں۔"

"میں اپنی ماں کا بچہ ہوں۔ تعجب ہے' کسی مرد نے تمہیں کیسے پیدا کیا ہوگا!"

"آں؟" وہ پہلے تو بوکھلایا' پھر گرجتے ہوئے بولا "باتوں سے الو بناتا ہے۔ خنزیر کے....."

گالی پوری ہونے سے پہلے ہی میں اس کی زبان دانتوں کے درمیان لے آیا۔ زبان کٹ کر الگ تو نہیں ہوئی۔ لیکن تکلیف دہ لگی ہوئی۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ادھر سے ادھر تڑپ کر جانے لگا۔ مرجینا نے پریشان ہوکر پوچھا "برادر! کیا ہوا؟"

میں نے بیرم خان کی زبان سے کہا "برادر کو بولو۔ زبان سنبھال کر گفتگو کرے۔ ورنہ دوسری بار یہ کٹ کر الگ ہوجائے گی۔"

"پلیز مسٹر فرہاد! ہم سے دشمنی نہ کرو۔"

"اپنے بھائیوں سے کہو' عزت آبرو کے دشمنوں سے کہو کہ ان ستائیس عورتوں کو آزاد کریں۔ اب وہ آزادی کے بعد شریف گھرانوں میں بیاہی نہیں جائیں گی۔ لہٰذا اپنے طور پر زندگی گزارنے کے لئے ہر عورت کو پانچ لاکھ روپے ادا کریں۔"

وہ حیرانی سے چیخ کر بولی "پانچ لاکھ! تم ایسی عورتوں کو پانچ لاکھ دینے کو کہہ رہے ہو' جنہیں کبھی پانچ روپے بھی نصیب نہیں ہوتے۔"

"رقم نہ دیکھو۔ عورت ہوکر عورت کی آبرو کا حساب کرو۔ آبرو کو نہیں سمجھو گی تو میں تمہارے بھائیوں کی آنکھوں کے سامنے تمہیں کوٹھے پر پہنچا دوں گا۔"

کافور خان اتنی دیر میں بولنے کے قابل ہوا۔ اس نے کہا۔ "مرجینا! تم اس سے نہ بولو۔ میں فرہاد سے کہتا ہوں' ان عورتوں کو ابھی حرم سرا سے نکال دوں گا۔ گزارے کے لئے انہیں کچھ رقم بھی دے دوں گا۔ اس کے بعد تم کبھی ادھر نہ آنا۔"

"میں نے ہر عورت کے لئے جتنی رقم مقرر کردی ہے' اتنی ہی دوگے؟"

وہ بولا "تم ہوش میں نہیں ہو یا دولت کو مٹی دھول سمجھتے ہو۔ ہر عورت کو پانچ لاکھ دینے کا مطلب یہ ہوا کہ ستائیس عورتوں کو ایک کروڑ پینتیس لاکھ روپے ادا کئے جائیں۔ اور میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے۔"

"تمہارے پاس اس سے زیادہ ہے۔ تمہاری علاقہ غیر کی ایک خفیہ تجوری میں اسی ہزار پونڈ' دو لاکھ ڈالر' ستر لاکھ روپے' پندرہ کلو سونے کے بسکٹ' تقریباً پچاس لاکھ روپے کے ہیرے جواہرات' یہاں کی سوا ایکڑ زمین اور علاقہ غیر کی پچیس ایکڑ زمینوں کے کاغذات ہیں۔ پشاور اور اسلام آباد کے بینکوں میں نوّے لاکھ روپے علیحدہ ہیں۔"

میں اس کی دولت اور جائداد کا اتنا پکا حساب بتا رہا تھا کہ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا' پھر وہ بولا "تت..... تم کیسے جانتے ہو؟"

"میں کہہ چکا ہوں خیال خوانی کے ذریعے کسی کے بھی چور خیالات پڑھ کر اس کے دل کا اور تجوری کا راز معلوم کرلیتا ہوں۔ اگر تم نے ان تمام عورتوں کو مقررہ رقم ادا نہ کی تو میں تمہاری وہ تجوری خالی کرادوں گا۔"

"کیسے خالی کراؤ گے؟ میرے سوا کوئی اس تجوری کو نہیں کھول سکتا۔ وہ مخصوص نمبروں سے کھلتی ہے اور وہ نمبر صرف میں جانتا ہوں۔"

میں نے کہا "تجوری کے ہینڈل کے پاس ڈائلنگ سسٹم ہے۔ تم پہلے ڈبل زیرو ڈبل ون ڈائل کرتے ہو تو ایک ننھی سی سرخ روشنی آن ہوتی ہے۔ پھر تم ون سیون ون سکس ون ٹو ڈائل کرکے ہینڈل گھماتے ہو تو تجوری کھل جاتی ہے۔"

پھر اس کا منہ کھل گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بولا۔ "میرا سر چکرا رہا ہے۔ تم جادوگر ہو۔ اتنے اندر کی باتیں صرف جادو کے ذریعے ہی معلوم ہوسکتی ہیں۔ اگر تم مسلمان ہو تو تمہیں

خدا کا واسطہ ہے، ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔"

"میری شرائط پر عمل کرو گے تو ہمیشہ کے لئے پیچھا چھوڑ دوں گا۔"

"شرائط کیا ہیں؟"

"ایک شرط بیان کر چکا ہوں۔ مقررہ رقم دے کر عورتوں کو آزاد کرو۔ پھر جتنے دہقانوں کو غلام بنا رکھا ہے ان کے قرضے معاف کر کے انہیں بھی آزاد کر دو۔ تیسری اور آخری شرط یہ ہے کہ آئندہ کبھی علاقہ غیر سے باہر نکلنے کی حماقت نہ کرنا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تینوں شرائط ناقابلِ عمل ہیں۔ بہت سخت ہیں۔ ان پر عمل کیسے ہوگا، یہ سوچنے کی مہلت دو۔"

"چوبیس گھنٹے تک غور کر سکتے ہو۔"

"یہ مہلت کم ہے۔"

"چلو دو دن اور دو راتیں دے رہا ہوں۔ اس دوران کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ ورنہ پچھتانے کی بھی مہلت نہیں ملے گی۔ میں جا رہا ہوں۔ آئندہ اڑتالیس گھنٹوں کے بعد آؤں گا، خدا حافظ۔"

میں بیرم خان کو چھوڑ کر مرجینا کے پاس آگیا۔ میرے تنویمی عمل کے مطابق وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک سکتی تھی۔ صرف میری سوچ کی لہروں سے بے خبر رہتی تھی۔ کافور خان نے مجھے آواز دی "فرہاد صاحب! کیا آپ جاچکے ہیں؟"

میں خاموش رہا۔ بیرم خان نے کہا "اب میں خود بول رہا ہوں، میری زبان سے بولنے والا چلا گیا ہے۔"

کافور خان نے کہا "یہ ٹیلی پیتھی کا علم بہت خطرناک ہے۔ وہ کم بخت ہماری تجوری کے ایک ایک پیسے کا حساب جانتا ہے۔ ہمارا ذاتی اور خاندانی کوئی ساہی راز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔"

"برادر! ہم نے بہت عمر ضائع کر دی۔ ہمیں معلوم ہوتا کہ یہ علم اتنے کمال کا ہے تو اسے ضرور پڑھتے اور سیکھتے۔ ہمیں معلوم کرنا چاہئے کہ یہ علم کتنے دنوں میں سیکھا جاتا ہے اور اس کا اسکول اور کالج کہاں ہے؟"

"جانِ برادر! یہ علم ہم اڑتالیس گھنٹوں کے اندر نہیں سیکھ سکیں گے اور وہ فرہاد مہلت ختم ہوتے ہی ہمارے سر پر سوار ہو جائے گا۔"

مرجینا نے کہا "اس بار اس نے مہلت کی صورت میں وارننگ دی ہے۔ اس سے پہلے وارننگ کے بغیر لاکھوں کی حویلی اور کروڑوں روپے جلا کر راکھ کر چکا ہے۔ یہ ظالمانہ دشمنی ظاہر کرتی ہے کہ وہ ہم سے اپنی شرائط پر ضرور عمل کرائے گا۔"

"دو کوڑی کی عورتوں کو ایک کروڑ پینتیس لاکھ دینے کو کہہ رہا ہے۔ کوئی ڈاکو بھی ایسے نہیں لوٹتا جیسے وہ لوٹ رہا ہے۔ آئندہ وہ ہمیں علاقہ غیر سے باہر قدم نہیں رکھنے دے گا۔ یعنی ہماری سوا ایکٹر زمینوں کو اور ان سے ہونے والی آمدنی کو بھی ہم سے چھین رہا ہے۔"

کافور خان نے کہا "اپنے بچاؤ کے لئے کچھ کرنا ہوگا۔ ورنہ ہم کنگال ہو جائیں گے۔ وہ ہمیں مجبور اور محتاج بنانے کے لئے ناقابلِ عمل شرائط پیش کر رہا ہے۔"

میں نے مرجینا کو وہاں سے اٹھایا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں آگئی۔ اس نے اپنے بھائی بیرم خان کی زبان سے میری آواز سنی تھی۔ تب سے اس پر عجیب سا سحر طاری تھا۔ کیونکہ میں نے اسی آواز اور لہجے میں اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنی معمولہ بنایا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے مخاطب کیا "ہیلو مرجینا!"

وہ چونک کر آئینے میں خود کو دیکھنے لگی، میں نے کہا "میری یہ آواز تمہارے دل اور تمہاری روح میں اتر چکی ہے۔"

وہ بولی "مجھے ایسا لگتا ہے۔ میں نے تمہاری آواز خواب میں یا بے خودی کے عالم میں سنی ہے۔ کیا پہلے بھی تم میری زندگی میں یا میرے دماغ میں آچکے ہو؟"

"یہ میرے سمجھانے کی نہیں، تمہارے سمجھنے کی بات ہے۔"

"پلیز میرے لئے معمہ نہ بنو۔"

"فی الحال معمہ ہی رہوں گا۔ اڑتالیس گھنٹے بعد تمہاری الجھن دور کر دوں گا۔"

"ارسلان کہاں ہے؟"

"پشاور میں ہے۔"

"تمہیں اس کے اور میرے تعلقات کا علم ہوگا؟"

"کیا اس سے ملنا چاہتی ہو؟"

"ہاں اس نے میری نیندیں اڑا دی ہیں۔"

"ارسلان میرا خاص آلۂ کار ہے۔ میں اس کی خاطر تمہیں پاکستان آنے کی اجازت دیتا ہوں۔ جب چاہو پشاور چلی آؤ۔"

"وہ اتنے بڑے شہر میں کہاں ملے گا؟"

"پہلے سفر کا پختہ ارادہ کرو۔ پھر تمہیں منزل کا پتا مل جائے گا۔"

"میں تو کب سے ارادہ کر رہی ہوں پھر یہ سوچ کر رہ جاتی ہوں کہ ارسلان نہیں ملے گا تو میں بھٹکتی رہ جاؤں گی۔"

"کیا تمہارے بھائی تمہیں اجازت دیں گے؟"

"میں نے پندرہ برس لندن اور پیرس میں گزارے ہیں۔ برادر سمجھتا ہے کہ میں قبائلی عورتوں کی طرح چار دیواری میں قید رہنا پسند نہیں کرتی۔ میں کل صبح یہاں سے روانہ ہو جاؤں گی۔ مجھے اس کا پتا بتاؤ۔"

"آئی جی صاحب کے پاس چلی آنا۔ وہ تمہیں ارسلان تک پہنچا دیں گے۔ میں جا رہا ہوں۔ ارسلان کو تمہارے آنے کی خوشخبری سنا دوں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس کمرے کو دیکھنے لگا جہاں مجھے مہمان بنا کر رکھا گیا تھا۔ آئی جی ان اغوا ہونے والوں کے معاملات میں مصروف تھا جنہیں میں علاقہ غیر سے لایا تھا۔ اس کے ماتحت افسران اپنے اعلیٰ افسر کو ذاتی طور پر دلچسپی لیتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اس لئے بڑی تیزی سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ان رہا ہو کر آنے والوں کے سرپرستوں سے رابطہ کر رہے تھے۔ وسیم درانی اپنی بیٹی شینا کو ہوٹل کے ایک کمرے میں لے آیا تھا اور اسے بتایا تھا کہ اس کے بھائی نعیم نے بمن کو درندوں کے درمیان چھوڑ کر دس لاکھ روپے کا فراڈ کیا تھا۔ پولیس اسے گرفتار کر کے فیصل آباد لے گئی ہے۔ وہاں اس کے بینک اکاؤنٹ سے دس لاکھ نکلوائے جائیں گے۔

وہ بڑے دکھ سے بولی "جب بھائی نظروں سے گرا رہا ہے تو دنیا والے بھی مجھے داغ دار سمجھیں گے۔"

"نہیں بیٹی! ایک ایسے شخص نے تمہاری عزت بچائی ہے، جس کا نام سن کر لوگوں کی زبانیں چپ ہو جائیں گی۔ وہ شخص فرہاد علی تیمور ہے۔"

"فرہاد علی تیمور؟" وہ حیرانی سے بولی "کیا آپ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کا ذکر کر رہے ہیں؟"

"ہاں آئی جی صاحب کہہ رہے تھے کہ وہ میرے دماغ میں آکر کچھ ضروری باتیں کرنے والا ہے۔"

"اوہ پاپا! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ فرہاد صاحب ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے مجھے دیکھتے رہے ہیں اور میری مدد کرتے رہے ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ میں کہا "یقین کر لو۔ میں تمہارے دماغ میں آتا جاتا رہا ہوں اور اس وقت بھی تمہارے اندر ہوں۔"

وہ گم صم سی ہو کر خلا میں تک رہی تھی، پھر اس نے پوچھا "آ... آپ.... آپ فرہاد صاحب ہیں؟"

"ہاں میں نے ہی تمہارے بھائی کے فراڈ کو ظاہر کیا ہے لیکن تمہارے والد کو یہ نہیں بتایا کہ میں ان کے دماغ میں بھی پہنچتا رہا ہوں۔"

"آپ نیکی کرتے ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتے۔ آپ بہت عظیم ہیں۔"

"لیکن اب ایک ضرورت کے لئے ظاہر ہو رہا ہوں۔ اپنے پاپا سے کہو میں موجود ہوں اور ان کے دماغ میں آرہا ہوں۔"

بیٹی نے باپ کو میری موجودگی کے متعلق بتایا۔ وسیم درانی نے ہاتھ اٹھا کر سلام کرتے ہوئے کہا "میرے محسن! میں آپ کو سلام کرتا ہوں۔ آپ نے میری بیٹی کو درندوں سے بچا کر وہ احسان کیا ہے، جس کے بدلے میں آپ پر جان نچھاور کر دوں تو بھی کم ہے۔"

میں نے کہا "احسان کا بدلہ یہ ہوتا ہے کہ آپ بھی کسی مجبور کے کام آئیں۔ کیا آپ ایک غریب اور امداد کے مستحق نوجوان کو ایک لاکھ روپے دے سکتے ہیں؟"

"ایک لاکھ سے بھی زیادہ دے سکتا ہوں۔ آپ اس نوجوان کا نام اور پتا بتائیں۔ میں خود اس کے گھر جاؤں گا۔"

"میں ابھی آکر بتاتا ہوں۔"

میں نے معلوم کیا۔ آئی جی کے ایک ماتحت افسر نے نورزمان، اس کی ماں اور بمن کی رہائش کے لئے ایک اچھے مکان کا انتظام کیا تھا۔ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے مکان کا پتا معلوم کیا۔ پھر وسیم درانی کو وہ پتا بتا دیا۔

وہ اسی وقت ایک چھوٹے بریف کیس میں دو لاکھ روپے رکھ کر بیٹی سے بولا "میں ابھی آتا ہوں۔ پھر ہم فیصل آباد کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔"

وہ ہوٹل سے باہر آگیا۔ میں نے کہا "اگر نورزمان رقم لینے سے انکار کرے تو آپ آئی جی کے ذریعے اسے رقم لینے پر آمادہ کریں اور اسے کاروبار کرنے کا مشورہ دیں۔"

پھر میں نے شینا کے پاس آکر کہا "تم نے مجھ سے محبت اور عقیدت ظاہر کی ہے اس لئے ایک مشورہ دیتا ہوں۔ اپنے والد کی بیماری کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کاروبار میں ان کا ہاتھ بٹاؤ۔ نعیم پر اعتبار نہ کرو۔ خود اعتمادی سے نیکسٹائل ملز کی ذمے داریاں سنبھالو۔"

"میں آپ کے مشوروں پر ضرور عمل کروں گی۔ آپ کہاں ہیں؟ کیا آپ سے ملاقات نہیں ہو سکتی؟"

"میں بہت دور ہوں۔ کبھی ایک جگہ سکون سے رہنے کا موقع نہیں ملتا ہے۔ کبھی فیصل آباد آؤں گا تو تم سے اور تمہارے والد سے ضرور ملاقات کروں گا، ابھی مصروف ہوں اس لئے جا رہا ہوں۔"

"ذرا ٹھہر جائیں۔ پتا نہیں ہمارے شہر میں کب آئیں گے۔ لیکن دماغ میں تو آسکتے ہیں۔ وعدہ کریں آپ آج یا کل ضرور آئیں گے۔"

"مصروفیات کا یہ عالم ہوتا ہے کہ میں خود کو بھول جاتا ہوں۔ تم سے وعدہ کر کے بھول گیا تو تمہیں دکھ ہوگا۔ اس لئے وعدہ نہیں کروں گا کوشش کروں گا، خدا حافظ۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ میں کمرے سے باہر آیا۔ ایک ملازم نے کہا۔ "صاحب! آپ کو یاد کر رہے ہیں؟"

میں ڈرائنگ روم میں آیا۔ آئی جی نے مسکرا کر پوچھا "کیا سو رہے تھے؟"

میں نے جواباً مسکرا کر کہا "کوشش کر رہا تھا مگر بے وقت نیند نہیں آئی۔ رات کے کھانے کے بعد ہی نیند آئے گی۔"

"آپ کس وقت کھانا پسند کریں گے؟"

"جب آپ اپنے معمول کے مطابق کھائیں گے۔ فرہاد صاحب اپنے ساتھ مجھے بھی اس قدر مصروف رکھتے ہیں کہ کھانے اور سونے کا کوئی خاص وقت اور خاص اصول نہیں رہتا۔"

"تو پھر ایک گھنٹے بعد یعنی نو بجے کھائیں گے۔ آپ فرہاد

صاحب کے متعلق بتائیں۔ آپ نے تو انہیں روبرو دیکھا ہوگا؟"

وہ میرے متعلق بڑی دلچسپی سے سوالات کررہا تھا۔ میں جواب دے رہا تھا۔ ایسے وقت اس کی بیٹی باہر سے آئی۔ پھر آئی جی سے بولی "اوہ ڈیڈ! یہاں تو تفریح کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ لندن بہت یاد آتا ہے۔"

باپ نے اس سے میرا تعارف کرایا "یہ مسٹر فرہاد کے معتمدِ خاص ہیں مسٹر ارسلان' یہ میری بیٹی رابعہ ہے۔ لندن میں رہنے کے باعث نام سکڑ کر رابی ہوگیا ہے۔"

رابی نے مجھ سے کہا "پھر تو تم فرہاد کے ساتھ ساری دنیا کی سیر کرتے ہوگے؟"

"جی ہاں' یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

"اور میری بدقسمتی ہے کہ لندن اور پیرس سے آگے نہ جاسکی۔ ڈیڈ نے اچانک یہاں بلالیا۔"

"ڈیڈ نے یہ بھی بتایا ہوگا کہ یہودی تمہاری جان کے دشمن ہوگئے تھے۔"

"میں نہیں مانتی۔ میں نے یہودیوں کو قریب سے دیکھا ہے۔ ان کے مذہب کا اور ان کے لٹریچر کا بہت مطالعہ کیا ہے۔ یہودی.... بہت زیادہ مہذب اور انسان دوست ہوتے ہیں۔"

آئی جی نے ڈانٹ کر کہا "بکواس مت کرو۔ میں رشوت خوری کی سزا پارہا ہوں۔ میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ میری بیٹی اور بیٹا یہودیوں کی سرپرستی میں رہ کر اپنے مذہب کو بھول جائیں گے۔ تم بن بھائی جب سے آئے ہو یہودیوں کے گن گا رہے ہو۔"

"ڈیڈ! یہ تہذیب کے خلاف ہے کہ آپ مہمان کے سامنے ڈانٹ رہے ہیں اور مجھے نالائق کہہ رہے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو باپ کا نظریہ ہو وہ اولاد کا بھی ہو۔ میں بالغ ہوں' مجھے اپنی رائے اور نظریے کے اظہار کا حق ہے۔ میں وہی بات کہوں گی جسے بہتر سمجھتی ہوں۔"

وہ پاؤں پٹختی ہوئی کوٹھی کے اندرونی حصے میں چلی گئی۔ آئی جی نے کہا "مسٹر ارسلان! میری بیٹی اور بیٹے اپنے دین اور قوم سے دور ہورہے ہیں۔ میں آپ کے ذریعے فرہاد صاحب سے التجا کرتا ہوں کہ میرے بچوں کے ذہن کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے بدل دیں۔ انہیں ہمارے دین کی طرف لے آئیں' یہ مجھ پر ایک اور احسان ہوگا۔"

میں نے کہا "ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے ذریعے وقتی طور پر اپنی طرف مائل کیا جاسکتا ہے۔ ہم صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعا اس لئے مانگتے ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی دعا قبول کرتا ہے اور راہِ راست پر لاتا ہے۔ آپ دعا کریں' فرہاد صاحب دوا کریں گے۔ ان سے رابطہ ہونے تک میں آپ کے بچوں کو سمجھاؤں گا۔"

اسی وقت وسیم درانی وہاں آیا۔ اس نے آئی جی سے کہا "میں فرہاد صاحب کی خوشی کے مطابق ایک پٹھان نوجوان کو دو لاکھ روپے دینے گیا تھا۔ لیکن وہ بہت خوددار ہے۔ اس نے اتنی بڑی رقم لینے سے انکار کردیا ہے۔ آپ میرے ساتھ چلیں' اسے رقم لینے پر راضی کریں۔ اس سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ رقم قرض ہے۔ کاروبار چل پڑے گا تو وہ قرضہ واپس کرسکتا ہے۔"

میں نے آئی جی سے کہا "اسے کسی بھی طرح سمجھا کر رقم دی جاسکتی ہے۔ پلیز' آپ درانی صاحب کے ساتھ جائیں۔ میں رابی کا مسئلہ حل کرتا ہوں۔"

وہ وسیم درانی کے ساتھ چلا گیا۔ میں رابی کے خیالات پڑھنے لگا۔ جیسے جیسے پڑھتا گیا' مایوس ہوتا گیا۔ رشوت لینے والے اپنی اولاد کو ملک سے باہر بھیج کر یہ نہیں سوچتے کہ وہ صرف والدین اور وطن سے ہی نہیں' اپنے دین سے بھی دور جارہے ہیں۔

یہودیوں نے رابی کو اپنے ماحول میں رکھ کر اپنی تعلیمات کے ذریعے اس کا برین واش کردیا تھا۔ اس نے اور اس کے بھائی جاوید نے ان کا مذہب قبول کرلیا تھا اور یہ بات اپنے باپ سے چھپائی تھی۔ اگر یہ بات میں آئی جی کو بتاتا تو وہ صدمے سے آدھا ہوجاتا۔ اور پوری طرح شرم سے مرنے کے لئے یہ معلومات کافی تھیں کہ رابی کا فیئرڈو یہودی جوانوں سے تھا اور وہ اس بے حیائی پر شرمندہ نہیں تھی۔ کیونکہ مغربی سوسائٹی میں یہ شرم کی بات نہیں تھی۔ وہاں جتنے بوائے فرینڈز ہوتے ہیں' لڑکی اتنی ہی حسین اور پُرکشش کہلاتی ہے۔

وہ دلدل میں اتنی دھنس گئی تھی کہ اسے نکالا نہیں جاسکتا تھا۔ اس کے وجود سے کیچڑ صاف نہیں کی جاسکتی تھی۔ اگر معجزہ ہوجاتا اور وہ یہودیت سے باز آکر اسلام قبول کرلیتی تو اسے دین واپس مل جاتا مگر آبرو واپس نہیں مل سکتی تھی۔

میں اپنے کمرے میں واپس آگیا۔ بے چارے باپ نے غلطیوں سے توبہ کرلی تھی لیکن توبہ کرنے میں دیر ہوجائے تو اندھیر ہوجاتا ہے۔ میں نے رابی کی سوچ میں کہا "مجھے ڈیڈ کی محبت اور شفقت کو سمجھنا چاہئے اور ان کی عزت کرنا چاہئے۔ میں پاکستان میں رہ کر خود کو یہودی ظاہر نہیں کرسکوں گی۔ یہاں کا بچہ بچہ مجھے خنجر مارے گا۔ بہتر ہے میں باپ کا دل نہ دکھاؤں۔ مسلمان اور فرمانبردار بیٹی بن کر رہوں یا پھر ضد کرکے واپس لندن چلی جاؤں۔"

وہ سوچنے لگی "ضرور واپس جاؤں گی' یہاں تو قدم قدم پر پابندیاں ہیں۔ پتا نہیں یہاں عورتیں کس طرح زندہ رہتی ہیں۔ ڈیڈ نے جانے کی اجازت نہ دی تو میں دھوکا دے کر چلی جاؤں گی۔"

خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ رابی کھڑی ہوئی تھی' اندر آکر بولی "تم میرا ایک کام کروگے؟"

"کام میرے بس کا ہوگا تو ضرور کروں گا۔"

"مسٹر فرہاد سے میرا رابطہ کرادو۔"

"یہ بات تم اپنے ڈیڈ سے کہہ سکتی ہو۔ ان کا بھی رابطہ ہمارے فرہاد صاحب سے رہتا ہے۔"

"میں ڈیڈ سے نہیں کہہ سکتی۔ میرا ایک پرسنل پرابلم ہے۔"

"فرہاد صاحب میرے دماغ میں آئیں گے تو تمہارا پیغام پہنچادوں گا۔"

"تم نے فرہاد صاحب کو روبرو دیکھا ہے؟"

"کئی بار دیکھ چکا ہوں۔"

"وہ بوڑھے ہیں یا جوان؟"

"ان کے دو جوان بیٹے ہیں۔"

"جوان بیٹوں کے ہونے سے آدمی بوڑھا نہیں ہوتا۔ میں نے چند ماہ پہلے سنا تھا کہ فرہاد نے سونیا سے شادی کی ہے۔"

"تم چاہتی کیا ہو؟"

میں نے یہ سوال کرتے ہی چونک کر کہا "اوہ فرہاد صاحب! آپ اچھے وقت پر آئے ہیں۔ یہ میرے سامنے آئی جی صاحب کی بیٹی رابی ہے' آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہے۔"

پھر میں جواب سننے کے انداز میں چپ ہوا اس کے بعد بولا۔ "رابی! اپنی آواز سناؤ۔ کچھ بولو' وہ تمہارے دماغ میں آئیں گے۔"

وہ خوش ہوکر بولی "مسٹر فرہاد! میں تمہاری بہت بڑی فین ہوں تم سے ایک ذاتی مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "اپنے کمرے میں چلو اور اپنا مسئلہ بیان کرتی رہو' میں سنتا رہوں گا۔"

وہ میرے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولی "پہلے تم میرے خیالات پڑھ لو۔ میرے متعلق تمام معلومات حاصل کرلو۔ پھر آگے بات ہوگی۔"

میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا "اچھا تو تم یہودی بن چکی ہو۔ اور یہ چاہتی ہو کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے باپ کو نائب دماغ کروں اور تمہیں یہاں سے فرار ہونے کا موقع دوں۔"

"بے شک میں یہی چاہتی ہوں۔ اگر تم ٹیلی پیتھی کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو تو میرے حسن و شباب کو ضرور دیکھ رہے ہوگے۔ میں نے سنا ہے تم بڑے دل پھینک ہو۔ رنگین مزاج ہو' میں اس ملک سے نکلتے ہی تمہارے پاس آؤں گی اور تمہارا دل خوش کردوں گی۔"

مگر میں نے کہا "یہودیوں نے تمہیں زبردست بازاری بنادیا ہے۔ جھوٹ کھانا ہو' جس پر کبھی بھی بیٹھنا پسند نہیں کرے گی۔ تمہیں یہودی کمیونٹی مبارک ہو۔"

وہ اپنی توہین پر تلملانے لگی۔ میں اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ آئی جی کے آنے کے بعد میں نے رات کا کھانا کھایا۔ تھوڑی دیر تک گارڈن میں ٹہلتا رہا پھر کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کرکے سوگیا۔

میں نے دوسری صبح مرجینا کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اپنی حویلی سے نکل پڑی تھی۔ ایک کار ڈرائیو کرتی ہوئی میری طرف آرہی تھی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ اپنے بھائی سے اجازت لینے گئی تھی۔ پتا چلا وہ رات سے کہیں گیا ہے۔

بھائی کی عدم موجودگی میں اسے ایک تدبیر سوجھی۔ اس نے ایک کاغذ پر لکھا "کافور خان! اس وقت میں نے تمہاری بہن کو غافل بنایا ہے اور وہ غفلت میں یہ خط تمہیں لکھ رہی ہے کہ فرہاد کو تم لوگوں پر بھروسا نہیں ہے۔ پتا نہیں تم اس کی شرائط پر عمل کروگے یا نہیں؟ اس لئے میں تمہاری بہن کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے یرغمال بنا رہا ہوں۔ میری شرائط پر عمل کروگے تو تمہاری بہن واپس کردوں گا' فقط راقم الحروف فرہاد۔"

اس نے یہ خط لکھ کر کاغذ کو اپنے بستر پر رکھ دیا۔ پھر وہاں سے چلی آئی۔ کمال کی چیز تھی' گھر سے بھاگ کر آرہی تھی لیکن بھائیوں کے قہر و غضب کو میری طرف موڑ دیا تھا کہ میں اسے غافل بنا کر لے جارہا ہوں۔ اور وہ بے چاری اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے۔

وہ بے چاری شام کے پانچ بجے پشاور پہنچی۔ میں نے اسے ایک ریسٹ ہاؤس کی طرف ڈرائیو کرتے ہوئے آنے پر مجبور کیا تھا۔ اس ریسٹ ہاؤس کا کمرا میں نے آئی جی کے تعاون سے حاصل کیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ فرہاد صاحب کی ہدایت کے مطابق مجھے وہاں

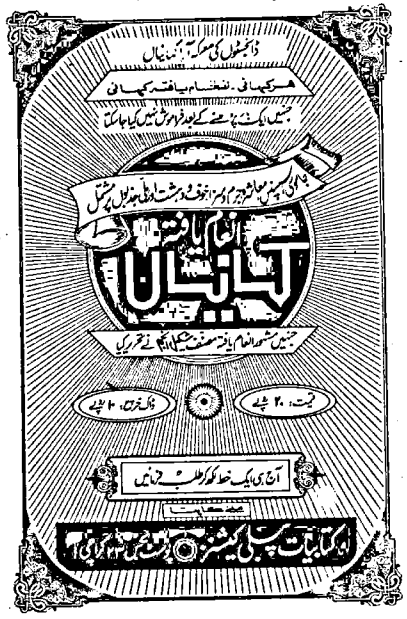

رہنا ہے۔

مرجینا مجھے دیکھ کر خوش ہوگئی' حیرانی سے بولی "میں ادھر کیسے چلی آئی؟ کیا یہ تمہارے فرہاد صاحب کا کمال ہے؟"

"ہاں' میرے صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ تم بڑی چالبازی سے یہاں آئی ہو۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے کمرے میں آئے' میں نے کہا "تم لمبی ڈرائیونگ سے تھک گئی ہو۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں جاکر یہاں کے چوکیدار سے چائے لانے کو کہتا ہوں۔"

وہ بولی "ارسلان! میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میرے بھائی میرے متعلق کیا رائے قائم کررہے ہیں۔ انہیں میرا خط ملا بھی ہے یا نہیں؟"

"اطمینان رکھو۔ فرہاد صاحب میرے دماغ میں آئیں گے تو ان سے کہوں گا کہ وہ تمہارے بھائیوں کے پاس جاکر معلومات حاصل کریں۔"

میں کمرے سے باہر آیا۔ ریسٹ ہاؤس کے پیچھے ایک کوارٹر میں جاکر چوکیدار کو چائے تیار کرنے کے لئے کہا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے کافور خان کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔

یا حیرت! یہ کیا ہوگیا؟ کافور خان نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ جبکہ اس کا دماغ حساس نہیں تھا اور وہ یوگا کے سلسلے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

میں نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی' ہیرم خان کے دماغ میں آیا اور آتے ہی باہر نکل گیا۔ اس نے بھی سانس روک لی تھی۔ جب دونوں نے سانس روک کر میرا راستہ روکا تو بات سمجھ میں آگئی۔ دونوں بھائیوں نے کسی تنویمی عمل جاننے والے کو ڈھونڈ نکالا تھا اور اس کے عمل کے ذریعے اپنے اپنے دماغ کو لاک کرالیا تھا۔

پتا نہیں کسی عامل کو کہاں سے پکڑ لائے تھے۔ مگر اپنا بچاؤ خوب کیا تھا۔ اب میں ان کے دماغوں میں اور ان کی حویلی میں نہیں جاسکتا تھا۔ ان سے اپنی شرائط نہیں منوا سکتا تھا۔ انہوں نے اپنی دولت اور جائداد کو بڑی کامیابی سے محفوظ کرلیا تھا۔ اور میرے لئے چیلنج بن گئے تھے کہ میں اپنے علم سے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔

مرجینا وہاں سے صبح ہی نکل پڑی تھی اگر وہ بھی وہاں ہوتی تو اس پر بھی تنویمی عمل کیا جاتا۔ شاید میرے نصیب سے بچ کر آگئی تھی۔ چوکیدار نے آکر کہا "صاحب! دودھ ختم ہوگیا ہے۔ میں بازار سے لے کر آتا ہوں۔"

میں نے کہا "اندھیرا ہورہا ہے۔ چائے کو چھوڑو۔ رات کا کھانا تیار کرو۔ ہم نو بجے کھائیں گے۔ اس سے پہلے دستک نہ دینا۔"

میں نے کمرے میں آکر دروازے کو بند کیا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی میں نے اس کے پاس آکر کہا "فرہاد صاحب نے عجیب ہی بات بتائی۔ تمہارے بھائیوں پر کسی نے تنویمی عمل کیا ہے۔ ٹیلی پیتھی کی لہریں ان کے دماغوں میں نہیں جاتی ہیں۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فرہاد صاحب آئندہ میرے بھائیوں کے دماغوں میں نہیں جاسکیں گے؟"

"ہاں' انہوں نے بڑی چالاکی سے ٹیلی پیتھی کا راستہ روک دیا ہے۔"

وہ ہنسنے لگی' میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ ہنستے ہنستے بولی "میرے بھائی لاکھوں کروڑوں میں ایک ہیں۔ فرہاد کے جادو کا توڑ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری دولت اور جائداد محفوظ ہوگئی ہے۔ تمہارے فرہاد صاحب میرے بھائیوں کو یہاں آنے سے بھی نہیں روک سکیں گے۔ ہماری یہاں کی جائداد بھی محفوظ رہے گی۔"

وہ ہنس رہی تھی' خوش ہورہی تھی اور مارے خوشی کے مجھ پر مہربان ہوتی جارہی تھی۔ مجھے پتا نہیں چلا کہ کتنا وقت گزر گیا ہے۔ دروازے پر دستک سن کر یاد آیا کہ چوکیدار نے کھانا تیار کرلیا ہے اور ٹھیک نو بجے دروازے پر آیا ہے۔ پھر میں نے خیال خوانی کے ذریعے بھی معلوم کیا وہ بند دروازے کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

باہر چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے کمرے کی لائٹ آن نہیں کی۔ دروازے کو کھول کر پوچھا "روٹی تیار ہے؟"

"جی صاحب! لے آؤں؟"

میں کہنے والا تھا "لے آؤ" لیکن کہہ نہ سکا۔ اچانک ٹھائیں کی آواز کے ساتھ کہیں سے گولی سنسناتی ہوئی آئی۔ میں اچھل کر دور فرش پر جاگرا۔ کمرے کی تاریکی نے مجھے بچالیا تھا۔ لیکن وہ پہلی گولی تھی۔ اس کے بعد گولیوں کی بوچھار ہونے لگی۔ چوکیدار کی چیخ سنائی دی۔ میں فرش پر لڑھکتا ہوا آیا پھر دروازے کو ایک لات ماری۔ وہ ایک دھڑاکے سے بند ہوگیا۔

باہر سے کافور خان کی آواز سنائی دی "فرہاد! میں نے تمہیں چوہے دان میں بند کردیا ہے۔ اب تمہاری لاش ہی یہاں سے نکلے گی۔"

مرجینا دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اسی وقت باہر سے کافور خان نے دروازے کو لات ماری۔ دروازہ پھر کھل گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے فائر کیا۔ پھر ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور مرجینا بھائی سے خوف زدہ ہوکر مجھ سے لپٹنے آئی تھی۔ گولی اس کی گلے۔ اس کے حلق سے آخری چیخ نکلی۔

دوسری بار مرجینا نے بچایا۔ خدایا! کیا تیسری بار تو بچائے گا؟ تیسری بار ہو' یا آخری بار' بس دعا ہی رہ جاتی ہے۔

میں کافور خان اور ہیرم خان کے دماغوں میں نہیں جاسکتا تھا۔ انہوں نے خود پر تنویمی عمل کرایا تھا۔ میری خیال خوانی کا راستہ روک دیا تھا۔ اتنے بڑے خطرے کو روکنے کے بعد وہ کسی وقت بھی جوابی حملے کرسکتے تھے۔ پھر ایسے وقت جبکہ ان کی بہن میرے پاس آئی تھی۔ وہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے آسکتے تھے لیکن انہوں نے بہن کا تعاقب نہیں کیا تھا۔ اگر کرتے تو شام کے پانچ بجے ہی ریسٹ ہاؤس میں مجھے گھیر لیتے۔ انہوں نے رات کو نو بجے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ ایسے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہیں کیسے معلوم ہوا کہ مرجینا ریسٹ ہاؤس میں مجھ سے ملنے آئی ہے؟

اور انہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ ریسٹ ہاؤس کے اس کمرے میں فرہاد موجود ہے؟ کافور خان نے پورے یقین سے کہا تھا "فرہاد! میں نے تمہیں چوہے دان میں بند کردیا ہے۔"

اس کا یہ یقین ظاہر کررہا تھا کہ کسی نے وہاں میری موجودگی کی اطلاع اسے دی تھی۔ صرف آئی جی کو معلوم تھا کہ میں ریسٹ ہاؤس میں ہوں۔ اور یہ بات اسے آئی جی سے معلوم نہیں ہوئی تھی جو انتہائی اندر کا راز ہوتا ہے وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر کیا کافور خان سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا رابطہ ہوگیا ہے؟

یہی ہوسکتا تھا۔ بات کچھ سمجھ میں آرہی تھی۔ ان دونوں بھائیوں پر کسی ہپناٹائز کرنے والے نے عمل نہیں کیا تھا۔ میرا کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا خوابی قسمت سے کافور خان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ پہلے اس نے دونوں بھائیوں کے دماغوں کو لاک کیا تھا۔ پھر بھائیوں نے اسے مرجینا کی تصویر دکھائی ہوگی اور وہ تصویر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچا ہوگا۔

ادھر میں مرجینا کے دماغ کو لاک کرچکا تھا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے کو پہلے ناکامی ہوئی ہوگی۔ مرجینا نے سانس روک لی ہوگی۔ پھر دشمن کی سمجھ میں آیا ہوگا کہ فرہاد کی آواز اور لہجہ اختیار کرنا چاہئے۔ پھر وہ میری سوچ کا لہجہ اپنا کر مرجینا کے اندر آیا ہوگا۔ اس کے ذریعے معلوم ہوا ہوگا کہ میں ریسٹ ہاؤس کے اس کمرے میں ہوں۔

بہرحال وہ اسی طرح پکی معلومات حاصل کرکے مجھے گھیرنے اور قتل کرنے آیا تھا۔ کمرے کی تاریکی نے اس کی پہلی گولی سے مجھے بچایا تھا۔ مرجینا مجھ سے لپٹنے آئی تھی۔ گویا اس بے چاری نے بھی زندگی میں دوسری گولی سے مجھے بچایا تھا۔ تقدیر ہمیشہ نہیں بچاتی۔ کبھی حالات کے رحم و کرم پر بھی چھوڑ دیتی ہے۔

میں سمجھ رہا تھا' مرجینا مجھ سے لپٹنے آئی تھی۔ نہیں وہ تحفظ کا سامان لائی تھی۔ اس وقت بھی وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لئے مجھ سے لپٹنے آئی تھی۔ اس کی آخری چیخ کے ساتھ وہ لڑھکتا ہوا مجھ پر آکر گرا۔ پھر میں نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔

اسے گرفت میں لیتے ہی جوابی فائر کیا۔ کافور خان کی چیخ سنائی دی۔ وہ اچھل کر برآمدے کے فرش پر گرا۔ پھر زینے پر سے لڑھکتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

چونکہ وہ چاندنی میں تھا۔ اس لئے میں نے اسے گولی کھا کر گرتے دیکھا تھا۔ گولی اس کی ران میں پیوست ہوگئی تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ ایسے میں سانس نہیں روک سکتا تھا۔ اس کی سوچ کے ذریعے معلوم ہوا اس کے چھ مسلح ماتحت ہیں جو ریسٹ ہاؤس کے چاروں طرف موجود ہیں۔ اپنے آقا کے گرتے ہی وہ تمام ماتحت فائرنگ کرتے ہوئے ریسٹ ہاؤس کے سامنے آگئے تھے۔ ان میں سے دو ماتحت اسے اٹھا کر لے جارہے تھے۔ میں نے دوبارہ جوابی فائرنگ کی جس کے نتیجے میں وہ برآمدے تک آنے کی جرات نہ کرسکے۔ شطرنج کی بساط ہو یا میدانِ جنگ' تمام مہرے اس وقت تک لڑتے ہیں جب تک بادشاہ سلامت رہتا ہے۔ جب انہوں نے زخمی بادشاہ کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا تو فائرنگ کرنے والوں نے بھی میدان چھوڑ دیا۔ وہاں سے بھاگتے ہوئے گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ کافور خان تکلیف سے کراہتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "جلدی کرو۔ مجھے اسپتال پہنچاؤ۔ یہ گولی نکالو۔ میں فرہاد کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں ریسٹ ہاؤس سے باہر آگیا۔ برآمدے میں چوکیدار کی اور مرجینا کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ مسلسل فائرنگ کی آوازیں رات کو دور تک گونجتی گئی تھیں۔ قریبی تھانے سے پولیس والے دوڑے آئے تھے۔ میں ریسٹ ہاؤس کے عقب میں دوڑتا چلا گیا۔ کسی کی نظروں میں نہیں آیا۔ خواہ مخواہ قتل کے کیس میں الجھنا مناسب نہیں تھا۔

میں ایک رکشا میں بیٹھ کر ریلوے اسٹیشن کی سمت جانے لگا۔ راستے میں آئی جی کو ریسٹ ہاؤس کی روداد سنا تا آیا۔ اس نے کہا۔ "میں وہاں کے معاملات سنبھال لوں گا۔ یہ آپ نے اچھا کیا کہ ارسلان کو ریسٹ ہاؤس سے ہٹا دیا' وہ کہاں ہے؟ اسے میری کوٹھی میں رہنا چاہئے۔"

"میں اسے اپنے معاملات میں مصروف رکھوں گا۔ وہ یہاں دوسرے بہروپ میں رہے گا۔ کسی کو نظر نہیں آئے گا۔ میں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔"

میں ریلوے اسٹیشن کے قریب ایسی جگہ رکشا سے اتر گیا جہاں خاصی تاریکی تھی۔ میں نے کرایہ ادا کیا۔ وہ آگے چلا گیا۔ میں نے آنکھوں سے لینسز نکال لئے' مونچھیں ہٹادیں' سر کی وگ اتار دی' اس طرح چہرہ کسی حد تک تبدیل ہوگیا۔ یہ احتیاط ضروری تھی۔ جو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا مرجینا کے ذریعے ریسٹ ہاؤس میں میری موجودگی کو سمجھتا رہا تھا۔ اسے یقین ہوگا کہ فرہاد ابھی پشاور میں ہے اور وہ یقیناً مجھے دوبارہ گھیرنے کی سازش کررہا ہوگا۔ یا کوئی چال چل

چکا ہوگا۔

کافور خان کے ساتھ اس کا بھائی بیرم خان نہیں تھا۔ کیوں نہیں تھا یہ جاننے کے لئے میں نے کافور خان کے خیالات پڑھے۔ اسے ایک اسپتال کے آپریشن تھیٹر میں پہنچایا گیا تھا۔ اس پر بے ہوشی طاری ہو رہی تھی۔ اس کے بے ہوش ہونے سے پہلے ہی میں نے معلوم کیا۔ اس کا بھائی بیرم خان دو مسلح ماتحتوں کے ساتھ ریسٹ ہاؤس کے پیچھے چوکیدار کے کوارٹر سے ذرا دور چھپا ہوا تھا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے نے دونوں بھائیوں سے کہا تھا "فرہاد کچھ تو حاضر دماغ ہے اور کچھ قسمت کا دھنی ہے۔ مضبوط حصار کو توڑ کر نکل جاتا ہے۔ اگر وہ ریسٹ ہاؤس سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگا تو پچھلے حصے سے فرار ہوگا کیونکہ ریسٹ ہاؤس کے آگے کچھ فاصلے پر پولیس اسٹیشن ہے۔"

اس پلاننگ کے مطابق بیرم خان دور چھپا ہوا تھا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے نے درست سوچا تھا۔ میں اسی راستے سے فرار ہوا تھا لیکن بیرم خان نے اپنی جگہ چھوڑی تھی۔ بڑے بھائی کو باپ سمجھ کر محبت کرتا تھا۔ اسے گولی لگتے ہی وہ بھی اپنے بھائی کے پیچھے اسپتال پہنچ گیا تھا۔ کافور خان نے کراہتے ہوئے کہا تھا۔ "جان برادر! تم نے غلطی کی۔ تمہیں وہاں فرہاد کو ٹھکانے لگانا چاہئے تھا۔"

"برادر! ابھی تمہیں خون کی ضرورت ہوگی۔ پہلے میں تمہیں خون دوں گا پھر اس دشمن کو جہنم میں پہنچاؤں گا۔ وہ چھپ نہیں سکے گا۔ میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔"

اس کے بعد کافور خان کو آپریشن تھیٹر میں لایا گیا تھا۔ میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچ میں پوچھ رہا تھا کہ اس کے دوست ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام کیا ہے اور وہ کس ملک سے تعلق رکھتا ہے؟

وہ جواب نہ دے سکا۔ اسی وقت بے ہوش ہوگیا۔ اب مجھے کسی طرح بیرم خان کے دماغ میں پہنچنا تھا اور اس دشمن خیال خوانی کرنے والے کو پہچاننا تھا۔ پھر یہ بھی فکر تھی کہ وہ کمبخت نور خان کو اس شہر میں دیکھ لے گا تو اس کے پورے کنبے کو قتل کر دے گا۔ اس سے پہلے ہی دونوں بھائیوں کو اس شہر سے بھگا دینا یا اس کا قصہ تمام کر دینا ضروری تھا۔

اور میری چھٹی حس کہہ رہی تھی۔ یہ صرف دو بھائی دشمن نہیں ہیں۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن نے پتا نہیں اور کتنے جوانمردوں کو آلۂ کار بنا کر اس شہر میں پھیلا دیا ہے۔ ہو سکتا تھا میں بیرم خان کو ٹریپ کرنے جاتا تو خود کسی ان دیکھے جال میں الجھ جاتا۔ اب مجھے پھونک پھونک کر قدم رکھنا تھا۔ نادیدہ خطرات بڑھ گئے تھے۔

❁❁❁

اس سرپرائز میرج یعنی چونکا دینے والی شادی میں دلسن پامیلا تھی اور دلہا علی تیمور تھا۔ یہ شادی بڑی جلدی میں ہوئی تھی۔ جلدی اس لئے تھی کہ علی تیمور عرف کارمن ہیرالڈ شادی کے معاملے کو ایک عرصہ سے ٹال رہا تھا۔ جب اس نے اچانک شادی کا ارادہ کیا تو پامیلا کے ماں باپ نے پوچھا۔ "چوبیس گھنٹوں کے اندر شادی کیسے ہو سکتی ہے؟"

علی نے کہا "رشتے داروں اور دوست احباب کو انویٹیشن کارڈ بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ فون پر سرپرائز میرج کی دعوت دیں۔"

دراصل علی کو دلسن سے دلچسپی نہیں تھی وہ جلد سے جلد وہاں کے الیکٹریکل ڈیپارٹمنٹ کے پرائیویٹ شعبے میں پہنچنا چاہتا تھا۔ پامیلا کا باپ راجر موس اس پرائیویٹ شعبے کا انچارج تھا۔ اپنے ہونے والے داماد کو ترقی دلا کر اپنے شعبے میں لانا چاہتا تھا۔

اور علی کو جلدی تھی وہ اس خفیہ شعبے میں رہ کر بجلی کے کنکشن کے ذریعے گولڈن برنیز کے خفیہ اڈے تک پہنچنا چاہتا تھا۔

ادھر پامیلا نے سوچا "کارمن (علی) بڑے انتظار کے بعد شادی کے لئے راضی ہوا ہے۔ اس لئے ایک دن کی بھی دیر نہ ہو۔ شادی فوراً ہو جائے۔"

دوسری طرف پامیلا کے ماں باپ نے دیکھا۔ بیٹی کارمن کی دیوانی ہو رہی ہے اور کارمن نہایت ہی شریف نوجوان ہے تو انہوں نے بھی دیر نہیں کی۔ دونوں کی شادی کر دی۔ علی، پامیلا کو دلسن بنا کر اپنے بنگلے میں لے آیا۔

شادی کا مطلب ہے خوشی، لیکن دلہا دلسن کے درمیان پہلی رات کی خوشی نہیں تھی۔ علی نے پامیلا کو اپنی پیدائش سے لے کر جوان ہو کر شادی کرنے تک کی ایک من گھڑت کہانی سنائی تھی کہ ربی اسفندیار نے پیش گوئی کی ہے اگر کارمن شادی کی پہلی رات دلسن کی سیج پر جائے گا تو مر جائے گا اور اگر اپنی موت کے خوف سے شادی نہیں کرے گا تو ہونے والی دلسن مر جائے گی۔

من گھڑت کہانی کے مطابق ربی اسفند نے اس مسئلے کا یہ حل پیش کیا تھا کہ شادی کے بعد میاں بیوی چالیس راتوں تک ایک دوسرے سے دور رہیں اور اس کے بعد ازدواجی رشتہ قائم کریں تو موت ٹل جائے گی۔

علی نے یہ کہانی اس لئے بنائی تھی کہ وہ دھوکے سے شادی کر رہا تھا۔ اسے گولڈن برنیز تک پہنچنا تھا لیکن شادی کا فریب دے کر وہ پامیلا کی عزت سے کھیلنا نہیں چاہتا تھا۔ اپنا مقصد پورا کرنے تک وہ اس سے دور رہنا چاہتا تھا۔

جب وہ دلسن بن کر کمرے میں آئی تو پاس ہوتے ہوئے بھی اس سے دور تھی۔ حسرت سے اپنے محبوب کو دیکھ رہی تھی جو اب شوہر بن گیا تھا اور وہ شوہر کے گلے نہیں لگ سکتی تھی۔ علی نے کہا "میں تمہارے جذبات کو سمجھ رہا ہوں۔ تم بھی سمجھو کہ میں ایک مرد ہوں اور تم سے دوری کیسے برداشت کر رہا ہوں۔"

"تم زبردست قوتِ ارادی کے مالک ہو۔ مگر میں کمزور ہوں۔ تمہاری دیوانی ہوں۔ تمہارے ساتھ شادی کی رات کے کیسے کیسے رنگین خواب دیکھتی رہی ہوں۔ آج جاگتی آنکھوں سے ساگ کی سیج تک آگئی ہوں لیکن خواب کی تعبیر نہیں ملے گی۔ کیا ہم ایک ہی کمرے میں ثابت قدم رہ سکیں گے؟"

"ایک کمرے میں رہنا ضروری نہیں ہے لیکن ایک چھت کے نیچے رہنا ضروری ہے تاکہ رشتے داروں اور دوسرے لوگوں کو ہماری چالیس دنوں کی دوری دکھائی نہ دے۔"

"میں کل سے بہت سوچتی رہی کہ تمہارے ساتھ ایک چھت کے نیچے دن تو کسی طرح گزار لوں گی۔ شاید رات نہ گزار سکوں۔ چالیس راتیں گزارنے کا ایک ہی طریقہ سمجھ میں آیا۔ میں اپنے ساتھ نیند کی گولیاں لائی ہوں۔"

علی نے پریشان ہو کر اسے دیکھا پھر کہا "نہیں پامیلا! میں نہیں چاہتا تمہیں خواب آور دواؤں کی عادت پڑ جائے۔"

"پڑنے دو۔ اسی طرح سونے دو۔ جاگتی رہی تو تمہیں بہکاؤں گی۔"

"میں اس معاملے میں فولاد ہوں۔ تم مجھے بہکا نہیں سکو گی۔ ویسے میں گہری نیند سونے کا طریقہ بتاتا ہوں۔ اس پر عمل کرو گی تو فوراً نیند آجایا کرے گی۔"

"وہ طریقہ کیا ہے؟"

اس نے بتایا کہ کس طرح بستر پر لیٹ کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر کس طرح دماغ کو ٹھہر ٹھہر کر ہولے ہولے ہدایات دینی چاہئیں۔ پوری توجہ کے ساتھ دماغ کو ہدایات دی جائیں تو نیند آجاتی ہے۔

اس دوران لیلیٰ نے آکر اس سے کہا "میں پامیلا کے دماغ میں رہ کر یہ باتیں سن رہی ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ اسے آسانی سے نیند نہیں آئے گی۔ بہرحال اطمینان رکھو، میں اسے خواب آور دوا استعمال نہیں کرنے دوں گی اسے اپنے طور پر سلا دوں گی۔"

پامیلا نے علی سے پوچھا "کیا اس طریقہ سے تمہیں نیند آجاتی ہے؟"

"بے شک، میں آزمودہ طریقہ بتا رہا ہوں۔"

"اور اگر نیند نہ آئے تو؟"

"میں دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں۔ نیند نہ آئے تو مجھے آواز دینا۔ میں یہاں آکر تمہیں سلاؤں گا۔"

"اتنے یقین سے کہہ رہے ہو تو جاؤ۔ میں سونے کی کوشش کرتی ہوں۔"

علی دوسرے کمرے میں گیا۔ پامیلا ساگ کی سیج پر آکر دلہا کے بغیر لیٹ گئی۔ دل اور دماغ پر کنوارے پن کا بوجھ تھا۔ جب تک یہ بوجھ نہ اترتا اسے نیند نہ آتی۔ خواہ وہ ہزار بار دماغ کو ہدایات دیتی، نامراد ساگن کی طرح جاگتی رہتی۔

صرف ٹیلی پیتھی ہی اسے تھپک سکتی تھی۔ لیلیٰ نے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ وہ ذرا سی دیر میں گہری نیند سو گئی۔ اس نے علی کے پاس آکر کہا "وہ بے خبر سو رہی ہے۔ میں ہر رات اسی طرح اسے سلا دیا کروں گی اور کوئی کام ہو تو بتاؤ۔"

"شکریہ امی! آپ آرام کریں، میں صبح چھ بجے تک سوتا رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے میں سات بجے آؤں گی۔" وہ چلی گئی۔ علی ایک ایزی چیئر پر آرام سے نیم دراز تھا۔ اسے بھی سو جانا چاہئے تھا لیکن ماں کا انتظار تھا۔ رسونتی ہر رات گیارہ بجے اس کی خیریت معلوم کرنے آتی تھی۔ کچھ دیر بیٹے سے باتیں کرتی تھی۔ پھر مطمئن ہو کر چلی جاتی تھی۔

وہ ٹھیک وقت پر آئی۔ بیٹے نے سلام کر کے خیریت پوچھی اس نے ڈھیر ساری دعائیں دیں۔ پھر کہا "تم مجھے دیکھ کر گئے تھے۔ میں صحت مند ہوں۔ تمہارے ساتھ صبح دو میل کی دوڑ لگاتی تھی۔ آج کل تین میل تک دوڑتی ہوں اور آدھے گھنٹے تک سانس روکتی ہوں۔ کیا تمہاری مشقیں جاری ہیں؟"

"جی ہاں، آج صبح اٹھ کر ورزش کروں گا۔"

"بیٹے! آج تو ساگ رات ہے۔ کیا میری بہو سو رہی ہے؟"

"جی ہاں۔ ابھی امی اسے سلا کر گئی ہیں۔"

"ویسے یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ میرے ارمان دل ہی میں رہ جاتے ہیں۔ پہلے ثانی کو بہو بنانا چاہا تو تم نے کہا دو برس بعد شادی کرو گے اور اب پامیلا سے شادی کر کے بھی اسے میری بہو نہیں بنا رہے ہو۔"

"آپ جانتی ہیں میں اور ثانی ایک دوسرے کو کس قدر چاہتے ہیں اور ہم ہر معاملے میں ایک دوسرے کے ہم مزاج ہوتے ہیں۔ وہی صرف وہی میری شریکِ حیات بنے گی۔ ہماری زندگی ازدواجی رشتے کا بہترین نمونہ ہوگی۔ جہاں آپ نے اتنا صبر کیا ہے۔ کچھ عرصہ اور صبر کر لیں۔"

"کچھ عرصے کا مطلب پچیس برس بھی ہوتے ہیں۔"

"ماما! اسے عرصہ نہیں مدت کہتے ہیں اور اتنی مدت نہیں لگے گی۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو۔ ثانی ادھر جان لبوڈا کی سرپرستی میں ہے۔ پتا نہیں کب ٹرانسفارمر مشین سے گزرے گی اور کب دوبارہ ہمارے ہاتھ آئے۔ تم انتظار میں بوڑھے ہو جاؤ گے اور میں دنیا سے گزر جاؤں گی۔ اپنی گود میں پوتے پوتیوں کو کھلانے کی حسرت لے کر جاؤں گی۔"

"ایسی باتیں نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی تو آپ اور سو برس جئیں گی۔"

"اچھا یہ بتاؤ، شادی کے وقت دلسن کیسی لگ رہی تھی؟"

"میں نے دلہا کی نظر سے نہیں دیکھا پھر کیا بتاؤں وہ کیسی لگ رہی تھی؟"

"بیٹے اتنی شرافت اچھی نہیں ہوتی۔ پھر اسے دلہن سمجھنا کوئی بدمعاشی نہیں ہے۔ تم نے قانون کے مطابق شادی کی ہے۔ میری ایک بات مان لو۔"

"بات ماننے والی ہو تو حکم دیں۔"

"کیا ہاں تم سے غلط بات منوائے گی؟"

"آپ حکم دیں گی کہ میں پامیلا کو سچ مچ آپ کی بہو بنا دوں۔"

"وہ سچ مچ ہے ہی۔ تم سچائی سے انکار کر رہے ہو۔"

"میں اس کنواری کی بہتری کے لئے کر رہا ہوں۔"

"کیا بہتری کر رہے ہو؟ اپنا مقصد پورا ہوتے ہی اسے رونے اور آہیں بھرنے کے لئے چھوڑ جاؤ گے۔ پامیلا کے دل میں بیٹھ کر سنو تمہیں اپنی ماں کی دھڑکنیں اور محرومیاں سنائی اور دکھائی دیں گی۔ جب بھی تمہارے پاپا مجھ سے دور ہو جاتے تھے۔ میں ویران ہو جاتی تھی۔ تم یہی ویرانی میری بہو کے نصیب میں لکھنے والے ہو۔ وہ تمہارے نام پر جینے اور مرنے آئی ہے اور تم اسے اندر سے مار کر جاؤ گے۔"

"اوہ ماما! آپ مجھے جذبات میں الجھا رہی ہیں۔"

"میں جذبات سے نہیں اخلاق اور انسانیت کے حوالوں سے بول رہی ہوں۔"

"انسانیت کا تقاضا ہے کہ میں اسے حقیقت بتا دوں پتا نہیں حقیقت معلوم ہونے کے بعد اس کے دل میں میری محبت رہے گی یا نہیں لیکن کام بگڑ جائے گا۔"

"کام نہیں بگڑے گا۔ میرا مشورہ ہے' جب تک گولڈن برنیز کا سراغ نہ ملے اپنی حقیقت چھپاؤ۔ کامیاب ہونے کے بعد میری بہو کو دھوکا دے کر نہ جاؤ۔ اسے صاف صاف بتا دو کہ تم مسلمان ہو۔ اگر وہ راضی خوشی اسلام قبول کرے گی تو تم اسے ساری زندگی کے لئے قبول کرو گے۔ مجھے یقین ہے جب اسے معلوم ہو گا کہ تم نے اس کی عزت رکھنے کے لئے اسے فریب دیا تھا تو وہ ضرور تمہاری عزت کرے گی۔"

"اور اگر عزت نہیں کرے گی۔ محبت کے بجائے دشمنی پر آمادہ ہو گی تو پھر میں اسے چھوڑ کر روپوش ہو جاؤں گا اور یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"ہاں اپنی اصلیت ظاہر کرنے کے بعد تمہارا اخلاقی فرض ادا ہو جائے گا۔"

"آپ بہت اچھی ہیں ماما! میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گا۔"

"میں اپنی بہو کے خوابیدہ دماغ کو چوم کر ابھی آتی ہوں۔"

رسونتی وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے پامیلا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اسے مخاطب نہیں کر سکتی تھی کیونکہ کارمن کی کوکھ ماں نہیں تھی۔ وہ سماس کی حیثیت سے کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ پھر یہ کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلائی گئی تھی۔ اسے مخاطب نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اور اس کی یہ خاموشی سود مند ثابت ہوئی۔ اس وقت پامیلا کے خوابیدہ دماغ میں کوئی بول رہا تھا "آج تمہاری سہاگ رات ہے اور تم آدھی رات کو ہی سو گئی ہو' یہ معاملہ کیا ہے؟"

پامیلا کی خوابیدہ سوچ نے پوچھا "تم کون ہو؟"

اس سوال نے رسونتی کو سمجھا دیا کہ دماغ میں آنے والا پامیلا کے لئے اجنبی ہے اور آج پہلی بار اس کے پاس آیا ہے۔ آنے والا کہہ رہا تھا "میں کوئی بھی ہوں تم مجھے نہیں جانتی ہو اور نہ ہی کبھی جان سکو گی۔"

رسونتی نے پامیلا کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھتے ہوئے اس کی سوچ میں کہا "اپنے متعلق نہ بتاؤ۔ یہ تو بتا دو' مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"میں تمہارے باپ کو بھی نہیں جانتا تھا۔ شام کو تمہارے بنگلے کے سامنے شادی کی چہل پہل دیکھی۔ وہاں اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کی بھی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ اس سے اندازہ ہوا کہ اس بنگلے کا مکین راجر موس بہت اہم شخص ہے۔ جس کے گھر اسرائیل کی بڑی بڑی شخصیتیں پہنچی ہوئی ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "پھر میں تمہاری شادی میں بن بلائے مہمان کی طرح گیا۔ یہ معلوم کیا کہ تمہارا باپ الیکٹریکل ڈیپارٹمنٹ کے ایک خفیہ شعبے کا انچارج ہے۔ یہ بڑی حیرانی کی بات ہے۔ بجلی کے شعبے کے ایک عہدیدار کے ہاں اس ملک کے تمام خالص کھمن جمع ہو گئے ہیں۔ میں نے تمہارے باپ کے دماغ میں جانا چاہا اس نے سانس روک لی۔"

پھر وہ ذرا رک کر بولا "پھر میں تمہارے دلہا کے پاس گیا۔ اس نے بھی سانس روک لی۔ ویسے تمہارے دماغ میں جگہ مل گئی۔ کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے کہ ایک ہی ڈیپارٹمنٹ کے سسر داماد یوگا کے ماہر ہیں۔"

رسونتی نے پامیلا کے ذریعے کہا "اس میں تعجب کی بات کیا ہے۔ کیا ایک پہلوان کسی جوان پہلوان کو اپنا داماد نہیں بناتا؟ کیا ایک ہی گھر میں دو چار سیاست دان نہیں ہوتے؟"

"ایسا ضرور ہوتا ہے لیکن تمہارے لئے حاکموں اور جنرلوں کے رشتے آ رہے تھے تمہارے باپ نے کارمن کو کیوں داماد بنایا جس کا کوئی خاص خاندانی بیک گراؤنڈ نہیں ہے۔"

"کارمن میری پسند ہے۔ میرا محبوب ہے۔"

"میں نے شام کو تمہارے چور خیالات پڑھے تھے۔ کوئی خاص راز کی بات معلوم نہ ہو سکی۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"جو معلوم کرنا چاہتا ہوں' وہ تمہارا دماغ نہیں بتائے گا۔ مجھے شبہ ہے کہ تمہارے دماغ کو لاک کیا گیا ہے۔ میں ابھی تم پر عمل کروں گا' تمہیں اپنی معمولہ بناؤں گا تو مقفل راز باہر آ جائے گا۔"

وہ پامیلا پر عمل کرنے لگا۔ رسونتی اس کی پشت پر تھی وہ معمولہ نہیں بن سکتی تھیں لیکن ظاہر کر رہی تھی جیسے عامل کے ہپناٹزم میں آ رہی ہے اور اس کی معمولہ بن رہی ہے۔ جب اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یقین ہو گیا کہ وہ پوری طرح معمولہ بن چکی ہے تو اس نے پوچھا "کیا تمہارا باپ راجر موس اور شوہر کارمن کچھ پُراسرار لگتے ہیں؟"

وہ بولی "پُراسرار تو نہیں البتہ ریزرو رہتے ہیں' بہت کم گو ہیں۔ میرے باپ کی بہت سی عادتیں کارمن میں ہیں اسی لئے میں اسے بہت چاہتی ہوں۔"

"کیا سرکاری ملازمت کے علاوہ بھی ان کی کچھ سرگرمیاں ہیں۔"

"ان کی ڈیوٹی کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ وہ آدھی رات کو بھی فون کال سن کر ڈیوٹی پر جاتے ہیں۔"

"کیا کارمن آدھی رات کے وقت نئی دلہن کو چھوڑ کر ڈیوٹی پر گیا ہے۔"

"شاید گیا ہے۔ میں ابھی سو رہی ہوں' میری آنکھیں بند ہیں۔ میں یہ دیکھ نہیں سکتی کہ وہ میرے بستر پر موجود ہے یا نہیں؟"

"اب میں تمہیں جو حکم دوں گا تم اس پر عمل کرو گی۔"

"عمل کروں گی۔"

"میں نے اس بنگلے کے بیرونی دروازے کے پاس ایک چھوٹی سی شیشی رکھی ہے۔ تم صبح کارمن کی چائے میں اس شیشی کے دو قطرے ڈالو گی۔"

"میں کارمن کی چائے میں اس شیشی کے دو قطرے ڈالوں گی۔"

"تم ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے بعد اٹھو گی' بیرونی دروازہ کھول کر وہ شیشی فرش پر سے اٹھا کر کمرے میں واپس آؤ گی اور شیشی کو چھپا کر رکھو گی۔"

پامیلا نے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ وہ بولا "تمہارا باپ راجر موس تم سے ملنے آئے گا۔ یا تم میکے جاؤ گی تو راجر موس کو بھی دودھ یا چائے میں اسی شیشی کے دو قطرے ملا کے پلاؤ گی۔"

پھر اس نے پامیلا کو ایک گھنٹے تک گہری نیند سونے کا حکم دیا۔ رسونتی نے علی کے پاس آ کر اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تمام روداد سنائی۔ علی نے یہ سننے کے بعد بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔ "یہ کون شخص ہے۔ ہماری ٹوہ میں کیوں لگا ہے؟"

رسونتی نے کہا "وہ شام کو تمہاری شادی کی تقریب میں موجود تھا گویا وہ اسی شہر میں رہتا ہے۔"

"ماما! آج کل تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اتنے محتاط ہو گئے ہیں کہ جہاں ٹیلی پیتھی کا کھیل کھیلتے ہیں' وہاں خود موجود نہیں رہتے۔ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے واردات کرتے ہیں۔ جان لیوا ڈاڈا اپنے خیال خوانی کرنے والے ماتحتوں کو ان کی پناہ گاہ سے نکلنے نہیں دیتا ہے۔ سانک مین بھی اپنے اکلوتے خیال خوانی کرنے والے کو اسکو سے باہر جانے نہیں دے گا۔ یہاں جو بھی خیال خوانی کرنے والا آیا تھا اور میری شادی اٹینڈ کی تھی اس کا تعلق یہودیوں سے ہے۔ گولڈن برنیز کے ماتحت رہنے والوں میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا باغی ہو گیا ہے۔ وہ اسرائیل کی اہم شخصیتوں تک اور گولڈن برنیز تک پہنچنا چاہتا ہے۔"

"تمہارا یہ اندازہ بڑی حد تک درست لگتا ہے۔ پچھلے دنوں گولڈن برنیز نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے جنرل پارکن کو سزا دی تھی اسے اس کی رہائش گاہ میں نظر بند رکھا تھا۔ معلوم ہوتا ہے وہ قید سے نکل بھاگا ہے۔"

"ماما! آپ کسی حاکم کے خیالات پڑھ کر کچھ معلوم کر سکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ ایک حاکم کے دماغ میں آئی۔ وہ سو رہا تھا۔ اس کے خوابیدہ خیالات نے بتایا کہ پچھلے بیس گھنٹے سے جنرل پارکن لاپتا ہے۔ وہ اپنے بنگلے میں نظر بند تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہرداروں کو ٹریپ کر کے فرار ہو گیا ہے۔ پورے ملک کے جاسوس چھوٹے بڑے شہروں میں اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔

ماں نے بیٹے کے پاس آ کر یہ باتیں بتائیں۔ علی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "ماما! پندرہ منٹ کے بعد پامیلا کی تنویمی نیند کا ایک گھنٹا پورا ہو جائے گا۔ جنرل پارکن یہی سمجھ رہا ہے کہ تنویمی عمل کامیاب ہوا ہے۔"

"ہاں' وہ یہی سمجھ رہا ہے۔"

"وہ پامیلا کے دماغ میں آ کر یا ہمارے بنگلے کے باہر چھپ کر یہ ضرور دیکھے گا کہ وہ بیرونی دروازہ کھول کر شیشی اٹھائے گی یا نہیں۔"

"بیٹے! میرا خیال ہے وہ پامیلا کے دماغ میں رہ کر ہی یہ معلوم کرے گا۔"

"پھر بھی میں چھپ کر باہر جا رہا ہوں۔ جب آپ کو یقین ہو جائے کہ وہ پامیلا کے پاس نہیں ہے تو آپ میرے پاس آ جائیں۔ اس کے بعد جو کرنا ہے وہ میں آپ کو بتاؤں گا۔"

وہ کمرے سے نکل کر بنگلے کے پچھلے حصے کی طرف جانے لگا۔ رسونتی وقت کے مطابق پامیلا کے پاس آ گئی۔ اسے ٹھیک ایک گھنٹے بعد جگایا وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پلنگ سے اتر کر چلتی ہوئی کمرے سے باہر آئی پھر آگے بڑھتی ہوئی بیرونی دروازے تک پہنچی۔ اسے کھول کر نیچے فرش پر دیکھا وہاں ایک شیشی رکھی ہوئی تھی۔ پامیلا نے اسے اٹھا لیا۔ دروازے کو دوبارہ بند کر کے کمرے کی طرف واپس جانے لگی۔

اس کی سوچ نے کہا "مجھے کارمن کے کمرے میں جھانک کر دیکھنا چاہئے وہ سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔"

اسکی سوچ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ پارکن پامیلا کے ذریعے کارمن کی مصروفیات معلوم کرنا چاہتا ہے۔ پامیلا کھڑکی کے پاس آئی۔ وہ بند تھی' اندر پردہ پڑا ہوا تھا۔ پھر وہ دروازے کے پاس آئی وہ اندر سے لاک تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ دوسری بار بھی دستک دینے سے دروازہ نہ کھلا تو رسونتی نے اس کی سوچ میں کہا "اچھا سمجھ گئی کارمن ایمرجنسی کال پر ڈیوٹی کے لئے گیا ہے۔"

اس بات سے جنرل پارکن کو اطمینان ہو گیا ہو گا۔ رسونتی نے پامیلا کو کمرے میں لا کر اسے بستر پر لٹایا شیشی کو تکیے کے نیچے رکھوایا۔ پھر اس کی آنکھ بند کرائی۔ اسے نیند کی آغوش میں پہنچانے لگی۔ علی بنگلے کے پچھلے حصے سے نکل کر اگلے حصے کی طرف آگیا تھا۔ ایک جگہ چھپ کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے بنگلے کے سامنے گلی کے راستے پر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ کوئی یہ دیکھنے آیا تھا کہ پامیلا دروازہ کھول کر شیشی پہنچاتی ہے یا نہیں؟ علی جھکتا ہوا دبے قدموں سے کار کے قریب پہنچا۔ سر اٹھا کر دیکھا اندر کوئی نہیں تھا۔ پچھلا دروازہ بند تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ کھلا تھا۔ وہاں سے کوئی نکل کر کارمن کے بنگلے کے احاطے میں گیا ہو گا۔

اس نے اندر ہاتھ ڈال کر پچھلے دروازے کو کھولا اور پھر اندر آکر دروازے کو بند کر کے اگلی پچھلی سیٹوں کے درمیان لیٹ گیا۔ اس کار کا مالک جنرل پارکن نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر وہ ہوتا تو کار کی سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے پامیلا کے دماغ میں بھی پہنچتا اور کار کی کھڑکی ہی سے اسے دروازہ کھول کر شیشی اٹھاتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔

رسونتی ابھی تک بیٹے کے پاس نہیں آئی تھی۔ اس سے بھی علی نے سمجھ لیا تھا کہ پارکن' پامیلا کے دماغ میں ہے اور ماما اپنی بہو کے دماغ کو کنٹرول کر رہی ہے۔

تھوڑی دیر بعد قدموں کی چاپ سنائی دی پھر کوئی اگلا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ دروازے کو بند کر کے اس نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے کہیں جانے لگا۔ علی دونوں سیٹوں کے درمیان خاموش پڑا ہوا تھا۔ اپنی ماں کا انتظار کر رہا تھا۔

رسونتی نے آکر کوڈ ورڈز ادا کئے' اسے بتایا کہ پارکن' پامیلا کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کارمن کمرے میں موجود ہے یا نہیں۔ پارکن کو یہ اطمینان دلایا گیا ہے کہ کارمن ایمرجنسی ڈیوٹی پر گیا ہے۔

علی نے کہا "میں اس کار والے کو بولنے پر مجبور کروں گا۔ اگر اس کے دماغ میں جگہ نہ ملے تو میں اسے سانس روکنے نہیں دوں گا۔ آپ معلوم کریں کہ یہ پارکن ہے یا اس کا کوئی آلۂ کار ہے؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر پچھلی سیٹ پر آیا تو ڈرائیو کرنے والا عقب نما آئینے میں دیکھ کر چونک گیا۔ فوراً بریک لگا کر گاڑی کو روکا اور پیچھے گھوم کر دیکھتے ہوئے بولا "کون ہو تم؟"

دوسرے ہی لمحے اس نے سانس روک لی۔ علی نے پوچھا "کیا یہ سانس روک رہا ہے؟"

ماں نے کہا "ہاں بیٹے!"

علی نے کراٹے کا ایک فولادی ہاتھ اس کے مُنہ پر رسید کیا۔ کار والے کو ایسا ہی لگا جیسے مُنہ پر آہنی سلاخ کی ضرب لگائی گئی ہے۔ اس کی ناک اور باچھوں سے خون نکلنے لگا تھا۔ چند لمحوں کے بعد رسونتی نے کہا "مبارک ہو۔ صیاد اپنے دام میں خود آپ آگیا۔ یہ کمبخت جنرل پارکن ہے۔"

"ٹھیک ہے ماما! اسے یہ نہ معلوم ہونے دیں کہ آپ اس کے اندر موجود ہیں۔"

پارکن تکلیف برداشت کرتے ہوئے چوری چھپے جیب سے ریوالور نکال رہا تھا۔ علی نے دوسرا ہاتھ مُنہ پر رسید کیا۔ وہ ہاتھ ناقابلِ برداشت تھا۔ وہ چکرا کر اسٹیئرنگ کے نیچے لڑھکتا ہوا گیا۔ پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔

رسونتی نے کہا "یہ بے ہوش ہو گیا ہے۔"

علی پچھلا دروازہ کھول کر آگے آیا۔ اگلا دروازہ کھول کر اس نے پارکن کو اٹھا کر ساتھ والی سیٹ پر ڈالا۔ پھر اسٹیئرنگ سنبھال کر گاڑی کو اسٹارٹ کیا۔ رسونتی نے کہا "اسے ختم کر دو۔ یہودی خلل انداز خوانی کرنے والا ایک اور کم ہو جائے گا۔"

"نہیں ماما! میں اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ اس ایک کے فرار ہونے سے یہاں کے اعلیٰ حکام سے لے کر گولڈن برنیز تک پریشان ہیں۔ اگر میں اسے واپس ان کے پاس پہنچا دوں تو میرے محب وطن یہودی ہونے کی دھاک بیٹھ جائے گی۔ سب مجھ پر پہلے سے زیادہ اندھا اعتماد کرنے لگیں گے۔"

"تم درست کہتے ہو لیکن ٹیلی پیتھی ایک خطرناک ہتھیار ہے۔ اسے پہلی فرصت میں ضائع کر دینا چاہئے۔"

"آپ اس کے دماغ میں پہنچ چکی ہیں۔ کسی وقت بھی اسے ختم کر سکتی ہیں۔ فی الحال مجھے اپنی چال چلنے دیں۔"

وہ ڈرائیو کرتا ہوا پامیلا کے باپ راجر موس کے بنگلے کے سامنے پہنچا۔ چوکیدار نے اس کے لئے گیٹ کھولا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا احاطے میں آیا۔ کار سے اتر کر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ تھوڑی دیر بعد راجر موس نے بند دروازے کے پیچھے سے پوچھا "کون ہے؟"

"انکل! میں ہوں کارمن۔"

دروازہ کھل گیا۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "بیٹے! خیریت ہے' اتنی رات کو آئے ہو۔ پامیلا کہاں ہے؟"

"وہ خیریت سے ہے۔ میں ایک دشمن کو زخمی کر کے لایا ہوں۔ آپ کسی اعلیٰ پولیس افسر کو کال کریں۔"

اس نے کار کا دروازہ کھولا۔ بے ہوش پارکن لڑھک کر باہر آگرا۔ راجر موس نے پوچھا "یہ کون ہے؟ اسے کہاں سے لائے ہو؟"

"یہ رات کے دو بجے ہمارے بنگلے کے سامنے آیا تھا۔ کار سے اتر کر ہمارے احاطے میں ایک جگہ چھپ گیا تھا۔ میں ایک کھڑکی کے پیچھے سے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں بنگلے کے پیچھے سے نکل کر چھپتا ہوا اس کی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کار کی کھڑکی سے دیکھا۔ پامیلا نیند کی حالت میں چلتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر آئی پھر فرش پر سے ایک شیشی اٹھا کر اندر چلی گئی۔"

راجر موس نے پوچھا "اس شیشی میں کیا تھا؟"

"میں نہیں جانتا۔ یہ ہوش میں آکر بتائے گا۔ میں نے اس کی پٹائی کی' بے ہوش کر کے گاڑی میں ڈالا پھر بنگلے کے اندر جا کر دیکھا تو پامیلا گہری نیند میں تھی۔ مجھے شبہ ہے کہ یہ شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے میری پامیلا کو ہپناٹائز کر کے وہ شیشی دی ہے۔"

علی بے ہوش پارکن کو اٹھا کر ڈرائنگ روم میں لایا۔ پھر اس کی جیب سے ریوالور نکالا اور راجر موس کو دے کر کہا "آپ پولیس کے آنے تک اس شخص کی نگرانی کریں۔ میں گھر جا کر پامیلا کو لے کر آتا ہوں۔"

وہ راجر موس کی کار لے کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے بنگلے میں آیا۔ اپنی ماں سے بولا "آپ پامیلا کے پاس جائیں۔ اسے یاد دلائیں کہ وہ کبھی سو رہی تھی اور کبھی جاگ رہی تھی۔ ابھی جاگنے کے بعد اسے یاد آیا کہ اس نے باہر سے ایک شیشی لا کر اپنے تکیے کے نیچے رکھی تھی۔"

جب وہ اپنے بنگلے کے اندر آیا تو پامیلا بیدار ہو گئی تھی۔ اسے دیکھ کر بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا میں اتنی دیر سے سو رہی تھی یا جاگ رہی تھی۔"

علی نے پوچھا "یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟"

"یہ شیشی ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے میں نیند میں چلتی ہوئی باہر گئی تھی وہاں سے یہ بھری ہوئی شیشی لائی تھی۔"

وہ شیشی لے کر اسے تھپکتے ہوئے بولا "کوئی ٹیلی پیتھی یا ہپناٹائز جاننے والا تمہارے دماغ سے کھیل رہا تھا۔ میں نے اس بدمعاش کی خوب پٹائی کی ہے۔ اسے تمہارے ڈیڈی کے پاس پہنچا کر آرہا ہوں۔ چلو ہم وہاں چلیں۔"

وہ حیرانی سے بولی "اتنا کچھ ہو گیا اور مجھے خبر نہ ہوئی۔"

وہ میرے ساتھ آکر اپنے باپ کی کار میں بیٹھ گئی۔ علی نے کہا۔ "تم ہپناٹائز کی گئی تھیں۔ ابھی اپنے حواس میں ہو۔ یہ یاد رکھو کہ ہم میاں بیوی ہیں۔ ہم نے سہاگ رات گزاری ہے۔"

اس نے کچھ صدمے سے اور کچھ شرماتے ہوئے سر کو جھکا لیا۔ وہ بولا "تم ایک کنواری کی طرح شرما رہی ہو۔ تمہاری ممی جہاندیدہ ہیں۔ وہ ہماری چوری پکڑ لیں گی۔"

"میں نہیں جانتی ایک ساگن کیسے مسکراتی ہے۔ مجھے اور آزمائش میں نہ ڈالو۔"

علی جانتا تھا کہ ماما یہ باتیں سن رہی ہیں۔ وہ پامیلا کی ماں کو اندر کی باتیں سمجھنے کا موقع نہیں دیں گی۔ وہ اپنے سسرال پہنچ گیا۔ ساس نے اپنی بیٹی کو گلے لگا لیا۔ وہاں پولیس کے اعلیٰ افسران پہنچ گئے تھے۔ پامیلا کا بیان سن کر انہیں یقین ہو گیا کہ یہ ٹیلی پیتھی کا چکر چل گیا ہے۔

اعلیٰ حکام سے رابطہ کیا گیا۔ گولڈن برنیز تک خبر پہنچی اس کے بعد ہی الپا خیال خوانی کے ذریعے پارکن کے دماغ میں آگئی۔ اس نے تصدیق کی کہ وہ جنرل پارکن ہے۔ یہ انکشاف ہوتے ہی پارکن کو ہتھکڑی پہنا دی گئی۔

الپا خیال خوانی کے ذریعے سوالات کرنے لگی۔ پارکن افسران کے سامنے زبان سے جواباً بولنے لگا۔ "میں نے فرار ہونے کے بعد فیصلہ کیا تھا کہ یہاں بہروپ میں رہوں گا۔ تمام خیال خوانی کرنے والوں کا اور گولڈن برنیز کا سراغ لگاؤں گا۔ مسٹر راجر موس کے ہاں شادی کی تقریب میں اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو دیکھ کر میری عقل میں آیا کہ راجر موس غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ میں نے اس کے اور کارمن کے دماغوں میں پہنچنا چاہا تو پتا چلا دونوں سسرال ماریوگا کے ماہر ہیں۔"

الپا نے کہا "اس لئے تم نے اس کی بیٹی پامیلا کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچنے کی کوشش کی اور وہ ضرر رساں دوا کی شیشی اس کے پاس پہنچائی۔"

"ہاں' یہی ایک طریقہ تھا۔ میں کارمن اور راجر موس کے دماغوں کو کمزور رہنا کران کی غیر معمولی اہمیت کو سمجھ سکتا تھا۔"

"تم کسی کو آلۂ کار بنا کر وہ شیشی پامیلا کے دروازے پر رکھ سکتے تھے۔ تم نے خود وہاں جانے کی حماقت کیوں کی؟"

"جب تک ٹھوکر نہ لگے اپنی حماقت سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر یہ مجبوری تھی کہ کسی پر عمل کر کے اسے اپنا آلۂ کار بنانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ یہ خود اعتمادی بھی تھی کہ میں ٹیلی پیتھی کی طاقت سے تنہا یہ کام کر گزروں گا۔ یہ خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ کارمن بڑی چالاکی اور خاموشی سے مجھے اس انجام کو پہنچا دے گا۔"

گولڈن برنیز کے فیصلے کے مطابق ایک اعلیٰ حاکم نے پولیس افسران کو حکم دیا "جنرل پارکن کو اسی وقت ملٹری اسپتال کے آپریشن تھیٹر پہنچاؤ۔ اس سے پہلے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن' رائفائی طرح پارکن کے دماغ میں بھی پہنچیں۔ اس کا برین واش کر دیا جائے گا۔"

پھر گولڈن برنیز کی طرف سے اعلیٰ حاکم نے کہا "مسٹر کارمن ہیرالڈ تم نے پارکن کو گرفتار کرا کے ملک اور قوم کو ایک بڑے نقصان سے بچایا ہے۔ گولڈن برنیز تمہاری حب الوطنی اور فرض شناسی سے بہت خوش ہیں اور مسٹر راجر موس کو....."

اعلیٰ حاکم نے ادھر ادھر دیکھ کر پوچھا "یہ مسٹر موس کہاں چلے گئے؟"

راجر موس نے بنگلے کے اندرونی حصے سے ڈرائنگ روم میں

آتے ہوئے کہا "ایکسکیوزمی' ذرا واش روم میں گیا تھا۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا "تم نے مسٹر کارمن کو داماد بنا کر اور اپنے شعبے میں ترقی دے کر دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ گولڈن برنیز تم سے بہت خوش ہیں۔"

پولیس افسران جنرل پارکن کو لے گئے۔ رسونتی نے آکر کہا۔ "بیٹے تم نے ان کا بھرپور اعتماد حاصل کیا ہے لیکن برین واشنگ کے بعد پارکن کی آواز اور لہجہ بدل جائے گا۔ میں اس کے دماغ کو گرفت میں نہیں رکھ سکوں گی۔"

"ماما! میرا کام ہوگیا۔ اب آپ سلمان انکل سے کہیں کہ وہ پارکن کی آواز اور لہجے میں جان لہوذا سے مدد کی اپیل کرے اور اسے بتائے کہ اس کا برین واش ہونے والا ہے۔ اس کے بعد یہودی اور امریکی خیال خوانی کرنے والے پارکن کے دماغ کو میدانِ جنگ بنالیں گے۔ اب آپ جائیں۔ الپا وغیرہ میرے دماغ میں اچانک آسکتے ہیں۔"

وہ چلی گئی۔ راجر موس نے کہا "بیٹے کارمن! میں تم پر جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔ تم نے حکمرانوں اور گولڈن برنیز کے سامنے میرا سر اونچا کردیا ہے۔"

اس نے پوچھا "انکل! یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ گولڈن برنیز کی باتیں یہاں تک کیسے پہنچ رہی ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولا "باہر انٹیلی جنس کا چیف اپنی کار میں بیٹھا ہے۔ وہاں ڈیش بورڈ کے ساتھ ایک کمپیوٹر ہے۔ اس کمپیوٹر کے ذریعے ہماری باتیں گولڈن برنیز تک اور ان کی باتیں ہم تک پہنچ رہی ہیں۔"

"لیکن یہ باتیں کون یہاں سن رہا ہے؟"

"تم سمجھ رہے ہو وہ اعلیٰ حاکم ہمارے اس لئے ایک کان میں ایئرفون لگایا ہے۔ دراصل اس ایئرفون کے ذریعے اعلیٰ حاکم انٹیلی جنس کے چیف کی باتیں سن رہا ہے۔ اور چیف کمپیوٹر اسکرین کی تحریر پڑھ کر اس حاکم کو سنا رہا ہے۔"

علی اس کی وضاحت سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ راجر موس اپنے بنگلے کے باہر نہیں گیا۔ البتہ بنگلے کے اندرونی حصے میں گیا تھا اور یہ بتایا تھا کہ وہ واش روم میں گیا تھا۔ بہرحال جب وہ باہر نہیں گیا تھا تو اسے کس نے بتایا تھا کہ چیف کی گاڑی میں کمپیوٹر ہے اور وہ گاڑی میں بیٹھ کر فون کے ذریعے اعلیٰ حاکم سے رابطہ کررہا ہے۔

یہ بات سب ہی جان سکتے تھے یا اندازہ کرسکتے تھے کہ چیف سراغرساں اور اعلیٰ حکام کے درمیان رابطہ رہتا ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ گولڈن برنیز کا پیغام ایک دوسرے تک پہنچا رہے ہیں اور یہ بات کانوں میں ہیڈ فون لگائے بغیر راجر موس کو معلوم ہوتی رہی تھی۔

اس طرح یہ شبہ ہوا کہ راجر موس گولڈن برنیز سے کوئی تعلق ضرور رکھتا ہے اور وہ تھوڑی دیر پہلے واش روم نہیں گیا تھا کسی دوسری جگہ سے ہو کر آیا تھا۔ علی کے اندر ایک گرہ سی پڑ گئی۔ وہ جب تک اسے کھول نہ لیتا' ایک بے چینی سی رہتی۔

اعلیٰ حاکم اور دوسرے افسران وہاں سے رخصت ہوگئے اس نے پامیلا سے پوچھا "گھر نہیں چلو گی؟"

"چلو' رات یونہی گزر گئی۔ چار بج رہے ہیں۔"

ساس نے کہا "اس وقت کہاں جاؤ گے' یہیں آرام کرو۔"

راجر موس نے کہا "بیٹے کارمن! تم تمام رات جاگتے رہے ہو۔ کل تمہاری چھٹی ہے۔ یہاں دیر تک نیند پوری کرسکتے ہو۔"

وہ خود وہاں رہنا چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ راجر موس کا وہ واش روم کہاں ہے جہاں وہ ایسے وقت گیا تھا جب ایک اہم مفرور ٹیلی پیتھی جاننے والا پکڑا گیا تھا اور اس کا محاسبہ کیا جارہا تھا۔ پامیلا اپنے میکے میں رہنا نہیں چاہتی تھی۔ وہاں ماں باپ کے سامنے اسے شوہر کے ساتھ ایک کمرے میں رہنا پڑتا اور وہ اتنی بڑی آزمائش سے گزرنا نہیں چاہتی تھی۔

دونوں میاں بیوی سرگوشیوں میں مشورے کرنے لگے۔ پامیلا کے والدین سمجھتے تھے کہ وہ نئے دلہا دلہن ہیں۔ زندگی کے نئے دن اور نئی راتیں رشتے داروں سے اور دوسری مداخلتوں سے دور گزارنا چاہتے ہیں۔ تاہم پہلی رات بڑی واردات ہوئی تھی کہ وہ بیٹی کو ابھی سسرال نہیں بھیجنا چاہتے تھے۔

ساس نے کہا "میں سمجھتی ہوں۔ بہت کچھ سمجھتی ہوں مگر ابھی بیٹی کو نظروں سے دور کرنے کو دل نہیں مانتا۔ ابھی رہ جاؤ' کل شام کو چلے جانا۔"

دونوں کو وہاں رہنا پڑا۔ ساس نے ایک کمرے میں دودھ اور پھل وغیرہ لاکر رکھ دیئے۔ پھر انہیں وہاں چھوڑ کر چلی گئی۔ علی نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا "زندگی میں بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تم پہلی ہی آزمائش سے پریشان ہو رہی ہو۔"

وہ ایک ہاتھ سے سر تھام کر صوفے پر گر پڑی۔ اس کا گورا اور گلابی چہرہ تمتما رہا تھا اور وہ آنکھیں بند کئے گہری سانسیں لے رہی تھی۔ علی نے اسے غور سے دیکھا پھر پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ کچھ نہ بولی' صوفے پر کبھی یہ پہلو کبھی وہ پہلو ہونے لگی۔ وہ قریب آکر بولا "پامی! طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

اس نے اس پر ہاتھ رکھا تو پتا چلا' بدن گرم ہو رہا ہے۔ پھر اس نے پیشانی کو چھو کر دیکھا اور کہا "تمہیں تو بخار ہے۔ بستر چلو میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔"

پامیلا نے ادھ کھلی آنکھوں سے اس انداز میں اسے دیکھا جیسے کسی اناڑی کو دیکھ رہی ہو۔ پھر دھیمی آواز میں بولی "ڈاکٹر کو نہ بلانا۔"

"کیوں نہ بلاؤں؟"

وہ آنکھیں بند کرتے ہوئے بولی "بھید کھل جائے گا۔"

علی تیور کا سر جھک گیا۔ بخار سمجھ میں آگیا۔ کسی کے بدن پر کوڑے مارنا ایسا ظلم نہیں ہے جیسا کہ وہ ظلم کررہا تھا۔ کیوں کر رہا تھا؟ جبکہ وہ بیوی تھی۔ اس کے ساتھ جو تعلق ہوتا' وہ جائز ہوتا۔

وہ جس ذہانت سے سوچتا تھا' اسی ذہانت نے اسے سمجھا دیا کہ آئندہ کیا ہوگا؟ اس کا علم صرف خدا کو ہے۔ بندہ تو صرف سوچتا ہے کہ ایسا ہوگا مگر ویسا ہو جاتا ہے۔ وہ سوچتا تھا' ایک دن جب وہ پامیلا کو چھوڑ کر جائے گا تو پامیلا اپنی عزت کا اور سہاگ کا ماتم کرے گی۔ جبکہ وہ ابھی اس ادھورے' نامکمل اور محرومیوں سے بھرپور سہاگ کا ماتم کررہی تھی۔

وہ بعد میں رلانا نہیں چاہتا تھا اور ابھی رلا رہا تھا۔ یہ کوئی دانشمندی نہیں تھی۔ ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو مستقبل کو خدا کی رضا سے نہیں دیکھتے' اپنی مرضی کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ اپنے رب پر کمزور اعتماد کی دلیل ہے۔

وہ اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر کھڑا ہوگیا۔ پامیلا نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ سینہ بہ سینہ ہو کر دل کی دھڑکنیں سنانے لگی۔ پھر چونک کر بولی۔ "نہیں' مجھے چھوڑ دو۔ ہاتھ نہ لگاؤ' ربی کی پیش گوئی کے مطابق ہمارے درمیان فاصلہ رہنا چاہئے۔"

"تمہارا علاج ضروری ہے۔ ڈاکٹر دیر سے آیا ہے مگر آگیا ہے۔"

"کہاں ہے وہ؟"

اس نے پلنگ کے پاس آکر اسے بستر پر لٹا دیا۔ اس کی کلائی تھام کر نبض کی رفتار دیکھی' مرض کی گفتار سنی' بخار کا ٹمپریچر دیکھتا گیا اور دوا کرتا گیا۔ بعض مریض رات سے صبح کردیتے ہیں۔ وہ مریضہ بھی رفتہ رفتہ نارمل ہوتی چلی گئی۔

جب ہوش میں آئی تو گھبرا کر بولی "اوہ کارمن! میری جان! تم نے قریب آکر اپنی زندگی داؤ پر لگادی ہے۔"

وہ بولا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم پچھلی رات گیارہ بجے سوگئی تھیں۔ تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ بھی لگ گئی۔ میں نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا۔ وہ شاید ربی اسفندیار تھے۔"

"وہ خواب میں آئے تھے؟"

"ہاں' کہہ رہے تھے۔ تم دونوں نے اپنی جان کا خطرہ مول لے کر شادی کی ہے۔ شادی کے بعد جذبات کو مارنا اور رہبانیت کا راستہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ تم ازدواجی رشتہ قائم کرسکتے ہو مگر ایک شرط ہے۔"

پامیلا نے پوچھا "کیسی شرط؟"

"ربی نے کہا پہلی شرط یہ تھی کہ کارمن دلہن کی سیج پر جائے گا آزمائے گا۔ لہٰذا دلہن کے لئے خاص طور پر سسرال میں جو سیج سجائی ہے اس سیج پر نہ جاؤ۔ اب نئی شرط یہ ہے کہ دلہن کے میکے میں میرے لئے سیج کا انتظام ہو۔ تم نے دیکھا پامیلا! قدرتی طور پر ایسا چکر چل گیا کہ پہلی رات ہی تم سسرال سے میکے آگئیں اور تمہاری ممی نے مجھے یہ سیج دی۔ ربی کی شرط پوری ہوگئی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "یہ تو ہماری ازدواجی زندگی میں ایک معجزہ ہوگیا۔ میں بیان نہیں کرسکتی کہ میں کتنی خوش ہوں۔ مجھے دنیا جہان کی دولت مل گئی ہے۔"

"میں چاہتا ہوں' تم چالیس راتوں تک میرے گھر کی سیج پر نہ آؤ۔ کیا ہم دو چار راتیں اسی کمرے میں گزار سکتے ہیں؟"

"ضرور' میرے ممی اور ڈیڈی ہمارے یہاں رہنے سے بہت خوش رہیں گے۔ ہم یہاں سے چالیس دن بعد جائیں گے۔"

"نہیں' میں اتنے دن سسرال میں نہیں رہوں گا۔ مجھے دوسرا شاندار بنگلا سرکار کی طرف سے ملنے والا ہے۔ ہم موجودہ بنگلے کی نحوست سے نکل کر نئے گھر میں ازدواجی زندگی گزاریں گے۔"

وہ مارے خوشی کے اس پر قربان ہو رہی تھی۔ علی کو یاد تھا کہ صبح سات بجے امی آنے والی ہیں۔ وہ چاہتا تھا تھوڑی دیر کے لئے تنہائی مل جائے تاکہ امی سے ضروری باتیں کرسکے۔

سات بجے کے بعد تنہائی مل گئی۔ پامیلا نے باتیں کرتے کرتے آنکھیں بند کیں۔ پھر ایک منٹ کے اندر ہی سوگئی۔ لیلیٰ نے علی کو مخاطب کیا "کوڈورڈزادا کہ۔ پھر بولی "شادی مبارک ہو۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "امی! آپ کے جانے کے بعد ماما آئی تھیں۔ پامیلا کو سچ مچ بہو بنانے کی ضد کررہی تھیں۔ کچھ میرے ذہن نے کہا کہ آئندہ کی باتیں خدا پر چھوڑنا چاہئے۔ اس لئے..."

وہ بولی "اب تم وضاحت نہ کرو۔ یہ بہت اچھا ہوا۔ میں خوش ہوں۔ تمہارے پاپا کو بھی خوشی ہوگی۔"

"امی! رات کو آپ کے جانے کے بعد وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا جنرل پارکن میرے ہاتھ لگ گیا تھا۔"

"مجھے معلوم ہوچکا ہے۔ میں بہت دیر سے پامیلا کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ ابھی میں نے ہی اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلایا ہے۔ یہ بتاؤ۔ دو چار روز سسرال میں رہنے کا مقصد کیا ہے؟"

وہ بولا "مجھے شبہ ہے کہ راجر موس کا براہِ راست تعلق گولڈن برنیز سے ہے۔"

"تمہیں کوئی سراغ مل رہا ہے؟"

اس نے بتایا کہ سراغ کس طرح لگایا جاسکتا ہے۔ وہ سسرال میں رہ کر دیکھنا چاہتا ہے کہ گھر کی چار دیواری میں راجر موس کس طرح مصروف رہتا ہے۔ اور وہ اپنے سسر کے بیڈ روم وغیرہ کی بھی تلاشی لینا چاہتا ہے۔ لیلیٰ نے کہا "راجر موس دن رات کے کسی حصے میں بھی دفتر آتا جاتا رہتا ہے۔ جب وہ دفتر جائے گا تو میں پامیلا کی ماں کو لمبی شاپنگ کے لئے باہر بھیج دوں گی۔ پامیلا اسی طرح سوتی رہے گی یا میں اسے کچن میں مصروف رکھوں گی۔"

"میں یہی چاہتا ہوں لیکن ایک اندیشہ ہے اگر راجر موس گولڈن برنیز کا خاص آدمی ہے تو اس گھر میں یا اس بیڈ روم میں خفیہ

کیمرے اور مائیک چھپا کر رکھے گئے ہوں گے۔ میں بیڈ روم میں جاؤں گا تو کہیں دوسری طرف دیکھ لیا جاؤں گا۔"

"تم بہت دور تک سوچتے ہو علی! اور یہ اچھی بات ہے۔"

"میں چاہتا ہوں آپ میری ساس کے دماغ میں رہ کر اسے اپنے روم میں لے جائیں۔ ویسے تو وہ بیوی کی حیثیت سے اپنے شوہر کی خوابگاہ میں جاتی ہوگی لیکن آج ہمارے نقطۂ نظر سے جائے۔ خوابگاہ' اس کا اسٹور روم اور واش روم کو ایک جاسوسہ کی نظروں سے دیکھیے۔"

"ٹھیک کہتے ہو' اسے آلۂ کار بنانے سے راجر موس کو شبہ نہیں ہوگا۔ تم آرام کرو۔ میں موقع کا انتظار کروں گی۔ راجر موس دفتر جائے گا تو میں مسز موس کو بیڈ روم میں لے جاؤں۔"

"ایسے وقت آپ مجھے نیند سے بیدار کریں تاکہ میں آپ کو بتا سکوں کہ مسز موس سے کس طرح تلاشی کا کام لینا ہے۔"

لیلیٰ چلی گئی۔ علی تیمور اپنے دماغ کو ضروری ہدایات دے کر سو گیا۔ تھوڑی دیر بعد پامیلا نے آنکھیں کھول دیں۔ حالانکہ گہری نیند میں تھی۔ یہ ابھی علی اور لیلیٰ کو معلوم نہیں تھا کہ الپا اب پامیلا کے دماغ میں آنے لگی ہے۔ پہلے پامیلا کی اہمیت نہیں تھی۔ اب ہوگئی تھی۔

ہوا یہ تھا کہ گولڈن برنیز نے الپا سے کہا تھا "الپا! ہم نے جنرل پارکن کو اس کی رہائش گاہ میں نظر بند کیا تھا۔ ہوسکتا ہے کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے نے جنرل پارکن کو اپنا معمول بنا کر قید سے بھاگنے پر مجبور کیا ہو اور اسے پامیلا کے دماغ تک پہنچایا ہو۔ اگر ایسا ہے تو ہم نے جنرل پارکن کو گرفتار کرلیا ہے لیکن اس کے پیچھے چھپا ہوا دشمن آزاد ہے' وہ پامیلا کے دماغ میں آتا جاتا ہوگا۔ اور اس کے ذریعے ان تمام اہم عہدیداروں تک پہنچنے کی کوشش کرے گا جن کا رابطہ پامیلا کے باپ راجر موس سے رہتا ہے۔ لہٰذا تمہیں پامیلا کے پاس جاتے رہنا چاہئے۔"

اس حکم کے مطابق الپا' پامیلا کے پاس آئی۔ اس وقت پامیلا علی سے باتیں کرتے کرتے سو رہی تھی۔ یعنی لیلیٰ اس کے اندر چھپ کر اسے سلا رہی تھی۔ لیلیٰ اور الپا کو پتا نہیں تھا کہ وہ دونوں بیک وقت پامیلا کے اندر موجود ہیں۔ البتہ الپا کو شبہ ہوا کہ پامیلا اپنے شوہر کے ساتھ جاگنے کا ارادہ رکھتے ہوئے اتنی جلدی کیسے سو گئی؟

اس نے اپنے طور پر سمجھا کہ شاید وہی دشمن خیال خوانی کرنے والا پامیلا کے اندر ہوسکتا ہے۔ جس نے پارکن کو ٹریپ کیا تھا۔ اب وہ پامیلا کو نیند کی حالت میں آلۂ کار بنانا چاہتا ہے یا اس کے شوہر کارمن کو اس کے ذریعے دماغی کمزوری کی دوا کھلانا چاہتا ہے۔ یہ سوچ کر وہ کافی دیر تک انتظار کرتی رہی۔

جب کسی نے پامیلا کو نیند کی حالت میں آلۂ کار نہیں بنایا تو الپا نے اس کی آنکھیں کھول کر علی تیمور کو دیکھا۔ وہ پامیلا کے پاس ہی گہری نیند میں تھا۔ تب اسے یقین ہوا کہ پامیلا بھی خود ہی سوئی تھی۔ کسی خیال خوانی کرنے والے نے اسے نہیں سلایا تھا۔ اور کوئی اس کے دماغ میں نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو اس کے ذریعے کارمن کو دوا کھلا کر اعصابی کمزوری میں مبتلا کرتا۔

بہرحال الپا مطمئن ہو کر مسز موس کے دماغ میں آئی وہاں لیلیٰ موجود تھی اور دیکھ رہی تھی کہ اس کا شوہر راجر موس کار میں بیٹھ کر دفتر جا رہا تھا۔ مسز موس سوچ رہی تھی۔ "اب میں خوابگاہ میں جا کر تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤں گی۔ پتا نہیں کیوں اپنے میاں کے جاتے ہی میں ایک آدھ گھنٹے کے لئے سو جاتی ہوں۔"

یہ لیلیٰ کے لئے ایک نئی اطلاع تھی کہ مسز موس خوابگاہ میں جا کر ایک آدھ گھنٹے کے لئے سو جاتی ہے جبکہ الپا جانتی تھی وہ سوتی نہیں ہے۔ دماغی طور پر غائب رہ کر اپنے میاں کے کمرے کی صفائی کرتی رہتی ہے۔

یہ بات سمجھنے کی تھی کہ وہ غائب رہ کر خوابگاہ کی صفائی کیوں کرتی ہے؟ جواب سمجھ میں آتا ہے اس خوابگاہ میں کچھ ایسی اہم چیزیں چھپائی گئی ہوں گی جنہیں اس کی نظروں میں لانا مناسب نہیں تھا۔ الپا اسے دماغی طور پر غائب کر کے وہاں کی صفائی کراتی تھی۔ یہ گولڈن برنیز کا حکم تھا کہ ایسا کیا جائے۔ یوں ثابت ہو رہا تھا کہ راجر موس بڑی اہمیت کا حامل ہے اور گولڈن برنیز اس کے گھر کے اندر بھی دلچسپی رکھتے ہیں اور توجہ دیتے ہیں۔

مسز موس خوابگاہ میں آئی۔ پھر تھکے ہوئے انداز میں بستر پر لیٹ گئی۔ چند لمحوں تک سوچتے سوچتے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ الپا نے اسے سلا دیا تھا۔ لیلیٰ خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ دس منٹ کے بعد اس نے نیند کی حالت میں آنکھیں کھول دیں۔ آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ نیند کی حالت میں چلتی ہوئی اسٹور روم میں آئی۔ وہاں ایک لکڑی کا صندوق ٹوٹی کرسیاں اور بہت سا پرانا سامان رکھا ہوا تھا۔ دیوار کے ساتھ بنی ہوئی ایک الماری تھی۔ اس نے ایک چابی سے اس کے پٹ کھول دیئے۔

اس کے اندر کچھ فائلیں اور کچھ کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہاں ایک چھوٹا سا آئرن سیف تھا۔ اس نے دوسری چابی سے اس سیف کو کھولا۔ سیف میں کچھ ہیرے جواہرات اور برطانوی پونڈز کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ان کے پیچھے سیف کی آہنی دیوار پر ایک کی ہول تھا۔ مسز موس نے اس کی ہول میں ایک چابی ڈالی۔ پھر اسے گھمایا تو الماری کی پچھلی دیوار دو حصوں میں تقسیم ہو کر کھل گئی۔

کھلے ہوئے دروازے کے دوسری طرف اسٹور روم کے برابر دوسرا کمرا تھا۔ اس کمرے میں ایک بڑے سائز کا کمپیوٹر تھا اس سے منسلک دیوار پر ایک اسکرین تھا۔ ایک طرف ٹی وی کیمرا' وی سی آر اور ٹی وی تھا اس سے ثابت ہو رہا تھا کہ راجر موس کی خوابگاہ میں خفیہ ٹی وی کیمرے ہیں جو بھی خوابگاہ میں داخل ہوتا ہے

وہ اس خفیہ کمرے کے ٹی وی اسکرین پر نظر آتا ہے۔

مسز موس بے خبر تھی۔ بے چاری نہیں جانتی تھی کہ اپنے ہی گھر کے ایک کمرے میں آئی ہے اور وہاں کی صفائی کر رہی ہے۔ لیلیٰ اس کے ذریعے ایک ایک سامان کو توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ وہاں ایک پرائیویٹ فون اور ٹرانسمیٹر کے علاوہ ضروری فائلیں اور اہم دستاویزات بھی رکھی ہوئی تھیں انہیں پڑھنے سے ہی ان کی اہمیت کا پتا چل سکتا تھا۔

لیلیٰ نے اس کے ذریعے چھت کو اور دیواروں کو بھی دیکھا۔ پھر علی کو نیند سے جگا کر اس خفیہ کمرے کی تفصیلات بتائیں۔ وہ خوش ہو کر بولا۔ "اللہ بڑا کارساز ہے۔ اس معبود نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ یہ راجر موس یقیناً چھ گولڈن برنیز میں سے ایک گولڈن برین ہے۔"

"اس خفیہ کمرے کو دیکھ کر میں بھی یہی سمجھ رہی تھی ویسے علی! ہم یہ سوچ رہے تھے کہ کوئی زیر زمین اڈا ہوگا جہاں چھ برنیز آکر بیٹھتے ہیں اور اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کرتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ پہلے یہی طریقہ تھا۔ اب انہوں نے طریقۂ کار بدل دیا ہے۔ راجر موس کے اس کمرے کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ باقی پانچ گولڈن برنیز نے بھی اپنی اپنی خوابگاہ کے ساتھ ایسے خفیہ کمرے بنوائے ہیں اور وہاں بیٹھ کر کمپیوٹرز کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کرتے ہیں۔"

"بیٹے! اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام برنیز ایک ہی وقت میں ایک ہی خفیہ اڈے میں تمہارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ تمہیں ہر ایک کو باری باری تلاش کرنا ہوگا۔"

"جی ہاں' کام بڑھ گیا ہے۔ ان تمام کو ٹریپ کرنے میں پتا نہیں کتنے دن یا کتنے مہینے گزر جائیں گے۔"

"تم نے سوچا تھا چالیس راتوں میں پامیلا کو ٹرخا کر اپنا کام کر جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ تم اپنی دلہن سے باقاعدہ رشتہ قائم کرو۔ اور ایمان مستحکم کرلو کہ آنے والے لمحات خدا کے مرضی سے گزرتے ہیں اور بندوں کی تدابیر ہمیشہ کام نہیں آتیں۔"

"یہ مشورہ میری ماما نے دیا تھا۔ وہ جناب علی اسد اللہ تبریزی کے حضور زانوئے ادب تہ کرتی ہیں اور ان سے دین اور دنیا کی ایمان افروز باتیں سیکھتی رہتی ہیں۔ آج ان کی ہی ایک ایمان افروز ہدایت پر میں نے عمل کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے مجھے زیادہ دیر تمہارے پاس نہیں رہنا چاہئے۔ الپا نے مسز موس کے دماغ میں جگہ بنائی ہے۔ تمہارے پاس اچانک آئے گی تو ہمارا بھید کھل جائے گا۔"

"درست ہے۔ آپ جائیں پھر کسی وقت آجائیں۔"

لیلیٰ میرے پاس آگئی۔ مجھے وہاں کے تمام حالات سنانے لگی۔ میں نے کہا "میرے علی کی کیا بات ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک گولڈن برین کو پہچان لیا لیکن باقی پانچ برنیز تک پہنچنے میں بہت وقت لگے گا۔"

وہ بولی "آپ علی کے پاس رہیں گے تو پانچ مرحلے کچھ آسان ہوجائیں گے۔"

"مجھے ابھی پاکستان میں رہنا چاہئے۔ پہلے تو بھارت اور اسرائیل کی دوستی تھی اب اسی دوستی میں امریکا شریک ہوگیا ہے۔ روس کو کسی قدر کمزور بنانے کے بعد جمہوریہ چین کے خلاف اپنی سرگرمیاں تیز کرنا چاہتا ہے۔ ایک طرف وہ بھارت میں رہ کر چین کے لئے بہت بڑی دھمکی بنے گا۔ دوسری طرف اپنی امداد کے ذریعے بھارت کو پاکستان کے لئے مصیبت بنانا چاہے گا۔"

"کیا ایسا ہو رہا ہے؟"

"ہاں منصوبے تیار ہیں۔ ان پر اس لئے عمل نہیں ہو رہا ہے کہ میں یہاں موجود ہوں۔ انہوں نے مجھے پاکستان سے نکالنے کی کوشش اپنے طور پر کرلی۔ اب کوئی اور چال چلیں گے۔"

لیلیٰ نے پوچھا "کیا یہ چال نہیں ہوسکتی کہ انہوں نے آپ کو سرحدی علاقہ میں مصروف رکھا ہے۔"

"یہ چال مجھے پہلے ہی معلوم ہوگئی تھی۔ میں انجان بن کر آیا ہوں وہ سمجھتے ہیں پاکستان کا سرحدی شہر لاہور میری ذات سے خالی ہوگیا ہے۔ ان کے فرشتوں کو بھی وہاں پارس کی موجودگی کا علم

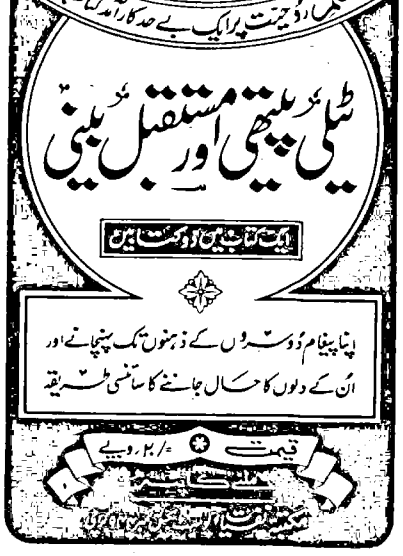

نہیں ہے۔"

"آپ پشاور میں کب تک رہیں گے؟"

"یہاں سے اچانک ہی جاؤں گا۔ پارس کی طرف سے ایک خاص رپورٹ کا انتظار ہے۔ لاہور پہنچتے ہی میں پارس کو تل ابیب روانہ کردوں گا وہاں اس کی موجودگی سے علی کی منزلیں آسان ہوجائیں گی۔"

"دونوں بھائی ایک جگہ ہوں تو خاصی قیامت برپا کریں گے۔"

"تم بابا صاحب کے ادارے سے معلوم کرو۔ اسرائیل میں ہمارے جاسوس کہاں کہاں ہیں اور پارس کس جاسوس کی جگہ وہاں جاکر شبہات سے بالاتر ہو کر رہ سکتا ہے۔"

دشمن دو طرفہ چالیں چل رہے تھے۔ ایک طرف مجھے پشاور سے علاقہ غیر تک الجھا رہے تھے۔ دوسری طرف لاہور میں یوگا جاننے والوں کی ٹیم پہنچائی تھی۔ میں انہیں خوش کرنے کے لئے پشاور آگیا تھا اس میں میری ذاتی خوشی یہ تھی کہ میں پاکستان کے شمالی مغربی علاقوں میں جیالے پٹھانوں سے ملنا اور ان کے ماحول میں رہنا چاہتا تھا۔

دشمنوں نے سوچا تھا اگر میں لاہور چھوڑ کر نہیں جاؤں گا تو وہ یوگا جاننے والی ٹیم کے ذریعے میری ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو ناکام بنادیں گے۔ ایسے میں مجھے ان کے سامنے کھل کر مقابلے پر آنا پڑے گا لیکن نہ تو مجھے ان کے خلاف خیال خوانی کرنی پڑی' نہ ہی مقابلہ کرنا پڑا۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکا ہوں۔ پارس نے اس ٹیم کے تین یوگا جاننے والوں کی بری طرح پٹائی کی تھی۔ وہ ایسے زخمی ہوئے تھے کہ سانس روکنا بھول گئے تھے۔

چودھری حاکم علی یہودیوں کا بے غیرت ایجنٹ ان تین زخمیوں کے ساتھ ان کے سربراہ سے ملاقات کرنے گیا تھا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ فرہاد کے مقابلے میں ان کا سربراہ فولاد ہے۔ وہ چودھری حاکم علی کی حفاظت کرے گا۔ اس کی بیٹی صوفیہ کو باپ کی دولت اور جائداد پر قبضہ کرنے نہیں دے گا۔

پارس نے سلمان سے کہا تھا کہ وہ چودھری اور تین زخمیوں کے دماغوں کے اندر رہ کر یوگا ٹیم کے سربراہ کا ٹھکانا معلوم کرے اور چودھری کو مجبور کرے کہ یہودیوں کی شرکت سے قائم کی ہوئی دواؤں کی فیکٹری کو اپنی بیٹی صوفیہ کے نام قانونی طور پر منتقل کر دے۔ چودھری جیتے جی یہ نقصان اٹھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے محض ٹالنے کے لئے وعدہ کیا تھا کہ دوسرے دن وہ فیکٹری بیٹی کے نام کردے گا لیکن دوسرے دن سلمان نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ سمجھ میں آگیا کہ چودھری حاکم کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کردیا گیا ہے۔

سلمان نے ان تین زخمیوں کے ذریعے کوئی راستہ نکالنا چاہا۔ پتا چلا وہ تینوں اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ یوگا ٹیم کا سربراہ بہت محتاط تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ میں یا میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان زخمیوں کے ذریعے اس کا سراغ لگائیں اور ان کی یہ تمام حکمت عملی بنا رہتی تھی کہ یہودی اپنی دواؤں کا فارمولا صوفیہ کو استعمال کرنے نہیں دیں گے۔

میں نے صوفیہ کو پارس کی پناہ میں چھوڑا تھا۔ اب یہ اندیشہ تھا کہ وہ کسی وقت بھی قتل کردی جائے گی۔ اس کے قتل ہونے کے بعد دواؤں کا فارمولا بھی اس کے ساتھ ختم ہوجاتا کیونکہ تمام فارمولے صرف صوفیہ کو معلوم تھے۔

پارس صوفیہ کو ایک ہوٹل میں لے آیا تھا۔ وہ بھی سمجھ گئی تھی کہ اپنی کوٹھی میں رہے گی تو جان سے جائے گی۔ وہ میک اپ کا سامان لاکر اس کے چہرے کو عارضی طور پر بدلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "فی الحال تمہارے بچاؤ کا یہی طریقہ ہے۔ دشمن تمہیں نہیں پہچان سکیں گے۔"

اس نے پوچھا "کیا ہم اسی ہوٹل میں رہیں گے؟"

"تم میری نہیں اپنی بات کرو۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ تمہیں کہیں بھی کچھ روز تنہا رہنا ہوگا۔"

"کیا تم پاکستانی معاشرے کو نہیں سمجھتے ہو؟ یہ یورپ نہیں ہے۔ یہاں ایک تنہا جوان لڑکی کسی بھی محلے میں رہنا چاہے گی تو اسے اپنی پچھلی ہسٹری پیش کرنی ہوگی کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ ماں باپ یا شوہر کو چھوڑ کر تنہا رہنے کے لئے مکان کیوں تلاش کررہی ہے۔ ہوٹل والے بھی شناختی کارڈ طلب کریں گے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ انہوں نے ایک فرنشڈ کوٹھی کرائے پر حاصل کی۔ پارس نے کہا "تم یہاں خود کو مصروف رکھو۔ تمہیں جتنی دواؤں کے فارمولے یاد ہیں انہیں لکھتی جاؤ۔"

وہ بولی "لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تمام تحریری فارمولے میرے بینک لاکر میں رکھے ہوئے ہیں۔"

"تم وہ فارمولے لاکر سے نکالنے جاؤ گی تو دشمنوں کی نظروں میں آجاؤ گی۔ مجھے ان کی ضرورت ہے۔"

"تم ان کا کیا کرو گے؟"

"میں دشمنوں تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ تمہارے نام سے اخبارات میں اشتہاروں گا کہ ایک کیمسٹ اور لیڈی ڈاکٹر صوفیہ چند اہم دواؤں کے فارمولے فروخت کرنا چاہتی ہے۔ جو کمپنیاں یا ڈاکٹر حضرات خریدنا چاہتے ہیں' وہ ڈاکٹر صوفیہ کو مخاطب کرکے اخبارات میں اپنا نام پتا اور فون نمبر شائع کرائیں۔ ڈاکٹر صوفیہ پہلے ان سے فون پر رابطہ کریں گی۔"

وہ بولی "کیا اس طرح دشمن سامنے آئیں گے؟"

"وہ اشتہار پڑھ کر سب سے پہلے تو تمہارے باپ کے ہوش اڑیں گے کہ تم نے وہ فارمولے فروخت کردیئے تو آئندہ وہ لاکھوں روپے نہیں کما سکے گا۔ جو دشمن تمہیں قتل کرنے کے لئے تلاش کررہے ہیں' وہ اس تاک میں رہیں گے کہ تم فارمولے فروخت کرنے کے لئے کن لوگوں سے ملاقات کرنے جارہی ہو۔"

لیا میں خریداروں سے ملاقات کرنے جاؤں گی؟"

"تمہاری ایک ڈمی جائے گی۔ میں چھپ کر اس ڈمی کی نگرانی کروں گا اور دشمنوں کو تاڑنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"تدبیر بہت عمدہ ہے لیکن دشمن نادان نہیں ہیں۔ وہ اس چال کو سمجھ لیں گے۔"

"سمجھنے دو۔ میں تو تمہارے باپ کی فطرت سمجھ کر یہ چال چل رہا ہوں۔ وہ بے حد لالچی اور منافع خور ہے۔ یہ کبھی نہیں چاہے گا کہ تم وہ فارمولے کسی دوسری دوا ساز کمپنی کو دو۔ تم سے پہلے وہاں پہنچ جائے گا۔"

"ہاں' ڈیڈی ایسا ضرور کریں گے لیکن میں وہ فارمولے کاغذ پر کیوں لکھوں؟ ہم سچ مچ ان کا سودا نہیں کریں گے۔"

"میں سچ مچ سودا کروں گا ان کے عوض لاکھوں روپے لے کر تمہیں الوبنا کر دوسرے ملک چلا جاؤں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم میرے پاپا کے ماتحت ہو' بھلا تمہیں روپے' ڈالر اور پونڈز کی کیا کمی ہوگی۔ میں لکھ رہی ہوں مگر صبح سے شام ہوجائے گی۔ تم اس دوران کیا کرو گے؟"

"میں اخبارات میں اشتہار دینے جارہا ہوں۔"

"اوہ نو۔ تم مجھے چار دیواری میں تنہا چھوڑ کر باہر جارہے ہو۔"

"میں تفریح کی غرض سے نہیں' کام سے جارہا ہوں۔"

"تم کام کرتے رہنا' میں تمہارے ساتھ تفریح کرتی رہوں گی۔"

"بالکل نہیں۔ میں تنہا جاؤں گا۔ مجھے ایک لڑکی کو پہچاننا ہے۔"

"لڑکی پہچاننے جارہے ہو۔ شرم نہیں آتی۔ پرائی لڑکیوں کو بہن سمجھنا چاہئے لیکن مردوں میں اتنی شرافت نہیں ہوتی ہے۔"

"نہیں ہوتی ہے۔ اسی لئے تنہا جارہا ہوں۔"

"میں نہیں جانے دوں گی۔"

"یہ تمہارے پاپا کا حکم ہے۔ ان کے لئے لڑکی تلاش کرنا ہے۔"

"کیا؟ پاپا کے لئے؟ اوہ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں اور پاپا سے پوچھا بھی نہیں کہ اتنی عمر ہوگئی ہے' انہوں نے شادی بھی کی ہے یا نہیں؟"

"شادی کیا خاک کریں گے۔ تم جیسی لڑکیوں کو بیٹی بنالیتے ہیں۔ کسی بیوہ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ ایک عورت پسند آئی ہے مگر وہ شادی شدہ ہے۔ اس کے بیوہ ہونے کے انتظار میں کنوارے بیٹھے ہیں۔"

"اس عورت میں کیا بات ہے؟ اگر وہ حسین ہے تو یہاں کتنی ہی حسین بیوائیں مل جائیں گی۔"

"وہ عورت صرف حسین ہی نہیں' چار بچوں کی ماں بھی ہے۔"

وہ چونک کر پارس کو دیکھنے لگی۔ وہ بولا "یہی تو مسئلہ ہے۔ یہ آج تک خود ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیسی عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں؟"

وہ اس بات پر غور کرنے لگی۔ جب بات سمجھ میں آئی تو اس وقت تک پارس جاچکا تھا۔ وہ سچ مچ کسی ایسی لڑکی کو پہچاننا چاہتا تھا جسے صوفیہ کی ڈمی کے طور پر استعمال کرسکے۔ پھر اسے میرا یا سلمان کا انتظار تھا کیونکہ وہ جس لڑکی کا انتخاب کرتا۔ اسے ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے آلۂ کار بناتے۔ لڑکی کی ضرورت دوسرے دن تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ہم چوبیس گھنٹوں میں ایک بار اس سے رابطہ کرتے ہیں۔

مسئلہ صرف یہ نہیں تھا کہ ایک یہودی سرمایہ دار دواؤں کے فارمولوں کے ذریعے پاکستان سے کروڑوں روپے کما رہا تھا۔ میں نے یہ منافع روک دیا تھا لیکن یہ ایسا مسئلہ تھا جس میں مجھے الجھایا جارہا تھا اور دوسری طرف درپردہ پاکستان کے خلاف گہری سازش جاری تھی۔

بھارت جو کبھی روس کی آغوش میں دودھ پیتا تھا' اب امریکا کی گود میں پی رہا تھا۔ سانپ کو دودھ پینے سے غرض ہے۔ جہاں زیادہ ملتا ہے وہاں جاتا ہے۔ روس تقریباً ٹوٹ چکا تھا اب امریکا کو جمہوریہ چین سے اندیشہ تھا اور بھارت کو تو روز اول سے ہی پاکستان کھٹک رہا ہے۔ یہ راز نہیں کھل رہا تھا کہ پاکستان ایٹم بم بنا چکا ہے یا نہیں؟

پاکستانی خطرے سے بچنے کے لئے یہ خفیہ معاہدہ ہوچکا تھا کہ امریکا بھارت کو اسلحہ' جدید طیارے اور فوجی امداد دے گا اور بھارت امریکا کو چین اور بھارت کی سرحد کے پاس فوجی اڈے بنانے کی اجازت دے گا۔

فی زمانہ کوئی ملک جنگ کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ اس لئے سیاسی بیان بازی کے ذریعے اقتصادی معاشی اور تہذیبی نقصانات پہنچانے کے لیے اپنے ایجنٹوں اور سراغرسانوں کے ذریعے دوسرے ملکوں میں سرنگیں بناتے ہیں اور انہیں کھوکھلا کرنے کی سرد جنگیں لڑی جاتی ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی بھارتی ایجنٹوں اور سراغرسانوں کی خفیہ سرگرمیاں تیز ہوتی جارہی تھیں۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ غیر ملکی دشمنوں کو ہمارے ملک میں آرام سے رہنے کی جگہ کیسے ملتی ہے۔ ایک تو یہ کہ ہمارے جوان جن ملکوں سے شادی کرکے اپنی بیویاں اور جوان ساتھی لاتے ہیں ان میں بیشتر جاسوس ہوتے ہیں۔ جب تک میاں بیوی بن کر رہتے ہیں اپنی اصلیت ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ دوسرے یہ کہ راتوں رات امیر بننے کے خواب دیکھنے والے لوگ رشوت لے کر ان غیر ملکیوں کو اپنا رشتے دار یا دوست بنا کر اپنے گھروں میں رہنے کا موقع دیتے ہیں۔

یہ قیام پاکستان سے ایک برس پہلے کی بات ہے' ایک ہندو

کانسٹھلا ہور کے ایک علاقے وسنت پورہ میں رہتا تھا۔ وہاں ان دنوں ہندوؤں کی آبادی زیادہ تھی۔ اس کانسٹھ کی ایک خوبصورت بیٹی شاردا' اقبال حمید پر عاشق ہوگئی تھی۔ اقبال حمید بھی اس کا دیوانہ تھا۔ جب ان کے عشق کا چرچا ہونے لگا تو ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف بولنا شروع کیا۔ یوں بھی پاکستان قائم کرنے کے لئے نعرے لگائے جاتے تھے جس کے نتیجے میں فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکتی رہتی تھی۔ ایک برس کے اندر یہ آگ پورے ہندوستان میں پھیل گئی تھی۔ چونکہ تقسیم ہند کے مطابق یہ معلوم ہوچکا تھا کہ لاہور پاکستان میں رہے گا۔ اس لئے سکھ اور ہندو یہ شہر چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ ایسے ہی دنگے فساد کے دوران شاردا بھاگ کر اقبال حمید کے گھر آگئی۔

اقبال حمید کے والدین اور دوسرے بزرگ گھر میں نہیں تھے۔ اپنے عزیزوں سے ملنے اچھرہ گئے ہوئے تھے اگر وہ ہوتے تو شاردا کو اس کے ماں باپ کے حوالے کردیتے لیکن جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ اقبال نے اسے چھپا کر رکھ لیا۔ دوسرے دن اس کے والدین آئے تو شاردا کے ماتا پتا سرحد پار جاچکے تھے۔ وہ لڑکی بے سہارا ہوچکی تھی۔ اقبال کے عشق میں اسلام قبول کرنا چاہتی تھی۔ مختصر یہ کہ دونوں کی شادی ہوگئی۔ وہ شاردا سے شمیم بن گئی۔

عورت بیاہ کر ہزاروں میل دور چلی جائے۔ ہزاروں سرحدیں پار کرکے دور ہوجائے لیکن میکے والوں کو نہیں بھولتی۔ ماں باپ بھائی بہن یاد آتے رہتے ہیں۔ کچھ عرصے بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان ڈاک کا نظام بحال ہوا تو شمیم (شاردا) کے باپ دھنی رام نے اقبال کے والد کو خط لکھا۔ خط کی تحریر کچھ یوں تھی۔ "تم مسلمان انسان نہیں ہوتے شیطان ہوتے ہو۔ پاکستان بننے سے پہلے ہی تم لوگوں نے میری نادان بیٹی کو بہکایا تھا۔ پھر ہم لوگوں کو اپنے باپ دادا کی زمین جائداد چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ ویسے ہم یہاں جائداد کے بدلے جائداد اور زمین حاصل کرچکے ہیں لیکن ہمیں اپنی بیٹی اور اس کی عزت واپس نہیں ملے گی۔ بھگوان نے چاہا تو ہمارے شراپ (بددعا) سے تم کبھی سکھی نہیں رہو گے۔"

اقبال کے والد نے جواب لکھا "بھائی دھنی رام! تم حقیقت سے واقف نہیں ہو اس لئے مسلمان کو شیطان لکھ دیا۔ میں تمہاری بیٹی کی چند تصویریں بھیج رہا ہوں۔ ان تصویروں میں وہ اپنے دولہا کے ساتھ ہے۔ اگر یہ میرے بیٹے کے ساتھ نہ ہوتی تو میں کس رشتے سے تمہاری غیرت کو اپنے گھر میں رکھتا؟ اسے بے یار و مددگار گھر سے نکال دیتا تو قدم قدم پر اس کی آبرو خاک میں مل جاتی یا یہ پاؤں میں گھنگرو باندھ کر کوٹھے میں مجرا کرتی ہوئی دکھائی دیتی۔

"تمہیں اپنی عزت جان سے پیاری نہیں تھی۔ اس لئے تم نے بیٹی کو تلاش نہیں کیا۔ جان بچا کر اکھنڈ بھارت چلے گئے۔ تمہارے گھر کی عزت کو میں نے اپنے گھر کی عزت بنایا پھر بھی شیطان کہلایا۔ تم اپنی عزت مسلمان کے گھر چھوڑ کر بھاگے پھر بھی انسان

ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ تم نے مجھے بددعا دی۔ مگر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایمان دھرم سے سچ اور شرافت کو سمجھنے کی توفیق دے۔"

اس خط کے ساتھ شمیم نے بھی ماں باپ کو خط لکھا کہ شاردا اسی وقت آدھی مرچکی تھی جب تمہارا گھر چھوڑ کر اقبال کے پاس آگئی تھی۔ پھر اس وقت ہمیشہ کے لئے مرگئی جب آپ سب مجھے مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ گئے تھے۔ اس موت کے ساتھ شاردا کا دیہانت ہوچکا ہے اب میں شمیم زوجہ اقبال حمید ہوں۔ میں نے ایک نیا جنم لیا ہے لیکن پچھلے جنم کی ماں بہنیں اور بھائی بہت یاد آتے ہیں۔ میں اس خط کے جواب میں یہ سننا چاہتی ہوں کہ میں بے حیائی کی موت مرجاتی تو کیا آپ لوگ حیا سے جیتے یا میں اب عزت سے جی رہی ہوں تو آپ لوگوں کو کیسا لگ رہا ہے؟ اگر مجھے عزت آبرو سے زندہ پاکر خوش ہیں تو خط و کتابت کے ذریعے آدھی ملاقات کرتے رہیں۔ فقط آپ تمام کی شبھ چنتک شمیم اقبال۔"

دو ملکوں کے درمیان ڈاک کا نظام بحال تو ہوگیا تھا لیکن بھارتی جاسوس اپنے دیس میں آنے والے پاکستانی خطوط کو سونگھتے اور ٹٹولتے تھے۔ جس پر شبہ ہوتا تھا' وہ خط کھول کر پڑھتے تھے۔ پھر اس کے مطابق کارروائی کرتے تھے۔

دھنی رام اپنی بیوی اور جوان بچوں کے ساتھ دہلی میں تھا انٹیلی جنس کا افسران کے گھر آیا۔ اس نے پاکستان سے آنے والے خطوط کا حوالہ دے کر کہا "ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تمہاری ایک بیٹی لاہور میں مسلمانوں کے پاس رہ گئی ہے۔"

دھنی رام نے کہا "ہم پر بہت ظلم ہوا ہے۔ انہوں نے ہماری بیٹی کے ساتھ ہماری زمین جائداد پر بھی قبضہ جمالیا ہے۔"

افسر نے کہا "جو ہوا اچھا ہوا۔ مسلمانوں کو ظالم نہ کہو۔ ان سے برابر رشتہ رکھو۔ شاردا کو شمیم تسلیم کرلو۔ ہم وقت اور حالات کے مطابق جیسا حکم دیتے رہیں گے ویسا ہی عمل کرتے رہو۔ اس میں تمہارا اور تمہارے دیس کا فائدہ ہے۔ اب یہ بتاؤ یہاں تمہارے کتنے بچے ہیں؟"

وہ بولا "میرا ایک بڑا بیٹا ہے اس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ اس کے بعد میری دو بیٹیوں سے بھی تین بیٹیاں ہیں۔ آخری بیٹی پاکستان میں رہ گئی۔"

افسر نے کہا "یعنی تمہارے دو پوتے' ایک پوتی اور تین نواسیاں ہیں۔ اگر تم دیس سیوک ہو تو ان چھ بچوں کو فوجی اسکول میں تعلیم اور تربیت حاصل کرنے دو۔"

"یہ تو ہمارے لئے بڑی خوشی کی بات ہے۔ ان چھ عدد بچوں کے ماں باپ کو بھی دیس کی سیوا میں لگا دو۔ یہ ہمارے لئے بڑے فخر کی بات ہوگی۔"

"تمہارے ایک بیٹے اور دو بیٹیوں کو لندن میں ملازمتیں دی جائیں گی۔ ان تینوں کی آتما ہندو رہے گی لیکن یہ پاکستان سے آئی ہوئی مسلمان فیملی کی طرح وہاں رہیں گے۔ ان کے نام اور طور طریقے مسلمانوں جیسے ہوں گے۔ ان کے چھ بچے فوجی اسکول میں تعلیم اور جاسوسی کی تربیت حاصل کرنے کے بعد تمہارے پاس مسلمان ناموں سے لندن پہنچ جائیں گے۔ ان سب کو بھی وقت اور حالات کے مطابق ہدایات ملتی رہیں گی۔"

کسی بھی ملک کی حکومت ایک دو دن کا پروگرام نہیں بناتی۔ ان کے منصوبے پانچ سالہ' دس سالہ اور پچاس سالہ ہوتے ہیں۔ بھارت نے آزادی کے پینتالیسویں سال تک سراغرسانی کے میدان میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تھے۔ پاکستانی سیاستدان جب بھی اپنے ملک سے بھاگ کر لندن اور پیرس میں پناہ لیتے تھے۔ تو یہ مسلمان بن کر رہنے والے بھارتی جاسوس اسلام کے نام پر انہیں گلے لگاتے تھے۔ ان کی دلجوئی کرتے تھے اور ان کے پیٹ میں گھس کر پاکستان کے اہم ترین خفیہ رازوں تک پہنچ جاتے تھے۔

میں نے اپنی داستان میں کبھی سیاست پر بحث نہیں کی اور نہ اب کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ پاکستان میں ہوں اور بھارتی سراغرسانوں کا سراغ مجھے ملتا جارہا ہے اس لئے میں نے یہ مختصر سا سیاسی پس منظر پیش کیا ہے۔

یہاں اقبال حمید اور شمیم کے بچے ہوئے پھر ان بچوں کے بچے ہوئے۔ اس عرصے میں دو نسلیں جوان ہوئیں۔ یہ جوان بچے بھی اعلیٰ تعلیم کے لئے یا کاروبار کے لئے لندن اور پیرس گئے۔ وہاں دھنی رام کی دو نسلوں سے دوستی اور رشتے داری ہوتی رہی۔ اور وہ انہیں مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ پاکستان واپس آتے رہے اور یہاں آباد ہوتے رہے۔ جو گھر میری نظروں میں آرہا ہے میں اس کا قصہ سنا رہا ہوں۔ ورنہ خدا بہتر جانتا ہے کہ یہاں کتنے پاکستانی خاندانوں میں کتنے بھارتی جاسوس کھجڑی کی طرح مکس ہوگئے ہیں ان کی شناخت ممکن نہیں رہی ہے۔ ایک ٹیلی پیتھی ہی ایسا ایکسرے ہے جس سے ان کے اندر کا بھید معلوم ہوسکتا ہے۔

اقبال حمید اور شمیم کے پوتے پوتیاں' نواسیاں اور نواسے جوان ہوگئے تھے۔ یعنی بہت اندر کی بات یہ ہے کہ شمیم کی جو بہنیں لندن سے آئیں وہ اس کی ہندو بہنوں کی بیٹیاں تھیں اور جو داماد لندن پیرس سے آئے وہ شمیم کے ہندو بھائی کے بیٹے تھے۔ یہ وہی بہنیں اور داماد تھے جو بھارت کے فوجی اسکول سے تعلیم اور جاسوسی کی تربیت حاصل کرکے لندن گئے تھے۔ انہوں نے اپنی اولادوں کو یعنی اقبال حمید اور شمیم کے پوتے پوتیوں اور نواسیوں اور نواسوں کو ایسا سکھایا پڑھایا کہ ان کے ناموں اور جسموں کو مسلمان رکھا لیکن ان کی آتماؤں کو کٹر ہندو اور بھارتی بنا ڈالا۔

کون جانتا ہے یا جان سکتا ہے کہ ہمارے سامنے والا اندر سے کیا ہے؟ اسے جاننے کا ایک ہی کلیہ ہے کہ باہر سے آنے والے مال میں کھوٹ ہوتا ہے۔ وہ کتنا ہی کھرا نظر آئے' شبہات سے بالاتر نہیں ہوتا۔

اقبال حمید کا بڑا بیٹا رانا حمید یوگا ماسٹر کہلاتا تھا۔ اچھا خاصا باڈی بلڈر تھا۔ اس کا نظریہ تھا کہ ہندوستان کے ٹکڑے نہیں ہونے چاہئے' پاکستان نہیں بننا چاہئے تھا۔ وہ کہتا تھا انسان کے ٹکڑے نہیں کئے جاسکتے جسم سے دو ہاتھوں کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح پاکستان بھی ہندوستان کا نہ ٹوٹنے والا حصہ ہے۔ اگر (خدانخواستہ) یہ دوبارہ ہندوستان میں شامل ہوجائے تو مسلمانوں کی طاقت میں زبردست اضافہ ہوگا۔ ہندوستان اور پاکستان کے مسلمان متحد ہوکر بہت بڑی اکثریت بن کر پورے شمالی ہندوستان پر حکومت کرسکتے ہیں۔

وہ صاف طور سے یہ نہیں کہتا تھا کہ بھارت پاکستان کو اپنا پہلا اور آخری دشمن سمجھتا ہے۔ دوبارہ طاقت سے اسے مٹانے کی ناکام کوششیں کرچکا ہے۔ بڑی خوش فہمی تھی کہ سابقہ مشرقی پاکستان بھارت کا پھر سے ایک حصہ بن جائے گا لیکن وہ آزاد بنگلہ دیش بن گیا۔ ہمارے بزرگوں نے اسلامی ریاست قائم کرنے کے لئے پاکستان بنایا تھا۔ ہندوستان کی سازش سے مشرقی پاکستان نہیں رہا لیکن بنگلہ دیش کے نام پر آج بھی وہاں اسلامی حکومت قائم ہے اور وہاں ہندو تہذیب کا داخلہ ممنوع ہے۔

اس ناکامی کے بعد پاکستان پر دو طرفہ حملوں کی تیاریاں ہورہی تھیں۔ ایک تو امریکا سے گٹھ جوڑ کے ذریعے بھارت ایٹمی میں فوجی

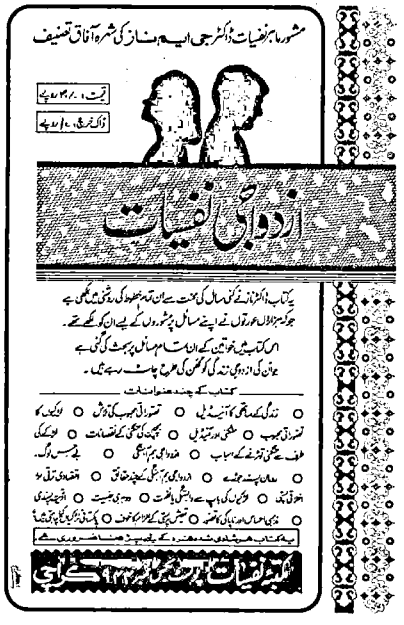

قوت بڑھا رہا تھا۔ دوسری طرف پاکستانی عوام کے دماغوں میں یہ نظریہ ٹھونس دیا تھا کہ خدانخواستہ پاکستان کو منا کر مسلمان بھارت میں ہندوؤں کے ساتھ حکومت کرسکتے ہیں۔ جبکہ پاکستان کا مقصد صرف علیحدہ حکومت نہیں اسلامی حکومت قائم کرنا ہے۔ ہندوؤں کے اشتراک سے کوئی مسلمان صدر یا وزیراعظم تو ہوسکتا ہے لیکن سیکولر بھارت میں اسلامی قوانین نافذ نہیں کرسکتا۔ بات صرف بھارتی سراغرسانوں کی نہیں ہمارے حکمرانوں کی بھی ہے جو حکمران اسلامی قوانین کے نفاذ میں ٹال مٹول کرتے ہیں وہ بھی درپردہ بھارتی ایجنٹ ہوتے ہیں۔

یوگا ماسٹر رانا حمید کا ایک بیٹا اور دو بیٹیاں تھیں۔ یہ تینوں بیٹا اور بیٹیاں بھی یوگا کی ماہر تھیں۔ بیٹا رانا جمشید سیاستدان تھا اسمبلی میں پہنچنے کی کوشش کررہا تھا۔ بیٹی ریحانہ حمید انجمن خواتین کی چیئر پرسن تھی اور نمائش کی عادی خواتین کے درمیان اپنی نظریات کا زہر پھیلاتی آرہی تھی۔ ایک اور بیٹی رخسانہ سیکنڈ ایئر میں تھی اور ایک طلبا و طالبات کی یونین میں رہ کر یونیورسٹی میں سیاسی ہنگامے کراتی تھی۔

اب ایک نیا یوگا ماسٹر ایسے ڈیوٹ آیا تھا۔ وہ یہودی تھا۔ وہ اپنے نام کے عربی ترجمہ ابوداؤد کے مطابق داؤد کہلاتا تھا۔ بھارت کی خفیہ تنظیم "را" کی پاکستانی برانچ کا چیف تھا۔ اس نے لاہور پہنچ کر ایسی ٹیم بنائی تھی جس کا ہر فرد یوگا کا ماہر تھا۔ اس میں رانا حمید، اس کا بیٹا رانا جمشید بیٹی ریحانہ اور رخسانہ وغیرہ خاص اہمیت رکھتے تھے۔ ظاہر ہے یوگا جاننے والوں کی جماعت اس لئے بنائی گئی تھی کہ میری ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہیں۔ ابوداؤد کا خیال تھا کہ میں کسی بھی ٹیم کے ممبر کو آلۂ کار نہیں بنا سکوں گا۔ نہ ابوداؤد تک پہنچ سکوں گا نہ کبھی خفیہ تنظیم "را" کی موجودگی اور اس کی پلاننگ کو سمجھ پاؤں گا۔ پارس نے صوفیہ کی کوٹھی میں اسی تنظیم کے تین افراد کو بری طرح زخمی کیا تھا اور ان یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں سلمان کو پہنچایا تھا۔ پتا چلا وہ اپنی ٹیم کے سربراہ ابوداؤد کا اور "را" تنظیم کا نام نہیں جانتے ہیں۔ اس کے باوجود ابوداؤد کے حکم سے تینوں کو شوٹ کردیا گیا۔ شاید اس لئے کہ وہ ناکام شکست خوردہ ماتحتوں کو پسند نہیں کرتا تھا یا پھر اس لئے کہ وہ تینوں صوفیہ کے مدد گار (پارس) کی نظروں میں آگئے تھے۔ وہ مددگار ان تینوں کے ذریعے دوسرے ماتحتوں کو پہچان سکتا تھا اور انہیں بھی زخمی کرسکتا تھا۔ اصل اندیشہ یہی تھا کہ ان زخمیوں کے دماغوں میں فرہاد پہنچ سکتا ہے۔

پچھلے دو دنوں سے ابوداؤد میری طرف سے بے فکر تھا۔ اسے معلوم تھا کہ میں صوبہ سرحد میں مصروف ہوں۔ وہ چاہتا تھا میں جب بھی لاہور واپس آؤں پھر صوفیہ اور اس کے باپ چودھری حاکم علی حاکم کے معاملات میں الجھ جاؤں اور اسی خوش فہمی میں رہوں کہ پاکستان سے کاروباری منافع حاصل کرنے والوں کے راستے بند کرچکا ہوں۔

یہ درست ہے، میں کچھ روز پہلے تک خفیہ تنظیم "را" کی سرگرمیوں سے بے خبر تھا۔ یہ جو کچھ بیان کررہا ہوں، مجھے یہ بعد میں معلوم ہوا تھا۔ ابوداؤد نے فون کے ذریعے رانا حمید سے رابطہ کیا پھر کہا "تمہارا بیٹا رانا جمشید اور دونوں بیٹیاں ریحانہ اور رخسانہ اپنے اپنے مشن پر بہت کامیاب ہیں۔ ان کی کامیابیوں کے پیش نظر میں چاہتا ہوں، وہ اب فرہاد کو دوسرے معاملات میں الجھاتے رہیں۔ ایک معاملہ تو چودھری حاکم علی حاکم کا ہے۔ اس کی بیٹی اپنے یار کے ساتھ کہیں چھپ گئی ہے۔ اسے ڈھونڈ نکالنا ضروری ہے۔"

"کیا وہ اسی شہر میں ہوگی؟"

"ہاں۔ دوا ساز فیکٹری پر قبضہ جمانے کے لئے اس نے بھائی کو قتل کردیا ہے۔ بیٹی کے خوف سے باپ چھپ گیا ہے۔ ہم نے اس چودھری کے دماغ کو لاک کرا دیا ہے۔ اس کی بیٹی اسے فرہاد کے ذریعے تلاش نہیں کرسکے گی۔"

"کیا فرہاد اسی شہر میں ہے؟"

"آج کل نہیں ہے لیکن کسی دن بھی آسکتا ہے۔ وہ اپنے پیچھے اپنی جیسی کوئی طاقت چھوڑ کر جاتا ہے۔ اسی شہر میں طارق نامی ایک نوجوان ہے۔ وہ صوفیہ کا محافظ ہے۔ وہ اتنا شہ زور ہے کہ اس نے ہمارے تین فائٹروں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔"

"صوفیہ اور طارق کو صرف ڈھونڈ نکالنا ہے یا انہیں ختم بھی کردینا ہے؟"

"دونوں کو گرفتار کرکے یرغمال بنایا جائے تو فرہاد انہیں رہائی دلانے کے مسئلے میں الجھا رہے گا۔"

"کیا وہ دونوں فرہاد کے لئے بہت اہم ہیں؟"

"فرہاد جسے بیٹی یا بہن بنالیتا ہے اس کے لئے جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ پھر وہ فرہاد کا ماتحت طارق جو صوفیہ کا محافظ بنا ہوا ہے۔ اس جیسے شہ زور نوجوان کی بھی اہمیت کچھ نہ کچھ ہوگی۔"

رانا حمید نے کہا "میرا بیٹا رانا جمشید صرف شہ زور ہی نہیں بے حد چالاک بھی ہے۔ وہ چھپنے والوں کو چوہے کے بل سے بھی نکال لاتا ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد بتاؤں گا کہ صوفیہ اور طارق کو ہم ان کی پناہ گاہ سے کیسے نکالیں گے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ رانا حمید تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا "بیلو بیٹے جمشید! کیا ہو رہا ہے؟"

"ڈیڈ! اور کیا ہوگا۔ آئندہ الیکشن کے لئے غنڈوں کی فوج تیار کررہا ہوں۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ دھن، دھونس اور دھاندلی کے ذریعے ہی اسمبلی تک پہنچ سکتا ہوں۔"

"بیٹے! اپنی موجودہ مصروفیات کے علاوہ فرہاد علی تیمور کے ایک معاملے میں ٹانگ اڑانا ہوگا۔"

"کیا چیف کا حکم ہے؟"

"چیف تم بھائی بہنوں سے بہت خوش ہے۔ اسے تم پر اعتماد ہے۔ کہ تم ہی فرہاد کو اصل ٹریک سے ہٹا کر دوسرے معاملے میں الجھا سکتے ہو۔"

وہ اپنے بیٹے جمشید کو چودھری حاکم علی، صوفیہ اور طارق (پارس) کے متعلق بتانے لگا۔ جمشید نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ "بات سمجھ میں آگئی ہے۔ اس معاملے میں پہلے صوفیہ اور طارق کو ان کی خفیہ پناہ گاہ سے نکالنا ہے۔"

"میں نے تمہاری ذہانت اور چالاکی پر بھروسا کرکے چیف سے وعدہ کیا ہے کہ تم آدھے گھنٹے بعد بتاؤ گے کہ انہیں کس طرح گرفتار کیا جاسکتا ہے۔"

"آپ کا بھروسا قائم رہے گا۔ چیف سے کہہ دیں، مجھے چودھری حاکم علی، صوفیہ اور طارق کی تصویروں کی ضرورت ہے۔ تصویریں ملنے کے بعد بارہ گھنٹوں کے اندر وہ دونوں ہماری قید میں ہوں گے۔"

"بیٹے! چیف کی تسلی کے لئے اپنی پلاننگ بتاؤ۔"

"میں چودھری حاکم کی تصویر دیکھ کر اس کی ڈمی تیار کروں گا اور اس ڈمی کو شہر میں گھماؤں گا۔ صوفیہ دوا ساز فیکٹری کو اپنے نام کرانے کے لئے پہلے کسی خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے دھمکی دے چکی ہے کہ باپ نے وہ فیکٹری قانونی طور پر اس کے حوالے نہ کی تو وہ زندہ نہیں رہے گا۔ جب صوفیہ اور طارق چودھری حاکم علی کی ڈمی کو دیکھیں گے تو دھوکا کھا کر اس کے قریب آئیں گے اور بھیس بدلنے کے باوجود دونوں پہچانے جائیں گے۔"

"شاباش بیٹے! ہزاروں برس جیو۔ تمہیں تصویریں مل جائیں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر سر گھما کر دیکھا۔ کمرے کے دروازے پر شمیہ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ شمیہ جو پہلے کبھی شاردا تھی۔ اب عمر کے ساٹھ برس سے آگے نکل چکی تھی۔ وہ ہاتھی دانت کے دستے کی ایک چھڑی فرش پر ٹیکے اپنے بیٹے رانا حمید کو دیکھ رہی تھی۔ آہستہ آہستہ چھڑی ٹیکتے ہوئے بیٹے کے قریب آکر بولی۔ "دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ تم چیف سے اور میرے پوتے جمشید سے باتیں کررہے تھے اور گفتگو کے دوران فرہاد علی تیمور کا نام لے رہے تھے۔"

"امی! ہمیں صرف ابو سے اندیشہ رہتا ہے کہ وہ ہم ماں بچوں کو وطن دشمنوں کی صورت میں نہ دیکھ لیں۔"

"ہاں میں بارہا سمجھا چکی ہوں، تمہارا باپ کٹر پاکستانی ہے، اسے ہماری سرگرمیوں کا علم نہیں ہونا چاہئے۔"

"اوہ امی! وہ تو فالج زدہ ہیں، چوبیس گھنٹے بستر پر پڑے رہتے ہیں اگر انہیں معلوم ہو بھی گیا تو وہ ہمارے خلاف کچھ کرنے کے لئے بستر سے اٹھ نہیں سکیں گے۔"

"تمہارے ابو کئی بار ضد کرچکے ہیں کہ ٹیلیفون ان کے سرہانے رکھا جائے۔ میں انہیں کب تک ٹالتی رہوں گی۔ ان کے قریب فون رہے گا تو وہ گھر سے باہر دوست احباب سے باتیں کرکے دل بہلاتے رہیں گے۔ ایسے میں ہماری اصلیت معلوم ہوگی تو وہ ٹیلیفون ہمارے لئے خطرے کی گھنٹی بن جائے گا۔"

وہ بولا "ہمارے لئے بڑی مشکل ہوجائے گی۔ چیف کا حکم ہے کوئی بھی ہمارے لئے خطرہ بنے اسے پہلی فرصت میں ختم کردو۔ لیکن آپ کی شوہر پرستی سمجھ میں نہیں آتی۔ جو شوہر پاکستان سے محبت کرتا ہے آپ اسے ختم کرنا نہیں چاہتیں، پاکستان کو ختم کرکے اکھنڈ بھارت بنانا چاہتی ہیں۔"

"دیکھو حمید! یہ تم دوسری بار میرا ساگ اجاڑنے کی بات کررہے ہو، کیا تم اس کے بیٹے نہیں ہو، وہ تمہارا باپ نہیں ہے؟"

"ہے۔ لیکن بوڑھا اپاہج باپ پہلے ہی زندہ لاش بنا ہوا ہو اور وہ ہماری ماں کے لئے اور تمام اولاد کے لئے موت کا خطرہ بن جائے تو ہمیں کیا فیصلہ کرنا چاہئے؟ کیا زندہ لاش کو یہاں چھوڑ کر ہم سب کو اس دنیا سے چلے جانا چاہئے۔"

"میں صرف ایک ہی بات جانتی ہوں۔ جب تک میرا ساگ سانس لے رہا ہے اسے سانس لینے دو۔ اپنے طور پر محتاط رہو، ہمارا کوئی راز اس کے کانوں اور آنکھوں تک نہ پہنچنے دو۔"

"ہم یہی کررہے ہیں۔ آپ ہماری آئیڈیل ماں ہیں۔ آپ نے ہند سرکار کے ذریعے ہمیں زمین سے آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے۔ بھارت، لندن اور پیرس کے بینکوں میں ہماری بے شمار دولت ہے۔ ہم سب لندن کے شہری بھی ہیں، اور کسی خطرے کے وقت ہمیں بھارت میں عزت اور احترام سے پناہ مل سکتی ہے۔ ہم آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہیں گے۔"

وہ اقبال حمید کی محبوبہ شاردا تھی اور اقبال حمید کی شریک حیات شمیہ تھی۔ مسلمان عورتیں شوہر کو مجازی خدا کہتی ہیں۔ ہندو عورتیں شوہر کو بھگوان، پتی پرمیشور سمجھتی ہیں۔ شاردا بھی اپنے محبوب شوہر کو بھگوان سمجھ کر پوجتی تھی۔ جوانی سے لے کر بڑھاپے تک اس کی خدمت کرتی آرہی تھی لیکن جس زمین پر خدمت کررہی تھی اسے ہندوستان کی ملکیت سمجھتی تھی۔ اس نے اسی نظریے سے اپنی اولاد کو دودھ پلایا تھا اور اولاد کو کم عمری میں ہی تعلیم کے بہانے لندن بھیج دیا تھا۔ جہاں شاردا کے بھائی اور بہنوں نے اس کی اولاد کو اپنی سرپرستی میں لے کر رفتہ رفتہ ان کے ذہن بدل دیے تھے۔

وہ قیام پاکستان سے یہاں کی زمین کا اناج اور نمک کھا کر ایک مسلمان کی شوہر پرست بیوی ہو کر بھی اندر سے شاردا تھی۔ بہر حال شاردا نے بیٹے سے کہا "میں ضروری شاپنگ کرنے جارہی ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔"

"امی! چیف کا فون آنے والا ہے۔ میں انتظار میں بیٹھا ہوں۔"

وہ چھڑی ٹیکتی ہوئی دروازے پر آئی پھر بولی "فون اٹینڈ کرنے کے بعد اپنے ابو کو اٹینڈ کرنا۔ شاید انہیں کسی چیز کی ضرورت ہو۔"

"آل رائٹ امی! میں ادھر جاؤں گا۔"

وہ چلی گئی۔ یہ سوچنے لگا "امی نے ابو کو پرابلم بنا دیا ہے۔ بے شک مجھے باپ سے محبت ہے لیکن باپ سے زیادہ اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے۔ اگر ابو نے ہمیں ملک دشمن عناصر سمجھ لیا اور ایک محبِ وطن کی حیثیت سے ہمیں قانون کے حوالے کیا تو میں باپ کے ذریعے ملنے والی سزا بھگت لوں گا لیکن اپنی اولاد پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ امی اپنے سہاگ کو بچا رہی ہیں۔ مجھے اپنی اولاد کو بچانا چاہئے۔"

اس نے کھڑکی کے پاس آکر باہر دیکھا اس کی ماں کار میں بیٹھ کر جا رہی تھی۔ اس نے پلٹ کر ٹیلی فون کو دیکھا۔ آدھا گھنٹا گزر چکا تھا اور چیف نے ابھی تک رابطہ نہیں کیا تھا۔ شاید وہ کسی دوسرے معاملے میں مصروف ہو گا۔ وہ سوچتا ہوا کمرے سے باہر آیا' کوریڈور کے دوسری طرف اس کے باپ اقبال حمید کی خوابگاہ تھی۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ اقبال حمید ایک آرام دہ پلنگ پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ بیٹے کو دیکھ کر مسکرایا پھر بوڑھی کمزور آواز میں بولا۔

"ایک ہی گھر میں رہتے ہو اور ایک ہفتہ بعد باپ کے کمرے میں آئے ہو۔"

وہ بولا "اسی لئے نہیں آتا کہ آپ طعنے دیتے ہیں' ہماری مصروفیات کو نہیں سمجھتے۔ اپنی بیکار زندگی کی طرح ہمیں بھی بیکار سمجھتے ہیں۔"

اس نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ باپ نے کہا۔ "ٹھیک کہتے ہو بیٹا' میں بیکار جی رہا ہوں۔ تم لوگوں پر بوجھ بن گیا ہوں۔"

وہ قریب آتے ہوئے بولا "آپ بوجھ نہیں' خطرہ بن گئے ہیں۔ دانا کہتے ہیں کہ خطرے کو پنپنے نہیں دینا چاہئے۔"

"تم مجھے خطرہ کیوں سمجھ رہے ہو؟ کیا تمہیں میری ذات سے نقصان پہنچ رہا ہے؟"

"پہنچنے والا ہے۔ آپ قیامِ پاکستان کے سپاہی ہیں۔ آپ لوگوں نے ہندوستان کے ٹکڑے کر دیے۔ اس زمین کو پاکستان کا نام دے دیا۔ آپ لوگوں نے کس حق کے تحت ایسا کیا؟"

"بیٹے! تاریخ پڑھو۔ مسلمانوں نے کئی صدیوں تک ہندوستان پر حکومت کی ہے۔ وہاں کی زمینوں پر پسینہ بھی بہایا ہے اور خون بھی۔ ہمارے پسینے اور خون کا حساب کرو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے پاکستان بنا کر اپنے تہذیبی' سیاسی اور اسلامی حقوق حاصل کئے ہیں۔"

اس نے باپ کے سر کے نیچے سے تکیہ کھینچ کر کہا "میں بھی اپنا حق حاصل کرنے آیا ہوں۔ مجھے حق پہنچتا ہے کہ میں آپ کے پوتے پوتیوں کی بقا کے لئے آپ کی سانسیں چھین لوں۔"

اقبال حمید نے حیرانی سے بیٹے کو دیکھا۔ وہ چند لمحات کی حیرانی تھی۔ پھر اس کے منہ اور ناک پر تکیہ آگیا۔ بوڑھے نے ایک ہاتھ سے تکیے کو ہٹانے کی کوشش کی۔ دوسرا ہاتھ اور پاؤں فالج زدہ تھے۔ ان میں ایک ذرا جنبش نہیں ہوتی تھی۔ تکیے کا دباؤ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ سانس لینے کے لئے ہوا نہیں مل رہی تھی۔

جدوجہد کے لئے ایک ہی بوڑھا اور کمزور ہاتھ اور ایک پاؤں رہ گیا تھا۔ وہ اکیلا ہاتھ کانپتے کانپتے کئی ہوئی شاخ کی طرح بستر پر گر پڑا۔ جدوجہد تمام ہو گئی۔ آخری بار اس کا کمزور جسم ذرا سا پھڑپھڑایا پھر ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ اس بوڑھے کی سانس روکنے کے لئے پانچ منٹ بہت زیادہ تھے لیکن وہ پندرہ منٹ تک تکیے کو منہ اور ناک پر دبوچے رہا۔ پھر پلنگ سے اتر گیا۔ سینے پر کان رکھ کر اور نبض ٹٹول کر یقین ہوا کہ وہ یتیم ہو چکا ہے۔

اس نے پھیلی ہوئی مردہ آنکھوں کو بند کیا۔ زیادہ دباؤ کے باعث ناک ذرا دب گئی تھی اس نے نتھنوں میں انگلی ڈال کر ناک کو سیدھا کیا' تکیے کو دوبارہ سر کے نیچے رکھا۔ لاش کو ایسی پوزیشن میں لے آیا جیسے حرکتِ قلب بند ہونے سے موت واقع ہوئی ہے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے تک آیا۔ اسے کھولنے کے بعد باپ پر ایک نظر ڈالی۔ ماں نے حکم دیا تھا "جب تک میرا سہاگ سانس لے رہا ہے' اسے سانس لینے دو" اور اس نے ماں کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ ہلاک کرنے کا تو محض ایک بہانہ تھا۔ مقدر میں اتنی ہی سانسیں تھیں' جو تمک گئی تھیں۔

فون کی گھنٹی سنائی دے رہی تھی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے میں آیا' پھر ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو رانا حمید اسپیکنگ۔"

چیف کی آواز سنائی دی "آدھا گھنٹا گزر چکا ہے۔ پلاننگ بتاؤ؟"

اس نے اپنے بیٹے جمشید کی پلاننگ سنا دی۔ چیف نے خوش ہو کر کہا "جمشید کا جواب نہیں ہے۔ پلاننگ بہت عمدہ ہے۔ چودھری اور صوفیہ کی تصویریں تمہیں ایک گھنٹے کے اندر مل جائیں گی۔ طارق ایک ہی بار نظروں میں آیا تھا' اس لئے اس کی تصویر نہیں ہے۔"

رانا حمید نے کہا "آج میں نے تنظیم کے مفاد کے لئے ایسا کام کیا ہے' جو بہت کم وفادار کرپاتے ہیں۔"

"اگر ایسا ہے تو تم انعام کے حق دار ہو جاؤ گے۔ بتاؤ کیا کیا ہے؟"

"میرے ابو کو ہم لوگوں پر شبہ ہو گیا تھا۔ وہ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ انہیں ہماری سرگرمیوں کا علم ہو رہا تھا۔"

"یہ بڑی تشویش ناک بات ہے۔ تنظیم کے قوانین یاد ہیں نا؟"

"جی ہاں۔ ہم پر لازم ہے کہ باپ بھی تنظیم کو نقصان پہنچائے

تو خون کے رشتے کو بھول جاؤ' ورنہ ہم سب کا خون ہو جائے گا۔ آپ کی اطلاع کے لئے عرض کہ میں نے پانچ منٹ پہلے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے۔"

"شاباش رانا! تم نے وفاداری کی انتہا کر دی ہے۔ بولو کیا انعام چاہتے ہو؟"

"میں اپنے پیارے ابو کا مقبرہ بناؤں گا۔ دس لاکھ بھیج دیں۔"

"ایک گھنٹے کے اندر ان تصویروں کے ساتھ رقم بھی مل جائے گی۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر باپ کی موت پر افسوس کرتے ہوئے سوچا "ایک باپ کو بھگتانے کے دس لاکھ روپے۔ آہ! افسوس میرا ایک ہی باپ تھا۔ دس ہوتے تو ایک ہی دن میں کروڑ پتی بن جاتا....."

○☆○

پہلے ریحانہ گھر میں آئی۔ تھوڑی دیر بعد چھوٹی بہن رخسانہ پہنچ گئی۔ رانا حمید نے دونوں بیٹیوں کو راز داری سے سمجھایا کہ مخالفانہ نظریات رکھنے والے باپ کا کس طرح خاتمہ ہوا ہے۔

آدھے گھنٹے بعد اس کا بیٹا رانا جمشید بھی آگیا۔ وہ بھی اس راز میں شریک ہو گیا۔ آخر میں شاردا آئی تو بیوہ ہونے کی خبر سنتے ہی روتی ہوئی شوہر کے پاس آئی پھر اس سے لپٹ کر بین کرنے لگی۔ "ہائے میں گھنٹا بھر پہلے یہاں سے گئی تو سہاگن تھی۔ واپس آئی تو بیوہ ہو گئی۔"

اس نے روتے ہوئے اور بولتے ہوئے اپنے بیٹے اور پوتے پوتیوں کو دیکھا۔ وہ سب سر جھکائے چہرے سے گہرے صدمے کا اظہار کرنا چاہتے تھے۔ شاردا نے ایک ایک کے پاس آکر پوچھا۔ "چپ کیوں ہو؟ میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ یہ تمہارے چہروں پر ماتمی خاموشی نہیں ہے' مجرمانہ خاموشی ہے۔"

رانا حمید نے کہا "امی! کیا آپ ہمیں پھانسی کے تختے پر دیکھنا چاہتی ہیں۔" پھر اس نے بیٹے سے کہا "جمشید! کفن دفن کا فوراً انتظام کرو۔ یہ کام جلدی نمٹاؤ۔ ابھی بہت سے کام پڑے ہیں۔"

جمشید باہر چلا گیا۔ ریحانہ اور رخسانہ رشتے داروں کو فون پر اطلاع دینے چلی گئیں۔ شاردا نے گھور کر اپنے بیٹے رانا حمید کو دیکھا۔ پھر کہا "ایسی جلدی کیا تھی؟ دو چار روز صبر کر لیتے تو قدرتی موت ہو جاتی۔"

"آپ دو چار روز کی باتیں کر رہی ہیں۔ ہم برسوں سے صبر کرتے آئے ہیں۔ ہمیشہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ بڑے میاں کسی بھی وقت عذاب بن جائیں گے۔"

"کیا کسی کو شبہ نہیں ہو گا؟"

"بالکل نہیں ہو گا۔ حرکتِ قلب بند ہوئی ہے اور طبعی موت ایسے بھی ہوتی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ دوسرے کمرے میں اپنی بیٹیوں کے پاس چلا گیا۔ رشتے دار ماتم کرنے آرہے تھے۔ ابوداؤد نے رقم اور تصویریں بھیج دی تھیں۔ جمشید نے کہا "ڈیڈ! ہمیں اپنے اعتماد کے آدمیوں میں ایسے شخص کا انتخاب کرنا ہے' جو چودھری حاکم علی کے میک اپ میں صوفیہ اور طارق کو کامیابی سے دھوکا دے سکے۔"

باپ نے کہا "کیسے انتخاب کریں۔ ابھی تو بڑے میاں کی تجہیز و تکفین کی آخری رسومات باقی ہیں۔"

"سب ہو جائے گا ڈیڈ! ابھی پوری رات پڑی ہے۔ میں صبح تک چودھری کی ڈمی تیار کرالوں گا۔"

وہ تمام رات مصروف رہے۔ اپنے باپ کو قبر میں اتار کر صوفیہ کے باپ کی ڈمی تیار کرتے رہے۔ صبح چار بجے ڈمی کو ہدایت دی کہ وہ دن کے نو بجے تک نیند پوری کرے اور پھر دس بجے تک صوفیہ کی کوٹھی میں جائے۔ ایک اندازہ تھا کہ صوفیہ کسی ضرورت سے اپنی کوٹھی میں آتی ہو گی یا ڈاکٹر ایسوسی ایشن کی لائبریری میں جاتی ہو گی۔

ریحانہ نے کہا "میں دن کے دس بجے سے شام چار بجے تک دور ہی دور سے ڈمی کی نگرانی کرتی رہوں گی۔"

رخسانہ نے کہا "میں شام چار بجے سے رات نو بجے تک نگرانی کروں گی۔ اگر ڈمی کو یہ شبہ ہو کہ صوفیہ اور طارق اس کے قریب آرہے اور اسے ٹریپ کرنا چاہتے ہیں تو ڈمی اپنا سر کھجائے گا۔ میں سمجھ لوں گی کہ دونوں شکار ہماری نظروں میں آگئے ہیں۔ میں خاموشی سے ان کا تعاقب کر کے ان کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنا چاہوں گی اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے جمشید اور ڈیڈ کو اطلاع دیتی رہوں گی۔"

اس پلاننگ کے مطابق انہوں نے اپنی نیندیں پوری کیں۔ دن کے دس بجے ڈمی صوفیہ کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوا۔ ریحانہ اپنی کار میں بیٹھ کر اس کی نگرانی کے لئے گئی۔ ان دونوں کے جانے کے بعد جمشید نے صبح کا اخبار پڑھا تو صوفیہ کی طرف سے شائع ہونے والے اشتہار پر نظر پڑی اس نے اپنے باپ اور چھوٹی بہن کو وہ اشتہار پڑھایا۔ رانا حمید نے اسے پڑھنے کے بعد کہا "معلوم ہوتا ہے فرہاد لاہور آگیا ہے۔ وہ اشتہار کے ذریعے حاکم علی کے اندر بے چینی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ کبھی نہیں چاہے گا کہ اس کی بیٹی وہ فارمولے کسی کو فروخت کرے۔ بیٹی کو اس دھاندلی سے روکنے کے لئے وہ خفیہ پناہ گاہ سے نکلے گا تو فرہاد کی گرفت میں آجائے گا۔"

جمشید نے کہا "ضروری نہیں کہ فرہاد یہاں موجود ہو۔ ویسے یہ خوب ہے کہ ہم صوفیہ اور طارق کو ٹریپ کرنے کے لئے ڈمی چودھری کو چارا بنا رہے ہیں اور وہ چودھری حاکم علی کو ٹریپ کرنے کے لئے اشتہار کا سہارا لے رہے ہیں۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنی بہن ریحانہ کو اخباری اشتہار کے متعلق بتایا پھر کہا "فرہاد یا اس کا ماتحت طارق اشتہار کے ذریعے چودھری کو ٹریپ کرنا چاہتے ہیں۔ ہوشیار رہو۔ دشمن ڈمی چودھری

سے دھوکا کھا کر اسے ٹریپ کریں گے۔ ایسی کوئی بات ہو تو فوراً رابطہ کرنا۔"

اس نے ٹرانس میٹر کو آف کیا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ رانا حمید نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے ابوداؤد نے پوچھا۔ "تم نے آج کے اخبار میں صوفیہ کا اشتہار پڑھا ہے؟"

"جی ہاں' میں اپنے بچوں سے ابھی اسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ ہم نے چودھری کی ڈی کو صوفیہ کی کوٹھی کی طرف روانہ کیا ہے۔ ریحانہ اس ڈی کی نگرانی کر رہی ہے۔"

ابوداؤد نے کہا "جو دو ساز کمپنیاں صوفیہ سے فارمولے خریدنا چاہیں گی وہ کل کے اخبارات میں اپنے نام' پتے اور ٹیلی فون نمبر شائع کرائیں گی۔ تمہارا کیا خیال ہے' صوفیہ ان خریداروں سے معاملات طے کرنے جائے گی؟"

"میرا خیال ہے وہ ہماری ہی چال چلیں گے۔ ہم نے انہیں پھانسنے کے لئے ڈی چودھری کو پیش کیا ہے۔ وہ ڈی صوفیہ کو خریداروں کے پاس بھیجیں گے۔"

"ٹھیک ہے اسی طرح دشمنوں کی چالیں سمجھتے ہوئے جوابی کارروائی کرتے رہو۔"

جمشید نے ریسیور لے کر کہا "یاس! ایک اور آئیڈیا ہے۔ چودھری حاکم علی بیشتر دو ساز کمپنیوں کے مالکان سے واقف ہے۔ ان کے فون نمبروں سے بھی واقف ہوگا۔ اگر آپ اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے کا تعاون حاصل کریں اور وہ چودھری حاکم کی فون کال کے ذریعے ان دو ساز کمپنیوں کے مالکان کے دماغوں میں پہنچ جائے تو ہمیں معلوم ہو تا رہے گا کہ صوفیہ فون کے ذریعے کن لوگوں سے فارمولوں کا سودا کر رہی ہے۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ میں اس پر غور کروں گا۔"

ادھر سے رابطہ ختم ہو گیا۔ انہوں نے ہر پہلو سے صوفیہ اور طارق کو ٹریپ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اگر طارق ڈی چودھری کو پکڑنے جاتا تو خود پکڑا جاتا۔ ابوداؤد اور جمشید وغیرہ ڈی صوفیہ سے دھوکا نہ کھاتے بلکہ وہ اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے فارمولے خریدنے والوں کے دماغوں تک پہنچ رہے تھے اور یہ جو کچھ بھی ہو رہا تھا اس کا علم مجھے اور پارس کو نہیں تھا۔

پارس ٹیزان میں بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ اس کے خیال میں آج فرصت کا دن تھا۔ کیونکہ آج ہی اخبار میں صوفیہ کی طرف سے اشتہار شائع ہوا تھا۔ اس اشتہار کے جواب میں فارمولے خریدنے والے کل کے اخبارات میں صوفیہ کو مخاطب کرنے اور اپنا نام' پتا اور فون نمبر شائع کرانے والے تھے۔

صوفیہ چاہتی تھی آج کا دن پارس کے ساتھ تنہائی میں گزارے لیکن وہ بہانے کر کے تنہا چلا آیا تھا۔ اپنے طور پر کوشش کر رہا تھا کہ صوفیہ کے ساتھ کہیں تنہا وقت نہ گزارے۔ وہ عیاش نہیں تھا مگر ہاں حسن پرست تھا۔ اور حسن پرستی بھی وقت اور حالات کے مطابق کرتا تھا۔ میں نے اسے صوفیہ کا محافظ بنایا تھا۔ اس لئے وہ صرف اس کی جان کا نہیں آبرو کا بھی محافظ رہنا چاہتا تھا۔ انسان اگر شیطان کی حد تک پہنچے تو وہ برا ہے' بدکار ہے' اگر انسان کی حد میں رہ کر غلطیاں کرے تو اس میں اچھے برے کی تمیز باقی رہتی ہے اور وہ اچھائی کی طرف لوٹتا رہتا ہے۔

وہ ٹیزان میں جس میز پر چائے پی رہا تھا۔ اس کے پیچھے والی میز کے اطراف تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے دو اشخاص کی کرسیوں کی پشت پارس کی کرسی کی پشت سے لگی ہوئی تھی۔ یوں ان کی گفتگو صاف طور سے اس کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

ایک نے کہا "یار! ایک بج گیا۔ وہ یونیورسٹی کے لڑکے ابھی تک نہیں آئے۔"

دوسرے نے کہا "ایک تو تیری جلد بازی نے پریشان کیا ہوا ہے۔ تو سمجھتا کیوں نہیں کہ یونیورسٹی کے منڈے وقت پر اپنی کلاسوں میں نہیں جاتے۔ پھر وقت پر ادھر کیسے آئیں گے۔"

تیسرے نے کہا "اصل میں یہ شیدا پہلی بار واردات کرنے والا ہے اس لئے گھبرا کر گھڑی گھڑی گھڑی دیکھ رہا ہے۔"

وہ ہنسنے لگا' شیدے نے کہا "میں بزدل اور گھبرانے والا نہیں ہوں مگر آگ لگانے کے لئے یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔"

"ابے چپ" ایک نے سرگوشی میں ڈانٹ کر سر گھماتے ہوئے پارس کو دیکھا۔ ان سب کو غلطی کا احساس ہوا کہ ایک اجنبی ان کے پیچھے ہی بیٹھا ہوا ہے اور اس نے گفتگو سنی ہوگی۔

تینوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر ایک نے اسی طرح سر گھما کر پارس کے پیچھے کھنکارا۔ اس کے کھنکارنے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ سوچ میں ڈوبا ہوا چائے پی رہا تھا۔ دوسرے نے طنزیہ انداز میں پوچھا "باؤجی! بہرے بننے کی ایکٹنگ کر رہے ہو۔"

پارس ٹس سے مس نہ ہوا۔ ایک نے اس کے کان کے قریب کہا "ابے کچھ تو بول کنجر کی اولاد!"

پارس نے گالی سن کر بڑے ضبط سے کام لیا۔ دوسرے نے کہا "یہ کتے کا بچہ گالیاں سن کر بھی خاموش ہے' کیا سچ مچ بہرا ہے؟"

تیسرا اپنی جگہ سے اٹھ کر پاس کے پاس آیا پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "کیا تم بہرے ہو؟"

اس نے چونک کر تیسرے شخص کو دیکھا۔ پھر فوراً ہی جیب میں ہاتھ ڈال کر ائرفون کان سے لگاتے ہوئے بولا "جی کیا فرمایا' آپ نے؟"

وہ تینوں ہنسنے لگے۔ پارس ایک بہرے کے بہروپ میں تھا اور وہ خوش ہو رہے تھے کہ اس نے کچھ نہیں سنا ہے' ایک نے چونک کر کہا "وہ دیکھو اسٹوڈنٹس نے کہا تھا' جو بس بیچ سڑک میں آکر رکے ہم اس کو آگ لگائیں گے۔"

انہوں نے ریگل چوک کے قریب ہی پہنچ کر شاہراہ پر بس کو

زچھی ہو کر رکتے دیکھا تھا۔ ایک نے میز کے نیچے سے پیٹرول کا کین اٹھایا پھر وہ بیرے کو چائے کے عوض بیس روپے دیتے ہوئے باہر چلے گئے۔

پارس نے بھی اٹھ کر بیرے کو دس کا نوٹ دیا۔ پھر ہوٹل کے باہر آگیا۔ ریگل چوک پر لوگ دوڑتے آرہے تھے۔ ترچھی کھڑی ہوئی بس کے اندر سے مسافر بھاگتے ہوئے باہر آرہے تھے۔ چار چھ طلبا بس پر پتھراؤ کر رہے تھے۔ ایک جوان ہاکی سے کھڑکی کے شیشے توڑ رہا تھا۔ لوگ پوچھ رہے تھے کیا بات ہے؟ کس بات کا جھگڑا ہے۔

ایک جوان کہہ رہا تھا "کنڈیکٹر جھگڑا کرتا ہے۔ ہم نے یونیورسٹی کا کارڈ دکھایا پھر بھی پورا کرایہ مانگتا تھا۔ اب تو نہ یہ بس رہے گی۔ نہ یہ پورا کرایہ مانگے گا۔"

جس شخص کے ہاتھ میں پیٹرول کا کین تھا' وہ دوڑتا ہوا بس کی طرف جا رہا تھا۔ بھیڑ سے فائدہ اٹھا کر بس کو آگ لگانا چاہتا تھا تاکہ طلبا کے احتجاج میں زور پیدا ہو جائے لوگ یہی سمجھیں کہ طلبا بری طرح مشتعل ہو گئے ہیں۔

وہ دوڑتا ہوا بس کے اندر آیا۔ پھر انجن ڈرائیور کی سیٹ کی طرف پیٹرول چھڑکنے لگا۔ اس کے پیچھے شیدا بھی آیا تھا۔ پارس دوسرے دروازے سے دوڑتا ہوا اندر آیا۔ اس نے پیٹرول چھڑکنے والے کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دروازے سے گزرتا ہوا باہر جا کر سڑک پر گرا۔ کین کا باقی پیٹرول اس پر الٹ گیا تھا۔ شیدا ماچس کی تیلی جلا کر چھڑکے ہوئے پیٹرول پر پھینکنا چاہتا تھا۔ پارس نے اس کے ہاتھ پر لات ماری۔ جلتی ہوئی تیلی ہاتھ سے نکل کر فضا میں اڑتی ہوئی باہر گرنے والے شخص پر گئی۔ وہ یکبارگی بھڑکتے ہوئے شعلوں میں لپٹ گیا۔

پارس نے شیدے کی گردن دبوچ لی۔ وہ جلنے والا سڑک سے اٹھ کر ادھر ادھر بھاگ رہا تھا اور لوگ آگ کے شعلوں سے بچنے کے لئے اس سے دور بھاگ رہے تھے۔ کچھ لوگ پانی کی بالٹیاں اٹھا کر لا رہے تھے۔ پارس نے شیدے کو سپاہیوں کے سامنے دھکا دے کر گراتے ہوئے کہا "یہ اندر جا کر آگ لگانا چاہتا تھا۔ اس کا ایک ساتھی جل رہا ہے اور دوسرا ساتھی....."

اس نے بھیڑ میں نظر دوڑائی۔ تیسرا ساتھی نظریں ملتے ہی بھاگنے لگا۔ پارس نے اشارہ کرتے ہوئے کہا "پکڑو اسے۔ وہ بھی مجرم ہے۔"

لوگ اسے چاروں طرف سے گھیرنے لگے۔ اس نے فرار کا کوئی راستہ نہ پا کر لانبا سا چاقو نکال لیا۔ لوگ اپنے بچاؤ کے لئے پیچھے ہٹنے لگے۔ پارس نے پٹرول کے خالی کین کو اٹھا کر اس کی طرف پھینکا۔ تب دوسرے لوگ بھی پتھر اٹھا اٹھا کر اسے دور سے مارنے لگے۔ ریگل چوک کا ایک ضمنی راستہ بن رہا تھا۔ اس راستے پر پتھر بچھائے گئے تھے۔ پتھر بے شمار تھے' مارنے والے بھی بے شمار تھے۔ آخر وہ زخمی ہو کر گر پڑا۔

تمام طلبا وہاں سے چلے گئے تھے۔ صرف وہ پکڑا گیا تھا جو ہاکی سے کھڑکی کا شیشہ توڑ رہا تھا۔ پارس نے اپنے ایک کان میں ائرفون لگا کر کہا "ہاکی ہمارا قومی کھیل ہے۔ جب سے تم لوگوں نے تخریب کاری اور دنگے فساد کے لئے استعمال کرنا شروع کیا ہے تب سے ہماری قومی ٹیم کے کھیل کا معیار گرتا جا رہا ہے۔"

پولیس انسپکٹر نے کہا "جوان تم نے بڑی پھرتی دکھائی ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ تم نے بس کو جلنے سے بچا لیا ہے لیکن جلانے والے کو جلا دیا۔"

وہ بولا "میں نے دانستہ نہیں جلایا ہے اور آپ کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ یہ تینوں اسٹوڈنٹس نہیں ہیں۔ کرائے کے غنڈے ہیں۔"

ہاکی والے طالب علم نے کہا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ ہم احتجاج کے طور پر تھوڑی سی توڑ پھوڑ کرنا چاہتے تھے۔ آگ لگانا ہماری پلاننگ میں شامل نہیں تھا۔ یہ بھائی صاحب درست کہتے ہیں۔ یہ تینوں غنڈے ہیں۔ ہم نے کبھی انہیں یونیورسٹی میں نہیں دیکھا ہے۔"

انسپکٹر نے کہا "ہم غنڈوں کے ساتھ تمہاری خیریت بھی پوچھیں گے" پھر اس نے پارس سے کہا "تم بھی بیان دینے کے لئے تھانے چلو۔"

پارس نے کہا "ذرا ایک منٹ آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

انسپکٹر اس کے ساتھ بھیڑ سے نکلتا ہوا سڑک سے دور آیا۔ وہاں ذرا فاصلے پر کچھ کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک کار رخشانہ کی تھی جو اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھی وہ ہنگامہ دیکھ رہی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں موبائل ٹیلیفون کا ریسیور تھا۔ وہ اسے کان سے لگائے کہہ رہی تھی "ایک نوجوان نے کھیل بگاڑ دیا ہے۔ پلاننگ پر بڑی کامیابی سے عمل ہو رہا تھا' پتا نہیں یہ کہاں سے آمرا ہے۔ میں اسے ٹریپ کر کے لاتی ہوں۔ پہلے تم اس کا شجرہ پوچھنا پھر اس کی ہڈیاں توڑ کر نہر میں پھینک دینا۔ میں آرہی ہوں' انتظار کرو۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ پھر کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ اس کا رخ پارس کی طرف تھا۔ وہ انسپکٹر کو ایک طرف لے جا کر کہہ رہا تھا "میں پولیس تھانے کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا۔ مجرموں کو اچھی خاصی سزا مل گئی ہے۔ ایک جل چکا ہے۔ دوسرے نے اتنے پتھر کھائے ہیں کہ مجنوں کی روح کانپ گئی ہوگی۔ وہ دو دن تک اسپتال کے بستر سے نہیں اٹھ سکے گا۔ میرا فرض پورا ہو چکا ہے' مجھے جانے دیں۔"

"کیسے جانے دوں؟ یہ قانون کا معاملہ ہے۔ یہاں بچے نہیں کھیل رہے تھے۔ تخریب کاری ہو رہی تھی۔ تمہیں تو تھانے چلنا ہی

ہوگا۔"

"دیکھئے انسپکٹر صاحب! یہ آگ لگانے والے نچلے طبقے کے غنڈے نہیں ہیں۔ بڑے امیر کبیر لوگوں کے سپوت ہیں۔ تھانے پہنچتے ہی اوپر سے فون آئے گا اور آپ اس کیس کا فائل کھولنے سے پہلے ہی بند کردیں گے۔"

رخسانہ نے اس کے پیچھے سے کہا "انسپکٹر یہ درست ہے۔ ادھر میری مرسڈیز کھڑی ہے۔ اپنے ایک سپاہی کو میرے ساتھ کردو۔ وہ میری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر تھانے کے راستے پر آگے جاکر اتر جائے گا۔ اترنے سے پہلے میں پچیس ہزار اسے دوں گی۔"

انسپکٹر نے ہچکچاتے ہوئے کہا "مگر.... میں.... میں اتنے لوگوں سے کیا کہوں گا؟"

"تم نادان بچے نہیں ہو انسپکٹر! انہیں لوگوں کے سامنے پکڑ کر لے جاؤ اور تھانے کے دروازے پر رہا کردو۔ انہیں تھانے کے اندر لے جاؤ گے تو پچیس ہزار سے جاؤ گے۔ اوپر سے رہائی کا حکم آئے گا تو تمہیں پچیس پیسے بھی نہیں ملیں گے۔ میرا وقت ضائع نہ کرو۔ سپاہی کو میری گاڑی میں بھیج دو۔"

انسپکٹر سپاہیوں کی طرف گیا، رخسانہ نے پارس سے کہا "تم نے بڑی پھرتی دکھائی ہے۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

وہ بولا "میرا نام سرتاج محمد ہے۔ تم مجھے سرتاج کہہ سکتی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں روز آئینہ دیکھتی ہوں اور جانتی ہوں کہ حسن کا شاہکار ہوں۔ لوگ پہلی ہی ملاقات میں سرتاج بننے کا خواب دیکھتے ہیں۔ اگر واقعی تم سرتاج ہو تو بہت خوب نام ہے۔"

"تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

"مجھے کنیز رخسانہ کہتے ہیں۔ سرتاج کے ساتھ کنیز خوب جچتا ہے، ہمارے ملک کی عورتیں بیویاں بن کر سسرال جاتی ہیں اور کنیز بن کر رہ جاتی ہیں۔"

"تمہاری زبان سے یہ شکایت اچھی نہیں لگتی۔ تم تو پیدائشی کنیز ہو۔"

رخسانہ نے شکایتی نظروں سے دیکھا، پھر کہا "بہت بولتے ہو مگر اچھا بولتے ہو، میرے ساتھ چائے پیو گے؟"

"میں شیزان میں چائے پی رہا تھا۔"

"میں اپنے گھر میں پلاؤں گی۔"

سپاہی آگیا تھا۔ وہ تینوں مرسڈیز کے پاس آئے۔ سپاہی پچھلی سیٹ پر آگیا۔ پارس اگلی سیٹ پر رخسانہ کے برابر بیٹھ گیا۔ پھر وہ کار چل پڑی۔

تھوڑی دور جانے کے بعد اس نے گاڑی روک دی۔ ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر ایک گڈی سے ہزار ہزار کے پچیس نوٹ نکالے۔ پھر وہ رقم سپاہی کو دے کر بولی "جاؤ دفع ہوجاؤ۔"

وہ ایسی شاہانہ طبیعت کی تھی کہ بڑے بڑوں کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ سپاہی کیا چیز تھا۔ وہ رقم لے کر سلام کرتے ہوئے بقول

رخسانہ کا خیال تھا کہ سرتاج ایک جذباتی نوجوان ہے۔ اس نے سرکاری بس کو جلنے نہیں دیا۔ اگر وہاں مجمع نہ ہوتا تو رخسانہ کے حواری ایسی پٹائی کرتے کہ سرتاج آئندہ ہیرو بننے سے توبہ کرلیتا۔ اور وہ عام سا جذباتی نوجوان سمجھ کر اُس سے توبہ کرانے لائی تھی۔

اور جہاں لائی تھی، وہاں پہنچ کر پارس کو یقین ہوگیا کہ رخسانہ کا تعلق چودھری حاکم علی سے اور اس گینگ سے ہے جس کے متعلق دعویٰ کیا جاتا تھا کہ اس کا سربراہ اور اس کے تمام ماتحت یوگا کے ماہر ہیں۔

وہ کار سے اترتے ہوئے بولی "چلو اترو، آفس میں تمہیں زبردست چائے ملے گی۔"

وہ جیسے ہی باہر نکلی۔ پارس نے کار کی چابی نکال کر جیب میں رکھ لی۔ رخسانہ نے اس لئے چابی رہنے دی تھی کہ اسے غنڈوں کے حوالے کرکے فوراً واپس چلی جائے گی۔ پارس اس کی واپسی کا راستہ روک کر کار سے باہر آیا۔ پھر اس کے ساتھ چلتے ہوئے دفتری کمرے میں پہنچا۔ وہاں چار باڈی بلڈرز اپنے بازوؤں کی مچھلیاں ابھارے اور چٹانوں جیسے سینے پھلائے کھڑے تھے۔

ایک باڈی بلڈر دروازے کے پاس جاکر کھڑا ہوگیا تاکہ شکار بھاگنے نہ پائے، رخسانہ نے کہا "سرتاج! میں تمہاری خواہش کے مطابق سرتاج کہہ رہی ہوں مگر افسوس اس چار دیواری کے باہر نہ تمہارا سر رہے گا، نہ تم کسی کے تاج بن سکو گے۔"

پھر اس نے ایک باڈی بلڈر سے کہا "پہلے میں نے سوچا تھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر کہیں پھینک دیا جائے گا۔ یہ اپاہج بن کر زندہ رہے گا لیکن اسے ہمارے خاندان کی ہسٹری معلوم ہے۔ اس سے پوچھو کہ ہمارے خاندان میں کسی کو شوگر کا مرض ہے، یہ بات اسے کیسے معلوم ہوئی؟ یہ ہمیں کس حد تک جانتا اور پہچانتا ہے؟ یہ جواب نہ دے تو اسے ختم کردو۔"

پارس نے کہا "میں جھوٹ نہیں بولتا، سچ بولتا ہوں۔ میں نے آج پہلی بار رخسانہ کو دیکھا ہے۔ میں اس کے خاندان کے کسی فرد سے واقف نہیں ہوں لیکن تم لوگ یقین نہیں کروگے اور سوال پر سوال کرتے جاؤ گے۔ بہتر ہے کہ میں تمہارا کوئی سوال نہ سنوں۔"

یہ کہہ کر اس نے کان سے ائرفون نکالا پھر جیب سے مائک کی ڈبیا نکالی۔ ائرفون کا تار کھینچ کر توڑ دیا۔ اور ڈبیا کو فرش پر ڈال کر اسے جوتے کی ایڑی سے کچل کچل کر ناقابلِ استعمال بنادیا۔

رخسانہ نے غصے سے کہا "یہ ڈھیٹ ہے۔ اپنی اصلیت نہیں بتائے گا، اسے جان سے مار ڈالو۔"

پارس نے اس سے کہا "اے خبردار، میں نے ائرفون توڑ دیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے گالیاں دینا شروع کردو۔"

وہ چیخ کر بولی "میں گالی نہیں دے رہی ہوں۔ اگر دوں گی تو میرا کیا بگاڑ لوگے؟"

وہ بولا "دیکھو اب حلق پھاڑ کے گالیاں دے رہی ہو۔ تمہاری زبان میں چھالے پڑیں گے۔ تمہارے مُنہ میں کیڑے پڑیں گے۔"

وہ باڈی بلڈرز سے بولی "اسے میرے سامنے مارو۔"

باڈی بلڈرز آگے بڑھنا چاہتے تھے اس سے پہلے ہی پارس نے دو جیبوں میں ہاتھ ڈال کر دو لائٹر نکالے پھر کہا "یہ خطرناک بم ہیں، نمونہ دیکھو۔"

اس نے ایک لائٹر کے اوپر لگی ہوئی ننھی سی چابی کو دانتوں میں دبا کر کھینچا۔ چابی الگ ہوگئی۔ اس نے کھڑکی سے باہر ہاتھ ڈال کر پوری قوت سے لائٹر کو بہت دور پھینک دیا۔

پھینکنے کے تین سیکنڈ بعد ہی ایسا زبردست دھماکا ہوا کہ وہ سب اچھل کر فرش پر گر پڑے۔ بم بہت دور بلاسٹ ہوا تھا پھر بھی اس دفتر کی دیواریں لرز گئی تھیں۔ ایک دیوار تڑخ گئی تھی۔ کھڑکی کی آہنی جالی اور دروازے کے پٹ ٹوٹ گئے تھے۔ میز پر رکھے ہوئے ٹیلیفون اور دوسری چیزیں اچھل کر فرش پر پہنچ گئی تھیں۔

پہلے تو یوں لگا جیسے قیامت آگئی ہے۔ سب کے سب دم سادھے پڑے رہے اور دل کی دھڑکنوں کو سنبھالتے رہے۔ جب ذرا حواس بجا ہوئے تو رخسانہ نے دیکھا، وہ نیچے ہے اور سرتاج اوپر۔ پھر نظریں ملتے ہی وہ بولا "سرتاج ہمیشہ اوپر رہتا ہے۔"

دوسری طرف پڑے ہوئے باڈی بلڈرز اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ پارس نے لائٹر کو منہ کے قریب لاکر کہا "دو سرا دھماکا یہاں ہوگا۔ میں تمہا نہیں مروں گا۔ ہم سب کے چیتھڑے اڑیں گے۔ بولو

دنیائے حیرت انگیز فنِ تحریر و شخصیت کی مدد سے
دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں۔
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر و بے مثال کتاب

تحریر اور شخصیت

قیمت ۱۵۰/- روپے — ڈاک خرچ ۲۰/- روپے

○ آپ کو بتائے گی کہ آپ کیا کچھ کرسکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دور کی جاسکتی ہیں؟

ملنے کا پتہ: مکتبہ نفیس ۱۵ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

کون کون مرنا چاہتا ہے؟"

وہ لائٹر کی ننھی چابی کو دانتوں تک لایا۔ چاروں باڈی بلڈرز ایک دم سے پلٹ کر دوڑتے ہوئے گرتے پڑتے بھاگ گئے۔

رخسانہ چیخنے لگی "رک جاؤ۔ مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ نمک حرامو! مجھے مرنے کے لئے چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

پارس نے کہا "اے تم پھر چیخ چیخ کر مجھے گالیاں دے رہی ہو۔"

وہ رونے کے انداز میں بولی "لعنت ہے تم پر۔ تم نے ائرفون کیوں توڑ دیا؟ خدا کی قسم 'میں نہیں دے رہی ہوں گالی۔"

وہ بہرے کی طرح کان لگا کر سن رہا تھا' پھر سر ہلا کر بولا "گالی' یہی تو کہہ رہا ہوں اور تم پھر "گالی" بول رہی ہو۔"

وہ ایک دم سے رو پڑی' کہنے لگی "ایک طرف موت ہے دوسری طرف بہرا۔ بم کے پھٹنے سے شاید بچ جاؤں مگر اس کے سامنے چیخ چیخ کر مر جاؤں گی۔"

پھر وہ پارس کا ہاتھ پکڑ کر اشارے کی زبان سے بولی کہ وہ بم بلاسٹ نہ کرے۔ اس کی جان بخش دے۔ وہ سر ہلا کر بولا "اچھا سمجھ گیا۔ میں اس کی چابی نہیں نکالوں گا لیکن ہاتھ میں پکڑے رہوں گا جیسے ہی تم مجھے نقصان پہنچانے کی چالاکی دکھاؤ گی تو....."

وہ نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلا کر اشارے کی زبان سے بولی کہ اس کا کچھ مرنگل رہا ہے وہ اوپر سے ہٹ جائے۔ وہ ہٹ گیا۔ رخسانہ عارضی نجات کی گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوا تو رخسانہ بھی اٹھ کر بولی "کیا میں جاؤں؟"

"گاؤں؟ تم گانا چاہتی ہو؟ کمال ہے۔ میرے ہاتھ میں موت کا لائٹر ہے اور تم گانا سنانا چاہتی ہو۔"

وہ چیخ کر بولی "گانا نہیں جانا چاہتی ہوں' جانا۔"

"کھانا۔ اچھا اب سمجھا۔ مجھے بھی بھوک لگی ہے۔ چلو کسی ہوٹل میں جا کر آرام سے بیٹھ کر کھائیں گے۔"

رخسانہ نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ اس کے ساتھ چلتی ہوئی باہر آئی۔ وہ جیب سے کار کی چابی نکال کر دیتے ہوئے بولا۔ "میں پہلے سے محتاط رہنے کا عادی ہوں۔ سوچا کہیں تم چھوڑ کر نہ بھاگ جاؤ اس لئے یہ چابی رکھ لی تھی۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ چیختے چیختے سر چکرانے لگا تھا۔ وہ کار کا دروازہ کھول کر اندر آئی۔ پارس اس کے برابر بیٹھ گیا۔ اسی وقت موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھانا چاہتی تھی۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر پوچھا "کس کو فون کرنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "میں فون نہیں کر رہی ہوں۔ گھنٹی بج رہی ہے' کوئی مجھے کال کر رہا ہے۔"

"تم کیا کہہ رہی ہو؟ کچھ کہتی بھی ہو یا صرف منہ ہلاتی ہو۔"

اس نے معافی مانگنے کے انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ کر اشارے سے سمجھایا کہ کہیں دوسری جگہ سے فون آیا' وہ بولا "اچھا سمجھ گیا۔ اگر تمہارے ماں باپ کا فون ہو تو کہہ دینا ابھی تم میرے سائے میں سانس لے رہی ہو۔ اگر کسی نے پولیس سے رابطہ کیا یا چھپ کر مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تو میرے ساتھ تم بھی مرو گی۔"

وہ ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر بولی "ہیلو' میں رخسانہ بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے اس کے بھائی رانا جمشید نے پوچھا "تم خیریت سے ہو؟ ابھی ان بزدل نمک حراموں نے فون پر بتایا ہے کہ تم سر تاج نامی کسی نوجوان کے چنگل میں پھنس گئی ہو اور اس کے پاس کوئی خطرناک بم ہے۔"

"ہاں۔ بہت ہی تباہ کن بم ہے۔ ہم نے اس کی دل ہلا دینے والی بلاسٹنگ آنکھوں سے دیکھی ہے' وہ سر اجم اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ بالکل سگریٹ لائٹر نظر آتا ہے لیکن ہینڈ گرینیڈ کی طرح دانتوں سے چابی ہٹاتے ہی تین چار سیکنڈ میں ایسا دھماکا اور تباہی ہوتی ہے کہ میں وہ منظر دیکھنا نہیں چاہتی۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔ مجھے اس پاگل سے کسی طرح نجات دلاؤ۔"

"اسے ریسیور دو' میں بات کروں گا۔"

"یہ کمبخت بہرا ہے۔ تم چیخ چیخ کر تھک جاؤ گے ایک لفظ بھی اس کے کان میں نہیں گھسے گا۔"

"تم اس سے پوچھو' وہ کیا چاہتا ہے' اس کا مطالبہ کیا ہے؟"

"بھائی! میں بھی چیخ چیخ کر پاگل ہو رہی ہوں۔ یہ ابھی کھانے کے لئے مجھے کسی ریستوران میں لے جائے گا۔ میں اسے مال روڈ پر ہوٹل انٹرنیشنل یا پرل کان میں لے جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے' میں پہنچ رہا ہوں۔"

"لیکن اس نے وارننگ دی ہے کہ پولیس سے رابطہ کیا گیا یا کوئی چالاکی دکھائی گئی تو یہ بم کے ذریعے خود بھی مرے گا اور مجھے بھی مار ڈالے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ ایسا کام دکھاؤں گا کہ بم اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"بھائی! آپ کی ذہانت کا تو چیف بھی قائل ہے۔ مجھے اطمینان ہو گیا ہے' میں آ رہی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پارس نے اس موبائل ٹیلیفون کو اٹھایا پھر اسے کار کی کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ وہ چیخ کر بولی "تم نے اسے کیوں پھینک دیا۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر جانا چاہتی تھی۔ اس نے بازو پکڑ کر کھینچا تو وہ آغوش میں آ گری' وہ بولا "سیدھی طرح بیٹھو اور گاڑی چلاؤ۔"

"وہ فون میرے لئے ضروری ہے۔"

"کیا کہا؟ گاڑی نہیں چلاؤ گی؟"

وہ چیخ کر بولی "میں گاڑی کی نہیں فون کی بات کر رہی ہوں۔ اوہ

گاڈ! میں چیخنے چیخنے مرجاؤں گی۔"

"گھر جاؤ گی؟ نہیں میں تمہیں گھر نہیں جانے دوں گا۔ پہلے ہم کسی ریستوران میں کھانے جائیں گے۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونا چاہتی تھی۔ پھر خیال آیا۔ تھوڑی دیر کی بات ہے۔ ہوٹل میں پہنچتے ہی اس کا بھائی اس بھرے سے پیچھا چھڑا دے گا۔ وہ کار اسٹارٹ کرکے لیبارٹری کے احاطے سے باہر آئی۔ پھر اسے لاہور کی سمت موڑنا چاہتی تھی' وہ بولا "ادھر نہیں ادھر۔ ہم گوجرانوالہ جائیں گے۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ میں اتنی دور نہیں جاؤں گی۔"

"کھاؤ گی؟ ٹھیک ہے میں کھلانے ہی لے جارہا ہوں۔ گوجرانوالہ کے کباب بہت لذیذ ہوتے ہیں۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر اشارے کی زبان سے بولی "بڑی مہربانی ہوگی۔ لاہور کی طرف چلو۔"

وہ گوجرانوالہ کی طرف اشارہ کرنے لگا۔ اس کی بات ماننے سے وہ مال روڈ کے ہوٹل نہیں بچا سکتی تھی۔ اپنے بھائی کے ذریعے رہائی حاصل نہیں کرسکتی تھی' وہ جھنجلا کر جانے سے انکار کرنے لگی۔ اس نے کہا "انکار کروگی تو پہلے کار کی چابی چھین کر باہر جاؤں گا۔ پھر یہ بم کار کے اندر تمہارے پاس پہنچنے تک دور بھاگ جاؤں گا۔"

اس نے کار کی چابی کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ ہاتھ پکڑ کر بولی۔ "میں تمہارے پاؤں پکڑتی ہوں۔ تم اپنی ہربات منوالو مگر میری ایک بات مان لو۔ ہم پرل کان میں چل کر کھائیں گے۔"

پارس نے لائٹر کی چابی کو دانتوں میں دبایا۔ اس نے جلدی سے کار اسٹارٹ کرکے اسے گوجرانوالہ کی طرف موڑ دیا۔ تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے بڑبڑانے لگی "میرے خاندان کی بہری اولاد! میرا داؤ چلے دے۔ گن گن کر بدلے لوں گی۔ تیری بوٹی بوٹی کرکے تجھ پر تھوکتی رہوں گی۔"

وہ خاموش بیٹھا رہا۔ وہ بولتی رہی۔ پھر بولتے بولتے تھک کر چپ ہوگئی۔ گوجرانوالہ پہنچ کر اس نے ایک بڑے جنرل اسٹور کے قریب روکتے ہوئے کہا "مجھے میں اتنی سکت نہیں رہی کہ تمہارے سامنے حلق پھاڑتی رہوں۔ چلو اترو۔ میں ابھی تمہارے لئے ایک نیا آلۂ سماعت خریدوں گی۔"

وہ دکان کے اندر آئے۔ وہاں سے ایک آلۂ سماعت خریدا۔ رخسانہ نے مائک کی ڈبیا میں سیل لگا کر ایئرفون کو اس کے کان میں گھسا کر پوچھا "اب سنائی دے رہا ہے؟"

"ہاں' تمہاری سریلی آواز صاف سنائی دے رہی ہے۔"

وہ پرس سے رقم نکال کر آلۂ سماعت کی قیمت ادا کرنے لگی۔ جیسے ہی اس کی توجہ ادھر ہوئی' ادھر پارس نے مائک کی ڈبیا میں سے سیل نکال کر چھپالیا۔ پھر ڈبیا کو اوپری جیب میں رکھ کر ایئرفون کو کان سے لگالیا اب وہ آلۂ سماعت نہ ہونے کے برابر تھا۔

وہ قیمت ادا کرکے بولی "تھینکس گاڈ! ایک مصیبت دور ہوئی' چلو۔"

وہ باہر آئے۔ رخسانہ نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا "جلدی سے کچھ کھاؤ۔ پھر مجھے جانے دو۔"

"ابھی جانے کی بات نہ کرو۔ میں کچھ ضروری باتیں کروں گا۔"

"تو پھر جلدی کرو۔"

"بھوکے پیٹ سے بات نہیں نکلے گی۔"

"یہاں ریلوے پھاٹک کے پاس بہت مشہور کباب اور چرغے کی دکان ہے لیکن شام چھ بجے کے بعد یہ کباب نصیب ہوں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم ایک منگے ہوٹل میں کمرا لیں گے۔ اس کمرے میں کچھ منگوا کر کھائیں گے۔"

"ہوٹل میں کمرا لینا کیا ضروری ہے؟"

"ضروری باتیں کرنے کے لئے تنہائی ضروری ہے۔"

"تمہارے ارادے کیا ہیں؟ میں ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔"

"یہ اچھی بات ہے' میں بھی ایسا ہوں نہ ویسا ہوں' گاڑی چلاؤ۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر ڈرائیو کرتے ہوئے بولی "میں موت کے خوف سے تمہاری ہربات مانتی جارہی ہوں لیکن عزت پر آنچ آئے گی تو موت سے نہیں ڈروں گی۔ اس لائٹر بم سے ہونے والی موت کو ترجیح دوں گی۔"

"تمہاری پاکیزہ باتیں سن کر میرا ایمان تازہ ہورہا ہے۔ جس طرح آبرو کی حفاظت کرنے سے پاکیزگی قائم رہتی ہے۔ اس طرح ذمے دارانہ عمل سے وطن سلامت رہتا ہے۔ تم آبرو کی سلامتی چاہتی ہو لیکن وطن کی آبرو کا تمہیں خیال نہیں ہے۔ تم پاکستانی کہلاتی ہو اور پاکستان کے ایک خوب صورت شہر میں تخریبی کارروائیاں کرتی ہو۔ شہر کا حسن اجاڑتے وقت یہ نہیں سوچتیں کہ تمہارے بدن کا شہر بھی کوئی اجاڑ سکتا ہے۔"

"میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا ہے۔ میں طلبا یونین کی سیکریٹری ہوں۔ طلبا وطالبات کے جائز حقوق کا مطالبہ کرنا ہمارا حق ہے۔"

"ٹھیک ہے' مطالبات منوانے کے لئے بسوں کو جلانا' توڑ پھوڑ کرنا اور امن وامان کا مسئلہ پیدا کرنا تمہارا حق ہے تو آج ایک مرد تم سے رات بھر اپنے مرد ہونے کے حقوق حاصل کرتا رہے گا۔"

"آخر تم ہو کون؟ کیا امن وامان کے ٹھیکیدار ہو؟ اگر سرکاری آدمی ہو تو لین دین کی بات کرو۔"

"میں لین دین کی بات کئے بغیر ہی تمہیں لے آیا ہوں۔"

اس نے ایک ہوٹل کے سامنے کار روکنے کو کہا۔ وہ کار روک کر بولی "میں ہوٹل میں نہیں جاؤں گی۔"

"تم جاؤ گی۔ اگر اپنا صحیح نام' پتا اور خفیہ مصروفیات بتاؤ گی تو میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گا۔ ورنہ میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس کے لہجے میں ایسی پختگی تھی کہ رخسانہ کو لائٹر بم سے ہونے والی موت کا یقین آگیا۔ اس نے سوچا "ہوٹل کے کمرے میں جانے کا ایک فائدہ ہے۔ وہاں موقع ملتے ہی میں فون پر بھائی یا ڈیڈ سے رابطہ کرسکوں گی۔"

وہ کار کو ایک طرف پارک کرکے ہوٹل میں آئی۔ پارس نے کاؤنٹر کے پاس آکر ایک کمرا حاصل کیا۔ اس وقت سلمان نے آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ پارس نے کہا "میرے ساتھ یہ لڑکی رخسانہ ہے۔ آپ میرے خیالات پڑھتے رہیں۔ آپ کو بہت کچھ معلوم ہوگا۔ اگر یہ یوگا جاننے والی ٹیم سے تعلق رکھتی ہے تو آپ کو دماغ میں آنے نہیں دے گی۔ ویسے میں تھوڑی دیر میں اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کردوں گا۔"

پھر وہ کاؤنٹر مین سے بولا "ویٹر کو فوراً بھیج دو۔ ہمیں بھوک لگی ہے۔"

وہ رخسانہ کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے سیکنڈ فلور پر جانے لگا' وہ بولی "تم مسلسل لائٹر پکڑے ہوئے ہو۔ دیکھنے والے کیا سوچتے ہوں گے۔"

"ہمارے معاشرے میں لائٹر پکڑ کر رہنا معیوب اور قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ اعتراض صرف تمہیں ہے۔"

وہ کمرے میں پہنچ کر بولی "میں باتھ روم میں جاؤں گی۔"

"ہاں ضرور چلو۔ آؤ۔"

"کیا؟" وہ گھور کر بولی "تم وہاں بھی میرے ساتھ جاؤ گے؟"

"اگر میں ساتھ نہ گیا تو تم فرار کا کوئی راستہ نکال لوگی۔"

"باتھ روم کا ایک ہی دروازہ ہوتا ہے۔ تم دروازے پر موجود رہنا۔"

پارس نے باتوں کے دوران اپنی انگوٹھی کی خفیہ سوئی نکال لی پھر وہ ہاتھ اس کے بازو پر رکھتے ہوئے بولا "کوئی بات نہیں جاؤ' اس لمحے سے آزاد ہو۔"

بازو میں ہلکی سی چبھن محسوس ہوئی۔ رخسانہ نے آہ کی۔ پھر ایک ہاتھ سے سر کو تھام کو ڈگمگاتی ہوئی پلنگ پر آکر بیٹھ گئی۔ سلمان کا لہجہ "میں نے تمہارے خیالات پڑھ کر رخسانہ کے متعلق کچھ معلوم کیا ہے۔ اب اسے معمولہ بنا کر بہت سے راز معلوم کرلوں گا۔"

پارس نے رخسانہ سے پوچھا "تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"ہمم..... تم نے میرے بازو میں سوئی چبھوئی تھی۔"

"میں سوئی چبھونے والا ڈاکٹر نہیں ہوں۔"

"اپنے ہاتھ دکھاؤ۔"

اس نے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر دکھائے۔ انگلی میں ایک انگوٹھی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بظاہر ایک عام سی انگوٹھی تھی۔ اس کے اندر جو خاصیت تھی وہ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔

اس نے پوچھا "تم باتھ روم جانا چاہتی تھیں؟"

"ہاں' مگر کمزوری سی لگ رہی ہے۔ یہ اچانک کیسے ہوگیا؟ تم نے ضرور کچھ کیا ہے۔"

"تم کمزوری کا بہانہ کرکے میرے سوالوں سے بچنا چاہتی ہو۔ چلو میں تم سے کوئی سوال نہیں کروں گا۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں باہر جارہا ہوں۔"

وہ خوش ہوکر بولی "مجھے چھوڑ کر جارہے ہو؟"

"ہاں' اور یہ لائٹر بم تمہیں دے کر جارہا ہوں۔ یہ لو۔"

اس نے وہ لائٹر بم اس کی طرف بڑھایا۔ اسے یقین نہیں آیا کہ جس ہتھیار کے ذریعے وہ اسے مٹھی میں جکڑے ہوئے تھا۔ وہی ہتھیار اس کے حوالے کررہا ہے' وہ بولا "تمہیں یقین نہیں آرہا ہے' دیکھو میں یقین دلا رہا ہوں۔"

اس نے بم کی چابی کو دانتوں میں دبایا۔ وہ کمزوری کے باوجود چیخ کر بولی "نہیں۔ نہیں میں مرنا نہیں چاہتی۔"

اس نے چابی کو دانتوں سے کھینچ لیا۔ لائٹر بم کے اندر سے پھس کی آواز کی ساتھ دھواں نکلا تو وہ اچھل کر پارس سے لپٹ گئی' وہ بولا "چند سیکنڈ رہ گئے ہیں۔ آخری وقت لپٹنے سے کیا حاصل ہوگا؟"

وہ خوف سے کانپتے ہوئے اور اس کی آغوش گھستی ہوئی بولی۔ "سب کچھ حاصل ہوگا۔ میرا تن' من اور دھن سب تم پر نچھاور کردوں گی مجھے بچالو۔ میں زندگی تمہارے نام کردوں گی۔"

"وعدہ کرتی ہو؟"

"وعدہ کرتی ہوں۔ قسم کھاتی ہوں۔"

"تو پھر تم نہیں مروگی۔ موت کا وقت ٹل گیا ہے۔ دیکھو یہ بم ہماری محبت کے مارے پھٹنا نہیں چاہتا۔"

اس نے ڈرتے ڈرتے الگ ہوکر لائٹر کو دیکھا۔ چابی پہلے ہی الگ ہوگئی تھی۔ اب دھواں بھی ختم ہوگیا تھا۔ وہ کچھ مطمئن تھی کچھ سہمی ہوئی تھی۔ پارس نے اس کے ہاتھ میں زبردستی لائٹر پکڑا دیا۔ تب اسے پورا یقین ہوا۔ وہ گھور کر بولی "یہ بم نہیں تھا؟"

"نہ تھا' نہ ہے۔"

"تم مجھے الو بنا رہے تھے؟"

"نہیں۔ الو کی مادہ بنا رہا تھا۔"

"یو چیٹ' فریبی....."

وہ غصے سے لائٹر پھینک کر مارنا چاہتی تھی۔ پارس نے گھبرا کر کہا "اسے نہ پھینکنا' یہ پھٹ پڑے گا۔"

اس نے ایک دم سے ہاتھ روک لیا۔ پتھر کے مجسمے کی طرح چپ کھڑی رہ گئی۔ وہ قریب آکر اس کے ہاتھ سے لائٹر لے کر بولا "اسے محبت سے چھپا کر رکھو گی تو یہ نہیں پھٹے گا۔"

"میں... اسے کہاں چھپاؤں؟"

اس نے لائٹر کو اس کے گریبان کے اندر ڈال دیا۔ پھر پلٹ کر دروازے کے پاس آیا' وہاں رک کر بولا "میں جارہا ہوں' تین گھنٹے بعد آؤں گا۔"

یہ بات اس نے سلمان کو سنائی۔ پھر کمرے سے باہر آیا۔ ویٹر آرڈر لینے دروازے پر آگیا تھا۔ اس نے کہا "ابھی ضرورت نہیں ہے' جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ پارس ہوٹل سے باہر آکر کار میں بیٹھ گیا۔ پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے دوسری جگہ جانے لگا۔ تاکہ رخسانہ کے چچے تلاش کرتے ہوئے ادھر آئیں تو وہ کار ہوٹل کے سامنے نہ دکھائی دے۔ ورنہ وہ اس کمرے میں پہنچ جائیں گے۔

سلمان نے آکر کہا "رخسانہ بہت اہم ہے۔ میں اسے سلا کر آیا ہوں' ابھی جاکر عمل کروں گا۔ آئندہ وہ تمہاری پابند رہے گی۔"

"اس کے پس پردہ کیا ہے؟"

"تمہارا خیال درست نکلا۔ رخسانہ' اس کے بھائی بہن' اس کا باپ اور اس کی دادی سب کے سب بھارتی خفیہ تنظیم "را" کے بہت ہی قابلِ اعتماد جاسوس ہیں۔ دادی کو چھوڑ کر سب ہی یوگا کے ماہر ہیں۔"

"انکل! جس یوگا ٹیم کے متعلق ہمیں اطلاع ملی تھی۔ یہ سب اسی سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا ان کے سربراہ کا نام اور ٹھکانا معلوم ہوا ہے؟"

"صرف اتنا کہ سربراہ کا نام ابوداؤد ہے۔ وہ یہودی ہے۔ اصل نام ایسے ڈیوڈ ہے۔ پُراسرار بن کر رہتا ہے۔ کبھی کسی کے سامنے نہیں آتا۔ رخسانہ کی فیملی میں بھی کسی نے آج تک اسے دیکھا نہیں ہے۔ رخسانہ کا بھائی رانا جمشید بہت ہی چالاک' مکار اور فولادی فائٹر مانا جاتا ہے شاید وہ ابوداؤد کو اچھی طرح پہچانتا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے انکل! آپ رخسانہ کو قابو میں کریں۔ اس پر عمل کرنے کے بعد ایک درخواست ہے۔ پلیز صوفیہ کے پاس جاکر پاپا کے لہجے میں کہہ دیں کہ طارق دوسرے شہر میں مصروف ہے۔ کل یا پرسوں تک آئے گا۔ وہ تنہا باہر نہ نکلے۔"

"ٹھیک ہے' سمجھا دوں گا۔"

سلمان چلا گیا۔ پارس ڈرائیو کرتا ہوا بہت دور نکل آیا تھا۔ اس نے کار کو ایک کچے راستے پر موڑ دیا۔ تھوڑی دور جاکر اسے روک دیا۔ پھر انجن کو بند کیا۔ باہر آکر دروازے لاک کئے۔ چابی جیب میں رکھی اس کے بعد پختہ سڑک پر واپس آگیا۔ وہاں سے ایک بس میں سوار ہوکر پھر گوجرانوالہ پہنچا تو دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ مزید ایک گھنٹا گزارنے کے لئے وہ صدر بازار آکر روحانی ریسٹورنٹ میں چائے پینے بیٹھ گیا۔

رخسانہ کے دماغ میں خیال خوانی کی سرنگ بن رہی تھی! اس کے ذریعے "را" تنظیم کے چیف تک پہنچنا آسان نہیں تھا تو مشکل بھی نہیں رہا تھا۔ آگے چل کر مزید کامیابیاں حاصل ہوسکتی تھیں۔ صوفیہ کے نام سے جو اشتہار شائع کرایا گیا تھا اب اس کی اہمیت رہ گئی تھی کہ پارس چودھری حاکم علی کو پھانسنے کی ناکام کوشش کرتا رہتا اور ابوداؤد وغیرہ کو یہ سمجھنے دیتا کہ فرہاد اور اس کا ماتحت چودھری کے پیچھے بھٹک رہے ہیں اور سرتاج نامی نوجوان کوئی محبِ وطن تھا' جو رخسانہ کو سزا دینے کے بعد کہیں گم ہوگیا ہے۔

جب وہ تین گھنٹے بعد ہوٹل کے کمرے میں پہنچا تو وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوچکی تھی۔ اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی اور اس کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ حسینہ مان گئی ہے۔

پارس نے پوچھا "کیسا محسوس کررہی ہو؟"

وہ بدستور مسکرا کر بولی "مجھے کیا ہوا تھا کہ میں کچھ محسوس کروں؟"

"تم کمزوری محسوس کررہی تھیں۔ میں نے تمہیں لیٹنے کے لئے کہا۔ مگر تم لیٹتے ہی سوگئیں۔"

"ہاں۔ میں گھڑی دیکھ کر حیران ہورہی تھی کہ بے وقت کیسے سوگئی۔"

"اور میں بھوکا رہ کر تمہاری بیداری کا انتظار کرتا رہا۔"

"اوہ سوسوری۔ چلو کہیں کھانے چلتے ہیں۔"

"باہر تمہارے لوگ تمہیں تلاش کررہے ہوں گے۔"

"ہاں' تم مجھے دن کے ایک بجے سے چکر دے رہے ہو۔ اب رات کے دس بج چکے ہیں۔ ڈیڈ اور جمشید بھائی کے کتے ہمیں ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔"

پارس نے فون پر ہوٹل سروس کو کھانے کا آرڈر دیا۔ پھر رخسانہ سے پوچھا "کھانے کے بعد گھر واپس جاؤ گی؟"

وہ گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "پتا نہیں تمہارے اندر کیا بات ہے۔ میں اپنے میکے والوں کو بھول جانا چاہتی ہوں۔"

"انہیں یاد رکھو۔ اس سسرال والے کا بھلا ہوگا۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ جب میں جانا چاہتی تھی تو تم ایک کھلونے سے مجھے ڈرا کر روکتے رہے۔ اب میں نہیں جانا چاہتی ہوں تو مجھے گھر والوں کی یاد دلا رہے ہو۔"

"تمہیں آج یا کل اپنے گھر جانا ہوگا۔"

"سچ پوچھو تو مجھے ملک کے ان دشمنوں سے نفرت ہوگئی ہے۔"

سلمان نے تنویمی عمل کے ذریعے خوب برین واش کیا تھا۔ اس کے اندر حب الوطنی کے جذبات بھر دئے تھے۔ پارس نے کہا "پیارے ملک دشمن عناصر سے نفرت کرنا چاہئے خواہ وہ باپ اور بھائی کیوں نہ ہوں لیکن اس خفیہ تنظیم کی جڑوں تک پہنچنے کے لئے ان سے مصلحتاً محبت کرو۔ انہیں کبھی شبہ نہ ہونے دینا کہ تم بدل گئی ہو۔"

"میں شبہ نہیں ہونے دوں گی۔ اپنا رول عمدگی سے ادا کروں گی لیکن تم بچھڑ جاؤ گے تو میں اندر سے خالی ہوجاؤں گی۔ تمہارے بغیر توجہ اور دل جمعی سے کام نہیں کرسکوں گی۔ تم میرے ساتھ رہنے کی تدبیر کرو۔"

"میں کل شام کو تم سے ایک نئے روپ میں ملوں گا۔ تم مجھے اپنے فرینڈ بنا کر اپنے گھر والوں سے میرا تعارف کرا سکو گی۔"

"میں تمہیں نئے روپ میں کیسے پہچانوں گی؟"

"اپنی انگوٹھی مجھے دو۔ میں نئے روپ میں رہ کر تمہیں انگوٹھی واپس کروں گا۔ یوں مجھے پہچان لوگی۔"

اس نے انگوٹھی اتار کردی۔ اسی وقت ہوٹل کا ملازم کھانا لے کر آگیا۔ جب وہ تمام ڈشیں رکھ کر چلا گیا تو رخسانہ نے کہا "یہ انگوٹھی میرے پیار کی نشانی ہے۔ کیا تم کوئی نشانی نہیں دو گے؟"

"اتنی رات ہوگئی ہے جیولرز کی دکانیں بند ہوچکی ہوں گی' کل صبح تمہارے شایانِ شان ہیرے کی انگوٹھی دوں گا۔"

"مجھے تم مل گئے گویا کوہِ نور ہیرا مل گیا۔ مجھے ہیرے کی نہیں یہ سادی انگوٹھی دے دو۔"

پارس نے اپنی انگوٹھی دیکھی' اسے دیکھنے سے مما (سونیا) یاد آجاتی تھی۔ وہ مسکرا کر بولا "یہ میری ماں نے مجھے پسائی ہے۔ اسے صرف وہی اتار سکتی ہیں۔"

"صرف وہی کیوں اتار سکتی ہیں؟"

"میری مما کہتی ہیں' بیٹے کی زندگی میں بہو آکر اس کے خیالات بدل دیتی ہے۔ اس کی کھوپڑی سے عقل نوچ لیتی ہے۔ ایسی حالت میں بیٹا ماں کو بھول جاتا ہے۔ میری مما نے کہا ہے اگر کسی لڑکی نے میری انگلی سے یہ انگوٹھی اتروالی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ بیٹے کو ماں سے چھین رہی ہے۔ لہٰذا وہ ایسی لڑکی کو کبھی بہو نہیں بنائیں گی۔"

"نہیں۔ تم۔ تم اسے پہنے رہو۔ مجھے اپنی ماں سے ملادو۔"

"ابھی تو مجھ سے ہی ملتی رہو۔ یہ سلسلہ جاری رہا تو مما سے بھی ملاقات ہوجائے گی۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے سوچنے لگی "مجھے صرف سرتاج سے ہی نہیں اس کی ماں سے بھی اپنائیت محسوس ہورہی ہے۔ اگر یہ میرا جیون ساتھی بن جائے گا تو میں خوشگوار ازدواجی اور گھریلو زندگی گزاروں گی۔ ویسے یہ خواب پورا کرنے کے لئے پہلے سرتاج کا ٹریک مقصد پورا کرنا ہوگا۔ خفیہ تنظیم کی جڑوں تک پہنچنا ہوگا۔"

دوسری صبح میں پارس کے پاس آیا تو وہ رخسانہ کو ہوٹل سے رخصت کررہا تھا اور اسے سمجھا رہا تھا کہ ان دونوں کو یہاں سے جوا ہوجانا چاہئے۔ وہ شام کو پرل کان کے سومنگ پول کے پاس ملے گا۔

وہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی لیکن شام کو ملاقات کرنے کی ضد میں چلی گئی۔ میں نے کہا "سلمان نے رخسانہ کے تمام خاندان والوں کے متعلق بتایا ہے۔ "را" تنظیم کا چیف ابوداؤد آہنی پردوں میں چھپا ہوا ہے۔ اسے باہر لانے اور اس تنظیم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے جلد ہی ٹھوس منصوبے پر عمل کرنا ہوگا۔"

وہ بولا "اب اس شہر میں میرا بھی خاندانی بیک گراؤنڈ ہونا چاہئے۔ میں رخسانہ کے ذریعے اس کے باپ اور بھائی سے ملاقات کروں گا تو وہ میری پچھلی ہسٹری معلوم کریں گے اور میں جو ہسٹری سناؤں گا وہ اس کی تصدیق کرائیں گے۔"

"ہاں' رخسانہ کے گھر والوں سے تمہیں گہری دوستی کرنی چاہئے۔ میں ابھی تمہارے لئے کچھ کرتا ہوں۔"

میں وہاں کے آئی جی اکبر درانی کے پاس پہنچا۔ اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو سنتے ہی اس نے خوش ہوکر پوچھا "فرہاد صاحب! کیا آپ لاہور واپس آگئے ہیں؟"

"میں پشاور سے بول رہا ہوں۔ میرا ایک ماتحت طارق وہاں ہے۔ وہ ملک دشمن عناصر کی خفیہ تنظیم کے سربراہ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ آج کل میں ان سے دوستی کرنے والا ہے۔ اس سے پہلے لازمی ہے کہ یہاں طارق کا کوئی فیملی بیک گراؤنڈ ہو۔ کیا آپ کے علم میں کوئی ایسا گھر ہے جہاں صرف ایک نوجوان اور اس کے ماں باپ ہوں۔ وہ لوگ بظاہر شریف ہوں مگر جرائم پیشہ ہوں اور قانون کی دسترس سے بچتے رہتے ہوں۔"

"ہمارے ملک میں ایسے شریف جرائم پیشہ افراد کی کمی نہیں ہے۔ ان کے پیچھے بڑے بڑے ہاتھ ہوتے ہیں۔ جو ہم جیسے اعلیٰ افسران کو بھی قانونی کارروائیوں سے روک دیتے ہیں۔ مجھے پندرہ منٹ سوچنے دیں۔ میں سمجھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے ماتحت کے لئے کون سا مختصر خاندان مناسب رہے گا۔"

میں نے پوچھا "یہاں کوئی پلاسٹک سرجری کا ماہر ہے؟"

"میں ایک پلاسٹک سرجن کو جانتا ہوں۔ میری ڈائری میں اس کا فون نمبر ہے۔ کیا آپ اس سے رابطہ کریں گے؟"

"جی ہاں۔ آپ فون کرکے اس کی آواز سنائیں پھر ریسیور رکھ دیں۔"

اس نے ڈائری کھول کر نمبر دیکھا۔ پھر ریسیور اٹھا کر ڈائل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر کسی نے پوچھا "ہیلو! آپ کون ہیں؟"

آئی جی نے ریسیور رکھ دیا۔ میں بولنے والے کے دماغ میں پہنچا۔ وہ پلاسٹک سرجن یوسف شہابی تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ پلاسٹک سرجری کے پیشے میں بے انتہا دولت کما رہا ہے۔ بے انتہا دولت ہمیشہ غلط راستوں سے کمائی جاتی ہے۔ ہمیں اتنا وقت نہیں ملتا ہے کہ ہم ہر کس وناکس کے دماغوں میں جھانکتے پھریں۔ اگر ہر ایک کو اندر سے پڑھتے رہیں تو کتنے ہی معزز پیشے سے تعلق رکھنے والوں کے جرائم کا انکشاف ہوتا رہے گا۔

یہ انکشاف ہوا کہ سرجن یوسف شہابی کو "را" تنظیم سے لاکھوں روپے ملتے رہتے ہیں۔ اس تنظیم کا کوئی بندہ قانون کی نظروں میں آجاتا ہے تو اسے چھپانے کے لئے یوسف شہابی سرجری کے ذریعے اس کا چہرہ بدل دیتا ہے پھر وہ بندہ نئے چہرے اور نئے نام

سے تعلیم کے لئے کام کرنے لگتا ہے۔

سرحد پار سے جو تربیت یافتہ ہندو سراغ رساں آتے ہیں، سرجن یوسف ان کی خدمت کرتا ہے تاکہ وہ کبھی چھوٹے موٹے کیس میں پکڑے جائیں تو ان کے ہندو ہونے پر شبہ نہ کیا جائے۔ وہ باہر سے اندر تک مسلمان ہی تسلیم کئے جائیں۔

اس تنظیم سے تعلق رکھنے والا یہ ایک اور مجرم ڈاکٹر ہماری معلومات کی فہرست میں آیا تھا۔ ابھی مجھے ضروری کام نمٹانے تھے اس لئے میں نے فی الحال اسے ڈھیل دے دی۔ پھر کسی وقت اسے عبرت ناک سزا دی جاسکتی تھی۔

میں نے اس کے دماغ سے دوسرے ماہر سرجن کا نام پتا اور فون نمبر معلوم کیا۔ پھر اسے پشاور سے فون کیا۔ رابطہ کرکے اس کی آواز سنی پھر ریسیور رکھ دیا۔ اس پلاسٹک سرجری کے ماہر کا نام زاہد ابن الحسن تھا۔ وہ ایک برس پہلے یہاں آیا تھا اور اپنے پیشے کے تقدس کو برقرار رکھتے ہوئے فرائض ادا کررہا تھا۔

زاہد ابن الحسن کے متعلق یہ انکشاف ہوا کہ اس نے جس ماہر سرجن سے یہ ہنر سیکھا ہے وہ ماہر سرجن بابا صاحب کے ادارے سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد پیرس شہر میں پریکٹس کررہا تھا۔

میں نے ڈاکٹر زاہد ابن الحسن کے دماغ سے بہتیری معلومات حاصل کرنے کے بعد فون پر رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا "ہیلو آپ کون ہیں؟"

میں نے کھالتے ہوئے کمزوری آواز میں کہا "میرے ہونہار شاگرد! میں تمہارا پروفیسر صداقت حسین بول رہا ہوں۔ کیا مجھے پہچان رہے ہو؟"

وہ خوش ہوکر بولا "استادِ معظم پروفیسر صاحب! برسوں کے بعد آپ کی آواز سن رہا ہوں۔ آپ کہاں رہے ہیں، خیریت تو ہے؟"

"میری فکر نہ کرو۔ میرا علاج ہورہا ہے۔ تم سے ایک ضروری بات ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے مجھے ہدایت ملی ہے کہ میں تم سے رابطہ کروں اور یہ درخواست کروں کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور صاحب سے ایک معاملے میں تعاون کریں۔"

"جناب! آپ درخواست کرکے شرمندہ کررہے ہیں۔ آپ حکم کریں۔ پھر فرہاد صاحب اور بابا صاحب کے ادارے کے لئے کوئی کام کرنا میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"ہمارا رابطہ ختم ہوتے ہی وہ تمہارے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔"

میں نے استاد کی حیثیت سے اس سے دو چار باتیں کیں۔ پھر ریسیور رکھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ہیلو ڈاکٹر زاہد!"

وہ پہلے تو حیران ہوا، پھر بولا "آپ فرہاد صاحب ہیں؟"

"جی ہاں، ابھی پروفیسر سرجن صداقت حسین صاحب نے آپ سے میرا ذکر کیا تھا۔"

"جناب! آپ کا ذکر تو بڑی مدت سے سنتا آرہا ہوں۔ مجھ سا اُستاد کچھ نہ کہتے تب بھی آپ کی خدمت کرنا میرے لئے فخر کی بات ہے۔"

میں نے مختصر طور پر یہ بتایا کہ ملک دشمن عناصر سے نمٹنے کے لئے اپنے ایک ماتحت طارق کا چہرہ بدلنا چاہتا ہوں۔ طارق کو کسی کا ہم شکل بنانا ہے اس نے کہا "میں اپنے وطن سے دشمنوں کا ناپاک وجود مٹانے کے لئے دن رات آپ کے کام آتا رہوں گا۔ آپ طارق کو میرے پاس بھیج دیں۔"

"میں بارہ بجے تک اسے بھیج دوں گا۔ آپ شام تک سرجری مکمل کرسکتے ہیں؟"

"جی ہاں، شام سے پہلے ہی آپ کا کام ہوجائے گا۔"

میں شکریہ ادا کرکے پارس کے پاس آیا۔ اسے تمام باتیں بتائیں۔ اس نے کہا "میں نے ڈاکٹر زاہد کا پتا اور فون نمبر ذہن نشین کرلیا ہے وہاں گیارہ بجے تک پہنچ جاؤں گا۔"

میں آئی جی اکبر درانی کے پاس آیا۔ اس نے کہا "قبائلی علاقوں میں ایک شخص شمشاد علی رہتا ہے۔ اس کی بیوی پاگل ہے۔ اس کے جوان بیٹے کا نام حماد علی ہے۔ یہ باپ بیٹے ہماری بلیک لسٹ میں ہیں۔ ان کے کئی ٹرک لاہور سے قصور اور بارڈر تک جاتے ہیں۔ پولیس افسروں کی جیبیں گرم کرتے رہتے ہیں۔ اب آپ ہی ان کے اندر گھس کر انہیں سزا دے سکتے ہیں۔"

اس نے فون نمبر بتایا پھر ریسیور اٹھا کر ڈائل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر شمشاد علی کی آواز سنائی دی۔ اس نے صرف ہیلو کہا۔ آئی جی نے پوچھا "کیا تم شمشاد علی ہو؟"

"ہاں۔ تم کون ہو؟"

"کیا تم نے مجھے آواز سے نہیں پہچانا؟"

"میں پہیلیاں نہیں بوجھتا۔ فوراً بتاؤ کون ہو؟ اور کس لئے فون کیا ہے؟"

"کیا بچگانہ سوال ہے کہ فون کس لئے کیا ہے؟ بھئی فون باتیں کرنے کے لئے ہوتا ہے اور میں نے باتیں کرنے کے لئے ہی فون کیا ہے۔ اگر تم باتیں نہیں کرنا چاہتے تو یہ لو بند کردیتا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں شمشاد علی کے پاس پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ آئی جی کی بلیک لسٹ میں ایک ایسے مجرم کی حیثیت سے اس کا نام تھا جو کبھی گرفتار نہیں ہوا کیونکہ لاہور قصور تک قانون کے چند اہم محافظ اس کے بھی محافظ تھے۔ ایسے مجرم اندر سے کتنے گہرے ہوتے ہیں یہ ان کے رشوتیں لینے والے افسران بھی نہیں جانتے۔ وہ اتنا جانتے تھے کہ شمشاد علی کے ٹرک میں کبھی کبھی مفرور مجرم چھپ کر سرحد کی طرف جاتے تھے پھر لاپتا ہوجاتے تھے اور کبھی کبھی سرحد پار سے دو چار بندے آتے تھے اور

شمشاد کے بیٹے حماد علی کے ساتھ نہ جانے کہاں چلے جاتے تھے۔ وہ کہاں جاتے اور آتے ہیں؟ اور کہاں رُوپوش ہوجاتے ہیں؟ یہ صرف خیال خوانی ہی بتا سکتی تھی۔ یہاں سے سرحد پار جانے والے وہ جاسوس ہوتے تھے جو بیمار اور ناقابلِ علاج ہوتے تھے یا جنہیں "را" تنظیم کی طرف سے ریٹائر کردیا جاتا تھا یا پھر سو دیوں پر مسلمان ایجنٹ بھارت میں ٹریننگ حاصل کرنے جاتے تھے۔ جن میں سو دیوں کی بدنامِ زمانہ "موساد" تنظیم کا ایک ٹریننگ سینٹر تھا جہاں اسلامی ممالک کے لالچی اور عیاش مسلمانوں کو حسین لڑکیوں اور دولت کی افراط سے اپنا ایجنٹ بنا کر لایا جاتا ہے اور انہیں اپنے ہی وطن میں دہشت گردی اور تخریب کاری کی ٹریننگ دلائی جاتی ہے۔

میں نے شمشاد کے دماغ سے اس کے بیٹے حماد کے متعلق معلوم کیا۔ پتا چلا کہ وہ ایک صحت مند اور یوگا کا ماہر فائٹر ہے۔ اسے مزید ٹریننگ کے لئے جلد ہی بھارت بھیجا جائے گا۔ ابھی وہ گھر پر نہیں تھا۔ کسی کام سے باہر گیا ہوا تھا۔

میں نے شمشاد کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے بیٹے کے کمرے میں لاکر وہاں بیٹے کی چند تصویریں نکالیں انہیں ایک لفافے میں رکھ کر اسے باہر لایا۔ اس کی کار میں بٹھایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا ڈاکٹر زاہد ابن الحسن کے دروازے تک پہنچ گیا۔ اس نے کار سے اتر کر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ ایک ملازم نے دروازہ کھول کر پوچھا "آپ کون ہیں؟"

میں نے شمشاد کی زبان سے پوچھا "ڈاکٹر زاہد صاحب ہیں؟"

"وہ تو ہیں، لیکن اپائنٹمنٹ کے بغیر ملاقات نہیں کرتے۔"

"میرا اپائنٹمنٹ ہے۔ ان سے کہو فرہاد کا ایک ماتحت آیا ہے۔"

"اچھا۔ آپ انتظار کریں۔"

وہ دروازہ بند کرکے ڈاکٹر کے پاس گیا۔ اسی وقت ایک نوجوان لڑکے احاطے میں داخل ہوا پھر وہ بھی دروازے کی طرف آنے لگا۔ میں شمشاد کے دماغ میں اس کا حلیہ معلوم کررہا تھا۔ دن کے اجالے میں پہنچ چکے تھے اس وقت پارس کو وہاں پہنچنا چاہئے تھا۔ شمشاد کے دماغ نے بتایا کہ آنے والا نوجوان پلکیں نہیں جھپک رہا ہے۔ یہ اس کی پہچان تھی۔

اس نے شمشاد سے پوچھا "کیا ڈاکٹر زاہد موجود ہیں؟"

اس کی آواز اور لہجہ سن کر میں نے کہا "ہیلو بیٹے! میں اس لڑکے کے ذریعے بول رہا ہوں۔ اس کا نام شمشاد علی ہے۔ اس نے اپنے بیٹے حماد علی کی تصویریں بنوائی ہیں۔ میں یہ لفافہ ڈاکٹر کو پہنچانے آیا تھا۔"

وہ لفافہ لے کر بولا "کیا مجھے حماد علی کے بہروپ میں رہنا ہے؟"

"ہاں۔ تم ڈاکٹر کو یہ تصویریں دکھاؤ۔ میں شمشاد علی کو ٹھکانے لگا کر آؤں گا۔"

میں نے شمشاد کو لاکر کار میں بٹھایا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ڈرائیو کرتا ہوا راوی کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو ذرا سا ڈھیل دے کر کہا "ہیلو شمشاد! کہاں جارہے ہو؟"

وہ بوکھلا کر بریک لگانا چاہتا تھا۔ میں نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ وہ گھبرا کر بولا "مم... میں کار میں کیسے آگیا؟ کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟"

"تم نے آج تک جو زندگی گزاری، وہ خواب تھی۔ اگر کچھ حقیقت تھی تو وہ عیاشی تھی جو تم پڑوسی ملک سے ملنے والی دولت پر کرتے رہے اور اب یہ چند سانسوں کی زندگی رہ گئی ہے۔ آرام سے سانس لو اور اپنی عیاشی اور سیاسی دلالی کا حساب کرو۔"

"تم کون ہو؟ کیا یہ ٹیلی پیتھی ہے؟"

"یہ ٹیلی پیتھی مجھے تمہارے جرائم کی طویل داستان سنا رہی ہے۔ میں دنیا والوں کو یہ داستان سناؤں گا تو تمہارے چہرے پر شرمندگی نقاب دیکھ کر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ تمہارے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے گی تو تمہیں پولیس والوں کی پشت پناہی حاصل ہوگی۔ تم نے اپنے خلاف کوئی تحریری ثبوت یا تصویری ثبوت نہیں رہنے دیا ہے۔"

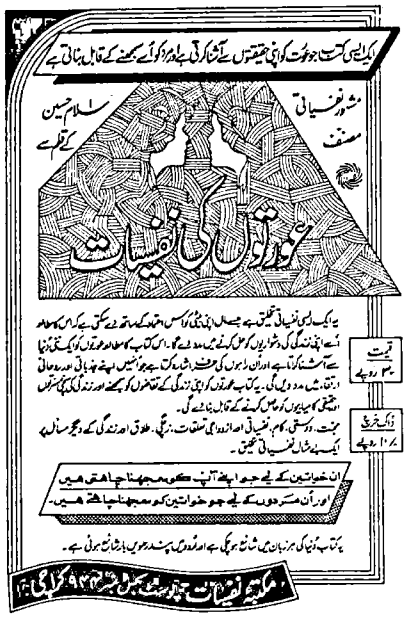

اس نے کئی بار کوشش کی کہ گاڑی روک کر واپس گھر جائے لیکن میں اس کے ارادوں کو ناکام بناتا رہا۔ وہ بولا "میں نے سنا ہے کہ ہمارا ایک ہی دشمن فرہاد ہے' کیا تم وہی ہو؟"

"نام نہ پوچھو۔ موت کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ جلدی فیصلہ کرو' پانی میں ڈوب کر مرو گے یا خنکی پر؟"

وہ ڈرائیو کرتے ہوئے چیخنے لگا "نہیں۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے چھوڑ دو۔ میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ مجھ سے سودا کرو۔ میں تمہیں ڈالرز اور پونڈز کی صورت میں منہ مانگی رقم ادا کروں گا۔"

وہ اپنی مرضی سے بول رہا تھا اور میری مرضی سے رفتار بڑھاتا جا رہا تھا۔ سامنے سے آئل ٹینکر آ رہا تھا۔ رفتار خطرناک حد تک بڑھ چکی تھی۔ اس کے نتیجے میں وہ کار اتنی تیزی اور قوت سے ٹکرائی کہ اگلا حصہ چیک کر رہ گیا ہوگا۔ اس کے ٹکڑے ہو گئے ہوں گے۔ میں یہ سب کچھ معلوم نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کے مردہ دماغ نے کنکشن بند کر دی تھی۔

میں نے ڈاکٹر زاہد کے دماغ میں آ کر دیکھا۔ وہ حماد کی تصویریں دیکھ چکا تھا اور سرجری کی تیاری کر رہا تھا۔ میں نے پارس کے پاس آ کر اسے شمشاد کی موت کی خبر سنائی اور بتایا کہ حماد یوگا کا ماہر ہے۔ یعنی وہ بھی ابوداؤد کی یوگا ٹیم سے تعلق رکھتا ہے۔

"پاپا! حماد کے دماغ کو کمزور بنا کر اس کی ذاتی زندگی کی بھی بہت سی خفیہ باتیں معلوم کرنی ہوں گی۔"

میں نے کہا "حماد گھر میں نہیں تھا۔ کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ اب باپ کی آخری رسومات ادا کرنے آئے گا تو اسے ٹریپ کیا جائے گا۔"

وہ بولا "رخسانہ کے گھر والے اور حماد ایک ہی خفیہ تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس تعلق سے وہ سب ایک دوسرے کو جانتے ہوں گے۔ ہو سکے تو آپ رخسانہ کے ذریعے حماد کی گفتگو سنیں۔ اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنے کے سلسلے میں رخسانہ سے تعاون حاصل ہوگا۔"

یہ مشورہ مناسب تھا۔ وہ سلمان کی معمولہ تھی۔ اپنے عامل کے سوا کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک سکتی تھی۔ میں سلمان کی سوچ کا لہجہ اپنا کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا اور اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

وہ پچھلی رات گھر سے باہر رہنے کے بعد دن کے دس بجے واپس آئی تھی۔ اس کی بہن رخسانہ اور باپ رانا حمید نے اسے دیکھ کر گلے لگا لیا۔ وہ منصوبے کے مطابق رونے لگی۔ انوار کرنے والے سرتاج کو برا بھلا کہنے لگی۔ باپ نے کہا "ہم نے کل کئی بار تمہیں فون کیا پھر نعمان لیبارٹری گئے تو وہاں تمہارا موبائل ٹیلی فون ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ وہ بدمعاش تمہیں کہاں لے گیا تھا؟"

وہ بولی "میں اسے لنچ کے لئے جمشید بھائی کے پاس پرل کان میں لانا چاہتی تھی لیکن وہ مجھے گوجرانوالہ لے گیا۔ میں بالکل مجبور ہو گئی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنے ایک ہاتھ میں لائٹر بم پکڑے رہتا تھا۔"

رخسانہ نے کہا "ہمارے آدمی گوجرانوالہ کی طرف بھی گئے تھے۔ پورے شہر میں ڈھونڈتے پھرے۔ تمہاری گاڑی کہیں نظر نہیں آئی۔"

جمشید نے کمرے میں داخل ہو کر کہا "گاڑی وہاں سے تیس کلومیٹر دور ایک کچے راستے پر پائی گئی ہے۔"

رخسانہ نے کہا "ابھی میں یہی بتانے جا رہی تھی کہ اس نے گاڑی کو وہاں چھوڑ دیا تھا پھر پختہ سڑک پر ایک رکشا مل گیا۔ مجھے رکشا میں بٹھا کر ایک ہوٹل میں لے آیا۔ وہاں اس نے رات کے لئے کمرا کرائے پر لے کر....."

وہ بات ادھوری چھوڑ کر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی' بڑی بہن رخسانہ اسے سینے سے لگا کر تھپکنے لگی۔ جمشید نے اپنے سے کہا "میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میرے سوالوں کے جواب دو۔ کیا وہ پیشہ ور بدمعاش تھا؟"

وہ بولی "میں کیا جواب دوں۔ آج کل تو معمولی سڑک چھاپ بدمعاشوں کی جیبوں میں بھی بم اور پستول ہوتے ہیں۔"

جمشید نے کہا "آدمی کو اس کی گفتگو سے پہچانو۔ کیا تمہیں ٹریننگ نہیں دی گئی ہے؟"

"وہ بہت سلیقے سے بولتا تھا۔ بہت تعلیم یافتہ اور اونچے خاندان کا لگتا تھا۔ انگریزی اچھی طرح بول نہیں پاتا تھا لیکن اگر بننے کی کوشش کرتا تھا۔"

وہ پارس کے سلسلے میں اصل باتیں چھپا رہی تھی اور الٹے سیدھے جوابات دے رہی تھی۔ رخسانہ نے کہا "جمشید بھائی کل سے پریشان ہے۔ اسے آرام سے نیند پوری کرنے دیں۔"

وہ بولا "رخسانہ سے مجھے کبھی پیار رہے۔ مجھے بھی ان پریشانیوں کا خیال ہے لیکن یہ خیال پریشان کر رہا ہے کہ وہ فرہاد کا آلۂ کار نہ ہو۔"

رخسانہ نے کہا "اگر وہ فرہاد کا آلۂ کار ہوتا تو میرے دماغ کو کمزور بنایا جاتا لیکن میں بالکل نارمل ہوں۔ معمول کے مطابق منٹ تک سانس روک سکتی ہوں۔ آپ آزما لیں۔"

"میں اپنی بہن پر اندھا اعتماد کرتا ہوں مگر ہماری تنظیم بھلائی کے لئے بریف کیس میں فسلک ہو کر سانس روکنے کی مشقوں سے گزرنے کے لئے ایک اسٹاپ واچ تھی جس کے ذریعے آپریشن کے وقت مریض کی سانسوں کا اندازہ کرتے تھے۔ بریف کیس ہوتا ہے ویسا ہی ایک بیگ وہاں بھی تھا۔"

رخسانہ اپنی بہن اور بھائی کے ساتھ آ کر بیگ سے چپک کر بیٹھ گئی۔ ایک آکسیجن ماسک کو اپنے منہ پر چڑھایا۔ اس کی نلکی بریف کیس سے فسلک تھی۔ رخسانہ کے سانس لینے اور پھیپھڑوں کے پھولنے پچکنے سے بیگ پھول پچک رہا تھا۔

اگر رخسانہ فریب دینے کے لئے چپکے سے ذرا سی سانس بھی لیتی تو اس بیگ کے پھولنے اور پچکنے سے چوری پکڑی جاتی۔ جمشید نے اسٹاپ واچ لے کر کہا "سانس روکو۔"

اس نے سانس روکی۔ جمشید نے واچ کا بٹن دبایا۔ گھڑی کا ننھا سیکنڈ کے حساب سے حرکت کرنے لگا۔ ربڑ کا بیگ پھولا ہوا کامل ساکت تھا اور بتا رہا تھا کہ رخسانہ سانس نہیں لے رہی ہے۔ پہلے ایک سیکنڈ کر کے پہلے ایک منٹ گزرا پھر دو منٹ پھر تیرے منٹ کے ختم ہوتے ہی ربڑ کا بیگ پھولنے اور پچکنے لگا۔ وہ سانس لے رہی تھی۔

جمشید نے مطمئن ہو کر کہا "تمیکس گاڈ! تمہارے دماغ میں نہ کوئی خیال خوانی کرنے والا آیا ہے اور نہ کوئی آ سکے گا۔ جاؤ آرام کرو۔"

وہ اپنی خواب گاہ میں آئی۔ پہلے اس نے غسل کیا پھر بستر پر سو گئی۔ جب میں پہنچا تو وہ گہری نیند میں تھی۔ میں نے اس کے لاشعور دماغ سے پوچھا "شمشاد علی اور اس کے بیٹے حماد کو جانتی ہو؟"

"اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

"اچھا خوبرو' اسمارٹ جوان ہے۔ ایسے کتنے ہی جوان میرا دل لینے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔"

"تمہارا دل کیا کہتا ہے؟"

"ہمیں دماغ سے کام لینے کی ٹریننگ دی گئی ہے اور یہ سکھایا جاتا ہے کہ کس طرح کام کے آدمیوں کو لبھانا چاہئے اور کس طرح آشنائی میں آنے سے پہلے ٹرخانا چاہئے' میں کسی کو گھاس نہیں ڈالتی۔"

میں نے کہا "سرتاج سے تمہارا عشق چھپا نہیں رہے گا۔"

"تنظیم سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں کو اجازت ہے کہ وہ خفیہ طور پر کالج یونیورسٹی کے جوانوں اور سرکاری اہم افسروں کے سامنے خود کو کنواری ظاہر کریں۔ میرا سرتاج دوسرے بیوروکریٹ کی طرح تھا تو میرے گھر والوں کو اور تنظیم کے چیف کو ہماری دوستی پر اعتراض نہیں ہوگا۔ وہ جانتے ہیں کہ کنواری لڑکیاں جلدی بھکتی ہیں۔ شادی سے پہلے ایک غلطی کے بعد دوسری غلطیاں کرتی جاتی ہیں۔ اس لئے وہ غیر شادی شدہ طور پر پردہ آزاد رہنے کی اجازت ہے۔"

میں نے پوچھا "حماد تنظیم کی کون سی ذمے داریاں پوری کرتا ہے؟"

"وہ بھارتی سراغ رسانوں کی رہائش کا انتظام کرتا ہے۔ جو پاکستانی شہری ثابت کرنے کے لئے ان کے ڈومیسائل اور کاغذات بنواتا ہے۔ ان شعبوں کے افسران سے دوستی رکھتا ہے۔ ان کی جیبیں گرم کرتا ہے۔"

"وہ زیادہ وقت کہاں گزارتا ہے؟"

"ایسے ہی افسروں کے دفاتر یا گھروں میں جاتا رہتا ہے۔"

"ایسے افسران کے نام اور فون نمبر یاد ہوں تو بتاؤ۔"

وہ بولی "ایسے افسران سے ہمارا ابھی کام نکلتا رہتا ہے۔ اس لئے ان کے نام اور فون نمبر ڈائری میں درج ہیں' مجھے یاد نہیں ہیں۔"

"ڈائری خواب گاہ میں ہے؟"

"ہاں اسی کمرے میں میز پر ہے۔"

"دو منٹ کے لئے آنکھیں کھول کر اٹھو۔ میز کے پاس جاؤ۔ ڈائری کھول کر متعلقہ افسروں کے فون نمبر پڑھو۔"

اس نے میری ہدایات کے مطابق آنکھیں کھول دیں۔ بستر سے اٹھ کر میز کے پاس آئی' ڈائری کو اٹھا کر کھولا' ان افسران کے نمبر تلاش کرتی گئی اور پڑھتی گئی۔ میں نے وہ تمام نمبر نوٹ کر لئے۔

وہ ڈائری بند کر کے میز پر سے اٹھ گئی۔ وہاں سے چلتی ہوئی پلنگ کے پاس آئی۔ دو منٹ پورے ہو رہے تھے۔ اس نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ پھر گہری نیند میں دوبارہ ڈوب گئی۔

میں نے اپنی جگہ حاضر ہو کر ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا۔ ان میں سے ایک نمبر ڈائل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر کسی کی آواز سن کر میں نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ شناختی کارڈ جاری کرنے والا ایک افسر تھا۔ حماد سے اچھی خاصی رقم لے کر اس کی فرمائش کے مطابق مطلوبہ شناختی کارڈز بنا دیتا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ حماد ایک گھنٹا پہلے آیا تھا۔ ایک اجنبی شخص کا ڈومیسائل حاصل کرنے گیا ہے۔

میں نے اس آفس انچارج کے نمبر ڈائل کئے جو رشوت لے کر کسی انکوائری کے بغیر ڈومیسائل بنوا دیتا تھا۔ اس طرح "را" تنظیم کے سراغ رسانوں کو پاکستانی شہریت حاصل ہو جاتی تھی۔ ان سراغ رسانوں کے لئے لاہور گیٹ وے آف پاکستان تھا۔ وہ یہاں آ کر پاکستانی شہری کی حیثیت سے اپنی پوزیشن مضبوط کرتے تھے' پھر اسلام آباد کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔

اس آفس انچارج کے سامنے میز کے دوسری طرف حماد بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا "مسز خالد! میں کام کرنے کا منہ مانگا معاوضہ دیتا ہوں۔ ادھر زبان کھولتے ہو اُدھر ہاتھ پر رقم رکھ دیتا ہوں۔ پھر آج کل میرے کام میں دیر کیوں ہو رہی ہے؟"

"حماد صاحب! یہ مجھ اکیلے کا کام ہوتا تو ڈومیسائل کے کاغذات پر فوراً ہی دستخط کر کے دے دیتا لیکن ہمارے بڑے صاحب لوگ فرہاد سے سہمے ہوئے ہیں۔ ایسے ہلاک کرتا ہے کہ قتل نہیں خودکشی کا کیس معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے بڑے صاحب لوگ ایسی خودکشی نہیں چاہتے اس لئے اچھی طرح جانچ پڑتال کے بعد کاغذات پر دستخط کرتے ہیں تاکہ فرہاد کبھی ان کے دماغوں میں آئے تو وہ دیانت دار اور فرض شناس افسر کہلائیں۔"

حماد نے کہا "انہیں سمجھاؤ' فرہاد اس شہر سے جا چکا ہے اور جب تک ہم صوبہ سرحد میں اسے نئے مسائل میں الجھاتے رہیں گے وہ ادھر واپس نہیں آسکے گا۔"

"بہتر ہے' تم دروازہ کھول کر اندر جاؤ اور بڑے صاحب سے مل لو۔ یہ فرہاد والی بات انہیں سمجھاؤ۔ میری عقل تو یہی تسلیم نہیں کرتی ہے کہ ایک آدمی دوسرے کے دماغ میں گھس جاتا ہے۔"

اس نے انٹر کام کے ذریعے اپنے افسر سے رابطہ کیا' پھر کہا۔ "سر! مسٹر حماد آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

افسر نے کہا "یہ خالق صاحب ابھی میرے پاس سے اٹھ کر جا رہے ہیں۔ ان کے بعد حماد کو بھیج دینا۔"

افسر نے انٹر کام کا بٹن آف کر کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص سے کہا "خالق صاحب! آپ کی بھاگ دوڑ سے یہ ریوالور اور لائسنس مل گیا۔ ورنہ حکومت نے نئے لائسنس جاری کرنے پر سختی سے پابندی لگائی ہے۔"

خالق نے اٹھ کر کہا "رحمان صاحب! ہم تو آپ کے خادم ہیں۔ یہ جو قانونی پابندیاں ہوتی ہیں نا' یہ عوام کے لئے ہوتی ہیں۔ آپ جیسے خاص بندوں کے لئے یہ ریوالور کیا چیز ہے۔ حکم کریں تو توپ کا لائسنس لا کر آپ کے قدموں میں رکھ دوں۔"

اس بات پر دونوں نے قہقہہ لگا کر مصافحہ کیا۔ خالق کمرے سے باہر جانے لگا۔ رحمان صاحب نے نیا ریوالور اٹھا کر خوش ہوتے ہوئے اسے دیکھا حماد نے آکر سلام کیا۔ پھر مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "رحمان صاحب! ہمیں بھی حکم دیں۔ یہ ریوالور کیا چیز ہے۔ میں ٹی ٹی گن لا کر دے دوں۔"

رحمان صاحب نے ناگواری سے کہا "میں نے یہ ریوالور ذاتی حفاظت کے لئے حاصل کیا ہے۔ ٹی ٹی اور کلاشنکوف تمہارے جیسے بدمعاشوں کے لئے ہوتے ہیں۔"

حماد نے غصہ برداشت کرتے ہوئے پوچھا "آپ نے کس ثبوت کی بنا پر مجھے بدمعاش کہا ہے؟ افسر کی کرسی پر بیٹھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ سامنے والے کی عزت نہ کریں۔"

"بکواس مت کرو۔ کس لئے آئے ہو؟"

"میں نے اپنے ایک کزن کے ڈومیسائل کے کاغذات پُر کر کے آپ کے پاس پہنچائے تھے۔ ان کاغذات کے پیچھے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ تھے۔"

"آہستہ بولو' کیا مجھے مروانا چاہتے ہو۔"

"آپ کو قانون آج تک نہ مار سکا۔ پھر کس سے ڈرتے ہیں؟ فرہاد سے؟"

"میں نے فرہاد کی بہن کے دروازے پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے مرنے والوں کا تماشا دیکھا ہے۔ اس کے بعد خود تماشا نہیں بننا چاہتا۔"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ فرہاد پشاور میں ہے اور ہم اسے ادھر آنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

رحمان صاحب نے میری مرضی کے مطابق کہا "فرہاد ہزار میل دور رہ کر بھی شہ رگ کے قریب رہتا ہے۔ ابھی وہ اچانک میرے دماغ میں گھس آئے اور میری مرضی کے خلاف یوں ریوالور اٹھالے۔"

اس نے میز پر پڑے ریوالور اٹھالیا پھر کہا "اور یوں ریوالور کا رخ تمہاری طرف کرے۔"

اس نے ریوالور کی نال حماد کی طرف کر دی۔ پھر کہا "مسٹر حماد! تم یہی سمجھو گے کہ یہاں فرہاد نہیں ہے۔ یہ رحمان تمہیں فرہاد سے ڈرا رہا ہے لیکن جب گولی چل پڑے گی اور ایسے چل پڑے گی تو تمہیں یقین نہیں آئے گا۔"

اس نے ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی کمال سے گزر گئی۔ حماد کراہتے ہوئے اپنا زخمی بازو تھام کر ڈگمگایا پھر سنبھل کر بولا "تم... تم نے مجھ پر گولی چلائی ہے۔ اس کا انجام جانتے ہو؟"

میں حماد کے اندر پہنچ گیا۔ وہ افسر پریشان ہو رہا تھا کہ گولی کیسے چل گئی؟ دفتر کے لوگ فائر..... کی آواز سن کر دوڑتے ہوئے آئے تھے۔ افسر نے کہا "منہ کیا دیکھتے ہو۔ جلدی جاؤ فرسٹ ایڈ باکس لاؤ۔"

پھر وہ ریوالور کو دراز میں رکھ کر حماد کے پاس آیا اور بولا "مجھے معاف کر دو۔ بالکل اچانک ہی بالکل بے خیالی میں گولی چل گئی۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ ہم تو اچھے دوست ہیں۔ میں ابھی دستخط کر کے وہ ڈومیسائل دوں گا۔"

وہ بولا "کوئی بات نہیں۔ آپ میرا کام کر کے گویا زخم پر مرہم لگا دیں گے۔"

ایک شخص فرسٹ ایڈ باکس لے آیا۔ زخم کی مرہم پٹی کرنے لگا۔ ایک ہیڈ کلرک نے پوچھا "سر! یہ کیسے ہو گیا؟"

حماد نے افسر کے کچھ کہنے سے پہلے وضاحت کی "بھئی ہم نہیں ہوا ہے۔ جب میں نے بھی پہلی بار ایک پستول کو ہاتھ لگا دیکھا تو اندر سے خواہش ہو رہی تھی کہ اسے چلا کر دیکھوں۔ انسان فطرت ہے' ہتھیار ہاتھ آئے یا طاقت' وہ کسی طرح بھی طاقتور ہو بے اختیار اس طاقت کو استعمال کرتا ہے۔"

افسر نے کاغذ دستخط کر کے دے دیے۔ میں حماد کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ابھی اسے باپ کی موت کی اطلاع نہیں تھی۔ کار ایکسیڈنٹ میں اس کے جسم کے ٹکڑے ہو گئے تھے۔ ناقابل شناخت ہو گیا تھا۔ کار کے نمبروں سے سراغ لگایا جا سکا وہ کار کس کی ملکیت تھی۔

حماد کے خیالات بتا رہے تھے کہ گھر میں اس کے بیڈ روم اندر کون سی چیز کہاں رکھی ہے۔ الماری کی چابیاں کار بورڈ والے خانے میں تھیں۔ الماری کے اندر جو چھوٹا سا

تھا' وہ مخصوص نمبروں سے کھلتا تھا۔ اس سیف میں ملکی اور غیر ملکی بینکوں ... چیک بکس' لاکرز کی چابیاں اور اہم دستاویزات تھیں۔ الماری میں ایک البم تھا۔ جس میں دوست احباب کی تصویریں تھیں۔

چونکہ یوگا کا ماہر تھا اس لئے شراب اور سگریٹ سے پرہیز کرتا تھا۔ حمیرا نامی ایک لڑکی سے دوستی تھی۔ میں نے اسے کار ڈرائیو کرکے ڈاکٹر زاہد کے گھر جانے پر مجبور کیا۔ وہاں پارس کا چہرہ تبدیل ہوچکا تھا۔ میں نے حماد کی زبان سے ڈاکٹر زاہد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ڈاکٹر! میں حماد کو لے آیا ہوں۔ آپ اپنے حماد سے اس کا موازنہ کرلیں۔"

پھر پارس سے کہا "اس کی بول چال کی اسٹڈی کرو۔ اور اس کے دستخط کی نقل کرو۔ میں ایک منٹ کے لئے اس کے دماغ سے جارہا ہوں تم اسے قابو میں رکھو۔"

میں نے سلمان کے پاس آکر کہا "میرے دماغ میں آؤ۔ میں حماد نامی ایک جوان کے دماغ میں تمہیں پہنچاؤں گا۔ پارس وہاں حماد کی حیثیت سے رہنے والا ہے۔ تم اس کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے غافل رکھو گے۔"

میں سلمان کے ساتھ آیا۔ حماد اس وقت پارس پر حملے کررہا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے پارس سے کہا "میں آگیا ہوں۔ اب یہ تم سے نہیں لڑے گا۔"

اس نے کہا "آپ اسے کچھ دیر لڑنے دیں۔ میں اس کے حملہ کرنے اور لڑنے کا اسٹائل دیکھ رہا ہوں۔"

سلمان نے کہا "میں اس کے اندر رہوں گا۔ آپ اپنا کام کریں۔"

میں نے کہا "اس سے حمیرا نامی لڑکی کے نمبر ڈائل کراؤ۔"

حماد نے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہوا۔ حمیرا کی آواز سنائی دی' سلمان نے حماد سے ریسیور رکھوادیا۔ میں حمیرا کے پاس آگیا۔

حمیرا کے پاس آکر معلوم ہوا کہ وہ کیا ہے؟ آخری قیامت ہے؟ روزِ ازل سے جو عورت کی مکاریاں چلی آرہی ہیں' وہ ان کی ابتدا اور انتہا ہے۔ وہ صرف دولت چاہتی تھی اور دولت کے لئے کچھ بھی کرسکتی تھی۔

اس نے سات برس کی عمر میں اپنی ماں کو ایک دولت مند کے ہاتھوں بکتے دیکھا۔ وہ داشتہ بن کر دو بیٹیوں کی پرورش کرتی تھی۔ جب اس نے دسویں جماعت پاس کی تو ماں مرگئی۔ بڑی بہن بکنے لگی۔ ایسے حالات اسے غصہ اور جھنجلاہٹ میں مبتلا کرتے تھے اور وہ سوچتی تھی کہ کیا ہمارا پورا خاندان جسم کی قیمت لگاکر زندگی کی سانسیں خریدنے کے لئے پیدا ہوا ہے؟

اس نے آنکھ کھولتے ہی اپنے خاندان میں کوئی مرد نہیں دیکھا تھا۔ باپ مرچکا تھا کوئی بھائی نہیں تھا۔ ماں کما کر انہیں کھلاتی اور پڑھاتی تھی ماں کے بعد بڑی بہن نے اس کی تعلیم جاری رکھی۔ اس نے ماں اور بہن سے یہ بنیادی باتیں سیکھیں کہ کسی مرد پر بھروسا نہیں کرنا چاہئے۔ کسی بھی دولت مند کو ایک غریب لڑکی کے مستقبل اور اس کی عزت سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ صرف اس کے گورے بدن سے دلچسپی ہوتی ہے۔ وہ قسموں اور وعدوں سے سبز باغ دکھاتے ہیں۔ ماں اور بہن دونوں نے کہا تھا وہ عورت قیمتی اور انمول ہوتی ہے جو اپنی جوانی کی ہوا لگنے دیتی ہے لیکن بدن کو ہاتھ لگانے نہیں دیتی۔ یہ الگ بات ہے کہ ماں اور بہن نے حالات سے مجبور ہوکر خود کو سستا کردیا تھا۔ حمیرا نے قسم کھائی تھی کہ وہ بہت مہنگی اور ناقابلِ خرید بن کر رہے گی۔

یونیورسٹی میں اس کی دوستی شاہد زمان سے ہوئی۔ وہ اسٹوڈنٹس یونین کا جنرل سیکریٹری تھا۔ وہ تعلیم سے کم اور سیاست سے زیادہ دلچسپی رکھتا تھا۔ اسے ایک خفیہ تنظیم سے اچھی خاصی رقم ملتی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس تنظیم کی جڑیں "را" سے ملتی ہیں۔ اس کی مخالف یونین کا جنرل سیکریٹری ایک جوان عباس واحدی تھا۔ یونیورسٹی میں دونوں اسٹوڈنٹس یونین کا تصادم ہوتا رہتا تھا۔ لیڈرشپ میں عباس واحدی پچھڑا تھا۔ آثار بتا رہے تھے کہ شاہد زمان کے طلبا ساتھی آئندہ الیکشن تک رفتہ رفتہ عباس واحدی کی طرف چلے جائیں گے۔ یہ بات اسے پریشان کررہی تھی۔ وہ کسی بھی طرح عباس واحدی کو لیڈرشپ کی سطح سے نیچے گرانا چاہتا تھا۔

حمیرا نے پوچھا "اگر میں عباس کو بدنام کردوں اور اسے منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑوں تو کیا انعام دوگے؟"

"تم جو مانگوگی' وہ دوں گا۔ میں اسے ذلیل کرنے کے لئے ہزاروں روپے خرچ کرسکتا ہوں۔"

"مجھے کتنے ہزار دے سکتے ہو؟"

"پورے دس ہزار دوں گا۔"

"میں اسے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ میں بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ اتنی بڑی قربانی مول لینے کا معاوضہ صرف دس ہزار؟"

"بے شک یہ تمہاری عزت کا معاملہ ہے۔ میں پچیس ہزار دوں گا۔"

"تم اتنی بڑی بڑی رقمیں کہاں سے لاتے ہو؟"

"میرا باپ بہت دولت مند ہے۔ تم میری دولت کا حساب نہ کرو۔ اپنے فائدے پر نظر رکھو۔"

"تمہارا کام کرنے میں فائدے سے زیادہ نقصان ہے۔ تم رقم اور بڑھاؤ' جو کہتی ہوں وہ کرتے جاؤ تو عباس واحدی کو یونیورسٹی سے نکلوادوں گی۔"

وہ خوش ہوکر بولا "تم اسے یونیورسٹی سے نکلوادو تو میں تم پر قربان ہوجاؤں گا۔ چالیس ہزار دوں گا۔"

"کل بیس ہزار سے بینک میں میرا اکاؤنٹ کھلوادو۔ مجھے بینک میں ایک لاکر بھی چاہئے۔"

دوسرے دن بینک میں اس کا اکاؤنٹ کھل گیا۔ ایک لاکر بھی حاصل ہوگیا۔ وہ اپنے گریبان میں ایک چھوٹا سا پاکٹ کیسٹ ریکارڈر چھپاکر رکھتی تھی اس سے دو فائدے حاصل کرتی تھی۔ ایک تو کلاس پروفیسروں کے لیکچر ریکارڈ ہوجاتے تھے۔ جنہیں گھر میں بیٹھ کر سکون سے سنتی تھی' لکھتی تھی اور یاد کرتی تھی۔ دوسرے اس نے دیکھا تھا کہ لوگ اپنی زبان سے کہی ہوئی باتوں سے مکر جاتے ہیں اس کی ماں اور بہن سے وعدہ کرنے والے وعدے بھولتے رہے تھے۔ یہ سبق اس نے حاصل کیا تھا اس لئے جو اس سے لگاوٹ کی باتیں کرتا تھا۔ وہ باتیں اس کے گریبان کے اندر ریکارڈ ہوجاتی تھیں۔

اس کے چاہنے والوں میں عباس واحدی بھی تھا۔ اگرچہ سنجیدہ اور ذہین طالب علم تھا لیکن آدم کا بیٹا تھا۔ سینے میں دل اور دل میں کسی کو چاہنے اور کسی سے چاہے جانے کی آرزو رکھتا تھا۔ اور یہ آرزو حمیرا سے پوری کرنا چاہتا تھا۔ حمیرا کے پاس جو کیسٹ تھے ان میں عباس واحدی کے بے شمار محبت بھرے مکالمے ریکارڈ ہوچکے تھے۔

ایک دن اس نے دل سے مجبور ہوکر کہا "حمیرا! میں تم سے تنہائی میں ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "تنہائی میں ملنے والی لڑکی بدنام ہوجاتی ہے۔"

"میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ تمہیں بدنام نہیں ہونے دوں گا۔ کل ایک بجے کلاس ختم ہوجائے گی۔ اس کے بعد لیبارٹری خالی رہتی ہے۔ میں ایک بجے کے بعد وہاں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"وعدہ کرو۔ مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے تو آؤں گی۔"

"ٹھیک ہے' دل پر جبر کروں گا اور تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

اسی شام حمیرا نے شاہد زمان سے ملاقات کی۔ اسے ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے عباس واحدی کی باتیں سنائیں۔ وہ خوش ہوکر بولا "کل تم اس سے لیبارٹری میں ملنے جاؤ گی؟"

"ہاں جب لیبارٹری کے اندر چلی جاؤں تو ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد تم دو ایک پروفیسروں اور چند طلبا وطالبات کو لے کر چلے آنا۔ میں ایسا ڈراما کروں گی کہ اسی دن یونیورسٹی سے عباس واحدی کی چھٹی ہوجائے گی۔"

"میری جان! تم تو کمال کررہی ہو۔"

"کمال دکھانے کی قیمت ہوتی ہے۔ کل صبح دس بجے تک میرے اکاؤنٹ میں پچاس ہزار جمع کردو۔"

"کیا!" وہ چونک کر بولا "چالیس میں بات طے ہوئی تھی' بیس ہزار دے چکا ہوں۔ بیس اور دوں گا۔ تم پچاس کا مطالبہ کرکے پورے ستر ہزار وصول کرنا چاہتی ہو۔"

"میں چالیس ہزار عباس واحدی کے سلسلے میں لے رہی ہوں اور تیس ہزار تمہیں بدنامی سے بچانے کے لئے مانگ رہی ہوں۔"

"کیسی بدنامی؟"

حمیرا نے ریکارڈر سے پہلا کیسٹ نکال کر دوسرا کیسٹ لگایا پھر اسے آن کرکے سنایا۔ اس میں وہ باتیں ریکارڈ کی ہوئی تھیں جو شاہد زمان اپنے مخالف عباس کے متعلق کہتا رہا تھا۔ پھر وہ معاملات بھی تھے جو اس نے حمیرا سے چالیس ہزار میں طے کئے تھے۔ وہ کیسٹ سننے کے بعد شاہد کو بھی یونیورسٹی سے نکالا جاسکتا تھا۔ اگر وہ اپنے ذرائع استعمال کرکے وہاں رہ بھی جاتا تو یونین کا لیڈر نہ رہتا۔ طلبا اور طالبات ایسے طالب علم کو کوئی عہدہ نہ دیتے جو کسی پر کیچڑ اچھالنے اور کسی کو یونیورسٹی سے نکالنے کے لئے پانی کی طرح رقم خرچ کرتا ہے۔

اس نے حمیرا سے ریکارڈر چھین کر کہا "تم مجھے بلیک میل کروگی؟ تم ہو کیا چیز؟ میں ایک چٹکی میں تمہیں چیونٹی کی طرح مسل دوں گا۔"

"تم نہ بھی کہو تو میں سمجھتی ہوں کہ ایک کمزور لڑکی ہوں' کوئی بھی مرد مجھے چٹکی میں مسل سکتا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم اپنے لباس میں پستول چھپا کر رکھتے ہو۔ چھپ کر مجھے قتل کرسکتے ہو۔"

"بے شک کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ کس نے تمہیں حرام موت مارا ہے۔ یہ تمہارا کیسٹ اور ریکارڈر اب میرے پاس رہے

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں جینگی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟

تو کتاب

کم نظری اور اس کا علاج

قیمت ۱۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۱ روپے

آپ کو بتائے گی کہ

عینک سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے۔ لینز والوں کے اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جاسکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں صحت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جاسکتا ہے

ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

مکتبہ نفیات ۔ بوکس ۹۴۴۰ کراچی ۱

گا۔"

"میں نے ایک تحریر اپنے لاکر میں رکھی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ میرے قتل یا حادثاتی موت کی ذمے داری شاہد زمان پر ہوگی۔ وہ مجھے بھاری معاوضہ دے کر غیر قانونی کام کراتا ہے۔ لاکر میں جو کیسٹ رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں سن کر یقین ہو جائے گا کہ یونیورسٹی کے ایک جوان کو صرف بدنام کرنے کے لئے وہ چالیس ہزار کی خطیر رقم ادا کرتا ہے۔"

وہ غصے سے بولا "اچھا تو تم نے اسی لئے لاکر حاصل کیا تھا اور ان کیسٹوں کی نقلیں لاکر میں ہیں۔"

"نقل تو تمہارے ہاتھوں میں ہیں۔ لاکر میں اصل ہیں۔"

"تمہیں یہ سمجھ ہے کہ خطرات سے کھیل رہی ہو؟"

"میں کمزور عورتوں کی طرح عزت بیچ کر نہیں' خطرات سے کھیل کر مرنا چاہتی ہوں۔ اچھی طرح سوچ لو' مجھے قتل کرو گے یا کل صبح دس بجے بینک میں ملو گے۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا۔ دوسری صبح وہ بینک میں پہنچی تو وہاں رخسانہ تھی۔ مسکرا کر حمیرا سے مصافحہ کرتی ہوئی بولی "تم نے شاہد کی چھٹی کرادی لیکن میں تمہارے پچاس ہزار لائی ہوں اور یہ تمہارا ریکارڈ بھی' اسے شاہد چھین کر لے گیا تھا۔"

حمیرا نے کہا "تم شاہد کی اسٹوڈنٹس یونین کی سیکریٹری ہو' کیا اس کی طرف سے یہ رقم لائی ہو؟"

"ابھی کوئی سوال نہ کرو۔ یہ رقم اپنے اکاؤنٹ میں جمع کراؤ اور آج عباس واحدی کا ڈراپ سین کردو۔ اس کے بعد میں تمہیں ایسا کام دوں گی جس کا معاوضہ ایک لاکھ سے کم نہیں ہوگا۔"

اس نے رقم جمع کرادی۔ رخسانہ کے ساتھ یونیورسٹی آئی' ایک بجے عباس واحدی لیبارٹری میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر بولا "پتا نہیں تم میں کیا بات ہے۔ دن رات تمہارے بارے میں سوچتا ہوں۔"

وہ بولی "جب لڑکی سامنے ہو اور کوئی تیسرا نہ ہو تو سوچنا نہیں چاہئے۔ تم سوچنے کے علاوہ بھی کچھ کر سکتے ہو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میں نہیں سمجھا۔"

"میں سمجھاتی ہوں۔ میری ایک نفسیاتی کمزوری ہے۔ میری یہ شدید خواہش ہے کہ میرے پاس آنے والا درندہ بن جائے اور میرے کپڑے پھاڑ ڈالے۔"

"یہ..... یہ کیسی باتیں کر رہی ہو؟"

"دیکھو ایسے" حمیرا نے اپنی ایک آستین پھاڑ ڈالی۔ پھر پوچھا "کیا یہ دوپٹہ پھاڑ سکتے ہو۔ اسے لو' پھاڑو....."

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ اپنے دوپٹے کو پھاڑتے ہوئے بولی "خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔"

پھر اس کا گریبان پکڑ کر چیخنے لگی "چھوڑو' مجھے چھوڑ دو۔ کمینے شیطان! کیا تو نے اسی لئے یہاں بلایا تھا۔"

بہت سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر دروازہ کھل گیا۔ وہ "بچاؤ بچاؤ" کہتی اور دوڑتی ہوئی آکر ایک پروفیسر کے قدموں میں گر پڑی۔ کتنے ہی طلبا و طالبات وہاں موجود تھے۔ دوسرے پروفیسر نے کہا "عباس! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے' تمہارے جیسا ذہین اسٹوڈنٹ ایسی گری ہوئی حرکت کرے گا۔ آفس میں آؤ۔"

تمام طلبا اور طالبات عباس واحدی کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔ ایک گھنٹے بعد عباس واحدی کو پرنسپل کی طرف سے ایک کاغذ ملا جس پر لکھا تھا کہ اس کی بدچلنی کے باعث یونیورسٹی سے نکالا جا رہا ہے۔ اس کی ایک نقل وزارت تعلیم کو بھیجی جا رہی ہے اور درخواست کی جا رہی ہے کہ ایک سال تک عباس واحدی کو ملک کی کسی یونیورسٹی اور کالج وغیرہ میں داخلہ نہ ملے۔"

عباس نے وہ کاغذ لے کر بڑے دکھ سے حمیرا کو دیکھا۔ حمیرا نے منہ پھیر لیا۔ رخسانہ کے ساتھ اس کی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ رخسانہ نے کہا "آج تم نے کمال کر دیا ہے۔ عباس واحدی ہمارے راستے کا بہت بڑا پتھر تھا۔ کیا تم ہمارے لئے کام کرو گی؟"

"تم نے کہا تھا کسی کام کے لئے ایک لاکھ روپے مل سکتے ہیں۔ اگر یہ معاوضہ ہے تو ضرور کروں گی۔"

"کیا تم ایک شخص کی بہن اور ایک ماں کی بیٹی بن کر رہ سکتی ہو؟"

"وہ شخص کون ہے؟"

"تمہیں رفتہ رفتہ سب معلوم ہو جائے گا۔ اس کام کے لئے تمہیں اپنے گھر سے رابطہ ختم کرنا ہوگا۔ تم کسی رشتے دار سے نہیں ملو گی۔ انہیں دور سے دیکھ کر کترا جاؤ گی۔"

"میری ایک ہی بہن ہے۔ میں اسے سمجھا دوں گی تو وہ مجھ سے نہیں ملے گی لیکن یہ سلسلہ کب تک رہے گا؟"

"سال دو سال تک رہے گا۔ اگر تمہاری کارکردگی بہتر رہی تو یہ سلسلہ طویل ہوتا جائے گا۔"

"یہ تو کوئی بہت بڑا کام نہیں ہے۔"

"تم نے جس چالاکی سے عباس واحدی کو یونیورسٹی سے نکلوایا اور ہماری یونین کے لئے میدان ہموار کیا پھر بیک وقت شاہد زمان کو بلیک میل کیا۔ تمہارا یہ طریقہ کار اور مکاریاں ہمارے باس کو بہت پسند آئی ہیں۔"

"باس؟"

"ابھی تم نے ریکارڈر اپنے گریبان میں نہیں چھپایا ہے۔ میری آواز ریکارڈ نہیں ہو رہی ہے اس لئے تمہیں راز کی بات بتا رہی ہوں۔ میرا تعلق ایک ایسی تنظیم سے ہے جو موجودہ حکومت کے خلاف سرگرم رہتی ہے۔ کیا تم ایسی سرگرمی میں حصہ لو گی؟"

"میں دولت مند بننے کے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں۔ صرف عزت کو داؤ پر نہیں لگاؤں گی۔"

"جو شخص بھائی بن کر رہے گا وہ تمہیں بہن بنا کر اعلیٰ سرکاری

افسران اور عہدے داران سے ملایا کرے گا۔ جس عہدے دار سے کوئی سرکاری راز اگلوانا ہو' اس سے تم فلرٹ کرو گی۔ اس کے ساتھ تنہائی میں وقت بھی گزارنا کرو گی۔"

"میں کہہ چکی ہوں' عزت نہیں دوں گی۔"

"تمہاری عزت محفوظ رہا کرے گی۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تنہائی میں کوئی مرد ہمارے ساتھ تیسرا نہیں پڑھتا۔"

"تمہارے پاس ایک ایسی دوا رہا کرے گی۔ جس کا ایک قطرہ چائے' ٹھنڈی بوتل یا شراب میں ملا دو گی تو پینے والے کو کچھ محسوس نہیں ہوگا وہ بالکل نارمل رہے گا۔ تمہاری خواہش کرتا رہے گا۔ تمہیں ہاتھ لگاتا رہے گا لیکن تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ اس کی مردانگی عارضی طور پر ہاتھی کے دانت کی طرح ہوگی جو دکھانے کے لئے ہوتے ہیں کھانے کے لئے نہیں ہوتے۔"

وہ راضی ہو گئی۔ ایک جوان شخص اور ایک ادھیڑ عمر کی عورت کے ساتھ شاندار کوٹھی میں رہنے لگی۔ ابتدا میں اسے یہ نہیں بتایا گیا کہ جس بھائی اور ماں کے ساتھ رہتی ہے' وہ دونوں بھارتی جاسوس ہیں۔ جب وہ ذہانت بھری مکاریوں سے یہاں کے اعلیٰ عہدے داروں کو پھانسنے اور اپنے حسن و شباب کے جلووں سے دیوانہ بنا کر اہم سرکاری راز معلوم کرنے لگی تو تنظیم کے سربراہ نے اسے اپنا رازدار بنا لیا۔ وہ قابلِ اعتماد کارکن بنا لی گئی۔

اس تنظیم میں رہ کر اس کی ملاقات حماد سے ہوئی۔ یہ ملاقات دوستی میں اور دوستی محبت میں بدلنے لگی لیکن اس نے حماد کو تنہائی میں کبھی ہاتھ پکڑنے کی اجازت نہیں دی۔ وہ جتنا فاصلہ رکھتی تھی' وہ اتنا ہی اس کے لئے تڑپتا تھا۔ آخر اس نے کہا "مجھ سے شادی کر لو۔"

اس نے پوچھا "مجھ سے شادی کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

"محبت کیوں کرتے ہو؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ تم مجھے اچھی لگتی ہو۔"

"میں اچھی کیوں لگتی ہوں؟"

"تم بے تکے سوالوں سے چڑا رہی ہو۔"

"یہ بے تکے سوالات نہیں ہیں۔ میں سمجھنا چاہتی ہوں کیوں کہ کتنے ہی عاشقوں نے مجھے شادی کی آفر دی لیکن کسی نے میری ماں سے اور میری بہن سے شادی نہیں کی۔ انہیں داشتہ بنا کر رکھا گیا۔ ان سے ناانصافی کیوں کی گئی؟"

"میں نہیں جانتا کیوں انصاف نہیں کیا گیا۔ میں تو انصافاً تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہی تو میں پوچھتی ہوں کہ شادی کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"تم حسین ہو' جوان ہو اور پُرکشش ہو۔"

"بے شمار لڑکیاں حسین' جوان اور پُرکشش ہوتی ہیں۔"

"بے شمار حسیناؤں میں کوئی ایک دل میں سماتی ہے۔"

"میں یہی جواب چاہتی ہوں کہ تمہارے دل میں کیوں سماری ہوں؟"

وہ جھنجلا کر بولا "میں اپنا سر پھوڑ لوں گا۔"

"تمہارا سر ہے' تمہاری مرضی ہے۔ میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"کیا تم کبھی شادی نہیں کرو گی؟"

"میرے سوالوں کا جواب مل جائے گا تو ضرور کروں گی۔"

"میں دعوے سے کہتا ہوں دنیا کا کوئی شخص تمہارے بے تکے سوالوں کے جواب نہیں دے پائے گا۔"

"جو شخص صحیح معنوں میں عورت کو اپنانا چاہتا ہے۔ اس کے پاس عورت کے ہر سوال کا جواب ہوتا ہے۔"

دراصل ماں اور بہن کے ساتھ جو زیادتی ہوئی تھی۔ اس نے حمیرا کو سراپا انتقام بنا دیا تھا۔ وہ پاس آنے والے مردوں کو ٹھکرا کر دلی تسکین حاصل کرتی تھی۔ اس نے سوچا تھا کبھی شادی کرے گی تو ایسے مرد سے جو اس سے کمتر ہو اور اس کا محتاج رہے تاکہ کبھی اسے چھوڑ کر کوئی داشتہ نہ رکھے۔

میں نے حمیرا کے ذریعے چند غیر ملکی سراغ رسانوں کے نام اور پتے معلوم کئے۔ پھر حماد کے پاس آگیا۔ پارس اس کی آواز اور لہجے میں بول رہا تھا اس کے دستخط کی نقل کر رہا تھا۔ پھر اس نے ڈاکٹر زاہد کا شکریہ ادا کر کے رخصتی مصافحہ کیا۔ اس کے بعد حماد کے ساتھ اس کی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا ایک دکان کے سامنے آیا۔ وہاں سے نیزاب کی بوتل خریدی۔ پھر کار میں آکر اسے ڈرائیو کرتا ہوا شہری آبادی سے بہت دور نکل آیا۔

میں نے حماد کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پارس کو دیکھ کر کہا "تم۔ میرے ہم شکل بن گئے ہو۔ وہاں کسی کوٹھی کے اندر مجھ سے لڑ رہے تھے اور یہ۔ یہ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ میرے دماغ میں کون ہے؟"

پارس نے کہا "تمہارے دماغ میں ملک دشمنی ہے۔ حساب کرو' آج تک کتنے جاسوس یہاں لا چکے ہو۔ کتنے چھوٹے بڑے ملکی راز غیر ملکیوں تک پہنچا چکے ہو۔ تم اس زمین کو پرائی بنانے کی کوشش کرتے رہے لیکن یہ زمین تمہیں پرایا نہیں رہنے دے گی۔ تمہیں ایک قبر کی صورت میں اپنے اندر سمیٹ لے گی۔"

میں نے اس کی زبان سے کہا "دیر کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں اسے ختم کرتا ہوں تم اسے ناقابل شناخت بنا دو۔"

میں اسے گاڑی سے باہر لا کر آہستہ آہستہ دور ڈالنے لگا۔ پارس نے کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے اسے ٹکر ماری۔ وہ دور جا کر گرا۔ اس نے کار موڑ کر پھر ڈرائیو کرتے ہوئے اسے کچلتے ہوئے گزر گیا۔ ایسا دو بار کیا۔ میں نے کہا "وہ ختم ہو چکا ہے۔"

پارس نے کار سے اتر کر اس کے کپڑے اتارے۔ ان کپڑوں

میں آگ لگائی۔ پھر اس کے چہرے اور ہاتھوں کی انگلیوں پر تیزاب ڈال دیا تاکہ کوئی اسے چہرے اور... انگلیوں کے نشانات سے بھی نہ پہچان سکے۔ کپڑے جل کر راکھ ہوگئے تھے وہ کار میں بیٹھ کر واپس ہوگیا۔

میں نے اب تک درجنوں ملک دشمن عناصر کے نام اور پتے معلوم کرلئے تھے لیکن ان میں سے صرف شمشاد اور حماد کو موت کی سزا دی تھی۔ ان میں سے صرف شمشاد کی حادثاتی موت ظاہر ہوئی تھی۔ حماد کا عبرت ناک انجام چھپ گیا تھا۔ کیونکہ پارس وہاں حماد بن کر پہنچ گیا تھا۔

اگر میں ہر دشمن کو موت کی سزا دیتا تو خفیہ تنظیم کا سربراہ چوکنا ہوجاتا یہ سمجھ لیتا کہ میں یوگا کے ماہرین کی فولادی دیواریں توڑتا ہوا اس تنظیم کے بہت اندر تک پہنچ گیا ہوں۔ وہ اپنے بچاؤ کے لئے زیادہ چوکنا ہوکر اور زیادہ محفوظ اور پُراسرار بن جاتا۔

اس لئے میں یوگا کے ماہر سربراہ ابوداؤد کی شہ رگ تک پہنچنے کی خاطر چپ چاپ اقدامات کررہا تھا اور ہاتھ آئے ہوئے دشمنوں کو فی الحال زندہ رہنے کا موقع دے رہا تھا۔

پارس حماد کے گھر پہنچا تو پہلے ہی باپ کی لاش وہاں پہنچ گئی تھی۔ دوست احباب افسوس کرنے اور آخری رسومات میں شریک ہونے آرہے تھے۔ ریحانہ اور رانا جمشید بھی آئے تھے۔ لیکن رخسانہ نہیں آئی۔ پارس نے شام کو پرل کان کے سوئمنگ پول کے پاس ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ ریحانہ نے اس سے کہا تھا کہ تنظیم کے دستور کے مطابق اسے حماد کے دکھ درد میں شریک ہونا چاہئے اور رخسانہ نے کہا تھا' وہ ایک گھنٹے بعد پرسے کے لئے آجائے گی۔

پارس نے ریحانہ سے پوچھا "رخسانہ نہیں آئی؟"

اس نے جواب دیا "وہ ابھی آجائے گی۔"

وہ سمجھ گیا جب تک وہ اپنے سرتاج سے نہیں ملے گی۔ وہیں سوئمنگ پول پر انتظار کرتی رہے گی۔ اس نے کمرے میں آکر رخسانہ کے موبائل فون کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ ہونے پر کہا۔ "ہیلو رخسانہ میں سرتاج بول رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "تم کہاں ہو؟ میں انتظار کررہی ہوں۔"

"میں حماد کے گھر میں ہوں۔ اس کا باپ ایک حادثے میں ہلاک ہوگیا ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ مجھے وہاں جانا چاہئے تھا لیکن میں تمہاری محبت میں ادھر دوڑی چلی آئی۔"

"اب ادھر دوڑی چلی آؤ۔"

"ابھی آرہی ہوں۔"

وہ وہاں سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی حماد کی کوٹھی میں آئی۔ تمام مرد حضرات قبرستان گئے ہوئے تھے۔ ریحانہ نے کہا "اب آئی ہو' پتا نہیں حماد اور جمشید بھائی کتنی دیر میں آئیں گے۔ میں جارہی ہوں تم بھی چلو۔"

وہ بھلا کیسے جاسکتی تھی۔ وہاں یار کا دیدار ہونے والا تھا۔ اس نے کہا "یہاں آئی ہوں تو حماد سے مل کر افسوس کرکے جاؤں گی۔"

ادھر پارس مشکل میں پڑگیا تھا۔ شمشاد کی موت پر اس کے دوست احباب چلے آئے تھے جنہیں پہچاننا ممکن نہیں تھا۔ وہ کئی ناموں سے واقف تھا لیکن ان نام والوں کے چہرے نہیں پہچانتا تھا۔ پرسا دینے والوں کے جواب میں ہوں ہاں کہہ کر ٹال رہا تھا۔

وہ قبرستان پہنچ کر وہاں کے منشی کے کمرے میں آیا۔ اسے تدفین کی مقررہ رقم سے دو سو روپے زیادہ دے کر بولا "آپ پانچ منٹ کے لئے باہر جائیں۔ میں فون پر ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ دو سو لے کر خاموش ہوگیا۔ باہر چلا گیا' پارس نے حماد کے موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا' پھر کہا "رخسانہ! میں تمہیں پہلے سے بتادوں کہ آج سے حماد کے سپرد میں ہوں۔"

"کیا واقعی! حماد کہاں ہے؟"

"ابھی کوئی سوال نہ کرو۔ ملاقات ہوگی تو اطمینان سے بتاؤں گا اور ثبوت کے طور پر تمہاری انگوٹھی بھی دکھاؤں گا۔ فی الحال میری ایک مشکل آسان کرو۔"

"بولو کیا بات ہے؟"

"میں حماد کے کسی دوست اور رشتے دار کو نہیں جانتا ہوں۔ تم ہر ایک سے واقف ہو۔ جیسے ہی میں واپس آؤں تم میرے ساتھ لگی رہنا اور چپکے چپکے ہر ایک کے متعلق بتاتی رہنا۔"

ایسا بھی ہوسکتا تھا کہ جو بھی پارس کے پاس پرسے کے لئے آتا میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کا نام' اس کی دوستی یا رشتے کو پہچان کر پارس کو اس کے متعلق بتادیتا لیکن وہاں کئی یوگا کے ماہر تھے۔ ان کے پاس پہنچتے ہی وہ سانس روک لیتے پھر یہ بات پھیل جاتی کہ فرہاد ان کے دماغوں میں پہنچنے کی کوششیں کررہا ہے۔

ایک اور راستہ تھا۔ میں حمیرا کے دماغ میں رہ کر پارس کو گائیڈ کرسکتا تھا۔ یہ سوچ کر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے پاس آیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے سن رہی تھی۔ کوئی فون پر پوچھ رہا تھا۔ "تم حماد کے غم میں شریک ہونے نہیں گئیں؟"

وہ بولی "میں جاؤں یا نہ جاؤں تم کسی نہ کسی بہانے سے فون ضرور کرتے ہو۔"

"میں اپنی ضد سے مجبور ہوں۔ دنیا کی ہر وہ چیز جو انمول ہو اسے ضرور حاصل کرتا ہوں۔"

"اور میں کہہ چکی ہوں' مجھے کبھی حاصل نہیں کرسکو گے۔"

"تمہیں یہ پتا نہیں ہے کہ ضدی عورت زبردست کے ہاتھ ہار جاتی ہے۔"

"تم مرد لوگ اتنا ہی جانتے ہو کہ عورت ایک دلچسپ کھلونا ہے اس سے جی بھر کے کھیلو۔ اگر کھیلنے کو نہ ملے تو اسے توڑ دو لیکن میں ٹوٹنے والی چیز نہیں ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں تمہارے حفاظتی انتظامات کو جانتا ہوں۔ تم ایک اجنبی شخص کو بھائی اور ایک اجنبی عورت کو ماں بنا کر رہتی ہو۔ اس کے علاوہ تم نے ایک کوٹھی خریدی ہے۔ جہاں خدمت گزارتی ہو۔ اپنی ذاتی کوٹھی کا پتا اور فون نمبر کسی کو نہیں بتاتی ہو۔ مگر دیکھ لو میں تمہارے اسی پرائیویٹ فون پر بول رہا ہوں۔"

"مانتی ہوں کہ تم میری ٹوہ میں لگے رہتے ہو۔ فون تک پہنچے ہو تو کسی دن کوٹھی کے اندر بھی آجاؤ گے۔"

"کسی دن نہیں' آج ہی رات کو آؤں گا۔ ابھی سات بج رہے ہیں۔ ٹھیک پانچ گھنٹے بعد آدھی رات کو تمہاری سانسوں کے قریب رہوں گا۔"

"تم کوٹھی میں داخل نہیں ہوسکو گے۔"

"جانتا ہوں۔ تمہارے تین مسلح باڈی گارڈز ہیں مگر اب وہ میرے زرخرید ہیں۔ میں تمہیں خرید نہ سکا لیکن تمہارے محافظوں کو خرید چکا ہوں۔"

"یہ نہیں ہوسکتا۔"

"دنیا میں سب ہوجاتا ہے۔ اس فون کا رابطہ ختم ہوتے ہی اس کے تار کاٹ دیئے جائیں گے۔ تم کوٹھی سے باہر نہیں جاسکو گی۔ کسی کو مدد کے لئے نہیں بلا سکو گی اور تمہارا کوئی شناسا اس نئی کوٹھی کا پتا نہیں جانتا ہے۔"

"تم یہاں آؤ گے تو پچھتاؤ گے۔"

"تمہاری کوئی دھمکی اور کوئی دوا اثر نہیں کرے گی۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم ایک دوا کے اثر سے اپنے قریب آنے والوں کو ناکارہ بنا دیتی ہو۔ میں وہاں پہنچ کر ایک گلاس پانی بھی نہیں پیوں گا۔"

اس نے ہنستے ہنستے رابطہ ختم کردیا۔ وہ حیران پریشان ہوکر سوچ رہی تھی۔ یہ اچانک کیا ہوگیا ہے؟ کیا واقعی وہ اپنی ذاتی کوٹھی میں قید ہوکر رہ گئی ہے؟

اس نے ریسیور رکھ کر کال بیل کا بٹن دبایا۔ ایک مسلح باڈی گارڈ اندر آکر اس کے سامنے ادب سے کھڑا ہوگیا۔ اس نے پوچھا۔ "تم نے کوٹھی کے آس پاس کسی اجنبی کو بار بار دیکھا یا کسی پر تمہیں شبہ ہے؟"

"نہیں میڈم۔"

"کیا تمہاری وفاداری کوئی خرید سکتا ہے؟"

"نہیں ہاں میڈم! آج سے ہم تینوں باڈی گارڈ کسی اور کے وفادار ہیں۔"

"کیا بکتے ہو؟"

"عرض کرتا ہوں' یہ بکواس نہیں ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "کیا واقعی نمک حرامی کررہے ہو؟"

وہ سر اٹھائے' سینہ تانے فوجی انداز میں ادب سے کھڑا رہا۔

وہ بولی "تمہیں خریدنے والا کون ہے؟"

"ہم میں سے کوئی نہیں جانتا میڈم!"

"تم تینوں نے اس سے جتنی رقم لی ہے۔ میں اس کا دوگنا دوں گی۔"

"سوری میڈم!" وہ ایڑیاں ٹرن ہوگیا۔ فوجی انداز میں چلتا ہوا باہر گیا۔ دروازہ بند ہوگیا۔ وہ دوڑتی ہوئی آئی۔ دروازے کو کھولنے کی کوشش کی۔ وہ باہر سے بند کردیا گیا تھا۔

پھر وہ تیزی سے چلتی ہوئی دوسرے تیسرے دروازوں پر آئی۔ باہر کی طرف کھلنے والے تمام دروازے مقفل ہوگئے تھے۔ وہ ڈرائنگ روم میں واپس آئی۔ ریسیور کو اٹھا کر نمبر ڈائل کرنا چاہا۔ پتا چلا فون مردہ ہوچکا ہے۔ اس کے تار کاٹ دیئے گئے تھے۔

اس نے دوڑ کر دروازے پر ہاتھ مارتے ہوئے ایک چیخ ماری۔ "بچاؤ' مجھے بچاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی اونچی آواز میں پاپ میوزک گونجنے لگی۔ کوٹھی کے چاروں طرف بڑے بڑے ڈیک سے موسیقی شور مچا رہی تھی۔ وہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز سے زیادہ نہیں چیخ سکتی تھی۔ اس کی چیخ پکار نقار خانہ میں طوطی کی آواز کی طرح ڈوب کر رہ گئی تھی۔

آخر وہ تھک ہار کر ایک صوفے پر گر پڑی۔ اس کی خاموشی کے ساتھ پاپ میوزک بھی خاموش ہوگیا۔ دوسرے باڈی گارڈ نے اندر آکر کہا "ہم اس علاقے میں بار بار ریکارڈنگ کا شور برپا نہیں کریں گے۔ آپ سے درخواست ہے کہ خاموش رہیں۔ ورنہ ہم انجکشن کے ذریعے آپ کو اتنا کمزور بنادیں گے کہ پھر منہ سے آواز نہیں نکال سکیں گی۔"

وہ دھمکی دے کر باہر چلا گیا۔ حمیرا صوفے پر پڑی ہوئی ایک سمت خلا میں تک رہی تھی اور سوچ رہی تھی "کیا مجھ پر بھی وہی وقت آرہا ہے جو میری ماں اور بہن پر آیا تھا؟ وہ دونوں کمزور تھیں' میں نے شہ زور بننے کے لئے مکاریاں کیں۔ زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کی کیونکہ دولت مند عورت کو کوئی آسانی سے ہاتھ نہیں لگاتا۔ میں نے بدمعاشوں سے محفوظ رہنے کے لئے تین مسلح باڈی گارڈز رکھے۔ اپنی اس کوٹھی کو قلعہ بنالیا۔"

پھر وہ سرد آہ بھر کر بولی "آہ! میں یہ بھول گئی تھی کہ یہ باڈی گارڈز بھی مرد ہیں۔ یہ نمک حرام میرا نہیں کسی مردی کا ساتھ دے رہے ہیں۔ میں کیا کروں؟ آخر وہ کون ہے جس نے مجھے چاروں طرف سے جکڑ لیا ہے؟"

میں بھی اسی سوال پر غور کررہا تھا کہ آخر وہ کون ہے؟

اس نے فون پر حمیرا سے جتنی گفتگو کی تھی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ حمیرا کا دیوانہ نہیں بلکہ ایسا جنونی ہے جو لاحاصل کو حاصل کرلیتا ہے۔ عورت کا انکار اس کے لئے چیلنج بن جاتا ہے۔

پھر یہ معلوم ہوا کہ وہ حمیرا کے متعلق بڑی معلومات رکھتا ہے۔ اندر کی بات جانتا ہے کہ وہ کسی اجنبی کی بہن اور کسی اجنبی عورت

کی بیٹی بن کر رہتی ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ تنظیم کے اندر کا ہی کوئی شخص ہے جو یہ راز کی بات جانتا ہے۔ اس سے بھی آگے یہ جانتا ہے کہ حمیرا کے پاس ایسی دوا ہے جو اس کے قریب آنے والوں کو ناکارہ بنا دیتی ہے۔

ایک نہیں تین باڈی گارڈز کو اپنا وفادار بنانا ممکن نہیں تھا۔ بیک وقت سب ہی نمک حرام نہیں ہوتے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ نمک حرام نہیں تھے۔ شروع سے اپنے مالک کے وفادار تھے اور اسی کے حکم پر حمیرا کے باڈی گارڈز بن کر رہتے تھے۔

اگر میں درست سمجھ رہا تھا تو وہ تینوں بھی یوگا کے ماہر ہوں گے۔ خفیہ تنظیم کا سربراہ ابو داؤد یا اسی کی سطح کا کوئی یوگا ماسٹر حمیرا کو حاصل کرنے کی ضد کر بیٹھا تھا۔ آج رات اس کے پاس آنے والا تھا اور اس کی یہ ضد اسے مہنگی پڑنے والی تھی۔

میں رخسانہ کے پاس آیا۔ پارس اس کے بھائی جمشید وغیرہ کے ساتھ قبرستان سے واپس آگیا تھا۔ رخسانہ نے قریب آکر کہا "حماد! مجھے افسوس ہے۔ میں تمہارے دکھ کو دل سے محسوس کر رہی ہوں۔"

اس وقت ایک شخص نے آکر پارس سے کہا "حماد! تمہیں باپ کی جدائی کا صدمہ ہے لیکن کچھ کھانا پینا بھی ضروری ہے۔ تمہاری بھابی کہہ رہی ہیں ہمارے ساتھ گھر چلو۔ کچھ کھا پی لو۔"

میں نے پارس سے کہا "رخسانہ کی سوچ بتا رہی ہے اس شخص کا نام نجیب ہے۔ یہ تنظیم کے حوالے سے حماد کا دوست ہے۔"

پارس نے کہا "نجیب! بھابی سے کہنا ابھی دوست احباب کی آمد کا سلسلہ رہے گا۔ مجھے گھر میں رہنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے میں گھر سے کھانا بھیج دوں گا۔"

رخسانہ نے کہا "میں پہلے ہی حماد سے طے کر چکی ہوں۔ ہم یہاں رات گیارہ بجے تک رہیں گے۔ پھر میں اسے گھر لے جاؤں گی۔"

جمشید نے کہا "یہ اچھی بات ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ تم حماد کے ساتھ آجانا۔"

وہ چلا گیا۔ رخسانہ پارس کا بازو تھام کر اسے کسی الگ کمرے میں لے جانے لگی لیکن ہر کمرے میں عورتیں موجود تھیں۔ اور ایک ایک کر کے رخصت ہو رہی تھیں۔ ایک گھنٹے بعد ذرا تنہائی نصیب ہوئی تو وہ بولی "ثبوت پیش کرو۔"

پارس نے کہا "میری انکل میں تم نے میری ماں کی دی ہوئی انگوٹھی کل دیکھی تھی اور یہ رہی تمہاری انگوٹھی۔"

اس نے جیب سے نکال کر انگوٹھی اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ وہ خوش ہو کر اس سے لپٹ گئی پھر بولی "تم نے تو کمال کر دیا۔ یہ حماد کیسے بن گئے۔"

میں نے پارس سے کہا "مجنوں کی اولاد! یہ ماتمی ماحول ہے۔ اسے اپنے سے الگ کرو۔"

وہ اسے الگ کرتے ہوئے بولا "ملنے کی خوشی میں یہ نہ بھولو کہ حماد کا باپ مر گیا ہے اور ہمارے ملک میں گلے لگ کر ماتم کرنے کا رواج نہیں ہے۔"

"میرا تجسس دور کرو۔ یہ سب کیسے ہو گیا؟"

"اللہ کو یہی منظور تھا۔ مرحوم بڑی خوبیوں والے تھے۔"

"میں تمہارے باپ کی خوبیاں نہیں پوچھ رہی ہوں۔ تم اتنی جلدی حماد کیسے بن گئے؟ اور وہ حماد کہاں ہے؟"

"تمہارے سامنے ہے۔ تم مجھے چاہتی ہو یا حماد کی واپسی؟"

"میں تمہیں اور صرف تمہیں چاہتی ہوں۔"

"تو پھر حماد کی باتیں نہ کرو۔ اس سلسلے میں کوئی سوال نہ کرو۔ آؤ مہمانوں کو رخصت کریں۔"

وہ مہمانوں کے پاس آیا۔ لوگ رخصت ہو رہے تھے۔ میں اسے حمیرا کی موجودہ روداد سنا رہا تھا۔ اس نے سننے کے بعد کہا "ہائیں! یہ حمیرا ہمارے لئے بڑی اہم ہو گئی ہے۔ آج رات خفیہ تنظیم کا کوئی اہم شخص اس کی کوٹھی میں بے نقاب ہو سکتا ہے۔"

پارس گم صم کھڑا مجھ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی اس حالت پر لوگ اسے غمزدہ سمجھ رہے تھے۔ ایک عورت نے رخصت ہوتے ہوئے کہا "حماد! حوصلہ رکھو اور اپنی ماں کا خیال کرو۔ اس پاگل دکھیاری کو یہ بھی پتا نہیں ہے کہ اس کا سہاگ اجڑ گیا ہے۔"

حماد کی ماں پاگل تھی۔ وہ اپنے شوہر اور بیٹے کو کبھی پہچانتی تھی کبھی بھول جاتی تھی۔ زیر لب بڑبڑاتی رہتی تھی۔ کوٹھی کے اندر تمام کمروں میں بھٹکتی پھرتی تھی۔ ادھر کا سامان اٹھا کر ادھر رکھتی تھی۔ جیسے گھر کو سجا رہی ہو۔

جب تمام لوگ رخصت ہو گئے تو میں بھی پارس کو چھوڑ کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ رخسانہ کے ساتھ ایک کمرے میں آیا وہاں حماد کی ماں دیوار پر لگی ہوئی شمشاد کی تصویر کو دیکھ کر ہنس رہی تھی اور کہہ رہی تھی "مر گیا۔ آخر ایک دن سب ہی مرتے ہیں لیکن یوں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر حرام موت نہیں مرتے۔ ہاہاہا! میں بھی مرنے والی ہوں۔"

پارس نے قریب جا کر مخاطب کیا "امی!"

اس نے چونک کر دیکھا۔ پارس پر اس کی نگاہیں یوں جم گئیں جیسے وہ کسی اجنبی کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ رخسانہ نے جلدی سے کہا "حماد! انکل کی موت نے تمہیں اپسٹ کر دیا ہے۔ تم آنٹی کو ممی کہتے ہو۔"

وہ ممی کے دونوں بازوؤں کو تھام کر بولا "ممی! میں بہت پریشان ہوں۔ اگر آپ کی ذہنی حالت درست ہوتی تو اپنی محبت سے بھی کا دکھ کم کر دیتیں۔"

وہ دونوں بازو چھڑا کر پیچھے ہٹ گئی۔ پھر بولی "کون ہو تم؟"

"میں حماد ہوں۔ آپ کا بیٹا ہوں۔"

"نہیں تم میرے کوئی نہیں ہو۔ تم جھوٹے اور فریبی ہو۔ میرے مرحوم شوہر کی دولت اور جائداد پر قبضہ جمانے آئے ہو۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

رخسانہ گھبرا گئی تھی کہ بھید کھل گیا ہے۔ پارس بھی ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور سمجھنا چاہتا تھا کہ اس نے سچ مچ پہچان لیا ہے یا پاگل پن میں ایسا کہہ رہی ہے؟

یہ پاگل پن ہی تھا۔ وہ رخسانہ سے کہہ رہی تھی "اور تم... تم میری بہو بن کر مجھے زہر دے کر اس گھر میں راج کرنے آئی ہو۔"

"نہیں آنٹی! میں ابھی حماد کو لے کر یہاں سے چلی جاؤں گی۔ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

وہ قریب آکر بولی "ہاں اس لڑکے کے ساتھ چلی جانا۔ شمشاد مرحوم کی دولت کا لالچ نہ کرنا۔ یہاں کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانا۔ یہ سب حرام کی ہیں۔ یہ باپ بیٹے حرام کماتے تھے اور حرام کھاتے تھے۔ اسی لئے میں اسے بیٹا نہیں کہتی۔ تم حرام کھانے والے سے شادی کرو گی تو حرام کھانے والی نسل پیدا کرو گی۔"

یہ کہہ کر وہ قہقہے لگانے لگی۔ پھر ہنستے ہنستے اچانک روتے ہوئے بولی "میں کہتی تھی۔ دیکھ شمشاد! توبہ کر لے۔ یہ زمین کتنی اچھی ہے۔ ہم اس پر پاؤں پٹخ پٹخ کر چلتے ہیں۔ اسے لاتیں مارتے رہتے ہیں پھر بھی یہ اپنے سینے پر ہمیں اٹھائے رہتی ہے۔ اس کا سودا نہ کر۔ دلالی نہ کر ورنہ حرام موت مرے گا اور مرگیا۔ آخر حرام موت مر گیا....."

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ پارس نے اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ اسے تھپکتے ہوئے بولا "ممی! چپ ہو جاؤ۔ اگر تم پاگل ہو تو میری دعا ہے کہ ہم سب پاکستانی ایسے جذبوں سے پاگل ہو جائیں۔ چپ ہو جاؤ ممی!"

وہ اس کی آغوش میں ساکت ہو گئی تھی۔ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی۔ اس نے آغوش میں اسے اٹھا کر بستر پر ڈال دیا۔ اس کی بند آنکھوں سے جو آنسو نکل چکے تھے انہیں محبت سے پونچھا۔ اس پر ایک چادر ڈال دی۔ پھر اس کی پیشانی پر بوسہ دے کر رخسانہ کے ساتھ کمرے سے باہر آیا اور دروازے کو آہستگی سے بند کر دیا۔

دروازہ بند ہوتے ہی بیگم شمشاد نے آنکھیں کھول دیں۔ گھور کر دروازے کو دیکھا اس کے دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ پاگل نہیں ہے۔

پارس ایک کمرے میں آکر صوفے پر بیٹھ گیا۔ رخسانہ کو حمیرا کے متعلق بتانے لگا۔ وہ بولی "میں جانتی ہوں' وہ بڑی مکار ہے۔ دولت کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہے لیکن عزت نہیں دیتی۔"

"وہ اسی طرح وطن کی عزت اور وقار کا پاس رکھتی تو اس کا کردار کتنا بلند رہتا۔"

"میں اس لڑکی کا بیک گراؤنڈ جانتی ہوں۔ اسے اپنی ماں اور بہن کی بے آبروئی کا صدمہ ہے اور وہ ایسی بے حیائی سے محفوظ رہنے کے لئے غلط راستوں پر چل پڑی ہے۔ تم میری زندگی میں آئے تو میں صحیح راستے پر آگئی ہوں۔ اگر حمیرا کی بھی راہنمائی کی جائے تو وہ محب وطن بن جائے گی۔"

"ایسی ذہین اور چالاک لڑکی کو صحیح راستوں پر چلنا چاہئے۔ ہم اس کے لئے کوشش کریں گے۔ فی الحال ہمیں اس کی فکر ہے جو آدھی رات کو ایک فاتح کی شان سے اس کی خوابگاہ میں آنے والا ہے۔ وہ "را" تنظیم کا بہت ہی اہم شخص ہو گا۔"

وہ کلائی کی گھڑی دیکھتے ہوئے بولی "توبہ کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ اس کوٹھی میں کس وقت جاؤ گے۔"

"یہاں سے آدھے گھنٹے کا راستہ ہے۔ ساڑھے گیارہ بجے نکلوں گا۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

"پرابلم بن جاؤ گی۔ پتا نہیں وہاں کیسے حالات پیش آئیں گے۔"

"تم جس کار میں جاؤ گے اسے اس کوٹھی کے قریب ہی کہیں روکو گے۔ میں کار میں بیٹھ کر تمہاری واپسی کا انتظار کروں گی۔ تمہارے لئے پرابلم نہیں بنوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ذرا حماد کے سامان کی تلاشی لوں گا۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر ایک الماری کے پاس آیا۔ اس نے حماد کو ہلاک کرنے کے بعد اس کی جیب سے چابیاں اور دوسری چیزیں نکال لی تھیں۔ اس نے دو چابیوں سے الماری کھولی۔ پھر اس کے

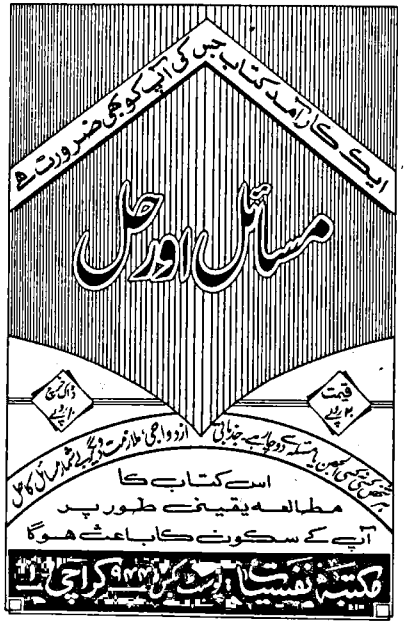

اندرونی آئرن سیف کو کھولا۔ اس میں پونڈز اور ڈالر کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ کچھ ضروری دستاویزات تھے۔ ایک سائلنسر کے ساتھ ایک ریوالور رکھا ہوا تھا۔ ریوالور پوری طرح لوڈ تھا۔ اس نے سائلنسر کے ساتھ اسے اٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔

ہم باپ بیٹے اور سونیا کبھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے تھے۔ کبھی ضرورت کے وقت دشمنوں سے ہی ہتھیار چھین کر استعمال کرتے تھے لیکن آج حمیرا کی کوٹھی کے اطراف سخت پہرا تھا۔ باہر سے آنے والا احاطے میں بھی قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ سخت پہرے کو توڑنے کے لئے سائلنسر لگے ہوئے ہتھیار کی ضرورت تھی اس لئے اس نے احتیاطاً رکھ لیا تھا۔

رخسانہ نے پوچھا "تم نے یہ نہیں بتایا کہ حماد کہاں ہے؟ کیا وہ ختم ہو گیا ہے؟"

"ہاں' برے کو برے انجام تک پہنچانا ہی تھا۔ اس لئے میں نے اسے بھی دوسری دنیا میں پہنچا دیا ہے۔"

"کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایسے ملک دشمن قانون کے ہاتھوں سزا نہیں پاتے یا اپنے پیچھے جرائم کے ثبوت نہیں چھوڑتے یا پھر قانون کے محافظوں کو خرید لیتے ہیں۔"

"یہی وجہ ہے کہ ہم اپنی عدالت میں پورے انصاف کے ساتھ ایسے لوگوں کو سزائے موت دیتے ہیں۔"

وہ الماری سے ایک البم نکال کر دیکھنے لگا۔ آج جو لوگ شمشاد کی آخری رسومات کے لئے آئے تھے۔ ان میں سے بہت سے لوگوں کی تصویریں اس میں تھیں۔ رخسانہ پھر ان تصویروں کو دیکھ کر اسے بتانے لگی کہ کس کا نام کیا ہے۔ اور تنظیم سے اس کا کیا تعلق ہے؟

وہ دونوں کمرے کے اندر مصروف تھے۔ باہر بیگم شمشاد کھڑکی سے لگی کھڑی تھی۔ اس نے بیٹے کی موت کے متعلق سن لیا تھا۔ وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھے دیوار سے ٹیک لگائے خود کو سنبھال رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ایک سایہ دار درخت کی طرح جڑ سے اکھڑ گئی ہے اور اب نیچے گرنے ہی والی ہے۔

شوہر نے کبھی اسے جھکنے نہیں دیا تھا۔ وہ سمجھاتی رہی تھی کہ دولت کی ہوس نہ کرو۔ وہ اسے مارتا پیٹتا رہتا تھا اور کہتا تھا "زیادہ بولے گی تو لات مار کر گھر سے نکال دوں گا اور بیٹے کو چھین کر اپنے پاس رکھ لوں گا۔"

پھر بیٹا جوان ہونے لگا تو اسے بھی اپنے راستے پر لگا لیا۔ وہ بیٹے پر ممتا کا اثر ڈالتی رہی لیکن پتھر ذہنوں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر ہوتا ہے۔ وہ باپ سے ہی اثر لیتا رہا۔ اس نے کئی بار سوچا۔ ایمانداری اور حب الوطنی کا تقاضا ہے کہ شوہر کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرے لیکن ایک بیوی کا دل نہیں مانتا تھا۔ عقل نے کہا۔ وہ دو چار سال کی سزا کاٹ کر آئے گا تو ملک دشمنی سے توبہ کر لے گا۔ وہ ہمیشہ کشمکش میں رہی۔ یہ کشمکش اس وقت اور بڑھ گئی جب

بیٹا بھی باپ کے نقشِ قدم پر چلنے لگا تو وہ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو گئی۔ کبھی وہ دماغی توازن کھو دیتی تھی۔ بکی بکی باتیں کرنے لگتی تھی اور کبھی نارمل ہو جاتی تھی۔

دراصل بیٹے کو قانون کے حوالے کرانے کی بات دماغ میں آتی تو وہ ایک دم سے بکھر جاتی تھی۔ بیٹے کے جرائم کو بھولنے کے لئے پاگل پن میں پناہ لیتی تھی تاکہ عقل کی اور حب الوطنی کی باتیں دماغ میں نہ آئیں۔ یہ ایک نفسیاتی کیس تھا۔ بہت سے لوگ اندر سے پکے مسلمان رہتے ہیں مگر اوپر سے بے ایمانی پر بھی مجبور ہوتے رہتے ہیں۔ یہی بیگم شمشاد کا معاملہ تھا۔

وہ ڈگمگاتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر کے الماری کو کھولا۔ پھر اس میں سے بیٹے کی تصویر نکال کر دیکھی۔ وہ تصویر میں مسکرا رہا تھا۔ ماں کی ممتا کو پکار رہا تھا۔ وہ روتی ہوئی بستر پر آ کر گر پڑی۔ حماد کی تصویر پر اپنا چہرہ رکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرنے لگی۔

ممتا انگاروں پر لوٹ رہی تھی۔ اور آنسوؤں میں ڈوب رہی تھی۔ کلیجا پھٹ رہا تھا۔ وہ بیٹے کے قاتل کو معاف نہیں کر سکتی تھی۔ اندر ہی اندر لاوا پک رہا تھا۔ کسی وقت بھی آتش فشاں پھٹ پڑنے کو تھا۔

پھر وہ اٹھ بیٹھی۔ پلنگ کے پاس سے چلتی ہوئی اپنے شوہر شمشاد علی کی الماری کے پاس آئی۔ اسے کھول کر اس میں سے ایک ریوالور نکالا۔ اسے پوری طرح لوڈ کیا۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آئی وہاں سے چلتی ہوئی اپنے مقتول بیٹے کے کمرے میں آئی۔ وہ کمرا خالی تھا۔ پارس وہاں نہیں تھا۔

باہر گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ پارس رخسانہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ بیگم شمشاد ہاتھ میں ریوالور لئے دوڑتی ہوئی باہر جانا چاہتی تھی لیکن برآمدے میں آتے ہی ٹھوکر کھا کر فرش پر اوندھے منہ گر پڑی۔ پھر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ جعلی بیٹے' جعلی حماد کی کار احاطے سے باہر جا چکی تھی۔

****

حمیرا نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ لاکھوں روپے کی کوٹھی میں رہ کر اور مسلح محافظ رکھ کر بھی وہ غیر محفوظ رہے گی اور اپنے ہی گھر میں قید ہو کر رہ جائے گی۔

وہ شام سے رات گیارہ بجے تک بار بار گھڑی دیکھتی رہی تھی اور اپنی غیر معمولی ذہانت سے بچاؤ کی تدبیر سوچتی رہی تھی لیکن ہر طرف سے بے دست و پا ہو کر یوں لگ رہا تھا کہ ایسے وقت غیر معمولی ذہانت بھی معمولی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے کبھی جان لیوا ہتھیاروں کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ وہ صرف دور ہی سے حسن و شباب کا چارا ڈال کر ذہانت اور مکاری سے شکار پھانستی تھی۔

کچن میں سبزی کاٹنے والا اور بیڈ روم میں پھل کاٹنے والا چاقو تھا۔ اس سے دشمن زخمی ہو سکتا تھا۔ مر نہیں سکتا تھا اور زخمی ہو کر جوابی حملے کر سکتا تھا۔ پھر یہ کہ اس کے پاس ریوالور ہو گا تو وہ ریوالور دکھا کر چاقو چھین لے گا۔

وہ طرح طرح سے بچاؤ کے طریقے سوچ رہی تھی لیکن کوئی طریقہ کام آتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ آخر اس نے سوچا کہ خوابگاہ کے دروازے کو اندر سے بند کر کے بیٹھ جائے اگر وہ دروازہ توڑنا چاہے گا تو یہ ہاتھ میں چاقو لے کر اس کی نوک اپنے سینے پر رکھ کر دھمکی دے گی کہ دروازہ ٹوٹنے کے بعد اسے زندہ نہیں ملے گی۔

وہ موت سے نہیں ڈرتی تھی لیکن طبعی عمر تک جینا چاہتی تھی۔ زندگی سے بہت پیار تھا۔ وہ دنیا کا سارا حسن ساری مسرتیں حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے چاقو کی نوک کو اپنے سینے پر رکھنے کے خیال سے ہی پریشان ہو رہی تھی۔

رات کے بارہ بجنے لگے۔ آدھی رات ہونے کو آئی تو وہ عاجزی سے بولی "خدایا! تو نے یہ کیسی دنیا بنائی ہے؟ یہاں عورت کی کوئی عزت نہیں ہے۔ عورت ہزار جتن کے باوجود اپنی حفاظت نہیں کر سکتی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "عورت شادی سے پہلے باپ اور بھائی کی سرپرستی میں اور شادی کے بعد شوہر کی پناہ میں رہے تو وہ اکثر محفوظ رہتی ہے۔ میں تمہارے ضمیر کی آواز ہوں۔ تم نے وہ راستہ اختیار کئے جو سلامتی کی طرف نہیں لے جاتے۔ تم نے وحشیہ طرازیوں سے مردوں کو للچایا۔ ان کے لئے چیلنج بن گئیں کہ تم ناقابلِ تسخیر ہو۔ مرد عورت کے چیلنج کی ایسی کی تیسی کر دیتا ہے۔ اگر کوئی ایسی کی تیسی کرنے آ رہا ہے تو تم خدا کی بنائی ہوئی دنیا پر تنقید کیوں کر رہی ہو؟"

وہ ضمیر کی باتوں کو تسلیم کرتی ہوئی بولی "اپنی تباہی کو سامنے دیکھ کر ضمیر کی باتیں سمجھ میں آ رہی ہیں لیکن سمجھ لینے سے مصیبت نہیں ٹلے گی۔"

"اگر صدقِ دل سے توبہ کی جائے۔ گمراہی کو چھوڑ کر راستی پر آنے کا عزم کیا جائے تو خدا نیک نیتی کو سمجھ کر اپنے بندوں کے ذریعے مدد پہنچاتا ہے۔ پہلے خدا پر ایمان پختہ کرو۔"

"میرا ایمان خدا پر ہے۔ میں صدقِ دل سے عزم کرتی ہوں کہ ملک دشمن سرگرمیوں سے باز رہوں گی اور مردوں کو للچانے والا اشتہار نہیں بنوں گی۔"

"تو پھر یقین کامل رکھو کہ خدا نے اپنے ایک بندے کو تمہاری حفاظت کے لئے بھیج دیا ہے۔"

وہ پورے یقین کے ساتھ الماری سے ایک لباس نکال کر باتھ روم میں گئی تاکہ پاک و صاف ہو کر خدا کے سامنے سجدہ کرے۔ وہ بچپن میں نماز پڑھا کرتی تھی۔ آج ایک طویل مدت کے بعد پھر ایمان تازہ کرنے والی تھی۔

کوٹھی کے احاطے میں ایک کار آ کر رک گئی۔ کار کے اندر تاریکی تھی۔ اس کا اگلا دروازہ کھول کر ایک قد آور شخص باہر آیا۔ اس نے سر پر سے چہرے کے نیچے تک پتلا سا ماسک چڑھایا ہوا تھا۔ کوئی اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔

اس نے ایک باڈی گارڈ سے پوچھا "آس پاس سب ٹھیک ہے؟"

"جی جناب! ہم تینوں محتاط ہیں۔ کوئی انسان کا بچہ بھی باؤنڈری کے اندر نہیں آ سکے گا۔"

"وہ گڑبڑ کر رہی تھی؟"

"نہیں جناب! بالکل خاموش ہے۔"

"بالکل خاموشی کا مطلب کیا ہوا؟ کہیں مر تو نہیں گئی؟"

"نہیں جناب! زندہ ہے۔ نماز پڑھ رہی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "انسان کے پاس یہی ایک آخری راستہ ہوتا ہے۔ مگر افسوس نماز بھی اسے مایوس کرے گی۔"

اس نے دائیں بائیں' آگے پیچھے دور تک دیکھا۔ کسی طرف سے اندیشہ نہیں تھا۔ وہ اطمینان سے چلتا ہوا کوٹھی کے اندر آیا۔ اندر گہری خاموشی تھی۔ اس نے ڈرائنگ روم میں آ کر چاروں طرف دیکھا۔ وہاں سے کوریڈور میں آیا پھر مختلف کمروں میں دیکھتا ہوا خوابگاہ میں پہنچ گیا۔

وہ فرش پر قبلہ رُو بیٹھی دعا مانگ رہی تھی۔ آنے والے نے جیب سے ایک موبائل فون نکال کر نمبر ڈائل کئے۔ پھر رابطہ ہونے پر بولا "راستہ صاف ہے۔ اندر یہ اکیلی ہے اور کوئی نہیں ہے۔ باہر ہمارے تینوں وفادار بہت ہوشیاری سے....."

دوسری طرف سے کہا گیا "موت کے سامنے ہوشیاری کام نہیں آتی۔ باہر تینوں وفادار موت کی نیند سو گئے ہیں۔ کسی نے سائلنسر لگا کر انہیں شوٹ کیا ہے۔"

"مائی گاڈ! کیا آپ کو یقین ہے کہ یعنی کہ میرا مطلب ہے ابھی میں اندر آیا تو وہ تینوں زندہ تھے۔"

"میں نے سگنل ٹرانسمیٹر سے رابطہ کیا تھا۔ تینوں میں سے کوئی جواب میں سگنل نہیں دے رہا ہے۔ تم باہر نکل کر دیکھو۔"

اس نے فون کو آف کر کے جیب میں رکھا۔ پھر باہر جانے کے لئے تیزی سے چلتا ہوا خوابگاہ کے دروازے سے گزرنا چاہتا تھا اسی وقت منہ پر ایک گھونسا پڑا۔ وہ پیچھے کی طرف ڈگمگایا۔ صوفے پر گرتا ہوا صوفے سمیت دوسری طرف الٹ کر فرش پر لڑھکتا ہوا حمیرا کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ بدستور قبلہ رُو بیٹھی دعا مانگنے میں مصروف تھی۔

نقاب پوش اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر دروازے پر رخسانہ اور حماد (پارس) کو دیکھ کر چونک گیا۔ جیب میں ریوالور کے لئے ہاتھ ڈالنا چاہتا تھا۔ پارس نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "حرکت نہ کرنا۔ اس کی تین گولیوں نے تمہارے تین وفاداروں کو ختم کیا۔ چوتھی اپنے نام نہ کرو۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر اباؤٹ ٹرن ہو جاؤ۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دوسری طرف گھوم گیا۔ پارس نے کہا۔ "رخسانہ اس کی جیب سے ریوالور نکال لو۔"

وہ آگے بڑھ کر اس کے قریب آئی۔ نقاب پوش نے سرگوشی میں کہا "میں اصل آواز میں بول رہا ہوں۔ اپنے بھائی کو پہچانو۔"

وہ حیرانی سے بولی "جمشید بھائی؟"

"ہاں۔ میں ہوں۔ حماد کو سنبھال کر یہاں سے لے جاؤ۔"

وہ بھائی کی جیب سے ریوالور نکال کر بولی "حماد! یہ میرے جمشید بھائی ہیں۔"

وہ پارس کے پاس آگئی۔ اس نے پوچھا "بھائی کا ساتھ دو گی یا میرا؟"

"میں حق کا ساتھ دوں گی۔ یہ بھائی ہے مگر دشمنوں کا دلال ہے۔"

جمشید نے ڈانٹ کر پوچھا "کیا بکتی ہو؟ کیا بچپن سے حاصل کی ہوئی تمام تعلیم و تربیت بھول گئی ہو؟ اور حماد! تم... تم تو ہمارے آدمی ہو؟"

"وہ حماد جہنم میں پہنچ گیا ہے۔ اگر تم بھی وہاں نہیں جانا چاہتے تو بتا دو کہ ابوداؤد کہاں ہے؟"

"میں کسی ابوداؤد کو نہیں جانتا۔"

رخسانہ نے کہا "میرے سامنے جھوٹ نہ بولو۔ ابوداؤد "را" تنظیم کا چیف بن کر یہاں آیا ہے۔ تم اس کے معتمدِ خاص ہو۔ تمہیں اس کا پتا ٹھکانا ضرور معلوم ہوگا۔"

حمیرا نے مصلے سے اٹھ کر کہا "ابھی یہ فون پر کسی کو انفارم کر رہا تھا کہ میں یہاں اکیلی ہوں اور راستہ صاف ہے لیکن جسے انفارم کر رہا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ باہر تینوں پہریدار مارے گئے ہیں۔"

رخسانہ نے پوچھا۔ "جمشید بھائی! اس کا مطلب کیا ہوا؟ کیا ابوداؤد حمیرا کے پاس آنا چاہتا تھا اور تم اس کے لئے راستہ صاف کرنے آئے تھے؟"

جمشید نے ایک جھٹکے سے حمیرا کو کھینچ کر اپنے سامنے ڈھال بنا لیا پھر ایک چاقو کی نوک اس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا "ایک بھی گولی چلی تو یہ بھی میرے ساتھ مرے گی۔ راستہ چھوڑو۔ مجھے جانے دو' اپنے اپنے ہتھیار پھینک دو۔"

رخسانہ اور پارس نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ گرج کر بولا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔ اپنے اپنے ریوالور کمرے سے باہر پھینکو۔"

دونوں نے دروازے کی طرف گھوم کر دونوں ریوالوروں کو باہر پھینک دیا۔ دروازے سے دور ہٹ گئے۔ جمشید' حمیرا کو چاقو کی نوک پر رکھ کر آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "خبردار! میں کسی کا لحاظ نہیں کروں گا۔ ذرا بھی چالاکی دکھائی تو پلک جھپکتے میں اس کی گردن کاٹ ڈالوں گا۔ چلو ادھر جاؤ۔"

گندم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز۔

یہ قدرتی امر ہے کہ کبوتر کبوتر کے ساتھ اور باز باز کے ساتھ پرواز کرتا ہے۔ چھوٹا بڑے کے ساتھ چل نہیں سکتا اور کمزور شہ زور پر حملہ نہیں کر سکتا۔ کافور خان اپنے علاقے کا چنگیز خان تھا لیکن میں اس کے مقابلے میں شہ زور تھا اسے مجھ پر حملہ نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن اس نے غلطی کی اور غلطی کے نتیجے میں اسپتال پہنچ گیا۔

انتقام لینے والے اسپتال تو کیا قبرستان پہنچ جاتے ہیں' تب بھی ان کا انتقام جاری رہتا ہے۔ اب اس کا بھائی بیرم خان طیش میں آکر قسمیں کھا رہا تھا کہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اگرچہ اس کی اہمیت نہیں تھی وہ ہتھیاروں کا ذخیرہ اور دشمنوں کی فوج لا کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ تاہم ایک اجنبی نے اس کا پلڑا بھاری کر دیا تھا۔

اور وہ کوئی خیال خوانی کرنے والا اجنبی تھا۔ پتا نہیں کافور خان کا اس کی ملاقات کیسے ہو گئی تھی۔ وہ اس خانِ اعظم سے دوستی کر کے ان بھائیوں کو آلۂ کار بنا کر مجھ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اسے یہ معلوم ہو گا کہ میں گرفت میں آکر بھی نکل جاتا ہوں۔ لہٰذا وہ یقینی گرفت کا انتظار کر رہا ہو گا۔

اس نے کافور خان اور بیرم خان پر عمل کر کے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔ وہ دونوں مطمئن تھے کہ میں ان کے اندر آکر انہیں نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔ اسی زعم میں انہوں نے رسٹ ہاؤس کو چاروں طرف سے گھیر کر مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور یہ سبق حاصل کیا تھا کہ میرے لئے دماغوں کے اندر پہنچنا ضروری نہیں ہے۔ میں باہر مقابلے پر آکر بھی مشکلات پیدا کر دیتا ہوں۔

وہ بڑی مشکل میں تھا۔ آپریشن کے ذریعے جسم سے گولی نکال دی گئی تھی لیکن مزمم پٹی کے وقت میں ایک ڈاکٹر کے دماغ میں تھا۔ میں نے اسے زود اثر دوا لگانے سے روک کر یونہی پٹی کرا دی تھی جس کی وجہ سے وہ گولی نکل جانے کے بعد بھی تکلیف میں مبتلا تھا۔

مجھے اس دوران پارس' رخسانہ اور حمیرا کے معاملات میں مصروف رہنا تھا۔ اس لئے میں نہیں چاہتا تھا کہ کافور خان آپریشن کے بعد اس حد تک نارمل ہو کہ میری سوچ کی لہروں کو روکنا شروع کر دے۔ تکلیف میں مبتلا رہ کر وہ مجھے اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کے متعلق کچھ بتا سکتا تھا۔

میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو خان!"

وہ کراہتے ہوئے بولا "میں بڑی دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔ تم کہاں رہ گئے تھے؟ فرہاد پھر میرے اندر آجائے گا۔ میں اس کی گولی سے بچ گیا۔ اس کی ٹیلی پیتھی سے نہیں بچ سکوں گا۔ میرے لئے کچھ کرو۔"

"ضرور کروں گا۔ پہلے یہ بتاؤ۔ میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"میں کیا جان سکتا ہوں۔ تم پُراسرار بن کر رہتے ہو۔ میں نے کئی بار پوچھا لیکن تم نے اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا۔"

میں اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میرے دماغ کو کسی طرح پھر سے لاک کر دو۔ ورنہ وہ مجھے مار ڈالے گا۔ بتاؤ میرے لئے کیا کر رہے ہو؟"

میری طرف سے جواب نہیں ملا۔ وہ اپنے ساتھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پکار رہا تھا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ میرے دشمن خیال خوانی کرنے والے کے نام سے بھی واقف نہیں ہے۔ البتہ ایک فراسیسی باشندہ آزاد علاقے میں آیا تھا۔ اس نے کافور خان کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ وہ ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ اور فرہاد کے مسئلے میں اس کے کام آنا چاہتا ہے۔

اندھا کیا چاہے' دو آنکھیں۔ کافور خان اور بیرم خان ہر قیمت پر مجھے اپنے دماغوں میں آنے سے روکنا چاہتے تھے۔ انہوں نے فوراً ہی اس شخص کو حویلی میں بلایا۔ اس سے پوچھا "تم کون ہو؟ اور یہ کیسے جانتے ہو کہ فرہاد ہمارے لئے مسئلہ بن گیا ہے؟"

اس نے کہا "میرا نام جوزف ہے۔ میں پیرس سے آیا ہوں۔ کچھ عرصے سے میرے دماغ کے اندر کوئی بولتا ہے۔ پہلے تو میں بہت پریشان ہوا۔ پھر خوش ہونے لگا کیونکہ مجھے دولت اور خوش حالی مل رہی تھی۔ دو دن پہلے اس نے کہا کہ مجھے پاکستان کے صوبہ سرحد میں جانا ہو گا۔ وہاں ایک جاگیر میں فرہاد علی تیمور پہنچا ہوا ہے۔ مجھے فرہاد کے خلاف وہاں کچھ کرنا ہے۔"

کافور خان نے کہا "ہم دونوں پہلے جرگہ سے چلے آئے ہیں۔ فرہاد نے ہمیں کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا ہے اور ہماری قلعہ نما حویلی کو کھنڈر بنا دیا ہے۔"

جوزف نے کہا۔ "مجھے یہاں پہنچ کر یہ سب کچھ معلوم ہوا۔ جرگہ سے ایک شخص کو گائیڈ بنا کر ابھی آپ کے پاس آیا ہوں۔"

بیرم خان نے پوچھا "تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہو' کوئی دوسرا جانتا ہے؟"

"جی ہاں۔ یہ ابھی میرے دماغ میں ہے اور تم دونوں کی باتیں سن رہا ہے۔"

"جو مہمان تمہارے دماغ میں ہے اور جو فرہاد کا دشمن اور ہمارا دوست ہے' ہم اسے خوش آمدید کہتے ہیں۔ مہمان سے بولو' ہم سے باتیں کرے۔"

اجنبی نے اس کے دماغ میں آکر کہا "میں فرہاد کو تلاش کر رہا ہوں۔ میں تمہیں نہیں جانتا تھا۔ جرگہ پہنچ کر یہ معلوم ہوا کہ فرہاد نے تمہیں بہت نقصان پہنچایا ہے تو میں دوست بن کر تمہارے پاس

آیا ہوں۔"

"یہ ہماری خوش بختی ہے کہ تم ہمارے پاس آئے ہو۔ وہ ہمیں وارننگ دے کر گیا ہے۔ اڑتالیس گھنٹوں کے بعد ہمیں بالکل تباہ کر دے گا' ہمیں سڑکوں کا بھکاری بنا دے گا۔ خدا کے لئے اس کا راستہ روک دو۔ اس کو ہمارے دماغوں میں نہ آنے دو۔"

"میں تم پر تنویمی عمل کر کے دماغ کو لاک کروں گا۔ وہ تمہارے اندر کبھی نہیں آسکے گا۔ تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"اے ٹیلی پیتھی جاننے والے مہربان! میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ میرے دماغ کو جلدی مقفل کر دو۔"

"ابھی کروں گا لیکن یہ سمجھ لو۔ اگر تم زخمی ہو جاؤ گے یا بیمار پڑ جاؤ گے تو تمہارا دماغ بھی بیمار اور کمزور ہو گا ایسے میں وہ دشمن پھر تمہارے اندر آجائے گا۔"

وہ بولا "ہم دونوں بھائی صحت مند ہیں۔ ابھی شاید بیمار نہ پڑیں۔ رہ گئی زخمی ہونے والی بات تو کسی کی مجال نہیں ہے کہ ہمارے مقابلے پر آکر وہ ہمارے جسم پر ہلکی سی خراش بھی ڈال سکے۔"

"فرہاد سے کچھ بعید نہیں ہے' وہ دشمنوں کے اندر گھسنے کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو اسے پہلی فرصت میں ختم کر دو۔"

"تم ہمارے دماغوں کو لاک کرو۔ ہم اسے تلاش کر کے گولی مار دیں گے۔"

اس اجنبی نے تنویمی عمل کے ذریعے دونوں کے دماغوں کو لاک کر دیا۔ جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوئے تو اس نے کہا "اپنی بہن مرجینا پر بھی عمل کراؤ ورنہ وہ تمہاری بہن کے دماغ میں رہ کر دشمنی جاری رکھے گا۔"

کافور خان نے کہا "بے شک ہم اپنی بہن کو بھی دشمن سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی خوابگاہ میں ہو گی۔ میں ابھی اس سے باتیں کرتا ہوں۔ تمہارا تعارف کراتا ہوں۔ پھر تم اس پر عمل کرو۔"

وہ اپنے کمرے سے نکل کر مرجینا کی خوابگاہ میں آیا لیکن پچھلی رات میرے اور مرجینا کے درمیان یہ طے ہو گیا تھا کہ وہ ارسلان سے ملنے پشاور آئے گی۔ اپنی حویلی کو اور بھائیوں کو چھوڑ کر جانے کے لئے اس نے ایک چال چلی' وہ بھائیوں کو ناراض کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لئے اُس نے مجھ پر الزام لگایا کہ فرہاد اسے اغوا کر کے کہیں لے جا رہا ہے۔

اس نے میری طرف سے ایک کاغذ پر لکھا تھا۔ "کافور خان! اس وقت میں نے تمہاری بہن کو غافل بنایا ہے اور یہ غفلت میں تمہیں خط لکھ رہی ہے کہ فرہاد کو تم لوگوں پر بھروسا نہیں ہے۔ پتا نہیں تم اس کی شرائط پر عمل کرو گے یا نہیں؟ اس لئے میں تمہاری بہن کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے یرغمال بنا رہا ہوں۔ میری شرائط پر عمل کرو گے تو تمہاری بہن واپس کر دوں گا۔ فقط راقم الحروف فرہاد۔"

اس نے یہ خط اپنے بستر پر رکھ دیا تھا۔ پھر وہاں سے پشاور چلی آئی تھی۔ گھر سے بھاگ کر آئی تھی لیکن بھائیوں کے قہر و غضب کو میری طرف موڑ دیا تھا۔

دونوں بھائی وہ خط پڑھ کر غیرت اور غصے سے گرج رہے تھے۔ اجنبی نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "غصہ نقصان پہنچائے گا۔ عقل سے کام لو۔"

بیرم خان نے کہا "وہ ہماری بہن کو لے گیا ہے۔ اب عقل نہیں صرف بندوق کام کرے گی۔"

"جب تک فرہاد نظر نہیں آئے گا تم گولی کسے مارو گے؟"

"اوہ خدایا! کیسی مجبوری ہے۔ پتا نہیں وہ بدبخت کہاں چھپا ہوا ہے۔"

"میں تمہاری بہن کی آواز سن کر اُس کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں۔ اگر اس کے پاس موبائل فون ہو تو اس سے رابطہ کرو۔ میں تمہارے ذریعے اس کی آواز سنوں گا۔"

مرجینا موبائل چھوڑ کر گئی تھی۔ کافور خان نے کہا۔ "ایک بار اس نے لندن سے ایک کیسٹ میں اپنی آواز ریکارڈ کر کے بھیجی تھی۔ میں ابھی وہ کیسٹ سناتا ہوں۔"

اس نے کیسٹ کے ذریعے آواز سنائی۔ اجنبی وہ آواز سن کر مرجینا کے پاس آیا اس نے سانس روک لی۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ فرہاد نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ وہ میرے لب و لہجے میں اس کے اندر گیا تو دماغ میں جگہ مل گئی۔

اس نے خیالات پڑھ کر اُس کے بھائی کو بتایا کہ وہ ارسلان سے ملاقات کرنے پشاور جا رہی ہے اور یہ غلط ہے کہ فرہاد اسے یرغمال بنا کر لے جا رہا ہے۔ وہ خود ہی ارسلان کی دیوانی ہے۔ فرہاد ہمارا دشمن ہے لیکن اس دشمن میں یہ خوبی ہے کہ وہ کسی عورت کو جبراً اپنی طرف مائل نہیں کرتا ہے۔ وہ اپنے آلۂ کار ارسلان کو بھی یہ اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ تمہاری بہن خود بے حیائی کے لئے یہ گھر چھوڑ کر گئی ہے۔

وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا بھی یہی سمجھتا رہا کہ فرہاد اور ارسلان دو الگ شخص ہیں لیکن جب میں ریسٹ ہاؤس کے بند کمرے میں مرجینا کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا تب وہ مرجینا کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے میری آواز اور لہجے سے پہچان لیا۔ دونوں بھائیوں کے پاس جا کر بولا۔ "ارسلان ایک فراڈ ہے۔ دراصل وہی فرہاد ہے۔ اس وقت مرجینا کے ساتھ ریسٹ ہاؤس کے بند کمرے میں ہے۔ اسے گھیر کر قتل کرنے کا اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا۔"

یہ معلوم ہوتے ہی انہوں نے ریسٹ ہاؤس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا' وہ میں بیان کر چکا ہوں۔ اب کافور خان کا کمزور دماغ مجھے اس اجنبی خیال خوانی کرنے

والے کے متعلق بتا رہا تھا۔ اتنا کچھ بتانے کے باوجود یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کون ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے یا اسرائیلی؟ ان دو ملکوں کا ہی کوئی دشمن ہو گا۔ ایک خیال خوانی کرنے والا ماسک مین کے پاس تھا۔ ماسک مین نے اس کا برین آپریشن کرایا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق ابھی وہ زیرِ تربیت ہو گا۔ ماسک مین اسے اتنی جلدی میرے مقابلے پر نہیں لائے گا۔

پھر یہ کہ ایک عرصہ ہوا' ماسک مین سے کوئی دشمنی نہیں چل رہی تھی۔ البتہ یہودی چاہتے تھے کہ میں صوبہ سرحد میں مصروف رہوں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ صوبے میں میری کوئی خاص مصروفیت نہیں رہی ہے اور میں کسی وقت بھی واپس جا سکتا ہوں تو وہ اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے کو میرا راستہ روکنے کے لئے لے آئے تھے۔

میری کوشش یہی تھی کہ میں اس اجنبی کو کسی طرح پہچان لوں۔ اس مقصد کے لئے میں بہت دیر تک کافور خان کے دماغ میں خاموش رہا۔ کبھی اس کے اندر جاتا رہا کبھی آتا رہا لیکن دشمن خیال خوانی کرنے والے کی آواز سنائی نہیں دی۔ وہ بہت محتاط تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ میں کافور خان کے کمزور دماغ میں رہ کر اُس کی آواز اور لہجے سے اسے پہچان سکتا ہوں۔

کافور خان اسپیشل وارڈ کے ایک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ بیرم خان نے آکر کہا "برادر! میں فرہاد کو تلاش کر رہا ہوں۔ وہ بزدل اسی شہر میں چھپا ہوا ہے۔"

کافور خان نے کہا "اسے بزدل نہ کہو۔ دشمن اگر شیر ہے تو شیر بولو' وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں تھا۔ ہم نے چاروں طرف سے اسے گھیر لیا تھا۔ ہم اسے کتا سمجھ رہے تھے لیکن اس نے ایک حملے میں ہمیں میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔"

"ٹھیک ہے' تم کہتے ہو تو اسے بزدل نہیں سمجھوں گا لیکن سمجھ میں نہیں آتا اسے کہاں تلاش کروں؟"

"ہمارا مہربان ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے تلاش کر سکتا ہے۔"

"وہ کہتا ہے۔ ابھی مجھے فرہاد سے دور رہنا چاہئے۔ ورنہ وہ تمہارے دماغ میں آکر تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"ہاں' یہ اندیشہ ہے کہ وہ میرے دماغ میں پہلے کی طرح آئے گا تو اب مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ مہربان سے بولو' میرے دماغ میں آکر مجھ سے باتیں کرے۔"

"یہ میرے دماغ میں ہے۔ تمہاری ہر بات کا جواب دے گا لیکن تمہارے دماغ میں جانے سے فرہاد اس کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"کیا مصیبت ہے۔ ہمارا مہربان فرہاد کی طرح ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہ فرہاد کے برابر پہلوان ہے۔ پھر بھی مقابلے پر نہیں آتا۔ اس سے منہ چھپاتا ہے۔"

"برادر! یہ مہربان بولتا ہے۔ فرہاد اندھیرے سے چلنے والا تیر ہے۔ مہربان جب تک اندھیرے میں رہے گا اس اندھے تیر سے محفوظ رہے گا۔"

کافور خان نے کہا "اسے اپنی حفاظت کا خیال ہے تو پھر وہ تھوڑی دیر پہلے میرے دماغ میں کیوں آیا تھا؟"

"مہربان کہتا ہے' جب سے تمہیں گولی لگی ہے' یہ تمہارے دماغ میں نہیں گیا ہے۔ تمہیں دھوکا ہوا ہے۔ فرہاد آیا ہو گا۔"

میں نے کہا "ہاں میں تمہارے پاس آیا تھا اور اب بھی موجود ہوں۔ اپنے مہربان سے پوچھو' کیا وہ تمہیں مجھ سے بچا سکتا ہے۔ میں تمہیں ابھی ہلاک کرنے والا ہوں۔"

وہ گھبرا کر بولا "مہربان! مجھے بچاؤ۔ فرہاد میرے اندر ہے۔ مجھے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ مجھے کسی طرح بچاؤ۔"

بیرم خان نے بھائی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "فرہاد! یہ بزدلی ہے۔ مرد کے بچے ہو تو سامنے آکر حملہ کرو۔"

"تم دونوں بھائی کیسے مرد ہو؟ مجھے قتل کرنے کے لئے ریسٹ ہاؤس کے بند کمرے میں مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اکیلے شخص کو پوری فوج کے ساتھ گھیرنا بزدلی نہیں ہے۔ غریب دہقانوں کی بہنوں اور بیٹیوں کو اٹھا کر اپنی حرم سرا میں لے جانا کون سی مردانگی ہے؟"

کافور خان نے بھائی سے کہا "میں نے ابھی تمہیں سمجھایا تھا فرہاد کو بزدل نہ کہا کرو۔" پھر اس نے مجھ سے کہا "فرہاد بھائی! تمہیں خدا کا واسطہ یہ دشمنی ختم کرو۔ ایک بار ہمیں دوست بنا کر آزماؤ۔ ہم تمہارے لئے جان بھی قربان کر دیں گے۔"

"جان ہی تو مانگنے آیا ہوں۔ چلو دوست بن کر ہی قربان ہو جاؤ۔"

"نہیں' میں مرنا نہیں چاہتا۔ خدا کے لئے بتاؤ جان بخشنے کا کیا لو گے؟"

"میں نے کہا تھا' پاکستان میں قدم نہ رکھنا لیکن تم خود کو طاقتور اور مجھے کمزور سمجھ کر دوبارہ یہاں آگئے۔ اس کی سزا تو ملے گی۔"

"م..... میں آج ہی پاکستان چھوڑ دوں گا۔ یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"میں نے کہا تھا' تمہارے بھائی کی حرم سرا میں جتنی عورتیں ہیں ان میں سے ہر عورت کو پانچ لاکھ دے کر آزاد کر دو۔"

"میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں گا۔ کل ہی یہ تمام ادائیگی ہو جائے گی۔ جو عورت جہاں جانا چاہے گی' اسے وہاں پہنچا دوں گا۔"

"میری تیسری شرط یہ تھی کہ تمام غلاموں کو آزاد کر دو گے اور ان کے قرضے معاف کرو گے۔"

"میں زندہ رہنا چاہتا ہوں' کل ہی تمام قرضے معاف کر کے غلاموں کو آزاد کر دوں گا۔"

"تو پھر اپنے بھائی سے کہو' ابھی تمہیں یہاں سے لے جائے۔"

میں چھ گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں اس مہلت کے بعد پاکستان میں ہرگز نظر نہ آنا۔"

اس نے بیرم خان سے کہا "جانِ برادر! فرہاد نے جو تین شرائط پیش کی تھیں ان پر فوراً عمل کرو گے تو میری زندگی سلامت رہے گی۔ اس لئے ابھی ہم پاکستان چھوڑ دیں گے۔"

وہ بولا "برادر! ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے مہربان نے ایک لڑکی کی ذمے داری مجھے دی تھی کہ میں اس شہر میں اُس کا خیال رکھوں۔ اس سے آخری ملاقات کرنا ضروری ہے۔ میں جاکر اسے بتادوں کہ وہ چاہے تو اپنے ملک واپس چلی جائے یا پھر ہمارے ساتھ چلے۔"

کافور خان نے پوچھا "وہ لڑکی کون ہے؟ تم نے پہلے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

"تم زخمی تھے۔ تمہارے جسم سے گولی نکالی جارہی تھی۔ تب مہربان نے مجھے اس لڑکی کی ذمے داری سونپی تھی۔ اس کا نام فرمونا آندروف ہے۔"

اس نے بتایا کہ فرمونا کا قیام کسی ہوٹل میں ہے۔ وہ مجھے اس کے متعلق بتا رہا تھا کہ وہ روسی لڑکی ہے۔ ماسک مین کے ملک سے آئی ہے۔ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے اس لڑکی کا تعلق دور یا قریب سے تھا۔ اس تعلق سے صاف ظاہر تھا کہ ماسک مین کا واحد ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا اس وقت بیرم خان کے دماغ میں تھا اور وہاں اس نے میرے خلاف ان بھائیوں کو آلۂ کار بنایا ہوا تھا۔

کافور خان نے بھائی سے کہا "وہ لڑکی ہمارے مہربان سے تعلق رکھتی ہے۔ ابھی وہ تمہارے دماغ میں ہماری باتیں سن رہا ہے۔ ہمارا پروگرام جانتا ہے کہ ہم یہ ملک چھوڑ رہے ہیں۔ وہ خود اس لڑکی کو جاکر تمہارے متعلق بتادے گا۔"

"برادر! وہ مہربان ابھی میرے دماغ میں نہیں ہے، کہیں گیا ہوا ہے۔"

"ابھی وہ آجائے گا۔ تم چلنے کی تیاری کرو۔"

میں یقین نہیں کرسکتا تھا کہ ایوان راسکا اس کے دماغ میں موجود نہیں ہوگا۔ فی الحال میں اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ایوان راسکا ہی کہوں گا۔ وہ ضرور ایک نئی چال چل رہا تھا۔ کسی فرمونا نامی لڑکی کو میرے سامنے چارا بنا کر پیش کررہا تھا تاکہ میں اس میں دلچسپی لوں اور وہ اس کے ذریعے مجھ پر نظر رکھے اور موقع پاکر پھر مجھ پر قاتلانہ حملہ کرسکے۔

ہوسکتا ہے یہ بات نہ ہو۔ وہ اس حقیقت کو سمجھتا ہو کہ وہ فرمونا کے ذریعے مجھے ٹریپ کرنا چاہے گا تو میں بھی اس لڑکی کے ذریعے اسے بے نقاب کرنے اور اس کی شہ رگ تک پہنچنے کی کوشش کروں گا اور مجھے ایسا ہی کرنا تھا۔ اس دشمن خیال خوانی کرنے والے کی مصروفیات پر نظر رکھنے کے لئے اب وہی ایک لڑکی ذریعہ بن سکتی تھی۔

اگر میں فوراً ہی فرمونا کے قریب پہنچنا چاہتا یا ٹیلی فون پر اس سے کسی ملازم یا رشتے دار کے دماغ میں پہنچ کر فرمونا آندروف کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا تو دشمن خیال خوانی کرنے والے ایوان راسکا کو معلوم ہوجاتا۔ میں فی الحال اس سے دور رہ کر ایوان راسکا کو مایوس کرنا چاہتا تھا۔ اسے یقین دلانا چاہتا تھا کہ میں اس لڑکی کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا ہوں۔

میں نے آئی جی کو مخاطب کیا۔ "ہدایت اللہ خان صاحب! السلام علیکم۔"

اس نے خوش ہوکر کہا "وعلیکم السلام فرہاد صاحب! خدا کی قسم میں ابھی آپ ہی کو یاد کررہا تھا۔"

میں نے کہا "فرمائیے، میرے لائق کوئی خدمت ہے۔"

"جناب! ہم آپ کے خادم ہیں۔ اسلام آباد سے انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر کا فون آیا تھا۔ وہ آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

"آپ ان کی آواز سنانے کی زحمت کریں، میں ان سے ضرور باتیں کروں گا۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولا "میں اپنے ایک ذاتی مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ آپ میرے لئے وقت نکالیں۔"

"ابھی وقت ہے۔ آپ نمبر ڈائل نہ کریں۔ پہلے آپ کے مسئلے پر گفتگو ہوگی۔"

"یہ آپ کی محبت ہے کہ پہلے مجھ پر توجہ دینا چاہتے ہیں لیکن یہ رابطہ ہوگیا ہے۔ آپ ان سے گفتگو کرلیں۔"

پھر اس نے فون پر کہا "میں پشاور سے آئی جی بول رہا ہوں۔ صاحب سے بات کراؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد اس نے کہا "ہیلو! آپ کے لئے خوشخبری ہے۔ فرہاد صاحب میرے پاس موجود ہیں۔ ابھی پلک جھپکتے ہی آپ کے پاس پہنچنے والے ہیں۔"

"واقعی یہ خوشخبری ہے۔"

میں نے کہا "میں پلک جھپکنے سے پہلے پہنچ گیا ہوں۔ السلام علیکم۔"

وہ چونک کر بولا "ارے بھئی ہدایت اللہ خان صاحب! مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں اپنے اندر اجنبی لہجے میں بول رہا ہوں۔"

آئی جی نے کہا "فرہاد صاحب بول رہے ہیں۔ اب میری ضرورت نہیں رہی۔"

ادھر سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں نے کہا۔ "جی ہاں، میں فرہاد بول رہا ہوں۔ آپ مستحکم ارادہ کرلیں کہ ریسیور ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑے رہیں گے اور اسے کریڈل پر نہیں رکھیں گے لیکن میں رکھوادوں گا۔"

"چلیں آپ کا یہ کمال دیکھ لیتے ہیں۔ میں نے ریسیور کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے۔ اگر اتنی مضبوطی سے چور کی کلائی پکڑلوں تو بھاگ نہ پائے۔ اگر میں....."

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ میں نے مختصر طور پر اس کا چور خیال رکھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔ پھر میں نے کہا "چور قوت سے ہاتھ چھڑاتا ہے اور محبوبہ اداؤں سے بہلا کر کلائی چھڑا لیتی ہے لیکن آپ نے ریسیور کو اتنی مضبوطی سے پکڑا ہے کہ شاہدہ زریں کی کلائی ہوتی تو وہ بھی نخرے دکھا کر چھڑا نہ سکتی۔"

اس نے حیرانی سے فوراً ہی ریسیور رکھتے ہوئے پوچھا "کک..... کون شاہدہ زریں؟ آپ کس کی بات کررہے ہیں؟"

"اسی حور تمثال دلربا کی بات کررہا ہوں جس نے آپ کا دل چھین کر اپنے پاس رکھ لیا۔ جس کا نام سنتے ہی آپ مضبوطی سے پکڑا ہوا ریسیور رکھ دیتے ہیں۔"

اس نے جھینپ کر کہا "آپ نے بڑی چالاکی سے ریسیور رکھوا دیا ہے۔ سچ بتائیں، آپ شاہدہ کے بارے میں کیسے جانتے ہیں؟"

"ابھی آپ کے دماغ سے معلوم کیا تھا۔ آپ کچھ کہیں یا نہ کہیں، ہم خیال خوانی کے ذریعے چور خیالات پڑھ لیتے ہیں۔"

"واقعی یہ کمال کا علم ہے۔ دنیا کا کوئی راز آپ کے سامنے راز نہیں رہتا ہوگا۔"

"یہ خیال خوانی کا علم ایسا ضرور ہے۔ اس کے باوجود ہم اسرارِ خداوندی کو نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسا زبردست غیر معمولی علم دے کر ہمیں سمجھاتا ہے کہ ہم وہیں تک پہنچتے ہیں، جہاں تک وہ عالم الغیب ہمیں پہنچاتا ہے۔ اس سے آگے جانا ہماری جرات اور فہم و ادراک سے بعید ہے۔"

"بے شک ایسی ہی زندہ مثالوں سے ایمان مستحکم ہوتا ہے۔"

"آپ نے کس لئے یاد کیا تھا؟"

"ہمارے ملک کے کچھ خفیہ معاملات ہیں۔ ان معاملات کی تہ تک پہنچنے کے لئے غیر ملکی جاسوس اور سیکرٹ ایجنٹ اسلام آباد آتے جاتے رہتے ہیں۔ بعض دشمنوں نے شبہات سے بالاتر رہنے کے لئے جہلم، پنڈی اور پشاور میں رہائش اختیار کی ہے۔ وہ ان شہروں سے اسلام آباد آتے ہیں۔ ایک آدھ دن پُراسرار گرگٹوں میں مصروف رہتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں۔"

"پھر تو یقیناً آپ کی نظروں میں ایسے کچھ سیکرٹ ایجنٹ ہوں گے۔"

"جی ہاں۔ مجھے ان پر شبہ ہے۔ آپ اپنے علم سے میرے شبہات کو غلط یا درست ثابت کرسکتے ہیں۔"

"آپ ان کے نام اور پتے بتائیں۔ یا ان کی آوازیں سنائیں۔ میں ان سب کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"ایک غیر ملکی انجینئر جان ریڈی ہے۔ وہ یہاں فائیو اسٹار ہوٹل تعمیر کرنے آیا ہے۔ ہمارے ایک جاسوس کی رپورٹ ہے کہ وہ برائے نام انجینئر ہے کیونکہ ایک انجینئر کی حیثیت سے ہمارے جاسوس کے ساتھ ٹیکنیکل گفتگو کرتے وقت جھجک رہا تھا۔ وہ تعمیراتی معاملات میں کم دلچسپی لیتا ہے اور سرکاری افسران سے زیادہ دوستی کرتا ہے اور ان کے ساتھ زیادہ وقت گزارتا ہے۔"

"آپ مجھے اس کی آواز سنائیں۔"

"میں رپورٹ پیش کرنے والے جاسوس سے رابطہ کرتا ہوں۔ وہ اپنے طور پر انجینئر جان ریڈی سے فون پر گفتگو کرے گا۔ آپ اس کے ذریعے آواز سن سکتے ہیں۔ اس کے بعد میں دوسرے مشکوک کے متعلق بتاؤں گا۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا۔ "مسٹر سرفراز! ہمیں فرہاد صاحب کا بھرپور تعاون حاصل ہورہا ہے۔ یہ میرے پاس موجود ہیں۔ تمہاری آواز سن کر تمہارے دماغ میں آئیں گے پھر تم فون پر جان ریڈی کی آواز فرہاد صاحب کو سناؤ گے۔"

"رائٹ سر! میں فرہاد صاحب کو جان ریڈی کی آواز ابھی سناؤں گا۔"

میں نے سرفراز کے دماغ میں پہنچ کر کہا "ریسیور رکھ دو۔ میں تمہارے اندر موجود ہوں۔"

"جناب! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ مجھ ناچیز سے مخاطب

ہیں۔ میں ابھی جان ریڈی سے گفتگو کرتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے وہ خیالات پڑھیں' جنہیں میں زبان پر لانا نہیں چاہتا۔"

"اچھی بات ہے' میں پڑھوں گا۔ تم اپنا کام کرو۔"

اس نے جان ریڈی سے رابطہ کرکے پوچھا "ہیلو مسٹر ریڈی! خیریت سے ہو؟"

وہ بولا "یہ تم خیریت معلوم کرنے کے بہانے مجھ پر نظر رکھتے ہو۔"

"فون پر نہ کوئی نظر آتا ہے نہ نظر رکھی جاتی ہے۔ تم ہمارے ملک میں مہمان ہو۔ اس لئے تمہاری خیریت معلوم کرنا میرا فرض ہے۔"

"میں بہت مصروف ہوں' کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ تمہارا کام تمام ہونے والا ہے۔"

سرفراز نے ریسیور رکھ دیا۔ اس نے ہیلو ہیلو کہہ کر کریڈل کو کھٹکھٹایا پھر گالیاں دیتے ہوئے ریسیور کو پٹخ دیا۔ اس کے ابتدائی خیالات پڑھتے ہی معلوم ہوگیا کہ وہ بین الاقوامی شہرت کا حامل سیکرٹ ایجنٹ راجر ہڈ ہے۔ امریکی اسے فخر سے کہتے تھے کہ وہ بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ دوسرے تمام ممالک اسے بدنام زمانہ جاسوس کہتے تھے۔ وہ جس ملک میں جاتا تھا' وہاں کے اہم معاملات کی جڑوں تک پہنچ جاتا تھا۔

فی الحال امریکا' روس' اسرائیل اور بھارت ہمارے ملک کے دو اہم معاملات کی تہ تک پہنچنے اور ثبوت حاصل کرنے کے لئے بے چین تھے۔ ایک معاملہ ایٹم بم کا تھا۔ پاکستان ایٹم بم بنانے کا دعویٰ نہیں کرتا تھا۔ لیکن دشمن ممالک بضد تھے کہ بم تیار ہوچکا ہے اور وہ بم انہیں راتوں کو سونے نہیں دیتا تھا۔ اگر سوتے تھے تو ان کے خوابوں میں آکر زبردست دھماکے سے پھٹ پڑتا تھا۔ پاکستان کے ناوبدہ بم سے ان کے دماغ پھٹ رہے تھے۔

دوسرا معاملہ پاکستان کی فوجی مشقوں کا تھا۔ پچھلے برس پاکستان کی بحری' بری اور فضائی افواج نے بڑی کامیاب جنگی مشقیں کی تھیں۔ یہ مشقیں اپنے وطن کے آنگن میں کی گئی تھیں لیکن پڑوسی ملک کی نیندیں اڑ گئی تھیں۔ اب وہ سراغرسانوں کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہماری فوجی طاقت میں کس حد تک اضافہ ہوچکا ہے۔

ان دو اہم معاملات کی تہ تک پہنچنے کے لئے امریکا اپنے بہترین سیکرٹ ایجنٹ کی خدمات پیش کرتے ہوئے بھارت سے تعاون کررہا تھا اور اسرائیل کا دل خوش کررہا تھا۔

سیکرٹ ایجنٹ راجر ہڈ نے یہاں قدم رکھنے سے پہلے معلومات حاصل کی تھیں کہ اس ملک کے لوگوں کی کمزوریاں کیا ہیں؟ ویسے تو ہر قوم میں کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں لیکن ہمیں دوسری قوموں سے کیا لینا ہے' ہمیں تو اپنے گریبان میں جھانکنا ہے۔

ہماری پہلی کمزوری یہ ہے کہ ہم راتوں رات امیر بننا چاہتے ہیں اور دولت کی نمائش میں اپنے بھائی سے برتر اور اپنے پڑوسیوں سے افضل نظر آنا چاہتے ہیں۔

اسی پہلی کمزوری سے باقی دوسری کمزوریاں جنم لیتی ہیں۔ یعنی اگر ایک اپنے خاندان سے بھی زیادہ اعلیٰ خاندان کی لڑکی سے شادی کرتا ہے تو دوسرا مقابلتاً امریکی یا یورپی لڑکی کو دلہن بنا کر لاتا ہے اور مونچھوں پر تاؤ دے کر بولتا ہے تمہارے پاس تو یہی مال ہے۔ میں فارن کا آئٹم لایا ہوں۔

سیکرٹ ایجنٹ ایسی ہی کمزوریوں کے پیش نظر شراب اور شباب کا اچھا خاصا ذخیرہ لایا تھا۔ مہنگی سے مہنگی اسکاچ و مکی' حسین سے حسین گوری اور گلابی لڑکیاں' نوٹوں کی گڈیاں' اعلیٰ افسران اور اہم عہدیداران کی بیگمات اور ان کی جوان اولادوں کے لئے گرین کارڈز لایا تھا۔

فارن کا اتنا پرکشش سامان ہو تو ایسے ایماندار بھی بک جاتے ہیں جن کے اندر بے ایمانی سوئی رہتی ہے۔ کبھی جاگتی ہے تو بے چارے ایماندار اسے تھپک کر سلاتے ہیں۔ یوں ان کے اندر بے ایمانی کبھی سوتی ہے کبھی جاگتی ہے۔ کبھی ایک آنکھ کھول کر گوری گوری ٹانگیں اور گرین کارڈ دیکھتی ہے۔ پھر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتی ہے۔

سیکرٹ ایجنٹ راجر ہڈ کو ابتدا میں دشواریاں پیش آئی تھیں کیونکہ ایٹمی پلانٹ اور سائنسی شعبے سے تعلق رکھنے والے ذہین سائنس دان نہایت فرض شناس تھے۔ صرف اپنے کام سے انہیں دلچسپی تھی۔ انہیں دولتمند بننے کی نہیں بلکہ بہترین کارنامے انجام دینے کی لگن تھی۔

وہ قناعت پسند تھے۔ زندگی گزارنے کے لئے جو مخصوص آمدنی تھی اس سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش نہیں تھی۔ چونکہ شاعر اور عاشق مزاج نہیں تھے اس لئے کوئی حسن کی ملکہ بھی انہیں متاثر نہیں کرتی تھی۔ وہ اپنے بیوی بچوں کی دنیا میں مطمئن رہتے تھے لیکن انسانی کمزوری کہیں ضرور چھپی ہوتی ہے۔ ایسے ہی دو فرض شناس اور ذمے دار سائنس دانوں کی بیویاں اور جوان بچے گرین کارڈز کے لئے ترستے تھے اور وہ کارڈز ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتے تھے۔

راجر ہڈ نے کہا "تمہارا شوہر اسلام حسین ہم سے دوستی کرے گا تو تم اپنے تمام بچوں کے ساتھ امریکا جاکر رہ سکو گی۔"

وہ بولی "دوستی کرنا اچھی بات ہے لیکن میرے میاں بہت ہی خشک مزاج اور آدم بیزار ہیں۔ کسی شخص سے دوستی تو دور کی بات ہے وہ بات بھی نہیں کرتے۔"

اس نے کہا "تم صرف بیوی نہیں اپنے بچوں کی ماں بھی ہو۔ ان کا مستقبل امریکا ہی میں بنا سکتی ہو۔"

جوان بیٹی نے کہا "یس ممی! نیاگرا فال' ہالی ووڈ اور ڈزنی لینڈ کی

رنگا رنگی اور حسین مناظر مجھے خوابوں میں نظر آتے ہیں۔"

بیٹے نے کہا "ممی! اس چھوٹے سے ملک میں کیا رکھا ہے۔ امریکا دنیا کا جدید ترین ملک ہے وہاں ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کے بڑے چانسس ہوتے ہیں۔"

بیگم نے اس رات اسلام حسین سے کہا "دنیا کہاں سے کہاں پہنچ رہی ہے اور آپ وہیں کے وہیں ہیں۔"

اس نے سر جھکا کر کہا "میں بھی یہی سوچتا ہوں۔ دنیا کے سائنس دان بڑے بڑے تجربات کر رہے ہیں۔ میں بھی اپنے ملک کی ترقی کے لئے بہت سے کامیاب تجربات میں مصروف ہوں۔ انشاء اللہ جلد ہی....."

وہ بات کاٹ کر بولی "میں بات کچھ کرتی ہوں۔ آپ کا جواب کچھ اور ہوتا ہے۔ سائنس کی دنیا سے باہر نکل کر بھی باتیں کیا کریں۔"

"میری دنیا تو سائنس اور پاکستان ہے۔ اس کے بعد تم اور بچے ہو۔"

"بچوں کی بھلائی کے لئے کہہ رہی ہوں۔ میں انہیں امریکا لے جانا چاہتی ہوں۔"

"پاکستان میں کیا تکلیف ہے؟"

"بات تکلیف کی نہیں' ترقی کرنے کی ہے۔"

"کیا میں نے یہاں ترقی نہیں کی ہے۔ ملک کے اندر اور باہر میری شہرت نہیں ہے۔ کیا ملک کے سربراہ میری عزت نہیں کرتے ہیں کیا یہ ناموری ترقی نہیں ہے۔ بچے امریکا جا کر پاپ میوزک پر ڈانس کریں گے تو ترقی ہوگی؟"

"آپ تو ہمیشہ پتھر مارتے ہیں' باتیں نہیں کرتے۔"

بیٹے نے کہا "ڈیڈی! ہم نئے دور کی پیداوار ہیں۔ آپ پرانے زمانے کے والد صاحب کی طرح ہمیں اس ملک کا پابند نہ کریں۔ ہمیں دنیا دیکھنے دیں۔"

بیٹی نے کہا "ڈیڈی! میں امریکا ضرور جاؤں گی۔ انکل جان (راجر ہڈ) بہت اچھے ہیں۔ آپ ان سے ایک بار ملیں گے تو ہمیشہ کے لئے ان کے دوست بن جائیں گے۔"

"بیٹی فاخرہ! میں اس قدر اہم شعبے میں ہوں اور ایسی اہم ذمے داریاں سنبھالتا ہوں کہ اس کے پیش نظر کسی اجنبی سے ملاقات نہیں کر سکتا۔ کسی غیر ملکی سے بات کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتا۔"

بیگم نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت نے آپ کو قیدی یا غلام بنا کر رکھا ہوا ہے۔"

"یہ غلامی نہیں فرض شناسی ہے۔ اپنے ملک کے اہم رازوں کی حفاظت کے لئے مجھے ہزاروں پابندیاں منظور ہیں۔ میرے پابند رہنے سے جلد ہی پوری قوم سائنس کے حوالے سے مجھ پر فخر کرے گی۔"

دوسرے دن بیگم نے راجر ہڈ سے کہا "مسٹر جان! میرا مود ایک دم بگڑ گیا ہے۔ کوئی ایسا راستہ بتائیے۔"

"بتا سکتا ہوں لیکن یہ بات اپنے شوہر سے کہو گی تو وہ مجھے اس ملک سے نکلوا دے گا یا قتل کرا دے گا۔"

"ایسی کیا بات ہے؟"

"پہلے رازداری کا وعدہ کرو۔ تم اور بچے رازدار بن جاؤ گے تو میں آج ہی تمہیں ایک لاکھ روپے یہاں دوں گا۔ امریکا میں پچاس ہزار ڈالر سے تمہارا اکاؤنٹ کھلوا دوں گا۔ تمہاری بیٹی فاخرہ اور بیٹے نعیم کو بہترین اسکول اور ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ میں داخلے مل جائیں گے۔ رہائش کا مفت انتظام ہو جائے گا۔"

وہ تینوں ماں بیٹے تعجب سے سن رہے تھے۔ حیرت سے ان کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ مسرت سے منہ کھل گئے تھے۔ فاخرہ نے پوچھا "راز کیا ہے بتاؤ؟ ہم وہ راز اپنے سائے کو بھی نہیں بتائیں گے۔"

اس نے رازداری سے کہا "تمہارے ڈیڈی کی تحویل میں کئی اہم فائلیں رہتی ہیں۔ ان میں سے ایسی فائلوں کی مائیکرو فلمیں چاہتا ہوں جن میں یورینیم کے اسٹاک اور ایٹم بم کے فارمولے کی تفصیلات درج ہیں اور وہ تاریخ درج ہے جب پاکستان نے پہلا ایٹم بم بنایا تھا۔"

نعیم نے شدید حیرانی سے پوچھا "کیا پاکستان نے ایٹم بم بنا لیا ہے۔ یہ تو یقین نہ کرنے والی بات ہے۔"

راجر ہڈ نے کہا "ابھی تم نوجوان ہو۔ تمہارے کھانے کھیلنے کے دن ہیں۔ تم ایسی رازداری اور سیاست کو نہیں سمجھو گے۔"

بیگم نے پوچھا "لیکن ہمیں ان فائلوں کی مائیکرو فلمیں کیسے حاصل ہوں گی؟"

"وہ خود حاصل نہیں ہوں گی۔ انہیں حاصل کرنا ہوگا۔ میں ایک چھوٹے لائٹ سائز کا کیمرا دوں گا۔ اگر فاخرہ اور نعیم اپنے ڈیڈی سے ضد کریں کہ وہ ایٹمی پلانٹ کی عمارت کو اندر سے دیکھنا چاہتے ہیں تو باپ اپنے بچوں کی ضد پوری کر سکتا ہے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میرا میاں اپنے اصولوں اور فرض شناسی کی خاطر اولاد کا دل توڑ دے گا۔ مگر ضد پوری نہیں کرے گا۔"

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ کچھ کئے بغیر تو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔"

"میں نے اپنے سائنس دان میاں کے ساتھ اٹھارہ برس گزارے ہیں۔ اسے اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ ہمارے مذہب میں تعویٰ ایسا عمل ہے کہ اس عمل سے گزرنے والا دنیا کی ہر خواہش کو مار دیتا ہے۔ صرف اتنا ہی حاصل کرتا ہے جتنا زندگی گزارنے کے لئے لازمی ہوتا ہے۔ اسلام حسین شریعت کا سخت پابند ہے۔ اسی لئے وہ کسی لالچ میں نہیں آئے گا۔"

"تو پھر ایک ہی راستہ ہے۔ اسے اس قدر کمزور بنا دیا جائے کہ وہ شریعت کو بھول جائے اور ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک کر وہ فائلیں پیش کر دے۔"

"اسے کس طرح کمزور بنایا جا سکتا ہے؟"

"اگر ہم فاخرہ کو اغوا کرنے کا ڈراما پلے کریں اور اسے یقین ہو جائے کہ جوان بیٹی بدمعاشوں کے چنگل میں ہے' اگر ان فائلوں کی مائیکرو فلم نہ دی گئیں تو وہ بے آبرو ہو جائے گی۔ اس کی زندگی برباد ہو جائے گی۔"

بیگم نے اپنے منہ پر رکھ کر کہا "ہائے تم پاگل ہو گئے ہو۔ میرے سامنے میری بیٹی کو اغوا کرنے اور اس کے بے آبرو ہونے کی باتیں کر رہے ہو۔"

"میں پاگل نہیں ہوں۔ تمہاری بیٹی کو سچ مچ اغوا نہیں کیا جائے گا۔ ہم فاخرہ اور نعیم کو کہیں چھپا دیں گے اور اسلام حسین کی پدرانہ محبت کو آزمائش میں مبتلا کر دیں گے۔"

"ہاں' تمہاری تدبیر سمجھ میں آ رہی ہے۔"

فاخرہ نے خوش ہو کر کہا "ممی! بڑا زبردست آئیڈیا نکلا ہے۔ ڈیڈی میرے اور نعیم کے لئے تڑپنے لگیں گے۔ وہ خواہ کتنے ہی اصولوں کے پابند ہوں' ہمارے لئے تمام پابندیاں توڑ دیں گے۔"

نعیم نے بھی تائید کی۔ بیگم بھی راضی ہو گئی۔ ماں کو اندیشہ نہیں تھا کہ جوان بیٹی ہاتھ سے بے ہاتھ ہو گی۔ یہ یقین تھا کہ بھائی کے ساتھ رہے گی پھر جان ریڈی (راجر ہڈ) ان کا سرپرست ہو گا۔

پہلے بیگم نے کہا کہ وہ بھی بیٹی کے ساتھ روپوش ہو گی۔ راجر ہڈ نے سمجھایا' بیگم کو اپنے شوہر کے پاس رہنا چاہئے تاکہ بیٹی کی واپسی کے عوض اسلام حسین سے فائلوں کی مائیکرو فلم کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اپنے شوہر کو اولاد کی خاطر مطالبہ منظور کرنے پر مجبور کرتی رہے۔

اس منصوبے کے مطابق راجر ہڈ شام کے پانچ بجے فاخرہ اور نعیم کو اپنے ساتھ لے گیا۔ رات کو اسلام حسین نے گھر آ کر پوچھا۔ "بچے کہاں ہیں؟"

بیگم نے کہا "اب وہ بچے نہیں ہیں۔ جوان ہو گئے ہیں۔ کہیں گھومنے پھرنے گئے ہیں۔ ابھی آ جائیں گے۔"

"جوان لڑکی کو اندھیرا ہونے سے پہلے گھر آ جانا چاہئے۔"

"وہ بھائی کے ساتھ گئی ہے۔"

"بھائی چھوٹا ہے' نادان ہے۔"

"توبہ ہے' آپ اولاد کو امریکا نہیں جانے دیتے۔ بازار تک تو جانے دیا کریں۔"

وہ اپنے کمرے میں جا کر لباس تبدیل کرنے لگا۔ بیگم کچن میں کھانا گرم کرتے ہوئے بڑبڑانے لگی "روز کا یہی دستور ہے۔ صبح اٹھو گھر کے کاموں میں لگے رہو۔ شام کو تفریح کے لئے جاؤ تو طرح طرح کے سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ امریکا کا گندم کھاتے ہیں۔ مگر امریکا جانے نہیں دیتے۔"

وہ زور زور سے بڑبڑا رہی تھی تاکہ میاں کے کانوں تک بیوی کی مظلومیت اور فریاد پہنچتی رہے۔ اسی وقت ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے کہا "میں یہاں سالن گرم کر رہی ہوں۔ آپ فون اٹینڈ کریں۔"

اسلام حسین نے ڈرائنگ روم میں آ کر فون کا ریسیور اٹھایا۔ پھر کہا "ہیلو۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "کیا آپ ہمارے ملک کے معروف سائنس داں اسلام حسین ہیں؟"

"جی میں بول رہا ہوں۔"

"میں بھی بول رہا ہوں۔ ذرا توجہ سے سنو۔ ہم نے تمہاری بیٹی فاخرہ اور بیٹے نعیم کو اغوا کیا ہے۔ دونوں ہمارے قبضے میں ہیں۔ اگر اس سلسلے میں تم نے پولیس کو اطلاع دی یا کسی خفیہ کارروائی کی حماقت کی تو تمہیں ان کی لاشیں ملیں گی۔"

"کون ہو تم؟ یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"اپنے بچوں کی آوازیں سنو اور یقین کرو کہ یہ بکواس نہیں ہے۔"

چند سیکنڈ کے بعد فاخرہ کی روتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "ڈیڈی مجھے بچاؤ۔ یہ مجھے اور نعیم کو بیدردی سے مار رہے ہیں۔"

باپ نے تڑپ کر پوچھا "بیٹی! حوصلہ کرو' یہ کون لوگ ہیں۔ کیا تم کسی کو پہچانتی ہو؟"

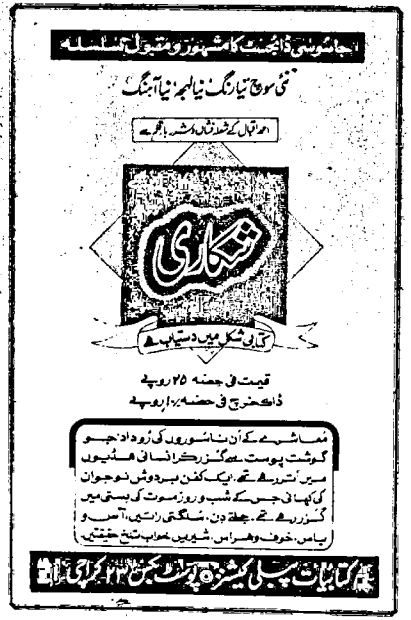

ایک زوردار طمانچے کے ساتھ بیٹی کے رونے اور چیخنے کی آوازیں سنائی دیں پھر فہیم نے فون پر پکارا۔ "ڈیڈی! یہ لوگ آپی کو مار رہے ہیں۔ کہتے ہیں ان آپ نے ان کا مطالبہ پورا نہ کیا تو ہم دونوں کو جان سے مار ڈالیں گے۔ پلیز، ہمیں ان سے نجات دلائیں۔"

"گھبراؤ نہیں بیٹے! میں ان کا مطالبہ پورا کروں گا۔ ان سے پوچھو یہ کتنی رقم چاہتے ہیں؟"

ریسیور سے ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ "رقم نہیں بڑھے۔ ان فائلوں کی مائیکرو فلم اتار کر دو جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تم لوگوں نے یورینیم کا کافی ذخیرہ کیا ہے اور فلاں تاریخ کو ایک ایٹم بم یہاں تیار ہو چکا ہے۔"

اسلام حسین نے کہا "اوہ تو اس لئے میرے بچوں کو اغوا کیا گیا ہے ویسے تم لوگوں نے غلط دروازے پر دستک دی ہے۔ ابھی چند لمحے پہلے بچوں کا باپ مر گیا ہے۔ صرف ایک پاکستانی سائنسدان یہاں رہتا ہے۔ میرا نام اسلام حسین ہے اور حسین کا اسلام بچوں کی قربانیاں دے کر ہی زندہ رہتا ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بیگم نے پوچھا "کیا ہوا؟ آپ ابھی کہہ رہے تھے کہ ہمارے بچوں کو اغوا کیا گیا ہے۔ کس نے کیا ہے؟ کیوں کیا ہے؟ آپ ابھی جائیں، میرے معصوم بچوں کو واپس لائیں۔"

وہ رونے لگی اور شوہر کو پکڑ کر جھنجھوڑنے لگی۔ اسلام حسین نے خود کو چھڑا کر کہا "ہوش میں آؤ۔ فاخرہ اور فہیم کی واپسی کے لئے ایسا مطالبہ کر رہے ہیں جسے میں کبھی پورا نہیں کر سکتا۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ بیگم نے کریڈل پر ہاتھ رکھ کر فون کرنے سے روکتے ہوئے پوچھا "کسے فون کر رہے ہیں؟"

"قانون کے محافظوں کو صورتِ حال سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔"

"کیا قانون کے محافظ ہمارے بچوں کو زندہ سلامت لے آئیں گے؟"

"میں بچوں کے لئے نہیں، ان فائلوں کی حفاظت کرانے اور ایٹمی پلانٹ کے اندر اور باہر سخت پہرا لگانے کے لئے فون کر رہا ہوں۔ ہٹو، وقت ضائع نہ کرو۔"

"جہنم میں گئیں تمہاری فائلیں۔ کیا وہ اولاد سے بڑھ کر ہیں؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ بیگم کو زور سے دھکا دے کر دور فرش پر گرایا۔ پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ بیگم فرش پر پڑی اسے دیکھتی رہ گئی۔ مبہوت کر زور ہو رہا ہے۔ وہ ایک باپ کے جذبات سے کھیلنے میں ناکام رہے تھے۔ سامنے کھڑا ہوا اسلام حسین فون پر باتیں کرتے وقت ایک انسان سے زیادہ فولادی مجبوری دکھائی دے رہا تھا۔ جس کے اندر ملکی راز چھپے ہوئے تھے۔ اس تجوری کو توڑنے والے ٹوٹ سکتے تھے، تجوری کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔

❋❋❋❋❋❋❋

شہر سے دور ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ایک چھوٹا سا مکان تھا جہاں فاخرہ اور فہیم کو پہنچایا گیا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد انہیں پتا چلا کہ وہ ڈراما نہیں تھا، تلخ حقیقت تھی۔ وہاں پانچ بدمعاشوں نے ان دونوں کی سچ مچ پٹائی کی تھی۔ راجر ہڈ موبائل فون لے کر آیا تھا۔ فاخرہ نے روتے ہوئے پوچھا "انکل جان! ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہے ہو؟"

وہ بولا "بیٹی فاخرہ! تمہاری پٹائی نہیں ہوگی تو سچ مچ آنسو نہیں نکلیں گے۔ آواز میں درد پیدا نہیں ہوگا تو باپ کو فون پر یقین نہیں آئے گا کہ تم دونوں حقیقتاً اغوا کئے گئے ہو اور تم پر سچ مچ ظلم ہو رہا ہے۔"

وہ نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولا "میں تمہارے باپ کو کال کر رہا ہوں۔ جب بات کرنے کو کہوں تو اسی طرح روتے سسکتے بولنا۔ ذرا سے میں حقیقت کا رنگ بھر جائے گا۔"

"میں ڈیڈی سے صاف صاف کہہ دوں گی کہ تم فراڈ ہو تمہارا نام راجر ہڈ ہے اور تم نے....."

وہ بات پوری نہ کر سکی۔ اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگ گئی۔ وہ بولا "میرا نام لو گی۔ ہمارے بارے میں کوئی اشارہ دینے کی کوشش کرو گی تو گولی مار دوں گا۔ پہلے تمہیں پھر تمہارے بھائی کو۔"

دونوں بہن بھائی نے مجبور ہو کر اُس کے حکم کے مطابق باپ سے بات کی۔ پھر وہ فون کو آف کر کے غصے سے بولا "وہ سائنس دان کتے کی موت مرنا چاہتا ہے۔ اگر اس نے مطالبہ پورا نہ کیا تو میں تم دونوں کے ساتھ تمہارے ماں باپ کو بھی مار ڈالوں گا۔ اب ایک آخری حربہ رہ گیا ہے۔ کیمرا لاؤ۔"

ویڈیو کیمرا اور لائٹس وغیرہ کمرے میں لائی گئیں۔ راجر ہڈ نے کرائے کے غنڈوں سے کہا "اپنے چہروں پر ماسک چڑھا لو۔ جیسے ہی کیمرا اسٹارٹ ہو۔ تم میں سے تین اس لڑکے کو پکڑ لینا اور باقی دو اس لڑکی کا لباس پھاڑیں گے۔ خوب تماشا بنا کر آہستہ آہستہ دونوں کو بے لباس کرتے رہو۔ جتنے اطمینان سے لباس کی دھجیاں اڑاتے رہو گے ان کا باپ اپنے وی سی آر پر یہ منظر دیکھ کر اتنا ہی غیرت سے مرتا رہے گا لیکن لڑکی کی عزت نہ لینا۔ میں پھر ان کے باپ کو سوچنے سمجھنے کا موقع دوں گا اور کہوں گا، صبح تک میری مطلوبہ مائیکرو فلم نہ ملی تو پھر فاخرہ کے ساتھ شرمناک ویڈیو فلم تیار ہوگی۔"

تمام لائٹس آن ہو گئیں۔ غنڈوں نے چہروں پر ماسک چڑھا لئے کیمرا اسٹارٹ ہوا اور غنڈے ایکشن میں آئے تو فاخرہ اور فہیم کی چیخیں گونجنے لگیں۔ اب انہیں معلوم ہوا کہ امریکا کا گرین کارڈ کتنا مہنگا پڑتا ہے۔

اسلام حسین کی رہائش گاہ میں پولیس کے اعلیٰ افسران آ گئے تھے۔ وہ ٹیلی فون اور وائرلیس کے ذریعے مختلف پولیس پارٹیوں سے معلوم کر رہے تھے کہ وہ پولیس والے فاخرہ اور فہیم کو کہاں کہاں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ اسلام حسین اپنی بیگم سے پوچھ رہا تھا "وہ امریکی کون ہے جو تمہارے اور بچوں کے ذریعے مجھ سے دوستی کرنا چاہتا تھا؟"

بیگم نے کہا "وہ تو نہایت شریف آدمی ہے۔ فاخرہ اور فہیم کو اپنے بچوں کی طرح چاہتا ہے۔"

"وہ شریف ہے یا نہیں، اس کی تحقیقات پولیس والے کریں گے۔ اس کا نام اور پتا بتاؤ؟"

ایک جاسوس نے کہا "جناب! ہم ایسے لوگوں کو نظروں میں رکھتے ہیں جو آپ سے یا آپ کی فیملی سے رابطہ بڑھاتا ہے۔ اس کا نام جان ریڈی ہے۔ یہاں فائیو اسٹار ہوٹل کی تعمیر کے لئے بطور انجینئر آیا ہے۔ میرے دو ماتحت اس کی رہائش گاہ میں اسے چیک کرنے گئے ہیں۔"

بیگم پریشان ہو گئی۔ وہ جانتی تھی جان ریڈی (راجر ہڈ) اپنی رہائش گاہ میں نہیں ہوگا۔ فاخرہ اور فہیم کے ساتھ کہیں چھپا ہوگا اور ان بچوں کے ساتھ شفقت سے پیش آ رہا ہوگا۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک پولیس افسر نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "تم کون ہو؟ اسلام حسین کو فون دو۔"

"میں آئی جی پولیس بول رہا ہوں۔ اسلام حسین صاحب سے کیا کام ہے۔ پہلے اپنا نام اور شناخت بتاؤ۔"

"میں نے اسلام حسین کو وارننگ دی تھی کہ میرے معاملات میں پولیس کو خبر نہ کریں لیکن وہ سائنس داں اپنے بچوں کے ساتھ اپنی بھی موت چاہتا ہے۔ اس سے کہو رہائش گاہ کے بالکل سامنے سڑک کے دوسری طرف درخت کی جڑ کے پاس ایک ویڈیو کیسٹ رکھا ہوا ہے۔ اسے اپنے ٹی وی اسکرین پر دیکھے۔ اپنے بچوں کا انجام دکھائی دے گا۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ پولیس افسر نے ایک سپاہی سے کہا "سامنے سڑک کے اس پار ایک درخت کے پاس ویڈیو کیسٹ رکھا ہوا ہے، اسے لے آؤ۔"

سپاہی نے حکم کی تعمیل کی۔ اسے لے آیا۔ اسلام حسین نے کیسٹ لے کر کہا۔

"اس کیسٹ کے ذریعے وہ مجھے کچھ ایسے مناظر دکھائے گا جو میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوں گے۔ بہتر ہے اسے ضائع کر دیا جائے۔"

ایک افسر نے کہا "اسلام صاحب! ہو سکتا ہے اسے دیکھ کر ہمیں مجرم کا کوئی سراغ مل جائے یا وہ بچوں کی واپسی کی نئی شرائط پیش کر رہا ہو تو شاید وہ شرائط ہمارے لئے قابلِ قبول ہوں۔"

"اچھی بات ہے، لیکن یہ کیسٹ پہلے کسی لیڈی پولیس افسر کو دکھائی جائے۔ قابلِ اعتراض باتیں نہ ہوں تو ہم اسے دیکھیں گے۔"

بیگم نے کہا "مجھے دیں۔ میں دیکھ لیتی ہوں۔"

"بیگم! اب یہ سرکاری معاملہ ہو گیا ہے۔ اسے صرف قانون کی کوئی محافظ عورت دیکھ کر رپورٹ پیش کرے گی۔"

بیس منٹ بعد ایک لیڈی انسپکٹر نے آ کر ایک بند کمرے میں اس کیسٹ کے ذریعے فاخرہ اور فہیم کو دیکھا پھر باہر آ کر کہا "فاخرہ اور فہیم کے ساتھ برا سلوک کیا جا رہا ہے۔ بات ابھی تک بے لباسی تک پہنچی ہے۔ وہ دھمکی دے رہا ہے کہ مطالبات پورے نہ کئے گئے تو معاملہ بے آبروئی تک پہنچے گا اور شرمناک مناظر کی فلمیں شہر شہر دکھائی جائیں گی۔"

ایک افسر نے غصے سے کہا "یہ مجرم بے حیائی اور شیطنت کی انتہا کر رہا ہے۔ ایک بار یہ ہاتھ آ جائے تو....."

اسلام حسین نے کہا "ہاتھ آنے کی ہی بات ہے۔ جو ہاتھ نہیں آتے وہ ہمیں مجبور اور بے بس بنا دیتے ہیں۔"

وہاں بیٹھے ہوئے جاسوس سرفراز نے اپنے اعلیٰ افسر کا فون ریسیو کیا۔ یہ وہی فون تھا جس کے ذریعے میں سرفراز کے دماغ میں پہنچا۔ پھر سرفراز نے معلوم کیا کہ جان ریڈی اپنی رہائش گاہ میں موجود ہے۔ اس نے فون پر اس سے باتیں کیں۔ اس طرح میں جان ریڈی کے دماغ میں پہنچ گیا۔

راجر ہڈ (جان ریڈی) ایک گھنٹا پہلے اس پہاڑی مکان میں تھا جہاں فاخرہ اور فہیم کی ویڈیو فلم تیار کی گئی تھی۔ پھر وہ ویڈیو کیسٹ لے کر اسلام حسین کے بنگلے کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس کیسٹ کو ایک درخت کے پاس چھوڑ گیا تھا۔ گھر آ کر فون کے ذریعے اسلام حسین کو بتا چکا تھا کہ وہ درخت کے پاس سے کیسٹ اٹھا کر ٹی وی پر اپنے بچوں کو دیکھ لے۔

وہ تماشے دیکھ رہا تھا اور چھپ کر مطمئن تھا کہ اسے کوئی ڈھونڈ نہیں پائے گا۔ زیادہ سے زیادہ اس پر شبہ کیا جائے گا لیکن بہت بڑی سپر پاور کے سیکرٹ ایجنٹ پر شبہ کر کے اسے گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر ثبوت کی بنا پر گرفتار ہوتا تو امریکا ہماری حکومت پر سیاسی دباؤ ڈالتا اور اسے رہا کرا کے لے جاتا۔

میں نے اسے مائل کیا کہ وہ اپنے غنڈوں سے رابطہ کرے۔ اس نے رابطہ کیا۔ میں آواز سنتے ہی ایک غنڈے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پہلے یہ معلوم کیا کہ وہ کون سی جگہ ہے۔ پھر جاسوس سرفراز کے پاس آ کر اس جگہ کی نشاندہی کی، اسے بتایا کہ فاخرہ اور فہیم وہاں موجود ہیں۔ ایک پولیس پارٹی جا کر انہیں حفاظت سے لے آئے۔

سرفراز نے یہ خوش خبری اسلام حسین اور دوسرے افسران کو

سنائی۔ میں نے ایک غنڈے کے پاس آکر دوسرے غنڈوں کی آوازیں سنیں۔ پھر ایک ایک کو مخاطب کرنے لگا۔ وہ پریشان ہو کر اپنا اپنا سر پکڑ رہے تھے اور اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔ "کون ہے؟ یہ کون ہے؟ مجھے اپنے اندر کسی کی آواز سنائی دے رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا "میں بھی اپنے اندر ایسا ہی محسوس کر رہا ہوں۔"

تیسرے نے کہا "میرے اندر بھی کوئی بول رہا ہے۔"

اس تیسرے نے فاخرہ کا لباس اس کے جسم پر ڈالتے ہوئے کہا "ہم دوسری طرف مُنہ پھیرتے ہیں۔ تم یہ لباس پہن لو۔"

پھر اس نے ساتھیوں سے کہا "ادھر کیا دیکھ رہے ہو' ادھر مُنہ کرو۔"

ایک نے پوچھا "ابے تو اچانک فرشتہ کیسے بن گیا؟"

اس نے پوچھنے والے کے مُنہ پر ایک گھونسا مارا پھر کہا "فرشتہ نہیں' بھائی بن گیا ہوں۔ یہ میری بہن ہے۔"

ایک اور ساتھی نے کہا "اے رمضو! تیرا دماغ چل گیا ہے۔ ابھی جس کے کپڑے اتارے اسے بہن کہہ رہا ہے۔"

رمضو نے اسے کراٹے کا ایک ہاتھ رسید کیا۔ دوسرے کو گھوم کر ایک کک ماری۔ وہ فائٹنگ کا یہ انداز نہیں جانتا تھا۔ میں اس کے اندر رہ کر ان سب کی پٹائی کرتا جا رہا تھا۔ کبھی رمضو انہیں مارتا تھا اور کبھی وہ خود میری مرضی کے مطابق ایک دوسرے کی پٹائی کرنے لگتے تھے۔

فاخرہ اور نعیم لباس پہن کر ایک گوشے میں سہمے کھڑے تھے اور حیرانی سے انہیں آپس میں لڑتے مرتے دیکھ رہے تھے۔ ایک نے چاقو نکال کر دوسرے کو ہلاک کر دیا تھا۔ جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ خود کو قاتل اور دوست کو مقتول پا کر گھبرا گیا۔ رمضو نے اس کے ہاتھ سے چاقو چھین کر پوچھا "یہ تو نے کیا کیا؟ جب ہاتھ میں چاقو ہو تو قتل نہیں کرنا چاہئے۔ صرف زخمی کرنا چاہئے۔ دیکھو اس طرح....."

اس نے چاقو کے وار سے اسے زخمی کیا۔ تیسرے ساتھی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "رمضو! تو بھی وہی حرکت کر رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ہم سب پاگل ہو گئے ہیں۔ یہ چاقو پھینک دے۔"

اس نے رمضو کے ہاتھ سے چاقو چھڑایا۔ میری مرضی کے مطابق اسے ہاتھ میں لے کر ایک اور ساتھی کو زخمی کر دیا۔ ان حالات میں وہ سب بدحواس ہو گئے۔ رمضو نے کہا "معلوم ہوتا ہے کوئی غیبی طاقت ہمیں سزا دے رہی ہے۔ ہم نے معصوموں پر ظلم کیا ہے۔ ہمیں اس کی سزا مل رہی ہے۔"

ایک زخمی نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "میں تو کہتا ہوں بھاگ چلو۔"

ایک اور نے کہا "کیسے بھاگ جائیں؟ ہم نے مسٹر جان سے دس دس ہزار لئے ہیں۔ میں نے جان صاحب کو یقین دلایا تھا کہ تم سب جان پر کھیل جانے والے بندے ہو۔ بزدلوں کی طرح بھاگو گے تو میں تم سب سے رقم واپس لے لوں گا۔ گلو اور رچنے کو رقم دے کر لے آؤں گا۔"

"استاد فخرو! غصہ نہ کرو' غور کرو۔ ہم خود بخود بے بس ہو رہے ہیں۔ خواہ مخواہ ایک دوسرے کو زخمی کر رہے ہیں۔ اگر اس آسیب زدہ مکان میں رہیں گے تو ہمیں نقصان پہنچانے والا آسیب جلد ہی حوالات پہنچا دے گا اور ہم اپنے بچاؤ کے لئے کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

فخرو استاد نے کہا "میری تو عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ میں جان صاحب کو یہاں کے حالات بتا کر انہیں بلاتا ہوں۔"

اس نے موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا "جان صاحب! آپ فوراً آجائیں' ادھر گڑبڑ ہو رہی ہے۔"

راجر ہڈ نے پوچھا "کیا پولیس آگئی ہے؟"

"نہیں' کچھ عجیب قسم کا معاملہ ہو رہا ہے۔ آپ یقین نہیں کریں گے۔ ہم تمام ساتھی یہاں ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ جبکہ ہم گہرے دوست بھی ہیں لیکن بے اختیار ایک دوسرے کی پٹائی کر رہے ہیں۔ میرے ایک ساتھی نے دوسرے ساتھی کو چاقو سے قتل کر دیا ہے۔ دو ساتھی زخمی ہو گئے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کیا تمہارے دماغوں میں کوئی بولتا ہے؟"

"ہاں' ہم سب نے اپنے اندر کسی کی آواز سنی ہے۔"

"اوہ گاڈ! یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغوں تک کیسے پہنچ گیا؟"

"جان صاحب! کیا تم کسی ایسے جادوگر کو جانتے ہو جو دوسروں کے دماغوں میں آکر بولتا ہے اور پاگل بنا دیتا ہے؟"

"وہ جادوگر نہیں ہے۔ فرہاد علی تیمور ہے۔"

"یہ فرہاد کون ہے؟"

"کوئی بھی ہے۔ اب مجھ سے رابطہ نہیں کرنا۔ میں خود تم سے بات کروں گا۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ جگہ فوراً چھوڑ دو اور جگہ چھوڑنے سے پہلے فاخرہ اور نعیم کو قتل کر دو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ فخرو استاد نے ہیلو ہیلو کہہ کر پکارا پھر موبائل فون کو آف کر کے ساتھیوں سے کہا "جان صاحب کا حکم ہے ان دونوں کو قتل کر کے فوراً یہ جگہ چھوڑ دو۔"

"نہیں....." وہ بہن بھائی خوف سے چیخنے اور گڑگڑانے لگے۔

"ہمیں جان سے نہ مارو۔ ہمیں چھوڑ دو۔"

فاخرہ نے کہا "رمضو بھائی! ابھی تم نے مجھے بہن کہا ہے۔ کیا بہن کو قتل کرو گے؟"

رمضو نے کہا "کوئی تمہیں ہاتھ نہیں لگائے گا۔ جو تمہیں مارنے آئے گا' وہ خود کو مارے گا۔"

فخرو استاد نے پوچھا "رمضو! کیا پھر تیرا دماغ گھوم رہا ہے؟"

رمضو نے کہا "مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ وہ چاقو فرش پر پڑا ہے۔ نہیں زندگی عزیز نہیں ہے تو ان بچوں پر قاتلانہ حملہ کرو۔"

"ہمیں یہ قصہ فوراً ختم کر کے یہاں سے بھاگنا ہوگا۔"

یہ کہتے ہوئے فخرو استاد نے فرش پر سے چاقو اٹھایا' پہلے فاخرہ کی طرف بڑھایا۔ وہ بھائی سے لپٹ کر رونے اور چیخنے لگی۔ استاد نے اس کے قریب پہنچ کر وہ چاقو اپنے بائیں بازو میں پیوست کر دیا۔ تکلیف سے چیختا ہوا پیچھے ایک دیوار سے جا لگا۔

بھائی بہن نے حیرانی سے اسے خود کو زخمی کرتے دیکھا اور دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا کر کہنے لگے "اللہ میاں! ہمیں معاف کر دے۔ ہم امریکا میں رہنے کے لئے اپنے وطن سے غداری کر رہے تھے۔ باپ سے زیادہ ماں کو عقلمند سمجھ رہے تھے۔ ہمیں ایک بار معافی دے دو۔ ہم آئندہ کبھی غلطی نہیں کریں گے اور ڈیڈی کے نقش قدم پر چلیں گے۔"

میں نے رمضو کی زبان سے اس کے ساتھیوں سے کہا "دیکھو استاد ان پر حملہ کرنا چاہتا تھا' خود پر حملہ کر بیٹھا۔ پھر بھی عبرت حاصل نہیں ہو رہی ہے تو جو حملہ کرنا چاہتا ہے' وہ آگے بڑھے۔ تو پھر فرش پر پڑا ہے۔"

کسی نے آگے بڑھنے کی جرات نہیں کی۔ فخرو استاد نے کہا۔ "ہم سب کو مرہم پٹی کی ضرورت ہے۔ ہمیں فوراً یہاں سے بھاگنا ہے۔ ان دونوں کو یہیں رہنے دو۔"

رمضو نے پوچھا "کیوں رہنے دو۔ ہم نے ان پر ظلم کیا ہے۔ میں واپس گھر پہنچانا ہم سب کا فرض ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ انہیں واپس لے جا کر گرفتار ہونا چاہتے ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک سنائی دی پھر ہموار آواز میں کہا گیا "اس مکان کو پولیس نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ تم لوگوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ ایک ایک کر کے اپنا ہاتھ اٹھا کر باہر آتے جاؤ۔"

میں نے رمضو کے ذریعے کہا "استاد تمہیں گرفتاری کا خوف ہے وہ گرفتاری چل کے تمہارے پاس آگئی ہے۔"

میں نے اسے کچھ سوچنے اور بولنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے رجا کر اسے مکان سے باہر دھکا دے دیا۔ اسی طرح میں نے باقی کو بھی پولیس کی تحویل میں پہنچا کر جاسوس سرفراز سے کہا۔ "ان دونوں بہن بھائی اندر سہمے ہوئے ہیں۔ انہیں پوری حفاظت کا ذمہ دلا کر اسلام حسین صاحب کے پاس پہنچا دو۔ میں تھوڑی دیر میں تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں وہاں سے راجر ہڈ کے پاس پہنچا۔ وہ ایک اٹیچی میں اپنی ضروری سامان لے کر اپنے سفیر کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا۔ اندر بھی ہر طرح سہما ہوا تھا۔ گھبرا کر سفیر سے کہہ رہا تھا "میں ابھی اسی وقت یہاں سے جاؤں گا۔"

"کہاں جاؤ گے؟"

"جس ملک کی فلائٹ میں جگہ مل جائے' میں اسی میں بیٹھ کر پاکستان سے باہر نکل جانا چاہتا ہوں۔"

سفیر نے انٹرکام پر سیکریٹری سے کہا "مسٹر جان ریڈی کے لئے کسی بھی پہلی فلائٹ میں سیٹ حاصل کرو۔ پاسپورٹ اور ضروری کاغذات یہاں آکر لے جاؤ۔"

پھر اس نے انٹرکام کو آف کر کے پوچھا "مسٹر جان! تم اس قدر پریشان اور گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟"

"اچانک ٹیلی پیتھی کی مصیبت نازل ہو گئی ہے۔ میں بڑے اطمینان سے نام اور شخصیت بدل کر کام کر رہا تھا۔ شاید صبح تک اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا لیکن آدھا گھنٹا پہلے معلوم ہوا کہ فرہاد علی تیمور میرے غنڈوں کے دماغوں میں پہنچ گیا ہے۔"

سفیر نے پوچھا "کیا تم نہیں جانتے تھے کہ وہ پاکستان میں ہے؟"

"جانتا تھا' جانتا ہوں۔ مجھے کہا گیا تھا کہ فرہاد کو دوسرے بہت سے مسائل میں الجھا کر رکھا جائے گا۔ اسے میری کوئی خبر نہیں ملے گی۔ وہ لاہور اور پشاور ہی میں مصروف رہے گا۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں ہے؟"

"پورا یقین ہے۔ جب میرا آلۂ کار فخرو استاد فون پر مجھ سے باتیں کر رہا تھا' اس وقت فرہاد میری آواز سن کر آسکتا تھا لیکن وہ ابھی تک نہیں آیا ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فخرو جب مجھ سے باتیں کر رہا تھا تب وہ اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ کسی دوسرے کام سے چلا گیا تھا۔"

"خداوند یسوع کی مہربانی سے ایسا ہی ہو۔ ورنہ تمہارے ساتھ میں بھی اس کی نظروں میں آجاؤں گا۔ اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں یہاں اپنے ملک کے سیکرٹ ایجنٹوں اور تخریب کاروں کی پشت پناہی کے لئے سفیر بن کر آیا ہوں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ فرہاد نے میری آواز نہیں سنی ہے۔ اس سے پہلے کہ یہاں کے جاسوس میری پاسپورٹ والی تصویر فرہاد کو دکھائیں اور وہ تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر میرے دماغ میں آئے' میں اپنا پاسپورٹ لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ ابھی اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں اسے اپنے ملک میں گرفتار کرا تا یا اسے ملک دشمنی کی سزا دیتا تو امریکی حکام ہمارے حکمرانوں پر سیاسی دباؤ ڈال کر اسے بچا لیتے اور وہ ہمارا بدترین مجرم ہو کر بھی ایک فاتح کی شان سے اپنے ملک پہنچ جاتا۔ ابھی اس کا برا وقت نہیں آیا تھا۔ اس لئے میں نے ڈھیل دے دی۔

فاخرہ اور نعیم اپنے گھر پہنچ گئے تھے' اپنے باپ سے لپٹ کر غلطیوں کی معافی مانگ رہے تھے۔ بیگم اپنے کمرے میں مُنہ چھپا کر بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ بھید کھل گیا تھا کہ ماں کی رضامندی سے

بچوں کے اغوا کا ڈراما شروع کیا گیا تھا۔ پھر یہ ڈراما شرمناک سچ بن گیا تھا۔

میں نے سرفراز کو مخاطب کیا۔ وہ خوش ہو کر بولا "یہ ٹیلی پیتھی کمال کا علم ہے۔ آپ نہ ہوتے تو ہمارے ملک کے ایک عظیم سائنس دان کا گھر تباہ ہو جاتا۔"

"میری تعریف نہ کرو۔ تم نے کہا تھا کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہو۔"

"جی ہاں۔ میں انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کا خاص ماتحت ہوں۔ اپنے افسر کو اس کی کسی غلطی پر ٹوک نہیں سکتا۔ دلی زبان میں سمجھاتا ہوں تو وہ برا مان جاتے ہیں۔ آپ میرے خیالات پڑھ کر سمجھ رہے ہوں گے۔"

"تمہارے افسر ارشاد احمد جس عورت سے عشق فرما رہے ہیں' اس عورت پر تمہیں شبہ ہے۔"

"جناب! اسے دیکھ کر آپ بھی شبہ کریں گے' وہ بہت خوبصورت اور جوان ہے۔ پہلا سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ ایک جوان حسین عورت بوڑھے سے کیوں عشق کر رہی ہے؟"

"بعض بوڑھے جوانوں سے زیادہ پُرکشش ہوتے ہیں۔"

"لیکن ہمارے افسر صاحب میں کوئی خوبی اور کشش نہیں ہے۔ پھر یہ کہ میں نے اس عورت شاہدہ زریں کو تین بار تین مختلف غیر ملکیوں کے ساتھ دیکھا ہے۔ ان میں سے ایک انگریز تھا۔ باقی دو ایشیائی تھے۔ ان دونوں کا تعلق پڑوسی ملک کے سفارت خانے سے ہے۔"

"پھر تو شاہدہ زریں واقعی مشتبہ ہے۔"

"میں نے یہی رپورٹ اپنے صاحب کو دی تھی۔ انہوں نے کہا' شاہدہ زریں کے بہت سے رشتے دار ہندوستان میں ہیں۔ اسی لئے وہ سفارت خانے کے ان افراد سے ملتی ہے۔ ان کے ذریعے اپنے رشتے داروں کو تحائف وغیرہ بھیجا کرتی ہے۔"

"کیا شاہدہ زریں کی آواز سنا سکتے ہو؟"

"جی ہاں لیکن وہ میری آواز پہچان کر صاحب سے شکایت کرے گی۔"

"تم صرف رابطہ کرو اور کچھ نہ بولو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کوئی ریسیور نہیں اٹھا رہا تھا۔ میں نے کہا "شاید وہ گھر میں نہیں ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولا "وہ اکثر راتوں کو گھر سے باہر رہتی ہے۔"

میں ارشاد احمد کے دماغ میں آیا۔ وہ ایک چائنیز ریستوران میں ایک حسین عورت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ پتا چلا وہ شاہدہ زریں ہے۔ ان کے درمیان میز پر کینڈل لائٹ کی دھیمی دھیمی سی روشنی رومانی ماحول پیش کر رہی تھی۔ بوڑھا ارشاد اس رومانی ماحول میں اپنی گزری ہوئی جوانی کو آواز دے رہا تھا۔

شاہدہ نے کہا "یہ محبت بھری باتیں گھر پہنچ کر بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ بتائیں اسلام حسین کے بچوں کو کس نے تلاش کیا؟"

"جاسوس اور پولیس والے ناکام ہو چکے تھے۔ خوش قسمتی سے پشاور کے آئی جی نے فرہاد سے میرا رابطہ کرا دیا۔"

اس نے چونک کر پوچھا "کون فرہاد؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "ارے بھئی وہی ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد۔ اب وہ میرا دوست بن گیا ہے۔"

میں نے شاہدہ کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ خوف سے اس کا برا حال تھا۔ دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا۔ دماغ میں جیسے آندھیاں چل رہی تھیں۔ ارشاد نے پوچھا "یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

"کک..... کیا ہو رہا ہے؟"

"تمہارے چہرے کا رنگ اڑ گیا ہے۔ کیا تمہیں کوئی پریشانی یا تکلیف ہے؟"

وہ کسی بیماری کا بہانہ کر کے اسے چھوڑ کر جانا چاہتی تھی اس کی ذہانت اسے سمجھا رہی تھی کہ فرہاد کس وقت بھی ارشاد کے ذریعے اس کے دماغ میں آ سکتا ہے۔ اسے ارشاد سے' اپنے گھر سے اور اپنے ٹیلی فون سے دور رہنا چاہئے۔ اس کی کوئی تصویر ارشاد کے پاس نہیں تھی۔ اگر وہ اپنی آواز کسی کو نہ سناتی تو میری خیال خوانی سے محفوظ رہتی۔

میں نے اسے بیماری کا بہانہ نہیں کرنے دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولی "میں بہت دنوں سے آپ کو ایک راز کی بات بتانا چاہتی تھی۔ پھر ڈرتی رہتی تھی کہ آپ ناراض ہو جائیں گے۔ مجھ سے نفرت کریں گے تو میں آپ کی محبت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکوں گی۔"

ارشاد نے جذباتی انداز میں میز کے اوپر ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا پھر کہا "میں تم سے کبھی نفرت کر ہی نہیں سکتا۔ میں تو تمہارا دیوانہ ہوں۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ میں مسلمان نہیں ہوں ایک ہندو ہوں تو کیا پھر بھی مجھ سے محبت کرو گے؟"

"کیا ہندو انسان نہیں ہوتے؟ شریف اور مہذب نہیں ہوتے؟ ہر قوم میں اچھے برے لوگ ہوتے ہیں۔ اب یہ مذاق چھوڑو اور وہ بات کہو جو کہنا چاہتی ہو۔"

"آپ مذاق سمجھ رہے ہیں اور میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میرا نام شاردا ہے۔"

"اگر تم شاہدہ نہیں شاردا ہو تو میری محبت اور بڑھ جائے گی۔ تم نے دھرم کو نہیں دیکھا۔ ایک مسلمان سے محبت کر رہی ہو۔ میں ہمیشہ تمہاری عزت کرتا رہوں گا۔"

"آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں مسلمان بن کر کیوں رہتی ہوں؟"

"ہاں' یہ پوچھنا چاہئے۔ دراصل تمہیں دیکھ کر میں ساری دنیا

کو بھول جاتا ہوں۔ اپنا بھی ہوش نہیں رہتا۔ واقعی تم شاہدہ بن کر کیوں رہتی ہو؟"

"میں پڑوسی ملک کی جاسوسہ ہوں۔"

وہ ہنسنے لگا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولی "کوئی مجرم اپنے جرم کا اعتراف کرے تو کیا قانون کا محافظ ہنس کر اسے چھوڑ دیتا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "بھئی شاہدہ! بس کرو۔ اب کوئی اور بات کرو۔"

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ "میں ارشاد کو اپنی حقیقت کیوں بتا رہی ہوں۔ ہاں شاید اس لئے کہ نہ بتاؤں تب بھی فرہاد ارشاد کو سب کچھ بتا دے گا۔ یہ میری ذہانت ہے کہ میں اس سے پہلے اسے اپنے اعتماد میں لے رہی ہوں لیکن یہ بڈھا تو میری کسی بات کا یقین ہی نہیں کر رہا ہے۔"

میں نے بڈھے کے دماغ میں آ کر اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا۔ "میں یقین کیوں نہیں کر رہا ہوں؟ یہ اپنی زبان سے خود کو غیر مسلم اور بھارتی جاسوسہ کہہ رہی ہے۔ یہ کوئی مذاق تو نہیں ہو سکتا۔ مجھے تصدیق کرنا چاہئے۔"

اس نے سنجیدگی سے پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ میں تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہوں۔ جھوٹ دل کر فریب دے رہی تھی تو میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا تھا۔ ابھی جو کچھ کہا ہے اس کا ایک ایک لفظ سچ ہے۔"

وہ پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگا اور سوچنے لگا۔ "آہ! یہ میں کیا سن رہا ہوں۔ یہ ہمارے ملک سے دشمنی کر رہی ہے۔ میں کس دل سے اس کافر حسینہ کو دشمن سمجھوں۔ اسے کیسے گرفتار کراؤں' میں تو خود اس کا گرفتار ہوں۔"

شاردا نے پوچھا "آپ کیا سوچ رہے ہیں؟"

میرا ایک ذہین ماتحت سرفراز تم پر شبہ ظاہر کرتا تھا اور میں اسے ڈانٹ کر خاموش کر دیتا تھا۔ میں کسی کی زبان سے تمہارے خلاف کچھ سننا نہیں چاہتا تھا۔ تمہارے خلاف آنکھوں سے کچھ دیکھ کر بھی اپنی آنکھوں کو جھٹلا سکتا ہوں۔ آخری بار پوری سچائی سے بولو' کیا تم پڑوسی ملک کی جاسوسہ ہو؟"

میں فوراً شاردا کے دماغ میں آیا۔ اس کی عقل کہہ رہی تھی کہ جب یہ بے وقوف میری حقیقت کو تسلیم نہیں کر رہا ہے تو مجھے اس کی محبوبہ شاہدہ ہی بن کر رہنا چاہئے۔ وہ مسکرا کر کہنا چاہتی تھی کہ یہ جھوٹ ہے' میں مذاق کر رہی تھی۔

میں نے اسے مسکرانے نہیں دیا۔ وہ بے اختیار سنجیدگی سے بولی "میں آخری بار پوری سچائی سے بول رہی ہوں۔ میں پڑوسی ملک کی جاسوسہ ہوں۔"

ارشاد احمد ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بھی اٹھتے ہوئے التجائی سے بولی "آپ مجھے پولیس کے حوالے کریں گے؟"

"بکواس مت کرو۔ میرے پیچھے آؤ۔"

وہ جانے لگا۔ شاردا پیچھے پیچھے چلتے ہوئے بری طرح خوفزدہ تھی۔ یہ خوف میری وجہ سے تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "میں نے دوبار بے اختیار جاسوسہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ اعتراف کرتے وقت میں کیوں اپنے آپ میں نہیں تھی؟ دوسری بار میں اپنی اصلیت سے انکار کرنا چاہتی تھی مگر میری زبان نے انکار نہیں کیا۔ زبان' دل ہو یا بدن کا کوئی حصہ ہو۔ وہ دماغ کے تابع رہتا ہے اور دماغ میرے بس میں نہیں تھا۔ کیا فرہاد میرے اندر پہنچ گیا ہے؟"

وہ اپنے حالات سے میری موجودگی کو سمجھ رہی تھی اور دعا مانگ رہی تھی کہ جو سمجھ رہی ہے' وہ غلط ہو۔ ہو سکے تو اسے موت آ جائے لیکن فرہاد کبھی نہ آئے۔

وہ کار کا اگلا دروازہ کھول کر ارشاد احمد کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ خاموش بیٹھا گہری سنجیدگی سے ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔ اتنی گہری سوچ میں تھا کہ کار اسٹارٹ کرنا بھول گیا تھا۔

شاردا نے پوچھا "کیا فرہاد علی تیمور آپ کے دماغ میں ہے؟"

"میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں۔ بار بار تمہارا اعتراف سن کر بھی میرا دل نہیں مان رہا ہے۔ فرہاد دل اور دماغ کی سچی باتیں بتا دیتا ہے۔ میں تمہارے متعلق اس سے حقیقت معلوم کروں گا۔"

"حقیقت یہی ہو گی جو میں کہہ چکی ہوں۔ پھر میرے متعلق آپ کا فیصلہ کیا ہو گا؟"

بچوں کے مشہور ادیب شکیل انجم کا سنسنی خیز ناول

آئندہ ماہ کے ناول

کرنل پرویز میرٹھی

بین الاقوامی سمگلرز پر مبنی سنسنی خیز ناول

پُکارتی لاشیں

کیا لاشیں پکار سکتی ہیں۔ جی ہاں! لاشیں پکارتی تھیں۔ اس عدالت میں زبردست ہنگامہ برپا ہوا جب برطرف تباہ شدہ جیل کی سزا یافتہ ایک ایک کر کے عدالت میں پیش کی گئی۔ سزا یافتہ ایک خوبصورت لڑکی کو زہریلی ناگن تھی!!!

کرنل پرویز میرٹھی

خفیہ دہشت گرد ڈولی ہولی ہوں کا ناول

جہنم کی بلائیں

فیصل، نوید اور سندھ بھائی جہنم کی بلاؤں کے نرغے میں پھنس گئے۔ اس ویران جزیرے پر بہت بڑا خزانہ آمدہ اور سندھ بھائی کو اپنی طرف میں کر کے گیا۔ سندھ بھائی کی کیا حشر ہوا یہ جاننے کے لئے آپ کو ناول پڑھ کر ہی معلوم ہو سکتی ہے۔

قابوط سیریز ۴ | قیمت فی کتاب ۱۰۰ روپے | قابوط سیریز ۳

مزاح، سسپنس اور جاسوسی سے بھرپور

مسٹر چکرم

وہ عجیب شخص تھا جو سر کے بل کھڑا ہو کر کتے کی طرح بھونکتا تھا۔ قابوط بھی اس جیسا بن گیا۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ جاننے کے لئے آپ کو مسٹر چکرم پڑھنا ہو گا۔

قابوط سیریز ۳

قدم قدم پر چونکا دینے والا ناول

تیمور اوپ

اس کے تین روپ تھے اور تینوں ایک دوسرے سے مختلف۔ خوفناک، سنسنی خیز۔ ایک خوفناک شیطان کی سزا اس عدالت کے جرم کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہوا تھا جو مجرم کی تلاش میں آئے تھے وہ خود مجرم بن گئے۔ قہقہوں کا طوفان برپا کرنے والا ناول۔ ضرور فرمائش کر کے پڑھیں۔ قیمت صرف ۱۰۰ روپے!!!

نگار کتابیات پبلی کیشنز | پرنٹنگ پریس | کراچی

"تم نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے۔ میں کس دل سے تمہیں سزا دلاؤں گا۔ اگر تمہاری محبت میں قانونی کارروائی نہیں کروں گا تو میرا ضمیر مجھے بھی ملک کا دشمن کہے گا۔ اگر تم مجھ سے سچی محبت کرتی ہو تو سچ سچ بتا دو کہ اب تک تم نے ہمارے ملک کے خلاف کیا کچھ کیا ہے؟"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ ابھی تک میں نے کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یہاں رہ کر آپ سے دوستی بڑھاتی رہوں اور آپ کو ایسا دیوانہ بنا دوں کہ آپ دیوانگی میں مجھے پاکستان کی سیکرٹ سروس کے متعلق بہت کچھ بتاتے چلے جائیں۔"

"میرا ضمیر مطمئن ہے کہ میں نے تمہیں کوئی راز کی بات نہیں بتائی ہے۔ یہ بتاؤ' یہاں تمہارے ساتھ اور کون لوگ ہیں؟"

"یہاں سفارت خانے میں دو افراد ہیں۔ وہ مجھے گائیڈ کرتے ہیں۔ میں پہلی بار پاکستان آئی ہوں۔ یہاں کئی معاملات میں مجھ سے غلطی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ مجھے اپنے ملک میں مسلمان عورت کی طرح زندگی گزارنے کی طویل ٹریننگ دی گئی ہے۔ اس کے باوجود میں ان دونوں افراد سے رہنمائی حاصل کرتی رہتی ہوں۔"

"میرا ماتحت سرفراز ان دونوں سے واقف ہے۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔ اگر تم نے میرے ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے تو میں تمہیں کل شام تک مہلت دیتا ہوں۔ پاکستان چھوڑ دو۔ اس دوران مسٹر فرہاد کو تمہارے دماغ میں بھیجوں گا۔ یہ تصدیق ہو گی کہ تم نے ابھی تم یہاں کوئی جرم نہیں کیا ہے تو تم خیریت سے سرحد پار چلی جاؤ گی ورنہ مسٹر فرہاد کسی مجرم سے رعایت نہیں کرتے ہیں۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھادی۔ وہ شاردا کو اس کی رہائش گاہ تک پہنچانے جا رہا تھا۔ میں نے سرفراز کے پاس آ کر کہا۔ "تم بہت ذہین اور محب وطن ہو۔ تمہارا شبہ درست نکلا۔ اس کا اصل نام شاہدہ زریں نہیں شاردا ہے۔ ایک غیر ملکی عورت ہے۔ تم نے پڑوسی ملک کے سفارت خانے کے جن دو آدمیوں کو اس سے ملتے دیکھا ہے۔ ان میں سے ایک کا نام راما راؤ اور دوسرے کا نام اننت کمار ہے۔ شاردا ان سے رہنمائی حاصل کرتی ہے لیکن ان کے متعلق زیادہ نہیں جانتی ہے میں فون نمبر بتا رہا ہوں اس پر رابطہ کرو۔ دوسری طرف کی آواز سنو۔"

میں نے نمبر بتائے۔ وہ ریسیور اٹھا کر ڈائل کرنے لگا۔ آدھی رات ہونے کو تھی۔ فون کی گھنٹی دوسری طرف بج رہی تھی۔ بڑی دیر بعد کسی نے ریسیور اٹھا کر نیند بھری آواز میں پوچھا "کون ہے بھائی! اتنی رات کو کیا مصیبت آ گئی ہے۔"

میں نے سرفراز کو ریسیور رکھنے کے لئے کہا۔ پھر راما راؤ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کوئی جواب نہ پا کر ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر پھر سو گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ اور اننت کمار دراصل جاسوس ہیں۔ اپنے سفارت خانے کے ملازم بن کر یہاں آئے ہیں اور اہم ثبوت حاصل کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان سکھ

قوم کو بھارتی حکومت کے خلاف بھڑکا رہا ہے اور بے شمار سکھوں کو خفیہ طور پر بغاوت کی ٹریننگ دے رہا ہے۔

چونکہ یہ سچ نہیں تھا' محض الزام تھا۔ اس لئے کوئی دستاویزی یا تصویری ثبوت نہیں مل رہا تھا۔ انہوں نے چند پاکستانیوں کو بھاری رشوت دے کر انہیں سکھ بنا کر ان کی تصویریں اتاری تھیں۔ ان میں سے دو نے پاک آرمی کی وردی پہنی تھی اور تصویر کے ذریعے یہ دکھایا تھا کہ ہماری آرمی کے افسران سکھوں کو گوریلا جنگ کی ٹریننگ اور ہتھیار دے رہے ہیں۔

وہ جھوٹے الزام کو سچ بنا کر پوری دنیا میں پاکستان کے خلاف شور مچانا چاہتے تھے۔ راما راؤ کی خوابیدہ سوچ نے بتایا کہ یہ تمام تصویریں اور جھوٹی دستاویزات سفیر کی تحویل میں ہیں۔ وہ مناسب موقع دیکھ کر یہ چیزیں اپنے ملک ارسال کرنا چاہتا ہے۔

میں نے سرفراز کے پاس آ کر اسے یہ باتیں بتائیں پھر کہا۔ "سفیر کی آواز سنو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر سفیر کی نیند بھری آواز سنائی دی۔ "کیا مصیبت ہے؟ کون ہے؟ کیا بات ہے؟ کیا ابھی فون کرنا ضروری تھا؟"

سرفراز نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ سفیر کو جواب نہیں ملا۔ میں نے اس کے چور خیالات سے معلوم کیا کہ اس نے وہ جھوٹی دستاویزات اور تصویریں کہاں چھپائی ہیں؟ اس کے علاوہ ہمارے ملک کا ایک اہم راز چرا کر رکھا گیا تھا۔

میں نے ایک خفیہ ادارے کے چیف سے رابطہ کیا اسے تمام روداد سنائی۔ راما راؤ اور اننت کمار کی رہائش گاہوں کا پتا بتایا پھر کہا "سفیر سمیت تینوں کی رہائش گاہوں میں گھس کر تینوں کو گرفتار کرو۔ ان کے خلاف ثبوت اور پاکستان کا ایک اہم راز سفیر کے بستر پر دو تکیوں کے اندر چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

آرمی کے جوانوں نے فوراً کارروائی شروع کی۔ سفیر کی رہائش گاہ میں گھس گئے۔ ملازموں نے اعتراض کیا۔ اس کے باوجود انہوں نے سفیر کی خوابگاہ کے دروازے پر دستک دی۔ پھر دروازے کو ٹھوکروں سے مارا۔ اندر سے آواز آئی "یہ کیا بدتمیزی ہے؟ کون ہے؟"

ایک افسر نے کہا "آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی۔ دروازہ کھولو۔"

سفیر نے پریشان ہو کر دو تکیوں کی طرف دیکھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ کسی کا دھیان تکیے کی طرف نہیں جائے گا۔ مجھے اپنی گھبراہٹ پر قابو پانا چاہئے۔"

وہ دروازہ کھول کر بولا "آفیسر! ایسی کیا بات ہو گئی کہ آدھی رات کو نیند خراب کرنے آ گئے؟"

"نیند ہم نے نہیں' ان تکیوں نے خراب کی ہے جن پر تم سر رکھ کر سوتے ہو۔"

اس نے گھبرا کر تکیوں کی طرف دیکھا پھر جلدی سے گھبراہٹ قابو پاتے ہوئے بولا "آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

افسر نے ایک چاقو نکالا' اسے کھولتے ہوئے بستر کے پاس آ کر تکیے کو اٹھایا۔ پھر اس میں چاقو پیوست کرتے ہوئے اسے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چیر دیا۔ اندر سے کاغذات اور تصویریں نکل کر بستر پر گرنے لگیں۔

پھر اس نے دوسرے تکیے کو بھی اٹھا کر اسی طرح چیر دیا۔ اس میں سے بھی اہم کاغذات برآمد ہوئے۔ دو افسران نے ان تمام کاغذات کا مطالعہ کیا۔ پھر کہا "سفارتی قوانین کے مطابق ہم آپ کو گرفتار نہیں کر سکتے' تم پر مقدمہ نہیں چلا سکتے لیکن تمہیں ملک بدر کر سکتے ہیں۔"

پھر افسر نے جوانوں سے کہا "ٹیلی فون کے تار کاٹ دو۔ ان لوگوں کو یہاں سے نکال دو۔ کاروں کی چابیاں سفیر صاحب سے لے لو۔ پڑوسی ملک کے حکمرانوں کو اس کے کالے کرتوت سے آگاہ کر کے اسے سرحد پار بھیج دیا جائے گا تب تک یہ یہاں نظر بند رہے گا۔"

دوسری رہائش گاہوں سے راما راؤ اور اننت کمار کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ میں پھر شاردا کے پاس آ گیا۔ ارشاد احمد نے کہا تھا اسے اس کی رہائش گاہ میں چھوڑ کر اپنے گھر جائے گا۔ وہ حسینہ کو چھوڑ کر جانے کو جی نہیں چاہتا تھا' وہ اس کے باتھ روم میں بیٹھا کہہ رہا تھا۔ "تم چلی جاؤ گی تو میری دنیا ویران ہو جائے گی۔ میں یہ ملازمت چھوڑ دوں گا۔ مجھے یقین ہے' تمہاری جدائی مجھے مار ڈالے گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "بڑھاپے کا عشق ایسا ہی ہوتا ہے۔"

اس نے اپنے سر کو تھام کر سوچا "کیا میں اپنے ہی بارے میں سوچ رہا ہوں؟"

"یہ میں نہیں میرا ضمیر بول رہا ہے۔ میں وطن کے لئے اتنے پیسے نہیں سوچ رہا ہوں جتنا کہ ایک عورت کے لئے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں وقت ضائع کر رہا ہوں۔ مجھے ان دو غمرسانوں کو گرفتار کرانا چاہئے۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ شاردا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "آپ مجھے بچانے کے لئے اپنا دھیان دوسرے مجرموں کی طرف کر رہے ہیں۔ پہلے آپ اسے گرفتار کریں جو سامنے ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ مجھے اپنا فرض ادا کرنے دو۔"

وہ شاردا سے ہاتھ چھڑا کر پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "واہ! کیا فرض کی ادائیگی ہے۔ یہ فرض نہیں قرض کا قرض ادا کیا جا رہا ہے۔"

رابطہ قائم ہو گیا اس نے کہا "ہیلو سرفراز! میں تمہیں حکم دیتا ہوں پڑوسی ملک کے سفارت خانے میں ملازمت کرنے والے راما راؤ اور اننت کمار کو گرفتار کرو۔"

"جناب آپ نے حکم دینے میں دیر کر دی۔ وہ دونوں اپنے سفیر صاحب سمیت گرفتار ہو چکے ہیں۔ فرہاد صاحب نے ان کے خلاف ٹھوس ثبوت پیش کئے ہیں۔"

"تعجب ہے۔ مسٹر فرہاد کو ان کے متعلق کیسے معلوم ہوا؟"

"میں نے شبہ ظاہر کیا تھا۔ فرہاد صاحب نے خیال خوانی کے ذریعے تصدیق کر دی۔"

ارشاد احمد نے کن انکھیوں سے شاردا کو دیکھا۔ پھر سرفراز سے پوچھا "تم نے اور کس کے خلاف شبہ ظاہر کیا تھا؟"

سرفراز نے میری مرضی کے مطابق کہا "اس کے خلاف بھی جو آپ کے ساتھ صوفے پر بیٹھی ہے۔"

"کیا؟" وہ چونک کر بولا "تم کیا جانتے ہو؟ کیسے جانتے ہو کہ میں کہاں ہوں اور کس کے ساتھ ہوں۔"

"جناب میں کچھ نہیں جانتا۔ فرہاد صاحب جانتے ہیں۔"

"مسٹر فرہاد کہاں ہیں؟"

"پتا نہیں جناب! وہ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔"

"کیا تمہیں فرہاد صاحب نے بتایا ہے کہ میں شاہدہ زریں کے ساتھ ہوں؟"

"فرہاد صاحب غلط بات نہیں کہہ سکتے' آپ شاہدہ کے ساتھ نہیں ہیں۔"

"پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرے ساتھ کوئی صوفے پر بیٹھی ہے۔"

"جناب آپ کے ساتھ شاہدہ نہیں شاردا ہے۔"

ارشاد نے فوراً ہی ریسیور رکھ کر کہا "میرے ماتحت کو بھی معلوم ہو گیا ہے کہ تم شاردا ہو۔"

"کیسے معلوم ہو گیا؟"

"یہ سب خیال خوانی کا کھیل ہے۔ راما راؤ' اننت کمار اور تمہارے دیس کا سفیر بھی ٹھوس ثبوت کے ساتھ گرفتار ہو گئے ہیں۔ سوری شاردا! اب تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔"

"فرہاد آپ کو بھی نہیں چھوڑے گا کیونکہ آپ میرے خلاف کارروائی کرنے سے کترا رہے ہیں۔"

"میں نے اس لئے تمہارے خلاف قدم نہیں اٹھایا کہ تم نے ابھی تک میرے ملک کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ چونکہ نقصان پہنچانے آئی ہو اس لئے تمہیں ملک سے نکل جانے کا حکم دے رہا ہوں۔ فرہاد جب میرا دماغ پڑھے گا تو دل کا حال بھی معلوم کر لے گا کہ میں تم سے بے انتہا محبت کرتا ہوں۔"

شاردا سوچ رہی تھی' یہاں سے لاہور اور لاہور سے بذریعہ ٹرین ہندوستان چلی جائے گی۔ میں نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ اس عورت کو معاف کر دیا جائے کیونکہ وہ سراغرسانی کے معاملات میں اناڑی تھی۔ اس نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ عورت پر

رحم کرنا چاہئے۔ اس لئے میں نے اسے نظرانداز کردیا۔

ارشاد احمد اس سے رخصت ہو کر باہر آیا۔ پھر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا "ارشاد! میں آخری بار تمہارے پاس آیا ہوں۔ تم مجھ سے ایک لفظ نہ کہو۔ صرف میرا حکم سنو اور اس پر عمل کرو۔ تم نے اپنے فرض شناس ماتحت سرفراز کو شارد کی اصلیت تک پہنچنے سے کئی بار روکا اور اس کے خلاف تحقیقات نہیں کرنے دی۔ تم موجودہ عہدے کے قابل نہیں ہو۔ صبح اپنا استعفا پیش کردو۔"

"میں تمہارے حکم پر عمل کروں گا۔ اپنے لئے ابھی ایک لفظ نہیں کہوں گا۔ مگر پلیز' شاردا پر رحم کرو۔"

"تم نہیں جانتے شاردا آٹھ برس کے ایک بیٹے کی ماں ہے۔ وہ بیٹے کو مجبوراً ہندوستان میں چھوڑ کر آئی تھی۔ میں نے تمہاری محبوبہ کو نہیں' ایک ماں کو معاف کیا ہے۔ خدا حافظ۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ راجر ہڈ دو میسنگ فلائٹ سے رات ہی کو کراچی چلا گیا تھا۔ پھر دوسری صبح واشنگٹن کے لئے روانہ ہوگیا۔ میں نے اس کے سفیر کے پاس آکر کہا "ہیلو مسٹر وارنر!"

وہ چونک کر خلا میں تکنے لگا۔ میں نے کہا "میں خلا میں نظر نہیں آؤں گا۔"

اس نے گھبرا کر پوچھا "کون ہو تم؟"

"وہی ہوں۔ جس کے خوف سے تم نے راجر ہڈ کو یہاں سے بھگا دیا ہے۔"

"اوہ مسٹر فرہاد! آپ ہیں؟"

"ہاں میں اس وقت بھی تمہارے اندر تھا جب راجر ہڈ تمہارے پاس بیٹھا مجھ سے دور بھاگ جانے کے لئے بے چین تھا۔ تم نے اپنے وسیع ذرائع استعمال کئے اور اسے بھگا دیا۔"

"جو ہونا تھا' وہ ہوگیا۔ اب کیا چاہتے ہیں آپ؟"

"جو ہونا تھا' وہ نہیں ہوا۔ اب ہوگا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اگر میں پاکستان کے اندر راجر ہڈ کے خلاف قانونی کارروائی کراتا تو تمہاری حکومت سیاسی چالبازیوں سے اسے بچالیتی اور میں اپنے ملک کے دشمنوں کو بچ کر جانے نہیں دیتا۔"

"تت..... تم کیا کرو گے؟"

"راجر ہڈ طیارے میں آرام سے سفر کر رہا ہے۔ پاکستان سے باہر جاچکا ہے۔ ایسے میں وہ حرام موت مرے گا تو ہماری حکومت پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ ہماری زمین پر اس کا خون گرتا تو ہمارے حکمرانوں کو صفائی پیش کرنی پڑتی۔ تم نے اسے بھگا کر میرے لئے آسانی فراہم کردی ہے۔"

"مسٹر فرہاد! وہ تمہارے ملک سے دور جاچکا ہے۔ اس پر یہاں کا قانون لاگو نہیں ہوسکتا۔"

"تم اس کی نہیں اپنی فکر کرو۔ اپنے ملک کے سیکرٹ ایجنٹوں کو یہاں پناہ دیتے ہو اور جاسوسی کے لئے سہولتیں فراہم کرتے ہو۔ تمہارے جیسا مجرم سخت سزا کا مستحق ہے۔ سفارتی قوانین کے مطابق میں تمہیں سزا نہیں دے سکتا۔ ہماری حکومت صرف تمہاری حکومت سے شکایت کرسکتی ہے اور مجھے کمزوروں کی طرح شکایت کرنا یا فریاد کرنا نہیں آتا۔"

میں نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ ساتھ ہی اس کا منہ بند کیا تاکہ وہ چیخیں نہ مار سکے۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ کانوں سے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ مر چکا ہے اور مرنے کے بعد سمجھ رہا ہے کہ موت کیسی اذیت ناک ہوا کرتی ہے۔

جب ذرا تکلیف کم ہوئی تو وہ رحم کی بھیک مانگنے لگا۔ میں نے کہا "جتنی جلدی ہوسکے میرے ملک سے چلے جاؤ۔ ورنہ ہر بارہ گھنٹے بعد ایسی ہی اذیتوں میں مبتلا ہوتے رہو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں بارہ گھنٹے سے پہلے چلا جاؤں گا بلکہ ابھی کسی پہلی فلائٹ سے پاکستان چھوڑ دوں گا۔ تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ میرے دماغ میں اور ایسی قیامت نہ لانا۔ میں مرجاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب اپنے حکمرانوں سے رابطہ کرو یا اپنے پیر ماسٹر سے کہو کہ ان کا قابلِ فخر سیکرٹ ایجنٹ اپنی زندگی کا آخری سفر کر رہا ہے۔ فرہاد اس کے سر پر سوار ہے۔ جان لبوڈا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے بچانے کی کوشش کرسکتے ہیں۔"

اس نے پانچ منٹ کے اندر ایک حاکم سے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا "میں سفیر برائے پاکستان بول رہا ہوں۔ میں اپنے عہدے سے دست بردار ہو کر ابھی کسی پہلی فلائٹ سے واپس آرہا ہوں۔"

پوچھا گیا "ایسی جلدی کیا ہے؟ یہ فیصلہ ہم کریں گے کہ تمہیں وہاں کی ذمے داریوں سے کب سبکدوش کیا جائے۔"

"آپ سے پہلے فرہاد علی تیمور فیصلہ کرچکا ہے۔ اس نے مجھے ایسی دماغی اذیت پہنچائی ہے جسے یاد کرکے کانپ جاتا ہوں۔ میں نے بارہ گھنٹوں کے اندر یہ ملک نہ چھوڑا تو پھر میرے دماغ میں زلزلے پیدا کئے جائیں گے۔"

"کیا فرہاد نے ہماری کوئی سازش پکڑی ہے؟"

"جی ہاں' ہمارا کبھی ناکام نہ ہونے والا جاسوس فرہاد کے سامنے بے نقاب ہوگیا ہے۔ اس نے سائنس دان اسلام حسین کو جو جال پھینکا تھا' اس میں خود الجھ گیا۔ یہاں سے جان بچا کر جارہا ہے۔ ابھی طیارے میں سفر کر رہا ہے۔ فرہاد نے کہا ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے راجر ہڈ کو بچا سکتے ہیں تو اپنی سی کوشش کرلیں۔ آپ یہ خبر سپر ماسٹر تک پہنچائیں' ہوسکتا ہے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کوششوں سے راجر ہڈ کو نئی زندگی مل جائے۔"

یہ خبر سپر ماسٹر تک پہنچائی گئی۔ پھر انہوں نے پاکستان کی وزارتِ خارجہ اور داخلہ سے رابطہ کرکے میرے خلاف شکایت کی۔ فرہاد کو قانون ہاتھ میں لینے سے روکا جائے۔ وہ ہمارے ایک انجینئر جان ریڈی (راجر ہڈ) کو پاکستان میں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ وہ جان بچا کر تمہارے ملک سے باہر نکل آیا ہے' اب فرہاد کو اس کا پیچھا چھوڑ دینا چاہئے۔"

ہماری وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری نے جواب دیا "آپ کوئی ثبوت پیش کریں کہ فرہاد آپ کے آدمی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ پھر یہ کہ وہ ہمارے ملک سے باہر ہے اس کی ہلاکت یا سلامتی کے ذمے دار ہم نہیں ہیں۔"

"وہ ہمارے سفیر کو بھی دماغی اذیتوں میں مبتلا کر رہا ہے۔"

جواب دیا گیا "ہم سفیر محترم کا طبی معائنہ کرائیں گے۔ یہ سچ ہوا تو مسٹر فرہاد کو اس حرکت سے باز رہنے کے لئے کہا جائے گا۔"

"طبی معائنہ سے تو سفیر نارمل ثابت ہوگا۔"

"جب وہ نارمل ہوگا' کوئی دماغی تکلیف نہیں ہوگی تو پھر فرہاد کو بے الزام دیا جاسکے گا۔"

"کیا آپ ہم جیسی سپر پاور سے سفارتی تعلقات بگاڑنا چاہتے ہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ انجینئر جان ریڈی نے ہمارے سائنس دان کے چند اہم راز حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک شریف خاتون کو بے لباس کیا۔ اس کے باوجود ہم نے آپ سے شکایت نہیں کی کیوں کہ ہم سفارتی تعلقات بحال رکھنا چاہتے ہیں۔"

"جان ریڈی نے جو زیادتی کی اس کی تلافی ہم کریں گے۔ اس کی سلامتی کے لئے بڑی سے بڑی رقم ادا کریں گے۔ یہ رشوت نہیں ہوگی' کفارہ ہوگا۔"

جواب دیا گیا "فرہاد علی تیمور پاکستان کی حدود میں ہمارے قانون پر عمل کرتا ہے۔ جو معاملات ہماری سرحد سے باہر ہوں اس سے وہ نمٹنے کے لئے خود مختار ہوتا ہے۔"

وہ بحث کرتے رہے لیکن یہ تسلیم کرنا پڑا کہ جو واردات سرحد سے باہر ہو رہی ہو' اس کے لئے پاکستانی حکمرانوں پر دباؤ نہیں ڈالا جاسکتا اور یہ بھی ثابت نہیں ہوسکتا تھا کہ سفیر کو دماغی عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا "مسٹر وارنر! ہوسکتا ہے تم پر تنویمی عمل کرکے میرا راستہ روک دیا جائے۔ ایسی صورت میں تمہارے سانپ میرا نشانہ بنیں گے۔"

وہ دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے بولا "چاہے جان چلی جائے یا امریکا کا صدر بنا دیا جائے تب بھی میں پاکستان میں نہیں رہوں گا۔"

میں راجر ہڈ کے دماغ میں آگیا۔ وہاں جان لبوڈا اس سے بول رہا تھا "تم نے پاکستان چھوڑ کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اگر وہاں جاتے تو ہماری حکومت تمہیں کسی طرح کا نقصان نہ پہنچنے دیتی۔ اس نے نہایت چالاکی سے تمہیں بھاگنے کا موقع دیا اور تم بھاگ آئے۔"

"کیا یہاں میرے لئے خطرہ ہے؟"

"موت تمہارے سر پر سوار ہے۔ پتا نہیں اس وقت فرہاد یہاں موجود ہے یا نہیں لیکن وہ اس کھوپڑی میں جگہ بنا چکا ہے۔"

"فار گاڈ سیک مسٹر لبوڈا! اسے یہاں نہ آنے دو۔ تم بھی ٹیلی پیتھی کے ماسٹر ہو۔ اس کا راستہ روک دو۔"

"ایک ہی راستہ تھا کہ تم پر تنویمی عمل کرکے تمہارے دماغ کو لاک کیا جائے۔"

"تو پھر کرو۔"

"فرہاد تنویمی عمل کو ناکام بنا دے گا۔"

"ہوسکتا ہے' وہ ابھی موجود نہ ہو۔"

میں نے ایک پھونک ماری۔ وہ گھبرا کر بولا "یہ پھونک مارنے کی آواز کیسی ہے؟"

"یہ صورِ اسرافیل ہے۔" جان لبوڈا نے کہا "تمہیں یقین کرنا چاہئے کہ وہ موجود ہے۔"

"موجود ہے تو میں اس سے التجا کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے اور تم سے بولے۔ میری جان بخشنے کے لئے وہ جو چاہتا ہے' ہم اس کا مطالبہ پورا کریں گے۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ جان لبوڈا نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ موجود ہیں یا آپ کا کوئی ساتھی ہے۔ جو بھی ہے میں اس سے صلح اور سمجھوتے کی درخواست کرتا ہوں۔"

میں نے جواب نہیں دیا۔ یہ لوگ اُسی سے مصلحت و دوستی کرتے ہیں' جو اُن پر سوا سیر ہوتے ہیں ورنہ چھوٹے بڑے ملکوں کو سپر پاور بن کر اپنے قدموں میں رکھتے ہیں۔ وہ دونوں بار بار مجھے مخاطب کر رہے تھے اور میں واہمہ بن رہا تھا۔ کبھی وہ سوچتے تھے' میں ہوں کبھی خود کو جھوٹی تسلی دیتے تھے' میں نہیں ہوں۔

راجر ہڈ نے کہا "وہ نہیں ہے۔"

"ہے۔" جان لبوڈا نے کہا "تم خیال خوانی کرنے والوں کے ہتھکنڈوں کو نہیں جانتے ہو۔ میں بھی اکثر ایسے ہتھکنڈے آزماتا رہتا ہوں۔ یہ ظاہر کرتا ہوں کہ نہیں ہوں لیکن موجود رہ کر اُس کی حرکتیں دیکھتا رہتا ہوں۔"

"مسٹر لبوڈا! تم مجھے خوف زدہ کر رہے ہو۔"

"میں خیال خوانی کی تکنیک بتا رہا ہوں۔"

"جہنم میں جائے تکنیک۔ میری سلامتی کی کوئی صورت نکالو۔ وہ میرے اندر نہیں ہوگا' تب بھی میں یہ سوچ سوچ کر مرتا رہوں گا کہ وہ ہے اور کسی بھی لمحے مجھے ہلاک کرنے والا ہے۔"

"مسٹر راجر! تمہاری زندگی اسی وقت تک ہے جب تک فرہاد خاموش ہے۔ وہ بولے گا تو موت کا منہ کھولے گا۔"

"تم صرف باتیں بنا رہے ہو۔"

"میں تدبیر بھی سوچ رہا ہوں۔ ابھی ایک بات سمجھ میں آئی

ہے کہ اس نے تمہیں سفر کے دوران زندہ کیوں رکھا ہے؟"

"کیوں رکھا ہے؟"

"اسے بے گناہ انسانوں کی سلامتی کا بہت خیال رہتا ہے۔ وہ عورتوں اور بچوں کا محافظ ہے۔ اس طیارے میں تمہیں ہلاک کرکے دہشت نہیں پھیلائے گا۔"

"یعنی میرے ساتھ عورت اور دو چار بچے ہوں تو وہ مجھے ہلاک نہیں کرے گا!"

"وہ معصوموں اور بے گناہوں کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے۔ اس لئے اس طیارے میں گڑبڑ نہیں کررہا ہے لیکن جب تمہارا سفر تمام ہوگا اور تم طیارے سے باہر جاؤ گے' تمہارے آس پاس کوئی بے گناہ نہیں ہوگا تو وہ تمہیں کہیں دورِ تنہائی میں لے جاکر قتل کرے گا۔"

"مجھے دور کیوں لے جائے گا؟ میرے قتل سے دوسروں کو نقصان کیسے پہنچ سکتا ہے؟"

"وہ جانتا ہے تمہارے پاس ایک ریوالور ہے۔ وہ تمہیں ریوالور استعمال نہیں کرنے دے گا لیکن میں وہ ہتھیار تمہاری جیب سے نکلوا کر آس پاس کے لوگوں پر فائرنگ کراسکتا ہوں۔ یہ باتیں میں تمہارے ذریعے فرہاد کو سنا رہا ہوں۔ اگر وہ صحیح معنوں میں انسان ہے تو وہ راجر کو ہلاک کرنے سے پہلے دوسروں کو بے وقت اور بے موت مرنے سے بچائے۔"

میں خاموش رہا۔ جواب میں کچھ بولنا ضروری نہیں ہے۔ میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ میری انتقامی کارروائی کے وقت کوئی بے گناہ مارا نہ جائے۔ اس وقت بھی میں راجر ہڈ کو دوسرے مسافروں کے طفیل زندہ رہنے کی مہلت دے رہا تھا۔

میں نے سلمان کو بلا کر اسے راجر کے دماغ میں پہنچایا۔ پھر کہا۔ "اس کے پاس مسلسل رہنا ضروری نہیں ہے۔ یہ چھ گھنٹے کے بعد نیویارک پہنچے گا۔ اس کے دماغ میں آتے جاتے رہو۔ اگر یہ سفر کے دوران سونا چاہے اور کوئی اس پر تنویمی عمل کرنا چاہے تو اس عمل کو ناکام بنا دینا یا مجھے بلا لینا۔ میں صرف چار گھنٹے اپنی نیند پوری کرنا چاہتا ہوں۔"

میں اسے سلمان کے حوالے کرکے اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ یہاں پشاور میں بھی کچھ اہم مسائل تھے۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو بے نقاب کرنا چاہتا تھا اور وہ ایک روسی لڑکی فرموسا آندروف کے ذریعے میری موجودہ رہائش گاہ کا پتا معلوم کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ ریسٹ ہاؤس کی طرح یہاں بھی مجھے گھیر کر قتل کرنے کی کوشش کرسکے۔

ایوان راسکا نے سوچا ہوگا کہ میں فرموسا نامی کسی حسینہ کا ذکر سن کر اس کے ہوٹل کے کمرے میں یا اس کے دماغ میں پہنچنا چاہوں گا اس طرح وہ میری مصروفیات پر نظر رکھتے ہوئے کرائے کے قاتلوں کو مجھ پر مسلط کردے گا۔

لیکن اسے مایوسی ہورہی ہوگی۔ چوبیس گھنٹے گزر گئے تھے اور میں نے فرموسا کو تلاش نہیں کیا تھا۔ مجھے ابھی راجر ہڈ سے فرصت نہیں مل رہی تھی اور جب فرصت ملی تو نیند پوری کرنا ضروری ہوگیا تھا۔ میں آرام سے چار گھنٹے تک سوتا رہا پھر بیدار ہوکر غسل کیا' پیٹ کی آگ بجھائی اس کے بعد سلمان کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "دشمن خیال خوانی کرنے والوں نے آپ کی غیر موجودگی میں دوبار راجر ہڈ پر عمل کرنا چاہا لیکن میں نے اس کے دماغ کو لاک کرنے نہیں دیا۔"

"شکریہ سلمان! اب تم آرام کرو۔"

میں راجر کے پاس آگیا۔ اس دوران اس نے طیارے میں سفر کرنے والے ایک میاں بیوی اور ان کے بچوں سے دوستی کرلی تھی۔ جان لبوڈا اس سے کہہ رہا تھا "فکر نہ کرو۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں نے ایک اور فیملی کے دماغوں میں جگہ بنائی ہے۔ وہ فیملی یہاں سے نیویارک تک تمہارے ساتھ رہے گی۔ تمہیں تنہا نہیں چھوڑا جائے گا۔"

وہ بولا "مجھے کچھ کچھ اطمینان ہورہا ہے۔ میں سوچ کے ذریعے فرہاد سے کہتا رہوں گا کہ وہ میرے ساتھ رہنے والے بچوں اور عورتوں کی سلامتی کا خیال رکھے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "مگر میں ٹائلٹ میں تو اکیلا رہوں گا۔"

"آں؟" وہ گھبرا کر بولا "مسٹر لبوڈا! یہ تو ہم نے سوچا ہی نہیں تھا کہ مجھے ٹائلٹ کے اندر تنہا جانا ہوگا۔ کیا میں دروازہ کھول کر سب کے سامنے کموڈ پر بیٹھوں گا؟"

وہ نیویارک پہنچ گیا تھا۔ وہاں سے ڈو میسٹک فلائٹ میں واشنگٹن جانے والا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "اگر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسی موت ہوجائے کہ وہ قتل نہ لگے تو ساتھ رہنے والے دہشت زدہ نہیں ہوں گے۔"

وہ لبوڈا سے یہ بات کہنا چاہتا تھا۔ "تم نہ کہو میں تمہاری سوچ پڑھ رہا ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے فرہاد تمہاری سوچ میں یہ باتیں سمجھا رہا ہے۔"

"یہ تو سب ہی سمجھتے ہیں کہ موت کسی بھی بہانے سے آجاتی ہے لیکن میں طبعی عمر تک زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

"ہم تمہیں سلامت رکھنے کی ہر ممکن کوشش کررہے ہیں۔ ہمارا سپر ماسٹر جناب علی اسد اللہ تبریزی سے رابطہ کررہا ہے۔ وہ باباصاحب کے ادارے کے بزرگِ اول ہیں۔ فرہاد' سونیا اور رسونتی سب ہی بزرگِ اول کے مطیع اور فرماں بردار ہیں۔ ان کا حکم ہوگا تو فرہاد تمہیں ایک ذرا نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"کیا جناب تبریزی صاحب مجھ سے یہ نیکی کریں گے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "شیطان سے نیکی بے ثمر ہوتی ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "میں کیسی کیسی الٹی سیدھی باتیں سوچنے لگتا ہوں۔ میں شیطان تو نہیں ہوں۔"

وہ ایک فیملی کے ساتھ ائرپورٹ کی عمارت سے گزرتے ہوئے باہر آیا۔ اس فیملی نے اسے اپنی گاڑی میں سرکاری بنگلے تک پہنچایا۔ اس بنگلے میں پہلے ہی سرکاری عورتیں اور بچے پہنچائے گئے تھے۔ انہوں نے ایسا انتظام کیا تھا کہ وہ کبھی مرنے کے لئے تنہا نہ رہے۔

اب اس مسئلے پر غور کیا جارہا تھا کہ وہ عورتیں اور بچے اس کے ساتھ ٹائلٹ میں کیسے رہیں گے؟ میں اسے فیملی کے سامنے بڑے سکون سے موت کی گود میں سلا سکتا تھا۔ کوئی دھماکا یا ہنگامہ نہ ہوتا' کوئی دہشت زدہ نہ رہتا لیکن میں نے بھی طے کرلیا تھا کہ راجر جب تک زندہ رہے اپنی سلامتی کے انتظامات کرتے کرتے مرتا رہے۔

فیملی کی ایک خاتون نے کہا "راجر! آئینے میں اپنا حلیہ دیکھو۔ تمہیں شیو کرنا چاہئے۔"

اس نے آئینے میں دیکھا۔ شیو بڑھا ہوا تھا۔ موت کے خوف سے چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا برسوں کا بیمار ہے۔ اس نے اپنی کو کھول کر شیونگ کا سامان نکالا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ایک دانشور نے کہا ہے' حجام سے کبھی دشمنی نہ کرو۔ اس کا استرا تمہارے حلق کے قریب رہتا ہے۔"

وہ شیونگ اسٹک میں دو دھاری بلیڈ لگا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ سے بلیڈ چھوٹ گیا' وہ پریشان ہوکر سوچنے لگا "میں اپنے ہاتھ سے شیو کررہا ہوں۔ میں خود حجام بنا ہوا ہوں۔ میرا بلیڈ میرے حلق کے قریب رہے گا۔ فرہاد کسی لمحے بھی میرا ہاتھ بہکا سکتا ہے۔ میرا بلیڈ میرے ہی حلق کے آر پار کرسکتا ہے۔"

وہ ایک دم شیونگ کا سامان پھینک کر چیخنے لگا۔ "میرا کیا بنے گا؟ میں محفوظ کیسے رہوں گا؟ نہیں رہ سکوں گا۔ ایک طرف سے بچاؤ کرتا ہوں تو دوسری طرف سے موت کا راستہ کھل جاتا ہے۔"

اس کی چیخ و پکار سن کر عورتیں اور بچے سہم کر دور ہوگئے۔ وہ جان لبوڈا کو پکار رہا تھا۔ "کہاں ہو لبوڈا! کیا میری بائیس برس کی خدمات کا یہ صلہ ہے کہ میری حکومت اور میرے خیال خوانی کرنے والے ایک شخص سے مجھے تحفظ نہیں دے سکتے؟ کہاں ہو لبوڈا! جواب دو۔"

خاتون نے پوچھا "راجر! کیوں چیخ رہے ہو؟ بچے سہم گئے ہیں۔ ہمیں ڈر لگ رہا ہے۔ ہم سب یوں خوف زدہ رہیں گے تو فرہاد سوچے گا' تم خود ہی ہمارے دلوں کو دھڑکا رہے ہو تو پھر تمہیں مار ہی ڈالا جائے۔"

اس کے اندر لبوڈا نے کہا "خاتون درست کہہ رہی ہیں۔ تم اسی لئے اب تک زندہ ہو کہ عورتیں اور بچے سکون سے ہیں۔ ان کا سکون برباد کروگے تو وہ فوراً ہی تمہاری سانسوں کی سپلائی بند کردے گا۔"

وہ ہاؤس پٹختا اور جھنجلا کر ادھر سے اُدھر جاتا ہوا بولا "میں شیو بھی نہیں کرسکتا۔"

"کیوں نہیں کرسکتے؟"

"کیوں کہ بلیڈ میرے حلق کے قریب سے گزرتا رہے گا۔ تم کبھی میرے پاس رہتے ہو اور کبھی چلے جاتے ہو۔ وہ بلیڈ سے میری سانسوں کی نالی کاٹ سکتا ہے۔"

"اوہ گاڈ! میں نے یہ تو سوچا ہی نہیں تھا۔ تمہاری حفاظت کرنا ناممکن ہوتا جارہا ہے۔"

"تت..... تم میری حفاظت کرنے والے یہ کہہ رہے ہو کہ میں محفوظ نہیں رہوں گا۔ جب تمہارا ارادہ کمزور ہے تو میری حفاظت کیسے کروگے!"

"تم موت کے خوف سے چڑچڑے اور بدمزاج ہوتے جارہے ہو۔ یہ تو سوچو کہ تمہاری موت کے ہزاروں راستے ہیں۔ پھر بھی تم زندہ ہو اور زندہ رہوگے۔ عقل سے کام لوگے تو اسی طرح سانس لیتے رہوگے۔"

"عقل سے کس طرح کام لوں؟"

"فرہاد تمہیں کسی ہتھیار سے ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔ ایسا وہ اب تک آسانی سے کرچکا ہوتا۔ وہ تمہیں دہشت سے مارنا چاہتا ہے اور تم دہشت زدہ رہ کر اُس کا مقصد پورا کررہے ہو۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ وہ موت کی طرح چپ چاپ آتا جاتا ہے۔ موت یقینی نظر آتی ہے تو کیا آدمی ایسے میں خوف زدہ نہیں ہو گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک دس برس کا لڑکا ایک کمرے سے دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے ایک ریوالور کو پکڑ رکھا تھا۔ راجر کے سامنے آتے ہی اس نے رک کر کہا "خبردار!"

راجر ہڈ' کئی ملکوں میں کامیابی سے جاسوسی کرنے والا موت کو دیکھتے ہی چیخ پڑا۔ لڑکے نے ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک ربر بلٹ اس کی پیشانی سے آکر چپک گیا۔ وہ آخری چیخ مار کر کرسی سمیت پیچھے الٹ کر فرش پر گرا۔ پھر چاروں شانے چت ہوگیا۔

ہارنے والا پہلوان چت ہوکر آئندہ لڑنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے لیکن موت سے پٹخنی کھانے والا ہمیشہ کے لئے چت رہ جاتا ہے۔ چت رہ کر ہی کفن پہنتا ہے۔ چت رہ کر ہی تابوت میں لیٹتا ہے اور قیامت تک چت رہنے کے لئے قبر میں پڑا رہتا ہے۔

میں ریوالور والے لڑکے کے دماغ میں آگیا۔ وہ نقلی ہتھیار تھا۔ اس میں سے زوردار آواز کے ساتھ ربر کی گولی نکلتی تھی اور سامنے والی دیوار یا کسی ٹارگٹ پر جاکر چپک جاتی تھی۔ وہ راجر ہڈ کی پیشانی سے جاکر چپک گئی تھی۔ اس نے یہی سمجھا' فرہاد نے بچے کے ذریعے اصلی ریوالور سے گولی چلائی ہے۔ موت ایسے بھی آتی ہے۔ بعض

مجرم پھانسی کے پھندے تک پہنچنے سے پہلے ہی دہشت سے مرجاتے ہیں۔ اس کا بھی قصہ تمام ہوگیا۔

❁❁❁❁❁❁❁

فرمونا آندروف روسی نہیں تھی۔ بلغاریہ کے شہرورنا سے آئی تھی۔ اس کا دادا جوزف آندروف روس سے ہجرت کرکے ورنا میں آکر اپنے کنبے کے ساتھ آباد ہوگیا تھا۔ فرمونا نے کبھی روس کی زمین پر قدم بھی نہیں رکھا تھا۔ اس کے باوجود دادا کے حوالے سے روسی تھی۔

فرمونا کا باپ یوحنا آندروف تجارت کے سلسلے میں استنبول جایا کرتا تھا۔ وہاں مولانا روحیؒ کی یاد میں ایک ایمان افروز درس گاہ تعمیر کی گئی ہے۔ یوحنا آندروف اس درس گاہ میں حاضری دیتے دیتے مسلمان ہوگیا۔

وہ اپنے چچا اور بھائی کے ساتھ استنبول آیا تھا۔ چچا پوچھتا تھا۔ "کیا تیرا دماغ پھر رہا ہے؟ اس مسلمان نام لی درس گاہ میں کیوں جاتا ہے؟"

وہ جواب دیتا "انکل شلوم! میں نہیں جانتا پہلی بار ادھر کیسے کشاں کشاں چلا گیا تھا۔ تب سے مجھے وہاں ایسا روحانی سکون ملتا ہے جسے میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا۔"

یہ سلسلہ کئی برس تک چلتا رہا۔ انکل شلوم نے تمام کنبے اور برادری میں کہہ دیا تھا کہ یوحنا ہاتھ سے نکلا جارہا ہے۔ ورنا کے مذہبی پیشوا ربی السنادو یوحنا کو بلا کر نصیحت کی "توریت آسمانی کتاب ہے۔ اسے پڑھو اور اپنے دین موسیٰ کو سمجھو۔ ہمارا دین مکمل ہے۔"

یوحنا نے کہا "میں تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ آپ نے ایک وعظ میں فرمایا تھا' آخری بات اتنی ٹھوس اور مدلل ہو کہ اس کے بعد کوئی بات کہنے کو نہ رہ جائے۔"

"بے شک میں نے کہا تھا۔"

"تو پھر آپ تسلیم کرلیں کہ آخری کتاب (قرآن مجید) اتنی ٹھوس اور مدلل ہے کہ اس کے بعد کوئی اور بات کہنے کے لئے کوئی اور کتاب دنیا میں نہیں آئی۔"

انہوں نے سخت لہجے میں پوچھا "کیا تم اپنے ربی سے مذہبی بحث کروگے!"

"نہیں! میں ناچیز ہوں۔ آپ سے علمی اور مذہبی بحث نہیں کرسکوں گا۔ درس گاہ حضرت روحیؒ میں یہ درس دیا گیا ہے کہ اگر تم عالم نہیں ہو تو بحث نہ کرو۔ کلام پاک کی صرف ایک آیت دہراؤ کہ تمہارا دین تمہارے ساتھ اور ہمارا دین ہمارے ساتھ۔"

یہ کہتے ہی وہ سر جھکا کر عبادت گاہ سے باہر آگیا۔ ربی السنادو نے اعلان کرادیا کہ یوحنا کا سماجی بائیکاٹ کیا جائے۔ اسے سمجھایا جائے کہ وہ اپنے دین کی طرف لوٹ آئے اور جب لوٹ آئے تو اسے معاف کرکے گلے لگالو۔

وہ چچا شلوم اور ایک بھائی کے ساتھ تجارت کے لئے استنبول جایا کرتا تھا۔ مال کی خرید و فروخت کے بعد بھائی اور چچا شلوم سرائے میں آرام کرتے تھے اور وہ درس گاہ میں حاضری دینے جایا کرتا تھا۔ اس بار وہ واپس آیا تو اسلام قبول کرچکا تھا۔ اس نے چچا اور بھائی کو مٹھائی پیش کی۔ انہوں نے قبول کی پھر کھاتے ہوئے پوچھا "کس خوشی میں ہے یہ مٹھائی؟ معلوم ہوتا ہے تاجر صلاح الدین سے کوئی بڑا سودا ہوگیا ہے۔"

"ہاں' میں آخرت کا سودا کرکے آیا ہوں۔"

"یہ آخرت کا سودا کیا ہوتا ہے؟ اصل بات کہو' تم نے دام بڑھا کر دے اس لئے تمہیں مال کی ایجنسی بلغاریہ کے لئے مل گئی ہے۔ اگر تم دام نہ بڑھاتے تو وہ ایجنسی مجھے مل جاتی۔"

"میں کہہ چکا ہوں میں نے دنیا دی نہیں آخرت کا سودا کیا ہے۔ مجھے ایجنسی اور مال و دولت کا لالچ نہیں ہے۔ میں یہودیت کو ترک کرکے اسلام قبول کرچکا ہوں۔"

"کیا بکواس کرتے ہو؟" بھائی غصے سے کھڑا ہوگیا تھا۔

انکل شلوم نے پوچھا "یوحنا! تم سچ کہہ رہے ہو؟"

وہ بولا "یوحنا کو عربی میں یحییٰ کہتے ہیں۔ آج سے میرا نام محمد یحییٰ آندروف ہے۔ یحییٰ کے معنی ہیں "جیتا ہے" اور میں آج سے نئی زندگی جی رہا ہوں۔"

چچا شلوم نے غصے سے کہا "تم خود غرض اور موقع پرست ہو۔ تم نے ایک مسلمان تاجر صلاح الدین سے لاکھوں ڈالر کی ایجنسی حاصل کرنے کے لئے اسلام قبول کرکے اسے خوش کیا ہے۔"

"آپ کا یہ الزام غلط ہے۔ میں جب سے آیا ہوں' آپ تاجر صلاح الدین کا ذکر کررہے ہیں۔ جب کہ میں نے اس کا مال اٹھانے سے انکار کردیا ہے۔ اس سے بہتر نارمن جیرالڈ کا مال ہے۔ آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے۔ میں نے بلغاریہ کے لئے نارمن کے مال کی ایجنسی لی ہے۔"

محمد یحییٰ آندروف نے ثابت کردیا کہ اس نے مال اور تجارتی منافع کے پیش نظر اسلام قبول نہیں کیا ہے' جو کیا ہے وہ دل اور دماغ کی قبولیت سے کیا ہے۔ اس میں کسی کا جبر اور کسی طرح کا لالچ شامل نہیں ہے۔

بلغاریہ کے ساحلی شہرورنا میں یہودیوں کی اکثریت تھی۔ وہاں سب نے یحییٰ سے منہ پھیر لیا۔ خاندان کے افراد نے اس سے تعلقات ختم کردیئے۔ یحییٰ اپنی بیٹی فرمونا کو لے کر مسلمانوں کے محلے میں آگیا۔ شہر کے مختلف بازاروں میں یہودی تاجروں نے عہد کیا کہ یحییٰ کا مال نہ کوئی خریدے گا اور نہ اپنا مال کوئی اسے فروخت کرے گا۔

لیکن یحییٰ نے پورے بلغاریہ کے لئے ایجنسی حاصل کی تھی۔ مال کی کوالٹی بہت عمدہ تھی اس لئے خریداروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ یہودی سب سے پہلے اپنے منافع کو اہمیت دیتے ہیں۔ یحییٰ کا پیش کردہ مال نہایت منافع بخش تھا۔ وہ پہلے چوری چھپے پھر اعلانیہ مال خرید کر فروخت کرنے اور منافع کمانے لگے۔ انہوں نے اپنے پیشوا ربی السنادو سے کہا "یحییٰ سماجی اور تجارتی بائیکاٹ کرنے سے تمام یہودی تاجر نقصان اٹھاتے رہیں گے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یحییٰ کو ذلت نصیب ہو تو اس سے اس کی ایجنسی چھین لی جائے۔

ایک بہت بڑے یہودی سرمایہ دار نے نارمن جیرالڈ سے کہا "میں تمہارے مال کی زیادہ قیمت دوں گا۔ یحییٰ سے ایجنسی کے حقوق واپس لے کر مجھے دے دو۔"

نارمن نے کہا "یہاں میرے مال کی قیمت زیادہ دو گے اور وہاں بازار میں اسی مال کی قیمت بڑھاؤ گے۔ خریداروں پر بوجھ ڈالو گے تو میرے مال کی سپلائی اور کھپت میں کمی ہوگی۔ پھر یہ کہ کاروباری معاملات میں مجھے یحییٰ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

اس نے پوچھا "ایسی کیا صورت ہوسکتی ہے کہ یہ ایجنسی ہمیں مل جائے؟"

"ایک ہی صورت ہے کہ یحییٰ ہمارا مال اٹھانے سے انکار کردے۔"

وہاں سے ناکامی ہوئی۔ مخالفین نے سر جوڑ کر سوچا۔ یحییٰ اس قدر منافع بخش مال اٹھانے سے انکار نہیں کرے گا۔ ہاں اگر اسے موت آجائے تو وہ ایجنسی ان کے ہاتھ آجائے گی۔

ایک ہفتے کے اندر ہی یحییٰ کو کسی نے قتل کردیا۔ فرمونا نے روتے اور بین کرتے ہوئے کہا "میرے پاپا کو کاروباری عداوت کے نتیجے میں قتل کیا گیا ہے۔ میں قاتل کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اسے قتل کروں گی یا قتل کراؤں گی۔"

باپ کی تدفین کے بعد انکل شلوم نے آکر کہا "بیٹی فرمونا! تمہارے باپ کی زندگی میں ہمیں اس سے شکایت تھی۔ اب نہیں رہی۔ وہ مسلمان تھا۔ مگر تم ہمارے خون کے رشتے سے' قوم کے رشتے سے یہودی ہو۔ ہمارے ساتھ چلو۔"

"آپ کو یہ سن کر خوشی نہیں ہوگی کہ مسلمان باپ کی اولاد از خود مسلمان ہوجاتی ہے۔ میرے پاپا نے مجھے کلمۂ توحید پڑھایا تھا۔ پڑھانے والا مرگیا۔ کلمہ زندہ ہے اور جو تا قیامت زندہ رہنے والا ہے' اسے آپ میرے اندر نہیں مار سکیں گے۔"

"تمہاری مرضی ہے۔ میں تو یہ سوچ کر ساتھ لے جارہا تھا کہ تمہارے باپ کے قاتل کو تلاش کروں گا۔"

"میں نہیں جارہی ہوں تو کیا آپ اسے تلاش نہیں کریں گے؟"

"کس رشتے سے تلاش کروں۔ اس مسلمان سے کوئی رشتہ نہیں تھا۔ تم بھی یہودیت سے انکار کررہی ہو۔"

"کیا آپ انسانیت کے رشتے سے قاتل کو سزا نہیں دلا سکتے؟"

"تم سزا دلانے کی بات کررہی ہو' میں تو اسے انعام دوں گا۔ اس نے ایک مسلمان کو قتل کرکے ہماری قوم پر احسان کیا ہے۔"

وہ جانے لگا۔ فرمونا نے کہا "میرے باپ کے قاتل کو انعام دینے والے آج سے میں تمہیں قاتل کا شریک سمجھوں گی۔ کبھی یہ ثابت ہوجائے کہ تم قتل کی سازش میں شریک تھے تو تمہاری موت میرے ہی ہاتھوں سے ہوگی۔"

وہ چلا گیا۔ فرمونا نے پولیس افسر کی رہائش گاہ میں آکر اس سے ملاقات کی۔ وہ چالیس برس کا کنوارا تھا۔ شادی کی ضرورت نہیں سمجھتا تھا۔ ضرورت ہوتی تو کسی نہ کسی کی مجبوریوں سے کھیل لیا کرتا تھا۔ اب وہ فرمونا کو قاتل کی گرفتاری کا جھانسا دے کر اس کے ساتھ راتیں گزارنا چاہتا تھا۔

فرمونا نے پوچھا "تم نے مجھے اپنے بنگلے میں آنے کو کہا تو میں نے سوچا' تمہیں قاتل کا سراغ مل چکا ہے۔ میں بڑی آس لے کر آئی ہوں۔"

وہ ہاتھ تھام کر بولا "میں نے بھی بڑی آس لے کر تمہیں یہاں بلایا ہے۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تم میرے سینے سے لگ کر کلیجے کو ٹھنڈ پہنچاتی رہو' میں تمہارے باپ کے قاتل کو جلد از جلد تلاش کرکے عدالت میں پہنچادوں گا۔"

وہ ہاتھ چھڑا کر بولی "ہمارے درمیان فاصلہ رہنا چاہئے اور مجھے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ فاصلہ رہے گا اور میں تمہارے ہاتھ

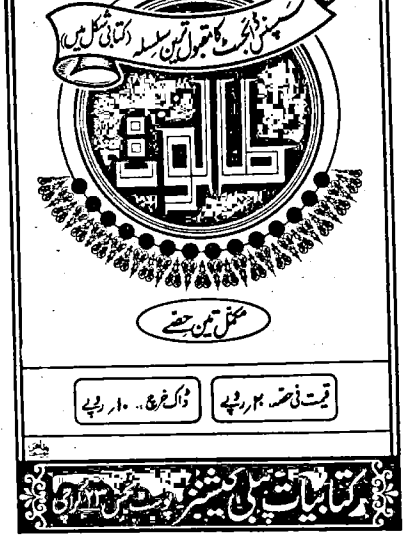

نہیں آؤں گی تو کیا قاتل بھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا؟"

"ہر انسان کی اپنی اپنی ضرورت ہے۔ تمہیں قاتل کی ضرورت ہے اور مجھے تمہاری۔"

"اور فرض کی ادائیگی کوئی چیز نہیں ہے؟"

"ہم ایک دوسرے سے راضی رہے تو قانونی فرائض بھی ادا ہوتے رہیں گے۔"

"اگر میں راضی نہ ہوئی اور وہ قاتل تمہاری نظروں میں آجائے تو کیا کرو گے؟"

"میں قاتل کو صرف نظروں میں رکھوں گا۔ یوں سمجھو کہ وہ میری نظروں میں آچکا ہے۔ تم مان جاؤ گی تو اسے ہتھکڑی پہنا دوں گا۔"

"کیا واقعی وہ تمہاری نظروں میں آچکا ہے؟"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ قاتل میری مٹھی میں ہے۔"

"تم قسم کھا رہے ہو تو میں راضی ہو جاؤں گی لیکن میرے مذہب میں گناہ کی اجازت نہیں ہے۔ اگر تم اسے عدالت سے سزا دلاؤ گے تو میں تم سے شادی کروں گی۔ اس سے پہلے تم مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "پولیس والے... رشوت پہلے لیتے ہیں کیونکہ کام نکل جانے کے بعد کوئی پلٹ کر نہیں پوچھتا۔"

"میں آج ہی بلکہ ابھی شادی کروں گی۔ اس طرح تمہیں یقین ہو جانا چاہئے کہ قانونی اور مذہبی طور سے تمہاری ہو چکی ہوں۔ تمہیں دھوکا نہیں دوں گی لیکن قاتل کو سزائے موت ہونے کے بعد تمہاری خواب گاہ میں آؤں گی۔"

"نہیں میری جان! جب شادی تب سہاگ رات۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو اور خود کو بہت عقل مند اور تجربہ کار پولیس افسر مانتے ہو۔ میں سمجھ گئی ہوں' قاتل تمہاری مٹھی میں نہیں ہے۔"

افسر نے مسکراتے ہوئے ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا "ہیلو' میں بول رہا ہوں۔"

پھر دوسری طرف سے گفتگو سن کر بولا "تم نے جسے قتل کیا تھا' اس کی بیٹی میرے سامنے ہے۔"

یہ کہتے ہی افسر نے ریسیور کو فرمونا کے کان سے لگا دیا۔ دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا "کمال کرتے ہو آفیسر! فرمونا کے سامنے مجھے اس کے باپ کا قاتل کہہ رہے ہو۔ کیا تمہیں جو پچیس ہزار ڈالر روئے گئے ہیں' وہ کم ہیں؟ فرمونا کو اپنے پاس بلا کر کیا چکر چلا رہے ہو؟"

وہ غور سے بولنے والے کی آواز سن رہی تھی اور یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی' وہ آواز کہاں سنی ہے؟ اسے کچھ یاد نہیں آرہا تھا لیکن اسے یقین تھا کہ دیر سے سہی' اسے یاد آجائے گا۔

افسر نے ریسیور اس کے کان سے ہٹا کر اپنے کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہاں' کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے سنا نہیں' دھیان دوسری طرف تھا۔ ہاں۔ اچھا اچھا۔ چلو ایسا ہے تو ایسا ہی سہی۔ مجھے کینہ کہہ لو۔ یہ تم سب جانتے ہو کہ فرمونا کتنی حسین اور پُرکشش ہے۔ اس کے لئے کوئی بھی کمینہ بن سکتا ہے۔ ویسے اپنے سرمایہ دار باپ اور بھائی سے کہو' مجھے اور پچیس ہزار ڈالر ادا کریں۔ میں فرمونا کو ٹال دوں گا۔"

اس نے دو چار باتیں کرنے کے بعد ریسیور رکھ دیا پھر کہا "تم مجھے جھوٹا سمجھ رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ قاتل میری مٹھی میں نہیں ہے۔ میں نے فون پر اس کی آواز سنا دی۔ ثبوت پیش کر دیا۔ اب بولو' منظور ہے؟"

"میں تمہارے مقابلے میں بہت کم عمر اور ناتجربہ کار ہوں لیکن اتنا سمجھتی ہوں کہ تم تھالی کے بینگن ہو۔ ادھر سے مزید پچیس ہزار ڈالر ملیں گے تو مجھے آسانی سے ٹال دو گے۔ یہ بات ابھی تمہاری زبان سے نکل چکی ہے۔"

وہ واپس جانے لگی۔ افسر نے پوچھا "جا رہی ہو؟ باپ کے قاتل سے انتقام نہیں لوگی؟"

"اسے تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گی اور اس کا ساتھ دینے والے بھی عبرت ناک انجام کو پہنچیں گے۔ آج سے تم بھی میرے پاپا کے قاتلوں کی فہرست میں ہو۔ میں یہ معاملہ تمہارے اعلیٰ افسران کے پاس لے جاؤں گی۔"

افسر قہقہے لگانے لگا۔ وہ گھر آکر سوچنے لگی۔ فون پر بولنے والا اجنبی تھا مگر وہ اچھی یادداشت کی حامل تھی۔ اسے یاد آرہا تھا کہ ایک ہی بار سہی' کہیں کسی تقریب میں یا پبلک پلیس میں وہ آواز ضرور سنی ہے۔

وہ بڑی دیر تک سوچتی رہی۔ رات کو سوتے وقت اچانک اسے پولیس افسر کی فون والی آخری گفتگو یاد آئی' اس نے کہا تھا "اپنے سرمایہ دار باپ اور بھائی سے کہو' مجھے اور پچیس ہزار ڈالر ادا کریں۔"

اس آخری فقرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ قاتل کا باپ سرمایہ دار ہے اور اس قاتل کا ایک بھائی ہے۔ یعنی ایک سرمایہ دار کے دو بیٹے ہیں ان میں سے ایک نے اس کے پاپا کو قتل کیا ہے۔

اس حد تک انکشاف ہونے کے بعد یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ سرمایہ دار کون ہے جس کے دو بیٹے ہیں اور جنہیں لیجی کے قتل سے فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اس کے شہر ورنا میں اور پورے بلغاریہ میں بے شمار سرمایہ دار تھے۔ وہ سب کو نظر انداز کر کے صرف یہودی سرمایہ داروں کو بھانپنا چاہتی تھی۔ اس نے پہلے اپنے شہر کے یہودیوں کو یاد داشت میں تازہ کرنا شروع کیا۔ ایسے یہودیوں کو جو بڑے سرمایہ دار تھے' جن کے دو بیٹے تھے اور جو اس کے پاپا کے قتل سے کوئی فائدہ اٹھا رہے تھے۔

ایسی معلومات حاصل کرنے میں پتا نہیں کتنے دن اور مہینے لگ

جاتے۔ وہ دوسرے دن انسپکٹر جنرل کے دفتر میں آئی۔ انسپکٹر جنرل نے اسے اندر بلایا۔ فرمونا نے اپنا تعارف کرایا پھر کہا "آپ کا ایک پولیس افسر قاتل سے رشوت لے چکا ہے اور مزید پچیس ہزار ڈالر حاصل کرنے والا ہے۔ وہ قاتل کو کبھی گرفتار نہیں کرے گا۔"

"مس فرمونا! بہتر ہے کسی ثبوت کے بغیر ایک افسر کو الزام نہ دو۔"

وہ بولی "سر! میری ایک ہوبی ہے۔ میں اکثر گفتگو کرنے والوں کی آواز ریکارڈ کرتی ہوں۔ پھر تنہائی میں ان کی آوازیں اور باتیں سن کر ان کے کردار کا نفسیاتی تجزیہ کرتی ہوں۔ کیوں کہ میں علم نفسیات کی طالبہ ہوں۔"

"کیا تم نے پولیس افسر کی باتیں ریکارڈ کی ہیں؟"

"جی ہاں۔ میں اس پرس میں منی ریکارڈر چھپا کر رکھتی ہوں۔ کسی کو شبہ نہیں ہوتا اور میں مطلوبہ گفتگو ریکارڈ کر لیتی ہوں۔"

اس نے پرس میں سے ایک ریکارڈر نکال کر اسے آن کیا پھر اعلیٰ افسر کے سامنے رکھ دیا۔ اس میں سے پہلے اس کے یہودی انکل شلوم کی گفتگو سنائی دی۔ وہ یہ کہہ کر گیا تھا کہ یجی کے قاتل کو انعام دے گا کیوں کہ اس نے ایک مسلمان کو قتل کیا ہے۔ پھر پولیس افسر کی شروع سے آخر تک کی گفتگو سنائی دی۔ انسپکٹر جنرل نے ریکارڈر کو آف کرنے کے بعد کہا "تم نے یہ طریقہ اختیار کر کے قانون کے ہاتھ مضبوط کئے ہیں۔ قاتل کی نشان دہی بھی کی ہے۔ وہ پولیس افسر بھی سزا سے نہیں بچے گا۔ تم نے اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے کہ میں فخر سے تمہیں بیٹی کہنا چاہتا ہوں۔"

فرمونا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ بولی "یہ میرے لئے فخر کی بات ہے بلکہ خوش قسمتی ہے کہ پاپا کے بعد مجھے باپ کی کمی محسوس نہیں ہوگی۔"

ان باتوں کے دوران انسپکٹر جنرل نے ایک بٹن دبا کر کیسٹ کو ریوائنڈ کیا تھا اور پوچھا تھا "کیا تم نے اس کیسٹ کی دوسری کاپی رکھی ہے؟"

"نہیں' مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔ میں پولیس افسر کی گفتگو ریکارڈ کرتے ہی آپ کے پاس اسے لے آئی۔"

"اچھا تم کسی سرمایہ دار کے متعلق کچھ کہہ رہی تھیں؟"

وہ بتانے لگی "پولیس افسر کی فون والی گفتگو سے پتا چلا کہ قاتل کا باپ سرمایہ دار اور اس قاتل کا ایک بھائی ہے....."

وہ جو کچھ یہودی سرمایہ داروں کے متعلق سوچ رہی تھی وہ سب تفصیل سے بتاتی چلی گئی۔ اعلیٰ افسر نے کہا "تم نے باپ کے قتل ہوتے ہی بہت فریب کھائے ہیں۔ کسی نے تمہارا ساتھ نہیں دیا لیکن میں صرف قانون کا محافظ نہیں' باپ بن کر بھی عدالت تک تمہارا ساتھ دوں گا۔"

"آپ کی محبت بھری سرپرستی سے مجھے نئی زندگی مل گئی ہے۔"

وہ ریکارڈر کو آف کرتے ہوئے بولا "لیکن بیٹی! مجھے باپ کہتی ہو تو باپ کے پولیس ڈیپارٹمنٹ کو عدالت میں بدنام کرنے کی کوشش نہ کرو۔"

"پولیس ڈیپارٹمنٹ کیسے بدنام ہوگا؟"

"میرا ماتحت پولیس افسر گرفتار ہوگا تو وہ بیان دے گا کہ اس نے رشوت کے پچیس ہزار ڈالر میں سے صرف پانچ ہزار ڈالر لئے تھے' باقی بیس ہزار مجھے دئے تھے۔"

وہ حیرانی سے بولی "آ..... آپ کو؟ یعنی آپ بھی.....؟"

"ہاں' میں بھی۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اعلیٰ افسر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آتے ہوئے بولا "میرا ماتحت بہت بڑا کمینہ ہے۔ تمہیں خواب گاہ میں لے جا کر داشتہ بنانا چاہتا تھا۔ مجھ میں شرافت اور اعلیٰ ظرفی ہے۔ میں نے تمہیں بیٹی بنایا ہے۔"

پھر وہ فرمونا سے پرس چھین کر بولا "ہو سکتا ہے تم نے دوسرا ریکارڈر چھپا کر رکھا ہو۔ ہم دودھ کے جلے ہیں' چھاچھ پھونک پھونک کر پیتے ہیں۔"

اس نے پرس کھول کر تلاشی لی پھر مطمئن ہو کر اس کا منی ریکارڈر دیتے ہوئے کہا "میں نے تمہاری گفتگو کے دوران اس کا ریکارڈنگ بٹن دبا کر اپنے ماتحت افسر کی تمام باتیں مٹا دی ہیں۔ اسے گھر جا کر سنو۔ اس میں سے صرف وہی باتیں سنائی دیں گی جو تم یہاں کرتی رہی ہو۔ اب جاؤ۔"

اس نے غصے سے اعلیٰ افسر کو دیکھا پھر تیزی سے چلتی ہوئی دفتر سے باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد اعلیٰ افسر نے ریسیور اٹھا کر ماتحت سے رابطہ کیا پھر کہا "گدھے کے بچے! تم کسی دن میری گردن پھنساؤ گے۔"

"سر! مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟"

"غلطی کے بچے! جب فرمونا تمہارے پاس آئی تھی تو اس کے پرس میں ایک منی ریکارڈر تھا' وہ تمہاری تمام گفتگو ریکارڈ کر چکی تھی۔ تمہارے اور قاتل کے خلاف خاصے ثبوت لے کر آئی تھی۔"

"اوہ گاڈ! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس قدر چالاک ہوگی۔ پھر آپ نے کیا کیا سر؟"

"میں نے اس کیسٹ سے تمہاری گفتگو مٹا دی ہے اور اس کے پاس اس کیسٹ کی دوسری کاپی نہیں ہے۔ وہ بری طرح مایوس ہو کر گئی ہے۔"

"سر! آپ نے کمال کر دیا۔ میں اپنی غفلت کی معافی چاہتا ہوں۔ آئندہ ایسی غلطی نہیں ہوگی۔"

انسپکٹر جنرل پولیس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس رات جب وہ گہری نیند سو رہا تھا' تب فون کی مسلسل گھنٹی کی آواز نے اسے جگا دیا۔ اس نے ناگواری سے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں فرمونا بول رہی ہوں۔"

وہ غصے سے بولا "یہ کوئی فون کرنے کا وقت ہے؟"

"شامت وقت بے وقت آجاتی ہے۔ تم نے مجھے بیٹی بنا کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ تم نے میرا پرس چیک کیا لیکن بیٹی کا لباس چیک نہیں کر سکتے تھے۔ اگر صرف پولیس افسر رہتے تو تلاشی کے نتیجے میں میرے پاس سے ایک اور ریکارڈر برآمد ہوتا جس میں تمہاری یہ گفتگو ریکارڈ ہے۔ سنو۔"

چند لمحوں کے بعد اسے اپنی ہی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میرا ماتحت پولیس افسر گرفتار ہوگا تو وہ بیان دے گا کہ اس نے رشوت کے پچیس ہزار ڈالر میں سے صرف پانچ ہزار ڈالر لئے ہیں باقی بیس ہزار مجھے دئے ہیں۔"

انسپکٹر جنرل نے اور جتنی باتیں فرمونا سے کی تھیں وہ سب فون کی دوسری طرف سے سنائی دے رہی تھیں۔ پھر وہ بولی "آفیسر! میں نے تم سے باتوں کے دوران دیکھ لیا تھا کہ تم ریکارڈنگ بٹن دبا کر اپنے ماتحت کی گفتگو مٹا رہے ہو۔ میں دیکھ کر بھی انجان بنی رہی۔ تم سے جھوٹ کہا تھا کہ اس کیسٹ کی دوسری کاپیاں نہیں ہیں۔ یہ لو سنو۔"

تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے اپنے ماتحت افسر کی وہ تمام باتیں سنائی دینے لگیں۔ جنہیں وہ اپنی دانست میں مٹا چکا تھا۔ وہ غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا "بہت چالاک بنتی ہو۔ صبح ہونے سے پہلے تمام کیسٹوں کے ساتھ فنا ہو جاؤ گی۔"

"آفیسر! ڈرانے والے مجھے کہاں تلاش کریں گے؟"

"اچھا تو تم روپوش ہو گئی ہو؟"

"ہاں' میں نے تمام کیسٹوں کی کاپیاں بیسٹر مجید الاسلام اور جسٹس شیل مین کے پاس پہنچا دی ہیں۔ کل صبح تمہاری اور ماتحت افسر کی گرفتاری عمل میں آئے گی۔ اب اٹھو اور بچاؤ کی فکر میں اپنی نیند حرام کرو۔"

فرمونا نے ریسیور رکھ دیا۔ اعلیٰ افسر نے فوراً ہی دوسرا نمبر ڈائل کر کے پوچھا "کیا فون ٹیپ ہو رہا تھا؟"

"یس سر!"

"مجھے نوٹ کراؤ' وہ کہاں سے فون کر رہی تھی۔"

اس نے کاغذ قلم لے کر فرمونا کا موجودہ پتا اور فون نمبر نوٹ کیا پھر اپنے ماتحت سے رابطہ کر کے اسے تمام حالات بتائے۔ اس کے بعد کہا "بیسٹر مجید الاسلام اپنا خاص آدمی ہے۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔ تم جسٹس شیل مین کی تحویل سے وہ تمام کیسٹ نکال لاؤ پھر فرمونا کی رہائش گاہ میں گھس کر تلاشی لو۔ تمام کیسٹوں کو اپنے قبضے میں لو۔ اس کے بعد ہم اس پناہ گاہ میں جائیں گے جہاں وہ چھپی ہوئی ہماری گرفتاری کا انتظار کر رہی ہے۔"

فرمونا کو یقین تھا کہ دشمن اسے تلاش نہیں کر سکیں گے۔ اس کے ایک مسلمان پڑوسی نے کہا تھا "بیٹی! تم میری بیٹی کے گھر چلی جاؤ۔ کل جب دشمن گرفتار ہو جائیں تو واپس چلی آنا۔"

اس کی بیٹی شہر کے مغربی حصے میں رہتی تھی۔ انسپکٹر جنرل اور اس کے ماتحت کا دھیان ادھر نہ جاتا اگر وہ ہر گھر کی تلاشی لیتے تو صبح ہو جاتی اور صبح ان پولیس والوں کی شامت آنے والی تھی۔

وہ بڑی بے فکری سے سو رہی تھی۔ رات کے دو بجے اس نے خواب میں ایک قد آور شخص کو دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا "اس بے فکری نقصان پہنچاتی ہے۔ دشمن تمہیں قتل کرنے آرہے ہیں۔"

فرمونا نے پوچھا "دشمنوں کو میرا پتا کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟"

"تم نے انسپکٹر جنرل سے فون پر گفتگو کی تھی۔ تمہارا فون ڈیٹیکٹ کیا گیا تھا۔ فون نمبر کا سراغ ملتے ہی اس پناہ گاہ کا بھی پتا چل گیا۔"

"تم کون ہو؟ اور تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

"میں تمہارا دوست ہوں۔ تمہاری ایک تصویر دیکھ کر تم پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا ہوں۔"

"تم نے میری تصویر کب اور کہاں دیکھی؟"

"آدھا گھنٹا پہلے دیکھی ہے۔ میں ایک مکان کے پاس سے گزر رہا تھا وہاں میں نے دو آدمی دیکھے' وہ بڑی رازداری سے چوروں کی طرح مکان میں داخل ہو رہے تھے۔ میں بھی ان کے پیچھے داخل ہوا۔ ایک خواب گاہ میں تمہاری بہت ہی خوب صورت سی تصویر دیوار پر لگی ہوئی تھی۔ میں دیکھتے ہی تمہارا دیوانہ ہو گیا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ ان کے متعلق بتاؤ جو مکان میں داخل ہوئے تھے۔"

وہ بولا "میں نے ان دونوں کی پٹائی کی۔ پھر ان کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ ان میں سے ایک پولیس افسر ہے اور دوسرا ایک غنڈا ہے۔ وہ تمہارے گھر سے تمام آڈیو کیسٹ اٹھا کر لے جانا چاہتے تھے۔ پھر میں نے ان کے خیالات پڑھ کر....."

وہ بات کاٹ کر بولی "یہ خیالات پڑھنے کا مطلب کیا ہوا؟"

"مطلب یہ ہوا کہ میں خیال خوانی کرتا ہوں۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ میں نے معلوم کیا وہ پولیس افسر تمہاری عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ تمہارے باپ کے قاتل کو چھپا رہا تھا۔ تم نے اس کے خلاف کیسٹ ریکارڈ کیا تھا۔ کیسٹ کی ایک کاپی جسٹس شیل مین کو دی تھی۔ اس افسر نے شیل مین کے گھر میں گھس کر اسے قتل کر دیا ہے' وہاں سے کیسٹ لے آیا ہے۔"

فرمونا نے بڑے دکھ سے پوچھا "کیا جسٹس شیل مین قتل کر دیا گیا ہے؟"

"ہاں اور تم بیسٹر مجید الاسلام سے دھوکا کھا گئیں' وہ انسپکٹر جنرل کا دوست ہے۔ اس نے تمہارے دئے ہوئے کیسٹوں کو انسپکٹر جنرل کے حوالے کر دیا ہے۔ اب وہ اپنے ماتحت افسر کے ساتھ تمہاری طرف آرہا ہے۔"

"اجنبی! تم نے مجھے الجھا دیا ہے۔ کیا واقعی ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

"اس بات کا یقین بعد میں بھی کر سکتی ہو۔ پہلے آنکھیں کھولو۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ بیڈ روم میں دھیمی دھیمی سی سبز روشنی تھی۔ اس نے سوچا "اوہ' میں تو خواب دیکھ رہی تھی۔"

اسے اپنے دماغ میں وہی اجنبی آواز سنائی دی "ہاں' تم مجھے خواب کے دھندلکے میں دیکھ رہی تھیں۔ اب دماغ میں میری باتیں سن رہی ہو۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کہنے لگی "یہ کیا ماجرا ہے! خواب میں بھی وہی آواز' بیداری میں بھی اسے سن رہی ہوں۔"

"میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے اندر موجود ہوں۔"

اسی وقت دستک سنائی دی۔ اجنبی نے کہا "لو دشمن جاں آگئے۔ اٹھو دروازہ کھولو۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"ابھی تم ان کی صورتیں دیکھو گی۔"

"نہیں' میں ان کے سامنے نہیں جاؤں گی۔"

"گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ شاید تمہاری میزبان سہیلی کا شوہر دروازہ کھول رہا ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

مکان کا دروازہ کھلتے ہی انسپکٹر جنرل اپنے ماتحت کے ساتھ بے چارے میزبان کو دھکا دیتے ہوئے اندر آیا۔ پھر گرج کر بولا "تم نے فرمونا کو کہاں چھپا رکھا ہے؟ اسے باہر نکالو۔"

ماتحت افسر نے کہا "یاد رکھو۔ پچھلے دروازے پر بھی ہمارا ایک مسلح آدمی موجود ہے۔ فرمونا ادھر سے بھاگنا چاہے گی تو اسے گولی مار دی جائے گی۔"

پھر اس نے میزبان کو ریوالور کے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "فرمونا کو بلا لاؤ۔ ورنہ ہم تمہیں ختم کر دیں گے۔"

وہ سامنے آکر بولی "میرے میزبان کو چھوڑ دو۔"

انسپکٹر جنرل نے اسے دیکھ کر کہا "تم نے بڑی تیزی دکھائی تھی۔ ہمیں جیل بھیجنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ مگر ہم پولیس والے ہیں۔ خطرناک مجرموں کی کھال اتار کر ان کے جوتے بنا کر پہنتے ہیں۔ اور تم ہم سے چالاکی دکھا رہی تھیں۔"

ماتحت افسر نے کہا "اب چالاکی دکھاؤ اور یہاں سے بچ کر جاؤ۔ اس گھر سے تو تمہاری لاش ہی باہر جائے گی۔"

ایک مسلح شخص پچھلے دروازے پر آکر کہا "یہاں سے فرمونا کی نہیں' تم دونوں کی لاش جائے گی۔"

انسپکٹر جنرل نے ڈانٹ کر کہا "تمہیں پچھلے دروازے پر رہنے کا حکم دیا تھا۔ یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں خود نہیں آیا ہوں' لایا گیا ہوں۔ میرے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔"

فرمونا نے ہنستے ہوئے کہا "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر بھی تھا۔ اب تمہارے آدمی کے اندر ہے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ خیال خوانی کرنے والا میرا دوست اور مددگار ہے۔"

"یہ تمہارا دوست نہیں ہمارا ماتحت ہے۔"

مسلح ماتحت نے انسپکٹر جنرل کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں صرف فرمونا کا دوست ہوں اور اس کا ثبوت یہ ہے۔"

اس نے فائر کیا۔ انسپکٹر جنرل چیخا اور اپنا زخمی بازو پکڑتے ہوئے پیچھے گیا۔ اس کے ماتحت افسر نے پوچھا "یہ تم نے کیا کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی نے تمہارے دماغ پر قبضہ کیا ہے۔ تم ہمارے لئے خطرہ بن گئے ہو۔"

اس نے مسلح شخص کو گولی مار دی۔ اس کی موت پر فرمونا گھبرا گئی کہ اس کا دوست ٹیلی پیتھی جاننے والا مر گیا ہے۔ وہ بولی "ظالمو! یہ تم نے کیا کیا؟ میرے ایک مضبوط سہارے کو ختم کر دیا۔"

ایک صحت مند اور قد آور شخص نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا "ان کے باپ بھی مجھے نہیں مار سکتے۔ میں زندہ ہوں۔"

فرمونا نے خواب میں اس کی دھندلی سی شکل دیکھی تھی اور اس کی آواز سنی تھی۔ پھر اس کی باتیں سن کر خوش ہو گئی۔ اجنبی نے کہا "فرمونا' تماشا دیکھو۔ یہ ریوالور پھینک دے گا۔"

ماتحت افسر نے نشانے پر رکھ کر کہا "میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے ریوالور کو اجنبی کی طرف پھینک دیا۔ اجنبی نے اسے فرش سے اٹھا کر ماتحت افسر کی ٹانگ میں گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتا ہوا گرا پڑا۔ اجنبی نے کہا "میں تمہیں ابھی زندہ رکھوں گا اور تم فرمونا کو اس کے باپ کے قاتل تک پہنچاؤ گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اے اجنبی! تم نے میرا دل جیت لیا ہے' تم کسی مطالبے' کسی لالچ یا ہوس کے بغیر میرے باپ کے قاتل کو بے نقاب کر رہے ہو۔ میں تمہارے احسان کا بدلہ نہیں دے سکوں گی پھر بھی اپنی حیثیت کے مطابق دوں گی۔"

اجنبی نے ماتحت افسر کو بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بولنے لگا "اس یہودی سرمایہ دار کا نام میل بروکس ہے۔ وہ فرمونا کے باپ کو کاروباری دنیا سے نکال دینا چاہتا تھا۔ اس نے اسٹنبول کے نارمن جیرالڈ کو زیادہ رقم دے کر ٹیچی کی ایجنسی چھین لینے کی کوشش کی۔ جب ناکام ہوا تو اس کے بڑے بیٹے وان بروکس نے ٹیچی کو قتل کر دیا۔ اب اس کی ایجنسی بڑی آسانی سے میل بروکس اور اس کے دونوں بیٹوں کو ملنے والی ہے۔"

فرمونا نے غصے سے دانت پیس کر پوچھا "تم اعتراف کرتے ہو کہ وان بروکس میرے پاپا کا قاتل ہے اور تم انسپکٹر جنرل کے ساتھ مل کر قاتل کو پناہ دے رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں اعتراف کرتا ہوں؟"

وہ آگے بڑھ کر اسے دونوں ہاتھوں سے مارنے لگی۔ اس کے اعلیٰ افسر کی بھی پٹائی کرنے لگی۔ جنہوں نے اس کے سر سے باپ کا سایہ چھین لیا تھا۔ اسے باپ کی محبت سے محروم کردیا تھا۔ انہیں صرف ہاتھوں سے مارنے سے تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ لاتوں سے بھی مار رہی تھی۔ گالیاں بھی دے رہی تھی۔ پھر اجنبی سے ریوالور لے کر ان کے جسموں میں تمام گولیاں اتار دینا چاہتی تھی لیکن اجنبی نے کہا "انہیں قتل کرکے عدالت کے چکر میں نہ پڑو۔ یہ حرام موت مریں گے لیکن اپنے تمام اگلے پچھلے جرائم کو قبول کرنے کے بعد خود موت کو گلے لگائیں گے۔"

پھر اس نے دونوں سے کہا "چلو اٹھو اور اپنے اس آدمی کی لاش اٹھا کر یہاں سے کسی قریبی تھانے میں جا کر اپنے اپنے خلاف بیان لکھو اور جسٹس شیل مین کے قتل کا جرم بھی قبول کرو۔"

وہ گڑگڑا کر معافی مانگنے لگے۔ وہ بولا "میں بکواس نہیں سننا چاہتا۔ وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً حکم کی تعمیل کرو۔"

وہ پھر کچھ کہنا چاہتے تھے، اس نے دونوں کے دماغوں میں زلزلے پیدا کئے تو وہ تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگے اور کہنے لگے "ہم اپنے تمام جرائم کا اعتراف کریں گے۔ ہم ابھی اس لاش کو لے جائیں گے۔ ہمیں دماغی عذاب میں مبتلا نہ کرو۔"

وہ تکلیف کم ہونے کے بعد اٹھے اور اس لاش کو وہاں سے اٹھا کر لے گئے۔ فرمونا نے اجنبی سے کہا "تم میرے بہت کام آرہے ہو لیکن اہم کام رہ گیا ہے۔ میرے پاپا کے قاتل کو بھی اسی طرح تڑپاؤ۔ اسے اذیتیں پہنچاؤ۔ میں اس کے منہ پر تھوکنا چاہتی ہوں۔"

"میں نے خیال خوانی کے ذریعے افسر کے دماغ سے معلوم کیا تھا کہ قاتل اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ جیوز کالونی میں رہتا ہے۔"

"میں اس سرمایہ دار یہودی میل بروکس کو اچھی طرح جانتی ہوں، میرے ساتھ آؤ۔"

"اس کے گھر جانا ضروری نہیں ہے۔ فون پر بات کرو۔ میں تمہارے ذریعے اس کی آواز سنوں گا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر جہاں تم کہو گی اسے لے آؤں گا۔"

اس نے میل بروکس سے رابطہ کیا۔ رات کے تین بج کر پچاس منٹ ہوئے تھے۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ ریسیور رکھیں انتظار رہا تھا۔ فرمونا نے کہا "کوئی اٹینڈ نہیں کر رہا ہے۔"

وہ بولا "کمبخت گہری نیند میں ہوگا۔ انتظار کرو۔"

تھوڑی دیر بعد کسی نے جھنجلا کر کہا "کون ہے؟ کیا اس وقت فون کرنا ضروری تھا۔"

اجنبی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ فون پر بولی "میں فرمونا ہوں۔"

"کون فرمونا؟"

"وہی جس کے بے گناہ باپ کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے۔"

اجنبی نے فرمونا کے پاس آکر کہا "یہ میل بروکس کا بیٹا بون بروکس ہے۔"

بون بروکس نے فون پر پوچھا "تم نے اتنی رات کو فون کیوں کیا ہے؟ کیا تم کوئی نفسیاتی حربہ استعمال کر رہی ہو؟ کیا یہ سوچ رہی ہو کہ میں گہری نیند سے چونک کر اقبالِ جرم کروں گا۔ جب کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔"

وہ بولی "تمہارے بھائی وان بروکس نے قتل کیا ہے اور تم سب قتل کی سازش میں شریک ہو۔"

"تم بکواس کر رہی ہو۔ ثبوت کے بغیر کوئی یقین نہیں کرے گا۔"

اس نے ریسیور رکھنا چاہا۔ اجنبی نے اسے رکھنے نہیں دیا۔ فرمونا نے پوچھا "یہ بکواس ہے یا حقیقت، ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ تمہاری کھوپڑی میں موت گھسی ہوئی ہے۔ ویسے یہ فون تمہارے باپ کا ہے اور بات تم کر رہے ہو۔ اسے بلاؤ۔"

وہ کہنا چاہتا تھا "میں تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں" لیکن وہ اپنی مرضی سے نہ بول سکا اس نے کہا "ڈیڈی سی پورٹ پر ہیں۔ جہاز سے مال اتر رہا ہے۔"

اس نے اپنے باپ کا موبائل فون نمبر بتایا۔ فرمونا نے اس سے رابطہ ختم کرکے اس کے باپ سے رابطہ کیا پھر کہا "میل بروکس، سمندری جہاز سے مال اتار رہے ہو۔ سمندر کی گہرائی بھی نظر میں رکھو، ابھی تمہیں ڈوبنا ہے۔"

"کون ہو تم؟ یہ کیا بکواس ہے۔"

اجنبی فرمونا کے ذریعے میل بروکس کے اندر پہنچ گیا وہ بولی۔ "انسپکٹر جنرل اور اس کے ماتحت نے خود کو قانون کے حوالے کردیا ہے۔ میرے باپ کے قتل میں جتنے لوگ شریک تھے ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا۔"

"اچھا تو تم فرمونا ہو؟"

میل بروکس بحری جہاز سے ذرا دور بندرگاہ کے پلیٹ فارم پر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے دور تک سمندر پھیلا ہوا تھا۔ پیچھے سے دوسرے بیٹے وان بروکس نے مخاطب کیا "ڈیڈی! کس کا فون ہے؟"

وہ پلٹ کر بولا "وہ پاگل کی بچی فرمونا ہے۔ کہتی ہے، مجھے سمندر میں ڈوبنا ہوگا۔"

اجنبی نے وان بروکس کی زبان سے کہا "ڈیڈی! وہ درست کہہ رہی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ ہوش میں تو ہو؟"

"یہ ہوش کی بات ہے۔ میں نے فرمونا کے باپ کو قتل کیا ہے۔ اور تمہیں اس مقتول کا بزنس اور منافع مل رہا ہے۔"

"آہستہ بولو۔ کیا یہ جگہ ایسی باتیں کرنے کے لئے ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ باتیں بے اختیار میری زبان سے ادا ہو رہی ہیں۔ اب میرا جی چاہتا ہے میں تمہارا گریبان پکڑ کر تمہاری خوب پٹائی کروں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا اپنے باپ کا گریبان پکڑو گے!"

وہ یکبارگی گریبان پکڑ کر اسے جھنجوڑتے ہوئے بولا "تو کیسا باپ ہے؟ کیا باپ اپنے بیٹے کو قتل کرنا سکھاتا ہے؟"

"ارے میرا گریبان چھوڑ دیں نے تم دونوں بھائیوں کا مستقبل بنانے اور زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کا ایک طریقہ بتایا تھا۔ بعض اوقات کسی کی لاش پر بیٹھ کر بھی منافع کمایا جاتا ہے۔"

"تو پھر میں اس سبق پر ابھی عمل کروں گا۔ تمہاری لاش گرا کر تمام کاروبار کا منافع تنہا حاصل کروں گا۔ اپنے بھائی کو بھی قتل کر دوں گا۔"

اس نے یہ کہتے ہی باپ کو اٹھا کر پانی میں پھینک دیا۔ اجنبی نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو اس نے بوکھلا کر باپ کو دیکھا۔ ڈوبنے والا ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے مدد کے لئے چیخ رہا تھا۔ بیٹا بھی چیختے ہوئے جہاز اور دفاتر کی طرف دوڑنے لگا "بچاؤ۔ میرے ڈیڈی کو بچاؤ۔ وہ ڈوب رہے ہیں۔ ہم باپ بیٹوں کو تیرنا نہیں آتا ہے۔ وہ ڈوب جائیں گے انہیں بچاؤ۔"

جب وہ کچھ لوگوں کے ساتھ واپس آیا تو پلیٹ فارم کے کنارے موبائل فون پڑا ہوا تھا۔ اس کے ریسیور سے فرمونا کے قہقہے سنائی دے رہے تھے اور ڈوبنے والا پورٹ کے گہرے پانی میں کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

دو غوطہ خوروں نے پانی میں چھلانگ لگائی۔ وان بروکس نے قہقہہ اگلنے والے ریسیور کو اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "یو شٹ اپ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"مجھے قتل کرنے سے پہلے یہ تو دیکھو کہ مجھے میرے باپ کی لاش مل گئی تھی۔ تمہیں اپنے باپ کی لاش بھی نہیں ملے گی۔"

"یو شٹ اپ۔ تم کسی سے کالا جادو کرا رہی ہو۔ تم نے میرے ہاتھوں سے میرے ڈیڈی کو۔ ڈیڈی کو....."

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ لوگ اسے دیکھ رہے تھے۔ اس کی باتیں سن رہے تھے وہ دوسروں کے سامنے یہ نہیں کہنا چاہتا تھا کہ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے باپ کو اٹھا کر سمندر میں پھینکا ہے۔

فرمونا نے کہا "رک کیوں گئے؟ اعلان کرو کہ تم عادی قاتل بن چکے ہو۔"

وہ ریسیور پھینک کر دوڑتا ہوا اپنی کار میں آیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے اپنے گھر کی طرف جانے لگا۔ ادھر فرمونا اجنبی کے ساتھ آکر کار میں بیٹھ گئی تھی۔ کار میں بیٹھ کر روانہ ہونے تک اجنبی نے خیال خوانی نہیں کی۔ وان بروکس کا دماغ آزاد ہوتے ہی اس نے سوچا "یہ میں کہاں جا رہا ہوں۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ وہ اسے واپس بندرگاہ کی طرف موڑنا چاہتا تھا۔ اتنے میں اجنبی نے پھر اس کے اندر آ کر اسے آگے بڑھا دیا۔ وہ چالیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد اپنی رہائش گاہ کے احاطے میں آیا۔ رات کو دو ہی ملازم رہا کرتے تھے۔ اس نے دونوں کو چھٹی دے دی۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا اندر آیا اور اپنے بھائی کے دروازے کو دونوں ہاتھوں سے پیٹنے لگا۔

وہ سونے والا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے فرمونا نے فون کے ذریعے اسے جگایا تھا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "یہ کون بدتمیز ہے۔"

وان بروکس نے کہا "دروازہ کھولو' ڈیڈی سمندر میں ڈوب گئے ہیں۔"

"کیا؟" اس نے جلدی سے دروازہ کھولا۔ وان بروکس نے اندر آتے ہی اس کے منہ پر گھونسا مارا۔ پھر کہا "باپ ڈوبا نہیں' میں نے اسے ڈبویا ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "یہ کیا حرکت ہے؟ ڈیڈی کہاں ہیں؟"

"میں نے بڈھے کو قتل کر دیا ہے۔ فرمونا کے باپ کو قتل کرنے کے بعد میرے سر پر خون سوار ہو گیا تھا۔ میں نے ابھی ڈیڈی کو ہلاک کیا اور اب تجھے ختم کرنے آیا ہوں۔"

اس نے حملہ کیا۔ بھائی نے روک لیا۔ پھر دونوں سوانی جوابی حملے کرنے لگے۔ ایک مارنا چاہتا تھا تو دوسرا اپنی جان بچانا چاہتا۔ دونوں میں جم کر لڑائی ہو رہی تھی۔ پھر وہ تالی کی آواز سن کر رک گئے۔ فرمونا دروازے پر کھڑی تالی بجا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "دو پاؤں والے کتوں کی لڑائی میں مزہ آ رہا ہے۔ جنگ جاری رکھو۔"

اجنبی نے وان بروکس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پریشان ہو کر اپنے بھائی سے کہا "بون! میرے بھائی! میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ یہ لڑکی کسی سے جادو کرا رہی ہے۔ میں جس طرح لڑ رہا ہوں اسی طرح ڈیڈی کو مارتے پیٹتے میں نے انہیں سمندر میں پھینک دیا تھا۔ میرے ہاتھوں تمہارا بھی قتل ہو جائے گا۔ مجھ سے دور بھاگو۔ اپنی جان بچاؤ۔"

اجنبی نے بون کی زبان سے کہا "کیسے بھاگوں! جس جادو کا ذکر تم کر رہے ہو' وہ اب میری کھوپڑی میں ہے۔ اب تم مجھ سے بچو اور بھاگو۔"

بون نے وان کے منہ پر گھونسا مارا۔ وہ مار کھا کر غصے سے فرمونا کو مارنے کے لئے دوڑا۔ وہ گھبرا کر چیخ پڑی لیکن وہ مارنے سے پہلے رک گیا۔ پھر بولا "گھبراؤ نہیں تمہارا دوست اب میرے دماغ میں ہے۔"

پھر وہ پلٹ کر بھائی سے بولا "بون! اب وہ جادو میرے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ مجھے آسانی سے قتل کر دو۔ اس لئے کہ اب ہم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ پتا نہیں تمہارے بعد میں کیسی موت مرنے والا ہوں۔"

فرمونا نے دونوں بھائیوں کے درمیان ایک ریوالور پھینکتے

ہوئے کہا "تم دونوں فیصلہ کر لو پہلے کسے مرنا ہے۔ جو زندہ رہ جائے وہ باہر آ جائے۔"

وہ جانے لگی۔ وان نے جلدی سے ریوالور اٹھا کر فرمونا کا نشانہ لیا۔ لیکن سوچنے لگا کہ گولی کیسے مارے؟ ریوالور کیسے چلایا جاتا ہے؟ حالاں کہ وہ جانتا تھا لیکن اجنبی نے اس کی کھوپڑی گھما دی تھی۔

اجنبی فرمونا کی کار میں بیٹھا ٹیلی پیتھی کے ذریعے مکان کے اندر یہ تماشے کر رہا تھا۔ جب وہ مکان سے باہر آ کر کار میں بیٹھ گئی تو ٹھائیں کی آواز اندر سے آئی۔ اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے اجنبی نے کہا "بون مر چکا ہے اور تمہارے باپ کا قاتل وان زندہ رہ گیا ہے۔"

"میں خود اسے بلا کر ہلاک کروں گی۔ اسے سڑک پر لے آؤ۔"

وان بروکس ریوالور پھینک کر دوڑتا ہوا مکان کے باہر آیا۔ پھر سڑک پر پہنچ گیا۔ فرمونا نے کار اسٹارٹ کی پھر تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی قاتل کی طرف بڑھنے لگی۔ اسے سڑک کے درمیان سے بھاگ کر فٹ پاتھ پر جانا چاہئے تھا۔ اور وہ چیخ بھی رہا تھا کہ گاڑی روک لو نہیں تو میں مر جاؤں گا۔

یہ سمجھنے کے باوجود وہ ٹیلی پیتھی کے زیر اثر کھڑا رہا۔ فرمونا نے رفتار بڑھا کر ایسی زبردست ٹکر ماری کہ وہ اچھل کر فٹ پاتھ پر گیا۔ اسے سخت چوٹیں آئی تھیں' وہ تکلیف سے چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "چھوڑ دو۔ مجھے معاف کر دو۔ آئندہ میں تمہارے باپ کو قتل نہیں کروں گا۔"

وہ باپ کو تو قتل کر چکا تھا۔ اب بھلا کون سے باپ کو قتل کرتا؟ وہ بدحواسی میں ایسا کہہ رہا تھا۔ اجنبی پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے گھسیٹتا ہوا سڑک پر لے آیا۔ فرمونا نے پھر کار اسٹارٹ کی' گیئر بدلا' گاڑی آگے بڑھنے لگی۔ وہ سڑک پر پڑا ہوا تھا۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخ رہا تھا۔ "نہیں۔ نہیں۔ نہیں....."

کار تیز رفتاری سے اسے کچلتی ہوئی گزر گئی۔ پھر آگے جا کر رک گئی۔ وہاں سے دوبارہ اپنے شکار کی طرف رخ پھیرنے لگی۔ وہ لہو سے تر بتر ہو رہا تھا۔ اب اس میں چیخنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ صرف اس کے ہاتھ پاؤں لرز رہے تھے۔ وہ گاڑی تیزی سے دوڑتی ہوئی آئی پھر ٹھیک اس کے سامنے اچانک رک گئی۔ فرمونا کار کا دروازہ کھول کر آئی اور بولی "میں اپنے پاپا کے قاتل کو ایک ہی وقت میں موت نہیں دوں گی۔ تم آدھے مر چکے ہو آئندہ بھی تمہیں آدھا مارتی رہوں گی۔ جب تم اسپتال سے مرہم پٹی کرانے کے بعد آؤ گے تو میں پھر سڑک پر ملوں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے گاڑی کو گھما لیا۔ اجنبی نے پوچھا "اب کیا ارادہ ہے؟"

"صبح ہونے والی ہے۔ تم میرے گھر چلو اور اطمینان سے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی گھر کی طرف جانے لگی' وہ بولا "میرا اتنا تعارف کافی نہیں ہے کہ میں تمہارا کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی سب کچھ ہوں۔ کوئی تمہارے راستے سے ایک پتھر نہیں ہٹا سکتا تھا' میں نے پہاڑ ہٹا دیا۔"

"بے شک' تم نے میری تمام مشکلیں آسان کر دی ہیں۔ اگر تم میرے جیون ساتھی بن جاؤ اور میں تمہاری شریک حیات بن جاؤں تو بے خطر زندگی گزاروں گی لیکن تمام عمر ساتھ رہنے کے لئے ایک دوسرے کی ہسٹری معلوم کرنا لازمی ہے۔ تم تو خیالات پڑھ لیتے ہو۔ میں صرف پوچھ سکتی ہوں۔"

"پوچھ کر دھوکا کھا سکتی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ میں اپنی اصلیت نہ بتاؤں۔ تم سے جھوٹ بول کر کوئی دوسرا شخص بن کر تمہارے حسن و شباب سے کھیل کر یہاں سے جا سکتا ہوں۔"

"تم سب کچھ ہو سکتے ہو' جھوٹے اور فریبی نہیں ہو سکتے۔ میری حفاظت کرنے والا' میرے پاپا کے قاتلوں کو سزا دینے والا دھوکے باز نہیں ہو سکتا۔"

اس نے اپنی رہائش گاہ کے سامنے کار روک دی۔ وہ دونوں کار سے اتر کر مکان کے اندر آئے۔ اس نے کہا "فرمونا! مجھ سے جتنے فائدے اٹھا سکتی ہو اٹھاتی رہو لیکن میرا نام اور میری حقیقت معلوم نہ کرو۔"

"یہ کیسی باتیں کر رہے ہو۔ تم میرے سامنے اندھیرے میں رہو اور میں تمہیں دیکھتے ہوئے بھی تمہاری پیدائی ہوئی تاریکی میں تمہاری صورت نہ دیکھ سکوں اور ایک اجنبی کو اپنی زندگی کا مالک و مختار بناتی رہوں۔ کیا ایسی زندگی بھی کسی نے گزاری ہے؟"

وہ اس کے دونوں بازو پکڑ کر اپنے قریب کرتے ہوئے بولا۔ "میں مجبور ہوں۔ تمہیں اپنی اصلیت نہیں بتا سکوں گا۔"

"ایسی کیا مجبوری ہے؟"

"تمہیں کیسے بتاؤں؟ آدھی دنیا میری دشمن ہے۔ سپر پاور کہلانے والے ممالک مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ میں اپنا اصلی چہرہ' اصلی نام اور اپنی پناہ گاہ کسی کو نہیں بتاتا۔ اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کرتا۔"

وہ اپنے بازوؤں کو اس کی گرفت سے الگ کرتے ہوئے بولی۔ "پلیز! ابھی مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔ پہلے ہم شادی کریں گے۔"

"میں کسی ایک جگہ ٹھہر نہیں رہ سکتا۔ کہیں گھر نہیں بنا سکتا تو پھر شادی کیسے کر سکتا ہوں؟ بیوی اور بچوں کو کس طرح دشمنوں سے پوشیدہ رکھوں گا۔ کہاں کہاں لئے پھروں گا؟"

"تمہاری باتوں سے یوں لگتا ہے جیسے تم گناہ کرنا چاہتے ہو۔ میری جو مدد کی ہے' اس کی قیمت وصول کر کے جانا چاہتے ہو۔"

"گناہ اور ثواب کی بات نہ کرو۔ میری دیانت داری یہ ہے کہ میں قیمت وصول کر کے تم سے منہ پھیر کر نہیں جاؤں گا۔ جسمانی طور پر دور ہونے کے باوجود دنیا کے آخری سرے پر جا کر بھی تم سے

دماغی رابطہ رکھوں گا۔ تمہیں جس ملک میں' جس شہر میں بلاؤں گا تم چلی آؤ گی۔"

"یعنی میں آؤں گی اور محض تمہاری داشتہ بنی رہوں گی۔ گناہ آلود زندگی گزارتی رہوں گی۔ تمہیں ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔"

"پہلی بار ایسی باتوں سے شرم آتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ شرم ایسی جاتی ہے کہ واپسی کا راستہ بھول جاتی ہے۔"

"میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔ میں بے حیائی سے پہلے جان دے سکتی ہوں۔"

"تمہارے حسن و شباب نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے۔ یہ سب کچھ مجھے حاصل ہو جائے گا' اس کے بعد تم جان دے دو گی تو خود ہی جان سے جاؤ گی' میرا کیا بگڑے گا۔"

"تمہارے ارادے بہت ہی ناپاک ہیں۔ میں حیران ہوں کہ تم نے فرشتہ بن کر مدد کی اور دیکھتے ہی دیکھتے شیطان بن رہے ہو۔"

"فرشتے اور شیطان کی باتیں نہ کرو۔ ہم دونوں انسان ہیں۔ انسان کے جذباتی تقاضے مجھ سے کچھ بھی کرا سکتے ہیں۔ دیکھو میں تم پر جبر نہیں کروں گا لیکن تم خود ہی کھنچی چلی آؤ گی۔"

اس نے دماغ پر قبضہ جمایا۔ فرمونا نے آگے بڑھ کر اُس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ اس نے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ چونک گئی۔ جلدی سے الگ ہوئی اور دور جا کر بولی "نہیں۔ اپنے جادوئی علم سے مجھے مجبور نہ کرو۔ میری عزت کے دشمن نہ بنو۔"

"میں تمہاری عزت کا دوست ہوں لیکن تمہاری خواب گاہ میں جا کر عزت سے دوستی نہیں کر سکوں گا۔ تمہارے چور خیالات نے بتایا ہے کہ آج سے آئندہ کچھ دن تک میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔ یہ عورت پر قدرت کا بڑا احسان ہے کہ وہ ہر ماہ کچھ روز کے لئے اسے تحفظ دیتی ہے۔"

فرمونا حیا والی تھی۔ اس نے شرما کر منہ پھیر لیا۔ وہ بولا۔ "تمہیں کچھ دن تک سوچنے سمجھنے کی مہلت مل گئی ہے۔ ایک ہفتہ بعد اپنی مرضی سے خود کو میرے حوالے کرو گی تو دوستی بڑھے گی ورنہ تم دیکھ چکی ہو کہ مجھ سے دشمنی کتنی مہنگی پڑتی ہے۔"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ فرمونا آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک گئی تھی۔ زبردست دشمنوں اور قاتلوں سے نجات حاصل کر چکی تھی۔ مگر اس ٹیلی پیتھی والے سے پیچھا نہیں چھڑا سکتی تھی۔ دشمن آگے پیچھے یا دائیں بائیں ہو تو اس سے بچا جا سکتا ہے۔ جو دماغ کے اندر ہو اُس سے بچ کر جانے کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔

وہ بستر پر آ کر گر پڑی۔ بار بار ایک ہی بات دماغ میں آ رہی تھی کہ وہ شہر' وہ ملک چھوڑ کر کہیں چلی جائے۔ کیا چپ چاپ جانے سے اسے خبر ہو گی؟

اجنبی نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "ہاں خبر ہو جائے گی۔"

وہ اچھل کر بیٹھ گئی "کیا تم پھر آ گئے؟"

"میں بہت دور جا چکا ہوں۔ لیکن تمہارے اندر ہمیشہ رہوں گا۔"

"خدا کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"تم سمجھتیں کیوں نہیں' ہمیں تمہارا عاشق ہوں۔"

"عاشق ہو تو اپنی حقیقت بتاؤ' کیا نام ہے تمہارا؟"

"میرا نام ساری نہیں تو آدھی دنیا جانتی ہے۔ سوچتا ہوں تم بھی جان لو گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کیا تم ٹیلی پیتھی کے شہنشاہ کا نام جانتی ہو؟"

"نہیں میں پہلی بار صرف تمہیں خیال خوانی کرتے دیکھ رہی ہوں۔ پلیز اپنا نام بتاؤ۔"

"اچھی بات ہے سنو' میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔"

وہ کوئی زبردست مکار تھا۔ میرا نام اور میری شخصیت اختیار کر رہا تھا۔ میں نے کبھی ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی کبھی کسی لڑکی پر جبر کیا۔ اگر ایسے وقت میں فرمونا کے دماغ میں ہوتا تو اس سے نمٹ لیتا لیکن یہ تمام باتیں مجھے بعد میں معلوم ہوئی تھیں۔

بہرحال فرمونا میرا نام سن کر بولی "ایسا لگتا ہے یہ نام میں نے سنا ہے۔"

نقلی فرہاد نے کہا "حسین دوشیزائیں میرا نام ضرور سنتی ہیں اور مجھے ضرور خوش کرتی ہیں۔ تم چوبیس گھنٹے کے اندر یہ شہر چھوڑ دو گی اور پاکستان کے ایک شہر پشاور چلی جاؤ گی۔"

"میں نہ جانا چاہوں گی تو مجبور کرو گے؟"

"ہاں' یہ میری مجبوری ہے۔ وہاں ایک ایسا ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہے' جسے تمہارے ذریعے قابو میں کروں گا۔"

"کون ہے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا؟ اس سے کیا دشمنی ہے؟"

میں اس کا دشمن تھا۔ وہ مجھے قتل کرنے پشاور تک سفر کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے فرمونا سے کہا "وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا ایک یہودی ہے۔ ان یہودیوں نے تمہارے باپ کے بعد تمہیں بھی ختم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تمہارا فرض ہے کہ اس یہودی کے خلاف میری مدد کرو۔"

"میں کیسے مدد کر سکتی ہوں؟"

"تم پشاور پہنچو گی تو میں تمہیں بتا دوں گا۔"

"تم نے میری بہت مدد کی ہے۔ میں ضرور تمہارے کام آؤں گی لیکن میری ایک بات مان لو۔ ایک ہفتہ بعد مجھ سے شادی کر لو۔"

"فرہاد کو جو کھانا ہوٹل میں مل جاتا ہے اسے وہ گھر میں پکا کر نہیں کھاتا۔ مجھ سے شادی کی بات نہ کرو۔ میں جا رہا ہوں۔ پھر آؤں گا۔"

وہ خلا میں تکنے لگی۔ میں اس کے دماغ میں آنے والے کو فرہاد ٹوکوں گا۔ وہ کمبخت تو اس مجبور لڑکی کے ساتھ کوئی چکر چلا کر مجھے

بھی کسی چکر میں ڈالنا چاہتا تھا۔ مجھے قتل کرنے کے علاوہ بھی کوئی مقصد ہو سکتا تھا۔

اس وقت تو فرمونا کی عزت پر بنی ہوئی تھی۔ ایک ہفتہ بعد وہ زندہ رہتی لیکن بے حیائی کی سولی پر چڑھا دی جاتی۔ یہ سوچ سوچ کر وہ رو رہی تھی اور رو رو کر سوچ رہی تھی۔ مگر دور تک راہِ نجات نظر نہیں آ رہی تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁

یہ بات یقینی تھی کہ علی تیمور کا سسر راجر موس چھ میں سے ایک گولڈن برین ہے۔ یا پھر ایسا اہم راز دار ہے جو چھ گولڈن برینز سے ضروری رابطہ قائم رکھتا ہے۔ کیوں کہ ان سے رابطہ رکھنے کے تمام خفیہ آلات اس کے ایک خفیہ کمرے میں رکھے ہوئے تھے۔

علی اس کے گولڈن برین ہونے کی تصدیق چاہتا تھا اور یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اگر گولڈن برین نہیں ہے تو کن لوگوں سے خفیہ رابطہ رکھتا ہے۔ وہ اپنے سسر راجر موس کے مکان میں تھا۔ دو دن بعد اسے سرکاری بنگلا ملنے والا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنی بیوی پامیلا کے ساتھ نئے بنگلے میں چلا جاتا لیکن جانے سے پہلے اپنے سسر کا اصلی روپ دیکھنا چاہتا تھا۔

اس نے لیلیٰ سے کہا "ای! ایک ڈیکٹیو آلہ میرے پاس ہے۔ اسے راجر موس کے خفیہ کمرے میں کہیں چھپا کر رکھا جائے تو میں اس کی تمام خفیہ گفتگو سن کر اُس کی مصروفیات اور اس کی اصلیت کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتا ہوں۔"

لیلیٰ نے کہا "تمہیں خفیہ کمرے تک پہنچنے کا راستہ معلوم ہو چکا ہے۔ تم وہاں جا کر وہ جاسوسی کا آلہ چھپا سکتے ہو۔"

"میں راجر موس کی عدم موجودگی میں وہاں چھپ کر جا سکتا ہوں لیکن اس کی خواب گاہ سے لے کر خفیہ کمرے تک خفیہ کیمرے اور مائک لگے ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ میں وہاں جاؤں تو لاعلمی میں میری تصویریں اتر جائیں۔ ان آلات کے ذریعے مجھے کسی دوسری جگہ دیکھ لیا جائے۔"

"ہاں' احتیاط کا تقاضا یہی ہے تمہیں خود وہاں نہیں جانا چاہئے۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والی الپا تمہاری ساس کو سحر زدہ کر کے خفیہ کمرے میں لے جایا کرتی ہے۔ میں بھی تمہاری ساس کو دماغی طور پر غافل بنا کر ڈیکٹیو آلہ وہاں رکھوا سکتی ہوں۔"

دونوں نے پلاننگ کی۔ اس پلاننگ کے مطابق علیٰ' راجر موس کے ساتھ دفتر چلا گیا تاکہ اس کی راہنمائی میں نئے شعبے کا چارج سنبھال لے۔ لیلیٰ نے راجر موس کی بیوی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلایا۔ پھر اسے اپنی معمولہ بنا کر پہلے علی کے کمرے میں لے گئی۔ علی نے ڈیکٹیو آلہ ایک جگہ چھپا رکھا تھا۔ معمولہ اس آلے کو اٹھا کر پھر اپنے شوہر کے کمرے میں آئی وہاں سے اسٹور روم میں پہنچی۔ اسٹور روم کی ایک پرانی سی الماری کو کھول کر اس کے آئرن سیف کو بھی کھولا۔ وہاں برطانوی پونڈز کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ الماری کی نچلی دیوار پر ایک کی ہول تھا۔ اس کی ہول میں چابی ڈال کر گھماتے ہی الماری کی نچلی دیوار دو حصوں میں دروازے کی طرح کھل گئی۔

دروازے کے پیچھے ایک کمرا تھا۔ اس کمرے میں ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر' آڈیو اور ویڈیو ریکارڈر' کمپیوٹر اور ٹی وی وغیرہ تھے۔ دیوار پر ایک مائیکروفون لگا ہوا تھا۔ معمولہ نے ڈیکٹیو آلے کو مائیکروفون سے منسلک کر کے اس کے پیچھے چھپا دیا۔ پھر وہاں سے نکل کر اسٹور کی الماری کا دروازہ بند کر کے الماری کو بھی بند کیا۔ اس کے بعد اسٹور روم سے آ کر خواب گاہ میں سو گئی۔ لیلیٰ نے آدھے گھنٹے بعد اسے جگایا تو وہ نارمل تھی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ اسے ٹرپ کیا گیا تھا۔

اس دوران سلطانہ' علی کے دماغ میں رہ کر راجر موس کی نگرانی کرتی رہی۔ اگر راجر موس کام چھوڑ کر دفتر سے گھر جانے کا ارادہ کرتا تو وہ فوراً ہی اسے خفیہ کمرے سے باہر لے آتی لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ سراغ رسانی کا یہ مرحلہ آسانی سے طے ہو گیا۔

لیلیٰ نے علی سے پوچھا "اب بولو کیا کرنا ہے؟"

"ہمیں جلد سے جلد معلوم ہونا چاہئے کہ اس خفیہ کمرے میں کس قسم کی گفتگو ہوتی ہے۔"

سلطانہ نے کہا "جب راجر موس اس کمرے میں کسی

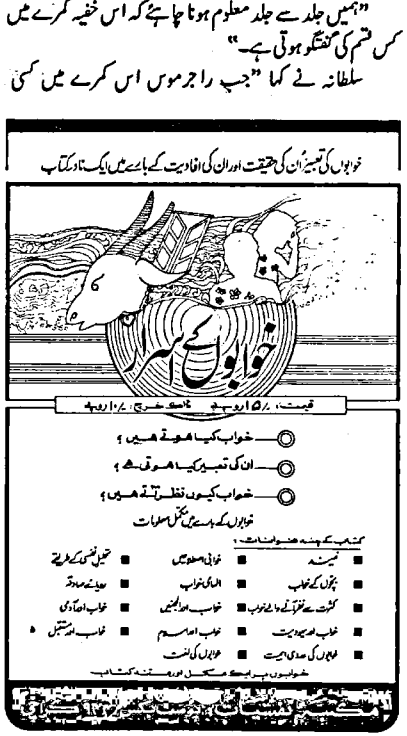

ضرورت سے جا کر کسی سے باتیں کرے گا تو معلوم ہوگا۔"

"آنٹی! راجر موس کو وہاں جا کر باتیں کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟"

"وہ کیسے؟"

"آپ پاپا سے کہیں وہ اسرائیلی حکام اور گولڈن برنیز کو چیلنج کریں۔ ان کے لئے کوئی مسئلہ پیدا کردیں۔ ایسی صورت میں تمام گولڈن برنیز ایک دوسرے سے رابطہ کریں گے۔ پھر میرا سسر راجر موس بھی اپنے خفیہ کمرے میں ضرور جائے گا۔"

لیلیٰ نے مجھے مخاطب کیا اور علی کے حالات بتائے۔ میں نے تمام حالات معلوم کرنے کے بعد ایک اسرائیلی حاکم سے دماغی رابطہ کیا اور کہا "ہم اکثر تمہاری دشمنی کے جواب میں تمہیں سزا دے کر پچھلی دشمنی کو نظرانداز کردیتے ہیں لیکن تم لوگ پھر کسی نئی دشمنی کی ابتدا کردیتے ہو۔"

وہ بولا "ہم کوئی دشمنی نہیں کررہے ہیں۔ آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"دماغوں میں گھس کر حقائق معلوم کرنے والا کبھی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اپنے گولڈن برنیز سے کہو ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے نشانے پر ہے۔ وہ اس کی زندگی کا سودا کرسکتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی اسرائیلی حکام کے درمیان کھلبلی مچ گئی۔ انہوں نے مخصوص سگنل کے ذریعے گولڈن برنیز کو اہم اجلاس کے لئے طلب کیا۔ علی تیمور پامیلا کے ساتھ خواب گاہ میں تھا اس کا سسر اپنی بیگم کے ساتھ اپنے بیڈ روم میں تھا۔ لیلیٰ نے اطلاع دی کہ الپا راجر موس کی بیوی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا رہی ہے تاکہ راجر موس خفیہ کمرے میں جاسکے۔

ادھر سلطانہ نے علی کی بیوی پامیلا کو گہری نیند سلا دیا۔ علی نے اپنے سوٹ کیس سے ایک چھوٹا سا وائرلیس سیٹ نکالا۔ اس کے ہیڈ فون کو کانوں سے لگا کر انتظار کرنے لگا۔

سلمان، سلطانہ، لیلیٰ اور جوجو علی کے دماغ میں تھے تاکہ مختلف بولنے والوں کی آواز اور لہجوں کو یادداشت میں محفوظ کرسکیں۔ تھوڑی دیر بعد راجر موس کی آواز سنائی دی "ہیلو ہیلو۔ میجر یارڈے۔۔۔ نمبرون بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے میجر یارڈے کی آواز سنائی دی "ہیلو نمبر ون! میجر یارڈے حاضر ہے۔"

نمبرون راجر موس نے کہا "بقول فرہاد ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی نظروں میں آگیا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو ہمیں اس سے سمجھوتا کرنا ہوگا۔ اپنے کمپیوٹر اور ٹی وی وغیرہ کا کنکشن وزیر داخلہ کے ٹی وی کے ساتھ ملاؤ۔ ابھی کمپیوٹر کے ذریعے فرہاد سے گفتگو ہوگی۔"

اس کے تھوڑی دیر بعد پھر راجر موس کی آواز سنائی دی "ہیلو مسٹر واسکوڈی! میں نمبرون بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے واسکوڈی کی آواز سنائی دی "ہیلو نمبرون! واسکوڈی حاضر ہے۔"

نمبرون راجر موس نے اسے بھی بتایا کہ فرہاد سے اہم گفتگو ہونے والی ہے۔ وہ اپنے کمپیوٹر اور ٹی وی وغیرہ کا کنکشن وزیر داخلہ کے ٹی وی کے ساتھ ملائے۔ اس وقت تک ہم راجر موس کے علاوہ دو گولڈن برنیز کی آوازیں سن چکے تھے۔

نمبرون نے چوتھے گولڈن برین کو مخاطب کیا۔ اس کا نام جان روبن تھا۔ پانچویں کا نام جان نویل اور چھٹے کا نام ایڈگر تھا۔ ان سب نے وزیر داخلہ کے ٹی وی سے رابطہ کیا تھا پھر نمبرون نے کمپیوٹر کے ذریعے وزیر داخلہ اور دوسرے حکام سے کہا "ہم حاضر ہیں اور فرہاد علی تیمور سے پوچھتے ہیں، ہمارا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے جو اس کی نظروں میں آگیا ہے؟"

یہ گفتگو تحریر کی صورت میں اسکرین پر پڑھی جارہی تھی، میں نے ایک حاکم کے ذریعے وہ تحریر پڑھ کر کہا "تمہارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آج کل پاکستان کے شہر پشاور میں ہے۔"

اسکرین پر تحریر ابھری "ہم نے اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو کبھی ملک سے باہر جانے نہیں دیا۔ تم نے جسے پشاور میں دیکھا ہے اسے فوراً قتل کردو۔ کیوں کہ وہ ہمارا آدمی نہیں ہے۔"

میں نے کہا "مجھے یہاں جسمانی طور پر کوئی دشمن نظر نہیں آیا ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس شہر میں ہے۔ اس نے ایک ریسٹ ہاؤس میں مجھ پر قاتلانہ حملے کرائے۔ ناکام ہونے کے بعد وہ اب دوسرے حملے کے لئے جال بچھا رہا تھا۔"

"ہم پورے ہوش و حواس میں رہ کر یقین دلا رہے ہیں کہ وہ حملہ آور ہمارا آدمی نہیں ہے۔ اگر ہمارا ہوتا تو اس خیال خوانی کرنے والے کو سلامت رکھنے کے لئے ہم تم سے ہر طرح کا سودا اور سمجھوتا کرتے۔"

میں نے کہا "اتنے یقین سے کہہ رہے ہو تو یقین کرلیتا ہوں۔ میں اسے چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ختم کردوں گا۔ میرا مشورہ ہے کہ اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو اچھی طرح چیک کرلو۔ ہو سکتا ہے دانیال اور جنرل پارکن کی طرح پھر کوئی خیال خوانی کرنے والا تم سے غداری کررہا ہو۔"

"ہم چیک کررہے ہیں۔ پندرہ منٹ بعد پھر تم سے رابطہ کریں گے۔"

میں علی تیمور کے پاس آیا۔ وہ وائرلیس سیٹ کو اتار کے کانوں سے ہیڈ فون اتار رہا تھا۔ سلمان کہہ رہا تھا۔ "علی! تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ہمیں تمام گولڈن برنیز کی آوازیں سنادی ہیں۔ اب یہ معلوم کرنا ہوگا کہ نمبرون راجر موس کی طرح باقی پانچوں گولڈن برنیز بھی یوگا کے ماہر ہیں یا ہم آسانی سے ان کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں؟"

"یہ معلوم کرنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ میں اپنے سسر راجر موس کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کروں گا۔"

میں نے کہا "تم سب نے ایک ایک گولڈن برین کی آواز سنی ہے۔ ان سب کی آوازوں اور لہجوں کو اپنے ذہنوں میں نقش کرلو۔ علی کوئی مناسب موقع دیکھ کر نمبرون گولڈن برین راجر موس کے دماغ کو کمزور بنائے گا۔ چوں کہ وہ نمبرون ہے۔ باقی پانچ گولڈن برنیز کا سربراہ ہے اس لئے ان کے متعلق جانتا ہوگا کہ کون یوگا کا ماہر ہے اور کون نہیں ہے۔"

یہ شاندار کامیابی ہمیں یقین دلا رہی ہے کہ ہم ابھی ان سب کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ سب ہی یوگا کے ماہر ہوں لیکن زیادہ خوشی اور خوش فہمی میں مبتلا ہوا کام بگاڑ دیتی ہے۔ احتیاطاً ذرا صبر کرنا ہی بہتر تھا۔

ہم سب علی کے دماغ سے چلے آئے۔ صرف لیلیٰ رہ گئی۔ علی نے کہا "امی! الپا نے میری ساس کو خیال خوانی کے ذریعے سلایا تھا۔ آپ ذرا جا کر دیکھیں، کیا وہاں الپا ہے؟ اگر نہ ہو تو میری ساس کی آنکھیں کھول کر اُس کے ذریعے معلوم کریں، کیا میرا سسر خفیہ کمرے سے نکل آیا ہے؟"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا "اگر وہ میرا سسر خواب گاہ میں خاموش بیٹھا خلا میں تک رہا ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ الپا یا جے مورگن اس سے خیال خوانی کے ذریعے باتیں کررہے ہیں، ایسے وقت آپ راجر موس کے دماغ میں جائیں گی تو وہ آپ کی موجودگی کو سمجھ نہیں پائے گا۔"

لیلیٰ چلی گئی۔ وہ ہیڈ فون کو پھر کانوں سے لگا کر وائرلیس سیٹ کو کنٹرول کرنے لگا۔ خفیہ کمرے میں خاموشی تھی۔ کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ لیلیٰ نے آکر کہا "میں نے مسز موس کی آنکھیں کھول کر دیکھا وہاں بیڈ روم کے اندر راجر موس نہیں ہے۔"

وہ بولا "خفیہ کمرے سے بھی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔"

"شاید وہ اسی خفیہ کمرے میں خاموشی سے لکھنے پڑھنے میں مصروف ہوگا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی راجر موس کی آواز سنائی دی "ہیلو مسٹر واسکوڈی تھرہا! ہمارے باقی گولڈن برنیز نے کمپیوٹر کے ذریعے اپنی رائے پیش کی ہے کہ فرہاد درست کہہ رہا ہے۔ وہ پاکستان کے شہر پشاور میں ہے اور جو ٹیلی پیتھی جاننے والا اس پر قاتلانہ حملے کرا رہا ہے۔ اس کا تعلق سپر اسٹرادر جان لبوڈا سے ہے۔"

واسکوڈی تھرہانے کہا "ہم فرہاد کو پاکستان سے نکالنے میں اب تک ناکام رہے ہیں۔ وہ جب تک وہاں رہے گا، ہم بھارت کے تعاون سے نہ اہم معاملات کی سراغ رسانی کرسکیں گے اور نہ ہمارا کوئی پاکستانی زر خرید ایجنٹ ہمارے لئے کچھ کرسکے گا۔"

"اگر کسی دوسرے ملک میں فرہاد کے لئے کوئی ایسا مسئلہ پیدا کردیا جائے جسے حل کرنے کے لئے وہ وہاں جانے پر مجبور ہوجائے تو پاکستان میں ہمارے لئے میدان صاف ہوجائے گا۔"

"میں نے اس پہلو سے سوچا ہے۔ اگر یہ معلوم ہوجائے کہ پارس اور علی تیمور کس ملک میں ہیں تو ہم وہاں ان کے لئے ایسی مشکلات پیدا کرسکتے ہیں، انہیں زندگی اور موت کے درمیان اس طرح پھنسا سکتے ہیں کہ باپ اپنے بیٹوں کی دستگیری کے لئے وہاں جانے پر مجبور ہوجائے گا۔"

"مسٹر تھرہا! ہم جیسا سوچتے ہیں، ویسا ہوتا نہیں ہے۔ ان کے لئے کوئی مشکل مشکل نہیں ہوتی۔"

"نمبرون! تمہارے داماد کارمن (علی) نے ہمارے غدار ٹیلی پیتھی جاننے والے جنرل پارکن کو گرفتار کرایا تھا۔ کسی خیال خوانی کرنے والے پر قابو پانا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ ذہانت کا کھیل ہے۔ تمہارا داماد صرف دلیر ہی نہیں ذہین بھی ہے۔ اسے ابھی سے ٹریننگ دو گے تو وہ آئندہ تمہاری جگہ گولڈن برین کا عہدہ سنبھال سکے گا۔"

"تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ اگر ہم اسے گائیڈ کریں گے تو وہ بہت ترقی کرے گا۔"

"اسے گائیڈ کیا کرنا ہے۔ عملی میدان میں لے آؤ۔ اسے فرہاد کے معاملے میں شریک کرو۔ اس سے مشورے لیا کرو اور اس کی ذہانت کو آزمایا کرو۔"

"بھئی ابھی تو شادی کو دو ہی دن ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں میری بیٹی ابھی اس کے ساتھ مسرتوں بھری زندگی گزارے۔ یہ ان کے ہنسنے کھیلنے کے دن ہیں۔"

"میرا خیال ہے، وہ ہنستے کھیلتے بھی ہمارے لئے کچھ کرسکتا ہے۔ ان دونوں کو شادی کے بعد ہنی مون کے لئے کہیں جانا چاہئے تھا لیکن وہ تمہارے ہی گھر میں ہیں۔ میرا مشورہ ہے، بیٹی اور داماد کو میرے پاس یہ دشلم بھیج دو۔ اس طرح ان کی آؤٹنگ بھی ہوجائے گی۔ اور میں کارمن (علی) سے فرہاد کے مسئلے پر تفصیلی گفتگو کروں گا اور جوابا اس کی ذہانت کا اندازہ لگاؤں گا۔"

نمبرون راجر موس نے ہنستے ہوئے کہا "کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا داماد بھرپور ذہانت کا مظاہرہ کرے اور تمہاری گولڈن برین والی حیثیت کو پہچان لے۔"

"اب تمہارا داماد اتنا بھی ذہین نہیں ہو سکتا کہ ہم جیسے تجربہ کار گولڈن برنیز کی پوشیدہ شخصیت کو پہچان لے اور اگر پہچان لے گا تو میں اسے ساتواں گولڈن برین بنانے کی بھرپور سفارش کروں گا۔"

"بھئی وہ صرف میرا ہی نہیں، ہم سب گولڈن برنیز کا داماد ہے۔ ہم اسے پوری دیانت داری سے آزماتے رہیں گے جب وہ آزمائشوں میں پورا اتر جائے گا تو گولڈن برنیز کی ساتویں کرسی اسے انعام میں دے دی جائے گی۔"

"تو پھر یہ طے ہوگیا کہ پامیلا اور کارمن میرے پاس آرہے

ہیں؟"

"پہلے ان سے پوچھ لینے دو کہ وہ یروشلم جانے کے لئے راضی ہیں یا نہیں؟"

"نمبر ون! یہ تفریحی پروگرام ہوتا تو ان کی مرضی دیکھی جاتی۔ اس تفریح کے پیچھے ہمارے اہم مقاصد ہیں۔ کارمن ادھر آنے کا قصد کرے گا تو پامیلا خود ہی اس کے ساتھ چلی آئے گی۔"

"درست کہتے ہو۔ تو پھر یہ طے ہو گیا وہ دونوں کل شام تک تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔ اوکے' سوفار۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ علی نے بھی وائرلیس سیٹ کو آف کر کے ایک طرف رکھ دیا۔ لیلیٰ نے کہا "خدا ہم پر مہربان ہے۔ تمہارے لئے راستے کھل رہے ہیں۔"

"بے شک خداوند کریم کا جتنا بھی شکر ادا کریں' کم ہے۔ آپ پاپا اور مما سے اس سلسلے میں بات کریں۔ پہلے تو یہ ارادہ تھا کہ تمام گولڈن برینز کو باری باری ٹریپ کریں گے۔ اب سوچتا ہوں' مجھے گولڈن برینز کی ساتویں سیٹ حاصل کرنا چاہئے۔"

"تمہیں ساتواں گولڈن برین بننے میں کافی عرصہ لگے گا اور یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ اتنے عرصے تک رہنا بھی چاہتے ہو کیوں کہ پامیلا کا جادو تم پر چل رہا ہے۔"

"امی! آپ پامیلا کے چور خیالات بھی پڑھتی ہیں۔ یہ اعتراف کریں گی کہ وہ بہت اچھی' بہت محبت کرنے والی شریکِ حیات ہے۔"

"ہاں بیٹے! میری دعا ہے اللہ تعالیٰ تم دونوں کو سلامت اور خوش حال رکھے۔ میں جا رہی ہوں' اب آرام کرو۔"

لیلیٰ کے جانے کے بعد علی نے وائرلیس کے کچھ پرزے نکال کر الگ کئے۔ کچھ دوسرے پرزے اس میں لگا دئے۔ جس کے نتیجے میں وائرلیس کی ساخت بدل گئی اور وہ ایک عام سا ریڈیو بن گیا اس نے اسے میز پر رکھ دیا پھر پامیلا کو پیار سے دیکھا۔ وہ گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ نیند کی حالت میں اس کے گلابی ہونٹ ذرا سے کھل گئے۔ گلاب کی پنکھڑیاں کھل گئی تھیں۔ وہ کھلنے اور کھلنے کا انداز اسے پکار رہا تھا۔ وہ خوابوں میں پکارنے والی پر جھک گیا۔

دوسری صبح اس نے لیلیٰ سے کہا "ابھی میں خواب گاہ سے نکلوں گا تو راجر موس مجھے یروشلم جانے کو کہے گا۔ میں وہاں جانے سے پہلے ان کے لئے ایک اور کارنامہ انجام دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"سوسانہ اور جبرائل ٹرانٹ یہاں اسرائیلی حکام کے لئے دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔ میں انہیں یہاں سے بھگا دوں گا تو یہ لوگ میری ذہانت کے اور زیادہ قائل ہو جائیں گے۔"

"سوسانہ اور جبرائل اب یہاں ضروری نہیں ہیں۔ یہ تمہارے کارنامے کے باعث چلے جائیں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"دیکھئے امی! یہ قدرتی بات ہے کہ شہ زور نہایت ہی کمزور سے ڈرتا ہے یا مرتا ہے۔ مثلاً ہاتھی کی سونڈ میں چیونٹی گھس جائے تو اس پہاڑ جیسے جانور کی جان پر بن آتی ہے۔ اگر ہم یہ ظاہر کریں کہ سوسانہ اور جبرائل جیسے ناقابلِ شکست روبوٹ کاکروچ (لال بیگ) سے ڈرتے ہیں اور وہ دونوں یہاں کاکروچ کی تعداد زیادہ دیکھ کر ملک سے چلے جائیں تو یہودیوں کے سر سے پہاڑ اتر جائے گا اور میری کارکردگی کی دھاک بیٹھ جائے گی۔"

"میں سوسانہ اور جبرائل کو جا کر سمجھاتی ہوں کہ آئندہ انہیں کاکروچ کو دیکھتے ہی خوف زدہ ہونے کی بھرپور ایکٹنگ کرنا ہے۔"

وہ چلی گئی۔ علی لباس تبدیل کر کے باہر آیا۔ پامیلا میز پر ناشتے کی ڈشیں رکھ رہی تھی۔ راجر موس پوچھ رہا تھا "بیٹی! کیا ابھی تک کارمن سو رہا ہے؟"

علی نے آتے ہوئے کہا "نہیں انکل! میں حاضر ہوں۔ میں بے وقت سوتا نہیں اور بے وقت جاگتا بھی نہیں اور ان میں سے بھی نہیں جنہیں وقت کی ٹھوکر جگاتی ہے۔"

"شاباش بیٹے! تم اصولوں کے پابند ہو۔ تمہاری ذہانت اور اصول پسندی بہت جلد تمہیں غیر متوقع بلندیوں پر لے جائے گی۔"

وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "یہ بلندی کم نہیں ہے کہ میں آپ کا داماد بن گیا ہوں۔"

پامیلا مسکرا کر اُس کے آگے ناشتے کی پلیٹ رکھنے لگی۔

راجر موس نے کہا "تم دونوں کو شادی کے بعد سوئٹزرلینڈ وغیرہ جانا چاہئے تھا۔ تمہاری نئی ملازمت کے باعث پامیلا نے جانے سے انکار کر دیا لیکن کہیں تو تفریح کے لئے جانا چاہئے۔"

"انکل' مصروفیات زیادہ ہوں تو تفریح کا موڈ نہیں بنتا۔"

"میں تمہاری یہاں کی ذمہ داریاں سنبھال لوں گا۔ تم کم از کم یروشلم تک ہو آؤ۔ وہ ہمارے لئے مقدس مقام ہے۔ وہاں میرا ایک دوست واسکوڈی تھرا ہے۔ اس کے بنگلے میں تم دونوں کو ہر طرح کا آرام ملے گا۔"

"آپ کا مشورہ میرے لئے حکم کے برابر ہے۔ میں ضرور جاؤں گا۔ لیکن میں اپنے ملک کے کسی شہر کو کمزور نہیں دیکھنا چاہتا۔ ہمارا یہ شہر نما ابیب دو عدد روبوٹ کے باعث کمزور ہو گیا ہے۔ ہمارے لوگ ان پہاڑ جیسے میاں بیوی سے سہمے رہتے ہیں۔ ہماری پولیس' ہماری فوج ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

"ہاں' وہ بن بلائے مہمان اور آفتِ جاں ہیں۔ فرہاد نے انہیں ایک ریموٹ کنٹرولنگ بم کی طرح ہمارے سینے پر لا کر رکھ دیا۔ انہیں یہاں سے بھگانا تقریباً ناممکن ہے۔"

"میں ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہوں۔ اگر حکومت مجھ سے تعاون کرے تو میں ایک ہفتے کے اندر اندر انہیں یہاں سے بھگا سکتا ہوں۔"

"ایسی بات ہے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ حکومت کا

بھرپور تعاون تمہیں حاصل ہو گا۔"

"یہ تعاون اس طرح حاصل ہونا چاہئے کہ اس کا علم فرہاد اور اس کے قبیلے والوں کو نہ ہو سکے۔ یعنی میرے طریقۂ کار کا علم صرف ہمارے ان افراد کو ہو جو یہودیوں کے ماہر ہوں اور دشمن خیال خوانی کرنے والے ان کے دماغوں تک پہنچنے میں ناکام رہتے ہوں۔"

"یہ راز داری ممکن ہے۔ تم طریقۂ کار بتاؤ؟"

"کیسے بتاؤں' ہمارے سامنے آنٹی اور پامیلا بیٹھی ہیں اور دشمن ان کے دماغوں میں آ سکتے ہیں۔"

راجر موس قائل ہو گیا۔ ناشتے کے بعد علی نے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آ کر بولا "میرا دل کہتا ہے تم آہنی ارادوں کے مالک ہو۔ تمہیں ضرور کامیابی ہو گی۔ بتاؤ انہیں یہاں سے کیسے بھگا سکتے ہو؟"

"انکل! وہ دونوں روبوٹ جب سے یہاں آئے ہیں' میں ان کی تاک میں رہتا ہوں۔ ان کی کسی کمزوری کی تلاش میں رہتا آیا ہوں اور اب میں ان کی ایک کمزوری معلوم کر چکا ہوں۔"

اس نے بے تابی سے پوچھا "کیا ہے وہ کمزوری؟"

"وہ دونوں کاکروچ سے ڈرتے ہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"وہی بات کہ چیونٹی کبھی کبھی ہاتھی کی موت کا سبب بنتی ہے۔ یہ قدرت کا عجب تماشا ہے کہ بالشت بھر کا نیولا گز بھر کے زہریلے سانپ کو مار ڈالتا ہے۔ کسی شہ زور کے جسم پر ایک چھوٹی سی پھنسی ہوتی ہے جو پھوڑا بن جاتی ہے۔ پھر ناسور بن کر شہ زور کے کمزور جسم کو گلا دیتی ہے۔"

"ہاں۔ ان مثالوں سے تمہاری بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ کاکروچ سے ڈرتے ہیں؟"

"میں نے ایک روز انہیں ایک جنرل اسٹور میں دیکھا۔ وہ اپنی ضرورت کا سامان قیمت ادا کئے بغیر اٹھا رہے تھے۔ ایسے ہی وقت سوسانہ نے ایک جراثیم کش دوا کی بوتل اٹھائی تو بوتل کے لیبل پر کاکروچ کی تصویر دیکھتے ہی وہ چیخ پڑی' اس کے ہاتھ سے بوتل چھوٹ کر گر پڑی۔ جبرائل بھی ٹوٹی ہوئی بوتل کے لیبل پر وہ تصویر دیکھ کر سہم گیا۔ فوراً ہی سوسانہ کا بازو پکڑ کر دوڑتا ہوا اسٹور سے باہر چلا گیا۔"

راجر موس نے کہا "وہ کاکروچ کی تصویر دیکھ کر ڈر گئے تھے۔ ہمیں یہ آزمانا چاہئے کہ سچ مچ ایک کاکروچ ان کے سامنے آ جائے تو ان کا ردِ عمل کیا ہو گا۔"

"یہ میں نے آزمایا ہے۔ ہمارے شہر میں مشکل سے کاکروچ نظر آتے ہیں۔ میں نے بڑی تلاش کے بعد ایک کاکروچ پکڑا تھا پھر اسے ان کی رہائش گاہ کے اندر پھینک دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی دونوں کی چیخیں سنائی دیں۔ وہ کاکروچ باہر نکل آیا تھا۔ اگر اندر رہتا تو شاید خوف سے وہ مر جاتے۔ جبرائل نے کھڑکی کے پاس آ کر دوربین سے کاکروچ کو جاتے ہوئے دیکھا پھر سوسانہ کو دکھایا تو دونوں مطمئن ہو گئے۔"

"تم نے بڑی محنت اور کھوج کے بعد ان کی یہ کمزوری معلوم کی ہے۔ میں اپنے ذرائع استعمال کروں گا اور دو چار کاکروچ ان کی رہائش گاہ کے اندر پہنچا دوں گا۔"

علی نے کہا "دو چار سے کام نہیں چلے گا۔ ہو سکتا ہے انہوں نے کاکروچ مارنے کی دوا اپنے پاس رکھی ہو۔ وہ دو چار کو اور دو چار سو کو دو ہی سے دواؤں کے ذریعے ہلاک کر سکتے ہیں۔ اپنی رہائش گاہ چھوڑ کر دوسروں کے بنگلوں میں گھس کر رہ سکتے ہیں۔"

"تو پھر انہیں کس طرح بھگایا جا سکتا ہے؟"

"سب سے پہلے تو تل ابیب سے بلکہ تمام شہروں کی دکانوں سے کاکروچ مارنے کی دوائیں غائب کرا دی جائیں۔ پھر ہزاروں لاکھوں کاکروچ اپنے ملک میں پیدا کئے جائیں۔ چوں کہ ان کی پیدائش اور افزائشِ نسل میں کافی وقت لگے گا اس لئے دوسروں ملکوں سے کاکروچ امپورٹ کئے جا سکتے ہیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ کاکروچ کلر دوائیں اس لئے غائب کی جائیں کہ سوسانہ اور جبرائل وہ دوائیں کہیں سے حاصل نہ کر سکیں اور شہر میں اتنے کاکروچ ہو جائیں کہ وہ دونوں جس گھر میں پناہ لینے جائیں وہاں وہ انہیں نظر آئیں۔"

"میں یہی چاہتا ہوں انہیں کاکروچ سے کہیں نجات نہ ملے۔ ہو سکتا ہے انہیں تل ابیب میں کہیں پناہ نہ ملی تو وہ بھاگ کر ہمارے کسی دوسرے شہر میں چلے جائیں۔ اس لئے دوسرے شہروں میں بھی لاتعداد کاکروچ ضرور ہوں۔"

وہ قائل ہو کر بولا "اگرچہ یہ بڑا ہی مضحکہ خیز طریقہ ہے لیکن اس طریقے پر عمل کرنے سے وہ دونوں ضرور بھاگ جائیں گے۔ میں یہ ملک گیر کاکروچ مہم آج سے ہی شروع کرتا ہوں۔"

"لیکن اس طرح کہ فرہاد ہمیں الزام نہ دے۔ یہی محسوس ہو کہ قدرتی طور پر کاکروچ ہمارے ملک میں پیدا ہو گئے ہیں۔"

"بیٹے! اطمینان رکھو۔ یہ کام نہایت رازداری سے ہو گا۔ ویسے آج چھٹی کا دن ہے' تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"پامیلا کے ساتھ کہیں تفریح کے لئے جاؤں گا۔"

"بہتر ہے یروشلم چلے جاؤ۔ میں ابھی واسکوڈی تھرا کو فون پر کہہ دیتا ہوں۔"

علی نے سعادت مندی سے یہ مشورہ قبول کر لیا۔ وہ جانتا تھا کہ راجر موس بیٹی داماد کو گھر سے دور بھیج کر خفیہ کمرے میں جائے گا۔ اس نے یہی کیا۔ پامیلا اور علی کے جانے کے بعد اس نے اپنی بیوی سے کہا "میں رات کو اچھی طرح سو نہ سکا۔ اب دروازہ اندر سے بند کر کے ایک آدھ گھنٹا سوؤں گا۔ تم دروازے پر دستک نہ دینا۔"

بیوی گھر کے کاموں میں لگ گئی۔ وہ خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کر کے خفیہ کمرے میں پہنچ گیا۔ وہاں آرام سے بیٹھ کر تمام گولڈن برنیز کو باری باری سگنل دیا۔ جس کے مطابق سب ہی اپنے اپنے کمپیوٹر کی ذریعے ایک دوسرے سے منسلک ہو کر کاکروچ کے موضوع پر گفتگو کرنے لگے۔

ان کے درمیان اس معاملے میں تنقید بھی ہو رہی تھی اور تائید بھی کی جا رہی تھی۔ ایک گولڈن برین نے کہا "ملک گیر کاکروچ مہم چلانا ایک وقت طلب مسئلہ ہے اس کے نقصانات بھی ہیں۔ ہمارے تمام شہری اور ہر گھر کا ہر فرد پریشان ہو گا۔ کاکروچ کی بہتات سے کھانے پینے اور دوسری استعمال کی چیزوں کو نقصان پہنچے گا۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "ملک کے تمام باشندے حکومت کی بدانتظامی پر احتجاج کریں گے۔"

تیسرے نے کہا "لاتعداد لال بیگوں کو کنٹرول نہیں کیا جا سکے گا۔ وہ دفتروں اور حکمرانوں کی رہائش گاہوں میں پھیلیں گے۔ سڑکوں اور گلیوں میں دوڑتے پھریں گے۔ انہیں مارنے کی دوائیں نہیں ہوں گی۔ ہاتھوں سے کتنے مارے جائیں گے!؟"

راجر موس نے کہا "جب تک وہ دونوں روبوٹ یہاں سے نہیں جائیں گے' ایک بھی کاکروچ کو نہیں مارا جائے گا۔ یہ ہماری پوری یہودی قوم کے لئے تکلیف دہ بات ہو گی۔ ہمیں یہ مقولہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک دائمی تکلیف سے نجات حاصل کرنے کے لئے دوسری عارضی تکلیف کو برداشت کرنا چاہئے۔"

وہ سب کمپیوٹر اسکرین پر تحریر کے ذریعے گفتگو کر رہے تھے۔ دونوں روبوٹ پوری قوم اور ملک کے لئے مسئلہ بن گئے تھے۔ کاکروچ بھی مسئلہ بننے والے تھے۔ گولڈن برین واسکوڈی تھرانے کہا "ہمیں اگر ان روبوٹ سے پیچھا چھڑانا ہے تو پوری قوم کے ساتھ کاکروچ کا عذاب برداشت کرنا ہو گا۔ مجھے راجر موس کے داماد کارمن ہیرالڈ کی تدبیر پسند آئی' اگر ہم سوسانہ اور جبرائل کو یہاں سے بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ کارمن ہیرالڈ کا دوسرا بڑا کارنامہ ہو گا۔"

دوسرے تمام گولڈن برنیز نے کئی اعتراضات کے باوجود اس بات سے اتفاق کیا کہ ہزار مصائب برداشت کر کے بھی دونوں روبوٹ سے نجات حاصل کی جائے۔

انہوں نے فوج کے افسران سے رابطہ کر کے رازداری سے سمجھایا کہ ملک کے ہر شہر اور ہر مکان سے کاکروچ کلر دوائیں ضبط کر لی جائیں اور یہ جواز پیش کیا جائے کہ میڈیکل رپورٹ کے مطابق وہ دوائیں ناقابل استعمال ثابت ہوئی ہیں۔ ان کے استعمال سے انسانی جانوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

پھر ان لیبارٹریز پر توجہ دی گئی جہاں جانوروں اور کیڑوں کو کوڑوں پر طبی تجربات کئے جاتے تھے۔ فوجی افسران نے ان لیبارٹریز کے ڈاکٹروں کو حکم دیا کہ وہ مرغی فارم کی طرح کاکروچ فارم قائم کریں اور انجکشن اور دواؤں کے ذریعے زیادہ سے زیادہ کاکروچ پیدا کریں۔

چوبیس گھنٹوں کے اندر ملک کے تمام شہروں میں سینکڑوں کاکروچ فارم قائم ہو گئے۔ ان تمام فارموں سے ایک دن میں ہزاروں کاکروچ پیدا ہونے لگے۔ پھر ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچنے لگی۔ ابتداء میں انہیں باریک آہنی جالیوں کے پنجروں اور بڑے بڑے ڈبوں میں بند رکھا گیا لیکن بڑھتی ہوئی تعداد قابو سے باہر ہونے لگی۔ وہ سڑکوں اور گلیوں میں نکل آئے۔ انہیں خاص طور پر قتل ابیب میں اور اس علاقے میں لایا گیا جہاں سوسانہ اور جبرائل کا قیام تھا۔

لیلیٰ نے مجھے علی کی پلاننگ بتائی تھی۔ میں نے سوسانہ اور جبرائل کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ وہ کاکروچ کو دیکھتے ہی ایسے خوفزدہ ہوں جیسے ان کی جان نکلی جا رہی ہو۔ علی کی پلاننگ کے پانچویں دن وہ کاکروچ منظرِ عام پر آنے لگے۔ سوسانہ اور جبرائل نے اداکاری شروع کر دی۔ وہ چیختے چلاتے رہائش گاہ سے باہر آئے۔ سامنے والی ایک کوٹھی میں پہنچ کر مالک مکان سے کہا "ہم ایک اعلیٰ حاکم سے فون پر رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں فون کرنے دو۔"

مالک مکان نے کہا "فون تو آپ کے گھر پر بھی ہے۔"

"ہے' مگر وہاں کاکروچ ہیں۔ ہم اپنے گھر میں نہیں جائیں گے۔"

"کاکروچ ہمارے گھر میں بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ ہم خود ان سے پریشان ہیں۔"

سوسانہ نے سہم کر پوچھا "کیا یہ بلا تمہارے گھر میں بھی ہے؟"

پھر وہ دونوں جواب سنے بغیر وہاں سے بھاگتے ہوئے اپنی کار میں آئے۔ اس میں بیٹھ کر ایک حاکم کے بنگلے کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں بے شمار لوگ پریشان نظر آ رہے تھے۔ عورتیں گھروں سے نکل کر علاقے کی دوسری عورتوں سے اسی بلا کی شکایتیں کر رہی تھیں جو اب ایک عام شکایت بن چکی تھی۔

وہ حاکم کے بنگلے میں پہنچے تو وہ بنگلے سے باہر ملازموں کو ڈانٹ رہا تھا "یہ اتنے کاکروچ کہاں سے آ گئے؟ تم لوگ دوا کیوں نہیں چھڑکتے؟"

پھر اس نے دونوں روبوٹ کو دیکھ کر پریشانی سے پوچھا "مجھ سے کیا شکایت ہے؟ فون پر کہہ دیا ہوتا' یہاں آنے کی زحمت کیوں کی؟"

جبرائل نے کہا "ہماری رہائش گاہ میں کاکروچ آ گئے ہیں۔ جب تک وہاں مکمل صفائی نہیں ہو گی' ہم یہاں تمہارے ساتھ رہیں گے۔"

وہ بولا "میرے گھر میں بھی یہی مصیبت ہے' اسی لئے میں اپنے گھر سے نکل آیا ہوں۔"

اعلیٰ حاکم کے سیکریٹری کے ہاتھوں میں ایک موبائل فون تھا۔ وہ کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے ریسیور رکھ کر کہا "سر! سینیٹری ڈیپارٹمنٹ کا افسر کہہ رہا ہے' ڈی ڈی ٹی اور دوسری تمام جراثیم کش دوائیں ختم ہو چکی ہیں۔ حتیٰ کہ بازار میں بھی یہ دوائیں نہیں ہیں۔"

حاکم نے کہا "یہاں نہیں ہیں تو حیفہ' جافہ یا یروشلم سے دوائیں منگواؤ۔"

سیکریٹری پھر رابطہ قائم کرنے لگا۔ یکے بعد دیگرے تمام شہروں کے متعلقہ شعبوں اور افسروں سے باتیں کرنے لگا۔ ہر جگہ سے یہی جواب ملا کہ وہاں بھی کاکروچ بلا کی طرح ہر طرف نظر آ رہے ہیں اور دوائیں آؤٹ آف مارکیٹ ہیں۔

جب یہ معلوم ہوا کہ پورے ملک میں یہ بلا پھیلی ہوئی ہے تو سوسانہ نے کہا "جبرائل' ائرپورٹ چلو۔ ہم اس ملک میں ایک منٹ بھی نہیں رہیں گے۔"

وہ دونوں دوڑتے ہوئے اپنی کار میں آئے۔ اس وقت تک کار میں بھی کچھ لال بیگ پہنچ گئے۔ وہ دونوں چیخیں مار کر دور چلے گئے۔ حاکم کے ملازموں نے کار میں گھس کر انہیں قتل کیا۔ پھر انہیں باہر نکال کر پھینکا تب وہ دونوں اندر آئے۔ گاڑی کو اسٹارٹ کیا اور ائرپورٹ پہنچ گئے۔

اس دوران میں وہاں کے اعلیٰ حکام سے شکایتیں کر رہا تھا کہ انہوں نے میرے دونوں روبوٹ کو وہاں سے بھگانے کے لئے اپنے پورے ملک میں کاکروچ کی وبا پھیلائی ہے تاکہ انہیں کسی علاقے میں پناہ نہ ملے۔ وہ جہاں جائیں انہیں وہ بلا نظر آتی رہے۔

اور وہ یقین دلا رہے تھے کہ انہوں نے لاکھوں کاکروچ پیدا نہیں کئے ہیں۔ یہ قدرتی عذاب ہے۔ وہ اعلیٰ حکام واقعی یہی سمجھ رہے تھے۔ گولڈن برنیز نے انہیں راز دار نہیں بنایا تھا۔ انہوں نے صرف ائرپورٹ پر دواؤں کا خاص انتظام رکھا تھا۔ ادھر آنے والے کاکروچ مرے ہوئے تھے یا راستہ بدل رہے تھے۔ یہ خصوصی انتظام اس لئے تھا کہ دونوں روبوٹ کو صرف ائرپورٹ میں پناہ ملے اور وہ وہاں سے دوسرے کسی ملک کے لئے روانہ ہو جائیں۔

آخر کار وہ دونوں وہاں سے روانہ ہو گئے لیکن اپنے پیچھے پوری یہودی قوم کو کاکروچ کے عذاب میں مبتلا کر گئے۔ کاکروچ کلر دواؤں کا انتظام خاصی مقدار میں کیا گیا تھا اور انہیں چھپا کر رکھا گیا تھا۔ دونوں کے جاتے ہی دوائیں بازاروں میں آ گئیں۔ سرکار کی طرف سے دوائیں اسپرے کرنے والے دن رات سڑکوں گلیوں اور بازاروں میں دوائیں چھڑکنے لگے۔ صفائی کی مہم میں لاکھوں افراد مصروف رہے تب ایک ہفتے کے بعد کسی حد تک کاکروچ سے نجات ملی۔ اس کے بعد بھی مکانوں اور دکانوں کے گوشوں میں اور گوداموں میں رہ گئے جو مہینوں تک نظر آتے رہے۔

راجر موس نے علی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ پامیلا کو لے کر بحری جہاز میں چلا جائے۔ وہ جہاز اسرائیل کے مغربی ساحل کے قریب سمندر میں تھا۔ وہاں کاکروچ پہنچ نہیں سکتے تھے۔ علی وہاں سکون سے پامیلا کے ساتھ وقت گزار سکتا تھا لیکن اس نے کہا "تنوائل! ہماری پوری قوم مصیبتوں میں مبتلا رہے گی۔ اپنے لوگوں کے ساتھ میں بھی مصیبت برداشت کروں گا۔ یہی حب الوطنی ہے۔"

دوسرے تمام گولڈن برنیز نے بھی اُس کے اس جذبے کی قدر کی اور اس کے دو اہم کارناموں کے ریکارڈ کی ایک فائل تیار کر لی۔ یہ بہت بڑا کارنامہ تھا کہ علی نے یہودیوں کے باغی جنرل پارکن کو گرفتار کیا تھا اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہاتھ سے نکلنے نہیں دیا تھا۔ ورنہ یہ ملک ایک خیال خوانی کرنے والے سے محروم ہو جاتا۔ اب جنرل پارکن کا برین واش کر کے پھر اس کے ٹیلی پیتھی کے علم کو کام میں لایا جا سکتا تھا۔

دوسرا بڑا کارنامہ یہ ہوا کہ علی کی تدبیر سے دو خطرناک روبوٹ کسی خون خرابے کے بغیر ملک چھوڑ کر چلے گئے تھے اور علی کی یا کارمن کی حب الوطنی کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنی قوم کو مصیبت میں چھوڑ کر نہیں گیا تھا۔ اپنے لوگوں کے ساتھ مصیبت کے وہ دن گزارے تھے۔

ان دنوں وہ نئے یروشلم کے ایک بنگلے میں پامیلا کے ساتھ تھا۔ واسکوڈی تھرانے وہ بنگلا انہیں عارضی رہائش کے لئے دیا تھا۔ لیکن وہاں تقریباً بارہ دنوں تک ہنی مون نہ منا سکے۔ دن رات کاکروچ مارتے ہوئے گزار دیئے۔ پامیلا اپنا سر پکڑ کر کہتی تھی "یہ ہم پر کیسی مصیبت آ گئی ہے۔ آخر اتنے کاکروچ کہاں سے پیدا ہو رہے ہیں؟"

علی نے کہا "معلوم ہوتا ہے' یہ آسمانی عذاب ہے۔"

"ہم تل ابیب واپس جائیں گے۔"

"وہاں بھی لال بیگوں کی سرخ فوج شاہراہوں اور گلیوں میں پریڈ کر رہی ہے۔ تمہارے ڈیڈی نے فون پر بتایا ہے کہ پورے ملک میں یہ آفت آئی ہوئی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "اوہ گاڈ! یہ لال بیگ دیکھنے کے بعد کھانے کو جی نہیں کرتا۔"

"لال بیگ کھانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

وہ ہنس پڑی۔ پھر بولی "پلیز مجھے نہ ہنساؤ۔ یہ لال فوج دیکھ دیکھ کر دل گھبرا رہا ہے۔"

"جب دل گھبرائے تو دل کو بہلانے کی کوشش کرنا چاہئے۔ چلو باہر چلیں۔"

"پڑوسی کہہ رہے تھے کہ راستے گلیوں میں بھی یہ مصیبت بچھی ہوئی ہے۔ تفریح کا خاک مزہ آئے گا۔"

"مزہ آئے گا۔ ہم گاڑی کے شیشے چڑھا دیں گے۔"

انہوں نے دو ملازم خاص طور پر کاکروچ مارنے کے لئے رکھے

تھے۔ ان میں سے ایک ملازم نے کار کی صفائی کی۔ جو کاکروچ اندر تھے۔ انہیں باہر نکالا۔ پھر علی پامیلا کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ گاڑی کے شیشے چڑھادیے۔ پامیلا نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی۔ احاطے سے باہر آکر راستوں سے گزرتے ہوئے انہوں نے لوگوں کو پریشان دیکھا۔ اکثر عورتیں اور بچے کاکروچ سے ڈرتے ہوئے چیخ رہے تھے۔ اِدھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے۔ ان کے لوگ انہیں سمجھا رہے تھے کہ لال بیگ سے جانی نقصان نہیں پہنچتا اس لئے خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے۔

بازاروں میں دکانیں بند تھیں۔ گوشت، سبزی اور پھلوں کی دکانیں کھلی تھیں۔ دکان داروں اور خریداروں نے خرید و فروخت بھی جاری رکھی تھی اور کاکروچ بھی مارتے جارہے تھے۔ پامیلا نے کہا "مجھے ساتھ کیوں لائے ہو۔ یہ قابلِ دید منا ظر تو نہیں ہیں۔"

"جو منا ظر قابلِ دید نہیں ہوتے، وہ سبق آموز ضرور ہوتے ہیں۔ انسان ان رینگنے والے حقیر جانداروں کو جوتوں تلے مسل دیتا ہے۔ آج یہ حقیر تعداد میں بے شمار ہیں تو جوتوں تلے مسلنے والا انسان ان سے پناہ مانگ رہا ہے۔ ان سے امان چاہتا ہے۔"

"واقعی آج ہم ان کے مقابلے میں کم تر ہیں۔ آخر ان پر کس طرح قابو پایا جائے گا؟"

"جب تک انہیں مارنے والی دوائیں بازار میں نہیں آئیں گی۔ یہ ہمارے اعصاب پر سوار رہیں گے۔"

اس نے ایک بینک کے قریب پہنچ کر پامیلا سے کہا "گاڑی روکو۔"

اس نے کار روک دی۔ بینک کے اندر سے چند عورتوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ اس کے بعد ایک گولی چلنے کی آواز آئی تھی۔ وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ پامیلا نے پوچھا۔ "کہاں جارہے ہو؟"

"بینک کے اندر کوئی گڑبڑ ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ دروازہ بند کرکے تیزی سے چلتا ہوا بینک کے دروازے پر آیا۔ ایک شخص نے شاٹ گن سے اس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "رک جاؤ۔ بینک بند ہے۔"

علی نے کہا "واہ کیا منظر ہے۔ تم نے میرا نشانہ لیا ہے اور کوئی تمہارا نشانہ لے رہا ہے۔"

نشانہ لگالینے والے نے بے اختیار پیچھے سر گھما کر دیکھا۔ علی نے ایک ٹھوکر ماری۔ شاٹ گن اس کے ہاتھوں سے نکل کر فضا میں بلند ہوئی۔ علی کا دوسرا ہاتھ اس کے مُنہ پر پڑا۔ وہ بینک کے اندر جاکر فرش پر گرا۔ علی نے شاٹ گن کو کیچ کرکے دیکھا۔ اندر صرف ایک شخص کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے بینک منیجر کو نشانے پر لے رکھا تھا۔ بینک کا سیکورٹی گارڈ فرش پر مردہ پڑا ہوا تھا۔ علی نے اندر گھستے ہی شاٹ گن سے فائر کیا۔ ریوالور والے کے ہاتھ میں گولی لگی۔ ریوالور چھوٹ کر میز پر آیا۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اٹھانا چاہتا تھا۔ علی نے کہا "خبردار! ذرا بھی حرکت کروگے تو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ منیجر، ریوالور اٹھالو۔"

منیجر نے ریوالور اٹھالیا۔ زخمی ڈاکو کو نشانے پر رکھ کر بولا "تم سب اپنے ہتھیار پھینک دو، ورنہ تمہارا یہ لیڈر مرجائے گا۔"

ایک ڈاکو نے ہتھیار پھینکنے سے پہلے میدان مارنے کی کوشش کی، منیجر کے ہاتھ سے ریوالور گرانا چاہا۔ اس نے صحیح نشانہ لیا۔ لیکن ہاتھ ہل گیا۔ گن سے نکلنے والی گولی اپنے ہی ساتھی کو جا لگی۔ وہ دونوں پیر جھٹک رہا تھا۔ اچھل رہا تھا پتا چلا کاکروچ اس کی پتلون میں گھس گئے تھے اور اسے نچا رہے تھے۔

ناچنے والے کے ایک ہاتھ میں گن اور دوسرے ہاتھ میں ایک اٹیچی تھی۔ لباس کے اندر سے کاکروچ کو باہر نکالنے کے لئے دونوں ہاتھوں کی ضرورت تھی اور وہ گن نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس گن کے ذریعہ جان بچا کر بھاگ جانے کی امید تھی۔ وہ اٹیچی پھینک کر کاکروچ مار سکتا تھا لیکن اٹیچی بھی اہم تھی۔ اس میں ڈاکے کا مال بھرا ہوا تھا۔

علی ان سب کا راستہ روکے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے راستہ صاف کرنے کے لئے دروازے کی طرف دوڑ لگاتے ہوئے علی پر فائر کیا لیکن لباس کے اندر کئی لال بیگوں نے پھر ہلچل مچادی تھی۔ وہ دوڑنے کے دوران لڑکھڑا کر اوندھے مُنہ فرش پر گرا۔ اس کے ساتھ اٹیچی بھی گر کر کھل گئی۔ اندر سے نوٹوں کی گڈیاں اور کئی کاغذات اور ایک ڈائری نکل کر فرش پر پھسلتی ہوئی علی کے قدموں میں آئیں۔ علی نے پھسل کر آنے والے کے بازو میں گولی مار کر اُس سے گن چھین لی۔

بینک کا عملہ ڈاکا ڈالنے والوں پر قابو پا رہا تھا۔ علی جھک کر ڈائری اور کاغذات فرش پر سے اٹھا رہا تھا۔ بازو پر گولی کھا کر زخمی ہونے والے نے کراہتے ہوئے کہا "دوست! میرا ساتھ دو۔ میں تمہیں مُنہ مانگی رقم دوں گا۔ ڈائری اور کاغذات چھپالو۔ میں گرفتار ہوجاؤں گا۔ کوئی بات نہیں، ان کاغذات پر جو نام اور پتا لکھا ہے انہیں اس پتے پر پہنچادو۔ پلیز انہیں فوراً چھپادو۔"

علی نے فوراً ہی وہ کاغذات موڑ کر جیب میں ٹھونس لئے۔ ڈائری بھی چھپالی۔ پھر زخمی کے گریبان کو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بینک کے ایک ملازم کو مخاطب کیا "اے مسٹر! ادھر آؤ اور یہ لو نوٹوں کی گڈیاں، منیجر کے پاس لے جاؤ۔"

منیجر نے آگے بڑھ کر علی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مصافحہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد پولیس والے آگئے۔ انہوں نے ڈاکا ڈالنے والوں کو حراست میں لیا اور علی سے پولیس اسٹیشن چلنے کو کہا۔ اس نے ملٹری انٹیلیجنس کے چیف واسکوڈی تھرا کا فون نمبر بتا کر انسپکٹر سے کہا "پہلے اس نمبر بات کرو۔"

انسپکٹر نے رابطہ کیا۔ چیف کو بینک ڈکیتی اور کارمن ہیرالڈ کے متعلق بتایا۔ پھر علی نے ریسیور لے کر کہا "ہیلو انکل! میں کارمن بول رہا ہوں۔"

واسکوڈی تھرا نے کہا "شاباش بیٹے! تم نے فرض شناسی اور دلیری کا ثبوت دیا ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

"انکل! باہر کار میں پامیلا میرا انتظار کررہی ہے، پولیس اسٹیشن جاؤں گا تو وہ بور ہوجائے گی۔"

"تم ہماری بیٹی کے ساتھ جاؤ۔ ریسیور انسپکٹر کو دو۔"

اس نے ریسیور اسے دیا۔ وہ ریسیور کان سے لگا کر "یس سر یس سر" کرتا رہا پھر علی سے بولا "آپ جاسکتے ہیں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ پامیلا نے اسے دیکھ کر دروازہ کھولا پھر کہا "تم پولیس والے نہیں ہو۔ پھر خطرات میں کودنے کیوں چلے گئے۔ اگر گولی لگ جاتی تو؟"

"میں پولیس والا نہیں ہوں لیکن وطن کے ہر فرد کو ضرورت کے وقت سپاہی بن جانا چاہئے۔"

وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولی "ڈیڈی تمہاری ذہانت اور دلیری پر قربان ہوتے رہتے ہیں لیکن میری تو جان نکلتی رہتی ہے۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے، تمہاری دلیری کی نہیں۔"

"میری جان! حوصلہ اور دلیری کے بغیر مرد مرد نہیں ہوتا۔"

"اپنی مردانگی صرف میری ذات تک رکھو۔ دوسروں کو دلیری دکھاؤ گے اور تمہیں ہلکی سی بھی خراش آئے گی تو میں رو رو کر جان دے دوں گی۔"

علی مسکرا کر رہ گیا۔ اب اسے کیا بتاتا کہ زندگی کا ہر دن خطرات سے کھیلتے ہوئے گزر رہا ہے۔ ان لمحات میں بھی اس نے خطرات کی بیٹی کو دلہن بنا رکھا تھا۔ گولڈن برینز میں سے کسی کو اس کی اصلیت معلوم ہوتی تو کہیں سے بھی ایک اندھی گولی آکر اُس کا کام تمام کردیتی۔

وہ اپنے بنگلے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے قتل ابیب سے آتے وقت سوچا تھا۔ ہوٹلوں میں کھایا کریں گے اور دن رات تفریح کرتے رہیں گے لیکن کاکروچ کی بلا نازل ہونے کے باعث ہوٹلوں کا کھانا قابلِ قبول نہیں تھا۔ کیوں کہ باورچیوں کی ذرا سی غفلت سے کاکروچ کا سالن تیار ہوسکتا تھا۔ اس لئے پامیلا خود ہی کھانا تیار کرتی تھی۔

وہ کچن میں جاکر مصروف ہوگئی۔ علی بیڈ روم میں آکر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر جیب سے وہ کاغذات نکال کر پڑھنے لگا۔ وہ ڈائری اور کاغذات بینک کے لاکر سے نکالے گئے تھے۔ ان کاغذات پر مسز ایڈگر کا نام پڑھ کر علی چونک گیا۔ کیوں کہ ایڈگر سلومن ایک گولڈن برین کا نام تھا۔

ایک ہی نام کے بے شمار لوگ ہوتے ہیں۔ کوئی ضروری نہیں تھا کہ ان کاغذات کا تعلق گولڈن برین ایڈگر سلومن سے ہوتا۔ کسی ایڈگر کی بیوی نے اپنی اہم دستاویزات لاکر میں رکھی ہوگی تھیں جو ایک ڈاکو کے ذریعے علی کے ہاتھ لگ گئی تھیں۔

ان کاغذات کے مطابق ایڈگر کی بیوی امریکا کی ایک اسٹیٹ کیلیفورنیا میں دس ہزار گز زمین کی مالکہ تھی۔ دوسری دستاویز کے مطابق ایڈگر کا بیٹا سن شائن کار کمپنی کا مالک تھا۔ ایک اندازے کے مطابق اس کمپنی سے سالانہ لاکھوں ڈالر کا منافع حاصل کرتا ہوگا۔"

علی نے ڈائری کی ورق گردانی کی۔ اس کے صفحات پر بینک اکاؤنٹ کا حساب درج تھا۔ جس تاریخ کو جتنی رقم جمع کرائی گئی تھی، ان رقوم کو جوڑنے سے پتا چلا کہ ایڈگر کی بیوی نے امریکا کے ایک بینک میں ایک کروڑ بیس لاکھ ڈالر جمع کئے ہیں۔ یہ کوئی معمولی رقم نہیں تھی۔ اتنی رقم یا تو خوابوں میں نظر آتی ہے یا پھر اپنا وطن بیچ کر یا اپنے ضمیر کو بیچ کر حاصل ہوا کرتی ہے۔ ایڈگر کی بیوی اور بچے اسرائیل میں بڑا لمبا ہاتھ مار رہے تھے۔

علی نے لیلیٰ کا انتظار کیا۔ جب وہ مقررہ وقت پر آئی تو اس نے ایڈگر کی فیملی کی متعلق اسے بتایا پھر کہا "ان کاغذات پر جو فون نمبر درج ہیں میں ان نمبروں پر رابطہ کرتا ہوں۔ آپ ذرا ایڈگر کی بیوی کی اصلیت معلوم کریں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے کسی نے رازداری سے پوچھا "ہیلو! کون، مسٹر جیک؟"

لیلیٰ بولنے والے کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ایڈگر کا بیٹا شوبر سلومن تھا۔ امریکا میں سن شائن موٹر کمپنی کا مالک یہی شوبر سلومن تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا باپ ایڈگر ایک گولڈن برین ہے۔

گولڈن برین ایڈگر نہایت ذے دار اور فرض شناس تھا۔ اس نے اپنی بیوی اور بچوں پر کبھی ظاہر نہیں کیا تھا کہ وہ ایک گولڈن برین ہے۔ وہ ایک سرکاری افسر کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس کی بیوی دیرا سلومن اور بڑے بیٹے شوبر سلومن کو اس کی اصلیت معلوم تھی۔

جان لمبوڈا کو شبہ تھا کہ ایڈگر ایک بہت ہی اہم شخصیت کا مالک ہے۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ اس کے چور خیالات نہیں پڑھے جا سکتے تھے۔ اس لئے لمبوڈا نے اس کی بیوی دیرا کو دولت اور جائداد کا لالچ دیا۔ امریکا بلا کر یہ معاہدہ کیا کہ وہ ایڈگر کے خلاف جاسوسی کرے گی، اس کی اصلیت بتائے گی یا اعصابی کمزوری کی دوا اسے کھلا کر اُس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع دے گی تو اسے امریکی حکومت تحفظ فراہم کرے گی۔

جان لمبوڈا چاہتا تو دیرا کے دماغ پر قبضہ جما کر ایڈگر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرسکتا تھا لیکن ایڈگر کھانے پینے کے معاملہ میں محتاط رہتا تھا۔ بیوی بچوں سے ہفتہ میں ایک بار ملنے آتا تھا۔ ان کے ساتھ کچھ وقت گزارتا تھا۔ کھانے پینے کے معاملے میں صاف کہہ دیتا تھا کہ وہ صرف اپنے ہاتھ کا تیار کیا ہوا کھانا کھاتا ہے۔ بازار کا

کوئی مشروب تو کیا پانی بھی نہیں پیتا ہے۔

ایسے میں جان لمبوڈا کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا جس سے ایڈگر کو شبہ ہو اور وہ پہلے سے زیادہ محتاط ہو جائے۔ ویرا نے جاسوسی کی۔ اس نے بتایا کہ اس کے شوہر کی رسٹ واچ میں ایک ننھی سی سرخ روشنی کبھی کبھی جلتی بجھتی ہے اور وہ بیوی بچوں سے باتیں کرتے کرتے اچانک ضروری کام کا بہانہ بنا کر چلا جاتا ہے۔

لمبوڈا نے سپر ماسٹر کے حکم سے ویرا کو کیلیفورنیا میں زمینیں دیں اس کے بیٹے شوہر سلومن کو سن شائن موٹر کمپنی کا مالک بنا دیا تب ویرا نے اپنے شوہر ایڈگر کو چھوٹی بیٹی کی سالگرہ میں شریک ہونے اور کھانے پینے پر مجبور کیا۔ چھوٹے بچوں کی ضد اور محبت سے مجبور ہو کر اُس نے پہلی بار ان کے ساتھ کچھ کھایا پیا اور اعصابی کمزوری کا شکار ہو گیا۔ اتفاقاً ایڈگر پہلے سے کچھ بیمار تھا۔ اس لئے اعصابی کمزوری کو بڑھتی ہوئی بیماری سمجھ بیٹھا۔ اسے بیوی اور بڑے بیٹے پر شبہ نہیں ہوا اور جان لمبوڈا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

ایک بار قابو میں آنے کے بعد پھر وہ لمبوڈا کے چنگل سے نہ نکل سکا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس کا معمول اور تابعدار بن کر رہ گیا۔ اب نارمل حالت میں یہی سمجھتا آ رہا تھا کہ وہ کسی کے زیرِ اثر نہیں ہے۔

لیلیٰ نے علی کو یہ تمام روداد سنائی۔ علی نے پوچھا "ایڈگر پر تنویمی عمل کب ہوا تھا؟"

"ایک ہفتہ پہلے اس کی چھوٹی بیٹی کی سالگرہ تھی۔ اسی رات وہ اعصابی کمزوری کا شکار ہو گیا تھا۔ اس حساب سے جان لمبوڈا اس کے دماغ میں چھ دن سے قبضہ جمائے ہوئے ہے۔"

علی نے کہا "ابھی میں نے فون کیا تھا تو ایڈگر کا بیٹا کسی جیکب کو پوچھ رہا تھا۔ یہ جیکب کون ہے؟"

"شاید وہی شخص ہے جسے تم نے بینک میں زخمی کیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ کاغذات میں جس کا نام اور پتا درج ہے اس کے پاس جاؤ گے تو تمہیں منہ مانگی رقم ملے گی۔"

"اگر وہ مجھے ایڈگر کے بیٹے شوہر سلومن کے پاس جانے کو کہہ رہا تھا تو پھر اس نے شوہر اور اس کی ماں کا لاکر توڑ کر کیوں یہ کاغذات نکالے تھے؟"

"قصہ یہ ہے کہ شوہر کی ماں ویرا پچھلی رات مر گئی۔ مرنے سے پہلے اس نے فون پر اپنے شوہر ایڈگر سے کہا کہ اب شاید میں مر جاؤں۔ اس سے پہلے اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں۔ کیا ابھی میرے پاس آؤ گے؟"

دوسری طرف سے ایڈگر نے کہا "تم ناحق مرنے کے متعلق سوچتی ہو۔ معمولی بیماری ہے، صبح تک ٹھیک ہو جاؤ گی۔ میں فرصت ملتے ہی آ جاؤں گا۔"

وہ بولی "تمہیں کبھی فرصت نہیں ملے گی بہرحال مجھے کچھ ہو جائے تو میرا لاکر کھول کر وہ دستاویزات پڑھ لینا جو میں نے تم سے چھپا کر وہاں رکھی ہیں۔"

فون پر ہونے والی ماں باپ کی باتیں بیٹے نے سن لی تھیں۔ اس نے سوچا۔ ماں مرنے سے پہلے ضمیر کا بوجھ ہلکا کر رہی ہے۔ باپ کو حقیقت معلوم ہو گئی تو ماں کی کیلیفورنیا والی زمینوں کے ساتھ میری موٹر کمپنی بھی ہاتھ سے نکل جائے گی۔ میرا محبِ وطن باپ رشوت کی دولت اور جائداد قبول نہیں کرے گا۔ مجھے صبح ہوتے ہی اپنے اور ممی کے لاکر سے تمام اہم چیزیں نکال لینا چاہئے۔"

یہ سوچ کر وہ اپنے کمرے سے نکل کر ماں کے کمرے میں آیا تو وہ بستر پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اس نے دروازے پر سے کہا "ممی تمہیں مرنا ہے تو شوق سے مر جاؤ۔ مجھے تو کنگال بنا کر نہ جاؤ۔ پلیز ڈیڈی کے سامنے اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا نہ کرو۔ اپنے لاکر کی چابی مجھے دو۔"

ماں کی طرف سے جواب نہیں ملا۔ اس نے قریب آ کر دیکھا تو پتا چلا وہ مر چکی ہے۔ اس کی موت نے پریشان کر دیا۔ وہ لاکر کی چابی دینے سے پہلے مر گئی تھی۔ وہ چابی باپ کو مل جاتی۔ یا نہ بھی ملتی تو بیوی کی موت کے بعد شوہر کو لاکر کھلوانے یا تڑوانے کا حق حاصل ہو جاتا۔

اس نے مردہ ماں کی تلاشی لی۔ تکیے کے نیچے دیکھا۔ الماریاں اور سوٹ کیس وغیرہ کھول کر ایک ایک چیز کو الٹ پلٹ دیا لیکن لاکر کی وہ چابی نہیں ملی۔ مرنے والی شوہر سے یہ کہہ گئی تھی کہ وہ لاکر کھول کر دستاویزات نکالے گا اور پڑھے گا تو وہ اہم باتیں معلوم ہو جائیں گی جو وہ فون پر نہیں کہہ پائی تھی۔

اس طرح یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ ایڈگر صبح بینک کھلتے ہی اپنی بیوی کا لاکر ضرور... کھلوائے گا۔ شوہر سلومن کے سامنے لاکھوں کروڑوں کی دولت اور جائداد بچانے کا ایک ہی راستہ تھا کہ قانونی طور پر لاکر کھلوانے سے پہلے بیٹا باپ سے پہلے لاکر تڑوا دے۔

انہی حالات سے مجبور ہو کر شوہر سلومن نے ایک بدنام مجرم جیکب کو پچیس ہزار شکال پیشگی ادا کئے اور کہا "بینک میں ڈاکا ڈالو۔ لاکر نمبر دو سو دو اور دو سو تین کو توڑ کر اس کے تمام کاغذات لے آؤ۔ اس ڈاکے میں جتنی رقم ہاتھ آئے گی، وہ سب تمہاری ہو گی۔ مجھے صرف دونوں لاکر کے کاغذات اور ایک ڈائری لا دو۔"

لیلیٰ نے علی کو تمام روداد سناتے ہوئے کہا "اس طرح وہ ڈاکے کی واردات عمل میں آئی اور یہ کاغذات تمہارے ہاتھ آ گئے۔"

علی نے کہا "اس کا مطلب ہے۔ کل رات سے جان لمبوڈا ان میں سے کسی کے دماغ میں نہیں آیا ہے۔ اگر آتا تو شوہر سلومن کو یقین دلاتا کہ اس کا باپ لاکر کھول کر بھی بیٹے کو موٹر کمپنی وغیرہ سے محروم نہیں کرے گا کیوں کہ باپ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا تابعدار ہے۔"

"یہی بات ہے، جان لمبوڈا کہیں دوسرے معاملات

میں مصروف ہے۔"

علی نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ ہونے پر واسکوڈی تھرا سے کہا "انکل! ایک اہم معاملے پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ یہاں آ جائیں یا مجھے بلا لیں۔"

"میں ابھی آ رہا ہوں۔"

علی نے ریسیور رکھ کر کہا "ای! ہم خوش ہو رہے تھے کہ ہم نے اپنی ذہانت سے گولڈن برینز کے درمیان جگہ بنا لی ہے لیکن دشمن بھی ہم سے کم نہیں ہیں۔ لمبوڈا بھی ان کی درمیان جگہ بنا چکا ہے۔"

"بیٹے! تمہارے مقابلے میں آنے والا کوئی بھی دشمن معمولی نہیں ہو سکتا۔ ویسے آج تو تم اسے گولڈن برینز کے درمیان سے اکھاڑ ہی پھینکو گے۔"

جان لمبوڈا واقعی پچھلی رات سے دوسرے معاملات میں مصروف ہو گیا تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ ایک گولڈن برین اس کا تابعدار ہے۔ وہ ہمیشہ قابو میں رہے گا۔ کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی۔

مگر گڑبڑ ہو چکی تھی۔ وہ اپنے معمول گولڈن برین ایڈگر کے پاس آیا تو اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کی بیوی ویرا مر چکی ہے اور مرنے سے پہلے یہ بتا گئی ہے کہ چند خفیہ کاغذات بینک کے لاکر میں رکھے ہوئے ہیں۔

لمبوڈا نے اس کے بیٹے شوہر کے دماغ میں آ کر کہا "تمہاری ماں نے مرنے سے پہلے حماقت کی ہے لیکن میں تمہارے باپ کو لاکر سے وہ کاغذات پڑھنے نہیں دوں گا۔ تم پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔"

شوہر نے کہا "کل سے کہاں غائب تھے؟ معاملہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔ جب تم نہیں آئے تو میرے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ ممی کے لاکر کو تڑوا کر وہاں سے کاغذات نکالوں۔"

لمبوڈا نے پوچھا "تم بینک کا لاکر کیسے تڑوا سکتے تھے؟"

"ایک بدنام مجرم نے میرے لئے ڈاکا ڈالا تھا۔ مجھے امید تھی وہ لاکر سے میری مطلوبہ چیزیں لے آئے گا۔ جب کافی انتظار کے بعد وہ نہیں آیا تو میں بینک کی طرف گیا۔ وہاں پتا چلا ڈاکا ڈالنے والے پکڑے گئے ہیں۔ پتا نہیں وہ ہمارے لاکر تک پہنچا تھا یا نہیں؟ اگر پہنچا ہو گا تو ہمارے کاغذات پولیس کے ہاتھ لگ گئے ہوں گے۔"

لمبوڈا نے غصے سے کہا "تم نے جلدی بازی میں بڑی حماقت کی ہے۔ بینک منیجر کا فون نمبر ڈائل کرو۔ میں کاغذات کی متعلق ابھی معلوم کروں گا۔"

شوہر نے رابطہ کیا۔ لمبوڈا اس کے ذریعے منیجر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ڈاکا ڈالنے والوں نے ویرا اور شوہر کے لاکروں کو فائر کر کے توڑا تھا۔ اس میں سے تمام سامان نکال لیا تھا لیکن گرفتاری کے بعد بینک کی لوٹی ہوئی صرف نقد رقم ہی واپس ملی۔ لاکر کا کوئی سامان نہیں ملا۔ گرفتار ہونے والا یہ بتانے کو تیار نہیں ہے کہ وہ سامان کہاں غائب ہو گیا ہے۔

لمبوڈا نے منیجر کو مائل کیا کہ وہ متعلقہ پولیس افسر سے رابطہ کرے اس نے رابطہ کر کے افسر سے پوچھا "کیا مجرم نے بتایا ہے کہ دونوں لاکروں کے کاغذات کہاں ہیں؟"

افسر نے کہا "نہیں۔ مجرم بہت ڈھیٹ ہے۔ کہتا ہے تمام سامان اٹیچی میں تھا۔ وہ اٹیچی بینک منیجر کے پاس پہنچا دی گئی تھی۔"

لمبوڈا اس افسر کو حوالات میں جیکب کے پاس لے گیا پھر جیکب کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ ایک جوان نے اچانک بینک میں آ کر ڈاکے کی واردات کو ناکام بنایا تھا۔ وہی تمام کاغذات لے گیا ہے۔

لمبوڈا نے پھر اس افسر کی سوچ پڑھ کر معلوم کیا کہ وہ نوجوان ملٹری انٹیلیجنس کے چیف واسکوڈی تھرا کا عزیز ہے اور اس کا نام کارمن ہیرالڈ ہے۔

افسر نے لمبوڈا کی مرضی کے مطابق نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر ایک ماتحت نے بتایا کہ چیف واسکوڈی تھرا دفتر سے گھر گئے ہیں۔

افسر نے گھر کا فون نمبر پوچھا۔ پھر اس نے نمبر پر رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے علی نے پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

افسر نے کہا "میں پولیس افسر ہوں۔ چیف سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

علی نے ریسیور واسکوڈی تھرہا کو دیتے ہوئے کہا "کوئی پولیس افسر ہے۔"

اس نے ریسیور لے کر پوچھا "ہیلو میں چیف بول رہا ہوں۔ تم کس علاقے سے بول رہے ہو۔"

دوری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ وہ بھی ریسیور رکھتے ہوئے بولا "شاید لائن کٹ گئی ہے۔"

اسی لمحے اُس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر کہا "کوڈ ورڈز ادا کرو۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ پھر دوبارہ سانس لیتے ہوئے انتظار کرنے لگا۔ جان لبوڈا نے ایڈگر کے دماغ میں رہ کر بے مورگن کے کوڈ ورڈز سنے تھے جو مورگن کبھی کبھی ایڈگر کے دماغ میں آکر ضروری باتیں کیا کرتا تھا۔

جب واسکوڈی تھرہا نے کوڈ ورڈز کے متعلق پوچھا تو لبوڈا نے دوبارہ دماغ میں جا کر وہی کوڈ ورڈز ادا کئے۔ واسکوڈی تھرہا نے فوراً ہی سانس روک کر اسے بھگا دیا اور سوچا۔ یہ کوڈ ورڈز بے مورگن ایڈگر کے دماغ میں ادا کرتا ہے۔ اگر ابھی بے مورگن آیا تھا تو اس نے وہ کوڈ ورڈز کیوں ادا نہیں کئے جو میرے لئے مخصوص ہیں۔

لبوڈا نے افسر کے ذریعے فون پر پہلے علی کی آواز سنی تھی۔ وہ واسکوڈی تھرہا کے پاس سے ناکام ہو کر علی کے دماغ میں آیا۔ اس نے بھی سانس روک لی۔ کیوں کہ لیلیٰ اس کے پاس آتے ہی کہتی تھی "امی ہوں۔"

علی نے کہا "انکل! ابھی کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔"

"ہاں بیٹے! میرے دماغ میں بھی کسی نے آنے کی کوشش کی تھی۔"

"کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس پولیس افسر کے ذریعے ہمارے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے ان کاغذات سے دلچسپی ہے۔"

واسکوڈی تھرہا نے وہ کاغذات اور ڈائری پڑھنے کے بعد علی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ ویرا اور شوبر ایک گولڈن برین ایڈگر کی بیوی اور بیٹا ہیں۔ ابھی لبوڈا نے ایڈگر کے لئے مخصوص رہنے والے کوڈ ورڈز ادا کر کے اس شبہ کی تصدیق کی تھی کہ وہ گولڈن برین ایڈگر اور اس کی فیملی وطن سے غداری کر رہے ہیں۔

وہ کاغذات اور ڈائری لے کر وہاں سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "کارمن بیٹے! تم نہیں جانتے کہ اب تیسری بار تم ایک اور کارنامہ انجام دے رہے ہو۔ میں تم سے بعد میں باتیں کروں گا۔ ابھی میرا جانا ضروری ہے۔"

وہ باہر کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے دور تک ڈرائیو کرتا ہوا گیا پھر ایک جگہ رک کر اس نے ڈیش بورڈ کے خانے سے ایک چھوٹا ٹرانسیٹر نکالا' اسے آپریٹ کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر اس نے کہا "ہیلو الپا! اٹ از جی بی ٹو واسکوڈی تھرہا اسپیکنگ مجھے پورا یقین ہے جی بی تھری ایڈگر غدار ہے۔ تم جان لبوڈا کی آواز اور لہجے کو خوب پہچانتی ہو۔"

"جی ہاں۔ اچھی طرح پہچانتی ہوں۔"

"اس کا لہجہ اختیار کر کے ایڈگر کے دماغ میں جاؤ۔ کسی کوڈ ورڈز کے بغیر جگہ مل جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایڈگر' جان لبوڈا کا معمول ہے اور تابعدار بن چکا ہے۔ تم خاموشی سے چور خیالات پڑھ آؤ۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے اپنے ایک پرائیویٹ بنگلے تک آیا۔ اس بنگلے میں ویسا ہی ایک خفیہ کمرا تھا جیسا کہ راجر موس کے بنگلے میں تھا۔ اس نے وہاں آکر کمپیوٹر کے ذریعے راجر موس سے رابطہ کیا اور اسے موجودہ حالات بتائے۔

راجر موس نے کہا "میرے پاس الپا آئی ہے۔ ابھی میرے اور اس کے درمیان جو گفتگو ہو رہی ہے اسے میں کمپیوٹر کے ذریعے تمہارے سامنے پہنچا رہا ہوں۔"

الپا نے کہا "سر! ایڈگر محبِ وطن ہے۔ کسی فریب میں آکر لبوڈا کا غلام بن گیا ہے۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ اس کی بیوی ویرا مر چکی ہے۔ اس نے موت سے پہلے کہا تھا کہ اس کے بینک کے لاکر سے اہم کاغذات نکال کر ضرور پڑھے جائیں لیکن بینک میں ڈاکا ڈالنے والوں نے وہ کاغذات غائب کر دئے ہیں۔"

واسکوڈی تھرہا نے کہا "وہ کاغذات ہمارے پاس پہنچ گئے ہیں۔"

"سر! میں ایڈگر کے بیٹے شوبر کے بیٹے کے پاس گئی تھی اس کی سوچ نے بتایا کہ جان لبوڈا نے ان ماں بیٹے کو کیلیفورنیا میں زمینیں دی ہیں اور انہیں ایک موٹر کمپنی کا مالک بنا دیا ہے۔"

"شکریہ الپا! تم آرام کرو۔"

پھر اس نے راجر موس سے کہا "نمبر ون! ہم نے زبردست دھوکا کھایا ہے۔ جان لبوڈا ہمارے ایڈگر کے دماغ میں رہ کر ہمارے تمام گولڈن برنیز کے نام اور پتے معلوم کر چکا ہے۔ بہت سے اہم معاملات پر ہمارے رازدارانہ فیصلے سن چکا ہے۔ ایسے بہت سے راز معلوم کر چکا ہے جنہیں ہم دنیا سے چھپاتے آ رہے ہیں۔ پھر یہ بھی معلوم کر چکا ہے کہ ہم امریکا کو کیسے کیسے ہتھکنڈوں سے بلیک میل کر کے اس سے بھاری امداد حاصل کرتے ہیں۔"

"بے شک' یہ ہمارے ساتھ بہت برا ہوا ہے۔ ہمیں فوراً حفاظتی اقدامات کرنے چاہئیں۔ سب سے پہلے ہم اپنے نام' پتے اور کوڈ ورڈز تبدیل کریں گے۔ یہ بات ہمارے حق میں ہے کہ ایڈگر کسی گولڈن برنیز کو شکل سے نہیں پہچانتا تھا۔ یہ تو صرف ہم اور تم دوسرے گولڈن برنیز کو شکل و صورت سے پہچانتے ہیں۔"

وہ آئندہ کے لئے اپنے طریقۂ کار میں اور اپنی پالیسیوں میں تبدیلیاں کرنے کی پلاننگ کرنے لگے۔ راجر موس نے ایک اعلیٰ حاکم سے کہا کہ وہ امریکی حکام سے شکایت کرے کہ جان لبوڈا

ہمارے ملکی معاملات میں مداخلت کر رہا ہے۔

ادھر لبوڈا نے سمجھ لیا تھا کہ ایڈگر کو گولڈن برنیز کے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا۔ اس نے اُس کے بیٹے شوبر سے کہا "تم باپ بیٹے کی شامت آگئی ہے اور یہ شامت لانے والا ملٹری انٹیلی جنس کا چیف واسکوڈی تھرہا ہے۔ اگر تم کسی طرح چیف کو زخمی کر دو تو میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے تمہاری حمایت میں بولنے پر مجبور کر دوں گا۔"

جان لبوڈا کی اب یہی کوشش تھی کہ کسی بھی گولڈن برین کے دماغ پر قبضہ جما کر اُن کے درمیان پہلے کی طرح رہا کرے۔ وہ ایڈگر کے ذریعے تمام گولڈن برنیز کے نام پتے معلوم کر چکا تھا۔ اس نے یہ نام اور پتے شوبر کو بتائے اور وہاں قیام کرنے والے اپنے چند ایجنٹس کو بھی بتائے' انہیں تاکید کی کہ ایک گھنٹے کے اندر کسی کو بھی زخمی کر دیا کسی طرح ان کے دماغوں کو کمزور بناؤ۔ دیر ہو گئی تو وہ موجودہ رہائش گاہیں چھوڑ کر کہیں روپوش ہو جائیں گے۔

امریکا ایک باپ کی طرح اسرائیل کو اولاد سمجھ کر اُس کی پرورش کرتا آ رہا ہے۔ اسے اسلامی ممالک کے مقابلے میں سپر پاور بنا رہا ہے لیکن یہ بھی سمجھتا ہے کہ اسرائیل ناجائز اولاد ہے۔ موقع ملنے پر یہ باپ کی بھی پیٹھ میں چھرا گھونپ دے گا۔ اس لئے سپر سٹر کو یہ منظور نہیں تھا کہ گولڈن برنیز پُراسرار بن کر رہیں اور امریکا کے مشورے کے بغیر وہ خارجہ پالیسیاں مرتب کریں جن سے بھی امریکا کو بھی نقصان پہنچ سکے۔

لیلیٰ نے آکر علی سے کہا "ابھی میں شوبر کے پاس تھی۔ جان لبوڈا نے اس جوان کو تین گولڈن برنیز کے نام اور پتے بتائے ہیں اور اسے تاکید کی ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی فوراً دماغی طور پر کمزور بنائے تاکہ اسے خیال خوانی کے ذریعے گولڈن برنیز کے درمیان رہنے کا موقع ملتا رہے۔"

علی یہ سنتے ہی کار میں آکر بیٹھ گیا پھر بولا "آپ شوبر کو دیکھیں جہاں جائے' وہاں تک آپ میری راہنمائی کریں۔"

وہ بولی "ذرا ٹھہرو۔ شوبر اسی طرف آ رہا ہے کیوں کہ واسکوڈی تھرہا کی رہائش یہیں ہے۔ میں اسے ایک اور گولڈن برین جان نویل کی طرف لے جاتی ہوں۔ وہ شہر ایلات میں رہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے امی! اس طرح ایک اور گولڈن برین سے میرا رابطہ ہو جائے گا۔ میں ایلات کی طرف جا رہا ہوں۔"

لیلیٰ چلی گئی۔ وہ تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے سوچنے لگا۔ جان لبوڈا صرف شوبر سے کام نہیں لے رہا ہو گا۔ اس کے اپنے موس اور دوسرے آلۂ کار بھی تمام گولڈن برنیز پر حملہ کرنے کے لئے ہوں گے۔

تھوڑی دیر بعد لیلیٰ نے آکر کہا "میں نے شوبر کو ایلات کے رستے پر لگا دیا ہے۔"

"امی! پتا نہیں لبوڈا کتنے آلۂ کاروں سے کام لے رہا ہے ان میں سے کوئی واسکوڈی تھرہا کو نقصان پہنچانے آئے گا تو اس بنگلے میں پامیلا تنہا ہو گی۔"

"فکر نہ کرو۔ میں اس کا انتظام کرتی ہوں۔"

وہ پامیلا کے پاس آئی تو علی کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ دو شخص جبرا بنگلے میں گھس آئے تھے اور واسکوڈی تھرہا کو پوچھ رہے تھے۔ پامیلا غصے سے کہہ رہی تھی "نکل جاؤ یہاں سے۔ انکل تم لوگوں سے نہیں ملیں گے۔"

ان دونوں نے پامیلا کو گھسیٹ کر ایک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ ایک نے کہا "اگر تمہارا وہ انکل ہمیں نہ ملا تو تمہیں گولی مار دیں گے۔"

لیلیٰ بولنے والے کے دماغ میں آگئی۔ اسے اپنا آلۂ کار بنا کر اس کے ریوالور سے گولی چلائی۔ اس کا ساتھی چیخ مار کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

پھر لیلیٰ نے اس کی زبان سے علی تیمور کے لہجے میں کہا "پامیلا! میں آگیا ہوں۔ تم پریشان نہ ہونا۔ تمہارے کمرے کا دروازہ کھول کر دوسرے دشمن کو بھی ختم کر کے جا رہا ہوں لیکن تم ابھی باہر نہ آنا۔"

پامیلا نے کمرے کے اندر سے پوچھا "مجھے تنہا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟"

لیلیٰ نے پھر اس کے ذریعے کہا "ان دشمنوں سے پتا چلا ہے کہ ان کے ساتھی جان نویل کو نقصان پہنچانے ایلات گئے ہیں۔ انکل آئیں تو بتا دینا میں ایلات گیا ہوں۔"

لیلیٰ نے اس آلۂ کار کے ذریعے دروازے کی چٹخنی نیچے کر دی۔ پھر اسے خود کشی پر مجبور کر دیا۔ پامیلا نے دوسری مرتبہ فائرنگ کی آواز سن کر پوچھا "کارمن! تم خیریت سے ہو؟"

اب کوئی جواب دینے والا نہیں تھا۔ لیلیٰ پامیلا کے پاس آگئی۔ وہ رو رہی تھی اور سوچ رہی تھی وہ دوسری گولی کارمن کو لگی ہے اسی لئے جواب نہیں مل رہا ہے۔

لیلیٰ نے اس کی سوچ میں تسلی دی "نہیں' میرا کارمن ایلات گیا ہے۔ وہ خیریت سے ہے۔ مجھے کمرے سے نکل کر دیکھنا چاہئے۔"

وہ ڈرتے ڈرتے باہر آئی۔ پھر دونوں دشمنوں کی لاشیں دیکھ کر مطمئن ہو گئی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے واسکوڈی تھرہا نے کہا "بیٹی! چار مسلح گارڈز بھیج رہا ہوں۔ وہ بنگلے کے اطراف میں پہرا دیں گے' کارمن کہاں ہے؟"

"انکل! یہاں دو بدمعاشوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ کارمن نے دونوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ان کی لاشیں یہاں پڑی ہیں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"ریسیور کارمن کو دو۔"

"وہ ایلات گئے ہیں۔ یہ ہلاک ہونے والے بدمعاش کہہ رہے تھے کہ ان کے ساتھی وہاں کسی جان نویل کو قتل کرنے گئے ہیں۔"

"بنی! تم ایک دلیر نوجوان کی شریکِ حیات ہو۔ حوصلے سے رہو۔ مسٹر گارڈز پہنچ رہے ہیں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ لیلیٰ نے علی کے پاس آکر یہ ساری روداد سنادی اس نے کہا "یہ آپ نے اچھا کیا۔ اب یہ جواز پیدا ہوگیا کہ مجھے کسی جان نویل کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔ ویسے امی جان لبوڈا کی ناکام کوششوں سے ہمیں فائدہ پہنچ رہا ہے۔"

"یہ بات خود لبوڈا سمجھ رہا ہے کہ تمام گولڈن برنیز کی رہائش گاہوں کے اطراف اب تک پہرا لگ چکا ہوگا۔ وہ ایک موہوم سی امید پر کوششیں کررہا ہے۔"

واقعی اتنی دیر میں تمام گولڈن برنیز کی حفاظت کا انتظام ہوچکا تھا۔ ان سب کی رہائش گاہوں کے اطراف مسلح فوجی جوان پہرا دے رہے تھے لیکن جہاں ٹیلی پیتھی ہو' وہاں فوج اور ہتھیار بھی محض نمائش کی چیزیں بن کر رہ جاتے ہیں۔

جان لبوڈا اور اس کے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی نہ کسی کو ذریعہ بنا کر فوجی جوانوں کے دماغ میں پہنچ رہے تھے۔ اسی طرح ایلات میں جان نویل کے بنگلے کے اطراف سخت پہرا تھا۔ شوبر وہاں پہنچا تو جان لبوڈا نے اس کی مدد کی۔ بڑی حکمتِ عملی سے پہرےداروں کو ٹرپ کرتا گیا اور شوبر کے لئے بنگلے کے اندر پہنچنے کا راستہ بناتا گیا۔

راستہ اپنے لئے بنایا جاتا ہے اور جب بن جاتا ہے تو پھر دوسرے بھی اس پر چل کر آتے جاتے ہیں۔ شوبر کے پیچھے علی کے لئے بھی راستہ صاف ہوگیا تھا۔ جان نویل نے شوبر کو دیکھا پھر پریشان ہو کر پوچھا "تم کون ہو؟ میری اجازت کے بغیر کیسے آئے ہو؟"

وہ بولا "اجازت تم کبھی نہ دیتے۔ اسی لئے پہرا توڑ کر آیا ہوں۔ تمہیں جان سے نہیں ماروں گا۔ زندہ رہنا چاہتے ہو تو دماغ کے دروازے کھلے رکھو۔ آنے والے کو سانس روک کر نہ بھگاؤ۔"

"میں کسی کو آنے نہیں دوں گا۔ میرا یہ دماغ ملکی رازوں کا امین ہے۔ جو بھی ان رازوں تک پہنچنے کے لئے آئے گا' میں سانس روک لوں گا۔"

وہ ریوالور سے نشانہ لے کر بولا "میں ہمیشہ کے لئے تمہاری سانس روک دوں گا۔"

لبوڈا نے کہا "شوبر! یہ میرے جاتے ہی سانس روک لیتا ہے' اسے زخمی کردو۔"

شوبر نے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھنا چاہا۔ الپا نے کہا "لبوڈا ایک تم ہی خیال خوانی نہیں کرتے۔ تمہارا یہ آلۂ کار میری مرضی کے بغیر ٹریگر نہیں دبا سکے گا۔"

شوبر کا دماغ لبوڈا اور الپا کی کشمکش میں الجھ گیا۔ دونوں خیال خوانی کا زور لگا کر اپنا مقصد پورا کرنا چاہتے تھے۔ کبھی یوں لگتا تھا جیسے گولی چل جائے گی اور کبھی ریوالور کا رخ دوسری طرف ہوجاتا تھا۔ ایسے ہی وقت علی نے آکر اُس کے ریوالور پر ٹھوکر ماری۔ پھر گھوم کر دوسری طرف ٹھوکر مُنہ پر رسید کردی۔ ریوالور ایک طرف گیا وہ دوسری طرف جا کر دیوار سے ٹکرا گیا۔ جیسی گیند دیوار سے ٹکرا کر واپس آتی ہے۔ ویسے ہی وہ آیا۔ آتے ہی کرائے کا ہاتھ مارنا چاہتا تھا' علی نے ہاتھ پکڑ کر موڑ دیا۔

الپا شوبر کے اندر تھی۔ اسے یوں لگا جیسے شوبر کا ہاتھ آہنی شکنجے میں آگیا ہو۔ جان لبوڈا اس کے اندر رہ کر زور لگا رہا تھا۔ گویا شوبر اور لبوڈا کی دُگنی طاقت استعمال ہورہی تھی اس کے باوجود آہنی شکنجے میں مڑا ہوا ہاتھ سیدھا نہیں ہورہا تھا۔

علی نے کہا "شوبر! میں نہیں جانتا کہ یہ مسٹر جان نویل کون ہیں لیکن تم انہیں کمزور سمجھ کر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ان کے دماغ میں گھسانا چاہتے ہو تو اس کا مطلب ہے' مسٹر جان نویل میرے ملک کی اہم ترین شخصیت ہیں۔ میرے جیتے جی کوئی میرے وطن کے کسی بھی اہم یا معمولی شخص کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے مڑے ہوئے ہاتھ کو ایک جھٹکا دیا۔ شوبر کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی۔ اس کے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

الپا چونک کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ بے اختیار اپنے ہاتھ کو یوں سہلانے لگی جیسے شہ زور نے اس کا ہاتھ موڑا ہو۔ دل کی دھک دھک کہہ رہی تھی "چھوڑ میری نازک کلائی" پھر وہ اپنی کلائی کو دیکھ کر اسے سہلاتے ہوئے سوچ رہی تھی "ابھی تو یہ آزاد ہے۔ اس نے پکڑا نہیں ہے۔ جکڑا نہیں ہے۔ یہ تو احساس ہے جس نے جکڑ لیا ہے۔"

ادھر علی نے اس کا ہاتھ توڑ کر دھکا دیتے ہوئے اسے جان نویل کے قدموں میں گرا دیا پھر کہا "سزا میں نے اسے توڑ دیا ہے۔ مگر آپ ہوشیار رہیں۔ اس کے دماغ میں کوئی دشمن چھپا ہوا ہے۔"

جان نویل نے قریب آکر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "جوان' تم کون ہو؟"

"میرا نام کارمن ہیرالڈ ہے۔ میں راجر موس کا داماد ہوں۔"

اس نے حیرانی اور خوشی سے دیکھا پھر اسے گلے لگاتے ہوئے کہا "تم مسٹر موس کے داماد ہو تو پھر میرے بھی بیٹے ہو۔"

علی نے گلے لگنے کے بعد اسے ایک طرف دھکا دیا۔ اس لمحے ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی ان کے درمیان سے گزر گئی۔ علی نے گھوم کر لات ماری۔ ریوالور پھر ایک بار شوبر کے ہاتھ سے نکل کر دور چلا گیا۔ جان لبوڈا' شوبر کی تکلیف کے باوجود اسے گھسیٹ کر فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کی طرف لے جانے لگا۔

علی نے ریوالور اٹھا کر جان نویل سے کہا "ابھی میں نے کہا تھا کہ اس کا ماتھا توڑ دیا ہے لیکن کوئی دشمن اس کے اندر ہے۔ اس نے ہمیں غافل سمجھ کر گولی چلائی تھی۔ اب میں اسے گولی ماروں گا تو دشمن اس کے دماغ میں نہیں رہ سکے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے شوبر کو گولی ماردی۔ جان لیبوڈا کا محاذ ختم ہوگیا۔ اب وہ جان نویل کو نقصان پہنچا کر اُس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ اس لئے گولڈن برین راجر موس کی طرف گیا تاکہ کارمن سے انتقام لینے کے لئے اس کے سسر کے دماغ میں اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے جگہ بنانے کی کوشش کرے۔

ادھر الپا پھر شوبر کے پاس آئی تھی اور اسے گولی لگتے ہی اپنی جگہ حاضر ہوگئی تھی۔ اب وہاں کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ پتا نہیں اپنے اندر کیا ہوگیا تھا کہ وہ پھر اس کی آواز اور پتھر جیسا لہجہ سننا چاہتی تھی۔

اس نے ریسیور اٹھا کر جان نویل کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف جان نویل نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو کون ہے؟"

"سر! میں الپا ہوں۔ کوڈ نمبر اے ایل اے ڈبل ون ہے۔"

"ہاں بولو۔ خیریت ہے؟"

"جی ہاں۔ تھوڑی دیر پہلے میں اس قاتل کے دماغ میں تھی جو اب مقتول ہوگیا ہے۔ آپ کی حفاظت کرنے والا جوان شاید کارمن ہیرالڈ ہے۔ مجھے اس کا موبائل نمبر چاہئے تاکہ میں اُس کی ذہانت اور دلیری سے کام لے سکوں۔"

جان نویل نے علی سے کہا "ہماری ایک خیال خوانی کرنے والی الپا کا فون ہے۔ تم اپنا موبائل فون نمبر بتاؤ۔"

علی نے نمبر بتائے۔ جان نویل نے وہ نمبر الپا کو بتادئے۔ علی نے کہا "مجھے مس الپا کے کوڈ نمبرز معلوم ہونے چاہئیں۔"

الپا نے فون کے ذریعے کہا "کوڈ نمبرز نہیں' کوڈ ورڈز بتا رہی ہوں اور وہ یہ ہیں۔ محبت کے ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتا ہے۔"

جان نویل نے ہنستے ہوئے کہا "بھئی جوانوں کے کوڈ ورڈز ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

اس نے علی کو کوڈ ورڈز سنائے۔ پھر ریسیور رکھ دیا۔ وہ ریسیور کان سے لگا کر پتھر جیسے لہجے میں بولا "مجھے یہ کوڈ ورڈز پسند نہیں ہیں۔ جب بھی مجھ سے رابطہ کرو تو یہ کہو "محبت کو بھول جاؤ فرض کو یاد رکھو۔"

وہ بولی "چلو فرض ہی سہی۔ رابطے کا کوئی تو بہانہ رہے گا۔ یہ بتاؤ ابھی تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں۔"

"مسٹر راجر موس کی خیریت معلوم کرو۔"

وہ گئی۔ پھر چند سیکنڈ بعد آکر بولی "بری خبر ہے۔ تمہاری ساس یعنی راجر موس کی بیوی کو دشمنوں نے مار ڈالا ہے اور بنگلے کے اندر وہ راجر موس کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

"اوہ گاڈ! میں اتنی دور ہوں' فوراً ہی پہنچ نہیں سکتا۔ میں کیا کروں؟"

"کارمن! صرف دس منٹ کی ڈرائیو پر فوجی چھاؤنی ہے۔ وہاں چلو۔ میں تمہارے لئے ایک ہیلی کاپٹر تیار رکھوں گا۔"

وہ جان نویل سے رخصت ہو کر دس منٹ میں فوجی چھاؤنی پہنچا پھر ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر چالیس منٹ میں تل ابیب پہنچ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ راجر موس اپنی خواب گاہ کے پیچھے ایک خفیہ کمرے میں چھپا ہوگا اور دشمن اسے تلاش کرنے میں ناکام رہے ہوں گے۔

جب وہ راجر موس کی بنگلے کے سامنے پہنچا تو فوجی جوان محاذ بنائے ہوئے تھے۔ الپا نے ایک فوجی افسر سے علی کا تعارف کرایا۔ افسر نے کہا۔ "مسٹر کارمن! پتا نہیں آپ کے فادر اِن لا کہاں ہیں لیکن بنگلے کے اندر دشمنوں نے مورچا بنا رکھا ہے۔"

علی نے انجان بن کر پوچھا "کیا آنسو گیس کے ذریعے دشمنوں کو باہر آنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا؟"

"ہم ایسا کر سکتے ہیں لیکن میجر یا رڈلے ..... کا حکم ہے کہ ہم ایسا نہ کریں۔ کسی دوسری تدبیر سے دشمنوں کو باہر نکالیں۔"

"کیا ہمارے خیال خوانی کرنے والے اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے؟"

"بنگلے کے اندر جو دشمن ہیں' انہوں نے زبانیں بند رکھی ہیں۔ گونگے بن گئے ہیں۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکیں گے۔"

الپا نے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کئے "محبت کو بھول جاؤ۔ فرض کو یاد رکھو۔"

علی نے کہا "دماغ میں نہیں' فون پر آؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ وہ باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ علی نے فون ریسیور کو کان سے لگایا۔ وہ بولی "اگر دماغ میں رہنے دیتے تو کیا بھیجا کھا لیتی! ایسی بھی کیا بے رخی ہے۔"

"کام کی باتیں کرو۔"

"میں معلوم کر چکی ہوں مسٹر راجر موس خیریت سے ہیں۔"

"تم نے کیسے معلوم کیا؟"

"یہ ایک سرکاری راز ہے۔ میں نہیں بتاؤں گی۔"

"اس کا مطلب ہے میرے سسر کی بھی بہت زیادہ سرکاری اہمیت ہے۔ یہ بتاؤ۔ بنگلے کے سامنے والے دروازے کو بلاسٹ کیا جائے تو مسٹر راجر موس کو نقصان پہنچے گا؟"

"نہیں' وہ محفوظ رہیں گے۔"

"تمہارے اس یقین سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر موس اسی بنگلے کے اندر ہیں مگر کسی محفوظ گوشے میں ہیں۔"

"تم بہت چالاک ہو' باتوں کی ہیرا پھیری سے بہت کچھ معلوم کر لیتے ہو۔"

"کیا فوجی چھاؤنی سے ایک درجن کتے آسکتے ہیں؟"

"ضرور آسکتے ہیں۔"

"انہیں فوراً یہاں لانے کی کوشش کرو۔"

آدھے گھنٹے میں ایک درجن کتے آگئے۔ کتوں کے دو ٹرینرز بھی تھے علی نے ایک آفیسر سے کہا "ہینڈ گرینیڈ سے وہ سامنے والا دروازہ توڑ دو۔"

افسر نے اعتراض کیا۔ الپا نے کہا "میجر یا رڈلے کا حکم ہے کہ مسٹر کارمن کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے۔"

افسر نے ایک کم قوت کا بم بنگلے کے دروازے کے سامنے پھینکا ایک دھماکے کے ساتھ دروازہ ٹوٹ گیا۔ لیبوڈا کے آلۂ کار اندر سے فائرنگ کرنے لگے۔ علی نے جوابی فائرنگ سے منع کر دیا۔ ادھر خاموشی رہی تو ادھر سے بھی فائرنگ بند ہوگئی۔ تب علی کے حکم کے مطابق دونوں ٹرینروں نے اپنے کتوں کو بنگلے کے اندر جانے کا سگنل دیا وہ ایک درجن کتے تیزی سے دوڑ کر بھونکتے ہوئے اندر جانے لگے۔ اندر سے فائرنگ ہونے لگی۔

فائرنگ کے نتیجے میں دو چار کتے گولیاں کھا کر گرے' باقی اندر پہنچ گئے۔ فائرنگ کرنے والوں کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔ وہ جان بچانے اور کتوں سے پیچھا چھڑانے کے لئے باہر آنے لگے اور گولیاں کھا کر گرنے لگے۔ چند منٹوں میں میدان صاف ہوگیا۔

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے راجر موس کو بتایا "خطرہ ٹل گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ کوئی بنگلے کے اندر آئے آپ خفیہ کمرے سے نکل آئیں۔"

جب وہ خفیہ کمرے سے خواب گاہ میں آیا تو مکان کے مختلف حصوں میں فوجی بوٹوں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ اس نے بلند آواز میں کہا "میں یہاں خیریت سے ہوں۔ کوئی گولی نہ چلائے۔"

خواب گاہ میں سب سے پہلے علی آیا۔ راجر موس نے اسے گلے لگا کر کہا "کارمن بیٹے! تم نے ایسے ایسے کارنامے انجام دئے ہیں کہ میرا سر فخر سے اونچا ہوگیا ہے۔ تمہیں جلد ہی ایک ایسے محاذ پر فائز کیا جائے گا جس کے متعلق تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔"

مختلف شہروں سے خیال خوانی کے ذریعے راجر موس کو اطلاع ملنے لگی کہ تمام گولڈن برینز خیریت سے ہیں اور ایک گولڈن برین ایڈگر کو حراست میں لے لیا گیا ہے۔

لیلیٰ نے میرے پاس آکر کہا "علی ہوا کی رفتار سے بھی زیادہ فاسٹ ہے۔ اس نے تمام گولڈن برینز کے دل و دماغ کو تسخیر کر لیا ہے۔ بہت جلد اسے ایڈگر کی جگہ گولڈن برین بنا دیا جائے گا۔"

میں نے کہا "یہ خوش خبری اس کی سونیا مما کو سناؤ۔"

وہ سونیا کے پاس آئی۔ اس نے کہا "لیلیٰ! خاموشی سے مجھے دیکھو اور چلی جاؤ۔ پھر چھ ماہ تک مجھ سے کوئی رابطہ نہ رکھے۔"

وہ بابا صاحب کے ادارے میں تھی۔ اس ادارے میں بابا فرید واسطی مرحوم کا ایک حجرہ تھا۔ جہاں وہ زندگی کا بیشتر حصہ عبادت میں گزار کر گئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد وہ حجرہ مقفل رہتا تھا۔ وہاں صرف دو ہی ہستیاں جاتی تھیں۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی اسے کھول کر اپنی نگرانی میں صفائی کراتے تھے پھر اسے مقفل کر دیتے تھے۔ دوسری ہستی سونیا تھی جو وہاں قدم رکھ سکتی تھی۔

وہ حجرے کا قفل کھول کر وہاں کی صفائی کر رہی تھی۔ بابا صاحب کے مزار سے اگربتی کا خوشبودار دھواں فضا میں پھیل رہا تھا۔

بابا صاحب نے اپنی تعلیمات میں کہا تھا۔ مسلمان اور با ایمان رہنے کے لئے صرف اپنی نیت نیک رکھو۔ ہماری دنیا میں بہت کم لوگ ہیں جو ہر پہلو سے اپنی نیت صاف رکھتے ہیں۔ ایسے بھی لوگ ہیں جو اپنی ہی نیت کی خرابی کو سمجھنا نہیں چاہتے۔

ایسے بھی لوگ ہیں جو ایک برائی کرتے ہیں۔ پھر ایک بھلائی کرتے ہیں۔ پھر ایک برائی کرتے ہیں۔ پھر ایک بھلائی کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حساب برابر ہوتا جا رہا ہے۔ وہ غلطی پر ہیں اگر یہ سمجھتے ہیں کہ آخرت میں پکڑ نہیں ہوگی۔

حجرے کی صفائی کرتے وقت سونیا کو بابا مرحوم کی بہت سی باتیں یاد آرہی تھیں۔ انہوں نے آخری وقت سونیا سے کہا تھا "بیٹی! تیری نیک نیتی بے مثال ہے۔ خدائے واحد پر تیرا ایمان مستحکم ہے۔ اتنا مستحکم کہ تو بندوں سے کچھ نہیں مانگتی۔ اپنی ذات کو اور اپنی خواہشات کو خدا کی رضا پر چھوڑ دیتی ہے۔

اس لئے تیری وہ خواہشیں بھی پوری ہوں گی جو ادھوری رہ گئی ہیں۔

تجھے تیرا بے وفا محبوب ایک دن جیون ساتھی کی حیثیت سے ملے گا۔

جب تو منکوحہ بن جائے گی تو میرے حجرے میں دوبارہ آئے گی' ایک بار چھ ماہ کے لئے۔ دوسری بار چھ دن کے لئے۔

اور جب چھ دنوں کے لئے آئے گی تو وہ تیری زندگی کے آخری دن ہوں گے۔

سونیا نے صفائی کے بعد وضو کیا۔ پھر اس جگہ نماز کے لئے کھڑی ہوگئی جہاں بابا مرحوم نماز پڑھا کرتے تھے۔

انہوں نے فرمایا تھا۔ تو چھ ماہ تک میرے حجرے میں تنہا رہے گی۔ کوئی تجھ سے ملاقات کے لئے نہیں آئے گا۔ تو خود پکائے گی اور کھائے گی۔ حتیٰ کہ چھ ماہ کے آخری ایام میں اس وقت بھی کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہوگی جب تو روزہ میں مبتلا رہے گی۔

اور تو اس وقت بھی تنہا رہے گی جب ایک بچے کو جنم دے گی۔

خدا کہتا ہے "کن" اور سب کچھ ہو جاتا ہے۔

اور خدا عالم الغیب ہے۔

جان لمبوڈا کو آزادی اور خود مختاری حاصل تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے ملک کے پیچیدہ مسائل حل کرتا آرہا تھا۔ وہاں کے اعلیٰ حکام اور سپرباسٹر ہولی مین وغیرہ اس پر اندھا دھند اعتماد کرتے تھے۔ حب الوطنی اور فرض شناسی کے پیشِ نظر وہ واقعی قابلِ اعتماد تھا۔

جن دنوں ٹرانسفارمر مشین موجود تھی اور علی تیمور نے اسے تباہ نہیں کیا تھا' اُن دنوں جان لمبوڈا نے ایک نوجوان کے لئے سفارش کی تھی کہ اسے بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جائے۔ اس کا نام بی جی تھرہال تھا' پورا نام بین جین تھرہال تھا۔ وہ اسے مختصر کرکے بی جی تھرہال لکھتا تھا۔

تھرہال کو مختلف آزمائشی مراحل سے گزارا گیا تھا۔ ملٹری ٹریننگ سینٹر میں اسے ہر طرح کی تربیت دی گئی تھی۔ وہ جان لمبوڈا اور سپرباسٹر ہولی مین کا وفادار تھا۔ دونوں نے بڑی رازداری سے بی جی تھرہال کو ٹیلی پیتھی کا علم دیا تھا۔ ٹاپ سیکرٹ فائلوں میں بھی اس کا نام اور ریکارڈ نہیں رکھا تھا۔

وہ اب تک یہی دیکھتے آرہے تھے کہ میں ان کے خفیہ ریکارڈز کے ذریعے ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام جان لیا کرتا ہوں' اس لئے انہوں نے بی جی تھرہال کو آف دی ریکارڈ رکھا تھا۔ اس کی ڈیوٹی صرف ایک تھی' صرف ایک کہ وہ مجھے تلاش کرے۔ کسی جگہ بھی میری موجودگی کا ہر پہلو سے یقین کرے اور جب یقین ہوجائے کہ میں نظروں میں آگیا ہوں اور درمیان میں کوئی دیوار نہیں ہے تو وہ مجھے قتل کردے۔

اور جب تک مجھے قتل نہ کرے' یہ ظاہر نہ کرے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے' اس کا نام بی جی تھرہال ہے اور اس کا تعلق جان لمبوڈا اور سپرباسٹر سے ہے۔

جب علی تیمور نے اس ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کیا تو تھرہال نے لمبوڈا سے کہا "مجھے اجازت دی جائے' میں علی تیمور کو قتل کروں گا وہ عشی گن کے آس پاس کہیں ہوگا۔"

لمبوڈا نے کہا "اسے ہمارے تمام جاسوسی اور پولیس والے تلاش کررہے ہیں' تمہیں صرف فرہاد کی موت بتایا گیا ہے' تم اسے تلاش کرو۔"

دشمن بڑی مشکلوں سے سراغ لگاتے ہیں کہ میں کس ملک اور کس شہر میں ہوں۔ سراغ لگانے کے بعد بھی یقین نہیں ہوتا تھا کہ وہ میں ہوں' اسے میری ڈی سمجھا جاتا تھا۔ جب میں سونیا کے ساتھ تل ابیب میں تھا' تب بھی وہ تصدیق نہ کرسکے۔ سونیا سے میرا نکاح پڑھایا گیا تب بھی انہیں یقین نہیں تھا کہ ہم دلہا دلہن ایک ہی شہر اور ایک ہی گھر میں ہیں یا اور کہیں ہیں۔

بی جی تھرہال میری بو سونگھتا پھر رہا تھا اور مجھے اس کے وجود کی خبر نہیں تھی۔ وہ کبھی امریکا سے اسرائیل پھر اسرائیل سے فرانس جاتا رہا' جہاں میری موجودگی کی اطلاع ملتی وہاں پہنچ جاتا تھا۔

پھر ایک غلط اطلاع ملی کہ میں بلغاریہ میں ہوں' اس نے وہاں پہنچ کر فرمونا آندروف کو دیکھا تھا۔

وہ پہلے ہی اپنا یہ طریقہ کار طے کرچکا تھا کہ مجھے حسین ترین عورتوں کے ذریعے پھانسے گا۔ سپرباسٹر نے اس طریقہ کار پر اعتراض کرتے ہوئے کہا "فرہاد عمر کے لحاظ سے بدل چکا ہے۔ پہلے جیسا عیاش نہیں ہے۔ تمہاری کوئی آلۂ کار حسینہ اسے سحرزدہ نہیں کرسکے گی۔"

تھرہال نے کہا "آدمی کی عمر جتنی گزرتی جاتی ہے' وہ اتنا ہی ہوس پرست ہوتا جاتا ہے۔ فرہاد کے دو جوان بیٹے ہیں۔ اس لئے اب وہ جو کچھ کرتا ہوگا' چھپ کر کرتا ہوگا۔"

"یہ تمہاری قیاس آرائی ہے۔"

"وہ پارسا بن گیا ہوگا تب بھی بدنام ہوگا اور جو حسینہ اسے بدنام کرے گی' وہ حسن و شباب کے اعتبار سے غیر معمولی کشش رکھتی ہوگی۔ فرہاد اسے دیکھ کر توبہ توڑے گا۔"

تھرہال ایسی ہی کسی جادوگر حسینہ کی تلاش میں تھا۔ اس نے چند حسین ترین لڑکیوں کو آلۂ کار بنا رکھا تھا۔ وہ ایسی لڑکیاں تھیں جن کے سامنے مقابلۂ حسن میں اول آنے والیاں ماند پڑ جاتیں۔ پھر جب اسے فرمونا آندروف نظر آئی تو تھرہال کی پچھلی منتخب لڑکیاں بھی فرمونا کے حسن کے آگے بجھ کر رہ گئیں۔

وہ سوچ ہی رہا تھا کہ فرمونا کو آلۂ کار بنائے۔ ایسے ہی وقت لمبوڈا نے آکر کہا "فرہاد پاکستان میں ہے۔"

"مسٹر لمبوڈا! کیا تم نے تصدیق کی ہے؟"

"ہاں' وہ پچھلے کئی دنوں سے پاکستان کے ایک شہر لاہور میں تھا' آج کل پشاور میں ہے۔"

"آپ نے یہ معلومات کیسے حاصل کی ہیں؟"

"ہمارا ایک بہت ہی چالاک جاسوس راجر ہڈ اسلام آباد میں ہے۔ اس نے علاقہ غیر کے ایک پولیٹیکل ایجنٹ سے فون پر گفتگو کی تھی۔ میں نے اس پولیٹیکل ایجنٹ کے دماغ میں جاکر معلوم کیا کہ کافور خان کی حویلی میں ایک ارسلان نامی مہمان آیا تھا۔ وہ کچھ پُراسرار سا ہے۔ کافور خان کی حویلی اور کروڑوں روپے کے زیورات اور اسلحہ تباہ ہوگیا ہے۔ میں فون کے ذریعے کافور خان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ تم میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمہیں اس کے پاس پہنچادوں گا۔"

بی جی تھرہال نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جان لمبوڈا کے دماغ میں آیا۔ لمبوڈا نے اسے کافور خان کے دماغ میں پہنچادیا۔ اس کے تمام خیالات پڑھنے کے بعد تھرہال نے ایک فرانسیسی شخص جوزف کو اپنا آلۂ کار بنا کر کافور خان کے پاس بھیجا۔ پھر اس سے اور بیرم خان سے دوستی کی۔ ان کے دماغوں کو لاک کیا تاکہ میں ان کے دماغوں میں آکر پھر انہیں تباہ نہ کروں اور ان کے اندر چھپ کر تھرہال کی آواز نہ سن سکوں۔

جس رات تھرہال نے ان کے دماغوں کو لاک کیا تھا۔ اس کی
ج ان کی بہن مرجینا مجھ سے ملنے پشاور آرہی تھی۔ اس کے بھائی
نے مرجینا کی آواز کا کیسٹ سنایا۔ جسے سن کر تھرہال مرجینا کے دماغ
ں آیا۔ اس لڑکی نے سانس روک لی۔ تب تھرہال نے اندازہ لگایا
لہ میں نے مرجینا کے دماغ کو لاک کیا ہے۔

وہ میری آواز اور لہجہ اختیار کرکے اس کے دماغ میں گیا تو اس
نے سانس نہیں روکی۔ اس طرح پختہ یقین ہوگیا کہ میں مرجینا سے
ملیل رہا ہوں' اس کے ذریعے اس کے بھائیوں کی دولت اور جاگیر
و تباہ کررہا ہوں اور اب پشاور کے ایک ریسٹ ہاؤس میں مرجینا
ے ملاقات کرنے والا ہوں۔

وہاں میری موجودگی کا مکمل یقین کرنے کے بعد تھرہال نے
نوں بھائیوں کو غیرت دلا کر ریسٹ ہاؤس کا محاصرہ کرایا تھا۔ اس
ں شبہ نہیں کہ وہ مجھے قتل کرنے کے لئے زبردست چال چل چکا
لیکن جسے خدا رکھے اسے کون چکھے کے مصداق میں وہاں سے
ندہ سلامت نکل آیا تھا۔

اس دوران تھرہال بلغاریہ کے ایک شہر ورنا میں تھا اور وہاں
رمونا آندروف کو اپنی معمولہ بنا چکا تھا۔ اس نے فرمونا کو بڑی بڑی
نکلات سے نکالا تھا۔ اس کے باپ کے قاتلوں سے انتقام لیا تھا۔
ں کا دل جیت لیا تھا۔ اس قدر فرشتہ بننے کے بعد وہ شیطان بن رہا
اس کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ وہ عاجزی سے بولی "میں ایسی
ی نہیں ہوں۔ بے حیائی سے پہلے جان دے سکتی ہوں۔ تم
انک فرشتے سے شیطان بن رہے ہو' آخر تم کون ہو؟"

"میں تمہارا سچا عاشق ہوں۔"

"عاشق ہو تو اپنا نام بتاؤ۔"

"میرا نام ساری نہیں تو آدھی دنیا جانتی ہے' میں فرہاد علی
در ہوں۔"

تھرہال زبردست مکار تھا۔ میرا نام اور میری شخصیت اختیار
رہا تھا' اس نے فرمونا سے کہا "تم چوبیس گھنٹے کے اندر یہ شہر
ڑ دو گی اور پاکستان کے ایک شہر پشاور جاؤ گی۔ وہاں ایک ایسا
ی پیتھی جاننے والا دشمن ہے جسے تمہارے ذریعے قابو میں کروں
۔"

وہ بولی "میں تمہارے ضرور کام آؤں گی لیکن میری ایک بات
لو' مجھ سے شادی کرلو' میری عزت کے دشمن نہ بنو۔"

وہ بولا "فرہاد کو جو کھانا ہوٹل میں مل جاتا ہے' اسے وہ گھر میں
نہیں کھاتا۔ مجھ سے شادی کی بات نہ کرو۔"

وہ ڈی فرہاد جسے میں فرہاد ٹو کہوں گا' بہت مکار تھا۔ وہ فرمونا کو
یہ کہہ کر پریشان کررہا تھا کہ ایک ہفتہ بعد اس کی عزت سے
کھیلے گا۔ جبکہ وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے میرے ریکارڈز
ذریعے معلوم ہوا تھا کہ میں ایسی کسی حسینہ کی طرف مائل نہیں
جسے پہلے ہی کوئی ہاتھ لگا چکا ہو۔ اس لئے وہ مجھے ٹریپ کرنے
کے لئے فرمونا کو ہاتھ نہیں لگا رہا تھا۔ صرف اسے دھمکی دے رہا
تھا۔

فرمونا نے کہا "تمہیں ایسا شیطانی علم حاصل ہے جس کے ذریعے میرے دماغ کو اپنے بس میں کرلیتے ہو اور میں اپنے بس میں نہیں رہتی۔ میں اپنا ملک چھوڑنا نہیں چاہتی لیکن تم چھڑادو گے۔"

"جب اچھی طرح جان گئی ہو کہ میرے اشاروں پر ناچتے رہنا ہے تو پھر پاکستان جانے کے لئے تیار ہوجاؤ۔"

"میں جاؤں گی' مگر دل سے تمہارا کوئی کام نہیں کروں گی۔ مجھے موقع ملے گا تو میں تمہارا بنتا ہوا کام بگاڑ دوں گی۔"

"کیا تم اتنی خوب صورت زندگی سے محروم ہونا چاہتی ہو؟"

"جب تم میری عزت چھین لوگے تو بے حیا زندگی جی کر کیا کروں گی؟"

"تم میرے کام آتی رہو گی تو میں تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟"

"میں جھوٹ بھی کہوں گا تو کیا بگاڑ لوگی؟ بہتر ہے' مجھ پر بھروسا کرو اور میرا کام کرتی رہو۔"

دوسرے دن وہ بلغاریہ سے پاکستان کے لئے روانہ ہوئی۔ سفر کے دوران اس نے مخاطب کیا "فرہاد! کیا تم موجود ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دوسری بار آواز دی پھر یقین ہوگیا کہ فرہاد ٹو موجود نہیں ہے۔ وہ سیفٹی بیلٹ کھول کر آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگی "فرہاد سے کیسے نجات حاصل کروں؟"

طیارہ زمین پر تھا نہ آسمان پر۔ اسے اطمینان حاصل ہورہا تھا کہ وہ فرہاد اس کا پیچھا کرتا ہوا زمین اور آسمان کے درمیان طیارے میں نہیں آسکے گا۔ شاید خیال خوانی کی لہریں بھی اتنی بلندی پر نہیں آتی ہوں گی۔ خدا کرے ایسا ہی ہو اور وہ سفر کے دوران اس سے دور رہے۔

وہ اس سے دور رہنے اور پیشہ کے لئے نجات حاصل کرنے کے متعلق سوچتی رہی۔ جب انسان اپنی مدد آپ نہ کرسکے تو وہ دوسروں کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے مسافر کو دیکھا' وہ مسکراتے ہوئے بولا "میرا نام رابرٹ ہے' میں پیرس سے آرہا ہوں۔"

اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولی "میں فرمونا آندروف ہوں۔ پاکستان جارہی ہوں۔"

"میں بھی اسلام آباد جارہا ہوں۔ صوبہ سرحد کے پار جو علاقہ غیر ہے اس کی تاریخ کے پس منظر میں موجودہ دور کے حقائق لکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "میرا خیال ہے کسی بھی علاقہ کے متعلق بہت زیادہ سچی باتیں نہیں لکھنی چاہئیں۔ وہاں کے باشندوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچتی ہے۔"

"یہ درست ہے لیکن سچ لکھنے سے وہاں کے حساس اور غیرت مند لوگ اپنے گمراہ لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں اور ایسے قواعد اور قوانین بناتے ہیں جن پر عمل کرکے جرائم سے پاک معاشرہ قائم کرتے ہیں۔ باقی دی وے' تم کیا کرتی ہو؟"

"میں؟ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ کچھ نہیں کرتی ہوں۔ اپنے اختیار میں نہیں رہتی اس لئے اپنی زندگی نہیں گزار رہی ہوں۔ میری زندگی کوئی اور گزار رہا ہے۔"

"تم کوئی فلسفہ بیان کررہی ہو؟"

"نہیں' یہ میری حقیقت ہے۔"

"اس حقیقت کی وضاحت کرو' تاکہ کچھ سمجھ سکوں۔"

"کیا تم ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ جانتے ہو؟"

"میرا خیال ہے' میں بہت کچھ جانتا ہوں۔"

"کیا تم نے فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہے؟"

"کئی بار سنا ہے۔"

"وہ کم بخت فرہاد مجھے کٹھ پتلی بنا رہا ہے۔ جب چاہتا ہے' میرے دماغ پر قبضہ جمالیتا ہے۔ میں خود مختار نہیں رہ پاتی۔ اس کے اختیار میں رہنے لگتی ہوں۔ اس وقت بھی اُس کے حکم کے مطابق سفر کررہی ہوں۔"

"کیا ابھی وہ تمہارے دماغ میں ہے؟"

"اگر ہوتا تو میں اس کے خلاف بول نہ پاتی۔ میں سوچتے سوچتے تھک گئی ہوں' اس سے نجات پانے کے تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ کیا تم میری مدد کرسکتے ہو؟"

وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا بعد میں تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کرلے گا کہ میں اس کے خلاف تمہاری مدد کررہا ہوں۔ پھر وہ میرا دشمن بن جائے گا۔ مجھے بھی ذہنی طور پر اپنا غلام بنالے گا۔"

"ہاں یہ بڑی مشکل ہے۔ میں تمہارے تعاون کو چھپانا چاہوں تب بھی وہ پڑھ لے گا۔ دنیا کا کوئی شخص مجھے اس شیطان فرہاد سے نجات نہیں دلاسکے گا' مجھے مرجانا چاہئے۔"

"وہ خودکشی کے ارادوں کو سنے گا تو تمہیں مرنے بھی نہیں دے گا۔"

"اسی لئے کہتی ہوں کہ میں اپنی زندگی نہیں گزار رہی ہوں' میری زندگی وہ گزار رہا ہے۔ یہ کیسی بدنصیبی ہے کہ میں مرجھی نہیں سکتی۔"

"تمہیں کوئی ایسا شخص نجات دلاسکتا ہے' جو ٹیلی پیتھی جانتا ہو کیونکہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔"

"واقعی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی فرہاد کو منہ توڑ جواب دے گا۔ تم نے یہ بات کہہ کر میری آدھی پریشانی ختم کردی ہے۔"

وہ خوش ہورہی تھی پھر ایک دم سے مایوس ہوکر بولی "لیکن ایسا فرشتہ کہاں ملے گا؟ تم کسی کو جانتے ہو؟"

"میں جانتا نہیں ہوں لیکن سنا ہے' فرہاد ہمیشہ امریکیوں اور اسرائیلیوں سے جھگڑا کرتا رہتا ہے۔ ان دو ملکوں میں ضرور ٹیلی پیتھی جاننے والے رہتے ہوں گے جو فرہاد کو اپنے ملکوں سے بھگاتے ہوں گے۔"

وہ ناگواری سے بولی "بہت ہی ذلیل ہے' بڑی طاقتوں سے لڑ نہیں سکتا۔ اس لئے میرے دماغ پر حکومت کررہا ہے۔"

"تمہیں فرہاد سے بہت نفرت ہے؟"

"شدید نفرت ہے اور شدید عداوت ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ خیال خوانی کرنے والے تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے؟"

"سوری' میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ہم جن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے نہیں جانتے ہیں ان کے دروازے تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟"

وہ سوچ میں ڈوب گئی۔ کہیں سے بچاؤ کا کوئی راستہ ڈھونڈ رہی تھی۔ کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ رابرٹ نے کہا "تم بہت پریشان ہو' میرے بس میں ہوتا تو دشمن کو تمہاری زندگی سے بھگا کر تمہارا دل جیت لیتا۔ تم اتنی حسین ہو کہ میں جان کی بازی لگا سکتا ہوں لیکن جان دینے سے بھی تمہارا بھلا نہیں ہوگا۔"

وہ سوچتے ہوئے بولی "فرہاد مجھے پشاور جانے کے لئے اس وجہ سے مجبور کررہا ہے کہ میرے ذریعے کسی دشمن کو پھانسنا چاہتا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ فرہاد کا وہ دشمن بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا۔"

"بے شک جانتا ہوگا۔ اس لئے خود اس پر قابو پانے میں ناکام ہونے کے بعد تمہیں استعمال کررہا ہے۔"

وہ چٹکی بجا کر بولی "پھر تو میں اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے دوستی کروں گی۔ وہ فرہاد کی دشمنی میں میری مدد ضرور کرے گا۔"

وہ پھر خوش ہونے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور چہرے پر تازگی آگئی تھی۔ رابرٹ نے کہا "تم بار بار خوش ہوتی ہو اور بار بار مایوس ہوجاتی ہو۔ پہلے یقین کرلو کہ یہ خوشی قائم رہے گی اور اگر رہے گی تو کیسے رہے گی؟ تمہارا طریقۂ کار کیا ہوگا؟"

"میں جو بھی طریقۂ کار سوچوں گی وہ فرہاد خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرلے گا۔ اس سے کچھ چھپانے کی کوشش کرنا حماقت ہے۔"

"پھر تو وہ تمہیں اپنے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دوستی نہیں کرنے دے گا۔"

"کوئی بات نہیں' وہ میرے دماغ پر قبضہ جماکر مجھ سے دشمنی کراتا رہے لیکن فرہاد کا دشمن بھی میرے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرسکتا ہے کہ میں مجبور ہوکر اُس سے دشمنی کررہی ہوں اور اس سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں' فرہاد کا دشمن تمہاری مجبوریوں کو سمجھ لے گا۔ تم میرے اندازے سے زیادہ چالاک ہو۔"

وہ مسکرانے لگی' رابرٹ نے کہا "چالاک بھی ہو اور احسان فراموش بھی۔"

وہ تیور بدل کر بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"فرہاد نے تمہارے دشمنوں سے انتقام لیا۔ تمہارے باپ کے قاتل کو اور قاتل کا ساتھ دینے والوں کو چن چن کر قتل کیا۔ تمہیں اس کا احسان ماننا چاہئے۔ مگر تم اس سے دشمنی کا منصوبہ بنا رہی ہو۔"

"یو شٹ اپ۔ کسی کا احسان مند ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اپنی عزت و آبرو کو داؤ پر لگادوں۔"

"فرمونا' تم میری ملکیت ہو' تمہاری آبرو میری چنگی میں ہے۔"

وہ حیرانی اور سراسیمگی سے رابرٹ کا منہ دیکھنے لگی۔ اس نے کہا "میں فرہاد ہوں' اور رابرٹ کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تمہاری زبان سے تمہارے ارادے سن چکا ہوں۔ اب یہ سوچتی رہو کہ میں تمہارے ارادوں کو کس طرح ناکام بناؤں گا۔ میں جارہا ہوں' پاکستان میں ملاقات ہوگی۔"

یہ بات ختم ہوتے ہی رابرٹ ایسے چونک گیا جیسے نیند سے ہڑبڑا کر اٹھا ہو۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر طیارے کے اندرونی ماحول کو دیکھنے لگا۔ فرمونا اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولی "تم کچھ پریشان ہو؟"

"آں؟ ہاں! مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں بیٹھے بیٹھے سوگیا تھا اور نیند میں تم سے کچھ باتیں کررہا تھا۔"

"بہتر ہے تم پھر نیند میں ڈوب جاؤ اور خواب میں مجھ سے باتیں کرتے رہو۔ میں فی الحال خاموش رہنا چاہتی ہوں۔"

وہ بری طرح مایوس ہوگئی تھی۔ اسے فرہاد پر غصہ آرہا تھا کہ اس نے چالاکی سے رابرٹ کے دماغ میں رہ کر اُس کی تمام پلاننگ سن لی تھی۔ نہ بھی سنتا تو بعد میں خیال خوانی سے معلوم کرلیتا۔ غصہ اس بات پر آرہا تھا کہ اس نے رابرٹ کے دماغ میں رہ کر اسے الّو بنایا تھا اور یہ سمجھا دیا تھا کہ اس کی کوئی چالاکی کام نہیں آئے گی اور کوئی اس کے کام نہیں آسکے گا۔

اس نے مجبور ہوکر خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ خاموشی سے سفر کرتی ہوئی کراچی آئی۔ وہاں سے اسلام آباد پہنچی۔ کراچی سے ایک خاتون اس کی ہم سفر رہی تھی۔ اس نے سفر کے دوران فرمونا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم بہت خاموش اور فکرمند ہو' کیا بات ہے؟"

وہ بولی "بات کیا بتاؤں؟ وہ تمہارے بھی دماغ میں ہوگا اور میری باتیں سنتا رہے گا۔"

"کون میرے دماغ میں رہے گا؟ کیا یہ کوئی ٹیلی پیتھی کا معاملہ ہے؟"

"ہاں' کیا تم اس سلسلے میں کچھ جانتی ہو؟"

"ہاں' مجھے یہ علم سیکھنے کا بڑا شوق تھا لیکن ہزار کوششوں کے باوجود نہ سیکھ سکی۔ میں نے سنا ہے کہ فرہاد علی تیمور اسلام آباد یا پشاور میں ہے۔ میں اسے تلاش کرنے جارہی ہوں۔"

"کیا تم اس عیاش کی فین ہو؟"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ فرہاد کسی شریف عورت کو ہاتھ نہیں لگاتا ہے۔ ہوسکتا ہے ایسی عورتوں کی وجہ سے بدنام ہورہا ہو جو خود ہی دیوانی ہوکر اُس کے پاس چلی آتی ہوں۔"

"تم بھی اس سے ملنے جارہی ہو؟"

"میں دو بچوں کی ماں ہوں۔ میرا خاوند مجھ سے بہت محبت کرتا ہے اور مجھ پر اعتماد کرتا ہے' یہ باتیں فرہاد میرے دماغ میں پڑھے گا تو مجھے ضرور بُرا بنائے گا۔"

"تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ وہ میری عزت کا دشمن بنا ہوا ہے۔"

"میں نہیں مانتی۔"

"وہ میرے دماغ میں آتا ہے۔ ذرا انتظار کرو' وہ کسی بھی وقت آسکتا ہے۔ پھر میں تمہیں اس کی اصلیت بتاؤں گی۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ اسلام آباد پہنچنے سے پہلے ہی تمہارے ذریعے فرہاد صاحب سے گفتگو کروں گی۔"

"تم اسے دیکھے اور سنے بغیر اس کی عقیدت مند کیوں بن گئی ہو؟"

"محبت اور عقیدت کے لئے یہ بہت ہے کہ ہم دونوں شاہ کوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ ہم دونوں پاکستانی ہیں۔"

"اچھا تو وہ پاکستانی ہے۔ مجھے اپنے ملک میں بلایا ہے تاکہ خود امریکی اور اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہے۔"

خاتون نے ہنستے ہوئے کہا "تم فرہاد صاحب کے متعلق کچھ نہیں جانتی ہو یا پھر دشمنوں نے اس کے خلاف تمہیں بہکایا ہے۔ وہ ایسا ناقابلِ تسخیر ہے کہ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سے دور بھاگتے ہیں۔"

تھرمال نے خاتون کے دماغ میں کہا "لیکن اب فرہاد دنیا سے بھاگے گا۔"

خاتون نے ایک ہاتھ سے سر تھام کر خلاء میں تکتے ہوئے کہا "میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہے۔"

فرمونا جلدی سے بولی "وہی فرہاد ہوگا۔"

"نہیں' یہ کوئی اور ہے۔ فرہاد کے خلاف بول رہا ہے۔"

"اگر اس کے خلاف بول رہا ہے تو میں اس سے دوستی کروں گی اسے کہو' میرے دماغ میں آئے۔"

وہ آکر بولا "لو آگیا' فرہاد کیا فراتی ہو؟"

"تم... تم تو وہی فرہاد ہو۔"

"ہاں' تمہارے لئے مصیبت ہوں۔ جب تک دشمنی سے سوچتی رہو گی' تمہارے اندر آتے جاتے تمہارا خون خشک کرتا

رہوں گا۔"

خاتون نے پوچھا "تم زرد پڑ گئی ہو' کیا بات ہے؟"

تھرہال نے اس کے پاس آکر کہا "اے دو بچوں کی اماں! خاموش رہ۔ اس لڑکی سے بات نہ کر۔ ورنہ کھوپڑی الٹا دوں گا۔"

وہ حیرانی سے بولی "فرہاد صاحب! میں آپ کی عقیدت مند ہوں' ہم دونوں کی جائے پیدائش....."

وہ بات کاٹ کر بولا "یو شٹ اپ۔ ایک ہی جگہ پیدا ہونے والے سب کے سب فرشتہ نہیں ہو جاتے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ میں عیاش اور بدکار ہوں' اس لڑکی کو اپنے مقصد کے لئے اس ملک میں لایا ہوں۔"

خاتون کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ عقیدت سے بنایا ہوا فرہاد کا بت پاش پاش ہو رہا تھا۔ اس کے آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ آنسو بھرے لہجے میں بولی "میرا دل نہیں مان رہا ہے کہ سفید سیاہ ہو گیا ہے اور فرشتہ' شیطان بن گیا ہے۔ خدا کے لئے کہہ دو کہ یہ مذاق ہے۔ تم ہی تمام پاکستانیوں کے آئیڈیل ہو۔ اگر تم جھوٹے ہو تو جھوٹی ہی تسلی دے دو۔"

"تم میرا اور اس لڑکی کا وقت ضائع کر رہی ہو۔ دیکھو طیارہ اسلام آباد پہنچ گیا ہے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اس سے باتیں کرو گی تو میں تمہارے بچوں کو مروا ڈالوں گا۔"

وہ گھبرا کر بولی "نہیں نہیں۔ ایسے ظالم نہ بنو۔ میرے بچوں کی طرف نہ جاؤ۔ میں وعدہ کرتی ہوں اس لڑکی سے باتیں کرنا تو کیا اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کروں گی۔"

وہ فرمونا سے منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ اس نے بات کی تو خاتون نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ دونوں آنکھوں کو بند کر لیا۔ فرمونا سمجھ گئی کہ فرہاد اس خاتون کو بھی اس سے دور کر رہا ہے۔ اسے کسی کا تعاون حاصل کرنے کا موقع نہیں دے رہا ہے۔

وہ تھرہال کے حکم کے مطابق اسلام آباد سے پشاور آگئی۔ اس نے اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے ریسٹ ہاؤس میں فرمونا کے قیام کا بندوبست کیا تھا۔ ان دنوں میرا رابطہ مرجینا سے تھا۔ اس لئے تھرہال فرمونا کو چھوڑ کر مرجینا کی تصویر کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا جب یہ معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے ملنے ریسٹ ہاؤس میں آرہی ہے تو اس نے فرمونا کو ریسٹ ہاؤس سے نکل کر ایک فور اسٹار ہوٹل میں جانے پر مجبور کیا۔ تھرہال کو یقین تھا کہ وہ مرجینا کے دماغ میں رہ کر میری پوزیشن معلوم کرتا رہے گا۔ اور ریسٹ ہاؤس کا محاصرہ کرا کے مجھے قتل کرا دے گا۔

اس منصوبے پر پوری طرح عمل کرنے کے باوجود ناکامی ہوئی۔ میں بال بال بچ گیا۔ خدا کو میری سلامتی منظور تھی۔ چنانچہ میرے نام سے آنے والی گولی مرجینا کو لگ گئی تھی۔ اور جی تھرہال حیرانی سے سوچ رہا تھا' کیا فرہاد علی تیمور حیاتِ خضر لے کر آیا ہے۔ ہر پہلو سے مکمل منصوبہ پر عمل کرنے کے بعد بھی بچ نکلتا ہے۔

اس نے جان لمبوڈا اور سپر باسٹر ہولی مین کو یہ روداد سنائی۔ سپر باسٹر نے کہا "اس میں شبہ نہیں کہ تم نے زبردست پلاننگ کی تھی اور اس پر چاروں طرف سے حملہ کرایا تھا۔ وہ کم بخت قسمت کا دھنی ہے۔"

لمبوڈا نے کہا "قسمت ہمیشہ ساتھ نہیں دیتی۔ اگر تم اسی طرح زبردست پلاننگ کر کے اس پر عمل کرتے رہو گے تو وہ جلد ہی حرام موت مرے گا۔"

بی جی تھرہال کو اپنے بڑوں سے شاباشی مل رہی تھی اس کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ مرجینا کے بعد اب فرمونا رہ گئی تھی جسے وہ میرے لئے چارا بنا کر لایا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ میں زخمی کافور خان کے دماغ میں جاؤں گا۔ اس نے بیرم خان کے ذریعے کافور خان کے سامنے فرمونا کا ذکر کیا تھا تاکہ میں کسی حسین دوشیزہ کا ذکر سن کر اسے دیکھنے جاؤں یا اس دوشیزہ کے ذریعے تھرہال کو ٹریپ کرنا چاہوں تو فرمونا کے حسن و شباب کا اسیر ہو جاؤں۔

میں اس کی توقع کے مطابق فرمونا کے پاس نہیں گیا۔ وہ اس کے دماغ میں چھپ کر میرا انتظار کرتا رہا۔ اگر وہ ہوٹل کے کمرے میں کسی ویٹر کو ضرورت سے بلاتی تو تھرہال اس ویٹر کے دماغ میں جا کر معلوم کرنے کی کوشش کرتا کہ فرہاد وہاں چھپ کر آیا ہے یا نہیں؟

فرمونا ڈائننگ ہال میں کھانے کے لئے جاتی۔ ہوٹل کے منیجر یا کسی اجنبی سے کوئی بات کرتی تو تھرہال کو یہی شبہ ہوتا کہ فرہاد اجنبی بن کر آیا ہے اور اس سے دوستی کرنا چاہتا ہے جبکہ اس حسینہ سے ہر دل والا دوستی کر سکتا تھا۔

جب ایک دن اور ایک رات گزر گئی اور میں نے فرمونا سے دلچسپی نہیں لی تو وہ پریشان ہو گیا۔ مجھے نظروں میں رکھنے کا اور میری مصروفیات کو سمجھنے کا ذریعہ وہی ایک حسینہ رہ گئی تھی۔ باقی بیرم خان اپنے زخمی بھائی کافور خان کو علاقہ غیر لے گیا تھا۔

وہ پریشانی کے عالم میں دل کو سمجھا رہا تھا کہ فرہاد خاموشی سے فرمونا کے دماغ میں رہتا ہے اس کے خیالات پڑھتا ہے اور دشمن سوچ کی لہروں کو سننے کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ اس لئے تھرہال اب براہِ راست فرمونا کو مخاطب نہیں کرتا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق فرمونا کے دماغ میں دو خیال خوانی کرنے والے خاموشی سے ایک دوسرے کو دبوچنے کی فکر میں تھے۔

دوسرا دن بھی گزرنے لگا تو تھرہال کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس نے سوچا پھر کافور خان کو پکڑنا چاہئے اور اسے مجبور کرنا چاہئے کہ وہ فرہاد کی شرائط پوری نہ کرے۔ جتنی عورتوں کو داشتہ اور مردوں کو غلام بنا کر رکھا ہے انہیں آزاد نہ کرے۔

اگر شرائط پوری نہیں ہوں گی تو فرہاد پھر زخمی کافور خان کے دماغ میں آئے گا تو تھرہال کو اس کا سراغ ملتا رہے گا۔

معاملہ بڑا پیچیدہ ہو گیا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک خوبرو جوان فرمونا کے قریب آیا۔ تھرہال محتاط ہو گیا کہ فرہاد آیا ہے۔

ہوا یہ کہ فرمونا ڈنر کے لئے ڈائننگ ہال میں آئی تو اجنبی نوجوان نے اس کی میز کے پاس آکر پوچھا "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

"ضرور۔"

وہ کرسی پر بیٹھا تو فرمونا نے جل کر پوچھا "کیا مجھے پھانسنے آئے ہو؟"

"مجھے غلط نہ سمجھو' میں کسی غلط ارادے سے نہیں آیا ہوں۔"

"یہاں اور بھی میزیں خالی ہیں' وہاں کیوں نہیں گئے۔"

"میں تمہیں دو دنوں سے دیکھ رہا ہوں۔ تم میں ایک عجیب سی طلسماتی کشش ہے۔ میں پرسوں سے یہاں آرہا ہوں۔ تمہیں دور سے دیکھتا رہتا ہوں پھر چلا جاتا ہوں۔ گھر جا کر رات بھر کروٹیں بدلتا رہتا ہوں۔"

"یعنی مجھ سے عشق ہو گیا ہے؟"

"تم طنزیہ انداز میں پوچھ رہی ہو اور میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں' میں ہر قیمت پر تمہیں اپنی دلہن بناؤں گا۔"

وہ ناگواری سے بولی "فرہاد! اور زیادہ ڈراما نہ کرو۔ اتنا بتا دو میں کب تک اس ہوٹل میں رہوں گی؟"

وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا "ابھی تم نے مجھے فرہاد کہا ہے؟"

"کیا تمہیں سنائی نہیں دیا؟ پھر سے تمہیں فرہاد کہوں؟"

"لیکن میں فرہاد نہیں سرفراز خان ہوں۔ میری آٹھ عدد فلائنگ کوچ ہیں۔ یہ گاڑیاں پشاور سے لاہور اور لاہور سے پشاور تک چلتی ہیں۔ جی ٹی روڈ پر میرا ایک پٹرول پمپ ہے۔"

"مانتی ہوں کہ تم یہی ہو' لیکن تمہارے اندر فرہاد چھپا ہوا ہے۔"

"آخر یہ فرہاد ہے کون' اور وہ میرے اندر کیسے چھپ سکتا ہے؟"

"ٹیلی پیتھی کے ذریعے۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ تھرہال اس کے اندر چھپا ہوا تھا اور سرفراز خان کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے سرفراز کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس فرمونا کے دماغ میں آکر بولا۔ "یہی میرا ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہے۔"

اچانک فرمونا کی دلچسپی بڑھ گئی۔ وہ دشمن کہہ رہا تھا اور یہ دوست بنانے کا سوچنے لگی۔ تھرہال نے سوچ پڑھ کر کہا "مجھے دھوکا نہیں دے سکو گی۔ ویسے میں چاہتا ہوں کہ دوستی کرتی رہو' میں تمہاری دوستی کے پیچھے اسے قتل کرنے کا سنہری موقع تلاش کرتا رہوں گا۔"

سرفراز آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے سوچ رہا تھا "ابھی میرے دماغ میں بے چینی کیوں پیدا ہوئی تھی؟ میں نے اچانک سانس کیوں روک لی تھی؟"

وہ ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کم معلومات رکھتا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ آدمی حساس ہو تو پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی دماغ بے چین ہو کر سانس روکنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

وہ باڈی بلڈر تھا۔ روز صبح ورزش کرتا تھا اور دو تین میل کی دوڑ لگایا کرتا تھا۔ نماز کا پابند نہیں تھا لیکن اذان ہو رہی ہو اور وہ مسجد کے قریب سے گزر رہا ہو تو اندر جا کر نماز پڑھ لیتا تھا۔ جو لوگ ظاہری اور باطنی طور پر پاک صاف رہتے ہیں اور دماغی طور پر صحت مند رہتے ہیں ان کے اندر کبھی شیطان داخل نہیں ہوتا۔

اسی لئے تھرہال اس کے اندر نہ جا سکا۔ فرمونا کو اس سے دوستی بڑھانے پر مجبور کرتا رہا۔ وہ بولی "میں دوستی کروں گی لیکن تمہارے خلاف ضرور زہر اگلتی رہوں گی۔"

وہ یہی چاہتا تھا کہ فرہاد کے خلاف زہر اگلتی رہے۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ تم میرے خلاف بکواس کرتی رہو گی تب بھی دنیا والے مجھے دیوتا (فرشتہ) سمجھتے رہیں گے۔"

فرمونا نے سرفراز سے کہا "تم بہت ہینڈسم ہو۔ مجھے اچھے لگ رہے ہو لیکن تم مجھے حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"کیا اس لئے کہہ رہی ہو کہ انگریز ہو' عیسائی ہو؟"

"الحمد للہ میں مسلمان ہوں۔"

"یہ تو میرے لئے بہت ہی خوشی کی بات ہے' ہماری شادی ضرور ہو گی۔"

"فرہاد نہیں ہونے دے گا۔"

"آخر یہ فرہاد ہے کون؟"

"ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان ہے' کیا تم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"بالکل نہیں۔"

"پھر فرہاد کو تم سے کیا دشمنی ہے؟"

وہ سوچتے ہوئے بولا "کوئی سات برس پہلے میں نے یہ نام کسی ڈائجسٹ میں پڑھا تھا۔ ہاں یاد آرہا ہے' وہ فرہاد ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔"

"جانتا تھا نہیں' جانتا ہے۔ وہ اس وقت بھی میرے دماغ میں موجود ہے۔"

"اس سے کہو' مجھ سے باتیں کرے اور مجھ سے دشمنی کی وجہ بتائے۔"

تھرہال نے کہا "فرمونا! اس سے کہو مجھے اپنے دماغ میں آنے دے' میں خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کروں گا۔"

فرمونا نے کہا "سرفراز! فرہاد کو اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"کیسے آنے دوں؟ کیا اس کا کوئی طریقہ ہوتا ہے؟"

تھرہال نے فرمونا سے کہا "اس کم بخت سے کہو زیادہ ڈرامانہ کرے' میں آؤں تو سانس نہ روکے۔"

فرمونا نے یہ بات اسے سمجھائی۔ تھرہال اس کے دماغ میں آیا لیکن سرفراز نے بے چین ہو کر بے اختیار سانس روک لی' پھر کہا۔ "میرے اندر کچھ عجیب سا ہونے لگتا ہے' میں نہ چاہتے ہوئے بھی سانس روک لیتا ہوں۔"

تھرہال نے غصے سے کہا "فرمونا! یہ بڑا چالباز ہے' یہ جانتا ہے کہ میں اس کے اندر جا کر اس کی اصلیت معلوم کرلوں گا۔"

وہ بولی "ہو سکتا ہے' تم اسے غلط سمجھ رہے ہو۔"

"غلط ہو یا صحیح' صرف ایک منٹ میں حقیقت معلوم ہو جائے گی' اسے کہو سانس نہ روکے۔"

وہ سرفراز سے بولی "کیوں بات بڑھا رہے ہو۔ وہ دماغ میں آتا ہے' آنے دو' سانس نہ روکو۔"

"میں نہیں روکتا۔ یہ خود ہی رک جاتی ہے۔ فرہاد سے بولو وہ مرد کا بچہ ہے تو سامنے آکر بات کرے۔"

تھرہال نے کہا "دیکھو فرمونا! مجھے چیلنج کر رہا ہے تاکہ میں جوش میں آکر اس کا سامنا کروں۔"

وہ مسکرا کر بولی "یہ پہلا شخص ہے جس کے دماغ میں تم جانیں سکتے اور اپنی جان کے خوف سے سامنے بھی نہیں آسکتے۔ آج میں بہت خوش ہوں اور اسی لمحے سے سرفراز خان کو دل و جان سے پسند کر رہی ہوں۔"

"بکواس نہ کرو' تم خاموش رہو۔ میں تمہاری زبان سے اس کے ساتھ باتیں کروں گا۔"

اس نے فرمونا کے دماغ پر قبضہ جمایا' وہ ہنسنے لگی پھر بولی۔ "سرفراز وہ کمبخت چلا گیا ہے۔ پتا نہیں تم سے کیوں ڈرتا ہے۔"

"میں بھی حیران ہوں' ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھ سے ڈرتا کیوں ہے۔ میرے سامنے کیوں نہیں آتا۔"

"پہلے وہ دوسروں کو آلۂ کار بنا کر ان کے دماغ میں رہ کر ان کی زبان سے باتیں کرتا تھا۔ میں سمجھتی تھی وہ میرا ہمدرد اور دوست ہے بعد میں اس کے فریب کا پتا چلتا تھا۔ اب میں مطمئن ہوں کہ وہ تمہیں اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکے گا۔"

"میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ فرہاد تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ہم اتنی دیر سے باتیں کر رہے ہیں اور تم نے اپنا نام نہیں بتایا ہے۔"

"میرا نام فرمونا آندروف ہے۔ میں بلغاریہ سے آئی ہوں۔ تم کیا کھانا پسند کرو گے؟ اس میز پر تم میرے مہمان ہو۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ پٹھانوں کی روایت کے خلاف ہے۔ میں تمہارا مہمان نہیں' تم اس ملک میں میری مہمان ہو۔"

اس نے کھانے کا آرڈر دیا۔ پھر ویٹر کے جانے کے بعد بولا۔ "میں تمہیں دو دنوں سے تنہا دیکھ رہا ہوں۔ کیا تمہارا کوئی عزیز ساتھ نہیں ہے؟"

"میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میں بالکل تنہا ہوں۔"

"پھر ہوٹل میں کیوں ہو؟ میرے گھر چلو میری والدہ تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔"

"میں ضرور چلوں گی۔ اس سے پہلے ہمیں ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے۔ کیا خیال ہے' کھانے کے بعد کہیں چاندنی کا لطف اٹھانے چلیں۔"

"ضرور چلیں گے۔"

"میں ایسی جگہ جانا چاہتی ہوں جہاں تنہائی اور ویرانی ہو۔ ویرانے میں چاندنی کچھ اور بہار دیتی ہے۔"

"بڑا ہی شاعرانہ خیال ہے۔ یہاں قریب ہی کچھ تاریخی کھنڈرات ہیں وہ جگہ تمہیں پسند آئے گی۔"

ویٹر کھانے کی ٹرالی لے آیا' تھرہال نے فرمونا کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر کہا "اس کے ساتھ کھاؤ اور یہ جہاں لے جائے وہاں جاؤ۔"

"ابھی میرا دماغ تمہارے قبضے میں تھا۔ میں سن رہی تھی تم اسے ویرانے میں لے جا رہے ہو۔ اس پر کوئی مصیبت لاؤ گے۔"

"تم اس کے ساتھ ہمدردی کرتی رہو لیکن ہوگا وہی جو میں تمہارے ذریعے کر رہا ہوں۔"

"پلیز مجھے بتاؤ' کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"میرے چند کرائے کے غنڈے اسے زخمی کریں گے۔ اس کے بعد یہ سانس نہیں روک سکے گا۔ میں اس کے اندر گھس کر اس کی اصلیت معلوم کرلوں گا۔ اگر یہ میرا دشمن ثابت ہوگا تو میں اسے وہیں قتل کرادوں گا۔ اگر کوئی غیر متعلق شخص نکلا تو زندہ چھوڑ دوں گا۔"

وہ یہ سن کر پریشان ہو رہی تھی۔ اس نے کہا "چہرے سے پریشانی ظاہر نہ کرو۔ اس کے ساتھ مسکراتی اور کھاتی رہو۔ میں جال بچھانے جا رہا ہوں۔"

"تم اپنی پلاننگ مجھ پر ظاہر کر کے جا رہے ہو۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ میں اسے بچانے کی کوشش کروں گی۔ اسے خطرے سے آگاہ کردوں گی؟"

"بے شک کرو۔ میرا جو دشمن ہے' وہ بے حد چالاک ہے۔ اپنی سلامتی کا راستہ نکال لیتا ہے۔ اس کی بس ایک ہی کمزوری ہے۔ یہ حسن و شباب کا دیوانہ ہے اس پر آفت آنے کے بعد بھی تمہاری جیسی آفت کو حاصل کرنے سے باز نہیں آئے گا اسی لئے میں نے سیکڑوں ہزاروں حسیناؤں میں سے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ یہ تم سے جدا نہیں ہوگا۔ تمہاری خاطر خطرات سے کھیلتا رہے گا اور میری نظروں میں رہا کرے گا۔"

تھرہال چلا گیا۔ فرمونا کا دل یہ سن کر سرفراز سے اور زیادہ

محبت کرنے لگا کہ وہ خطرات سے کھیلتا رہے گا لیکن اس کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ وہ اتنی بڑی دنیا میں ایسا ہی جانباز ساتھی چاہتی تھی۔ اس نے کھانے کے دوران کہا "سرفراز! آیا تمہیں اندازہ ہے کہ میری وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہو حتیٰ کہ تمہاری جان بھی جا سکتی ہے۔"

"یہ ایک جان تمہارے لئے جائے۔ اسے جانا ہی چاہئے' یہ تمہارے لئے ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔ تمہارا وہ دشمن بھی یہی کہہ رہا تھا کہ میرے لئے تم خطرات سے کھیلتے رہو گے۔"

"کیا وہ دشمن فرہاد موجود ہے؟"

"نہیں... کرائے کے غنڈوں کے پاس گیا ہے۔ ہم چاندنی کا لطف اٹھانے جہاں جائیں گے' وہاں وہ غنڈے آکر تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تعجب ہے۔ کیا وہ ہمیں ہوشیار کر کے اپنی پلاننگ پر عمل کر رہا ہے۔ یہ بات کچھ پلے نہیں پڑی۔"

"ابھی یہ سوچنے کا وقت نہیں ہے کہ وہ کیوں ایسا کر رہا ہے۔ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرو۔"

"سیدھی سی تدبیر یہ ہے کہ میں گھر میں چھپ کر بیٹھ جاؤں اور یہ بزدلی ہمارے خون میں نہیں ہے۔"

"کیا تم جان بوجھ کر میرے ساتھ آؤ گے کے لئے جاؤ گے؟"

"تم صرف اتنا بتا دو کہ فرہاد تمہاری جان کو نقصان پہنچا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے تو تمہارے ساتھ پل صراط سے بھی گزر جاؤں گا۔"

"خدا کی قسم۔ میں بھی تمہارے لئے جیوں گی اور تمہارے لئے مروں گی۔ بس کسی طرح اس شیطان سے میری جان چھڑا دو۔"

"خدا اس کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ اطمینان رکھو' جدوجہد ہماری ہوگی اور کامیابی اللہ تعالیٰ دے گا۔"

وہ کھانے کے بعد ہوٹل سے باہر آئے۔ سرفراز خان نے مرسیڈیز کا اگلا دروازہ کھولا' وہ بیٹھ گئی۔ وہ دروازہ بند کر کے اسٹیرنگ سیٹ پر آگیا۔ کار کو اسٹارٹ کر کے پارکنگ ایریا سے باہر نکالنے لگا۔ وہ بولی "میں بزدل نہیں ہوں۔ مگر تمہارے لئے پریشان ہوں۔"

"کیوں پریشان ہو؟"

"میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی۔"

"میں بھی تم سے محروم رہنا نہیں چاہتا۔ دن رات تمہیں سانسوں کے قریب رکھنا چاہتا ہوں۔ دل سے پریشانی نکالو۔ مصیبت آرہی ہو تو پورے حوصلے کے ساتھ حاضر دماغ رہنا چاہئے۔ جو دماغ سے کام نہیں لیتے ان پر مصیبتیں غالب آجاتی ہیں۔"

تھرہال' فرمونا کے پاس آچکا تھا۔ اس نے کہا "دیکھو یہ بالکل فرہاد کے انداز میں بول رہا ہے۔"

فرمونا نے حیرانی سے پوچھا "فرہاد کے انداز میں! تم کون ہو؟ کیا فرہاد نہیں ہو؟"

وہ گڑبڑا گیا۔ بے دھیانی میں ایسا کہہ گیا تھا۔ پھر جلدی سے باتیں بناتے ہوئے کہا "ہم... میں فرہاد ہوں۔ دراصل یہ کہنا چاہتا تھا کہ میرا دشمن اسی انداز میں گفتگو کرتا ہے۔ یہ اپنی اصلیت چھپا رہا ہے مگر باتوں سے پہچانا جا رہا ہے۔"

سرفراز کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ دشمن اسے مختلف پہلوؤں سے فرہاد سمجھ رہا ہے۔ وہ معقول رفتار سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ فرمونا بار بار پیچھے پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔ کچھ گاڑیاں تیزی سے آتی تھیں پھر انہیں اوور ٹیک کرتی ہوئی آگے چلی جاتی تھیں۔ کچھ گاڑیاں پیچھے ہی کسی راستے پر مڑ جاتی تھیں۔ یونیورسٹی روڈ کے بعد گاڑیوں کی تعداد کم ہو گئی۔ فرمونا نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

وہ بولا "آگے چند میل کے فاصلے پر علاقہ غیر ہے۔ یہاں سے راستہ سنسان ہوتا جا رہا ہے۔ تمہارے دماغ میں آنے والے فرہاد کی آرزو پوری کر رہا ہوں۔ اس کے غنڈے مجھے ویرانی میں گھیرنا چاہتے ہیں۔"

اب گھیرنے والی گاڑیاں نظر آرہی تھیں۔ ایک آگے جا رہی تھی' دوسری تعاقب میں آرہی تھی۔ تھوڑی دور تک وہ گاڑیاں اس انداز میں دوڑتی رہیں تو یقین ہو گیا کہ دشمن آگے پیچھے سے راستہ روکنے والے ہیں۔ پھر تھرہال نے بھی کہا "فرمونا! اپنے عاشق سے کہو گاڑی روک دے۔"

اس نے پوچھا "کیا آگے پیچھے تمہارے کرائے کے ٹٹو ہیں؟"

"ہاں' اب کوئی سوال نہ کرو۔ گاڑی رکوا لو۔"

وہ بولی "سرفراز! وہ میرے دماغ میں ہے' اور گاڑی روکنے کے لئے کہہ رہا ہے۔ ہمارے آگے پیچھے دشمنوں کی گاڑیاں ہیں۔"

سرفراز نے یکلخت گاڑی کی رفتار بڑھائی۔ جس کے نتیجے میں آگے پیچھے والی گاڑیوں کی بھی رفتار بڑھ گئی۔ اس نے دریائے کابل کے پل پر سے گزرنے کے بعد اچانک بریک لگائے۔ مرسیڈیز آہستہ آہستہ رکتے ہوئے واپس گھوم گئی۔ سرفراز نے گود میں رکھے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر پیچھے آنے والی گاڑی کا نشانہ لیا۔ پے در پے تین فائر کئے۔ ایک پہیہ زوردار آواز سے پھٹا۔ اس کے ساتھ ہی وہ گاڑی بے قابو ہو گئی۔ ایک طرف گھوم گئی' پل کی ریلنگ کو توڑتی ہوئی دریائے کابل کی منہ زور لہروں میں چلی گئی۔

وہ بڑی پھرتی دکھا رہا تھا۔ گیئر بدل کر پھر اسی پل پر سے گزرتا جا رہا تھا۔ پہلے جو گاڑی آگے جا رہی تھی اب وہ پیچھے آنے لگی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کا انجام دیکھ لیا تھا۔ اس لئے کافی فاصلہ رکھ کر تعاقب کر رہے تھے۔ سرفراز نے واپس اسی پل کو پار کر کے پھر اپنی گاڑی اچانک ہی روک لی۔ اسے پیچھے آنے والی گاڑی کی

طرف موڑنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے فائرنگ کی۔ یہ فائرنگ محض دھمکانے کے لئے تھی۔ تعاقب کرنے والی گاڑی پل پر آکر رک گئی۔ تھرہال نے ایک آلۂ کار سے کہا "آگے بڑھو اور جوابی فائر کرو۔ وہ تنہا ہے۔"

آلۂ کار نے کہا "ہماری جانیں اتنی سستی نہیں ہیں۔ ہمارے تین ساتھی گاڑی سمیت دریا میں چلے گئے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ونڈ اسکرین کا شیشہ ایک چھناکے سے ٹوٹا۔ سرفراز کے ریوالور کی آخری گولی وہ شیشہ توڑتی ہوئی اس آلۂ کار کی پیشانی میں آکر پیوست ہوئی' وہ گاڑی کی اسٹیئرنگ پر اوندھا ہوگیا۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے مسلح افراد گاڑی سے نکل کر بھاگنے لگے' تھرہال نے کہا "رک جاؤ' کہاں جارہے ہو؟"

دوسرے آلۂ کار نے کہا "ہمیں پل کے پار جانے دو۔ ہم وہاں محفوظ رہ کر جوابی فائرنگ کریں گے۔"

ادھر وہ دریا کے اُس پار گئے' اُدھر سرفراز ڈرائیو کرتا ہوا شہر کی طرف جانے لگا۔ وہاں قریب ہی باغ ناران کے نزدیک میں آئی جی ہدایت اللہ خان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا باتیں کررہا تھا۔ آئی جی کے ساتھ ایک اور جیپ میں پولیس کے مسلح سپاہی تھے۔ فائرنگ کی آوازیں سن کر آئی جی نے حکم دیا "موو آن۔ دیکھو کہاں فائرنگ ہورہی ہے۔"

جیپ آگے بڑھ گئی۔ ہماری گاڑی اس کے پیچھے دوڑنے لگی۔ آگے جاکر پولیس والوں نے سرفراز کی گاڑی کو روک لیا۔ انسپکٹر نے پوچھا "تم ادھر سے آرہے ہو جدھر فائرنگ ہورہی تھی۔ معاملہ کیا ہے؟"

سرفراز نے کہا "چند نامعلوم افراد مجھے گھیر کر قتل کرنا چاہتے تھے۔ میری کزن کو اغوا کرنا چاہتے تھے۔ میں بڑی مشکل سے جان بچاکر آرہا ہوں۔"

انسپکٹر نے کہا "اپنا ہتھیار ہمارے حوالے کرو۔"

سرفراز نے حکم کی تعمیل کی۔ انسپکٹر نے خالی ریوالور کو دیکھ کر کہا "تم نے چھ گولیاں چلائی ہیں۔ قتل کتنے کئے ہیں؟"

"میری فائرنگ سے بدمعاشوں کی ایک گاڑی دریا میں چلی گئی ہے۔ دوسری گاڑی میں ایک شخص ہلاک ہوا ہے' باقی بھاگ گئے ہیں۔"

انسپکٹر نے فرمونا سے پوچھا "تم غیر ملکی ہو۔ اس کی کزن کیسے ہوگئیں؟ یہ معاملہ کیا ہے؟"

انسپکٹر مقامی زبان پشتو میں بول رہا تھا اور فرمونا اس کی بات نہیں سمجھ رہی تھی۔ وہ سرفراز کے ساتھ گاڑی سے باہر آگئی تھی' میں اس حسینہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سرفراز جیسے قد آور خوبرو جوان کے ساتھ جچ رہی تھی۔ آئی جی نے انگریزی میں پوچھا "مس تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام فرمونا آندروف ہے۔ میں بلغاریہ سے آئی ہوں سرفراز کو پسند کرتی ہوں اس سے شادی کرکے یہاں رہنا چاہتی ہوں مگر وہ شیطان فرہاد علی تیمور ہم سے دشمنی کررہا ہے۔"

جس عزت سے وہ میرا ذکر کررہی تھی اسے سن کر میں نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ پھر اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ آئی جی نے مجھے کن انکھیوں سے دیکھ کر کہا "مس فرمونا! فرہاد صاحب کا نام عزت سے لو۔ وہ ہمارے لئے رحمت کا فرشتہ ہیں۔"

"آپ کے لئے ہوگا۔ میرے لئے وہ ظالم اور بدکار ہے۔"

"تمہیں اس سے کیا شکایت ہے؟"

"میری شکایت سن کر آپ اسے دور نہیں کرسکیں گے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی من مانی کرتا رہے گا۔"

اچانک ہی آئی جی نے اپنا ریوالور نکال کر سرفراز کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "ہاں' میں اپنی من مانی کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ ابھی تمہیں زخمی کرکے تمہاری اصلیت معلوم کروں گا۔"

تھرہال بڑی دیر سے فرمونا کے دماغ میں رہ کر آئی جی اور انسپکٹر کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کرائے کے غنڈوں کے ذریعے سرفراز کو نقصان پہنچانے میں ناکام رہا تھا۔ غنڈے کام نہ آئے' اب پولیس کا بڑا افسر یہ مسئلہ حل کرسکتا تھا۔ اس لئے وہ آئی جی کے دماغ پر حاوی ہوکر سرفراز کو زخمی کرنا چاہتا تھا۔ میں بھی آئی جی کے دماغ پر حاوی ہوگیا۔ اس کے ریوالور کی نال نیچی ہوگئی۔

تھرہال نے یہ دیکھ کر پوری طرح دماغ پر قبضہ جمانا چاہا لیکن میری سوچ کی لہریں اسے آئی جی پر مسلط ہونے سے روک رہی تھیں۔ بے چارہ سرفراز یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ اس کے سامنے زندگی کی کیسی کشمکش جاری ہے۔ وہ دشمن کی کوشش سے مرسکتا تھا اور میری کوشش اسے نئی زندگی دے سکتی تھی۔

اس نے بڑی جوانمردی اور جنگجوئی سے غنڈوں کو مار بھگایا تھا لیکن پولیس کے بڑے افسر کی گولی سے بچنا ناممکن تھا۔ جبکہ اپنا خالی ریوالور بھی انسپکٹر کے حوالے کرچکا تھا لیکن جو جواں مرد ہوتے ہیں' مقدر ان کا ساتھ دیتا ہے۔ میں نے آئی جی کو ریوالور واپس رکھنے پر مجبور کردیا۔

ابھی وہ ریوالور جیب میں رکھ رہا تھا کہ انسپکٹر نے اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکالا۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ دشمن اس انسپکٹر کو آلۂ کار بنا رہا ہے۔ میں نے آئی جی کے ہاتھوں سے فوراً ہی گولی چلائی۔ انسپکٹر کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر زمین پر آگیا۔ پھر آئی جی نے میری مرضی کے مطابق انسپکٹر سے کہا "میری اجازت کے بغیر تم مسٹر سرفراز کو ریوالور سے نشانہ بنا رہے تھے؟"

وہ الرٹ ہوکر بولا "سر! میں بے اختیار ہوکر ایسا کررہا تھا۔"

آئی جی نے تائید کی "بے شک تھوڑی دیر پہلے میں بھی اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ذریعے مسٹر سرفراز کو قتل کرنا چاہتا ہے۔"

فرمونا پشتو زبان نہیں سمجھ رہی تھی۔ اس نے حالات کو دیکھتے ہوئے کہا "آفیسر! آپ تسلیم کرلیں کہ یہ تمام مجرمانہ حرکتیں فرہاد کررہا ہے۔"

آئی جی ہدایت اللہ خان نے کہا "فرہاد تمہیں اور مسٹر سرفراز کو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بچا رہا ہے۔ ابھی انسپکٹر کا ریوالور میں نے نہیں میرے ذریعے فرہاد نے گرایا ہے۔"

"لیکن میرے دماغ میں جو فرہاد آتا ہے وہ مجھے بلغاریہ سے پریشان کرتا آرہا ہے۔ وہ مجھے جبراً یہاں لایا ہے' میرے ذریعے اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے دشمن کو قتل کرنا چاہتا ہے۔"

"یہاں اس شہر میں خیال خوانی کرنے والا ہمارا فرہاد علی تیمور ہے' اس نے تمہیں آج ہی دیکھا ہے۔ بلغاریہ سے تمہیں ٹریپ کرکے لانے والا کوئی دشمن ہے اور وہ خود کو فرہاد ظاہر کررہا ہے۔"

پھر آئی جی نے انسپکٹر سے کہا "یہاں جو فائرنگ ہوئی اور بندے ہلاک ہوئے ہیں ان کے خلاف تھانے میں رپورٹ درج کرو کہ چند نامعلوم دہشت گرد ایک غیر ملکی لڑکی کو اغوا کرکے لے جانا چاہتے تھے' پولیس کی کاؤنٹر فائرنگ سے کچھ بدمعاش ہلاک ہوگئے ہیں۔ یہ نوجوان بے قصور ہے۔ اسے جانے دو۔"

سرفراز شکریہ ادا کرکے فرمونا کے ساتھ جانے لگا۔ آئی جی نے سوچ کے ذریعے پوچھا "مسٹر فرہاد! ابھی میں نے اس نوجوان کو بے قصور کہا ہے اور اسے جانے کی اجازت دے رہا ہوں' کیا آپ نے یہ فیصلہ میرے دماغ میں کیا ہے؟"

میں آئی جی کے پاس تھا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا کافور خان کے ذریعے یہ جانتا تھا کہ ارسلان نامی شخص ہی فرہاد ہے اور اب مجھے آئی جی اور دوسرے پولیس والوں کے ساتھ دیکھ کر یہ نہ سمجھ سکا کہ میں ہی وہ ارسلان ہوں۔

وہاں جو کچھ ہورہا تھا اس دوران میں خاموش رہا تھا تاکہ دشمن میری آواز اور لہجے سے مجھے ارسلان کی حیثیت سے نہ پہچان لے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ فرہاد ہی ارسلان بن کر مرجینا کی زندگی میں آیا تھا اور آج بھی پشاور شہر میں موجود ہے۔ البتہ اب وہ خود کو سرفراز کہہ رہا ہے اور حسین فرمونا کا محافظ بنا ہوا ہے۔

میں نے آئی جی سے کہا "میں نے ہی آپ کی زبان سے یہ فیصلہ سنایا ہے کہ سرفراز بے قصور ہے۔ آپ موجودہ فائرنگ کے سلسلے میں اسے تھانے اور پولیس کے چکر میں نہ ڈالیں۔"

انسپکٹر سپاہیوں کے ساتھ جائے واردات کی طرف گیا۔ میں نے آئی جی کے ساتھ شہر کی طرف جاتے ہوئے کہا "ابھی فرہاد صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے فرمونا کے خیالات پڑھے ہیں۔ اس لڑکی کے ساتھ بڑے پریشان کن حالات پیش آتے رہے ہیں۔ یہ لڑکی ہمارے لئے قابلِ احترام ہے اس نے یہودیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے۔ اس کے باپ نے مسلمان بن جانے کی بہت بڑی سزا پائی ہے۔ اسے قتل کرنے والے یہودیوں کو ایک نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہلاک کردیا ہے لیکن وہ فرمونا کو اپنی معمولہ بنا کر یہاں لے آیا ہے۔"

آئی جی نے پوچھا "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟"

"پتا نہیں کون ہے؟ ویسے کوئی بھی ہو فرہاد صاحب سے چھپ نہیں سکے گا۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے ہوٹل ڈین میں آئے۔ وہاں میرا قیام تھا' میں نے گاڑی سے اتر کر کہا "میں ابھی یہ ہوٹل چھوڑ دوں گا۔ اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کو میرا نام معلوم ہے۔ وہ میرے ذریعے فرہاد صاحب تک پہنچنے کے لئے مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"تم کہاں جاؤ گے؟"

"آپ فکر نہ کریں۔ میں کہیں بھی اپنے لئے جگہ بنالوں گا۔"

"ٹھیک ہے' مجھ سے رابطہ ضرور رکھنا۔"

میں نے مصافحہ کیا' وہ چلے گئے۔ میں ہوٹل کے کمرے میں آکر اپنا مختصر سا سامان سمیٹنے لگا۔ جو خیال خوانی کرنے والا دشمن میرا نام اختیار کرکے واردات کررہا تھا' وہ مجھے کسی وقت بھی اس ہوٹل میں گھیر سکتا تھا۔ اسے یہ تو معلوم تھا کہ میں ہی ارسلان بن کر رہتا ہوں لیکن یہ نہ معلوم کرسکا کہ وہ ارسلان پہلے آئی جی کی کوٹھی میں تھا اور اب ہوٹل ڈین میں ہے' ویسے وہ معلوم کرسکتا تھا۔

وہ مجھے چہرے سے نہیں پہچانتا تھا۔ صرف نام کا مسئلہ تھا۔ میں نے ارسلان کے نام کا شناختی کارڈ اپنے سفری بیگ میں چھپا دیا پھر دوسرا شناختی کارڈ نکالا۔ اس میں میرے موجودہ حلیے کی تصویر تھی' اس شناختی کارڈ کے مطابق میرا نام فخرزمان ہوگیا۔

میں جی ٹی روڈ پر آیا۔ پھر ایک درمیانے درجے کے ہوٹل امین میں ایک کمرا حاصل کیا۔ وہاں آرام سے ایک صوفے پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ یہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے خلاف کچھ زیادہ ہی تیزی دکھا رہا ہے۔ ایک بار مجھے قتل کرنے کے لئے کافور خان اور بہرام خان کو ذریعہ بنایا اور اب فرمونا آندروف کے ذریعے میری موت بننا چاہتا ہے۔

مجھے فرمونا کی سوچ نے بتایا تھا کہ وہ سرفراز کو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا یعنی اسے فرہاد سمجھ رہا ہے۔ اس لئے اس نے اپنی دانست میں دوسری بار مجھ پر حملہ کرایا تھا اور سرفراز کی شامت آگئی تھی۔

میں نے کئی بار اس سلسلے میں غور کیا تھا کہ وہ جان لمبوڈا کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے یا اس کا تعلق اسرائیل سے ہے کیونکہ دونوں ہی حکومتوں کو میرا پاکستان میں رہنا گراں گزر رہا تھا۔ اگر میں شکایت کرتا کہ انہوں نے ایک قاتل خیال خوانی کرنے والے کو میرے پیچھے لگا رکھا ہے تو وہ کبھی یہ الزام تسلیم نہ کرتے۔ یہی کہتے کہ یہ شرارت ماسک مین کی ہے۔

اب کہ میں بھی ماسک مین کے اکلوتے خیال خوانی کرنے والے ایوان راسکا پر شبہ کررہا تھا لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب میں فرمونا آندروف کو ایک روسی لڑکی سمجھ رہا تھا۔ اب اس کے

خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ خود مظلوم ہے۔ روسی' امریکی یا اسرائیلی نہیں ہے۔ اسے معمولہ بنایا گیا ہے اور وہ یہودی سے مسلمان بننے کی سزا پاتے ہوئے پاکستان پہنچی ہے۔

ان حالات کے پیش نظر عقل کہہ رہی تھی کہ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا ایوان راسکا نہیں ہے۔ میری ذات سے اس کی دشمنی بتا رہی تھی کہ وہ کوئی یہودی خیال خوانی کرنے والا ہے۔

میں اس معاملے پر غور کر رہا تھا' ایسے وقت لیلیٰ نے آکر کہا۔ "علی ہوا کی رفتار سے زیادہ فاسٹ ہے۔ وہ تمام گولڈن برینز کے دلوں اور دماغوں کو تسخیر کر چکا ہے۔ اسے بہت جلد ایک گولڈن برین ایڈگر کی جگہ دی جائے گی۔"

میں نے کہا "یہ خوش خبری اس کی سونیا مما کو سناؤ۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے علی کے پاس آکر کوڈورڈز ادا کئے پھر اسے شاندار کامیابی پر مبارک باد دی۔ اس وقت وہ اپنے سسر راجر موس سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے کہا "آدھے گھنٹے بعد آؤں گا۔ تم سے ضروری کام ہے۔"

میں علی کے پاس سے آیا تو لیلیٰ نے پھر آکر خوش خبری سنائی "مبارک ہو' آپ باپ بن رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا "یہ کیا مذاق ہے؟"

"مذاق نہیں حقیقت ہے۔ سسٹر سونیا کو یہ چوتھا مہینہ ہے۔"

میں نے حیرانی سے کہا "مگر لیلیٰ! میرا خون کسی قدر زہریلا ہے' میں باپ نہیں بن سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ تم آج تک ماں نہ بن سکیں۔ پھر سونیا کیسے بن رہی ہے؟"

"یہ خدا کی قدرت ہے اور سسٹر کی ذہانت ہے۔ سسٹر نے ثابت کر دیا ہے کہ جو ذہانت سے کوشش کرتا ہے خدا اس کے مقصد میں اسے کامیاب کرتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں' سونیا نے کس طرح کی کوشش کی ہے؟"

"زہریلی ماریا کئی برسوں سے سسٹر سونیا کے ساتھ رہتی رہی اور مختلف ترتیبیں حاصل کرتی رہی لیکن تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ صرف ماریا نے سسٹر کی صلاحیتیں حاصل نہیں کیں۔ سسٹر بھی ماریا کے زہر کی عادی بنتی رہی ہیں۔ یہ عمل کئی برسوں تک جاری رہا۔ آج وہ آپ کے مقابلے میں زہریلی بن کر آپ کے بچے کی ماں بننے والی ہیں۔"

آخری فقرہ ادا کرتے وقت لیلیٰ کی آواز جیسے آنسوؤں سے بھر آئی۔ میں نے کہا "میں تمہارے دکھ کو سمجھ رہا ہوں۔ شادی کے بعد عورت ماں بننے کے انتظار میں رہتی ہے۔ تمہارا انتظار کبھی ختم نہیں ہوگا۔ تم میرے بچوں کی ماں نہیں بن سکو گی۔"

وہ بولی "مجھ میں سسٹر جیسا حوصلہ نہیں ہے۔ میں زہر کی ننھی سی بوند کا عشر عشیر بھی برداشت نہیں کر سکوں گی۔ سسٹر کو یقین تھا کہ وہ زہر کو شکست دے دیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ یہی کوشش میں کروں گی تو یہ سراسر خودکشی ہوگی۔"

"جو بات تمہارے لئے انہونی ہے اس کے لئے غم نہ کرو۔"

"میں اس پر راضی ہوں جو خدا کو منظور ہے۔ آپ کو ابھی سسٹر کے پاس جانا چاہئے۔ میں پھر آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے سونیا کے پاس آکر کوڈورڈز ادا کئے۔ وہ بابا فرید واسطی مرحوم کے حجرے میں فرش پر دوزانو بیٹھی ہوئی تھی۔ ابھی عبادت سے فارغ ہوئی تھی۔ میرے آتے ہی وہ سر جھکا کر شرمانے اور مسکرانے لگی۔ میں نے کہا "مجھے یقین نہیں آرہا ہے سونیا!"

وہ کچھ نہ بولی "میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ لیلیٰ نے درست کہا تھا کہ وہ ماریا کے ذریعے اس حد تک زہریلی ہو گئی تھی کہ اب میرے بچے کی ماں بننے والی تھی۔

اور مجھے یہ بات آج معلوم ہوئی کہ بابا فرید واسطی مرحوم نے اپنی زندگی میں پیش گوئی کر دی تھی کہ اس کا بے وفا محبوب اسے جیون ساتھی کے طور پر ملے گا۔ اور میں اسے حاصل ہو چکا تھا۔

یہ بھی انہوں نے فرمایا تھا کہ سونیا دوبار حجرے میں آئے گی ایک بار چھ ماہ کے لئے جب وہ ماں بنے گی۔ دوسری بار چھ دن کے لئے جب وہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں ختم کر رہی ہوگی۔

سونیا ایک ایسا زندہ جاوید کردار ہے کہ اس کی موت کا تصور کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا لیکن موت برحق ہے۔ ایک دن سب کو فنا ہونا ہے' وہ بھی ہو جائے گی۔

فی الحال یہ خوشی کا مقام تھا کہ اس کی گود بھرنے والی ہے۔ جب میں نے خیالات پڑھ لئے تو وہ بولی "میرے بابا نے کہا تھا' چھ ماہ تک کوئی اس حجرے میں نہیں آئے گا۔ کوئی مجھ سے باتیں نہیں کرے گا۔ صرف تم علی الصباح بلاناغہ میرے پاس آیا کرو گے۔ مجھے فجر کی اذان سنایا کرو گے۔ یہ اذانیں تمہاری خیال خوانی سے میرے دماغ کے ذریعے اس ننھے سے وجود تک پہنچتی رہا کریں گی۔ یہ اس کی روحانی خوراک ہوگی۔"

"میں آؤں گا۔ ہر صبح بلاناغہ آتا رہوں گا۔ بابا صاحب کی کچھ اور پیش گوئیاں سناؤ۔"

"وقت سے پہلے کچھ سننے اور کہنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں مجبور ہوں۔ تمہارے لئے بابا صاحب کا اتنا ہی حکم تھا کہ فجر کے وقت آؤ گے' اذان سنا کر ایک باپ کا فرض ادا کرو گے۔ پھر میں وضو کر کے نماز کے لئے کھڑی ہو جاؤں تو تم چلے جاؤ گے۔ بس اتنی ہی مختصر سی ملاقات کی اجازت ہے' پلیز اب چلے جاؤ۔"

میں اپنی جگہ۔ دماغی طور پر واپس آگیا۔ ہوٹل کے کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ میں دشمن خیال خوانی کرنے والے کی چالوں سے بچنے کے لئے اس معمولی سے ہوٹل میں آیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ اسرائیلی اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹٹولتے ہوئے اس شخص تک پہنچ جاؤں گا جو فرمونا کے ذریعے مجھے پھانسنے اور قتل کرنے کی دوبار ناکام کوششیں کر چکا ہے۔

اب اس کی جڑوں تک پہنچنا لازمی ہو گیا تھا۔ ورنہ تیسری بار وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ اس کے لئے میں پھر ایک بار علی تیمور کے پاس آیا۔ میں اور میرے ساتھی خیال خوانی کے وقت محتاط رہتے تھے۔ کسی کے دماغ میں پہنچتے ہی اسے مخاطب نہیں کرتے تھے جب وہ سانس روکنے لگتا تو ہم کوڈورڈز ادا کرتے تھے۔

علی کے دماغ میں پہنچ کر میں نے انتظار کیا۔ چند سیکنڈ میں معلوم ہو گیا کہ الپا اس کے دماغ میں ہے۔ اسی لئے بیٹے نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ کہہ رہی تھی "کارمن! (علی) تم مجھے دماغ میں آنے سے کیوں روکتے ہو۔ کیا مجھ سے بیزاری ظاہر کرتے ہو؟"

اس نے کہا "میں سانس روک رہا ہوں۔ فون پر باتیں کرو تمہاری باتوں کا جواب دوں گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ الپا کے ساتھ میں بھی اس کے دماغ سے نکل گیا۔ پھر واپس جا کر کوڈورڈز ادا کئے۔ اس کے بعد کہا۔ "ابھی آیا تھا' الپا تم سے باتیں کر رہی تھی۔ اس سے فون پر مختصر گفتگو کرو۔ میں پانچ منٹ بعد آؤں گا۔"

"پاپا! آپ نہ جائیں۔ میں اس سے باتیں کروں گا۔ آپ میرے خیالات پڑھ کر گولڈن برینز کے متعلق تازہ ترین معلومات حاصل کرتے رہیں۔"

فون کی گھنٹی سن کر اُس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے الپا کی آواز سنائی دی۔ علی نے کہا "میں تم سے بیزار نہیں ہوں' تمہاری آمد پر خوش ہوتا ہوں۔ کیونکہ تم ہمارے ملک کا سرمایہ ہو محب وطن خیال خوانی کرنے والی ہو لیکن میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بے چین ہو جاتا ہوں۔ میں اپنے مزاج پر گراں گزرنے والی کوئی بات برداشت نہیں کر سکتا۔"

"چلو یہی کیا کم ہے کہ فون پر برداشت کر رہے ہو۔"

"الپا! اب کام کی بات کرو۔"

"مشینیں بھی ہر وقت کام نہیں کرتیں۔ ہمیں بھی کبھی کبھی دوستی اور محبت کی باتیں کرنی چاہئیں۔"

"کسی کی مثال دو تو اس پر عمل بھی کیا کرو۔ مشینیں بے شک ہر وقت کام نہیں کرتیں اور جب کام نہیں کرتیں تو خاموش رہتی ہیں۔"

"یعنی مجھے خاموش رہنے کا مشورہ دے رہے ہو؟"

"کوئی ضروری نہیں کہ مشورہ پر عمل کرو۔ البتہ مجھے خاموش رہنے دو۔"

"یوں کترانے کی وجہ کیا ہے؟"

"مجھ سے پوچھ رہی ہو جب کہ یہ سمجھتی ہو کہ اپنے ملک کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کی طرح تم بھی روپوش رہتی ہو۔ اگر مجھ میں دلچسپی لوگی' مجھ سے ملو گی اور ظاہر ہو جاؤ گی تو کوئی دشمن میرے ذریعے تمہیں ٹریپ کرے گا۔"

"میں سوچ سمجھ کر تمہاری طرف بڑھ رہی ہوں۔ تم یوگا کے ماہر ہو۔ دلیر اور فولادی ہو۔ آج کل میں گولڈن برین کا عہدہ حاصل کرنے والے ہو۔ میں آزادی سے کسی روک ٹوک کے بغیر تم سے مل سکوں گی۔"

"کس تعلق سے ملو گی؟"

"ہمارا تعلق محبت سے شروع ہوگا۔"

"وہ تو شروع ہو چکا ہے۔ میں پامیلا کو دل و جان سے چاہتا ہوں اس کے پیار بھرے اعتماد کو دھوکا نہیں دوں گا۔"

"تم نے مجھے دیکھا نہیں ہے۔ دیکھو گے تو ایسی باتیں کرنا بھول جاؤ گے۔"

"جو عورت اچھی باتیں بھلا دے اس کی طرف دیکھنا ہی نہیں چاہئے۔"

"کیوں مجھے تنگ کر رہے ہو؟"

"میں صاف اور سیدھی بات کرتا ہوں۔ پامیلا کا حق تمہیں نہیں دوں گا مگر ہاں تمام عمر تم سے دوستی کرتا رہوں گا۔"

"چلو دوستی ہی سہی۔ سنا ہے محبت سے دوستی بڑھتی ہے اور دوستی سے محبت پیدا ہوتی جاتی ہے۔"

"ہماری دوستی سے وطن کی محبت اور فرائض کی ادائیگی میں استحکام پیدا ہوگا۔"

"تم بات کو گھمانا خوب جانتے ہو۔"

"الپا! ابھی تک تم نے کام کی بات نہیں کی ہے۔"

"کچھ ایسی اہم باتیں ہیں جو فون پر نہیں کی جا سکتیں۔"

"کیا دماغ میں آکر کہنا چاہتی ہو؟"

"دماغ میں آنے سے تم بے چینی اور ناگواری محسوس کرتے ہو۔"

"سمجھ گیا۔ ملاقات کرنا چاہتی ہو۔"

"دل سے نہیں بلاؤ گے تو ملاقات کا خاک مزہ آئے گا۔"

"فرائض کی ادائیگی کے لئے تمہیں دل سے بلا رہا ہوں۔ بتاؤ کہاں ملاقات ہوگی؟"

"شیرٹن کے ڈائننگ ہال میں۔"

"میں تمہیں کیسے پہچانوں گا؟"

"میں پہچان لوں گی۔"

"کس وقت؟"

"ٹھیک رات کے نو بجے آؤں گی۔"

"اوکے۔ سو فار۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس دوران میں علی کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ اس کے سسر راجر موس نے خود کو گولڈن برین کی حیثیت سے اس کے سامنے ظاہر کر دیا ہے اور یہ خبر سنائی ہے کہ ایڈگر سلومن کو حراست میں رکھا گیا ہے۔ چونکہ وہ

نادا نسگی میں جان لبوڈا کا معمول بن گیا تھا۔ اس لئے اسے غدار تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ اس کا برین واش کرکے اس کے دماغ سے جان لبوڈا کو بھگا دیا جائے گا۔ اس وقت تک کے لئے علی تیمور کو قائم مقام گولڈن برین بنایا جائے گا۔

یہ علی تیمور کے لئے آزمائشی مدت ہوگی۔ اس مدت میں وہ مزید ذہانت کا ثبوت دے گا تو ایڈگر سلومن کے واپس آنے کے بعد علی کو مستقل طور پر ساتواں گولڈین برین کا عہدہ دیا جائے گا۔

علی نے ریسیور رکھا تو میں نے کہا "بیٹے! تم سمجھ دار ہو۔ پھر بھی تمہیں سمجھاتا ہوں۔ الپا کسی خاص مقصد سے تمہاری ذات میں دلچسپی لے رہی ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں پاپا! ابھی اس کا توڑ کر رہا ہوں۔"

وہ اپنے کمرے میں تھا۔ وہاں سے اٹھ کر راجر موس کے کمرے کے سامنے آیا' دروازے پر دستک دی' اندر سے آواز آئی۔ "کم اِن۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ راجر موس نے کہا "مائی سن! میں نے تمہیں آرام کرنے کو کہا تھا۔ مگر تم پھر کسی کام سے آئے ہو۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "کام بہت ضروری تھا سر!"

"تم مجھے سر کہہ رہے ہو؟ میں گھر میں تمہارا فادر اِن لا ہوں' مجھے ہمیشہ کی طرح انکل کہو۔"

"بے شک آپ میرے انکل ہیں لیکن سرکاری فرائض ادا کرتے وقت آپ کو سر کہہ کر مخاطب کروں گا۔"

"ابھی کون سا سرکاری فرض ادا کرنے آئے ہو؟"

"سر! الپا میری ذات میں دلچسپی لے رہی ہے۔ آج رات نو بجے شیرٹن کے ڈائننگ ہال میں مجھ سے ملنے آئے گی۔"

راجر موس نے کہا "تعجب ہے' الپا ایسی غیر ذمے دار تو نہیں ہے۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں کہ عشق نے اسے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رکھا ہے۔ کوئی دشمن اسے میرے ساتھ دیکھ سکتا ہے۔ یا کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا مجھے کسی طرح دماغی طور پر کمزور بنا کر الپا کی شہ رگ تک پہنچ سکتا ہے۔"

"درست کہتے ہو۔ کیا اس نے خیال خوانی کے ذریعے تم سے ملنے کا وعدہ کیا ہے؟"

"تو سر! یہ اس کی دوسری حماقت ہے کہ اس نے فون پر ملاقات کی جگہ اور وقت کا تعین کیا ہے۔ فون پر ہونے والی گفتگو کوئی دوسرا بھی سن سکتا ہے۔"

"میں ابھی الپا سے وضاحت طلب کروں گا۔"

"اگر وہ سنجیدگی سے مجھے چاہتی ہے تو میری شکایت کو اپنی توہین سمجھے گی۔ اسے محبت کا جواب میری محبت سے نہیں ملے گا تو وہ مخالفانہ رویہ اختیار کر سکتی ہے۔ دوسرے تمام گولڈن برنیز کو مجھ سے بدظن کر سکتی ہے۔"

"ہاں' یہ ممکن ہے۔ مجھے یہ سن کر حیرانی ہو رہی ہے کہ وہ تم سے عشق کرکے عقل کھو رہی ہے۔ ہم اپنے خیال خوانی کرنے والوں میں جے مورگن اور الپا کو سب سے زیادہ ذہین اور قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں الپا کا محاسبہ کروں گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ علی کو اپنے ساتھ لے کر ایک اسٹور روم میں پہنچا پھر بولا "آج میں تمہیں اپنا خفیہ کمرا دکھاؤں گا۔ یہ تمہارے سامنے محض ایک پرانے ڈیزائن کی الماری ہے لیکن اس الماری کے اندر سے ایک چور راستہ میرے خفیہ کمرے کی طرف جاتا ہے۔"

وہ علی کو خفیہ راستے کی ایک ایک تفصیل بتاتے ہوئے اس کمرے میں آیا جہاں ہم پہلے ہی اس کی بیوی کو معمولہ بنا کر خیال خوانی کے ذریعے پہنچ گئے تھے۔ اس نے ٹیلی کمپیوٹر کے ذریعے گولڈن برین میجریا روڈلے سے رابطہ کیا پھر کمپیوٹر تحریر کے ذریعے کہا "تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ الپا عشق و محبت کے موڈ میں ہے۔ مسٹر کارمن ہیرالڈ سے عشق کر رہی ہے۔"

میجریا روڈلے نے کہا "معلوم ہوتا ہے یہ معاملہ سرکاری نہیں ذاتی ہے۔ تمہیں یہ شکایت ہے کہ الپا تمہارے داماد کو تمہاری بیٹی سے چھین لینا چاہتی ہے۔"

"میجر! اس کمپیوٹر کے ذریعے میری گفتگو صرف سرکاری ہوتی ہے۔ اگر ذاتی ہوتی تو میں کارمن کو اپنا داماد کہہ کر بیٹی کے سماگ کا واسطہ دے کر الپا کے خلاف شکایت کرتا۔"

"سوری نمبرون! میں بات سمجھ گیا۔ الپا کارمن سے یا کسی سے بھی عشق کرے گی تو اس کا محبوب اس کی ذاتی مصروفیات میں دلچسپی لے گا اس طرح اسے ہماری مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔"

"صرف یہی نہیں۔ یہ بھی اندیشہ ہے کہ الپا کے محبوب کے ذریعے کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارا سراغ لگا سکتا ہے۔ آج رات نو بجے الپا شیرٹن ہوٹل میں کارمن سے ملاقات کرے گی۔ کیا الپا کو اس طرح پبلک پلیس میں جانا چاہئے؟"

"ہرگز نہیں۔ کیا یہ باتیں تمہارے داماد کارمن نے بتائی ہیں؟"

"ہاں اسے بھی یہ تشویش ہے کہ الپا عشق میں اندھی ہو کر پبلک پلیس میں آئے گی تو کوئی دشمن اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"نمبرون! تمہارا داماد ایک مستقل مزاج اور اصول پسند شخص ہے۔ میرے حکم کے مطابق الپا اسے آزماری ہے۔ ہم نے کارمن کو مختلف پہلوؤں سے آزما کر اسے ذہین اور دلیر تسلیم کیا ہے۔ اب ہم اسے رومانی اور جنسی پہلو سے بھی آزمانا چاہتے ہیں۔ اسی لئے الپا نے اسے ہوٹل میں بلایا ہے۔"

"میجر! تم کسی دوسری حسینہ سے بھی کارمن کو آزمانے کا کام لے سکتے تھے؟"

"کسی دوسری میں اور الپا میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ کوئی بھی شخص اس سے صرف جنسی معاملے ہی میں نہیں ٹیلی پیتھی کے معاملے میں بھی دلچسپی لے گا۔"

"تم الپا کی طرف سے بھی غور کرو۔ اگر وہ سچ مچ سنجیدگی سے کارمن پر عاشق ہو جائے گی تو کیا ہوگا؟"

"نمبرون! اسے سچ مچ عاشق ہونے دو۔ اس میں ہمارا فائدہ ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ میری بیٹی پامیلا پر سوکن لانے کی بات کر رہے ہو؟"

"نمبرون! یہ تمہارا ہی حکم ہے کہ اپنے ذاتی معاملات کو سرکاری معاملات پر قربان کر دیا کرو۔ الپا کے سلسلے میں سرکاری معاملہ یہ ہے کہ وہ ہمارے نئے گولڈن برین کارمن (علی) کی دوست بن کر رہے گی تو پھر کوئی دشمن اسے دوست بن کر نہیں پھنسائے گا۔ جیسا کہ ماضی میں پارس نے اسے پھنسایا تھا۔"

"تم درست کہہ رہے ہو لیکن میں کارمن کو ایک عرصے سے جانتا ہوں' وہ انتہائی شریف نوجوان ہے۔ ہوس پرستی سے دور رہتا ہے۔ اسے اس دلدل میں لانا مناسب نہیں ہے۔"

"الپا کے جذبات کو لگام دینے اور اس محبِ وطن ٹیلی پیتھی جاننے والی کو کسی غیر کی جھولی میں جانے سے روکنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ اگر تمہیں اعتراض ہے تو یہ مسئلہ تمام گولڈن برنیز کے سامنے پیش کیا جائے گا۔"

"نہیں میجر! میں سرکاری معاملات پر اعتراض نہیں کروں گا۔ خواہ اعتراض نہ کرنے سے میری جان جائے یا میری بیٹی کا دل ٹوٹتا رہے۔ دیٹس آل۔"

راجر موس نے رابطہ ختم کر دیا۔ علی اس کے پاس بیٹھا اسکرین پر وہ تحریری گفتگو پڑھتا رہا تھا۔ گفتگو کا آخری حصہ ایسا تھا کہ وہ سسر اور داماد ایک دوسرے سے نظریں نہیں ملا رہے تھے۔

میں نے علی سے کہا "راجر موس تمہیں گولڈن برین کے عہدہ پر پہنچا کر اب پچھتا رہا ہے۔ الپا اس کی بیٹی کا آدھا حق حاصل کرے گی۔"

"پاپا! آپ میرے مزاج سے واقف ہیں۔ یہ میرے لئے بھی ایک مسئلہ ہے۔ میں الپا یا کسی بھی دوسری لڑکی سے دلچسپی لینا نہیں چاہتا۔"

"انسان کے نہ چاہنے کے باوجود حالات اسے چاہنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ کبھی تم پامیلا سے شادی کرکے اسے دھوکا نہیں دینا چاہتے تھے مگر اب اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہے ہو۔"

میں کہتے کہتے رک گیا۔ راجر موس نے سر اٹھا کر علی سے کہا۔ "پامیلا میری ایک ہی اولاد ہے۔ میں اسے جان سے زیادہ چاہتا ہوں جب اسے معلوم ہوگا کہ تم کسی دوسری سے ملتے ہو تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔"

"انکل! مجھے پامیلا کی زندگی عزیز ہے۔ میں گولڈن برین کا عہدہ قبول نہیں کروں گا۔"

"عہدہ قبول نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ دراصل الپا ایک مسئلہ ہے۔ وہ جوان اور حسین ہے۔ ہمیں یہ اندیشہ رہتا ہے کہ پارس کی طرح پھر کوئی دشمن اسے عشق کے جال میں نہ پھانس لے۔ وہ تمہاری محبوبہ بن کر رہے گی تو ہم تمام گولڈن برنیز مطمئن رہیں گے۔"

"یعنی آپ بھی یہی چاہتے ہیں کہ میں یہ کڑوا گھونٹ پی لوں؟"

"میں فرض کی ادائیگی کے لئے یہی چاہتا ہوں۔"

وہ دونوں خفیہ کمرے سے باہر آ گئے۔ پامیلا اپنے کمرے میں سوگوار بیٹھی ہوئی تھی۔ اپنی ماں کی موت کا صدمہ برداشت کر رہی تھی۔ علی نے کہا "پاپا! یہ پچھلی رات سے جاگ رہی ہے' آپ اسے سلا دیں۔"

میں پامیلا کے دماغ میں آیا' اسے بستر پر لے گیا۔ وہ سونا نہیں چاہتی تھی۔ خوب رونا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی آنکھیں بند کر دیں پھر خیال خوانی کے ذریعے اسے گہری نیند میں پہنچا دیا۔

میں نے علی کے پاس آکر فرمونا آندروف اور اجنبی خیال خوانی کرنے والے کے متعلق تفصیل سے واقعات بتائے پھر کہا۔ "مجھے شبہ ہے کہ وہ اجنبی یہاں کے یہودی خیال خوانی کرنے والوں میں سے کوئی ہے۔"

اس نے کہا "الپا اور جے مورگن انتہائی وفادار اور ذمے دار خیال خوانی کرنے والے افراد ہیں۔ یہ دونوں صرف ملکی معاملات میں گولڈن برنیز کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیری ہوگن ہے۔ اس پر شبہ کیا جا سکتا ہے کہ یہودیوں نے اسے آپ کے پیچھے لگا دیا ہے۔ چوتھا ٹیلی پیتھی جاننے والا جنرل پارکن قیدی کی زندگی گزار رہا ہے۔ شاید اس کا برین واش کیا گیا ہے۔"

میں نے کہا "الپا' جے مورگن اور ہیری ہوگن شاید گولڈن برین میجریا روڈلے کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ اس لئے نمبرون گولڈن برین راجر موس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ الپا میجریا روڈلے کے حکم پر تم سے دوستی کر رہی ہے۔"

"جی ہاں۔ یہ خیال خوانی کرنے والے میجریا روڈلے کے ماتحت ہیں اور شاید میجر نے ہی ہیری ہوگن کو آپ کے پیچھے لگایا ہے۔ مجھے کسی طرح میجریا ہیری ہوگن کو کمزور بنانا ہوگا۔ اس مقصد کے لئے ان کا پتا ٹھکانا معلوم کرنا ضروری ہے۔"

"تم اس سلسلے میں کوشش کرو۔ میں امریکی خیال خوانی کرنے والوں کو ٹٹولنے جا رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ جان لبوڈا نے اپنے کسی ماتحت کو میرے پیچھے لگا دیا ہو۔ میں پھر آؤں گا۔"

اس سے رخصت ہو کر میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اسرائیل

میں علی تیمور تھا جس کے ذریعے میں دشمن خیال خوانی کرنے والے کو بے نقاب کرنا چاہتا تھا۔ امریکا میں سونیا ثانی تھی' جو ہمارے تنویمی عمل کے باعث خود کو بھولی ہوئی تھی اور اپنے آپ کو سلوانہ کے نام سے پہچانتی تھی۔

وہ جان لبوڈا کی سرپرستی میں ملٹری ہیڈ کوارٹر کے ایک ٹریننگ سینٹر میں پہنچائی گئی تھی۔ سپرماسٹر اور جان لبوڈا کا ارادہ تھا کہ ایک دن اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم دیا جائے گا۔

سلوانہ عرف سونیا ثانی نے ابتدا ہی سے اپنے کارناموں کے ذریعے جان لبوڈا وغیرہ کو بہت زیادہ متاثر کیا تھا۔ وہ بچپن سے سونیا کے سائے میں رہ کر زبردست ٹریننگ حاصل کر چکی تھی۔ تقریباً دوسری سونیا بن گئی تھی اس لئے اسے سونیا ثانی کہا جاتا تھا۔

جب اس نے ملٹری ٹریننگ سینٹر میں بھی سو فی صد مارکس حاصل کر کے تربیت دینے والے ٹرینرز کو حیران کیا تو یہ فیصلہ کرلیا گیا کہ پندرہ دنوں تک اسے میڈیکل اوبزرویشن میں رکھنے کے بعد ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔

میں ثانی کے دماغ میں جاکر چپ چاپ یہ خیالات پڑھ رہا تھا اور یہ انکشاف ہو رہا تھا کہ ایک ٹرانسفارمر مشین سپرماسٹر کے پاس موجود ہے۔ یا دوبارہ تیار کی گئی ہے اور پندرہ دن بعد ثانی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والی ہے۔

میں نے سلمان کو مخاطب کر کے اسے سونیا ثانی کے متعلق بتایا۔ اس نے خوش ہو کر کہا "یہ میرے لئے بہت بڑی خوش خبری ہے۔ ہماری ٹیم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کا اضافہ ہونے والا ہے۔"

میں نے کہا "آج سے تمہاری اور سلطانہ کی یہ ڈیوٹی ہے کہ باری باری ثانی کے پاس موجود رہو گے۔ آج سے پندرھویں دن یہ ضرور معلوم کرنا کہ اس کے دماغ میں جان لبوڈا وغیرہ کب تک موجود رہتے ہیں۔ ان کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر ثانی پر تنویمی عمل کرو اور اسے اپنی اصلی شخصیت یاد دلاؤ تاکہ وہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد ہماری ہی رہے۔ غفلت کرو گے تو وہ سلوانہ کی حیثیت سے ان کی ٹیلی پیتھی جاننے والی بن جائے گی۔"

میں تمام باتیں سمجھا کر پھر ثانی کے پاس آگیا۔ میں ثانی کے ذریعے کسی ایسے فرد کو پکڑنا چاہتا تھا جسے آلۂ کار بنا کر جان لبوڈا یا سپرماسٹر ہولی مین کے قریب رہ سکوں۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ لبوڈا کی ایک بیٹی بھی ٹریننگ سینٹر میں ہے اس کا نام کانووانا لبوڈا تھا۔

میں اپنی داستان میں کانووانا کا ذکر کر چکا ہوں۔ لبوڈا چاہتا تھا اس کی بیٹی بھی ٹریننگ کے نتیجے میں اے گریڈ حاصل کرکے اور ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرے۔ کانووانا ذہین تھی لیکن اے گریڈ حاصل کرنے والی ذہانت اس کے پاس نہیں تھی۔ وہ بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ جان لبوڈا نے سلوانہ (ثانی) سے کہا تھا "میری بیٹی کو گائیڈ کرو۔ اسے اپنے ساتھ رکھا کرو۔ تمہاری ذہانت سے یہ بہت کچھ سیکھ لے گی۔"

تب سے کانووانا اور سلوانہ آپس میں سہیلیاں بن گئی تھیں۔ جب ان کے درمیان بے تکلفی بڑھنے لگی تو ایک دن کانووانا نے اپنے دل کی بات بتائی کہ اسے ایک گورے امریکی جوان سے محبت ہوگئی ہے۔

سلوانہ نے پوچھا "کیا وہ بھی تمہیں چاہتا ہے؟"

"ہاں دجان سے چاہتا ہے۔"

"لیکن تم نیگرو ہو۔ کیا وہ تم سے شادی کرے گا اور کرے گا تو تمہارے سیاہ فام ہونے کا طعنہ نہیں دے گا۔"

"یہاں کالے اور گورے کا جھگڑا رہتا ہے اس کے باوجود بعض کالے گوری عورتوں سے اور گورے مرد کالی عورتوں سے شادیاں کرتے ہیں۔"

"کیا اس نے شادی کا وعدہ کیا ہے؟"

"ہاں' وہ میرے ڈیڈی کا احسان مند ہے۔ ڈیڈی نے اسے یہاں ٹریننگ سینٹر میں داخل کرایا تھا۔ وہ مجھ سے ایک سال سینئر تھا۔ اے گریڈ حاصل کرکے یہاں سے جا چکا ہے۔"

"یعنی ایک برس پہلے ٹرانسفارمر مشین سے گزر چکا ہے۔"

"شاید اس نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرلیا ہے۔ ڈیڈی راز کی باتیں اپنی اولاد کو بھی نہیں بتاتے ہیں۔"

ثانی نے کہا "میرا خیال ہے اس نے علم حاصل نہیں کیا ہے اگر کرتا تو تمہارے دماغ میں آکر تم سے ضرور باتیں کرتا۔"

"ہاں۔ میں اکثر سوچتی ہوں کہ اے گریڈ حاصل کرکے جانے کا مطلب یہی ہے کہ وہ ٹرانسفارمر مشین سے گزر چکا ہے۔ پھر مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کرتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے وہ تمہارے ڈیڈی کی طرح سخت اصول پسند ہو اور سپرماسٹر کے حکم کے مطابق غیر ضروری خیال خوانی سے پرہیز کرتا ہو اسی لئے تمہارے پاس نہ آتا ہو۔"

"کاش ایسا ہی ہو۔ وہ فرائض کی ادائیگی کے باعث مجھ سے رابطہ نہ رکھتا ہو۔ لیکن وہ مجھ سے محبت کرتا ہے' ایک دن ضرور میرے پاس آئے گا۔"

"تم نے اس کا نام نہیں بتایا۔"

"اس کا نام بین جیمن تھرہال ہے مختصر طور پر بی جی تھرہال کہلاتا ہے میں اسے صرف تھرہال کہتی ہوں۔"

یہ انکشاف ہوتے ہی میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ ثانی کے چور خیالات پڑھنے سے مشکل آسان ہوگئی تھی۔ اگرچہ میں نے تھرہال کا نام پہلے کبھی نہیں سنا تھا لیکن وہ ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد اچانک گم ہوگیا تھا۔ اپنی محبوبہ سے بھی رابطہ نہیں کر رہا تھا۔ کانووانا نے اپنے باپ لبوڈا کو اس سلسلے میں فکرمند نہیں پایا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ لبوڈا نے صرف مجھے قتل

کرانے کے لئے تھرہال کو چھپا کر رکھا ہے۔ ہماری دنیا میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں ان کی فہرست میں لبوڈا نے تھرہال کا نام نہیں آنے دیا۔ صرف اس لئے کہ میں محتاط نہ ہو جاؤں اور تھرہال کا نام معلوم ہوتے ہی اسے کہیں سے ڈھونڈ نہ نکالوں۔

ہزار راز داری کے باوجود میں نے اسے کسی حد تک تلاش کرلیا' صرف اس کا ٹھکانا معلوم کرنا رہ گیا تھا۔ میں نے علی سے کہا "دشمن خیال خوانی کرنے والے کا نام بی جی تھرہال ہے۔ جان لبوڈا سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔ تم اپنے معاملات پر توجہ دو۔"

میں فرمونا کے پاس آیا۔ وہ سرفراز خان کے ساتھ اس کے گھر آئی تھی۔ سرفراز خان کی ماں نے اس سے پوچھا "بیٹی! تمہاری اور ہماری تہذیب میں بڑا فرق ہے۔ کیا ہمارے ساتھ گزارہ کر سکو گی؟"

سرفراز نے ماں کی پشتو زبان کا ترجمہ کیا۔ فرمونا نے کہا "میں آپ کو ماں کہتی ہوں اور ساری دنیا کی ماؤں کی تہذیب ایک' اس کا دودھ ایک اور اس کی ممتا ایک ہوتی ہے۔"

پھر وہ سرفراز کے بازو کو تھام کر بولی "آپ کے بیٹے نے مجھے تحفظ دیا ہے اور ہر عورت اسی تہذیب سے محبت کرتی ہے جہاں اسے تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ ہاں! میں آپ کی زبان سیکھوں گی پھر آپ سے خوب باتیں کیا کروں گی۔"

اسی وقت تھرہال نے اس کے دماغ میں کہا "بہت خوش ہو رہی ہو' کیا مجھے چھوڑ کر یہاں گھر بساؤ گی؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "سرفراز! وہ پھر میرے اندر آکر بول رہا ہے۔"

سرفراز کے کچھ کہنے سے پہلے میں نے فرمونا کے دماغ میں کہا۔ "ہیلو تھرہال! ذرا جلدی یہ حساب کرلو کہ تمہاری سانسیں کتنی رہ گئی ہیں۔"

جواب میں خاموشی رہی۔ فرمونا نے پریشان ہو کر کہا "کوئی کسی تھرہال کو اپنی سانسوں کا حساب کرنے کو کہہ رہا ہے۔ پتا نہیں یہ میرے دماغ میں کیا ہو رہا ہے۔ میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

میں نے کہا "فرمونا! حوصلے سے کام لو۔ جو فرہاد تمہیں پریشان کر رہا ہے اس سے تمہیں جلد ہی نجات مل جائے گی۔"

سرفراز' فرمونا کی پیشانی کو دیکھ کر کہہ رہا تھا "تم کون ہو؟ کیوں میری فرمونا کے دماغ میں آکر پریشان کر رہے ہو؟"

میں نے کہا "فرمونا! اپنے محبوب سے کہہ دو۔ میں تمہارا مددگار ہوں۔ میرے آتے ہی فرہاد تمہارے دماغ سے بھاگ گیا۔ میں چاہوں تو ابھی اسے پکڑ سکتا ہوں لیکن مجھے چوہے بلی کا کھیل پسند ہے۔ میں اس چوہے کو دوڑا دوڑا کر ماروں گا۔"

یہ آخری فقرے میں نے تھرہال کو سنانے کے لئے کہے۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ خاموشی سے موجود ہے۔ یہ بہت بعد میں معلوم ہوا تھا کہ وہ اپنا نام سنتے ہی بھاگ گیا تھا۔ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر حیرانی اور پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ مجھے اس کا نام کیسے معلوم ہوگیا؟

میرے متعلق دشمن کہتے تھے کہ میں شیطان ہوں' اچانک کہیں سے آکر سر پر سوار ہو جاتا ہوں اور یہ خوش فہمی ختم کر دیتا ہوں کہ ان کے اہم اسرار تک نہیں پہنچ سکتا۔

وہ اندیشوں میں گھرا سوچ رہا تھا کہ میں کہیں بھی موت بن کر پہنچ سکتا ہوں۔ جب نام معلوم ہو چکا ہے تو ٹھکانا بھی معلوم ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ معلوم ہو چکا ہو۔ وہ یا اس کا خیال خوانی کرنے والا ساتھی دور ہی دور سے مجھے دیکھ رہا ہو۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جان لبوڈا کے پاس آکر کوڈورڈز ادا کئے پھر کہا "سر! مصیبت ہوگئی' فرہاد مجھے جانتا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیسے جانتا ہے؟"

"میں کیا بتاؤں سر! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے ذرائع کیا ہیں؟! اس کا شیطانی طریقۂ کار سمجھ میں نہیں آتا۔ ہم سمجھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور وہ شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے۔"

"یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ تمہیں جانتا ہے؟"

"میں تھوڑی دیر پہلے فرمونا کے پاس تھا۔ میرے بچھائے ہوئے جال کے مطابق فرہاد فرمونا کا دیوانہ ہوگیا ہے۔ سرفراز خان کے بھیس میں اُس سے دلچسپی لے رہا ہے۔ میں نے فرمونا کو دھمکی دی کہ وہ میرا ساتھ نہیں دے گی تو سرفراز خان کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکے گی' ایسے ہی وقت فرہاد نے فرمونا کے دماغ میں آکر مجھے نام لے کر مخاطب کیا' اس نے کہا' ہیلو تھرہال! ذرا جلدی یہ حساب کرلو کہ تمہاری سانسیں کتنی رہ گئی ہیں۔"

جان لبوڈا نے کہا "اس فقرے کے پیچھے یہ یقین چھپا ہوا ہے کہ اس کے ساتھی تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ تمہاری سانسوں کا رشتہ تم سے توڑ سکتے ہیں۔ وقت برباد نہ کرو۔ فوراً وہ رہائش گاہ چھوڑ دو۔ ٹھیک دس منٹ کے بعد نکلو۔ ہمارے جاسوس اپنی گاڑیوں میں تمہارے آس پاس رہیں گے۔"

"مجھے کہاں جانا چاہئے؟"

"فی الحال لمبی ڈرائیو کرتے رہو تاکہ ہم تمہارا تعاقب کرنے والوں کو ٹریپ کر سکیں۔"

وہ ایک دستی بیگ میں ضرورت کی چیزیں رکھنے لگا۔ ٹھیک دس منٹ کے بعد لبوڈا نے اس سے کہا "باہر جاؤ اور اپنی کار مسلسل ڈرائیو کرتے رہو۔"

وہ واشنگٹن میں تھا۔ اپنی کار میں بیٹھ کر مختلف سڑکوں سے گزرنا چاہتا تھا۔ لبوڈا نے کہا "شہر کی مصروف شاہراہوں پر تعاقب کرنے والے مشکل سے پہچانے جاتے ہیں۔ میامی کی شاہراہ پر چلو' اس ہائی وے پر فرہاد کے آدمی پہچانے جائیں گے۔"

وہ اس ہائی وے کی سمت جانے لگا۔ میں نے نائب سپرماسٹر کو مخاطب کرکے کہا "اپنے ماسٹر اور لبوڈا سے کہو فرہاد آیا ہے۔"

نائب نے مخصوص سگنل کے ذریعے سپرماسٹر ہولی مین اور جان لمبوڈا کو اطلاع دی۔ سپرماسٹر نے کمپیوٹر کے ذریعے مجھے ہیلو کہا' میں نے جواباً کہا "جان لمبوڈا میری آمد کو خوب سمجھ رہا ہے اور سپرماسٹر شاید تم بھی سمجھ رہے ہو۔"

سپرماسٹر نے کہا "وقت ضائع نہ کرو۔ پہیلیاں نہ بجھواؤ' اپنی آمد کا مقصد بیان کرو۔"

"وقت تو اب ضائع ہوتا رہے گا سپرماسٹر! تمہاری ایک ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنے کے بعد ہم نے سوچا تھا کہ اب تمہارے ملک کی طرف نہیں دیکھیں گے' تمہیں مزید کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے لیکن لمبوڈا نے تھرمال کو میرے لئے موت کا فرشتہ بنا کر بہت بڑی حماقت کی ہے۔"

"تمہیں غلط فہمی ہے۔ جان لمبوڈا کسی قاتل تھرمال سے واقف نہیں ہے۔"

"میں لمبوڈا کا جواب سننا چاہتا ہوں۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولنے لگا۔ نائب اسکرین کے سامنے بیٹھا وہ تحریر پڑھ رہا تھا اور میں نائب کے دماغ سے پڑھتا جا رہا تھا۔ لمبوڈا نے کہا "مسٹر فرہاد! ہم تم سے پیچھا چھڑا کرنا نہیں چاہتے۔ تم اپنی جگہ خوش رہو' ہم اپنے ملک میں سکون سے ہیں۔ اگر کوئی تھرمال نامی قاتل تمہاری نظروں میں آیا ہے تو اس کے متعلق ہمیں کچھ بتاؤ۔ ہم اسے سزا دیں گے۔"

میں نے پوچھا "کیا تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ میں تھرمال کو کس حد تک جانتا ہوں؟ کیا تم تھرمال کو دور بھگانے اور چھپانے کی کوشش نہیں کر رہے ہو؟"

یہ آخری فقرہ میں نے اندازے سے کہا۔ میرا خیال تھا جو فرمونا کے دماغ سے بھاگ گیا تھا وہ لمبوڈا کے پاس ضرور گیا ہوگا اور وہ اپنے خفیہ اور پُراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پناہ دینے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔

جان لمبوڈا میری اس بات پر بدحواس ہوگیا تھا کیونکہ تھرمال کو ہائی وے پر دوڑا رہا تھا' اس کی رہائش گاہ تبدیل کرا رہا تھا۔ لمبوڈا نے سنبھل کر کہا "جب تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم تھرمال کو جانتے ہو اور میں اسے کہیں چھپا رہا ہوں تو اس کے چھپنے سے پہلے اسے گولی کیوں نہیں مارتے؟"

"اسے گولی مارنے سے میرا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ میں اس کے ذریعے کہاں پہنچ رہا ہوں' جب یہ انکشاف ہوگا تو تمہارے اور سپرماسٹر کے ہوش اڑ جائیں گے۔"

سپرماسٹر نے کہا "ہمیں دھمکی نہ دو۔ دوستانہ طریقہ اختیار کرو۔ چند ماہ سے ہمارے درمیان صلح اور سکون تھا' تم پھر ہلچل پیدا کرنے کی کوشش کرنے آئے ہو۔"

میں نے کہا "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ چلو کوئی بات نہیں۔ میں تمہیں چور ثابت کرکے تھرمال کے ساتھ تم دونوں کو جہنم میں پہنچاؤں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کردیا۔ اب وہ دونوں تشویش میں مبتلا ہوگئے ہوں گے۔ یہ اندیشہ پیدا ہوگیا ہوگا کہ میں تھرمال کو ایک ذریعہ بنا کر ان دونوں کی خفیہ رہائش گاہوں تک پہنچ سکتا ہوں۔

آدمی اندیشوں میں گھر جائے تو تشویش میں مبتلا ہو کر پریشانی کے دوران کوئی غلطی کر بیٹھتا ہے' ان سے بھی اب غلطی سرزد ہونے والی تھی۔ اس کا علم مجھے بعد میں ہوا۔ جان لمبوڈا نے تھرمال کے پاس جا کر کہا "فرہاد کو ہماری ایک ایک حرکت کا علم ہے' وہ جانتا ہے کہ میں تمہیں کہیں چھپانے کے لئے دور لے جا رہا ہوں۔"

تھرمال نے کہا "یہ رپورٹ فرہاد کو وہ لوگ دے رہے ہوں گے جو اس وقت میرا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"بے شک وہ تمہارا تعاقب کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

ہائی وے پر کافی گاڑیاں آگے پیچھے دوڑ رہی تھیں' وہ سہمے ہوئے ذہن سے سوچ رہے تھے کہ ان میں سے کسی نہ کسی گاڑی میں فرہاد کے ساتھی یا آلۂ کار موجود ہیں۔

جان لمبوڈا نے کہا "گاڑی واپس موڑ لو۔ کنگسٹن اسٹریٹ کے دسویں بنگلے میں جاؤ۔ وہاں ایک بوڑھے میاں بیوی ہیں' وہ تمہیں ایک خفیہ دروازے سے تہ خانے میں پہنچائیں گے۔ وہاں تم میک اپ کے ذریعے اپنا حلیہ و لباس بدلو گے اور میری طرح سیاہ فام نیگرو بن کر سرنگ کے ذریعے آگے جاؤ گے پھر ایک دوسرے بنگلے میں پہنچ جاؤ گے۔"

اس نے گاڑی واپس موڑ لی تھی۔ وہ لمبوڈا کی ہدایت کے مطابق جا رہا تھا۔ لمبوڈا کہہ رہا تھا "میری بیٹی کانووا تمہیں یاد کرتی رہتی ہے۔ میں اسے بتاؤں گا کہ تم نیگرو کے روپ میں ہو۔ اور آج اس سے کہیں ملنے والے ہو۔"

یہ میرا برسوں کا تجربہ ہے۔ لوگ گھبراہٹ اور پریشانیوں میں غلطیاں ضرور کرتے ہیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تھرمال کبھی کانووا سے ملنے والا ہے لیکن آگے جا کر یہ سب کچھ معلوم ہونے والا تھا۔

○☆○

ایسے ڈیوڈ عرف ابوداؤد تنظیم "را" کا چیف اپنی کار میں بیٹھا دور حمیرا کی کوٹھی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ حمیرا پہلے ہی دن سے اس کے دل و دماغ پر چھا گئی تھی۔ وہ اتنے اہم اور ذمے دار عہدے پر فائز تھا کہ عیاشی کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا لیکن بعض اوقات سوچ اور سنجیدگی پر جذبات غالب آجاتے ہیں۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ حمیرا تک پہنچنے کے لئے گوشہ نشینی سے نکلنا پڑے گا۔ یا اسے اپنی خفیہ رہائش گاہ میں اغوا کرکے لانا ہوگا۔ دونوں ہی صورتوں میں بے نقاب ہونے کا اندیشہ تھا۔

کوئی حسینہ پسند آجائے تو وہ کسی تیسری جگہ اس کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ اس کے خاص ماتحت خفیہ طور سے اس کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ ایسے معاملات میں اس کا خاص رازدار جمشید رانا تھا۔

ابوداؤد نے کہا تھا کہ کبھی وہ مارا جائے یا بے نقاب ہوجائے تو فوراً ہی پاکستان چھوڑ کر چلا جائے گا پھر اس کی جگہ جمشید رانا سنبھال لے گا۔ جمشید خوش ہو کر اس کی جی حضوری میں لگا رہتا تھا اور حسین عورتوں کی دلالی کرتا رہتا تھا۔

اس بار ابوداؤد نے کہا "میں حمیرا کو اپنے خیالوں سے نکالنا چاہتا ہوں۔ مگر وہ نہیں نکلتی ہے۔ میں نے اسے نظرانداز کرنے کے لئے دوسری تیسری سے دل بہلایا لیکن یہ دل اُسی کے لئے مچل رہا ہے۔"

جمشید نے کہا "سر! حسین عورتوں کی کمی نہیں ہے۔ لیکن آپ دیکھتے آرہے ہیں کہ حمیرا دوسری لڑکیوں سے مختلف ہے' وہ کسی کو اپنے سائے کے قریب بھی آنے نہیں دیتی ہے۔"

"اس کی یہی ضد میرے لئے چیلنج بن گئی ہے۔"

"بے شک جس کی طلب ہو اور وہ حاصل نہ ہو تو طلب میں شدت اور دیوانگی پیدا ہوجاتی ہے۔ ایسی دیوانگی آپ کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"دیکھو جمشید! صرف حمیرا کی طرف سے اندیشہ ہے کہ وہ ہمیں پہچان لے گی تو اتفاقاً تنظیم کو نقصان پہنچائے گی۔ لہٰذا ایسی چال چلی جائے کہ وہ ہمیں پہچان نہ سکے۔"

"یعنی نقاب پوش بن کر اسے اغوا کیا جائے اور آپ نقاب میں رہ کر اُس کی تنہائی میں جائیں۔"

"ہاں' اسے اس کی کوٹھی میں ہی محصور رکھا جائے' یہ تاثر دیا جائے کہ اس کے تینوں باڈی گارڈز خرید لئے گئے ہیں۔ فون کا تار کاٹ دیا جائے۔ وہ اپنی کوٹھی سے باہر نہیں نکل سکے گی۔ اتنی احتیاط کے بعد بھی پہلے تم نقاب میں اس کے پاس جاؤ گے۔ میں کوٹھی سے ذرا دور حالات کا جائزہ لیتا رہوں گا۔ جب تم ٹرانسمیٹر کے ذریعے میدان صاف ہونے کا یقین دلاؤ گے تو میں کوٹھی کے اندر آؤں گا پھر اس حسینہ کی یہ قسم توڑ دوں گا۔ کہ وہ کسی مرد سے زیر نہیں ہوگی۔"

جو لوگ نہایت سنجیدگی اور دانائی سے اپنے کھیل کھیلتے رہتے ہیں' وہ عام طور سے حسن پرست ہوتے ہیں۔ ان کے ذہنی سکون اور تفریح کا ذریعہ عیاشی ہوا کرتی ہے۔ چونکہ عیاشی پردے میں ہوتی ہے اس لئے ان کی اصلیت کبھی بے پردہ نہیں ہوتی۔

منصوبے کے مطابق حمیرا کو کوٹھی میں محصور کردیا گیا تھا۔ اس کی بے بسی کا پورا یقین ہوگیا تھا۔ یہ اندیشہ نہیں رہا تھا کہ اس کا کوئی یا رومدگار ہو سکتا ہے۔ ابوداؤد کو یقین تھا کہ آج وہ جوانی کی بارود سے بھرے ہوئے بدن کو حاصل کرلے گا۔

وہ اپنی کار میں حمیرا کی کوٹھی سے ذرا دور انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ جمشید رانا اس کے سامنے کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوا تھا۔ وہ حفاظتی انتظامات کا جائزہ لینے گیا تھا۔ اس کے جانے کے چند سیکنڈ بعد کوئی دوسرا بھی اس احاطے میں داخل ہوا تھا۔ ابوداؤد نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے تینوں باڈی گارڈز سے رابطہ کرنا چاہا۔ کوٹھی کے چاروں طرف الرٹ رہنے والے باڈی گارڈز کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر سگنل کے جواب میں ان کی خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ موت کی خاموشیاں ہیں۔

پھر کوٹھی کے اندر سے جمشید رانا نے موبائل فون پر کہا۔ "راستہ صاف ہے' حمیرا یہاں اکیلی ہے۔ باہر ہمارے تینوں وفادار بہت ہوشیاری سے....."

ابوداؤد نے کہا "موت کے سامنے ہوشیاری کام نہیں آتی۔ باہر تینوں وفادار موت کی نیند سو گئے ہیں۔ تم باہر نکل کر دیکھو۔"

یہ کہہ کر وہ جمشید کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگا لیکن وہ کوٹھی سے نہیں نکلا۔ ابوداؤد کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہاں رخسانہ اور حماد (پارس) پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے جمشید کو بے نقاب کیا تھا۔ پھر وہ حماد کی پنگلی ماں پہنچ گئی تھی۔ اداس پاگل مگر محبِ وطن خاتون نے کوٹھی کے اندر ہونے والے ڈرامے کا دل ہلا دینے والا ڈراپ سین کیا تھا۔ اس المیہ ڈرامے کی روداد میں تفصیل سے پہلے ہی بیان کر چکا ہوں۔

ابوداؤد نے دو منٹ تک انتظار کیا۔ جب وہ کوٹھی کے باہر نہیں آیا تو سمجھ میں آگیا کہ کام بگڑ چکا ہے۔ دوسرا منٹ ختم ہونے سے پہلے ہی ایک گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ وہ گولی محبِ وطن خاتون نے جمشید کی پیشانی پر ماری تھی۔

ابوداؤد فائرنگ کی آواز سنتے ہی کار اسٹارٹ کرکے ذرا دور چلا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا' جمشید نے شاید کسی مجبوری سے فائر کیا ہے ابھی کسی خطرے سے نمٹ کر آجائے گا۔ لیکن وہ واپس نہیں آیا۔

دور جا کر رات کے سناٹے میں دوسری گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ وہ دوسری گولی خاتون نے اپنی پیشانی پر ماری تھی۔ کوٹھی کے اندر کیا ہو رہا ہے' یہ ابوداؤد کو معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ ادھر مردہ جمشید کی جیب سے فون سگنل کی آواز آرہی تھی۔ پارس وہاں رخسانہ اور حمیرا کے ساتھ موجود تھا۔ جمشید اور بوڑھی خاتون کی لاش کو دیکھ کر کہہ رہا تھا "حمیرا! یہ دونوں لاشیں تمہارے لئے مصیبت بن جائیں گی۔ پولیس تھانے اور عدالتوں کے چکر میں پڑ جاؤ گی۔"

حمیرا بھی پریشان ہو کر یہی سوچ رہی تھی۔ اسی وقت موبائل فون نے انہیں متوجہ کیا۔ پارس نے آگے بڑھ کر اُس کی جیب سے فون نکالا۔ پھر بٹن دبا کر جمشید کی آواز بناتے ہوئے اور کراہتے ہوئے بولا "مم۔ مجھے گولی لگ گئی۔ لیکن میں نے بھی دشمن کو ہلاک کردیا ہے' پلیز میرا انتظار کریں' میں آرہا ہوں۔ مجھے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

دوسری طرف سے داؤد نے کہا "طبی امداد کے لئے اپنی گاڑی میں سرجن یوسف شہابی کے پاس جاؤ۔ میں بعد میں رابطہ کروں

گا۔"

پارس نے جلدی سے کہا "ٹھہرئے' یہ حمیرا کا کیا کروں' میں نے اسے نشانے پر رکھا ہے۔"

داؤد ذرا سوچ میں پڑگیا۔ پارس نے اس کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا۔ یہ سارا جھگڑا حمیرا کے لئے ہوا تھا۔ اس جھگڑے میں اس کا حصول دشوار ہوگیا تھا اور اب آسانی ہی آسانی تھی۔ اس نے پوچھا "جمشید! رکاوٹ بننے کے لئے کون آیا تھا۔ تم نے کسے گولی ماری ہے؟"

پارس نے کہا "میرے سامنے اس کی لاش ہے میں اسے چہرے سے نہیں پہچانتا ہوں۔ میرے خیال سے یہ وہی طارق ہے جو صوفیہ کا محافظ بن کر رہتا تھا۔"

ابوداؤد نے کہا "جہاں گولیاں چل چکی ہیں وہاں میرا آنا مناسب نہیں ہے۔ تم بھی وہاں سے فوراً نکل جاؤ' حمیرا کو زندہ نہ چھوڑو' اسے گولی مار دو۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ اس دوران پارس فون پر بات کرتا ہوا چھپتا چھپاتا کوٹھی سے باہر آیا تھا اور دور تک نظریں دوڑا رہا تھا تاکہ اسے داؤد کی جگہ معلوم ہوجائے۔

کوٹھی کے احاطے کے باہر آتے ہی ابوداؤد نے رابطہ ختم کردیا تھا۔ رات کے سناٹے میں کار اسٹارٹ ہونے کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ پارس نے ادھر دوڑ لگائی۔ گاڑی کی پچھلی سرخ روشنی حرکت میں آگئی تھی پھر وہ روشنی آگے جانے لگی' رفتار بڑھ رہی تھی۔ پارس بھی پوری تیز رفتاری سے دوڑتا جارہا تھا۔ پھر اس نے چھلانگ لگائی اور سڑک پر اوندھے منہ گرتے ہوئے ایک فائر کیا۔ اس کے ساتھ ہی پچھلا ایک پہیہ دھماکے سے پھٹ گیا۔ تیزی سے جانے والی کار یکلخت گھوم گئی۔ پکی سڑک چھوڑ کے کچے ڈھلان پر نہر کی طرف جاتے ہوئے ایک درخت سے ٹکرا گئی۔

پارس سڑک پر سے اٹھ کر دوڑتا ہوا کار کے پاس آیا۔ اسٹیئرنگ سیٹ خالی تھی۔ ابوداؤد نہر میں چھلانگ لگا کر تیرتا ہوا دوسری طرف جارہا تھا۔ پارس نے بھی ریوالور کو جیب میں ٹھونس کر چھلانگ لگادی۔ تیرتے ہوئے اس کا تعاقب کرنے لگا۔

میں خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ پارس کی موجودگی میں مجھے مداخلت کا موقع نہیں ملا تھا۔ میں نے حمیرا کی سوچ میں کہا۔ "ہمیں یہاں سے فوراً جانا چاہئے۔ ورنہ پولیس والے مصیبت بن کر آجائیں گے۔"

حمیرا نے میری مرضی کے مطابق رخسانہ سے کہا "یہاں سے چلو۔"

رخسانہ نے کہا "رک جاؤ۔ حماد کو واپس آنے دو۔"

"حماد کے واپس آنے تک پولیس والے آجائیں گے۔"

"حمیرا! یہاں سے جانے کے باوجود تم پکڑی جاؤ گی کیونکہ کوٹھی کے اندر دو لاشیں اور باہر تین باڈی گارڈز کی لاشیں پڑی ہیں۔ تم بے گناہ ہو' یہ قتل تم نے نہیں کئے ہیں۔ اس لئے حوصلہ سے پولیس والوں کا انتظار کرو۔"

حمیرا تیزی سے چلتی ہوئی کوٹھی کے باہر آئی۔ رخسانہ پریشان ہوگئی۔ کوٹھی کی مالکن جارہی تھی' ایسے میں تمام قتل کے الزامات اس پر لگائے جاتے۔ وہ دوڑتی ہوئی اپنی کار کی طرف آئی۔ حمیرا اس وقت تک کار میں بیٹھ کر کوٹھی کے احاطے سے نکل گئی تھی۔ میں اسے آئی جی اکبر درانی کی کوٹھی قریب ہی تھی۔ میں نے حمیرا کو وہاں پہنچا کر کہا "آپ اس کا بیان سنیں اور قانونی تحفظ دیں۔ یہ لڑکی ہمارے لئے بہت اہم ہے۔ میں ابھی آؤں گا۔"

میں پارس کے پاس آیا۔ اس نے نہر میں تیرنے کے دوران ہی دشمن کو دبوچ لیا تھا۔ دونوں میں برابر کی جنگ جاری تھی۔ ابوداؤد چوگا کا ماہر اور اچھا فائٹر تھا۔ پارس کا ایک ہی فولادی ہاتھ کھا کر سمجھ گیا تھا کہ اس جنگ میں صرف بچاؤ کی کوشش کرنی چاہئے۔ ورنہ دوسرا ہاتھ برداشت نہیں کرپائے گا۔

اس نے لڑتے ہوئے پوچھا "جوان! تم کون ہو؟"

وہ خود کو چھڑا کر پانی میں ڈوبنا چاہتا تھا تاکہ پانی کے اندر ہی اندر چھپ کر نکل جائے۔ پارس نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر پانی کی سطح کے اوپر لاتے ہوئے کہا "میں تمہاری تنظیم کا حماد ہوں' کیا بھول گئے ہو ابوداؤد؟"

"نن.... نہیں۔ تم حماد نہیں ہو۔ وہ کبھی اتنا اچھا فائٹر نہیں رہا۔ تمہارے ہاتھ فولادی ہیں۔ مجھ سے سودا کرو۔ میں تمہیں مالا مال کردوں گا۔ ابھی ایک گھنٹے کے اندر ادائیگی کردوں گا۔"

"کیا ابھی مجھے ایک لاکھ روپے دے سکتے ہو؟"

"ایک لاکھ کچھ بھی نہیں ہیں' میں اس سے زیادہ دوں گا۔"

اس نے اسی طرح بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کنارے کی طرف لے جاتے ہوئے کہا "چلو۔ اگر تم نے دھوکا نہیں دیا اور مجھے رقم دی تو پھر تمہارے لئے بھی کام کروں گا۔"

وہ جھانسہ دے کر اسے کنارے پر لے آیا تاکہ مار پیٹ میں وقت ضائع نہ ہو۔ پھر کنارے پر آتے ہی اس نے ایک زوردار ہاتھ اس کے مُنہ پر رسید کیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ ایسا ہی لگا جیسے لوہے کی سلاخ مُنہ پر پڑی ہو۔ ناک اور مُنہ سے خون نکلنے لگا تھا۔ وہ گہری گہری سانس لے رہا تھا۔ پارس نے کہا "پاپا! شکار ہانپ رہا ہے' آپ کو دماغ میں آنے سے نہیں روک سکے گا۔"

میں ابوداؤد کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی سانس روکنے کی کوشش کی لیکن ہانپنے کی وجہ سے نہ روک سکا۔ میں نے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر اچھلا اور نہر کے کنارے گھاس پر گر کر تڑپنے لگا۔

پارس اسے میرے حوالے کرنے کے بعد بولا "پاپا!۔۔۔

آپ کوشش کریں کہ یہ حماد کی حیثیت سے مجھے بھول جائے' ورنہ مجھے حماد کے خول سے نکلنا ہوگا۔"

"اطمینان رکھو۔ یہ تمہیں بھول جائے گا۔"

پارس چلا گیا۔ ابوداؤد بزاجی دار تھا۔ زلزلے کے پہلے جھٹکے سے سنبھل گیا تھا۔ میں نے دوسرا بڑا جھٹکا پہنچایا تو وہ ذبح ہونے والے بکرے کی طرح حلق سے آوازیں نکالنے اور تڑپنے لگا۔ اس کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ میں اس کے خفیہ اڈوں اور اہم ماتحتوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔

پھر میں نے آئی جی کو وہ تمام اڈے اور بڑے بڑے شریف مجرموں کے نام اور پتے بتائے اور کہا "ابھی وہاں ریڈ نہ کریں۔ کسی کو گرفتار بھی نہ کریں۔ میں ان کے چیف کو آپ کے پاس لارہا ہوں۔"

جب تک میں یہاں آئی جی سے باتیں کرتا رہا' ادھر ابوداؤد سنبھلتا رہا۔ دماغ پھوڑا بن جائے تو تکلیف نہیں جاتی ویسے تکلیف کی شدت ختم ہوجاتی ہے' وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر نہر کے کنارے سے چلتا ہوا سڑک پر آگیا تھا۔

فائرنگ کی آوازوں نے اور کار کے حادثے نے سونے والے پڑوسیوں اور علاقے کے لوگوں کو جگادیا تھا۔ پولیس والے آگئے تھے۔ ایک پڑوسی کی نشاندہی پر حمیرا کی کوٹھی میں گئے تھے۔ کچھ کار کی طرف آئے تھے۔ ابوداؤد ان سے دور نہر کے دوسری طرف تھا' کسی سپاہی کے روکنے ٹوکنے سے پہلے ایک رکشا میں بیٹھ کر جارہا تھا۔

دماغ اس قدر کمزور ہوگیا تھا کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہا تھا۔ خود کو سمجھا رہا تھا کہ دماغی توانائی بحال ہوگئی ہے۔ کوئی دماغ میں نہیں آئے گا اگر وہ آئے تو میں محسوس کرلوں گا۔

اس نے رکشے والے کو ماڈل ٹاؤن چلنے کے لئے کہا تھا۔ وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ کی طرف جارہا تھا جو ہمارے لئے خفیہ نہیں رہی تھی۔ اس نے اپنی کوٹھی میں چند ہتھیاروں کے علاوہ کچھ ایسی دوائیں بھی رکھی تھیں جو ضرر رساں تھیں۔ دشمنوں کو خاموشی سے ہلاک کرسکتی تھیں یا انہیں اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرسکتی تھیں۔

میں اسے کوٹھی میں پہنچا کر وہ دوائیں کھلا کر اسے مزید کمزور بنا سکتا تھا لیکن اس کی موجودہ کمزوری بہت تھی۔ وہ میری مرضی کے مطابق اپنی خواب گاہ میں آکر بستر پر لیٹ گیا۔ اس کے بعد میں نے اسے تھپک تھپک کر سلادیا۔

اس کے ساتھ آدھے گھنٹے تک مصروفیت رہی۔ میں اس پر عمل کرتا رہا اور وہ میرا معمول بنتا رہا۔ میں نے آخر میں ہدایت دی کہ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد یہ بھول جائے گا کہ اس کے دماغ میں کوئی آیا تھا اور کسی نے دماغی اذیتیں پہنچائی تھیں۔ اسے اتنا یاد رہے گا کہ نہر میں کسی سے مقابلہ ہوا تھا اور وہ اُس سے جان چھڑا کر آگیا تھا۔ نہ کسی نے اس کا تعاقب کرکے اس کی رہائش گاہ دیکھی ہے اور نہ ہی کوئی اس کے دماغ میں آسکتا ہے۔ یہ بھی یاد نہیں رہے گا کہ اس نے وہاں حماد کو دیکھا تھا۔

میں اسے تنویمی نیند سلا کر آئی جی کے پاس آیا۔ اسے بتایا کہ میں نے اس پر تندیمی عمل کیا ہے۔ آئی جی نے پوچھا "کیا اسے قانون کے حوالے نہیں کروگے؟"

میں نے کہا "وہ بھارت کی ایک خطرناک تنظیم کا مقامی چیف ہے۔ ایک بہت بڑے عہدے پر ہے۔ میں اس کے اندر رہ کر اُس تنظیم کے اندر کی اہم باتیں معلوم کرتا رہوں گا۔ ہمیں ان غدار پاکستانی باشندوں کے چہرے نظر آئیں گے جو دولت حاصل کرنے اور امریکا کا گرین کارڈ حاصل کرنے کے لئے اپنے ہی ملک کو کمزور بنانے میں مصروف رہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے اس طرح تمام غیر ملکی جاسوسی بھی ہماری نظروں میں رہا کریں گے۔ میں نے حمیرا کی روداد سن لی ہے۔ اس سلسلے میں کیا چاہتے ہو؟"

"آپ اس کی رپورٹ درج کرادیں۔ عدالت سے اس کی ضمانت حاصل کرلیں۔ اور رسمی طور پر پانچوں افراد کے قتل کی تفتیش کراتے رہیں۔ حمیرا کو پہلے کی طرح آزادی سے زندگی گزارنے دیں۔ وہ ہمارے بہت کام آئے گی۔"

پھر میں نے پارس کے پاس آکر اسے ابوداؤد اور حمیرا کے متعلق بتایا۔ اس نے کہا "پاپا! یہ اچھا ہوا۔ آپ اس کے اندر رہ کر اس تنظیم کے چیف رہیں گے۔ ان کا جو تا ان کے مُنہ پر ماریں گے۔ ویسے آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

میں نے کہا "یہودیوں کی تنظیم موساد دہلی میں ہے' اس کے جاسوس وہاں سے یہاں آتے ہیں۔ بھارت اور اسرائیل ایک دوسرے کے گٹھ جوڑ سے ہماری قوم اور حکومت کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ میری پہلی کوشش یہی ہوگی کہ تم یہاں سے دہلی جاؤ گے اور موساد تنظیم کی جڑیں وہاں سے اکھاڑ پھینکو گے۔"

"را" تنظیم کے اہم افراد نے جمشید رانا کی موت کا بہت اثر لیا تھا۔ وہ ابوداؤد کا دستِ راست سمجھا جاتا تھا۔ ادھر پچھلے دو چار دنوں سے تنظیم کے ایسے ہی اہم افراد قتل ہورہے تھے یا حادثے کا شکار ہوگئے تھے۔ اب یہ خیال قائم ہورہا تھا کہ تنظیم کے اہم فرد شمشاد علی کو حادثہ پیش نہیں آیا تھا۔ بلکہ ٹیلی پیتھی نے اسے ہلاک کیا تھا۔ حمیرا کی کوٹھی میں بیگم شمشاد اور جمشید رانا کا قتل اور تین باڈی گارڈز کی لاشیں بھی یہی یقین دلارہی تھیں۔ اس لئے پاکستان میں اب زیادہ محتاط رہ کر کام کرنے کے سلسلے میں غور کیا جارہا تھا۔

دوسرے دن اس مقصد کے لئے ایک خفیہ اجلاس منعقد کیا

گیا تھا۔ بھارت کی "را" تنظیم کے ہیڈ کوارٹر سے دیش پانڈے نامی ہیڈ انچارج آیا تھا۔ اس ہیڈ انچارج دیش پانڈے کو بھی یہ خوف تھا کہ فرہاد کہیں اس کے دماغ میں بھی نہ پہنچ جائے۔ ابوداؤد نے کہا تھا "میں یوگا کا ماہر ہوں' فرہاد میرے قریب بھی نہیں آسکتا۔ تم میری رہائش گاہ میں رہو گے اور تنظیم کے لئے مرنے والوں کے سلسلے میں تفتیش کرو گے۔ پھر ہم فرہاد کے خلاف نئے منصوبوں پر عمل کریں گے۔"

اس تنظیم کے اعلیٰ عہدیداروں کو پورا یقین تھا کہ ابوداؤد کا دماغ میری خیال خوانی سے محفوظ ہے۔ اسی لئے دیش پانڈے نئے منصوبے بنانے چلا آیا تھا۔ اس نے تاکید کی تھی کہ تنظیم کے بھی کسی فرد کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کس دن کس فلائٹ سے لاہور پہنچ رہا ہے اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ کسی کے ہاں کھانا کھائے گا نہ پانی پیئے گا۔ ابوداؤد کا باورچی بھی یوگا کا ماہر تھا۔ اس پر بھروسا کیا جاتا تھا۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا باورچی کے دماغ میں نہ جا سکتا تھا اور نہ ہی اس کے ذریعے اعصابی کمزوری کی کوئی دوا اگلوا سکتا تھا۔

اس باورچی کو ٹریپ کرنا ضروری نہیں تھا۔ اس نے دیش پانڈے کے سامنے صحیح کھانا لا کر رکھا تھا۔ میں نے ابوداؤد کے ذریعے اس میں دوا ملادی جس کے نتیجے میں وہ کمزوری محسوس کرنے لگا۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر اسے اس کمزوری کا اظہار نہیں کرنے دیا۔ اس نے کھانے کے بعد میری مرضی کے مطابق ابوداؤد سے کہا "میں ذرا لیٹ کر سفر کی تھکن دور کرنا چاہتا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم شام کو اہم معاملات پر گفتگو کریں گے۔"

ابوداؤد اسے ایک بیڈ روم میں چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اسے بستر پر پہنچا کر اس کے یوگا کی بھی ایسی کی تیسی کر دی۔ اسے بھی اپنا معمول بنا لیا۔ یہ سب کچھ بظاہر آسان نظر آرہا تھا لیکن کوئی کام آسان نہیں ہوتا۔ اسے آسان بنایا جاتا ہے۔ ابوداؤد اور دیش پانڈے تک پہنچنے میں کئی مہینے لگ گئے۔ میں آیا تھا اپنے بہنوئی کے قاتل کو سزا دینے پھر ایک کے بعد ایک گرہ کھلتی گئی۔ ہمارے ملک میں یہودیوں کی منافع خوری' بھارت کی جاسوسی اور امریکا کی دوغلی پالیسی ظاہر ہوتی گئی اور میں الجھتے الجھتے اور معاملات سلجھاتے سلجھاتے آج "را" تنظیم کے دو خاص عہدیداروں تک پہنچا تھا۔

دیش پانڈے تخویبی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اعصابی کمزوری اور تخویبی عمل کو بھول گیا۔ شام کو ابوداؤد کے ساتھ گفتگو شروع کرتے ہوئے بولا "حمیرا کی کوٹھی میں جو کچھ ہوا اس سے صاف ظاہر ہے کہ فرہاد اس لڑکی کے دماغ میں رہتا ہے۔"

ابوداؤد نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ خود حمیرا کا دیوانہ ہو کر اس کوٹھی میں جانے والا تھا اور اسے آنے والی موت جمشید رانا کو آگئی تھی۔ اس نے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا "جی ہاں۔ یہ جمشید کی حماقت تھی۔ اگر وہ اپنی دیوانگی مجھے بتا دیتا تو میں اسے حمیرا کے حصول سے باز رکھتا اور یہ تو میں اپنے خاص ماتحتوں کو سختی سے کہتا رہتا ہوں کہ کبھی کسی عورت کے چکر میں نہ پڑو لیکن افسوس دیوانے کبھی دانا دوں کی بات نہیں سمجھتے۔"

"تم نے حمیرا کے سلسلے میں کیا کیا ہے؟"

"اپنی تنظیم کے تمام افراد کو تاکید کی ہے کہ وہ حمیرا سے دور رہیں اور اسے اپنی آواز بھی نہ سنائیں۔ آج کل یہاں کے آئی جی کی اس پر خاص توجہ ہے۔ ہمارے آدمی موقعے کی تلاش میں ہیں۔ اسے کہیں بھی گولی ماردی جائے گی۔"

"ہماری تنظیم میں حمیرا کے علاوہ بھی ایسے افراد ہو سکتے ہیں جو نادانستگی میں فرہاد کے آلۂ کار بن چکے ہوں گے۔"

"جی ہاں۔ لیکن ہم فرہاد کے کسی آلۂ کار کو پہچان نہیں سکتے اس لئے حمیرا کو بھی پہچان نہیں پائے تھے۔"

"تنظیم کے ہیڈ کوارٹر دہلی میں اس مسئلے پر بحث ہوئی تھی۔ وہاں سب کی متفقہ رائے یہ ہے کہ پاکستان میں تنظیم کو زیادہ پھیلایا نہ جائے۔ چند سراغ رساں فی الحال یہاں کام کریں' باقی تمام کو فارغ کر دیا جائے۔"

"اور میری رائے یہ ہے کہ یہاں ہم میں سے کوئی نہ رہے۔ ہماری جگہ نئے لوگ آکر نئے طریقۂ کار سے کام کریں۔ فرہاد پرانے لوگوں کو تلاش کرتا رہے گا اور نئے لوگ خاموشی اور راز داری سے اپنا کام کرتے رہیں گے۔"

"یہ اچھا آئیڈیا ہے لیکن پرانے وفاداروں میں تم سب سے اہم ہو۔ یہاں کے تمام معاملات کو اچھی طرح سمجھتے ہو۔ تمہیں یہاں رہنا چاہئے۔"

ابوداؤد نے کہا "میرا ایک دستِ راست ہے اس کا نام حماد علی ہے۔ بہت ہی باصلاحیت اور حاضر دماغ ہے۔ میں چاہتا ہوں وہ چند ماہ کی ٹریننگ کے لئے دہلی ہیڈ کوارٹر میں جائے۔ وہ ٹریننگ کے بعد چیف کا عہدہ سنبھالنے کے قابل ہو جائے گا۔"

"تم اتنی پُرزور سفارش کر رہے ہو تو حماد ضرور دہلی جائے گا۔ آج رات دس بجے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ ہو گا تو میں حماد کے لئے اجازت حاصل کر لوں گا۔"

دیش پانڈے بھی میری مٹھی میں تھا۔ پھر بھلا اجازت کیسے حاصل نہ کرتا۔ اس نے بھی حماد کی تعریف میں اتنے گن گائے کہ اس نوجوان کو دہلی روانہ کر دینے کا حکم مل گیا۔ وہ دونوں رات کے دس بجے کیپٹن شرما سے ٹرانسمیٹر پر باتیں کر رہے تھے۔ میں ان کے درمیان موجود تھا۔ اور اپنے مطلب کی باتیں ان کی زبان سے کہلوا رہا تھا۔

کیپٹن شرما نے کہا "اگر حماد ایسا ذہین اور قابل ہے جیسا کہ بیان کیا جا رہا ہے اور ایسا وقار ہے جیسا کہ ریکارڈ سے ظاہر ہے تو اسے کل ہی فائنل ٹریننگ کے لئے بھیج دو۔"

ابوداؤد نے پوچھا "سر! وہ کہاں رپورٹ کرے گا؟"

"امرتسر میں رنجیت سنگھ کالونی میں مادام سروجنی کو حاضری دے گا۔ مادام سروجنی فیصلہ کریں گی کہ حماد دہلی ہیڈ کوارٹر میں ٹریننگ حاصل کرنے کے قابل ہے یا نہیں؟"

ان کی گفتگو سے ظاہر تھا کہ حماد (پارس) کو مختلف آزمائشوں سے گزار کر دہلی جانے کی اجازت دی جائے گی۔ میں نے پارس کے پاس آکر اسے تفصیل سے تمام باتیں سمجھا دیں۔ اس نے کہا "یہ لوگ تنظیم کے پرانے نمک خواروں کو فارغ کریں گے اس کا مطلب ہے رخسانہ' ریحانہ اور دوسرے وہ لوگ جو ہماری نظروں میں آچکے ہیں' وہ اب بے کار مہرے بن چکے ہیں۔"

"ہاں "را" تنظیم کی بساط پر کچھ نئے مہرے آرہے ہیں۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

"پاپا! یہ رخسانہ میری حقیقت جانتی ہے کہ میں حماد نہیں ہوں۔ اسے اچانک چھوڑ کر جاؤں گا تو راز کسی کے سامنے بھی اگل دے گی۔"

"وہ ایسا نہیں کرے گی۔ آج رات میں اس پر عمل کر کے تمہیں اس کی یادداشت سے گم کر دوں گا۔ وہ ایسے بھول جائے گی جیسے تم اس کی زندگی میں کبھی نہیں آئے تھے۔ تم یہ باب بند کرو اور بابِ ہندوستان کھولو۔"

یہ طے پایا تھا کہ دیش پانڈے حماد کو ساتھ لے کر یہاں سے امرتسر جائے گا۔ وہاں حماد کو مادام سروجنی کے سامنے پیش کر کے خود دہلی چلا جائے گا۔ روانگی سے قبل انہوں نے مادام سروجنی سے رابطہ کیا اسے بتایا کہ وہ شام چار بجے تک اس کی کوٹھی میں پہنچنے والے ہیں۔

دیش پانڈے کے چور خیالات سے یہ معلوم ہوا تھا کہ مادام سروجنی بڑی سخت اور گرم مزاج ہے۔ پکی بدمعاش ہے۔ اسے شراب میں بلیک ڈاگ اور مَردوں میں جوان چھوکرے پسند ہیں۔ پولیس والے اس کی جی حضوری کرتے ہیں اور بڑے بڑے قاتل بدمعاش اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔

شراب سے شغل کرنے والی یوگا کا ہنر نہیں جان سکتی تھی۔ میں بڑی آسانی سے اس کے اندر پہنچ گیا۔ میں نے سوچا تھا' وہ جو بھی آزمائشی حربہ استعمال کرے گی' میں پارس کو اس سے آگاہ کر دوں گا۔ سروجنی کے دماغ سے ان حربوں کا توڑ بھی معلوم کر لوں گا لیکن یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں تھا۔

مادام سروجنی کے خیالات نے بتایا۔ وہ ایسی عورتوں اور مردوں پر ظلم و تشدد کرتی ہے جو بھارت کے خلاف جاسوسی کرتے ہیں۔ اس تنظیم میں یوگا جاننے والے بہت کم تھے اور جو تھے' ان کی اکثریت پاکستان میں تھی تاکہ وہ میری ٹیلی پیتھی کو بے اثر کرتے رہیں۔ اب امرتسر میں دو اور دہلی میں تین یوگا کے ماہر تھے۔ ابتدا میں پارس کا سابقہ ان سے ہی پڑنے والا تھا۔

ان میں سے ایک یوگا کے ماہر کا نام جلاد سنگھ تھا۔ عورتوں کے معاملے میں بھی جلاد تھا' اسی لئے سروجنی سے گہرے تعلقات تھے۔ وہ جلاد کے متعلق بہت کچھ جانتی تھی۔ اس کی سوچ نے یہ بتایا آج کل وہ سکھوں کے جذبۂ آزادی سے بہت پریشان تھا۔ وہ خود سکھ تھا لیکن بھارت سرکار کا وفادار تھا۔ آزادی کے لئے جنگ کرنے والے سکھوں کے خلاف جاسوسی کرتا تھا۔ جس کے نتیجے میں سکھ قوم کے افراد اسے لعنت و ملامت کرتے رہتے تھے۔

چوں کہ وہ جاسوس تھا اس لئے کوئی سکھ اسے اپنے گھر کے دروازے پر دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جس گلی محلے سے گزرتا تھا۔ لوگ محتاط ہو جاتے تھے' ایسے میں وہ سرکار کے خلاف تخریب کاری کرنے والے سکھوں کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا لیکن وہ بڑا چالباز تھا۔ اس نے چند مخالف سکھوں کو خرید لیا تھا۔ وہ بظاہر مخالفت کرتے تھے اور درپردہ اس کے لئے مخبری کرتے تھے۔ خالصتان بنانے والی سکھ تنظیم کی آئندہ کارروائیوں کی رپورٹ جلاد سنگھ تک پہنچا دیا کرتے تھے۔ وہ پوری سکھ قوم کی نظروں میں کانٹوں کی طرح چبھنے کے باوجود بڑی کامیابی سے جاسوسی کے فرائض انجام دے رہا تھا۔

جب پارس وہاں پہنچا تو سروجنی ایک صوفے پر جلاد سنگھ کے پہلو میں بیٹھی بلیک ڈاگ پی رہی تھی۔ اس نے پارس کو سر سے پاؤں تک ایسے دیکھا جیسے بڑھاپا للچائی ہوئی نظروں سے جوانی کو دیکھتا ہے۔ وہ بولی "دیش پانڈے تم نے شام چار بجے آنے کو کہا تھا۔ گھڑی دیکھو' آٹھ بج رہے ہیں۔"

دیش پانڈے نے کہا "حماد کو سرحد پار کرانا تھا۔ میں پاسپورٹ سے آیا ہوں اور یہ غیر قانونی طور پر' اس لئے دیر ہو گئی۔"

وہ ناگواری سے بولی "تم جانتے ہو۔ یہ میرے پینے کا وقت ہے۔ اس جوان کو گیسٹ ہاؤس پہنچا دو۔ میں رات کے کھانے پر ملوں گی۔"

جلاد سنگھ نے پوچھا "تمہارا نام حماد ہے؟"

پارس نے جواب دیا "ابھی مسٹر پانڈے نے مجھے حماد کہا ہے۔ کیا اونچا سنتے ہو؟"

وہ غرا کر بولا "شٹ اپ' جتنا پوچھا جائے اتنا ہی جواب دو۔"

"میں صرف اپنے سینئر کے آگے جوابدہ ہوں اور ابھی تک یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ میرا سینئر کون ہے۔"

وہ اپنا سینہ ٹھونک کر بولا "میں ہوں اور تم میرے ماتحت ہو۔"

پارس نے قہقہہ لگا کر کہا "تم میرے ماتحت بننے کے قابل نہیں ہو اور سینئر بننے کی بات کرتے ہو۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دیش پانڈے نے فوراً ہی درمیان میں آکر کہا "پلیز جلاد سنگھ! یہ تمہیں جانتا نہیں ہے۔ اسے میں سمجھاتا ہوں۔"

وہ گرج کر بولا "تم سمجھائے بغیر اس گدھے کو کیوں لائے ہو؟"

"گدھے کی آنکھ سے دیکھو گے تو دوسرے گدھے ہی نظر آئیں گے"

"میں گدھے کی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں؟ تو مجھے گدھا کہہ رہا ہے؟"

وہ اچھل کر آیا۔ راستہ روکنے والے دیش پانڈے کو ایک ہاتھ مار کر ہٹایا۔ پھر اس نے پارس کو کرائے کا ہاتھ مارا۔ وہ ہاتھ خالی گیا اس نے پینترا بدل کر دوسرا ہاتھ آزمایا۔ پھر تیسرا ہاتھ۔ اس کے بعد گھوم کر کک ماری۔ مادام سروجنی اور دیش پانڈے دم بخود ہو کر دیکھ رہے تھے اور ہر حملے پر سوچ رہے تھے اس بار حماد نہیں بچے گا لیکن وہ بڑی صفائی سے بچ رہا تھا۔ بڑی مہارت سے اس کے حملوں کو ناکام بنا رہا تھا۔ خود حملہ نہیں کر رہا تھا۔ اسے تھکانا چاہتا تھا۔

جلاد سنگھ کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کا ایک ہاتھ کھانے والا خون تھوکنے لگتا ہے اور وہ ایک ہاتھ ہی مارنے کے جنون میں پاگل ہو رہا تھا۔ ہر ناکامی پر غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ دماغ پوری طرح گرم ہوتا جا رہا تھا۔ سروجنی کے سامنے ناکام اور کمتر ہونے کی توہین برداشت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے باقاعدہ حملے ناکام ہونے لگے تو بے قاعدہ بے تکے حملے کر کے کسی طرح اسے ایک ہاتھ مار کر کم از کم ایک پوائنٹ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کیا بدبختی آئی تھی کہ ایک پوائنٹ بھی حاصل نہیں ہو رہا تھا۔

وہ کئی بار حملہ کرنے کے نتیجہ میں دیوار سے ٹکرایا۔ کئی بار فلائنگ کک مارنے کی خوش فہمی میں اچھل کر فرش پر گرا اور ہر بار زخمی ہوتا رہا۔ چوٹیں لگتی رہیں۔ ہڈیاں تڑختی رہیں۔ مقابل سے مار کھائے بغیر لہولہان ہوتا رہا۔ جب سارے داؤ اور ہتھکنڈے آزما لئے اور وہ مقابل کا کچھ نہ بگاڑ سکا تو ڈرائنگ روم کی چیزیں اٹھا اٹھا کر اس کی طرف پھینکنے لگا۔ گلدان، کرسیاں، میز کی کوئی چیز نہیں چھوڑی اور کوئی چیز بھی پارس کے جسم کو چھو نہ سکی۔ اور یک طرفہ جنگ کا یہی نتیجہ اسے پاگل کر دینے کے لئے کافی تھا۔

جب میں نے دیکھا کہ وہ بری طرح زخمی ہو گیا ہے تو اس کے غصے سے کھولتے ہوئے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ایک بڑک ماری۔ پھر کہا "میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اسے مار ڈالوں گا یا مر جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے دوڑتے ہوئے جا کر سر کو دیوار سے ٹکرایا، دھڑام کی آواز کے ساتھ ٹکرا کر پیچھے آیا۔ پھر آگے جا کر دیوار سے ٹکرایا اور اسی طرح پیچھے جا کر فرش پر پارس کے قدموں کے قریب گر پڑا۔

جلاد سنگھ کے مسلح گارڈز بڑی دیر سے وہاں آئے ہوئے تھے انہیں سروجنی نے آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ اس نے اور دیش پانڈے نے ایسی جنگ پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ پارس صحیح سلامت کھڑا ہوا تھا اور اس پر حملے کرنے والا اور زبردست سمجھا جانے والا اپنے لہو میں ڈوبا ہوا اس کے قدموں میں پڑا تھا۔ مادام سروجنی نے گارڈز کو حکم دیا۔ اسے اٹھا کر لے جاؤ۔ اور مرہم پٹی کرو۔"

وہ لوگ اسے اٹھا کر لے گئے۔ سروجنی نے دیش پانڈے سے کہا "تم پاکستان سے اچھا دانہ لائے ہو۔ یہ شہ زوری کے پہلو سے خوب ہے۔ اسے باقی پہلوؤں سے بھی آزمایا جائے گا۔ اسے میرے پاس چھوڑو اور تم جاؤ۔"

دیش پانڈے چلا گیا۔ پارس نے سروجنی سے پوچھا "تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں شہ زور ہوں؟"

"تم نے ناقابلِ شکست سمجھے جانے والے شہ زور کو شکست دی ہے۔"

"میں نے کوئی زور نہیں آزمایا۔ اس پر حملہ نہیں کیا اس کے خلاف اپنی طاقت نہیں آزمائی پھر تم نے مجھے پہلوان کیسے مان لیا؟"

وہ مسکرا کر بولی "واقعی تم اپنی تکنیک سے بچتے رہے۔ تم نے اس پر ایک انگلی نہیں رکھی۔ پھر بھی وہ لہولہان ہو گیا۔ تم بہت چالاک اور پھرتیلے ہو۔"

وہ قریب آ کر اس کے بازو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی "باڈی بلڈر ہو۔ یہ چٹان جیسا جسم بتا رہا ہے کہ بہت طاقتور ہو، کسی کو دبوچ لو تو وہ پھڑپھڑا کر رہ جائے۔"

وہ ایک ہائے کے ساتھ اور قریب ہوئی۔ پارس نے دور ہو کر پوچھا "مائی! مجھے کام بتاؤ یا آرام کی جگہ بتاؤ۔"

وہ ایک دم سے بھڑک کر چیختی ہوئی بولی "کیا؟ تم نے مائی کس کو کہا ہے؟"

پارس نے کہا "یہاں اور تو کوئی نہیں ہے۔"

وہ پوری قوت سے چیخ کر بولی "میں تمہارا منہ توڑ دوں گی، فوراً معذرت چاہو اور مجھے مادام کہو۔"

وہ بولا "جب کوئی عورت مس (کنواری) نہیں رہتی اور کسی کی مسز بھی نہیں رہتی۔ اور جب وہ جوان نہیں رہتی اور بوڑھی کہلانا نہیں چاہتی تو اس کا بھرم رکھنے کے لئے اسے مادام کہا جاتا ہے۔ کیا میں بھی تمہارا بھرم رکھنے کے لئے مادام کہوں؟ اس انگریزی لفظ مادام کا ہندی ترجمہ مائی ہوتا ہے۔"

وہ غصے سے بپھر کر بولی "تم نے مجھے پھر مائی کہا، تم سؤر کے بچے....."

پارس نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے سے دونوں جبڑوں کو اپنے پنجے میں جکڑ لیا۔ پھر کہا "سؤر کا پنجہ نہیں ہوتا۔ دیکھ یہ شیر کے بچے کا پنجہ ہے۔"

سروجنی کے دیدے پھیل گئے۔ حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا، جبڑے کی ہڈیاں تڑخ رہی ہیں اور دانت ٹوٹ کر باہر آنے والے ہوں۔ پارس نے اسے چھوڑ دیا۔ اسے دھکا دے

کر صوفے پر پھینکتے ہوئے بولا "دیش پانڈے کو بلاؤ۔ میں اس کے ساتھ آیا ہوں۔ وہ صحیح معنوں میں انسان ہے۔ میں صرف اس کا حکم مانوں گا۔"

دیش پانڈے نے دروازے پر آ کر کہا "شاباش حماد! تم ایسے کیڑے مکوڑوں کے ماتحت نہیں رہو گے۔ میری سرپرستی میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

پارس اس کے ساتھ جانے لگا۔ سروجنی سہمی ہوئی صوفے پر پڑی تھی۔ اپنے منہ سے بہنے والے خون کو پونچھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "حماد! میں تجھے نہیں چھوڑوں گی۔ یہ دیش پانڈے تجھے میری کوٹھی سے لے گیا ہے لیکن امرتسر سے نہیں لے جا سکے گا۔"

میں نے اس کے خیالات پڑھ کر پارس کو بتائے۔ وہ دیش پانڈے کے ساتھ کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ انٹیلیجنس کے دفتر کی طرف جا رہے تھے۔ پارس نے کہا "مسٹر پانڈے! آپ کو سروجنی کے خلاف میری حمایت نہیں کرنا چاہئے تھی۔ پنجاب کے لوگ ہند سرکار کے خلاف ہیں۔ سروجنی اور جلاد سنگھ سکھ ہیں، وہ مجھ سے انتقام لینے کے لئے سکھوں کو میرے اور تمہارے خلاف بھڑکا سکتے ہیں۔"

پانڈے نے کہا "ایسا نہیں ہو گا۔ مادام سروجنی اور جلاد سنگھ تنظیم کے وفادار ہیں۔ آپس کی لڑائی میں وہ تنظیم کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

میں پھر سروجنی کے پاس آیا۔ وہ ہیڈ کوارٹر کے اعلیٰ افسر کیپٹن سُرما کے نام حماد کے خلاف رپورٹ لکھ رہی تھی۔ اس نے لکھا تھا "پاکستان سے آنے والا نیا رنگروٹ نااہل ہے اس میں ذہانت نہیں ہے۔"

اس نے اتنا ہی لکھا تھا، آگے لکھنے والی تھی کہ میں اس سے لکھوانے لگا "اس نے یہاں آتے ہی جلاد سنگھ کو بری طرح زخمی کر دیا ہے۔ پھر میری عزت پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ میں کسی طرح اس سے بچ گئی۔ دیش پانڈے خواہ مخواہ اس کی حمایت کر رہا ہے۔ وہ غیر قانونی طور پر یہاں آیا ہے۔ ہم اسے پاکستانی جاسوس قرار دے کر گولی مار دیں گے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے اس اقدام سے اتفاق کریں گے۔ میں اپنی انسلٹ برداشت نہیں کروں گی۔ اگر آپ نے بھی پانڈے کی طرح حماد کی حمایت کی تو میں سکھوں کی بغاوت میں شامل ہو جاؤں گی۔ حماد اور پانڈے کو یہاں سے جانے نہیں دوں گی۔ مجھے آدھے گھنٹے کے اندر جواب دو۔"

یہ لکھ کر اس نے اس تحریر کو فیکس کیا۔ پھر جواب کا انتظار کرنے لگی۔ فیکس مشین کے پاس ہی ٹیلیفون رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے امرتسر انٹیلیجنس کے چیف سے رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیا۔ پھر رابطہ ہونے پر بولی "میں سروجنی بول رہی ہوں، چیف کو بلاؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد چیف کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مادام! میں حاضر ہوں۔ کوئی خدمت؟"

وہ بولی "دیش پانڈے ایک مسلمان نوجوان کو میرے گھر سے لے گیا ہے، شہر کی ناکہ بندی کراؤ۔ ان دونوں کو شہر سے باہر نہیں جانا چاہئے۔"

بدنام ترین مُجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمّل تفصیل

قیمت ۲۰ روپے

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

"مادام! یہ دونوں میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ مسٹر پانڈے کا تعلق ہیڈ کوارٹر سے ہے۔ یہ میرے سینئر افسر ہیں۔ میں انہیں کہیں جانے سے نہیں روک سکتا۔"

"تم جانتے ہو۔ ہند سرکار مجھے خوش رکھتی ہے۔ کیوں کہ میں سکھوں کی آزادی کی تحریک کو مختلف ذرائع سے کچلتی ہوں۔ تم میرا حکم نہیں مانو گے اور مجھے ناراض کرو گے تو سرکار کا عتاب تم پر نازل ہوگا۔"

"مادام! بہتر ہے آپ یہ دھمکی مسٹر پانڈے کو دیں ان سے بات کریں۔"

پھر دیش پانڈے کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مادام! کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ بولی "میں نے ہیڈ کوارٹر ایک رپورٹ فیکس کی ہے' اس کا جواب آنے تک اس شہر میں حماد کا رہنا ضروری ہے۔ تم اسے لے جاؤ گے تو میں اپنی قوم کے سکھ بھائیوں کی تحریک میں شامل ہو جاؤں گی۔ ہند سرکار سے پوچھو میں اور جلاد سنگھ پنجاب میں کتنے اہم ہیں۔"

"بے شک ہماری خفیہ تنظیم میں بھی تم دونوں کی اہمیت ہے تمہارا فرض ہے کہ تنظیم کی خاطر ذاتی جھگڑوں کو بھول جاؤ۔"

"اور تمہارا فرض ہے کہ تنظیم کو ٹوٹ پھوٹ سے بچانے کے لئے حماد کو ہتھکڑیاں پہنا کر میرے پاس پہنچا دو۔"

"حماد کو میں لایا ہوں اسے بحفاظت ہیڈ کوارٹر پہنچانا میرا فرض ہے۔ ویسے فیکس کا انتظار کرلو۔"

دیش پانڈے نے ریسیور رکھ دیا۔ آدھے گھنٹے بعد فیکس کا جواب موصول ہوا۔ لکھا ہوا تھا "مادام سروجنی! آپ کی خوشی ہماری خوشی ہے۔ میں اس فیکس کے ذریعے مسٹر دیش پانڈے کو حکم دے رہا ہوں کہ وہ حماد کو آپ کے حوالے کر دے۔ آپ ابھی انٹیلیجنس آفس جائیں اور حماد کو قیدی بنا کر جہاں چاہیں لے جائیں' جو چاہیں اس سے سلوک کریں۔ ہم اسے پاکستانی جاسوس کہہ کر اس کیس پر مٹی ڈال دیں گے۔"

وہ اس حکم نامے کو پڑھ کر خوش ہوگئی۔ اسے تہ کر کے اپنے گریبان میں رکھا۔ آئینے کے سامنے آکر اپنا میک اپ درست کیا کیوں کہ قیدی حماد کو اپنے بیڈ روم میں لانے جا رہی تھی۔ جب آئینے نے بتایا کہ وہ پہلے سے زیادہ خوب صورت اور جوان لگ رہی ہے تو گنگناتی ہوئی باہر آئی۔ پورچ میں اس کی کار تھی۔ وہ دروازہ کھول کر اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ کوئی نہیں جانتا تھا اس کا اگلا لمحہ زندہ ہوگا یا مردہ۔ اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی' ایک زبردست دھماکا ہوا۔ میں اس کے چیتھڑے ہونے والے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سروجنی یوں یک لخت نابود ہو جائے گی۔ کیا شان و شوکت سے جی رہی تھی۔ ہند سرکار کو اپنے مطالبے کے سامنے جھکا رہی تھی۔ نہ جھکنے کی صورت میں سکھوں کی بغاوت کو بھڑکا دیتی۔ مگر خلافِ توقع اس کی کار میں موت کے شعلے بھڑک گئے۔

میں نے پارس کو اس عورت کا انجام بتایا۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ چیف نے ریسیور اٹھا کر سنا۔ پھر کہا "یس سر! مسٹر پانڈے یہاں موجود ہیں۔"

اس نے ریسیور دیا۔ پانڈے نے ریسیور کان سے لگا کر کہا "میں پانڈے بول رہا ہوں سر!"

دوسری طرف سے کیپٹن شرما نے کہا "آنکھوں کے ساتھ ذہن بھی کھلا رکھا کرو۔ سروجنی کا دماغ چل گیا تھا وہ ایسے حکم دے رہی تھی اور بلیک میل کر رہی تھی جیسے دہلی کے تخت پر بیٹھی ہو۔ تمہیں اسی وقت قصہ تمام کر دینا چاہئے تھا۔ بہرحال میرے خاص ماتحت نے بتایا ہے کہ اس کا آپریشن کامیاب رہا ہے۔ کار کے دھماکے سے بے چاری مادام کے چیتھڑے اڑ گئے ہیں۔"

"سر! یہ تو کمال ہوگیا۔ اب نہ ہم بلیک میل ہوں گے اور نہ ہی سکھوں کی بغاوت کو تقویت ملے گی۔"

"آج ریڈیو اور ٹیلی وژن سے یہ خبر نشر ہوگی کہ ہند سرکار کی ایک فرض شناس لیڈی افسر سروجنی کو دہشت پسند سکھوں نے بم کے دھماکے سے ہلاک کر دیا ہے۔"

میں نے یہ باتیں پارس کو سنا کر کہا "یہ ہند کے سیاست داں ہیں! انہوں نے مادام سروجنی جیسی اہم اور خطرناک عورت کو بڑی آسانی سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا ہے۔ کیپٹن شرما کا اقدام اپنے طور پر درست ہے مگر تم ہوشیار رہو۔"

پارس نے وہ رات دیش پانڈے کے ساتھ گزاری۔ دوسری صبح اڑیسہ ایکسپریس ٹرین کے ذریعے امرتسر سے دہلی وغیرہ جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ سکھ باغی ٹرینوں اور کاروں کو روک کر انہیں گولی مار دیتے تھے۔ ہندو مسافروں کی حفاظت کے لئے ٹرینوں میں مسلح فوج رہا کرتی تھی۔ پھر بھی دیش پانڈے نے فضائی سفر کو ترجیح دی۔

اڑیسہ ایکسپریس پر مسلح فوجیوں کا سخت پہرا تھا۔ مسافروں کی سختی سے چیکنگ کی جاتی تھی۔ سکھوں کا یہ مذہبی دستور ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے ساتھ ایک کرپان (چھوٹا خنجر) رکھتے ہیں۔ انہیں اس کی قانونی اجازت بھی حاصل ہوتی ہے لیکن اڑیسہ ایکسپریس میں یہ ہتھیار رکھنے پر بھی پابندی تھی۔ سکھ مسافر فضائی سفر کے دوران کرپان سے محروم کر دیئے جاتے تھے۔

اتنی سختی اور احتیاط کے باوجود اندیشے ختم نہیں ہوتے تھے۔ اڑیسہ ایکسپریس کے عملے میں تمام سکھ ملازم تھے۔ یہ سمجھنا ممکن نہیں تھا کہ ان میں سے کون باغی ہے اور کس پر بھروسا کیا جا سکتا ہے؟ کوئی بھی ملازم دھماکا خیز مادہ چھپا کر کسی طیارے کو یا مسافروں سے بھرے ہوئے لاؤنج کو تباہ کر سکتا تھا۔ ایسے باغی تخریب کار ملازموں کو

تاڑنے کے لئے ہندو جاسوس وہاں گھومتے پھرتے تھے۔

پارس اور دیش پانڈے اگرچہ خفیہ تنظیم کے قابلِ اعتماد بندے تھے۔ تاہم ان کی بھی تلاشی لی گئی۔ پارس جب تک اُس شہر میں تھا اس کے لئے خطرہ تھا۔ جلاد سنگھ اس کا جانی دشمن بن گیا تھا۔ وہ اسپتال سے گھر آگیا تھا اس کے جسم پر جگہ جگہ پٹیاں چپکی ہوئی تھیں۔ اسے معلوم ہوا کہ سروجنی ماری گئی ہے اور حماد دہلی جا رہا ہے۔ اس نے اپنے حواریوں سے کہا "اسے زندہ نہ جانے دو۔ اڑیسہ ایکسپریس پہنچنے سے پہلے گولی مار دو۔"

ایک حواری نے کہا "میں اسے اڑیسہ ایکسپریس میں دیکھ کر آرہا ہوں۔"

جلاد سنگھ نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ اڑیسہ ایکسپریس کے ایک سیکورٹی افسر نے دوسری طرف سے پوچھا "ہیلو سیکورٹی افسر راجپال بول رہا ہوں۔ آپ کون ہیں جی؟"

"ست سری اکال۔ میں جلاد سنگھ بول رہا ہوں۔ ہند سرکار کا ایک بہت ہی اہم بندہ دیش پانڈے اڑیسہ ایکسپریس کے لاؤنج میں ہے اس کے ساتھ ایک مسلمان جاسوس ہے۔ وہ تمہاری خفیہ تحریک کے خلاف جاسوسی کر رہا ہے۔ ان دونوں کو بھی ختم کردو۔"

راجپال نے کہا "تمہاری انفارمیشن کبھی غلط نہیں ہوتی۔ پھر بھی پوچھ رہا ہوں' تم نے اچھی طرح اس مسلمان جاسوس کو پہچانا ہے یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ ہم غلط بندے کو مار ڈالیں۔"

"میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ یاد رکھو وہ بہت چالاک اور تیز طرار ہے اس سے کوئی مقابلہ نہ کرنے' وہ ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ اسے چھپ کر گولی مار دی جائے گی۔ اسے ختم کرنے کے لئے اڑیسہ ایکسپریس میں دھماکا بھی کر سکتا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر اپنے ایک ماتحت کو بلایا۔ پھر پوچھا "تم دیش پانڈے کو جانتے ہو؟"

"ہاں جی۔ چنگی طرح جانتا ہوں۔"

"اس کے ساتھ ایک مسلمان جاسوس ہے۔ فلائٹ سے پہلے دونوں کو ختم کردو۔"

"سر! اسے گولی مارنے کا کوئی جواز ہونا چاہئے۔"

راجپال نے اپنی وردی کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا بم نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا "اس بم کو اس مسلمان جاسوس کی طرف اچھالو گے تو وہ بے اختیار اسے کیچ کرے گا۔ اسی وقت تم اسے گولی مارو گے تو ثابت ہو جائے گا کہ تم نے اس کے پاس بم دیکھ کر اسے ہلاک کیا ہے۔ اگر ایسا نہ کرتے تو وہ مسافروں کو ہلاک کر دیتا۔"

ماتحت نے کہا "سر! میں یہ بم اس کی طرف اچھالوں گا اور وہ کیچ نہیں کرے گا تو یہ فرش پر گر کر پھٹ جائے گا۔"

"تم گدھے ہو۔ یہ دیوالی کا پٹاخہ نہیں ہے کہ زمین پر گر کر پھٹ جائے گا۔ یہ لو۔"

اس نے بم ہاتھ میں لے کر کہا "سر! یہ پھٹ سکتا ہے۔ آپ گھڑی دیکھیں ون کے ٹھیک بارہ بجے ہیں اور ہم سکھ لوگ بدنام ہیں کہ بارہ بجے ضرور کوئی حماقت کرتے ہیں۔"

"احمق ہو تم۔ یہ بم میری طرف اچھالو میں اسے کیچ کر کے دکھاتا ہوں۔ کم آن اچھالو۔"

ماتحت نے وہ بم اس کی طرف اچھالا۔ میں نے پھرتی سے ماتحت کے ہولسٹر سے ریوالور نکلوا کر گولی چلا دی۔ گولی راجپال کے سینے میں لگی وہ لڑکھڑا کر پیچھے کرسی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ پھر اس کے دیدے پھیل گئے۔

ماتحت بوکھلا گیا تھا۔ کتنے ہی سیکورٹی گارڈ گنیں لئے وہاں دوڑتے ہوئے آئے۔ میں نے ماتحت کی سوچ میں کہا "اگر میں گھبراؤں گا تو قاتل سمجھا جاؤں گا۔"

ایک گن مین نے پوچھا "کیا تم نے ہمارے افسر کو گولی ماری ہے؟"

وہ میری مرضی کے مطابق بولا "ہاں۔ افسر کے مردہ ہاتھ کو دیکھو۔ یہ اپنی وردی میں بم چھپا کر لایا تھا اور اسے مسافر لاؤنج میں بلاسٹ کرنے کا حکم دے رہا تھا۔"

فائرنگ کے باعث وہاں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اطمینان دلایا جا رہا تھا کہ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ایک مجرم کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ اس ماتحت کو قانونی کارروائی کے لئے

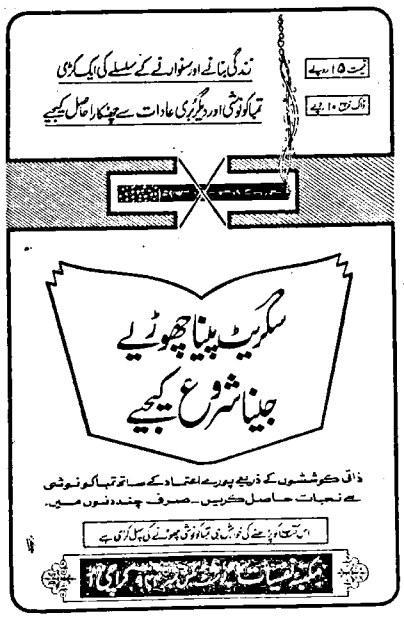

حراست میں لیا گیا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر اسے شاباشی دیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ تم نے مسافروں اور یہاں کے عملے کی جانیں بچائی ہیں۔ تمہیں ضروری کارروائی کے بعد رہا کر دیا جائے گا۔"

جلاد سنگھ کو جس طرح پارس نے ہلکان کیا تھا اس کے پیشِ نظر جلاد سمجھ رہا تھا کہ حماد اس کے ماتحتوں سے بھی بچ نکلے گا۔ وہ قسم کھا چکا تھا کہ اسے بچ کر نہیں جانے دے گا۔ اس نے سیکورٹی افسر راجپال کو یہ ذمہ داری سونپ کر اطمینان حاصل نہیں کیا تھا۔ بے چین ہو کر خود گھر سے نکل پڑا تھا۔ ایک بیگ میں اس کے ضروری کاغذات اور ریوالور وغیرہ تھے۔ اسے ہنگامی فرائض ادا کرنے کے لئے امرتسر سے دہلی تک سفر کرنے کی اجازت تھی۔ طیاروں کی ہر پرواز میں اس کے اور دوسرے فوجیوں کے لئے دس سیٹیں ریزرو رہا کرتی تھیں۔

جلاد سنگھ اس پہلو سے سوچ رہا تھا کہ مادام سروجنی خفیہ تنظیم کی ایک اہم عہدیدار تھی۔ اس کی موت پر دیش پانڈے کو یہاں رکنا چاہئے تھا لیکن سروجنی کے کریا کرم سے پہلے ہی وہ جا رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سروجنی کی موت سرکاری پالیسی کے مطابق ہوئی ہے۔

جلاد سنگھ کو جو دوسری بات غصہ دلا رہی تھی وہ یہ تھی کہ ایک نئے مسلمان رنگروٹ کے باعث وہ زخمی ہوا تھا اور اس رنگروٹ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی تھی۔ ان حالات کو دیکھ کر وہ ہند سرکار سے نفرت کر رہا تھا۔ وہ سروجنی کی طرح مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اب سکھ تحریک میں شامل ہو کر ہی سرکاری قاتلوں سے محفوظ رہ سکتا تھا۔

اس نے روانگی سے پہلے سکھ تحریک کے سربراہ کو فون پر کہا "تمہارے دو بڑے کارکن دہلی سنٹرل جیل میں ہیں۔ اگر میں انہیں رہائی دلاؤں تو کیا مجھے ہند سرکار کے خلاف پناہ دو گے؟"

"جلاد سنگھ! ہماری تحریک کو تمہارے جیسے دلیر آدمیوں کی ضرورت ہے' دہلی سنٹرل جیل میں ہمارے اہم کارکنوں کی تعداد پچیس ہو گئی ہے۔"

"میں پچیس کو رہائی دلاؤں گا۔ انتظار کرو۔"

اس نے اڑیورٹ پہنچ کر اپنا شناختی کارڈ دکھایا۔ اس کے لئے دہلی جانے والی فلائٹ میں سیٹ مخصوص ہو گئی۔ سیکورٹی گارڈز نے اس کے ریوالور پر اعتراض نہیں کیا۔ کیوں کہ وہ بہت بڑی سرکاری تنظیم کا ایک اہم افسر تھا۔ وہ جہاں سے گزرتا گیا۔ مسلح فوجی اسے سلام کرتے رہے۔

طیارے میں چار فوجی جوانوں کی سیٹیں آگے تھیں اور چھ فوجی جوان پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ باقی تمام درمیانی سیٹوں پر تھے۔ جب طیارہ پرواز کرنے لگا تو وہ سیٹ بیلٹ کھول کر اٹھ گیا۔ ٹہلنے کے انداز میں سیٹوں کے درمیانی راہداری سے گزرنے لگا۔ آگے راہداری کے سرے پر پارس اور دیش پانڈے بیٹھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

وہ ٹہلتا ہوا سامنے آیا تو پارس سے نظریں ملیں۔ دونوں ایک دوسرے کو گھور کر دیکھنے لگے۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی جلاد کو یوں لگا جیسے سانپ آنکھیں ملا رہا ہو۔ یہ پارس کی فطرت بن گئی تھی۔ وہ سانپ کی طرح پلکیں نہیں جھپکاتا تھا۔ ان آنکھوں میں ایسی زہریلی کشش تھی کہ جلاد نے فوراً نظریں پھیر لیں۔

وہ پلٹ کر پائلٹ کیبن کی طرف جانے لگا۔ سوچنے لگا "یہ دشمن پُراسرار قوت کا مالک نظر آ رہا ہے۔ کم بخت نگاہوں سے ڈس رہا تھا۔ میری جگہ کوئی کمزور دل کا آدمی ہوتا تو اس کی قدموں پر گر پڑتا۔ نہ جانے کتنی حسینائیں اس پر مرتی ہوں گی مگر آج تو یہ مرے گا۔"

وہ دروازہ کھول کر کیبن میں آیا۔ وہاں پائلٹ اور کوپائلٹ اپنی ڈیوٹی میں مصروف تھے۔ جلاد سنگھ نے کہا "ہیلو کیپٹن!"

کوپائلٹ نے کہا "ہیلو آفیسر! یہ پرواز کیسی لگ رہی ہے؟"

"اچھی ہے۔ اگر یہ طیارہ اسی طرح پرواز کرتے ہوئے جالندھر کے رن وے پر اتر جائے۔"

"اوہ نو آفیسر۔ یہ تو ڈائریکٹ دہلی کی فلائٹ ہے۔"

جلاد سنگھ نے ریوالور نکال کر پائلٹ کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا "یہ میرا حکم ہے۔ جالندھر میں لینڈ کرو گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "آفیسر! آ... آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟"

"وہی کر رہا ہوں جو دیکھ رہے ہو۔ کنٹرول ٹاور سے رابطہ کرو۔"

رابطہ ہو گیا۔ پائلٹ نے یہ بری خبر سنائی کہ طیارہ ہائی جیک کیا جا رہا ہے اور حیرانی کی بات ہے کہ ایک سرکاری افسر ایسا کر رہا ہے۔ افسر نے ایک ہاتھ مائیک لے کر کہا "میں جلاد سنگھ آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی۔ وارننگ دے رہا ہوں۔ اگر طیارے کو جالندھر میں نہ اتارا گیا تو ایک بھی مسافر زندہ نہیں ملے گا۔"

ٹاور سے کہا گیا "تم ایک ذمہ دار افسر ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہو۔ آخر اس حرکت کا مقصد کیا ہے؟"

"یہ جالندھر پہنچ کر بتاؤں گا۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔ ورنہ....."

اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات ستائیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو 15 مارچ 1993 کو شائع ہو گا

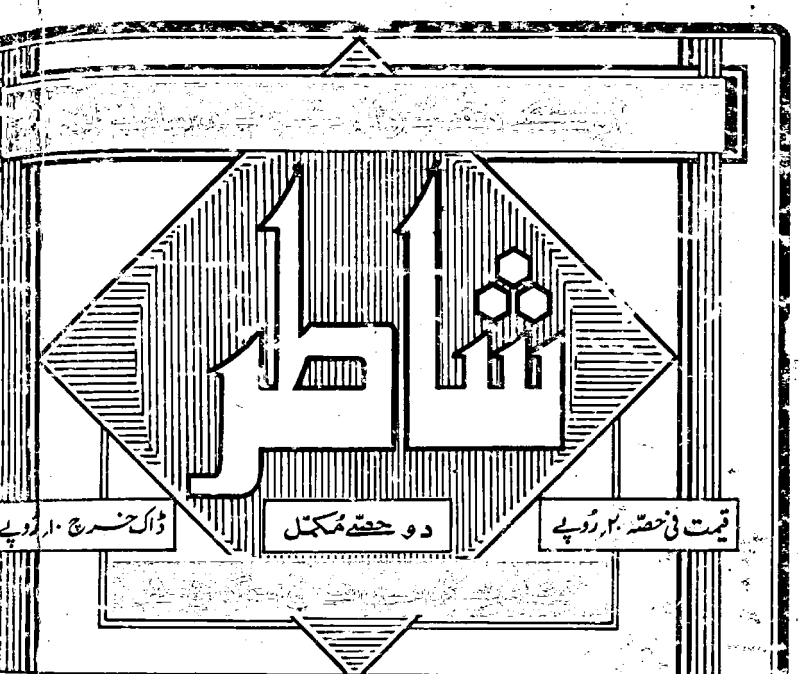

مقناطیس ایک ایسے نوجوان کی حشر انگیز داستان ہے جس نے تاریک گلیوں میں جنم لیا اور بے رحم معاشرے کی ٹھوکروں پر عالی شان محلوں تک پہنچ گیا ○ وہ جوان ہوا تو شاطر بن گیا ایک ایسا فتنہ جس کے کاٹے کا منتر نہیں تھا جس کی عیاری اور فتنہ گو سامنے شیطان بھی پناہ مانگتا تھا ○ وہ عجیب فطرت کا مالک تھا کہ بیک وقت فرشتہ بھی تھا اور شیطان بھی! ○ وہ مجرم بھی تھا معصوم بھی ○ وہ اپنے دشمنوں کو تڑپا تڑپا کر مارتا تھا اور اس کا دل کسی کی معمولی خراش پر تڑپ اٹھتا تھا ○ وہ رحم و مروت کی تصویر تھا ○ وہ قہر و غضب کا دیوتا تھا ○ وہ ابلیس کا اوتار تھا ○ وہ روشن مینار تھا ○ وہ جرائم کا بادشاہ تھا اور معاشرے کا معزز فرد ○ غرض وہ ایک منفرد شخصیت کا مالک تھا بیک وقت مثبت اور منفی جذبوں کا حیرت انگیز امتزاج تھا ○ اس کے پیر میں چکر تھا دنیا اس کے قدموں تلے تھی ○ وہ جہاں جاتا تہلکہ مچا دیتا ○ اس نے اسرائیل کو ناکوں چنے چبوائے اور امریکی سی آئی اے کو تگنی کا ناچ رہا۔ مافیا جیسی تنظیم اس کے تعاون کی طلب گار تھی ○ پھر اس کی ملاقات ایک خوبصورت لڑکی سے ہوئی جو اسی کی طرح نامانوس تھی ○ وہ اس سے بھی چار ہاتھ آگے تھی۔ رستہ چلتوں کے کان کترتی تھی ○ وہ دونوں پارٹنر بن گئے اور ہنگاموں کا نیا سلسلہ شروع ہوگیا ○ وہ دونوں بھیس بدلنے کے ماہر تھے اور اداکاری ان کے گھر کی لونڈی تھی۔

شاطر

ایک ایسی دلچسپ، ہنگامہ آرا اور سنسنی خیز داستان ہے جس میں قدم قدم سسپنس اور سطر سطر قیامت آفرینی

آج ہی طلب فرمائیں

واحد تقسیم کار

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دلیونا

ستائیسواں حصّہ

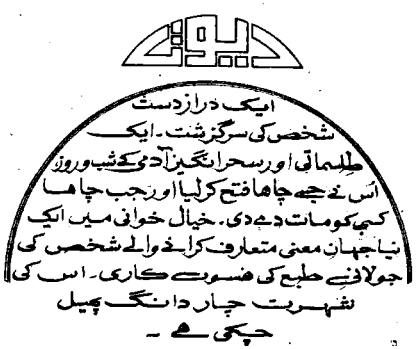

"ٹھیک ہے۔ طیارہ ہمارے رن وے پر اتر سکتا ہے۔"

میں نے پارس سے کہا "میں جلاد سنگھ کو صرف اس لئے ڈھیل دے رہا ہوں کہ میری کسی حرکت سے خیال خوانی کا شبہ نہ ہو۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ جب یہ طیارہ جالندھر کی زمین پر ہو گا تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

لاؤڈ اسپیکر سے آواز آنے لگی۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! آپ سے دردخواست ہے کہ کسی بھی ناگہانی مصیبت کے وقت صبر و تحمل سے اپنی جگہ بیٹھے رہیں۔ یہ طیارہ ہائی جیک کر کے جالندھر کے رن وے پر اتارا جا رہا ہے۔"

یہ سن کر سبھی پریشان ہو گئے۔ ہندو عورتیں رونے لگیں کیوں کہ باغی سکھ ہندوؤں کو ہی نقصان پہنچاتے تھے۔ اسپیکر کے ذریعے کہا جا رہا تھا "اس طیارے کو جلاد سنگھ اغوا کر رہا ہے۔ طیارے میں بیٹھے ہوئے دس فوجی جوانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ مسافروں کی سلامتی کی خاطر کوئی چالاکی نہ دکھائیں۔ وہ ایک ایک کر کے پائلٹ کیبن کے دروازے پر آئیں۔ اس دروازے کو صرف چھ انچ کھولیں اور اپنے ہتھیار اندر پھینکتے جائیں۔ دروازہ زیادہ کھلے گا اور کوئی یہاں داخل ہونے کی حماقت کرے گا تو پلک جھپکتے ہی پائلٹ اور کو پائلٹ کو شوٹ کر دیا جائے گا۔ چلو آؤ دیر نہ کرو۔"

فوجی اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک ایک کر کے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ مسافروں کی سلامتی کے لئے ہتھیار ڈالنا ضروری ہو گیا تھا۔ جالندھر پہنچنے تک تمام فوجیوں نے اپنے ہتھیار کیبن کے اندر پہنچا دئے۔ جب طیارہ رن وے پر پہنچ کر رک گیا تو جلاد سنگھ نے مائیک کے ذریعے متعلقہ افسران سے کہا "میرا مطالبہ سنو، سکھ آزاد تحریک کے پچیس جوان دہلی سنٹرل جیل میں ہیں۔ انہیں فوراً رہا کر کے خاص فلائٹ میں امرتسر پہنچایا جائے۔ جب تک وہ امرتسر نہیں پہنچیں گے اس طیارے کے مسافر یا ہر نہیں نکلیں گے اور کوئی مسلح شخص طیارے کے قریب نہیں آئے گا۔"

مسافروں میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ تمام ہتھیار کیبن میں پہنچ گئے ہیں۔ جلاد سنگھ ان ہتھیاروں سے سب کو مار ڈالے گا۔ کچھ لوگ تسلیاں دے رہے تھے کہ اس کا مطالبہ پورا ہو جائے گا تو وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

میں نے جلاد سنگھ کو پیاس کا احساس دلایا۔ وہ سوچنے لگا "میں پانی یا بوتل طلب کروں گا تو ہوسٹس یا اسٹیوارڈ مجھے پانی میں کچھ ملا کر دیں گے۔ میں مر جاؤں گا یا بیہوش ہو جاؤں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "اگر پائلٹ اپنے لئے پانی طلب کرے تو اسے صحیح پانی پینے کے لئے دیا جائے گا۔"

اس نے پائلٹ سے پوچھا "تمہیں پیاس لگی ہے؟"

پائلٹ نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولا "انکار نہ کرو۔ تمہیں پیاس لگی ہے۔ ہوسٹس سے کہو وہ تمہارے لئے پانی لائے۔ یاد

رکھو۔پانی اپنے لئے طلب کروگے، میرا ذکر نہیں کروگے۔"

پائلٹ نے اسپیکر کے ذریعے ہوسٹس کو مخاطب کرکے کہا۔ "مجھے پیاس لگی ہے۔ مسٹر جلاد سنگھ پانی لانے کی اجازت دے رہے ہیں۔ تم دروازہ کھول کر باہر سے ہاتھ بڑھا کر پانی دے سکتی ہو۔"

یہ سنتے ہی پارس اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا اٹر ہوسٹس کے پاس آیا۔ پھر سرگوشی میں بولا "اس میں بے ہوشی کی دوا ملا دو۔"

وہ بولی "نہیں۔ پائلٹ بے ہوش ہو جائے گا۔"

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر جلاد سنگھ پائلٹ کے بہانے پانی منگوا رہا ہے تو ہمیں فائدہ پہنچے گا۔"

"لیکن یہاں بے ہوشی کی دوا نہیں ہے۔"

"میرے پاس ہے۔"

میں نے ہوسٹس کو کسی دوسرے کام سے دوسری طرف گھما دیا۔ پارس نے اپنی انگوٹھی کی سوئی باہر نکال کر بھرے ہوئے گلاس میں ڈبوئی پھر نکال دی۔ اس سے کہا "اسے لے جاؤ اور خبردار ایک لفظ نہ کہنا۔ دروازہ بھی اتنا ہی کھولنا کہ یہ گلاس اندر چلا جائے۔"

وہ بھرا ہوا گلاس لے کر کیبن کے دروازے تک آئی پھر کہا۔ "میں پانی لائی ہوں۔ یہ گلاس لے لو۔"

اس نے دروازے کو ذرا سا کھول کر ہاتھ اندر کیا۔ جلاد سنگھ پائلٹ کو نشانے پر رکھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کو پائلٹ سے کہا۔ "گلاس لے کر یہاں آؤ۔"

اس نے اپنے پائلٹ ساتھی کو دیکھا۔ جلاد سنگھ کے ٹریگر دباتے ہی اس کی موت واقع ہو سکتی تھی۔ وہ کوئی چالاکی نہیں دکھا سکتا تھا۔ اس نے بڑی فرماں برداری سے گلاس کو ہوسٹس کے ہاتھ سے لیا۔ ہوسٹس کا ہاتھ باہر چلا گیا۔ کو پائلٹ نے دروازہ بند کرکے پائلٹ کو وہ گلاس پیش کیا۔ جلاد سنگھ نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے کر کہا "پیاس اسے نہیں مجھے لگی ہے۔"

حالاں کہ اسے پانی کی طلب نہیں تھی۔ میں نے طلب پیدا کی تھی۔ اس نے گلاس کو مُنہ سے لگا کر غٹاغٹ پی لیا۔ پھر گلاس ایک طرف رکھ کر مونچھیں آستین سے پونچھتے ہوئے بولا "عجیب سا پانی تھا لیکن تم لوگوں کو یہ بھی اس وقت تک نصیب نہیں ہوگا جب تک میرا مطالبہ پورا نہیں ہوگا۔ مطالبہ پورا ہونے کے بعد میں ایک مسلمان نوجوان کو گولی ماروں گا۔ پھر خود کو قانون کے حوالے کردوں گا۔ میں اپنی بے عزتی برداشت کرکے زندہ نہیں رہوں گا۔"

وہ بولتے بولتے چپ ہوگیا۔ اسے کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ایک ہاتھ سے سینے کو سہلانے لگا۔ پتا چلا صرف سینے میں تکلیف نہیں ہے۔ سر بھی چکرا رہا ہے۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے ہیں۔ وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے باوجود ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ کو پائلٹ نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی۔ جلاد سنگھ کو ایک لات ماری۔ وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر گر پڑا۔ کو پائلٹ نے ریوالور کو اٹھالیا۔ پھر دروازہ کھول کر خوشی سے چیختے ہوئے بولا "ہم نے جلاد سنگھ پر قابو پالیا ہے۔ خطرہ ٹل گیا ہے۔"

فوجی جوان دوڑتے ہوئے اندر آگئے۔ انہوں نے اپنے اپنے ہتھیار اٹھالئے۔ جلاد سنگھ کو فرش پر گھسیٹتے ہوئے طیارے کے آخری سرے کی طرف لے جانے لگے۔ پائلٹ نے متعلقہ افسران کو بھی وائرلیس کے ذریعے بتایا "خطرہ ٹل گیا ہے۔ جلاد سنگھ گرفتار ہوگیا ہے۔ مسافروں کے لئے سیڑھیاں لگائی جائیں۔"

پھر اس نے مسافروں سے کہا "آپ حضرات لاؤنج میں جاکر کچھ کھا پی کر تازہ دم ہو جائیں۔ پھر آپ کو دہلی تک پہنچایا جائے گا۔"

تمام مسافر نئی زندگی پاکر خوش ہو رہے تھے۔ جہاز کا عملہ اور تمام افسران اٹر ہوسٹس کی بروقت ذہانت کی تعریفیں کر رہے تھے۔ پریس رپورٹرز اس سے سوالات کر رہے تھے۔ فوٹو گرافرز اِدھر اُدھر سے اس کی تصویریں اتار رہے تھے۔ وہ خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ تعریفوں کے ہجوم میں یہ بھول گئی تھی کہ پانی میں کچھ ملانے سے انکار کر رہی تھی۔ ایک مسافر نوجوان نے کمزوری کی کوئی دوا پانی میں حل کی تھی۔

دیش پانڈے نے پوچھا "حماد! دوا تو تم نے پانی میں ملائی تھی؟"

پارس نے کہا "اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے ملائی ہو، تم نے ملائی ہو یا ہوسٹس نے۔ سیکڑوں مسافروں کی جانیں بچ گئیں۔ ہم نے باغیوں کا مطالبہ پورا نہیں ہونے دیا، یہی ہم سب کی کامیابی ہے۔ ہوسٹس واہ وصول کر رہی ہے اور ہم تم نیکی سمیٹ رہے ہیں۔"

"شاباش، تمہارے خیالات اور جذبات بہت اچھے ہیں۔ تم بہت عروج حاصل کروگے۔ ویسے جو حقیقت ہے اس کی رپورٹ میں ہیڈ کوارٹر میں پیش کروں گا۔ تمہارے ریکارڈ میں یہ کارنامہ درج ہوگا۔"

لوگ کھانے پینے میں مصروف تھے، ایک دوسرے سے نہیں بول رہے تھے۔ ہوسٹس ابھی تک پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز وغیرہ کی بھیڑ میں تھی۔ مسکرا مسکرا کر سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔ تمام دنیا کے اخباروں اور رسالوں میں اس کا کارنامہ اور تصویریں شائع ہونے والی تھیں۔ ایسی اچانک شہرت کسی کو نصیب نہیں ہوئی تھی اور ایسی بد نصیبی بھی شاید کسی کے حصے میں نہیں آئی تھی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ کہیں سے گولی چلی۔ وہ چیخ بھی نہ سکی۔ سینے پر گولی لگتے ہی دم نکل گیا۔ بے دم ہو کر اس پاس کے لوگوں سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑی۔

وہاں بھگدڑ سی مچ گئی۔ لوگ یوں بھاگنے لگے جیسے ان پر بھی

گولیاں چلنے والی ہوں۔ فوجی جوان قاتل کو تلاش کرنے لگے۔ ایک لانبی سے گولی چلنے کی آواز آئی تھی۔ ادھر جانے پر ایک گن فرش پر پڑی ہوئی نظر آئی۔ اوپر حصے میں سکھ مسافروں کی خاصی تعداد تھی۔ انہیں روکا جا رہا تھا۔ ان سے سوالات کئے جا رہے تھے۔ قاتل کو پہچاننے کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔ لیکن ایک قاتل کو پکڑنے کے لئے سیکڑوں سکھوں کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جب کہ یقین تھا کہ کسی باغی سکھ نے ہوسٹس کو اس لئے قتل کیا ہے کہ اس نے جلاد سنگھ کو پچیس قیدی رہا کرانے کا موقع نہیں دیا تھا۔

دیش پانڈے نے ہوسٹس کی خون آلود لاش دیکھ کر افسوس کا اظہار کیا "بے چاری!"

پارس نے کہا "اگر یہ بے چاری نہ ہوتی تو ابھی تم مجھے بے چارہ کہہ رہے ہوتے۔"

اس نے پارس کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا "واقعی بعض حالات میں پردے کے پیچھے رہ کر ہی کام کرنا چاہئے۔"

ہوسٹس کے قتل نے طیارے کی روانگی میں اور تاخیر کردی وہ رات کے آٹھ بجے دہلی پہنچے۔ فوجی چھاؤنی کے علاقے میں ایک بہت بڑے احاطے میں ٹریننگ سینٹر کی عمارت تھی۔ اس کا ایک کمرا پارس کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ دیش پانڈے نے اسے اس کمرے تک پہنچا کر کہا "یار حماد! تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔ لڑکیاں تو تم پر مرتی ہوں گی۔"

"کیا اس سینٹر میں لڑکیاں ہیں؟"

"ہاں، ان کا ہوسٹل عمارت کے پیچھے ہے۔"

"کیا تمہارے خیال کے مطابق وہ اتنی دور سے مجھ پر مرنے آئیں گی؟"

"کیا کہتے ہو، عشق تو تلوار کی دھار پر چل کر چلا آتا ہے۔ یہاں رات کو ایک دوسرے سے ملنے پر پابندیاں ہیں۔ ایک دوسرے کو حاصل کرنے کے لئے یہ سرنگ بنا لیتے ہیں۔"

"یہاں جاسوس بننے کی ٹریننگ حاصل کی جاتی ہے۔ یہ بھی ٹریننگ کا ایک حصہ ہے کہ سخت پابندیوں کے باوجود ایک دوسرے تک کیسے پہنچا جاتا ہے۔"

پارس نے اپنے کمرے کا جائزہ لیا۔ وہاں اس کی ضرورت کا ہر سامان مہیا کردیا گیا تھا۔ پاکستان کی سرحد غیر قانونی طور پر پار کرنے کے لئے وہ اپنے ساتھ کوئی سامان نہیں لایا تھا۔ صرف ایک جوڑا لباس امرتسر میں خریدا تھا۔ اس نے پوچھا "میرے لباس کا کیا ہوگا؟"

"کل صبح دہلی شہر دیکھو اور خریداری بھی کرو۔ میں جا رہا ہوں۔ کل ملاقات ہوگی۔"

وہ دیش پانڈے کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ زینے کے قریب دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دو مسلح نائٹ چوکیدار ایک طرف سے دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ ان میں سے ایک ٹارچ کی روشنی اِدھر اُدھر پھینک رہا تھا۔ وہ کسی کو تلاش کر رہے تھے۔

دیش پانڈے نے آواز دے کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

ان میں سے ایک پارس کے کمرے میں گیا۔ دوسرے نے قریب آکر کہا "سر! رمنا پانڈے اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ کہیں غائب ہے۔"

زینے سے نیچے فرشی منزل سے بھی کئی ٹارچ کی روشنیاں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ وہاں کے کئی گارڈز اسے تلاش کر رہے تھے۔ ایک گارڈ نے پارس کے کمرے سے نکل کر کہا "وہ یہاں نہیں ہے۔"

وہ دونوں دوسرے کمروں میں جاکر تلاش کرنے لگے۔ پارس نے پوچھا "یہ رمنا پانڈے کون ہے؟"

دیش پانڈے نے کہا "ایک اسٹوڈنٹ ہے۔ اپنے ہوسٹل کے کمرے سے غائب ہے۔"

"کیا غائب ہے کا مطلب مفرور ہے؟"

"نہیں، وہ اسی احاطے میں کہیں روپوش ہے۔ یہاں ایک ٹریننگ سینٹر کی اور دو ہاسٹل کی عمارتیں ہیں۔ وہ ان تین عمارتوں میں کہیں ہے۔ اگر یہاں پہرا دینے والے چھ نائٹ چوکیدار اسے صبح تک تلاش نہ کرسکے تو ان سب کی ایک ایک دن کی تنخواہ کٹ جائے گی۔"

"اور اس اسٹوڈنٹ کو کیا سزا ملے گی؟"

"اسے انعام ملے گا۔ اس کے ریکارڈ میں دس نمبروں کا اضافہ ہوگا۔ جاسوسی آنکھ مچولی کا کھیل بھی ہے۔ اس کھیل میں چھ نائٹ چوکیدار کسی بھی غائب ہونے والے اسٹوڈنٹ کو نظر آتے ہی گولی مار کر زخمی کرتے ہیں۔ کل سے تم یہاں کے اسٹوڈنٹ رہوگے۔ تمہیں بھی کسی رات یہ کھیل کھیلنا ہوگا۔"

"اس کا مطلب ہے رمنا پانڈے کہیں نظر آئے گا تو گولی کھا کر زخمی ضرور ہوگا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "رمنا پانڈے کوئی مرد نہیں لڑکی ہے۔ میرے بھائی مہیش پانڈے کی بیٹی ہے۔"

پارس نے اسے تعجب سے دیکھا پھر پوچھا "وہ تمہاری بھتیجی ہے اور تم اس ادارے کے بہت بڑے عہدیدار ہو۔ کیا پھر بھی اسے گولی مار کر زخمی کیا جائے گا؟"

"اس ادارے میں رشتے داری اور دوستی کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔ یہاں صرف ہنرمند اور باصلاحیت اسٹوڈنٹس کی قدر کی جاتی ہے۔"

وہ گھڑی دیکھ کر بولا "یہاں دس بجے کے بعد کوئی اسٹوڈنٹ کمرے سے باہر نہیں نکلتا۔ نائٹ چوکیداروں کو گولی چلانے کی اجازت ہے۔ تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔ کل ملاقات ہوگی۔"

وہ مصافحہ کرکے چلا گیا۔ پارس زینے سے پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ دور سے گزرنے والے ایک نائٹ چوکیدار نے بلند آواز سے کہا "یو مسٹر نیو کمر' فوراً اپنے کمرے میں جاؤ۔"

اس نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ رات کے گیارہ بج گئے تھے۔ سینٹر کے احاطے میں دور تک ویرانی تھی۔ تمام اسٹوڈنٹس اپنے کمروں میں بند تھے۔ باہر صرف چھ نائٹ چوکیدار ہی گشت لئے پھر رہے تھے۔ پارس نے سوچا۔ اس احاطے میں صرف تین عمارتیں ہیں۔ ان میں صبح تک چھپ کر نہیں رہا جا سکتا تھا۔ چھ گن مین چھپنے والے کو تلاش کر سکتے تھے اور ابھی تلاش کرنے کے لئے ان کے پاس سات گھنٹے تھے۔

اس نے بستر کے سرے پر بیٹھ کر جوتے اتارے۔ پھر آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ کل سے ایک اسٹوڈنٹ بن کر یہاں رہنا تھا۔ یہاں کی مختلف آزمائشوں میں کامیاب ہو کر اور زیادہ سے زیادہ نمبر حاصل کرکے ہی وہ "را" تنظیم میں داخل ہو سکتا تھا۔

مجھے اور میرے بیٹوں کو وقت پر کھانے اور وقت پر سونے کا موقع کبھی کبھی ملتا تھا۔ آج اسے جلد سونے کا موقع مل رہا تھا۔ اس لئے اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ دماغ کو ہدایات دیں کہ صبح پانچ بجے تک سوتا رہے۔ اگر نیند کے دوران کمرے میں کوئی خطرہ پیش آئے یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔

ہم ہمیشہ اپنے دماغوں کو ایسی ہدایات دے کر گہری نیند سوتے ہیں۔ اور نیند پوری ہونے تک محفوظ رہتے ہیں۔ ہماری چار دیواری میں کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آئے تو فوراً آنکھیں کھل جاتی ہیں لیکن اس رات پارس کی آنکھ نہیں لگی۔ دماغ کو ہدایات دینے کے باوجود اسے نیند نہیں آئی۔

اس نے ذرا انتظار کرنے کے بعد آنکھیں کھول کر سوچا "کیا بات ہے۔ دماغ ہمیشہ ہدایات قبول کرتا ہے۔ آج نیند کیوں نہیں آرہی ہے؟"

اس نے لیٹے ہی لیٹے کمرے میں ہر سمت نظریں دوڑائیں۔ کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر بستر سے اتر کر چلتا ہوا باتھ روم کے دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر دیکھا۔ اندر کوئی نہیں تھا۔ باتھ روم خالی تھا۔ اس نے دروازے کو دوبارہ بند کیا۔ پھر کمرے میں رکھی ہوئی الماری کو کھول کر دیکھا۔ الماری بھی اندر سے خالی تھی۔ کہیں کچھ نہیں تھا۔

وہ پھر بستر پر آکر لیٹ گیا۔ یہ خیال آیا کہ دماغ کو ہدایات دیتے وقت کوئی غلطی ہوگئی ہے۔ دوبارہ یہ عمل ہونا چاہئے۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں' معمول کے مطابق دماغ کو ہدایات دینے لگا۔ اس کے بعد سوچنے لگا کہ نیند آرہی ہے۔ نیند آرہی ہے۔ اب وہ نیند کی وادیوں میں پہنچنے والا ہے۔

عمل کامیاب تھا لیکن دماغ اسے سونے نہیں دے رہا تھا۔

پارس کمہ رہا تھا کہ کمرے میں کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے جب آنکھ لگنے سے پہلے ہی کوئی غیر معمولی بات تھی تو پھر دماغ اسے سونے کیسے دیتا؟

پھر گہری خاموشی میں بہت دھیمی دھیمی آواز سنائی دی۔ وہ آنکھیں کھول کر توجہ سے سننے لگا۔ بہت ہلکی ہلکی خراٹوں جیسی آواز تھی۔ وہ پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر سے چھلانگ لگا کر فرش پر آیا۔ پھر جھک کر پلنگ کے نیچے دیکھا۔ وہ آرام سے فرش پر لیٹی ہوئی تھی۔ پلنگ کے نیچے نیم تاریکی تھی۔ مگر چاند جیسا سراپا چمک رہا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں۔ پورے چاند کی چاندنی سو رہی تھی۔ اس نے اپنے ایک بازو کا تکیہ بنالیا تھا اور یوں تکیہ بنا کر جیسے آرام دہ بستر پر پہنچ گئی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر بولا "کمال ہے۔ تم سو رہی ہو جیسے ماں کی گود میں پڑی ہو۔ اے اٹھو۔"

وہ سوتی رہی۔ اگر اس کا بدن سانسوں کی آمد و رفت کا پتا نہ دیتا تو وہ بالکل مردہ ہی نظر آتی۔ محاورے کے مطابق گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی۔ یہ محاورہ شاید یوں استعمال میں آیا کہ کسی گھوڑوں کے سوداگر کو یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ اس کے گھوڑے چور لے جائیں گے' یہ فکر اسے سونے نہیں دیتی تھی۔ آخر اس نے تمام گھوڑے بیچ دیے۔ اب چرائے جانے کا کوئی خوف نہیں تھا اس لئے وہ دن چڑھے تک گہری نیند کے مزے لیتا رہا۔ اسی لئے یہ محاورہ استعمال میں آیا۔ بے فکری سے سونے والے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ گھوڑے بیچ کر سو رہا ہے۔

لیکن وہ دوشیزہ کیسے بے فکر ہوگئی تھی۔ اس کے پاس گھوڑے نہیں تھے لیکن جوانی کا مال متاع تھا۔ کوئی بھی چور اسی غفلت میں اسے لوٹ سکتا تھا۔ ایک اجنبی کے کمرے میں آکر چھپتے وقت اور سوتے وقت یہ دھڑکا کیوں نہ رہا کہ لوٹ مار ہو سکتی ہے۔

وہ خود کو سستا کرنے والی لڑکی تھی یا اسے اپنے کردار کی پختگی پر پورا بھروسا تھا۔ اس لئے وہ یہاں آئی تھی۔ بے فکری کی گہری نیند بتا رہی تھی کہ وہ نیند کی عادی ہے۔ سونے کا وقت ہو تو اسے کانٹوں کے بستر پر بھی نیند آجاتی ہے۔

پارس نے پھر اسے آواز دی "اے اٹھو۔ کیا تم رمنا پانڈے ہو؟"

وہ نیند میں "اوں اوں" کی آوازیں نکالتی ہوئی کروٹ بدل کر چاروں شانے چت ہوگئی۔ یہ بری بات ہے' خوابیدہ لڑکی کو دیکھنا نہیں چاہئے۔ وہ نیند میں کتاب کی طرح کھلتی اور بند ہوتی رہتی ہے۔ سونے والی کو اپنا ہوش نہیں رہتا اور دیکھنے والے کے ہوش اڑتے رہتے ہیں۔

پارس نے اس کے صحت مند بازو کو گرفت میں لیا۔ پھر جھنجوڑتے ہوئے کہا "اے کیوں میری آنکھوں کو گناہ گار بنا رہی ہو۔"

اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ فوراً ہی سمجھ میں نہیں آیا کہ کہاں پڑی ہے۔ گھبرا کر اٹھنا چاہا تو پلنگ کی نچلی سطح سے سر ٹکرا گیا۔ وہ ہائے کہہ کر پھر چت ہوگئی۔ پارس نے پھر اس کے بازو کو پکڑ کر فرش پر گھسیٹتے ہوئے پلنگ کے نیچے سے نکالا۔ وہ پلکیں جھپکتے ہوئے بولی "آہ! میں سمجھ گئی۔ تم نائٹ چوکیدار ہو۔ تم نے مجھے پکڑ لیا ہے۔"

وہ اس کا بازو چھوڑ کر بولا "تو چھوڑ دیا۔ میں نائٹ گارڈ نہیں ہوں۔"

وہ جلدی اٹھ کر اس کے سامنے فرش پر پلتھی مار کر بیٹھتے ہوئے خوشی سے بولی "نائٹ گارڈ نہیں ہو۔ یعنی کہ میں ابھی پکڑی نہیں گئی یعنی کہ تم دوست ہو۔ یعنی کہ میں صبح تک یہاں چھپی رہوں تو میری مارکس شیٹ میں دس نمبر کا اضافہ ہو جائے گا۔"

"یعنی کہ تمہارا تکیہ کلام ہے؟"

"یعنی کہ میرا تکیہ کلام نہیں ہے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں یعنی کہ بولنے کی عادی ہوں۔ جاسوسی کے پیشے میں تکیہ کلام نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی کہ بھیس بدلنے والا جاسوس اپنے یعنی کہ سے پہچان لیا جاتا ہے۔"

پارس اس کے سامنے اکڑوں بیٹھا ہوا اس کا منہ تک رہا تھا۔ وہ بول رہی تھی "میں نے اپنے ہاسٹل سے نکلتے وقت سوچ لیا تھا کہ لڑکوں کے ہاسٹل میں جاؤں گی۔ جو کمرا کھلا ملے گا اس کے اندر جا کر چھپ جاؤں گی۔ میں نے نیچے سے دیکھا۔ اس منزل پر تمہارے کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ میں پائپ کے ذریعے چڑھتی ہوئی کھڑکی کے راستے اندر آئی۔ اس کھڑکی کو اندر سے بند کیا پھر پلنگ کے نیچے چلی گئی۔ کہو کیسی رہی؟"

"اب تک تو اچھی رہی لیکن اب بند کمرے میں جوان لڑکی ایک جوان لڑکے کے ساتھ ہے۔ اب چوہے بلی کا کھیل شروع ہوگا۔ تم بھاگو گی میں پکڑوں گا۔ پھر چھوڑ دوں گا کیوں کہ باہر نہیں جاسکو گی۔ کمرے سے نکلتے ہی کوئی نائٹ گارڈ گولی چلا کر تمہیں زخمی کردے گا۔ میں تمہیں پکڑوں گا' چھوڑوں گا۔ پھر پکڑوں گا پھر چھوڑوں گا۔ تم حلق سے آواز نہیں نکال سکو گی کیوں کہ تمہاری آواز پر گولی مارنے والے چلے آئیں گے۔ تم وہ گولی کھاؤ گی یا ہوس کی کڑوی گولی کھا کر صبح دس نمبر حاصل کرو گی۔ کہو کیسی رہے گی؟"

وہ پارس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی "یار! تم ہو بڑی فنٹاسٹک اور میں ہوں بہت ہی ٹیڑھی کھیر' میں نے قابو میں آنا سیکھا ہی نہیں ہے۔ ابھی ایک چیخ ماروں گی اور تمام گارڈز دوڑے چلے آئیں گے۔ میں دس نمبر ہار جاؤں گی۔ سزا کے طور پر گولی کھا کر زخمی ہو جاؤں گی لیکن اپنی عزت کو زخمی نہیں ہونے دوں گی۔"

"اتنا ہی عزت کا پاس ہے تو لڑکوں کے ہاسٹل میں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

"یہ سوچ کر آئی ہوں کہ سب شیطان نہیں ہوتے۔"

"سب نہیں ہوتے۔ کچھ ہوتے ہیں۔ اور پھر جوان لڑکی کو سب سے پہلے شیطان ہی گھیرتا ہے۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ ایسے وقت کیا کروں گی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں نقصان نہ اٹھاؤں تو دوست بن کر صبح تک مجھے عزت آبرو سے پناہ لینے دو۔ آئندہ میں تمہارے کسی برے وقت میں کام آؤں گی۔"

وہ مسکرا کر بولا "ایسا برا وقت تب آئے گا جب میں بھی یہاں کے آزمائشی دستور کے مطابق کسی رات اپنے کمرے سے نکلوں گا دس نمبر حاصل کرنے کے لئے تمہارے پاس آؤں گا تو تم اپنے

مشہور چور رنک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوریاں

وہ تمام کہانیاں جو اب تک لکھی گئی ہیں

قیمت ۴۰/- روپے

ڈاک خرچ ۱۶/- روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

کمرے میں پناہ دوگی۔"

"ایگزیکٹلی' یہی بات ہے۔"

"لیکن میں کسی عورت کے آنچل میں چھپنا بزدلی سمجھتا ہوں۔ میں صبح تک چھپنے کے لئے تمہارے کمرے میں کبھی نہیں آؤں گا۔"

وہ مایوس ہو کر بولی "یعنی کہ میں باہر چلی جاؤں؟"

"نہیں۔ ایک لڑکی کو زخمی ہوتے دیکھنا مردانگی نہیں ہے' تم یہاں صبح تک رہ سکتی ہو۔"

"یعنی کہ مجھ پر احسان کررہے ہو اور میرا احسان کبھی نہیں لوگے؟"

"یہی بات ہے۔ یہ ہماری پہلی اور آخری ملاقات ہے۔ ٹریننگ کے دوران کبھی سامنا ہو تو میں تمہیں پہچاننے سے انکار کردوں گی۔"

"تم کچھ زیادہ ہی مغرور ہو رہے ہو۔"

"وہ غرور اچھا ہے جو لڑکیوں سے دور رکھتا ہے۔"

"پتا ہے میں ماہر نفسیات ہوں۔ مرد کے مزاج کو خوب پہچان لیتی ہوں۔ مرد' دور دور رہے تو لڑکی اس کی طرف کھنچی آتی ہے۔ تم یہی حربہ مجھ پر آزما رہے ہو۔ تمہیں مایوسی ہوگی۔"

"مجھے مایوس ہونے کا شوق ہے۔ پلنگ کے نیچے جاؤ اور مجھے اوپر سونے دو۔"

وہ اٹھ کر بستر پر آگیا۔ اور وہ فرش پر بیٹھی رہی۔ اس نے پوچھا "کیا بیٹھی رہوگی؟"

"مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"تھوڑی دیر پہلے کیسے آئی تھی؟"

"اس وقت میں اکیلی تھی۔ اب ایک اجنبی مرد ہے۔ میں کیسے سو سکتی ہوں؟"

"اس اجنبی مرد کو تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"تم میری انسلٹ کررہے ہو۔ کیا میں اتنی گئی گزری ہوں کہ مجھ میں دلچسپی لینے والی کوئی بات نہیں ہے؟"

"یوں نگاہوں کے سامنے جاگتی رہوگی تو میرے اندر کا شیطان دلچسپی لینا شروع کردے گا۔"

وہ فرش پر لیٹ گئی۔ پھر لڑھکتی ہوئی پلنگ کے نیچے چلی گئی۔ نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی پارس کے خیالوں میں وہ حسین سراپا جھلکنے لگا۔ اگر سرِعام کہیں سامنا ہوتا تو وہ اسے نظرانداز کرکے گزر جاتا۔ مگر وہ بند کمرے میں تھی اور ہاتھوں کی پہنچ تک تھی۔ پلنگ کے نیچے تھی۔ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی' جب ذرا ہاتھ بڑھایا پکڑ لیا۔

وہ بند کمرا ورغلا رہا تھا۔ شیطان کو بند رکھو تو وہ بہت زیادہ بھڑکتا ہے۔ پارس اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر سے اتر گیا۔ پھر تیزی سے چلتے ہوئے دروازے کے پاس آکر اسے کھول دیا۔ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا باہر سے اندر آیا اور اندر سے شیطان کا گرم جھونکا باہر چلا گیا۔ دروازہ کھلا رہے گا تو یہ اندیشہ رہے گا کہ کوئی بھی آسکتا ہے۔ وہ پلنگ کے نیچے سے نکل نہیں سکے گی اور وہ نکال نہیں سکے گا۔

وہ دروازہ کھولنے کے بعد بستر پر آکر لیٹ گیا۔ باہر اندھیرا تھا۔ کمرے کی روشنی کھلے دروازے سے باہر جارہی تھی۔ وہ نیچے سے سرگوشی میں بولی "یہ تم نے کیا کیا؟ کوئی نائٹ چوکیدار آجائے گا۔"

اس نے سرگوشی میں جواب دیا "خاموش رہوگی اور نیچے سے نکل کر جلوہ نہیں دکھاؤگی تو کسی نائٹ گارڈ کو شبہ نہیں ہوگا۔ دروازہ کھلا رہے گا تو انہیں یقین ہوجائے گا کہ تم کم از کم اس کمرے میں نہیں ہو۔"

"ہاں' یہ تم نے عقل کا کام کیا ہے۔"

"تم بولتی رہوگی تو عقل کا کام تمام ہوجائے گا اور ہمارے مکالمے سن کر کوئی چلا آئے گا۔"

وہ خاموش ہوگئی۔ آدھے گھنٹے بعد قدموں کی آواز سنائی دی۔ ایک نائٹ گارڈ نے دروازے کے پاس آکر پوچھا "یہ کھلا کیوں ہے' اسے بند کرو۔"

پارس نے کہا "بند کمرے میں گھٹن سی ہورہی ہے۔"

"سب لوگ بند کمرے میں راتیں گزارتے ہیں۔"

"میں آج یہاں نیا ہوں۔ پلیز کل سے مجھے پابند کرو۔"

"آج کا کام کل پر نہ ڈالو۔ آج ہی سے پابند رہو۔ ویسے بھی ڈیوٹی بدل رہی ہے۔ میں تمہیں اجازت دے کر جاؤں گا تو دوسرا گارڈ آکر اسے بند کرائے گا۔"

پارس نے اٹھ کر دروازے کو بند کردیا۔ پھر بستر کے پاس آیا۔ وہ نیچے سے سر نکال کر بولی "پنکھے کی ہوا یہاں تک نہیں آرہی ہے۔"

"میں کیا کروں؟ کیا مجھے سونے نہیں دوگی؟"

"تم مجھے پناہ دے کر نیکی کررہے ہو۔ کیا نیکی کرنے کے لئے نیند قربان نہیں کرسکتے؟"

"وہ تو کررہا ہوں۔"

"ذرا خوشی سے کرو۔ ویسے تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا کوئی نام نہیں ہے۔"

"یہ تمہارے ماں باپ نے ظلم کیا ہے۔ کوئی تو نام رکھنا ہی چاہئے تھا۔ میرا نام رمنا ہے' یہ تو تم جانتے ہی ہو۔ ایک برس کی ٹریننگ میں پچاس نمبر حاصل کرچکی ہوں۔ مزید پچاس حاصل کرلوں گی تو کامیاب قرار دی جاؤں گی پھر میں خفیہ تنظیم میں رہ کر سراغ رسانی کی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتی رہوں گی۔ مجھے ایسی ایڈونچر لائف بہت پسند ہے۔ میرے انکل دیش پانڈے اس تنظیم کے بہت بڑے عہدیدار ہیں لیکن میں ان کی سفارش سے نہیں اپنی ذہانت سے مارکس حاصل کررہی ہوں۔"

"کیا تم صبح تک بولتی رہوگی؟"

"کیا صبح تک گونگے بہرے بن کر رہنا اچھا لگے گا؟"

پارس ایک گھنٹے تک اسے برداشت کرتا رہا۔ پھر اٹھ کر دروازے کو کھول دیا۔ وہ فوراً ہی پلنگ کے نیچے چلی گئی۔ اسے خاموش رکھنے کا یہی ایک راستہ تھا۔ دور سے قدموں کی آوازیں آرہی تھیں۔ پارس کھلے ہوئے دروازے پر یوگا کا ایک آسن بنا کر بیٹھ گیا۔ وہاں دو نائٹ گارڈز آکر رک گئے۔ ایک نے پوچھا "یہ کیا ہورہا ہے؟"

پارس سانس روکے خلا میں تک رہا تھا۔ دوسرے گارڈز نے اپنے ساتھی سے کہا "یہ یوگا کی مشقیں کررہا ہے۔ ہمیں اپنی کارروائی شروع کرنا چاہئے۔"

پہلے نے کہا "ٹھیک ہے میں اس کمرے سے تلاشی لیتا ہوا ادھر جاؤں گا تم اس کمرے سے تلاشی شروع کرو۔"

ایک گارڈ پارس کے دائیں طرف کے کمرے میں گیا۔ دوسرا بائیں طرف والے کمرے کی تلاشی لینے گیا۔ پارس کا کمرا تلاشی سے پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔ عقل کتنی تھی کہ رمنا پانڈے کھلے ہوئے کمرے میں چھپنے کی حماقت نہیں کرے گی۔

آدھی رات کے بعد ڈیوٹی پر آنے والے چھ گارڈز لڑکوں اور لڑکیوں کے ہاسٹل کی تلاشی لیتے رہے۔ احاطے کے اندر باغیچے اور جھاڑیوں میں بھی دیکھ لیا۔ رمنا کہیں نظر نہیں آئی۔ دستور کے مطابق وہ ایک کمرے کی تلاشی ایک ہی بار لے سکتے تھے۔ بار بار اسٹوڈنٹس کی نیند میں مخل نہیں ہوسکتے تھے۔ صبح چار بجے وہ مایوس ہوگئے۔ ایک گارڈ نے کہا "تمام اسٹوڈنٹس پانچ بجے بیدار ہوتے ہیں۔ اگر چھ بجے پی ٹی کے لئے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے اسے گولی مار کر زخمی کریں گے تو ہماری ملازمت پر حرف نہیں آئے گا۔"

پارس نے صبح پانچ بجے سے پہلے دروازہ بند کرکے پوچھا "اب پی ٹی کے لئے باہر میدان میں کیسے جاؤگی؟"

"میں نے پہلے ہی تدبیر سوچ لی ہے۔"

"کیا ہے وہ تدبیر؟"

وہ چٹکی بجا کر بولی "فنٹاسٹک آئیڈیا ہے۔ دیکھو ہر کمرے سے ایک لڑکا نکلے گا۔ کیوں کہ ایک کمرے میں ایک ہی اسٹوڈنٹ ہوتا ہے۔ اس لئے میں تمہارا لباس پہن کر نکلوں گی تو یہی سمجھا جائے گا کہ تم نکل کر جارہے ہو۔"

"تم جاؤگی تو میں پی ٹی کے لئے میدان میں کیسے جاؤں گا؟"

"میرے بعد تم آسکتے ہو۔"

"تم میرا لباس پہن کر جاؤگی تو میرے بدن پر کچھ نہیں رہے گا۔ کیوں کہ میں ایک ہی لباس میں سرحد پار کرکے یہاں آیا ہوں۔"

"کیا واقعی تمہارے پاس دوسرا لباس نہیں ہے؟"

"تم کمرے اور باتھ روم میں دیکھ لو۔"

اس نے الماری اور باتھ روم میں دیکھا۔ پھر بولی "تمہارے پاس لباس تو کیا دوسرا سامان بھی نہیں ہے۔ تم زندگی کیسے گزارتے ہو؟"

"جیسے کے انتظار میں گزارتا ہوں کہ دلہن آئے گی تو زندگی گزارنے کا تمام سامان لے آئے گی اور مجھے نئے کپڑے بھی پہنائے گی۔"

"تمہیں جھینپ لیتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔"

"تم مجھے شرم دلاؤگی یا یہاں سے نکلنے کی تدبیر کروگی؟"

"تم باتیں ایسی کرتے ہو کہ میں اصل بات بھول جاتی ہوں۔ چلو اپنے کپڑے اتارو۔"

"شادی سے پہلے تمہارا حکم نہیں مانوں گا۔"

وہ جھینپ کر بولی "بکواس نہ کرو۔ باتھ روم میں جاؤ۔"

اس نے باتھ روم میں آکر لباس کو اتارا۔ اپنے اطراف ایک بڑا تولیہ لپیٹ لیا پھر کمرے میں آکر بولا "جاؤ اور لباس پہن لو۔"

وہ پلنگ کے نیچے سے ایک بیگ نکال کر باتھ روم میں چلی گئی۔ چھ بجے تمام اسٹوڈنٹس اپنے کمروں سے نکل کر میدان میں جاتے ہیں۔ جب چھ بجنے میں صرف دو منٹ رہ گئے تو وہ باتھ روم سے نکلی۔ پہلی نظر میں ایک سکھ نوجوان نظر آئی۔ چہرے پر داڑھی مونچھیں اور سر پر پگڑی تھی۔ یہ سامان وہ بیگ میں چھپا کر لائی تھی۔

پارس نے پوچھا "اتنا سامان لائی تھیں' کیا ایک مردانہ لباس نہیں لاسکتی تھیں؟"

"مجھے کیا معلوم تھا جہاں چھپنے جاؤں گی' وہاں ایک ہی لباس ہوگا۔"

وہ لباس اگرچہ رمنا کو بہت ڈھیلا ڈھالا سا لگ رہا تھا۔ تاہم فوراً ہی اس پر شبہ نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ بولی "ویل مسٹر گمنام! تم میرے احسان کا بدلہ نہیں لوگے لیکن کبھی تمہارے کام ضرور آؤں گی۔"

اس نے مسکرا کر آنکھ ماری۔ پھر دوڑتی ہوئی باہر چلی گئی۔ میں نے بیٹے کے پاس آکر پوچھا "کیا ہورہا ہے؟"

"تمام رات حسن و جمال کی ایک ملکہ میرے کمرے میں رہی۔ اور میں نے شرافت کی تسبیح پڑھتے ہوئے صبح کردی۔ ایسا تو فرشتے کرتے ہیں۔"

"بیٹے! انسان بھی کرتے ہیں۔ تمہارے جیسے' قوتِ ارادی رکھنے والے انسان' اب آگے بولو۔"

وہ مجھے روداد سناتے ہوئے کمرے سے باہر آیا۔ پھر زینے سے اتر کر میدان کی طرف جانے لگا۔ میدان میں پہنچا تو تمام اسٹوڈنٹس لڑکیاں اور لڑکے اسے توتلے میں دیکھ کر ہنسنے لگے۔ رمنا بھی لڑکیوں کی قطار میں کھڑی ہنس رہی تھی ایک گارڈ نے پارس کے سامنے آکر کہا "اچھا تو پچھلی رات تم نے یوگا کے بہانے ہمیں الو بنایا تھا۔"

پارس نے کہا "تمہیں تو اوپر والے نے بنایا ہے۔ میرے بنانے کے لئے گنجائش نہیں چھوڑی۔"

وہ مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے بولا "تم بھی ایسے ہی امتحان سے گزرو گے تب میں تم سے نمٹ لوں گا۔"

ٹریز اور ایک اعلیٰ عہدیدار نے آکر کہا "ڈیئر اسٹوڈنٹس! تم سب نے دیکھا ہے۔ رمنا اس آزمائش میں کامیاب رہی ہے۔"

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ اعلیٰ عہدیدار نے کہا "رمنا پچھلی رات کی مکمل روداد لکھ کر ہمارے سامنے پیش کرے گی' اس کے بعد اُس کی مارکس شیٹ میں دس نمبروں کا اضافہ کر دیا جائے گا۔"

پھر ایک بار تالیاں بجنے لگیں۔ ٹریز نے کہا "مجھے فخر ہے کہ رمنا نے میری ٹریننگ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ آج رات ایسی ہی آزمائش سے کون گزرے گا؟"

اسٹوڈنٹس اپنا اپنا نام پیش کرتے ہوئے ہچکچانے لگے' کوئی ناکامی کی صورت میں گولی کھا کر زخمی نہیں ہونا چاہتا تھا۔ پارس نے کہا "سر! آج رات میں اپنے کمرے سے نکلوں گا اور صبح دس نمبر حاصل کروں گا۔"

ٹریز نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر کہا "تم نئے ہو۔ تم نے مجھ سے ٹریننگ حاصل نہیں کی ہے۔"

"سر! کل تمام رات رمنا آپ کی باتیں کرتی رہی اور آپ کی ٹریننگ کے طریقے مجھے بتاتی رہی۔ میں یہ سب کچھ سننے کے بعد آپ کا شاگرد ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ کل صبح آپ کا نام اونچا کروں گا۔"

وہ اپنی تعریف سن کر خوش ہو گیا' اس نے پارس کو اجازت دے دی۔ پی ٹی کے بعد رمنا نے قریب آکر کہا "مجھے تمہارا نام معلوم ہو گیا ہے۔ مگر تم نے آج رات آزمائش سے گزرنے کی اجازت لے کر بہت بڑی حماقت کی ہے۔"

پارس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ میں بہت پریشان ہوں۔ تمہیں وہ نائٹ چوکیدار نہیں چھوڑے گا۔ انتقام لینے کے لئے ضرور تم پر گولی چلائے گا۔"

"تم پریشان کیوں ہو؟ کیا میری گھر والی ہو؟"

وہ اپنے ہاسٹل کی طرف جانے لگا۔ اتنے میں دیش پانڈے آگیا۔ اسے تولیے میں دیکھ کر ہنستے ہوئے بولا "میں آنس سے تمہاری اور رمنا کی رپورٹ سن کر آرہا ہوں۔ دیکھ لو' میری بھتیجی کتنی چالاک ہے۔ تمہارے کپڑے اتروا لئے۔"

پارس نے پانڈے کے کان میں کہا "سوچ سمجھ کر بولا کرو۔ پہلے اس نے اتارے' تب میرے پہنے۔ تمہاری بھتیجی کا لباس اب تک میرے کمرے کے باتھ روم میں ہے۔"

وہ جھینپ کر بولا "مجھ سے ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

"جو بات پورے سینئر والوں کو معلوم ہو چکی ہے' اس میں شرم کیسی؟"

"اچھا زیادہ باتیں نہ کرو۔ بازار چلو اور خریداری کرو۔"

"کیا تولئے میں چلوں؟"

پانڈے نے اپنی بھتیجی کو دیکھا۔ وہ پارس کا لباس پہنے اپنے ہاسٹل کی طرف جا رہی تھی۔ وہ بولا "چلو کسی اسٹوڈنٹ سے لے کر پہن لو۔"

وہ پانڈے کے ساتھ ہاسٹل کی طرف گیا۔ میں اس نائٹ گارڈ کے خیالات پڑھنے لگا جس نے میرے بیٹے کو چیلنج کیا تھا۔ میں نے چھ چوکیداروں کا طریقہ کار کے متعلق معلوم کیا کہ وہ رات کو کس طرح کسی اسٹوڈنٹ کو ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ وہ ایسے دو چار مقامات کے بارے میں بھی جانتا تھا۔ جہاں کوئی اسٹوڈنٹ چھپنے کے لئے نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے ایسے ہی ایک مقام کے متعلق پارس کو بتا دیا۔

وہ پانڈے کے ساتھ دہلی شہر دیکھ رہا تھا۔ ضرورت کی چیزیں خرید رہا تھا۔ پانڈے کہہ رہا تھا "تم نے حاضر دماغی سے کسی خون خرابے کے بغیر سیکڑوں مسافروں کی جانیں بچائی تھیں۔ اس کے انعام میں تمہیں بیس نمبر دئے گئے ہیں۔"

وہ بولا "اس کا مطلب ہے اب مجھے اسی مارکس اور حاصل کرنے ہوں گے۔ کل صبح تک دس نمبر اور مل جائیں گے۔ مجھے بتاؤ زیادہ سے زیادہ مارکس حاصل کرنے کے لئے اور کیا کرنا چاہئے؟"

"اتنی تیزی سے نہ دوڑو۔ ٹخنہ کے بل گرو گے۔"

"جہاں گروں گا' وہاں سے بھی کچھ لے کر اٹھوں گا۔ میری فکر نہ کرو۔"

"ٹریننگ سینٹر میں سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر رمنا ناکام ہوتی تو کوئی بھی گارڈ اسے گولی مار دیتا اور وہ اس وقت اسپتال میں ہوتی۔ پھر یہ تو زخمی ہونے کی بات ہے۔ چند آزمائشوں میں جان بھی چلی جاتی ہے۔ اسی لئے خفیہ تنظیم میں بہت ہی کم افراد داخل ہو پاتے ہیں۔ باقی ناکام ہو کر سینٹر چھوڑ دیتے ہیں۔ ٹریننگ کے دوران کچھ لوگ مر چکے ہیں۔"

"کیا تم مجھے کہانیاں سنا کر ڈرا رہے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "یہ ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ تم ڈرنے اور پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہو۔ جانتے ہو' میں نے تنظیم کے خفیہ پینل میں تمہاری کیا رپورٹ بھیجی ہے؟"

"میں سننا پسند کروں گا۔"

"میں نے لکھا ہے کہ تمہارے جیسے حاضر دماغ اور فولادی فائٹر کو "را" تنظیم کی سیکرٹ سروس میں رکھا جائے۔"

"تنظیم کی سیکرٹ سروس میں کیسی خدمات لی جاتی ہیں؟"

"ان دشمنوں کا سراغ لگایا جاتا ہے جو آستین کے سانپ

ہوتے ہیں۔ دوست بن کر رہتے ہیں اور اندر سے جڑیں کاٹنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اسرائیل سے ہمارے بہترین تعلقات ہیں۔ ہم نے پاکستان کے خلاف جاسوسی کرنے کے لئے ان کی جاسوسی تنظیم "موساد" کو اجازت دی ہے کہ وہ یہاں اپنا خفیہ ادارہ قائم کرے لیکن یہودی قابلِ اعتماد نہیں ہوتے۔ وہ ہماری کمزوریاں اور اہم راز معلوم کرنے کی دوغلی حرکتیں کر سکتے ہیں۔ ہمارے چند جاسوس ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ میں نے پُرزور سفارش کی ہے کہ تمہیں "موساد" کے خلاف جاسوسی کرنے کے مواقع دئے جائیں۔"

"مسٹر پانڈے! تم واقعی دوستی کا حق ادا کر رہے ہو۔ کیا ایسے لوگوں کے نام اور پتے بتا سکتے ہو جن کا تعلق موساد سے ہے؟"

"تم پھر تیز دوڑنا چاہتے ہو۔"

"تم ساتھ ہو اس لئے تیز رفتار ہوں۔ گرنے سے پہلے تمہارا ہاتھ تھام لوں۔"

پارس نے اس انداز میں تعریف کی جیسے اسی کے سہارے کارنامے انجام دے رہا ہو۔ اس کا نفسیاتی اثر ہوا۔ وہ خوش ہو کر بولا "میری کوشش ہوگی کہ تم کہیں ٹھوکر نہ کھاؤ۔ مجھے ایک فیملی پر شبہ ہے۔ میں اس فیملی کے کسی ممبر سے تمہاری ملاقات کراؤں گا۔"

میں نے پانڈے کی سوچ سے اس فیملی کے متعلق معلوم کیا جب تک وہ پارس کے لئے کی جانے والی شاپنگ سے فارغ ہوا اور اسے سینٹر کے ہاسٹل میں چھوڑ کر اپنے گھر آیا تو اس وقت تک میں بہت کچھ معلوم کر چکا تھا۔

اس ہیڈ آف دی فیملی کا نام شیو چرن تھا۔ چھ برس پہلے اس نے ایک جرمن دوشیزہ سے شادی کی تھی۔ وہ یہودی تھی لیکن خود کو عیسائی ظاہر کرتی تھی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ شیو چرن بھارت میں وزارتِ داخلہ کا ایک اہم عہدیدار ہے تو وہ اس پر ہزار جان سے عاشق ہو گئی تھی اور اس کی خاطر ہندو دھرم قبول کرنے کو تیار ہو گئی تھی۔ شیو چرن کے لئے یہ فخر کی بات تھی بھلا ایسی چاہنے والیاں کہاں ملتی ہیں؟ وہ تو مقدر سے مل گئی تھی۔ اس لئے اسے بیاہ کر ہندوستان لے آیا۔

دیش پانڈے کو شبہ تھا کہ شیو چرن دوست نما دشمنوں کا ایجنٹ بن گیا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کی جرمن بیوی یہودی ہے۔ میں نے پانڈے کے ذریعے شیو چرن کے دماغ میں پہنچ کر یہ حقیقت معلوم کی۔

پتا چلا ابتدا میں اس کی جرمن بیوی انجیلا اسے خوب شراب پلا کر مدہوش کر دیتی تھی۔ وہ نشے میں سرکاری معاملات سے تعلق رکھنے والی باتیں بڑبڑاتا تھا اور یوں ملکی راز فاش ہوتے رہتے تھے۔ لیکن ہوش و حواس میں رہنے کے دوران وہ بڑا دیش بھگت ہوتا تھا۔ اپنے دیش کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتا تھا۔

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سچی کہانیاں

مرزا امجد بیگ کی یادداشتیں

ریٹائرڈ ڈی ایس پی ایک صنعتی ادارے کی فائنڈی

سیاہ دست انتقام

سبز قدم

اسیرِ ہوس

قانونی پیچیدگیاں' عدالتی کارروائی کے اہم موڑ و نکات

زن، زر اور زمین کے تنازعوں سے جنم لینے والے مقدمات

ایک ریٹائرڈ ڈی ایس پی کی پیشہ ورانہ زندگی کے پے چیدہ کیسوں کی روداد

جرم و سزا کی وہ کہانیاں جو انسانی حرص و ہوس کا آئینہ ہیں

قیمت فی کتاب ۱۰۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۶ روپے۔ چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۰ رمضان چیمبرز

نزد دفتر اخبار جنگ، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی ۱۰۴۳۰

انجیلا کبھی سرکاری معاملے پر کوئی بات چھیڑتی تو اسے سختی سے کہہ دیتا "خبردار! صرف اپنے معاملات پر گفتگو کرو۔ تمہیں میرے دفتری معاملات سے کیا دلچسپی ہے؟"

"مجھے کیوں دلچسپی ہوگی؟ میں تو یہ سمجھنا چاہتی ہوں کہ آپ ایسا کیا کام کرتے ہیں کہ تھک جاتے ہیں۔ کبھی پریشان بھی نظر آتے ہیں کیا آپ کی پریشانی میری پریشانی نہیں ہے؟"

"بے شک ہے۔ لیکن سرکاری پریشانی تمہاری نہیں صرف میری ہے۔"

شیوچرن واقعی محبِ وطن تھا۔ اس کی حب الوطنی کے باعث بہت سی باتیں معلوم نہیں ہوسکتی تھیں۔ نشے میں پوری طرح بول نہیں پاتا تھا۔ اس سے خاطر خواہ معلومات حاصل کرنا ممکن نہیں رہتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اسرائیلی حکومت کو ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا مل گئی۔ الپا نے شیوچرن کی آواز سنی اس پر تنویمی عمل کرکے یہ بات ذہن میں نقش کردی کہ وہ ہر رات خفیہ سرکاری باتیں نیند میں بڑبڑایا کرے گا۔ دوسری بات یہ نقش کردی کہ جرمنی سے اس کی ایک نوجوان سالی ایلا جون آرہی ہے۔ وہ ایلا کی دوستی را تنظیم کے کیپٹن رنجیت سے کرائے گا۔ شیوچرن اور کیپٹن رنجیت بچپن کے دوست تھے اور الپا نے شیوچرن کے خیالات سے معلوم کرلیا تھا کہ رنجیت حسن پرست ہے۔ شباب کے ساتھ شراب کا بھی بیاسا رہتا ہے لیکن بہت محتاط رہ کر کسی حسینہ سے دوستی کرتا ہے اور یہ کسی کو نہیں بتاتا کہ اس کا تعلق ایک بہت ہی خفیہ تنظیم سے ہے۔

دو ماہ پہلے ایلا بھارت آئی تھی۔ بہانہ یہ تھا کہ ہندوستانی کلچر پر کتاب لکھنے آئی ہے۔ کیپٹن رنجیت اس حسینہ پر مرمٹا تھا۔ حسینہ جانتی تھی کہ مرد کو کس طرح دیوانہ بنایا جاتا ہے۔ وہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیتی تھی' باقی بدن چرالیتی تھی۔ ایسے میں الپا نے اس پر عمل کیا تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے ایلا کا تابعدار عاشق بنادیا تھا۔

میں نے پارس کو یہ تمام باتیں تفصیل سے بتادیں۔ اس نے کہا "شکریہ پاپا! آج رات ہاسٹل کی آزمائش سے گزر کر کل شیوچرن اور رنجیت سے نمٹ لوں گا۔"

ٹریننگ سینٹر میں تمام دن طرح طرح کی مشقیں کرائی جاتی تھیں۔ کچھ اسٹوڈنٹ فائرنگ اور فائٹنگ کی ٹریننگ حاصل کرتے تھے لیکن زیادہ تر پیچیدہ معاملات کو سمجھنے اور سلجھانے کی عملی کوششیں کرائی جاتی تھیں۔ حاضر دماغی کی مشقوں میں کتنے ہی اسٹوڈنٹس ناکام رہتے تھے اور سینٹر سے نکال دیے جاتے تھے۔

سینٹر کے ایک حصہ میں کئی روبوٹ ایک دوسرے کے سامنے دو قطاروں میں کھڑے ہوئے تھے ان کے دونوں ہاتھوں میں ڈنڈے تھے۔ ایک بٹن آن کرتے ہی تمام روبوٹ کے اوپر نیچے ڈنڈے یوں چلاتے تھے کہ ان کے درمیان سے کوئی گزر نہیں سکتا تھا۔ ٹریننر نے ایک نوجوان سے کہا "ان کے درمیان سے ڈنڈوں کی مار کھائے بغیر گزر جاؤ۔"

ڈنڈے تو چلتے ہی رہتے۔ وہ ایک روبوٹ کو روکتا تو دوسرے روبوٹ کے ڈنڈے پڑتے۔ نوجوان تھوڑی دیر سوچنے کے بعد دو لانبے بانس لے آیا۔ اس نے ایک قطار میں کھڑے ہوئے سات روبوٹ کے ہاتھوں سے اس طرح بانس کو گزارا کہ ان کے چودہ ہاتھ ڈنڈے چلاتے وقت بانس کی وجہ سے رکنے لگے۔ اس نے دوسری قطار کے روبوٹ کے ہاتھوں کو بھی دوسرے بانس کے ذریعے روک دیا۔

تمام اسٹوڈنٹس اس کی ذہانت کی داد دیتے ہوئے تالیاں بجانے لگے۔ وہ نوجوان فخریہ انداز میں روبوٹ کے درمیان آیا۔ پھر جیسے ہی گزرنے کے لئے قدم بڑھایا ان روبوٹ کے فولادی ہاتھوں کے درمیان دونوں بانس ٹوٹنے لگے۔ نوجوان کے سر اور بدن پر ڈنڈے پڑنے لگے۔ وہ چیختا ہوا بچنے کی کوششیں کرتا قطار کے دوسرے سرے سے باہر آیا تو خاصا زخمی ہوچکا تھا۔

ٹریننر نے رمنا سے کہا "اب تم جاؤ۔"

وہ بڑی دیر سے روبوٹ کے ہاتھوں کی حرکتوں کا مطالعہ کرتی رہی تھی۔ ان کے ہاتھوں کے ڈنڈے اوپر سے نیچے حرکت کرتے تھے لیکن گھٹنوں سے نیچے نہیں جاتے تھے۔ وہ روبوٹ کے قریب آکر ان کے قدموں میں لیٹ گئی پھر دونوں کہنیوں کے بل رینگتی ہوئی دو قطاروں کے درمیان سے گزرنے لگی۔ ڈنڈے تیزی سے چل رہے تھے لیکن اس کے جسم تک نہیں پہنچ رہے تھے۔ وہ سانس روکے رینگتی جارہی تھی۔ ہر لمحہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ اب ڈنڈے پڑنے ہی والے ہیں۔ آخری روبوٹ کے پاس سے گزرتے وقت اس کا پاؤں ایک روبوٹ سے ٹکرایا تو وہ روبوٹ دوسرے روبوٹ سے ٹکرایا۔ وہ کمر کی طرف سے جھکنے لگے۔ جھکنے کے باعث ڈنڈوں کی حرکت نیچی ہوگئی آخری دو روبوٹ نے رمنا کی پٹائی کردی۔ وہ فوراً ہی قلابازیاں کھاکر ان کے درمیان سے نکل آئی۔

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ وہ بڑی حد تک کامیاب ہوئی تھی اس نے ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ صرف ذرا سی غفلت سے مار کھا گئی تھی۔ ٹریننر نے کہا "ایک اسٹوڈنٹ جو طریقہ آزمائے گا وہی طریقہ دوسرا اختیار نہیں کرے گا۔ اب جو اسٹوڈنٹ آئے گا وہ اپنی ذہانت سے اپنی تدبیر آزمائے گا۔"

رمنا نے مسکرا کر پارس کو دیکھا پھر ٹریننر سے کہا "میرے انکل کہہ رہے تھے حماد کی کھوپڑی میں بہت بڑا بھیجا ہے۔ اس سے کہہ اپنی کھوپڑی آزمائے۔"

ٹریننر نے پوچھا "کیا خیال ہے حماد! ایک لڑکی چیلنج کررہی ہے؟"

پارس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بے جان روبوٹس کے درمیان سے گزرنے کے لیے غیر معمولی ذہانت کیوں ضروری ہے۔ ایک معمولی عقل کا آدمی بھی ان کے درمیان سے گزر سکتا ہے۔"

رمنا نے کہا "لیکچر نہ دو۔ گزر کر دکھاؤ۔"

پارس نے تمام اسٹوڈنٹس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "دوستو! تربیت حاصل کرتے وقت آنکھوں کے ساتھ ذہن کو بھی بیدار رکھو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تم آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ کس طرح ان روبوٹ پر غالب آسکتے ہو۔"

ایک نے کہا "رمنا کی تدبیر دوبارہ آزمانے کی اجازت نہیں ہے۔"

پارس نے کہا "میں لڑکیوں کی تدبیر نہیں آزماتا۔ بلکہ ان کی حماقتوں سے عقل سیکھتا ہوں۔"

وہ روبوٹس کے قریب جاکر بولا "ٹریننر صاحب کا حکم ہے کہ ہم ان کے درمیان سے گزریں خواہ ڈنڈوں کے نیچے سے گزریں یا روبوٹس کی کھوپڑیوں پر سے چلتے ہوئے جائیں۔ ہمیں اِس پار سے اُس پار جانا ہے۔"

ٹریننر نے کہا "ہاں کسی طرح بھی جاؤ۔ مگر دو قطاروں کے درمیان سے گزرتے جاؤ۔"

پارس نے کہا "ابھی تم لوگوں نے دیکھا تھا۔ رمنا کا پاؤں ایک روبوٹ کے پاؤں سے ٹکرایا تھا اور یہ روبوٹس اپنی جگہ قائم نہیں رہے ایک دوسرے سے ٹکرا کر جھکتے چلے گئے۔"

اس نے ایک روبوٹ کے پاؤں میں ٹھوکر ماری۔ وہ کمر کی طرف سے جھکتا ہوا دوسرے روبوٹ سے ٹکرایا۔ دوسرا بھی جھکنے لگا۔ پارس نے دوسری قطار کے روبوٹ کو بھی ٹھوکر ماری۔ اس قطار کے روبوٹس بھی ایک دوسرے سے ٹکرا کر جھکنے لگے۔ ایک منٹ کے اندر ہی تمام روبوٹس ایک دوسرے کے سامنے سجدے میں تھے ان کے ڈنڈے چل رہے تھے۔ پارس جس ڈنڈے پر پیر رکھتا تھا' وہ ڈنڈا رک جاتا تھا۔ پھر دوسرے پھر تیسرے ڈنڈوں پر چلتا جارہا تھا۔ پیچھے گزرنے والے ڈنڈے پھر حرکت میں آگئے تھے لیکن پارس آگے نکلتا جارہا تھا۔

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ رمنا جھینپ رہی تھی۔ ایک نوجوان کہہ رہا تھا "واقعی ہمیں لڑکیوں کی غفلت یا حماقت سے سبق حاصل کرتے رہنا چاہئے۔ حماد کی جے۔"

دوسرے نے کہا "پوری مرد جاتی کی جے۔"

رمنا نے پارس کے قریب آکر کہا "تم سمجھ رہے ہوگے' میں تمہیں ڈنڈوں کی مار کھلانا چاہتی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ تمہاری جے جے کار کرانا چاہتی تھی۔ دیکھو کیسی تعریف اور واہ وا ہورہی ہے۔"

وہ منہ پھیر کر جانے لگا۔ وہ پیچھے پیچھے آتے ہوئے بولی "مرد ہو کر عورت کی طرح نخرے کیوں دکھاتے ہو؟ دوستی کرلو۔"

ایک سپاہی نے آکر کہا "تم دونوں کو دفتر میں طلب کیا گیا ہے۔"

وہ پارس کے ساتھ دفتر کی طرف چلتی ہوئی بولی "دوستی کررہے ہو؟"

"دوستی کا مطلب ہے کچھ لینا اور کچھ دینا۔ میں تمہارا احسان لینا نہیں چاہتا۔ تم سے کوئی تعاون نہیں چاہتا۔ پھر دوستی کا فائدہ؟"

"انسان کو انسان سے فائدہ پہنچتا ہی ہے۔ میں کبھی تو کسی کام آؤں گی۔"

"تم میرے کسی کام نہیں آؤ گی۔"

"ارے رومال سمجھ کر ہی مجھے جیب میں رکھ لو۔ ناک چوٹ کے کام آؤں گی۔"

پارس کو ہنسی آگئی۔ وہ چلتے چلتے رک گیا۔ رمنا نے مسکراتے ہوئے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ وہ ہاتھ تھام کر آگے بڑھ گیا۔

دفتر میں تنظیم کے دو اعلیٰ عہدیدار بیٹھے ہوئے تھے۔ دیش پانڈے بھی موجود تھا۔ ایک نے پارس اور رمنا کو بیٹھنے کی اجازت دی۔ پھر کہا "حماد تم نے طیارے کے سیکڑوں مسافروں کی جانیں بچا کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ تمہیں اس سلسلے میں بیس نمبر دیئے گئے ہیں۔"

پارس نے کہا "تھینک یو سر!"

دوسرے عہدیدار نے کہا "پچھلی رات رمنا ایک جاسوس کی طرح چھپنے میں کامیاب رہی ہے لیکن اس کامیابی میں تمہاری ذہانت ہے۔ اس ٹریننگ سینٹر میں ذہانت اور حاضر دماغی کو اہمیت دی جاتی ہے۔ تم نے کمرے کا دروازہ کھول کر اور چوکھٹ پر یوگا کا مظاہرہ کرتے ہوئے تلاشی لینے والوں کو بھٹکا دیا۔ رمنا کو دو سو نمبر ملنے والے تھے اس میں سے پانچ نمبر تمہیں دیئے جاتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی "میرے پانچ نمبر کٹ گئے پھر بھی خوش ہوں۔ حماد کو اس کا حق مل رہا ہے۔"

دیش پانڈے نے کہا "شام کے چھ بجنے والے ہیں اور حماد آج تمہیں ایک جاسوس کی طرح چھپنا اور چھ نائٹ گارڈز کو ڈاج دینا ہے۔ مجھے تمہاری کامیابی کی امید ہے۔ اب جاسکتے ہو۔"

رمنا دفتر کے باہر آکر بولی "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ ایک نائٹ گارڈ تم سے خار کھا رہا ہے۔ اگر تم رات کو نظر آگئے تو وہ تمہیں ضرور گولی مار دے گا۔"

"تم ایسے ٹریننگ سینٹر میں ہو جہاں کسی وقت بھی جان جاسکتی ہے پھر جان جانے کا خوف کیوں ہے؟"

"میں بزدل نہیں ہوں۔ اپنی جان کی بازی لگا سکتی ہوں۔ مگر تمہارے لئے ڈرتی ہوں۔ تمہیں بہت زیادہ پسند کرتی ہوں۔ تم بہت اچھے ہو۔ بہت ہی اچھے ہو۔"

"میں کل صبح اچھی حالت میں ملوں گا۔ فکر نہ کرو۔"

ہاسٹل کے پاس آکر ان کے راستے بدل گئے۔ انہوں نے مصافحہ کیا۔ رمنا نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھام لیا جیسے چھوڑنا نہ چاہتی ہو۔ اس نے کہا "میرا بس چلے تو آج رات تمہیں اپنے

کمرے میں چھپالوں لیکن نائٹ گارڈز سب سے زیادہ میرے ہی کمرے کی تلاشی لیں گے۔"

"ہاں، وہ تمہارے دروازے پر جم کر بیٹھ جائیں گے اور ان کی ایسی ہی حماقتوں سے مجھے فائدہ پہنچے گا۔ اچھا اب جاؤ۔ شب راتری (شب بخیر)"

وہ اپنے ہاسٹل کی طرف چلا گیا۔ رمنا اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا تو وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ لیکن کمرے میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ شام کے سائے گہرے ہو کر شب میں تبدیل ہو رہے تھے۔ ہاسٹل کے ڈائننگ ہال میں جا کر کچھ کھانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ ایک طرح کی بے چینی اور گھبراہٹ سی تھی کہ پتا نہیں حماد کے ساتھ کیا ہوگا؟

ڈنر ٹائم کے بعد نائٹ چوکیدار نے سونے کا وقت ظاہر کرنے کے لئے گھنٹی بجائی۔ اس گھنٹی کے بعد کسی کو کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ باہر قدم رکھنے والا اسپتال پہنچ جاتا تھا۔

رات کے دس بجے وہ چھ گارڈز ہاسٹل کے ہر دروازے کے سامنے سے گزرتے ہوئے کہتے جا رہے تھے "حماد! اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ اگر کسی نے اسے چھپایا تو باہر نکال دے۔ ورنہ آدھی رات کے بعد ہر کمرے کی تلاشی لی جائے گی۔ اپنی نیندیں حرام کرنے سے بہتر ہے کہ اسے ہمارے سامنے پیش کردو۔"

رمنا کی بے قراری اور بڑھ گئی۔ یہ جذبہ سر اٹھا رہا تھا کہ کمرے سے نکل اس کے پاس چلی جائے اس کے ساتھ چھپتی پھرے اور گولی لگے تو دونوں کو لگے۔ پھر یہ خیال آتا تھا کہ محبت کرنے والے کچے دھاگے سے بندھے چلے آتے ہیں۔ حماد اس کے کمرے میں یا اس کے آنچل میں چھپنے ضرور آئے گا۔

وہ نہیں آیا۔ آدھی رات کے بعد چیکنگ شروع ہوئی۔ جو نائٹ گارڈ پارس کے لئے بغض اور کینہ رکھتا تھا اس نے رمنا کے کمرے کی اچھی طرح تلاشی لی۔ تمام سامان الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ رمنا نے کہا "میرا پرس بھی دیکھ لو شاید اس کے اندر ہو۔"

"یو شٹ اپ۔ یہ میری ڈیوٹی ہے۔"

"ڈیوٹی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اپنی اور تھیلے میں ہاتھ ڈال کر دیکھو۔ اتنا بڑا آدمی تھیلے میں ہوگا؟"

وہ غصے سے بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ رمنا نے دروازے کو بند کردیا۔ مگر چٹخنی نہیں لگائی۔ دل کہہ رہا تھا وہ چھپتے چھپاتے ادھر آئے گا۔ تمام نائٹ گارڈز کی پریشانی اور جھنجلاہٹ بتا رہی تھی کہ وہ نظر نہیں آرہا ہے۔ انہوں نے سینٹر کی عمارت اور دونوں ہاسٹل کی عمارت اور دونوں ہاسٹل کا کونا کونا چھان مارا تھا۔ گارڈن اور جھاڑیوں میں ڈھونڈ لیا تھا۔ صبح پانچ بجے وہ چھ گارڈز ایک جگہ جمع ہوئے۔ ایک نے کہا "تعجب ہے۔ وہ یہاں نہیں آیا ہے۔ ہم سے زیادہ اس جگہ کو نہیں جانتا ہے لیکن ایسی جگہ چھپا ہوا ہے کہ ہم وہاں تک نہیں پہنچ رہے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "ایسا لگتا ہے کہ وہ جادو جانتا ہے۔"

تیسرے نے کہا "فضول باتیں نہ کرو۔ کیا رمنا بھی جادو جانتی تھی۔ کل اسے بھی ہم تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے۔"

"وہ کسی چالاکی سے ہمیں الو بنا رہا ہے۔"

ایک نے چٹکی بجا کے کہا "ہم نے اپنے گھر کی تلاشی نہیں لی ہے وہ بہت مکار ہے ہم میں سے کسی کے گھر میں چھپ سکتا ہے۔"

سب نے تائید کی کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ سینٹر کی عمارت کے پیچھے بارہ نائٹ اور ڈے گارڈز کے لئے کوارٹر بنائے گئے تھے وہ اپنی مختصر فیملی کے ساتھ وہاں رہتے تھے۔ پارس پر جھنجلائے چوکیدار نے کہا "وہ میرے گھر میں گھس نہیں سکے گا۔ میں نے اپنی جورو سے کہہ دیا تھا کہ میں بھی دروازے پر آکر آواز دوں تو ہرگز نہ کھولنا۔ وہ مکار میری آواز بنا کر دروازہ کھلوا سکتا ہے اور میری جورو کو دھمکی دے کر چھپ سکتا ہے۔"

دوسرے نے کہا "ویسے میں نے بھی اپنے گھر والوں کو سمجھا دیا تھا پھر بھی ہمیں چیک کرنا چاہئے۔"

وہ سب اپنے اپنے.... کوارٹر میں گئے اور ان چھ گارڈز کے کوارٹروں میں بھی گئے جو دن کو ڈیوٹی کرتے تھے اور راتوں کو سوتے تھے۔ جس گارڈ نے اپنی بیوی کو سختی سے تاکید کی تھی کہ دروازہ نہ کھولے۔ وہ اپنے پتی کی آواز سن کر بھی نہیں کھول رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "ارے بھلی مانس! میں تیرا سوامی ہوں۔"

آخر وہ دروازہ کھول کر بولی "اے جی! تم نے ہی کہا تھا کہ تمہاری آواز پر بھی نہ کھولوں۔ پھر کیوں اپنی بات منواتے ہو۔"

اس نے اندر آکر چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "کوئی آیا تھا؟"

وہ دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں پارس سو رہا تھا۔ لیکن اسے نظر نہیں آیا۔ میں نے گارڈ کو غائب دماغ کردیا تھا اسے پارس کی طرف سے پلٹا کر پھر حاضر دماغ کیا۔ وہ وہاں سے پہلے کمرے میں آیا۔ پھر بیوی سے بولا "دروازہ بند کرلو۔ چھ بجے سے پہلے نہ کھولنا۔"

وہ باہر چلا گیا۔ چھ بجنے والے تھے۔ اس کی گھر والی صبح اشنان کرکے پوجا کرنے کی عادی تھی۔ وہ غسل خانے میں چلی گئی۔ ٹھیک چھ بجے پی ٹی کے لئے گھنٹی بجنے لگی تو پارس ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں آیا پھر دروازہ کھول کر دوڑتا ہوا پی ٹی گراؤنڈ میں پہنچ گیا۔ تمام اسٹوڈنٹس تالیاں بجانے لگے۔ رمنا خوشی کے مارے دوڑتی ہوئی آکر لپٹ گئی "وہ آئی لو یو۔ یو آر سو ونڈر فل۔ تم رئیلی فنٹاسٹک ہو۔"

پارس نے سر جھکا کر کان میں کہا "یہ بیڈ روم نہیں ہے۔"

وہ الگ ہو کر بولی "نہیں ہے تو کیا ہوا میں ڈنکے کی چوٹ پر ساری دنیا سے بولوں گی کہ تم میرے ہیرو ہو۔"

ٹرینر نے آکر اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا "تم بہت اچھے

کی روداد سنی پھر کہا "راجو! ایک جاسوس چھپنے کے لئے کسی بھی جگہ جا سکتا ہے۔ تمہاری غفلت سے تمہاری بیوی کی بے پروائی سے حماد کو تمہارے ہاں چھپنے کا موقع مل گیا۔ وہ میرے گھر میں بھی چھپتا اور بعد میں مجھے معلوم ہوتا تو میں ٹریننگ سینٹر کے قواعد کے مطابق اعتراض نہ کرتا۔ تم نے گولی چلا کر حماد کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ تمہیں ملازمت سے برخاست کیا جاتا ہے۔ تنظیم کی طرف سے تم پر مقدمہ چلے گا۔ اسے لے جاؤ۔"

دوسرے گارڈز اسے وہاں سے لے گئے۔ دیش پانڈے نے ایک درخواست دی تھی کہ وہ حماد اور رمنا کو ایک خفیہ مشن کے لئے لے جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں انہیں چوبیس گھنٹے کے لیے چھٹی دے دی گئی۔

رمنا نے دن کے بارہ بجے تک نیند پوری کی۔ پارس دیش پانڈے کے ساتھ بیٹھا انجلا اور ایلا کو بے نقاب کرنے کے پروگرام بناتا رہا۔ پھر وہ ایک بجے رمنا کے ساتھ ٹریننگ سینٹر کے احاطے سے باہر آگیا۔

دیش پانڈے ڈرائیو کرتے ہوئے بولا "حماد! میں دور ہی سے شیوچرن کی کوٹھی دکھاؤں گا۔ فون نمبر تمہیں بتا چکا ہوں۔ یہ گاڑی بھی تمہیں دے جاؤں گا۔ تم فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کرتے رہنا۔"

اس نے کنٹاک سرکس میں سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ دور ایک کوٹھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ جو لال اینٹوں والی کوٹھی ہے اس میں شیوچرن اپنی بیوی انجلا اور سالی ایلا کے ساتھ رہتا ہے۔ کیپٹن رنجیت ہر رات یہاں شراب پینے اور ایلا سے عشق فرمانے آتا ہے۔"

اس نے کوٹھی کی نشان دہی کرکے کار دوسرے راستے پر موڑ لی۔ ایسے وقت میں شیوچرن کی بیوی انجلا کے دماغ میں الپا کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "انجلا! ہندوستانی جاسوس تم پر شبہ کر رہے ہیں۔ ان کی نظریں تمہاری بہن ایلا پر بھی ہیں۔"

"کیا تم ہمارے دشمنوں کے دماغوں میں جا رہی ہو؟"

"ابھی تک موقع نہیں ملا ہے۔ وہ جاسوس تمہارے قریب آنے والے ہیں۔ پھر تمہارے ذریعے میں انہیں قابو میں کروں گی۔"

"وہ کون لوگ ہیں؟ نام اور حلیہ بتا سکتی ہو؟"

"صرف ایک دیش پانڈے کو پہچانا گیا ہے۔ ہمارے موساد کے جاسوس نے مجھے بتایا ہے۔ دیش پانڈے ٹریننگ سینٹر میں ایک نوجوان لڑکی اور لڑکے کو اپنی کار میں بٹھا کر تمہارے علاقے میں آیا تھا۔ تمہاری کوٹھی سے ذرا فاصلے پر اپنی کار روکی تھی اور کوٹھی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نوجوان سے کچھ کہہ رہا تھا۔ پھر وہ وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے گھر تک گیا۔ اور کار سے اتر گیا۔ وہ نوجوان اس لڑکی کے ساتھ کار میں کہیں گیا ہے۔ ہمارا جاسوس اس کے تعاقب میں ہے۔"

ٹرینر اور دوسرے گارڈز آگئے تھے انہوں نے راجو گارڈ کو حراست میں لے لیا۔ سینٹر کے انچارج نے پارس سے پچھلی رات

انجیلا نے کہا "اگر ہمارا جاسوس اس نوجوان سے گفتگو کرے اور تمہیں اس کی آواز سنائے تو تم اس کی کھوپڑی گھما سکتی ہو؟"

"پہلے یقین کرنا ہوگا کہ وہ نوجوان یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ ٹریننگ سینٹر میں یقیناً یوگا کی مشقیں کرائی جاتی ہوں گی۔"

انجیلا نے کہا "ہمارا ایک جاسوس اس ٹریننگ سینٹر میں نائٹ گارڈ بن کر رہتا ہے۔ اس کا نام دھرم راج ہے اور راجو گارڈ کہلاتا ہے۔ میں ابھی اسے فون پر بلاتی ہوں۔ وہ سینٹر میں بیٹھ کر اس سلسلے میں کھل کر بات نہیں کر سکے گا۔ تم اس کے خیالات پڑھ سکو گی۔"

انجیلا نے سینٹر کے دفتر میں فون کیا۔ انچارج نے پوچھا "کس سے بات کرنا چاہتی ہو؟"

"میں دھرم راج نائٹ گارڈ کی بہن بول رہی ہوں۔ بھائی سے میری بات کرادیں۔"

"آپ ہولڈ کریں۔"

انچارج نے چپراسی سے کہا "راجو نائٹ چوکیدار کو بلاؤ اس کا فون ہے۔"

چپراسی نے کہا "جی صاحب! ابھی بلاتا ہوں۔"

الپا انچارج کو چھوڑ کر چپراسی کے پاس آئی۔ چپراسی نے کوارٹر میں آکر کہا "راجو بھائی! آپ کا فون ہے؟"

"کس نے فون کیا ہے؟"

"یہ تو میں نے نہیں پوچھا۔"

دھرم راج نے کہا "کہہ دو۔ میں کوارٹر میں نہیں ہوں۔ خواہ مخواہ فون سننے اتنی دور دفتر میں جانا ہوتا ہے۔ تم لوگوں کو پوچھنا چاہئے کہ فون پر کون بلا رہا ہے۔"

چپراسی چلا گیا۔ "انجیلا ریسیور رکھ دو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ دھرم راج کے پاس آئی۔ اس کے خیالات نے بتایا۔ آج حماد نامی ایک نوجوان کو وہ غصہ میں قتل کرنا چاہتا تھا۔ اسے ملازمت سے نکال دینے کی دھمکی دی گئی تھی۔ اس پر اقدامِ قتل کا مقدمہ چلایا جانے والا تھا لیکن خفیہ تنظیم کے چند بڑوں نے اسے وارننگ دے کر ملازمت بحال کی تھی۔ اس کی پچھلی خدمات کے سلسلے میں اسے معاف کیا گیا تھا۔

الپا نے اس کے اندر سوچ پیدا کی "کیا یہاں کے اسٹوڈنٹس یوگا کے ماہر ہیں۔"

"سب نہیں ہیں۔ اس کی مشقیں کرتے ہیں۔ کچھ کامیاب رہتے ہیں کچھ کچے رہ جاتے ہیں۔"

الپا نے اسے دیش پانڈے کے متعلق سوچنے پر مجبور کیا۔ وہ سوچنے لگا "پانڈے خفیہ تنظیم کا کوئی بہت بڑا عہدیدار ہے۔ اب تک پتا نہیں چلا کہ کیا ہے؟ وہ حماد کا حمایتی ہے۔"

"یہ حماد کون ہے؟"

وہ جواباً سوچنے لگا "ایک رنگروٹ ہے۔ بہت سمجھ دار بہت حاضر دماغ ہے۔ دوسروں کو بڑی آسانی سے الو بناتا ہے۔ یہاں کی آزمائشیں اتنی سخت اور جان لیوا ہوتی ہیں کہ کامیابی کا ایک نمبر حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس نے صرف چھتیس گھنٹوں میں پینتیس نمبر حاصل کئے ہیں۔"

الپا نے اس کی سوچ میں کہا "وہ اس قدر ذہین ہے۔ شاید اسی لئے دیش پانڈے اس کی حمایت کرتا ہے۔ شاید اسی جوان کو آج سینٹر سے باہر لے گیا ہے۔"

"ہاں حماد اور رمنا کو چوبیس گھنٹوں کی خصوصی چھٹی دی گئی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ آج پھر کوئی کارنامہ ایسا کرے گا کہ اس کے نمبر بڑھ جائیں۔ یہاں آنے والے دو برس کی ٹریننگ کے بعد کامیاب ہو کر جاتے ہیں۔ حماد کی تیز رفتاری بتا رہی ہے کہ وہ دو ہفتے ہی میں تمام امتحانات پاس کرلے گا۔"

الپا نے انجیلا کے پاس آکر کہا "جس نوجوان کو تم دونوں بہنوں کے پیچھے لگایا جا رہا ہے' اس کا نام حماد ہے۔ وہ بہت شاطر ہے۔ اگر وہ یوگا کا ماہر ہو گا تو میرے پہنچتے ہی سانس روک لے گا۔ پھر محتاط ہو جائے گا۔ اسے غفلت میں مارو۔ ایلا سے کہو اس سے دوستی کرے اور اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے۔ پھر میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انتظار کرتی ہوں کہ وہ ہمارے قریب آنے کے لئے کیسی چالیں چلتا ہے۔ پھر میں ان چالوں کا توڑ کروں گی۔"

اس نے اپنی بہن ایلا کو یہ باتیں بتائیں۔ ایلا نے فون کے ذریعے کیپٹن رنجیت سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "ہیلو کیپٹن!"

دوسری طرف سے آواز آئی "کب تک مجھے غیروں کی طرح کیپٹن کہتی رہو گی' رنجیت کہہ کر مخاطب کرو ڈارلنگ! اپنا رنجیت۔"

"کیسے اپنا کہوں۔ ہمارے درمیان ظالم سماج ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "ظالم سماج تو فلموں میں ہوتا ہے۔ تم کب تک ٹالتی رہو گی۔"

میں نے تو سوچا تھا آج تمہاری ہو جاؤں گی۔ لیکن....."

"لیکن کیا؟"

"کچھ ایسی بات ہے کہ میں فون پر نہیں کہہ سکتی۔"

"تمہارے گھر آجاؤں؟"

"گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ گاندھی پارک میں ملو۔"

"تم پارک کے ریستوران میں پہنچو۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

ایلا نے ریسیور رکھ کر کہا "اگر حماد ہماری تاک میں ہے تو میرے باہر نکلتے ہی پیچھا کرے گا۔ مس الپا! تم ہمارے جاسوسوں سے کہہ دو' وہ حماد پر نظر رکھیں۔ کوئی ضروری تو نہیں کہ اسے اعصابی کمزوری کی دوا دی جائے۔ ہمارے آدمی اسے زخمی کر کے تمہیں اس کے دماغ میں پہنچا سکتے ہیں۔"

الپا نے کہا "ایسا ہرگز نہ کرنا۔ ورنہ "را" تنظیم کو یقین ہو جائے گا کہ موساد کے یہودی' دوستی کے پردے میں دشمنی کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری ہدایت پر عمل کروں گی۔"

میں نے دونوں بہنوں کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ ان کے گھر میں اور ان کے بیڈ روم میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے ذریعے ان پر دیش دشمنی کا الزام عائد کیا جاسکے ان کا طریقۂ کار یہ تھا کہ ایلا اپنے پتی کی خاص باتیں ریکارڈ کرتی تھی۔ ایلا بھی کیپٹن رنجیت سے باتیں کرتے وقت منی ریکارڈر اپنے لباس میں چھپا کر رکھتی تھی۔ پھر وہ منی کیسٹ موساد کے ایک جاسوس کے حوالے کر دیتی تھی۔ پارس ایسے ہی وقت انہیں بے نقاب کر سکتا تھا۔

میں نے اپنے بیٹے کو بتایا کہ کس طرح الپا ان کی مدد کر رہی ہے اور ایک یہودی جاسوس اس کے اور رمنا کے تعاقب میں ہے۔ پارس نے ایک سنیما کے سامنے رمنا کو کار روکنے کے لئے کہا۔ وہ کار روکتی ہوئی بولی "کیا فلم دیکھنے کا ارادہ ہے؟"

وہاں فلمی شائقین کی بہت بھیڑ تھی۔ ٹکٹیں بلیک میں فروخت ہو رہی تھیں۔ وہ دونوں کار سے اتر کر بھیڑ سے گزرتے ہوئے جانے لگے۔ فرنٹ کلاس کا ٹکٹ گھر دوسرے کوریڈور میں تھا۔ وہاں سے دوسرا راستہ باہر جاتا تھا۔ پارس رمنا کا ہاتھ پکڑ کر اس راستے سے باہر آیا۔ پھر بولا "دشمن ہمارے تعاقب میں ہے۔"

"کہاں ہے؟"

"میں نے اسے ڈاج دیا ہے۔ وہ ہماری کار کے قریب ہوگا۔ تم کسی رکشے والے کو ایسے بڑے ہوٹل میں چلنے کو کہو جہاں ہمیں رہائش کے لئے کمرا مل سکے۔"

وہ رکشے میں آکر بیٹھ گئے۔ رکشے والے نے انہیں ہوٹل تاج محل میں پہنچا دیا۔ پارس نے ایک کمرا حاصل کر کے کہا "تم یہاں رہو۔ میرے واپس آنے تک باہر نہ نکلنا۔"

"حماد! میں بھی جاسوسہ ہوں' تم مجھے گھریلو عورت کی طرح چار دیواری میں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہو؟"

"جاسوسی کا وقت آئے گا تو تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔ ابھی تمہارے انکل کی کار واپس لانے جا رہا ہوں۔ آدھے گھنٹے میں آجاؤں گا۔"

وہ راضی ہو گئی۔ اسے ہوٹل میں چھوڑنے کا مقصد یہ تھا کہ الپا کسی کے ذریعے اس کی آواز سن کر اُس کے دماغ کو اپنی مٹھی میں لے سکتی تھی۔ لہٰذا اسے موساد والوں سے دور رکھنا ضروری تھا۔

میں نے سوچا پتا نہیں کب تک رمنا اور پارس کا ساتھ رہے گا۔ وہ بیشہ پرابلم بنتی رہے گی۔ یہ مسئلہ حل کرنے کے لئے میں نے رمنا کو بستر پر سلا دیا۔ پھر اسے معمولہ بنا کر اُس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔ باقی کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی۔

اوھر پارس جان بوجھ کر پھر سنیما کے سامنے آیا۔ کار وہیں کھڑی تھی۔ اس نے اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرنا چاہا تو وہ اسٹارٹ نہیں ہوئی۔ اس نے کار سے اتر کر بونٹ کو اٹھایا تو پتا چلا انجن میں خرابی پیدا کر دی گئی ہے۔

صاف ظاہر تھا' یہ دشمنوں کی کارستانی ہے وہ چاہتے ہیں کار آگے نہ بڑھے یعنی پارس کا وقت انجن کی خرابی دور کرنے میں ضائع ہوتا رہے۔ قریب ہی کاروں کی مرمت کا ایک چھوٹا سا ورکشاپ تھا۔ اس نے ایک مستری کو وہاں سے بلایا۔ وہاں کام کرنے والے کار کو ورکشاپ میں لے گئے۔

دوسری طرف ایلا نے پارک کے ریستوران میں کیپٹن رنجیت سے ملاقات کی۔ وہ بولا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم نے مجھے ملاقات کے لئے یہاں بلایا ہے ورنہ میں ہی پیاسے کی طرح تمہارے پاس آتا رہا ہوں۔"

"میں نے رومانس کے لئے نہیں بلایا ہے۔ تمہاری تنظیم کے جاسوس ہم پر شبہ کر رہے ہیں۔"

"وہ کون بے وقوف ہے۔ میں اس کے خلاف کارروائی کروں گا۔"

"اسے ہمارے خلاف اکھوائری سے روکو گے تو شبہ یقین میں بدل جائے گا۔ یہ سمجھا جائے گا کہ میں تم پر ڈورے ڈال رہی ہوں۔"

"وہ تو ڈال رہی ہو۔"

"مذاق میں وقت ضائع نہ کرو۔ اس جاسوس کا نام حماد ہے۔ تم اسے جانتے ہو گے؟"

"حماد تو ایک رنگروٹ کا نام ہے' وہ ابھی ٹریننگ حاصل کر رہا ہے۔ دیش پانڈے نے اسے چوبیس گھنٹوں کی چھٹی دلائی ہے۔ اوہ' اچھا سمجھ گیا۔ دیش پانڈے اس جوان کے ذریعہ جاسوسی کر رہا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ وہ نوجوان حماد راکسی سنیما کے قریب ایک کار ورکشاپ میں بیٹھا ہوا ہے' کیا اسے دیکھ کر پہچان لو گے؟"

"ہاں' میں نے اس کی تصویر دیکھی ہے۔"

"تو پھر جاؤ اور محبت سے اسے یہاں لے آؤ۔ ہم دونوں اسے اپنی طرف مائل کریں گے۔ تم اعلیٰ عہدیدار ہو' وہ تمہارا فرماں بردار بن کر رہ سکتا ہے۔"

"اگر وہ دیش پانڈے سے زیادہ متاثر ہو گا تو ہماری باتوں میں کبھی نہیں آئے گا۔"

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ اسے یہاں لے کر تو آؤ۔ میں یہیں انتظار کروں گی۔"

کیپٹن رنجیت نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں تمہاری برات مانتا ہوں۔ وعدہ کرو آج میرے بنگلے میں رات گزارو گی۔"

"اگر تم دشمن جاسوس سے نجات دلاؤ گے تو تمہاری دعوت

قبول کروں گی۔"

"تو پھر سمجھو وہ نوجوان جاسوس ہماری تابعداری قبول کرے گا یا میں اسے نرک میں پہنچادوں گا۔"

وہ اٹھ کر چلا گیا۔ ایلا اور الپا کو یقین تھا کہ اعصابی کمزوری کی دوا حلق سے اترتے ہی حماد ان کا معمول اور تابعدار بن جائے گا۔ ایلا نے ویٹر کو بلا کر پوچھا "ابھی جو صاحب میرے ساتھ تھے تم نے انہیں دیکھا تھا؟"

"جی، میں رنجیت صاحب کو اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"میں گارڈن میں ٹہلنے جارہی ہوں۔ رنجیت صاحب آئیں تو انہیں یہاں انتظار کرنے کو کہہ دینا۔"

"جی بہت اچھا۔"

ایلا نے اس کی آواز سنانے کے لئے اسے بلا کر بات کی تھی۔ الپا نے چند سیکنڈ کے لئے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ ایلا نے دوا کی ننھی سی شیشی ویٹر کے جیب میں رکھ دی۔ پھر وہاں سے اٹھ کر ٹہلنے چلی گئی۔

کیپٹن رنجیت اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا اس ورکشاپ کے پاس آیا پارس ورکشاپ کے باہر ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ رنجیت نے کار روک کر آواز دی "ہیلو مسٹر حماد!"

پارس نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر کرسی سے اٹھا اور قریب آکر بولا "آپ کون ہیں؟ مجھے کیسے پہچانتے ہیں؟"

اس نے مسکراتے ہوئے اپنا شناختی کارڈ دکھاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا افسر ہوں۔ نئے رنگروٹس کی فائل میں تمہاری تصویر دیکھی تھی۔ تم یہاں کیا کررہے ہو؟"

"پانڈے صاحب کی کار خراب ہوگئی ہے، مرمت کروارہا ہوں۔"

رنجیت نے مستری سے پوچھا "کیوں بھئی کتنی دیر لگے گی؟"

"صاحب! گھنٹے بھر میں ٹھیک ہوگی۔"

"کم آن حماد! جب تک ہم کہیں سے ٹھنڈی بوتل پی کر آئیں گے۔"

پارس اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ رنجیت نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "میں کسی جونیئر کو لفٹ نہیں دیتا لیکن تم نے امرتسر سے یہاں تک بڑے کارنامے انجام دئے ہیں اس لئے تمہاری قدر کررہا ہوں۔"

"تھینک یو سر! یہ آپ کا بڑک پن ہے۔"

"بڑک پن" رنجیت نے ہنستے ہوئے کہا "تم ہندوستانی الفاظ سیکھ گئے ہو؟"

"نہیں۔ سیکھ رہا ہوں۔"

ایسے وقت الپا اگر رنجیت کے دماغ میں ہوتی تو نام، کا لہجہ اور آواز سن کر چونک جاتی۔ پارس حماد کے روپ میں رہ کر اپنے مخصوص لہجے میں بولتا تھا اور یہ لہجہ الپا خوب پہچانتی تھی۔ وہ پارس کو کبھی بھول نہیں سکتی تھی۔

میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ الپا، پارس کی آواز نہ سن پائے۔ میں نے پہلے ہی علی تیمور سے کہہ دیا تھا "الپا ہندوستان میں موساد کے سراغرسانوں کے ساتھ مصروف رہتی۔ آج وہ پارس کی آواز وہاں سن سکتی ہے اور ایسا نہیں ہونا چاہئے۔"

علی نے پوچھا "آپ چاہتے ہیں۔ میں اسے اپنی طرف مصروف رکھوں۔"

"ہاں، آج رات نو بجے وہ تم سے شیرٹن کے ڈائننگ ہال میں ملنے والی ہے۔ اور ابھی تل ابیب میں دن کا ایک بجا ہے۔ تم اسے لنچ کے لئے بلاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔ کوشش کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر الپا کی آواز سنائی دی "ہیلو! پلیز کوڈ نمبرز؟"

علی نے کہا "محبت کے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کارمن! یہ کوڈ ورڈز میں نے بتائے تھے اور تم نے اعتراض کیا تھا۔ کیوں کہ تم محبت کے نام سے بھاگتے ہو۔"

"ہاں، میں نے دوسرے کوڈ ورڈز مقرر کئے تھے کہ محبت کو بھول جاؤ اور فرض کو یاد رکھو۔"

"اس کا مطلب ہے تم میری محبت کو نہیں بھلا پارہے ہو؟"

"ہاں، ایسا لگتا ہے جیسے تم میرے اندر چپکے سے آگئی ہو اور میرا مزاج اور میرے اصول بدلتی جارہی ہو۔"

"تم مجھے اپنے اندر آنے نہیں دیتے۔ مگر دیکھ لو میری محبت تمہارے دل اور دماغ پر قبضہ جمارہی ہے۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں شیرٹن جارہا ہوں، بولو آرہی ہو؟"

"ابھی؟ وہ مائی گڈنس مجھے خوشی ہوگی لیکن میں ایک اہم معاملے میں مصروف ہوں۔"

"کیا محبت سے بڑا بھی کوئی معاملہ ہوسکتا ہے؟"

"ایسا نہ کہو۔ ورنہ پر لگا کر چلی آؤں گی۔"

"پلیز آجاؤ۔ میں بہت تنہائی محسوس کررہا ہوں۔"

"تمہاری بیوی کہاں ہے؟"

"بیوی بیوی ہوتی ہے، محبوبہ نہیں ہوتی۔"

وہ فون پر کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ عورت دوسری کی بیوی پر ترجیح حاصل کرکے بہت خوش ہوتی ہے۔ علی نے کہا "میں تمہیں فرض کی ادائیگی سے نہیں روکوں گا لیکن تم اپنی ڈیوٹی جے مورگن کو دے سکو تو چلی آؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ تم چلو، میں مورگن سے بات کرکے آتی ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ پھر جے مورگن کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ ہونے پر بولی "ہیلو الپا ہوں۔ کوڈ نمبر اے ایل اے ڈبل ٹو۔"

وہ بولا "ہیلو الپا؟ کہو کیسے یاد کیا؟"

"میرا ایک کام کروگے؟"

"ہاں بولو۔"

"ابھی میں "را" تنظیم کے معاملے میں مصروف تھی۔ تم وہاں کے معاملات اچھی طرح جانتے ہو۔"

"ہاں جانتا ہوں۔"

"پلیز دو چار گھنٹوں کے لئے میری ڈیوٹی سنبھال لو، میں دوسری جگہ مصروف رہنا چاہتی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ وہاں کے موجودہ حالات بتاؤ۔"

الپا نے اسے دیش پانڈے اور حماد کے متعلق بتایا پھر کہا "میں نے ویٹر کی جیب میں دوا کی شیشی رکھوادی ہے۔ تم ایلا کے پاس جاکر معلوم کرلوگے کہ کون رنجیت ہے اور کون حماد ہے۔"

اس نے جے مورگن کو ایلا کے پاس پہنچایا وہ پھولوں کی کیاری کے پاس ٹہل رہی تھی۔ اس نے کہا "ایلا! میں ضروری کام سے جارہی ہوں، ہمارا دوسرا خیال خوانی کرنے والا جے مورگن موجود ہے۔ اس سے باتیں کرو۔ میں پھر آؤں گی۔" اس نے جے مورگن کو ویٹر کے پاس بھی پہنچایا۔ پھر چلی گئی۔ مورگن نے ایلا سے پوچھا "حماد کو جو دوا دی جائے گی اس کی تاثیر کیا ہے؟ کیا وہ کمزوری کے بعد اس ریستوران سے اٹھنے کے قابل رہے گا؟"

"نہیں، میں اور رنجیت اسے سہارا دے کر کار میں لے جائیں گے۔ دوا بہت تیز ہے۔ میں چاہتی ہوں، فوراً اثر کرے اور تم اسے اپنا معمول اور ہمارا تابعدار بنادو۔"

"کیا رنجیت سے ابھی اہم معلومات حاصل ہوں گی؟"

"وہ میرا عاشق کسی وقت بھی اہم باتیں شروع کردیتا ہے۔ میں اپنے پرس میں منی ریکارڈر رکھتی ہوں اور اس کی باتیں ریکارڈ کرتی رہتی ہوں۔ ویسے الپا خیال خوانی کے ذریعے بہت کچھ معلوم کرلیتی ہے لیکن اس کی آواز کا ٹیسٹ رکھنا بھی ضروری ہے تاکہ اسے کبھی بلیک میل کرنے کے لئے اس کی آواز کا ریکارڈ ہمارے پاس موجود رہے۔"

"وہ تم پر دیوانہ وار مرتا ہے پھر بھی اس پر بھروسا نہیں ہے۔"

"وہ بھونرا ہے، ایک پھول سے دوسرے پھول پر منڈلاتا ہے۔ جس دن مجھے حاصل کرلے گا اس کی دیوانگی ختم ہوجائے گی۔ آئندہ کبھی مجھ سے دل بھر جائے گا تو مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے غیر ملکی جاسوسہ ہونے کا الزام لگا سکتا ہے۔ مجھے اس ملک سے جانے پر مجبور کرسکتا ہے۔"

وہ ریستوران میں آکر بیٹھ گئی۔ اسی وقت کیپٹن رنجیت پارس کے ساتھ آگیا۔ اس نے کہا "ایلا! اس جوان سے ملو۔ یہ ہمارے ٹریننگ سینٹر کا بہت ہی قابل اسٹوڈنٹ ہے۔ نام ہے حماد اور یہ مس ایلا ہے۔ میری فرینڈ۔"

ایلا نے مسکرا کر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا پھر کہا "مسٹر حماد! تشریف رکھیں۔ کیا پینا پسند کریں گے۔"

پارس نے کہا "اپنے افسر کے سامنے پینے والی گرم فرمائش نہیں کرسکتا۔ ٹھنڈا ہی چلے گا۔"

ایلا نے کہا "گرم فرمائش۔ واہ بات کہنے کا کتنا خوب صورت انداز ہے۔"

رنجیت نے کہا "یہاں میں افسر نہیں ہوں۔ ہم تینوں دوست ہیں۔ آج رات میں تمہیں اسکاچ پلاؤں گا۔"

وہ بولی "فی الحال اورنج جوس پر گزارہ کیا جائے۔"

اُس نے اسی ویٹر کو بلا کر جوس کے لئے آرڈر دیا۔ جے مورگن اس ویٹر کے پاس چلا گیا۔ وہ جوس تیار کرانے لگا۔ جب وہ تیار ہوگیا تو ایک ٹرے پر تین جوس بھرے گلاس رکھ کر جانا چاہتا تھا۔ مورگن اسے ایک خالی کیبن میں لے آیا۔ وہاں اس نے جیب سے شیشی نکال کر ایک گلاس میں اس کی دوا ڈالی۔ شیشی کو بند کرکے جیب میں رکھا پھر کیبن سے نکل کر ایلا کی میز پر آیا۔ جے مورگن نے مترر رساں جوس کا گلاس پارس کے سامنے رکھوایا۔ باقی دو گلاسوں کو ایلا اور رنجیت نے اٹھالیا۔ پھر مورگن نے ایلا سے کہا "میں نے دوا آلودہ گلاس حماد کے سامنے رکھوادیا ہے۔"

ایلا نے مسکراتے ہوئے اپنے گلاس سے ایک گھونٹ پیا۔ پھر حماد سے کہا "یہاں کا اورنج جوس بہت مزیدار ہوتا ہے۔ بہت مشہور ہے۔ اسے پی کر دیکھو۔"

پارس نے اسے اٹھا کر ایک گھونٹ پیا۔ پھر سوچا۔ ایلا نے پوچھا "لک۔ کیا ہوا؟ اچھا نہیں ہے۔"

پارس نے پھر ایک گھونٹ پیا پھر کہا "واقعی مزیدار ہے۔"

وہ دونوں خوش ہوگئے۔ رنجیت نے کہا "ایک ہی سانس میں پورا گلاس پیا جائے تو اور مزہ دیتا ہے۔ یہ دیکھو۔" اس نے گلاس کو مُنہ سے لگایا۔ پھر غٹاغٹ پینے لگا۔ آخری گھونٹ پینے کے بعد اس نے گلاس کو مُنہ سے الگ کرتے ہوئے گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا "ایسے۔"

پارس نے بھی گلاس کو مُنہ سے لگایا۔ ایلا کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ بھی غٹاغٹ پی رہا تھا۔ سانس روک کر پی رہا تھا۔ بھلا ایک گلاس ختم کرنے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔ ایلا اور رنجیت کو یوں لگ رہا تھا جیسے وقت ٹھہر گیا ہے اور گلاس لمبا ہوگیا ہے۔ ختم ہونے میں نہیں آرہا ہے۔

دونوں ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ آخر گلاس ختم ہوگیا۔ پارس نے خالی گلاس میز پر رکھ دیا۔ ٹشو پیپر سے مُنہ پونچھتے ہوئے کہا "ونڈر فل۔ بھئی مزہ آگیا۔"

وہ ماریہ کا ڈسا ہوا تھا، اس پر زہر اثر نہیں کرتا تھا پھر بھلا

اعصابی دوا کیا اثر کرتی۔ مورگن نے سوچ کے ذریعے پوچھا "ایلا! تم صحیح دوا لے کر آئی تھیں۔"

"یہ دوا مجھے موساد کے ایک جاسوس نے دی تھی' اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے کامیابی سے اسے ایک دشمن پر آزمایا ہے۔"

"تو پھر اس پر اثر کیوں نہیں کر رہی ہے؟"

"یہی تو حیرانی ہے۔ کیفیت بالکل نارمل ہے۔"

مورگن نے کہا "میں ابھی اس دوا کو آزماتا ہوں۔"

وہ پھر ویٹر کے پاس آیا۔ وہ دوسرے میز کے لئے مینگو جوس لے جا رہا تھا۔ اس نے جوس کے ایک گلاس میں اسے دوا ملانے پر مجبور کیا۔ تھوڑی دیر بعد نتیجہ ظاہر ہو گیا۔ جس شخص نے وہ جوس پیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ گیا تھا اور وہ کمزوری کے باعث میز پر جھک گیا تھا۔

مورگن نے کہا "ایلا! اس شخص کے حلق سے وہی دوا اتری تھی' اس کا فوری اثر ظاہر ہو رہا ہے۔ آخر یہ نوجوان ہے کیا چیز؟"

وہ بولی "مورگن! برا نہ ماننا۔ تم سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ پلیز ایک بار پھر اسے جوس پلایا جائے اور تم توجہ سے وہ دوا حل کراؤ۔"

مینگو جوس پینے والے ریستوران کے مالک سے پوچھ رہے تھی "یہ جوس میں تم نے کیا ملایا ہے۔"

مالک نے کہا "ہم نے کچھ نہیں ملایا ہے۔ آپ کا ساتھی کسی اندرونی مرض کا شکار ہے۔ وہ مرض یہاں ظاہر ہو رہا ہے۔"

اس نے مینگو کا دوسرا گلاس خود پی کر دکھایا۔ وہ لوگ قائل ہو گئے اور اپنے بیمار ساتھی کو سہارا دے کر لے گئے۔ ایلا نے کہا۔ "یہ لوگ غلط الزام دے رہے تھے۔ یہاں کا مینگو جوس تو پورے شہر میں مشہور ہے۔ حماد کیا خیال ہے۔ ایک ایک گلاس اور ہو جائے؟"

پارس نے کہا "تم زہر بھی پلاؤ تو انکار نہیں کروں گا۔"

ایلا نے تین گلاس مینگو جوس کا آرڈر دیا۔ اس بار جے مورگن نے پوری توجہ سے ویٹر کو معمول بنایا۔ اس کے ہاتھ سے شیشی کھول کر ایک گلاس میں وہ دوا ملائی۔ پھر جب ویٹر نے وہ گلاس پارس کے سامنے رکھا تب اس نے مطمئن ہو کر ایلا سے کہا "میں نے پہلے بھی کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ اب بھی نہیں کی ہے۔ وہ گلاس حماد کے سامنے ہے۔"

اس بار وہ ٹھہر ٹھہر کر پینے لگے اور کن انکھیوں سے پارس کو دیکھنے لگے وہ بھی مزے لے لے کر پی رہا تھا اور جوس کی تعریف کرتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ گلاس خالی ہو گیا۔ ایلا شدید حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی۔ "بائی گاڈ! یہ انسان نہیں جن ہے۔"

مورگن نے کہا "اس نوجوان کا اعصابی نظام غیر معمولی ہے۔ میں کسی ڈاکٹر سے اس سلسلے میں معلوم کروں گا۔"

"معلوم کر کے بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اب ایک ہی راستہ ہے۔ میں اسے رنجیت کے بنگلے میں لے جا رہی ہوں۔ وہاں چار دیواری کے اندر اسے زخمی کیا جائے گا۔ پھر تمہارے لئے راستہ صاف ہو جائے گا۔"

پھر وہ رنجیت سے بولی "یہاں کچھ گرمی سی لگ رہی ہے۔ کیا خیال ہے' تمہارے اٹر کنڈیشنڈ بنگلے میں چلیں؟"

"یہ تو میری خوش قسمتی ہے۔ ہم راستے میں حماد کو کار ورکشاپ میں ڈراپ کریں گے۔ پھر وہاں سے....."

وہ بولی "حماد کو ڈراپ نہیں کریں گے۔ میں کچھ ضروری باتیں حماد سے کروں گی۔ کیا تمہیں اعتراض ہے۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "نہیں' بالکل نہیں چلو۔"

اس نے بل ادا کیا۔ پھر وہ تینوں کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ رنجیت ناگواری سے منہ بنا رہا تھا لیکن ایلا کو اپنے بیڈ روم کی تنہائی میں لے جانا چاہتا تھا لیکن پارس کباب میں ہڈی بن رہا تھا۔ ایلا بہت سنگی لگ رہی تھی' اسے حاصل کرنے کی بے چینی شدید ہوتی جا رہی تھی۔

اپنے بنگلے میں پہنچ کر اس نے پارس سے کہا "حماد! تم یہاں ڈرائنگ روم میں بیٹھو۔ ہم ابھی آتے ہیں۔"

پارس وہاں بیٹھ گیا۔ وہ ایلا کے ساتھ دوسرے کمرے میں آ کر بولا "اسے یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ بولی "تم نے دیکھا ہے۔ ہم نے حماد کو دوبار اعصابی کمزوری کی دوا جوس میں ملا کر پلائی لیکن وہ نارمل رہا۔"

"حماد کو گولی مارو۔ میں تمہارے حسن و شباب کا طلب گار ہوں۔ میری طلب کی بات کرو۔"

"میں! ابھی تمہاری طلب پوری کروں گی لیکن اس سے پہلے حماد کو زخمی کرو۔ جب تک وہ کمزور نہیں ہو گا۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنا تابعدار نہیں بنا سکے گا۔"

"ذرا ہوش کی باتیں کرو۔ وہ ہمارے ٹریننگ سینٹر کا رنگروٹ ہے' میرے گھر میں زخمی ہو گا تو بھید کھل جائے گا۔"

"نہیں کھلے گا۔ زخمی ہوتے ہی اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنا لیا جائے گا۔ وہ ہمارے تمہارے خلاف بیان نہیں دے گا بلکہ ہمارے لئے جاسوسی کرتا رہے گا۔"

رنجیت نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ پھر پوچھا "وعدہ کرتی ہو کہ تم اسی وقت سے میرے بیڈ روم میں رہو گی؟"

"وعدہ کرتی ہوں۔ چلو دیر نہ کرو۔"

اس نے الماری کھول کر ایک ریوالور نکالا۔ اس کی نال میں سائلنسر لگایا۔ پھر ایک سنگی حسینہ کی جوانی سے کھیلنے کے لئے اپنے ہی ملک کا غدار بن کر اپنے ہی جاسوس کو نقصان پہنچانے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

پارس صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ رنجیت نے اس کی ایک ٹانگ کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "چپ چاپ کھڑے رہو۔ میں تمہاری ایک ٹانگ زخمی کرنا چاہتا ہوں۔"

"واہ کیپٹن! کوئی اپنی خوشی سے کڑوی گولی نہیں نگلتا اور تم مجھے گولی مارنا چاہتے ہو۔ میرا قصور بتاؤ۔"

ایلا نے کہا "قصور یہ ہے کہ تم دیش پانڈے کے چمچے ہو اور یوگا کے ماہر ہو۔ ہمارے دوست نہیں ہو گے۔ ہمارے کام نہیں آؤ گے۔ ریوالور سے زخمی ہونے کے بعد سانس نہیں روک سکو گے۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہیں ہمارا تابعدار بنا دے گا۔ اگر چاہتے ہو کہ گولی نہ چلائی جائے تو ہماری خیال خوانی کرنے والے کے لئے دماغ کا دروازہ کھول دو۔"

پارس نے کہا "میں تم سے پوچھتا ہوں کیپٹن رنجیت! یہ غداری کا سلسلہ کب سے چل رہا ہے۔ کیا ایلا کی طرح اس کی بہن انجیلا بھی موساد سے تعلق رکھتی ہے؟"

رنجیت نے کہا "یہ پوچھ کر کیا کرو گے۔ جب تم پر تنویمی عمل کر کے تمہیں موساد تنظیم کا وفادار بنایا جائے گا تو تمہیں بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائر کیا۔ پارس کی نظر اس کے ریوالور پر تھی۔ ریوالور کی ہلکی سی جنبش پر ہی وہ اچھل کر ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا گیا تھا۔ میرے دونوں بیٹوں کو ایسے وقت بچاؤ کے طریقے آتے تھے۔ اس کے باوجود میں نے رنجیت کا نشانہ خطا کرایا تھا۔

پارس کی جیب میں منی ریکارڈر تھا۔ جس میں ایلا اور رنجیت کی باتیں ریکارڈ ہو رہی تھیں۔ دوسرا ریکارڈر ایلا کے پرس میں تھا۔ پارس ایسی باتیں چھیڑ رہا تھا جن کے جواب میں رنجیت اور ایلا کا اعتراف جرم ہوتا جا رہا تھا۔

اس نے کہا "رنجیت! تم نے ایک فائر کیا۔ میں بچ گیا' دوسرا کرو گے تب بھی بچنے کی کوشش کروں گا۔ چاہے اس کوشش میں میری جان چلی جائے لیکن میں زخمی ہو کر اپنا دل اور دماغ یہودیوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ تم اس حسینہ کے ساتھ رات گزارنے کے لئے اپنے ملک سے اور را تنظیم سے غداری کر رہے ہو۔ آج میں تمہیں ضرور بے نقاب کروں گا۔"

ایلا نے غصے سے کہا "رنجیت! اس کی باتیں کیا سن رہے ہو۔ گولی چلاؤ۔"

پھر گولی چلی اور نشانہ بہک گیا۔ پارس نے اچھل کر ایک فلائنگ کک اس کے سینے پر ماری۔ وہ دیوار سے ٹکرایا۔ دوسری کک ریوالور پر پڑی۔ ریوالور ایک طرف جا کر فرش پر گرا تو ایلا دوڑتی ہوئی گئی اسے جھک کر اٹھانا چاہا لیکن منہ پر ایسی ٹھوکر پڑی کہ الٹ کر فرش پر گری۔ پھر اٹھ نہ سکی۔ بے ہوش ہو گئی۔

جے مورگن نے رنجیت کے ذریعے پارس پر حملہ کیا لیکن گولی چلتے ہی وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ اپنی ٹانگ پکڑ کر تکلیف سے کراہنے لگا۔ پارس اطمینان سے چلتا ہوا ٹیلی فون کے پاس آیا۔ صوفے پر بیٹھ کر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ قائم ہونے پر بولا "ہیلو پانڈے! کیپٹن رنجیت کے ڈرائنگ روم سے بول رہا ہوں۔ شکار ثبوت کے ساتھ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ چلے آؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ رنجیت نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "تم اور دیش پانڈے مجھے سمجھتے کیا ہو؟ میرے خلاف کبھی ثبوت پیش نہیں کر سکو گے۔"

پارس نے جیب سے منی ریکارڈر نکال کر اسے ریوائنڈ کیا پھر اسے سنایا۔ وہ اپنی آواز اور اعتراف جرم سن کر تڑپ گیا۔ تکلیف کی پروا کئے بغیر ایک ٹانگ پر اٹھ کر اچھلتا ہوا اس کی طرف آیا تاکہ منی ریکارڈر چھین لے لیکن گولی کے زخم سے ایسی ٹیسیں اٹھیں کہ وہ پھر اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔

پارس نے کہا "ایسا ہی ایک ریکارڈر ایلا کے پرس میں ہے' تم دو ریکارڈر کے درمیان ہو۔ نہ ادھر جا سکتے ہو' نہ ادھر جا سکتے ہو۔"

وہ بے بسی سے دیکھتے ہوئے بولا "دوست بن جاؤ۔ میرا یہ جرم چھپا لو۔ آئندہ میں تنظیم سے غداری نہیں کروں گا۔"

"جرم چھپانے کی قیمت کیا دو گے؟"

"میری بساط کے مطابق جو مانگو گے وہ دوں گا۔"

"تمہاری بساط کیا ہے؟"

"دس لاکھ روپے۔"

"کیا تم مجھے دس لاکھ دو گے؟"

"ہاں۔ آج ہی دوں گا۔"

"کیا یہ باتیں ریکارڈ کروں؟"

اس نے منی ریکارڈر دکھایا۔ وہ گڑگڑا کر بولا "نہیں' بھگوان کے واسطے ریکارڈ نہ کرنا۔ مجھ پر رشوت دینے کا بھی الزام آ جائے گا۔"

"تو پھر منہ بند رکھو۔ زبان کھولو گے تو میں ریکارڈر کو آن کر دوں گا۔"

اس نے دونوں ہونٹوں کو سختی سے بند کر لیا۔ وہ کتنے ہی طریقوں سے پارس کو بہلا پھسلا کر ان معاملات پر مٹی ڈالنا چاہتا تھا۔ لیکن بہلانے پھسلانے اور لالچ دینے کے لئے زبان کھولنا ضروری تھا اور یہ مجبوری تھی کہ زبان کھولنے سے منی ریکارڈر کے کان کھل جاتے۔

جے مورگن وہاں سے ناکام ہو کر الپا کے پاس آیا۔ مخصوص کوڈ ورڈز ادا کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ الپا نے کہا "میں پہلے کہہ چکی ہوں' مجھ سے فون کے ذریعے رابطہ کیا کرو۔"

اس نے سانس روک لی۔ مورگن چلا آیا۔ پھر ناگواری سے بڑبڑاتے ہوئے الپا کا فون نمبر ڈائل کرنے لگا۔ وہ رپورٹ دینا چاہتا تھا کہ حماد کو قابو میں کرنے کے سلسلے میں ناکامی ہوئی ہے' اس کے

برعکس ایلا اور رنجیت حماد کے قابو... میں آگئے ہیں اور اب ان کے ساتھ انجلا اور شیچرن بھی بے نقاب ہونے والے ہیں۔

فون کی گھنٹی دوسری طرف بجتی رہی لیکن الپا نے فون اٹینڈ نہیں کیا۔ دراصل اس کا موبائل فون اس کے پرس میں رہتا تھا اور ایک ہنگامے میں وہ پرس ایک جگہ رہ گیا تھا اور وہ علی کے ساتھ دوسری جگہ چلی آئی تھی۔

قصہ یوں تھا کہ علی تیمور ہوٹل شیرٹن کے سامنے الپا کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی پارکنگ ایریا میں آئی پھر کار سے اتر کر ہوٹل کے اندر جانا چاہتی تھی' علی اس کی طرف آرہا تھا۔ اچانک فائروں کی آواز کے ساتھ علی نے چھلانگ لگائی۔ الپا کے اوپر آکر اس سے لپٹ کر زمین پر گرتے اور اس کے ساتھ لڑھکتے ہوئے ایک محرابی دیوار کے پیچھے چلا گیا۔

فائر علی پر کیا گیا تھا۔ الپا نے سمجھا اس پر کیا گیا ہے۔ وہ بولی۔ "شکریہ کارمن! تم نہ ہوتے تو ابھی میں اس دنیا سے جا چکی ہوتی۔"

علی نے وضاحت نہیں کی۔ اس کا وقت نہیں تھا۔ وہ دور تک نظریں دوڑاتا رہا تھا۔ ہوٹل کے باہر ہنگامہ مچی ہوئی تھی۔ اسی بھاگ دوڑ کے باعث گولی چلانے والا نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ الپا کا بازو پکڑ کر بولا۔ "میرے ساتھ دوڑتی چلو۔ پہلے اس دیوار تک پھر اس دیوار سے میری کار تک۔ ناؤ کم آن۔"

الپا کو احساس ہوا کہ اس کا بازو فولادی شکنجے میں ہے' وہ فائرنگ کو بھول کر مسکرانے لگی۔ اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے بھرپور تحفظ کا یقین ہو رہا تھا۔ وہ اگلی دیوار کے پیچھے آئے وہاں سے کار تک جاتے جاتے پھر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ علی نے الپا کو گرتے گرتے سنبھالا۔ اسے ایک بغل میں دبا کر کار تک آیا۔ پھر دروازہ کھول کر اسے اندر دھکیلا۔ وہ کھسکتی ہوئی دوسری سیٹ پر گئی۔ علی نے ایک ہاتھ سے دروازہ بند کیا۔ دوسرے ہاتھ سے چابی گھما کر کار اسٹارٹ کی' گیئر بدلا' پھر اسے ریورس میں لے گیا۔ دوبارہ گیئر بدلا اور کار کو ٹرن کرتے ہوئے تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کی پاؤڈری سے باہر چلا آیا۔

تب الپا کو خیال آیا کہ کار کے اندر پہنچنے سے پہلے پرس کہیں گر گیا ہے۔ اس کا شناختی کارڈ اور موبائل ٹیلی فون پرس کے اندر تھا۔ انہیں لینے کے لئے وہ واپس نہیں جاسکتی تھی۔ آج سے پہلے وہ جب بھی اپنی رہائش گاہ سے باہر جاتی تھی تو کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا شہر کی شاہراہوں اور تفریح گاہوں میں ہے۔ آج پہلی بار اس نے علی تیمور کو گھر سے باہر آنے کی اطلاع دی تھی۔ یہ اطلاع فون پر دی تھی اور فون پر کوئی بھی دشمن یہ سن سکتا تھا۔

وہ بولی "تم مجھے دماغ میں آنے نہیں دیتے۔ اس کا نتیجہ دیکھ لو۔ میں نے فون پر کہا ملاقات کرنے آرہی ہوں اور دشمن مجھ سے پہلے پہنچ گئے۔"

"تمہارا فون کسی دشمن نے نہیں سنا ہے اور نہ ہی کسی نے تم پر گولی چلائی ہے۔"

"کیا ہوٹل کے سامنے دل لگی ہو رہی تھی۔"

"وہ مجھ پر گولیاں چلا رہے تھے۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "کیا واقعی؟"

"میں نے پہلی گولی سے بچنے کے لئے تم پر چھلانگ لگائی۔ کیونکہ دوسری تیسری گولیاں تمہیں بھی لگ سکتی تھیں۔"

"وہ کون ہو سکتے ہیں؟"

"جو بھی ہیں' پیچھے آرہے ہیں۔"

"اوہ گاڈ!" اس نے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ بہت سی گاڑیاں آگے پیچھے چلی آرہی تھیں۔ علی نے کہا۔ "سفید رنگ کی کار ہے اس کی ونڈ شیلڈ کلر ڈ ہے اور وائپر ٹوٹا ہوا ہے۔"

وہ بولی۔ "ایسی تھرڈ کلاس کار میں کوئی تھرڈ ریٹ کا ہی غنڈا ہوگا۔"

"ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ کسی کرائے کے قاتل کو معاوضہ دے کر اس کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔"

"ارے وہ کار تو دوسرے راستے پر مڑ گئی ہے۔ تمہارا اندازہ غلط تھا۔"

"درست تھا۔ تعاقب کرنے والوں کا طریقۂ کار یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک کار والے کی جگہ دوسری کار والا آجاتا ہے۔ اب کوئی دوسرا ہمارا تعاقب کر رہا ہوگا۔ یہ کچھ دیر بعد معلوم ہوگا کہ تعاقب کرنے والی گاڑی کون سی ہے۔"

"میں دیکھتی رہوں گی۔ مسلسل پیچھے آنے والی گاڑی پہچان میں آجائے گی۔"

"یہاں قریب ہی فور اسٹار ہوٹل ہے۔ ہم وہاں رکیں گے اور فوراً ایک کمرا حاصل کریں گے۔ اس طرح ہوٹل کی چار دیواری میں اسے کھل کر سامنے آنا ہوگا۔"

وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا فور اسٹار ہوٹل کے احاطے میں داخل ہوا پھر اسے پورچ میں روک دیا۔ الپا نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ "ہوٹل کی گلی میں ہمارے پیچھے دو گاڑیاں آئی تھیں لیکن وہ آگے چلی گئیں۔"

وہ علی کا بازو تھام کر اس کے ساتھ چلتی ہوئی۔ کاؤنٹر پر آئی' علی نے اپنا کارڈ دکھا کر ایک کمرا حاصل کیا۔ انہیں پانچویں فلور پر کمرا ملا۔ وہ چابی لے کر لفٹ میں آگئے۔ علی نے سرگوشی میں کہا "کاؤنٹر گرل اور ویٹر وغیرہ کے خیالات پڑھتی رہو۔"

"میں نے اس بات کا خیال رکھا ہے۔ کوئی بھی ہمارا کمرا نمبر معلوم کرنے آئے گا تو کاؤنٹر گرل اسے میری مرضی کے مطابق غلط نمبر بتائے گی۔"

وہ پانچویں منزل پر آئے۔ ایک ویٹر نے ان کے لئے پانچ سو نمبر کا کمرا کھولا۔ اُس نے اس سے بات کی تاکہ اس کے دماغ میں بھی جھانکتی رہے۔ علی نے کمرے میں آکر کہا "انسان اپنے طور پر ہر ممکن احتیاطی تدبیر کرتا ہے اس کے باوجود مصیبتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔"

"تم اندازہ کر سکتے ہو کہ تم سے یہ دشمنی کون کر رہا ہے؟"

"میری ذات سے جان لمبوڈا کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ اس نے ہمارے ایک گولڈن برین کو اپنا معمول بنا رکھا تھا۔ میں نے اس کا یہ طلسم توڑ دیا۔ وہ ایک کے ذریعے دوسرے تمام گولڈن برینز کے دماغوں پر قبضہ جمانا چاہتا تھا۔ اسرائیل کی خارجہ اور داخلہ پالیسیاں اپنی مرضی سے مرتب کرنا چاہتا تھا۔ اب کچھ نہیں کر سکے گا۔"

"یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ وہ تمہیں اپنے راستے کا کانٹا سمجھ رہا ہے۔"

وہ اس کے پاس صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈالنا چاہتی تھی۔ وہ ہاتھ تھام کر بولا۔ "سر پر مصیبت منڈلا رہی ہے۔ پہلے اسے دور کرنا چاہئے۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں نے دیکھا ہے' مصیبت تم سے دور بھاگتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے' لیکن یہ سوچو کہ جان لمبوڈا جیسا زبردست دشمن صرف مجھ پر فائرنگ نہیں کرائے گا۔ وہ فائرنگ محض پیش لفظ ہوگی۔ وہ کوئی زبردست چال چل رہا ہوگا۔"

"واقعی جذبات غالب آتے ہیں تو مصیبت اور موت یاد نہیں رہتی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ جان لمبوڈا زبردست چالباز ہے۔ تم اس کمرے میں آکر قید ہو گئے ہو۔ وہ آسانی سے ہمیں گھیر سکتا ہے۔"

"میں اس ہوٹل کا جغرافیہ جانتا ہوں۔ اس کمرے کے پیچھے بالکونی ہے وہ بالکونی دوسرے کمرے کی بالکونی سے تین فٹ کے فاصلے پر ہے۔ اطمینان رکھو' ہم پنجرے میں نہیں ہیں۔"

وہ خاموش رہ کر کاؤنٹر گرل اور ویٹر کے خیالات پڑھنے لگی۔ کاؤنٹر گرل کی سوچ نے بتایا۔ ایک شخص سادے لباس میں آیا تھا اس نے ایک شناختی کارڈ دکھا کر کہا۔ "میں انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے آیا ہوں۔ ابھی ایک نوجوان جوڑا یہاں آیا ہے۔ کمرا نمبر بتاؤ۔"

کاؤنٹر گرل نے نمبر بتایا۔ اس کے بعد وہ واپس چلا گیا تھا۔ الپا نے یہ باتیں علی کو بتائیں۔ وہ بولا "اس کے خاموشی سے واپس جانے میں کوئی چال ہے۔ ہو سکتا ہے وہ باہر جا کر دو سروں کو ہمارے کمرے کا نمبر بتائے اور دوسرے لوگ کاؤنٹر گرل سے پوچھے بغیر یہاں آدھمکیں' ایسے وقت تمہاری خیال خوانی کام نہیں آئے گی۔"

ٹیلیفون کی گھنٹی نے مخاطب کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟" دوسری طرف سے آواز آئی "تمہارا باپ۔"

علی نے رانگ نمبر کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ الپا نے پوچھا۔ "کیا واقعی رانگ نمبر تھا؟"

"ہاں' کسی کا باپ تھا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"بھئی' میں نے پوچھا کون ہو۔ ادھر سے کہا گیا تمہارا باپ اور تم جانتی ہو۔ یہاں میرا باپ نہیں ہے۔ اس لئے رانگ نمبر ہوا۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ فون کی گھنٹی پر بجنے لگی۔ علی نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے دھاڑتے ہوئے کہا گیا۔ "وہ رانگ نمبر نہیں تھا۔ زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو۔ ہم تمہیں فائرنگ سے ڈرا کر ایسی ہی کسی جگہ پہنچانا چاہتے تھے۔ تم ہماری خواہش کے مطابق چار دیواری میں قید ہو گئے ہو۔"

"برادر' تم بہت سمجھدار ہو۔ دشمنی کی وجہ بتا دو۔"

"تمہاری موت سے گولڈن برینز تک پہنچنے کے راستے کھلیں گے۔"

"اچھا تو تم لوگوں کی پشت پر جان لمبوڈا ہے؟"

الپا بھی علی سے سر جوڑے ریسیور سے آنے والی آواز سن رہی تھی۔ وہ دوسری طرف سے کہہ رہا تھا۔ "ہاں جان لمبوڈا کو تم سمجھتے کیا ہو۔ اُس کی ایک پھونک سے تم اڑ جاؤ گے۔ اس نے تمہارے مقابلے پر ایک ایسی ہستی کو روانہ کیا ہے جسے دیکھتے ہی تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

"میرا خیال ہے ایسی کوئی ہستی نہیں ہے جس دیکھ کر میرے ہوش اڑ جائیں۔"

"بات صرف ہوش کی نہیں ہے۔ تم اس پر جوابی حملہ نہیں کر سکو گے۔ لمبوڈا ایسی ہی زبردست چال چلتا ہے۔"

کال بیل کی آواز سنائی دی۔ فون پر کہا گیا۔ "میں تمہارے ریسیور سے کال بیل کی آواز سن رہا ہوں۔ جاؤ دروازہ کھول کر اپنی موت کا استقبال کرو۔"

علی ریسیور رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ الپا بھی اٹھتے ہوئے بولی "یہ کون ہو سکتا ہے۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ جو بھی آیا ہے اسے لبوڈا نے بڑے چیلنج کے ساتھ یہاں بھیجا ہے۔"

وہ سوچتا ہوا دروازے تک آیا۔ پھر دیوار سے لگ کر بولا۔ "کون ہے؟"

دروازے کے باہر سے نسوانی آواز سنائی دی۔ "دروازہ کھولو۔ میں ہوں۔ میں آئی ہوں۔"

علی چونک گیا۔ وہ آواز اس کی سماعت میں گونج رہی تھی۔ "میں ہوں۔ میں آئی ہوں....."

وہ آواز اس کی بیوی پامیلا کی تھی۔ بیوی مصیبت بن سکتی ہے۔ خطرہ نہیں بن سکتی۔ آخر جان لبوڈا نے کیا سوچ کر اسے بھیجا ہے؟

علی نے فوراً دروازہ کھولا۔ پھر پیچھے ہٹ گیا۔ پامیلا دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھامے کھڑی ہوئی تھی۔ الپا پر نظر پڑتے ہی بولی "اس نے درست کہا تھا کہ ایک حسینہ میرے شوہر کو مجھ سے چھین رہی ہے۔"

اس نے الپا کا نشانہ لیا۔ الپا علی کے پیچھے چلی گئی۔ وہ بولا۔ "تماشا نہ بناؤ۔ اندر آؤ۔ تمہیں کس نے بتایا ہے کہ میں یہاں مل سکتا ہوں؟"

پامیلا نے کہا "کیا اب بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ جسم تمہاری بیوی پامیلا کا ہے لیکن دماغ جان لبوڈا کا ہے۔"

علی' الپا کے ساتھ پیچھے ہٹتے ہوئے بولا "اچھا تو تم لبوڈا ہو میری بیوی کو آلۂ کار بنا کر لائے ہو۔"

"ہاں' پچھلی بار میں نے دیکھا تھا' تم بہترین فائٹر ہو' میرے کسی آلۂ کار کے قابو میں نہیں آؤ گے۔ تب یہ آئیڈیا دماغ میں آیا کہ پامیلا کو تمہارا ہرجائی پن بھی دکھاؤں گا اور تمہاری موت بھی بناؤں گا۔"

پامیلا یہ کہتی ہوئی کمرے کے اندر آگئی۔ اس کی انگلی ٹریگر پر تھی۔ اور نشانے پر علی اور الپا دونوں ہی تھے۔ لبوڈا نے پامیلا کی زبان سے کہا۔ "تمہارے مقابلے پر ایسی ہستی ہے جس سے تم جنگ نہیں کرسکتے۔ یہ تم پر گولیاں چلائے گی۔ تم اس پر ہاتھ نہیں چلاؤ گے اور اگر تم اس سے ریوالور چھیننا چاہو گے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟"

علی پوری توجہ سے ریوالور کو دیکھ رہا تھا۔ لبوڈا نے کہا "یہ تمہاری بیوی تمہارے سامنے اپنے ہی ریوالور سے خودکشی کرے گی۔ تم اسے زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو اس سے ریوالور نہ چھیننا۔"

اس میں شبہ نہیں کہ لبوڈا نے علی کو مشکل میں ڈال دیا تھا۔ وہ پامیلا کو دل سے چاہنے والا شوہر تھا۔ اس کے بدن پر ہلکی سی خراش لانا بھی اسے گوارا نہیں تھا۔ وہ اسے پیار و محبت سے اپنی طرف مائل بھی نہیں کرسکتا تھا اس کے حواس پر لبوڈا چھایا ہوا تھا۔

الپا چپ چاپ پامیلا کے دماغ میں گئی تھی اور سمجھ گئی تھی کہ وہاں اپنی سوچ کی لہروں سے پامیلا کو قابو میں نہیں کرسکے گی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور بھی نہیں گرا سکے گی۔ اسکے دماغ پر لبوڈا کا مکمل قبضہ تھا۔

کمرے کا دروازہ بند تھا۔ پیچھے بالکونی کی طرف پردہ پڑا ہوا تھا' دن کی روشنی کمرے کے اندر نہیں تھی۔ وہاں صرف ایک بلب روشن تھا اور بس یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ علی نے بجلی کی سی تیزی سے سوچ کو آف کرتے ہوئے الپا کو دوسری طرف دھکا دیا۔ اندھیرا ہوتے ہی ریوالور سے گولی چلی۔ تاریکی میں شعلہ سا لپکا۔ پامیلا نے اپنے شوہر پر گولی چلائی تھی۔ اس کے ایک ساعت کے بعد ہی اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

علی نے اندھیرے میں پامیلا کو پکڑ لیا تھا۔ اس کی کلائی موڑ کر ریوالور چھین لیا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ صوفہ کتنے فاصلے پر ہے۔ اس نے پامیلا کو صوفے پر پہنچا کر کہا۔ "لبوڈا! تمہارا یہ ناپاک ارادہ پورا نہیں ہوگا۔ پامیلا نہ مجھے قتل کرے گی' نہ خودکشی کرے گی۔ اب ریوالور میرے ہاتھ میں ہے۔"

اس نے سوچ بورڈ کے پاس آکر بٹن کو آن کیا۔ کمرا پھر روشن ہوگیا لیکن پامیلا صوفے پر نہیں تھی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ بالکونی کے پاس کھڑی تھی۔ لبوڈا اس کی زبان سے کہہ رہا تھا "میں نے وارننگ دی تھی کہ پامیلا سے ریوالور نہ چھیننا لیکن تم نے خود کو بہت ہی ذہین اور چالاک سمجھ لیا۔ اپنی دانست میں ریوالور چھین کر اسے خودکشی سے باز رکھا ہے مگر دیکھو اور اسے روکو۔ تمہاری پیاری شریکِ حیات جارہی ہے۔"

وہ دوڑتی ہوئی بالکونی میں گئی۔ علی نے اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے آواز دی "رک جاؤ۔ پامیلا! تمہیں میری جان کی قسم' رک جاؤ۔"

لیکن لبوڈا نے اسے رکنے نہیں دیا۔ علی کے بالکونی میں پہنچنے سے پہلے ہی پامیلا نے ریلنگ پر چڑھ کر نیچے چھلانگ لگادی۔ اس کی آخری چیخ موت کی پستی میں جاتی ہوئی سنائی دی۔ پھر گہرا سناٹا چھا گیا۔

علی ٹھٹک گیا۔ اتنی بلندی سے چھلانگ لگانے کا نتیجہ ایک نادان بھی جانتا ہے۔ اس کے دل پر بوجھ سا پڑ گیا۔ موت سے لڑنے والا اپنی شریکِ زندگی کو موت سے نہ بچا سکا۔ وہ جھکتا ہوا شرمندہ سا ہو کر بالکونی کی ریلنگ کے پاس آیا۔ پھر نیچے دیکھا۔

کیا دیکھا؟

قدرت کا تماشا دیکھا۔

وہ زمین پر کھڑی ہوئی تھی اور سر اٹھائے پانچویں منزل کی بلندی پر کھڑے ہوئے علی کو دیکھ رہی تھی۔

چشمِ فلک نے ہزارہا قدرت کے تماشے دیکھے ہیں۔ یہ بھی دیکھا ہے کہ ہزاروں فٹ کی بلندی سے گرنے والے طیارے کے تمام مسافر ہلاک ہوئے۔ صرف ایک سماگن کی چوٹیاں نہیں ٹوٹیں۔ ٹرین کے حادثے میں ایک بوگی کے تمام مسافر چکناچور ہوگئے صرف ایک بچہ سلامت رہ گیا۔ ایسے ہی حالات میں کہا جاتا ہے۔ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے؟

اگر یہ ایمان ہو کہ دستِ قدرت سے ناممکن بھی ممکن ہوجاتا ہے تو پامیلا کا زندہ سلامت رہ جانا بہت زیادہ حیرانی کی بات نہیں تھی۔ جان لبوڈا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ جس بالکونی کی بلندی سے وہ پامیلا کو چھلانگ لگانے پر مجبور کررہا ہے۔ اس بالکونی کے نیچے سوئمنگ پول ہے۔

پامیلا کے چھلانگ لگاتے ہی لبوڈا تو مطمئن ہو کر چلا گیا تھا کہ اتنی بلندی سے پامیلا کا باپ بھی نہیں بچے گا لیکن وہ سیدھی سوئمنگ پول کے گہرے پانی میں گئی تھی۔ پھر ابھر کر تیرتی ہوئی کنارے پر آگئی تھی۔ اسے حیرانی تھی کہ اب تک اپنے آپ میں کیوں نہیں تھی اور اپنی مرضی کے خلاف اپنے شوہر کارمن کو کیوں ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ اور جب ہلاک کرنے میں ناکام رہی تو خودکشی کرنے کے لئے بالکونی سے کود پڑی تھی۔

وہ سوئمنگ پول سے نکل کر کنارے کھڑی ہو کر سر اٹھائے پانچویں منزل کی طرف دیکھنے لگی۔ اوپر علی نظر آیا تو اس نے ہاتھ ہلا کر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے چھلانگ کیوں لگائی تھی؟"

علی نے اوپر سے چیخ کر کہا "وہیں رہو' میں آرہا ہوں۔"

پھر اس نے پلٹ کر الپا کے پاس آکر اس کے دونوں بازوؤں کو خوشی سے جکڑ لیا' اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا "وہ زندہ ہے! میری پامیلا زندہ ہے۔ پلیز فوراً اس کے دماغ پر قبضہ جماؤ۔ ابھی وہ نارمل ہے۔ اس کا مطلب ہے لبوڈا نے اسے آزاد چھوڑ دیا ہے۔"

پھر وہ پامیلا کے پاس جانے کے لئے وہاں سے دوڑتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ ان لمحات میں الپا کو شدت سے اپنی توہین کا احساس ہوا۔ اگر اپنا مطلوب و مقصود کسی دوسری کے لئے چھوڑ کر چلا جائے تو یہ بے عزتی کوئی برداشت نہیں کرسکتی۔

الپا ساکت کھڑی ہوئی برداشت کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ خود کو سمجھا رہی تھی "مجھے ذرا صبر کرنا چاہئے۔ کارمن فولاد ہے۔ اسے پامیلا سے توڑنے اور اپنے ساتھ جوڑنے میں وقت لگے گا۔ پھر کارمن' پامیلا اور میرے درمیان سرکاری معاملات ہیں' مجھے جذبات میں بہہ کر فرائض کو نہیں بھولنا چاہئے۔"

وہ تھوڑی دیر تک اپنے آپ کو سمجھاتی رہی پھر پامیلا کے دماغ میں گئی۔ علی اسے آغوش میں لے کر بھرپور محبت سے پیش آرہا تھا۔ الپا فوراً ہی واپس آگئی۔ وہ ایسی ہی دیوانہ وار محبت چاہتی تھی' جو دوسری کو مل رہی تھی۔

اس کا فرض تھا کہ وہ الپا کے دماغ پر قبضہ جما کر رکھتی تاکہ لبوڈا دوبارہ آکر اسے نقصان نہ پہنچائے' لیکن اس نے ناگواری سے سوچا "لبوڈا آتا ہے تو آئے۔ میں پامیلا کی چوکیدار نہیں ہوں۔ اگر اسے نقصان پہنچے گا تو میں رپورٹ دوں گی کہ مجھ سے پہلے پھر ایک بار لبوڈا اس کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ اس لئے میں پامیلا کو نہ بچا سکی۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بالکونی میں آئی۔ وہاں سے دیکھا۔ نیچے سوئمنگ پول کے کنارے کارمن اپنی شریکِ حیات پر قربان ہورہا تھا۔ الپا کو یہ محرومی غصہ دلا رہی تھی کہ وہ کارمن کو اپنے لئے ہوٹل کے اس کمرے میں لائی تھی۔ جو کچھ اسے حاصل ہونا تھا' وہ پامیلا کو حاصل ہورہا تھا۔

سوال یہ بھی پیدا ہورہا تھا۔ کیا پامیلا کارمن (علی) کو اپنے ساتھ لے جائے گی اور وہ تنہا مرا در رہ جائے گی؟ اگرچہ بیوی کا حق زیادہ ہوتا ہے لیکن پہلے آؤ' پہلے پاؤ کے اصول کے مطابق الپا نے آج اس مرد کو پہلے پایا تھا' اور پا کر کبھی محروم ہورہی تھی۔

وہ برداشت نہ کرسکی۔ الپا کے اندر پہنچ کر اسے علی سے الگ کردیا۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟ مجھ سے دور کیوں ہوگئیں؟"

وہ ..... سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھتے ہوئے بولی "پتا نہیں کیسے دور ہوگئی۔ میں تو تمہارے اندر سما جانا چاہتی تھی۔"

علی نے فوراً سر اٹھا کر دیکھا۔ پانچویں منزل کی بالکونی کی ریلنگ پر الپا دکھائی دی۔ نظریں ملتے ہی وہ ریلنگ سے ہٹ گئی۔ بالکونی میں نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ بڑی حد تک بات سمجھ میں آگئی۔ اس نے الپا سے کہا تھا کہ پامیلا کے دماغ پر چھا جائے تاکہ لبوڈا پھر کوئی شیطانی حرکت نہ کرے۔

اگر ابھی لبوڈا نے اس کی بیوی کو اس کی آغوش سے الگ کیا ہے تو اس کا مطلب ہے' الپا نے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔ اگر وہ فرض شناس ہے اور پامیلا کے دماغ میں موجود رہی تھی تو پھر اس نے بیوی کو شوہر سے الگ کیا ہے۔

علی نے تسلیم کیا کہ وہ عورت جو اپنے جذبات لے کر اس کے ساتھ آئی تھی' وہ شوہر کے ساتھ بیوی کے بھی جذبات برداشت نہیں کررہی تھی۔ اسے چاہئے تھا کہ وہ اوپر سے الپا کو اپنے ساتھ پامیلا کے پاس لاتا لیکن اس نے پامیلا کی نئی زندگی کی خوشی میں بھول کر الپا کا بھاؤ گرا دیا تھا اور اسے حسد کی آگ میں جلا رہا تھا۔

وہ پامیلا کا ہاتھ تھام کر ہوٹل کی لابی میں آیا۔ پامیلا کو ایک صوفے پر بیٹھنے کو کہا پھر ٹیلیفون کے پاس جا کر ریسیور اٹھا کر آپریٹر سے کمرا نمبر پانچ سو پانچ سے رابطہ کرنے کو کہا۔ آدھے منٹ میں رابطہ ہوگیا۔ الپا کی آواز سنائی دی' وہ بولا "سوری' پامیلا کو زندہ پا کر خوشی میں بہت کچھ بھول گیا۔ میرے جذبات کو سمجھو' میں نے تمہیں نظرانداز نہیں کیا ہے۔"

"تم نے ابھی رابطہ کرکے ثابت کردیا ہے کہ مجھے نظرانداز نہیں کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ مجھے کباب میں سے نکل جانا

چاہئے۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ آج ہماری پہلی ملاقات ہے۔ یہ ملاقات اتنی جلدی ختم نہیں ہوگی۔"

"تمہاری بیوی کو دکھ ہوگا۔"

"تم نیچے آؤ۔ ہم اسے گھر پہنچائیں گے۔ تم اسے سلا دینا۔ اس کے بعد ہمیں دشمنوں سے بھی نمٹنا ہے اور پیار بھرے دن رات بھی گزارنے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم اسے گھر لے جاؤ' میں اپنے گھر جا رہی ہوں۔ وہاں سے الپا پر عمل کروں گی۔ اس کے دماغ کو لاک کر دوں گی تو لمبوڈا کبھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

علی نے ریسیور رکھ دیا۔ پامیلا کو لے کر گھر کی طرف جانے لگا۔ وہ نارمل تھی۔ جان لمبوڈا پلٹ کر نہیں آیا تھا۔ اسے پانچویں منزل سے چھلانگ لگانے پر مجبور کرنے کے بعد وہ مطمئن ہو گیا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔ کارمن اپنی بیوی کا ماتم کر رہا ہوگا۔ جوش اور غصے میں آ کر وہ اور اس کا سسر کوئی ایسی احمقانہ حرکت کر سکتے ہیں جس کے نتیجے میں اسے پھر ایک بار گولڈن برنیز کے درمیان جگہ بنانے کا موقع مل سکے گا۔

وہ دوسرے معاملات میں مصروف رہ کر اس بات کا منتظر تھا کہ کارمن یا راجر موس سفارتی سطح پر اسے پامیلا کے قتل کا الزام دیں گے۔ وہ اپنے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے بی جی تھرمال کے سلسلے میں مصروف تھا اس کے لئے یہ خطرہ بڑھتا جا رہا تھا کہ فراد علی تیمور تھرمال کی اصلیت معلوم کر چکا ہے وہ تھرمال کو فراد کے خطرے سے بچانے کی فکر میں تھا۔ جب کئی گھنٹے گزر گئے تو اس نے سوچا' پامیلا کی موت کا ردِ عمل کیوں نہیں دو رہا ہے؟

اس نے خیال خوانی کے ذریعے تل ابیب میں رہنے والے آلہ کار کو مخاطب کیا پھر پوچھا "پامیلا کی موت کا ری ایکشن کیوں نہیں ہو رہا ہے؟"

"جناب! کیسی موت! وہ تو زندہ ہے۔"

"زندہ ہے؟ کیا بکواس کر رہے ہو۔"

"آپ نے اسے پانچویں منزل سے گرایا تھا۔ لیکن لوکیشن کا خیال نہیں رکھا تھا۔ اس حصے میں سوئمنگ پول ہے۔ وہ پانی میں گری تھی۔"

لمبوڈا کی سمجھ میں آ گیا۔ اس نے آس پاس کے ماحول کو اچھی طرح نہیں سمجھا تھا۔ یہی یقین کافی تھا کہ بلندی سے گرنے والی زندہ نہیں بچ سکتی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پامیلا کے پاس آیا۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس آ گیا' یہ دوسری ناکامی تھی۔ تخریبی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو پرانی سوچ کی لہروں کے لئے حساس بنا دیا گیا تھا۔ اب وہ پامیلا کو کارمن کی کمزوری نہیں بنا سکتا تھا۔

اس نے اپنے آلۂ کار سے پوچھا "کیا تم میں ایسے ذہین اور چالاک لوگ نہیں ہیں جو کارمن کو قابو میں کر سکیں یا اسے کہیں بھی گولی مار سکیں؟"

"ایسے لوگ ہیں۔ میری پوری کوشش یہی ہوگی کہ جہاں بھی موقع ملے اس کا کام تمام کر دیا جائے۔"

"کیا یہ معلوم ہوا کہ ہوٹل کے کمرے میں کارمن کے ساتھ وہ لڑکی کون تھی؟"

"یہ معلوم نہ ہو سکا۔ وہ ہوٹل سے کہیں چلی گئی تھی۔"

"کارمن ابھی کہاں ہوگا؟"

"پتا نہیں سر! پامیلا کے زندہ بچنے کے بعد ہم دو گھنٹے تک آپ کا انتظار کرتے رہے۔ آپ نے رابطہ نہیں کیا تو یہی سمجھ میں آیا کہ آپ کارمن اور پامیلا کو نظر انداز کر رہے ہیں۔"

"میں رابطہ نہ کروں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم لوگ ڈیوٹی چھوڑ دو۔ میں ہزاروں معاملات میں مصروف رہتا ہوں اور تم لوگ ایک معاملے کو ہینڈل نہیں کر سکتے۔ تم لوگوں کی نالائقی سے مجھے ناکاموں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ اس کی اپنی بھی غلطیاں تھیں اس نے آس پاس توجہ دئے بغیر پامیلا کو پانی میں گرا دیا تھا۔ پامیلا اور کارمن پر اتنی توجہ دی تھی کہ باقی اہم باتیں بھول گیا تھا۔ اس نے یہ معلوم کرنا ضروری نہیں سمجھا کہ کارمن کے ساتھ جوان دوشیزہ کون تھی۔ اگر معلوم ہو جاتا کہ وہ الپا تھی تو پامیلا کو چھوڑ کر اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کے پیچھے پڑ جاتا۔

یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ علی کو بھی نہیں پہچان رہا تھا۔ اسے ایک نیا گولڈن برین سمجھ رہا تھا۔ اگر علی کی حقیقت سے واقف ہو جاتا تو ہوٹل میں کارمن اور الپا کو چھوڑ کر نہ جاتا ان کی جان سے کھیلنے کے لئے جان کی بازی لگا دیتا۔

الپا نے جان لمبوڈا کا راستہ روکنے کے لئے پامیلا پر تخریبی عمل کیا تھا۔ اس کے بعد فون پر علی سے پوچھا "اب کہاں ملاقات ہوگی؟"

اس نے کہا "اب تک جان لمبوڈا کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ وہ انتقامی کارروائی میں ناکام رہا ہے۔ اس کے آلۂ کار ہمیں ہوٹلوں تفریح گاہوں میں ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔ میری رہائش گاہ کی بھی نگرانی ہو رہی ہوگی۔"

"دیکھو کارمن! وعدے سے نہ پھرنا۔ آندھی آئے طوفان آئے' میں آج تم سے ضرور ملوں گی۔"

"ملنے کی ایک ہی جگہ ہے۔"

"کون سی جگہ ہے وہ۔ میں کانٹوں پر بھی چل کر آؤں گی۔"

"یہاں دوست اور دشمن تمہیں صورت سے نہیں پہچانتے ہیں' کیا یہ درست ہے؟"

"درست ہے۔"

"آج بھی تم میک اپ میں رہیں' وہ تمہارا اصلی چہرہ نہیں تھا؟"

"یہ بھی درست ہے۔"

"اور ابھی تم اپنی رہائش گاہ میں ہو؟"

"ہاں' مگر کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ اگر میں تمہارے گھر چلا آؤں تو وہاں ہم دونوں دشمنوں کو نظر نہیں آئیں گے۔"

"دشمن تمہارا تعاقب کرتے ہوئے آ جائیں گے۔"

"میں حلیہ بدل کر آؤں گا۔ نہ کوئی پہچانے گا نہ تعاقب کرے گا۔"

"کارمن! آج تک میں نے کسی کو اپنی رہائش گاہ کا پتا نہیں بتایا ہے۔"

"مگر "کسی" میں' میں بھی شامل ہوں تو مجھے بھی نہ بتاؤ۔"

"میں تمہارے لئے ایک اصول توڑ سکتی ہوں' لیکن گولڈن برنیز نے مجھے سختی سے تاکید کی ہے کہ میری رہائش گاہ کا علم کسی کو نہیں ہونا چاہئے۔"

"گولڈن برنیز کو تو علم ہوگا۔"

"چھ گولڈن برنیز میں سے ایڈگر سلومن اور میجر جارڈلے میری رہائش گاہ جانتے ہیں۔ واسکوڈی تھرہا اور جان روبن کو جے مورگن کا پتا معلوم ہے۔ راجر موس اور جان نوبل ہمارے تیسرے خیال خوانی کرنے والے ہیری ہوگن کا گھر جانتے ہیں۔"

علی نے کہا "میں ایڈگر سلومن کی جگہ گولڈن برین ہوں لہٰذا مجھے تمہارا پتا معلوم ہونا چاہئے۔"

"ابھی تم مستقل نہیں قائم مقام گولڈن برین ہو۔ اس لئے کہتی ہوں کہ اصول توڑ کر تمہیں پتا بتا رہی ہوں۔ میں تل ابیب میں نہیں ہوں۔ تم گھر سے نکلو اور ہائی وے پر آؤ۔ جب تمہیں یقین ہو جائے کہ کوئی تعاقب نہیں کر رہا ہے تو میں فون کے ذریعے پتا بتا دوں گی۔"

علی' پامیلا کو اس کے میکے یعنی راجر موس کے گھر لایا تھا۔ وہیں ایک بیڈ روم میں الپا نے اسے تخریبی نیند سلا دیا تھا۔ راجر موس کے بنگلے کے اطراف سخت پہرا رہتا تھا۔ دور دور تک نظر رکھی جاتی تھی کہ کوئی اس بنگلے کی نگرانی نہ کر سکے۔ علی اپنی شریکِ حیات کو وہاں چھوڑ کر اپنا حلیہ تبدیل کر چکا تھا۔ پہرا دینے والے ایک فوجی کا بہروپ بدل چکا تھا۔ مسلح جوانوں کی ڈیوٹی بدل رہی تھی۔ وہ ڈیوٹی بدلنے والوں کے ساتھ فوجی گاڑی میں گیا۔ پھر ایک افسر کے گھر پہنچ کر وہاں لباس تبدیل کرنے کے بعد ایک کار ڈرائیو کرتا ہوا ہائی وے پر آ گیا۔

اس نے موبائل فون پر رابطہ کیا پھر کہا "میں ہائی وے پر ہوں۔"

الپا نے کہا "وہاں سے ساحلی راستے پر آ جاؤ۔ ساٹھ میل کی ڈرائیو ہے' میں حیفہ میں ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے علی سے کہہ دیا تھا کہ دو گھنٹے بعد آؤں گا اس لئے وہ سست رفتاری سے کار چلاتے ہوئے حیفہ کی سمت جانے لگا۔ وہ فطرتاً خوار پیزار تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ الپا کے ساتھ تنہائی میں ایک منٹ بھی گزارنا نہ پڑے۔ اس سے ملاقات ہوتے ہی اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دے پھر اس کا فرض پورا ہو جائے گا اور میں اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لوں گا۔

اسے سوا گھنٹے میں وہاں پہنچنا چاہئے تھا۔ وہ دو گھنٹے میں پہنچا۔ الپا نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا "تم کار میں آ رہے تھے یا چپر پر؟ کیا اتنی دیر لگتی ہے؟"

وہ بات بناتے ہوئے بولا "میں نے سنا ہے محبوب کو انتظار میں جتنا تڑپایا جائے اتنی ہی محبت بڑھتی جاتی ہے۔"

"کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ محبت کرنے کا چانس ختم ہو جاتا ہے۔ اوپر سے احکامات صادر ہوئے ہیں کہ ہمیں اسی وقت جولان کے پہاڑی علاقے میں جانا ہے۔"

علی نے کمرے میں آ کر فون کے ذریعے راجر موس سے رابطہ کیا' پھر پوچھا "انکل! آپ نئے احکامات ہیں؟"

"ہاں جولان کی پہاڑی بستیوں میں عربوں کی اکثریت کو ختم کرنا ہے اور ایتھوپیا سے آنے والے یہودیوں کو وہاں آباد کرنا ہے۔ لیکن وہاں چار گاؤں کے عربوں نے منظم بغاوت کی ہے۔ ہماری فوج نے ان کا محاصرہ کیا ہے۔ الپا ان باغیوں کے سربراہوں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے باغیانہ جذبات کو ختم کرے گی اور ہماری تابعداری پر مجبور کرے گی۔ ان میں سے جو عرب قابو میں نہ آئے' اسے تم جہنم میں پہنچاؤ گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں الپا کے ساتھ جا رہا ہوں۔"

الپا نے ویڈیو کیمرا اور ایک بیگ لیا۔ اس بیگ میں لکھنے پڑھنے کا سامان تھا تاکہ وہ لیڈی اخبار رپورٹر دکھائی دیتی رہے۔ وہ دونوں کار میں بیٹھ کر ائر فورس کے ایک ڈپو پر آئے پھر فوجی ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر وہاں سے جولان کی پہاڑیوں کی طرف جانے لگے۔

میں نے علی کے پاس آ کر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ اس نے کہا "پاپا! الپا کا مقدر ساتھ دے رہا ہے۔ ابھی میں اسے کمزوری میں مبتلا نہیں کر سکوں گا اور نہ ہی آپ اسے تابعدار بنا سکیں گے۔"

اس نے بتایا کہ جولان کے علاقے میں عرب مسلمانوں کی زمینیں چھینی جا رہی ہیں اور وہاں یہودیوں کو آباد کیا جا رہا ہے۔ یہ واقعہ یوں پیش آ رہا تھا کہ ایتھوپیا کے شمال مغربی صوبے ٹیگرے اور گونڈار دنیا کے غریب اور پسماندہ ترین علاقے رہے ہیں۔ یہاں صدیوں سے سیاہ فام یہودی آباد ہیں۔ ان یہودیوں کو فلاشا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان کی زبان میں فلاشا کے معنی اجنبی یا خانہ بدوش کے ہیں۔ یہ گوری نسل کے یہودیوں کے مقابلے میں غیر تعلیم یافتہ اور غیر مہذب ہیں اور صدیوں سے ارضِ فلسطین کو اپنا

نظریاتی اور روحانی وطن کہتے آرہے ہیں۔

اسرائیل کے یہودی پہلے ان کالے یہودیوں کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ لیکن ۱۹۷۲ء میں ان کے سب سے بڑے ربی اوادیا یوسف نے فتویٰ جاری کیا اور کہا "فلاش یہودی دراصل گمشدہ ڈان قبیلے کی اولادیں ہیں جن کا ذکر تورت میں آیا ہے۔ حویلا کی سرزمین پر یہ قبیلہ آباد تھا۔"

اس فتوے کے بعد ایتھوپیا کے کالے کلوٹے یہودی ان کے لئے عربوں کے مقابلے میں عزیز ہوگئے۔ انہوں نے مسلمانوں کی آبادی کم کرنے اور اپنی قوی اکثریت بڑھانے کے لئے فلاشا یہودیوں کو اسرائیل میں آباد ہونے کی اجازت دے دی۔ چونکہ فلاشا غیر مہذب تھے اس لئے انہیں شہروں سے دور جولان کی پہاڑیوں میں آباد کرنے لگے۔

اس علاقے کے عربوں نے کوئی سات برس پہلے احتجاج کیا تھا ان کے احتجاج کو فوج کے زور لیے دبادیا گیا تھا۔ اب پھر وہی صورتِ حال تھی۔ پانی سر سے اونچا ہو رہا تھا۔ فلاشا یہودیوں کی مداخلت اور ان کی آبادکاری عرب مسلمانوں کی برداشت سے باہر ہوگئی تھی اس لئے بغاوت شروع ہوگئی تھی اور خاص مسلمان باغیوں کو ہلاک کرنے کا ناپسندیدہ اور غیر اسلامی فریضہ علی تیمور کے سر آپڑا تھا۔

ہیلی کاپٹر پہاڑی کے سامنے ایک میدان میں اترا۔ علی اور الپا نے دیکھا پہاڑی کے نشیب و فراز میں کچے پکے مکانات نظر آرہے تھے۔ مکانوں کے دروازے بند تھے کیونکہ بستی میں کرفیو نافذ کیا گیا تھا۔ ہوا کے لئے صرف کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ ایک فوجی افسر نے دو سپاہیوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ ان کے لئے ایک جیپ مخصوص کی گئی تھی۔ علی نے الپا کے ساتھ جیپ میں بیٹھتے ہوئے افسر سے پوچھا "کیا پوزیشن ہے؟"

افسر نے کہا "ہم نے تین دن ہوئے پانی اور بجلی کی سپلائی بند کردی ہے۔ پھر بھی یہ کمبخت مسلمان باغیانہ حرکتوں سے باز نہیں آرہے ہیں۔ کرفیو کے وقفے میں فلاشا یہودیوں کو قتل کرتے ہیں اور ان کے گھروں سے راشن چرا کرلے جاتے ہیں۔"

علی نے کہا "پانی اور بجلی کی طرح راشن کی بھی سپلائی بند کی ہے۔ یہ تو ظلم ہے، بستی میں عورتیں اور بچے بھی ہیں۔"

افسر نے کہا "سر! ہمارے یہودیوں کی بھی عورتیں اور بچے ہیں پانی اور بجلی کی سپلائی بند کرنے سے ہماری قوم کے لوگوں پر بھی مصیبت آگئی ہے۔"

الپا نے کہا "بستی کا محاصرہ کرنے اور کرفیو نافذ کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ تم کہتے ہو انہیں تین دنوں سے پانی نہیں دیا گیا ہے۔ آخر وہ پیتے کیا ہیں اور جیتے کیسے ہیں؟"

"نادام! ان پہاڑیوں میں غار اور پیچیدہ درّے ہیں اصل بغاوت کرنے والے عرب وہاں چھپے رہتے ہیں۔ انہیں جب بھی موقع ملتا ہے وہ فائرنگ کرتے ہوئے آتے ہیں اور مسلمانوں کے کئی گھروں میں پانی کے مشکیزے دیتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں۔"

الپا نے پوچھا "کیا تمہارا محاصرہ مضبوط نہیں ہے؟"

"مضبوط ہے۔ مگر بستی کے پیچھے پہاڑیاں ہیں۔ وہاں پہرا دینے والے ہمارے اکثر فوجی مارے جاتے ہیں۔ یہ پتا نہیں چلتا وہ کہاں سے فائرنگ کررہے ہیں۔ وہ محاصرہ توڑنے کے بعد بستی میں آتے ہیں پھر فوراً لوٹ جاتے ہیں۔"

علی نے پوچھا "کیا تم نے بستی میں اعلان کرایا ہے کہ دو مسلمان اخباری رپورٹر اور فوٹوگرافر صورت حال کا جائزہ لینے اور ان کے مسائل دنیا والوں تک پہنچانے آئے ہیں؟"

"جی ہاں، ہم پچھلے چار گھنٹوں میں دوبار اعلان کرچکے ہیں۔ بستی کے اندر جانے کے لئے ایک بند گاڑی میں جانا پڑتا ہے۔ عرب عورتیں اور بچے چھپ چھپ کر پتھر مارتے ہیں۔"

الپا نے پریشان ہو کر کہا "ہماری آمد کے اعلان پر پتھر مارنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیں مسلمان نہیں سمجھ رہے ہیں یا زر خرید مسلمان سمجھ رہے ہیں۔"

علی چاہتا تھا کہ الپا بستی میں جاکر کسی مسلمان کی آواز نہ سنے۔ اس نے کہا "تم نہ جاؤ۔ میں تنہا جاؤں گا۔ پہلے ان کا اعتماد حاصل کروں گا۔"

وہ بولی "تمہاری جان سستی نہیں ہے۔ میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ ہم دوسری تدبیر آزمائیں گے۔"

"وہ تدبیر کیا ہے؟"

وہ فوجی افسر سے بولی "تم اپنے جوانوں کے ساتھ بند گاڑی میں جاؤ اور اعلان کرو کہ دو مسلمان رپورٹر اور فوٹوگرافر آپہنچے ہیں اس بستی کے دو معزز عرب کیمپ میں آکر ان سے ملاقات کریں۔ اگر معزز عربوں کو یقین ہوجائے گا کہ یہ اخبار والے مسائل کے پُرامن حل کے لئے آئے ہیں تو پھر رپورٹر اور فوٹوگرافر بستی میں آئیں گے پھر پانی اور بجلی کی سپلائی بحال کریں گے۔"

یہ معقول تدبیر تھی۔ افسر نے بند گاڑی میں بیٹھ کر یہ اعلان کیا تو دو بزرگ بستی سے باہر کیمپ میں آئے۔ انہوں نے علی اور الپا سے مصافحہ کیا۔ علی نے انہیں سلام کرتے ہوئے مصافحہ گرم جوشی سے کیا۔ ایک بزرگ نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام اسد علی ہے۔"

بزرگ نے کہا "تم مسلمان ہو۔ مگر یہ لڑکی مسلمان نہیں ہے۔"

الپا نے بزرگ کو گھور کر دیکھا، علی نے پوچھا "یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"اسلامی طور طریقے ظاہر کردیتے ہیں۔ یہ مسلمان ہوتی تو تمہاری طرح بزرگوں کو سلام کرتی۔"

علی نے کہا "اعلیٰ حضرت! یہ سلام کرنا بھول گئی۔ بھولنے کی سزا یہ تو نہیں ہوسکتی کہ اسے اسلام سے خارج کردیا جائے۔"

"جب داخل ہی نہیں تھی تو اسے خارج کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم یا تو اس لڑکی سے پوری طرح واقف نہیں ہو یا پھر اس کے فریب میں شامل ہو۔"

الپا نے کہا "مسٹر اولڈمین! تم مجھے فریبی کہہ رہے ہو۔"

"مزکی! تم ایک بلا ہو، ابھی تم نے تلاوت کلام پاک کے دوران مخل ہونا چاہا پھر واپس چلی گئیں۔"

الپا شدید حیرانی سے اس معمّر شخص کو دیکھنے لگی۔ وہ سفید لباس میں تھے۔ داڑھی اور سر کے بال بھی سفید تھے اور کوئی فرشتہ لگ رہے تھے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ الپا کی طرح میں بھی بزرگ کے دماغ میں گیا تھا۔ میں ایک طویل عرصے سے خیال خوانی کرتا آرہا ہوں۔ ہزاروں انسانوں کے دماغوں میں جاکر میں نے عجب تماشے دیکھے بھی ہیں اور عجب تماشے کئے بھی ہیں لیکن بزرگ کے دماغ میں خداوند کریم کی حیران کردینے والی قدرت دیکھی۔ وہ بزرگ الپا اور علی کے سامنے زبان سے گفتگو کررہے تھے اور ان کا دماغ تلاوت میں مصروف تھا۔

میں نے ان کے خیالات پڑھنے کی کوشش کی، نہ پڑھ سکا۔ الپا نے بھی یہی کوشش کی ہوگی۔ ان کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہا ہوگا۔ لیکن کلام الٰہی پر کون قبضہ جما سکتا ہے۔ وہ کلام، وہ آیتیں بزرگ کے پورے دماغ پر چھائی ہوئی تھیں۔ ہماری سوچ کی لہروں کے لئے وہاں کوئی جگہ نہیں تھی۔

الپا کو یہ سن کر غصہ آرہا تھا کہ بزرگ نے اسے بُلا کہا ہے۔ وہ غصہ برداشت کررہی تھی۔ ان کے خلاف کوئی قدم اٹھاکر پوری بستی کو مشتعل نہیں کرنا چاہتی تھی۔ علی نے کہا "محترم! میں اپنی ساتھی کی طرف سے معافی چاہتا ہوں۔ اب ہمیں بستی کے مسئلے پر گفتگو کرنا چاہئے۔"

انہوں نے کہا "قل ابیب میں عربوں کو رہائش اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ہم یہودیوں کو اپنی بستی میں دیکھنا نہیں چاہتے۔"

افسر نے کہا "یہ ملک ہم یہودیوں کا ہے، تمہارا نہیں ہے۔"

"توریت، انجیل اور قرآن مجید تمام آسمانی کتابیں گواہ ہیں کہ سرزمینِ فلسطین یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کی مشترکہ روحانی ملکیت ہے۔"

الپا نے کہا "تاریخ گواہ ہے کہ اس زمین پر سب سے زیادہ یہودی رہتے آئے ہیں۔"

بزرگ نے کہا "اور تاریخ گواہ ہے کہ سب سے زیادہ یہودی ذلیل و خوار کرکے اس زمین سے نکالے گئے۔

"شاہ ہیڈرین نے ۱۳۵ء میں تمہاری قوم کو بیت المقدس سے نکال دیا تھا۔ اس شہر میں صدیوں تک تمہاری قوم کا داخلہ ممنوع رہا۔

"۱۹۴۸ء میں یہودی قوم نے عیسائی حکمرانوں سے اجازت حاصل کی کہ وہ آس پاس کی پہاڑیوں پر سے بیت المقدس کو دیکھ سکیں۔

"انیسویں صدی میں تمہارے ربیوں کی درخواست پر تمہارے آباواجداد کو حرم کے باہر دیوار کے دوسری جانب گریہ وزاری کی اجازت دی گئی، لیکن یہ حکم تھا کہ وہ دیوار سے تیس فٹ دور رہیں۔

لڑکی! تو تاریخ کی بات کرتی ہے اور تاریخ بتاتی ہے کہ تمہاری قوم کیسی ذلیل اور شکست خوردہ زندگی یہاں گزارتی رہی ہے۔

"یہودی دنیا کی سب سے مکار قوم ہے۔ اس قوم نے پہلے دور پہاڑیوں سے بیت المقدس کو دیکھنے کی اجازت حاصل کی۔ پھر بیت المقدس سے تیس فٹ کے فاصلے تک آنے کی اجازت لی اور آج پورے فلسطین کے مالک و مختار بن گئی ہے۔"

الپا نے کہا "تم ہمارے عمل کو مکاری کہتے ہو اور ساری دنیا اسے سیاست کہتی ہے۔ اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں اور میرا ساتھی بستی میں جاکر دوسرے معززین اور ان باغیوں سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں جنہیں تم مجاہدین کہتے ہو۔"

"ہونا تو یہ چاہئے کہ صرف یہ مسلمان اسد علی ہماری بستی میں آئے لیکن یہ آگہی ہے کہ یہ لڑکی ہماری بستی میں آئے گی تو اس کا دل اور اس کی دنیا بدل جائے گی۔ جو کاتبِ تقدیر کی مرضی، وہ ہماری مرضی ہے۔ جب چاہو چلے آؤ۔"

وہ بزرگ اپنے ساتھی بزرگ کے ساتھ چلے گئے۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ علی نے افسر سے کہا "ہماری روانگی سے پہلے بستی کی بجلی اور پانی بحال کردو۔"

افسر نے ماتحت کو حکم دیا "جو تار کاٹے گئے ہیں انہیں جوڑ دو اور پانی کا والو کھول دو۔"

پندرہ منٹ میں ان احکامات کی تعمیل ہوگئی، علی نے کہا "الپا! ہم وہاں تنہا جائیں گے اور کوئی باڈی گارڈ نہیں ہوگا۔"

وہ بولی "یہ حماقت ہوگی۔ دشمنوں کی بستی میں مسلح باڈی گارڈز کا ہونا لازمی ہے۔"

"کیا وہ تمام مسلح فوجیوں کو داخل ہونے دیں گے؟"

"میں تمام کی بات نہیں کررہی ہوں۔ کم از کم چار مسلح جوانوں کو ہمارے ساتھ ہونا چاہئے۔"

"اگر کوئی گڑبڑ ہوگی تو وہ چاروں کیا ہمیں زندہ سلامت بستی سے نکال کر لاسکیں گے۔ جبکہ یہ فوج بستی میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرتی ہے۔ پہاڑی غاروں اور چٹانوں کے پیچھے مجاہدین نے مورچے بنا رکھے ہیں۔"

وہ قائل ہوکر بولی "درست کہتے ہو۔ دو چار باڈی گارڈز ہمارے کام نہیں آسکیں گے، لیکن ہمیں ان کی موجودگی سے ذرا

حوصلہ رہے گا۔"

"کمزور حوصلے اور جھوٹی تسلی سے تحفظ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر ہم باڈی گارڈز کے بغیر جائیں گے تو وہ متاثر ہو کر سوچیں گے کہ ہم ان پر بھروسا کر رہے ہیں اس لئے کسی فوجی کے بغیر آئے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا مصیبت ہے۔ بستی کے دو بوڑھے آئے' ایک گونگا رہا دوسرا بولتا رہا۔ میں بولنے والے کے دماغ پر قبضہ نہ جما سکی۔ اسی لئے بستی میں جانا ضروری ہو گیا ہے۔"

"تو پھر چلو' فکر نہ کرو۔ میں تمہیں زندہ سلامت واپس لاؤں گا۔"

وہ علی کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر بستی میں داخل ہوئی۔ بجلی کی بحالی سے راستے گلیاں اور مکان روشن ہو گئے تھے۔ عورتیں اور بچے ہاتھوں میں پتھر لئے اپنے مکانوں کی کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے۔ کئی مرد بندوقیں لئے چھتوں پر اور پہاڑی ٹیلوں پر نظر آ رہے تھے۔ الپا بری طرح سہمی ہوئی تھی لیکن کوئی حملہ نہیں کر رہا تھا۔

سب حیرانی سے اور سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے کیونکہ یہودی بند گاڑی میں مسلح جوانوں کے ساتھ آتے تھے جبکہ الپا اور علی کھلی جیپ میں آئے تھے اور ان کے ساتھ مسلح فوجی نہیں تھے۔

ایک راستے پر وہی فرشتہ صورت و فرشتہ خصلت بزرگ' چند بستی والوں کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ علی نے ان سے دور اپنی جیپ روک دی۔ الپا کے ساتھ جیپ سے اتر کر پیدل چلتا ہوا ان کے قریب گیا۔ سب لوگوں نے گرم جوشی سے استقبال کیا۔ بزرگ نے کہا "یہ سامنے والا مکان تمہارے قیام کے لئے ہے۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ یہاں مسائل پر گفتگو بھی ہو گی اور صبح تک قیام بھی رہے گا۔"

الپا نے کہا "ہم یہاں رات نہیں گزاریں گے۔ مذاکرات کے بعد چلے جائیں گے۔"

بزرگ نے کہا "تمہارے مقدر میں لکھا ہے کہ آج رات ہماری مہمان رہو گی۔"

"میں تقدیر بدلنا جانتی ہوں۔"

"ٹھیک پانچ منٹ کے بعد بجلی چلی جائے گی تاریکی میں کیسے جاؤ گی؟"

علی نے کہا "فوجی افسر نے یقین دلایا ہے بجلی نہیں کاٹی جائے گی۔"

"ہماری بستی میں فوجی افسر کے حکم سے بجلی نہیں رہے گی۔ مجاہدین ابھی تار کاٹ دیں گے۔"

"تعجب ہے بجلی لازمی ہوتی ہے اور آپ لوگ تار کاٹ کر تاریکی میں رہنا چاہتے ہیں؟ اس میں مصلحت کیا ہے؟"

"مجاہدین تاریکی میں چھپ کر یہاں بیوی بچوں سے ملنے آتے ہیں' پانی کے مشکیزے لاتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں۔ تم لوگوں نے بجلی کی فراہمی روک کر اسے ہمارے لئے زحمت بنانا چاہا۔ تمہارا یہ عمل رحمت بن گیا ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے مکان کے اندر آئے۔ الپا نے اس دوران دو چار عربوں کو مخاطب کیا' ان سے کہا "اپنے مسائل بیان کرو' میں اخبار میں لکھوں گی۔"

جواب میں وہ نظریں نیچی کئے خاموش رہے' بزرگ نے کہا "یہ سعادت مند ہیں۔ جب باتیں کرنے والا ایک بزرگ موجود ہو تو اس کی موجودگی میں ادب سے خاموش رہتے ہیں۔"

الپا کا مقصد پورا نہیں ہو رہا تھا۔ نہ کوئی بول رہا تھا نہ اس سے نظریں ملا رہا تھا۔ خیال خوانی کے دونوں راستے بند تھے۔ وہ کسی کے اندر پہنچ کر اسے اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکتی تھی۔ اس کے ذریعے مجاہدین کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔

بزرگ نے کہا "ہم جا رہے ہیں' ایک گھنٹے بعد آئیں گے۔ پھر باتیں بھی ہوں گی اور کھانا بھی کھایا جائے گا۔"

وہ اپنے لوگوں کے ساتھ جانے لگے' الپا نے کہا "جو باتیں ابھی ہو سکتی ہیں' انہیں ایک گھنٹے کے لئے ٹالنا کیا ضروری ہے۔"

"ہم پرانے لوگ ہیں' وقت اور حالات کے مطابق کام کرتے ہیں۔"

وہ اپنے معتقدین کے ساتھ چلے گئے۔ الپا نے دروازے پر آ کر غصے سے انہیں جاتے دیکھا' لیکن چند سیکنڈ سے زیادہ نہ دیکھ سکی۔ اچانک ہی پوری بستی میں تاریکی چھا گئی۔ اس نے پلٹ کر کمرے میں دیکھا۔ علی میز پر رکھی ہوئی موم بتی روشن کر رہا تھا۔ وہ دروازہ بند کر کے اس کے قریب آئی پھر آہستگی سے بولی "کیا ہمیں قیدی بنایا گیا ہے؟"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ انہوں نے ہمیں گن پوائنٹ پر نہیں روکا ہے۔ بستی کے راستوں کو اندھیروں میں گم کر دیا ہے۔ اندھیرے میں کہیں سے بھی چلنے والی گولی ہمیں لگ سکتی ہے۔"

"الپا! یہ عرب بڑے مہمان نواز ہوتے ہیں۔ یہ آج رات میزبانی کے فرائض ادا کر کے صبح ہمیں عزت سے رخصت کریں گے۔"

"کارمن! ان کی چالاکیوں پر غور کرو۔ ہماری آمد کے وقت عورتوں اور بچوں کے ہاتھوں میں پتھر تھے۔ مرد بندوقیں اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ وارننگ تھی کہ ہم یہاں سے بھاگنا چاہیں گے تو پتھروں اور گولیوں سے نہیں بچ پائیں گے۔"

"جب یہ سمجھتی ہو کہ یہاں سے بھاگ نہیں پائیں گے تو صبر و تحمل سے صبح کا انتظار کرو۔"

"تمہاری ذہانت کو کیا ہوا ہے؟ کیا مایوس ہو گئے ہو؟ میں ابھی خیال خوانی کے ذریعے افسر کو حکم دیتی ہوں کہ وہ ہمیں یہاں سے....."

"دیکھو الپا! اگر فوجیوں نے ہمیں یہاں سے لے جانے کی کوشش کی اور وہاں سے گولی چلائی تو یہ عرب ہم دونوں کو یرغمال بنا لیں گے۔ تم یہودی قوم کا سرمایہ ہو۔ میں تمہیں یہاں پھنسنے اور تمہاری ذات کو کسی طرح نقصان پہنچنے نہیں دوں گا۔"

"واقعی یہ ہمیں یرغمال بنا لیں گے۔ میں افسر کو سمجھاتی ہوں ورنہ وہ بستی میں اندھیرا دیکھ کر یہی سمجھے گا کہ ہمیں یہاں گرفتار کر کے واپس جانے سے روک لیا گیا ہے۔"

"تم خیال خوانی کرو۔ میں ذرا پانی پی لوں۔ بہت پیاس لگی ہے۔ کیا تم بھی پیو گی؟"

"انہوں نے پانی میں کچھ ملایا نہ ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیسی بچوں جیسی باتیں کرتی ہو۔ جب وہ آسانی سے ہمیں ہلاک کر سکتے ہیں تو پانی کو ذریعہ کیوں بنائیں گے۔ ایک گولی تمہارے لئے اور ایک میرے لئے کافی ہے۔"

وہ گھڑے کی طرف گیا۔ الپا نے افسر کے پاس پہنچ کر کہا۔ "باغیوں نے بجلی کے تار کاٹ دیے ہیں۔ جنگجو باغیوں کے لئے تاریکی ضروری ہے۔"

"مادام! کیا انہوں نے آپ دونوں کو حبسِ بے جا میں رکھا ہے؟"

"نہیں۔ ابھی تک شائستگی سے پیش آ رہے ہیں۔ وہاں سے ایک بھی گولی نہ چلانا ورنہ یہ کمبخت ہمارے دشمن بن جائیں گے۔"

"اگر آپ پر زیادتی ہو گی تو ایسے میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"پھر تو ہم مرنے مارنے پر مجبور ہوں گے۔ جیسے ہی کوئی بات بگڑے گی میں تمہیں اطلاع دوں گی۔ فی الحال صبر کرو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ علی گھڑے سے ایک گلاس پانی لے کر آیا پھر بولا "بڑا ٹھنڈا میٹھا پانی ہے۔"

وہ گلاس لے کر پینے لگی۔ علی نے دوا میں ہلکی سی مٹھاس کا اضافہ کیا تھا۔ وہ دو گھونٹ پی کر بولی "واقعی ہلکی سی قدرتی مٹھاس ہے۔ میں پہلی بار اس علاقے کا پانی پی رہی ہوں۔"

اس نے گلاس کو ہونٹوں سے لگا کر غٹاغٹ تمام پانی پی لیا۔ علی نے اس سے گلاس لیتے ہوئے کہا "دراصل یہ مٹھاس میں نے ملائی تھی۔"

"تم نے؟ کیا تم نے پانی کو شربت بنانا چاہا تھا؟"

"نہیں۔ محبوب کے ہاتھوں میں اتنی مٹھاس ہوتی ہے کہ پانی شربت بن جاتا ہے۔"

وہ ہنسنے لگی' ہنستے ہنستے بولی "باتیں خوب بناتے ہو۔ محبوب کے ہاتھوں میں مٹھاس۔ واہ کیا رومانٹک۔ رومانٹک۔ رو۔ رو....."

قہقہے گھٹ گئے۔ بات زبان پر لڑکھڑانے لگی۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی "اوہ گاڈ! میرا دل ڈوب..... ڈوب..... رہا ہے۔"

وہ کرسی سے نیچے ڈھلکنے والی تھی۔ علی نے اسے تھام لیا پھر دونوں بازوؤں میں اسے اٹھا کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں ایک بستر تھا۔ اس نے بستر پر لٹا کر کہا "لیجئے پایا! اس سے مجھے نجات دلائیں۔"

وہ بولی "کارمن! یہ..... یہ تم کیا بڑ..... بڑا رہے ہو؟ کس سے بول رہے ہو؟"

"الپا! تمہیں یاد ہے۔ بزرگ نے کہا تھا' تم اس بستی میں آؤ گی پھر یہاں تمہارا دل اور تمہاری دنیا بدل جائے گی۔"

"ہاں۔ مگر یہ سازش ہے۔ کارمن! مجھے بچاؤ۔ وہ بوڑھا ضرور ٹے..... ٹے..... لی پیتھی جانتا ہے۔ وہی میرے دماغ کو کمزور....."

میں نے کہا "الپا! اب نہ بولو۔ آنکھیں بند کر لو۔ میں تمہیں تنویمی عمل کے لئے سلا رہا ہوں۔"

"نہیں" وہ چیخ کر بولنا چاہتی تھی۔ مگر کمزوری کے باعث آواز نہ نکل سکی۔ پھر اس کی سوچ نے پوچھا "کیا تم جان لمبوڈا ہو؟"

"تمہیں تابعدار رہنا ہے۔ غلامی کسی کی بھی ہو غلامی ہے۔"

"پلیز' مجھے یوں بے بس نہ کرو۔ مجھ سے دوستی کر لو۔"

"چلو دوستی کر رہا ہوں۔ آنکھیں بند کر لو۔"

وہ سونا نہیں چاہتی تھی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چھت کو تک رہی تھی تاکہ عامل اسے سلا نہ سکے۔ دوسروں کے دماغ سے کھیلنے والی یہ بھول رہی تھی کہ آج اپنا دماغ بھی کھلونا بن چکا ہے۔

میں نے آنکھیں بند کرا دیں۔ اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ پھر سونیا کی آواز اور لہجے میں عامل بن کر اس پر عمل کرنے لگا۔ میں ایسا اس لئے کرتا تھا کہ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا میرا لہجہ اختیار کر کے میرے کسی معمول کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہے۔ سونیا ٹیلی پیتھی جانتی تھی نہ تنویمی عمل کرتی تھی۔ کوئی دشمن یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں نے اس کا لہجہ اختیار کر کے کسی کو اپنا معمول بنایا ہے۔

میں نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ صرف سونیا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔ باقی تمام سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گی۔

وہ کارمن (علی) کی تابعدار رہے گی۔ اس کے احکامات پر عمل کرتی رہے گی اور کبھی اس سے جسمانی رشتہ قائم کرنے کی خواہش نہیں کرے گی۔

وہ جان لمبوڈا سے محبت کرے گی اور اسے جلد ہی رُوبرو ملاقات کرنے پر آمادہ کرے گی۔ اس کے چور خیالات میں بھی لمبوڈا کی اتنی حمایت اور محبت رہے گی جسے پڑھ کر وہ اس کی نیک نیتی کا قائل ہو جائے گا۔

یعنی حمایت اور محبت لمبوڈا کے لئے ہو گی۔ تابعدار علی کی رہے گی۔ اس کا اظہار اس کے چور خیالات سے نہیں ہو گا اور سونیا کی سوچ کی لہروں کے متعلق بھی اس کے چور خیالات لمبوڈا کو کچھ نہیں بتائیں گے۔

بڑے محتاط انداز میں عمل کرنے کے بعد میں نے اسے خونیں نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ یہ عمل میں نے رات کے آٹھ بجے کیا تھا۔ وہ تین گھنٹے کے بعد میری ہدایت کے مطابق گیارہ بجے بیدار ہوگئی۔ آنکھیں کھول کر سوچنے لگی "میں کہاں ہوں؟"

پھر اسے یاد آیا کہ وہ کارمن کے ساتھ عربوں کی ایک بستی میں آئی تھی۔ یہاں ایک مکان میں آکر تھک گئی تھی۔ تھکن اتارنے کے لئے بستر پر آکر لیٹی تھی اس کے بعد سو گئی تھی۔

جو باتیں میں نے عمل کے دوران اسے یاد کرائی تھیں' وہی یاد کررہی تھی۔ علی نے آکر پوچھا "نیند پوری ہوگئی؟"

وہ بستر سے اٹھتے ہوئے بولی "میں سو گئی اور تم نے مجھے سونے دیا؟"

"اور کیا کرتا؟ ہمارے عرب میزبان کھانے کے لئے بار بار اصرار کررہے ہیں۔ بلکہ اب تو دسترخوان پر کھانا لگا رہے ہیں' چلو آؤ۔"

وہ اٹھ کر واش روم میں گئی۔ پھر منہ ہاتھ دھو کر ایک کمرے میں آئی۔ وہاں فرشی نشست کا انتظام کیا گیا تھا۔ دسترخوان پر کھانے کی مختلف ڈشیں نظر آرہی تھیں۔ دو میزبان خواتین اپنے شوہروں کے ساتھ آئی تھیں۔ انہوں نے الپا کو اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر سب نے کھانا شروع کیا۔ کھانے کے دوران بزرگ نے کہا "زمین ہماری تمہاری نہیں ہوتی۔ زمین خدا کی ہوتی ہے۔ ہم ایک ٹکڑے کے حکمران بن کر اسے الگ الگ ملک کا نام دے دیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں فلسطین میں مسلمانوں کے حقوق دو۔ تم نہیں مانتے' اس لئے ہم نہیں مانتے کہ ہماری بستی میں فلاشا یہودیوں کو رہائشی حقوق دئے جائیں۔"

الپا نے کہا "لیکن یہ ملک ہمارا ہے۔ ہم اپنی قوم کو کہیں بھی آباد کرسکتے ہیں۔"

"اسی لئے شہروں اور قصبوں میں مسلمانوں پر جبر کرکے اپنی قوم کے لئے آسانیاں پیدا کررہے ہو۔ ان پہاڑی علاقوں میں ہم پر جبر نہیں کرسکتے اس لئے صلح صفائی سے یہاں یہودیوں کے لئے جگہ بنانے آئے ہو۔"

"ہم جبر نہیں کرتے۔ کرنا چاہیں تو فوجی طاقت سے کچل سکتے ہیں۔ راشن اور پانی بند کرسکتے ہیں۔"

"وہ تو کررہے ہو اور تم منہ پر جھوٹ بول رہی ہو کہ ایسا نہیں کیا جارہا ہے۔ ناکامی کی صورت میں تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں آئی ہو۔"

"اپنا آخری فیصلہ سناؤ۔"

"آخری فیصلہ یہ ہے کہ فلاشا کا کچرا ہماری بستی میں نہیں آئے گا۔ انہیں کہیں دور لے جاؤ۔ دوست بن کر آج ہماری مہمان رہو۔ دشمن ہو تو واپس چلی جاؤ۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی "تمہاری یہ ضد بتا رہی ہے کہ تمہاری پشت پر کوئی سپر پاور ہے۔"

"ہاں' ایک ہی سپر پاور ہے اور وہ ہے خدا۔"

وہ علی کے ساتھ مکان کے باہر آئی۔ علی نے بزرگ سے کہا "میں اپنے اعلیٰ حکام سے کہوں گا یہاں فلاشا یہودیوں کو آباد نہیں کیا جائے' لیکن آپ ہماری ایک شرط تسلیم کریں۔"

"قابل قبول ہوئی تو ضرور تسلیم کریں گے۔"

"آپ بھی دوسری بستیوں کے مسلمانوں کو یہاں آباد نہ ہونے دیں کسی بھی اجنبی کو پناہ نہ دیں۔"

"ہمیں منظور ہے۔ اگر کوئی بھٹکا ہوا مسافر آئے گا تو اسے صرف ایک رات کے لئے پناہ دیں گے' اس کی خاطر مدارات کریں گے' اس کی اطلاع پولیس چوکی کے انچارج کو دیں گے پھر اس مسافر کو صبح رخصت کردیں گے۔"

اس نے جیپ اسٹارٹ کی۔ اس کی ہیڈ لائٹس سے تاریک راستہ روشن ہوگیا۔ جیپ آگے بڑھ گئی تو الپا نے پوچھا "تم نے کیوں کہہ دیا کہ یہاں ہماری قوم کے لوگ آباد نہیں ہوں گے۔"

"میں نے فیصلہ نہیں کیا ہے بلکہ وعدہ کیا ہے کہ اس سلسلے میں اعلیٰ حکام سے گفتگو کروں گا۔"

اس نے کیمپ میں آکر ٹرانسمیٹر کے ذریعے راجر موس سے رابطہ قائم کیا۔ اسے یہاں کے حالات بتائے پھر کہا "بستی کے وہ بزرگ بہت گہرے ہیں۔ الپا ان کے خیالات نہ پڑھ سکی۔ ایک تو بستی ایسی پہاڑی پر آباد ہے۔ جہاں مکمل فوجی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔ راشن پانی بند کرنے سے بیرونی ممالک کے اخبارات ہماری زیادتی پر احتجاج کریں گے۔"

راجر موس نے کہا "دنیا والوں کے ڈر سے ہم نے عربوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دئے تو وہ سر پر چڑھ جائیں گے۔"

"وہ سر پر نہیں چڑھیں گے۔ اگر ہم نے ان پر جبر کیا تو میں نے اندازہ لگایا ہے کہ فرہاد کی ٹیم ان کی مدد کے لئے آجائے گی۔"

"تم نے کیسے اندازہ لگایا ہے؟"

"میں کہہ چکا ہوں' بستی کے وہ بزرگ بہت گہرے ہیں۔ انہوں نے سانس نہیں روکی پھر بھی الپا خیالات نہ پڑھ سکی۔ اور بزرگ نے صاف کہہ دیا کہ وہ بلا بن کر ان کے دماغ میں آئی تھی۔ اس کا مطلب ہے وہ بزرگ کسی حد تک ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ یا ان کا رابطہ بابا فرید واسطی کے ادارے سے ہے گویا فرہاد اور سونیا سے دور یا نزدیک کے تعلقات ہیں۔"

"ہاں' یہ تشویش کی بات ہے۔"

"انکل! وہ عرب لوگ ایک پہاڑی گوشے میں آباد ہیں انہیں وہیں تک محدود رہنے دیں۔ ورنہ وہ فرہاد کی ٹیم کا سہارا لے کر آس پاس کے علاقوں میں پھیلتے ہوئے تل ابیب تک چلے آئیں گے۔ بزرگ نے اپنی گفتگو میں اس بات کا اشارہ بھی دیا ہے۔"

"کیا اشارہ؟"

"انہوں نے کہا ہے یہودی قدم کو ایک زمانے میں بیت المقدس سے نکال دیا گیا تھا۔ اس قوم نے سالہا سال بعد دور پہاڑیوں سے بیت المقدس کو دیکھنے کی اجازت حاصل کی' پھر کئی برس بیت المقدس کی دیواروں سے تیس فٹ کے فاصلے پر پہنچ گئے اور آج یہاں کے حکمران بن گئے ہیں۔ یہ اشارہ ہے کہ وہ فرہاد کی ٹیلی پیتھی کے سہارے تل ابیب تک اور ہمارے حکومتی معاملات تک پہنچ سکتے ہیں جیسا کہ فرہاد پہلے بھی کرچکا ہے۔"

"واقعی ہمیں ان عربوں کو پہاڑیوں سے آگے پاؤں پھیلانے کا موقع نہیں دینا چاہئے۔ میں کل تم تمام گولڈن برنیز کے متفقہ فیصلے سے یہ معاملہ ختم کردوں گا اور اس پہاڑی علاقے سے فوج کو واپس بلالوں گا۔"

ٹرانسمیٹر سے رابطہ ختم ہوگیا۔ الپا نے علی سے کہا "تمہاری باتیں' تمہاری دلیلیں معقول ہیں۔ یہی فیصلہ ہونا چاہئے' لیکن یہ سراسر ہماری شکست ہے۔"

"یہ شکست کھا کر ہم فرہاد کو یہاں سے دور رکھنے میں کامیاب رہیں گے۔"

"یہ بھی درست ہے۔ تمہاری ہر بات دل کو لگتی ہے۔"

"واپس جانے کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"میں یہاں کیمپ میں رات نہیں گزاروں گی۔"

"تو پھر دماغی رابطہ کرو اور ہیلی کاپٹر یہاں لانے کو کہو۔"

"ہیلی کاپٹر کیا ضروری ہے؟ ہائی کار کیوں نہ چلیں؟"

"بڑی لانگ ڈرائیو ہوگی۔ میں خواہ مخواہ تھکنا نہیں چاہتا۔"

"اس بہانے مجھ سے بیزاری ظاہر نہ کرو۔ مجھے بھی تمہارے ساتھ دن رات رہنے کا شوق نہیں ہے۔ پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا؟ تمہاری آرزو کررہی تھی۔ اچھا ہے جلد ہی نادانی کا احساس ہوگیا۔"

"یہ احساس گھر چل کر بھی کرسکتی ہو۔ چلنے کی بات کرو۔"

الپا نے ٹرانسمیٹر پر میجر یارڈلے سے کہا کہ ہیلی کاپٹر بھیجا جائے۔ ایک گھنٹے میں ہیلی کاپٹر پہنچ گیا۔ وہ دونوں اس میں سوار ہوکر تل ابیب پہنچے پھر ان کے راستے الگ ہوگئے۔ میں نے الپا کی سوچ میں کہا "میں ٹیلی پیتھی جیسا غیر معمولی علم جانتی ہوں۔ میری سوچ کی لہریں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتی ہیں لیکن میں تل ابیب' حیفہ یا یروشلم سے آگے نہیں جاسکتی۔"

اس کے ذہن نے تسلیم کیا "ہاں میں چھوٹے سے تالاب کی مچھلی بن گئی ہوں' سمندر کی وسعتوں میں تیر نہیں سکتی۔ اسرائیل جیسے چھوٹے سے ملک میں پابند ہوگئی ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "گولڈن برنیز کہتے ہیں' مجھے ملک سے باہر نہیں جانا چاہئے بلکہ گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہئے۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے پھانس لیں گے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ موت اور دشمن کہیں بھی آجاتے ہیں۔ کیا موت کے ڈر سے انسان دنیا کی سیر نہیں کرتا؟"

اس کے ذہن نے پھر تسلیم کیا "آہ! دنیا میں کیسے کیسے شہر آباد ہیں طرح طرح کے لوگ ہیں۔ دلچسپ تفریح گاہیں ہیں۔ عجیب و غریب نظارے ہیں اور میں پرواز کی قوت رکھتے ہوئے بھی بے شمار نظاروں اور لاکھوں مسرتوں سے محروم ہوں۔"

میں نے ترغیب دی "میں نے ملک اور قوم کی بہت خدمت کرلی۔ سوائے پابندیوں کے کچھ نہ ملا۔ میرا یہ حسن کس کام کا جسے ساری دنیا نہ دیکھے۔ میری یہ آنکھیں کس کام کی جن سے میں ساری دنیا نہ دیکھوں۔ میں ملک سے باہر جاؤں گی۔"

اس نے خود غرض ہو کر سوچا "ہاں جاؤں گی۔ مجھے اس ملک سے دلچسپی نہیں رہی۔ اس لئے میں نے نئے گولڈن برین کارمن سے بھی بیزاری ظاہر کی ہے۔ اب میری آنکھ کھل رہی ہے۔ یہ تمام گولڈن برنیز مجھے ملک کے مفاد کے لئے استعمال کرتے رہے اور یہ نہ سوچا کہ میں عورت ہوں۔ میرے سینے میں دل اور دل میں آرزوئیں ہیں۔ انہوں نے نہیں سوچا مگر میں نے سوچ بھی لیا ہے' سمجھ بھی لیا ہے۔ میں ساری دنیا میں اڑتی پھروں گی۔"

الپا سوچتے ہوئے گھر پہنچ گئی تھی۔ بستر پر پہنچ کر کروٹیں بدل رہی تھی' میں صبح تک اسے اس مرحلے پر لے آیا جہاں وہ پنجرہ توڑ کر پھر سے اڑ جانے پر آمادہ ہوگئی تھی۔ رات بھر جاگنے کے باعث وہ سو گئی۔ میں نے خواب کی اسکرین پر ایک دھندلا سا پیکر پیش کیا۔ الپا نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولا "میں تمہارا نجات دہندہ ہوں۔ میرا نام جان لمبوڈا ہے۔"

"آہ لمبوڈا! یوں لگتا ہے جیسے میں لاشعوری طور پر تمہیں چاہتی رہی ہوں۔"

"ہاں ایسی چاہت بھی ہوتی ہے جس کا احساس چاہنے والی کو نہیں ہوتا۔ جب تم نے بیداری میں مجھے نہیں چاہا تو میں خواب میں آیا ہوں۔"

"اوہ لمبوڈا! میں امریکا چھوڑ کر پچھتا رہی ہوں۔ اسرائیل میں قید ہو کر رہ گئی ہوں۔"

"میرے پاس آجاؤ۔"

"کیسے آؤں؟"

"مجھ سے دماغی رابطہ کرو' پھر ہم اس مسئلے پر بات کریں گے۔"

خواب ٹوٹ گیا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ایک انگڑائی لی۔ پھر ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے گولڈن برین میجر یارڈلے کی آواز آئی "کیا بات ہے الپا! تم ابھی تک سو رہی ہو؟ دن کا ایک بج رہا ہے۔"

"میں پچھلی رات جاگتی رہی تھی۔"

"میری معلومات کے مطابق کارمن اپنے گھر نہیں تھا۔ تم کس

کے ساتھ جاگتی رہیں؟"

"سر! آپ نے میرے پیچھے بھی جاسوس لگا رکھے ہیں۔ ان میں سے کسی نے یہ رپورٹ دی ہوگی کہ میں اپنے بنگلے میں تنہا تھی۔"

"ہاں رپورٹ دی تھی۔ یہی تو پوچھتا ہوں تنہا کیوں جاگ رہی تھیں؟ کوئی پرابلم ہے؟"

"نہیں کوئی خاص پرابلم نہیں ہے۔ کل ویڈیو پر ایک جذباتی فلم دیکھی اس لئے سو نہ سکی۔"

"کار مین سے تعلقات کیوں نہیں ہوئے؟"

"میں نے اسے دور سے دیکھ کر پسند کیا تھا۔ قریب ہونے پر پتا چلا کہ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں۔ وہ میرے معیار کا شخص نہیں ہے۔"

"الپا! تمہیں جلد سے جلد کوئی ساتھی تلاش کرنا چاہئے۔ ورنہ جذباتی گھٹن تمہیں گمراہ کردے گی۔"

"اگر میرے ملک میں کوئی پسند کا ساتھی نہ ملے تو کیا کروں؟"

"یہاں ساتھی کیوں نہیں ملے گا ۔ ہمارا ملک بہت چھوٹا ہے مگر قابل اور معیاری افراد کے معاملے میں سب سے بڑا ہے۔"

"کیا میں ملک کے باہر کسی کو اپنا ساتھی نہیں بنا سکتی؟"

"ضرور بنا سکتی ہو۔ مگر فرہاد اور لبوڈا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری تاک میں رہتے ہیں۔"

"کیا میں ان کے خوف سے کبھی دنیا نہیں دیکھ سکوں گی؟"

"اگر تمہارے دل میں اسرائیل سے باہر جاکر دنیا دیکھنے کا شوق ہوگا تو پھر یہ تمہاری تباہی کا پیش خیمہ ہوگا۔ تم اپنے ملک میں ہو اس لئے اب تک محفوظ ہو۔"

"میں پریشان ہوں' دو دن کی چھٹی چاہتی ہوں۔"

"خواہ تم کتنی ہی چھٹیاں کرو۔ کسی ساتھی کے بغیر پریشانی دور نہیں ہوگی۔ اس سلسلے میں میں خود کو پیش کرتا ہوں۔ ایک بار مجھے آزما کر دیکھو۔ مجھے یقین ہے پھر کوئی محرومی تمہیں نہیں ستائے گی۔"

"سر! کیا آپ؟"

"ہاں۔ کیا مجھے انسان نہیں سمجھتی ہو؟ میں فرشتہ ہوں؟"

"میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ اتنا سنا ہے کہ گولڈن برنیز چالیس برس سے اوپر ہوتے ہیں۔ اتنے سنجیدہ اور باوقار ہوتے ہیں کہ ان کی زندگی میں بیوی آتی ہے' محبوبہ نہیں آتی۔"

"درست سنا ہے لیکن سنجیدہ اور باوقار شخص کے سینے میں بھی دل ہوتا ہے۔ میری عمر پینتالیس برس ہے۔ اس عمر میں مرد فولاد کی طرح سخت بھی ہوتا ہے اور مکھن کی طرح ملائم بھی۔"

"اوہ سر! آپ میری زندگی میں آئیں گے تو میری قدر و منزلت بڑھ جائے گی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ آپ کے دل میں دھڑکتی ہوں۔"

"میں بھی نہیں جانتا تھا کہ تم اتنی خوشی سے مجھے قبول کر لو گی۔ کیا خیال ہے آج کی شام صرف میرے اور تمہارے نام؟"

"شام ڈھلنے ہی انتظار کروں گی۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ ریسیور رکھتے ہوئے بڑبڑائی "میری معلومات کے مطابق اس کے جوان بیٹے کی عمر بتیس سال ہے۔ یہ خود کو پینتالیس برس کا کہتا ہے۔ کیا تیرہ برس کی عمر میں بچے کا باپ بن گیا تھا یہ مرد ہمارے بیڈ روم میں آنے کے لئے اپنی عمر گھٹاتے رہتے ہیں۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی باتھ روم میں گئی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ میرے منصوبے کے مطابق الپا تنویمی عمل کے زیر اثر تھی۔ جان لبوڈا کے دل میں گھسنے والی تھی۔ اس سے پہلے ایک گولڈن برین میجر یارڈلے اسے اپنے دل میں اور اپنے ملک میں چھپا رکھنے آرہا تھا۔ میں نے اس پر جال نہیں پھینکا تھا وہ خود ہی شکار ہونے کو تھا۔

وہ باتھ روم سے نہا دھو کر تازہ دم ہو کر آئی۔ ایک ملازم اس بنگلے کی صفائی کے لئے صبح و شام آتا تھا۔ ایک ملازمہ کچن کے کام کے لئے آتی تھی۔ ایک ملازمہ اس کے ملبوسات' سامان اور ہیئر ڈریسنگ وغیرہ کے لئے حاضر رہتی تھی اور یہ کنیزیں اور ملازم سب کے سب انٹیلی جنس کے شعبے سے تعلق رکھتے تھے۔

وہ ناشتا کرنے کے بعد بیڈ روم میں آئی۔ ریکارڈر میں اپنی آواز کا کیسٹ لگا کر اسے آن کیا۔ کمرے میں دھیمی دھیمی موسیقی ابھرنے لگی۔ وہ ایک ایزی چیئر پر آرکنیم دراز ہوگئی۔ تھوڑی دیر تک سُر ساز کی لہروں میں بہتی رہی پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ پرواز جان لبوڈا تک پہنچی تو اس نے چونک کر پوچھا "کون ورڈز؟"

وہ بولی "میں الپا ہوں' میرے پاس آؤ گے؟"

لبوڈا نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کمرے کی محدود فضا میں موسیقی گنگنا رہی تھی۔ وہ پرائی سوچ لہروں کو محسوس کرتے ہوئے بولی "کوڈ ورڈز؟"

"میں جان لبوڈا ہوں۔ ابھی تم آئی تھیں۔"

"ہاں بہت مجبور ہو کر تم سے رابطہ کر رہی ہوں۔ میں ٹوٹ رہی ہوں۔ بکھر رہی ہوں لبوڈا!"

"بات کیا ہے؟ یہ کوئی نئی چال ہے؟"

"چال ہوتی تو اپنے دماغ میں آنے نہ دیتی۔ میں نے تمہارے لئے یہ کتاب کھول دی ہے۔ میرے چور خیالات پڑھ لو۔"

وہ پڑھنے لگا۔ میں پڑھانے لگا۔ الپا کے چور خیالات کے ذریعے کہنے لگا۔ میں یہودی ہوں' میں اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ امریکی حکام کو دھوکا دے کر اسرائیل میں آزاد سے رہنا چاہتی تھی۔ لیکن یہاں آکر ایک طویل عرصے کے بعد چلا کہ میں اپنے آزاد ملک میں آزاد نہیں ہوں۔

مجھے گولڈن برنیز نے سمجھایا کہ اسرائیل ایک مضبوط قلعہ ہے میں اس قلعے کے اندر رہوں گی تو کوئی دشمن مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ مجھے سرحد پار کر کے کسی دوسرے ملک میں نہیں جانا چاہئے۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے' سپر ماسٹر اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے پکڑلے جائیں گے۔

اس وقت میں نے گولڈن برنیز کی ان نصیحتوں کو تسلیم کرلیا۔ یہ بھول گئی کہ ماسک مین کے جاسوس مجھے اسی اسرائیل سے اغوا کر کے روس لے گئے تھے اور میرا برین واش کر کے میری شخصیت بدل دی تھی۔

میں حب الوطنی کے جذبے میں یہ بھی بھول گئی تھی کہ خیال خوانی کرنے والی شیبا بھی اسی اسرائیل سے ٹریپ کی گئی تھی اور فرہاد کی آغوش میں پہنچ گئی تھی۔ اسرائیل مضبوط قلعہ نہیں ہے۔ یہ بات میں گولڈن برنیز سے کہوں گی تو وہ مجھ پر شبہ کریں گے کہ میرے خیالات اور نظریات بدل رہے ہیں اور میں کسی کے ساتھ یہاں سے بھاگنے والی ہوں۔

میں پابندیوں سے بیزار ہوگئی ہوں اور یہ سمجھ رہی ہوں کہ یہ لوگ مجھے انسان نہیں سمجھ رہے ہیں۔ مجھے ٹیلی پیتھی کی مشین سمجھتے ہیں۔ میرے اطراف سخت پہرا رہتا ہے۔ میرے بنگلے میں کام کرنے والے ملازم بھی جاسوس ہیں۔ میرے متعلق دن رات کی رپورٹ گولڈن برنیز کو پہنچاتے رہتے ہیں۔

عورت یہ پسند نہیں کرتی کہ کوئی اس پر دن رات نظر رکھے۔ اور کسی کے ساتھ تنہا گھومنے پھرنے کی آزادی نصیب نہ ہو۔ مجھے اپنی بدقسمتی کا احساس شدت سے ہونے لگا ہے۔

ایک بوڑھا گولڈن برین میجر یارڈلے مجھ پر عاشق ہوگیا ہے۔ مجھے اپنی داشتہ بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ تاکہ میں جذبات میں اندھی ہو کر کسی جوان کے ساتھ سرحد پار نہ چلی جاؤں۔

ہاں میں زنجیریں توڑ کر جانا چاہتی ہوں لیکن راستہ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔ یہ خوف دامن گیر ہے کہ فرہاد کے یا سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے تابعدار کنیز بنالیں گے۔

آج خواب میں جان لبوڈا کو دیکھا تو اس سے متاثر ہوگئی۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ اتنی بڑی دنیا میں کسی بہترین ساتھی کے بغیر محفوظ نہیں رہوں گی۔ اگر کسی کو دوست اور جسم و جان کا مالک بنالوں تو اس مضبوط سہارے سے مجھے ہمیشہ حوصلہ ملتا رہے گا اور قدرے آسانی سے اسرائیل کی سرحد پار کرسکوں گی۔

جان لبوڈا یہ خیالات پڑھ رہا تھا اور ان خیالات کی صحت اور سچائی کا یقین کر رہا تھا۔ الپا نے اسے دماغ میں آنے اور اس کی سچائی کو پڑھنے کا موقع دے کر لبوڈا کا نصف اعتماد پہلے ہی حاصل کرلیا تھا۔ اب وہ پوری طرح مطمئن تھا کہ وہ فراڈ نہیں کر رہی ہے۔

اس نے کہا "الپا! تم سچی ہو۔ مجھے دل سے اپنی مدد کے لئے بلا رہی ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ اپنی لاڈلی بیٹی کانووانا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں مکمل جسمانی اور ذہنی آزادی دوں گا۔ اگر امریکی حکام تم پر کسی طرح کی پابندی عائد کرنا چاہیں گے تو تمہاری حمایت میں سپر ماسٹر سے بھی مخالفت مول لوں گا۔"

وہ بولی "تم نے خواب میں ہی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ میرے خواب سچے ہوتے ہیں۔ پلیز مجھے یہاں سے جلد نکالو۔"

"تم مجھ پر کس حد تک بھروسا کرسکتی ہو؟"

"بھروسے میں اپنی جان دے سکتی ہوں۔"

"مجھے تنویمی عمل کرنے دو تاکہ دوسرے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور خصوصاً فرہاد اور اس کے ساتھی کبھی تمہارے دماغ میں نہ آسکیں۔ کسی مرد پر بھروسا کرنا چاہو تو وہ میں ہوں۔"

"میں راضی ہوں۔ ابھی مجھ پر عمل کرو۔"

"بائی گاڈ' تم میرا دل جیت رہی ہو۔ بستر پر لیٹ جاؤ۔"

الپا نے ملازمہ کو بلا کر کہا "ٹیلیفون یہاں سے لے جاؤ۔ میں سونا چاہتی ہوں۔ کوئی اہم کال ہو تو کہہ دینا شام چھ بجے مجھ سے گفتگو ہوگی۔"

ملازمہ ٹیلیفون اٹھا کر لے گئی۔ الپا نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر بستر پر آکر لیٹ گئی۔ اس دوران جان لبوڈا اس کے دماغ کو اور اچھی طرح ٹٹول رہا تھا تاکہ کہیں جھوٹ اور فریب چھپا ہوا ہو تو سراغ مل جائے۔

میں نے اس کے دماغ کو آئینے کی طرح صاف کردیا تھا۔ اس آئینے میں کوئی بال نہیں تھا۔ کوئی گرد نہیں تھی۔ لبوڈا کو الپا کے اندر صرف اپنا چہرہ اور اپنے مفادات صاف نظر آرہے تھے۔ وہ کبھی دیکھ نہیں سکتا تھا کہ آئینے کے پیچھے میں موجود ہوں۔

وہ الپا کے دماغ کو ہدایات دے کر سلانے لگا۔ ایک منٹ کے اندر ہی وہ سوگئی۔ پھر اس کا خوابیدہ دماغ رفتہ رفتہ پینا ٹائز ہونے لگا۔ میں نے مداخلت نہیں کی کیونکہ تنویمی عمل کے اثرات دماغ کے تہ خانے میں نہیں پہنچ رہے تھے۔ وہ تہ خانہ میں بند کرچکا تھا۔ الپا سطحی طور پر ٹرانس میں آرہی تھی اور عارضی طور پر اس کی معمولہ بن رہی تھی۔ میں جب چاہتا اس عمل تنویم کا طلسم توڑ سکتا تھا۔

اس نے ٹرانس میں لانے کے بعد کہا "الپا! میں تمہارا عامل ہوں اور تم میری معمولہ ہو۔"

وہ سحرزدہ آواز اور لہجے میں بولی "تم میرے عامل ہو اور میں تمہاری معمولہ ہوں۔"

"میں تمہارے دماغ کو ہدایت دیتا ہوں کہ وہ بیس سیکنڈ کے لئے بالکل بے حس ہوجائے تاکہ تمہارا جسم بھی اتنا بے حس ہوجائے کہ بدن میں سوئی چبھوئی جائے اور دماغ میں زلزلہ پیدا کیا جائے تو تم ایک مردے کی طرح پڑی رہو اور تمہیں ہلکی سی تکلیف بھی محسوس نہ ہو۔"

لبوڈا یہ حکم دے کر یقین کرنا چاہتا تھا کہ الپا کا دماغ اس کا تابعدار ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوگا تو بدن میں سوئی چبھوتے ہی یا

دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہی الپا چیخ مار کر اٹھ بیٹھے گی اور یوں فراڈ ظاہر ہو جائے گا۔

اس کے حکم کے مطابق الپا کا دماغ سطحی طور پر بے حس ہوا میں نے دماغ کے تہ خانے پر پوری طرح قبضہ جما لیا تاکہ ردِعمل نہ ہو۔ لبوڈا ہزاروں میلی دور تھا۔ اس کے بدن میں سوئی نہیں چبھو سکتا تھا۔ اس نے الپا کے دماغ کو خیال خوانی کے جھٹکے دیئے۔ دو بار زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ ایسا ظالمانہ عمل تھا کہ زلزلے کے نتیجے میں وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھتی' لیکن جسم میں ہلکی سی جنبش نہ ہوئی۔ چہرے سے کسی کرب کا اظہار نہیں ہوا۔ وہ لاش کی طرح پڑی ہوئی تھی۔

تب جان لبوڈا نے خوش ہو کر کہا "میں تمہارے دماغ کو حکم دیتا ہوں کہ اب بے حس نہ رہے۔ اب میں تمہاری سچائی اور وفاداری پر پوری طرح یقین کر رہا ہوں۔ تم تمام شبہات سے بالاتر ہو۔ کیا تم میری آواز سن رہی ہو؟"

"میں تمہاری آواز سن رہی ہوں۔"

"میں حکم دیتا ہوں کہ تم تمام گولڈن برینز کے متعلق جو کچھ جانتی ہو' اسے بیان کردو۔"

"میں صرف دو گولڈن برینز کو جانتی ہوں۔ وہ بھی اس حد تک کہ ان کے احکامات ٹرانسمیٹر' ٹیلیفون یا کمپیوٹر کے ذریعے سنتی ہوں اور ان پر عمل کرتی ہوں۔ وہ کبھی میرے سامنے نہیں آئے۔ ان میں سے ایک ایڈگر سلومن تھا جس کا اب برین واش ہو چکا ہے۔ دوسرا میجر یارڈلے ہے۔ یہ دونوں کبھی میرے سامنے نہیں آتے لیکن میری رہائش گاہ کا پتا جانتے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں بہت محتاط رہنے کی عادی ہوں۔ رات کو اپنی رہائش گاہ میں نہیں رہتی۔ ایک پرائیویٹ اپارٹمنٹ میں سونے جاتی ہوں۔ ایک صبح میں اپنی رہائش گاہ میں واپس آئی تو پتا چلا میرے اس بنگلے میں کچھ لوگ داخل ہوئے تھے میرے بیڈ روم کی کچھ چیزیں بے ترتیب ہو گئی تھیں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ دشمن مجھے قتل کرنا چاہتے تھے یا زخمی کر کے میرے دماغ میں جگہ بنانا چاہتے تھے۔"

لبوڈا نے کہا "تمہارا اندازہ درست تھا۔ میں گولڈن برین ایڈگر سلومن کے دماغ میں رہا کرتا تھا۔ اس کے ذریعے تمہاری رہائش گاہ کا پتا معلوم کیا تھا۔ اس رات میرے آدمی تمہیں زخمی کرنے گئے تھے تاکہ میں تمہارے دماغ میں پہنچ سکوں لیکن تم غائب تھیں۔ اب تو ایڈگر سلومن بھی میرے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ دوسرے گولڈن برین کے متعلق بتاؤ۔"

"وہ میجر یارڈلے ہے۔ مجھے اسرائیل تک محدود رکھنے کے لئے مجھ سے عشق کر رہا ہے۔ جوان بچوں کا باپ ہے۔ مجھ سے شادی نہیں کرے گا۔ مجھے داشتہ بنا کر رکھے گا۔ اس کا جواز یہ ہو گا کہ ملک اور قوم کی بہبود کے لئے یہ لازمی ہے۔ یہ میری انسلٹ ہو رہی ہے۔"

"بے شک یہ تمہاری توہین ہے۔ کیا وہ تمہیں اپنی ملکہ بنا چکا ہے؟"

"نہیں۔ مجھے اپنی ملکیت بنانے آج شام کو آئے گا۔"

"وہ آئے تو اس سے بھرپور محبت کرو۔ پھر موقع پاتے ہی اس کے دماغ کو کمزور بنا دو۔ اس کے بعد خیال خوانی کے ذریعے اس بات پر مائل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ عیش کرنے کے لئے تمہیں اسرائیل سے باہر لے جائے۔"

الپا نے وعدہ کیا کہ وہ یہی کرے گی۔ لبوڈا نے پوچھا "ایڈگر سلومن کی جگہ کس شخص کو گولڈن برین کا عہدہ دیا گیا ہے؟"

"راجر موس کے داماد کارمن نے یہ عہدہ سنبھالا ہے۔"

"کیا کارمن سے تمہارا رابطہ رہتا ہے؟"

الپا نے اس بار میری ہدایت کے مطابق کہا "اس نے رابطہ نہیں کیا ہے۔ وہ بہت محتاط اور ریزرو رہنے والا شخص ہے۔ میں نے اسے پھانسنا چاہا لیکن اس نے مجھے نظرانداز کر کے میری انسلٹ کی ہے۔"

"میں تمہاری توہین کا بدلہ کارمن سے لوں گا۔"

یہ بات جواب طلب نہیں تھی اس لئے وہ خاموش رہی۔ لبوڈا نے کہا "میں تمہارے دماغ کو حکم دیتا ہوں کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ باقی دوسری سوچ کی لہروں کے لئے بدستور حساس رہے گا۔"

الپا کے خوابیدہ دماغ نے اسے قبول کیا لیکن اس تنویمی عمل کی بنیاد مضبوط نہیں تھی۔ وہ میری بھی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتی تھی کیونکہ میں دماغ کے تہ خانے میں پہنچتے رہنے کا راستہ پہلے ہی بنا چکا تھا۔

لبوڈا نے اسے تین گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ پھر وہاں سے چلا گیا۔ میں بھی اپنی جگہ شہر پشاور کے ہوٹل امین میں جا مقیم ہو گیا۔ اس شہر میں پچھلے کئی دنوں سے میرے لئے خاص مصروفیت نہیں رہی تھی۔ میں نے آئی جی اور دوسرے ذمے دار افسران سے رابطہ کیا تھا۔ وہ مطمئن تھے اور خوش ہو کر کہتے تھے۔ "آپ صاحب! جب سے آپ آئے ہیں تب سے غیر ملکی ایجنٹ اور بین الاقوامی شہرت رکھنے والے مجرم گوشہ نشین ہو گئے ہیں۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔ جرائم کا سلسلہ جاری ہے اور جاری رہتا ہے۔ مجرم گوشہ نشین نہیں ہوتے' محتاط ہو جاتے ہیں۔ ہمارے آپ کی نظروں میں نہیں آتے۔ ویسے میں یہاں سے جانے والا ہوں۔"

"جناب! آپ نے ہمیں خدمت کا موقع نہیں دیا اور جانا چاہتے ہیں۔ آپ اسی شہر میں ہیں لیکن ہم آپ کے دیدار سے محروم ہیں۔"

میں نے بات بنائی "میں یہاں موجود نہیں ہوں۔ جب کہ

ہوں کہ یہاں موجود ہوں تو میری جگہ میرا آلۂ کار موجود ہوتا ہے۔ میری رخصتی کا مطلب یہ ہے کہ میرا آلۂ کار ارسلان رخصت ہو رہا ہے۔"

وہ مایوس ہو گئے۔ مجھے افسوس ہو رہا تھا کہ میں محبت کرنے والے میزبانوں سے جھوٹ بول رہا تھا۔ اپنے تحفظ اور سلامتی کے لئے یہ جھوٹ ضروری تھا۔ وہ میرے مسائل نہیں سمجھتے تھے۔ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا خود کو فرہاد علی تیمور کہہ رہا ہے اور مجھے شہر میں بے نقاب کر کے قتل کروانا چاہتا ہے۔

اس فریبی فرہاد سے نمٹنے کے لئے میں الپا کو آلۂ کار بنا چکا تھا۔ لبوڈا اپنے چہیتے خیال خوانی کرنے والے جی پی تھرہال کو مجھ سے چھپاتا پھر رہا تھا۔ یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ میں کسی وقت بھی تھرہال کی شہ رگ تک پہنچ سکتا ہوں۔

اسے چھپانے کے لئے لبوڈا نے اسے اپنی طرح سیاہ فام نیگرو بنایا تھا۔ واشنگٹن میں کنگسٹن اسٹریٹ کا ایک بنگلا رہنے کو دیا تھا۔ اس کی بیٹی کانووانا اور تھرہال ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ آئندہ وہ لبوڈا کا داماد بن سکتا تھا۔ بیٹی کی محبت کو سلامت رکھنے کے لئے وہ میرے خلاف خفیہ اقدامات کر رہا ہو گا۔

ابھی اس کی عداوتوں کا علم مجھے نہیں تھا۔ یہی سب کچھ الپا کے ذریعے مجھے معلوم ہو سکتا تھا۔ تین گھنٹے بعد میں نے سوچا' وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گئی ہو گی۔ ادھر سے گولڈن برین میجر یارڈلے اس کے پاس آیا ہو گا۔ ادھر سے لبوڈا اس کے دماغ میں پہنچا ہو گا۔ اس محفل میں مجھے بھی جانا چاہئے' لیکن میں نہ جا سکا۔ لیلیٰ نے آ کر کہا "ہم ثانی کے معاملے میں دھوکا کھا گئے ہیں۔"

"کیسا دھوکا؟"

"آپ نے اس کے خیالات پڑھے تھے۔ ثانی کی سوچ نے بتایا تھا کہ پندرہ دن بعد اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔ لیکن وہ اس مشین سے گزر چکی ہے۔"

"کیا تم اس کے پاس گئی تھیں؟"

"ہاں' اس نے سانس روک لی تھی۔ پھر دوسری بار گئی تو اس نے کوڈ ورڈز دریافت کئے۔ اس کے مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اس کے اور لبوڈا کے درمیان کوڈ ورڈز مقرر ہو گئے ہیں' اور اب ہماری سوچ کی لہریں اس کے لئے پرائی ہو گئی ہیں۔ ہم پرائے ہو گئے ہیں۔"

"کیا سلمان اور سلطانہ کو معلوم ہے؟"

"سلمان صدمے سے چور ہے۔ جوان بیٹی دشمنوں میں چلی گئی ہے۔ وہ اور سلطانہ ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہیں۔"

میں نے سلمان کے پاس آ کر پوچھا "ثانی کے معاملے میں غفلت کیسے ہوئی؟"

وہ بولا "یہ سامنے سلطانہ ہے' اسی سے پوچھیں۔ میں تو ثانی کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا۔ سلطانہ نے اس معاملے میں کوتاہی کی ہے۔"

وہ بولی "آپ خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ میں نے کوتاہی نہیں کی۔ وہ میری مجبوری تھی۔"

پھر وہ مجھے مخاطب کرتے ہوئے بولی "میں مانتی ہوں ڈیوٹی کے طور پر اس وقت مجھے ثانی کے پاس رہنا چاہئے تھا' لیکن میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ سلمان گھر میں نہیں تھے۔ میں نے دماغی رابطہ کرنا چاہا تو توانائی کی کمی کے باعث خیال خوانی نہ کر سکی۔ فون کر کے لیڈی ڈاکٹر کو کال کیا۔ ڈاکٹر نے آ کر معائنہ کیا۔ دوائیں دیں پھر چلی گئی۔ میں نے دوائیں استعمال کیں۔ تھوڑا سا آرام آیا مگر توانائی بحال نہیں ہوئی۔"

میں نے پوچھا "آخر تمہیں ہوا کیا تھا؟"

لیلیٰ نے کہا "وہ کیا بتائے گی۔ آپ کو سمجھنا چاہئے وہ ماں بننے والی ہے؟"

سلمان نے کہا "محترمہ نے ایک اولاد پیدا کرنے سے پہلے دوسری اولاد کو گنوا دیا ہے۔"

وہ روتے ہوئے بولی "اپنا قصور بھی بتائیں۔ دوپہر کے تین بجے گئے تھے' رات کے بارہ بجے واپس آئے تھے۔ ادھر ثانی کو مشین سے گزارنے کے لئے دشمنوں کو نوٹھنے مل گئے۔"

میں نے کہا "اب ایک دوسرے کو الزام دینے سے اور رونے سے کیا حاصل ہو گا؟"

"میں اپنے نصیبوں پر رو رہی ہوں۔ دنیا کی تمام عورتیں جب پہلی بار ماں بننے والی ہوتی ہیں تو ان کے شوہر خوش ہوتے ہیں' پیار کرتے ہیں لیکن مجھے شوہر کی نفرت مل رہی ہے۔"

"میں نفرت نہیں کر رہا ہوں۔ یہ بہت خوشی کا موقع ہے کہ تم میرے بچے کی ماں بننے والی ہو' لیکن ایک باپ کا المیہ دیکھو اور بتاؤ کہ۔ میں ثانی کے لئے ماتم کروں یا ہونے والی اولاد کے لئے خوشیاں مناؤں؟"

لیلیٰ نے کہا "سلطانہ! اپنے شوہر کے جذبات اور صدمات کو سمجھو۔ تمہارے ماں بننے کی خوشی مجھے کتنی ہے' میں بیان نہیں کر سکتی لیکن یہ کوئی خوشی بیان کرنے اور تمہیں مبارک باد دینے کا موقع نہیں ہے۔"

میں نے کہا "سلمان! میں جا رہا ہوں۔ فی الحال ثانی کی واپسی کے لئے اس کے دماغ میں جانے کی ناکام کوشش نہ کرنا ورنہ لبوڈا کو شبہ ہو گا کہ کچھ خیال خوانی کرنے والے ثانی کو پہلے سے جانتے ہیں اور اب اس کے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد اسے واپس حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

میں دونوں میاں بیوی کو سمجھا کر چلا آیا۔ ہم نے سونیا ثانی کو کچھ عرصے کے لئے سلوانہ بنایا تھا۔ وہ اپنی سونیا ثانی والی حقیقت کو بھولی ہوئی تھی۔ یہ ارادہ تھا کہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کا

وقت آئے گا تو ہم رازداری سے پھر اس پر عمل کریں گے اور اس کے دماغ سے سلوانہ کی شخصیت کو مٹادیں گے۔

قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ سلوانہ کی حیثیت سے ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد مستقل طور پر سلوانہ بن گئی تھی۔ اس کے اندر چھپی ہوئی سونیا ثانی کی شخصیت مٹ چکی تھی۔ اب وہ ہمیں پہچان نہیں سکتی تھی' ہماری سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرسکتی تھی پھر بھی اُمید تھی کہ وہ جوجو کی طرح کبھی نہ کبھی ہمارے پاس آئے گی لیکن پریشانی یہ تھی کہ وہ جان لبوڈا کا زبردست مُہرہ بن گئی تھی۔

میں الپا کے پاس آیا۔ وہاں میجر یارڈلے موجود تھا۔ جان لبوڈا نہیں تھا۔ ثانی نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا اس سلسلے میں وہ ثانی کے ساتھ کسی معاملے میں مصروف ہوگا۔ آج اسے زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ ثانی اور الپا دو ٹیلی پیتھی جاننے والیوں کا اضافہ اس کی ٹیم میں ہوگیا تھا۔

میجر یارڈلے الپا کے بنگلے میں آیا تو اس نے پوچھا "میں کیسے یقین کروں کہ تم میرے میجر ہو؟"

"تم نے میرا میجر کہہ کر دل خوش کردیا۔ میں کوڈ ورڈز ادا کرتا ہوں۔"

"ہوسکتا ہے تم نے کسی چالاکی سے میرے میجر کے کوڈ ورڈز معلوم کئے ہوں۔"

"تم شبہ کرنے میں حق بجانب ہو' پھر بتاؤ یقین کیسے آئے گا؟"

"میں نے تمہیں گھر میں آنے دیا ہے' تم مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"میں تمہاری بانہوں میں قید ہونے آیا ہوں۔ دل دیا ہے تو دماغ بھی دے رہا ہوں۔ آجاؤ۔"

وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے خیالات پڑھے پھر اس کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے بولی "مجھے اطمینان ہوگیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولا "سر سے پاؤں تک یہ بھی دیکھ لو کہ کوئی جسمانی عیب تو نہیں ہے؟ قربانی کے بکرے کو اچھی طرح ٹٹول لینا چاہئے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ جبکہ وہ اپنی دانست میں قربانی کے لئے نہیں عیاشی کے لئے آیا تھا۔ یہ الپا جانتی تھی کہ وہ قربانی کا بکرا ہے۔ اس نے پوچھا "چائے' کافی یا ٹھنڈا جوس؟"

"تمہاری قربت کی گرمی کافی ہے۔ ٹھنڈا پلادو۔"

وہ اٹھ کر جانے لگی۔ میجر نے پوچھا "تم زحمت کروگی؟ کورنس کہاں ہے؟"

"میں نے ملازمہ اور ملازموں کی چھٹی کردی ہے۔ کیا تم پسند کرتے کہ کوئی یہاں ایک گولڈن برین کی صورت دیکھ لے۔"

"تم نے عقل مندی دکھائی ہے۔ میں بھی نادان نہیں ہوں۔ حلیہ بدل کر آیا ہوں۔ یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔"

"پھر تو یہ اچھا ہوا کہ میں نے ابھی تک تمہاری خوبروئی اور نوجوانی کی تعریف نہیں کی۔ تعریف کرتی تو وہ تمہاری نہ ہوتی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں اصلی چہرہ دکھاؤں گا لیکن بیڈ روم میں۔"

وہ ایک ادا سے مسکراتی ہوئی کچن میں آئی۔ جوس تیار کرتے ہوئے سوچنے لگی۔ بیڈ روم میں سب ہی کی اصلیت سامنے آجاتی ہے۔ عورت کو بند کمرے میں دیکھ کر شریفوں کے اندر کی بدمعاشی باہر آجاتی ہے۔ آہنی پردوں کے پیچھے چھپنے والا گولڈن برین بھی بے نقاب ہونے چلا آیا ہے۔ واہ قدرت نے ہمیں کیا خوب بنایا ہے۔

وہ جوس لے کر آئی۔ اس کے پاس بیٹھ کر بولی "یہ جوس بڑی محبت سے بنا کر لائی ہوں۔"

وہ گلاس ہاتھ میں لے کر بولا "ہم گولڈن برین بہت محتاط رہتے ہیں۔ میں احتیاطاً کہہ رہا ہوں۔ پہلے تم آدھا گلاس پیؤ' باقی میں پی لوں گا۔"

"تم میرے گھر آئے ہو۔ میری بانہوں میں رہوگے اور مجھ پر شبہ کررہے ہو۔"

"میں شبہ تم پر نہیں' دشمنوں پر کررہا ہوں۔ کوئی بھی تمہارے ذریعے کوئی چال چل سکتا ہے۔"

"واقعی تم محتاط گولڈن برین ہو' لیکن میرا یہ مکان بھی مضبوط قلعہ ہے۔ کوئی دشمن یہاں آکر اپنی چال نہیں چل سکتا۔"

"زیادہ نہ بولو۔ اسے پی کر ثابت کرو۔"

الپا نے اسے دیکھا پھر جوس پر نظر ڈالی' پھر گلاس کو ہونٹوں سے لگالیا۔ میجر اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک ایک گھونٹ پی رہی تھی۔ چار گھونٹ کے بعد میجر نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تھینک یو۔ تم نے ثابت کردیا ہے۔ یہ آزمائش بھی تھی اور خواہش بھی کہ تمہارے لبوں کی مٹھاس اس میں ملا کر پیوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "اور میری خواہش ہے کہ جوس کو مُنہ لگانے سے پہلے مجھے مُنہ لگا کر دیکھو اور میرے لبوں کی مٹھاس کی گواہی دو۔"

وہ اس روبانی پیش کش پر خوشی سے جھوم گیا۔ جھوم کر اس پر جھکا۔ ادھر الپا کی ایک انگلی گلاس کے اندر جھکی اور جوس میں ڈوب گئی۔ جب وہ ڈوب کر ابھرا تو الپا نے اس کے ہاتھ میں گلاس تھمادیا۔

اسے ہندی زبان میں تریا چلتر کہتے ہیں۔ عورت کا مکر۔ وہ کچھ دینے سے پہلے بہت کچھ لینے کا سامان کرلیتی ہے۔ اس نے بڑے بڑے تاجداروں کے سروں سے تاج گرادیئے۔ یہ گولڈن برین کیا چیز تھا۔ آج کل کی حسینائیں ایسے ہی مقاصد کے لئے ناخن بڑھاتی ہیں۔ یہ ناخن مخروطی انگلیوں کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں اور یہ ناخن اگلے کا مُنہ نوچنے یا دامن پھاڑنے کے کام آتے ہیں۔ الپا نے ایک انگلی کے ناخن میں اعصابی کمزوری کی دوا ٹھونس رکھی تھی جو جوس میں حل ہوگئی تھی۔

وہ اس کے پہلو سے اٹھ گئی۔ اس نے گلاس خالی کرتے ہوئے کہا "پہلے گرم کیا پھر ٹھنڈا پلایا۔ اب کہاں چلیں۔"

وہ دور ہو کر بولی "یہ دیکھنے کے لئے کہ پیاسا وہاں سے یہاں کیسے آتا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے اٹھا پھر بیٹھ گیا۔ ہنسی حلق میں اٹک گئی۔ کانپتے ہوئے ہاتھ میں گلاس پکڑا نہیں جارہا تھا۔ اس نے سینٹر ٹیبل پر ہاتھ بڑھا کر اسے رکھا پھر اس میز کا سہارا لے کر کھڑا ہوگیا۔ بہت زیادہ کمزوری محسوس ہورہی تھی۔ وہ گھور کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ جسے دیکھ رہا تھا' وہ فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"تم!" وہ اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولا "الپا! تم غد... غداری۔"

وہ بولتے بولتے ہانپنے لگا۔ اس نے سمجھ لیا کہ اگلے چند لمحات میں اور زیادہ کمزوری بڑھے گی۔ اس سے پہلے ہی بچاؤ کی تدبیر کرے۔

وہ سینٹر ٹیبل پر جھک کر ٹیبل کا سہارا لے کر ٹیلیفون کے پاس آیا پھر ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا۔ ہاتھ ادھر ادھر جارہا تھا لیکن انگلیاں ریسیور کو پکڑ نہیں پارہی تھیں۔ الپا اس کے اندر بیٹھی ہاتھ کو ریسیور کے آس پاس بھٹکا رہی تھی۔ وہ ٹھہر ٹھہر اتے ہوئے بولا "تمہیں قوم یہود اور ارضِ اسرائیل کی قسم ہے۔ تباہی کی.... کی طرف نہ.... نہ جاؤ... مم.... مجھے سس.... سنبھال لو۔"

"آؤ میں سنبھالتی ہوں۔ اٹھو۔"

الپا میجر پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "لبوڈا ابھی تک نہیں آیا۔ مجھے اس کے پاس جاکر یہ خوش خبری سنانا چاہئے کہ میں میجر یارڈلے کو قابو میں کرچکی ہوں۔"

اس نے میری سوچ کے مطابق خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر لبوڈا کے پاس پہنچ کر بولی "میں ہوں الپا۔"

"ہاں' مجھے ابھی آنا چاہئے تھا۔ میں دوسرے معاملے میں مصروف ہوگیا ہوں اس گولڈن برین میجر یارڈلے کا کیا بنا؟"

"بکرا قربانی کے لئے بالکل تیار ہے۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اتنی توانائی پیدا کی کہ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ڈگمگاتے ہوئے ایک بیڈ روم میں آیا پھر بستر پر چاروں شانے چت ہوگیا۔ وہ اسی بستر تک پہنچنے اور فاتح بننے کے لئے آیا تھا۔ جبکہ بستر کسی کا نہیں ہوتا۔ نہ مرد کا نہ عورت کا۔ یہاں جو چت ہوجائے وہی مغلوب اور معتوب ہوتا ہے۔ الپا نے اسے گہری نیند سلادیا۔ میں جان لبوڈا کا منتظر تھا۔ وہ ابھی تک الپا کے پاس نہیں آیا تھا۔ مطمئن ہوگیا تھا کہ یہ پوری طرح شکنجے میں ہے۔ اب نہ تو نافرمانی کرے گی نہ ہی اسے کوئی چھین کرلے جاسکے گا۔

اور میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ لبوڈا سونیا ثانی کو کن معاملات میں مصروف رکھنے والا ہے اور اس نے بی جی تھرمال کو کہاں چھپایا ہوا ہے۔

وہ میجر کے متعلق بتانے لگی۔ لبوڈا کسی کو اپنے دماغ میں آنے اور دیر تک باتیں کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ الپا کے متعلق اطمینان تھا کہ وہ اس کی معمولہ اور تابعدار ہے۔ اپنے عامل کی اجازت کے بغیر اس کے چور خیالات نہیں پڑھے گی۔

اس کے فرشتوں کو بھی میرے طریقۂ کار کا علم نہیں تھا' وہ بھی یقین نہیں کرسکتا تھا کہ جب تک الپا اس کے دماغ میں بول رہی ہے۔ تب تک میں اس کے اہم خیالات پڑھتا جارہا ہوں۔ اپنی معمولہ کی موجودگی کے باعث اسے میری موجودگی کا علم نہیں ہوسکتا تھا۔

اس کے چور خیالات سے میں نے سب سے پہلے اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کیا۔

پھر وہ جگہ معلوم کی جہاں ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی تھی۔

لبوڈا اور سپر ماسٹر ہولی مین آپس میں گہرے دوست بھی تھے۔ میں نے اس کے ذریعے سپر ماسٹر کی رہائش گاہ کا بھی پتا معلوم کیا۔

پھر یہ معلوم کیا کہ لبوڈا اپنے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں جاکر کون کون سے کوڈ ورڈز ادا کرتا ہے۔

اس کے بعد میں نے فہاد بن کر فراڈ کرنے والے بی جی تھرمال کی رہائش گاہ کا پتا اور اس کا موجودہ حلیہ معلوم کیا۔ پھر جب ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پتے معلوم کرنے لگا۔ تو صرف ایک خیال خوانی کرنے والے پاسکوروٹ کا پتا معلوم ہوا۔ اسی وقت الپا نے لبوڈا سے کہا "اچھی بات ہے۔ میں میجر پر تنویمی عمل کرنے جارہی ہوں۔ تم فرصت ملتے ہی میرے پاس آجانا۔"

میں الپا سے پہلے ہی لبوڈا کے دماغ سے نکل آیا۔ یہ میری بہت بڑی کامیابی تھی۔ میں ایک الپا کو اپنی معمولہ بنا کر جان لبوڈا اور سپر ماسٹر کے قریب پہنچ رہا تھا' یہ دو بڑی ہستیاں مجھ سے اب چھپ نہیں سکتی تھیں۔

ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے بی جی تھرمال اور پاسکوروٹ کی رہائش گاہوں کے پتے معلوم ہوگئے۔ ان سب کے کوڈ ورڈز بھی یاد کرلئے تھے۔ اگر الپا اور تھوڑی دیر لبوڈا کے دماغ میں رہتی تو میں اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے فریزر اور سونیا ثانی کی موجودہ رہائش گاہ کے متعلق معلوم کرلیتا۔

بہرحال زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ کسی دن ثانی اور فریزر تک بھی پہنچ سکتا تھا۔ میں نے روسو تی سے رابطہ کیا' پھر پوچھا "کیسی ہو؟"

"بہت خوش ہوں۔ اس ایمان افروز ادارے میں رہ کر میری دنیا ہی بدل گئی ہے۔"

"علی سے رابطہ رکھتی ہو؟"

"ہاں' چوبیس گھنٹوں میں ایک بار ضرور اس کے پاس جاتی ہوں۔ میرا بچہ بہت مصروف رہنے لگا ہے۔"

"اب وہ بچہ نہیں رہا۔ بچے کے ساتھ تمہاری بہو ہے۔"

"پتا نہیں بہو کو کب دیکھوں گی؟"

"پامیلا تمہیں پسند ہے؟"

"میرے بیٹے کی پسند ہے' میری پسند ہے' لیکن دل کی بات پوچھو تو ثانی پر دل اٹکا ہوا ہے۔"

"تمہاری ہونے والی بہو نے ٹیلی پیتھی سیکھ لی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "واقعی؟"

"ہاں مگر اس سے دماغی رابطہ نہ کرنا۔ فی الحال وہ ہمیں بھول چکی ہے۔ دشمنوں میں دوست بن کر رہتی ہے۔ خدا نے چاہا تو پھر ہماری ہو جائے گی۔"

"ایک خوشخبری سناؤں؟"

"خوشخبری کبھی پوچھ کر نہیں سنائی جاتی۔"

"محترم بزرگ علی اسد اللہ تبریزی نے مجھے اجازت دے دی ہے۔ میں عملی میدان میں آ رہی ہوں۔"

"یہ تو بڑی خوش خبری ہے۔ کیا میرے پاس آؤ گی؟"

"ابھی نہیں۔"

"علی کے پاس جاؤ گی؟"

"بیٹے اور بہو کے پاس جانے کو بہت دل مچلتا ہے' لیکن محترم بزرگ فرماتے ہیں مسلمانوں نے صدیوں بعد روسی حکمرانوں سے آزادی حاصل کی ہے نو آزاد جمہوریہ ازبکستان کے مسلمان اسلامی ریاست کی پائیداری میں مصروف ہیں۔ ایسے میں ان پر عالمی سیاست کے سائے پڑ رہے ہیں۔ وہاں امریکا دوستی کے نام پر اپنا دینی برادر ملک سیاسی کھیل شروع کر رہا ہے۔ ایسے میں ہدایات ہیں کہ مجھے وہاں جانا چاہئے۔"

"یہ بہت ہی خوشی کی بات ہے۔ تم عملی میدان میں آتے ہی ایک نئی اسلامی ریاست کے لئے اپنی خدمات وقف کر رہی ہو۔ تم وہاں جا کر صورت حال کا جائزہ لو۔ اگر میری ضرورت ہوئی تو میں ضرور آؤں گا۔"

"سونیا کے پاس جاتے ہو؟"

"تمہیں تو معلوم ہے مجھے پابندیاں ہیں۔ میں صرف فجر کی اذان سنانے جاتا ہوں۔ ویسے یہ پابندیاں سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"دین کی تمام باتیں آسانی سے سمجھ میں نہیں آتیں۔ انہیں سمجھنے کے لئے روحانی ادراک لازمی ہے۔ بابا فرید واسطی مرحوم نے سونیا اور اس سے ہونے والی اولاد کے لئے اپنی زندگی میں ہی ہدایات دی تھیں۔ ان ہدایات کا روحانیت سے گہرا تعلق ہے۔"

"زندگی رہی تو ہونے والے اس بچے سے روحانیت کا تعلق دیکھوں گا۔ فی الحال میں یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ بابا صاحب کے ادارے کے وہ جاسوس جو واشنگٹن میں ہیں' ان سے کیسے رابطہ کیا جائے؟"

"میں ابھی بتاتی ہوں۔"

اس نے ادارے کے متعلقہ عہدے دار سے ملاقات کی۔ واشنگٹن ڈی سی کا فائل نکالا۔ اس فائل میں ان افراد کی ہسٹری اور تصویریں تھیں جو ادارے سے تعلیم حاصل کر کے امریکا کے مختلف علاقوں میں رہائش اختیار کئے ہوئے تھے۔

پھر وہ ایک شخص کی تصویر کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے بولی "یوسف زائد! میں آمنہ فرہاد یعنی سابقہ رسونتی بول رہی ہوں۔"

"السلام علیکم میڈم! آپ کا یہ اسلامی نام بہت پسند آیا ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت؟"

"فرہاد تم سے مخاطب ہو رہے ہیں۔ میں جا رہی ہوں۔"

میں نے پوچھا "رسونتی! مجھے کیوں نہ بتایا کہ تم نے نام تبدیل کیا ہے؟"

"بتانے کے بعد بھی رسونتی کہہ رہے ہو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "عادتاً زبان سے وہی نام ادا ہو گیا۔"

"یہ نام محترم علی اسد اللہ تبریزی نے دیا ہے۔ کیسا ہے؟"

"آمنہ مسلمانوں کے لئے نہایت مقدس اور معتبر نام ہے۔ خدا تمہیں شاد و آباد رکھے۔ میں اسی نام سے پکاروں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر یوسف زائد کے پاس آیا۔ اسے بی جی تھرہال کے بنگلے کا پتا بتا کر کہا "یہاں ایک سیاہ فام نوجوان رہتا ہے۔ اس کی ایسی نگرانی کی جائے کہ اسے شبہ نہ ہو۔ یہ نگرانی زیادہ سے زیادہ ایک دن اور ایک رات کے لئے ہو گی۔"

"آپ اس سلسلے میں اور کیا چاہتے ہیں؟"

"وہ صحت مند ہے۔ میں اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ آپ اخبار اور ٹیلیویژن کے ذریعے یہ جانتے ہوں گے کہ امریکا میں نسلی فسادات پھیل رہے ہیں۔ گورے کالوں کو قتل کر رہے ہیں۔ کالے گوروں کو جہنم میں پہنچا رہے ہیں۔ اگرچہ یہ فسادات ابھی واشنگٹن میں شروع نہیں ہوئے ہیں۔ آپ حکم دیں تو کوئی بھی گورا اس سیاہ فام کو زخمی کر کے دماغی طور پر کمزور بنا دے گا اور کسی کو ہم پر شبہ نہیں ہو گا۔"

امریکا جواب واحد سپر پاور ہے۔ جس سے کوئی ملک جنگ کرنے کی جرأت نہیں کرتا ہے۔ اسی ملک کے اندر سیاہ اور سفید فاموں کے درمیان جنگ جاری رہتی ہے۔

اس جنگ میں برسوں سے نہ جانے کتنی ماؤں کی گود اجڑ چکی ہے۔ آگ اور خون کی ہولی کسی بھی وقت شروع ہو جاتی ہے۔ اولاد سے محروم ہونے والی ماؤں نے ایم ایو ایم ایس کے نام سے ایک انجمن بنائی ہے۔ اس انجمن کی صدر برینڈا جے محمد کہتی ہیں کہ گزشتہ سال پچیس ہزار بیٹے سڑکوں پر مارے گئے ان مقتولین میں ستر فیصد سیاہ فام تھے۔

پچھلے دنوں چار سفید فام پولیس والوں نے روڈنی کنگ نامی ایک سیاہ فام کو بری طرح زدوکوب کیا۔ دنیا بھر کے ٹیلیویژن پر یہ منظر دکھایا گیا کہ اکیاسی سیکنڈ میں پولیس والوں نے روڈنی کنگ کو چھپن بار بید اور ٹھوکریں ماریں۔ امریکی عدالت سے اس مظلوم سیاہ فام کو انصاف نہیں ملا تو پوری سیاہ فام قوم جنگل کی آگ کی طرح بھڑک گئی۔ آج وہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے میں اس پر بحث نہیں کروں گا۔ البتہ یوسف زائد نے یہ بات چھیڑی تو خیال آیا کہ کوّے نے ہنس کی چال چلی تھی۔ اپنے کالے رنگ پر سفید رنگ چڑھایا تھا' یہاں بی جی تھرہال نے مجھ سے چھپنے کے لئے اپنے گورے رنگ پر کالا رنگ چڑھا رکھا تھا۔ کوّے کی طرح اس کی بھی شامت آنے والی تھی۔

یوسف زائد نے میری ہدایت کے مطابق تھرہال کے سامنے والے بنگلے کا فون نمبر معلوم کیا پھر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ایک خاتون کی آواز سنائی دی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنے بنگلے میں اپنے ایک بیٹے اور بیٹی کے ساتھ رہتی تھی۔ میں باری باری ان تینوں کے دماغوں میں جاتا تھا اور ان کے ذریعے تھرہال کے بنگلے پر نظر رکھتا تھا۔

یوسف زائد وہاں سے دو سو گز کے فاصلے پر اپنی کار میں تھا۔ شام چھ بجے اس خاتون کے ذریعے میں نے دیکھا ایک سیاہ فام دوشیزہ تھرہال کے بنگلے کے سامنے ایک کار میں آئی۔ وہ ہارن بجا کر بنگلے کے مکین کو یعنی تھرہال کو بلا رہی تھی۔ میں سمجھ گیا وہ جان لمبوڈا کی بیٹی کانووانا ہی ہو سکتی تھی جو اپنے محبوب سے ملنے آئی تھی۔

میں نے یوسف زائد سے کہا "ایک سیاہ فام لڑکی کار لے کر آئی ہے۔ یقیناً تھرہال اس کے ساتھ کہیں جائے گا' الرٹ رہو۔"

میں نے خاتون کے دل میں تجسس پیدا کیا کہ یہ کون لڑکی سامنے والے سے ملنے آئی ہے۔ اسے اچھی طرح دیکھنا چاہئے۔"

خاتون اپنے کمرے سے دوربین لے آئی اور اسے آنکھوں سے لگا کر دیکھا۔ میں نے اسے کار کا نمبر پڑھنے پر مجبور کیا۔ اسی وقت تھرہال آ کر کار میں بیٹھ رہا تھا۔ کانووانا کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے یوسف کو کار کا رنگ اور نمبر بتاتے ہوئے کہا "کار تمہاری طرف آ رہی ہے۔"

وہ اپنی کار سے اترا اور بونٹ کو کھول کریوں جھک گیا جیسے گاڑی کی کوئی خرابی دور کر رہا ہو۔ ذرا سی دیر بعد کانووانا اپنی کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس کے قریب سے گزر گئی۔ یوسف زائد نے فوراً بونٹ کو گرایا اور اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھا پھر کار اسٹارٹ کر کے تعاقب میں چل پڑا۔

امریکا میں واشنگٹن کی ایک زبردست سیاسی اہمیت ہے۔ اس لئے حکومت نے گوروں اور کالوں کے درمیان امن و امان قائم رکھنے کے لئے سخت حفاظتی انتظامات کئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کانووانا اور تھرہال آزادی سے گھومنے پھرنے نکلے تھے۔ وہ ایک لمبی ڈرائیو کے بعد واشنگٹن چینل کے کنارے سے گزرتے ہوئے ایسٹ پوٹامیک پارک میں آئے۔ وہاں دور تک چیری بلوسم کے سایہ دار درخت تھے۔ یوسف زائد نے کہا "یہاں ٹریلر کیمپ میں یہ دونوں کچھ کھانے پینے جائیں گے۔"

میں نے کہا "تم بھی وہاں جاؤ۔ ویٹر اور کاؤنٹر گرل کی آواز مجھے سناؤ۔"

وہ کار سے اتر کر دیکھنے لگا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی بانہہ میں بانہہ ڈالے ہنستے بولتے ہوئے ایک میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے۔ ایک ویٹران کے پاس آیا۔ جب وہ آرڈر لے کر جانے لگا تو یوسف زائد نے اسے روک کر پوچھا "کیا میری میز پر بھی تم آرڈر لیتے ہو؟"

"تو سر! میں دوسرے ویٹر کو بھیجتا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر یوسف سے کہا "شیشی جیب میں رکھ دو۔"

اس نے ویٹر کی جیب میں چھوٹی سی شیشی رکھ دی۔ پچھلے کئی دنوں سے ہر محاذ پر یہی طریقہ کار اپنایا جا رہا تھا۔ دہلی میں پارس نے ایلا اور کیپٹن رنجیت کے ایسے ہی طریقے کو الٹ دیا تھا۔ جولان کی پہاڑی بستی میں علی تیمور نے الپا پر یہی داؤ آزمایا۔ الپا نے میجر کی کھوپڑی اسی طرح اٹھائی۔ اب میں تھرہال کے ساتھ یہی سلوک کر رہا تھا۔

دراصل کسی کے دماغ میں جگہ بنانے کا یہ ایسا نسخہ تھا کہ دوسرے دشمنوں کو شبہ نہیں ہوتا تھا۔ اگر تھرہال کو زخمی کیا جاتا تو لمبوڈا کو شبہ ہو جاتا۔ میں نے ویٹر کے ذریعے کافی کا وہ کپ تھرہال تک پہنچایا جسے پینے کے بعد وہ میرا شکار ہو گیا۔ میں نے کانووانا کے سامنے اسے کمزوری ظاہر نہیں کرنے دی۔ اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اپنی طرف سے اس کے اندر توانائی کو برقرار رکھا پھر اس کی زبان سے کہا "وارلنگ! ابھی مجھے خفیہ پیغام موصول ہوا ہے' واپس چلو۔"

وہ اٹھ کر ویٹر کو بل ادا کرنے لگا۔ کانووانا نے کار کی طرف چلتے ہوئے کہا "آج کی رات تو ہم ساتھ گزارنے والے تھے۔"

"ضرور گزاریں گے۔ میں صرف گیارہ بجے تک مصروف رہوں گا۔ تم ٹھیک گیارہ بجے میرے بنگلے پر چلی آنا۔"

وہ کار میں وہاں سے روانہ ہوئے۔ میں نے اس کے ذریعے کانووانا سے کہہ دیا کہ بات نہ کرے' وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ اس طرح میں اس کی کمزوری کو چھپاتا رہا۔ وہ اسے بنگلے میں چھوڑ کر چلی گئی۔ میں نے اسے گہری نیند سلایا اور سلمان کے پاس جا کر کہا "اپنی بیٹی ثانی کی فکر نہ کرو۔ وہ ہماری نظروں میں رہے گی۔ ہم ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے قابو میں کرتے رہیں گے تو ثانی دور ہونے کے باوجود ہمارے سائے میں رہے گی۔ میرے دماغ میں آؤ۔"

وہ آیا۔ میں اسے یوسف زائد کے پاس لے آیا پھر اس سے

بولا "اب سلمان تمہارے پاس رہے گا۔ لمبوڈا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکوروٹ کا پتا اور فون نمبر نوٹ کر سلمان کے ساتھ مل کر پاسکوروٹ کو بھی تھرہال کی طرح ٹریپ کرو۔ پھر سلمان، تم اسے اپنا معمول اور تابعدار بناؤ گے۔ بہت ہوشیاری اور احتیاط سے کام کرنا، جان لمبوڈا کے مُنہ سے لقمہ چھیننا آسان نہیں ہوگا۔"

میں انہیں ہدایت دے کر تھرہال کے پاس آیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ میں کہا "ہیلو تھرہال! میری آواز پہچان رہے ہو؟"

"ہاں۔ یہ فرہاد علی تیمور کی آواز ہے۔"

"اس آواز کو کیسے پہچانتے ہو؟"

"مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے سے پہلے فرہاد بنانے کی بھرپور ٹریننگ دی گئی تھی۔ اس کی آواز اور لہجے کی پریکٹس کرائی گئی تھی۔"

"پھر تم نے فرمونا جیسی معصوم اور مظلوم لڑکی کو فرہاد بن کر پریشان کیا اور یہ ظاہر کرنا چاہا کہ فرہاد انسان نہیں شیطان ہے۔"

"ہاں، میں نے سوچا اس طرح فرہاد اپنی بدنامی سے بری طرح مشتعل ہو کر میرے مقابلے پر ظاہر ہو جائے گا۔"

"تمہیں کامیابی ہوئی؟"

"ہاں، میری حکمتِ عملی سے فرہاد دو بار ظاہر ہوا۔ پہلی بار پشاور کے ایک ریسٹ ہاؤس میں چاروں طرف سے گھیرا گیا تھا۔ لیکن وہ بچ نکلا دوسری بار وہ سرفراز خان بن کر فرمونا سے عشق کرنے آیا۔ اس بار بھی میرے آدمیوں نے اسے اچھی طرح گھیر لیا تھا۔ یہ سب ہی دشمن مانتے ہیں کہ وہ بہت ہی ماہر جنگ باز ہے۔ اپنی حاضر دماغی سے جنگ کا نقشہ پلٹ دیتا ہے۔"

"مرہاب کہاں ہے؟"

"میں نے کہا وہ جنگ کا نقشہ بدل دیتا ہے، پہلے میں اس کے پیچھے تھا اب وہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ پتا نہیں اسے میرا ٹھکانا کیسے معلوم ہو گیا تھا۔ میں بڑی مشکلوں سے چھپ کر یہاں آیا ہوں۔"

"وہ یہاں بھی آئے گا تو کیا کرو گے؟"

"یہی سوچ کر ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں۔ بس ایک لمبوڈا کا سہارا ہے، وہی میری مصیبتوں میں کام آتا ہے۔"

"لمبوڈا سے تمہاری ملاقات کیسے ہوتی ہے؟"

"وہ مجھ سے اس وقت ملتا تھا جب میں نے ٹیلی پیتھی نہیں سیکھی تھی۔ میں اس کا شاگرد تھا۔ اسے خوش کرنے کے لئے اس کی بیٹی کا دیوانہ عاشق بن چکا ہوں۔"

"کیا اس کی بیٹی سے عشق نہیں کرتے ہو؟"

"فی الحال تو کر رہا ہوں۔ جب تک لمبوڈا کی سرپرستی رہے گی۔ میں گورا ہو کر بھی اس کالی کو برداشت کرتا رہوں گا۔"

میں نے اس پر عمل کیا۔ اسے اپنا معمول بنایا پھر اسے گیارہ بجے تک سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ گیارہ بجے کا نوٹ اس کے پاس آنے والی تھی۔ اس لئے میں نے صبح تک کے لئے تھرہال کو ڈھیل دے دی۔

میں نے پارس کی داستان وہاں منقطع کی تھی جہاں وہ رمنا کے ایک ہوٹل میں چھوڑ کر ایلا اور کیپٹن رنجیت سے سننے گیا تھا۔ پھر دونوں کو خوب الجھاتے ہوئے بے نقاب کر چکا تھا۔

"را" تنظیم کے اعلیٰ عہدے دار پارس سے بہت خوش تھے۔ اس کی ذہانت اور صلاحیتوں کے گن گا رہے تھے۔ اس نے ایلا جیسی غیر ملکی ایجنٹ کے ساتھ آستین کے سانپ کیپٹن رنجیت کو بھی ثبوت کے ساتھ گرفتار کرایا تھا۔ تنظیم کے عہدے داروں نے پارس سے ملاقات کی، اسے ایک پرائیویٹ بنگلے میں بلایا پھر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے ایک نے کہا "ہماری تنظیم کے اندر چھپے ہوئے غدّار کو ڈھونڈ نکالنا بہت مشکل تھا پھر ہم کیپٹن رنجیت پر کبھی شبہ نہیں کر سکتے تھے۔ تم نے اس کے خلاف ثبوت پیش کر کے ہمیں سمجھا دیا ہے کہ اب ہمیں کسی عہدے دار پر بھی بھروسا نہیں کرنا چاہئے۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "ہم نے سوچا تھا تمہیں پوری طرح ٹریننگ دے کر پاکستان واپس بھیج دیں گے۔ وہاں تم ہمارے لئے جاسوسی کرو گے لیکن یہاں تو ہمارے ہی اندر چور چھپے بیٹھے ہیں۔ ہمیں اپنے اندر کے چوروں کو پکڑنے کے لئے تمہاری ضرورت ہے۔"

تیسرے نے کہا "تم نے تو کمال کر دیا ہے۔ ٹریننگ سینٹر سے پاس ہونے اور تنظیم میں کوئی چھوٹا سا عہدہ حاصل کرنے کے لئے دو سال لگتے ہیں تم نے دو ہی دنوں میں ایسے کمالات دکھائے ہیں کہ ٹریننگ سینٹر کے تمام امتحانات تمہارے سامنے بچکانہ لگ رہے ہیں۔"

دلیش پانڈے نے مسکرا کر کہا "کچھ میری بھی تعریف کرو۔ پاکستان سے کیسا ہیرا چُن کر لایا ہوں۔"

ایک نے کہا "ہاں بھئی، تمہارا جواب نہیں ہے۔ تم قیامت کی نظر رکھتے ہو اور ہمیشہ قابل لوگوں کا انتخاب کرتے ہو۔"

دلیش پانڈے نے کہا "انجیلا، ایلا، شیو چرن اور کیپٹن رنجیت کے بے نقاب ہونے کے بعد ہم نے انہیں گرفتار کیا ہے۔ ان کا مقدمہ چلے گا لیکن یہودی تنظیم موساد کے خلاف فوری کارروائی کی ضرورت ہے۔ ورنہ یہ لوگ ہمارے اندر سرنگ بناتے رہیں گے۔"

"ہم نے حکم جاری کیا ہے کہ چوبیس گھنٹوں کے بعد یہاں موساد کا نہ دفتر رہے اور نہ ہی اس کا کوئی جاسوس نظر آئے۔ اگر کوئی نظر آئے گا تو اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ گرفتار ہونے والا مزاحمت کرے گا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔"

یہ پارس کا ایک کارنامہ تھا کہ وہ یہودی تنظیم کو وہاں سے اکھاڑ رہا تھا۔ اگرچہ وہ یہودی بھارت میں تھے لیکن وہاں

پاکستان کے خلاف کام کر رہے تھے۔ بھارتی حکومت خوش تھی کہ وہ لوگ بھارت کے سائے میں رہ کر پاکستان کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

پارس نے ثابت کر دیا کہ یہودی اپنے باپ کے بھی نہیں ہوتے۔ بھارت کی جڑوں میں بیٹھ کر بھارت کی ہی جڑیں کاٹ رہے تھے۔

ایک اعلیٰ عہدے دار نے پارس سے کہا "حماد! تم بھارت ہی میں رہو گے۔ ہمارے اندر چھپے ہوئے غدّاروں کو تلاش کرو گے۔ یہودی تنظیم ختم ہو جائے گی لیکن باہر سے دوسرے یہودی دوسرے روپ میں آئیں گے۔ تم ایسے لوگوں کو بے نقاب کرو گے۔ کل تمہیں ایک خصوصی کارڈ دیا جائے گا جس کے ذریعے تم وزیروں، گورنروں اور ملک کے دیگر اکابرین کے پرائیویٹ اجلاس میں اور تقریبات میں بے روک ٹوک جا سکو گے۔"

پارس نے کہا "ایسا ہی ایک کارڈ میرے اسسٹنٹ کے لئے بھی ضروری ہوگا۔"

"تم کسے اسسٹنٹ بنانا پسند کرو گے؟"

"رمنا کو۔"

"وہ تو اَن ٹرینڈ ہے، زیرِ تربیت ہے۔"

"میرے ساتھ رہ کر تربیت حاصل کرے گی۔ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دے گی۔"

"یہ ذمّے داری تم لیتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے دو لفافے اسے دیتے ہوئے کہا "یہ دعوت نامے تمہارے اور رمنا کے لئے ہیں۔ آج شام وزیرِ خوراک آر کے بھنڈاری کی صاحب زادی کی شادی ہے۔ وزیروں کے ہاں کوئی تقریب ہو تو دشمن، دوست کے بھیس میں آتے ہیں۔ تمہیں وہاں آنکھیں کھلی رکھنی ہیں۔"

وہ ضروری گفتگو کے بعد دلیش پانڈے کے ساتھ بنگلے سے باہر آیا پھر اس کی کار میں بیٹھ گیا۔ اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے حماد! میری بھتیجی میں بڑی دلچسپی لے رہے ہو؟"

"تمہیں اعتراض ہے تو نہیں لوں گا۔"

"خبردار! آئندہ مجھے تم نہیں آپ کہنا اور انکل کہہ کر مخاطب کرنا۔"

"یہ انکل کیوں بن رہے ہو؟"

"میں رمنا کا انکل ہوں۔ اس کے تعلق سے مجھے اور کیا کہو گے؟"

"یعنی تم چاہتے ہو میں بھارتی فلموں کی طرح رمنا سے کسی مندر میں شادی کروں اور تم سے آشیرواد لینے آؤں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "جب آشیرواد دو گا تو پھر مندر میں جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

پارس نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا "کیا تمہارے دھرم میں شادی شدہ مرد دوسری شادی کر سکتا ہے؟"

"کرنے والے کر لیتے ہیں۔ مگر یہ ہمارے کلچر میں نہیں ہے۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس لئے کہ بنگلہ دیش میں میری ایک بیوی ہے۔ تم تو جانتے ہو بنگالی عورتیں بہت بچے پیدا کرتی ہیں۔ جب اس نے سات پیدا کر دئے تو گھبرا کر بھاگ آیا۔"

دلیش پانڈے نے حیرانی سے پوچھا "تم سات بچوں کے باپ ہو؟"

"سات نہیں، نو بچے۔"

"ابھی سات کہہ رہے تھے پھر نو کیسے ہو گئے؟"

"دو پاکستانی بیوی سے ہوئے۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو، تمہاری عمر کیا ہے؟"

"پانڈے! تم بڑے تجربے کار بنتے ہو۔ خود ہی بتاؤ کیا عمر ہے میری؟"

اس نے کار روک دی۔ پارس کو بغور دیکھا اور سوچتے ہوئے کہا "بائیس سے زیادہ کے نہیں لگتے۔ زیادہ سے زیادہ پچیس برس کے ہو۔ چلو چھبیس کہتا ہوں۔"

"پھر موقع دیتا ہوں، صحیح بتاؤ۔"

"بھئی تم اٹھائیس سے زیادہ کے نہیں ہو سکتے۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟ تمہارے غلط حساب لگانے سے کیا میری پیدائشی تاریخ بدل جائے گی۔ میں تیس اور دو کا یعنی بتیس برس کا ہوں۔"

وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولا "یقین نہیں آتا، تم کہہ رہے ہو تو مان لیتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا "میری بھتیجی اٹھارہ برس کی ہے، اور تم دو بیویوں اور نو بچوں والے ہو۔ یہ مناسب نہیں ہے۔"

"ہاں، نو بچے مناسب نہیں ہیں۔"

"میں صرف بچوں کی نہیں، تمہاری عمر کی اور دو بیویوں کی بھی بات کر رہا ہوں۔ تم رمنا سے دور رہو۔"

پارس نے اسے ایک لفافہ دیتے ہوئے کہا "یہ دعوت نامہ رمنا کے لئے تھا۔ اسے واپس کر دو۔"

"اسے واپس کیسے کر دوں؟ یہ تم دونوں کی ڈیوٹی ہے، سرکاری معاملہ ہے؟"

"میں کہہ دوں گا کہ رمنا میری اسسٹنٹ نہیں رہے گی۔ تمہیں اعتراض ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ کیا تنظیم میں مجھے ذلیل کرو گے۔ مجھے تم دونوں کے ساتھ ڈیوٹی دینے پر اعتراض نہیں ہے۔ مگر دوسرے معاملے میں اس سے دور رہو۔"

وہ ہوٹل میں آئے۔ رمنا نیند سے بیدار ہو کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر حماد (پارس) کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی نیند کے دوران میں نے اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو پرائی سوچ

کی لہروں کے لئے لاک کردیا تھا تاکہ کوئی یہودی خیال خوانی کرنے والا رمنا کے دماغ میں آکر پارس کے لئے مشکلات پیدا نہ کرے۔

رمنا نے اسے دیکھتے ہی کہا "مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟"

"مجرموں کو پکڑنے گیا تھا۔"

"میں بھی جاسوس ہوں۔ میں بھی تمہارے ساتھ جاسکتی تھی۔"

دیش پانڈے نے کہا "بیٹی! آج حماد نے جو کارنامہ انجام دیا ہے' وہ تمہارے بس کا نہیں تھا۔ اس کی وجہ سے تمہیں ایک بہت بڑا اعزاز مل رہا ہے۔ تمہیں را تنظیم کا خصوصی کارڈ ملے گا جس کی رو سے تمہیں جاسوسہ تسلیم کیا جائے گا اور وہ کارڈ دکھا کر تم کسی بھی منسٹر کے راج محل میں داخل ہوسکو گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اوہ آئی لو یو حماد!"

پانڈے نے کہا "یہ لو والا معاملہ نہیں چلے گا۔"

پارس نے کہا "ہاں رمنا! یہ لو والا معاملہ نہیں چلے گا۔"

اس نے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی؟"

"بات یہ ہے کہ حماد کی دو بیویاں اور نو بچے ہیں۔"

"کیا؟" رمنا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ پھر وہ کڑک کر بولی "یہ جھوٹ ہے۔"

پانڈے نے کہا "یہ سچ ہے۔"

وہ بولی "یہ جھوٹ ہے' نو بچے نہیں ہوسکتے۔"

پارس نے کہا "ایک ساتھ نہیں ہوئے تھے۔"

"تم چپ رہو۔ ہم چچا بھتیجی کو بولنے دو۔"

وہ بولی "انکل! ابھی تو یہ خود بچہ ہے۔ اس کے بچے کیسے ہوسکتے ہیں؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہے کہ یہ خود بچہ ہے؟"

"میں جانتی ہوں۔ ہاسٹل میں ایک رات اس کے ساتھ گزار چکی ہوں۔"

"اس؟" دیش پانڈے جھینپ گیا پھر بولا "مجھے پتا ہے۔ وہ تمہاری مجبوری تھی۔ اس کے کمرے میں جا پھنسی تھیں لیکن آئندہ محبت میں پھنسنے والی بات نہیں ہونی چاہئے۔"

وہ بولی "بچے جوان ہوجائیں تو بزرگوں کو ان کے معاملات میں نہیں بولنا چاہئے۔"

"بزرگوں کو نصیحت کرنے کا حق ہوتا ہے۔ اس نے سات بنگلہ دیش میں پیدا کرائے' دو پاکستان میں اور اب ہندوستان میں۔ نہیں نہیں..... ہرگز نہیں۔ تم اس سے دور رہو گی۔ چلو میرے ساتھ۔"

پارس نے کہا "لیکن تم نے کہا تھا یہ ڈیوٹی کے وقت میرے ساتھ رہے گی۔"

"ہاں شام کو سات بجے شادی ہے۔ رمنا وہاں پہنچ جائے گی۔"

"سوری انکل! میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ مجھے حماد سے معلوم کرنا ہے کہ شادی کی تقریب میں ہماری مصروفیات کیا رہیں گی؟"

"یہ میں تمہیں سمجھاؤں گا۔"

"انکل! میں یہ سمجھ گئی ہوں کہ حماد کے ساتھ کام بھی کرنا ہے اور اس سے دور دور بھی رہنا ہے۔ میں دودھ پیتی بچی نہیں ہوں۔ پلیز آپ ہمیں پلاننگ کرنے کے لئے تنہا چھوڑ دیں۔"

اس نے غصے سے دیکھا۔ رمنا نے کہا "آپ کو میری عمر معلوم ہے' میں بالغ ہوں۔ اور بالغوں پر اپنی مرضی ٹھونسی نہیں جاتی۔"

وہ پاؤں پٹختا ہوا دروازے تک گیا پھر پلٹ کر بولا "حماد! میں تم سے عمر میں دوگنا ہوں۔ تم میرے سامنے بچے ہو۔ پھر بھی میں نے تمہیں اپنا دوست بنایا۔ تمہیں یہاں لاکر آسمان پر پہنچادیا لیکن تم میرے پاؤں تلے سے زمین نکال رہے ہو۔ تم ہوٹل سے باہر آؤ۔ تم سے سمجھ لوں گا۔"

وہ باہر آگیا۔ کمرے کا دروازہ بند ہوگیا۔ وہ کوریڈور میں کھڑا ہو کر سوچنے لگا "یہاں سے کیسے جاؤں؟ بھتیجی اندر ہے۔"

وہ چاہتا تھا کہ اس کی بھتیجی رمنا "را" تنظیم میں اونچا مقام حاصل کرے۔ حماد دو برس کی ٹریننگ سے نجات دلا کر وہ مقام اسے دلا رہا تھا۔ پانڈے کو یقین تھا کہ وہ حماد کے ساتھ کام کرتی رہے گی تو ترقی کی منزلیں طے کرتی ہوئی ایک دن عالمی شہرت بھی حاصل کرے گی۔

اب یہ پریشانی لاحق تھی کہ وہ ہر ملک میں بچے پیدا کرتا جاتا ہے۔ ایسے میں رمنا کو اس کے ساتھ کام کرنا چاہئے یا نہیں؟

وہ ہوٹل کے کوریڈور میں کھڑا ہوا سوچ رہا تھا پھر دروازے پر دستک دیتے ہوئے بولا "حماد! ایک اچھی تدبیر سوجھ رہی ہے۔ آج سے میں بھی تم دونوں کے ساتھ ہر معاملے میں رہوں گا۔ شادی کی تقریب میں بھی آؤں گا۔ مجھے بھی اپنی پلاننگ میں شامل کرو' دروازہ کھولو۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر موسیقی کی آواز آنے لگی۔ انہوں نے ریڈیو یا ٹی وی آن کردیا تھا۔ لیکن دروازہ نہیں کھولا۔

وہ اپنے دل کو تسلی دیتے ہوئے بولا "میں جانتا ہوں یہ سرکاری معاملے میں مصروف ہیں۔ بس آج کے جوانوں میں یہی خرابی ہے کہ وہ ہم بوڑھوں کا تجربہ شامل نہیں کرتے ہیں۔"

پھر وہ ہوٹل سے باہر جاتے ہوئے بڑبڑایا "شریر کہیں کے' سرکاری معاملے میں بھی موسیقی سنتے رہتے ہیں۔"

بھارت میں جو غربت ہے' وہ قابلِ دید ہے۔ بھوکے اور ننگے لوگ تصویروں میں قابلِ دید ہونے کے باوجود دیکھے نہیں جاتے۔ گداگر عموماً ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگتے ہیں' لیکن ہندوستان کے غریب اتنے مجبور اور فاقہ زدہ ہوتے ہیں کہ مانگتے مانگتے قدموں میں گر جاتے ہیں۔ یہ سراسر انسانیت کی توہین ہے اور بھارتی حکومت کی بے حسی اور بے پروائی ہے یا پھر یہ سوچ لیا گیا ہے کہ جن کے مقدر میں فٹ پاتھ پر رینگنا ہوتا ہے وہ کیڑے مکوڑے بن کر ہی زندگی گزارتے ہیں اور بھارتی حکمران ان کی بدبختی سے لڑنے کے قابل نہیں ہیں۔

آر کے بھنڈاری وزیرِ خوراک اور زراعت تھا۔ بھارتی عوام کا اَن داتا تھا۔ اس نے گھر گھر اناج پہنچانے کے لئے راشن کارڈ کا سسٹم جاری رکھا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ عوام کا ووٹ لے کر اسے وزیر بنانے والے بنیے اور مہاجن اناج کو گوداموں میں چھپاتے ہیں۔ راشن کارڈ پر برائے نام اناج دیتے ہیں۔ باقی بلیک میں کمانے کے لئے غائب کردیتے ہیں۔ بھنڈاری ان کے خلاف ایکشن نہیں لیتا تھا بلکہ انہیں سر آنکھوں پر بٹھاتا تھا۔

اس نے بیٹی کی شادی میں ایسے ہی دو ہزار مہاجنوں اور سرمایہ داروں کو مدعو کیا تھا۔ اپنی محل نما کوٹھی کے سامنے تین سو گز کے وسیع و عریض میدان میں شامیانہ اور قناتیں لگوائی تھیں۔ اندر اور باہر اتنے بلب اور ٹیوب لائٹس کی روشنی کی تھی کہ رات کو دن بنادیا تھا۔ دور تک موسیقی کا شور سنائی دے رہا تھا۔ شامیانے کے سائے میں امیر کبیر عورتوں اور مردوں کے قہقہے گونج رہے تھے۔

پارس' رمنا کے ساتھ کار میں آیا۔ ایک جگہ کار کو پارک کرکے دروازہ کھول کر باہر نکلا تو شامیانے کے باہر بھوکے اور ننگے لوگوں کو دیکھا۔ ننگے یوں تھے کہ صرف ستر پوشی کے لئے چھوٹا سا پھٹا پرانا کپڑا بدن پر نظر آرہا تھا۔ دس بارہ برس کے بچے بالکل بے لباس تھے۔ یہ دس بارہ نہیں تھے۔ قناتوں کے چاروں طرف بھنک رہے تھے۔ باسمتی چاولوں کی بریانی کی خوشبو ان کی بھوکی روحوں کو جھنجھوڑ رہی تھیں۔ وہ قناتوں کے قریب جاتے تھے تو ہاتھوں میں ڈنڈے لئے ہوئے سپاہی انہیں مار مار کر بھگا دیتے تھے۔

یہ بات نہیں ہے کہ صرف بھارت میں ہی ایسا ہوتا ہے۔ ایسے مناظر بنگلہ دیش اور افریقی ممالک میں بھی نظر آتے ہیں۔ پاکستان اور دوسرے ممالک میں روٹی کے بھوکے کم ہیں لیکن زندگی کی دوسری ضروریات کے بھکاری ہیں اور ہمیں کہتے سنتے میں شرم نہ آئے تو ہم زیادہ تر امریکا کے بھکاری ہیں۔ یہاں بھارت میں یہ منظر غیر انسانی تھا کہ قناتوں کے اندر صحت مند لوگ پیٹ بھر بھر کر کھا رہے تھے اور قناتوں کے باہر اسی ملک میں اسی میدان میں اپنی بھوکی قوم کو ڈنڈے مار کر بھگا رہے تھے اور یہ وزیرِ خوراک کے ہاں شادی کی تقریب میں ہو رہا تھا۔

پارس نے رمنا سے پوچھا "یہ کیسا منظر ہے؟"

وہ بولی "ہم یہاں اپنی ڈیوٹی پر آئے ہیں۔ یہ بھوکے ہمارا مسئلہ نہیں ہیں۔"

"ہیں۔ ہمارا مسئلہ ہیں۔ جب ہم کھاتے ہوں اور یہ منہ دیکھتے ہوں تو یہ شرم کا مسئلہ ہے کہ انسانیت کو شرم کیوں نہیں آتی۔

اگر آزادی کے پہلے دن سے آج ۴۴ سال تک اس ملک میں بھوکوں کی تعداد بڑھتی گئی ہے تو یہ حکومت کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ فوجی طاقت بڑھا کر ایشیا میں سپر پاور بن رہی ہے۔ یا کروڑوں کی تعداد میں بھنا کو بھوکا رکھ کر سپر بے شرم بنتی جارہی ہے؟"

وہ باتیں کرتے ہوئے شامیانے میں آئے۔ اگرچہ بریانی اور دیگر کھانوں کی خوشبو آرہی تھی لیکن ابھی کھانا شروع نہیں ہوا تھا۔ گلن منڈپ میں دلہا دلہن بیٹھے ہوئے تھے۔ پنڈت جی سنسکرت میں منتر پڑھتے ہوئے انہیں شادی کے بندھن میں باندھ رہے تھے۔ رمنا اور پارس نے منسٹر آر کے بھنڈاری سے مصافحہ کرتے ہوئے چپکے سے کہا "ہم اسپیشل ڈیوٹی پر ہیں۔ یہاں مخالف پارٹی کے لوگ ہوں یا کسی پر شبہ ہو تو ہمیں بتائیں۔"

بھنڈاری نے اپنے سیکریٹری کو حکم دیا۔ "جو ہمارے مخالف ہیں اور ہماری نظروں میں مشکوک ہیں ان کی شکلیں انہیں دور سے دکھاؤ۔"

پارس اور رمنا سیکریٹری کے ساتھ ایک طرف گئے۔ میں بھنڈاری کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ اقتدار میں رہ کر عوام کے مسائل حل کرنے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ حکومت کی گدی پر بٹھانے والے بیوروکریٹ مہاجنوں اور سرمایہ داروں کو خوش رکھنا پڑتا ہے۔

ابھی اس نے پولیس افسران کو حکم دیا تھا کہ باہر بھوکی جنتا پر ڈنڈے نہ برسائے جائیں' ورنہ حکومت بدنام ہوگی۔ اخباری فوٹوگرافروں پر کنٹرول رکھا جائے ورنہ وہ ایسی تصویریں اخبارات میں شائع کریں گے۔ وزیرِ خوراک کے گھر کے سامنے ایسا ہوگا تو اپوزیشن والے موقع سے فائدہ اٹھائیں گے۔ جنتا کو ہمارے خلاف بھڑکائیں گے۔

وہ پریشان ہو کر بڑبڑانے لگا "یہ چھوٹی ذات کے بھوکے ننگے لوگ مرتے کیوں نہیں؟ ہم ایک وقت بھوکے نہیں رہ سکتے اور یہ صدیوں سے بھوکے رہ کر زندہ چلے آرہے ہیں۔"

میں اس مفاد پرست سیاستداں کو چھوڑ کر رمنا کے پاس آیا۔ ایک لیڈر اس میں دلچسپی لیتے ہوئے کہہ رہا تھا "تم بہت سندر ہو۔ تمہیں دیکھ کر نگاہوں کے سامنے شراب چھلکنے لگتی ہے۔ اب تک تم کہاں تھیں؟"

"تمہاری ماں کے پیٹ میں تھی۔ اب رشتہ سمجھو اور شراب چھلکاؤ۔"

وہ غصے سے بولا "شٹ اپ۔ جانتی ہو' میں کون ہوں؟ اپوزیشن کا مضبوط بازو ہوں۔ یہ منسٹر بھنڈاری صاحب سمجھ رہے تھے' میں مخالف پارٹی کا بازو ہوں۔ یہ دعوت دیں گے تو نہیں آؤں گا لیکن میں آگیا اب یہ پریشان ہیں کہ میں اتنی بڑی پارٹی میں کیا گل کھلانے والا ہوں۔"

رمنا نے میری مرضی کے مطابق کہا "سوری' مجھے نہیں

معلوم تھا کہ آپ ایسے زبردست ہیں کہ بھنڈاری جیسے منتری بھی آپ سے گھبراتے ہیں۔ اب تو میں ضرور شراب چھلکا دوں گی۔"

وہ رمنا کا ہاتھ تھام کر اس طرف جانے لگا جہاں وی آئی پیز کے لئے ولایتی مہنگی شراب کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا اس کا نام آتمارام ہے۔ منسٹر بھنڈاری نے جس ادارے کو دو ہزار افراد کے کھانے تیار کرنے کا آرڈر دیا تھا' آتمارام کے دو آدمیوں نے اس ادارے میں جا کر خفیہ طور سے تمام کھانوں کو زہریلا بنا دیا تھا۔ اب وہی کھانا وہاں مہمانوں کے لئے پہنچا ہوا تھا۔

میں نے پارس سے کہا "رمنا آتمارام کو رچھا رہی ہے۔ میں دونوں کو ایک گوشے میں لے جاتا ہوں۔ تم پولیس افسران کے ساتھ جاؤ اور کھانے کے انچارج سے کہو' جب تک حکم نہ دیا جائے' کھانا دیگوں سے نہ نکالا جائے پھر تم اعلیٰ افسران کے ساتھ آتمارام کے پاس آؤ۔"

ادھر آتمارام رام نے بار کے حصے میں آکر ایک بوتل کھولی پھر رمنا سے پوچھا "تم کیا پیو گی؟"

میں نے بوتل کو اس کے منہ سے لگایا اور سوڈے یا پانی کے بغیر کئی گھونٹ اس کے حلق سے اتار دئے۔ رمنا نے اس کے ہاتھ سے بوتل لے کر کہا "ایسے نہیں' میں اپنے ہاتھوں سے پلاؤں گی۔"

اس نے گلاس میں وہسکی بھر کے دی' وہ بولا "تمہارے سامنے جوش میں آکر سوڈے کے بغیر پی گیا۔ اب تو سوڈا ملا دو۔"

"میں محبت میں اور شراب میں ملاوٹ پسند نہیں کرتی۔"

وہ جھوم کر بولا "واہ جانِ من! کیا غضب کی بات کہہ دی ہے تم نے۔ جی چاہتا ہے کہ..... کہ....."

میں نے وہ گلاس منہ سے لگا دیا۔ وہ ایک ہی سانس میں پینے لگا۔ میں نے رمنا کے زریعے دیکھا۔ پارس اعلیٰ افسران اور سپاہیوں کے ساتھ آرہا تھا۔ میں آتمارام کے اندر پہنچا۔ وہ میری مرضی کے مطابق گلاس خالی کرتے ہوئے بولا "میری جان! آج مزہ آئے گا۔ بھنڈاری کی وزارت خاک میں مل جائے گی۔"

رمنا نے پوچھا "خاک میں کیسے ملے گی؟"

"میرے آدمیوں نے تمام کھانوں میں زہر ملا دیا ہے۔ جب حکومت کے بڑے بڑے لوگ یہ کھانے کھا کر مریں گے تو ذرا سوچو ہمارے مہامنتر بھنڈاری کا انجام کیا ہو گا۔"

پارس کے حکم سے شادی کی ویڈیو فلم بنانے والے آتمارام کی طرف گھوم گئے تھے۔ آڈیو ریکارڈر آن ہو گیا تھا۔ رمنا تعجب سے پوچھ رہی تھی "کیا تم نے تمام کھانوں میں سچ مچ زہر ملایا ہے؟"

"بالکل سچ مچ ملایا ہے۔ میری جان تم نہ کھانا۔ بھوک لگے تو مجھے کھا لینا۔ ویسے کھانے کی چیز تو تم ہو۔ ہائے کیا حسن ہے' کیا شباب ہے؟"

"لیکن شراب کے ساتھ شباب کا نہیں کباب کا مزہ آتا ہے' میں تمہارے لئے کباب لاتی ہوں۔"

وہ جانے لگی۔ وہ ہاتھ اٹھا کر چیختے ہوئے بولا "ارے کباب میں بھی زہر ہے۔ تم مجھے زہر کھلانا چاہتی ہو۔ مجھے نشے میں سمجھ کر اُلّو بنانا چاہتی ہو۔ میں بہت ہوشیار ہوں....."

سوڈے کے بغیر خالص شراب دماغ پر چڑھ گئی تھی۔ اب میں اسے مجبور نہیں کر رہا تھا۔ وہ خود ہی بول رہا تھا۔ پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز وغیرہ بھی اس کی باتیں نوٹ کر رہے تھے اور اس کی تصویریں اتار رہے تھے۔ ان تمام کارروائیوں کے بعد اسے حراست میں لے لیا گیا۔ اس کے بعد اعلان کیا گیا کہ وہ کتنے بھیانک جرم کا مرتکب ہو رہا تھا۔ آج یہاں چند منٹوں میں منسٹر بھنڈاری کے دو ہزار مہمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والا تھا۔ اگر اس کے جرم کا بھید نہ کھلتا تو ایسی زہر خورانی کے سانحے کو حکومت کی نااہلی کے کھاتے میں ڈال کر اپوزیشن والے جنتا کو حکومت کے خلاف خوب بھڑکاتے۔

تمام کھانوں کے طبّی معائنے کے بعد آتمارام کا جرم ثابت ہو گیا تھا۔ وہ اپوزیشن کا بہت مضبوط ہاتھ تھا۔ حکومتی پارٹی کے خلاف زبردست چالیں چلتا تھا۔ بھنڈاری کا دشمن تھا' لیکن اس کی دعوت میں یہ ثابت کرنے آیا تھا کہ وہ بھی زہریلا کھانا کھانے والوں کے ساتھ تھا اس لئے اس نے یا اپوزیشن کے کسی آدمی نے زہر نہیں ملایا ہے۔ اس کی پلاننگ تھی کہ وہ کھانا شروع ہوتے ہی شراب پینا شروع کر دے گا تاکہ یہ بہانہ رہے کہ پینے والے پینے کے بعد کھاتے ہیں۔

اپوزیشن پارٹی کو چپ لگ گئی تھی۔ ان کا اہم آدمی ٹھوس ثبوت کے ساتھ گرفتار ہوا تھا۔ اب وہ اپنے غنڈوں کو حکم دے چکے تھے کہ اس لڑکی کو اٹھا کر لاؤ جس نے آتمارام کو بہت زیادہ پلا کر آؤٹ کرا دیا تھا۔

تمام مہمانوں میں سنسنی اور دہشت پھیل گئی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ اگر کھانا کھا لیتے تو کیا ہوتا؟ سب کا رام نام ست ہو جاتا۔

دوسرے کھانے کا انتظام ہو رہا تھا' لیکن وہ کھانا نہیں چاہتے تھے۔ بھنڈاری کو بیٹی کی شادی کی بدھائی دے کر واپس جانا چاہتے تھے۔ بھنڈاری نے ہاتھ جوڑ کر کہا "آپ کی حکومت کا ایک منتری ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتا ہے۔ آپ نہ جائیں۔ اچھی طرح طبّی معائنے کے بعد آپ کو کھانا پیش کیا جائے گا۔ دشمنوں نے رنگ میں بھنگ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ ہمارے ذہین سراغ رسانوں نے کوشش کو ناکام بنا دیا ہے۔ ہم بہت زیادہ چوکس ہیں۔ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

بھنڈاری کے سامنے دور تک مہمانوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ اس نے رمنا اور پارس کو بلا کر مہمانوں سے کہا "ان دونوں کو یوں تو ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ترقی ملے گی' لیکن میں آپ کے سامنے ان کو منہ مانگا انعام دوں گا۔ بولو رمنا' بولو حماد! کیا چاہتے ہو؟"

رمنا نے کہا "میں وہ انعام چاہتی ہوں جو آپ کے ذریعے بھگوان سے ملتا ہے۔ میں آپ سب کی دعائیں چاہتی ہوں۔"

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ مہمان عورتوں نے کہا "ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم صبح پوجا میں تمہارے لئے پرارتھنا کریں گے۔"

پارس نے کہا "دیس کے مسائل صرف دعاؤں سے حل نہیں ہوتے' دوائیں بھی ضروری ہیں۔ آپ کی محبت اور ہمدردی بھی لازمی ہے اس لئے میں صرف شری بھنڈاری جی سے نہیں آپ تمام سے بھی انعام چاہتا ہوں۔ کیا آپ سب ابھی مجھے انعام دیں گے؟"

سب لوگ کہنے لگے "دیں گے' ابھی دیں گے۔ مانگو' کیا مانگتے ہو؟"

پارس نے اپنی قمیص کا دامن دونوں ہاتھوں سے تھام کر بھیک مانگنے کے انداز میں کہا "میں ان بھوکے اور ننگے لوگوں کے لئے بھیک مانگتا ہوں جو شامیانے سے باہر کھانا مانگنے کے جرم میں ڈنڈے کھا رہے ہیں۔"

وہ سب گم صم سے ہو کر سننے لگے۔ وہ بولا "میں مسلمان ہوں۔ ہمارے ہاں جان کا صدقہ دیا جاتا ہے۔ آج آپ سب کی جانیں جاتے جاتے بچ گئیں۔ آپ اپنی جانوں کا صدقہ دیں۔ آپ سب ملک کے اکابرین ہیں' آپ کی مضبوط آواز دیس کی اسمبلیوں میں پہنچے گی تو آپ کی فاقہ کرنے والی غریب جنتا کو ڈنڈوں کے بغیر روٹیاں مل جایا کریں گی۔ اس دیس کے وزیر خوراک نے انعام مانگنے کو کہا تو میں نے مانگ لیا۔ اب انعام کا انتظار کرتا رہوں گا۔"

بھنڈاری نے کہا "میں وعدہ کرتا ہوں۔ اسمبلی میں سب سے پہلے یہی مسئلہ اٹھایا جائے گا اور غریب جنتا کی بھوک مٹانے کا فوری حل تلاش کیا جائے گا۔ اس وقت جتنے بھوکے باہر ہیں میں ان کے لئے ابھی کھانا منگوا رہا ہوں۔"

سب لوگوں نے تالیاں بجائیں۔ دوسرے کھانوں کا توجہ سے طبی معائنہ کیا گیا۔ مرد' عورتیں' بچے کھانے میں مصروف ہو گئے۔ رمنا اور پارس شامیانے کے مختلف حصّوں میں جا کر دشمنوں کو تاڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک خاتون نے رمنا سے کہا "بیٹی! میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ پلیز مجھے میری کار تک پہنچا دو۔"

وہ خاتون کو سہارا دے کر شامیانے کے باہر پارکنگ والے حصے میں لائی۔ پھر اسے کار تک پہنچا کر جانا چاہتی تھی۔ عورت! اس نے پرس سے ریوالور نکال کر حکم دیا "تم واپس نہیں جاؤ گی۔ کار میں چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔"

رمنا نے ریوالور دیکھتے ہی پوچھا "یہ کیا مذاق ہے؟"

"مذاق سمجھ کر جانا چاہو گی یا شور مچاؤ گی تو منہ سے آواز نکلنے سے پہلے ہی گولی مار دوں گی۔ آخری بار کہتی ہوں' بیٹھ جاؤ۔"

میں نے رمنا کو کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کے لئے مائل کیا۔ وہ بیٹھ گئی۔ دو افراد تیزی سے آکر اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے اسٹیئرنگ سنبھالی۔ پھر کار کو اشارٹ کر کے اسے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک سمت جانے لگے۔

میں نے پارس سے کہا "رمنا اغوا کی جا رہی ہے۔ اپنی کار میں جاؤ' میں تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

میں پھر رمنا کے پاس آگیا۔ اس کے دائیں طرف بیٹھا ہوا شخص کہہ رہا تھا "تم نے بڑی مکاری سے آتمارام کو گرفتار کرایا ہے۔ تمہارے جیسی لڑکی کو ہی حسین بلا کہتے ہیں۔"

بائیں طرف والے نے کہا "مکاری کرتے وقت تمہیں ذرا بھی خوف نہیں آیا کہ کیلاش راٹھور تمہارے ساتھ کتنا برا سلوک کرے گا؟"

کیلاش راٹھور اپوزیشن پارٹی کا لیڈر تھا۔ پچھلے الیکشن میں ہارنے کے بعد اس نے پوری ایک بستی میں آگ لگا دی تھی کیونکہ وہاں سے کسی نے اسے ووٹ نہیں دیا تھا۔ دوسری بستی میں بھنڈاری کے دو حمایتیوں کو سرعام قتل کیا تھا مگر سزا سے بچ گیا تھا۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس کے خلاف گواہی دیتا۔ جو اس کی کٹ فہرست میں آجاتا تھا پھر زندہ نہیں رہ پاتا تھا۔ عورتوں کے ساتھ بہت ہی شرمناک سلوک کرنے کے بعد قتل کرتا تھا۔

رمنا کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ اس نے کیلاش راٹھور کی سنگدلی اور بے شرمی کے بڑے چرچے سنے تھے۔ آج ایسے ہی بے رحم آپریشن سے گزر کر مرنے والی تھی۔ کوئی اسے بچانے والا نہیں تھا۔ اس کی دانست میں حماد اس سے بے خبر تھا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو بھی اس کے اغوا ہونے کا علم نہیں تھا۔ ایسی بے یاری اور مددگاری کی حالت میں شرمناک موت یقینی تھی۔

میں رمنا کے آس پاس بولنے والوں کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا کہ وہ اسے دہلی شہر کے باہر کیلاش راٹھور کے ایک خفیہ اڈے میں لے جا رہے ہیں اور یہ معلومات پارس تک پہنچتی جا رہی تھیں۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے دیش پانڈے کو اطلاع دی "مسٹر پانڈے! تمہارے حکم کے مطابق رمنا مجھ سے دور ہو گئی ہے۔"

پانڈے نے کہا "چلو اچھا ہے۔"

"اسے اغوا کرنے والے مجھ سے دور لے گئے ہیں۔"

وہ اچھل پڑا پھر بولا "کیا کہا اسے اغوا کیا گیا ہے اور تم اتنے اطمینان سے اطلاع دے رہے ہو۔"

"اطمینان کیوں نہ ہو۔ تم نے مجھ سے دور کرنے کے لئے اسے اغوا کرایا ہے۔"

وہ چیخ کر بولا "عقل کے دشمن! اسے اپوزیشن والے لے جا رہے ہوں گے۔ کیلاش بہت خطرناک ہے۔ اس کی ہڈیوں کا بھی پتا نہیں چلے گا۔"

پارس نے کہا "وہ ہڈیوں کا کیا کرتا ہے؟"

"مجھے کیا معلوم کیا کرتا ہے۔ فضول باتیں پوچھ رہے ہو۔ فوراً رمنا کا پیچھا کرو۔"

"دیکھو اپنی بھتیجی کا پیچھا کرنے کو کہہ رہے ہو۔ پھر شکایت نہ کرنا۔"

"میں بدمعاشوں کا پیچھا کرنے کو کہہ رہا ہوں۔"

"وہ تو میں کر رہا ہوں۔ فون پر کیوں چیخ رہے ہو؟"

"تم بکواس کروگے تو کیا غصہ نہیں آئے گا؟ تم آدمی کام کے ہو مگر بہت بیسوہو۔ کیا وہ کسی گاڑی میں اسے لے جا رہے ہیں؟"

"نہیں پیدل ٹہلا رہے ہیں۔ میں ان کے پیچھے ٹہل رہا ہوں۔"

"تم سے باتیں کرنے کے لئے مجھے گھی کھانا پڑے گا۔"

"گھی کھانے کی نہیں پینے کی چیز ہے۔"

"مجھے معاف کردو میرے باپ! یہ بتاؤ وہ کس گاڑی میں اسے لے جا رہے ہیں۔ گاڑی کا رنگ اور نمبر بتاؤ۔"

"رات کے وقت نمبر پلیٹ پڑھنے قریب جاؤں گا تو انہیں شبہ ہوگا۔"

"اس وقت کس علاقے میں ہو؟"

"میں پہلی بار دہلی آیا ہوں یہاں کے راستوں اور علاقوں کے نام نہیں جانتا ہوں۔"

"تو پھر میں پولیس پارٹی کہاں بھیجوں؟"

"میرے پیچھے بھیجو۔"

"لیکن معلوم تو ہو تم کہاں ہو کس راستے پر ہو۔"

"میں نیکی اور شرافت کے راستے پر ہوں۔ عقل استعمال کرو تم نے اپنی کار مجھے دی ہے۔ کیا اس کار کا رنگ اور نمبر پولیس پارٹی کو نہیں بتا سکتے۔ پولیس میرے پیچھے میں تمہاری بھتیجی کے پیچھے اس طرح یہ دنیا ایک دوسرے کے آگے پیچھے رہتی ہے۔"

پانڈے نے رابطہ ختم کردیا۔ پارس نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ تعاقب کرتا ہوا شہر کے باہر آگیا۔ وہ چاہتا تھا پہلے خود اپوزیشن سے نمٹے تاکہ پھر ایک اور کامیابی کا سہرا اس کے سر آئے اور بعد میں پولیس والے پہنچیں، جیسا کہ ہمیشہ ہوا کرتا ہے۔

وہ شہر سے پچاس کلومیٹر دور ایک کچے راستے پر مڑ گئے پھر آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد ایک پرانی سی حویلی میں آئے۔ وہ ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ کیلاش راٹھور کی جاگیر تھی۔ حویلی میں پہنچنا تو دور کی بات ہے کوئی بستی میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ کیلاش کے تقریباً تین درجن مسلح حواری وہاں مختصر سی فوج کی طرح رہتے تھے اور کسی اجنبی کو بستی میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

میں نے اغوا کرنے والوں کے ذریعے دو چار مسلح حواریوں کی آوازیں سنیں پھر حویلی کے اندر بھی دو اشخاص کے پاس پہنچ گیا۔

ایسے مراحل سے گزرنے میں مجھے دیر لگی۔ اس دوران پارس اپنے طور پر بہت کچھ کرتا رہا۔ اس نے اپنی کار بستی کے باہر چھوڑ دی تھی اور چھپتا چھپاتا حویلی تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

حویلی کے پچھلے دروازے پر ایک بوڑھا پہرے دار تھا۔ وہ اپنی گن ایک طرف رکھے چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ پارس دبے قدموں اس کے پیچھے سے گزرتا ہوا اندر چلا گیا۔ بوڑھے گن مین کو خبر نہ ہوئی۔ اگر ہوتی تو میں اسے قابو میں کرلیتا۔

میں نے کہا "وہ رمنا کو اوپری منزل کے ایک کمرے میں لے گئے ہیں۔ اس کمرے کے بند دروازے پر دو پہرے دار ہیں۔"

اس نے سر اٹھا کر اوپری منزل کی طرف دیکھا۔ کیلاش راٹھور ایک بہت بڑی خواب گاہ کے قیمتی صوفے پر بیٹھا پی رہا تھا۔ وہ خواب گاہ قیمتی سامان سے آراستہ تھی۔ ایک بڑے سے ٹی وی اسکرین پر ایک حیا سوز ویڈیو فلم چل رہی تھی۔ ایسے وقت دو غنڈے رمنا کو پکڑ کر لائے۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوششیں کر رہی تھی۔ اب تک ٹریننگ سینٹر میں جتنے داؤ پیچ سیکھ چکی تھی۔ انہیں غنڈوں پر آزما رہی تھی۔ مگر ناکام ہو رہی تھی۔ انہوں نے اسے دھکا دے کر کیلاش کے قدموں میں گرایا پھر واپس جانے لگے۔

وہ فوراً ہی اٹھ کر بھاگنا چاہتی تھی۔ کیلاش نے بیٹھے ہی بیٹھے ایک زور کی لات ماری۔ وہ تکلیف سے چیختی ہوئی دوسری طرف جا گری۔ دوبارہ اٹھنے تک اسے لانے والے باہر جا کر دروازہ بند کرچکے تھے۔

کیلاش نے گلاس خالی کرتے ہوئے مسکرا کر کہا "ایسی ہی چوپیشن پر کہتے ہیں۔ قید میں ہے بلبل، صیاد مسکرائے، چیخا بھی نہ جائے یہاں سے بھاگا بھی نہ جائے۔"

وہ قالین پر سے اٹھتے ہوئے بولی "کیا تم کیلاش ہو؟"

"شاباش، تم نے تعارف کے بغیر ہی اپنے یار کو پہچان لیا۔"

"مجھے بھی پہچان لو۔ میں ملٹری انٹیلی جنس کی ایک جاسوس ہوں۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو مجھے جانے دو۔"

"تم نے ہماری خیریت ہی کہاں رکھی ہے۔ آتمارام کو گرفتار کرا کے جنتا کے سامنے ہمارے پوزیشن دو کوڑی کی کردی ہے اب تو تم ایک کوڑی کی بھی نہیں رہوگی۔ ذرا ٹی وی کی طرف دیکھو۔"

اس نے ٹی وی کی طرف دیکھا پھر جلدی سے مُنہ پھیر لیا۔ شرم اور غصے سے سرخ ہو کر بولی "تمہیں شرم نہیں آتی؟"

"تمہیں بھی نہیں آئے گی۔ میں دشمنوں کو دیکھے بغیر ہی گولی مار دینے کا حکم دیتا ہوں۔ لیکن جس کے حسن و شباب کی تعریفیں سنتا ہوں اسے چکھنے اور چبانے کے لئے ضرور یہاں بلاتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی "خبردار! مجھ سے دور رہو۔ مجھے حماد کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا۔"

"اچھا تو کوئی مسلمان تمہیں جھوٹا کرچکا ہے۔ کیا یہ وہی جوالا

ہے جس کے ساتھ مل کر تم نے آتمارام کو گرفتار کرایا تھا؟"

"ہاں وہی ہے۔ اس سے ڈرو۔ وہ بہت خطرناک ہے۔ یہاں پہنچے گا تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا "اس حویلی کا تہ خانہ بہت پُراسرار ہے۔ تمہارا یار اندر جائے گا تو کبھی واپس نہیں آئے گا۔ تمہیں کھانے کے بعد جو ہڈیاں بچیں گی وہ بھی تہ خانے میں جائیں گی۔"

اس نے لپک کر ساری کا آنچل پکڑ لیا۔ وہ چھڑانے کی کوشش کرتی ہوئی چیخنے لگی۔ "بچاؤ۔ حماد! مجھے بچاؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہاں حماد کا باپ بھی نہیں آئے گا۔ چلاؤ خوب چلاؤ۔"

وہ خود کو چھڑانے کی جدوجہد کرتے ہوئے چیخ رہی تھی "حماد! حماد! حماد۔۔۔"

ایک زوردار آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک پہرے دار لڑکھڑاتا ہوا آکر کمرے میں گرا۔ کیلاش نے دروازے پر دیکھا۔ رمنا نے خوشی سے چیخ ماری "حماد!"

پارس نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ کیلاش دوڑتا ہوا الماری کی طرف گیا۔ وہاں سے ریوالور نکالنا چاہتا تھا۔ پارس اچھل کر اس کے اور الماری کے درمیان آگیا پھر بولا "سنا ہے تم بہت خطرناک ہو۔ اپنے شکار کو بڑی بے دردی سے قتل کرتے ہو۔"

اس نے پارس کو باتوں میں مصروف سمجھ کر حملہ کیا۔ اس پر چھلانگ لگائی۔ پارس نے جھک کر اسے دونوں ہاتھوں پر روک لیا۔ پھر اسے سر سے بلند کرتے ہوئے اس پہرے دار پر پھینکا جو پہلے ہی مار کھا کر زخمی ہو کر کمرے میں آگرا تھا۔ اس زخمی نے اٹھتے ہوئے ایک چاقو نکالا تھا۔ کیلاش اس پر آکر گرا تو چاقو اس کی پسلیوں میں پیوست ہوگیا۔ اس نے چیخ کر۔۔۔۔ گالیاں دیتے ہوئے اپنی پسلیوں سے چاقو کو نکالا پھر غصے سے پہرے دار کے سینے میں اسے گھونپ دیا۔

پارس نے پوچھا "رمنا! تمہیں کیا ٹریننگ دی گئی ہے؟ اگر زخمی دشمن کے ہاتھ میں ہتھیار ہو تو کیا کرنا چاہئے؟"

اس کے ایک ہاتھ میں خون آلود چاقو تھا دوسرا ہاتھ زخمی پسلیوں پر رکھا ہوا تھا۔ وہ غراتا ہوا پارس کو قتل کرنے آرہا تھا۔ رمنا نے کہا "اے اُدھر کیا جا رہے ہو۔ میں تمہاری شامت ہوں۔"

وہ غراتے ہوئے تیزی سے رمنا کی طرف گھوم گیا۔ وہ اچھل کر پیچھے گئی، پارس نے آواز دی "اُدھر کیا جا رہے ہو۔ میں حملہ کر رہا ہوں۔"

وہ پھر تیزی سے پارس کی طرف گھوم گیا۔ اِدھر دوڑتا ہوا آنے لگا۔ رمنا اس کی طرف دوڑتی ہوئی بولی "میں حملہ کر رہی ہوں۔"

وہ دونوں اسے پیچھے سے ہونے والے حملوں سے ڈرا رہے تھے، لیکن حملہ نہیں کر رہے تھے۔ وہ کبھی اِدھر کبھی اُدھر بھاگ رہا تھا اور تھک رہا تھا۔ زخم سے بہنے والا خون اسے کمزور بناتا جا رہا تھا۔ ایسے میں عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ وہ آگے پیچھے گھوم گھوم کر چاقو لہرا رہا تھا۔

رمنا نے کہا "کیلاش! یہ زخمی دشمن کو بے بس کرنے کی ایک تکنیک ہے۔ تم ہم دونوں کی طرف گھوم گھوم کر حملے کرتے رہوگے اور نہیں رکوگے۔ رکنا چاہوگے تو پھر دونوں طرف سے حملے ہوں گے۔ لہٰذا دونوں طرف ناچتے رہو اور ٹی وی کی شرمناک فلم دیکھتے ہوئے اپنے شرمناک انجام کو پہنچتے رہو۔"

پارس نے صوفے پر بیٹھ کر ریسیور کو اٹھایا۔ پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ ہونے پر بولا "مسٹر پانڈے! ہم کیلاش نگر کی حویلی میں ہیں۔"

وہ بولا "میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا، وہ شیطان میری بھتیجی کو اسی حویلی میں لے گیا ہوگا۔ اس لئے پولیس پارٹی کے ساتھ یہاں پہنچا ہوا ہوں۔ کیلاش کے غنڈے فائرنگ کر رہے ہیں۔ ہم جوابی فائرنگ کرتے ہوئے بستی میں داخل ہو رہے ہیں۔"

پارس نے کہا "حویلی میں داخل نہ ہونا۔"

"کیوں؟ وہاں کیا ہے؟"

"یہاں رمنا کے سامنے ایسی ویڈیو فلم چل رہی ہے جسے تم نہیں دیکھ سکوگے۔"

"کیسی فلم چل رہی ہے؟ اے سچ سچ بتاؤ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ میں نے تم سے کہا تھا میری بھتیجی سے دور رہو۔"

"میں دور ہو جاؤں گا تو کیلاش قریب ہو جائے گی۔"

"اے یہاں گولیاں چل رہی ہیں۔ مجھے پریشان نہ کرو۔ سب کو اپنی ماں بہن سمجھو۔"

"یہی میں کیلاش کو سمجھا رہا ہوں۔"

"فوراً ٹی وی آف کرو۔"

پارس نے کہا "اے رمنا! تمہارے انکل غصہ کر رہے ہیں، حکم دے رہے ہیں، فوراً ٹی وی آف کرو۔ آں۔ ہاں۔ ایسے۔ شاباش اچھی بچیاں اسی طرح بزرگوں کا کہنا مانتی ہیں۔ مبارک ہو پانڈے یہاں ٹی وی بند ہوگیا ہے۔"

ادھر سے رابطہ ختم ہوگیا۔ اس دوران کیلاش کے ہاتھ سے چاقو گر گیا تھا۔ رمنا اسے ٹھوکریں مارتے ہوئے کہہ رہی تھی "اٹھو زمین سے اور میری ساڑی اتارو۔ بتاؤ کہ کتنے زبردست ہو۔"

وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا "ڈاکٹر کو بلاؤ۔ زخم سے خون بہہ رہا ہے۔ میں مرجاؤں گا۔"

"زندہ رہنا چاہتے ہو تو تہ خانے کا چور دروازہ دکھاؤ۔ ایک کاغذ پر اپنے تمام جرائم کا اعتراف کرو۔"

وہ ایک میز پر سے کاغذ قلم لے کر آئی۔ اس کے سامنے فرش پر رکھ کر بولی "لکھو۔"

کوئی مجرم آسانی سے اپنا اعمال نامہ نہیں لکھتا۔ میں اس سے لکھوانے لگا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ دلیش پانڈے کہہ رہا تھا "ہم آگئے ہیں۔ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ دروازہ کھولو۔"

پارس نے دروازے کے پاس آکر کہا "پانڈے جی! دروازہ کیسے کھولوں؟ کیلاش میری اور رمنا کی پٹائی کر رہا ہے۔"

باہر سے پانڈے نے کڑک کر کہا "خبردار کیلاش! پانڈے تمہاری موت بن کے آگیا ہے۔ دروازہ کھولو۔"

پارس نے آواز اور لہجہ بدل کر کہا "ہرگز نہیں کھولوں گا۔ میرا نام کیلاش ہے ہاہاہا۔ زبردستی کمرے میں گھسنا چاہو گے تو حماد کو گولی مار دوں گا۔ اور رمنا کو..... اور رمنا کو..... اور رمنا کو ہاہاہا ہا....."

دلیش پانڈے مشکل میں پڑ گیا۔ دروازہ کھلوانے کی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ دروازہ تڑوانے سے وہ حماد کو گولی مار دیتا اور رمنا کو منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑتا۔ وہ عاجزی سے بولا "ٹھیک ہے سمجھوتا کرلو۔"

"کیسا سمجھوتا؟"

"رمنا اور حماد کو ہمارے پاس آنے دو۔ ہم تمہیں گرفتار نہیں کریں گے۔"

"مجھے نادان نہ سمجھو۔ میں حماد کو رہائی دے رہا ہوں۔ رمنا میرے پاس یرغمال بن کے رہے گی۔"

"ٹھیک ہے دروازہ کھولو۔"

پارس کیلاش کو سہارا دے کر دروازے تک لایا۔ وہاں اسے چھوڑ کر وہ رمنا کو قریب لے کر صوفے پر بیٹھ گیا پھر وہ کاغذ اٹھا کر کیلاش کے جرائم کا اعتراف پڑھنے لگا۔ کیلاش نے میرے اشارے پر دروازہ کھول دیا۔ پھر اسے کھولتے ہی لڑکھڑاتا ہوا پانڈے اور پولیس والوں کے سامنے آیا تو سبھی احتیاطاً پیچھے ہٹ گئے۔ انہیں ایسا لگا جیسے کیلاش ان پر حملہ کرنے آیا ہو۔

جب وہ بے دم ہو کر گرا تو پتا چلا کہ بری طرح زخمی ہے۔ پانڈے نے گھور کر پارس اور رمنا کو صوفے پر ایک دوسرے کے قریب بیٹھا دیکھ رہا تھا۔

******

تھرہال گہری نیند میں تھا۔ کانونا نے اسے بڑی محبت سے جگایا۔ پھر چائے کی پیالی بڑھاتے ہوئے بولی "بیڈ ٹی۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پیالی ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا "اوہ گاڈ! کئی راتوں کے بعد گہری نیند سویا رہا۔ مجھے خبر نہیں تھی کہ کہاں ہوں۔"

وہ بولی "تمہیں اس طرح گہری نیند سونا چاہئے۔ میں ڈیڈی سے کہوں گی، تمہیں زیادہ مصروف نہ رکھیں۔"

"بات مصروفیت کی نہیں ہے۔ وہ کمبخت فرہاد میرے اعصاب پر سوار ہے۔"

"یہ بھی ڈیڈی کی زیادتی ہے۔ تمہیں فرہاد کے مقابلے پر لا کر یوں منہ چھپانے پر مجبور کردیا ہے۔"

"منہ چھپانے والی بات نہ کرو۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ میرے اور تمہارے ڈیڈی کے اندر ایک ہی کمی ہے کہ ہم فرہاد کے ذرائع کو اور اس کے طریقۂ کار کو سمجھ نہیں پاتے ہیں۔"

"فی الحال یہ اطمینان ہے کہ تم چھپنے میں کامیاب ہو۔ دو راتیں اور دو دن گزر چکے ہیں۔ فرہاد کے کسی آلۂ کار نے تمہیں ٹریس نہیں کیا ہے۔"

وہ اٹھ کر باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے بولا "تمہارا کیا پروگرام ہے۔"

"ہاسٹل جاؤں گی۔ شام کو تمہارے پاس آسکتی ہوں۔"

وہ پلگ لگا کر الیکٹرک شیور سے شیو کرتے ہوئے بولا "تمہارے بعد ہاسٹل میں آنے والی سلوانہ (ٹانی) ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی سیکھ گئی ہے۔ اور تم وہیں کی وہیں ہو۔"

"تم جانتے ہو، ڈیڈی اصول کے پابند ہیں۔ میں ٹریننگ کورس میں مارکس کم لائی تھی انہوں نے فیل کردیا، لیکن میں بھی ضدی ہوں، اگلے سال کامیاب ہو کر ضرور ٹیلی پیتھی سیکھ لوں گی۔" وہ بالوں میں برش کرتے ہوئے بولی "میں جارہی ہوں۔"

وہ بولا "او کے شام کو ملاقات ہوگی۔"

وہ چلی گئی۔ میں تھرہال کو باتھ روم میں چھوڑ کر سلمان کے پاس آیا پھر اس سے پوچھا "پاسکوروٹ کا کیا بنا؟"

"میں نے اسے اپنا معمول بنالیا ہے۔ کیا آپ اس کے پاس جائیں گے؟"

"ابھی نہیں۔ جانا ہوگا تو تمہارا لہجہ اختیار کرکے اس کے خیالات پڑھوں گا۔ یہ ہماری کامیابی ہے کہ لبوڈا کا ٹیلی پیتھی جاننے والا پاسکوروٹ آئندہ ہمارا آلۂ کار بن کر رہے گا۔"

سلمان نے کہا "پاسکوروٹ کے چور خیالات پڑھ کر ایک اہم انکشاف ہوا ہے۔ اس کی بہن ویرا سپرماسٹر ہولی مین کی بیوی ہے۔ یعنی پاسکوروٹ سپرماسٹر کا سالا ہے۔"

"یہ بہت اہم معلومات ہیں۔ کیا ویرا ایوگا کی ماہر ہے؟"

"نہیں۔ میں نے پاسکوروٹ کو ویرا کے خیالات پڑھنے پر مائل کیا تھا۔ ویرا نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ پھر میں بھی مطمئن ہو کر اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ اس کے ذریعے سپرماسٹر ہولی مین کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ صرف ہفتے کی رات بیوی کے پاس آتا ہے۔ اتوار کا دن بیوی بچوں کے ساتھ گزارتا ہے پھر چلا جاتا ہے۔"

میں نے کہا "سلمان! آج ہفتہ ہے۔"

"جی ہاں میں آپریشن کے لئے تیار ہوں وہ آج بیوی بچوں کے پاس آکر رات کا کھانا کھائے گا۔"

"بہت اچھے جارہے ہو۔ آج رات خوش خبری سناؤ۔"

"انشاء اللہ سناؤں گا۔"

میں تھرہال کے پاس آیا۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتا کرنے باہر جارہا تھا۔ میں نے اسے ایک ریستوران میں جا کر ناشتا کرنے کا موقع دیا پھر اسے سوچنے پر مجبور کیا کہ اسے لمبی ڈرائیو جاری رکھنا چاہئے۔ اس طرح معلوم ہوگا کہ دشمن اسے پہچان رہے ہیں یا نہیں؟

وہ کار چلاتا رہا۔ ان راستوں پر جاتا رہا جہاں میں پہنچانا چاہتا تھا پھر میں اسے جان لبوڈا کے بنگلے کے قریب لے آیا۔ بنگلے کے سامنے ایک بہت بڑا پارک تھا۔ میں نے اسے پارک میں ایسی جگہ پہنچایا جہاں سے بنگلے کا سامنے والا حصہ اور مین گیٹ نظر آتا تھا۔

لبوڈا ایک عام شہری کی حیثیت سے وہاں رہتا تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ سپرماسٹر کا دایاں بازو ہے اور وہاں کے اعلیٰ حکام اس سیاہ فام کے زیر اثر رہتے ہیں۔

تھرہال نے اس بنگلے میں ایک سفید فام نوجوان حسینہ کو دیکھا۔ وہ کسی کام سے لان میں آئی تھی پھر اندر چلی گئی تھی۔ میں نے سوچا لبوڈا اور سپرماسٹر میں بڑی دوستی ہے۔ ہوسکتا ہے سپرماسٹر کی بیوی ویرا اس حسینہ کو جانتی ہو جو ابھی لبوڈا کے بنگلے میں نظر آئی تھی۔

میں سلمان کا لہجہ اختیار کرتے ہوئے ویرا کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی سوچ میں کما "میری بھی کیا ازدواجی زندگی ہے۔ میرا شوہر ہفتے میں ایک رات اور ایک دن کے لئے آتا ہے پھر غائب ہو جاتا ہے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "کیا کیا جائے۔ وہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ہیں، اربوں ڈالروں کا حساب کرتے ہیں۔ ان کے لئے تنہائی اور سکون لازمی ہے۔"

اس کی سوچ سے پتا چلا ہولی مین نے اپنی بیوی اور بچوں کو بھی یہ نہیں بتایا کہ وہ اس ملک میں سپرماسٹر ہے۔ جب ویرا کو یہ نہیں معلوم تھا تو جان لبوڈا کے بارے میں وہ بھلا کیا جانتی۔

تھرہال کو پارک میں لے جا کر بٹھانے اور اس کے ذریعے لبوڈا کے بنگلے پر نظر رکھنے سے بات نہیں بن رہی تھی۔ جو حسینہ وہاں نظر آئی تھی وہ یوگا کا ہنر جانتی ہوگی۔ لبوڈا کسی ایسی حسینہ کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا جس کے دماغ میں کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا پہنچ جائے۔ ہوسکتا ہے اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کردیا ہو۔

اگر ایسا ہے تو اس کے دماغ میں صرف لبوڈا جاتا ہوگا۔ وہ برائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوگی۔ لیکن میں لبوڈا کا لہجہ اختیار کرکے جاؤں تو مجھے اس کے اندر جگہ مل جائے گی۔

میں نے تھرہال کو پارک سے واپس جانے پر مجبور کیا۔ وہ وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا ایک ٹیلی فون بوتھ میں آیا۔ میں نے لبوڈا کا فون نمبر اس سے ڈائل کرایا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی۔ تھرہال ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا۔ میں اس حسینہ کی آواز سننے ہی لبوڈا کے لہجے میں اس کے اندر پہنچنے والا تھا۔ لیکن دوسری طرف سے فون ریکارڈ پر لبوڈا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مجھے افسوس ہے کہ میں موجود نہیں ہوں۔ یہ ریکارڈر آن ہے آپ اپنا پیغام ریکارڈ کرادیں۔ بہت بہت شکریہ۔"

مجھے سخت مایوسی ہوئی۔ ویسے کچھ کہنا ضروری تھا ورنہ وہ مجھ پر شبہ کرسکتا تھا۔ میں نے تھرہال کی آواز بدل کر اس کی زبان سے کہا "کیا خاک پیغام ریکارڈ کراؤں۔ تم پولیس افسر لوگ ڈیوٹی کے چور ہو۔ گھر پر فون کرو تو رانگ نمبر کہہ دیتے ہیں یا فون کے ساتھ ریکارڈر لگا کر ہم پر احسان کرتے ہو۔ جب فوری ضرورت کے وقت نہیں ملو گے تو پیغام ریکارڈ کرانے کا فائدہ کیا ہے؟"

میں نے ریسیور رکھوادیا۔ لبوڈا بہت زیادہ محتاط رہنے کا عادی تھا۔ جس حسینہ کو اپنے بنگلے میں رکھا تھا اسے فون اٹینڈ کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ ادھر مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔ میں نے غلطی کو نبھانے کے لئے آواز بنا کر بہت کچھ کہا تھا۔ میری وہ بناوٹی آواز ریکارڈ ہوگئی ہوگی۔ لبوڈا جب بھی گھر آئے گا وہ آواز سنے گا

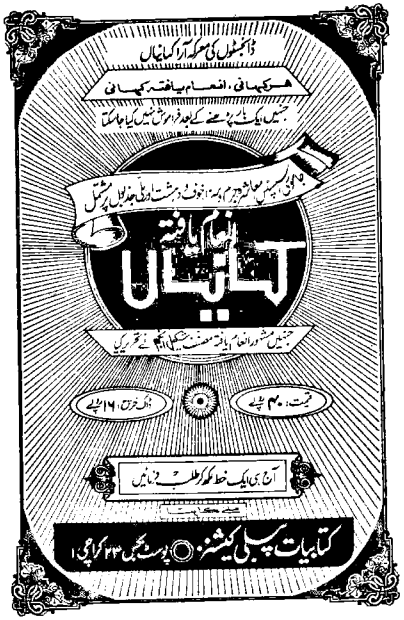

پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہے گا۔ پتا نہیں کس کے دماغ میں پہنچے گا ویسی آواز اور لہجے والا کوئی ہوگا بھی یا نہیں؟ اگر ہوگا تو لمبوڈا کو معلوم ہوگا کہ اس بے چارے نے فون نہیں کیا تھا۔ پھر وہ شبہ کرے گا کہ اس کی رہائش گاہ اور اس کا فون نمبر کسی دشمن کو معلوم ہوگیا ہے۔ بہرحال آئندہ چند گھنٹوں میں معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کس حد تک شیشے میں مبتلا ہوا ہے۔

تھرہال اپنے بنگلے میں آگیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی لمبوڈا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "خیریت ہے؟"

"جی ہاں۔ چھپنے کی یہ تدبیر کامیاب رہی ہے۔ میں کل شام کانووانا کے ساتھ باہر آگیا تھا۔ آج بھی لمبی ڈرائیو کی ہے۔ نہ کسی نے تعاقب کیا ہے اور نہ ہی کوئی اس بنگلے کی نگرانی کر رہا ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔ مجھے تمہاری طرف سے اطمینان رہے گا۔"

"سر! فرہاد پشاور میں ہے' سرفراز کے نام سے فرمونا کے ساتھ رہتا ہے۔ آپ اسے ٹریپ کیوں نہیں کرتے ہیں؟ آپ نے مجھے بھی اس معاملے میں روک دیا ہے۔"

"تم نے دوبار اسے اچھی طرح گھیر لیا تھا۔ نتیجہ کیا نکلا؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ تیسری بار بھی بچ نکلے۔"

"تھرہال! تم نے فرہاد کی ہسٹری اچھی طرح یاد کر لی ہے پھر بھی اسے سمجھنے کے لئے بہت کچھ رہ جاتا ہے۔ یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ وہ ایک ملک یا ایک شہر میں زیادہ عرصہ نہیں رہتا ہے۔ جب وہ جگہ بدلتا ہے تو اس شہر یا ملک میں اپنا ایک آلۂ کار چھوڑ کر جاتا ہے وہ آلہ کار فرہاد کا رول ادا کرتا رہتا ہے۔ جس سرفراز کو تم فرہاد سمجھ رہے ہو' وہ محض ایک آلۂ کار ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد کا رول ادا کرنے کے باوجود اسے تلاش نہ کر سکا۔ اس کے آلۂ کار سے دھوکا کھاتا رہا؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ تم نے پہلی بار واقعی فرہاد کو ریسٹ ہاؤس میں گھیر لیا تھا۔ جب وہ بچ کر نکل گیا تب ہی میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اب اس شہر میں نہیں رہے گا۔ بعد میں اس خیال کی تصدیق ہوگئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق وہ لاہور میں ہے۔ وہاں اس نے را تنظیم کے کتنے ہی اہم افراد کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ میرے آدمی یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ لاہور میں کہاں رہتا ہے اور کس بھیس میں رہتا ہے۔"

"سر! اس کا مطلب ہے جب تک اس کا سراغ نہیں ملے گا میں اس گھر میں چھپا رہوں گا؟ پلیز آپ مجھے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کا موقع تو دیں۔"

"تم نے اپنی صلاحیتوں کو جس حد تک استعمال کیا تھا اس پر غور کرو کہ تم نے کہاں کہاں ٹھوکریں کھائی ہیں اور کس طرح کی حماقت نے فرہاد کو تمہارے پیچھے لگا دیا ہے۔ یہ جو تمہیں گوشۂ تنہائی نصیب ہوا ہے تو اس سے فائدہ حاصل کرو۔ اپنا محاسبہ کرو اور آئندہ غلطیوں سے بچنے کے لئے محتاط رہو۔"

"سر! غلطی صرف میں نے نہیں' ہم سب نے کی ہے۔ آپ لوگوں نے مجھے فرہاد کا منفی رول ادا کرنے سے نہیں روکا۔ میری یہ حرکت اس کے لئے چیلنج بن گئی ہے۔ کیا میں خاموشی سے فرمونا کے دماغ میں رہ کر فرہاد کی جڑوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔"

"بے شک یہ ہم سب سے غلطی ہوئی تھی۔ کوئی بات نہیں انسان غلطیوں سے بھی سبق حاصل کرتا ہے۔ آرام سے بیٹھ کر سبق حاصل کرتے رہو۔ میں پھر آؤں گا۔"

لمبوڈا شاید چلا گیا۔ تھرہال اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس نے پوچھا "کیا آپ موجود ہیں؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ آئندہ فرہاد کے مقابلے پر آنے کا موقع ملا تو وہ کسی ایسے شخص یا ایسی عورت کے دماغ میں جگہ بنائے گا جو فرہاد کے قریب رہتی ہو اور اس پر حملہ کرنے میں جلد بازی نہیں کرے گا۔ بہت گہرائی تک اس کی جڑوں میں پہنچے گا تاکہ وہ زندہ بچ کر نہ جا سکے۔

میں نے یوسف زائد سے کہا "تھرہال کا فون نمبر ڈائل کرو۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے تھرہال کی آواز سنائی دی۔ اس نے آواز اور لہجہ بدل کر کہا "ہیلو۔ آپ کون ہیں؟"

میں نے بھی آواز اور لہجہ بدل کر یوسف زائد کی زبان سے کہلا "کیوں بے گورے! تو کالا بن کر ہم کالوں کو دھوکا دے رہا ہے۔ کل ہم نے اپنی قوم کی کالی لڑکی کے ساتھ تجھے دیکھا تھا۔ بعد میں ہمارے ایک آدمی نے بتایا کہ تو گورا ہے۔"

وہ اس انکشاف سے بوکھلا گیا تھا۔ ذرا سنبھل کر بولا "تم لوگوں کو دھوکا ہوا ہے۔ تمہارے آدمی نے جھوٹ بولا ہے۔ میں جہنم جہنم سے کالا ہوں۔"

"ہمارے آدمی نے جھوٹ نہیں کہا ہے۔ جب تو ریستوران سے اٹھ کر اس سیاہ فام لڑکی کے ساتھ کار میں بیٹھ رہا تھا تو جھک کر بیٹھنے کے باعث تیری گردن نظر آئی وہاں کالا رنگ نہیں کالر سے رگڑ کھا کر مٹ گیا تھا اور تیرے جسم کا قدرتی گورا رنگ جھلک رہا تھا۔"

وہ بے اختیار اپنا ایک ہاتھ گردن پر لے جا کر ٹٹولنے لگا۔ ٹٹولنے سے کالا یا گورا رنگ دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے کہا "تیری رہائش کہاں ہے؟ اپنا پتا بتا دے۔ سیاہ فاموں کی ایک ٹیم آئے گی اور تیرے سیاہ فام ہونے کی تصدیق کرے گی۔"

اس نے جلدی سے ریسیور رکھ کر رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھ سے بڑی بھول ہوئی کالر والا بٹن نہیں لگایا تھا' اور کالر کے نیچے پورے لباس کے اندر میرا بدن گورا ہے۔ میرا یہ بہروپ پکڑا گیا ہے۔"

اس نے خود سوچا "یہ کمبخت سیاہ فام بہت چالاک ہوتے ہیں۔ پتا نہیں ان لوگوں کو میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوگیا۔"

میں نے کہا "کانووانا کی کسی حماقت سے معلوم ہوا ہوگا۔"

اس نے سوچا "وہ فون نمبر کے ذریعے میری رہائش گاہ کا پتا معلوم کر سکتے ہیں۔"

اس نے یہ سوچ کر لمبوڈا کو مخاطب کیا پھر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ وہ بولا "میں تمہارے پاس آرہا ہوں۔"

تھرہال دفاعی طور پر حاضر ہوا۔ لمبوڈا اس کے اندر آکر بولا "کیا بات ہے؟"

"سر! سیاہ فام سرپھروں کو معلوم ہوگیا ہے کہ میں سیاہ فام نہیں ہوں۔ کسی نے کالر کے نیچے میرا اصلی رنگ دیکھ لیا ہے۔"

"یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟"

"کسی نے فون پر یہ کہا تھا۔"

"کسی کو تمہارا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ شاید کانووانا نے کسی ٹیلی فون سے میرا نمبر ڈائل کر کے بات کی ہو' اور یہ نمبر دوسروں کی نظروں میں آگیا ہو۔"

"تم نے فون پر اس کی آواز سنی تھی یا اس کے دماغ میں گئے تھے؟"

"آں! وہ..... وہ بات یہ ہے کہ میں گھبراہٹ اور بدحواسی میں اس کی آواز لہجے کو یاد نہیں رکھ سکا۔"

"اس وقت کوئی تمہاری جان نہیں لے رہا تھا پھر بدحواس کیسے ہوگئے؟"

"سر! اپنی ایک کمزوری کا اعتراف کرتا ہوں کہ فرہاد میرے اعصاب پر سوار ہوگیا ہے۔ میں نے اسے عیاش اور بدمعاش ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ پلیز اسے جہنم میں پہنچانے کا فوری انتظام کریں۔"

"بکواس مت کرو۔ اسے مارڈالنا اتنا آسان ہوتا تو وہ تقریباً اتنے برس سے دردِ سر نہ بنا رہتا۔ تمہارے فون نمبر سے اس بنگلے کا سراغ لگا لیا جائے گا۔ فوراً اپنا حلیہ تبدیل کرو۔ گاڑی وہیں چھوڑ دو۔ پچھلے دروازے سے نکل کر پیدل چلتے رہو۔ پھر جو گاڑی تمہارے پاس آکر رکے اس میں بیٹھ جاؤ۔"

لمبوڈا چلا گیا۔ تھرہال میک اپ کا سامان لے کر آئینے کے سامنے آکر بیٹھ گیا پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں سے سیاہی چھڑانے لگا۔ اب وہ پھر سے سفید فام بن رہا تھا۔

میں الپا کے پاس بھی آتا جاتا رہتا تھا۔ اس نے گولڈن برین میجر یا رڈلے کو اپنا تابعدار بنا لیا تھا اور عمل کے دوران اسے حکم دیا تھا کہ وہ دوسری صبح تمام گولڈن برینز کو اس بات پر راضی کرے گا کہ وہ الپا کو لے کر سرکاری دورے پر اسرائیل سے باہر جا رہا ہے۔

الپا اسی تدبیر سے باہر جا کر اسرائیلی حکام اور دوسرے گولڈن برینز کی پابندیوں سے نجات حاصل کر سکتی تھی۔ جان لمبوڈا نے اس کے خیالات پڑھ کر کہا "شاباش الپا! تم نے ایک گولڈن برین کو قابو میں کر کے میرا دل خوش کر دیا ہے۔"

وہ بولی "میں جلد سے جلد یہ ملک چھوڑنا چاہتی ہوں۔"

"اس کے لئے تم راستہ ہموار کر چکی ہو۔ میجر یا رڈلے تمہیں وہاں کی قید سے نکال کر لے جائے گا۔ میں چاہتا ہوں جانے سے پہلے نئے گولڈن برین کارمن (علی) کو ٹریپ کرو۔ وہ ہمارے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر تم تمام گولڈن برینز پر حکومت کرنے لگو گی۔"

"مجھے ان پر حکومت کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں صرف تمہاری خاطر یہ کام کروں گی۔"

"چلو میری خاطر سہی۔ کارمن کو کسی بہانے تنہائی میں بلاؤ۔"

"وہ اصولوں کا پابند ہے اسے صرف سرکاری ڈیوٹی کے بہانے بلایا جا سکتا ہے۔"

"میجر یا رڈلے سے کہو' وہ گولڈن برین کی حیثیت سے کوئی ایسا کام نکالے جس میں تمہارا اور کارمن کا ساتھ ضروری ہو۔"

میں علی تیمور کو الپا کا سارا کھیل بتا چکا تھا۔ وہ اس حد تک جانتا تھا کہ میں نے جان لمبوڈا کو خوش فہمی میں مبتلا کیا ہے۔ لمبوڈا سمجھ رہا ہے کہ الپا اس کی معمولہ اور تابعدار ہے جبکہ وہ درپردہ میری تابعدار تھی۔

علی دوسری بات یہ جانتا تھا کہ الپا وسیع و عریض دنیا میں آزادی سے اُڑتی پھرنے کے لئے اسرائیل کی منڈیر پر سے پر تول رہی ہے اور اس مقصد کے لئے اس نے میجر یا رڈلے کو اپنے شکنجے میں کس لیا ہے۔

اس بار میں نے کہا "بیٹے! لمبوڈا اب الپا کے ذریعے تم پر قابو پانا چاہتا ہے۔ وہ کوئی سرکاری فرض ادا کرنے کے بہانے تمہیں تنہائی میں بلانے اور تمہیں ٹریپ کرنے والی ہے۔"

"میں ایک سرکاری کام سے یروشلم جا رہا ہوں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ جب تک میں ایک کام پورا نہیں کرتا تب تک دوسرے کام میں ہاتھ نہیں لگاتا اس لئے الپا یا میجر یا رڈلے کسی بھی سرکاری کام میں فی الحال مجھے ملوث نہیں کر سکیں گے۔"

"پھر تو ٹھیک ہے' جب تک تم یروشلم سے واپس آؤ گے تب تک الپا میجر کے ساتھ اسرائیل سے باہر جا چکی ہوگی۔"

میں تھرہال کے پاس آیا۔ وہ اپنا حلیہ بدل چکا تھا۔ اپنے اصلی گورے رنگ میں آگیا تھا۔ چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کی تھی۔ بنگلے کے پچھلے دروازے سے نکل کر پچھلی گلی سے جا رہا تھا۔ مین روڈ پر پہنچتے ہی ایک ٹیکسی آکر اس کے قریب رک گئی۔ لمبوڈا نے کہا تھا۔ جو گاڑی قریب آکر رکے اس میں بیٹھ جانا۔ وہ بڑی فرمانبرداری سے اس میں بیٹھ گیا۔

اس نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ اس کے قریب پرائیویٹ کار آکر رکے گی یا پرائیویٹ ٹیکسی؟ لمبوڈا نے بھی وضاحت نہیں کی تھی۔

ڈرائیور نے پوچھا "کہاں چلنا ہے؟"

وہ اس سوال پر کچھ حیران ہوا پھر بولا "چلتے رہو' ابھی بتاؤں گا۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر لمبوڈا کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ لمبوڈا نے آگے کچھ سننے سے پہلے ہی سخت لہجے میں کہا "میں بہت مصروف ہوں۔ ذرا ذرا سی بات پر ڈسٹرب نہ کرو۔ میں نے تمہارے لئے گاڑی بھیج دی ہے۔"

میں نے تھرہال کو مزید بولنے پر مجبور کیا' کیونکہ لمبوڈا مصروفیات کی زیادتی کے باعث تھرہال کے دماغ میں نہیں آرہا تھا۔ اپنے ہی دماغ سے اسے جلد رخصت کرنا چاہتا تھا۔ اور ادھر میں اس کے کچھ چور خیالات پڑھنے کی کوشش میں تھا۔

تھرہال نے کہا "لیکن سر! یہ تو معلوم ہو کہ گاڑی کون سی ہے اور مجھے کہاں جانا ہے؟"

"یو نان سنس! گاڑی میرا آدمی لا رہا ہے وہ تمہیں پہچانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ تمہیں کس بنگلے میں پہنچانا ہے۔"

"سر! آپ کا بندہ مجھے نہیں پہچانے گا' میں نے چہرہ بدلا ہوا ہے۔"

"اوہ گاڈ! پھر تو وہ نہیں پہچانے گا۔ تم جیفرسن روڈ کی پانچویں گلی کے پانچویں مکان میں جاؤ۔ جو دروازہ کھولے اس کے سامنے میرا مخصوص کوڈ ورڈز سنا دینا۔ وہاں تمہیں پناہ مل جائے گی۔"

اس نے سانس روک لی۔ تھرہال کے ساتھ میں بھی اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ذرا سی دیر میں اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کی رہائش گاہ میں جو حسینہ ہے وہ گونگی بہری ہے۔ گھر کی دیکھ بھال بھی کرتی ہے اور اس کے کلیجے کو ٹھنڈک بھی پہنچاتی ہے۔

اس وقت لمبوڈا لاس اینجلس میں تھا۔ کالوں اور گوروں کے فسادات کے باعث وہاں الجھا ہوا تھا اور علی تیمور کو پھانسنے کے لئے الپا کو اپنی پلاننگ بتا رہا تھا' ایسے میں تھرہال نے اسے مخاطب کیا تھا تو وہ جھنجلا گیا تھا۔ اس سے مختصر سی بات کرنے کے بعد اس نے سانس روک لی تھی۔ میں نے اس کا آخری خیال یہی پڑھا کہ وہ دوسرے دن لاس اینجلس سے واشنگٹن کی رہائش گاہ میں آئے گا۔

اب یہ تشویش ہوئی کہ وہ علی کو پھانسنے کے لئے کیا تدبیر کر رہا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے میں پھر الپا کے پاس آیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ میجر یارڈلے نے علی سے رابطہ کیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ وہ الپا کے پاس آئے۔ اور علی نے جواب دیا تھا' وہ اپنی کار میں یروشلم کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔

میجر یارڈلے نے کہا تھا "کارمن! ابھی تم نئے گولڈن برین ہو' ہمارے تجربات کی روشنی میں کام کرو۔"

"میں پہلے ہی ایک کام کی ذمے داری لے چکا ہوں اور اس کے لئے ابھی یروشلم کے راستے میں ہوں۔"

"راستے سے پلٹ آؤ۔ بعض اوقات ایسی ایمرجنسی ہوتی ہے کہ پہلا کام چھوڑ کر دوسرا اہم فرض ادا کرنا پڑتا ہے۔"

"وہ اہم فرض کیا ہے؟"

"میں موبائل فون پر نہیں بتا سکتا۔"

"تو پھر ٹرانسمیٹر پر بتائیں۔"

"مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں تمہارا سینئر ہوں۔"

"میری معلومات کے مطابق تمام گولڈن برین برابر رکھتے ہیں۔ کوئی کسی سے سینئر نہیں ہے۔"

"میرا مطلب ہے میں عمر اور تجربات میں تم سے....."

وہ بات کاٹ کر بولا "سوری۔ اکثر بیٹے تجربات کی دنیا میں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ عمر کی کمی بیشی سے دانائی کی پرکھ ہوتی۔"

الپا اور لمبوڈا یہ باتیں میجر کے دماغ میں رہ کر سن رہے۔ میجر نے رابطہ ختم کر کے کہا "الپا! یہ کارمن لوہے کا چنا ہے۔"

الپا نے سوچ کے ذریعے لمبوڈا سے پوچھا "اب کیا ہوگا"

وہ بولا "کارمن کے خلاف شطرنج کی چال چلو۔ اسے اسے مجبور کر دو کہ وہ یروشلم جانے والی کار کو بریک لگائے اور واپس موڑ لے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"اپنے دو آلۂ کار بھیجو کہ وہ کارمن کی بیوی پامیلا کے گولڈن برین راجر موس کو سناؤ۔ وہ اپنے گولڈن برین داماد کارمن کو یہ سنائے گا تو کارمن کا سفر ملتوی ہو جائے گا۔"

الپا نے میجر یارڈلے سے اس تدبیر پر عمل کرایا۔ پامیلا کیا گیا۔ اس وقت میں تھرہال کے معاملے میں مصروف تھا۔ لمبوڈا کی سوچ پڑھ کر معلوم ہوا کہ علی کو پھانسنے کی تدبیر کی میں فوراً ہی الپا کے پاس آگیا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ میجر یارڈلے کے آدمی پامیلا کو اغوا کیا ہے۔ ان میں سے ایک شخص نے اغوا کر راجر موس کو دی۔ بے چارے باپ نے پوچھا "کہاں ہے بیٹی؟ تم کون ہو؟ کہاں سے بول رہے ہو؟"

"ہم کون ہیں؟ اور کہاں سے بول رہے ہیں' یہ بتانا مقصد کیا رہ جائے گا۔"

یہ کہتے ہی رابطہ ختم کر دیا گیا۔ راجر موس نے فوراً خیال خوانی کرنے والے ہیری ہوگن سے رابطہ کر کے کہا "میری اغوا کیا گیا ہے۔ فوراً پامیلا کے خیالات پڑھ کر معلوم کہاں چھپایا گیا ہے؟"

ہیری ہوگن' پامیلا کے پاس آیا۔ پتا چلا اس کی آنکھ باندھی گئی ہے تاکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے خیال کر وہ جگہ معلوم نہ کر سکے۔ الپا اور جان لمبوڈا جانتے تھے ہوگن کے ذریعے معلومات حاصل کی جائیں۔ اس لئے ا

آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔

ایسے ہی وقت میں نے اپنی بہو کے پاس پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے' پتا چلا اس کے گلے میں ایک باریک سی زنجیر پہنائی گئی ہے اس زنجیر سے ایک چھوٹا سا بم منسلک تھا۔ وہ ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے دھماکے سے پھٹ جاتا ہے اور وہ ریموٹ کنٹرولر کسی دشمن کے ہاتھ میں ہے۔

پامیلا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے تھے۔ وہ جدوجہد کرتے ہوئے اپنے گلے تک ہاتھ نہیں لے جاسکتی تھی اس بم سے نجات حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ ایک ہی منٹ میں یقین ہوگیا کہ میں بھی وہاں خیال خوانی کے ذریعے کچھ نہیں کرسکوں گا۔

میں علی کے پاس آیا۔ راجر موس نے اسے موبائل ٹیلی فون کے ذریعے پامیلا کے حالات بتائے تھے۔ وہ یروشلم کا سفر ملتوی کرکے تل ابیب واپس جارہا تھا۔ میں نے کہا "وہ نہیں بتائیں گے کہ پامیلا کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ پھر بھی میں اسے بچانے کی کوشش کروں گا۔"

میں پھر پامیلا کے پاس آیا۔ ہیری ہوگن اسے تسلی دے رہا تھا "حوصلے سے کام لو۔ میں تمہاری حفاظت کے لئے موجود ہوں۔"

پامیلا نے کہا "انکل! جب آپ میرے ذریعے کچھ دیکھ نہیں سکتے۔ اس جگہ کو اور دشمنوں کو پہچان نہیں سکتے تو پھر میری مدد کیسے کریں گے؟"

ہیری ہوگن نے کہا "پامیلا کے دماغ میں کون موجود ہے۔ کون اس معصوم اور بے گناہ سے دشمنی کررہا ہے؟ مجھے بتاؤ تمہارے مطالبات کیا ہیں؟"

جان لبوڈا کی سوچ سنائی دی "پامیلا کو ابھی نجات مل سکتی ہے۔ اگر اس کا شوہر مجھ سے دوستی کرلے۔"

"میں یقین دلاتا ہوں۔ مسٹر کارمن تم سے دوستی کریں گے۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ پامیلا کی رہائی کے بعد دوستی قائم رہے گی؟"

"مسٹر کارمن زبان کے دھنی ہیں۔ جو وعدہ کرتے ہیں اسے ساری زندگی نباہتے ہیں۔"

"میں کسی کی زبان پر بھروسا نہیں کرتا۔ مجھے ٹھوس ضمانت چاہئے۔"

"کیسی ضمانت چاہتے ہو؟"

"ہماری دوستی صرف دل میں جگہ بنانے سے نہیں ہوتی' دماغ میں بنانے سے ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے تم اس کے دماغ میں جاکر بات کرسکتے ہو۔"

"صرف بات نہیں کرنا ہے اس کے دماغ میں گھر بنانا ہے۔"

"یہ تو ممکن نہیں ہے۔ اگر تم اسے اپنا معمول بنانا چاہو گے تو پھر وہ گولڈن برین نہیں رہے گا۔"

"اور اگر وہ گولڈن برین رہے گا تو پامیلا زندہ نہیں رہے گی۔؟"

"یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ مسٹر کارمن کو گولڈن برین کی ٹیم سے نکال دیا جائے؟"

"ہاں' اس نے مجھے بہت نقصان پہنچایا ہے۔"

"کیا اس کے گولڈن برین نہ رہنے سے تمہارا نقصان پورا ہوجائے گا؟"

"ہاں' پھر وہ ایک عام سا آدمی ہوگا' میں اسے کہیں بھی ٹریپ کرکے انتقام لوں گا۔"

صاف ظاہر تھا کہ وہ علی کو صرف اونچے عہدہ سے گرانا نہیں چاہتا تھا بلکہ اسے ہلاک بھی کرنا چاہتا تھا۔ میں نے الپا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا اس وقت پامیلا میجر ہارڈلے کے آدمیوں کی گرفت میں تھی۔

پھر میں الپا کا لہجہ اختیار کرکے میجر کے پاس آیا۔ بعض اوقات بہت زیادہ پیچیدہ مسئلے کا حل آسان ہوتا ہے' لیکن گھبراہٹ اور ذہنی پریشانی کے باعث وہ آسان راستہ سمجھ میں نہیں آتا۔

اتنی آسان سی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ جان لبوڈا اسرائیل میں نہیں تھا۔ الپا اور میجر ہارڈلے کو آلۂ کار بنا کر علی سے دشمنی کررہا تھا۔ یعنی جان لبوڈا کی کامیابی کا انحصار الپا اور میجر پر تھا۔ اس لئے میں نے میجر کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تو ایک دم سے مسئلے کا حل سامنے آگیا۔ وہ دو غنڈے میجر کے آلۂ کار تھے جنہوں نے پامیلا کو اغوا کیا تھا۔ میں نے میجر کو مائل کیا کہ وہ غنڈوں سے رابطے کرے۔ وہ رابطہ کے لئے ان کے دماغوں میں باری باری گیا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔

ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرولر تھا اور سامنے کرسی پر پامیلا کے گلے میں ننھا سا مگر طاقتور بم بندھا ہوا تھا۔ غنڈے کا دوسرا ساتھی کسی کام سے باہر گیا تھا۔ میجر میری مرضی کے مطابق وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میں نے ریموٹ کنٹرولر سے سیل نکلوا دیا پھر غنڈے کو پامیلا کے قریب لایا۔ اس کے سے بندھا ہوا بم الگ کرادیا۔ اس کی آنکھوں سے پٹی ہٹادی۔ پیچھے بندھے ہوئے ہاتھ کھلوادیئے۔ اس عمل کے دوران پامیلا کے دماغ میں جان لبوڈا نہیں تھا' وہ مختلف مصروفیات کے باعث آتا جاتا رہتا تھا۔ اگر وہ موجود ہوتا تب بھی میں اس آلۂ کار غنڈے کے دماغ پر اس کا اور میجر کا قبضہ نہ ہونے دیتا۔

وہ آلۂ کار میری مرضی کے مطابق ٹائلٹ میں گیا وہاں اس نے ریموٹ کنٹرولر کے سیل کموڈ میں ڈال دیئے پھر کمرے میں آکر بولا "میڈم باہر وہ گاڑی موجود ہے جس میں آپ کو جبراً لایا گیا تھا۔ تم یہاں سے فوراً چلی جائیں۔"

پامیلا نے پوچھا "یہ تم دشمن سے دوست کیسے ہوگئے؟"

وہ بولا "میرا باپ بھی کسی کا دوست نہیں ہوا۔ یہ ٹیلی پیتھی چکر ہے۔ فوراً جاؤ ورنہ کوئی دوسرا چکر چل جائے گا۔"

وہ تیزی چلتی ہوئی باہر آئی۔ ایک ویگن کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا۔ اسی وقت دوسرا غنڈا آگیا۔ اس نے مین گیٹ پر چیخ کر پوچھا "راجر! یہ کہاں جارہی ہے؟ تم نے اسے کیوں چھوڑ دیا ہے؟"

راجر نے جواب دیا "باس نے حکم دیا ہے۔ مطلب پورا ہوچکا ہے۔ اس لئے اسے رہا کردیا گیا ہے۔ اسے جانے دو۔"

آنے والے نے مین گیٹ کو پوری طرح کھول دیا تاکہ پامیلا کی گاڑی گزر جائے۔ اسی وقت لبوڈا آگیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "پامیلا! تم آزاد کیسے ہوگئیں؟"

پامیلا نے دشمن کے لہجے کو پہچان لیا تھا۔ اس لئے جواب نہیں دیا۔ لبوڈا نے آلۂ کار کے دماغ میں آکر اس سے مین گیٹ بند کرانا چاہا لیکن وہ ڈرائیو کرتی ہوئی بند ہوتے ہوئے گیٹ کو ٹکریں مارتی ہوئی احاطے سے باہر چلی گئی۔

لبوڈا نے الپا سے پوچھا "پامیلا آزاد کیسے ہوگئی؟"

الپا نے میجر سے پوچھا "پامیلا آزاد کیسے ہوگئی؟"

میجر نے آلہ کاروں سے پوچھا "پامیلا آزاد کیسے ہوگئی؟"

جواب جو کچھ بھی ہوتا۔ وہ آزاد تو ہوچکی تھی۔ لبوڈا نے غصے سے کہا "میں یہ ناکامی برداشت نہیں کروں گا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اسے غصہ آنا ہی تھا' کیونکہ پہلی بار اس نے پامیلا کو پانچویں منزل کی بلندی سے گرایا تھا اور وہ بچ گئی تھی۔ آج اس کے گلے میں موت کا نیکلس پہنایا تھا۔ تب بھی وہ بچ کر جارہی تھی۔

میں علی کے پاس گیا اور اسے پامیلا کی رہائی کا مژدہ سنایا.....

پھر واپس پامیلا کے پاس آیا تو اس پر قیامت گزر رہی تھی۔ گاڑی ڈرائیو کرنے کے دوران لبوڈا نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ ایسی حالت میں انسان خود کو سنبھال نہیں پاتا۔ پھر گاڑی کیسے سنبھلتی۔ پھر اس شیطان نے ایسے وقت زلزلہ پیدا کیا تھا۔ جب سامنے سے ایک بہت بڑا آئل ٹینکر آرہا تھا۔ شدید دماغی تکلیف کے باعث اس نے فلک شگاف چیخ ماری۔ سیٹ پر سے اچھل پڑی۔ جب میں پہنچا تو آئل ٹینکر سے زبردست تصادم ہورہا تھا۔ ونڈ اسکرین کا شیشہ چور چور ہوکر اس پر آرہا تھا۔ سینے میں ایسی چوٹ پہنچی تھی کہ وہ سانس نہ لے سکی۔ یکبارگی دم نکل گیا۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔

چند لمحات کے لئے مجھے چپ سی لگ گئی۔ جنگ کے نتیجے میں کوئی دولت ہارتا ہے' کوئی عزت ہارتا ہے اور کوئی تاج و تخت ہار جاتا ہے۔ میں اپنی بہو ہار گیا تھا۔

آہ! میں نے بڑے کرب سے علی کو مخاطب کیا "بیٹے صبر کرلو۔ پامیلا از نو مور۔"

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا تل ابیب کی طرف واپس آرہا تھا۔ اس نے کار کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ سر جھکا کر اتنے بڑے صدمے کو برداشت کرنے لگا۔ اس نے ایک شوہر کی حیثیت سے صحیح معنوں میں اسے بھرپور محبت دی تھی۔ اس پیار کرنے والی نے بھی علی کی ذات سے پیار کی انتہا کردی تھی۔ موت نے اس انتہا کا اختتام کردیا تھا۔

میں اسے بتا رہا تھا کہ وہ آزاد ہوکر اپنے بنگلے کی طرف جارہی تھی۔ ظالم لبوڈا نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرکے اسے گاڑی کے حادثے سے دوچار کیا تھا۔ علی نے گہری سانس لے کر کہا "پاپا! وعدہ کریں آپ جان لبوڈا سے انتقام نہیں لیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ وہ تمہارا شکار ہے۔"

"پاپا! ہماری زندگی ایسی ہے کہ ہم ہمیشہ دشمنوں کی بھیڑ میں رہتے ہیں۔ یہ دشمن جب ہم سے منہ کی کھاتے ہیں تو ہمارے جذباتی رشتوں کو ہماری کمزوری بنادیتے ہیں۔ میں اس نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ آئندہ مجھے اور پارس کو شادی اور خانہ آبادی سے توبہ کرلینی چاہئے۔ اگر میں نے پھر ایسی غلطی کی تو پھر کوئی بے چاری ماری جائے گی۔ اولاد ہوئی تو اور ہمارا دل ٹوٹے گا۔"

"بیٹے! کوئی تمہاری ماں جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو۔ تمہاری مما جیسی حاضر دماغ اور ناقابل شکست ہو تو کوئی دشمن تمہیں آج کی طرح صدمہ نہیں پہنچائے گا۔ بہرحال میں جارہا ہوں' پھر آؤں گا۔"

میں الپا کے پاس آیا۔ وہ لبوڈا سے کہہ رہی تھی "پامیلا کو ہلاک کرکے تم نے کیا حاصل کیا۔ کارمن تو اپنی جگہ چٹان کی طرح موجود ہے۔"

وہ بولا "اگرچہ میں نے غصے میں انتقام لیا ہے۔ اس کی محبوب شریک حیات کو مار ڈالا ہے اور بظاہر کچھ حاصل نہیں کیا ہے۔ تاہم کارمن کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ میں موت ہوں۔ آج یہ موت پامیلا کو آئی ہے' کل اسے آئے گی۔"

"اسے اب ڈرانے یا کمزور بنانے کے لئے کیا رہ گیا ہے؟ وہ صرف پامیلا کے لئے کمزور ہوسکتا تھا۔ اب کوئی ایسا مہرہ نہیں ہے جس کے ذریعے اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جاسکے۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر وہ بولا "مجھ میں ایک خوبی ہے کہ میں اپنی غلطی تسلیم کرلیتا ہوں۔ واقعی میں غصے میں بھول گیا تھا کہ آئندہ کارمن تک آسانی سے پہنچنے کا راستہ نہیں رہے گا۔ کوئی بات نہیں میں کوئی نیا راستہ نکالوں گا۔ یہ بتاؤ تمہاری روانگی کب ہے؟"

"آج رات کی فلائٹ سے میجر کے ساتھ روانہ ہوجاؤں گی۔"

"میں تمہارا انتظار کررہا ہوں۔ تم آؤ میں جارہا ہوں۔"

وہ الپا کے پاس سے چلا گیا۔ ایک وقت تھا جب الپا اپنی یہودی قوم کی خدمت کرنے اسرائیل آئی تھی۔ آج وہ یہی ملک

چھوڑ کر جانے والی تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ لمبوڈا اسے اپنے ملک میں بلا کر اس سے کیا کام لینا چاہتا ہے۔

میں نے علی سے وعدہ کیا تھا کہ لمبوڈا کو ہلاک نہیں کروں گا۔ لیکن یہ طے کرلیا کہ اس کی نیندیں اڑا دوں گا۔ موت کوئی سزا نہیں ہوتی۔ اصل سزا فکر' پریشانی' بے چینی اور بے خوابی ہے۔ یہ ساری بیماریاں ہوں تو زندگی موت سے بدتر ہو جاتی ہے۔

میں ایک نئے ارادے سے تھرہال کے پاس آیا۔ وہ ایک نئے مکان میں پناہ لے رہا تھا۔ کیمبٹ کو فرہاد بن کر مجھ سے ٹکرانے کا شوق تھا۔ اس شوق کے نتیجے میں وہ دربدر ہو رہا تھا۔ اس نے مجھ سے چھپنے کے لئے اپنی خفیہ رہائش گاہ کو چھوڑا۔ بھیس بدل کر سیاہ فام بن کر دوسرے بنگلے میں گیا۔ میں نے اسے وہاں سے بھی یہ کہہ کر بھگایا کہ وہ کالا نہیں ہے اور کالا بن کر سیاہ فام باشندوں کو دھوکا دے رہا ہے۔

وہ بھید کھل جانے کے باعث وہاں سے دوسرے علاقے کے ایک بنگلے میں آیا۔ اس علاقے میں سیاہ فام باشندوں کی تعداد زیادہ تھی۔ لیکن نسلی فسادات کا اندیشہ نہیں تھا۔ حکومت نے وہاں سخت حفاظتی انتظامات کئے تھے۔ ویسے دور سے ایک دوسرے کو گالیاں دی جاتی تھیں۔ ویران راستوں پر کوئی کالا یا گورا تنہا نہیں جاتا تھا۔ کہیں چھپے ہوئے شرپسند اچانک حملے کرتے تھے۔ پھر روپوش ہو جاتے تھے۔

میں نے یوسف زائد کو تھرہال کا موجودہ فون نمبر بتایا۔ اس نے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ ہونے پر تھرہال کی میزبان خاتون کی آواز سنائی دی۔ میں نے یوسف زائد کی زبان سے کہا "میں تمہارے مہمان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ انکار کرنا چاہتی تھی کہ اس کے گھر میں کوئی مہمان نہیں ہے لیکن میں نے اسے تھرہال کو بلانے پر آمادہ کیا' وہ بولی "تھرہال! یہاں آؤ۔ تمہارا فون ہے۔"

تھرہال نے خیال خوانی کے ذریعے خاتون سے کہا "آنٹی! کیا کر رہی ہو۔ سر لمبوڈا نے تمہیں تاکید کی تھی کہ میرے متعلق کسی کو کچھ نہ بتایا جائے اور تم مجھے فون اٹینڈ کرنے کو کہہ رہی ہو؟"

وہ بولی "میرے منہ سے بے اختیار تمہارا نام نکل گیا۔ دوسری طرف فون پر یہ آواز گئی ہوگی۔ اب میں کیسے کہوں کیا یہاں کوئی تھرہال نہیں رہتا ہے۔"

"تم اس کی آواز سناؤ۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کروں گا کہ وہ کون ہے؟"

میں نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔ اسے فون کے پاس لے آیا تھا۔ خاتون نے کہا "عجیب آدمی ہو۔ ابھی انکار کر رہے تھے اور ابھی چلے آئے۔"

وہ اس کے ہاتھ میں ریسیور دے کر چلی گئی۔ اس نے ریسیور کان سے لگا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

"میں تمہارا مقدر ہوں۔ اچھا بھی ہوں برا بھی ہوں۔"

"اس بات کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ یہاں آکر تم نے اپنے مقدر سے برائی کی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے تھے کہ اس علاقے میں کالوں ... کی اکثریت ہے اور تمہارا گورا رنگ تمہارے لئے مصیبت یا موت بن جائے گا۔"

وہ میری عارضی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کر رہا تھا لیکن اس لہجے والے کا وجود نہیں مل رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "کیا تم آواز بدل کر بول رہے ہو؟"

میں نے پوچھا "کیا تم میری آواز سے مجھے پہچان کر پولیس کو رپورٹ دینا چاہتے ہو؟ میں نادان نہیں ہوں۔ اس لئے آواز بدل کر بول رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"گوری چمڑی سے صدیوں کی دشمنی ہے۔ اگر تم اس علاقے میں زندہ رہنا چاہتے ہو تو گوری چمڑی کو کالی بنالو۔ اگر تم باہر نکلو گے اور سفید رنگ نظر آئے گا تو ہم گولی مار دیں گے۔ چلو اپنے منہ پر کالک لگاؤ۔"

میں نے رابطہ ختم کردیا۔ اس نے پریشان ہو کر آواز دی "آنٹی تم کہاں ہو؟ پلیز' یہاں آؤ۔"

خاتون نے آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟"

"آخر بات کیا ہے؟"

"میں پہلے جہاں تھا' وہاں کالوں نے فون پر کہا کہ میں بہروپیا ہوں سیاہ فام نہیں ہوں اور سیاہ فام بن کر ایک سیاہ فام لڑکی کی عزت سے کھیل رہا ہوں' انہوں نے دھمکی دی تو میں یہاں آگیا۔"

خاتون نے پوچھا "یہاں کیا پریشانی ہے؟"

"یہاں کالوں کی اکثریت ہے۔ وہ میری گوری چمڑی نہیں دیکھنا چاہتے۔ کہتے ہیں اسے کالا کرو۔"

خاتون نے کہا "یہ بڑی مشکل ہے۔ پولیس والے چوبیس گھنٹے ہماری نگرانی نہیں کرسکتے۔ اگر کچھ سیاہ فام یہاں گھس آئے تو پتا نہیں مجھ جوان بیوہ کی گوری چمڑی کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔"

"کیا میں یہاں سے بھی بھاگ جاؤں؟"

"بھاگنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کا مطالبہ مان لو۔ کالک لگا کر سیاہ فام بن جاؤ۔"

میں نے بھی اس کے اندر رہ کر اسے کالک لگانے پر مائل کیا۔ جب اس نے چہرے اور ہاتھ پاؤں کو اچھی طرح کالا کرلیا تو پھر یوسف زائد نے نمبر ڈائل کئے۔ اس وقت تھرہال بنگلے کے باہر کھڑا ہوا تھا تاکہ مطالبہ کرنے والے اسے اچھی طرح دیکھ لیں۔ خاتون نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

میں نے پوچھا "کیا تم بیوہ ہو؟"

"ہاں' مگر تم کون ہو؟"

"میں ایک غیرت مند گورا ہوں۔ یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ تم کسی کالے کے ساتھ منہ کالا کرو۔"

"یو شٹ اپ" وہ ریسیور رکھنا چاہتی تھی' میں نے رکھنے نہیں دیا۔ اس کے ذریعے تھرہال کو آواز دی' وہ بولی "ذرا بات کرو اور پوچھو کون کمبخت میری عزت پر کیچڑ اچھال رہا ہے؟"

وہ ریسیور کان سے لگا کر بولا "کون ہے؟"

میں نے کہا "ابے کالے! کیا تیری شامت آئی ہے تو ہماری گوری نسل کی عورت کے ساتھ ایک چھت کے نیچے ہے۔"

وہ بولا "ارے بھائی صاحب! آپ گورے ہیں تو میں راز کی بات بتاتا ہوں۔ میں کالا نہیں ہوں۔"

"ابے اُلو بناتا ہے۔ ابھی تو باہر کھڑا ہوا تھا۔ تیرا منحوس کالا وجود سر سے پاؤں تک نظر آرہا تھا۔ کیا ہمیں اندھا سمجھتا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں کالا ہوں۔ سچ... نہیں' نہیں گورا ہوں۔"

"آخر قسم کھاتے ہی پہلی بات منہ سے نکل گئی نا؟"

"میں اپنی پیدا کرنے والی ماں اور گورے گورے باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں سیاہ فام نہیں سفید فام ہوں۔"

میں نے تھرہال کی زبان سے یہ فقرہ ادا کرایا "بلکہ سفید فام نہیں سیاہ فام ہوں۔"

وہ سنبھل کر بولا "نہیں' نہیں۔ میری زبان سے کچھ سے کچھ نکل گیا' میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ..."

میں نے بات کاٹ کر کہا "بکواس مت کر۔ اگر تو زندگی چاہتا ہے۔ تو پانچ منٹ کے اندر اس گھر سے چلا جا۔ اگر پولیس کو بلائے گا تو ہم دور ہی سے ایک بم اس گھر میں پھینک کر بھاگ جائیں گے۔"

تھرہال ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر چیخ پڑا "یہ میں کس مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ نہ گورا رہ سکتا ہوں نہ کالا بن سکتا ہوں۔"

خاتون نے کہا "تمہاری وجہ سے میں بدنام ہو رہی ہوں۔ اگر سفید فام غنڈے یہاں گھس آئے تو تمہارے ساتھ مجھے بھی قتل کردیں گے۔ مسٹر لمبوڈا سے رابطہ کرو اور دوسرا ٹھکانا بناؤ۔"

"رابطہ کرنے اور سر کو موجودہ حالات بتانے میں کافی وقت لگے گا۔ ادھر مجھے دھمکی دی گئی ہے کہ میں پانچ منٹ کے اندر یہاں سے چلا جاؤں۔ ورنہ.... ورنہ۔ اوہ گاڈ! تین منٹ گزر چکے ہیں۔ میں جا رہا ہوں' راستے میں سر سے رابطہ کروں گا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا بنگلے سے باہر آیا۔ دور تک نظریں دوڑائیں۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اسے چیلنج کرنے والے سفید فام اس کی نگرانی کر رہے ہیں یا نہیں؟ اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر یہ خیال آیا کہ نگرانی کرنے والے سفید فام آس پاس کے بنگلوں میں چھپ کر دیکھ رہے ہوں گے۔ وہ احاطے سے باہر آگیا۔

پہلے اس نے سوچا تھا کہ کالا رنگ اتار کر گورے لوگوں کو اپنی اصلیت دکھائے۔ پھر سوچا' اس علاقے کے کالے پیچھے پڑ جائیں گے چونکہ وہاں کالوں کی اکثریت تھی اس لئے وہ سیاہ فام کے ہی روپ میں باہر آگیا تھا۔ گاڑی نہیں تھی۔ اس لئے پیدل چل رہا تھا۔

مین روڈ پر ایک گاڑی اس کے قریب آکر رکی۔ ایک سفید فام حسینہ نے پوچھا "ہیفرین ویسٹ کا علاقہ کون سا ہے۔ پلیز گائیڈ کریں۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا "آگے جا کر دائیں مڑ جاؤ۔"

وہ بولی "شکریہ۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میرے ساتھ چلیں' جہاں منزل آئے گی وہاں ڈراپ کردوں گی۔"

"شکریہ میں چلا جاؤں گا۔"

"کیا میں سفید فام ہوں اس لئے میرے ساتھ نہیں جاؤ گے؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ ہمیں ساتھ دیکھ کر متعصب غنڈے ہمارے دشمن بن جائیں گے۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"

وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی چلی گئی۔ یہ پیدل چلنے لگا۔ بیس منٹ کے بعد ایک ریستوران میں پہنچا۔ وہاں سیاہ فام افراد اپنی گرل فرینڈز کے ساتھ میزوں کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ نوجوان اپنی موٹر سائیکلوں کے پاس کھڑے بیئر پی رہے تھے۔ اسے بھی پیاس لگ رہی تھی۔ اس نے کاؤنٹر چیئر پر بیٹھ کر ایک ٹھنڈی بوتل طلب کی۔ پھر بوتل سامنے آئی تو اس نے ایک ہتھیلی سے اسے پکڑ لیا ایک ایک گھونٹ پینے لگا۔

بوتل کو ہتھیلی سے پکڑنا اس کے حق میں برا ہوا۔ اس کی ٹھنڈک اور نمی سے ہتھیلی کا کالا رنگ چھونے لگا تھا اور وہ اس بات سے بے خبر تھا۔ کاؤنٹر گرل کی نظر گوری ہتھیلی کے کچھ حصے پر پڑ گئی۔ اس نے پہلے حیرانی سے دیکھا کہ کالے کے اندر سے گورا رنگ جھانک رہا ہے۔ پھر اس نے ایک سیاہ فام کو بیئر کا کین دیتے ہوئے چپکے سے یہ بات بتادی۔

وہ کین کھول کر اسے منہ سے لگاتا ہوا موٹر سائیکل والے کالوں کے پاس آیا اور ان کے کانوں میں یہ بات پھونک دی۔ تھوڑی دیر بعد ہی کئی کالوں نے اسے کاؤنٹر کے پاس گھیر لیا۔ ایک نے کہا "اپنی ہتھیلی دکھاؤ۔"

تھرہال بوتل ایک طرف رکھ کر اپنی ہتھیلی دکھاتے ہوئے چونک گیا۔ اپنی ہتھیلی پر اب اس کی نظر پڑی تھی اس نے گھبرا کر آس پاس کھڑے ہوئے سیاہ فام جوانوں کو دیکھا' ایک نے کہا "کالے بھائی! ہم کالوں کی ہتھیلیاں اتنی سرخ و سفید نہیں ہیں۔"

دوسرے نے پوچھا "کہاں تک گورے ہو؟ کہاں تک کالے ہو؟"

تیسرے نے کہا "یہ ابھی دیکھ لیتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے پیچھے سے قمیص پھاڑی پھر کہا "ادھر سے گورا ہے۔"

چوتھے نے سامنے سے لباس چاک کیا اور کہا "ادھر سے بھی گورا ہے۔"

وہ چیختے ہوئے کہہ رہا تھا "رک جاؤ۔ میں بتا رہا ہوں۔ میں تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں۔"

وہ تمام لباس کی دھجیاں اڑا رہے تھے اور کہہ رہے تھے "تم کیا حقیقت بتاؤ گے۔ تم سفید فام لوگ ذلالت پر اتر آئے ہو۔ کالا رنگ تھوپ کر کالے بن کر جگہ جگہ واردات کرتے ہو۔ قتل کرتے ہو' آگ لگاتے ہو اور تمام جرائم ہم سیاہ فام لوگوں پر تھوپ دیتے ہو۔"

وہ اسے مارتے جا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے' اسے کچھ کہنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ آخر پولیس کار کا سائرن سن کر وہ اپنی موٹر سائیکلوں پر فرار ہو گئے۔ جب پولیس والے تھرہال کے قریب پہنچے تو اس کے جسم پر لباس کی ایک دھجی نہیں تھی۔ جگہ جگہ زخم آئے تھے اور خون رس رہا تھا۔ اس کے لئے فوراً ایمبولینس طلب کی گئی۔ ایک افسر نے پوچھا "تم کون ہو؟"

اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "فرہاد علی تیمور۔"

دوسرے افسر نے کہا "یہ نام کہیں سنا ہے۔"

پہلے افسر نے کہا "تم نے ہو اس لئے یہ نام یاد نہیں ہے۔ امریکا کی تمام پولیس اور فوج کے افسران اور سپاہی ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کو جانتے ہیں۔"

پھر اس نے تھرہال کے منہ پر ٹھوکر مارتے ہوئے کہا "ہم خوش نصیب ہیں کہ یہ ناقابل گرفت آج ہماری گرفت میں آگیا ہے۔"

وہ ٹھوکر کھا کر تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں اصلی فرہاد نہیں ہوں' بتا سکتا ہوں۔"

اس کے منہ پر پھر ٹھوکر پڑی "ابے چپ! تو نے آدھا کالا اور آدھا گورا بن کر بھیس بدلنے کی کوشش کی۔ چھپ نہ سکا تو فرہاد ہونے سے انکار کر رہا ہے۔"

اسے ایمبولینس میں ڈالا گیا۔ افسر نے وائرلیس کے ذریعے یہ خوش خبری اپنے بڑوں کو سنائی۔ ان بڑوں نے اپنے بڑوں کو سنائی۔ تھرہال کے ملٹری اسپتال پہنچنے تک یہ خوش خبری سپر ماسٹر اور جان لبوڈا تک پہنچ گئی۔ سپر ماسٹر نے بے یقینی سے پوچھا "لبوڈا! کیا تمہیں یقین ہے کہ فرہاد ہماری گرفت میں آگیا ہے؟"

لبوڈا نے کہا "یقین نہیں آرہا ہے' لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک پہلوان بڑے بڑے شہ زوروں سے مغلوب نہیں ہوتا اور معمولی نزلے سے مر جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے ہمارے ایک معمولی افسر نے واقعی فرہاد کو گرفتار کیا ہو۔"

اس نے ٹیلی فون کے ذریعے اس افسر کی آواز سنی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ایک قد آور اور صحت مند شخص سیاہ فام بن کر جینرسن کے علاقے میں آیا تھا۔ اسے چند سیاہ فام لوگوں نے پہچان لیا کہ وہ سفید فام ہے۔ اس کی پٹائی کرنے سے بعید کھل گیا وہ سرویا تھا۔ اس نے بری طرح مار کھانے اور زخمی ہونے کے بعد اعتراف کیا کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے۔

لبوڈا اس افسر کے ذریعے اس کمرے میں آیا جہاں تھرہال کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔ باہر فوجی مسلح جوان پہرا دے رہے تھے تاکہ فرہاد علی تیمور بھاگ نہ جائے۔ پولیس والوں کو بھی کمرے کے اندر جانے اور فرہاد سے باتیں کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

لبوڈا نے ایک فوجی افسر کے دماغ میں جگہ بنائی اسے کمرے کے اندر لے گیا' تھرہال کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ افسر نے پوچھا "فرہاد! تم بیان دینے کے قابل ہو؟"

"میں فرہاد نہیں ہوں۔"

لبوڈا اس کی آواز سن کر چونک گیا۔ فوراً اس کے اندر پہنچ بولا "میں لبوڈا بول رہا ہوں۔ تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی؟"

وہ اپنی روداد سنانے لگا' آخر میں بولا "میرا سر چکرا رہا ہے میں یہ بھولنا چاہتا ہوں کہ کالا ہوں یا گورا؟ فارگاڈ سیک مجھے ا ملک سے باہر جانے دو' نسلی فسادات ختم ہو جائیں گے تو واپ آجاؤں گا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ فرہاد تمہاری تاک میں ہے۔ تم کہ نہیں جاؤ گے۔ یہ بتاؤ کہ یہ لوگ تمہیں فرہاد کیوں سمجھ رہے ہیں؟"

"سر! میں نے فرہاد بننے کی اس قدر سرسل کی ہے کہ نیند یا نیم بے ہوشی میں خود کو فرہاد کہہ دیتا ہوں۔ زخموں کی تاب نہ ا ہذیان بکنے لگا تھا۔ شاید ایسے میں ان لوگوں نے مجھے فرہاد سمجھ لیا

"مجھ سے غلطی ہوئی جو تمہیں فرہاد بنانے کی کوشش کی۔ ا تو وہ کیمنٹ پیچھے پڑ گیا ہے' دوسرے تم الٹی سیدھی حرکتیں کر ہو۔ تمہاری وہ ذہانت کیا ہوئی جس سے متاثر ہو کر میں نے تم ٹیلی پیتھی سکھائی تھی۔"

"مجھے ذہن سے کام لینے کا موقع ہی نہیں مل رہا ہے۔ کا اور گوروں سے نجات ملے تو پھر اپنی ذہانت دکھاؤں گا۔"

"کیا احمقانہ باتیں کر رہے ہو؟ ذہانت کا ثبوت مو مصیبتوں سے نجات حاصل کر کے بھی دے سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے' میں اسپتال سے نکل کر فون کرنے والے ا اور گوروں سے نمٹ لوں گا۔"

"یہ بھی احمقانہ فیصلہ ہے۔ نسلی فسادات پھیلانے والوں حکومت نمٹ رہی ہے۔ تم ان سے نمٹنے میں وقت کیوں ضائع کرو گے؟ تمہارے پاس عقل ہے تو فرہاد اور اس کے عزیزوں پہنچنے کی تدبیر سوچو۔"

"ٹھیک ہے' میں اسپتال سے نکل کر....."

"کیا اسپتال' اسپتال کی رٹ لگا رکھی ہے۔ کیا یہاں آرا سوچ نہیں سوچ سکتے۔"

"ہاں ہاں۔ ابھی اچانک ایک تدبیر ذہن میں آئی ہے۔"

"کیا ہے جلدی بولو۔"

"ایک طویل عرصے سے سونیا لاپتا ہے۔ اس کی روپوشی کوئی رکھتی ہے' میں اسے تلاش کروں گا۔"

"کیا اسے تلاش کر کے اپنی اماں بناؤ گے؟ سوئی ہوئی شیرنی کو ہماری نیندیں حرام کرو گے؟ فرہاد کے جوتے سر پر بج رہے ہیں۔ یہ کم ہے کہ سونیا کا سینڈل اٹھانے جا رہے ہو۔ مجھے تمہاری ہائر شبہ ہو رہا ہے۔ تم میرے کام کے آدمی نہیں رہے۔"

"سر! آپ نے میری پوری بات نہیں سنی۔"

"میں تمہارے پاس وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔"

"میرے پاس صرف آدھا گھنٹا ضائع کریں اور یہ سن لیں کہ اماں بننے والی ہے۔"

"کیا؟" لبوڈا نے شدید حیرانی سے پوچھا "تم نے کیا کہا۔ پھر کہو' مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"سر! سونیا ماں بننے والی ہے۔ اب پتا نہیں' یہ آپ کے لئے خبر ہے یا بری؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"معلوم نہیں ہے اسی لئے تو پوچھ رہا ہوں' اچھی خبر ہے یا ؟"

"او گدھے! میں اچھی اور بری خبر کی نہیں۔ سونیا کی بات رہا ہوں۔ کیسے معلوم ہوا کہ وہ ماں بن رہی ہے؟"

یہ بات میں نے تھرہال کے دماغ میں چھیڑی تھی۔ مقصد یہ تھا سونیا کے ماں بننے کی خبر دنیا میں پھیل جائے۔ میرے باپ بننے براتی اہم نہیں ہو سکتی تھی جتنی کہ سونیا کے ماں بننے کی خبر پھیلنے والی تھی۔

جان لبوڈا نے پھر پوچھا "جواب دو تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ماں بننے والی ہے۔"

"سر! میں کہوں گا تو آپ یقین نہیں کریں گے۔ بہتر ہے پہلے بابا صاحب کے ادارے سے رجوع کریں۔"

"پہلے تم بتاؤ۔"

"سر! میں نے خواب میں دیکھا ہے' اس کی گود میں ایک چاند یا تھا۔"

"شٹ اپ! خواب بیان کر کے میرا وقت ضائع کرتے ہو۔"

"آپ میری ایک بات مان لیں۔ ان کے عالم دین تیمزی ب سے معلوم کر لیں۔"

"اچھی بات ہے' میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ اگر یہ جھوٹ ہوا سے برا کوئی نہ ہو گا۔"

اس نے جناب علی اسد اللہ تیمزی کو مخاطب کیا۔ انہوں نے ل پوچھا تم کون ہو؟ یہ نہیں پوچھا کہ کیا پوچھنے آئے ہو؟ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی کہا "لبوڈا! تم نے جو سنا وہ سچ ہے' جاؤ یہاں سے۔"

انہوں نے سانس روک لی۔ وہ تھرہال کے پاس آکر بولا "کمال ہے اس عالم دین نے میری سوچ کی لہروں سے مجھے پہچان لیا۔ اور میرا سوال سنے بغیر جواب دے دیا۔"

"کیا جواب دیا سر؟"

"یہی کہ تمہارا خواب درست تھا۔ وہ ماں بننے والی ہے۔"

"سر! ہم اس خبر کو کیا کہیں گے؟"

"یہ منحوس اور تشویش ناک خبر ہے۔"

"ہمیں کیا تشویش ہو سکتی ہے؟"

"کیا تم نے فرہاد کی ہسٹری میں نہیں پڑھا کہ وہ کسی حد تک زہریلا ہے۔ کیا یہ زہر اس کی اولاد تک نہیں پہنچا ہو گا۔ پھر وہ اولاد سونیا کے خون سے وجود کی طرف آرہی ہے۔ کیا پارس اور علی تیمور کم قیامت ہیں کہ یہ تیسرا آرہا ہے۔"

"سر! آپ فرما رہے ہیں تیسرا یعنی کہ بیٹا ہو گا۔"

وہ جھنجلا کر بولا "شٹ اپ! کیا میں دائی ماں ہوں کہ پیٹ کا حال بتاؤں گا۔"

"لیکن آپ اس مسئلے پر تو غور کر سکتے ہیں کہ بیٹا ہونے سے ہمارا زیادہ نقصان ہو گا یا بیٹی ہونے سے؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سونیا بھی تو کسی کی بیٹی تھی۔ اس نے جوان ہونے سے اب تک ہمیں اتنا دہلایا ہے جتنا فرہاد نے دہشت زدہ نہیں کیا ہے۔"

"سر! اگر ہم اس کے اولاد کو دنیا میں آنے ہی نہ دیں تو؟"

"ہاں۔ اب میں اسی پہلو پر غور کروں گا۔ تمہارے پاس آنے سے ذرا جھنجلاہٹ تو ہوئی لیکن وقت ضائع نہیں ہوا۔ بہت اہم بات معلوم ہوئی۔ ابھی میرے آدمی آئیں گے اور تمہیں کسی محفوظ مقام تک لے جائیں گے' سو فار۔"

وہ چلا گیا۔ اسرائیل کے وقت کے مطابق الپا وہاں سے روانہ ہو چکی ہو گی۔ میں یہ معلوم کرنے اس کے پاس آیا تو لبوڈا وہاں پہنچا ہوا تھا۔ وہ خوش ہو کر اس سے کہہ رہی تھی "آج رات سے میری آزادی اور خوشحالی کا دن شروع ہونے والا ہے۔ کیا تم مجھے نیویارک میں لینے آؤ گے؟"

وہ بولا "ہمیں اتنا زیادہ خوش نہیں ہونا چاہئے کہ ہم دشمنوں کو بھول جائیں۔ ہمیں خوب سوچ سمجھ کر اپنے محفوظ مقام سے نکلنا چاہئے۔ کوئی بھی دشمن ہمیں پہچان کر گولی مار سکتا ہے۔"

"یہ درست ہے لیکن میں تمہیں نہ دیکھ کر اداس ہو جاؤں گی۔"

"میری جان! میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ پھر جہاں موقع ملا وہاں خود تم سے ملنے آجاؤں گا۔"

طیارے میں میجر یا رڈلے اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا

تھا۔ وہ بولی "نیویارک پہنچ کر اس گدھے کا کیا بنے گا؟"

لمبوڈا نے کہا "میں نے بڑی زبردست پلاننگ کی ہے۔ یہ گدھا ہمارے کام آئے گا۔ تم یہاں پہنچو تو سہی۔"

وہ چلا گیا۔ میجر یارڈلے نے الپا کا ہاتھ تھام کر کہا "ڈارلنگ! میں نے پچھلی رات تمہاری خواب گاہ میں گزاری۔ مگر یاد نہیں آرہا ہے' کیسے گزاری۔ میں آج تمام دن سوچتا رہا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ پلیز' تم بتاؤ یہ ماجرا کیا ہے؟"

وہ بولی "میں شراب سے زیادہ تیز اور زود اثر ہوں۔ شراب کا پہلا جام پیو رہتا ہے۔ پھر نشہ بڑھتا جاتا ہے۔ ایسے میں پیمانے کا حساب نہیں رہتا۔ تم میرے قریب آئے پھر اور قریب آئے پھر اور قریب آتے آتے مدہوش ہو گئے بعد میں پتا چلا تم سو گئے ہو۔"

"لیکن میں کیسے سو گیا تھا؟"

"میں کیا بتاؤں۔ میرے پاس جو بھی آتا ہے سو جاتا ہے اسی لئے آج تک کنواری ہوں۔"

"تم ایسی باتیں کر رہی ہو' جن پر یقین نہیں آسکتا۔"

"میں کب کہہ رہی ہوں یقین کرو۔ رات زیادہ ہو چکی ہے چلو سو جاؤ۔"

وہ تنویمی عمل کے حوالے سے الپا کا تابعدار تھا۔ اس کا حکم سنتے ہی اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں تھا۔

وہ گولڈن برین تھا۔ اسرائیل کے ذہین ترین لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ ایسے انتہائی ذہین لوگ دنیا میں بہت گزرے جنہوں نے حسیناؤں کے قدموں میں ذہانت رکھ کر اپنی کھوپڑیاں خالی کرلیں۔

وہ دوسری صبح نیویارک پہنچی۔ جان لمبوڈا لاس اینجلس سے واشنگٹن آگیا۔ وہیں سے اپنے ملک میں الپا کا استقبال کرتا رہا۔ اس سے وعدہ کیا کہ حالات سازگار رہے اور کسی دشمن کی طرف سے اندیشہ نہ رہا تو اسے اپنے پاس بلالے گا۔

میں نے سلمان سے حالات معلوم کئے۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ سپرماسٹر ہوٹل میں اپنے معمول کے مطابق ہفتہ کی رات بیوی بچوں سے ملنے آیا تھا اور ان کے ساتھ دو سرا دن گزار کر واشنگٹن واپس جانے والا تھا۔

اس کی بیوی ویرا نے اپنے ہاتھوں سے اس کی پسندیدہ ڈش تیار کی تھی۔ سپرماسٹر نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ اپنے بچوں سے ہنس ہنس کر باتیں کرتا رہا لیکن کافی پینے کے بعد اس کی ہنسی سنجیدگی میں بدل گئی۔ وہ کمزوری محسوس کر رہا تھا اور شبہ کر رہا تھا کہ اسے ٹریپ کیا جا رہا ہے۔

وہ ویرا سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اس نے کون سی دوا ملائی ہے۔ وہ بے چاری کچھ نہیں جانتی تھی۔ دوا ملاتے وقت دماغی طور پر حاضر نہیں تھی۔ سلمان نے سپرماسٹر کے دماغ پر قبضہ جمالیا تاکہ وہ لمبوڈا وغیرہ سے رابطہ کر کے اپنی کمزوری اور اسیری کا ذکر نہ کرسکے۔

سپرماسٹر سلمان کی مرضی کے مطابق وقت سے پہلے اس کے ساتھ ہی اس کی ذہنی آزادی بھی سو گئی۔ سلمان ا معمول اور تابعدار بنا چکا تھا۔ وہ خود بھی اس ملک میں سپرا چکا تھا' وہاں کے تمام مسائل اور معاملات کو اچھی طرح جا اب پھر ہوٹل مین کے اندر رہ کر سپرماسٹر کا رول ادا کرنے والا تھ

تھرہال پھر ایک نئے بنگلے میں رہائش کے لئے پہنچا ہوا تھا مخصوص رہائش گاہ چھوڑنے کے بعد یہ تیسرا بنگلا تھا' جہاں ا پناہ لی تھی۔ وہاں وہ اپنا سفری بیگ ایک طرف رکھے صوفے ہوا تھا۔ میزبان نے کہا "چلو میں تمہارا بیڈ روم دکھاؤں۔ جوتے اتار کر آرام سے بستر پر لیٹ جانا۔ تم زخمی ہو۔ تمہیں کی ضرورت ہے۔"

"میں یہاں آرام سے ہوں۔ جوتے نہیں اتاروں گا کل مصیبتوں کا کوئی بھروسا نہیں ہے کہ کب چلی آئیں۔"

"تم جانتے ہو میں ملٹری انٹیلی جنس کا چیف ہوں۔ میر کے احاطے میں کوئی قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ دھمکیاں دینے والے کا سراغ لگانے کے انتظامات ہیں معلوم ہو جائے گا کہ کہاں سے فون کیا جا رہا ہے پھر ہم جا کر گردن دبوچ لیں گے۔"

وہ ان باتوں سے مطمئن ہو رہا تھا۔ پھر ایک دم سے اچھل پڑا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ وہ فون کی طرف انگلی ا ہوئے بولا "دیکھو دیکھو' پھر کوئی مصیبت آئی ہے۔"

چیف نے کہا "ایزی تھرہال ایزی۔ میں دیکھتا ہوں۔"

اس نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھاتے ہوئے کان سے کہا "ہیلو' میں چیف بول رہا ہوں۔"

"ہیلو انکل' میں کانوانا بول رہی ہوں۔"

"اچھا سمجھ گیا' لوبات کرو۔"

پھر اس نے ریسیور آگے بڑھا کر کہا "مسٹر لمبوڈا کی بیٹی۔"

تھرہال نے ریسیور لے کر کہا "ہیلو کانوانا۔"

ادھر سے کانوانا نے کچھ کہا لیکن میں نے اس کے مردانہ آواز سنائی۔ وہ جلدی سے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے چیف سے بولا "تم نے کہا تھا کانو وانا بول رہی ہے۔ یہ آواز ہے؟"

چیف نے دوبارہ ریسیور لے کر پوچھا "کون ہو تم؟"

"انکل! میں ہوں۔ یہ تھرہال مجھ سے باتیں کیوں نہیں ہے؟"

اس نے پوچھا "کیا ابھی تمہارے فون سے کوئی شخص تھا؟"

"نہیں۔ میں ہوسٹل کے کمرے میں تنہا ہوں۔ میر کوئی نہیں ہے۔ آپ ایسی بات کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

تھرہال کہہ رہا ہے' ابھی اس ریسیور سے اس نے ایک اجنبی از سنی ہے۔"

"اس کا دماغ چل گیا ہے۔ آپ اسے ریسیور دیں۔"

چیف نے کہا "تھرہال! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا وہ فون کرنے تمہارے حواس پر چھا گئے ہیں۔ تمہیں کانوانا کی آواز بھی لگ رہی ہے؟"

"ہائی گاڈ' میں نے کسی اجنبی کی آواز سنی ہے۔"

"وہ ہاسٹل کے کمرے میں تنہا ہے پھر کوئی شخص کیسے فون پر گا؟"

اس نے پھر ریسیور لے کر پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولی "تمہارا سرہوں۔ میری آواز سن کر بولتے ہو کسی مرد کی سنی ہے۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"میں سچ کہتا ہوں۔ ابھی میں نے ....." پھر وہ رک کر بولا۔ ڑو جانے دو۔ تمہاری آواز سن کر میں جیسے جی اٹھا ہوں۔ شہر ں میں تمہاری آواز خوشبو کا جھونکا لگ رہی ہے۔"

"تو پھر آجاؤں؟"

"نہیں ابھی نہیں۔"

"میری قربت سے انکار کر رہے ہو؟"

"میں حالات سے مجبور ہوں۔ میری روداد سنو پھر فیصلہ کرو' نکار درست ہے یا نہیں۔"

"میں سن چکی ہوں۔ تم سیاہ فام اور سفید فام لوگوں کے ت کے باعث مصیبت میں پڑ گئے ہو۔ مجھ جیسی سیاہ فام ے ساتھ دیکھی جائے گی تو پھر غنڈے تم پر حملہ کرسکتے ہیں' ہم کسی چار دیواری میں مل سکتے ہیں۔"

"پچھلی بار میں چار دیواری کے اندر تھا۔ پھر بھی دشمنوں کے پر فون آتے رہے۔ سوری کانوانا! ابھی میں کوئی خطرہ مول لینا چاہتا۔ پہلے میرے زخم بھرنے دو' پھر نئے زخموں کے لئے یلوں گا۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ہم یہ شہر کر کینیڈا جائیں گے۔ وہاں تم دشمنوں سے محفوظ رہو گے۔"

"تمہارے ڈیڈی نہیں چاہتے کہ میں یہاں سے جاؤں۔"

"میں ڈیڈی کو راضی کرلوں گی۔"

"یہ تمہاری محبت بھی ہو گی اور احسان بھی ہو گا۔ پلیز جلد ہی ت حاصل کرو۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ تھرہال اپنا سفری بیگ اٹھا کر بیڈ روم میں ا۔ ملٹری انٹیلی جنس کا چیف ڈرائنگ روم میں آکر فون پر رابطہ نے لگا۔ میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا وہ لمبوڈا کی لڑکی سے باتیں کر رہا ہے اور وہ سیکریٹری یو گانا ہنر جانتی ہے۔

رابطہ ہونے پر دوسری طرف سے ایک خاتون کی آواز آئی۔ نے اپنا نام اور عہدہ بتا کر کہا "سیکریٹری جوزفین سے بات کراؤ۔"

پتا چلا وہ ٹیلیفون آپریٹر تھی۔ اس نے سیکریٹری جوزفین سے رابطہ کرایا۔ میں آپریٹر خاتون کے پاس گیا۔ اس کی ڈیوٹی ختم ہو رہی تھی۔ اس کی جگہ ایک مرد آپریٹر آیا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر واش روم میں گئی تو میں واپس آگیا۔

پندرہ منٹ بعد پھر اس کے پاس گیا۔ وہ واش روم سے نکل آئی تھی اور لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور تک جا رہی تھی۔ فرشی منزل پر آئی تو وہاں ایک نوجوان اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی بولی "تم پھر آگئے؟"

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا "میں بار بار آؤں گا۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو لیکن اس ملازمت سے مجبور ہو۔"

"ہاں۔ ہم پر پابندی ہے کہ کسی اجنبی سے دوستی نہ کریں۔ یہ حکومت کا بہت ہی اہم شعبہ ہے۔ اس وقت بھی کسی جاسوس کی آنکھ ہمیں دیکھ رہی ہو گی۔ تمہاری وجہ سے میں مشکوک ہو رہی ہوں۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ ملازمت کا وقت ختم ہونے کے بعد تم اپنی زندگی جینے کا حق رکھتی ہو۔ تم ایک آزاد ملک کی شہری ہو آزادی سے محبت کرسکتی ہو۔ کسی کو بھی اپنا بوائے فرینڈ بنا سکتی ہو۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی پھر بولی "میں نے ملازمت قبول کرنے سے پہلے یہ پابندیاں قبول کی ہیں۔ میں پانچ برس تک نہ کسی سے شادی کرسکتی ہوں اور نہ ہی کسی کو بوائے فرینڈ بنا سکتی ہوں۔"

اسی وقت ایک پولیس کار قریب آکر رکی۔ ایک افسر نے کار سے نکل کر آپریٹر لڑکی سے کہا "تم گھر جاؤ۔"

وہ دوسری طرف چلی گئی۔ افسر نے اجنبی سے پوچھا "نام بتاؤ؟"

اس نے بتایا؟ میرا نام جان کریزی ہے۔"

"کریزی کے معنی ہیں خبطی۔ یہ نام تم نے خود رکھا ہے یا تمہارے والدین نے؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ یہ بتائیں کس جرم کے سلسلے میں محاسبہ کر رہے ہیں۔"

"اس لڑکی سے دور رہو۔ اگر آئندہ اس کے قریب دیکھے گئے تو کسی بھی الزام میں سلاخوں کے پیچھے چلے جاؤ گے' یہ پہلی اور آخری وارننگ ہے۔"

افسر کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔ وہ نوجوان جان کریزی وہاں کھڑا سوچتا رہا۔ میں اسے آلۂ کار بنانا چاہتا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ جان لمبوڈا کے شعبے میں کام کرنے والی ٹیلی فون آپریٹر کی نگرانی ہوتی ہے۔ اس کے عاشق کے پیچھے بھی جاسوس لگے ہوں گے۔ ہوسکتا ہے' خیال خوانی کے ذریعے بھی اس کی اصلیت معلوم کی جا رہی ہو۔

اور ایسا ہو رہا تھا۔ جان لمبوڈا کا ماتحت پاسکو روٹ یہ معلوم کر رہا تھا کہ نوجوان واقعی عاشق ہے یا غیر ملکی ایجنٹوں کا آلۂ کار ہے؟ میں پاسکو روٹ کی مصروفیت نہیں جانتا تھا' لیکن احتیاطاً یہی سوچ رہا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔

میں نے فی الحال اسے چھوڑ دیا' کیونکہ بعد میں اس کی ضرورت تھی۔ میں پھر تھرمال کے پاس آیا تو کانوواٹا فون پر اسے کہہ رہی تھی "ڈیڈی راضی ہو گئے ہیں۔ بلکہ تم سے بیزار ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں فرہاد تمہارے اعصاب پر سوار ہو گیا ہے۔ تمہیں واقعی چھٹیاں گزارنے کے لئے اس شہر سے دور جانا چاہئے۔"

"وہ مجھے نااہل سمجھ رہے ہیں' کوئی بات نہیں۔ یہ میرے لئے خوشی کی بات ہے کہ میں اس شہر سے دور چلا جاؤں گا۔"

"میں پبلی فلائٹ میں سیٹیں حاصل کر رہی ہوں۔ ابھی فون کر کے یہاں سے روانگی کا وقت بتاؤں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ لمبوڈا کا یہ فیصلہ اپنی جگہ درست تھا کہ تھرمال اپنے اعصاب پر قابو پانے اور ذہنی تازگی حاصل کرنے یہاں سے چلا جائے' لیکن میں نہیں چاہتا تھا۔ میں نے یوسف زائد سے کہا "کسی بھی ایرے غیرے کا فون نمبر ڈائل کرو۔ وہ نمبر ہمارے اپنوں میں سے کسی کا نہ ہو۔"

اس نے ایک نمبر ڈائل کر کے رابطہ کیا۔ مجھے دوسری طرف کی آواز سنائی پھر رابطہ ختم کر دیا۔ وہ ایک بہت بڑے جنرل اسٹور کے مالک کا فون تھا' میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر تھرمال کے موجودہ نمبر ڈائل کرائے۔

چند لمحوں کے بعد تھرمال کی آواز سنائی دی۔ میں نے اپنے آلۂ کار کی زبان سے کہا "اُلّو کے پٹھے! تو اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا۔ کبھی کالا بن کر گوری عورت کے گھر میں رہتا ہے' کبھی گورا بن کر کالی لڑکی سے عشق کرتا ہے۔ اب اس لڑکی سے تیرا چکر چل رہا ہے۔ کس کے ساتھ کہاں بھاگنے والا ہے؟"

تھرمال حلق پھاڑ کر فون پر چیخنے لگا "تم کون ہو؟ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟ میں کہیں سکون سے رہ نہیں سکتا۔ میری بھوک مر گئی ہے۔ میری نیند اُڑ گئی ہے۔ تم آخر چاہتے کیا ہو؟ کسی برے وقت کی دشمنی نکال رہے ہو؟ دشمن ہو تو سامنے آؤ' مجھے گولی مارو' یا میں تمہیں گولی ماروں گا۔"

چیف نے آکر اس کے ساتھ سے ریسیور لے کر پوچھا "کیوں حلق پھاڑ پھاڑ چیخ رہے ہو" پھر ریسیور کان سے لگا کر بولا "ہیلو تم کون ہو؟ مجھ سے باتیں کرو۔"

پھر اس نے تھرمال سے کہا "فون تو خاموش ہے۔"

وہ بولا "اس دشمن نے لائن کاٹ دی ہو گی۔"

چیف نے نمبر ڈائل کئے پھر کہا "ابھی میرے نمبر پر کس فون سے بات ہو رہی تھی؟"

"جناب! ہارڈی جنرل اسٹور کا فون تھا۔"

"مجھ سے بات کراؤ۔"

آپریٹر نے رابطہ کر دیا' چیف نے کہا "مسٹر ہارڈی! میں [illegible] آف ملٹری انٹیلی جنس بول رہا ہوں۔ ابھی دو منٹ پہلے [illegible] میرے فون پر میرے مہمان سے بات کی تھی؟"

میں نے ہارڈی کی زبان سے کہا "سر! میں نے نہیں' دکان میں آنے والے ایک گاہک نے فون کرنے کی اجازت [illegible] کی تھی' میں نے اجازت دے دی تھی۔ کیوں جناب! کیا یہ کوئی [illegible] قانونی بات ہے؟"

"غیر قانونی نہیں ہے لیکن ایک پرابلم ہے' کیا وہ گاہک [illegible] ہے؟"

"نہیں جا چکا ہے۔"

"حلیہ بتا سکتے ہو؟"

میں نے الٹا سیدھا حلیہ بتا دیا۔ چیف نے ریسیور رکھ کر [illegible] سے پوچھا "یہاں تمہاری کسی سے دشمنی ہے؟"

وہ بولا "تم جانتے ہو کہ مسٹر لمبوڈا کے ماتحت نہ کسی سے [illegible] کرتے ہیں نہ کسی کو دشمن بناتے ہیں۔ ہماری دشمنی صرف [illegible] پیٹھی جاننے والوں سے ہوتی ہے۔"

"تو پھر یہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حرکتیں ہیں۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسا کوئی دشمن ہوتا تو وہ [illegible] دماغ میں آکر مجھے چیلنج کرتا لیکن میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کوئی [illegible] ٹریپ نہیں کر سکتا۔ جو بھی مجھے پریشان کر رہا ہے وہ میری [illegible] نہیں جانتا ہے۔ وہ کوئی گورا یا کالا فسادی ہے۔"

"وہ کوئی بھی ہو۔ تمہاری ہریدلتی ہوئی رہائش گاہ کو [illegible] ہے اور اس کا فون نمبر بھی معلوم کر لیتا ہے۔ اگر وہ خیال [illegible] کرنے والا نہیں ہے تو پھر کوئی بہت ہی خرانٹ جاسوس ہے [illegible] نگاہوں سے تمہیں اوجھل نہیں ہونے دیتا ہے۔"

"یہی تو معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے۔ کیا ہم [illegible] جاسوس ایسے خرانٹ نہیں ہیں کہ اسے پکڑ سکیں۔"

"ہم ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ وہ جلد ہی پکڑا جائے گا۔"

چیف کا چور خیالات بتا رہے تھے کہ وہ میری اور تھرمال کی دشمنی کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔ اس کے باوجود وہ کسی [illegible] خوانی کرنے والے پر شبہ کر رہا ہے۔

اس سے پہلے وہ اپنا شبہ لمبوڈا پر ظاہر کرتا' میں اپنی چال کے لئے اس عاشق نوجوان جان کریزی کے پاس آگیا۔ اس [illegible] اندر خاموش رہا۔ شام کا وقت تھا۔ وہ ٹائیڈل بیسن کے کنارے [illegible] ہوا ان کشتیوں کو دیکھ رہا تھا' جو راج ہنس کی لانبی گردنوں کی [illegible] بنی ہوئی تھیں۔ یہ کشتیاں سوان بوٹس کہلاتی ہیں۔ واشنگٹن [illegible] والے رومانی جوڑے ایسی کشتی میں بیٹھ کر جھیل نما ٹائیڈل بیسن [illegible] سیر کرتے ہیں۔ جان کریزی بھی تصور میں اس آپریٹر لڑکی کے [illegible] سوان بوٹ میں بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "صرف سوچنے سے محبوب نہیں [illegible]' اس کے لئے کچھ کر گزرنا ہوتا ہے۔"

اس نے سوچا "میں کیا کروں یہی سمجھ میں نہیں آتا۔"

میں نے سمجھایا "حرکت میں برکت ہے۔ میں خیالوں کی دنیا سے نکل کر آگے بڑھوں گا تو منزل آئے گی۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگا' میں اسے لمبوڈا کی خفیہ رہائش گاہ کی طرف لے جانے لگا۔

گزشتہ روز میں نے دھوکے سے اس کے مختصر خیالات پڑھے تھے اور معلوم کیا تھا کہ وہ لاس اینجلس سے آج واشنگٹن پہنچے گا اور شام کو اپنی رہائش گاہ میں اپنی گونگی معشوقہ کے پاس آئے گا۔ جان کریزی نے اس کی رہائش گاہ سے ذرا دور کار روک دی۔ میں نے اس کے ذریعے دیکھا۔ اس کی رہائش گاہ کے احاطے میں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ پچھلی بار جب میں تھرمال کو ادھر لے گیا تھا تو کار نہیں تھی۔ گھر کا مالک نہیں تھا تو کار کیسے ہوتی؟ اب کار کی موجودگی بتا رہی تھی کہ مالک مکان موجود ہے۔

میں نے جان کریزی کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ وہ اپنی کار وہاں سے اور دور لے گیا۔ اسے ایک جگہ پارک کر کے لمبوڈا کی رہائش گاہ کی طرف پیدل جانے لگا۔ لمبوڈا وہاں ایک عام شہری کی طرح آتا تھا اور گونگی کے ساتھ رات بسر کر کے چلا جاتا تھا۔ اس کی گاڑی اور اس کا حلیہ وغیرہ مختلف ہوتا تھا۔ کوئی اسے سپر باسٹر کے دستِ راست کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا' اور چونکہ سرکاری حیثیت سے وہاں نہیں آتا تھا۔ اس لیے اس کی رہائش کے آس پاس مسلح گارڈز یا جاسوس وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔ یعنی وہ اپنی پرائیویٹ لائف میں کسی کو اپنا رازدار بنانے کا عادی نہیں تھا۔

جان کریزی باؤنڈری وال سے لگ کر تھوڑی دیر تک کھڑکیوں اور دروازوں کو دیکھتا رہا۔ ان پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ وہ پردے ذرا بھی ہٹے ہوئے ہوتے تو یہ سمجھ میں آتا کہ اندر سے کوئی باہر کا حال دیکھ رہا ہے' لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ بڑی آہستگی سے باؤنڈری کی دیوار پر چڑھ کر اندر پہنچ گیا۔ گھاس پر رینگتا ہوا کار کے قریب پہنچا اور پھر میری پلاننگ کے مطابق کار کے بریک ناکارہ بنانے لگا۔

میں نے اس کام کے لئے جان کریزی کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ انٹیلی جنس والوں کو اس پر شبہ تھا۔ اگرچہ اس کے چور خیالات پڑھنے کے بعد لمبوڈا کے سراغ رسانوں کا شبہ دور ہو چکا ہو گا۔ تاہم وہ ابھی بریک کو ناکارہ بناتے وقت پکڑا جاتا تو منٹنے والا شبہ پھر ابھر آتا۔ میں اس کے چور خیالات سے لمبوڈا کو سمجھا تا کہ وہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن کا آلۂ کار ہے۔

کوئی کام صحیح پلاننگ سے صحیح وقت پر ہو تو کامیابی لازمی ہوتی

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ھَوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو نمود دیتی تھی۔

****

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے کے ریکارڈ توڑ دیے

صلیبوں کا بیٹا

پانچ حصّوں میں مکمل

قیمت فی حصہ یہ ۴۰ روپے ★ ڈاک خرچ فی حصہ ۱۶ روپے

کتابیات پبلی کیشنز

ہے۔ وہ مطلوبہ کام کرکے پھر اسی طرح گھاس پر رینگتا ہوا باؤنڈری وال کے پاس آیا اور اس پر چڑھ کر احاطے کے باہر پہنچ گیا۔ اطمینان سے دور تک چلتا ہوا کار کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا وہ چلتے چلتے لڑکھڑا گیا۔ پھر سنبھل کر سوچنے لگا "میں کہاں ہوں اور یہاں کیا کر رہا ہوں؟"

سامنے پارک کے قریب اپنی کار نظر آرہی تھی۔ وہ سوچتا ہوا جارہا تھا چونکہ میں نے پوری طرح قبضہ جمایا ہوا تھا۔ اس لئے آزادی کے بعد اسے یاد نہیں رہا کہ کس رہائش گاہ کے احاطے میں گیا تھا اور وہاں کیا کارروائی کرنے کے بعد آیا ہے۔

وہ کار میں بیٹھ کر سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی کے عشق میں دیوانہ ہورہا ہے۔ اس کے خیالوں میں ڈوب کر ایسے گم ہوجاتا ہے کہ غائب دماغی کا پتا ہی نہیں چلتا۔ میں کافی دیر تک اس کے اندر خاموش رہا۔ پھر یقین ہوگیا کہ کسی خیال خوانی کرنے والے نے اسے میرا آلۂ کار بنتے نہیں دیکھا ہے۔

میں نے یوسف زائد کو لبوڈا کا فون نمبر ڈائل کرنے کو کہا۔ اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر تھوڑی دیر تک فون کی گھنٹی بجتی رہی پھر لبوڈا کی آواز سنائی دی۔ اس نے آواز بدل کر پوچھا "ہیلو کون؟"

میں نے تھرہال کی آواز بنا کر یوسف زائد کی زبان سے کہلا "سر! میں ہوں تھرہال۔ آپ کی آواز کیوں بدل گئی ہے۔"

میں جانتا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ تھرہال کے دماغ میں پہنچے گا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ اتفاق سے وہ بھی کان سے ریسیور لگائے کانوں اٹا سے باتیں کررہا تھا۔ پہلے چند لمحات میں لبوڈا نے یہی سمجھا کہ تھرہال ہی فون پر اس سے بول رہا تھا۔ وہ غصے سے کڑک کر بولا "تمہیں میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

میں نے تھرہال سے ریسیور رکھوادیا۔ پھر اس کی سوچ میں جواب دیا "سر! میں صرف فون نمبر ہی نہیں رہائش گاہ بھی جانتا ہوں۔"

"یہی پوچھ رہا ہوں، کیسے جانتے ہو؟"

"آپ نے مجھے فرہاد کا ڈپلی کیٹ بنادیا۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ میں سچ مچ کا فرہاد علی تیمور ہوں۔ جیسے وہ سوچتا ہے ویسے ہی میں سوچتا ہوں۔ وہ آپ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ میں بھی پہنچتے پہنچتے آپ تک پہنچ گیا ہوں۔ آپ کی رہائش گاہ کی بیرونی دیواریں سرخ اینٹوں کی ہیں اور یہ واشنگٹن جنرل والے پارک کے سامنے ہے۔"

خاموشی چھاگئی۔ وہ حیران پریشان ہوگیا ہوگا۔ ایک یہ سوال پریشان کررہا ہوگا کہ تھرہال جیسا ماتحت یہ کیوں کہہ رہا ہے کہ سچ مچ فرہاد بن گیا ہے۔ دوسری پریشانی یہ تھی کہ اس کا پتا اور فون نمبر اسے کیسے معلوم ہوگیا؟

اور جیسے بھی معلوم ہوا، قیامت کا راز معلوم ہوا۔ یہ راز کھلنے سے وہ گرفت میں آتا تو اس کے تمام ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی دشمن کی مٹھی میں چلے جاتے۔ ابھی اسے اُمید ہوگی کہ گرفت میں نہیں آیا ہے۔ دشمن نے صرف سراغ لگایا ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے اس رہائش گاہ سے بھاگنا چاہئے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تیزی سے دوڑتا ہوا اور گولی کی طرف دھکاوے کرگراتا ہوا بنگلے سے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ اسے اسٹارٹ کیا۔ عجلت اور گھبراہٹ میں کار اسٹارٹ نہیں ہوئی۔ وہ اچھی خاصی گھبراہٹ کے بعد وہ کار چلنے پر راضی ہوئی۔ وہ سوچ تھا "یہ فرہاد کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس نے فون کے ذریعے تھرہال کے ذریعے یہ معلوم کیا ہے کہ میں اپنے خفیہ بنگلے میں ہوں یا نہیں؟ اب اسے میری موجودگی کا یقین ہوگیا ہے۔ اس آلۂ کار بنگلے کے اطراف کہیں چھپے ہوں گے اور اب میرا تعاقب کررہے ہوں گے۔"

وہ عقب نما آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ اندازہ کررہا تھا کہ کون گاڑی اس کے تعاقب میں ہے۔ یہ اسی وقت معلوم ہوسکتا جب آس پاس کی گاڑیوں کے مقابلے میں رفتار زیادہ سے بڑھائی جائے اس طرح تعاقب کرنے والی گاڑی کی رفتار بھی زیادہ سے زیادہ ہوگی اور وہ نظروں میں آئے گی۔

اس طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے اس نے رفتار میں اضافہ کیا۔ پھر آگے کچھ دور جاکر دو گاڑیوں کو اوورٹیک کرنے کے رفتار میں ذرا کمی کرنی چاہی تو ناکامی ہوئی۔ ڈھلان کے باعث گاڑی اسی تیزی سے بھاگ رہی تھی اور بریک کام نہیں کررہا تھا۔

اس نے کئی بار بریک لگانے کی کوشش کی اور حادثے سے بچنے کے لئے کار کو سنبھالتا رہا۔ پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے ماسٹر کو مخاطب کیا۔ میں سلمان کے ساتھ سپر ماسٹر ہولی مین کے گھر میں موجود تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ماسٹر! میں فرہاد کا شکار ہورہا ہوں۔ نہیں وہ کس حکمتِ عملی سے میرے قریب پہنچ گیا ہے۔ شاید اس نے میری گاڑی کے بریک کو ناکارہ بنایا ہے۔ میں بائی پاس روڈ والی شاہراہ پر ہوں۔ پلیز ٹریفک پولیس کو حکم دو کہ وہ میرے چاروں طرف گاڑیوں سے محاصرہ کرکے میری کار کو روک لیں۔"

میں نے اس کے ماتحت پاسکوروٹ کے لہجے اور آواز میں کہا "مسٹر لبوڈا میں سپر ماسٹر سے ابھی خیال خوانی کے ذریعے بات کرتا ہوں۔ اگر آپ مصیبت میں ہیں تو مجھے اپنے دماغ میں آنے دیں۔ سپر ماسٹر کے حکم سے جب تک پولیس والے آئیں گے تب تک دونوں مل کر بچاؤ کی تدبیر کرلیں گے۔"

اس نے کہا "فوراً آؤ" میں فوراً اس کی کھوپڑی میں پہنچا۔ پہنچتے ہی ایک زبردست خیال خوانی کا جھٹکا پہنچایا۔ وہ حلق پھاڑ کر چیخ پڑا۔ ہاتھوں سے اسٹیئرنگ بہک گیا۔ کار اِدھر سے اُدھر جانے لگی۔ دوسری کاروں سے ٹکرائی۔ میں نے اس کے ہاتھوں سے جھٹکے سے اسٹیئرنگ کو سنبھال لیا۔ وہ دماغی تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہورہا تھا۔ شاہراہ پر بے شمار گاڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ اس ٹکراؤ میں لبوڈا کی گاڑی ان کے درمیان پھنس کر رک گئی۔ اس کے رکتے ہی میں نے پھر اس کے اندر ایک زلزلہ پیدا کیا، وہ ذبح کئے ہوئے بکرے کی طرح تڑپ تڑپ کر کار سے نکلا اور سڑک پر گر کر شدید تکلیف کے باعث کراہنے لگا۔

وہ بڑے ہی مضبوط اعصاب کا پہاڑ جیسا شخص تھا۔ زلزلے کے دو جھٹکوں سے کوئی بھی معمول ہوتا بے ہوش ہوجاتا ہے لیکن وہ بے حد اذیتیں برداشت کرتے ہوئے ہوش میں رہنے کی کوشش کررہا تھا، آخر میرے تیسرے جھٹکے نے اسے بے ہوش کردیا۔

میں نے سلمان کے پاس آکر کہا "بہت بڑا معرہ ہاتھ آگیا ہے۔ میں لیلیٰ سے کہتا ہوں وہ پاسکوروٹ کے دماغ میں رہے اور اسے لبوڈا کے پاس نہ جانے دے۔ دوسرے خیال خوانی کرنے والے فریزر کے متعلق تم نے کہا تھا وہ بیمار ہے۔ اور اسپتال میں زیرِ علاج ہے۔"

"جی ہاں، میں نے سپر ماسٹر کے ذریعے فریزر کو بھی قابو میں کرلیا ہے۔"

"اب ہماری سونیا ثانی رہ گئی ہے۔ جب میں لبوڈا پر تنویمی عمل کروں گا تو وہ مداخلت کرے گی۔"

سلمان نے کہا "میں اپنی بیٹی کی وجہ سے خود الجھا ہوا ہوں۔ یہ سپر ماسٹر نہیں جانتا ہے کہ ثانی کہاں ہے۔ صرف جان لبوڈا کو معلوم ہے۔"

"ٹھیک ہے لبوڈا کے ہوش میں آتے ہی میں اس پر عمل کرکے سب سے پہلے ثانی کے متعلق معلوم کروں گا۔"

پھر میں نے لیلیٰ سے کہا کہ وہ پاسکوروٹ کے دماغ میں سلمان کا لہجہ اختیار کرکے جائے اور اسے لبوڈا کے پاس جانے نہ دے۔ میں ہر پہلو سے مکمل انتظامات کرنے کے بعد لبوڈا کے پاس آگیا۔ وہ ہوش میں تھا۔ مگر بے حد کمزور تھا اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس نے ایک بار آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔ مگر ڈاکٹر، نرس اور کمرے کی دوسری چیزیں دھندلی دکھائی دے رہی تھیں اس لئے پھر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔

میں بڑی دیر تک احتیاطاً خاموش رہا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا چپکے سے وہاں موجود ہوسکتا تھا۔ خاص طور پر سونیا ثانی کی طرف سے خدشہ تھا۔ وہ اپنے سینئر افسر لبوڈا کے دماغ میں کسی وقت بھی آسکتی تھی۔

میں نے لبوڈا کی خوابیدہ سوچ میں کہا "سلوانہ (ثانی)! آہ سلوانہ تم کہاں ہو؟ ایسی مصیبت کے وقت مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ کہاں ہو آجاؤ۔ آجاؤ۔"

وہ جس درد بھرے انداز میں پکار رہا تھا، وہ پکار سن کر ثانی ضرور اس کے درد کا مرہم بن کر آتی۔ مگر نہیں آئی۔ ثابت ہوا کہ وہ موجود نہیں ہے یا اسے لبوڈا کے موجودہ حالات کی خبر نہیں ہے۔

میں نے وقت کو غنیمت جانا اور عمل شروع کردیا۔

ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک دن اتنی بڑی کامیابی حاصل ہوگی ناقابلِ شکست ٹیلی پیتھی جاننے والا جان لبوڈا ہماری گرفت میں ہوگا۔ اس ملک کا حکمران ثانی سپر ماسٹر کی کھوپڑی ہماری غلام ہوگی اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہمارے تابعدار بن جائیں گے۔

امریکا جیسے سپر پاور کو قدموں تلے لانے کے بعد کیا رہ گیا تھا؟ کچھ نہیں۔ اب تو ہم ساری دنیا فتح کرچکے تھے۔ اسرائیل کی انسان دشمن پالیسیوں کو امریکا سے ہی استحکام حاصل ہوتا تھا۔ آئندہ ہم ایسی پالیسیوں کو گزیں ڈالنے والے تھے۔ اسرائیل کے گولڈن برنیز علی کو اپنا بے تاج بادشاہ بناتے جارہے تھے۔

لہٰذا اب کچھ نہیں رہا تھا۔ ہم نے سارا قصہ تمام کردیا تھا۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حالات ہماری بے خبری میں کروٹ بدلتے رہتے ہیں پھر ایک مخصوص وقت میں ہمیں درسِ عبرت دیتے ہیں۔

حالات نے اچانک ہی کروٹ بدلی۔ میں لبوڈا پر عمل کررہا تھا کہ محسوس ہوا مداخلت ہوئی ہے۔ لبوڈا نے اپنے بازو میں ہلکی سی چبھن محسوس کی تھی اس کے بعد ہی میرے تنویمی عمل کا رشتہ اس سے ٹوٹ گیا۔ کسی نے انجکشن لگایا تھا اور وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔

میں نے فوراً ہی سلمان سے کہا "جس کا ڈر تھا، وہی ہوا۔ مداخلت ہوئی ہے۔ کسی نے لبوڈا کو انجکشن کے ذریعے بے ہوش کردیا ہے۔ سپر ماسٹر کے ذریعے اسپتال والوں سے معلوم کرو، انجکشن کس نے لگایا ہے؟"

سپر ماسٹر نے سلمان کی مرضی کے مطابق اسپتال والوں سے معلوم کیا۔ ڈاکٹر نے کہا "مسٹر لبوڈا شدید ذہنی کرب میں تھے ہم نے انہیں گہری نیند سلایا ہے۔"

"لیکن وہ تو بے ہوش ہے۔"

"ڈاکٹر ہم ہیں، آپ ہم سے زیادہ نہیں جانتے۔ پلیز ہمیں ڈسٹرب نہ کریں۔"

میں ڈاکٹر کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا وہ ایک مریض کا معائنہ کررہا تھا۔ اچانک اس کے دل میں بات آئی کہ مسٹر لبوڈا کو گہری نیند سلانا چاہئے۔ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن بے اختیار سرنج میں ایک رقیق مادّہ بھر کرلے گیا۔ اس کی دانست میں وہ نیند کا انجکشن تھا۔ میں سمجھ گیا، ثانی نے بے ہوشی کا انجکشن لگانے پر مجبور کیا تھا۔

"ہماری بلّی اور ہم سے میاؤں" کا مطلب سمجھ میں آگیا۔ وہ ایسی بلّی تھی جو ہم سب کو جان سے پیاری تھی۔ لیکن جان کی دشمن بن کر مقابلہ پر آگئی تھی۔ جو علاقہ ہم نے فتح کیا تھا، وہ علاقہ ہم سے چھین کرلے گئی تھی۔

صرف چند منٹوں کے بعد پتا چلا کہ فوجی افسر اور جوان آئے تھے اور بے ہوشی لبوڈا کو کہیں لے گئے تھے۔ یہ فوراً ہی معلوم

نہیں کیا جاسکتا تھا کہ اسے کہاں پہنچایا گیا ہے۔ جب تک معلومات حاصل ہوتیں تب تک ہماری بیٹی اس کا برین واش کرادیتی۔

فرہاد علی تیمور نے بہت بڑی بازی ہاری تھی، لیکن ثانی کی حکمت عملی نے دل خوش کردیا تھا۔ آخر میری ہونے والی بہو تھی۔ وہ تو مجھے بابا جانی کہہ کر مجھے گھوڑا بنا کر میری پیٹھ پر سوار ہوسکتی تھی۔

سلمان نے کہا "یہ لڑکی ہمارے لئے پرابلم بنتی رہے گی۔ اسے کسی طرح قابو میں کرنا ہوگا۔"

میں نے کہا "تم باپ ہو، جوان بیٹی کو قابو میں رکھنا تمہارا فرض ہے۔ اگر وہ اسی طرح بے قابو رہی تو ہم برات نہیں لائیں گے۔"

"اوہ فرہاد بھائی! اتنی بڑی ناکامی کے بعد بھی آپ مذاق کے موڈ میں ہیں۔"

"کیسی الٹی باتیں کرتے ہو؟ دنیا مجھے شیر کہتی ہے اور تمہاری بیٹی شیر کے منہ سے لقمہ چھین کر لے گئی ہے۔ اتنی بڑی کامیابی کو ناکامی کہہ رہے ہو؟"

"میں آپ سے بحث نہیں کروں گا۔ یہ کہنے آیا ہوں کہ سپر ماسٹر ہیلی کاپٹر کے ذریعے میامی جارہا ہے۔"

میں نے چونک کر کہا "میامی کے ایک خفیہ اڈے میں وہ ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی ہے۔"

"جی ہاں اس کی سوچ نے بتایا ہے کہ دو گھنٹے بعد کسی نوجوان کو اس مشین سے گزار کر اسے ٹیلی پیتھی کا علم دیا جائے گا چونکہ لبوڈا زیرِ علاج ہے اس لئے وہاں سپر ماسٹر کی موجودگی لازمی ہے۔"

وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے میامی پہنچ گیا۔ وہاں سے کار میں ایک لمبا سفر شروع ہوا۔ دو فوجی افسران اس کے ساتھ تھے۔ ایک گھنٹے بعد وہ پہاڑیوں کے درمیان پہنچے۔ ان پہاڑیوں کو کاٹ کر بحری فوج کا اڈا بنایا گیا تھا۔ اس تراشیدہ پہاڑی اڈے کے پیچھے کھلے سمندر میں فوج کے بحری جہاز کھڑے رہتے تھے۔ سمندر کے راستے سے کسی کو ادھر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ اور جہاں سے سپر ماسٹر کار میں آیا تھا وہ تمام خشکی کا علاقہ عام لوگوں کے لئے ممنوعہ تھا۔

ثانی ہم سے لبوڈا کو چھین کر مطمئن ہوگئی تھی۔ اس نے یہ سوچا ہی نہ ہوگا کہ ہم سپر ماسٹر جیسی ہستی کو اپنا تابعدار بنا سکتے ہیں۔ وہ اُدھر لبوڈا کو ہم سے محفوظ رکھنے کی کوششوں میں مصروف ہوگی۔ اِدھر ہمیں ٹرانسفارمر مشین کے چاروں طرف میلوں دور تک حفاظتی انتظامات کو دیکھنے کا موقع مل رہا تھا۔

سپر ماسٹر تراشیدہ پہاڑی اڈے کے مختلف حصوں سے گزر رہا تھا۔ اس کے آگے پیچھے مسلح فوجی جوان اور افسران چل رہے تھے۔ وہاں خلائی سیارے کے ذریعے جاسوسی ہوتی تھی۔ بغیر اجازت وہاں قدم رکھنے والے کو سیارے کی آنکھ دیکھ لیتی تھی اور اسے گرفتار کرادیتی تھی۔ ویسے سائنس نے ابھی ایسی آنکھ نہیں بنائی تھی جو ہم جیسے دماغوں میں رہنے والوں کو دیکھ لیتی۔

سپر ماسٹر فوجی افسران کے ساتھ ایک بہت بڑے ہال میں پہنچا وہاں پانچ عدد ٹرالی اسٹریچرز تھے۔ وہ مریضوں کو آپریشن تھیٹر میں لے جانے والی ٹرالیاں تھیں۔ چار ٹرالیوں کے اسٹریچرز پر ایک عورت اور تین مرد آنکھیں بند کئے غافل پڑے ہوئے تھے۔ شاید بے ہوش تھے۔ پانچویں ٹرالی خالی تھی۔

ان میں سے دو بے ہوش افراد کو دیکھ کر سپر ماسٹر چونک گیا اس کی سوچ سے ہمیں پتا چلا کہ ان میں سے ایک باسکوروٹ اور دوسرا فریزر۔ ہم نے جان لبوڈا کے ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا، لیکن لبوڈا کی طرح دونوں بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گئے تھے اور یہاں پہنچادئے گئے تھے۔

سپر ماسٹر نے پوچھا "یہ ہمارے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہوگیا ہے؟"

"انہیں مرضِ تیموریہ ہوگیا ہے" یہ نسوانی آواز ہال میں گونجی تو میں نے اور سلمان نے ثانی کو پہچان لیا۔ وہ ایک خارجی اندرونی حصے سے نکل کر ہال میں آئی پھر بولی "سپر ماسٹر! میں تمہارے اور اس ملک کی ایک ادنیٰ کنیز ہوں۔ یہ بتانے آئی ہوں کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر فرہاد غالب آگیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے میری مرضی کے مطابق پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ فرہاد نے انہیں ٹریپ کیا تھا اور ان ٹرالیوں پر کون ہیں؟"

وہ بولی "یہ ٹرالی پر پڑی ہوئی عورت الپا ہے۔ اور دوسری پر اسرائیل کا ایک گولڈن برین میجر یا رڈلے ہے۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "یہ قصہ کیا ہے؟"

"قصہ یہ ہے کہ فرہاد علی تیمور نے ہم امریکیوں کو عقل پیدل سمجھ لیا ہے۔ اس کی مسلسل کامیابیوں نے اسے خوش فہمی میں مبتلا کردیا ہے۔ وہ بڑی تیزی سے میدان مارتا آرہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اس نے اتنے بڑے سپر پاور کہلانے والے امریکا کو فتح کرلیا ہے۔ اب اسے معلوم ہوگا کہ وہ کس بری طرح الو بنتا رہا ہے۔"

سلمان نے کہا "بھائی فرہاد! یہ میری بیٹی ہے تو کیا ہوا لیکن برداشت نہیں کروں گا کہ یہ آپ کو الو بولے۔"

میں نے کہا "اسی کو بہت سمجھ لو۔ اس سے بڑی گالی اور نہیں آتی ہے۔"

وہ کہہ رہی تھی "میں اپنے سینئر افسر جان لبوڈا کے لئے جان کی بازی لگا سکتی ہوں۔ کیونکہ وہ مجھ پر اندھا اعتماد کرتا ہے۔ اس کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا اور فون نمبر صرف میں جانتی ہوں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "جب مجھے معلوم ہوا کہ تمہارا گورے اور کالے پریشان کررہے ہیں اور وہ الٹی سیدھی حرکت کررہا ہے تو میں خاموشی سے اس کے دماغ میں رہنے لگی۔ وہ سے یہ بھید کھلتا گیا کہ فرہاد اس کے ذریعے مسٹر لبوڈا تک پہنچنا ہے یا پہنچ چکا ہے۔ جب اس کی کار کا بریک ناکارہ ہوا تو سمجھ میں

کہ فرہاد اسے زخمی کرکے دماغ میں جگہ بنانا چاہتا ہے۔

وہ پھر ٹھہر کر بولی "میں اس سلسلے میں باسکوروٹ کو خبردار کرنے آئی تو اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ پہلے سے کوئی عورت (لیلیٰ) وہاں موجود تھی۔ اس بات کی تصدیق ہوتی جارہی تھی کہ فرہاد کی ٹیم ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار کررہی ہے۔ فریزر بیمار تھا اسے تو آسانی سے کوئی بھی ٹریپ کرسکتا تھا۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سپر ماسٹر کے قریب آئی پھر بولی "جب ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سربراہ لبوڈا ان کے جال میں پھنس گیا تو یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ لبوڈا کی معمولہ الپا اور میجر یا رڈلے بھی فرہاد سے محفوظ نہیں ہیں۔ وہ ایک لبوڈا کے ذریعے ہر ایک کو ٹریپ کرچکا ہے۔ صرف میں محفوظ ہوں۔"

اس نے سپر ماسٹر کی طرف انگلی اٹھا کر کہا "میں تم سے کہہ رہی ہوں۔ فرہاد علی تیمور! تم سے کہہ رہی ہوں۔ تم جو سپر ماسٹر کے دماغ میں چھپ کر میری باتیں سن رہے ہو اور یہ فوجی اڈا دیکھ رہے ہو۔ تمہاری خوش فہمی کہتی ہے کہ یہاں ٹرانسفارمر مشین ہے اور میں اتنی احمق ہوں کہ تمہیں کسی کے دماغ میں بیٹھ کر یہاں تک آنے کی اجازت دے چکی ہوں۔"

وہ انکار میں ہاتھ ہلا کر بولی "نہیں۔ تمہارے فرشتے بھی یہاں مشین کی جھلک نہیں دیکھ سکیں گے۔ ہوسکتا ہے تم نے مسٹر لبوڈا کے دماغ سے معلوم کیا ہو کہ مشین یہاں ہے۔ یہی سوچ کر میں نے اسے دو گھنٹے پہلے یہاں سے دوسری جگہ منتقل کردیا ہے۔"

وہ پھر سپر ماسٹر کی طرف انگلی اٹھا کر بولی "اور یہ تمہارا سب سے بڑا آخری مُہرہ سپر ماسٹر ہے۔ جس کے دماغ پر قبضہ جما کر تم نے سمجھ لیا تھا کہ ہمارے ملک کی سیاست تمہارے ہاتھ میں آگئی۔ یہ آخری جیت بھی ہار میں بدل رہی ہوں۔ دیکھو، وہ جو پانچویں ٹرالی خالی ہے وہ سپر ماسٹر کے لئے ہے۔ ابھی یہ بھی بے ہوش ہوگا، اس کا بھی برین واش ہوگا پھر تم کبھی ان میں سے کسی کے دماغ میں نہیں جھانکو گے جنہیں تم نے اپنا تابعدار بنایا تھا۔ تم نے جتنے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیا تھا، ان سب کو میں نے واپس جیت لیا ہے۔"

اس نے ایک افسر سے کہا "مسٹر ہولی مین کو انجکشن لگاؤ۔"

ایک فوجی جوان سرنج میں دوا بھرنے لگا۔ میں نے سپر ماسٹر کی زبان سے کہا "شاباش بیٹی! تم نے نہایت عمدہ حکمتِ عملی سے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولی "اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے مجھے بیٹی کہہ رہے ہو؟"

"نہیں..... اپنے گھر بلانے کے لئے بیٹی کہا ہے اور اس یقین سے کہا ہے کہ تم ہمارے پاس واپس آؤ گی۔"

میری بات ختم ہوتے ہی سپر ماسٹر کو انجکشن لگادیا گیا۔ وہ بے ہوش ہوا اور میں سلمان کے ساتھ اس کے دماغ سے نکل گیا۔ اب اس کے اور لبوڈا وغیرہ کے دماغ میں کبھی جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ ہم دونوں ہارے ہوئے سپاہیوں کی طرح اپنے اپنے گھر واپس آگئے۔

میں نے لیلیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "میں نے تمہیں تاکید کی تھی کہ مستقلاً باسکوروٹ کے دماغ میں رہو گی لیکن تم وہاں نہیں تھیں۔ ثانی نے موقع پا کر اسے ٹریپ کرلیا۔"

"میں مجبور تھی، نماز کا وقت ہوگیا تھا۔ آپ سب اپنے اپنے معاملات میں مصروف تھے میں نے سوچا مغرب کی نماز مختصر ہوتی ہے۔ میں جلد ہی واپس آجاؤں گی لیکن عبادت سے واپس آئی تو میں نے باسکوروٹ کو بے ہوش پایا۔"

"نماز نے اور ہماری لاڈلی نے ہمیں میدان چھوڑنے پر مجبور کیا، اس میں قدرت کا کوئی بھید ہے۔ آگے آگے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔"

دو دن گزر گئے۔ ہمیں کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ ہم نے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے قابو میں کیا تھا، وہ کہاں گئے؟ اور اب کس حال میں ہیں؟"

بے ہوشی کے بعد ہوش و حواس میں آنے کے لئے چند منٹ بھی لگتے ہیں، چند گھنٹے بھی لگتے ہیں اور چند دن بھی گزر جاتے ہیں۔ میں وقفے وقفے سے لبوڈا کے دماغ میں جاتا رہا۔ خیال تھا کسی وقت بھی وہ آنکھ کھولے گا اور حواس میں رہے گا تو پھر ایک بار اسے قابو میں لانے کی کوشش کروں گا لیکن اس کے دماغ کو ٹرانسفارمر مشین کے تابع کردیا گیا تھا۔

اس مشین میں ایک چینل ایسا تھا جس کے چار آلات انسانی کھوپڑی کے چاروں طرف لگائے جاتے تھے۔ پھر جب تک مشین آن رہتی تب تک وہ دماغ بیرونی اثرات قبول نہیں کرتا تھا۔ خیال خوانی کی لہریں بھی بے اثر ہوجاتی تھیں۔ اس لئے میں دوبارہ لبوڈا کے دماغ کو نہ پاسکا۔

صرف لبوڈا ہی نہیں اس کے کسی ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی دوبارہ نہ پاسکا۔ سب ہی کو اسی طریقۂ کار کے مطابق مشین کے زیرِ اثر رکھ کر تبدیل کیا گیا تھا۔ سپر ماسٹر اور جان لبوڈا اتنے اہم عہدے دار تھے کہ ثانی نے انہیں نئی زندگی دے کر ملک کی ڈوبتی ہوئی نبض کو سنبھالا تھا۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی مجھ سے چھین کر تمام حکمران اور اعلیٰ عہدے داران کے دل جیت لئے تھے۔

اس کی حمایت میں مبارک باد کے ساتھ یہ مطالبات پیش کئے جارہے تھے کہ سلوانہ (ثانی) کو سپر ماسٹر کے برابر کوئی عہدہ دیا جائے یا اسے سپر ادام کا خطاب دے کر خصوصی اختیارات دئے جائیں۔

لبوڈا فخر سے کہنے لگا "سلوانہ میری بیٹی ہے۔ میری ایسی ورپافت ہے جس پر پوری قوم فخر کرتی رہے گی۔"

ہولی مین نے کہا "مجھے دوبارہ سپر ماسٹر بنانے والی سلوانہ ہے۔ میں اسے سلام کرتا ہوں اور اسے سپر مادام تسلیم کرتا ہوں۔"

جان لبوڈا نے کہا "ٹرانسغارمر مشین کے ذریعے دو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوا ہے۔ وہ دونوں آئندہ سپر مادام سلوانہ کے محکوم اور تابعدار رہیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "میں صرف جان لبوڈا سے اہم معاملات میں مشورے لیا کرتا تھا۔ آج سے سپر مادام میری مشیر خاص رہیں گی۔"

ثانی نے مجھ پر جو سب سے بڑا ظلم کیا تھا' وہ یہ تھا کہ الپا کو بھی چھین لیا تھا۔ اسرائیل کی وہی ایک خیال خوانی کرنے والی میرے قبضے میں تھی۔ اس کے ذریعے میں ایک گولڈن برین میجر یا رڈلے کے بھی دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ ثانی نے اسے ٹرانسغارمر مشین سے گزار کر امریکی حکومت کا وفادار بنا دیا تھا' لیکن اس چیمبل سے اسے نہیں گزارا تھا جو ٹیلی پیتھی کے لئے مخصوص تھا۔

اب میجر یا رڈلے کے دماغ میں یہ باتیں نقش تھیں کہ وہ بدستور یہودی ہے اور گولڈن برین ہے۔ وہ دل سے اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرے گا لیکن درپردہ امریکی حکومت کا وفادار رہے گا اور راز داری سے گولڈن برینز کے درمیان رہ کر امریکی مفادات کے لئے کام کرتا رہے گا۔

مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ مشین کے ذریعے کس کا مزاج کس انداز میں تبدیل کیا گیا لیکن یہ اندازہ تھا کہ الپا اور میجر یا رڈلے کو مشین کے ذریعے تبدیل کیا گیا ہوگا اور انہیں مکمل طور سے اپنا وفادار بنایا گیا ہوگا۔

میں نے علی سے کہا "واشنگٹن میں ثانی نے بازی پلٹ دی ہے۔ اب الپا اور میجر یا رڈلے واپس آئیں گے تو وہاں تمہاری جان کے دشمن بن کر رہیں گے۔ تم اپنے بچاؤ کی تدبیر کرو۔"

اس نے کہا "گولڈن برینز کے کتنے ہی معاملات میں مجھے میجر اور الپا کے ساتھ مصروف رہنا ہوگا۔ میرے دماغ کو کمزور کرنے اور مجھے تابعدار بنانے کا کوئی نہ کوئی موقع الپا کو ضرور ملے گا۔ میری حفاظتی تدابیر ہمیشہ کام نہیں آئیں گی۔"

"پھر کیا کرو گے؟"

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ میں سوچتا ہوں۔"

وہ سوچتا رہا پھر اس نے راجر موس سے کہا "انکل! آپ نے اور میں نے گولڈن برین کا عمدہ سنبھال کر بہت نقصان اٹھایا ہے۔ آپ کی شریک حیات یعنی میری ساس کو قتل کر دیا گیا۔ لبوڈا نے اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے شریک حیات یعنی آپ کی بیٹی کو بے موت مار ڈالا۔ وہ آئندہ ہم دونوں کو قتل کرنا چاہیں گے۔"

"مجھے اپنی فکر نہیں ہے۔ البتہ تمہارے لئے فکرمند ہوں۔ میں تمہیں صرف داماد ہی نہیں بیٹا بھی سمجھتا ہوں۔ تمام محبوب رشتوں کو کھونے کے بعد تمہیں نہیں کھونا چاہتا۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ روپوش رہ کر کام کرنا چاہئے۔"

"روپوش رہنے سے بھی بات نہیں بنے گی۔ پچھلی بار لبو ہمارے ایک گولڈن برین کے دماغ میں پہنچ کر آستین کا سانپ گیا تھا۔ گولڈن برینز اور ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی ٹیم پھر آستین کے سانپ پیدا ہو سکتے ہیں۔"

"کیا تمہارے ذہن میں ایسے دشمنوں سے بچاؤ کی تدبیر ہے؟"

"ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ میں کارمن کی حیثیت گم ہو جاؤں اور یہاں کسی دوسرے روپ میں رہوں۔"

"کارمن کی شخصیت کو گم کرو گے تو دوسرے روپ میں گولڈ برین بن کر نہیں رہ سکو گے۔"

"یہ عارضی طور پر ہوگا۔ آپ صرف دو گولڈن برینز وا سکو تھرہا اور جان نوبل کی حمایت حاصل کر کے یہ ظاہر کریں کہ گولڈن برین کارمن ہیرالڈ پاکستان کے خلاف ایک خفیہ مشن گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے یہ آج ہی ہو جائے گا۔ اس کے بعد کیا کرو گے؟"

"آپ ملٹری انٹیلی جنس کے پال ہیرسن نامی نوجوان کو چھٹی پر یورپ بھیج دیں جو الپا کے بنگلے میں ملازم کی حیثیت رہتا ہے۔ میں پال بن کر رہوں گا۔"

"تم الپا سے بے زار رہتے ہو پھر اس بنگلے میں رہنا بھی چا ہو؟"

"میں اس سے نمٹ لوں گا۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ یا رڈلے کے ساتھ نیویارک گئی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ لبوڈا وغیرہ جال میں پھنس جائیں۔ جس طرح ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکا تھا لبوڈا ہمارے ایک گولڈن برین ایڈگر سلومن کے اندر رہتا اسی طرح ہم میجر یا رڈلے اور الپا کے سلسلے میں بھی دھوکا کھا ہیں کہ ان کے اندر دشمن چھپا ہوا نہیں ہے۔"

"واقعی تم دور تک سوچتے ہو۔ ہمیں الپا اور میجر یا رڈ شبہ کرنا چاہئے' تم اس کے بنگلے میں رہ کر شبہ کی تصدیق یا نفی کر ہو۔"

یہ طے ہو گیا۔ راجر موس نے دو گولڈن برینز کو اپنے اعتماد لے کر باقی گولڈن برینز اور ملک کے حکمرانوں پر ظاہر کیا کہ کار ایک خفیہ مشن پر گیا ہے۔

پھر انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر کو اعتماد میں لے کر ہیرسن کو بڑی رازداری سے ملک کے باہر بھیج دیا۔ اس کی روا سے پہلے علی نے اس کے ساتھ بارہ گھنٹے گزارے۔ اس کے لہجے' حرکات و سکنات کی مشقیں کرتا رہا۔ اس دوران اس تبدیل ہوتا رہا۔ جب دشمنوں سے توڑ جوڑ ہونے لگے تو ایسے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔

وہاں سونیا ثانی اور جان لبوڈا بھی توڑ جوڑ میں مصروف

ہے۔ میرے اندازے کے مطابق اب وہ مجھ سے نہیں ٹکرائیں گے۔ تھرہال کو فرہاد بنانے کی غلطی کر کے وہ بہت بڑے نقصان سے دوچار ہونے والے تھے۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ میں صرف ایک تھرہال کی ڈور پکڑ کر لبوڈا اور سپر ماسٹر تک پہنچ گیا تھا اور انہیں بھی جکڑ لیا تھا۔

ایسے نقصان دہ تجربات سے دوچار ہونے کے بعد وہ مجھ سے کترائیں گے اور وہاں الپا اور میجر یا رڈلے کی موجودگی سے فائدہ اٹھا کر دوسرے گولڈن برینز کو بھی اپنا تابعدار بنانے کی پلاننگ کر رہے ہوں گے۔

ایک ہفتے بعد الپا اور میجر یا رڈلے نے گولڈن برین راجر موس کو اطلاع دی کہ وہ دوسرے دن کی فلائٹ سے تل ابیب پہنچ رہے ہیں اور بہت اہم معلومات حاصل کر کے آ رہے ہیں۔ لہٰذا ان کی آمد کے ایک گھنٹے بعد ہی تمام گولڈن برینز کا خفیہ اجلاس ہوگا۔

گولڈن برینز--- اجلاس کے لئے ایک جگہ جمع نہیں ہوتے تھے۔ ٹی وی اور کمپیوٹرز کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے تھے۔ دوسرے دن علی ائیرپورٹ گیا۔ وہ پہلے دور ہی دور سے الپا اور میجر کو دیکھنا چاہتا تھا۔ یہ تو معلوم ہی تھا کہ وہ دونوں ہی لبوڈا کے معمول اور تابعدار ہیں۔ دیکھنا یہ تھا کہ لبوڈا نے دونوں کو اپنے ملک میں کیوں بلایا تھا؟

پھر ایک بات قابلِ غور تھی۔ الپا اسرائیل سے باہر آزاد دنیا میں آزادی سے رہنا چاہتی تھی۔ پابندیوں میں رہنے کے لئے اپنے ملک واپس نہیں آنا چاہتی تھی۔ وہ یہاں سے زنجیریں توڑ کر اور اپنوں کو دھوکا دے کر گئی تھی۔ پھر واپس کیوں آ رہی تھی؟

رن وے پر طیارہ آ کر رک گیا تھا۔ مسافروں کے اترنے کے لئے سیڑھیاں لگائی جا رہی تھیں۔ علی بالکونی میں کھڑا آنکھوں سے دوربین لگائے طیارے کے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ مسافر دروازے پر آ رہے تھے اور سیڑھی سے اترتے جا رہے تھے۔ پھر الپا نظر آئی اس کے ساتھ میجر یا رڈلے تھا۔ دونوں سیڑھی سے اترتے ہوئے نظر آ رہے تھے لیکن زیادہ واضح دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

وہ بالکونی سے اتر کر ہال میں آیا۔ پارٹیشن کے دوسری طرف ایمیگریشن کاؤنٹر پر نظر آئی۔ آہنی جالیوں کے پارٹیشن کے باعث وہ واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ کبھی کبھی میجر یا رڈلے دیوار بن کر سامنے آ جاتا تھا۔ علی کو الپا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ تو اپنی فرائض کی ادائیگی کے لئے آیا تھا' لیکن محسوس کر رہا تھا کہ وہ جو الپا آئی ہے اس کی طرف بے اختیار دل کھنچا جا رہا ہے۔

دل کیوں کھنچا جا رہا ہے؟

آج اس الپا میں کیا نظر آ گیا تھا؟

کبھی کبھی جھوٹ کے پیچھے حقیقت جھلکتی ہے مگر وہ سچی جھلک مجھ میں نہیں آتی۔

وہ آ رہی تھی۔ امیگریشن کاؤنٹر سے پارٹیشن کے دروازے کی طرف آ رہی تھی۔ علی سوچتا ہوا' سمجھنے کی کوشش کرتا ہوا دروازے کے قریب آیا' ادھر سے وہ باہر آئی۔ پھر علی کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ علی اسے دیکھ کر جہاں تھا' وہیں تھم گیا تھا۔

دونوں کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ دونوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ بات کیا ہے جو دو بہروپیوں کو ان کی اصلیت کے اندر لے جا رہی ہے۔

ایک کے سامنے الپا تھی' مگر نہیں تھی۔

دوسرے کے سامنے کارمن پال ہیرسن تھا' مگر نہیں تھا۔

اور جو وہ تھی اور جو وہ تھا' قدرت اسی سمت دل کی دھڑکنوں سے اشارہ کر رہی تھی۔ محبت اشاروں میں سمجھی جاتی ہے' ارے او الببلی' سمجھتی کیوں نہیں؟

محبت آنکھوں کے پہلے تصادم سے شروع ہوتی ہے' ارے او دیوانے' ہزار بھیس بدل لے' اور وہ محبت ہزار پردوں میں چھپ جائے پر نگاہیں نہیں چھپتیں۔ دونوں نے چہرے بدلے تھے..... لیکن آنکھیں تو وہی تھیں۔

ٹھیک ہے کہ آنکھیں بھی بدل جاتی ہیں' لیکن دیکھنے کا انداز نہیں بدلتا' اور وہی دیکھنے کا انداز دونوں کا دل دھڑکا رہا تھا۔

ایک تہلکہ خیز داستان جو جانوں کی حفاظتی حیات سے کھیلا گیا گری کا جذبہ تھا اور اس راہ میں لعل قدم قدم پر ایک نئی دنیائے حیرت نظر آئی۔ اس کا جنون کبھی گرگی کبھی لعل پیار کی پھول جھلیاں میں لے گیا تھا کبھی ہالیہ کی وادیوں میں۔ اس سنسنی خیز مسافت میں ایک روز پاس پتھر اس کے ہاتھ لگ گیا تو ایک دنیا اس کے پیچھے پڑ گئی۔ موت کے خوفناک لمحے بار بار اس کے تعاقب میں رہے۔ کبھی وہ ہندوستان میں چھپتا پھرا اور کبھی سرزمین عرب پر پناہ تلاش کرتا رہا۔ بالآخر اسرائیل میں جا پھنسا۔ اسرائیلی انٹیلی جنس سے ٹکرانا جان کا زیاں تھا' مگر وہ ان کا آلۂ کار بن گیا' اسے صرف طاقت کے سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔ قدم قدم پر اس کی ذہانت و فطانت کو بھی ایک آزمائش سے گزرنا پڑا۔ ہر موڑ پر جان جوکھوں پیشہ اجل کے ساتھ اس کے منتظر تھے۔

اس طویل داستان کی ہر سطر ایک واقعہ ہے۔ ایکشن' تجسس تحیر اور حیرت انگیز واقعات سے بھرپور یہ ناول کہانی کی کئی موڑ سے گزرتا ہوا جاسوسی ناولٹ میں شائع ہوتی رہی اور اب کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

مغرور

(چار جلدوں پر مکمل) ——— قیمت فی جلد ۴۰ روپے ——— ڈاک خرچ فی جلد ۱۶ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

سونیا ثانی چند لمحوں تک گم صم کھڑی رہ گئی۔ ایمیگریشن کے گیٹ پر علی تیمور کو دیکھ کر یوں لگا جیسے وہ اپنا ہے۔ علی نے بھی ثانی کو دیکھ کر یہی محسوس کیا تھا۔ یہ چند لمحوں کی بات تھی۔ پھر ثانی جیسے ہوش میں آگئی۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے میجر سے کہا "پیچھے کیا کر رہے ہو فوراً میرے پاس آؤ۔ میرے سامنے ایک اجنبی نوجوان ہے۔ یہ مجھے شناسا نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ کیا الپا اسے جانتی ہے؟"

میجر یارڈلے پیچھے رہ گیا تھا۔ جلدی سے ثانی کے برابر آیا پھر علی کو دیکھ کر سوچ کے ذریعے بولا "یہ پال ہیریسن ہے' انٹیلی جنس کا بہت ہی ذہین جاسوس' الپا کے بنگلے میں ملازم کی حیثیت سے رہتا ہے۔"

ثانی نے مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے علی سے کہا "ہیلو پال! مجھے اتنے غور سے کیوں دیکھ رہے ہو؟"

علی نے کہا "مادام! تم نیویارک گئیں اور ایک ہفتے میں بالکل بدل گئیں۔ تم وہ نہیں ہو جو یہاں سے گئی تھیں۔"

ثانی کو یوں لگا جیسے الپا کے بھیس میں پہچانی جاری ہے شاید میک اپ میں یا الپا کی نقل کرنے میں خامی رہ گئی ہے۔ میجر نے پوچھا "مسٹر پال! کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو' یہ ہماری الپا نہیں ہے؟"

"بے شک ہیں۔ سر سے پاؤں تک مادام الپا ہیں لیکن ایک ہی ہفتے میں صحت کتنی شاندار ہو گئی ہے۔ بدن کی رنگت پہلے سے زیادہ نکھر گئی ہے۔ اگر میں ڈیوٹی پر نہ ہوتا تو حسن کی اس نئی بہار پر شاعری ضرور کرتا۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "پہلے تم نہایت سنجیدہ تھے۔ ایک ہفتے میں تمہارے اندر بھی تبدیلی آئی ہے۔ بہت زندہ دل ہو گئے ہو۔"

علی نے اس کے ہاتھ سے اٹیچی لیتے ہوئے کہا "یہ میری ڈیوٹی ہے' آیئے۔"

وہ تینوں ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے۔ الپا اور میجر کے لئے الگ الگ گاڑیاں آئی تھیں۔ میجر نے کہا "الپا! مجھے ابھی ایک اہم میٹنگ اٹینڈ کرنا ہے۔ تم بھی بنگلے میں پہنچ کر کمپیوٹر روم میں رہنا۔ اس میٹنگ میں تم سے بھی گفتگو ہوگی۔"

وہ اپنی گاڑی میں چلا گیا۔ علی نے ثانی کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ بولی "اگر تم ڈرائیو کرو گے تو میں سامنے بیٹھوں گی۔"

"میں ملازم ہوں' تمہیں میرے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہئے۔"

"تم ایک نامی گرامی جاسوس ہو۔ مجھ سے کمتر نہیں ہو۔"

"جب تک ملازم کے بھیس میں ہوں' دنیا والوں کو دکھانے کے لئے تمہیں مالکہ کی حیثیت سے پیچھے بیٹھنا چاہئے۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ علی نے اس کی اٹیچی آگے رکھی پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ثانی اسے چور نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی "پال کو پہلی بار دیکھتے ہی میں کہاں کھو گئی تھی؟ آخر اس میں کیا خاص بات ہے؟"

بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ وہ بہت ہی متجسس مزاج تھی اس کا خیال تھا کہ آج تک کسی نے اسے متاثر نہیں کیا۔ پھر نوجوان پہلی ہی ملاقات میں اپنی طرف کیسے کھینچ رہا ہے۔ ایسی کیا بات ہے جو اس میں کشش رکھتی ہے؟

اسے نظروں کے پہلے تصادم کا خیال آیا۔ تب کچھ سمجھ میں آیا کہ اس کے دیکھنے کے انداز میں ایسی شناسائی ہے جو یاد نہیں آرہی ہے۔ یہ نگاہوں کی شناخت کب اور کہاں ہوئی تھی؟ کتنے دن' کتنے برس گزر گئے ہیں کہ یہ نوجوان یادداشت میں محفوظ نہیں رہا ہے؟ یہی تجسس تھا' جو اسے بے چین کر رہا تھا۔

ایسے ہی وقت میں نے علی سے رابطہ کرلیا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک شاہراہ سے گزر رہا تھا۔ اس نے کہا "پاپا! کچھ گڑبڑ ہے۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی حسینہ مجھے الپا نہیں لگ رہی ہے۔ یہ الپا کی نظروں سے دیکھ رہی ہے جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔"

میں نے کہا "پھر تو یہ اپنا تجسس دور کرنے تمہارے دماغ میں آئے گی' میں رہوں گا تو تم اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکو گے' میں پھر آؤں گا۔"

ہم حالات کو ہر پہلو سے سمجھتے ہوئے عمل کرتے ہیں۔ اس لئے دشمنوں کی گرفت میں مشکل ہی سے آتے ہیں اور آتے ہیں تو پھر حالات کو خوب سمجھنے کے باعث گرفت سے نکل جاتے ہیں۔

وہ پانچ منٹ کے بعد ہی علی کے دماغ میں آئی اس نے فوراً سانس روک کر گاڑی سڑک کے کنارے روک لی۔ ثانی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولا "مادام! ابھی میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا' آپ ہوشیار رہیں۔ کوئی دشمن میرے ذریعے آپ کو دیکھنا سمجھنا چاہتا ہے۔"

وہ گہری تولتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھتے ہوئے بولی "میں دشمن نہیں تھا۔ میں نے تمہارے خیالات پڑھنے کی کوشش تھی۔"

"اگر میں سانس نہ روکتا تو آپ پڑھ لیتیں؟ کیا آپ ہپناٹزم جانتیں کہ میں یوگا میں ہوں؟"

"جانتی تھی۔ پھر بھی سوچا شاید کسی کمزوری یا شراب نوشی کے باعث تم مجھے محسوس نہیں کر سکو گے۔"

"آپ پہلے چوری چھپے میرے دماغ میں کبھی نہیں آئیں' کیا بات ہو گئی؟"

وہ بولی "تھوڑی دیر بعد ایک اہم میٹنگ ہے' مجھے بنگلے پر ہونا ہے۔ گاڑی چلاؤ۔"

وہ بولا "آپ کے پاس موبائل فون ہے۔ میٹنگ سے پہلے آپ کو فون پر اطلاع مل جائے گی۔"

"جانتی ہوں۔ مجھے ایسے بتا رہے ہو جیسے میں پہلی بار اپنی

سنبھال رہی ہوں۔ گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

"آپ تحکمانہ انداز اختیار کر رہی ہیں۔ جبکہ میں دنیا والوں کے سامنے ملازم ہوں۔ اور حقیقتاً انٹیلی جنس کے شعبے میں آپ کا ماتحت نہیں ہوں۔ تنہائی میں آپ کو تم کہہ سکتا ہوں۔ مادام نہیں' الپا کہہ کر مخاطب کر سکتا ہوں۔"

"تم اتنی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لئے کہ تم نے ملکۂ عالیہ کے انداز میں گاڑی چلانے کا حکم دیا تھا۔ آئندہ یاد رکھو اور تنہائی میں دوستانہ انداز اختیار کرو۔"

"میں بھی کسی کا حکم برداشت نہیں کرتی۔ مگر تمہارے لہجے میں نرمی اور دوستی ہے اور پتا نہیں کیوں میرا دل تمہارا دوست ہو رہا ہے۔"

"دل کی دوستی کو عشق کہتے ہیں۔"

"اوہ نو۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ تم ایک عرصے سے میرے محافظ بن کر ایک ہی بنگلے میں رہتے آئے ہو۔ سوچتی ہوں پہلے تمہیں دوست کیوں نہیں بنالیا۔ آج تم میں کشش کیوں محسوس ہو رہی ہے۔ کیا تم پال ہیریسن نہیں ہو یا میرا مزاج اچانک ہی تمہارے لئے عاشقانہ ہو گیا ہے؟"

وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "سچ پوچھو تو یہی میرے دل کی کیفیت ہے۔ میں پہلے کبھی تم سے متاثر نہیں ہوا۔ آج نہ جانے کیوں تمہاری آنکھوں میں دیکھتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ کیا الپا کا میک اپ کرتے وقت آنکھوں کی تبدیلی میں کوئی خامی رہ گئی ہے؟ یہ پال ہیریسن کا دل کیوں چاہتا ہے کہ میری آنکھوں میں دیکھتا رہے؟

وہ پوری تیاری سے الپا بن کر آئی تھی۔ اتنی ذہین اور تیز طرار تھی کہ کوئی اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا لیکن اسرائیل کی زمین پر قدم رکھتے ہی پال گلے پڑ گیا تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ خود اس کا دل پال کی طرف مائل ہو رہا تھا۔

کار بنگلے کے احاطے میں پہنچ کر رک گئی۔ علی نے اپنی سیٹ سے نکل کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ثانی نے کار سے نکلتے ہوئے کہا "میں اپنے بیڈ روم میں تمہارا رہوں گی۔ آدھے گھنٹے تک ڈسٹرب نہ کرنا۔"

وہ اطمینان سے چلتی ہوئی بنگلے کے برآمدے میں آئی' اس نے الپا اور میجر یارڈلے کے ذریعے بنگلے کا پورا نقشہ معلوم کیا تھا۔ یہ جانتی تھی کہ وہاں کتنے کمرے ہیں اور اس کی خواب گاہ بنگلے کے کس حصے میں ہے۔ اس نے خواب گاہ میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر میجر یارڈلے کے پاس پہنچی "میں اپنے بنگلے میں پہنچ گئی ہوں۔ اہم اجلاس کب شروع ہوگا۔"

"ٹھیک ایک گھنٹے بعد۔ بائی دی وے کوئی پریشانی تو نہیں ہو رہی ہے؟"

پریشانی تو ہو رہی تھی لیکن یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ پال کی آنکھوں سے الجھن میں بھی پڑ گئی ہے اور متاثر بھی ہو رہی ہے پھر پال بھی اس کی آنکھوں سے تاثر لے رہا ہے۔ ایسی باتیں میجر لیوڈا سے کہتی تو سب اسے دل کا معاملہ سمجھتے۔ جبکہ وہ پہچانی جانے کے اندیشے میں مبتلا ہو رہی تھی۔

اس نے میجر یارڈلے سے کہا "فی الحال کوئی پریشانی نہیں ہے۔ جیسے ہی میٹنگ شروع ہو' مجھے فون پر اطلاع دینا۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ میٹنگ کے لئے ابھی ایک گھنٹا باقی تھا۔ اس نے سوچا غسل کر کے لباس بدلے گی۔ بنگلے کے دروازوں اور الماریوں کی چابیاں گورنس مارتھا کے پاس رہتی تھیں۔ اس نے مارتھا کو بلانے کے لئے دروازہ کھولا تو سامنے علی کھڑا تھا۔ اس نے پوچھا "مارتھا کہاں ہے؟ اس سے کہو الماری کھولے اور لباس نکالے' میں غسل کروں گی۔"

وہ کمرے میں آکر بولا "لیکن اس الماری میں میرے کپڑے ہیں۔"

"یہاں تمہارے کپڑے کیوں ہیں؟"

"اس لئے کہ یہ میرا بیڈ روم ہے۔"

"کیا؟" وہ حیران ہوئی' فوراً سمجھ میں آگیا کہ اپنے بیڈ روم کو پہچاننے میں غلطی کی ہے۔ اس نے پوچھا "کیا کمرے تبدیل ہو گئے ہیں؟"

علی نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا "کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ میں تمہیں اپنے بنگلے میں لایا ہوں اور تم اسے اپنا بنگلا سمجھ رہی ہو۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر ایک قدم پیچھے گئی پھر حملہ کرنے کے انداز میں پینترا بدل کر بولی "تو تم نے فراڈ کیا ہے؟"

وہ بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا "ہم دونوں فراڈ ہیں۔"

وہ ذرا مطمئن ہوئی کہ اس کے سامنے کوئی اسرائیلی جاسوس نہیں ہے۔ اس نے پوچھا "کون ہو تم؟"

"تم راستے میں میرے اندر نہ پہنچ سکیں۔ میں ٹیلی پیتھی کے بغیر تمہارے اندر دیکھ رہا ہوں۔ اسے ذہانت کہتے ہیں۔"

"میں پوچھ رہی ہوں' تم کون ہو؟"

"یہودی نہیں ہوں۔ تمہارے ہی قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں۔ تم سپر ماسٹر کی چچی ہو۔ میں ماسک مین کا چچا ہوں اور ایک محتاط اندازے کے مطابق کہہ سکتا ہوں کہ تمہارا نام سلوانہ ہے۔"

"اوہ' مجھے افسوس ہے۔ اس قدر صحیح اندازے کے بعد تم یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گے۔"

"تم نے دشمنی کی تو تمہارے متعلق میرا بھی یہی خیال ہوگا' زندہ نہیں جاسکو گی۔"

"شاید تم نہیں جانتے کہ میں کتنی خطرناک فائٹر ہوں۔"

"صرف خطرناک فائٹری نہیں بلا کی ذہین بھی ہو۔ موجودہ حالات پر قابو پانے کے لئے جنگ سے پرہیز کروگی اور صلح کا راستہ اختیار کروگی۔"

اسی وقت گورنس مارتھا نے آکر کہا "مارننگ میڈم! میں کچن میں مصروف تھی۔ کیا میں ملبوسات کی الماری کھولوں؟"

ثانی نے گھور کر علی کو دیکھا۔ گورنس مارتھا کی موجودگی بتا رہی تھی کہ وہ بنگلا الپا ہی کا ہے۔ وہ مارتھا سے بولی "مجھے چابیاں دو اور جاؤ۔"

وہ چابیاں دے کر چلی گئی۔ ثانی نے علی سے کہا "زبردست فراڈ ہو۔ یہ الپا ہی کا بنگلا ہے۔"

"اور میرے سامنے کھڑی ہوئی الپا نے اپنے بنگلے کو نہیں پہچانا۔"

"تم نے بڑی ہوشیاری سے مجھے بے نقاب کیا ہے۔ میں تمہاری ذہانت کی داد دیتی ہوں۔ مجھے یقین ہے تم نے میرے ہتھکنڈوں سے بچنے کے لئے کوئی حفاظتی انتظام کیا ہوگا۔"

"واہ! میری ذہانت کی داد دیتی ہو اور بڑی ذہانت سے میرا طریقۂ کار معلوم کرنا چاہتی ہو۔ چلو بتا دیتا ہوں' ابھی تم پندرہ منٹ کے لئے اپنے بیڈ روم میں بند ہو گئی تھیں۔ میں نے اتنی دیر میں تمہاری اصلیت کمپیوٹر ڈسک میں ریکارڈ کی اور اسے ایسی جگہ چھپا دیا ہے جس کا علم صرف میرے اسسٹنٹ کو ہے۔ اب یہ سمجھانا ضروری نہیں ہے کہ مجھے کوئی نقصان پہنچا تو میرا اسسٹنٹ کیا کرے گا۔"

وہ سوچنے کے انداز میں چلتی ہوئی ایک صوفے کے پاس آئی پھر اُس پر بیٹھ کر بولی "ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ جب تمہیں میری اصلیت معلوم ہو گئی تھی تو تم نے اپنی اصلیت ظاہر کرنے کی حماقت کیوں کی؟"

"میں سچی بات کہوں گا کہ دل سے مجبور ہو گیا ہوں تو یقین نہیں کروگی لیکن غور کرو تو شاید سمجھ میں آجائے کہ ہمارے درمیان ایسی کوئی بات نہ ایسا کوئی بھولا ہوا تعلق کہ ہم پہلی بار ایک دوسرے کو دیکھتے ہی ٹھٹک گئے تھے۔"

وہ دل ہی دل میں قائل ہو رہی تھی۔ اسے بھی کوئی بھولا ہوا سا تعلق محسوس ہو رہا تھا اور وہ یہ سمجھ کر نظرانداز کر رہی تھی کہ نوجوانی میں دل بہک رہا ہے۔ اسے پہلی نظر کی محبت سے خود کو بچا کر رکھنا چاہئے۔

علی نے کہا "میں اپنی اصلیت ظاہر کر چکا ہوں اس خیال سے کہ تم میرے دل کو سمجھوگی۔ جو دل میں جھانک کر دیکھ لیتے ہیں وہ انسان کو سمجھ لیتے ہیں۔ پھر سمجھنے کے لئے خیال خوانی کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔"

"ہو سکتا ہے تم کسی مصلحت سے ابھی دوستی کرنا چاہتے ہو۔ کوئی کام نکالنے کے بعد میرا راز فاش کر سکتے ہو۔"

"تمہارے اسی شبے کو دور کرنے کے لئے خود کو کھلی کتاب کی طرح پیش کر چکا ہوں۔ تم بھی جب چاہو میری اصلیت کا بھانڈا پھوڑ سکتی ہو۔"

"بے شک ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں' جب چاہیں ایک دوسرے کو ڈبو سکتے ہیں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ اٹھ کر فون کے پاس آئی۔ پھر اٹینڈ کیا۔ دوسری طرف سے میجر یارڈلے نے کہا "دس منٹ کے بعد میٹنگ شروع ہوگی۔ میٹنگ کی ابتدا میں تمہیں طلب نہیں کیا جائے گا۔ پہلے مجھ سے گفتگو ہوگی۔"

"میں سمجھ گئی' جب تک مجھے بلایا نہیں جائے گا' میں تمہارے دماغ میں رہ کر اجلاس کی کارروائی دیکھتی رہوں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا' علی نے کہا "میں بھی اجلاس کی کارروائی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"جب یہاں الپا تھی تب تم اجلاس میں شریک ہوتے تھے؟"

"تب الپا تھی' اب تم ہو۔ تب پال ہیرلیسن تھا' اب میں ہوں۔ تمہاری طرح میں بھی گولڈن برنیز کے اندرونی معاملات معلوم کرنا چاہتا ہوں اور یہ تمہارے ذریعے ممکن ہے۔"

"کیسے ممکن ہے۔ میں تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے میجر کے ا رہوں گی۔"

"لیکن جب الپا کو اجلاس میں بلایا جاتا تھا تو وہ کمپیوٹر ذریعے وہاں کی کارروائی معلوم کرتی تھی۔ تم میجر سے کہو وہ ا کمپیوٹر ٹی وی کے ذریعے وہاں کی تمام گفتگو یہاں نشر کرے۔ یہاں تمہارے کمپیوٹر اسکرین پر وہ گفتگو پڑھتا رہوں گا۔"

"تم کباب میں ہڈی بن گئے ہو۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ گو برنیز کے اندرونی معاملات تک ہمارے سوا کوئی پہنچے۔ مگر تم ذریعہ بنا رہے ہو۔"

"مسلوانہ! تمہارے موجودہ حالات ایسے ہیں کہ ان حا سے سپر ماسٹر اور جان لبوڈا کو آگاہ کروگی تو وہ میری جان کے بن جائیں گے۔ خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔ کیا انہیں اصلیت بتاؤگی۔ جب وہ دشمنی کریں گے تو کیا ہماری دوستی رہے گی۔"

"ابھی ہماری دوستی نہیں ہوئی ہے۔"

"اور دشمنی بھی شروع نہیں ہوئی ہے۔"

"ابھی میں سوچ رہی ہوں کہ تم پر کس حد تک بھروسا کر ہوں۔"

"جب تک سوچتی رہو اور فیصلہ کرتی رہو تب تک میر اپنے سینے میں چھپائے رکھو۔ میں بھی تمہارے راز کا امین گا۔ یاد رکھو کسی بھی چالاکی سے دھوکا نہ کرنا۔ یہاں میرا ایک دشمن نہیں ہے۔ اگر کسی نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تو میں گا کہ تم نے خیال خوانی کے ذریعے لبوڈا کو میری اصلیت ہے' جس کے نتیجے میں مجھ پر گمنام حملے ہو رہے ہیں۔"

وہ ایسی پوزیشن میں تھی کہ علی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اگر لبوڈا کو معلوم ہو جاتا تو وہ ضرور علی کو ہر صورت میں ختم کرنے کی کوششیں شروع کر دیتا۔ یوں علی بھی سلوانہ کی حیثیت سے اسے ظاہر کرتا۔

اس نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو۔ دس منٹ گزر چکے ہیں۔ پرائیویٹ کمپیوٹر روم میں چلو اور میجر سے کہو ہمیں گولڈن برنیز کی گفتگو سنائے۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے میجر سے رابطہ کیا۔ پھر علی کے ساتھ پرائیویٹ روم میں آگئی۔ وہ دونوں کمپیوٹر اور ٹی وی وغیرہ ہینڈل کرنے لگے۔

میجر یارڈلے کے کمپیوٹرٹی وی اسکرین سے تمام گولڈن برنیز کے کمپوٹروں کا رابطہ تھا اور یہی رابطہ ثانی نے الپا کے کمپیوٹر پر قائم کیا تھا۔

ایک گولڈن برین راجر موس پوچھ رہا تھا "ہیلو میجر! تمہارا سفر الپا کے ساتھ کیسا رہا؟"

اسکرین پر میجر کا تحریری جواب ابھرا "بہت کامیاب سفر رہا ہے۔ اتنا کامیاب کہ آپ لوگ توقع بھی نہیں کر سکتے۔"

دوسرے گولڈن برین نے اپنے کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا "وہ کامیابی کیا ہے جو ہماری توقع سے بھی زیادہ ہے؟"

میجر نے کہا "ہم نے ٹرانسفارمر مشین کا سراغ لگا لیا ہے۔"

"کیا واقعی! ہمیں تو یقین نہیں آرہا ہے۔ میجر! تم نے سراغ کیسے لگا لیا؟"

"میں نے نہیں' الپا نے یہ کمال کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ لوگ اسے اجلاس میں شریک کریں اور اس کے ذریعے مشین کے متعلق رپورٹ سنیں۔"

"ٹھیک ہے میجر! اسے کال کرو۔"

ایک منٹ بعد علی کے ساتھ بیٹھی ہوئی ثانی نے کمپیوٹر کے ذریعے تمام گولڈن برنیز کو مخاطب کیا "ہیلو ایوری باڈی! میں الپا آپ سے مخاطب ہوں۔"

راجر موس نے کہا "میجر یارڈلے ہمیں ٹرانسفارمر مشین کی خوش خبری سنا رہے ہیں۔ کیا تم تفصیلی رپورٹ پیش کروگی؟"

"جی ہاں' یہاں سے نیویارک جاتے وقت میں نے سوچ لیا تھا کہ امریکی فوجی افسران کے دماغوں میں جگہ بناتی جاؤں گی۔ شاید لیکن میں ایک ایسے افسر تک پہنچ گئی جس کا تعلق میامی بیچ کی بحری فوج سے تھا۔"

اسکرین پر تحریر بدلنے لگی۔ ثانی کی تحریری رپورٹ ابھرتی جا رہی تھی' اسکرین پر لکھا تھا "اس بحری فوج کے افسر کا نام ہنری ہارڈ ہے۔ پہلے وہ امریکی آبدوز..... کا کیپٹن تھا پھر اسے آبدوز سے ہٹا کر خشکی کے میامی فوجی اڈے میں ٹرانسفر کر دیا گیا کیونکہ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا جیسے میں پہنچ گئی تھی۔"

ایک گولڈن برین نے سوال کیا "ہنری ہارڈ کو آبدوز سے کیوں ہٹا دیا گیا؟"

"اس لئے کہ ٹرانسفارمر مشین کو سمندر کی گہرائیوں میں اس آبدوز جہاز کے اندر لے جا کر چھپایا گیا ہے اور وہاں یوگا جاننے والے افسروں اور سپاہیوں کی تقرری کی گئی ہے۔"

ایک گولڈن برین جان نوبل نے کہا "شاباش الپا! تم نے ہماری توقع سے زیادہ اہم معلومات حاصل کی ہیں۔ اگرچہ اس آبدوز میں ہمارے سراغ رسانوں اور جیالوں کا پہنچنا ممکن نہیں ہے لیکن باقاعدہ پلاننگ کر کے ناممکن کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔"

گولڈن برین واسکوڈی تھرانے کہا "الپا! تم ملک اور قوم کے لئے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتی آئی ہو۔ تمہاری حب الوطنی اور ذہانت کا جواب نہیں ہے۔"

ثانی نے تحریر کے ذریعے کہا "جواب ہے۔ میں نئے گولڈن برین کارمن کو خود سے زیادہ ذہین تسلیم کرتی ہوں۔ میرا خیال ہے اگر کارمن کو ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کی ذمے داری دی جائے تو وہ اس سلسلے میں بہترین پلاننگ کرے گا۔"

"ہم تمہارے مشورے پر غور کریں گے' فی الحال کارمن ملک سے باہر گیا ہوا ہے۔"

ثانی کو ذرا مایوسی ہوئی۔ جبکہ کارمن (علی) اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پچھلے دنوں جان لبوڈا کے منصوبوں کو ناکام بنا دیا تھا۔ لبوڈا نے گولڈن برنیز کے درمیان تقریباً جگہ بنا لی تھی۔ علی نے اسے وہاں سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ اب ثانی اس مشن پر آئی تھی کہ کارمن کو زندگی سے اکھاڑ پھینکے اور پھر سے لبوڈا کو گولڈن برنیز کی ٹیم میں گھسنے کا موقع دے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے میجر یارڈلے سے کہا "تم سوال کرو کہ کارمن ملک سے باہر کہاں گیا ہے؟ کیوں گیا ہے؟ اور کب تک واپس آئے گا؟"

میجر نے یہی سوال کیا' جواب ملا "کارمن ایک اہم معاملے میں پاکستان گیا ہے۔ وہاں جب تک اس کا مشن پورا نہیں ہوگا' وہ واپس نہیں آئے گا۔"

ثانی کو پھر مایوسی ہوئی' علی نے کہا "تم کارمن کو بہت پوچھ رہی ہو' کیا بات ہے؟ کیا اس سے عشق ہو گیا ہے؟"

"میں ایسی واہیات باتیں پسند نہیں کرتی۔ تمہیں پہلے سے سمجھاتی ہوں۔ مجھ سے کبھی عشق فرمانے کی حماقت نہ کرنا۔ مجبوری کے باعث جس حد تک تعلق ہے اسی حد میں رہو۔"

"میں بھی پہلے سے تمہیں سمجھا دیتا ہوں کہ میں پہلی نظر میں تم پر مرمٹا ہوں۔ تمہاری پہلی نظر اس بات کی گواہ ہے اور تمہارا دل

بھی یہی کہتا ہے کہ ہمارے درمیان کوئی انجانی سی کشش ایک دوسرے کے لئے ہے۔"

وہ اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتی تھی مگر اور پری دل سے انکار کرتے ہوئے بولی "کوئی کشش وشش نہیں ہے۔ مجھے فضول باتوں میں نہ الجھاؤ۔ کام کی باتیں کرنے دو۔"

اسکرین پر تحریر ابھر رہی تھی۔ ایک گولڈن برین کہہ رہا تھا۔ "مس الپا! ہم ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کے لئے زبردست منصوبے بنائیں گے۔ اس سلسلے میں تم جب چاہو' بہترین مشورے دے سکتی ہو۔"

ثانی نے کہا "بہترین مشورہ یہی تھا کہ اس منصوبے میں کارمن کو شریک کیا جائے۔ میں سمجھتی ہوں ٹرانسفارمر مشین کو حاصل کرکے ہم ساری دنیا پر حکومت کرسکتے ہیں۔ اگر میں درست سمجھ رہی ہوں تو مسٹر کارمن کو ضرور واپس بلانا چاہئے۔"

راجر موس نے کہا "الپا! تم کارمن کو بہت زیادہ اہمیت دے رہی ہو۔ کیا تم اسے ہم سے زیادہ ذہین سمجھتی ہو۔ کیا ہم اس کے بغیر کوئی ٹھوس پلاننگ نہیں کرسکتے؟"

"میں آپ سب کو کارمن سے زیادہ تجربہ کار سمجھتی ہوں۔ لیکن خود آپ ہی لوگوں نے اسے غیر معمولی طور پر ذہین تسلیم کرکے گولڈن برین بنایا ہے۔ اس لئے مشورہ دے رہی ہوں کہ مشین کے معاملے میں بھی اس کی غیر معمولی ذہانت کو آزمانا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم سب تمہارے مشورے پر غور کریں گے۔ تم اجلاس سے جاسکتی ہو۔"

ثانی نے وہ پلگ نکال لیا جس کے ذریعے تمام گولڈن برینز کو معلوم ہوتا تھا کہ الپا اجلاس میں موجود ہے۔ اس طرح وہاں سے رابطہ ختم ہوگیا لیکن میجر نے اپنے کمپیوٹر ٹی وی سے ثانی کے کمپیوٹر کے ساتھ رابطہ قائم رکھا تھا۔

اب ان میں سے ایک گولڈن برین مشورہ دے رہا تھا کہ مشین کا معاملہ گولڈن برین راجر موس کے سپرد کیا جائے۔ ثانی کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کیونکہ مشین کی باتیں سراسر فراڈ تھیں۔ وہ مشین میای بیچ میں نہیں کسی دوسرے خفیہ اڈے میں تھی۔

علی نے کہا "تم سپراسٹر کی وفادار ہو۔ مشین کا صحیح ٹھکانا کبھی نہیں بتاؤ گی۔ پھر یہ غلط ٹھکانا بتانے کا مقصد کیا ہے؟"

"پال! یہ میرے معاملات ہیں۔ تم اپنے معاملات سے مطلب رکھو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں دو مقاصد کے لئے اس سبروپ میں ہوں۔ ایک تو یہ کہ یہاں ایک آدھ ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا دوست اور ماسک مین کا وفادار بناؤں گا۔ مجھے خوشی ہے کہ تم دوست بنتی جارہی ہو۔"

"اچھا ہے' احمقوں کی جنت میں رہو۔ میں تمہارے ماسک مین کے کسی کام نہیں آؤں گی۔"

"اور میں تمہیں ٹریپ کرنے کی بھی کوشش نہیں کروں گا کیونکہ دوست پر جال نہیں پھینکا جاتا۔ ہمیں پہلے سے یہ طے کرلینا چاہئے کہ کون کسے ٹریپ کرے گا مثلاً میں یہودی خیال خوانی کرنے والے جے مورگن کو پھانس کر یہاں سے لے جاؤں گا۔ تم کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پھانسو گی تو میں تمہارے راستے میں نہیں آؤں گا۔ ویسے کوئی لڑکی کسی مرد کو پھانسے یہ برا لگتا ہے۔"

"تم بولتے بولتے اوور ہو جاتے ہو۔ اپنی حد میں رہ کر بولا کرو۔ اور بتاؤ' دوسرا مقصد کیا ہے؟"

"یہ ہے کہ میں اپنے ماسک مین کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو کسی گولڈن برین کے دماغ میں پہنچاؤں گا' تاکہ اسرائیل کی داخلہ اور خارجہ پالیسیاں ہمیں معلوم ہوتی رہیں۔"

ثانی نے اسے گھور کر دیکھا۔ جان لبھوڑا گولڈن برین میجر یارمڈلے کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اور اس کے ذریعے تمام گولڈن برینز کی کارروائیاں دیکھتا جارہا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ علی کسی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہاں پہنچائے۔

وہ بولی "تمہارا یہ خواب پورا نہیں ہوگا۔ جب تک گولڈن برینز کی ٹیم میں کارمن ہے' وہ ہم میں سے کسی کو وہاں پہنچنے نہیں دے گا۔"

"اور یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ کارمن ملک سے باہر ہے۔"

ثانی بے بسی سے بولی "کیا تم کسی طرح پیچھا نہیں چھڑا سکتے؟"

"کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ ہم گولڈن برینز کے درمیان جگہ بنائیں؟"

"جگہ بنا کر کیا کرو گے؟ ذرا اپنے ملک کے حالات دیکھو۔ روس سپرپاور نہیں رہا۔ جتنے ممالک اس کی گرفت میں تھے وہ آزاد ہورہے ہیں۔ تمہارے ملک کہ فوج ذلتیں اٹھا کر افغانستان سے چلی گئی ہے۔ کیا تم بھی اسرائیل میں شرمناک شکست کھانے کے بعد یہاں سے جانا چاہتے ہو؟"

"میں ہارنا یا ٹوٹنا نہیں جانتا۔ ایسا وقت آنے سے پہلے راستہ بدل دیتا ہوں۔ البتہ اس تاریخی حقیقت سے انکار نہیں کروں گا کہ کئی ممالک سے ہمارے حکمرانوں کا اقتدار ختم ہوچکا ہے اور میں کسی سپرپاور کے لئے کام نہیں کررہا ہوں لیکن امید ہے روس جلد ہی اپنا کھویا ہوا وقار اور برتری حاصل کرلے گا۔"

"اب ہم یہ خواب پورا نہیں ہونے دیں گے۔ تمہاری اسی میں ہے کہ ابھی سے راستہ بدل لو۔ میں تمہیں آفر دیتی ہوں۔"

"میں تمہارے لئے ماسک مین کو تو کیا' دنیا کو چھوڑ سکتا ہوں۔ تمہارے ملک کے حکمران کچے فراڈیے ہیں۔ گلے لگا کر پیچھے سے چھونپتے ہیں۔"

"میں تمہیں یقین دلاتی ہوں' چاہے جیسی ضمانت لے لو۔ ہمارا سپراسٹر تمہیں ماسک مین سے زیادہ عزت اور اعلیٰ عہدہ دے گا۔"

"تم کیا دو گی؟"

"میں ضمانت دوں گی۔"

اس نے ثانی کا ہاتھ تھام کر کہا "تو پھر اپنا ہاتھ ہمیشہ کے لئے میرے ہاتھوں میں دے دو۔"

وہ فوراً ہاتھ چھڑا کر بولی "یہ کیا حرکت ہے' کیا تم سنجیدہ نہیں ہو؟"

"میں نہایت سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ ضمانت کے طور پر تم دو گی تو مجھے فریب کھانے کا اندیشہ نہیں رہے گا۔"

"میں تم سے محبت کا اقرار کرکے بھی دھوکا دے سکتی ہوں۔"

"میں صرف محبت سے بہلنے والا نہیں ہوں۔ تم سے شادی کروں گا۔"

"کیا بیویاں دھوکا نہیں دیتی ہیں؟"

"بے شک' لیکن بچہ ہو جائے تو عورت کے پیروں میں زنجیر آجاتی ہے۔ شادی کے بعد بچہ ہوگا تو میں سپراسٹر کا وفادار بن جاؤں گا۔ تم پھر بھی دھوکا دینا چاہو گی تو میں تمہاری گود سے اپنا بچہ چھین کر لے جاؤں گا۔ اس کے بعد تم ممتا سے مجبور ہو کر ایسی بیوی بن جاؤ گی جیسی نیک پروین ہوتی ہے۔"

"کیا بکواس کرچکے؟"

"میں جو ضمانت چاہتا ہوں' اسے تم بکواس سمجھو گی تو ہمارے راستے الگ الگ ہوں گے۔"

"ابھی جو دوستی ہے' بس اتنی ہی رہے گی۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سرکاری طور پر یہاں ملازم کی حیثیت سے ہوں۔ اگر کوئی خاص کام نہیں ہے تو جارہا ہوں۔"

وہ دونوں خفیہ کمرے سے باہر آئے۔ ثانی نے کہا "مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہاری رہائش سامنے والے بنگلے میں ہے۔ کیا تم وہاں سے پاکی گھرانی کرتے تھے؟"

"ہاں' یہ سرکاری ڈیوٹی ہے۔ اب تم پر نظر رکھوں گا۔"

"میں نہیں چاہتی کہ تم جاسوس کی طرح میرے پیچھے لگے ہو۔"

"سوری۔ یہ میری ڈیوٹی ہے۔"

"تم کوئی سچ مچ سرکاری جاسوس نہیں ہو۔"

"دو ہی بندے پیچھے لگتے ہیں۔ ایک جاسوس دوسرا دیوانہ۔ سرکاری بندہ نہیں سمجھ رہی ہو تو سمجھ لو دیوانہ پیچھے لگا رہے ہے۔"

وہ اس سے رخصت ہو کر اپنی رہائش گاہ میں آگیا۔ اگر الپا کی جگہ کوئی دوسری خیال خوانی کرنے والی آتی تو وہ اسے بے نقاب کرکے گولڈن برینز کی ٹیم میں ایک اور کارنامہ انجام دیتا۔ بعد میں اسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو ٹریپ کرنے کا موقع ہمیں دیتا۔ لیکن ثانی کو کسی کے سامنے بے نقاب نہیں کرسکتا تھا۔

اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ جان لبھوڑا اپنے معمول اور تابعدار میجر یارمڈلے کے ذریعے گولڈن برینز کے درمیان رہے۔ یہ باتیں وہ راجر موس اور دوسرے گولڈن برینز کو بتاتا تاکہ میجر دشمن کا آلۂ کار بنا ہوا ہے تو سب کو شبہ ہو تاکہ امریکا میں میجر کی طرح الپا کو بھی ٹریپ کیا گیا ہوگا۔ اسے ہی تنویمی عمل کے ذریعے آلۂ کار بنایا گیا ہوگا۔

اگر وہ یہ شبہ دور کرنے کے لئے تنویمی عمل کے ذریعے الپا کے دماغ میں جھانکنا چاہتے تو انہیں ثانی نظر آتی۔ ان حالات کو سمجھتے ہوئے اس نے کسی کے سامنے میجر کی بھی کمزوری ظاہر نہیں کی۔ یہ طے کرلیا کہ پھر ایک بار جان لبھوڑا کو گولڈن برینز کے درمیان سے باہر نکال دے گا۔

راجر موس نے مقررہ وقت کے مطابق ٹرانسمیٹر پر رابطہ کیا۔ پھر پوچھا "ہیلو بیٹے! کیا رپورٹ ہے؟"

"سب ٹھیک ہے' لیکن سب ٹھیک ہو تب بھی میں مطمئن نہیں ہوتا۔"

"تمہاری یہی خوبی تمہیں کامیابی کے راستوں پر لے جاتی ہے۔ کیا تم جانتے ہو انہوں نے ٹرانسفارمر مشین کا سراغ لگالیا ہے۔"

علی نے انجان بن کر پوچھا "کیا الپا نے سراغ لگایا ہے؟"

راجر موس نے جواباً یہ تفصیل بتائی کہ کس طرح الپا ایک فوجی افسر کے ذریعے میای بیچ کے اڈے تک پہنچی اور یہ معلوم کیا کہ مشین آبدوز جہاز میں چھپا کر رکھی گئی ہے۔

علی نے تمام تفصیلات سن کر پوچھا "اس سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"ٹرانسفارمر مشین کے خفیہ اڈے کا سراغ لگانا بچوں کا کھیل نہیں ہے لیکن الپا یا کوئی خیال خوانی کرنے والا کوشش کرکے معلومات حاصل کرسکتا ہے۔ الپا کی یہ رپورٹ کس حد تک درست ہے' پہلے اس کی تصدیق کی جائے گی۔ جب یقین ہوجائے گا کہ واقعی اس مشین کو سمندر کی گہرائی میں چھپا کر رکھا گیا ہے تو پھر اسے حاصل کرنے کی پلاننگ کی جائے گی' تم کیا کہتے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں کیا لبھوڑا کو یہ معلوم نہیں ہوا ہوگا کہ الپا اور میجر اس کے ملک میں آئے ہیں۔ اگر معلوم ہوا ہوگا تو اس نے دور تک جال بچھانے کے لئے یہ چال چلی ہوگی کہ الپا کو اپنے ایک فوجی افسر کے دماغ میں پہنچنے دیا ہوگا اور اب اس انتظار میں ہوگا کہ الپا یا کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا ذہین سراغ رسانوں کی ٹیم کے ساتھ میای بیچ آئے اور وہ سب اس کے قیدی بن جائیں اور

ہمارا ایک خیال خوانی کرنے والا اس کا معمول اور تابعدار بن جائے۔"

"یہ تمہاری قیاس آرائی ہے۔"

"یہی سہی۔ میرا مشورہ ہے۔ اس سلسلے میں کبھی ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو امریکا نہ جانے دیں۔"

"ہاں۔ ہم یہ احتیاط کریں گے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ میجر یا رڈلے اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ ایک بنگلے میں رہتا تھا۔ اس کی طرح دوسرے گولڈن برنیز بھی مختلف علاقوں میں گھریلو زندگی گزارتے تھے ان کی کوشش ہوتی تھی کہ کسی کو ان کی رہائش گاہ کا علم نہ ہو لیکن علی طویل عرصے میں سب ہی کے پتے ٹھکانے اور ٹیلیفون نمبر معلوم کرچکا تھا۔

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ پھر رابطہ ہونے پر کسی خاتون کی آواز سن کر پوچھا "کیا آپ مسز یا رڈلے ہیں؟"

خاتون نے پوچھا "آپ کون ہیں؟"

"آپ کا ہمدرد۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ میجر صاحب ایک حسینہ کے ساتھ امریکا گئے تھے؟"

"میں اس سے بھی زیادہ جانتی ہوں۔ میجر صاحب بڑھاپے میں جوان ہورہے ہیں۔ میں نے کئی بار سمجھایا ایسی حرکتوں سے باز آجائیں لیکن وہ باز آنے والے نہیں ہیں۔ آج امریکا سے واپس آتے ہی میں ان سے طلاق لے چکی ہوں۔ اپنے ذاتی مکان میں رہائش کے لئے جارہی ہوں۔"

"بے چارے میجر صاحب تنہا رہ جائیں گے۔"

"رنگین مزاج بڈھا کبھی تنہا نہیں رہے گا۔ کسی دن کسی عورت کے ہی ہاتھوں مارا جائے گا۔ اوہ گاڈ! میں تم سے اتنی باتیں کیوں کررہی ہوں۔"

"تم اپنے دل کا غبار نکال رہی ہو۔"

"ہاں' شاید یہی بات ہے۔ سوری' اب نہیں بولوں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ علی ریسیور رکھ کر اٹھ گیا۔ وہاں سے چلتا ہوا ایک الماری کے پاس آیا۔ اسے کھول کر اس نے ایک دراز سے ریوالور اور سائلنسر نکالا۔ اس کے بھرے ہوئے چیمبر کو چیک کیا۔ پھر باہر آکر ایک کار میں بیٹھ گیا۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے بنگلے کے احاطے سے باہر آیا پھر یونہی مختلف سڑکوں پر سے گزرنے لگا۔

اس نے کار میں بیٹھتے وقت عقب نما آئینے میں دیکھا تھا۔ اس آئینے میں ثانی کا سامنے والا بنگلا نظر آرہا تھا۔ وہ بنگلے کی کھڑکی میں تھی اور پردے کی آڑ سے اسے دیکھ رہی تھی۔

ہوسکتا ہے اس نے جان لمبوڈا کو پال ہیریسن (علی) کے متعلق بتایا ہو۔ یا قتل ایبب میں اس نے اپنے خاص آلۂ کار پہنچادئے ہوں اور ان میں سے کسی کو علی کے پیچھے لگادیا ہو۔ اس لئے وہ یونہی مختلف سڑکوں پر سے گزر رہا تھا۔ کبھی ڈرائیو کرتا ہوا کسی گلی میں داخل ہوجاتا تھا۔ اس طرح تعاقب کرنے والا نظروں میں آسکتے تھے۔

ویسے تعاقب نہیں ہورہا تھا۔ وہ اچھی طرح مطمئن ہوکر میجر یا رڈلے کی رہائش گاہ کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں ویرانی سی چھائی آرہی تھی جیسے بنگلا خالی کردیا گیا ہو۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا ذرا آگے گیا۔ پھر اسے روک کر موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے فون انگیج تھا۔ اس سے پتا چل گیا کہ میجر کا بنگلا خالی نہیں ہے۔ وہاں کوئی ہے اور فون پر کسی سے باتیں کررہا ہے۔

علی نے تھوڑی دیر بعد پھر فون کیا۔ اس بار رابطہ ہوگیا۔ ہیلو کی آواز سنائی دی۔ علی نے فون بند کردیا۔ موبائل فون کو اپنی طرف رکھ دیا۔ اپنی پتلون اتاری۔ اندر ایک سیاہ پتلون پہلے سے تھی۔ پھر اس نے کوٹ اتار کر اسے الٹا کیا۔ وہ کوٹ اندر سے سیاہ تھا۔ اس نے اسے پھر پہن لیا۔ ریوالور میں سائلنسر لگا کر اسے اندرونی جیب میں رکھا پھر کار سے نکل کر اسے لاک کیا۔ اس کے بعد تیز قدم اٹھاتا ہوا میجر کے بنگلے کی طرف جانے لگا۔

بنگلا باہر سے ویران ہی نظر آتا تھا کیونکہ بیوی بچے میجر کو چھوڑ کر جاچکے تھے۔ علی پچھلے حصے میں آیا۔ ایک دیوار کی آڑ میں رکا۔ اس نے دور تک کا جائزہ لیا۔ وہ اعلیٰ سرکاری عہدے داروں کی رہائشی علاقہ تھا۔ وہاں سے عام لوگوں کا گزر نہیں ہوتا تھا۔ دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے جیب سے ماسک نکال کر چہرے پر لیا۔ پھر فوراً ہی بنگلے میں داخل ہوگیا۔

دروازہ اندر سے مقفل نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو اسے کھولنا علی کے لئے کوئی بڑی بات نہ ہوتی۔ وہ کچن سے گزر کر ایک کوریڈور سے ہوتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں میجر کسی سے ٹیلیفون پر بات کرنے کے بعد صوفے سے اٹھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر چونکا مگر سہم کر بولا "کون ہو تم؟"

علی نے آواز بدل کر کہا "تم نے میری بہن کو طلاق دی اور بچوں کے ساتھ بے گھر کردیا۔ تمہیں اس عمر میں ایسا کرتے ہوئے شرم نہیں آئی؟"

وہ بولا "میری بیوی کا کوئی بھائی نہیں ہے۔ تم خواہ مخواہ ریوالور لے کر کیوں آئے ہو؟ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"میں اپنی بہن کا منہ بولا بھائی ہوں۔"

"تم۔ تم خود کو چھپا رہے ہو۔ اپنی اصل آواز میں نہیں بول رہے ہو میں تم سے اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا ہوں تم اپنی اصل آواز میں بولو۔"

اس کی باتوں سے معلوم ہوگیا کہ میجر کے اندر لمبوڈا چھپا ہوا ہے اس نے علی کی بناوٹی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اپنے دماغ میں آنے کی کوشش کی ہوگی۔ اب ناکام ہوکر میجر کے ذہن میں بول رہا تھا کہ علی اپنی اصل آواز میں بولے۔

اس نے وقت ضائع نہیں کیا۔ ریوالور کی نال سیدھی کی اور گولی چلادی۔ پہلے ایک پھر دو' پھر تین گولیاں۔ وہ فرش پر گرتے ہی بے جان ہوگیا۔ علی نے کہا "جان لمبوڈا! اب میں اصل آواز میں بول رہا ہوں۔ افسوس تم اپنے آلۂ کار کے مردہ دماغ سے نہیں سن سکو گے۔"

میجر کو گولی لگتے ہی جان لمبوڈا خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ثانی کے پاس آیا۔ پھر بولا "غضب ہوگیا۔ گولڈن برنیز کے درمیان رہنے کا ذریعہ ختم ہوگیا۔ کسی نے میجر کو گولی ماردی ہے۔"

ثانی نے پوچھا "آپ نے میجر کے ذریعے قاتل کا حلیہ دیکھا ہوگا؟"

"اس کے چہرے پر ماسک تھا اور وہ سیاہ سوٹ میں تھا۔"

ثانی نے دو گھنٹے پہلے اپنی کھڑکی سے جھانک کر علی کو جاتے دیکھا تھا وہ سفید سوٹ میں تھا اور قاتل سیاہ لباس میں دیکھا گیا تھا۔ ذہین آسمان کا فرق تھا' وہ علی پر شبہ نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے پوچھا "انکل! وہ قاتل کون ہوسکتا ہے۔ اب یہ تشویش ہورہی ہے کہ میجر ہمارے آلۂ کار کی حیثیت سے شاید پہچان لیا گیا ہے۔"

"نہیں سلوانہ! اگر وہ مشکوک ہوتا تو تم پر بھی شبہ کیا جاتا۔ کیا تم محسوس کررہی ہو کہ خفیہ طور سے تمہاری نگرانی ہورہی ہے؟"

"ابھی تک ایسی کوئی بات نظر نہیں آرہی ہے۔ میری ملازمہ مارتھا اور ملازم پال ہیریسن مجھ سے پوری طرح مطمئن ہیں۔"

"وہ قاتل خود کو میجر کی بیوی کا منہ بولا بھائی کہہ رہا تھا۔ تم قتل کی تفتیش شروع کراؤ۔ کچھ نہ کچھ سراغ ضرور ملے گا۔"

وہ خفیہ کمرے میں آئی' پھر کمپیوٹر ٹی وی کے ذریعے مختلف گولڈن برنیز سے رابطے کے بٹن لگانے لگی۔ لمبوڈا نے پریشان ہوکر کہا "میں ایک بار پھر گولڈن برنیز کی ٹیم سے باہر ہوگیا ہوں۔ پہلی بار کارمن نے دشمنی کی تھی۔ اس بار پتا نہیں میجر کی مطلقہ بیوی کا عائی کہاں سے پیدا ہوگیا۔"

ثانی نے رابطہ قائم ہونے پر گولڈن برنیز سے کہا "میں ابھی میجر یا رڈلے کے دماغ میں گئی تھی۔ اس سے ضروری گفتگو کررہی تھی۔ اچانک ایک شخص ہاتھ میں ریوالور لئے اس کے سامنے آگیا۔ اس نے کہا میجر تم نے میری منہ بولی بہن کو طلاق دی ہے' میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ کہتے ہی اس نے میجر کو گولی ماردی۔ وہ مرچکا ہے۔"

جواب ملا "یہ بہت افسوسناک خبر ہے۔ ہمارے جاسوس اور پاپی ابھی وہاں پہنچ جائیں گے۔ کیا تم اس بولنے والے قاتل کے دماغ میں نہیں پہنچ سکی تھیں۔"

"پہنچ سکتی تھی لیکن وہ آواز اور لہجہ بدل کر بول رہا تھا۔ پھر بھی کوئی تدبیر آزمانے سے پہلے ہی اس نے میجر کو قتل کردیا' میری خیال خوانی کا راستہ روک دیا۔"

"کیا میجر امریکا سے کسی کو دشمن بنا کر لے آیا تھا؟"

"میری معلومات کے مطابق اس کا کوئی دشمن نہیں تھا۔ آج ہی بیوی نے اس سے طلاق لی اور آج ہی اس کا قتل ہوگیا۔ یہ کوئی گھریلو دشمنی بھی ہوسکتی ہے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ جان لمبوڈا نے کہا "بیٹی سلوانہ! آئندہ گولڈن برنیز کے منصوبے معلوم کرتے رہنے کے لئے مجھے تمہارے دماغ میں آتے رہنا ہوگا اور یہ تمہیں پسند نہیں ہے۔"

"جی ہاں۔ آپ اتنی دیر میرے پاس رہ گئے' کوئی اور خیال خوانی کرنے والا دوست ہوتا تو میں ایک سیکنڈ بھی اسے برداشت نہ کرتی۔"

"تم یقین کرو' تمہیں دل سے بیٹی کہتا ہوں اس لئے تمہارے چور خیالات نہیں پڑھتا۔"

"انکل! یہ صرف چور خیالات پڑھنے کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ ہمارے دماغی رابطے کے دوران کوئی تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا خاموشی سے آکر ہماری گفتگو سنے گا اور یوں مجھے سلوانہ کی حیثیت سے پہچان لے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے ذریعے ابھی کسی ایسے شخص کے دماغ میں چلا جاؤں گا جو میجر کے بنگلے میں اس وقت تفتیش کے لئے آیا ہوگا۔"

ثانی نے میجر کے بنگلے میں فون کیا۔ وہاں ایک سپاہی نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "آپ کون ہیں؟"

لمبوڈا اس کے پاس چلا گیا۔ ثانی بھی ریسیور رکھ کر سپاہی کے پاس آئی پھر اس کے ذریعے پولیس افسر کے دماغ میں آکر بولی "میں الپا ہوں' رپورٹ سناؤ۔"

"میڈم! میں دس منٹ پہلے آیا ہوں ابھی اتنا ہی دیکھ رہا ہوں کہ میجر کی جسم میں تین گولیاں لگی ہیں۔ قاتل کچن کے راستے سے آیا تھا کیونکہ جب ہم آئے تو بنگلے کا سامنے والا دروازہ اندر سے بند تھا۔ ہم قاتل کا سراغ لگانے کی پوری کوشش کررہے ہیں۔"

ثانی کی ہدایت پر ایک جاسوس نے میجر کی مطلقہ بیوی کا موجودہ پتا معلوم کیا۔ اسے میجر کے قتل کے متعلق بتایا۔ وہ رونے لگی۔

اگرچہ رشتہ نہیں رہا تھا لیکن بچوں کے حوالے سے شوہر کی جتنی محبتیں ملتی رہی تھیں' وہ محبتیں رلا رہی تھیں۔

ثانی نے جاسوس سے کہہ دیا تھا کہ اس سے کسی قسم کے سوالات نہ کئے جائیں' وہ خیالات پڑھ کر معلوم کرتی رہی۔ اس کا کوئی بھائی نہیں تھا۔ جس نے خود کو اس کا منہ بولا بھائی کہا تھا' اسے بھی وہ نہیں جانتی تھی۔ یہ معلوم ہوا کہ آج کسی اجنبی نے اسے فون کیا تھا اور کہا تھا میجر کسی حسینہ کے ساتھ عیش کرنے کے لئے امریکا گیا تھا۔ جب فون کرنے والے کو معلوم ہوا کہ وہ میجر سے طلاق لے چکی ہے تو اس نے چند باتیں کرکے رابطہ ختم کردیا۔

ثانی حساب کرنے لگی کہ سوا دو گھنٹے پہلے کسی اجنبی نے فون

کیا تھا اور دو گھنٹے پہلے پال (علی) اپنے بنگلے سے نکل کر کہیں گیا تھا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے پہلے معلوم کیا ہو کہ میجر کی بیوی طلاق لینے کے بعد بچوں کو لے کر وہاں سے جا رہی ہے۔ اس کے بعد میجر بنگلے میں تنہا رہے گا۔ یہ تمام معلومات حاصل کر کے پال اپنے بنگلے سے نکلا تھا۔ اس نے مصلحتاً کہیں دو گھنٹے ضائع کئے تھے شاید لباس وغیرہ تبدیل کرنے اور قتل کی تیاری کرنے میں وقت لگا ہوگا۔ وہ یہاں سے سفید سوٹ میں گیا تھا لیکن بلیک سوٹ میں قتل کیا تھا۔ چہرے پر ماسک بھی تھا' آواز بھی بدل کر بول رہا تھا۔ کوئی بہت زیادہ جانا پہچانا شخص ہی خود کو اس قدر چھپا کر ایسی واردات کرے گا۔

ثانی کو یقین کی حد تک شبہ تھا کہ یہ علی کی چال ہے۔ شاید وہ جانتا تھا کہ لمبوڈا میجر کے ذریعے گولڈن برنیز کے درمیان پہنچتا ہے۔ لمبوڈا کی یہ کامیابی ماسک مین کی پالیسیوں کے خلاف تھی۔ کیونکہ وہ پال کے ذریعے اپنے خیال خوانی کرنے والے کو کسی گولڈن برین کے دماغ میں پہنچانا چاہتا تھا۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ پال نے میجر کو قتل کر کے لمبوڈا اور سپر اسٹرکا ایک زبردست محاذ ختم کر دیا ہے۔

وہ بے حد ذہین تھی۔ حالات و واقعات کا صحیح تجزیہ کرتی تھی اور یہ علی اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ چالاک لومڑی پہلے اس پر شبہ کرے گی پھر حالات کے سیاق و سباق سے شبے کو یقین میں بدل لے گی۔

اس نے قتل کرنے کے بعد مزید تین گھنٹے مختلف مصروفیات میں گزارے تاکہ ثانی قتل کے سلسلے میں خوب چھان بین کر لے اور کسی آخری نتیجے پر پہنچ جائے۔ اس نے تین گھنٹے کے بعد ثانی کے بنگلے میں فون کیا۔ وہاں گھنٹی بجتی رہی۔ کسی نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ اس نے وقفے سے دوبارہ فون کیا۔ ثابت ہو گیا کہ وہ اپنے بنگلے میں نہیں ہے۔

وہ تل ابیب میں پہلی بار آئی تھی۔ وہاں کے راستے اور گلیاں نہیں جانتی تھی۔ اپنے کسی پرائیویٹ گائیڈ کے بغیر باہر نہیں جا سکتی تھی۔ ملا کی دوڑ مسجد تک کے مصداق وہ زیادہ سے زیادہ علی کے بنگلے تک جا سکتی تھی۔ علی نے اپنے ہی بنگلے میں فون کیا۔ گھنٹی بجنے لگی۔ کسی نے نہیں اٹھایا۔ اس نے انتظار کرنے کے بعد موبائل فون بند کر دیا۔ پھر دوبارہ پانچ منٹ بعد فون کیا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ کسی نے ریسیور اٹھایا تھا۔ گھنٹی کے بند ہوتے ہی علی نے بری طرح ہانپتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ اس کا ہر لفظ سانسوں کے بھیگے سے ادا ہو رہا تھا اس لئے بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ لہجہ واضح نہیں تھا ورنہ وہ لہجے کو گرفت میں لے کر دماغ میں پہنچ جاتی۔ اتنا ہی سمجھ سکی کہ پال (علی) کا کوئی ماتحت مشکل میں ہے۔ ابھی سانسیں درست ہوں گی تو وضاحت سے بولے گا۔

علی سمجھ گیا تھا کہ اس کے خالی بنگلے میں فون اٹینڈ کرنے والی ثانی ہی ہو سکتی ہے۔ خاموشی سے اس کے لہجے کو گرفت میں لینے انتظار کر رہی ہے۔ اس نے ریوالور نکال کر اپنے ریسیور کے قریب فائر کیا۔ پھر حلق سے ایسی آواز نکالی جیسے گولی لگی ہو اور دم نکل رہا ہو۔

ثانی آخری وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ کر کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی' اس نے جلدی سے پوچھا "کون ہو تم جلد بولو' میں پال کی دوست ہوں۔ تمہارا پیغام پہنچا دوں گی۔"

جواب میں اسے دوسری طرف سے ایسی آواز سنائی دی؛ گولی کھانے والے کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ کر جھول رہا ہو' ادھر ادھر کسی چیز سے ٹکرا رہا ہو۔ ثانی نے انتظار کیا شاید کوئی آواز سنائی دے پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

وہ سوچنے لگی۔ پتا نہیں پال کے یہاں کتنے ماتحت جاسوس کتنے کرائے کے آلۂ کار ہیں اور وہ کیا کرتا پھر رہا ہے۔ اس کا آدمی شاید کوئی اہم پیغام دینا چاہتا تھا لیکن کسی نے اسے گولی ماردی۔ ویسے میں نے پہلی ملاقات میں ہی سمجھ لیا تھا کہ پال بہت گہرا ہے۔ اس کی آنکھیں کہتی ہیں کہ میرا دیوانہ ہے' مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا لیکن اس سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے اور اس پر کبھی اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔

وہ ٹیلیفون کے پاس سے اٹھ گئی۔ اس کے بیڈ روم کی ایک ایک چیز کی تلاشی پہلے ہی لے چکی تھی۔ کوئی ایسی چیز ہاتھ نہیں لگی جس سے اس کی کوئی کمزوری ہاتھ آ جاتی۔ اس نے پھر ایک بار کمرے اور اسٹور روم کی دیواروں اور الماریوں کو اچھی طرح دیکھا تاکہ چور دروازہ ہو تو نظر آ جائے لیکن ناکامی ہوئی۔

اسے بہرحال علی کے آنے تک وہاں رہنا تھا۔ وہ اس کا قاتل کا روپ سامنے لانا چاہتی تھی اور یہ بھی امید تھی کہ پھر کسی فون آئے گا تو فون کرنے والوں کے ذریعے پال کی مصروفیات کا علم ہو سکے گا۔

کافی دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس دوران اس نے کچن میں جا کر چھوٹے سے ڈبے میں اعصابی کمزوری کی دوا کا سفوف ملایا۔ کپ چھپ کر اسے زخمی کر سکتی تھی لیکن اسے زخمی دیکھ کر گورننس اور دوسرے ملازموں کو شبہ ہوتا۔ وہ سہولت سے علی کے دماغ تک جگہ بنانا چاہتی تھی۔

باہر احاطے میں کار کی آواز سنائی دی۔ وہ بڑی دیر کے بعد واپس آ رہا تھا۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھی کہ جب تک وہ گھر کی تلاشی لیتا رہی۔ ادھر وہ اس کے گھر میں اس کے علم کی تلاشی لیتا رہا۔ دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے جوڑ کا توڑ تھے۔

علی نے بنگلے میں داخل ہو کر ڈرائنگ روم میں چاروں طرف دیکھا۔ پھر کہا "میں دن کے اجالے میں گیا تھا۔ یہاں کی بتیاں روشن ہوئی تھیں۔ واپس آیا ہوں تو گھر روشن ہے۔ کسی کے گھر روشنی کرنا نیکی ہے۔ گھر نیکی کر کے چھپنا نیکی کو برباد کرنا ہے۔ آجاؤ۔"

وہ راہداری والے دروازے سے ڈرائنگ روم میں آئی پھر اس کے سامنے تن کر بولی "کہاں سے آ رہے ہو؟"

"شادی کرلو' پھر یہ سوال کرنا لیکن تم تو گھر میں زبردستی گھس کر بیوی بننے کی ریہرسل شروع کر چکی ہو۔"

"شٹ اپ۔ کام کی باتیں کرو۔"

"چلو کام کی بات بتاؤ۔ میری غیر موجودگی میں یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"تمہارے دھبے مٹانے آئی ہوں۔ سوچا اکثر قاتل واردات کے دوران کوئی نہ کوئی حماقت کر جاتے ہیں۔ ذرا اپنا لباس دیکھو' کہیں خون کے دھبے نہ رہ گئے ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیوں نفسیاتی حربہ استعمال کر کے اقبالِ جرم کرانا چاہتی ہو۔ اپنے گھر بلا کر بھی پوچھتیں تو صاف صاف کہہ دیتا کہ میں نے میجر کو اوپر پہنچا دیا ہے۔"

"کیا؟" وہ حیرانی سے پیچھے ہٹ کر بولی "تم قبول کرتے ہو کہ تم نے اسے قتل کیا ہے؟"

"ہاں' کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے' تم اب تک قاتل کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پریشان ہو رہی تھیں۔ میرا انتظار کر لیتیں تو پریشانی نہ ہوتی۔"

"تم۔ تم نے ہمارا محاذ کمزور کیا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے کرائے کا ایک ہاتھ رسید کیا۔ علی نے ہاتھ روک دیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا۔ علی نے جس انداز میں اس کے دونوں حملے روکے' اس انداز نے ثانی کو چونکا دیا۔ ایسا لگا جیسے اس طرح کی لڑائی پہلے بھی ہو چکی ہے۔

علی اس کی ذہنی الجھنوں کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا "تمہیں بتایا گیا ہے کہ حملہ ناکام ہوتے ہی سولی گنگ کبک یا سپر سالٹ کبک مارنا چاہئے۔"

وہ پھر چونک گئی۔ سونیا نما نے یہی سکھایا تھا۔ وہ بھول چکی تھی کہ کس نے سکھایا ہے لیکن سیکھا ہوا سبق یاد تھا' ابھی وہ اچانک فضا میں سپر سالٹ کر کے علی کو کبک مارنا چاہتی تھی لیکن جسے مارنا چاہتی تھی وہی مارنے اور حملے کرنے کے داؤ پیچ بتا رہا تھا۔

ثانی نے فائٹنگ کا انداز بدل دیا۔ وہ اچھل کر پیچھے گئی وہ جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی حملے کرنا چاہتی تھی۔ اسی لمحے علی نے کہا "ہاں' اب تم ہا ہپ ہپ کرتی ہوئی فضا میں قلابازیاں کھاتی ہوئی دائیں سے بائیں جاؤ گی۔ تم بجلی کی طرح پھرتیلی ہو۔ میری آنکھیں ایک جگہ تم پر ٹھہر نہیں سکیں گی۔ ایسے ہی لمحات میں تمہارا حملہ مجھ پر کامیاب رہے گا۔"

وہ جمناسٹک کے کرتب کیا دکھاتی۔ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ خلا میں تکتا ہوا کہہ رہا تھا "پھر تم جمناسٹک کے دوران میرے سر کی بلندی سے بھی اونچی قلابازی کھاؤ گی۔ میرے پیچھے جاؤ گی۔ میں پیچھے پلٹ کر دیکھوں گا تو تمہاری لات میرے مُنہ پر پڑے گی۔"

وہ جذب کے عالم میں یوں بول رہا تھا جیسے ماضی کی کچھ باتیں آپ ہی آپ زبان سے ادا ہو رہی ہوں۔ ثانی نے اس کی ٹھوڑی پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر صوفے پر بیٹھ گیا پھر چونک کر بولا "ہم... میں کہاں تھا؟ مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

وہ قریب آ کر بولی "یہ تم کیا بڑبڑا رہے تھے؟"

وہ حیرانی سے بولا "میں کیا بڑبڑا رہا تھا؟"

"تم وہی کہتے جا رہے تھے جو میں سوچتی جا رہی تھی۔ جتنے داؤ پیچ تم پر استعمال کرنا چاہتی تھی' اسے تم استعمال سے پہلے ہی بیان کرتے جا رہے تھے۔ تم میری فائٹنگ کا اسٹائل کیسے جانتے ہو؟"

وہ صوفے سے اٹھ کر بولا "پتا نہیں میں کیا جانتا ہوں اور کیا نہیں جانتا ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم دونوں ایک ہی استاد سے فائٹنگ کے نئے انداز سیکھ رہے ہیں اور تم جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی بڑی کامیابی سے حملے کر رہی ہو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی "تعجب ہے مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا تھا۔"

وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر سر اٹھا کر بولی "تم کون ہو؟ جب سے تمہارا سامنا ہوا ہے تب سے میرے اندر کچھ ہونے لگا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا ہونے لگتا ہے۔ کبھی تم دشمن لگتے ہو اور کبھی میری رگوں میں لہو کی طرح دوڑنے لگتے ہو۔"

علی اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "دماغ پر زور نہ دو۔ اگر ہمارا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے تو ہمیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گا۔"

وہ بولی "یہ کیسی عجیب بات ہے۔ ہم خود کو شعوری طور پر پہچانتے ہوئے بھی نہیں پہچان رہے ہیں۔ ہمارے لاشعور میں کوئی بات ہمیں اشارہ دے رہی ہے کہ جو ہم نظر آ رہے ہیں وہ نہیں ہیں' ہم اپنی موجودہ شناخت سے مختلف ہیں۔"

"ہاں' یہ بات یوں بھی سمجھ میں آتی ہے کہ میں اس دنیا میں اکیلا ہوں۔ نہ ماں باپ ہیں' نہ رشتے دار ہیں۔"

وہ بولی "بالکل یہی میرے ساتھ ہے۔ میں نے کئی بار سوچا کہ میرا نام سلوانہ جوزف ہے تو میرا باپ جوزف کہاں ہے' ماں کہاں گم ہو گئی' میں نے جان لمبوڈا سے کہا تھا کہ میرے والدین مر چکے ہیں۔ میرا کوئی نہیں ہے لیکن عقل نہیں مانتی۔ ہمارا تمہارا کوئی تو ہونا چاہئے۔"

"بے شک ہمیں دنیا میں لانے والے کہیں نہ کہیں ہوں گے۔ ہم ان سے بچھڑ گئے ہیں۔ میری ایک بات مانو گی؟"

"ہاں بولو۔"

"پہلے تو یہ تسلیم کرلو کہ ہماری تمہاری اصلی شناخت کچھ اور ہے۔"

"میں تسلیم کرتی ہوں۔"

"پھر عقل کا تقاضا ہے کہ جب تک ہم اپنی صحیح شناخت نہیں پائیں گے' ایک دوسرے کے دوست رہیں گے تاکہ دوستی کے ذریعے کچھ اور حقائق سامنے آتے رہیں۔"

"درست کہتے ہو۔ جب سے ایک دوسرے کا سامنا ہوا ہے۔ تب سے لاشعور میں چھپی ہوئی باتیں ہمیں اشارے دے رہی ہیں۔"

"ہم اور ایک وعدہ کریں کہ ایک دوسرے کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہ بولی "میرے اندر خود کو پہچاننے کی شدید بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں کبھی نقصان....."

وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ اسے کچھ یاد آیا۔ وہ "نہیں" کہتی ہوئی اچھل کر کھڑی ہوئی پھر دوڑتی ہوئی وہاں سے کوریڈور کی سمت جانے لگی۔ علی نے اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا؟ کہاں جا رہی ہو؟"

وہ بھاگم بھاگ بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی کچن میں آئی پھر کافی کے چھوٹے سے ڈبے کو اٹھا کر اسے کھولتے ہوئے کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ علی نے آ کر پوچھا "یہ کیا کر رہی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولی "میں نے کافی میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی تھی۔ تمہارے دماغ پر قبضہ جمانا چاہتی تھی۔"

وہ بولا "میرے دماغ پر حکمرانی کرنے سے باز کیوں آ گئیں۔"

"تمہارا دماغ کمزور ہو گا تو لبوڑا یا جے مورگن یا کوئی بھی دشمن تمہیں اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لے گا۔ پھر میں تمہارے بغیر اپنی اصلی شناخت تک نہیں پہنچ پاؤں گی۔"

"شکریہ سلوانہ! جب تک ہمیں صحیح منزل نہ ملے تب تک ہمارے درمیان کسی دوست اور دشمن کو نہیں آنا چاہئے اور نہ ہی ہماری ادھوری شخصیت کے رازمیں کسی کو شریک ہونا چاہئے۔"

"میں لبوڑا اور سپر ماسٹر سے کبھی تمہارا ذکر نہیں کروں گی۔ تم وعدہ کرو۔ میرے ملک اور میرے سپر ماسٹر کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"

"اس شرط پر وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے ملک کی طرف سے مجھے بھی کبھی نقصان نہ پہنچے۔"

"تم نے میجر کو قتل کر کے ہمارے آگے بڑھنے کے عمل کو روک دیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم ہماری ٹیم میں شامل ہو جاتے۔"

"ابھی تم نے ضرر رساں کافی پینے سے مجھے بچا کر میرا اعتماد' میرا دل جیت لیا ہے۔ میں تمہاری ٹیم میں آ جاؤں گا۔ لیکن میری وہی شرط مان لو جو بیان کر چکا ہوں۔"

"کون سی شرط؟"

"شادی اور ازدواجی رشتہ۔"

اس نے سر جھکا لیا۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کچن سے باہر آ گئی۔ وہ دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔ بنگلے سے باہر آ گئے پھر سامنے والے ثانی کے بنگلے کی طرف جانے لگے۔ علی اس کے ساتھ اس کے دروازے تک آیا پھر بولا "تم اچھی طرح سوچ سمجھ لو میرا ایمان ہے کہ ہمارا رشتہ آسمانوں پر لکھا جا چکا ہے۔"

"میرا دل بھی یہی کہتا ہے لیکن ہمیں اس معاملے میں جلد نہیں کرنی چاہئے۔ تمہاری طرح میں بھی دل کے فیصلے کو تسلیم کرتی ہوں لیکن دماغ پوچھتا ہے.....ہم کن ناموں سے شادی کریں گے ہمارے اصلی نام کیا ہیں؟ ہم کس مذہب کے مطابق نکاح پڑھوائیں گے۔ کیا میں واقعی عیسائی ہوں؟ کیا تم سچ مچ یہودی ہو؟"

"ہم کوئی بھی ہوں۔ ہمارے سینے میں وہی دل اور سر میں وہی دماغ اور بدن میں وہی روح ہے جو پیدائش کے وقت تھی۔ ہمارے اندر جو ہمارا اصل مذہب چھپا ہوا ہے' اسے کوئی نکال نہیں سکتا ہمارا تمہارا گاڈ ہمارے اندر کے ایمان اور نکاح کی سچائی کو سمجھنے والا ہے۔"

"یہ درست ہے' پھر بھی مجھے سوچنے دو۔"

"اچھی بات ہے۔ پورے اعتماد اور ذہانت سے سوچ کر فیصلہ کرو۔ میں جا رہا ہوں کل صبح ملاقات ہو گی۔"

اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ ثانی اپنا ہاتھ پیش کرے۔ جھجکتی ہوئی بولی "میرے بنگلے میں تمہاری حیثیت ملازم کی ہے آس پاس کے بنگلوں سے ہمیں دیکھا جا رہا ہو گا۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولا "تو پھر چلوں۔ گڈ نائٹ۔"

"ابھی نہیں۔ میں نے رات کا کھانا نہیں کھایا ہے اور شاید تم نے بھی؟"

"ہاں بھوک تو لگی ہے۔"

"مارتھا فریج میں کھانا رکھ کر گئی ہے۔ میں گرم کر کے لاتی ہوں۔ تم ڈائننگ روم میں بیٹھو۔"

وہ اس کے ساتھ کچن کی طرف چلتے ہوئے بولا "میں ڈائننگ روم میں تنہا رہوں گا مگر تصور میں تمہیں دیکھتا رہوں گا۔ بہتر ہے تمہارے ساتھ رہوں اور تمہیں نگاہوں کے سامنے دیکھتا رہوں۔"

وہ مسکرانے لگی' دل ہی دل میں سوچنے لگی "مجھے قتل ایبٹ ابھی صرف بارہ گھنٹے گزرے ہیں۔ اتنے کم وقت میں پال میرے دل و دماغ پر چھا گیا ہے۔ ارے ہاں' میں نے ابھی تک اس کا موجودہ نام نہیں پوچھا ہے۔ خواہ مخواہ اسے پال کہہ رہی ہوں۔"

وہ کچن کے دروازے پر رک گئی' پھر بولی "تمہیں اپنا پیدائشی نام یاد نہیں ہے لیکن پال کا سوپ اختیار کرنے سے پہلے تمہارا نام کیا تھا؟"

وہ خاموش رہا۔ اس کی آنکھوں میں بڑی گہرائی سے دیکھتا رہا پھر بولا "شاید تمہیں میرا وہ نام پسند نہیں آئے گا' تمہارے مزاج پر گراں گزرے گا لیکن اب میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔"

"یہ میرا دل کہتا ہے کہ مجھ سے کچھ نہیں چھپاؤ گے۔ تم مجھ پر اپنوں کی طرح اعتماد کرنے لگے ہو۔"

"تم سے بھی یہی چاہتا ہوں کہ اپنا سمجھ کر میرا نام سنو اور مجھے دشمن نہ سمجھو۔ میرا نام جان لبوڑا کے لئے زہریلا تیر ہے۔ میں پال ہیریسن سے پہلے کارمن ہیرالڈ کہلاتا تھا۔"

ثانی کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ گئی۔ جس کارمن کو قتل کرنے آئی تھی' جس سے لبوڑا کی شکست کا بدلہ لینا چاہتی تھی اور جسے گولڈن برنیز کی ٹیم سے نکال کر اسے قتل کرنا یا اپنا غلام بنانا چاہتی تھی۔ وہ صبح سے اسے الو بناتا آیا تھا۔

ثانی نے دونوں مٹھیاں بھینچ لیں۔

تیور بدل گئے۔

○☆○

"را" تنظیم کے ہیڈ کوارٹر میں بڑی گرما گرمی تھی۔ حماد (پارس) نے اپوزیشن کے بہت بڑے لیڈر کو درجنوں ٹھوس ثبوت کے ساتھ گرفتار کرایا تھا۔ کیلاش راٹھور اپوزیشن کا ایسا پہاڑ تھا جسے پولیس اور فوج والے بھی کاٹ نہیں سکتے تھے۔ اس کے جرائم کے ثبوت اکٹھا نہیں ملتے تھے اگر ملتے تو اعلیٰ حکمران سیاسی مجبوریوں کے باعث تمام ثبوت مٹا دیتے تھے کیونکہ اقتدار میں رہنے والے حکمرانوں کی بہت سی کمزوریاں کیلاش راٹھور کے ہاتھوں میں رہتی تھیں۔

اب بھی مسئلہ درپیش تھا۔ پارس نے کیلاش راٹھور سے ذاتی طور پر اس کے تمام جرائم کو قبول کرایا تھا۔ اس کی حویلی کے تہ خانے سے درجنوں ثبوت اس کے خلاف حاصل کئے تھے۔ لیکن حکمران پارٹی کے اور اپوزیشن پارٹی کے اعلیٰ عہدے دار "را" تنظیم کے اعلیٰ افسران پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ کیلاش راٹھور کا معاملہ دبا دیا جائے۔ اس کی گرفتاری اور اقبالِ جرم کی خبروں کو میڈیا میں جانے سے روک دیا گیا تھا۔

امریکا اور اسرائیل کی طرف سے بھی راٹھور کی حمایت میں زور آ رہے تھے کہ اس واقعے کو حماد اور کیلاش راٹھور کے ذاتی جھگڑے پر محمول کیا جائے جہاں تک یہ بات پھیل چکی ہے اس تک یہ سرکاری وضاحت شائع کی جائے کہ کیلاش راٹھور کا معاملہ سیاسی نہیں ہے۔ حماد نے ذاتی طور پر انتقام لینے کے لئے راٹھور کی حویلی پر حملہ کر کے اسے بھاری نقصان پہنچایا ہے۔

"را" تنظیم سے کہا جا رہا تھا کہ وہ اپنے جاسوس حماد کے خلاف یہ چارج لگائے کہ اس نے اپنے اختیارات سے فائدہ اٹھا کر کیلاش راٹھور سے ذاتی دشمنی نکالی ہے۔ اسے تنظیم سے نکالا جائے تاکہ اس پر مقدمہ قائم کیا جا سکے۔

دوسری طرف کیلاش راٹھور کو جیل میں نہیں ایک بنگلے میں آئی بی یعنی اہم معزز مہمان بنا کر رکھا گیا تھا۔ وہ وہاں گرج رہا تھا۔ اپنی غلامی کرنے والے قاتلوں اور غنڈوں سے کہہ رہا تھا کہ حماد اور اس کی ساتھی لڑکی رمنا کو زندہ پکڑ کر اس کی حویلی کے عقوبت خانے میں پہنچایا جائے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے دونوں کو اذیتیں دے کر مارنا چاہتا تھا۔

"را" تنظیم کی ایک خفیہ میٹنگ میں بڑے بڑے عہدے دار بیٹھے ہوئے تھے۔ دیش پانڈے نے کہا "منسٹر کی بیوی کی شادی میں دو ہزار مہمان تھے۔ انہیں زہریلا کھانا کھلا کر موجودہ حکومت اور وزیر خوراک کو بدنام کیا جانے والا تھا۔ عین وقت پر حماد نے کیلاش راٹھور کی اس کمینگی کا انکشاف کیا۔ حماد نے دو ہزار مہمانوں کی جان بچائی۔ حماد نے میری بھتیجی کو کیلاش راٹھور کے ہاتھوں بے آبرو ہونے اور قتل ہونے سے بچایا۔ اور اس ناقابلِ گرفت مجرم کو کئی ٹھوس ثبوت کے ساتھ گرفتار کیا۔ یہ کیسی اندھیر نگری ہے کہ اس قاتلِ فخر حماد کو مجرم ٹھہرا کر اصل مجرم راٹھور کو رہا کرنے کی باتیں کی جا رہی ہیں۔ کیا ہم "را" تنظیم کے اتنے ذہین اور باکمال جاسوس کو راٹھور پر قربان کر دیں گے۔"

تنظیم کے ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا "ایسا نہیں ہونا چاہئے لیکن ہماری حکومت اور بیرونی اہم ذرائع کے مالکان کیلاش راٹھور کی رہائی کے تقاضے کر رہے ہیں۔ ہم اس بین الاقوامی سطح کے مجرم کو زیادہ دیر حراست میں معزز مہمان بنا کر نہیں رکھ سکیں گے۔ اسے رہا کرنا ہی پڑے گا۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "ویسے ہم حماد کے خلاف کوئی کارروائی ہونے نہیں دیں گے' اس پر کسی طرح کا مقدمہ قائم ہونے نہیں دیں گے۔ اس نے کیلاش راٹھور جیسے دوسرے مجرموں پر بھی را تنظیم کی دہشت طاری کر دی ہے۔ ہمیں حماد پر فخر ہے۔"

دیش پانڈے نے کہا "ہم اسے ہر طرح کا تحفظ فراہم کریں گے۔ اس کے باوجود کیلاش زخمی بھیڑیا بن گیا ہے۔ وہ اور اس کے غنڈوں کی فوج اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میری بھتیجی رمنا کی عزت اور زندگی خطرے میں ہے۔"

"مسٹر پانڈے! ہماری تنظیم کی ہر جاسوس کی زندگی خطرے میں رہا کرتی ہے۔"

"یہ درست ہے' لیکن ہم جاسوس خطرات کو سمجھ کر ان کا توڑ کرتے ہیں۔ حماد بھی راٹھور کے حملوں کا توڑ کرے گا۔ مگر نتیجہ کیا ہو گا۔ آج کی طرح پولیس' فوج اور را تنظیم پھر راٹھور کو تحفظ دے گی۔ ایسے میں حماد ایک دن قتل کر دیا جائے گا۔"

"مسٹر پانڈے! پھر آپ بتائیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

"ہمیں حماد کو سلامت رکھ کر اس سے دوسرے محاذ پر کام کرانا چاہئے' وہ پاکستان سے یہاں ٹریننگ کے لئے آیا تھا۔ ہم اسے تربیت دینے کے بعد پاکستان کے خلاف استعمال کرنے والے تھے لیکن وہ ہماری تربیت کے معیار سے بہت آگے ہے۔ اگر ہم اسے ایک اہم مشن پر ہندوستان سے باہر بھیج دیں تو وہ اور رمنا دونوں ہی راٹھور کی دشمنی سے دور ہو جائیں گے۔"

"یہ بہت ہی معقول مشورہ ہے۔ فی الحال حماد اور رمنا کو دیس سے باہر بھیج دیا جائے گا۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "اگلی میٹنگ میں فیصلہ کیا جائے گا کہ انہیں کس ملک میں کس مشن کے لئے بھیجا جائے۔"

پانڈے نے کہا "یہ فیصلہ کرنے میں دیر لگی تو راٹھور کے غنڈے اپنا کام کر جائیں گے۔ میری گزارش ہے کہ ابھی فیصلہ کیا جائے اور آج ہی رات کو انہیں یہاں سے روانہ کیا جائے۔"

ایک عہدے دار نے کہا "ایسے کئی مشن ہیں جنہیں حماد اپنی ذہانت سے پورا کر سکتا ہے۔ سری لنکا میں تامل ٹائیگروں کی بغاوت اہم مسئلہ ہے۔ کشمیر میں حریت پسندوں کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ پاکستان میں علیحدگی پسندوں کی تحریک کو مضبوط کرنا ہے۔ روس کی مداخلت سے پہلے افغانستان ہمارا بہترین دوست تھا لیکن پچھلے برسوں میں پاکستانی حکومت نے افغانیوں کے دل جیت لئے ہیں۔ ہمیں وہاں پاکستان کی سیاسی پوزیشن کمزور کر کے پھر سے افغانیوں کو دوست بنانا ہے۔"

ایک اور عہدے دار نے کہا "روس ہمارا سرپرست تھا مگر اب وہ سپر پاور نہیں رہا۔ اس ملک کی کئی ریاستیں اور کئی محکوم ممالک اس سے ناتا توڑ کر آزاد ہو گئے ہیں۔ ازبکستان میں اسلامی نظام قائم ہو رہا ہے۔ ہمیں وہاں اپنی تہذیب کو بھی دلچسپ اور پُراثر بنا کر پیش کرتے رہنا چاہئے۔"

"ہمارے سیکڑوں ہندو طلبا اور طالبات تاشقند، بخارا اور سمرقند وغیرہ میں ہیں۔ کئی ہندو انجینئر، ڈاکٹر اور دوسرے ہنرمند ہیں۔ روسی حکمرانوں کے دَور میں وہاں ہندوستانی فلمیں کثیر تعداد میں چلتی رہی ہیں۔ وہاں کے لوگ دلیپ کمار، راج کپور اور نرگس وغیرہ کی تصویریں اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ لتا منگیشکر، محمد رفیع اور کشور کمار وغیرہ کے گانے آج بھی شوق سے سنتے ہیں۔ وہاں ہماری تہذیب اور ثقافت کو جاری رکھنے کے بہت سے ذرائع ہیں۔ اس سے پہلے کہ سخت اسلامی قوانین نافذ ہوں، وہاں کے عوام کو جدید موسیقی اور ناچ گانوں کا رسیا بنا دینا چاہئے۔"

"را" کے سب سے اعلیٰ عہدے دار نے کہا "ہم اپنے پیشِ نظر تمام مسئلوں میں ان مسئلوں کو پہلے اہمیت دیتے ہیں جو مسلمانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پاکستان کے بعد افغانستان اور ازبکستان ہمارے ہمسایہ قریبی ممالک ہیں اور آئندہ بھی ہمارے لئے مصیبت بن کر سر پر سوار ہو سکتے ہیں۔ اس سے پہلے انہیں قدموں میں گرا کر رکھنا چاہئے۔"

"حماد مسلمان ہے، کیوں نہ اسے افغانستان بھیج دیا جائے؟" دیش پانڈے نے کہا "میں تائید کرتا ہوں۔ وہاں حماد کے لئے ایسی سہولتیں ہوں کہ وہ افغانستان سے ازبکستان آتا جاتا رہے۔"

تمام عہدے دار اس بات پر متفق ہو گئے کہ حماد دونوں مسلمان ملکوں میں بھارتی عزائم کی تکمیل کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ فیصلہ کیا گیا کہ اپنے حکمرانوں کا حکم مان کر کیلاش راٹھور کو رہا کر دیا جائے۔

جب پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے راٹھور کے پاس آ کر کہا "سر! اوپر سے آرڈر ہے کہ آپ کو چھوڑ دیا جائے تو وہ حقارت اس پر تھوکتے ہوئے بولا "میں تم پر، تمہاری وردی پر اور تمہارے قانون پر تھوکتا ہے۔ ماں کا دودھ پیا ہے تو پھر مجھے گرفتار کر کے دکھاؤ۔"

وہ اعلیٰ افسر غصے سے کھول رہا تھا اور برداشت کر رہا تھا۔ وہ کے مطابق وہ رہائی پانے والے معزز شہری پر ہاتھ نہیں اٹھا تھا۔ اگر اٹھانے کی حماقت کرتا تو راٹھور کے آدمی اس کا ہاتھ تو وردی سے باہر کر دیتے اور قانون پھر بھی کیلاش راٹھور کا کچھ نہ پاتا۔

افسر ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ فاتح کی شان سے تیز قدم ہوا باہر جانے لگا۔ پھر ذرا رک گیا۔ پسلیوں پر ہاتھ رکھ کر کرا لگا۔ اس کی پسلی زخمی تھی۔ کیلاش نگر کی حویلی میں پارس سے کرنے کے دوران اسے اپنے ہی ایک گارڈ کا چاقو لگ گیا تھا۔

گرفتاری کے بعد نظربند رہنے کے دوران ایک سرکاری اس کی مرہم پٹی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا تھا "خبردار سرکاری کتا مجھے ہاتھ نہیں لگائے گا۔ میرے خاص ڈاکٹر کو بھیجا جائے۔"

بعد میں اس کے خاص ڈاکٹر نے آ کر اس کی مرہم پٹی کی اب رہائی کے وقت وہی ڈاکٹر اور اس کے خاص حواری اس کے لئے کھڑے ہوئے تھے، وہ بولا "ڈاکٹر! میرے زخم سے اٹھ رہی ہیں۔ تم کیسے گدھے ہو، ایک معمولی زخم ٹھیک کر سکتے؟"

ڈاکٹر نے بے بسی سے آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو پھر کہا "سر! آپ میری انسلٹ نہ کریں۔ معمولی سا بھی زخم لگاتے ہی بھر نہیں جاتا۔ کچھ وقت لگتا ہے۔"

اس نے ڈاکٹر کو ایک طمانچہ رسید کیا۔ ہاتھ اٹھا کر مار۔ باعث پھر پسلی کے زخم سے ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ وہ تکلیف کراہنے لگا۔ اس کے حواریوں نے اسے سہارا دے کر کار کی سیٹ پر بٹھا دیا۔ وہ کراہتے ہوئے بولا "اس حرام خور ڈاکٹر کو میرے بنگلے میں لے چلو۔ میں اسے ہر مہینے دس ہزار دیتا ہوں ایک زخم اچھا نہیں کر سکتا۔ اگر اس مرتبہ اس کی دوا سے آ آیا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔"

دو حواریوں نے ڈاکٹر کو دوسری کار میں بٹھا لیا۔ پھر وہ کا شہر کے ایک بنگلے کی سمت جانے لگا۔ راٹھور نے پوچھا "کیا پکڑ کے میرے بنگلے میں پہنچا دیا گیا ہے؟"

"حضور! ہمارے دو سو آدمی پورے شہر میں حماد اور ر تلاش کر رہے ہیں۔ ہمارے جالاک جاسوس بھی ان کے پیچھے ہیں۔ تھوڑی دیر میں ضرور خوش خبری ملنے والی ہے۔"

میں اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کرنے کے لئے پہنچا۔ اس وقت اسے "را" تنظیم کی دوسری میٹنگ میں بلایا گیا تھا۔ اور اس سے کہا جا رہا تھا کہ آج رات کو وہ ایک خفیہ فلائٹ سے رمنا کے ساتھ کابل جائے گا۔ وہاں چھ جاسوس اس کے ماتحت رہیں گے اور اسے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتے رہیں گے۔

پارس نے کہا "میں یہاں سے جاؤں گا تو مجھے بھارتی باشندہ سمجھ کر وہاں کے لوگ ناگواری ظاہر کریں گے۔ اگر پاکستان کے راستے جاؤں گا تو وہ مجھے اخباری رپورٹر سمجھ کر عزت دیں گے۔ اگر ہم سے غلطی بھی ہو گئی اور ہم جاسوس یا تخریب پسند سمجھ کر پکڑے گئے تو ہماری جاسوسی اور تخریب کاری کا الزام پاکستان پر آئے گا۔"

ایک عہدے دار نے کہا "بہت عمدہ آئیڈیا ہے۔ اپنی پلاننگ بتاؤ۔"

"میں پریس رپورٹر بن کر جاؤں گا۔ رمنا ایک فلم ڈائریکٹر کی حیثیت سے ایک فلم یونٹ بنا کر اپنے لوگوں کے ساتھ رہے گی۔ وہاں کسی جگہ ہم دونوں اجنبیوں کی طرح ملیں گے پھر دوست بن جائیں گے۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "رمنا یہاں سے ایک فلم یونٹ بنا کر طیارے کے ذریعے جائے گی۔ تم دوسرے طیارے سے کشمیر کے شمال میں جموں ہوتے ہوئے ایک خفیہ راستے سے پاکستان میں داخل ہو جاؤ گے۔ وہاں ہمارے ایجنٹ اپنی گاڑیوں کے ساتھ موجود رہیں گے۔ تمہیں پشاور پہنچا دیں گے۔ پشاور میں ہمارا ایک ایجنٹ تمہارے لئے پاکستانی شہری ہونے کے کاغذات، پاسپورٹ اور پریس رپورٹر ہونے کے ثبوت میں ضروری کاغذات تمہیں دے گا۔ تم وہاں سے بائی روڈ پشاور جاؤ گے۔"

نئے سفر کی تیاریوں کے سلسلے میں مشورے ہو رہے تھے۔ میں کیلاش راٹھور کے پاس آیا۔ وہ اپنے ایک بنگلے میں پہنچ گیا تھا۔ ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا "مجھے ایسی دوا دو کہ میں حماد کے یہاں آنے تک ہاتھ چلانے کے قابل ہو جاؤں۔ اس نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنائی۔ میری حویلی میں گھس کر مجھے ذلیل کیا۔ میں اپنے ہاتھوں سے اسے تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔"

"راٹھور صاحب! میں کوشش کر رہا ہوں۔"

"میں کوشش کی بات نہیں سنتا۔ اپنے مقدر میں صرف کامیابی دیکھتا ہوں۔ تم نے کامیاب علاج نہ کیا تو میرے آدمی تمہیں جوتے مارتے ہوئے بازاروں میں لے جائیں گے۔"

میں نے ڈاکٹر کی سوچ پڑھی۔ وہ دل ہی دل میں کیلاش راٹھور کو گالیاں دے رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ دنیا کا کوئی ڈاکٹر اسے گھنٹے دو گھنٹے میں کسی دشمن پر ہاتھ چلانے کے قابل نہیں بنا سکے گا اور سزا کے طور پر اس کے آدمی مجھے سرِعام جوتے ماریں گے، میں یہ بے عزتی برداشت نہیں کروں گا۔

ڈاکٹر یہ دیکھتا آیا تھا کہ راٹھور کیسا خرد ماغ ہے۔ پھر حماد کی طرف سے ملنے والی بے عزتی نے اسے زخمی درندہ بنا دیا تھا۔ وہ ایسے وقت اپنے ماتحتوں کی بھی کوئی غلطی برداشت نہیں کرتا تھا۔

ڈاکٹر بہت پہلے سے اس کا جانی دشمن تھا۔ وہ ایک لیڈی ڈاکٹر سے محبت کرتا تھا۔ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن شادی سے پہلے کیلاش راٹھور کو وہ لیڈی ڈاکٹر پسند آ گئی تھی۔ اس کے آدمیوں نے اسے اغوا کر کے کیلاش نگر کی کوٹھی میں پہنچا دیا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کی منت و سماجت کی۔ اس کے پیروں پر گر گیا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا جب کوئی اس کے سامنے روتا گڑگڑاتا تھا تو اسے بہت خوشی محسوس ہوتی تھی۔ اس کے ظالمانہ مزاج کو ایسا سکون ایسی راحت ملتی تھی جیسے سارے جہان کی مسرتیں سمیٹ رہا ہو۔

جب وہ لیڈی ڈاکٹر حویلی سے باہر آئی تو بری طرح نوچی کھسوٹی ہوئی تھی۔ تقریباً نیم مردہ ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر نے اسے گھر پہنچایا۔ اس کے ایک گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ لیڈی ڈاکٹر نے خود کو زہریلا انجکشن لگا کر اپنی جان دے دی ہے۔

ڈاکٹر نے چور نظروں سے کیلاش راٹھور کو دیکھا۔ پھر سرنج میں زہریلی دوا بھرنے لگا۔ اب اپنی محبوبہ کی موت کا انتقام لینے کا وقت آ گیا تھا۔ جس طرح محبوبہ نے بے آبرو ہو کر بے عزتی اٹھا کر خودکشی کی تھی آج اسی طرح ڈاکٹر سرِعام جوتے کھا کر بے عزت نہیں ہونا چاہتا تھا۔ بعد میں ذلیل اور شرمسار ہو کر مرنے سے بہتر یہی ہے کہ کیلاش کو ختم کر کے اپنی جان دے دے۔

کیلاش راٹھور اپنے بستر پر نیم دراز تھا۔ ڈاکٹر نے اس کی آستین اٹھاتے ہوئے کہا "میں زرد اثرا انجکشن دے رہا ہوں۔ صرف دس منٹ کے اندر زخم سے اٹھنے والی ٹیسیں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گی۔"

اس نے بازو میں سوئی پیوست کی۔ سرنج کی دوا اس کے جسم میں منتقل کر کے سوئی باہر نکالی، پھر کہا "میں نے یہ انجکشن لگانے سے پہلے دو زہریلی گولیاں کھائی ہیں۔"

وہ تعجب سے بولا "کیا کہہ رہے ہو؟ کیا سچ مچ تم نے ایسا کیا ہے؟"

وہ لڑکھڑا کر اس کے پاس فرش پر گر پڑا۔ راٹھور کا ایک مسلح باڈی گارڈ اسے اٹھانے کے لئے جھکا۔ وہ خود ہی اٹھتے ہوئے بولا۔ "ہٹ جاؤ۔ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

وہ پھر لڑکھڑاتے ہوئے راٹھور کے قریب آیا اور بولا "سنو! تم نے میری منگیتر کی عزت لوٹی تھی۔ اس نے جو زہریلا انجکشن خود کو لگایا تھا۔ وہی انجکشن میں نے ابھی تمہیں لگایا ہے۔"

"نہیں" وہ چیخ مار کر بستر سے اٹھا۔ ڈاکٹر نے اس کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے کہا "تو اسی طرح معزز ڈاکٹروں اور اعلیٰ افسروں کو تھپڑ مارتا ہے اور ان کے منہ پر تھوکتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے راٹھور کے منہ پر تھوک دیا۔ اس کا باڈی گارڈ ڈاکٹر کو مارنے کے لئے آگے بڑھا اس سے پہلے ہی وہ فرش پر گر کر ٹھنڈا ہوگیا۔ کیلاش راٹھور بستر سے اٹھ کر چیختے ہوئے بولا "مجھے فوراً اسپتال لے چلو۔ اس کتے نے مجھے زہریلا انجکشن لگایا ہے۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے فوراً اسپتال....."

وہ تیزی سے باہر جاتے جاتے تکلیف کی شدت سے گر پڑا۔ اس کے حواریوں نے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔ میں اس کے اندر کی حالت سمجھ رہا تھا۔ وہ دو گھڑی کا مہمان تھا۔ اسپتال تک پہنچایا نہیں جاسکتا تھا۔

میں نے پوچھا "سیاسی کتے، آخری لمحات میں تیری طاقت جارہی ہے اب فرعون بن کر دکھا!"

وہ پریشان ہورہا تھا کہ اس کے اندر یہ آواز کیسی ہے؟ کیا آخری وقت پچھتاوا بول رہا ہے؟ نہیں نہیں۔ یہ آخری وقت نہیں ہے۔ میں بھلا کیسے مرسکتا ہوں۔ میں بے تاج اور بے تخت کا بادشاہ ہوں، ابھی میرے جینے، حکمرانی کرنے اور عیاشی کرنے کے دن ہیں۔

یہ سوچتے سوچتے اس نے ایک ہچکی لی۔ وہ آخری ہچکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ ہمیشہ کے لئے ساکت ہوگیا۔

پاکستان میں "را" تنظیم اور یہودیوں کی "موساد" تنظیم سے تعلق رکھنے والے جتنے بے ضمیر مسلمان تھے میں نے ان کے متعلق تفصیل سے یہاں کے ایماندار اور فرض شناس افسروں اور عہدے داروں کو بتادیا تھا۔ ان سے کہہ دیا تھا کہ کچھ روز کے لئے پاکستان سے باہر جارہا ہوں۔ وہ ان وطن دشمن عناصر پر صرف نظر رکھیں ان کے ذریعے غیر ملکی ایجنٹوں کو گرفتار کرتے رہیں۔ میں بہت جلد پھر پاکستان آؤں گا۔

میں نے متعلقہ عہدے داروں کے ذریعے اپنے اور پارس کے لئے نئے شناختی کارڈز، پاسپورٹس اور پریس رپورٹرز کی حیثیت سے ضروری کاغذات چند گھنٹوں میں بنوالئے۔ ان عہدے داروں نے ٹیلیفون کے ذریعے افغانستان کی عبوری حکومت کے عہدے داروں کو اطلاع دی کہ ارسلان اور حماد نامی دو صحافی آرہے ہیں۔ وہاں ان دونوں کی آمدورفت کے لئے سہولتیں فراہم کی جائیں۔

دوسری صبح پشاور میں پارس سے میری ملاقات ہوئی۔ وہاں ایک بھارتی جاسوس جو مسلمان بن کر رہتا تھا، اس نے حماد (پارس) کے نام سے پاکستانی پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات بنائے تھے۔ اس نے پارس کو ایک مکان کا پتا دیا تھا۔ وہاں ہم باپ بیٹے گئے۔ اس مکان میں تین افراد تھے۔ انہوں نے پارس کے ساتھ مجھے دیکھ کر پوچھا "مسٹر حماد! یہ کون ہے؟"

پارس نے کہا "یہ میرا نیا دوست ہے۔ آج ہی ملاقات ہوئی ہے۔ اگلی منزلوں میں یہ میرا ہم سفر ہوگا۔ تم بتاؤ پاسپورٹ اور کاغذات تیار ہیں؟"

دوسرے شخص نے اسے پاسپورٹ اور کاغذات دیتے ہوئے کہا "تمہیں کسی اجنبی کے ساتھ یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

پارس نے پاسپورٹ دیکھتے ہوئے کہا "یہ تو جعلی پاسپورٹ ہے میری تصویریں بھی نہیں ہیں۔"

تیسرے شخص نے کہا "ہمیں بتایا گیا تھا کہ تم اپنی تصویریں لے کر آرہے ہو۔"

"ہاں۔ وہ تصویریں میں لایا تھا۔ انہیں میں نے اس پاسپورٹ اور کاغذات میں لگادیا۔ جو میرے اس دوست ارسلان نے میرے لئے بنائے ہیں۔"

"جب تمہارا رابطہ اپنے دوست سے تھا تو ہمیں پریشان کیوں کیا؟"

"یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تم لوگ کون ہو۔ یہاں کس حیثیت سے رہتے ہو اور ایسے کیا ذرائع ہیں کہ جعلی کام کرتے ہو۔ ہندو ہو مگر کبھی گرفتار نہیں ہوتے۔"

وہ تینوں پریشان ہوگئے۔ ایک نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں حماد نہیں ہوں۔ ایک معمولی سا پاکستانی ہوں۔ اب بتاؤ جیل جاؤ گے یا یہیں مرنا پسند کروگے۔"

ایک نے فوراً ہی پستول نکال لیا پھر کہا "تم ہمارے خلاف کوئی جرم ثابت نہیں کرسکو گے۔"

میں نے کہا "تمہارا اسلامی نام تراب خان ہے اور پیدائشی ہندو نام رگھوویر ہے۔"

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے باقی دونوں اشخاص کے بھی اصل اور فرضی نام بتائے پھر کہا "تم لوگ ایک ناکام سیاست دان کے رشتے دار بن کر یہاں رہتے ہو۔ وہ سیاست دان اپنے کیرئر سے تیار ہونے والی چرس اور ہیروئن تمہارے تعاون سے ہندوستان بھیجتا ہے اور اس کے عوض یہاں تمہیں تحفظ دیتا ہے۔"

ایک نے ڈھٹائی سے کہا "تم اگرچہ بہت گہرے ہو۔ ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔ اس کے باوجود ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

دوسرے نے پستول سے نشانہ لیتے ہوئے کہا "اس کی گولیاں تم دونوں کی زبانیں ہمیشہ کے لئے بند کردیں گی۔"

اس نے بات ختم کرتے ہی اپنے پستول کو میری طرف اچھال دیا۔ میں نے اسے کیچ کرکے تینوں کو نشانے پر رکھا۔ ایک نے پستول پھینکنے والے ساتھی سے غصے میں کہا "یہ کیا بے وقوفی کی ہے تم نے؟"

وہ پریشان ہوکر بولا "میں نے بے اختیار ایسا کیا ہے۔ میرا سمجھ میں نہیں آتا، میرے دماغ کو کیا ہوگیا تھا۔"

میں نے کہا "تمہارا دماغ ہمارے ملک کو کمزور بنانے کے ہوا میں اڑ رہا تھا۔ اب تم اس دنیا سے اڑ جاؤ۔"

یہ کہتے ہی میں نے اسے گولی ماردی۔ وہ دونوں اپنے ساتھی کو دم توڑتے دیکھ کر سہم گئے تھے۔ پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ گئے تھے۔ پارس نے کہا "تم لوگوں کے خلاف واقعی کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تم پکے پاکستانی بنے ہوئے ہو۔ قانونی گرفت میں نہیں آؤ گے اور وہ تمہارا سیاست دان بھی تمہیں کبھی گرفتار نہیں ہونے دے گا۔ کسی نہ کسی داؤ پیچ سے بچالے گا۔ ان حالات میں ہم تمہارے جیسے آستین کے سانپوں کو فوراً ہی کچل دیتے ہیں۔"

میں نے کہا "تمہیں یہاں سے جانے کا ذرا بھی موقع ملے گا تو تم تنظیم کو حماد کی اصلیت بتادو گے اور ایسا نہیں ہونا چاہئے۔"

میں نے دونوں کو جہنم کی طرف روانہ کردیا۔ خیال خوانی کے ذریعے آئی جی کو اس سیاست داں کا نام بتادیا۔ جن ذرائع سے چرس اور ہیروئن اسمگل ہوتی تھی ان کی تفصیلات بتائیں۔ پھر کہا۔ "اب آپ اپنے طور پر اسے قانونی گرفت میں لیں۔ میں جارہا ہوں۔ انشاء اللہ جلدی واپس آؤں گا۔"

ہم وہاں سے روانہ ہوگئے۔ پارس نے کہا "پاپا! اب مزہ آئے گا۔ آپ پشتو اور فارسی نہیں جانتے ہیں اور افغانستان میں یہی دو زبانیں زیادہ بولی جاتی ہیں۔ انگریزی کوئی کوئی جانتا ہے۔ ایسے میں آپ کی ٹیلی پیتھی کام نہیں آئے گی۔"

"بیٹے! افغانی باشندے اپنے روایتی لباس اور رکھ رکھاؤ کے باعث نمایاں اور پسماندہ دکھائی دیتے ہیں۔ ورنہ روس جیسے سپرپاور کو شکست دینے والے اور مغربی ممالک سے رابطہ رکھنے والے افغان مجاہدین انگریزی سمجھتے بھی ہیں اور بولتے بھی ہیں۔ پھر یہ کہ میں وہاں قیام نہیں کروں گا۔ تمہاری ماما (ہونق) ازبکستان میں ہے۔ میں ادھر نکل جاؤں گا۔"

اس وقت افغانستان میں ایسے افغان باشندوں کی بھی تعداد خاصی تھی جو اردو سمجھتے اور بولنے لگے تھے کیونکہ یہ افغانی چودہ برس تک ہمارے مہمان رہ چکے ہیں۔ ماضی میں ہندوستان سے ان کے تعلقات گہرے تھے اس طرح وہ آج بھی ہندی اردو سمجھ لیتے تھے۔

ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ افغانستان کی تاریخ کو پڑھے اور اس کے موجودہ حالات کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہے کیونکہ اس پڑوسی ملک میں جو اچھا یا برا ہوگا اس کا اثر پاکستان پر ہوتا رہے گا۔

جن دنوں روس نے افغانستان پر قبضہ جمایا تھا۔ ان دنوں یہ خطرہ درپیش تھا کہ روس اس کے بعد پاکستان پر چڑھ دوڑے گا۔ ایسے آزمائشی دور میں پاکستان نے تیس لاکھ افغانی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو پناہ اور تحفظ دے کر افغان مجاہدین کو بے فکری سے جنگ لڑنے اور جیتنے کا موقع دیا۔ انہیں یہ صدمہ اٹھانے نہیں دیا کہ ان کی عورتیں بچے اور بزرگ مارے جائیں گے۔ آج وہ جنگ جیت کر اپنے خاندانی افراد کو صحیح سلامت اپنے ملک واپس لے جارہے ہیں۔

لیکن ابھی خطرات باقی ہیں۔ جب تک افغان مجاہدین کے مختلف گروہ آپس میں اقتدار کے لئے لڑتے رہیں گے، ان کی عورتوں کو پھر دی جان و مال، عزت اور آبرو کے لٹ جانے کا خطرہ رہے گا جو روسی تسلط کے دور میں تھا۔

اور یوں افغان مہاجرین اب بھی واپس جانے میں تامل اور تاخیر کریں گے اور ہماری معیشت کے لئے بدستور مسئلہ بنے رہیں گے۔ میں اپنی داستان میں سیاست اور تاریخ پیش نہیں کرنا چاہتا لیکن آگے چل کر جو دلچسپ اور تجسس انگیز واقعات آپ پڑھنے والے ہیں انہیں پیش کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ آپ یہ معلوم کرلیں کہ وہاں آپس میں لڑائیاں کیوں ہورہی ہیں؟

ایسی لڑائیاں ہر ملک کے اندر ہوتی ہیں۔ ہمارے پاکستان میں بھی جاری ہیں۔ یعنی زبان اور قومیت کا جھگڑا۔ اپنی نسلی اور قبائلی برتری جتانے کی ضد۔ افغانستان کے مغربی صوبوں اور شہروں میں فارسی زبان بولی جاتی ہے کیونکہ یہ علاقے ایران سے قریب تر ہیں۔ یہ زبان رفتہ رفتہ پورے افغانستان میں سمجھی اور بولی جانے لگی ہے۔ یہ وہاں کی پشتو زبان کے مقابل ہے۔

بہرحال ایسے ہی حالات میں ہم باپ بیٹے اس ملک کی سرحد سے قریب میران شاہ پہنچ گئے۔ اس شہر میں پاک افغان کی بڑی بڑی تنظیموں کے دفاتر اور اسلحہ کے ذخائر ہیں۔ اسے جنگی ہیڈ کوارٹر کہا جاسکتا ہے کیونکہ روس سے لڑی جانے والی چودہ سالہ جنگ کو اسی شہر سے کنٹرول کیا جاتا تھا۔

آج بھی جس طرح دکانوں میں کھانے پینے اور روز مرہ ضروریات کی چیزیں ملتی ہیں اسی طرح کلاشنکوف، مشین گنیں، ٹی ٹی اور دوسرے آتشیں اسلحہ اور ان کی گولیاں کھلے عام یہاں سے خریدی جاسکتی ہیں۔ یہاں ہماری ملاقات جلال شاہ سے ہوئی۔ پاک افغان رابطہ کا جو شعبہ ہے، جلال شاہ اس شعبے کا ایک خاص آدمی تھا اور ہمارے لئے گائیڈ مقرر کیا گیا تھا۔

ہم کسی بھی ملک میں گائیڈ کے بغیر جاتے ہیں لیکن یہ اسلامی ملک ہونے کے باوجود کوئی اجنبی مسلمان محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔ اگر ہم ایک قبیلے کے علاقے سے گزرتے تو وہ ہمیں دوسرے قبیلے کا جاسوس یا تخریب کار سمجھ لیتا۔

پھر سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ ایک عام آدمی کے پاس بھی اسلحہ ہوتا تھا۔ ان میں پتا نہیں کون بدنیت ہوتا۔ ہم سے رقم چھیننے کے لئے گولی چلادیتا۔ ایسے میں جلال شاہ جیسا گائیڈ دور سے صبح کی جھنڈی کی طرح اشارہ کرتا تھا اور بولتا تھا "پہلے محاسبہ کرو۔ اس کے بعد اطمینان نہ ہو تب گولی چلاؤ۔"

ہم وہاں سے غلام خان کی طرف چلے۔ غلام خان ایک گاؤں کا نام ہے۔ پتا نہیں ایسا نام کیوں رکھا گیا جبکہ خان کسی کے غلام نہیں ہوتے۔ وہ زبردست خان ہوتے ہیں یا محبت خان ہوتے ہیں۔

وہاں دو چھوٹے چھوٹے کھونٹوں سے ایک رسّی بندھی ہوئی دکھائی دی۔ ہمیں بتایا گیا کہ یہ پاکستان اور افغانستان کی سرحد ہے۔

میں نے دنیا کے کتنے ہی ملکوں کی سرحدیں دیکھی ہیں۔ کہیں تار کانٹوں سے سرحدی لائن بنائی گئی ہے۔ کہیں دو ملکوں کے درمیان دیواریں اٹھادی گئی ہیں۔ اگر آپس میں اچھے تعلقات ہوں تو تار کانٹوں، توپوں اور بندوقوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایک رسی سے کام چل جاتا ہے اور قرآنی حکم کی تعمیل ہوتی ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو۔ وہ سرحدی رسی ثبوت تھا کہ دونوں ملکوں کے مسلمانوں نے رسّی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے۔

ہم نے گاؤں غلام خان میں داخل ہوتے ہی اُن شہدا کا قبرستان دیکھا جو چودہ برس تک جنگ لڑتے رہنے کے دوران شہید ہوتے رہے تھے۔ اس گاؤں کے ایک حصے میں اسلحہ کا بھی قبرستان ہے جہاں استعمال شدہ طیارہ شکن میزائلوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ رائفلٹ لانچر، بڑے بڑے اسکڈ میزائل، ٹینک، بکتر بند گاڑیاں اور جیپوں کا پٹرول وغیرہ کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ وہاں دور تک اتنا فولاد بکھرا ہوا تھا کہ ایک فولاد کا کارخانہ تیار ہو سکتا تھا۔

اس گاؤں میں شام ہوگئی۔ گائیڈ نے کہا "رات کو سفر کرنے میں خطرہ ہے۔ بہتر ہے رات یہاں گزاری جائے۔"

پارس نے کہا "مسٹر جلال شاہ! تم نے کہا تھا یہاں اجنبیوں کو دیکھ کر سوال جواب سے پہلے گولی نہیں چلائی جاتی ہے، پھر خطرہ کیسا؟"

اس نے جواب دیا "یہاں سے خوست کے مشرقی علاقوں تک جس قبیلے کے لوگ آباد ہیں، ان کا پیشہ ڈکیتی اور رہزنی ہے۔ ان میں شرفاء اور امن پسند لوگ بھی ہیں لیکن رات کی تاریکی میں ڈاکو ہی ملیں گے۔"

گاؤں کے سرے پر لکڑی کا ایک کاٹیج تھا۔ ہم نے وہاں قیام کیا۔ کہیں کاٹیج سے ذرا فاصلے پر ایک نالہ بہہ رہا تھا۔ میں نے اس نالے کے پانی میں دو گاڑیوں کو آتے جاتے دیکھا۔ اپنے گائیڈ سے پوچھا "یہ گاڑیاں نالے سے کیوں گزر رہی ہیں؟"

اس نے کہا "یہاں سے خوست تک کوئی کچی یا پکی سڑک نہیں ہے۔ پہاڑی علاقے میں یہی ایک نالہ ہے جس میں آمدورفت جاری رہتی ہے۔"

ایک قبیلے کے سردار نے ہمیں رات کے کھانے پر مدعو کیا تھا۔ گائیڈ جلال شاہ نے کہا "میں نے آپ دونوں کی طرف سے دعوت قبول کرلی ہے حالانکہ یہ سردار طرّم خان کوئی اچھا شخص نہیں ہے۔ آپ کو اس ملک میں ایسے مجاہدین بھی ملیں گے جنہوں نے جہاد میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ جنگ کے دوران بھاگ کر پاکستان یا ایران چلے گئے۔ اب یہاں واپس آکر فخر سے کہتے ہیں کہ انہوں نے روسیوں کو مار بھگایا ہے۔"

شہر میں کتنی ہی رات گزرے، ویرانی کا احساس نہیں ہوتا لیکن وہاں رات کا اندھیرا پھیلتے ہی یوں لگا جیسے آدھی رات ہوگئی ہے۔ دور تک گہرا سناٹا اور گہری تاریکی تھی۔ ہماری رہائش گاہ کے باہر کسی انسانی وجود کا پتا نہیں چلتا تھا۔ جنہیں دن کی روشنی میں دیکھا تھا، وہ اندھیروں میں گم ہوگئے تھے۔

جلال شاہ نے طرّم خان کی دعوت اس لئے قبول کرلی تھی کہ اس ملک کے موجودہ حالات میں کسی کی مخالفت مول لینا اچھی بات نہیں تھی۔ رات کے آٹھ بجے ہم جلال شاہ کے ساتھ رہائش گاہ سے نکلے۔ باہر دور دور مکانوں میں لالٹین یا چراغوں کی روشنیاں جھلک رہی تھیں۔ ہم تینوں کے پاس ٹارچ اور بھری ہوئی گنیں تھیں۔ پریس رپورٹر ہونے کی حیثیت سے ایک کیمرا اور ننھا سا کیسٹ ریکارڈر بھی تھا۔

دراصل طرّم خاں نے اسی لئے مدعو کیا تھا کہ ہم مجاہدین کے کمانڈر کی حیثیت سے اس کی تصویریں اتاریں گے اور اس کا انٹرویو ریکارڈ کریں گے۔ نالے کے اُس پار ایک شکستہ سی حویلی میں اس کی رہائش تھی۔ حویلی کے باہر دو بڑے ٹرک اور دو سری گاڑیاں تھیں۔ چند مسلح افراد ہمارے استقبال کے لئے باادب کھڑے ہوئے تھے۔ طرّم خاں نے دروازے سے باہر آکر ہمارا استقبال کیا۔ بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "خوش آمدید پاکستانی برادر خوش آمدید! آپ پشتو جانتے ہیں یا فارسی یا پھر انگریزی میں گفتگو کروں؟"

جلال شاہ نے کہا "انگریزی مناسب رہے گی۔"

وہ انگریزی بولتے ہوئے ہمیں حویلی کے ایک بڑے صحن میں لے آیا۔ وہاں فرشی نشست کے لئے دریوں پر چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ دسترخوان پر انواع واقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے۔ ان کی خوشبو اشتہا انگیز تھی.... دسترخوان کے اطراف رنگ برنگے ملبوسات میں کنیزیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں مورچھلوں کے بڑے بڑے پنکھے تھے۔ وہ ہمیں پنکھا جھلنے اور ایک جھٹکا ختم ہونے کے بعد دوسری جھٹک بڑھانے کے لئے مامور کی گئی تھیں۔

طرّم خاں نے ایک مکمل الف لیلوی شاہانہ ماحول پیدا کیا تھا۔ اس نے پارس سے پوچھا "کیا یہ ماحول پسند آیا؟"

پارس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ میرے بزرگ ہیں، پسندیدگی ظاہر کروں گا تو طمانچہ ماریں گے اور خود پہلے کرنے کی راہ نکالیں گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "طرّم خان صاحب! میری عمر حماد سے کچھ زیادہ ہے۔ اس لئے یہ مجھے بزرگ کہتا ہے۔ بھلا ایسے ماحول میں کوئی بزرگ رہتا ہے۔"

پارس نے کہا "بزرگ نہیں رہ پاتا۔ فوراً جوان ہو جاتا ہے۔"

طرّم خان نے ہنستے ہوئے کہا "یہ مسٹر حماد بڑے زندہ دل ہیں

دلیے میں نے آپ لوگوں کی خدمت کے لئے کنیزیں اس لئے رکھی ہیں کہ آپ کو اس ملک میں عورتیں شاید ہی کہیں نظر آئیں گی۔"

پارس نے کہا "آپ بہت بادوق ہیں۔ آپ نے اس خشک زمین پر ان کنیزوں کو خشک میوے کی طرح پیدا کیا ہے۔"

وہ مجاہد اور غازی کہلانے کے لئے عورتوں کی رشوت پیش کررہا تھا۔ کھانے کے دوران کہہ رہا تھا "خوب سیر ہو کر کھاؤ برادر! کوئی چیز کم ہو تو بتاؤ۔ ابھی پوری ہو جائے گی، بولو کمی ہے؟"

پارس نے پھر میری طرف اشارہ کرکے کہا "مسٹر ارسلان کو میں اپنا باپ سمجھتا ہوں۔ یہاں صرف ماں کی کمی ہے۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ طرّم خاں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بھئی بڑے زندہ دل ہو۔ میری طرف سے اجازت ہے جسے چاہے اپنی ماں بنالو۔"

پھر اس نے مجھ سے پوچھا "کیوں مسٹر ارسلان! ان حسیناؤں میں سے کون سی پسند ہے؟"

میں نے کہا "میں علم نجوم جانتا ہوں۔ میرا علم کہتا ہے، ان میں سے جس کا نام توبہ خانم ہے وہی مجھے پسند آئے گی۔"

اسے اچانک ٹھسکا لگا۔ منہ کے اندر سے لقمہ باہر نکل پڑا۔ اسے کھانستے دیکھ کر ایک کنیز نے پانی کا گلاس بڑھایا۔ وہ پانی پینے کے دوران چور نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا "یہ اجنبی مہمان توبہ خانم کے متعلق کیسے جانتا ہے! نہیں، یہ شاید کچھ نہیں جانتا۔ اس کے علم نے صرف اتنا بتادیا ہوگا کہ کسی توبہ خانم نامی خاتون سے رشتہ کرنا چاہئے۔ میں خواہ مخواہ گھبرا رہا ہوں۔"

وہ پانی پینے کے بعد گہری سانس لیتے ہوئے بولا "سوری، کھانے میں روغن زیادہ ہونے سے مجھے کھانسی ہونے لگتی ہے۔"

پارس نے پوچھا "معزز میزبان! رشتے کی بات کریں۔ ان میں سے کوئی توبہ خانم ہے؟"

وہ بولا "مجھے افسوس ہے ان میں سے کسی کا یہ نام نہیں ہے۔"

پارس سمجھ گیا تھا کہ میں نے میزبان کے چور خیالات بھانپ لئے ہیں۔ توبہ خانم کو پڑھا ہے۔ اس نے کہا "لیکن مسٹر ارسلان کا علم کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ ستاروں کی چال بتاتی ہے کہ جب عطارد ایک قدم آگے بڑھ کر مشتری پر غالب آئے گا اور مشتری کو بخار آئے گا تو وہ تو بصورت توبہ خانم بن کر اس حویلی میں آکر ہم سے ملے گی۔"

طرّم خاں پھر کچھ پریشان ہوا اور بولا "میں ستاروں کی چال نہیں سمجھتا لیکن سنا ہے ستاروں کی چال بھی غلط ہو جاتی ہے۔ کوئی مشتری میری حویلی میں توبہ خانم بن کر نہیں آئی ہے۔"

پھر وہ ہنستے ہوئے بولا "ویسے یہ کیا فضول سی بات نکل پڑی ہے۔ آپ میرا انٹرویو کریں۔ تصویریں اتاریں۔ آپ کے اخبار کے ذریعے دنیا والوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں چودہ برس تک اپنے ملک میں دشمنوں سے لڑتا رہا ہوں۔"

پارس نے کہا "مولانا جلال الدین حقانی، احمد شاہ مسعود اور گلبدین حکمت یار جیسے مجاہدین کے نام ساری دنیا جانتی ہے۔ یہ غازی دشمن کو ملک سے بھگانے کے لئے آگ اور خون کے دریا سے گزرتے رہے لیکن کسی نے طرّم خان مجاہد کا نام نہیں سنا ہے۔ آپ آج تک منظرِ عام پر کیوں نہیں آئے؟"

وہ بولا "اس لئے کہ دوسرے مجاہدین کے گروہوں سے میرا سیاسی نظریاتی جھگڑا ہے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے مل کر مصاحتی کونسل بنائی۔ اس میں مجھے شریک نہیں کیا۔ اس کونسل کے فارمولے کے مطابق یہاں عبوری حکومت قائم کی اس حکومت میں بھی مجھے کوئی عہدہ نہیں دیا لیکن میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ ایسی سیاسی چالیں چلوں گا کہ وہ مجھے حکومت میں شامل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

میں نے کہا "حکومت ذہانت سے یا قوتِ بازو سے حاصل ہوتی ہے۔ جس کے پاس یہ دو خوبیاں نہیں ہوتیں، وہ بڑے ملکوں کے ایجنٹ یا دلّال بن کر حکومت میں اپنے لئے جگہ بناتے ہیں۔"

طرّم خاں کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ تیور بدل گئے۔ اس نے پوچھا۔ "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ امریکا بظاہر افغانستان کے معاملے میں خاص دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔ مگر عقل کہتی ہے کہ جس امریکا نے روس کو یہاں سے بھگانے کے لئے اربوں ڈالر خرچ کئے، کیا وہ اپنے ڈالر سود سمیت وصول نہیں کرے گا؟"

یہ کہتے ہی میں طرّم خاں کے دماغ پر حاوی ہوگیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا "درست کہتے ہو برادر! امریکا اور دوسرے مغربی ممالک چاہتے ہیں یہاں اسلامی نظام رائج نہ ہو۔ چودہ برس پہلے یہاں جو مغربی بے حیائی تھی وہ بدستور رہے اور افغانستان سپر پاور کے سائے میں ہمسایہ مسلم ممالک سے اتحاد نہ رکھے۔ یوں ایران، عراق، شام، لبنان اور عرب ممالک کی طرح مسلمان ایک دوسرے کی مخالفت کرتے رہیں۔"

وہ بولا "مختصر یہ کہ میں مغربی ممالک کا دلّال ہوں۔ میں نے بے حیائی کی ابتدا کرتے ہوئے کابل کی عبوری حکومت کے ایک عہدے دار کی بہن توبہ خانم کو اغوا کرایا ہے۔"

گائیڈ جلال شاہ نے غصے سے کہا "شرم سے مرجاؤ۔ تمہارے ہی قبیلے کا وہ مجاہد منّان کوچی کتنا عظیم اور غیرت مند تھا، اس کا نام سن کر روسی سپاہی خوف زدہ ہوتے تھے۔ اس کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے اسٹنگر میزائل سے تمہارے روسی طیارے گرائے تھے۔ اور تم اپنے ہم وطنوں کو مغربی ملکوں کی جھولی میں گرانے آئے ہو؟"

میں نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی، وہ پریشان ہو کر بولا "پتا

نہیں ابھی میں کیا کیا اس کر رہا تھا۔"

پارس نے کہا "کیا اس نہیں کر رہے تھے۔ تم نے ایک مجاہد کی بہن توبہ خانم کو اغوا کرایا ہے۔ بتاؤ اسے کہاں چھپایا ہے؟"

وہ غصے سے بولا "میں اب تک مہمان سمجھ کر لحاظ کر رہا ہوں اور تم لوگ مجھے اغوا کا مجرم بنا رہے ہو۔ اپنے چاروں طرف دیکھو۔ میرے مسلح گارڈز ایک اشارے پر تم تینوں کو چھلنی کر دیں گے۔"

میں نے اس کی زبان سے اس کے ایک گارڈ کو مخاطب کیا جو انگریزی جانتا تھا۔ اس نے الرٹ ہو کر کہا "یس ماسٹر!"

میں اس گارڈ کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے فوراً ہی اپنی گن سیدھی کی اور تڑا تڑ فائرنگ شروع کر دی۔ کتنے ہی مسلح گارڈز نشانہ بنتے ہوئے گرنے لگے۔ کچھ وہاں سے بھاگ کر ستونوں کے پیچھے چھپنے لگے کیونکہ وہ آقا کے حکم کے بغیر جوابی فائرنگ نہیں کر سکتے تھے۔ کنیزیں چیختی چلاتی چھپنے کی کوشش میں گرتی پڑتی بھاگی جا رہی تھیں۔

چند سیکنڈ میں چھ لاشیں گر چکی تھیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ گائیڈ جلال شاہ کو میری خیال خوانی کا علم ہو۔ میں نے فائرنگ کرنے والے گارڈ کی گن کا رخ طرم خاں کی طرف پھیر کر اُس کی زبان سے کہا "ماسٹر! تم ماسٹر نہیں بے غیرت دلال ہو۔ دیکھو میں نے ایک برسٹ میں تمہارے کتنے آدمیوں کو جہنم میں پہنچایا ہے۔ کیا تم بھی وہاں جانا چاہتے ہو؟"

وہ سہم کر بولا "گل احمد! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم تو میرے اپنے ہو۔ میرے دستِ راست' میرے رازدار ہو اور تم....."

گل احمد نے بات کاٹ کر کہا "اب میں تمہارا کوئی نہیں ہوں۔ میرا ضمیر بیدار ہو گیا ہے۔ چلو اٹھو اور توبہ خانم کو مہمانوں کے حوالے کر دو۔"

وہ بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ میں جانتا تھا وہ ستونوں کے پیچھے چھپنے والے محافظوں کو گل احمد پر فائرنگ کرنے کا حکم دے گا۔ میں نے اس کی زبان سے محافظوں کو ڈانٹ کر کہا "گدھوں کی طرح منہ تک رہے ہو۔ ہتھیار پھینک دو ورنہ گل احمد مجھے گولی مارو گے۔"

انہوں نے حکم سنتے ہی ہتھیار پھینک دیئے۔ گائیڈ جلال شاہ نے گل احمد کے پاس آ کر اس کے شانے کو تھپک کر کہا "شاباش! تم غیرت مند اور محبِ وطن ہو۔ طرم خاں کو اور مرنے چلو جہاں توبہ خانم کو قید کیا ہے۔"

گل احمد پہلے تو حیران ہوا تھا کہ اچانک غیرت مند کیسے بن گیا ہے لیکن جب اپنے ہاتھوں سے مرنے والے چھ محافظوں کو مرتے دیکھا اور اپنے آقا کے غضبناک ہونے اور سزائے موت پانے کا خیال آیا تو اس نے حرام موت مرنے کے مقابلے میں بدستور غیرت مند اور باضمیر رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے کہا "میں جانتا ہوں اس بے چاری کو حویلی کے پیچھے ایک کمرے میں بند کیا گیا ہے۔ اس کمرے کی چابی اس بے غیرت کے پاس ہے۔"

اس نے طرم خاں کو نشانے پر رکھ کر حکم دیا "چلو۔"

وہ آگے آگے چلتے ہوئے بولا "میرے سیاسی منصوبوں کو خاک میں نہ ملاؤ۔ میں توبہ خانم کو یرغمال بنا کر مجاہدین کے دو گروہوں کو اپنے قابو میں کر سکتا ہوں۔ وہ دونوں گروہ مجھے اقتدار میں شامل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

پارس نے پوچھا "دو گروہ کیسے مجبور ہو جائیں گے؟"

"ایک تو اس لئے کہ یہ خاتون ایک عمدے دار کی بہن ہے۔ ہم نے اس عمدے دار کو پیغام پہنچا دیا ہے کہ وہ اپنی بہن کی گستاخی کی تشہیر نہ کرے' اگر وہ ایک معاہدے پر دستخط کرے گا تو خاموشی سے اس کی بہن کو واپس اس کے حجرے میں پہنچا دیا جائے گا۔"

"دوسرے گروہ سے خاتون کا کیا تعلق ہے؟"

"وہ خاتون اس قبیلے کے سردار کی بیوہ بہو ہے۔"

"بیوہ بہو!"

"ہاں' وہ اس قبیلے میں ایک دن کے لئے بہو بن کر گئی تھی۔ اسی رات روسی طیاروں کی بمباری کے دوران اس کا شوہر ہلاک ہو گیا۔ اب یہ بیوہ اس قبیلے کی غیرت بن گئی ہے۔ وہ غیرت مند خاموشی سے اپنی بہو کی واپسی چاہتے ہیں۔ وہ بھی ایک معاہدہ پر دستخط کرنے کل یہاں آئیں گے۔"

ہم گفتگو کرتے ہوئے حویلی کے ایک دور افتادہ حصے میں جا رہے تھے۔ جو پہرے دار سامنے آتے تھے وہ اپنے آقا کو حراست میں دیکھ کر ہتھیار ڈال دیتے تھے۔ پارس نے پوچھا "وہ ایسا کیا معاہدہ ہے کہ جس پر دستخط کرنے کے بعد مصالحتی کونسل قائم کرنے والی جماعتیں تمہارے سامنے مجبور ہو جائیں گی۔ وہ توبہ خانم کو واپس حاصل کرنے کی بعد معاہدے کے ساتھ تمہیں بھی جہنم میں پہنچا دیں۔"

وہ بولا "برادر حماد! تم اور برادر ارسلان ساتھ دو گے تو میں جلد ہی اقتدار میں شریک ہو جاؤں گا۔ کوئی اس معاہدے سے انکار نہیں کر سکے گا۔ اس معاہدے کے پیچھے ایک بہت بڑے ملک کا ہاتھ ہے اور اس معاہدے کی تحریر میں ایسے سیاسی داؤ پیچ ہیں کہ دستخط کرنے والی دونوں پارٹیاں اپنے عہد و پیمان سے انکار نہیں کر سکیں گی۔"

وہ ایک کمرے کے دروازے کے سامنے رک گیا' پھر بولا "اس دروازے کے پیچھے قید ہے۔ اس دروازے کو کھول کر اندر لے جانے سے پہلے سوچ لو۔ فیصلہ بدل دو' اور فیصلہ بدلنے کی قیمت لاکھوں ڈالر میں بتاؤ۔ میری بات نہیں مانو گے تو حویلی کے باہر آ کر پچھتاؤ گے تم تینوں کو اور گل احمد کو بھی کہیں امان نہیں ملے گی۔ یہاں سے کابل تک ہر قدم پر موت ملے گی۔"

پارس نے اس سے چابی چھین کر قفل کو کھولا۔ پھر دروازہ کو کھول کر دیکھا۔ وہ ایک مسند پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کیا غضب شاہانہ حسن و شباب تھا۔ رعبِ حسن سے مالکۂ عالم دکھائی دیتی تھی۔ لفظ "بیوہ" سے خیال آیا تھا کہ عمر رسیدہ ہو گی لیکن وہ نوخیز تھی۔ یاد آیا کہ شادی کے بعد وہ سہاگ کی سیج پر تھی اور شوہر اس پر پچاس گز کے فاصلے پر ایک محاذ سے رات گزارنے آ رہا تھا۔ جب ہی روسی طیارے حملہ کرتے ہوئے گزرے اور اس کا سہاگ چھین کر لے گئے۔

ان حالات میں کنواری رہ جانے والی دلہن معصوم اور مظلوم ہوتی ہے۔ لیکن وہ چہرے سے معصوم نہیں زخمی شیرنی دکھائی دیتی تھی۔ اس نے غرا کر طرم خاں کو گھورتے ہوئے کہا "خنزیر کے بچے! دشمنوں کے دلال! یہ کن دلالوں کو اپنے ساتھ لایا ہے؟"

گائیڈ جلال شاہ نے کہا "بشیرہ! ہمیں غلط نہ سمجھو۔ ہم تمہاری رہائی کے لئے اسے گن پوائنٹ پر لائے ہیں۔"

اس نے مسند سے اٹھتے ہوئے توجہ سے دیکھا تو سمجھ میں آیا۔ گل احمد نے اپنے آقا کو گن پوائنٹ پر رکھا تھا۔ جلال شاہ نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "یہ مسٹر/ سلان ہیں اور یہ مسٹر حماد! پاکستانی صحافی ہیں' ہماری مقامی زبان نہیں سمجھتے ہیں۔"

وہ انگریزی میں بولی "یہ شیطان کیسے قابو میں آ گیا؟"

"خانم! یہ مسٹر/ سلان ماہر نجومی ہیں۔ انہوں نے اپنے علم سے معلوم کیا تھا کہ تم یہاں قید ہو۔"

وہ مجھے حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی "تعجب ہے۔ علمِ نجوم سے مجرمانہ سرگرمیوں کا پتا چل جاتا ہے؟"

میں نے کہا "اس علم میں مہارت حاصل ہو تو بہت سی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ تم دیکھ رہی ہو کہ ہم نے اسے کس طرح قابو میں کیا ہے۔"

اس نے پوچھا "کیا ہم یہاں سے بخیریت نکل سکیں گے؟"

"میرا علم کہتا ہے یہاں سے نکل جائیں گے لیکن راستے میں رکاوٹیں پیش آئیں گی۔ تم جس قبیلے میں بیاہ کر گئی تھیں اس قبیلے کے لوگ درپردہ طرم خاں کے حمایتی ہیں۔ وہ مغربی ممالک کی پالیسیوں کے مطابق یہاں حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ طرم خاں نے تمہاری سسرال والوں کی مدد سے تمہیں اغوا کیا ہے۔"

"میں نہیں مانتی۔ میرے سسرال والے غیرت مند ہیں' میں ان کے قبیلے کی غیرت بن چکی ہوں۔"

میں نے کہا "ان کا بیٹا یعنی تمہارا شوہر زندہ ہوتا تو تم بہو کہلاتیں' جب بیٹا نہیں رہا اور اس سے تمہارا کوئی ازدواجی رشتہ نہیں ہوا تو تم کس حساب میں بہو ہو؟ تم تو محض ایک مہمو ہو۔"

توبہ خانم نے غصے سے طرم خاں کو دیکھ کر پوچھا "کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سچائی سے انکار نہ کر سکا۔ میری مرضی کے مطابق بولا "ہاں۔ تمہاری سسرال والوں نے مجھ سے کہا کہ انہیں دوسرے مجاہدین کے گروہوں کے سامنے مجبور کیا جائے اور مجبور کرنے کے لئے توبہ خانم کو اٹھا کر لے جاؤ۔ تب وہ اسے غیرت کا معاملہ کہہ کر معاہدے پر دستخط کر دیں گے۔"

"کیا اس دستخط سے بعد میں انکار نہیں کیا جا سکتا؟"

"نہیں۔ کابل کی عبوری حکومت میں مغربی ممالک اور امریکا کے ایجنٹ موجود ہیں۔ وہ ایسے افغانی کمانڈروں کو حکومت میں جگہ دے رہے ہیں جنہوں نے روسی فوج میں رہ کر اپنے ہی وطن کے سیکڑوں افراد کو ہلاک کیا اور طرح طرح کے مظالم ڈھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔"

وہ بولی "ہاں میں جانتی ہوں کابل کی عبوری حکومت میں ایسے ظالم لوگ موجود ہیں۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ روس اور مغربی ممالک کے پالتو سیاست داں ہبرک کارمل اور سلطان علی کشتمند مزار شریف کے علاقہ میں پہنچ گئے ہیں۔ انہیں کابل بلا کر حکومت میں شامل کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔ میرا اغوا بھی ایسی ہی ایک سازش ہے۔ ادھر میرا بھائی مجبور ہو کر ان کی حمایت کرے گا ادھر میری سسرال والا گروہ بھی تائید کرے گا تو سامراجی چال کامیاب ہو جائے گی۔ مغربی ممالک کے ایجنٹ حکومت میں شامل ہو جائیں گے۔"

پارس نے کہا "اگر ہم صبح تک کابل پہنچ جائیں تو تمہیں دیکھتے ہی تمہارا بھائی مجبوریوں کے دلدل سے نکل آئے گا۔ تمہاری سسرال والوں کی دوغلی چال ناکام ہو جائے گی۔"

وہ بولی "میں یہاں سے فون پر بھائی کو اپنی خیریت کی اطلاع دے سکتی ہوں۔"

پارس نے کہا "یہ مناسب نہیں ہے۔ کابل میں تمہارے بھائی یا کسی اور کو تمہاری رہائی کی اطلاع نہیں ملنی چاہئے۔ ورنہ دشمن ہوشیار ہو جائیں گے۔ یہاں بھی ہم طرم خاں کو یرغمال بنا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

پھر پارس نے طرم خاں سے کہا "تم اپنے خاص لوگوں سے کہہ دو کہ یہاں سے کسی کو توبہ خانم کی رہائی پانے اور تمہارے یرغمال بننے کی اطلاع نہ پہنچے۔ جیسے ہی تمہارے مددگاروں کو اطلاع ملے گی' ہم تمہیں گولی ماریں گے۔ تم اپنی زندگی کے لئے ہمارے

ساتھ تعاون کرتے رہو۔"

جنگ کی تباہیوں کے باعث ٹیلیفون کے تار بھی سلامت نہیں رہے تھے۔ کابل جیسے اہم مقامات میں یہ نظام بحال کیا گیا تھا۔ ورنہ موبائل فون یا ٹرانسیٹر کے ذریعے گفتگو ہوتی تھی۔ طرم خاں کے پاس ایک ہی موبائل فون تھا' وہ ہم نے اپنے قبضے میں کرلیا۔

ہم طرم خاں کو حویلی کے باہر لے آئے۔ اسے موت کے قریب دیکھ کر اس کی تمام حواریوں نے ہتھیار پھینک دئے تھے۔ وہ اپنے خاص ماتحتوں کو سمجھا رہا تھا کہ اس کے جانے کے بعد یہاں کے حالات اور اس کی گرفتاری کا ذکر کسی سے نہ کیا جائے۔ اس کی سلامتی کے لئے سب لوگ خاموش رہیں۔

ہم سب ایک لینڈ روور میں سوار ہوگئے۔ یہ اونچے پہیوں اور مضبوط ٹائروں والی گاڑی اس علاقے کے لئے نہایت موزوں تھی۔ اسے گل احمد ڈرائیو کرنے لگا۔ اس نے گاڑی کو نالے کے پانی میں ڈال دیا تھا۔ پانی کہیں کم تھا کہیں زیادہ' ڈرائیونگ میں اس کی مہارت دیکھ کر پتا چلا کہ وہ ایسے راستوں پر اکثر آتا جاتا رہتا ہے۔

اگلی سیٹ پر گل احمد کے ساتھ جلال شاہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک گن تھی۔ دونوں کے درمیان طرم خاں تھا۔ میں ایک گن لے کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تاکہ پیچھے سے حملہ ہو تو جوابی فائرنگ کروں۔ درمیانی سیٹوں پر توبہ خانم اور پارس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ پارس سے بولی "تم دونوں صحافی ہو۔ تمہیں اعلیٰ سطح پر حکومت کے ذرائع سے گلبدین حکمت یار' احمد شاہ مسعود اور مولانا جلال الدین حقانی وغیرہ سے ملاقات کرنا چاہئے۔ تم لوگ یہاں کیسے چلے آئے؟"

پارس نے کہا "ان قافلہ فخر مجاہدین سے دنیا کے تمام صحافی ملاقات کررہے ہیں۔ پاکستانی صحافی بھی ان سے ملتے ہیں۔ ہمارے ملک کے اخبارات اور رسائل میں افغانستان اور یہاں کے جیالوں کے متعلق بہت زیادہ معلومات شائع کی جاتی ہیں لیکن ہم جس انداز سے معلومات حاصل کررہے ہیں اس سے چھپے ہوئے دشمن بے نقاب ہوتے رہیں گے۔ اور یہ حقیقت واضح ہوگی کہ بیرونی طاقتیں افغان مجاہدین کو متحد ہوکر حکومت بنانے کا موقع نہیں دیں گی۔ مشرقی مغربی جرمنی کی طرح افغانستان کے بھی کئی ٹکڑے ہوں گے یا پھر یہاں کی متحدہ حکومت پر سامراجی قوتیں غالب رہیں گی۔"

وہ بولی "خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ ہمارے مجاہدین کی چودہ برسوں کی محنت اور قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔ تم پاکستانیوں نے واے' ورے' ٹھنے ہمارا بڑا ساتھ دیا ہے۔ تم دونوں کی صحافت کا یہ انداز بہت خوب ہے' ہمارے حق میں ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو' دشمن عناصر کو بے نقاب کرو۔ ہم انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

وہ بولا "کیا تم کسی کو مارنے سے پہلے توبہ کراتی ہو؟"

"میں نے اب تک کسی کو نہیں مارا ہے۔"

"پھر تو تمہیں خبر نہیں ہے کہ کتنے توبہ کتے ہوں گے اور جان دیتے ہوں گے۔"

"توبہ کبھی نہیں جاتی' کی جاتی ہے۔"

"میں توبہ کرنے والوں کی نہیں' توبہ توبہ' ہائے توبہ توبہ والوں کی بات کررہا ہوں۔"

تب اس کی سمجھ میں آیا کہ جان دینے والے عاشق اسے ہی کہیں گے اس کا کوئی اور نام تو ہے نہیں۔ وہ غصے سے دیکھ کر "مسٹر! میں اس طرح کسی کا فری ہونا پسند نہیں کرتی۔"

گاڑی نے ہچکولہ کھایا تو وہ توازن نہ سنبھال پائی۔ پارس آگئی۔ پھر جلدی سے سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔ پارس نے کہا "فری ہورہی ہے۔ کیا اللہ کی شان ہے۔"

وہ دوسری طرف کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ باہر تاریکی میں نظر نہیں آرہا تھا۔ سامنے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور تک پانی شور مچا رہا تھا۔ گاڑی کبھی دائیں بائیں ہچکولے کھاتی تھی۔ اچھل پڑتی تھی۔ کئی میل کا سفر طے کرنے کے بعد طرم خاں چور خیالات نے بتایا۔ آگے حشام ربانی کا ڈیرا ہے۔ حشام اور میں بڑی اچھی دوستی ہے۔ دونوں ہی غیر ملکی ایجنٹ ہیں لیکن پہلے توبہ خانم کے مسئلے پر ان کا اختلاف ہوگیا۔

طرم خاں کا مقصد صرف سیاسی تھا۔ جبکہ حشام ربانی چاہتا تھا۔ اس نے طرم سے کہا تھا "مجھے اپنی حویلی میں مہمان کرلو۔ رات کے لئے توبہ خانم کو میرے ڈیرے پر بھیج دو۔ میں دو سو امانت واپس کردوں گا۔"

طرم خاں نے کہا تھا "جذبات میں اندھے نہ بنو۔ ہمیں کے بڑے سیاست دانوں میں گھسنا ہے۔ یہ خانم ہماری سیڑھی اس سیڑھی کو غلیظ بنائیں گے تو اس کا بھائی کابل میں ہمیں مار دے گا۔"

اس نے دلیل پیش کی "کوئی عورت لٹنے کے بعد رسوائی خیال سے زبان نہیں کھولتی۔ توبہ خانم کو مجھ پر چھوڑ دو۔ دو بھروسا کرو۔"

طرم خاں نے اس کی بات نہیں مانی۔ اب وہ ہمارا قیدی سوچ رہا تھا۔ حشام ربانی یاروں کا یار ہے۔ وہ وقتی طور پر ہمارا ہے' اب ہمارے ساتھ توبہ خانم کو دیکھ کر خوش ہوجائے گا ہوشیاری سے کام لے گا تو اپنی مراد بھی پوری کرے گا۔ میری بھی بچالے گا۔

میں نے گل احمد سے کہا "گاڑی روکو۔ میرا علم کہتا ہے خطرہ ہے۔"

طرم خاں نے حیرانی اور پریشانی سے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ اپنی رہائی کی امید تھی اور میرا علم پھر اس کے لئے مصیبت تھا۔ گل احمد نے کہا "برادر! آپ کا علم سچا ہے۔ آگے جہاں اپنے حواریوں کے ساتھ رہتا ہے۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "یہ حشام ربانی کون ہے؟"

"طرم خاں کا پرانا یار ہے۔ وہ اس کی مدد کرے گا۔ ہمیں آگے جانے کیوں دے گا۔"

پارس نے پوچھا "ہم کوئی دوسرا راستہ اختیار نہیں کرسکتے؟"

"نہیں۔ تم دیکھ رہے ہو تاریکی میں بھی پہاڑیاں جھلک رہی ہیں۔ ان پہاڑیوں کے درمیان سے گزرنے کا ذریعہ یہی ایک نالہ ہے۔"

میں نے معلوم کیا۔ حشام ربانی صرف پشتو اور تھوڑی فارسی جانتا ہے۔ اس کا دست راست زبیر خیری انگریزی سمجھتا اور بولتا ہے۔ میں نے کہا "جب کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے تو گاڑی چلاؤ۔ اللہ مالک ہے۔"

گل احمد نے کہا "آگے بڑھنے سے پہلے وہ بات بتادوں جو توبہ خانم کی وجہ سے اب تک نہیں بتا رہا تھا۔"

وہ بولی "کیا بات ہے؟"

"حشام ربانی تم پر بری نیت رکھتا ہے۔"

پارس نے کہا "اچھی صورت بھی کیا بری شے ہے۔ بروں کی نیت اور بری کردیتی ہے۔"

وہ بولی "یہ تم اپنی زبان میں کیا بول رہے ہو؟"

پارس نے انگریزی میں سمجھایا "بیوٹی سم ٹائمز بکمس بیڈ فار بیڈ پیپلز ٹو بلے بیڈ انٹنشنز۔"

وہ چڑ کر بولی "آگے موت کھڑی ہے اور تم فضول باتیں کررہے ہو۔"

"فضول بات اس طرح درست ہوسکتی ہے کہ اچھی صورت بھی کیا بری شے ہے۔ جب بھی لاتی ہے موت لاتی ہے۔"

وہ پارس سے منہ پھیر کر گل احمد سے بولی "کیا حشام نے مجھے دیکھا ہے؟"

"بدنیت کا دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ وہ تعریف سن کر عاشق ہوجاتا ہے۔"

"مجھے اسلحہ دو۔ خود پر آنچ آنے سے پہلے اسے مار ڈالوں گی۔"

میں نے پچھلی سیٹ سے ایک ٹی ٹی گن اٹھا کر اسے دے دی۔ گاڑی آگے چل پڑی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے کہا "نالے کے دائیں بائیں جو پہاڑیاں ہیں۔ ان کے غاروں اور چٹانوں کے سائے میں حشام ربانی اور اس کے حواری رہتے ہیں۔ حواریوں کی تعداد ستائیس ہے' ان کے پاس کافی اسلحہ ہے۔ ٹریسر گولیاں بھی ہیں جن کی ہوائی فائرنگ سے پورے علاقے میں اتنی روشنی پھیل جاتی ہے کہ رات کا اندھیرا اجالے میں بدل جاتا ہے اور چھپے ہوئے لوگ صاف نظر آجاتے ہیں۔"

پارس نے پوچھا "وہاں آپ کے شکار کتنے ہیں؟"

"صرف ایک شخص انگریزی جانتا ہے۔ وہ حشام کا خاص بندہ ہے اس کا نام زبیر خیری ہے۔ تم طرم خاں پر نظر رکھنا۔ وہ وہاں پہنچ کر گڑبڑ کرسکتا ہے۔ توبہ خانم کو ایسے وقت اپنے پیچھے رکھنا۔"

"پھر یہ پیچھے پڑ جائے گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "کسی دشمن کو گرینیڈ استعمال نہ کرنے دینا۔ ہم گولیوں کی بوچھار میں بچ سکتے ہیں۔ گرینیڈ کے دھماکوں سے بچنا مشکل ہوگا۔"

"وہ غار کس سمت ہے۔ جہاں حشام اور زبیر خیری قیام کرتے ہیں؟"

"وہ دائیں طرف ہے۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

"میں توبہ خانم کو بائیں سمت لے جاؤں گا۔"

ہم باپ بیٹے چپ چاپ پلاننگ کرتے رہے۔ پھر فائرنگ کی آواز پر ہماری گاڑی رک گئی۔ تاریکی میں کسی نے للکار کر کہا "انجن بند کرو۔"

گل احمد نے گاڑی بند کردی۔ نالے کے دونوں طرف سے گاڑی پر ٹارچ کی روشنیاں پڑنے لگیں۔ گل احمد نے کہا "ہم دوست ہیں۔ برادر حشام ربانی سے بولو۔ اس کا دوست طرم خاں اور گل احمد اپنے مہمانوں کے ساتھ کابل جارہے ہیں۔"

پوچھا گیا "کتنے مہمان ہیں۔ سب کے نام بتاؤ۔"

توبہ خانم نے آہستگی سے کہا "میرا نام نہ بتانا۔"

گل احمد نے کہا "وہ لوگ نام سننے کے بعد تصدیق کریں گے ہمارے اوپر روشنی ڈالیں گے۔ ہم تم کو کیسے چھپائیں گے۔"

دوسری طرف سے گرج کر پوچھا گیا "تعداد اور نام بتاؤ۔"

وہ بولا "ہم تعداد میں چھ ہیں۔ میں گل احمد' دوسرا طرم خاں' تیسرا ایک گائیڈ جلال شاہ' چوتھا ایک پاکستانی صحافی حماد' پانچواں بھی ایک پاکستانی صحافی ارسلان اور نمبر چھ۔ چھ....."

"نام بولو۔"

"توبہ خانم" یہ نام پہاڑیوں کے درمیان گونجنے لگا۔ توبہ خانم' توبہ خانم۔ خانم۔ نم۔ نم۔ نم....

پھر حشام کے قہقہے گونجنے لگے۔ میں اپنے جتنے ساتھیوں کے دماغوں میں جاسکتا تھا۔ ان کے ذریعے مقامی زبان بولنے والے کا انگریزی ترجمہ سن سکتا تھا۔ حشام کہہ رہا تھا "طرم خاں! ہم تو پرانے یار ہیں۔ میں اپنے یار کا راستہ نہیں روکوں گا۔ ضرور کابل جاؤ۔ مگر ٹیکس ادا کرتے جاؤ۔"

پھر وہ چیخ کر بولا "ٹیکس۔ خوب صورت ٹیکس۔ خوب صورت...." رات کی تاریکی میں پہاڑیوں کے درمیان آواز گونجنے لگی۔ خوب صورت۔ خوب صورت۔ صورت۔ صورت۔ صورت۔ رت۔ رت رت...."

توبہ خانم جان پر کھیل جانے کے لئے تن گئی تھی۔ اپنے ہتھیار کو مضبوطی سے جکڑ لیا تھا۔ پارس نے آہستگی سے کہا "جوش میں آؤ گی تو ہوش میں نہیں رہو گی۔ میری ہدایات پر عمل کرتی رہو تو میں تمہاری عزت پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

گل احمد کی سوچ نے بتایا کہ یہ زہیر خیری بول رہا ہے۔ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "برادر خیری! ہمارے مہمان ہماری زبان نہیں سمجھتے ہیں۔ ان سے فرنگی زبان میں بولو۔ یہ بھی تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

وہ انگریزی میں بولا "ہم مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ آقا حشام ربانی اپنا ٹیکس وصول کرنے کے بعد بخیریت جانے کی اجازت دے دے گا۔ اب فوراً گاڑی سے نکل آؤ۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے کہا "پلاننگ بدل دو۔ وہ لوگ ہمیں بلا رہے ہیں۔ توبہ خانم کو لے چلو۔ ان کے پورے اڈے کو دیکھنے کے بعد ہم صحیح کارروائی کر سکیں گے۔"

ہم اپنی اپنی طرف کے دروازے کھول کر گاڑی سے نکلنے لگے۔ وہ بولی "میں خالی ہاتھ نہیں جاؤں گی۔ اس شیطان کو اپنے ہاتھ سے گولی ماروں گی۔"

پارس نے کہا "عقل سے کام لو۔ بحث کا وقت نہیں ہے۔ ہتھیار چھوڑ کر فوراً باہر آؤ۔"

اب ہم پر اور زیادہ ٹارچوں کی روشنیاں پڑنے لگیں۔ وہ روشنیاں ہماری نالے کے دائیں سمت راہنمائی کر رہی تھیں۔ جہاں پتھروں کو کاٹ کر نالے سے اوپر آنے کے لئے سیڑھیاں بنائی گئی تھیں۔ اس دوران جنریٹر چلایا گیا جس سے آس پاس کی پہاڑیوں میں کتنے ہی بلب روشن ہو گئے۔ دور تک ہر شخص واضح طور پر نظر آنے لگا۔

ہم سے کچھ دور غار کے دہانے کے پاس حشام اور خیری کھڑے ہوئے تھے۔ ادھر طرم خاں کو ہم سے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ کیونکہ ہم سب نہتے ہو گئے تھے۔ وہ حشام ربانی کی طرف دونوں بازو پھیلا کر بڑھتے ہوئے بولا "یار حشام! تمہیں ناراض کرنے کے بعد سوچا کہ ایک دوشیزہ کے لئے یاری خراب نہیں کرنا چاہئے۔"

حشام نے ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلائی۔ گولی طرم خاں کی ٹانگ میں لگی وہ زمین پر گر پڑا۔ تکلیف سے کراہنے لگا۔ حشام نے کہا "دوست سے دشمن بننے والا میرے سامنے چل کر نہیں زمین پر گھسٹ کر آتا ہے۔"

وہ زمین پر گھسٹ کر اُس کی طرف جاتے ہوئے بولا "میں دشمن نہیں ہوں۔ تمہارے پاس توبہ خانم کو پیش کرنے آیا تھا۔ مگران پاکستانیوں نے مجھے..."

زہیر خیری نے بات کاٹ کر کہا "ہمیں معلوم ہے۔ تم نے اپنی حویلی کے وفاداروں سے کہا تھا کہ تمہاری گرفتاری اور توبہ خانم کی رہائی کی اطلاع کسی کو نہ دی جائے لیکن تمہارے وفاداروں میں ہمارے وفادار بھی چھپے ہوئے ہیں۔ ہمیں پتا ہے ان میں سے ایک پاکستانی ماہر نجومی ہے۔ کون ہے وہ جس نے اپنے علم سے توبہ خانم کا سراغ لگایا تھا۔"

میں نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا "میں ہوں ارسلان۔"

حشام ربانی نے خیری سے اپنی زبان میں کہا "ہم اسے آزمائیں گے کہ اس کا علم کتنا سچا ہے۔"

پھر وہ اپنی گن طرم خاں کی طرف سیدھی کرتے ہوئے بولا "بڑے کمینے ہو تم نے یہ نہیں بتایا کہ اس حسینہ کی جتنی تعریفیں کر رہا ہوں یہ سننے سے بھی زیادہ اور دیکھنے سے بھی زیادہ حسین ہے۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "میرے دوست! یہی دکھانے اور تمہاری خدمت میں پیش کرنے کے لئے اسے یہاں لایا ہوں۔"

"یعنی دلال بن کر آیا ہے۔"

"تم کچھ بھی سمجھ لو۔ میں تمہارا وفادار دوست ہوں۔"

"لیکن میں وفادار نہیں ہوں۔ ہم دونوں حکمران طبقے تک پہنچنے کے لئے بیرونی ملکوں کی دلالی کر رہے ہیں۔ تم نے جس طرح خانم کے معاملے میں میرا ساتھ چھوڑا اسی طرح تمہا حکمران تک میں پہنچنے کے لئے میرا ساتھ چھوڑو گے۔"

"نہیں نہیں۔ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں۔ میں تم سے دھوکا..."

ٹھائیں سے گولی چلی۔ وہ زمین پر سے ذرا اچھل کر فرش پر اور تڑپنے لگا۔ حشام نے کہا "ہمارے مغربی آقا پوچھیں گے کہ خاں کیسے مارا گیا تو جواب دوں گا' توبہ خانم کو رہائی دلانے والا پاکستانی صحافیوں نے بے چارے وفادار کتے کو مار ڈالا ہے۔"

اس نے پھر ایک اور فائر کر کے اسے ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا اور پھر ہماری طرف گن سیدھی کی۔ میں نے زہیر خیری کے ذریعے پوچھا "آقا! کیا ان سب کو مار ڈالو گے؟"

"ابھی سوچ رہا ہوں۔ کتے کا وفادار بھی کتا ہی ہوتا ہے ا گل احمد....."

اس نے اچانک ہی گولی چلا دی۔ گل احمد سینہ تھام کر ڈگر ہوئے گر پڑا۔ مجھے کچھ سمجھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ یہ سوچ بھی سکتا تھا کہ وہ گل احمد کو طرم خاں کا وفادار سمجھ کر مار ڈالے گ بے چارہ خواہ مخواہ مارا گیا۔

اب میں' پارس' توبہ خانم اور جلال شاہ رہ گئے تھے۔ میں سوچ لیا تھا وہ اس کے بعد گولی نہیں چلا سکے گا۔ میں زہیر خیر دماغ پر قبضہ جما کر اس پر قابو پالوں گا۔

اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ حشام ربانی نے گن کو جھکا کر حکم دیا "ان چاروں کو اندر لے آؤ۔"

وہ اپنے دستِ راست زہیر خیری کے ساتھ غار کے چلا گیا۔ چھ مسلح حواریوں نے ہمارے پیچھے اور دائیں با بندوقیں تان لیں' ہمیں چلنے کا اشارہ کیا۔ ہم ایک حواری کے چلنے لگے۔ ایسے وقت توبہ خانم نے بے اختیار ہمارے کے پارس کا بازو تھام لیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "میں ڈرتا نہیں لیکن بے شری کی موت مرنا نہیں چاہتی۔ اسے مارنے کے

میرے پاس ہتھیار نہیں ہے۔"

پارس نے کہا "وہ کمبخت ہتھیار کے بغیر مر رہا ہے اور تم اسی طرح مجھ سے لگی رہیں تو وہ اور جل بھن کر مر جائے گا۔"

صحن میں پہنچے' وہ غار بہت وسیع و عریض تھا۔ یوں لگتا تھا پتھروں کو اندر مختلف کمرے اور راہداریاں بنائی گئی ہیں۔ دو حواریوں نے توبہ خانم کو گن پوائنٹ پر دوسری طرف چلنے کو کہا۔ اس نے پارس کو اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔ حشام ربانی نے ناگواری سے پارس کو دیکھا پھر توبہ خانم سے پوچھا "کیوں عاشق کو جلا رہی ہو؟ کیا تمہارا یار ہے؟"

وہ بولی "بکواس مت کرو۔ شرم سے ڈوب مرو۔ یہ پاکستانی میری عزت آبرو رکھنے کی کوششیں کرتا آرہا ہے اور تم میرے ہم وطن ہو کر مجھ پر بری نیت رکھتے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے مجھ سے بولا "اے نجومی! اپنے علم سے بتاؤ۔ کیا حسینہ اس جوان پر مرتی ہے؟"

میں نے کہا "نہیں۔ یہ لڑکی ضدی اور اراداوں کی پکی ہے۔ کسی سے عشق نہیں کرتی ہے۔ صرف سہارے کے لئے اس جوان کو پکڑ رکھا ہے۔"

وہ بولا "میں ایسا سہارا دوں گا کہ پھر اسے کسی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"میرا علم کہتا ہے کہ یہ حسینہ تمہارے مقدر میں ہے اور تم تنہائی میں کسی عورت سے نہیں ڈرتے ہو۔"

زہیر خیری میری باتیں اسے سمجھا رہا تھا' وہ بولا "اس کا مطلب کیا ہوا کہ میں تنہائی میں کسی عورت سے نہیں ڈرتا ہوں؟"

"مطلب یہ کہ یہ دوشیزہ اسی صورت میں تمہارے ساتھ تنہا رہے گی جب اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار ہو گا۔ کیا تم اپنی مردانگی پر بھروسا کر کے اس کی تسلی کے لئے اسے ایک چاقو دے سکتے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "بس اتنی سی بات ہے؟ کوئی بات نہیں جوانی کی سیج پر اس کے ہاتھ میں چاقو رہے گا تو میرے ہاتھ میں ریوالور۔ بھئی مزہ آجائے گا۔ زندگی میں پہلی بار چاقو اور ریوالور کے سائے میں عیاشی ہو گی۔ اسے ایک چاقو دو اور میرے حجرے میں لے جاؤ۔"

میں اس دوران توبہ خانم کے دماغ میں رہا۔ اس کی سوچ میں اسے سمجھاتا رہا "مجھے حوصلے سے کام لینا چاہئے۔ یہی کیا کم ہے کہ سہارے کے لئے میرے ہاتھ میں چاقو رہے گا۔ اگر میں اس کی جان لینے میں ناکام رہوں گی تو اپنے ہاتھوں اپنی جان دے کر عزت سے مر سکوں گی۔"

ایک حواری نے اسے ایک چاقو دیا پھر کہا "چلو ہمارے ساتھ۔"

دو حواری اسے نشانے پر رکھے ہوئے تھے۔ وہ خاموشی سے ان کے ساتھ غار کے دوسرے حصے میں چلی گئی۔ حشام ربانی نے حکم دیا کہ حماد اور جلال شاہ کو حراست میں رکھا جائے۔ میں نے پوچھا۔ "میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"میں تمہارے علم کی سچائی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے میرے سامنے کھڑے رہو اور میرے مستقبل کی باتیں بتاؤ۔"

میں زہیر خیری کے ذریعے جواب دے رہا تھا' میں نے کہا۔ "خیری! میں تمہارے آقا کا مستقبل کیا بتاؤں۔ اس کا صرف آج ہے۔ صرف ابھی ہے۔ یہ کل کا سورج نہیں دیکھے گا۔"

زہیر خیری نے مجھ سے پوچھا "کیا بکواس کر رہے ہو۔ تمہاری یہ باتیں آقا سے کہوں گا تو یہ ابھی تمہیں گولی مار دے گا۔"

پارس نے کہا "تم اپنے آقا سے نہ کہو جب بھی پیش گوئی درست ہو گی لیکن یہ ایک شرط پر زندہ رہ سکتا ہے کہ یہ مجھے اپنے ساتھ توبہ خانم کی تنہائی میں لے جائے۔ یہ تنہا جائے گا تو زندہ واپس نہیں آئے گا۔"

خیری نے تصدیق کے لئے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا "یہ درست کہتا ہے۔ میں اسے بتا چکا ہوں کہ حشام کی موت کیسے ہو گی۔ اپنے آقا کو سمجھاؤ کہ اس دوشیزہ کے پاس تنہا نہ جائے۔"

خیری ہماری باتیں حشام کو سمجھانے لگا۔ میں ان کی گفتگو کا ترجمہ خیری کی سوچ کے ذریعے سمجھ رہا تھا۔ حشام کہہ رہا تھا "مجھے یہ نجومی نہیں بہروپیا لگتا ہے۔ کیا یہ کوئی ماننے کی بات ہے کہ میں تنہا اس حسین بلا کے پاس جاؤں گا تو مارا جاؤں گا؟"

وہ بولا "آقا ستاروں کی چال سمجھ میں نہیں آتی۔ مقدر کے تماشے عجیب ہوتے ہیں۔ آپ تنہا نہ جائیں۔ ان کی بات مان لینے میں کیا حرج ہے؟"

"کیا تمہارا سر مغز سے خالی ہے؟ ایک حسینہ کے ساتھ بند کمرے میں اس جوان کو لے جاؤں گا تو کیا یہ وہاں فاتحہ پڑھے گا۔"

"آپ ساتھ لے جائیں' پھر اسے وہاں سے بھگا دیں اس طرح پیش گوئی کے مطابق آپ وہاں تنہا نہیں جائیں گے۔ بعد میں اسے نکال کر توبہ خانم کے ساتھ تنہا رہیں گے۔"

وہ قائل ہو کر بولا "ہاں' وہ حسینہ اس جوان سے چپکی ہوئی تھی۔ اب میں اس کے سامنے اسے پچکاؤں گا۔ پھر اسے لات مار کر باہر کر دوں گا۔"

وہ پارس کے پاس آیا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں گن تھی اس نے دوسرے ہاتھ سے میرے ہی سامنے میرے بیٹے کا گریبان پکڑا۔ پھر اسے کھینچتا ہوا اس حصے میں جانے لگا۔ جہاں توبہ خانم کو رکھا گیا تھا۔

یوں گریبان پکڑ کر لے جانا' وہ بھی پارس کو؟ یہ توہین ہم باپ بیٹے برداشت نہیں کر سکتے تھے لیکن لے جانے والا ہماری نظروں میں بے چارہ تھا۔ چند گھڑیوں کا مہمان تھا' یہ حقیقت بھول گیا تھا کہ لوگ تھوڑی دیر کے لئے ایک دوسرے کا گریبان پکڑ کر گھسیٹتے ہیں۔

موت ہمیشہ کے لئے انہیں گھسیٹ کرلے جاتی ہے۔

حشام پارس کو کھینچتا ہوا اس کمرے میں آیا جہاں توبہ خانم ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ قریب ہی ایک آرام دہ بستر بچھا ہوا تھا وہاں کسی کمرے کا دروازہ نہیں تھا۔ نار کے حصوں کو توڑ کر کمروں کی صورت دی گئی تھی۔ ادھر کوئی دروازہ لگانے والا مستری نہیں تھا۔

جب حشام ربانی اس کمرے میں آرام کرنے آتا تھا تو کوئی حواری اس وقت تک ادھر کا رخ نہیں کرتا تھا جب تک اسے طلب نہ کیا جائے۔ حشام نے توبہ خانم کے سامنے پارس کو دھکا دے کر کہا "دیکھ تیرا یار میرے سامنے کیسا چوہا ہے۔ اب بتا چوہے سے یاری کرے گی یا شیر سے؟"

وہ بولی "میں نے کسی سے یاری نہیں کی۔ مگر اس نوجوان کی شخصیت کے سامنے تم مٹی دھول ہو۔ اگر شیر ہو تو نہتے ہو کر اسے چوہا بناؤ۔"

"ملک اور عورت کو فتح کرنے کے لئے ہتھیار لازمی ہوتے ہیں۔"

پارس نے کہا "میں ہتھیار کے بغیر بھی تمہارے سامنے اس دوشیزہ کو جیت سکتا ہوں کیونکہ اس شریف زادی کو صرف محبت اور شرافت سے جیتا جاسکتا ہے۔ ہتھیار تو تمہارے لئے ضروری ہے۔ اس لئے اپنی یہ گن مجھے دے دو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی حشام کے سامنے جیسے بجلی کوند گئی۔ پارس نے اتنی پھرتی سے حملہ کیا تھا کہ اس کی نظریں اِدھر سے اُدھر ہوتی رہی تھیں۔ کیونکہ حملے کرنے والا بجلی کی طرح کبھی اِدھر لپک رہا تھا کبھی اُدھر کڑک رہا تھا۔ اسے اپنے بچاؤ کی کوششوں میں ہاتھ سے نکل جانے والی گن کو دوبارہ حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

وہ پہاڑوں میں رہ کر پہاڑ جیسا سخت اور قد آور تھا۔ دو بندوں کو بغل میں دبوچ کر بے ہوش کردیتا تھا۔ لیکن فری اسٹائل کا فن نہیں جانتا تھا۔ پھر پہلے کبھی ایسے فولادی جوان سے پالا نہیں پڑا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ایسے چلتے تھے جیسے بدن پر لوہے کی سلاخیں پڑ رہی ہوں۔

جب اس نے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں دیکھی تو چیخ کر اپنے حواریوں کو پکارنے لگا۔ پارس فوراً ہی زمین پر سے گن اٹھا کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "اپنے آدمیوں کو واپس جانے کا حکم دو۔"

کئی مسلح افراد دروازے پر آکر رک گئے کیونکہ ان کا آقا نشانے پر تھا۔ حشام نے کہا "جاؤ چلے جاؤ اِدھر کوئی نہیں آئے گا۔"

وہ پس وپیش میں رہنے اپنے آقا کو موت کے مُنہ میں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تھے۔ میں نے زبیر خیری کے دماغ پر قبضہ جمایا اس نے کاشنکوف سے اپنے چار بندوں کو مار گرایا۔ پھر کہا "تم لوگوں نے آقا کا حکم نہیں سنا۔ وہ ادھر سے جانے کو بولتا ہے۔"

باقی تین حواری حشام کے دروازے سے واپس چلے گئے۔ ادھر پارس نے کہا "اب میرے ہاتھ میں ہتھیار ہے لیکن مجھے پتہ ہے کہ میں ہتھیار کے بغیر توبہ خانم کا دل جیت رہا ہوں اور تمہیں نفرت مل رہی ہے۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھ کر اُس پر تھوکتے ہوئے بولی "میں شیطان پر تھوکتی ہوں اور تمہارے جیسے انسان کو سلام کرتی ہوں اسے گولی مارو۔"

"نہیں خانم! جس طرح ہم طرم خاں کو یرغمال بنا کر اس حواریوں کے خون خرابے سے بچ گئے تھے اسی طرح ایک گن چلائے بغیر اسے یہاں سے لے چلیں گے۔ چلو حشام! لمو۔"

وہ بے بسی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ دروازے کی طرف چلنے لگا۔ جیسے فرار کا راستہ دیکھ رہا ہوں۔ پھر وہ جھنجلا کر بولا "خیری کہاں ہو؟ مجھے اس ذلت سے نکالو۔ اسے جہنم میں پہنچا دو۔"

میں زبیر خیری کے اندر تھا۔ وہ دروازے پر آکر اس کا نام لیتے ہوئے بولا "یہ لوگ تمہیں ذلت نہیں دے رہے ہیں۔ عزت اور ذلت دینے والا خدا ہے۔ تم نے توبہ خانم کی ذلت کا ارادہ کیا، جس کا ارادہ کیا، وہی ذلت تمہیں مل رہی ہے۔"

"تم میرے نمک خوار ہو کر ایسی باتیں کررہے ہو؟ میں دوسرے وفادار کہاں ہیں؟"

پارس نے اسے ایک لات مار کر کہا "باتیں نہ کرو۔ رہو۔"

وہ کمرے سے نکلتے ہوئے بولا "خیری! ان کی زبان میں ا سمجھاؤ کہ یہ یہاں سے زندہ نہیں جائیں گے۔"

خیری نے اسے پیچھے سے دھکا دیتے ہوئے کہا "جس کے میں اسلحہ ہوتا ہے، وہی آقا کہلاتا ہے۔ تم خالی ہاتھ ہو، مکلو مجبور ہو۔ یہاں کوئی تمہارے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا۔"

وہ مجبور ہو کر قیدی کی حیثیت سے چل رہا تھا اور دور کھ ہوئے خاموش نمک خواروں کو ایک تماشائی بنتے دیکھ رہا تھا۔ سے باہر بھی اس کے محافظوں نے اس کی سلامتی کی خاطر پیچھے تک دئے۔ ہم پھر نالے کے پانی میں اتر کر اپنی گاڑی میں آ زبیر خیری نے نالے کے کنارے ایک چٹان پر کھڑے ہو کر بلند میں کہا "معزز مہمانوں کو جانے دو۔ جب تک یہ نظروں سے او نہیں ہوں گے تب تک کوئی زمین سے ہتھیار نہ اٹھائے۔"

گاڑی چل پڑی حشام ربانی ہمارے درمیان قیدی بنا ہوا تھا۔ ہم سے صلح صفائی اور لین دین کی باتیں کرنا چاہتا تھا۔ خانم نے کہا "یہاں صلح صفائی کی بات نہ کرو۔ آگے جا کر صفایا ہو جائے گا۔"

آگے کئی میل جانے کے بعد اس نے کہا "گاڑی روک میں اس کتے کے ساتھ سفر نہیں کروں گی۔"

گاڑی رک گئی۔ وہ باہر نکل کر حشام سے بولی "اے نیچے اوَ۔"

حشام نے ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ سمجھنا چاہتا تھا کہ ہم اسے چھوڑ کر آگے چلے جائیں گے یا گولی ماریں گے۔

توبہ خانم گاڑی کے آگے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں چلی گئی تھی اس کی مٹھی میں چاقو کا پھل چمک رہا تھا۔ حشام ربانی اس کی طرف آیا تو وہ بولی "تم میری عزت سے کھیلنا چاہتے تھے۔ آؤ کھیلو، میرے ہاتھ سے چاقو چھین لو۔ مجھے بے بس کردو۔"

حشام نے سر جھکا کر گاڑی کی سمت دیکھا۔ وہ ہماری طرف ہاتھ اٹھا کر بولی "کوئی گاڑی سے باہر نہ آئے۔ مجھے اغوا کرنے والوں میں ایک طرم خاں مارا گیا۔ دوسرے کو میں قتل نہیں کروں گی تو انتقامی جذبے کو تسکین نہیں ملے گی۔"

میں نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا "حشام! یہ ہمارا وعدہ ہے۔ ہم میں سے کوئی تمہارا ہاتھ روکنے نہیں آئے گا۔"

گائیڈ جلال نے پوچھا "مسٹر ارسلان! کیا یہ مناسب ہے کہ ایک دوشیزہ کو ظالم کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے۔"

میں نے کہا "وہ تمہاری قوم کی بیٹی ہے۔ افغان بچی ہے، تماشا دیکھو۔"

وہ اس کے ہاتھ سے چاقو چھیننے کے لئے پینترے بدل رہا تھا۔ وہ بھی حملہ کرنے کے انداز میں اس کے پینتروں کو دیکھ رہی تھی۔ حشام نے اچانک ہی اچھل کر اس پر چھلانگ لگائی، خانم جھک گئی پھر اس نے پسلی میں چاقو مارتے ہوئے اسے اپنے سر کے اوپر سے گزار دیا۔ وہ اس کے پیچھے پانی میں جا کر چھپاک سے گرا۔ پانی کے چھینٹے دور تک اچھلتے ہوئے گئے۔ پھر وہ سنبھل کر اٹھنے لگا۔ اس کی چیخیں اور آس پاس کا پانی لہو سے سرخ ہو رہا تھا۔

جب روسی جارحیت کے باعث جنگ شروع ہوئی تھی۔ تب توبہ خانم چھ برس کی بچی تھی۔ اس کے بچپن کی معصومیت کو جنگ کی تباہ کاریوں نے کھالیا۔ اس نے چودہ برس تک کوئی لوری یا موسیقی نہیں سنی۔ راکٹ لانچروں اور توپوں کی گھن گرج سنتی رہی۔ اس نے پریوں اور شہزادے کے خواب نہیں دیکھے۔ ظالموں اور درندوں کے خوفناک چہرے دیکھے۔ کبھی کابل، کبھی جلال آباد، کبھی خوست اور کبھی پکتیا کے علاقوں میں جان بچانے، دشمنوں کو فریب دے کر نکل جانے کے عملی تجربات سے گزرتی رہی۔ وہ چھ برس کی بچی جو طویل جنگ کے دوران بارود کی فضا میں سانس لیتی ہوئی جوان ہوئی، بھلا اسے ایک عیاش کیسے زیر کرسکتا تھا؟

میں نے اس کے خیالات سے اس کی ہسٹری پڑھنے کے بعد ہی اسے حشام کے مقابلے میں تنہا چھوڑا تھا۔ پہلے اس نے مردانہ شہ زوری کے غرور میں حملہ کیا تھا۔ توبہ خانم کے ایک ہی وار نے سمجھایا کہ مردانگی نہیں چلے گی۔ وہ زخمی پسلی کو تھام کر حملہ کرنے سے زیادہ بچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی نظریں چاقو پر تھیں۔ اگر چاقو کسی طرح پانی میں گر جاتا تو وہ ایک مرد کا مقابلہ ہاتھ پاؤں سے نہیں کرسکتی تھی۔

وہ دونوں پینترے بدل رہے تھے۔ موقع کی تاک میں تھے۔ حشام نے اچانک ہی جھک کر دونوں ہاتھوں سے پانی کو اس کی طرف اچھالا۔ پانی اس کے چہرے اور آنکھوں میں آیا۔ اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے ذرا سا مُنہ گھمایا۔ حشام نے ہاتھ پر لات ماری، چاقو ہاتھ سے نکل کر اچھلتا ہوا ایک جگہ پانی میں چلا گیا۔

وہ دوڑتا ہوا ادھر آیا۔ پانی میں جھک کر دونوں ہاتھوں سے ٹٹولنے لگا۔ چاقو ڈھونڈنے لگا۔ توبہ خانم نے پیچھے سے لات ماری تو وہ پانی میں اوندھا ہو کر قلابازی کھاتا ہوا ذرا دور گیا۔ سانس رکنے لگی تو پانی سے ہڑبڑا کر ابھرا۔ وہ اتنی دیر میں ایک بڑا پتھر دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر تیار کھڑی تھی۔ اس کے ابھرتے ہی پتھر سر پر دے مارا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی جیسے آسمان سے زندگی کی بھیک مانگ رہا ہو۔ پھر وہ آسمان کی طرف سر اٹھائے آہستہ آہستہ پانی میں چاروں شانے چت گر پڑا۔ ڈوبنے کے بعد دم گھٹنے لگا تو توانائی نہ رہنے کے باوجود سانس لینے کے لئے سر اٹھایا۔ توبہ خانم نے اپنا ایک پیر اس کے مُنہ پر رکھا۔ وہ پھر ڈوب گیا۔ اس میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ دونوں ہاتھوں کو حرکت دے کر اپنے منہ پر سے ایک عورت کا پیر ہٹاتا۔ جسے وہ اپنے پیروں میں لانا چاہتا تھا اسی کے پیر تلے زندگی ہار گیا۔

وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح پاؤں رکھے کھڑی رہی۔ سنسناتی ہوئی ہوائیں پہاڑیوں کے درمیان گونج رہی تھیں۔ سرمہ فلک پہاڑوں کی چوٹیاں بھی زلزلے کے ایک جھٹکے سے زمین بوس ہوجاتی ہیں۔ انسان کیا چیز ہے؟ کس عورت کے قدموں تلے ہونے والی موت سے دوسرے شہ زوروں کو بھی عبرت حاصل کرنا چاہئے۔ دراصل شہ زور کو کمزور عورت نہیں مارتی، غرور مارتا ہے۔

وہ پاؤں ہٹا کر پیچھے ہٹ گئی۔ گاڑی کی طرف آتے ہوئے جھک جھک کر دونوں ہاتھوں سے پانی لیتے ہوئے اپنے لباس سے لہو کے دھبے دھوتی رہی۔ پارس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ دروازہ بند کرلیا۔ پھر گاڑی آگے بڑھ گئی۔

ہم نے زبیر خیری اور دوسرے حواریوں کو کئی میل پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ وہاں سے چلتے وقت میں نے خیری کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھا تھا تاکہ وہ تعاقب میں نہ آئیں۔ پھر توبہ خانم اور حشام کی جنگ شروع ہونے سے پہلے خیری کو آزاد چھوڑا تو وہ چونک کر خود کو اور ساتھیوں کو دیکھنے لگا۔ حیرانی سے بولا "کیا میں خواب دیکھ رہا تھا یا یہ حقیقت ہے؟ میں نے دیکھا یہاں آنے والے پاکستانی ہمارے آقا کو پکڑ کرلے گئے ہیں اور میں آقا کو ان کے حوالے کررہا ہوں۔"

ایک نے کہا "یہ سچ ہے۔ تم نے ایسا کیا ہے، وہ لوگ ہمارے

آقا کو لے گئے ہیں اور تم اس کے ذمے دار ہو۔"

پھر سب ہی کہنے لگے "تم ذمے دار ہو' تم ذمے دار ہو۔ تم آقا کے دشمن ہو۔ اسے دشمنوں کے حوالے کر کے یہاں اس کی جگہ لینا چاہتے ہو۔"

وہ گھوم گھوم کر ایک ایک کو دیکھ رہا تھا۔ سب اسے لعن طعن کر رہے تھے۔ حشام کے کئی وفاداروں نے اسے نشانے پر رکھا۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا "ٹھہرو' میری بات سن لو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے آقا سے غداری نہیں کی ہے۔ وہ دونوں پاکستانی جادوگر ہیں انہوں نے مجھے....."

ٹھائیں سے گولی چلی اور اس کے شانے کی ہڈی کو توڑتی ہوئی گزر گئی۔ وہ لڑکھڑا کر گرتے گرتے سنبھلتے ہوئے بولا "میں... میں آقا کو واپس لاؤں گا۔ مجھے مہلت دو۔"

دوسری گولی اس کے سینے میں لگی۔ وہ اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ گولی مارنے والے نے کہا "خنزیر کے بچے نے ہماری آنکھوں کے سامنے آقا سے دشمنی کی اور ہمارے ہی منہ پر غداری سے انکار کر رہا تھا۔"

میں اس کے بعد کچھ نہ سن سکا۔ اسی لمحہ میں خیری نے دم توڑ دیا تھا چلتے وقت ایک غلطی ہوئی کہ ہم نے حشام کا موبائل فون نہیں لیا۔ اب اس کے حواری دوسرے علاقوں کے ساتھیوں کو ہماری مہم جوئی کی رپورٹ پہنچا رہے ہوں گے۔

میں یہ باتیں پارس وغیرہ سے نہ کہہ سکا کیونکہ اس وقت توبہ خانم نے حشام کے مقابلے کے لئے چیلنج کیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ گولے بارود اور آگ اور خون کی فضاؤں میں پرورش پانے والی لڑکی بہت دلیر اور سخت جان ہے لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ دشمنوں پر کس طرح غالب آتی ہے۔ اس لئے میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ تاکہ حشام غالب آئے تو میں توبہ خانم کی مدد کروں۔ لیکن ایسی نوبت نہیں آئی۔ اس لڑکی نے بڑے اعتماد سے جنگ جیت کر میرا دل خوش کر دیا۔

جب وہ پارس کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور گاڑی آگے بڑھنے لگی تو میں نے گائیڈ سے کہا "جلال شاہ! ہم سے ایک بھول ہو گئی۔ ہمیں حشام کا موبائل فون وہاں چھوڑ کر نہیں آنا چاہئے تھا۔ آگے کی منزلوں میں توبہ خانم کے دشمنوں کو خبریں پہنچ رہی ہوں گی۔"

وہ بولا "مسٹر ارسلان! کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم طرم خاں کا موبائل فون لے آئے تھے۔ پھر بھی حشام کو اطلاع مل گئی تھی۔ یہاں ہر گروہ اور ہر قبیلے میں ایک دوسرے کے جاسوس گھسے ہوئے ہیں۔ ویسے ایک بات مجھے الجھا رہی ہے۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ دشمنوں کے جو دست راست اور معتمد خاص ہوتے ہیں وہ اچانک ہمارے حمایتی کیسے بن جاتے ہیں۔ طرم خاں کا وفادار گل احمد کسی وجہ کے بغیر ہمارا دوست اور اپنے آقا کا دشمن ہو گیا تھا۔"

میں نے کہا "اس میں حیرانی کی کیا بات ہے' اس کا ضمیر بیدار ہو گیا تھا۔"

"کیا زبیر خیری کا بھی ضمیر بیدار ہو گیا تھا۔ اس نے اپنا مالک حشام کی مخالفت کی اور ہمیں وہاں سے فرار ہونے کا موقع دینے بلکہ اپنے آقا کو بھی مارنے کے لئے ہمارے حوالے کر دیا۔"

میں نے کہا "صاف ظاہر ہے وہ حشام ربانی کی جگہ سردار چاہتا تھا۔"

"مسٹر ارسلان! میں یقین سے کہتا ہوں کہ حشام کے وفاداروں نے اسے قتل کر دیا ہو گا۔ حشام کے قبیلے میں خیری کے ملازموں کو کبھی سردار تسلیم نہیں کیا جاتا ہے۔"

توبہ خانم نے کہا "اب مجھے یاد آ رہا ہے کہ خیری نے اپنے آقا کے خلاف ہمارا ساتھ دیا تھا۔ اور وہ گل احمد بھی میرا دشمن تھا۔ اسی نے طرم خاں کی حویلی کے ایک کمرے میں مجھے بند کیا تھا۔ واقعی سوچو تو سمجھ میں نہیں آتا۔ ہر مقام پر میری عزت کے محافظ کیسے مہربان ہوتے گئے؟"

پارس نے ان کے تجسس کو مذاق میں اڑانے کے لئے کہا "جس طرح وہ دشمن دوست ہو گئے اسی طرح جی چاہتا ہے دوست سے دشمن ہو جاؤں۔"

وہ بولی "اس سے کیا حاصل ہو گا؟"

"مجھے کچھ حاصل نہیں کرنا ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں' میرے اندر کچھ ہو رہا ہے۔ شدید تحریک پیدا ہو رہی ہے کہ میں دشمن ہو جاؤں۔ جھپٹ پڑوں۔"

جلال شاہ نے گاڑی روک کر پیچھے دیکھتے ہوئے کہا "کیا ہو رہا ہے؟ ایسی تحریک پیدا ہو رہی ہے؟"

"ہاں' پتا نہیں یہاں کی فضا میں ایسی کیا بات ہے کہ دوست اور دوست دشمن ہو جاتے ہیں۔ توبہ خانم! توبہ توبہ کرتے ہوئے التجا کرتا ہوں' اگر تم پر جھپٹ پڑوں تو مجھے دشمن نہ سمجھنا۔"

وہ مسکراتی ہوئی بولی "میں کبھی تمہیں دشمن نہیں سمجھوں گی۔ تم نے جس انداز میں حشام کی پٹائی کی اور مجھے عزت و آبرو لے آئے میں یہ بات کبھی نہیں بھولوں گی۔"

پارس فرانسیسی زبان میں بڑبڑایا "پھپھا! یہ پھیل رہی ہے۔"

وہ بولی "کیا تم کچھ کہہ رہے ہو؟"

"میں اپنی زبان میں شکر ادا کر رہا ہوں کہ تمہارے کام آنے کا موقع ملا۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "بیٹے! یہ لڑکی عشق وغیرہ نہیں جانتی ہے۔ بچپن سے اب تک اس کے اندر ٹینک' طیارہ شکن راکٹ لانچر اور اسٹنگر میزائل کے فولادی ٹکڑے بھرتے ہیں۔ اس کا دل' اس کا دماغ اور اس کا مزاج سب فولاد کے ہیں۔

"یہ سن کر افسوس ہو رہا ہے پاپا! یہ شرپسند طاقتیں دوسرے ملکوں میں جیسی چیز کرتا ظلم کرتی ہیں۔ کیا کسی امن و امان والے ملک کے لوگ یہ سوچ سکتے ہیں کہ افغانستان کی ایک لڑکی نے کبھی کھلتے ہوئے پھول نہیں دیکھے' صرف گولے اور بارود دیکھتی رہی ہے۔"

پھر پارس نے اس سے پوچھا "تمہاری تعلیم کتنی ہے؟"

وہ بولی "تعلیم ہے اے ون گن شوٹنگ۔ ہر طرح کے ہتھیار استعمال کر سکتی ہوں۔ گوریلا جنگ لڑ سکتی ہوں۔ تاریکی میں راستے پہچان سکتی ہوں۔ آہٹ سن کر بتا سکتی ہوں کہ دشمن کتنے فاصلے پر ہیں اور کس سمت سے آ رہے ہیں۔"

"میں اسکول اور کالج کی تعلیم کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی' پھر بولی "چودہ برس سے کسی اسکول کا دروازہ نہیں کھلا۔ موجودہ نسل کے کسی افغانی جوان کو تعلیم نصیب نہیں ہوئی۔"

"تم انگریزی اتنی روانی سے کیسے بولتی ہو۔"

"میں چھ برس تک ریڈ کراس سوسائٹی میں رہی۔ آدھی ڈاکٹر بن گئی ہوں۔ گولی جسم کے کتنے ہی گہرے حصے میں گھس جائے آپریشن کر کے نکال دیتی ہوں۔ میں نے وہاں انگریزی سیکھی۔ ایک برس روسیوں کی قید میں رہی۔ روسی زبان اور ازبک زبان سیکھ لی۔ مجھے ازبکستان کی ایک جیل میں رکھا گیا تھا۔"

"تمہاری جیسی دلیر لڑکی سے ہمدردی نہیں کرنا چاہئے' تم پر فخر کرنا چاہئے۔"

جلال شاہ نے رات کے دو بجے اس نالے سے گاڑی نکالی ہم نے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور تک کچھ جلے ہوئے درخت اور مرجھائی ہوئی ہریالی دیکھی۔ جنگ نے قدرتی مناظر کے حسن کو بھی مار ڈالا تھا۔ اب پہاڑیاں بہت دور نظر آ رہی تھیں۔ چاند بھی نکل آیا تھا۔ جلال شاہ نے کہا "یہاں سے پندرہ میل کے فاصلے پر کوچی قبیلہ آباد ہے۔ منان کوچی کی مجاہدانہ عظمت کے پیش نظر اب کوئی کوچی باشندوں کو ڈاکو اور رہزن نہیں کہتا ہے۔ انہوں نے اپنی طرز زندگی بدل ڈالی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ ہمیں خوش آمدید کہیں گے۔"

میں نے پوچھا "کیا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے؟"

"دوسرا راستہ بہت لمبا اور پیچیدہ ہے ہم جلال آباد ہو کر پل چرخی سے گزرتے ہوئے کابل پہنچیں گے۔ پتا نہیں راستے میں کن قبیلوں اور گروپوں سے سابقہ پڑے گا۔ میں ادھر کا نہیں ادھر کا راستہ بہتر جانتا ہوں۔"

"تو پھر ادھر چلو۔ جو ہو گا' خدا کی مرضی سے ہو گا۔"

جلال شاہ نے مجھے ٹنکی میں پٹرول ڈالنے کے لئے کہا۔ پھر موبائل فون لے کر رابطہ کرنے لگا۔ میں پٹرول ڈالتے وقت اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ رابطہ ہونے کے بعد مقامی زبان میں کہہ رہا تھا "ہیلو! میں جلال شاہ بول رہا ہوں۔ کمانڈر مسعود بیگ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو جلال شاہ! میں مسعود بیگ بول رہا ہوں' کہو خیریت سے ہو؟"

"خدا کا شکر ہے۔ میں میران شاہ سے آ رہا ہوں۔ میرے ساتھ دو پاکستانی صحافی اور حاتم شہریار کی بہن توبہ خانم ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھے پتا ہے۔ یہاں ایک گھنٹہ پہلے اطلاع پہنچ گئی تھی کہ تم لوگوں نے طرم خاں اور حشام ربانی کو ٹرپ کیا تھا۔ حشام نے طرم خاں کو گولی ماردی۔ یہ بتاؤ حشام کا کیا بنا؟"

"وہ خانم کی عزت کا دشمن بن گیا تھا۔ خانم نے اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دیا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ تو لطیفہ سنا رہے ہو' پہاڑ جیسے حشام کو ایک چیونٹی نے کاٹ کر گرا دیا؟"

"یہ سننے میں لطیفہ لگتا ہے۔ یہ غضب ناک لڑکی ہے۔ زبردست جنگ باز ہے۔ حشام کو ہماری آنکھوں کے سامنے صرف دس منٹ میں ہلاک کر دیا تھا۔"

"چلو مان لیتا ہوں۔ آگے بولو۔ کیا اس کے بھائی حاتم شہریار کے پاس جا رہے ہو؟"

"ہاں' ابھی تمہارے علاقے سے گزرنے والے ہیں۔ وہاں دو تین گھنٹے آرام کریں گے۔ پھر صبح ہوتے ہی آگے چل پڑیں گے۔"

کمانڈر مسعود بیگ نے کہا "یار جلال شاہ! تم میرے علاقے سے نہ گزرو۔"

"کیوں؟ بات کیا ہے؟"

"توبہ خانم کے بھائی سے ہماری کشیدگی ہے۔ کابل میں اقتدار کی جو سرد جنگ جاری ہے اس میں حاتم شہریار ہمارا حریف ہے۔"

"اس سے ہمارا کیا تعلق ہے؟"

"تعلق ہے۔ توبہ خانم یہاں آئے گی' ہم اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے' اسے عزت دیں گے۔ لیکن ہماری نادانستگی یا بے خبری میں کسی نے اسے نقصان پہنچایا تو حاتم شہریار اسے سیاسی دشمنی کا نام دے گا۔"

وہ قائل ہو کر بولا "ایسا ہو سکتا ہے۔ جب سے توبہ خانم ہماری پناہ میں آئی ہے۔ ہم یہی دیکھ رہے ہیں کہ کوئی جنسی ہوس اور کوئی اقتدار کی ہوس پوری کرنے کے لئے اس لڑکی کو ٹارگٹ بنا رہا ہے۔"

"اسی لئے کہتا ہوں یہاں سے کابل تک جس مال کی چھین جھپٹ ہو رہی ہو اسے ادھر نہ لاؤ۔"

"میرے دوست کمانڈر! جلال آباد والا راستہ بہت لمبا ہے۔"

"تم ادھر نہ جاؤ۔ ہمارے علاقے سے دس میل مغرب کی سمت گھوم کر حمزہ کے پختہ راستے پر آ جاؤ۔ یہ مسافت زیادہ نہیں ہو گی۔ تم مہمانوں کے ساتھ صبح آٹھ بجے تک کابل پہنچ جاؤ گے۔"

میں اس انتظار میں تھا کہ وہ اپنی زبان بولنے کے دوران شاید

انگریزی میں بولیں گے' جیسا کہ لوگوں کی عادت ہوتی ہے لیکن وہ اپنی ہی زبان پر ڈٹے ہوئے تھے۔ میں جلال شاہ کے ذریعے کمانڈر مسعود بیگ کی باتیں سمجھ رہا تھا۔ مگر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

اس سے دلچسپی اس لئے پیدا ہوگئی تھی کہ وہ توبہ خانم کے بھائی کا سیاسی مخالف تھا اور انسانیت اور شرافت کے مطابق سیاسی معاملہ میں توبہ خانم کی طرف سے کوئی الزام اپنے سر نہیں لینا چاہتا تھا۔

میں نے جلال شاہ کو بے اختیار انگریزی بولنے پر مجبور کیا۔ اس نے کہا "تم نے اچھا مشورہ دیا ہے۔ میں تمہارے علاقے سے کترا کر نکل جاؤں گا۔"

جب ایک انگریزی بولتا ہے تو دوسرا بھی وہی زبان بولنے لگتا ہے۔ کمانڈر بیگ نے کہا "توبہ خانم سے کہہ دینا۔ میں اس کے بھائی کا مخالف ہوں مگر عورت کی عزت کرتا ہوں اور اس کی سلامتی کا خواہاں ہوں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ میں کمانڈر مسعود بیگ کے دماغ میں آگیا۔ اس کے کمرے میں دو مسلح ماتحت کھڑے ہوئے تھے اس کا ایک خاص ماتحت میز پر جھکا کچھ لکھ رہا تھا۔ کمانڈر بیگ نے اسے مخاطب کیا "ہاشم!"

"یس سر!" وہ اٹھ کر ادب سے کھڑا ہوگیا۔

کمانڈر نے کہا "اب اوٹ پہاڑ کے نیچے آئے گا۔ وہ لعنتی شہریار خود کو بہت بڑا سیاست داں سمجھتا ہے۔ میں اس کی سیاست کی دھجیاں اڑادوں گا۔ چلو اپنے پندرہ مسلح جوانوں کو تیار کرو۔ میں انہیں سمجھاؤں گا کہ حملہ کہاں کرنا ہے؟ کیسے کرنا ہے؟ اور توبہ خانم کو کہاں سے کہاں پہنچانا ہے؟"

وہ ابھی اپنے جوانوں کو حملے کی پوری تفصیل سمجھانے والا تھا لیکن میں اس کے چور خیالات سے پہلے ہی سمجھ چکا تھا خیال خوانی کے دوران دور ایک پہاڑی کی طرف تک رہا تھا۔ جلال شاہ نے آکر پوچھا "برادر! کیا سوچ رہے ہو؟"

میں نے چونک کر کہا "کچھ نہیں' بس یونہی' یہ بتاؤ بات ہوگئی؟"

"ہاں کمانڈر مسعود بیگ نے مشورہ دیا ہے کہ ہم توبہ خانم کو اس کے علاقے میں نہ لائیں کیونکہ اس کے بھائی سے سیاسی دشمنی ہے۔ اس نے ہمیں ایک اور راستہ بتایا ہے۔ اس راستے سے جانا مناسب ہوگا۔"

میں نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ خانم اور حماد کہاں ہیں؟"

"میں بھی یہی پوچھنے والا تھا۔ انہیں تنہا کہیں دور نہیں جانا چاہئے۔"

میں نے خانم کے پاس آکر دیکھا۔ وہ دونوں ٹہلتے ہوئے ایک چھوٹی سی پہاڑی کے دوسری طرف چلے گئے تھے۔ اس لئے وہ میں نظر نہیں آرہے تھے۔ خانم نالے کے شفاف پانی میں پاؤں ڈالے ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی تھی' چاندنی میں پانی کی ابھرتی ہوئی لہریں چاندی کی طرح چمک رہی تھیں۔ وہ خوش ہو کر کبھی چاندنی اور کبھی لہروں کی چاندی کو دیکھ رہی تھی۔

پارس نے پوچھا "کیا یہاں اچھا لگ رہا ہے؟"

وہ لہروں پر دونوں پاؤں مارتے ہوئے بولی "بہت اچھا لگ رہا ہے۔ پہلے بارود کے دھوئیں میں یہ چاند' یہ چاندنی اور یہ چمکتی ہوئی لہریں میلی میلی دکھائی دیتی تھیں۔ آج ہر چیز صاف ہے۔ ایسا لگتا ہے۔ پہلے جنگ نے آنکھیں چھین لی تھیں۔ آج آنکھیں ملی ہیں' آج نظر بھی ہے' نظارے بھی ہیں۔"

پارس نے کہا "کئی ماہ سے جنگ جاری نہیں ہے' بارود دھواں بھی نہیں ہے۔ پھر آج یہ چاندنی دل کو کیوں چھو رہی ہے؟"

"آں؟" اس نے چونک کر پارس کو دیکھا۔ پھر چاند کو دیکھا پھر پارس کو دیکھا پھر لہروں کی بہتی ہوئی چاندی کو دیکھا۔ لہروں ہواؤں کی سنگت سے رس بھرا ترنم ابھر رہا تھا۔ ایسا ابھی ابھی تھا۔ آنکھوں سے نظاروں کے حسن کی پہچان ہو رہی تھی۔ کانوں میں سُر سنگیت کا رس ٹپک رہا تھا۔ سانسوں میں ہوا معطر ہو رہی اور دل میں لہروں کی چاندی بج رہی تھی۔

پارس نے کہا "کسی کی شخصیت سے ماحول بدل جاتا ہے۔ ابھی کوئی دشمن تمہارے سامنے ہوتا تو نظاروں کا یہ حسن مر نظارہ موجود ہوتا مگر تمہیں صرف دشمن کی کمینگی دکھائی دیتی۔"

وہ بولی "تم نے بہت اچھی بات کہہ دی۔ تمہارے دوست کی موجودگی میں یہ دنیا میرے لئے خوب صورت ہو ہے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ جلال شاہ کہہ رہا تھا "چا انہیں تلاش کریں۔"

میں نہیں چاہتا تھا کہ ہم ان کی تنہائی میں مخل ہوں۔ میں مخالف سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا "میں نے دونوں کو اُدھر دیکھا تھا۔"

"تو پھر اُدھر ہی چلتے ہیں۔ ذرا چہل قدمی ہو جائے گی گھنٹوں گاڑی میں بیٹھے رہے ہیں۔"

میں نے اسے دور لے جانے کے لئے باتوں میں الجھا ہوئے پوچھا "یہ کمانڈر مسعود بیگ کیسا آدمی ہے؟"

"بہت زبردست مجاہد ہے۔ مگر سیاست میں پڑ گیا ہے۔"

پھر سیاسی گفتگو چھڑ گئی۔ میں اسے سیاست کی دلدل میں لے گیا۔ مجھے پتا نہیں دوسری طرف کیا ہو رہا تھا۔ یہ بعد میں ہوا وہاں ان کی تنہائی میں مداخلت شروع ہوگئی تھی۔

ایک گاڑی نالے کے پانی کے چھینٹے اڑاتی آرہی تھی۔ اور پارس ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے چھپنے کے لئے دوڑتے

گئے لیکن آنے والوں نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ وہ گاڑی کو نالے سے نکال کر خشکی پر لا رہے تھے۔

پارس نے کہا "ہو سکتا ہے انہوں نے ہمیں دیکھا ہو۔ یہ جگہ بدل دو۔ تم زمین پر رینگتی ہوئی ادھر جاؤ۔"

"اور تم؟"

"میں آنے والوں کے پیچھے پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

وہ دونوں زمین پر لیٹ گئے اور دو مخالف سمتوں میں رینگتے ہوئے جانے لگے۔ پارس کچھ دور جانے کے بعد اٹھ گیا۔ پھر جھکتا اور بیٹھتا ہوا ایک پتھر سے دوسرے پتھر ایک ٹیلے سے دوسرے کی طرف جانے لگا۔ اس کی نظر آنے والوں پر تھی۔ وہ گاڑی کو خشکی پر لے آئے تھے اور اب اس میں سے نکل کر دور تک نظر دوڑا رہے تھے۔

وہ تعداد میں پانچ تھے۔ آپس میں کچھ بول رہے تھے' اپنی اپنی گنوں کو چیک کر رہے تھے۔ ایک شخص انہیں ہاتھ کے اشارے سے مخالف سمت جانے کے لئے کہہ رہا تھا۔ گویا وہ چاروں طرف سے گھیرنا چاہتے تھے۔ ایک مسلح شخص دوڑتا ہوا اس ٹیلے کے پاس آیا جس کے پیچھے پارس موجود تھا۔ وہاں پہنچتے ہی وہ ٹھٹک گیا۔ پھر اسے صرف ٹھٹکنے کی مہلت ملی۔ پارس نے کلاشنکوف کا دستہ اس کے سر پر دے مارا۔ اس کے حلق سے کراہ بھی نہ نکل سکی ایسے میں وہ زمین پر گرتا تو دھپ سے آواز ہوتی۔ اس نے گرتے ہوئے کو تھام لیا۔ گرتے ہوئے کو تھامنا نیکی ہے۔ اس نے چپ چاپ اسے نیکی سے زمین پر لٹا دیا۔

اسے قریب سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوا۔ وہ حشام کے وفاداروں میں سے تھا۔ اسے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اس نے ایک طرف دیکھا۔ ایک شخص دوڑتا ہوا ایک چٹان کی طرف جا رہا تھا۔ پارس نے نشانہ لے کر اسے اڑا دیا۔ وہ فضا میں اچھل کر جیسے اڑتا ہوا چٹان سے جا ٹکرایا پھر زمین پر گر کر ساکت ہوگیا۔

اس فائرنگ نے سب کو چوکنا کر دیا۔ وہ آواز رات کے سناٹے میں ہم تک پہنچی۔ جلال شاہ نے چونک کر کہا "شاید دشمن آگئے۔ ہمیں یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا نہیں چاہئے تھا۔"

ہم واپس جانا چاہتے تھے کہ ایک گاڑی کی آواز نے متوجہ کیا۔ وہ گاڑی نالے سے باہر نکلنے اور خشکی میں آنے کی کوشش میں آواز پیدا کر رہی تھی۔ میں نے پارس سے پوچھا "میں یہاں فائرنگ سن رہا ہوں۔ خیریت ہے؟"

"جی ہاں' یہ حشام کے حواری ہیں۔ پانچ تھے۔ میں نے دو کو گرایا تیرے کو توبہ خانم نے گولی ماری ہے۔"

میں نے پارس کے ذریعے دیکھا۔ باقی دو بچنے والے اپنی گاڑی کی طرف دوڑ لگا رہے تھے۔ ایک ٹیلے پر سے پارس دوسرے ٹیلے پر سے خانم نے ان کا نشانہ لیا پھر گولیوں کی بوچھار کر دی۔ انہوں نے بچنے کی کوشش کی مگر کتنی گولیوں سے بچ سکتے تھے۔ چیخیں مارتے ہوئے زندگی سے خالی ہو کر پتھریلی زمین پر گر پڑے۔

میں نے پارس سے مختصر الفاظ میں کہا "یہاں بھی دشمن آرہے ہیں۔ حالات کا تقاضا ہے کہ تم توبہ خانم کو دشمنوں کی اس چھوڑی ہوئی گاڑی میں لے جاؤ۔ جو سڑک "نوگر" کی طرف جا رہی ہے اسی پر گامل کی سمت جاؤ۔ کسی دوسرے راستے پر نہ جانا۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں صحیح حالات بتاؤں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ توبہ خانم ٹیلے پر کھڑی دونوں ہاتھ فاتحانہ انداز میں اٹھا کر کہہ رہی تھی "حماد! وی ہیو ون۔"

پھر وہ دوڑتی ہوئی ٹیلے سے اترنے لگی۔ پارس بھی ٹیلے سے اتر آیا پھر اس کے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "اس گاڑی میں اپنا سفر جاری رکھنا چاہئے۔"

"اور وہ ارسلان اور جلال شاہ؟"

"وہ اپنی گاڑی میں آجائیں گے۔"

"کیا تم انہیں چھوڑ کر جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ یہی سمجھ لو۔"

"اوہ نو حماد! یہ دوستی تو نہ ہوئی۔"

"دوستی کی بات نہیں ہے۔ مجھے ارسلان نے کہا تھا کہ ہم آگے جا کر بچھڑ جائیں گے۔ پھر کچھ فاصلے پر جا کر ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔ دیکھو مسٹر ارسلان کی پیش گوئی کتنی درست ہوتی ہے۔ ہمیں علیحدہ سفر کرنے کے لئے یہ گاڑی مل گئی ہے۔"

اسی وقت فائرنگ کی آوازیں پھر گونجنے لگیں۔ میں نے اور جلال شاہ نے اس طرف آنے والے دشمنوں سے نمٹنا شروع کر دیا تھا۔ ہمارے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہو رہا تھا۔

پارس نے کہا "دیر نہ کرو گاڑی میں بیٹھو۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ توبہ بولی "اپنے ساتھیوں کو دشمنوں میں چھوڑ کر جانا بزدلی ہے۔"

"جب ساتھی نے ہی وقت سے پہلے کہہ دیا تھا کہ ہمیں مختلف راستے اختیار کرنے چاہئیں تو پھر اسے بزدلی کیوں کہتی ہو۔"

"تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟"

"تمہارے اس سوال سے صاف ظاہر ہے کہ تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے۔ سمجھتی ہو میں کہیں بھاگ کر لے جا رہا ہوں۔ ٹھیک ہے جہاں اعتماد نہ ہو' وہاں دوستی نہیں ہوتی۔"

اس نے ناراضگی سے منہ پھیر کر گاڑی اسٹارٹ کی۔ انجن آواز کے ساتھ بیدار ہوا۔ اس نے گیئر بدل کر گاڑی آگے بڑھائی وہ گاڑی کے ساتھ چلتی ہوئی بولی "تمہیں شرم نہیں آتی۔ مجھے یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو؟"

وہ بولا "مسٹر ارسلان نے تمہاری بھلائی کے لئے پیش گوئی کی تھی لیکن تمہیں نہ ان پر بھروسا ہے نہ مجھ پر ہے۔ میں تو ایک اجنبی پاکستانی ہوں' قابل اعتماد نہیں ہوں۔"

وہ جلدی سے دروازہ کھول کر چلتی گاڑی میں بیٹھتی ہوئی بولی۔
"فضول باتیں نہ کرو۔ میں نے پاکستان کا نام سنا تھا۔ دیکھا نہیں تھا۔ آج تمہاری صورت میں پاک نام دیکھ رہی ہوں۔ تمہاری نظروں میں اور تمہارے عمل میں میرے لئے پاکیزگی اور محافظت ہے لیکن تم بہت خراب ہو۔"
"یہ کیا بات ہوئی؟"
"اور کیا' کسی کی مجال نہیں ہے کہ مجھ سے اپنی بات منوا سکے۔ تم بہت تھڑدلا اس ہو۔ اپنی بات منوا کر لے جا رہے ہو۔"
پارس نے گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔
ہمارے مقابلے پر سات مسلح افراد تھے۔ ان کے پاس اسلحہ اور کارتوس کی کمی نہیں تھی۔ ہم گاڑی کو پہاڑی کے پیچھے چھوڑ کر نکلتے ہوئے آئے تھے۔ دوسرے لفظوں میں ہم جلال شاہ کو باتوں میں الجھا کر اتنی دور لے آیا تھا۔ تمام اسلحہ اور کارتوس گاڑی میں رہ گئے تھے۔ ہم دونوں کے پاس ایک ایک ٹی ٹی اور چند کارتوس تھے۔ اگر ہم ضروریات کے مطابق پوری طرح لیس ہوتے تو میں چند منٹوں میں ان کا تختہ کر دیتا۔
اب تو بہت محتاط رہ کر بچ نکلنے کا مسئلہ تھا۔ دشمن اس انداز میں گھیرا ڈال رہے تھے کہ ان میں سے اب تک کوئی نشانے پر نہیں آیا تھا۔ میں نے جلال شاہ سے کہا "جب تک پورا یقین نہ ہو کہ نشانہ خالی نہیں جائے گا اس وقت تک گولی نہ چلانا۔"
"اگر انہوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو؟"
"تو تم لوگوں نے برسوں جنگ لڑی ہے۔ بتاؤ کیا سیکھا ہے؟ نہ بتا سکے تو میں بتاؤں گا۔"
"ہم نے یہ سیکھا ہے کہ میدانِ جنگ میں مارنا ہے یا مر جانا ہے۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔"
میں نے کہا "تیسرا راستہ خود کو موت سے بچانے کا ہے۔ جب اسلحہ نہ ہو یا کم ہو تو ہر ممکن کوشش سے دشمنوں کے اسلحہ خانے تک پہنچنا چاہئے' وہ دیکھو وہ اپنی گاڑی چھوڑ کر ہمیں گھیرنے کے ارادے سے دور نکل آئے ہیں۔ ہمیں اُن کی اس غلطی سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔"
"ہم گاڑی تک کیسے جائیں گے؟ اور کیا ضروری کہ اس گاڑی میں ہمارے لئے ہتھیار رکھے ہوں۔"
"فائرنگ شروع ہو تو تم صرف پندرہ منٹ تک انہیں الجھائے رکھنا' وہاں ہتھیار نہ ہوئے تو میں گاڑی اور اس کے پٹرول کو ہتھیار بنا لوں گا۔"
میری بات سمجھ میں آئی تو وہ متاثر ہو کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں وہاں سے کھسک گیا۔ ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلتا ہوا ایک جگہ آ کر رک گیا۔ وہاں چھوٹے بڑے پتھر رکھے ہوئے تھے۔ میں نے چاند کو دیکھا پھر سوچا چاندنی رات میں نظریں دور سے دھوکا کھاتی ہیں۔ مجھے فریبِ نظر سے کام لینا چاہئے۔

میں نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر اسے اپنی دونوں ٹانگوں پر رکھ لیا۔ پھر دوسرا پتھر اپنی رانوں پر' تیسرا پتھر لینے کے بعد پیٹ پر رکھا۔ چوتھا اپنے سینے پر رکھ لیا۔ یوں چاروں شانے چت ہو کر پشت کے بل دونوں کہنیوں سے زمین پر رینگنے لگا۔
میں کھلی جگہ پر لیٹا ہوا تھا۔ دور سے یوں لگ رہا تھا کہ زمین پر پتھر پڑے ہوئے ہیں اور ایسے ہی پتھر جگہ جگہ پڑے ہوئے تھے۔ میں اتنی آہستگی سے کھسک رہا تھا کہ دور سے پتھروں کے متحرک ہونے کا پتا ہی نہیں چلتا ہوگا۔
میں نے جلال شاہ کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک چٹان کی آڑ میں چھپا ہوا اور تنک نظریں دوڑا رہا تھا۔ اس کی نظریں میری طرف بھی آئیں لیکن وہ مجھے دیکھ نہ سکا۔ مجھ پر رکھے ہوئے پتھر اسے نظر آئے۔ اس طرح اطمینان ہوا کہ دشمن بھی دھوکا کھا رہے ہوں گے۔
مجھ پر رکھے ہوئے چار عدد پتھر کوئی گولی بھی کھول نہیں سکتی سائز میں بڑے تھے' وزن میں ایک ایک پتھر پچیس کیلو سے کم نہیں ہوگا۔ ایک آدھ اور زیادہ وزنی ہوگا۔ پھر یہ بھی خیال تھا کہ دشمن پیروں پر رکھے ہوئے پتھر گرنے نہ پائیں۔ ورنہ ان کے لڑھکنے میں دشمنوں کی توجہ کا مرکز بن جاتا۔ ایسی حالت میں کہنیوں پشت کے بل کتنی صبر آزما تکلیفوں سے کھسک رہا تھا۔ یہ میرا ہی بہتر جانتا ہے۔
ادھر فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔ جلال شاہ میری ہدایت پر عمل کر رہا تھا۔ اپنی طرف سے فائرنگ نہیں کر رہا تھا۔ بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب دشمنوں نے دیکھا کہ جوابی فائرنگ نہیں ہو رہی تو کچھ نے سوچا کہ شکار چٹان کے پیچھے سے کھسک کر دوسری طرف چلا گیا ہے۔ وہ دوسری جگہ تلاش کرنے لگے۔ کچھ نے ارادہ کیا اسی چٹان کو محاذ بنایا جائے۔ وہ دبے قدموں چلتے ہوئے آئے۔ جلال شاہ کے دماغ میں محتاط رہ کر اُن کے قریب آنے کا انتظار تھا۔ جب یقین ہوا کہ اب گولیاں ضائع نہیں ہوں گی تو میں اس کے ذریعے تڑاتڑ گولیاں چلائیں۔ ایک ضائع ہوئی۔ دو آگئیں۔ دو آدمی چیخ مار کر گرے۔ ایک وہاں کی ڈھلان سے لڑھکتا ہوا کھلی جگہ آتے آتے مجھ سے ٹکرا کر رک گیا۔
وہ بھی زمین پر پڑا تھا۔ میں بھی پتھروں کے نیچے چاروں شانے لیٹا ہوا تھا۔ گولی کام دکھا چکی تھی۔ دم نکلتے وقت وہ آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس نے منوں پتھروں کے نیچے اپنی زندگی میں کسی زندہ انسان کو نہیں دیکھا ہوگا۔ مرتے مرتے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔
میں نے آہستگی سے پوچھا "ہیلو! جا رہے ہو۔"
اس کی گردن ڈھلک گئی۔ مرنے کے بعد بھی اس کی کھلی آنکھیں مجھ پر لگی ہوئی تھیں۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے اوپر سے پتھر گرا دئے۔ دشمن یہی سمجھیں گے کہ ان ساتھی کے ٹکرانے سے پتھر ادھر اُدھر ہو گئے ہیں۔ پھر میں نے بڑی پھرتی سے اس کی لاش کو کھینچ کر اپنے اوپر رکھ لیا۔ اس حرکت سے کیا سمجھ میں آئے گا کہ گولی لگنے والا ساتھی ابھی زندہ ہے اور اوندھا ہو کر رینگتا ہوا گاڑی کی طرف جا رہا ہے جبکہ لاش کے نیچے میں کمک رہا تھا۔
میں نے یہ جان لیوا تدبیر اس لئے بھی آزمائی کہ اگر دشمنوں کو وہاں میری چالاکی کا پتا چل جاتا اور وہ گولیاں برساتے تو میں اس لاش کی وجہ سے تقریباً بلٹ پروف ہو چکا تھا۔ اگر کچھ اونچ نیچ ہوتی تو پھر حکمتِ عملی سے کچھ کر گزرتا۔
ساتھی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ مرے بھی تو سوا لاکھ کا۔ میرے لئے تو وہ دشمن مرنے کے بعد سوا لاکھ کا ہو گیا تھا۔ خدا اسے غریقِ رحمت کرے۔ اس نے مجھے گاڑی تک پہنچا دیا۔
میں نے گاڑی کی آڑ میں پہنچ کر لاش کو ایک طرف ڈھلکا دیا۔ پھر زمین سے اٹھ کر ادھر کا دروازہ کھول کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ کے نیچے چھوٹے راکٹ ایک لانچر کے ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ میں نے راکٹ کو لانچر میں ایڈجسٹ کرنے کے بعد پہاڑی کی طرف دیکھا۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔
جب سے جلال شاہ نے فائرنگ کی تھی۔ تب سے وہ لوگ محتاط ہو کر چھپ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد چار افراد پہاڑی کے اوپر نظر آئے۔ وہ لوگ اس بلندی سے ایک بڑے اور بھاری پتھر کو نیچے لڑھکانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کا ارادہ سمجھ میں آ گیا۔ جس چٹان کے پیچھے جلال شاہ چھپا ہوا تھا وہیں وہ بھاری پتھر آ کر اس پر گر سکتا تھا۔
میں نے لانچر کو شانے پر رکھ کر دشمنوں کا نشانہ لیا پھر اسی لمحے میں جلال شاہ کے اندر پہنچ کر اسے وہاں سے بھگا دیا۔ جیسے ہی وہ چٹان سے ذرا دور گیا' میں نے راکٹ چلا دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں پہاڑی کی بلندی پر جیسے قیامت آ گئی۔ زبردست دھماکا ہوا۔ اس دھماکے میں مرنے والوں کی چیخیں گم ہو گئیں۔ کتنے ہی انسانی جسموں کے ٹکڑے بلندی سے گرتے ہوئے بھاری پتھر کے ساتھ وہاں پہنچے جہاں پہلے جلال شاہ تھا۔
جلال شاہ دور جا کر یہ ہولناک منظر دیکھ رہا تھا اور اپنے کان پکڑ کر کہہ رہا تھا "خدایا! میں بے اختیار وہاں سے بھاگ کر نہ آتا تو میری ایسی موت ہوتی کہ لاش پہچانی نہ جاتی۔"
میں نے اس کے ذریعے کسی کی آہٹ سنی۔ اسے فوراً ہی اس کے اوپر سے گزر گئیں۔ اس نے ایک دم سے چت ہو کر ٹی ٹی سے فائرنگ کی۔ وہ گولیاں چلانے والا چیخ مار کر گر پڑا۔ سات میں سے چھ ختم ہو گئے۔ ساتواں خود کو تنہا پا کر گاڑی کی طرف دوڑنے لگا۔ تاکہ جان بچا کر گاڑی میں فرار ہو جائے لیکن قریب پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ گھبرا کر منہ سے چیخ نکل گئی۔ میں گاڑی کے پیچھے سے اچانک روبرو آ گیا تھا۔
وہ پلٹ کر بھاگنے لگا۔ دوسری طرف سے جلال شاہ اس کا نشانہ لیتا ہوا آ رہا تھا۔ اس نے ایک گولی چلائی پھر دوسری گولی میں اسے گرا دیا۔ تھوڑی دیر تک گولیوں کی آواز پہاڑیوں سے ٹکراتی رہی اور ہمارے پاس واپس آتی رہی۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔ جلال شاہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے گاڑی کے اندر اسلحہ کا ذخیرہ دیکھنے کے بہانے اس کے خیالات پڑھے' اب وہ مجھ پر شبہ کر رہا تھا۔
اس کی سوچ کہہ رہی تھی "میں اچانک چٹان کے پیچھے سے کیوں بھاگ نکلا تھا؟ میں نہیں جانتا تھا کہ اوپر سے بھاری پتھر اور دشمن مجھ پر گرنے والے تھے۔ یہ ارسلان جانتا تھا کہ ایسا ہونے والا ہے کیونکہ اس نے بلندی سے دشمنوں اور پتھر کو میری جگہ گرایا تھا۔ میرا دل کہتا ہے یہ اللہ کا ولی ہے' اس کا بڑا گریدہ بندہ ہے۔"
میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ کوئی ولی نہیں ہے۔ میری چھٹی حس نے مجھے ہوشیار کیا تھا اور میں چٹان کے پیچھے سے ہٹ گیا تھا۔"
"کیا اس وقت بھی چھٹی حس نے ہوشیار کیا تھا جب پیچھے سے دشمن نے مجھ پر فائرنگ کی تھی اور میں دشمن کو دیکھے بغیر فوراً ہی زمین پر گر پڑا تھا۔ پھر تیزی سے زمین پر چت ہو کر اسے گولی ماردی تھی۔ یہ سب کچھ میرے کسی ارادے کے بغیر ہوا تھا۔"
اس نے سوچتے ہوئے پھر مجھے دیکھا "نہیں' یہ خدا کا نیک بندہ ایسے خطرات کے وقت جان بچاتا ہے جب ایک عام آدمی کبھی ان حالات میں بچ نہیں سکتا۔ طرم خاں اور حشام ربانی کے دونوں دستِ راست نے اچانک ہمارے حمایتی بن کر ہمارے آگے جانے کے لئے راستے ہموار کئے تھے ورنہ کم از کم توبہ خانم کی عزت و آبرو کبھی سلامت نہ رہتی۔"
میں نے کہا "جلال شاہ! اتنی دیر سے فائرنگ ہوتی رہی۔ کیا توبہ خانم اور حماد نے آوازیں نہیں سنی ہوں گی؟ انہیں آنا چاہئے تھا۔"
"شاید انہوں نے چھپنا مناسب سمجھا ہوگا۔ آؤ آگے چل کر انہیں دیکھیں گے۔"
ہم اس گاڑی میں بیٹھ گئے۔ جلال شاہ نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "اس ملک میں قدم قدم پر موت ہے لیکن میں آپ کے سائے میں ایسے محفوظ ہوں اور رہوں گا جیسے بچہ ماں کی گود میں رہتا ہے۔"
میں نے مسکرا کر کہا "اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت کرتا ہے۔"
"وہ تو کرتا ہی ہے لیکن اس معبود حافظ و ناصر نے آپ کو خاص طور پر ہم گناہ گاروں کی سلامتی کے لئے بھیجا ہے۔"
"بے شک خدا تمام بندوں کو ایک دوسرے کی حفاظت کا

وسیلہ بناتا ہے۔"

"جناب! آپ وہ نہیں ہیں جو نظر آتے ہیں اور جو نظر نہیں آتے اسے آپ ظاہر نہیں کریں گے۔ خدا کے پُراسرار بندے ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"برادر! کیا تم مجھے پُراسرار سمجھ رہے ہو؟"

"آپ میرے سمجھنے کی بات نہ کریں۔ عقل کا اندھا بھی یہ کہے گا کہ طرم خاں کی حویلی سے یہاں تک مجھے اور توبہ خانم کو غیبی مدد ملتی رہی ہے۔"

"غیبی مدد بندوں سے نہیں خدا سے ملتی ہے۔"

وہ چپ ہو گیا۔ مگر قائل نہیں ہوا۔ ہم اپنی پہلی گاڑی جہاں چھوڑ آئے تھے وہاں پہنچ گئے۔ جلال شاہ نے کہا "وہ دونوں یہاں بھی نہیں ہیں۔"

"ان کی فکر نہ کرو۔ وہ ہم سے کہیں راستے میں ملیں گے۔ ہمیں آگے بڑھنا چاہئے۔"

ہم دشمنوں کی گاڑی سے چند خاص ہتھیار اور پٹرول سے بھرے ہوئے کین اٹھا کر اپنی گاڑی میں رکھنے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "آپ نے پیش گوئی کی ہے تو وہ دونوں آگے ضرور ملیں گے۔ میں آپ کے پُراسرار علم کو صدقِ دل سے مانتا ہوں۔"

وہ پھر ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا "پہلے ہم توبہ خانم کی وجہ سے راستہ بدل رہے تھے۔ اب وہ نہیں ہے، ہم کمانڈر مسعود بیگ کے علاقے سے چلیں گے۔"

میں نے کہا "کمانڈر نے جس راستے سے جانے کا مشورہ دیا ہے اسی راستے پر جانا چاہئے۔"

"میں چاہتا تھا کمانڈر کے علاقے سے گزرتے ہوئے اس سے ملاقات کرتے چلیں۔"

"اسی دوسرے راستے پر کمانڈر سے ملاقات ہو گی۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا "خدائے بزرگ و برتر کی قسم! آپ کی پیش گوئی پر میرا ایمان ہے۔ وہ کمانڈر اس راستے پر ضرور ملے گا۔"

ہماری گاڑی کمانڈر کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے لگی۔ میں نے پارس کے پاس جا کر دیکھا۔ وہ ڈرائیو کر رہا تھا اور توبہ خانم اس کے پاس اگلی سیٹ پر ایک گن لئے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "پاپا! ابھی تک ہم خیریت سے سفر کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا "خانم کے بھائی حاتم شہریار اور کمانڈر مسعود بیگ ایک دوسرے سے سیاسی دشمنی رکھتے ہیں۔"

"پھر آپ نے ہمیں کمانڈر کے علاقے سے گزرنے کو کیوں کہا ہے؟"

"اس لئے کہ وہاں ابھی کمانڈر نہیں ہے۔ وہ خانم کو اغوا کرنے دوسرے راستے پر گیا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ جلال شاہ نے کمانڈر کو بتایا تھا کہ ہم خانم کے ساتھ اس کے علاقے سے گزرنے والے ہیں۔ اس نے کہا خانم کی وہ عزت کرتا ہے لیکن دشمنوں کے اس لڑکی کو نقصان پہنچے گا تو خواہ مخواہ کمانڈر مسعود بیگ پر الزام آئے گا۔ لہٰذا خانم کو ہم دوسرے راستے سے لے جائیں۔"

"اچھا سمجھ گیا۔ ایک طرف کمانڈر مسعود بیگ نے خانم کو اپنے علاقے سے دور رکھا تاکہ اس پر الزام نہ آئے اور دوسری طرف اسے اغوا کرنے دوسرے راستے پر گیا ہے۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ کمانڈر کی سوچ نے بتایا ہے کہ وہ اپنے خاص ماتحت ہاشم کو اپنے علاقے میں چھوڑ کر پندرہ وفاداروں کے ساتھ خانم کو اغوا کرنے دوسرے راستے پر آیا ہوا ہے۔"

پارس نے پوچھا "میں خانم کے ساتھ ادھر سے گزروں گا، ہاشم سے سامنا ہو گا؟"

"ہاں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ہاشم دس مسلح افراد کے ساتھ ہے، نیچے سڑک سے تمہاری گاڑی گزرے گی تو وہ گاڑی کو دیکھ لیں گے اور تمہیں رکنے کا سگنل دیں گے۔ تم رکے بغیر آگے جاؤ گے تو ایک بارودی سرنگ پھٹ پڑے گی۔ میں ابھی اس سرنگ کو ناکارہ بنا کر آتا ہوں۔"

میں نے ہاشم کے پاس پہنچ کر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ ایک کانوائے سے باہر جاتے ہوئے اپنے مسلح افراد سے بولا "تم لوگ یہاں ٹھہرو۔ میں ابھی بارودی سرنگ چیک کر کے آتا ہوں۔"

وہ باہر آ کر پہاڑی سے اترتا ہوا سڑک پر آیا۔ وہاں سے آدھ نصف میل کے فاصلے پر وہ بارودی سرنگ تھی۔ ادھر پہنچ کر وہ میری مرضی کے مطابق اسے ناکارہ بنانے لگا۔ اسی وقت جلال شاہ میری آنکھیں بند دیکھ کر کہا "آپ سو جائیں، کوئی پرابلم ہو گا تو آپ کو جگا دوں گا۔"

"میں سو نہیں رہا ہوں، ذرا آرام کر رہا ہوں۔"

میں اسے جواب دے کر پھر ہاشم کے پاس آیا۔ وہ حیران ہو سوچ رہا تھا "میں نے اس بارودی سرنگ کو بیکار کیوں بنا دیا ہے؟"

اس سے پہلے کہ وہ اسے دوبارہ کارآمد بناتا، میں نے پھر اس پر قبضہ جما لیا۔ وہ پھر نصف میل واپس چلتا ہوا آیا اور کانچ تک جا کے لئے پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ میں نے اس کے ذریعے دور ایک گاڑی کو آتے دیکھا۔ ایک مسلح سپاہی اونچے پتھر پر کھڑا ہوا لالٹین ہلا رہا تھا اور گاڑی روکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

میں ہاشم کو چھوڑ کر خانم کے پاس آیا۔ اس کے ذریعے دیکھا وہی شخص لالٹین کے ذریعے گاڑی روکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ خانم کہہ رہی تھی "ادھر خطرہ ہے۔ اوپر پہاڑی پر مسلح افراد نظر آ رہے ہیں۔"

میں نے پارس سے کہا "گاڑی نہ روکو بڑھتے چلے جاؤ۔"

ادھر ہاشم پھر آزاد ہو کر بڑبڑا رہا تھا "ارے یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں بارودی سرنگ کے پاس سے یہاں کیسے آ گیا؟" اپنے سوالوں کا جواب نہیں ملا۔ میں نے اس کے ذریعے

اٹھا کر پھینکتے ہوئے کہا "لالٹین رکھ دو۔ گاڑی نہ روکو اسے جانے دو۔"

اس شخص نے لالٹین کو پتھر پر رکھ دیا۔ پہاڑی پر کھڑے ہوئے لوگوں نے اپنی گنیں تان لیں۔ پارس تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا ان کے سامنے سے گزر گیا۔ آگے بارودی سرنگ سے بھی پار چلا گیا۔

خانم کھڑکی سے باہر پیچھے دیکھ کر بولی "حیرت ہے۔ وہ ہمیں رینے کے لئے کہہ رہے تھے۔ پھر خود ہی ہمیں جانے دیا ہے۔ کوئی نقاب بھی نہیں کر رہا ہے۔"

پارس نے تائید کی "ہاں حیرانی کی بات ہے۔ وہ پیچھے نہیں آ رہے ہیں۔ لیکن آگے رکاوٹیں ہو سکتی ہیں۔ ہمیں محتاط رہنا چاہئے۔"

ہاشم کہہ رہا تھا "یہ..... یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ جو گاڑی آ رہی تھی کہاں چلی گئی۔"

ایک حواری نے کہا "برادر ہاشم! تم نے گاڑی کو جانے کی اجازت دی ہے۔ ہم تو اسے روکنا چاہتے تھے۔"

وہ سڑک پر کھڑی ہوئی تین گاڑیوں کی طرف دوڑتے ہوئے بولا "فوراً آؤ۔ ابھی وہ کمبخت دور نہیں گئے ہیں، ہم انہیں پکڑ لیں گے۔"

دس حواری اس کے پیچھے دوڑتے آ رہے تھے۔ ہاشم گاڑیوں کے پاس پہنچتے ہی اپنی گن سے نشانہ لے کر ان کے پہیوں کو گولی مارنے لگا۔ پے در پے زوردار آوازوں سے پھٹنے رہے۔ حواری چیختے ہوئے آ رہے تھے "برادر! یہ کیا کر رہے ہو؟"

مگر وہ کر چکا تھا۔ تمام گاڑیاں بے کار ہو چکی تھیں۔ صرف دوڑنے والے پاؤں رہ گئے تھے۔ اور وہ دوڑ کر جانے والوں کے پیچھے نہیں جا سکتے تھے۔ میں نے کسی خون خرابے کے بغیر توبہ خانم کو دشمن کے علاقے سے پار کرا دیا تھا۔

خانم نے کہا "عماد! یہ سب کچھ جادوئی تماشا لگ رہا ہے۔"

پارس نے کہا "میں دعا مانگ رہا تھا کہ ہم دشمنوں کے علاقوں سے صحیح سلامت نکل جائیں۔ دعا قبول ہو گئی ہے تو تمہیں جادوئی تماشا لگ رہی ہے۔"

"پلیز سنجیدگی سے سوچو۔"

"کیا دعا غیر سنجیدہ ہوا کرتی ہے؟"

"میں دعا کی قبولیت کو مانتی ہوں لیکن ہر مرحلے پر دعا قبول نہیں ہوتی۔ ہر مرحلے پر دشمن دوست نہیں بنتے، ہر قدم پر عزت کے لئے مرنے مٹنے کے فرشتے نہیں بن جاتے۔ ایسے معجزے ہونے کیلئے تو انسان کو کوشش کرنا اور جدوجہد کرنا چھوڑ دے۔ ایسا ہوتا تو یہاں مجاہدین نظر نہ آتے، ہم دعا مانگ کر روس کو بھگا دیتے۔"

"آج کسی تقریر کیوں کر رہی ہو؟"

"میں سمجھنا چاہتی ہوں کیا ہو رہا ہے؟ جب سے تم میرے ساتھ ہو کچھ معجزوں جیسی باتیں ہو رہی ہیں۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ہم دونوں نے ذہانت اور دلیری سے دشمنوں کا مقابلہ نہیں کیا ہے۔ دشمن جادو سے مرتے گئے ہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ ہم نے بھرپور ذہانت اور دلیری سے کام لیا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی کچھ عجیب سے واقعات ہو رہے ہیں ابھی ہمارا راستہ روکا جا رہا تھا پھر دو سرے ہی منٹ میں کچھ کہے سنے بغیر جانے کی اجازت دے دی گئی۔"

"کہو تو واپس چل کر پوچھتے ہیں انہوں نے ایسا کیوں کیا؟"

"کیا تمہیں حیرانی نہیں ہو رہی؟"

"کوئی خاص حیرانی کی بات نہیں ہے۔ روکنے والوں نے دیکھ لیا ہو گا کہ حاتم شہریار کی ہمشیرہ جا رہی ہے اس لئے روکتے روکتے جانے کی اجازت دے دی۔"

"اگر انہوں نے پہچان کر میری عزت کی ہے تو ذرا دیر کو گاڑی روک کر ایک گلاس پانی یا قہوے کے لئے پوچھ سکتے تھے۔"

"آگے کہیں قہوہ پلا دوں گا۔ جو منزل گزر گئی اس کے بارے میں سوچ کر وقت ضائع نہ کرو۔ یہ بتاؤ آگے کیسے لوگوں سے سابقہ پڑ سکتا ہے؟"

اس نے توبہ خانم کو باتوں میں الجھا دیا۔ وہ اگلی منزلوں کے متعلق بتانے لگی۔ ہمارے راستے میں وہ منزل آ گئی جہاں کمانڈر بیگ ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے اور اس کے وفاداروں نے اپنی اپنی پگڑیوں کے ایک حصے سے چہرے چھپا لئے تھے تاکہ توبہ خانم کو اغوا کرنے کا الزام کمانڈر بیگ اور اس کے ساتھیوں پر نہ آئے۔

ان پندرہ افراد کی چار گاڑیوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ جلال شاہ نے گاڑی سے اتر کر کہا "میں تمام مجاہدین کی رابطہ کو نسل کا نمائندہ جلال شاہ ہوں۔ تم لوگ اپنا تعارف کراؤ۔"

ایک نے کہا "اپنا تعارف کرانا ہوتا تو ہم چہرہ نہ چھپاتے۔"

میں کمانڈر بیگ کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اس نے آواز بدل کر بولنا چاہا لیکن میری مرضی سے اپنی آواز میں بولا "تمہاری گاڑی میں ایک حسین بلا ہے جسے توبہ خانم کہتے ہیں۔ اگر سلامتی سے آگے جانا چاہتے ہو تو اس دوشیزہ کو ہمارے حوالے کر دو۔"

جلال شاہ نے حیرانی سے پوچھا "کمانڈر بیگ! یہ تم ہو؟ جب اصل آواز میں بول رہے ہو تو پھر چہرہ کیوں چھپا رہے ہو؟"

کمانڈر بیگ نے پریشان ہو کر سوچا "یہ کیا حماقت ہو گئی، میں آواز بدل کر بولنا چاہتا تھا پھر اپنی آواز میں کیسے بول گیا؟"

جلال شاہ نے کہا "میرے کمانڈر دوست! میرے ساتھ ایک پاکستانی صحافی ہے۔ نام ارسلان ہے۔ غضب کا نجومی ہے۔ اس کی کوئی پیش گوئی غلط نہیں ہوتی۔ اس نے کہا تھا، اس راستے پر تم سے ملاقات ہو گی۔ اب تم لاکھ چہرہ چھپاؤ۔ اس خدا کے بندے کی پیش گوئی غلط نہیں ہو گی۔ سامنے آؤ دوستوں سے بھلا کیا پردہ؟"

وہ اپنے چہرے پر سے کپڑا ہٹاتے ہوئے مسکرا کر بولا "میں

یہاں اچانک تمہارے سامنے آکر سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ مگر تمہارے نجومی نے پہلے ہی یہ سسپنس ختم کردیا تھا۔ بہرحال تم ذرا یہاں آؤ میں تم سے تنہائی میں ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔"

میں جانتا تھا وہ کیا کہے گا۔ میں نے جلال شاہ کے اندر رہ کر اسے یہ بولنے نہیں دیا کہ ہماری گاڑی میں توبہ خانم نہیں ہے۔ جلال شاہ تیزی سے چلتا ہوا ان چار گاڑیوں کی طرف جارہا تھا۔ کمانڈر بیگ اپنی گاڑی سے اتر کر مصافحہ کرتے ہوئے بولا "ذرا ادھر چلو۔"

وہ دونوں سڑک کے کنارے کچے پر گئے۔ پھر کمانڈر بیگ نے کہا "جلال شاہ! تم میرے بہترین دوست ہو۔ چونکہ رابطہ کونسل سے تمہارا تعلق ہے اس لئے تم کسی پارٹی کے طرف دار نہیں ہو۔ مگر ایک معاملے میں میری طرف داری کرو۔"

"کون سا معاملہ؟"

"تمہاری گاڑی میں توبہ خانم ہے اسے میری گاڑی میں بٹھادو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم نے ایسے الزام سے بچنے کے لئے مجھے اس راستے سے گزرنے کا مشورہ دیا تھا۔"

"اسی لئے مشورہ دیا تھا کہ یہ میرا علاقہ نہیں ہے یہاں سے وہ حسینہ غائب ہوگی تو مجھ پر الزام نہیں آئے گا۔"

"مجھ پر تو الزام آئے گا۔ کابل میں میرا محاسبہ کیا جائے گا۔"

"تم کہہ دینا وہ دونوں پاکستانی توبہ خانم کو لے کر سرحد پار چلے گئے۔ ابھی ان دونوں کو یہاں قتل کرکے لاش چھپادی جائے گی۔"

"تم کتنی لمبی لمبی پلاننگ کررہے ہو۔ پہلے یہ تو جاکر دیکھو گاڑی میں خانم ہے بھی یا نہیں؟"

اس نے چونک کر پوچھا "کیا! وہ نہیں ہے؟"

"نہیں۔ وہ ہم سے راستے میں بچھڑ گئی ہے۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ہماری گاڑی کے پاس آیا۔ اندر جھانک کر دیکھنے لگا۔ میں نے گاڑی سے باہر آکر کہا "ادھر نالہ پار کرتے ہی دشمنوں نے حملہ کیا تھا۔ ان سے جنگ کرنے اور وہاں سے فرار ہونے کے وقت ہمارے راستے الگ ہوگئے۔ وہ میرے ایک ساتھی حماد کے ساتھ گئی ہے۔"

وہ جھنجلا کر میری باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "کیا تم وہی نجومی ہو؟"

"جی ہاں، میرا نام ارسلان ہے۔"

ایک وفادار گاڑی سے اتر کر موبائل فون لاتے ہوئے بولا۔ "سر! برادر ہاشم کا فون ہے۔"

کمانڈر بیگ نے فون کو کان سے لگاتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"سر! یہاں عجیب جادوئی تماشا ہوگیا ہے۔ میں بیان کروں گا تو آپ یقین نہیں کریں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ جو بات ہے فوراً بولو۔"

"سر! یہاں سے ایک گاڑی گزر گئی۔ میں نے اپنے آدمیوں کو چیک کرنے نہیں دیا۔ اس گاڑی کو جانے کی اجازت دے دی۔"

"وہ کس کی گاڑی تھی؟ تم نے ایسا کیوں کیا؟ کیا وہ گاڑی بارودی سرنگ پر سے بھی گزر گئی؟"

"جی ہاں۔ اسی لئے تو اسے جادوئی تماشا کہہ رہا ہوں۔ پھر ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے میرے دماغ کو جکڑ لیا تھا۔ میں نے آپ ہی آپ بارودی سرنگ کو ناکارہ بنادیا۔ ہمارے وفادار سائیس نے نشہ والی گاڑی کا تعاقب کرنا چاہتے تھے میں نے تیز گام یوں کے پہیوں کو گولیاں مار کے بیکار کردیا۔"

"پاگل کے بچے! یہ کیا بکواس ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "سر! میں کرامت اللہ بول رہا ہوں۔ یہاں ہم سب گواہ ہیں کہ برادر ہاشم غدار نہیں ہے۔ لیکن وہ گاڑی کے جانے تک پاگلوں جیسی حرکتیں کرتا رہا۔ مگر اب نارمل ہے۔"

"کیا واقعی ایسا ہوا ہے۔ کیا تم سب ہاشم کی بے گناہی کے گواہ ہو؟"

اسے فون پر بہت سی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ادھر سے سب کہہ رہے تھے "سر! ہم گواہ ہیں۔ ہم نے جادو کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ آج آنکھوں سے اپنے ہی اوپر گزرنے والا جادو دیکھ رہے ہیں۔"

"اس گاڑی میں کون تھا؟"

"گاڑی کے اندر اندھیرا تھا۔ لیکن کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی توبہ خانم کو میں نے پہچان لیا تھا۔"

"اوہ گاڈ! یہ میں کیا سن رہا ہوں۔ توبہ خانم میرے علاقے سے گزر گئی اور ایک بھی گولی نہیں چلی؟ میرا انتظار کرو، میں آرہا ہوں۔"

اس نے فون بند کرکے جلال شاہ کو گھورتے ہوئے پوچھا "توبہ خانم کے ساتھ کوئی جادو گر ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ تم سے کہہ چکا ہوں، خانم کا راستہ الگ ہوگیا تھا اور وہ مسٹر ارسلان کے ایک ساتھی حماد کے ساتھ گئی ہے۔"

"وہ میرے علاقے سے میرے آدمیوں کو جادو میں جکڑ کر آرام سے گزر گئی ہے۔"

پھر اس نے مجھے گھور کر دیکھا اور پوچھا "کیا تم لوگ جادوگر ہو؟"

میں نے کہا "ہم مسلمان ہے۔ اسلام میں جادو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی ممانعت ہے۔"

"پھر وہ کیسے بارودی سرنگ پر سے بخیریت گزر گئی؟"

میں نے کہا "آپ ایسے ڈانٹ کر پوچھ رہے ہیں جیسے میں

اسے وہاں سے پار کرایا ہے جبکہ اس سے کئی میل دور آپ کے ساتھی ہیں۔"

وہ ذرا نرم پڑ کر بولا "ہاں۔ تم تو یہاں ہو۔ مگر جلال شاہ کا دعویٰ ہے کہ تم زبردست نجومی ہو۔ اپنے علم سے کچھ تو بتاؤ۔ یہ کیا ہوگیا ہے؟"

"میرا علم کہتا ہے کہ توبہ خانم کے ستارے عروج پر ہیں۔ اس کے دوست بن کر رہنے والوں کے لئے بھی عروج اور ترقیاں ہیں اور اس سے دشمنی کرنے والوں کے مقدر میں تباہی، بربادی، ذلت اور موت ہے۔"

"بکواس کرتے ہو تم۔ ایک گولی مارو گا تو ستاروں کا حساب کرنے آسمان پر پہنچ جاؤ گے۔ وہ کوئی پیریا دلی کی بیٹی نہیں ہے کہ اسے اغوا کرنے سے ہم پر قہر نازل ہوگا۔"

جلال شاہ نے کہا "یا رحم! خدا کا خوف کرو۔ مسٹر ارسلان خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرو۔"

"تو پھر اس بندے سے کہو، توبہ خانم کے متعلق بتائے۔ وہ ابھی کہاں ہے اور میں اسے کیسے حاصل کرسکتا ہوں۔"

میں نے کہا "وہ "موگر" پہنچ رہی ہے۔ تم جانتے ہو، وہاں سے کابل کتنا قریب ہے۔ تم اس کے تعاقب میں جاؤ گے تو تمہارے لوگر پہنچنے تک وہ کابل پہنچ جائے گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ تھکے تھکے انداز میں ذرا دور ہوگیا پھر پلٹ کر بولا "خانم اور حماد کے پاس فون یا ٹرانسمیٹر ہوگا۔ تم ان سے رابطہ کرلے انہیں "موگر" میں رکنے اور تمہارا انتظار کرنے کو کہہ سکتے ہو۔"

"ان کے پاس فون یا رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

"جھوٹ بولتے ہو۔ اگر رابطے کا ذریعہ نہیں ہے تو تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ "موگر" پہنچ رہی ہے۔"

"میں اپنے علم سے معلوم کرتا ہوں۔"

"تو پھر اپنے علم سے اسے روکو۔"

"میں کسی کے بھی متعلق معلوم کرسکتا ہوں لیکن اس کے معاملے میں مداخلت نہیں کرسکتا۔ تم مجھ سے پندرہ فٹ کے فاصلے پر ہو۔ میں جانتا ہوں کہ ادھر آتے وقت تم لڑ کھڑا کر گروگے۔ لیکن جاننے کے باوجود تمہیں گرنے سے نہیں روک سکتا۔"

"کیا بچگانہ بات کہہ رہے ہو۔ یہ چند قدم چل کر آؤں گا تو گر پڑوں گا؟ کیا تم مجھے آنکھوں والا اندھا سمجھتے ہو۔ یہ لو۔"

وہ تیز چلتا ہوا میری طرف آنے لگا۔ اگرچہ وہ محتاط تھا۔ اس کے باوجود میں نے اسے ایک ساعت کے لئے غائب دماغ بنا کر اس کی دونوں ٹانگوں کو آپس میں الجھادیا۔ وہ لڑکھڑا کر اوندھے منہ گرپڑا۔

یہ درست پیش گوئی دیکھتے ہی جلال شاہ میرے قدموں میں بیٹھ گیا "حضور! اب تو میں ایمان لے آیا ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے خاص اور پُراسرار بندے ہیں۔ میں ہمیشہ آپ کے قدموں میں رہوں گا۔"

کمانڈر بیگ گرنے کے بعد تھوڑی دیر زمین پر بیٹھا رہا۔ وہیں سے سر اٹھا کر مجھے حیرانی سے دیکھنے اور سوچنے لگا۔ اب وہ متاثر ہورہا تھا۔ سوچ رہا تھا "واقعی یہ زبردست عالم اور باکمال بندہ ہے۔ مجھے اس کے قدموں میں رہ کر اس کی خوشنودی حاصل کرکے سیاسی فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

وہ زمین پر بیٹھے ہی بیٹھے ہاتھ پاؤں سے رینگتے ہوئے میرے قدموں سے آکر لپٹ گیا۔ گڑگڑا کر کہنے لگا "مجھے معاف کردیں۔ میں نے آپ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ میں بھی اپنے دوست جلال شاہ کی طرح آپ کے قدموں میں رہوں گا۔"

میں نے جھک کر دونوں کو قدموں سے اٹھاتے ہوئے کہا "یہ کیا کرتے ہو اٹھو! مجھے گناہ گار نہ کرو۔ میں اللہ تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ ہوں۔"

کمانڈر بیگ نے کہا "آپ کے عجز میں کمال ہے۔ آپ برائے کرم میرے علاقے میں چلیں، مجھے میزبانی کا شرف بخشیں۔"

میں نے کہا "تم خود اپنے علاقے میں نہیں جاسکو گے پھر مجھے وہاں کیسے مہمان بنا سکو گے؟"

وہ حیرانی سے بولا "کیا یہ آپ کا علم کہتا ہے کہ میں واپس نہیں جاسکوں گا؟ میرے راستے میں کیسی رکاوٹیں ہیں؟"

"بظاہر کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ لیکن حالات تقاضا کررہے ہیں کہ کل صبح تک تمہیں کابل میں ہونا چاہئے۔ وہاں کا حکمران گروہ تمہارے ایک خاص آدمی عدنان باری کو خرید رہا ہے۔ اگر وہ ان کے ہاتھوں بک جائے گا تو کابل میں تمہاری پوزیشن کمزور ہوجائے گی۔"

وہ میرے دونوں ہاتھ تھام کر بولا "خدا کی قسم آپ خدا کے سچے بندے ہیں۔ بارہ گھنٹے پہلے میرے مخبر نے بتایا تھا کہ میرا معتمدِ خاص عدنان باری ایک دشمن حکمران سے ملاقات کرنے والا ہے۔ میں نے اس پر شبہ نہیں کیا۔ مگر آپ کی دی ہوئی خبر، آپ کی معلومات سے میں انکار نہیں کروں گا میں کابل ضرور جاؤں گا... اور آپ کے سائے میں رہ کر جاؤں گا۔"

"میرے ساتھ ضرور چلو۔ لیکن میں مستقل تمہارا مہمان نہیں رہوں گا۔ جب چاہوں گا، جہاں چاہوں گا چلا جاؤں گا۔"

اس نے اپنے وفاداروں کو حکم دیا کہ ہمارے پیچھے آئیں، ہم کابل جارہے ہیں۔ اس کے بعد ہمارا قافلہ چل پڑا۔ اس نے راستے میں کہا "آپ مجھ پر نظرِ کرم رکھیں گے تو میں موجودہ عبوری حکومت میں ایک بڑا عہدہ حاصل کرلوں گا۔"

وہ عبوری حکومت میں ایک مشیر کی حیثیت سے تھا اور صدر کا عہدہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "تمہاری پوزیشن اتنی مضبوط ہے کہ تم دو پارٹیوں کی حمایت حاصل کرکے اپنا مقصد پورا

کر سکتے ہو۔"

"خدا آپ کا بھلا کرے۔ آپ درست فرما رہے ہیں لیکن کسی پارٹی سے گٹھ جوڑ نہیں ہو رہا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میری مشکل آسان ہو سکتی ہے۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ اپنے علم سے معلومات فراہم کر سکتا ہوں لیکن کسی معاملے میں عملی حصہ نہیں لے سکتا۔"

"آپ مجھے ایسا راستہ دکھائیں جو مجھے کامیابی کی طرف لے جائے۔"

"تم سب سے پہلے اپنے معتمد خاص عدنان باری کو دوسری پارٹی میں جانے سے روکو۔ ورنہ وہ دوسری پارٹی مضبوط ہو جائے گی۔"

"میں اسے ہر حال میں روک لوں گا۔"

"توبہ خانم کا بھائی حاتم شہریار زبردست سیاسی مداری ہے۔ امریکا اور فرانس کا خفیہ نمائندہ ہے۔ اس کی کوشش یہی رہتی ہے کہ یہاں خانہ جنگی رہنے کوئی مضبوط حکومت قائم نہ ہو اور جب بھی کوئی حکومت قائم ہو تو اس کے زر خرید سیاست داں ضرور اس میں اعلیٰ عہدے دار رہا کریں۔"

"حضور! آپ تو اندر کی وہ باتیں جانتے ہیں جو کوئی جان نہیں سکتا۔ میں اسی لئے خانم کو یرغمال بنانا چاہتا تھا۔ اس سے شادی کر لیتا' اس سے ازدواجی رشتہ قائم کر لیتا' حاتم کا بہنوئی بن جاتا تو وہ مجھے اقتدار کی اونچی کرسی تک پہنچا دیتا۔"

"کمانڈر بیگ! تمہاری قسمت اچھی ہے کہ تم نے توبہ خانم کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اسی لئے اب تک تم پر تباہی نہیں آئی ہے۔ میرا مشورہ ہے اس سے دور رہو اور کوشش کرو کہ اس کی صورت ہی نہ دیکھو۔ اس میں تمہاری بہتری ہے۔"

"میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔ کیا حاتم شہریار سے کسی طرح دوستی ہو سکتی ہے؟ اس نے میرے بھائی کو قتل کرایا تھا۔ میں خون معاف کر سکتا ہوں۔ اس سے دوستی کرنے کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔"

"بھائی کا خون معاف کر دو گے تو دوستی ہو سکتی ہے۔"

کچھ عرصہ پہلے کمانڈر بیگ کو اپنا بھائی عزیز تھا۔ اس وقت اسے حاتم شہریار کی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں ہوا تھا۔ اب یہ بات واضح ہو رہی تھی کہ حاتم شہریار کی پشت پر کتنے بڑے ممالک ہیں۔ ان کے ذریعے وہ افغانستان میں بادشاہ سازیا شاہ گر بن گیا ہے' جسے چاہتا ہے بدلتی ہوئی حکومتوں میں بڑے عہدے پر پہنچا دیتا ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر اب خون کا بدلہ خون نہیں رہا۔ وہ بھائی کے قاتل سے دوستی کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

ہماری گاڑی کے آگے پیچھے کمانڈر بیگ کے وفاداروں کی گاڑیاں تھیں۔ ہم ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر رواں دواں تھے۔ انہوں نے ایک طویل جنگ لڑ کر اسی انداز سے سفر کرنا سیکھا تھا۔ اپنے آقا کو درمیان میں رکھ کر آگے پیچھے چلتے تھے۔ قافلے کو اس دستور نے ہمیں بچا لیا۔ اچانک آگے جانے والی گاڑی ایک دھماکے سے اڑی۔ وفاداروں کی چیخیں گونجنے لگیں۔ یہ پچھلی گاڑی کے وفادار چیخ رہے تھے۔ ورنہ اگلی کے تو چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ ہم بھی دروازے کھولتے ہوئے باہر چھلانگیں لگاتے ہوئے سڑک کے دونوں طرف ڈھلانوں میں لڑھکتے چلے گئے تھے۔

وہ شامت کی ماری اگلی گاڑی بارودی سرنگ پر سے گزرنے ہوئے سواروں سمیت فنا ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی پتا نہیں کہاں کہاں سے فائرنگ ہونے لگی تھی۔ میں اور کمانڈر بیگ خیریت سے پہنچ کر زمین پر اوندھے پڑے رہے۔ ذرا سی حرکت سے کوئی گولی ہمیں لگ سکتی تھی۔ ایک اندازے کے مطابق جہاں ہم پڑے ہوئے تھے وہ نسبتاً محفوظ جگہ تھی۔

پیچھے والی گاڑی میں بھی گرینیڈ کا دھماکا ہوا' وہاں سے بھی شعلے اٹھنے لگے۔ اس میں بیٹھے ہوئے وفادار کچھ مرے' کچھ زخمی ہوئے۔ حملہ کرنے والے بڑی سوجھ بوجھ سے پلاننگ کے مطابق ہمارے آگے پیچھے کے حفاظتی دستوں کو ختم کر رہے تھے یا انہیں فرار ہونے پر مجبور کر رہے تھے۔ کمانڈر بیگ بڑبڑایا "یہ کمبخت کون ہو سکتے ہیں؟"

میں نے کہا "تمہارے دشمن ہو سکتے ہیں۔ میرا تو یہاں کوئی دشمن نہیں ہے۔"

دور ایک درخت کے موٹے تنے کے پیچھے سے کسی نے مقامی زبان میں کہا "جلال شاہ! ہم تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ توبہ خانم اور پاکستانی صحافیوں کے ساتھ کھلی سڑک پر آ کر کھڑے ہو جاؤ اور کمانڈر مسعود بیگ! تمہارے جتنے بدمعاش زندہ رہ گئے ہیں ان کے ساتھ تم بھی سڑک پر آ جاؤ۔ جس کے پاس اسلحہ نظر آئے گا اسے گولی مار دی جائے گی۔"

اس کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ حملہ کرنے والے بھی توبہ خانم کے بیمار عاشقوں میں سے ہیں۔ اس نے درخت کے پیچھے حکم دیا "فائر۔"

اس حکم کے ساتھ ہی فائرنگ ہونے لگی۔ کئی سمتوں سے گولیاں چل رہی تھیں۔ پھر ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔ اس شخص نے کہا "چوہوں کے بلوں سے نکل کر سڑک پر آ جاؤ۔ آخری بار کہا جا رہا ہے۔"

ہم زمین پر سے اٹھ گئے۔ دوسرے بھی اٹھ رہے تھے اور دونوں ہاتھ اٹھائے سڑک پر جا رہے تھے۔ سڑک کے دوسری طرف کی ڈھلان سے جلال شاہ بھی آ گیا۔ ہمیں بھی ہاتھ اٹھا کر ان لوگوں میں شامل ہونا پڑا۔ ہمیں خالی ہاتھ دیکھ کر حملہ کرنے والے درخت کے پیچھے سے اور گڑھوں کے اندر سے ابھر کر سامنے آنے لگے ان کے سردار نے پوچھا "توبہ خانم کہاں ہے؟"

جلال شاہ نے کہا "تمہیں غلط فہمی ہے۔ ہمارے ساتھ کوئی خاتون نہیں ہے۔"

وہ بولا "جلال شاہ! جب ہم تمہیں جانتے ہیں اور یہ معلومات رکھتے ہیں کہ تمہارے ساتھ دو پاکستانی صحافی بھی ہیں اور توبہ خانم کو حاصل کرنے کے لئے کمانڈر بیگ نے بھی تمہیں راستے میں گھیرا تھا تو پھر یہ غلط کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہارے ساتھ گاڑی میں توبہ خانم نہیں ہے؟"

"پہلے گاڑی میں دیکھ کر تسلی کر لو۔"

ان کا سردار ہماری گاڑی کی طرف گیا۔ وہ سب مقامی زبان بول رہے تھے۔ میں نے جلال شاہ سے کہا "تم لوگوں کی باتیں سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ ان سے کہو انگریزی بولیں۔"

"حضور! یہ بہت ہی پسماندہ افغانی ہیں۔ صرف اپنی زبان بولتے ہیں۔ دوسری کوئی زبان نہیں جانتے ہیں۔"

مجھے مایوسی ہوئی۔ میں کسی حملہ آور کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ صرف جلال شاہ اور کمانڈر بیگ کے ذریعے ان کی گفتگو سمجھ سکتا تھا۔

وہ سردار گاڑی میں توبہ خانم کو نہ پا کر غصے سے گرج رہا تھا "تم لوگ زندہ رہنا چاہتے ہو تو سچ سچ بتاؤ خانم کہاں ہے؟"

جلال شاہ نے کہا "تم دیکھ رہے ہو کہ ہمارے ساتھ دوسرا پاکستانی صحافی بھی نہیں ہے۔ پہاڑی نالے کے پاس دشمنوں نے حملہ کیا تھا۔ ان سے بچ کر فرار ہوتے وقت ان کے راستے ہم سے الگ ہو گئے۔ خانم اس دوسرے پاکستانی حماد کے ساتھ گئی ہے۔"

سردار نے پلٹ کر کمانڈر بیگ سے پوچھا "تم کیا کہتے ہو؟"

وہ بولا "یہ سچ ہے۔ میں نے بھی توبہ خانم کو حاصل کرنا چاہا تھا' پتا چلا وہ دوسرے راستے سے کابل گئی ہے۔"

وہ گرج کر بولا "میں کیسے یقین کروں۔ یہ تم سب کی ملی بھگت ہو گی۔ اسے کہیں چھپا دیا ہے اور حاتم شہریار سے سودا کرنے کابل جا رہے ہو۔"

"کسی کے گھر کی عزت کو اغوا کرنے والے بے نفس سودا کرنے نہیں جاتے۔ وہ ہمارے پاس ہوتی تو ہم اپنے دلاتوں کے ذریعے حاتم شہریار کو بلیک میل کرتے۔"

وہ قائل ہو کر بولا "یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن جب تک خانم نہیں ملے گی تم سب ہمارے قیدی بن کر رہو گے۔ اور تم کمانڈر! اپنے آدمیوں سے کہو' یہاں سے خالی ہاتھ دوڑتے ہوئے واپس جائیں۔ جو نہیں دوڑے گا اور پیچھے مڑ کر دیکھے گا' اسے گولی مار دی جائے گی۔"

کمانڈر بیگ کا حکم سنتے ہی اس کے وفادار دونوں ہاتھ اٹھا کر دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ انہوں نے نظروں سے اوجھل ہونے تک پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ پھر مجھے' جلال شاہ اور کمانڈر بیگ کو تین مختلف گاڑیوں میں مسلح افراد کے درمیان بیٹھنے پر مجبور کیا گیا۔ اس کے بعد وہ نیا قافلہ نئی منزل کی طرف چل پڑا۔

جب سے ہم اس ملک کی سرحد میں داخل ہوئے تھے تب سے نئے نئے قافلے اور قبیلے مل رہے تھے۔ مجاہدین کے ہر گروہ اور ہر قبیلے کی سیاست اپنے ملک میں اپنی برتری قائم رکھنے کے لئے تھی۔ وہ پوری افغان قوم کی برتری کی خاطر متحد نہیں ہو رہے تھے۔

ہمارا سفر بڑا لمبا ہو گیا تھا۔ میں جن مسلح افراد کے درمیان بیٹھا ہوا تھا وہ میری بات نہیں سمجھ رہے تھے اور میں ان کی زبان سے واقف نہیں تھا۔ میں نے جلال شاہ کی سوچ میں یہ سوال پیدا کیا "آخر یہ ہمیں قیدی بنانے والے کون ہیں؟"

ان کا سردار' جلال شاہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سردار سے پوچھا "کم از کم یہ تو بتا دو کہ تم کون ہو؟ کس قبیلے یا سیاسی پارٹی سے تعلق رکھتے ہو؟"

وہ غرا کر بولا "قیدیوں کو سوال کرنے کا حق نہیں دیا جاتا۔ خاموش بیٹھے رہو۔"

اس نے ایک ہی بات کہہ کر زبان بند کر دی۔ میں نے کمانڈر بیگ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ بھی مسلح افراد کے درمیان مجبور بیٹھا ہوا تھا اور ایک ایک سے کہہ رہا تھا "تم لوگ گونگے کیوں بنے ہوئے ہو۔ چلو یہ نہ بتاؤ کہ کون ہو؟ صرف اتنا بتا دو کہاں لے جا رہے ہو؟"

وہ سب ایسے خاموش تھے جیسے سچ مچ گونگے بہرے ہوں۔ ان کی خاموشی کی وجہ بعد میں معلوم ہوئی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہمیں معلوم ہو کہ ہمیں پل چرخی جیل میں لے جایا جا رہا ہے۔ اگر معلوم ہوتا تو جلال شاہ اپنے ساتھ مجھے بھی جان پر کھیل جانے کو کہتا مگر جیل کے احاطے میں قدم نہ رکھتا۔

جب جیل کے بڑے آہنی دروازے کے سامنے گاڑیاں رکیں تو کمانڈر بیگ نے چیخ کر پوچھا "یہ ہمیں کہاں لے آئے ہو؟ کون ہو تم لوگ؟ تمہارے کیا ارادے ہیں؟"

جلال شاہ کے ساتھ بیٹھا ہوا سردار قہقہے لگا رہا تھا۔ تینوں گاڑیوں کے علاوہ جیل کے سامنے بھی مسلح افراد تھے۔ وہاں سے فرار کی کوئی صورت ممکن نہیں تھی۔ ہم گاڑیوں سے باہر نکلے جلال شاہ کہہ رہا تھا "... میں رابطہ کونسل کا عہدے دار ہوں مجھے اور پاکستانی صحافی کو یہاں قید کر کے تم بہت بڑی غلطی کرو گے۔ مجھے فون پر مصالحتی کونسل کے ممبران سے گفتگو کرنے دو۔"

وہ احتجاج کر رہا تھا لیکن کوئی اس کی نہیں سن رہا تھا۔ ہمیں تین الگ الگ کوٹھریوں میں آہنی سلاخوں والے دروازے کے پیچھے بند کر دیا گیا۔ میری ایک عمر گزر گئی' آج تک کوئی میرے ہاتھ میں ہتھکڑی نہ پہنا سکا۔ کوئی مجھے جیل کے اندر نہ لا سکا۔ اور اب جہاں لایا گیا تھا وہ جیل بھی کوئی معمولی نہیں تھی۔ یہاں ہمیشہ غیر معمولی قیدی آتے رہے ہیں۔

پل چرخی جیل کو دنیا کی بدترین جیل کہا جاتا ہے۔ شاید ہی کوئی خوش قسمت قیدی ہو گا جو یہاں سے زندہ واپس گیا ہو گا۔ کابل کی

موجودہ عبوری حکومت کے صدر پروفیسر صبغت اللہ مجددی کے خاندان کے سربراہ سید ابراہیم مجددی کو ان کے چوبیس عزیز رشتے داروں کے ساتھ گرفتار کیا گیا تھا اور اس جیل میں رکھا گیا تھا۔ روس کو پسپا کرنے کے بعد اس خاندان کا ایک فرد بھی وہاں نہیں ملا۔ یہ سوچا گیا کہ شاید اسیری کے دور میں انہیں روسی علاقوں تاشقند یا سمرقند وغیرہ کی جیلوں میں منتقل کیا گیا ہوگا لیکن تفتیش اور تلاش کے باوجود آج تک اتنے عظیم اور معزز خاندان کے ایک فرد کا بھی سراغ نہ مل سکا۔

یہ وہ جیل ہے جہاں ایک ہی وقت میں ایک ہزار قیدیوں کو فائرنگ اسکواڈ کے سامنے کھڑا کرکے گولیاں ماردی گئیں۔ یہاں کے عقوبت خانے میں بجلی کے جھٹکے پہنچائے جاتے ہیں، ہڈیوں میں جسم کی ہڈیاں چٹخادی جاتی ہیں اور انگلیوں سے ناخن کھینچ کر نکال لئے جاتے ہیں۔ یہ اتنی ذلیل اتنی ظالم اور ایسی غیر انسانی جیل ہے کہ بعض قیدیوں کو پیشاب پینانے میں ڈال کر رکھا جاتا ہے۔ جہاں کی بدبو سے قیدی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتے ہیں۔

دنیا کی تاریخ میں بڑے عجیب وغریب واقعات پڑھنے میں آتے ہیں۔ افغانستان میں جیلوں کی تاریخ نہایت دلچسپ اور عجیب ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے بتاتا چلوں۔ یہاں مزمل جیل، صدارت جیل، قلعہ کرنیل، خواجہ نعیم جیل اور پل چرخی جیلیں ہیں۔ ان میں سے ہر جیل کی تعمیر کرنے والا شخص اپنی ہی بنائی ہوئی جیل میں قیدی بن کر آتا رہا۔ یہ تاریخ پڑھو تو یقین نہیں آتا کہ جس نے جو جیل بنائی وہ اس جیل کا پہلا قیدی بن کر وہاں گیا۔

۱۹۷۳ء میں سردار داؤد خان نے ظاہر شاہ کا تختہ الٹنے کے بعد پل چرخی جیل کا منصوبہ بنایا۔ یہ جیل بھارت، جرمنی اور جاپان کے تعاون سے مکمل ہوئی تو ۱۹۷۸ء میں سردار داؤد کا تختہ الٹ گیا۔ اور خود اسے اس کے پورے گھرانے اور خواتین کے ساتھ اسی جیل میں قید کردیا گیا۔

موجود زمانے میں اس سے زیادہ خوف ناک اور جان لیوا جیل دنیا کے کسی ملک میں نہیں ہے۔ بڑے بڑے بدنام زمانہ مجرم اس جیل کے نام سے کانپ جاتے ہیں۔ لیکن میرے لئے جیل اور قلعے کی پتھریلی چٹانی دیواریں کیا معنی رکھتی تھیں۔ میں وہاں قدم رکھتے ہی رہائی کا راستہ نکال لیتا۔ لیکن میں نے صبر کیا۔ جبراً یہاں قید کیا جاتا تو میری توہین ہوتی۔ مجھے قید کرنے والے یہ نہیں جانتے تھے کہ میں اپنی مرضی سے اسیری قبول کررہا ہوں۔

کوٹھری کا دروازہ بند ہوگیا۔ اس پر تالا لگادیا گیا۔ میں نے ایک جگہ بیٹھ کر پارس کو مخاطب کیا اور اپنے حالات بتائے۔ اس وقت دن کے دس بج رہے تھے، وہ کابل پہنچ گیا تھا۔ خانم کی آبائی حویلی میں قیام پذیر تھا اس نے کہا "پاپا! میں ابھی پل چرخی جیل کی طرف آتا ہوں۔"

"نہیں بیٹے! ہم دونوں پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ تم نیند پوری کرو۔ میں بھی سو رہا ہوں۔"

"کیا جیل میں سوئیں گے؟"

"ہاں۔ ایسی جگہ ہزاروں لاکھوں انسان سوتے ہیں، میں انسان ہوں، سو سکتا ہوں۔"

"لیکن پاپا! آپ پل چرخی جیل کی ظلم وستم سے بھرپور رپورٹ پڑھ چکے ہوں گے۔"

"ہاں مگر جیل والوں نے میری ہسٹری نہیں پڑھی ہے۔ ابھی حکومتِ پاکستان اور فرانس کو اپنی اسیری کی اطلاع دوں گا۔ یہاں کی عبوری حکومت مترزل ہوجائے گی۔ میں جیل سے آجاؤں گا۔ ایک اہم سیاسی شخصیت تسلیم کیا جاؤں گا اور میں یہ نہیں چاہتا۔ ہم یہاں صرف بڑے لوگوں میں نہیں عوام میں رہیں گے۔"

"آل رائٹ پاپا! نیند سے بیدار ہونے کے بعد رابطہ کرو۔ سوفار۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہوکر نیم تاریک کوٹھری کو مسکرایا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ دماغ کو ضروری ہدایات دیں۔ کے بعد گویا کانٹوں کے بستر پر سوگیا۔

مجھے نیند آگئی لیکن جلال شاہ اور کمانڈر ریگ غصے اور پر سے جاگتے اور تلملاتے رہے۔ یہ ابھی تک واضح نہیں ہوا کہ کس نے وہاں قید کرایا ہے۔ جیل چونکہ حکومت کی تحویل میں اس لئے عبوری حکومت کی ایسی کسی پارٹی نے یہ حرکت کی ہے کمانڈر ریگ اور جلال شاہ سے عداوت ہوگی۔ جلال شاہ جانتا کسی پارٹی کے لیڈر کو اس سے بغض وعناد نہیں ہے۔ ایک کونسل کے عہدے دار کی حیثیت سے سب اس کی عزت کر تھے۔ کوئی الزام عائد کرنے کے بعد ہی اس کی ایسی بے عزا جاسکتی تھی۔

جہاں تک الزام عائد کرنے کا تعلق ہے، اسے اس بار مجرم سمجھا جارہا ہوگا کہ اس نے کمانڈر ریگ کے ساتھ مل کر خانم کو اغوا کرنے کی سازش کی ہے۔ دونوں میں گٹھ جوڑ ہے لئے ایک ساتھ گرفتار ہوئے ہیں۔ اس حوالے سے معلوم ہو کہ حاتم شہریار نے انہیں قید کرایا ہے۔

اگر ایسا ہے تو توبہ خانم نے اپنے بھائی حاتم شہریار کو اب بتادیا ہوگا کہ جلال شاہ اور ارسلان بے قصور ہیں بلکہ دوست محسن ہیں۔ میں پانچ گھنٹوں تک گہری نیند سونے کے بعد بیدار ہو پارس سے معلوم ہوا کہ توبہ خانم کو اب تک وضاحت کا موقع ملا ہے۔ بھائی سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

پارس نے کہا "خانم! میں نے خواب دیکھا ہے کہ جلال اور ارسلان کسی قید خانے میں صعوبتیں اٹھا رہے ہیں۔ میرا خواب جھوٹے نہیں ہوتے، اپنے بھائی سے کہو، وہ دونوں کابل کرلاپتا ہوگئے ہیں۔ ان کے پاس موبائل فون تھا۔ فون سے

رابطہ نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مصیبت میں ہیں۔ فوراً ان کی خبر لے۔"

وہ بولی "میں سونے سے پہلے اور اب بیدار ہونے کے بعد کئی بار فون پر بھائی سے رابطہ کرنے کی کوشش کرچکی ہوں۔ لیکن وہ بے حد مصروف ہیں۔ چھوٹے بڑے ممالک کے نمائندے اور پریس رپورٹرز وغیرہ کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ وہ سیاسی داؤ پیچ میں اس قدر مصروف رہتے ہیں کہ ہم سے فون پر باتیں کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔"

"تو پھر ہم اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے چلیں؟"

"بڑی مشکل ہے، بھائی حاتم کو صبح معلوم ہوا کہ میں گھر پہنچ گئی ہوں تو انہوں نے حکم صادر کیا کہ مجھے حویلی سے باہر نہ جانے دیا جائے۔ ہماری تہذیب، ہمارے ماحول میں لڑکیاں آزادی سے نوجوانوں کے ساتھ سرِعام نظر نہیں آتیں۔ میری بھائی اور رشتے دار تمہارے پاس مہمان خانے میں بھی آنے سے منع کرتے ہیں مگر میں ضد کرکے چلی آتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم مجبور ہو۔ میں تو نہیں ہوں۔ ابھی غسل کرکے لباس تبدیل کروں گا پھر تمہاری حویلی سے چلا جاؤں گا۔"

وہ ایک دم سے اداس ہوگئی "چلے جاؤ گے؟"

"جن ساتھیوں نے برے وقتوں میں ساتھ دیا انہیں تلاش کرنے نہ جاؤں؟"

"یہاں امن وامان نہیں ہے۔ تم یہاں کے راستے گلیاں نہیں جانتے ہو۔ ہر شخص اسلحہ لئے پھرتا ہے ان میں سے کتنے ہی بدمعاش ہوتے ہیں، گولی مار کر جیب سے رقم لے جاتے ہیں۔ تم تنہا باہر جاتے ہی نئی نئی مصیبتوں میں گرفتار ہوتے رہو گے۔"

"کیا مصائب کے خوف سے چار دیواری میں چھپا رہوں!"

"میں یہ نہیں کہتی۔"

"پھر کیا کہتی ہو؟"

"وہ بات یہ ہے کہ..... کہ تمہیں تنہا جانے نہیں دوں گی۔ میں بھی ساتھ چلنے کی تدبیر سوچ رہی ہوں۔ تم بھی کچھ سوچو کوئی راستہ نکالو۔"

"اچھی بات ہے، تم بھی سوچو۔ میں بھی سوچتا ہوں۔ ایک گھنٹا بعد ملاقات ہوگی۔ میں غسل کرنے جارہا ہوں۔"

وہ مہمان خانے سے باہر آئی۔ وہ مہمان خانہ ایک انیکسی کی طرح حویلی کے احاطے میں چند قدم کے فاصلے پر تھا۔ وہ وہاں سے حویلی میں آئی تو اس کے باپ نے غصے سے کہا "تمہیں وہاں جانے سے منع کیا گیا تھا؟"

"وہ میرا محسن ہے؟"

"اس لئے مہمان بنا کر عزت دی ہے۔ اگر تم چاہتی ہو کہ اس کی عزت رہے اور ہم اسے دھکے دے کر نہ نکالیں تو صرف ہمیں میزبانی کرنے دو۔"

"آخر مجھ پر پابندی کیوں ہے؟ میں کوئی پردے میں رہنے والی لڑکی نہیں ہوں۔ برسوں سے شہر شہر بھٹکتی رہی ہوں، آج پردہ کیوں ہے؟"

"تمہاری سلامتی اور ہماری عزت کے لئے ہے۔ تم سیاسی معاملات میں میرے بیٹے، اپنے بھائی کے لئے مسئلہ بن گئی ہو۔"

"آخر مسئلہ کیا ہے؟ کچھ مجھے بھی بتایا جائے؟"

"ایک بہت بڑے ملک کا بہت بڑا آدمی تمہیں پسند کرتا ہے۔ کہتا ہے تمہیں اس کے حوالے نہ کیا گیا تو تمہارے بھائی حاتم کی سیاست کو یہاں ناکام بناتا رہے گا۔ پتا نہیں وہ کیسے ذرائع کا مالک ہے، اس نے حاتم کی کئی چالیں ناکام بنادی ہیں۔ کہتا ہے ایک بار تمہارا اس سے سامنا کرایا جائے یا تم سے فون پر گفتگو کرائی جائے۔"

"وہ کون ہے؟ مجھے کیسے جانتا ہے؟"

"تمہارے بھائی کو اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ اس کے متعلق وضاحت سے بتائے۔ اتنا معلوم ہوا ہے کہ ایک ہفتہ پہلے اس نے تمہیں علاقہ مزار شریف میں دیکھا تھا۔ وہ تم سے گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن تم پشتو میں اس کچھ کہہ کر چلی گئیں۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا۔ اس نے تمہارا تعاقب کیا۔ لیکن تم نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد پھر دکھائی نہیں دیں۔ اس نے کسی طرح معلوم کرلیا کہ تم حاتم شہریار کی بہن ہو۔"

"وہ بھائی حاتم سے کیا کہتا ہے؟"

"ایک ہی بات کہتا ہے کہ ایک بار تم سے ملاقات کرے گا پھر تم خود ہی اس پر مرمٹو گی۔"

"میں تھوکتی ہوں اس پر۔"

"تھوکنے سے شیطان نہیں بھاگتا۔ جب تمہیں اغوا کیا گیا تو ہم نے یہی سمجھا کہ یہ اسی کی شرارت ہے لیکن وہ قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ ایک بار تمہاری تصویر دکھادی جائے پھر وہ تمہیں دشمنوں کے تہ خانے سے بھی نکال لائے گا۔"

میں خانم کے پاس تھا یہ باتیں سن رہا تھا۔ خانم جن حالات سے گزرتی رہی تھی ان حالات میں کس کو تصویریں اتروانے کی فرصت نہیں ملتی۔ اس لئے اس کی کوئی تصویر نہیں تھی۔ چنانچہ اس اجنبی کے ہاتھ نہیں لگی تھی۔

ویسے میں کھٹک گیا تھا۔ وہ اجنبی یہ کیوں کہتا تھا کہ ایک بار خانم سے ملاقات ہوگی تو وہ اس پر مرمٹے گی۔ یہ کیوں چاہتا تھا کہ ایک بار اس سے فون پر ہی بات ہوجائے؟ کیا فون پر بات کرتے ہی اس کا دل جیت لے گا؟ ایسا تو میں کرتا ہوں۔ ایسا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے کرتے ہیں۔

یوں تجزیہ کرنے سے یقین کی حد تک شبہ ہو رہا تھا کہ وہ کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے اور خانم پر عاشق ہوگیا ہے یا محض ہوس پرست ہے۔ توبہ خانم کو خدا نے چونکا دینے والا حسن اور شخصیت

دی تھی۔ اس پر اُس کی تنی ہوئی بھویں، شیرنی جیسی نگاہیں اور غصب ناک تیور ایسے تھے کہ مندی مردوں کے لئے وہ چیلنج بن جاتی تھی۔

وہ اپنے باپ سے بولی "کیا اس کے ڈر سے مجھے چھپایا جارہا ہے؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ تم ایک سیاسی مسئلہ بن گئی ہو۔"

"یہی تو پوچھ رہی ہوں، میرا سیاست سے کیا تعلق ہے؟"

"ہم اجنبی کو الزام دیتے تھے کہ اس نے تمہیں اغوا کیا ہے۔ اجنبی ہمیں الزام دیتا تھا کہ ہم تمہیں اس سے چھپا رہے ہیں۔ اس نے کہہ دیا ہے جب تک تم اس کے پاس نہیں جاؤ گی وہ تمہارے بھائی کے حق میں پچاس کروڑ کا قرضہ منظور نہیں ہونے دے گا۔ کئی سیاست دانوں کو خریدنے کے لئے تمہارے بھائی کو اس رقم کی ضرورت ہے اور بھی کئی مسائل ہیں جن میں وہ اجنبی حاتم شہریار کے قدم یہاں مضبوطی سے جمائے رکھ سکتا ہے۔"

میں نے خانم کے ذریعے سوال کیا "وہ اجنبی کہاں ہے؟"

باپ نے کہا "وہ کل تک یہاں تھا۔ پھر اہم کام کے سلسلے میں مزار شریف گیا ہے شاید شام تک آئے گا تو تم سے ضرور ملاقات کرے گا۔"

"اس سے ملاقات کرانے کے لئے ہی مجھے اس چار دیواری میں رکھا جارہا ہے۔ بھائی حاتم مجھ سے فون پر بھی باتیں نہیں کررہا ہے۔ شاید اسے شرم آرہی ہے کہ میرے سامنے آکر پچاس کروڑ کی سیاست کیسے کرے گا؟"

"بکواس مت کرو۔"

اس نے طمانچہ مارنا چاہا۔ بچی نے ہاتھ پکڑلیا پھر کہا "بھائی حاتم سے کہنا، باپ کا ہاتھ تھا اس لئے چھوڑ دیا۔ اس ہاتھ میں اجنبی کا ہاتھ آیا تو توڑ کر پھینک دوں گی۔"

وہ باپ کا ہاتھ جھٹک کر چل گئی۔ میں نے پارس سے کہا۔ "یہاں کسی خیال خوانی کرنے والے کا سراغ مل رہا ہے۔ توبہ خانم پر اُس کی نیت خراب ہے شاید باپ اور بھائی بھی اسے سیاست کی بھٹی میں جھونک دیں گے۔"

"یعنی توبہ خانم حالات کا رخ بدلنے والی ہے۔"

"ہاں۔ اس سے پہلے اسے خیال خوانی کرنے والے اجنبی سے محفوظ رکھنا ہے۔ میں اس کے دماغ کو لاک کرنے جارہا ہوں۔"

میں اس کے پاس آیا۔ وہ اپنے کمرے میں تھی۔ غصے میں ٹہل رہی تھی۔ غصے کی بات ہی تھی۔ سب اسے چھیننا جھپٹنا چاہتے تھے۔ سیاست کی بساط پر بھی اسے مہرہ بنایا جارہا تھا۔ اتنی بڑی جنگ وجدل اور بے عدل دنیا میں اسے ایک پارس ایسا نظر آرہا تھا جو اس کے حسن وشباب کو نہیں مانگ رہا تھا۔ بلکہ مانگنے اور چھیننے والوں سے بچاتا آرہا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی۔ باپ کے بیان کے مطابق وہ اجنبی شام تک آئے گا، اس سے پہلے پھر گھر سے بے گھر ہونا چاہئے۔ وہ تنہا تھی، اب پارس کے ساتھ بے گھر اور دربدر ہو کر بھی مل رہے گی۔

وہ وہاں سے بھاگ نکلنے کی پلاننگ سوچ رہی تھی۔ میں دماغ پر قبضہ جما کر اسے بستر پر پہنچایا پھر اسے سلا دیا۔ اس پر عمل کر کے دماغ کو حساس بنایا، یہ بات نقش کردی کہ وہ صرف سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی باقی تمام پرائی سوچ کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی اور کتنے ہی غیر یقینی حالات وہ پارس پر بھروسا کرتی رہے گی۔

اس کے بعد اسے دو گھنٹے کے لئے سلا دیا۔ پارس کے پاس کہا "توبہ خانم حالات سے پریشان ہو کر تمہارے ساتھ بھاگنے کا ارادہ کررہی ہے۔"

"ہم اسے ساتھ رکھ کر ساری رات پریشان ہوتے رہے۔ اب کیا ساری زندگی پریشان کرنا چاہتی ہے۔"

"تم اسے سمجھاؤ۔ فی الحال حویلی سے بھاگنا دانشمندی نہیں ہے۔ حالات نے بہت زیادہ مجبور کیا تو پھر فرار کا راستہ نکالا جائے گا۔"

"کیا وہ میری سن لے گی؟"

"ہاں میں نے اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے اور یہ نقش کیا ہے کہ وہ تم پر ہر حال میں اعتماد کرے گی۔"

"خدا آپ جیسا باپ سب کو دے۔ راستہ صاف کردیا۔" میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ جیلر کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ کہہ رہا تھا "اے کھڑے ہو جاؤ۔"

میں نے فرش پر سے اٹھتے ہوئے دیکھا۔ جیلر اور دو مسلح کے ساتھ ایک قد آور شخص تھا۔ وہ میری طرف اشارہ کرتے جیلر سے پوچھ رہا تھا "کیا یہی پاکستانی صحافی ارسلان ہے؟"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ حاتم شہریار تھا۔ اس۔ سب کو یہاں قید کرایا تھا۔ جیلر کہہ رہا تھا "جی ہاں! یہی ارسلان اور وہ ساتھ والی کوٹھری میں کمانڈر بیگ ہے۔"

اس نے حکم دیا "فائرنگ اسکواڈ کو بلاؤ۔"

جیلر نے ماتحت کو حکم دیا۔ فائرنگ اسکواڈ کو بلانے کا مطلب یہی تھا کہ جو قیدی لائے گئے ہیں انہیں ایک قطار میں کھڑا کر گولیوں سے چھلنی کردیا جائے۔ اس نے حکم دیا "کمانڈر بیگ کو بھی لے جاؤ۔"

حکم کی تعمیل ہوئی۔ چار سپاہی دوسری کوٹھری سے اسے لائے۔ سامنے وسیع وعریض کھلی چار دیواری تھی۔ کمانڈر کو لے جا کر ٹارگٹ سے باندھ دیا گیا۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا شہریار میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم نے مجھ کو گرفتار کرایا ہے قسم کھا کر کہتا ہوں، اب میں تمہارا مخالف نہیں ہوں۔ یہ ا

بہت بڑا نجومی ہے۔ اس سے پوچھ لو اس نے مجھے سمجھایا ہے کہ جو بھی قصہ توبہ خانم کو ہاتھ لگائے گا، وہ تباہ وبرباد ہو جائے گا۔ خانم کے ستارے عروج پر ہیں۔ اس سے ٹکرانے والے نابود ہو جائیں گے تب سے میں نے توبہ کرلی۔ تمہاری بہن کو اپنی بہن سمجھتا ہوں۔"

میں نے حاتم شہریار کی نظروں میں پہلی بار اپنے لئے نرمی دیکھی۔ وہ اس بات سے خوش تھا کہ میں دوسروں کو اس کی بہن کی عزت پر مائل کرتا ہوں۔

فائرنگ اسکواڈ کے چار سپاہی ایک قطار میں لیفٹ رائٹ کرتے ہوئے آئے اور کمانڈر بیگ کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ حاتم شہریار نے کہا "ہمیں نہیں جاننا کہ نجومی نے برے ارادے بدل دئے یا موت کو سامنے دیکھ کر بدل رہے ہو؟ بات کچھ ہو، نتیجہ ایک ہی نکلا ہے کہ تم نے میری بہن کو بری نظر سے دیکھا۔ کیوں دیکھا؟ کیا اپنی بہن کو اسی طرح دیکھتے ہو اور کسی نجومی کے پاس جا کر توبہ کرتے ہو؟"

"میں شرمندہ ہوں۔ ایک بار میری جان بخش دو۔"

"جان بخشا ہوتا تو اپنے آدمیوں سے یہ نہ کہتا کہ گونگے بہرے بن جائیں۔ تمہیں اور تمہارے آدمیوں کو یہ نہ معلوم ہونے دیں کہ میں نے تمہیں بلایا ہے۔ یہ پُل چرخی جیل ہے۔ یہاں کسی مرنے والے قیدی کی لاش کبھی باہر نہیں بھیجی جاتی۔ تمہارے قبیلے کے لوگوں کو کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ تمہیں یہاں لا کر تمہاری موت مارا گیا تھا۔ فائر۔"

اس کی زبان سے فائر کا لفظ نکلتے ہی چار گنیں سیدھی ہوئیں پھر فائرنگ کی چار آوازوں کے بعد خاموشی چھا گئی۔ گولی مارنے والے سپاہی رائٹ ٹرن ہو گئے۔ پھر اس طرح ایک قطار میں چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

حاتم شہریار بہادر جیسے ڈیل ڈول اور گونجتی ہوئی آواز کا مالک تھا اسے دیکھتے ہی اس کی شخصیت کا رعب طاری ہو جاتا تھا۔ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہمیں کوٹھریوں سے نکالا گیا۔ پھر ہم اس کے پیچھے چلتے ہوئے جیل کے ایک دفتری کمرے میں آگئے۔ میں اس کے خیالات پڑھتا جارہا تھا۔ پہلے میں نے غلط سمجھا تھا کہ وہ پچاس کروڑ کا قرضہ حاصل کرنے کے لئے بہن کو سیاست میں ایک مہرہ بنائے گا۔

وہ ہمت غیرت مند تھا۔ یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ کوئی اس کی بہن کو ہاتھ لگائے۔ اس نے کمانڈر بیگ کو اسی لئے گولیوں سے اڑا دیا تھا کہ اس نے توبہ خانم کے لئے بری نیت کی تھی۔ لیکن اب دو باتیں اسے پریشان کررہی تھیں۔

ایک تو یہ کہ چودہ برس کی جنگ نے توبہ خانم کو اپنے گھر سے اور اپنے خاندان والوں سے دور رکھا تھا۔ کسی کو اس کی خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں ہے؟ زندہ بھی ہے یا مر چکی ہے؟ ان حالات نے بہن کو آزاد، مندی اور خود سر بنا دیا تھا۔ اسے جبراً گھر کی چار دیواری میں قید کر کے نہیں رکھا جاسکتا تھا۔

دوسری بات یہ تھی کہ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا اس کے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیوں اجنبی کے سامنے مجبور ہو جاتا ہے۔ توبہ خانم کے معاملے میں انکار کرنا چاہتا ہے مگر اقرار کرلیتا ہے۔ اس نے اجنبی سے وعدہ کیا ہے کہ بہن واپس آئے گی تو وہ اس سے ملاقات کرائے گا پھر وعدہ کرنے کے بعد سوچ رہا تھا کہ اس نے ایسی بے غیرتی کیوں کی ہے؟ وہ مجبور کیسے ہو جاتا ہے؟

دفتر کے ایک کمرے میں بیٹھنے کے بعد اس نے کہا "برادر جلال شاہ! مجھے افسوس ہے کہ آپ کو چند گھنٹوں کے لئے قیدی بن کر رہنا پڑا۔ میرے ساتھ ایسے حالات پیش آرہے ہیں کہ میں ایسا کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔"

جلال شاہ نے کہا "کوئی بات نہیں۔ میں آپ کو بہت پریشان دیکھ رہا ہوں۔ میری درخواست ہے کہ حضور ارسلان صاحب کے سامنے پریشانی بیان کریں یہ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ یہ....."

میں نے بات کاٹ کر کہا "جلال شاہ! خدا کے لئے ایسی تعریف نہ کرو۔ اتنا ہی تعارف کافی ہے کہ میں نجومی، دست شناس اور قیافہ شناس ہوں، کسی کی پریشانی دور نہیں کرسکتا۔ لیکن پریشانیوں کا حل بتا سکتا ہوں۔"

حاتم شہریار نے میری طرف ہاتھ بڑھا کر کہا "میرا ہاتھ دیکھو۔ اگر پریشانیوں کا حل بتا سکو تو یہی بہت ہوگا۔"

اس کا ہاتھ شیر کے پنجے کی طرح پھیلا ہوا اور بھاری بھرکم تھا پتا نہیں اس ہاتھ سے اُس نے کتنی گنیں، راکٹ لانچر اور کتنی توپیں چلائی ہوں گی۔ کتنے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہوگا اور یہ بھولتا رہا ہوگا کہ ایک دن اسے بھی موت کے گھاٹ اترنا ہے۔ یہ اٹل حقیقت ہے۔ کسی کو عزت سے اور کسی کو ذلت سے مرنا ہوتا ہے۔

میں نے پوچھا "پہلے تمہاری پریشانیاں بیان کروں یا زندگی کے حالات سننا چاہو گے؟"

"میرے حالات مجھے معلوم ہیں۔ میری پریشانیاں اور ان کا حل بیان کرو۔"

"سیاسی محاذ پر تمہیں کوئی مات نہیں دے سکتا تھا لیکن ایک غیر ملکی ایجنٹ ایک غلط راستے سے تم پر حاوی ہو رہا ہے۔"

"یہ درست ہے۔"

"وہ تمہارے گھر کے راستے تمہاری سیاست کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے اور فائدہ بھی۔"

وہ چونک کر بولا "گھر کے راستے سے؟ ہاں ہاں، تم بڑی حد تک اصل معاملے کو سمجھ رہے ہو۔"

"تمہیں یہ پریشانی ہے کہ اس کی بات نہیں مانو گے تو وہ مغربی

ممالک کی مالی امداد تمہارے مخالف لیڈر کو پہنچا دے گا۔"

"بالکل یہی بات ہے۔"

"اگر بات مان لو گے تو تم پر سے یہ الزام مٹا دیا جائے گا کہ پہلے تم روسی ایجنٹ تھے۔ تمہیں امریکا کی سرپرستی کے ساتھ بہت بھاری رقم بھی ملے گی۔ لیکن تمہارا ضمیر گوارا نہیں کر رہا ہے۔"

"تم واقعی ماہر دست شناس ہو' آگے بولو۔"

"تم ملک اور قوم کو امریکی پالیسیوں کے ذکر اثر لانا چاہتے ہو لیکن گھر کی عزت کو سیاست کی بیچ پر لانا نہیں چاہتے۔"

وہ غصے سے سرخ ہو کر بولا "اے پاکستانی! غصہ مت دلاؤ۔ بات کو پردے میں رکھ کر بولو۔"

"ہم بہت سی باتیں اسی لئے چھپا لیتے ہیں کہ سننے والے کو اپنی توہین محسوس ہوتی ہے اور وہ حقیقت سے انکار کرتے ہوئے ہمارے علم کو جھوٹا کہتے ہیں۔"

"تم اس کا حل پیش کرو۔"

"کیسے کروں؟ جبکہ ہاتھ کی لکیریں صرف یہ بتاتی ہیں کہ پریشان ہو مگر یہ نہیں بتاتیں کہ پریشانی کے پیچھے اصل بات کیا ہے۔ وہ بات معلوم نہیں ہوگی' اپنا مسئلہ نہیں بتاؤ گے تو حل کیسے پیش کروں گا!"

اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا "جلال شاہ! پلیز تھوڑی دیر کے لئے ذرا باہر چلے جاؤ۔"

وہ چلا گیا' اس نے کہا "وہ اجنبی امریکی ایجنٹ میری بہن تو بہ خانم کو مانگتا ہے۔"

"تم نے کیا جواب دیا ہے؟"

"میں اسے گولی مارنا چاہتا ہوں۔ اس کی بات سے انکار کرنا چاہتا ہوں۔ مگر نہ جانے کیسے بات مان لیتا ہوں۔ یہی پریشانی ہے کہ اس پر میرا زور نہیں چل رہا ہے۔ مجھے وہ کوئی جادوگر لگتا ہے۔ کسی غیبی قوت سے اپنے حق میں فیصلہ کراتا ہے اور میں اس کے حق میں بول پڑتا ہوں۔"

"ان حالات میں تم چاہتے ہو کہ غیرت بھی برقرار رہے اور ملک میں سیاسی برتری بھی قائم رہے۔"

"بالکل یہی چاہتا ہوں۔"

"پہلے تو یہ یقین کر لو کہ جو بھی تو بہ خانم کو جبراً حاصل کرنا چاہے گا وہ تباہ و برباد ہو گا اور فنا ہو جائے گا۔"

"یہی بات تم نے کمانڈر بیگ سے کہی تھی۔ کیا واقعی یہ سچ ہے؟"

"تم نے خود ہی کمانڈر کو جہنم میں بھیج دیا۔ کیا وہ تو بہ خانم پر بری نظر رکھنے والا فنا نہیں ہوا؟"

"ہاں ہاں' وہ فنا ہو گیا مگر اس شیطان کا کیا ہو گا جو میرے پیچھے پڑ گیا ہے؟"

"وہ بھی برباد ہو گا۔"

"وہ برباد ہو گا تو میرا بھلا نہیں ہو گا۔"

"کیا بہن کی بربادی چاہتے ہو؟"

"نہیں' ہرگز نہیں۔"

"مسٹر شہریار! پچھلی رات تمہاری بہن میری ہم سفر تھی۔ نے اس کے مقدر کا حال معلوم کیا ہے۔ اس کے ساتھ جو حماد ہے اس کے اور خانم کے ستارے خوب ملتے ہیں۔ جب تک ساتھ رہیں گے کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

وہ جھنجلا کر بولا "تم میرے بگڑنے اور بننے کی بات کرو۔"

"جس طرح بہن کا سودا نہیں کرنا چاہتے اسی طرح ملک قوم کا سودا نہ کرو۔ اس طرح عزت سے جی سکو گے۔"

"میں سیاست کی مسند پر عزت کمانا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر خانم کی ملاقات اس سے کراؤ۔ اگر وہ خانم کو طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو تمہارے ضمیر پر بوجھ رہے گا۔"

"تمہاری یہ بات کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔"

"تم اجنبی سے کہو کہ اپنی بہن پر جبر نہیں کرو گے۔ اس تمہاری غیرت قائم رہے گی کیونکہ تم یہ معاملہ خانم پر چھوڑ ہو۔ وہ راضی ہو کر اجنبی کے ساتھ جائے گی تو سمجھ لینا ایک اسے میکے سے رخصت ہونا تھا۔ سو وہ اپنی مرضی سے چلی اجنبی سے تمہاری سیاسی دوستی بھی قائم رہی۔"

"واقعی اس طرح میرے ضمیر پر بوجھ نہیں پڑے گا۔ بڑی ذہانت سے مشورہ دیا ہے۔"

وہ خوش ہوتے ہوتے پھر سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے پوچھ ہوا؟"

وہ مایوس سا ہو کر بولا "اگر وہ راضی نہ ہوئی۔ اجنبی کو کیا تو کیا ہو گا؟"

"اگر میں خانم کے قریب رہوں گا تو وہ اجنبی کو ضرور کرے گی۔"

"اگر ایسا ہو سکتا ہے تو میرے ساتھ گھر چلو اور وہیں قیام مجھے میزبانی کا شرف حاصل ہو گا۔"

ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ اس نے باہر آ کر جلال شاہ سے رابطہ کو نسل میں جا کر اپنی اور مسٹر ارسلان کی آمد کی رپورٹ ان کے مہمان خانے میں قیام کرو۔ مسٹر ارسلان میرے رہیں گے۔"

میں نے جلال شاہ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "شاہ! طور پر جدا ہو رہے ہیں۔ میں جلد ہی تمہارے پاس آ جاؤں گا۔"

وہ بڑی عقیدت کا اظہار کرتا رہا۔ میں حاتم شہریار کے اس کی قیمتی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ کار کے آگے پیچھے مسلح جوا گاڑیاں تھیں۔ جب وہ قافلہ وہاں سے چلنے لگا تو اچانک ہی سانس روک لی۔ کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔

میں نے لیلیٰ اور سلمان وغیرہ کے پاس جا کر پوچھا۔ کیا

میرے دماغ میں آنا چاہتے تھے؟ معلوم ہوا ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں آیا تھا۔ بات صاف ہوگئی۔ وہی اجنبی خیال خوانی کرنے والا بڑی دیر سے حاتم شہریار کے دماغ میں چھپ کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا اور اب میرے خیالات پڑھنے کی ناکام کوشش کے بعد واپس گیا ہوگا؟

حاتم شہریار نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

یہ دراصل وہی اجنبی اس کے ذریعے پوچھ کر میرے دماغ میں آنے کا ردعمل معلوم کرنا چاہتا ہوگا۔ میں نے جواب دیا "میں پاکستان سے آرہا ہوں۔ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور کا بڑا چرچا ہے۔ میں نے سنا ہے مجھ جیسے باؤی بلڈر اور سانسوں پر قابو رکھنے والے کے دماغ میں وہ نہیں آسکتا۔ میں حیران ہوں کہ وہ افغانستان پہنچا ہوا ہے بھی میرے اندر آنا چاہتا تھا۔"

اس نے پوچھا "کیا اس سے پہلے فرہاد کبھی تمہارے دماغ میں آیا تھا؟"

"ہاں' ایک بار میں لاہور کے آئی جی سے باتیں کررہا تھا۔ وہ آئی جی کے دماغ میں تھا۔ میرے پاس آیا تو میں نے سانس روک لی۔ اس نے آئی جی سے کہا' میں مسٹر ارسلان کے دماغ میں جاکر معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سچی پیش گوئی کیسے کرتے ہیں؟ میں نے کہا' مجھے افسوس ہے میں اپنے علم کا راز کسی کو نہیں بتا سکتا۔ میں فرہاد صاحب سے ان کی ٹیلی پیتھی کا راز نہیں پوچھتا ہوں' وہ بھی نہ پوچھیں۔"

حاتم شہریار نے پوچھا "پھر کیا ہوا؟"

حاتم شہریار کو ٹیلی پیتھی کے متعلق معلومات تھیں نہ دلچسپی۔ یہ سوالات اس کے اندر اجنبی کررہا تھا۔ میں نے جواب دیا "فرہاد نے آئی جی کے ذریعے مجھ سے پوچھا کہ میں اس کے مستقبل کی باتیں بتاؤں۔ میں نے کہا فرہاد صاحب' بہت لمبی عمر ہے تمہاری۔ لیکن کبھی افغانستان نہ جانا' وہاں تمہاری موت ہے۔ اس نے پوچھا' موت کیسے ہوگی؟ میں نے کہا' تمہارا کوئی پرانا دشمن اس لئے تم پر غالب آجائے گا کہ وہاں خوش قسمتی کا ستارہ تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔"

میں اتنا کہہ کر چند لمحوں کے لئے خاموش ہوا پھر حاتم شہریار کو دیکھ کر بولا "معلوم ہوتا ہے فرہاد کو میری پیش گوئی کا یقین نہیں آیا تھا اس لئے وہ یہاں آگیا ہے۔ اس دن کی طرح آج بھی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ برادر شہریار! وہ یہاں آگیا ہے۔ ٹھہرئے ذرا سوچنے دیجئے۔"

میں نے یونہی سوچنے کا بہانہ کیا پھر چونک کر پوچھا "برادر شہریار! آپ نے کہا تھا کہ آپ اس اجنبی کے سامنے بے بس ہوجاتے ہیں؟"

"ہاں' میں بے بس ہوجاتا ہوں۔"

"آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ اس کی بات ماننے سے انکار کرتے ہیں مگر بے اختیار بات مان لیتے ہیں!"

"ہاں ایسا ہوتا ہے۔ لیکن....."

"لیکن کو بھول جایئے۔ فرہاد کو یاد رکھئے۔ وہ آپ کے دماغ میں آتا ہے اور آپ کے انکار کو اقرار میں بدلتا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"برادر! وہ جو امریکی ایجنٹ بن کر آپ سے ملتا ہے اور آپ ہمیشہ پر بری نظر رکھتا ہے وہ کوئی عیسائی یا غیر مسلم نہیں ہے' مسلمان ہے' فرہاد ہے۔ حسین عورتوں کے معاملے میں بہت بڑا ہے۔ اس لئے وہ آپ کی عزت پر بھی کیچڑ اچھالنا چاہتا ہے۔ پورے یقین سے کہتا ہوں کہ وہ فرہاد ہے اور ابھی آپ کے دماغ میں موجود ہے۔"

"نہیں میرے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔"

"آپ سانس روکنا نہیں جانتے ہیں اس لئے آپ کسی کو خیال خوانی کرنے والے کو اپنے اندر محسوس نہیں کرتے ہیں۔ میری بات کا یقین کریں' وہ آپ کے دماغ سے ابھی میرے دماغ میں آیا تھا۔ میرے سانس روکتے ہی واپس چلا گیا ہے۔"

"کہاں چلا گیا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ شاید نہ گیا ہو' اب بھی آپ کے اندر موجود ہو۔"

"تم ایسی باتیں کررہے ہو جسے کوئی بھی صاحبِ عقل شخص نہیں کرے گا۔"

"آپ تسلیم نہ کریں۔ جب میری پیش گوئی کے مطابق فرہاد کی موت اس ملک میں ہوگی تو آپ کو یقین آجائے گا کہ آپ کو پریشان کررہا تھا۔"

پھر میں نے زبردستی حاتم شہریار کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مبارک ہو۔ آپ کی پریشانیاں خود ہی ختم ہوجائیں گی۔ یہاں وہ ضرور مرے گا۔"

"اگرچہ میں ٹیلی پیتھی وغیرہ کو بکواس سمجھتا ہوں لیکن تمہاری اس پیش گوئی سے خوش ہوں کہ جو بھی میرے لئے مصیبت بنا ہے' وہ مرجائے گا۔"

پھر وہ خاموش ہوکر سوچنے لگا۔ میں چپ چاپ اس کے اندر پہنچ گیا وہ خیال خوانی کرنے والا شہریار کے دماغ میں جاکر کچھ نہیں بولتا تھا۔ شہریار کی سوچ میں بول کر اُس سے اپنی مرضی کے مطابق عمل کراتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "کیا توبہ خانم اس اجنبی کو پناہ کرلے گی؟ اگر اس نجومی ارسلان کی پیش گوئی کے مطابق وہ کرلے گی تو میں اسے سچا نجومی مان لوں گا اور اسے ہمیشہ کے لئے اپنا مشیر بنالوں گا۔"

اس اجنبی کو یقین ہوگا کہ وہ توبہ خانم کے دماغ میں جاکر اس پر قبضہ جمانا کر اسے اپنی طرف مائل کرلے گا۔ میں نے پاپڑ بیلے "بیٹے! میں نے درست اندازہ لگایا تھا۔ حاتم شہریار بیٹھی کا چکر چل رہا ہے۔ اب ہمیں بھی ایک چکر چلانا پڑے گا۔"

"ضرور چلائیں گے۔ کیا سوچا ہے آپ نے؟"

"میں حاتم شہریار کا مہمان بن کر تمہارے پاس آرہا ہوں۔"

"پھر تو کمال ہورہا ہے۔"

"توبہ خانم کو اپنے اعتماد میں لو۔ اسے سمجھاؤ کہ شام کو جو مہمان اس سے ملنے آئے گا' اس سے وہ نفرت نہ کرے۔ اس کے ساتھ جانے کے لئے راضی ہوجائے۔"

"وہ بڑی زہریلی ہے۔ ایسی بات پسند نہیں کرے گی۔ پھر بھی میں اسے سمجھاؤں گا۔"

اس نے انٹرکام کے ذریعے توبہ خانم کو مخاطب کیا "ہیلو توبہ! مہمان خانے میں آسکتی ہو؟"

"یہ مجھے یاد کیوں کیا جارہا ہے؟"

"ایک اہم مسئلے پر بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا ابھی آئی۔"

وہ ریسیور رکھ کر سوچنے لگی۔ اس کی سوچتی ہوئی آنکھوں میں چھپی چھپی سی مسکراہٹ تھی۔ اس کے فولاد جیسے دل نے کبھی نازک جذبوں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ مگر اب وہ کچھ محسوس کرنے لگی تھی۔ اور جو محسوس ہوتا تھا اسے واضح طور پر سمجھ نہیں پاتی تھی۔

وہ مہمان خانے میں کھنچی چلی آئی لیکن عادت کے مطابق سنجیدہ رہی۔ دروازے پر رک کر بولی "وہ اہم مسئلہ کیا ہے؟"

"دروازے پر یوں رک گئی ہو جیسے مسئلے نے ڈنک مارنا چاہا تو فوراً بھاگ جاؤ گی۔"

"تو اندر آگئی' اب بولو۔"

"میں یہاں سے جانا چاہتا تھا۔ تم نے کہا تھا مجھے تنہا جانے نہیں دوگی۔"

"ہاں کہا تھا۔ اب بھی کہہ رہی ہوں۔"

"تمہارے بزرگ یہاں سے تمہیں نکلنے دیں گے؟"

"وہ تو شاید مجھے کسی کے حوالے کرکے اپنی سیاسی برتری قائم رکھنا چاہتے ہیں۔"

"وہ کون ہے جس کے حوالے تمہیں کیا جاسکتا ہے؟"

"کوئی بھی ہو مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"اس میں دلچسپی لو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"کچھ سوچ سمجھ کر ہی کہہ رہا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ گھر چھوڑ کر جاؤ گی تو تمہارا بھائی میرے خلاف سیاسی قوت استعمال کرے گا۔ اگر بھائی کی مرضی سے اس اجنبی کے ساتھ جاؤ گی تو میں اجنبی کے گھر سے تمہیں لے جاؤں گا۔ ایسے وقت تمہارے بھائی کا تم پر کوئی حق نہیں ہوگا۔ کیونکہ سودا گر فروخت کئے ہوئے مال کی واپسی کا تقاضا نہیں کرتا۔"

"ہمت زبردست آئیڈیا ہے۔ میں تمہاری پلانگ پر عمل کروں گی۔"

"وہ اجنبی آئے تو تم اسے پسند کروگی پھر وہ جہاں لے جائے وہاں جاؤ گی۔"

"تم کہاں رہو گے؟"

"میں ابھی یہاں سے جارہا ہوں۔ جب تم اجنبی کی رہائش گاہ میں پہنچو گی تو میں وہاں موجود رہوں گا۔"

"تم پھر اکیلے جانا چاہتے ہو۔"

"میں بچہ نہیں ہوں۔ کہیں کھو نہیں جاؤں گا۔ کھو گیا تو اپنے آپ کو ڈھونڈ لوں گا۔"

اسی وقت ہماری گاڑیاں حویلی کے احاطے میں داخل ہوئیں۔ توبہ خانم اور پارس مہمان خانے سے باہر آئے۔ میں شہریار کے ساتھ کار سے اترا۔ توبہ خانم نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "برادر! میں صبح سے کئی بار فون کرچکی ہوں' کیا آپ کو بہن سے ملاقات کرنے کی فرصت نہیں ملتی؟"

حاتم شہریار نے پارس کو ناگواری سے دیکھ کر پوچھا۔ "تم

موسیقی کی اَ، ب، ت کا قاعدہ
گانا سیکھنے کیلئے نہایت موزوں کتاب

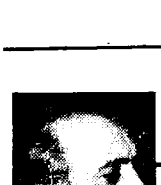

ابجدِ موسیقی

پروفیسر کے نامور گلوکار مہدی حسن کہتے ہیں کہ:
یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتا ہے۔ یہ کتاب بہت آسان اور عام فہم انداز میں لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتا ہے۔ یہ کتاب بہت آسان اور عام فہم انداز میں لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتا ہے۔

موسیقی کے اُستاد نظام الدین خاں کہتے ہیں کہ:
اس کتاب کو پڑھ کر ان لوگوں کے چہرے خوشی سے کھل اُٹھیں گے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بس کی بات نہیں کہ وہ گانا سیکھ سکیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لیے یہ خوش خبری ہے کہ اب وہ گانا سیکھ سکتے ہیں۔ اس کتاب کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتا ہے۔

میرے خاص شاگرد ان لوگوں کے لیے یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتے ہیں۔

اس کتاب کے بارے میں ریڈیو پاکستان کے نامور گلوکار مہدی حسن کہتے ہیں کہ:
یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتا ہے۔ یہ کتاب بہت آسان اور عام فہم انداز میں لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتا ہے۔ یہ کتاب بہت آسان اور عام فہم انداز میں لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتا ہے۔

موسیقی کے اُستاد نظام الدین خاں کہتے ہیں کہ:
اس کتاب کو پڑھ کر ان لوگوں کے چہرے خوشی سے کھل اُٹھیں گے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بس کی بات نہیں کہ وہ گانا سیکھ سکیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لیے یہ خوش خبری ہے کہ اب وہ گانا سیکھ سکتے ہیں۔ اس کتاب کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتا ہے۔

میرے خاص شاگرد ان لوگوں کے لیے یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتے ہیں۔

موسیقی کے اُستاد نظام الدین خاں کہتے ہیں کہ:
اس کتاب کو پڑھ کر ان لوگوں کے چہرے خوشی سے کھل اُٹھیں گے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بس کی بات نہیں کہ وہ گانا سیکھ سکیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لیے یہ خوش خبری ہے کہ اب وہ گانا سیکھ سکتے ہیں۔ اس کتاب کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتا ہے۔

میرے خاص شاگرد ان لوگوں کے لیے یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتے ہیں۔

موسیقی کے اُستاد نظام الدین خاں کہتے ہیں کہ:
اس کتاب کو پڑھ کر ان لوگوں کے چہرے خوشی سے کھل اُٹھیں گے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بس کی بات نہیں کہ وہ گانا سیکھ سکیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لیے یہ خوش خبری ہے کہ اب وہ گانا سیکھ سکتے ہیں۔ اس کتاب کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتا ہے۔

میرے خاص شاگرد ان لوگوں کے لیے یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو گانا سیکھنا چاہتے ہیں۔

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس سید ایسوسی ایشن پوسٹ بکس
آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی

مہمان خانے میں کیوں گئی تھیں؟"

وہ اس سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے' مجھے دیکھتے ہوئے خوش ہو کر بولی "آہا! مسٹرارسلان! آپ کو اچانک یہاں دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے میں بیان نہیں کرسکتی۔"

حاتم شہریار نے بہن کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے پوچھا "تم سب کے سامنے میرے سوال کو نظرانداز کر رہی ہو؟ بتاؤ مہمان خانے میں کیوں گئی تھیں؟"

وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بولی "اس سوال سے پہلے یہ پوچھیں کہ اغوا ہونے کے بعد دو دن کس کس کے مہمان خانوں میں رہ کر آئی ہوں؟ پھر اس سے بھی پہلے پوچھیں کہ ریڈ کراس شفاخانے میں کتنے جوانوں کے ساتھ رہتی تھی ہوں اور اس سے بھی پہلے پوچھیں کہ روسیوں نے مجھے تاشقند کے جیل خانہ میں پہنچا کر میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ غیرت مند بھائی بننا ہے تو بہن کا تمام ریکارڈ سامنے رکھ کر غیرت کا مظاہرہ کریں۔ اپنے ہی گھر کے مہمان خانے میں دو گھڑی گزارنے کی رپورٹ حاصل کرکے ضمیر کا کون سا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں؟"

وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ آہستگی سے بولا "تم بہت منہ زور ہوگئی ہو۔" پھر وہ مجھ سے بولا "مسٹرارسلان! آپ مہمان خانے میں اس نوجوان۔ کے ساتھ کچھ وقت گزاریں' میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ حویلی کی طرف جانے لگا تو بہ خانم نے آواز دی "برادر! رک جائیں۔"

وہ رک گیا پلٹ کر بولا "کوئی مجھے پیچھے سے آواز دینے کی جرات نہیں کرتا ہے۔ بولو کس لئے آواز دی ہے۔"

"حماد نے جان پر کھیل کر مجھے دشمنوں سے بچایا ہے' آپ پہلے اس جوان کا شکریہ ادا کریں تب حویلی میں جائیں۔"

"تم مجھے حکم دے رہی ہو؟"

"نہیں اخلاق اور تہذیب یاد دلا رہی ہوں۔"

"یو شٹ اپ! برسوں سے سیکڑوں ہزاروں مجاہدین ہماری حفاظت کے لئے جان پر کھیلتے رہے ہیں۔ وفاداروں اور نمک خواروں کا شکریہ ادا نہیں کیا جاتا' انہیں انعام دیا جاتا ہے۔ میں اس جوان کو بھی کوئی انعام دے دوں گا۔"

"میں اس انعام پر تھوک دوں گی۔ یہ آپ کا نمک خوار نہیں میرا یار ہے۔"

"کیا؟" وہ گرجتا ہوا بولا "تم نے کیا کہا؟ کیا تم یار کا مطلب سمجھتی ہو؟"

"سمجھتی ہوں' یار کے معنی ہیں دوست' جان کا محافظ۔ یار ایک ایسا لفظ ہے جس کا مطلب ہر شخص اپنی نیت کے مطابق سمجھتا ہے۔ آپ کیا سمجھ رہے ہیں برادر؟"

"تم میرا وقت برباد کر رہی ہو۔ حویلی میں چلو۔"

وہ بھائی کی طرف بڑھتی ہوئی بولی "اگر آپ نے حویلی میں جانے سے پہلے حماد کا شکریہ ادا نہ کیا تو میں اس اجنبی کی بے عزتی کروں گی جو یہاں آنے والا ہے۔"

حاتم شہریار خوب اکڑ رہا تھا۔ اچانک غبارے سے ہوا نکل گئی۔ اسے یاد آیا کہ توبہ خانم نے اجنبی کو پسند نہ کیا اور اس کی انسلٹ کی تو وہ سیاست' عزت اور وقار کی بازیاں ہار جائے گا۔

وہ مسکراتا ہوا پارس کے پاس آکر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "یہ میری بہن انگارے چباتی ہے اور غصہ دکھاتی ہے' اتنا بھی نہیں سوچتی کہ میرے سر پر کام کا بوجھ رہتا ہے۔ ہزار طرح کی مصروفیات میں گھرا رہتا ہوں۔ ایسے میں شکریہ ادا کرنے کا موقع نہ ملے تو مجھے غلط نہیں سمجھنا چاہئے۔ بہرحال میں دل کی گہرائیوں سے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" پھر وہ پلٹ کر بہن سے بولا "غصہ تھوک دو۔ میں نے تمہاری بات مان لی ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم بھی میری باتیں مانتی رہو گی۔"

ایک مسلح گارڈ نے آکر اطلاع دی "آقا کا اقبال بلند ہو۔ مسٹر فریزر تشریف لائے ہیں۔"

حاتم شہریار نے جلدی سے توبہ خانم کا ہاتھ تھام کر کہا "وہ آگیا ہے۔ تم میری اچھی بہن ہو۔ پلیز اس کے ساتھ بدتمیزی نہ کرنا۔"

تمام مسلح افراد احاطے کے گیٹ کے اندر دو قطاروں میں مستعد کھڑے ہوگئے تھے۔ ایک قیمتی مرسڈیز گیٹ کے اندر داخل ہو رہی تھی۔ تمام گارڈز ایڑیاں بجا کر سلیوٹ کر رہے تھے۔ مرسڈیز کار کی کھڑکی کے شیشے کلر ڈ تھے۔ اندر بیٹھنے والا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ کار ایک جگہ آکر رک گئی۔ حاتم شہریار استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ ایک مسلح گارڈ نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ہم سب نے تجسس بھری نظروں سے ادھر دیکھا۔ ادھر جیسے لاٹری نکل رہی تھی۔

پھر میں ایک دم سے چونک گیا۔ پچھلی سیٹ سے نکلنے والا فرد علی تیمور تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے میں نظر آرہا تھا۔

پھر اس کار کا دوسری طرف والا پچھلا دروازہ کھلا' اب بھلا چونکا دینے والی بات کیا رہ گئی تھی؟ مگر رہ گئی تھی۔ دوسرے دروازے سے پارس باہر آیا۔

میرے بیٹے پارس نے چونک کر آنے والے پارس کو دیکھا۔ پھر ہم باپ بیٹے نے ایک بار خود کو اور ایک بار آنے والے باپ بیٹے کو دیکھا۔

غضب کا تماشا ہوگیا۔ باپ بیٹے دو دونی چار ہو گئے۔

ہماری زندگی میں ایسے بے شمار عجیب تماشے ہو چکے ہیں

ہم بھی کئی بار اپنے چہروں پر دشمنوں کے چہرے بناتے رہے ہیں اور انہیں فریب دیتے رہے تھے اور یہی طریقہ کار دشمن بھی اختیار کرتے ہیں۔ ہمارا چہرہ اور ہمارا نام اپنا کر ہمارے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ وہ ایسا کئی بار کرچکے ہیں۔ ابھی حال ہی کی بات ہے' جان لبوڈا کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت بی جی تھہال نے میرا نام استعمال کیا تھا اور فرہاد علی تیمور بن کر بے چاری فرموزا کو پریشان کرتا رہا تھا۔

لیکن یہ موجودہ معاملہ ذرا مختلف تھا۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا کہ ہم باپ بیٹے کے سامنے دشمن بیک وقت ہم باپ بیٹے کے مثل بن کر آئیں۔ یعنی فرہاد کے سامنے نقلی فرہاد اور پارس کے سامنے نقلی پارس نمودار ہوئے تھے۔

یہ اچھا ہوا کہ ہم باپ بیٹے اصلی روپ میں نہیں تھے ورنہ ہم چاروں مثل وہاں موجود افراد کے سامنے تماشا بن جاتے۔ پارس حواس باختہ ہوا تھا۔ اور میں ارسلان کے نام اور چہرے سے پہچانا جاتا تھا۔ وہ نقلی فرہاد اور نقلی پارس ہمیں اصلی روپ میں دیکھ لیتے تو وہیں ان کے بارہ بج جاتے۔ پھر ان لمحات میں امن وسکون نہ رہتا۔ ایک دوسرے کے سامنے بھید کھلتے ہی ہم اپنی اپنی بقا کے لئے جنگ شروع کردیتے۔

ان نقلی فرہاد اور نقلی پارس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کا انگریز تھا۔ اس نے حاتم شہریار سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "ویل مسٹر حاتم! کیا تم اس بین الاقوامی شہرت کے مالک فرہاد علی تیمور کو جانتے ہو؟"

حاتم نے چونک کر نقلی فرہاد کو دیکھا۔ میں نے تھوڑی دیر پہلے حاتم شہریار سے کہا تھا کہ میں فرہاد کو جانتا ہوں اور یہ بھی بتایا تھا کہ لاہور میں آئی جی کے ذریعے فرہاد میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا لیکن میں نے اپنے اندر آنے نہیں دیا اور ایک نجومی کی حیثیت سے پیش گوئی کی کہ فرہاد کبھی افغانستان نہ جائے۔ اگر جائے گا تو اس کی زندگی مختصر ہوجائے گی۔ وہ وہاں سے زندہ واپس نہیں آئے گا۔

حاتم نے بناسپتی فرہاد سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔ اگرچہ میں ٹیلی پیتھی کے علم پر زیادہ یقین نہیں رکھتا۔ تاہم مسٹرارسلان سے مل کر کچھ یقین کرنے لگا ہوں۔ ان کے لئے' یہ میرے مہمان مسٹرارسلان ہیں۔"

وہ مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "اچھا آپ ہیں مسٹر ارسلان؟ میں نے لاہور کے آئی جی کے ذریعے تمہاری گفتگو سنی تھی۔ تم نے میری موت کی پیش گوئی کی تھی کہ میں افغانستان آؤں گا اور مرجاؤں گا۔ دیکھو میں زندہ ہوں۔"

میں نے کہا "ہر زندہ شخص یہی کہتا ہے کہ ابھی میں مرنے والا نہیں ہوں اور موت مسکراتی ہے کہ تم جینے والے نہیں ہو۔"

اس نے پوچھا "مسٹرارسلان! تم نے کبھی موت کا ارادہ بدلتے دیکھا ہے؟"

میں نے کہا "موت اٹل ہوتی ہے۔"

"ہوتی ہوگی لیکن میرے سامنے اپنے ارادے بدل دیتی ہے۔ اپنے علم سے تقدیر کا حال بتاتے ہو اور میں تدبیر سے حال چال بدل کر رکھ دیتا ہوں۔"

اس کے دعوے پر ہنسی آئی۔ کیونکہ میں کوئی نجومی نہیں تھا۔ میں نے کوئی پیش گوئی نہیں کی تھی۔ بس حاتم سے یونہی جھوٹ کہہ دیا تھا لیکن حالات بتا رہے تھے کہ جھوٹ سچ ہونے والا ہے۔ میری ناکردہ پیش گوئی کے مطابق وہ نقلی فرہاد افغانستان میں مرنے کے لئے آگیا تھا۔

وہ جس انگریز کے ساتھ آیا تھا اس کا نام جیک چارلٹن تھا۔ جیک چارلٹن نے نقلی پارس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ان سے ملیں' یہ مسٹر فرہاد کے صاحب زادے پارس ہیں۔"

میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو مخاطب کیا۔ "حماد! ادھر آؤ اور مسٹر پارس سے ملاقات کا شرف حاصل کرو۔"

پارس نے قریب آکر اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "میں نے سنا ہے آپ لوگ مسٹر حاتم کی ہمشیرہ توبہ خانم کا رشتہ مانگنے آئے ہیں۔ باپ بیٹے کو دیکھ کر سوال پیدا ہوتا ہے' باپ شادی کرنا چاہتا ہے یا بیٹا؟"

جیک چارلٹن نے کہا "مسٹر فرہاد ابھی تک جوان نظر آتے ہیں۔ اس لئے تم یہ سوال کر رہے ہو لیکن پارس بھی اپنے باپ کی طرح عاشق مزاج ہے۔ توبہ خانم سے عشق کرتا ہے۔"

نقلی فرہاد نے کہا "بائی دی وے' یہ حماد اور حاتم شہریار کا معاملہ ہے۔ تم لوگ اس معاملے میں مت بولو۔"

نقلی پارس نے اپنے نقلی باپ سے کہا "پاپا! میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ جس حسینہ کو میں حاصل کرنے آیا ہوں اس کے ساتھ ابھی یہ حماد کیوں کھڑا ہوا تھا۔ ان کا آپس میں کیا رلیشن ہے؟"

توبہ خانم نے آگے بڑھ کر کہا "میں بتاؤں کہ حماد سے میرا رشتہ کیا ہے؟"

حاتم نے جلدی سے بہن کا ہاتھ پکڑ کر کہا "پلیز تم کچھ نہ بولو۔ اندر چلو۔"

اس لمحہ توبہ خانم نے یکبارگی سانس روک لی۔ پھر سانس لیتے ہوئے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر کہا "پتا نہیں اچانک میری سانس کیوں رک گئی تھی؟"

یہ بات پارس نے سمجھ لی۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے توبہ خانم کے دماغ کو پرائی سوچ کی لہروں کے خلاف لاک کردیا تھا اور ابھی نقلی فرہاد نے اس کے دماغ میں جانے کی ناکام کوشش کی ہوگی۔

اتنے میں پارس نے اچانک سانس روک لی۔ پھر سانس لیتے ہوئے بناسپتی فرہاد سے کہا "جو پوچھنا چاہتے ہو' پوچھو۔ میں سامنے کھڑا ہوا ہوں۔ میرے دماغ میں کیوں آنا چاہتے ہو؟"

توبہ خانم نے کہا "حماد! ابھی میں نے دیکھا ہے تم نے سانس روک لی تھی۔ ابھی میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔"

پارس نے کہا "میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے

والا میرے دماغ میں آئے تو میں فوراً سانس روک لیتا ہوں۔ اس طرح وہ آنے والا ہمارے اندر رہ کر ہمارے خیالات نہیں پڑھ پاتا۔"

توبہ نے پوچھا "ابھی میں نے جو سانس روکی تھی تو کیا میرے دماغ میں بھی کوئی آیا تھا؟"

میں نے کہا "ہاں' یہ مسٹر فرہاد تمہارے خیالات پڑھنے آئے تھے لیکن تمہارے سانس روکنے کے باعث واپس چلے گئے۔"

توبہ نے ناگواری سے حاتم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "برادر! یہ کون ہوتا ہے میرے خیالات پڑھنے والا۔ میں یہ برداشت نہیں کروں گی۔"

میں نے کہا "خانم! تمہارے ساتھ خدا ہے۔ اس لئے تمہارے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا۔ غصہ تھوک دو۔"

نقلی فرہاد نے پوچھا "مسٹر حاتم! کیا تمہاری بہن یوگا جانتی ہے۔"

حاتم نے کہا "میں اپنی بہن کے متعلق بہت کم جانتا ہوں۔ اس نے حالات سے مجبور ہو کر ہمیشہ ہی گھر سے دور رہ کر زندگی گزاری ہے۔ یہ ہمیشہ بارود سے اور ہتھیاروں سے کھیلتی رہی ہے۔"

نقلی فرہاد نے مطمئن ہو کر کہا "اسی لئے سانسوں کو اپنے کنٹرول میں رکھتی ہے۔"

میں پارس کے ساتھ مہمان خانے میں آگیا۔ وہ لوگ حویلی کے اندر آگئے اور ایک بڑے سے بیٹھک ہال میں جا کر صوفوں پر بیٹھ گئے۔ میں حاتم کے دماغ میں رہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ نقلی پارس کہہ رہا تھا "مجھے حماد اور ارسلان کھٹک رہے ہیں۔"

جیک چارلٹن نے پوچھا "کیوں کھٹک رہے ہیں؟"

"پتا نہیں۔ میری چھٹی حس کہتی ہے' یہ زبردست لوگ ہیں۔ ان کا تعلق ہمارے دشمنوں سے ہوگا۔"

حاتم نے ہنستے ہوئے کہا "یہ پاکستانی ہیں' میں نے کاغذات دیکھے ہیں یہ ایک ہفتے کے دورے پر یہاں آئے ہیں۔"

نقلی فرہاد نے بھی ہنستے ہوئے کہا "دراصل ہمارے پارس کو یہ اندیشہ ہے کہ حماد کہیں توبہ کو بھگا کر نہ لے جائے۔"

حاتم نے کہا "پلیز مسٹر فرہاد! آپ اس انداز میں میری بہن کے بھاگنے کی بات نہ کریں۔ ایسی باتوں سے ہماری غیرت جوش مارتی ہے۔"

جیک چارلٹن نے ایک سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا "مسٹر حاتم درست کہتے ہیں۔ تم لوگ مس خانم کی فکر نہ کرو۔ یہ ہمارے ساتھ جائے گی۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس لڑکی کا برین واش کرو گے تو یہ تیز طرار لڑکی ہمارے بہت کام آئے گی۔"

میں نے حاتم کے ذریعے جیک چارلٹن کو سگریٹ کا کش لگاتے دیکھا تو یقین ہو گیا کہ وہ یوگا نہیں جانتا ہے۔ سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ یہ تو معلوم ہی تھا کہ وہ امریکا کا سیاسی دلّال ہے۔ کابل میں امریکی مفادات کے مطابق عبوری حکومت میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے اور اس مقصد کے لئے حاتم شہریار جیسے مردوں کو استعمال کیا کرتا ہے۔

میں نے نقلی فرہاد اور نقلی پارس کے متعلق معلوم کیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ان دونوں کو سپر باسٹر نے وہاں بھیجا ہے۔ وہ کون ہیں؟ یہ جیک چارلٹن نہیں جانتا تھا۔ اتنا جانتا تھا کہ وہ دونوں خیال خوانی کرتے ہیں۔ میرے اپنے اندازے کے مطابق ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا فریزر تھا۔ جان لمبوڈا نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے فریزر کو میرا ماسٹل بنایا تھا۔ اسے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دیا تھا۔

یہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے' لمبوڈا اسے میرا ہم شکل بنا کر کسی خاص موقع پر میرے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا لیکن ایسا کوئی موقع نہیں ملا تھا۔ اس لئے فی الحال اسے افغانستان بھیج دیا گیا تھا۔ اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی' سپر باسٹر نے سوچا ہوگا کہ فرہاد پاکستان میں ہے۔ نئے اسلامی ممالک افغانستان اور ازبکستان کی طرف آسکتا ہے۔ اس لئے فریزر کو پہلے سے فرہاد بنا کر بھیج دیا گیا تھا تاکہ اسلامی ممالک کے سربراہ اور عوام مجھے اسلام دشمن تخریب کار سمجھ لیں۔

وہ دوسرا خیال خوانی کرنے والا جو پارس بن کر آیا تھا' وہ جان لمبوڈا کا خاص ماتحت پاسکو روٹ تھا۔ پچھلے دنوں سلمان نے امریکا میں پاسکو روٹ کو ٹریپ کیا تھا۔ اسے اپنا معمول بنایا تھا۔ میں نے بھی اس کی آواز اور لہجے کو سنا تھا۔ مجھے یاد آگیا کہ یہ نقلی پارس وہی ہے کیونکہ وہ یہاں بھی اپنے اصل لہجے میں بول رہا تھا۔

اب پاسکو روٹ ہمارا تابعدار اور معمول نہیں رہا تھا۔ سونیا ثانی اسے ہمارے شکنجے سے نکال کر لے گئی تھی۔ میں نے پارس کو ان دونوں نقلی باپ بیٹے کے متعلق بتایا۔ اس نے کہا "وہ دونوں مجھے پُراسرار اور خطرناک سمجھ رہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ میرے خلاف کوئی قدم اٹھائیں۔ مجھے یہاں سے چلے جانا چاہئے۔"

میں نے تائید کی "یہی مناسب ہے۔ ان سے دور رہ کر ان کا تعاقب کرو۔ اور وہاں پہنچو' جہاں یہ توبہ خانم کو لے جانے والے ہیں۔"

وہ پہلے ہی تیار بیٹھا تھا۔ اپنا بیگ اٹھا کر مہمان خانے سے باہر گیا۔ باہر جگہ جگہ سیکیورٹی گارڈز تھے۔ احاطے کے مین گیٹ پر سیکیورٹی افسر نے پوچھا "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

پارس نے پوچھا "کیا اپنی مرضی سے باہر جانا منع ہے؟"

"مرضی کی بات نہیں ہے۔ آپ کے سلامتی کے لئے روانہ جا رہا ہے۔"

میری سلامتی کو کیا خطرہ ہے؟"

"آپ جانتے ہیں یہاں خانہ جنگی جاری ہے۔ حویلی کے باہر لوگ کس کا دشمن ہے' کس کی گولی کہاں سے آکر لگے گی یہ آپ جیسے اجنبی مہمان کو خبر نہیں ہوگی اور خبر ہونے سے پہلے موت آجائے گی۔"

پارس نے کہا "مسٹر حاتم سے میری بات کراؤ۔"

افسر نے کیبن میں آکر انٹر کام سے رابطہ کیا' پھر کہا "آقا! یہ سٹرجاد حویلی سے باہر جانا چاہتے ہیں اور آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

حاتم نے کہا "بات کراؤ۔"

افسر نے ریسیور بڑھایا۔ پارس نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ "مسٹر حاتم! میں آپ کی خواہش پوری کر رہا ہوں۔ میرے یہاں سے جانے میں آپ کا فائدہ ہے۔"

میں حاتم کے اندر تھا وہ میری مرضی کے مطابق بولا "ہاں ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو۔ سیکیورٹی افسر کو ریسیور دو۔"

افسر نے پھر ریسیور لیا۔ وہاں سے حکم سنا پھر کہا "آپ جا سکتے ہیں۔"

پارس گیٹ سے باہر چلا گیا۔ ہمارا گائیڈ جلال شاہ اسی شہر میں تھا۔ وہ مصالحتی کونسل کا ایک عہدے دار بھی تھا۔ پارس کے پاس جا رہا تھا اگر حاتم یا نقلی فرہاد کوئی نقصان پہنچانا چاہتے تو جلال شاہ ہتھیاروں اور اپنے جانبازوں کے ساتھ اس کے لئے ڈھال بن سکتا تھا۔

حاتم شہریار نقلی پارس سے کہہ رہا تھا "مسٹر پارس! آپ کو حماد کی موجودگی پر اعتراض تھا۔ ابھی سیکیورٹی افسر نے بتایا ہے کہ وہ یہاں سے چلا گیا ہے۔"

فریزر عرف نقلی فرہاد سیدھا ہو کر بیٹھ گیا' پھر بولا "وہ اچانک کیوں چلا گیا؟ اس کی موجودگی بھی کھٹک رہی تھی' اس کا جانا بھی کھٹک رہا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے آپ لوگوں کے آنے سے پہلے اسے وارننگ دی تھی کہ یہاں سے چلا جائے ورنہ نقصان اٹھائے گا۔ اسی لئے وہ چلا گیا ہے۔ آپ کسی طرح کی فکر نہ کریں۔"

"ٹھیک ہے لیکن یہ ارسلان کیوں رہ گیا ہے؟"

حاتم نے جیک چارلٹن سے کہا "مسٹر جیک! آپ انہیں سمجھائیے' ارسلان میرا مہمان ہے۔ میں اسے یہاں لایا ہوں۔ خواہ مخواہ کے اعتراضات میں وقت ضائع کیا جا رہا ہے۔"

جیک چارلٹن نے کہا "مسٹر فرہاد! اگر آپ کو شبہ ہے تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو حماد کے تعاقب میں لگا دیں۔ یہاں ارسلان کی نگرانی کے لئے سیکیورٹی گارڈز کافی ہیں۔"

فریزر آنکھیں بند کر کے خاموش رہا۔ میں نے پارس کے پاس آکر کہا "فریزر کے آدمی تمہاری تلاش میں ہیں پھر تمہاری کڑی نگرانی ہوگی۔"

"انہیں آنے دیں بابا! میں نٹ لوں گا۔"

میں پھر دشمنوں کی محفل میں آیا۔ نقلی پارس یعنی پاسکو روٹ کہہ رہا تھا "بہتر ہے ہم اپنی باتیں کریں۔ مس توبہ نظر نہیں آرہی ہیں۔"

"آپ سے شرماری ہیں۔ اگرچہ جنگجو مزاج ہے۔ پھر بھی اس میں مشرقی شرم و حیا ہے۔"

"ہمیں اس کا یہی جنگجو مزاج پسند ہے۔ ہماری ٹریننگ کے بعد وہ ہماری سیاسی بساط پر بہت کام آئے گی۔"

پاسکو روٹ نے کہا "مسٹر حاتم! آپ کا خاندان ماڈرن ہے پھر توبہ گھر کی چار دیواری میں رہنے والی لڑکی نہیں ہے۔ پلیز ہمیں ایک دوسرے سے تنہائی میں ملنے اور گفتگو کرنے کا موقع دیں۔"

حاتم یہ نہیں چاہتا تھا لیکن میں چاہتا تھا۔ اس نے ملازمہ کو بلا کر کہا "خانم بی بی سے کہو کہ مسٹر پارس ہیٹنگ روم میں آرہے ہیں۔ لہٰذا ان کی خاطر تواضع کی جائے۔"

ملازمہ چلی گئی۔ پھر واپس آکر پاسکو روٹ سے بولی "تشریف لائیے۔"

میں نے توبہ خانم کے پاس آکر خیالات پڑھے۔ وہ سوچ رہی تھی "گدھے کا بچہ مجھ سے عشق کرنے آیا ہے۔ آج کے بعد میں اسے کسی سے عشق کے قابل ہی نہیں رہنے دوں گی۔"

پہلے میں نے سوچا تھا توبہ کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلاؤں تاکہ اس کے دماغ میں جگہ مل سکے لیکن اس سلسلے میں توبہ کو مائل نہیں کرنا پڑا۔ اس نے خود ہی طے کیا تھا کہ اس پارس کے بچے سے ایسا سلوک کرے گی جس کے بعد وہ کسی بھی توبہ کے پاس جانے سے پہلے توبہ توبہ کرے گا۔

میں حاتم شہریار کے پاس آگیا تاکہ فریزر کی باتیں سن سکوں اور فریزر اور جیک چارلٹن کو وہیں مصروف رکھوں۔ ایک اندیشہ تھا کہ فریزر خیال خوانی کے ذریعے کسی وقت بھی پاسکو روٹ سے رابطہ

کرے گا تو توبہ کی کسی حرکت سے چونکنا ہو جائے گا۔

وہ تینوں کابل کی موجودہ سیاست پر گفتگو کر رہے تھے۔ مجھے خشک اور پیچیدہ سیاست سے دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی میں اپنے قارئین کو بور کرنا چاہتا ہوں لیکن ایسی سیاسی چالبازیاں جن کا تعلق میرے داستان سے ہو انہیں ضرور بیان کروں گا۔

ان تینوں کے لئے وہ مجاہدین دردِ سر بنے ہوئے تھے جو سچے افغانی اور محبِ وطن تھے۔ ایک آزاد مملکت قائم کرنے کے لئے چودہ برس سے طویل جنگ لڑتے آرہے تھے۔ انہوں نے روس جیسی سُپر طاقت کو اپنے ملک سے بھگا دیا تھا۔ جسمانی طور پر لڑنے والی جنگ میں وہ بڑے بڑے دشمن ممالک کو شکست دے سکتے تھے لیکن سامراجی سیاسی چالبازیوں کو نہیں سمجھ پاتے تھے۔

یہ سبھی جانتے تھے کہ حاتم شہریار اور جیک چارلٹن سیاسی دلّال ہیں لیکن کوئی انہیں اپنے ملک سے نہیں نکال سکتا تھا کیونکہ وہ اس امریکا کے زیرِ سایہ تھے جس نے روس کو بھگانے میں ان کی مدد کی تھی۔

اب جیک چارلٹن کہہ رہا تھا "مسٹر حاتم! تم موجودہ عبوری حکومت میں ہو' یہ حکم منظور کراؤ کہ کابل شہر کے اندر کسی شخص یا گروہ کے پاس اسلحہ نہیں رہے گا۔ جن کے پاس اسلحہ ہے وہ اسلحہ جمع کرادیں یا شہر سے باہر چلے جائیں۔"

فریزر نے کہا "اس طرح مجاہدین بھی اپنے اسلحے کے ساتھ شہر میں نہیں رہ سکیں گے۔ وہ نہتے ہوں گے تو ہمارے دباؤ میں رہیں گے۔"

جیک نے کہا "یہاں صرف سرکاری فوج مسلح رہے گی اور اس فوج پر ہمارا پورا کنٹرول رہے گا۔"

حاتم نے کہا "اس حکم پر عمل کرانا بہت مشکل ہوگا۔ مجاہدین چودہ برس سے چھوٹے بڑے اسلحے کو لباس کی طرح اپنے بدن پر پہنتے لہے۔ وہ اسے اتار پھینکنے پر کبھی آمادہ نہیں ہوں گے۔"

"ضرور آمادہ ہوں گے۔ مجاہدین کے تمام گروہوں نے حلف اٹھایا ہے کہ عبوری حکومت کے احکامات پر عمل کریں گے۔ وہ امن و امان کی خاطر اسلحہ لے کر شہر سے دور جاسکتے ہیں یا اسلحہ سرکاری فوج کے حوالے کرسکتے ہیں۔"

جیک نے کہا "ابتدا میں قانون پر عمل کرانے میں دشواری ہوتی ہے پھر رفتہ رفتہ عمل ہونے لگتا ہے۔"

یہ مجاہدین کو کابل شہر میں مجبور اور بے بس بنا کر رکھنے کا منصوبہ تھا۔ میں نے موبائل فون کے ذریعے جلال شاہ سے رابطہ کیا۔ اس نے خوش ہو کر کہا "حضور! آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

جلال شاہ مجھے سچی پیش گوئی کرنے والا نجومی سمجھتا تھا اور میرا بڑا معتقد تھا۔ میں نے پوچھا "کیا حماد' تمہارے پاس پہنچ گیا ہے؟"

"جی ہاں۔ یہ خیریت سے ہے۔ آپ کب آرہے ہیں؟"

"جلد ہی آؤں گا۔ جانباز مجاہدین کو یہ بتادیں کہ اس وقت حاتم شہریار کی حویلی میں ان کے خلاف منصوبے بنائے جارہے ہیں۔"

"حضور! کیا آپ منصوبے کے متعلق کچھ بتا سکیں گے؟"

"بے شک۔ یہاں سے احکامات صادر کئے جائیں گے جن کی تعمیل کرنے کے بعد مجاہدین کابل شہر میں نہتے ہو جائیں گے اور ان پر ضرور ہوگا' میری پیش گوئی ہے۔"

"آپ کی پیش گوئی پر میرا ایمان ہے۔ میں اس سلسلے میں مجاہدین کے مختلف گروہوں سے ابھی ملتے جارہا ہوں۔"

میں جلال شاہ سے رابطہ ختم کر کے توبہ خانم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک صوفے پر نقلی پارس یعنی پاسکو روٹ کے ساتھ بیٹھی ہوئی.... اسے قہوہ پیش کر رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں اکثر معاملات میں اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کرتا اور تم سے تو پہلی ملاقات ہے۔ میں بھلا تم پر کیسے بھروسا کرسکتا ہوں؟"

توبہ نے اسے رجھانے کے لئے مسکرا کر پوچھا "تم ہی بتاؤ کیسے بھروسا کرو گے؟"

"تمہاری صورت اور تمہاری چالاک مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ مجھے دشمن سمجھتی ہو۔ مجھ سے نجات حاصل کرنے کے لئے قہوے میں زہریلا ضرر رساں دوا ملا سکتی ہو۔"

"تو تمہیں یہ قہوہ پینے سے انکار ہے؟"

"پہلی بار اپنے خوب صورت ہاتھوں سے پیش کر رہی ہو اس لئے انکار نہیں کروں گا۔ یوں کرو' اس پیالے سے آدھا تم پی لو آدھا میں نوش کروں گا۔ اس طرح تمہارے لبوں کی مٹھاس بھی مل جائے گی۔"

توبہ نے اسے گہری سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر پیالے کو اپنے لبوں سے لگا کر ایک گھونٹ پینے کے بعد کہا "تم اناڑی ہو۔ تم میں جو غصہ اور سختی ہے وہ جنگ کی پیداوار ہے ورنہ تم اتنے زبردست دکھائی دیتے ہو کہ تمہیں دیکھتے ہی گلے لگنے کو جی چاہتا ہے۔ میں اس خواہش کو لگام دیتی ہوں۔"

"یوں لگام دے کر خود پر اور مجھ پر ظلم کر رہی ہو۔"

اس نے توبہ کے ہاتھوں سے پیالہ لے کر اسے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔ پھر دونوں بازو پھیلا کر کہا "میری دھڑکنیں بے چین ہو رہی ہیں۔ انہیں قرار دو۔"

وہ قریب ہو کر گلے لگ گئی۔ اس نے آستین میں ایک چھوٹی سی سرنج چھپائی ہوئی تھی۔ اپنے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں حمائل کر کے آستین سے وہ سرنج نکالی۔ پھر ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس کی سوئی گردن میں پیوست کردی۔ پاسکو روٹ کے حلق سے ایک آہ نکل کر رہ گئی لیکن وہ ایک عاشق کی آہ نہیں تھی۔

میں توبہ کے پاس تھا۔ اسی لمحے میں نے محسوس کیا' ایک سوئی توبہ کی بھی گردن میں پیوست ہوئی ہے۔ اس کے حلق سے ایک کراہ

وہ نقاہت سے بولی "خنزیر کی اولاد! تو نے بھی میرے ساتھ یہی حرکت کی ہے۔ مجھ میں ذرا سی توانائی آنے دے پھر میں تجھے زندہ نہیں جانے دوں گی۔"

اسی وقت فریزر نے پاسکو روٹ کے دماغ میں آکر پوچھا "کیا بات ہے پاسکو! میرے آنے پر تم نے سانس نہیں روکی؟ مجھ سے کوڈ ورڈز نہیں پوچھا؟ اوہ گاڈ! تم تو کمزوری محسوس کر رہے ہو۔"

"ہاں' میں توبہ کے دماغ کو کمزور بنا چکا ہوں لیکن اس نے بھی واؤ مجھ پر استعمال کیا ہے۔"

اب ان کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ توبہ نے پاسکو کے دماغ کو کمزور کیوں بنادیا ہے؟ ایسا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے کرتے ہیں تاکہ دشمن کے چور خیالات پڑھ سکیں۔ کیا توبہ کے ذریعے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پاسکو کے اندر آچکا ہے؟

میں توبہ کے دماغ میں آیا تاکہ فریزر کی بے چینی معلوم کرسکوں۔ اس وقت توبہ کی سوچ کہہ رہی تھی "میں نے ایک مخصوص انجکشن کے ذریعے اس کمبخت کو مردانہ صفات سے محروم کردیا ہے۔"

اس کی سوچ میں ایک سوال پیدا ہوا "یہ حماد میری زندگی میں کیا رول ادا کر رہا ہے؟"

میں سمجھ گیا فریزر یہ سوال اس کی سوچ میں پیدا کر رہا تھا۔ توبہ کی سوچ نے کہا "وہ میری زندگی میں ایسے ایسے رول ادا کر رہا ہے جن کے نقوش میرے دل و دماغ سے کبھی نہیں مٹیں گے۔"

فریزر نے پھر اس کی سوچ میں پوچھا "وہ ایسا کیا کر رہا ہے؟"

"یہی کیا کم ہے کہ وہ پچھلی تمام رات دشمنوں سے میری جان اور آبرو بچاتا رہا۔ میں اس کے ساتھ تنہا ویرانوں سے گزری وہ چاہتا تو مجھے برباد کرسکتا تھا۔ میں حیران ہوں کہ درندوں کی اس دنیا میں خدا نے یہ فرشتہ میرے لئے بھیجا ہے۔ پتا نہیں اللہ تعالیٰ میری کون سی نیکی سے خوش ہو کر یہ انعام دے رہا ہے۔"

"کیا یہ حماد ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"میں آج صبح سے کئی بار ٹیلی پیتھی کا ذکر سن چکی ہوں اور اب پھر یہی ٹیلی پیتھی کی بات ذہن میں آرہی ہے۔ آخر یہ کیا بلا ہے؟"

فریزر کو مایوسی ہو رہی ہوگی۔ توبہ کے ذریعے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا۔ وہ اس علم کے متعلق کچھ جانتی ہی نہیں تھی۔ فریزر نے اس کی سوچ میں پوچھا "یہ میرا دماغ لاک کیسے ہو گیا تھا؟"

توبہ کی سوچ نے کہا "یا خدا! میں کمزوری کے باعث کیسی بے تکی باتیں سوچ رہی ہوں۔ بھلا یہ دماغ کیسے لاک ہوتا ہے؟"

فریزر جھنجلا گیا۔ اس بار اپنی سوچ میں بولا "جب میں نے پہلی بار تمہارے دماغ میں آنے کی کوشش کی تو تم نے سانس روک لی تھی۔ مجھے بتاؤ یہ کیا کیسے جانتی ہو؟"

اس بار میں نے توبہ کی سوچ میں کہا "میں نے باقاعدہ یوگا کی

مشقیں نہیں کی ہیں۔ میں جنگ کے دوران افغانستان اور ازبکستان کے کتنے ہی علاقوں میں دشمنوں سے اور اپنے بدترین حالات سے لڑتی رہی۔ پہاڑی علاقوں میں چڑھتی اترتی رہی۔ میری طرح شاید ہی کوئی لڑکی اس قدر سانسوں کو قابو میں رکھتی ہوگی۔

پھر میں نے توبہ کے ذریعے ایک آہ بھر کر کہا "آہ! میں کئی منٹ تک سانس روک سکتی تھی۔ مگر اب کمزور ہوگئی ہوں۔ اس ذلیل دشمن نے مجھے دوا کے ذریعے کمزور بنادیا ہے۔"

وہ کمزوری کے باعث نڈھال سی ہو کر اپنی آنکھیں بند کررہی تھی شاید فریزر اس کے دماغ سے چلا گیا تھا۔ میں نے حاتم کے پاس آکر دیکھا۔ فریزر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا اور جیک چارلٹن سے کہہ رہا تھا "مسٹر چارلٹن! حویلی کے اندر میرے بیٹے پارس کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ توبہ خانم نے اسے ایک انجکشن کے ذریعے کمزور بنادیا ہے۔"

حاتم نے اٹھ کر پوچھا "آپ بیٹھے بیٹھے اچانک اٹھ کر میری بہن کو الزام کیوں دے رہے ہیں۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ حویلی کے اندر کیا ہو رہا ہے؟ کیا یہ بھی کوئی ٹیلی پیتھی ہے؟"

جیک نے کہا "ہاں۔ مسٹر فرہاد بیٹھے بیٹھے دنیا کی خبر لے آتے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ اندر چلو اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

وہ تینوں سٹنگ روم میں آئے۔ ایک بڑے صوفے پر ایک طرف توبہ خانم اور دوسرے سرے پر پاسکو نظر آئے۔ دونوں کمزور اور نڈھال سے دکھائی دے رہے تھے۔ فریزر نے کہا "مسٹر حاتم! اپنی آنکھوں سے دیکھو تمہاری بہن نے میرے بیٹے سے دشمنی کی ہے۔ اسی وقت فیصلہ کرو' کابل کی عبوری حکومت میں اپنا اقتدار قائم رکھنا چاہتے ہو یا نہیں؟"

حاتم نے خوشامدانہ انداز میں کہا "میں تو جیک چارلٹن صاحب کا دوست اور تمہارے ملک کا وفادار ہوں۔ یہاں اقتدار میں رہنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر میں تمہاری بہن کو لے جارہا ہوں۔"

"یہ بہت کمزور اور بیمار سی لگ رہی ہے۔ اسے کیوں لے جانا چاہتے ہو؟"

"مجھے شبہ ہے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن اسے آلۂ کار بنا کر ہم پر حملے کررہا ہے۔ اس نے میرے بیٹے کو خیال خوانی کے قابل نہیں چھوڑا' میں توبہ کے ذریعے اس منہ چھپانے والے تک ضرور پہنچوں گا۔"

حاتم تذبذب میں تھا۔ فریزر توبہ کا بازو پکڑ کر اسے صوفے پر سے اٹھا رہا تھا۔ وہ کمزوری کے باوجود اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کررہی تھی۔ حاتم نے ہچکچاتے ہوئے کہا "ذرا ایک منٹ۔ مسٹر فرہاد! آپ مسلمان ہیں۔ ایک مسلمان گھرانے کی عزت کو اس طرح نہ لے جائیں۔"

وہ بولا "اس طرح لے جانا ایک سیاست ہے' تم پریس والوں اور دنیا والوں کے سامنے واویلا کرسکتے ہو کہ ایک مغربی ملک دلّال فرہاد علی تیمور نے مسلمان ہو کر مسلمان گھرانے کی آبرو نہیں رکھی۔ نکاح کے بغیر اپنے بیٹے کے لئے لے گیا ہے۔ دونوں بے غیرت بیٹے بے غیرت بھی ہیں اور نئی مسلم ریاستوں کی آزادی کے دشمن بھی ہیں۔"

حاتم نے حیرانی سے پوچھا "مسٹر فرہاد! یہ کیسی سیاست ہے آپ خود کو اور بیٹے کو بدنام کررہے ہیں۔"

یہی بات توبہ سوچ رہی تھی۔ یہ فرہاد نہیں ہے۔ بین الاقوامی شہرت حاصل کرنے والا یوں خود کو بدنام نہیں کرے گا۔

حاتم نے پوچھا "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے' آپ مسلم ریاستوں میں بیٹے کے ساتھ بدنام کیوں ہونا چاہتے ہیں؟"

"یہ سیاست تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ بس اتنا سمجھو کہ شیطان جتنا بدنام ہوتا ہے' اتنا ہی دنیا میں اس کا نام ہوتا ہے۔ ہمارے جانے کے بعد غور کرنا۔"

وہ توبہ کو کھینچ کر لے جانے لگا۔ حاتم نے راستہ روک کر عاجزی سے کہا "پلیز' یہ تو سوچو توبہ کو اس طرح لے جاؤ گے تو باہر کھڑے ہوئے سیکیورٹی گارڈز مجھے بے غیرت سمجھیں گے۔"

فریزر نے کہا "میں توبہ کے دماغ میں رہوں گا۔ یہ میری مرضی کے مطابق ہنستی بولتی جائے گی تو دیکھنے والے یہ سمجھ نہیں پائیں گے کہ تم نے بہن کو دے کر اقتدار حاصل کیا ہے۔"

حاتم نے حیرانی سے پوچھا "کیا یہ اپنی مرضی کے خلاف بولنے لگے گی؟"

فریزر نے توبہ کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ہنسنے بولنے پر مجبور کیا۔ وہ ہنستی ہوئی اپنے بھائی سے بولی "برادر! تم مجھے سہارا دے کر ان کی گاڑی میں لے جاکر بٹھاؤ۔ میں تمہارے ساتھ مسکراتی ہوئی جاؤں گی۔"

وہ فریزر کی مرضی کے مطابق اپنے بھائی کے پاس آگئی' پھر بولی "اب تمہاری بدنامی نہیں ہوگی۔ چلو اور مجھے بیچ کر اقتدار کی گارنٹی پکی کرلو۔"

وہ حاتم کا بازو تھامے ہوئے تھی۔ پاسکو روٹ نے جیک چارلٹن کا سہارا لیا تھا۔ فریزر یہ قافلہ لے کر باہر جانے کے لئے پلٹا پھر ٹھٹک گیا۔ میں دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ حاتم شہریار نے پریشان ہو کر پوچھا "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"یہ دیکھنے آیا ہوں کہ لوگ اقتدار حاصل کرنے کے لئے کتنا گر جاتے ہیں؟"

جیک چارلٹن نے ریوالور نکال لیا۔ مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "اس ملک میں انسان کیڑوں مکوڑوں کی طرح مررہے ہیں۔ تم بھی مرجاؤ گے تو پتا نہیں چلے گا کہ ایک مٹی کا کیڑا کب اور کیسے مٹی میں مل گیا۔"

میں جانتا تھا جیک چارلٹن کے اوور کوٹ کی جیب میں ایک سائلنسر رکھا ہوا ہے۔ اس نے ایسے ہی خاص موقعے کی لئے سائلنسر رکھا تھا۔ وہاں مجھے گولی مارتا تو باہر سیکورٹی گارڈز تک فائرنگ کی آواز جاتی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے ریوالور میں سائلنسر لگانا چاہئے۔"

اسی وقت فریزر نے کہا "مسٹر چارلٹن! سائلنسر کے بغیر فائر نہ کرنا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "ہاں بھئی' میری موت کی پبلسٹی نہیں ہونی چاہئے' مجھے خاموشی سے قتل کردو۔"

وہ کوٹ کی جیب سے سائلنسر نکال کر ریوالور کے ساتھ ایڈجسٹ کرنے لگا۔ فریزر نے مجھے گھور کر دیکھا' پھر کہا "یہ شخص بہت گہرا ہے' اپنے ہی قتل کا مشورہ دے رہا ہے۔"

میں نے کہا "قتل کا مشورہ اس لئے دے رہا ہوں کہ یہ مجھے زخمی کرکے تمہیں میرے دماغ میں نہ پہنچائے۔"

فریزر نے چونک کر کہا "اوہ' میری عقل کو کیا ہوگیا ہے توبہ کو یہاں سے لے جانے کی دھن میں یہ بھول گیا کہ مجھے اس نجومی کی اصلیت معلوم کرنی چاہئے۔ مسٹر چارلٹن! اسے قتل نہ کرو۔ اس کی ایک ٹانگ پر گولی مارو۔"

اس نے میری ٹانگ کا نشانہ لیا۔ میں نے اس کی کھوپڑی فریزر کی طرف گھمادی۔ اس نے ادھر گولی چلادی۔ وہ کراہتے ہوئے فرش پر گرا اور بولا "یونان سنز' تم نے مجھے زخمی کرکے میری ٹیلی پیتھی کی قوت چھین لی ہے۔"

جیک چارلٹن نے ریوالور میری طرف اچھالا۔ میں نے اسے کیچ کرتے ہوئے کہا "گولی گولی پر مرنے والے کا نام ہوتا ہے۔ تم لوگوں کے پاس میرے نام کی کوئی گولی نہیں ہے کیونکہ تم میں سے کوئی میرا نام نہیں جانتا ہے۔"

میں نے ریوالور کا رخ حاتم کی طرف کرتے ہوئے کہا "توبہ کو صوفے پر بٹھاؤ۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ توبہ نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "مسٹر ارسلان' تم نے اور حماد نے میرے لئے بہت کیا کچھ ہے' ایک احسان اور کرو۔"

میں نے پوچھا "کیا چاہتی ہو؟"

"یہ ریوالور مجھے دو۔ میں بے غیرت بھائی کو اپنے ہاتھوں سے گولی مارنا چاہتی ہوں۔"

"پہلے تم اپنی کمزوری پر قابو پالو پھر تمہاری یہ خواہش پوری ہوجائے گی۔"

حاتم نے گھبرا کر کہا "خبردار! مجھے ہلاک کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ میرے جسم پر ہلکی سی خراش بھی آئے گی تو میرے مسلح محافظ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

جیک چارلٹن نے کہا "میں مسٹر ارسلان! ہم میں سے کسی کو نقصان پہنچانا چاہو گے تو یہاں سے صحیح سلامت نہیں جاسکو گے۔"

میں نے کہا "یہ آنے والا وقت بتائے گا کہ ہم میں سے کسے سلامتی ملنے والی ہے۔ میں حاتم سے کہتا ہوں' اپنا یہ قافلہ اپنے بیڈ روم میں لے چلو۔"

وہ چونک کر بولا "میرے بیڈ روم میں کیوں؟"

"بھئی سمجھوتا ہوگا۔ کیوں فریزر' سمجھوتا کرو گے؟"

فریزر نے گولی کے زخم سے کراہتے ہوئے مجھے پریشانی سے دیکھا۔ پھر پوچھا "کون ہو تم؟ میرا نام کیسے جانتے ہو؟"

میں نے کہا "تمہاری ٹانگ سے خون بہہ رہا ہے۔ تمہیں طبی امداد کی ضرورت ہے اور یہ امداد بیڈ روم میں ملے گی۔"

وہ زخمی ٹانگ کو پکڑ کر بڑی تکلیف سے بولا "ہاں ضروری طبی امداد کی ضرورت ہے۔ مسٹر حاتم! ڈاکٹر کو فون کرو۔"

میں نے کہا "کوئی فون کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اگر تم لوگوں نے بیڈ روم میں جانے کے لئے اب دیر کی تو حاتم اور جیک چارلٹن کو بھی فریزر کی طرح اپاہج بنادوں گا۔"

میں ان پر عذاب کی طرح نازل ہوگیا تھا۔ وہ میرے احکامات کی تعمیل پر مجبور تھے۔ میں نے توبہ کو سہارا دیا پھر سب کے سب حاتم کی خواب گاہ میں آگئے۔ حاتم نے کہا "تو یہاں آگئے۔ اب بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا "چور دروازہ کھولو۔"

وہ ایک دم سے اچھل پڑا۔ شدید حیرانی سے بولا "تم کیسے جانتے ہو؟"

"یہ صرف میں نہیں' فریزر اور پاسکو بھی جانتے ہیں۔ ہم سب تمہاری کھوپڑی میں آتے جاتے رہتے ہیں۔"

توبہ نقاہت سے بستر پر لیٹ گئی تھی۔ اس نے بھی حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا "کیا یہاں چور دروازہ ہے؟"

"ہاں اور اس چور دروازے کے پیچھے ایک تہ خانہ ہے۔"

پاسکو نے کہا "اب یقین ہوگیا ہے کہ تم بھی ہمارے طرح ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ پلیز' ہم سے دوستی کرلو' ہم تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے متحد ہو کر ایک بہت بڑی طاقت بن جائیں گے۔"

"ہم تہ خانے میں جاکر متحد ہوں گے۔"

میں نے حاتم کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ایک چور دروازے کو کھولا۔ میں نے توبہ سے کہا "ڈاکٹر کو فون کرو اور اسے اپنی حالت بتاؤ' تاکہ وہ تمہیں اعصابی کمزوری سے نجات دلاسکے۔"

وہ فون کرنے لگی۔ حاتم نے انٹرکام کے ذریعے سیکیورٹی افسر سے کہا "ایک ڈاکٹر ابھی آئے گا۔ اسے حویلی کے اندر پہنچا دینا۔"

پھر میں نے فریزر کو اپنی مرضی کے مطابق بیان دینے پر مجبور کیا۔ اس نے کہا "مس توبہ! میں تہ خانے میں جانے سے پہلے کچھ حقائق بیان کررہا ہوں۔ میں فرہاد علی تیمور نہیں ہوں اور یہ میرا بیٹا پارس نہیں ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ دونوں باپ بیٹے مسلم ممالک

میں ہمارے سیاسی عزائم کے سامنے دیوار نہ بنیں۔ یہ اتنے بدنام ہوجائیں کہ کوئی اسلامی ملک ان کی نیک نیتی پر بھروسا نہ کرے۔"

پاسکو نے کہا "میرا نام پاسکو روٹ ہے اور یہ فرہاد نہیں فریزر ہے۔ ہم دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ ہماری موجودہ شکست سے صاف ظاہر ہے کہ ہم پر حاوی ہونے والا فرہاد ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری جان اور آبرو کو سلامت رکھنے والا فرہاد یہی ارسلان ہے۔"

سب ہی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ توبہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "آرام سے لیٹی رہو۔ میں ابھی تہ خانے سے واپس آکر باتیں کروں گا۔"

پھر میں نے دشمنوں سے کہا "تہ خانے میں چلو۔"

جیک چارلٹن سہما ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "تم ہمیں تہ خانے میں کیوں لے جارہے ہو؟"

"میں سیاسی سمجھوتا کرنا چاہتا ہوں۔"

"سمجھوتا یہاں بھی ہوسکتا ہے۔"

"بحث نہ کرو۔ تہ خانے میں چلو۔"

"نہیں۔ تم ہمیں مارڈالو گے میں نہیں جاؤں گا۔"

میں نے جیک چارلٹن کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہی اس کا منہ بند کردیا۔ اس کے دانت پر دانت جمادئے تاکہ اس کے چیخنے کی آواز باہر نہ جائے' وہ دماغی تکلیف کے باعث اچھل کر فرش پر گر پڑا تھا اور مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ توبہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ شاید ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے جو اسے اذیت پہنچا رہا ہے۔"

میں نے حاتم' فریزر اور پاسکو سے پوچھا "تم بھی یہی سزا چاہتے ہو یا شرافت سے تہ خانے میں چلوگے۔"

وہ تینوں چور دروازے سے داخل ہوئے۔ میں نے جیک چارلٹن کو گردن سے پکڑ کر اٹھایا پھر دھکا دے کر ان کے پیچھے لے گیا۔ چور دروازے کے پیچھے ایک تنگ سی راہداری تھی۔ وہ سب میرے آگے ایک زینے سے اترتے ہوئے تہ خانے کے فرش پر پہنچ گئے۔

وہاں بلب کی مدھم روشنی میں کئی انسانی ڈھانچے فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ عجیب سی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے کہا "یہ انسانی ڈھانچے اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس حویلی میں مرنے والوں کا سراغ نہیں ملتا۔ کیوں حاتم! کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

جیک چارلٹن کا دماغ ابھی تک دکھ رہا تھا۔ وہ کمزور لرزتی ہوئی آواز میں بولا "تم ہمیں قتل کرکے اپنے لئے مصیبتیں مول لوگے۔ حاتم کے خاندان پر بھی ایسی مصیبت آئے گی کہ اس خاندان کا اور حویلی کا نام ونشان نہیں رہے گا۔"

میں نے کہا "تمہارے دماغوں سے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ تم فریزر اور پاسکو کے ساتھ ایک گاڑی میں یہاں آئے ہو۔ تمہارے کسی بھی متعلقہ فرد کو تمہاری یہاں آمد کا علم نہیں ہے۔ تینوں کے بعد حویلی کے احاطے میں کھڑی ہوئی گاڑی غائب کردی جائے گی تو کوئی تمہارا سراغ بھی نہیں لگا پائے گا۔"

جیک چارلٹن بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر زینے کی طرف بھاگنے لگا' میں نے اسے گولی ماردی۔ پھر دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا "کیسی مجبوری اور بے بسی ہے۔ تم لوگ خیال خوانی کے ذریعے جان لیبوڈا اور سپرباسٹر کو پکار بھی نہیں سکتے۔"

میں نے پاسکو روٹ کو گولی ماردی۔ فریزر نے لنگڑاتے ہوئے بھاگنے کی کوشش کی۔ میں نے اس کی دوسری ٹانگ کو زخمی کردیا۔ وہ فرش پر گر کر تڑپتے ہوئے بولا "مجھے نہ مارو۔ میں تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔"

"کیوں؟ لیبوڈا کی غلامی بھول گئے؟ اگر وہ تمہاری مدد کے لئے آتا اور مجھ پر غالب آجاتا تو تم مجھے اپنا غلام بنالیتے۔ اس دنیا میں وہی جیتا ہے جو سیر پر سوا سیر بن کر رہنا جانتا ہے۔"

میں نے حاتم سے کہا "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ پیش گوئی کے مطابق اگر فرہاد افغانستان آئے گا تو موت کا فرشتہ اسے زندہ واپس نہیں جانے دے گا۔"

حاتم نے تائید میں سرہلا کر کہا "ہاں تم نے یہ کہا تھا لیکن اصل فرہاد تو شاید تم ہو؟"

"ہاں۔ میں ہوں اور میری پیش گوئی اس نقلی فرہاد کے لئے تھی پھر نہ کہنا کہ میں نے سچی پیش گوئی کرنے والا نجومی نہیں ہوں۔"

میں نے نشانہ لیا۔ پھر تھائیں کی آواز کے ساتھ ہی پیش گوئی درست کردی۔ حاتم شہریار تھوک نگل کر رحم طلب نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا "ابھی تمہارے مقدر میں شاید موت نہیں ہے۔ اوپر چلو اور یہ تہ خانہ بند کردو۔"

ہم سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر خواب گاہ میں آگئے۔ توبہ خانم نے کہا "میں سمجھ گئی۔ تم نے ان تینوں کی چھٹی کردی ہے۔ اس بے غیرت بھائی کو میری خاطر چھوڑ دیا ہے۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "نہیں توبہ! ایسی باتیں نہ کرو۔ بے شک میں اقتدار کے لالچ میں بہن کے رشتے کی توہین کررہا تھا لیکن ٹھوکریں کھاکر عقل آگئی ہے۔ میں معافی مانگتا ہوں۔ ہم دونوں ایک باپ ایک ماں کی اولاد ہیں۔ مجھے معاف کردو۔"

توبہ نے مجھ سے کہا "تم دماغ میں پہنچ کر نیک یا بدنیت لوگوں کو پہچان لیتے ہو۔ کیا یہ واقعی راہِ راست پر آگیا ہے۔ میں بھروسا کروں؟"

"یہ ابھی معلوم ہوجائے گا۔ فی الحال حاتم! تم باہر جاؤ۔ ڈاکٹر آئے تو یہاں بھیج دو۔ جیک چارلٹن جس گاڑی میں یہاں آیا تھا اسے حویلی سے دور بھیج دو۔ اپنے بھروسے کے آدمی کو کہو گاڑی میں بم رکھ کر بلاسٹ کردے۔ ان تینوں کا نام ونشان مٹانے کے لئے گاڑی کو نابود کرنا ضروری ہے۔"

وہ جانے لگا' میں نے پوچھا "کیا تمہارے تمام سیکیورٹی گارڈز ملازم ان تینوں کے سلسلے میں اپنی زبانیں بند رکھیں گے؟"

"بے شک وہ قابلِ اعتماد وفادار ہیں۔ ہمارے لئے ہر موقعے جان ہارتے ہیں' زبان کبھی نہیں ہارتے۔"

"تم بھی حویلی کے باہر جاکر اپنی عقل نہ ہارنا۔ ہمارے خلاف کوئی قدم نہ اٹھانا۔"

"میں ایسی غلطی نہیں کروں گا۔"

وہ فوراً ہی بیڈ روم کے باہر چلا گیا۔ اس کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا کہ اپنے مسلح گارڈز کے درمیان بچتے ہی محفوظ ہوجائے گا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے متعلق زیادہ نہیں جانتا تھا۔ اس لئے خود کو چالاک سمجھ کر ایسا سوچ رہا تھا۔

توبہ نے مجھ سے پوچھا "کیا تم واقعی فرہاد علی تیمور ہو؟ وہ دشمن خانم کے خاتمے میں جانے سے پہلے تمہیں فرہاد کہہ رہا تھا۔"

"میں فرہاد ہوں مگر تھوڑی دیر خاموش رہو۔ تم سے باتیں کروں گا تو تمہارے دوغلے بھائی کو یہاں سے کنٹرول نہیں کرسکوں گا۔"

میں پھر حاتم کے پاس پہنچا۔ وہ سیکیورٹی افسر کے پاس جاکر کہنا چاہتا تھا کہ وہ ایک درجن مسلح گارڈز کے ساتھ فوراً بیڈ روم میں جائے اور نجومی ارسلان کو گولی مار کر توبہ خانم کو حراست میں لے کر ایک کمرے میں قید کردے۔

وہ اسی ارادے سے افسر کے پاس آیا' پھر بولا "ایک ڈاکٹر آرہا ہے اسے میرے بیڈ روم میں توبہ خانم کے پاس پہنچا دینا۔"

افسر نے الرٹ ہوکر کہا "یس سر!"

حاتم نے پریشان ہوکر سوچا "میں کیا کہنے آیا تھا اور کیا کہہ رہا ہوں۔"

اس نے پھر ہمارے خلاف کہنے کے لئے زبان کھولی۔ افسر سے کہا "تم سب میرے وفادار ہو۔ کیا میں تم میں سے ہر گارڈ کو رازدار بنا سکتا ہوں۔"

"یس سر! آپ نے پہلے بھی ہمیں آزمایا ہے۔ ہم رازداری کی ذمہ داریاں بھی دے سکتے ہیں۔"

اس گاڑی میں جیک چارلٹن اپنے دو مہمانوں کے ساتھ آیا تھا۔ اسے حویلی سے دور لے جاکر بم سے اڑادو۔ اگر انکوائری ہو تو کبھی یہ نہ کہنا کہ جیک چارلٹن اپنے مہمانوں کے ساتھ واپس نہیں گیا تھا۔"

"سر! یہ راز ہمارے سینوں میں دفن رہے گا۔"

افسر نے اپنے دو ماتحتوں کے ذریعے اس گاڑی کو وہاں سے روانہ کردیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر آگیا۔ اسے خانم کے پاس پہنچادیا گیا۔ حاتم ایک طرف کھڑا سوچ رہا تھا "مجھے کیا ہوگیا ہے؟ میں کہنا کچھ چاہتا ہوں' کچھ اور کہہ دیتا ہوں۔ کیا نکاحوں سے اور جھل ہونے کے بعد ٹیلی پیتھی جاننے والا دماغ کو کنٹرول کرسکتا ہے؟"

اقتدار کا لالچ ایسا تھا کہ وہ دوغلے پن سے باز نہیں آسکتا تھا لیکن مجھ سے بری طرح خوف زدہ تھا۔ میں نے ایسے تھنڈر نمبر غیر ملکی ایجنٹوں کو اس کے سامنے موت کے گھاٹ اتارا تھا جن کے ذریعے وہ اقتدار میں رہتا تھا۔ وہ ایسے زبردست لوگ تھے جنہیں اس ملک کے چھوٹے بڑے سب ہی سجدہ کرنے کے انداز میں جھک کر سلام کرتے تھے۔

وہ سوچ رہا تھا "میرے بیڈ روم میں بیٹھا ہوا شخص فرہاد علی تیمور ہے' اسے میرے اندر کی چھپی ہوئی باتیں معلوم ہوجاتی ہیں۔ میں کیا کروں؟ صدیوں سے ہمارے خاندان کے بزرگ کسی نہ کسی صورت میں یہاں حکمرانی کرتے رہے ہیں اور اپنے دشمنوں کو حویلی کے تہ خانے میں زندہ درگور کرتے رہے ہیں۔ آج میں ذرا بھی کمزور پڑوں گا تو فرہاد مجھے اسی تہ خانے میں مارڈالے گا۔"

وہ دوبارہ حویلی کے اندر آتے ہوئے سوچ رہا تھا "یا خدا! میں اقتدار سے الگ ہونا نہیں چاہتا۔ فرہاد کے شکنجے سے بھی نکلنا چاہتا ہوں۔ سپرباسٹر کو کیسے اطلاع دوں کہ یہاں ہماری سیاست کی بساط الٹ چکی ہے؟"

وہ قابلِ اعتماد نہیں تھا۔ ہمیں کسی وقت بھی دھوکا دے سکتا تھا لیکن اسے ابھی زندہ رکھنا اور اس سے کچھ کام لینا ضروری تھا۔ اس لئے وہ ابھی تک سانس لے رہا تھا۔

ڈاکٹر نے توبہ کو زوداثر انجکشن لگایا تھا۔ کھانے کے لئے دوائیں دی تھیں۔ اس نے آدھے گھنٹے بعد کہا "میں پہلے سے اب بہتر محسوس کررہی ہوں۔ انشاء اللہ ایک آدھ گھنٹے میں چلنے پھرنے بلکہ دوڑنے کے قابل ہوجاؤں گی' کیا اب تمہیں باتیں کرنے کی فرصت ہے؟"

"ہاں' تمہارا بھائی مصیبت بنا ہوا ہے۔ اس کے دماغ میں بیباک گھسی ہوئی ہے کہ اسے ہر صورت میں اقتدار میں رہنا ہے وہ سپرباسٹر کو میرے خلاف رپورٹ دینا چاہتا ہے۔"

"جو بن کا نہ ہوا' وہ تمہارا کیا ہوگا؟ بائی دی وے مجھ میں اتنی توانائی آگئی ہے کہ میں اسے گولی مارسکتی ہوں۔"

"اسے قتل کرنے کے بعد سیکیورٹی گارڈز ہمیں جانے نہیں دیں گے۔ کابل کی انتظامیہ ہمارے خلاف حرکت میں آجائے گی۔ اس آگ اور بارود کے شہر میں دشمنوں کی تعداد بڑھانا دانش مندی نہیں ہے۔"

وہ بولی "دشمنوں کو دوست بنائے رکھنے کا ایک راستہ ہے۔"

"مجھے وہ ایک راستہ بتاؤ۔ میں کئی راستے نکال لوں گا۔"

"ہمارا خاندان تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں ہر آنے والی حکومت میں ہمیں حکمرانی کا تھوڑا حصہ ضرور ملتا ہے۔ اگر آج برادر حاتم نہ ہوتا تو میں اس کی جگہ عبوری حکومت میں ہوتی۔"

"سمجھ گیا۔ اب بھی حاتم نہ ہو تو اس کا عہدہ تم سنبھال لوگی۔"

"ہاں۔ مگر برادر کے معاملے میں عبوری حکومت کو کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔"

"فکر نہ کرو۔ میں ایک نئی بازی شروع کرتا ہوں۔"

میں نے حاتم کو بیڈ روم میں بلا کر کہا "کاغذ قلم لو اور عبوری حکومت کے صدر، سرکاری فوج کے کمانڈر اور ہیئت مصالحہ (مصالحتی کونسل) کو الگ الگ مختصر سے خط لکھو۔"

اس نے پوچھا "کیا لکھوں؟"

"لکھو کہ تم مخالف گروہ سے بہت زیادہ خطرہ محسوس کر رہے ہو اور کچھ دنوں کے لئے روپوش ہو رہے ہو۔"

"لیکن میں روپوش ہونا نہیں چاہتا۔"

"ہم چاہتے ہیں۔ فضول بحث نہ کرو اور یہ لکھو کہ روپوشی کے دوران تمہاری بہن تو بہ خانم تمہاری سیاسی ذمے داریاں سنبھالے گی۔ لہٰذا تمہاری واپسی تک تو بہ خانم کو تمہارے عہدے پر کام کرنے کا موقع دیا جائے۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "لیکن میرا کیا ہوگا؟ پہلے میری سلامتی کی ضمانت دو۔ پھر لکھوں گا۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اداروں اور عہدے داروں کے نام خطوط لکھ دیئے۔ ان پر دستخط کر کے اسکی خاص مہر بھی لگا دی پھر سیکیورٹی افسر کو بلا کر کہا "میں ایک اہم مقصد کے لئے کچھ عرصہ تک روپوش رہوں گا۔ میری عدم موجودگی میں تم سب تو بہ خانم کے وفادار رہو گے اور اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

اس نے "یس سر" کہا۔ پھر سیلوٹ کر کے چلا گیا۔ حاتم نے بڑی بے بسی سے کہا "میں جو نہیں چاہتا ہوں وہ کرتا جا رہا ہوں۔"

میں نے کہا "اور جو چاہتے ہو وہ کر نہیں سکتے۔ تم نے دوسرے کمرے میں جا کر امریکن ایجنسی کو فون کرنا چاہا تھا۔ انہیں اطلاع دینا چاہتے تھے کہ فرہاد نے ان کے تین اہم افراد کو قتل کیا ہے اور تمہاری جان بھی جا سکتی ہے۔"

وہ سہم کر بولا "ہاں۔ مگر میں نے فون نہیں کیا۔ تمہارے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا۔"

"اس لئے کہ میں نے تمہیں ایسا کرنے نہیں دیا۔ تم نے کئی بار ریسیور اٹھا کر ڈائل کرنے کی کوششیں کیں لیکن ڈائل نہ کر سکے۔ تمہیں اب تک سمجھ لینا چاہئے کہ نیلی پیتھی کیا بلا ہے۔"

"میں سمجھ گیا ہوں۔ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اتنی بڑی دنیا میں کوئی ایسی پناہ گاہ نہیں ہے کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے جہاں میں تم سے چھپ کر رہ سکوں۔ میں تمہارے ہی قدموں میں سلامت رہوں گا۔ مجھے اپنی وفاداری ثابت کرنے کا ایک اور موقع دو۔ اگر میں۔۔۔۔"

توبہ اچھل کر بستر سے فرش پر آ کھڑی ہوئی۔ غصے سے بولی۔ "ہرگز نہیں، ایسا بھائی، بھائی نہیں کتا ہوتا ہے اور تم تو ہمارے وطن پرست مجاہدین پر بھونکنے والے کتے ہو۔ مسٹر فرہاد، ہیر ریوالور دو۔"

میں نے ریوالور اس کی طرف اچھالا۔ اس نے کیچ کر لیا۔ حاتم شہریار خوف سے کانپتے ہوئے دیوار سے لگ گیا "نہیں، میں ابھی موت مرنا نہیں چاہتا۔ بچاؤ، مجھے بچاؤ۔"

اس کا خیال تھا کہ وہ چیخ چیخ کر سیکیورٹی گارڈز کو بلا رہا ہے۔ پھر خیال آیا کہ وہ منہ نہیں کھول رہا ہے اور جب منہ نہیں کھل رہا ہے تو آواز کیسے نکلے گی؟ اور جب آواز نہیں نکلے گی تو کوئی مدد کیسے آئے گی؟

اس نے کئی بار بولنے کی کوشش کی۔ پھر اس کی سوچ نے کہا "یہ جادو کر رہا ہے میں زبان نہیں ہلا سکوں گا۔ مجھے زندگی کی بھیک مانگنے کے لئے اس کے قدموں پر گرنا چاہئے۔"

وہ میرے قدموں پر سر رکھنے کے لئے آگے آیا۔ میں نے اسے پلٹا دیا، وہ بے اختیار رو دیا۔ چور دروازے کی طرف گیا۔ پھر وہاں سے گزر کر غسل خانے میں جانے لگا۔ میں اس کے اندر تھا اور توبہ اس کے پیچھے تھی۔ غسل خانے میں آ کر بولی "میں نے چودہ برسوں کی جنگ میں غیرت مند بھائیوں کو دیکھا ہے، انہیں بہنوں کی خاطر جان پر کھیلتے دیکھا ہے۔ تمہیں دیکھ کر اتنی شرم آ رہی ہے کہ تم نہیں مرو گے تو میں شرم سے مر جاؤں گی۔ لہٰذا تم جہنم میں جاؤ۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی بہن نے اسے گولی مار دی۔ یہ سب کچھ طاقت کی فراوانی پر ہے۔ یہ فراوانی پہلے حاتم شہریار کو نصیب تھی۔ اگر وہ بدستور طاقتور رہتا تو بادشاہ سازایجنٹوں کے عیش کدے میں بہن کو پہنچا دیتا۔ یہی طاقت بہن کو نصیب ہو گئی تو اس نے بھائی کو حرام موت دے دی۔

وہ سر جھکا کر غسل خانے سے باہر آئی۔ چور دروازے کو بند کیا۔ پھر تھکے ہوئے انداز میں بستر پر لیٹ گئی۔ میں نے کہا "تھوڑی دیر آرام کر لو۔ اس کے بعد ہم یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔"

وہ مجھے عزت اور عقیدت سے دیکھتے ہوئے بولی "تم اور حماد پچھلی رات سے میرے حواس پر چھائے جا رہے ہو۔ تم ارسلان بن کر رہے اور فرہاد علی تیمور ثابت ہوئے۔ اب یہ بھی بتا دو کہ حماد کی اصلیت کیا ہے؟"

"وہ میرا بیٹا ہے۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، پھر بولی "نقلی فرہاد کے بیٹے کا نام پارس تھا۔ تمہارے بیٹے کا نام کیا ہے؟"

"یہی ہے۔ میری اور پارس کی صورتیں ہو بہو ویسی ہی ہیں جیسی تم نے نقلی باپ بیٹے کی دیکھی تھیں۔ ابھی ہمارے چہروں پر عارضی چہرے ہیں۔"

وہ خلا میں تکنے لگی۔ جس نقلی پارس کو دیکھا تھا۔ وہی چہرہ حماد کے چہرے پر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "پارس کا چہرہ بھی پُرکشش ہے۔ مگر مجھے غصہ آ رہا ہے۔ بہروپیا ہمیں

دھوکہ دینے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا مجھے اصلی چہرہ نہیں دکھا سکتا تھا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں اس کے حالات نہیں جانتی ہوں۔ پتا نہیں وہ کتنے خطرناک دشمنوں سے چھپنے کے لئے اپنا چہرہ بدلتا رہتا ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولی "ٹھیک ہے، اسے محتاط رہنا چاہئے لیکن مجھ پر بھروسا کر سکتا تھا۔"

"بس رشتے سے بھروسا کرتا؟ ایک دوسرے کے لئے جان دینے والا رشتہ ہو تب بھروسا کیا جاتا ہے۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر سوچا "درست ہے، کل رات سے اب تک وہی میرے لئے جان پر کھیلتا آیا ہے۔ مجھے اس کے لئے کچھ نہ کچھ کرگزرنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ جب تک میں اس کے لئے کچھ نہ کروں گی وہ مجھ پر اعتماد کیسے کرے گا؟"

اس نے پوچھا "کیا پارس بھی نیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"نہیں۔ وہ نیلی پیتھی کے بغیر ہی اپنے باپ کا باپ ہے۔"

"کیا تم یہاں رہ کر اس کے دماغ میں جا سکتے ہو؟"

"میں یہاں بیٹھے بیٹھے دنیا کے آخری سرے تک جا کر چشم زدن میں واپس آ سکتا ہوں۔"

"مجھے بتاؤ۔ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

"وہ گائیڈ جلال شاہ کے پاس ہے اور ہمارا انتظار کر رہا ہے۔"

وہ فوراً ہی بستر سے اتر کر کھڑی ہو گئی میں نے کہا "آرام کرو۔ تم کمزور ہو۔"

"میں کبھی چند گھنٹوں سے زیادہ بیمار اور کمزور نہیں رہتی۔ تمہیں پہلے بتانا چاہئے تھا کہ حماد میرا انتظار کر رہا ہے۔ وہ بھولا نہیں، پارس میرا انتظار کر رہا ہے۔"

پھر وہ چلنگ کے سرے پر بیٹھ گئی۔ دو انگلیوں سے اپنی پیشانی کو سہلاتی ہوئی بولی "پارس کوئی اجنبی سا لگتا ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا مسئلہ ہے؟"

"یہ حماد کا نام پہلی ملاقات سے متاثر کر رہا ہے۔ تم اس کے باپ ہو۔ بالکل غیر جانب داری سے بتاؤ، مجھے پارس سے متاثر ہونا چاہئے یا حماد سے؟"

میں نے مسکرا کر کہا "باپ کی زبان سے بولوں گا۔ تب بھی حماد میرا پارس اور پارس میرا حماد ہے۔"

"لیکن مجھے حماد کا نام کیوں اچھا لگتا ہے؟"

"اس لئے کہ فرسٹ امپریشن از دی لاسٹ امپریشن یعنی پہلا تاثر پائیدار ہوتا ہے۔"

"ہاں، اسی لئے حماد بھاری بھرکم لگتا ہے۔"

میں نے کہا "اس کے علاوہ بھی ایک راز کی بات ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"یہی کہ ایک شریف اور عزت دار لڑکی صرف ایک جوان سے محبت کرتی ہے۔"

"ہاں، یہ درست ہے۔"

"چونکہ حماد سے محبت ہے اس لئے پارس کو دل نہیں دینا چاہتی ہو۔"

وہ جھنجلا کر بولی "بالکل یہی بات ہے۔ حماد اپنے نام اور شخصیت سے میرے روئیں روئیں میں بسا ہوا ہے۔ میں اس سے۔۔۔۔"

وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ پھر مجھے گھور کر بولی "میں نے کب کہا ہے کہ حماد سے محبت کرتی ہوں؟ وہ تو بس ایک دوست ہے۔"

میں مسکرا کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ وہ نظریں چرانے لگی۔ اسے یاد آ گیا کہ میں دل کے بھید پڑھ لیتا ہوں اور حماد کے لئے اس کے احساسات اور جذبات کو خوب سمجھ رہا ہوں۔

وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے بولی "یہ اچھی بات نہیں ہے، تم دل میں چھپے ہوئے چور کو دیکھ لیتے ہو۔"

"بھئی میں کچھ نہیں کہہ رہا ہوں۔ ساری باتیں تم ہی سوچ رہی ہو، تم ہی کہہ رہی ہو۔"

میں ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آئی پھر فرش پر گھٹنے ٹیک کر میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولی "وعدہ کرو۔ میرے دل کی بات اپنے بیٹے کو نہیں بتاؤ گے۔"

"وعدہ کرتا ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں؟ تم باپ ہو۔ اپنے بیٹے کی طرف داری کرو گے۔"

میں نے اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا۔ "وہ صرف بیٹا ہے۔ تم بیٹی بھی ہو اور میرے بیٹے کی محبت بھی۔ اب بتاؤ اس کی طرف داری کروں گا یا تمہاری؟"

"میری" اس نے میرے ہاتھوں کو تھام کر چوم لیا۔ پھر فرش سے اٹھ کر بولی "میں لباس بدل کر اپنا سفری بیگ لے کر آتی ہوں۔ وہ ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔"

وہ جانے لگی میں نے پوچھا "وہ کون؟ حماد یا پارس؟"

وہ ایک سمت دیکھتے ہوئے ٹہلتے ہوئے سوچنے لگی۔ اس کے تصور میں حماد موجود تھا اور اس کے چہرے پر پارس کا چہرہ گڈمڈ ہو رہا تھا۔ وہ ہنسنے لگی۔

میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ دروازے کے پاس جا کر رک گئی۔ ہنستی ہوئی بولی "میں نہ حماد کے پاس جا رہی ہوں، نہ پارس کے پاس۔"

"پھر؟" میں نے پوچھا۔

"میں جا رہی ہوں دونوں کی کھچڑی کے پاس یعنی حمارس سے ملنے۔"

وہ ہنستی کھلکھلاتی چلی گئی۔ میں اسے پچھلی رات سے دیکھ رہا تھا۔ وہ آگ اور خون کے دریا سے گزرنے والی، بارود کے دھوئیں میں سانس لینے والی ایسا فولاد دکھائی دیتی تھی جس میں کبھی

نرمی اور لچک پیدا نہیں ہوتی لیکن محبت نے چوہیں گھنٹوں کے اندر اندر اسے پھول کی طرح کھلا دیا تھا اور خوشبو کی طرح دور تک پرواز کرنا سکھا دیا تھا۔ محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ سپاہی کے ایک ہاتھ میں بندوق ہو تو اس کے دوسرے ہاتھ میں پھول پکڑا دیتی ہے۔

○☆○

سونیا ثانی ذہنی الجھنوں میں گرفتار تھی۔ جس دن سے الپا کے بھیس میں تل ابیب پہنچی تھی اسی دن سے علی اس کے دل میں گھنٹیاں سی بجا رہا تھا اور ذہن کو یوں متاثر کر رہا تھا جیسے صدیوں سے جان پہچان رہی ہو۔

وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ سنگدل ہونے کے باوجود دل میں علی کے لئے نرم گوشہ کیوں ہے؟ پہلے دن ثانی کو پتا چلا تھا کہ وہ بھی سوویت ہے۔ ثانی الپا بن کر آئی تھی اور وہ الپا کے ایک خاص ملازم پال ہیریسن کے روپ میں پہلے سے موجود تھا۔

ثانی اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکی۔ علی نے محبت سے سمجھا دیا تھا کہ وہ بھی اس کا بھید کھول دے گا۔ وہ دونوں وہاں گولڈن برنیز کے خلاف اپنے اپنے مشن پر آئے ہیں۔ انہیں صرف اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے۔ اگر وہ ایک دوسرے سے دشمنی کریں گے تو دونوں کا نقصان ہوگا۔

بعد میں ثانی کو علی کے ساتھ وقت گزارتے ہوئے پچھلی زندگی کی کچھ باتیں یاد آئیں۔ ان باتوں نے ثانی کو علی کی محبت میں گرفتار کرلیا۔ علی نے سمجھایا "اگر ہم شادی کرلیں تو پھر ایک دوسرے کے دشمن نہیں رہیں گے' ازدواجی زندگی گزارتے رہنے سے پچھلی زندگی کی بہت سی باتیں یاد آتی رہیں گی۔"

ثانی نے راضی ہو کر کہا "تمہیں معلوم ہوگیا ہے کہ میں الپا نہیں سلوانہ ہوں اور مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم پال نہیں ہو۔ پھر کون ہو؟"

علی نے کہا "ہمارے درمیان بڑی حد تک اعتماد قائم ہوگیا ہے۔ کیا میں امید کروں کہ میں بتاؤں کہ میں کون ہوں تو تم برداشت کرلوگی؟"

"تم میرا تجسس بڑھا رہے ہو۔ جلدی بتاؤ کون ہو؟"

"وہی ہوں جسے تم قتل کرنے آئی ہو۔"

"کیا مطلب صاف صاف کہو۔"

"میرا نام کارمن ہیرالڈ ہے۔"

یہ سنتے ہی ثانی کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ وہ لبوڈا کے لئے گولڈن برنیز کے درمیان جگہ بنانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے لازمی تھا کہ وہ کارمن کو ہمیشہ کے لئے راستے سے ہٹا دیتی لیکن جس کارمن کو قتل کرنے آئی تھی اسی کی محبت میں گرفتار ہوگئی تھی۔ اس پر اعتماد کرنے لگی تھی۔ حتیٰ کہ اس سے شادی کرنے کے لئے راضی ہوگئی تھی۔

وہ شدید حیرانی سے علی کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ کارمن ہے اور وہ یوں آسانی سے دھوکا کھاتی رہی۔ اس نے کہا "دیکھو پال! مذاق نہ کرو۔ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

"تمہیں سچ بہت کڑوا لگ رہا ہے۔ اس لئے برداشت نہیں کر پا رہیں۔"

"کیا اس دشمن کا نام برداشت کروں جس نے جان لیوا دودھ کی مکھی کی طرح گولڈن برنیز کے درمیان سے نکال پھینکا اور جو ہماری ہر چال کو ناکام بناتا رہتا ہے۔"

"بھئی وہ ملکی اور سیاسی معاملات ہیں۔ کارمن سیاسی معاملے میں دشمن ہے لیکن محبت کے معاملے میں جاں نثار دوست ہے۔"

"پتا نہیں کیوں مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ میں آخری بار پوچھ رہی ہوں' کیا تم کارمن ہو؟"

"اتنے غصے سے پوچھ رہی ہو۔ کیا میری شامت آئی ہے کہ کارمن کہوں گا!"

"یعنی کارمن نہیں ہو؟"

"جو نام تمہیں پسند نہیں ہے میں اس نام سے دست بردار ہوتا ہوں۔ تم میرا اچھا سا کوئی نام رکھ دو۔"

"میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔ تم مجھ سے اپنی اصلیت چھپا رہے ہو۔"

"میں محبت میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ دھوکا نہیں دے سکتا اور تم میری اصلیت سے انکار کرکے مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کر رہی ہو۔ کیا میں اپنا نام ایکس وائی یا زیڈ بتا دوں تو تم فریب کھا کر مطمئن ہو جاؤ گی؟"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھا۔ پھر سخت لہجے میں بولی "اس کا مطلب ہے تم واقعی کارمن ہیرالڈ ہو۔"

"ہاں تمہارے پیار میں سچ کہہ چکا ہوں۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولی "مکار! فریبی! تم کارمن ہو اور پال بن کر یہ راز معلوم کر رہے تھے کہ میں تمہیں قتل کرنے آئی ہوں۔"

"وہ تو میں قتل ہو چکا ہوں۔ اپنے دماغ سے گری نکالو اور سوچو تمہارے خطرناک ارادوں کو سمجھتے ہوئے بھی میں نے یہ کیوں نہیں کہ میں تمہارا ہونے والا مقتول ہوں۔"

"تم کوئی زبردست چال چل رہے ہو۔ تم نے میرے اطراف ایسا زبردست ناریہ پہرا لگایا ہوگا کہ میں تمہاری اصلیت معلوم ہونے کے بعد بھی یہاں سے فرار نہیں ہو سکوں گی۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "مجھے پہرا لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر تم مجھے عزیز نہیں ہوتیں تو چشم زدن میں تمہیں گولی مار چکا ہوں۔ میں ایک گولڈن برین کی حیثیت سے اشارہ کروں تو تمہیں ٹارچر سیل میں پہنچا دیا جائے گا۔ اگر مجھے محبت نہ ہوتی تو میں تمہیں زنجیروں سے باندھ کر تمہارے حسن و شباب سے کھیل کر تمہارا

ملی پلید کردیتا۔ جان لبوڈا اور سپر ماسٹر کو تمہارا نام و نشان بھی نہ ملتا۔"

وہ بولی "ایسا اس لئے نہیں کر رہے ہو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ تم مجھے برباد کروگے یا مار ڈالوگے تو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ محبت سے اپنی طرف مائل کرتے رہوگے تو میرے ساتھ میری ٹیلی پیتھی بھی تمہارے کام آتی رہے گی۔"

"تم منفی انداز میں سوچ رہی ہو۔"

"اس لئے کہ کارمن ہیرالڈ کٹر یہودی ہے۔ وہ ہر پہلو سے اپنا فائدہ دیکھتا ہے۔ نقصان ہو تو دشمن کو زندہ نہیں چھوڑتا۔ مجھ سے بڑے ہی فائدے ہیں اس لئے تمہارے اندر چھپا ہوا کٹر یہودی مجھ سے محبت کر رہا ہے۔"

اس نے مسکرا کر کہا "جہاں تک محبت کا تعلق ہے اس کی سچائی کا گواہ خود تمہارا دل ہے۔ جب سے ہم ملے ہیں تب سے ہمارے دماغوں میں پچھلی زندگی کی کوئی نہ کوئی بات ابھرتی رہتی ہے... جس طرح تم الپا نہیں ہو' سلوانہ بھی نہیں ہو... کوئی گم شدہ لڑکی ہو۔ اسی طرح میں پال نہیں ہوں' کارمن بھی نہیں ہوں... کوئی گم شدہ بدنصیب ہوں پھر میں کارمن کی حیثیت سے تمہیں نقصان پہنچانے کی حماقت کیوں کروں جبکہ تم میرے لئے کوئی بہت ہی اہم بھولی ہوئی ہستی ہو۔"

وہ دونوں کچن میں تھے۔ ثانی کھانا گرم کر رہی تھی۔ پھر وہ کھانے کی میز پر آگئے۔ وہ خاموش تھی۔ کھانے کے دوران سنجیدگی سے سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ علی نے کہا "خوب سوچو اور ذہانت سے سمجھو' پھر بھی سمجھنے کے لئے ہمارے ماضی کی بہت سی باتیں رہ جائیں گی۔"

وہ بولی "خاموش رہو۔ مجھے تم پر غصہ بھی آرہا ہے اور....."

"اور پیار بھی۔"

"شٹ اپ۔ ان حالات میں پیار و یار کی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ چپ چاپ کھاؤ اور یہاں سے جاؤ۔"

وہ کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا۔ ثانی نے کہا "ارے کھانا تو کھاؤ۔"

"جب چپ چاپ کھانا ہے' چپ چاپ رہنا ہے تو میرے جاتے وقت بھی چپ رہو۔"

وہ پلٹ کر جانے لگا۔ کرسی الٹ کر گر پڑی۔ ثانی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پیچھے آتے ہوئے کہا "رک جاؤ۔"

وہ برآمدے میں آکر بولا "جب تک میری طرف سے تمہارا دل اور دماغ صاف نہ ہو تب تک خاموشی بہتر ہے۔ نو مور ٹاک۔ ٹاک اے سنگل ورڈ۔ گڈ نائٹ اینڈ سو فار۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا بنگلے کے احاطے سے باہر آگیا۔ گلی پار کرکے اپنے بنگلے کے احاطے میں داخل ہوگیا۔ ثانی اپنے برآمدے کی تاریکی میں کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ یہ اطمینان کرنا چاہتی تھی کہ وہ اپنے ہی بنگلے کے اندر جا رہا ہے۔ جب وہ اندر چلا گیا تو اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر کوڈ ورڈز ادا کرکے بولی "رپورٹ دو۔ پال کے بنگلے میں اور کون ہے؟"

"میڈم! بنگلے کے اندر صرف ایک ملازم ہے اور ابھی مسٹر پال اندر گئے ہیں۔"

"پال پر نظر رکھو۔ جیسے ہی وہ باہر نکلے۔ مجھے موبائل پر اطلاع دو۔"

"آل رائٹ میڈم۔"

ثانی نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ماتحت کے دماغ میں پہنچی۔ ٹرانسمارمرمشین کے ذریعے حال ہی میں دو آدمیوں کو ٹیلی پیتھی کا علم دیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام موناردو اور دوسرے کا نام ٹالبوٹ تھا۔ وہ دونوں ثانی کے ماتحت تھے اور بڑی رازداری سے تل ابیب پہنچے ہوئے تھے۔ ثانی نے ان میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ٹالبوٹ! میں آدھے گھنٹے بعد بنگلے سے نکلنے والی ہوں۔ یہاں سے پیدل مین روڈ تک جاؤں گی۔ تم دور سے جائزہ لیتے رہو۔ کسی تعاقب کرنے والے کو تاڑنے کی کوشش کرتے رہو۔ کسی پر ذرا بھی شبہ ہو تو مجھے بتانا۔"

پھر اس نے موناردو سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا "میں آدھے گھنٹے بعد یہ بنگلا چھوڑ رہی ہوں۔ مین روڈ کے راؤنڈ اباؤٹ کے پاس گاڑی لے آؤ۔"

ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد اس نے لباس تبدیل کیا۔ ایک بیگ میں ضروری سامان رکھ لیا۔ یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ کارمن پر اس وقت تک اعتماد نہیں کرے گی جب تک یہ انکشاف اور یقین نہ ہو جائے کہ ماضی میں اس سے اہم اور گہرے تعلقات رہے ہیں اور وہ اصل میں کارمن نہیں ہے' ایک گم شدہ شخص ہے۔

دراصل کارمن نے جان لبوڈا کو بری طرح شکست دی تھی' اسے گولڈن برنیز کی ٹیم میں گھستے ہی اکھاڑ پھینکا تھا۔ آج اس نے میجر یارڈلے کو قتل کردیا تھا۔ لبوڈا کے کسی شخص کو معاف نہیں کرتا تھا۔ ثانی کا خیال تھا ایسے طوفانی مزاج کا آدمی اچانک ہی اسے بھی قتل کرسکتا ہے یا بے نقاب کرسکتا ہے۔ لہٰذا وہ علی پر مکمل اعتماد ہونے تک اس سے دور جا رہی تھی۔

موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے فون کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا "ہیلو الپا ہیر۔"

دوسری طرف سے ماتحت نے کوڈ ورڈز ادا کرکے کہا "میڈم! پال کا ملازم گھر جا رہا ہے۔ پال بنگلے میں تنہا ہے۔"

"ملازم کو جانے دو۔ پال پر نظر رکھو۔ وہ باہر نکلے تو اطلاع دو۔"

اس نے ٹیلی فون بند کردیا۔ وہ جانتی تھی کہ ملازم رات کو

گھر جاتا ہے اس لئے اس کے جانے کی پروا نہیں کی۔ اگر بنگلے سے نکل کر دیکھتی تو شاید پہچان لیتی کہ علی جا رہا ہے۔ اس کی نگرانی کرنے والا ماتحت دھوکا کھا گیا تھا۔ علی نے کوئی میک اپ نہیں کیا تھا۔ صرف ملازم کا لباس پہنا تھا۔ اس کا پرانا ہیٹ سر پر رکھا تھا۔ پھر ملازم کو اپنے بستر پر سونے کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ اسٹیٹ کی نیم تاریکی نے بھی اسے کافی حد تک چھپا لیا تھا۔ وہ مین روڈ پر آیا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر انٹیلی جنس کے دفتر پہنچ گیا۔

اس نے دفتر سے اپنے گولڈن برین سسر راجر موس کو فون کیا۔

"ہیلو انکل!"

اس نے کہا "ہیلو مائی سن! تم نے اتنی رات کو نیند سے جگایا ہے۔ ضرور کوئی اہم معاملہ ہوگا۔"

"جی ہاں۔ مجھے انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا ایک کتا چاہئے۔"

"کسی مجرم کا تعاقب کر رہے ہو؟"

"یہی سمجھ لیں۔ میں صبح تفصیلی رپورٹ دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی کتوں کے انچارج اور ٹرینر کو فون کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ پچھلی شام ثانی کی لاعلمی میں اس کے بنگلے کے اندر گیا تھا۔ اس کے سامان کو چیک کیا تھا اور احتیاطاً اس کے اتارے ہوئے لباس کا ایک مختصر سا حصہ چھپا کر لے آیا تھا۔ یہ ارادہ تھا کہ ثانی کبھی دھوکا دے کر روپوش ہوگی تو وہ سراغ رساں کتے کے ذریعے اسے ڈھونڈ نکالے گا۔

وہ آدھے گھنٹے بعد کتوں کے انچارج اور ٹرینر کے پاس گیا۔ اس سے ایک کتا لے کر بولا "مجھے اس کے منہ پر باندھنے والا بیلٹ چاہئے۔ تاکہ یہ اتنی رات کو ہر علاقے سے بھونکتا ہوا نہ گزرے۔"

پھر اس نے ثانی کی اترن جیب سے نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا "میں اس لباس والی کا سراغ لگانا چاہتا ہوں۔"

ٹرینر وہ اترن لے کر کتے کی ناک کے سامنے ہولے ہولے لہرانے لگا۔ کتا ہر لہر کے ساتھ ناک اِدھر اُدھر کرتا ہوا ثانی کی مخصوص بو کو پہچاننے لگا۔

پھر اچانک ٹرینر نے ثانی کی اترن کو ایک پلاسٹک کی تھیلی میں ڈال کر جیب میں رکھ لیا۔ میں نے اسے جیب میں رکھ لیا۔ پلاسٹک کی تھیلی میں بند ہونے کے باعث اترن کی مخصوص بو چھپ گئی تھی۔ اس کتے کے لئے ختم ہو گئی تھی لیکن وہ منہ اٹھا کر فضا میں اس بو کو تلاش کرنے لگا۔ ہر سُو سونگھتے ہوئے ایک سمت زور زور سے بھونکنے لگا۔

ٹرینر نے اسی سمت انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر پال! آپ کا شکار اُدھر ہے۔ میرا ٹائیگر آپ کو ٹھیک اس کی پناہ گاہ کے اندر پہنچا دے گا۔"

اس نے کتے کے منہ پر بیلٹ باندھتے ہوئے کہا "اب یہ نہیں بھونکے گا۔ جس سمت منہ اٹھاتا جائے آپ اسی سمت جائیں، وہ کسی نہ خانے میں بھی ہوگی تو یہ ادھر لے جائے گا۔"

علی انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کی ایک کھلی جیپ میں کتے کے ساتھ سیٹ پر لے کر بیٹھ گیا۔ ٹرینر نے اسے اس طرح زنجیر سے باندھ دیا تھا کہ وہ شکار کے قریب پہنچ کر بے قابو ہو کر جیپ سے باہر نہ بھاگ سکے۔ علی جیپ اسٹارٹ کر کے ادھر چل پڑا جدھر کتا اشارہ کر رہا تھا۔

وہ ثانی کے ساتھ..... تقریباً دو برس رہ چکا تھا۔ اس کے ساتھ تبت تک ایک لمبا سفر کر چکا تھا۔ اس کے مزاج کو خوب سمجھتا تھا۔ اکثر اس کا موڈ یکلخت بدل جاتا تھا۔ وہ ہنستے ہنستے اچانک خطرناک بن جاتی تھی۔ اگرچہ وہ ماضی کو بھول چکی تھی۔ پھر بھی کبھی کی یادداشت میں ماضی کی باتیں کبھی کبھی بجلی کی طرح چمک کر رہ جاتی تھیں اور کچھ یاد رہنے کے باوجود وہ اپنی فطرت کے مطابق تیور بدلنے لگتی تھی۔ علی نے اس کے تیوروں کو سمجھ کر پورے غور سے سوچا تھا کہ وہ کسی وقت بھی دھوکا دے کر روپوش ہو سکتی ہے۔ پھر یہ بھی سوچا کہ دھوکا نہ دے تب بھی کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ کتے کے ساتھ گھوم پھر کر اپنے بنگلے میں واپس آ جائے گا۔"

وہ جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔ کتا ثانی کے بنگلے کی سمت بو سونگھ رہا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ ثانی بنگلے میں نہیں ہے۔ بلکہ ادھر ہے جدھر وہ بے زبان بو سونگھتا ہوا لے جا رہا ہے۔

علی ڈرائیو کرتا ہوا مرچنٹ کالونی میں پہنچ گیا۔ اس کالونی کروڑپتی اور ارب پتی بزنس مینوں کی بڑی بڑی شاندار کوٹھیاں تھیں۔ جیپ ایک اسٹریٹ سے گزر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک کوٹھی کی طرف مُنہ اٹھا کر اچھلنے لگا۔ ادھر جانے کے لئے لگا لیکن زنجیریں اجازت نہیں دے رہی تھیں۔

علی نے اسے تھپکتے ہوئے کہا "ایزی ٹائیگر ایزی! میں سمجھ محترمہ اسی کوٹھی میں پہنچی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ بڑی پہنچی ہوئی ہیں۔"

وہ انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں واپس آ گیا۔ ٹرینر کو شکریے ساتھ کتا واپس کر کے کمپیوٹر سیکشن میں آیا۔ وہاں ایک لڑکی ڈیوٹی تھی۔ اسے دیکھ کر ادب سے کھڑی ہو گئی۔ اس نے کہا "مرچنٹ کالونی کی کوٹھی نمبر دو سو دو کے متعلق معلومات چاہتا ہوں۔"

لڑکی نے ایک الماری کے خانے سے ایک پیکٹ نکالا۔ اس پیکٹ سے ایک ڈسک نکالا پھر اسے کمپیوٹر میں ایڈجسٹ کیا۔ اسکرین پر تحریر نظر آئی۔ کمپیوٹر نے بتایا کہ یہ مرچنٹ کالونی دو سو کی کوٹھی نمبر ایک سو ایک سے تین سو تک کی معلومات ہیں۔

لڑکی نے کئی بٹن دبائے اسکرین پر تحریر بدل گئی۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔

کوٹھی نمبر: 202

مالک کا نام: بنجامن کروسو۔

بزنس: ایک امریکن کمپنی کے اشتراک سے اسپورٹس کاریں اسمبل کرتا ہے۔

فیملی: ایک بیوی، ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔

فیملی ہسٹری: لبنان کی خانہ جنگی میں بیوی اور بیٹا مارے گئے۔

ایک جوان بیٹی لارا کروسو ہے۔

کمپیوٹر ہینڈل کرنے والی لڑکی نے پوچھا "مسٹر پال! آپ فرمائیں۔ اور کس نوعیت کی معلومات چاہتے ہیں؟"

علی نے آنکھیں بند کر کے سوچا۔ موجودہ فیملی پوزیشن بتا رہی تھی کہ اس کوٹھی میں بنجامن کروسو اور لارا کروسو یعنی باپ بیٹی رہتے ہیں۔ وہاں ثانی کو یہ تشویش ہوگی کہ انٹیلی جنس والے اس فیملی میں ممبر کے اضافہ کے متعلق پوچھ گچھ کریں گے کہ وہ اضافی لڑکی کون ہے؟ اور کہاں سے آئی ہے؟ ان سوالوں سے بچنے اور شکوک شبہات سے بالاتر رہنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہو سکتا تھا۔ اصل لارا کروسو کو چھپا کر اس کی جگہ ثانی لارا بن سکتی تھی اور اسی صورت میں ممکن تھا کہ سپرماسٹرنے دونوں باپ بیٹی کو خرید لیا ہوا پھر لیبوڈا نے ان باپ بیٹی کو خونیں عمل کے ذریعے معمول اور اپنا پابند رکھا ہو۔

علی نے ان تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد لڑکی سے کہا "لارا کی جسمانی اور ذہنی میڈیکل رپورٹ اور اس کی عام و خاص معلومات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگی۔ اسکرین پر تحریر نظر آنے لگی۔

لارا کروسو۔ قد پانچ فٹ چھ انچ۔

میڈیکل رپورٹ: نارمل

فزیکل رپورٹ: ایک حادثہ میں بائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ علاج کامیاب رہا تھا۔ وہ زیادہ آسانی سے بائیں ہاتھ کو حرکت دے سکتی ہے۔ بائیں پسلی پر زخم کا نشان ہے۔

تعلیم: سینئر کیمبرج۔

میریٹل رپورٹ: شادی نہیں ہوئی۔ کرنل تھامپسن کے بیٹے موسس سے منگنی ہو چکی ہے۔ لارا اور موسس میں لو افیئر ہے۔ کرنل تھامپسن اور موسس کی کمپیوٹر رپورٹ ڈسک نمبر آرمی صفر ایک میں ہے۔

علی نے کچھ دیر سوچا۔ پھر کہا "تھینکس اے لاٹ۔ تم نے بڑی معلومات فراہم کی ہیں۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

وہ ہنستے ہوئی بولی "اتفاق سے میرا نام بھی لارا ہے۔"

علی اپنے سسر راجر موس کے بنگلے میں آ گیا۔ صبح ہو چکی تھی۔ راجر موس اپنے باغیچے میں جوگنگ کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر بولا "گڈ مارننگ سن! تمہارا حلیہ بتا رہا ہے کہ رات بھر مصروف رہے ہو۔"

"جی ہاں۔ اب آپ مصروف رہیں گے اور میں نیند پوری کروں گا۔"

"ضرور بیٹے! اندر چلو اور بتاؤ معاملہ کیا ہے؟"

وہ دونوں ایک کمرے میں آئے۔ علی نے اپنے چہرے سے پال کا میک اپ اتارتے ہوئے کہا "آپ سے یہ درخواست ہے کہ جو کچھ میں کہنے جا رہا ہوں اسے آپ اپنی ذات تک محدود رکھیں گے اور ابھی اس معاملے کو گولڈن برین کی سطح پر نہ لائیں۔"

"ٹھیک ہے۔ جب تک مناسب سمجھا جائے گا اس معاملے کو راز رکھا جائے گا۔"

"میں پال کا میک اپ اس لئے اتار رہا ہوں کہ اس کی ضرورت نہیں رہی۔ میں جس الپا کی نگرانی کر رہا تھا، وہ غائب ہو گئی ہے۔"

"کیا؟" وہ چونک کر سیدھا بیٹھ گیا "کیا دشمنوں نے اسے اغوا کیا ہے؟"

"میں ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ ویسے میرا اندازہ ہے کہ وہ مصلحتاً روپوش ہو گئی ہے۔ آج کسی وقت سرکاری طور پر اپنی روپوشی کی رپورٹ دے سکتی ہے۔"

"اگر رپورٹ نہ دے تو؟"

"آپ مناسب سمجھیں تو ابھی جے مورگن کو کال کریں۔ وہ الپا کے دماغ میں جا کر اُس کی خیریت معلوم کرے گا۔"

راجر موس نے فون کے ذریعے جے مورگن سے رابطہ کیا۔ مخصوص کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "میں راجر موس ہوں۔ تم گولڈن برین کار من ہیرالڈ سے بات کرو۔"

علی نے ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو مورگن! الپا رات کے ساڑھے تین بجے بنگلے سے باہر پیدل گئی تھی۔ جبکہ اپنی کار میں بھی جا سکتی تھی۔ شبہ ہے کہ وہ ٹریپ نہ کی گئی ہو۔ اس سے رابطہ کر کے شبہ دور کرو۔"

"ٹھیک ہے سر! میں ابھی حقیقت معلوم کر کے آپ کو رپورٹ دوں گا۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ علی نے راجر موس سے کہا "میں کرنل تھامپسن کے بیٹے موسس تھامپسن اور اس کی منگیتر لارا کروسو کے متعلق معلومات چاہتا ہوں۔"

"کیا وہ دونوں کسی اہم معاملے میں ملوث ہیں؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے پال کا میک اپ اتار دیا ہے، فی الحال کار من کی حیثیت سے نہیں رہوں گا۔ لہٰذا کچھ روز کرنل کے بیٹے موسس کے روپ میں رہوں گا۔"

"میں ابھی کرنل تھامپسن سے بات کرتا ہوں۔"

"اس کے بیٹے موسس کو نہ معلوم ہو کہ اسے ملک سے باہر کیوں بھیجا جا رہا ہے۔"

"کیا اسے ملک سے باہر بھیجنا ضروری ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ اسی ملک کے کسی شہر میں رہے گا تو اپنی منگیتر سے چھپ کر ملاقات کرنے آئے گا۔ موسس کو اچانک یہاں سے بھیجا جائے تاکہ وہ لارا کو اپنی روانگی کے متعلق کچھ نہ بتا سکے۔"

"میں کوشش کروں گا کہ موسس آج ہی یہاں سے چلا جائے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ علی نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو! میں کلدمن بول رہا ہوں۔"

"سر! میں مورگن ہوں۔ ابھی میں نے خیال خوانی کے ذریعے الپا سے گفتگو کی ہے۔"

"کیا تم اس کے دماغ میں گئے تھے؟"

"جی ہاں۔ وہ کہہ رہی تھی ہمارے مخبر کو مغالطہ ہوا ہے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "مجھے مغالطہ ہوا ہے؟"

"جی۔ میں نے آپ کا ذکر نہیں کیا۔ صرف مخبر کہا ہے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ وہ اور کیا کہتی ہے؟"

"کہتی ہے... رات ساڑھے تین بجے کہیں نہیں گئی تھی۔ صبح پانچ بجے تک اپنے بنگلے میں سوتی رہی تھی۔"

"چلو یہ تو اطمینان ہو گیا کہ وہ اغوا نہیں کی گئی ہے۔ ویسے یہ بات راز میں رکھو۔ وہ رات کو باہر گئی تھی۔"

"سر! وہ اس بات سے انکار کیوں کر رہی ہے؟"

"وہ ہم سے کچھ چھپا رہی ہے۔ جے مورگن! تم جانتے ہو میں دھوکا اور وطن دشمنی برداشت نہیں کرتا ہوں۔"

"یس سر! آپ حکم دیں۔ مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"تم خاموشی سے اس کی نگرانی کرو۔ اس کی ذاتی مصروفیات کے متعلق چھان بین کرتے رہو۔"

"آل رائٹ سر! میں اس پر نظر رکھوں گا۔"

"اور سنو۔ دوپہر تک تمہارے پاس دو نوجوانوں کی تصویریں پہنچائی جائیں گی۔ ان میں سے ایک کا نام موسس اور دوسری کا نام لارا ہے۔ تم تصویروں کی آنکھوں میں جھانک کر ان کی ذاتی اور پرائیویٹ مصروفیات کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرو۔ پھر شام پانچ بجے تک مجھ سے رابطہ کرو۔"

اس نے احکامات کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ علی نے ریسیور رکھ کر راجر موس سے کہا "انکل! آپ لارا اور موسس کی تصویریں اس طرح حاصل کریں کہ انہیں شبہ نہ ہو۔ یہ تصویریں آپ جے مورگن کے پاس بھیج دیں۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

"ایک منٹ بیٹے! کیا الپا مشکوک ہے؟"

"انکل! وہ امریکا سے گھوم کر آئی ہے۔ اس کے ساتھ جانے والا میجر یارڈلے قتل ہو چکا ہے۔ الپا بھی قتل کی جا سکتی ہے۔ یا ہم سے چھینی جا سکتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ لمبوڈا اسے ہم سے چھین چکا ہو۔"

"تم یہ خدشات بیان کر رہے ہو اور آرام سے ہو؟"

"آرام سے ہوتا تو رات بھر جاگتا نہ رہتا۔"

"بھئی سیدھی سی بات ہے۔ الپا کو حراست میں لیا جائے۔ اس پر تنویمی عمل کرایا جائے اور چور خیالات سے معلوم کیا جائے کہ لمبوڈا اسے ٹریپ کر رہا ہے یا نہیں؟"

"انکل! یہ بات اتنی سیدھی نہیں ہے۔ لمبوڈا کو ذرا بھی شبہ ہو گا تو وہ الپا کو ہلاک کر دے گا تاکہ ہمیں کوئی راز معلوم ہو سکے۔ لمبوڈا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ ہماری ٹیلی پیتھی جانے والی الپا ہم سے ہمیشہ کے لئے چھن جائے گی۔"

"درست کہتے ہو۔ جلد بازی میں نقصان ہو سکتا ہے۔ اس میں تو بھول گیا کہ تم رات بھر کے جاگے ہوئے اور تھکے ہوئے ہو۔ جاؤ سو جاؤ۔"

علی دوسرے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ وہ بستر بھی اور پامیلا کا تھا۔ وہاں اس نے جی جان سے چاہنے والی پامیلا ساتھ بہت سے یادگار دن رات گزارے تھے۔ وہ لیٹ کر سو لگا۔ اس بنگلے میں اصلی الپا لوٹ آئی ہے۔ اس کا اصلی ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جے مورگن الپا کی آواز اور لہجے کو گرفت لے کر ڈی الپا یعنی ثانی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ خیال خوانی کی لہریں اسی مخصوص لہجے والی الپا کے پاس لے گئی تھیں۔

علی نے راجر موس وغیرہ کو ثانی کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ ثانی نے بھی لمبوڈا وغیرہ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ پال کے پیچھے کار ہیرالڈ چھپا ہوا ہے۔ اس نے سوچا "اگر کارمن بھی پچھلی زندگی بھول چکا ہے' اگر اس سے میرا گہرا تعلق رہا ہے تو پھر وہ کارمن نہیں کوئی اور ہے' صرف میرا محبوب ہے۔ میں لمبوڈا کو کارمن کے پیچھے نہیں لگاؤں گی اور روپوش رہ کر آزماؤں گی کارمن مجھ سے دوستی برقرار رکھے گا یا گولڈن برینز کی حفاظت خاطر مجھ سے دشمنی کرے گا۔"

ثانی نے جان لمبوڈا سے یہ بات بنائی تھی کہ وہ الپا کا روپ کرتے ہوئے خطرہ محسوس کر رہی ہے۔ لہٰذا عارضی طور پر الپا کو اس کی جگہ بھیج دیا جائے۔

لمبوڈا نے پوچھا تھا۔ "تم کس طرح کا خطرہ محسوس کر ہو؟"

ثانی نے جواب دیا تھا "مجھے بنگلے میں کسی عورت نے فون تھا کہ وہ میری اصلیت جانتی ہے اور میں وہ نہیں ہوں جو نظر ہوں۔"

"کیا تم فون کرنے والی کے دماغ میں گئی تھیں؟"

"گئی تھی۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ اسی لئے بنگلا چھ کر الپا کے پاس جا رہی ہوں۔ آپ الپا سے کہہ دیں' میرے میک اپ کا سامان تیار رکھے۔ میں اسے دیکھ کر لارا کا میک اپ کروں پھر وہ اپنا لارا والا میک اپ اتار کر یہاں بنگلے میں آ جائے گی۔"

الپا اتنے دنوں سے لارا کے بہروپ میں تھی اور لمبوڈا اشاروں پر بہودیوں کے خلاف کام کر رہی تھی۔

لارا کا باپ بنجامن کروسو سپراسٹر کا زر خرید غلام تھا۔ اس غلامی کے عوض وہ اسپورٹس کاریں بنانے والی کمپنی کا مالک بن تھا۔

اس کی بیٹی لارا بھی سپراسٹر کی وفادار تھی۔ اس لئے اسرائیل

بھاگ کر امریکا چلی گئی تھی۔ اس کی جگہ الپا بزنس مین بنجامن کروسو کی بیٹی بنی ہوئی تھی اور اب ثانی اس کی جگہ پہنچ گئی تھی۔

ثانی نے کروسو کی کوٹھی میں پہنچ کر لارا کا میک اپ کیا تھا اور الپا سے لارا کے مگیتر موسس کے متعلق پوچھتی رہی تھی۔ الپا نے کہا "اپنا بایاں ہاتھ زیادہ حرکت میں نہ لانا کیونکہ لارا کے اس ہاتھ میں نقص تھا اور اپنی بائیں پسلیوں پر زخم کا نشان بنا لو۔"

ثانی نے کہا "وہ نشان تو میرے لباس میں چھپا رہے گا۔ اسے بنانا ضروری نہیں ہے۔"

"ضروری ہیں۔ لارا کا مگیتر بڑا زبردست ہے محبت کرنے پر آتا ہے تو نشان تک پہنچ جاتا ہے۔"

وہ بولی "میرا نام سلوانہ ہے۔ کسی کی مجال نہیں ہے کہ مجھے ہاتھ لگائے۔ اگر وہ شرافت سے نہ رہا تو اسے اپاہج بنا کر چھوڑ دوں گی۔"

الپا نے ہنستے ہوئے کہا "جب ایسا وقت آتا ہے تو مرد کے سامنے ایک نہیں چلتی۔"

ثانی نے بھی ہنستے ہوئے کہا "ایسے کئی مرد آ چکے ہیں جن کی میرے سامنے ایک نہیں چلی۔"

"سلوانہ! تم خلاف فطرت باتیں کرتی ہو آخر تمہارے بھی لڑکی تقاضے ہوں گے۔"

"بے شک ہیں اور وہ صرف اپنے مرد کے لئے ہیں۔"

"کون ہے وہ خوش نصیب؟"

"وہ!" ثانی سوچ میں پڑ گئی۔ "وہ..... وہ....."

کوئی اپنا نہیں تھا مگر شاید تھا۔

وہ خلا میں تکنے لگی۔ نگاہوں کے سامنے کبھی پال اور کبھی رمن جھلک رہا تھا۔ وہ ایک ہی شخص تھا لیکن دو اشخاص کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور جو چھپا ہوا تھا' وہی اس کے جسم و جان کا مالک تھا۔

الپا نے پوچھا "کس سوچ میں پڑ گئی ہو؟ کیا اس کا نام نہیں بتاؤ گی؟"

وہ خیالات سے چونک کر بولی "کیا بتاؤں؟ اس کا وجود ہے' مگر نظر نہیں آتا۔"

"کیا پہیلی بجھوا رہی ہو؟"

"تم اسے پہیلی سمجھو گی' میری باتوں کا یقین نہیں کرو گی۔ میرا محبوب ایسا ہی ہے۔ میں اس سے باتیں کرتی ہوں مگر وہ نظر نہیں آتا۔"

"ہوں کہو' وہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے' خیال خوانی کے ذریعے باتیں کرتا ہے مگر دکھائی نہیں دیتا۔"

"میرا وہ بڑا ہے۔ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔"

"تعجب ہے کہ وجود ہے اور نظر نہیں آتا ہے۔ خیال خوانی نہیں جانتا ہے۔ بھئی اس کا نام اور پتا ضرور ہو گا۔"

"ہائے نام ہوتا تو اسے پکارتی۔ پتا ہوتا تو برات لے کر پہنچ جاتی۔"

"مجھے تو معاف کرو۔ میرے پاس اتنا دماغ نہیں ہے کہ تمہارے یار اور پیار کو سمجھ سکوں۔"

"بہتر ہے نہ ہی سمجھو اور کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ جان لمبوڈا پھر ایک بار کامیاب ہو گیا تھا اور میجر یارڈلے کے ذریعے گولڈن برینز کے درمیان پہنچنے لگا تھا۔ مگر وہ اچانک قتل کر دیا گیا۔ لمبوڈا پھر گولڈن برینز کی ٹیم سے باہر آ گیا ہے۔"

ثانی نے کہا "یہ اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ قاتل کون ہے؟"

"میں یقین سے کہتی ہوں' قاتل کارمن ہے۔ لمبوڈا بھی یہی کہتا ہے۔ کارمن نے روپوش ہو کر ہمارے لئے خطرات پیدا کر دیئے ہیں۔"

"گولڈن برین میجر یارڈلے اپنی حماقت سے مارا گیا ہے۔"

"سوال پیدا ہوتا ہے کہ کارمن کو اس پر شبہ کیسے ہوا؟ وہ کمبخت جب تک چھپا رہے گا' ہمارے تمہارے لئے بھی خطرہ بنا رہے گا۔"

ثانی کا خیال تھا کہ کارمن ابھی تک پال کے روپ میں ہے۔ وہ جلد سے جلد اس کی دوستی یا محبوبیت کو آزمانا چاہتی تھی۔ آزمائش کے بعد ہی وہ اس سے دشمنی کر سکتی تھی یا ہمیشہ کے لئے اسے اپنا سکتی تھی۔

ثانی نے کہا "تم کچھ زیادہ ہی کارمن سے خوفزدہ ہو۔"

"خوفزدہ نہیں محتاط ہوں۔ اگر تم اسے کچھ نہیں سمجھتی ہو تو اس کے خلاف کوئی قدم اٹھاؤ۔ کم از کم یہ تو معلوم کرو کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے؟"

"اسے چوہے کی بل سے باہر لانے کا ایک راستہ ہے۔"

"اور وہ راستہ بہت پیچیدہ ہو گا۔"

"پیچیدہ راستوں سے گزرنے والے ہی کامیاب ہوتے ہیں۔"

"وہ راستہ کیا ہے؟"

"میں انکل لمبوڈا کے لئے گولڈن برین راجر موس کو ٹریپ کروں گی۔"

"سلوانہ! تم نہیں جانتیں۔ راجر موس کے بنگلے کے چاروں طرف سخت پہرا رہتا ہے۔ شاید وہاں کارمن بھی چھپ کر رہتا ہو' ادھر کوئی جانے کی جرات نہیں کرتا ہے۔"

"پھر تو میں جاؤں گی۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟" الپا نے حیرانی سے کہا "یہ تو بارود کے ڈھیر پر بیٹھ کر سگریٹ سلگانے والی حماقت ہو گی۔"

"میں بارود کو آگ لگانے ہی امریکا سے آئی ہوں۔ مجھے راجر موس کا پتا بتاؤ۔"

الپا اسے پتا بتا کر اس بنگلے میں آگئی جسے تین گھنٹے پہلے ثانی نے چھوڑا تھا۔ لمبوڑا نے الپا سے کہا "میں تمہارے پاس تھا اور سلوانہ کی باتیں سن رہا تھا مجھے یقین ہے وہ گولڈن برین راجر موس کو ضرور ٹریپ کرے گی۔"

"آپ کو یقین کیسے ہے؟"

"وہ نفسیاتی حملہ کرنے والی ہے۔ جو شخص جتنا مطمئن اور بے فکر رہتا ہے اتنی ہی جلدی دھوکا کھاتا ہے۔ راجر موس کو کارمن کی موجودگی اور مسلح فوجی جوانوں کے پہرے کے باعث اطمینان ہوگا۔ اس کا یہی اطمینان سلوانہ کی کامیابی کا ضامن ہوگا۔"

وہ کیسی چالیں چلے گی' یہ علی نہیں جانتا تھا۔

اور علی کیسی چالیں چلے گا' ثانی نہیں جانتی تھی۔

وہ موسس کے روپ میں رہ کر ثانی کے قریب رہنے کے انتظامات کر رہا تھا۔ وہ اور ثانی پچھلی رات کے جاگے ہوئے تھے۔ دوپہر تک سوتے رہے۔ انہوں نے بیدار ہونے کے بعد اپنی اپنی پناہ گاہ میں غسل کیا۔ لباس تبدیل کیا۔ پھر علی نے لنچ کرنے کے دوران جے مورگن کا فون اٹینڈ کیا۔ وہ کہہ رہا تھا "سر! مجھے لارا اور موسس کی تصویریں مل گئی ہیں۔ میں ان کے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

علی نے پوچھا "وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"لارا نیویارک میں ہے اور موسس کو ابھی پندرہ منٹ پہلے ایک خاص فلائٹ سے ملک کے باہر بھیج دیا گیا ہے۔"

وہ علی کو ان دونوں کے متعلق بتا رہا تھا۔ دوسری طرف ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے لمبوڑا سے پوچھا "انکل! مجھے پامیلا کی تصویر مل سکتی ہے؟"

"کون پامیلا؟ کیا کارمن کی مقتول بیوی؟"

"جی ہاں اور ایک ایسی لڑکی بھی چاہئے جو قد اور جسامت میں پامیلا جیسی ہو اور وہ ایسی تربیت یافتہ ہو کہ پامیلا کا رول بخوبی ادا کر سکے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں تم کیا کرنا چاہتی ہو۔ راجر موس اپنی مقتول بیٹی کو زندہ دیکھ کر چونکے گا لیکن دقتی طور پر اسے حیران کر کے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں کر سکو گی۔"

"آپ کا خیال ہے وہ ہماری چال کو سمجھ لیں گے؟"

"بے شک۔ راجر موس اور کارمن نے پامیلا کی لاش دیکھی ہے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دفن کیا ہے۔ وہ کسی ڈمی سے دھوکا نہیں کھائیں گے۔"

"انکل! انہوں نے جس کی لاش دیکھی وہ پامیلا نہیں تھی جسے انہوں نے دفن کیا' وہ پامیلا نہیں تھی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے' پامیلا کے جسم پر ایسا مخصوص نشان نہیں ہے جس سے وہ پہچانی جا سکے۔"

"یعنی وہ ہماری ڈمی پامیلا کو دیکھ کر سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ اصلی نقلی پامیلا قتل کی گئی تھی۔ وہ ہماری ڈمی پر بھی شبہ کریں گے لیکن تذبذب میں رہیں گے۔ ایک پامیلا کے وجود سے انکار نہیں کریں گے۔"

"جی ہاں۔ آپ ڈمی پامیلا پر تنویمی عمل کریں گے تاکہ وہ خیال خوانی کرنے والے اس کے چور خیالات پڑھیں تو پتا چلے کہ وہ اپنی پچھلی زندگی بھول گئی ہے۔"

"اچھی بات ہے' ہم یہ تدبیر بھی آزمائیں گے۔ میں پامیلا کی ڈمی تیار کرتا ہوں۔"

فون کی گھنٹی سن کر ثانی نے خیال خوانی ختم کی۔ پھر ریسیور اٹھا کر بولی۔ "ہیلو کون ہے؟"

"میں الپا بول رہی ہوں۔"

"ہاں بولو' خیریت ہے؟"

"جے مورگن نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ اسرائیلی سراغرساں بہت چالاک ہوتے ہیں' انہوں نے اطلاع دی تھی کہ الپا ساڑھے تین بجے رات کو بنگلے سے باہر گئی تھی۔"

"کیا جے مورگن پوچھ رہا تھا؟"

"ہاں میں نے انکار کر دیا۔ صاف کہہ دیا کسی نے غلط مخبری کی ہے۔ میں صبح پانچ بجے تک اپنے بنگلے میں سوتی رہی تھی۔"

"تمہیں اقرار کرنا چاہئے تھا کہ رات کو کسی کام سے گئی تھیں۔ تم نے چشم دید حقیقت سے انکار کر کے کسی جاسوس کی رپورٹ کو جھٹلایا ہے۔"

"جب میں موجود تھی اور بنگلے کے فون پر جے مورگن سے باتیں کر رہی تھی تو میری بات سچ مانی جائے گی۔ تم فکر نہ کرو۔ میں یہاں کا معاملہ سنبھال لوں گی۔"

"ایک بات یاد رکھو' تم نے جس جاسوس کو جھٹلایا ہے وہ تمہارے پیچھے پڑ جائے گا۔"

"میں بھی اس کے پیچھے پڑ جاؤں گی۔ ویسے یہ پال مجھ سے عشق کرنے لگا ہے' کیا تم سے کوئی چکر چل گیا تھا؟"

ثانی کو تصور میں پال (علی) دکھائی دیا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "ہاں' بہت سی معلومات حاصل کرنے کے لئے میں نے اسے ذرا فری ہونے کا موقع دیا تھا۔ کیونکہ اس کے دماغ میں جا کر چور خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔"

"تم نے اسے ذرا نہیں بلکہ زیادہ فری کیا ہے' وہ مجھ سے شادی کے لئے پوچھ رہا تھا۔"

"اس بیچارے کو پتا نہیں ہے کہ وہاں میری جگہ تم آگئی ہو۔ اب اسے ٹال دو یا ایک مشغلہ بنائے رکھو۔"

الپا نے ہنستے ہوئے رابطہ ختم کر دیا۔ ثانی نے ریسیور کو کریڈل پر رکھ کر وہاں سے اٹھنا چاہا۔ فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ وہ اٹھتے اٹھتے بیٹھ گئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر بولی۔ "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے علی نے موسس کی آواز اور لہجے میں کہا

"میں کتنی دیر سے رنگ کر رہا ہوں۔ فون انگیج مل رہا تھا۔ اتنی لمبی باتیں کس سے ہو رہی تھیں؟"

"تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے؟"

"تمہارا منگیتر' تمہارا یار' دلدار۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں' میری آواز نہیں پہچان رہی ہو؟"

وہ سنبھل کر بولی "اوہ موسس! یہ تم ہو؟ دراصل میں فون پر ڈیڈی سے نئی اسپورٹس کار کے لئے جھگڑا کر رہی تھی۔ دماغ پر بوجھ تھا اس لئے فوراً ہی تمہیں فون پر نہ پہچان سکی۔"

"کوئی بات نہیں' میں پہچان بڑھانے کے لئے آ رہا ہوں۔ میرا انتظار کرو۔"

وہ پیچھا چھڑانے کے لئے بولی "میں ابھی باہر جا رہی ہوں' ابھی نہ آنا۔"

"ابھی کہاں جا رہی ہو؟"

"تمہیں بتانا ضروری نہیں ہے۔"

"تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ میرے بغیر کہیں جاتی نہیں ہو اور آج تو بدل کر جا رہی ہو۔ سچ بتاؤ کیا تم میری لارا ہو؟"

وہ جلدی سے بولی "لارا ہوں۔ لارا نہیں تو اور کون ہوں۔ یہ بری کوٹھی ہے۔ میری کوٹھی میں کوئی دوسری تم سے باتیں کرنے کیسے آئے گی۔"

"اگر تم ہی میری لارا ہو تو انتظار کرو۔ کوٹھی میں تمہارے ڈیڈی نہیں ہیں۔ ہم دونوں تنہائی میں ہاہاہا۔ ہو ہو ہو یعنی سمجھ گئیں نا؟"

وہ ناگواری سے بولی "فضول باتیں نہ کرو۔"

"یہ فضول باتیں ہیں؟ پرسوں رات مجھ پر قربان ہو رہی تھیں۔ میں جانا چاہتا تھا۔ تم جانے نہیں دیتی تھیں۔ صبح تک اپنے حسن و شباب کا اسیر بنا کر رکھا تھا۔"

ثانی غصے سے دانت پیس رہی تھی۔ وہ میلی نظر سے دیکھنے والے کو جہنم میں پہنچا دیتی تھی۔ آج تک کسی نے اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ کجا یہ کہ وہ اسے لارا سمجھ کر اس کی پارسائی کا پوسٹ مارٹم کر رہا تھا۔

اس نے غصے سے ریسیور رکھ دیا۔ اگر نہ رکھتی تو منہ میں جو گالیاں آتیں وہ دیتی چلی جاتی۔ اگر وہ سامنے ہوتا تو اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ ڈالتی۔ ویسے سامنا تو ہونا ہی تھا جب لیلیٰ بنی ہوئی تھی تو مجنوں کو دیوانہ وار آنا ہی تھا۔ وہ آدھے گھنٹے بعد آ گیا۔

کوٹھی کے اندر آتے ہی ثانی کو محبت پاش نظروں سے گھورا اور دونوں بازو پھیلا کر بولا "ہائے میری جان لارا! ہم مل کر بچھڑتے ہیں اور بچھڑ کر ملتے ہیں۔ دیکھو پھر مل رہے ہیں۔ آؤ گلے لگ جاؤ۔"

وہ تیزی سے گلے لگنے آیا۔ ثانی اچھل کر ایک طرف ہٹ گئی۔ وہ گھوم کر ادھر آیا۔ وہ پھر کترا کر بولی "خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ دور سے بات کرو۔"

وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تمہیں کیا ہو گیا ہے لارا؟ میں کوئی غیر نہیں ہوں۔ کئی بار ایسی ہی تنہائی میں....."

وہ تنبیہہ کے انداز میں انگلی اٹھا کر بولی "شٹ اپ آگے کچھ نہ کہنا۔ تمہیں ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ اگر تم کہتے ہو کہ ہم نے پہلے غلطیاں کی ہیں تو تم نے کی ہوں گی' مجھ پر کیچڑ اچھالو گے تو منہ توڑ دوں گی۔"

علی نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "کیا کہہ رہی ہو کہ صرف میں نے ہی غلطیاں کی ہیں اور تم نے نہیں کی ہیں۔ کیا تالی کبھی ایک ہاتھ سے بجتی ہے؟ میری جان! وہ رنگین راتیں یاد کرو۔ جب....."

"اے خبردار! آگے نہ بولنا ورنہ میں....."

اس نے ایک ہاتھ مارا۔ علی بچ سکتا تھا لیکن جان بوجھ کر مار کھاتے ہوئے صوفے پر گر پڑا پھر بولا "تعجب ہے۔ تم میرے ساتھ ایسا سلوک کر رہی ہو' جیسے میری لارا نہیں ہو۔"

"ہاں میں لارا نہیں ہوں۔" پھر وہ سنبھل کر بولی "میں پہلے جیسی لارا نہیں رہی۔ میں نے عہد کیا ہے کہ شادی سے پہلے تمہیں اپنے بدن کو ہاتھ لگانے نہیں دوں گی۔"

وہ صوفے سے اٹھتے ہوئے بولا "تو ایسے بولو نا کہ شادی تک میرے ہی لئے ریزرو رہو گی۔ یہ بات میرے ہی حق میں ہے۔ اس کے لئے انگارے چبانے اور آندھی بننے کی کیا ضرورت ہے۔ آؤ دوستی کر لو۔"

علی نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی "شادی سے پہلے ہمارے ہاتھ بھی نہیں ملیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "چلو ہاتھ بھی نہیں ملیں گے' تم جیسے خوش رہو گی' میں ویسے ہی تمہیں راضی رکھوں گا لیکن پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

ثانی نے دل میں کہا "کمبخت واقعی پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ میں اس کے دماغ میں بھی نہیں جا سکتی۔ یہ اسپورٹس مین ہے۔ چار سو میٹر کی دوڑ لگانے والا کھلاڑی ہے۔ الپا بتا رہی تھی کہ حساس دماغ کا مالک ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے سانس روک لیتا ہے۔"

علی نے کہا "آؤ سمندر کنارے چلیں۔"

وہ مسکرانے لگی۔ علی نے کہا "مجھے معلوم ہوتا سمندر کے ذکر پر مسکراتی ہو تو میں یہاں آتے ہی سمندر سمندر رکٹتا رہتا۔"

وہ مسکرا کر بولی "مجھے سمندر کا نظارہ اچھا لگتا ہے۔ میں ضرور چلوں گی۔ پہلے ہم چائے پی لیں۔ میں ابھی لے کر آتی ہوں۔"

وہ تبسم کی بجلیاں گراتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئی۔ علی نے دل میں کہا۔ "عورت کی گھٹی میں شرم اور شرافت ہو تو وہ یادداشت کھو کر بھی گمراہ نہیں ہوتی۔"

وہ نادان نہیں تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ ثانی اسے اپنا محکوم بنا کر رکھنے کے لئے دائمی کمزوری میں مبتلا کرنے کے ہتھکنڈے استعمال کرے گی۔ اسی لئے چائے پلانے سے پہلے محبوبانہ انداز میں مسکرانے لگی تھی۔

وہ مسکراتی ہوئی چائے کی دو پیالیاں لے کر آئی۔ ایک پیالی اس کے سامنے سینٹر ٹیبل پر رکھ۔ دوسری اپنے سامنے رکھی لی۔ علی نے کہا "تمہیں زحمت تو ہوگی۔ مجھے پیاس لگی ہے۔ ذرا پانی پلا دو۔"

وہ پانی لانے کے لئے فریج کی طرف گئی۔ اسے لارا کا منگیتر موسس سمجھ رہی تھی اس لئے یہ شبہ نہیں کر سکتی تھی کہ موسس اس پر کسی قسم کا شبہ کرے گا اور کوئی چالاکی دکھائے گا۔ وہ ایک گلاس میں پانی لے کر آئی۔ اس نے گلاس لے کر چند گھونٹ حلق سے اتارے۔ پھر کہا "تم نے ٹھنڈا پانی پلا کر کلیجا ٹھنڈا کر دیا ہے۔ اب کیا گرم چائے پلا کر گرمی محبت پیدا کرو گی؟"

وہ پیالی اٹھا کر اُس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولی "باتیں نہ بناؤ۔ ہمیں باہر جانا ہے۔ جلدی پیو اور چلو۔"

علی نے وہ پیالی لے لی۔ ثانی دوسری پیالی اٹھا کر اپنے ہونٹوں سے لگانے لگی۔ علی نے آہستگی سے کہا "میں نے پیالی بدل دی ہے۔"

"کیا؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

وہ بولا "اس میں چونکنے کی کیا بات ہے۔ میں نے پیالی بدل دی ہے۔"

ثانی نے اتنی تیزی سے پیالی کو ایک طرف پھینکا جیسے کچھ ہاتھ میں آگیا ہو۔ پھر گھور کر بولی "تم نے پیالیاں کیوں بدلیں؟"

علی نے پوچھا "تمہیں اعتراض کیوں ہے؟"

"اعتراض اس لئے ہے کہ تم نے چائے میں کچھ ملا کر پیالیاں تبدیل کی ہیں۔"

"اگر میں کچھ ملاتا تو تمہیں پینے سے پہلے آگاہ نہ کرتا۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھا۔ وہ بولا "سوچو کہ تمہیں اپنے فراڈ کا اعتراف کرنا چاہئے یا نہیں؟"

"میں نے کوئی فراڈ نہیں کیا ہے۔"

"تم نے چائے قالین پر گرا دی ہے۔ اب میں قالین کو کسی لیبارٹری میں لے جا کر ثابت نہیں کر سکوں گا کہ چائے میں کچھ ملایا گیا تھا۔"

"تم اتنی بکواس کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لئے کہ جس چائے میں تم نے کچھ ملایا تھا وہ چائے نہیں پھینکی گئی ہے۔ یہ چائے میرے پاس ہی ہے۔ میں نے پیالی نہیں بدلی تھی۔"

اس نے چونک کر علی کے پاس رکھی ہوئی پیالی کو دیکھا۔

وہ بولا "مجھے یقین ہے، میری فرمائش کے باوجود تم اس پیالی کو مُنہ نہیں لگاؤ گی اور نہ ہی میں تمہیں مُنہ لگانے دوں گا۔"

وہ گم صم سی ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا "میں نہیں چاہتا کہ کسی ضرر رساں دوا کے اثر سے تمہارا دماغ کمزور ہو اور دشمن خیال خوانی کرنے والے تمہیں سلوانہ کی حیثیت سے پہچان لیں۔"

وہ فوراً ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر غراتی ہوئی بولی۔ "کون ہو تم؟"

"میں وہ ہوں جس نے تمہیں یہ چائے دھوکے سے نہیں پلائی۔ تمہیں دشمنوں کی معمولہ اور تابعدار بننے والی کمزوری سے بچایا۔ مجھ سے نہ پوچھو، میں کون ہوں۔ اپنے دل سے پوچھو وہ کے گا میں تیرا دیوانہ ہوں۔ کبھی بھولو نرا کبھی عاشق، کبھی پروانہ ہوں پر تو میری گم شدہ زندگی کی کتاب سے نکلی ہوئی میں تمہاری زندگی کے گم شدہ اوراق سے نکل کر آیا ہوں۔"

اس کی غراہٹ، اس کا غصہ یکلخت ختم ہو گیا۔ وہ خوش ہو کر بولی "تم۔ تم پال ہو؟ نہیں کارمن ہو؟ تم نے مجھے اتنی جلدی ڈھونڈ نکالا۔ خدا کی قسم اب میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم ازل سے میرے اور ابد تک میرے ہی رہو گے۔ میں تمہاری ہوں صرف تمہاری۔۔۔۔"

وہ شاخِ گل کی طرح ذرا خم کھا کر آگے بڑھی۔ پھر اس کے گلے کا ہار بن کر رہ گئی۔

○☆○

روسی سیاست زوال پذیر تھی۔ اس کے زیرِ اثر اور نگوں رہنے والے کتنے ہی ممالک آزاد ہوتے جا رہے تھے۔ بظاہر یوں دکھائی دے رہا ہے کہ روس کی ہڈیاں ٹوٹ رہی ہیں اور اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو رہے ہیں کہ اس کا وجود مٹتا جا رہا ہے۔ کوئی وقت آتا ہے کہ روس تاریخ کا ایک گم شدہ باب بن کر رہ جائے گا۔

ویسے یہ حقیقت نہیں ہے۔ یہ فطری امر ہے کہ فنا ہونے والا اپنی بقا کی جنگ لڑتا رہتا ہے۔ دنیا کے نقشے میں سب سے زیادہ رقبہ پر پھیلا ہوا ملک آسانی سے نابود نہیں کیا جا سکتا۔ ماسک مین کی بھی یہی کوشش تھی کہ تمام نو آزاد ممالک معاشی، اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے اس کے زیرِ اثر رہیں اور کسی نہ کسی پہلو سے ان ممالک کو کمزور بنا کر رکھا جائے۔

اس نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو دنیا والوں سے اور خصوصاً ہم سے چھپا رکھا تھا کیونکہ ہم ماضی میں اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں یا تو قتل کر چکے تھے یا اغوا کر کے لے آئے تھے۔ اس بار اس نے ایوان راسکا کو گوشۂ گمنامی میں رکھا تھا۔ ہمیں اس کی کوئی خبر نہیں تھی اور نہ ہی ادھر سے ہمیں کوئی شکایت پیدا ہو رہی تھی۔ اس لئے ہم نے ایوان راسکا، ماسک مین اور اس کے ملک کو نظر انداز کیا ہوا تھا۔

اب اس کے پر نکل رہے تھے۔ اس کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہی ایک ہتھیار ایسا رہ گیا تھا جس کے ذریعے وہ چھوٹے بڑے ممالک کے خفیہ معاملات کو سمجھ سکتا تھا اور ان معلومات کے ذریعے وہ ان ممالک میں اپنا اثر قائم رکھ سکتا تھا۔

اس نے ایوان راسکا کے متعلق یہی فیصلہ کیا تھا کہ اسے منظرِ عام پر آنے نہیں دے گا۔ پہلے کی طرح گمنام رکھ کر اس سے کام لیتا رہے گا۔ ایوان راسکا ایک شاندار محل میں رہتا تھا۔ اسے ہر طرح کا عیش و آرام حاصل تھا۔ ماسک مین اس کی ہر خواہش پوری کرتا تھا۔ صرف عورت اور شراب کو ہاتھ لگانے نہیں دیتا تھا۔ محل کے اندر و باہر کسی سے ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ اتنا سخت پہرا رہتا تھا کہ کوئی پرندہ اڑتا ہوا آئے تو اسے اس لئے گولی ماری جاتی تھی کہ وہ کبوتر کی طرح پیامبر نہ ہو۔

محل کے چاروں طرف خونخوار کتوں کے پنجرے بنے ہوئے تھے۔ وہ تمام کتے ایوان راسکا کی بو پہچانتے تھے۔ وہ محل کے باہر قدم رکھتا تو سب ہی جنون میں بھونکتے جیسے آہنی سلاخیں۔۔۔۔ توڑ کر اس پر جھپٹنا اور اس کی بوٹی بوٹی کر دینا چاہتے تھے۔ وہ اس قدر دہشت زدہ رہتا تھا کہ محل سے باہر قدم نہیں رکھتا تھا۔

فصیل کی دیواروں پر مسلح فوجی جوان ہمہ وقت چوکس رہتے تھے۔ رات کو کوئی چھپ کر اس فصیل کے قریب نہیں آسکتا تھا۔ سرچ لائٹس کی گردش کرتی ہوئی روشنیاں اسے اجاگر کر دیتی تھیں۔ محل میں داخل ہونے والے راستوں میں ایسا خفیہ بجلی کا نظام تھا کہ وہاں قدم رکھنے والا بجلی کے جھٹکے کھا کر فنا ہو جاتا تھا۔ ایوان راسکا کو کھلی فضا میں سانس لینے کے لئے صرف چھت پر جانے کی اجازت تھی۔

وہ ان حالات میں خدمات انجام دے رہا تھا۔ اس نے ایک بار بغاوت کی تھی اور کہا تھا "مجھے حبسِ بیجا میں رکھا جائے گا تو میں خیال خوانی نہیں کروں گا۔"

ماسک مین نے اسے کال کوٹھڑی میں پھنکوا دیا اور کہا "محل میں پھر بھی تازہ ہوا ملتی تھی۔ یہاں تاریکی اور آلودگی میں اپنی زندگی کے دن پورے کرو۔"

وہاں کال کوٹھڑی میں ناقابلِ برداشت بدبو تھی۔ تعفن سے دماغ پھٹنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو مدد کے لئے نہیں بلا سکتا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کال کوٹھڑی کہاں ہے؟ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر لایا گیا تھا۔ یہ بھی سمجھ رہا تھا وہاں مزید چند گھنٹے رہے گا تو خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا بلکہ دماغی توازن سے محروم ہو جائے گا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ماسک مین سے معافی مانگی تو پھر اسے محل میں واپس پہنچا دیا گیا۔

یہ بات اس کی کھوپڑی میں نقش کر دی گئی کہ تمہاری ٹیلی پیتھی روسی حکومت کے کام نہیں آئے گی تو پھر تم کسی کام کے نہیں رہو گے۔ کوئی دوسرا ملک تم سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔

پھر جب مدد کے لئے بلاؤ گے وہ اس علاقے میں ہی داخل نہیں ہو سکے گا جہاں وہ محل ہے اور وہاں کے جان لیوا انتظامات سے ظاہر تھا کہ اس محل میں کوئی زندہ داخل نہیں ہو سکے گا۔

ایوان راسکا ٹی وی اسکرین پر ایشیا، یورپ اور امریکا کے سربراہان کی چلتی پھرتی تصویریں دیکھتا تھا۔ ان کے بیانات اور انٹرویو سنتا تھا پھر ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے اندر کا تمام خفیہ کچا چٹھا ماسک مین کو سنا دیتا تھا۔

وہ اس محل میں بیٹھا بیٹھا ہر ملک کے فوجی افسران تک پہنچ جاتا تھا۔ عالمی مالیاتی اداروں، فوجی رازوں اور عالمی سراغرساں ایجنسیوں کا ایک ایک راز لے آتا تھا۔ ماسک مین اسے روپوش رکھ کر کام کرا رہا تھا اور خوش تھا لیکن مطمئن نہیں تھا کیونکہ پھر سے بڑی سیاسی بازی کھیلنے کے لئے اسے بڑے ملکوں کے بڑے اہم راز اور ان کی کمزوریاں معلوم ہو رہی تھیں لیکن ان ملکوں کو اپنے دباؤ میں لانے کے لئے اور اپنے طور پر نت نئی چالیں چلنے کے لئے کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت نہیں تھا۔

وہ ایوان راسکا کو عملی میدان میں لانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے ہمیشہ آہنی پردوں میں چھپا کر رکھنے کا ارادہ تھا لہٰذا اب اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ کچھ ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت چاہئیں جو دوسرے ممالک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں منظرِ عام پر آکر اپنے کارناموں سے مطلوبہ ممالک میں ہلچل پیدا کر سکیں اور وہاں سے روسی مفادات حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔

اس مقصد کے لئے ماسک مین نے کہا "راسکا! تم اس دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ریکارڈ پڑھ چکے ہو۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان میں سے کون زندہ ہے اور کون مر چکا ہے۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو اپنے ہی ملکوں میں قیدی بنا کر رکھے گئے ہیں۔"

وہ بولا "جیسا کہ میں یہاں نظر بند رکھا گیا ہوں۔"

"ہاں۔ شکر کرو۔ اسی لئے اب تک زندہ ہو۔ ورنہ منظرِ عام پر آنے والوں میں صرف ایک فرہاد ہے جو لمبی عمر گزار رہا ہے۔ تم اس محل سے باہر جاؤ گے تو ہر ملک، ہر شہر، ہر راستے، ہر گلی میں موت تمہارے ساتھ ساتھ چلے گی۔"

"موت تو اس محل میں بھی ایک دن آئے گی۔"

"لیکن وہ طبعی موت ہو گی۔ کوئی دشمن یہاں تمہیں قتل نہیں کرے گا۔ ویسے باہر کی دنیا میں جانے کے لئے بے چین ہو تو آزادی کا ایک راستہ ہے۔"

"کون سا راستہ؟"

"دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کر کے ماسکو لے آؤ۔ اس کے انعام میں تمہیں ملک سے باہر جانے کی آزادی دی جائے گی۔"

"کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کرنا اس لئے مشکل ہوتا ہے کہ وہ یوگا کا بھی ماہر ہوتا ہے۔ وہ مجھے دماغ میں آنے نہیں دے

گا۔ جب دماغی رابطہ نہیں ہوگا تو کام کی بات بھی نہیں ہو سکے گی۔"

"انسانی ذہانت کے آگے کوئی کام ناممکن نہیں رہتا۔ تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ریکارڈ فائل میں ان کی تصویریں دیکھو۔ باری باری ہر تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں جاؤ۔ وہ سانس روکے تو واپس آجاؤ۔ کوڈورڈز پوچھے تو جواب نہ دو۔ یہ کبھی معلوم نہ ہونے دو کہ تم ایوان راسکا ہو اور تمہارا تعلق ماسک مین سے ہے۔"

"اس طرح خیال خوانی کرنے کا فائدہ کیا ہوگا؟"

"ہوگا۔ کبھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بیمار ہو جاتا ہے یا حادثہ میں زخمی ہو جاتا ہے۔ ایسے افراد کے دماغوں میں تم بے روک ٹوک پہنچو گے اور ایسے کسی فرد کو ٹریپ کرنا اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانا نہایت آسان ہوتا ہے۔"

اس نے ماسک مین کے حکم کی تعمیل کی۔ پہلے ایک تصویر کی آنکھوں میں دیکھا۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر واپس آگیا۔ ماسک مین نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولا "میں سپر ماسٹر اور جان لبوڈا کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی رائمہ جان کے پاس جانا چاہتا تھا۔ وہ مر چکی ہے۔"

اس نے پھر خیال خوانی کی اور ہر خیال خوانی کی پرواز کے بعد کہنے لگا۔ لبوڈا نے سانس روک لی ہے۔ فریزر اور پاسکو روٹ بھی مر چکے ہیں۔ اس ملک کی سب سے خطرناک خیال خوانی کرنے والی مرینا ڈی فونزا نے سانس روک لی تھی۔ اس کے سانس روکنے تک اتنا معلوم ہو گیا کہ پارس کی وہ محبوبہ تبت کے ایک لامہ مندر میں ہے۔

ماسک مین نے کہا "کاش مرینا مجھے مل جاتی۔ وہ بہت ذہین اور تیز طرار ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ تبت کے کسی بدھ مندر میں کیا کر رہی ہے؟"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ ہونے پر کہا۔ "ذہین اور تجربہ کار سراغرسانوں اور یوگا جاننے والے دلیر جوانوں کی ایک ٹیم بناؤ۔ بارہ افراد پر مشتمل یہ ٹیم ایک اہم لڑکی کو تلاش کرنے تبت جائے گی۔ آج شام پانچ بجے کے اجلاس میں اس لڑکی کے متعلق اہم گفتگو ہوگی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر ایوان راسکا سے پوچھا "کیا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اتنے ہی ہیں؟ اور وہ سب پال ہوپ کن' ٹیٹو سنتانا' جوزا جوری اور جوڈی نارمن کہاں ہیں؟ ایک شلپا نامی عورت بھی تھی؟"

"یہ سب فنا کی آغوش میں ہیں یا ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ لوگوں کے برین واش کئے گئے ہوں۔ کافی طویل عرصہ گزر چکا ہے' ہم نے کبھی ان کے متعلق معلومات نہیں رکھیں۔ اس عرصے میں کافی تبدیلیاں آگئی ہیں۔"

ماسک مین نے کہا "بے شک ان کے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ ہو سکتا ہے' انہوں نے کچھ نئے خیال خوانی کرنے والے پیدا کئے ہوں۔"

ایوان راسکا پھر خیال خوانی کرنے لگا اور رپورٹ سنانے لگا۔ اس بار وہ اسرائیلی خیال خوانی کرنے والوں کے پاس گیا تھا۔ الپا، جے مورگن اور ہیری ہوگن نے سانسیں روک لی تھیں۔ اس نے پوچھا تھا کہ وہ کون ہے؟ لیکن اس نے اپنی آواز نہیں سنائی تھی۔ چپ چاپ واپس آگیا تھا۔

پھر اس نے ماسک مین سے کہا "آپ کی یہ تدبیر کامیاب ہو رہی ہے۔ مجھے ایک یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے جنرل پارکن کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے۔"

ماسک مین نے خوش ہو کر کہا "دیکھو اتنی مایوسیوں کے بعد ایک کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ ابھی اسی لمحے جا کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بناؤ' میں جب تک جنرل پارکن کا ریکارڈ پڑھتا رہوں گا۔"

وہ جنرل پارکن کی فائل کھول کر پڑھنے لگا۔ یہ وہی جنرل پارکن تھا' جو چند ماہ پہلے اسرائیلی حکام سے باغی ہو گیا تھا اور علی نے اس کی بغاوت کا انکشاف کر کے اسے گرفتار کرایا تھا۔

گولڈن برنیز کے فیصلے کے مطابق جنرل پارکن کو پہلے ایک فوجی قلعے میں نظربند رکھا گیا۔ پھر تنویمی عمل کے ذریعے اس کا برین واش کیا گیا۔ چونکہ وہ کافی عرصے تک بیمار رہا تھا اس لئے برین واش کی ناکامیاں رہ گئی ہیں یہ چیکنگ جے مورگن سے اس وقت کرائی جائے گی جب پارکن کو پھر سے عملی میدان میں لایا جائے گا۔"

اسے بستر علالت پر صحت یاب ہونے تک چھوڑ دیا گیا تھا۔ اب جبکہ وہ صحت یاب ہو رہا تھا تو ایسے میں ایوان راسکا اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس نے اسی رات جنرل پارکن کے خوابیدہ دماغ پر عمل کیا۔ اس بار وہ کوئی مکاری نہ دکھا سکا کیونکہ اسے خبر نہیں تھی کہ راسکا اس کے دماغ میں آنے لگا ہے۔ پھر خوابیدہ دماغ تو غفلت میں ہی گرفتار ہوتا ہے۔

وہ انجانے میں راسکا کا معمول بن گیا۔ راسکا نے اسے ہر پہلو سے گرفت میں لے کر یہ باتیں نقش کر دیں کہ وہ گولڈن برنیز کے حال کے مطابق خود کو جیری سمتن ظاہر کرے گا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دماغ میں آئے گا تو وہ سانس روک لے گا۔ گولڈن برنیز کے حکم کے کوئی خیال خوانی کرنے والا دماغ میں آئے تو تمام پرخیالات لاک ہو جائیں گے۔ اس کا ذہن یہی کہے گا کہ وہ بھولی اور محب وطن ہے۔ اگر اس پر دوبارہ تنویمی عمل کیا جائے گا تو وہ صرف بارہ گھنٹوں کے لئے اس عامل کا معمول اور تابعدار بنے گا۔ اس کے بعد اس عمل کا اثر زائل ہو جائے گا۔ پھر وہ بدستور ایوان راسکا کا معمول اور تابعدار بن کر رہے گا۔

پھر راسکا نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ موقع کی تاک میں رہے گا۔ جیسے ہی حالات موافق ہوں گے' وہ اسرائیل سے نکل راسکا کے پاس چلا جائے گا۔ اسے پوری طرح اپنا وفادار بنانے کے بعد راسکا نے ماسک مین کو یہ خوشخبری سنائی۔ وہ خوش ہو کر بولا "ہمیں آج تمہاری ٹیلی پیتھی کا سب سے بڑا فائدہ حاصل ہوا ہے۔ ہمیں جوابات دے رہا ہے اور عمل کے احکامات کے مطابق اپنی زندگی کی پچھلی باتیں بھولتا جا رہا ہے۔

اگر اس پر تنویمی عمل کرنے والے کی جگہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن یا الپا اس پر عمل کرتی تو عمل کے دوران اس کے دماغ میں رہنے سے یہ انکشاف ہو جاتا..... کہ اس کی پشت کے نیچے بستر پر رسی ہوئی کیل چبھ رہی ہے۔ وہ معمول نہیں بن رہا ہے۔ فریب دے رہا ہے۔

دوسری صبح عامل نے اور دو گولڈن برنیز نے اس سے سوالات کئے ایک نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میں اسرائیلی فوج کا ایک جنرل ہوں۔"

"اپنے متعلق کچھ بتاؤ؟"

"میں لبنان کی جنگ میں زخمی ہو گیا تھا۔ میری یادداشت گم ہو گئی ہے۔ بس اتنا یاد ہے کہ میں یہودی اور محب وطن ہوں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے ملک اسرائیل کے کام آتا رہتا ہوں۔"

دونوں گولڈن برنیز مطمئن ہو گئے انہوں نے باقی گولڈن برنیز سے رابطہ کر کے کہا "جنرل پارکن کے دماغ سے بغاوت ختم کر دی گئی ہے۔ یہ تنویمی عمل کس حد تک کامیاب رہا ہے یا اس میں کیا ناہمیاں رہ گئی ہیں یہ چیکنگ جے مورگن سے اس وقت کرائی جائے گی جب پارکن کو پھر سے عملی میدان میں لایا جائے گا۔"

اسے بستر علالت پر صحت یاب ہونے تک چھوڑ دیا گیا تھا۔ اب جبکہ وہ صحت یاب ہو رہا تھا تو ایسے میں ایوان راسکا اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس نے اسی رات جنرل پارکن کے خوابیدہ دماغ پر عمل کیا۔ اس بار وہ کوئی مکاری نہ دکھا سکا کیونکہ اسے خبر نہیں تھی کہ راسکا اس کے دماغ میں آنے لگا ہے۔ پھر خوابیدہ دماغ تو غفلت میں ہی گرفتار ہوتا ہے۔

وہ انجانے میں راسکا کا معمول بن گیا۔ راسکا نے اسے ہر پہلو سے گرفت میں لے کر یہ باتیں نقش کر دیں کہ وہ گولڈن برنیز کے حال کے مطابق خود کو جیری سمتن ظاہر کرے گا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دماغ میں آئے گا تو وہ سانس روک لے گا۔ گولڈن برنیز کے حکم کے کوئی خیال خوانی کرنے والا دماغ میں آئے تو تمام پرخیالات لاک ہو جائیں گے۔ اس کا ذہن یہی کہے گا کہ وہ بھولی اور محب وطن ہے۔ اگر اس پر دوبارہ تنویمی عمل کیا جائے گا تو وہ صرف بارہ گھنٹوں کے لئے اس عامل کا معمول اور تابعدار بنے گا۔ اس کے بعد اس عمل کا اثر زائل ہو جائے گا۔ پھر وہ بدستور ایوان راسکا کا معمول اور تابعدار بن کر رہے گا۔

پھر راسکا نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ موقع کی تاک میں رہے گا۔ جیسے ہی حالات موافق ہوں گے' وہ اسرائیل سے نکل راسکا کے پاس چلا جائے گا۔ اسے پوری طرح اپنا وفادار بنانے کے بعد راسکا نے ماسک مین کو یہ خوشخبری سنائی۔ وہ خوش ہو کر بولا "ہمیں آج تمہاری ٹیلی پیتھی کا سب سے بڑا فائدہ حاصل ہوا ہے۔ ہمیں ایک نیا خیال خوانی کرنے والا مل رہا ہے۔"

"مل نہیں رہا ہے بلکہ مل چکا ہے۔ میں اسے حکومت روس کا وفادار بنا چکا ہوں۔"

"تم نے بہت بڑا کمال کیا ہے۔"

"آپ اپنے وعدے پر قائم رہیں گے۔ جب میں کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی ٹریپ کر کے یہاں لے آؤں گا تو آپ مجھے روس کی حد سے باہر جانے دیں گے۔"

"میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔ تمہیں بھرپور آزادی ملے گی۔ یہ فائل دیکھو نیچے دبی ہوئی تھی۔ تمہاری نظروں میں نہیں آئی۔"

"یہ کس کی فائل ہے؟"

"اس میں ان طلبا اور طالبات کی معلومات ہیں جو امریکا کی ایک فوجی چھاؤنی میں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ شاید ان کی تربیت مکمل ہو چکی ہے اور انہیں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دیا گیا ہے۔"

راسکا نے فائل کھول کر دیکھا۔ سب سے پہلے جان لبوڈا کی بیٹی کانووانا کی تصویر اور اس کی رپورٹ تھی۔

دوسرے صفحہ پر سلوانہ (ٹانی) کی تصویر اور رپورٹ تھی۔ راسکا نے تصویر دیکھ کر کہا "بے حد حسین اور پرکشش ہے۔ اس کی آنکھوں سے پتا چلتا ہے کہ انتہائی ذہین اور انتہائی خطرناک ہے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا اور خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ٹانی کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس روک لی وہ واپس آکر بولا۔ "یہاں دال نہیں گلے گی۔"

ماسک مین نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والی جوان لڑکیاں نہ ہوں تو بہتر ہوگا۔ ہم ایک بار جوجو کو اور دوسری بار الپا کو یہاں لے کر آئے دونوں لڑکیاں ہمیں دھوکا دے کر چلی گئیں۔ تم کسی جوان مرد کو ٹریپ کرو۔"

اس فائل کے تیسرے اور چوتھے صفحات پر مونارو اور ٹالیوٹ کی تصویریں تھیں۔ راسکا کو ان کے دماغوں میں بھی جگہ نہیں ملی۔

اس نے کہا "یہ جان لبوڈا کی بیٹی رہ گئی ہے۔ آپ ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی نہیں چاہتے۔ اس لئے یہ فائل واپس رکھیں۔"

ماسک مین نے کہا "ٹھیک ہے کہ میں لڑکیوں سے بیزار ہوں لیکن یہ لبوڈا کی بیٹی ہے۔ اس کی ایک الگ اہمیت ہے۔"

راسکا نے فائل لے کر مس کانووانا لبوڈا کی تصویر دیکھی پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے آسانی سے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ دو سال تک ٹریننگ حاصل کرتے رہنے کے باوجود امتحانات میں ناکام رہی ہے اور ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے سلسلے میں نااہل قرار دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ٹریننگ حاصل کرنے والی سلوانہ (ٹانی) مونارو اور ٹالیوٹ کامیاب

ہو کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر چکے ہیں۔

کانووانا کسی کام کی نہیں تھی لیکن اس کے خیالات کے ذریعے انکشاف ہوا کہ بی جی تھرہال نامی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص ہے جس سے ابھی ایک دن پہلے کانووانا کی شادی ہوئی ہے۔ جان لمبوڈا نے تھرہال کو ٹیلی پیتھی کا علم دے کر بڑی رازداری سے چھپا رکھا تھا لیکن وہ ایک بار فرہاد کی گرفت میں آ کر بچ نکلا تھا۔

لمبوڈا نے تھرہال کو تاکید کی تھی کہ وہ کبھی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کہیں نہیں کرے گا اور اس کی بیٹی کے ساتھ گمنام رہ کر ازدواجی گھریلو زندگی گزارتا رہے گا۔ وہ بڑی سعادت مندی سے اپنے سسر لمبوڈا کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔

راسکا نے ماسک مین سے کہا "مبارک ہو۔ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ لگ رہا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"جی ہاں۔ جان لمبوڈا نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے داماد کو بڑے راز میں رکھا تھا۔ اسی لئے وہ کبھی ہماری نظروں میں بھی نہیں آیا۔ اس کی بیٹی کے دماغ میں جاتے ہی یہ زبردست انکشاف ہوا ہے۔"

"تم اسے کیسے ٹریپ کرو گے؟"

"یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ میں کانووانا کے ذریعے نہایت سہولت اور آرام سے تھرہال کو کمزوری میں مبتلا کروں گا پھر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالوں گا۔"

ماسک مین نے خوش ہو کر کہا "آج سے ہماری خوش بختی شروع ہو رہی ہے۔ راسکا! تم صحیح معنوں میں ٹیلی پیتھی کو استعمال کر رہے ہو۔"

"سر! آپ امریکا اور اسرائیل میں اپنے سرافرسانوں کو الرٹ کر دیں۔ وہ تھرہال اور پارکن کو یہاں آنے کے سلسلے میں مدد بہم پہنچائیں گے۔"

"سارے انتظامات ہو جائیں گے۔ تم بے فکر رہو۔ میں جا رہا ہوں۔ تم تھرہال کو ہمارا تابعدار بناتے ہی مجھے خوشخبری سناؤ۔"

وہ ایوان راسکا کے محل سے نکل کر ایک بلٹ پروف کار میں بیٹھا اور اپنی سرکاری رہائش گاہ کی طرف جانے لگا۔ شام کے پانچ بجنے والے تھے۔ اس کی رہائش گاہ میں فوج کے چند اعلیٰ افسران اور بارہ ایسے افراد حاضر ہو گئے تھے جو ایک ٹیم کی صورت میں تبت جانے والے تھے۔

جب وہ میٹنگ روم میں پہنچا تو سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اس نے سب ہی سے مصافحہ کیا۔ فوجی افسران اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ باقی بارہ افراد کھڑے رہے۔ ایک فوجی افسر نے اس سے کہا۔ "سر! ہم تمام افسران نے منتخبہ انتخابات کے ذریعے ان بارہ افراد کو موجودہ مشن کا اہل قرار دیا ہے۔"

ماسک مین نے ان بارہ افراد کو دیکھا۔ ان میں سے آٹھ عدد نوجوان تھے۔ باقی چار ادھیڑ عمر کے سرافرساں تھے۔ ایک افسر نے کہا "سر! اگرچہ یہ چار عمر میں کچھ زیادہ ہیں لیکن صحت مند ہیں۔ بلا کے ذہین اور شکار کی بو سونگھنے والے جاسوس ہیں۔ یہ بار تبت کے مختلف مشن پر جا چکے ہیں۔"

ایک افسر نے کہا "یہ آٹھ نوجوان یوگا کے ماہر ہیں۔ تبت کی مقامی زبان سمجھتے اور بولتے ہیں۔ بے حد خطرناک فائٹرز ہیں۔ ایک بار جنگ شروع ہو جائے تو مخالفین کو ہلاک بنائے یا اپاہج کئے بغیر لڑائی ختم نہیں کرتے۔"

ماسک مین نے اپنی کرسی کی طرف آتے ہوئے کہا "مجھے ہر بارہ افراد پسند آ رہے ہیں۔ لیکن....."

وہ اپنی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا "لیکن پہلے یہ سن لو کہ میں نے کیا ہے۔ میں نے فون پر اتنا ہی کہا تھا کہ تبت میں ایک اہم لڑکی کی تلاش کرنا ہے۔ اب بتا رہا ہوں کہ اس لڑکی کا نام مرینا ڈی فونزیکا اور وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

ایک افسر نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکیاں ہمارے مشن کے لئے بدبختی کی علامت بن گئی ہیں۔"

ماسک مین نے کہا "میں بدبختی کو نہیں مانتا لیکن یہ آنا جانا ہوئی حقیقت ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والی جوجو اور الپا کے دھوکے کھا چکے ہیں۔ میں خود لڑکیوں کو ناپسند کرتا ہوں لیکن مرینا کے معاملے میں اپنی رائے بدل رہا ہوں۔"

"سر! کوئی خاص بات ہے؟"

"آپ لوگ مرینا کے متعلق نہیں جانتے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ وہ غیر معمولی ذہانت کی حامل ہے۔ ایسی چالاک اور تیز لڑکی ہے کہ اس نے ایک طرف سپر اسٹرکو اور دوسری طرف فرہاد کی کچھ عرصہ تک نچا کر رکھ دیا تھا۔"

وہ مرینا کے متعلق بتا رہا تھا لیکن وہ بھی اس لڑکی کے مکمل حالات نہیں جانتا تھا۔ اسے اتنا ہی معلوم تھا کہ مرینا اپنی ذہانت اور حاضر دماغی سے تمام امریکی خیال خوانی کرنے والوں پر حاوی ہو گئی تھی۔ دوسری طرف پارس کی محبوبہ بن گئی تھی۔

میں نے مرینا کو بیٹی کہا تھا۔ اسے اپنی بہو بنانا چاہتا تھا۔ ماسٹر سے جیتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین لئے تھے وہ سب مرینا کو لوٹا دیئے تھا تاکہ وہ ہم پر بھرپور اعتماد کرے اور ہماری ٹیم میں رہے۔

اس نے قسمیں کھا کر اپنی محبت اور وفاداری کا یقین دلایا تھا اور اس میں شبہ نہیں کہ وہ پارس کو دل و جان سے چاہتی تھی۔ اس کے اندر بے اعتمادی تھی۔ اسے بھی ہم نے برداشت کیا تھا۔ پھر ایک ایسی بات ہوئی جس نے ہمیں اس سے بدظن کر دیا۔

بات یہ تھی کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا وارنر ٹیگ چوٹیا میں رہتا تھا اور ایک مسلمان لڑکی حمائلہ سے محبت کرتا تھا۔ اس نے حمائلہ سے شادی کرنے کے لئے اسلام قبول کر لیا۔ مرینا کو بری لگ گئی۔ اس نے پارس سے کہا "تم بھی مجھ سے شادی کرنے کے لئے عیسائیت قبول کر لو۔"

پارس نے سمجھایا کہ یہ اپنے اپنے دل اور مزاج کی بات ہے۔ ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب قبول کر لینے سے آدمی عیسائی یا مسلمان نہیں ہو جاتا۔ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے کے لئے دل میں عقیدے کا مستحکم ہونا لازمی ہے۔ پارس نے کہا "جب میرے دل میں اسلام مستحکم ہے تو اپنی ضد سے عیسائی بننے کو نہ کہو۔ مذہب جبر سے نہیں دل کی رضا سے قائم رہتا ہے۔"

مرینا نے ادھر سے ناکام ہو کر اس مسلمان لڑکی حمائلہ کو سزا دی۔ اس کے اور وارنر ٹیگ کے دماغوں میں زلزلہ پیدا کیا۔ نتیجہ وارنر اسلام سے پھر کر پھر عیسائیت کی طرف آئے اور حمائلہ وارنر کو چھوڑ کر آئندہ کسی کو مسلمان بنانے سے توبہ کر لے۔

اس بات نے مجھے مجبور کیا کہ میں مرینا کو سزا دوں۔ پہلے تو میں نے وارنر ٹیگ اور حمائلہ کو اس کے انتقام سے بچا کر دونوں کو اس کی خیال خوانی کے ظلم سے بہت دور بھیج دیا۔ پھر میں نے اس پر غیبی عمل کر کے اسے اپنا معمولہ بنا لیا۔ تب اس کا غرور ٹوٹ گیا۔ تب اس نے تسلیم کیا کہ وہ طاقت کے غرور میں گمراہ ہو گئی تھی۔ اب وہ مجھے اپنے دماغ سے نہیں نکال سکے گی۔ اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ زندہ رہے لیکن دنیا والوں سے منہ موڑ لے۔ دوستی اور دشمنی کے تمام راستے چھوڑ کر خدا کی خوشنودی کا راستہ اختیار کرے۔

میں بعد میں وقتاً فوقتاً اس کے دماغ میں جاتا تھا اور معلوم کرتا تھا کہ وہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کون سا راستہ اختیار کر رہی ہے؟ اس نے ایک لمبا سفر شروع کیا تھا۔ مختلف ملکوں میں بھٹکتی ہوئی تبت کے شہر لاسہ پہنچ گئی تھی۔ وہاں ایک بوڑھے بدھ بھکشو سے من کی شانتی اور آتما کی شکتی کا درس لینے لگی اور اس کے لئے مختلف عملی مشقوں سے گزرنے لگی۔

یہ ایسا بور کرنے والا عمل تھا کہ میں بیزار ہو گیا۔ مرینا کے دماغ میں جانا چھوڑ دیا۔ دوسرے معاملات میں مصروفیات اتنی بڑھ گئیں کہ پھر کبھی مرینا کے پاس جانے کا خیال نہ آیا....

ماسک مین اتنی تفصیل سے مرینا کے حالات نہیں جانتا تھا۔ وہ اپنی معلومات کے مطابق فوجی افسران اور بارہ افراد کو بتا رہا تھا کہ جو لڑکی امریکا کو اور فرہاد کو چکر دے سکتی ہے، وہ ہمارے قابو میں آ جائے تو ہم اس کا برین واش کر کے اس بار اسے جوجو اور الپا کی طرح آزاد نہیں چھوڑیں گے۔ اسے ایوان راسکا کی طرح قیدی بنا کر رکھیں گے۔

ایک جاسوس نے کہا "سر! میں کچھ پوچھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"اجازت ہے۔ ضرور پوچھو۔"

"سر! تبت جا کر مرینا کو کسی بدھ مندر میں تلاش کرنا ہے۔ مانا کہ وہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والی لڑکی ہے۔ پھر بھی کس قدر غیر معمولی ہے؟ کیا ہم دو چار مرد اسے گرفتار نہیں کر سکیں گے۔ کیا ہم اس کے ٹیلی پیتھی والے دماغ کو کمزور بنا کر یہاں نہیں لا سکیں گے۔"

ایک اور جاسوس نے سوال کیا "کیا مرینا تنہا نہیں ہے؟ اس کے ساتھ باڈی گارڈز رہتے ہیں؟"

ماسک مین نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ شاید وہاں تنہا ہے۔ اسے دھوکے سے اصطبل کمزوری میں مبتلا کرو گے تو ہمارا ایوان راسکا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر آسانی سے اسے یہاں بلائے گا لیکن دو باتیں کھٹک رہی ہیں۔"

سب ہی ماسک مین کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔ "ہم نے پہلے جو جو کو اغوا کیا۔ وہ پارس کی بیوی تھی۔ پھر الپا کو اغوا کیا۔ وہ پارس کی محبوبہ تھی۔ اب جس مرینا کو لانے جا رہے ہو وہ بھی پارس کی دیوانی ہے۔ پارس کی کوئی چیز ہماری مٹھی میں نہیں رہ سکی۔ یہ تیسری جو ہاتھ آنے والی ہے اس کے پیچھے جو مصیبتیں آئیں گی اس پر ہمیں پہلے سے غور کرنا چاہئے۔"

ایک افسر نے پوچھا "دوسری کون سی بات کھٹک رہی ہے۔"

ماسک مین نے جواب دیا۔ "تبت ہم سے دور ہے لیکن پارس کے نزدیک ہے۔ موجودہ اطلاعات کے مطابق وہ دونوں باپ بیٹے پاکستان میں ہیں۔ اگر وہ افغانستان اور ازبکستان کی طرف آئیں گے تو تبت اور قریب ہو جائے گا۔"

"کیا پارس کو معلوم ہے کہ مرینا تبت میں ہے؟"

"یہ ابھی معلوم نہیں ہوا لیکن مرینا کی طویل روپوشی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے ہیں۔"

"یہ اچھی بات ہے کہ پارس تبت میں مرینا کی موجودگی سے بے خبر ہے۔ اگر کسی وجہ سے وہاں پہنچ بھی جائے گا تو ضروری نہیں ہے کہ اسے ڈھونڈ نکالے۔ تب تک ہم اسے لے آئیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو لیکن ایک اور اہم بات ہے جو پارس کے ریکارڈ میں درج ہونے والی ہے اور وہ اہم بات یہ ہے کہ وہ آدھا انسان اور آدھا سانپ ہے۔"

سب نے یوں چونک کر دیکھا جیسے ماسک مین بے تکی ہانک رہا ہو۔

اس نے کہا "شاید آپ یقین نہ کریں لیکن یہ ٹیم جو وہاں جا رہی ہے اس کے ہر فرد کو یاد رکھنا چاہئے کہ پارس میں زہریلے سانپ کی خاصیتیں ہیں۔ وہ جسے ایک بار گلے لگا لیتا ہے اس کے جسم کی بو کے ذریعے اسے دوبارہ تلاش کر لیتا ہے۔ اگر وہ تبت پہنچے گا اور مرینا لاکھ بھیس میں چھپی رہے گی اور اس کے قریب سے گزرے گی تو وہ اسے جانے نہیں دے گا اور اسے لے جانے والوں کے لئے مصیبت بن جائے گا۔ کیا آپ لوگوں کو میری عقل پر بھروسا ہے کہ میں نارمل رہ کر یہ حقائق بیان کر رہا ہوں؟"

سب کے سب ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ان کی نظریں پوچھ رہی تھیں ماسک مین کی باتوں پر کہاں تک اعتماد کیا جائے؟

لیکن وہ ماسک مین تھا۔ کسی چوپال میں بیٹھ کر قصہ خوانی کرنے والا شخص نہیں تھا۔ ایک بہت بڑے ملک کے سربراہان میں سے ایک تھا۔ اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر فقرہ پتھر کی لکیر ہوتا تھا۔ سربراہانِ ملک کے احکامات جائز ہوں یا ناجائز ان کی تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ بیانات صحیح ہوں یا غلط ان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

یوں بھی دنیا میں بڑے بڑے عجوبے ہیں۔ پارس کو بھی ایک عجوبہ تسلیم کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ بارہ افراد کی ٹیم نے یہ بات گرہ میں باندھ لی کہ اس عجوبے سے سامنا ہوگا تو اسے ذرا آزمائیں گے۔ اس سے ذرا ٹکرائیں گے۔ سانپ ہوا تو سانپ کی طرح سر کچل دیں گے۔ آدمی ہوا تو گولی مار دیں گے۔

○☆○

کوئی ایک برس پہلے سونیا ٹانی اور علی تیمور ایک ساحرِ اعظم کو جنم میں پہنچانے تبت آئے تھے۔ میں نے ان واقعات کو قلمبند کرتے ہوئے تبت کے متعلق بہت کچھ لکھا تھا۔ اب میری داستان کا ایک حصہ پھر اس علاقے میں گردش کرنے آیا ہے۔ پہلے جادوگر پاپاڈوک کا ذکر ہوا تھا۔ اب تبت کے لامہ کا ذکر کروں گا۔ یہ ذکر معلوماتی بھی ہوگا اور دلچسپ بھی۔

ساری دنیا میں تبت کے لامہ بہت پُراسرار سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق طرح طرح کی قیاس آرائی کی جاتی ہے۔ زمانۂ قدیم کے سیاحوں نے لامہ کو جادوگر کہا ہے۔ مذہبی تواریخ میں یہ پُراسرار پجاری کہے گئے ہیں۔ یہ بدھ مت کے بھکشو کہلاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ زمانۂ قدیم سے دورِ جدید تک یہ روحانی پیشوا رہے ہیں۔ بڑی عبادت اور سخت ریاضت سے روحانیت کی گہرائیوں میں ڈوبتے ہیں۔ لامہ کے معنی ہیں ٹیچر یعنی تعلیم دینے والا۔ یہ لامہ روحانیت کا درس دیتے ہیں۔ مرینا یہی درس حاصل کرنے تبت کے شمر لامہ میں آئی تھی۔

لامہ میں ایک جو کھانگ مندر ہے جس کی چھت سونے کی ہے۔ مندر میں یوں تو سب ہی عبادت کے لئے آتے ہیں لیکن اس کی وسیع و عریض چھت پر ایک کھلی درس گاہ ہے۔ جہاں صرف روحانیت کی تعلیم حاصل کرنے والے آتے ہیں۔ مرینا نے اس درس گاہ میں آکر وہاں کے انچارج سے کہا "میں یہاں تعلیم حاصل کرنے اور یہاں کے ہاسٹل میں قیام کرنے آئی ہوں۔"

انچارج اسے ایک ٹک دیکھ رہا تھا۔ وہ امریکن حسینہ دودھ کی طرح سفید اور انگارے کی طرح سرخ تھی۔ تیور بتا رہے تھے کہ مزاج میں بھی دودھ کی شیرینی اور انگارے کی تپش ہے۔

وہ اعتراض کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ جس ملک سے آئی تھی اس کے سفارت خانے کی اجازت کے بغیر وہاں قیام کرنے اور تعلیم حاصل کرنے کی مجاز نہیں تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اعتراض کرتا، مرینا نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا "مجھے اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ یہ اپنے ملک سے پاسپورٹ، ویزا لے یہاں قیام کرنے کا اجازت نامہ لے کر آئی ہوگی۔"

اس نے کہا "تم پاسپورٹ اور یہاں قیام کرنے کا اجازت نامہ پیش کرو، تمہیں داخلہ مل جائے گا۔"

وہ بڑے گمبھیر لہجے میں بولی "مسٹر فانگ لو! میں زندہ دکھائی دے رہی ہوں۔ مگر بھٹکی ہوئی آتما ہوں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے لئے ایک روح کو پاسپورٹ کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

وہ حیرانی سے بولا "میں آج پہلے دن یہاں ڈیوٹی پر آیا ہوں، میرا نام نہیں جانتا۔ پھر تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"

پھر اسے یاد آیا کہ وہاں کے معلم نے سمجھایا تھا۔ یہ روحانی علوم کی درس گاہ ہے۔ یہاں عجیب و غریب ہستیوں سے سامنا ہوتا رہتا ہے۔ پھر روحانیت کے طالب علم معزز اور مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ ایسی ہستیوں سے بحث نہیں کرنا چاہئے۔

اس نے سوچا "یہ خود کو بھٹکی ہوئی آتما کہہ رہی ہے۔ شاید سچ ہے۔ یہ آتما ہے۔ تبھی میرے اندر گھس کر میرا نام معلوم کر لیا ہے۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولا "میں نے زندگی میں کبھی کسی روح سے ملاقات نہیں کی۔ اگر آپ سچ مچ روح ہیں تو میں ابھی جا کر معلم کو آپ کی آمد کی اطلاع دوں گا اور اگر روح نہیں ہیں اور یہ آپ کے بولنے کا فلسفیانہ انداز ہے تو پلیز اپنا پاسپورٹ پیش کریں۔"

مرینا نے بڑی بڑی غزالی آنکھوں سے گھور کر دیکھا۔ پھر اس سوچ میں کہا "جاؤ! معالامہ کے پاس جاؤ!"

وہ فوراً ہی اٹھ کر یوں کھڑا ہو گیا جیسے مرینا نے آنکھیں دکھائی ہوں بلکہ اس کے دماغ کو چابک رسید کیا ہو۔ وہ چابک کھانے والے گھوڑے کی طرح دوڑا اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا درس گاہ میں آیا۔ پھر ایک حجرے میں پہنچا۔ وہاں ایک صحت مند بوڑھا یوگا کے آسن میں تھا۔ اور اسی آسن میں رہ کر عبادت غرق دکھائی دیتا تھا۔

انچارج نے سامنے آکر ڈنڈوت کیا یعنی فرش پر اوندھا لیٹ کر سجدہ کیا۔ پھر اٹھا اور دونوں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "معالامہ کنچن دیو! وہ آئی ہے۔ کہتی ہے، بھٹکی ہوئی آتما ہے۔ وہ میرا نام جانتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں دیکھ نگاہوں سے پگھلا دیتی ہے۔"

معالامہ کنچن دیو نے بھاری بھرکم آواز میں کہا "پہلے آتما پرماتما! اس سے پوچھو وہ کیا چاہتی ہے۔"

"مگر دیو! وہ آتما گیان اور آتما شکتی کے لئے آئی ہے، ہاسٹل میں قیام کرنا چاہتی ہے۔"

"ہے آنے دو۔"

انچارج سر جھکائے اٹھ گیا۔ الٹے پاؤں چلتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اسی لمحے میں معالامہ کنچن دیو نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پھر کہا۔ "چپ کر نہ آؤ۔ سامنے چلی آؤ۔"

یہ کہہ کر کنچن دیو نے سانس روک لی۔ یوگا کا آسن چھوڑ کر پالتھی مار کر بیٹھ گیا۔ تبت سے لے کر چین اور ہندوستان تک کنچن دیو کی آتما شکتی کا چرچا تھا۔ وہ روحانیت کے ذریعے کئی بیماریوں کا علاج کرتا تھا۔ اس کے وجود میں اتنی کشش تھی کہ لوگ پہلی ہی نظر میں اس کی طرف کھنچے لگتے تھے۔ وہ کہتا تھا یہ وجود، یہ شریر (جسم) عارضی ہے۔ روح کی چار دیواری ہے۔ روح جتنی پاکیزہ ہوگی، جسم اتنا ہی خوبصورت ہو جائے گا۔ مکان کی اہمیت کم، مکین کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔ مکین جتنے صاف ستھرے ذہن کا مالک ہوگا، مکان کو اتنا ہی خوبصورت بنا کر رکھے گا۔ اسی طرح جسم کے مکان میں رہنے والی آتما کی اہمیت ہے۔ آتما کو سمجھو۔ پہلے آتما پھر پرماتما۔ جب تک آتما کو نہیں سمجھو گے۔ پرماتما (خدا) کو نہیں پہچانو گے۔

مرینا اس کے حجرے میں آئی۔ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر دراز ہو گئی۔ پھر سر جھکا کر بولی "ابھی میں آپ کے دماغ میں آئی تھی۔ آپ نے میری سوچ کی لہروں کو روک دیا۔ آپ جان گئے ہیں کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ میں اس علم کے ذریعے دنیا جہان کی دولت اور خوشیاں حاصل کرتی ہوں مگر من کی شانتی اور روحانی سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہوں۔"

وہ بھاری بھرکم آواز میں بہت آہستگی سے بولا "روح کا سکون؟ اسی لئے کہا جاتا ہے۔ پہلے آتما پھر پرماتما۔ تمہیں آتما کا گیان ہوگا تو سارا جہان تمہارا ہوگا۔"

"میں گیان حاصل کرنے آئی ہوں۔ آپ مہاگرو ہیں، مجھے روحانیت کے ایسے راستے پر لے جائیں جہاں میں ساری دنیا کو بھول جاؤں۔"

"دنیا میں رہ کر دنیا کو بھولنے کا مطلب ہے مر جانا۔ موت کے بغیر دنیا کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ تم اپنے دل کی بات زبان پر لاؤ۔ آخر کسے بھلانا چاہتی ہو؟"

مرینا نے سر جھکا لیا۔ معالامہ کنچن دیو نے پوچھا "کوئی پریمی ہے؟"

نگاہوں کے سامنے پارس کی صورت آ گئی۔ دل میں اس کا نام دھڑکنے لگا۔ وہ سحر زدہ سی ہو کر بولی "میں اسے ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھوں گی۔ وہی میرا اول ہے، وہی میرا آخر ہے۔"

"تو پھر اس کا ذکر کرو جسے بھلانا چاہتی ہو؟"

"اس کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ اس نے مجھ پر ایسا تنویمی عمل کیا ہے جس سے میں کبھی آزاد نہیں ہو سکوں گی۔ یہ سوچ سوچ کر میں کڑھتی ہوں کہ وہ میرے دماغ میں جب چاہے چلا آتا ہے۔"

"وہ تمہارے اندر آ کر کیا کہتا ہے؟"

"کچھ نہیں کہتا۔"

"کیا کرتا ہے؟"

"کچھ نہیں کرتا۔"

"پھر تمہیں شکایت اور پریشانی کیا ہے؟"

"کیا یہ پریشانی کم ہے کہ عورت اپنے دل کا بھید کسی کو نہیں

بتاتی اور وہ چپ کر مطمئن کرتا رہتا ہوگا۔"

"یقینی شبہ ہے کہ بعید معلوم کرتا ہوگا۔ یقین نہیں ہے؟"

"یقین ہے" اس نے اسی مقصد کے لئے مجھ پر ٹونکی عمل کیا تھا۔ میرے دماغ کو اپنی سوچ کی لہروں کے لئے بے حس بنا چکا ہے۔ میں کبھی اسے اپنے اندر سے بھگا نہیں سکوں گی۔"

"جو پریشان نہ کرنے نقصان نہ پہنچائے وہ دوست ہوتا ہے اور دوست کو بھگایا نہیں جاتا۔"

"لیکن بغیر اجازت ایک لڑکی کے دماغ میں نہیں آنا چاہئے۔"

"کیا وہ تمہارا عاشق ہے؟"

"نن۔ نہیں' وہ تو مجھے بیٹی کہتا تھا۔"

"کیا اب نہیں کہتا؟"

"کہتا ہے۔ ہمیشہ کہے گا کیونکہ میں اس کے بیٹے کی محبوبہ ہوں۔"

مہالامہ نے اسے گھور کر دیکھا۔ اس نے نظریں جھکالیں۔ وہ بولا۔ "تعجب ہے۔ تم باپ پر شبہ کرتی ہو کہ وہ بیٹی کی تمنائی میں آتا ہے۔"

"اگر نہیں آتا ہے تو اپنی سوچ کی لہروں کے لئے میرے دماغ کو کس لئے بے حس بنایا ہے۔"

"شاید یہ تمہیں کسی غلطی کی سزا مل رہی ہے۔ اگر تم مجھے گرو مان کر آئی ہو تو مان لو کہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں آتا ہے۔ تمہارے دماغ میں شک آتا ہے' شبہ آتا ہے' غصہ آتا ہے۔"

"میرے دماغ میں میری اجازت کے بغیر جو بھی آتا ہے' میں اسے نکال دینا چاہتی ہوں۔"

"سخت کروگی' یوگا کے مراحل سے گزرتی رہوگی اور روحانیت کی مشقیں کرتی رہوگی تو کوئی تمہاری اجازت کے بغیر نہیں آئے گا۔"

"میں آپ کی تمام ہدایات پر عمل کروں گی۔"

"یہاں تمہارا داخلہ ہو جائے گا۔ یہ بتاؤ گرود کشنا کیا دوگی؟"

اس درس گاہ میں تعلیم شروع کرنے سے پہلے استاد پوچھتا تھا کہ استاد کو نذرانہ کیا دیا جائے گا۔ وہ مال و دولت نہیں مانگتا تھا' زمین جائداد نہیں چاہتا تھا۔ اپنے ہونے والے شاگرد سے ایسی چیز مانگتا تھا جیسے شاگرد گرود کشنا کے طور پر دے کر علم کی دولت سے مالا مال ہو جاتا تھا۔

مرینا نے پوچھا "آپ گرودیو ہیں۔ آپ بتائیں گرود کشنا میں کیا چاہتے ہیں؟"

"جو مانگوں گا دوگی؟"

"ہاں دوں گی۔"

"اور دینے کے بعد کبھی واپس نہیں لوگی؟"

"وعدہ کرتی ہوں' کبھی واپس نہیں مانگوں گی۔"

"تو پھر اپنا غصہ مجھے دے دو۔"

وہ حیرانی سے بولی "یہ کیا بات ہوئی؟"

"غصہ مجھے دے دوگی تو یہ تمہارے پاس نہیں رہے گا۔ کیونکہ یہ جہاں ہوتا ہے وہاں دوست نہیں آتے' وہاں سے محبت اور مسرتوں کا گزر نہیں ہوتا۔ آج سے تم ہر لمحہ اپنے اندر سے غصہ نکالنے کی مشق جاری رکھوگی۔ جب کامیاب ہو جاؤ گی تو پھر گرود کشنا مل جائے گی اور تمہاری باقاعدہ تعلیم شروع ہو جائے گی۔"

گرو نے اپنے ایک چیلے کو بلایا اور کہا "یہ لڑکی یہاں کے طور طریقے نہیں جانتی ہے' تم اس کی راہنمائی کرو۔ جاؤ۔"

مرینا دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر چند قدم الٹے پاؤں گئی پھر حجرے سے باہر آگئی۔ تبت میں سال کے آٹھ دس مہینے برف گرتی رہتی تھی۔ کرۂ ارض میں یہ علاقہ سب سے بلندی پر ہے۔ اس مناسبت سے اسے دنیا کی چھت کہا جاتا ہے۔ یوں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہاں کیسی غضب کی سردی پڑتی ہوگی۔ موسم جیسا بھی رہے اس درسگاہ کے طلبا اور طالبات صبح چار بجے بیدار ہوتے تھے۔ اس وقت سورج کی ایک کرن بھی نہیں جھلکتی تھی۔ ہر سُو اندھیرا چھایا رہتا تھا۔ ایسے وقت وہ سب درس گاہ سے نکل کر پورے لاسٹر کے اطراف دوڑ لگاتے تھے۔ ان میں سے جو تھک جاتے تھے ان کی سانسیں اور پھیپھڑے ہارنے لگتے تھے۔ وہ واپس مندر آجاتے تھے۔ ان میں سے چھ ایسے تھے جو تھکنا اور ہارنا نہیں جانتے تھے۔ وہ مہالامہ کنچن دیو کے خاص چیلے تھے ان کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ روحانیت کی اتنی گہرائیوں میں پہنچ چکے ہیں جہاں ان کی روحیں ان کا جسم چھوڑ کر اپنے مطلوبہ مقام تک جاتی ہیں پھر ان کے جسموں میں واپس آجاتی ہیں۔

مرینا صبح بیدار ہو کر دوڑ لگاتی تھی۔ پھر مندر آکر دوسرے طلبا اور طالبات کے ساتھ بھجن گاتی تھی۔ اس نے دوسرے دن مہالامہ سے کہا "میں عیسائی ہوں۔ تمہارے پریشور کی عظمت کے گیت گانا مناسب نہیں سمجھتی۔"

کنچن دیو نے کہا "یہ درس گاہ ہندو دھرم کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ یہاں آکر کوئی ہندو' مسلمان اور عیسائی نہیں رہتا۔ جسے ایشور کہتے ہیں' تم اسے گاڈ اور تمہارا پارس اسے اللہ کہتا ہے۔ ہماری زبان ہندی ہے اس لئے ہم اپنی زبان میں ایشور کہتے ہیں اور ہم نے اپنی زبان اور دستور کے مطابق تعلیم دینے کے اصول اور قاعدے قانون بنائے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "یوگا میں سانس چھوڑنے اور سانس لینے کا جو طریقہ ہے' وہ ہمارے دستور کے مطابق ہرے کرشنا کے الفاظ پر مشتمل ہے۔ تم "ہرے" کہہ کر سانس چھوڑتی جاؤ اپنے جسم کو اندر سے بالکل خالی کرلو۔ جسم کا یہ خالی مکان ایک گیان کے لئے ہے۔

کھینچے ہوئے سانس اندر لیتی جاؤ۔"

مرینا اس کے سامنے یوگا کے ایک آسان سے آسن میں تھی اور گرودیو کی ہدایات پر ہرے کرشنا' کرشنا کے الفاظ کے ساتھ سانس کبھی چھوڑ دیتی تھی اور کبھی اپنے اندر سانس کھینچ رہی تھی۔ علم ایک ایسی چیز ہے جسے حاصل کرنے کے لئے وہاں کی زبان' وہاں کے ماحول اور وہاں کے دستور کے مطابق عمل کرنا پڑتا ہے۔

پھر اسے اپنے اندر سے غصہ نکالنے کے لئے ہدایت کی گئی کہ جب بھی کسی بات پر غصہ آئے۔ وہ سانس روک لے پھر آہستہ آہستہ سانس چھوڑتے ہوئے بولے "بھاؤنا سے کرتو اونچا ہے۔"

یعنی جذبات سے کردار اونچا ہوتا ہے۔ غصے کے جذبات میں پڑنے سے بہتر ہے صبر کرو۔ اپنی ذات کو نرم اور لچک دار بناؤ۔

اسے آزمائشوں سے گزارنے کے لئے غصہ دلایا جاتا تھا۔ اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات کہہ دی جاتی تھی۔ وہ برداشت کرتی تھی' کبھی غصہ آتا تو یوگا کے آسن میں سانسوں کی آمدورفت کے ساتھ کہتی تھی بھاؤنا سے کرتو اونچا ہے۔

رفتہ رفتہ وہ ہندی زبان' ہندی طرزِ حیات اور ہندی طرزِ عبادت سیکھتی جارہی تھی اور ذہنی طور پر متاثر بھی ہوتی جارہی تھی۔ سانس روکنے کے دوران اس کی سوچ میں بھگوان ہوتا تھا۔ انہی باتوں کو اپنے اندر سمونے اور بری باتوں کو باہر نکالنے کے عمل اور مختلف طریقۂ کار کے دوران اس کی سانسوں میں بھگوان کا نام آجاتا تھا اور پھر ذہن میں نقش ہو کر رہ جاتا تھا۔

مہالامہ کنچن دیو کی شخصیت میں اتنی کشش تھی کہ تعلیم حاصل کرنے کے دوران اس کی ایک ایک بات سے اور ایک ایک لفظ سے متاثر ہوتی رہتی تھی۔ اس کی طرح پوجا کرتے کرتے بظاہر بھائیت کو نظر انداز کرتی جارہی تھی۔ یہ وہی مرینا تھی جو دارزیرنگ کو اسلام قبول کرنے سے روکتی رہی تھی اور عیسائیت پر قائم رہنے کے لئے مجبور کرتی رہی تھی۔ اب وہ بہت ہی غیر محسوس طریقوں سے اور بڑی ہی نادانستگی میں اپنے مذہب کو تقریباً نظر انداز کر چکی تھی۔

دن رات عبادت اور ریاضت جاری رہے تو سیکھنے کے لئے چھ ماہ کا عرصہ بہت ہوتا ہے۔ مرینا کو پہلے ہی یوگا میں مہارت حاصل تھی۔ اس عرصہ میں وہ چالیس منٹ تک سانس روکنے کی عادی ہو گئی تھی۔ ایسے وقت اسے ہاتھ لگاؤ تو وہ مردہ لگتی تھی۔ دل کی دھڑکن اتنی سست ہو جاتی تھی کہ محسوس نہیں ہوتی تھی۔

وہ ایسی تربیت کے دوران مندر کی کھلی ہوئی چھت پر مہالامہ کے سامنے چاروں شانے چت پڑی رہتی تھی۔ وہ ہدایات دیتا تھا۔ "اپنی آتما پر دھیان رکھتے ہوئے سانس روکو اور خود ہی اپنی آتما کو اپنے شریر (جسم) سے باہر نکالو۔ اپنی سوچ کی پوری قوت سے دیکھو تمہیں اپنی روح دکھائی دے گی۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ ہرے کرشنا کہتے کہتے سانس روک لی اور یہ خیال قائم کرتی رہی کہ اب اس کی روح اس کا جسم چھوڑ کر باہر آرہی ہے۔

چند لمحات کے بعد اس نے دیکھا' وہ اپنے جسم سے الگ ہو رہی ہے۔ جسم چاروں شانے چت فرش پر پڑا ہوا ہے اور وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ہے۔ خود کو نور کا مجسمہ پا رہی ہے۔ مندر کی چھت پر مہالامہ کنچن دیو اس کے بے جان جسم کے پاس پالتھی مارے دھیان گیان میں بیٹھا ہوا ہے۔

اس کی آتما نے دور تک دیکھا برف باری کا سماں تھا۔ ماحول دھندلایا ہوا تھا۔ اس کے باوجود وہ برفانی چاندنی میں دور تک دیکھ سکتی تھی۔ اس نے پرواز کرنے کے لئے سوچا پھر سوچتے ہی پرواز کرنے لگی۔

وہ اب تک خیال خوانی کی پرواز کرتی رہی تھی۔ یعنی اس کا خیال ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا تھا۔ آج اس کا نورانی بدن پرواز کرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی پرواز کی ایک ہی منزل تھی اور اس منزل کا نام پارس تھا۔

وہی اس کی دنیا کا مرکز تھا۔ وہی اس کی زندگی کا نشانہ تھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ کسی عمارت کے ایک کمرے میں آرام سے پڑا ہوا تھا۔ مرینا کا نورانی بدن اس کے بستر پر آگیا۔ وہ اسے پیار سے دیکھ رہی تھی۔ اسے چھو رہی تھی لیکن تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ کیونکہ وہ آتما کی چھونے والی انگلیوں کو اپنے جسم پر محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اگر بیدار ہوتا تو اس آتما کو دیکھ بھی نہ پاتا۔ ظاہر ہے آج تک کسی نے روح کو دیکھا ہے' نہ دیکھ سکتا ہے۔

وہ دیکھ رہی تھی۔ پارس کا چہرہ بدلا ہوا تھا۔ وہ اپنے اصلی روپ میں نہیں تھا۔ اس کے باوجود مرینا کی آتما ٹھیک اس کے پاس پہنچ گئی تھی کیونکہ آنکھوں کی بصارت ہر چیز کو اوپر ہی اوپر دیکھتی ہے لیکن روحانی بصیرت قلب و ذہن کے اندر پہنچ جاتی ہے۔

مرینا نے سوچا وہ چھونے سے بیدار نہیں ہو رہا ہے اسے پیار سے آواز دی جائے۔ اس نے پکارا "پارس! آنکھیں کھولو۔ مجھے دیکھو۔ تمہاری مرینا ایک نئے انداز میں آئی ہے۔"

اسے محسوس ہوا کہ وہ بول رہی ہے لیکن منہ سے آواز نہیں نکل رہی ہے۔ یعنی قدرت نے روح کو خاموشی دی ہے۔ یہ قدرتی امر ہے کہ جس کے پاس علم کا خزانہ جتنا زیادہ ہوتا ہے' وہ اتنا ہی خاموش رہتا ہے۔

اس کی آتما اپنے علم سے پارس تک پہنچ گئی تھی لیکن اپنی موجودگی بیان نہیں کر سکتی تھی۔ عجب نامرادی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے آتی تو پارس سانس روک لیتا۔ روبرو آکر بول رہی تھی تو اس کی آواز محبوب کی سماعت تک نہیں پہنچ رہی تھی۔

آج وہ بہت خوش تھی۔ خیال خوانی کی پرواز کے علاوہ آتما کی پرواز بھی سیکھ لی تھی۔ وہ اپنی مسرتوں میں پارس کو شریک کرنا چاہتی تھی۔ اسے بتانا چاہتی تھی کہ اب وہ محض دماغ میں ہی نہیں روبرو

بھی آسکتی ہے جب چاہے اس کے پاس پہنچ سکتی ہے۔

اس نے آس پاس دیکھا۔ ایک میز پر لکھنے پڑھنے کا سامان رکھا ہوا تھا۔ وہ اپنے محبوب کے نام ایک رقعہ لکھ سکتی تھی کہ میں آئی تھی۔ تم سو رہے تھے۔ سوتے وقت اور خوبرو لگتے ہو۔ بڑا پیار آیا ہے لیکن آتما پیار کرے گی تو تمہیں احساس تک نہ ہوگا۔ بہرحال جا رہی ہوں۔ پھر آؤں گی۔ اگرچہ تم مجھے دیکھ نہیں سکو گے تاہم اسی طرح پھر کاغذ پر لکھ کر اپنی موجودگی کا یقین دلاؤں گی۔

وہ میز کے پاس آئی۔ وہاں کتابیں تھیں۔ فائلوں کے پاس کاغذات کا ایک پیڈ اور قلم رکھا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر قلم کو اٹھانا چاہا تو وہ انگلیوں کی گرفت میں نہیں آیا۔ آتما جب کسی کو چھو نہیں سکتی تو پکڑ کس طرح سکتی ہے۔ یہ ذریعہ بھی موجودگی کا یقین دلانے کے کام نہیں آسکتا تھا۔ اسے تسلیم کرنا پڑا کہ ایسی ہی وجوہات کی بنا پر روحیں نظر نہیں آتی ہیں اور نہ ہی موجودگی کا نشان چھوڑتی ہیں۔

اتنی ناکامیوں کے باوجود یہ بات اطمینان بخش تھی کہ وہ پارس کی لاعلمی میں اسے دیکھ سکتی تھی۔ اس پر نظر رکھ سکتی تھی۔ یہ معلوم کر سکتی تھی کہ وہ کہاں ہے؟ اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟

وہ جس ماحول سے گزرتی ہوئی پارس کے پاس آئی تھی وہ ماحول دھواں دار تھا۔ توپوں سے گولے برسائے جا رہے تھے۔ جو لوگ فائرنگ کر رہے تھے وہ اپنے لباس سے پٹھان نظر آرہے تھے۔ اس سے پتا چل رہا تھا کہ وہ افغانستان کا کوئی علاقہ ہے اور پارس وہاں سے کئی میل دور ایک عمارت میں سو رہا ہے۔

وہ پارس کے کمرے سے چلتی ہوئی ایک دروازے کے پاس آئی۔ دروازہ بند تھا لیکن اس کی آتما آہنی دروازوں کے آر پار پہنچ رہی تھی اس نے دوسرے کمرے میں آکر دیکھا۔ ایک نہایت حسین دوشیزہ بستر پر محوِ خواب تھی۔ اس کے لباس سے پتا چلتا تھا کہ وہ افغانی ہے۔

وہ توبہ خانم تھی۔ مرینا اسے نہیں جانتی تھی اور جاننے کے لئے بے چین ہو رہی تھی۔ پارس اور توبہ کا کمرا ساتھ ساتھ تھا۔ ان کے درمیان صرف ایک دروازہ تھا جو بند تھا لیکن دونوں کے جذبات اس دروازے کو کسی وقت بھی کھول سکتے تھے۔ شاید انہوں نے کھولا ہوگا اور اب بند کر کے تھکے تھکائے سو رہے ہیں۔

وہ پارس کے کمرے میں آکر اسے دیکھتے ہوئے غصہ سے بولی۔

"بدمعاش۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ کھلی ہوئیں آنکھوں نے دیکھا۔ وہ مندر کی چھت پر کھلے آسمان کے نیچے چارپائی شانے چت پڑی ہے۔ اور اس کے دائیں طرف مہالامہ کنچن دیو پالتی مارے چھت کے ننگے فرش پر بیٹھا ہے۔ فرش پر دور تک برف کی دبیز تہ جم رہی تھی۔ ایسی کڑاکے کی سردی میں وہ دونوں جیسے گرمی کے موسم میں پہنچے ہوئے تھے۔ روح میں گرمی اور تازگی ہو تو باہر کا کوئی موسم اثر انداز نہیں ہوتا۔

مہالامہ نے اپنی بھاری بھرکم اور گہری آواز میں کہا۔ "تم نے مقررہ وقت سے پہلے روحانی سفر ختم کیا ہے۔ کیا بات ہے؟"

"گرو دیو! میں شرمندہ ہوں۔ غصہ برداشت نہ کر سکی۔ اچانک آتما کا سفر ٹوٹ گیا تو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔"

"میں نے پہلے ہی دن گرو دکشنا میں تم سے تمہارا غصہ مانگ لیا تھا۔"

"آپ خود گواہ ہیں۔ چھ ماہ تک مجھے ایک بار بھی غصہ نہیں آیا تھا لیکن اپنے پریمی کے قریب اسے دیکھ کر میں برداشت نہیں کر سکی۔"

گرو دیو نے کہا "غصہ ایک پتھر کی طرح آتما کو لگتا ہے۔ دیکھا نہ تم نے؟ تم کس طرح آتما کی بلندی سے پستی میں آگئیں؟"

"شما چاہتی ہوں گرو دیو! اب ایسی غلطی نہیں ہوگی۔ میں غصہ برداشت کروں گی۔"

"عورت سر پر آپڑنے والے پہاڑ کو برداشت کر لیتی ہے۔ سوکن کو برداشت نہیں کر پاتی۔ اوپر سے صبر کرو گی تب بھی غصہ تمہارے اندر کہیں چھپا رہے گا۔"

"میں کیا کروں؟ مجھے راستہ دکھائیں۔"

"اپنے اندر یہ اعتماد رکھو کہ تم سوکن کو پاؤں کے کانٹے کی طرح نکال پھینکو گی۔ کسی کو راستے سے ہٹانے کے لئے غصہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ مرد جنگ لڑتا ہے' خون بہاتا ہے' تب تاج و تخت حاصل کرتا ہے۔ عورت ایک تبسم سے تاج و تخت جیت لیتی ہے۔ مسکراہٹ ایک بہت بڑی طاقت ہے۔ اپنی سوکن کے پاس جاؤ۔ اسے دیکھ کر مسکراؤ۔ پوری مسکراتے مسکراتے ایک دن اسے اپنے پریمی سے جدا کر دو گی۔ کسی معاملے میں جلدی نہ کرو۔ صبر، تحمل اور تبسم سے کام کرتی رہو۔"

"گرو دیو! میں ابھی جا کر اپنا صبر آزمانا چاہتی ہوں۔"

"ضرور جاؤ۔ میں یہاں تمہارے جسم کی نگرانی کر رہا ہوں۔"

اس نے آنکھیں بند کیں۔ پھر ہرے کرشنا کہتے کہتے سانس روک لی۔ پوری طرح سانس روکنے کے بعد سوچ کے ذریعے

"اوم نواشوائے....."

اس کے ساتھ ہی اس نے خود کو اپنے جسم سے الگ ہوتے دیکھا۔ پھر وہ پرواز کرتی ہوئی دوبارہ پارس کے کمرے میں آئی۔ وہاں سے توبہ کے پاس پہنچی۔ اسے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ سوچنے لگی۔ ہمیشہ کمزور کو غصہ آتا ہے اور میں کمزور نہیں ہوں۔ میں ہر حال میں مسکراتی رہوں گی اور پاؤں کے کانٹے نکالتی رہوں گی۔

اس نے بڑی کامیابی سے غصے کو کچل ڈالا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ زندگی میں اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے۔ نفع کے بعد نقصان کو بھی ہنستے ہوئے برداشت کرنا چاہئے۔

پورا کرنے کی تدبیر عمل میں آجاتی ہے۔ میں بھی حکمتِ عملی سے بڑھ کی مکھی کی طرح اسے نکال پھینکوں گی۔

اس نے توبہ خانم کو نظر انداز کر کے سوچا۔ دیکھنا چاہئے اس عمارت میں اور کون ہے۔ وہ اس کمرے سے چلتی ہوئی تیسرے کمرے میں آئی۔ وہاں جلال شاہ سو رہا تھا۔ وہ جلال شاہ کو نہیں پہچانتی تھی۔ لہٰذا وہاں سے گزرتی ہوئی چوتھے کمرے میں آئی۔ وہاں بھی تھا۔

وہ کبھی میرے روبرو نہیں آئی تھی۔ البتہ اس نے میری تصویریں دیکھی تھیں۔ میرا چہرہ پہچانتی تھی۔ اس لئے اپنی آتما شکتی سے ارسلان کے پیچھے فرہاد کو پہچان رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ پہچانو باپ بیٹے ایک ساتھ ہیں۔ ان کے ریکارڈ میں یہ پہلے کہیں درج نہیں ہے کہ فرہاد کی فیملی کے دو چار افراد کہیں ایک جگہ آکر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوں۔

وہ درست سوچ رہی تھی۔ یہ خطرہ ہمیشہ سر پر منڈلاتا رہتا ہے کہ کوئی دشمن میری فیملی کو ایک جگہ دیکھ کر جال بچھائے گا تو سب ہی بیک وقت دشمن کے قابو میں آجائیں گے۔

حالانکہ ہم کئی بار دو دو' چار چار کی تعداد میں ایک دوسرے سے ملتے رہے ہیں لیکن یہ ملاقاتیں ریکارڈ نہیں ہوئیں۔ ہماری احتیاطی تدابیر کی وجہ سے ہم کبھی ایک ساتھ دشمنوں کی نظروں میں نہیں آئے۔ مرینا اپنی آتما شکتی کے باعث ہم باپ بیٹے کو ایک ساتھ دیکھ رہی تھی۔ اور وہ تسلیم کر رہی تھی کہ غصہ نہ کرنے کا بہت فائدہ پہنچ رہا ہے۔ بہت سی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ میری آتما فرہاد اور اس کی فیملی کے ہر فرد کے پاس پہنچ کر معلوم کر سکتی ہے کہ کون کس ملک اور کس شہر میں ہے اور وہ سب کیا کرتے پھر رہے ہیں۔

اوہ گاڈ! میں فرہاد کی معصولہ بن کر کتنے عذاب میں مبتلا رہی تھی۔ دن رات یہ فکر مارے ڈالتی تھی کہ وہ میرے اندر چھپ کر رہتا ہے۔ اس آتما شکتی نے اسے میرے دماغ سے نکال دیا ہے۔ میرا بین داش ہو گیا ہے۔ میں آزاد ہو گئی ہوں۔ ہاہاہا.....

وہ آتما تھی قہقہے نہیں لگا سکتی تھی۔ اس لئے سوچ میں قہقہے لگائے۔ پھر وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں پارس اور توبہ وغیرہ کی طرح محوِ خواب نہیں تھا۔ اپنے بستر پر بیٹھا ہوا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس وقت پیرس میں فجر کا وقت ہو رہا تھا۔ سونیا نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں ہر صبح اس کے دماغ میں آکر اسے اذان سناؤں گا۔ وہ اذان اس کے دماغ کے ذریعے ہونے والے بچے تک پہنچتی رہے گی۔

میں ہر صبح اپنا وعدہ پورا کرتا تھا۔ مرینا کی آتما یہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اور اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر کیوں رکھے ہوئے ہوں؟ میں سونیا کے دماغ میں رہ کر اپنی جگہ زیرِ لب اذان دے رہا تھا۔ میرے کمرے میں کوئی بھی آنے والا وہ اذان سن سکتا تھا۔ مگر آتما کو اس دنیا کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اسے میرے ہونٹ صرف ہلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔

آتما اپنے جسم میں واپس آگئی۔ مرینا اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر مہالامہ کنچن دیو کے قدموں میں جھک کر بولی "آپ نے مجھے کرودھ (غصہ) سے بچا کر دشمنوں کی قید سے رہائی دلائی ہے۔ میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"یہ احسان نہیں ہے۔ تم نے دن رات کی سخت محنت اور ریاضت کے بعد آتما شکتی حاصل کی ہے۔ میں نے تو صرف تمہیں راستہ دکھایا ہے۔"

"میں چاہتی ہوں' آپ آئندہ بھی مجھے گائیڈ کرتے رہیں۔ میں نے اپنے طریقۂ کار کے مطابق کام کر کے اپنا بہت نقصان کیا ہے۔"

"میری ہدایات پر عمل کرنا چاہتی ہو تو کسی معاملے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرو۔ جلد بازی میں ہمیشہ کوئی ایسی غلطی ہو جاتی ہے جس سے دشمن فائدہ اٹھانے لگتا ہے۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کسی معاملے میں بھی عجلت سے کام نہیں لوں گی۔"

"آج تم نے اپنے پریمی کو دیکھا ہے۔ تم نے سوکن کو بھی دیکھا ہے اور مسکرا کر برداشت کر رہی ہو لیکن تمہارے اندر ایک بے چینی ہے' تم اپنے محبوب کو جلد سے جلد حاصل کرنا چاہو گی۔"

"بے شک وہ میرا محبوب ہے مگر اسے محکوم بنا کر صرف اپنے لئے ریزرو رکھنا چاہتی ہوں۔"

"یہی غلطی تمہیں پھر لے ڈوبے گی۔ کیا پہلی غلطی سے سبق حاصل نہیں کرو گی؟"

"پہلے میں مجبور ہو گئی تھی۔ فرہاد میرے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ اگر میں اس کے بیٹے کو محکوم بنا کر رکھنا چاہتی تو وہ میرے ارادوں کو پڑھ لیتا۔ اب میں فرہاد کے توہینی عمل سے نجات حاصل کر چکی ہوں۔ آئندہ کبھی اس کی گرفت میں نہیں آؤں گی۔ اس کے بیٹے کو اس سے جدا کر دوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر جو کرو' رفتہ رفتہ کرو۔ اب جاؤ تمہیں آرام کرنا چاہئے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔ سر جھکا کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد اس کے چھ چیلے آئے۔ ان چیلوں کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ یہ وہی تھے جو ہر صبح لاسہ شہر کے اطراف دوڑ لگاتے تھے اور تھکتے نہیں تھے۔ ان میں سے کوئی ایک گھنٹے کوئی دو گھنٹے تک سانس روکنے کا ماہر تھا۔ سانسوں پر غیر معمولی کنٹرول رکھنے کے باعث ان کی صحت قابلِ رشک تھی۔ ان کے سینے چٹان کی طرح پھیلے ہوئے تھے اور قد چھ فٹ سے نکلتا ہوا تھا۔ وہ تقریباً دو برس سے عبادت اور ریاضت کے اصولوں پر دن رات عمل کرتے آئے تھے اور یوں ان سب نے بھی آتما شکتی حاصل کی تھی۔

وہ چھ کے چھ زبردست اور کسی بھی معاملے میں ناقابلِ شکست تھے۔ ان میں سے ایک کا نام کنچن جوگی تھا۔ مہالامہ کنچن دیو نے کہا "کنچن جوگی! ارادے کی پختگی انسان کو کبھی ناکام ہونے نہیں دیتی۔ مرینا زبردست قوتِ ارادی کی مالک ہے۔ اس نے دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھا۔ کم سے کم سوئی اور زیادہ سے زیادہ محنت کرتی رہی۔ تکلیف دہ مشقوں سے گزر کر اس نے صرف چھ ماہ میں آتما شکتی حاصل کی ہے۔"

ایک نے پوچھا "کیا اس کی آتما شکتی کا مظاہرہ کامیاب رہا ہے؟"

"ہاں بہت کامیاب رہا۔ وہ پارس اور فرہاد علی تیمور کے پاس گئی تھی۔ دونوں باپ بیٹے افغانستان میں ہیں۔"

کنچن جوگی نے پوچھا "گرودیو! یہ اونتی کس کروٹ بیٹھے گی؟"

"ہماری ہی کروٹ آئے گی۔ یہ تقریباً ہمارا دھرم اختیار کر چکی ہے اور ایک آدھ مہینے میں اس کا برین پوری طرح واش ہو جائے گا۔ وہ ہندو دھرم قبول کر لے گی۔ اور بھارتی مفادات کے لئے کام کرنے لگے لیکن ایک مشکل ہے۔"

"وہ کیا ہے گرودیو؟"

"پارس اس کی جڑوں میں گھسا ہوا ہے۔ ہم نے اس کے اندر سے عیسائیت کو ختم کر دیا۔ پہلے وہ امریکا کے گن گاتی تھی۔ اب ہمارا بھجن گاتی ہے۔ میری تعلیمات نے رفتہ رفتہ اسے اندر سے بدل دیا ہے۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نوجوان میں ایسا کیا ہے جسے وہ بھلا نہیں پاتی ہے؟"

"کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم پارس کو بھی برین واش کر کے اسے اس لڑکی کا کھلونا بنا کر رکھیں؟"

"پارس جہاں رہے گا' وہاں فرہاد اور سونیا کا خطرہ منڈلاتا رہے گا۔ وہ ادھر کا رخ کریں گے تو ان سے ہماری حقیقت چھپی نہیں رہے گی۔"

"اور ہم مرینا کو ازبکستان لے جائیں گے تب بھی ہمارے بے نقاب ہونے کا خطرہ ہے۔ افغانستان میں باپ بیٹے کی موجودگی بتا رہی ہے کہ وہ ازبکستان بھی پہنچیں گے۔"

"اسی پہلو سے معاملہ پیچیدہ ہو رہا ہے کہ مرینا ضرور پارس سے رابطہ رکھے گی۔"

"سیدھی سی بات ہے' مرینا کے دل و دماغ سے پارس کا طلسم توڑنا ہوگا۔ اس مقصد کے لئے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ پارس سے منہ موڑ کر کسی دوسرے جوان سے دل لگاتی ہے یا نہیں؟"

"بے شک۔ اگر کسی دوسرے سے دل لگ جائے تو پھر وہ پارس کی دیوانی نہیں رہے گی۔"

اسی شام کنچن جوگی نے مرینا سے تنہائی میں ملاقات کی اور کہا۔ "آج میں دل کی بات کہہ رہا ہوں۔ جب سے تم یہاں آئی ہو' میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہو۔ کیا ہم ایک دوسرے کے جیون ساتھی بن سکتے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے جوگی! میں بہت پہلے ہی کسی کی ہو گئی ہوں۔"

"کیا جس کی ہو چکی ہو' اس سے میں کمتر ہوں۔ مجھے گرودیو نے بتایا ہے' تم دشمن کے بیٹے پارس سے محبت کرتی ہو۔ یہ دانشمندی نہیں ہے۔ ایک بار ان کے ہاتھوں تباہ ہو چکی ہو۔ دوبدر کی ٹھوکریں کھا کر یہاں آئی ہو۔ پھر ایسی غلطی نہ کرو۔"

"میں مانتی ہوں' دوبارہ دھوکا ہو سکتا ہے لیکن وہ ایک نشہ ہے اور نشہ کبھی نہیں چھوٹتا۔"

"مجھے بتاؤ وہ کیسا نشہ ہے۔ میں تمہیں تباہی سے بچانے کے لئے اس کا متبادل بننے کی کوشش کروں گا۔"

"تم متبادل نہیں بن سکو گے' کوئی نہیں بن سکے گا۔"

"میں مانتا ہوں ایک شریف عورت ایک کے بعد دوسرے کو کبھی پسند نہیں کرتی لیکن جان خطرے میں ہو اور وہ شخص ذلت اور تباہی کا بھی سبب بن رہا ہو تو شرافت اور ذہانت اسی میں ہے کہ اس شخص کو چھوڑ دے اور جو تحفظ فراہم کرتا ہے اسے جیون ساتھی بنا لے۔"

"تمہیں گرودیو کی سوگند ہے۔ مجھے بتاؤ آخر اس میں ایسی کیا بات ہے؟"

"وہ زہریلا ہے۔"

"کیا؟" وہ چونک کر حیرانی سے بولا "وہ... وہ زہریلا ہے؟"

"ہاں' وہ سامنے آتا ہے تو اس کے وجود سے زہریلی آنچ آتی ہے۔ وہ محبت کرتا ہے تو رگوں میں ایسا نشہ بھر دیتا ہے کہ مجھے اپنا ہوش نہیں رہتا۔ اتنی بڑی دنیا میں گبھرو جوان بہت ہیں مگر جادوگر ایک ہی ہے۔"

کنچن جوگی اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بے خودی میں بول رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نشہ اتر آیا تھا اور جوگی دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ "ٹھیک ہے تمہارا علاج سمجھ میں آگیا ہے۔"

مرینا بہت خوش تھی۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے بعد آتما شکتی حاصل کی تھی۔ پھر تیسری صلاحیت یہ تھی کہ چالیس منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ اس نے اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کیا تھا۔ اس کی مناسبت سے ذہانت میں اور پختگی آئی تھی۔ حاضر دماغی' چالاکی اور تیز طراری اور بڑھ گئی تھی۔ اگر مہالامہ کنچن دیو اور اس کے چھ آتما شکتی حاصل کرنے والے چیلے ٹیلی پیتھی جانتے اور اس کے چور خیالات ضرور پڑھتے تو انہیں یہ عقل آتی کہ جس نے فرہاد علی تیمور کی بیٹی بن کر وفا نہیں کی وہ مہالامہ کی شاگرد بن کر کیا وفا کرے گی؟

وہ بھجن گاتی رہی تھی۔ بھگوان کی پوجا کرتی رہی تھی۔ ہندی الفاظ اور سنسکرت میں منتر پڑھ کر آتما شکتی حاصل کرتی رہی تھی مگر اندر سے کٹر عیسائی رہی۔ اپنے ملک امریکا کی وفاداری میں ذرا فرق

نہ آنے دیا۔ اس حسین بلا نے ایک نیا غیر معمولی علم حاصل کرنے کے لئے ہندو دھرم کا چولا پہن رکھا تھا۔

اس نے باتھ روم میں آکر باتھ روم میں غسل کیا۔ پھر ہلکا پھلکا سا لباس پہن کر سونے کے لئے بستر پر آگئی۔ ویڈیو کیسل اوڑھ کر چادروں تانے چت لیٹ گئی۔ پھر اس نے پارس کا تصور کیا۔ اسے دیکھ کر مسکرائی پھر مسکراتے مسکراتے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے پوچھا "کوڈورڈز؟"

"میں تمہاری مرینا ہوں۔ کوڈورڈز اتنے پرانے ہو چکے ہیں کہ اب یہ دشمنوں کے علم میں آگئے ہوں گے۔"

"درست کہتی ہو لیکن میں یقین کرنا چاہتا ہوں تم مرینا ہو۔"

"میں اپنی اور تمہاری کچھ ایسی باتیں بتا رہی ہوں جو کسی غیر کے علم میں نہیں ہیں۔"

پھر وہ شرماتے ہوئے بتانے لگی۔ پارس نے سننے کے بعد کہا۔ "توبہ توبہ! کیسی بے حیا بے شرم ہو۔ ایک مرد سے ایسی باتیں کرتے زبان نہ پھٹ گئی۔ آسمان نہ ٹوٹ پڑا تم پر؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی "کیا کروں میرا مرد ہی ایسا ہرجائی اور بے مروت ہے۔ خود بے شرم ہے' مجھے بھی بے شرم بنا دیتا ہے۔"

"اتنے دنوں تک کہاں غائب رہیں؟ میں تو سمجھ رہا تھا بہت اوپر چلی گئی ہو؟"

"تم ٹھیک سمجھ رہے تھے۔ میں اتنی بلندی پر آگئی ہوں کہ اب سر اٹھا کر دیکھنے والوں کی گردنیں ٹیڑھی ہو جایا کریں گی۔"

"مجھے اپنی گردن عزیز ہے۔ میں کبھی سر اٹھا کر نہیں دیکھوں۔ معاف کر دو بی بی! کوئی دوسرا گھر دیکھو۔"

"میں پیچھا چھوڑنے والی نہیں ہوں۔ نئے کوڈورڈز مقرر کرو۔"

"سوری مرینا! آئندہ میرے پاس نہ آنا۔ ماضی کے تمام تعلقات کو جیسے اب تک بھولی ہوئی تھیں ویسے ہی ہمیشہ کے لئے بھول جاؤ۔"

"یہ تو میری آخری سانس تک ناممکن ہے۔"

"دیکھو مرینا! تم نے کبھی مجھ پر اعتماد نہیں کیا۔ صرف جسمانی خواہش کے لئے پیار جتاتی رہیں۔ تم نے بابا کی بیٹی بن کر ان کے اعتماد کو دھوکا دیا۔ ایک مسلمان لڑکی کے دماغ میں اس لئے زلزلے پیدا کئے کہ اس کا محبوب اسلام قبول کر چکا تھا۔ تم بہت کم ظرف ہو۔"

"تم کون سے اعلیٰ ظرف ہو؟ مگر مگر مچھ ہوتے ہو اور بھانت بھانت کی لڑکیوں سے عشق کرتے ہو۔"

"اگر میں گناہگار رہوں تو مجھ جیسے دنیا کے ہر مذہب میں ہیں اور گناہگار جو بھی ہو' وہ اپنے مذہب پر آنچ آتے دیکھتا ہے تو پھر مرینا جیسی حسینۂ عالم کو بھی ٹھکرا دیتا ہے۔"

"تمہارے ٹھکرانے کا یہی انداز مجھے پاگل کر دیتا ہے۔ میں تو تمہیں ایک بہت بڑی خوشخبری سنانے آئی ہوں۔"

"تو پھر جلدی سے سناؤ اور جاؤ۔"

"میں تمہارے پاس آکر اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا؟" پارس نے حیران ہو کر پوچھا۔

وہ بولی "ہاں مجھے اپنی غلطیوں کا احساس ہو گیا ہے۔ میں نے حماقت کو اور مسلمان ہونے والے وارنر بیگ کو بہت ستایا ہے۔ اس کی تلافی اسی طرح ممکن ہے کہ میں خود مسلمان ہو جاؤں' پھر تمہارے پاپا بھی مجھے معاف کر دیں گے۔"

"مرینا! مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو پھر ہماری دوستی پھر سے پکی ہو جائے گی۔"

"صرف دوستی ہوگی؟ کیا ایک مسلمان ہونے والی سے شادی نہیں کرو گے؟"

"ضرور کروں گا' تمہیں عزت' مان' مرتبہ سب کچھ دوں گا۔"

"پھر اس کا کیا کرو گے جو تمہارے ساتھ رہتی ہے؟"

"کون رہتی ہے؟ کس کی بات کر رہی ہو؟"

"اسی کا ذکر خیر کر رہی ہوں جو پچھلی رات دوسرے کمرے میں تھی اور تمہارے کمروں کا درمیانی دروازہ مقفل نہیں تھا۔"

"کمال ہے۔ تم کیسے جانتی ہو؟"

"تم ہی سوچو۔ تمہارے چور خیالات کا خانہ مقفل رہتا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ تمہارے دماغ سے چوری چوری معلوم نہیں کیا ہے اور میں جو کہہ رہی ہوں' چشم دید گواہ کی حیثیت سے کہہ رہی ہوں۔ تم آج کل ایک افغانی دوشیزہ کے ساتھ رہتے ہو۔"

"تم مجھے حیران پریشان کر رہی ہو۔ تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم کل رات یہاں آئی تھیں۔ یا تم نے ہمارے گائیڈ جلال شاہ کو آلۂ کار بنایا ہے اور اس کے دماغ میں چھپ کر ہمیں دیکھتی رہتی ہو۔"

"تم یقین کرو یا نہ کرو' میں کسی جلال شاہ کو نہیں جانتی ہوں اور نہ ہی کسی کو آلۂ کار بنا کر تمہارے قریب آتی ہوں۔"

"کیا تم نے کالا جادو سیکھ لیا ہے؟"

"میں کالے جادو پر تھوکتی ہوں۔"

"گویا تم ایک معما بن رہی ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔ فی الحال بہت تھک گئی ہوں۔ سونے جا رہی ہوں۔ آئندہ آؤں گی تو کوڈورڈز ادا کروں گی۔ گڈ بائی!"

وہ دماغی طور پر اپنے بستر پر حاضر ہو گئی۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھل گیا تھا۔ اس نے ایک معما بن کر پارس کو الجھا دیا تھا۔ آئندہ اور پوری دل سے اسلام قبول کر کے نام نہاد مسلمان بن کر مجھے اور پارس کو فریب دینے والی تھی۔ وہ کہیں عیسائی تھی' کہیں ہندو اور کہیں مسلمان' سبھی کو چکر دے رہی تھی اور اس بات پر اسے خوب ہنسی آرہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو گئی۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر ایک بند کمرے میں مہالامہ کنچن دیو ایک اونچی

مسند پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے چھ چیلے فرش پر پالتھی مارے بیٹھے تھے۔ ایک قد آور شخص اپنے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ کنچن جوگی نے کہا۔

"گرودیو! یہ ایک سپیرا ہے اس کا نام فانگ فوٹیلی ہے۔"

فانگ فوٹیلی نے کہا "گرودیو! میں زہریلا ہوں۔ ایسا زہریلا ہوں کہ عورتیں مجھ پر مرتی ہیں۔ وہ میرے زہر سے مرتی نہیں ہیں مدہوش ہو جاتی ہیں۔ منشیات کے عادی لوگوں کی طرح میری دیوانی ہو جاتی ہیں۔"

کنچن جوگی نے کہا "مرینا کے دماغ سے پارس کے بھوت کو بھگانے کا یہی ایک راستہ ہے۔ وہ ایک بار اس سے ملنے کے بعد پارس کو ہمیشہ کے لئے بھول جائے گی۔"

مہالامہ نے پوچھا "کیا مرینا اسے قبول کرے گی؟"

"قبول کرے یا نہ کرے۔ عام طور پر بھوت کو جبراً نکالا جاتا ہے۔"

"اس پر جبر ہوگا اور اسے ہم پر شبہ ہوگا تو ہماری ساری محنت برباد ہو جائے گی۔ وہ ہم سے بدظن ہو جائے گی۔"

"گرودیو! اسے شبہ نہیں ہوگا۔ ہم ابھی یہاں سے دریائے ہگلے زا نگمو کے ساحل پر عبادت کے لئے جا رہے ہیں۔ اس کی چیخ و پکار ہمارے کانوں تک نہیں پہنچے گی۔"

وہ سب تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر بحث کرتے رہے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر عمارت سے باہر آئے اور دریا کی سمت جانے لگے۔ وہ زہریلا شخص فانگ فوٹیلی وہاں رہ گیا۔ اسے اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ مرینا کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور اگر بات بگڑ جائے، وہ پکڑا جائے تو درس گاہ کے کسی بڑے شخص کا نام زبان پر نہ لائے۔

وہ ہاسٹل میں آیا۔ دن کے وقت ہاسٹل تقریباً خالی رہتا تھا طلبا اور طالبات درس گاہ میں شام تک رہتے تھے۔ مرینا نے پچھلی رات عبادت اور ریاضت میں اور اپنی آتما شکتی کو آزمانے میں گزاری تھی۔ اس لئے دن کے دس بجے سے سو رہی تھی۔

اس نے سونے سے پہلے دروازے کو لاک کر دیا تھا۔ باہر سے کوئی اندر نہیں آسکتا تھا لیکن مہالامہ نے اسے اس دروازے کی ڈپلیکیٹ چابی دی تھی۔ اس نے دروازے کے پاس آکر راہداری میں دائیں بائیں دیکھا۔ کوئی نہیں تھا۔ دوسرے کمروں کے دروازے بھی بند تھے۔ اس نے جیب سے چابی نکال کر بڑی آہستگی سے دروازے کو کھولا۔ پھر چابی کو جیب میں رکھ لیا۔

اگرچہ اس نے بڑی احتیاط سے اور آہستگی سے دروازہ کھولا تھا۔ اس کے باوجود مرینا کی آنکھ کھل گئی کیونکہ اس نے سونے سے پہلے دماغ جو ہدایات دی تھیں ان میں سے ایک ہدایت یہ تھی کہ کمرے میں کوئی غیر معمولی بات ہو یا کوئی داخل ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔

اس نے آنکھ کھولتے ہی دروازے پر ایک قد آور پہلوان نما شخص کو دیکھا۔ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی "کون ہو؟ یہ دروازہ تم نے کیسے کھولا ہے؟"

وہ کمرے میں قدم رکھتے ہوئے بولا "میں نے بڑی رازداری سے ایک چابی بنوائی ہے۔ میں تمہارا دیوانہ ہو گیا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً چلے جاؤ۔"

وہ بستر سے اتر کر چپلیں پہننا چاہتی تھی۔ پھر جلدی سے کیبل میں چھپ گئی کیونکہ ہلکا پھلکا سا لباس پہنا ہوا تھا۔ جسے پہننے کے باوجود بدن کا حسن پھٹا پڑتا تھا۔ وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں زہریلا ہوں۔ ایک بار میری آغوش میں آؤ گی تو بار بار مجھے یاد کرو گی۔"

وہ چیخ کر بولی "میں تھوکتی ہوں تم پر۔ یہاں سے جاؤ۔ ورنہ تم نے مہالامہ کے چھ جوانوں کو دیکھا نہیں ہے۔ وہ فولاد ہیں۔ تمہاری ہڈیاں توڑ کر پھینک دیں گے۔"

وہ بستر پر آکر جھک گیا۔ اس کے سڈول بازوؤں کو پکڑ کر بولا "کیا قیامت کا بدن ہے۔ اگر جان دے کر تمہیں حاصل کیا جا سکتا ہے تو سمجھ لو میں جان پر کھیلنے آیا ہوں۔"

اس نے پہلے پکڑا پھر جکڑا۔ وہ خود کو چھڑانے کے لئے پوری قوت سے جدوجہد کرنے لگی۔ یہ بھی محسوس کر رہی تھی کہ آنے والے کے جسم سے بھی ویسی ہی زہریلی آنچ آ رہی ہے جیسی وہ پارس کی تہمت میں محسوس کرتی رہی تھی۔ اگر وہ محض ہوس زادی ہوتی تو فانگ فوٹیلی کی قوت میں ہار جاتی لیکن اس کی انا اور اس کے اندر کی عورت کسی دوسرے مرد کو قبول نہیں کرتی تھی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہا مگر وہ سانس روک کر بولا "میں جانتا ہوں تم کھوپڑی کے اندر پہنچنے والی جادوگرنی ہو لیکن یہ جادو مجھ پر نہیں چلے گا۔"

وہ غالب آنا چاہتا تھا۔ وہ قابو میں نہیں آ رہی تھی لیکن یہ سمجھ رہی تھی کہ یہ جنگ اسی طرح جاری رہی تو ہار جائے گی۔ اپنے حسن و شباب کو صرف اپنے محبوب کے لئے سنبھال کر رکھا ہے۔ آج یہ بدن دو کوڑی کا ہو کر رہ جائے گا۔ خود کو بچانے کا صرف ایک راستہ رہ گیا تھا۔ صرف ایک راستہ۔

اس نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ہرے کرشنا کہتے ہوئے سانس چھوڑ دی۔ اپنے بدن کو سانسوں سے خالی کرتے ہی اس کی آتما باہر آ گئی۔ فانگ فوٹیلی نے چونک کر دیکھا اس کے بازوؤں کی گرفت میں جو بدن تھا وہ ایک دم سے ساکت ہو گیا تھا اور مرینا کے دیدے پھیل کر بے جان سے لگ رہے تھے۔

آتما بستر کے کنارے کھڑی اپنے بدن کو اور زہریلے شکاری کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے بدن کو بستر پر ڈال کر کبھی اس کی نبض ٹٹول رہا تھا اور کبھی کان لگا کر دل کی دھڑکنیں سننے کی کوشش کر رہا تھا لیکن نہ تو نبض مل رہی تھی اور نہ ہی دھڑکن سنائی دے رہی تھی۔

وہ پریشان ہو کر اس کے بدن کو دونوں ہاتھوں سے جھنجھوڑنے لگا۔ اس کے منہ پر طمانچے مارنے لگا تاکہ کسی طرح سانس واپس آ جائے لیکن اس شکاری کو اس کا زندہ شباب نہیں مل رہا تھا۔ ہوس کی عمر صرف سانسوں کے چلنے تک ہے۔ بدن مرتا ہے تو اس کی طرف بڑھنے والی ہوس بھی مر جاتی ہے۔

وہ پیچھے ہٹ کر بستر سے اتر گیا۔ اسے حسرت سے دیکھنے لگا۔ اس پنچھی ہوئے حسن و شباب کو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ بہت بڑی ظالم ہوتی ہے 'دل سے تمام خواہشیں چھڑا دیتی ہے۔

اس نے آخری کوشش کی۔ اس کے پیروں کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر باری باری دونوں پاؤں کے تلوے کو ہتھیلی سے رگڑنے لگا تاکہ گرمی سے جان آ جائے۔

جان کیسے آتی؟ خود کو اپنے محبوب کے نام لکھ دینے والی نے اپنی جان آپ ہی اپنے جسم سے کھینچ لی تھی۔ وہ گھبرا کر اٹھ گیا۔ پیچھے ہٹ گیا پھر پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے دائیں بائیں سر گھما کر دیکھا۔ وہاں کوئی اسے دیکھنے والا نہیں تھا۔ مگر آتما دیکھ رہی تھی۔

وہ دوڑ کر ہاسٹل کی سیڑھیاں اترتا ہوا عمارت سے باہر آ گیا۔ اس کی رفتار سے زیادہ آتما تیز رفتار تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ وہ دریا کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے سنا تھا کہ مہالامہ اپنے چھ چیلوں کے ساتھ دریا کے کنارے جا رہا ہے۔ اب وہ بھی وہاں جا کر رپورٹ پیش کرنا چاہتا تھا کہ جو چاہا تھا وہ نہیں ہوا اور جو نہیں ہونا تھا وہ ہو گیا ہے۔ وہ مرچکی ہے۔ بڑی آن اور عزت والی تھی۔ عزت دینے سے پہلے ہی جان دے دی۔

وہ بے خبر تھا۔ مجھے شکار کرنے گیا تھا اس کی آتما اس کے ساتھ جا رہی تھی۔ اس نے دریا کے ساحل پر ایک کھنڈر میں مہالامہ اور اس کے چیلوں کو دیکھا۔ وہ تعجب سے سوچنے لگی۔ "میری عزت پر حملہ کرنے والا گھبرا کر گرودیو کے پاس کیوں آیا ہے؟ کیا اپنے جرم کا اعتراف کرنے آیا ہے؟"

فانگ فوٹیلی نے ان کے قریب پہنچتے ہی ہانپتے ہوئے کہا۔ "غضب ہو گیا ہے۔ وہ مر گئی ہے۔"

مہالامہ نے بے یقینی سے پوچھا "کون مر گئی ہے؟"

"وہی مرینا۔ میں نے اسے راضی کرنا چاہا۔ وہ راضی نہیں ہوئی تب میں نے زبردستی کی۔ وہ بڑی ضدی تھی۔ میرے قابو میں نہیں آئی۔ پتا نہیں کیسے اس نے اپنی جان دے دی۔ میرا خیال ہے اس نے کچھ کھا لیا ہوگا۔"

کنچن جوگی نے پوچھا "کیا کہہ رہے ہو؟ وہ اچانک مر گئی تھی؟"

"ہاں بالکل اچانک جان دے دی۔"

"ابے الو کے پٹھے! وہ مری نہیں زندہ ہے اس نے اپنی آتما شکتی سے خود کو مردہ ظاہر کیا ہے۔"

دوسرے چیلے نے کہا "متوالو بن گیا ہے۔ تجھے اس کی عزت کی ایسی کی تیسی کرنا چاہئے تھا۔"

یہ باتیں مرینا کی آتما کے سامنے ہو رہی تھیں لیکن آتما نہ بول سکتی تھی نہ سن سکتی تھی۔ وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ آپس میں کیا بول رہے ہیں؟ چونکہ مہالامہ کے چیلے غصے میں فانگ خود فوٹیلی سے بول رہے تھے۔ اس لئے وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ لوگ ٹیلی کی مجرمانہ حرکت پر برہم ہو رہے ہیں۔

وہ مہالامہ اور اس کے چیلوں پر شبہ نہیں کر رہی تھی۔ البتہ اتنا سمجھنا چاہتی تھی کہ مجرم بھاگتا ہوا ان لوگوں کے پاس کیوں آیا ہے؟"

ادھر فانگ فوٹیلی بھی برہم ہو کر کہہ رہا تھا۔ "اے مجھے بار بار الو مت کہو۔ الو گدھے تو تم لوگ ہو۔ تمہیں بتانا چاہئے تھا کہ آتما شکتی کس بلا کو کہتے ہیں اور وہ کس طرح خود کو مردہ بنا لیتی ہے۔ یہ بھی بتانا چاہئے تھا کہ وہ مردہ بن جائے تو ایسے وقت مجھے کیا کرنا چاہئے تھا؟"

مرینا کی آتما نے مہالامہ کے قریب ہو کر کہا "گرودیو! اسے معاف نہ کریں۔ یہ میری عزت کا دشمن بن کر آیا تھا۔ اسے سخت سزا دی جائے۔"

اس کی آواز کوئی سن نہیں سکتا تھا۔ گرودیو نے کہا "اچھا بنتا ہوا کام بگڑ گیا ہے۔ اب اس پر بحث کرنے اور غصہ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ ہوشیار ہو گئی ہے۔ آئندہ کوئی دوسری تدبیر سوچی جائے گی۔ لاؤ اس کمرے کی چابی دو۔"

فانگ فوٹیلی نے اپنی جیب سے چابی نکال کر مہالامہ کی طرف بڑھائی تب مرینا نے حیرانی سے سوچا۔ میرے کمرے کی ڈپلیکیٹ چابی اس زہریلے شکاری نے گرودیو سے لی تھی۔ اس کا مطلب ہے یہ ان سب کی ملی بھگت ہے۔

بات صاف ہو رہی تھی۔ مہالامہ کنچن دیو یعنی ان کا گرودیو وہ چابی لے کر چابیوں کے گچھے میں رکھ رہا تھا۔ اور زہریلا شکاری دونوں ہاتھ جوڑ کر گرودیو کو پرنام کر کے واپس جا رہا تھا گویا اس نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ اس لئے جانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

ساری بات سمجھ میں آ گئی۔ کنچن جوگی نے مرینا کے پاس تنہائی میں آکر پوچھا تھا کہ وہ پارس کو کیوں نہیں چھوڑنا چاہتی ہے اور مرینا نے بتایا تھا کہ پارس اس کا زہریلا محبوب ہے اور اس محبوب کا متبادل کوئی نہیں ہو سکتا اور اب یہ واضح ہو گیا تھا کہ کنچن جوگی نے گرودیو کی رضامندی سے پارس کا طلسم توڑنے کے لئے اس زہریلے فانگ فوٹیلی کو اس کے کمرے میں بھیجا تھا اور اس معاملے میں ناکام ہوئے تھے۔

مہالامہ اپنے چیلے کنچن جوگی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ مرینا کی آتما سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اب وہ اس کے خلاف کیا سازشیں

کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد کنچن جوگی کمنڈر کے ایک شکستہ فرش پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ مرینا سمجھ گئی کہ کنچن جوگی اپنی آتما شکتی سے کچھ معلومات حاصل کرنے والا ہے۔ اس کی آتما اس کے جسم سے نکل کر کہیں جائے گی اور جب وہ اپنے جسم سے نکلے گی تو وہاں مرینا کی آتما کو دیکھ لے گی۔

وہ پلک جھپکتے ہی اپنے کمرے میں اپنے خالی جسم کے پاس آگئی۔ پھر اس جسم میں داخل ہوگئی۔ وہ جسم سانس لینے لگا۔ وہ لیٹے ہی لیٹے دیدے گھما کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اسے یقین تھا کہ کنچن جوگی کی آتما اسے یہاں دیکھنے آئی ہوگی یا آچکی ہوگی۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بستر اور کمبل سے نکل کر الماری کے پاس آئی۔ وہاں سے ایک لباس نکالا۔ دروازہ اندر سے لاک تھا۔ کوئی اسے لباس بدلتے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ مگر ایک غیر مرو کی آتما دیکھ رہی ہوگی۔ وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ خیال تھا کہ آتما میں تھوڑی شرافت ہوگی۔ وہ اسے دیکھنے باتھ روم میں نہیں آئے گی۔

ایک خیال یہ بھی تھا کہ وہاں بھی آجائے گی تو وہ اس کا کیا بگاڑ لے گی۔ اعتراض بھی نہیں کرسکے گی۔ کیونکہ وہ آتما کی طرف سے انجان بنی ہوئی تھی۔ پھر کسی چھپ کر کام کرنے والے کو کوئی نظر نہ آئے تو وہ مطمئن ہوجاتا ہے کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے اور اگر کوئی نادیدہ پردوں میں چھپ کر دیکھ رہا ہو تو یوں دیکھے جانے والی بات مشکوک ہوتی ہے، یقینی نہیں ہوتی۔

وہ لباس بدل کر باتھ روم سے کمرے میں آئی۔ پھر دروازہ کھول کر راہداری میں پہنچی۔ ہاسٹل ویران سا تھا۔ وہاں قیام کرنے والی کوئی طالبہ نظر نہیں آئی۔ یہ احساس تھا کہ نظر نہ آنے کے باوجود آتما اس کے قریب ہے اور اس کا تعاقب کر رہی ہے۔ اس نے درس گاہ کے دفتر میں آکر انچارج سے پوچھا۔ "گرودیو کہاں ہیں؟"

"وہ تھوڑی دیر پہلے کہیں گئے ہیں۔ شاید جلد ہی لوٹ آئیں گے۔"

وہ وہاں بیٹھ کر انتظار کرنے لگی۔ مہالامہ اور اس کے چیلوں کو واپس آنا ہی تھا۔ کنچن جوگی نے دریا کنارے جاکر یہ بتایا ہوگا کہ مرینا اپنے کمرے سے نکل کر درس گاہ کے دفتر میں آئی ہے اور ان کا انتظار کر رہی ہے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد مہالامہ اپنے چھ چیلوں کے ساتھ واپس آیا۔ اسے دیکھ کر بولا "میں سمجھ رہا تھا تم سو رہی ہو۔ یہاں دفتر میں کیا کر رہی ہو؟"

وہ بولی "میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"میرے حجرے میں آؤ۔"

وہ سب آگے پیچھے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے گرودیو کے حجرے میں آئے۔ وہاں گرو اپنے مخصوص انداز میں ایک مسند پر پالتھی مار کر بیٹھ گیا۔ مرینا اور اس کے تمام چیلے اس کے سامنے ادب سے دوزانو ہوگئے۔ پھر مرینا نے سر جھکا کر کہا "گرودیو! آپ کا ہاسٹل جوان لڑکیوں کے لئے محفوظ نہیں رہا ہے۔"

مہالامہ نے حیرانی کا اظہار کیا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

مرینا نے صاف محسوس کیا کہ گرو بناوٹی حیرانی ظاہر کر رہا ہے۔ اس نے اپنے کمرے میں ہونے والی واردات کا ذکر کیا۔ وہ لوگ سن رہے تھے اور کھوکھلی حیرانی کا اظہار کر رہے تھے۔ کنچن جوگی مٹھیاں بھینچ کر کہا "مرینا ہماری درس گاہ کی طالبہ ہے۔ ہماری درس گاہ کی عزت ہے، کس ذلیل نے ہاسٹل میں داخل ہونے کی جرأت کی ہے؟ کیا تم اسے پہچانتی ہو؟ وہ کون ہے؟ اس کی طرف اشارہ کرو، ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

مہالامہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا "شانتی، صبر، صبر کرو۔ غصہ آتما کی عقل کو کھا جاتا ہے۔ مجرم جو بھی ہے۔ اس کا محاسبہ کیا جائے گا۔ ہمیں بھگوان کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ مرینا کی عزت و سلامت رہی ہے۔"

"میں شکر ادا کر رہی ہوں اور سوچ رہی ہوں، وہ شیطان نما دروازہ کھول کر کیسے آیا تھا۔ ایک چابی میرے پاس رہتی ہے، دوسری چابی کہاں سے آگئی؟"

مہالامہ نے اپنے چیلوں کی طرف دیکھا۔ ایک چیلے نے "اس قسم کی واردات کرنے والوں کے لئے مقفل دروازے کھولنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

دوسرے چیلے نے کہا "کسی نے موم کی شیٹ پر تمہارے دروازے کی کی ہول کا سانچہ اتار لیا ہوگا۔ اس کے بعد چابی بنانا آسان ہوتا ہے۔"

"اس درس گاہ اور ہاسٹل میں آج تک ایسی واردات نہیں ہوئی۔ یہ شرم کی اور تشویش کی بات ہے۔"

"ہمیں جلد سے جلد اس شیطان کا سراغ لگانا چاہئے۔"

مرینا نے دریا کے کنارے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، انہوں نے اس شیطان کو سامنے آنے پر بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس کمرے کی چابی لے کر یوں جانے دیا تھا جیسے اس نے کوئی خطا نہ ہو اور اب دعوے کر رہے تھے کہ اس کا سراغ لگائیں گے۔

وہ بولی "گرودیو! میں یہاں آپ کے سائے میں رہتی ہوں، مجھے یقین ہے کوئی مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

گرودیو نے خوش ہو کر کہا "اپنے گرو پر بھروسا مضبوط ہے، اس لئے تم ہر بلا سے محفوظ رہو گی۔"

وہ بولی "میری ایک عرض ہے۔ میرے ساتھ جو کچھ ہوا، اس کا میرا معاملہ رہنے دیں۔ وہ میرا مجرم ہے۔ میں آج رات آتما شکتی کے ذریعے اس کے پاس جاؤں گی۔ میری آنکھوں میں اس کی تصویر ہے۔ وہ پاتال میں بھی چھپے گا تو میری آتما وہاں پہنچ جائے گی۔"

مہالامہ نے کہا "ٹھیک ہے۔ تمہیں حق پہنچتا ہے کہ اپنے کو آپ سزا دو۔ اس سلسلے میں ہم ہمیشہ تعاون کے لئے تیار رہیں گے۔"

میں کوشش کروں گی کہ میرے معاملے میں کسی کو زحمت نہ

اس نے گرودیو کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑے اور سر جھکا کر [illegible] تھی۔ اس کے جانے کے بعد ایک چیلا حجرے کے باہر کھڑا [illegible] تاکہ مرینا کسی وجہ سے واپس آئے تو وہ اندر آکر انہیں [illegible] دے۔

حجرے کے اندر گرودیو نے کہا "کنچن جوگی! معاملہ بگڑنے والا [illegible] وہ پہلے آتما شکتی سے اس کی رہائش گاہ تک پہنچے گی۔ پھر [illegible] طور پر وہاں جاکر کسی طرح اس کے دماغ میں گھس کر ہم [illegible] کا کچا چٹھا معلوم کرلے گی۔"

کنچن جوگی نے کہا "آپ فکر نہ کریں۔ آج رات سے پہلے ہی [illegible] ایک ساتھی فائنگ فوٹیلی کو ہمیشہ کے لئے خاموش کردے گا۔"

مرینا اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ اس نے دروازے کو اندر سے لاک کرکے دوپہر تک نیند پوری کی۔ پھر منہ ہاتھ دھو کر لباس تبدیل کیا۔ دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوگئی۔ پھر درس گاہ میں جانا تھا۔ ایک ملازم نے اطلاع دی کہ چند غیر ملکی اس سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔

وہ دفتر میں آئی۔ وہاں بارہ عدد غیر ملکی بیٹھے ہوئے تھے۔ انچارج نے کہا "مس مرینا! یہ مسٹر کریمر ہیں۔ اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ ماسکو سے آئے ہیں اور مسٹر کریمر کی مس مرینا ہیں۔"

کریمر نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "تم سے مل کر خوشی ہوئی۔ میں نے تمہیں دیکھتے ہی پہچان لیا۔"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولی "تم نے کیسے پہچان لیا؟"

"دنیا کے ہر بڑے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تصویریں ان کی پوری ہسٹری کے ساتھ موجود رہتی ہیں۔"

"اچھا سمجھ گئی۔ اب یہ بھی سمجھا دو یہاں میری موجودگی کا سراغ کیسے ملا؟"

"ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا تین دن پہلے تمہارے دماغ میں آنا چاہتا تھا لیکن تم نے سانس روک لی۔ اسے صرف چند سیکنڈ تمہارے دماغ میں رہنے کا موقع ملا۔ اتنی سی دیر میں اس نے ایک مندر میں تمہارے ساتھ کسی لامہ کو دیکھا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ تم تبت کے کسی مندر میں ہو۔"

"اچھا تو میں اس مندر میں مل گئی۔ مجھ سے ملاقات بھی ہوگئی۔ اب کچھ چھپائے بغیر مقصد بھی بتادو۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم کہیں تنہائی میں دو باتیں کریں۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن یہ تو معلوم ہو کہ مجھے تلاش کرنے اور مجھ سے ملاقات کرنے بارہ افراد کی فوج کیوں آئی ہے۔ کیا تم تنہا کافی نہ ہوتے؟"

کریمر نے دل میں کہا "کمبخت اگلوانا چاہتی ہے کہ میں اسے اغوا کرنے کے لئے یہ چھوٹی سی فوج لایا ہوں۔"

وہ بات بناتے ہوئے بولا "تم جانتی ہو روس اور جمہوریہ چین ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور یہ دونوں ملکوں کا درمیانی علاقہ ہے۔ یہاں دشمنوں سے دوستی کی توقع نہیں تھی اس لئے یہ میرے ساتھ آئے ہیں۔"

کریمر کے ایک ساتھی جاسوس نے کہا "تمہارا اعتماد حاصل کرنے کے لئے ہم سب یہ غمال کے طور پر بیٹھے رہیں گے۔ تم کریمر کے ساتھ تنہا چلی جاؤ۔"

"اس کے باوجود میں درس گاہ اور مندر سے باہر نہیں جاؤں گی۔ تم دوسرے کمرے میں چل کر مجھ سے باتیں کرسکتے ہو۔"

وہ دونوں درس گاہ کے ایک خالی کمرے میں آئے۔ کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ کریمر نے کہا "ہمیں حال ہی میں معلوم ہوا کہ تم سپر ایسٹر سے بدظن ہوگئی ہو۔ تم نے اپنا ملک چھوڑ دیا ہے اور ایک طویل عرصے سے بھٹک رہی ہو، تمہاری زندگی گزار رہی ہو۔"

"یہ درست ہے۔ آگے بولو۔"

"ایک حسین اور نوجوان لڑکی تمہارے تو اس کی آبرو کے بے شمار دشمن پیدا ہوجاتے ہیں۔"

"میں مانتی ہوں۔ میرے ساتھ پچھلی رات ایسا ہو چکا ہے۔ میرے لئے کوئی دروازہ کوئی دیوار مضبوط نہیں ہے۔"

"پھر تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ تمہارے اس علم سے فائدہ اٹھانے کے لئے تمہارے خلاف سازشیں ہوسکتی ہیں۔"

مرینا نے دل میں کہا "سازشیں ہو رہی ہیں۔ پارس کو مجھ سے دور کرنے کے لئے اس جیسا ایک زہریلا شخص بھیجا گیا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ مہالامہ اور اس کے چھ چیلے بھارتی حکومت کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ میں ان کا دھرم قبول کرچکی ہوں۔ اور اب کی سیاست کو بھی قبول کرکے ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں فائدہ پہنچاؤں گی۔"

کریمر نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

"تمہاری باتوں پر غور کر رہی ہوں۔ تم بہت صحیح وقت پر آئے ہو۔ ایک مدت سے تنہا رہ کر اور دربدر ہو کر طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا کر اس نتیجے پر پہنچ رہی ہوں کہ اگر کسی بڑے ملک کی سرپرستی حاصل نہیں کروں گی تو کوئی میری آبرو کا سرمایہ لوٹ کر مجھے اغوا کرکے کسی سپر پاور کی قید میں پہنچا دے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا "بالکل یہی باتیں تمہیں سمجھانے آیا ہوں لیکن جیسے تمہاری ذہانت کے چرچے سنے تھے، تم اس سے بھی زیادہ ذہین اور معاملہ فہم ہو۔ میرے سمجھانے سے پہلے ہی دانشمندانہ فیصلے کر رہی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میری زیادہ تعریفیں نہ کرو۔ میں کچھ تو حالات سے مجبور ہو کر اور کچھ دل کی بات مان کر یہ فیصلہ کر رہی ہوں۔"

"یہ دل کی بات کیا ہے؟"

وہ ذرا شرماتے مسکراتے ہوئے بولی "دفتر میں تمہیں دیکھتے ہی

دل نے کہا' مجھے یہاں سے نکلنے کے لئے تمہارے ہی جیسا ساتھی چاہئے۔ تمہاری شخصیت میں بلا کی کشش ہے۔"

کریمر کی کھوجی عشق کی طرف گھوم گئی۔ ایک حسین اور جوان دوشیزہ جو ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہو اگر وہ کسی پر عاشق ہو جائے یا اس کی معشوق بن جائے تو اس کی خوش قسمتی کا تو کوئی ٹھکانا نہیں ہوگا۔ کریمر نے چشم زدن میں خود کو ساری دنیا کا بادشاہ بنتے دیکھا۔ خوشی سے کانپتے ہوئے بولا "مرینا! کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟ مجھے اپنا دوست بناؤ گی؟"

"پہلے آزماؤں گی۔"

"میں تمہاری ہر آزمائش پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا ہماری دوستی اور محبت کو برداشت کرے گا؟ کیا وہ تمہارے دماغ میں آتا ہے؟"

"میری مرضی کے بغیر نہیں آسکتا۔ ایوان راسکا اور مانک مین وغیرہ ہماری دوستی اور محبت پر اعتراض نہیں کریں گے بلکہ خوش ہوں گے۔"

"تمہارے ملک سے دو شرائط پر دوستی کروں گی۔ ان شرائط میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"وہ دو شرائط کیا ہیں؟"

"ایک تو یہ کہ میں روس میں نہیں رہوں گی۔ دنیا کے کسی اور ملک میں رہ کر تمہارے مانک مین کے کام آتی رہوں گی۔"

"میں تمہاری یہ شرط مانک مین تک پہنچا دوں گا۔"

"دوسری شرط یہ ہے کہ یہاں میرے سات دشمن ہیں۔ میں انہیں جہنم میں پہنچا کر یہاں سے جاؤں گی۔"

"ان کے نام اور پتے بتاؤ۔ ہم انہیں ٹھکانے لگا دیں گے۔"

"نہیں۔ تم اور تمہارے ساتھی ان ساتوں کو زخمی کریں گے پھر میں ان کے دماغوں میں جا کر انہیں سزا دوں گی۔"

"جیسا چاہو گی' ویسا ہی ہوگا۔ ان کے نام بتاؤ۔"

"اس درس گاہ کا مہالامہ اور اس کے چھ چیلے میرے مجرم ہیں۔"

"ان کے متعلق کچھ بتاؤ۔"

"یہ گرو اور چیلے آتما شکتی کے مالک ہیں۔"

"آتما شکتی سے کیا مراد ہے؟"

"میں آتما شکتی کی حیرت انگیز باتیں بیان کروں گی تو تمہیں یقین نہیں آئے گا۔ فی الحال اتنا ہی سمجھ لو۔ ان میں سے کوئی آدھا گھنٹا' کوئی گھنٹا اور کوئی دو گھنٹے سانس روک لیتا ہے۔ جنگ شروع ہو جائے تو ان میں سے کوئی تھکنا یا گرنا نہیں جانتا۔ اپنے مقابل کو ہانپنے کانپنے مرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ان پر غالب آنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"ہم بچوں کا کھیل کھیلیں گے۔ ذہانت سے کام لیں گے۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں۔"

"میں یہاں سے اٹھ کر مہالامہ وغیرہ سے ملاقات کروں تاکہ تمہارے دشمنوں کے چہرے پہچان سکوں۔"

"ان سے ملاقات نہ کرو۔ مہالامہ اور اس کے چیلے تبت میں مشہور ہیں۔ یہاں سے باہر جا کر کہیں بھی انہیں پکار لو گے۔ ابھی تو میں تمہیں غصہ دکھاؤں گی اور الزام دوں گی کہ مجھے یہاں سے جبراً لے جانے کی دھمکی دے رہے ہو۔"

"یعنی تم یہ نہیں چاہتیں کہ مہالامہ کو ہماری دوستی کا علم ہو اور وہ شبہ کرے کہ انہیں نقصان پہنچانے میں تمہارا ہاتھ ہے۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ اب چلو یہاں سے۔"

وہ دونوں کمرے سے باہر آئے۔ مرینا ناگواری سے منہ بنائے ہوئے تھی جیسے کریمر اس کے لئے ناپسندیدہ شخص ہو۔ انچارج دفتر میں کریمر کے گیارہ ساتھی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مہالامہ اپنے خاص چیلے کنچن جوگی کے ساتھ وہاں آگیا تھا اور ان غیر ملکیوں کی آمد کی وجہ دریافت کر رہا تھا۔

مرینا نے وہاں آکر کہا "گرو دیو! یہ لوگ یہاں سیاسی مکاری دکھانے آئے ہیں۔ یہ کریمر چاہتا ہے میں آپ کی تعلیم و تربیت چھوڑ کر اس کے ساتھ مانک مین کی غلامی کرنے جاؤں۔"

کنچن جوگی نے گھور کر کریمر کو دیکھا۔ پھر کہا "اپنی سلامتی چاہتے ہو تو کل صبح تک یہ شہر چھوڑ کر چلے جاؤ۔ ورنہ تم میں سے کوئی ایک کے بعد دوسری سانس نہیں لے سکے گا۔"

کریمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا "چلو یہاں سے۔ ہم دیکھیں گے کہ یہاں سانس لینے کے لئے کون باقی رہے گا۔"

وہ سب وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ مہالامہ نے مرینا سے پوچھا "انچارج کہہ رہا ہے' وہ تم سے بہت دیر تک تنہائی میں باتیں کرتا رہا تھا۔"

"ہاں میں خود اسے باتوں میں الجھاتی رہی۔"

"کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں ایک تو میں چاہتی تھی کہ آپ اس کی موجودگی میں آجائیں۔ پھر ان کے متعلق بہت کچھ معلوم کر رہی تھی۔ پتا چلا بارہ افراد یوگا کے ماہر ہیں۔ میں ان کے چور خیالات نہیں پڑھ سکوں گی۔ وہ میرے لئے خطرہ بن کر آئے ہیں۔"

ایک چیلے نے کہا "ہم ایسے خطروں کو خاک میں ملانا جانتے ہیں۔"

وہ بولی "دشمنوں کو کمزور نہیں سمجھنا چاہئے۔ ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا ان کے دماغوں میں آتا جاتا رہتا ہے وہ ان کے ذریعے مجھے ٹریپ کر سکتا ہے۔"

مہالامہ نے کہا "ہاں یہ تشویش کی بات ہے۔ کنچن جوگی انہیں صبح تک یہاں سے جانے کے لئے کہا ہے اور صبح بہت دور ہے۔ ابھی تو شام کا اندھیرا بھی نہیں پھیلا ہے۔ دشمن رات ہی کچھ کر سکتے ہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں گرو دیو! رات ہونے دیں یہ رات ان پر بہت بھاری ہوگی۔ میں ابھی ان کا بندوبست کرتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ مہالامہ نے مرینا سے کہا "تم اب جاؤ' تمہارا گیان دھیان کا وقت ہو گیا ہے۔"

وہ گرو دیو سے رخصت ہو کر درس گاہ کے ایک بڑے ہال میں آئی۔ اس ہال کے فرش پر کئی طلبا اور طالبات ایک دوسرے سے دور پتھر مارے دھیان گیان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بھی ایک جگہ ہموار فرش پر بیٹھ گئی۔ یوں ظاہر کرنے لگی جیسے وہ بھی گیان دھیان میں ڈوب گئی ہو۔

وہ اب دوسرے دھیان میں تھی۔ اپنی حکمتِ عملی سے چیلوں کو ایک دوسرے سے لڑا رہی تھی۔ اگر مہالامہ کی پارٹی کی کمر وغیرہ کو زخمی کرتی تو وہ ان کے دماغوں میں پہنچ جاتی اور کریمر کی پارٹی مہالامہ وغیرہ کو زخمی کرتی تو وہ ان کے اندر پہنچ کر انتقام لیتی۔

اس حکمتِ عملی سے وہ محفوظ رہتی۔ خود کسی کے روبرو جا کر اسے زخمی کرنے اور کوئی خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ ان میں سے ہر ایک کے سامنے دوستی کا نقاب پہنے ہوئے تھی۔

یوں دونوں پارٹیوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر کے اس نے فانگ فوئیلی کا تصور کیا اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا۔ اگرچہ وہ سانس روک لیا کرتا تھا۔ پھر بھی اس کے پاس بار بار جا کر اسے پریشان کرنے کے لئے اس کے اندر پہنچی تو وہاں جگہ مل گئی۔

بعض اوقات اتفاقاً کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اور یہ کامیابی یوں حاصل ہوئی کہ فانگ فوئیلی زخمی ہو گیا تھا' اس کے پاس مہالامہ کا ایک چیلا یانگ لی کھڑا ہوا تھا۔ اس کی گرفت میں ایک خون آلود ہاتھ تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ٹیلی! تم نے بہت برا کیا' جو مرینا کے کمرے سے ناکام واپس آئے۔ تمہاری ناکامی ہمارے لئے مصیبت بننے والی ہے۔ وہ آج رات آتما شکتی کے ذریعے حقیقت معلوم کر لے گی۔ اس سے پہلے میں تمہیں ٹھکانے لگا دوں گا۔"

ٹیلی نے کہا "میں اس کی آتما شکتی سے دھوکا کھا گیا تھا۔ مجھے ہلاک نہ کرو۔ ایک موقع اور دو۔ اس بار میں اسے....."

"بکواس مت کرو۔ ابھی تم نہ مرے تو ہمارے منصوبوں کو بہت آجائے گی۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ تم سے سرزد ہونے والے جرم میں ہم بھی برابر کے شریک رہے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی ہمارے گرو دیو کی اصلیت کو ننگا کر دے گی۔"

مرینا ٹیلی کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ پتا چلا ٹیلی نے زخمی ہونے سے پہلے اس چیلے یانگ لی سے زبردست مقابلہ کیا تھا اور اس پر غالب آنے والا تھا۔ ایسے ہی وقت یانگ لی نے چاقو نکال کر اس پر حملہ کیا تھا۔ وہ حملہ بھی ناکام رہا کیونکہ وہ صرف زخمی ہوا تھا۔ اور اب اسے باتوں میں الجھا کر جوابی حملہ کرنے والا تھا۔

فانگ فوئیلی ایک سپیرا تھا۔ وہ زخمی ہونے کے بعد جہاں آکر ہانپ رہا تھا وہاں سانپوں کے کئی پٹارے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے اچانک ایک پٹارہ کھولتے ہوئے ایک سانپ کو اس کی طرف اچھال دیا۔ وہ چاقو اٹھائے تیزی سے حملہ کرنے آرہا تھا۔ اپنے اوپر ایک سانپ کو آتے دیکھ کر بوکھلا گیا۔ فضا میں چاقو لہراتے ہوئے سانپ کو ہلاک کرنا چاہا۔ ٹیلی نے اس پر دوسرا پھر تیسرا سانپ بھی پھینکا۔ لوگ تو ایک ہی سانپ سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ اتنے سانپوں کے حملوں سے وہ چیخنے لگا۔ وہاں سے بھاگنے کے لئے دروازے کی طرف گیا لیکن بدحواسی میں دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔

چاقو بہت پہلے ہی ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ دہشت زدہ ذہن نارمل نہیں رہتا اس لئے برائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا۔

مرینا اس کے اندر پہنچی تو اس نے محسوس نہیں کیا۔ اس کے دماغ کو کمزور بنانے کے لئے اس نے ایک زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیلا حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے فرش پر تڑپنے لگا۔

فانگ فوئیلی نے پہلے تعجب سے اسے تڑپتے ہوئے دیکھا۔ پھر حقارت سے بولا "گدھے کے بچے! میں نے ان سانپوں کا زہر نکال دیا تھا۔ ان میں سے کسی نے تجھے نہیں ڈسا پھر ایسے کیوں تڑپ رہا ہے؟"

اس نے فرش پر پڑے ہوئے چاقو کو اٹھا کر کہا "چل اٹھ اور مجھ پر حملہ کر۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے دماغی تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "میں تجھ پر حملہ نہیں کر سکوں گا اور نہ ہی تو مجھ پر کر سکے گا۔ ہم دونوں بری طرح پھنس گئے ہیں۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر رہا ہے۔ وہ تمہارے بھی دماغ میں ہوگا یا ہوگی۔"

مرینا نے ٹیلی کے دماغ میں رہ کر اس کی زبان سے کہا "ہاں میں آگئی ہوں۔ تم لوگوں کی کینگی میں بہت پہلے سمجھ گئی تھی۔ تم دونوں بڑے جیالے تھے۔ سانس روک کر میرا رستہ روک لیتے تھے اور ٹیلی! تم مردانگی دکھانے میرے کمرے میں آئے تھے۔ اب دکھاؤ مردانگی۔ میں تمہارے دماغ میں ہوں۔"

فانگ فوئیلی نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ یہ مہالامہ کے چیلوں نے مجھے بہکایا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو اور میرے لئے لوہے کا چنا ثابت ہوگی تو تمہیں چبانے کی ناکام کوشش نہ کرتا۔"

"لوہے کا چنا۔" مرینا نے کہا "یہ تم نے خوب کہا تمہیں لوہے کے چنے چبانے چاہئے۔ تمہاری سوچ بتا رہی ہے کہ دوسرے کمرے میں ہر سائز کی کیلیں رکھی ہوئی ہیں۔ تم کھڑکیوں اور دروازوں کی مرمت کے لئے یہ چیزیں لائے ہو۔ چلو دوسرے کمرے میں جاؤ اور وہ کیلیں اٹھاؤ۔"

وہ ہدایت پر عمل کرتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ پھر ایک جگہ رکھی ہوئی کیلوں کو ایک مٹھی میں لے لیا۔ مرینا نے کہا "یہ لوہے کی ہیں انہیں چنے سمجھ کر چبانا شروع کردو۔"

کوئی ہوش مند لوہے کی کیلیں چبانے پر راضی نہیں ہوتا لیکن اس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا۔ اس نے اپنے منہ میں کیلیں بھرلیں۔ انہیں چبانے لگا۔ تکلیف سے بلبلانے اور تڑپنے لگا۔ مرینا نے اس کے دماغ کو اس حد تک ڈھیل دی تھی کہ وہ تکلیف کا احساس کرسکتا تھا۔

اس کے دانت، مسوڑھے، زبان اور حلق سب ہی لہولہان ہو رہے تھے۔ وہ منہ سے کیلیں تھوکنا چاہتا تھا۔ مرینا تھوکنے نہیں دیتی تھی۔ اندر سے لوہا مل کر باہر آتا جارہا تھا۔

وہ بولی "سوچ ٹیلی! سوچ جب ایک لڑکی کی آبرو جبراً لی جاتی ہے تو اس کی روح کو کیسے زخم پہنچتے ہیں۔ ایسے ہی جیسے لوہے کے چنے چباتے وقت ملتے ہیں۔"

وہ سوچ کے ذریعے چبانے سے انکار کررہا تھا لیکن بے اختیار چباتا جارہا تھا۔ پھر کیلیں اس کے منہ سے نکل نکل کر گرنے لگیں کیونکہ چبانے والے دانت بھی اپنی جڑیں چھوڑ کر کیلوں کے ساتھ باہر آرہے تھے۔

وہ تکلیف کی شدت اور کمزوری سے نڈھال ہو رہا تھا۔ گرنے سے سنبھل رہا تھا۔ آخر وہ ڈگمگاتے اور خون تھوکتے ہوئے اس کمرے میں واپس آیا جہاں گرودیو کا چیلا یانگ لی فرش پر پڑا ہوا تھا۔

اس کی دماغی تکلیف کسی حد تک کم ہوگئی تھی لیکن کمزوری تھی وہ سوچ رہا تھا وہاں سے اٹھ کر بھاگ جائے اور جاکر مہالامہ کو خبر کرے کہ مرینا ان سب کے لئے موت بن گئی ہے۔ اسے ہاسٹل سے نکلنے نہ دو۔ وہیں دفن کردو۔"

مرینا نے سوچ کے ذریعے کہا "اچھا گرودیو کے پاس جانا چاہتے ہو؟"

وہ انکار میں ہاتھ ہلا کر بولا "نہیں نہیں۔ میں کسی کے پاس جاکر تمہاری شکایت نہیں کروں گا۔ مجھے معاف کردو۔ یہاں سے جانے دو۔"

"تم جاؤ گے تو تمہارے پیچھے یہ فانگ فوٹیلی میری شکایت کرنے کے لئے زندہ رہے گا۔ یہ مہالامہ کو بتادے گا کہ میں ان سب کی دشمن بن گئی ہوں۔ لہٰذا جانے سے پہلے اسے ختم کردو۔"

وہ اپنی جگہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر چاروں ہاتھ پاؤں فرش پر ٹیک کر ایک چوپائے کی طرح چلتا ہوا فانگ فوٹیلی کے پاس آیا۔ چاقو اس کے پاس پڑا ہوا تھا۔ اس نے چاقو اٹھالیا۔

ٹیلی کا منہ اس قابل نہیں رہا تھا کہ وہ گڑگڑا کر زندگی کی بھیک مانگتا۔ جسم میں اتنی توانائی نہیں رہی تھی کہ اپنی زندگی بچانے کے لئے قاتل سے لڑتا۔ اس کے حلق سے عجیب عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں۔ چیلے یانگ لی نے وہاں سے [illegible] چاقو کا پھل اس کے سینے میں اتار دیا۔ اس میں جان ہی کیا رہ گئی تھی۔ وہ ذرا سا تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

مرینا نے کہا "اب یہ چاقو تم اسی طرح پکڑے رہو اور سوچو طاقت کتنی ہرجائی ہوتی ہے۔ کل میں کمزور نظر آرہی تھی اور تم سب شہ زور تھے اب میں شہ زور ہوں۔ کیا تمہارا گرودیو اور تمہارے فولادی قوت رکھنے والے ساتھی یہاں تمہیں بچاسکتے ہیں۔"

وہ گڑگڑانے لگا "مجھے صرف تم ہی زندگی دے سکتی ہو۔ بس ایک آخری بار مجھے معاف کردو۔"

"تم نے آتما شکتی حاصل کی ہے۔ سانس روکو اور اپنی آتما کو باہر نکالو تاکہ میں تمہارے مردہ جسم کو چھوڑ کر چلی جاؤں۔"

"تم نے میری سانس لینے کی توانائی چھین لی ہے۔ میری التجا غور کرو۔ مجھے زندہ رکھ کر اپنا دوست یا غلام بنا سکوگی۔ مجھے مار کر کچھ حاصل نہیں کرسکوگی۔"

"حاصل کروں گی۔ رازداری حاصل رہے گی۔ تمہاری موت کے بعد مہالامہ اور تمہارے ساتھیوں کو میری دشمنی کا پتا نہیں چلے گا۔"

مرینا نے اسے وہاں سے اٹھایا۔ وہ چلتا ہوا ایک دیوار کے پاس آیا۔ اس نے ایک ہاتھ میں چاقو پکڑ کر اس کی نوک دوسرے ہاتھ پر رکھی پھر اسے چبھو کر ایک لانبی خون کی گہری لکیر بنائی۔ اس زخم سے خون ابلنے لگا۔ اس نے اپنی ایک انگلی خون میں ڈبوئی اور دیوار پر کریمر کا نام لکھنے لگا۔

نام لکھنے کے بعد اس نے چاقو کے دستے کو دونوں ہاتھوں سے یوں پکڑا کہ اس کی نوک اپنی طرف ہوگئی۔ مرینا نے کہا "اپنی زندگی کی آخری بات بولو۔"

اس نے کہا "موت اٹل ہے لیکن آدمی کو بداعمالی سے حرام موت نہیں مرنا چاہئے۔"

اس نے نوک اپنے سینے پر رکھی پھر دستے تک اس کے پھل کو اپنے جسم میں پیوست کرلیا۔ مرینا اس کے تڑپنے تک رہی پھر اس کے مردہ دماغ نے اسے باہر نکال دیا۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ ورس گاہ کے بڑے ہال میں گہری خاموشی تھی۔ وہ دوسرے طلبا و طالبات کی طرح بدستور فرش پر پلتھی مارے بیٹھی ہوئی تھی اور ہیپناٹین گیان میں غرق دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے ایک منٹ کے بعد پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ کریمر کے دماغ میں آئی۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "میں آم ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"ہمیں کوڈورڈز مقرر کرنے چاہئیں تھے۔ فی الحال پہچان کے لئے میں کہہ سکتی ہوں کہ ہم پہلی ملاقات میں دوست بن گئے ہیں۔ یہ دوستی دشمنی میں بدل رہی ہے۔ اب یقین آیا؟"

"ہاں محبت کی زبان سے یقین آجاتا ہے۔ آئندہ یہی کوڈورڈز رہیں گے کہ دوستی محبت بیگم سے ہوتی ہے۔ نفرت بیگم نے آج تک کسی کو دوست نہیں بنایا۔"

"تم کوئی جادوگر ہو۔ تم نے پہلی ملاقات سے ہی مجھے محبت بیگم بنالیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم ایسی باتیں کرتی ہو تو میں خود کو دنیا کا خوش نصیب انسان سمجھتا ہوں۔"

"میں یہ بتانے آئی ہوں کہ میں نے ایک سپیرے فانگ فوٹیلی اور مہالامہ کے چیلے یانگ لی کو ہلاک کردیا ہے۔"

"تم بڑی خطرناک ہو۔ اتنی جلدی دو دشمنوں کو کیسے بھگتا لیا؟"

اس نے تفصیل سے بتایا۔ پھر آخر میں کہا "میں نے اس چیلے کو ہلاک کرنے سے پہلے اس کے خون سے دیوار پر تمہارا نام لکھ دیا ہے۔"

"یعنی مجھے پھنسادیا ہے۔ وہ تم پر شبہ نہیں کریں گے۔ مجھے قاتل سمجھیں گے۔"

"کیا تمہیں اعتراض ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ تم نے انہیں قتل کیا ہے۔ مجھے بھی کردو تو اعتراض نہیں کروں گا۔"

"یہی بات میں کہتی ہوں۔ دنیا کا کوئی شہ زور مجھے زیر نہیں کرسکے گا لیکن تمہارے بازوؤں میں راضی خوشی مرجاؤں گی۔"

اس کی کھوپڑی ہوا میں اڑنے لگی۔ وہ بولا۔ "تم مجھے محبت کی معلوم بلندیوں میں اڑا رہی ہو۔ بولو میں تمہارے لئے کیا کروں؟"

"وہی جو وعدہ کیا ہے۔ پہلے سات دشمن تھے اب چھ رہ گئے ہیں۔"

"میرے ساتھی ایکشن میں آچکے ہیں۔ جلد ہی تمہارے انتظار کے زخمی ہونے کی خبر سناؤں گا۔"

"خبر سننے کے لئے ضروری ہے کہ میں تمہارے پاس آتی جاتی رہوں۔"

"میں تمہارے آتے جاتے رہنے سے بہار آتی رہے گی۔"

وہ اپنی [illegible] اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کسی کو ظاہر کرتی رہی کہ دھیان [illegible] مصروف ہے۔

ادھر ورس گاہ کے باہر یانگ لی کی لاش لائی گئی تھی۔ پولیس والے لاش لائے تھے۔ ایک افسر مہالامہ سے کہہ رہا تھا۔ "آپ کے چیلے کی لاش ایک سپیرے فانگ فوٹیلی کے مکان میں پائی گئی کہ وہیں ایک دیوار پر خون سے لفظ "کریمر" لکھا ہوا ہے۔ کیا یہ کسی دشمن کا نام ہے؟"

انچارج نے کہا "جی ہاں ماسکو سے بارہ افراد کی ایک ٹیم آئی ہے ان کے لیڈر کا نام کریمر ہے۔"

مہالامہ کنچن دیو نے کہا "وہ ہماری ورس گاہ کی ایک طالبہ مرینا کو یہاں سے اغوا کرکے لے جانا چاہتے ہیں۔ ہم پر دباؤ ڈالنے اور ہمیں دہشت زدہ کرنے کے لئے انہوں نے میرے اس ذہین طالب علم کو قتل کیا ہے۔"

کنچن جوگی نے پوچھا "افسر! کیا آپ اسے گرفتار کررہے ہیں؟"

افسر نے کہا "میں اس مقصد کے لئے جارہا ہوں لیکن وہ ایک بہت بڑے ملک کا شہری ہے، پتا نہیں کیسے مضبوط ذرائع کا مالک ہے۔ دیوار پر صرف کریمر لکھ دینے سے وہ قاتل ثابت نہیں ہوگا جبکہ ایک ہی نام کے کئی لوگ ہوتے ہیں۔ پھر بھی ہم اس کا محاسبہ کریں گے۔"

افسر سپاہیوں کے ساتھ سیاحوں کے کاٹیج میں آیا تو وہاں دو لاشیں ملیں۔

کریمر نے کہا "مہالامہ کنچن دیو کے چیلوں نے انہیں قتل کیا ہے۔ ان دو مقتولوں نے دم توڑنے سے پہلے کنچن جوگی اور رگھوناتھ کا نام بتایا تھا۔"

افسر نے کہا "آپ نے بھی ان کا ایک بندہ مارا ہے۔"

"ایک مارا ہے۔ ایک اور مارا جائے گا تو حساب پورا ہوگا۔"

"میں آپ کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں۔ آپ فوراً یہ شہر چھوڑ دیں۔ اپنے ملک واپس چلے جائیں۔ مہالامہ اور اس کے چیلے آتما شکتی کے ذریعے آپ میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ان کے سامنے یہاں کی سرکار اور یہاں کی پولیس بے بس تماشائی بن کر رہتی ہے۔"

کریمر نے کہا "ان کے پاس آتما شکتی ہے۔ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی ہے۔ میں بھی تمہیں اور تمہاری سرکار کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ دور سے تماشا دیکھیے۔ ابھی دو چار گھنٹوں میں ہمارے دو کی جگہ ان کے دس مارے جائیں گے۔"

یہ معاملہ ایک افسر نمٹا نہیں سکتا تھا۔ وہ اپنے بڑوں کو رپورٹ دینے چلا گیا۔ مرینا نے کریمر کے دماغ میں آکر کوڈورڈز ادا کرنے چاہے۔ پتا چلا کریمر نے اسے محسوس نہیں کیا ہے کیونکہ اس کے دماغ میں ایوان راسکا بول رہا تھا۔ کریمر کو حکم دے رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد مہالامہ کے چیلوں کو زخمی کرکے مرینا کے حوالے کرے تاکہ مرینا اپنے تمام دشمنوں کو ختم کرکے ماسک مین پر اعتماد کرسکے اور دوستی قائم رکھے۔

مرینا نے کہا۔ "ہیلو ایوان راسکا! میں مرینا بول رہی ہوں۔"

"خوش آمدید مرینا! تمہاری دوستی ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔"

"کیا میری پہلی شرط ماسک مین کو منظور ہے؟"

"بالکل منظور ہے۔ ماسک مین نے کہا ہے جب تک تمہیں

ہماری بے لوث دوستی کا یقین نہ ہو جائے' تم روس نہ آنا۔ اپنے وعدے کے مطابق کسی بھی ملک میں رہ کر تم دوستی کے حقوق ادا کر سکتی ہو۔"

اسی وقت موبائیل فون کا بزر بول اٹھا۔ کریمر نے فون اٹینڈ کیا۔ اس کے ایک ماتحت کی آواز آئی۔ "ہم نے مہالامہ کے دو چیلوں رگھوناتھ اور سنگ نوران کو زخمی کر دیا ہے۔"

کریمر نے کہا "شاباش! یہی رفتار رکھو۔ صبح سے پہلے سب کو ٹھکانے لگانا ہے۔ یہ کام ہوتے ہی ہم واپس جائیں گے۔"

اس نے فون کا رابطہ ختم کیا۔ مرینا نے کہا "میں ابھی ان دو زخمیوں کے پاس جا رہی ہوں۔ ایوان راسکا! کیا تم میرے دماغ میں آؤ گے؟"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

وہ آ گیا۔ مرینا نے کہا "میں تمہیں ان زخمیوں کے دماغوں میں پہنچا رہی ہوں۔ تم وہاں خاموش رہنا۔ میں ضرورت پڑنے پر تم سے تعاون حاصل کروں گی۔ ان سے نمٹنے کے بعد تم سے اہم گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

مرینا رگھوناتھ کے پاس آئی۔ وہ ایک بستر پر زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ مہالامہ کا ایک اور چیلا سادھن رائے اس کی مرہم پٹی کر چکا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "میں مہالامہ کو تمہارے بارے میں بتانے جا رہا ہوں۔ تم اس مکان سے باہر نہ نکلنا۔ دشمن ہماری تاک میں ہیں۔"

رگھوناتھ نے کہا "پھر تو تمہارے لئے بھی باہر خطرہ ہے۔"

سادھن رائے نے جیب سے پستول نکال کر کہا "ہم سب اس وقت تک مسلح رہیں گے جب تک ایک دشمن بھی زندہ رہے گا۔"

وہ بولا "ذرا یہ پستول میرے ہاتھ میں دو۔ بہت عرصہ گزر چکا ہے' میں نے اسے ہاتھ نہیں لگایا۔"

سادھن رائے نے اسے پستول دیا۔ اس نے اس کے چیمبر کی گولیاں چیک کیں۔ پھر اچانک ہی سادھن رائے کا نشانہ لیتے ہوئے بولا "میں مرینا بول رہی ہوں۔ تم سب لاماؤں سے تمہاری کینگی کا حساب چکا رہی ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "رگھوناتھ! یہ کیا کہہ رہے ہو دیکھو۔ گولی چل جائے گی۔"

گولی چل گئی۔ مرینا نے ایوان راسکا سے کہا۔ "تم اس زخمی کو سزائے موت دو۔ میں دوسرے زخمی کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ زخمی چیلے سنگ نوران کے پاس آئی۔ وہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ کنچن جوگی نے اس کے زخم کی مرہم پٹی کر دی تھی۔ اس سے پوچھ رہا تھا "کیا چلنے پھرنے کے قابل ہو؟"

"بیشک میں ان روسیوں سے انتقام لئے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔"

وہ اپنی گن اور میگزین کو چیک کرتے ہوئے بولا "چلو۔"

سنگ نوران نے ایزی چیئر پر سے اٹھ کر میز پر رکھی ہوئی دوسری گن اٹھائی۔ اسے چیک کیا۔ کنچن جوگی دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ سنگ نے اس کا نشانہ لیا پھر گولی چلا دی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ کنچن جوگی اچھل کر فرش پر گرا۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے زخمی ٹانگ کو پکڑ کر کراہتے ہوئے حیرانی اور بے یقینی سے سنگ کو دیکھا۔ مرینا نے اس کی زبان سے کہا "حیرانی سے نہ دیکھو اپنے گریبان کے اندر جھانکو۔ وہاں مرینا کے ساتھ ہونے والی مکاری اور تمہارا کمینہ پن نظر آئے گا۔ میں تمہارے دماغ میں آ رہی ہوں۔"

مرینا اس کے اندر آ کر بولی "میں آ گئی ہوں۔ مجھے سانس روک کر بھگا نہیں سکو گے۔ البتہ یہ دیکھو یہ تمہارا ساتھی سنگ نوران بھاگ رہا ہے' اسے اپنے ہاتھوں سے گولی مار دو۔"

"نہیں' میں اپنے ساتھی کو گولی نہیں ماروں گا۔ نہیں ہرگز نہیں۔"

وہ نہیں نہیں چیختے ہوئے سنگ کا نشانہ لے رہا تھا۔ سنگ اپنے بچنے کے لئے دیوار سے باہر چھلانگ لگائی۔ مرینا نے اسے الٹی چھلانگ پر مجبور کر کے واپس کمرے میں پہنچایا پھر کنچن جوگی کے اندر آ گئی۔ جوگی نے اسی لمحے میں اپنے ساتھی کو گولی مار کر موت کی گود میں پہنچا دیا۔

تھوڑی دیر کے لئے اس پر سکتہ طاری رہا۔ مرینا نے پوچھا "کنچن جوگی! چوکڑی بھول گئے؟ کیا میری آبرو کا کچرا نہیں کرو گے تم سے پاس یوگا کی مہارت ہے۔ جسمانی قوت ہے۔ آتما شکتی اور ہاتھ میں گن ہے۔ اتنی قوتیں رکھ کر کیا اس کمزور لڑکی کو نہیں مار سکتے جسے بے آبرو کرنا بچوں کا کھیل سمجھ رہے تھے۔"

وہ بڑے اعتماد سے بولا "جب تک شہ زور رہا سر اٹھا کر جیتا رہا۔ آج ایک عورت کے سامنے سر نہیں جھکاؤں گا۔ اس سے پہلے کہ تم مجھے مرنے پر مجبور کرو' میں سر اٹھا کر جان دے دوں۔"

مرینا نے اسے نہیں روکا۔ وہ مردانہ شان سے مرنا چاہتا تھا۔ وہ بولی "یہ عورت کی شان ہے کہ تمہاری آخری خواہش پوری کر رہی ہے۔ مر جاؤ۔"

اس نے خود کو گولی ماری۔ ایوان راسکا نے کہا "میں نے رگھوناتھ کو تڑپا تڑپا کر مارڈالا ہے۔ تم مجھ سے اہم گفتگو کرنا چاہتی ہو؟"

"میں نے تمہیں اپنے پاس آنے دیا تم مجھے اپنے پاس آنے دو۔"

"ہاں دوستی کا یہی تقاضا ہے۔ اگرچہ ماسک مین نے مجھے منع کیا ہے کہ میں کسی کو اپنے دماغ میں آ کر باتیں کرنے کا موقع دوں۔ پھر بھی تمہیں خوش آمدید۔"

وہ راسکا کے پاس آ کر بولی۔ "شکریہ۔ ہم اسی طرح ایک دوسرے کا اعتماد حاصل کر سکتے ہیں۔"

"کوئی مہمان گھر میں آتا ہے تو اس کی خوب خاطر مدارات کی جاتی ہے۔ تم دماغ میں آئی ہو۔ تمہاری کیا خاطر کروں؟"

"سچ بولنا انسانیت کی سب سے بڑی خاطر داری ہے۔ کیا سچ بولو گے؟"

"تم کوئی بھی بات پوچھ کر آزما لو۔"

"یہ جانتی ہوں کہ تم روسی نہیں امریکی ہو۔ ماسکو میں تمہیں دھوکے سے پہنچایا گیا ہے۔ کیا دھوکا کھانے کے بعد بھی روس کے وفادار ہو؟"

"تم یہ بات دماغ میں آ کر پوچھ رہی ہو کوئی اور سننے والا نہیں ہے۔ اس لئے سچ بول رہا ہوں۔ یہاں میری حیثیت ایک قیدی کی ہے۔ میں آزادی چاہتا تھا۔ میں نے بغاوت کی کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح مجھے بھی آزاد چھوڑا جائے ورنہ میں خیال خوانی کے ذریعے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاؤں گا۔ انہوں نے مجھے بغاوت کی بہت بڑی سزا دی۔ ایسی غلاظتوں میں لے جا کر پھینک دیا جہاں بدبو سے دماغ پھٹنے لگتا تھا۔ انہوں نے ایسی ایسی اذیتیں پہنچائی تھیں کہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ آخر میرا وجدان کام آیا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ حرام موت نہیں مرنا چاہئے۔ زندہ رہ کر رہائی کی صورت نکالنا چاہئے۔ آج تم سے ملاقات کر کے میں نے اپنے اندر ایک نیا حوصلہ پا رہا ہوں۔"

"تم مجھے اس ملک کا وفادار بنانے کے لئے کوئی چال نہیں چل رہے ہو۔ سچ بول رہے ہو۔ اس سچائی کے عوض میں تمہیں یہاں سے رہائی دلانے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔"

"ایک سچ اور کہہ دوں۔ میں نے امریکا سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے بی جی تھرہال کو اور اسرائیل سے جنرل پارکن کو ٹریپ کیا ہے۔ دونوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ ماسک مین نے کہا ہے اگر میں دو خیال خوانی کرنے والوں کو ماسکو پہنچاؤں گا تو وہ مجھے ملک سے باہر آزاد رہ کر کام کرنے کی اجازت دے گا۔"

"اگر وہ اجازت نہیں دے گا' تمہارے دونوں تابعداروں کو گرفتاری طرح غلام بنا کر رکھے گا تو اس کا کیا بگاڑ لو گے؟"

"یہ بات میری سمجھ میں آ رہی ہے۔ اسی لئے میں تھرہال اور جنرل پارکن کو اپنا معمول بنانے کے بعد بھی ماسک مین کو ٹال رہا ہوں۔"

"اسے ٹالتے رہو۔ تھرہال اور جنرل پارکن ہمارے کام آئیں گے۔ میں تمہیں تہ سے نکلنے کے بعد تمہیں روس سے باہر لانے کی کوشش کروں گی۔"

"مرینا! بڑا سخت پہرا ہے۔ میرے سامنے اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ مجھے یہاں سے زندہ نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔"

"تم قیدی کی حیثیت سے سوچ رہے ہو۔ اور میں آزاد پنچھی کی اڑان سے تمہیں دیکھ رہی ہوں۔ ذرا صبر کرو۔ آزادی کو تمہارا مقدر بنا دوں گی۔ آؤ ذرا مہالامہ سے نمٹ لیں۔ تم میرے دماغ میں آ جاؤ۔"

مرینا دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ درسگاہ کے ایک ہال کے فرش پر وہ کئی گھنٹوں سے بیٹھی ہوئی تھی اور وہیں بیٹھے بیٹھے میدان مارتی جا رہی تھی' اٹھتے ہوئے بولی "راسکا' میں ہاسٹل کے کمرے میں جا رہی ہوں۔ تم کریمر وغیرہ کی خیریت معلوم کر کے آؤ۔"

وہ درس گاہ کے ہال سے نکل کر حجرے میں آئی۔ وہاں مہالامہ نہیں تھا۔ اب اس کے دشمنوں میں وہی ایک مہالامہ اور اس کا ایک چیلا آتما رام رہ گئے تھے۔ اس نے انچارج سے پوچھا "گرودیو کہاں ہیں؟"

"پتا نہیں۔ پندرہ منٹ پہلے کہیں گئے ہیں۔"

"آتما رام کہاں ہے؟"

"وہ بھی ان کے ساتھ کہیں گیا ہے۔ آپ کو باہر نہیں جانا چاہئے۔ حالات بہت خراب ہیں۔ گرودیو کے پانچ چیلے مارے جا چکے ہیں۔"

"گرودیو پوچھیں تو بتا دینا۔ میں ہاسٹل میں ہوں۔"

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں جَگمگاتی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟

نوٹ کیجئے

نمک منظری اور اس کا کتاب

قیمت ۲۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۶ روپے

آپ کو بتائے گی کہ

عینک سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بغیر دواؤں کے اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں بہت مندی ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح بہت مند رکھا جا سکتا ہے۔

ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

مکتبہ نفیسات پوسٹ بکس ۹۲۴۴ کراچی ۱

وہ دفتر سے نکل کر ہاسٹل کی عمارت میں آئی۔ پھر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ ایوان راسکا نے آکر کہا۔ "غضب ہوگیا۔ کریمر کی ٹیم کے تمام افراد موت کی نیند سوگئے ہیں۔ کریمر بھی دم توڑ رہا ہے۔"

مرینا دروازہ کھول کر کمرے میں آئی پھر دروازہ بند کرکے ایک کرسی پر بیٹھ کر کریمر کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔ مرینا نے پوچھا "یہ کیسے ہوا؟"

اس کی سوچ نے کہا "دشمنوں نے ہمارے کھانے میں زہر ملادیا تھا۔ دو ساتھیوں کے قتل ہونے کے بعد ہم دس رہ گئے تھے۔ انہوں نے ایسے محاذ سے حملہ کیا جس کے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ہم نے ایک ساتھ بیٹھ کر رات کا کھانا کھایا اور ایک ساتھ موت... موت..."

کہتے کہتے اس کی سوچ ڈوب گئی۔ پھر اس کا ذہن اندھیروں میں ڈوب گیا۔ مرینا اپنے کمرے میں حاضر ہوگئی۔ راسکا نے کہا "ایک ہی وقت میں پوری ٹیم کا صفایا ہوگیا۔ یہ بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔"

مرینا نے پوچھا "کیا تمہیں دکھ ہو رہا ہے؟"

"کیا دکھ نہیں ہونا چاہئے؟"

"میرا خیال ہے نہیں ہونا چاہئے۔"

"تم پتھر ہو۔"

"نہیں انسان ہوں۔ ایک لڑکی ہوں۔ اچھے لوگ دنیا سے اٹھیں تو دل کو صدمہ پہنچتا ہے۔ یہ مرنے والے تو وہ ہیں جو مجھے بھی تمہاری طرح غلامی کی زنجیریں پہنانا چاہتے تھے۔ کیا زنجیریں پہنانے والوں کا ماتم کروگے؟"

"نہیں' میں تھوڑی دیر کے لئے دشمنوں کے اعمال بھول گیا تھا۔ واقعی وہ بارہ افراد روسی تھے۔ ماسک مین کے وفادار تھے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "میں نے کریمر سے عشق کیا تھا۔"

"ہاں' میں نے اس کے چور خیالات سے معلوم کیا تھا کہ تم دونوں میں محبت کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ اب سمجھ رہا ہوں کہ تم اسے الوداع کہنے آئی تھیں۔"

"بیشک میں نے اسے فریب دیا لیکن آخری وقت میں نیکی کی۔ میں نے اسے مرتے وقت بھی محبت کی مسرتوں سے مالا مال رکھا۔"

"درست ہے' بعض اوقات انسان جان بوجھ کر نیکی نہیں کرتا۔ وہ نیکی خود بخود ہوجاتی ہے۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں اس کی آخری سانسوں میں اسے دشمن کہہ کر اُس کا دل توڑ سکتی تھی لیکن میں نے نفرت ظاہر نہیں کی اسے محبت سے رخصت کیا ہے۔"

"تمہارے دو دشمن رہ گئے ہیں۔"

"میں نے تھوڑی دیر پہلے معلوم کیا تھا' انچارج نے بتایا ہے کہ مہالامہ اپنے چیلے آتما رام کے ساتھ کہیں گیا ہے۔"

"کیا وہ روپوش ہوگیا ہے؟"

"ہوسکتا ہے' اس کے پانچ آتما شکتی والے چیلے ہیں۔ اس نے اپنے لئے خطرہ محسوس کیا ہوگا۔ اس نے آخری چیلے کے ساتھ روپوش ہوگیا ہوگا۔"

"اگر ایسا ہے تو اسے واپس آنا چاہئے۔ وہ جن بارہ افراد کو جانی دشمن سمجھتا تھا' وہ سب مرچکے ہیں۔ اسے تم پر ترس آنا چاہئے۔"

"ہاں' میں اس کے لئے اہم ہوں۔ اسے میری سلامتی خیریت معلوم کرنے کے لئے ضرور آنا چاہئے۔"

راسکا نے کہا "میں یہاں ایک فون اٹینڈ کررہا ہوں۔ تم میرے پاس آؤ۔"

مرینا نے آکر دیکھا۔ وہ ریسیور کان سے لگا کر کہہ رہا تھا "یس سر! میں حاضر ہوں۔"

دوسری طرف سے ماسک مین کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تم نے ابھی تک کریمر کی رپورٹ نہیں دی۔"

"میں ابھی رابطہ کرنے ہی والا تھا۔ بہت تکلیف دہ رپورٹ ہے۔ تبت جانے والے بارہ افراد میں سے کوئی زندہ نہیں ہے۔"

"کیا بکتے ہو؟ اتنا بڑا نقصان ہوگیا تم کیا کر رہے تھے؟"

"میں کریمر کی ٹیم سے ہر ممکن تعاون کر رہا تھا لیکن دشمن نے ایسی چال چلی تھی جس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ انہوں نے کھانے میں زہر ملا دیا تھا۔ سب کے سب ایک ہی ساتھ کھانا کھا کر فنا ہوگئے۔"

"تم اور کریمر دعوے کر رہے تھے کہ مرینا دوست بن گئی ہے۔ کیا اس کی دوستی کام نہیں آرہی ہے؟"

"میں اس کے پاس گیا تھا وہ سانس روک لیتی ہے۔"

"یعنی وہ دھوکا دے رہی ہے؟"

"نو سر! وہ ناراض ہے۔ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میں اپنے دماغ میں آنے دوں۔ میں نے صاف کہہ دیا ماسک مین کی اجازت نہیں ہے۔ تب وہ بولی میری عقل بھی اجازت نہیں دیتی کسی کو اپنے دماغ میں آنے دوں۔"

"اس لڑکی کو کسی طرح راضی کرو۔"

"کیسے کروں؟ کیا اسے اپنے دماغ میں آنے دوں؟"

"ہرگز نہیں' تم ہمارے اگلوتے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔ تمہارے دماغ میں پہنچتے ہی کوئی مکاری دکھا سکتی ہے۔ تمہیں بھی سمجھا چکا ہوں اس بات کو دماغ میں نقش کرلو کہ کبھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ایک ساعت کے لئے بھی اپنے اندر نہ آنے دینا۔"

"میں نے اب تک اسے آنے نہیں دیا ہے۔ آپ کے حکم کی تعمیل کررہا ہوں۔"

"ہم جب میں کوئی آلۂ کار پیدا کرو۔ اس کے ذریعے مرینا سے بدلہ لو۔"

"مرینا جس درس گاہ میں رہتی ہے وہاں سب ہی یوگا جانتے ہیں۔ وہاں ہمارے بارہ آدمی آلۂ کار تھے وہ نہیں رہے۔ یہاں سے کچھ لوگوں کو بھیجنا پڑے گا۔"

"ہمارے بہت سے کام کے آدمی مارے گئے ہیں' اب اور نہیں جائیں گے۔ تم نے جنرل پارکن اور تھرمال کو ٹریپ کیا ہے۔ ان کے ذریعے ہمارے ملک کے باہر ایک ٹیم بناؤ۔ اس کو مرینا کے پاس روانہ کرو۔"

راسکا نے مرینا کی ہدایت کے مطابق جھوٹ بولا "سر! ابھی اسے سانس روکی ہے۔ وہ آنا چاہتی تھی۔"

"بیوقوف! اسے نہ آنے دینا۔"

"سر! میں نے پھر سانس روکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ کوئی ضروری بات کہنا چاہتی ہے۔"

"تمہارے لئے تم سے ضروری کوئی نہیں ہے۔ اسے نہ آنے دو۔ خود اس کے پاس جاکر پوچھو۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ ہولڈ کریں۔ میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

پھر اس نے مرینا سے پوچھا۔ "اب مجھے کیا کہنا چاہئے؟"

"وہ لمبی باتیں کر رہا ہے اور ہم دونوں کو اسی کمرے میں حاضر ہونا چاہئے۔ ماسک مین سے پیچھا چھڑاؤ۔"

وہ فون پر بولا "سر! میں اس کے پاس گیا تھا اس نے سانس روکی۔ وہ بڑی ضدی ہے۔"

"ہم بھی ضدی ہیں۔"

"آپ مجھے سوچنے کا موقع دیں وہ ایسے دوست نہیں بنے گی۔ کسی داؤ پیچ سے پھانسنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہر پہلو سے سوچو۔ میں بعد میں فون کروں گا۔"

ادھر سے فون بند ہوگیا۔ راسکا ریسیور رکھ کر مرینا کے پاس گیا۔ وہ بولی۔ "بڑی دیر ہوگئی ہے۔ مہالامہ کی خبر لینا چاہئے۔"

"ہمیں انچارج کے اندر جانا چاہئے۔"

انہوں نے انچارج کی سوچ پڑھی۔ پتا چلا ابھی ابھی آتما رام آیا تھا اور اس سے باتیں کرکے اوپر حجرے کی طرف گیا ہے۔ مرینا نے انچارج کی سوچ میں پوچھا۔ "آتما رام گرودیو کے ساتھ گیا تھا۔ گرودیو کیوں آیا ہے؟ گرودیو کہاں رہ گئے ہیں؟"

انچارج کی سوچ نے کہا "میں نے پوچھا تھا لیکن اس نے بتایا نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ صرف اتنا کہہ دیا کہ وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ کسی کی ضرورت سے گئے ہیں۔ جب ضرورت سمجھیں گے آجائیں گے۔"

ایوان راسکا نے کہا "مرینا گڑبڑ ہے۔ تمہارا گرودیو بہت گہرا ہے۔ اس کے روپوش ہونے کی کوئی خاص وجہ ہوگی۔"

"میں بھی وہی سوچ رہی ہوں۔ ہمیں آتما رام کے چور خیالات سے حقیقت معلوم ہوگی۔"

"تو پھر اسے زخمی کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انچارج کو آلۂ کار بنا رہی ہوں لیکن تم اعتراف کروگے کہ یہ سارا خیال خوانی کا کھیل تم کھیل رہے ہو۔"

وہ دونوں انچارج کے دماغ میں آئے پھر اس پر قبضہ جمایا۔

اس نے میز کی دراز میں سے پستول نکالا اور اسے لباس میں چھپا کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آیا۔ حجرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے آہستگی سے اسے کھولا۔ اندر گہری تاریکی تھی۔ اس تاریکی میں آتما رام کی دھیمی دھیمی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ زیرلب کہہ رہا تھا۔ "ہرے رام ہرے کرشنا۔ کرشنا کرشنا ہرے ہرے۔"

انچارج حجرے کے اندر آیا۔ پھر بولا "آتما رام! تم اندھیرے میں عبادت کررہے ہو؟ میں لائٹ آن کرتا ہوں۔"

وہ اندھیرے میں ٹٹولتا ہوا سوئچ بورڈ کی طرف گیا۔

ایک بٹن کو دبایا تو حجرہ روشن ہوگیا۔ اس کے ساتھ حجرے کا دروازہ باہر سے بند کردیا گیا۔

مرینا اور راسکا نے انچارج کے ذریعے چونک کر دیکھا۔ جس مسند پر مہالامہ بیٹھا کرتا تھا وہاں ایک ٹیپ ریکارڈر رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے آتما رام کی دھیمی دھیمی آواز ابھر رہی تھی۔ "ہرے راما ہرے کرشنا۔ کرشنا کرشنا ہرے ہرے۔"

راسکا کی مرضی کے مطابق انچارج نے حجرے کے دروازے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "یہ کس نے بند کیا ہے اسے کھولو۔"

باہر سے آتما رام کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مرینا! اس درس گاہ میں یہی ایک انچارج ایسا ہے۔ جو سانس روکنے کا ہنر نہیں جانتا ہے اور تم اس کے دماغ میں آتی جاتی رہتی ہو۔"

انچارج نے دروازہ پیٹ کر کہا "آتما رام! تم غلطی کر رہے ہو۔ میں مرینا نہیں یہاں کا انچارج کیشوراج ہوں۔"

"اس وقت تم صرف انچارج نہیں ہو۔ مرینا بھی ہو۔ صرف ہمارے وفادار ہوتے تو پستول لے کر حجرے میں نہ جاتے۔"

اندر سے انچارج کی آواز آئی "تم درست کہتے ہو' میں صرف کیشوراج نہیں ہوں۔ ایوان راسکا بھی ہوں۔ میں انچارج کیشوراج کو آلۂ کار بنا کر تمہارے لئے یہاں نہیں آیا ہوں۔"

"پھر یہاں کس لئے آئے ہو؟"

"میں مرینا کو تلاش کر رہا ہوں۔ اسے یہاں سے ماسکو لے جاؤں گا۔"

آتما رام نے پوچھا "کیا سچ کہہ رہے ہو کہ تم ایوان راسکا ہو اور مرینا کو تلاش کرنے آئے ہو؟"

"ہاں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"پھر تو تمہارا جھوٹ کھل گیا مرینا! تم یہ بھول گئیں کہ انچارج

سے کہہ کر گئی تھیں کہ تم ہاسٹل کے کمرے میں جا رہی ہو۔ اگر ایوان راسکا انچارج کے دماغ میں آتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ تم حجرے میں نہیں ہاسٹل کے کمرے میں ہو۔"

واقعی جھوٹ پکڑا گیا۔ مرینا نے راسکا سے کہا "تم نے یہ کیوں کہہ دیا کہ مجھے ڈھونڈنے حجرے میں گئے تھے؟"

"مجھے یاد نہیں رہا کہ تم انچارج کو بتا کر ہاسٹل میں آئی ہو۔ بڑی زبردست غلطی ہوئی ہے۔"

"ہمیں مصیبت میں گھر گئی ہوں۔ یہ راز کھل گیا ہے کہ مہالامہ کے چیلوں کو ختم کرنے یا کرانے میں میرا ہاتھ ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ میں اس کمرے میں ہوں۔"

"تو پھر سوچتی کیا ہو؟ یہاں سے نکلو۔ اس چار دیواری میں رہو گی تو فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ عقل یہی سمجھا رہی تھی کہ جتنی جلدی ممکن ہو' درس گاہ کی حدود سے باہر چلی جائے۔ کھلی جگہ ہو تو بچاؤ کے کئی راستے نکل آتے ہیں۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے قریب آئی۔ اسے کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اسی لمحے میں مہالامہ کنچن دیو کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

"باہر جانے کی زحمت نہ کرو واپس ہو جاؤ۔"

گرودیو کی آواز سن کر دہشت سے وہ چیخ پڑی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ پلنگ کے نیچے موجود تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور تھا۔ وہ کھسکتا ہوا پلنگ کے نیچے سے نکل رہا تھا۔ وہ خوف پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

"گرودیو! آپ' میرے کمرے میں؟"

"کس کا گرودیو! اور کہاں کا گرودیو؟ تم نے مجھ سے آتما شکتی حاصل کی اور میری ہی آتما کو میرے جسم سے چھین لینے کی کوشش کی۔"

"آ... آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔"

"یہ کیوں بھول رہی ہو کہ میں آتما شکتی میں گرو مانا جاتا ہوں۔ میں یونہی تمہارے بستر کے نیچے نہیں تھا۔ وہاں نیچے میرا خالی جسم تھا اور میری آتما حجرے کے اندر اور باہر دیکھ رہی تھی کہ میرے چیلے آتما رام نے کس طرح انچارج کو حجرے میں قید کیا اور ایک آڑ کار کے بغیر تمہیں بے دست و پا بنا دیا۔"

مرینا ریوالور کو اپنی طرف دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ اس کمبخت گرو سے کیسے پیچھا چھڑایا جائے؟ لیکن وہ ایسا برا وقت تھا جو ٹل نہیں سکتا تھا اور کوئی مدد کو آ نہیں سکتا تھا... وہاں کوئی اس کا اپنا نہیں تھا۔ پیچھے دروازہ مقفل تھا اور آگے ریوالور کی نال اس پر اٹھی ہوئی تھی۔

مہالامہ فرش پر سے اٹھ کر بولا "مرینا! آج تم نے مجھے جیسی چوٹ دی ہے ایسی چوٹ کبھی نہیں کھائی۔ تم نے کنچن رگھوناتھ' یانگ لی' سنگ نوران اور سادھن رائے جیسے پانچ ہیرے خاک میں ملا دیئے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلا دی۔ وہ دہشت زدہ ہو کر اچھل کر ایک طرف گئی۔ گولی سے بچ گئی لیکن توازن قائم نہ رکھ سکی' فرش پر گر پڑی۔ اس نے دوسرا فائر کیا۔ وہ بھی خالی گیا۔ اس کی قسمت ساتھ دے رہی تھی۔

تیسرے فائر میں قسمت نے ذرا سی بے وفائی کی۔ گولی اس کی ٹانگ کو چھوتی ہوئی گئی۔ وہ موت کے خوف سے چیخ پڑی۔ اس نے مہالامہ نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور کو اچھی طرح پکڑ کر کہا "اس میں تین گولیاں ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک ضرور تمہارا کام تمام کرے گی۔"

وہ چیخنے لگی۔ "بچاؤ۔ بچاؤ کوئی خدا کے لئے بچاؤ....."

وہ صحیح نشانہ لے رہا تھا لیکن گولی چلانے سے پہلے ہی باہر فائرنگ ہوئی۔ دروازے کا لاک ٹوٹ گیا۔ پھر وہ دروازہ ٹوٹے انداز میں ایک دھڑاکے سے کھل گیا۔ کوئی اچھل کر اندر آیا۔ مہالامہ نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر آنے والے پر تڑاتڑ گولیاں چلا دیں۔ اس کا سراور چہرہ ماسک میں چھپا ہوا تھا۔ وہ گولیاں کھا کر تڑپتا ہوا فرش پر گر کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

مہالامہ ریوالور کو اسی طرح دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھا۔ اس نے حقارت سے کہا "دیکھ مرینا! تیرے لئے آسمان سے ایک مدد آئی تھی' یہ بھی خاک ہو گئی۔ یہ تیرے پاس پڑا ہے' اس کے چہرے سے نقاب ہٹا۔ میں دشمن کا چہرہ دیکھوں گا۔"

مرینا نے ہاتھ بڑھا کر لاش کے چہرے پر سے ماسک ہٹایا۔ مہالامہ کے دماغ کو جھٹکا سا پہنچا۔ اس کے سامنے اپنے ہی چیلے رام کی لاش پڑی تھی اور اس کے منہ سے ایک ٹیپ چپکا ہوا تھا جس کے باعث وہ گرودیو کو گولی چلانے سے روک نہیں پایا تھا۔ گرودیو نے بھی اندھا دھند اس پر گولیاں چلا دی تھیں۔

وہ ریوالور کا رخ کھلے ہوئے دروازے کی طرف کرتے ہوئے بولا "باہر کون ہے؟ کس نے میرے چیلے کو یہاں دھکا دیا تھا؟"

روشنی کمرے میں تھی۔ راہداری میں تاریکی تھی۔ اس تاریکی سے ایک قد آور سایہ چلتا ہوا دروازے پر آیا۔ پھر بولا "گھنشال! تم نے آخری تین گولیاں اپنے چیلے پر خرچ کر دیں۔ اب میرے ہاتھوں تم خرچ ہونے کے لئے رہ گئے ہو....."

مرینا آنے والے کی آواز سنتے ہی خوشی سے چیخ کر بولا "پاپا پاپا پاپا....." وہ مارے خوشی کے ہکلاتی چلی گئی۔

میں توبہ خانم کے ساتھ حاتم شہریار کی حویلی سے باہر آیا۔ احاطے میں مسلح سیکورٹی گارڈز کھڑے ہوئے تھے۔ احاطے کا بڑا

گیٹ بند تھا اور وہ حاتم شہریار کے حکم کے بغیر نہیں کھل سکتا تھا۔ سیکورٹی افسر نے قریب آ کر توبہ خانم کے سامنے الرٹ ہو کر پوچھا "کیا آپ باہر جا رہی ہیں؟"

توبہ نے اپنے مزاج کے مطابق شاہانہ انداز میں کہا "ہاں گیٹ کھولو۔"

"لیکن خانم! شہر میں گولیاں چل رہی ہیں۔"

"چلنے دو۔ تم حکم کی تعمیل کرو۔"

وہ گیٹ کی طرف جانے لگا پھر رک گیا۔ کچھ سوچتے ہوئے ہماری طرف گھوم کر بولا "آقا حاتم نے فرمایا تھا' وہ کچھ عرصہ تک روپوش رہیں گے میں ان کی عدم موجودگی میں آپ کے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا لیکن میں ان سے انٹرکام پر باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

توبہ خانم اپنے بھائی حاتم شہریار کو گولی مار چکی تھی۔ حویلی کے اندر انٹرکام پر باتیں کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ بولی "برادر حاتم روپوش ہیں وہ کسی سے گفتگو بھی نہیں کریں گے۔ جو حکم دے رہی ہوں اس کی تعمیل کرو۔"

وہ پلٹ کر گیا۔ اندر سے مطمئن نہیں تھا۔ اپنے ماتحتوں کو حکم دینا چاہتا تھا کہ گیٹ کو بند رکھیں اور انہیں گھیر لیں۔ اس وقت تک ہمیں باہر نہ جانے دیں جب تک آقا حاتم شہریار کی خیریت معلوم نہ ہو۔

یوں بات بگڑ سکتی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو اپنے قابو میں کیا۔ اس نے فوراً ہی گارڈز کو گیٹ کھولنے کا حکم دے دیا۔ میں نے توبہ سے کہا "تم ڈرائیو کرو۔ میں اس کے دماغ کو کنٹرول کروں گا۔"

میں نے جتنی دیر توبہ سے یہ بات کی۔ اتنی دیر تک سیکورٹی افسر میری گرفت سے آزاد رہا۔ اس نے گرج کر ماتحتوں سے کہا "گیٹ بند کرو۔"

وہ گیٹ کھول رہے تھے۔ پھر بند کرنے لگے۔ توبہ نے انجن گنگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ میں اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر بولی "وہ کمبخت گیٹ بند کرا رہا ہے۔"

"پرواہ مت کرو گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

میں نے پھر افسر پر قبضہ جمایا۔ وہ پھر ایک بار گیٹ بند کرنے والوں سے گرج کر بولا "تم سب کیسے گدھے ہو۔ کیا میرا حکم مان کر مالکہ کو جانے سے روکو گے؟ گستاخی کی سزا جانتے ہو؟ اسے فوراً کھولو۔"

اپنے افسر کی حرکتوں سے کچھ حیران اور کچھ پریشان ہو رہے انہوں نے گیٹ کھول دیا۔ ہماری کار حویلی کے احاطے سے باہر سیکورٹی افسر چپ چاپ کھڑا ہوا تھا۔ پریشانی سے سوچ رہا تھا یہ کیا ہو رہا ہے' میں انہیں روکنا چاہتا ہوں لیکن جانے کی اجازت دے چکا ہوں۔ یہ باہر جا چکے ہیں۔ میں فائر کر کے کار کا پہیہ بیکار کر سکتا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ کو اس حد تک ڈھیل دی تھی کہ وہ اپنے طور پر سوچ سکتا تھا۔ اس نے دور جانے والی کار کے پہیے پر گولی چلانے کے لئے اپنی گن سیدھی کی۔ میں نے اس کے ذہن سے بھلا دیا کہ اس نے گن کیوں سنبھالی ہے؟ وہ یاد کرنے لگا۔ اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ایک ماتحت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں؟"

وہ بولا "ضرور جناب! کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

پھر وہ پوچھنا بھی بھول گیا۔ اپنے ہونٹ سکوڑ کر سیٹی بجانے لگا۔ چند ماتحتوں نے اسے دیکھا تو اس نے آنکھ ماری۔ تمام ماتحت چونک گئے اور ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ افسر نے اشارہ کرنے کے انداز میں منہ سے آواز نکالی "شش شش۔"

تمام گارڈز اس کی حرکتوں سے ذہنی طور پر الجھ گئے تھے۔ سوچ رہے تھے اسے صحیح الدماغ سمجھا جائے یا نہیں؟ ویسے اس نے کوئی قابل اعتراض حرکت نہیں کی تھی۔ وہ حیران ہو سکتے تھے' اعتراض نہیں کر سکتے تھے۔

اس نے شش' شش" کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کے اشارے سے انہیں قریب بلایا۔ وہ سب رک کر سوچ سوچ کر قریب آنے لگے۔ ایک نے جھجکتے ہوئے پوچھا "یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"شش!" اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ سبھی نے خاموش رہنے کے لیے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ لیا۔

دراصل میں افسر کو ایسی ہی حماقتوں میں مبتلا رکھ کر توبہ کے ساتھ دور نکل جانا چاہتا تھا۔ افسر نے پھر ہونٹ سکوڑ کر سیٹی بجاتے ہوئے ماتحتوں کو سمجھایا کہ اس کی طرح وہ بھی سیٹی بجائیں۔

سیکورٹی گارڈز کو اپنے افسر کا ہر جائز اور ناجائز حکم ماننا پڑتا ہے۔ وہ تمام گارڈز الجھن میں پڑ گئے تھے کہ یہ کیسا حکم ہے؟ آخر کیوں احمقوں کی طرح سیٹی بجائی جائے؟

افسر نے انہیں گھور کر دیکھا پھر ڈانٹ کر کہا "کیری آن مائی آرڈرز!"

وہ سپاہی تھے' اپنے کمانڈر کے حکم پر مجبوراً سیٹی بجانے لگے جب وہ ایک حکم پر انسانوں کو گولیاں مار سکتے تھے تو سیٹی بجانے میں کیا مضائقہ تھا؟

اس وقت وہ مضحکہ خیز تماشا بن گئے تھے۔ اگر شہر میں امن و امان ہوتا تو وہاں تماشا دیکھنے والوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ توبہ گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی اس نے اچانک بریک لگائے۔ میں غافل تھا' ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ وہ بولی "سوری' مجھے اچانک راستہ بدلنے کے لیے بریک لگانا پڑا۔"

میں نے پوچھا "راستہ کیوں بدل رہی ہو؟"

اس نے ایک طرف اشارہ کرکے کہا "اُدھر آگ ہی آگ دھواں ہی دھواں نظر آرہا ہے۔ زبردست جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ ہم اِدھر سے جائیں گے۔"

"مجبوری ہے تو پھر اِدھر ہی چلو یہ کون سا راستہ ہے؟"

"یہ راستہ ہمیں شہر سے باہر لے جائے گا۔"

"توبہ! ہمیں یہ شہر چھوڑنا ہوگا۔ میں نے سیکورٹی افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اب وہ متعلقہ حکام کو ہمارے خلاف رپورٹ پیش کررہا ہوگا۔ حاتم شہریار کو تلاش کررہا ہوگا۔ اسے حویلی میں آقا نظر نہیں آئے گا تو حالات ہمارے خلاف ہوجائیں گے۔"

"کیا اس کے دماغ کو مزید قابو میں نہیں رکھ سکو گے؟"

"آخر کب تک قابو میں رکھوں گا۔ مجھے دماغی طور پر حاضر رہنا پڑتا ہے۔"

"کمبخت کو گولی مار دینا چاہیے تھا۔"

"اب بھی اسے ہلاک کرسکتا ہوں لیکن دوسرے گارڈز ہمارے خلاف بولیں گے۔ آخر کتنوں کو قتل کرکے زبانیں بند کی جاسکتی ہیں؟"

"درست ہے لیکن پارس شہر میں ہے۔ کیا ہم اسے چھوڑ کر جائیں گے؟"

"میں اسے خیال خوانی کے ذریعے کہتا ہوں کہ وہ ہم سے شہر کے باہر ملاقات کرے۔ یہاں سے دور کسی جگہ کا نام بتاؤ؟"

"اس سے کہو۔ وہ پروان کے راستے پر پہلی چوکی میں آکر ملاقات کرے۔"

میں نے پارس کو مخاطب کیا پھر اپنے حالات بتائے۔ اس نے کہا "آپ نے درست فیصلہ کیا ہے۔ ہمارا گائیڈ جلال شاہ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ یہ شہر آفت زدہ ہے۔ موت پُرامن شہریوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔"

پارس نے جلال شاہ سے کہا "ہم ابھی پروان کے راستے پر جائیں گے۔"

وہ بولا "نہیں برادر! اس راستے پر کیمونسٹ ملیشیا ہے۔ ہمارے ملک سے روس تو چلا گیا۔ مگر کیمونسٹوں کو چھوڑ گیا ہے۔"

"پھر ہمیں کس سمت جانا چاہیے۔"

"ہم وادرک کے راستے پر جائیں گے۔"

"وہاں کدھر قیام کریں گے؟"

"وہاں حشمت آباد نامی ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اس بستی میں حزب مومن کے مجاہدین ہیں۔ وہاں ہم پوری طرح محفوظ رہیں گے۔"

میں پارس کے ذریعے سن رہا تھا۔ جلال شاہ نے کہا "حضور ارسلان صاحب کو بھی ہمارے ساتھ ہونا چاہیے۔" وہ میرا عقیدت مند تھا۔ مجھے حضور کہتا تھا۔ پارس نے کہا "حضور بہت پہنچے ہوئے ہیں، وہ حشمت آباد پہنچ جائیں گے۔"

میں نے توبہ سے کہا "جلال شاہ کی معلومات کے مطابق پروان کے راستے میں کیمونسٹ ملیشیا ہے۔ ہمیں وادرک کے راستے پر جانا چاہیے۔ پارس تمہیں حشمت آباد میں ملے گا۔"

وہ گاڑی کو ایک چھوٹے سے کچے راستے پر موڑتے ہوئے بولی "ہمیں کابل شہر کے باہر باہر دس کلومیٹر کا چکر کاٹ کر جانا ہوگا لمبی ڈرائیو ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ ایندھن کا کانٹا بتا رہا ہے کہ ٹنکی فل ہے۔ ڈکی میں ایکسٹرا پٹرول کے کین ضرور ہوں گے۔"

"بات صرف پٹرول کی نہیں ہے۔ صبح سے اس کی خیریت معلوم نہیں ہوئی ہے۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "کس کی خیریت؟"

وہ کن انکھیوں سے دیکھ کر بولی "سمجھ رہے ہو اور انجان بن رہے ہو۔"

"اس کا نام کیوں نہیں لیتیں؟"

"کون سا نام لوں؟ حما دیا پارس؟"

"تم نے دونوں ناموں کی کھچڑی پکائی تھی؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی "یعنی حماد سے حما اور پارس سے رس تو نام ہوا حمارس۔"

ہم دونوں ہنسنے لگے۔ پھر وہ بولی "کسی کام میں جلدی کرو تو بھلا چوک ہو جاتی ہے۔"

"اب کیا ہوا؟"

"جلدی میں موبائل فون لانا بھول گئی۔ فون ہوتا تو ابھی حمارس سے خوب باتیں کرتی۔"

سفر طویل تھا۔ میں نے اس کا دل بہلانے کے لیے کہا "میں فون کیے بغیر بھی پارس سے تمہاری گفتگو کرا سکتا ہوں۔"

"سچ؟" وہ خوشی سے چیخ پڑی۔ پھر گاڑی روک کر بولی "بات کراؤ۔"

گاڑی چلاؤ اور کسی بستی سے گزرو۔ ہم نے صبح سے ناشتا نہیں کیا ہے۔ اگر پارس سے تمہاری بات کراؤں گا تو دوپہر کے کھانے کا وقت بھی گزر جائے گا۔"

"کھانا مل جائے گا۔ پچھلی سیٹ پر بند ڈبوں میں موجود ہے۔ پلیز پارس سے بات کراؤ۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ میں تمہاری ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے کس طرح گفتگو کروں گی؟"

"کیا تم مذاق سمجھ رہی ہو؟"

"مذاق نہیں ہے تو خواہ مخواہ وقت کیوں ضائع کررہے ہو۔"

"پہلے ٹیلی پیتھی کی تکنیک سمجھ لو۔ میں پارس کے دماغ میں جاؤں گا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو خیال خوانی کے ذریعے اپنے دماغ میں کھینچوں گا۔ پھر اسے تمہارے دماغ میں پہنچاؤں گا۔"

"تو پھر کھینچنے میں اور اسے میرے دماغ میں لانے میں کافی وقت

لگے گا؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ چشم زدن میں ہوگا۔"

"یہ تکنیک میرے پلّے نہیں پڑ رہی ہے۔ پھر بھی چلو باتیں کراؤ۔"

"میں اسے تمہارے پاس لا رہا ہوں لیکن تم ڈرائیونگ پر دھیان رکھنا۔ ورنہ ہم دونوں غائب دماغ رہیں گے تو یہ گاڑی ہمیں کسی گڑھے یا کھائی میں پہنچا دے گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں محتاط ڈرائیونگ جاری رہے گی۔"

میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں آیا۔ تھوڑی دیر تک اسے بے چینی سے انتظار کرنے دیا پھر پارس کے لہجے اور اسٹائل میں بولا "ہیلو توبہ! کیا تم مجھے سن رہی ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی "ہاں، سن رہی ہوں۔ تم پارس ہی ہو نا؟ ذرا ٹھہرو ابھی بات کرتی ہوں۔"

اس نے کن انکھیوں سے مجھے اپنے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میری نظریں ونڈ اسکرین کے پار ساکت تھیں۔ اس کی سمجھ میں آرہا تھا کہ میں خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ میں نے اس کے اندر سوچ کے ذریعے پوچھا "تم میری طرف کیا دیکھ رہی ہو؟ پارس سے باتیں کرو۔"

اس نے پوچھا "کیا تم بھی موجود رہو گے؟"

"میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ تب ہی پارس کی سوچ کی لہروں کو پہنچاتا رہوں گا۔"

پھر میں نے پارس کے لہجے میں کہا "توبہ! بابا کی موجودگی لازمی ہے ورنہ میری باتیں تمہارے پاس نہیں پہنچیں گی۔"

وہ بولی "پارس! یہ تو کمال ہوگیا۔ ہم فون کے بغیر باتیں کررہے ہیں۔"

"فی الحال بابا کو ٹیلی فون سمجھ لو۔ ہم ان کے ذریعے بول رہے ہیں۔"

"ہاں، بس یہی ذرا گڑبڑ ہو رہی ہے۔"

میں نے اپنے لہجے میں کہا "کہو تو چلا جاتا ہوں۔"

پھر فوراً ہی پارس کے لہجے میں بولا "نہیں بابا! آپ کے جانے سے ہمارا رابطہ ٹوٹ جائے گا۔"

"لیکن توبہ مجھے کباب میں ہڈی سمجھ رہی ہے۔"

"وہ بولی "نن..... نہیں بالکل نہیں۔ تم ہمارے بزرگ ہو، ہمیں بزرگوں کے سائے میں رہنا چاہیے۔"

"شاباش! بڑی سعادت مند بچی ہو۔"

پھر پارس کے اسٹائل میں بولا "پاپا! اب آپ خاموش رہیں۔ ہمیں کچھ باتیں کرنے دیں۔"

"ضرور باتیں کرو، کیا میں منع کررہا ہوں۔"

"آپ بولتے رہیں گے تو کیا ہم خاک بولیں گے؟"

"لیکن میں بول کہاں رہا ہوں۔"

"بزرگوں کی یہی بری عادت ہے۔ بولتے بھی جاتے ہیں اور خاموش رہنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔"

"دیکھو پارس! تم اپنے باپ سے گستاخی کررہے ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "ٹھہرو ٹھہرو۔ میری بات سنو۔ آپس میں جھگڑا نہ کرو۔"

میں نے پوچھا "جھگڑا میں کررہا ہوں؟ تم بھی پارس کی حمایت میں بول رہی ہو۔"

"نہیں۔ میں دونوں سے کہہ رہی ہوں۔"

میں نے پارس کے لہجے میں پوچھا "توبہ! دونوں کا مطلب یہ ہوا کہ تم مجھے بھی جھگڑالو کہہ رہی ہو۔ میں پوری ایک رات تمہارے ساتھ رہا تھا۔ کیا تم نے مجھے بدمزاج اور جھگڑالو پایا تھا؟"

"بالکل نہیں، تم تو بہت سلجھے ہوئے شریف نوجوان ہو۔"

میں نے اپنے لہجے میں کہا "اچھا تو وہ سلجھا ہوا ہے۔ شریف ہے اور میں بدمعاش ہوں۔ جھگڑا کرتا ہوں۔"

"نہیں، میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ خدا کے لیے یہ بحث ختم کرو۔"

"بحث ختم ہوجائے گی۔ پارس سے کہو، مجھ سے معافی مانگے۔"

پھر میں نے پارس کے لہجے میں کہا "ارے واہ پاپا! میں کس بات کی معافی مانگوں؟"

"تم نے باپ کی شان میں گستاخی کی ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ توبہ کے بیان کے مطابق میں سلجھا ہوا شریف نوجوان ہوں۔"

وہ بولی "بیشک تم نے گستاخی نہیں کی لیکن یہ تمہارے باپ ہیں، معافی مانگ لو۔"

میں نے اچانک ہی خیال خوانی ختم کرتے ہوئے کہا "ارے گاڑی سنبھالو۔"

اس نے فوراً ہی اسٹیئرنگ کو قابو میں کیا۔ ورنہ گاڑی سڑک کے کنارے ایک بڑے ٹیلے سے ٹکرانے والی تھی۔ وہ گاڑی روک کر بولی "میرا نام توبہ ہے مگر تم باپ بیٹے نے مجھے توبہ کروا دی ہے۔ تم کیسے باپ ہو۔ اتنی عمر ہوگئی جوان بیٹا پیدا کردیا مگر یہ عقل نہیں آئی کہ بیٹے اور اس کی گرل فرینڈ کے درمیان نہیں بولنا چاہیے۔"

میں نے ناگواری سے پوچھا "کیا تم نوجوانوں کو زیب دیتا ہے کہ اپنی باتوں میں بزرگوں کا ادب لحاظ بالکل ہی بھول جاؤ؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے! تمہارا بیٹا جوان لڑکیوں کا دیوانہ نہیں ہے۔ میں نے ایک رات میں اسے پہچان لیا ہے۔ غلطی تمہاری تھی، تم کچھ زیادہ ہی بزرگ بن رہے تھے۔"

"ہاں ہاں میں خبطی بوڑھا ہوں۔ گاڑی چلاؤ۔"

"چلاؤں گی، پہلے وعدہ کرو۔"

"کیسا وعدہ؟"

"اس سے بات کراؤ گے۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ میں نے کہا "میں تمہیں کنوئیں میں دھکیلنا نہیں چاہتا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جو باپ کا نہ ہوا' وہ تمہارا کیا ہوگا؟ آج اس نے تمہارے لیے مجھ سے بدتمیزی کی' کل کسی اور کے لیے تمہیں ٹھکرا دے گا۔ اس سے پہلے تم اسے ٹھکرا دو۔ میں نے تمہیں بیٹی کہا ہے۔ تمہارے لیے کوئی دوسرا داماد پسند کروں گا۔"

"تم سٹھیا گئے ہو۔ جو باپ سگے بیٹے کا نہ ہوا' وہ منہ بولی بیٹی کا کیا ہوگا؟"

"اے تم میری بات الٹا کر مجھے بول رہی ہو۔"

"کیا تم ٹھنڈے دماغ سے باتیں نہیں کرسکتے؟"

"نئی نسل گستاخیاں کرتی ہے اور بزرگوں سے کہتی ہے' دماغ ٹھنڈا رکھو۔"

"مجھے معاف کردو۔ میں تم سے بحث نہیں کرسکتی۔"

"میں کب کہتا ہوں بحث کرو۔ بحث کرنے سے اختلافات بڑھتے ہیں۔"

"اتنی دانشمندی سے باتیں کرتے ہو اور بچوں کی غلطیاں معاف نہیں کرتے۔"

"اس نے معافی مانگنے سے انکار کیا ہے۔ تیموری آن کو للکارا ہے۔ میں اسے..... میں اسے..... جانے دو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "یعنی کہ تم نے معاف کردیا ہے؟"

"تمہاری خوشی کے لیے کیا ہے۔"

"تم بہت گریٹ ہو' پلیز اس سے بات کراؤ۔"

"اچھی بات ہے لیکن اسے سمجھا دینا' آئندہ میرا ادب کرے۔"

"سمجھا دوں گی۔ تم سے بھی التجا ہے' ہمارے درمیان نہ بولنا۔"

میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر پارس کے لہجے میں بولا "ہیلو توبہ! میں نے پاپا سے معافی مانگ لی ہے۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ بتاؤ کیسے ہو؟"

"اچھا ہوں' کیا تم مجھے یاد کرتی ہو؟"

"ہاں۔ قسم سے دن رات یاد کرتی ہوں۔"

میں نے باپ بن کر کہا "توبہ! قسم کھا کر جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ کوئی کسی کو دن رات یاد نہیں کرسکتا۔ دن رات میں کتنے ہی کام ہوتے ہیں' خاص طور پر رات کو سوتے وقت کوئی کسی کو یاد نہیں کرسکتا۔"

وہ بولی "اوہ پاپا! تم پھر مداخلت کررہے ہو۔"

"میں غلطی کی نشاندہی کررہا ہوں۔ انسان تو خدا کو بھی دن رات یاد نہیں کرتا۔ قسم کھا کر جھوٹی بات کا یقین دلانا گویا محبت میں دھوکا دینا ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولی "میں نے محبت میں شدت پیدا کرنے کے لیے ایسا کہا تھا۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ انتظار میں وہ رات بھر تارے گنتا رہا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ واقعی تارے گن رہا تھا۔ بوڑھے ہو' ہم نوجوانوں کی محبت تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ پلیز ہمیں بات کرنے دو۔"

پھر وہ پارس کو مخاطب کرتے ہوئے بولی "ہاں پارس! میں کہہ رہی تھی کہ تین گھنٹوں کے اندر حشمت آباد پہنچوں گی' تم کب پہنچ رہے ہو؟"

"میرا تو دل کہتا ہے۔ میں ابھی اُڑ کر تمہارے پاس آجاؤں۔"

میں نے لہجہ بدل کر کہا "نہیں بیٹے! دل کبھی نہیں کہتا۔ دل انسان کے جسم میں خون پمپ کرنے کا ایک آلہ ہے۔ دراصل تمہارا ذہن سوچتا ہے اور تم دل کو الزام دیتے ہو کہ وہ بے چارہ کہتا ہے۔"

"پاپا! محبت میں ایسا ہی کہتے ہیں۔"

"بیٹے! محبت میں غلط کہنے سے آگے جا کر محبت غلط ہوجاتی ہے۔"

وہ بے زار ہو کر بولی "اوہ پارس! اس طرح تو میں کبھی تمہیں باتیں نہیں کرسکوں گی۔"

میں نے کہا "بیٹی! بزرگوں کے سائے میں رہ کر باتیں کروگی تو بولنے کا سلیقہ آئے گا۔"

وہ بولی "تمہارے جیسے بزرگوں کے سائے میں باتیں کرنا تو سانس لینا بھی دشوار ہے۔ میں آخری بار پوچھتی ہوں' مجھے پارس سے باتیں کرنے دو گے یا نہیں؟"

"بھئی خوب باتیں کرو' لیکن زبان و بیان کی غلطیوں سے پرہیز کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ اب خاموش رہو۔ ہاں پارس! بولو۔"

میں نے پارس کے لہجے میں کہا "کیا بولوں؟ میں نے اب سے پہلے کسی بزرگ کے سائے میں رومانس نہیں کیا۔"

"میری بھی پہلی بار شامت آئی ہے۔"

"برداشت کرو توبہ! زندگی میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔"

"درست کہتے ہو۔ اس وقت میں خون کے گھونٹ پی رہی ہوں۔"

میں نے کہا "میں سب سن رہا ہوں۔ تم دونوں مجھے بھوندو برداشت کررہے ہو۔ خون کے گھونٹ پی رہے ہو۔ ایک تو بچھڑے ہوئے دلوں کو ملا رہا ہوں' اوپر سے بدنام ہو رہا ہوں۔ بہتر ہے میں تمہارے درمیان سے چلا جاؤں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ آوازیں دینے لگی "پارس! تم خاموش کیوں ہوگئے؟ پارس! بولو کیا رابطہ ختم ہوگیا

ہے؟"

اس نے گاڑی کی رفتار دھیمی کردی۔ مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟ تم نے پارس کو مجھ سے دور کردیا ہے؟"

"میں تمہارے دماغ سے نکل آیا ہوں۔ رابطہ تو لازمی ختم ہوگا۔"

"میں نے اپنے دماغ سے تمہیں جانے کے لیے نہیں کہا تھا۔"

"میں مصیبت ہوں' اس لیے خود ہی چلا آیا۔"

"تمہیں ٹیلی پیتھی کیا آگئی ہے' مزاج ہی نہیں ملتا۔ چلو بلاؤ اپنے بیٹے کو۔"

میں پارس کو کبھی اس سے ملاتا رہا کبھی اس سے دور کرتا رہا۔ پھر اسی طرح اسے بہلاتا ہوا حشمت آباد پہنچ گیا۔ پارس اور جلال شاہ ہم سے پہلے پہنچے ہوئے تھے۔ توبہ اسے دیکھ کر خوشی سے پھول گئی۔ اس کا جی چاہتا تھا' بڑے پیار سے ملے اور پیار ظاہر بھی نہ ہو۔ اس کا خیال تھا کہ اس نے پارس کے سامنے ابھی محبت کا اظہار نہیں کیا ہے۔ جبکہ وہ تھوڑی دیر پہلے بے اختیار اظہار کرچکی تھی۔ پارس بھی کوئی اناڑی نہیں تھا کہ اسے کچھ بتانے کی ضرورت پیش آتی۔ وہ بولی "پہلی ملاقات میں تم حماد تھے۔ دوسری ملاقات میں پارس ہو۔ کیا آئندہ بھی غیر متوقع انکشاف ہوگا؟"

میں نے کہا "اگلی بار انکشاف ہوگا کہ میں اس کا باپ نہیں ہوں' یہ میرا باپ ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی "تم نہ ہی بولو تو اچھا ہے۔ تم نے بہت ستایا اور جلایا ہے۔"

پارس نے پوچھا "تمہیں پاپا سے شکایت ہے؟"

"تم مجھ سے پوچھ رہے ہو! میں تم سے پوچھتی ہوں' ایسے باپ کے ساتھ زندگی کیسے گزارتے ہو؟"

"آخر بات کیا ہے؟ میرے پاپا تو بہت گریٹ ہیں۔"

"گریٹ ہیں؟ تم کہہ رہے ہو؟ گھنٹے بھر پہلے کی باتیں اتنی جلدی بھول گئے؟"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "گھنٹے بھر پہلے کیا ہوا تھا؟"

"ارے تم موجود تھے اور مجھ سے پوچھ رہے ہو؟"

میں وہاں سے کھسک کر جلال شاہ کے پاس آگیا۔ توبہ پارس سے کہہ رہی تھی "ابھی سفر کے دوران میں نے کئی بار تم سے رابطہ کیا لیکن جب بھی باتیں کرتی تھی یہ حضرت بیچ میں بولنے لگتے تھے۔ تم سے بری طرح جھگڑا کیا تھا۔"

پارس نے تشویش سے پوچھا "توبہ! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ کیسی بہکی بہکی باتیں کررہی ہو؟"

وہ بولی "تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ ایک گھنٹے پہلے کی باتیں بھول رہے ہو۔"

"توبہ! باتیں کیسے ہوسکتی تھیں؟ میں نے موبائل فون کے ذریعے کئی بار تم سے رابطہ....."

وہ بات کاٹ کر بولی "میں موبائل فون حویلی میں چھوڑ آئی ہوں۔ پاپا نے خیال خوانی کے ذریعے ہمارا رابطہ کرایا تھا۔ تمہیں میرے دماغ میں لے کر آئے تھے' تم نے مجھ سے باتیں کی تھیں۔"

وہ قہقہہ لگانے لگا۔ توبہ نے پوچھا "کیوں ہنس رہے ہو؟"

وہ بولا "ہمارے درمیان بہت دیر تک رابطہ رہا ہے نا؟"

"ہاں بالکل۔ اتنی لمبی مسافت کیسے طے ہوگئی۔ کچھ پتا ہی نہ چلا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ پاپا کا نفسیاتی طریقۂ کار ہے۔ انہوں نے سفر کے دوران تمہیں بور ہونے نہیں دیا۔ مجھے تمہارے پاس پہنچاتے رہے اور تم مجھ سے باتیں کرتی رہیں۔"

"اچھی طرح باتیں نہیں ہوسکیں۔ وہ ہمارے درمیان بول پڑتے تھے۔ بار بار اپنی بزرگی جتانے لگتے تھے۔ جب تم سے جھگڑا کررہے تھے تو مجھے بہت برا لگ رہا تھا لیکن تم سے باتیں کرتے رہنے کے لیے انہیں مجبوراً برداشت کرتی رہی۔"

"مختصر یہ کہ تم نے بہت اچھا وقت گزارا۔ تمہیں میری کمی محسوس نہیں ہوئی۔"

"بالکل نہیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے تم میرے پاس ہو۔"

"اسی لیے میں پاپا کو گریٹ کہتا ہوں۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"میں موجود نہیں تھا لیکن انہوں نے تمہارے اندر میرے وجود کا چراغ جلائے رکھا۔"

"اس لحاظ سے وہ گریٹ ہے لیکن....."

"لیکن یہ کہ میں تمہارے دماغ میں نہیں آیا تھا اور نہ ہی تم سے کوئی بات کی تھی۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا کہہ رہے ہو؟"

"سچ کہہ رہا ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے علم میں ایسا کوئی طریقۂ کار نہیں ہے کہ پاپا مجھے تمہارے اندر اور تمہیں میرے اندر پہنچا کر ایک دوسرے سے باتیں کرواتے رہیں۔"

"لیکن میں نے صاف طور سے تمہاری آوازیں' تمہاری باتیں سنی ہیں۔"

"وہ کبھی اپنے اور کبھی میرے لہجے میں بولتے رہے ہوں گے۔"

"یعنی فراڈ کررہے تھے؟ مجھے اُلّو بنا رہے تھے؟"

"بچے کو چاند سے اور محبوب کو خیالِ یار سے بہلانا فراڈ نہیں ہے۔"

وہ مسکرانے لگی پھر ہنسنے لگی۔ دور سے مجھے گھونسا دکھانے لگی۔ میں نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا۔ پھر جلال شاہ کو حاتم شہریار کی حویلی میں ہونے والے تمام واقعات سنائے۔ اسے اپنی اصلیت بھی بتادی۔ اس نے میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کہا "آپ فرہاد

صاحب ہیں اور اب تک نجومی ارسلان بن کر رہے۔ آپ دونوں ہی حیثیت سے میرے لیے معزز اور محترم ہیں۔ کیا اب بھی آپ باپ بیٹے ارسلان اور حماد بن کر رہیں گے؟"

"ہمارے پاسپورٹ اور دیگر اہم کاغذات انہی ناموں سے ہیں۔ ہمیں اسی بھیس میں رہنا ہوگا۔"

"آپ کی آمد کا مقصد کیا ہے؟"

"موجودہ کاغذات کی رو سے ہم صحافی ہیں لیکن حقیقت میں موجودہ عالمی سیاست کے آئینہ دار ہیں۔ میں آئینہ دکھا رہا ہوں کہ پسماندہ ممالک میں اور خاص طور پر نئے اسلامی ممالک میں کیسی سیاسی چالبازیاں ہو رہی ہیں اور مسلمانوں کو آپس میں کس طرح لڑایا جا رہا ہے۔"

وہ بولا "بے شک' ہمارے افغانستان میں پختون مجاہدین' ایرانی شیعہ مجاہدین' ازبک ملیشیا وغیرہ کتنے ہی گروہ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ جبکہ یہ سب ہی مسلمان ہیں۔"

"یہی ساری دنیا کے مسلمانوں کا المیہ ہے۔ برے وقت میں یہ سب ایک دوسرے پر الزام تراشی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو تباہ و برباد اور نابود کرنے کی حد تک لڑتے ہیں۔"

"جی ہاں' لبنان میں سنی اور شیعہ مسلمان لڑتے رہے۔ پھر عراق اور ایران نے دل کھول کر جنگ کی۔ پھر سعودی عرب کی زمین پر کویت کی آزادی کے بہانے مسلمان ممالک کے ہزاروں لاکھوں سپاہی خاک اور خون میں مل گئے۔ عراق کے چالیس فیصد مسلمان مارے گئے۔ اب افغانستان میں بھی یہی ہو رہا ہے۔"

میں نے کہا "مسلمانوں کو سب کچھ ملتا ہے' صرف عقل نہیں ملتی۔"

جلال شاہ نے پوچھا "کیا آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سب کے دماغوں کو درست نہیں کر سکتے؟"

"ان سب کو درست اور متحد رکھنے والی ایک ہی کتاب قرآن مجید ہے۔ اس کتاب کی روشنی پھیلانے والے ہمارے ایک رسولِ اکرم محمد مصطفیٰ ہیں۔ یہ تمام مسلمان سرورِ کائنات کی ہدایات ایک دوسرے کو بڑی عقیدت سے سناتے ہیں۔ پھر بڑی طاقت اور تکبر سے اپنے ہی مسلمانوں کا خون بہاتے ہیں۔ بڑی قرأت سے کلام پاک پڑھتے ہیں اور اس میں پڑھے ہوئے اسلامی دستور کو بھلا کر بڑے ممالک کے چمچے بن جاتے ہیں۔ مسجدوں میں ایک ہی خدا کو سجدہ کرتے ہیں اور مسجدوں سے باہر آکر سجدہ کرنے والی گردنیں کاٹتے ہیں۔"

خدا جب کسی قوم سے ناراض ہوتا ہے تو اسے اسی طرح عقل کا اندھا بنا دیتا ہے۔ جلال شاہ اپنے ملک کے حالات سے مایوس تھا۔ سر جھکائے میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے کہا "ٹیلی پیتھی کے ذریعے دو چار یا دس کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پوری قوم کا قبلہ درست نہیں کیا جا سکتا۔"

ہم نے ماضی میں وقتاً فوقتاً کئی افراد کو گمراہی سے بچایا۔ وہ راہِ راست پر آئے لیکن پھر کسی لالچ یا ہوس میں پڑ کر گمراہ ہو گئے۔ ٹیلی پیتھی کی تلوار ہمیشہ سر پر نہیں لٹکتی۔ اس لیے توبہ کرنے والے پھر توبہ توڑ دیتے ہیں۔

اس نے پوچھا "آپ کی ٹیلی پیتھی سے ہمارے ملک کو کس حد تک مدد مل سکتی ہے؟"

میں نے کہا "اس ملک میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن فریزر اور پاسکو روٹ آئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ مجاہدین کے دماغوں کو شیطانی ٹیلی پیتھی سے جکڑ لیتے' میں نے انہیں جہنم میں پہنچا دیا۔"

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا "تم نے پوچھا ہے' میں کس حد تک مدد کر سکتا ہوں' تو میری طرف سے یہی امداد ہے کہ میں ہمارے دشمنوں کو ٹیلی پیتھی کے حربے آزمانے نہیں دوں گا۔"

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے نو آزاد اسلامی ممالک میں جمہوریت قائم نہیں کر سکتے جمہوریت کسی بھی ملک کے عوام قائم کرتے ہیں۔ ہم تو صرف دشمنوں کی چالوں کا توڑ کرتے رہتے ہیں۔"

اس نے پوچھا "آگے کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

"ہم یہاں سے بلخ جائیں گے۔ سپر پاورز نے وہاں اپنے دفاتر اور خفیہ اڈے بنا رکھے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' صبح روانہ ہوں گے۔ آج رات اسی عمارت میں گزاریں گے۔ یہاں حزبِ مومن کے مجاہدین ہمارے دوست ہیں۔ اگر حاتم شہریار کے حمایتی توبہ خانم کی تلاش میں آئیں گے تو یہاں سے ان کی لاشیں جائیں گی۔"

ہم نے رات وہاں گزاری۔ کھانے کے بعد عمارت کے سامنے ایک بڑے باغ میں کھیل تماشے اور گیت سنگیت کی محفل منعقد ہوئی۔ وہاں تفریح کا یہی ایک ذریعہ رہ گیا تھا۔ بڑے بڑے شہروں میں سینما ہال اور تفریح گاہیں بند ہو چکی تھیں۔ گولے باروں کے دھماکے سننے رہنے والے کبھی کبھی موسیقی کی مترنم آوازیں سنتے تھے اور ایک دوسرے کو لطیفے سنا کر خوب ہنستے تھے کیونکہ اگلی کوئی بھی لمحہ ماتم کا ہو سکتا تھا۔

وہاں ہمارے لیے چار کمرے مخصوص تھے۔ ہم رات کے گیارہ بجے سونے کے لیے اپنے اپنے کمرے میں آ گئے۔ توبہ اور پارس کے کمروں کے درمیان ایک دروازہ تھا۔ وہ رات بھر تک کھلا رہا۔ وہ دیر تک اس کے کمرے میں بیٹھی رہی اور باتیں کرتی رہی۔ اس کا جی نہیں چاہتا تھا کہ اپنے کمرے میں جائے۔ وہ جانتی تھی کہ پارس پھول کھلنے اور دل دھڑکنے کی باتیں کرے اور پارس اس موضوع سے کترا رہا تھا۔

ایسی بات نہیں تھی کہ وہ فرشتہ بن گیا تھا۔ شاید ہی کوئی ایسا ہو جو حسین اور جوان عورت کے ساتھ رات کی تنہائی میں فرشتہ بنا

رہا ہو۔ دل تو مچلتا ہے' شیطان تو بہکاتا ہے لیکن وہ اس پہلو سے گزر رہا تھا کہ جس کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا اس کے ساتھ رات نہیں گزارنا چاہیے' جس کے ساتھ وفا نہ ہو سکے اس کے ساتھ محبت کا کھیل نہیں کھیلنا چاہیے' جہاں تک ممکن ہو دامن بچا کر نکلنا چاہیے۔

ایسی بات بھی نہیں تھی کہ توبہ خانم میں کشش نہ ہو۔ اس کے حسن میں' سراپے میں اور شخصیت میں توبہ توڑنے والی کشش تھی لیکن دنیا میں لاکھوں حسینائیں ہیں جو پہلی نظر میں دیوانہ بنا دیتی ہیں۔ آدمی کہاں کہاں دیوانہ بنے۔ پارس مگر مگر جاتا تھا اور ڈگر ڈگر پر حسین بلائیں ملتی تھیں۔ اگر وہ ہر ایک کو گلے کا ہار بناتا جاتا تو کئی دن ہار کے بوجھ سے گردن ہی ٹوٹ جاتی۔

رات کے ایک بجے وہ بولی "یہ تمہاری نیند اور آرام کا وقت ہے اور میں تمہیں جگا رہی ہوں۔"

وہ بولا "صرف جگا نہیں رہی ہو' میرے لیے جاگ بھی رہی ہو۔"

"ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا مگر تم نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔"

"یہ تاثر دوستی تک قائم رہے تو اچھا ہے۔ بات عشق و محبت تک بڑھے گی تو ہم مسائل میں گرفتار ہو جائیں گے۔"

اس نے پوچھا "کیسے مسائل؟"

"یہی کہ میں ایک مسافر ہوں۔ آج ہوں' کل چلا جاؤں گا اور کہاں جاؤں گا یہ خود نہیں جانتا۔"

"کبھی کوئی منزل کوئی گھر تو بناؤ گے؟ آج میرے وطن میں آگ اور خون کی بارش ہو رہی ہے' کل خدا نے چاہا تو امن و امان ہو گا ہم یہاں اپنا گھر بسا سکتے ہیں۔"

"جس دن میں کسی ایک مقام پر ٹھہر جاؤں گا' وہ دشمنوں کے لیے عید کا دن ہو گا۔ ہم بھیس بدل کر اور جگہ بدل بدل کر انہیں دھوکا دیتے ہیں اس لیے زندہ رہتے ہیں۔"

"آخر تم لوگوں نے سپر پاورز سے دشمنی کیوں مول لی ہے؟"

"اس لیے کہ سپر پاورز دوست نہیں بناتے' غلام بناتے ہیں اور ہمیں غلامی منظور نہیں ہے۔"

توبہ نے اسے نظر بھر کے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے نشہ چھلک رہا تھا۔ وہ بولی "کیا تم پتھر ہو؟ میری ذات میں کوئی کشش محسوس نہیں کرتے ہو؟"

"تم بہت پرکشش ہو' میرے دل میں تمہارے لیے خوب صورت جذبے ہیں۔ میں تم سے کوئی رشتہ جوڑ کر پھر تم سے دور ہو کر خوب صورت جذبوں کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا۔"

"تم جب سے ملے ہو۔ میرے دل میں گھر کرتے جا رہے ہو۔ میں آپ کو کہتی رہتی ہوں' تم سے جدائی ہو گی تو کیسے برداشت کروں گی؟ میں آپ کو کہہ رہی ہوں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں اپنی زمین پر چودہ برس سے جنگ لڑتی آ رہی ہوں۔ مجھے یہاں کی مٹی سے اتنی محبت ہے کہ میں اس سے الگ نہیں ہو سکتی۔ میں فولاد ہوں۔ بڑے زخم کھا چکی ہوں۔ دیکھوں گی کہ تمہاری جدائی کا زخم کتنا گہرا ہو گا۔"

پارس نے کہا "ابھی کچھ روز ہمارا ساتھ رہے گا۔ پاپا چاہتے ہیں تم محبِ وطن مجاہدین کے گروہ میں شامل ہو جاؤ۔ یا اپنی الگ تنظیم بنانا چاہو تو تمہیں اسلحہ' ڈالرز اور پونڈز کی کمی نہیں ہو گی۔"

"یہ سب کچھ مجھے کہاں سے حاصل ہو گا؟"

"پاپا ایک اشارہ کریں گے' حکومت فرانس تمہارے لیے خزانے کا منہ کھول دے گی۔"

وہ بولی "حزبِ مومن کے مجاہدین سچے اور محبِ وطن ہیں۔ ہمارے ہاں عورتوں کو بے پردگی کی اجازت نہیں ہے۔ اگر میری طرف سے انہیں اسلحہ اور مالی امداد حاصل ہو گی تو میں ان کے درمیان خود مختار رہ سکوں گی۔ کوئی میرے کہیں آنے جانے اور کسی سے ملنے جلنے پر اعتراض نہیں کرے گا۔"

"اچھی بات ہے' کل یہ معاملات طے ہو جائیں گے۔ اب جا کر آرام کرو۔"

وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے جھکی جھکی نظروں سے مگر بھرپور نظروں سے دیکھا۔ پھر بے دلی سے اٹھ گئی۔ پارس بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ چلتا ہوا درمیانی دروازے تک آیا۔ وہ دروازہ ایک سرحد کی لائن کی طرح تھا۔ اِدھر پارس کی مملکت میں شب خوابی تھی اُدھر توبہ کی نگری میں شب بیداری تھی' اُدھر سلانے والا تھا' اِدھر جگانے والی نامرادیاں تھیں۔ وہ اس پار جاتی دروازہ بند ہو جاتا تو صبح سے پہلے نہ کھلتا اور محبت کا جو دروازہ دوبارہ نہ کھلے اسے بند نہیں ہونا چاہیے۔

پارس نے الوداعی مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ توبہ نے اسے تھام لیا' جیسے ہاتھ تھام کر بھاگتے ہوئے وقت کو گرفتار کر لینے کا موقع مل گیا ہو۔ کبھی کبھی کوئی لمحہ تھم جاتا ہے مصافحے کی دلپذیر جم جاتا ہے۔ خاموش جذبے پوچھتے ہیں اب کیا ہو گا؟ وہی ہو گا جو فطرت کا تقاضا ہے اور قدرت کا اصول ہے اور اصول یہ ہے کہ کھال اپنے گوشت سے الگ نہیں ہوتی اور گوشت اپنی کھال سے جدا نہیں ہوتا۔

جی ہاں۔ بعض حالات میں خدا حافظ کہنے والے بچھڑ نہیں پاتے' ان کا خدا ہی حافظ ہوتا ہے۔

○☆○

میں اپنے کمرے میں تھا اور بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ وہی عمارت تھی' جس کے ایک کمرے میں پارس' دوسرے میں توبہ اور تیسرے کمرے میں جلال شاہ سو رہا تھا اور یہ وہی جگہ تھی جہاں مرنا آتما شکتی کے ذریعے آئی تھی۔

میں نے آج تک جتنے خیال خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کیا

ہے' انہیں سلمان' سلطانہ اور لیلیٰ کے حوالے کرتا رہا ہوں تاکہ وہ انہیں اپنا معمول بنا کر اپنی نگرانی میں رکھیں۔ ایک وقت ایسا آیا تھا جب سپر ماسٹر کے درجنوں خیال خوانی کرنے والے مثلاً پال ہوپ کن' ٹیٹو منتانا' جورا جوری' جوڈی نارمن' وارنر ہیگ' جان گاوڈی' جے مور گن اور ایسے ہی کتنے ہمارے قابو میں آگئے تھے۔ میں نے مرینا کو بیٹی بنا کر اس کا دل جیتنے کے لیے اکثر خیال خوانی کرنے والوں کو اس کے حوالے کردیا تھا۔ وہ ہم پر اعتماد کرسکتی تھی ہماری بیٹی بن کر رہ سکتی تھی' لیکن اس نے زبردست دھوکا دیا تھا۔

ان حالات کے پیش نظر میں نے مرینا پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنی معمولہ بنالیا تھا اور یہ طے کیا تھا کہ سلمان وغیرہ کو اس کی نگرانی پر مامور نہیں کروں گا۔ خود اس پر نظر رکھوں گا اور اسے پھر کبھی فراڈ کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔

میں بڑی پابندی سے ہفتے میں دو ایک بار اس کے دماغ میں جاتا رہا تھا۔ اس کا حساس دماغ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ وہ پریشان سی رہتی تھی۔ یہ اندیشہ ستاتا تھا کہ میں اس کے دماغ میں چھپ کر آتا ہوں۔ وہ یوگا میں مزید مہارت حاصل کرکے اس اندیشے کو دور کرنا چاہتی تھی لیکن کسی بھی طریقۂ کار سے اپنے اندر کے شکوک و شبہات مٹانے میں ناکام رہتی تھی۔

کئی ماہ گزر گئے اور میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے کبھی مخاطب نہیں کیا اور نہ ہی اس نے مجھے محسوس کیا تو اسے کچھ اطمینان سا ہونے لگا کہ میں بھول گیا ہوں اور ہمیشہ کے لیے اسے نظر انداز کرچکا ہوں اور پہلا تنویمی عمل جو میں نے اس پر کیا تھا' اس عمل کی مقررہ مدت ختم ہوچکی ہے۔

میں اس چالاک لومڑی کے معاملے میں محتاط رہتا تھا تنویمی عمل کی پہلی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی پھر اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کرتا تھا اور تاکید کرتا تھا کہ وہ صبح اٹھ کر تنویمی عمل کو بھول جائے اور یہی ہوتا تھا۔ وہ بھول جاتی تھی اور خوش فہمی میں رہتی تھی کہ میری گرفت سے رہائی حاصل کرچکی ہے۔

لیکن جیسا کہ اس کا مزاج تھا' بے اعتمادی اور بے اطمینانی اس کی گھٹی میں پڑی تھی۔ وہ کسی ایسے علم کے لیے بھٹکتی رہی جو اسے ٹیلی پیتھی کی دشمن طاقتوں سے تحفظ دے سکے۔ آخر ایک ہندوستانی جوگی نے اسے بتایا کہ جو آتما شکتی حاصل کرلے' وہ صرف پرماتما کے قبضے میں رہتا ہے' باقی کوئی انسان اس پر غالب نہیں آسکتا۔

جوگی نے کہا "تبت کے ایک شہر لاسہ میں ایک مہالامہ کنچن دیو رہتا ہے۔ وہی اسے آتما شکتی کے مراحل سے گزار سکتا ہے اور اس کی منو کامنا (دل کی مراد) پوری کرسکتا ہے۔"

مختصر یہ کہ وہ مہالامہ کی درس گاہ میں پہنچ گئی تھی اور پہلی ہی ملاقات میں گرو دیو سے کہا تھا "میرا ایک دشمن فرہاد علی تیمور میرے اعصاب پر سوار ہے۔ شاید میں اس کے تنویمی عمل کے زیر اثر ہوں۔ اس اندیشے سے کڑھتی رہتی ہوں کہ وہ جب چاہتا ہوگا میرے اندر چلا آتا ہوگا۔"

ایسے وقت جب وہ میرے خلاف مہالامہ سے بول رہی تھی' میں اس کے اندر موجود تھا۔ گرو دیو مہالامہ نے اس سے پوچھا "کیا وہ تمہارا عاشق ہے؟"

"نہیں وہ مجھے بیٹی کہتا ہے۔"

وہ گھور کر بولا "عجب ہے' تم باپ پر شبہ کرتی ہو کہ وہ بیٹی کے دماغ میں آتا ہے۔"

"اگر نہیں آتا ہے تو میں اس کے آنے جانے کے اندیشوں میں کیوں مبتلا رہتی ہوں؟"

"شاید تمہیں کسی غلطی کی سزا مل رہی ہے اگر مجھے گرو مان کر آئی ہو تو مان لو کہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں آتا' محض تمہارے اندر شک آتا ہے' شبہ آتا ہے اور غصہ آتا ہے۔"

اسے گرو دیو کی باتوں سے اطمینان ہوا کہ واقعی وہ شک اور شبہ میں کڑھتی رہتی ہے۔ اگر فرہاد آتا بھی ہے تو آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد وہ تنویمی عمل کے اثر سے نکل آئے گی۔

پھر وہ بڑی لگن سے نئے جذبوں کے ساتھ نیا غیر معمولی علم سیکھنے لگی۔ دن رات مصروف رہنے لگی' ایک تو وہ بلا کی ذہین تھی پھر بے حد محنتی تھی۔ اس لیے چھ ماہ میں اس نے آتما شکتی حاصل کرلی۔ اس رات وہ درس گاہ کی چھت پر چاروں شانے چت لیٹ گئی تھی مہالامہ اس کے پاس پالتھی مار کر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے کہا تھا "یہ آتما شکتی سے کام لو' جو کئی گھنٹوں تک سانس روکے رکھنے پر قادر ہوجاتے ہیں ان کی سانسوں کی طرح ان کی روحیں بھی ان کے قابو میں رہتی ہیں۔ آج سے تم جب چاہو گی' روح تمہارا جسم چھوڑ دیا کرے گی اور جب چاہو گی وہ جسم میں واپس آجایا کرے گی۔"

میں مرینا کے دماغ میں رہ کر ایک غیر معمولی اور حیرت انگیز علم کا طریقۂ کار دیکھ رہا تھا۔ مرینا ہرے کرشنا کرشنا کہتے کہتے سانس چھوڑ رہی تھی لیکن یہ میرے لیے اچھا نہیں ہوا۔ اس کی سانسوں کے ساتھ میں بھی باہر نکل گیا۔ سانس نہیں تو روح نہیں' سانس آئے تو روح آتی ہے اور سانس نہ رہے تو خیال خوانی کی لہریں بھی اندر نہیں رہتیں۔

میں سمجھ رہا تھا کہ اس کے اندر رہ کر یہ دیکھنے کا موقع ملے گا کہ اس کے نیم مردہ دماغ میں زندگی کب اور کیسے آتی ہے لیکن میں باہر آگیا تھا۔ دائمی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا تھا۔ اگر وہ سانسیں نہ چھوڑتی تب بھی دماغی رابطہ ختم کرنا پڑتا' کیونکہ پیرس میں فجر کی نماز کا وقت ہورہا تھا۔ میں اپنے وعدے کے مطابق سونیا کے دماغ میں جاکر اسے فجر کی اذان سنانے لگا۔

وہ بابا فرید واسطی مرحوم کی کٹیا میں تنہا رہتی تھی کسی سے ملاقات نہیں کرتی تھی۔ اس کٹیا میں صرف چھ گھنٹے سوتی تھی' باقی اٹھارہ گھنٹے عبادت میں اور روزمرہ کی مصروفیات میں گزارتی تھی۔

اوارے کے اس حصے میں گھنے درخت تھے' وہ کلہاڑی سے درخت کاٹتی تھی پھر اس کی لکڑیوں سے کھانا پکاتی تھی۔

سونیا کے ایک حکم سے دنیا جہان کی دولت اس کے قدموں میں آسکتی تھی۔ انواع واقسام کے لذیذ کھانے اس کے دسترخوان پر پہنچ سکتے تھے لیکن وہ کلہاڑی سے درخت کاٹتی تھی تاکہ حمل کے دوران محنت ومشقت کی حرارت بچے تک پہنچتی رہے۔

وہ تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھی' کھانا پکاتی تھی' برتن اور کپڑے دھوتی تھی' کٹیا کو صاف ستھرا رکھتی تھی' تاکہ ایک گھڑی کے لیے بھی ستانے یا سونے کی خواہش پیدا نہ ہو۔ میں اس کے دماغ میں اذان سنا کر آجاتا تھا پھر نماز کے بعد اس کے پاس جاتا تھا۔ وہ کلام پاک کی تفسیر پڑھتی تھی' میں اس کے تحت الشعور میں پہنچ کر ہونے والی اولاد تک وہ تفسیر پہنچاتا تھا۔

مانا کہ سونیا کی کوکھ میں ابھی وہ محض گوشت کا لوتھڑا ہوگا ابھی جسم بننے کا عمل جاری ہوگا' اس کے ابھی کان نہیں ہوں گے لیکن کلام پاک سننے والی روح موجود ہوگی۔ جب مرینا اور مہالامہ اپنے دھرم کے طریقہ کار کے مطابق آتما شکتی حاصل کرسکتے ہیں تو پھر ہماری ہونے والی اولاد کی روح تک کلام پاک کی تفسیر کیوں نہیں پہنچے گی؟ ضرور پہنچے گی۔ یہ ہمارا اپنا ایمان ہے اور ہم اپنے ایمان کے مطابق عمل کرتے رہتے تھے۔

میں دو گھنٹے بعد مرینا کے پاس آیا۔ پہلے اس کے اندر سے تمام سانسیں نکل گئی تھیں اس لیے میں بھی نکل گیا تھا۔ اب واپس آیا تو وہ سانس لے رہی تھی۔ میرے لیے یہ بات قابل اطمینان تھی کہ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ یعنی اس کی آتما شکتی نے میرے تنویمی عمل کو نہیں مٹایا تھا۔ یہ آتما شکتی صرف اس وقت میری سوچ کی لہروں کو کاٹ دیتی تھی' جب روح اس کے جسم سے باہر رہا کرتی تھی۔ اس وقت وہ سو رہی تھی' میں نے اپنے تنویمی عمل کو مزید پختہ کرنے کے لیے پھر اس کے خوابیدہ دماغ کو پینٹا ئز کیا پھر عمل کے دوران پوچھا "کیا واقعی تم نے آتما شکتی حاصل کی ہے؟"

اس کی سحرزدہ سوچ نے کہا "ہاں' حاصل کی ہے۔"

"کیا تمہاری روح تمہارا جسم چھوڑ کر الگ ہوجاتی ہے؟"

"ہاں' جسم سے الگ ہوجاتی ہے۔"

"پھر تمہارا جسم زندہ کیسے رہتا ہے؟"

"یہی آتما شکتی کا گیان ہے۔ جسم سے روح جدا ہونے کے بعد بھی دونوں کے درمیان ایک ناقابل فہم قدرتی تعلق ہوتا ہے۔"

اس کی یہ بات قابل غور تھی۔ ہماری دنیا میں ایسا ہوتا ہے ایسے کئی واقعات دیکھنے میں آئے ہیں کہ ایک شخص مرجاتا ہے' جسم بے جان ہوجاتا ہے۔ ڈاکٹر موت کی تصدیق کردیتا ہے' اس کے باوجود ایک آدھ منٹ یا ایک آدھ گھنٹے میں روح واپس آجاتی ہے اور وہ زندہ ہوجاتا ہے۔ ہماری دنیا میں ایسے کئی مرنے والوں کے اور دوبارہ جی اٹھنے والوں کے ریکارڈ موجود ہیں۔ ان ریکارڈ سے ثابت ہوتا ہے کہ روح جسم کو چھوڑ کر الگ ہوتی ہے لیکن جسم میں واپس بھی آجاتی ہے۔

اسے قدرتی کرامات کہنا چاہیے اور علوم کی دنیا میں جتنے قدرتی مظاہر ہیں وہ انسانی کی دسترس.... سے دور نہیں ہیں انسان اپنی محنت' لگن اور ذہانت سے ایسے علوم حاصل کرلیتا ہے یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ روح واپس آجاتی ہے یا پھر روز قیامت تک کے لیے ٹوٹ جاتا ہے۔

میں نے اپنی معمولہ مرینا سے کہا "تمہارے گرو دیو نے کہا کہ تمہاری آتما جسم سے الگ ہوکر دنیا کے کسی بھی حصے میں جا سکتی ہے تمہاری آتما کہاں گئی تھی؟"

اس نے جواب دیا "پارس کے پاس گئی تھی۔"

مجھے یقین نہیں آیا کہ اس کی آتما تبت سے افغانستان تک تھی جہاں ہم نے قیام کیا ہے لیکن یقین کرنا پڑا کیونکہ تنویمی عمل کے ذریعے معمول بننے والا کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ پھر یہ کہ سوچ کی لہریں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پلک جھپکتے ہی جاتی ہیں تو آتما کیوں نہیں جاسکتی؟

میں نے پوچھا "کیا واقعی پارس کے پاس گئی تھیں' سچ بولو؟"

"میں اپنے عامل سے سچ کہہ رہی ہوں۔"

"یہ بتاؤ تم نے پارس کو کہاں دیکھا؟ وہ کیا کررہا تھا؟"

"وہ ایک عمارت کے کمرے میں سو رہا تھا۔"

"اپنی آتما کے سفر کو تفصیل سے بیان کرو۔"

وہ کہنے لگی "میں نے اسے بستر پر سوتے دیکھا' اس پر بڑا رعب طاری ہورہا تھا۔ میں نے اسے چھونا چاہا لیکن میری انگلیاں' میرا ہاتھ چھو نہیں سکا تھا اس لیے اسے چھو نہ سکی۔ میں صرف دیکھ سکتی تھی' سن نہیں سکتی تھی اور نہ ہی بول سکتی تھی۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی "میں معلوم کرنا چاہتی تھی کہ یہ کس مکان میں اور کس علاقے میں ہے؟ میں دوسرے کمرے میں گئی وہاں ایک حسین دوشیزہ سو رہی تھی۔ تیسرے کمرے میں ایک پٹھان محو خواب تھا۔ اس حسینہ اور پٹھان کے لباس سے معلوم ہوا کہ پارس افغانستان میں ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا تم میرے کمرے میں آئی تھیں؟"

"آئی تھی۔ تم بستر پر بیٹھے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھے لب کچھ پڑھ رہے تھے۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ میرے اذان دینے کے وقت آئی تھی۔ یہ بات تشویشناک تھی کہ ہم دنیا کے کسی بھی حصے میں کسی بھی جگہ میں چھپے رہتے وہ وہاں پہنچ کر ہمیں پہچان لیتی۔ اس کی آتما نے ارسلان کے بھیس میں اور پارس کو حماد کے روپ میں پہچان لیا تھا۔

اسی طرح خیال آیا کہ سونیا' رسونتی' علی تیمور' سونیا کی ماں جوجو' سلطانہ اور لیلیٰ وغیرہ جہاں بھی روپوش ہوتے' مرینا اپنی آتما کے ذریعے وہاں کی تمام معلومات حاصل کرلیتی۔ آئندہ میں اور میری فیملی کے تمام افراد مرینا سے نہ چھپ کر رہ سکتے تھے اور نہ ہی اپنی کوئی بات چھپا سکتے تھے۔ اس کمبخت نے بڑی عجیب اور ناقابل یقین روحانی قوت حاصل کی تھی۔

میں نے کہا "میں حکم دیتا ہوں کہ تم آتما شکتی سے ہمارے متعلق جو بھی معلومات حاصل کرو گی' اسے جسم میں آنے کے بعد بھول جایا کرو گی۔"

میں نے اپنے تمام فیملی ممبرز اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام افراد کے متعلق یہ اس کے ذہن میں نقش کردیا کہ وہ ان کے خلاف اپنی آتما کے ذریعے جاسوسی نہیں کرے گی۔ اس نے میرے احکامات کی تعمیل کرنے کا وعدہ کیا۔ میں نے پوچھا "دو غیر معمولی علوم حاصل کرنے کے بعد تمہاری نظروں میں پارس کی کیا اہمیت رہی ہے؟"

وہ بولی "اپنے مرد کی مردانگی کے سامنے دنیا کے تمام علوم ماند سے کم ہوجاتے ہیں۔ علوم کی کیا بات ہے' اس کے سامنے میں بھولی پڑجاتی ہوں۔ اسے اپنی مٹھی میں رکھنے کی کوشش کرتی رہتی ہوں میں چاہتی ہوں وہ صرف میرا اسیر رہ کر مجھے اسیر کرتا رہے۔"

"تم اسے شدت سے چاہتی ہو پھر اس سے دور کیوں ہو؟"

"اس کے باپ سے بچ کر رہنے کے لیے اس سے دور رہتی ہوں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' میں تمہارے دماغ میں آیا کرتا ہوں؟"

"نہیں آتے ہو۔ ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ تم نے کبھی دماغ میں آکر مجھے مخاطب نہیں کیا۔ تمہارے چوری سے آنے کا بھی علم نہ ہوسکا۔ پھر گرو دیو نے یقین دلایا ہے کہ آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد کوئی شخص دل ودماغ کو تسخیر نہیں کرسکتا۔"

میں نے سوال کیا "دل کو جیتنے اور دماغ کو باپ نے تسخیر کیا ہے' اس سلسلے میں کیا کہتی ہو؟"

"ابھی میں تنویمی عمل کے دوران سمجھ رہی ہوں کہ میرے دماغ پر تمہارا قبضہ ہے۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد تمہارا نجر بھول جاؤں گی۔ صرف دل پر پارس کی حکمرانی یاد رہ جاتی ہے۔"

"آج بھی نیند سے بیدار ہوکر میرے تنویمی عمل کو بھول جاؤ گی۔"

اس نے وعدہ کیا۔ میں نے مزید ضروری ہدایات دیں پھر اسے گہری نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

○☆○

ہم ایک رات حشمت آباد میں گزار چکے تھے دوسرے دن صبح کی سمت روانہ ہونے والے تھے' پارس نے کہا "ہم جب تک اس ملک میں ہیں توبہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ اس کی تمنائی مجاہدین کے گروہ میں مدغم ہوکر دور ہوسکتی ہے۔"

میں نے پوچھا "وہ کس گروہ میں رہنا پسند کرے گی؟"

"ہم کل رات سے یہاں حزب مومن کی پناہ میں ہیں۔ توبہ اسی گروہ کو ترجیح دے رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں اس گروہ میں توبہ کا ایک اونچا مقام ہو' وہ اپنے مزاج کے مطابق کسی کی پابند نہ رہے۔ اگر توبہ کی پشت پر حکومت فرانس ہو تو؟ آپ تو جانتے ہیں جس کی پشت پر بڑا ملک ہو وہ اہم ہوجاتا ہے۔"

میں نے گائیڈ جلال شاہ کو ساتھ لے کر حزب مومن کے لیڈر اور مجاہدین کے کمانڈر وغیرہ سے بات کی۔ ان سے کہا "اگر آپ لوگ اپنی جماعت میں توبہ خانم کو آزاد اور خود مختار رہنے کی اجازت دیں گے تو ملک فرانس سے آپ لوگوں کو چوبیس گھنٹے کے اندر بہت بڑی امداد ملے گی۔"

لیڈر نے پوچھا "کچھ معلوم تو ہو کتنی بڑی امداد ملے گی؟"

میں نے کہا "پہلی امداد کے طور پر منہ مانگا جدید اسلحہ اور پچاس لاکھ ڈالر۔ اس کے بعد بھی توبہ خانم جب ضرورت سمجھے گی' فرانس سے مزید امداد حاصل کرتی رہے گی۔"

حزب مومن کے اکابرین اپنی مقامی زبان میں ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے پھر کمانڈر نے کہا "یہ درست ہے کہ مجاہدین کسی بڑے ملک سے امداد حاصل کیے بغیر جنگ جاری نہیں رکھ سکتے لیکن ایک قباحت ہے۔"

جلال شاہ نے پوچھا "وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ جس ملک سے امداد حاصل کی جاتی ہے اس کے مفادات ہمارے ملک سے وابستہ ہوجاتے ہیں۔"

اکابرین میں سے ایک نے کہا "فرانس بھی دل کھول کر ہماری مدد کرے گا لیکن اپنی پالیسیوں کے مطابق ہمیں ضرور اپنے دباؤ میں رکھے گا۔"

میں نے کہا "جب بھی کوئی بڑا ملک اناج' رقم اور اسلحہ وغیرہ امداد کے طور پر دیتا ہے تو وہ متعلقہ چھوٹے ملک سے تحریری معاہدہ کرتا ہے تاکہ اسے دباؤ میں رکھے۔ میں یقین دلاتا ہوں' فرانس کی طرف سے کوئی تحریری یا زبانی معاہدہ نہیں ہوگا۔ آپ لوگوں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالا جائے گا۔"

ایک نے کہا "یہ عقل نہیں مانتی۔ بڑے ممالک جتنی امداد دیتے ہیں' اس سے زیادہ خون چوس لیتے ہیں۔ مطلب کے بغیر کوئی کسی کے کام نہیں آتا۔"

میں نے کہا "بینک حکومت فرانس کو تمہاری مدد کرنے سے پہلے ہی میری ذات سے بے شمار فائدے حاصل ہوتے رہے ہیں اور وہ آئندہ بھی فوائد حاصل کرتے رہیں گے۔"

لیڈر نے پوچھا "آپ سے اس ملک کو کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں؟"

"آپ یہ نہ پوچھیں۔ یہ میرا اور حکومت فرانس کا معاہدہ ہے۔ آپ صرف اپنا فائدہ اور سہولت دیکھیں۔ آپ سے کوئی معاوضہ نہیں کیا جائے گا۔ کسی دستاویزی ثبوت کے بغیر ہماری اسلحہ اور مالی امداد پہنچتی رہے گی۔"

بات معقول تھی۔ سب قائل ہو رہے تھے۔ میں نے کہا "آپ کو یہ منظور ہے تو توبہ خانم کو اپنے گروہ میں کوئی ایسا عہدہ دیں جو خانم کے شایان شان ہو۔"

کمانڈر نے پوچھا "خانم کیا چاہتی ہیں؟"

توبہ کو بلایا گیا۔ وہ اس اجلاس میں آئی اس نے آتے ہوئے جھکی جھکی نظروں سے پارس کو یوں دیکھا جیسے صرف اسی کے لیے آئی ہو۔ حزب مومن کے لیڈر نے کہا "ہماری جماعت میں کوئی عورت نہیں ہے لیکن تمہاری چودہ سالہ جدوجہد کو نصف افغانستان جانتا ہے۔ تم مردوں کے مقابلے میں مردانگی دکھاتی رہی ہو لہٰذا ہمیں تمہاری شمولیت پر اعتراض نہیں ہے۔"

کمانڈر نے کہا "خانم! ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ فرمائیں ہماری جماعت میں اپنا کیا مقام چاہتی ہیں؟"

توبہ نے پھر ایک بار پارس کو بھرپور نظروں سے دیکھا اس کے بعد کہا "فی الحال کوئی عہدہ نہیں چاہتی' جب میں آٹھ برس کی تھی تب سے ہتھیاروں کے ساتھ کھیل رہی ہوں۔ میں نے چودہ برس میں کسی گروہ کا سہارا نہیں لیا جو سچا مجاہد نظر آیا اس کے شانہ بشانہ لڑتی رہی۔ آج بھی ایک مجاہد کے شانہ بشانہ ہوں۔"

اس نے آخری فقرے کی مناسبت سے پارس کو دیکھا پھر کہا "میں آزاد تھی' آزاد رہوں گی۔ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جہاں چاہوں گی' جاتی رہوں گی۔ اپنے کسی معاملے میں میں کسی کی پابندی برداشت نہیں کروں گی یہاں کوئی عہدہ قبول کرنے سے مجھے جماعت کے قوانین کا پابند ہونا پڑے گا لہٰذا میں صرف آپ کے مددگار کی حیثیت سے تعلق رکھوں گی۔ جیسا کہ مسٹر ارسلان نے فرمایا ہے' چوبیس گھنٹوں میں پہلی امداد آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔"

سب نے اس کی باتوں کو تسلیم کیا۔ حزب مومن کے اکابرین نے وعدہ کیا کہ وہ بھی توبہ خانم کی ضرورت کے وقت اس کی ہر طرح کی مدد کرتے رہیں گے۔ انہوں نے مطلوبہ اسلحے کی ایک فہرست لکھ کر مجھے دی۔ میں نے حکومت فرانس سے رابطہ قائم کرنے کے لیے مجاہدین کے سامنے ان کا فون استعمال کیا۔ الٹے سیدھے نمبر ڈائل کیے۔ جس کے نتیجے میں کسی سے رابطہ نہیں ہوا لیکن میں فرانس کے ایک حاکم کے پاس پہنچ گیا۔ اسے صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اپنے ایک نمائندے کے ذریعے رقم اور اسلحہ افغانستان پہنچا دے۔

میں نے مجاہدین کو دکھانے کے لیے ریسیور کان سے لگائے اونچی آواز میں بول رہا تھا اور اسلحے کی فہرست پڑھ کر سنا رہا تھا۔ پھر میں نے ریسیور رکھ کر لیڈر سے کہا۔ "کل اسی وقت تک پہلی امداد پہنچ جائے گی۔"

"ان سے ان معاملات میں نمٹ کر میں پارس کے ساتھ اس کمرے میں آیا۔ وہ بولا۔ "پاپا! آج بہت عرصہ بعد مرینا میرے پاس آئی تھی۔"

"ہوں۔ ابھی میں اس کی خیریت معلوم کرنے جاؤں گا۔ وہ کہہ رہی تھی؟"

"وہ کچھ پُراسرار سی ہو گئی ہے۔ پچھلی رات میرے کمرے میں آنے کا دعویٰ کر رہی تھی۔"

"اچھا میں سمجھ گیا۔ اس نے بتایا ہو گا کہ تمہارے قریب کوئی افغانی دوشیزہ کو بھی دیکھا ہے۔"

"جی ہاں۔ وہ جانتی ہے کہ میں افغانستان میں ہوں۔ حلیہ بدلنے میں ہونے کے باوجود اس نے مجھے پہچان لیا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "گویا اس نے خود کو مُعمّا بنا کر پیش کیا ہے۔"

"لفظ مُعمّا پر یاد آیا' اس نے میرے پاس آئندہ آنے کے لیے اسی قسم کے کوڈ ورڈز مقرر کیے ہیں۔"

"وہ کوڈ ورڈز کیا ہیں؟"

"یہ ہیں کہ میں دشمنوں کی اماں ہوں اور تمہارے لیے معمّا ہوں۔"

"درست کہتی ہے اگر میں اسے مستقل طور سے معمّا بنا نہ رکھتا تو ہم سب کے لیے معمّا بن جاتی۔"

میں نے بیٹے کو آمنا شکمی کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ وہ حیرت سے سنتا رہا پھر بولا۔ "پاپا! اس میں کتنی صداقت ہے؟"

"بیٹے! سو فیصد صداقت ہے۔ کل رات وہ اپنی آمنا کے ذریعے ہم سب کو اس عمارت میں دیکھ کر گئی ہے۔"

"یعنی جہاں بھی چھپ کر رہیں گے' اس کی آمنا پہنچ جایا کرے گی؟"

"میں نے اس کے دماغ میں ایسی گرہ لگائی ہے کہ اس کی آمنا ہمیں دیکھا کرے گی لیکن دماغ بھول جایا کرے گا۔"

"بائی دی وے' وہ دشمن بن کر میرے پاس نہیں آئی تھی۔"

"وہ تو تمہارے پاس دوست بن کر ہی آتی رہے گی۔"

"وہ خوشخبری سنانے آئی تھی۔ کہہ رہی تھی اس نے آپ کا دل دُکھایا ہے۔ اس کی تلافی کرے گی اور جلد ہی میرے پاس اسلام قبول کرے گی۔"

"وہ پیدائشی عیسائی ہے۔ مہالامہ کے پاس پہنچ کر ہندو بن چکی ہے' تمہارے پاس آکر مسلمان بن جائے گی۔ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں' وہ موقع محل دیکھ کر ایک کو قبول کرتی رہے گی' دوسرے چھوڑتی رہے گی۔ جو عقل کا دامن نہیں چھوڑے گا' دنیا کی چالاک لومڑی سے بچ پائے گا۔"

"وہ آخر کیا کرتی پھر رہی ہے؟"

"جس تھالی میں چھ ماہ تک کھاتی رہی ہے اسی میں چھید کرنے والی ہے۔ اپنے گرو دیو اور اس کے چھ چیلوں کی چٹنی کرنے والی ہے۔ تم اسے دور تک جانتے ہو اس کے باوجود جاننے کے لیے ابھی بہت کچھ رہ گیا ہے۔ وہ بہت گہری ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ اس لیے کبھی میں نے ایک لمحے کے لیے بھی اس پر بھروسا نہیں کیا۔"

اسی دن میں نے مرینا کے چور خیالات پھر پڑھے۔ پتا چلا کہ مالک مین کی ایک ٹیم مرینا کو حاصل کرنے وہاں پہنچی ہوئی ہے۔ اگر وہ آسانی سے حاصل نہ ہوتی تو ٹیم کے افراد کو اسے اغوا کرنے کا حکم تھا۔

وہ اپنی جگہ ایک مکّار تھی۔ اس نے ٹیم کے لیڈر سے دوستی کی۔ اسے یقین دلایا کہ وہ مہالامہ اور اس کے چھ چیلوں کو قتل کرنے کے بعد اس کے ساتھ تبت جائے گی۔

پھر اس نے مہالامہ کو ماسک مین کی ٹیم کے خلاف بھڑکایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں پارٹیاں اسے حاصل کرنے کے لیے آپس میں لڑتی رہیں اور ایک دوسرے کو زخمی کرتی رہیں۔ مرینا ان زخمیوں کے اندر پہنچ کر انہیں موت کے گھاٹ اتارتی رہی۔

جیسا کہ قارئین جانتے ہیں۔ آخر میں صرف مہالامہ کنچن دیو اپنے ایک چیلے آتمارام کے ساتھ زندہ بچ گیا تھا۔

جس وقت مرینا نے دونوں پارٹیوں کو لڑانے کا سلسلہ شروع کیا' اس وقت ایک ہیلی کاپٹر خشست آباد کے قریب آکر اترا تھا۔ اس میں سے سرکاری فوج کا ایک افسر چار مسلح سپاہیوں کے ساتھ آیا تھا۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے ایک کمرے میں چھپ گئے۔ میں نے جلال شاہ کو سمجھا دیا کہ وہ آنے والوں سے انگریزی یا روسی زبان میں گفتگو کرے۔

جلال شاہ نے حزب مومن کے لیڈر اور کمانڈر کے ساتھ سرکاری فوج کے افسر کا استقبال کیا۔ پھر انگریزی زبان میں کہا۔ "ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ فرمایئے سرکاری فوج کو ہماری یاد کیسے آگئی؟"

افسر نے کہا۔ "ہمیں توبہ خانم اور دو پاکستانی صحافیوں کی تلاش ہے۔"

لیڈر نے پوچھا۔ "آپ انہیں کیوں تلاش کر رہے ہیں؟"

"وہ کابل کی عبوری حکومت کے مجرم ہیں۔ انہوں نے حاتم شریار اور تین غیر ملکیوں کو کہیں غائب کر دیا ہے۔"

لیڈر نے کہا۔ "حاتم شریار غیر ملکی دلال تھا۔ اسے قتل کرنا یا کسی اغوا کر کے لے جانا نیکی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ تینوں مجرم تمہاری پناہ میں ہیں؟"

"انہیں مجرم نہیں مجاہد کہو۔"

"ہم یہاں جنگ کرنے نہیں آئے ہیں۔ اگر ان تینوں کو ہمارے حوالے نہیں کرو گے تو ہم کابل حکومت کو رپورٹ کریں گے۔"

میں پارس اور توبہ کے ساتھ ان کے سامنے آگیا۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے بولا "ہم بھی جنگ نہیں چاہتے۔ نظریات کا فرق پیدا ہو تو جنگ چھڑ جاتی ہے۔ تمہاری نظروں میں ہم مجرم ہیں کیونکہ ہم نے غیر ملکیوں کو اور دلالوں کو سزا دی ہے اور تم ہماری نظروں میں مجرم ہو کیونکہ تم نے بڑے ممالک کو اس ملک میں مداخلت کرنے کی سہولتیں فراہم کی ہیں۔"

"ہم بحث کرنے نہیں آئے ہیں۔ حاتم شہریار اور تینوں غیر ملکیوں کو ہمارے حوالے کر دو۔"

میں نے کہا۔ "تم اپنا یہ ہیلی کاپٹر میرے حوالے کر دو۔ اپنے جوانوں کو حکم دو کہ یہ اپنے تمام ہتھیار ہیلی کاپٹر کے اندر ڈال دیں اور بالکل نہتے ہو جائیں۔"

یہ کہتے ہی میں نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ مسلح سپاہیوں سے بولا۔ "اپنے تمام ہتھیار ہیلی کاپٹر کے اندر ڈال کر آؤ اور میری یہ گن اور کارتوس بھی لے جاؤ۔"

سپاہیوں نے حیران ہو کر اپنے افسر کو دیکھا۔ پھر ایک نے کہا "لیکن سر؟"

وہ ڈانٹ کر بولا۔ "شٹ اپ۔ کوئی لیکن ویکن نہیں۔ فوراً حکم کی تعمیل کرو۔"

ہیلی کاپٹر وہاں سے سو گز کے فاصلے پر تھا۔ وہ سپاہی وہاں گئے اور تمام ہتھیار وہاں ڈال کر چلے آئے۔ تمام مجاہدین حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ لیڈر مجھ سے اس سلسلے میں کچھ پوچھنا چاہتا تھا لیکن جلال شاہ نے اسے باتوں میں الجھا لیا۔

میں پارس اور توبہ کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔ پارس نے پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی۔ میں نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ ایک سپاہی اس سے کہہ رہا تھا۔ "سر! ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے لیکن یہ کیا ہو رہا ہے؟"

دوسرے سپاہی نے کہا۔ "وہ ہمارا ہیلی کاپٹر لے جا رہے ہیں۔"

افسر نے کہا۔ "لے جانے دو۔"

ہیلی کاپٹر کا پنکھا تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ وہ فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ سرکاری فوج کا افسر حزب مومن کے لیڈر اور کمانڈر سے کہہ رہا تھا۔ "وہ تینوں تمہارے شریف مہمان تھے۔ ہم نے بھی شرافت سے ہیلی کاپٹر ان کے حوالے کر دیا ہے۔ اس ملک میں امن و امان بحال کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ سرکاری فوج آپ جیسے مجاہدین کو اپنے ہیلی کاپٹرز اور اسلحہ دے دیا کرے۔"

میں نے پارس سے کہہ دیا تھا کہ ہم بچ جائیں گے۔ وہ اسی سمت جا رہا تھا۔ میں نے بیس منٹ بعد افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر اپنے سپاہیوں اور حزب مومن کے مجاہدین کو دیکھا پھر پوچھا۔ "ہمارا اسلحہ کہاں ہے؟"

ایک سپاہی نے کہا۔ "سر! ابھی آپ نے اسلحہ اور ہیلی کاپٹر انہیں دیا ہے جنہیں گرفتار کرنے آئے تھے' وہ جا چکے ہیں۔"

"کیا؟" وہ بے یقینی سے سب لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اسے کچھ کہنے کے لیے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں کچھ آتا تو وہ بولتا۔ وہ چکرا کر ایک چارپائی پر بیٹھ گیا۔

ایک مجاہد نے پوچھا۔ "کیا تمہارا دماغی توازن ٹھیک ہے؟"

اس نے مجاہدین کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ان کے کمانڈر نے کہا۔ "جی ہاں! آپ کچھ ایب نارمل ہیں۔ آپ نے اپنے سپاہیوں کو خود ہی حکم دیا تھا کہ اسلحہ اور ہیلی کاپٹر ان کے حوالے کردیا جائے۔"

"ناں سنس۔ کیا میں پاگل ہوں کہ ایسا حکم دوں گا؟"

لیڈر نے کہا۔ "آفیسر! آپ نے ابھی ہم سے کہا ہے کہ امن و امان بحال کرنے کے لیے سرکاری فوج کو اپنا اسلحہ اور ہیلی کاپٹر وغیرہ مجاہدین کے حوالے کردینا چاہیے۔"

وہ دہاڑتے ہوئے بولا۔ "ہرگز نہیں۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔"

"آپ کے اپنے سپاہی گواہ ہیں۔"

چاروں سپاہیوں نے گواہی دی۔ افسر بیٹھا ہوا تھا۔ اچھل کر کھڑا ہوگیا پھر میری مرضی کے مطابق ڈانس کرنے لگا اسے تھکے تھکے لگاتے دیکھ کر مجاہدین قہقہے لگانے لگا۔ چاروں سپاہی اس کی منت کر رہے تھے۔ "سر! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ پلیز ڈانس نہ کریں ہماری انسلٹ ہو رہی ہے۔"

میں نے اس کے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی۔ وہ ناچتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں ڈانس نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن بے اختیار کر رہا ہوں۔ حاتم شہریار کا سیکیورٹی افسر بھی ایسی بے تکی حرکتیں کرچکا ہے۔ اس کا بیان سن کر ہمیں یقین نہیں آیا تھا۔ میں یہاں سے جا کر بیان دوں گا تو مجھ پر بھی عبوری حکومت کے عہدیدار اور فوج کے افسران یقین نہیں کریں گے۔"

اس نے ایک سپاہی سے کہا۔ "میرا ناچ کیا دیکھ رہے ہو۔ فوراً ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کرو۔"

"سر! کیسے کریں۔ ہمارا موبائل فون ہیلی کاپٹر میں رہ گیا ہے۔"

وہ ناچتے ہوئے بولا۔ "میں مجاہدین کے لیڈر سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنا فون یا ٹرانسیٹر ہمیں استعمال کرنے دے۔"

لیڈر نے کہا۔ "توبہ خانم ہماری مجاہدہ ہے اور دونوں صحافی ہمارے مہمان ہیں۔ ان کے خلاف ہیڈ کوارٹر میں رپورٹ کرنا چاہو گے تو ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کریں گے۔"

توبہ نے میری ہدایت کے مطابق موبائل ٹیلی فون کے ذریعے لیڈر کو مخاطب کیا پھر کہا۔ "میں خانم بول رہی ہوں۔ کل تک واپس آنے کی کوشش کروں گی اور کل تک اسلحے کے ساتھ مالی امداد بھی پہنچے گی۔ سرکاری فوج کے افسر کو فون اور ٹرانسیٹر استعمال کرنے دو لیکن یہ چیزیں ان کے لیے خود ہینڈل نہ کرو۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ لیڈر نے افسر سے کہا۔ "ناچنا بند کرو اور یہ فون لے کر اپنے لوگوں سے رابطہ کرو۔"

اس نے ڈانس کرتے ہوئے موبائل فون کو آپریٹ کیا لیکن ہیڈ کوارٹر کا نمبر نہ ملا سکا۔ جب بھی وہ نمبر ملاتا تھا' میں غلط کردیتا تھا۔ وہ جھنجلا کر بولا۔ "تمہارا فون خراب ہے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے۔"

وہ ناچتے ہوئے بولا۔ "میں تھک گیا ہوں۔ آخر کب تک ناچتا رہوں گا۔ پلیز سب مل کر مجھے پکڑو اور کہیں باندھ دو۔"

سپاہیوں نے اسے پکڑ کر ایک کھاٹ پر لٹا دیا۔ پھر اسے رسیوں سے اس طرح باندھ دیا کہ وہ ہلنے کے قابل نہیں رہا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پارس نے ہیلی کاپٹر کو تل سے پانچ کلومیٹر دور اتارا تھا تاکہ ہم کسی کی نظروں میں نہ آئیں۔ میں نے پارس اور توبہ سے کہا۔ "تم دونوں شہر میں کہیں قیام کرو۔ میں ہیلی کاپٹر لے کر تبت کے شہر لاسہ جا رہا ہوں۔"

میں نے پہلے ہی پارس کو مرینا کے حالات بتا دیے تھے کہ وہ بڑی مکاری سے ماسک مین کی پوری ٹیم کو مہالامہ کے ذریعے ہلاک کرا چکی ہے اور اس ٹیم کے ذریعے مہالامہ کے پانچ آقا نما جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتار چکی ہے اب وہاں صرف مہالامہ اور اس کا ایک خاص چیلا آتمارام رہ گیا ہے۔

وہ دونوں گرو چیلے اب مرینا پر شبہ کر رہے تھے۔ اس لیے روپوش ہوگئے تھے اور کسی وقت بھی اس پر قاتلانہ حملے کرسکتے تھے۔ میں نے مرینا کے ذریعے درس گاہ کے انچارج کے دماغ میں بھی جگہ بنائی تھی۔ وہاں دوسرے طلبا اور طالبات یوگا کی مشقیں کرتے رہتے تھے اس لیے میں مرینا کے علاوہ صرف انچارج کے دماغ میں ہی جا سکتا تھا۔

میں نے شہر لاسہ کے مندر اور درس گاہ کے قریب ہیلی کاپٹر کو اتارا۔ اس وقت انچارج گرو دیو کے حجرے میں قید ہوگیا تھا۔ آتما رام حجرے کے دروازے کو باہر سے بند کرکے کہہ رہا تھا کہ اس وقت انچارج کے اندر مرینا چھپی ہوئی ہے۔ اس لیے اسے قید کیا جا رہا ہے تاکہ مرینا باہر نکل کر اسے اور اس کے گرو دیو کو نقصان نہ پہنچائے۔

میں درس گاہ کی سیڑھیاں چڑھ کر چھت پر آیا۔ آتما رام حجرے کے دروازے کو باہر سے بند کرکے پہریدار کے طور پر بیٹھا ہوا تھا تاکہ مرینا انچارج کو آلہ کار نہ بنا سکے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی بولا۔ "کون ہو تم؟"

میں نے کہا۔ "تم نے مجھے حجرے میں بند کیا تھا۔ میں باہر آیا ہوں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔" اس نے تعجب سے بند دروازے کو دیکھا پھر دستک دے کر انچارج کو آواز دی۔ "کیشو راج! کیا تم اندر موجود ہو؟"

میں نے انچارج کو بولنے نہیں دیا۔ اس نے کئی بار دستک دے کر پوچھا۔ اندر خاموشی رہی۔ میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "مرینا نے میرا بھیس اور حلیہ بدل دیا ہے۔ اس لیے تم اپنی درس گاہ کے انچارج کو نہیں پہچان رہے ہو۔ میں باہر ہوں۔ اندر کوئی نہیں ہے۔"

اس نے اندر دیکھنے کے لیے جلدی سے دروازے کو کھولا۔ میں نے اسے ایک لات ماری وہ کھلے ہوئے دروازے سے اندر گیا۔ میں نے حجرے کے اندر آکر دروازے کو بند کردیا اس نے پلٹ کر حملہ کیا' میں نے حملہ روک کر ایک الٹا ہاتھ جماتے ہوئے کہا۔ "تم آتما شکتی کے ماہر یوگرفائٹر نہیں ہو۔"

پھر بھی اس نے پلٹ کر حملہ کیا اور پھر مار کھا کر پیچھے گیا اچھا قد آور اور مضبوط جسم اور مضبوط حوصلوں کا مالک تھا میں نے کہا "تمہاری پٹائی کرتے کرتے تمہیں زخمی کرنے میں بڑا وقت ضائع ہوگا۔ تم ایک گھنٹے تک سانس روکنے والی توانائی رکھتے ہو' بہتر ہے بارعیت سے بتا دو مہالامہ کنچن دیو کہاں روپوش ہے؟"

لیکن وہ پٹائی کو ترجیح دے رہا تھا۔ بار بار حملے کر رہا تھا۔ جب میرا ہاتھ اس کے جسم پر پڑتا تھا تو وہ سانس روک لیتا تھا۔ سانس جسم میں بھرتے ہی وہ فولاد کی طرح سخت ہوجاتا تھا۔ میرا ہاتھ جیسے کھال منڈھے ہوئے لوہے پر پڑتا تھا۔ کئی بار اپنے ہاتھ اور اپنی لاتیں آزمانے کے بعد یقین ہوگیا کہ نہ وہ زخمی ہوگا نہ مجھے اس کے دماغ سے مہالامہ کا سراغ ملے گا۔

اسی وقت اس نے چاقو نکال لیا' میں نے کہا "واہ بھئی! یہ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ لاؤ چاقو مجھے دے دو۔"

اس نے حملہ کرنے کے انداز میں چاقو پکڑ کر پینترا بدلتے ہوئے کہا "زندہ رہنا چاہتا ہے تو دروازے سے ہٹ جا۔"

انچارج میرے پیچھے سہما کھڑا ہوا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر بھاگنے لگا۔ آتما رام نے بھی چاقو لے کر میری طرف دوڑ لگائی میں پینترا بدل کر ایک طرف ہوا' وہ چوکھٹ سے ٹکرایا۔ میں نے اسے آرم لاک لگا کر چاقو چھین لیا۔ پھر اس چاقو سے اس کے جسم پر ایک ہلکا سا زخم لگایا۔ اس کے منہ سے ایک ہلکی سی کراہ نکلی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر چشم زدن میں معلوم کیا کہ مہالامہ اسی ہاسٹل میں مرینا کے کمرے میں چھپا ہوا ہے۔

میں اس چیلے کو مارتا اور رگیدتا ہوا درس گاہ کے دفتر میں لایا۔ اس کے ہاتھوں کو پشت پر باندھ کر منہ پر ٹیپ لگایا پھر کانوں اور گردن کے گرد لپٹنے والی اونی ٹوپی سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔ اس کے بعد اسے دھکا دیتے ہوئے ہاسٹل میں لے کر آیا۔ اچانک انچارج نے راہداری میں آکر ریوالور سے نشانہ لے کر بولا "آتما رام کو چھوڑ دو۔"

میں نے اس کی کھوپڑی پر خیال خوانی کی چپت لگائی اس نے ریوالور کو میری طرف اچھال دیا۔ میں نے اسے کیچ کرکے کہا "ادھر آؤ۔"

وہ قریب آیا' میں نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر فرش پر گرا پھر بے ہوش ہوگیا۔ میں اس کے دماغ سے یہ معلوم کرچکا تھا کہ مرینا ہاسٹل کے کمرا نمبر بارہ میں رہتی ہے۔ میں نے راہداری سے گزرتے ہوئے آتما رام کو دھکے دے کر آگے چلاتے ہوئے مرینا کی سوچ پڑھی۔

مہالامہ اس کے کمرے میں پلنگ کے نیچے چھپا ہوا تھا۔ وہاں سے نکل کر مرینا پر گولی چلا رہا تھا۔ وہ اچھل کر ایک طرف ہوگئی۔ گولی سے تو بچ گئی لیکن توازن قائم نہ رکھ سکی' فرش پر گر پڑی۔ اس کا دوسرا فائر بھی خالی گیا۔ تیسری گولی مرینا کی ٹانگ کو چھو کر گزری۔ وہ موت کے خوف سے چیخنے لگی۔

خوف لازمی تھا۔ جبکہ وہ کبھی خوف زدہ نہیں ہوتی تھی۔ شاید اس لیے کہ ہر خطرناک موڑ سے اپنی ذہانت اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے بچ نکلتی تھی۔ اس بند کمرے سے بچ نکلنا ناممکن تھا لہٰذا اُسے موت کا یقین ہوگیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ خدا مہربان ہو تو آسمان سے مدد پہنچتی ہے۔

میں نے مرینا کی چیخ سنتے ہی دروازے کے لاک پر گولی ماری اس کے ساتھ آتما رام کو دھکا دیا۔ وہ دروازے سے ٹکراتا ہوا اندر گیا۔ مہالامہ نے اپنی حفاظت کے لیے اندر آنے والے پر گولیوں کی بوچھار کردی' اپنے ہی چیلے کو ہلاک کردیا۔

جب اس کے چہرے پر سے نقاب ہٹایا تب مہالامہ کو اپنی غلطی کا علم ہوا۔ وہ ریوالور کا رخ کھلے ہوئے دروازے کی طرف کرتے ہوئے بولا "باہر کون ہے؟ کس نے میرے چیلے کو یہاں دھکا دیا تھا؟"

کمرے میں روشنی تھی اور راہداری میں جہاں میں کھڑا ہوا تھا' وہاں تاریکی تھی۔ میں تاریکی سے روشنی کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "گرو گھنٹال! تم نے آخری تین گولیاں اپنے چیلے پر خرچ کردیں اب تم میرے ہاتھوں خرچ ہونے کے لیے رہ گئے ہو۔"

مرینا نے پہلے میری آواز سنی' پھر میرے روشنی میں آتے ہی خوشی سے چیخ کر بولی "پاپا۔ پاپا۔ پاپا۔ پاپا۔"

اسے موت کا پورا یقین ہونے کے بعد زندگی مل رہی تھی۔ وہ مارے خوشی کے پاپا کی گردان کرتی چلی گئی۔ موت کی دہشت اور حیاتِ نو کی مسرتوں نے اسے کچھ بولنے نہیں دیا۔ وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی سر اٹھا کر مجھے دیکھنے کے بعد بڑے اعتماد سے بے ہوش ہوگئی۔ اس کا سر فرش سے ٹک گیا۔ اعتماد یہ تھا کہ اب کوئی دشمن اسے نہیں مار سکے گا۔

مہالامہ کنچن دیو گولیوں کا حساب بھول گیا تھا' اسے میری بات کا یقین نہیں آیا کہ ریوالور خالی ہوگیا ہے۔ اس نے دوبارہ میرا نشانہ

لگا کر ٹریگر کو دبایا۔ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ خاموشی چھا گئی میں اسے نظرانداز کرنے لگا جیسے اس کی کوئی اہمیت نہ ہو۔ میں کمرے میں داخل ہو کر اطمینان سے چلتے ہوئے ایک میز پر آیا۔ وہاں سے پانی کا جگ اٹھانے لگا۔ وہ مجھے غافل سمجھ کر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے کہا "ایک گولی چلے گی اور لنگڑے ہو جاؤ گے اور تم نے تو دیکھا ہی ہے کہ مرینا زخمی ہونے والوں کے دماغوں میں گھس آتی ہے۔"

وہ دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا لیکن میرا ریوالور اس کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ شاید سوچ رہا تھا کہ وہ ایک ہی چھلانگ میں دروازہ پار کرتے ہوئے راہداری کے اندھیرے میں گم ہو سکتا ہے یا نہیں؟"

اس کے لیے اس نے مجھے باتوں میں الجھایا۔ مجھ سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"تم پر برا وقت بن کر آیا ہوں' لہٰذا دوست نہیں ہو سکتا۔"

میں نے میز پر سے جگ اٹھا لیا تھا۔ مرینا پر پانی چھڑک کر اسے ہوش میں لانا چاہتا تھا۔ میں نے اس مقصد کے لیے مرینا کی طرف رخ کیا اسی لمحے میں اس نے دروازے کی سمت چھلانگ لگائی۔ چھلانگ کے معنی ہیں فضا میں اڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنا لیکن ابھی وہ فضا میں ہی تھا کہ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ چیختا ہوا یوں دروازے کی چوکھٹ پر گرا کہ آدھا باہر' آدھا اندر رہ گیا۔

مہالامہ کنچن دیو پہلوان تھا۔ پتا نہیں کتنے گھنٹوں تک سانس روک لیتا تھا۔ آئندہ دماغ میں جا کر معلوم ہو سکتا تھا۔ ویسے مہالامہ جیسے اہم اور غیر معمولی کردار جب دو کوڑی کے ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے متعلق کچھ معلوم کرنا ضروری نہیں رہ جاتا۔ بہرحال وہ فولادی جسم کا مالک تھا۔ چوکھٹ پر گرنے کے باعث کوئی خاص چوٹ نہیں آئی لیکن میرے ریوالور کی گولی اس کی ران میں پیوست ہو گئی تھی وہ اس کے اندر انگارے کی طرح جل رہی تھی اور اس کے دماغ میں میری خیال خوانی کا شعلہ بھڑک چکا تھا۔

وہ کراہتے ہوئے سوچ رہا تھا "آہ! پتا نہیں یہ کون بلائے ناگہانی کی طرح آ گیا ہے.... پر ہو! کیا میرا انتم سے آ گیا ہے؟"

میں اپنا ریوالور اس کی طرف پھینک کر مرینا پر جھکا اور اس کے چہرے پر پانی چھڑکنے لگا۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ ابھی وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ کہاں ہے اور کس حال میں؟ ادھر مہالامہ نے میرے پھینکے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر دیکھا۔ اس کے چیمبر میں گولیاں تھیں اس نے پہلے تو مجھے حیرانی سے دیکھا۔ پھر سمجھ گیا۔ میری طرف ریوالور پھینکتے ہوئے بولا "میں نادان نہیں ہوں تم میرے اندر رہو' مجھے گولیاں چلانے نہیں دو گے۔"

مرینا اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "پاپا! آپ نے باپ ہونے کا حق ادا کر دیا' ہزاروں میل دور سے اپنی بیٹی کو نئی زندگی دینے آ گئے۔"

"میں نے ایک عرصہ پہلے جب تمہیں بیٹی کہا تھا' مسلسل تمہیں ایک باپ کی محبت اور توجہ دے رہا ہوں لیکن تم نے کبھی بیٹی ہونے کا حق ادا نہیں کیا۔"

"پاپا! مجھے شرمندہ نہ کریں۔ مجھے ایک موقع اور دیں اس بار میں سچ مچ بیٹی بن کر دکھاؤں گی۔"

"تم ایک موقع مانگ رہی ہو۔ میں پہلے دن سے مواقع دیتا آ رہا ہوں' آئندہ بھی دیتا رہوں گا۔"

اس نے مہالامہ کو دیکھتے ہوئے فرش پر سے ریوالور کو اٹھا لیا۔ میں نے پوچھا "گولی مارو گی؟"

"ہاں۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"کیا بہت غصے میں ہو؟"

"او پاپا! کیا مجھے غصہ نہیں آنا چاہئے؟"

"بالکل نہیں آنا چاہئے۔ تم اپنا غصہ گرو دکشنا میں دے چکی ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی "آپ کیسے جانتے ہیں؟"

"میں نے ابھی گرو دیو کے خیالات پڑھے ہیں۔ میں تمہاری حفاظت کے لیے ان کا دشمن بن کر آیا تھا لیکن خیالات پڑھ کر قائل ہو گیا ہوں کہ یہ بہت بڑے گیانی ہیں۔"

"پاپا! آپ دشمن کی تعریف کر رہے ہیں؟"

"تم نے جس زبان سے گرو دیو کہاں ہے اسی زبان سے دشمن نہ کہو۔ آخر یہ انسان ہیں ان سے ایک چھوٹی سی غلطی ہو گئی۔ غلطیاں ہم سے تم سے بھی ہوتی ہیں۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں اسے زندہ چھوڑ دوں؟"

"تم اپنا غصہ گرو دیو کو دے چکی ہو' دی ہوئی چیز واپس نہیں لیا جاتی۔ پھر یہ تم نے گرو سے حاصل کی ہوئی تعلیمات کے صلے میں دیا ہے۔ کیا انکار کر سکتی ہو کہ تم نے ان سے آتما شکتی کا غیر معمولی علم حاصل نہیں کیا ہے؟"

"میں تسلیم کرتی ہوں۔ اس معاملے میں یہ ایک عظیم معلم ہیں۔"

"تو پھر اپنا دیا ہوا غصہ واپس نہ لو۔ دماغ کو اس لعنت سے بالکل خالی کر کے فیصلہ کرو' کیا طیش اور جنون میں آئے بغیر کوئی کسی کو قتل کر سکتا ہے؟"

اس کا سر جھک گیا' ریوالور کی نال بھی جھک گئی۔ میں نے کہا "گرو دیو کو دیکھو' بے حس و حرکت پڑے ہوئے ہیں۔ کسی کے جسم میں بلٹ گھس جائے تو وہ تکلیف کی شدت سے چیخیں مارتا ہے اور بے ہوش ہو جاتا ہے لیکن یہ ایک آدھ بار کراہنے کے بعد خاموش ہیں اور ہوش و حواس میں ہیں' جانتی ہو یہ کیا ہے؟"

"شاید آتما شکتی کا کمال ہے۔"

"ہاں۔ آؤ ان کے اندر چلیں۔"

ہم دونوں ان کے اندر آئے۔ اندر وہ گولی جلتا ہوا انگارا بنا ہوئی تھی۔ اس لیے وہ پوری طرح سانس نہیں روک سکتے تھے لیکن سانس کھینچ کھینچ کر درد کے احساس کو زائل کر رہے تھے۔ بلٹ آدھے سے زیادہ ران میں پیوست ہوا تھا۔ انہوں نے دو انگلیوں سے اس بلٹ کو پکڑ کر باہر کھینچ لیا اور ادھر کا گوشت ذرا پھٹ گیا تھا۔ انہوں نے خون کا بہاؤ روکنے کے لیے اس پر ہتھیلی رکھ لی اور سنسکرت زبان میں زیرلب کوئی منتر پڑھنے لگے۔

میں نے مرینا سے کہا "جاؤ مرہم پٹی کا سامان لے آؤ۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر درس گاہ کی ڈسپنسری کی طرف چلی گئی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ مہالامہ بڑے سکون سے لیٹے ہوئے تھے۔ ان کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ ہندوستان میں پیدا ہوئے تھے۔ بی اے تک تعلیم حاصل کی تھی۔ بچپن سے ہی ایک غیر معمولی آدمی بننے کی لگن تھی۔ وہ یاترا اور بھگتی کے لیے بنارس اور متھرا گئے۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار کے احاطے میں تقریباً ایک برس تک چلہ کشی کی پھر گیان حاصل ہوا کہ انہیں آتما شکتی کے لیے تبت کے شہر لاسہ جانا چاہئے۔

یہاں آ کر انہوں نے کئی برس تک سخت محنت' عبادت اور ریاضت کی' اب تین گھنٹوں تک سانس روک کر مردہ ہو جاتے ہیں اور آتما شکتی سے پھر اپنے مردہ جسم میں واپس آ جاتے ہیں۔ وہ کہتے تھے جسم بیمار ہوتا ہے روح کبھی بیمار یا کمزور نہیں ہوتی' جسم پر لگنے والا بلٹ روح کو نہیں لگتا۔ ایسے وقت یوگا شکتی کے ذریعے سانسوں کو زیادہ سے زیادہ قابو میں رکھا جائے اور تکلیف کو مٹانے کی کوشش کی جائے تو یوگا اور آتما شکتی کے ذریعے تمام تکالیف معدوم ہو جاتی ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ وہ گہرے زخم کے باوجود سکون اور آرام سے لیٹے ہوئے تھے۔ مرینا درس گاہ سے واپس آ گئی۔ مرینا کو لے آئی کیونکہ مہالامہ کنچن دیو انگریزی ادویات استعمال نہیں کرتے تھے۔ وید اپنے ایک معاون کی مدد سے ان کے علاج میں مصروف ہو گیا۔ میں مرینا کے ساتھ درس گاہ سے جانے لگا۔ وہاں طلبا و طالبات کی بھیڑ لگ رہی تھی وہ ہم دونوں کو مجرم سمجھ رہے تھے۔ ہمیں شکایت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جبکہ انہیں ہم پر غصہ آنا چاہئے تھا لیکن گرو دیو تعلیم شروع کرنے سے پہلے ہر طالب علم کا غصہ گرو دکشنا میں مانگ لیتے تھے۔ پھر اس لیے بھی غصہ نہیں تھا کہ ہم نے صرف زخمی کیا تھا اور خود وید کو بلا کر علاج بھی کرا رہے تھے۔

ہم درس گاہ کے دفتر میں آ کر بیٹھ گئے۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے مہالامہ کو مخاطب کیا۔ پہلے مرینا نے کہا "گرو دیو! میرے پاپا نے سمجھایا' غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے' میں یہ بات سمجھ گئی۔ اب سے درمیان جو کچھ ہوا اسے آپ بھول جائیں' میں بھی بھول جاؤں ہوں۔ آپ کو یہ بتانے آئی ہوں کہ پاپا کے ساتھ جا رہی ہوں۔"

"جاؤ اور جہاں جاؤ دوسروں کو خوشیاں دو اور خوش رہو۔ میں تمہارے پاپا کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

میں نے کہا "میں موجود ہوں اور آپ کے مہاگیانی ہونے کا اعتراف کرتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ عالم خواہ کسی مذہب کا ہو' اسے اپنی طبعی عمر تک جینا چاہئے تاکہ اس کی ذات سے دنیا کو علم حاصل ہوتا رہے۔"

"تم مجھے قتل کر سکتے تھے مگر طبعی عمر تک جینے دے رہے ہو بہت عظیم انسان ہو۔"

"انسانیت کی راہ میں عظمت حاصل ہوتی ہے۔ میں پاکستانی سیاست اور حکومت کے معاملات میں نہیں پڑتا البتہ وہاں رہ کر میں نے تخریب کاروں اور غیر ملکی ایجنٹوں کا محاسبہ کیا ہے۔ اس میں آپ کے بھارتی سراغرساں بھی تھے۔ میرے بیٹے پارس نے ہندوستان جا کر را تنظیم میں رہ کر تمہاری حکومت کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ ایک بہت بڑے سیاستدان اور دو ہزار ہندوستانیوں کو زہر خورانی سے بچایا۔ آپ سے بھی درخواست ہے کہ ذات اور مذہب سے بالاتر ہو کر انسانیت کی بھلائی کے لیے آتما شکتی کو کام میں لائیں۔ آپ نے مرینا کو ہندو بنانے اور صرف ہندوستانی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کر کے ایک غلطی کی۔ آپ بہت ذہین ہیں' دوبارہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔"

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا "آپ کے چھ چیلے جو آتما شکتی حاصل کر چکے تھے' وہ فنا ہو گئے۔ آپ نے انہیں را تنظیم کے لیے ٹیلی پیتھی کے مقابلے میں تیار کیا تھا۔ ابھی آپ کے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ آپ کو غلطی کا احساس ہو گیا ہے اور آپ یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ اپنے غیر معمولی علم کو انسانیت کی بھلائی کے لیے استعمال کریں گے۔ میں پھر کبھی آپ سے رابطہ کروں گا۔ اگر آپ انسانیت کی راہ پر رواں دواں رہے تو میں آپ کا جاں نثار دوست بن کر رہوں گا۔ تب تک کے لیے خدا حافظ۔"

میں اور مرینا اس کے دماغ سے چلے آئے۔

○☆○

محبت میں صداقت ہو تو وہ مٹائی نہیں جاتی اور بار بار برین واش کرنے کے باوجود بھلائی نہیں جاتی۔ ٹائی برین واشنگ کے مطابق پچھلی زندگی بھول چکی تھی لیکن کبھی کبھی گم شدہ یادوں سے علی کی خوشبو آتی تھی۔

پہلے وہ الپا کے بھیس میں چھپی ہوئی تھی۔ دنیا والوں سے چھپنے میں کامیاب ہونے کے باوجود علی پر ظاہر ہو گئی تھی اور علی کو پہچانتے پہچانتے بھول جاتی تھی۔

پھر وہ انجانے خطرناک محبوب سے چھپنے کے لیے الپا کے خول سے نکل آئی۔ اس نے ایک لڑکی لارا کا بھیس بدل لیا لیکن علی وہاں لارا کا منیجر موسس بن کر پہنچ گیا۔ اس نے ٹائی کو یقین دلایا کہ وہ کہیں محفوظ نہیں ہے۔ اگر وہ چاہتا تو موسس کے روپ میں اسے اعصابی کمزوری کی دوا پلا کر بے مور گن کو اس کے دماغ پر مسلط کر دیتا اور اس میں شبہے کی کوئی گنجائش بھی نہ ہوتی۔ علی کے ہاتھ میں

وہ چائے کی پیالی تھی جسے وہ پینے والی تھی اور جس میں اعصابی کمزوری کی دوا حل کی گئی تھی۔ تب وہ مان گئی کہ علی اس کا سچا دوست ہے اور جب تک یادداشت کی بندھی ہوئی گرہ نہیں کھلے گی' وہ اپنے محبوب پر اندھا اعتماد کرتی رہے گی۔

علی نے کہا "میں اکثر سوچتا ہوں' کسی دشمن نے میرا اور تمہارا برین واش کیا ہے۔ ہمارے دماغوں سے پچھلی زندگی بھلا کر ہمیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ہماری مرضی کے خلاف ہمیں استعمال کررہا ہے۔"

"جب سے تم ملے ہو' میں بھی اسی پہلو سے سوچ رہی ہوں۔ اگر میں سلوانہ نہیں ہوں تو کسی نے مجھے سلوانہ بنا کر میری اصلی شناخت گم کردی ہے اور جس نے بھی ایسا کیا ہے' وہ کوئی کھیل تماشا نہیں کررہا ہوگا۔ مجھے سلوانہ بنا کر نامعلوم فوائد حاصل کررہا ہوگا۔"

"صاف ظاہر ہے' سپرماسٹر اور جان لیوڈا تمہاری ٹیلی پیتھی اور ذہانت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"ہاں' میں یہ بھی سوچتی ہوں' لیکن انہوں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے مجھے ایک غیر معمولی علم دے کر احسان کیا ہے۔"

"کیا تمہارے ماں باپ کو اور تمہارے محبوب کو چھین کر تم پر احسان کیا گیا ہے؟ کیا ایسا علم قابلِ قبول ہوتا ہے' جو خون کے اور محبت کے رشتوں کو بھلا دیتا ہے؟"

"تم مل گئے ہو تو بچھڑے ہوئے والدین بھی مل جائیں گے۔"

"والدین مل جائیں گے لیکن یادداشت واپس آنے پر پتا چلے کہ تمہارا محبوب یا شوہر کوئی اور ہے اور وہ میں نہیں ہوں تو تمہارا دل کس طرح ٹوٹے گا۔"

"اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو سے سوچا ہی نہیں تھا۔ شاید اس لیے کہ میں روح کی گہرائیوں سے تمہیں اپنا مانتی ہوں۔ یہ سوچنا ہی نہیں چاہتی کہ کوئی دوسرا شخص مجھے چھو بھی سکتا ہے۔"

"خدا نے تمہیں ذہانت دی ہے' تمہیں یہ سمجھنا چاہئے اور اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرنے کی معقول تدبیر کرنا چاہئے۔"

"کیا تمہارے ذہن میں کوئی تدبیر ہے؟"

"ایک ہی راستہ ہے کہ ہم کسی ہپناٹائز کرنے والے پر بھروسا کریں۔ وہ ہمیں ٹرانس میں لاکر پچھلی زندگی کے متعلق سوالات کرے اور ہم اسے جوابات دیں' انہیں کیسٹ میں ریکارڈ کرتا جائے۔"

"ہاں۔ اس طرح ماضی آئینے کی طرح صاف ہوجائے گا لیکن کسی عامل پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہ کوئی دشمن نکلا تو پھر ہمیں تخریبی عمل میں جکڑ لے گا۔"

"اگر تم تنہا ہوتیں یا میں تنہا ہوتا تو یہ اندیشہ بجا ہوتا لیکن جب تم پر عمل ہوگا تو میں تمہارے پاس موجود رہوں گا اور عامل کو غلط عمل کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ اسی طرح مجھ پر عمل کیا جائے گا تو تم میرے پاس موجود رہو گی اور عامل کو کسی دشمن یا مکاری کا موقع نہیں دو گی۔"

"بے شک یہ نہایت ہی محفوظ رکھنے والا اور مطمئن کرنے والا طریقہ کار ہے۔"

علی نے کہا "ہمیں ہر کام خدا کا نام لے کر کرنا چاہیے۔ ہم قطعیت سے نہیں کہہ سکتے کہ ہم یہودی ہیں عیسائی ہیں یا مسلمان ہیں اور ہمیں خدا کو کیا کہنا چاہئے۔"

"ہاں۔ ہمیں یقین سے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہماری مذہبی شناخت کیا ہے۔"

"اتنی بڑی دنیا میں صرف ایک ہی جگہ ایسی ہے جہاں یہودی' عیسائی اور مسلمان تینوں اپنے اپنے خدا کو یاد کرنے آتے ہیں۔ وہ تینوں کی عبادت کا مشترکہ مقام ہے اور وہ ہے بیت المقدس۔"

"درست ہے۔"

"ہمیں پچھلی زندگی کو یاد کرنے کے لیے اپنی تدبیر پر عمل بھی کرنا چاہئے اور خدا سے کامیابی کی دعا بھی مانگنی چاہئے ہم بیت المقدس جاکر خدا سے پوچھیں گے' اے ہمارے معبود! ہماری مذہبی شناخت کیا ہے۔۔۔؟ ہمیں اپنی دعاؤں کا جواب ضرور ملے گا۔"

"میں ضرور چلوں گی۔ تم جاؤ اور پاک صاف ہوکر مختصر سا سفری سامان لے آؤ۔"

"میں ہمیشہ پاک صاف رہتا ہوں اور مجھے کبھی سفری سامان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میری کار میں کافی رقم ہے اور کریڈٹ کارڈ بھی ہے۔ ہم جہاں رہیں گے وہاں ضرورت کا سامان خرید لیں گے۔"

وہ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر بیڈ روم میں گئی۔ لڑکیاں کہیں جانے کے لیے گھنٹوں میک اپ کرتی اور زلفیں سنوارتی ہیں پھر لباس کے انتخاب میں بھی وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہ دس منٹ میں واپس آگئی پھر وہ دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ علی نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی ثانی نے کہا "جان لیوڈا کسی وقت بھی مجھ سے رابطہ کرسکتا ہے۔ میں اس سے کہہ دوں گی کہ لارا کی حیثیت سے اپنے مگنیٹر موسس کے ساتھ یروشلم جارہی ہوں۔"

"اس بات کو لیوڈا کے مزاج کے مطابق اور معقول بنا سکتی ہو۔ اس سے کہہ سکتی ہو کہ ایک گولڈن برین واسکوڈی تھرایرو شلم میں رہتا ہے۔ تم اسے ٹریپ کرنے جارہی ہو۔"

"واقعی یہ بہانہ معقول رہے گا۔ کچھ عرصہ پہلے تم ہامیلا کے ساتھ واسکوڈی تھرا کی رہائش گاہ میں مقیم تھے اور وہیں تم نے ایک گولڈن برین کے دماغ سے لیوڈا کو نکالا تھا۔"

وہ ساحلی راستے سے اشکیلان کی سمت جارہے تھے۔ وہاں سے ایلات پہنچ کر پھر بیت المقدس کا رخ کرنے والے تھے۔ اتنی دیر وقت لیلیٰ نے رابطہ کیا' کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے پوچھا "ہیلو بیٹا! کیسے ہو؟ میں پچھلی رات سے تمہارے پاس نہ آسکی' بہت معذرت خواہ ہوں۔"

"می! آپ کی دعاؤں سے بخیریت ہوں۔ ثانی میرے پاس لارا کے روپ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ بتائیں مصروفیت کیا تھی؟ کوئی تشویش کی بات تو نہیں ہے؟"

"تشویش تھی' وہ دور ہوگئی۔ تمہاری آنٹی یعنی ہونے والی ساس سلطانہ ماں بننے والی ہے۔ کچھ کمزور ہوگئی ہے' میں کل سے اس کی تیمارداری میں لگی ہوئی تھی۔"

"اب تک خوشخبری ملے گی؟"

"کوئی آٹھ مہینے بعد۔ پہلے سسٹر (سونیا) کی زچگی ہوگی پھر سلطانہ ماں بنے گی' اپنے موجودہ حالات بتاؤ۔"

علی نے ثانی سے کہا "سلوانہ! ابھی میرے پاس جے مورگن آیا تھا۔ میں نے اس سے بیس سیکنڈ بعد آنے کے لیے کہا ہے۔ وہ آتا ہی ہوگا۔ تم اس وقت تک مجھے مخاطب نہ کرنا جب تک میں تمہیں مخاطب نہ کروں۔"

اس نے "اوکے" کہا۔ علی خاموشی سے ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔ یہ تاثر دینے لگا کہ جے مورگن محوِ گفتگو ہے۔ اس نے لیلیٰ کو پچھلی رات سے اب تک کے واقعات سنائے کہ ثانی کس طرح الپا سے لارا بن گئی ہے اور وہ خود لارا کے منگیتر موسس کے بھیس میں ہے پھر اس نے کہا "امی! ثانی کو اب اپنی پچھلی زندگی یاد آنا چاہئے۔"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے یہ پھر ہماری ہوجائے گی۔"

"لیکن یہ کسی کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔"

"بیٹے! ہم اس کی بھلائی کے لیے اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرسکتے ہیں۔"

"ابھی تقریباً دو گھنٹے پہلے مجھے موقع ملا تھا۔ میں اسے کمزوری میں مبتلا کرسکتا تھا لیکن میں اپنے پیار کو کمزور نہیں دیکھنا چاہتا۔"

"یہ تم جذباتی اور احمقانہ بات کہہ رہے ہو۔ اسے دماغی کمزوری نقصان نہیں پہنچائے گی بلکہ ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مضبوط قلعے میں پہنچائے گی۔"

"آپ درست کہہ رہی ہیں لیکن یہ اس طریقۂ کار پر آمادہ ہے کہ کوئی ہپناٹائز کرنے والا اس پر عمل کرکے ماضی یاد دلائے اور اس عمل کے دوران میں موجود رہوں تاکہ کوئی عامل شرارت یا ہوشیاری سے اسے اپنی معمولہ نہ بنائے۔"

"کیا تمہاری نظروں میں ایسا کوئی عامل ہے جو ثانی کی اصلیت معلوم ہونے کے بعد راز دار رہے گا؟"

"جی ہاں' بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا ایسا ایک عامل یروشلم میں رہتا ہے۔ آپ ادارے سے اس کا موجودہ پتا معلوم کرکے مجھے بتا سکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے' میں ابھی پانچ منٹ میں آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ علی انتظار کرنے لگا۔ وہ اپنی خاموشی سے ثانی پر ظاہر کررہا تھا کہ ابھی تک جے مورگن سے گفتگو جاری ہے' لیلیٰ نے واپس آکر کہا "بیٹے! اس عامل کو ادارے میں واپس بلایا گیا تھا اور اب اسے کسی دوسرے مشن پر بھیجا گیا ہے۔"

"پھر تو یہ مسئلہ ہوگیا۔"

"ثانی کو دماغی طور پر کمزور کردیا اسے راضی کرو کہ وہ ہم میں سے کسی کو اپنے دماغ میں آنے دے۔"

"وہ پوچھے گی کون دماغ میں آئے گا؟ میں کیا جواب دوں گا؟ مجھے تو جے مورگن کا نام بتانا ہوگا اور وہ کسی یہودی کو آنے نہیں دے گی۔ وہ لیوڈا کے حوالے سے پاپا کو اور ہمارے خاندان کو اپنا دشمن سمجھتی ہے۔"

"سیدھی سی بات ہے' اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرو۔"

"میں ثانی کے ساتھ بیت المقدس جارہا ہوں۔ اس نیت سے جارہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول کرے گا اور جب اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر نیت کی ہے تو مجھے ثانی کو کمزوری میں مبتلا نہیں کرنا چاہئے۔ اب اس کی واپسی کے لیے جو راستہ نکلے گا' اللہ کی طرف سے نکلے گا۔"

"خدا تمہارے ایمان کو اور مستحکم کرے۔ میں جارہی ہوں' گھنٹے دو گھنٹے بعد آؤں گی۔"

اس کے جانے کے بعد علی نے ایک گہری سانس لے کر ثانی سے کہا "مورگن چلا گیا ہے۔"

"وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

"سرکاری معاملات پر بول رہا تھا۔"

"وہ جو بول رہا تھا' وہ مجھے نہیں بتاؤ گے؟"

"تم لیوڈا اور سپرماسٹر کی باتیں مجھے نہیں بتاتی ہو پھر گولڈن برینز کی باتیں مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"پہلے نہیں بتاتی تھی۔ آج تو تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں مجھ سے جو پوچھو گے وہ بتاؤں گی۔ جب تک میں خود کو نہیں پہچانوں گی تب تک غیر جانبدار رہوں گی۔"

"میں بھی غیر جانبدار رہوں گا اور لیوڈا سے تعلق رکھنے والے تمہارے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا۔"

"یہ موضوع ختم کرو' ہم اپنی باتیں کریں گے۔"

"ہاں اور اپنی بات یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم کافی پئیں گے کیونکہ اعصابی کمزوری پیدا کرنے والی چائے تمہارے ڈرائنگ روم میں چھوڑ آئے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "وہ چائے تمہیں پلانے والی تھی۔ بعض اوقات ہم سے انجانے میں بڑی غلطیاں ہوجاتی ہیں۔"

"بھئی' غلطیوں میں مجھے شامل نہ کرو' میں غلطیاں نہیں کرتا۔"

"او نو' بڑے فرشتے آئے ہو۔ جناب سے کبھی غلطی ہی نہیں ہوتی۔"

"تمہارے معاملے میں نہیں ہوتی۔ جب بھی تم نے غلط راستے پر مجھے ڈالنا چاہا' میں نے صحیح راستے پر آکر تمہیں پکڑ لیا۔"

ثانی نے دل میں تسلیم کیا جب سے تل ابیب کے ائرپورٹ پر سامنا ہوا تھا' تب سے وہ اسے ہر بھیس میں پہچانتا اور اسے متاثر کرتا آرہا تھا۔ انہوں نے انٹیلیجنس پنچ کرسینڈوچز کھائے پھر کافی پینے لگے اس بار جے مورگن نے رابطہ کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کیے۔ ان ہی لمحات میں لمبوڈا نے ثانی سے رابطہ کیا۔ ثانی اُدھر اور علی اِدھر مصروف ہوگیا۔

جے مورگن نے علی سے کہا "سر! یہ الپا واقعی مشکوک ہوتی جارہی ہے۔"

"ہوں۔ وضاحت کرو۔"

"وہ جہاں سے ایک گولڈن برین جان نوبل سے فری ہو رہی ہے۔ اس نے آج رات اسے ڈنر کی دعوت دی ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کسی گولڈن برین سے ذاتی تعلقات قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے اور وہ درپردہ تعلق قائم کرکے خلافِ ضابطہ حرکتیں کررہی ہے۔"

"جی ہاں۔ وہ گولڈن برین جان نوبل کے دماغ میں آتی ہے۔"

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"ابھی آدھا گھنٹا پہلے میں نے جان نوبل سے فون پر رابطہ کرنا چاہا' پتا چلا فون خراب ہے لہٰذا میں نے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرنا چاہا' وہاں پہنچتے ہی الپا کا لہجہ سنائی دیا وہ کہہ رہی تھی "مسٹر جان! میں ابھی فون پر رابطہ کررہی تھی۔ پتا چلا تمہارا فون خراب ہے اس لیے مجبور ہوکر تمہارے دماغ میں آئی ہوں۔"

گولڈن برین جان نوبل نے کہا "کوئی بات نہیں۔ بولو کیا کام ہے؟"

"میں یہ کہنے آئی ہوں کہ تمام گولڈن برینز خود کو راز میں رکھنے کے لیے بہت محتاط رہتے ہیں۔ خود کو کبھی کسی پر ظاہر نہیں کرتے لیکن میں نے نیو ایئرس نائٹ کی پارٹی میں تمہیں پہچان لیا ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "کیا کہہ رہی ہو؟ تم نے کیسے پہچان لیا؟"

"تمہاری آواز اور لہجے سے۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ اس پارٹی میں ٹیلی پیتھی جاننے والے آسکتے ہیں۔ میں اور جے مورگن تمہاری آواز اور لہجے کو پہچانتے ہیں۔ تمہیں وہاں لہجہ بدل کر بولنا چاہئے تھا جب تم میجر کی جوان بیٹی سے گفتگو کررہے تھے تب میں تمہارے قریب ہی تھی۔"

"اوہ گاڈ! مجھے خیال نہیں رہا تھا کہ میں اپنے لہجے میں بول رہا ہوں۔"

"کیسے خیال رہتا' میجر کی بیٹی حسین بھی ہے اور جوان بھی۔ تمہیں فری ہونے کا موقع بھی دے رہی تھی۔"

"یہ..... یہ بات نہیں ہے' تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"میں اتنی دیر سے تمہارے دماغ میں ہوں۔ ذرا اندازہ کو میں نے تمہیں باتوں میں لگا کر کتنے چور خیالات پڑھے ہیں۔"

"یہ دیکھو' یہ غلط بات ہے' میں چور خیالات نہیں پڑھنے دوں گا۔ سانس روک رہا ہوں۔"

"اگر سانس روکو گے تو میں تمہاری بے پروائی کی رپورٹ تمام گولڈن برینز کے سامنے پیش کروں گی۔ وہ اس اندیشے کے تحت تم سے یہ عہدہ چھین لیں گے کہ میری طرح کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا دشمن بھی تمہارے لہجے کو سن چکا ہے اور تمہیں چہرے سے پہچان چکا ہے۔ میں وہ چور خیالات بھی پیش کروں گی' جو اب تک پڑھ چکی ہوں۔"

اس نے پریشان ہوکر پوچھا "کیا پڑھ چکی ہو؟"

"یہی کہ تم نے اٹھائیس دسمبر کی رات ریٹا نامی ایک لڑکی کے مکان میں گزاری ہے اور یہ انتہائی غیر ذمے داری کا ثبوت ہے۔ میں نے ریٹا کا فون نمبر اور پتا بھی تمہارے خیالات سے معلوم کیا ہے۔"

وہ سمجھ گیا کہ بری طرح پھنس چکا ہے۔ اس نے عاجزی سے کہا "الپا! پلیز میرے خلاف رپورٹ پیش نہ کرو۔"

"پیش کرنا ہوتا تو تمہارے پاس نہ آتی۔ تمہیں نوجوان لڑکیاں پسند ہیں اور مجھے تمہارے جیسے بوڑھے مرد۔ کیا سمجھے؟"

"سمجھ گیا' یہ تو میری خوش قسمتی ہے' کیا ہم مل سکتے ہیں؟"

"نہیں ملیں گے تو بڑھاپے اور جوانی کا ملاپ کیسے ہوگا؟"

"تو آج رات میری طرف سے ڈنر کی دعوت ہے۔"

"کسی ہوٹل میں دعوت دو گے تو تنہائی نصیب نہیں ہوگی پھر ہم دونوں ایک ساتھ دیکھ لیے جائیں گے۔ ہماری ملٹری انٹیلیجنس کے جاسوس بڑے تیز ہیں۔"

"ٹھیک کہتی ہو' اپنے بنگلے کا پتا بتاؤ۔ میں رات کے آٹھ بجے حاضر ہوجاؤں گا۔"

جے مورگن الپا کی یہ روداد علی کو سنا رہا تھا۔ علی نے کن انکھیوں سے پاس بیٹھی ہوئی ثانی کو دیکھا' وہ خاموش تھی۔ اپنے دماغ میں لمبوڈا کی باتیں سن رہی تھی' دونوں اپنی اپنی جگہ گفتگو میں مصروف تھے۔ علی نے جے مورگن سے کہا "میں نے پہلے ہی الپا پر شک ظاہر کیا تھا اب یہ شک یقین میں بدل رہا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ جو ناٹک کھیل رہی ہے' آج اس کا ڈراپ سین ہونا چاہئے۔"

"ضرور ہوگا سر! آپ حکم دیں۔"

"گولڈن برین راجر موس سے کہو۔ میں لارا کے ساتھ ہوں اس لیے فون پر ایسی خفیہ اہم باتیں نہیں کرسکوں گا۔ میں چاہتا ہوں ہمارے ذہین سراغرساں اور فوج کے جوان اس وقت الپا کے بنگلے کو گھیر لیں جب جان نوبل اس سے ملاقات کے لیے آئے۔ ہمارا ایک جوان بنگلے میں داخل ہوتے ہی الپا کو بے ہوشی کا انجکشن لگائے گا تاکہ لمبوڈا وغیرہ ناکامی کی صورت میں الپا کو ہلاک نہ کرسکیں۔"

"سمجھ گیا سر! میں ابھی آپریشن کی تیاری کرتا ہوں۔"

"اور سنو۔ الپا کا برین جلد سے جلد واش ہونا چاہئے۔ دشمنوں کو ذرا بھی مداخلت کا موقع نہ دینا۔"

"ایسا ہی ہوگا سر!"

جے مورگن چلا گیا۔ اُدھر ثانی کے دماغ میں لمبوڈا بھی اسی موضوع پر باتیں کررہا تھا اور فخر سے کہہ رہا تھا کہ الپا نے ایک گولڈن برین جان نوبل کو پھانس لیا ہے۔ ابھی تین گھنٹے بعد وہ الپا کے بنگلے میں ڈنر کے لیے آئے گا تو اس کا دماغ کمزور ہوگا پھر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا جائے گا۔"

ثانی نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "میں اس وقت لارا کے مکینیز موسس کے ساتھ ہوں اور یروشلم جارہی ہوں۔"

"اوہ نو سلوانہ! ہم ایک اہم گولڈن برین کو ٹریپ کررہے ہیں ایسے وقت تمہیں الپا کے قریب رہنا چاہئے۔"

"نہیں انکل! پہلے آپ یہ تو پوچھیں کہ میں یروشلم کیوں جارہی ہوں۔"

"ہاں' یہ تو میں نے پوچھا ہی نہیں۔"

"آپ جانتے ہیں ایک گولڈن برین واسکوڈی تھرہا یروشلم میں رہتا ہے۔ لارا کے مکینیز موسس سے اس کی رشتہ داری ہے۔ میں اس کے گھر جارہی ہوں۔"

وہ خوش ہوکر بولا "یہ تو کمال ہوگیا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم اس گولڈن برین کو ضرور ٹریپ کروگی۔"

"جی ہاں۔ جب بھی کامیابی ہوگی' میں آپ کو اور سپر ماسٹر کو خوشخبری سنانے آؤں گی۔"

لمبوڈا چلا گیا' ثانی نے ایک گہری سانس لے کر کہا "تمہیں بتانے کا موقع نہیں ملا۔ اچانک جان لمبوڈا آگیا تھا اور ایک معاملے پر گفتگو کررہا تھا۔"

علی نے کہا "یہی میرے ساتھ ہورہا تھا۔ جے مورگن مجھ سے باتیں کررہا تھا۔"

وہ ثانی کے ساتھ کافی ہاؤس سے باہر آیا پھر دونوں کار میں بیٹھ کر یروشلم کی طرف جانے لگے۔ وہ شام کے سات بجے وہاں پہنچے۔ یروشلم کے مغربی حصے میں یہودیوں کی نئی آبادی ہے۔ اس حصے میں عرب اور دروز قبیلے کے لوگوں کو رہائش کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ وہیں ایک بنگلے میں گولڈن برین واسکوڈی تھرہا رہتا تھا۔ علی نے کہا "پہلے ہم مسجد اقصیٰ میں حاضری دیں گے پھر واپس آکر اگلا قدم اسے ملاقات کریں گے۔"

اس نے کار اُدھر موڑ لی جدھر دنیا کا سب سے قدیم مذہبی گرجا گھر فصیل بند شہر تھا۔ اس شہر کو بیت المقدس کہتے ہیں۔ دنیا کے تین گوشے سے تین مذاہب کے ماننے والے یہاں ہر ماہ ہر موسم میں زیارت کے لیے اور ایمان تازہ کرنے کے لیے آتے ہیں۔

وہ فصیل کے ایک دروازے سے بیت المقدس میں داخل ہوئے پھر حرم شریف میں آئے۔ ثانی نے پوچھا "تم پہلے مسلمانوں کے حرم شریف میں کیوں آئے ہو۔ سنا ہے اس سے ملحقہ ایک حصے میں وہ احاطہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ کی خالی قبر ہے۔ قبر اس لیے خالی ہے کہ وہ آسمان پر اٹھا لیے گئے تھے اور یہ ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور ایک دن دنیا میں واپس آئیں گے۔"

علی نے کہا "ہم عیسائیوں کے اس کلیسا میں بھی جائیں گے جو ان کی سب سے مقدس زیارت گاہ ہے۔ یہ دیکھو یہ مسجد اقصیٰ ہے۔ اس احاطے کی پشت پر یہودیوں کی دیوارِ گریہ ہے۔"

"یہ دیوارِ گریہ کیا چیز ہے؟"

"یہودیوں کے عقیدے کے مطابق یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی عبادت گاہ تھی۔ جسے رومنوں نے دو ہزار سال قبل مسمار کردیا تھا۔ یہودی اس سانحے کے غم میں آج بھی اس دیوار سے لگ کر روتے ہیں۔ یہ آہ وزاری ان کی عبادت کا ایک حصہ ہے۔"

وہ دونوں مسجد اقصیٰ کا نظارہ کررہے تھے۔ علی دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا "یا اللہ! میری ثانی مجھے واپس دے دے۔ میں اس کی دماغی توانائی کو کمزور نہیں کروں گا یہاں جو ہوگا تیری رضا سے ہوگا۔"

مسجد اقصیٰ کو اکثر مسلمان مسجد عمر بھی کہتے ہیں۔ حضرت عمر نے یروشلم کو فتح کرنے کے بعد اس مسجد کے اس حصے میں نماز ادا کی تھی جہاں سے آنحضرت معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ علی اور ثانی وہاں سے نکل کر صخریٰ کی عمارت میں آئے۔ صخریٰ کے اندر ایک گھیرے میں وہ چٹان ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے قربانی کا وعدہ کیا تھا۔ اس چٹان کے قریب اس وقت دوسرے زائرین بھی تھے۔ ان میں عیسائی اور یہودی بھی تھے۔ ایک یہودی نے ثانی کے قریب آکر کہا۔ "ہیلو لارا! تم تو ایسے غائب ہوتی ہو کہ صورت نظر نہیں آتی۔"

ثانی نے ناگواری سے کہا "میں لارا نہیں ہوں۔"

وہ اپنے ایک ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "روبن! سنو یہ کیا کہتی ہے؟ یہ لارا نہیں ہے۔"

دراصل لارا الرٹ کرنے والی لڑکی تھی۔ پتا نہیں تل ابیب سے نیویارک تک کتنے شہروں میں کتنے عاشق بنا رکھے تھے۔ یروشلم آنے والے عاشق ثانی کو لارا سمجھ رہے تھے۔ دوسرے عاشق نے سامنے آکر کہا "واہ میری جان! مذاق کررہی ہو یا سچ مچ پہچاننے سے انکار کررہی ہو۔"

علی نے فوراً ہی ثانی کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے کہا "حرم شریف سے باہر چلو' ورنہ یہاں بات بڑھے گی تو اس مقدس مقام کا احترام مجروح ہوگا۔"

وہ دونوں تیزی سے باہر آرہے تھے۔ تین نوجوان پیچھے پڑ گئے تھے۔ ایک کہتا آرہا تھا "یار! بات سمجھا کرو' ایک نئے عاشق کے ساتھ ہے اس لیے ہم سے انجان بن رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا "لیکن یہ تو ہماری انسلٹ ہے۔ اس کے ساتھ رات گزارنے کے لیے ہمیں ٹھکرا رہی ہے۔"

علی نے حرم شریف کے باہر قدم رکھتے ہی اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا ہاتھ کیا تھا لوہے کی سلاخ تھی۔ وہ چیخیں مارتا ہوا دور جا کر گر پڑا۔ وہ عیاشی کرنے والے جوان دبلے پتلے نازک سے تھے۔ لڑنا نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے ذرا دور بھاگ کر پتھر اٹھا کر مارنا شروع کیا۔ علی نے ثانی کو پتھروں سے بچانے کے لیے ڈھال بننے کی کوشش کی' زخمی بھی ہوا لیکن تین اطراف سے پتھر آرہے تھے۔ وہ ثانی کے ساتھ دوڑتا ہوا حرم شریف میں واپس آیا۔ اپنی جانِ حیات کو دیکھا تو وہ بھی زخمی ہو چکی تھی۔ پیشانی سے لہو بہہ رہا تھا اور وہ ان بھگوڑوں کو گھور رہی تھی جو بہت دور جا کر کھڑے ہو گئے تھے۔

ایک پولیس افسر اور کئی سپاہی آگئے تھے۔ علی نے اپنا کارڈ دکھایا تو سب نے الرٹ ہو کر سیلیوٹ کیا۔ وہ بولا "تینوں زئیس زادے اِدھر کھڑے ہوئے ہیں۔ انہیں پہچانو اور گرفتار کرو۔ یہ گرفتار نہ ہوئے تو تم سب کی وردیاں اتار لی جائیں گی۔"

وہ تینوں بھاگنے لگے۔ سپاہیوں نے ان کے پیچھے دوڑ لگائی۔ ثانی کے سر پر سخت چوٹ آئی تھی۔ علی اپنی چوٹیں بھول گیا۔ اسے سہارا دے کر کار میں لے آیا۔ وہ دونوں فولاد تھے۔ ایسی چوٹیں کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں لیکن ایمان اور عقیدے سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے علی کی دعا قبول کرلی تھی۔ ثانی کو کمزوری میں مبتلا کردیا تھا۔

جب لیلیٰ آئی تو علی اور ثانی گولڈن برین واسکو ڈی تھرما کے بنگلے میں آگئے تھے۔ تھرما نے ڈاکٹر کو کال کیا تو لیلیٰ نے کہا "علی! تمہارا ایمان اور تمہارا جذبہ صادق ہے۔ خدا نے تمہاری سن لی۔ ثانی کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس کی واپسی کا اہتمام قدرت نے کیا ہے۔"

جب ڈاکٹر مرہم پٹی کر کے چلا گیا تو لیلیٰ چپکے سے ثانی کے دماغ میں آگئی۔ اسے تھپک تھپک کر سلایا پھر اس پر عمل کرنے لگی۔

○☆○

خدا جب کسی شخص یا کسی قوم کو دولت اور قوت دیتا ہے تو کبھی برسوں تک اور کبھی صدیوں تک اس کا ظرف آزماتا ہے۔ روس نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک سپر پاور رہا مگر اس کی کم ظرفی نے اسے توڑ دیا۔ امریکا اور اسرائیل کا بھی جلد یا بدیر کچھ ایسا ہی انجام ہونے والا ہے۔

دانشمندی تو یہ ہے کہ ہم اپنے ہی اسلامی ممالک کا جائزہ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے مشرقِ وسطیٰ کی تمام مسلمان ریاستوں کو تیل کی اتنی بڑی دولت دی جس کی مثال دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں ملتی لیکن اس دولت سے کوئی ایسی فوج تیار نہیں ہوئی جو اسرائیل کے مقابلے میں ایک دن کی بھی جنگ لڑنے کے قابل ہو۔ اس دولت سے جدید اسلحہ کی کوئی فیکٹری نہیں بنائی گئی' ان ریاستوں میں سے کسی نے اس دولت سے کسی مسلمان کو ریاضی داں اور سائنس داں نہیں بنایا بلکہ اپنی پوری قوم کو امریکا کا دوست اور وفادار بنا دیا۔ امریکا ان کی دوستی اور وفاداری کی قدر اسرائیل کے بعد کرتا ہے۔

افغانستان جیسے اسلامی ملکوں کو خانہ جنگی میں مبتلا کر کے اس قدر کھوکھلا کردیا جاتا ہے کہ وہ کسی جوڈے ملک کے سہارے کے بغیر اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتے۔ اب میری داستان جس نو آزاد اسلامی ملک سے گزرنے والی ہے اس کا نام ازبکستان ہے۔

اس اسلامی ملک پر ساری دنیا کے عیسائیوں اور یہودیوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ یہاں یہودی اپنی مذہبی شناخت سے نہیں بلکہ کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر اور ورکر کی حیثیت سے غلبہ پانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔

میں جانتا ہوں' میرے قارئین بڑی معلومات کے حامل ہوتے ہیں اس کے باوجود یہ داستان کا تقاضا ہے۔ میں یہ بتاتا چلوں کہ مغربی ممالک ازبکستان پر اثر انداز کیوں ہونا چاہتے ہیں؟

سب سے پہلی اور ناقابلِ انکار حقیقت یہ ہے کہ مغربی ممالک کبھی اسلامی ممالک کو متحد ہونے نہیں دیں گے اور اپنے انجام سے بے خبر مسلمان خود کبھی متحد نہیں ہوں گے۔

پھر یہ کہ خدا نے جس طرح مشرقِ وسطیٰ کے مسلم ممالک کو تیل کی دولت دی ہے اسی طرح ازبکستان کو سونے کا ذخیرہ دیا ہے۔ یہاں سونے کی کانوں سے تقریباً چالیس ٹن سونا سالانہ نکالا جاتا ہے۔ قدرتی گیس' کوئلے اور دیگر دھاتوں کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں اور اسّی فیصد اعلیٰ درجے کی کپاس یہیں پیدا ہوتی ہے۔ یہاں ایسے سائنسی ادارے ہیں جہاں چالیس لاکھ افراد کام کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ فن میں اس قدر آگے ہیں کہ زلزلہ پروف عمارتیں تعمیر کرتے ہیں۔ ایسی عمارتیں اب تک بیس زلزلوں کے شدید جھٹکے برداشت کر چکی ہیں۔

ایسے ذہین' جی دار اور قدرتی دولت سے مالا مال مسلمان مغربی ممالک کی نظروں میں یقیناً کھٹکتے رہیں گے۔ انہیں شیشے میں اتارنے کے لیے بین الاقوامی سیاست کی بساط پر جو چالیں چلی جارہی ہیں اس کی کچھ جھلکیاں اس داستان میں ملتی رہیں گی۔

میں نے مرینا کے چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ ازبکستان جانا چاہتی تھی۔ اس کی وجوہات یہ تھیں کہ وہ روس کے قریب تر رہ کر ایوان راسکا کے ذریعے اپنی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم بنانا چاہتی تھی۔ اب تک دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جنرل پارکن اور بی جی تھرمال اس کی مٹھی میں آچکے تھے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ مجھ سے دور رہنا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ میں تبت سے واپس افغانستان پارس کے پاس جاؤں گا تب اس نے کہا تھا "پاپا! آپ مجھے ازبکستان کے کسی سرحدی شہر میں ڈراپ کردیں۔ مجھے وہاں کچھ ضروری کام ہے۔"

میں اس ہیلی کاپٹر میں اسے لے گیا جو میں افغانستان سے لے کر آیا تھا۔ ابھی نو آزاد ملکوں کی سرحدیں مضبوط نہیں تھیں۔ ایسے ممالک میں داخل ہوتے وقت کوئی خاص پریشانی نہیں ہوتی ہے۔ اگر ہوتی تو ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بگڑی بنا سکتے تھے۔ میں نے ایک مشرقی شہر فرغانہ کے قریب اسے ہیلی کاپٹر سے اتار دیا اور تھوڑی دیر کے لیے انجن بند کردیا۔ وہ بولی "آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں پارس سے ملنے آپ کے ساتھ کیوں نہیں جارہی ہوں؟"

میں نے جواب دیا "یہ تمہارا اور پارس کا معاملہ ہے۔ مجھے کوئی سوال نہیں کرنا چاہیے۔"

"آپ ایک سوال کا صحیح جواب دیں گے؟"

"میں تو صحیح جواب دوں گا لیکن تمہیں میری سچائی کا یقین نہیں آئے گا۔ تم نے کبھی کسی پر بھروسا کرنا سیکھا ہی نہیں ہے۔"

"چلیں یہی سہی' آپ یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں تبت میں ہوں اور خطرات میں گھری ہوئی ہوں۔"

"تبت میں میرے کئی آلۂ کار ہیں' ان میں سے ایک نے مجھے درسگاہ کے انچارج کے دماغ میں پہنچایا تھا۔"

"آپ اپنے بیٹے پارس کی قسم کھا کر کہیں گے کہ مجھ پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے اور میرے دماغ میں نہیں آتے ہیں؟"

"تم نے میرا پورا ریکارڈ پڑھا ہے۔ اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ میں کبھی قسم نہیں کھاتا اور اس فکر میں دبلا نہیں ہوتا کہ قسم کے بغیر اگلا مجھ پر یقین کر رہا ہے یا نہیں؟"

"تو پھر قسم کے بغیر ہی میرے سوال کا جواب دیں۔"

"میں تمہارے دماغ میں آیا کرتا تھا۔ جب سے تم نے آہنی شکتی حاصل کی ہے' تب سے تمہارا دماغ میری گرفت سے نکل چکا ہے۔ میں نے ایک بار چپ چاپ تمہارے پاس آنے کی کوشش کی تھی تم نے سانس روک لی تھی۔"

وہ مطمئن اور خوش ہو گئی۔ میں نے کہا "پارس نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے اس سے رابطہ کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ اسلام قبول کرو گی۔"

"بے شک۔ میں نے آپ کا دل دکھایا تھا۔ میں اسی طرح تلافی کر سکتی ہوں۔ آپ کا دل جیت سکتی ہوں اور میری جان بچا کر تو آپ نے مجھے خرید لیا ہے۔ میں آپ لوگوں کی ہوں۔"

"پارس کو کوئی پیغام دو گی؟"

"آپ اس سے کہہ دیں کہ اسی کی موجودگی میں اس کا مذہب قبول کروں گی۔ شرط یہ ہے کہ وہ اس افغانی دوشیزہ کو چھوڑ کر میرے پاس آئے۔"

میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ الوداعی مصافحہ کر کے جانے لگی۔ جب وہ دور نکل گئی تو میں نے انجن اسٹارٹ کیا۔ گردش کرنے والے پنکھے کی طوفانی ہوائیں دور مرینا تک پہنچ رہی تھیں۔ اس کی زلفیں اور لباس ہوا کی زد میں لہرا رہے تھے۔ میرا ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا ہوا اس سے دور ہوتا چلا گیا۔

مرینا کو پورا یقین ہو گیا کہ مجھ سے پیچھا چھوٹ گیا تھا۔ وہ موجودہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والیوں میں سب سے ذہین اور مکار تھی (ابھی ثانی سے اس کا پالا نہیں پڑا تھا) یہ بڑی سپر طاقتوں کو چکر دیتی آرہی تھی۔ کبھی کسی کے قابو میں نہیں آتی تھی۔ اس بار صہالامہ کے ہاتھوں ماری جاتی۔ میں نے اس لیے عین وقت پر بچایا تھا کہ میں ابتدا سے اس کے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ اس بار کام آکر مزید اس کے دماغ میں نقش ہو گیا تھا۔ وہ میرا نام ہی سن کر احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتی تھی۔ اس لیے جب اسے معلوم ہوا کہ میں افغانستان جارہا ہوں تو اس نے ازبکستان کو اپنی منزل بنا لیا۔

میں نے اسے فرغانہ تک پہنچا دیا تھا لیکن مجھے ازبکستان میں کسی بھی دشمن اسلام کی موجودگی گوارا نہیں تھی۔ اس کی اہم وجہ بیان کرتا ہوں۔ یہاں کے مسلمانوں کو ایک دو برس سے نہیں ستر برس سے غلام بنا کر رکھا گیا تھا۔ ان کی دینی زندگی پر قانونی پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔ بے شمار علما کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا تھا۔ نماز اور قرآن مجید پڑھنے والوں کو ستایا جاتا تھا۔ مختلف حیلوں بہانوں سے انہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جاتا تھا۔ دین کا پرچار کرنے والوں کو شدید مصائب میں مبتلا رکھنے کے لیے سائبیریا بھیج دیا جاتا تھا۔

وہاں کے مسلمان اپنی زبان عربی رسم الخط میں لکھا کرتے تھے۔ اسے روسی رسم الخط میں تبدیل کردیا گیا تھا۔ کمیونسٹ حکمرانوں نے دینِ اسلام کے خلاف لاکھوں کتابیں شائع کیں اور انہیں گھر گھر تقسیم کرتے رہے۔ ایسے آزمائشی حالات میں ستر برسوں تک یہاں کے لوگ کفر کے نرغے میں رہے پھر بھی ان کی اکثریت مسلمان ہی رہی۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ خدا اپنے دین کی خود حفاظت کرتا ہے۔

آزاد ہونے کے بعد دشمنانِ اسلام کو ان کی ہر چال کا جواب دیا جارہا تھا۔ اب وہ دوبارہ عربی رسم الخط شروع کر چکے ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم عام کی جارہی ہے۔ ہر مدرسے' اسکول اور کالج میں اسلامی تعلیمات لازمی قرار دی گئی ہے۔ شہروں یا دیہی علاقوں میں کوئی خلافِ اسلام حرکت ہو تو اسلامی پاسبانوں کے دستے اس کی روک تھام کرتے ہیں۔

گویا ازبکستان میں ابھی کفر اور اسلام کی جنگ جاری تھی۔ ایسے میں مرینا وہاں پہنچی تھی۔ وہ دوسرے تمام مذاہب کو مذاق سمجھتی تھی۔ کوئی سا بھی مذہب قبول کر کے اسے چھوڑ دینا اس کے لیے محض ایک کھیل تھا۔ اسے مسلمانوں سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والے وارنر ٹیک کو اسلام قبول کرنے کی

سزا دی تھی۔ آئندہ پارس کو دھوکا دینے کے لیے نمائشی طور پر اسلام قبول کرنا چاہتی تھی۔ ایسی مکار لڑکی اس ملک میں دشمنانِ اسلام کے لیے بہت بڑی طاقت بن سکتی تھی۔

میں نے افغانستان واپس جانے کا ارادہ ترک کردیا۔ پارس سے رابطہ قائم کرکے اسے مرینا کے حالات اور خیالات بتائے پھر کہا "مرینا فرغانہ گئی ہے۔ تاشقند وہاں سے سو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ میں تاشقند میں قیام کرکے اس کی مصروفیات پر نظر رکھوں گا۔"

"ٹھیک ہے پاپا! آپ واپس نہ آئیں، میں آپ کے پاس جلد آؤں گا۔"

پارس وہاں توبہ خانم کے ساتھ تھا اور بڑے ہی قابلِ ذکر حالات سے گزر رہا تھا۔ میں نے سلمان کو مخاطب کرکے کہا "پارس کے پاس آتے جاتے رہو۔ اسے کسی وقت بھی ہماری ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"بھائی جان! آپ فکر نہ کریں۔ میں پارس سے رابطہ رکھوں گا۔"

"فکر تو ہوتی ہے۔ پارس کی نہیں کروں گا تو تمہاری کروں گا۔"

"میری فکر کس لئے؟"

"میاں! سلطانہ ماں بننے والی ہے۔ تمہیں باپ بنا رہی ہے۔"

"یہ فکر کی نہیں خوشی کی بات ہے۔"

"ہاں، خوشی کی بات تو ہے لیکن لیلیٰ مجھے بتا رہی تھی کہ تمہاری بیگم بڑی فکر مند رہتی ہے۔"

"اس نے مجھے نہیں بتایا اور آپ کو معلوم ہوگیا؟"

"بھئی بہت سی باتیں عورتیں اپنے مرد کو نہیں بتاتیں۔ سلطانہ اپنی بہن (لیلیٰ) سے کہہ رہی تھی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ ایسے دنوں میں مرد آوارہ ہوجاتے ہیں۔ اپنی خالی راتیں دوسری جگہ گزارتے ہیں۔"

"کیا سلطانہ میرے متعلق ایسی رائے رکھتی ہے؟ مجھے آوارہ سمجھتی ہے؟"

پھر وہ چونک کر بولا "ارے بھائی جان! آپ پھر میاں بیوی کو لڑانے والی باتیں کررہے ہیں۔ شیطان کو بھگانے کے لیے لاحول پڑھتے ہیں۔ آپ کے لیے کیا پڑھوں؟"

میں مسکراتا ہوا دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ ہیلی کاپٹر کو پہلے ہی ایک پہاڑی کے دامن میں اتار چکا تھا۔ وہاں سے تین کلو میٹر کے فاصلے پر ایک پختہ سڑک تھی جو تاشقند کو جاتی تھی۔ میں نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے ایک کاغذ اور قلم نکالا اس پر جلی حروف میں لکھا۔

"ایک ملک سے دوسرے ملک آنے والا مہمان اپنے میزبانوں کے لیے تحائف ضرور لاتا ہے۔ میں دشمنوں سے چھینا ہوا یہ ہیلی کاپٹر تحفے کے طور پر ازبک مسلمانوں کو پیش کرتا ہوں۔ اگر قبولِ افتدزہے عزّ و شرف۔"

میں وہ کاغذ ڈیش بورڈ پر ایک ٹیپ کے ذریعے چپکا کر ہیلی کاپٹر سے اتر گیا۔ پھر وہاں سے پختہ سڑک کی طرف پیدل جانے لگا۔ اب وہاں غیر قانونی رہائش کا مسئلہ تھا۔ میں نے فرانس کے ایک اعلیٰ حاکم سے رابطہ کیا اس نے کہا "فرہاد صاحب! ہم نے افغانستان کی حزبِ مومن کے لیڈر تک اسلحہ اور مالی امداد پہنچادی ہے اور فرمائیں؟"

میں نے کہا "آپ کی امداد کا شکریہ، میں تاشقند شہر میں داخل ہونے والا ہوں۔ میرے پاس یہاں رہنے کے لیے قانونی کاغذات نہیں ہیں، آپ اس سلسلے میں کیا کرسکتے ہیں؟"

"آپ تو جانتے ہیں، ازبکستان میں ہمارا باقاعدہ سفارت خانہ قائم نہیں ہوا ہے۔ وہاں ہمارا ایک سیاسی نمائندہ اور اس کے دو معاون ہیں۔ ان کے علاوہ فرانس کے چار بڑے اخبارات کے صحافی، شاعر اور ادیب ہیں اور آپ تو درپردہ حقائق کو سمجھتے ہی ہیں۔ یہ سب فرانس کے جاسوس ہیں۔"

"آپ ابھی کسی خاص جاسوس سے فون پر رابطہ کریں۔ اسے بتائیں کہ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا ہوں اور اب اس سے کام لوں، اسے وہ آپ کا حکم سمجھ کر تعمیل کرتا رہے۔"

اس نے فون کے ذریعے تاشقند میں قیام کرنے والے ایک جاسوس سے رابطہ کیا پھر پوچھا "کیا رپورٹ ہے؟"

وہ رپورٹ پیش کرنے لگا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ فرانس کے ایک اخباری رپورٹر کی حیثیت سے وہاں قیام کررہا تھا۔ اس کا نام جیکی ہارپ تھا۔ اس سے کہا گیا کہ میں ان کی گفتگو سن رہا ہوں اور شاید جیکی ہارپ کے دماغ میں پہنچ گیا ہوں۔ میں نے کہا "میں جیکی! میں تمہارے پاس ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "خوش آمدید مسٹر فرہاد۔"

پھر اس نے اعلیٰ حاکم سے کہا "مسٹر فرہاد مجھ سے رابطہ قائم کرچکے ہیں۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا "اپنی ٹیم کے تمام افراد سے کہہ دو کہ جب بھی فرہاد صاحب کوئی حکم دیں اس پر فوراً عمل کریں اور انہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتے رہیں۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے جیکی ہارپ سے کہا "تم نے میری جسامت اور قد دیکھا ہے۔ یا ریکارڈ میں پڑھا ہے۔ کیا اس کے مطابق تمہاری ٹیم میں کوئی شخص ہے؟"

"جی ایسا شخص ہے۔ میں نے آپ کو ویڈیو کیسٹ میں دیکھا ہے۔ ہمارا آدمی شاید قد میں آپ سے ایک آدھ انچ چھوٹا ہوگا۔ کیا یہ فرق چلے گا؟"

"چلے گا۔ اگر وہ میری جسامت اور مشابہت رکھتا ہے تو تیک اپ کے جملہ سامان کا انتظام کرو۔ میں اس سے [illegible] اور

کرنے والا نہیں رہا۔ جب یہاں کے مسلمانوں نے آزادی حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور حکومتِ روس کو یقین ہوگیا کہ ازبکستان آزاد ہو کر ہی رہے گا تو اس وقت کے حکام نے بظاہر مذہبی آزادی دے دی۔ مسجدوں اور گرجوں کو کھولنے کی اجازت دی پھر تمہیں پادری بنا کر دس راہب اور چھ راہباؤں کے ساتھ اس چرچ میں بھیج دیا تاکہ تم اس نو آزاد اسلامی مملکت کے خلاف جاسوسی کرتے رہو۔"

نام نہاد پادری نے اسے چونک کر دیکھا۔ گھبرا کر آس پاس دور تک نظریں دوڑائیں پھر فوراً ہی اپنے لباس سے ایک ریوالور نکال کر سختی سے کہا "اندر چلو۔ کم آن، چلو ورنہ گولی مار دوں گا۔"

وہ اس کے آگے چلتی ہوئی اندر آئی پھر بولی "مسٹر آندریو! تم یہ ریوالور خود ہی میرے ہاتھ میں دو گے۔"

اس نے پلٹ کر آندریو کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ آندریو نے وہ ریوالور اس کے ہاتھ میں دیا پھر جیسے ہی دماغ کو آزادی ملی، وہ گھبرا کر بولا "یہ..... یہ کیسے ہوگیا؟ میں نے یہ تمہیں کیسے دے دیا؟"

"تم اس ریوالور کے بدلے اپنی جان دے سکتے تھے۔ یقین نہ ہو تو آزمالو۔"

اس نے ریوالور واپس کیا۔ آندریو نے جھپٹ لیا۔ فوراً ہی اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگا کر کہا "خبردار! اپنی اصلیت بتاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

پھر اسے غلطی کا احساس ہوا۔ وہ اپنی کنپٹی پر ریوالور رکھ کر اسے قتل کرنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ اس نے ریوالور کا رخ بدلنا چاہا لیکن مرینا کی سمت نہیں ہو رہا تھا۔ اس کی نال کنپٹی پر واپس آجاتی تھی۔

وہ خاموش کھڑی اسے سنجیدگی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی "ابھی میں نے کہا تھا تم اپنی جان دو گے اور تم دیکھ رہے ہو کہ کسی بھی لمحے گولی تمہاری کنپٹی کے اندر گھسنے والی ہے۔"

"نن..... نہیں، مجھے معاف کردو۔ خداوند یسوع نے تمہیں ہماری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ مجھے معاف کردو۔"

وہ سخت لہجے میں بولی "خبردار! اپنی ناپاک زبان سے خدا اور مسیح مصلوب کا ذکر نہ کرنا۔ تم لوگ عیسائیت کو بدنام کرنا چاہتے ہو۔ تم لوگوں نے چرچ کو سراغرسانی کا اڈا بنایا ہے۔"

"پلیز غصہ تھوک دو، تمہارے جذبات سے سمجھ گیا ہوں کہ تم کٹر عیسائی ہو، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بھی عیسائی ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ تمہارے مقابلے میں میرا ایمان کمزور ہے۔"

"ایمان کی کمزوری کا بہانہ نہ کرو، یہ تمہارے پاس ہے ہی نہیں۔ چرچ کے پیچھے تم اپنی رہائش گاہ میں چھپ کر شراب پیتے ہو اور جنہیں راہبہ بنایا ہے ان کے ساتھ تم گیارہ جاسوس اپنی راتیں کالی کرتے ہو۔"

چرچ کے ایک حصے سے گونجتی ہوئی سی آواز آئی "حسینہ! تم ہدایات کے مطابق یہاں رہوں گا۔ اسے پیرس واپس بھیج دیا جائے گا۔"

"میں اس سلسلے میں انتظامات کررہا ہوں۔ آپ اس وقت کہاں ہیں؟"

میں نے اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے وہاں کا محلِ وقوع بیان کیا۔ اس نے کہا "آپ پختہ سڑک کے قریب انتظار کریں، ہمارا ایک آدمی آرہا ہے۔ وہ گرے کلر کے اوور کوٹ اور فیلٹ ہیٹ میں ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں ایک زرد رنگ کا رومال رہے گا۔ آپ اسے مخاطب کریں گے وہ آپ سے کہے گا، آپ نے تشریف لانے میں بڑی مشکل آسان کردی ہے۔"

میں نے اوکے کہہ کر رابطہ ختم کردیا۔ اس کی سوچ سے پتا چل گیا کہ جو شخص آنے والا ہے اسے میرے پاس پہنچنے میں شاید ایک گھنٹہ لگے گا۔ میں پہاڑی کے دامن میں ایک چشمے کے کنارے بیٹھ گیا۔ دور تک کہیں کہیں برف جمی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ سردی بڑھنے والی تھی۔ برف باری میں اضافہ ہونے والا تھا۔ چشمے کا پانی بھی یخ برفیلا ہو رہا تھا۔ وہاں سے دور ایک پختہ سڑک نظر آرہی تھی۔ میں آنے والے اجنبی کو وہاں بیٹھ کر دیکھ سکتا تھا۔

پھر میں بیٹھے بیٹھے مرینا کے پاس آگیا۔ وہ فرغانہ کے ایک ضلعاتی علاقے میں تھی۔ اس علاقے میں ایک چرچ تھا۔ وہ وہاں پہنچ کر اپنے لیے جگہ بنا رہی تھی۔ اس نے دو گھنٹے پہلے چرچ کے ایک پادری سے ملاقات کی تھی۔ اس سے کہا تھا کہ وہ وہاں راہبہ بننے کے لیے آئی ہے۔ پادری نے پوچھا "تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئی ہو؟"

"فادر! اگر میں اپنے متعلق کچھ نہ بتاؤں تو کیا آپ مجھے اس چرچ کی خدمت کرنے نہیں دیں گے؟"

"تم عیسائی ہو تو یہ جانتی ہو گی کہ کنفیشن باکس میں جاکر اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور یہ اعتراف چرچ کا پادری سنتا ہے۔ اگر تم اعتراف سے بچنا چاہو گی تو سمجھ لو یہاں اسلامی حکومت ہے۔ اسلامی پاسبانوں کے دستے جگہ جگہ گھومتے اور آوارگی کرتے رہتے ہیں۔ وہ ادھر آئیں گے تو تمہارا محاسبہ کریں گے۔ پھر تم ان سے اپنی اصلیت نہیں چھپا سکو گی۔"

وہ چرچ کے دروازے پر سر جھکائے کھڑی تھی اور پادری کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ پھر سنجیدگی سے بولی "مجھے خداوند یسوع نے آزمائشوں کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔ آسمان کی نامعلوم بلندیوں سے وہ نامعلوم باتیں میرے دل میں اترتی ہیں جو دوسروں کو وقت سے پہلے معلوم نہیں ہوتیں۔"

"تمہیں ایسی کون سی بات معلوم ہے جسے ہم نہیں جانتے فادر؟"

"آپ جانتے ہیں، آج سے نصف صدی پہلے کیمونسٹ حکام نے گرجوں اور گرجوں کو بند کرادیا تھا۔ اس چرچ میں کوئی عبادت

بہت خطرناک ہو۔ تمہیں اس چار دیواری سے باہر نہیں جانا چاہئے۔"

مرینا نے سر گھما کر دیکھا۔ بڑی سی صلیب کے نیچے دو افراد راہبوں کے سفید لباس میں تھے اور ان کے ہاتھوں میں سیاہ گنیں تھیں۔ چرچ کے دوسرے دروازے سے مزید تین راہب اسی طرح ہتھیار اٹھائے داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا "تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں۔ تعجب ہے بند کمروں میں ہونے والے گناہوں کا علم تمہیں کیسے ہوگیا؟"

چرچ کے اندر بنے ہوئے کنفیشن باکس سے تین راہب اور نکلے۔ ان کی گنوں کا رخ بھی مرینا کی طرف تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا "تمہیں گولی مارنے میں دیر نہیں لگے گی لیکن پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تم کون ہو اور ہمارے تمام راز کیسے جانتی ہو؟"

وہ گھوم گھوم کر انہیں دیکھتے ہوئے بولی "تم تعداد میں نو ہو باقی دو کہاں ہیں؟"

ایک نے گالی دے کر کچھ کہنا چاہا۔ مرینا اس کی زبان دانتوں کے درمیان لے آئی۔ وہ تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھا' ایسا لگا جیسے اپنے ہی دانتوں کے درمیان زبان کٹ کر رہ گئی ہے۔ اس نے جھنجلا کر اپنے ساتھی کو گن کے دستے سے مارتے ہوئے کہا "یو سن آف اے بچ! تمہارے دھکا دینے سے میری زبان دانتوں میں آگئی ہے۔"

مار کھانے والے نے اس کے منہ پر گھونسا رسید کرتے ہوئے کہا "کتے کے بچے! میں نے دھکا نہیں دیا تھا۔"

صلیب کے پاس کھڑے ہوئے شخص نے پوچھا "یہ تم لوگ کیوں خواہ مخواہ جھگڑا کر رہے ہو۔"

اس کے ساتھی نے کہا "جھگڑا کرنے دو' تمہارے باپ کا کیا جاتا ہے؟"

"یو شٹ اپ' تم میرے باپ تک پہنچ رہے ہو؟"

اس نے ایک الٹا ہاتھ رسید کر دیا۔ ادھر ان کے درمیان بھی لڑائی ہونے لگی۔ مرینا نے اسی طرح باقی تین افراد کو بھی ایک دوسرے سے لڑنے پر مجبور کیا لیکن وہ دو چار کو آپس میں لڑاتی تو دوسرے دو چار دماغی طور پر آزاد ہو کر سوچتے کہ وہ کیوں خواہ مخواہ ایک دوسرے پر حملے کر رہے ہیں۔ میں نے مرینا کی مدد کی۔ ان کے دماغوں میں گھس کر انہیں ایک دوسرے کے ذریعے زخمی کرنے لگا۔

مرینا سمجھ رہی تھی وہ جس کا دماغ چھوڑ کر جاتی ہے وہ دماغی طور پر آزاد ہو کر بھی غصے میں لڑائی جاری رکھتا ہے اسی لیے وہاں تیسری جنگ عظیم جاری ہے جو کسی نتیجے کے بغیر ختم نہیں ہوگی۔ ان کا لیڈر آندریو ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے دوڑتا پھر رہا تھا۔ ایک ایک سے کہہ رہا تھا "رک جاؤ' ذرا عقل سے سمجھو۔ یہ لڑکی پُراسرار ہے۔ میں اسے گولی نہ مار سکا' تم بھی اپنے ہتھیاروں سے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

کوئی اس کی نہیں سن رہا تھا۔ بلکہ بیچ بچاؤ کے دوران وہ گالیاں کھا رہا تھا۔ آخر تھک ہار کر مرینا کے قدموں میں آگرا۔ بیٹھ کر اس کے پاؤں پکڑ کر بولا "میری ماں! تو کون ہے؟ میں تیری پرستش کرتا ہوں۔ اگر یہ ایک دوسرے پر فائرنگ کریں گے تو دور تک آواز جائے گی' ہم قانونی معاملات میں پھنس جائیں گے۔ ماں تمہارے پاؤں پکڑ رہا ہوں' انہیں مزید پاگل ہونے سے روکو۔"

وہ تھک ہار کر گرتے رہے۔ آپس کی لڑائی رفتہ رفتہ ختم ہوگئی اس کے بعد کسی میں اتنی سکت نہیں رہی کہ اٹھ کر دوسرے کا طمانچہ مارتا۔

ان کے لیڈر آندریو نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا "یہ تم لوگوں نے؟ یہ لڑکی ہے۔ ہم سے جسمانی طور پر کمزور ہے۔ خالی ہاتھ ہے۔ ہم سے لڑنے کے لیے ایک انگلی بھی نہیں اٹھائی۔ اس کے باوجود تم سب زمین چاٹ رہے ہو۔"

ان میں سے جو فرش پر پڑا ہوا تھا وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا جو بیٹھا ہوا تھا وہ کھڑا ہو گیا جو کھڑا ہوا تھا وہ لڑکھڑاتا ڈگمگاتا ہوا مرینا کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھنے لگا۔ ایک نے کہا "یہ جادو جانتی ہے۔"

دوسرے نے گن سنبھالتے ہوئے کہا "ایک ہی گولی میں اس کا جادو ہوا ہو جائے گا۔"

آندریو نے کہا "تم احمق ہو۔ اب بھی نہیں سمجھے میرے ہاتھ میں ریوالور ہے' میں نے کئی دفعہ اس پر گولی چلانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔"

"میں ناکام نہیں رہوں گا۔ میرے ہاتھوں میں گن چلانے کی قوت ہے' گن میں کارتوس ہیں' میرا نشانہ کبھی نہیں چوکتا پھر میں ناکام کیسے رہ سکتا ہوں۔"

اس نے یہ کہتے ہی مرینا کا نشانہ لیا۔ اس کے ساتھ ہی گروہ کے اپنے ایک ساتھی کو نارگٹ بنالیا۔ وہ ایک جگہ چھپتے ہوئے بولا "یہ کیا کر رہے ہو؟ گن پھینک دو ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

وہ چھپنے والا اب اس کا نشانہ لے رہا تھا۔ مرینا نے کہا "اپنے حالات پر غور کرو اور سمجھو' جس طرح تم سب ابھی دست بدست لڑائیوں میں مصروف تھے' اسی طرح ان ہتھیاروں سے ایک دوسرے کو مار کر خود نابود ہو جاؤ گے۔"

وہ سب سوچ میں پڑ گئے۔ وہ بولی "میں نے تم میں سے کسی کو اب تک گولی نہیں چلانے دی۔ فائرنگ کی آواز دور تک جائے گی اور یہاں لاشیں پائی جائیں گی تو یہاں کے مسلمان پولیس اور اسلامی پاسبان کے رضا کار تم سے کتوں جیسا سلوک کریں گے۔"

ان کی بے بسی اور آپس کی لڑائی سمجھا رہی تھی کہ یہی ہونے والا ہے۔ ایک نے کہا "تمہاری بات ہماری سمجھ میں آرہی ہے' تم یہ تو بتاؤ' ہم تمہارے سامنے بے بس کیوں ہو گئے ہیں؟"

"مجھے میرے خدا نے غیر معمولی طاقت دی ہے۔ اس پاور کے نیچے میں تم سب کو اپنا غلام بناؤں گی۔"

ان سب نے گھٹنے ٹیک دیے' ایک نے کہا "ہم تمہاری طاقت کو مانتے ہیں اور تمہارے وفادار رہنے کی قسم کھاتے ہیں۔"

ان کے لیڈر آندریو نے کہا "ہم تمہارے احکامات کی تعمیل کرتے رہیں گے۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پرچنگ اسٹیج پر آگر بولی "میرا سب سے پہلا حکم یہ ہے کہ یہاں چرچ میں اور اس کے احاطے میں جہاں جہاں شراب اور بے حیا عورتیں چھپا کر رکھی گئی ہیں انہیں نکالنے کے اندر یہاں سے دور لے جاؤ۔"

"ہم یہ ذخیرہ کہاں لے جائیں گے؟"

"تم لوگوں کا اور کوئی خفیہ اڈا ہوگا۔"

ایک نے کہا "ہمارے پاس دوسرا کوئی خفیہ اڈا نہیں ہے۔"

مرینا نے اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ وہ چیخ مار کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر لڑکھڑایا۔ پھر ایک ساتھی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ پھر بولا "جو مجھ سے جھوٹ بولے گا اور آئندہ دھوکا دینا چاہے گا اس کی یہی حالت ہوا کرے گی۔ تم بولو آندریو! کوئی دوسرا اڈا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "اتنی دیر بعد سمجھ میں آیا ہے کہ تم غیبی طاقت جانتی ہو۔ تم اب تک ہمارے دماغوں پر قبضہ جماتی رہی ہو۔ مجھے ریوالور سے فائر نہیں کرنے دیا اور ان سب کو آپس میں لڑاتی رہیں۔"

"ہاں' میں تمہاری کھوپڑیوں میں گھس کر پیٹ کی آنتیں نکال سکتی ہوں۔ اس وقت ایک ایک کے چھپے ہوئے خیالات پڑھ رہی ہوں کہ کون میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔"

وہ ایک شخص کو دیکھ کر بولی "جیکب! تم سوچ رہے ہو کہ کسی وقت بھی مجھے غافل پا کر ہلاک کر دو گے۔"

وہ جلدی سے اپنی گن کو ایک طرف پھینکتے ہوئے بولا "مجھے معاف کر دو' میں نے یہی ارادہ کیا تھا' میں کان پکڑ کر کہتا ہوں کہ تمہارے خلاف کبھی کوئی بات دل میں نہیں لاؤں گا۔"

دوسرے سے بولی "اور تم سوچ رہے ہو اپنا دوسرا اڈا مجھے دکھا دو گے۔ وہ دس میل کے فاصلے پر ہے' مجھے ادھر کا رخ نہیں کرنا ہوگا۔"

وہ جلدی سے بولا "نن... نہیں میڈم۔ مم... میں بتا رہا ہوں میڈم۔"

"بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں' وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً اپنا تحفظات سمیٹ کر یہاں سے لے جاؤ۔ صرف آندریو میرے پاس رہے گا اور میرے احکامات تم لوگوں تک پہنچاتا رہے گا۔"

"لیکن ہم یہاں عیسائیوں کی حیثیت سے تھے۔ چرچ سے جانے کے بعد یہاں کی آبادی غیر ملکی جنس کو کیا جواب دیں گے۔"

"یہی کہ تم لوگ چرچ کے انتظامات سنبھالنے کے قابل نہیں تھے اس لیے اب محض عیسائی شہری بن کر رہو گے۔ چرچ کا انتظام دوسرے فادر سنبھالیں گے۔"

پھر اس نے آندریو سے کہا "تمہارے چور خیالات نے بتایا ہے کہ فرغانہ میں ایک نہایت ایمان دار فادر رہتے ہیں۔ وہ ایک بار یہاں عبادت کے لیے آئے تھے۔ تم لوگوں کی عبادت کرنے کے طریقوں پر اعتراض کیا تھا' کیونکہ تم سب صحیح طور سے عبادت کرنا جانتے ہی نہیں ہو۔ اپنی غلطیوں کو چھپانے کے لیے تم لوگوں نے اس بے چارے کو یہاں سے بھگا دیا تھا۔"

"میڈم! آپ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ میں اس فادر سے معافی مانگ لوں گا۔"

"صرف معافی نہیں مانگو گے۔ انہیں عزت کے ساتھ یہاں لاؤ گے۔ میں یہ چرچ ان کے حوالے کروں گی۔"

اس کے احکامات کی تعمیل کے لیے آندریو شہر کی طرف گیا اور اس کے دوسرے ساتھی وہاں سے اپنا بوریا بستر سمیٹنے چلے گئے۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ مجھے دور سڑک پر ایک گاڑی رکتی ہوئی دکھائی دی۔ میں چشمہ کے پاس سے اٹھ گیا۔ اس گاڑی سے ایک شخص باہر آیا۔ وہ گرے کلر کے اوور کوٹ اور فیلٹ ہیٹ میں تھا اور اس کے ہاتھ میں زرد رنگ کا ایک رومال تھا۔

جیکی ہارپ نے میرے پاس آنے والے کی یہی نشانیاں بتائی تھیں اور ایک مخصوص کوڈ بھی تھا۔ میں نے تیزی سے چلتے ہوئے اس کے قریب آکر کہا "ہیلو مسٹر؟"

اس نے مسکرا کر کہا "آپ نے تشریف لا کر مشکل آسان کر دی ہے۔"

اس نے کوڈ کے طور پر صحیح فقرہ ادا کیا تھا۔ میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔"

مجھے صرف پہلی ملاقات میں شناسائی کی ضرورت تھی۔ باقی میں اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا تھا۔ وہ مجھے گاڑی کے پچھلے حصے میں لایا' وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اس شخص سے تعارف کراتے ہوئے کہا "سر! یہ ہولا اینڈرسن ہے۔ قد اور جسامت میں آپ جیسا ہے' صرف ایک انچ قد میں کم ہے۔"

میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "اتنا سا فرق چلے گا۔"

ہم سب پچھلے حصے میں آکر بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہاں میک اپ کا سامان اور بڑا سا آئینہ سب کچھ تھا۔ میں نے تھوڑی دیر تک ہولا اینڈرسن کے چہرے کو ہر زاویے سے دیکھا پھر اپنے چہرے پر میک اپ کرنے لگا۔ اس سے کہا "اپنے متعلق بتاتے رہو۔ یہاں کتنے دنوں سے ہو' کتنے مردوں اور عورتوں سے خاصی جان پہچان ہوئی ہے اور ان سے کس طرح کی باتیں ہو چکی ہیں؟"

وہ اپنے متعلق تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگا۔ میں میک اپ کرنے کے دوران سن رہا تھا اور اہم باتیں ذہن نشین کر رہا تھا۔ انسان کو پچھلی تمام باتیں پوری تفصیل سے یاد نہیں رہتیں وہ کچھ بھول بھی جاتا ہے پھر اس کی ذات سے وابستہ کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جنہیں وہ کسی کے سامنے زبان پر نہیں لاتا۔

اس وقت میں میک اپ پر توجہ دے رہا تھا۔ اس لیے اس کے خیالات نہیں پڑھ رہا تھا۔ ڈرائیور سے کہہ دیا گیا تھا کہ وہ سست رفتاری سے ڈرائیو کرے اور تاشقند پہنچنے میں زیادہ دیر لگائے۔ اس نے یہی کیا۔ یوں تو ایک گھنٹے ہی میں میک اپ ہو گیا تھا لیکن فائنل ٹچ کرتے کرتے پونے دو گھنٹے لگ گئے۔ ہبولا اینڈرسن اور دوسرے میزبان مجھے حیرانی سے اور تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کہا "سر! آپ کمال کے فنکار ہیں۔ ہبولا کو پیدا کرنے والی ماں بھی آپ کو دیکھے گی تو دھوکا کھا جائے گی۔"

ہبولا نے کہا "مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے میں خود کو آئینے میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ آپ نہیں ہیں آئینہ ہے اور سامنے میرا عکس ہے۔"

میں نے کہا "اور یہ عکس تمہاری ہی آواز اور لہجے میں بول رہا ہے۔"

"سر! ہم نے آپ کے متعلق جو کچھ سنا تھا' آپ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ آپ ذرا پھر میرے لہجے میں بولیں۔"

میں نے کہا "اب تو میں جب تک یہاں رہوں گا' تمہاری ہی آواز اور لہجے میں بولتا رہوں گا۔ کیا ہم تاشقند میں داخل ہو گئے ہیں؟"

مجھے کھڑکی کے باہر شہری مناظر دکھائی دے رہے تھے۔ ایک نے کہا "جی ہاں ہم تاشقند پہنچ گئے ہیں۔ یہ فوّاروں کا شہر کہلاتا ہے۔"

ہبولا نے کہا "ازبک زبان میں تاشقند کے معنی ہیں "پتھروں کا شہر" قدیم زمانے میں حملہ آوروں سے محفوظ رہنے کے لیے شہر کے اطراف پتھروں کی فصیل کھڑی کی گئی تھی' تب سے یہ نام پڑ گیا ہے۔"

میں ان کی باتیں سن رہا تھا اور کھڑکی کے باہر اس خوب صورت شہر کو دیکھ رہا تھا۔ ہم ماضی کے لینن اسکوائر سے گزر رہے تھے۔ عوام نے آزادی کے بعد اس کا نام آزادی اسکوائر رکھ دیا تھا۔ جدید عمارتوں کے ساتھ قدیم اسلامی طرز کی عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ وہ عمارت بھی نظروں سے گزری جہاں ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد تاشقند معاہدے پر دستخط کیے گئے تھے اور بھارتی وزیر اعظم لعل بہادر شاستری کی موت واقع ہوئی تھی۔

میں نے ہبولا اینڈرسن سے کہا "مجھے ان تمام جگہوں پر لے چلو جہاں سے تم گزرتے رہے ہو۔ اس دوران میں لباس' جوتے اور شیونگ کا سامان وغیرہ خرید تا رہوں گا۔"

ہم مزید تین گھنٹوں تک گاڑی میں بیٹھے شہر میں گھومتے اور میں شاپنگ کرتا رہا۔ انہوں نے اس شہر کے مشہور و معروف ہوٹل چار سو میں قیام کیا تھا۔ اس ہوٹل میں داخل ہونے سے پہلے میں نے کہا "اور نصف گھنٹا گاڑی میں سیر کرو۔ میں اس دوران خاموش رہوں گا۔"

پھر میں ہبولا اینڈرسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی یادداشت میں چھپی ہوئی باتیں پڑھنے لگا۔ پھر میں نے اس سے کہا "ہبولا نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ شراب پیتے ہو؟"

وہ بولا "سر! ہمارے ملک اور سوسائٹی میں شراب عام ہے۔ لوگ پانی کی طرح پیتے ہیں اس لیے میں نے شراب نوشی کو اہمیت نہیں دی۔"

"میں نہیں پیتا ہوں اس لیے میرے سامنے ذکر کرنا بھی تھا۔"

"غلطی ہو گئی سر!"

"تم نے اپنی یہاں کی تمام مصروفیات بتائیں اور اس لڑکی لولیتا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا "پھر کہہ کہ غلطی ہو گئی۔ آج رات وہ تمہارے کمرے میں آنے والی تھی۔ تم اس کے ساتھ روسی واڈکا پینے والے تھے اور رات گزارنے والے تھے۔"

"ہاں۔ وہ' بات یہ ہے سر کہ میں....."

"بکواس مت کرو۔ میں تمہارے کمرے میں قیام کرنے والا ہوں' وہ رات کو آتی اور میں اسے فوراً نہ پہچانتا تو بات بگڑ گئی تھی۔"

"سر! وہ بے ضرر لڑکی ہے۔ اس کا تعلق کسی تنظیم یا پارٹی سے نہیں ہے۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"جناب! میں قیافہ شناس تو نہیں ہوں پھر بھی چہروں سے حد تک انسان کو پہچان لیتا ہوں۔"

میں نے کہا "تمہارے کوٹ کی اندرونی جیب میں اس کی تصویریں ہیں' مجھے دکھاؤ۔"

اس نے اندرونی جیب سے دونوں تصویریں نکال کر میری طرف بڑھا دیں پھر کہا "میں آپ کو تنہائی میں اس کے متعلق بتانے والا تھا۔"

"تم صفائی پیش نہ کرو۔ تمہارے چور خیالات مجھے بتا رہے ہیں کہ لولیتا نے تمہیں سچی محبت کا یقین دلایا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ خاطر اپنا یہ وطن چھوڑ کر تمہارے ساتھ پیرس جانے کو تیار ہے۔"

"یس سر! میں آپ سے یہی کہنے والا تھا کہ ابھی مجھے راستے سے سرحد پار کرائی جائے گی۔ میری درخواست ہے کہ لولیتا کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت دی جائے۔"

"شاباش! کل لولیتا سے تمہاری دوستی ہوئے ابھی چوبیس گھنٹے ہی گزرے اور اتنی جلدی سچی محبت ہو گئی حتیٰ کہ وہ اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر تمہارے ساتھ جانے کے لیے راضی ہو گئی ہے۔"

"سر! یہی بات ہے' میں کیسے یقین دلاؤں۔"

"یقین نہ دلاؤ' میں ابھی معلوم کر لیتا ہوں۔"

میں نے لولیتا کی تصویر دیکھی پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک سوئمنگ پول کے کنارے سائیڈ بیڈ پر اوندھی لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر اتنا مختصر سا کپڑا تھا کہ اس کے بعد وہ اور مختصر نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک عورت اس پر جھکی ہوئی ہولے ہولے مساج کر رہی تھی۔ یہ بے حیائی غلامی کے دور سے آنے والی بے حیائی کو چھوٹ دی جا رہی تھی۔ اس لیے اب بھی سربراہ شراب پینے والے اور عورتوں کے ساتھ فری ہونے والے مناظر کہیں نظر آ جاتے تھے۔

یہاں اسلامی تہذیب اور شرافت کو عام ہونے میں کئی برس لگے۔ غیر ملکیوں کی یہ پوری کوشش تھی کہ اسلامی جمہوریت اپنے مکمل اقتدار کے ساتھ قائم نہ ہو۔ میں تھوڑی دیر تک لولیتا کے خیالات پڑھتا رہا پھر داغی طور پر حاضر ہو کر ہبولا اینڈرسن سے کہا۔ "کل رات تم لولیتا کے ساتھ اوپیرا میں تھے۔ تمہیں احساس نہیں ہوا کہ وہ باتوں ہی باتوں میں تمہیں زیادہ پلا رہی ہے۔"

"نو سر! کل میں مدہوش نہیں ہوا تھا۔"

"پھر لولیتا کو کیسے معلوم ہوا کہ تمہارے بریف کیس میں آئل ریفائنری کی ایسی تصویریں ہیں۔ جو فوجی نقطۂ نظر سے بہت اہم ہیں اور نوانخواستہ آئندہ کبھی جنگ چھڑے گی تو ان تصویروں کے ذریعے تنصیبوں کو تیل کے کنوؤں میں گولے برسانے کی مکمل رہنمائی ملے گی۔"

"سر! ولیتا تصویروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے۔"

میں نے ایک زور کا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا پھر پوچھا۔ "تم ہوٹل میں ہو کہ کس کے سامنے بول رہے ہو۔ میں تصویروں کے بارے میں لولیتا کے دماغ سے معلوم کر رہا ہوں اور تم حقیقت سے انکار کر رہے ہو۔"

وہ طمانچہ کھا کر اپنی انسلٹ پر تلملا رہا تھا۔ کہنے لگا "آپ نے خود ہاتھ اٹھا کر اچھا نہیں کیا۔ میں فرانسیسی انٹیلی جنس کا چیف ایجنٹ ہوں۔"

میں نے کہا "چیف تھے۔ میرے طمانچے کے بعد نہیں رہے۔ فرانس کے اعلیٰ حکام بھی تمہارا یہ عہدہ بحال نہیں کر سکیں گے۔"

"مسٹر فرہاد! یہ آنے والا وقت بتائے گا۔"

"کیا ایسا کوئی آنے والا وقت تم دیکھ سکو گے؟"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ تم یہ راز جانتے ہو کہ فرہاد یہاں تمہارے بھیس میں موجود ہے۔ تم لولیتا کی دیوانگی میں آئندہ شراب پی کر اس کے سامنے میری اصلیت اگل دو گے۔ اس لیے تمہاری زبان کو ہمیشہ کے لیے بند ہو جانا چاہیے۔"

وہ سہم کر بولا "کیا آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں؟"

"فی الحال تو میں تمہیں آزاد کر رہا ہوں۔ ڈرائیور گاڑی روکو۔"

گاڑی رک گئی۔ میں نے کہا "باہر جاؤ۔ لولیتا تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

وہ فوراً ہی باہر نہ جاتا شاید مجھ سے بحث کرتا لیکن لولیتا کا نام سن کر تیر کی طرح گاڑی سے باہر چلا گیا۔ میں اسے تھوڑی دور چلاتا ہوا لے گیا۔ آگے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا مالک کسی قریبی عمارت میں گیا ہوا تھا۔ ہبولا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا' چابی گھما کر کار کو اسٹارٹ کیا پھر اسے آگے بڑھا دیا۔

اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا "مسٹر فرہاد! کیا آپ موجود ہیں؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ اس نے کہا "میں آپ سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔"

وہ مجھے بولنے پر اکسا رہا تھا پھر کہنے لگا "مجھے طمانچہ کھانے کے بعد غصہ آ گیا تھا' میں معافی چاہتا ہوں۔ یہ تسلیم کرتا ہوں کہ فرانس کا کوئی حاکم آپ کی اجازت کے بغیر مجھے ڈیپارٹمنٹ میں واپس نہیں آنے دے گا۔ آپ بہت فراخ دل ہیں۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔"

وہ بول رہا تھا مگر اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ منافق اور دوغلا ہے۔ وہ پہلے ایسا نہیں تھا۔ آدمی وقت اور حالات کے ساتھ بدلتا ہے اسے لولیتا کے حسن و شباب نے بدل دیا تھا۔ حالانکہ ابھی وہ ہاتھ نہیں آئی تھی دور ہی دور سے ٹرخا رہی تھی۔ یہ لالچ شدید تھا کہ آج رات وہ مہربان ہو گی۔

وہ مجھ سے دوستی کر کے آج رات یہاں رکنے کی اجازت چاہتا تھا تاکہ صبح تک لولیتا کے ساتھ رہے یا پھر اسے چور راستے سے اپنے ساتھ پیرس لے جائے۔ دو میں سے کوئی ایک بات ممکن ہو جاتی لیکن لولیتا اس مجنوں کی لیلیٰ نہیں تھی۔ اہم تصاویر حاصل کرنے کے لیے اسے الّو بنا رہی تھی اور اس حقیقت کو وہ دیوانہ عاشق تسلیم نہیں کر رہا تھا۔

اس نے کئی بار مجھے مخاطب کیا پھر کہا "میں جانتا ہوں فرہاد نے مجھے اس لیے آزاد چھوڑا ہے کہ میں سیدھا اپنی لولیتا سے جا کر ملوں۔ پھر وہ میرے ذریعے میری ڈارلنگ کو نقصان پہنچائے لیکن میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ خود پر جان دینے والی کی جان کا دشمن بن کر ابھی اس کے پاس جاؤں۔ میں ایسے وقت جاؤں گا جب وہ ہماری تاک میں نہیں رہے گا۔"

ایسا سوچتے وقت اکثر شکار ہونے والے بھول جاتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے نہ کچھ سوچ سکتے ہیں نہ کوئی حرکت کرسکتے ہیں وہ بھی بھول رہا تھا۔ اتنا تو یقین ہوگیا تھا کہ وہ بھروسے کے قابل نہیں رہا ہے۔ اس کے ذریعے لولیتا کے پیچھے چھپے ہوئے دشمنوں کو یہاں میری موجودگی کا علم ہوجائے گا۔

وہ ڈرائیو کرتا ہوا شہر سے باہر آیا' ایک جگہ کار روکی پھر دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "یہ میں کیا کررہا ہوں؟ اس ویرانے میں کیوں آیا ہوں؟"

وہ خالی الذہن ہوکر سوچنے لگا کہ ادھر کیوں آیا ہے؟ دراصل اس وقت میں اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ اچانک دماغی طور پر اپنی گاڑی میں حاضر ہونا پڑا۔ میرے ایک میزبان نے موبائل فون کا ریسیور مجھے دیتے ہوئے کہا "مسٹر ہارپ آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

جیکی ہارپ ان کی ٹیم کا لیڈر تھا۔ اس نے کہا "ہیلو مسٹر فرہاد! چھ گھنٹے گزر چکے ہیں' آپ ابھی تک ہوٹل نہیں پہنچے۔ میں انتظار کررہا ہوں۔"

میں نے کہا "فون رکھ دو میں گفتگو جاری رکھتا ہوں۔"

اس نے فون بند کردیا میں نے اس کے پاس آکر اسے بولا اینڈرسن کی احمقانہ عشقیہ داستان سنائی۔ اس نے کہا "جناب! اس بولا نے تو بڑی حماقت کا ثبوت دیا ہے۔"

"جی ہاں' اگر میں نے اسے جنم میں نہیں پہنچایا تو وہ شراب کے نشے میں لولیتا کو میری اصلیت بتادے گا۔"

"میں ٹیم کے لیڈر کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں اسے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

میں نے کہا "مسٹر ہارپ! آپ فوراً بولا کے کمرے میں جائیں اور اس کے بریف کیس سے آئل ریفائنری کی تمام تصویریں نکال کر اپنے پاس چھپالیں۔ میں ابھی بولا کے پاس سے آتا ہوں۔"

میں بولا کے پاس آتے ہی چونک گیا تھا۔ وہ آگ کے شعلوں میں گھرا ہوا تھا۔ میں نے جلدی جلدی اس کے خیالات پڑھے کیونکہ اس کا دماغ ملک الموت کی ایک پھونک سے بجھنے والا تھا۔

میں نے سوچا تھا کہ اسے ویرانے میں پہنچا کر مجبور کروں گا کہ وہ اپنے اوپر پٹرول چھڑک کر آگ لگائے اور اس طرح جل مرے کہ اس کی صورت پہچانی نہ جائے۔ اس طرح میں یہاں بولا بن کر رہ سکتا تھا۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے خود ہی اپنے اوپر پٹرول چھڑک کر آگ کیوں لگائی؟ اسے کس نے مجبور کیا تھا۔ جبکہ میں اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ میں جیکی ہارپ سے باتیں کررہا تھا' یہ سوچا نہیں جاسکتا تھا کہ وہ خود ہی جل کر مرگیا ہوگا۔

وہ موت کو نہیں' محبوبہ کو گلے لگانا چاہتا تھا۔ میری غیر موجودگی میں کس نے اسے مرنے پر مجبور کیا تھا لیکن وہ کون تھا؟ اس ویرانے میں اس کے آس پاس کوئی نہیں تھا۔ شعلے بھڑکنے سے کچھ لوگوں نے دور سے دیکھا تھا اور اس کی سمت دوڑے بھی تھے۔ اس کے خیالات بتا چکے تھے کہ اس نے اپنی مرضی سے خود کو آگ لگائی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ یہ حرکت ٹیلی پیتھی کے ذریعے گئی ہے۔ میرے علاوہ کوئی اس کے اندر موجود رہا تھا اور چاپ میری تمام کارروائیاں دیکھتا رہا تھا۔ اسے معلوم ہوگیا اب میں بولا بن کر وہاں رہنے والا ہوں۔ وہ دماغ میں رہ کر کرچکا تھا کہ میں بولا کو ویرانے میں لے جاکر قتل کرنے والا اسی لیے جب میں تھوڑی دیر کے لیے جیکی ہارپ کے پاس گیا اجنبی خیال خوانی کرنے والا یہ معلوم نہ کرسکا کہ میں بولا کے موجود ہوں یا نہیں۔ اس نے میرے پروگرام کے مطابق اسے مرنے پر مجبور کردیا۔

میں نے جیکی ہارپ کے پاس آکر کہا "ہمارا منصوبہ بری ناکام ہورہا ہے۔ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا پتا نہیں کب بولا کے دماغ میں تھا اور تم سب کی معصومیت کو دیکھتا رہا تھا۔ اس نے بولا کو ختم کردیا ہے۔ کیا تم نے اس کے بریف سے تصویریں نکال لیں؟"

"افسوس کے ساتھ کہتا ہوں سر! تصویریں غائب ہیں۔ کرنے والے نے بولا کے دماغ سے بریف کیس کے لاک کا نمبر پڑھا ہوگا۔ اس کے مطابق وہ بریف کیس کھول کر تصویریں لے گیا ہے۔"

میں نے فوراً ہی لولیتا کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی واپس آگیا۔ اس کا دماغ موت کی تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔ جیکی ہارپ سے کہا "بولا کی طرح لولیتا کو بھی ہلاک کردیا گیا۔ بات سمجھ میں آگئی ہے۔ وہ تصویریں حاصل کرلینے کے بعد بولا کے کسی کام کا نہ رہا تھا۔"

"اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے لولیتا کو کیوں مار ڈالا؟"

"اس لیے کہ میں اس لڑکی کے ذریعے اجنبی خیال خوانی والے کے دوسرے آلہ کاروں تک پہنچ سکتا تھا۔"

"جناب! اس معاملے میں ہم بری طرح ناکام رہے ہیں۔"

"ناکامی تو میری ہے کہ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا میں علی تیمور کو دیکھ رہا ہوگا اور جال پھیلا رہا ہوگا۔ میں کسی کو انتظار نہیں دیتا کہ وہ چھپ کر مجھ پر نظر رکھے۔"

میں نے ڈرائیور سے کہا "گاڑی تمبکان کی طرف لے جاؤ۔"

جیکی ہارپ نے مجھ سے پوچھا "آپ کہاں جارہے ہیں؟"

"میں ایسی جگہ چھپنے جارہا ہوں جہاں دشمن کا گھیرا ٹوٹ جائے گا۔"

"آپ واقعی عمدہ چالیں چلتے ہیں۔ آپ جہاں بھی جائیں اطلاع دیتے رہیں تاکہ میں آپ کے لیے سہولتیں فراہم

"ہوں۔"

"جب میں کہہ رہا ہوں کہ چھپنے جارہا ہوں تو پھر تمہیں وہاں متعلق اطلاع کیوں دیتا رہوں۔ دراصل مسٹر ہارپ! میں اسی ریقہ کار سے دشمنوں کا سراغ لگاتا ہوں۔ اس وقت وہ خیال خوانی سنے والا تمہارے دماغ میں چھپا ہوا ہے۔"

جیکی ہارپ نے کہا "جناب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میں جو کہہ رہا ہوں سنتے جاؤ۔ وہ تمہارے پاس رہ کر ناکام ہوا تو ڈرائیور کے دماغ میں آئے گا۔ وہ تمہاری ٹیم میں اپنے لیے سکتا ہے۔"

میں نے گاڑی رکوادی۔ اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے میزبانوں سے کہا "آپ لوگ گاڑی سے اتر جائیں اور کوئی سوال نہ کریں۔"

وہ کوئی بحث کیے بغیر اتر گئے۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ ڈرائیور سے مخاطب کیا "ہیلو مسٹر فرہاد! میں ڈرائیور کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

میں نے ڈرائیور کو دیکھا وہ تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "فرہاد علی تیمور! ابھی ایسا ہوا ہے کہ تم کسی ی میں رہو اور وہ تمہارے قابو میں نہ رہے۔ اس گاڑی کا ئیور..... کشتی کا ملاح جب چاہے تمہیں ڈبو دے۔"

میں نے کہا "تراف غار مرشین نے دودھ پیتے بچوں کو بھی ٹیلی ی سکھادی ہے۔ تم ماں کا دودھ چھوڑتے ہی میرے پاس مرنے ں آئے ہو۔"

"میں وہ بچہ ہوں کہ دشمنوں کو بھی اپنے ساتھ دودھ پلاتا ں۔ ایک دودھ کی گاڑی تمہارے پیچھے آرہی ہے' ایک گاڑی ے جارہی ہے۔ اس ڈرائیور کا دماغ میرے قبضے میں ہے۔ تمہیں یار رکھنے کی عادت نہیں ہے اس لیے میرے آلۂ کار ڈرائیور کو مان نہیں پہنچا سکو گے۔"

"ابے او ٹیلی پیتھی کی ناجائز اولاد! یہ کیوں بھول گیا کہ ابھی ں بولا اینڈرسن کا میک اپ کرنے کے لیے قینچی سے داڑھی مونچھیں کتر رہا تھا۔ قینچی بھی تو ایک ہتھیار ہے۔"

یہ کہتے ہی میں نے قینچی کی نوک ڈرائیور کی گردن پر ماری تیز رفتاری سے چلنے والی گاڑی ذرا ڈگمگائی' رفتار سست ہوئی میں نے ے کی طرف جھکتے ہوئے دروازہ کھولتے ہوئے ڈرائیور کو باہر دھکا دیا۔ وہ باہر لڑھکتا گیا گاڑی ایک طرف مڑتے ہوئے رک گئی۔ میں ے باہر نکلا سے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال کر اسے دوبارہ اسٹارٹ کیا۔ پیچھے آنے والی گاڑی سے فائرنگ ہونے لگی۔ آگے جانے والی ں سے کچھ لوگ باہر نکل کر میری طرف فائرنگ کررہے تھے ں میری گاڑی کو تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھ کر بوکھلا گئے ے سڑک کے دونوں کناروں کی طرف دوڑتے جارہے تھے تاکہ ختوں یا پتھروں کی آڑ لے کر فائرنگ کرسکیں۔

ان کی گاڑی سڑک پر کھڑی ہوئی تھی۔ میری گاڑی اسے ٹکر مارتی ہوئی آگے نکل گئی۔ میں نے عقب نما آئینے کو ایڈجسٹ کرتے ہوئے دیکھا وہ لوگ فائرنگ کرتے ہوئے دوڑ کر آئے اور سڑک پر ترچھی ہوجانے والی گاڑی میں بیٹھ گئے۔

اس گاڑی کے ترچھی ہوجانے سے پیچھے آنے والے ساتھیوں کی گاڑی رک گئی تھی۔ ان کے دوبارہ گاڑی میں بیٹھنے اور گاڑی کو سیدھی کرکے آگے بڑھنے میں جو وقت لگا اتنی دیر میں' میں ان سے دور ایک موڑ پر پہنچ گیا۔ میں اکثر وہ تدبیر کرتا ہوں جس کے بارے میں دشمن سوچ بھی نہیں سکتے۔ وہ گاڑی مجھے آگے بھاگنے میں مدد دے سکتی تھی لیکن میں نے اسے روک دیا۔ دروازہ کھول کر باہر آیا اپنے لیے جو نیا لباس خریدا تھا اسے پھاڑ ڈالا۔ میک اپ کے سامان سے ماچس نکالی پھر چاقو سے پٹرول ٹنکی کو کھولا پھٹے ہوئے کپڑے کو پٹرول میں بھگویا آدھا کپڑا ٹنکی کے اندر گھسایا' آدھا باہر لٹکایا پھر ایک تیلی سلگا کر کپڑے کو آگ دکھاتے ہی وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ سڑک کے ایک طرف کسی فیکٹری کی تعمیر کے لیے احاطے کی دیوار دور تک نظر آرہی تھی جیسے ہی میں چھلانگ لگا کر دیوار پر چڑھا ایک زوردار دھماکا ہوا' میں دیوار کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ وہاں سے سڑک نظر نہیں آرہی تھی لیکن دھماکے سے پھٹنے والی کار کے ٹکڑے فضا میں بلندی تک اڑتے ہوئے دکھائی دیے۔

میں دیوار کے پیچھے چھپتے ہوئے اس سمت دوڑنے لگا جدھر سے دشمن دو گاڑیوں میں آرہے تھے۔ وہ مجھے دیوار کے پیچھے نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن دھماکے والے موڑ پر پہنچ کر رک گئے تھے۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں وافر پٹرول تھا جو سڑک پر پھیل گیا تھا۔ اس کے ساتھ آگ بھی پھیل گئی تھی۔ کوئی گاڑی وہاں سے نہیں گزر سکتی تھی۔

میں بہت دور جاکر پھر دیوار پر چڑھ کر سڑک کی سمت اتر گیا۔ بہت سے لوگ بھڑکتے ہوئے شعلوں کی طرف جارہے تھے۔ پیچھے آنے والی گاڑیاں سڑک پر رکتی جارہی تھیں۔ دشمنوں کی گاڑیاں سڑک کے کنارے اتر کر گھاس پر چلتی ہوئی آگ سے بچ کر... آگے جارہی تھیں۔ ان کا خیال تھا میں اپنی گاڑی کو آگ لگا کر ان کا راستہ روک کر کہیں آگے بھاگتا چلا گیا ہوں۔

اس سڑک پر گاڑیاں جا بھی رہی تھیں اور آبھی رہی تھیں میں نے ایک کار والے سے کہا "مسٹر! کیا مجھے تاشقند تک لفٹ ملے گی؟"

وہ شخص بہت ہی زندہ دل تھا' مسکرا کر بولا "اگر لفٹ نہیں دوں گا تو اچانک تم ہتھیار نکال کر مجھے ہلاک کرنے کی دھمکی دو گے۔ میں مجبور ہوجاؤں گا۔ لہٰذا مجبور ہونے سے بہتر ہے میں تمہاری شرافت کی زبان سمجھ لوں۔ آجاؤ' اسے اپنی ہی گاڑی سمجھو۔"

میں نے دروازہ کھول کر اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا "میری شادی نہیں ہوئی ہے' بیوی

بچے نہیں ہیں۔ اس لئے اطمینان سے کسی کو بھی لفٹ دے دیتا ہوں کہ میرے پیچھے کوئی رونے والا نہیں ہے۔"

میں نے سیٹ کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں بند کرلیں پھر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ بول رہا تھا "یا محبی! تم سو رہے ہو' میں نے باتیں کرنے کے لیے لفٹ دی ہے۔ میرے جذبات کا خیال کرو۔ اے میرے خوابیدہ ہم سفر! میں تم سے بول رہا ہوں۔"

میں اسے ستانے کے لیے خراٹے لینے لگا' اس نے کہا "مجھے حسین عورت کے خراٹے اچھے نہیں لگتے۔ میں تمہارے کیسے سنوں؟ یا اللہ! رحم کر۔"

اس نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے تھوڑی سی روئی نکالی۔ پھر اسے دونوں کانوں میں ٹھونس لی۔ میں نے خراٹے بند کردیے۔ اس کے خیالات نے بتایا وہ ایک کارنیوال کا مالک ہے اس کارنیوال میں سرکس کے تماشے دکھائے جاتے ہیں۔ طرح طرح کے کھیل اور دلچسپیاں ہوتی ہیں۔ اسٹیج پر ناچ گانے پیش کیے جاتے ہیں۔ اسٹالوں پر رائفل سے نشانہ بازی ہوتی ہے اور فری اسٹائل کشتیاں بھی دکھائی جاتی ہیں۔

کارنیوال کے مالک کا نام یعقوب ہمدانی تھا۔ اس کے تقریباً دو سو ملازم کارنیوال کے مختلف شعبوں میں کھیل تماشے دکھاتے تھے جن میں سے ستر لڑکیاں تھیں۔ ادھر کچھ دنوں سے کچھ لوگ یعقوب ہمدانی کو پریشان کررہے تھے اسے دھمکیاں دے رہے تھے کہ اگر اس نے اپنے کارنیوال میں چار اجنبی مردوں اور دو عورتوں کو ملازمت نہ دی اور یہاں کی سرکار کو مطمئن نہ کیا کہ وہ چھ بندے اس کے کارنیوال کے پرانے ملازم ہیں تو اس کا نتیجہ برا ہوگا۔

ایسی دھمکی سے صاف ظاہر تھا کہ وہ دو اجنبی عورتیں اور چار مرد غیر قانونی طور پر ازبکستان آئے ہیں اور جعلی شناختی کاغذات کے ذریعے کارنیوال میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔ گویا کوئی خفیہ تنظیم تھی جو اپنے چھ بندوں کو وہاں کی شہریت دلانا چاہتی تھی۔

یعقوب ہمدانی کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا تھا۔ جب وہ روس کی ایک ریاست سے دوسری ریاست میں اپنا کارنیوال لے جاتا تھا تو حکومت کے باغی کارنیوال میں چھپ کر اور کافی اسلحہ چھپا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ آج کل غیر ملکی جاسوس اس کے پاس چھپنے آیا کرتے تھے۔

میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا "کیا میں سو گیا تھا؟"

وہ چڑ کر بولا "نہیں میں سو رہا تھا اور تم ڈرائیو کررہے تھے۔"

"سوری۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب کوئی زیادہ بولتا ہے تو اس کی بات شروع ہوتے ہی مجھے نیند آجاتی ہے۔"

"میں الو نہیں ہوں' تمہیں نیند نہیں آئی تھی تم مجھ سے پیچھا چھڑا رہے تھے۔ یہ بتاؤ تاشقند میں کہاں ڈراپ کروں؟"

"اپنے کارنیوال میں۔"

"کیا؟" وہ چونک کر بولا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا کارنیوال ہے؟"

"تمہاری پیشانی پر لکھا ہے کہ تمہارا نام یعقوب ہمدانی ہے اور تم کارنیول کے مالک ہو۔"

اس نے کار روک دی' عقب نما آئینے کو اپنی طرف گھما کر اپنی پیشانی کو دیکھا۔ پھر کہا "میری پیشانی پر کچھ لکھا ہوا نظر نہیں آرہا ہے۔"

"پیشانیوں پر لکھی ہوئی تحریریں صرف میں پڑھتا ہوں۔"

"اچھا تو پڑھو اور بتاؤ کیا لکھا ہے؟"

"تم چھ اجنبیوں سے پریشان ہو' وہ آج رات تمہارے کارنیوال میں پناہ لینے آرہے ہیں۔"

"کمال ہے۔ تم پریشان کرنے والوں کی تعداد سے بھی واقف ہو۔ سچ بتاؤ کیا ان کے نمائندے ہو؟"

"بالکل نہیں۔ میں نے کبھی ان میں سے کسی کی صورت بھی نہیں دیکھی تم ایسے لوگوں کو ناراض نہیں کرتے کیونکہ وہ تمہارے کارنیوال کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایسے لوگ دوست بن کر تمہیں مالی فائدہ پہنچاتے ہیں اور کچھ پڑھوں؟"

"ہاں' یہ بتاؤ جب ان سے مالی فائدہ پہنچتا ہے تو میں پریشان کیوں ہوں؟"

"موجودہ حکومت نے تمہیں تاکید کی ہے اگر تمہارے کارنیوال میں کوئی جاسوس چھپا ہوگا یا کارنیوال کی آڑ میں ملک دشمنی کروگے تو لمبے عرصے کے لیے جیل چلے جاؤ گے۔"

"بھئی' تم تو میری پیشانی کو کتاب کی طرح پڑھ رہے ہو۔"

"ہاں' تمہارے کارنیوال میں پہلے سے چند ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ تم ایسے تمام لوگوں سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو۔ آج تم نے بڑی مدت کے بعد فجر کی نماز پڑھی اور دعا مانگی کہ خدا تمہیں ایسے لوگوں سے نجات دلائے' خدا نے تمہاری سن لی۔ اگر تمہارا ایمان مستحکم ہے تو یقین کرلو اس معبود نے مجھے نجات دہندہ بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔"

وہ مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس کا ایمان مضبوط رکھنا چاہیے۔ قدرت کب اور کس بہانے مدد پہنچاتی ہے' یہ بندہ نہیں سمجھ پاتا۔ اگر سمجھنے کی کوشش کی جائے تو نادانی مدد سمجھ میں آجاتی ہے۔ وہ میرا ہاتھ تھام کر بولا "تم میرے ساتھ کارنیوال چلو گے؟"

اس نے کار آگے بڑھائی۔ میں نے کہا "ہاں' فی الحال تمہارے ساتھ رہوں گا میں بھی اس ملک میں اجنبی ہوں۔"

"میں تم پر کس حد تک بھروسا کرسکتا ہوں؟"

"میں مسلمان ہوں' پاکستانی ہوں۔ مسلمانوں کی نو آزاد اسلامی جمہوریت کی راہ میں جو بھی حائل ہوگا میں اس کے پیروں تلے سے زمین سرکادوں گا۔ مجھ پر اعتماد کرنے کے لیے صرف اتنا

رات تک میرے ساتھ رہو' میں تمہارے کارنیوال کو تمام ناپسندیدہ عناصر سے خالی کرادوں گا۔"

اس نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "میں تم پر بھروسا کروں گا۔ آج تم میری مشکل آسان کروگے تو کل صبح سے تمہیں اس ملک کا باقاعدہ شہری بنادوں گا۔ متعلقہ شعبے میں بہت اوپر تک میری پہنچ ہے۔ اعلیٰ افسر کے سامنے نوٹوں کی گڈیاں رکھتے ہی کام بن جاتا ہے کیا اپنا حلیہ تبدیل کروگے؟"

اس نے گاڑی آگے بڑھائی۔ میں نے کہا "یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ عارضی میک اپ میں ہوں۔ اپنے لیے کچھ ضروری سامان خریدوں گا۔"

میں نے تاشقند پہنچ کر پھر نیا لباس اور دوسری ضروریات کی چیزیں خریدیں پھر کار میں آگیا۔ وہ ڈرائیو کرنے لگا۔ کارنیوال کے احاطے میں پہنچنے تک میں نے بولا اینڈرسن کے میک اپ سے نجات حاصل کرلی۔ اپنے چہرے پر مونچھوں کا اور ہلکی سی خوب صورت تراشیدہ داڑھی کا اضافہ کیا تھا۔ آنکھوں میں ہلکے سبز رنگ کے کنٹیکٹ لینز لگائے تھے۔ چھوٹی چھوٹی تبدیلیوں سے چہرہ بالکل بدل گیا تھا۔

اس نے تعریفی نظروں سے دیکھا پھر پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے ظہیر الدین بابر کہتے ہیں۔"

وہ بولا "ظہیر الدین بابر تاریخ کا ایک اہم کردار ہے۔ وہ یہاں سے سو میل کے فاصلہ پر فرغانہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے ہندوستان میں عظیم الشان مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی۔"

میں نے کہا "میرے والدین نے اسی شہنشاہ سے متاثر ہو کر میرا نام ظہیر الدین بابر رکھا ہے۔"

ہم کارنیوال کے احاطے میں پہنچے۔ وہاں شام پانچ بجے سے رات گیارہ بجے تک کھیل تماشے جاری رہتے تھے۔ جب ہم پہنچے تو شام ہونے والی تھی۔ کارنیوال کے تمام اسٹال کھل رہے تھے۔ سرکس اور تھیٹر وغیرہ کے خیموں سے موسیقی کی آواز ابھرنے لگی تھی۔ وہاں کے تمام ملازمین یعقوب ہمدانی کو دیکھ کر سلام کررہے تھے۔ دو چار نے میرے متعلق اس سے سوال کیا۔ اس نے کہا "یہ میرے نئے پرسنل سیکریٹری مسٹر ظہیر الدین بابر ہیں اب یہ میرے ساتھ رہا کریں گے۔"

جو مجھے تجسس اور تشویش سے دیکھ کر میرے متعلق سوالات کررہا تھا میں ان کے اندر کا حال معلوم کرنے لگتا تھا۔ میں نے یعقوب ہمدانی سے کہا "تمہارا یہ پہلوان زرک زرتاج اس کارنیوال کا دادا بنا ہوا ہے۔ اس سے سب ہی ڈرتے ہیں یہ تمہیں خاطر میں نہیں لاتا۔"

"ہاں پہلوانوں کی کشتیاں دیکھنے والے شائقین زیادہ ہیں۔ نامی پہلوانوں پر نقد روپل کی شرائط لگائی جاتی ہیں' زرک زرتاج ان شرائط کی آدھی رقم خود رکھ لیتا ہے۔ یہاں کے بڑے بڑے پہلوان بھی اس سے ڈرتے ہیں۔"

"آج رات میرے ساتھ اس کی کشتی کا اعلان کردو۔"

وہ حیرانی سے بولا "تم اس سے مقابلہ کرو گے؟ پورے ازبکستان میں اس کے مقابلے کا کوئی پہلوان نہیں ہے۔ جو پہلے تھے وہ اس سے اپنے ہاتھ پاؤں تڑوا چکے ہیں۔ وہ تمہارے مقابلے میں پہاڑ ہے۔"

میں نے کہا "پہاڑ کو آدمی ہی کاٹ کاٹ کر چھوٹا کرتا ہے۔"

"پھر بھی پہلے تم میرے چھوٹے دشمنوں کو کاٹو۔ ورنہ یہ زرک زرتاج تمہیں آج اسپتال بھیج دے گا۔"

"ہمدانی! اگر میں بیکار ثابت ہوا تو پھر تمہیں فکر نہیں کرنی ہوگی کہ میں اسپتال جارہا ہوں یا قبرستان۔ اس لیے کہ میں تمہارے کسی کام کا نہیں رہوں گا اور اگر کارآمد ثابت ہوا تو پھر تمہارے ساتھ یہیں مستقل رہوں گا۔"

اس نے کارنیوال کے منیجر کو بلا کر کہا "ریسلنگ اریناما میں اعلان کراؤ۔ آج رات ایک نیا پہلوان ظہیر الدین بابر یہاں آیا ہوا ہے اور وہ ناقابلِ شکست پہلوان زرک زرتاج کو مقابلے کے لیے چیلنج کررہا ہے۔ شرط لگانے والوں کو دو کے چار' دس کے بیس اور پچاس کے سو ملیں گے۔ یہی اعلان پوسٹر کی صورت میں لکھوا کر کارنیوال کے تمام اسٹالوں پر لگوا دو۔"

وہ اپنے دفتر میں آیا۔ وہاں ایک میز کے پیچھے ایک حسین و جمیل عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ پہلے ہمدانی نے اسے محبت میں پھانسا تھا۔ اب وہ اسے شادی کے لیے پھانس رہی تھی۔ ہمدانی شادی کا معاملہ زیادہ عرصہ تک ٹال نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ پہلوان زرک زرتاج کی چھوٹی بہن تھی اور زرک زرتاج نے ہمدانی سے صاف صاف کہہ دیا تھا "میری بہن زرینہ زرتاج سے شادی کرو۔ اگر کسی وجہ سے نہیں کرنا چاہتے تو کارنیوال کی آدھی آمدنی اس کے نام لکھ دو۔"

جب زرینہ زرتاج کو معلوم ہوا کہ میں اس کے بھائی سے مقابلہ کرنے والا ہوں تو وہ مجھے حقارت سے دیکھتے ہوئے بولی "ہمدانی! کیا میرے بھائی کے مقابلے کے لیے تمہیں ایسے ہی کیڑے مکوڑے ملتے ہیں۔ میرا بھائی اس پر تھوکے گا تو یہ گر پڑے گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "یہ تو بتاؤ وہ کیسے تھوکے گا؟ کیا ایسے؟"

میں نے آخ تھو کہتے ہوئے اس پر تھوک دیا۔ مارے غصے کے اس کا دماغ پھٹنے لگا۔ وہ پوری قوت سے چیختی ہوئی کرسی سے اچھل کر کھڑی ہوئی پھر مجھ پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھی۔ سامنے ایک کرسی تھی۔ اس نے کرسی کو لات ماری پھر اسے اٹھا کر پٹخنے لگی' اس کے دماغ میں یہ بات تھی کہ وہ مجھے اٹھا کر پٹخ رہی ہے۔

میں نے پھر اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ اس پر دوبارہ

تھوک رہا ہوں۔ وہ غصے کی شدت سے چیخ چیخ کر بھائی کو آوازیں دیتی ہوئی دفتر کے باہر بھاگتی چلی گئی۔ ہمدانی نے اپنے سر کے بالوں کو نوچتے ہوئے کہا "ہائے بابر! یہ تم نے کیا کیا؟ اب تو یہاں تمہاری لاش گرے گی اور میرے ہاتھ پاؤں ٹوٹیں گے۔ تمہیں یہاں لانے کی سزا مجھے بھگتنی پڑے گی۔"

میں دفتر سے باہر آیا' وہاں پورے کارکنوں پر بمن بھائی کی دہشت طاری تھی۔ ہمدانی کے تمام ملازمین زرینہ کو جھک جھک کر سلام کرتے تھے۔ آج اسے روتے اور بھاگتے دیکھ کر ہلچل سی مچ گئی۔ جب یہ پتا چلا کہ میں نے میڈم کی بے عزتی کی ہے تو کتنے ہی لوگ ہمدانی کے پاس آئے۔ ہمدانی نے کہا "مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں اسے مہمان بنا کر یہاں لایا ہوں۔ بہرحال وہ تمہارے آقا کا مہمان ہے۔ تم میں سے کوئی اس پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا البتہ وہ زرینہ کا مجرم ہے اس مجرم کو زرک زرتاج سزا دے گا۔ وہ بمن کا انتظام لینے آتا ہی ہوگا۔"

کارنیوال کے وسط میں ایک اونچا سا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ میں وہاں جا کر کھڑا ہوگیا۔ پھر زرک زرتاج کے اندر پہنچ گیا۔ زرینہ غصے سے چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی "اسے مار ڈالو' جان سے مار ڈالو۔ جب وہ آدھا مرجائے تو اسے میرے حوالے کردینا۔ میں اس پر تھوکتی جاؤں گی اور اس کے جسم پر خنجر سے زخم لگاتی جاؤں گی۔"

وہ بمن بھائی جہاں حکمرانی کرتے تھے وہاں کوئی ان پر تھوک دے' یہ تو مرجانے یا مار ڈالنے والی بات تھی۔ زرک شیر کی طرح دہاڑتا ہوا اپنے خیمے سے باہر آیا۔ ہمدانی کے دفتر کی طرف دوڑتے ہوئے مجھے گالیاں دینا چاہتا تھا میں نے اسے اوندھے منہ گرادیا۔ اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے گالی دینا چاہا۔ میں نے پھر اسے اوندھے منہ گرادیا۔

وہ جہاں گر رہا تھا وہاں ایک پتھر تھا جس سے چہرہ لہولہان ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے اندر ہی خیال پیدا کیا کہ گالیاں دیتا رہے گا تو اوندھے منہ پتھر پر گرتا رہے گا۔ وہ گالیاں چھوڑ کر گرجتا اور للکارتا ہوا اٹھا پھر دوڑتا ہوا آنے لگا۔ لوگ دور ہٹ رہے تھے۔ زرینہ بھی ہاتھ میں خنجر لیے بھائی کے پیچھے چلی آرہی تھی۔

کارنیوال کے تمام لوگ زرک پہلوان کو لہولہان دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ وہ گرج کر پوچھ رہا تھا "کہاں ہے وہ بدمعاش؟ آج وہ عبرت ناک موت مرے گا۔"

لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ وہ اچھل کر اسٹیج پر میرے سامنے آیا پھر گرجتے ہوئے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ سیدھا مجھ پر آیا میں نے ذرا جھک کر اسے دونوں ہاتھوں پر روک لیا۔ اسے اپنے سر سے بلند رکھتے ہوئے سیدھا کھڑا ہوگیا پھر گول گھوم کر اسے اسٹیج سے باہر تماشائیوں کے اوپر پھینکا۔ تماشائی وہاں سے بھاگے۔ وہ زمین پر جا کر گرا پھر تکلیف سے کراہنے لگا۔

زرینہ خنجر اٹھائے دوڑتی ہوئی اسٹیج پر آئی۔ مجھ پر خنجر سے حملہ کیا۔ میں نے اس کی کلائی پکڑی تو وہ تکلیف برداشت نہ کرکے خنجر گر پڑا۔ میں نے اسے ایک جھٹکے سے لوگوں کی طرف گھماتے ہوئے کہا "اسے دیکھو۔ غرور نے اس کے دل و دماغ سے انسانیت کا احترام مٹادیا ہے۔ یہ بھائی کی شہ زوری کے بل پر تم سب کو حقارت سے دیکھتی تھی۔ اس نے مجھ پر تھوکنے کی بات کی تو میں نے اس پر تھوک کر دکھادیا۔"

زرک زمین پر سے اٹھ رہا تھا۔ میں نے زرینہ کو اٹھا کر اس کی طرح پھینک دیا۔ کارنیوال میں کام کرنے والے میری باتوں سے قائل ہو رہے تھے کیونکہ وہ زرک سے سہمے رہتے تھے۔ وہاں تماشے دکھانے اور ناچنے گانے والی لڑکیاں بھی اس کے خلاف ہمدانی سے شکایتیں کرتی تھیں اور بے چارہ ہمدانی زرک کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہتا تھا "پلیز لڑکیوں کو پریشان نہ کرو' وہ بھاگ جائیں گی تو پھر کارنیوال کے لیے ایسی تربیت یافتہ لڑکیاں مشکل ہی سے ملیں گی۔"

آج وہ لڑکیاں بمن بھائی کو مار کھاتے دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں لیکن ان لڑکیوں کی طرح دوسرے مرد بھی اپنی مسرتوں کو چھپا رہے تھے۔ انہیں ابھی پوری طرح یقین نہیں ہوا تھا کہ میں اس خطرناک پہلوان پر آخر تک غالب رہوں گا۔

زرینہ اور زرتاج کی عزت پر بن آئی تھی۔ ان کے سامنے دو ہی راستے تھے کہ مجھے مار ڈالتے یا پھر آدھا کارنیوال جوان کے قبضے میں تھا۔ اسے چھوڑ کر بھاگ جاتے اور کوئی اپنی حکومت اور اقتدار کی جگہ چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا۔ اس لیے زرک جی جان لگا کر مجھ سے مقابلہ کرنے لگا لیکن داؤ پیچ جاننے اور جی جان لگانے کے باوجود وہ بری طرح مار کھا رہا تھا کیونکہ میں اس کی سوچ کے ذریعے اس کے حملوں کے انداز کو سمجھ لیتا تھا اور خود حملے کرنے وقت اسے اپنے بچاؤ کا موقع نہیں دیتا تھا۔

زرینہ بھائی کو لہولہان ہوتے دیکھ کر بھاگتی ہوئی گئی تھی اس کی سوچ نے بتادیا تھا کہ وہ اپنے خیمے سے گن اور کارتوس لینے گئی ہے۔ واپس آتے ہوئے اس نے ایک ہوائی فائر کیا۔ جس کے باعث بھیڑ چھٹ گئی۔ وہ مجھے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے بولی "زرک! اسے خوب مارو۔ یہ تم پر ہاتھ سے حملہ کرے گا تو میں اس کے ہاتھ پر گولی ماروں گی۔ یہ تم پر لات چلائے گا تو میں اس کے پیروں کو زخمی کروں گی۔"

زرک نے مجھے گرانے کا ایک ہاتھ رسید کرنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ زرینہ کے دماغ میں گھس کر اس کے بھائی کے ہاتھ پر گولی ماروں گا اس سے پہلے ہی ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی اور زرک اپنا زخمی بازو تھام کر کراہنے لگا۔

سب کی نظریں ایک حسینہ پر جم گئیں۔ وہ ایک ریوالور کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے زرک کو نشانے پر رکھتے ہوئے بول رہی تھی "زرینہ! بھائی کو زندہ دیکھنا چاہتی ہو تو اپنی گن پھینک دو۔ یہ انصاف نہیں ہے کہ باہر نہتا لڑے اور تم اسے گولی مارنے کی دھمکی دے کر بھائی کی شکست کو فتح میں بدلنے کی بے ایمانی کرو۔"

اس حسینہ کی جرأت نے دوسروں کو حوصلہ دیا' سب کہنے لگے "ہاں' ہاں یہ بے ایمانی ہے۔ زرک مردانگی سے لڑو یا میدان چھوڑ دو۔"

زرینہ اپنی گن پھینک کر بھائی کو بے یار و مددگار نہیں بنانا چاہتی تھی۔ اس نے یعقوب ہمدانی سے کہا "تم ایک اجنبی کے کھل پر ہماری ذلت کا تماشا دیکھ رہے ہو۔ یاد رکھو' بازی کسی وقت بھی پلٹ سکتی ہے۔ اپنی بھلائی اور سلامتی چاہتے ہو تو اس اجنبی کو ابھی یہاں سے نکال دو۔"

پھر ٹھائیں سے ایک گولی چلی۔ زرینہ کے ہاتھوں سے گن چھوٹ گئی۔ وہ اپنے زخمی بازو پر ہاتھ رکھ کر کراہنے لگی۔ حسینہ نے کہا "اجنبی کو یہاں سے نکالنے کا حکم نہ دو۔ انصاف کا تقاضا پورا ہونے دو۔ جو میدان ہارے گا وہی یہاں سے جائے گا۔"

میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "مجھ اجنبی سے محبت کرنے والے دوستو! میرا مقابل زخمی ہوچکا ہے۔ میں اس پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔"

یعقوب ہمدانی نے زرینہ کی گری ہوئی گن اٹھا کر کہا "ایک انسان میں دو تلواریں نہیں سماتیں۔ میرے کارنیوال میں دو شہ زور نہیں رہ سکتے۔ کسی ایک کو رہنا ہے۔"

اس نے زرک کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "ایک بار تم نے سب کے سامنے میرا گریبان پکڑا تھا۔ اس کارنیوال کے مالک کو ذلیل کیا تھا۔ تم بمن بھائی مجھے آقا نہیں ایک مجبور غلام سمجھتے تھے۔"

اس نے زرک کی ایک ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر گر پڑا۔ ہمدانی نے زرینہ سے کہا "ایک بار تم نے اپنے بھائی کی موجودگی میں مجھے طمانچہ مارا تھا۔ میں نے اسی دن طے کرلیا تھا کہ بھائی کے علاوہ مجھ پر حاوی رہنے والی سے کبھی شادی نہیں کروں گا۔"

اس نے زرینہ کا نشانہ لیا۔ وہ گڑگڑانے لگی "نہیں' مجھے گولی نہ مارو۔"

وہ قریب آکر اس کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے بولا "اس طمانچہ تم نے مجھے طمانچہ مارا تھا نہ آج میں نے تمہیں مارا ہے۔ یہ تمہیں طاقت مارتی ہے۔ اس لیے چند روزہ طاقت پر غرور نہیں کرنا چاہیے۔ یہ طاقت بڑی ہرجائی ہے' کبھی تمہارے پاس رہتی ہے' کبھی اچانک تم پر تھوکنے کے لیے ہمارے پاس چلی آتی ہے۔"

پھر اس نے کہا "ان بمن بھائی کے تین غنڈے حمایتی ہیں' وہ تینوں حمایتی اسٹیج پر سے زرک کو اٹھا کر لے جائیں اور اپنے پہلوان کو اٹھا کر میرے کارنیوال سے دور لے جائیں۔"

وہ تینوں حمایتی اسٹیج پر سے زرک کو اٹھا کر لے جانے لگے۔ ہمدانی نے زرینہ کو دھکا دیتے ہوئے کہا "جاؤ اور کبھی اِدھر نظر نہ آنا کہ بار تم بھائی کے ساتھ زندہ جارہی ہو اگلی بار موت تم لوگوں کو لے جائے گی۔"

وہ دونوں اپنے تین غنڈوں کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ کارنیوال کے تمام ملازمین اب کھل کر خوشی کا اظہار کررہے تھے۔ کوئی مجھ سے مصافحہ کررہا تھا کوئی مجھے گلے لگا رہا تھا۔ وہ حسینہ دور کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ اس کا نام سمورا زویسکوف تھا۔ کارنیوال میں رائفل شوٹنگ اسٹال کی انچارج تھی۔ اس کا تعلق کسی تنظیم سے نہیں تھا اور وہ کسی کی آلۂ کار نہیں تھی۔

میں لوگوں سے مصافحہ کرنے کے دوران سمورا کے دماغ میں جھانک آیا۔ ضروری معلومات سے مطمئن ہو کر یعقوب ہمدانی کو دیکھا۔ وہ قریب آکر بولا "تمہیں داد دینے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں' تمہاری یہ بات میرے دل کو لگ گئی ہے کہ میں نے آج فجر کی نماز میں دعا مانگی تھی۔ خداوند کریم نے دعا قبول کرلی' واقعی تمہیں نجات دہندہ بنا کر میرے پاس بھیجا ہے۔ اب میں تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "شام کا اندھیرا پھیل رہا ہے کارنیوال کا دھندا شروع کرو' اپنی باتیں بعد میں ہوں گی۔"

یعقوب ہمدانی نے دو چوکیداروں کو حکم دیا "ٹکٹ کاؤنٹرز کھول دو' لوگوں کو اندر آنے دو۔"

دونوں چوکیدار چلے گئے۔ مجھے اپنے پیچھے مترنم سی آواز سنائی دی "ہیلو بابر!"

میں نے گھوم کر دیکھا۔ سمورا زویسکوف مسکرا رہی تھی۔ اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا' میں نے وہ گداز ہاتھ تھام لیا۔ اچھی خاصی اوور کوٹ پہننے والی سردی تھی' اس کے باوجود سمورا کا ہاتھ گرم تھا وہ اٹھائیسویں برس کی گرتی عمر سے گزر رہی تھی لیکن اب تک شادی نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی مرد سے دوستی کی تھی ایسا کیوں تھا؟ یہ تفصیل سے چور خیالات پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا۔ جس کا موقع ابھی نہیں تھا۔

وہ بولی "تم نے آج مجھ پر احسان کیا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "احسان تو تم نے کیا ہے' زرک کو گولی مار کر اسے زخمی کرکے فوراً ہی جنگ ختم کرادی۔"

"اگر تم اسے مار مار کر نیم مردہ نہ کرتے تو میں اس پر گولی چلانے کا حوصلہ نہ کرپاتی۔ اس شیطان نے چیلنج کیا تھا کہ آج رات میرے خیمے میں آئے گا۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا "اگر آجاتا تو کیا کرتیں؟"

"میں نے ایک پستول اور ایک خنجر تکیے کے نیچے اور پیروں کی طرف چھپا کر رکھ دیا تھا۔ یہ قسم کھائی تھی کہ اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ ناکام ہوتی تو خودکشی کرلوں گی۔"

میں نے پھر مسکرا کر کہا "خودکشی کی نوبت نہیں آئی' تم کسی خوش نصیب کے لیے بچ گئی ہو۔"

"میری زندگی میں کسی خوش نصیب یا بدنصیب کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"یہ تم فطری تقاضوں کے خلاف بول رہی ہو۔"

اس نے میرے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ کو دیکھا پھر کہا "تم نے یہ ہاتھ بہت دیر رکھ لیا' اب واپس کردو۔"

میں نے اسے چھوڑتے ہوئے کہا "تم نے اپنی خوشی سے میرے ہاتھوں میں دیا تھا۔ میں کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔ تم سے بھی ایک نگاہِ کرم کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ ویسے جب کبھی سوچنا تو یہ ضرور سوچنا کہ گیا وقت نہیں ہوں کہ بلاؤ تو پھر آ نہ سکوں۔"

اسی وقت یعقوب ہمدانی تیزی سے چلتا ہوا آیا پھر بولا "سورا! تم جاؤ پھر کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔"

وہ ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھتی ہوئی چلی گئی۔ ہمدانی نے کہا "دیکھ رہے ہو بابر! ابھی تک کارنیوال کا پھاٹک نہیں کھلا ہے' ٹکٹ کاؤنٹرز بند ہیں۔"

"کیوں بند ہیں؟ باہر سے تماشائی کیوں نہیں آ رہے ہیں؟"

"جس شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کے چھ بندے اپنے کارنیوال میں ملازم رکھ لوں اس نے یہاں غنڈا گردی شروع کردی ہے۔ کاؤنٹرز پر غنڈے ہیں' وہ کسی کو ٹکٹ خریدنے نہیں دے رہے ہیں۔"

میں نے کہا "یہ محض سینماؤں اور تھیٹروں میں ہونے والی غنڈا گردی نہیں ہے۔ اس کے پیچھے سیاست اور غیر ملکی ایجنٹوں کی چالیں ہیں۔ کسی بھی غیر ملکی سیاسی تنظیم کو تمہارے کارنیوال سے بہت سے فائدے حاصل ہوں گے اس لیے وہ شخص چاہتا ہے کہ یہاں صرف اس کے چھ بندے نہ رہیں بلکہ پورا کارنیوال اس کے قبضے میں آجائے۔"

ہمدانی نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے' اس شخص کا مطالبہ ہے کہ میں تمہیں اس کے حوالے کردوں۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"ہاں' وہ کہتا ہے' تمہارا نام ظہیرالدین بابر نہیں بلکہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

میں یکبارگی اندر سے الرٹ ہوگیا۔ بینڈ باجے کی آواز سنائی دی' کارنیوال کے احاطے کا گیٹ کھلنے لگا۔ بینڈ باجے والے اپنی دُھن بجاتے ہوئے لیفٹ رائٹ کے انداز میں چلتے ہوئے احاطے میں داخل ہو رہے تھے۔ ان کے پیچھے دو گاڑیاں تھیں ان میں مسلح افراد تھے' ایک گاڑی کی چھت پر ایک شخص گن لیے کھڑا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر ایک چنگی بجائی اس کے ساتھ ہی چاروں طرف احاطے کی دیوار پر گن مین چڑھتے ہوئے دکھائی دیے۔

وہ سب چھپے ہوئے تھے اب ظاہر ہو رہے تھے۔ گاڑی کی چھت پر کھڑے ہوئے شخص نے دونوں ہاتھوں سے ایک سگنل دیا۔ اس کے ساتھ ہی احاطے کی دیوار پر سے چاروں طرف ہوائی فائرنگ ہوئی پھر خاموشی چھا گئی۔

وہ شخص بلند آواز سے بولا "یہ ہوائی فائرنگ ایک وارننگ ہے۔ اگر کسی نے مقابلہ کرنے کی حماقت کی تو کارنیوال کے ایک ایک فرد کو گولیوں سے چھلنی کردیا جائے گا۔"

وہ دور سے میری طرف انگلی کرتے ہوئے بولا "یہ موجودہ صدی کا سب سے خطرناک شخص فرہاد علی تیمور ہے اس کے سامنے روس اور امریکا ہار جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پاس آکر موت بھی ہار جاتی ہے۔"

وہ اپنا سینہ ٹھونکتے ہوئے بولا "میں پہلا شخص ہوں کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ کے اندر جاکر اپنی خیال خوانی کی حکومت قائم کرنے والا ہوں۔"

وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا "لوگو! میں اسے جان سے نہیں ماروں گا صرف زخمی کروں گا پھر یہ میرا تابعدار بن جائے گا۔ اپنی مرضی سے میرا غلام بن کر یہاں سے جائے گا اس لیے تم لوگوں کو ہمارے معاملہ میں نہ اعتراض کرنا چاہیے' نہ ہمارے مقابلے پر آنے کی حماقت کرنا چاہیے۔"

اس نے گن سیدھی کی پھر مجھ سے کہا "فرہاد! تم یہ معلوم کرنے کے لیے بہت بے چین ہوگے کہ میں نیا خیال خوانی کرنے والا کون ہوں اور کس ملک یا کس تنظیم سے تعلق رکھتا ہوں۔"

میں نے اسے باتوں میں الجھانے کے لیے کہا "مجھے اسیر کرنے سے پہلے بہتر ہے کہ مجھے اپنی ہسٹری بتادو۔"

"تمہاری کھوپڑی کے اندر آکر سب کچھ بتادوں گا۔ میں تمہیں صرف ایک منٹ دیتا ہوں تم اچھی طرح سچویشن کو سمجھ لو۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنی پوری فیملی کو مدد کے لیے بلالو اور یہ وقت دعا کا بھی ہے لیکن ایسا برا وقت ہے کہ خدا بھی دعا قبول نہیں کرے گا۔"

اس میں شبہ نہیں تھا کہ اس نے زبردست محاصرہ کیا تھا۔ تقریباً پچیس تیس مسلح افراد چاروں طرف احاطے کی دیوار پر کھڑے ہوئے تھے۔ میں کارنیوال کے کھلے ہوئے حصے میں ایک اسٹیج پر تھا۔ وہاں سے کسی طرف بھی بھاگتے وقت گولیوں کی بوچھاڑ سے بچنے اور چھپنے کے لیے کوئی آڑ نہیں تھی۔

مجھے یقین ہوگیا کہ ان حالات میں اپنی کوششوں سے بچنا ناممکن ہے پھر بھی میں نے اپنی سی کوشش کی' اس سے کہا "سنو! میں نے فرہاد کی فیملی سے ابھی رابطہ کیا تھا۔ انہیں اپنی حالتِ زار بتائی تھی۔ وہ کہتے ہیں بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ مجھے تمہارے ہاتھوں زخمی ہوکر اپنا دماغ تمہارے حوالے کردینا چاہیے۔"

اس شخص نے کہا "تم مجھے یہ سمجھانا چاہتے ہو کہ تمہاری فیملی کو تمہارے اسیر ہونے کی کوئی پروا نہیں ہے۔ یعنی تم فرہاد نہیں ہو اگر فرہاد ہوتے تو تمہارے لوگ ابھی جان کی بازی لگادیتے۔"

میں نے کہا "میں اپنی زبان سے فرہاد ہونے یا نہ ہونے کا یقین نہیں دلاؤں گا اور نہ ہی تم یقین کرو گے میرا خیال ہے ایک منٹ کی وہ مہلت ختم ہوچکی ہے۔"

اس نے اپنی گن سے میری ایک ٹانگ کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں صرف زخمی کررہا ہوں' اگر ذرا بھی ہلو گے تو جان بھی جاسکتی ہے۔"

میرے پاس کھڑے ہوئے یعقوب ہمدانی نے کہا "تمہارا یہ دشمن سمجھ میں نہیں آیا۔ جب یہ تمہیں جان سے مار سکتا ہے تو پھر زخمی کیوں کررہا ہے؟"

اس سوال کا جواب ملنے ہی والا تھا۔ فائرنگ کی آواز گونجی گولی سنسناتی ہوئی آئی' میں ایکدم سے اچھل کر ہمدانی پر آ گرا' ایک چیخ بلند ہوئی پھر ہم دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے اسٹیج پر گر پڑے۔ یہ درست ہے کہ یہ دنیا ایک اسٹیج ہے۔ ہم سب پیدا ہوکر مرنے تک ایکٹنگ کرتے ہیں پھر اس اسٹیج سے ہمیشہ کے لیے چلے جاتے ہیں۔

دشمنِ جاں نے مجھے ہمیشہ کے لیے رخصت نہیں کیا' میں نے دماغ میں اس کی سوچ کی لہروں کو سنا۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں دنیا کا پہلا خیال خوانی کرنے والا ہوں کہ فرہاد کے دماغ میں فتح کے جھنڈے گاڑ رہا ہوں۔"

وہ پھر ایک بار قہقہہ لگا کر بولا "افسوس فرہاد! آج سے تمہاری غلامی کا دور شروع ہوتا ہے۔"

○☆○

بدی کو کچلنے اور نیکی کا بول بالا رکھنے کے مخصوص ایمان افروز طریقے ہیں۔ اس طرح نیکی برباد کرنے اور بدی کا سربلند رکھنے کے لیے بھی بے شمار ہتھکنڈے آزمائے جاتے ہیں۔ ہم انسانوں کی مذہبی دنیا میں بھی ایسی چالیں چلی جاتی ہیں۔ اگر ایک مذہب بڑھتا اور پھیلتا جارہا ہو تو اس کے مقابلے میں دوسرے مذہب کو بڑھاچڑھا کر پیش کیا جاتا ہے اور اس دوسرے مذہب میں طرح طرح کی پیچیدگیاں پیدا کی جاتی ہیں تاکہ کمزور عقیدے کے لوگ کشاکش کاٹتے رہیں اور اپنے بڑھنے' پھلنے پھولنے والے مذہب کی نفی کرتے رہیں۔

ابھی کچھ زیادہ صدیاں نہیں گزریں۔ ہندوستان میں شہنشاہ اکبر نے ایک نئے مذہب دینِ الٰہی کی داغ بیل ڈالی تھی۔ رانی جودھابائی سے شادی کرکے اس روایت کا آغاز کیا تھا کہ ہندو بھی مسلمان عورتوں سے شادی کرسکتے ہیں۔ موجودہ دور میں بھارت کے سیکولر پالیسی کے مطابق آج بھی ہندو اور مسلمان کہیں کہیں ایک دوسرے کی عورتوں سے شادیاں کرتے پائے جاتے ہیں۔

ایسی بات نہیں ہے کہ وہاں کے مسلمان راسخ العقیدہ اور پکے ایمان نہیں رکھتے ہیں بلکہ ایسے ایمان والے ہیں کہ کفر کے ملک میں اسلام کو سدا بہار بنا کر رکھتے ہیں۔ قباحت یہ ہے کہ دینِ الٰہی کے نام پر سیکولرازم کا بیج بودیا گیا تھا۔ اب ایک کمزور عقیدہ مسلمان کو ہندو مذہب کی حسینہ مل رہی ہو تو وہ انکار کیوں کرے گا یا اپنی بیٹی یا بہن ہندو کو دینے سے اپنی سیاسی پوزیشن مضبوط ہوتی ہو تو وہ اقتدار کی طرف کیوں نہیں جائے گا؟

میں اپنی داستان کی طرف آتا ہوں۔ ازبکستان میں ایسے ہی ایک نئے مذہب کا پرچار کرنے والی جماعت موجود تھی۔ اس جماعت کا نام متحدہ مذہبی فرنٹ تھا اور اس کے مذہب کا نام دینِ انسان تھا۔ ان کی باتیں بڑی خوب صورت تھیں وہ کہتے تھے۔

"مذہب وہ ہے جو انسان کو تہذیب کے دائرے میں رکھتا ہے اور تہذیب اسی صورت میں قائم رہتی ہے جب تمام انسان ذات برادری اور مذہبی تعصب سے بالاتر ہوں۔ یہ "دینِ انسان" ایسا مذہب ہے جو دنیا کے تمام انسانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لاتا ہے۔

دینِ انسان کے ماننے والے اپنے اپنے گھروں اور عبادت گاہوں کی چار دیواریوں میں ہندو' یہودی' عیسائی اور مسلمان ہوتے ہیں لیکن سڑکوں' بازاروں' دفتروں' کلبوں' تفریح گاہوں اور اسمبلیوں میں صرف انسان ہوتے ہیں۔ سرِعام محفلوں اور مجلسوں میں کسی کا کوئی ذاتی مذہب نہیں رہتا' سب کا مشترکہ مذہب "انسانیت" ہوتا ہے۔"

دیکھا جائے تو یہ باتیں حقیقتاً دانشمندانہ ہیں' لیکن یہ حقیقت پسندی اور نام نہاد انسانیت ازبک مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے تھی۔

روسی حکمرانوں کے دور میں ازبکستان کے عوام صرف نام کے مسلمان رہے تھے۔ انہیں مذہبی فرائض ادا کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ وہ شراب پیتے تھے اور سرِعام ناچتے گاتے تھے۔ راستوں اور تفریح گاہوں میں اپنی پسند کی عورتوں سے بغل گیر ہوتے تھے۔ ایسے میں کہیں ایک نئے مذہب دینِ انسان نے یہ تبلیغ کی کہ شراب اور عورت پر پابندیاں صرف گھروں اور مسجدوں تک رہیں۔ باہر وہ مسلمان نہیں دینِ انسان کے نیک بندے ہیں جو دوسرے مذاہب کا احترام کرتے ہیں ان کے ہاں شراب اور پرائی عورت جائز ہے۔ اس لئے مسلمان بھی صرف انسان بن کر ایسی رنگ رلیوں میں مصروف رہ سکتے ہیں۔

شراب اور شباب میں بڑی کشش ہوتی ہے۔ وہ دل سے کی ہوئی توبہ توڑ دیتی ہے۔ ہندوؤں میں شیو پرساد کے نام پر بھنگ پینے اور بوجا کے نام پر عورتوں کو رقص کرنے کی اجازت ہے۔ عیسائیوں نے شراب اور شباب کو تمام مغربی ممالک میں دعوتِ عام کی طرح پھیلا رکھا ہے۔ یہودی بھی ان سے پیچھے نہیں ہیں صرف اسلامی ممالک میں ان خرافات کی اجازت نہیں ہے۔ چونکہ ازبکستان میں ابھی اسلامی قوانین نافذ نہیں ہوئے تھے اس لیے پہلے ہی اس کا توڑ کرنے کے لیے وہاں متحدہ مذہبی فرنٹ نامی جماعت "دینِ انسان" لے کر آگئی تھی۔

اس متحدہ مذہبی فرنٹ میں ہندو' یہودی اور عیسائی کے علاوہ

بکاؤ مسلمان بھی تھے۔ یہ معاملہ صرف یہیں تک ہوتا تو یہ متحدہ مذہبی فرنٹ کامیاب نہ ہوتا۔ کیونکہ ازبکستان کے مسلمان تقریباً ستر برس تک اسلام سے دور رکھے جانے کے باوجود کٹر مسلمان تھے۔ وہاں کی تمام مسجدوں اور درس گاہوں میں مسلمان نمازیں پڑھتے اور قرآنی تعلیمات حاصل کرتے کثیر تعداد میں نظر آتے ہیں۔

وہاں ایمان افروز مناظر دیکھ کر یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ متحدہ مذہبی فرنٹ والے انہیں کبھی ایمان کے راستے سے نہیں ہٹا سکیں گے لیکن ایک بڑا خطرہ تھا اور وہ خطرہ ٹیلی پیتھی کا تھا۔ اس متحدہ مذہبی فرنٹ میں ایک نہیں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔

اس "دینِ انسان" کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق مجھے بعد میں معلوم ہوا تھا لیکن اپنی داستان کے تسلسل کے لحاظ سے حقائق پہلے بیان کررہا ہوں۔

اگر قارئین میری داستان کے پچھلے حصے پر نظر دوڑائیں تو انہیں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے یاد آئیں گے ایک کا نام روکی ہڈسن دوسرے کا جیری ہاک اور تیسری باربرا نکسن تھی۔ وہ تینوں کبھی برین ماسٹر کے قبضے میں تھے بعد میں، میں نے ان تینوں کو ٹریپ کرکے ایک تاریک قید خانے میں پہنچایا تھا (ماہ اگست ۱۹۹۹ء کی قسط ملاحظہ فرمائیں۔)

میں نے ان تینوں کو اپنا تابعدار بنا کر بعد میں آزاد چھوڑ دیا تھا یہ اطمینان تھا کہ وہ دنیا کے جس گوشے میں بھی جائیں گے، میرے معمول بن کے رہیں گے اور مجھے اپنی کھوپڑیوں کے اندر آنے سے نہیں روک سکیں گے لیکن وہ میری عدیم الفرصتی یا غفلت کے باعث آزاد ہوگئے۔

مجھے اعتراف ہے کہ میں نے اب تک جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے ان میں سے صرف مرینا پر توجہ دیتا رہا ہوں اور ہمیشہ یہ یاد رکھتا رہا ہوں کہ اس خطرناک لڑکی پر اگلا تنویمی عمل کتنی مدت کے بعد کرنا ہے۔ اس لیے وہ آج بھی میری گرفت میں تھی۔

بہرحال جن تین خیال خوانی کرنے والوں کو میں نے خطرناک نہیں سمجھا تھا اور جن پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی وہی عذابِ جان اور دشمنِ ایمان بن کر ایک نئی حکمتِ عملی کے ساتھ وہاں آئے تھے۔ وہ نئے مذہب "دینِ انسان" کا ستون تھے۔ پختہ عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کے دماغوں میں گھس کر انہیں نئے دین کی طرف مائل کرسکتے تھے۔

اس کا سب سے تشویشناک پہلو یہ تھا کہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن اس آزاد اسلامی مملکت کے ان علمائے کرام کو ٹریپ کرسکتے تھے جو وہاں کا آئین بنانے والے تھے۔ اگر ان پر تنویمی عمل کیا جاتا تو وہ اسلامی آئین نہ بنا پاتے۔ اس آئین میں نئے مذہب "دینِ انسان" کے پھلنے پھولنے کے لیے سہولتیں پیدا کرتے اور بے چارے علما کو پتا بھی نہ چلتا کہ وہ سحر زدہ ہوکر دینِ اسلام کے خلاف ایسا کررہے ہیں۔

یہ جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں انہیں سب سے پہلے اپنے بچاؤ کی فکر ہوتی ہے۔ یہ پہلے یہی معلوم کرتے ہیں کہ فرہاد اور ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کی پوری فیملی کن ممالک میں کیا کرتی پھر رہی ہے۔ ان تینوں نے ازبکستان میں آکر پہلے یہی معلوم کیا تھا کہ میں اس اسلامی ملک سے کوئی دلچسپی لے رہا ہوں یا نہیں؟

یہ معلوم کرنے کے لئے انہوں نے فرانس سے آنے والی ٹیم کے تمام افراد کو اپنی نظروں میں رکھا، کیونکہ میرا اور میری فیملی کا فرانس سے گہرا تعلق رہتا ہے۔ اس ٹیم کا لیڈر جیکی ہارپ تھا۔ ابتدا میں ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ذرا اطمینان ہوگیا کہ فرانس کی ٹیم میں ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔

لیکن ایک معاملہ ان کے لئے تشویشناک تھا اور وہ یہ کہ وہاں اسلامی حکومت قائم کرنے والے جتنے مسلمان اکابرین تھے وہ سب پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے تھے۔ یہ ماننے والی بات نہیں تھی کہ وہ سب یوگا کے ماہر ہوں گے البتہ یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ فرہاد نے یا اس کے خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں نے ان مسلمان اکابرین پر تنویمی عمل کرکے ان کے دماغوں کو لاک کردیا ہے جبکہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔

ابھی یہ بات میرے علم میں نہیں تھی۔ ورنہ میں یہ ضرور معلوم کرتا کہ اس ملک کے اکابرین نئے مذہب کے شرپسندوں سے کس طرح محفوظ ہیں۔ ایک بار اس سلسلے میں متحدہ مذہبی فرنٹ کے اہم افراد کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے روکی ہڈسن، جیری ہاک اور باربرا نکسن کے علاوہ دو عیسائی فادر ایک یہودی ربی اور ایک ہندو پنڈت کا ماہر تھا۔

ان کی تعداد سات تھی لیکن وہاں پانچ موجود تھے جیری اور باربرا جسمانی طور پر حاضر نہیں تھے اس میٹنگ میں خیال خوانی کے ذریعے شریک تھے۔ ایک فادر نے کہا "ہم سات افراد نے مذہبی فرنٹ قائم کیا تھا۔ آج ہماری اس تنظیم میں ستر افراد ہیں جو یہاں کے بڑے شہروں تاشقند، سمرقند اور بخارا میں نئے مذہب کی تبلیغ کررہے ہیں۔"

یہودی ربی نے کہا "امریکا، روس، اسرائیل، بھارت اور دوسرے ملکوں نے ہمیں بڑی بڑی آفر دی ہے۔ یہ اپنی طرز کی ایک ایسی تنظیم ہے جس کی پشت پر کوئی چھوٹا بڑا ملک نہیں ہے۔"

دوسرے نے کہا "جی ہاں۔ ہم نے یہ تنظیم سیاسی جنگ لڑنے کے لئے نہیں صرف مذہبی جنگ جاری رکھنے کی خاطر قائم کی ہے۔"

"دنیا کا نقشہ اٹھا کر دیکھو تو اسلامی ممالک کی تعداد بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بڑے بڑے مغربی ممالک ان اسلامی ملکوں کو تشویش اور پسماندہ رکھتے ہیں۔ انہیں آپس میں لڑا کر ان کی تعداد کم کرتے ہیں پھر بھی یہ کینسر کی طرح پھیلتے جارہے ہیں۔"

"دینِ اسلام کو اس کی روح سے لڑانے اور مسلمانوں کو دین سے پھیرنے کا بس یہی طریقہ ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے۔"

"بے شک، جس طرح لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اسی طرح ایک نیا مذہب چودہ سو سال پرانے مذہب کو کاٹے گا۔"

"یہ ایسی جنگ ہے جس میں کوئی آتشی اسلحہ استعمال نہیں ہوگا۔ ہماری تنظیم میں چالیس حسین اور نوجوان لڑکیاں ہیں مسلمانوں کو اسلامی جمہوریہ کی جنت سے نکالنے کے لئے اور حوا زادیاں آجائیں گی۔"

"اور یہ بات ہمارے حق میں ہے کہ ابھی اس ملک میں شراب پر پابندیاں عائد نہیں کی گئی ہیں۔ اوپیرا ہاؤس اور نائٹ کلب وغیرہ ہیں۔ ہم ان کلبوں میں اضافہ کریں گے۔"

ربی نے کہا "میں نے امریکا اور اسرائیل سے صاف کہہ دیا ہے کہ ہم اپنی تنظیم میں کسی کی مداخلت نہیں چاہتے۔ چونکہ اسلام کو ختم کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس لئے وہ ہم سے دور رہ کر نیکی کرسکتے ہیں، ہماری ضرورت کے وقت ہمیں مالی امداد دے سکتے ہیں ورنہ ہماری تنظیم کسی کی محتاج نہیں ہے۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والے روکی ہڈسن نے کہا "جب ہم یہاں آئے اور کام شروع کیا تو ہمیں منزل پالینا آسان نظر آیا لیکن اب مشکلات پیدا ہورہی ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہاں کے اکابرین کے دماغ پتھر کیسے ہوگئے ہیں۔ ہماری سوچ کی لہریں ٹکرا کر واپس آجاتی ہیں۔"

"اگر دو ایک ایسے ہوں تو سوچا جاسکتا ہے کہ وہ یوگا کے ماہر ہیں۔"

باربرا نکسن اس اجلاس میں خیال خوانی کے ذریعے موجود تھی وہ ایک فادر کی زبان سے بولی "میں باربرا بول رہی ہوں۔ میں نے بھی کئی اکابرین کے دماغوں میں جانے کی کوششیں کیں مگر ناکام رہی۔ یہ سب کے سب یوگا کے ماہر نہیں ہوسکتے۔ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کی دماغوں کو لاک کرکے ہمارا راستہ روک دیا ہے۔"

ربی نے کہا "مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد اور اس کے ساتھی ہی ہوسکتے ہیں ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ ان دشمنوں میں سے کون ازبکستان میں موجود یا مصروف ہے؟"

باربرا نے کہا "جیری ہاک اس سلسلے میں چھان بین کررہا ہے جو بھی سُراغ دکھائی دیتا ہے اس کی دماغ میں جھانک کر دیکھتا ہے۔ ہڈسن اور روکی بھی مختلف دماغوں میں جاتے رہتے ہیں، آخر کسی نہ کسی کے دماغ میں اس کا سراغ ضرور ملے گا۔"

اجلاس میں گفتگو ہورہی تھی اسی دوران جیری ہاک نے ہندو پنڈت کرشنا والے کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "مہاشکتی راج ہمارے ساتھیوں سے کہو۔ میں تمہاری زبان سے ایک اہم خبر سننے آیا ہوں۔"

مہاشکتی راج نے کہا "آپ لوگ ذرا خاموش ہوجائیں اور مجھ پر توجہ دیں، جیری ہاک میری زبان سے ایک اہم خبر سنا رہا ہے۔"

جیری نے کہا "اور یہ ہم سب کے لیے بری خبر ہے۔ فرہاد علی تیمور کوئی آدھے گھنٹے میں تاشقند پہنچنے والا ہے۔"

"کیا یہ پکی خبر ہے؟"

"جی ہاں، میں اس فرانسیسی ٹیم کے لیڈر جیکی ہارپ کے دماغ میں تھا۔ جیکی ہارپ اپنے ایک آدمی سے کہہ رہا تھا۔ فرہاد صاحب اس کے جاسوس بہولا اینڈرسن کے میک اپ میں رہیں گے اور اصل بہولا چور راستے سے سرحد پار کرکے فرانس واپس چلا جائے گا۔"

میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ میں نے قانونی طور پر ازبکستان میں قیام کرنے کے لئے فرانس کی ایک سراغرساں کی ٹیم سے رابطہ کیا تھا اور ہمارے درمیان یہ طے پایا تھا کہ میں ایک اہم فرانسیسی جاسوس بہولا اینڈرسن کی صورت میں وہاں رہوں گا۔ میں نے بہولا کا بہروپ اختیار کرلیا تھا پھر مجھے پتا چلا کہ بہولا دشمنوں کی ایک ایجنٹ کار لولیتا کے عشق میں گرفتار ہے۔

لولیتا کا تعلق اسی متحدہ مذہبی فرنٹ سے تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری ہاک کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ میں بہولا بن کر لولیتا سے عشق کروں گا اور اس کے خیالات پڑھوں گا تو مجھے معلوم ہوجائے گا کہ لولیتا کا تعلق نئے مذہب دینِ انسان سے ہے اور اس مذہب کے پیچھے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے چھپے ہوئے ہیں۔

اس راز کے فاش ہونے سے پہلے ہی جیری نے لولیتا کو قتل کردیا اور بہولا کے دماغ میں بھی گھس کر اسے زندہ جل جانے پر مجبور کردیا۔ اس اجلاس میں جیری کی رپورٹ سننے کے بعد سب نے اتفاقِ رائے سے یہ کہا کہ ایسی صورت میں لولیتا کو مار ڈالنا ہی بہتر تھا ورنہ فرہاد اس تنظیم متحدہ مذہبی فرنٹ کی اصلیت تک پہنچ جاتا۔

جیری نے کہا "فرہاد ابھی بہولا کے روپ میں ہے اور اس گاڑی میں تاشقند سے واپس جارہا ہے۔ اسے گھیر کر قتل کیا جاسکتا ہے۔"

روکی ہڈسن نے کہا "تم مجھے گاڑی کے ڈرائیور کے دماغ میں پہنچاؤ اور اپنے مسلح آلہ کاروں سے کہو وہ اس گاڑی کا تعاقب کریں۔"

وہ مجھے قتل کرنے کے اس منصوبے پر عمل کرنے لگے۔ یہ بھی میں بیان کرچکا ہوں کہ میں نے کیسی حکمتِ عملی سے اپنی جان بچائی تھی۔ پھر مجھے تاشقند واپس جانے کے لیے کارنیول کے مالک یعقوب ہمدانی کی کار میں لفٹ مل گئی تھی۔ ہمدانی نے بتایا کہ ایک نامعلوم شخص اسے مجبور کررہا ہے کہ اس کے چھ آدمیوں کو کارنیول میں ملازمت دی جائے اور ان کے جعلی کاغذات بنوائے جائیں ان کاغذات سے ثابت ہو کہ وہ چھ افراد کئی برسوں سے کارنیول کے ملازم ہیں اور ازبکستان کے پیدائشی باشندے ہیں۔

اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ نامعلوم شخص کسی غیر ملک کا

ایجنٹ ہے یا کسی دشمن تنظیم کا اہم فرد ہے۔ چونکہ مختلف ممالک کے جاسوس اور مختلف دشمن تنظیمیں ازبکستان پہنچی ہوئی تھیں۔ اس لیے میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ اپنے چھ آدمیوں کو کارنیول میں چھپانے کا ارادہ کرنے والا اسی متحدہ مذہبی فرنٹ سے تعلق رکھتا ہوگا اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا روکی ہڈسن ہوگا۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ روکی فون کے ذریعے یعقوب ہمدانی سے گفتگو کرتا ہوگا اور اس کے دماغ میں بھی آتا جاتا ہوگا ایسی ہی آمدورفت کے دوران اسے معلوم ہوگیا کہ میں بھی ہمدانی کے کارنیول میں پناہ لینے آیا ہوں۔

میں نے اس کارنیول میں ہمدانی کے دشمنوں کو مار بھگایا تھا۔ وہ دشمن تو بھاگ گئے لیکن روکی ہڈسن نے بڑی کامیابی سے مجھے گھیر لیا۔ کارنیول کے احاطے کی چار دیواری پر اس کے مسلح آدمی کھڑے ہوگئے تھے۔ میرے لیے کہیں سے فرار کا راستہ نہیں چھوڑا تھا۔

میری پوزیشن یہ تھی کہ میں ایک اونچے اسٹیج پر کھڑا تھا۔ اسٹیج چاروں طرف سے کھلا ہوا تھا۔ یوں چاروں طرف سے مجھ پر گولیاں برسائی جاسکتی تھیں میرے بالکل قریب ہمدانی کھڑا تھا۔ روکی کہہ رہا تھا کہ وہ مجھے جان سے نہیں مارے گا۔ صرف زخمی کرکے میرے دماغ پر قبضہ جمائے گا پھر مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا معمول اور تابعدار بنالے گا۔

وہ کار کی چھت پر گن لیے کھڑا تھا اور میری طرف انگلی اٹھا کر لوگوں سے کہہ رہا تھا "یہ موجودہ صدی کا سب سے خطرناک شخص فرہاد علی تیمور ہے۔ اس کے سامنے روس اور امریکا ہار جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پاس آکر موت بھی ہار جاتی ہے۔"

وہ اپنا سینہ ٹھونک کر کہہ رہا تھا "میں پہلا شخص ہوں کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں جاکر اپنی خیال خوانی کی حکومت قائم کرنے والا ہوں۔"

اس نے گن سیدھی کی۔ پھر مجھ سے کہا "فرہاد! تم یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہوگے کہ میں نیا خیال خوانی کرنے والا کون ہوں اور کس ملک یا کس تنظیم سے تعلق رکھتا ہوں؟"

اس نے میری ایک ٹانگ کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں صرف زخمی کررہا ہوں اگر ذرا بھی ہلو گے تو جان بھی جاسکتی ہے۔"

میرے پاس کھڑے ہوئے یعقوب ہمدانی نے کہا "تمہارا یہ دشمن سمجھ میں نہیں آیا۔ جب یہ تمہیں جان سے مار سکتا ہے تو پھر زخمی کیوں کررہا ہے؟"

اس سوال کا جواب ملنے ہی والا تھا۔ فائرنگ کی آواز گونجی گولی سنسناتی ہوئی آئی میں ایک دم اچھل کر ہمدانی پر آکر گرا۔ ایک چیخ بلند ہوئی پھر ہم دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے اسٹیج پر گر پڑے۔ یہ درست ہے کہ یہ دنیا ایک اسٹیج ہے ہم سب پیدا ہوکر مرنے تک ایکٹنگ کرتے ہیں پھر اس اسٹیج سے ہمیشہ کے لیے چلے جاتے ہیں۔

دشمنِ جاں نے مجھے ہمیشہ کے لئے رخصت نہیں کیا۔ میں نے دماغ میں اس کی سوچ کی لہروں کو سنا۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں دنیا کا پہلا خیال خوانی کرنے والا ہوں کہ فرہاد کے دماغ میں فتح کے جھنڈے گاڑ رہا ہوں۔"

وہ پھر ایک بار قہقہہ لگا کر بولا "افسوس فرہاد! آج سے تمہاری غلامی کا دور شروع ہورہا ہے۔"

میں نے کراہتے ہوئے پوچھا "آہ! میری ٹانگ سے گولی نکالو۔ بڑی تکلیف ہورہی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "گولی ٹانگ سے نکل جائے گی لیکن میں تمہارے دماغ سے کبھی نہیں نکلوں گا۔"

"تم..... تم کون ہو؟"

وہ بولا "یاد کرو' آج سے بہت عرصہ پہلے تم نے امریکا میں خیال خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کرکے تاریک کمروں میں قید کیا تھا اور انہیں تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا کیا تمہیں یاد ہے؟"

"ہاں' یاد ہے۔ ان میں سے ایک خیال خوانی کرنے والی کا نام باربرا نکسن' دوسرے کا نام جیری ہاک اور....."

"اور وہ تیسرا میں ہوں روکی ہڈسن' بولو تمہاری یہ بے چینی دور ہوگئی کہ میں کون ہوں اور کچھ بتاؤں؟"

میں نے کہا "اور نہ بتاؤ۔ میں باقی معلومات تمہارے دماغ میں آکر حاصل کروں گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "لنگڑا گھوڑا کبھی نہیں دوڑتا' زخمی ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد میرے دماغ میں خیال خوانی کی دوڑ نہیں لگا سکے گا۔"

میں اسٹیج کے فرش پر یعقوب ہمدانی کے ساتھ زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا اور یہی میری چال تھی کہ میں زخمی نہیں تھا۔ زخمی یعقوب ہمدانی تھا۔

ابھی میں نے کہا تھا کہ یہ دنیا ایک اسٹیج ہے' ہم سب اپنی پیدائش سے لے کر موت تک ایکٹنگ کرتے رہتے ہیں ان لمحات میں میں نے بھی ایکٹنگ کی تھی۔ میں نے گولی چلانے والے روکی ہڈسن کی انگلی اور ٹریگر پر نظر رکھی تھی جیسے ہی انگلی نے ٹریگر پر حرکت کی میں ادھر اچھل پڑا۔ میرے پاس کھڑے ہوئے ہمدانی کی ٹانگ میں گولی لگی۔ اسے گولی کھا کر گرنا ہی تھا اس سے پہلے ہی میں اچھل کر اس پر گرا اس سے لپٹ اسٹیج کے فرش پر گر پڑا۔

یوں میں نے فوری طور پر دو مقاصد حاصل کیے ایک تو روکی کو یہ سمجھنے پر مجبور کیا کہ گولی مجھے لگی ہے اور میں ہمدانی سے ٹکرا کر اس کے ساتھ گر پڑا ہوں۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ میں نے گرتے ہمدانی کے کوٹ کی اندرونی جیب سے بھرا ہوا ریوالور نکال لیا۔ یہ میں اس کی سوچ سے معلوم کرچکا تھا کہ اس نے اندرونی

جیب میں ریوالور چھپا رکھا ہے اور اسے استعمال نہیں کررہا ہے کیونکہ چاروں طرف سے ہم گھرے ہوئے ہیں۔

گولی لگتے ہی ہمدانی چیخ پڑا تھا۔ وہ اداکاری چیخ سن کر روکی یہ سمجھ نہ پایا کہ ہمدانی زخمی ہوکر چیخ پڑا ہے۔ روکی کو تو یہ سب سے بڑا اعزاز حاصل ہونے والا تھا کہ وہ فرہاد کے دماغ کے اندر پہنچ گیا ہے۔

اور میں نے اسے اپنے دماغ میں آنے کی کھلی چھٹی دے دی۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے یہ تاثر دینے لگا جیسے گولی لگنے کی اذیت برداشت کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ روکی جیت کے نشے میں سرشار تھا۔ قہقہے لگا رہا تھا اور حقارت سے کہہ رہا تھا کہ آج سے تیری غلامی کا دور شروع ہورہا ہے۔

میں نے صرف اتنا معلوم کیا کہ اس کے ساتھ دو اور خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ اب وہ کہاں ہیں؟ کیا کرتے پھر رہے ہیں؟ یہ باتیں وہ کبھی نہ بتاتا۔ لہٰذا مزید معلومات کے لیے اس کے دماغ میں پہنچنا ضروری ہوگیا تھا۔ میں اسٹیج کے فرش پر اچانک ہی کروٹ بدل کر روکی کی طرف گھوم گیا وہ گاڑی کی چھت پر گن لیے کھڑا تھا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلتے ہی وہ اچھل کر چھت پر سے نیچے زمین پر آ گرا۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے زمین پر سے اٹھایا۔ اس کے مسلح ماتحت بھی اسے سہارا دینے آئے تھے۔ میں نے اس کی زبان سے بلند آواز میں کہا "خبردار! میرے حکم کے بغیر کوئی گولی نہ چلائے۔"

تمام دشمنوں کی نگاہیں مجھ پر مرکوز ہوگئی تھیں۔ روکی کے ایک حکم پر مجھے اور ہمدانی کو گولیوں سے چھلنی کردیا جاتا لیکن روکی کی زبان سے خلافِ توقع حکم سن کر وہ ہمیں نشانے پر رکھ کر ساکت ہوگئے تھے جیسے بے جان مجسمے تھے۔ صرف روکی کے اشاروں پر کٹھ پتلیوں کی طرح حرکت کرسکتے تھے۔

روکی کا ایک پیر زخمی ہوا تھا۔ میں نے اسے دوبارہ کار کی بونٹ پر چڑھا دیا پھر اس کے حلق سے چیخ کر کہا "یہ فرہاد بہت خطرناک ہے۔ میں نے ابھی اس کے دماغ میں جاکر یہ معلوم کیا ہے کہ اس کی ایک چھوٹی سی خفیہ فوج نے کارنیول کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اگر ہم ایک بھی گولی چلائیں گے تو پھر وہ ہمیں یہاں سے زندہ واپس جانے نہیں دیں گے۔ میں حکم دیتا ہوں' یہاں سے فوراً بھاگ چلو۔"

جو مسلح دشمن کارنیول کی دیواروں پر چڑھے ہوئے تھے وہ فوراً دوسری طرف چھلانگیں لگاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہوگئے روکی کی گاڑی دوسری سمت گھوم گئی اور کارنیول کے احاطے سے باہر جانے لگی ذرا سی دیر میں میدان صاف ہوگیا میں اسٹیج پر کھڑے ہوکر کہا "دوستو! خطرہ ٹل گیا ہے۔ مسٹر ہمدانی زخمی ہوئے ہیں فوراً طبی امداد پہنچاؤ۔"

کتنے ہی لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور ہمدانی کو اٹھا کر لے

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام روحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی ہر سہیلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کردیا۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اس کا سینہ انتقام کے شعلے سے دہک رہا تھا۔ انتقام کے شعلے اس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ۔۔۔ ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کردی۔!!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہوگیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کریدکر پھر ہرا کردیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے ابھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت :- ۳۰ روپے

منگانے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز، پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

گئے۔ سورا زویکوف مسکراتی ہوئی آئی پھر میرے ایک بازو کو تھام کر بولی "او مائی گڈنس۔ تم فرہاد علی تیمور ہو؟ تمہیں چھو کر بھی یقین نہیں آرہا ہے۔"

"اسے چھونا نہیں کہتے' تم نے تو سختی سے پکڑا ہوا ہے۔"

وہ ہنسنے لگی میں نے کہا "مائیک کے ذریعے اعلان کرو تاکہ ٹکٹ کاؤنٹرز کھول دیے جائیں اور تماشائی تفریح کے لیے یہاں آئیں۔"

"آؤ دفتر میں چلیں۔"

وہ میرا بازو اسی طرح تھام کر اسٹیج سے نیچے آئی پھر بولی "میں چھ برس تک ماسکو میں رہ چکی ہوں وہاں پہلی بار تمہارا ذکر سنا تھا۔"

"وہاں کس سے ذکر سن لیا؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "اب تو تمہیں سچ بتانا ہی ہوگا۔ ورنہ کب میرے دماغ میں گھس آؤ گے' مجھے پتا بھی نہیں چلے گا۔"

دفتر میں پہنچنے سے پہلے ہی ہمرانی نے مائیک کے ذریعے اعلان کیا "میرے دوستو! اور وفادارو! میں خیریت سے ہوں' کارنیول کا گیٹ کھول دو اور لوگوں کو اندر آنے دو۔ مسٹر فرہاد! آپ کہاں ہیں؟ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

میں نے اس کے پاس آکر کہا "میں حاضر ہوں۔"

وہ اٹھ کر مصافحہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اٹھنے نہیں دیا اس نے پھر اٹھنے کی کوشش کی۔ پھر حیران ہو کر بولا "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں اٹھنا چاہتا ہوں مگر بیٹھا رہ جاتا ہوں۔"

سورا نس کر بولی "مسٹر فرہاد نے تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بیمار کیا ہے۔ شاید یہ چاہتے ہیں کہ تم زخمی حالت میں نہ اٹھو۔"

میں نے ہمرانی پر جھک کر اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "اٹھنا اور مصافحہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ تم آرام کرو' میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گا۔"

"جاؤ لیکن میں سورا سے زیادہ حسین ہوں تو اسی کمرے میں رہ جاتے۔"

میں ہنستا ہوا سورا کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا پھر بولا۔ "اپنے متعلق کچھ بتاؤ۔ پہلے ایک کپ گرم کافی پلاؤ۔"

"یعنی اتنی دیر میں تم میرے چور خیالات پڑھو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں اس دشمن کے پاس جا رہا ہوں جو ابھی یہاں سے گیا ہے' وہ کمبخت پلٹ کر آسکتا ہے۔"

وہ کافی لانے چلی گئی۔ میں روکی ہڈسن کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کارنیول سے دور جا کر رک گیا تھا۔ ایک حواری نے اس کے زخمی پیر کی مرہم پٹی کی تھی۔ جب سے میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تھا تب سے وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا "اب کیا کرے؟ کہاں جا کر چھپے؟ اب وہ دنیا کے کسی گوشے میں' پاتال میں اور سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی چلا جائے گا تب بھی فرہاد سے چھپ نہیں سکے گا۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی "او گاڈ! اس دنیا میں ہر ذی الحیات کو موت آتی ہے' فرہاد کو کیوں نہیں آتی۔ بہترین منصوبہ بندی کر کے اس کی شہ رگ پر خنجر رکھو۔ تب بھی زندہ رہ جاتا ہے۔ فرار کے تمام راستے مسدود کر دو تب بھی وہ گرفت سے نکل جاتا ہے آخر اس میں کیا بات ہے جو ہم میں پیدا نہیں ہوتی؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "ہم الّو کے پٹھے ہیں خداوند کریم کی عطا کردہ ذہانت سے بروقت کام لینا نہیں جانتے۔"

وہ قائل ہو کر سوچنے لگا "یہ درست ہے' فرہاد کے جارحانہ طرف موت تھی۔ بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی لیکن وہ ایسے اعصابی تناؤ اور انتہائی مایوسیوں کے لمحات میں بھی پوری ذہنی صلاحیتوں سے سوچنا اور حالات سے نمٹنا جانتا ہے۔ اس کے ذہن نے سوچ لیا تھا کہ وہ یقینی موت کے سامنے صرف میرے ہی دماغ پر قبضہ جما کر زندہ رہ سکتا ہے اور میرے دماغ تک پہنچنے کے لیے اس نے جو چال چلی وہ قابلِ تعریف ہے۔"

روکی جس گاڑی میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ اس میں ہمرانی ٹائر کرنے والا مہاشکتی راج بھی تھا۔ وہ روکی کے ساتھ اس لیے کارنیول تک آیا تھا کہ ان سب کو میرے اسیر ہو جانے کا یقین ہو جائے۔ شکتی راج نے روکی سے کہا تھا "جیسے ہی تم اسے زخمی کر کے دماغی کمزوری میں مبتلا کرو گے' میں اسے کارنیول کے کسی خیمے میں لے جا کر اس پر تنویمی عمل کروں گا اور اسے تمہارا تابعدار غلام بنا لوں گا۔"

وہ لوگ مجھے غلام بنانے کے لئے بڑی تیاریوں کے ساتھ آئے تھے اور بڑی ذلت آمیز شکست کھا کر کارنیول سے دور ایک جگہ گاڑی روک کے سوچ رہے تھے کہ اب کیا کرنا چاہیے؟

شکتی راج نے کہا "اب سوچنے کے لیے کیا رہ گیا ہے۔ تم تمام مسلح کرائے کے آلہ کاروں کو حکم دیا کہ وہ کارنیول سے بھاگ جائیں اور وہ بھاگ گئے۔ اب کیا اکیلے جا کر فرہاد سے پنجہ لڑاؤ گے؟"

روکی نے کہا "شکتی راج! میں نے اپنے لوگوں کو بھاگنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ فرہاد نے انہیں بھگایا ہے۔"

"کیوں جھوٹ بولتے ہو' میں نے اپنی ان دو آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے تم نے چیخ چیخ کر اپنی زبان سے حکم دیا تھا۔"

"بھئی' سمجھا کرو۔ فرہاد میری زبان سے بول رہا تھا۔ یہ ٹیلی پیتھی کا ایک طریقہ کار ہے۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں آسکے گا پھر تمہاری زبان پر کیسے آگیا تھا؟"

"تمہیں ہم سب نے سمجھایا ہے کہ اپنے بدن سے زہریلا خون نکالا کرو۔ زہریلے خون کی گرمی سے تمہارا دماغ زیادہ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا ہے۔ بھئی جب میں نے فرہاد کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی تو کیا وہ مجھے زخمی کر کے میرے دماغ میں نہیں آسکتا ہے؟ آسکتا ہے۔ بلکہ آگیا ہے اور شاید اس وقت بھی ہمارے دماغوں میں ہے۔"

"تم اپنی بات کرو' وہ میرے دماغ میں کیوں آئے گا۔ ویسے سچ سچ بتاؤ کیا وہ میرے اندر بھی آسکتا ہے؟"

"ہاں' اپنے دماغ کا انشورنس کراؤ گے تب بھی وہ آئے گا۔ پلیز یہ سوچو کہ ہمیں اپنی ٹیم کے تمام اہم افراد سے ملنا چاہیے یا نہیں؟"

"ضرور ملنا چاہیے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ فرہاد ہمارے دماغوں سے ان کے دماغوں میں بھی جائے گا؟"

"ہاں' یہی اندیشہ ہے ویسے میں نہ جانا چاہوں تب بھی وہ مجھے جبراً ہمارے تمام اڈوں میں لے جائے گا۔ میں اسی انتظار میں ہوں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ مجھ پر جبر کرے گا یا مجھے میرے حال پر چھوڑ دے گا۔"

وہ دونوں سوچنے لگے' ان کی باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ مہاشکتی راج ایک زہریلا آدمی ہے۔ یقیناً وہ تنویمی عمل کے دوران کسی بھی معمول پر اپنی زہریلی آنکھوں اور زہریلے لب و لہجے کے اثر کو غالب آتا ہوگا۔ میں چپکے سے اس کے دماغ میں آیا۔ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا لیکن اس کے زہریلے دماغ میں بے چینی سے پیدا ہو گئی تھی۔

پارس کی زہریلی محبوبہ ماریا کے ساتھ بھی یہی ہوتا تھا۔ اسے یوگا میں مہارت حاصل نہیں تھی اس کے باوجود اپنے دماغ میں پیدا ہونے والی بے چینی سے سمجھ لیتی تھی کہ اس کے خیالات پڑھنے کوئی آیا ہے۔ سونیا نے ٹریننگ کے دوران اسے ایسے حالات میں سانس روکنے کی تربیت دی تھی۔ بہرحال شکتی راج اس لیے سانس نہیں روک سکتا تھا کہ وہ نشے کا عادی تھا۔ جب تک کوئی سانپ اسے ڈستا نہیں تھا اس پر نشہ طاری نہیں ہوتا تھا۔

میں اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اور وہ روکی سے کہہ رہا تھا "میرے اندر کچھ ہو رہا ہے' عجیب بے چینی سی ہو رہی ہے۔"

"شاید وہ تمہارے اندر ہے۔ فرہاد! مسٹر فرہاد! اگر تم موجود ہو تو مجھ سے باتیں کرو۔"

وہ شکتی راج کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے مجھے مخاطب کر رہا تھا۔ شکتی راج نے خود کو چھڑاتے ہوئے کہا "اے بھائی روکی! تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ مجھے فرہاد کہہ رہے ہو اور پکڑ پکڑ کر ہلاتے جا رہے ہو۔"

"میں تمہیں نہیں تمہارے اندر چھپے ہوئے فرہاد کو پکار رہا ہوں۔ تم بھی اس سے التجا کرو کہ ہم سے سمجھوتا کر لے۔"

"روکی! میں پہلے جیسا اکیلا ہوں میرے اندر کوئی نہیں ہے۔"

"ہے' ابھی تم نے کہا تھا کہ تمہارے اندر بے چینی ہو رہی ہے محسوس کرو' یہ بے چینی نہیں فرہاد ہے۔"

"میرا دماغ خراب نہ کرو۔ جب مجھے نشے کی طلب ہونے لگتی ہے تو ایسی ہی بے چینی سی پیدا ہوتی ہے۔ مجھے فوراً میرے کانچ میں پنپنے والا میرا سانپ بھوکا ہوگا۔ آج اسے دودھ نہیں پلایا ہے میں جاؤں گا اس کے سامنے پیالے میں دودھ رکھوں گا خود کو ڈسواؤں گا پھر اسے دودھ پینے کے لیے چھوڑ دوں گا۔"

روکی نے اپنا سر پیٹ کر کہا "او گاڈ! میں نے تمہیں اپنے ساتھ لا کر حماقت کی ہے۔ کیا تمہیں اس خطرے کا ذرا بھی احساس نہیں ہے کہ ہمارے دماغوں میں ایک انتہائی زہریلا سانپ گھسا ہوا ہے۔"

"دیکھو روکی! اگر وہ ہمارے اندر رہتا تو ہم اتنی آزادی سے یہاں بیٹھے نہ رہتے وہ ہمیں ننگی کانچ نچاتا رہتا۔"

"ہاں' میں بھی خود کو آزاد محسوس کر رہا ہوں لیکن اس نے مجھ سے انتقام کیوں نہیں لیا؟"

"ارے کوئی دشمن تمہیں قتل نہیں کرے گا تو کیا تم اس سے لڑو گے کہ وہ قتل کیوں نہیں کر رہا ہے؟ عجیب احمق ہو۔"

"احمق تم ہو۔ یہاں بات قتل کرنے کی نہیں اپنا تابعدار بنانے کی ہے۔ وہ مجھے تابعدار اور اپنا آلۂ کار کیوں نہیں بنا رہا ہے؟"

"تم اتنے ہی بے چین ہو تو اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے پاس جاؤ اور گڑگڑا کر کہو کہ وہ تمہیں اپنا غلام بنا لے یا تمہیں مار ڈالے۔ کسی طرح بھی تمہیں تڑپنے اور بے چین ہوتے رہنے سے بچا لے۔"

جاسوسی ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ

ایک ایسے نوجوان کی داستانِ عبرت
جو حالات کے جال میں پھنس کر جرائم
کی دلدل میں پھنستا چلا گیا۔

انعام یافتہ مشہور مصنف جبار توقیر کا منفرد انداز تحریر

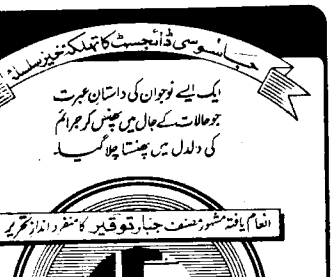

قیمت فی حصہ ۴۰ روپے ڈاک خرچ فی حصہ ۱۶ روپے

کتابی شکل میں تیار ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست خط لکھ کر طلب کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳۔ کراچی

روکی نے ایک ماتحت سے کہا "گاڑی چلاؤ' شکتی راج کے کاٹیج چلو۔"

گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ روکی سوچ رہا تھا' فرہاد کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرنا نادانی ہوگی۔ وہ ضرور کسی دوسرے اہم معاملہ میں الجھ گیا ہے اسی لیے مجھے عارضی طور پر چھوٹ مل گئی ہے۔ مجھے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ فوراً ہی اپنی ٹیم کے تمام اہم افراد کو فرہاد کے بڑھتے ہوئے خطرے سے آگاہ کرنا چاہیے۔"

اس نے آنکھیں بند کر کے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن زخمی ہونے کے باعث دماغی کمزوری کا احساس ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اپنے لوگوں سے رابطہ کرے اس لیے میں نے روکی کے اندر پھر خیال خوانی کی تحریک پیدا کی۔ پھر اس کے دماغ میں توانائی کا اضافہ کیا تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ساتھی جیری ہاک کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ سانس روکنا چاہتا تھا روکی نے مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "میں روکی اینڈرسن بول رہا ہوں' بڑی گڑبڑ ہوگئی ہے۔"

"صاف اور سیدھی بات کرو۔ تمہید نہ باندھو' کس قسم کی گڑبڑ ہوئی ہے؟"

"فرہاد میری گرفت میں آتے آتے نکل گیا ہے۔ اس کمبخت نے مجھے زخمی کردیا ہے۔ وہ میرے دماغ میں بھی آیا تھا۔"

"کیا بکواس کررہے ہو۔ وہ دشمن تمہارے دماغ میں آنے لگا ہے اور تم ایسے وقت میرے دماغ میں آئے ہو اسے میرے بھی دماغ میں پہنچا رہے ہو۔ میں سانس روکنے سے پہلے تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ میرے بعد ہماری ٹیم کے اور کسی فرد سے رابطہ نہ کرنا۔"

"ٹھہرو' سانس نہ روکو۔ ابھی فرہاد میرے دماغ میں نہیں ہے۔ تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ ابھی وہ ہمارے درمیان نہیں ہے؟"

"میں یقین سے کہتا ہوں وہ کسی دوسرے معاملے میں بے حد مصروف ہے۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر تمہیں صورتِ حال سے آگاہ کررہا ہوں۔"

جیری نے سانس روک لی۔ روکی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ پھر جیری نے اس کے اندر آکر کہا "روکی! تم نے میرے پاس آنے کی زبردست حماقت کی تھی اس لیے میں تمہیں اپنے اندر سے نکال کر تمہارے اندر آیا ہوں تاکہ فرہاد موجود ہو تو وہ تمہارے ذریعے میرے دماغ میں چھپ کر نہ رہ سکے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ پلیز فرہاد کو اپنے دماغ سے دور رکھنے کی کوئی تدبیر بتاؤ۔"

"تدبیر سوچنے پھر اس پر عمل کرنے میں وقت لگتا ہے۔ پتا نہیں فرہاد اب تک تمہارے دماغ سے کیا کچھ معلوم کرچکا ہے۔ وہ تمہیں خاموشی سے مجبور کرتا رہے گا اور تم انجانے میں ہمارے تمام راز اس کے سامنے اگلتے رہو گے۔"

ابھی تھوڑی دیر پہلے جب روکی' جیری کے دماغ میں گیا تھا تب بھی جیری کے اندر اس کے چور خیالات بڑھ رہا تھا۔ پہلے تو یہ معلوم کیا کہ وہ بار بار انکمن کے دماغ میں کن کوڈ ورڈز کے ذریعے جاتا ہے اور بار بار اس کے پاس آکر کون سے کوڈ ورڈز ادا کرتا ہے؟ ان دونوں کی رہائش کہاں ہے؟

فی الحال میں زیادہ معلومات حاصل نہ کرسکا کیونکہ جیری سانس روک کر روکی کے پاس آگیا تھا۔ یوں اس نے انجانے میں مجھے بھی اپنے دماغ سے باہر نکال دیا تھا۔ میں نے سوچا جیری روکی کے اندر ابھی موجود رہے گا اور میں روکی کو اپنی مرضی کے مطابق اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکوں گا۔ بعد میں اس سے رابطہ کروں گا۔ یہ سوچ کر میں اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔

سمورا میرے سامنے بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ مجھ سے بولی "میں تمہاری فرمائش کے مطابق کافی لے کر آئی تھی۔ تمہیں خیال خوانی میں مصروف دیکھ کر دروازے سے لوٹ گئی' اب تمہارے لئے کافی لائی ہوں۔ صبح تک خیال خوانی کرتے رہو گے تب بھی یہ ٹھنڈی نہیں ہوگی۔"

اس نے ایک پیالی میں کافی انڈیل کردی۔ میں نے اسے پیتے ہوئے پوچھا "تم مجھے اپنے متعلق کچھ سچ سچ بتانا چاہتی تھیں۔"

وہ بڑی رازداری سے بولی "میرا تعلق روس کی ملٹری انٹیلیجنس سے ہے۔ جن دنوں سونیا ماسکو میں تھی ان دنوں مجھے اس کی خفیہ نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔ میں نے تمہاری سونیا جیسی باکمال عورت آج تک نہیں دیکھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے آنکھیں ہی آنکھیں ہیں۔ میں ہمیشہ اس کی نگرانی کرنے میں ناکام رہتی تھی شاید اسے پتا چل جاتا تھا کہ ہم خفیہ جاسوس اسے مختلف ذرائع سے دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں اس۔ جاسوسی کیمروں اور خفیہ آڈیو ریکارڈنگ سسٹم کو بھی ناکارہ بنا تھا۔"

میں نے کہا "وہ میری بیوی ہے اور تم اس کے متعلق یہ بتا رہی ہو جبکہ تم نے اپنے بارے میں گفتگو شروع کی تھی۔"

"اوہ سوری۔ دراصل میں سونیا سے بہت متاثر ہوں بلکہ اس سے مرعوب ہوں' جب وہ ماسکو میں تھی اور ایک زہریلی لڑکی کو۔۔۔"

"سمورا! تم پھر پٹڑی سے اتر رہی ہو' چلو میں ہی تمہیں پٹڑی پر لاتا ہوں۔ یہ بتاؤ روس کی ملٹری سروس چھوڑ کر کارنیول میں کیا کررہی ہو؟"

"ظاہر ہے اپنے ملک کے لئے جاسوسی کررہی ہوں۔ رپورٹ حاصل کرتی رہتی ہوں کہ یہاں کی نئی اسلامی حکومت میں کیسے کیسے سیاستدان ہیں اور کتنے سیاستدان خریدے جاسکتے ہیں اور یہ کہ دوسرے ممالک سے آنے والے جاسوس یہاں کیا رد و بدل کررہے ہیں اور کیسی کیسی غیر معمولی معلومات حاصل کررہے ہیں۔"

"تم جانتی ہو' میں مسلمان ہوں اور اس اسلامی ملک کے خلاف جاسوسی نہیں ہونے دوں گا۔ ایسے میں تم کیا کروگی؟"

وہ مسکرا کر بولی "تمہارے سامنے سچ بولنے کا مطلب یہ ہے کہ میں ہتھیار ڈال چکی ہوں۔ تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کام کروں گی تو اس میں ناکامی ہوگی۔ تم میری مخالفانہ چالوں کو میرے خیالات پڑھ کر معلوم کرلیا کروگے۔ سیدھی سی بات ہے میں دوست بن کر رہوں گی۔"

"ملٹری انٹیلیجنس کے اعلیٰ افسران تمہیں وفاداری تبدیل کرنے کی سزا دیں گے۔"

"کیا تم ان کے عذاب سے مجھے نہیں بچاؤ گے؟"

"جب تک یہاں موجود ہوں تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا لیکن یہاں سے جانے کے بعد دوسری معمولیات میں گم ہوجاؤں گا تو میری عدم موجودگی تمہیں نقصان پہنچائے گی۔"

"تم جہاں جاؤ گے میں خدمت گزاری کے لیے ساتھ رہا کروں گی۔"

"میرے بیوی بچے بھی میرے ساتھ نہیں رہ پاتے۔ ابھی کل ہی پارس میرے ساتھ تھا لیکن حالات نے اچانک ہمیں جدا کردیا۔ میں ایسا مقدر لے کر پیدا ہوا ہوں کہ میرے ساتھ کوئی مستقل نہیں رہ پاتا۔"

"میں رہ کر دکھاؤں گی۔ میں تمہارا مقدر بدل دوں گی' ہمارے درمیان جدائی کا کوئی لمحہ نہیں آسکے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "آج تک کوئی میرے معمولات میں رکاوٹیاں نہیں لاسکا۔ اگر تم لاسکو تو چلو تمہاری ہی جیت ہوگی ورنہ تمہارا بہت مہنگا پڑے گا۔ بہت دل و دکھے گا' نہ گھر کی رہو گی' نہ گھاٹ کی۔"

"تمہارے نام سے تو پہچانی جاؤں گی۔"

"میں ایک طرح سے تمہارا بچاؤ کرتا ہوں۔ تم اپنے کسی اعلیٰ افسر سے رابطہ کرو۔"

"میں افسر سے کیا کہوں گی؟ تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"تمہیں کچھ کہنا نہیں ہوگا۔ میں تمہاری زبان سے بولتا رہوں گا۔"

"میری اصلیت یعقوب ہمدانی کو معلوم نہیں ہے۔ میں اپنے سامان میں ایک ٹرانسیٹر چھپا کر رکھتی ہوں اور وہ سامان میرے خیمے میں ہے۔"

میں اس کے ساتھ دفتر سے باہر آیا پھر کارنیول کے مختلف شعبوں سے گزرتا ہوا اس کے خیمے میں پہنچ گیا۔ باہر بہت رونق تھی لوگ کھیل تماشوں میں حصہ لے رہے تھے۔ خیمے کے اندر خاموشی اور تنہائی تھی اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "شاید میں نے آج تک کسی کو اپنی سانسوں کے قریب اسی لیے آنے نہیں دیا کہ میرے مقدر میں تم لکھے ہوئے تھے۔ مجھے یقین کرنے دو کہ میں نے تمہیں پالیا ہے۔"

میں نے تھوڑی دیر اسے یقین کرنے دیا پھر کہا "کام بہت ضروری ہے' اپنے افسر سے رابطہ کرو۔"

وہ اپنی ایک اٹیچی کے پاس گئی۔ میں بستر پر بیٹھ گیا۔ خیمے کے اندر ایک سنگل بیڈ' ایک کرسی اور عام استعمال کی دو چار مختلف چیزیں رکھی تھیں۔ وہ ایک ننھا سا ٹرانسیٹر لے کر آئی پھر بستر پر مجھ سے لگ کر بیٹھ گئی۔ رابطہ قائم کرنے لگی چند سیکنڈ کے بعد دوسری طرف سے کسی کی آواز آئی۔ سمورا نے کوڈ ورڈز ادا کیے ادھر سے بھی ایک افسر نے اپنے کوڈ ورڈز سنائے پھر کہا "سمورا! رپورٹ سناؤ۔"

وہ بولی "بہت بری رپورٹ ہے۔ یہاں فرہاد علی تیمور ہے۔"

"کیا تاشقند میں ہے؟"

"میرے دماغ میں ہے' مجھے تم سے رابطہ قائم کرنے پر مجبور کررہا ہے اور اب تمہارے دماغ میں آرہا ہے۔"

اس نے ٹرانسیٹر کو آف کیا۔ میں نے افسر کے پاس پہنچ کر کہا "ہیلو! میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔"

وہ اپنی جگہ گم صم بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "یہ

پہاڑ اچانک ہمارے راستے میں آگیا ہے۔ ہمارے تمام منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔ کوئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوتا تو اس سے دوستی ہو جاتی، بہت سی شرائط پر سمجھوتا ہو جاتا لیکن یہ فرہاد تو ازل سے ہمارا دشمن ہے۔"

وہ میرے خلاف بے اختیار سوچ رہا تھا۔ پھر اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ میں اس کے یہ خیالات پڑھ رہا ہوں گا۔ وہ جلدی سے بولا "مسٹر فرہاد! آپ میرے پاس آئے ہیں، یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

میں نے کہا "اور بد نصیبی بھی ہے۔ صبح ہونے تک اپنے پورے قبیلے کے ساتھ یہ ملک چھوڑ دو۔ صرف سمورا یہاں رہے گی۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنی فرمانبردار کنیز بنایا ہے۔ جب تنویمی عمل کا اثر ختم ہو گا تو وہ تمہارے پاس واپس چلی آئے گی۔"

"پلیز، آپ ہمارے متعلق ایسا دو ٹوک فیصلہ نہ کریں، ہم سے مذاکرات کریں کوئی سمجھوتا کر لیں۔"

"سمجھوتے مجبوری کی حالت میں کیے جاتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے تمہارا محتاج نہیں بنایا ہے۔ صبح چھ بجے یہاں پائے گئے تو تم سب کے ذہنی توازن بگاڑ کر سائبریا کے پاگل خانے میں پہنچا دوں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ دماغی طور پر سمورا کے خیمے میں حاضر ہو گیا۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

میں نے کہا "تمہارے افسر سے کہہ دیا ہے کہ میں تم پر تنویمی عمل کر کے اپنی تابعدار بنا چکا ہوں۔ جب اس عمل کا اثر ختم ہو گا اور تم اپنے اختیار میں رہو گی تو ان کے پاس چلی جاؤ گی۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ اب میں ان کی نظروں میں غدار نہیں رہوں گی۔ وہ مجھے تمہاری معصوم اور مظلوم سمجھتے رہیں گے۔ اوہ، تمہارا جواب نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ آزادی سے رہوں گی اور وہ لوگ سمجھیں گے میں تمہاری کنیز بن کر رہ رہی ہوں۔"

وہ بہت خوش تھی اور جی بھر کے خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ انسان کو زندگی میں مسرتیں بہت کم ملتی ہیں۔ اس لیے ایک کو دوسرے سے مسرتیں ملتی ہوں تو ان تمام مسرتوں کو فراخ دلی سے دوسرے کی جھولی میں ڈالتے رہنا چاہیے۔ حاتم طائی بھی یہی کرتا تھا لیکن میں نے اس رات حاتم طائی بن کر بڑا نقصان اٹھایا۔ بڑی دیر تک روکی ہڈسن سے غافل رہا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ میری گرفت سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہو گیا۔

دوسری صبح جب میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور روکی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو میری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں ملا۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ طبعی موت مرنا تھا یا پھر کسی نے اسے قتل کر دیا تھا۔

مجھے یقین کی حد تک شبہ تھا کہ جیری ہاک نے اسے قتل کیا ہے۔ میں نے بارہا ایسے تماشے دیکھے ہیں۔ کسی تنظیم میں خواہ کتنا ہی اہم شخص ہو، اس اہم شخص سے اگر تنظیم کو نقصان پہنچنے والا ہوتا ہے تو اس کی اہمیت کو نظر انداز کر کے اسے موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے۔ روکی، بارہرا کمن کو بھی یہ اندیشہ کھانے لگا ہو گا کہ میں انہیں بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا لوں گا۔ ایسا وقت آنے سے پہلے ہی روکی کو ختم کر دیا گیا تھا۔

جیری اور باربرا ایک بار میرے معمول رہ چکے تھے۔ میں پچھلی شام روکی کے ذریعے جیری کی آواز سن چکا تھا۔ اس کے اور باربرا کے کوڈ ورڈز بھی معلوم کر چکا تھا۔ اب انہیں ٹریپ کرنے کا یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ میں جیری بن کر باربرا کے پاس جاؤں اور باربرا بن کر جیری کے دماغ میں جا کر اس کی کوئی بڑی ضروری معلوم کروں۔

میں نے اسی مقصد کے لئے پہلے ہی دونوں کے کوڈ ورڈز معلوم کر لیے تھے۔ میں نے آنکھیں بند کیں باربرا کے لب و لہجے کو ذہن میں دہرایا پھر پرواز کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گیا۔ جیری کے لہجے میں کہا "ہیلو باربرا!"

وہ بولی "پلیز، کوڈ ورڈ؟"

میں نے وہی کوڈ ورڈز ادا کیے جو جیری نے اس کے پاس آنے کے لئے مقرر کئے تھے لیکن اس نے سانس روک لی۔ مجھے شبہ ہوا کہ وہ دھوکا کھانے سے پہلے ہوشیار ہو گئی ہے۔ پھر بھی میں نے دوسری کوشش کی ایک منٹ کے بعد پھر اس کے پاس آ کر پوچھا "کیا بات ہے؟ میں جیری ہوں۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ اس بار میں نے باربرا کا لہجہ اختیار کیا اور جیری کے دماغ میں آیا۔ باربرا نے جو کوڈ ورڈز مقرر کیے تھے اسے سنایا۔ جیری نے فوراً ہی سانس روک لی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ دونوں نے احتیاطی تدابیر پر عمل کرتے ہوئے اپنے درمیان نئے کوڈ ورڈز مقرر کیے ہیں اور یہ فرض کر لیا ہے کہ ان کے پرانے کوڈ ورڈز کے ذریعے دماغوں میں آنے والا فرہاد ہی ہو گا اور میں نے اپنی حرکتوں سے ثابت کر دیا تھا۔

سمورا نے خیمے میں آ کر پوچھا "کیا خیال ہے، آؤٹنگ کے لیے چلو گے؟"

"ہاں۔ میں تاشقند شہر اچھی طرح دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے چہرے میں ذرا سی تبدیلی کی۔ سمورا نے پوچھا "کیا اس لیے خود کو چھپا رہے ہو کہ روکی تمہیں دیکھ کر گیا ہے؟"

"روکی اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ دشمنوں نے اپنی سلامتی کے لیے اسے مار ڈالا ہے۔"

"اوہ گاڈ! انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالا ہے۔ کیا اس کے ساتھ ایسا کوئی خاص آدمی تھا جس نے تمہیں کل رات یہاں دیکھا تھا؟"

سمورا کا سوال سن کر مجھے مہاشکتی راج یاد آیا۔ پچھلی بار جب اس کے دماغ میں تھا تو وہ بے چینی محسوس کر رہا تھا اور یہ سمجھ گیا تھا کہ نشے کی طلب کے باعث اس کے اندر بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ نشہ حاصل کرنے کے لئے خود کو سانپوں سے ڈسواتا تھا۔ وہاں اس نے رہائش اختیار کی تھی وہاں تین پٹاروں میں تین قسم کے زہریلے سانپ تھے جنہیں وہ دودھ پلاتا تھا۔ ہر روز ان میں سے ایک سانپ اسے ڈس لیا کرتا تھا۔

پچھلی رات روکی اس کے ساتھ اس کی رہائش گاہ میں آیا تھا۔ اس وقت جیری ہاک روکی کے دماغ میں تھا اور یہ یقین کرنا چاہتا تھا کہ اس وقت میں روکی کے اندر موجود ہوں یا نہیں؟

وہ وہاں سے چلا آیا تھا۔ اب تقریباً بارہ گھنٹے کے بعد مہاشکتی راج کے پاس گیا تو وہ پھر اپنے دماغ میں بے چینی محسوس کرنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "کیا پھر میرے دماغ میں جیری آیا ہے؟"

میں نے کہا "ہاں میں جیری بول رہا ہوں۔ یہ بتاؤ کل رات تم روکی کے ساتھ اس رہائش گاہ میں آیا تھا۔ وہ کہاں ہے؟"

"واہ، بہت خوب۔ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ میرے ہاتھوں اسے ہلاک کرایا اور مجھ سے پوچھ رہے ہو؟"

میں نے اسے سوچنے پر مجبور کیا تو وہ پچھلی رات کے واقعات سوچنے لگا۔ وہ نشے کی طلب سے مجبور ہو کر اپنی رہائش گاہ میں آیا تھا۔ اس کے ساتھ روکی تھا۔ جب وہ ایک پٹارہ کھول کر ایک سانپ نکالنے لگا تو روکی سہم کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔ "ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سانپ میری گرفت میں ہے، یہ میری مرضی کے مطابق صرف مجھے ڈسے گا۔"

مہاشکتی راج نے ایسا کہتے وقت اپنے اندر جیری ہاک کی آواز سنی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "نہیں مہاشکتی راج! یہ سانپ میری مرضی کے مطابق تم سے پہلے روکی کو ڈسے گا۔"

مہاشکتی راج انکار کرنا چاہتا تھا لیکن خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ وہ روکی سے کہنا چاہتا تھا "بھاگ جاؤ یہاں سے وہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہاری موت چاہتا ہے۔"

وہ ایسا نہ کر سکا۔ جیری نے کہا "تمہارا دل، دماغ، تمہاری زبان اور تمہارا تمام جسم میرے قبضے میں ہے۔ دیکھو تم سانپ کو اس کی پٹاری میں واپس لے جا رہے ہو۔" وہ روکی کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن بے اختیار سانپ کو اس کی طرف لے جا رہا تھا۔ روکی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سانپ کی ایسی دہشت تھی کہ کرسی سے اچھلتے ہی توازن قائم نہ رکھ سکا۔ فرش پر گر پڑا۔ پھر اسے اٹھنے کا موقع نہ ملا۔ مہاشکتی راج نے سانپ کے منہ کو اس کی گردن پر رکھا۔ دوسرے ہی لمحے میں روکی کے حلق سے چیخ نکلی۔ تب جیری نے مہاشکتی راج کے دماغ کو جھٹکا دے دیا۔ وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر روکی کو دم توڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

جیری نے کہا "مہاشکتی راج! اسے بھول جاؤ اور یاد رکھو تمہیں کنول طلب ہو رہی تھی۔"

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

روشنی کے مینار
اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات ضیاء تبسم بلگرامی کے قلم سے
قیمت ۱۴۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۲ روپے

عظمت کے مینار
ضیاء تبسم بلگرامی کے مضامین کا مجموعہ
قیمت ۱۴۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۲ روپے

ایمان کا سفر
محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ
وہ فن پارے، جن کی آپ کو تلاش ہے۔
قیمت ۱۴۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۲ روپے

کچرا گھر
محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ
جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔
قیمت ۱۴۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۲ روپے

آدھا چہرہ
محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول۔ ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو بگڑ گئی کے بہانے اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں۔
قیمت ۱۴۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۲ روپے

کالی کہانیاں
جرائم، جادو، شیطان، توہم، ارواح، طنز و مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں
قیمت ۱۴۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۲ روپے

نک ویلوٹ کی چوریاں
مشہور چور نک ویلوٹ کی عجیب و غریب قیمت چیزیں چرانے کی معاشرتی مضحکہ خیز داستان۔
قیمت جلد اول ۱۴۰ جلد دوم ۱۴۰
ڈاک خرچ فی جلد ۱۲ روپے

کتابات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس ۱۴۰۱۔ سیدن ٹیلیویژن سٹریٹ، ٹی ایف سی چورنگی، کراچی

یہ منظر دیکھ کر وہ اور بھی نشے کا محتاج ہو گیا تھا۔ اس نے اس سانپ کو پٹارے میں رکھ کر بند کر دیا۔ اس کے پالتو سانپ ایک وقت میں ایک ہی بار ڈستے تھے' پھر دودھ مانگتے تھے۔ وہ دوسرا سانپ دوسرے پٹارے سے نکالتے ہوئے بولا "لیکن جیری صاحب! میں تو ابھی مدہوش ہو جاؤں گا۔ اس لاش کا کیا بنے گا؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔ یہ غائب کر دی جائے گی۔"

شکتی راج نے اپنا منہ کھول کر زبان نکالی پھر مٹھی میں پکڑے ہوئے سانپ کو بالکل قریب لایا۔ سانپ نے اس کی زبان کو ڈس لیا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ اس نے فوراً ہی اسے پٹارے میں ڈال کر بند کر دیا۔ پھر لڑکھڑاتا ہوا آکر بستر پر گر پڑا۔ تھوڑی دیر بعد اسے ہوش نہیں رہا۔ وہ کھلی آنکھوں سے کمرے کو دیکھ رہا تھا لیکن نشے کی رنگین وادیوں کی سیر کر رہا تھا۔

دوسری صبح آنکھ کھلی تو یاد آیا کہ پچھلی رات وہ کیا کرتا رہا تھا۔ اس نے کرسی کی طرف دیکھا وہاں فرش پر روکی کی لاش نہیں تھی۔ جیری کے آدمی اسے اٹھا کر لے گئے تھے۔ میں شکتی راج کے یہ خیالات پڑھ رہا تھا۔ جیری کے لہجے میں بولا "ہاں وہ لاش میرے آدمی لے گئے ہیں۔ تم متحدہ مذہبی فرنٹ کے ربی اور پادریوں کو فون کے ذریعے اطلاع دو کہ روکی مارا گیا ہے۔"

"جیری صاحب! میں کیسے اطلاع دوں۔ آپ جانتے ہیں۔ ہم تمام اہم افراد ایک دوسرے کی رہائش گاہ اور فون نمبر نہیں جانتے ہیں' آپ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں ہمیں ایک دوسرے کی خبریں پہنچاتے ہیں اور کسی مقرر کی ہوئی جگہ ہمیں میٹنگ کے لیے بلاتے ہیں۔"

اس کی باتوں سے پتا چلا کہ وہ سب بہت محتاط ہیں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے یہ طریقہ کار اختیار کیا ہے۔ چونکہ روکی سب کے نام پتے اور فون نمبر وغیرہ جانتا تھا اور ان سے دماغی رابطہ بھی رکھتا تھا۔ اس لیے پہلی فرصت میں اسے مار ڈالا گیا تھا تاکہ اس تنظیم تک پہنچنے کا مجھے کوئی راستہ نہ ملے۔"

میں نے دماغی طور پر واپس آکر سمورا کو دیکھا' وہ بولی "خیال خوانی سے فرصت مل گئی ہے تو چلو۔"

"فرصت کہاں ملتی ہے؟ ہمارے دشمن سیر سے سوا سیر ہو جاتے ہیں۔ میں کبھی کبھی جیتنے والی بازی ہار جاتا ہوں۔"

"یہ تو میرے لیے دکھ کی بات ہے کہ میرے آتے ہی تمہارا کام بگڑ رہا ہے۔"

"اس میں شبہ نہیں ہے کہ تم میرا چال چلن بگاڑتی رہیں۔ اگر کل رات روکی کے ساتھ لگا رہتا تو اس تنظیم کے تمام اہم افراد کے نام اور پتے معلوم کر لیتا۔"

وہ قریب آکر بولی "میں بہت بری ہوں کیا مجھے چھوڑ دو گے؟"

"نہیں' تم نے کام بگاڑا ہے' تم ہی اسے سنوارو گی۔ ابھی تاش کا ایک پتا ہاتھ میں ہے۔ میں نے جیری کے دماغ سے صرف کوارٹرز ہی نہیں اس کی اور باربرا کی رہائش گاہوں کے پتے بھی معلوم کیے تھے۔ یقین تو نہیں ہے کہ وہ ان مکانوں میں ہوں گے' کوارٹرز کی طرح رہائش بھی بدل دی ہوگی۔ پھر بھی چلو۔ میں پتا بتاتا رہا ہوں وہاں تک میری رہنمائی کرو۔"

ہم خیمے سے باہر آئے۔ یعقوب ہمدانی سے ملاقات ہو گئی اس نے سمورا سے کہا "تم نے میرے یار کو ایسا دیوانہ بنایا ہے کہ مجھے بھول گیا ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

وہ بولی "تم یاری کا دعویٰ کرتے ہو اور یار کو نہیں پہچانتے ہو۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا' پھر قریب آکر اور غور سے دیکھنے لگا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا "ہمدانی! میں فرہاد ہوں۔"

وہ مجھ سے لپٹ کر بولا "کمال ہے' تم تو بالکل ہی بدل گئے ہو۔ کیا پھر دشمنوں سے سامنا ہو گا؟"

"خدا بہتر جانتا ہے۔ سامنا ہو سکتا ہے اسی لیے اتنی احتیاط سے باہر جا رہا ہوں۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے سمورا کی کار کے پاس آئے۔ ہمدانی نے کہا "تمہارے آتے ہی مجھے تمام دشمنوں سے نجات مل گئی۔ میرا خیال ہے اب کوئی مجھے پریشان نہیں کرے گا۔"

"ایسی بات نہیں ہے' غیر ملکی ایجنٹوں کے چھپنے کے لیے تمہارا یہ کارنیول بہت ہی محفوظ پناہ گاہ ہے۔ تمہیں تو کچھ پتا ہی نہیں ہے کل رات میں نے یہاں سے روسی جاسوسوں کو بھی بھگایا ہے؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟ لیکن وہ بھاگنے والے جاسوس کون تھے؟ میں تو اپنے تمام ملازموں کو جانتا ہوں۔"

"وہ تمہارے ملازم نہیں تھے وہ سمورا اور دوسرے روکی ملازموں کو ٹریپ کر کے انہیں حکومت کی خلاف جاسوسی اور تخریب کاری کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔"

"بھئی یہ کارنیول تو میرے لیے مصیبت بن رہا ہے میرے دوست فرہاد! تم نہیں رہو گے تو میں دشمنوں کو کبھی پہچان نہ سکوں گا۔"

سمورا نے کہا "دشمنوں کو جلد ہی یقین ہو جائے گا کہ تمہارا کارنیول موت کا کنواں ہے۔ جو دشمن بن کر آئے گا وہ زندہ واپس نہیں جائے گا اور جو واپس گیا۔ وہ دوبارہ آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

میں سمورا کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جانے لگا۔ ہمدانی نے کہا "یار! جلدی واپس آنا' مجھے معلوم ہو تا کہ تمہارے بغیر یہ کارنیول جاری نہیں رکھ سکوں گا تو میں تمہارے بغیر پیدا ہونے سے انکار کر دیتا۔"

ہم ہنستے ہوئے کارنیول کے احاطے سے باہر آگئے۔ سمورا ڈرائیو کر رہی تھی۔ اچھی خاصی سردی پڑ رہی تھی۔ چونکہ ہم اپنی زندگی کا زیادہ حصہ سرد علاقوں میں گزارتے رہے ہیں۔ اس لیے اس شدید سردی کے باوجود موسم خوشگوار لگ رہا تھا۔ میں نے سمورا کو سب سے پہلے باربرا کی رہائش گاہ کا پتا بتایا۔ وہ مجھے شہر کے ایک دور افتادہ حصے میں لے آئی۔ وہاں چھوٹے چھوٹے کاٹیج بنے ہوئے تھے اس نے ایک کاٹیج کے سامنے کار روک دی۔

میں نے کاٹیج کا نمبر پڑھا' وہی تھا' سمورا نے کہا "تم بیٹھو میں جاتی ہوں۔ ہو سکتا ہے وہاں تمہارے لیے جال بچھایا گیا ہو۔"

"جب یہ سمجھتی ہو کہ وہاں جال بچھایا جا سکتا ہے تو یہ بھی سمجھ لو میں یہاں آرام سے بیٹھ کر تمہیں وہاں جانے نہیں دوں گا۔"

"تم یہاں بیٹھ کر میرے دماغ میں رہ کر میری حفاظت کر سکتے ہو لیکن وہاں تمہیں کچھ ہو گیا تو میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکوں گی۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ میرا جواب سنے بغیر کار سے نکل کر کاٹیج کے احاطے میں گئی وہاں خاموشی اور ویرانی سی تھی جیسے اس کاٹیج میں کوئی رہتا ہی نہ ہو۔ سمورا نے برآمدے میں پہنچ کر دروازے کے ساتھ لگی ہوئی کال بیل کا بٹن دبایا۔ ذرا انتظار کیا پھر بٹن دبایا اندر سے کسی کی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔

اس نے تیسری بار بٹن دبایا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "دروازے پر دستک دو۔"

اس نے دستک دینے کے لئے دروازے پر ہاتھ مارا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ سمورا نے اسے پوری طرح کھول کر دیکھا۔ پھر چونک کر کمرے کے وسط میں فرش پر ایک نوجوان لڑکی کی لاش پڑی تھی۔ وہ بولی "فرہاد! تم میرے اندر رہو؟"

"ہاں اور تمہارے ذریعے ایک لاش دیکھ رہا ہوں۔ اندر جاؤ کی سے بھی سامنا ہو تو اسے بولنے پر مجبور کرنا تاکہ میں اس کے ذہن پہنچ کر تمہیں اس سے محفوظ رکھ سکوں۔"

وہ محتاط انداز میں کمرے کے اندر آئی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ پھر وہ دوسرے کمرے میں گئی' باتھ روم' اسٹور روم اور کچن وغیرہ میں بھی جا کر دیکھ لیا۔ جب یقین ہو گیا کہ کاٹیج کے اندر اور باہر کوئی دشمن نہیں ہے۔ تو میں کار سے نکل کر اس کمرے میں آیا اس لاش کو دیکھا بڑی حیرانی ہوئی۔ وہ باربرا ہنسن تھی۔

مجھے یقین نہیں آرہا تھا۔ اس کے قتل ہونے کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آرہی تھی۔ میں نے یقین کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میری سوچ کی لہروں کو باربرا کے دماغ میں پہنچنا چاہئے تھا لیکن وہ بھٹک رہی تھیں باربرا کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دماغ والی اور اپنے مخصوص لب و لہجے والی اب اس دنیا میں نہیں رہی ہے۔

سمورا نے پوچھا "کیا اسے پہچانتے ہو؟ یہ کون ہے؟"

میں نے اس کے ساتھ کاٹیج سے باہر آتے ہوئے کہا "وہ باربرا کی لاش تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کی موت کا یقین کیا ہے۔"

ہم دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ وہ اسے اسٹارٹ کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "ٹھہرو۔ مجھے یقین کرنے کے بعد بھی یقین نہیں آرہا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ کیا خیال خوانی کا علم غلط ہو سکتا ہے؟"

میں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کے لیے کہا پھر اپنی سوچ کی لہروں کو جیری تک پہنچایا۔ مزید حیرانی ہوئی۔ جیری بھی مردہ تھا۔ شاید وہ بھی قتل کیا گیا تھا۔

کیا مجھے یقین کرنا چاہئے کہ ایک تنظیم کی تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دنیا سے ایک ہی دن میں اٹھ گئے ہیں؟ روکی کا قتل سمجھ میں آگیا تھا۔ میں اس کے ذریعے جیری اور باربرا کو بے نقاب کر سکتا تھا اس تنظیم کو تباہ کر سکتا تھا۔ اس لیے جیری نے اسے ختم کر دیا تھا لیکن جیری اور باربرا کو کس نے مارا؟ کیوں مارا؟ عقل تسلیم نہیں کرتی تھی کہ ایک تنظیم کے بے حد اہم ستون گرا دیے گئے ہیں۔

میں نے سمورا سے کہا "کیا تم یقین کرو گی کہ ان کا دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا جیری بھی قتل ہو چکا ہے؟"

جاسوسی ادب کی معیاری کتابیں کم سے کم قیمت میں

جاسوسی ناولوں کے مقبول ترین مصنف ایچ اقبال کے قلم سے

عمران سیریز

بے باک عورت کا دلکش جال

ایک جلد میں دو کتابیں ○ قیمت -/۲۰ روپے

پرمود سیریز

جاسوس حسینہ کا ایمان شکن

ایک جلد میں دو کتابیں ○ قیمت -/۲۰ روپے

آج ہی طلب فرمائیے

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

"اگر تمہاری ٹیلی پیتھی کہتی ہے تو پھر مان لینا چاہیے۔ بائی دی وے، تم یقین کیوں نہیں کر رہے ہو؟"

میں نے ونڈ اسکرین کے پار خلا میں تکتے ہوئے کہا "میں چاہوں تو میں بھی دشمنوں کو یقین دلا سکتا ہوں۔ ان کی سوچ کی لہریں بھی انہیں یقین دلائیں گی کہ فرہاد مر چکا ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اگر کوئی مجھ پر تنویمی عمل کرے اور میرے دماغ سے میری اپنی آواز اور لہجے کو مٹا دے اور اس دماغ میں نیا لب و لہجہ نقش کر دے تو میرے پچھلے لب و لہجے کا سہارا لے کر آنے والی سوچ کی لہریں میرے دماغ تک نہیں پہنچیں گی کیونکہ وہ گم کر دی گئی ہیں۔ جو گم ہو جائے اس کے پاس سوچ کی لہریں بھلا کیسے پہنچیں گی؟"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ باربرا اور جیری پر تنویمی عمل کیا گیا ہے ان کے دماغوں سے ان کی پیدائشی آواز اور لہجہ مٹا دیا گیا ہے تاکہ تمہاری سوچ کی لہریں بھٹکتی رہیں اور یقین کر لیں کہ وہ دونوں زندہ رہ کر مجھے دھوکا دے رہے ہیں۔"

"ہاں مجھے ایسا دھوکا دیا جا سکتا ہے بلکہ وہ دونوں زندہ رہ کر مجھے دھوکا دے رہے ہیں۔"

سورا چونک گئی پھر چٹکی بجا کر بولی "سانچ کو آنچ کیا ہے۔ وہ لاش کمرے میں پڑی ہے ہم اس کے چہرے کو ٹٹول کر معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ واقعی باربرا ہے یا اس پر باربرا کا میک اپ کیا گیا ہے۔"

"سورا! فی زمانہ پلاسٹک سرجری کا میک اپ نہایت آسان ہو گیا ہے۔ جس طرح میں، سونیا، پارس اور علی تیمور اپنی کئی ہم شکل ڈمی تیار رکھتے ہیں اسی طرح باربرا نے بھی اپنی ڈمی کی لاش یہاں چھوڑی ہوگی۔ ہم جیری کی رہائش گاہ میں جائیں گے تو وہاں جیری کی ڈمی پڑی ہوگی۔ اب وہ پرانے زمانے کا میک اپ نہیں رہا ہے کہ جب چاہا دو نیشنگ کریم کے ذریعے میک اپ اتار کر ہمسپیوں کی اصلیت معلوم کر سکیں۔"

یہ ہر طرح سے ثابت ہو چکا تھا کہ وہ دونوں مر چکے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی بات کھٹک رہی تھی اور وہ بات کیا تھی جو میرے اندر اٹکی ہوئی تھی اور سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ سورا نے کہا "تمہارا دل نہیں مانتا ہے تو نہ مانو۔ اگر یہ دھوکا ہے تو دشمن کب تک دھوکا دیتے رہیں گے؟ وہ کسی بہروپ میں بھی آئیں گے تو تم اپنی ذہانت سے انہیں پہچان لو گے۔"

"میں مانتا ہوں اگر وہ زندہ ہیں تو جلد ہی انہیں ڈھونڈ نکالوں گا لیکن کوئی بات میرے اندر پھنسی ہوئی ہے۔ اگر تمہارے حلق میں مچھلی کا کانٹا پھنس جائے تو اسے نکالے بغیر سکون ملے گا؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ میں نے کہا "یہی حال میرا ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میں اس فراڈ کی حقیقت ابھی معلوم کر سکتا ہوں لہٰذا مجھے حقیقت معلوم کیے بغیر یہاں سے نہیں جانا چاہیے۔"

وہ بولی "ہمیں پاسپورٹ اور دیگر شناختی کاغذات میں یہ لکھنا ہوتا ہے کہ ہمارے جسم پر کوئی زخم کا یا کسی طرح کا پیدائشی نشان ہے یا نہیں؟ کیا باربرا کے جسم پر کوئی پیدائشی....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں چونک گیا اس کے شانہ پر ہاتھ مار کر بولا "وہ مارا!"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اپنے شانے کو سہلاتے ہوئے بولی "ایسی بھی کیا خوشی کہ مجھے مار ڈالو۔"

میں نے اس کے شانے کو سہلاتے ہوئے کہا "سوری! وہ بات یاد آ گئی جو میرے دماغ کے چور گوشے میں چھپی ہوئی تھی۔ باربرا پیدائشی طور پر نہ لڑکی ہے نہ لڑکا۔"

(دیو ناقط اگست ۱۹۹۱ء صفحہ نمبر ۱۹ ملاحظہ فرمائیں)

سورا نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی؟"

میں نے کہا "یہی بات ہے۔ قدرتی طور پر اس کے جسم کا نظام ایسا ہے جس کے پیش نظر نہ اسے لڑکی کہا جا سکتا ہے نہ لڑکا۔ وہ فطرتاً خود کو لڑکی سمجھتی ہے لیکن اس میں لڑکی کے جذبات نہیں ہیں نہایت سرد مزاج کی حامل ہے۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ وہ معقول علاج اور آپریشن کے بعد لڑکی بن سکتی ہے لیکن باربرا نے کبھی اپنا علاج نہیں کرایا۔"

"کیا تم نے اس کا جسم دیکھا ہے؟"

"نہیں، جہاں شرم روکتی ہے، وہاں میں اپنی خیال خوانی کی لہروں کو جانے نہیں دیتا۔ تم کانیج میں جاؤ، ایک عورت کی حیثیت سے اسے چیک کر کے چلی آؤ۔ میں اسے دیکھنے کے لیے تمہارے دماغ میں نہیں رہوں گا۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق کانیج میں گئی۔ اس لاش کو چیک کیا پھر میرے پاس آ کر بولی "تمہارا یقین درست ہے۔ وہ باربرا کی لاش نہیں ہے۔ وہ مقتولہ جسمانی اعتبار سے مکمل عورت تھی۔"

میں نے اطمینان کی سانس لی۔ جو پھانس اٹکی ہوئی تھی، وہ نکل گئی۔ باربرا نے مجھے دھوکا دینے کے لئے اس ڈمی کو اپنا چہرہ تو دیا تھا مگر اپنا جسمانی نظام نہیں دے سکی تھی۔ اس نے سوچا ہوگا کہ میں اتنی دور تک نہیں پہنچوں گا، اس کے فراڈ نے ثابت کر دیا کہ جیری ہاک بھی مردہ نہیں، زندہ ہے۔

میں پارس اور توبہ کو بلوچ شہر کے قریب چھوڑ کر ہیلی کاپٹر جب کی سمت لے گیا تھا۔ میرے جانے کے بعد وہ ایک وسیع میدان میں دور تک چلتے رہے۔ اطراف میں پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں لیکن کوئی چھوٹی بڑی انسانی آبادی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ تقریباً دو گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد بلوچ شہر نظر آنے لگا۔ شہر کے باہر بہت سے لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی، قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ بزکشی کا مقابلہ ہو رہا ہے۔

یہ افغانوں کا روایتی کھیل ہے جو صدیوں سے دلیری اور جوانمردی کے مظاہرے کے طور پر کھیلا جاتا ہے اس کھیل میں کئی قبیلے کے جواں مرد شریک ہوتے ہیں۔ یہ تمام جواں مرد گھوڑوں پر سوار رہتے ہیں۔ اور کئی میل کی دوڑ لگاتے ہیں۔ ایک جگہ زمین پر ذبح کیا ہوا بکرا پڑا ہوتا ہے۔ شرط یہ ہوتی ہے کہ کوئی شہ سوار گھڑ سواری کرتا ہوا اس بکرے کو وہاں سے اٹھا کر لے جائے۔

جو بھی اٹھا کر لے جاتا ہے دوسرے سوار تیز رفتاری سے اس کے برابر گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس بکرے کو اس سے چھیننے ہیں۔ یوں کئی میل کی دوڑ میں کتنے ہی سوار ایک دوسرے سے وہ بکرا چھینتے رہتے ہیں اس طرح چھیننے جھپٹنے کے عمل کو بزکشی کہتے ہیں جو جواں مرد آخری فتح کے نشان تک بکرا چھین کر لاتا ہے وہی فاتح کہلاتا ہے۔

اکثر یہ کھیل زندگی اور موت کا کھیل بن جاتا ہے کیونکہ کوئی قبیلہ کسی سے شکست کھانا اپنی توہین سمجھتا ہے، ایک مردہ بکرے کو حاصل کرنے اور اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے وہ زندہ انسان کو مار کر فاتح کہلاتے ہیں۔ دیکھا جائے تو آج کے افغانستان میں یہی بازی کھیل ہو رہا ہے مسلمانوں کے کئی گروہ اس ملک میں اپنی اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ایک مردہ بکرے کی طرح اس ملک کو ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے چھین رہا ہے۔ خدا جانتا ہے افغانستان کے مسلمان قبیلوں کی یہ بزکشی کتنے عرصے تک قائم رہے گی؟

پارس بزکشی کے کھیل کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ میدان سے گزرتے ہوئے ایک بکرے کو زمین پر پڑا دیکھ کر رک گیا پھر بولا۔ "یہ اتنی دور کس نے بکرے کو ذبح کر کے چھوڑ دیا ہے؟"

توبہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "یہاں سے فوراً کسی درخت یا ٹیلے کی آڑ میں چلو، ادھر گھڑ سوار آتے ہوں گے۔"

"تم کیسے جانتی ہو کہ یہاں گھڑ سوار آتے ہوں گے؟"

"یہ ہمارے ملک کا ایک روایتی کھیل ہے۔ درجنوں گھڑ سوار تیز رفتاری سے ابھی آئیں گے اور اس بکرے کو اٹھا کر اسے ایک دوسرے سے چھینتے ہوئے لے جائیں گے۔"

بکرے کے قریب ہی ایک گدھا کھڑا تھا۔ پارس نے اس بکرے کو اٹھا کر اس گدھے میں پھینک دیا۔ توبہ نے کہا "ارے، یہ تم نے کیا کیا؟"

وہ بولا "میری جان! اگر کوئی چیز ہموار زمین پر رکھی ہو تو اسے اکیلا بھی گھڑ سوار اٹھا سکتا ہے۔ کمال تو یہ ہوگا کہ یہاں کے شہ سوار اسے گدھے میں سے نکال کر لے جائیں۔"

وہ ہنس کر بولی "تم بھی خوب شرارتیں کرتے ہو۔"

اسی وقت گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیں۔ انہوں نے گردن گھما کر دیکھا۔ بہت دور گرد کا طوفان سا اٹھ رہا تھا۔ اس طوفان گرد میں درجنوں گھڑ سوار تیز رفتاری سے چلے آ رہے تھے۔

توبہ، پارس کا ہاتھ تھام کر وہاں سے بھاگنے لگی۔ وہ دونوں جلد سے جلد کسی محفوظ جگہ پہنچنا چاہتے تھے وہ آندھی طوفان کی طرح آنے والے اس جگہ پہنچ گئے جہاں بکرا پڑا ہوا تھا لیکن اب وہ وہاں نہیں تھا۔

تیزی سے آنے والے سواروں نے اپنے اپنے گھوڑے روک لیے ان کا کھیل بگڑ گیا تھا۔ وہ مردہ بکرا نہیں تھا جس کے لیے زندہ لوگ آپس میں مقابلہ کرنے والے تھے۔ ایک سوار نے گدھے کی طرف اشارہ کیا، وہ سب گھوڑوں پر بیٹھے گدھے کے کنارے آئے پھر وہاں بکرے کو پا کر غصے سے دور تک دیکھنے لگے۔ ان کی نظریں پارس اور توبہ پر تھم گئیں۔

گھوڑے ادھر سے ادھر جانے کے لیے مچل رہے تھے اور ان کے سوار لگامیں کھینچ کھینچ کر انہیں اپنے قابو میں رکھ رہے تھے۔ آپس میں کچھ بول رہے تھے، پارس اور توبہ کی طرف اشارے کرتے جا رہے تھے۔ پھر ان سب نے ایک ساتھ ان کی طرف دوڑ لگائی۔

توبہ نے کہا "اوہ گاڈ! وہ ہماری طرف آ رہے ہیں، بھاگو۔"

وہ بھاگنا چاہتی تھی، پارس نے ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے، وہ ہمیں سزائے موت دینے نہیں آ رہے ہیں۔"

وہ اسے کھینچتا ہوا ایک ٹیلے کے اوپر آیا۔ گھڑ سوار قریب آ گئے تھے اور ٹیلے کے چاروں طرف چکر لگا رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "اوئے، یہ تو حسینہ ہے۔"

دوسرے نے کہا "معشوق ہے، معشوق۔"

تیسرے نے کہا "او جانِ جاناں! تم نے تو دل گرفتار کر لیا ہے۔"

پارس نے سخت لہجے میں پوچھا "تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

وہاں شاید انگریزی زبان کوئی نہیں سمجھتا تھا یا پھر توبہ کے حسن و شباب کے آگے کوئی اس کی نہیں سن رہا تھا۔ توبہ نے مقامی زبان میں پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

ایک نے کہا "تم نے یا تمہارے یار نے بکرے کو گدھے میں پھینک کر ہمارا کھیل خراب کیا ہے، ہمیں الو بنانے والا مذاق کیا ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہم بزکشی کر رہے تھے اب زن کشی کریں گے۔"

"اس بکرے کی جگہ تمہارے نازک بدن کی کھینچا تانی کریں

مطالعہ کے لئے امتحان شیخ الزیادہ دلت بڑھانے کیلئے ایک بے حد کارآمد نفسیاتی کتاب
امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے
قیمت ۲۵ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۳ کراچی نمبر ۱

گے۔"

ایک اور سوار نے کہا "جو نوجوان فتح کے نشان تک بکرا چھین کر لے جاتا ہے اسے نقد رقم کے علاوہ وہ بکرا بھی دے دیا جاتا ہے۔ ہم میں سے جو تمہیں چھین کر فتح کے نشان تک لے جائے گا تم اسے انعام میں مل جاؤ گی۔"

وہ اپنے گھوڑوں کو چابک مارتے ہوئے انہیں ٹیلے کی بلندی پر لا رہے تھے۔ کچھ گھوڑے ڈھلان میں پھسل رہے تھے کچھ اپنا توازن نہیں رکھ پا رہے تھے۔ ان کے ہنہنانے اور سواروں کے ہانکنے کی آوازوں سے فضا گونج رہی تھی۔ توبہ ایسے حالات میں شیرنی بن جاتی تھی۔ پہلے تو اس نے سوچا تھا کہ اپنے ہم وطنوں کے خلاف ہتھیار استعمال نہیں کرے گی لیکن اس نے مجبوراً اپنے شانے پر سے گن اتاری۔ پہلے ایک ہوائی فائر کیا تاکہ وہ منتشر ہو کر میدان چھوڑ دیں مگر اچانک ہی ایک سوار نے اس کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ گن ہاتھوں سے چھوٹ کر ڈھلان میں لڑھکتی چلی گئی۔ وہ گن کے پیچھے دوڑی سوار اس کے پیچھے دوڑے۔ اس سے پہلے کہ وہ جھک کر گن اٹھاتی' دو سواروں نے دونوں طرف سے اس کے بازوؤں کو جکڑ لیا پھر اسے اٹھاتے ہوئے لے گئے۔

پارس دوسرے سواروں کے درمیان الجھا ہوا تھا اور توبہ کے قریب پہنچنا چاہتا تھا۔ سوار اسے آگے پیچھے سے چابک مارتے جا رہے تھے۔ اس نے توبہ کو اغوا ہوتے دیکھا تو ایک سوار پر چھلانگ لگائی' اسے لیے ہوئے گھوڑے سمیت ڈھلان کی طرف گرا۔ سوار کو یوں لگا جیسے دو فولادی ہاتھ مُنہ پر پڑے ہوں۔ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا وہ مقابلے کے قابل نہیں رہا تھا۔ پارس نے اس کے ہاتھ سے چابک چھین کر گھوڑے کو پھرتی سے گھڑا کیا۔ اس پر اچھل کر سوار ہوا۔ پھر اسے ایڑ لگاتا ہوا ان سواروں کے پیچھے دوڑ پڑا جو توبہ کو لیے جا رہے تھے۔

توبہ کی حالت قابلِ دید تھی۔ اسے دو سوار دو طرف سے پکڑے اپنی اپنی طرف کھینچتے ہوئے برق رفتاری سے لیے جا رہے تھے۔ دوسرے سوار بھی ان کے برابر گھوڑے دوڑاتے ہوئے توبہ کو ان سے چھین لینا چاہتے تھے۔ بزکشی کے مقابلہ میں انعام پانے کا لالچ ہوتا ہے اور زن کشی میں تو فاتح کو ایک نہایت حسین و جمیل عورت ملنے والی تھی اس لیے ہر سوار کی یہ خواہش تھی کہ وہ دوسروں سے توبہ کو چھین کر لے جائے۔

پارس اپنے گھوڑے کو برق رفتاری سے دوڑاتا ہوا دوسرے سواروں سے سبقت لے جا کر توبہ کے قریب پہنچ گیا' دوسرے سواروں کے چابک کھا رہا تھا اور اپنے چابک سے انہیں مارتا جا رہا تھا۔ وہ چیخیں مار رہی تھی اپنے دونوں بازوؤں کو دو طرفہ گرفت سے چھڑانے کی کوششیں کر رہی تھی لیکن بازو ایسے ہی لمحات میں نجات پاتے تھے کہ کوئی تیسرا آ کر اسے پکڑ کر کھینچتا ہوا لے جاتا تھا۔

توبہ کی چیخوں میں آنسو نہیں تھے اور نہ ہی وہ عام عورتوں کی طرح نازک اور کمزور تھی' وہ غصہ اور جوش میں جہاد کرتے ہوئے چیخ رہی تھی۔ پارس کے لیے دشواری یہ تھی کہ وہ ایک سوار سے توبہ کا بازو چھڑاتا تو دوسرے اسے سخت زمین پر گھسیٹتے ہوئے لے جاتا۔ ابھی تو وہ دو سواروں کے درمیان زمین سے اٹھی ہوا لی جا رہی تھی۔

وہ برق رفتار گھوڑے کی پیٹھ پر کھڑا ہو گیا۔ ہاتھوں میں لگام تھی اور وہ اپنا توازن قائم رکھتا ہوا ان دو سواروں کے پیچھے تھا جو توبہ کو ایک دوسرے سے چھینتے ہوئے جا رہے تھے۔ ایسی جدوجہد کے دوران دونوں کے گھوڑے قریب ہو جاتے تھے۔ توبہ ان گھوڑوں کے درمیان پھنسنے الجھنے لگتی تھی۔ ایسے ہی وقت پارس نے ان کے پیچھے سے چھلانگ لگائی پھر قریب ہونے والے دونوں سواروں کی گردنیں اپنے دونوں بازوؤں میں دبوچ لیں۔ ان گھوڑوں کی رفتار اتنی تیز تھی کہ دونوں سواروں کے پاؤں رکابوں سے نہ نکل سکے۔ گھوڑوں کی پیٹھ سے گرتے ہی وہ پھنسے ہوئے پیروں کے ساتھ گھسٹتے ہوئے جانے لگے۔ توبہ ان کی گرفت سے چھوٹ کر پارس کے ساتھ زمین پر لڑھکتی جا رہی تھی۔

پیچھے آنے والے گھڑ سوار دور سے توبہ کو تاکتے آ رہے تھے۔ اب وہ اسے اٹھا کر لے جانے والے تھے۔ پارس نے کہا "یہ چابک لو۔ اس کے سامنے وہ تمہیں ہاتھ لگائے بغیر گزر جائیں گے۔"

توبہ نے چابک نہیں لیا۔ اپنی جیکٹ میں ہاتھ ڈال کر پستول نکالا پھر قریب آنے والے گھڑ سوار کو گولی سے اڑا دیا۔ وہ گھوڑے کی پیٹھ پر سے اڑتا ہوا نیچے آ کر زمین بوس ہو گیا۔ اس ایک گولی کی آواز نے گھڑ سواروں کو منتشر کر دیا۔ وہ بزکشی کے مقابلے کے لیے صرف خنجر اور چابک لے کر نکلے تھے۔ کسی کے پاس آتشی اسلحہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ گولی کی رینج سے دور نکلتے ہوئے شہر کی طرف جا رہے تھے۔

گولی کی زد میں آنے والے سوار کا گھوڑا لڑھک کر گر پڑا تھا۔ پارس نے دوڑ کر اس کی لگام ہاتھوں میں لے لی تھی۔ پھر اس پر سوار ہو گیا تھا۔ توبہ بھی دوڑتی ہوئی آ کر اس کے پیچھے بیٹھ گئی پھر بولی "وہ گھڑ سوار جدھر گئے ہیں' ادھر نہ جاؤ وہ اپنے قبیلے والوں کے ساتھ مسلح ہو کر آئیں گے۔"

اس نے لگام دوسری سمت موڑی پھر وہ ایک لمبا چکر کاٹ کر شہر میں داخل ہوئے۔ بلخ شہر دو اہم شخصیات کی بدولت مشہور ہے۔ ایک تو یہ کہ یہاں مولانا جلال الدین رومیؒ پیدا ہوئے تھے۔ دوسرے یہ کہ یہاں حضرت ابراہیم ادھمؒ کا مزار ہے۔ اسی مزار کے قریب حزبِ مومن کے مجاہدین رہتے تھے۔ توبہ نے حشمت آباد سے لایا ہوا خط حزبِ مومن کے لیڈر کو دیا۔ یہ خط حشمت آباد کے حزبِ مومن کے لیڈر نے توبہ خانم اور حماد (پارس) کے تعارف میں لکھا تھا۔ ان دونوں کو بے حد عزت اور احترام سے خوش آمدید کہا گیا۔ ان کی رہائش کے لیے ایک چھوٹا سا مکان مخصوص کر دیا گیا۔

توبہ نے انہیں بزکشی کا واقعہ سنایا۔ مجاہدین کے کمانڈر نے کہا۔ "مغربی ملکوں کے ایجنٹ مقامی لوگوں کو خوش رکھنے کے لیے یہاں کھیل تماشے کراتے رہتے ہیں۔ ابھی ہمارے جاسوس معلوم کر کے آئیں گے کہ تمہارے خلاف ان لوگوں کا ردِعمل کیا ہے؟"

لیڈر نے پوچھا "یہاں تم لوگوں کے ارادے کیا ہیں؟"

پارس نے کہا "پہلے تو آپ یہاں رہنے والے غیر ملکیوں اور جاسوسوں کے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کریں۔ وہ لوگ یہاں بیٹھ کر کابل میں مجاہدین کی طاقت کو توڑ رہے ہیں۔ ہم یہاں ان توڑنے والوں کو توڑیں گے۔"

کمانڈر نے بلخ شہر کا نقشہ ان کے سامنے بچھا دیا۔ پھر بتانے لگا کہ دشمنوں کے خفیہ اڈے اور اسلحہ خانے وغیرہ کہاں ہیں اور کن علاقوں میں ان کی پوزیشن مضبوط ہے۔ تمام تفصیلات بتانے کے بعد کمانڈر نے کہا "ان کے اسلحہ خانوں اور رہائش گاہوں کے اطراف اتنا سخت پہرا رہتا ہے کہ ہم ہزار کوششوں کے باوجود کبھی انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ اس شہر میں ہماری پوزیشن بہت کمزور ہے۔"

توبہ نے کہا "اللہ پر بھروسا رکھیں۔ میں بھی یہاں تنہا اور بے یار و مددگار تھی' خدا نے حماد کو وسیلہ بنا کر بھیجا ہے تب سے میں دشمنوں پر غالب آتی جا رہی ہوں۔ خدا بڑا کارساز ہے۔ انشاء اللہ یہاں بھی آپ مجاہدین کا پلڑا بھاری رہے گا۔"

لیڈر نے کہا "تم حشمت آباد سے تعارفی خط نہ لاتیں تب بھی ہم تمہیں پہچان لیتے۔ تم ارسلان اور حماد غیر ممالک کے ایجنٹوں اور کیمونسٹ ملیشیا کے لیے چیلنج بن گئے ہو۔ یہ تمام دشمن تم تینوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ ویسے مسٹر ارسلان کہاں ہیں؟"

"وہ دوسرے شہر میں ہیں' ہم سے جلد ہی آملیں گے۔"

پارس اور توبہ کی پشت پر ایک ایک کٹ بندھی تھی جس میں ان کا لباس اور دوسری ضروری چیزیں رہتی تھیں۔ بزکشی کی جنگ کے دوران دونوں کی پشت پر وہ کٹ بندھی رہی تھیں۔ انہوں نے مکان میں آ کر غسل کیا' لباس تبدیل کیا' میزبانوں کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا پھر پارس نے کہا "ہم شام تک آرام کریں گے پھر رات کو اپنے خاص مشن پر روانہ ہوں گے۔"

"آپ مشن کے متعلق بتائیں' ہمارے مجاہدین آپ کے ساتھ رہیں گے۔"

"ہم آپ کا صرف ایک گائیڈ لیں گے۔ وہ مجھے اور توبہ کو مطلوبہ مقامات تک پہنچا دے گا انشاء اللہ کل صبح تک دشمنوں کے ہوش اڑ چکے ہوں گے۔"

وہ اٹھ کر جانے لگے تو ایک بزرگ نے کہا "بیٹے حماد! ہمیں ایک سوال پریشان کر رہا ہے۔"

پارس نے کہا "وہ سوال مجھ سے ہے تو میں ضرور جواب دوں گا۔"

"تم اور توبہ آپس میں محرم ہو یا نامحرم؟"

توبہ اور پارس نے ایک دوسرے کو ہچکچاتے ہوئے دیکھا پھر پارس نے کہا "نامحرم۔"

"پھر تو ایک چھت کے نیچے ایک ہی چار دیواری میں ساتھ رہنا خلافِ شریعت ہے۔"

"جی ہاں' ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں لیکن حالات کے مطابق ہمارا ساتھ رہنا اور جہاد کے متعلق مصروفیات پر تمامی میں بحث کرنا ضروری ہے۔"

"اگر رازدارانہ گفتگو لازمی ہو تو کھلی جگہ دور جا کر بیٹھ جایا کرو۔ یوں باتیں کرو کہ دوسرے نہ سن سکیں اس طرح دوسرے لوگ دور رہتے تمہاری پاکبازی کے گواہ رہیں۔"

دوسرے مجاہدین بھی بزرگ کی تائید کرنے لگے۔ توبہ نے کہا۔ "آپ حضرات درست فرما رہے ہیں' میں اس سلسلے میں کچھ کہنے سے پہلے حماد سے تمہائی میں باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"بے شک آپس میں ضرور مشورہ کرو۔"

وہ دونوں اس مکان سے باہر کھلی فضا میں آئے پھر ذرا دور جا کر توبہ نے کہا "یہ کیا نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ میں تم سے الگ نہیں رہوں گی۔"

"یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ اسلامی قانون ہے۔ یہاں جتنے مجاہدین ہیں ان کے اندر یہ غیرت مند سوال مچل رہا ہے کہ ان کی قوم کی ایک بیٹی ایک مسلمان مہمان کے ساتھ کس رشتے سے ایک چھت کے نیچے رہتی ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتی' ایک ساتھ رہنے کی کوئی صورت نکالو۔"

"صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہمارا نکاح ہو جائے۔"

"تو پھر ابھی ان کے سامنے نکاح پڑھوا لو۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں نے تمہیں اچھی طرح سمجھایا ہے کہ میں ایک مسافر ہوں کسی دن بھی یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

"ہاں' تم نے سمجھایا تھا لیکن میری سمجھ میں کچھ آتا نہیں ہے تو سمجھانے کا فائدہ کیا ہے؟ پلیز ابھی نکاح پڑھوا لو۔"

"میں تمہیں شریکِ حیات بنانے کے بعد کس دل سے تمہیں یہاں چھوڑ کر جاؤں گا؟ اور تم نے صاف کہہ دیا ہے کہ اپنا ملک چھوڑ کر نہیں جاؤ گی؟"

"جب میں تمہارے ساتھ یہ ملک چھوڑ کر نہیں جاؤں گی تو تمہاری ذمے داری ختم ہو جاتی ہے۔ تمہارے ضمیر پر بوجھ نہیں رہے گا اور اگر بوجھ رہے گا تو میں اپنی خوشی سے ہمیشہ کے لیے علیحدگی اختیار کر لوں گی مگر ابھی میری بات مان لو۔"

پارس نے لیڈر' کمانڈر اور دوسرے بزرگوں کے پاس آ کر کہا۔

"حالات ہمارے موافق نہیں ہیں۔ انجانے دشمن قدم قدم پر ہیں ایسی صورت میں' میں توبہ کو خود سے الگ نہیں کروں گا۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ ابھی ہمارا نکاح پڑھادیں۔"

بزرگ نے کہا "سبحان اللہ' نیک ارادوں پر فوراً عمل ہونا چاہیے۔"

پھر عمل ہوگیا۔ ایک گھنٹے کے اندر دونوں کا نکاح پڑھا دیا گیا۔ پھر وہ ایک چار دیواری میں ایک چھت کے نیچے آگئے۔ پارس نے پوچھا "آخر تم نے اپنی ضد پوری کرلی؟"

وہ مسکرا کر بولی "یہ بے جا ضد نہیں' میری بے انتہا محبت ہے۔"

"تم نے انجام کی پروا نہیں کی ہے۔"

"انتہائی نتیجے کو انجام کہتے ہیں' جب میری محبت کی انتہا ہی نہیں ہے تو بھلا انجام کیا ہوگا؟"

وہ پارس کی ایسی دیوانی ہوئی تھی کہ اس سے ابھی ایک لمحے کی جدائی بھی گوارا نہیں تھی مگر آئندہ کبھی جدائی کی گھڑیوں میں کیا ہوگا؟ وہ دل کو کیسے سمجھائے گی؟ دیوانگی کو کیسے منائے گی؟

وہ جذبوں میں ڈوب کر سانسوں کے قریب ہو کر سرگوشی میں بولی "تمہارے پیار کی دیوانگی نے مجھے جہاد کا ایک نیا سبق سکھایا ہے؟"

"اچھا؟ بھلا وہ سبق کیا ہے؟"

"میں اپنے ملک کے اندر ایک نہ ختم ہونے والی جنگ اپنی بقاء کے لیے لڑتی رہتی تھی۔ اب بقاء کے لیے نہیں مرجانے کے لیے جنگ جاری رکھوں گی۔"

"یہ ایک بے تکی سی بات ہے۔"

"یہ بات تمہارے خیال میں بے تکی ہے۔ چودہ برسوں سے میرا کوئی گھر نہیں رہا۔ کوئی عزیز رشتے دار نہیں رہا۔ اپنے وطن کے سوا کسی کے لیے جینے یا مرنے کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ اب تمہارے لیے یہ جذبہ پیدا ہوا ہے۔ تم کسی دن چلے جاؤ گے تو میں سینے پر بم باندھ کر دشمنوں کے کسی اسلحہ خانہ میں گھس جاؤں گی۔"

پارس نے اپنا سر پیٹ لیا۔ وہ نکاح پڑھوانے کے بعد اس کے دماغ پر بوجھ ڈال رہی تھی کہ چھوڑ کر جائے گا تو وہ دشمنوں سے خودکشی کے انداز میں لڑے گی۔ وہ بولی "تم نے سر کیوں پکڑ لیا ہے؟"

"اور کیا کروں؟ تم نے نکاح سے پہلے جو وعدہ کیا تھا' اس سے مکر رہی ہو۔ پتا نہیں کب یہاں سے جاؤں گا لیکن ابھی سے رکاوٹیں پیدا کر رہی ہو۔"

"خواہ مخواہ الزام دے رہے ہو۔ میں تو کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر رہی ہوں۔"

"کیا یہ سن کر میں تمہیں چھوڑ کر جاسکوں گا کہ میرے جانے کے بعد تم جنگ لڑنے کے بہانے جان دے دو گی؟"

"جنگ کے بہانے نہیں' سچ مچ جنگ کرتے کرتے جان دینا وطن پر قربان ہونا ہے۔ میں کوئی خودکشی تو نہیں کروں گی۔"

"کیا آج رات تم اپنے سینے پر بم باندھ کر دشمنوں کے اسلحہ خانے میں داخل ہو جاؤ گی؟"

"آج نہیں' ابھی تو مجھے زندگی کی ایسی مسرتیں مل رہی ہیں جنہیں عورت کبھی فراموش نہیں کرتی۔"

"یعنی جب تک میں رہوں گا' تم زندگی سے بھرپور لمحات گزارتی رہو گی اور خطرات سے بچتے ہوئے جنگ جاری رکھو گی جیسے ہی جاؤں گا' تم جنگی تدابیر اور احتیاطی طریقہ کار بھول جاؤ گی' ایک بم لے کر دشمنوں کے کسی اڈے میں گھس جاؤ گی؟"

"تم تو ایک ہی بات کے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

"اور تم اس ایک بات کو واضح الفاظ میں تسلیم نہیں کرو گی کہ دانشمندانہ جنگی حکمت عملی کو بھول کر سینے پر بم باندھ کر کسی اسلحہ خانے میں گھسنا وطن پر قربان ہونا نہیں ہے' سراسر خودکشی ہے۔"

"میں کان پکڑتی ہوں توبہ کرتی ہوں' آئندہ ایسی باتیں نہیں کروں گی۔"

جنگ کے دوران جو چیز سب سے زیادہ قریب رہتی ہے' وہ موت ہے اور تنہائی میں جو سب سے قریب رہتی ہے وہ محبت ہے۔ وہ دونوں رات کے آٹھ بجے تک محبتیں اور مسرتیں سمیٹتے رہے پھر موت کی طرف پیش قدمی کے لیے تیار ہو گئے۔

ایسے ہی وقت سلمان نے پارس کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "اچھا تو حضور نے شادی کی ہے؟"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "آپ تو ابھی میرے پاس آئے ہیں۔ میری شادی کے متعلق کیسے معلوم ہو گیا؟"

"میں نکاح کے وقت توبہ کے دماغ میں تھا۔ تمہارے پاپا نے کہا تھا' میں تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں۔"

"تو پھر آپ نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"میں کیسے رابطہ کرتا؟ آپ تو نئی نئی دلہنیں پیدا کر کے اپنے باپ کا نام روشن کر رہے ہیں۔ تمہارے باپ نے تمہاری عمر میں ریکارڈ توڑ عشق کیے ہیں اور کیا عجب ہے کہ حضرت اس عمر میں بھی کہیں گل کھلا رہے ہوں۔"

"نکل! میرے پاپا شہرت کی جن بلندیوں پر ہیں وہاں ان کے چاروں طرف گل ہی گل کھلتے ہیں۔ پاپا کو گل کھلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ویسے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ دنیا میرے پاپا کو ولن پینک کیوں کہتی ہے۔ ان حسیناؤں کو کیوں نہیں کہتی جو خود ہی دل پھینکنے چلی آتی ہیں۔ کیا پاپا انہیں گھر سے بلا کر لاتے ہیں یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں اپنی طرف مائل کرنے کی بداخلاقی اور بدنیتی کا ثبوت دیتے ہیں۔"

"بھئی یہ دشمن بھی مانتے ہیں کہ تمہارے پاپا کسی کو جبراً اپنی طرف مائل نہیں کرتے۔ پھر بھی اب انہیں....."

پارس نے بات کاٹ کر کہا "انہیں تسبیح ہاتھ میں لے کر ایک گوشے میں بیٹھ جانا چاہیے۔ کیونکہ ایسا ہی عبادت گزار دنیا کی رنگینیوں سے دور رہتا ہے۔ خدا نے فرشتوں کو اسی لیے دنیا میں نہیں بھیجا کہ یہاں کی رنگینیاں ان کی بھی معصومیت کو ختم کر دیں گی اور آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میرے پاپا فرشتہ نہیں ہیں' انسان ہیں۔"

"آخر ہونا اپنے باپ کے بیٹے' بات خالی نہیں جانے دو گے۔ یہ بحث ختم کرو کام کی بات سنو۔ جب تمہیں بلخ شہر کا نقشہ دکھا کر بتایا جا رہا تھا کہ دشمنوں کے خفیہ اڈے اور اسلحہ خانے کہاں کہاں ہیں اس وقت بھی میں تم لوگوں کے درمیان تھا۔ میں لیڈر کمانڈر اور دوسرے مجاہدین کے دماغوں میں جاتا رہا۔ تب پتا چلا ان میں دو تین ایسے ہیں جو دشمن کے جاسوس ہیں اور یہاں مجاہدین بن کر رہتے ہیں' یہاں کی اہم خبریں وہاں پہنچاتے رہتے ہیں۔"

"وہ دونوں کون ہیں؟"

"ابھی معلوم ہو جائے گا ان میں سے ایک کا نام اکبر اور دوسرے کا نام دلاور ہے۔ اکبر نے خفیہ طور سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک شخص سے رابطہ کیا تھا اور اسے یہ بتا چکا ہے کہ جن غیر ملکی جاسوسوں کو حماد اور توبہ خانم کی تلاش ہے وہ حماد اور توبہ یہاں زنبہ مومن کے علاقے میں موجود ہیں۔"

سلمان نے بتایا کہ ایسے وقت اس نے اکبر کے دماغ میں رہ کر اس کی زبان سے کہا "توبہ اور حماد آج آدھی رات کو ازبکستان جانے کے لیے ہائی وے سے گزریں گے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا کہ آدھی رات کے بعد ان دونوں کو گھیر کر گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔ پھر سلمان دوسری طرف سے بولنے والے کے اندر پہنچا۔ وہ شخص قلعہ ساسان میں تھا۔ اس نے انٹر کام کے ذریعے ایک انگریز کو مخاطب کیا۔ پھر اسے حماد اور توبہ کے متعلق بتایا۔ اس انگریز نے کہا "تم خود مسلح سپاہیوں کے ساتھ ہائی وے پر جاؤ' ہم کوشش کریں گے کہ حزب مومن کے اڈے پر ہی حملہ کر کے مجاہدین کے ساتھ ان دونوں کو ختم کر دیں۔"

سلمان اس انگریز کے اندر گیا۔ اس کا نام ایڈی پاویل تھا۔ وہ میرے اور پارس کے خون کا پیاسا تھا۔ میں نے اس کے ایک ساتھی جیک چارلٹن اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں فریزر اور پاسکو روٹ کو حاتم شہریار کی حویلی سے غائب کر دیا تھا۔ اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ میں نے ان تینوں غیر ملکیوں کو حاتم سمیت قتل کر دیا ہے اور ہم باپ بیٹے حاتم کی بہن توبہ کو لے کر کہیں چھپتے پھر رہے ہیں۔

اب وہ یقین کے ساتھ سوچ رہا تھا کہ حماد اور توبہ اپنی جان بچانے کے لیے افغانستان سے ازبکستان کی طرف بھاگ رہے ہیں لہٰذا ہم کو یہ اطلاع ملی کہ سرکاری فوج کا ایک افسر مسلح سپاہیوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں حشمت آباد گیا تھا۔ وہاں توبہ' ارسلان اور حماد موجود تھے۔ ان کے سامنے وہ افسر دماغی طور پر غائب ہو گیا تھا لہٰذا وہ تینوں کو گرفتار کرنے آیا تھا لیکن اس نے تینوں کو اپنا ہیلی کاپٹر لے جانے کی اجازت دے دی تھی' بعد میں افسر نے دماغی طور پر حاضر ہو کر بیان دیا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ کسی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔

اس طرح یہ سب ہی جان گئے کہ ارسلان وغیرہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور یہ بھی رائے قائم کی جا رہی تھی کہ مسلمانوں کی حمایت اور امریکی پالیسیوں کی مخالفت کرنے والا ارسلان ہی فرہاد ہو گا۔

قلعہ ساسان میں رہنے والا ایڈی پاویل سوچ رہا تھا کہ بلخ شہر میں صرف توبہ اور حماد آئے ہیں' وہ ارسلان یا فرہاد کہاں غائب ہو گیا ہے؟ کیا وہ چھپ کر یہاں آیا ہے؟ کیا اس مضبوط قلعے کے اندر پہنچ سکتا ہے؟

ایڈی پاویل نے سپرماسٹر کو رپورٹ دی تھی کہ ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے فریزر اور پاسکو روٹ غائب ہو گئے ہیں' ان کے ساتھ جیک چارلٹن اور حاتم شہریار بھی لاپتا ہیں۔ تھوڑی دیر بعد جان لیبوڈ نے خیال خوانی کے ذریعے تصدیق کی اور کہا' ان چاروں کے دماغ موت کی تاریکیوں میں گم ہو گئے ہیں اور انہیں اس انجام کو پہنچانے والا فرہاد ہی ہو سکتا ہے۔

سپرماسٹر نے ایڈی پاویل سے کہا تھا کہ اسے بہت محتاط رہنا چاہیے' اگر واقعی فرہاد افغانستان میں ہے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ سپرماسٹر نے قلعہ ساسان کو اپنا اڈا بنایا ہوا ہے اور اس قلعے کے ایک بہت وسیع و عریض حصہ میں جدید اسلحہ' راکٹ لانچرز اور گولہ بارود وغیرہ ہیں لہٰذا قلعے کے اندر اور باہر سخت احتیاطی انتظامات کیے جائیں اور تمام مسلح گارڈز کو ہدایات دی جائیں کہ وہ کسی بھی اجنبی سے گفتگو نہ کریں' کسی کو اپنی آواز نہ سنائیں۔

اس کے باوجود آدمی گفتگو کرنے اور اپنی آواز سنانے پر مجبور ہوتا ہے۔ ایڈی پاویل کا بھی یہ خیال تھا کہ اپنے خاص آدمی سے انٹر کام پر گفتگو کر کے وہ محفوظ ہے اور کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی آواز نہیں سنی ہے جبکہ سلمان اس کے اندر رہ کر وہاں کے دوسرے اہم افراد کے دماغوں میں بھی پہنچتا جا رہا تھا۔

حزب مومن کے لیڈر' کمانڈر اور دیگر اکابرین نے توبہ اور پارس کو رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ پارس نے کہا "پیٹ بھرنے کے بعد آرام کی طلب اور نیند کی خواہش ہو گی۔ ہم اس مہم سے واپس آنے کے بعد کھائیں گے۔"

ایک بزرگ نے پوچھا "اگر واپسی میں صبح ہو گئی تو کیا تمام رات بھوکے رہو گے؟ یہ دانشمندی نہیں ہے۔"

پارس نے کہا "ہم قلعہ ساسان کو تباہ کرنے جا رہے ہیں۔ اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے لگیں گے۔"

کمانڈر نے بہت زوردار قہقہہ لگایا۔ دوسرے بھی ہنسنے لگے۔

لیڈر نے مسکراتے ہوئے کہا "مسٹر حماد! برا نہ ماننا۔ تم نے بہت ہی بچگانہ بات کی ہے۔ تم نے تو قلعے کا نام سنا ہے' اسے دیکھا نہیں ہے۔ وہاں ایک چیونٹی بھی رینگ کر نہیں جاسکتی۔ تم اسے دور سے دیکھ سکتے ہو لیکن اس قلعہ کی ایک اینٹ کو بھی ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔"

پارس نے کہا "میرے بھائیو! ہماری دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ اگر کوئی کام ناممکن ہوتا ہے تو سمجھ لو وہ ہمارے اندر چھپے ہوئے غداروں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ تمہارے ان مجاہدین میں دو غدار چھپے ہوئے ہیں۔"

"کیا؟" سب نے حیرانی اور بے یقینی سے دیکھا۔ دلاور نے آگے بڑھ کر کہا "یہاں کا ایک ایک مجاہد اللہ سے ڈرتا ہے اور قوم کا وفادار ہے۔ تم ہم میں سے کسے غدار سمجھتے ہو؟"

"دلاور خان! اللہ تعالیٰ کا نام اپنی ناپاک زبان پر نہ لاؤ۔ یہاں کے کمانڈر اور مجاہدین کی موت کا سامان تمہاری جیب میں ہے۔ ابھی رات کے کھانے کے بعد کمانڈر اور چند دلیر مجاہدین قہوہ پینے والے ہیں۔ اس میں تم بے ہوشی کی دوا ملا کر دینا چاہتے ہو وہ دوا تمہاری جیب میں ہے۔"

وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ اپنی جیبوں پر گئے' وہ اپنے بچاؤ کے لیے کوئی بات بنانا چاہتا تھا لیکن سلمان نے اسے اپنی مرضی کے مطابق بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بھاگنے کے انداز میں پیچھے ہٹ کر بولنے لگا "خبردار! کوئی میری تلاشی نہ لے میرے پاس دوا ہے اور بے ہوشی کی دوا رکھنا جرم نہیں ہے۔ میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔"

لیڈر نے کہا "مگر تم نے کس مقصد کے لیے وہ دوا رکھی ہے؟ تم کسے بے ہوش کرنا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارے سوالوں کا جواب نہیں دوں گا۔ تم لوگوں کو مجھ پر بھروسا نہیں ہے تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

سلمان نے دوسرے غدار اکبر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ دلاور کو اپنی گن کے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "اپنے جرم کا اعتراف کرلو۔ میں بھی اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے ایڈی پاویل سے پچاس ہزار ڈالر لیے ہیں اور یہاں کی تمام خبریں قلعے میں پہنچاتا ہوں۔"

سب لوگ یہ باتیں سن کر گم صم سے رہ گئے تھے۔ اکبر نے کہا۔ "میں نے قلعے میں یہ خبر پہنچادی ہے کہ توبہ اور حماد یہاں آئے ہوئے ہیں اور آج رات ان کا کوئی اسلحہ خانہ تباہ کرنے والے ہیں۔"

دلاور نے کہا "میرے سامنے سے اپنی گن ہٹاؤ اور مجھے جانے دو۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ تم یہاں مرو' مجھے جانے دو۔"

"کیسے جانے دوں۔ ایڈی پاویل کے فوجی افسر آدھی رات کو یہاں حملہ کریں گے اس سے پہلے تم کمانڈر اور چند اہم مجاہدین کو بے ہوشی کی دوا پلاؤ گے تاکہ یہ مجاہدین ان کے حملے کا جواب دینے کے قابل نہ رہیں اور آسانی سے ان کے ہاتھوں ہلاک ہوجائیں مگر اس سے پہلے تم جہنم میں جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے دلاور کو گولی ماردی۔ پھر اپنی گن کی نال اپنے سینے پر رکھتے ہوئے بولا "غداروں کا یہی انجام ہونا چاہیے۔"

لیڈر نے کہا "رک جاؤ' خود کو ہلاک نہ کرو۔ تم نے اپنے جرم کا اعتراف کیا ہے' ہم تمہاری سچائی کے پیش نظر....."

وہ بات کاٹ کر بولا "کیسی سچائی؟ مجرم اتنے احمق نہیں ہوتے کہ پچاس ہزار ڈالر انگریزوں سے لے کر اپنی قوم سے وفاداری کریں۔ جب ہم جیسے کمینوں کے سر پر ٹیلی پیتھی کی تلوار لٹکتی ہے تب ہم سچ بولنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ یہ ایک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کا حکم ہے کہ میں ایک غدار کی موت مرجاؤں۔ اس لیے مر رہا ہوں۔"

اس نے دوسرے ہی لمحے میں ٹریگر کو دبایا۔ اسے اچھل کر زمین پر گرنا تھا' وہ موت کی گود میں گرا۔ چند لمحوں تک وہاں گہری خاموشی رہی۔ ایک بزرگ نے پارس سے کہا "نوجوان! تم نے درست کہا تھا' دونوں غدار خود ہی اپنے انجام کو پہنچ گئے ہیں۔"

لیڈر نے پوچھا "مسٹر حماد! یہ ٹیلی پیتھی کا کیا معاملہ ہے۔ اکبر مرنے سے پہلے اس کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا۔"

پارس نے پوچھا "کیا آپ لوگ ٹیلی پیتھی کے علم کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں؟"

کمانڈر نے کہا "میں جانتا ہوں۔"

دوسرے کئی مجاہدین نے بھی ہاتھ اٹھا اٹھا کر کہا کہ وہ اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ جانتے ہیں۔ پارس نے لیڈر سے کہا "آپ اس علم کے بارے میں مجاہدین سے معلومات حاصل کرتے رہیں' باقی میں واپس آکر بتاؤں گا۔"

وہ توبہ کے ساتھ ایک لینڈ روور گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ اس میں ہر طرح کے جدید ہتھیار موجود تھے۔ ایک مجاہد گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ ان کا گائیڈ بھی تھا۔ اس نے بتایا کہ وہاں سے قلعہ ساسان آدھے گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ لیلیٰ نے آکر کوڈ ورڈز دوا کیے پھر کہا۔ "پارس! میں توبہ کے دماغ میں رہوں گی۔ سلمان بھائی قلعے میں گئے ہیں' وہاں تمہارے لیے راستہ ہموار کریں گے۔"

سلمان قلعے کے اندر اسلحہ خانے کے انچارج کے پاس تھا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جماتے ہی وہ سپاہیوں سے بولا "تم لوگ باہر رہو۔ میں ابھی اندر کا معائنہ کرکے آتا ہوں۔"

اس نے اندر آکر دروازے کو بند کردیا۔ وہ ایک بہت ہی وسیع و عریض ہال تھا۔ اس سے متصل دوسرے بڑے کمرے بھی تھے جن میں بے حد و حساب اسلحہ اور بارود بھرا ہوا تھا۔ بے شمار ٹائم بم بھی رکھے ہوئے تھے۔ وہ ایک ایک ٹائم بم میں پندرہ منٹ کا وقت مقرر کرتے ہوئے انہیں اسلحہ خانے کے مختلف حصوں میں رکھنے لگا۔

پھر اس نے چار ہینڈ گرینیڈ اپنی جیبوں میں رکھے۔ اس کے بعد باہر آیا۔

باہر آتے ہی سلمان نے اسے قلعے کے بیرونی دروازے کی طرف دوڑایا۔ سپاہیوں نے سوالیہ نظروں سے اسے دوڑتے ہوئے دیکھا چونکہ وہ افسر تھا' اس نے اپنے ساتھ دوڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس لیے وہ اپنی جگہ ڈیوٹی پر کھڑے رہے۔ وہ انچارج بیرونی بڑے دروازے سے کچھ فاصلہ پر رک گیا۔ وہ دروازہ اتنا مضبوط اور بھاری تھا کہ اسے کئی سپاہی زور لگا کر کھولتے تھے۔

وہاں ایک دوسرے افسر اور سپاہیوں کی ڈیوٹی تھی' وہ انچارج کے حکم سے دروازہ نہ کھولتے۔ اس نے اپنی جیبوں سے پہلے دو گرینیڈ نکالے پھر کہا "فرہاد علی تیمور کے صاحبزادے تشریف لا رہے ہیں اس لیے دروازے کو کھلنا چاہیے۔"

اس نے دونوں گرینیڈوں کی پن دانتوں سے نکالی۔ افسر اور سپاہیوں نے چیخ کر کہا "یہ کیا کر رہے ہو؟"

مگر وہ تو کرچکا تھا۔ اس نے دونوں بم دروازے کے پاس پھینکے۔ تمام ڈیوٹی دینے والے وہاں سے بھاگنے لگے۔ دوسرے دو گرینیڈ پھٹنے تک دروازے پر زوردار دھماکا ہوا۔ بھاگنے والے افسر نے انچارج کو گولی ماری۔ گولی لگنے سے پہلے ہی باقی دو گرینیڈ بھی دروازے سے لگ کر پھٹ پڑے تھے۔ اس مضبوط اور بھاری بھرکم دروازے کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ قلعے کے اندر جانے کا راستہ بن گیا تھا۔

اس کے دو منٹ بعد ہی اسلحہ خانہ میں پہلا زبردست دھماکا ہوا۔ ایسا لگا جیسے زلزلہ آگیا ہے۔ قلعے کی مضبوط دیواریں لرزنے لگیں۔ پھر یکے بعد دیگرے قیامت کے دھماکے ہونے لگے۔ بھاگنے اور مرنے والوں کی چیخیں دور تک جارہی تھیں۔ اتنے بڑے اسلحہ خانے میں بھرا ہوا بارودی سامان رہ رہ کر دھماکے کر رہا تھا' یوں لگ رہا تھا جیسے آسمان پھٹ پڑا ہے۔ مضبوط دیواروں کے پتھر روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اڑتے اور بکھرتے جارہے تھے۔

ایڈی پاویل اور دوسرے غیر ملکی ایجنٹ اس جگہ سے تقریباً ایک ہزار گز کے فاصلے پر تھے اس لیے محفوظ تھے۔ وہاں کی چار دیواری سے نکل کر بھاگتے ہوئے دور باغیچے کی گھاس پر اوندھے گر لیٹ گئے تھے۔ سلمان نے میرے لہجے میں کہا "ہیلو ایڈی پاویل! یہ قیامت کے دھماکے پورے بلخ شہر میں گونج رہے ہیں۔ تم ان دھماکوں کو فرہاد کے قدموں کی چاپ سمجھ سکتے ہو۔"

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ آگ کے دہکتے شعلے آسمان کو چھو رہے تھے۔ ان کی روشنی میں رات دن ہوگئی تھی۔ بہت دور مسلح سپاہی اور افسران دوڑتے بھاگتے نظر آرہے تھے۔ وہ گڑگڑا کر بولا۔ "فرہاد صاحب! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ یہ جنگی اصولوں کے خلاف ہے۔ جنگ شروع کرنے سے پہلے مذاکرات ہوتے ہیں۔ امن و امان قائم رکھنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ کوششوں میں ناکام ہونے کے بعد جنگ شروع ہوتی ہے۔"

سلمان نے کہا "اگر یہ جنگ ہوتی تو میں اصولوں کا پابند رہتا۔ جنگ تو دو ملکوں اور دو فوجوں کے درمیان ہوتی ہے' میرا کوئی ملک نہیں ہے میری کوئی فوج نہیں ہے اور تمہارا بھی یہ ملک نہیں ہے۔ تمہیں افغانستان کی زمین پر فوج رکھ کر لڑنے اور سیاسی سازشیں کرنے کا حق کس نے دیا ہے؟"

وہ بولا "یہاں کے مسلمانوں نے ہمیں مدد کے لیے پکارا تھا اس لیے ہم آئے ہیں۔"

"مسلمان مدد کے لیے صرف خدا کو پکارتا ہے۔ تمہیں جن نام نہاد مسلمانوں نے پکارا وہ بین الاقوامی دلال ہیں۔ تم نے چند سال سے روس کے خلاف یہاں کے مجاہدین کی مدد اس لیے نہیں کی کہ تمہیں مسلمانوں سے محبت ہے۔ تم اپنے مقابلے کی سپر پاور روس کو کچلنا چاہتے تھے۔ تمہیں افغان مجاہدین کا احسان ماننا چاہیے کہ انہوں نے اپنی زمین پر تمہاری جنگ لڑی اور تمہارے دشمن روس کو شکست فاش دی۔"

"تمہاری ہر بات سر آنکھوں پر مگر یہ دھماکے بند کرو۔ پھر پرامن فضا میں گفتگو کرو۔"

"ابھی سر پر جوتے پڑ رہے ہیں اس لیے میری باتیں سر آنکھوں پر لے رہے ہو۔ اگر تم افغان قوم کے اچھے اور سچے دوست ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ اور افغانوں کو اپنے طور پر یہاں اسلامی حکومت قائم کرنے دو۔ لیکن اسلامی حکومت تو تمہاری پالیسیوں کے خلاف ہے۔ اس لیے تم یہاں مجاہدین کو آپس میں لڑا رہے ہو اور اپنے زرخرید مسلمانوں کے ذریعے یہاں اپنی پسند کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہو۔"

زبردست دھماکے مسلسل ہو رہے تھے' قلعے کی مضبوط اور موٹی دیواریں گر رہی تھیں۔ اس کا وہ حصہ کھنڈر ہوچکا تھا جہاں اسلحہ خانہ تھا۔ دو افسر درجنوں سپاہیوں کے ساتھ دوڑتے آرہے تھے۔ کیونکہ اب قلعے میں وہی جگہ محفوظ تھی جہاں غیر ملکیوں نے پناہ لے رکھی تھی' ان میں سے ایک افسر نے سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔ "سر! مسٹر پارس کی گاڑی قلعے میں داخل ہوگئی ہے۔"

ایڈی پاویل نے گھاس پر سے اٹھتے ہوئے پوچھا "کیا اس گاڑی کو روکا گیا ہے؟"

"سر! ہمارے افسروں کے دماغ خراب ہوگئے ہیں۔ جن سپاہیوں نے اس گاڑی پر فائرنگ کی اس کے جواب میں افسروں نے اپنے ہی سپاہیوں پر گولیاں برسا کر انہیں ہلاک کردیا اس کے بعد خود ان افسروں نے ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں۔ عقل یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ ہمارے لوگ خود ہی ایک دوسرے کو کیوں ہلاک کر رہے ہیں؟"

وہ بولا "یو نو مین! فرہاد اور اس کی پوری ٹیم ٹیلی پیتھی جاننے والی فیملی ہے' ہمارے تمہارے دماغوں میں گھسی ہوئی ہے۔ پارس

کا راستہ نہ روکو اسے عزت اور احترام سے لے کر آؤ۔"

ایڈی پاویل کے ایک انگریز ساتھی نے کہا "مسٹر پاویل! فرہاد کو اس زیادتی سے روکنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ اس کے بیٹے پارس کو گرفتار کر کے اسے یرغمال بنا کر رکھا جائے۔"

ایک افسر نے گن سیدھی کرتے ہوئے کہا "پارس کے خلاف کوئی منصوبہ بنانے والا دوسری سانس نہیں لے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایڈی پاویل کے انگریز ساتھی کو گولی مار دی۔ پاویل نے غصے سے اس افسر کو دیکھا پھر دوسرے افسر سے کہا۔ "اس سے گن چھین لو اور گرفتار کرلو۔" اس نے میرے دوست کو گولی مارنے کی احمقانہ جرات کی ہے۔"

دوسرے افسر نے ایڈی پاویل کو نشانے پر رکھ کر کہا "تمہارے ساتھی کو میرے ساتھی افسر نے نہیں فرہاد نے گولی ماری ہے۔ تمہارا بھی یہی انجام ہو سکتا ہے لیکن فرہاد تمہیں مذاکرات کے لیے زندہ رکھنا چاہتا ہے جاؤ پارس کا استقبال کرو۔"

"ہم۔۔۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ دیکھو گولی نہ چلانا۔ مجھے ادھر لے چلو۔ ہم سب مل کر اس کا استقبال کریں گے۔"

وہ سب ادھر جانے لگے۔ توبہ اور پارس گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے' توبہ کے ہاتھوں میں کلاشنکوف تھی لیکن اس سے ایک گولی بھی چلانے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ قلعے میں داخل ہونے کے بعد وہ دیکھ رہی تھی کہ جہاں سے گاڑی گزرتی تھی اور سپاہی گولیاں چلاتے آتے تھے' وہاں وہ خود ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگتے تھے۔

گاڑی ڈرائیو کرنے والا مجاہد بھی شدید حیرانی سے کہہ رہا تھا۔ "یہ تو معجزہ لگتا ہے' ہم مجاہدین بھی اس قلعے کے سامنے سے گزر نہیں سکتے تھے اور آج ایسے داخل ہو رہے ہیں جیسے اپنے گھر میں آئے ہوں۔ برادر حماد! گاڑی کدھر لے جاؤں؟"

"اس قلعے کے ہر حصے سے گزرتے رہو۔ ذرا دیکھو تو سہی' کتنا راکھ ہو چکا ہے اور کیا بچا رہ گیا ہے؟"

ایک جگہ چند انگریز اور مقامی سپاہی اور افسر امن اور صلح کا جھنڈا لہراتے آ رہے تھے۔ سلمان نے کہا "پارس! یہ ایڈی پاویل اور غیر ملکی ایجنٹ ہیں' صلح کے لیے آ رہے ہیں۔ ان کے غبارے سے سپر پاور کی ہوا نکل گئی ہے۔ یہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

پارس نے گاڑی روکنے کے لیے کہا۔ گاڑی رک گئی۔ ایڈی پاویل نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "مسٹر پارس! ہم سب آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ پلیز اپنے پاپا سے کہو' یہ تباہی روک دیں' ہمیں یہاں سے بحفاظت جانے دیں۔"

پارس نے گاڑی سے باہر آ کر کہا "ہم اتنے احسان فراموش بھی نہیں ہیں کہ افغانستان پر تمہارے احسانات کو بھول کر تمہیں یہاں سے بھگا دیں۔ تمہارے سپر پاسٹر نے یہاں کی چودہ سالہ جنگ میں افغان مجاہدین کو بے انتہا دولت اور اسلحہ دیا ایسی امداد کے بغیر روس کی پیپا ئی شکل ہوئی' مجاہدین نے امریکا کی برتری اور اپنے ملک کی آزادی کے لیے جنگ لڑی ہے۔"

ایڈی پاویل نے کہا "آپ درست فرماتے ہیں لیکن۔۔۔"

"لیکن یہ کہ آپ کے امریکا کو برتری حاصل ہو چکی ہے' جس طرح آپ نے دولت اور اسلحے سے مدد کی تھی اسی طرح ایک آزاد اسلامی حکومت قائم کرنے میں ان سے تعاون کریں۔ سپر پاسٹر کی پالیسی نے مجاہدین کو ایک دوسرے کے خلاف مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ تم لوگ سپر پاسٹر کے ایجنٹ بن کر اسی شرط پر برقرار رہ سکتے ہو کہ مجاہدین کے اختلافات ختم کرنے کی کوشش کرو۔ میں بھی مجاہدین کو سمجھاتا آ رہا ہوں' خدا کے لیے عقل کے ناخن لیں اور یہ دیکھیں کہ دنیا کے تمام اسلامی ممالک کو کس طرح آپس میں لڑایا جا رہا ہے۔ ان کی احمقانہ عداوتوں سے اسرائیل اور مغربی ممالک کو کس قدر سیاسی قوتیں حاصل ہو رہی ہیں۔"

"مسٹر پارس! اس سے بڑی بات اور کیا ہو گی کہ مجاہدین آپس کے اختلافات کے زہر کو سمجھ لیں۔ جناب! جس ملک کے عوام کو سیاستدانوں کے ذریعے حکومت قائم کرتے ہیں وہ حکومت کبھی کسی بڑے ملک کے دباؤ میں نہیں آتی۔ کوئی سپر پاور ان کے ملک میں آ کر ان کی حکومت کو بدلنے کی جرات نہیں کرتا۔"

سپر پاسٹر کے ایک اور ایجنٹ نے کہا "ہم تمام مجاہدین کے گروہوں کے لیڈروں کو دعوت دیں گے کہ وہ یہاں آتے رہیں اور ہمارے سامنے بیٹھ کر اپنے اختلافات دور کریں۔"

پارس نے کہا "کوشش کرتے رہنے سے اختلافات رفتہ رفتہ ختم ہو جائیں گے۔ آپ بھی کسی ایک یا دو گروہوں کی زیادہ حمایت نہ کریں' ہم نے اسلحہ خانہ اسی لیے تباہ کیا ہے کہ یہاں سے آپ کے چہیتے گروہ کو اسلحہ پہنچایا جاتا تھا اگر آئندہ بھی ایسا ہوا تو تم جیسے اسلحہ سپلائی کرنے اور سیاسی چالیں چلنے والے ایجنٹ اس ملک میں زندگی کی ایک سانس نہیں لے سکیں گے۔"

توبہ یہ باتیں سن رہی تھی۔ پارس گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا پھر مجاہد ڈرائیور سے بولا "واپس چلو۔"

گاڑی گھوم کر واپس جانے لگی۔ توبہ نے کہا "تم یہاں کے مختلف گروہوں کو نہیں جانتے ہو' تمام گروہوں کے لیڈر کبھی ایک دوسرے سے سمجھوتا نہیں کریں گے اور یہ امریکی ہیرک کارمل اور کنسٹمند جیسے مفاد پرست لوگوں کو کابل حکومت میں لے آئیں گے۔"

پارس نے کہا "توبہ! تم نے ایک بار پہلے بھی ہیرک کارمل اور کنسٹمند کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی تھی۔ میں اور پاپا اس لیے خاموش رہے کہ یہ تمہاری ذاتی رائے ہے' ہر شخص اور ہر گروہ کا اپنا ایک نظریہ ہوتا ہے اگر کسی دن ہیرک کارمل اور کنسٹمند یہاں ایک مضبوط اور پُرامن حکومت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو تمہیں اپنے مخالفانہ نظریے پر شرمندگی ہو گی۔"

میں دعوے سے کہتی ہوں کہ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں

یہاں کا ہر گروہ ایک دوسرے کے خلاف ایسا ہی دعویٰ کرتا پشتون مجاہدین یہاں اپنی حکومت چاہتے ہیں۔ ایران کی ے جنگ کرنے والے مجاہدین یہاں اپنا غلبہ چاہتے ہیں۔ لیشیا اپنے مفادات کے لیے جنگ کر رہی ہے۔ امریکا کی حاصل کرنے والے مجاہدین اپنا اقتدار چاہتے ہیں' یوں ے ملک کے ٹکڑے ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔"

وہ بولی "پارس! ہم افغانی ہیں' ایک بار کسی کو دشمن سمجھ لیتے مرتے دم تک اسے دشمن ہی سمجھتے رہتے ہیں۔"

"اور میں سمجھتا ہوں' تم سب اپنے دشمن آپ ہو۔ اپنے ے لڑ رہے ہو۔ اپنے مذہب سے لڑ رہے ہو۔ یہ غلط ہے کہ غیر ں آ کر دشمنی کرتے ہیں۔ باہر کے دشمن تو ایک قوی اتحاد اگ جاتے ہیں مگر اپنے اندر کے دشمن کو مارنا یا بھگانا بہت ہوتا ہے۔"

س نے دوسری طرف منہ پھیر لیا وہ پارس کی باتیں نہیں سمجھ ی یا سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔ پارس نے بھی خاموشی اختیار جرب مومن کے مجاہدین کو یہ خبر مل چکی تھی کہ توبہ اور حماد ہ کو تباہ کر دیا ہے وہ انہیں واپس آتا دیکھ کر خوشی میں ہوائی کرنے اور اچھل اچھل کر رقص کرنے لگے۔ پارس کو اپنے ں پر اٹھا کر ناچنے لگے۔ وہ تھوڑی دیر تک مسرتوں کا اظہار رہے پھر کمانڈر کے حکم سے خاموش ہو گئے۔

یڈر نے پوچھا "مسٹر حماد! ہماری سمجھ میں آ گیا ہے کہ اتنی بڑی یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے نصیب ہوئی ہے۔ اب قلعے کی کیا ن ہے؟"

وہ بولا "اسلحہ خانہ مکمل طور پر تباہ ہو گیا ہے۔ وہاں ایک بھی اور گولہ بارود نہیں رہا۔ آدھا قلعہ کھنڈر بن چکا ہے وہاں ی فوجیوں اور غیر ملکی ایجنٹوں نے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔"

کمانڈر نے خوش ہو کر کہا "مرحبا حماد' مرحبا! اب تو اس قلعے پر نبضہ ہو گا۔"

توبہ نے کہا "مسٹر حماد! ہمیں یہ خوشی نہیں دیں گے۔ کیونکہ حاب نے وہ قلعہ پھر غیر ملکی ایجنٹوں کے حوالے کر دیا ہے۔"

لیڈر نے حیرانی سے پوچھا "کیا یہ سچ ہے؟"

پارس نے کہا "سچ ہے۔ جس امریکا نے چودہ برس تک آپ کو اور ڈالرز دیے اس کے ایجنٹوں سے ایک قلعہ چھین کر میں احسان فراموشی کا الزام نہیں لگانا چاہتا تھا۔ آپ وہ قلعہ کر کے کابل میں اپنی حکومت نہیں بنا سکتے تھے۔"

لیڈر نے کہا "ہم اپنی حکومت بنا سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ آپ جانتے۔ اگر ہم اس قلعے پر قبضہ جما لیں تو ہمارا دبدبہ بڑھ جائے گا۔"

پارس نے پوچھا "یعنی آپ لوگ صرف دبدبہ چاہتے ہیں۔ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے والی جنگ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ ایک متحدہ قومی حکومت بنانے کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہتے؟"

"ایسا ہم چاہتے ہیں لیکن ہماری اپنی حکمت عملی سے حکومت قائم ہو گی۔ آپ ہمارے مہمان ہیں' دوست ہیں۔ دوستی کا ثبوت دیں اور وہ قلعہ خالی کرا دیں۔ ہم صبح ہوتے ہی وہاں حزب مومن کا پرچم لہرائیں گے۔"

"مجھے افسوس ہے' میں وہ قلعہ ان کے حوالے کر آیا ہوں۔ دی ہوئی چیز واپس نہیں لوں گا۔"

کمانڈر نے پوچھا "آپ انکار کر رہے ہیں؟ یعنی ان کی حمایت کر رہے ہیں' کیا آپ بھی امریکی ایجنٹ ہیں؟"

"ہرگز نہیں' یہ دنیا جانتی ہے کہ فرہاد علی تیمور اور اس کا پورا خاندان امریکا کا دوست کبھی نہیں رہا۔ لیکن ہم انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے دشمنوں کے معاملے میں بھی لچک پیدا کرتے ہیں۔"

ایک بزرگ نے پوچھا "ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔ آپ حضرات اپنی عقل سے سمجھتے ہیں۔ میں اپنی عقل سے سمجھتا ہوں' آپ نے مسلسل جہاد کیا اور روس سے اپنے ملک کو چھین لیا لیکن آج تک یہ چھوٹا سا قلعہ کیوں نہیں چھین سکے؟"

کمانڈر نے ناگواری سے پوچھا "کیا تم آج کی کامیابی پر مغرور ہو کر ہمیں طعنے دے رہے ہو؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ سمجھا رہا ہوں۔ سمجھو کہ چودہ سالہ جنگ کے دوران تم سب متحد ہو کر روس سے لڑتے تھے' اس سپر پاور کو بھگانے کے بعد یہاں اقتدار حاصل کرنے کے لیے تمہارا اتحاد ٹوٹ گیا۔ تم سب گروہوں میں جیسے پہلے بٹے ہوئے تھے اب پھر بٹ گئے ہو۔ اگر تم کسی غیر ملکی کے قلعے پر حملہ کرتے ہو تو تمہارے ہی وطن کا دوسرا گروہ ان غیر ملکیوں کے لیے ڈھال بن جاتا ہے۔ ایسی صورت میں تم ایک چھوٹا سا قلعہ فتح نہیں کر سکتے۔ اسے طعنہ نہ سمجھو۔ میرے خلوص اور دوستی پر شبہ نہ کرو۔"

توبہ نے کہا "بے شک یہ دانشمندی کی باتیں ہوں گی۔ ہم سب اس پر غور کریں گے لیکن میری ایک عرض ہے کہ تم افغانی مزاج کو نہیں سمجھتے ہو۔ اس لیے مجاہدین کو ان کی حکمت عملی کے مطابق چلنے دو۔ میری دوسری عرض یہ ہے کہ تمہارے پاپا پلک جھپکتے ہی وہ قلعہ خالی کرا سکتے ہیں' تم ہمارے ان مجاہدین کو صبح سے پہلے وہاں پرچم لہرانے دو۔"

"توبہ! تم میرا جواب سن چکی ہو۔ پھر بھی ضد کر رہی ہو؟"

وہ بولی "تم ہماری جیت کو ہار میں بدل رہے ہو اور مجھے ضدی کہہ رہے ہو۔ غیر ملکیوں کو ذلت آمیز شکست دینا۔۔۔ ہمیشہ سے میری

خواہش رہی ہے۔ یہ بات ابھی کابل تک پہنچ گئی ہوگی کہ توبہ خانم کسی حماد کے ساتھ حزبِ مومن میں ہے اور اسی توبہ نے قلعہ ساسان کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے۔ یہاں کے مجاہدین اور دیگر افغانی باشندے ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں وہ تو صرف سطحی خبر سنیں گے کہ توبہ اور حزبِ مومن کے مجاہدین آدھا قلعہ تباہ کرنے کے باوجود اس پر قبضہ نہیں کرسکے۔"

ایک نے کہا "بے شک یہ ہم تمام مجاہدین کی توہین ہے۔"

دوسرے نے کہا "جب تمہیں تنہا قلعے کو تباہ کرنا تھا اور تنہا اپنے فیصلے کے مطابق پھر وہ قلعہ انہیں واپس کرنا تھا تو بلخ آکر ہماری جماعت میں پناہ نہیں لینا چاہیے تھا۔"

تیسرے نے کہا "ابھی صرف دو گھنٹے کے اندر پورے بلخ شہر کی زبان پر ہماری کامیابی کے چرچے ہیں۔ دوسرے گروہ کے لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ پتا نہیں ہمیں قلعہ تباہ کرنے والی طاقت کہاں سے مل گئی ہے لیکن صبح قلعے پر ہمارا پرچم نہیں ہوگا تو ہمارے سر ندامت سے جھک جائیں گے۔"

پارس ایک ایک کی باتیں سن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ ان لوگوں نے قلعہ کی فتح کو انا کا مسئلہ بنالیا ہے۔ آخر میں وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ پھر اس مکان کی طرف جانے لگا جو اس کے اور توبہ کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ وہ مکان کے دروازے کے پاس پہنچ کر رک گیا پھر پلٹ کر سب پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے کہا "اگر قلعے پر آپ کا پرچم لہرانے سے آپ کی انا کو تسکین مل سکتی ہے تو صبح ایک شرط پر وہاں پرچم لہرائے گا۔"

کمانڈر نے اٹھ کر پوچھا "بولو کیا شرط ہے؟"

پارس نے کہا "آج سے وہ قلعہ افغان قوم کے اتحاد کی علامت بن جائے گا۔ وہاں کل صبح تمام گروہوں کے پرچم لہرائیں گے اور وہاں تمام گروہ کے اکابرین آکر ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور آپس کی رنجشیں دور کرلیں گے۔ حزبِ مومن کو یہ اعزاز حاصل ہوگا کہ اس نے تمام گروہوں کو متحد کرکے ایک پلیٹ فارم پر پہنچایا ہے۔"

وہ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پارس نے کہا "آپ حضرات اچھی طرح غور کرلیں، میں جواب کا انتظار کروں گا۔"

وہ دروازہ کھول کر مکان کے اندر چلا گیا۔ کمانڈر نے کہا "توبہ خانم! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، تم نے ہمارے لیے اتنے بڑے قلعے کو فتح کیا۔ لیکن وہاں ہمارے پرچم کے ساتھ ان کے بھی پرچم لہرائیں گے جو کبھی قلعہ فتح کرنے کے قابل نہیں رہے، کیا کتے کبھی شیر کے شانہ بشانہ دکھائی دیتے ہیں۔"

وہ بولی "آپ ذرا تحمل سے کام لیں، میں جاکر سمجھاتی ہوں، مجھے یقین ہے کہ میں اسے منالوں گی۔"

وہ بھی مکان کی طرف جانے لگی۔ مجاہدین میں سے ایک جوان نے دوسرے جوان کے قریب سرگوشی میں کہا "عورت کے ذہن بڑے بڑے سورما ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور یہ توبہ تو قیامت ہے، کمرے میں اس کی توبہ توڑے گی۔"

توبہ نے کمرے میں آخر دروازے کو اندر سے بند کرلیا، پھر بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ بولی "تم اتنے ضدی کیوں ہو؟"

"سچائی، انسانیت اور امن و سلامتی کے لیے ضدی ہوں۔"

"لیکن یہ اصول ہر جگہ قابلِ عمل نہیں ہوتے۔ مجاہدین کے گروہوں میں ناخواندہ افراد کثرت سے ہیں، وہ تمہارا اتحاد والا فلسفہ نہیں سمجھیں گے۔"

وہ بستر پر آکر پارس پر جھکنا چاہتی تھی۔ اسے اپنی اداؤں سے اور اپنے بدن کی قربت سے پگھلانا چاہتی تھی لیکن بستر کے قریب جاسکی، لیلیٰ اس کے اندر موجود تھی اور چاہتی تھی کہ وہ جوالہ حرارت سے پارس کو مائل نہ کرسکے، اپنی بات عقلی دلائل سے سمجھائے یا پھر پارس کی دانشمندی کو تسلیم کرلے۔

وہ بولی "تم تمام گروہوں کے اکابرین کو اس قلعے میں مل بیٹھنے کا موقع دینا چاہتے ہو لیکن یہ جب بھی ملیں گے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالیں گے۔ یہ سب اپنے آپ کو زبردست کہتے ہیں۔ کوئی کسی سے کسی بھی معاملے میں کم تر ہونا نہیں چاہے گا۔"

پارس نے کہا "ایسی بات ہے تو پھر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو اور یہاں سے چلو۔ نادانوں کے درمیان رہنا سراسر نادانی ہے۔"

"دیکھو میری قوم کے لوگوں کو نادان نہ کہو۔ یہ شیر دل بہادر ہیں، چلو سوری بولو۔"

"سوری، تم بھی یہ سمجھ لو کہ دنیا کی ہر قوم میں صرف گھوڑے نہیں ہوتے گدھے بھی ہوتے ہیں۔ میں نے تمہاری پوری قوم کو نہیں، صرف گدھوں کو گدھا کہا ہے۔ بائی دی وے تم ادھر سے اُدھر کیوں ٹہل رہی ہو؟"

"میں ٹہل نہیں رہی ہوں۔ تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں مگر آتے آتے رہ جاتی ہوں۔"

"محبت سے آنا چاہو گی تو ضرور چلی آؤ گی، مجھے گمراہ کرنا چاہو گی تو ناکام رہو گی۔"

"کیا بیوی شوہر کے پاس آکر اسے گمراہ کرتی ہے؟"

"بعض بیویاں اپنی ناجائز باتیں منوانے کے لیے تنہائی میں جذبات کی آندھی بن جاتی ہیں۔"

"آندھی تب بنتی ہیں جب قریب آتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے قریب آتے آتے کیوں رہ جاتی ہوں۔ میں نے تمہاری آغوش میں آنا چاہا مگر سوچ کر رہی رہ گئی اپنے کسی ارادے پر عمل نہیں کرسکی کیا۔ یہ۔۔۔ یہ۔۔۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولی "کیا مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے پاس آنے سے روکا جارہا ہے؟"

پارس نے مسکرا کر ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ غصے سے بولی۔ "بہت ہی شرم اور بے غیرتی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہمارے بابا اپنے بیٹے اور بہو کی تنہائی میں آئیں گے۔"

"میرا باپ بہت غیرت مند ہے۔ بے سوچے سمجھے نہ بولا کرو۔ اس وقت تمہارے دماغ میں تمہاری ساس یعنی میری امی ہیں۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا واقعی تمہارا پورا خاندان ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"تمہارے خاندان کے کئی افراد جانتے ہیں۔"

"یہ علم تم نے بھی سیکھا ہے؟"

"بالغ ہونے کے بعد سیکھ لوں گا۔ تم موضوع سے ہٹ رہی ہو۔"

"اوہ میں چند لمحوں کے لیے بھول گئی تھی۔ تمہاری امی میرے دشمن نہیں، اگرچہ وہ خاتون ہیں پھر بھی ہماری تنہائی میں کسی تیسرے کی موجودگی خلافِ تہذیب ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "بہو! اگر تم میرے بیٹے کے قریب ہوتیں تو میری موجودگی خلافِ تہذیب ہوتی، میں نے اسی لیے تمہیں بیٹے سے دور رہنے کا کہا ہے کہ مجھ پر بے غیرتی کا الزام نہ آئے۔"

"پلیز آپ چلی جائیں۔"

"پہلے قلعے کے متعلق میرے بیٹے کے دانشمندانہ فیصلے کو کمانڈرین کے سامنے تسلیم کرلو۔ پھر میں چلی جاؤں گی۔"

وہ جھنجلا کر بولی "یہ کیسی بے تکی باتیں ہیں؟ پارس، میں نے تمہیں پہلے تم سے شادی نہیں کی ہے کہ تمہارے ماں باپ میرے کمرے میں آتے رہیں اور مجھ سے اپنی بے تکی باتیں منواتے رہیں۔"

"توبہ! غصہ تھوک دو۔ میری امی محض اس لیے موجود ہیں کہ ہمارے درمیان میرے لیے خطرات و خدشات پیدا ہورہے ہیں۔ تمہاری اور کمانڈرین کی انا اور خودداری کا بھرم نہیں رکھوں گا تو یہاں کوئی بھی ہمارے خلاف جان لیوا قدم اٹھالے گا۔"

"یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ تم میرے مجازی خدا ہو، تمہارے اوپر آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

"مجازی خدا مانتی ہو تو میری بات مان لو۔ میرا اٹل فیصلہ انہیں سنادو۔ وہ قلعہ افغان قوم کے اتحاد کی پہلی منزل بنے گا۔ اگر کمانڈرین کو یہ منظور نہ ہو تو ہم ابھی یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔"

"تم یہ جگہ چھوڑ دو گے لیکن میں کہاں جاؤں گی۔ اپنے ملک کے جس حصے میں جاؤں گی قلعے کی نامراد کامیابی کا مشکوک خبر چرچا میرے ساتھ جائے گا۔ یہ مجاہدین میرے خلاف ہوجائیں گے، تم تو کابل بھی چلے جاؤ گے۔ مجھے تو انہی اپنے لوگوں میں رہنا ہے۔"

"میں ایک نیک مشورہ دیتا ہوں۔ کچھ عرصہ کے لیے یہ ملک چھوڑ دو، میرے ساتھ ازبکستان چلو۔ جب یہاں امن و امان ہوجائے گا اور تمہاری قومی امنگوں کے مطابق جمہوری حکومت قائم ہوجائے گی تو واپس چلی آنا۔"

"میں تمہیں بار بار کہہ چکی ہوں کہ اپنا ملک چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔"

"کچھ عرصہ کے لیے جاؤ گی تو یہاں سے تمہارا رشتہ نہیں ٹوٹے گا، تمہیں یہاں دوبارہ داخل ہونے سے کوئی نہیں روکے گا۔"

"میں شادی سے پہلے اپنا فیصلہ تمہیں سنا چکی تھی، اب تم اس سلسلے میں بحث نہ کرو۔"

"تو پھر میرا بھی فیصلہ سن لو۔ میں یہاں لوگوں کی مخالفتیں مول لے کر نہیں رہوں گا، صبح تک یہ ملک چھوڑ دوں گا۔"

لیلیٰ نے کہا "توبہ! اپنے شوہر سے ضد بحث نہ کرو۔ وہ تمہاری بہتری چاہتا ہے۔"

توبہ نے غصے سے چیخ کر کہا "تم ابھی تک میرے اندر موجود ہو؟ یہ کیسی زبردستی ہے؟ کیا مجھے میرے شوہر کے ساتھ تنہا رہنے نہیں دو گی؟ چلی جاؤ، میں کہتی ہوں چلی جاؤ یہاں سے۔"

"توبہ! میں کہہ چکی ہوں جب تک میرے بیٹے کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا جائے گا، جب تک مجھے یقین نہیں ہوگا کہ یہ پوری طرح محفوظ ہے تب تک میں اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے ساتھ موجود رہوں گی۔"

"کیا یہاں اور بھی خیال خوانی کرنے والے ہیں؟"

"ہاں، وہ سب لیڈر اور کمانڈر وغیرہ کے اندر موجود ہیں اور ان میں سے کسی کو میرے بیٹے کے خلاف کوئی چال چلنے نہیں دیں گے۔"

وہ بولی "پارس! اپنی امی سے کہو باہر کسی کے دماغ میں رہیں اور ہمیں تنہا چھوڑ دیں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر بولا۔ "اب ہم تنہا نہیں رہیں گے۔ باہر چلو۔ میں یہاں سے جارہا ہوں، تمہارے دل میں میرے لیے جگہ ہے تو میرے ساتھ چلو۔ ورنہ اپنے غلط فیصلوں پر پچھتانے کے لیے یہاں رہ جاؤ۔"

وہ دروازہ کھولتا ہوا باہر آگیا۔ وہاں دور تک مجاہدین اور ان کے لیڈر اور کمانڈر وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے سے مقامی زبان میں زور زور سے بول رہے تھے۔ پارس کو دیکھتے ہی چپ ہوگئے۔ وہ ان کے درمیان آکر کھڑا ہوگیا۔ توبہ بھی مکان سے نکل کر اس کے پاس آگئی۔ پارس نے لیڈر سے کہا۔ "میں نے ایک معقول فیصلہ سنا دیا تھا۔ امید ہے کہ آپ حضرات نے اس پر غور فرمایا ہوگا۔"

ان سب نے توبہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "مجھے افسوس ہے، میں اپنے خاوند کا فیصلہ نہ بدل سکی۔ یہ اس قلعے کو امن و امان کی آماجگاہ بنانا چاہتے ہیں اس لیے تمام گروہوں کے

پرچم اس قلعے پر لہرائیں گے۔"

کمانڈر نے کہا۔ "ہم غیر ملکی دلالوں کے پرچموں کے ساتھ اپنے پرچم کو ناپاک نہیں کریں گے۔ مسٹر پارس! تم ہمارے پرچم کی بے حرمتی کرنا چاہتے ہو۔"

لیڈر نے کہا۔ "یہ بات صاف طور سے سمجھ میں آرہی ہے کہ تم ہمیں قلعے کے اندر کم ظرف دشمنوں سے گلے ملا کر ہمارا گلا کاٹنے چاہتے ہو۔ تم در پردہ امریکی دلال ہو۔"

یہ کہتے ہی اس کی زبان دانتوں کے درمیان آگئی۔ وہ تلملانے اور چیخنے لگا۔ کچھ لوگ اسے سنبھال رہے تھے اور اس کی تکلیف کی وجہ پوچھ رہے تھے۔ پارس نے کہا۔ "مجھ سے پوچھو۔ تمہارے لیڈر نے مجھے امریکی دلال کہا۔ یہ بات غلط ہے اس لیے یہ اذیت میں مبتلا ہوگیا ہے۔ آپ حضرات سے میری التجا ہے کہ جوش اور غصے میں میرے خلاف کوئی بات نہ کریں اور نہ ہی میری مخالفت میں کوئی قدم اٹھائیں۔"

توبہ نے کہا۔ "آپ حضرات نے دیکھا ہے کہ میرے خاوند نے چند منٹوں میں لاکھوں ڈالرز کا اسلحہ تباہ کرادیا۔ آدھے قلعے کو کھنڈر بنادیا۔ آپ سب میرے اپنے ہیں۔ میں بھی التجا کرتی ہوں کہ آپ نہایت سنجیدگی اور ٹھنڈے دماغ سے کسی نتیجے پر پہنچیں۔"

کمانڈر نے کہا۔ "جیتی ہوئی بازی ہمارے سامنے ہے۔ ہم ابھی قلعے میں جاسکتے ہیں مگر تمہارا خاوند ہمیں غصہ دلا رہا ہے۔"

"غصہ کرتے وقت سوچ لو کہ تم سب کے سروں پر ٹیلی پیتھی کا عذاب نازل ہوچکا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے وہ قلعہ محفوظ نہیں رہا تو تم سب کیسے محفوظ رہو گے۔ چند منٹوں میں یہاں کا ایک ایک جوان مارا جائے گا۔ اس لیے غصے اور دشمنی کی بات نہ کرو۔ بے موت مرنے کا راستہ اختیار نہ کرو۔"

کمانڈر نے پارس کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "اگر میں اسے گولی ماروں تو کیا ٹیلی پیتھی اسے بچائے گی؟"

اس کا گن والا ہاتھ آپ ہی آپ گھومنے لگا۔ گن اس کی کنپٹی سے جا کر لگ گئی۔ سلمان نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "ٹیلی پیتھی اس طرح پارس کو بچائے گی۔ دیکھو تمہاری اپنی گن تمہاری اپنی کنپٹی سے لگ گئی ہے۔ تم لاکھ کوشش کرو اسے یہاں سے نہیں ہٹا سکو گے۔"

وہ ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر چیخ کر بولا۔ "ٹیلی پیتھی میری گن سے میرا نشانہ لے رہی ہے۔ مجھے بچاؤ۔"

آس پاس کھڑے ہوئے جوان اس گن کو اس کی کنپٹی سے ہٹانے کے لیے آئے۔ سلمان نے کمانڈر کے ذریعے ایک ہوائی فائر کیا۔ وہ جوان دور چلے گئے۔ کمانڈر نے پھر گن کو اپنی کنپٹی پر رکھ کر کہا۔ "مجھے بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ پارس کو یہاں سے صحیح سلامت جانے دو۔"

اس پوزیشن پر سب لوگ ساکت و جامد رہ گئے۔ وہ اپنے کمانڈر کی حرام موت نہیں چاہتے تھے۔ لیڈر نے کہا۔ "ہے۔ کرنل پارس کا راستہ نہ روکے۔ اسے جانے دو۔"

وہ سب ایک وسیع دائرے کی صورت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک طرف ہٹ کر پارس کے جانے کے لیے راستہ بنادیا۔ پارس نے کہا۔ "یہ میری گارنٹی ہے حیات توبہ خانم میرے ساتھ نہیں جانا چاہتی ہے۔ میری محبوبہ بھی ہے اس کی عمر میں پہلی بار ایسی عورت دیکھی ہے جسے شوہر سے زیادہ اپنی زمین سے محبت ہے۔ میں یہاں سے جارہا ہوں اور یہ جانتا کہ تقدیر کبھی یہاں لائے گی یا نہیں؟ اس لیے آپ سب کے سامنے پوچھتا ہوں' یہ میری عدم موجودگی میں کیسے زندگی گزارے گی؟"

وہ بولی۔ "میں تنہا زندگی گزارتی آرہی ہوں۔ یہ میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"میرے لیے ہے کیونکہ تم یہاں میری شریکِ حیات کملاؤ گی میں وعدہ کرتا ہوں۔ کابل حکومت اب تم پر کوئی الزام عائد نہیں کرے گی۔ میرے بابا' تمہارے بھائی حاتم شہریار' فریزر پاسکورو اور چیک چارلٹن کو قتل کرنے کا اعتراف کریں گے۔ کابل کی حکومت اور دیگر جائداد تمہارے حوالے کردی جائے گی اور تمہیں قانونی طور پر دو سو مسلح گارڈز رکھنے کی بھی اجازت دی جائے گی۔ اس کے علاوہ اور کیا چاہتی ہو؟"

توبہ کی آنکھیں ایسی ہورہی تھیں جیسے رونے ہی والی ہو۔ بولی۔ "میں فولاد ہوں۔ میری آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں آئے۔ اپنے مرد کو چھوڑنے کے وقت دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔ تم نہیں تو آؤ گے۔"

"یہ خدا جانتا ہے۔ میں نہیں جانتا مذہب کی رُو سے عورت ایک مخصوص مدت تک خاوند کا انتظار کرنا چاہیے تاکہ اس حالات اسے گمراہ نہیں کردیں۔ لہٰذا ایک برس تک میری واپسی توقع رکھو۔ ٹھیک ایک برس بعد خود بخود طلاق ہوجائے گی خدا حافظ۔"

وہ پلٹ کر تیزی سے جانے لگا۔ زندگی میں پہلی بار قبہ آنکھیں ایک ذرا سی بھیگ گئیں۔ وہ دھندلائی ہوئی آنکھوں ایک دن کے سہاگ کو رخصت ہوتے دیکھ رہی تھی۔

○——□——○

ثانی نے آنکھ کھول دی۔ وہ ایک عمدہ سی خواب گاہ میں ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ کوئی انجانی سی جگہ ہو تو وہاں کھلتے ہی پہلا خیال یہی آتا ہے کہ وہ کون سی جگہ ہے؟

ایک ذرا دماغ پر زور ڈالتے ہی یاد آگیا کہ وہ ایک گولڈن برین واسکوڈی تھرا کے پنجے میں ہے۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس پٹی کو چھونے سے یاد آیا کہ وہ کارمن (علی) کے ساتھ بیت المقدس گئی تھی۔ وہاں کچھ شرپسند لوگوں نے ان پر پتھراؤ کیا۔ جس کے باعث وہ زخمی ہوگئی تھی۔

اس کے ذہن میں سوال پیدا ہوا' کارمن سے اس کی ملاقات کیسے ہوئی؟ وہ اسرائیل کیسے پہنچ گئی ہے؟

اس کی یادداشت نے جواب دیا۔ وہ سپر ماسٹر اور جان لیوڈا کی طرف سے یہاں آئی ہے۔ پہلے الپاکے بھیس میں تھی۔ اب ایک حسین زادی لارا کے بھیس میں ہے۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔ سپر ماسٹر نے اسے سحر آدم کا خطاب دیا ہے اور وہ ایک خاص مشن پر اسرائیل آئی ہوئی ہے۔

یہ سب کچھ یاد کرنے کے دوران وہ دور ماضی تک پہنچی تو یک دم سے یادداشت روشن ہوگئی وہ فوراً ہی بستر پر سے اٹھ کر بیٹھ گئی بے اختیار زبان سے بولی۔ "میں سونیا ثانی ہوں۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس خواب گاہ کو دیکھنے اور سوچنے لگی ب اسے ایک ایک بات یاد آرہی تھی کہ لیلیٰ نے اس پر تنویمی عمل کے اسے سلوانہ بنایا تھا۔ پھر وہ مختلف چکروں میں پڑتی ہوئی جان وڈا کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ وہ اس کی صلاحیتوں سے بے حد متاثر ا۔ اس نے کئی طرح سے اس کی وفاداریوں کو آزمایا پھر اسے نسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھادیا۔

پھر یہ بھی یاد آیا کہ وہ تمام گولڈن برینز کو ٹریپ کرنے اور ایک ولڈن برین کارمن (علی) کو قتل کرنے آئی ہے لیکن اس کارمن ے اتنی گہری دوستی ہوگئی ہے' جو محبت میں بدل چکی ہے۔

اب یہ محبت ایک گالی لگ رہی تھی کیونکہ وہ تو علی پر جان دیتی تھی اور ایک دن اس کی شریکِ حیات بننا تھا۔ اس نے اداری سے سوچا "یہ کم بخت کارمن کہاں سے محبت کرنے کے ے آمرا ہے؟ وہ بھی یہودی؟ میں تو اس کی کھوپڑی توڑ دوں گی۔"

یہ بات بھی مزاج کے خلاف تھی کہ وہ کارمن کے ساتھ بیت قدس آئی ہے اور اُس کے ساتھ اس پنگلے میں ہے۔ پھر یہ کہ وہ ابھی ایک گولڈن برین واسکوڈی تھرا کا ہے۔

وہ سوچنے لگی۔ اب اسے ڈبل گیم کھیلنا ہوگا۔ پہلے وہ سلوانہ یا ہرام بن کر سپر ماسٹر کے لیے گولڈن برینز کو ٹریپ کرنے آئی تھی۔ ب کہ حقیقتاً وہ سلوانہ نہیں سونیا ثانی ہے اور اب اسے صرف ولڈن برینز کو ہی ٹریپ کرنا نہیں ہے بلکہ سپر ماسٹر اور لیوڈا کو بھی کار کرنا ہے۔

صورتِ حال بدل چکی تھی اب اسے اپنے باپ فرہاد اور اپنے ب علی تیمور کے لیے نئے سرے سے کھیل شروع کرنا تھا اور کھیلنا کرنے سے پہلے یہ سمجھنا تھا کہ وہ کارمن کے ساتھ بیت قدس کیوں آئی ہے؟ یہاں آنے کا کوئی تو مقصد ہوگا؟

پھر اچانک یاد آیا کہ کارمن بھی اس کی طرح پچھلی زندگی کو بھلا ہوا تھا۔ وہ اصل میں کارمن ہیرالڈ نہیں تھا۔ کوئی اور تھا۔ ثانی کی سوچ اسے بھی یاد نہیں آرہا تھا کہ وہ کون ہے؟ کیا واقعی یہودی ہے؟

اور اسی مذہبی شناخت کے لیے وہ بیت المقدس آئی تھی۔ کیونکہ یہی ایک ایسی مشترکہ عبادت گاہ ہے جہاں یہودی عیسائی اور مسلمان اپنے اپنے خدا کو یاد کرنے آتے ہیں۔ وہ کارمن کے ساتھ خدا سے پوچھنے آئی تھی "اے ہمارے معبود! ہم تجھے کس مذہبی شناخت سے پکاریں؟"

اور ثانی کو اپنی دعا کا جواب مل گیا تھا۔ اسے معلوم ہوگیا تھا کہ الحمد للہ وہ مسلمان ہے۔ وہ سوچ رہی تھی۔ مجھے یاد آگیا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس پر بھی کرم کیا ہوگا۔ اسے بھی یاد آہی گیا ہوگا کہ وہ....

وہ سوچتے سوچتے رک گئی۔ کمرے کا دروازہ کھل رہا تھا اور وہاں کارمن نظر آرہا تھا۔ وہ خوش ہو کر بولنا چاہتی تھی کہ اسے پچھلی زندگی یاد آگئی ہے۔ وہ مسلمان ہے اور اس کا نام ثانیہ سلمان عرف سونیا ثانی ہے۔

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ اس کی حاضر دماغی نے کہا "پہلے یہ معلوم کرو کہ کارمن کی یادداشت واپس آئی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر یہ یہودی رہے گا اور یہ معلوم ہونے پر کہ میں فرہاد علی تیمور کے خاندان سے تعلق رکھتی ہوں' میرا دشمن بن جائے گا۔"

وہ کمرے میں آکر مسکراتے ہوئے بولا "ہیلو! کیا پچھلی زندگی یاد آئی؟"

"کیا تمہیں یاد آئی؟"

"مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"پہلے تم بتاؤ۔ پھر میں بتاؤں گی۔"

"تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں۔ تم میری جان سونیا ثانی ہو۔"

اس نے حیرانی سے دیکھا۔ وہ بولا "پہلے میں تمہیں اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتا تھا۔ اب آسکتی ہو۔ میرے خیالات پڑھ سکتی ہو۔"

وہ بستر پر آکر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ ثانی اس کے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھنا چاہتی تھی۔ علی کی پہلی ہی سوچ نے چونکا دیا۔ وہ خوش تھی مگر بے یقینی سے بولی۔ "تم... تم علی ہو۔ میرے علی ہو؟"

"تم میری زبان پر بھروسا نہیں کرو گی۔ اس لیے اپنے دماغ میں آنے دو۔ خوب اچھی طرح میرے خیالات پڑھ لو۔"

اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اتنی بڑی خوشی مل گئی ہے۔ اس کا محبوب اس کے بالکل قریب ہے۔ اس نے طرح طرح سے چور خیالات کو کھنگالا پھر خوشی سے چیختی ہوئی اس پر آگری۔ علی بھی دل کھول کر قہقہے لگانے لگا۔ وہ دو قالب تھے' ایک قالب ہو کر بستر پر لوٹنے لگے۔

ان کی مسرتوں کی کوئی حد اور انتہا نہیں تھی۔ ایسی مسرتوں کی

مُنہ زور لہروں میں دو محبت کے متوالے نہ جانے کتنی دور تک بہہ جاتے لیکن وہ فوراً ہی الگ ہو گئے۔ بستر کے ایک سرے پر علی اور دوسرے سرے پر ثانیہ چلی گئی۔ پھر علی جمپنگ کراسے دیکھنے لگا اور وہ شرما کر نظریں چرانے لگی۔ دونوں کے مزاج میں جنسی خواہش اور ہوس پرستی نہیں تھی۔ وہ دونوں اپنے جذبات کو لگام دینا جانتے تھے۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے تھے اس سے آگے نہیں جاتے تھے۔

وہ بولا "ثانی! آج تمہیں پا کر مجھے نئی زندگی مل گئی ہے۔"

"تم نے تو مجھے الپا کے روپ میں ہی پہچان لیا تھا۔ میں تو آج پہچان رہی ہوں۔ تم نے مجھے پہلے پا لیا تھا۔ میں آج پا رہی ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ ایک ننھی بچی کی طرح خوب اچھلنا کودنا شروع کر دوں۔ یہ بتاؤ، تمہیں اپنی پچھلی زندگی کب یاد آئی؟"

"مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو۔ ابھی تم نے میرے خیالات پڑھے ہیں۔"

"تمام خیالات نہیں پڑھے۔ یہ یقین ہوتے ہی کہ تم میرے علی ہو، میں سب کچھ بھول گئی۔"

"کوئی بات نہیں، اب پڑھ لو۔"

"پڑھنا کیا ضروری ہے؟ تم خود ہی کیوں نہیں بتا دیتے؟"

"بھئی، کچھ ایسی بات بھی ہے جسے میں زبان سے نہیں کہہ سکوں گا۔ میں فون کے ذریعے جے مورگن سے باتیں کرتا ہوں، تم اپنی موجودگی ظاہر کیے بغیر میرے دماغ میں رہو کیونکہ جے مورگن بھی کسی ضرورت سے میرے اندر آ سکتا ہے۔"

وہ ٹیلیفون کے پاس جا کر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "ہیلو مورگن! کیا رپورٹ ہے؟"

"سر! ہم نے الپا کو حراست میں لیتے ہی اسے بے ہوش کر دیا ہے تاکہ جان لیوا بازی ہار کر اسے ہلاک نہ کر دے۔"

الپا نے ایک گولڈن برین جان نوبل کو اپنا دیوانہ بنایا تھا۔ اسے اپنے بنگلے میں رات کے کھانے کی دعوت دی تھی۔ علی نے جے مورگن کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ الپا اور جان نوبل کو بڑی ہوشیاری سے گھیرنا ہو گا کیونکہ لبوڈا بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود ہو گا۔ جب وہ دیکھے گا کہ الپا ہاتھ سے نکل جا رہی ہے تو کسی کو آلۂ کار بنا کر اسے مار ڈالے گا۔ تاکہ ٹیلی پیتھی جاننے والی اسرائیل میں نہ رہے اور گولڈن برینز اس سے محروم ہو جائیں۔

جے مورگن نے الپا کو گرفتار کرتے ہی بے ہوش کر دیا تھا۔ جان نوبل کو بھی ہسپتال کی تحویل میں پہنچا دیا تھا تاکہ اسے فوجی قوانین کے مطابق سزا دی جائے۔ علی نے کہا "مورگن! ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا خطرے سے باہر نہیں ہے۔ لبوڈا اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرے گا یا پھر اسے قتل کرنے کے لیے کئی آلۂ کار استعمال کرے گا۔"

"سر! ہسپتال میں سخت پہرا ہے۔ ہسپتال کے اس مخصوص حصے میں صرف ایک ڈاکٹر ہی جاتا ہے۔ کسی وارڈ بوائے اور نرس کو بھی ادھر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ الپا کو ایک مخصوص مدت تک کوما میں رکھا جائے گا۔ ہم لبوڈا کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔"

علی نے کہا "الپا کچھ عرصہ تک فیلڈ میں نہیں رہے گی۔ مرز تم اور ہیری ہوگن ہمارے خیال خوانی کرنے والے رہو گے۔ ہمارا پارٹنر کون کیا رپورٹ ہے؟"

"میں آپ سے اسی کا ذکر کرنے والا تھا۔ وہ ہمارا تیسرا خیال خوانی کرنے والا پورے فارم میں ہے۔ اس کا برین واش کرنے کے بعد ہپناٹائز کرنے والے نے یقین دلایا ہے کہ وہ پچھلی تمام باتیں بھول گیا ہے۔ میں بھی چپ چاپ اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں ہم اس پر بھروسا کر کے اس کی ٹیلی پیتھی کو چھوٹے اور کم اہم معاملات میں استعمال کر سکتے ہیں۔"

"ہمارے دوسرے خیال خوانی کرنے والے ہیری ہوگن پر تم کس حد تک بھروسا کرتے ہو؟"

"آپ سچ پوچھیں تو ہم میں سے کوئی بھی قابلِ اعتماد نہیں ہے دشمن کسی موقع پر بھی ہمیں ٹریپ کر کے ہماری وفاداری کو غداری میں بدل سکتے ہیں۔"

"تم درست کہتے ہو۔ ویسے ہیری ہوگن نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی قابلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا ہے۔"

"وہ کارنامے انجام دے سکتا ہے لیکن اس سے شراب چھڑانا چاہو تو چھپ کر پی لیتا ہے۔ اس بری لت کے باعث وہ سانس روکنے کا عادی نہیں رہا۔ آپ سے پہلے کسی گولڈن برین نے اسے کسی دشمن کے خلاف استعمال نہیں کیا۔ اس سے ہم صرف حکومت کے ایسے اہم کام کراتے ہیں جسے کرنے کے دوران دشمنوں سے اس کا سامنا نہیں ہوتا۔"

"لبوڈا کو معلوم ہو گا تو اسے پہلی فرصت میں اپنا غلام بنا لے گا۔"

"اسی لیے اسے منظرِ عام پر آنے نہیں دیا جاتا ہے، اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ گمنام رہ کر اپنا کام کرتا رہے۔"

علی نے اور دو چار باتیں کر کے اپنا رابطہ ختم کر دیا۔ ریسیور رکھ کر ثانی کو دیکھا تو وہ ناراض ہونے کی ادا دکھاتی ہوئی دوسری طرف مُنہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ وہ بولا "میں جانتا تھا جب تمہیں معلوم ہو گا کہ میں نے پامیلا سے شادی کی تھی تو تم ناراض ہو جاؤ گی۔"

وہ بولی "کیا تمہارے اس کارنامے پر مجھے خوش ہونا چاہیے؟"

"بیشک وہ ایک سیڑھی تھی، اس کے ذریعے میں گولڈن برین کہلاتا ہوں۔"

"اور دو چار شادیاں کر لو۔ ڈائمنڈ اور پلاٹینم برین بھی کہلاؤ گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم جانتی ہو کہ میں عشق کے معاملے میں کتنا سنجوس ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے مجھے صرف تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔"

"جی ہاں تمہیں میرے لیے اور پامیلا کو تمہارے لیے پیدا کیا گیا۔"

"پلیز یقین کرو۔ میں نے اپنی خوشی سے ایسا نہیں کیا تھا۔ میرے پاپا اور تمہاری ڈیڈی کی یہ پلاننگ تھی کہ مجھے اس حکمتِ عملی سے گولڈن برینز کے درمیان پہنچنا چاہیے۔"

"سنا ہے، شیر کے مُنہ کو لہو کا چسکا اور مرد کی نیت کو عورت کی جوانی کا چسکا پڑ جائے تو وہ اسے بھولتا نہیں ہے، ایک کے بعد دوسرا شکار ڈھونڈتا ہے۔"

علی نے اپنے دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے کہا "خدایا! تو نے عورت کو غیر معمولی ذہانت دی لیکن اسے عورت کی وہی شکی طبیعت دی ہے۔ میری دعا ہے کہ اس کے دل سے میل نکل جائے۔"

"جب مرد کوئی غلطی کرتا ہے تو بدحواسی میں الٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہے۔ تم دونوں کان پکڑ کر دعا مانگ رہے ہو جب کہ کان پکڑ کر معافی مانگی جاتی ہے۔ تمہاری یہ بدحواسی ظاہر کر رہی ہے کہ تم اب بھی کچھ چھپا رہے ہو۔"

"بس میں سمجھ گیا۔ جب دل میں ایک بار شک پیدا ہو جائے تو مرتے دم تک نہیں نکلتا۔ ٹھیک ہے میں عاشق مزاج اور عیاش ہوا کیا ہوں۔ کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرو۔"

"ایک تو تم نے میرے سوا دوسری کا مُنہ دیکھا۔ اوپر سے اکڑ جاتے ہو۔ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر بولو کیا پامیلا سے محبت نہیں کی تھی؟"

"تم اچھی طرح جانتی ہو، میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ پہلے پامیلا سے محبت نہیں تھی، شادی کے بعد قدرتی طور پر محبت ہو گئی۔ محبت اچھی تھی۔ اس کی صاف دلی سے پتا چلا کہ یہودیوں میں بھی محبت کرنے والی ہستیاں ہوتی ہیں۔ میں اپنے دل میں صدمات کو جگہ نہیں دیتا لیکن پامیلا کی بے وقت موت سے مجھے بہت صدمہ پہنچا تھا۔"

ثانی نے قریب آ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تم بہت سچے ہو۔ تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیا تھا کہ تمہیں اس بیچاری سے محبت ہو گئی تھی اور یہ واقعی قدرتی بات ہے۔ میرا دماغ چاہ رہا تھا کہ تم سے روٹھ جاؤں۔ ورنہ تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"یعنی اب ہم دوسرے موضوع پر باتیں کر سکتے ہیں؟"

"ہاں یہ بتاؤ۔ اس بنگلے کا مالک گولڈن برین واسکوڈی تھما کہاں ہے؟"

"ہم جیسے نوجوان جوڑے کو یہاں رات گزارنے کا موقع دے کر دوسرے بنگلے میں گیا ہے۔ یہاں ہم ہیں اور کوئی تیسرا نہیں ہے۔"

"اب یہ طے کرنا ہے کہ مجھے بدستور سلوانہ اور سپر مادام کا رول ادا کرنا چاہیے یا نہیں؟"

"عقل کہتی ہے فی الحال اپنی اصلیت ظاہر نہ کرو۔ سُپر مادام بن کر سپر ماسٹر اور لبوڈا کے لیے کام کرتی رہو۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں لیکن پاپا سے مشورہ کر لینا چاہیے۔"

"یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے کہ تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔ پہلے امی سے بات کرو۔ ورنہ پاپا کے پاس جاؤ گی تو وہ یقین نہیں کریں گے کہ تم دماغ میں آ کر بول رہی ہو۔ امی نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہی پاپا سے رابطہ کریں گی۔"

ثانی نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر لیلیٰ کو مخاطب کیا۔ "امی! میں ہوں ثانی۔"

"بیٹی! ہمارے درمیان کوڈ ورڈز مقرر نہیں ہوئے ہیں۔ تم چلو میں علی کے پاس آ رہی ہوں۔"

ثانی نے دماغی طور پر حاضر ہو کر علی سے کہا "امی تمہارے پاس آ رہی ہیں۔"

لیلیٰ نے آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ "ثانی کے لیے کوڈ ورڈز مقرر کرو۔ تاکہ دشمن ہمیں دھوکا نہ دے سکیں۔" علی نے ذرا سوچ کر یہ

علامتوں کی زبان سمجھ کر کے اپنی زندگی سنوارنے کے سنہرے اصول متعین کریں

باخبر رہا

قیمت ۲۵ روپے

ڈاک خرچ ۱۶۵ روپے

پوشیدہ در پوشیدہ خوف، حساسیات اور محرکات کی دلچسپ کہانیوں پر مشتمل عجیب و غریب کتاب

علامتوں کا انتخاب نہ صرف آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کرے گا بلکہ یہ بھی بتائے گا کہ ان حالات میں معقول ترین راہِ عمل کیا ہو سکتی ہے۔

ہر اچھے بک سٹال سے طلب کریں یا ہم سے منگوائیں

مکتبۂ نفسیات

پوسٹ بکس ۹۸۸۰

کراچی ۱۱

کوڈورڈز سنائے "ثانی اے بلومنگ فلاور" (ثانی ایک کھلتا ہوا پھول)"

لیلیٰ نے مسکرا کر کہا "یہ روحانی کوڈورڈز تمہارے دماغ میں آکر سنائے گی تو اچھا لگے گا۔ اس سے کہو میں اس کے پاس آکر کہوں گی۔ دی نیورائزنگ سن سونیا ثانی" (نیا ابھرتا ہوا آفتاب سونیا ثانی۔)

"اور ثانی آپ کے پاس آکر کیا کہے گی؟"

"وہ ہم تمام بزرگوں کے پاس آکر کہا کرے گی۔ یورلولی بے بی" (آپ کی پیاری بے بی)

"ٹھیک ہے آپ پاپا کے پاس جائیں۔ ثانی آرہی ہے۔"

لیلیٰ میرے پاس آگئی۔ چند لمحوں کے بعد ثانی نے آکر کہا "ہیلو پاپا! امی سونیا ثانی۔ یورلولی بے بی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "بے شک و شبہ تم لولی بی بی ہو۔ ایک عرصے کے بعد تمہیں اپنے درمیان پاکر کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ یہ تم میرے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتی ہو۔"

"پاپا! مجھے تو اپنی کھوئی ہوئی جنت مل گئی ہے۔ میں ابھی ڈیڈی اور ممی کے پاس جاؤں گی' پہلے ایک مشورہ چاہتی ہوں۔ کیا مجھے اصلیت ظاہر کرنا چاہیے یا سپر وادام بن کر رہنا چاہیے؟"

"بھئی تم ناداں بچی نہیں ہو۔ اپنی عقل سے فیصلہ کرو۔"

"میں نے اور علی نے سوچا ہے ڈبل گیم کھیلا جائے۔ فی الحال اصلیت ظاہر نہیں کروں گی۔"

"میں اس منصوبے کی تائید کرتا ہوں۔ تمہاری امی اپنے تمام لوگوں کو تمہاری آمد اور کوڈورڈز کے متعلق بتا رہی ہیں۔ جاؤ اور تمام بزرگوں کو سلام کرو۔ سب سے پہلے جناب اسد اللہ تبریزی کی خدمت میں حاضری دو۔"

ثانی نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے دعائیں دیں پھر کہا "بیٹی! اپنے تمام عزیزوں اور رشتے داروں سے ملاقات کرو۔ صرف اپنی مما "سونیا" کے پاس نہ جانا۔ اُس نے ایک مخصوص مدت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔"

وہ سلمان اور سلطانہ کے پاس آئی۔ وہ اس کے والدین تھے اس کے ساتھ تھوڑی دیر ہنستے بولتے رہے پھر ثانی نے سلطانہ سے پوچھا "ممی! یہ بتائیں' ہماری مما نے گوشہ نشینی کیوں اختیار کی ہے؟"

"بیٹی! وہ ماں بننے والی ہیں۔ تمہارے نانا جان بابا فرید واسطی مرحوم نے انہیں ہدایات دی تھیں کہ زچگی ہونے تک وہ تمہارے نانا جان کے حجرے میں رہیں گی۔ کسی سے ملاقات نہیں کریں گی اور کسی ذریعے یعنی ٹیلیفون اور خیال خوانی کے ذریعے سے بھی گفتگو نہیں کریں گی۔"

وہ بولی "ممی! میں آپ کی باتیں سن رہی ہوں اور خیالات پڑھ رہی ہوں یہ انکشاف ہو رہا ہے کہ آپ بھی ماں بننے والی ہیں۔"

سلطانہ شرمانے اور مسکرانے لگی۔ وہ مبارکباد دے کر پارس کے پاس آئی پھر کوڈورڈز ادا کیے۔ "میں ہوں سونیا ثانی۔ یورلولی بے بی۔"

وہ بولا "لاحول ولا قوۃ۔ جو ہو ماں نہ بن سکی۔ میرے نصیب میں شاید بچہ نہیں ہے پھر یہ پیاری بے بی کہاں سے پیدا ہو گئی ہے۔"

"امی نے کہا ہے کہ میں بزرگوں کے دماغوں میں جا کر یہ کوڈورڈز سنایا کروں۔"

"اچھا تو میں تمہارا بزرگ ہوں۔ علی بھی میرا ہم عمر ہے' کیا تم اُس کی بھی بچی ہو؟ ذرا اسے ابا حضور کہو۔"

"اے میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ تم مجھ سے اور علی سے جلتے کیوں ہو؟"

"جلنے کی تو بات ہے۔ وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے جب کہ میں تم سے عشق کرتا ہوں۔"

"منہ دیکھا ہے آئینے میں؟ سات سمندروں سے پہلے منہ دھو کر آؤ۔ تب بھی گھاس نہیں ڈالوں گی۔"

"اس کا مطلب ہے علی کو گھاس ڈالتی ہو۔"

"ہاں ڈالتی ہوں۔"

"تمہیں شرم آنی چاہیے۔ گھاس ڈال ڈال کر میرے بھائی کو جانور بنا دیا ہے۔ بیچارہ انسانوں کی خوراک بھول گیا۔ کسی نے سچ کہا ہے' عورت انسان کو انسان نہیں رہنے دیتی۔ مجھ بہ بنا دیتی ہے۔"

"میری پہلی اور آخری خواہش یہی ہے کہ کوئی عورت تمہیں مجبوب بنا دے۔"

"یہی خواہش پوری کرنے کے لیے میں نے تم سے عشق کیا ہے۔"

"دیکھو پارس! میں سمجھا دیتی ہوں۔ یہ عشق و محبت کی بکواس مجھ سے نہ کیا کرو۔"

"اگر یہ بکواس ہے تو اللہ کرے تمہارے سامنے ایسی بکواس کرنے والے کے منہ میں چھالے پڑیں۔ ذرا علی کا منہ کھول کر دیکھو' چھالے تو نہیں ہیں؟"

وہ دماغی طور پر علی کے سامنے حاضر ہو کر بولی "خدا بچائے تمہارے بھائی سے۔ دماغ کھا لیتا ہے' کیا تم اسے منع نہیں کر سکتے؟"

"کس بات کے لیے منع کروں؟"

"وہ مجھ سے عشق کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

علی نے ہنستے ہوئے کہا "عشق تو اس کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ اس سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ تم بھی اس سے عشق شروع کر دو۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو؟ کیا دماغ صحیح ہے؟"

"ہاں صحیح ہے۔ جب تم ڈھیٹ بن جاؤ گی تو پھر وہ مذاق کرنے کا انداز بدل دے گا لیکن تمہیں چھیڑنے سے باز نہیں آئے گا۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں' وہ میرے رشتے سے تمہیں بہت چاہتا ہے وہ اپنی محبت سے تمہاری ناک میں دم کرتا رہے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آئندہ اس سے نمٹ لوں گی۔ دوسری بات کرو' میں نے لبوڈا سے کہا تھا کہ میں گولڈن برین واسکوڈی تھرہا کو ٹریپ کرنے والی ہوں۔"

"تو پھر اپنی کارکردگی دکھاؤ۔ اسے ٹریپ کر کے لبوڈا اور سپر اسٹر کو خوش کرو۔"

"ہم دشمن کو گولڈن برین کے دماغ میں پہنچائیں گے تو ہمارا نقصان نہیں ہو گا؟"

"نہیں ہو گا۔ یہ تمام گولڈن برینز کون سے ہمارے رشتے دار ہیں۔ انہیں دشمنوں کے قبضے میں جانے دو۔ ہم تو یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے قبضے میں رکھیں گے۔"

"ہاں تم الپا کے سلسلے میں فون پر باتیں کر رہے تھے۔"

"الپا کو کوما میں رکھا جائے گا۔ فی الحال تم ہیری ہوگن کو ٹریپ کر سکتی ہو۔"

"یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوگن نہ کبھی نظر آتا ہے نہ ہی کبھی اس کا ذکر سنا جاتا ہے۔ یہ رہتا کہاں ہے؟"

"تمہیں معلوم ہو جائے گا' میں فون پر باتیں کروں گا۔ اگر وہ اپنے مکان میں ہو گا تو کمرا بند کر کے پی رہا ہو گا۔ تمہیں اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ علی نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے گولڈن برین واسکوڈی تھرا نے پوچھا "ہیلو کارمن! میں نے تمہیں ڈسٹرب تو نہیں کیا؟"

"او نو انکل! آپ کیسی بات کر رہے ہیں؟ آپ کو تو یہاں ہمارے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"جوانوں کے ساتھ بوڑھا اچھا نہیں لگتا۔ بائی دی وے' میں ترکے لیے کیپ بوزان جا رہا ہوں۔ کیا لارا کے ساتھ مجھے جوائن کرو گے؟"

"وہ گریٹ پلیشر انکل! ہم ابھی کیپ ہوز پہنچ رہے ہیں۔ ٹیک یو۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا "ثانی! تمہارا کام بن رہا ہے۔ گولڈن برین نے ہمیں ڈنر کے لیے انوائیٹ کیا ہے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی "میں چینج کر کے آتی ہوں' تم ہیری ہوگن سے رابطہ کر کے مجھے اس کی آواز سنواؤ۔"

وہ دوسرے کمرے میں گئی لیکن علی کے دماغ میں رہی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف دیر تک گھنٹی بجتی رہی۔ کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ علی نے کہا "ریسیور ہوگن کو دیں۔"

"یہاں کوئی ہوگن نہیں رہتا۔ رانگ نمبر۔"

علی نے ڈانٹ کر کہا "خبردار! ریسیور نہ رکھنا۔ یہ ملٹری کے اہم معاملات سے تعلق رکھنے والے فون میں سے ایک ہے۔ یہ کبھی رانگ نمبر نہیں ہو سکتا۔ ہری اپ یو ڈرٹی لیڈی! ہوگن کو ریسیور دو۔"

وہ سہم کر بولی "یس سر! آپ کون ہیں سر! مسٹر ہوگن پتے وقت فون اٹینڈ نہیں کرتے ہیں۔"

"اس سے بولو گولڈن برین کارمن ہیرالڈ اسے فون پر بلا رہا ہے۔"

اس عورت نے ہوگن کی طرف ریسیور بڑھاتے ہوئے کارمن کا نام بتایا۔ وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر ریسیور کان سے لگا کر بولا "یس سر! میں ہوگن بول رہا ہوں۔ میں نے بالکل نہیں پی ہے۔ صرف تھوڑی سے چکھی ہے۔ آدھی بوتل چکھنے میں اور پینے میں بڑا فرق ہوتا ہے' یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔"

"میں نہیں جانتا کیونکہ نہ کبھی پی ہے' نہ کبھی چکھی ہے۔ یہ تمہارے ساتھ عورت کون ہے؟"

"سر! یہ لیلیٰ ڈارلنگ ہے۔ مم میرا مطلب ہے لیلیٰ باورچن ہے۔ کھانا اچھا پکاتی ہے۔"

"تم ہر ہفتے ملازمہ بدلتے رہتے ہو۔ کسی دن بری طرح پھنسو گے۔"

"مجھے کوئی نہیں پھانسے گا۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میرے چاروں طرف فوجیوں کا سخت پہرا رہتا ہے۔"

ثانی دوسرے کمرے سے لباس بدل کر آگئی۔ اس سے بولی "میں اس گدھے کے دماغ میں پہنچ گئی ہوں۔ بعد میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

علی نے ریسیور رکھتے ہوئے اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا "مجھے شاعری نہیں آتی' صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس لباس میں بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

وہ دونوں باہر آئے۔ علی نے بنگلے کے دروازے کو لاک کیا۔ پھر ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا' وہ اس کے برابر آکر بیٹھ گئی۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے لگی تو اس نے کہا "مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں لبوڈا کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ مخصوص کوڈورڈز کے ساتھ لبوڈا کے پاس آکر بولی "ہیلو انکل! کیا الپا کامیاب ہو گئی؟"

"اوہ مائی ڈارلنگ بے بی! بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ الپا ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ یہ کارمن ہیرالڈ اور جے مورگن بہت دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ الپا کی نگرانی کر رہے تھے۔ انہیں شبہ تھا کہ وہ ہمارے لیے کام کر رہی ہے۔ اس شبے کی تصدیق ہوتے ہی انہوں نے اسے گرفتار کر کے بے ہوش کر دیا۔ پھر اسے کوما میں پہنچا دیا۔ پتا نہیں وہ کوما سے کب نکالی جائے گی۔ میری عدم

موجودگی میں اس کا برین واش کردیا جائے گا۔ اب وہ ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی۔"

"ڈونٹ وری انکل! جہاں نقصان ہوتا ہے' وہاں فائدہ بھی پہنچتا ہے۔"

"اسرائیل میں ابھی تک ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا ہے۔ وہاں تمہارا بھی وقت ضائع ہو رہا ہے۔"

"میں وقت ضائع نہیں کرتی۔ میں بھی الپا کا نقصان پورا کروں گی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی چلی گئی۔ میں آپ کو دوسرے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پاس پہنچاؤں گی۔"

"کیا واقعی؟ کب پہنچاؤ گی؟ کون ہے وہ؟"

"وہ ہیری ہوگن ہے۔ آپ میرے پاس آئیں' میں ابھی ہوگن کے دماغ میں ہوں۔"

وہ ہوگن کے اندر پہنچی۔ لبوڈا نے ثانی کے دماغ میں آکر ہوگن کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر کہا۔ "یہ نشے میں ہے' میں اسے اپنا تابعدار بنا لوں گا۔ شکریہ بے بی! تم نے پھر ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔"

"ایک اور کارنامہ انجام دوں گی۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد آئیں' میں آپ کو گولڈن برین واسکوڈی تھرا کی کھوپڑی میں پہنچا دوں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولا "برے وو (شاباش) تم صحیح معنوں میں سپر مادام ہو۔"

ثانی نے سانس روک لی۔ لبوڈا اس کے دماغ سے ہوگن کے دماغ میں منتقل ہوگیا۔ وہ دماغی طور پر کار میں حاضر ہو کر علی سے بولی۔ "میں نے اچانک فیصلہ کیا کہ ہوگن کو لبوڈا کے حوالے کردینا چاہیے۔"

"وہ کیوں؟"

"میں نے ہیری ہوگن کے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ ایک ایسا مریض ہے جس کا علاج کرنے والے ڈاکٹروں نے دواؤں کے ساتھ شراب کو بھی لازمی قرار دیا ہے۔ شراب ڈاکٹری نسخے میں ہے' وہ جب تک جیتا رہے گا' پیتا رہے گا۔ لبوڈا کے ہاتھ سے الپا نکل گئی ہے۔ میں نے یہ کھوٹا سکہ دے کر اسے خوش کردیا ہے۔"

"مگر ثانی! کبھی کبھی کھوٹا سکہ بھی کام آجاتا ہے۔"

"جب کام لینا ہوگا تو پاپا یا ڈیڈی اس کے دماغ میں لبوڈا کا لہجہ اپنا کر پہنچ جائیں گے کیونکہ آئندہ ہوگن اسی لبوڈا کا معمول اور تابعدار رہے گا۔ جو بھی اس کا لہجہ اپنا کر آئے گا' ہوگن اسے اپنا عامل سمجھے گا۔"

"ہاں یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ ہیری ہوگن دشمن کا ہو کر بھی ہماری دسترس میں رہے گا۔"

"میں نے تم سے مشورہ کیے بغیر ہوگن کو لبوڈا کے حوالے کر دیا۔ تم نے اسے انا کا مسئلہ بنا کر یہ نہیں پوچھا کیوں بی بی! اپنے مرد سے مشورہ کیے بغیر اتنا بڑا قدم کیوں اٹھایا؟"

"ثانی! تم نے مما (سونیا) سے تربیت حاصل کی ہے۔ مما کی ذہانت سے سوچتی ہو' تیزی سے فیصلہ کرتی ہو اور تیزی سے ہی عمل کرتی ہو' تمہیں بھلا کون روک ٹوک کے گا؟"

"پھر بھی اپنا مرد جائز یا ناجائز باتوں پر روکتا ٹوکتا اور غصہ دکھاتا ہے تو اچھا لگتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ عورت کی یہ نفسیات یاد رکھوں گی۔ آئندہ ہوشیار رہنا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ دونوں بوزان میں پہنچ گئے۔ واسکوڈی تھرا ان کا انتظار کر رہا تھا۔ علی نے ثانی کا تعارف کراتے ہوئے کہا "انکل! یہ میری گرل فرینڈ لارا ہے اور لارا' تمہیں تو بتا ہی چکا ہوں کہ یہ میرے بہت پیارے انکل ہیں۔"

ثانی اور واسکوڈی تھرا نے مصافحہ کیا پھر وہ کھانے کی میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ ان کے سامنے سوپ لا کر رکھتے وقت لبوڈا نے کہا "ہیلو بے بی! میں آگیا ہوں۔"

اسی وقت علی نے کہا "انکل! ذرا واش روم سے ہاتھ دھو آئیں۔"

"ہاں ہاں ضرور۔ میں تم سے یہی کہنے والا تھا۔"

وہ دونوں واش روم کی طرف گئے۔ لبوڈا نے کہا "میں نے واسکوڈی تھرا کی آواز اور لہجے کو یاد کرلیا ہے۔"

ثانی نے کہا "آپ دس منٹ بعد آئیں' وہ سوپ پی رہا ہوگا اس وقت اس کے دماغ کا دروازہ آپ کے لیے کھلا ہوگا۔"

لبوڈا چلا گیا۔ واسکوڈی تھرا نے واش روم میں آکر کہا "کارمن! تم یہاں کچھ کہنے کے لیے مجھے بلا کرلائے ہو؟"

"جی ہاں۔ ہیری ہوگن کی شراب نوشی اسے لے ڈوبے گی ہم مطمئن ہیں کہ اس کے اطراف فوجیوں کا پہرا رہتا ہے لیکن کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں گھس آئے گا ہماری جاسوسی اور پہریداری دھری کی دھری رہ جائے گی۔"

"درست کہتے ہو۔ ہم اس مسئلے کو تمام گولڈن برینز کے سامنے پیش کریں گے۔ ویسے یہ لڑکی لارا بہت فلرٹ ہے' اس کے کتنے بوائے فرینڈز ہیں۔"

"ہونے دیں۔ مجھے کون سی زندگی گزارنی ہے اس کے ساتھ۔ صبح اس کی چھٹی کردوں گا۔"

وہ ہنستا ہوا علی کے ساتھ واش روم سے باہر آیا۔ پھر میز کے پاس آکر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ تینوں اپنے اپنے پیالے میں سوپ لے کر پینے لگے۔ ثانی نے واسکوڈی تھرا کے خالی پیالے میں ہی دوا کی ایک ننھی سی بوند ٹپکا دی تھی۔ اب وہ بوند سوپ میں حل ہو کر اس کے حلق سے اتر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس نے کمزوری محسوس کی۔ لبوڈا ٹھیک دس منٹ کے بعد اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی زبان سے بولا۔ "سوری' میری طبیعت کچھ

خراب ہو رہی ہے۔ میں فوراً ہی میڈیکل ٹریٹمنٹ کے لیے جا رہا ہوں۔ آپ دونوں مائنڈ نہ کریں۔"

ثانی نے کہا "کوئی بات نہیں۔ آپ جاسکتے ہیں۔"

لبوڈا اسے لے گیا۔ علی نے کہا "سپر اسٹرار اور جان لبوڈا بہت خوش ہو رہے ہوں گے کہ ایک گھنٹے کے اندر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اور ایک گولڈن برین ان کے ہاتھ آگیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "سچ کہنا علی' یہ طریقۂ کار کیسا ہے۔ ہم انہیں شکار کھیلنے دے رہے ہیں لیکن وہ تمام شکار ہمارے کام آتے رہیں گے۔"

"تمہارا ابھی جواب نہیں ہے۔ تم نے یہ نیا سلسلہ خوب نکالا ہے۔ آئندہ حالات کے مطابق ایسے ہی طریقۂ کار پر عمل کرتے رہیں گے۔"

وہ کھانے کے دوران باتیں کرتے رہے۔ ایسے ہی وقت لبوڈا نے ثانی کو مخاطب کیا۔ "ہیلو بے بی سلوانہ! میں ابھی اپنے شکار واسکوڈی تھرا کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ جانتی ہو کتنا زبردست انکشاف ہوا ہے؟"

"کیسا انکشاف؟"

"تمہارے ساتھ جو بوائے فرینڈ ہے' وہ بھی گولڈن برین ہے اور وہ کارمن ہیرالڈ ہے جسے ہم قتل کرنا چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں' یہ کارمن ہیرالڈ ہے لیکن وہ نہیں ہے جسے ہم قتل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ میری چال ہے۔ میں کارمن کی ڈی اپنی ساتھ لے کر گھوم رہی ہوں۔ اس ڈی سے دھوکا کھا کر واسکوڈی تھرا نے اپنے بنگلے میں ہمیں جگہ دی۔ اس بنگلے میں واسکوڈی تھرا کی ایک ڈائری ہاتھ لگی جس میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیری ہوگن کا پتا اور فون نمبر تھا۔"

"میں سمجھ گیا' اسی فون نمبر کے ذریعے تم نے ڈی کارمن اور ہیری ہوگن کی بات کرائی اور مجھے ہوگن کے دماغ میں پہنچا دیا۔ مائی ڈارلنگ بے بی! تم بے مثال ہو۔ ہم بوڑھے اور تجربہ کار ہو کر ایسی چالیں نہیں چل پاتے جیسی تم چل جاتی ہو۔"

"انکل! اس ڈی کارمن کے ذریعے میں نے خطرہ مول لیا ہے۔ اصلی کارمن جہاں بھی چھپا ہوگا' وہ اچانک مجھ پر حملہ کرے اس لیے میں کل صبح تک لارا کے میک اپ سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"آج رات کہاں گزارو گی؟ اصلی کارمن واسکوڈی تھرا کے گھر میں آسانی سے پہنچ کر تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"میں بنگلے میں نہیں جاؤں گی۔ اس ڈی کے ساتھ تفریح کرتی ہوں گی۔ پھر رات دو بجے ڈو میسنگ فلائٹ سے تل ابیب چلی جاؤں گی۔ آپ وہیں کسی فیملی میں ایسی لڑکی کا انتخاب کریں جس کا روپ میں اختیار کرسکوں۔"

"یہ کام ہو جائے گا۔ تمہارے تل ابیب پہنچنے تک میں پوری انفارمیشن دوں گا۔ میں ابھی جا کر گولڈن برین واسکوڈی تھرا پر تنویمی عمل کر رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ ثانی نے علی کو دیکھا۔ اس نے کہا "تمہاری خاموشی بتا رہی تھی کہ خیال خوانی میں مصروف ہو۔"

"ہاں' لبوڈا آیا تھا۔ اسے واسکوڈی تھرا کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ تم کارمن ہیرالڈ ہو۔ میں نے بات بنا دی کہ ڈی کارمن ہو اور تمہیں کارمن بنا کر میں اتنی ساری کامیابیاں حاصل کر رہی ہوں لیکن اصلی کارمن سے خطرہ ہے اس لیے میں بنگلے میں واپس نہیں جاؤں گی۔ رات دو بجے کی فلائٹ سے تل ابیب روانہ ہو جاؤں گی۔ وہاں مجھے دوسری لڑکی کا روپ اختیار کرنا ہے۔"

"پہلے تم الپا کے روپ میں ملیں پھر لارا بن کر ساتھ ہو۔ کل صبح تمہارے چہرے پر کوئی نئی لڑکی ہوگی۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے مجھ میں آوارگی پیدا ہوگئی ہے اور میں مختلف لڑکیوں سے فلرٹ کرتا جا رہا ہوں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "اسے کہتے ہیں ایک ٹکٹ میں کئی تماشے۔ چلو اٹھو۔"

وہ بل ادا کر کے ارکیا ARKIA اسرائیلی ڈو میسنگ فلائٹس کے دفتر میں آئے۔ اپنے لیے دو ٹکٹس لیں۔ پھر ثانی نے پوچھا۔ "ہمیں بنگلے میں واپس نہیں جانا ہے۔ دو بجے تک کہاں وقت گزارا جائے؟"

"وہ سامنے کیسینو ہے۔ سنا ہے وہاں لاکھوں روپے کا جوا کھیلا جاتا ہے۔ کیا خیال ہے کروڑ پتی اور ارب پتی جواریوں کا کباڑا کیا جائے؟"

"یہ نیک کام ضرور کرنا چاہیے۔ شاید کوئی بری طرح ہارنے والا آئندہ جوا کھیلنے سے توبہ کرلے۔"

اس قمار خانے کی کئی منزلوں میں مختلف قسم کا جوا کھیلا جاتا تھا۔ وہ تیسری منزل میں آئے' وہاں تاش کی بازیاں جاری تھیں۔ بڑا دھواں دھار ماحول تھا۔ ہر سو سگریٹ کا دھواں اور شراب کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ جواریوں کی میزوں پر حسین نوجوان اور بوڑھی عورتیں بھی نظر آرہی تھیں۔ ثانی اور علی دیکھتے جا رہے تھے کہ کون کون سی میز پر زبردست کھیل ہو رہا ہے۔ ایک میز کے پاس کچھ لوگ غصے میں باتیں کر رہے تھے اور قمار خانے کے گارڈز غصے کی وجہ پوچھ رہے تھے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ کھیل میں کوئی ایسا فراڈ کر رہا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

دوسرے نے تائید کی "میں بھی اس کے ساتھ چھ بازیاں کھیل چکا ہوں۔ اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے پاس کون کون سے پتے ہیں۔"

ثانی اور علی نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ شاطر کہہ رہا تھا "یہ دونوں تقریباً تین لاکھ ہارنے کے بعد جھنجلا گئے ہیں۔ مجھے

خواہ مخواہ فراڈ کہہ رہے ہیں۔ میں بھلا کیسے معلوم کر سکتا ہوں کہ میرے سامنے والے کھلاڑی کے پاس کون کون سے پتے ہیں۔"

ثانی نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی' اس شاطر کے دماغ میں پہنچی۔ شاطر نے فوراً ہی سانس روک لی۔ پھر کچھ پریشان ہو کر بھیڑ میں نظریں دوڑانے لگا جیسے کسی خیال خوانی کرنے والے کو تلاش کرنا چاہتا ہو۔

ثانی نے کہا "علی! یہ شاطر یا تو ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا آلۂ کار ہے۔ ابھی اس نے سانس روک لی تھی۔"

"ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ یہ محض آلۂ کار ہے یا کوئی اہم شخص ہے۔"

"اگر ہم اس سے کھیلنے کا ارادہ ظاہر کریں گے تو یہ کھیلنے سے پہلے ہمارے اندر آنا چاہے گا۔ ہم سانس روکیں گے تو یہ کھیلنے سے انکار کر دے گا۔"

"سیدھا راستہ یہی ہے کہ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیا جائے یا اسے کسی طرح زخمی کیا جائے۔"

"یہاں کچھ لوگ غصے میں ہیں۔ جھگڑا کرنے کے موڈ میں ہیں۔ کیوں نہ جھگڑا بڑھا دیا جائے اور اسی ہنگامے میں اس شاطر کو زخمی کر دیا جائے۔"

ثانی نے ایک غصہ کرنے والے شخص کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ہاتھوں میں اس کے ہی ایک پاؤں کا جوتا نکالا اور پھر اسے دور ہی سے کھینچ کر شاطر کے مُنہ پر مارا۔ وہ ایک دم تلملا کر غصے سے گرجنے لگا۔ "کس نے جوتے سے مارا ہے۔ مرد کا بچہ ہے تو سامنے آئے۔"

اس وقت تک ثانی نے دوسرے پر قبضہ جما کر اُس کے ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ گھونسا کھاتے ہی پیچھے ایک کرسی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ قمار خانے کے گارڈز اسے پکڑ کر فرش پر سے اٹھانے لگے۔ لوگوں کو دور بھگانے لگے۔ گارڈز تعداد میں کم تھے۔ ثانی نے ایک اور شخص کو آلۂ کار بنا کر گارڈ پر حملہ کرایا۔ پھر دوسرے شخص نے بھی اسی طرح حملہ کیا۔ یوں گارڈز اور جواریوں کے درمیان باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔

علی نے کہا "یہ شاطر ابھی تک زخمی نہیں ہوا ہے' اسے ایک ہاتھ جمانا ہی ہو گا۔"

اس نے بیچ بچاؤ کے انداز میں لڑنے والوں کے درمیان گھستے ہوئے شاطر کے مُنہ پر ایک فولادی ہاتھ رسید کیا۔ شاطر کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ سر چکرانے لگا۔ ایسے ہی وقت ثانی اس کے سر میں سمائی۔

وہ ایک آلۂ کار تھا۔ اس کے اندر کوئی بول رہا تھا۔ "گدھے! یہاں سے فوراً نکلو۔ سیکورٹی افسر کے پاس جاؤ۔ وہ پوری طرح تمہاری حفاظت کرے گا۔"

ثانی نے اس آلۂ کار کے دماغ میں توانائی پیدا کی تاکہ اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کو اس کی کمزوری معلوم نہ ہو۔ وہ وہاں سے دوڑتا ہوا سیکورٹی گارڈز کے روم میں چلا گیا۔ اجنبی نے کہا "تم یہاں آرام سے بیٹھو۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ کس نے تمہارے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی؟"

جب پہلی بار ثانی آلۂ کار کے دماغ میں گئی تھی اور اس نے سانس روک لی تھی تب سے وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا تشویش میں مبتلا ہو گیا کہ اس قمار خانے میں کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا کیسے پہنچ گیا ہے؟ اور کس مقصد کے لیے پہنچا ہوا ہے؟

ادھر آلۂ کار کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنے دماغ میں آنے والے شخص کو نہیں جانتا ہے وہ آلۂ کار ایک بہت بڑا سرکاری افسر تھا۔ لبنان کے جنوبی ساحل پر یہودیوں کی خاصی آبادی تھی۔ اکثر یہودی خاندان وہاں مسلسل جنگ جاری رہنے کے باعث پریشان ہو گئے تھے اور اسرائیل میں آکر پناہ لے چکے تھے۔

اب اسرائیلی حکومت انہیں وہاں واپس بھیج رہی تھی' وہ آلۂ کار اس شعبے کا سب سے بڑا سرکاری افسر تھا جہاں لبنان جانے والے یہودیوں کی فہرست تھی' ان کی منتقلی کے کاغذات وہیں تیار کیے جاتے تھے۔ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا بھی اسرائیل کی سرحد پار کر کے لبنان جانا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے اعلیٰ افسر کو اپنا آلۂ کار بنا لیا تھا۔

اجنبی نے افسر کے دماغ میں آکر کہا تھا "میں چاہوں تو تم سے زبردستی اپنا کام نکال سکتا۔ ہوں تم انکار کرو گے تو تمہارے بیوی بچوں کو قتل کر سکتا ہوں۔ تمہیں سمندر میں لے جا کر ڈبو سکتا ہوں لیکن میں ظالم نہیں ہوں۔ تم سے دوستی رکھنا چاہتا ہوں۔ تمہیں دولت مند بنانا اور زیادہ سے زیادہ فائدے پہنچانا چاہتا ہوں۔"

افسر نے پوچھا "تم چاہتے کیا ہو؟"

"میں تو جو چاہتا ہوں وہ ہو جاتا ہے۔ میں تمہیں دماغی طور پر غائب کر کے اپنے منتقلی کے کاغذات بنوا کر لبنان جا سکتا ہوں۔ میرے لیے تمہاری یا کسی کی مدد ضروری نہیں۔"

"ایسا نہ کہو' مدد ضروری نہ ہوتی تو تم میرے پاس نہ آتے۔"

"ایک طرح سے یہ بھی درست ہے۔ مجھے اپنے لیے نہیں۔ دوسروں کے لیے تمہارا تعاون چاہیے۔ میرے دو جاسوس یہاں سے اپنے ملک واپس جائیں گے اور وہاں سے ہمارے تین جاسوس آئیں گے یوں آنے جانے کا سلسلہ لگا رہے گا اور تمہیں اسرائیلی کرنسی میں لاکھوں شیکل ملتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھ سے ملاقات کرو اور کچھ رقم پیشگی ادا کرو۔"

"مجھ سے ملاقات کرنا ضروری نہیں ہے ابھی نرپڈ اور کامرس بینک جاؤ۔ کاؤنٹر کے پاس ایک شخص بلیو سوٹ اور بلیک ٹائی میں ہو گا۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ایک چیک ہو گا۔ تم اس کے پاس جا کر خاموشی سے کچھ کہے بغیر وہ چیک اس کے ہاتھ سے لے لینا۔ جتنی جلدی ہو سکے اسے کیش کرا کے وہاں سے چلے آنا۔"

افسر نے کہا "میں سوسائٹی میں بہت معروف ہوں۔ وہ شخص مجھے پہچانتا ہو گا۔"

"میں اسے غائب دماغ رکھوں گا' تب وہ تمہیں نہیں پہچانے گا۔"

"لیکن وہاں کئی جان پہچان والے مجھے بینک سے رقم لے جاتے ہوئے دیکھیں گے۔ وہ رقم کتنی ہو گی؟"

"تم بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"وطن سے غداری ہزاروں میں نہیں لاکھوں شیکل میں ہو گی۔ میں تمہارے ایک آدمی کو تڑی پار کرانے کے لیے دو لاکھ شیکل لوں گا۔"

"تمہیں دو لاکھ مل جائیں گے۔ اگر یہ شبہ ہے کہ اتنی بڑی رقم کیش کراتے وقت کاؤنٹر گرل کی نظروں میں آؤ گے تو خود نہ جاؤ۔ پنے بھروسے کے آدمی کو بھیج دو۔"

اس افسر نے اپنی بیوی کو بھیجا۔ وہ اپنے شوہر کی ہدایت کے طابق بینک کے کاؤنٹر کے پاس آئی' ایک شخص بلیو سوٹ اور بلیک ئی میں نظر آیا۔ اس نے بائیں ہاتھ میں ایک چیک پکڑا ہوا تھا۔ اتون نے خاموشی سے وہ چیک اس کے ہاتھ سے لیا۔ وہ شخص بے ان مجسمہ کی طرح کھڑا رہا۔ اس نے فوراً ہی وہ چیک کاؤنٹر پر دیا۔ ں منٹ کے اندر اسے دو لاکھ شیکل مل گئے۔ وہ انہیں بریف کیس ں رکھ کر بینک سے چلی آئی۔

دوسرے دن اُس افسر نے اس اجنبی کے دو جاسوس جعلی اغذات کے ذریعے لبنان پہنچا دیے۔ پھر اجنبی سے کہا "میری بیوی بشہ بینک جا کر رقم نہیں لائے گی۔ کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرو۔"

وہ بولا "تمہاری سوچ بتا رہی ہے تمہیں جوا کھیلنے کا بہت شوق ہے۔ تم کیسینو جاؤ۔ میں تمہیں پانچ لاکھ سے دس لاکھ شیکل جیتنے کا انتظام دوں گا لیکن اس سے پہلے میرے جعلی کاغذات تیار کرو' میں ل یہاں سے لبنان چلا جاؤں گا۔"

"کیا تمہارے جانے کے بعد میری آمدنی کا ذریعہ ختم ہو جائے ا؟"

"میں دنیا کے کسی ملک میں بھی رہ کر تمہارے دماغ میں آسکتا ں۔ میں اپنے خاص لوگوں کو اسرائیل پہنچانے اور وہاں سے لی بلانے کے سلسلے میں تم سے کام لیتا رہوں گا۔ کام نہ ہونے کی ورت میں تمہیں ماہانہ پچاس ہزار شیکل ملتے رہا کریں گے۔"

یہ معاملہ طے ہونے کے بعد کیسینو میں کھیلنے آیا تھا۔ تقریباً ن لاکھ شیکل جیت چکا تھا' اگر وہاں ہنگامہ شروع نہ ہوتا تو اور دو ار گھنٹوں میں چھ سات لاکھ جیت چکا ہوتا۔ اس کے مقابل کھیلنے الوں کو اس پر شبہ ہو گیا تھا۔ وہ ان سے جان بچانے کے لیے یکورٹی گارڈز کے روم میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ علی کا ایک ہاتھ کھانے کے بعد پہلے تو چکرا کر رہ گیا تھا۔ عارضی طور پر دماغی توانائی میں فرق آگیا تھا۔ اب وہ نارمل تھا۔

اجنبی نے اس کے پاس آکر کہا "میں کیسینو میں اچھی طرح تلاش کر چکا ہوں۔ یہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نظر نہیں آرہا ہے۔"

"شاید یہاں ایسا کوئی نہیں ہو گا۔ ہوتا تو نظروں میں آجاتا۔"

"پھر وہ کون تھا جو تمہارے اندر آنا چاہتا تھا اور تم نے سانس روک لی تھی۔"

"ہو سکتا ہے ان جواریوں سے لڑنے کے دوران گھبراہٹ یا پریشانی میں سانس رک گئی ہو۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ یہ تین لاکھ شیکل لے کر گھر جاؤ۔ وہاں اور تین لاکھ پہنچ جائیں گے۔ کل میری روانگی کے وقت بحری جہاز میں ضرور موجود رہنا۔ جعلی کاغذات میں کوئی بات شبہ پیدا کرے گی تو اسے تم ہی دور کر سکو گے۔"

ثانی خاموشی سے افسر کے دماغ میں رہ کر یہ معلومات حاصل کر رہی تھی پھر اس نے علی کو یہ سب کچھ بتایا' وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کہنے لگا "یہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟"

ثانی نے کہا "دو باتیں ہو سکتی ہیں۔ یہودی خیال خوانی کرنے والوں میں سے کوئی اس ملک سے بھاگ رہا ہے۔ یا پھر کسی ملک سے تعلق رکھنے والا یہاں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کچھ کرنے آیا ہو گا' اب ناکام یا کامیاب ہو کر واپس جا رہا ہے۔"

وہ بولا "ثانی' اس ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ایلیا کوہا میں ہے۔ ہیری ہوگن کو لمبوڈا نے اسیر کر لیا ہے۔ جے مورگن پورے فارم میں ہے اور گولڈن برنیز کے لیے کام کر رہا ہے۔ جنرل پارکن کے متعلق بھی رپورٹ ہے کہ اس کا برین واش کرنے کے بعد وہ قابلِ اعتماد ہو گیا ہے اور اس سے معمولی نوعیت کے کام لیے جا رہے ہیں۔"

"تو پھر جنرل پارکن مشکوک ہے۔ برین واش ہونے کے بعد کسی دشمن کو اتنا موقع مل گیا ہو گا کہ وہ اسے ٹریپ کر سکے اور اب وہ اس دشمن کے اشاروں پر یہ ملک چھوڑ رہا ہو گا۔"

"تمہارے دو ماتحت خیال خوانی کرنے والے مونارو اور ٹالبوٹ اس ملک میں موجود ہیں۔ کہیں وہ کسی کے غلام نہ بن گئے ہوں۔ انہیں فوراً چیک کرو۔"

ثانی نے دونوں سے باری باری رابطہ قائم کیا۔ وہ کسی کے زیرِ اثر نہیں تھے۔ بالکل خیریت سے تھے اور کوئی ایسا ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے علم میں نہیں تھا جو اسرائیل میں موجود ہو اور کل یہاں کی سرحد پار کرنے والا ہو۔

علی نے کہا "اب تو یہ کل ہی معلوم ہو گا کہ وہ ذاتِ شریف کون ہیں۔"

وہ ائرپورٹ آئے۔ لمبوڈا نے ثانی کے پاس آکر بتایا کہ قل

ایب کے ائرپورٹ میں ایک میاں بیوی اس کے استقبال کے لیے آئیں گے۔ وہ ان کے گھر جائے گی اور ان کی ایک جوان بیٹی کا چہرہ اپنائے گی۔ علی نے فون کے ذریعے جے مورگن کو مخاطب کیا۔ پھر کہا "میں طیارے میں سوار ہونے جا رہا ہوں۔ میرے پاس رہو۔ تم سے ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

وہ ریسیور رکھ کر ٹائی کے ساتھ رن وے کی طرف جانے لگا۔

جے مورگن نے آگر کوڈورڈز ادا کیے۔ علی نے کہا "ایک تشویشناک مسئلہ ہے۔ میں جو کہنے جا رہا ہوں وہ بات کسی اور کو نہ معلوم ہو۔ ہمارے ملک میں ایک خیال خوانی کرنے والا ہے۔ اس نے کل بحری راستے سے یہاں کی سرحد پار کرنے کے انتظامات کر لیے ہیں۔"

"سر! یہ کون ہو سکتا ہے؟"

"وہ کوئی ہمارا دوست بھی ہو سکتا ہے اور دشمن خیال خوانی کرنے والا بھی۔ ویسے میں جنرل پارکن پر شبہ کر رہا ہوں۔ اگر میرے اور تمہارے سوا کسی تیسرے کو یہ بات معلوم نہ ہوئی تب اسے آسانی سے گرفتار کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے سر! لبنان جانے والا بحری جہاز گیارہ بجے روانہ ہو گا۔ میں آپ سے دس بجے رابطہ کروں گا۔"

جی مورگن چلا گیا۔ ٹائی اور علی طیارے میں بیٹھے تل ابیب کی طرف پرواز کر رہے تھے۔ یہ ایسے راستے پر جا رہے تھے اور ایسی حکمتِ عملی اختیار کر رہے تھے جو میں نے اور سونیا نے بھی کبھی اختیار نہیں کی تھی۔ ہم اپنی بقا اور اپنے مفاد کے لیے دشمنوں سے جنگ کرتے آئے تھے۔ ہمارے برعکس سونیا ٹائی اور علی دشمنوں کے حق میں ان کی بقا کے لیے مصروف ہو گئے تھے۔ ٹائی لیبوڈا کو فائدے پہنچا رہی تھی۔ علی، الپا اور جنرل پارکن کو دشمنوں کی قید میں جانے سے بچا کر گولڈن برینز کو فائدے پہنچا رہا تھا اور یوں یہ دونوں ان کی جڑوں میں گھس گئے تھے۔

ایک بار سلمان نے بھی اسی طرح جڑوں میں گھس کر سپر ماسٹر کا عہدہ حاصل کر لیا تھا۔ علی سب سے زبردست گولڈن برین بن چکا تھا۔ اب پتا نہیں ٹائی سپر ماسٹر سے اور کیا کچھ بننے والی تھی۔

○☆○

مرینا اس چرچ پر قبضہ جمانے کے بعد بہت مصروف ہو گئی تھی۔ پہلے اس چرچ میں ایک فراڈ پادری آندریو تھا۔ اس کے ساتھ دس راہب اور چھ راہبائیں تھیں اور یہ سب کے سب روسی جاسوس تھے۔ مرینا نے ان سب کو اپنا تابعدار بنا کر انہیں ایک خفیہ اڈے میں رہائش کی اجازت دی تھی۔ چرچ کو ان کے وجود سے پاک کر کے فرغانہ سے ایک صحیح پادری اور چند عبادت گزار راہب اور راہباؤں کو بلا کر وہ چرچ ان کے حوالے کیا تھا۔ اپنے لیے چرچ کے پیچھے ایک کمرا مخصوص کر لیا تھا۔

مرینا نے طرزِ زندگی بدل لیا تھا۔ رنگین بلاؤز، پٹی کوٹ، شرٹ چھوڑ کر راہبہ کا سفید لباس پہن لیا تھا۔ حسین چہرے پر سنجیدگی اور بردباری دیکھ کر لوگ متاثر ہوتے تھے۔ نیا پادری فادر جوزف بھی متاثر ہوا تھا۔

اس نے پہلے ہی دن کہا تھا۔ "بیٹی! تم ابھی کم سن لگتی ہو لیکن تمہارے اندر بزرگوں جیسی سنجیدگی اور اپنے دین کی لگن محبت ہے۔ یہاں مسلمانوں کی کثیر تعداد کے بعد کیونسٹ زیادہ نظر آتے ہیں۔ عیسائی کم نظر آتے ہیں۔ ہماری کوشش ہو گی کہ اس چرچ میں عبادت کرنے والے زیادہ تعداد میں آئیں۔"

اس نے کہا "فادر! ہماری یہی کوشش ہو گی کہ یہاں عیسائیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے۔ اس مقصد کے لیے میں ایک تبلیغی جماعت بنا کر تاشقند جا رہی ہوں۔"

"بیٹی! وہاں ہماری ایک بہت بڑی تبلیغی جماعت ہے، تم اس میں شامل ہو جاؤ۔"

"فادر! میری جماعت ان سے مختلف ہو گی۔ میں اپنے دین کی تبلیغ کی خاطر سیاسی چالیں چلوں گی۔ شرافت کا جواب شرافت سے اور مکاری کا جواب مکاری سے دوں گی۔"

"تمہاری اس بات سے یاد آیا ازبکستان کے ہر بڑے شہر میں ایک نئی تنظیم قائم ہوئی ہے۔ اس تنظیم کا نام متحدہ مذہبی فرنٹ ہے۔ وہ ایک نئے مذہب "دینِ انساں" کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ سنا ہے وہ بیماروں کو شفا دیتے ہیں۔ اور لوگوں کو مختلف پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات دلاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے وہ مذہبی فرنٹ والے جادو جانتے ہیں۔"

"فادر! آپ کو جادو کا خیال کیوں آیا؟ وہ ایسا کیا حیرت انگیز کارنامہ دکھاتے ہیں؟"

"بخارا کے دو بڑے ڈاکٹروں نے ایک شخص کا طبی معائنہ کر کے رپورٹ دی تھی کہ اسے کینسر ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ چھ ماہ جی سکے گا۔ "دینِ انساں" کے ایک عالم نے اس پر صبح سے شام تک روحانی عمل کیا پھر کہا، جاؤ اور ڈاکٹروں سے کہو تمہیں کینسر نہیں ہے۔ وہ طبی معائنہ کر کے تصدیق کر سکتے ہیں۔"

مرینا نے کہا "انہوں نے طبی معائنہ کیا ہو گا اور یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا ہو گا کہ کینسر کا مرض ختم ہو چکا ہے۔"

"ہاں، ایک اور شخص بہت زیادہ خوفزدہ تھا۔ ایک دشمن اسے قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مذہبی فرنٹ میں جا کر پناہ لی۔ اس دین کے ایک پادری نے روحانی عمل سے اس دشمن کو بلایا۔ دشمن آتے ہی قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا۔ پھر اس نے قسم کھائی کہ کبھی کسی کو قتل کی دھمکی نہیں دیا کرے گا۔"

مرینا نے ہنستے ہوئے کہا "میں بھی ایسے ہی کمالات دکھا کر لوگوں کو اپنے دین کی طرف مائل کرنا چاہتی تھی لیکن یہ "دینِ انساں" والے مجھ سے پہلے ہی ایسی چالیں چلنے لگے ہیں۔ میں تاشقند پہنچ کر ان سے نمٹ لوں گی۔"

فادر نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا تم ان کی طرح کمالات یا کرامات دکھا سکتی ہو؟"

"میں بہت کچھ کر سکتی ہوں۔ کیا آپ "دینِ انساں" کے کسی بھی پیشوا یا ان کے کسی اہم آدمی کا نام اور فون نمبر وغیرہ جانتے ہیں؟"

فادر جوزف نے اپنی فائل میں سے ایک کتابچہ نکال کر دیتے ہوئے کہا یہ "دینِ انساں" کا ایک تبلیغی کتابچہ ہے۔ اس میں تبلیغات کے علاوہ تنظیم کے اہم افراد کے نام پتے اور فون نمبرز وغیرہ درج ہیں۔"

مرینا نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ فادر سے رخصت ہو کر فراڈ پادری آندریو کے پاس آئی پھر بولی "سامان سفر باندھو اور تبلیغی جماعت پر تاشقند چلو۔ باقی باتیں راستے میں ہوں گی۔"

آندریو، دس فراڈ راہب اور چھ راہباؤں کے ساتھ چلنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ مرینا سمجھ گئی کہ متحدہ مذہبی فرنٹ میں کوئی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے دو بڑے ڈاکٹروں کے دماغوں میں گھس کر صحت مند شخص کے لیے کینسر کی میڈیکل رپورٹ لکھوائی ہو گی۔ پھر اس شخص پر جھوٹ موٹ کا روحانی عمل کر کے اسے پھر طبی معائنہ کے لیے بھیجا ہو گا۔ دوسری بار ان ڈاکٹروں کو آلۂ کار نہیں بنایا گیا ہو گا اور انہوں نے ہوش و حواس میں وہ کرنی میڈیکل رپورٹ لکھی ہو گی کہ واقعی کینسر کا مرض حیرت انگیز طور پر ختم ہو چکا ہے۔

اسی طرح وہ دشمن جو کسی کو قتل کرنا چاہتا تھا وہ بھی ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر معافی مانگنے اور توبہ کرنے پر مجبور ہو گیا ہو گا۔ مرینا نے تاشقند پہنچ کر ایک بہت بڑی عمارت کا ایک پورا فلور کرائے پر حاصل کیا۔ آندریو اور اس کے تمام راہب اور راہباؤں کو حکم دیا کہ اس فلور میں مکمل مذہبی ماحول قائم کریں۔ اگر وہاں کسی نے شراب پی اور کوئی گناہ کیا تو وہ اسے تڑپا تڑپا کر مار ڈالے گی۔

وہ لوگ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ملنے والی اذیتیں برداشت کر چکے تھے، اب ان اذیتوں کے تصور سے ہی کانپ جاتے تھے۔ پھر یہ کہ مرینا اس عرصے میں ان سب کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنا چکی تھی۔ اس لیے وہ نیک راہب اور راہباؤں جیسی زندگی گزارنے والے تھے۔

مرینا نے وہاں تمام انتظامات مکمل کرنے کے بعد اپنے لیے ہوٹل چار سُو میں ایک کمرا لیا۔ پھر وہاں آرام سے بیٹھ کر کتابچے کو دیکھا۔ اس میں ہر شہر کے یہودی ربّی، عیسائی پادری اور مسلمان علماء کے نام پتے اور فون نمبرز تھے۔ ان یہودی، عیسائی اور مسلمانوں کے پیشواؤں نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ نیا "دینِ انساں" تمام مذاہب کو ایک پلیٹ فارم پر لاتا ہے اور دنیا سے تمام مذہبی منافرتوں کو ختم کرتا ہے۔

مرینا نے ایک یہودی ربّی کے نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جاں باز کا سفر

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں..... جب خون جگر برفاب ہوا

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلہ وار شائع ہونے والی مقبول کہانی
علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کتابی شکل میں چار حصے شائع ہو گئے ہیں

قیمت فی حصہ =/۴۰ روپے ..... ڈاک خرچ ۱۶ روپے
چاروں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۔ کراچی نمبر ۷۴۲۰۰

ہونے پر پوچھا۔ "کیا میں محترم ربی سے مخاطب ہوں؟"

"ہاں خاتون! میں ربی ہوں۔"

"محترم میں خاتون نہیں' ایک دوشیزہ ہوں۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے۔ آپ نے مجھے خاتون کہہ کر میرا دل توڑ دیا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہاری آواز سے غلط اندازہ لگایا۔ ویسے تم کون ہو؟ اور کیا چاہتی ہو؟"

"میں نے آپ لوگوں کا کتابچہ پڑھا ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ آپ لوگ روحانی عمل کے ذریعے معجزے دکھاتے ہیں۔ کینسر جیسے ناقابلِ علاج مرض کو ختم کر کے مریض کو نئی زندگی دیتے ہیں اور دشمنوں کو اپنے قدموں میں گڑگڑانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

"ہاں' ہم برائیوں اور بیماریوں کو ختم کر دیتے ہیں۔ تمہارا کیا مسئلہ ہے؟"

"میں تمہارے جیسی برائیاں ختم کرتی ہوں۔ اگر روکنا چاہو تو اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے پاس بھیج دو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر اس ربی کے اندر پہنچ گئی۔ پتا چلا وہ ربی کا ایک شاگرد ہے۔ اصل ربی پادری اور علماء نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ وہ روپوش نہیں ہوئے تھے لیکن کسی سے رابطہ نہیں رکھتے تھے۔ مرینا نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "تنظیم کے ان اکابرین نے گوشہ نشینی کیوں اختیار کی ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا "اچانک ہی کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی۔ سب پریشان ہو گئے تھے۔ پھر سب ہی نے فیصلہ کیا کہ وہ اکابرین فی الحال کسی سے بات نہیں کریں گے۔ تنظیم کے دوسرے افراد عوام سے رابطہ رکھیں گے۔"

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ ربی اس رہائش گاہ میں موجود ہے مرینا اسے وہاں سے اٹھا کر چلاتی ہوئی ربی کے کمرے میں لے گئی۔ ربی نے کہا "ادھر میرے فون کی گھنٹی بجی تھی۔ میں باتھ روم میں تھا۔ کیا تم نے اٹینڈ کیا تھا؟"

وہ اس کے سوال کا جواب دینے لگا۔ مرینا نے ربی کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے بولا۔ "فرہاد آ رہا ہے۔ وہ تمہارے اندر ہے۔ میرے اندر آنا چاہتا ہے۔ جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ میں اندر سے دروازہ بند کروں گا۔"

اس نے اپنے شاگرد کو دروازے کی طرف دھکا دیا۔ مرینا نے اس شاگرد پر پوری طرح قبضہ جما لیا تھا۔ وہ اچھل کر ایک طرف گیا۔ سینٹر ٹیبل پر ایک ٹرے میں بہت سے پھل رکھے ہوئے تھے۔ پھل کاٹنے والا چاقو بھی تھا۔ اس نے لپک کر چاقو اٹھایا پھر ربی کے سنبھلنے سے پہلے حملہ کر دیا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ جان سے مار ڈالنے کا ارادہ ہرگز نہ تھا۔ اس لیے وہ صرف زخمی ہوا۔ مرینا اس کے اندر پہنچ گئی۔

اس نے سب سے پہلے یہ سوال کیا "اس تنظیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا "تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا روکی ہڈسن سانپ کے ڈسنے سے مر گیا ہے۔ باقی دو خیال خوانی کرنے والے باربرا انکسن اور جیری ہاک روپوش ہو گئے ہیں۔"

وہ بولی "ابھی تم کہہ رہے تھے کہ فرہاد تمہارے اندر آنا چاہتا ہے۔ کیا وہ تم لوگوں کو جانتا ہے؟"

"ہاں جانتا ہے۔ شاید نہ جانتا لیکن ہمارے خیال خوانی کرنے والے روکی کی شامت آ گئی تھی' وہ فرہاد کو ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنانا چاہتا تھا مگر خود اس کے دام میں آ گیا۔ فرہاد کو اس کے ذریعے ہماری تنظیم کا کچا چٹھا معلوم ہو گیا۔ شاید اسی نے روکی کو سانپ کے ذریعے ہلاک کیا ہے۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر ناگواری سے سوچنے لگی۔ "ہا' مصیبت ہے۔ فرہاد ان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ مجھ سے پہلے ہی ان کے اندر پہنچا ہوا ہے۔"

وہ مجھے منہ کے سامنے بڑی محبت سے پاپا کہتی تھی مگر مجھ سے دور ہوتے ہی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد کہا کرتی تھی۔ ایسے وقت اس کے دل میں ایک ذرا محبت اور مروت نہیں ہوتی تھی۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ جس طرح وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کرامات دکھا کر لوگوں کو عیسائیت کی طرف مائل کرنا چاہتی تھی۔ اسی طرح "دینِ انساں" والے کرامات دکھا رہے تھے۔ وہ اپنی حکمت عملی سے اس نئی مذہبی تنظیم کو مٹا سکتی تھی مگر یہ کام میں کر رہا تھا۔ اسے میری مداخلت پسند نہیں تھی کیونکہ باربرا اور جیری کو ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنانا چاہتی تھی اور ایسا میری موجودگی میں ممکن نہیں تھا۔

میں نے اس سے کہا تھا کہ افغانستان جا رہا ہوں لیکن پلٹ کر تاشقند آ گیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی لیکن جب یہ سنا کہ روکی یہاں مجھے ٹریپ کرنا چاہتا تھا مگر میرے ہاتھوں ہلاک ہو گیا ہے تو تشویش اور بڑھ گئی کہ میں اسی شہر میں اس کے قریب ہوں' اب اس کی چالاک فطرت سمجھ رہی تھی کہ اسے بیٹی بن کر میری پدرانہ محبت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اس نے خوب سوچنے سمجھنے کے بعد مجھے مخاطب کیا۔ "پاپا! میں آپ کی بیٹی مرینا ہوں۔"

"ہاں بولو۔ کیسے یاد کیا؟"

"میں آپ سے اگر کچھ مانگوں گی تو کیا آپ دے دیں گے؟"

"دینے کی کوئی چیز ہو گی تو ضرور دوں گا۔ جو چاہتی ہو اسے پہلے بنا کر نہ مانگو۔"

"یہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' ایک باربرا اور دوسرا جیری' میں ان دونوں کو اپنا تابعدار بنانا چاہتی ہوں۔"

"کیا تم ان کے دماغوں میں جا سکتی ہو۔"

"میں نے ان کی آواز اور لہجہ نہیں سنا ہے۔ کیا آپ سنا سکتے

ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے کہ نہیں سنا سکوں گا۔ وہ دونوں شاید مر چکے ہیں یا پھر ان دونوں پر کچھ ایسا تنویمی عمل کیا گیا ہے کہ جس کے نتیجے میں ان کے دماغ سے ان کی اپنی آوازیں اور لہجے مٹ گئے ہیں۔ ساری خیال خوانی کی لہریں ان لوگوں کے مطابق جاتی ہیں اور واپس آ جاتی ہیں۔ یہی سمجھ میں آتا ہے کہ سوچ کی لہروں کو دماغ نہیں مل پاتا ہے۔ اس لیے وہ مر چکے ہیں؟"

"میں سمجھ گئی' انہوں نے آپ سے چھپنے کے لیے خود کو مردہ بنا لیا ہے۔ اچھا میں جا رہی ہوں۔"

"ٹھہرو۔ مجھے یہ بتاؤ' تم دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو تابعدار کیوں بنانا چاہتی ہو؟"

"وہ لوگ نیا دین پھیلانے کے بہانے فراڈ کر رہے ہیں' میں ان کو ختم کرنا چاہتی ہوں آخر وہ فراڈ کیا ہے۔"

"فراڈ یہی ہے کہ دینِ اسلام کو کمزور کرنے کے لیے یہ نیا دین بنایا گیا ہے۔ ازبکستان کے باشندے طلوعِ اسلام سے اب تک مسلمان رہے ہیں۔ ادھر تقریباً ستر برسوں سے روس نے دوسرے مذاہب کے ساتھ اسلام کو بھی اس ملک سے ختم کرنے کی کوشش کی مگر ختم نہ کر سکے لیکن اسلامی تعلیمات ختم کر دیں جو اب دوبارہ رائج ہو چکی ہیں۔ ایسی صورت میں ابھی مسلمانوں کو بہکانے کے مواقع ہیں۔ اس لیے بہکانے کی خاطر یہ نیا دین لایا گیا ہے۔"

"پھر تو میں اس فراڈ دین والوں کو جہنم میں پہنچا دوں گی۔"

"تمہیں اسلام سے کیا دلچسپی ہے؟"

"میں جلد ہی پارس کی موجودگی میں اسلام قبول کرنے والی ہوں۔"

"تم کبھی مسلمان نہیں بن سکو گی۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"جن دنوں میں تمہارے دماغ میں آیا کرتا تھا ان دنوں تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم ہو گیا تھا کہ تم کٹر عیسائی ہو۔ اپنی آستھا کو ہو سکتی ہو مگر اپنا دین نہیں چھوڑ سکتیں۔"

"وہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے۔ اب میرا فیصلہ بدل گیا ہے۔"

"کیا یقین کرنے کے لیے مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گی؟"

"اُں؟ نہ نہیں۔ پلیز آپ نہ آئیں۔ میں سانس روک لوں گی۔ آپ اس بحث کو جانے دیں' میں عیسائی رہوں گی۔"

"تو پھر یہاں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے کام کرتی رہو گی۔ ایسی صورت میں میں نہیں چاہوں گا کہ تم کسی خیال خوانی کرنے والے کو اپنا تابعدار بناؤ اور یہاں کے مسلمانوں کے خلاف اپنی طاقت استعمال کرو۔"

"میں آپ کو پاپا کہتی ہوں اور آپ مخالفانہ انداز میں گفتگو کر رہے ہیں۔"

"میرا اپنا بیٹا بھی اسلام کے خلاف محاذ بنا کر مجھے پیار سے پاپا کہے گا تو میں اس کی بھی مخالفت کروں گا۔"

"اچھی بات ہے پاپا! میں مایوس ہو کر جا رہی ہوں۔"

"جاؤ بیٹی! جہاں رہو' خوش رہو' شاد و آباد رہو۔ دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو۔"

وہ میرے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اسے مجھ پر غصہ آ رہا تھا۔ میں چپ چاپ اس کے اندر پہنچ گیا تھا اور اسے خبر نہیں تھی خوش فہمی تھی کہ آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد اس کے دماغ میں میری سوچ کی لہریں آنے میں ناکام رہتی ہیں۔

وہ سوچ رہی تھی' وہاں کے لوگ اگرچہ مسلمان ہیں مگر دین و ایمان کے مستحکم اصول کو نہیں جانتے ہیں ایسے میں عیسائیت کے اصول انہیں سمجھائے جائیں اور انہیں خیال خوانی کے ذریعے اپنی طرف مائل کیا جائے تو... خاطر خواہ کامیابی ہو گی لیکن اس مقصد کے لیے ایسا راستہ اختیار کرنا ہو گا جہاں فرہاد سے سامنا نہ ہو۔

وہ مجھے مصیبت اور مسئلہ سمجھ کر غور کر رہی تھی۔ میں نے سوچا جب یہ کسی نتیجے پر پہنچ کر عمل کرے گی تو میں اس کے پاس آ کر اس کی چالوں کو سمجھ لوں گا۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ پھر ایک گھنٹے بعد اس کے پاس آیا تو ایوان راسکا بول رہا تھا۔ "مرینا! جنرل پارکن کے پاس پہنچو۔ وہ اسرائیلی سرحد پار کر کے لبنان پہنچنے والا ہے۔"

ایوان راسکا نے جنرل پارکن کو پہلے اپنا معمول بنایا تھا پھر مرینا نے ایوان راسکا سے اسے اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ وہ جنرل پارکن کے پاس آئی۔ پھر بولی۔ "کیا تم پوری طرح مطمئن ہو کہ اسرائیلی سرحد پار کرتے وقت کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی؟"

"میں پوری طرح مطمئن ہوں مادام! اعلیٰ افسر نے جس نام سے میرے کاغذات تیار کیے ہیں' میں اسی میک اپ میں ہوں۔ اب بندرگاہ کی طرف جا رہا ہوں۔ اس اعلیٰ افسر کی موجودگی میں کوئی مجھ سے کسی قسم کا سوال نہیں کرے گا۔"

"مجھے اس افسر کے دماغ میں لے چلو۔"

وہ افسر کے دماغ میں آ کر بولا "میں اپنی رہائش گاہ سے چھپ کر نکل رہا ہوں۔ بحری جہاز تک بیس منٹ میں پہنچ جاؤں گا۔"

مرینا نے کہا "میں افسر کے خیالات پڑھتی رہوں گی۔ تم ہوشیاری سے آؤ اور تعاقب اور نگرانی کرنے والوں کا خاص خیال رکھو۔"

وہ چلا گیا۔ مرینا اپنے اطمینان کے لیے افسر کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا وہ پچھلی رات نئے یروشلم کے ایک قمار خانے میں تھا۔ پھر رات ہی کی فلائٹ سے تل ابیب آ گیا تھا۔ قمار خانہ میں چند جواریوں سے جھگڑا ہوا تھا اور اس سے قبل ایک بار سانس روک لی تھی۔

سانس روکنے والی بات نے مرینا کو تشویش میں مبتلا کیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تمہارے دماغ میں کوئی آیا تھا؟"

وہ بولا "میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ مار کھا کر گرتے وقت چند ساعتوں کے لیے ہوش و حواس معطل ہوگئے اور سانس رکی تھی۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ ایسا مار کھا کر بدحواسی میں ہوا اس دوران یا اس سے قبل کوئی دماغ میں آیا تھا۔"

"اس کے بعد کیا پھر تم نے سانس روکی تھی؟ یا پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا؟"

"نہیں میں نے کسی بھی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کیا اور نہ ہی کسی وقت سانس روکی ہے۔ اگر کوئی ناکام ہو کر جاتا تو پھر کامیاب ہونے کی کوشش میں دوبارہ آتا لیکن وہ پھر پلٹ کر نہ آیا۔"

مرینا نے جنرل پارکن کے پاس آکر پوچھا "کوئی تعاقب کر رہا ہے؟"

وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔ عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا "میں بہت محتاط ہوں۔ اپنے بنگلے سے دیکھتا آرہا ہوں۔ بنگلے کے آس پاس نہ کوئی نگرانی کرنے والا تھا اور نہ اب کوئی تعاقب کر رہا ہے۔"

وہ بندرگاہ کے پارکنگ ایریا میں کار سے اتر گیا' اپنی لے کر امیگریشن کاؤنٹر پر آیا۔ وہاں وہ اعلیٰ افسر موجود تھا۔ اس نے جنرل کے کاغذات لے کر کلرک سے کہا "یہ اوکے ہے۔ ان پر مہر لگا دو۔"

کاغذات پر سرحد پار کرنے کی مہر لگ گئی۔ افسر اس کے ساتھ چلتا ہوا۔ جہاز کی سیڑھیوں تک آیا۔ وہاں دو افسر اور مسلح فوجی جوان کھڑے ہوئے تھے۔ علی بھی موجود تھا۔ اس کا اشارہ پاتے ہی دو جوانوں نے جنرل پارکن کو جکڑ لیا۔ وہ بولا "یہ کیا حرکت ہے؟"

علی نے کہا "تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں کارمن ہیرالڈ ہوں' تمہارا گولڈن برین۔ تم سرحد پار نہ جاؤ۔ آہنی سلاخوں کے پار جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے سرنج کی سوئی اس کے بازو میں پیوست کر دی۔ جنرل پارکن دوسرے ہی لمحے میں بے ہوش ہو گیا۔ مرینا کو اس کے دماغ سے نکلنا پڑا۔ وہ اعلیٰ افسر کے پاس آئی۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگ چکی تھی۔ اس نے علی کے دماغ میں آنا چاہا وہاں جگہ نہ ملی' اس نے افسر سے پوچھا۔ "کیا یہی کارمن ہے؟ گولڈن برین ہے؟"

وہ بولا "میں نے اسے پہلی بار دیکھا ہے۔ یہ خود کو ابھی گولڈن برین کہہ رہا تھا۔"

مرینا نے کہا "اپنے آس پاس کے فوجی جوانوں اور افسروں کو کسی طرح بولنے پر مجبور کرو' میں ان میں سے کسی کے ذریعے گولڈن برین کو زخمی کروں گی۔ تمہیں اور جنرل کو رہائی دلاؤں گی۔ میرے لیے یہ گولڈن برین کے اندر پہنچنے کا بہترین موقع ہے۔"

اس افسر نے چیخ چیخ کر کہا "میں ایک ذمہ دار سرکاری افسر ہوں۔ تم مجھے ہتھکڑی پہنا کر غلطی کر رہے ہو۔ مجھ سے اس محاط میں بات کرو۔ بولو افسر تمہارا نام کیا ہے؟"

علی نے کہا "خواہ مخواہ ان کی زبان کھلوانے کی کوشش کر رہے ہو۔ ان میں سے کوئی افسر اور جوان اپنا نام نہیں بتا سکے گا۔ کیونکہ یہ سب گونگے ہیں۔"

"جھوٹ بولتے ہو۔ فوج میں کسی گونگے اور بہرے کو سپاہی نہیں بنایا جاتا۔"

"لیکن میں تمہاری ٹیلی پیتھی جاننے والی کے لیے انہیں گونگا بہرا لایا ہوں۔ یہاں کوئی چال کامیاب نہیں ہوگی۔ باقی دی وے تم کون ہو مادام؟ کیا اپنا تعارف کراؤ گی؟"

مرینا اپنی ناکامی کو سمجھ گئی تھی۔ افسر کے دماغ سے چلی گئی۔ اسی افسر کے اندر ثانی اور بے مورگن چھپے ہوئے تھے۔ مورگن نہیں جانتا تھا کہ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والی کوئی ثانی موجود ہے۔ البتہ ثانی اس کی موجودگی کے متعلق جانتی تھی۔ علی نے افسر کو دیکھتے ہوئے مورگن کو مخاطب کیا "مورگن! وہ محترمہ جو فونیوں کو بولنے پر مجبور کرنا چاہتی تھیں ابھی تک خاموش کیوں ہیں؟"

وہ بولا "شاید چلی گئی ہے۔ یا سوچ رہی ہے کہ اپنا جھوٹا تعارف کیسے کرائے؟"

"اسے سوچنے دو یا اگر چلی گئی ہے تو بڑا کرم کیا ہے۔ تم جنرل پارکن کو کوما پہنچانے تک اس کی سختی سے نگرانی کرتے رہو۔"

علی وہاں سے چلتا ہوا بندرگاہ کے پارکنگ ایریا میں آیا۔ ایک بہت ہی قیمتی کار اس کے سامنے آکر رک گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک نہایت ہی حسین و جمیل دوشیزہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ بدن پر قیمتی اور جاذب نظر لباس تھا۔ وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی اس کے سامنے آکر بولی۔ "اے مسٹر! تمہیں دکھائی نہیں دیتا' یہ راستہ ہے۔ اگر میں بریک نہ لگاتی تو کچل جاتے۔"

علی نے مسکراتے ہوئے کہا "تم تو مجھے کچلنے کے لیے ہی پیدا ہوئی ہو۔ کب تک بریک لگاتی رہو گی۔ مجھ پر چڑھتی چلی آؤ۔"

وہ ہنس کر بولی "تم ہامیلا سے شادی کرنے کے بعد بدمعاش ہو گئے ہو۔ پہلے ایسی باتیں نہیں کرتے تھے' یہ بتاؤ یہ نیا حسن کیا ہے؟ کیا میں حسین اور پرکشش لگ رہی ہوں؟"

"تم خواہ کتنی ہی حسین بن جاؤ۔ میری ثانی کے اصلی چہرے کے سامنے دنیا کی کوئی صورت نگاہوں میں نہیں سماتی۔"

"اے تم نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ کہو' کیا میرے میک اپ میں کوئی خامی رہ گئی ہے یا آواز اور لہجہ بدلنے میں ناکام رہی ہوں؟"

"تمہاری کوئی خامی یا ناکامی نہیں ہے۔ پرفیکٹ میک اپ ہے۔ یہ کیوں بھولتی ہو کہ ہم ہزار پردوں میں بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ تم نے مجھے پال ہیرلین کے روپ میں اور میں نے تمہیں الپا کے روپ میں پہچان لیا تھا۔ اگرچہ تم یادداشت کھو چکی

تھیں اس کے باوجود مجھے اپنا سمجھ رہی تھیں۔ ہم بصارت سے نہیں بصیرت سے ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میری گاڑی میں چلو گے یا اپنی گاڑی میں؟"

"میری گاڑی ملازم لے آئے گا۔ مجھے تمہاری جیسی حسینہ سے لفٹ لینا اچھا ہے۔"

وہ دونوں ہنستے ہوئے کار کی اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ ثانی نے اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "میرا موجودہ نام کم فی ہے۔ میں ایک ارب پتی یہودی پرائز ہولڈن کی بیٹی ہوں۔ لندن سے سینئر کیمبرج کا امتحان پاس کر کے آئی ہوں۔ ممی ڈیڈی نے کہا ہے کہ مجھے جلد ہی ایک لائف پارٹنر تلاش کر لینا چاہیے۔"

"یعنی تمہارے ممی ڈیڈی کو معلوم ہو چکا ہے کہ تم بالغ ہو چکی ہو؟"

"جی ہاں۔ معلوم ہو چکا ہے۔"

"کیسے معلوم ہو گیا؟ کیا تمہاری کوئی بالغانہ حرکت پکڑی گئی ہے۔"

"اے مسٹر زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کرو اور کام کی بات کرو۔ اس افسر کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی بول رہی تھی۔ تم کچھ اندازہ کر سکتے ہو وہ کون تھی؟"

"اندازہ ہی نہیں یقین ہے کہ وہ مرینا تھی۔ آج کل سپر ماسٹر کی ٹیم میں صرف تم ہی ایک خیال خوانی کرنے والی لڑکی ہو' باقی سب مرد ہیں۔ ماسک مین کے پاس صرف ایک ایوان راسکا ہے۔ اسرائیل میں ایک الپا ہے جو ابھی کوما میں ہے۔ شپا اور جورا جوری جیسی پرانی خیال خوانی کرنے والیاں نابود ہو چکی ہیں۔ صرف ایک مرینا رہ گئی ہے۔ وہی ایسی حرکتیں کر رہی ہے۔"

"بہت عرصہ پہلے میں نے سنا تھا کہ مرینا کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم بنانے کا خبط ہے۔ آج وہ جنرل پارکن کو یہاں سے لے جانا چاہتی تھی۔ اس کا مطلب ہے' وہ پرانا خبط ابھی تک اس کے دماغ میں ہے۔"

"تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں وہی ایک ایسی عورت ہے جو یہ علم حاصل کرنے کے بعد بھی آج تک بھٹک رہی ہے۔ نہ زندگی گزارنے کے لیے ٹھوس اصول بناتی ہے' نہ کسی پر اعتماد کرتی ہے۔ نہ اس کا کوئی گھر ہے اور نہ ہی کوئی محفوظ پناہ گاہ ہے۔ کسی مصیبت کی گھڑی میں کوئی اس کی پشت پناہی کرنے والا نہیں ہے۔ وہ ایک دن بہت پچھتائے گی۔"

ٹیلی پیتھی سیکھ لینے کے بعد پتا نہیں لوگوں کو کیا ہو جاتا ہے۔ وہ پھر زمین پر پاؤں ہی نہیں رکھتے۔ آسمانوں پر اڑنے لگتے ہیں۔ ثانی نے کہا "خدا کا شکر ہے۔ صرف ہمارے خاندان کی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والی خواتین ہمیشہ سے محفوظ رہی ہیں اور خدا نے چاہا تو ہمیشہ عزت و آبرو سے زندگی گزارتی رہیں گی۔"

علی کچھ کہنا چاہتا تھا۔ ثانی نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ کیونکہ لمبوڈا اس کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کر رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "ہائی ڈارلنگ بے بی! وہ کم بخت ہیری ہوگن تو فضول سا گوئی ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے مگر ہمارے کام نہیں آئے گا۔"

"وہ اس قدر ناکارہ کیوں ہے انکل؟"

"وہ کم بخت بہت زیادہ شراب پیتا ہے۔ ہم اُس سے یہ لعنت نہیں چھڑا سکیں گے۔ یہ ڈاکٹروں کی متفقہ رائے ہے کہ اس کے جسم میں شراب تھوڑی بہت پہنچتی رہے۔ اسے پینے سے روکا جائے گا تو وہ وقت سے پہلے مر جائے گا۔"

وہ ایک جگہ گاڑی روک کر بولی "انکل! ایسا شخص نقصان زیادہ پہنچائے گا۔ دشمن اس کے دماغ میں چھپ کر ہماری مصروفیات معلوم کرتے رہیں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے ایک ناکارہ شخص کو آپ کے حوالے کیا ہے۔"

"بیٹی ایسا نہ کہو۔ تم تو زبردست کام دکھا رہی ہو۔ ہمارے مقدر میں ہی خرابی ہے۔ اس لیے الپا بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔"

"کام اگر بنتے ہیں تو بگڑتے بھی ہیں۔ آپ الپا کی خبر لیتے رہیں۔ ہو سکتا ہے وہ پھر ہمارے قبضہ میں آجائے۔"

"میں کئی بار جا چکا ہوں۔ وہ کوما میں ہے۔ ٹھیک ہے پھر جا کر دیکھتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ ثانی نے ایک گہری سانس لے کر علی کو دیکھا پھر مسکرائی۔ علی نے پوچھا "مسکرا رہی ہو۔ کیا کوئی لطیفہ سنا گیا ہے؟"

"یہ لطیفہ ہی تو ہے۔ جان لمبوڈا اس ہیری ہوگن کو پا کر بہت خوش ہوا تھا اب اتنا ہی تلملا رہا ہے۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔

○☆○

ملخ کے قلعے ساسان کا انچارج اور اعلیٰ افسر ایڈی پاویل' پارس کا احسان مند تھا کیونکہ اس نے قلعہ فتح کرنے کے بعد پھر اسے اُس کے حوالے کر دیا تھا۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ پارس حزب مومن کے اکابرین کے فیصلوں سے مایوس ہو کر آیا ہے اور تنہا رہ گیا ہے تو ایڈی پاویل نے کہا "مسٹر پارس! آپ تنہا نہیں ہیں۔ یہ قلعہ آپ ہی کا ہے۔ ہمیں حکم دیں' ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"آپ میرے ازبکستان جانے کی انتظامات کر دیں۔ میں یہاں سے صبح روانہ ہونا چاہتا ہوں۔"

"آپ وہاں رہائش کے لئے کون سا طریقہ اختیار کریں گے قانونی یا غیر قانونی؟"

"قانونی طریقہ۔ حکومتِ فرانس کو اطلاع دے دی گئی ہے کل صبح میرے قانونی کاغذات تیار ہو کر سرقند میں فرانسیسی سفیر کے پاس فیکس کے ذریعے پہنچ جائیں گے۔ آپ ہیلی کاپٹر کا انتظام کریں اور مجھے سرقند پہنچا دیں۔"

"آپ نے حکومتِ فرانس کو کیوں زحمت دی ہے۔ سپر ماسٹر کی ب سے تمام انتظامات ہو جائیں گے۔"

"میرے پاپا نے کبھی سپر ماسٹر کا تعاون حاصل نہیں کیا۔ سرقند نے کے لیے ہیلی کاپٹر اس لیے لے رہا ہوں کہ یہ قلعہ اور یہاں باقی ماندہ چیزیں میری خیرات کی ہوئی ہیں۔ میں ہیلی کاپٹر مانگ ں رہا ہوں۔ مانگنے کے حالات ہوں گے تو چھین کر لے جاؤں ۔"

وہ سب خاموش رہے۔ ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح دن اور فرہاد کا بیٹا وہاں سے چلا جائے۔ افغانستان میں ہم ان کے نہ رہیں' وہ ایسی خواہش نہ کرتے تب بھی پارس کو وہاں سے ی تھا۔ وہ دوسرے دن سرقند پہنچ گیا۔

سرقند کو صحیح زمین کہا جاتا ہے۔ وہ پورا علاقہ اتنا روشن اور ا ہوا سا ہے جیسے نور برس رہا ہو۔ پارس نے ہیلی کاپٹر کی پرواز دوران دیکھا تھا اس شہر کے تین اطراف خوبصورت برفپوش یاں ہیں اور چوتھی سمت دریائے زرافشاں کا صاف و شفاف ہتا ہے۔ شاید اسے زرافشاں اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا پانی کی طرح چمکتا رہتا ہے۔

اس نے پرواز کے دوران کوہ کی پہاڑی کے دامن میں ایک بڑی رصد گاہ دیکھی۔ ایک بہت بڑی پیپر مل بھی نظر آئی۔ بہت ہی عمدہ کاغذ تیار ہوتا ہے۔ اگرچہ پارس کا ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن ہو سکتا ہے اس پورے علاقے کو اور سمجھنا ضروری ہو۔ حالات اسے ان علاقوں کی طرف بھی سکتے تھے۔

ہیلی کاپٹر وہاں کے ایک ہیلی پیڈ پر اتر گیا۔ فرانس کے سفیر دوسرے افسران اس کا استقبال کرنے کے لیے آئے تھے۔ سفیر نے اس کی وہاں باقاعدہ رہائش کے لیے قانونی کاغذات اس کے حوالے کیے۔ ایک چھوٹے سے کاٹیج اور ایک ملازم کا انتظام کیا تھا۔ لیلی نے ملازم کو اندر سے پرکھ لیا پھر پارس سے کہا "یہ بھی جاسوس ہے اور تمہارا وفادار رہے گا۔ کیا میں تمہارے پاپا کو اطلاع دے دوں؟"

"ابھی رہنے دیں۔ دو چار روز میں یہاں تمہارا رہنا چاہتا ہوں۔ ہاں جگہ ہے۔ نئے لوگ ہیں اس لیے پلیز آپ گھنٹے دو گھنٹے میں خیریت معلوم کرتی رہیں۔"

"ہاں بیٹے! میں آتی رہوں گی۔ اب آرام کرو' میں جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ پارس نے ملازم سے کہا "میں سونے جا رہا ہوں۔ کھانا تین بجے کھاؤں گا۔ اس سے پہلے نہ جگانا۔"

اس نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیا۔ پھر بستر پر آکر تھوڑی دیر میں گہری نیند سو گیا۔ اس کا کاٹیج ایک پہاڑی کے قریب تھا۔ ایک کشادہ کھڑکی کا پردہ ہٹانے سے دریائے زرافشاں بہتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اس کاٹیج کے اطراف بڑے خوبصورت مناظر تھے۔ ایسے مناظر کو دیکھتے رہنے سے جی نہیں بھرتا تھا۔ پھر یہ کہ مشینی دنیا اور مشینی زندگی کے برعکس وہاں بہت خاموشی اور سکون تھا۔

وہ بڑے سکون سے سو رہا تھا۔ دماغ کو ہدایات دی تھیں کہ دوپہر کے دو بجے بیدار ہوں گا لیکن ایک گھنٹا پہلے ہی آنکھ کھل گئی۔ کوئی غیر معمولی بات ہوئی تھی۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کاٹیج کا فرش اور دیواریں لکڑیوں کی تھیں۔ لکڑی کے فرش پر دور کوئی ٹھر ٹھر کر چل رہا تھا۔ جیسے چھپ کر آرہا ہو۔ پارس نے فوراً ہی جوتے پہن لیے۔ پھر سوئیٹر پہنتا ہوا ایک میز پر چڑھ گیا۔ اس کمرے کی چھت پر ایک آسمانی کھڑکی تھی جس کے پٹ اندر سے بند کیے جاتے تھے۔ وہ دونوں پٹ کھول کر اوپر چھت پر آگیا۔

چھت پر برف جمی ہوئی تھی۔ وہ چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا چھت کے کنارے آیا۔ کاٹیج سے ذرا فاصلے پر دو مسلح افراد فرغل' سمور کی ٹوپی اور فل بوٹ پہنے کھڑے تھے۔ ان کے پاؤں تھوڑے سے برف میں دھنسے ہوئے تھے۔ ایک نے اشارے سے کچھ کہا۔ پھر وہ دو مختلف سمتوں سے کاٹیج کو گھیرنے لگے۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کاٹیج کے اندر آنے لگے۔

پارس پھر چھت کی برف میں رینگتا ہوا۔ دوسرے کمرے کی آسمانی کھڑکی کے پاس آیا اسے کھول کر اندر دیکھا۔ اس کمرے میں ایک مسلح شخص کھڑکی کے پاس کھڑا باہر سے آنے والوں کو دیکھ رہا تھا۔ پارس نے آسمانی کھڑکی کھولی تو اس شخص نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا پارس نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر اسے اوپر آنے کے لیے کہا۔ وہ فوراً ہی ایک کرسی پر چڑھ گیا۔ اپنا ہاتھ اوپر کی طرف بڑھایا پارس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اوپر کھینچ لیا۔

اس نے اوپر آکر پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں اس کاٹیج میں رہتا ہوں۔ تم کیوں میرے گھر میں گھس آئے۔ یہ معاملہ کیا ہے؟"

"وہ چار تھے۔ میں نے دو کو ختم کر دیا ہے۔ دو رہ گئے ہیں۔"

"کیا ان دو کو رشتے دار سمجھ کر چھوڑ دیا ہے؟"

اجنبی نے غصے سے رشتے کی ماں بہن ایک کی۔ پھر کہا "گولیاں ختم ہو گئی ہیں۔ یہ گن خالی ہے۔ کیا تمہارے پاس گن ہے؟"

"مجھے ایسے ہتھیاروں سے ڈر لگتا ہے۔ انہیں رکھنا تو دور کی بات ہے' میں تو ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔"

"اتنے قد آور جوان ہو کر ہتھیاروں سے ڈرتے ہو۔"

"اگر تم نہیں ڈرتے ہو تو ان ہتھیاروں سے بھاگ کر میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ ان سے بچنے کی تدبیر کرو۔"

"تدبیر کیا کرنا ہے۔ وہ گمراہ ہیں' قتل و غارت گری کے راستے پر چل رہے ہیں۔ میں انہیں نصیحت کروں گا۔ خدا کا خوف دلاؤں گا،

وہ نادم ہو کر ہتھیار پھینک دیں گے۔"

"یہ تم واقعی بچگانہ باتیں کر رہے ہو یا میرے برے حالات میں مذاق فرما رہے ہو۔"

"کیا بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لانا تمہاری نظروں میں مذاق فرمانا ہے؟ دیکھو! میں ابھی انہیں درندے سے انسان بنا دیتا ہوں؟"

یہ کہتے ہی اس نے بلند آواز سے پکارا "ارے بھائی صاحبان میں یہاں ہوں۔"

اجنبی نے جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر غصے اور سرگوشی میں کہا "یہ تم نے کیا کیا؟ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں یہاں ہوں۔"

"خدا کو سب معلوم ہے، تم کہاں ہو؟ وہ آسمان پر ہے، تم چھت پر ہو۔ جب اس سے نہیں چھپتے تو بندوں سے کیوں چھپتے ہو۔"

کانیچ کے اندر سے کسی نے کہا "تم وہ نہیں ہو، جس کی ہمیں تلاش ہے۔ تم کون ہو؟ نیچے آؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

پارس نے کہا "خدا سے ڈرو۔ ایک دن سب کو اوپر سے نیچے آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ زندگی جینے کے لیے دی ہے۔ گولی مارنے کے لیے نہیں دی ہے۔"

پارس نے آسمانی کھڑکی کے پٹ اٹھا کر کمرے میں جھانکتے ہوئے دونوں کو دیکھا۔ پھر کہا "السلام علیکم۔"

دونوں نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا "وعلیکم السلام۔ تم نے ہم پر سلامتی بھیجی ہے، ہم نے تم پر۔ سلام کرنے سے جان کی امان ملتی ہے۔ نیچے آجاؤ۔"

وہ آسمانی کھڑکی کے راستے کمرے کے اندر لنک کر فرش پر آگیا پھر ان سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "مجھے خوشی ہے کہ میرے گھر میں مسلمان بھائی آئے ہیں۔ میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ تشریف رکھیے، آپ کے لیے قہوہ حاضر کروں گا۔"

"ہم قہوہ نہیں اس دشمن کا خون پئیں گے۔"

"اتنی سردی میں اس کا خون رگوں میں جم رہا ہے۔ آپ نہیں پی سکیں گے۔ پھر وہ میرا مہمان ہے۔ آپ جانتے ہیں، مسلمان جان دے دیتا ہے مگر مہمان پر آنچ نہیں آنے دیتا۔ اس نے میرے پاس پناہ لی ہے۔"

"دیکھو برادر! اس نے ہمارے دو آدمی مار دیے ہیں۔ وہ قاتل ہے۔ اسے ہمارے حوالے کر دو۔"

"جب میرا مہمان میرے گھر سے نکل کر چالیس قدم دور چلا جائے گا تو اسے بے شک گولی مار دینا، ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔"

ایک نے حیرانی سے پوچھا۔ "تمہیں یہ ڈر نہیں ہے کہ ہمارے ہاتھوں میں بھری ہوئی بندوقیں ہیں۔"

"تم وعلیکم السلام کہہ کر سلامتی دے چکے ہو۔ پھر ڈر کیسا؟"

دونوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا۔

"تم بہت چالاک ہو۔ ہم سے سلامتی حاصل کر لی۔ ٹھیک ہے ہم جا رہے ہیں یہاں سے چالیس قدم دور جا کر اس قاتل کا انتظار کریں گے۔"

وہ ناگواری سے پاؤں پٹختے ہوئے باہر آئے۔ پارس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "فی امان اللہ۔"

وہ دونوں پیچھے ہٹ گئے، ایک نے کہا "ہم زیادہ عربی نہیں جانتے ہیں۔ تم پھر سلامتی جیسی کوئی بات کہہ کر دشمن قاتل کو چالیس قدم دور بھی سلامتی دلاؤ گے۔ نہیں، تم دور رہو۔ ہم مصافحہ نہیں کریں گے۔"

وہ دونوں جانے لگے۔ جب ذرا دور چلے گئے تو پارس نے کمرے میں آکر کہا "وہ جا چکے ہیں۔ اندر آجاؤ۔"

اجنبی آسمانی کھڑکی سے لنک کر کمرے میں آیا پھر بولا "تم نے تو کمال کر دیا۔ یہ آج معلوم ہوا کہ سلام کرنے کے بعد مسلمان ایک دوسرے کی سلامتی کے ذمہ دار ہو جاتے ہیں۔"

"ہاں مگر چالیس قدم کے فاصلے پر موت تمہارا انتظار کر رہی ہے گی۔"

اس نے زور دار قہقہہ لگایا پھر کہا "میں موت کا رخ پھیر دوں گا۔ ان دونوں کو چالیس قدم تو کیا چالیس میل دور بھگا دوں گا۔ بائی دی وے پینے کے لیے قہوہ ملے گا؟"

"ابھی میرا ملازم آئے گا، قہوہ مل جائے گا۔ اپنے متعلق بتاؤ۔ یہ معاملہ کیا ہے؟"

"یہ لوگ میری گرل فرینڈ پر بری نظر رکھتے تھے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ یہ اللہ والی ہے۔ اس کے لیے برا سوچو گے تو عذاب نازل ہو گا مگر انہوں نے ایک نہیں سنی۔ پھر ان پر عذاب اترا۔ ان میں سے دو نے خود ہی ایک دوسرے کو گولی ماری اور مر گئے۔"

"لیکن تم نے تو چھت پر کہا تھا کہ ان دونوں کو تم نے ختم کیا ہے۔"

"شاید میں ڈینگیں مارتے ہوئے ایسا کہہ گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں نے میری کی بددعاؤں کے نتیجے میں خودکشی کی ہے۔"

"کیا میری تمہاری گرل فرینڈ کا نام ہے؟"

"ہاں وہ میری جان ہے، میری آرزوؤں کی جنت ہے۔"

"چالیس قدم پر جنم ہے۔ تمہاری جنت کتنے فاصلے پر ہے۔"

"وہ اسپتال میں ہے، اس کا آپریشن ہو رہا ہو گا بلکہ ہو چکا ہو گا۔ مجھے وہاں پہنچنا تھا لیکن ان دشمنوں نے راستہ روک رکھا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ آپریشن تو کامیاب رہا ہے۔"

"ہاں میری توقع سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ میں مطمئن ہوں۔"

"تم اسپتال نہیں پہنچ سکے تو آپریشن کی کامیابی کا یقین کیسے ہو گیا۔"

"آں؟" وہ گڑبڑایا۔ پھر جلدی سے مسکرا کر بولا "یہ دل کے معاملات ہیں۔ محبت میں دل گواہی دیتا ہے۔ آپریشن ادھر ہوتا ہے اور۔"

"پھر ادھر ہو جاتا ہے، میں سن چکا ہوں محبت میں بڑے بڑے تماشے ہوتے ہیں۔"

پارس اپنے داؤ پیچ سے اس حد تک معلوم کر چکا تھا کہ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا اس کے پیچھے یہ علم جاننے والا کوئی چھپا ہوا ہے۔ ایک تو یہ بات حلق سے نہیں اتری کہ اسے قتل کرنے کا ارادہ کرنے والوں میں سے دو نے خود ہی ایک دوسرے کو قتل کر دیا۔ ایسے جان لیوا تماشے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیے جاتے ہیں پھر وہ میری کے پاس پہنچے بغیر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر چکا تھا کہ آپریشن کامیاب رہا ہے۔

ملازم نے آکر کہا "سر! آپ وقت سے پہلے بیدار ہو گئے۔ مجھے معلوم ہوتا تو شور نہ جاتا۔"

"کوئی بات نہیں۔ آدھے گھنٹے بعد کھانا لگا دو۔ یہ میرے مہمان یہاں میرے ساتھ کھائیں گے اور کھانے کے بعد قہوہ پئیں گے۔ میں ابھی باتھ روم سے آرہا ہوں۔"

اس نے باتھ روم میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اسی وقت کوئی دماغ میں آیا۔ اس نے صرف تین سیکنڈ انتظار کیا۔ پھر سانس روک لی۔ اگر لیلیٰ ہوتی تو آتے ہی کوڈورڈز ادا کرتی چنانچہ پارس کا یقین اور پختہ ہو گیا وہ اجنبی جو اس کانیچ میں تھا وہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔

وہ دوسری بار نہیں آیا۔ سمجھ گیا کہ جس کے ہاں پناہ لے رہا ہے، وہ یوگا کا ماہر ہے، پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا ہے۔ پارس نے باتھ روم سے آکر لباس تبدیل کیا۔ پھر کھانے کی میز پر آکر اجنبی سے بولا "چلو دوست! کھانا شروع کرو۔ تم نے اب تک اپنا نام نہیں بتایا۔ ہو سکے تو نام کے ساتھ کام بھی بتا دو۔"

"میرا نام پال ہنری ہے اور کام میرا عشق کرنا اور حسن کے ناز اٹھانا ہے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی کام ہیں وہ دنیا کے بدنصیبوں کے ہیں۔"

"میں تمہاری میری کو ضرور دیکھوں گا جس سے عشق کرنے تم ملک میں آئے ہو۔ وہ کس اسپتال میں ہے؟"

وہ منہ میں لقمہ لے کر چباتے ہوئے بولا "میں تمہیں اسپتال چلوں گا۔ شرط یہ ہے کہ ان دشمنوں کو ٹال دو جو چالیس قدم پر ملک الموت بن کر کھڑے ہوئے ہیں۔"

پارس وہاں سے اٹھتے ہوئے بولا "میں ان دشمنوں کو جا کر بتاتا ہوں کہ تم مرنے سے پہلے اسپتال تک جا کر اپنی محبوبہ کا آخری دیدار کرنا چاہتے ہو۔ اس طرح تم اسپتال تک پہنچتے پہنچتے اپنے بچاؤ کا راستہ نکال لینا۔"

"دشمنوں کی خوشامد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے ایک گن یا کارتوس دے دو، میں منٹوں میں انہیں فنا کر دوں گا۔"

"سوری، میں اپنے پاس کبھی ہتھیار نہیں رکھتا۔ تم یہ بتاؤ وہ کس اسپتال میں ہے تاکہ وہاں تک لے جانے کی اجازت حاصل کر سکوں۔"

اس نے اسپتال کا نام اور پتا بتایا۔ پارس تیزی سے چلتا ہوا کانیچ سے باہر آیا۔ پال ہنری کے قتل کا ارادہ کرنے والے کانیچ کے دائیں بائیں چالیس قدم کے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے تاکہ وہ کسی بھی سمت سے بھاگ نہ سکے۔ پارس ایک کے قریب آیا۔ اس نے کہا "برادر! تم نزدیک نہیں آؤ۔ تم پھر کوئی چالاکی دکھاؤ گے۔ تم مسلمان ہو کر اس بے دین کی حمایت کرتے ہو۔"

"تم کیسے جانتے ہو کہ وہ بے دین ہے؟"

"او برادر! یہ اور اس کا ساتھی ایک نئے مذہب کی تبلیغ کر رہے تھے، ازبک مسلمانوں کو بہکاتے ہیں۔ یہ ہم سے بھی کہتا تھا کہ ہم دینِ اسلام چھوڑ کر "دینِ انساں" کو قبول کر لیں۔ ہم اسے مارنے کے لیے دوڑے تو اس نے ہمارے دو ساتھیوں کو قتل کر دیا؟"

کیسے قتل کیا؟ ذرا تفصیل سے بتاؤ۔"

"یہ ہماری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔ یہ دینِ انساں کے خبیث لوگ شاید جادو جانتے ہیں۔ پہلے اس کافر نے دونوں کو گولی مارنے کی کوشش کی مگر وہ زخمی ہوئے۔ پھر پتا نہیں کیا جادو چل گیا، ہمارے دونوں ساتھیوں نے ایک دوسرے کو گولی مار دی۔"

پارس نے پوچھا "کیا تم لوگ یوگا کے ماہر ہو۔"

اس نے پوچھا "یہ یوگا کیا ہوتا ہے؟"

"سانسوں کو قابو میں رکھنے والے ورزشی آسنوں کو یوگا کہتے ہیں۔"

"ہاں ہم لوگ ازبکستان کے معروف پہلوان ہیں۔ صبح و شام ورزش کرتے ہیں اور کئی منٹ تک سانس روک لیتے ہیں۔"

"وہ کانیچ میں جو مہمان ہے وہ کہتا تھا کہ تم لوگ اس کی محبوبہ کو اس سے چھیننا چاہتے تھے۔"

"شیطان کا بچہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہم نے اس کی محبوبہ کو تو کیا اس کی ماں کو بھی نہیں دیکھا۔"

اسی وقت لیلیٰ نے آتے ہی کوڈورڈز ادا کیے، پارس نے کہا۔ "ہی! ایک خیال خوانی کرنے والا مرنا میرے کانیچ میں ہے۔ میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ آیئے میں آپ کو اس کے دماغ میں لے چلوں۔"

پھر اس نے ازبک مسلمان سے کہا "آؤ دوست! ہم کانیچ میں چلتے ہیں۔ وہ مہمان نہیں شیطان ہے۔ اس نے مسلمانوں کو بے

دین بنانے کے لیے ہمارے دو مسلمان بھائیوں کو ہلاک کیا۔ اس کا انجام بھی ہلاکت ہوگا۔"

وہ ازبک مسلمان کے ساتھ کاریج میں آیا۔ وہاں پال ہنری نہیں تھا۔ ملازم ایک جگہ بندھا ہوا تھا اور اس کے منہ سے ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ پارس نے منہ سے ٹیپ ہٹایا پھر رسیاں کھولتے ہوئے پوچھا "وہ کہاں ہے؟"

وہ جاسوس جو ملازم بن کر رہتا تھا۔ اس نے کہا "اس مہمان نے پیچھے سے میرے سر پر ضرب لگائی۔ پھر میرے دماغ میں پہنچ کر ہنسنے لگا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ میں ایک فرانسیسی جاسوس ہوں اور میری ایک انٹینا میں ریوالور بلٹس اور سائلنسر رکھے ہوئے ہیں اس نے مجھے یہاں باندھ دیا۔ میں کوئی جدوجہد نہ کر سکا کیونکہ اس کے اختیار اور قابو میں تھا۔ وہ میرے ریوالور میں سائلنسر لگا کر پچھلے راستے سے باہر گیا ہے۔"

وہ سب دوڑتے ہوئے پچھلے دروازے سے باہر آئے۔ وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ برف میں دھنسے ہوئے پیروں سے چلتے ہوئے ایک جگہ رک گئے۔ وہاں دوسرے ازبک مسلمان کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ پال اسے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے ہلاک کر کے گیا تھا۔ دوسرا ازبک پال کو گالیاں دینے لگا۔ اسے ہر حال میں قتل کرنے کے لیے قسمیں کھانے لگا۔ پارس نے جاسوس ملازم سے پوچھا "کیا وہ تمہارے دماغ میں آکر سوالات کر رہا تھا؟"

"جی ہاں' آپ کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ میں نے کہا' آپ فرانس کے بہت بڑے سرکاری افسر ہیں۔ اس نے میرے چور خیالات سے بھی یہی معلوم کیا ہوگا۔ اس لیے مجھ سے زیادہ بحث نہیں کی۔ میرا ہتھیار لے کر چلا گیا۔"

پارس نے ازبک دوست سے کہا "غم نہ کرو' جو مقدر میں تھا وہ پورا ہوا۔ تم اپنے ساتھی کی لاش کو اس کے عزیزوں میں پہنچا کر اُسی اسپتال میں آؤ جہاں اس کی محبوبہ کا آپریشن ہوا ہے۔ اسی محبوبہ کے ذریعے پال کا سراغ ملے گا۔"

جاسوس ملازم پارس کی حقیقت نہیں جانتا تھا۔ اسے بہت بڑا سرکاری افسر سمجھتا تھا لیکن پال سمجھ گیا تھا کہ سرکاری افسر کے پیچھے کوئی پُراسرار شخص چھپا ہوا ہے۔ پھر یہ کہ ملکِ فرانس کا نام آتے ہی اس کا ہر پُراسرار شخص فرہاد ہی سمجھ میں آتا تھا۔ پال کو بھی یہی شبہ ہوا تھا اس لیے وہ جان پر کھیل کر اُس کاریج سے نکل بھاگا تھا۔

پارس جاسوس ملازم کے ساتھ دور تک چلتا ہوا مین روڈ پر آیا۔ وہاں سے گزرتی ہوئی گاڑیوں کو لفٹ مانگنے کا اشارہ کرنے لگا۔ آخر ایک گاڑی میں لفٹ مل گئی۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ پر آگئے۔ پارس نے ڈرائیو کرنے والے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا "پلیز ہمیں جلد سے جلد دارالشفاء تک پہنچا دو۔ یا کسی ٹیکسی اسٹینڈ تک لے جاؤ۔"

اس نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا "دارالشفاء کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"وہاں ہمارا ایک مریض ہے اس کی عیادت کے لیے جا رہے ہیں۔"

"آپ وہاں اصولوں کے مطابق کیوں نہیں جانا چاہتے؟"

پارس نے پوچھا۔ "یہ اصولوں کے مطابق کیسے جایا کرتے ہیں؟"

"بھئی جس طرح عبادت گاہوں میں عبادت گزار جاتے ہیں اسی طرح اسپتالوں میں صرف بیماروں اور زخمیوں کو جانا چاہیے۔ ذرا صبر کرو۔ میں ابھی کار ایکسیڈنٹ کے ذریعے تمہیں زخمی کر کے وہاں پہنچا دیتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اچانک اسٹیئرنگ گھما دی۔ گاڑی کے پہیے ٹرن لیتے ہوئے سڑک چھوڑ کر ڈھلان پر آئے' نیچے ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کار اس سے ٹکرا کر رک گئی۔ اس ٹکراؤ سے پہلے ہی پارس دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا چکا تھا۔

چند لمحوں کے بعد ہی پارس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے کہا "پال! تم نے میرے دماغ میں آنے کے لیے چال اچھی چلی تھی۔ ملاقات کی ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ میں تمہیں بھگا کر تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔ ناؤ گیٹ آؤٹ۔"

اس نے سانس روک لی۔ دوڑتا ہوا کار کے پاس آیا' کار ڈرائیو کرنے والا اور جاسوس ملازم کسی قدر زخمی ہو گئے تھے۔ پارس نے کہا "تم طبی امداد کے لیے دوسری جگہ جاؤ۔ میرے ساتھ نہ رہو۔ کیونکہ پال تمہارے ذریعے مجھ پر نظر رکھتا ہے۔"

اس نے جاسوس ملازم کا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہاں سے دوڑتا ہوا چڑھائی پر سڑک کے کنارے آیا۔ لیلیٰ نے آتے ہی کوڈورڈز ادا کیے پھر پوچھا۔ "خیریت سے ہو؟"

"جی ہاں' وہ کم بخت چاہتا ہے میں اسپتال تک نہ پہنچوں۔"

"میں جا رہی ہوں۔ کہیں وہ میری موجودگی کا فائدہ نہ اٹھائے۔ آدھے گھنٹے کے بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس کو اسپتال تک پہنچنے میں دشواریاں پیش آرہی تھیں۔ اس راستے سے بہت کم گاڑیاں گزرتی تھیں۔ آخر ایک خاتون نے اسے لفٹ دی۔ وہ ساتھ والی سیٹ پر دروازہ بند کرتے ہوئے بولا "بہت بہت شکریہ۔ میں بڑی دیر سے یہاں کھڑا ہوا تھا۔ کوئی لفٹ ہی نہیں دے رہا تھا۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتی ہوئی بولی "شکریہ تو مجھے ادا کرنا چاہیے تھا۔ تمہیں اپنے برابر بٹھانے سے میری عمر کچھ کم ہو گئی ہے۔"

پارس نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ چالیس برس سے کم نہیں ہوگی۔ یہ سمجھ میں آگیا کہ اکثر عورتوں کی طرح اسے کم عمر کہلانے کا خبط ہے۔

وہ بولا "تمہاری عمر زیادہ تو نہیں لگتی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا واقعی؟ سچ سچ بتاؤ۔ میری عمر کتنی لگتی ہے؟"

"میں بہت زیادہ بھی سوچوں تو تم میں برس کی ہو۔"

"چل جھوٹے کہیں کے۔"

"کیا میں نے زیادہ بتا دی ہے؟"

"کم بتائی ہے۔ میں اپنی عمر کبھی نہیں چھپاتی' آج میں پورے بیس برس اور ایک دن کی ہو گئی ہوں اور تم نے میری عمر میں ایک دن کم کر دیا۔"

"واہ! عمر کے معاملے میں تمہاری جیسی سچی لڑکی پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ ذرا تیزی سے ڈرائیو کرو مجھے دارالشفاء پہنچنا ہے۔"

"بائی دی وے... تمہاری عمر کیا ہے؟"

"مجھے بھی تمہاری طرح سچ بولنے کا مرض ہے۔ پورے چالیس برس اور ایک دن کا ہوں۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو۔ کوئی اندھا بھی تمہیں چھ کر بتائے گا کہ میرے ہم عمر ہو۔"

"کسی اندھے کی کیا مجال کہ تمہیں میری ہم عمر کہہ کر تمہیں چالیس برس کی بڑھیا کہہ دے۔"

اس کے اندر کی بوڑھی ذرا سٹپٹائی پھر بولی "سچ بولو۔ تم بھی میرے جیسی ہو نا؟"

"نہیں ہوں مگر ہیں کا لگتا ہوں۔ کیونکہ معجون کھاتا رہتا ہوں۔"

"کون سا معجون کھاتے ہو۔ مجھے بتاؤ۔"

"وہ ایسی دوا ہے جسے کھانے سے آدھی عمر کم ہو جاتی ہے۔ تم کھاؤ گی تو دس برس کی نظر آؤ گی۔ اس لیے تمہیں استعمال نہیں کرنا چاہیے۔"

"نہیں میں دس برس کی نہیں بیس ہی کی نظر آؤں گی۔ تم میری عمر کے جھگڑے میں نہ پڑو۔ اس معجون کا نام بتاؤ۔"

"کیا میں معجون پیش کر کے اپنا نقصان کر لوں۔ تم دس برس کی ہو جاؤ گی تو میں عشق کس سے کروں گا۔ ہاں اگر تم چالیس کی ہو تیں تو پھر اپنی طرح میں تمہیں بیس کی بنا لیتا۔"

وہ جھنجلا کر بولی "میں چالیس کی ہوں۔ مجھے وہ دوا بتاؤ۔"

"کیوں جھوٹ بولتی ہو۔ ابھی سچ کہہ چکی ہو کہ بیس برس ایک ناکی ہوں۔ تم اتنی سچی ہو کہ ایک دن کی بھی کمی بیشی کو بے ایمانی سمجھتی ہو۔ پھر ایک دم سے اپنی عمر دوگنی کیوں بتا رہی ہو؟"

"میں قسم کھا کر کہہ رہی ہوں کہ پہلے جھوٹ بول رہی تھی' اب سچ بول رہی ہوں۔ چالیس کی ہوں' اپنی طرح معجون کھلاؤ اور مجھے بیس کی بنا دو۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ پارس نے کہا۔ "گاڑی تو چلاؤ۔"

"کیا اسپتال کے اندر لے جاؤں؟ یہی تو اسپتال "دارالشفاء"

مزید انگلش سیکھنے والی بہترین کتابیں

HOW TO WRITE A LETTER
خطوط نویسی کے لیے قیمت ۱۰/- روپے

HOW TO WRITE AN ESSAY
مضمون نگاری کے لیے قیمت ۱۲/- روپے

HOW TO WRITE AN EXPLANATION
وضاحت و تشریح کے لیے قیمت: ۱۰/- روپے

HOW TO LEARN CORRECT SPELLING
صحیح ہجے لکھنے کے لیے قیمت: ۱۰/- روپے

HOW TO DO COMPREHENSION
ادراک و فہم کا اظہار کرنے کے لیے قیمت: ۱۲/- روپے

CORRECT POSITIONS OF PREPOSITIONS
پریپوزیشن کے صحیح استعمال کے لیے قیمت: ۱۰/- روپے

HOW TO PUNCTUATE
رموز اوقاف جاننے کے لیے قیمت: ۱۰/- روپے

30 DAYS TO TRANSLATION
اُردو سے انگلش میں ترجمہ کرنے کے لیے قیمت: ۱۵/- روپے

○ اندرونِ ملک ڈاک خرچ ایک یا ایک سے زائد کتابوں کا ۱۴ روپے ہوگا پارسل سیٹ منگانے پر ڈاک خرچ معاف (صرف اندرونِ ملک کے لیے) ○ کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا نام و پتا اور کتابوں کا نام ضرور لکھیں ○ کسی قسم کی نقد رقم خطوں میں ڈال کر ہرگز نہ بھیجیں۔ منی آرڈر ارسال کرنے کا پتا: مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ سیدھ مینشن نیو ریاض اسٹریٹ، کراچی ۱
○ بیرونِ ملک پورے سیٹ کی قیمت مع ڈاک خرچ، مشرقِ وسطیٰ ۲۵ پاکستانی روپے، یورپ اور مشرق بعید ۳۰ پاکستانی روپے، آسٹریلیا، امریکہ و افریقہ ۳۵ پاکستانی روپے ○ بیرونِ ملک کتابیں منگانے کے لیے رقم بذریعہ ڈرافٹ روانہ کریں۔ ڈرافٹ پر نام ہمارا طرح لکھوائیں۔

MAKTABA NAFSIAT A/C 688 H. B. L.
MANSFIELD STR. BR. KARACHI

۳۴ مضان مینشن نزد دفتر اخبار جنگ
آئی آئی چندریگر روڈ کراچی فون ۲۶۲۸۵۱۷

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

ہے۔"

پارس نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ سامنے دارالشفا کی بڑی سی عمارت تھی۔ وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "تم نے اپنی عمر کے گھوڑے پر مجھے بٹھا کر یہاں تک پہنچا دیا ہے۔ پتا ہی نہ چلا کہ راستہ کیسے کٹ گیا۔"

"مجھے مجنوں کا نام بتا کر جاؤ۔"

"مجنوں کے استعمال کے لیے چند شرائط ہیں۔ پہلی شرط یہ کہ عورت شراب پیتی ہو۔"

"وہ تو میں پیتی ہوں۔"

"دوسری شرط یہ ہے کہ ہر رات اس کا ایک نیا عاشق بدلتا رہے۔"

"میں تو عاشق بدلتی رہتی ہوں۔ مجنوں کا نام بتاؤ۔"

"اس مجنوں کا نام ہے بے حیائی۔ بے حیائی کی خوراک کھانے والیاں ہر رات بیس برس کی ہوتی ہیں اور ہر صبح آئینے میں اپنی عمر کا چالیسواں دیکھتی ہیں۔ ورنہ حیا والیاں اس عمر میں ماں کے مقدس مرتبے پر پہنچ کر فخر کرتی ہیں۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ وہ غصے سے پھٹ پڑی۔ چیخ چیخ کر گالیاں دینے لگی لیکن وہ گالیوں کی رینج سے دور نکل آیا۔ اسپتال کے انکوائری کاؤنٹر پر آکر بولا۔ "میں مس میری سے ملنا چاہتا ہوں۔ آج صبح اس کا آپریشن ہوا ہے۔ پلیز مجھے اس کا وارڈ اور روم نمبر بتائیں۔"

کاؤنٹر گرل نے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ پھر کہا "ایک مس میری کا آپریشن گزشتہ کل ہوا تھا۔ آج تین بج کر پندرہ منٹ پر یعنی اب سے آدھا گھنٹا پہلے وہ اسپتال سے چلی گئی ہے۔"

"کہاں گئی ہے؟ کیا تم پتا بتا سکتی ہو؟"

"اس کے ساتھی نے اسے اسپتال میں داخل کرتے وقت دو سو سات اعظم اسٹریٹ، ریگستان چوک کا پتا لکھوایا تھا۔"

"لیکن مس، کل آپریشن ہوا آج چھٹی کیسے دے دی گئی۔ کیا معمولی آپریشن تھا؟"

"ہمیں آپریشن کی نوعیت کا علم نہیں ہے۔ آپ ڈاکٹر آفندی سے معلوم کرسکتے ہیں۔ فرسٹ فلور پر ڈاکٹر کا کمرا ہے۔"

وہ فرسٹ فلور پر آیا۔ ایک دروازے پر ڈاکٹر آفندی کی نیم پلیٹ تھی۔ اس نے دستک دی، آواز آئی۔ کم اِن۔"

اسی وقت لیلیٰ آگئی۔ "میں ڈاکٹر آفندی سے معلوم کرنے جارہا ہوں کہ میری کو اسپتال سے چھٹی کیوں دے دی گئی۔" وہ ڈاکٹر کے چیمبر میں آیا پھر بولا۔ "میں فرانس سے آیا ہوں اور مس میری کے ایک عزیز کا پیغام لایا ہوں۔ کاؤنٹر پر معلوم ہوا کل اس کا آپریشن ہوا تھا۔ آج چھٹی ہوگئی۔ کیا معمولی آپریشن تھا؟"

"نہیں بہت میجر اور سیریس آپریشن تھا۔ ہم مس میری کو کبھی چھٹی نہ دیتے لیکن مسٹر پال اسے زبردستی لے گئے ہیں۔"

"آپ نے اسپتال کے قوانین کے خلاف مسٹر پال کی ضد کیسے مان لی؟"

وہ قدرے پریشان ہوا اور سر جھکا کر بولا۔ "میں یہ سمجھنے سے معذور ہوں کہ اس کی ضد کیسے مان لی۔ میں نے انکار کیا تھا لیکن جانے کیسے بے اختیار ہو کر اسے میری کو لے جانے کی اجازت دے دی، مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے مجھ پر کوئی جادو کیا گیا تھا۔"

پارس نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں ڈاکٹر! میں اسے تلاش کرلوں گا۔ شکریہ۔"

وہ اسپتال سے باہر جانے لگا۔ لیلیٰ نے کہا۔ "بیٹے! ڈاکٹر کی سوچ پڑھ کر معلوم ہوچکا ہے کہ میری اور پال دراصل باربرا اور جیری ہاک ہیں۔ ڈاکٹر ان کی اصلیت نہیں جانتا ہے لیکن میں نے آپریشن کی نوعیت سے حقیقت معلوم کی ہے۔"

"آپریشن کی نوعیت کیا ہے؟"

"کیا تمہیں پتا ہے کہ باربرا جسمانی اعتبار سے نہ لڑکی تھی نہ لڑکا۔"

"مجھے اس بات کا علم نہیں تھا۔ کیا آپریشن کے ذریعے اس کی جنس تبدیل کی گئی ہے؟"

"ہاں، آپریشن کامیاب رہا ہے۔ اس کا علاج جاری رہا تو وہ مکمل لڑکی بن جائے گی۔"

وہ اسپتال سے باہر آکر گارڈن میں بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "آپ باربرا اور جیری کے متعلق اہم معلومات فراہم کرسکتی ہیں؟"

لیلیٰ نے اسے شروع سے ان کے حالات بتائے اور یہ بھی بتایا کہ وہ چند یہودی ربی، عیسائی پادری اور نام نہاد ملاؤں کے ذریعے ایک نئے مذہب "دینِ انسان" کی تبلیغ کررہے تھے ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی رو کی ہڈسن میرے چنگل میں آگیا تھا۔ جیری نے روکی کو مار ڈالا تاکہ اس کے ذریعے میں اس کے اور باربرا کے دماغ میں نہ پہنچ جاؤں۔ پھر ان دونوں نے کسی عمل سے اپنی آواز اور لہجے کو بدل ڈالا۔ مجھے یہ سمجھانا چاہا کہ وہ دونوں بھی مرچکے ہیں۔ پھر وہ تاشقند سے بھاگ کر سرمقند آگئے۔

پارس نے کہا "آسمان سے گرنے والے کھجور میں اٹکتے ہیں۔ وہ دونوں باپ سے بچ کر بیٹے کے پاس اٹکنے آگئے ہیں۔"

"بیٹے! جیری نے باربرا کو اسپتال سے لے جا کر حماقت کی ہے۔ کیونکہ اس لڑکی کو صبح و شام میڈیکل ٹریٹ منٹ اور توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر دن رات علاج کی سہولتیں حاصل نہ ہوئیں تو کیس بگڑ جائے گا۔"

"اس کا مطلب ہے وہ مجھ سے جہاں بھی جاکر چھپے گا، وہاں کسی ڈاکٹر سے ضرور رابطہ رکھے گا۔ اسے علاج کے لیے شہر میں ہی رہنا پڑے گا۔"

"ہاں، اسے باربرا کی بہتری کے لیے ایسا کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں ایک اور بات اہم ہے۔ باربرا سرد مزاج کی تھی۔ اس میں لڑکیوں جیسے جذبات نہیں تھے اور نہ ہی وہ کبھی لڑکی بننا چاہتی تھی۔ پھر وہ آپریشن کے لیے کیسے راضی ہوگئی۔ یہ تبدیلی کیوں قبول کررہی ہے؟"

"ہوسکتا ہے۔ اس کے خیالات بدل گئے ہوں۔ وہ خوشی سے یہ تبدیلی قبول کررہی ہو۔"

"جب پہلی بار تمہارے پاپا نے اسے ٹریپ کیا تھا تب سے میں اس لڑکی کے خیالات کئی بار پڑھ چکی ہوں۔ وہ پتھر ہے۔ ٹوٹنا جانتی ہے، بدلنا نہیں جانتی۔ مجھے شبہ ہے کہ اس کے مزاج کو جبراً بدلا گیا ہے۔"

"شبے کی کوئی تو وجہ ہوگی؟"

"ہاں، باربرا کی طرح کبھی جیری بھی ہمارا معمول تھا۔ میں نے اس کے بھی خیالات پڑھے ہیں۔ وہ باربرا کا دیوانہ ہے۔ کئی بار اسے آپریشن کرانے کے لیے کہہ چکا ہے اور یہ سوچتا بھی رہا ہے کہ یہ سیدھی طرح نہیں مانے گی تو میں کسی حکمتِ عملی سے اسے مکمل لڑکی بناؤں گا۔"

"پھر تو آپ کا شبہ درست ہوسکتا ہے۔ اس وقت باربرا دماغی اور جسمانی طور پر کمزور ہوگی۔ آپ کو اس کا موجودہ لہجہ معلوم ہوجائے تو آپ کو ساری حقیقت معلوم ہوجائے گی۔"

"پہلے تو یہ معلوم کرنا ہوگا کہ جیری اسے کہاں چھپاتا پھر رہا ہے۔ وہاں کوئی بڑا ڈاکٹر ضرور جائے گا اور شہر میں بڑا آپریشن کرنے اور تبدیلیِ جنس کے معاملات کو ٹریٹ کرنے والے کتنے کے چند ڈاکٹر ہوں گے۔ میں ابھی ان کے نام اور پتے معلوم کرکے آتی ہوں۔"

لیلیٰ پھر اس ڈاکٹر کے دماغ میں آئی جس نے باربرا کا آپریشن کیا تھا اور اسے دوسرے ہی دن اسپتال سے لے جانے کے باعث پریشان ہو رہا تھا۔ لیلیٰ نے خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ کر وہ سات ڈاکٹروں کے نام پتے اور فون نمبرز نوٹ کیے۔ پھر پارس کے پاس آکر کہا۔ "چلو میں نمبرز بتا رہی ہوں تم یکے بعد دیگرے سب ڈاکٹروں کی آوازیں سنواؤ۔"

اس نے ایک بوتھ میں آکر لیلیٰ کے بتائے ہوئے پہلے ڈاکٹر کے نمبرز ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے کسی نے کہا۔ "وہ موجود نہیں ہے۔ ابھی چند منٹ پہلے اچانک ہی کہیں گئے ہیں۔"

پارس نے ریسیور رکھا۔ لیلیٰ اس بولنے والے کے خیالات پڑھ کر آئی پھر بولی۔ "بیٹے! تم نے جس کی آواز سنائی وہ ایک اسسٹنٹ لیڈی ڈاکٹر تھی۔ وہ یہ سوچ کر حیران اور پریشان ہو رہی تھی کہ ڈاکٹر مریضوں کو دیکھ رہا تھا پھر اچانک یہ کہہ کر چلا گیا کہ اسسٹنٹ باقی مریضوں کو دیکھے، اسے واپس آنے میں دیر ہوجائے گی۔"

"اچانک اٹھ کر جانے کا مطلب یہ ہوا کہ جیری اس کے اندر آکر اسے جبراً وہاں سے لے گیا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ لیڈی ڈاکٹر کی سوچ بتا رہی ہے کہ ڈاکٹر نے جانے سے قبل کسی سے فون پر مختصر سی بات کی تھی۔ صاف ظاہر ہے کہ جیری نے فون کے ذریعے اس ڈاکٹر کو ٹریپ کیا ہے۔"

"جب تک وہ ڈاکٹر واپس نہیں آئے گا، آپ لیڈی ڈاکٹر کے ذریعے اس کی آواز نہیں سن پائیں گی؟"

"ابھی سن سکتی ہوں۔ ڈاکٹر کے پاس موبائل فون ہے۔ وہ اپنی اسسٹنٹ کی کال سن سکتا ہے۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ لیڈی ڈاکٹر کے پاس آئی۔ وہ ایک مریضہ کا معائنہ کررہی تھی اور اس کے لیے سوچ رہی تھی کہ مریضہ کو کون کون سی دوا لکھ کردے گی۔ لیلیٰ نے اس کے اندر یہ بات پیدا کی کہ وہ ڈاکٹر سے اس سلسلے میں مشورہ کرے۔ مشورہ کیے بغیر سینئر ڈاکٹر کے نسخے میں تبدیلی کرنا مناسب نہیں ہے۔

لیڈی ڈاکٹر نے قائل ہو کر فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔ اسسٹنٹ نے مریضہ کی دواؤں کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ ڈاکٹر نے ناگواری سے کہا "اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرو اور میری عدم موجودگی میں پورے اعتماد سے نسخے لکھا کرو۔"

ڈاکٹر نے رابطہ ختم کیا۔ لیلیٰ خاموشی سے اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ کار ڈرائیو کرتا جارہا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جارہا ہے۔ ایسی حالت میں یہی سوچا جاسکتا تھا کہ منزل صرف جیری کو معلوم ہے۔ وہ اس کے اندر خاموشی سے موجود ہے اور اسے مخصوص راستوں سے گزار کر اپنی خفیہ پناہ گاہ کی طرف لے جارہا ہے۔

لیلیٰ نے سفیر کے پاس آکر اسے ایک کار فراہم کرنے کے لیے کہا۔ اسے بتایا کہ پارس دارالشفاء کے سامنے ہے، کار وہاں پہنچائی جائے۔

پھر پارس سے کہا۔ "ڈاکٹر سحر زدہ ہو کر ڈرائیو کرتا جارہا ہے۔ تمہارے لیے ایک کار آرہی ہے۔ تم کالا دریا کی سمت بڑھتے رہنا، میں ابھی آکر ڈاکٹر اور جیری کی منزل بتاؤں گی۔"

وہ پھر ڈاکٹر کے پاس آگئی۔ وہ گم صم اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھا ڈرائیو کررہا تھا اور نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ کن راستوں سے گزر رہا ہے۔ لیلیٰ نے ایک بار دریا کی لہروں کا شور سنا تھا اور ڈاکٹر کو آکٹرائے کی رقم ادا کرتے پایا تھا اس لیے سمجھ گئی تھی کہ وہ کالا دریا کے پل پر سے گزر رہا ہے۔

کوئی پون گھنٹے بعد لیلیٰ پارس کے پاس آئی۔ وہ بھی اب کار ڈرائیو کررہا تھا۔ اس نے کہا "وہ قبرستان شاہ زندہ کے ڈھلان والے حصے میں کار سے اترا اور پیدل چلتا ہوا آگے بڑھا۔ میری گھڑی کے حساب سے وہ پندرہ منٹ تک چلتا رہا۔ پھر ایک کھنڈر نما عمارت میں داخل ہوگیا۔ اس کے اوپری حصے کے ایک شکستہ سے کمرے میں باربرا ایک بستر پر پڑی ہے۔"

"کیا آپ نے اس کے خیالات پڑھے ہیں؟"

"ابھی پڑھنے جارہی ہوں۔ کیا وہاں تک پہنچ جاؤ گے یا مزید رہنمائی کروں۔"

"نہیں امی! آپ باربرا پر دھیان دیں۔"

وہ باربرا کے پاس آگئی۔ ڈاکٹر اس کا معائنہ کر رہا تھا۔ جیری نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ پہلے تو ڈاکٹر نے پریشان ہو کر اس شکستہ کمرے اور مریضہ کو دیکھا تھا اور سوچنے لگا تھا کہ وہاں کیسے پہنچ گیا ہے۔ تب جیری نے سوچ کے ذریعے کہا تھا۔ "ڈاکٹر! سوچنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ اپنی پریشانی بھول کر مریضہ کی پریشانیاں دور کرو۔ اگر یہ زندہ نہ رہی تو تم بھی یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گے۔"

اس نے پوچھا۔ "مگر تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟"

"ان تمام باتوں کا جواب مل جائے گا۔ پہلے اسے اٹینڈ کرو۔"

وہ باربرا کا معائنہ کرتے ہوئے آپریشن کی نوعیت معلوم کرنے لگا۔ وہ اس کے سوالات کے جواب دیتی گئی۔ ایسے وقت لیلیٰ اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ باربرا کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ قدرتی طور پر جیسی تھی ویسی ہی رہنا چاہتی تھی لیکن جیری کے اصرار پر وہ تبدیلی کے لیے راضی ہو گئی تھی۔

لیلیٰ نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "میں تو اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی۔ پھر راضی کیسے ہو گئی؟"

"پتا نہیں میں پہلی جیسی کیوں مستقل مزاج نہیں رہی۔ جیری کا حکم سنتے ہی اس کی تعمیل کرتی ہوں اور اپنا فیصلہ بھول جاتی ہوں۔"

باربرا کے ان خیالات سے صاف ظاہر تھا کہ جیری نے باربرا کو بھی دھوکے سے دماغی توانائی میں مبتلا کیا ہو گا پھر اسے تخریبی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہو گا۔ اس طرح وہ نہ چاہتے ہوئے بھی آپریشن کے مرحلے سے گزر کر مکمل لڑکی بن گئی تھی۔

ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد پوچھا۔ "تمہیں مکمل توجہ، علاج اور دیکھ بھال کی ضرورت ہے ایسی حالت میں تمہیں صرف اسپتال میں رہنا چاہیے۔ کون پاگل کا بچہ تمہیں اس کھنڈر میں لے آیا ہے؟"

جیری نے سوچ کے ذریعے کہا "ڈاکٹر! میں نے احمقانہ حرکت کی ہے لیکن میں مجبور تھا۔ دشمن اس لڑکی کو اغوا کرنا چاہتے ہیں اس لیے میں نے اسے یہاں چھپایا ہے۔"

"تم اس سلسلے میں پولیس کی مدد لے سکتے تھے۔ تم ان دشمنوں سے زیادہ دشمن ہو۔ اس بیچاری کو یہاں لا کر کیس بگاڑ رہے ہو۔ یہ مر بھی سکتی ہے۔"

"نہیں ڈاکٹر! ایسا نہ کہو۔ میں اسے جی جان سے چاہتا ہوں۔ اس کے لیے جان دے سکتا ہوں۔"

"تم کس جگہ سے بہت دور ہو۔ میرا تمہارا رابطہ صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے رہے گا۔"

"کیا تم بھی دشمنوں سے چھپ رہے ہو؟"

"ہاں، مجبوری ہے۔"

"فار گاڈ سیک۔ اس لڑکی کو نہ چھپاؤ۔ فوراً میرے اسپتال پہنچاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں اس کے کمرے کے باہر اور وارڈ میں پولیس کا سخت پہرا رہے گا۔"

"ڈاکٹر! میری طرح دشمن بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ وہ فولادی پہرا توڑ کر اسے لے جائیں گے؟"

"لے جائیں گے تو مردہ لڑکی ہاتھ لگے گی۔ تم اسے اسپتال نہیں پہنچاؤ گے تو تمہارے حصے میں... بھی اس کی لاش آئے گی۔ یہ صرف اور صرف اسپتال میں زندہ رہ سکتی ہے۔"

لیلیٰ نے پارس کے پاس آکر کہا۔ "بیٹے! ابھی ادھر نہ جاؤ۔"

وہ گاڑی روک کر بولا۔ "کیا بات ہو گئی؟ میں قبرستان شاہ زندہ کے سامنے پہنچ گیا ہوں۔"

"اپنی گاڑی کسی دوسرے حصے میں لے جاؤ ورنہ ڈاکٹر کی گاڑی کے قریب تمہاری گاڑی دیکھ کر جیری کو تعاقب کا شبہ ہو گا۔"

وہ قبرستان دور تک پھیلا ہوا تھا اور پہاڑی کی ڈھلان پر تھا۔ پارس گاڑی کو دوسری سمت لے جانے لگا۔ لیلیٰ نے کہا "جیری وہاں موجود نہیں ہے۔ اس کے آلۂ کار ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر! اسے قاتل کر رہا ہے کہ باربرا کو فوراً اسپتال پہنچائے ورنہ وہ زندہ نہیں رہے گی۔"

"کیا جیری قاتل ہو جائے گا؟"

"نہیں ہو گا تو اسے باربرا کی لاش ہی ملے گی۔ وہ دیوانہ ہے، اسے مرنے نہیں دے گا۔"

وہ ایک طرف گاڑی روک کر باہر نکلا پھر قیمتی پتھروں اور خوبصورت نقش و نگار سے تیار کردہ مزاروں کے درمیان سے گزرتا ہوا پہاڑی کے اوپری حصے کی طرف جانے لگا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد حضرت قثم یا قاسم ابنِ عباس ۷۷ھ میں یہاں دفن کیے گئے تھے۔ ان کے تمام عزیز و اقارب کی قبریں یہاں ہیں۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت قاسم ابنِ عباس نماز ادا کر رہے تھے ایسے ہی وقت دشمنوں نے ان کا سر تن سے جدا کر دیا۔ حضرت اپنا کٹا ہوا سر اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے مسجد کی نبش ہونے والی محراب میں غائب ہو گئے تھے۔ اسی لیے انہیں شاہ زندہ کہا جاتا ہے اور وہ قبرستان انہی کے نام سے موسوم ہے۔

پارس نے پہاڑی کی بلندی سے دیکھا۔ دو آدمی ایک اسٹریچر اٹھائے ایک کھنڈر نما عمارت سے نکل رہے تھے۔ لیلیٰ نے آکر کہا۔ "وہ باربرا کو لے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر نے مشورہ دیا ہے کہ اسے دارالشفاء میں ہی پہنچایا جائے کیونکہ اس کا آپریشن کرنے والا ڈاکٹر آفندی باربرا کے پیچیدہ کیس کی اچھی طرح اسٹڈی کر چکا ہے۔ جیری کے دو آلۂ کار اسے دارالشفاء لے جا رہے ہیں۔"

"امی! جب جیری اس کا اتنا ہی دیوانہ ہے کہ اس کی سلامتی کے لیے اسے کھلے عام اسپتال پہنچا رہا ہے تو وہ اپنی محبوبہ سے دور نہیں رہے گا۔"

"ہو سکتا ہے وہ کہیں قریب ہی رہ کر باربرا کی نگرانی کر رہا ہو۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسٹریچر لے جانے والے دو آدمیوں میں سے ایک وہ خود ہو۔"

ان دونوں نے اسٹریچر کو گاڑی کے پچھلے حصے میں رکھ دیا تھا۔ ایک ڈرائیونگ سیٹ پر گیا تھا اور دوسرا باربرا کے اسٹریچر کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ ڈاکٹر اپنی کار اسٹارٹ کر کے جا رہا تھا۔ باربرا کی گاڑی بھی اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔ پارس ڈھلان پر دوڑتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ ویسے خاص جلدی بھی نہیں تھی۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اسے دارالشفاء لے جایا جا رہا ہے۔ صرف یہ معلوم کرنا تھا کہ ان دو میں سے کوئی ایک جیری ہے یا نہیں؟

جیری مجھ سے بہت خوفزدہ تھا۔ میری معلومات کے دائرے سے نکل جانے کے لیے اس نے اپنے ساتھی روکی ہڈسن کو قتل کیا تھا مگر مجھے کبھی معلوم نہ ہو سکے کہ وہ باربرا کے ساتھ کہاں گم ہو گیا ہے۔ لیکن اپنی آواز اور لہجہ بدلنے کے باوجود یہ دہشت باقی تھی کہ میں کہیں ان کے قریب ہوں۔ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ پارس نے اسے ٹارلیا ہے تو شاید وہ دہشت سے مر جاتا۔

ابھی وہ پارس کو محض ایک فرانسیسی افسر سمجھ رہا تھا اور شبہ کر رہا تھا کہ اس افسر کا تعلق فرہاد علی تیمور سے ہو سکتا ہے یا وہ افسر اشتند میں فرہاد تک یہ خبر پہنچا سکتا ہے کہ سرقند میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے جو فرانسیسی افسر کے جاسوس ملازم کو زخمی کر کے بھاگ گیا اور اس بھاگنے والے کی محبوبہ دارالشفاء میں ہے۔

ان حالات کو سمجھتے ہوئے وہ باربرا سے دور تھا۔ دارالشفاء کے قریب نہیں گیا تھا۔ باربرا اور ڈاکٹر آفندی کے دماغوں میں رہ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہم اس کی محبوبہ تک پہنچ رہے ہیں یا نہیں؟

لیلیٰ نے باربرا کے پاس پہنچ کر خود کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ پارس بھی ان سے دور رہی تھا۔ ان کی یہ دوری اور خاموشی جیری کو ایک طرف مطمئن کر رہی تھی کہ دشمن اس سے اور باربرا سے بے خبر ہیں۔ دوسری طرف اندیشے تھے کہ گہری خاموشی بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

پھر جیری کو یہودی ربی نے اطلاع دی تھی کہ کوئی خیال خوانی کرنے والی اس کے دماغ میں آئی تھی، یہ اور زیادہ پریشان کرنے والی بات تھی۔ ربی نے بتایا کہ وہ دین انساں کے تینوں خیال خوانی کرنے والوں کے متعلق پوچھ رہی تھی یعنی اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ فرہاد کی وجہ سے روکی ہڈسن مارا گیا ہے اور جیری اور باربرا گرفتار ہو گئے ہیں۔

جیری نے ربی سے کہا۔ "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس خیال خوانی کرنے والی کا تعلق فرہاد سے نہیں ہے۔ وہ دوبارہ آئے تو مجھے فوراً فون پر اطلاع دینا۔ میں اس سے فون کے ذریعے یا تمہارے دماغ میں آکر گفتگو کروں گا۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون ہے؟ اور کیا چاہتی ہے؟"

پھر اسی شام "دین انساں" کے پادری نے فون پر اطلاع دی کہ وہ خیال خوانی کرنے والی موجود ہے۔ جیری فون بند کر کے پادری کے دماغ میں پہنچا پھر بولا۔ "ہیلو میں جیری ہوں۔ میرے مردہ بن کر رہنے کا منصوبہ ناکام رہا ہے۔ فرہاد سے چھپنا بہت محال ہے۔"

وہ بولی "ایسا بھی محال نہیں ہے۔ میں کامیابی سے چھپ کر رہتی ہوں۔ وہ میرے دماغ میں نہیں آسکتا ہے۔"

"تم کون ہو؟"

"میرا نام دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معلوم ہے۔ مجھے مرینا ڈی فونزا کہتے ہیں۔"

"اوہ مرینا! یہ تم ہو۔ تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی کے سامنے برین ماسٹر اور بلیک سیکریٹس وغیرہ مٹ گئے۔ فرہاد تمہیں بیٹی بنا کر بھی اپنا تابعدار نہ بنا سکا۔ تم تو فولاد ہو فولاد۔"

"مجھے ایسا سمجھتے ہو تو مجھ سے دوستی کرو۔ جس فرہاد سے خوفزدہ ہو کر چھپتے پھر رہے ہو میں اس کے خلاف ایک مضبوط محاذ بنا رہی ہوں، جو میری ٹیم میں آتا ہے اس کی خوش قسمتی یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے فرہاد کی دشمنی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔"

"میں نے یہاں دین اسلام کے خلاف ایک نئی مذہبی تنظیم بنائی تھی۔ مجھے اس میں ناکامی..."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ ہم سب ناکامی کا منہ اس وقت تک دیکھتے رہیں گے جب تک فرہاد کی فیملی کی طرح ہمارے درمیان بھی مضبوط اتحاد نہیں ہو گا۔"

"درست کہتی ہو۔ میں خود کو بہت تنہا اور بے یار و مددگار پا رہا ہوں۔ مجھے تمہارے جیسے مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔ میں تمہاری ٹیم میں شامل ہونے کو تیار ہوں۔"

"میں تمہیں خوش آمدید کہہ رہی ہوں، مجھے اپنی مشکلات بتاؤ میں ان کا حل بتاؤں گی۔"

وہ بتانے لگا کہ چار ازبک مسلمان اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ وہ دو کو قتل کر کے اپنی جان بچاتا ہوا ایک کانیج میں پناہ لینے گیا تو وہاں ایک پُراسرار نوجوان ملا۔ اس کے جاسوس ملازم سے معلوم ہوا کہ وہ فرانس کا ایک اعلیٰ افسر ہے لیکن وہ یوگا کا ماہر ہے۔ میں ایک بار اس کے دماغ میں گیا تو فرانسے زرا انتظار کیا جیسے کوڈ ورڈز سننا چاہتا ہو پھر اس نے سانس روک لی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اسے اپنے دماغ میں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا انتظار تھا۔

مرینا نے کہا "اتنی لمبی باتیں نہ کرو۔ اس نوجوان کا حلیہ اور گفتگو کا انداز بتاؤ۔"

"گفتگو کا انداز کیا بتاؤں۔ وہ تو عجیب و غریب ہے۔ اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتا ہے۔ باتوں کے ذریعے ان دو ازبک مسلمانوں کو اپنے کانیج سے چالیس قدم دور پہنچایا اور میری جان بچائی۔"

"سنو! یہ فرہاد، سونیا، پارس اور علی تیمور کی پہچان ہے کہ وہ کبھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے۔ اب ایک سوال کا جواب خوب سوچ سمجھ کر دو۔ کیا اس نوجوان کی پلکیں ساکت رہتی ہیں یا

وہ پلکیں جھپکتا ہے؟"

وہ چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر بولا "میں اس سے ملنے کے بعد یہ سوچ کر الجھتا رہا کہ اس میں کوئی عجیب سی بات ہے جو دو سروں میں دیکھی نہیں گئی۔ اب یاد آرہا ہے کہ وہ پلکیں نہیں جھپکتا تھا اور میں باتوں کے دوران اس سے زیادہ نظریں نہیں ملا سکتا تھا۔ میری نظریں جھک جاتی تھیں۔"

"میں سمجھ گئی۔ وہ بہت ہی خطرناک زہریلا سانپ ہے۔ اسے فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس کہتے ہیں۔"

"او مائی گاڈ! مجھ سے کتنی بڑی حماقت ہوئی تھی۔ میں پارس کے کالیج میں پناہ لینے گیا تھا۔ اس کی زہریلی آنکھوں نے اور میری چھٹی حس نے خطرے کا احساس دلایا اور میں بھاگ آیا ورنہ اب تک میں مرچکا ہوتا یا فرہاد کا غلام بن جاتا۔"

"ایک بار بچ گئے۔ یوں ہی تنہا رہو گے تو بار بار نہیں بچ سکو گے۔ اپنی سلامتی چاہتے ہو تو مجھ پر بھروسا کرو اور مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔ یاد رکھو' جہاں میں آتی ہوں وہاں فرہاد کبھی نہیں آتا۔"

"ٹھیک ہے لیکن میرے دماغ میں آنا کیا ضروری ہے۔ ہم اسی طرح کسی آلۂ کار کے دماغ میں مل لیا کریں گے۔"

"میں صرف اس سے ملتی ہوں اور اسے دوست بناتی ہوں جو مجھ پر بھروسا کرتا ہے اور اپنا ذہن میرے حوالے کر دیتا ہے۔"

"صاف لفظوں میں کیوں نہیں کہتیں کہ مجھے اپنا معمول اور تمہاری مخالفت میں قدم اٹھاؤں گی اور سیدھی باربرا کے دماغ میں پہنچوں گی۔"

"تم باربرا کے موجودہ لہجے کو نہیں پہچانتی ہو' اس کے پاس تابعدار بنانا چاہتی ہو۔"

"تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقدر میں غلامی لکھی ہے۔ جو میرا تابعدار نہیں بنے گا جلد یا بدیر فرہاد کا غلام بن جائے گا۔"

"جب ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔"

"ایسا وقت آچکا ہے جیری! ذرا عقل سے سوچو اور سمجھو کیا فرہاد کا بیٹا اتنا نادان ہے کہ تم بھاگو گے اور وہ تم پر نظر نہیں رکھے گا۔ اگر تم اب تک آزاد ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ باپ بیٹے نے کوئی ایسی جگہ بنالی ہے جہاں سے وہ مطمئن ہو کر چپ چاپ تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔"

مرینا کی یہ بات دل کو لگی۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "ہاں' باربرا بیمار ہے۔ اس کا دماغ کھلی کتاب کی طرح ہے کوئی بھی اس کے اندر رہ کر مجھے ٹریپ کرنے کے لیے انتظار کر سکتا ہے لیکن....."

وہ پھر سوچ میں پڑ گیا۔ مرینا نے کہا "جب باربرا کا دماغ کھلی کتاب بن چکا ہے تو یہ لین کی گنجائش نہیں رہی ہے۔"

"لیکن فرہاد کو کیسے معلوم ہو گا کہ میں نے اسے علاج کے لیے کہاں چھپایا ہے اور پارس کو یہ کیسے معلوم ہو گا کہ میں جیری ہوں اور میری بیمار محبوبہ کا نام باربرا ہے؟"

"جب معلوم ہو جائے گا تو دن میں تارے نظر آجائیں گے اور وہ ایسا برا وقت ہو گا کہ میں بھی تمہیں فرہاد سے نہیں بچا سکوں گی اور اس لیے نہیں بچاؤں گی کہ ہماری یہ ملاقات ختم ہوتے ہی کیسے پہنچو گی۔"

"جس طرح تم اس کے دیوانے ہو' اسی طرح پارس میرا دیوانہ ہے۔ پندرہ منٹ کے بعد باربرا کے پاس آؤ' وہاں میں ملوں گی۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "پارس کا باپ بھی باربرا کی موجودہ آواز اور لہجے کو نہیں پہچانتا ہے۔ تم ان کے ذریعے قیامت تک اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکو گی۔ تم بہت مغرور ہو گی ہو سے مجھے غلام بنانا چاہتی ہو۔ میں تھوکتا ہوں تمہاری دوستی پر۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے مخاطب کیا۔ "مرینا! میں دو دشمنوں کا دوست اور دو دشمنوں کا دشمن ہوں۔ اپنے دماغ سے غور کے کیڑے نکال کر میرے پاس آؤ۔ خاموش کیوں ہو۔ جواب دو۔"

اسے پھر جواب نہیں ملا۔ مرینا وہاں سے چلی آئی تھی اور سوچ رہی تھی۔ پارس کے پاس جا کر اسے محبت سے بہلانا پھسلانا چاہیے' وہ ضرور جانتا ہو گا کہ باربرا کہاں ہے؟

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر کسی رکاوٹ کے بغیر پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ مقدر نے مرینا کا ساتھ دیا تھا۔ وہاں لیلیٰ پہلے سے موجود تھی۔ اس لیے پارس نے مرینا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ یوں اس کے نصیب سے کام آسان ہو گیا۔ وہ اس کی لاعلمی میں چور خیالات کے ذریعے معلوم کرنے لگی کہ باربرا کس اسپتال میں ہے اور کس ڈاکٹر کے زیر علاج ہے۔

اگر وہ یہ ساری باتیں پارس کو مخاطب کر کے پوچھتی تو وہ شاید نہ بتاتا۔ اسے زیادہ دیر اپنے دماغ میں رہنے بھی نہ دیتا۔ لیلیٰ اس وقت کہہ رہی تھی "بیٹے! میں جا رہی ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آؤں گی۔"

لیلیٰ سے پہلے ہی وہ دماغ سے نکل آئی تاکہ پارس کو اس کی موجودگی کا علم نہ ہو۔ اس نے ٹیلی فون انکوائری سے سمرقند کے ڈاکٹر آفندی کا فون نمبر معلوم کیا۔ اس نمبر کے ذریعے رابطہ کر کے آفندی کی آواز سنی۔ پھر اس کے ذریعے باربرا تک پہنچ گئی۔

وہاں جیری کہہ رہا تھا۔ "باربرا! ہمارے ستارے گردش میں ہیں۔ ایک طرف فرہاد عذاب جاں بنا ہوا ہے۔ دوسری طرف مرینا مجھے چیلنج کر رہی ہے۔ کہہ رہی تھی' پندرہ منٹ میں تمہارے اندر پہنچے گی۔ وہ بہت لمبے دعوے کرنے لگی ہے۔"

مرینا نے کہا "کیا دعویٰ غلط ہے؟ گھڑی دیکھو' ٹھیک پندرہ منٹ میں آئی ہوں۔"

وہ ایک دم سے بوکھلا کر بولا۔ "مت تم۔ مرینا یہ تم ہو؟ تم کیسے آگئیں؟"

"ایسے آئی ہوں جیسے ستارے گردش میں آتے ہیں۔ کیوں باربرا' میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟ میں نے تمہارے یار کو سمجھایا تھا کہ مجھ پر بھروسا کرے' میرا تابعدار بن جائے لیکن....."

باربرا نے بات کاٹ کر کہا۔ "مرینا! پلیز جیری کو میرا یار نہ کہو۔ میں یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتی ہوں کہ آخر کیوں اس کے احکامات کی تعمیل کرنے لگتی ہوں۔ میں آپریشن کے خلاف تھی لیکن اپنی مرضی کے خلاف مکمل لڑکی بن گئی ہوں۔"

"ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے تمہیں اپنی معمولہ بنا رکھا ہے۔"

"میری عقل بھی یہی سمجھاتی ہے کہ اس نے مجھے مکمل لڑکی بنا کر حاصل کرنے کے لیے ایسی ہی کوئی چال چلی ہے۔ میں اس کے خلاف سوچتی ہوں لیکن اس سے نفرت نہیں کرتی ہوں۔ آخر اس کی معمولہ ہوں کیسے نفرت کر سکتی ہوں۔"

"تمہاری پوری روداد سمجھ میں آگئی ہے۔ میں تمہیں ایک لڑکی کی حیثیت سے اس کی ہوس کا شکار نہیں ہونے دوں گی۔ جتنی جلدی ہو سکے گا میں اس کم بخت کو تمہارے دماغ میں آنے سے ہمیشہ کے لیے روک دوں گی۔"

وہ بولا۔ "مرینا! میں تمہاری ذہانت اور صلاحیتوں کا قائل ہو گیا ہوں۔ پلیز مجھے دشمن نہ سمجھو اگر تم میری ایک شرط مان لو تو میں تمہارا تابعدار بن جاؤں گا۔"

"بولو کیا شرط ہے؟"

"اسی پادری کی دماغ میں چلو۔"

وہ دونوں پھر پادری کے اندر آئے۔ وہ بولا۔ "کیا بات ہے؟"

جیری نے کہا "تم خاموش رہو۔ میں مرینا سے بات کر رہا ہوں اور اس سے کہہ رہا ہوں کہ وہ باربرا کو میری رہنے دے۔ اس کے دل میں میرے لیے محبت بھر دے۔ میں اسے حاصل کرنے کی خاطر اپنی آزادی داؤ پر لگا دوں گا اور مرینا تمہارا تابعدار بن جاؤں گا۔"

"اگر میں مجبور ہوتی تو باربرا کو تمہاری جھولی میں ڈال کر تمہیں اپنا غلام بنا لیتی لیکن میں چند گھنٹوں میں کوئی شرط تسلیم کیے بغیر تمہارے اندر پہنچ جاؤں گی۔ جاؤ اور مجھ سے چھپنے کی ہر ممکن تدبیر کرتے رہو۔"

وہ چلی گئی۔ جیری اسے آوازیں دیتا رہا لیکن جواب نہیں ملا۔ لالچ کمزور اور بزدل نہیں تھا۔ تمنا حالات کا مقابلہ کر سکتا تھا لیکن میرا خوف بری طرح حاوی تھا۔ عقل اسے سمجھا رہی تھی کہ ایسے وقت اسے کوئی مضبوط سہارا حاصل کرنا چاہیے۔ ایسا سہارا جو فرہاد سے زیادہ مضبوط ہو۔

وہ خوف اور پریشانی سے سوچ رہا تھا۔ اب فرہاد اور مرینا کے مقابلے میں محفوظ رہنے کا ایک اور سہارا تھا اور وہ تھا جان لبوڈا' یہ بھی طرح معلوم تھا کہ جان لبوڈا بھی اسے اپنا ماتحت بنا کر رکھے گا لیکن یہ ماتحتی اپنے وطن امریکا کے لیے بھی ہو گی۔ فرہاد اور مرینا کا غلام بننے سے بہتر ہے کہ اپنے امریکا کی خاطر لبوڈا کا تابعدار بن جائے۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر لبوڈا کے پاس آکر کہا۔

"سانس نہ روکنا۔ میں ایک گم شدہ ٹیلی پیتھی جاننے والا جیری ہاک ہوں۔"

"نائب سپر ماسٹر کے دماغ میں آؤ۔"

یہ کہہ کر لبوڈا نے سانس روک لی۔ جیری اس کے دماغ سے نکل کر نائب سپر ماسٹر کے پاس آیا۔ پھر بولا۔ "میں تمہارے دماغ میں مسٹر جان لبوڈا سے باتیں کر رہا ہوں۔"

لبوڈا نے کہا "میں موجود ہوں۔ بولو۔"

"سر! آپ جانتے ہیں' میں ابتدا میں برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کا ماتحت تھا پھر فرہاد نے مجھے اور باربرا کو اسیر کر لیا تھا۔"

"میں جانتا ہوں۔ آگے بولو۔"

"فرہاد کچھ عرصہ سے ہم سے غافل ہو گیا تھا۔ ہمیں اس سے نجات حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ ہم نے ازبکستان میں اسلام کا زور کم کرنے کے لیے ایک نئے "دین انسان" کی تبلیغ شروع کر دی لیکن بری طرح ناکامی ہو رہی ہے۔ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا روسی مارا گیا ہے۔ باربرا اسپتال میں ہے۔ فرہاد اور مرینا نے اس کے دماغ میں جگہ بنالی ہے اور اب مجھے پھانسنے کی فکر میں ہیں۔"

"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تحفظ اور سلامتی چاہتا ہوں۔"

"فرہاد اور مرینا بھی تمہیں پناہ دے سکتے ہیں۔"

"وہ مجھے غلام بنالیں گے۔"

"میں بھی تمہیں اپنا ماتحت بنا کر رکھوں گا۔"

"مجھے اپنے ملک اور اپنی قوم کی خاطر آپ کی ماتحتی قبول ہے۔"

"شاباش۔ وطن کی محبت میں آئے ہو تو میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ یہ بتاؤ مجھے کب تنویمی عمل کرنے دو گے؟"

"آپ جب چاہیں کر سکتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں آپ سے ایک مہربانی چاہتا ہوں۔"

"میں تمہاری ہر خواہش' ہر مطالبہ پورا کروں گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میں باربرا کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔"

"مجھے جہاں تک یاد ہے باربرا مکمل لڑکی نہیں ہے۔"

"اس کا آپریشن ہو چکا ہے۔ وہ لڑکی بن چکی ہے۔ میں اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار سکتا ہوں۔"

"اچھا تو وہ اسی لیے اسپتال میں ہے اور اس کا دماغ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے کھل گیا ہے۔"

"یہی پرابلم ہے سر! فرہاد یا مرینا اسے اپنا تابعدار بنا لیں گے۔"

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ فی الحال تم ان سے دور رہو۔ ہو سکے تو چار دیواری سے باہر نہ نکلو۔ کسی سے فون پر بھی رابطہ نہ کرو۔ ابھی میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ تم مجھے باربرا کے پاس

پہنچاؤ۔"

وہ جیری کے اندر چلا آیا۔ جیری نے کہا۔ "سر! میں کسی سے رابطہ نہیں رکھوں گا لیکن باربرا کی خیریت معلوم کیے بغیر سکون نہیں ملے گا۔"

"یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ تم خاموشی سے خیریت معلوم کرنے اس کے پاس جاؤ گے اور خاموشی سے آؤ گے۔ اگر کوئی حماقت کرو گے اور اپنی موجودگی کا احساس دلاؤ گے تو مرینا اور فرہاد تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔"

اس نے لبوڈا کو باربرا کے پاس پہنچادیا۔ باربرا کا دماغ لیلیٰ، مرینا اور لبوڈا کا اکھاڑہ بن گیا تھا۔ تینوں وہاں تھے اور تینوں خاموش رہتے تھے۔ فی الحال اسے چھیڑنے سے یعنی اپنی معمولہ بنانے کی کوشش کرنے سے وہ دماغی توازن کھو بیٹھتی، اس کی جسمانی اور دماغی صحت پر بہت برا اثر پڑتا۔ کوئی اسے نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ سب ہی اس کی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ اسے حاصل کرنا چاہتے تھے۔

جان لبوڈا نے پہلی بار وہاں جاکر خاموشی دیکھی۔ دوسری بار آکر کہا "ہیلو باربرا! میں لبوڈا بول رہا ہوں۔ تمہیں شاید معلوم ہو کہ تمہارے اندر مرینا اور فرہاد بھی آتے ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا "فرہاد نہیں میں آتی ہوں۔ مجھے مسز لیلیٰ فرہاد کہتے ہیں۔"

"میں پہلی بار بیگم فرہاد کی سوچ کی لہروں کو سن رہا ہوں۔ مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ کیوں مرینا! تم کچھ نہیں بولو گی؟"

مرینا نے کہا "اپنی موجودگی ظاہر کر رہی ہوں۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ ہمیں باربرا کے معاملے میں کسی نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔"

لیلیٰ نے پوچھا۔ "اس لڑکی کا انجام کیا ہوگا۔ ہم میں سے ہر ایک اسے حاصل کرنا چاہتا ہے جو حاصل کرنے میں ناکام رہے گا وہ اسے مار ڈالے گا تاکہ یہ دشمن کے کام نہ آسکے۔"

لبوڈا نے پوچھا۔ "کیا تم اسے مار ڈالو گی؟"

لیلیٰ نے جواب دیا۔ "جو ہمیں نقصان پہنچاتا ہے، ہم اسے نہیں چھوڑتے لیکن باربرا ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی تو ہم کچھ نہیں کھوئیں گے کیونکہ اس کی ٹیلی پیتھی ہماری پیداوار نہیں ہے۔ تمہاری پیداوار ہے۔ یہ تمہارے ہاتھ سے نکلے گی تو تم نقصان برداشت نہیں کرو گے۔ اسی طرح مرینا بھی برداشت نہیں کرے گی۔ تم دونوں اسے قتل کرنا چاہو گے۔"

مرینا نے کہا۔ "اگر تم قتل نہیں کرو گی اور تمہیں اسے حاصل نہ کرنے کا دکھ نہیں ہوگا تو پھر یہاں سے چلی جاؤ۔ یہ تمہیں نہیں ملے گی۔"

"میں اسے حاصل کرنے نہیں آئی ہوں۔ اسے تم دونوں کی کم غنی سے بچانے کے لیے موجود ہوں۔"

جان لبوڈا دماغی طور پر حاضر ہو کر حیرانی سے سوچنے لگا۔ "کیا یہ خواب تھا؟ عقل تسلیم نہیں کرتی ہے کہ اس نے چند منٹ میں اچانک ہی توانائی حاصل کی ہے۔ مجھے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے اس ہسپتال پر اور باربرا پر نظر رکھنا چاہیے۔ اس لڑکی کی حیرت انگیز اور غیر معمولی توانائی کے پیچھے ضرور کوئی راز ہے جو ابھی سمجھ میں نہیں آرہا ہے لیکن میں اس راز کو ضرور سمجھوں گا۔"

لیلیٰ ڈاکٹر کے دماغ سے نکلتے ہی میرے پاس آئی پھر کوڈورڈز ادا کرکے بولی "ایک ناقابلِ یقین واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ آپ بھی سنیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔"

اس نے باربرا کے توانائی حاصل کرنے والا واقعہ پوری تفصیل سے سنایا۔ میں بھی حیران رہ گیا۔ بے یقینی سے بولا۔ "یہ کیسے ممکن ہے۔ میرا خیال تھا کہ درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے لوگوں کے دماغ میں آتے جاتے رہیں گے تو وہ کمزوری کے باعث پاگل ہو جائے گی لیکن وہ تو ہوش مندوں کو پاگل بنا رہی ہے۔"

میں نے آزمائش کے طور پر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر اس نے سانس روک لی۔ میں واپس آگیا۔ اب تو یہ جادو سالگ رہا تھا۔ کرامات فہم سے بالاتر ہو، وہ جادو لگتی ہے۔ میں نے کہا "لیلیٰ! تم اور مرس اس لڑکی پر نظر رکھو۔ اس کے دماغ میں یا اس کے آس پاس ضرور ایسی کوئی بات ہے یا کوئی ہستی ہے، جو اسے تحفظ دے رہی ہے۔"

ادھر مرینا بھی بے چین تھی۔ ایسی بات ہوگئی تھی، جس کی تہ تک پہنچے بغیر سکون نہیں مل سکتا تھا۔ باربرا سانس روک لیتی تھی، دماغ کے دروازے بند کرکے اور زیادہ پُراسرار ہوگئی تھی۔ مرینا کافی دیر تک کمرے میں ٹہلتی رہی اور اس معاملے پر ہر پہلو سے سوچتی رہی۔ پھر وہ رک گئی۔ خلا میں تکتے ہوئے مسکرائی، جیسے اسے کوئی راستہ سجھائی دے رہا تھا۔ اس نے دروازے پر آکر اپنے ایک ناسُت کو بلایا۔ پھر کہا۔ "میں آرام کر رہی ہوں۔ مرنہ آنا۔ کوئی فون آئے تو کہہ دینا میں موجود نہیں ہوں۔"

پھر اس نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ کھڑکیاں پہلے ہی بند تھیں۔ فرش پر قالین بچھا ہوا تھا۔ وہ قالین پر چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے اپنے اندر آہستہ آہستہ سانس کھینچتے ہوئے کہنے لگی۔ "اوم پاور آتما شکتی۔ اوم پاور آتما شکتی۔"

وہ زیرِ لب بولتے بولتے خاموش ہوگئی۔ اس کے ہونٹ لفظ اوم پر ایک دوسرے سے چپک گئے۔ جسم ساکت ہوگیا۔ ایسے ہی حالت میں مرینا نے خود کو اپنے جسم سے باہر دیکھا۔ اس کا بدن بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ وہ وہاں سے چل پڑی۔

اس نے ارادہ کیا تھا کہ باربرا کے پاس جائے گی۔ لہٰذا چشم زدن میں وہاں پہنچ گئی۔ آتما کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ وہ دروازہ اور ٹھوس دیواروں کے آر پار چلی آتی ہے۔ اس نے کمرے میں آکر دیکھا۔ باربرا بستر پر آرام سے لیٹی ہوئی چھت کی طرف تک رہی تھی اور کسی سوچ میں گم تھی۔

اس کے سرہانے ایک حسین و جمیل نرس کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر نور برس رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا وہ نرس نہ ہو، آسمان سے حور اتر کر آئی ہو۔ عجیب بات یہ تھی کہ وہ حور اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ آتما کسی کو نظر نہیں آتی۔ مرینا بھی ایسے وقت کسی کو نظر نہیں آسکتی تھی کیونکہ نظر آنے والا جسم اپنے کمرے کے قالین پر چھوڑ کر آئی تھی۔ یہی بات عجیب اور حیران کن تھی کہ حور اسے دیکھ رہی تھی۔

مرینہ کمرے میں دائیں سے بائیں جانے لگی تو حور کی نظریں بھی اس کے ساتھ ساتھ زاویہ بدلنے لگیں۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ وہ واقعی مرینا کی آتما کو دیکھ رہی ہے۔ پھر اس حور نے دروازے کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ اشارہ بالکل واضح تھا۔ مرینا کی آتما کو کمرے سے باہر جانے کا حکم دے رہی تھی۔

شاید وہ حکم کی تعمیل نہ کرتی۔ وہاں سے نہ جاتی لیکن اب باربرا کے کمرے میں مزید دیکھنے اور سمجھنے کے لیے کچھ نہ رہا تھا۔ وہ دوسرے ہی لمحے میں اپنے کمرے میں اپنے جسم کے اندر آگئی۔ بدن میں ہلکی سی لرزش ہوئی۔ ہونٹ وا ہوئے۔ اس نے "اوم پاور آتما شکتی" کہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں لیکن اسی طرح لیٹی رہی۔ چھت کو گھورتے ہوئے سوچنے لگی۔ "وہ نرس کون تھی؟"

آج ایسے واقعات رُونما ہو رہے تھے جنہیں عقل تسلیم نہیں کر رہی تھی۔ یہ تو سب جانتے ہیں اور سب مانتے ہیں کہ روح کسی کو نظر نہیں آتی، لیکن باربرا کے کمرے میں ڈیوٹی دینے والی نرس روح کو واضح طور سے دیکھ رہی تھی۔

اس طرح یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ نرس کوئی غیر معمولی علم جانتی ہے اور ایسے ہی علم سے باربرا کو دماغی توانائی پہنچا رہی ہے۔

وہ قالین پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ڈاکٹر آفندی کے پاس پہنچ گئی۔ اس کی سوچ میں سوال کیا "مس میری (باربرا) کے کمرے میں کس نرس کی ڈیوٹی ہے؟"

ڈاکٹر کی سوچ نے جواب دیا "اس کمرے میں کسی نرس کی ڈیوٹی نہیں ہے۔"

مرینا نے اسے باربرا کے کمرے تک آنے پر مجبور کیا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ باربرا بستر پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "آیئے ڈاکٹر! میں بہت آرام اور سکون محسوس کر رہی ہوں۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "کیا اس کمرے میں ابھی کوئی نرس تھی؟"

"نہیں۔ میں تو بالکل تنہا تھی۔"

مرینا نے ڈاکٹر کی زبان سے کہا۔ "تم جھوٹ بولتی ہو۔ ابھی ایک منٹ پہلے ایک نرس تمہارے سرہانے کھڑی ہوئی تھی۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ٹائلٹ میں گیا۔ کمرے میں دوسرا دروازہ نہیں تھا۔ ڈاکٹر کے چہرے پر خیالات بھی مرینا سے کہہ رہے تھے کہ وہ سر

سے اس کمرے میں کوئی نرس نہیں گئی ہے کیونکہ باربرا تنہائی چاہتی تھی۔

مرینا پھر قالین پر لیٹ گئی۔ آتما شکتی کے عمل کے ذریعے اپنے جسم سے جدا ہو کر باربرا کے کمرے میں آئی تو ڈاکٹر ابھی وہاں موجود تھا۔ باربرا بستر پر بیٹھی ہوئی تھی اور بستر کے سرہانے وہی خورد دکھائی دے رہی تھی۔ ڈاکٹر کمرے سے جا رہا تھا اور وہ خور پھر ہاتھ کے اشارے سے اس کی آتما کو وہاں سے جانے کا حکم دے رہی تھی۔

آتما واپس آگئی۔ مرینا قالین پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ باربرا کے کمرے میں موجود جو خور تمثال حسینہ ہے' وہ بھی ایک روح ہے کیونکہ جب مرینا نے مادی طور پر ڈاکٹر کے دماغ میں رہ کر دیکھا تو باربرا کے کمرے میں خور نظر نہیں آئی اور جب آتما شکتی سے دیکھا تو وہ حسین آتما نظر آگئی۔

کیا باربرا کے ساتھ بھی کوئی آتما شکتی والی ہستی ہے؟ جو سرہانے نظر آئی تھی' وہ لاجواب حسن کی مالکہ تھی۔ بالکل نیا چہرہ تھا۔ مرینا نے پہلی بار وہ صورت دیکھی تھی۔ اس کے دل میں شبہ پیدا ہوا کیا تبت کا مہالامہ کنچن دیو اپنی شکست کا بدلہ لینے آیا ہے؟ اور یہاں میرے خلاف باربرا کو توانائی دے کر اسے میرے مقابلے پر لانا چاہتا ہے؟

ایسا ممکن تھا۔ اس دنیا میں کیا نہیں ہوتا؟ جو نہ سوچو' وہ ہو جاتا ہے۔ فی الحال مرینا ہر طرف سے دباؤ میں آگئی تھی۔ اگر آتما شکتی کے حوالے سے مہالامہ کنچن دیو مقابلے پر آیا ہے تو مصیبت میں اضافہ ہو چکا ہے۔ پہلے ہی کیا کم تھا۔ ازبکستان آٹو کراس کے سربراہ مسلط ہو گیا تھا۔ پھر اسرائیل میں علی نے جنرل پارکن کو اس سے چھین لیا تھا۔ جنرل کے بعد اب صرف بی جی تھرہال ہی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے قبضے میں رہ گیا تھا۔

وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک مضبوط ٹیم بنانا چاہتی تھی اور اب اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں تھرہال بھی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگی اور سوچنے لگی۔ "ہاری ہوئی بازی جیت سکتی ہوں اگر باربرا اور جیری میرے قبضے میں آجائیں اور فرہاد یہ ملک چھوڑ کر چلا جائے یا مر جائے۔"

اسے یاد آیا وہ "دین انساں" کے ایک رتی کے خیالات پڑھ رہی تھی تو یہ معلوم ہوا تھا کہ روکی ہڈسن نے فرہاد کو ایک کارنیول میں گھیر لیا تھا لیکن خود فرہاد کے شکنجے میں آگیا تھا' اس طرح یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ کارنیول میں رہتا ہے۔ یا کارنیول کے کسی شخص کے ذریعے اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کیا جا سکتا ہے۔

وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گئی۔ پھر بیٹھ گئی۔ ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا کہ فرہاد کی رہائش گاہ معلوم ہو جائے تو اس کی غفلت میں اس پر وار کیا جا سکتا ہے۔ کسی بڑی واردات کی ضرورت پڑے گی صرف ذرا سا زخمی کر کے فرہاد کو اپنا غلام بنایا جا سکتا ہے۔ اوہ گاڈ میں نے اس پہلو سے کیوں نہ سوچا کہ فرہاد اسی شہر میں ہے۔ بس ذرا سی کوشش

کے بعد اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر سکتی ہوں یا اس کے قریب رہنے والے کسی فرد کو آلۂ کار بنا سکتی ہوں۔"

وہ بڑے جوش و جذبے سے سوچ رہی تھی۔ کبھی اٹھ رہی تھی کبھی بیٹھ رہی تھی۔ یہ بات دماغ میں پک رہی تھی کہ کبھی فرہاد نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور اسے تابعداری کے عذاب میں مبتلا رکھا تھا۔ اب وہ بھی فرہاد کو معمول اور مجبور بنا سکتی ہے۔

اس نے کارنیول کے کئی فون نمبر معلوم کیے۔ پھر فون کے ذریعے یعقوب ہمدانی کی آواز سن کر اُس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا ہمدانی نے فرہاد علی تیمور کو دوست بنایا ہے اور فرہاد ایک روسی حسینہ کے ساتھ اس کے کارنیول والے خیمے میں رہتا ہے۔ مرینا نے کارنیول کے ایک اور شخص کی آواز سنی۔ پھر اسے آلۂ کار بنا کر سمورا کے خیمے میں لے گئی۔ سمورا وہاں تنہا تھی۔ میں اس وقت موجود نہیں تھا اور نہ ہی اپنے خلاف مرینا کی یہ مصروفیات دیکھ رہا تھا۔

مرینا مجھے وہاں نہ پا کر ذرا مایوس ہوئی لیکن اس نے سمورا کے دماغ میں جگہ بنالی۔ پھر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اسے پورا یقین تھا کہ مجھے سمورا کے ذریعے ٹریپ کر سکے گی۔ اس کے باوجود میری پوری ہمدردی اس کے پیشِ نظر تھی۔ اس نے میرا ریکارڈ پڑھا تھا' یہ دیکھا اور سنا بھی تھا کہ میں ہمیشہ حکمتِ عملی سے یا مقدر سے بچ نکلتا ہوں۔

ابھی پچھلی بار روکی ہڈسن نے مجھے گولی مار کے' زخمی کر کے اور مجھے غلام بنا لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تمام دشمنوں کے دلوں میں یہ دہشت اور یقین ہے کہ میں دنیا والوں کے سامنے مرجاتا ہوں۔ برسوں مردہ رہتا ہوں۔ پھر زندہ ہو کر جرائم سے بھری ہوئی دنیا میں واپس آجاتا ہوں۔

مرینا بھی کامیابی کا یقین کرنے کے باوجود اندر سے سہمی ہوئی تھی کہ ناکام ہوئی اور میں محفوظ رہوں گا تو پھر میری انتقامی کارروائی کے نتیجے میں وہ خیریت سے نہیں رہ سکے گی۔

مجھے غلام بنا لینے والا کارنامہ ایسا زبردست ہوتا جیسے تنہا ساری دنیا کو فتح کر لیا ہو اور وہ زندگی میں پہلی بار اتنا بڑا کام کرنے سے پہلے پریشان اور بے چین ہو رہی تھی۔ اسے مضبوط سہارے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ آج اسے یہ غلطی سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ اب تک تنہا زندگی گزارتی رہی ہے جبکہ امریکا میں' اسرائیل میں' روس میں اور میری ٹیلی میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تحفظ حاصل ہے۔ ان کے اپنے بہت برے وقت میں کام آسکتے ہیں جبکہ آج وہ مجھے ٹریپ کرنے کا خطرہ مول لینے والی تھی تو اس کا سہارا بننے کے لیے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی نہیں تھا۔

ایوان راسکا اس کا دوست تھا۔ لبوڈاکے داماد بی جی تھرہال کو اپنا تابعدار بنا چکی تھی مگر وہ دونوں کچھ زیادہ ذہین اور حاضر دماغ نہیں تھے۔ عین وقت پر کام بگاڑ سکتے تھے۔ پھر بھی اس نے سوچا' وہ تھرہال سے سمورا کی نگرانی کا کام لے سکتی ہے۔

اس نے تھرہال کو مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ "میں مادام! میں آپ کا خادم ہوں۔ کیا خدمت کروں؟"

"میں تمہیں ایک عورت کے دماغ میں لے جا رہی ہوں' تم اس کے اندر بالکل خاموش رہو گے۔ وہاں اپنی موجودگی کا احساس نہیں ہونے دو گے۔ اس عورت کا نام سمورا ہے۔ اگر سمورا کا کوئی یار اُس کے قریب آئے تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔"

"میں مادام! میں حکم کی تعمیل کروں گا۔"

مرینا نے اسے سمورا کے پاس پہنچا دیا۔ پھر ایوان راسکا کے پاس آکر بولی۔ "میں ایک بہت بڑا معرکہ سر کرنے والی ہوں۔ اگر کامیاب ہو گئی تو سمجھو ہم ساری دنیا پر حکومت کریں گے۔"

"وہ ایسا کون سا معرکہ ہے؟"

"میں فرہاد کو اپنا تابعدار بنانے والی ہوں۔"

اس نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "کیا فرہاد علی تیمور کو؟"

"ہاں' کیا یقین نہیں آرہا ہے؟"

"یہ تو سمجھ میں آتا ہے کہ چیونٹی شیر پر چڑھ سکتی ہے لیکن اس پر چڑھنا اور بات ہے اور فرہاد پر چڑھ دوڑنا اور بات ہے۔ بڑے بڑے شہ زور اور انتہائی ذہین ترین لوگ اس سے دھوکا کھاتے جا رہے ہیں۔"

"میں دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ پہلے پوری طرح تصدیق کروں گی کہ وہ فراڈیا ہے پھر اس پر حملہ کروں گی۔"

"کیا حملہ کرنا اتنا ہی آسان ہو گا؟ جسے حادثات زخم نہیں پہنچاتے' اسے تم کیسے زخمی کرو گی؟"

"جو سوچا ہے اس پر عمل کروں گی۔ خواہ مخواہ مایوس ہو کر بیٹھے رہنے سے بہتر ہے' آدمی کچھ کر گزرے' ہو سکتا ہے مقدر میں کامیابی لکھی ہو۔"

اسی وقت بی جی تھرہال نے آکر کہا۔ "مادام! سمورا کے پاس ایک شخص آیا ہے' وہ اسے فرہاد کہہ کر مخاطب کر رہی ہے۔"

وہ بولی۔ "راسکا! تم میرے ساتھ سمورا کے اندر آؤ۔ وہاں بالکل خاموش رہنا۔ جب تک میں کچھ نہ کہوں کوئی حرکت نہ کرنا۔"

وہ دونوں سمورا کے پاس آئے۔ میں سمورا کے پاس خیمے میں بستر پر بیٹھ گیا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا۔ "اپنا ضروری سامان بیگ میں رکھ لو۔ ہم شہر میں کوئی چھوٹا سا بنگلا لے کر رہیں گے۔"

سمورا نے پوچھا۔ "کیا یہاں خطرہ محسوس کر رہے ہو؟"

میں نے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ جیری کُرد پوش ہے۔ مجھ پر اچانک ہی کہیں سے حملہ کر سکتا ہے۔ پھر مرینا بھی یہاں ہے۔ وہ بلا کی مکار ہے۔ اچانک ہی ایسا کوئی کام کر جاتی ہے جس کی توقع پہلے نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے سپرماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے بھی یہاں پہنچے ہوئے ہوں۔ میں یہاں سے نکلتے ہی اپنا حلیہ بھی بدل لوں گا۔"

میں بستر پر لیٹا ہوا بولتا جا رہا تھا۔ سمورا پر نظر نہیں تھی۔ کیونکہ وہ میرے سرہانے تھی۔ وہاں ایک صندوق کو کھول کر ایک خنجر نکال رہی تھی۔ وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ دماغی طور پر غائب ہو چکی تھی۔ مرینا اس کے اندر پوری طرح قبضہ جما کر میرے قریب آئی۔ میں اسے دیکھ سکتا تھا لیکن جب شامت آئی ہو تو کیسے دیکھ لیتا؟

میں نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔ "سمورا! تھوڑی دیر تک مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں مرینا کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

جس کے پاس جا رہا تھا وہ شہ رگ کے قریب پہنچ گئی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مرینا کے دماغ میں پہنچتے ہی دیکھا' وہ مجھ پر حملہ کر رہی ہے۔ یہ کسی خواب کی طرح غیر متوقع تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا حملہ ہو گا اور ایسا میری معمولہ کرے گی۔

وہ صرف ایک ساعت کی بات تھی۔ مجھے سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ اس نے خنجر کو میرے شانے میں پیوست کر دیا۔ میرے حلق سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سمورا مجھ پر جھکی ہوئی تھی اور بڑی پھرتی سے خنجر کو میرے شانے سے کھینچ کر نکال رہی تھی۔ چیخ رہی تھی۔ "نہیں نہیں..... یہ میں نے کر دیا۔ مجھے پتا بھی نہیں چلا اور میں نے تم پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ ہائے میں مر جاؤں گی۔ تمہیں کچھ ہوا تو اپنی بھی جان دے دوں گی۔ کوئی ہے۔ فرسٹ ایڈ باکس لاؤ۔"

وہ دوڑتی ہوئی خیمے سے باہر چلی گئی۔ مرینا میرے اندر آگئی۔ فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگا کر بولی۔ "فراڈ! ہاہاہا فراڈ! دنیا کے سب سے بڑے شہ زور! مقدر کو اپنی مٹھی میں رکھنے والے! آج سے تمہارا قابلِ تسخیر دماغ میری چٹکی میں رہا کرے گا۔ ہاہاہا....."

اور یہ کوئی خواب نہیں تھا۔ پچھلی بار میں نے جھوٹ موٹ گولی کھا کر زخمی ہونے کا ڈراما کر کے روکی ہڈسن کو الو بنایا تھا لیکن یہ کوئی ڈراما نہیں تھا۔ میں سچ مچ مرینا کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ خنجر کا زخم اتنا گہرا تھا کہ میں خیال خوانی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ورنہ سلمان اور لیلیٰ کو مدد کے لیے بلا لیتا۔ آہ! پتا نہیں' سونیا نے کب کہا تھا مگر کبھی کہا تھا۔ ان لمحات میں یاد آیا۔ آہ! اس نے کہا تھا۔ "فراڈ! تمہیں موت نہیں مارے گی جب بھی مارے گی' کوئی عورت ہی مارے گی....."

غبارے میں اس کی گنجائش سے زیادہ ہوا بھری جائے تو وہ پھٹ جاتا ہے۔ انسان کو اس کی اوقات سے زیادہ خوشیاں ملیں تو وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ ہنستے ہنستے پاگل ہو جاتا ہے اور پاگل پن میں بھی ہنستا چلا جاتا ہے۔

یہی حال مرینا کا تھا۔ وہ فرہاد علی تیمور کے دماغ پر حکومت کرنے والی ملکۂ عالیہ بن گئی تھی۔ اتنی بڑی کامیابی آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے مسرتوں کی شدت سے اچھل رہی تھی۔ ناچ رہی تھی' گا رہی تھی' قہقہے لگا رہی تھی۔ میرے دماغ میں بولتی جا رہی تھی "میرے غلام! میرے کمرے میں پاپ میوزک گونج رہا ہے۔ میں جھوم جھوم کر رقص کر رہی ہوں۔ تو مجھے دیکھ نہیں سکتا۔ مگر اپنے اندر میرے قہقہے سن رہا ہے۔ میں اس خوشی میں ناچ رہی ہوں کہ آنے والے دنوں میں تجھے ساری دنیا کے سامنے نچاؤں گی۔ ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ ہاہاہا..."

کوئی اور ہوتی تو ناچتے گاتے' ہنستے ہنستے نڈھال ہو کر گر پڑتی۔ لیکن وہ تھکنا اور گرنا نہیں جانتی تھی۔ کیونکہ وہ آتما شکتی والی یوگا کی مہارت رکھتی تھی۔ چالیس منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ پھر یہ کہ ایسی زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی کہ خوشیاں منانے کے دوران تھکنا بھول گئی تھی۔

ادھر سورا کا رنبول کے ڈاکٹر کو لے آئی تھی۔ وہ میرے زخم کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ یعقوب ہمدانی بھی آگیا تھا۔ غصے سے سورا کو کہہ رہا تھا "تم پاگل کی بچی ہو؟ تم نے ہمارے محسن پر خنجر سے حملہ کیا اور کہتی ہو جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔"

میں نے کہا "ہمدانی! غصہ نہ کرو۔ سورا درست کہہ رہی ہے۔ یہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ یہ ٹیلی پیتھی کا چکر ہے۔ ایک دشمن نے اس کے دماغ میں گھس کر اسے غائب دماغ بنا دیا تھا۔ اس نے اپنی مرضی سے ایسا نہیں کیا ہے۔"

وہ رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی "میں نے جان بوجھ کر حملہ نہیں کیا تھا پھر بھی شرم سے مری جا رہی ہوں۔ خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو گیا تو میں اسی خنجر سے اپنی جان دے دوں گی۔"

میں نے تکلیف کے باوجود مسکراتے ہوئے کہا "تمہارے جان دینے سے وہ تمام مصیبتیں دور نہیں ہوں گی جو اب مجھ پر آنے والی ہیں۔"

ہمدانی نے کہا "دوست! کیسی مصیبتیں آنے والی ہیں' تمہارے ذہن میں احتیاطی تدابیر ہوں تو مجھے بتاؤ۔"

میں پھر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ بے چارہ نہیں جانتا تھا کہ میرے ذہن میں اب جتنی احتیاطی تدابیر آئیں گی اسے پہلے مرینا پڑھ لیا کرے گی۔

میں نے کہا "میری فکر نہ کرو کیونکہ میں خود اپنی فکر نہیں کر رہا ہوں۔ دشمن کے رحم و کرم پر ہوں۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میں سونا چاہتا ہوں۔"

یعقوب ہمدانی بولا "تمہاری مرہم پٹی ہو چکی ہے۔ اس کے باوجود میں تمہیں یہاں کے بہترین اسپتال میں لے چلتا ہوں۔"

"نہیں' میں کہہ چکا ہوں۔ میری فکر نہ کرو۔ مجھ سے اور تم سب سے زیادہ میری فکر میری دشمن کو ہے۔ وہ مجھے ہر حال میں زندہ اور تندرست رکھنے اور دیگر دشمنوں سے مجھے چھپاتے رہنے کی فکر میں اپنی نیندیں حرام کرتی رہے گی۔"

وہ میرے اندر تھی کہنے لگی "تو سچ کہتا ہے۔ مجھے جتنا خوش ہونا تھا' ہو گئی۔ تجھے پا کر اتنی دولت مند ہو گئی ہوں کہ دشمنوں سے تجھے چھپا کر رکھنے کی فکر ستا رہی ہے۔ میں سب سے پہلے تویی عمل کے ذریعے تجھے اپنا غلام بناؤں گی اور تیرے دماغ کو لاک کروں گی تاکہ کوئی دوسرا تیرے اندر نہ آسکے۔"

"مرینا! انسان کو کسی کامیابی پر مغرور ہو کر اپنا ظرف اور اپنا لہجہ نہیں بدلنا چاہیے۔ تم اب تک مجھے پاپا کہتی تھیں۔ آپ سے مخاطب کرتی تھیں۔ اب آپ سے تُو پر آگئی ہو۔ اگر اگلے کسی لمحے میں تقدیر نے پلٹا کھایا اور تمہیں پھر تُو سے آپ پر آنا پڑا تو تم معافی مانگنے کی بھی حقدار نہیں رہو گی۔"

"معافی اور میں تجھ سے مانگوں گی؟ بڑی خوش فہمی ہے کہ میری گرفت سے نکل جائے گا۔ میرا نام مرینا ہے۔ تو نے اور تیرے بیٹے نے دیکھا ہے کہ میں اپنے قیدیوں کو کس طرح تاریک کوٹھریوں میں رکھتی ہوں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اور تیرے دونوں ناقابلِ شکست بیٹے بھی یہ کبھی معلوم نہیں کر سکیں گے کہ میں نے تجھے کس پاتال میں چھپا رکھا ہے۔"

"چلو یہ حسرت بھی پوری کر کے دیکھ لو۔"

"حسرتیں تو بہت ہیں۔ بہت سی انتقامی آرزوئیں ہیں۔ میں تجھے طرح طرح کی اذیتیں دے کر اپنے دل کی تمام حسرتیں نکالوں گی۔"

"آخر کتنی خواہشیں پوری کرو گی۔ ہر خواہش پہ دم نکلے گا۔"

وہ ناگواری سے بولی "میں فوراً ہی تجھ پر تویی عمل کرنا چاہتی تھی مگر تو شکست کھا کر بھی فاتح کی شان سے اکڑا ہوا ہے۔ میں پہلے تیرے اندر زلزلہ پیدا کر کے تجھے سزا دوں گی۔ تیری اکڑ خاک میں ملاؤں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے میرے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچایا اور مجھے منہ کھولنے بھی نہیں دیا۔ اگر منہ کھل جاتا تو میری چیخیں خیمے سے باہر کا رنبول میں دور تک گونجتی چلی جاتیں۔ میں تکلیف کی شدت سے بستر سے تڑپتا ہوا زمین پر آگرا۔ پھر وہاں بھی نیم ذبح کیے ہوئے مرغ کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔

خیمے سے ہمدانی وغیرہ جا چکے تھے۔ صرف سورا میری دیکھ بھال کے لیے موجود تھی۔ مجھے ماہی بے آب کی طرح پھڑپھڑاتے دیکھ کر اپنا سینہ پیٹتی ہوئی آئی۔ مجھ سے لپٹ کر پوچھنے لگی "کیا ہو گیا؟ یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ کیا دشمن تمہیں اذیتیں دے رہے ہیں؟"

مرینا میرے اندر بولی "تیری داشتہ کیسے تڑپ رہی ہے تیرے لیے۔ تو پکا بدمعاش ہے۔ کسی حسین عورت کو نہیں چھوڑتا۔ میں تیرے بیٹے کے لیے تھی' مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا اس لیے میرے دماغ پر قبضہ کیا تھا۔ میں ہمیشہ اس عذاب میں مبتلا رہتی تھی کہ ایک خبیث میرے اندر چھپا ہوا ہے۔ اب بتا یہ عذاب کیسا ہے۔ تکلیف کی شدت سے چیخ نہیں سکتا' میں نے تیری آواز بند کر دی ہے۔ نہ چیخ سکے گا نہ فریاد کر سکے گا۔ اپنے اندر تڑپ تڑپ کر جیتا رہے گا' اور تڑپ تڑپ کر مرتا رہے گا لیکن میں مرنے نہیں دوں گی' اگلے عذاب کے لیے زندہ رکھوں گی۔ ہا ہا ہا۔ ہا ہا ہا۔ بائی گاڈ میرا کلیجا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

سورا میری حالت دیکھ کر وہاں سے جانا اور ہمدانی وغیرہ کو بلا کرلانا چاہتی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ شدید تکلیف کے باوجود اسے اپنی آغوش میں لے کر بولا "مرینا! شیر جنگل میں آزاد رہے یا گولیوں کی بوچھاڑ میں رہے۔ وہ اپنی فطرت اور عادت کا شیر نر ہوتا ہے۔ دیکھ یہ حسینہ میری آغوش میں ہے۔ تو مجھے اور اذیت دے' یہ بعد میں پتا چلے گا کہ مجھے سزا دینے کی حماقت میں کتنا نقصان اٹھا رہی ہے۔"

میں نے بے انتہا تکلیف کے باوجود سورا کو آغوش میں لے کر اسے غصہ دلایا تھا کہ وہ دماغی جھٹکے دے کر ایک مرد کو نہیں توڑ سکے گی اور یہ شوشہ بھی چھوڑ دیا تھا کہ وہ ایسی حماقت کر کے نقصان اٹھا رہی ہے۔

اس بات پر وہ سوچ میں پڑ گئی۔ خاصی ذہین تھی اس لیے فوراً سمجھ گئی کہ فرہاد انتہائی تکالیف کے نتیجے میں ذہنی توازن کھو بیٹھے گا تو وہ ایک پاگل کو غلام بنا کر کچھ حاصل نہیں کر سکے گی۔ دنیا ہنسے گی کہ فرہاد کو تابعدار نہ بنا سکی' ایک پاگل کو تابعدار بنایا تو کیا کمال کیا؟

وہ ناگواری سے بولی "تم خطرناک حد تک ذہین ہو۔ مجھے اس مرحلے پر الجھا دیا ہے۔ یہ بات عقل میں آگئی ہے کہ تمہیں اس سے زیادہ اذیت نہیں پہنچانا چاہیے۔ ٹھیک ہے پھر کبھی تم سے نمٹ لوں گی۔ تھوڑی دیر میں تمہاری دماغی تکلیف ختم ہو گی تو میں تجھ پر عمل کروں گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "ذرا غور کرو۔ تو سے تم پر آگئی ہو۔ میں صبح تک آپ پر لے آؤں گا۔"

وہ غصے سے بھڑک کر کچھ کہنا چاہتی تھی پھر اس نے خود پر قابو پایا اور کہا "میں سمجھ رہی ہوں تم مجھے طیش دلا کر سزا پانا چاہتے ہو۔ اب میں ٹھنڈے دماغ سے کام کروں گی۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ شاید تھوڑی دیر کے لیے چلی گئی۔ سورا نے کہا "تم تھوڑی دیر سے پُرسکون ہو۔ کیا میرے قریب آنے سے تمہیں قرار آرہا ہے۔"

میں نے سرد آہ بھر کر کہا "عورت کی قربت جتنی زندگی دیتی ہے اتنی ہی موت بھی دیتی ہے۔ فی الحال تم زندگی دے رہی ہو۔ ابھی وہ آئے گی پھر مجھ پر عمل کرنے کے لیے مجھے گہری نیند سلائے گی۔"

"میں اسے عمل کرنے نہیں دوں گی۔ تمہیں ہونے نہیں دوں گی۔"

"میرے لیے جوش اور جذبات میں آکر ایسی غلطی نہ کرنا۔ اس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرو گی تو وہ تمہیں دماغی اذیتیں پہنچائے گی۔"

"میں دماغی اذیتیں برداشت کرتے کرتے مر جاؤں گی مگر آخری سانس تک اسے عمل کرنے سے روکتی رہوں گی۔"

"تمہاری آخری سانس کے بعد کیا ہو گا؟ کیا میں اس کے تویی عمل سے محفوظ ہو جاؤں گا؟ تم خواہ مخواہ جان سے جاؤ گی۔ یوں جان دینے کا کیا فائدہ کہ میرا بھلا نہ ہو۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ خیمے سے چلی جاؤ اور جب تک میں نہ بلاؤں واپس نہ آؤ۔"

"نہیں میں تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

وہ سورا کے اندر آکر بولی "یہاں سے نہیں جاؤ گی تو دنیا سے جاؤ گی۔"

سورا نے کہا "فرہاد! یہ میرے اندر بول رہی ہے۔"

میں نے کہا "پلیز سورا! فوراً یہاں سے چلی جاؤ۔ پہلے تمہیں سمجھا رہا تھا اب حکم دیتا ہوں' چلی جاؤ۔ فوراً چلی جاؤ۔"

"تمہارا حکم مان کر میں تمہیں غلامی یا موت نہیں دوں گی۔"

مرینا نے کہا "تم میرا قیمتی وقت ضائع کر رہی ہو۔ چلو خنجر اٹھاؤ۔"

اس نے سورا پر قبضہ جمایا۔ وہ غائب دماغ ہو گئی۔ اس نے اپنے پاس چھپایا ہوا خنجر نکال لیا۔ اس کے دستے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کی نوک کو اپنی طرف کر لیا۔ میں نے تڑپ کر کہا۔ "نہیں مرینا! یہ ظلم نہ کرو۔ اس بے چاری کو ہلاک نہ کرو۔ یہ اپنی محبت سے مجبور ہو کر تمہارا راستہ روک رہی ہے۔ میں اسے ابھی یہاں سے..."

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی سورا نے خنجر کے تیز پھل کو اپنے سینے میں گھونپ لیا۔ میں فرش پر سے اٹھتے اٹھتے ایک آہ کے ساتھ نڈھال ہو کر پھر گر پڑا۔ وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر زمین پر پڑی اپنے لہو میں بھیگ رہی تھی اور تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہی تھی۔

میں اٹھ کر اس کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن بستر پر آگیا۔ میں نے پھر اس جان دینے والی کے سامنے جانے کی کوشش کی لیکن پھر بستر پر گر پڑا۔

مرینا نے کہا "چپ چاپ پڑے رہو۔ مجنوں بن کر لیلیٰ سے لپٹنے نہ جاؤ۔"

میں نے بستر سے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ زمین پر لہو میں ڈوبی پڑی تھی اور دم توڑ چکی تھی۔ میں بے بسی سے بستر پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ وہ بولی "فرہاد علی تیمور! کبھی ایسے بے بس اور مجبور ہوئے ہیں؟"

تھے؟ میں بیان نہیں کرسکتی کہ تمہاری یہ حالت دیکھ کر مجھے مسرتوں کا کتنا خزانہ مل رہا ہے۔"

"تمہاری مسرتیں ابھی مایوسی میں بدل جائیں گی۔"

یہ کہتے ہی میں نے ایک زور کی چیخ ماری۔ پھر چیختا چلا گیا۔ اس نے میرے دماغ پر حاوی ہو کر چیخیں روک دیں۔ پھر پوچھا "اس حرکت کا مقصد کیا ہے؟"

"مجھ سے کیوں پوچھتی ہوں؟ اب تو تم میرے مقاصد اور منصوبے چپکے سے اور آسانی سے پڑھ سکتی ہے۔"

وہ چپ رہی۔ شاید پڑھنے لگی۔ میری چیخیں سن کر کارنیول کے لوگ ہمدانی کے ساتھ دوڑے آئے تھے۔ میں یہی چاہتا تھا کہ سورا کے قتل کا پتا چلے لوگوں کی بھیڑ لگے۔ پولیس والے بھی آجائیں۔ میرے پاس متعلقہ افراد کا آجانا لگا رہے اور ایسی افراتفری میں مرنا تنویمی عمل کے لئے مجھے گہری نیند نہ سُلا سکے۔

وہ چاہتی تھی دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور خصوصاً میرے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روکنے کے لیے میرے دماغ کو لاک کردے۔ یہ کام اسے ... جلد سے جلد کرنا چاہیے تھا لیکن انتقامی حسرت پوری کرنے کے لیے میرے اندر زلزلہ پیدا کیا اور وقت ضائع کیا پھر سورا کو قتل کرتے وقت نہیں سوچا کہ یہ قتل تنویمی عمل میں رکاوٹیں پیدا کرے گا۔

وہ اس قتل کو تھوڑی دیر چھپا سکتی تھی۔ مجھے وہاں سے جبراً دوسری جگہ لے جاسکتی تھی، لیکن اس رازداری کا پہلے ہی میں نے چیخ چیخ کر بھید کھول دیا۔ وہاں کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ میں نے سورا کے سینے میں خنجر گھونپ کر اسے ہلاک کیا ہے کیونکہ سورا نے بھی مجھے زخمی کیا تھا۔ میں نے اسی کا انتقام لیا ہے۔

ہمدانی انہیں سمجھا رہا تھا کہ یہ ساری واردات ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہورہی ہیں۔ وہ کارنیول کا مالک تھا اس لیے لوگ قائل ہونے لگے لیکن پولیس والے آگئے۔ یوں معاملہ اور بڑھ گیا۔

مرینا نے کہا "واقعی فرہاد! ذہانت یا مکاری تم پر اور تمہارے خاندان والوں پر ختم ہے۔ میں تمہیں جیت چکی ہوں مگر کسی وقت بھی ہار سکتی ہوں۔ تم نے یہاں تنویمی عمل کرنے کا چانس ختم کردیا ہے۔ لیکن میں جلد سے جلد یہ عمل کرکے رہوں گی۔"

یہ بعد میں پتا چلا کہ وہ پولیس افسر کے دماغ میں گھس گئی تھی۔ افسر نے پوچھا "مسٹر فرہاد! کیا تم پولیس اسٹیشن تک چلنے کے قابل ہو یا ایمبولینس منگوائی جائے؟"

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر سپاہیوں کے درمیان چلتا ہوا ان کی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ یعقوب ہمدانی نے کہا "دوست فرہاد! فکر نہ کرنا۔ میں بھی اپنی گاڑی میں آرہا ہوں۔ تمہیں ضمانت پر رہا کراؤں گا۔ تمہارا مقدمہ لڑوں گا تمہارا یار ابھی زندہ ہے۔"

پولیس کی گاڑی مجھے کارنیول سے لے جانے لگی۔ ہمدانی نے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرنا چاہا، لیکن نہ کرسکا۔ الٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگا۔ کبھی چابی گھمانا بھول جاتا تھا۔ کبھی ایکسیلریٹر پر پاؤں نہیں رکھتا تھا۔ کبھی گاڑی اسٹارٹ کرلیتا تو آگے بڑھا کر بریک لگا دیتا اور انجن بند کردیتا۔

مرینا نے کہا "ہمدانی! ان حماقتوں سے سبق سیکھو۔ میں تمہیں فرہاد کے پیچھے جانے نہیں دوں گی۔ جانے کی ضد کرو گے تو سورا کی طرح تمہیں بھی قتل کردوں گی۔"

وہ فضا میں تکنے لگا۔ اتنی دیر میں پولیس والوں کی گاڑیاں کئی میل دور نکل گئی تھیں۔ افسر نے ایک جگہ گاڑیاں رکوادیں۔ اپنے ماتحت افسر سے بولا "تم سورا کی لاش کو تھانے لے جاکر کیس کی انٹری کرو پھر اسے پوسٹ مارٹم کے لیے اسپتال پہنچاؤ۔ میں فرہاد کو لے جارہا ہوں۔ اس کے زخم کی میڈیکل رپورٹ لے کر آؤں گا کو اینڈ کیری آن مائی آرڈر۔"

افسر نے اپنی گاڑی سے سپاہیوں کو بھی اتار دیا۔ پھر مجھے اگلی سیٹ پر بٹھا کر وہاں سے لے چلا۔ آگے جاکر مرینا نے اس کی زبان سے کہا "دیکھا فرہاد! تمہیں کھٹن کے بال کی طرح نکال لائی ہوں۔ یہ افسر بالکل غائب دماغ ہے۔ یہ تمہیں میرے خفیہ اڈے پر چھوڑ کر جائے گا پھر اسے یاد نہیں رہے گا کہ یہ تمہیں کہاں پھینک کر آیا ہے۔"

وہ گاڑی کئی گھنٹے تک چلتی رہی۔ ہم فرغانہ کی طرف آئے تھے۔ فرغانہ سے سو کلومیٹر دور فراڈ پادری آندریو کا ایک خفیہ اڈا تھا۔ آندریو اور اس کے تمام ساتھی مرینا کے غلام تھے۔ افسر نے مجھے اس اڈے میں پہنچا کر آندریو سے کہا "میں اس افسر کے اندر تمہاری مادام مرینا بول رہی ہوں۔ میرے اس شکار کو بستر پر آرام سے لٹاؤ مگر باندھ کر رکھو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

انہوں نے مجھے پکڑ کر ایک بستر پر باندھ دیا۔ وہاں صرف چار افراد تھے۔ میں زخمی ہونے کے باوجود زور بازو سے اور حکمتِ عملی سے ان پر غالب آسکتا تھا، لیکن یہ جاننا تھا کہ وہ مجھے مقابلہ نہیں کرنے دے گی اور میرے اندر آکر کمزور بناتی رہے گی۔

جب انہوں نے مجھے باندھ دیا تو وہ مطمئن ہو کر افسر کو وہاں سے لے گئی۔ اسے فرغانہ اور تاشقند کے درمیانی راستے پر لاکر ایک گہری کھائی میں گاڑی سمیت گرادیا۔ وہ مجھے غلام بنانے کے لیے پاگل ہورہی تھی۔ بے گناہ افراد کو ہلاک کرتی جارہی تھی۔ اس نے آندریو کے پاس آکر کہا "اس کمرے سے باہر جاؤ۔ دروازے کو باہر سے بند رکھو۔ جب تک میرا حکم نہ ہو دروازہ نہ کھولو اور نہ ہی اندر آؤ۔ کمرے کے اطراف خاموشی رہے، جاؤ۔"

آندریو نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر جاکر دروازے کو بند کردیا۔ مرینا نے کہا "فرہاد! بہت چالاکیاں دکھائیں، یہاں تمہاری کوئی مکاری نہیں چلے گی۔ دیکھو کتنی خاموشی اور سکون ہے۔ تنویمی عمل کے لیے ماحول سازگار ہے۔ آؤ اپنا ذہن میرے حوالے کردو۔"

میں بستر پر چپ چاپ پڑا رہا۔ وہ بولی "تمہاری خاموشی کچھ معنی رکھتی ہے۔ کیا میں چور خیالات پڑھوں؟"

"پڑھو گی تو یہی معلوم ہوگا کہ مجھے تمہارے تنویمی عمل پر یقین نہیں ہے۔ مجھے اپنا تابعدار نہیں بنا سکو گی۔"

"کیا تمہارے لیے کہیں سے مدد پہنچنے والی ہے؟ میں نے سوچ لیا ہے کہ تمہارے خیال خوانی کرنے والوں میں سے کسی نے یہاں آکر تنویمی عمل میں رکاوٹ پیدا کی تو میں ناکامی برداشت نہیں کروں گی۔ تمہارا دماغی توازن بگاڑ دوں گی۔"

"اطمینان رکھو، میں اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو منع کردوں گا۔ وہ واپس چلے جائیں گے، اس کے بعد بھی تم ناکام رہو گی۔"

"بکواس کررہے ہو اور میرا وقت ضائع کررہے ہو۔"

"تم نے کارنیول میں میری باتوں کو بکواس سمجھ کر دو غلطیاں کیں جس کے نتیجے میں اب تک مجھ پر عمل نہ کرسکیں۔"

"میں ٹھیک ایک منٹ بعد عمل شروع کردوں گی۔ تمہیں سُلادوں گی۔ اس سے پہلے بتانا چاہو تو بتاؤ کہ تمہیں میری ناکامی کا یقین کیوں ہے؟"

میں نے کہا "اس وقت یہاں شام کا اندھیرا پھیل رہا ہے۔ مجھے پیرس کے وقت کے مطابق فجر کی نماز سے پہلے سونیا کے پاس جانا ہے اور اپنے ہونے والے بچے کو اذان سنانا ہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں نے چند سیکنڈ تک اس کی ہنسی سنی پھر کہا "تم ایک منٹ بعد عمل شروع کرنے والی تھیں۔ وہ ایک منٹ تم نے ہنسی میں ضائع کردیا۔"

وہ سوچ کی لہروں سے میرے دماغ کو تھپکنے لگی۔ مجھے سلانے لگی۔ اگلے ایک منٹ کے اندر میں گہری نیند میں ڈوب گیا پھر اس نے تنویمی عمل کے طریقۂ کار کے مطابق مجھے اپنا معمول بنالیا۔ اس کے بعد اس نے کہا "میں حکم دیتی ہوں۔ تمہارا دماغ حساس رہے گا۔ تم کمزوری کے باوجود سوچ کی لہروں کو محسوس کروگے اور سانس بند کرکے انہیں دماغ سے نکال دیا کروگے۔"

میں نے وعدہ کیا کہ ایسا ہی کروں گا۔ پھر اس نے کہا "صرف میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گے۔ میرے خلاف کبھی بھی نہیں سوچو گے اور میرے ہر جائز و ناجائز حکم کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

میں نے ایک معمول کی حیثیت سے تمام احکامات کی تعمیل کرنے کا وعدہ کیا پھر وہ بولی "تم اپنے سگے اور خون کے رشتوں کو بھول جاؤ گے۔ سونیا، پارس اور علی تیمور کو جانی دشمن سمجھ کر، کیے کرائے پر قتل کردو گے۔"

میں نے خون کے رشتوں کو پہچاننے سے انکار کیا اور ان تینوں کو قتل کرنے کا عہد بھی کیا۔ اس نے پوچھا "کیا تم نے مجھ سے طاقت حاصل کرنے کے لیے کسی کو مدد کے لیے دماغ میں بلایا ہے یا کوئی چال چل رہے ہو؟"

"میں نے سلمان کو بلانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی تھیں لیکن دماغی کمزوری کے باعث رابطہ نہ کرسکا۔ میں تم سے نجات حاصل کرنے کے لیے کوئی چال نہیں چل رہا ہوں۔"

"اگر کوئی فراڈ نہیں کررہے ہو تو یقین سے کیسے کہتے ہو کہ صبح نماز سے پہلے سونیا کے پاس جاؤ گے؟"

"میں نے کسی منصوبے کے بغیر اپنے ایمان اور یقین سے ایسا کہا ہے۔ اس پختہ ایمان کا بھرم اللہ رکھے گا۔"

مرینا نے اور کئی سوالات کیے پھر آخر میں کہا "تم پیرس کے وقت کے مطابق صبح سات بجے تک سوتے رہو گے۔ اس سے پہلے تم سونیا کے پاس جانے اور اذان سنانے کے لیے بیدار نہیں ہوسکو گے۔"

اس نے تمام احکامات میرے ذہن میں نقش کرنے کے بعد مجھے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس دوران مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے مجھ پر خوابیدہ حالت میں عمل نہیں کیا گیا تھا۔ میں جاگ رہا تھا لیکن بیداری کا احساس نہ مجھے تھا اور نہ ہی مرینا کو تھا۔ البتہ یہ ہوا کہ اس نے تنویمی نیند سونے کے لیے کہا تو میں بے خبر سو گیا۔

یہ بعد میں پتا چلا کہ وہ پھر آدھے گھنٹے کے بعد آئی تھی اور یہ اطمینان کیا تھا کہ میرے دماغ میں کوئی چھپا ہوا تو نہیں ہے اور یہ کہ میں گہری نیند سو رہا ہوں۔ اسے اپنی کامیابی کا پوری طرح یقین نہیں آرہا تھا۔ میری یہ بات چبھ رہی تھی کہ میں قبح دماغی کمزوری کے باوجود خیال خوانی کی پرواز کروں گا اور اپنے ہونے والے بچے کو اذان سنانے سونیا کے پاس جاؤں گا۔

یہ بظاہر بچکانہ بات تھی۔ یہ سنتے ہی مرینا نے پہلی بار قہقہہ لگایا تھا۔ یوں مذاق اڑانے کا سبب یہ تھا کہ میں کوئی اللہ والا نہیں تھا کہ دماغی کمزوری کے باوجود خیال خوانی کی پرواز کا معجزہ دکھاتا اور یہ مادہ پرست لوگوں کے لیے انتہائی مضحکہ خیز بات تھی کہ پیٹ کے بچے کو اذان سنائی جارہی ہے۔

بعد میں مرینا کے اندر یہ حقیقت گردش کرنے لگی کہ یہ بچکانہ عمل نہیں ہے۔ سائنس اور روحانیت کا مشترکہ عمل ہے۔ میں روحانی تسکین کے لیے سونیا کے اندر پہنچ کر اذان سناتا ہوں۔ نفسیاتی حقیقت یہ ہے کہ ایک عورت حمل کے پہلے دن سے زچگی کے دن تک اپنے حالات اور اپنے ماحول سے جسمانی اور ذہنی طور پر جو تاثرات قبول کرتی ہے وہ اثرات بچہ قبول کرتا رہتا ہے۔

وہ سوچ رہی تھی "فرہاد اور سونیا کی اکثر باتیں اور حرکتیں وقت گزرنے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پانی میرے سر سے گزر جائے اور تب معلوم ہو کہ صبح ہوچکی ہے اور فرہاد سونیا کے پاس جاکر واپس آچکا ہے۔"

وہ پھر اپنا شبہ دور کرنے کے لیے میرے دماغ میں آئی۔ میں بدستور گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا اور خواب خرگوش دیکھ رہا تھا۔

خرگوش کسی جگہ صرف اپنا منہ چھپا لیتا ہے تو سمجھتا ہے کہ پوری طرح دنیا کی نظروں سے چھپ گیا ہے۔ مرینا مجھے تنویمی عمل کے پردے میں چھپا کر سمجھ رہی تھی کہ مجھے تمام خیال خوانی کرنے والوں کی دست رس سے دور کر دیا ہے۔

وہ دوسری بار بھی مطمئن ہو کر چلی گئی۔ تو بھی رات کے بعد مجھے مردانہ آواز میں ہنسی سنائی دی۔ پھر کسی نے مخاطب کیا "ہیلو فرہاد! کیسے ہو؟"

آواز جانی پہچانی تھی لیکن میں خواب میں سمجھ نہیں پایا۔ وہ بول رہا تھا "بھئی بالشت بھر کی مرینا نے تو ٹیلی پیتھی کی دنیا کا سب سے حیرت انگیز اور پائیدار رہنے والا کارنامہ انجام دیا ہے۔ شیر کو چوہا بنا دیا ہے۔"

وہ ہنسنے لگا۔ ہنستے ہنستے کہنے لگا "تم سے ٹکرانا تو دور کی بات ہے۔ ہم تمہارا نام سن کر کان پکڑتے تھے اور توبہ کرتے تھے' آج تم ایسے پڑے ہو جیسے تمہارے اندر سے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔"

وہ ذرا چپ ہوا' پھر بولا "ہاں' میں تمہارے خیالات پڑھتا جا رہا ہوں۔ تم نیند میں میری آواز نہیں پہچان رہے ہو۔ بھئی میں لبوڈا ہوں۔ تمہارا پیارا جان لبوڈا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "اگر موت کا فرشتہ مجھ سے آخری سانسوں میں پوچھتا کہ بولو آخری خواہش کیا ہے تو میں اس سے تمہارا سر مانگتا۔ ہا ہا ہا..... دیکھو میری خوش قسمتی' میں آخری سانس نہیں گن رہا ہوں مگر تمہارا سر مجھے مل گیا ہے۔ میں کتنے آرام سے اس سر میں گھس کر بد معاشی کر رہا ہوں۔ بولو اس دھرتی کے سورما! کیا مجھے یہاں سے نکال سکتے ہو؟"

اب میں سمجھ رہا تھا۔ ایک گئی تھی۔ دوسرا آیا تھا۔ سوال پیدا ہوا کیسے آیا جبکہ وہ میرے دماغ کو لاک کر چکی تھی؟

جواب پرانا تھا۔ ایسا ہم بھی دوسروں کے دماغوں میں کر چکے ہیں۔ کسی کے دماغ میں چھپ کر کسی کے تنویمی عمل کو ناکام بناتے رہے' لیکن وہ لبوڈا کیسے آ گیا تھا؟ مرینا نے تو بڑی رازداری سے کام کیا تھا۔ کسی دشمن کو میری اسیری کی خبر نہیں ہونے دی تھی۔

لبوڈا نے ہنستے ہوئے کہا "میں بتاتا ہوں۔ ایک یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ جو جتنا زیادہ عقلمند ہوتا ہے وہ اتنی ہی بڑی غلطی کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ عقلمند سے کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ تم نے یہ غلطی کی کہ سورا سے کارنیول جیسی کھلی جگہ میں دوستی کی اور مرینا کے لیے اسے ایک ذریعہ بنا دیا۔"

میں نے کہا "تم اپنی بات بتاؤ۔"

"میری بات یہ ہے کہ میں نے مرینا کی غلطی سے فائدہ اٹھایا۔ میں بہت زیادہ عقلمند نہیں ہوں اور اتنا احمق بھی نہیں ہوں کہ بی جی تھرمال جیسے غلطیاں کرنے والے کو اپنا داماد بناؤں۔ داماد اس لیے بنایا کہ وہ میری بیٹی کی پسند ہے۔ تم اس احمق سے ایک بار فائدہ اٹھا کر میرے دماغ میں گھس آئے تھے۔ تب میں نے سوچا کہ کسی دن میں بھی اپنے احمق داماد سے ایسا ہی کوئی بڑا فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "پھر میں نے ایک روز اپنے داماد کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی تو پتا چلا کہ وہ سانس روک لیتا ہے جبکہ وہ ایسا نہیں کرتا تھا۔ میں نے دھوکے سے اسے کمزوری میں مبتلا کیا' اس کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا مرینا اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکی ہے۔ پھر میں نے مرینا کے عمل کا توڑ کر کے اپنے طور پر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔ یہ بات اس کے ذہن میں نقش کر دی کہ وہ بدستور مرینا کا تابعدار بنا رہے گا لیکن اس کی تمام مصروفیات کی اطلاع مجھے چپکے سے دیتا رہے گا اور یہ کہ مرینا کی موجودگی میں میرے تنویمی عمل کو بھول جایا کرے گا۔"

لبوڈا فخریہ انداز میں کہہ رہا تھا کہ مرینا پچھلی شام بی جی تھرمال کے پاس آئی تھی اور اسے سورا کی نگرانی کا حکم دیا' اس سے کہا کہ کوئی بھی سورا سے تنہائی میں ملنے آئے تو وہ مرینا کو اطلاع دے۔

اس نے اطلاع دی تھی کہ جو شخص تنہائی میں ملنے آیا ہے سورا اسے فرہاد کہتی ہے۔ تھرمال نے یہی بات لبوڈا کے پاس آ کر بتائی۔ یوں لبوڈا پہلے سورا کے پاس آیا۔ اس کے اندر رہ کر معلوم کیا کہ مرینا نے اس کے ذریعے فرہاد کو زخمی کیا ہے اور اب مغرور فرہاد دی گریٹ کا دماغ کھلا سکان بن گیا ہے۔ تب سے وہ میرے اندر آ کر چھپا ہوا تھا۔

اس نے کہا "فرہاد! غرور سے سر اٹھانے والی پہاڑ کی فلک بوس چوٹیاں بھی زلزلے کے ایک جھٹکے سے زمین بوس ہو جاتی ہیں۔ تم آخر کب تک ہمارے قدموں میں نہ آتے؟"

"میں نے کہا "اگر میں نے کبھی نادانستگی میں غرور کیا ہو تو اسے خدا معاف کرنے والا ہے۔ ویسے دشمن اس لیے مجھے مغرور کہتے ہیں کہ مجھ پر غالب آنے میں ناکام ہوتے رہتے ہیں۔ جب لومڑی انگوروں کو الزام دے سکتی ہے تو دشمن مجھے کیوں نہ دیں گے؟"

"کیا مجھے باتوں میں الجھا کر میرے تنویمی عمل سے محفوظ رہنا چاہتے ہو؟"

میں خاموش رہا' اس نے پوچھا "خاموش کیوں ہو؟"

"میں بولوں گا تو بولو گے کہ بولتا ہے اور تنویمی عمل سے محفوظ رہنا چاہتا ہے۔"

"تعجب ہے۔ اس حال میں بھی تمہاری زندہ دلی باقی ہے۔ چلو اب میں عمل شروع کر رہا ہوں۔ تمام توجہ مجھ پر مرکوز کرو اور مرینا کو بھول جاؤ۔"

مرینا کی آواز سنائی دی "تم اس پر عمل کر سکو گے تب یہ مجھے بھولے گا۔"

لبوڈا نے کہا "اوہ گاڈ! تم اسے تنویمی نیند سلانے کے بعد بھی چلی آئیں؟"

"میں کئی بار آ چکی ہوں۔ مجھے شبہ تھا کہ کہیں سے کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ مجھے فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے خطرہ تھا۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تمہارے داماد کو اپنا تابعدار بنا کر اتنا بڑا نقصان اٹھاؤں گی۔"

لبوڈا خاموش تھا۔ وہ بھی خاموش رہی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے کہ یہ کیا ہو گیا؟ میں بالکل ترنوالہ نظر آیا تھا۔ ان کے خیال سے وہ فوراً ہی مجھے نگل جاتے۔ مگر سوال یہ تھا کون نگلے گا اور کون مجھے سے دست بردار ہو گا؟

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ ان میں سے کوئی میرے حصول سے باز آ جاتا۔ مجھے حاصل کرنے کا موقع پھر کبھی نہ ملتا۔ مجھے اپنا اپنا غلام بنانے کے جس مقام تک وہ پہنچ گئے تھے' وہاں سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے والے نہیں تھے۔

بڑی دیر بعد لبوڈا نے کہا "میں جانتا ہوں تم موجود ہو۔"

"وہ تو میں موجود رہوں گی۔ اسے میں نے شکار کیا ہے۔"

"جس لمحے سے تم نے شکار کرنا شروع کیا تھا اسی لمحے سے میں سورا کے اندر موجود تھا۔ میں بھی سورا کے ذریعے اسے زخمی کر سکتا تھا یا اسے تمہارا شکار ہونے سے بچا سکتا تھا۔ میرا احسان مانو کہ میں نے رکاوٹ پیدا نہیں کی۔"

وہ بولی "ان باتوں سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ اگر اس کے خیال خوانی کرنے والے آ جائیں گے تو ہم میں سے کوئی اسے اپنا تابعدار نہیں بنا سکے گا۔"

وہ بولا "ہمیں پانچ منٹ کے اندر فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہم میں سے کون اسے اپنا معمول اور تابعدار بنائے گا۔"

"ان پانچ منٹوں میں بازی پلٹ سکتی ہے۔ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔ یہ طے ہے کہ نہ تم باز آؤ گے نہ میں اسے چھوڑوں گی۔ فی الحال یہی ایک راستہ ہے کہ ہم دونوں اس پر تنویمی عمل کریں اور جلد سے جلد اس کے دماغ کو لاک کر دیں۔ اس کا کوئی فیملی ممبر کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے' پہلے میں عمل شروع کرتا ہوں۔"

"نہیں' پہلے میں شروع کروں گی۔"

"پہلے میں اور پہلے میں کی تکرار ہوتی رہی تو یہ شیرا ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

وہ چونک کر بولی "او گاڈ! یہ کہہ رہا تھا کہ پیرس کے وقت کے مطابق یہ خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس جائے گا اور اپنے ہونے والے بچے کو اذان سنائے گا۔"

لبوڈا نے کہا "جب یہ تم سے کہہ رہا تھا تب میں موجود تھا۔ یہ سب کچھ میں نے سنا ہے۔ تم نے بے یقینی سے قہقہہ لگایا تھا جبکہ یہ ریکارڈ کر سکتا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تمہیں ایسی بے تکی بات کا یقین ہے؟"

"مرینا! تم اتنی بڑی کامیابی حاصل کر کے خوشیوں کی بھیڑ میں بہت کچھ بھول رہی ہو۔ ابھی چند گھنٹے پہلے ہم بار برا نمن کے دماغ میں تھے۔ وہ آپریشن کے بعد اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ نہ بولا گا مظاہرہ کر سکتی تھی اور نہ ہی خیال خوانی کے قابل رہی تھی' لیکن اچانک ہی اس نے سانس روک کر ہم سب کو اپنے دماغ سے نکال دیا تھا۔"

مرینا نے کہا "واقعی یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ باربرا نے انتہائی کمزوری کے باوجود خیال خوانی کی تھی اور ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا تھا کہ وہ تمنائی چاہتی ہے لہٰذا کوئی اس کے کمرے میں نہ آئے۔"

جب یہ واقعہ ہوا تھا تب لبوڈا' مرینا' لیلیٰ اور جیری سب کے سب باربرا کے دماغ میں تھے اور ایک ساتھ سب ہی اس کے اندر سے نکل آئے تھے۔ اگر ان کے ساتھ ایسا نہ ہوتا تو وہ کبھی یقین نہ کرتے کہ ایک بہت بڑے آپریشن سے گزرنے والی نے انتہائی کمزوری کے باوجود سانس روکی ہے اور خیال خوانی کا مظاہرہ کیا ہے۔

اس واقعہ کے پیشِ نظر لبوڈا نے کہا "اب سوچو مرینا! اگر باربرا انتہائی کمزوری کے باوجود خیال خوانی کر سکتی ہے تو فرہاد بھی سوچ کے ذریعے سونیا کے پاس پہنچ سکتا ہے۔ ہم وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

"ہاں' ہم فوراً عمل کریں گے۔ ہم دونوں اسے گہری نیند سلاتے وقت اپنی اپنی آوازیں سناتے رہیں گے اس کے اندر ایک بار میں بولوں گی۔ دوسری بات تم بولو گے۔ یہ ہم دونوں کی آواز سے سحر زدہ ہو کر ہمارا معمول بن جائے گا۔"

وہ بولا "ایسا تنویمی عمل آج تک کسی نے نہیں کیا۔"

"مگر ہم کریں گے۔"

"ذرا عقل سے سوچو۔ ایسا ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص بیک وقت دو عاملوں کا معمول بن جائے۔ ایک وقت میں ایک ہی کا سحر طاری ہوتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے ہمارا یہ تجربہ کامیاب رہے۔"

"اور ناکامی ہوئی تو پھر ایک بار ساری دنیا تسلیم کر لے گی کہ فرہاد کبھی حکمتِ عملی سے اور کبھی مقدر سے بچ نکلتا ہے۔"

"اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے بچانے آ جائیں گے۔ فار گاڈ سیک' میری بات مان لو مجھے اس پر تنویمی عمل کرنے دو۔"

"تم خواہ مخواہ ضد کر رہی ہو۔ خود کو اپنے ملک کا وفادار کہتی ہو۔ میں ملک کی بہتری کی خاطر اسے اپنا معمول بنانا چاہتا ہوں اور تم رکاوٹیں پیدا کر رہی ہو۔"

"تم اور سپر ماسٹر گواہ ہو کہ میں نے اپنے ملک کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ میں فرہاد کو تابعدار بنا کر تم ہی لوگوں کو فائدہ پہنچاؤں گی۔"

"کیا تم مجھے نادان بچہ سمجھتی ہو؟"

"نہیں یہ تو تم مجھے سمجھ رہے ہو۔"

"بات سمجھ میں آگئی ہے۔ ہمارے جھگڑے سے یقیناً فرہاد کو فائدہ پہنچے گا۔ ہم میں سے کوئی اسے تابعدار نہیں بنا سکے گا۔"

"میں قسم کھا چکی ہوں' اسے اپنا محکوم نہ بنا سکی تو مار ڈالوں گی۔"

اس نے ایک ماتحت کے اندر آکر کہا "دروازہ کھول کر اندر جاؤ اور اس قیدی کو جہاں باندھ کر لٹایا ہے۔ اس بستر کے نیچے ریموٹ کنٹرول بم رکھ کر باہر آجاؤ۔ میں جب بھی تمہیں حکم دوں' کنٹرولر کا بٹن پش کر دینا۔"

ماتحت آندریو نے حکم کی تعمیل کی۔ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اسٹور روم سے جاکر ایک ریموٹ کنٹرولر اور بم لے آیا۔ کنٹرولر اور بم کے ایڈجسٹمنٹ کو چیک کرنے کے بعد اس نے بم کو بستر کے نیچے رکھ دیا۔ پھر باہر آکر دروازے کو بند کرکے ایسی کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا جہاں سے بم اور کنٹرولر کا الیکٹرونک رشتہ قائم رہ سکتا تھا۔

مرینا نے کہا "فرہاد! تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مدد کرنے آئے تو اسے بتا دینا تم بارود پر لیٹے ہوئے ہو۔ اگر وہ فوراً تمہارے دماغ سے نہ گئے تو بچاؤ کے اقدامات سے پہلے ہی تمہارے چیتھڑے اڑا دیے جائیں گے۔"

پھر وہ بولی "اور لبوڈا! تم بھی سن لو۔ اگر کوئی چال چلنا اور چالاکی دکھا کر اسے مجھ سے چھیننا چاہو گے تو یہ تمہیں زندہ نہیں ملے گا۔"

وہ بولا "مرجائے تو خس کم جہاں پاک۔ اگر زندہ رہے گا تو میرا ہی تابعدار بن کر رہے گا۔"

"یعنی تم اس کا پیچھا نہیں چھوڑو گے؟"

"تم نے اس کے نیچے بم رکھ کر یہ سمجھ لیا کہ میں اس کی موت کا یقین کرکے چلا جاؤں گا اور تم اپنا الّو سیدھا کرلو گی۔ تم اپنی چالاکی دکھاؤ میں اپنی دکھاؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "فار گاڈ سیک' کوئی سمجھوتا کرو۔ یہ ہاتھ سے نکل جائے گا تو ہم دونوں پچھتاتے رہ جائیں گے۔"

"مرینا! تم اکیلی ہی کچھ کم مصیبت نہیں ہو۔ فرہاد کو تابعدار بنا کر تو تم قیامت بن جاؤ گی۔"

"تم منفی انداز میں سوچ رہے ہو۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ میں امریکی حکومت اور امریکی قوم کی بھلائی کے لیے....."

"بکواس مت کرو۔ تمہیں ہمارے ملک اور ہماری قوم کی بھلائی کا ذرا بھی خیال ہوتا تو یوں ملک چھوڑ کر نہ جاتیں۔ تم نے برسوں باہر رہ کر اس ملک کے لیے کیا کام کیا ہے۔ قوم کو کیا فائدہ پہنچایا ہے؟"

"پہلے فرہاد رکاوٹیں پیدا کر رہا تھا۔ اب یہ قابو میں رہے گا تو میں صرف اپنے وطن کے لیے کام کرتی رہوں گی۔"

"مرینا! اپنی بکواس میں وقت ضائع کر رہی ہو۔ گھڑی دیکھو اور حساب لگاؤ۔ پیرس کے وقت کے مطابق صبح ہونے میں صرف پانچ گھنٹے رہ گئے ہیں اور یہ اندیشہ اپنی جگہ قائم ہے کہ یہ صبح کی نماز کے وقت سونیا کے پاس جاسکتا ہے۔ پھر کوئی ایسا معجزہ ہو سکتا ہے جو ہمارے ساتھ ہوا تھا۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ لبوڈا بولا "عقل سے کام لو۔ اس سے پہلے کہ فرہاد کو بھی معجزاتی طور پر توانائی اور خیال خوانی کی قوت ملے' اس کے دماغ کو لاک کرنے دو۔"

"یہی تو کہہ رہی ہوں۔ مجھے لاک کرنے دو' تم جاؤ۔"

"یہ ثابت ہو گیا کہ تمہیں ملک اور قوم سے محبت نہیں ہے۔ تم خود غرض ہو۔"

"ہاں' میں خود غرض ہوں۔ پہلے اپنی قوت' اپنا اقتدار' اپنا تحفظ دیکھتی ہوں۔ عورت کو اپنا بدن اور اپنی آبرو سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ میں نے یہ بھی پارس کو دے کر اس سے اور اس کے باپ سے وفا نہیں کی۔ اپنے ملک سے صرف اسی حد تک وفا کروں گی جس حد تک میرے اغراض و مقاصد کو نقصان نہ پہنچے۔ میں نقصان اٹھانے اور تم لوگوں سے کمتر بن کر رہنے کے لیے پیدا نہیں ہوئی ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے میں یہاں جم کر رہوں گا۔ اس کی موت کے بعد ہی دماغ سے نکلوں گا۔"

وہ دونوں میرے دماغ میں جھگڑا کر رہے تھے اور درپردہ یہ کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح ایک دوسرے کی پناہ گاہ معلوم کرلیں۔ ان میں سے کوئی کسی کو زخمی کرنے یا مار ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا تو پھر تنہا مجھے اپنا محکوم بنا لیتا۔

جان لبوڈا کے کئی جاسوس ازبکستان کے مختلف شہروں میں تھے۔ اس نے سب ہی کو حکم دیا تھا کہ وہ مرینا کو تاشقند سے فرغانہ تک تلاش کریں۔ اسے کسی بھی طرح ڈھونڈ کر زخمی کریں۔ فرغانہ کے قریب اس کا ایک خفیہ اڈا ہے۔ اسے بھی تلاش کیا جائے۔ وہاں جو شخص اس کو کمرے میں بند ہوا نظر آئے اسے اپنی تحویل میں لیا جائے۔ باقی افراد کو گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے۔ آندریو نامی ایک شخص کے پاس ریموٹ کنٹرولر ہے۔ اسے کنٹرولر استعمال کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ ورنہ جس قیدی کو وہاں سے لانا ہے وہ بم کے دھماکے سے فنا ہو جائے گا۔

مرینا بھی یہی چاہتی تھی کہ کسی طرح جان لبوڈا کا پتا ٹھکانا معلوم ہو جائے تاکہ اسے زخمی کرکے ایک طرف تو اسے میرے دماغ سے بھگا سکے دوسرے اسے بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا سکے۔

مرینا کے پاس ایک ہی خیال خوانی کرنے والا ایوان راسکا ہوا گیا تھا۔ بی جی تھرہال کو استعمال کرکے وہ دھوکا کھا چکی تھی۔ اس نے ایوان راسکا سے کہا "لبوڈا میرے لیے پرابلم بن گیا ہے۔ میں اسے فرہاد کے دماغ سے نکالنے کے لیے اس کے آس پاس کے لوگوں کو آلۂ کار بنانا چاہتی ہوں' لیکن ایسا کرنے کے دوران لبوڈا

فرہاد کے اندر تنہا رہ جائے گا اور میری عدم موجودگی میں اسے اپنا تابعدار بنا لے گا۔ اس کے دماغ کو لاک کرلے گا پھر میں اس کے اندر نہیں جاسکوں گی۔"

"کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ کی عدم موجودگی میں فرہاد کے اندر رہوں اور لبوڈا کو عمل نہ کرنے دوں؟"

"ہاں بہت محتاط رہو۔ اس کی باتوں اور اس کی چالوں میں نہ آؤ۔ آئندہ پانچ گھنٹوں میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میں تمہارے پاس آتی رہوں گی۔ بہتر ہے تم لبوڈا کو اپنی آواز نہ سناؤ۔ اس سے بات نہ کرو' اپنی موجودگی ظاہر نہ کرو۔ جب وہ فرہاد پر عمل کرنا چاہے تو خاموشی سے رکاوٹیں پیدا کردیا کرو۔"

"ٹھیک ہے' میں بالکل خاموش رہ کر رکاوٹیں پیدا کرتا رہوں گا۔"

جان لبوڈا بھی یہی چاہتا تھا کہ میرے دماغ میں بیٹھا نہ رہے۔ باہر نکل کر اور دوسرے ذرائع سے مرینا کو ٹریپ کرے۔ اسے اندیشہ تھا کہ اپنے کسی ماتحت کو میرے اندر نگرانی کے لیے چھوڑ کر جائے گا تو مرینا اسے کسی چالاکی سے دھوکا دے کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گی۔ لہٰذا اپنے کسی ایسے خیال خوانی کرنے والے کو میرے دماغ میں رکھے جو مرینا کے جوڑ کا توڑ ہو۔

اور وہ جوڑ کا توڑ ایک ہی تھی اور وہ تھی سونیا ثانی عرف سلوانہ عرف سپر مادام۔ لبوڈا نے فوراً ہی ثانی کے پاس آکر کہا۔ "سلوانہ! بہت بڑی خوش خبری ہے۔ اگر ابھی ایک رکاوٹ دور ہو جائے تو ہم فرہاد علی تیمور کو اپنا غلام بنا سکتے ہیں۔"

ثانی نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟ یقین نہیں آرہا۔"

وہ بولا "مائی ڈارلنگ بے بی! واقعی یہ یقین نہ کرنے والی بات ہے' لیکن یہ سچ ہے۔ مرینا بڑی چالاکی سے فرہاد کو زخمی کرکے اس کے دماغ میں گھس آئی ہے۔ مرینا کی ایک حماقت سے مجھے بھی فرہاد کے اندر پہنچنے کا موقع مل گیا ہے۔ ہم دونوں میں بڑی دیر سے یہ جنگ جاری ہے کہ فرہاد کو کون اپنا محکوم بنائے گا۔ میں کسی طرح اس کمینی کو وہاں سے بھگانا چاہتا ہوں۔"

یہ سن کر ہی ثانی کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا کہ میں ٹریپ کیا گیا ہوں۔ ایسے میں وہ لبوڈا کو اپنے دماغ میں رہ کر بولنے دیتی تو وہ میرے لیے ثانی کی محبتوں اور جذبوں کو پڑھ لیتا۔ وہ بولی "انکل! میں باتھ روم میں جا رہی ہوں۔ آپ جائیں میں ابھی آرہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ پھر علی کے دماغ میں آکر بولی "تم کہاں ہو' فوراً میرے پاس آؤ۔ ابھی لبوڈا نے بتایا ہے کہ مرینا نے پاپا کو زخمی کرکے ان کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ تم یہاں آؤ۔ میں ڈیڈی کے پاس جا رہی ہوں۔"

اس نے فوراً ہی سلمان کو مخاطب کرتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "ڈیڈی! غضب ہو گیا۔ پاپا کا دماغ مرینا کے قابو میں آگیا ہے۔ آپ ممی وغیرہ کو آگاہ کریں اور پاپا کے پاس جاکر صورتِ حال معلوم کریں۔ ان حالات میں جب بھی میرے پاس آئیں محتاط ہو کر آئیں کیونکہ لبوڈا سے میرا مسلسل رابطہ رہے گا۔"

پھر اس نے لبوڈا کے پاس آکر کہا "سوری انکل! اب آپ فرمائیں' فرہاد کو محکوم بنانے کے لیے آپ کی حکمتِ عملی کیا ہوگی؟"

"فرہاد قسمت کا دھنی ہے۔ مرینا کی رکاوٹ دور نہ کی گئی تو وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ پھر ایسا انمول موقع کبھی کسی کو نصیب نہیں ہوگا۔ میں چاہتا ہوں تم فرہاد کے دماغ میں موجود رہو تاکہ میں دوسرے ذرائع سے مرینا کو اس کے اندر سے نکلنے پر مجبور کرسکوں۔"

"میں سمجھ گئی' آپ چاہتے ہیں کہ مرینا آپ کی غیر موجودگی میں فرہاد پر تنویمی عمل نہ کرے۔ آپ اطمینان سے جائیں۔ میں مرینا سے نمٹ لوں گی۔ میں فرہاد کی آواز اور لہجے سے واقف نہیں ہوں' آپ مجھے وہاں پہنچا دیں۔"

وہ میرے پاس آئی جاتی رہی تھی لیکن سلوانہ کی حیثیت سے لاعلمی ظاہر کر رہی تھی۔ لبوڈا نے اسے میرے دماغ میں پہنچا دیا۔ میرے اندر گہری خاموشی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے دماغ میں کوئی دشمن یا دوست نہ ہو۔ ثانی نے میرے پاس آتے ہی معلوم کرنا چاہا کہ لبوڈا نے میرے چور خیالات پڑھے ہیں یا نہیں؟

ثانی میرے چور خیالات نہ پڑھ سکی۔ اس سے پتا چل گیا کہ مرینا نے میرے دماغ کے اس خانے پر سختی سے قبضہ جمایا ہوا ہے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ لبوڈا کو ایک بہت بڑی حقیقت معلوم ہو اور وہ حقیقت یہ تھی کہ مرینا لاعلمی میں میری معمولہ بن کر رہتی تھی اور میں اس کے بے خبری میں اس کے دماغ میں جاتا رہا ہوں۔

اگر یہ بات لبوڈا کو معلوم ہو جاتی تو وہ میرا لب و لہجہ اپنا کر اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کردیتا۔ پھر بڑی آسانی سے مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیتا۔

مرینا نے ایوان راسکا سے کہا تھا کہ وہ اس کی عدم موجودگی میں میرے اندر رہے گا۔ وہ راسکا کو خاص طور پر تاکید کرنا چاہتی تھی کہ میرے دماغ کے چور خانے میں سختی سے جمارہے اور لبوڈا کی سوچ کی لہروں کو اُدھر نہ آنے دے لیکن پھر عقل آئی کہ ایوان راسکا میرا وہ چور خیال پڑھ لے گا جس سے مرینا کی کمزوری معلوم ہو جائے گی۔

وہ اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کرتی تھی پھر راسکا پر کیسے اعتماد کرلیتی۔ اس کی بھی نیت بدل سکتی تھی وہ بھی اسے اپنی معمولہ بنا سکتا تھا۔

وہ مجھے ٹریپ کرکے بڑی مشکل میں پڑ گئی تھی۔ میرے دماغ سے نکل کر کہیں نہیں جاسکتی تھی۔ بعید کھلنے پر لبوڈا صرف مجھے ہی نہیں اسے بھی اپنا تابعدار بنا سکتا تھا۔

ثانی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہیلو فرہاد! میں سلوانہ عرف سپر مادام بول رہی ہوں۔ تم لوگوں نے پہلے کبھی یہ نام نہیں سنا

ہوگا اور آج بھی نہ سنتے۔ لیکن میں یہ دیکھنے آئی ہوں کہ تمہارے جیسے پہاڑ کے دماغ میں یہ کون چڑیل گھسی ہوئی ہے۔"

مرینا کے لیے بھی سپرہادام سلوانہ کا نام نیا تھا۔ اپنے لیے چڑیل کا لفظ سن کر اسے غصہ آیا تھا لیکن وہ خاموشی سے برداشت کررہی تھی۔

ثانی نے کہا "کیا بات ہے۔ میں فرہاد کے چور خیالات پڑھنا چاہتی ہوں لیکن میری سوچ کی لہریں ناکام ہورہی ہیں۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ بولی "مرینا! آخر کب تک ہٹ دھرمی کروگی۔ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے آجائیں گے تو پھر قیامت تک اسے اپنا محکوم نہیں بناسکوگی۔ پھر تمہیں کیا حاصل ہوگا؟"

مرینا نے کہا "مجھے حاصل نہیں ہوگا تو دوسرے بھی خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ میں نے فرہاد کے بستر کے نیچے بم رکھ دیا ہے۔ میرے ناکام ہوتے ہی وہ بم فرہاد کے چیتھڑے اڑادے گا۔"

ثانی نے لبوڈا کے پاس آکر پوچھا "کیا آپ جانتے ہیں کہ اس نے فرہاد کے بستر کے نیچے بم رکھا ہے۔"

"مائی ڈارلنگ بے بی! یہ مرینا بدحواس ہوگئی ہے اس نے میری موجودگی میں اپنے ماتحت آندریو سے بم رکھوایا تھا، لیکن حکم کی تعمیل کراتے وقت آندریو کے دماغ میں نہیں تھی، کیونکہ فرہاد کے دماغ سے ہلنا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے اس ماتحت کو غائب دماغ بناکر بم وہاں سے ہٹادیا ہے اور ریموٹ کنٹرولر کا سیل بھی نکال دیا ہے۔"

"شکر ہے کہ فرہاد زندہ رہے گا۔ مرینا کی چال ناکام ہوگئی۔"

"لیکن ہم بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ فرہاد کے رشتے دار کسی وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔"

"انکل! کیا آپ نے فرہاد کے چور خیالات پڑھے ہیں؟"

"وہ کمبخت سانپ بن کر بیٹھی ہے۔ بھلا کیسے پڑھ سکتا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے فرہاد کے دماغ میں کوئی ایسا راز چھپا ہوا ہے جو ہمیں معلوم ہوجائے تو یہ معلومات مرینا کو نقصان پہنچاسکتی ہے۔"

"بے شک، کوئی ایسی ہی بات ہے۔"

"انکل! ذرا دماغ لڑائیں کہ وہ بات کیا ہوسکتی ہے؟"

"بے بی غور وفکر کا وقت نہیں ہے۔ میں یہاں طرح طرح کے ذرائع مرینا کے خلاف استعمال کرنے میں مصروف ہوں۔"

"میں آپ کا وقت ضائع نہیں کروں گی، صرف دس منٹ چاہتی ہوں۔"

"دس منٹ کیا، تمہارے لیے تو ہماری پوری زندگی حاضر ہے بے لو!"

"مرینا پارس کی محبوبہ تھی۔ فرہاد نے اسے بیٹی بنایا تھا لیکن یہ فرہاد اتنا نادان نہیں ہے کہ مرینا کی مکارانہ فطرت پر اعتماد کرتا رہا ہو۔ کیا اس نے دھوکے سے چپ چاپ مرینا کو اپنی معمولہ نہیں بنایا ہوگا؟"

"ہاں بے بی! تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ اس نے ایسا کیا ہوگا؟"

"پھر آج مرینا نے اس کے دماغ میں گھس کر یہ معلوم کیا ہوگا کہ وہ دھوکا کھاتی رہی ہے اور اب تک نادانستگی میں اس کی معمولہ بن کر رہتی آئی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ مرینا آپ سے بھی راز چھپانے کے لیے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دے رہی ہے؟"

"ایسا ہوسکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے تو انتظار کس بات کا ہے۔ فرہاد کا لب ولہجہ اختیار کرکے اس چالاک لومڑی کے دماغ میں پہنچیں۔ ہوسکتا ہے ناکامی ہو۔ آزمانے میں حرج کیا ہے۔"

اس نے فوراً ہی آنکھیں بند کیں۔ میرے لب ولہجے کو گرفت میں لیا پھر مرینا کے لب ولہجے سے رابطہ قائم کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچا تو جگہ مل گئی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ اس کی آمد سے بے خبر رہی۔ لبوڈا کو پہلے چند لمحوں تک یقین نہیں آیا پھر یقین آیا تو خوشی سے اچھل پڑا۔ ثانی کے پاس آکر بولا "سلوانہ! میری جان! میری بیٹی! ہم سب کی سپرہادام! تم کیا چیز ہو؟ اس دنیا کی نہیں ہو۔ کسی سیارے سے آئی ہو۔ کمپیوٹر سے زیادہ فاسٹ ہو۔ ارے تم نے مجھے کہاں پہنچادیا۔ اب فرہاد کے ساتھ مرینا جیسی مکار عورت بھی میری مٹھی میں آگئی ہے۔"

"انکل! زیادہ خوشی کام بگاڑ دے گی۔ مرینا کو فوراً فرہاد کے دماغ سے نکال کر دونوں کو قابو میں کریں اور مجھے جانے دیں۔"

"صرف دس منٹ انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ ثانی سے رخصت ہوکر مرینا کے پاس آیا۔ پھر اسے مخاطب کیا "ہیلو مرینا! مجھے پہچان رہی ہو؟"

وہ خوف سے چیخ پڑی "نہیں! تت..... تم فرہاد نہیں ہو۔ وہ تو زخمی ہے۔ خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔"

"بالکل درست سمجھ رہی ہو۔ میں لبوڈا ہوں۔ فرہاد کا لبہ اختیار کرکے آیا ہوں۔"

"نہیں، میں تمہیں اپنے دماغ میں نہیں رہنے دوں گی۔"

"مجھے بھگانا چاہو گی تو زلزلہ پیدا کردوں گا۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا، مجھ سے مقابلہ نہ کرو۔ فرہاد کو میرے لیے چھوڑ دو۔ مگر تم پر کامیابی کا نشہ چھایا ہوا تھا۔"

وہ دوڑتی ہوئی دروازے کے پاس گئی۔ اس نے کہا "بھاگو کتنی دور بھاگ سکوگی؟"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ لبوڈا نے کہا "تعجب ہے، میں سمجھ رہا تھا تم اس کمرے سے اس عمارت سے باہر بھاگنا چاہتی ہو۔ مگر تم نے تو دروازہ بند کرلیا۔ کیا مجھے اندر آنے سے روک رہی ہو۔"

اس کی باتوں کے دوران وہ فرش پر جھکتی ہوئی چادروں شانے پت ہوگئی۔ وہ بولا "یہ کیا ڈراما کررہی ہو۔ میں ابھی تمہارے دماغ کو کمزور بنانے کے بعد اپنے ایک ماتحت کو تمہارے اندر نگرانی کے لیے چھوڑوں گا تاکہ تم فرہاد کے دماغ میں نہ آسکو۔"

وہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کرکے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتا تھا، اس سے پہلے ہی مرینا نے کرشنا، کرشنا ہرے کرشنا کہتے ہوئے اپنے اندر کی تمام سانسوں کو باہر نکالا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آتما بھی جسم سے الگ ہوگئی۔

لبوڈا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ وہ ایک خفیہ رہائش گاہ میں سپرہاسٹر ہولی مین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ سپرہاسٹر کو جب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ میں ان کا محکوم اور تابعدار بننے والا ہوں تب سے وہ بے چین تھا۔ رکاوٹ پیدا کرنے والی مرینا کو گالیاں دے رہا تھا۔ اسے تاشقند اور فرغانہ میں ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کررہا تھا۔

پھر لبوڈا نے بتایا کہ اس مرحلے پر بھی سپرہادام سلوانہ کی ذہانت کام آئی ہے۔ وہ مرینا کے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔ سپرہاسٹر کی خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا۔ وہ قسمیں کھارہا تھا کہ سپرہادام سلوانہ اس صدی کی سب سے ذہین لڑکی ہے۔ وہ جیسے حیرت انگیز کارنامے انجام دے رہی ہے ویسی مثال دنیا کی کوئی لڑکی نہیں پیش کرسکتی۔

پھر سپرہاسٹر خوش ہوتے ہوئے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ لبوڈا نے بتایا کہ مرینا نے سانس روک لی ہے اور اسے دماغ سے باہر نکال دیا ہے۔ یہ اطلاع دے کر وہ پھر ایک بار مرینا کے پاس گیا۔ خیال تھا کہ وہ سانس لے رہی ہوگی۔ لیکن سوچ کی لہروں کو مرینا کا دماغ نہیں ملا۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی کہ وہ اچانک مرگئی ہے۔

لبوڈا اور سپرہاسٹر وغیرہ کو مرینا کی آتما شکتی کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا۔ آتما جسم کا ساتھ چھوڑ دے تو بدن عارضی طور پر مردہ ہوجاتا ہے۔ دماغ بھی خالی گھر بن جاتا ہے۔ لبوڈا کی سوچ کی لہریں اس خالی مکان میں بھٹک کر واپس آگئی تھیں۔

اس نے دس منٹ کے بعد پھر اس کے اندر آنا چاہا۔ پھر پندرہ منٹ پھر بیس منٹ کے بعد بھی آیا لیکن ناکامی ہوئی۔ سپرہاسٹر نے پوچھا "کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔ فرہاد کو قابو میں کرو۔"

"میں حیران ہوں کہ وہ اچانک کیسے مرگئی۔ میں بیس منٹ تک برابر اس کے دماغ میں جاتا رہا ہوں۔ اس سے زیادہ سانس روکنا اس کے لیے ممکن نہیں ہوگا، وہ یقیناً مرچکی ہے۔"

"اسے جہنم میں جانے دو۔ فرہاد پر عمل کرو۔"

اس نے ثانی کے پاس آکر مرینا کے متعلق اسے بتایا۔ وہ بولی "بڑے بڑے یوگا کے ماہر آدھے گھنٹے بعد کئی گھنٹے سانس روک لیتے ہیں۔ شاید اس نے بھی ایسی ہی صلاحیت حاصل کرلی ہو۔ میں یقین نہیں کروں گی کہ وہ مرگئی ہے۔"

"بے شک، وہ بہت مکار ہے۔ شاید کوئی چال چل رہی ہے۔ ایسا کرو، تم وقفے وقفے سے اس کے اندر جانے کی کوشش کرتی رہو۔ میں جلد ہی فرہاد پر تنویمی عمل سے فارغ ہوجاؤں گا۔"

وہ تنویمی عمل کرنے میرے اندر آگیا۔ ثانی نے سلمان کے پاس آکر پوچھا "ڈیڈی! آپ لوگ پاپا کے تحفظ کے لیے کیا کررہے ہیں؟"

"لیلیٰ مستقل بھائی جان کے دماغ میں ہے۔ دشمنوں کو نقصان پہنچانے نہیں دے گی۔ میں آدھا گھنٹا پہلے بھائی جان کا لبہ اختیار کرکے مرینا کے اندر چھپا ہوا تھا۔ پھر لبوڈا وہاں پہنچ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کرتا، اس نے آتما شکتی کے ذریعے عارضی موت اختیار کرلی۔"

ثانی نے حیرانی سے پوچھا "آتما شکتی؟"

"ہاں اس نے تبت کے ایک بہت بڑے لامہ کے پاس رہ کر کٹھن تپسیا (ریاضت) کے بعد یہ شکتی حاصل کی ہے۔ چالیس منٹ تک سانس روک لیتی ہے۔ پھر ایک منٹ سانس لے کر مزید چالیس منٹ تک سانس روکنے کا عمل جاری رکھتی ہے۔"

"تعجب ہے۔ ہماری دنیا میں کیسے کیسے حیرت انگیز علوم ہیں۔ آخر وہ اس طرح سانس روک کر کیا کررہی ہوگی؟"

"اس کی آتما پلک جھپکتے ہی دنیا کے کسی بھی حصے میں پہنچ جاتی ہے۔ چونکہ لبوڈا اس کا راستہ روک رہا ہے اس لیے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس کی آتما لبوڈا کے پاس پہنچی ہوگی اور اسے نقصان پہنچانے کی تدبیر کررہی ہوگی۔"

"لیکن آتما تو غیر مرئی ہوتی ہے۔ نہ اسے کوئی دیکھ اور چھو سکتا ہے نہ وہ کسی کو چھو سکتی ہے۔"

"بھائی جان نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ صرف دیکھ سکتی ہے لیکن کسی کو چھو نہیں سکتی۔ کسی کی آواز سن نہیں سکتی اور نہ کسی کو اپنی آواز سنا سکتی ہے۔"

"پھر ایسے میں وہ لبوڈا کا کیا بگاڑ لے گی؟"

"ابھی ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ یہ تو جانتے ہیں کہ بہت مکار ہے۔ لبوڈا کو کامیاب نہیں ہونے دے گی۔"

"پارس کہاں ہے؟"

"سمرقند میں تھا۔ اب فرغانہ کی طرف چل پڑا ہے۔ جلد ہی اپنے پاپا کے پاس پہنچ جائے گا۔"

ثانی نے لیلیٰ کے پاس آکر کوڈورڈ ادا کیے۔ لیلیٰ میرے دماغ میں خاموش تھی اور لبوڈا کی لاعلمی میں اس کے عمل کو کمزور بنارہی تھی۔ ثانی نے کہا "امی! آپ مرینا کے لبجے میں لبوڈا کو مخاطب کریں اور دونوں کو ایک دوسرے سے لڑاتی رہیں۔"

لیلیٰ نے پوچھا "کوئی خاص مصلحت ہے؟"

"جی ہاں' وہ آتما شکتی کا مظاہرہ کررہی ہے۔ لبوڈا یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ وہ زندہ ہے یا مردہ؟ وہ اس کے دماغ میں جاتا ہے اور بھٹک کر واپس آجاتا ہے۔ وہ آپ کے ذریعے اس کی آواز سن کر یہ عمل چھوڑ کر اس کے پیچھے جانے پر مجبور ہوجائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے تھوڑی دیر کے لیے یہاں سے بھگانا چاہیے۔"

لیلیٰ نے مرینا کی سوچ کا لہجہ اختیار کیا پھر لبوڈا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں پھر آگئی ہوں۔"

اس کا تنویمی عمل ادھورا رہ گیا۔ وہ غصے سے بولا "شیطان کی بچی! تیری وجہ سے ٹیلی پیتھی کا یہ فلک بوس پہاڑ نہیں ہوگا۔ میں تجھے آخری وارننگ دیتا ہوں۔ مجھے عمل کرنے نہیں دے گی تو ابھی آکر تیرے دماغ میں زلزلہ پیدا کروں گا۔"

"تو آئے گا تو پھر مرجاؤں گی' جائے گا تو پھر جی جاؤں گی۔"

"سچ سچ بتاؤ تم کیا عمل کرتی ہو؟ کیا گھنٹوں سانس روک لیتی ہو؟"

"کچھ بھی سمجھ لو۔ جو عمل کررہی ہوں اس کے نتیجے میں تمہاری زندگی مختصر ہورہی ہے۔"

"میں ابھی تمہاری زندگی مختصر کرتا ہوں۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مرینا کی تلاش میں آیا۔ لیکن اسے وہ پُراسرار دماغ نہیں ملا۔ وہ ابھی تک آتما شکتی کے عمل سے گزر رہی تھی۔ ابھی چالیس منٹ پورے نہیں ہوئے تھے۔ لیلیٰ نے مرینا کے لہجے میں گفتگو کرکے اسے اور الجھا دیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "یہ کیسا علم ہے ادھر مردہ بنی ہوئی ہے ادھر میرے پاس آکر بول رہی ہے۔"

اس نے میرے دماغ میں آکر پوچھا "مرینا! تم موجود ہو؟"

لیلیٰ نے کہا "ہاں موجود ہوں۔"

اس نے فوراً ہی مرینا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ خیال تھا کہ ادھر مرینا سے بولتے بولتے اُدھر فوراً ہی دماغ میں پہنچ جائے گا لیکن پھر ناکامی ہوئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد چالیس منٹ پورے ہوئے تو مرینا کی آتما واپس آئی۔ اس نے میرے دماغ میں آکر سنا۔ لبوڈا کہہ رہا تھا "میری سمجھ میں نہیں آتا تم کیا بلا ہو؟ ادھر بولتی ہو ادھر مردہ بن کر رہتی ہو۔"

مرینا نے سوچا "یہ کیا بک رہا ہے۔ میں تو ابھی نہیں بول رہی تھی۔"

لیکن اس کے پاس سوچنے کا زیادہ وقت نہیں تھا۔ وہ صرف سانس لینے اور یہ معلوم کرنے آئی تھی کہ میں ابھی تک اس کے لیے محفوظ ہوں یا نہیں؟ میں ابھی اس کی دسترس میں تھا۔ وہ مطمئن ہوکر دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ پھر سانس روک کر آتما شکتی کے ذریعے لبوڈا کے پاس پہنچ گئی۔

وہ سپراسٹر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اب اٹھ کر ٹہل رہا تھا۔ اس کا انداز اور اس کے ہلتے ہوئے ہونٹ بتا رہے تھے کہ وہ پریشان ہوکر کچھ کہتا جارہا ہے۔ سپراسٹر بھی جواباً کچھ کہہ رہا تھا۔ ان کی پریشانیاں یہی ہوسکتی تھیں کہ فرہاد اور مرینا میں سے کوئی ہاتھ نہیں آرہا ہے۔ ابھی سب سے بڑا مسئلہ مرینا کو زیر کرنا تھا۔

اسی وقت ایک اعلیٰ فوجی افسر کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے سلیوٹ کرنے کے بعد کچھ کہا۔ جسے سن کر لبوڈا نے سپراسٹر سے مصافحہ کیا۔ پھر اعلیٰ افسر کے پیچھے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ باہر چھ مسلح فوجی گارڈز تھے۔ وہ اسے چاروں طرف سے گھیر کر اس بنگلے سے باہر اسے لے آئے۔ ایک گارڈ نے بڑی سی کار کا دروازہ کھولا۔ لبوڈا اس میں بیٹھ گیا۔ اس کار میں پہلے سے فوجی افسران اور گارڈز موجود تھے۔ کار کے آگے پیچھے بھی فوجی گاڑیاں تھیں۔ پھر وہ قافلہ آگے چل پڑا۔

مرینا کی آتما بھی اس کار میں تھی۔ لبوڈا کی شہ رگ کے قریب' مگر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ یہ سمجھنے کی کوشش کررہی تھی کہ وہ کہاں جارہا ہے۔ کوئی صحیح منزل معلوم ہوتے ہی وہ اسے ٹھکانے لگانے کا انتظام تقریباً کرچکی تھی۔

اس نے صرف لبوڈا کے داماد تھرہال کو ہی نہیں اس کی بیٹی کانووانا کو بھی اپنی معمولہ بنا کر رکھ چھوڑا تھا۔ اسے لاشعوری طور پر یہ ہدایت دی تھی کہ وہ اپنی کار میں لبوڈا کی خفیہ رہائش گاہ کے قریب موجود رہے۔ جب بھی اس کا باپ اس رہائش گاہ سے باہر کہیں جائے وہ اس کا پیچھا کرتی رہے۔

اور وہ ایسا کررہی تھی۔ مرینا کی آتما نے اس کی کار میں بھی آکر دیکھا تھا۔ وہ تعاقب کررہی تھی۔ آتما پھر لبوڈا کے پاس آگئی۔ ان راستوں کو دیکھتی رہی جہاں سے وہ گزر رہا تھا۔ پھر وہ سمجھ گئی اب وہ اس راستے سے گزر رہا تھا جہاں سے صرف سرکاری عہدیدار گزرتے تھے اور وہ راستہ اس پرائیویٹ ائرپورٹ کے سامنے ختم ہوتا تھا جہاں سے ملک کے حکمران خصوصی طیاروں میں پرواز کرتے تھے۔

وہ سمجھ گئی۔ لبوڈا ایک خصوصی طیارے میں کہیں جارہا ہے موجودہ حالات میں یہی سوچا جاسکتا تھا کہ وہ ازبکستان جارہا ہے تاکہ خود مرینا کو ختم کرکے مجھے وہاں سے بحفاظت اپنے ملک لے جاسکے۔

اس کے بعد آتما واپس آگئی۔ وہ ایک گہری سانس لینے کے بعد اٹھ بیٹھی۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے کانووانا کے پاس پہنچ گئی۔ ایک فوجی چوکی پر اسے روک لیا گیا تھا۔ وہ اپنا شناختی کارڈ اور فوجی تربیت گاہ کے کاغذات دکھا رہی تھی۔ چیک کرنے والے افسر نے کاغذات سے مطمئن ہوکر مزید سوالات نہیں کیے' کیونکہ وہ جان لبوڈا کی بیٹی تھی اور باپ آگے جاچکا تھا۔

اس نے بھی گاڑی آگے بڑھا دی۔ مرینا نے ایکسیلریٹر پر

اس کے پیر کا دباؤ بڑھایا یوں کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے ائرپورٹ کے احاطے میں پہنچ گئی۔ لبوڈا اپنی کار سے اتر کر مسلح گارڈز کے درمیان جارہا تھا۔ بیٹی کی آواز سن کر رک گیا۔ وہ کہہ رہی تھی "ہیلو ڈیڈی یور ڈارلنگ کانووانا۔"

وہ کار روک کر دروازہ کھول کر باہر آئی۔ جب تک اندر تھی کسی نے اس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں دیکھا تھا۔ یہ پوچھنے کی نوبت نہیں آئی کہ کیوں آئی ہو؟ یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں باہر جارہا ہوں؟

شامت آتی ہے تو کچھ سوچنے سمجھنے سے پہلے ہی آتی ہے۔ اس نے کار کے دروازے سے نکلتے ہی ریوالور کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بڑی پھرتی سے فائرنگ کی۔ ایک فائر خالی گیا' دوسری گولی سینے میں پیوست ہوئی۔ مسلح گارڈز نے جوابی فائرنگ کرکے اس کے ہاتھ سے ریوالور کو گرایا۔ فوجی اسے جان سے بھی مار سکتے تھے لیکن پہلے باپ نے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے چیخ کر کہا تھا "اسے جان سے نہ مارنا۔ دشمن نے اسے آلۂ کار بنایا ہے۔"

اتنا کہتے کہتے وہ سینے پر گولی کھا کر گر پڑا۔ مرینا نے اس کے اندر آکر کہا "کیا ہوا لبوڈا؟ فرہاد کی کھوپڑی پر قبضہ نہیں جماؤ گے؟ اب جاتے جاتے مہربانی کرو۔ ذرا جلدی سے آخری سانس لے لو۔ میں بہت سے کام نمٹانے کو پڑے ہیں۔"

لبوڈا نے سینے کی تکلیف کا آخری جھٹکا کھایا۔ پھر یکبارگی ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ میرے دماغ میں آکر قہقہے لگانے لگی۔ ہنستے ہنستے لگی "کتا کتے کی موت مرگیا۔ میرے دماغ میں پاگل کتے کی طرح کاٹنے آیا تھا۔ میں نے اس کی سانس کا رشتہ زندگی سے کاٹ دیا ہے۔ اب میں بلا شرکت غیرے تمہارے دماغ پر حکمرانی کروں گی۔"

لیلیٰ نے کہا "افسوس!"

وہ چونک گئی پھر بولی "کون ہو تم؟"

"یہ جان کر کیا کرو گی۔ سمجھنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ دوسری موت سامنے آگئی ہے۔"

"کیا تم نے پہلی رکاوٹ کا انجام نہیں دیکھا۔"

"دیکھا نہیں ہے مگر تمہارا طریقۂ کار جانتی ہوں۔ تم جس کو جانتی پہچانتی ہو اس کے پاس آتما شکتی کے ذریعے جاتی ہو۔ اس کے آس پاس کی معلومات اور اس کی مصروفیات دیکھتی ہو پھر اس کو آلۂ کار بنا کر اسے قتل کردیتی ہو۔ لبوڈا اسی طرح مارا گیا۔"

"اور اب تمہاری باری ہے۔"

"نہیں مرینا! تم آتما شکتی کے ذریعے صرف ان کے پاس پہنچتی ہو جنہیں پہلے کبھی دیکھ چکی ہو۔ تم نے مجھے کبھی دیکھا نہیں ہے پھر میرا راستے سے ہٹانے کیسے آؤ گی۔"

وہ غصے سے بولی "کون ہو تم؟ مجھے یقین ہے کہ تم فرہاد کی بیوی ہو۔"

"خود سوال کرتی ہو خود جواب دیتی ہو۔"

مرینا اچانک دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہوگئی۔ اسے عجیب سی مہک کا احساس ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کمرے میں ہلکا ہلکا سا دھواں پھیل رہا تھا۔ وہ فوراً ہی فرش پر سے اٹھ گئی۔ اگرچہ ہلکی سی خوشبو کا احساس تھا۔ تاہم بعض بے ہوشی کی دوائیں دھیمی خوشبو کی طرح گوارا ہوتی ہیں اور وہ خوشبو سے بہل نہیں سکتی تھی۔ کمرے میں اس کے پھیلاؤ سے خطرے کی بُو آرہی تھی۔ خیریت اسی میں ہوتی کہ وہ فوراً کمرے سے باہر نکل جاتی۔

تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولنے کے لیے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ پھر رک گئی۔ عقل نے سمجھایا کوئی اسے باہر نکالنے کے لیے ایسی حرکت کررہا ہے۔ کھڑکیاں کھولنے سے دھواں کم ہوسکتا ہے۔

وہ پلٹ کر کھڑکی کے پاس آئی اس کے پردوں کو ہٹایا پھر اسے کھول دیا۔ تازہ ہوا کا ایک جھونکا سا آیا۔ اس کے ساتھ ہی دھواں کم ہونے لگا۔ پھر اسے کچھ ایسی آواز سنائی دی جیسے تیزی سے پانی گر رہا ہو۔ اس نے سر گھما کر باتھ روم کی طرف دیکھا۔ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ پھر اسے کھولتے ہی پانی بہتا ہوا اس کے پیروں پر سے گزرتا ہوا کمرے میں آنے لگا۔ پانی کی پائپ لائن کہیں سے ٹوٹ گئی تھی' یا توڑ دی گئی تھی۔ جس کے نتیجے میں باتھ روم کا فرش پانی میں ڈوب گیا تھا۔ اور اب وہ پانی کمرے کے فرش پر پھیل رہا تھا۔ اس کے تیز بہاؤ سے پتا چل رہا تھا کہ جلدی وہ کمرے کے سامان کے ساتھ تیرنے لگے گی۔

گویا کمرے سے باہر جانا ناگزیر ہوچکا تھا۔ وہ دروازے کے پاس آکر چیختی ہوئی بولی "کون ہے؟ باہر کون ہے؟"

کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے کھڑکی کے پاس آکر آواز دی۔ حدِ نظر تک کوئی دکھائی دے رہا تھا۔ وہ پلٹ کر کمرے کے وسط میں آگئی۔ پانی ٹخنوں سے اوپر پنڈلیوں تک پہنچنے والا تھا۔ وہ آتما شکتی کے ذریعے باہر جاکر دشمن کو دیکھ سکتی تھی' لیکن اس کے لیے چاروں شانے چت لیٹ کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر آتما کو باہر لانا پڑتا ہے اور وہاں فرش پر لیٹ نہیں سکتی تھی۔ پانی بھرا ہوا تھا۔ اس کمرے میں کوئی پلنگ نہیں تھا اور ایسے صوفے تھے جن پر وہ لیٹ نہیں سکتی تھی۔

وہ ایک اونچی میز پر آکر بیٹھ گئی۔ اس پر یوگا کا ایک آسن اختیار کیا۔ وہ آزمانا چاہتی تھی کہ اس انداز سے آتما شکتی کا کامیاب عمل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس نے گہری سانس لی پھر سانس چھوڑتے ہوئے بولی "کرشنا' کرشنا' ہرے کرشنا....."

وہ کامیاب ہوگئی۔ آتما باہر آگئی۔ پھر اس نے بند دروازے سے باہر آکر دیکھا کوئی نہیں تھا۔ اس بنگلے کے دوسرے کمرے خالی تھے۔ وہ بنگلے کے باہر آئی تو کچھ لوگ آتے جاتے دکھائی دیے۔ چند قدم کے فاصلے پر شاہراہ تھی۔ وہاں اچھا خاسا ٹریفک

تھا۔ مرد، عورتیں، بوڑھے اور بچے فٹ پاتھ اور دکانوں میں دکھائی دیے تھے۔ اتنے ہجوم میں کسی انجانے دشمن کو پہچاننا مشکل تھا۔ اگر وہ دشمن کی صورت آشنا ہوتی تو لاکھوں کی بھیڑ میں سیدھی اس کے پاس پہنچ جاتی، لیکن یہی معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے؟

ایک بات واضح تھی کہ میں پھر اس پر بھاری پڑ رہا تھا۔ میری شریکِ حیات لیلیٰ میرے دماغ میں پسرا دے رہی تھی۔ وہ ناکامی کی صورت میں بم کے ذریعے بھی میرے چیتھڑے نہ اڑا سکی۔ اسے میدان چھوڑنا پڑ رہا تھا۔ ایسے وقت یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ میرے ہی لوگ اسے اس بنگلے میں گھیرنے آگئے ہیں۔ چونکہ پارس اس ملک میں موجود تھا اس لیے دھیان اس کی طرف گیا کہ وہ ہی دشمن بن کر اسے پکڑنے آیا ہے۔

پارس کا دھیان آتے ہی اس کی آتما اس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ سڑک کے کنارے ایک کار میں ایسی جگہ تھا جہاں سے وہ گلی اور بنگلا دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں مرینا نے رہائش اختیار کی تھی۔ پارس کا خیال تھا کہ وہ مجبور ہو کر باہر نکلے گی اور کہیں بھی جائے گی تو نظروں میں رہے گی۔

لیکن اس کی آتما باہر آئی۔ وہ اس کی آمد سے بے خبر تھا۔ اس یقین کے ساتھ کار میں بیٹھا ہوا تھا کہ وہ دھوئیں اور پانی سے گھبرا کر ضرور باہر آنے پر مجبور ہو جائے گی۔

آتما واپس آگئی۔ وہ یوگا کا آسن چھوڑ کر میز پر سیدھی بیٹھ گئی۔ وہ بنگلے کے پیچھے کسی تنگ گلی سے فرار ہو سکتی تھی لیکن پارس سے نادانی کی توقع نہیں تھیں۔ وہاں بھی اس کی نگرانی کرنے والے ہو سکتے تھے۔ اس نے مجھے محکوم بنانے کے لیے بہت بڑی دشمنی کا مظاہرہ کیا تھا اس لیے اس کے اطراف گھیرا تنگ کیا گیا ہوگا۔

ایسے میں فرار کا راستہ اختیار کرنے سے بہتر تھا کہ وہ پارس سے پیار کی تجدید کرے۔ وہ دشمن بن کر آیا تھا تاہم محبوب تھا کسی اور دشمن کے چنگل سے بچ نکلنے کی امید نہیں تھی، محبوب کے لات جوتے کھا کر بچاؤ کا راستہ نکال لینے کا یقین تھا۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پارس کے اندر پہنچتے ہی کہا "میں ہوں مرینا، سانس نہ روکنا۔"

وہ ناگواری سے بولا "کیوں آئی ہو؟"

"عورت پر برا وقت آئے تو وہ اپنے محبوب کے قدموں ہی میں پناہ ڈھونڈتی ہے۔"

"اور اگر عورت اپنے محبوب پر برا وقت لائے تو اس کا انجام کیا ہونا چاہیے؟"

"برے کا برا انجام ہوتا ہے، لیکن محبت کے جذبے لچک پیدا کرتے ہیں۔ تم میری خوب پٹائی کرو۔ مار مار کر آدھی جان کر دو۔ صرف اتنی سی زندگی دو کہ میں آئندہ غلطیوں سے توبہ کرتی رہوں۔"

"سیدھی طرح میرے پاس چلی آؤ۔"

"آرہی ہوں۔ اتنا بتا دو تم نے مجھے کیسے تلاش کیا ہے؟"

"تم سے سچی محبت ہے، پیار کی کشش یہاں لے آئی ہے۔"

"یہ تو سچ ہے۔ تم میرے دیوانے ہو اور میں تمہاری۔ مگر پہلے بتا دو کہ میری رہائش گاہ کا پتا کیسے چل گیا؟"

"یہ تو ہم سب جانتے ہی تھے کہ تم تاشقند میں ہو۔ میں پچھلے تین گھنٹوں سے تمہیں ہر علاقے میں ڈھونڈ رہا ہوں۔ ہر گھر کے دروازے پر چند سیکنڈ کے لیے رکتا تھا۔ پھر اس دروازے پر تمہاری بدن کی بُو مل گئی۔"

وہ بھول گئی تھی کہ پارس اس کی مہک سے لاکھوں میں اسے پہچان سکتا ہے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچا "اس دوہری مصیبت سے کبھی نہیں نکل پاؤں گی۔ ایک طرف باپ دماغ میں گھسا رہتا ہے۔ دوسری طرف بیٹا بُو سونگھ کر شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے میں کیا کروں؟ ان دونوں سے کیسے نجات حاصل کروں؟"

پھر اس نے پارس سے پوچھا "تم نے دروازے پر دستک دے کر مجھے کیوں نہیں بلایا؟ کمرے میں دھواں اور پانی چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"تم اس قابل نہیں ہو کہ میں تمہارے دروازے پر آتا۔ میں سانپ کو اس کے بِل سے نکالنا جانتا ہوں۔ پھر یہ بھی چاہتا تھا کہ تم گھر سے نکل کر ہر سمت جاؤ اور یقین کر لو کہ فرار کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ اگر تم اسی طرح مجھے باتوں میں لگا کر کہیں جانا ہو تو جاؤ، واپس میرے ہی پاس آؤ گی۔"

"میں سیدھی تمہارے پاس آرہی ہوں۔"

وہ بنگلے سے باہر آگئی۔ گلی سے گزرتے ہوئے مین روڈ پر کھڑی پارس کی کار فٹ پاتھ سے لگی کھڑی تھی۔ اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے برابر بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن دروازہ اندر سے لاک تھا۔ کھڑکیوں کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ وہ اشاروں کی زبان سے بولی "دروازہ کھولو۔"

پارس نے ہاتھ سے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دماغ میں آکر بولی "کیا بات ہے، دروازہ کیوں نہیں کھولتے؟"

"میں وہی ہوں، جو تمہارے لیے دل کے دروازے کھولتا رہا اب تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔ تم اس قابل نہیں ہو کہ میرے قریب آسکو اور میرے برابر بیٹھ سکو۔"

"تم بے شک مجھ دھتکار دو۔ مگر ٹھنڈے دماغ سے میری بات سن لو۔"

"میرا دماغ ٹھنڈا ہے اس لیے میرے ہاتھوں سے بچی ہوئی، ورنہ تمہاری جیسی ذلیل عورت کو تو میں عبرتناک سزائیں دے کر مار ڈالتا۔ تم نے میرے پاپا کو زخمی کیا۔ چڑیل بن کر ان کے دماغ میں گھس گئیں۔ کیا تم نے پاپا کو اتنا ہی غیر محفوظ سمجھا ہے؟"

"میں اپنی اس حماقت پر شرمندہ ہوں اور تمہارے ہاتھوں سزا پانے کو تیار ہوں۔"

"جان لیوا دشمنی کو حماقت کا نام دے رہی ہو تاکہ سزا دشمنی کی نہ ملے حماقت کی ملے۔ اب سے پہلے بھی تم نے کئی بار دشمن ہونے کا ثبوت پیش کیا اور پاپا تمہیں معاف کرتے رہے لیکن اب معافی کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔ لہٰذا آج سے تم غلامی کی زندگی گزارو گی۔"

"میں تمام عمر تمہاری غلامی کرتی رہوں گی۔"

"میں تم پر تھوکتا ہوں۔ تمہیں ابھی قتل کر دینا چاہتا تھا مگر میرے بزرگوں نے مجھے اجازت نہیں دی۔ یہ فیصلہ کیا کہ تمہیں زندہ رکھا جائے گا اور بدترین زندگی گزارنے پر مجبور کیا جائے گا۔ تم مرنا چاہو گی تو اپنی مرضی سے مرنے بھی نہیں دیا جائے گا۔"

"میں پاپا کے قدموں میں گر کر....."

وہ ڈانٹ کر بولا "خبردار! آئندہ اپنی گندی زبان سے پاپا نہ کہنا۔"

"بیٹیاں غلطیاں کرتی ہیں۔ بزرگ انہیں معاف کر دیتے ہیں۔ میں ایک نہیں ہزار بار انہیں پاپا کہوں گی۔"

اس کے دماغ کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ وہ چکرا گئی۔ گرتے گرتے کار کا سہارا لے کر سنبھل گئی۔ پارس کار اسٹارٹ کر کے چلا گیا۔ وہ آواز دینا چاہتی تھی لیکن دماغ کے اندر آواز آئی "آئندہ پاپا کا رشتہ نہ جوڑنا ورنہ زلزلہ آجائے گا۔ تم اپنا دماغی توازن کھو دو گی۔ تمہیں پاگل خانے پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کون ہو تم؟ لہجہ فرہاد کا ہے مگر فرہاد نہیں ہو۔"

جواب ملا "دشمن کا کوئی بھی نام ہو۔ وہ ہوتا دشمن ہے۔ میں کوئی بھی ہوں، تمہاری مرضی کے خلاف آیا ہوں۔ اور تم مجھے آنے جانے سے نہیں روک سکو گی۔ یہی تمہاری غلامی اور مجبوری ہے۔"

وہ سر جھکا کر شکست خوردہ انداز میں بنگلے کی طرف جانے لگی۔ اس کے اندر سلمان تھا۔ اس نے پوچھا "کہاں جا رہی ہو؟ اس شہر میں اور اس ملک میں تمہارا کوئی گھر اور کوئی عارضی رہائش گاہ نہیں ہے۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ سلمان نے کہا "تمہیں بارہ گھنٹے کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس ملک سے نکل جاؤ۔ ان بارہ گھنٹوں میں تم کسی کی چھت کے نیچے آرام نہیں کرو گی۔ اس ملک کا پانی نہیں پیو گی، کھانا نہیں کھاؤ گی۔ بھوک پیاس برداشت کرنے کا حوصلہ نہ ہو تو بارہ گھنٹے سے پہلے چلے جانے کی کوشش کرو تاکہ کسی دوسرے ملک میں جا کر پیٹ بھر سکو۔ میں تھوڑی تھوڑی دیر میں آکر دیکھتا رہوں گا۔ اگر تم نے میرے احکامات کے خلاف عمل کیا تو میں تمہارا دماغی توازن بگاڑ دوں گا۔"

وہ بولی "میں چلی جاؤں گی لیکن ایک بار پاپا سے....."

اس کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ چیخ مار کر فٹ پاتھ پر گر پڑی۔ راہ گیر دوڑتے ہوئے آنے لگے۔ سلمان نے کہا۔ "تمہیں وارننگ دی گئی تھی کہ پاپا نہ کہنا۔ رشتہ نہ جوڑنا....."

لوگ اسے سہارا دے کر اٹھا رہے تھے۔ کچھ اسے اسپتال پہنچانا چاہتے تھے۔ وہ بولی "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اگر کسی سے لفٹ ملے تو پاسپورٹ آفس جانا چاہوں گی۔"

ایک شخص نے اسے اپنی کار میں لفٹ دی۔ وہ سوچ رہی تھی "فی الحال محکوم بن کر احکامات کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اوہ گاڈ! میں کتنی بے بس ہو گئی۔ ایک کمزور اور بدترین عورت کی طرح احکامات کے آگے جھکی ہوئی ہوں۔ کیا مجھے نجات کا راستہ نہیں ملے گا؟"

"ملے گا" عقل نے سمجھایا "شہرِ دشمناں سے جانے کے بعد آرام سے، اطمینان سے اور آزادی سے سوچوں گی۔ میں جسمانی قید برداشت کر سکتی ہوں لیکن ذہنی غلامی برداشت نہیں کروں گی۔"

وہ بڑے کرب میں مبتلا تھی۔ کوئی اندر چھپا ہوا اور اپنی موجودگی ظاہر نہ کرتا ہو تو اندر سوچنے کی اور منصوبہ بندی کی آزادی ختم ہو جاتی ہے۔ اس نے پاسپورٹ آفس کے افسرِ اعلیٰ سے ملاقات کی پھر کہا "مجھے ابھی ایک پاسپورٹ چاہیے۔ میں لندن جاؤں گی۔"

افسر نے کہا "پاسپورٹ اتنی جلدی نہیں مل جاتا۔ تم کون ہو؟ اس ملک میں کہاں سے آئی ہو؟"

"اتنے سوالات نہ کرو جو کہہ رہی ہوں وہ کرتے جاؤ۔"

اس نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے اپنے دراز میں سے ایک کیمرا نکال کر اس کی تصویریں اتاریں۔ کیمرے سے نیگیٹو رول نکال کر اسسٹنٹ کو بلا کر اسے دیتے ہوئے کہا "ایک گھنٹے کے اندر یہ پاسپورٹ سائز تصویریں پرنٹ کر کے لاؤ۔"

وہ نیگیٹو لے کر چلا گیا۔ اگلی افسر نے مرینا کا نام اور فرضی پتا اور عمر وغیرہ لکھ کر اپنے جونیئر کو دیتے ہوئے حکم دیا "فوراً ایک پاسپورٹ تیار کرو اور ویزا فارم بھی پُر کرو۔"

وہ سب مشین کی طرح حرکت میں آگئے۔ اس دوران مرینا اس افسر کے دماغ میں گھسی رہی۔ اس نے لندن جانے کا پروگرام بدل دیا۔ اس تبدیلی کے مطابق افسر نے دو گھنٹے کے اندر ہندوستان جانے کے لیے پاسپورٹ تیار کیا اور بھارتی سفارت خانے سے ویزا بھی منگوا لیا۔

مرینا نے انڈین ائرلائن میں فون کیا۔ اسے رات کی فلائٹ سے جگہ مل گئی۔ اس وقت پیرس کے وقت کے مطابق صبح ہونے والی تھی۔ سلمان نے آکر کہا "مرینا! تم چند ساعتوں کے لیے فرہاد کے دماغ میں جا کر دیکھ سکتی ہو۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا سونیا کے پاس جا رہا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں کیا دیکھوں؟ فرہاد کو ہر پہلو سے مجبور کرنے کے بعد بھی میں مجبور ہو گئی۔ کامیابیوں کی

انتہائی بلندی پر پہنچ کر انتہائی پستی میں آگری ہوں۔ اپنی شکست کا تماشا دیکھنے کے بعد میرا یہ ایمان پختہ ہوگیا ہے کہ فرہاد! اس دنیا میں ہماری عبرت کا سامان بن کر آیا ہے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم عبرت حاصل کررہی ہو' لیکن خوش فہمی نہیں ہے کہ کُتیا کی دُم سیدھی ہوسکتی ہے۔ گڈ نائٹ سوفار۔"

وہ چلا گیا۔ مرینا کو یقین نہیں تھا کہ وہ جاچکا ہے۔ وہ موجود ہوسکتا تھا اور نہیں بھی ہوسکتا تھا۔ یہی ہونے اور نہ ہونے کے اسرار مرینا کو ذہنی اضطراب میں مبتلا کردیتے تھے۔

بہت دیر بعد جب اسے یقین ہوگیا کہ دماغ میں کوئی نہیں ہے تو وہ سوچنے لگی "میں نے مہالامہ سے مکمل تعلیم حاصل نہیں کی۔ یہی میری بہت بڑی غلطی تھی۔ اگر میں تعلیم جاری رکھتی' کئی گھنٹوں تک سانس روکنے میں مہارت حاصل کرلیتی تو دماغ فولاد ہوجاتا پھر فرہاد کا تنویمی عمل بھی زائل ہوجاتا۔ وہ ٹیلی پیتھی کا پہاڑ بھی میرے دماغ میں آنے کے قابل نہ رہتا۔"

اب وہ سوچ رہی تھی فرہاد اور اس کی فیملی سے پیچھا چھڑانے کا اور ذہنی غلامی سے نجات حاصل کرنے کا یہی ایک راستہ ہے کہ کسی ویرانے میں جاکر عبادت اور ریاضت میں مصروف ہوجائے اور یوگا اور آتما شکتی کی انتہا کو پہنچنے کا مشکل ترین عمل جاری رکھے۔

وہ ضروری کاغذات حاصل کرکے پاسپورٹ آفس سے اٹھ گئی۔ کافی پینے کا جی چاہ رہا تھا لیکن اس ملک میں کھانے پینے کی ممانعت تھی۔ اس نے سوچا اگرچہ فلائٹ میں کافی دیر ہے تاہم ائرپورٹ پر ہی وقت گزارنا چاہیے۔ وہ فٹ پاتھ پر آکر ٹیکسی کے انتظار میں کھڑی ہوگئی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک ویگن کار قریب آکر رک گئی۔ ڈرائیو کرنے والے نے کھڑکی سے جھانک کر پوچھا۔ "ہیلو مس! میں کسی کام آسکتا ہوں؟"

وہ کسی سے لفٹ لیتے ہوئے ڈرتی نہیں تھی۔ کوئی بدمعاش ٹکرا جائے تو اسے سیدھا کرنے کا ہنر آتا تھا۔ وہ مسکرا کر شکریہ ادا کرتی ہوئی اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اس شخص نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "کہاں جاؤ گی؟"

اس نے مختصر سا جواب دیا "ائرپورٹ۔"

"پھر ائرپورٹ سے کہاں جاؤ گی؟"

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ پھر کہا "انڈیا۔"

"کیا انڈیا میں دشمن نہیں ہوں گے؟"

وہ ایک دم سے چونک کر بولی "اس سوال کا مطلب کیا ہے؟"

"مطلب پوچھتے پوچھتے میری کھوپڑی میں نہ آنا۔ مایوسی ہوگی۔" منع کرنے کے باوجود اس نے کوشش کی۔ اس جوان شخص نے سانس روک لی۔ پھر پوچھا "تسلی ہوگئی؟"

"کون ہو تم؟ گاڑی روکو۔"

وہ گاڑی روک کر بولا "میں جانے سے نہیں روکوں گا لیکن گاڑی کے باہر بھی دشمن ہے جن سے بھاگ کر انڈیا جارہی ہو۔ میں دشمن ہوں یا نہیں' ابھی تم نے مجھے آزمایا نہیں ہے۔"

"تو پھر یقین دلاؤ کہ دشمن نہیں ہو۔"

"تم اتنی نادان تو نہیں ہو کہ زبان سے دوستی کا دعویٰ سن کر یقین کرلوگی۔ بھئی مجھے آزماؤ پھر یقین کرو۔"

"کیا مجھے ائرپورٹ پہنچا کر میرا پیچھا چھوڑ سکتے ہو؟"

وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا "میں وہاں پہنچا کر ویٹنگ ہال میں رہوں گا۔ تم اندر چلی جانا اور جہاز کے پرواز کرنے تک فیصلہ کرنا کہ مجھ پر بھروسا کرسکتی ہو یا نہیں؟ بھروسا کرسکو تو لوٹ آنا۔"

"بات بھروسے کی نہیں ہے۔ فرہاد کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے دھمکی دی ہے کہ اگر میں یہ ملک چھوڑ کر نہیں جاؤں گی تو وہ مجھے دماغی اذیتوں میں مبتلا کرکے پاگل خانے پہنچادے گا۔"

"کیا فرہاد اور اس کے فیملی ممبرز نے ہمیشہ غالب آنے اور میدان مارنے کا مقدر نامہ لکھوالیا ہے؟ کیا ایک بڑی شکست نے تمہاری کمر توڑ دی ہے؟"

"میں ہارنا نہیں جانتی۔ ایک بار کسی طرح دشمنوں کو اپنے دماغ سے نکال دوں تو پھر آتش فشاں بن جاؤں گی۔"

"یہ تو صرف میری ہی دوستی سے ممکن ہے۔"

"کیا تم میرے دماغ کو فرہاد کے تنویمی عمل کے اثرات سے نجات دلاسکتے ہو؟"

"کوشش کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں فرہاد کے غلبے سے نجات پانے کے لیے تم پر بھروسا کرتی ہوں۔ بولو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

وہ گاڑی روک کر بولا "پچھلی سیٹ پر چلی جاؤ۔ وہاں آرام سے لیٹ کر آتما شکتی کے ذریعے ان باپ بیٹے پر نظر رکھو۔ میں تمہیں ایک خفیہ اڈے میں لے جارہا ہوں۔"

"میں اعتماد کررہی ہوں۔ اگر تم نے دھوکا دیا تو؟"

"تم نے بڑی ہی بچکانہ بات کی ہے۔ بھئی تمہاری آتما مجھے بھی دیکھتی رہے گی۔ اگر مجھ سے دھوکا ہوگا تو تم کسی وقت بھی آسانی سے مجھ پر حملہ کرسکو گی۔ تم پیچھے رہو گی اور مجھے پیچھے کی خبر نہیں ہوگی۔ ڈیش بورڈ میں پستول ہے' اپنے پاس رکھ لو۔"

اس نے ڈیش بورڈ کے خانے کو کھول کر دیکھا۔ واقعی بھرا ہوا پستول رکھا ہوا تھا۔ وہ اسے لے کر پچھلی سیٹ پر آگئی۔ گاڑی پھر آگے بڑھ گئی۔

وہ بولی "ایک بات بتادوں کہ اس ملک میں مجھے کہیں بھی چھپاؤ گے تو پارس میری بُو سونگھ کر پہنچ جائے گا۔ وہی ایک ایسا دشمن ہے جو اچانک سر پر آپہنچتا ہے۔"

"اور باپ سر کے اندر پہنچ جاتا ہے۔ اسی لیے کہتا ہوں آتما شکتی سے ان پر نظر رکھو۔ ان کی کمزوریاں معلوم کرتی رہو۔ وقت

ضائع نہ کرو۔ ان میں سے کوئی بھی تمہارے اندر ہوسکتا ہے۔ شاید ہماری باتیں سن رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ تمہیں آتما شکتی کا طریقہ اختیار نہیں کرنے دے گا۔"

"میرے خیال سے ابھی ہمارے درمیان کوئی تیسرا نہیں ہے۔ میں آزماتی ہوں۔"

وہ پچھلی سیٹ پر لیٹ گئی۔ پھر آتما شکتی کے طریقہ کار پر عمل کرنے لگی۔ ایسا کرتے وقت کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ اس کی آتما پچھلی سیٹ سے اگلی سیٹ پر اس اجنبی دوست کے پاس آگئی۔ اجنبی ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ پر مرینا کا جسم بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ اس نے پھر سر گھما کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے پوچھا "ویل مرینا! کیا تم کامیابی گئی ہو؟ کوئی تمہارے اندر رکاوٹ بنا ہوا تو نہیں ہے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر پوچھا "کیا میں تمہاری اس موشی کو کامیابی سمجھوں؟"

جب دوسری بار بھی جواب نہیں ملا تو وہ مطمئن ہوگیا۔ آتما کے بالکل قریب تھی۔ وہ چاہتی تھی پہلے اس اجنبی کی حقیقت دم کرے۔ فرہاد اور پارس سے تھوڑی دیر بعد نمٹ لے گی۔ اگر ایسا نہیں کرے گی تو ایک دشمن سے نجات پانے کے لیے اندھا ر دوسرے دشمن کی ٹھوکروں میں چلی جائے گی۔

دوسری طرف سلمان نے سوچا تھا کہ ہر آدھے گھنٹے بعد مرینا دماغ میں جایا کرے گا۔ جب تک وہ ازبکستان سے نکل کر ت نہیں پہنچے گی۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا' لیکن آدھے بعد آیا تو اسے مرینا کا دماغ نہیں ملا۔ اس نے پریشان ہوکر پھر خوانی کی۔ پھر ناکام ہوا۔ اس کے بعد میرے پاس آکر بولا ی جان! وہ آتما شکتی کے عمل سے گزر رہی ہے۔"

"یعنی تمہیں اپنے دماغ سے دور کررہی ہے۔"

فرغانہ کے ایک اسپتال میں میری باقاعدہ مرہم پٹی ہوچکی تھی۔ تو انائی بحال ہورہی تھی۔ لیلیٰ نے یعقوب ہدائی سے کہا تھا کہ د میں میری علیحدہ رہائش کا انتظام کرے۔ وہ اپنی کار میں پاس پہنچنے والا تھا۔

سلمان نے کہا "اب وہ تقریباً چالیس منٹ تک ہماری گرفت زاد رہے گی۔"

میں نے کہا "وہ چالیس منٹ کے لیے ہمیں دھوکا دے کر نہیں ہے۔ اسے کوئی ایسا راستہ مل گیا ہے۔ جس پر وہ لمبی آزادی کرتی رہے گی اور ہمارے تنویمی عمل کے اثر سے نکلنے کی ں کرتی رہے گی۔"

"مگر بھائی جان! چالیس منٹ کے بعد وہ ضرور سانس لے گی ہے وقت ہمیں آنے سے نہیں روک سکے گی۔"

"ہاں اگر صحیح وقت پر تم جاؤ گے تو نہیں روک سکے گی' کیونکہ نٹ تک سانس لینے کے بعد پھر چالیس منٹ کے لیے نجات حاصل کرلے گی۔"

"میں ٹھیک چالیس منٹ کے بعد پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

"ہوسکتا ہے وہ بیس منٹ یا تیس منٹ میں ہی ایک منٹ کے لیے سانس لینے حاضر ہوجائے۔ ادھر تم چالیس منٹ کا انتظار کرتے رہ جاؤ گے۔"

"ہاں وہ بڑی چکرباز ہے۔ ایسا کرسکتی ہے پھر بھی میں اس کی طرف جاتا آتا رہوں گا۔ کبھی تو وہ گرفت میں آئے گی۔"

"اور جب تک گرفت میں نہیں آئے گی میرے اور پارس کے لیے دردِ سر بنی رہے گی۔ اس وقت وہ میرے یا میرے بیٹے کے قریب ہوگی۔ پارس کو موجودہ صورتِ حال سے آگاہ کرو۔ یہ بات خاص طور سے سمجھاؤ کہ مرینا کسی کو آلۂ کار بنا کر اسے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ لہٰذا وہ کسی بھی ہتھیار والے سے دور رہے۔ کسی اجنبی سے ملاقات کرنے سے پہلے یقین کرلے کہ وہ نہتا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ مرینا کی ہر مکاری اور گہری چالوں کو دھیان میں رکھے۔"

وہ پارس کے پاس چلا گیا۔ میں نے مرینا کی طرح ضدی لڑکی نہیں دیکھی تھی۔ وہ شکست کھا کر ٹوٹ جانا نہیں جانتی تھی۔ ایک تنکے کا سہارا لے کر تاڑ کر پہاڑ کے سر پر سوار ہوجاتی تھی۔ ہم نے تو اسے نیم مردہ کردیا تھا۔ اسے ایک حقیر کیڑے کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور کرچکے تھے۔ ایسے میں وہ جال توڑ کر نکل گئی تھی۔ اب حالات بتا رہے تھے کہ وہ باپ بیٹے کو زندہ نہیں چھوڑے گی یا ہم دونوں کو کسی بھی ہتھکنڈے سے اپنا معمول اور تابعدار بنالے گی اور جب تک کامیاب نہیں ہوگی آتما شکتی کے ذریعے خطرہ بن کر ہمارے سروں پر منڈلاتی رہے گی۔

○☆○

جان لیبوڈا کی موت سے سپرماسٹر کی ٹیلی پیتھی کے تمام شعبوں میں ماتمی سناٹا چھاگیا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ یوں اچانک اپنی ہی بیٹی کے ہاتھوں مارا جائے گا۔

اس کی بیٹی کانووانا کو حراست میں لے لیا گیا تھا لیکن یہ سب ہی جانتے تھے کہ وہ قتل کرنے کے بادجود قاتل نہیں ہے۔ یہ مرینا کی انتہائی کمینگی ہے کہ جو بیٹی دل و جان سے باپ کو چاہتی تھی اس کو آلۂ کار بنا کر باپ کا خون بہادیا۔

اب وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والی جان لیبوڈا جیسی قد آور شخصیت نہیں تھی۔ سپرماسٹر نے ہاٹ لائن پر سونیا ثانی سے کہا۔ "فوراً چلی آؤ۔ لیبوڈا کی جگہ تم ہی لے سکتی ہو۔ میں بالکل تنہا رہ گیا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں یہاں دستیاب پہلی فلائٹ سے آنے کی کوشش کروں گی۔"

اس نے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو حکم دیا "میرا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لے جاؤ۔ متعلقہ سفارت خانے سے آج کی روانگی کے لیے مرگلواؤ اور کسی پہلی فلائٹ میں

سیٹ ریزرو کراؤ۔ میں واشنگٹن جاؤں گی۔ تم دونوں یہاں اپنے فرائض انجام دیتے رہو گے۔"

پھر اس نے علی سے کہا "میں آج ہی کسی فلائٹ سے امریکا جا رہی ہوں۔"

"مجھ سے کچھ پوچھا نہیں اور روانگی کی تیاری کر رہی ہو۔"

"حضور! آپ کو ابھی مجازی خدا بننے کا شرف حاصل نہیں ہوا ہے لہٰذا رعب نہ دکھائیں۔ ویسے جناب کو یہ تو معلوم ہوگا کہ شادی سے پہلے کیا ہوتا ہے؟"

"کیا ہوتا ہے؟"

"لڑکا لڑکی کے پیچھے گھومتا ہے۔ جہاں جہاں لڑکی جاتی ہے اس کا دل جیتنے کے لیے پیچھے پیچھے جاتا ہے۔"

"یعنی میں تمہارے پیچھے امریکا چلوں؟"

"ہاں' یہ میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ یہاں بہت رہ چکے۔ اب اگلی منزل کی سمت کوچ کرو۔"

"ہونا تو یہی چاہیے۔ واقعی میں یہاں بور ہو رہا ہوں۔"

"ہم بہت عرصہ تک جدا رہے۔ اگر جدا ہی رہے تو صبر کرتے رہے' لیکن مل کر بچھڑنے سے دکھ بڑھ جاتا ہے۔ میرا دھیان تمہاری طرف رہے گا تو میں وہاں توجہ سے کوئی کام نہیں کر سکوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ یہاں گولڈن برنیز تو کھو کھلے ہو چکے ہیں۔ یہودیوں کا صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن نارمل ہے باقی مر چکے ہیں یا کوما میں پڑے ہیں۔ یہ کوما سے نکلیں گے' ان کے برین واش کیے جائیں گے۔ پھر یہ نئے نام نئی شخصیت میں ڈھالے جائیں گے۔"

"اور جب ایسا ہو گا تو تم ہزاروں میل دور رہ کر بھی ان سے اور گولڈن برنیز وغیرہ سے نمٹ لو گے' کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ سب لوگ کیسے کیسے حفاظتی انتظامات میں رکھے جاتے ہیں۔ تم ان فوجی افسران سے بھی رابطہ رکھتے ہو جو ان کی حفاظت کے ذمے دار ہوتے ہیں۔"

"یہ درست ہے۔ پھر بھی میں آج ہی تمہارے ساتھ نہیں جا سکوں گا۔ ملک سے باہر جانے کا جواز پیدا کرنا ہو گا۔"

"ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن نارمل ہے اور بڑے کام کا آدمی ہے۔ اسے میں اغوا کر کے لے جاؤں گی۔ تم گولڈن برنیز سے کہو گے کہ ان کے سب سے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کو واپس لانے امریکا جا رہے ہو۔"

"واہ! تم نے فوراً ہی جواز پیدا کر لیا۔"

"نیک کام کرنے میں دیر نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بتاؤ جے مورگن کے بنگلے میں کتنے ملازم اور کتنے سیکورٹی گارڈز ہیں۔ میرا خیال ہے وہ سب ہی یوگا کے ماہر نہیں ہوں گے۔ اور جو ماہر نہیں ہیں ان میں سے کسی کی آواز سنا دو۔"

"اس بنگلے کا ایک سیکورٹی افسر تمہارا آلۂ کار بن سکتا ہے۔ میں ابھی اس سے رابطہ کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے سیکورٹی افسر کی آواز آئی "ہیلو' آپ کون ہیں؟"

علی نے گولڈن برین کارمن کے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا "مورگن صاحب کہاں ہیں؟"

"بنگلے کے اندر ہیں سر!"

"کیا گارڈز بنگلے کے چاروں طرف الرٹ ہیں؟"

"یس سر!"

"بنگلے کے اندر اور کون ہے؟"

"وہی ایک بوڑھا باورچی ہے۔ صاحب کو کھانا کھلانے کے بعد وہ بھی چلا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' اسی طرح ڈیوٹی انجام دیتے رہو۔"

علی نے ریسیور رکھ کر ٹائی کو دیکھا۔ وہ صوفے پر آرام سے بیٹھی خلا میں تک رہی تھی۔ یہ سمجھ میں آ گیا کہ وہ سیکورٹی افسر کے پاس پہنچی ہوئی ہے۔

ٹائی اس افسر کو بنگلے کے اندر جانے پر مائل کر رہی تھی اور وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اندر چیکنگ کرنے کے خیال سے جا رہا ہے۔ اس نے کچن میں آ کر باورچی سے بات کی۔ ٹائی بوڑھے باورچی کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ پورے بنگلے میں ایسی کوئی دوا یا نیم بے ہوشی طاری کرنے یا زخمی کرنے کے لیے کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ البتہ ایک چاقو سبزی کاٹنے کے لیے تھا۔

وہ چاہتی تھی جے مورگن کو جسمانی زخم نہ لگایا جائے ورنہ دیکھنے والوں کو شبہ ہو گا۔ اس نے علی سے کہا "واقعی بہت سخت پہرا ہے۔ اس کے بنگلے میں کوئی خواب آور دوا بھی نہیں ہے۔"

"اسے زخمی کرو گی تو گارڈز کو شبہ ہو گا۔"

"زخمی نہیں کروں گی۔ لیکن کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔"

اس نے اپنے ایک ماتحت ٹالبوٹ کو مخاطب کیا۔ اسے اپنے دماغ میں بُلا کر کہا "میں سیکورٹی افسر کے دماغ میں تمہیں پہنچا رہی ہوں۔ جے مورگن اس وقت رات کا کھانا کھا رہا ہے۔ اس کے بعد باورچی اس بنگلے سے چلا جائے گا۔ تم مورگن کو اس طرح قابو میں کرو گے کہ اس کے حلق سے آواز نہ نکلے۔ اس کی دماغی توانائی برقرار رہے اور میں اس کے اندر آسانی سے پہنچ جاؤں۔"

"یس مادام! میں ایسا ہی طریقہ اختیار کروں گا۔"

"اس کے جسم کے کسی حصے کو زخمی نہیں کرو گے۔"

"یس مادام! زخمی نہیں کروں گا۔"

"میں آدھے گھنٹے بعد تمہارے پاس آؤں گی۔"

وہ پھر علی کے پاس حاضر ہو گئی۔ علی نے پوچھا "کام ہو رہا ہے؟"

"ہو رہا ہے۔ کامیابی کی امید ہے۔"

"جے مورگن اپنے بنگلے سے چوبیس گھنٹوں میں ایک بار تفریح اور تازہ ہوا خوری کے لیے نکلتا ہے۔ اسے اس ملک سے کیسے نکال کر لے جاؤ گی؟"

"تم جانتے ہو' میرے لیے کوئی کام ناممکن نہیں ہے' لیکن تم تعاون کرو گے تو یہ مرحلہ آسان ہو جائے گا۔"

وہ بولا "جتنے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں انہیں کوئی نہ کوئی سرکاری عہدہ دیا گیا ہے۔ جے مورگن آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی ہے۔ وہ اپنا کارڈ دکھا کر ممنوعہ اور خفیہ فوجی اڈوں میں بھی جاتا ہے۔ اسی طرح وہ مخصوص کارڈ دکھا کر رن وے پر کسی بھی پرواز کرنے والے طیارے میں چیکنگ کے لیے جا سکتا ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔ اب اسے آسانی سے اغوا کر کے لے جاؤں گی۔ اگر ایسے وقت تم بھی کسی ڈیوٹی کے بہانے وہاں موجود رہو گے تو کسی ناگہانی رکاوٹ کو دور کر سکو گے۔"

"بھئی تم مجھے چھوڑ کر جا رہی ہو۔ آخری دیدار کے لیے ضرور موجود رہوں گا۔"

"خدا نہ کرے کہ آخری دیدار ہو۔ ذرا سوچ سمجھ کر الفاظ ادا کیا کرو۔"

اس کے ایک ماتحت مونا رونے دماغ میں آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے بتایا کہ روانگی کے سلسلے میں تمام کاغذات تیار ہو چکے ہیں اور صبح 8 بجے کی فلائٹ میں سیٹ ریزرو ہو چکی ہے۔

ٹائی نے کہا "فرضی نام سے ایک اور سیٹ ریزرو کراؤ۔"

"مادام! کس پاسپورٹ کے حوالے سے ریزرو کراؤں؟"

"کسی بھی پاسپورٹ کا حوالہ دو۔ ٹیلی پیتھی سے کام نکالو۔"

ٹائی نے آدھے گھنٹے بعد دوسرے ماتحت ٹالبوٹ سے پوچھا۔ "کار پورٹ ہے؟"

"مادام! باورچی کام ختم کر کے بنگلے سے باہر جا رہا ہے۔ سیکورٹی افسر رات کی آخری چیکنگ کے لیے اندر آیا ہے۔ چیکنگ کے بعد وہ بھی باہر جائے گا پھر مورگن دروازوں کو اندر سے بند کر لے گا۔"

"ٹھیک ہے' شروع ہو جاؤ۔"

سیکورٹی افسر ایک کمرے میں آ کر دیکھ رہا تھا کہ کوئی دشمن یا قابلِ اعتراض چیز وہاں نہ ہو۔ اسی لمحہ ٹالبوٹ نے اس پر قبضہ کر کے غائب دماغ بنا دیا۔ اسے وہاں سے چلا تا ہوا جے مورگن کے بیڈ روم میں لایا۔ مورگن سلیپنگ سوٹ پہننے کے بعد ایک کتاب پڑھنے کے لیے میز پر بیٹھ رہا تھا۔ یہ اس کا معمول تھا۔ تھوڑی دیر پڑھنے کے بعد اسے نیند آتی تھی۔

وہ سیکورٹی افسر کو دیکھ کر کتاب کے پاس سے اٹھتے ہوئے بولا "خیریت ہو گئی؟"

افسر قریب آ کر بولا "یس سر! میں باہر جا رہا ہوں' آپ اندر کا دروازہ بند کر لیں' لیکن سر! وہ کتاب میز پر سے گرنے والی ہے۔"

مورگن نے گھوم کر کتاب کو دیکھا۔ افسر نے پیچھے سے گردن دبوچ لی۔ وہ اس اچانک افتاد سے کچھ بدحواس ہو گیا۔ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھنا چاہتا تھا کہ دشمن کیوں کر رہے ہو لیکن گردن اس بری طرح پھنسی ہوئی تھی کہ حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔

وہ پوری قوت سے تڑپ کر آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ افسر ڈبل ہارس پاور بنا ہوا تھا۔ ٹائی اور ٹالبوٹ دونوں ہی اس افسر کو اپنی قوت پہنچا رہے تھے۔ جب ٹائی نے دیکھا کہ مورگن اسی حالت میں سانس روکنے کے قابل نہیں رہا ہے تو اس نے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہی اس کا منہ بند کر دیا تاکہ وہ چیخنے چلانے کے قابل نہ رہے۔

پھر اس نے ٹالبوٹ سے کہا "اس کی گردن چھوڑ دو' افسر کو بدستور غائب دماغ رکھو۔"

اس نے گردن چھوڑ دی۔ مورگن قالین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ٹائی نے کہا "ہیلو مورگن! تمہیں تکلیف تو ہو رہی ہے لیکن تمہیں قابو میں رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے۔"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"ابھی بتاؤں گی کہ کون ہوں۔ فی الحال تمہارے سیکورٹی افسر کو یہاں سے ٹالنا ہے۔"

مورگن نے جھنجلا کر افسر سے پوچھا "کیا تم دشمنوں کا ساتھ دے رہے ہو؟"

"یہ غائب دماغ ہے' تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دے گا۔"

وہ سرکی تکلیف برداشت کرتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہوا۔ ثانی نے کہا "تمہارے چور خیالات کہہ رہے ہیں کہ تم کھڑکی کے پاس جاکر چیخنا اور دوسرے گارڈز کو پکارنا چاہتے ہو۔ اگر میں ایک اور دماغی جھٹکا دوں تو تم خاصی دیر تک بولنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

وہ انکار میں ہاتھ ہلا کر بولا "نہیں' نہیں....."

لیکن دماغ میں دوسری بار ہلکا سا زلزلہ آگیا۔ وہ پھر قالین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے حلق سے کریہاک آوازیں نکل رہی تھیں۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنا چاہتا تھا لیکن ثانی ایسا نہیں چاہتی تھی اس لیے وہ خاموشی سے ناقابلِ برداشت اذیت کو برداشت کررہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد تکلیف کم ہونے لگی۔ اس کی دماغی حالت بتا رہی تھی کہ وہ ایک آدھ گھنٹے تک خیال خوانی کرنے اور سانس روکنے کے قابل نہیں ہوسکے گا۔ ثانی نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اسے قالین پر اٹھا کر کھڑا کیا۔ اس کا لباس درست کیا پھر ٹالبوٹ کو مخاطب کرکے کہا "مورگن میز پر جھک کر کتاب بند کرنے لگے تو تم افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دینا کیونکہ ایسی ہی پوزیشن میں تم نے اسے غائب دماغ کیا تھا۔ اسے یقین دلانا ہے کہ وہ غائب دماغ نہیں تھا۔"

مورگن ثانی کی مرضی کے مطابق میز پر جھک کر کتاب بند کرنے لگا۔ افسر نے چونک کر سوچا کیا بات ہے؟ کیا مجھے کچھ ہوگیا تھا؟ یوں لگتا ہے ابھی سے یہاں نیند آرہی ہے۔ مگر تھا اور اب بھی ہوں۔"

ٹالبوٹ نے اس کی سوچ میں کہا "میں کیا فضول باتیں سوچ رہا ہوں۔ ابھی ایک ساعت بھی نہیں گزری ہے۔ میں نے صاحب سے کہا تھا کہ کتاب میز پر سے گرنے والی ہے اور صاحب کتاب کے پاس جانے کے لیے ادھر گھوم گئے۔ اور اب وہ جھک کر کتاب بند کررہے ہیں۔"

اسی وقت مورگن نے ثانی کی مرضی کے مطابق کہا "چلو اب میں دروازہ بند کرکے سونے جاؤں گا۔"

سیکورٹی افسر اس کے آگے چلتا ہوا بیرونی دروازے تک آیا۔ پھر اسے سیلوٹ کرکے باہر چلا گیا۔ مورگن دروازے کو اندر سے بند کرکے اپنی خوابگاہ میں آیا۔ پھر اپنے بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ ثانی اسے تھپک تھپک کر سُلانے لگی۔ اس کے بعد اس کے خوابیدہ ذہن پر عمل کرنے والی تھی۔

اور اب اس عمل کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں رہ گئی تھی۔ دیکھا جائے تو اب اس دنیا میں کسی کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔ اونچے سے اونچے اور مضبوط سے مضبوط قلعے کی دیوار بھی چھوٹی پڑجاتی ہیں اور ہیلی کاپٹر اندر چلا آتا ہے۔ سرحد پر پوری فوج کھڑی رہتی ہے اور جاسوس ملک کے اندر گھس آتے ہیں۔ گولڈن برینز نے بھی جے مورگن کو زبردست پہرے میں چھپا کر رکھا تھا۔ اس کے باوجود ثانی ٹیلی پیتھی کی سرنگ بناتی ہوئی اس کے اندر گھس آئی تھی۔

اس نے ایک گھنٹے کے اندر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔ دو گھنٹے تک اسے تنویمی نیند سونے دیا۔ جب وہ جاگا تو ان احکامات پر عمل کرنے لگا جو تنویمی عمل کے دوران اس کے دماغ میں نقش کردیے گئے تھے۔ اس نے فون کے ذریعے گولڈن برین راجر موس سے رابطہ قائم کیا پھر کہا "سر! صبح پانچ بجے والی فلائٹ سے ایک دشمن یہاں کے کچھ اہم راز لے جارہا ہے۔"

"کون ہے وہ دشمن؟"

"میں نے جس شخص کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کرکے معلومات حاصل کی تھیں' اس کا قتل ہوچکا ہے۔ وہ اس دشمن کا نام نہیں جانتا تھا۔ اسے صرف اتنا معلوم تھا کہ کوئی یہاں کے کچھ راز چرا کر صبح کی فلائٹ سے جارہا ہے۔"

"کیا تم اسے ائرپورٹ پر پہچان لوگے؟"

"ائرپورٹ پر لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔ میں مجرم کو طیارے میں سوار ہونے کا موقع دوں گا۔ طیارے میں مسافروں کی مخصوص تعداد ہوگی وہاں ایک ایک کے خیالات پڑھ کر مجرم کو پہچان لوں گا۔"

"یہ بہترین طریقۂ کار ہے۔ میں سیکورٹی فورس سے کہتا ہوں وہ تمہیں ائرپورٹ لے جائیں گے۔"

"سر! سیکورٹی کے اعلیٰ افسر سے کہہ دیں کہ ان میں سے کوئی رن وے اور طیارے میں نہ آئے ورنہ مجرم ہوشیار ہوجائے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں انہیں سمجھادوں گا۔"

صبح فلائٹ کے وقت علی ثانی کے ساتھ ائرپورٹ آیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے دیر تک باتیں کرتے رہے۔ علی نے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی واشنگٹن آئے گا۔ پھر ثانی اس سے رخصت ہوکر طیارے میں سوار ہونے چلی گئی۔

جے مورگن سیکورٹی فورس کی جوانوں کی نگرانی میں تھا' لیکن یہ جوان اور افسران اس سے دور تھے۔ مورگن آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی کا کارڈ دکھا کر ایگزٹ گیٹ سے طیارے کی طرف چلا گیا۔ نگرانی کرنے والے گیٹ کے پاس کھڑے رہ گئے۔

مورگن طیارے میں آیا۔ ثانی کنٹرول ٹاور کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں تھی۔ ٹالبوٹ نے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ مورگن نے بڑی تابعداری سے ائرپورٹ انتظامیہ کو سنبھال لیا تھا۔ وہاں کے انچارج کو سیڑھیاں ہٹانے پر مائل کیا تھا۔ طیارے کے دروازے بند کردیے گئے تھے۔ کنٹرول ٹاور سے سگنل مل چکا تھا۔ ایسے میں دیر کیا ہوتی؟ طیارہ چل پڑا۔ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں پرواز کرنے لگا۔

سیکورٹی فورس کے اعلیٰ افسر نے حیرانی سے کہا "طیارہ چلا گیا اور مسٹر مورگن نے کسی مجرم کی نشاندہی نہیں کی اور واپس بھی نہیں آئے۔"

ائرپورٹ کے سیکورٹی افسر نے کہا "مسٹر مورگن تو جاچکے ہیں۔"

"کہاں جاچکے ہیں؟"

"یہ تو میں نہیں جانتا۔ وہ اسی فلائٹ میں گئے ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے گولڈن برین راجر موس سے رابطہ کیا؟ سر! مسٹر مورگن نے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ملک سے باہر جارہے ہیں۔ آپ نے بھی یہ بات راز میں رکھی۔"

"کیسا راز؟ میں نے جب یہ نہیں کہا تھا کہ وہ ملک سے باہر جائے گا تو پھر وہ کیسے جاسکتا ہے؟ کیا سچ کہہ رہے ہو کہ وہ باہر گیا ہے؟ اگر گیا ہے تو تم لوگوں نے جانے کیوں دیا؟"

"ہم کیسے روک سکتے تھے۔ ہمیں طیارے کے قریب جانے سے منع کیا گیا تھا۔ وہ طیارہ مسٹر مورگن کو لے کر کیسے پرواز کرگیا یہ ہم نہیں جانتے۔"

"طیارے کو روکو۔"

"طیارہ فضا میں کیسے رکے گا۔ آگے سرحد ہے ائرپورٹ نہیں ہے۔"

"یو ایڈیٹ! اسے واپس لاؤ۔ کنٹرول ٹاور سے رابطہ کرو۔"

وہ دوڑتا ہوا قریبی دفتر میں گیا۔ پھر فون پر کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بولا "میں گولڈن برینز سیکورٹی فورس کا کیپٹن بول رہا ہوں۔ ابھی جو طیارہ یہاں سے گیا ہے' اسے واپس لاؤ۔ ہمارے ملک کی ایک اہم شخصیت کو اغوا کیا جارہا ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "آپ ہولڈ آن رکھیں۔ میں پائلٹ کو کال کررہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے' جلدی کال کریں۔"

"آپ نے ہولڈ آن کیا ہے نا؟"

"ارے ہولڈ آن ہے۔ تب ہی تو ہم باتیں کررہے ہیں۔"

"ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ فون ایک طرف سے بند ہو تو دونوں طرف سے بند ہوجاتا ہے اور ایک طرف سے چالو ہو تو دوسری طرف سے بھی چالو رہتا ہے۔ ہم انسان بھی یہی کرتے ہیں۔ اگر ایک بات نہ کرے تو دوسرا بھی بولنا چھوڑ دیتا ہے۔"

کیپٹن نے گرج کر کہا "او مسٹر! وہ طیارہ سو میل دور نکل چکا ہوگا اور تم بکواس میں وقت ضائع کررہے ہو۔"

"اور یو کیپٹن! جب سانپ نکل جاتا ہے تو ہم اسی طرح لکیریں پیٹ کر وقت ضائع کرتے ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ پائلٹ سے رابطہ قائم نہیں ہوگا۔"

"کیوں نہیں ہوگا؟"

"اس لیے کہ میرے دماغ پر کسی نے قبضہ جما رکھا ہے۔ میں پائلٹ سے رابطہ کرتا ہوں تو بیوی سے رابطہ ہوجاتا ہے۔"

کیپٹن نے گالیاں دیتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔ پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے راجر موس کو بتایا کہ مورگن کو اغوا کرنے والے ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور انہوں نے کنٹرول ٹاور کو اپنے کنٹرول میں رکھا ہوا ہے۔ لہٰذا طیارہ واپس نہیں آئے گا۔

راجر موس نے تمام گولڈن برینز کا ہنگامی اجلاس طلب کیا۔ ان میں گولڈن برین کارمن (علی) بھی تھا۔ سب کمپیوٹر کے ذریعے یہ معلوم کررہے تھے کہ جے مورگن اغوا کرلیا گیا ہے۔ وہ امریکن ائرلائن کے طیارے میں لے جایا جارہا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ سپر ہائٹرنے یہ چال چلی ہے اور اسرائیلی حکام کسی بھی ذریعے سے اس طیارے کو اگلی کسی منزل پر نہیں روک سکیں گے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے ملک کے ائرپورٹ سے جے مورگن کو چھین کر واپس لاسکیں گے۔

ایک گولڈن برین نے کہا "ہماری نیویارک کی سیکرٹ ایجنسی نے اطلاع دی ہے کہ گزشتہ روز جان لمبوڈا کو قتل کردیا گیا ہے۔"

دوسرے نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "یہ چونکا دینے والی اطلاع ہے۔ جان لمبوڈا ٹیلی پیتھی کا ناقابلِ شکست روبوٹ کہلاتا تھا۔ اتنا بڑا آدمی اچانک مارا جائے تو اس کی موت کا یقین نہیں ہوتا۔ کیا

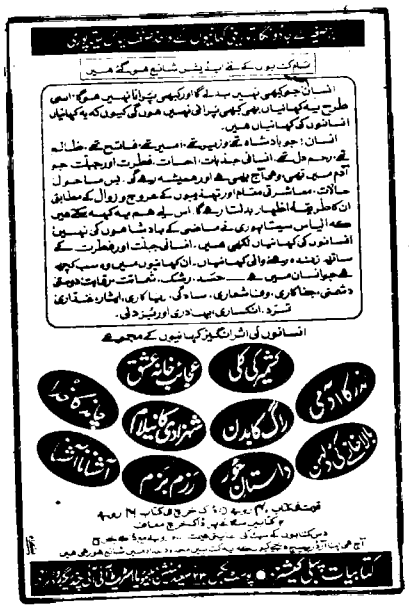

مستند ذرائع سے تصدیق کی گئی ہے؟"

"ہمارے ملک کے حکام نے سپر ماسٹر سے یہ سوال کیا تھا۔ اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ جان لمبوڈا لاپتا ہے۔ کسی مصلحت کی بنا پر اس کی موت چھپائی جارہی ہے۔"

"اگر وہ قتل ہوچکا ہے تو سپر ماسٹر کے پاس کہنے کو تو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہوگی۔ لیکن لمبوڈا جیسا کوئی خرآنٹ نہیں ہوگا۔ میری عقل تسلیم نہیں کرتی کہ سپر ماسٹر کے ناتجربہ کار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مورگن کو اغوا کیا ہے۔"

گولڈن برین کارمن عرف علی نے کہا "آپ بھول رہے ہیں کہ کچھ عرصہ پہلے ہمارے پاس ایک رپورٹ آئی تھی۔ اس میں ایک بہت ہی چالاک ٹیلی پیتھی جاننے والی سلوانہ کا ذکر ہے۔ فرہاد نے ایک بار لمبوڈا اور اس کے کئی ماتحتوں کے دماغوں میں جگہ بنالی تھی۔ ان سب کو سلوانہ نے فرہاد سے نجات دلائی تھی۔ اسے سپر ماسٹر کا عہدہ دیا گیا ہے۔ میری عقل کہتی ہے کہ اسی سپر ماسٹر نے مورگن کو اغوا کیا ہے۔"

"نیویارک اور واشنگٹن میں ہماری بہتیٰ خفیہ ایجنسیاں ہیں ان سب کو مورگن کے سلسلے میں فوراً آگاہ کرنا چاہیے۔"

علی نے کہا "مورگن ہمارا سب سے اہم اور قابلِ اعتماد ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ ہم اس کی واپسی کے لیے صرف خفیہ ایجنسیوں پر بھروسا نہیں کریں گے ہمیں ذاتی طور پر بھی کچھ کرنا ہوگا۔"

"ہم ذاتی طور پر کیا کرسکتے ہیں؟"

"یہ آپ لوگ سوچیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں خود جاکے مورگن کو لانے امریکا جاؤں گا۔"

راجر موس نے کہا "ملک اور قوم کے لیے تمہارا جذبہ قابلِ تحسین ہے لیکن اسی ملک اور قوم کے لیے تم بہت زیادہ اہم ہو۔ ہم تمام گولڈن برینز تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی کے معترف ہیں۔ سیدھی سی بات ہے۔ ہم تمہیں کھونا نہیں چاہتے۔"

"اس میں کھونے کی کیا بات ہے؟ میں زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کے لیے جاؤں گا اور اسے کسی طرح واپس لے کر آجاؤں گا۔"

"ہوسکتا ہے تم کسی سازش کا شکار ہوجاؤ' بیمار ہوجاؤ یا کوئی حادثہ پیش آجائے۔ تم ہمارا وہ سرمایہ ہو جسے ہم کھودینے کے خیال سے ہی ڈر جاتے ہیں۔"

"مجھے حادثہ اپنے ملک میں بھی پیش آسکتا ہے۔ یہاں بھی میں کسی سازش کا شکار ہوسکتا ہوں۔ آپ لوگ مجھے اپنے درمیان رکھ کر میری کسی بدبختی سے نہیں لڑسکیں گے۔"

ایک گولڈن برین نے کہا "مسٹر کارمن! اپنا ملک چھوڑ کر جانے کے سلسلے میں ابھی بحث نہ کرو۔ ہم اس مسئلے پر بعد میں غور کریں گے۔"

"جب تک یہاں غور کیا جائے گا' وہاں مورگن کا برین واش کردیا جائے گا۔ میں اس وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دشمنوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑوں گا۔ ہم میں سے ہر گولڈن برین سال میں ایک ماہ کی چھٹی لیتا ہے۔ مجھے اجازت نہ دی گئی تو میں چھٹی لے کر جاؤں گا۔ چھٹی نہ دی گئی تو میں استعفا پیش کردوں گا۔"

تمام گولڈن برینز کے کمپیوٹر اسکرین تھوڑی دیر تک تاریک رہے پھر راجر موس نے کہا "میں تمام گولڈن برینز سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ کارمن کے بارے میں اپنا حتمی فیصلہ سنائیں۔"

ایک نے کہا "کسی بھی گولڈن برین سے اس کے مزاج کے خلاف کام لیا جائے گا تو وہ پوری ذہانت اور ذمے داریوں سے کام نہیں کرپائے گا۔ بہتر ہے کارمن کو جانے کی اجازت دی جائے۔"

سب نے باری باری تائید کی۔ راجر موس نے کہا "امریکا کے لیے اگلی فلائٹ پندرہ گھنٹے بعد ہے۔ کارمن! تم جانے کی تیاری کرو اور ان پندرہ گھنٹوں میں ملک سے باہر جانے کا ارادہ بدل لو تو ہم سب کو خوشی ہوگی۔"

"میں اگلی فلائٹ کے انتظار میں یہاں پندرہ گھنٹے ضائع نہیں کروں گا۔ ایک خصوصی طیارے میں اسٹنبول جاؤں گا۔ مجھے وہاں سے ایک گھنٹے بعد ہی امریکا کے لیے فلائٹ مل جائے گی۔"

علی نے اپنی بات منوالی۔ سفر کی تیاریاں شروع کرنے لگا۔ ایسے ہی وقت ثانی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا "کب آرہے ہو؟"

"تقریباً ایک گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہوجاؤں گا۔ تم کہاں ہو؟"

"ہمارا طیارہ یونان سے گزر رہا ہے۔ یہ آگے جاکر روم میں اترے گا۔ وہاں ہمارے لیے ایک خصوصی طیارہ موجود ہوگا۔ میں مورگن کے ساتھ اس میں سفر کروں گی۔"

وہ دونوں خوش ہورہے تھے۔ تقریباً بارہ گھنٹے بعد واشنگٹن میں ان کی ملاقات ہونے والی تھی۔ لیکن علی کی لاعلمی میں اچانک ہی مخالف ہوا چلنے لگی تھی۔ وہ اپنے بنگلے سے نکل کر ائرپورٹ جانا چاہتا تھا' اس سے پہلے ہی فوج کے جوانوں نے اس کے بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کرنل نے کہا "مسٹر کارمن! ہمیں افسوس ہے۔ ایک انکوائری کے سلسلے میں آپ اپنی رہائش میں نظر بند رہیں گے۔ یہاں سے باہر نہیں نکلیں گے۔"

اس نے پوچھا "کیا میرے خلاف انکوائری ہورہی ہے؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ آپ ابھی مزید سوال نہ کریں۔"

وہ اپنے بنگلے کے اندر آگیا۔ ایک فوجی جوان نے دروازے کو باہر سے بند کردیا۔ معاملہ بہت گڑبڑ لگ رہا تھا۔ ورنہ وہ ایک گولڈن برین کو اس طرح نظر بند نہ رکھتے۔

وہ سوچ رہا تھا "شاید میرے خلاف کوئی ثبوت ہاتھ آگیا ہے۔ ورنہ اس ملک میں میری جو عزت' مان مرتبہ اور رعب دبدبہ

ہے' اس کے پیش نظر یہ مجھے حراست میں نہ رکھتے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے راجر موس نے کہا "بیٹے! میرے لیے یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ تمہیں حراست میں رکھا گیا ہے۔ ہم تمام گھلدن برنیز تمہارے لیے فائٹ کر رہے ہیں۔"

اس نے پوچھا "انکل! آخر معاملہ کیا ہے؟"

راجر موس نے کہا "ایک مرینا نام کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے۔ اس نے اعلیٰ حکام کے دماغوں میں آکر کہا ہے کہ تم اصل کارمن ہیرالڈ نہیں ہو' بلکہ فرہاد علی تیمور کے بیٹے علی تیمور ہو۔"

"کیا ایک دشمن خیال خوانی کرنے والی کی بات تسلیم کی جاری ہے؟"

"وہ ثبوت پیش کرنے کے لیے کہہ رہی ہے کہ تمہاری انگلیوں کے نشانات لیے جائیں۔ یہ نشانات اصل کارمن ہیرالڈ کی انگلیوں کے نشانات سے مختلف ہوں گے۔"

علی اس بات پر چونکا۔ مرینا اسے بہت دور سے گھور رہی تھی۔ وہ بظاہر ہنستے ہوئے بولا "انکل! اتنی سی بات کے لیے مجھے حراست میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ فوراً میری انگلیوں کے نشانات لے کر یہاں سے مجھے جانے دیا جائے۔"

"میں ابھی کہتا ہوں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ علی ریسیور رکھ کر اسٹور روم میں آیا۔ وہاں اس نے اپنی کچھ خفیہ چیزیں سنبھال کر رکھی تھیں۔ اصل کارمن ہیرالڈ کا تعلق بھی بابا صاحب کے ادارے سے تھا۔ جب وہ راجر موس کا ماتحت بننے والا تھا تب سرکاری کاغذات پر اس کے دستخط کے علاوہ انگلیوں کے نشانات بھی لے گئے تھے۔

اور جب علی کو کارمن سمجھ کر گولڈن برین کا عہدہ دیا جارہا تھا تب بھی نئے سرے سے نئے تقرر کے کاغذات پر علی کی انگلیوں کے نشانات لیے گئے تھے۔ اب یقیناً پرانے کارمن کے کاغذات اور نئے کارمن گولڈن برین کے کاغذات کا مطالعہ کیا جارہا ہوگا۔ فنگر پرنٹس سیکشن کے ماہرین دونوں کاغذات پر لگے ہوئے انگلیوں کے نشانات کا معائنہ کر رہے ہوں گے۔

معائنہ کرنے کے نتیجے میں دونوں نشانات ایک ہی کارمن کے ظاہر ہونے والے تھے۔ کیونکہ ایسے موقع پر علی ٹرانسپیرنٹ دستانے پہنتا تھا۔ وہ دستانے اتنے باریک اور آئینے کی طرح شفاف تھے کہ وہ ہاتھوں کی اصل جلد ہی کی طرح دکھائی دیتے تھے۔ ان دستانوں کی انگلیوں پر اصل کارمن ہیرالڈ کی انگلیوں کے نشانات کے اسٹیکر لگے ہوئے تھے۔ وہ کسی بھی چیز کو پکڑتا یا کاغذ پر انگوٹھے کا نشان ثبت کرتا تو یہی انگلیوں کے نشانات دستانے کے پیچھے ہوتے اور کارمن کا اسٹیکر اوپر ہوتا اس میں کارمن کی انگلیوں کے نشانات نقش ہوجاتے تھے۔

اب پھر وہی مرحلہ درپیش تھا۔ چند ماہرین کے سامنے اس کی انگلیوں کے نشانات لیے جانے والے تھے۔ اس لیے اس نے اسٹور روم میں آکر الماری کے ایک خانے سے وہ مخصوص دستانے نکال لئے۔ انہیں دونوں ہاتھوں میں اچھی طرح پہن لیا۔ وہ جلد سے ایسے چپک جاتے تھے کہ دستانے لگتے ہی نہیں تھے۔ صاف طور سے ہاتھ ننگے دکھائی دیتے تھے۔

بڑی دیر بعد دو فوجی افسر ایک فنگر پرنٹس کے ماہر کے ساتھ آئے۔ انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر کارمن! اس وقت میرے دماغ میں مس مرینا موجود ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ تم کارمن نہیں ہو۔"

علی نے کہا "اس کا دعویٰ غلط ہوگا تب بھی وہ آپ لوگوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر اپنی بات منوالے گی اور مجھے اپنی ہی یہودی قوم کا دشمن ثابت کردے گی۔"

دوسرے افسر نے کہا "میں یوگا کا ماہر ہوں۔ وہ میرے اندر نہیں آسکے گی۔ ابھی ہم آپ کے پرانے فنگر پرنٹس چیک کر کے آرہے ہیں۔ میں نے آپ کی حمایت میں رپورٹ لکھی ہے کہ ان تمام نشانات کے مطابق آپ گولڈن برین کارمن ہیرالڈ ہیں۔"

علی نے کہا "تھینک یو۔ لیکن جب میں کارمن ثابت ہوچکا ہوں تو اب آپ حضرات کیا چاہتے ہیں؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "مس مرینا کا اصرار ہے کہ ابھی آپ کی انگلیوں کے نشانات لیے جائیں۔ پلیز ہم سے تعاون کریں۔"

فنگر پرنٹس کے ماہر نے ایک کاغذ میز پر رکھا۔ علی خود سیاہی لے کر اپنے ہاتھوں میں لگانے لگا تاکہ ماہر سیاہی لگانے کے لیے اس کا ہاتھ نہ پکڑے۔ پکڑنے سے بعید کھلنے کا خدشہ تھا۔

اس نے دونوں ہتھیلیوں اور دس انگلیوں کے نشان مختلف کاغذات پر نقش کردیے۔ ماہر نے ان کا سرسری معائنہ کرنے کے بعد کہا "ٹھیک ہے' آپ اپنے ہاتھ صاف کرلیں۔ میں ابھی بغور معائنہ کر رہا ہوں۔"

علی ایک کپڑے سے دونوں ہاتھ پونچھنے لگا۔ ماہر اپنے کام میں مصروف تھا۔ محدب شیشے سے پچھلے نشانات اور تازہ نشانات کا موازنہ کر رہا تھا اور کہتا جارہا تھا "ٹھیک' بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی فرق نظر نہیں آرہا ہے۔"

وہ بڑی دیر تک معائنہ کرتا رہا اور بڑبڑاتا رہا۔ پھر اس نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا "آپ لوگ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اگلے پچھلے تمام نشانات ان ہی کارمن صاحب کے ہیں اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

اعلیٰ افسر نے خلا میں گھورتے ہوئے مرینا کو مخاطب کیا' اس سے پوچھا "تم نے سن لیا؟ تم نے میرے دماغ میں رہ کر دیکھ لیا کہ مسٹر کارمن نے ہمارے سامنے ہاتھوں اور انگلیوں کے نشانات پیش کیے۔ یہ ہم نے بھی دیکھا' تم نے بھی دیکھا اور ماہر نے تصدیق کردی۔ کیا اب بھی تم ہمارے معزز گولڈن برین کو فراڈ کہہ کر ہمیں

گمراہ کروگی؟"

وہ ذرا خاموش رہا پھر بولا "چپ کیوں ہو؟ جواب دو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ ناگواری سے بولا "لعنت ہے اس پر۔ وہ کمبخت ناکام ہوتے ہی بھاگ گئی ہے۔ مسٹر کارمن! ہم بہت شرمندہ ہیں۔"

علی نے کہا "شرمندگی کی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ لوگوں نے فرض ادا کرنے کے لیے گولڈن برین کا بھی لحاظ نہیں کیا۔"

وہ تینوں علی سے رخصت ہونے کے لیے مصافحہ کرنا چاہتے تھے' اس نے دور ہی سے اپنے دونوں ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا "یہ کپڑے سے پونچھنے کے باوجود سیاہ ہیں۔ آپ کے ہاتھوں میں بھی کالک لگ جائے گی۔"

وہ صرف ہاتھ لہرا کر گڈ بائی کہتے ہوئے رخصت ہوگئے۔ ان کے جاتے ہی علی نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر اپنے بیڈ روم میں آیا۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر واش بیسن کے پاس پہنچا اور تل کھول کر صابن سے دونوں ہاتھوں کو دھونے لگا۔

دونوں ہاتھ صاف ہوگئے۔ اس نے کمرے میں آکر چھت کے پنکھے کو آن کیا۔ ان ہاتھوں کی نمی کو خشک کیا۔ پھر ٹرانسپیرنٹ دستانوں کو اتارتے ہوئے اسٹور روم میں آگیا۔ الماری کے جس خانے سے وہ دستانے نکالے تھے پھر انہیں وہیں چھپا دیا۔

فوج کا اعلیٰ افسر اپنے جونیئر افسر اور ماہر کے ساتھ ایک کار میں واپس جارہا تھا۔ وہ یکبارگی چونک گیا۔ مرینا نے اس کے اندر چیخ کر کہا "گاڑی روکو' ڈرائیور سے کہو وہ گاڑی روکے۔"

وہ جھلا کر بولا "تم کیوں پیچھے پڑ گئی ہو؟ اب کیا چاہتی ہو؟"

"میں کہتی ہوں گاڑی روکواؤ' ورنہ کھوپڑی میں زلزلے پیدا کردوں گی۔"

اس نے ڈرائیور سے کہا "گاڑی روکو۔"

گاڑی رک گئی۔ ماتحت نے پوچھا "کیا بات ہے سر؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "میری شامت آگئی ہے۔ مرینا میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہے۔"

وہ بولی "اس بار میں ثابت کردوں گی کہ وہ گولڈن برین کارمن نہیں ہے۔"

"فار گاڈ سیک مرینا! سفید کو سیاہ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔"

"میں ابھی دیکھ کر آرہی ہوں۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں ٹرانسپیرنٹ دستانے پہنے تھے۔ ان دستانوں پر اصلی کارمن کے ہاتھوں اور انگلیوں کے نشانات کے اسٹیکر تھے۔"

"مرینا! تم ہمارے گولڈن برین کارمن کے دماغ میں نہیں جاسکتیں۔ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ پھر تم نے اس کے پاس کیسے جاکر دیکھ لیا؟"

"میں ٹیلی پیتھی کے بغیر بھی دیکھ سکتی ہوں۔"

"یہ تو کوئی احمق بھی تسلیم نہیں کرے گا کہ تم ہزاروں میل دور سے دیکھ لیتی ہو۔"

"میرے پاس ایسے دیکھ لینے کا ایک غیر معمولی علم ہے۔ میں اس علم کے متعلق ابھی نہیں بتا سکتی۔ فوراً واپس چلو۔"

اس کے بعد اس نے بحث کو طول نہیں دیا۔ اعلیٰ افسر کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اس نے ڈرائیور کو حکم دیا "مسٹر کارمن کے بنگلے کی طرف واپس چلو۔ ہری اپ۔"

گاڑی واپس مڑ گئی۔ تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی بنگلے کے احاطے میں آئی۔ اعلیٰ افسر نے گاڑی سے اترتے ہوئے سیکورٹی افسر اور گارڈز سے کہا "میرے ساتھ بنگلے کے اندر چلو اور کارمن ہیرالڈ کو۔۔۔"

سیکورٹی افسر نے کہا "سر! بنگلا لاکڈ ہے' کارمن صاحب نہیں ہیں۔"

وہ دانت پیستے ہوئے بولا "کیا بکتے ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے کارمن یہاں تھا۔"

"سر! بیس منٹ تھوڑے نہیں ہوتے۔ وہ تو اب ائرپورٹ پہنچ گئے ہوں گے۔"

"وہ ائرپورٹ کیوں گیا ہے؟"

"سر! وہ کہاں جاتے ہیں' کیوں جاتے ہیں؟ ہم معمولی افسر ہو کر ان سے پوچھ نہیں سکتے۔"

وہ سیکورٹی افسر سے بولا "اپنے کیبن میں چلو۔ کیا تمہارے پاس ٹرانسمیٹر ہے؟"

وہ کیبن کی طرف چلتے ہوئے بولا "میں سر! اگر کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ ہم فون سے کام چلا رہے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کیبن میں آکر فون کے ذریعے گولڈن برین راجر موس سے رابطہ کیا "سر! وہ جو آپ کا داماد کارمن ہے' وہ دراصل کارمن نہیں ہے۔ میں ابھی ثابت کرسکتا ہوں کہ وہ فراڈ ہے۔"

راجر موس نے کہا "کیا بکواس ہے۔ ابھی مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارے ساتھ جانے والے فنگر پرنٹس کے ماہر نے میرے داماد کے کارمن ہونے کی تصدیق کردی ہے۔ تصدیق کرانے کے بعد اسے فراڈ کیوں ثابت کرنا چاہتے ہو؟"

"سر! تفصیل بتانے کا وقت نہیں ہے۔ وہ فرار ہونے کے لیے ائرپورٹ کی طرف گیا ہے۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ وہ فرار نہیں ہو رہا ہے' ہم تمام گولڈن برنیز کی رضامندی سے خصوصی طیارے کے ذریعے امریکا جارہا ہے۔"

"پلیز آپ اس طیارے کو پرواز کرنے سے رکوا دیں۔ میں ثابت کردوں گا کہ وہ اپنے ہاتھوں میں اصلی کارمن کے فنگر پرنٹس پہن کر رہتا ہے۔"

"یہ میرے لیے نئی بات ہے۔ فنگر پرنٹس کیسے پہنے جاتے

ہیں؟"

"دراصل وہ دستانے پہنتا ہے ان دستانوں پر فنگر پرنٹس کے اسٹیکر لگے رہتے ہیں۔"

"تعجب ہے۔ اس کی انگلیوں کے نشانات لیتے وقت تم لوگوں نے اس کے دستانے کیوں نہیں اتارے اور ان اسٹیکرز کو اپنی تحویل میں کیوں نہیں لیا؟"

"سر! ہم آپ کے ہر سوال کا جواب دیں گے۔ پہلے آپ طیارے کو رکوائیں۔ مگر نہیں، آپ نہیں رکوائیں گے۔ وہ آپ کا داماد ہے۔"

اعلیٰ افسر نے راجر موس سے رابطہ ختم کرکے دوسرے گولڈن برین واسکوڈی تھرہا کے نمبر ڈائل کیے۔ پھر واسکوڈی تھرہا کی آواز سن کر بولا "سر! میں میجر ہارورڈ بول رہا ہوں۔ ابھی میں نے ایک ماہر کے ذریعے کارمن کی تازہ انگلیوں کے نشانات لیے تھے۔"

تھرہا نے کہا "یہ تازہ انگلیاں کیا ہوتی ہیں؟"

"میرا مطلب ہے، تازہ نشانات لیے تھے۔"

"ہمیں معلوم ہے تمام گولڈن برینز کو یہ خوشخبری مل گئی ہے کہ ہمارے گولڈن برین کارمن کے خلاف الزام غلط تھا۔"

"تو سر! وہ خوشخبری غلط تھی۔ میں ثابت کرسکتا ہوں کہ وہ کارمن فراڈ ہے۔"

"تصدیق کرنے کے بعد مخالفت کیوں کررہے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت ہے؟"

"جی ہاں، مگر آپ اسے ائرپورٹ جانے سے روک دیں۔"

"اسے تو کوئی گولڈن برین نہیں روکے گا۔ وہ ایک خفیہ مشن میں یہاں سے جارہا ہے۔ میرا خیال ہے میجر ہارورڈ! وہ مرینا پھر تمہارے دماغ میں گھس آئی ہے اور اپنی الٹی سیدھی حرکتوں سے کارمن کو امریکا جانے سے روکنا چاہتی ہے۔ سوری ٹو سے، ہمارے گولڈن برین کارمن کو جانے سے مرینا کا باپ بھی نہیں روک سکے گا۔ ویٹس آل۔"

واسکوڈی تھرہا نے ریسیور رکھ دیا۔ مرینا نے لیو ہارورڈ کے اندر چیخ کر کہا "یہ کیا ہورہا ہے؟ وہ فراڈ کا بیٹا علی ہے۔ اسے کسی طرح روکو ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔"

میجر نے کہا "مرینا! تم بھی کچھ دماغ لڑاؤ۔ اسے روکنے کی ترکیب بتاؤ۔ یہ یاد رکھو۔ جب تک کوئی گولڈن برین حکم نہیں دے گا تب تک وہ طیارہ نہیں رکے گا۔ فی الحال کسی طرح اسے پرواز سے روکنا ہے۔"

وہ بولی "فوراً ایمرجنسی سیکورٹی افسر کو فون کرو اور اس سے کہو خصوصی طیارے میں بم رکھا ہوا ہے۔ اس میں گولڈن برین کارمن کو سوار نہ ہونے دیا جائے۔"

میجر ٹیلی فون ڈائریکٹری کھول کر نمبر ڈھونڈنے لگا۔ مرینا غصے سے بولی "کیا تمہیں اپنے ملک کے ائرپورٹ کا نمبر معلوم نہیں ہے؟"

"معلوم ہے۔ لیکن سیکورٹی ڈیپارٹمنٹ الگ ہے۔ اب میں ہر ڈیپارٹمنٹ کے نمبر زبانی یاد نہیں رکھ سکتا۔"

نمبر مل گیا۔ اس نے ڈائل کیا..... تھوڑی دیر میں رابطہ ہوا۔ ادھر مرینا انگاروں پر لوٹ رہی تھی اور سوچ رہی تھی، آخر یہ فرہاد اور اس کی ٹیلی کے لوٹ مقدر سے کیسے دوستی رکھتے ہیں؟ فرہاد بری طرح پھنسنے کے بعد مکھن کے بال کی طرح نکل گیا۔ علی پورے ثبوت کے ساتھ گرفتار ہونے والا ہے لیکن گرفتار کرنے والے فوجی اور تمام گولڈن برینز خود اسے ملک سے باہر بھگا رہے ہیں۔

میجر نے رابطہ ہونے پر کہا "میں میجر ہارورڈ بول رہا ہوں۔ فوراً الرٹ ہوجاؤ۔ کارمن کے طیارے میں بم رکھا ہوا ہے۔"

سیکورٹی افسر نے گھبرا کر چیختے ہوئے پوچھا "کس طیارے کی بات کررہے ہو۔ اس وقت دو درن دے پر دو طیارے پرواز کے لیے کھڑے ہیں۔ جلدی بتاؤ۔ یہ کارمن کا طیارہ کس طیارے کو کہہ رہے ہو؟"

"یہ ایک خصوصی طیارہ ہے۔ اس میں ایک گولڈن برین کارمن سفر کرنے والا ہے۔"

"یہ گولڈن برین کیا ہوتا ہے؟ کیا کوئی بہت بڑی سرکاری شخصیت ہے؟"

"ہاں، ایک بہت بڑا سرکاری عہدیدار جانے والا ہے، فار گاڈ سیک اس طیارے کو پرواز سے روک دو۔"

"میجر صاحب! یہ تل ابیب کا بن گورین BEN GOURIN ائرپورٹ ہے۔ سرکاری عہدیداروں کے خصوصی طیارے ائرفورس کے رن وے سے پرواز کرتے ہیں۔"

ادھر سے رابطہ ختم ہوگیا۔ مرینا نے غصے سے تلملا کر کہا "گدھے کے بچے! تمہیں میجر کس نے بنایا ہے؟ تم یہ بھی نہیں جانتے کہ خصوصی طیارے کہاں سے پرواز کرتے ہیں؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "اگر تم جانتی تھیں تو مجھے بتا دیتیں۔"

اس نے پھر ڈائریکٹری میں نمبر تلاش کیے۔ نمبر ملنے کے بعد رابطہ کیا۔ پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا "میں میجر ہارورڈ بول رہا ہوں۔ ایک گولڈن برین کارمن ہیرالڈ خصوصی طیارے سے جانے والے ہیں۔ انہیں روک دیا جائے کیونکہ طیارے میں بم رکھا ہوا ہے۔ وہ پرواز شروع کرتے ہی ایک دھماکے سے پھٹ پڑے گا۔ گولڈن برین کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "آپ کو یہ اطلاع کہاں سے ملی؟"

"یہ سوال جواب کا وقت نہیں ہے۔ اس طیارے کو فوراً روکو۔"

"کیا آپ یقین سے کہہ رہے ہیں کہ بم رکھا ہوا ہے اور وہ پرواز کرتے ہی پھٹ پڑے گا۔"

"بالکل یقیناً ہے۔"

"لیکن ہم تو نہیں پھٹا۔ طیارہ بخیریت پرواز کرچکا ہے۔"

یہ سنتے ہی مرینا غصے سے پھٹ پڑی۔ اس نے میجر کے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا اچھل کر کیبن کے فرش پر گرپڑا اور یوں تڑپنے لگا جیسے اسے ذبح کیا جارہا ہو۔ سیکورٹی گارڈز وغیرہ دوڑتے ہوئے آگئے تھے۔ میجر کا ماتحت کہہ رہا تھا "مس مرینا! یہ ظلم ہے، ناانصافی ہے۔ تم اپنے دشمن کا غصہ میرے سینئر پر اتار رہی ہو۔ جبکہ یہ تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کرتے آرہے ہیں۔"

مرینا نے سیکورٹی افسر کی زبان سے کہا "ایسے احکامات کی تعمیل کا کیا فائدہ کہ جو دشمن آسانی سے گرفت میں آسکتا تھا وہ اتنی ہی آسانی سے فرار ہوگیا۔"

"ہم نے اسے فرار نہیں کرایا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ اس بنگلے کے اندر اس کے خلاف ثبوت موجود ہے، اندر جاؤ میں تمہیں گائیڈ کروں گی۔"

"جانے والا چلا گیا۔ اب کیوں اس کے پیچھے پڑی ہو؟"

"میں تمہارے گولڈن برینز کو اور تمام حکمرانوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ میں نے اس فرار ہونے والے پر غلط الزام نہیں لگایا تھا۔"

ماتحت افسر نے سیکورٹی افسر سے کہا "مسٹر کارمن کا بنگلا ہونو۔"

"سوری سر! یہ ایک گولڈن برین کا بنگلا ہے۔ کسی دوسرے گولڈن برین کے حکم سے ہی کھولا جاسکتا ہے۔"

مرینا نے کہا "کتو! میں ابھی تم سے بنگلا کھلوا سکتی ہوں، لیکن تمہارے بڑوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ تم سب کو ایک دشمن کے فریب سے بچانے کے لیے اتنی کوششیں کررہی ہوں۔ چلو فون کرو۔"

ماتحت افسر نے راجر موس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا۔ "سر! یہ درست ہے کہ مرینا ہماری خیر خواہ نہیں ہے لیکن فرہاد سے لڑائی کے دوران اس کا اور ہمارا محاذ ایک ہوسکتا ہے بلکہ ایک ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"سر! وہ اب بھی ثابت کرسکتی ہے کہ ابھی ملک سے باہر جانے والا کارمن دراصل علی تیمور ہے۔"

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، اسے ثابت کرنے دو۔"

"وہ ثبوت حاصل کرنے کے لیے یہ بنگلا کھولنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے، سیکورٹی افسر کو فون دو۔"

سیکورٹی افسر نے ریسیور لیا۔ راجر موس نے کہا "اپنے گارڈز کے ساتھ بنگلے کے اندر جاؤ۔ یہ افسر وہاں سے کوئی ثبوت حاصل کرے تو مجھے اطلاع دو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ سیکورٹی افسر میجر ہارورڈ، اس کے ماتحت اور فنگر پرنٹس کے ماہر کے ساتھ بنگلے کے بیرونی دروازے پر آیا پھر اس کا لاک کھولنے لگا۔ مرینا نے قسم کھائی تھی کہ پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ وہ علی کو یہودیوں کی قید اور عقوبت گاہ میں نہ پہنچا سکی۔ اس ناکامی کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے اسے گولڈن برینز کے حلقے سے نکال کر پھینکنے والی تھی۔ ابھی علی کی تقدیر اور مرینا کی تدبیر کے درمیان جنگ جاری تھی۔

علی کا خصوصی طیارہ لبنان سے گزر چکا تھا اور ترکی کی فضاؤں میں پرواز کرتا ہوا انقرہ کی طرف جارہا تھا۔ ایسے ہی وقت ثانی نے اسے مخاطب کیا۔ وہ بولا "فوراً کوڈ ورڈز ادا کرو کیونکہ مرینا بھی جھوکا دے کر آسکتی ہے۔"

اس نے کوڈ ورڈز ادا کیے "ثانی اے بلوسنگ فلاور" (ثانی ایک کھلتا ہوا پھول ہے۔)

"اپنے منہ سے اپنے حسن کی تعریف کررہی ہو۔"

"یہ کوڈ ورڈز تم نے ہی مقرر کیے ہیں ورنہ میں تعریف کی محتاج نہیں ہوں۔ باتی دی وے، ابھی تم مرینا کی بات کررہے تھے؟"

"وہ ہم سب کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ چونکہ تم سے بے خبر ہے اس لیے تمہاری طرف نہیں آرہی ہے۔"

"لیکن امی نے تو بتایا تھا کہ پاپا کو اس کی گرفت سے نجات مل گئی ہے اور وہ خود میرے ڈیڈی (سلمان) کے چنگل میں پھنس گئی ہے۔ اسے ازبکستان سے نکل جانے کا حکم دیا گیا تھا۔"

"بیشک، وہ محکوم اور مجبور ہوگئی تھی پھر کسی کا مضبوط سہارا حاصل ہوتے ہی آہنگی کے ہتھکنڈوں سے ہم پر غالب آنے کی کوشش کررہی ہے۔"

"وہ تمہارے ساتھ کیا کررہی ہے؟"

"گولڈن برینز اور یہودی حکام کے سامنے میرا فراڈ ثابت کردینے کی اس نے میرے فنگر پرنٹس کا مسئلہ پیدا کردیا تھا۔"

وہ اس سلسلے میں ثانی کو تمام تفصیلات بتانے لگا کہ کس طرح اس نے فنگر پرنٹس کے ماہر اور فوجی افسران کو دھوکا دیا ہے۔

علی کو اس کے بعد کے حالات نہیں معلوم تھے کہ مرینا کی ضد پر اسے کس طرح ملک سے باہر جانے سے روکا جارہا تھا اور وہ کئی رکاوٹوں کے باوجود وہاں سے نکل آیا ہے اور یہ کہ مرینا ابھی تک اس کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ وہ ان تمام دشمن حالات سے بے خبر تھا۔

ثانی نے پوچھا "پھر تو وہ پاپا اور پارس کو بھی پریشان کررہی ہوگی؟"

"وہ ایسا ضرور کررہی ہوگی۔ تم پاپا اور پارس کے پاس جاکر ان کی خیریت معلوم کرتی رہو۔"

"میں ابھی جاؤں گی۔ تم شاید انقرہ پہنچنے والے ہو؟"

وہ جواب نہ دے سکا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ طیارے کے پائلٹ نے کہا "سر! ہولڈ

آن کریں، تی ایبیب سے کال ہے۔"

تھوڑی دیر بعد راجر موس کی آواز سنائی دی "ہیلو کارمن! کیسے ہو؟"

"فائن سر! میرا سفر جاری ہے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں استنبول پہنچ جاؤں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مرینا تمہارے پیچھے پڑ گئی ہے۔ ابھی وہ چند افسران کو ساتھ لے کر تمہارے بنگلے میں گئی ہے۔ دعوے کرتی ہے کہ تمہارے بنگلے سے ثبوت حاصل کرلے گی۔"

"بکواس کرتی ہے۔ میں اپنی سچائی کے تمام ثبوت پیش کرچکا ہوں۔"

"وہ کہتی ہے، تم دستانے پہن کر اور اصل کارمن کی انگلیوں کے نشانات والے اسٹیکر لگا کر فراڈ کررہے ہو۔"

علی نے چونک کر سوچا۔ یہ دستانے اور اسٹیکر والی بات مرینا کو کیسے معلوم ہوگئی۔ میں تو ایسی چیزیں بڑی رازداری سے چھپا کر رکھتا ہوں۔

ثانی اس کے اندر رہ کر راجر موس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا "اوہ خدایا! علی تم نے اس کمبخت کی آتما شکتی کو بھلا دیا تھا۔ جب یہ چیزیں تم چھپا کر رکھ رہے ہوگے تو اس کی آتما نے آکر دیکھا ہوگا۔"

دوسری طرف سے راجر موس نے پوچھا "ہیلو، ہیلو کارمن! تم خاموش کیوں ہوگئے؟ کیا میری آواز آرہی ہے؟"

"ہاں، آرہی ہے لیکن مرینا بھی آرہی ہے اور میں بار بار سانس روک رہا ہوں۔ پلیز آپ تھوڑی دیر بعد مجھ سے رابطہ کریں۔ ابھی میں اسے بھگا رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر رابطہ ختم کردیا پھر ثانی سے کہا "میں نے ان دستانوں کو الماری کے ایک خانے میں چھپا کر رکھا تھا۔ اس کمبخت کی آتما شکتی ہمارے لیے عذاب بن گئی ہے۔ ہم اسے دیکھ نہیں سکتے وہ قریب آکر ہماری خفیہ حرکتیں دیکھ لیتی ہے۔"

ثانی نے کہا "اس نے الماری کے خانے سے یہ چیزیں برآمد کرالی ہوں گی۔ تمہارے خلاف ٹھوس ثبوت پیش کرچکی ہوگی۔"

"گویا اسرائیل میں گولڈن برین کی حیثیت سے میں داخل نہیں ہوسکوں گا۔ بہرحال فوراً احتیاطی تدبیر پر عمل کرو۔ میرا بھید کھلتے ہی اس طیارے کے پائلٹ کو میرے خلاف ہدایات دی جائیں گی۔ تم اسے قابو میں رکھو گی۔"

وہ تھوڑی دیر پہلے پائلٹ کی آواز سن چکی تھی اس لیے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی پائلٹ نے کال ریسیو کی۔ راجر موس کہہ رہا تھا کہ کارمن ہیرالڈ سے بات کرائی جائے۔ پائلٹ نے علی تک پیغام پہنچا کر ریسیور رکھ دیا۔ ثانی علی کے پاس آگئی۔

دوسری طرف سے راجر موس کہہ رہا تھا "بیٹے کارمن! تمہارے خلاف ایک ایسا ٹھوس ثبوت حاصل ہوا ہے جسے دیکھ کر میرا دل ڈوب رہا ہے۔ اس وقت تمام گولڈن برینز کمپیوٹرز کے ذریعے ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہ باتیں کمپیوٹر اسکرین پر آرہی ہیں۔ اس طرح تمہارے جوابات بھی نشر ہوتے رہیں گے۔"

علی نے کہا "انکل! ٹھوس ثبوت کے پیشِ نظر میرا فراڈ واضح ہوچکا ہے۔ اس کے بعد میں دشمن کہلاتا رہوں گا۔ پھر بھی آپ کو انکل کہتا رہوں گا، کیونکہ میں نے آپ کی بیٹی کے ساتھ ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزاری ہے۔ وہ بہت ہی شریف اور نیک بخت تھی۔ آپ یہودیوں کے درمیان رہ کر میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ یہودی بھی انسان ہوتے ہیں۔ مہذب اور انسان دوست ہوتے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "آپ لوگ غور کریں اور حساب کریں تو میں نے دشمنی کے دوران ہمیشہ ان یہودی اکابرین کے لیے جان کی بازیاں لگائی ہیں اور انہیں لہوڈا جیسے دشمنوں سے نجات دلائی ہے، جو مجھے انسان دوست نظر آتے رہے۔ میں آپ تمام گولڈن برینز کی شہ رگ کے قریب رہا لیکن آپ اس لیے زندہ سلامت ہیں کہ آپ لوگ نہایت ہی سلجھے ہوئے انسان ہیں۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ میں اور میرے پاپا آئندہ بھی آپ لوگوں کے دوست رہیں گے اور جب تک آپ کی طرف سے دشمنی میں پہل نہیں ہوگی ہم دوستی نباہتے رہیں گے۔"

ایک گولڈن برین نے کہا "یہ دشمن ہمارے اندر گھس کر ہمیں الّو بنا تا رہا اور بھید کھلنے پر دوستی کا دعویٰ کررہا ہے۔"

راجر موس نے یہ بات فون کے ذریعے علی تک نہیں پہنچائی۔ اس سے کہا "بیٹے! میں اس مسئلے پر تم سے بعد میں گفتگو کروں گا۔ وعدہ کرو کہ آئندہ مجھ سے رابطہ رکھو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ اپنے پاپا کی طرح آپ کی عزت کرتا ہوں۔"

راجر موس نے فون کا رابطہ ختم کرکے کمپیوٹر اسکرین پر کہا "میں نے علی تیمور سے رابطہ ختم کردیا ہے۔ اس سے بعد میں گفتگو کروں گا۔ پہلے ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ علی جاچکا ہے اس سے اب دوستی کرنے میں فائدہ ہے یا دشمنی میں؟"

ایک گولڈن برین نے کہا "تم نے اس سے رابطہ کیوں ختم کردیا؟ مرینا ہمارے فیصلے کی منتظر ہے۔ ہم اسے پائلٹ کے دماغ میں پہنچا دیں تو زیادہ سے زیادہ ہمارے ایک پائلٹ اور طیارے کا نقصان ہوگا۔ لیکن فرہاد اپنے لاڈلے بیٹے کی موت برداشت نہیں کرسکے گا۔ جیتے جی آدھا مرجائے گا۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "یہ فرہاد کو عبرت ناک سزا دینے کا بہترین موقع ہے۔ اسے عبرت حاصل ہوگی تو وہ آئندہ گولڈن برینز کے قریب آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

گولڈن برین واسکوڈی تھرمانے کہا "اگر ہم علی تیمور کو نقصان نہ پہنچائیں تو یہ فرہاد سے دوستی کی بہترین ابتدا ہوگی۔ میں راجر موس کی تائید کرتا ہوں، ہمارا قدم دوستی کی طرف بڑھے گا۔"

ایک اور گولڈن برین نے علی کی حمایت کی۔ یوں مرینا کو وہاں بھی ناکامی ہوئی۔ وہ راجر موس کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتی تھی ورنہ اسے قابو میں کرکے پائلٹ کے اندر پہنچ کر طیارے کو علی سمیت تباہ کردیتی۔ یہ بالکل سامنے کی بات تھی وہ ایسا کرسکتی تھی لیکن کوئی گولڈن برین اسے اپنے پاس پھٹکنے نہیں دے رہا تھا۔

○☆○

وہ قوم کا نیپالی اور ذات کا گورکھا تھا۔ ہمالیہ کی ترائی میں مورتی نامی گاؤں میں رہتا تھا۔ وہاں کے مندر کا پجاری تھا۔ پنڈت بھی کہلاتا تھا کیونکہ جوتش ودیا میں اسے کمال حاصل تھا۔ جس بات کی وہ پیش گوئی کرتا تھا، وہ بات ضرور پیش آتی تھی۔ ہمالیہ کی ترائی سے جنوب میں سری لنکا تک اس کی جوتش ودیا کا چرچا تھا۔

اس شہرت کے باعث اس گمنام گاؤں کی رونق بڑھ گئی تھی۔ بڑے بڑے گیانی اس سے یہ علم سیکھنے آتے تھے۔ راجے مہاراجے، کروڑ پتی اور ارب پتی سرمایہ دار اپنے اپنے مقدر کا بھید معلوم کرنے آتے تھے۔ اور مرادیں پوری ہونے پر اس کی جھولی سونے چاندی سے بھر جاتے تھے۔ وہاں اسکول اور اسپتال وغیرہ بنا دیتے تھے۔ وہاں انسانی زندگی کی سہولتیں حاصل ہونے لگیں تو لوگ آکر آباد ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ وہ گاؤں ایک چھوٹے سے شہر میں تبدیل ہوگیا۔ اس پجاری پنڈت کو لوگ سرنا مہاراج کہتے تھے۔ اس کے نام پر وہ چھوٹا سا شہر سرنا ٹاؤن کہلانے لگا۔

پھر سرنا مہاراج کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس کی جوتش ودیا نے بتایا تھا کہ اس کے ہاں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوگی۔ دونوں ہی بچے مہاگیانی اور مہاگیانی ہوں گے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ان کا بول بالا رہے گا اور دشمنوں کا منہ کالا ہوتا رہے گا۔

اس نے بیٹے کا نام پے پے سرنا رکھا۔ چار برس بعد ایک بیٹی ہوئی۔ جوتش ودیا کے مطابق اس کا شبھ تارا نام رکھا گیا۔ اس عرصے میں سرنا مہاراج اتنا دولت مند ہوگیا تھا کہ اپنے لیے قلعہ نما حویلی والی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس حویلی کے تہ خانے میں کتنی دولت چھپی ہوئی ہے۔

اس کی دولت مندی کا اندازہ یوں ہوتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے پے پے سرنا اور بیٹی شبھ تارا کے لیے یورپ اور امریکا سے استادوں کو بلاتا تھا۔ استادوں سے کوئی بھول چوک ہوتی تو انہیں وہاں سے بھگا کر دوسرے بلوالیتا تھا۔

کسی نے پوچھا۔ اپنے بچوں کو یورپ کے مہنگے اسکولوں میں کیوں نہیں بھیج دیتے؟ اس نے جواب دیا۔ بچے میرے سائے سے محروم ہوکر وہ ودیا نہیں سیکھ پائیں گے، جس سے مجھے عروج حاصل

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

ایجادِ موسیقی

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے

کے بارے میں بھی واقفیت ہوجائے گی

سُر، لے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور موسیقی کے دیگر اسرار و رموز آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب

برصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کتاب موسیقی کے اُستاد کی جگہ پوری کرتی ہے

قیمت: ۱۰۰/- روپے ○ ڈاک خرچ: ۱۸/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سید مینشن بلیو ایریا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱

ہے۔ ستاروں کی چال اور سیاروں کی گردش بتا رہی ہے' یہ بچے مجھ سے بھی زیادہ حیرت انگیز اور غیر معمولی علوم حاصل کریں گے۔"

اس نے دونوں کو بچپن ہی سے سکھایا کہ کسی ایک چیز پر کیسے دھیان جما کر رکھنا چاہیے۔ جب ایک چیز کو دیکھو اور اسے دیکھتے رہو تو اس وقت ساری دنیا کو بھول جایا کرو۔ وہ بچے چاند کو دیکھتے تو اسے پلکیں جھپکائے بغیر دیکھتے رہ جاتے۔ ان کے پیچھے بیٹھا ہوا باپ اپنے بھاری بھرکم لہجے میں مگر دھیمی آواز میں کہتا رہتا۔ یہ چاند ہے۔ اس کی ٹھنڈی روشنی تمہاری آنکھوں میں آ رہی ہے۔ تمہارے دل میں پہنچ رہی ہے اور تمہاری آتما میں اتر رہی ہے۔

بچے اگر پھول کو ایک ٹک دیکھتے رہتے تو ان کے کانوں میں باپ کی آواز سرگوشی کرتی۔ پھول کی سُندرتا تمہارے ذہنوں میں نقش ہو رہی ہے۔ اس کا رنگ آنکھوں میں اتر رہا ہے اور خوشبو دلوں میں بس رہی ہے۔

وہ علاقہ سال کے آٹھ دس مہینے برف سے ڈھکا رہتا تھا۔ باپ ان بچوں کو صبح سویرے برف پر دوڑاتا تھا۔ ان کے پیر برف میں دھنستے رہتے تھے اور وہ دوڑتے جاتے تھے۔ ان حالات میں اور ایسے موسم میں ان بچوں کی سانسیں کیسی مستحکم ہوتی ہوں گی' یہ ورزش کرنے والے پہلوان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ دس برس کی عمر میں وہ ایسے ہو گئے تھے کہ میلوں دور تک دوڑتے رہنے کے باوجود نہ تھکتے تھے اور نہ ہانپتے تھے' بڑی سہولت سے سانس لیتے رہتے تھے۔

بھارت سے آنے والے استاد انہیں ہندی اور اردو پڑھاتے تھے' یورپ سے آنے والے انہیں انگریزی' سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کی تعلیم دیتے تھے' اور باپ ان سے جسمانی مشقیں کراتا تھا۔ اس نے چین اور جاپان سے جوڈو کراٹے کے بڑے بڑے استادوں کو بلایا تھا اور اس جستجو میں رہتا تھا کہ اس کے بچوں کو خوب سے خوب تر اساتذہ ملتے رہیں۔

پھر کسی نے اسے بتایا کہ فی زمانہ ایک ہی استاد ایسا ہے جو اپنے ہنر اور تربیت سے انسان کو فولاد بنا دیتا ہے اور اس استاد کا نام ہے ماسٹر واسودو کی۔

سرنا مہاراج نے پوچھا "ماسٹر واسودو کی کہاں ہے؟ اسے ہر قیمت پر یہاں لے آؤ۔"

اس کے سیوک نے کہا "مہاراج! وہ کسی قیمت پر نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ پیرس کے ایک مضافاتی علاقے میں ہے۔ وہاں بابا فرید واسطی کا ایک ادارہ اور تربیت گاہ ہے۔"

"ہم اس تربیت گاہ سے زیادہ اسے معاوضہ دیں گے۔"

"وہ پھر بھی نہیں آئے گا۔ کیونکہ فرہاد علی تیمور کے دو بیٹوں کو ٹریننگ دے رہا ہے۔ وہ دونوں بھی پے بہ پے سرنا کی طرح دس برس کے ہیں۔"

سرنا مہاراج نے کہا "یہ میرے لیے دکھ اور شرم کی بات ہے کہ انسانوں کو فولاد بنانے والا واسودو کی میرے بچوں کو فولاد بنانے یہاں نہیں آئے گا۔ آخر یہ فرہاد کون ہے کیا مجھ سے زیادہ دولت مند ہے؟"

سیوک نے کہا "میں پیرس گیا تھا تب معلومات حاصل ہوئیں۔ فرہاد اتنا دولت مند ہے کہ اس کا اپنا ایک مکان نہیں ہے۔ اس کی جیب میں کبھی نقد رقم نہیں رہتی۔ وہ اپنے بدن پر ایک ہی لباس پہن کر ایک ملک سے دوسرے ملک جاتا ہے۔"

"پھر تو وہ بہت کنگال ہے۔"

"نہیں مہاراج! وہ جیب میں اس لیے رقم نہیں رکھتا کہ دنیا کی تمام تجوریاں کھول سکتا ہے۔ جب چاہتا ہے رقم ہاتھ میں آ جاتی ہے۔ اس کے سر پر اپنی چھت اس لیے نہیں ہے کہ پلک جھپکتے ہی دنیا کے تمام شاندار محلوں اور بڑے بڑے ملکوں کو اپنے نام لکھوا سکتا ہے۔ ایک لباس میں اس لیے گھر سے نکلتا ہے کہ جس ملک اور جس شہر سے گزرتا ہے وہاں کے شاہی درزی اس کے لیے نئے ملبوسات تیار رکھتے ہیں۔"

سرنا مہاراج نے سیوک کو گھور کر کہا "کیوں لمبی لمبی ہانک رہا ہے۔ فرہاد کیا آدمی نہیں دیوتا ہے۔"

"مہاراج! وہ اوشے دیوتا ہے۔ یقین نہ ہو تو اس کی جنم کنڈلی بنا کر دیکھ لیں۔"

سرنا مہاراج نے اس رات تنہائی میں بیٹھ کر جنم کنڈلی تیار کی تو حیران رہ گیا۔ انکشاف ہوا کہ فرہاد علی تیمور ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ مقدر کا دھنی ہے۔ گرتے گرتے سنبھل جاتا ہے۔ ٹوٹتے ٹوٹتے جڑ جاتا ہے۔ کئی بار مرکر جی اٹھے گا۔ نہ کبھی حادثاتی موت مرے گا' نہ کوئی اسے مار سکے گا۔ بابا فرید واسطی کی پیش گوئی کے مطابق وہ اپنی اس شریک حیات کی آغوش میں طبعی موت مرے گا جس کا نام انگریزی کے حرف الیس سے شروع ہوتا ہے۔

سرنا مہاراج کی جوتش ودیا نے سمجھایا کہ فرہاد سے دوستی اچھی ہے' دشمنی مہنگی پڑے گی۔ اس کی کوئی چیز کبھی جبراً حاصل نہ کی جائے۔ یہ علم حاصل ہونے کے بعد سرنا مہاراج نے واسودو کی کو بابا صاحب کے ادارے سے جبراً لانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

وہ دوسرے بڑے بڑے نامی گرامی استادوں کی خدمات حاصل کرنے لگا۔ جب پے بہ پے سرنا دس برس کا اور شی تارا چھ برس کی تھی تو ان کے مزاج اور طبیعت کے رجحانات واضح ہونے لگے۔ بے پے سرنا طوفان کی طرح تیز و تند ہو رہا تھا۔ اس کے مزاج میں جنگجوئی اور مہم جوئی تھی۔ وہ ہر دشوار گزار مرحلے سے گزر جانا چاہتا تھا۔ کبھی ناکام ہوتا تو مایوس نہیں ہوتا تھا۔ ناکامی اسے اور ضدی بنا دیتی تھی۔

شی تارا کے مزاج میں بلا کی سنجیدگی اور سرد مہری تھی۔ وہ ہر بات ٹھنڈے دماغ سے سنتی اور سمجھتی تھی اور دھیمی آواز میں بولتی تھی۔ کسی چیز کو پلکیں جھپکائے بغیر دیکھنے اور اس پر توجہ قائم رکھنے کی مشقوں نے اسے ارتکازِ توجہ کا عادی بنا دیا تھا۔ یہ عادت اسے شع بینی کی طرف لے گئی۔ اس نے گیارہ برس کی عمر سے ان مشقوں کا آغاز کر دیا۔ وہ اتنی گہری تھی کہ اپنے اندر کی بات اپنے باپ کو بھی نہیں بتاتی تھی۔ وہ ہر سال بیٹی سے پوچھتا تھا۔ "اب تو تم گیان دھیان میں دن سے رات اور رات سے دن گزار دیتی ہو۔ کیا تمہیں فرہاد جیسا کوئی علم حاصل ہو رہا ہے؟"

وہ جواب دیتی تھی "میں کسی فرہاد یا دیو داس جیسا کوئی مقابلہ کرنے والا علم حاصل نہیں کرنا چاہتی۔ علم مقابلہ کرنے کے لیے نہیں' بلکہ لوگوں کو فیض پہنچانے اور دنیا کو خوب صورت بنانے کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔"

اس نے باپ کی جوتش ودیا کو پوری ذہانت سے حاصل کیا تھا۔ بعض اوقات ایسی پیش گوئی کرتی تھی کہ باپ حیران رہ جاتا تھا۔ لیکن وہ عام نجومیوں کی طرح زبان سے نہیں بولتی تھی۔ ایک کاغذ پر لکھ کر اسے لفافے میں بند کر کے ایک ایسی الماری میں رکھتی تھی جو دو چابیوں سے کھلتی تھی۔ اس کی ایک چابی اپنے پاس رکھتی تھی اور دوسری باپ کو دے کر کہتی تھی "ہم اسے مقررہ وقت پر کھولیں گے۔ پھر آپ میری تحریر میں وہی سب کچھ پڑھیں گے جو آپ کے سامنے پیش آ چکا ہو گا۔"

ایک بار باپ نے بیٹے اور بیٹی کو بلا کر کہا "کل ٹاٹا اسٹیل مل کے ایک مالک کا بیٹا مجھ سے ملنے آ رہا ہے۔ وہ ہم سے اپنے ایک مسئلے کا حل معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

سرنا مہاراج صرف جوتشی نہیں تھا۔ کف ودیا بھی جانتا تھا۔ یعنی کہ قیافہ شناس بھی تھا۔ چہرہ اور آنکھیں پڑھ کر بہت سی سچی باتیں بتا دیتا تھا۔ اس نے ٹاٹا اسٹیل مل کے مالک کے بیٹے کی تصویریں دکھاتے ہوئے کہا "جیسا کہ تم دونوں جانتے ہو مجھ سے جو بھی ملنے آتا ہے اور اپنا مسئلہ پیش کرتا ہے وہ اپنی تصویر پہلے بھیجتا ہے۔ یہ اسی نوجوان و صنجت رائے کی تصویر ہے جو کل یہاں آ رہا ہے۔ تصویر کے پیچھے اس کا نام اور تاریخ پیدائش وغیرہ لکھی ہوئی ہے۔ تم دونوں اس کی جنم کنڈلی بنا کر بتاؤ۔ اس کا ماضی' حال اور مستقبل کیا ہے؟"

ان دنوں شی تارا سولہ برس کی تھی اور پے بہ پے سرنا بیس برس کا قد آور پہلوان بن چکا تھا۔ باپ نے بیٹے اور بیٹی کو فولاد بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور ذہنی طور پر کئی طرح کے علوم سے مالا مال کیا تھا۔ اس نے بیٹی سے کہا تھا "شی تارا! تم ہمیشہ اپنی پیش گوئی چھپاتی ہو بعد میں تحریر کے ذریعے ثابت کرتی ہو کہ تم نے پہلے ہی پیش آنے والے حالات کو درست سمجھ لیا تھا۔ لیکن اس بار میں صرف دو گھنٹے کا وقت دیتا ہوں' تم میرے سامنے بیٹھ کر وصنجت رائے کے بارے میں پیش گوئی کرو۔"

دو گھنٹے بعد پے بہ پے سرنا اور شی تارا اپنے باپ کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھ گئے۔ پے بہ پے سرنا نے کہا "پاپو! یہ وصنجت رائے جمشید پور ٹاٹا کے ایک بہت بڑے ساہوکار کا بیٹا ہے۔ اس کے پاس دولت کی کمی نہیں ہے لیکن یہ گھریلو پریشانی میں مبتلا ہے۔ اس کی بیوی طلاق لے کر اپنے کسی دوسرے عاشق سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ دونوں میں اسی ماہ علیحدگی ہو جائے گی۔"

باپ نے کہا "وہ علیحدگی کے بعد بیوی کو اپنا بچہ نہیں دینا چاہتا ہے۔ اس کے متعلق بتاؤ۔"

پے بہ پے سرنا نے کہا "قانونی طور پر بچہ باپ کے پاس رہے گا۔ وہ بیٹا ہے اور چھ برس کا ہو چکا ہے۔ ماں اسے نہیں لے جا سکتی۔ لیکن ستارے کہتے ہیں وہ لے جائے گی۔ وصنجت رائے اور اس کی قانونی کارروائی ماں کو بچہ لے جانے سے نہیں روک سکے گی۔ میں نے اس ماں کی جنم کنڈلی بھی دیکھی ہے۔ اس کے ستارے بڑے شکتی مان ہے۔ وصنجت رائے ہار جائے گا۔"

باپ نے کہا "شاباش بیٹے! میرا گیان بھی یہی کہتا ہے لیکن وصنجت رائے ہماری آسامی ہے۔ اس نے دو لاکھ روپے میرے اکاؤنٹ میں پیشگی جمع کرا دیے ہیں۔ اگر وہ ہار جائے گا تو ہمیں دو لاکھ واپس کرنے ہوں گے۔ اگر اس کی جیت ہو گی تو ہمیں مزید تین لاکھ روپے ملیں گے۔ وہ پورے پانچ لاکھ کی اسامی ہے۔"

شی تارا نے کہا "پاپو! دو لاکھ آپ کے اکاؤنٹ میں رہیں گے۔ باقی تین لاکھ نہیں ملیں گے۔ آپ وصنجت رائے کا پلڑا بھاری کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ ناکام رہیں گے۔"

باپ نے محبت سے گھور کر دیکھا۔ بھائی نے پیار سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دونوں باپ بیٹے شی تارا کو جان سے زیادہ چاہتے تھے۔ پے بہ پے سرنا نے مسکرا کر کہا "پاپو! آپ کی یہ بیٹی آپ کی جوتش ودیا کی ایسی کی تیسی کر دے گی۔ جب اس چیل نے کہہ دیا ہے تو ہمیں پورے پانچ لاکھ نہیں ملیں گے۔"

باپ نے بڑے اعتماد سے کہا "میرا چالیس برس کا تجربہ ہے۔ میں نے کئی بار تدبیر سے دو سروں کی تقدیریں بدل دی ہیں۔ وصنجت رائے کی بیوی شیلا رائے کی جنم کنڈلی بتاتی ہے کہ وہ بے وفا عورت ہے' اپنے پتی کو دھوکا دے کر دوسرے سے عشق کرتی ہے۔"

شی تارا نے کہا "وصنجت رائے بھی شرابی اور عیاش ہے اور وہ اپنی بیوی شیلا سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے اور بچے کو چھین کر اس کی ممتا کو تڑپانا چاہتا ہے۔"

"بیٹی! یہ ان کا مسئلہ ہے۔ میں نے شیلا کی جیت کو ہار میں بدلنے اور اپنی اسامی کا پلڑا بھاری رکھنے کے لیے یہ تدبیر سوچی ہے کہ....."

"پاپو! آپ کی تدبیر بہت اچھی ہو گی' لیکن آپ اسے آزما نہیں سکیں گے۔ اس کا وقت گزر چکا ہے۔"

"تم میری بات کیوں کاٹ دیتی ہو۔ جب تم میری تدبیر نہیں

جانتی ہو کہ میں کیا کرنے والا ہوں تو یہ کیسے کہتی ہو کہ کچھ کرنے کا وقت گزر چکا ہے۔ میں کل تمہیں دکھاؤں گا جب دمپت رائے یہاں آئے گا تو....."

"وہ نہیں آئے گا بابو۔"

اس نے پھر باپ کی بات کاٹی۔ باپ نے غصے سے کہا "کیوں نہیں آئے گا کیا وہ مر گیا ہے، جبکہ ابھی وہ کئی سال جئے گا۔"

وہ اپنے دھیمے اور ٹھنڈے لہجے میں بولی "وہ زندہ ہے مگر نہیں آئے گا۔"

پے پے سرنا نے کہا "شی تارا! میری آنکھوں کا تارا! ہمیں بتاؤ وہ کیوں نہیں آئے گا؟"

وہ پتھی مارے بیٹھی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھ کر آنکھیں بند کرلیں۔ پھر گہری سانس لے کر بولی "اوم نمشے وائے۔ میرا علم کہہ رہا ہے، جمشید پور ٹاٹا میں موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ رات کا وقت ہے۔ دمپت رائے اپنی ایک داشتہ کے مکان میں شراب پی رہا ہے۔"

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ آنکھیں کھول کر باپ اور بھائی کو دیکھا۔ پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا "دمپت رائے سے بہت دور اس کی بیوی شیلا اپنے بیڈ روم میں ہے۔ وہ سوچ رہی ہے۔ پتی کبھی میرا نہیں ہوگا۔ مجھے طلاق دے کر دوسری کو لے آئے گا۔ میرے بیٹے کو مجھ سے چھین لے گا۔ میں ہر طرح سے ہار رہی ہوں۔ پتی بھی، اس کی دولت بھی اور اپنا بیٹا بھی....."

"شیلا سوچ رہی ہے۔ عورت اتنی کمزور بھی نہیں ہوتی کہ چپ چاپ اپنا سب کچھ ہار جائے۔ میں ایک تنکا نہیں ہاروں گی۔ سب کچھ جیت لوں گی۔"

"شیلا الماری کے پاس آئی ہے اور اسے کھول کر ایک بھرا ہوا ریوالور نکال رہی ہے۔ وہ ریوالور اس کے پتی دمپت رائے کا ہے۔"

"وہ باہر پورچ میں آگئی ہے۔ اپنی کار میں بیٹھ کر احاطے سے باہر جا رہی ہے۔ بادل گرج رہے ہیں۔ بجلیاں چمک رہی ہیں۔ دھواں دار بارش کی وجہ سے راستے ویران ہیں۔ اِکا دُکا راہ گیر دکھائی دیتے ہیں۔ کوئی اسے دیکھنے اور پہچاننے والا نہیں ہے۔

"اس نے ایک مکان کے سامنے کار روک دی ہے۔ کار کا دروازہ کھول کر تیز بارش میں بھیگتی ہوئی مکان کے برآمدے میں آگئی ہے اور دائیں بائیں دور تک دیکھ رہی ہے۔ آدھی رات کے بعد محلہ خالی خالی سا ہوگیا ہے۔ مکانوں کی کھڑکیاں اور دروازے بند ہیں۔ ایسی واردات کے لیے موسم برسات نہایت سازگار ہوتا ہے۔ لوگ گھروں میں چھپے رہتے ہیں۔ واردات کرنے والے کے قدموں اور گاڑی کے پہیوں کے نشانات بارش میں دُھلتے جاتے ہیں۔

شیلا دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ کئی بار دستک دینے کے بعد وہ داشتہ دروازہ کھولتی ہے اور شیلا کو دیکھ کر گھبرا جاتی ہے۔ سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کو دیکھتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگتی ہے۔

شیلا دروازے کو بند کرتے ہوئے کہتی ہے "میں نے شام کے وقت دمپت کو تم سے فون پر بات کرتے سنا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا آج تمہارے ساتھ ساون من بھاون منائے گا۔ کہاں ہے وہ؟"

داشتہ پریشان ہو کر بیڈ روم کی طرف دیکھتی ہے۔ شیلا کہتی ہے "تم نہ بھی کہو تب بھی میں اس مرد کو برسوں سے سمجھتی ہوں۔ وہ ایسے موسم میں پی پی کر مدہوش ہو جاتا ہے، چلو۔"

داشتہ ریوالور کے نشانے پر چلتی ہوئی بیڈ روم میں آتی ہے۔ وہاں دمپت رائے بستر پر غافل پڑا ہے۔ قالین پر شراب کی خالی بوتل پڑی ہے۔ شیشے کا گلاس ٹوٹ گیا ہے۔ شیلا اس عورت سے کہتی ہے "چلو بستر پر جاؤ۔"

وہ سہم کر بستر پر آتی ہے۔ اسی وقت شیلا اسے گولی مارتی ہے۔ وہ ایک ہی گولی میں ذرا تڑپ کر مرجاتی ہے۔ اس کے سینے سے ابلتا ہوا لہو بستر پر پھیلتا ہوا دمپت رائے کے پاس آرہا ہے۔ شیلا ریوالور سے سائیلنسر نکال کر اسے اپنے گریبان میں چھپا رہی ہے اور ریوالور کے دستے کو ساڑی کے آنچل سے صاف کرکے اسے دمپت رائے کے ہاتھ میں پکڑا رہی ہے۔

وہ ریوالور دمپت رائے کی ایک مٹھی میں آگیا ہے۔ شیلا قالین پر بیٹھ گئی ہے۔ اپنی ساری اتار کر اس سے وہ تمام جگہیں پونچھتی جا رہی ہے جہاں سے گزر کر بیڈ روم میں آئی تھی۔

دوسرے کمرے میں قالین نہیں ہے وہ ننگے فرش کو پونچھتی ہوئی بیرونی دروازے تک آئی ہے۔ دروازے کے جس حصے کو ہاتھ لگا کر بند کیا تھا اس حصے کو بھی پونچھ کر ساڑی سے دروازے کو پکڑ کر اسے کھولتے ہوئے برآمدے میں آگئی ہے۔ بارش کی تیز بوچھاڑ سے برآمدے کا فرش بھیگ رہا ہے۔ وہاں قدموں کے نشانات خود ہی مٹ گئے ہیں۔ وہ کار میں آکر بیٹھ گئی ہے اور وہاں سے جا رہی ہے۔

ایک گھنٹے بعد پولیس والے اس مکان میں داخل ہوگئے ہیں۔ انہوں نے قاتل کو مقتول کے ساتھ ایک ہی بستر پر دیکھا ہے۔ قاتل کو مدہوشی سے ہوش میں لاکر اسے آلۂ قتل کے ساتھ گرفتار کرلیا ہے۔"

• • • •

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دلہوٹا

اٹھائیسواں حصّہ

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک طلسماتی اور سحر انگیز دور
جس نے جب چاہا فتح کر لیا اور جب چاہا کسی کو مات دی۔ خیال خوانی، مسمریزم
روزِ اوّل سے جہان معنی اس کی شہرت چار دانگ پھیل چکی ہے
ایک نیا جہان طبع کی خود کاری

جیوتا

شی تارا اپنے باپ اور بھائی کے سامنے پالتھی مارے بیٹھی ہوئی تھی آنکھیں بند کیے بولتی جا رہی تھی اور وہ دونوں خاموشی اور سنجیدگی سے سن رہے تھے۔ شی تارا کی پیش گوئی کا یہی انداز ہوتا تھا۔ وہ کاغذ پر لکھ کر بتاتی تھی یا زبان سے بولتی تھی اور تمام حالات و حقائق کو پورے ڈرامائی انداز میں پیش کرتی تھی۔

پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ باپ کو دیکھ کر کہا "باپو! میں ان ہی حالات کے پیش نظر پیش گوئی کرتی ہوں کہ دینپت رائے کل یہاں نہیں آئے گا۔ وہ حراست میں ہے اس پر قتل کا مقدمہ چلتا رہے گا اور میری یہ پیش گوئی بھی درست ہوگی کہ آپ کو باقی تین لاکھ روپے نہیں ملیں گے۔"

پھر وہ بھائی کو دیکھ کر بولی "شی تارا کی جان! بھائی سرنا! تو نے سچ کہا تھا کہ شیلا کے ستارے بڑے شکتی مان ہیں۔ دینپت رائے ہار جائے گا اور بچہ شیلا کو مل جائے گا۔"

پے پے سرنا نے کہا "میری آنکھ کا تارا! تو نے جو روداد سنائی ہے اگر وہ درست ہے تو شیلا کو اب طلاق بھی نہیں ہوگی۔ دینپت رائے کے پھانسی چڑھنے کے بعد وہی اس کی دولت اور جائیداد کی مالکہ ہوگی۔"

باپ سر جھکائے ایک بڑے سے کاغذ پر آڑی ترچھی لکیریں بنا رہا تھا۔ سنسکرت کے شبد اور کچھ ہندی اعداد لکھتا جا رہا تھا۔ انگلیوں پر کبھی گنتا تھا کبھی بیٹی کو گھور کر دیکھتا تھا۔ پھر اس نے کاغذ اور مار کر کو فرش پر رکھ کر کہا "بے شک' وہ کل نہیں آئے گا۔ لیکن دنیا کا کوئی جوتشی یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ کیوں نہیں آئے گا۔ اس کے قاتل ہونے کی پیش گوئی کی جا سکتی تھی لیکن یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس نے شراب پی' ایک داشتہ کو اس کی بیوی نے قتل کیا اور وہ قاتل کہلایا۔ جب قتل ہوا تو طوفانی بارش ہو رہی تھی اور قتل کرنے والی نے کتنے اہتمام اور احتیاط سے وہ قتل کیا تھا۔"

پے پے سرنا نے کہا "میری بہنا! تو ایسے بتا رہی تھی جیسے تیری بند آنکھوں کے سامنے وہ فلم چل رہی ہو۔ کیا تیرے اندر پرمیشور بولتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہم سے نہ چھپا۔"

"میں کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ جب میں کسی کی آواز سن کر یا کسی کی تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اپنی آنکھیں بند کرتی ہوں تو اس آدمی کے پاس اس کے ماحول میں پہنچ جاتی ہوں۔"

باپ نے خوش ہو کر کہا "بیٹی! یہی ٹیلی پیتھی ہے۔ کچھ اور بتاؤ۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "باپو! شما کریں' آپ جانتے ہیں' میں بچپن سے ہی ایسی ہوں۔ بہت کم بولتی ہوں جو کہہ دیا اس سے آگے نہیں کہوں گی۔"

باپ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "جگ جگ جیو! آج تم

نے دل خوش کردیا۔ اب میں چاہتا ہوں تم دونوں اس علاقے سے باہر نکلو۔ تم لوگوں نے یورپ اور امریکا کا مختصر سا سفر کیا ہے۔ اب دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھر گھر کی سیر کرو۔ زمانے کے سرد و گرم کو اور لوگوں کی محبت اور مکاریوں کو سمجھو۔ دشوار گزار مرحلوں سے گزرو اور تجربات کی بھٹی میں پکتے پکتے کندن بن جاؤ۔"

پے پے سرنا اگرچہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کرسکا تھا تاہم ایک گھنٹا اور چند منٹوں تک سانس روکنے کی مشقوں نے اس میں آتما شکتی پیدا کردی تھی۔

اس کے باپ سرنا مہاراج نے اپنے بیٹے کو ایک برس کے لیے تبت کے اسی لاسہ مندر میں مہالامہ کے پاس بھیجا تھا جہاں سے بعد میں مرینا نے آتما شکتی حاصل کی تھی۔ دونوں بہن بھائی علم و ہنر اور غیر معمولی صلاحیتوں میں بے مثال اور ناقابلِ شکست تھے۔ اس چھوٹے سے سرنا ناؤن سے نکل کر گھر گھر کی سیر کرتے رہے تھے۔

دونوں نے یہ طے کیا تھا کہ شی تارا اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو اور پے پے سرنا اپنی آتما شکتی کو حتی الامکان چھپائے رکھے گا۔ وہ دونوں کبھی مصیبت کی گھڑی میں اپنے غیر معمولی علم کے ذریعے خاموشی سے اپنا بچاؤ کریں گے اور عام انسانوں کی طرح دوستوں اور دشمنوں کو پرکھتے رہیں گے۔

دونوں نے پانچ برسوں تک خانہ بدوشوں جیسی زندگی گزاری اس دوران ان کے باپ سرنا مہاراج کا دیہانت ہوگیا۔ انہوں نے اسرار اور خاموشی کے پردوں میں رہ کر بڑی بڑی بین الاقوامی سطح کی خطرناک تنظیموں سے ٹکر لی پھر اچھا خاصا تجربہ حاصل کرکے روپوش ہوگئے۔ خطرناک قسم کے قاتلوں، دہشت گردوں اور اسمگلروں کو سنگی کا ناچ نچایا پھر ان کی نظروں سے بھی اوجھل ہوگئے۔

وہ دونوں میرے اور سونیا کے پیچھے بھی رہے۔ پارس اور علی تیمور کے متعلق بھی معلومات حاصل کرتے رہے۔ انہیں کسی حد تک معلومات حاصل ہوتی رہیں لیکن ہم سے کبھی سامنا نہیں ہوا۔ عقل نے سمجھایا، اگر وہ کسی طرح بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہوجائیں تو شاید وہ میرے پورے خاندان کو قریب سے دیکھ سکیں گے۔

اس مقصد کے لیے وہ بابا صاحب کے ادارے کے دروازے پر آئے۔ سیکورٹی افسر نے پوچھا "کیوں آئے ہو؟ کس سے ملنا چاہتے ہو؟"

پے پے سرنا نے کہا "ہم بدھ مت کے پیرو ہیں۔ یہاں اسلام قبول کرنے آئے ہیں۔ اور ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

سیکورٹی افسر نے فون پر رابطہ قائم کیا۔ کچھ باتیں کیں پھر ان دونوں سے کہا "آؤ فون پر بات کرلو۔"

شی تارا نے کیبن میں آکر ریسیور لیا پھر اسے کان سے لگا کر کہا۔ "محترم! میرا نام شی تارا ہے۔ میں اپنے بھائی پے پے سرنا کے ساتھ آئی ہوں۔ ہم اسلام قبول کرکے اس ادارے میں تعلیم حاصل کرنا اور یہاں کے ہاسٹل میں رہنا چاہتے ہیں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "بیٹی! میں خدا کا ایک عاجز بندہ ہوں۔ میرا نام علی اسد اللہ تبریزی ہے۔"

وہ آواز سنتے ہی ان کے دماغ میں پہنچ گئی۔ لیکن سمجھ میں نہیں آیا کہاں پہنچ گئی ہے۔ اس کے چاروں طرف نور ہی نور تھا۔ ایک عجیب سی مست کردینے والی خوشبو کا احساس ہو رہا تھا۔ دھوئیں کی طرح پھیلتے ہوئے نور میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ انہی بزرگ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے "بیٹی! جب عقل داڑھ نکل آئے تو چلی آنا۔ بھائی کے ساتھ جتنی جلدی ممکن ہو اس علاقے سے دور چلی جاؤ۔"

خاموشی چھاگئی۔ آواز گم ہوگئی۔ شی تارا نے چونک کر دیکھا نہ نور تھا نہ خوشبو تھی۔ وہ کیبن میں ریسیور پکڑے کھڑی ہوئی تھی اور وہ ریسیور بھی خاموش تھا۔ اس نے اسے کریڈل پر رکھ دیا۔ کیبن سے باہر آگئی۔ بھائی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولی "فون پر بات نہیں ہوئی۔ میرے اندر کوئی بول رہا تھا۔ اس کی آواز کی مٹھاس اور لہجے کی دھمک سے اب تک میرا دل دھڑک رہا ہے۔"

وہ کار میں آکر بیٹھ گئی۔ پے پے سرنا نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا "واپس کیوں جارہی ہو؟ کیا انہوں نے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی؟ کچھ تو بولو۔"

"بھائی سرنا! اس ادارے میں کوئی مہاگیانی ہے۔ اس نے شاید سمجھ لیا ہے کہ ہم سچ مچ اسلام قبول کرنے نہیں آئے ہیں۔ جھوٹ بول کر ادارے میں رہنا چاہتے ہیں۔"

"کیا وہ مہاگیانی ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ وہ تمہارے دماغ میں آیا تھا؟"

"وہ آتا تو میں سانس روک لیتی۔ میں خود اس کے دماغ میں گئی تھی۔ یہ کوئی روحانیت کا عمل ہوسکتا ہے۔ اس نے کہا بیٹی! جب عقل داڑھ نکل آئے تو چلی آنا۔ اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مہاگیانی ہمارے فراڈ کو سمجھ گیا ہے۔"

دونوں وہاں سے ناکام ہوکر چلے گئے۔ انہوں نے بچپن سے اب تک یہ سیکھا تھا کہ ناکامی کو دل سے تسلیم کرو۔ اسے تسلیم کرو گے تو ناکامی کے صحیح اسباب سمجھ میں آئیں گے اور اگلی کامیابی کے راستے ہموار ہوں گے۔

پھر انہوں نے دوسرا طریقہ کار اختیار کیا۔ وہ مختلف بہروپ میں اور مختلف ہتھکنڈوں سے ہمارے دشمنوں کے کبھی دوست بن کر اور کبھی آلہ کار بن کر رہے اور ان کے ذریعے ہماری حکمتِ عملی اور لائن آف ایکشن کو سمجھتے رہے۔ وہ ہم سے دور رہ کر بڑی ذہانت سے ہماری اسٹڈی کرتے رہے۔ ایسا کرنے کے لیے وہ کبھی یہودیوں کے آلۂ کار بنتے رہے کبھی سپر اسٹرکی ٹیم میں گھستے رہے۔

ان پانچ برسوں میں بہن بھائی نے بڑی بڑی ناکامیاں برداشت کیں۔ بڑی بڑی کامیابیوں سے ہمکنار ہوتے رہے۔ ایسے ایسے خطرات سے دوچار ہوئے کہ زندگی ساتھ چھوڑنے لگی اور موت سر پر منڈلاتی رہی، لیکن انہوں نے زبردست قوتِ ارادی، قوتِ بازو اور بے انتہا ذہانت سے موت کا رخ پھیر دیا۔ ایسے ہی تجربات کی آگ میں جل جل کر کندن بن گئے۔

ان میں کچھ اچھائیاں تھیں، کچھ برائیاں بھی تھیں۔ انہیں زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی ہوس باپ سے ورثے میں ملی تھی۔ وہ جس ملک میں گئے وہاں کے اہم شہروں میں آتما شکتی کے ذریعے چھپے ہوئے خزانوں کا سراغ لگایا اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ خزانہ حاصل کیا۔ ہر شہر میں ہزاروں گز زمین خرید کر قلعہ نما محل بنوائے، ان کے خفیہ خانوں اور تہ خانوں میں بے حساب سونے، چاندی، ہیرے جواہرات کا ذخیرہ کیا۔ شی تارا اگرچہ نہایت سنجیدہ اور سرد مزاج کی حامل تھی تاہم نت نئے ملبوسات پہننے اور اپنے بدن پر ہیرے جواہرات سجانے کا بہت شوق تھا۔ جب بھی اسے پتا چلتا کہ کس کے پاس دنیا کا نایاب ہیرا ہے یا غیر معمولی موتی یا قیمتی پتھر ہے تو وہ بھائی سے فرمائش کرتی تھی۔ پے پے سرنا آتما شکتی سے اس جگہ کا سراغ لگاتا تھا جہاں وہ نایاب شے چھپا کر رکھی جاتی تھی۔ وہ وہاں پہنچتا تھا۔ مشکل سے مشکل تجوری کے مالک کو مختلف طریقوں سے اسے کھولتے ہوئے دیکھتا تھا پھر بہن کو آکر تمام احوال سنا دیتا تھا۔

بہن کسی کو آلۂ کار بناتی تھی اور اسے تجوری تک پہنچا کر اسے مختلف طریقوں سے اسے کھلوا کر اپنی مطلوبہ چیز حاصل کرلیتی تھی۔ دنیا کے بڑے بڑے ارب پتی اور کھرب پتی سرمایہ داروں کو یہ تشویش ہونے لگی کہ ان کی خفیہ تجوریوں سے نایاب ہیرے جواہرات پُراسرار طریقے سے غائب ہوجاتے ہیں۔ پھر ان کا سراغ نہیں ملتا۔

ان دونوں نے تمام بڑے ممالک کے فوجی افسران اور سائنس دانوں کے دماغوں میں جگہ بنائی اور اہم راز معلوم کرتے رہے تاکہ کوئی ملک کبھی ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرسکے۔

جب وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام اہم مقامات پر رازداری سے اثر انداز ہوچکے اور اپنے چند اہم خفیہ اڈے بنالیے تب شی تارا نے کہا "اب میں تقریبات میں اور تفریح گاہوں میں بیش قیمت ہیرے جواہرات پہن کر جایا کروں گی۔ اگر کوئی ان جواہرات کو اپنی ملکیت کہنے کی ضد کرے گا تو زندگی کی ملکیت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔"

پے پے سرنا نے کہا "اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب کوئی تمہارے جواہرات پر اعتراض کرے گا تو تم کھل کر ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کروگی۔"

"کوشش کروں گی کہ یہ علم ظاہر نہ ہو۔ ظاہر ہوگا تو کسی دشمن سے ردِعمل کا خوف نہیں رہے گا۔ اب ہم نے اپنے اطراف فولاد کی دیواریں کھڑی کرلی ہیں اور بڑے بڑے ممالک کی اور خطرناک تنظیموں کی کمزوریاں معلوم کرلی ہیں۔"

"میری بہن کی خوشی میری خوشی ہے۔ تم جو چاہو وہ کرو۔ مگر ایک دن اور صبر کرلو۔ میرے گرو دیو مہالامہ کا دیہانت ہوچکا ہے۔ ہم ایک دن کے لیے تبت کے شہر لاسہ جائیں گے۔"

لندن اور شکاگو میں ان کے دو ذاتی طیارے اور دو ہیلی کاپٹر اور تین اسپیڈ بوٹس تھیں، لیکن لندن کے طیارے اور ہیلی کاپٹر کو صرف یورپ کے چند شہروں تک پرواز کی اجازت تھی۔ اسی طرح شکاگو کے طیارے اور ہیلی کاپٹر صرف امریکا کی حدود میں پرواز کرسکتے تھے۔ ویسے وہ بہن بھائی کسی کی اجازت کے محتاج نہیں تھے۔ شی تارا نے متعلقہ افسران کے اندر پہنچ کر لندن سے تبت تک لمبی پرواز کا اجازت نامہ حاصل کرلیا۔

وہ لاسہ پہنچے۔ مہالامہ کا کریا کرم ہوچکا تھا۔ پے پے سرنا نے گرو دیو کی آتما شانتی کے لیے پوجا پاٹ کی۔ اسی مندر اور مدرسے کے منیجر نے بتایا کہ پچھلے دنوں ایک امریکی دوشیزہ مرینا آئی تھی۔ اس نے مہالامہ سے آتما شکتی کا علم حاصل کیا تھا۔ پھر ان کی دشمن بن گئی تھی۔ اس نے گرو دیو کے چھ اہم شاگردوں کو ہلاک کردیا۔ وہ گرو دیو کو بھی قتل کرنا چاہتی تھی لیکن عین وقت پر ایک اجنبی نے آکر ان کی جان بچالی۔

پے پے سرنا نے پوچھا "وہ اجنبی فرشتہ کون تھا؟"

"میں ذاتی طور پر اسے نہیں جانتا اور نہ ہی گرو دیو نے اس کا کبھی ذکر کیا تھا، لیکن مرتے سے انہوں نے اپنی خواہش بیان کرتے ہوئے کہا کہ میرے تمام شاگردوں سے کہہ دینا، ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد علی تیمور کا مجھ پر قرض ہے۔ اس نے مرینا سے میری جان بچائی تھی۔ لہٰذا میرے شاگرد بھی کم از کم ایک بار فرہاد کے کسی آڑے وقت میں ضرور کام آئیں۔"

اپنے آنجہانی گرو دیو کی یہ آخری سننے کے بعد شی تارا نے کہا۔ "ہمیں روانگی سے پہلے پھر ایک بار فرہاد اور اس کے فیملی ممبرز کی جنم کنڈلی پڑھنا چاہیے۔"

وہ دونوں میرے اور میرے بیویوں اور بچوں کی جنم کنڈلی بہت پہلے بنا چکے تھے اور اسے پڑھ کر مایوس ہوچکے تھے، کیونکہ ہمارے ستارے ان سے نہیں ملتے تھے۔ اور اس لیے ہمارے مزاج ان

سے نہیں ملتے تھے۔

میری فیملی کے بیشتر افراد ٹیلی پیتھی جانتے تھے اس کے باوجود ہم نے دولت کا ذخیرہ نہیں کیا۔ دنیا کے نایاب ہیرے وجواہرات دوسروں کی تجوریوں سے نہیں نکالے' اور ہم نے دشمنوں کے خلاف محاذ بنانے کے لیے ان کی طرح جگہ جگہ خفیہ اڈے نہیں بنائے۔ صرف بابا صاحب کا ادارہ پناہ گاہ تھی۔

اگر پے پے سرنا سے کہا جاتا کہ وہ دولت کا ذخیرہ نہ کرے تو وہ کبھی باز نہ آتا۔ شی تارا ہیرے جواہرات پر جان دیتی تھی اور ان کے مختلف خفیہ اڈوں سے پتا چلتا تھا کہ آئندہ وہ بہت ہی خطرناک تنظیم کی صورت میں ابھرنے والے ہیں۔

ہمارے اور ان دونوں کے راستے مختلف تھے اور جہاں بھی یہ راستے ملتے تھے' وہاں ملتے نہیں تھے' ٹکراتے تھے۔ اب پے پے سرنا کے گرودیو نے مرتے سے حکم دیا تھا کہ فرہاد سے دوستی کی جائے۔ اگر گرودیو کو ہماری جنم کنڈلی معلوم ہوتی تو وہ کبھی اپنے شاگردوں کو ایسا حکم نہ دیتے' لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ گرودیو اپنا حکم واپس لینے دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے تھے۔ اب ہر حال میں ان کی آگیا کا پالن کرنا ضروری ہوگیا تھا۔

دونوں بہن بھائی نے پھر ایک بار ہماری جنم کنڈلی دیکھی اور اپنی جنم کنڈلی کے حوالے سے پیش آنے والے حالات پڑھے۔ شی تارا کے ستارے پہلے بھی کہہ رہے تھے اور اب بھی سمجھا رہے تھے کہ وہ فرہاد کی فیملی میں قدم نہ رکھے۔ اسے بے شمار فائدے پہنچیں گے لیکن ایک بہت بڑا نقصان ہوگا۔ وہ دھرم سے بے دھرم ہوجائے گی۔ اپنا دھرم چھوڑ کر ایک دن اسلام قبول کرلے گی۔

پے پے سرنا نے کہا "پیاری بہنا! ہم ذات کے برہمن ہیں۔ اگر برہمن اپنا دھرم چھوڑ دیں گے تو ہندو جاتی کا کیا بنے گا؟"

"میں تو بے دھرم ہونے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ جب اس فیملی سے دور رہ کر عیش و آرام سے جی رہی ہوں تو مجھے ان مسلمانوں کے پاس جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"لیکن ادھر جانے کا کوئی بہانہ پیدا ہوجاتا ہے۔ کیا ہم گرودیو کے حکم کی تعمیل نہیں کریں گے؟"

"بیشک کریں گے۔ گرودیو نے آخری سانسوں میں کہا تھا کہ ان کے شاگردوں کو کم از کم ایک بار فرہاد کی کسی مصیبت میں کام آنا چاہیے۔ اس لیے بھائی سرنا! تو ایک بار اس کے کام آجا۔ اس کے بعد اس سے دور ہوجا۔"

"بہنا! تو میرے دل کی بات کہہ رہی ہے۔ میں یہی کروں گا۔ میرا خیال ہے تجھے لندن واپس جانا چاہیے۔"

"نہیں' میری جوتش ودیا کہتی ہے کہ فرہاد کا بیٹا پارس مجھ پر اثر انداز ہوگا۔ اس میں کوئی ایسی صلاحیت ہے جس سے وہ جوان لڑکیوں کو متاثر کرتا ہے۔ اگر میں خود کو بچانے کی کوشش نہیں کروں گی تو متاثر ہوجاؤں گی اور اس کا مذہب قبول کرلوں گی۔ اس سے نجات حاصل کرنے کا صرف ایک راستہ ہے۔"

"راستہ بتا' ہم جان دے کر بھی اس کمبخت سے نجات حاصل کریں گے۔"

"جان ہمیں نہیں' اسے دینا ہوگی۔ اگر وہ مرجائے یا ہم اسے قتل کردیں تو ہمیشہ کے لیے میرے بے دھرم ہونے کا اندیشہ ختم ہوجائے گا۔ وہی ایک ایسا ہے جو میری زندگی میں بہت بڑی تبدیلی لاسکتا ہے۔ وہ نہیں رہے گا تو تبدیلی کا خطرہ ٹل جائے گا۔"

"پھر تو مطمئن ہوجا' وہ میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔"

"نہیں' میری ودیا کے مطابق وہ میرے ہاتھوں سے مرے گا۔ جس طرح وہ میرے لیے منحوس ہے اسی طرح میں اس کے لیے منحوس ہوں۔ اگر میں اس علاقے میں رہوں جہاں وہ رہتا ہے اور کبھی کبھی میرا سایہ اس پر پڑتا رہے تو ایسے میں ہر راہ کی تین' تیرہ اور تیئیس تاریخیں اس کے لیے منحوس ہوں گی۔ ان تاریخوں میں اس پر قاتلانہ حملہ کامیاب ہوگا۔"

"مجھے تیری تدبیروں اور چالاکیوں پر پورا بھروسا ہے۔ تو نے بڑے خطرناک لوگوں کو خاک میں ملایا ہے' لیکن یہ فرہاد کی فیملی کا معاملہ ہے۔ اس فیملی کے کسی بھی فرد کو ہاتھ لگانا گویا موت سے مصافحہ کرنا ہے۔ اس لیے میں ہر مرحلے پر تیرے ساتھ رہوں گا۔"

یہ انسان بھی کیا چیز ہے۔ اپنی بقا کے لیے دوسرے کو باقی نہیں رہنے دیتا۔ وہ دونوں اپنے گرو کی آگیا سے کسی موقع پر میری جان بچانا چاہتے تھے اور اپنے دھرم پر قائم رہنے کے لیے میرے بیٹے کی جان لینا چاہتے تھے۔ باپ سے دوستی اور بیٹے سے دشمنی طے کرچکے تھے۔

وہاں کے منیجر نے مرینا کی ایک تصویر پے پے سرنا کو دی۔ وہ بہن سے بولا "فرہاد نے گرودیو کی جان بچائی تھی اور مرینا کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اگر یہ اب تک فرہاد کے ساتھ ہے تو ہم اس کے ذریعے پارس تک بھی پہنچ سکیں گے۔"

وہ مرینا کی تصویر دیکھتے ہوئے بولی "اس نے آتما شکتی حاصل کی ہے۔ میں اس کے اندر جانا چاہوں گی تو یہ سانس روک لے گی۔"

"پہلے میں سراغ لگاتا ہوں۔ یہ تو معلوم ہو کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے۔"

وہ دونوں مندر کے ایک مہمان خانے میں تھے۔ شی تارا نے اٹھ کر کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ پے پے سرنا فرش پر چاروں شانے چت لیٹ کر آتما شکتی کے منتر جاپ کرنے لگا۔ ایک منٹ کے اندر ہی اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ ہونٹ ساکت ہوگئے اور پورا جسم ایک لاش کی مانند بے حس و حرکت ہوگیا۔

اس کی آتما مرینا کے پاس پہنچ گئی۔ وہ واشنگٹن میں سپر ماسٹر کی خفیہ رہائش گاہ میں تھی اور وہاں آتما شکتی کے ذریعے بھی یعنی خود نہیں تھی۔ آتما کے ذریعے سپر ماسٹر اور جان لیوڈا کو دیکھ رہی تھی۔

پھر لیوڈا فوجی گارڈز کے درمیان چلتا ہوا اس رہائش گاہ سے باہر آیا اور ایک کار میں بیٹھ گیا۔ اس کے آگے پیچھے فوجی گاڑیاں تھیں۔ مرینا کی آتما وہاں سے دور ایک کار میں آئی۔ اس کار میں لیوڈا کی بیٹی کانووانا بیٹھی ہوئی تھی۔

اس کے بعد وہ آتما مرینا کے جسم میں واپس آگئی۔ اس کے ساتھ ہی پے پے سرنا کی آتما بھی اس کمرے میں آگئی۔ مرینا فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے انداز سے پتا چل رہا تھا کہ وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ وہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ وہ خیال خوانی میں کہاں پہنچی ہوئی ہے۔ ایک اندازہ تھا کہ وہ کانووانا کے ذریعے لیوڈا کی نگرانی کررہی ہوگی۔

پے پے سرنا کی آتما نے اس کمرے سے نکل کر معلوم کیا کہ مرینا کس شہر اور ملک میں ہے۔ پتا چلا ازبکستان کے شہر تاشقند میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ اس نے مجھے دماغی کمزوری میں مبتلا کیا ہوا ہے اور لیوڈا سے اس کا جھگڑا چل رہا ہے۔ وہ لیوڈا کو میرے دماغ میں آنے سے روکنے کے لیے کانووانا کے پاس جارہی ہے۔

پے پے سرنا نے سوچا "شی تارا لیوڈا کے پاس جائے گی تو وہ سانس روک لے گا۔ اس کی بیٹی کے دماغ میں رہ کر ہی معلوم کرسکتی ہے کہ مرینا کیا کرتی پھر رہی ہے۔"

شی تارا کو کانووانا کے دماغ میں اس لیے جگہ مل گئی کیونکہ مرینا وہاں موجود تھی' اور اس کے اندر رہ کر جو کچھ بول رہی تھی اس سے اس کے خطرناک ارادوں کا اندازہ ہورہا تھا۔

پھر اندازہ درست نکلا۔ لیوڈا سرکاری عہدیداروں کے خصوصی ائرپورٹ سے ایک خصوصی طیارے میں کہیں جانے والا تھا۔ بیٹی نے اچانک اس کے سامنے پہنچ کر اسے گولی ماردی۔ یہ چونکا دینے والی حرکت تھی۔ شی تارا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ جوناٹیلی بیتھی کے اتنے بڑے پہاڑ کو گرادے گی۔

سرنا نے مرینا کے کمرے میں آکر دیکھا۔ وہ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگا رہی تھی' کچھ کہتی بھی جارہی تھی۔ وہ اپنے جسم میں واپس آگیا۔ آنکھیں کھول کر فرش پر سے اٹھتے ہوئے بولا "یہ قہقہے کیوں لگا رہی ہے؟"

شی تارا نے قتل کی تمام روداد سنا کر کہا "وہ فرہاد کے ساتھ اس مندر سے گئی تھی۔ اگر وہ تاشقند میں ہے تو فرہاد بھی وہیں ہوگا۔"

"وہ جس بنگلے میں ہے۔ میں وہاں کا ہر کمرا دیکھ چکا ہوں۔ فرہاد اس کے ساتھ نہیں ہے۔ ویسے ہم ابھی تاشقند چلیں تو مرینا کو ٹریپ کرسکتے ہیں اور فرہاد کو بھی تلاش کرسکتے ہیں۔"

وہ مندر کے مہمان خانے سے باہر آئے۔ شی تارا نے کہا۔ "مرینا نے اتنے بڑے شخص کو قتل کیا ہے۔ اس قتل کی کوئی خاص وجہ ہوگی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس معاملے میں فرہاد اس کی پشت پناہی کررہا ہو۔"

"ایسا ہوسکتا ہے۔"

وہ دونوں طیارے کے پاس آکر رک گئے۔ سرنا نے کہا "ایک آئیڈیا ہے۔ تم لیوڈا کی بیٹی کانووانا کے چور خیالات پڑھ کر کچھ معلوم کرسکتی ہو۔ اس کے شوہر بی جی تھرمال سے بھی بہت کچھ معلوم ہوسکتا ہے۔"

وہ طیارے کے اندر آئے۔ سرنا نے پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی۔ شی تارا نے اپنی اٹیچی کھولی۔ اس میں کئی کیسٹیں اور چھوٹے بڑے ریکارڈر تھے۔ ان کیسٹوں میں بہت سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی اور دیگر اہم شخصیات کی آوازیں بھری ہوئی تھیں تاکہ کبھی کسی کی آواز اور لہجہ یاد نہ رہے تو کیسٹ سن کر یاد آجائے۔

اس نے ایک کیسٹ کے ذریعے کانووانا اور تھرمال کی آوازیں سنیں پھر ریکارڈر کو آف کردیا۔ یہ جانتی تھی کہ تھوڑی دیر پہلے مرینا کی موجودگی کے باعث کانووانا نے سانس نہیں روکی تھی۔

اب کانوداانا اسے دماغ میں محسوس کرتے ہی بھگا دے گی۔

اس نے یہ سوچ کر تھرہال کو آزمایا تو اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ اسپتال میں تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ناوانستگی میں مرینا کا معمول اور تابعدار بن گیا۔ جب مرینا فرہاد کو زخمی کر کے اس کے دماغ پر قبضہ جما رہی تھی تو تھرہال بھی وہاں سورا کے دماغ میں تھا۔

شی تارا نے اس سے آگے تھرہال کے خیالات نہیں پڑھے۔ یہی بات چونکا دینے کے لیے کافی تھی کہ مرینا نے فرہاد کو زخمی کیا ہے اور اس کے دماغ کو کمزور کردیا ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی شی تارا نے وہ کیسٹ ریکارڈر میں لگایا جس میں میری آواز تھی۔ اس نے سپر سسٹر کے ریکارڈ روم سے میری اور میرے خاندان کے تمام افراد کی آوازیں بڑی رازداری سے حاصل کی تھیں۔

اس نے میری آواز سنی۔ پھر بڑی آسانی سے میرے دماغ میں آگئی۔ پہلے تو وہ اس کامیابی پر حیران ہوئی پھر خوشی سے چیخ کر بولی۔ "بھائی سرنا! میں فرہاد علی تیمور کے دماغ میں پہنچ گئی ہوں۔"

طیارہ فضا میں پرواز کر رہا تھا۔ وہ ونڈ اسکرین کے پار بادلوں کو دیکھتے ہوئے بولا "بھائی کی جان! مجھے یقین نہیں آرہا ہے' کیا سچ کہہ رہی ہو؟"

"بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔ میں نے لبوڈا کے داماد کے خیالات پڑھے تھے۔ پتا چلا کہ مرینا نے سورا نامی ایک آلۂ کار کے ذریعے فرہاد کو زخمی کیا ہے۔ بس اتنا معلوم ہوتے ہی میں فرہاد کے اندر پہنچ گئی ہوں۔"

"تو پھر ایک لمحہ بھی ضائع نہ کر۔ فرہاد کے جتنے چور خیالات پڑھ سکتی ہے' جتنی کمزوریاں معلوم کر سکتی ہے فوراً یہ ساری معلومات حاصل کرلے۔"

وہ میرے خیالات پڑھنے لگی۔ اس وقت لیلیٰ میری حفاظت کے لیے موجود تھی تاکہ کوئی مجھ پر تنویمی عمل نہ کرسکے۔ جب مرینا نے میرے پاس آکر کہا کہ وہ لبوڈا کو قتل کرچکی ہے اور اب کوئی اسے تنویمی عمل سے نہیں روک سکے گا تو لیلیٰ نے مداخلت کی تھی۔

مرینا لبوڈا کو کامیابی سے قتل کرنے کے بعد میرے دماغ میں ناکام ہورہی تھی۔ غصّے میں مجھے مار ڈالنا چاہتی تھی لیکن اس سلسلے میں بھی مایوسی ہوئی۔ سلمان نے میرا لہجہ اختیار کرکے اس کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھا تھا اور اسے وارننگ دی تھی کہ وہ بارہ گھنٹے کے اندر ازبکستان سے باہر چلی جائے۔

یوں میرے چور خیالات پڑھنے سے شی تارا کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا لہجہ اختیار کرکے مرینا کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔ وہ خوش ہو کر بولی "بھائی سرنا! ایک اور کامیابی۔ میں مرینا کے بھی دماغ میں جاسکتی ہوں۔"

"میری بہن! تو کمال کررہی ہے۔ اب دیر نہ کر' پارس کے متعلق معلوم کر۔"

میری سوچ نے اسے بتایا کہ وہ ازبکستان میں ہے' لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ کس شہر میں ہے۔ شی تارا نے میری سوچ میں کہا "مجھے پارس کے متعلق لیلیٰ سے پوچھنا چاہیے۔"

میں نے اس تحریک پر لیلیٰ سے پوچھا' "ہمارا بیٹا سرمو میں باربرا اور جیری کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ آپ کے زخمی ہونے کی اطلاع پانے کے بعد یہاں آرہا ہے۔"

یہ سن کر شی تارا کی معلومات میں یہ اضافہ ہوا کہ باربرا اور جیری سمرقند میں ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ باربرا کا آپریشن ہوا ہے اور جیری کہیں روپوش ہے۔ وہ بن بھائی تقریباً دو گھنٹے میں تاشقند پہنچ گئے۔ شی تارا نے سفر کے دوران میرے اندر رہ کر معلوم کیا کہ سونیا بابا صاحب کے ادارے میں ہے اور ماں بننے والی ہے۔

رسونتی کے متعلق معلوم ہوا' وہ بھی ازبکستان آنے والی تھی۔ شاید آچکی ہے۔ وہ ایک طویل عرصہ تک گوشۂ گمنامی میں رہی تھی اور جناب علی اسد اللہ تمیزی کے سائے میں روحانیت سے بھرپور زندگی گزارتی رہی تھی۔ رسونتی کے متعلق یہ قیاس آرائی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی کے علاوہ روحانی علوم سے بھی مالا مال ہوچکی ہے۔

علی کے متعلق پتا چلا کہ وہ اسرائیل میں ایک گولڈن برین یہودی بن کر تمام گولڈن برینز کو دھوکا دے رہا ہے اور ایک گولڈن برین کا داماد بھی رہ چکا ہے۔

میری دماغی کمزوری کے باعث میرے خاندان کے ہر فرد کا بھید کھلتا جارہا تھا۔ شی تارا نے میری سوچ کے ذریعے معلوم کیا کہ سلوانہ عرف سپر بادام دراصل ہماری سونیا ٹائی ہے۔

یہ بہت برا ہو رہا تھا۔ ہمارے ایسے راز عیاں ہو رہے تھے جن کے انکشاف سے میرے بچوں کو جانی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم ہو رہا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے دماغوں میں کن کوآرڈز کے ذریعے آتے ہیں۔

انہوں نے تاشقند پہنچنے کے بعد ایک ویگن کار کرائے پر حاصل کی۔ سرنا نے کہا "ہم اس علاقے میں جائیں گے جہاں میرا آتما مرینا کو دیکھ چکی ہے۔"

"یہ بہت بڑا شہر ہے' تم اس علاقے کو کیسے ڈھونڈو گے۔ اس جگہ کا نام تمہیں معلوم ہے؟"

"ہاں' اس کی رہائش گاہ کے باہر تھوڑے فاصلے پر ایک شاہراہ ہے۔ اس شاہراہ کے ایک چوراہے پر بابر چوک لکھا ہوا ہے۔"

وہ بابر چوک کا پتا پوچھتے ہوئے اس رہائش گاہ تک پہنچ گئے شی تارا نے کہا "وہ یہاں سے جاچکی ہے۔"

"تجھے کیسے معلوم ہوا؟"

"میں ابھی بتا چکی ہوں کہ فرہاد کا لہجہ اختیار کرکے مرینا کے دماغ میں جانے لگی ہوں۔ وہ اس وقت پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لے کر ائرپورٹ کی طرف جانے والی ہے۔ سلمان نے اسے وارننگ دی ہے کہ وہ ازبکستان چھوڑ کر نہ گئی تو دنیا چھوڑ کر جانا ہوگا۔"

وہ دونوں سفارت خانے کا پتا پوچھتے ہوئے اس عمارت کے پاس آئے۔ مرینا دور ایک فٹ پاتھ پر کھڑی ہوئی کسی ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھی۔ شی تارا نے گاڑی سے اتر کر کہا "میں کچھ ضروری شاپنگ کرکے سیدھی اپنے طیارے کے پاس آؤں گی۔ تم مرینا کو ٹریپ کرکے ادھر لے جانا۔"

وہ گاڑی آگے بڑھا کر مرینا کے پاس جاکر رک گیا۔

یہ ذکر ہوچکا ہے کہ ایک اجنبی نے کس طرح مرینا کو اپنی گاڑی میں لفٹ دی تھی اور پھر دوست بن کر اسے یقین دلایا تھا کہ فرہاد اور اس کے دوسرے ساتھی نہ اسے ازبکستان سے بھاگا سکیں گے اور نہ ہی اسے کوئی نقصان پہنچا سکیں گے۔

مرینا گاڑی کی پچھلی سیٹ پر جاکر لیٹ گئی تھی۔ وہ آتما شکتی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میری توانائی بحال ہونے تک کس طرح میری حفاظت کی جارہی ہے اور پارس اس شہر میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔

ادھر شی تارا ایک ریستوران میں جاکر بیٹھ گئی تھی اور کافی کا آرڈر دے کر سوچ رہی تھی کہ پارس کا سراغ کیسے لگائے اور کیسے اسے ٹریپ کرکے قتل کرے۔ فی الحال میں ہی ایک ذریعہ تھا۔ وہ میرے دماغ میں آکر پھر کچھ معلوم کرنا چاہتی تھی لیکن خیال خوانی نہ کرسکی۔ ایک شخص اس کے سامنے میز کے دوسری طرف آکر بیٹھ گیا تھا۔ وہ ناگواری سے دیکھ کر بولی "کیا بات ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا "لاجواب حسن ہے۔ تمہارے چہرے کے نقوش ایسے جاذبِ نظر ہیں کہ نظریں یہاں سے ہٹنا نہیں چاہتیں۔"

دو افراد اس اجنبی کے پیچھے آکر کھڑے ہوگئے۔ شی تارا نے پوچھا "کیا یہ بھی میرے دیوانے ہیں؟"

"دیوانہ صرف میں ہوں۔ ان میں سے ایک میرا دایاں اور دوسرا بایاں بازو ہے۔"

وہ بولی "ذرا اٹھ کر اپنے دائیں ہاتھ سے دائیں بچھو کو اور بائیں ہاتھ سے بائیں بچھو کو مارو۔"

یہ کہتے ہی اس نے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ اچانک ہی اٹھ کر اپنے دونوں بچھوؤں کی پٹائی کرنے لگا۔ وہ بوکھلا کر پوچھ رہے تھے "یہ کیا کر رہے ہو؟ ایک حسینہ کے کہنے سے ہماری انسلٹ کر رہے ہو۔ ہم کہتے ہیں ہاتھ روک لو۔ دیکھو' آخری بار سمجھاتے ہیں ہاتھ روک لو۔"

اس کا دماغ اور دونوں ہاتھ قابو میں نہیں تھے اس لیے نہیں رک رہے تھے۔ تب اس کے دونوں ساتھی غصے میں اس پر پل پڑے۔ ریستوران میں اچھا خاصا ہنگامہ ہوگیا۔ پولیس کے آنے تک وہ عاشق اپنے ساتھیوں سے اچھی طرح مار کھا کر زخمی ہوگیا تھا۔

ایک نوجوان نے پولیس افسر سے کہا "یہ غنڈے بدمعاش ہیں۔ یہ بے چاری آنٹی یہاں اکیلی بیٹھی ہوئی تھیں' یہ لوگ اسے چھیڑ رہے تھے۔"

شی تارا نے نوجوان کو گھور کر دیکھا۔ وہ ابھی بیس برس کی تھی اور وہ بے وقوف سا نوجوان اسے آنٹی کہہ رہا تھا۔ پولیس افسر نے بھی اسے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا "مسز! تمہاری بینائی درست ہے؟ اس کمسن لڑکی کو آنٹی کہہ رہے ہو؟"

نوجوان نے آنکھیں پھاڑ کر شی تارا کو دیکھا۔ پھر جیب سے عینک نکال کر اپنی آنکھوں پر چڑھائی۔ پھر ندامت سے کہا "اوہ سوری' مجھے افسوس ہے کہ تم جوان ہو۔"

شی تارا نے پوچھا "کیا تجھے میرے جوان ہونے پر افسوس ہے!"

"نہیں' شاید میں غلط کہہ گیا۔ مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ تم میک اپ کے بغیر آنٹی دکھائی دیتی ہو۔ اکثر عورتیں میک اپ کے بغیر بھی آنٹی دکھائی دیتی ہیں۔ کیا تم نے میک اپ کیا ہے؟"

"تو کھڑا ہوا ہے میں بیٹھی ہوئی ہوں۔ تجھے دیکھنے سے گردن دکھ رہی ہے' بیٹھ جا۔"

وہ بیٹھا۔ مگر ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "مار ڈالوں گا' شیطان کے بچے تجھے مار ڈالوں گا۔"

شی تارا نے اس کے خیالات پڑھنے کی کوشش کی تھی اور وہ سانس روک کر اچھل پڑا تھا۔ کسی شیطان کے بچے کو غصہ دکھا رہا تھا' وہ بولی "یہ تجھے کیا ہوگیا ہے۔ یہ شیطان کسے کہہ رہا ہے؟"

وہ بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "اب سے پہلے دو بار ایسا ہوچکا ہے۔ وہ میرے اندر کچھ بولنا چاہتا ہے۔ میں سانس روک لیتا ہوں تو وہ ایسے چپ ہوجاتا ہے جیسے بھاگ گیا ہو۔"

"وہ کون ہے؟"

"مجھے کیا معلوم۔ اس نے پہلی بار کہا تھا' سانس مت روکو کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ مگر میں نے سانس روک لی۔"

"تجھے اس کی بات سننا چاہیے تھا۔"

"میں بھی یہی سوچتا ہوں کہ اب آئے گا تو اس کی بات سنوں گا مگر نہ جانے کیوں بے اختیار سانس رک جاتی ہے۔"

"تو کوشش کرے گا تو سانس لیتا رہے گا اور اس کی باتیں سنتا رہے گا۔"

"ہاں' میں چاہوں تو ایسا کرسکتا ہوں۔ مگر سوچتا ہوں وہ کوئی شیطان ہے۔ اس لیے اس کے آتے ہی سانس رکنے لگتی ہے۔ اگر وہ میرے اندر زیادہ دیر بولے گا تو میری سانس ہمیشہ کے لیے رک جائے گی۔"

"تو نہیں مرے گا۔ اسے آنے دے۔"

"اچھی بات ہے' وہ آئے گا تو آنے دوں گا۔"

ویٹر کافی لے کر گیا۔ وہ بولی "ان صاحب کے لیے بھی کافی لاؤ۔"

وہ بولا "نہیں' میں کافی نہیں پیتا۔"

"پھر کیا پیئے گا؟"

"میں تو دودھ پیتا ہوں۔"

"یہ تو تجھے دیکھ کر ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ تو دودھ پیتا بچہ ہے۔"

اس نے ویٹر کو دودھ لانے کو کہا پھر اس کے جاتے ہی اجنبی جوان کے دماغ میں آگئی۔ نوجوان نے اسے ہاتھ کا اشارہ کیا پھر سرگوشی میں کہا "اے لڑکی! وہ میرے اندر آیا ہے۔ آنے دوں؟"

وہ خود اس کے اندر تھی۔ باہر سے مسکرا کر بولی "اسے آنے دے۔ اس سے باتیں کر۔ پہلے خاموش رہنا اور انتظار کرنا کہ وہ کیا کہتا ہے۔"

شی تارا نے اسے خاموش رہنے اور انتظار کرنے کے لیے کہا تاکہ وہ اتنی دیر میں اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کی اصلیت معلوم کر سکے۔

وہ بھلا کیا معلوم کرتی۔ بہت عرصے پہلے پارس جب بابا صاحب کے ادارے میں تھا تب جناب علی اسد اللہ تبریزی نے روحانی عمل سے اس کے دماغ میں بندش کی تھی جس کے نتیجے میں کوئی اس کے دماغ کی تہ تک نہ پہنچ سکتا تھا اور نہ ہی چور خیالات پڑھ سکتا تھا۔

ابھی آدھا گھنٹا پہلے وہ ریستوران کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اسی ریستوران والی عمارت میں سفارت خانہ تھا جہاں مرینا اپنے پاسپورٹ وغیرہ کے لیے گئی تھی۔ سلمان نے اس سے کہا تھا "بیٹے! میں تھوڑی دیر کے لیے ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ میری واپسی تک مرینا کی نگرانی کرو۔ وہ پاسپورٹ حاصل کرنے کے بعد اس ملک سے باہر نہ جائے تو اسے جانے پر مجبور کرو۔"

پارس اس عمارت کے سامنے اپنی کار میں تھا اور دیکھنا چاہتا تھا کہ مرینا اس عمارت سے نکل کر ائرپورٹ جاتی ہے یا نہیں؟

وہ عمارت سے باہر آکر ٹیکسی کے انتظار میں فٹ پاتھ پر کھڑی ہو گئی تھی۔ تب پارس نے دیکھا۔ اس سے تھوڑی دور ایک دیگن کار رکی تھی اور اس میں سے ایک نہایت ہی حسین دوشیزہ باہر آئی تھی۔ اس نے بہت ہی دلکش انداز میں ساڑی پہنی ہوئی تھی۔ اپنے پہناوے سے ہندوستانی لگتی تھی۔ پارس صرف دیکھنے کی حد تک دلچسپی لیتا لیکن دلچسپی اس لیے بڑھ گئی کہ وہ دیگن کار وہاں سے آگے بڑھ کر مرینا کے سامنے رک گئی تھی اور وہ اس میں بیٹھ کر جا رہی تھی۔

یہ یقین کی حد تک اندازہ ہوا کہ اس گاڑی والے سے اور اس حسین دوشیزہ سے مرینا کا کوئی تعلق ہے یا کسی مقصد سے تعلق پیدا کیا جا رہا ہے۔ مرینا کسی کے ساتھ جا چکی تھی۔ اسے تھوڑی دیر بعد سلمان قابو میں کر سکتا تھا۔ پارس دوشیزہ کے پیچھے پڑ گیا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ اسے اور اس گاڑی والے کو مرینا سے کیا دلچسپی ہے۔

پھر ریستوران میں جھگڑا ہوا تو وہ ایک احمق نوجوان بن کر شی تارا کے سامنے آگیا۔ اب وہ اس کے خیالات پڑھ رہی تھی اور وہ اپنی سوچ میں کہہ رہا تھا۔ میرا نام پرتھوی راج ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں پرتھوی راج اور سنجوگتا کی محبت کی داستان درج ہے۔ میں بھی سوچتا تھا کہ میں پرتھوی راج ہوں اور کسی سندر سنجوگتا سے محبت کر کے شادی کروں گا اور اپنے بچوں کے نام پرتھوی راج اور سنجوگتا رکھتا رہوں گا۔ یہ نسل اتنی آگے بڑھے گی کہ ہندوستان کے ہر گھر میں پرتھوی راج اور سنجوگتا نظر آتے رہیں گے۔ کیا میں اس لڑکی سے پوچھوں کہ یہ میرے بچوں کی ماں بنے گی یا نہیں؟"

شی تارا کو شرم آئی۔ غصہ بھی آیا۔ وہ برداشت کرتے ہوئے بولی "تم کون ہو؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟ تاشقند میں کیا کر رہے ہو؟"

وہ چونک کر میز پر اس کے قریب جھکتے ہوئے بولا "اے' تمہیں پتا ہے وہ جو میرے اندر آکر بولتا تھا۔ وہ آج عورت کی آواز میں بول رہا ہے۔"

"بولنے دو۔ وہ جو پوچھ رہا ہے یا پوچھ رہی ہے' اس کا جواب دے دو۔"

"کچھ سمجھے بغیر کیسے جواب دوں؟ پہلے معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی آواز کیسے بدل گئی ہے' اور اگر بدل گئی ہے تو کیا جنس بھی بدل گئی ہے۔ پتا نہیں وہ مرد سے عورت بننے کے بعد کیسا لگتا ہو گا..... یا لگتی ہو گی؟"

وہ چڑ کر بولی "تو احمقوں سے بھی زیادہ احمق ہے۔ وہ جیسا بھی لگتا ہو گا یا لگتی ہو گی' تجھے اس سے کیا لینا ہے۔ وہ تیرا کوئی رشتے دار نہیں ہے۔"

"جب وہ میرا یا میری کوئی نہیں ہے تو میں اس کے سوالوں کے جواب کیوں دوں۔"

وہ تھک کر بولی "چلو میں پوچھتی ہوں' کہاں سے آیا ہے؟"

"ماں کے پیٹ سے۔"

"میں یہ گرم کافی تیرے منہ پر پھینک دوں گی۔ سیدھی طرح جواب دے۔"

"کیا یہ سیدھا سا جواب نہیں ہے۔ کیا ہم ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے ہیں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "ٹھیک ہے' یہ جواب بالکل صحیح دے کہ کہاں پیدا ہوا تھا؟ مقام پیدائش کہاں ہے؟"

"میٹرنٹی ہوم۔"

وہ غصے سے چیخ کر کھڑی ہو گئی۔ ریستوران میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کچھ کمزور دل والے تھے۔ وہ بھی گھبرا کر کھڑے

ہو گئے۔ تھوڑی دیر پہلے جھگڑا ہوا تھا۔ لوگوں نے سمجھا پھر کچھ ہوا ہے۔ منیجر دوڑا ہوا آیا' پریشان ہو کر بولا "مس مس! اب کیا ہو گیا؟"

وہ غصہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ پارس کو کرید کر اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اب پچھتا رہی تھی کہ کیوں چیخ پڑی؟ غصہ برداشت کر لیتی تو یوں تماشا نہ بنتی۔

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "کچھ نہیں' وہ بات یہ ہے کہ میں اپنے ساتھی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا پاؤں اچانک میرے پاؤں پر آگیا۔ میں کچھ چوانچہ آیا ہے۔ میں چوہے سے بہت ڈرتی ہوں اس لیے چیخ پڑی۔"

منیجر نے ریستوران میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا "میں معذرت چاہتا ہوں۔ آپ لوگوں نے مس کی باتیں سن لیں۔ دنیا کی ننانوے فیصد خواتین چوہے سے ڈرتی ہیں۔ آپ حضرات ایزی ہو کر بیٹھ جائیں۔"

وہ بھی پارس کے سامنے بیٹھ گئی۔ اسے گھور کر دیکھنے لگی' سوچنے لگی "اس کی اصلیت کیسے معلوم کروں کہ یہ حماقت نہ کرے' مجھے غصہ نہ آئے اور میں نارمل رہ کر سب کچھ معلوم کر لوں۔"

وہ بولا "مجھے تم سے مل کر بہت دکھ ہو رہا ہے۔ تم بہت جھوٹی ہو۔ میرا پاؤں تمہارے پاؤں کے اوپر نہیں آیا تھا۔ تم چوہے سے نہیں ڈرتی ہو۔ بھگوان جھوٹ بولنے والوں کو نرک میں پہنچاتا ہے۔"

"اے! تو مجھے نصیحت نہ کرنا اور نہ ہی غصہ دلانا۔ مجھ سے سچی اور سیدھی بات نہیں کرے گا تو میں یہ پیالی تیرے سر پر توڑ دوں گی۔"

"تم کیسی لڑکی ہو؟ خود جھوٹ بولتی ہو اور میرے سچ پر چیخ پڑتی ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ سچ کیسے بولوں اور جھوٹ بولنا مجھے آتا نہیں ہے۔"

"میں تجھ سے سچ سننا چاہتی ہوں۔ کوئی تیرے دماغ میں کیوں آتا ہے؟"

اسی وقت سلمان آگیا۔ پارس نے چپکے سے کہا "انکل! میرے سامنے ایک خیال خوانی کرنے والی بیٹھی ہے۔ یہ جیسے ہی میرے دماغ میں آئے آپ دو چار فقرے ادا کر کے چلے جائیں۔"

"بیٹے! میں یہ کہنے آیا ہوں کہ مرینا ہمارے ہاتھوں سے نکلنے کی کوشش کر رہی ہے۔ آتما شکتی کے ذریعے تم باپ بیٹے کو نقصان پہنچانے کی ضرور کوشش کرے گی۔"

"ٹھیک ہے' میں چوکنا سمجھ گیا ہوں۔ مرینا اس لڑکی کے ایک ساتھی کے ساتھ گئی ہے۔ میں اسے باتوں میں الجھا رہا ہوں آپ اس کے پیچھے ہمارے دو ایک جاسوس لگا دیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے چونک کر خلا میں دیکھا۔ پھر آہستگی سے کہا "اے لڑکی! وہ پھر میرے اندر آیا ہے۔ مرد کی آواز میں بول رہا ہے۔ تم بھی آجاؤ۔"

وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر دماغ میں آگئی۔ اس خیال خوانی کرنے والے اجنبی کو سننا اور سمجھنا چاہتی تھی کہ وہ کون ہے؟ اس عجلت میں یہ بھول گئی کہ اس کی خیال خوانی کی صلاحیت ظاہر ہو رہی ہے۔

سلمان نے اتنی دیر میں پارس کا عارضی نام معلوم کر لیا تھا۔ اس نے کہا "اے پرتھوی راج! کیوں اس لڑکی پر مرتا ہے۔ یہ تیری سنجوگتا نہیں بنے گی۔ تو احمق ہے مگر فولاد ہے۔ دشمنوں کی ہڈیاں توڑ دیتا ہے اس لیے میں تجھ سے کام لینا چاہتا ہوں۔ اس کام کے بدلے تجھے بہت دولت مند بنا دوں گا۔ میں ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔ جب آؤں گا تو سانس نہ روکنا۔"

سلمان خاموش ہو گیا۔ پارس خلا میں یوں تکتا رہا جیسے دماغ میں اس کے بولنے کا انتظار کر رہا ہو۔ شی تارا بھی اس کے دماغ سے نکل کر اس کی آنکھوں کے سامنے انگلیاں نچاتے ہوئے بولی۔ "خلا میں کیا تک رہا ہے۔ وہ تیرے اندر سے جا چکا ہے۔"

پارس نے پوچھا "تم نے پوری طرح یقین کر لیا ہے کہ وہ جا چکا ہے؟"

"ہاں' جب وہ کہہ چکا ہے کہ ایک گھنٹے بعد آئے گا تو پھر وہ جا چکا ہے۔"

"یعنی تم بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

وہ چپ رہی۔ تھوڑی دیر اسے گھورتی رہی پھر بولی "ہاں جانتی ہوں' تو نے اس سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ وہ تجھ سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟"

"جب مجھے اس کا کوئی کام کرنا ہی نہیں ہے تو کیوں پوچھوں؟"

"کیا تو سچ مچ اتنا طاقتور ہے کہ ہڈیاں توڑ دیتا ہے؟"

"کیا تم نے ایسے شہ زور نہیں دیکھے ہیں؟"

وہ بڑے فخر سے بولی "میرا بھائی اتنا شہ زور ہے کہ جس کلائی کو پکڑ لیتا ہے اسے توڑ کر ہی چھوڑتا ہے۔"

"بھائی کا نام کیا ہے؟"

"پے پے....." وہ نام بتاتے بتاتے رک گئی پھر گھور کر بولی "خبردار! مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پارس نے پوچھا "کیا جا رہی ہو؟"

"نہیں ابھی واش روم سے آتی ہوں۔"

وہ جانے لگی۔ سوچنے لگی "اس نوجوان پر تھوی راج کو دماغی کمزوری میں مبتلا کیے بغیر سہولت سے چور خیالات نہیں پڑھ سکوں گی۔ پھر یہ کہ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر یہ بھی معلوم کرتی رہوں گی کہ اس کے اندر کون اجنبی آتا ہے اور اس سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟"

وہ کچن میں آکر وہاں کے انچارج سے بولی "میں نے بہت دیر پہلے اپنے ساتھی کے لیے دودھ کا آرڈر دیا تھا۔ یہاں کی سروس اتنی بوگس کیوں ہے؟"

"سوری مس، میں ابھی بھیجتا ہوں۔"

وہ واپس کچن کے باہر آئی اور انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر میں ایک ویٹر ایک ٹرے پر دودھ اور چینی وغیرہ لے کر کچن سے نکلا۔ شی تارا نے اسے روک کر پوچھا "مجھے پہچانتے ہو؟"

"یس مس! یہ دودھ آپ کی میز پر لے جا رہا ہوں۔"

اس نے ویٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اپنے پرس میں سے ایک ننھی سی شیشی نکالی پھر اس میں سے چند قطرے دودھ کے پیالے میں ٹپکا دیے۔ اس کے بعد شیشی کو پرس میں رکھتے ہوئے ویٹر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے سر کو ذرا جھٹک کر سوچا "ابھی مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

وہ بولی "کیا تم نشہ کرتے ہو؟ ابھی مجھ سے بولتے بولتے کہاں گم ہو گئے تھے؟"

"پتا نہیں وہ مجھے 'وہ.....'"

وہ بات کاٹ کر بولی "اچھا اچھا، نشہ کر دیا جہنم میں جاؤ، پہلے یہ دودھ میز پر لے جاؤ۔"

ویٹر آگے بڑھ گیا۔ وہ پیچھے پیچھے اطمینان سے چلتی ہوئی آئی۔ ویٹر دودھ اور چینی رکھ کر چلا گیا۔ وہ اپنی کرسی پر بیٹھ کر بولی "پیارے دودھ پیتے بچے! تیری خوراک آ گئی ہے اسے پی لے۔"

وہ دودھ میں چینی ملاتے ہوئے بولا "ایک کپ تم بھی پی لو۔"

"میرے دودھ کے دانت ٹوٹ چکے ہیں۔ میں گوشت کھاتی ہوں اور دشمنوں کی ہڈیاں چباتی ہوں۔ یہ دودھ تجھے مبارک ہو۔"

اس نے پیالہ اٹھا کر ایک گھونٹ پیا۔ وہ دوا اتنی تیز اور زود اثر تھی کہ دو گھونٹ میں اعصاب کو کمزور کر دیتی، لیکن پارس نے چار گھونٹ پی لیے۔ شی تارا غزالی آنکھوں سے اسے ٹٹول رہی تھی۔

وہ پیالے کو میز پر رکھتے ہوئے بولا "دودھ کا مزہ کچھ نیا نیا سا ہے۔"

وہ بولی "تیری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں طبیعت کو کیا ہو گا۔ دودھ پینے سے تو جان بنتی ہے۔"

"تو پھر جان بنا اور پیتا جا۔"

وہ پیالہ اٹھا کر پینے لگا۔ شی تارا پریشان ہو گئی۔ اس نے سوچا تھا کہ شکار دو چار گھونٹ پی کر دودھ چھوڑ دے گا، لیکن وہ پیتا جا رہا تھا۔ کسی کمزوری کا اظہار نہیں کر رہا تھا۔ اور وہ پورا پیالہ اس کی جان بھی لے سکتا تھا۔

اس نے آزمائش کے طور پر اس کے دماغ میں آنا چاہا۔ اسے دودھ پیتے پیتے ٹھکا لگا۔ منہ میں بھرا ہوا دودھ شی تارا کے چہرے پر پچکاری کی طرح آ کر پھیل گیا۔ وہ کھانستے ہوئے بولا "تم میری دشمن ہو۔ تم نے یہ بھی نہیں سوچا کہ پیتے وقت دماغ میں آ دگی اور میں بے اختیار سانس روکوں گا تو مجھے ٹھکا لگے گا۔"

اس نے حسین کھمبے پر دودھ کی کلی کی تھی۔ شی تارا کو بہت غصہ آیا تھا، لیکن وہ ساڑی کے آنچل سے چہرہ صاف کرتے ہوئے سوچ رہی تھی "واقعی میری غلطی ہے۔ جب یہ پیالہ منہ سے ہٹا لیتا تب مجھے اس کے اندر جانا چاہیے تھا، لیکن یہ کتنی حیرانی کی بات ہے۔ کئی بار کی زود اثر آزمودہ دوا اس پر اثر نہیں کر رہی ہے۔ یہ بالکل نارمل ہے۔"

وہ پیالہ خالی کر کے کھڑا ہو گیا۔ شی تارا نے پوچھا "کیا ہوا؟ کیا تیری طبیعت خراب ہو رہی ہے؟"

وہ حیرانی سے بولا "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ تم میری طبیعت کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر اسے دیکھتے ہوئے بولی "ہاں ٹھیک ہے، تجھے ٹھیک ہی رہنا چاہیے۔ مگر کھڑا کیوں ہے؟ کہاں جا رہا ہے؟"

"دودھ دینے جا رہا ہوں۔"

"دودھ دینے؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے ٹائلٹ جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ وہ اسے دیکھتی رہی جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی "میں نے دنیا گھوم لی۔ مگر ایسا سر کھمانے والا آدمی پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔ آخر میں کیسے معلوم کروں کہ یہ آخر کیا بلا ہے؟"

اس نے اُدھر دیکھا جدھر وہ گیا تھا۔ پھر سوچنے لگی "یہ احمق ہے، مگر کام کا آدمی ہے۔ تب ہی کوئی اس کے دماغ میں آ کر اسے دولت کا لالچ دے رہا ہے۔ یہ میرے بھائی جیسا قد آور پہاڑ ہے اس میں کچھ اور بھی غیر معمولی خوبیاں ہیں۔ یہ بھی غیر معمولی اور ناقابلِ یقین بات ہے کہ میری دوا اس پر بے اثر رہی۔"

ادھر سلمان نے پارس کے پاس آ کر کہا "مرینا ہمارے ہاتھ سے تقریباً نکل چکی ہے۔ وہ چالیس منٹ سانس روک سکتی ہے لیکن ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔ میں کئی بار اس کے دماغ میں جانے کی ناکام کوششیں کر چکا ہوں۔ تمہارے پاپا نے کہا ہے کسی بھی اجنبی سے دور رہو۔ یہ لڑکی جو ریستوران میں ہے اسی کا کوئی ساتھی مرینا کو کسی طرح تقویت پہنچا رہا ہے... اس لڑکی سے دور رہ کر اس کی نگرانی کرو۔ دیکھو یہ کہاں جاتی ہے۔ ہمیں یقین ہے یہ جہاں جائے گی، وہاں تمہیں مرینا نظر آئے گی۔"

پارس ریستوران کے پچھلے دروازے سے نکل کر دور کھڑی ہوئی اپنی کار میں جا کر بیٹھ گیا۔ وہاں سے ریستوران کا دروازہ دکھائی دیتا تھا۔ شی تارا اندر بیٹھی بور ہو رہی تھی۔ پھر اس نے ایک ویٹر کو بلا کر کہا "میرا ساتھی بڑی دیر سے ٹائلٹ گیا ہوا ہے۔ ذرا جا کر دیکھو اور اسے بلا لاؤ۔"

ویٹر وہاں سے گیا۔ وہ ویٹر کے دماغ میں رہ کر خود ہی ٹائلٹ میں پہنچی۔ اسے کہیں پر تھوی راج نظر نہیں آیا۔ اس نے ویٹر کو ریستوران کے دوسرے حصوں میں گھما پھرا کر اسے تلاش کیا مگر تلاش ناکام رہی۔ وہ کافی اور دودھ کا بل ادا کر کے باہر آئی پھر فٹ

پاتھ پر پہنچ کر ٹیکسی کا انتظار کرنے لگی۔ اس نے ایک بار دور کھڑی ہوئی پارس کی کار کو بھی دیکھا۔ کار کے شیشے ڈارک تھے۔ اس لیے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا پارس نظر نہیں آیا۔

پھر وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جانے لگی۔ بھائی سرنا سے کہہ چکی تھی کہ شاپنگ کر کے جلد ہی آئے گی، لیکن شاپنگ بھی نہ کر سکی۔ تھوی راج نے اسے الجھا دیا تھا۔ وہ اسے شہر میں ضرور تلاش کرتی لیکن وقت نہیں تھا۔ وہ ائرپورٹ کے اس حصے میں پہنچ گئی جہاں سے چارٹرڈ طیارے پرواز کرتے تھے۔

بے پے سرنا نے اسے دیکھتے ہی پوچھا "بھائی کی جان! تُو کہاں رہ گئی تھی اور تھوڑی دیر نہ آتی تو میری آتما تیری تلاش میں نکل پڑتی۔"

"بھائی سرنا! آج میں نے ایک عجیب و غریب نوجوان سے ملاقات کی ہے۔ وہ اچانک ہی کہیں چلا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی نے اسے اغوا کیا ہو۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس سے کوئی کام لینا چاہتا تھا۔"

"تُو کن چکروں میں پڑ گئی تھی؟ کیا اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تیرے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا ہو گا؟"

"نہیں، میں نے اس جوان کے دماغ میں گھس کر باتیں سنی تھیں۔ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے ایک عام سی لڑکی سمجھ رہا تھا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ پرواز کا وقت ہو چکا ہے۔"

وہ طیارے کی طرف جانے لگے۔ شی تارا نے پوچھا "مرینا کہاں ہے؟ خیریت سے ہے؟"

"طیارے میں اب تک خیریت سے ہے۔ وہ بتا رہی تھی کہ وہ بڑی دیر تک آتما شکتی کے ذریعے فرہاد اور پارس کو دیکھتی رہی ہے لیکن خود خوفزدہ ہے۔ آخر کب تک سانس روکتی رہے گی۔ دشمن کسی وقت بھی اس کے اندر زلزلے پیدا کر سکتے ہیں۔"

"اسے بچائے رکھنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم تنویمی عمل کے ذریعے اس کا برین واش کر کے فرہاد کے تنویمی عمل کو مٹا دیں۔"

بے پے سرنا نے ایک آفیسر کے پاس آ کر روانگی کے کاغذات پر دستخط کیے پھر بہن کے ساتھ طیارے میں آ گیا۔ وہاں مرینا بیٹھی ہوئی تھی۔ سرنا نے اس سے بہن کا تعارف کرایا۔ مرینا اسے دیکھ کر چونک گئی۔ پھر بے پے سرنا سے بولی "تمہاری یہ بہن ابھی میرے دشمن کے ساتھ تھی۔"

سرنا نے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"سچ کہہ رہی ہوں۔ میری آتما پہلے فرہاد کے پاس گئی تھی۔ پھر پارس کے پاس گئی۔ وہ ایک ریستوران میں تمہاری بہن کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔"

بھائی نے پوچھا "کیا تم ریستوران میں تھیں؟"

"ہاں، مگر وہ پارس نہیں پرتھوی راج تھا۔"

مرینا نے کہا "یہ تم یقین سے نہیں کہہ سکتیں۔ میں یقین سے کہتی ہوں کیونکہ اسے اچھی طرح پہچانتی ہوں۔"

"کیا یہ بھی یقین ہے کہ تو نے مجھے پارس کے ساتھ دیکھا ہے؟"

"ہاں، وہ تم ہی تھیں۔ تم نے اس کے دودھ میں دوا ملائی تھی اور اس نے وہ سارا دودھ پی لیا تھا۔"

شی تارا مرینا کے پاس بیٹھ کر بولی "پھر تو تُو درست کہہ رہی ہے۔ اوہ گاڈ! میں اتنی دیر سے اسے احمق سمجھ رہی تھی اور وہ مجھے احمق بناتا رہا تھا۔"

پھر وہ بھائی کا ہاتھ تھام کر بولی "میری جوتش ودیا نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اس قدر مکار اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا دشمن ہے۔ بھائی سرنا! میں مر جاؤں گی مگر مسلمان نہیں بنوں گی، اپنا دھرم نہیں چھوڑوں گی۔"

"میری پیاری بہن! میری آنکھوں کا تارا! موت تجھے نہیں ان باپ بیٹے کو آئے گی۔"

مرینا نے کہا "وہ باپ بیٹے مجھے بھی مسلمان بنانا چاہتے تھے لیکن میں عیسائیت پر قائم رہی۔ کیا پارس تمہیں مسلمان بننے پر مجبور کر رہا ہے۔"

شی تارا نے کہا "پارس سے میری باقاعدہ جان پہچان نہیں ہے۔ یہ تو میں نے جوتش ودیا سے معلوم کیا ہے کہ وہ میری زندگی میں آئے گا تو میں اپنے دھرم سے ہٹ جاؤں گی۔"

سرنا نے پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی تھی۔ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ جب اس کی پرواز ہموار ہو گئی تو سرنا نے کہا "مگر میری بہن کہتی ہے پارس ریستوران سے کہیں چلا گیا تھا۔ تیری آتما نے اسے کہیں جاتے دیکھا ہو گا۔"

"ہاں، وہ ریستوران کے پچھلے دروازے سے نکل کر شاہراہ پر آیا تھا۔ وہاں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ پارس اسی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میری آتما اس کا پیچھا کرنے کے لیے کار کے اندر جانا چاہتی تھی مگر نہ جا سکی۔"

سرنا نے پوچھا "کیوں نہ جا سکی؟ آتما کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ تجھے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔"

"بیشک ہمارے گرو دیو مہالامہ نے ہمیں یہی بتایا تھا لیکن سمرقند کے ایک اسپتال میں میری آتما کے سامنے رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی۔ وہاں باربرا آپریشن کے بعد زیرِ علاج تھی۔ ہم کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے اپنی معمولہ بنانا چاہتے تھے۔ لیکن اچانک اس بیمار لڑکی نے سانس روک کر ہم سب کو دماغ سے نکال دیا۔"

مرینا نے ایک ذرا توقف سے کہا "جب مجھے اس کے دماغ سے نکلنا پڑا تو میں آتما شکتی کے ذریعے اس کے کمرے میں گئی۔ وہاں باربرا کے سرہانے ایک حسین دوشیزہ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے سے نور برس رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی جبکہ آتما کو کوئی

دیکھ نہیں سکتا۔"

شی تارا نے پوچھا "کیا وہ بھی کسی کی آتما تھی؟"

"ہاں' ایسی ہی کوئی چیز تھی۔ انگلی کی اشارے سے مجھے کمرے سے باہر جانے کو کہہ رہی تھی۔ میں بیان نہیں کرسکتی کہ اس کے اس انداز میں کیسا رعب اور دبدبہ تھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے کوئی پراسرار قوت دھکا دے رہی ہے۔ میں آپ ہی آپ اس کمرے کے باہر چلی گئی۔"

سرنا نے کہا "اس کا مطلب ہے ہماری آتماؤں کے سامنے بھی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔"

"ہاں' میں یہی بتانے جارہی تھی کہ میں پارس کی کار کے اندر نہ جاسکی۔ وہی دوشیزہ جو باربرا کے سرہانے نظر آئی تھی' پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی اور مجھے گھور کر اشارے سے دور رہنے کا حکم دے رہی تھی۔ اس بار بھی میں بے اختیار دور چلی گئی۔ پھر اس طیارے میں اپنے جسم کے اندر واپس آگئی۔"

شی تارا نے پریشان ہوکر کہا "بھائی سرنا! یہ پارس تو ہماری توقع سے زیادہ خطرناک اور ناقابلِ شکست ہے۔ کوئی آتما اس کی باڈی گارڈ ہے۔ اب سمجھ میں آرہا ہے کہ اعصابی کمزوری کی دوا نے اس پر اثر کیوں نہیں کیا۔ اس آتما نے دوا کو بے اثر بنایا ہوگا۔"

سرنا نے کہا "نہیں نہیں! یہ بچکانہ بات ہے۔ آتما ایسی کوئی حرکت نہیں کرسکتی۔ وہ نہ سن سکتی ہے نہ اپنی آواز سنا سکتی ہے اور نہ ہی دنیا کی کسی چیز کو چھو سکتی ہے۔ پھر وہ دوا کو کیسے بے اثر بنائے گی۔"

"پھر اس پر اثر کیوں نہیں ہوا؟"

مرینا نے کہا "میں بتاتی ہوں۔ وہ زہریلا ہے۔ اس پر کسی سانپ کا زہر اثر نہیں کرتا ہے۔"

شی تارا نے سہم کر پوچھا "کیا واقعی وہ زہریلا ہے؟"

"ہاں' جس پر زہر اثر نہ کرتا ہو' اس پر تمہاری دوا کیا اثر کرے گی۔"

وہ بولی "بھائی سرنا! تو جانتا ہے میں نے بڑے بڑے شہ زوروں کو مٹی چٹائی ہے' لیکن یہ تو انسان نہیں ناگ ہے۔ مجھے اس سے ہزاروں میل دور لے جا۔"

"تارا! تو میری جان ہے۔ تجھ پر ذرا بھی آنچ نہیں آئے گی۔ یہی تو آزمائش کا وقت ہے کہ تو کتنی دلیر' ہوشیار اور غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہے۔ کیڑوں کوڑوں کو مارا تو کیا مارا۔ دلیری اور چالاکی تو یہ ہے کہ سانپ کو اس کے پھن سے پکڑ کر اس کا سارا زہر نکالو اور اسے ایک بے ضرر کچوے کی طرح رینگ رینگ کر مرنے کے لیے چھوڑ دو۔"

"میں دراصل اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ وہ بہروپیا ہے آئندہ کبھی سامنا ہوگا تو کیسے پہچانوں گی؟"

مرینا نے کہا "میں تمہیں بتاتی ہوں کہ کیسے پہچانو گی' اس کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اس کی آنکھیں سانپ کی طرح کھلی رہتی ہے۔ وہ پلکیں نہیں جھپکتا ہے۔ کبھی کبھی جھپک بھی لیتا ہے۔"

"او مائی گاڈ! اب مجھے یاد آرہا ہے' واقعی اس کی آنکھیں عجیب تھیں۔ میں سوچ رہی تھی کہ اس میں کوئی غیر معمولی بات ہے مگر یہ بات اس وقت سمجھ میں نہیں آئی تھی۔"

"اس کی دوسری پہچان یہ ہے کہ کوئی بھی معمر دوا اس پر اثر نہیں کرتی ہے۔ چونکہ زہریلا ہے اس لیے کئی بوتل شراب اسے پلا دو نشہ نہیں ہوگا۔"

پے پے سرنا نے کہا "مرینا! تو نے اس کی یہ دو بڑی نشانیاں بتا کر ہمارے لیے سہولتیں پیدا کردی ہیں۔ وہ کمبخت میرے لیے بہت بڑا چیلنج بن گیا ہے۔"

شی تارا نے کہا "تیرے لیے وہ خواہ کتنا ہی چیلنج بن جائے لیکن جو تش ودیا کے مطابق وہ میرے ہاتھوں سے مارا جائے گا اور بھائی سرنا! پارس کی تین منحوس تاریخوں میں سے کل ایک منحوس دن ہوگا۔ کل تیرہ تاریخ ہے۔ میں اس کے آس پاس رہوں گی تو اس کی موت بن جاؤں گی۔"

وہ بولا "اسی لیے ہم سمرقند جارہے ہیں۔ ہم کوئی ذریعہ اختیار کرکے اسے سمرقند بلا سکتے ہیں یا پھر تاشقند جاسکتے ہیں۔"

مرینا نے پوچھا "کیا تمہارا علم نجوم کہتا ہے کہ تمہیں پارس کے آس پاس رہنا چاہیے؟"

"ہاں' میں دور رہوں گی تو تین' تیرہ اور تیئس تاریخیں اس کے لیے منحوس نہیں رہیں گی۔"

"لیکن اس کی ایک خطرناک صلاحیت ہے جو ہم سب کے لیے تشویش ناک ہے۔"

"کیا اس کی اور بھی کوئی خطرناک صلاحیت ہے؟"

"ہاں' وہ ایک بار جس کے ساتھ تھوڑا وقت گزار لیتا ہے اس کے بدن کی مہک یاد رکھ لیتا ہے۔ پھر ہزاروں بہروپ میں رہو' وہ بدن کی مہک سے پہچان لیتا ہے۔"

"بے شک تم اس کے ساتھ خاصا وقت گزار کر آئی ہو۔"

"اے بھگوان! یہ تو پکا شیطان ہے۔ جو تش ودیا کہتی ہے کہ اس کے قریب رہوں گی تو تین' تیرہ اور تیئس کی تاریخیں اس کے لیے عذاب جان بن جائیں گی۔ اور اس کی شیطانی خصلت دھمکی دے رہی ہے کہ کسی بھی بھیس میں رہوں گی تو قریب آتے ہی وہ مجھے پہچان لے گا۔"

سرنا نے کہا "واقعی تقدیر کی ہیرا پھیری بہت مشکل سے سمجھ میں آتی ہے۔ اب یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ وہ تین منحوس تاریخیں صرف اس کے لیے ہی نہیں تیرے لیے بھی جان کا عذاب رہیں گی۔"

پھر اپنے باپ سرنا مہاراج کو یاد کرتے ہوئے بولا "پاپو نے اپنی زندگی میں پیش گوئی کی تھی کہ ہمارے راستے فرہاد سے بالکل مختلف ہیں۔ ہمیں ان سے دور رہنا چاہیے ان کی دشمنی مہنگی پڑے گی اور دوستی سے دھرم چھوٹ جائے گا۔"

شی تارا نے کہا "پاپو نے صاف طور سے نہیں بتایا تھا کہ کس طرح دھرم پر بات آئے گی۔ یہ میری ودیا نے بتایا ہے۔ بھائی سرنا! فرہاد کی نگری میں دلدل ہی دلدل ہے۔ ہمیں بہت ذہانت سے' بڑی سنجیدگی سے اور نہایت سکون سے بیٹھ کر ایسے طریقۂ کار اور حکمت عملی کا تعین کرنا ہوگا جس پر عمل کرنے کے دوران کامیابی ہو یا ناکامی' ہر صورت میں ہمیں جسمانی اور دماغی نقصان نہ پہنچے۔ ہماری سلامتی کی ضمانت پہلے ہونی چاہیے۔"

"میری بہنا! دشمنوں کو ہوّا سمجھنے سے وہ حواس پر چھا جاتے ہیں۔ اگر ان کی کمزوریوں کو نظروں میں رکھیں تو کامیابی کا یقین بھی ہوتا ہے اور حوصلہ بھی بڑھتا ہے۔ میری آتما شکتی کے ذریعے فرہاد' پارس' علی تیمور اور سونیا ثانی وغیرہ کی معصومیات ہم سے چھپی نہیں رہتی ہیں۔ ان کے بہت سے اہم راز بھی ہمیں معلوم ہوچکے ہیں۔ ان سے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی ہماری پوزیشن بہت مضبوط ہوچکی ہے۔"

وہ سمرقند پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے دریائے زرفشاں کے کنارے ایک بڑا سا کاٹیج کرائے پر حاصل کیا۔ شی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "بھائی سرنا! پہلے اس مرینا کا برین واش کرنا چاہیے۔ ورنہ دشمن اس کے دماغ میں آکر ہماری یہ رہائش گاہ معلوم کرلیں گے۔"

وہ دونوں مرینا کے ساتھ ایک کمرے میں آئے۔ پے پے سرنا نے کہا "مرینا! یہاں بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں تمہارا برین واش کروں گا۔"

وہ بستر پر بیٹھ گئی۔ سرنا نے کہا "ٹھہرجا! لیٹنے سے پہلے اعصابی کمزوری کی دوا پی لے۔ ابھی تارا لے کر آرہی ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "جب میں برین واشنگ کے لیے راضی ہوں تو مجھے کمزور کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"تو کمزور رہے گی تو ہمارے عمل کے دوران کسی طرح کا اعتراض یا مزاحمت نہیں کرے گی۔"

"یعنی کوئی ایسا عمل کرنا چاہتے ہو جس پر مجھے اعتراض ہوسکتا ہے۔ مجھے ہیشہ کے لیے تابعدار بنانا چاہتے ہو؟"

"فضول بحث میں وقت ضائع نہ کر۔"

شی تارا ایک گلاس میں شربت لے آئی۔ مرینا بستر سے اٹھ کر بولی "نہیں' یہ میں نہیں پیوں گی۔"

پے پے سرنا نے ایک طمانچہ رسید کیا۔ وہ ایسا فولادی ہاتھ تھا کہ ہلکے سے طمانچے سے سر چکرا گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔ وہ بستر پر گر پڑی۔ سرنا نے اس پر جھک کر صرف دو انگلیوں سے اس کے جبڑوں کو دبایا۔ ایسی سخت انگلیاں تھیں کہ منہ کھل گیا۔ شی تارا کھلے ہوئے منہ میں شربت انڈیلنے لگی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی غٹاغٹ پی رہی تھی کیونکہ منہ بند نہیں کرسکتی تھی اور سانس لینے کے لیے اس دوا کو حلق سے نیچے اتار رہا تھا۔

پھر دونوں بہن بھائی نے اسے چھوڑ دیا۔ فولادی طمانچے کی تکلیف ابھی کم نہیں ہوئی تھی کہ کمزوری غالب آنے لگی۔ وہ نقاہت سے کراہتے ہوئے بولی۔

"آہ! میں ایک دلدل سے نکلنے کے لیے دوسری دلدل میں دھنس رہی ہوں۔ اوہ گاڈ! مجھے دشمنوں سے کب نجات ملے گی؟ کیسے نجات ملے گی؟"

نجات کے تمام راستے بند ہوچکے تھے۔ شی تارا نے اس کے اندر پہنچ کر اسے گہری نیند سلا دیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے سب سے پہلے میرے تنویمی عمل کے اثرات کو ختم کیا پھر اسے اپنی اور اپنے بھائی سرنا کی معمولہ اور تابعدار بنایا۔ اس کے بعد اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

جب وہ نیند سے بیدار ہوئی تو ان بہن بھائی کی پوری طرح محکوم اور تابعدار بن چکی تھی۔ شی تارا نے کہا "مرینا! تو نے فرہاد کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کے خاندان کے تمام افراد کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ معلومات مجھے بھی حاصل ہوچکی ہیں۔ اب یہ بتا کہ تو علی تیمور کو کس طرح ٹریپ کرسکتی ہے۔"

مرینا نے کہا "سونیا ثانی بھی علی تیمور کے ساتھ تل ابیب میں ہے۔ ایک کو پھانسنے سے دونوں ہی پھنس جائیں گے۔ میں وہاں کے ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں جاسکتی ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ آؤ گی؟"

وہ مرینا کے اندر آکر اس کے ذریعے ایک اعلیٰ حاکم کے پاس پہنچی۔ یہ انہیں معلوم ہوچکا تھا کہ کارمن ہی دراصل علی ہے۔ لیکن سونیا ثانی کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ شاید آتما شکتی کے ذریعے کچھ معلوم ہوسکتا تھا۔ شی تارا اور مرینا نے ایک سیاسی رسالے میں اسرائیل کے ایک حاکم کی تصویر دیکھی۔ مرینا نے آتما شکتی کے طریقے پر عمل کیا۔ پھر اس کی آتما اس اسرائیلی حاکم کے پاس پہنچ گئی۔ اس طرح شی تارا اس حاکم کے دماغ میں آگئی تھی۔ اس نے حاکم کو علی کی رہائش گاہ کی سمت جانے پر مجبور کیا۔

مرینا اس حاکم کی کار میں علی کی رہائش گاہ تک پہنچی۔ اس کے ذریعے سیکورٹی افسر کو دیکھا اور شی تارا نے اس سیکورٹی افسر کی آواز اس حاکم کے ذریعے سنی۔ پھر اس افسر کو کسی کام کے بہانے علی کے پاس لے گئی۔ یوں مرینا نے کارمن کا یعنی علی کا موجودہ چہرہ دیکھ لیا۔

یہ بیان کرچکا ہوں کہ مرینا نے علی کو اسرائیلی حکام اور گولڈن برنیز کے سامنے کتنے ہتھکنڈوں سے بے نقاب کرنے کی کوشش کی تھی اور ناکام رہی تھی۔ علی اس ملک سے باہر جاچکا تھا اور علی سے پہلے ثانی وہاں سے جاچکی تھی۔ اگر مرینا اور پے پے سرنا ثانی کے

صورت آشنا ہوتے تو آتما شکتی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ جاتے۔ ویسے امید تھی کہ جلد ہی کسی کو آلۂ کار بنا کر ثانی عرف سلوانہ سپرادام تک پہنچ جائیں گی۔

مرینا نے پے بہ پے سرنا سے کہا "میں نے اپنی زندگی میں سب سے بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ فرہاد کو تسخیر کیا تھا اور میری سب سے بڑی ناکامی یہ ہے کہ جسے تسخیر کیا تھا اسی کی معمولہ اور تابعدار بن کر رہتی آئی تھی۔"

سرنا نے کہا "ہمت بڑی کامیابی کے بعد ناکامی برداشت نہیں ہوئی۔"

وہ بولی "میں دشمنوں کو اپنے دماغ سے بھگانے کے لیے تمہاری کنیز بن گئی ہوں۔ مجھے کنیز بننے کا کچھ تو فائدہ پہنچنا چاہیے۔"

"کیا یہ فائدہ کم ہے کہ فرہاد اور اس کے ساتھی تمہارے اندر نہیں آسکیں گے۔ تم ان کے مظالم سے محفوظ رہو گی' ان کے احکامات کی پابند نہیں رہو گی۔"

"میں نے تمہاری تابعداری صرف اپنی حفاظت کے لیے نہیں کی ہے۔ میں فرہاد کو غلام بنانا چاہتی ہوں۔ میں نے اس ناکامی کو کامیابی میں بدلنے کے لیے تمہارے پاس پناہ لی ہے۔"

"تم اس سلسلے میں جو کرنا چاہو گی' ہماری طرف سے پابندی نہیں ہوگی۔ ہمارا بھرپور تعاون رہے گا' لیکن فرہاد اور اس کی ٹیلی کے سامنے میرا اور میری بہن کا نام نہ آئے۔ یہ کبھی نہ معلوم ہو کہ درپردہ ہم دشمنی کررہے ہیں۔"

شی تارا نے کہا "وہ دو دن سے زخمی پڑا ہوا ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی اس کے دماغ میں چوبیس گھنٹے پہرا نہیں دیتے ہوں گے۔ کبھی تو وہ دماغی طور پر تنہا رہتا ہوگا ایسے وقت تم کامیاب ہوسکتی ہو۔"

مرینا نے میرا دھیان کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی "اس کمبخت کی دماغی توانائی بحال ہوگئی ہے' اب وہ کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"مایوس کیوں ہوتی ہو۔ اس پر غالب آنے کا پھر کوئی راستہ نکل آئے گا۔ اسے یہ تو بتادو کہ تم ناکام ہوئی ہو تو وہ بھی تمہارے دماغ میں آنے میں ناکام رہے گا۔"

وہ پھر میرے پاس آئی۔ میں نے پوچھا "کون ہے؟ کوڈورڈز بتاؤ؟"

"میں تمہیں دماغی توانائی کی بحالی پر مبارکباد دینے آئی ہوں۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ صبح سے پہلے نجات حاصل کرلوں گا اور ہرحال میں خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو اذان سنانے جاؤں گا۔"

"میں مانتی ہوں' تم نے جو کہا تھا' وہی پیش آیا۔ تم میرے دماغ میں چوری چھپے آتے ہو۔ کیا اب نہیں آؤ گے؟ آؤ' میں دعوت دے رہی ہوں۔"

"جب میں دماغ میں آئے بغیر تمہارے موجودہ حالات کو سمجھ رہا ہوں تو پھر خیال خوانی کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

"کیا تم جانتے ہو کہ میں کہاں ہوں؟"

"تم پے بہ پے سرنا اور شی تارا کے ساتھ سمرقند میں ہو' بس اب جاؤ۔"

میں نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر بن بھائی کے سامنے حاضر ہو کر بولی "وہ تم دونوں کے نام جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ اس شہر میں ہوں۔"

شی تارا اور پے بہ پے سرنا نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے پوچھا "وہ ہمارے متعلق اور کیا جانتا ہے؟"

"اس نے مزید کچھ پوچھنے کا موقع نہیں دیا۔ سانس روک لی۔"

"تُو پھر جا۔ اس سے معلوم کر' ہمیں تشویش میں مبتلا نہ کر۔"

وہ پھر میرے پاس آئی۔ میں نے سانس روک لی۔ تھوڑی دیر بعد پھر آئی پھر مایوس ہو کر گئی۔ سرنا سے بولی "وہ راستہ روک رہا ہے۔ ویسے بات سمجھ میں آگئی ہے۔ دراصل فرہاد اس طرح حواس پر چھا جاتا ہے کہ ہم عقل سے سوچنا بھول جاتے ہیں۔ پارس نے تاشقند میں شی تارا کا پیچھا کیا ہوگا اور ائرپورٹ تک آیا ہوگا۔ چارٹرڈ طیاروں کے دفتر میں یہ درج ہوتا ہے کہ کتنے افراد پرواز کے لیے جارہے ہیں اور کہاں تک جارہے ہیں۔ پارس نے اس دفتر میں ہم تینوں کے نام پڑھے ہوں گے اور ہماری منزل بھی معلوم کی ہوگی۔"

"ہاں یہی بات ہے۔ پارس اور فرہاد اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے ہیں۔"

سرنا نے کہا "شی تارا! میرے ساتھ شہر چلو۔ مرینا یہاں رہے گی۔ ہم وہاں سے جنگجو قسم کے لوگوں کو اچھے خاصے معاوضے پر لائیں گے۔ تم دونوں ان مسلح ملازموں کے دماغوں کو نٹول کران کی وفاداری کا یقین کرلینا۔"

وہ اسلحے' گاڑیاں' باڈی گارڈز اور دوسری ضروریات کا سامان خریدنے چلے گئے۔ مرینا سے کہہ دیا کہ وہ پارس کی خبر رکھے اور ان سے دماغی رابطہ قائم کرتی رہے۔ جب وہ شہر پہنچ گئے تو مرینا نے سرنا کے دماغ میں آکر کہا "اسپتال دارالشفا میں ٹیلی پیتھی جاننے والی باربرا ہے' وہاں اس کا نام میری ہے۔ اس کا علاج کرنے والے ڈاکٹر کا نام آفندی ہے۔ اگر تم کوشش کرو تو باربرا عرف میری تک پہنچ سکتے ہو۔ اس کا عاشق جیری ضرور وہاں چھپ کر آتا ہوگا۔ اسے اور باربرا کو قابو میں کرلو گے تو ہماری ٹیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوجائے گا۔"

○☆○

جیری کی حالت بہت خراب تھی۔ وہ بالکل تمہارہ گیا تھا۔ اگر کسی دوسرے ملک میں ہوتا تو تنہائی سے نہ گھبراتا لیکن ازبکستان میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔ ابھی اسے لیوڈا کی موت کی خبر نہیں ملی تھی۔ لہٰذا پہلا خطرہ سپراسٹرسے تھا۔ دوسرا مجھ سے اور پارس وغیرہ سے اور تیسرا مرینا سے تھا۔ اس فہرست میں شی تارا کا اضافہ ہوگیا تھا۔ جس سے وہ ابھی بے خبر تھا۔

دانشمندی یہ ہوتی کہ وہ یہ ملک چھوڑ کر چلا جاتا یا کم از کم سمرقند سے نکل جاتا لیکن برا ہو عشقِ خانہ خراب کا جو اسے خراب کررہا تھا۔ وہ باربرا کا دیوانہ تھا۔ اس کے بغیر زندہ نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اس لیے زندگی کو داؤ پر لگا کر دشمنوں کے شہر میں چھپتا پھر رہا تھا۔ کسی ایک جگہ مستقل رہائش نہیں رکھتا تھا۔ جگہ بدلتا رہتا تھا۔ اپنے قریب آنے والوں کو پریشان ہو کر دیکھتا تھا کہ کوئی دشمن کسی بھیس میں نہ آرہا ہو۔

وہ اسپتال جاکر باربرا کو ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا۔ آپریشن کے بعد وہ جب تک دماغی کمزوری میں مبتلا رہی وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس جاتا رہا۔ پھر ایک دن اچانک ہی معجزاتی طور پر باربرا کو توانائی حاصل ہوگئی اور اس نے سانس روک کر دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کے ساتھ اپنے عاشق کو بھی دماغ سے نکال دیا تب سے اس نے کئی بار اسے مخاطب کیا "پلیز باربرا! غصہ تھوک دو مجھے اپنے دماغ میں آنے دیا کرو۔"

لیکن وہ سانس روک لیتی تھی۔ اسے اس بات کا غصہ تھا کہ اس کا آپریشن کیوں کرایا گیا۔ وہ لڑکی بننا نہیں چاہتی تھی اور جیری ایک عرصے سے اس کے پیچھے پڑا ہوا تھا کہ قدرت نے اسے لڑکیوں جیسا حسن دیا ہے لیکن اِدھر کا رکھا ہے نہ اُدھر کا تو اسے اِدھر کا ہوجانا چاہیے۔ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا اور وہ اسے دھتکار دیتی تھی۔

جیری نے جب دیکھا کہ وہ راضی نہیں ہورہی ہے تو اس نے ایک دن اسے دھوکے سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کردیا پھر اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ بنالیا۔ معمولہ بننے کے بعد اسے یاد نہیں رہا کہ جیری نے اس پر عمل کیا ہے۔ ہپناٹزم کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات نقش ہوگئی تھی کہ اسے آپریشن کرانا چاہیے۔ لڑکی بننا چاہیے اور جیری سے شادی کرنا چاہیے۔

اس طرح وہ ایک کامیاب آپریشن کے مرحلے سے گزر گئی۔ ڈاکٹر آفندی کی رپورٹ تھی کہ وہ مکمل لڑکی بن چکی ہے۔ یہ جیری کی بدنصیبی تھی کہ باربرا کے ساتھ کوئی معجزہ ہوگیا اس کی دماغی توانائی بحال ہوگئی اور دماغ سے جیری کا کیا ہوا تنویمی عمل مٹ گیا اسے معلوم ہوگیا کہ جیری نے دھوکے سے اسے معمولہ اور تابعدار بنایا تھا اور اس کے مزاج کے خلاف آپریشن بھی کرا چکا تھا۔

اب وہ گھر کا رہا تھا نہ گھاٹ کا۔ باربرا پاس آنے نہیں دیتی تھی اور وہ دور جانا نہیں چاہتا تھا۔ بھیس بدل کر اسپتال کے چکر لگاتا تھا۔ اسپتال کے اندر جاکر معشوق کو دیکھنے کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ دشمنوں کا اندیشہ تھا۔ کوئی بھی کہیں سے ٹپک کر اسے دبوچ سکتا تھا اور وہ دماغی طور پر کسی کا غلام نہیں بننا چاہتا تھا۔

جب اس نے دیکھا کہ محبوبہ سے وصال کی کوئی صورت نہیں ہے تو اس کے نام ایک محبت بھرا خط لکھا۔ اپنی غلطیوں کی معافی مانگی اور اپنے اطراف پھیلے ہوئے خطرات کا ذکر کیا۔ اسے سمجھایا کہ وہ خطرات کو نظرانداز کرکے اسے ایک نظر دیکھنے آتا ہے۔ اسپتال میں داخل ہوگا تو پھنس جائے گا۔ اس لیے اسپتال کی سخت پتھریلی عمارت کو دیکھ کر چلا جاتا ہے۔ روز یہی ہوتا ہے اور جب تک اس کا دیدار نہیں ہوگا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

جیری نے یہ خط لکھ کر ایک خاتون کے دماغ پر قبضہ جمایا اور اس کے ذریعے یہ محبت نامہ باربرا تک پہنچایا۔ اس نے خط میں لکھ دیا تھا کہ ٹھیک پندرہ منٹ بعد یعنی چار بجے اس کے دماغ میں آئے گا اس امید پر کہ وہ سانس نہیں روکے گی۔

وہ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد گیا۔ وہ خاموش رہی۔ اس نے کہا۔ "میں تمہاری اس مہربانی اور محبت کو نہیں بھولوں گا۔"

"محبت نہیں' صرف مہربانی کہو۔ میں تھوڑی دیر کے لیے مہربان ہوں پھر سانس روک لوں گی۔ جو کہنا ہے جلدی کہہ کر دفع ہوجاؤ۔"

"ایسی سختی دکھا کر میرا دل نہ توڑو۔ میری غلطی کی بڑی سے بڑی سزا دو مگر اپنے سے دور نہ کرو۔"

"سب سے بڑی سزا تو سزائے موت ہوتی ہے۔"

"میں مرجاؤں گا تو تم سے محبت کرنے کے لیے زندگی کہاں سے لاؤں گا؟"

"اگر مجھ سے سچ مچ محبت کرتے ہو تو تمام عمر میرے تابعدار رہ کر محبت کرو۔"

"میں تو پہلے بھی تابعدار تھا آئندہ بھی رہوں گا۔"

"تو پھر کوئی دوا کھا کر دماغی کمزوری میں مبتلا ہوجاؤ۔ میں تمہارے دماغ میں آکر تنویمی عمل کروں گی اور تمہیں پکا تابعدار بنالوں گی۔"

"پلیز باربرا! ایسا نہ کہو۔ میں نے تمہاری محبت سے مجبور ہو کر ایک غلطی کی۔ تم اس غلطی کو مجھ پر نہ دہراؤ۔"

"میں اسی شرط پر محبت کروں گی کہ ہپناٹزم کے ذریعے تم میرے تابعدار بن جاؤ۔ یہ ایسی سزا ہے جسے پانے کے بعد میری محبت بھی پاسکو گے۔"

"میری جان! میری محبت اور دیوانگی کو سمجھو۔ مجھ دیوانے کو اتنی بڑا سزا نہ دو۔"

"اب میں سانس روک رہی ہوں۔ رات کے دس بجے تمہارے دماغ میں آؤں گی۔ مجھے تنویمی عمل کرنے دو گے تو دوستی آگے بڑھے گی۔ ورنہ کبھی میرے پاس نہیں آسکو گے۔ رات دس

مجھے تک سوچنے کا بہت وقت ہے' جاؤ اور فیصلہ کرتے رہو۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ دفاعی طور پر حاضر ہو گیا۔ سر پکڑ کر سوچنے لگا کیا کیا کرے؟ کیا ایک نوآموز لڑکی کا غلام بن جائے؟

کچھ روز پہلے مرینا نے ایک آلۂ کار کے ذریعے جیری سے رابطہ کیا تھا وہ بھی یہی کہہ رہی تھی کہ وہ دشمنوں اور خاص کر فرہاد سے محفوظ رہنا چاہتا ہے تو خونیں عمل کے ذریعے اس کا تابعدار بن جائے۔

اگر وہ لمبوڈا یا سپراسٹر کے پاس جاتا تو وہ بھی اسے اپنا محکوم بناتے۔ میرے متعلق بھی اس کا یہی خیال تھا۔ دشمنوں سے بھری اس دنیا میں ایک باربرا اس کی دوست تھی اب وہ بھی اسے محکوم بنانا چاہتی تھی۔

وہ اسپتال کے سامنے ایک دکان کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اسے کہیں جانا نہیں تھا۔ کہیں بھی جاتا تو محبوبہ کے لئے ہی سوچتا۔ اسی لیے اس کے اسپتال کے سامنے کھڑا دیواروں کو یوں تک رہا تھا جیسے آبشار محبوبہ نظر آرہی ہو۔

ایک گھنٹے بعد شام کے سائے گہرے ہونے لگے۔ وہ اسی طرح پتھر کا بت بنا کھڑا رہا اور سوچتا رہا۔ ایسے وقت مرینا آئی۔ جیری نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی خوش ہو کر پوچھا "کون باربرا! یہ تم ہو؟ تم میرے پاس آئی ہو؟"

مرینا نے فوراً ہی باربرا کا لہجہ اپنا کر کہا "ہاں' میں ہوں۔"

وہ بولا "میرا دل کہتا ہے' تم نے مجھے معاف کر دیا ہے۔"

"ہاں' معاف کر دیا ہے۔ آگے بولو۔"

"میں تمہاری ایک جھلک دیکھنے کو ترس گیا ہوں۔ ایک بار تمہارے سامنے آکر دل چیر کر دکھانا چاہتا ہوں کہ تمہارا کیسا دیوانہ ہوں۔"

"میں بھی تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ اس اسپتال سے گھبرا گئی ہوں' تم انتظار کرو میں باہر آرہی ہوں۔"

"کیا ڈاکٹر تمہیں آنے دے گا؟"

"میں اجازت لے کر نہیں' خیال خوانی کے ذریعے ڈاکٹروں اور نرسوں کو دھوکا دے کر آؤں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولا "اوہ میری جان باربرا! تم میرے لیے بستر سے اٹھ کر آرہی ہو۔ میں خوشی سے پاگل ہو جاؤں گا۔"

"تم انتظار کرو۔ میں کمرے سے نکل رہی ہوں۔"

وہ اسپتال کی طرف نظریں جمائے آنے والی کا انتظار کرنے لگا۔ مرینا نے سرنا کے دماغ میں آکر کہا "وہ پیراڈائز بک اسٹال کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا ہے۔"

وہ بمبن بھائی اسپتال کے آس پاس آنے جانے والوں کو تاڑ رہے تھے۔ جس پر شبہ ہوتا تھا اس سے کسی بہانے باتیں کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جاتے تھے پھر مایوس ہو جاتے تھے انہیں جیری نہیں مل رہا تھا۔ جب مرینا نے نشاندہی کی تو اس نے چونک کر بک اسٹال کی سمت دیکھتے ہوئے شی تارا سے کہا "مرینا کہہ رہی ہے۔ وہ جو وہاں دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا ہے وہی جیری ہے۔"

شی تارا نے کہا "میں اسے بڑی دیر سے دیکھ رہی ہوں وہ بت بنا کھڑا ہوا ہے۔ میں سوچ ہی رہی تھی کہ اس کے اندر پہنچا جائے۔"

"تو وہاں جا کر کتابیں اور رسالے دیکھنے کے بہانے اس پر نظر رکھ' میں گاڑی لے کر آرہا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ سرنا تیزی سے چلتا ہوا پارکنگ ایریا میں آیا پھر وہاں سے گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا بک اسٹال کے سامنے آکر رک گیا۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں ایک انجکشن کی ننھی شیشی اور سرنج رکھی ہوئی تھی۔ اس نے سرنج میں دوا بھری۔ پھر اسے لے کر گاڑی سے باہر آیا۔ اطمینان سے چلتا ہوا جیری کے سامنے پہنچا تو اس نے گھبرا کر دیکھا۔ سرنا نے کہا "تو کسی مجرم کی طرح خوفزدہ ہے اور میں تجھے خوف سے نجات دلانے آیا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے گردن دبوچ لی۔ جیری کو اپنی گردن پر وہ آہنی گرفت یوں لگی جیسے وہ چوہا ہو اور شیر کے پنجے میں آگیا ہو۔ سرنا نے گردن کے پاس ہی سوئی پیوست کر دی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ ڈھیلا پڑ گیا۔ سرنا اسے سہارا دے کر وہاں سے چلاتا ہوا گاڑی کے پاس لایا۔ راہ گیر سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ شی تارا نے کہا "یہ میرا ایک عزیز ہے اس پر کبھی کبھی دورہ پڑتا ہے۔"

ایک شخص نے کہا "سامنے اسپتال ہے' اسے لے چلو۔"

وہ بولی "نہیں' ہم اسے فیملی ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے ہیں۔"

وہ جیری کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ سرنا نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر ڈرائیو کرنے لگا۔ شی تارا نے جیری کے دماغ میں آکر کہا "میں تیرے پاس بیٹھی ہوں اور دماغ کے اندر بھی ہوں۔ سنا ہے تو ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے بہت ڈرتا ہے۔"

وہ کمزوری کے باعث گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا "میں تمہارے قبضے میں ہوں۔ اب نجات ممکن نہیں ہے۔ مجھ پر ایک مہربانی کرو۔ تھوڑی دیر کے لیے واپس اسپتال کے سامنے چلو۔ میری باربرا مجھ سے ملنے کے لیے آنے والی ہے۔ مجھے وہاں نہیں دیکھے گی تو بے وفا سمجھے گی۔"

مرینا نے باربرا کے لہجے میں کہا "کیا تو مجھے پہچان رہا ہے؟"

وہ خوش ہو کر بولا "میری جان! میری باربرا! اچھا ہوا تم آگئیں دیکھو میں تمہارے پیار کی دیوانگی میں دشمنوں کے ہتھے چڑھ گیا ہوں۔"

"گدھے! میں مرینا ہوں۔ تیری باربرا کے لہجے میں بول رہی ہوں۔ اس سے پہلے بھی اسپتال کے سامنے باربرا نے تجھ سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ وہ تو اپنے بیڈ پر پڑی ہے' اسے باہر کی خبر نہیں ہے۔"

جیری نے شکست خوردگی سے ایک آہ بھرتے ہوئے آنکھیں

بند کر لیں۔ شی تارا نے کہا "مرینا! تو نے ایک اچھی حکمتِ عملی سے جیری کو پھانسا ہے۔ ہماری ٹیم میں خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے' کیا تو باربرا کو بھی ٹریپ کر سکتی ہے؟"

وہ بولی "ہپناٹائز پڑی ہوئی مریضہ کو شکار کرنا نہایت آسان ہوتا ہے' لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ باربرا کے ساتھ کیا معجزہ ہو گیا ہے' اسے تو آپریشن کے بعد کم از کم ایک ماہ تک کمزور رہنا تھا لیکن اس نے ایک ہی دن میں توانائی حاصل کر لی۔ اب وہ کمبخت ہمیں اندر آنے نہیں دیتی ہے۔"

"تو آتما شکتی کے ذریعے جا سکتی ہے۔"

"میں بہت پہلے ایک بار جا چکی تھی۔ تمہیں اور سرنا کو بتا چکی ہوں کہ ایک حسین دوشیزہ میرا راستہ روکتی ہے۔"

"ہمیشہ نہیں روکے گی' تجھے پھر وہاں جانا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے۔ ابھی جا رہی ہوں۔"

وہ کاریڈور کے ایک کمرے میں لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے پہلے سوچا تھا کہ پارس کے پاس جا کر معلوم کرے کی کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ پھر اس نے سوچا' وہ ضرور ہمارے پیچھے سرقند کی طرف آرہا ہوگا۔ یہاں پہنچنے میں وقت لگے گا اس لیے پہلے جیری کی خبر لینا چاہیے۔ اب وہ جیری کو شی تارا کے حوالے کر چکی تھی۔ شاید باربرا کے سلسلے میں بھی ایسی ہی کامیابی مقدر بن جاتی۔ لہٰذا اس نے آتما شکتی کا طریقہ استعمال کیا پھر اسپتال کے اندر باربرا کے کمرے میں پہنچ گئی۔

پھر وہی خوب صورت دیوار تھی' وہی پہلے دن کی طرح منظر تھا باربرا بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور وہ حسین دوشیزہ اس کے سرہانے کھڑی ہوئی تھی۔ مرینا کی آتما کو گھور کر دیکھ رہی تھی اور ہاتھ کے اشارے سے اسے باہر جانے کا حکم دے رہی تھی۔

اس کی آتما کمرے سے نکل گئی۔ اپنے جسم میں واپس آگئی۔ وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پریشانی سے سوچنے لگی۔ آخر وہ کون ہے؟ کیسی پُراسرار قوت ہے کہ اس کا حکم سمجھتے ہی میری آتما بھاگ آتی ہے؟

○☆○

یہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے' جب میری عارضی موت کے دوران رسونتی کو سپراسٹرنے اغوا کرایا تھا۔ اس وقت کے سپراسٹر نے اس کا برین واش کرایا تھا۔ میرے دونوں بیٹوں اور میری پوری فیملی کے خلاف اسے دشمن بنانے کی کوشش کی تھی' لیکن میرا ایک بیٹا جان پر کھیل کر اپنی ماں کو سپراسٹر کی قید سے چھڑا لایا تھا۔ تب سے رسونتی بابا صاحب کے ادارے میں گوشہ نشین ہو گئی تھی۔

گوشہ نشینی کی کئی وجوہات تھیں۔ ایک تو وہ ذہنی طور پر ٹوٹ پھوٹ گئی تھی۔ ہمیں اچھی طرح پہچانتی نہیں تھی۔ نیم پاگل سی ہو گئی تھی۔ اسے ادارے کے اسپتال میں کئی ماہ تک زیرِ علاج رکھا گیا۔ جب وہ نارمل ہو گئی تو جناب علی اسد اللہ تمیرزی نے کہا "بیٹی! صرف جسم اور دماغ صحت مند رہے تو انسان پوری طرح صحت مند نہیں کہلاتا۔ اصل چیز ایمان کی صحت مندی ہے۔ اپنے خیالات کو جس قدر پاکیزہ رکھو گی ایمان اسی قدر مستحکم ہو گا۔"

وہ سر جھکا کر بولی "کٹھن حالات نے مجھے بڑے زخم پہنچائے ہیں۔ میں تھک گئی ہوں' تنہائی' خاموشی اور سکون چاہتی ہوں۔"

"تم جو چاہتی ہو' بے تکان بولتی جاؤ۔"

"مجھے زندگی سے بہت محبت تھی۔ میں مرنا نہیں چاہتی تھی اب زندگی سے بے زار ہوں' مرنا چاہتی ہوں۔ کیا ایسی زندگی ممکن ہے کہ دنیا والوں سے میرا کوئی تعلق نہ رہے۔ اپنوں سے کوئی رابطہ نہ ہو اور میں خلقِ خدا کی خدمت کرتے کرتے مرجاؤں اور مرتے دم یہ یقین ہو کہ خدا مجھ سے خوش ہے؟"

"بے شک' اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لیے ایسی زندگی گزاری جاتی ہے کیا تم نہیں دیکھ رہی ہو کہ میں دنیا والوں سے دور اس حجرے میں اللہ اللہ کرتا ہوں۔ دنیا کے زیادہ سے زیادہ علوم یہیں بیٹھ کر حاصل کرتا ہوں۔ بیماروں کی تیمارداری اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لیے باہر نکلتا ہوں۔ پھر اس گوشے میں چلا آتا ہوں۔"

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا "جو بندے دنیا سے مال و دولت اور انعام و اکرام نہیں چاہتے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور روحانیت کا اعلیٰ درجہ حاصل کرتے ہیں۔"

"مجھے مال و دولت' انعام و اکرام اور تعریف و توصیف نہیں چاہیے۔ میں تنہائی کے لیے ایسا ہی ایک گوشہ چاہتی ہوں۔"

"گوشہ تو کہیں بھی مل جائے گا' لیکن عبادت مستقل مزاجی سے کرنا اور ریاضت کے سخت مراحل سے گزرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔"

"اگر آپ میری راہنمائی فرمائیں گے تو دشواریاں آسان ہوتی رہیں گی۔"

اس دن سے وہ جناب علی اسد اللہ تمیرزی کے حجرے میں دن رات حاضری دینے لگی۔ ان سے دین و ایمان کا درس لینے لگی۔ وہ صبح منہ اندھیرے بیدار ہوتی تھی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر نماز پڑھتی تھی پھر دوڑ لگاتی تھی۔ کھلی فضا میں ورزش کرتی تھی۔ صبح ایک گھنٹا اور شام کو ایک گھنٹا یوگا کی مشقیں کرتی تھی۔ ایک ہوتی ہے' ظاہری تربیت جو دماغ کو روشن کرتی ہے اور ایک ہوتی ہے باطنی تربیت جو انسان کو اندر سے صاف ستھرا اور پاکیزہ بناتی رہتی ہے۔ وہ دونوں طرح کی تربیتیں حاصل کر رہی تھی۔

بہت عرصہ پہلے سونیا نے بابا فرید واسطی کے حجرے میں دن رات رہ کر ایسی ہی تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ حالات نے رسونتی کو بھی ایسی ہی خوش نصیبی عطا کی تھی۔ وہ بھی تمیرزی صاحب کے سائے میں روحانیت کے مدارج سے گزر رہی تھی۔ وہ فرماتے تھے "مدح کا کوئی جسمانی خاکہ نہیں ہوتا' اس کی آنکھیں

اور کان نہیں ہوتے۔"

رسونتی نے کہا "لیکن آتما شکتی کا گیان کرنے والے کہتے ہیں کہ آتما جسم سے باہر نکل کر دیکھ سکتی ہے۔"

"بیٹی! جب ہم قدرت کے کسی بھید کو ایمان کی انتہائی گہرائی سے سمجھتے ہیں تو عام الفاظ میں کہتے ہیں کہ ہماری روح اس بھید کو دیکھ رہی ہے یا پا رہی ہے۔ ہندو دھرم میں اور دوسرے مذاہب میں کہتے ہیں کہ روح جسم سے نکل کر سفر کرتی ہے اور اپنے مطلوبہ مقامات تک جا کر واپس جسم میں آتی ہے اور اس دوران ساری دنیا کو دیکھتی اور سمجھتی ہے۔"

"اس سلسلے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟"

"روح ایک ہی بار جسم سے جدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد جسم کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ پھر اس جسم میں روح واپس نہیں آتی۔ اگر آتما شکتی تو آتما شکتی حاصل کرنے والے کبھی نہ مرتے اور قیامت تک باقی رہتے جبکہ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔"

انسانی عقل ایک حد تک دین اور دنیا کو سمجھتی ہے۔ جب آنکھ دیکھتی ہے تو عقل تسلیم کرتی ہے۔ لیکن مومن کی آنکھ نہ دیکھے تب بھی وہ ذرّے ذرّے میں معبودِ حقیقی کو حاضر و ناظر پاتا ہے۔ یہ محض عقیدہ نہیں ہے۔ عقیدہ تو کسی بھی شیطانی موڑ پر کمزور پڑ سکتا ہے لیکن وہ علم جو عقل کی حد سے نکل کر روحانیت کے دائرۂ کار میں پہنچتا ہے اور عالم کو آگہی دیتا ہے' وہ آخری سانس تک کمزور نہیں پڑتا۔

سال دو سال چار سال گزرتے جا رہے تھے۔ وہ روحانیت کے علوم اور آگہی کے مدارج سے گزرتی جا رہی تھی اور سمجھتی جا رہی تھی کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی جیسے عالم اور دین دار بزرگ کیسے کیسے حیرت انگیز کشف و کمال کے مالک ہوتے ہیں۔ ہماری دنیا میں خدا کے ایسے برگزیدہ بندے موجود ہیں جو آنکھوں کی بصیرت سے کم اور روح کی بصارت سے زیادہ دیکھتے ہیں۔ کسی ایک مقام پر بیٹھ کر دنیا کے آخری سرے تک کسی مطلوبہ شخص کی خبر لے آتے ہیں۔

جناب تبریزی صاحب نے جب یہ دیکھا کہ رسونتی عبادت اور ریاضت میں کامل ہو رہی ہے تب انہوں نے روحانی طریقۂ کار کے بعض معاملات میں اسے رازدار بنایا۔ وہ حجرے میں بیٹھے بیٹھے رسونتی کو ساتھ لے کر روحانیت میں ڈوبتے تھے اور اسے علمِ بصیرت دیتے تھے۔ دیکھو بیٹی! تمہارا بیٹا علی وہ رہا۔ تمہاری ہونے والی بہو ثانی کے ساتھ جنّت میں ہے اور بدترین ساحر پاپا ڈوک کو اس کے عبرت ناک انجام تک پہنچانے کے لیے طلسم کدے میں داخل ہو رہا ہے۔

پہلے علی پر ذرا بھی مصیبت آتی تھی تو رسونتی کی ممتا تڑپ جاتی تھی۔ جناب تبریزی صاحب نے ابتدائی مراحل میں رشتوں کی محبت کا خاتمہ کیا تھا اور سمجھایا تھا۔ محبت صرف خون کے اور زبان کے رشتوں کے لیے نہ ہو۔ پوری خلقِ خدا کے لیے ہو' اور محبت کسی کے لیے بھی ہو اس میں جذبات کی شدت نہ ہو۔ شدت جب بھی ہو تو اپنے معبودِ حقیقی کے لیے ہو۔

یہی وجہ تھی کہ اس نے بیٹے کو خطرات سے کھیلتے دیکھا لیکن اس کے لیے پریشان نہیں ہوئی۔ خدا پر اس قدر اعتماد ہو کہ بچانے والا صرف وہی ہے اور مارنے والا بھی صرف وہی ہے تو ایمان کی اس پختگی کے بعد ماں کی پیشانی پر اولاد کے لیے شکن نہیں پڑتی۔

جناب تبریزی صاحب فرماتے تھے' ہم ساری دنیا کو قوتِ روحانی سے دیکھتے اور سنتے ہیں۔ یہ بھی آگہی ملتی ہے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے لیکن ہماری زبان خاموش رہتی ہے۔ یہ حکم نہیں ہے کہ ہم کسی بندے کو پیش آنے والی کسی مصیبت سے آگاہ کریں کیونکہ وہ بندہ اپنے عمل کے ردِعمل کے مطابق اس مصیبت کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔"

"لیکن حضور! آپ نے بہت سے بندوں کو مصیبتوں سے بچایا بھی ہے۔"

"بیشک' ایسے بندوں کو بچایا ہے جن سے آئندہ اچھائی کی توقع ہے۔ تم بھی یہی کہو گی۔ سرقند میں باربرا اور جیری دو ٹیلی پیتھی جاننے والے بندے ہیں۔ باربرا آپریشن کے نتیجے میں مکمل لڑکی نہیں بننا چاہتی تھی۔ جیری نے اسے دھوکا دے کر لڑکی بنا دیا۔ میں نے اس معاملے میں مداخلت نہیں کی۔"

"آپ نے مداخلت کیوں نہیں کی؟"

"یہی قدرت کا منشا تھا۔ قدرت کے کسی کام میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔ اس کی آگہی اب تمہیں بھی ملا کرے گی' اور کسی کو آنے والی مصیبتوں سے نجات دلانے کا جذبہ خود تمہارے اندر پیدا ہو گا۔ اسی لیے تمہارے اندر سے دنیاوی جذبات ختم کیے گئے ہیں تاکہ آئندہ تمہارے اندر روحانی جذبے کی تحریک پیدا ہوتی رہے۔"

پھر انہوں نے فرمایا "باربرا کے کمزور دماغ میں دوستوں اور دشمنوں کی آمدورفت شروع ہونے والی ہے۔ جیری بھی جلد ہی دشمنوں کی گرفت میں آنے والا ہے۔ تم باربرا کی حفاظت کرو گی' لیکن جیری کو نظرانداز کرو گی کیونکہ باربرا کے مقدر میں راستی اور نیکی لکھی گئی ہے' جیری کے مقدر میں خواری ہے۔"

جناب تبریزی صاحب نے اس کا نام آمنہ فرہاد رکھا۔ وہ ایک طویل عرصے تک گوشہ نشین رہنے کے بعد پہلی بار میدانِ عمل میں یوں آئی کہ اس کی آمد کا علم مجھے اور میرے بیٹوں کو بھی نہ ہو سکا۔ پہلی بار مرینا نے آتما شکتی کے ذریعے اسے باربرا کے سرہانے دیکھا۔ وہ آمنہ فرہاد کی روح نہیں تھی کیونکہ جس وقت وہ باربرا کے سرہانے دیکھی گئی انہی لمحات میں وہ تبریزی صاحب کے حجرے کے اندر زندہ جسم کے ساتھ موجود تھی۔

باربرا کے سرہانے نور کا وہ خاکہ تھا جسے آمنہ فرہاد نے روحانیت کی قوت سے ہزاروں میل دور قائم کیا تھا اور مرینا کے دماغ میں یہ خیال پیدا کیا تھا کہ باربرا کے سرہانے ایک حسین دوشیزہ ہے۔

مرینا کو یہی دوشیزہ اس کار کی پچھلی سیٹ پر نظر آئی تھی جس کی اسٹیئرنگ سیٹ پر پارس بیٹھا ہوا تھا۔ تیسری بار جب مرینا نے جیری کو سرنا اور شی تارا کے شکنجے میں پھنسا دیا تو باربرا کو بھی ٹریپ کرنے گئی۔ اس بار بھی اس نے باربرا کے سرہانے اسی دوشیزہ کو دیکھا۔ وہ دوشیزہ پہلے کی طرح اسے باربرا کے کمرے سے باہر جانے کا حکم دے رہی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ آمنہ فرہاد کو ایسی روحانی قوت حاصل ہو گئی تھی کہ اس کے سامنے ٹیلی پیتھی کا علم محض دنیاوی رہ گیا تھا۔ وہ روحانی قوت سے سانس روکنے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتی تھی اور انہیں احساس نہیں ہوتا تھا۔ اس نے مرینا کے دماغ میں بھی یہ بات نقش کر دی تھی کہ اس کی آتما شکتی کو ایک نورانی دوشیزہ نظر آئے گی وہ اشاروں میں جو بھی حکم دے گی مرینا اس پر فوراً عمل کرے گی۔ یہ باتیں اس کی ناد انفشکی میں نقش ہوتی رہی تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ اسے باربرا اور پارس کے پاس وہ دوشیزہ نظر آئی تھی اور دوشیزہ کا اشارہ پاتے ہی اس کی آتما بھاگ گئی تھی آمنہ نے مرینا کے ذریعے پے بہ پے سرنا اور شی تارا کو بھی دیکھا تھا اور ان دونوں کی صلاحیتوں اور قوتوں سے آگاہی حاصل کی تھی۔

مرینا باربرا کے کمرے سے ناکام ہو کر جسمانی اور دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوئی تو آمنہ اس کے دماغ میں آ گئی۔ مرینا خیال خوانی کے ذریعے سرنا کے پاس جا کر کہہ رہی تھی "شاید ہم باربرا کو ٹریپ نہیں کر سکیں گے۔"

اس نے پوچھا "کیا پھر وہی رکاوٹ ہے؟"

"ہاں' پتا نہیں وہ کیسی روح یا قوت ہے۔ وہ مجھے واپس جانے کا اشارہ کرتی ہے اور میں فوراً بھاگ آتی ہوں۔"

"ایسی کون سی غیر معمولی قوت ہے جو تجھے بھاگنے پر مجبور کر دیتی ہے؟"

"میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ تم آتما شکتی کے ذریعے جا کر دیکھ لو۔"

سرنا اور شی تارا نے شہر کے ایک دور افتادہ ویران سے علاقے میں ایک اور مکان کرائے پر حاصل کیا تھا۔ وہ جیری کو ٹریپ کر کے وہاں لے آئے تھے۔ شی تارا ایک کمرے میں اس پر تنویمی عمل کر رہی تھی۔ سرنا دوسرے کمرے میں تھا۔ وہ بستر پر لیٹ کر مرینا سے بولا "میں ابھی اپنی آتما کو اسپتال کے کمرا نمبر دو سو دو میں پہنچا رہا ہوں۔ تو مجھ سے ایک منٹ بعد رابطہ کرنا۔"

مرینا چلی گئی۔ وہ آنکھیں بند کر کے آتما شکتی کے طریقۂ کار پر عمل کرنے اور ایک مخصوص منتر کا جاپ کرنے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی پتا چلا کہ وہ سانس روک کر آتما کو باہر لانا چاہتا ہے مگر لا نہیں سکتا۔ سانس روکتے ہی اندر بے چینی سی پیدا ہوتی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں' وہ منتر بھی الٹے سیدھے پڑھ رہا ہے۔

وہ آنکھیں کھول کر چھت کو تکنے لگا۔ سوچنے لگا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا میں منتر اور طریقۂ کار بھول گیا ہوں؟ کیا میری یادداشت کمزور ہو گئی ہے؟"

ایک منٹ بعد مرینا نے آ کر پوچھا "باربرا کے پاس گئے تھے؟"

"کیسے جاتا؟ میری آتما باہر نہیں آ رہی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟"

"سچ کہہ رہا ہوں۔ کبھی منتر بھول جاتا ہوں' کبھی سانس روکتا ہوں تو گھبراہٹ اور بے چینی سی ہوتی ہے۔"

"کیا تمہارے دماغ میں کوئی خلل پیدا کر رہا ہے۔"

"کیا بکواس کرتی ہے۔ اب میں ڈیڑھ گھنٹے تک سانس روک لیتا ہوں۔ میرا دماغ فولاد ہے۔ یہاں کوئی خلل پیدا کرنے ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں آ سکتا۔ میرے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔"

"جب میری آتما کے سامنے وہ رکاوٹ بن جاتی ہے تو پھر تمہارے سامنے رکاوٹ کیوں نہیں بن سکتی۔ ہو سکتا ہے' وہ ابھی تمہارے پاس موجود ہو اور تمہاری آتما کو جسم سے باہر آنے سے روک رہی ہو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا' چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا "یہاں کوئی نہیں ہے۔ اگر وہ نظر نہیں آتی ہے تو پھر ہماری جیسی آتما ہے۔"

"ہمیں یہ بھید معلوم کرنا چاہیے کہ آخر وہ کیا ہے؟ یہ رکاوٹ دور نہ ہوئی تو ہم دوسرے معاملات میں بھی پسپا ہوتے رہیں گے۔"

"میں اپنی بہن کے لیے فکرمند ہوں۔ یہ چاہتا ہوں کہ کل جو منحوس تاریخ ہے وہ صرف پارس کے لیے منحوس ہو' وہ میری شی تارا کے ہاتھوں مارا جائے۔"

"اور اس کامیابی کے لیے لازمی ہے کہ اس رکاوٹ بننے والی ہستی کا سراغ لگایا جائے۔ ویسے ایک بات ہے۔ ابھی تم باربرا کے پاس جانے کی کوشش کر رہے تھے تو اس ایک منٹ میں میری آتما پارس کے پاس گئی تھی۔ وہاں مجھے روکنے والی وہ دوشیزہ نظر نہیں آئی۔ میں نے دیکھا پارس کار میں سفر کر رہا ہے۔ یعنی وہ اسی شہر کی طرف آ رہا ہے۔"

"گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف آتا ہے۔ کل تیرہ تاریخ کو شی تارا کامیاب نہ ہوئی تو میں پارس کو بے موت ماردوں گا۔"

وہ ایسا کہتے وقت بھول رہا تھا کہ تین' تیرہ اور تیئیس تاریخیں صرف پارس کے لیے ہی نہیں' شی تارا کے لیے بھی منحوس تھیں۔ کوئی ضروری نہیں کہ منحوس دو میں سے کوئی ایک ہو۔ نحوست دونوں کے سر آ سکتی تھی۔

میں بستر سے اٹھ گیا کیونکہ وہ کانٹوں کا بستر بن چکا تھا جب تک زخمی حالت میں وہاں لیٹا رہا' دشمن میرے دماغ میں آکر طرح طرح کی معلومات حاصل کرتے رہے۔ انہوں نے میرے اور میرے خاندان کے افراد کی تمام کمزوریاں معلوم کرلیں' اور اس میں شبہ نہیں رہا تھا کہ ان کا پلڑا بھاری ہوگیا تھا۔ وہ کسی وقت بھی ہم میں سے کسی کے خلاف کچھ بھی کرسکتے تھے۔

یعقوب ہمدانی نے کہا "دوست! یہ کیا کرتے ہو؟ تمہیں بستر سے اٹھنا نہیں چاہیے' خنجر کا زخم ابھی بھرا نہیں ہے۔"

میں نے محبت سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "میرے یار! تم نے خوب دوستی نبھائی ہے۔ دن رات میرے بستر سے لگے رہے۔ میری فکر نہ کرو' آؤ ذرا آؤٹنگ ہوجائے۔"

وہ مجھے علاج کے لیے فرغانہ کے ایک اسپتال میں لے آیا تھا اور میری بڑی خدمت کی تھی۔ ہم اسپتال سے باہر آئے۔ اس نے اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ میں اس کے برابر بیٹھ کر بولا "اسپتال کی چار دیواری میں گھٹن سی ہورہی تھی' میرا مشورہ ہے تاشقند چلو۔ لمبی ڈرائیو کے دوران میں ذرا خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔"

وہ سمجھ گیا کہ راستے میں اسے کچھ بولنا نہیں چاہیے۔ وہ خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگا۔ مجھے یہ کبھی نہ معلوم ہوسکا کہ جناب علی اسد اللہ تیمرزی بڑی خاموشی سے روحانی طریقۂ کار کے مطابق ہمارے لیے کچھ کرتے رہے ہیں اور میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ آمنہ فرہاد (رسونتی) روحانیت کے کس درجے تک پہنچی ہوئی ہے وہ ازبکستان میں ہے یا تیمرزی صاحب کے ہی حجرے میں وہ کہ ہزاروں میل دور ہماری مدد کے لیے آتی ہے اور چلی جاتی ہے۔

جو روحانیت میں کمال حاصل کرلیتے ہیں ان کے ہونٹوں پر چپ کی مُہر لگ جاتی ہے۔ آمنہ کو بھی یہی تاکید کی گئی تھی کہ اپنے شوہر سے' اپنے بچوں سے اور دیگر احباب سے کوئی رابطہ نہ کرے اور نہ ہی کسی ذریعے سے اپنی مصروفیات ظاہر کرے۔ بس چپ چاپ نیکیاں کرتی رہے۔

یہی وجہ تھی کہ مجھے اور میرے بچوں کو آمنہ کی طرف سے حاصل ہونے والے کسی تعاون کا علم نہیں تھا۔ اس کے تعاون سے ہمیں اتنا ہی فائدہ پہنچ رہا تھا جتنا کسی غائبانہ امداد سے پہنچتا ہے۔ آمنہ ابھی صرف ہاربرا اور پارس کی نگرانی کررہی تھی اور انہیں دشمنوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش میں مصروف تھی جبکہ دشمن علی اور ثانی کے خلاف بھی اقدامات کے منصوبے بنا رہے تھے اور وہ سلمان' سلطانہ اور لیلیٰ کے خلاف بھی محاذ آرائی کرسکتے تھے۔

مجھے یہ معلوم ہوچکا تھا کہ مرینا پے پے سرنا اور شی تارا سے مل چکی ہے۔ ابھی یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ ان کی دوست ہے یا تابعدار؟ بہرحال میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ تاشقند پہنچ کر سرقند کے لیے عزم سفر کروں گا کیونکہ وہ تینوں دشمن وہیں تھے۔

فی الحال میں نے ثانی کی خبر لی۔ اس کے پاس پہنچتے ہی کوزورز ادا کیے "دی نیورائزنگ سن سونیا ثانی (نیا ابھرتا ہوا آفتاب سونیا ثانی!) میں ہوں تمہارا پاپا!"

وہ خوش ہوکر بولی "ہیلو پاپا! آپ کو پھر سے خیال خوانی کرتے دیکھ کر خوشی ہورہی ہے' زخم کیسا ہے؟"

"خاصا بھر گیا ہے' میں سانس روکنے کے معاملے میں بھی نارمل ہوں۔ تمہیں یہ اندازہ ہوچکا ہوگا کہ دشمنوں نے میرے چور خیالات کے ذریعے تمہاری اصلیت معلوم کرلی ہوگی۔"

"ہاں پاپا! اس بات کا افسوس ہے کہ دشمن مجھے سونیا ثانی کی حیثیت سے پہچان گئے ہیں۔ اب وہ سپرسائٹر کو اور یہاں کے اعلیٰ حکام کو میری اصلیت بتانے اور انہیں مجھ سے بدظن کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔"

"یعنی ابھی کوشش شروع نہیں کی ہے۔"

"میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے وہ حکومت اور فوج کے اہم افراد کو خاموشی سے میرے خلاف ورغلا رہے ہوں اور ملٹری انٹیلیجنس والے بڑی رازداری سے میری نگرانی کررہے ہوں۔"

"ہاں یہ ممکن ہے۔ اب تو میں مرینا کے خیالات بھی نہیں پڑھ سکتا۔ وہ میری گرفت سے نکل کر پے پے سرنا اور شی تارا کی پناہ میں چلی گئی ہے۔"

"یہ پے پے سرنا اور شی تارا میرے لیے نئے نام ہیں۔"

"میرے لیے بھی نئے ہیں ان کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہیں لیکن مرینا نے ان کے پاس پناہ لے کر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ دونوں زبردست ہیں اور آئندہ ہمارے مقابلے میں اسے تحفظ دیتی رہیں گی۔"

"اس سے ظاہر ہوتا ہے پاپا کہ ان دونوں نے مرینا کا برین واش کیا ہے یعنی وہ دونوں ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم جانتی ہیں۔"

"بیشک ان میں غیر معمولی صلاحیتیں ہوں گی۔"

وہ بولی "پاپا! میرے کمرے میں ایسے انتظامات ہیں کہ میں جب چاہوں سپرسائٹر سے' اعلیٰ حکام سے اور اعلیٰ فوجی افسران سے رابطہ کرسکتی ہوں۔ ابھی میرے کمپیوٹر کا ایک ننھا سا سرخ بلب اسپارک کررہا ہے' آپ ذرا خاموش رہئے گا۔"

وہ کمپیوٹر آپریٹ کرنے لگی۔ دوسری طرف سے سپرسائٹر اسے مخاطب کررہا تھا۔ کمپیوٹر اسکرین پر لکھا ہوا تھا "ہیلو سپرادام! میں سپرسائٹر تم سے مخاطب ہوں۔ ان لمحات میں تمہارے بنگلے کو فوجیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ تشویش کی بات نہیں ہے' ہم صرف اپنا شبہ دور کرنا چاہتے ہیں۔"

ثانی نے کمپیوٹر تحریر کے ذریعے پوچھا "مجھ پر شبے کی وجہ کیا ہے؟"

تحریری جواب نظر آیا "ایک نامعلوم ہستی ہمارے حکام اور فوجی افسران کو باربار کہہ رہی ہے کہ تم ہماری سلوانہ سپرادام نہیں ہو بلکہ سلمان واسطی کی بیٹی اور بابا فرید واسطی مرحوم کی نواسی سونیا ثانی ہو۔"

ثانی نے جواب دیا "مجھے ہنسی آرہی ہے لیکن آپ کمپیوٹر کے ذریعے میری ہنسی نہیں سن سکیں گے۔ آپ متعلقہ افسران سے کہہ دیں کہ میرے بنگلے کا دروازہ کھلا ہے' وہ یہاں آکر ہر طرح اپنی تسلی کرلیں۔"

سپرسائٹر نے کہا "میں اور لمبوڈا تمہیں بیٹی کہتے رہے ہیں۔ بے چارہ لمبوڈا نہیں رہا۔ مجھے شبہ ہے کہ مرینا تمہارے خلاف سازش کررہی ہے' تمہیں بھی ختم کرکے ہمیں کمزور بنانا چاہتی ہے۔"

"آپ مرینا کو اپنی چال چلنے دیں۔ اسے میرے سلسلے میں ناکامی ہوگی۔"

"مرینا نے اسرائیل میں ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اس نے فرہاد کے بیٹے علی تیمور کو وہاں بے نقاب کیا ہے۔ وہ وہاں کارمن ہیرالڈ کے نام سے گولڈن برین بنا ہوا تھا۔"

"میں سمجھ گئی۔ ہمارے امریکی حکام اور اعلیٰ فوجی افسران یہ سوچ رہے ہیں کہ جب مرینا نے وہاں علی کو بے نقاب کیا ہے تو مجھے بھی ثانی کہنے میں کسی حد تک درست ہوگی۔"

"ہاں بیٹی! انہیں اپنی تسلی کرلینے دو۔"

"مجھے انکار نہیں ہے لیکن آپ غور کریں جو افسران مجھے چیک کرنے آرہے ہیں' وہ کس حد تک قابل اعتماد ہوسکتے ہیں۔ کیا مرینا ان میں سے کسی کے اندر چھپی نہیں ہوگی۔"

"تمہارے پاس جو افسران آئیں گے وہ یوگا کے ماہر ہوں گے۔"

"انکل لمبوڈا کی بیٹی جوراجوری بھی یوگا جانتی تھی کسی کو دماغ میں آنے نہیں دیتی تھی۔ پھر مرینا نے کس طرح اس کے ذریعے اس کے باپ کو قتل کیا؟"

"درست کہتی ہو۔ ہم یوگا جاننے والے افسران پر بھی بھروسا نہیں کرسکتے۔ تم ہی بتاؤ ہم اپنے اکابرین کی تسلی کیسے کریں؟"

"آپ اکابرین سے سوال کریں' کیا جان لمبوڈا کی طرح سپرادام سلوانہ کو بھی ایسی ہی اچانک اندھی موت کے حوالے کیا جائے؟ اگر وہ یہی چاہتے ہیں تو میں اپنی موت کا خطرہ مول لے کر یہاں آنے والے افسران کا سامنا کروں گی اور سامنا کرنے سے پہلے فون پر ہر افسر کی آواز سن کر ان سب کی دماغی توانائی کا یقین کروں گی۔"

"اچھی بات ہے' میں تمام اکابرین سے گفتگو کرنے کے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔ ابھی آرام کرو' سوفار۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ ثانی نے کمپیوٹر کو آف کرنے کے بعد مجھ سے کہا "پاپا! میرے پاس جو افسران آنے والے ہیں اگر آپ ان کے دماغوں میں مرینا کا لہجہ اختیار کرکے جائیں اور کوئی افسر سانس نہ روکے تو ہمارے سامنے وہ آلۂ کار ظاہر ہوجائے گا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا لیکن ضروری نہیں کہ وہ مرینا کے آلۂ کار ہوں۔ وہ پے پے سرنا اور شی تارا کے بھی آلۂ کار ہوسکتے ہیں۔ اگر وہ دونوں بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو ہمیں ان دونوں کا لب و لہجہ معلوم نہیں ہے۔ ہم ان کے کسی آلۂ کار کے اندر نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"یہ لوگ ضرور مجھے چیک کریں گے اور شبہ دور ہونے تک مجھ سے مطمئن نہیں رہیں گے۔ مجھے ان افسران کے سامنے جانے کا خطرہ مول لینا پڑے گا۔"

"کوئی بات نہیں' خطرہ مول لو۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے پاس موجود رہیں گے۔ میں جارہا ہوں جیسے ہی وہ افسران آنا چاہئیں تم ہمیں بلا لینا۔"

میں واپس آگیا۔ یعقوب ہمدانی آرام سے ڈرائیو کرتا جارہا تھا۔ میں نے کہا "یار! تم بور ہورہے ہو۔ میری موجودگی میں بھی تنہا ہو۔"

"میں یہ دیکھ کر خوش ہورہا ہوں کہ تمہاری دماغی توانائی بحال ہوگئی ہے۔ اب کوئی دشمن تمہارے دماغ کے اندر نہیں آسکے گا۔"

"ہاں' خدا کا شکر ہے کہ میں اس پہلو سے محفوظ ہوں' لیکن میں تمہاری بورت کی بات کررہا تھا۔ اگر سفر کے دوران تمہاری تنہائی اور بورت دور ہوجائے تو مجھے دعائیں دو گے۔"

"میری ساری عمر کی دعائیں تمہارے لیے ہیں لیکن میری تنہائی دور کرنے کے لیے مجھ سے باتیں کرتے رہو گے تو تمہارے اہم معاملات کا کیا ہوگا؟"

"بھئی تنہائی میں نہیں' کوئی عورت دور کرے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیوں مذاق کرتے ہو؟"

میں نے دور ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے کہا "آگے بس اسٹاپ پر کچھ لوگوں کے ساتھ دو خواتین نظر آرہی ہیں وہاں گاڑی روک کر کافی پئیں گے اور دیکھیں گے ان میں سے کوئی تمہیں لفٹ دیتی ہے یا نہیں؟"

اس نے بس اسٹاپ کے قریب ایک اسنیک بار کے سامنے گاڑی روک دی پھر کہا "یار! کہیں جوتے نہ کھلوا دینا۔"

"دو چار جوتوں کا خطرہ مول لینے سے ہی عورت ملتی ہے۔"

"جانے دو' اسی لیے میں نے آج تک شادی نہیں کی۔ جو لڑکیاں مجھے پسند کرتی تھیں' وہ مجھے پسند نہیں تھیں اور جو مجھے پسند تھیں ان کے سامنے مدعا بیان کرتے وقت سینڈز پر نظر پڑ جاتی تھیں۔"

ہم کار سے اتر کر بار کے اوپن کاؤنٹر پر آئے' کافی کا آرڈر دیا پھر وہاں کے پہاڑی مناظر کو دلچسپی سے دیکھنے لگے۔ ایک معمّر خاتون

ہمارے پاس آئی۔ اس کی عمر پچاس برس سے کم نہ ہوگی لیکن جوان لڑکیوں کی طرح چیختے ہوئے رنگوں کا لباس پہنا تھا۔ چہرے پر چہرے سے زیادہ میک اپ نظر آتا تھا اسے دیکھتے ہی یعقوب ہمدانی نے منہ پھیر لیا۔

شامت آتی ہے تو منہ پھیرنے سے واپس نہیں جاتی۔ وہ اس کے سامنے آکر کاؤنٹر پر کہنی ٹیک کر ایک ادائے ناز سے بولی "ہیلو مسٹر چاکلیٹ!"

وہ بولا "سوری میرا نام چاکلیٹ نہیں ہے۔"

"نام کوئی سا ہو' تمہاری طرح میٹھا ہوگا۔"

"میڈم! یوں فری ہونے کا مقصد کیا ہے؟"

"تم مجھے میڈم کہہ رہے ہو؟ کیا میں اتنی عمر والی ہوں کہ میڈم نظر آرہی ہوں۔ اپنی آنکھوں کا علاج کراؤ' عینک لگاؤ۔"

میں نے کہا "ہمدانی! بہت اقربین کی بات ہے۔ تم ایک بیس بائیس برس کی دوشیزہ کو میڈم کہہ رہے ہو۔"

وہ خوش ہو کر میری طرف پلٹ گئی پھر بولی "تم بازدق اور قدردان ہو۔"

بوڑھی جوانی مجھ پر مہربان ہونا چاہتی تھی' میں نے فوراً ہی اسے پھر ہمدانی کی طرف گھما دیا۔ اسے بولنے پر مجبور کیا "دیکھو تمہارا ساتھی کتنا بازدق ہے۔ کیا واقعی تمہاری نظر کمزور ہے؟"

ہمدانی نے کافی کا مگ اٹھا کر کہا "میرا ساتھی ساون کا اندھا ہے اسے ہر عورت ہری بھری نظر آتی ہے۔ پلیز تم اس کی طرف گھوم جاؤ۔"

وہ غصے سے بولی "گھوم جاؤ کا کیا مطلب ہوا؟ کیا میں کسی پر بھی کتو ہو جاتی ہوں۔ مسٹر ہمدانی! میں نے تمہیں دل دیا ہے تمہارے لیے جان بھی دے سکتی ہوں۔"

"تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"

"ابھی تمہارے ساتھی نے تمہیں مخاطب کیا تھا۔ آؤ ہم قدم سے قدم ملا کر دنیا کے آخری سرے تک چلیں۔"

"میں پیدل کیوں جاؤں جبکہ میرے پاس گاڑی ہے۔"

"ہاں' میں بھول گئی تھی' میں تمہاری گاڑی میں لفٹ لینے آئی ہوں۔"

"میں عمر اور وزن کے حساب سے لفٹ دیتا ہوں۔ تمہارا وزن اگر ڈیڑھ من سے زیادہ ہوگا اور عمر پچاس برس سے کم ہوگی تو گاڑی پنکچر ہو جائے گی۔"

"میرا وزن زیادہ ہے نہ عمر اور یہ کیا بات ہوئی کہ گاڑی پنکچر ہو جاتی ہے۔ میں پورے بائیس برس کی ہوں۔"

"لفٹ لینا چاہتی ہو تو عمر کچھ بڑھاؤ۔"

"ہرگز نہیں۔"

"اگر بائیس کی ہو تو دو ڈگلنے سے سانس نہیں پھولے گی۔"

"میں خواہ مخواہ دو ڈگیں لگاؤں؟"

"خواہ مخواہ نہیں' مجھے محبت سے ایک پھول پیش کرو۔ وہ سامنے گارڈن میں پھول کھلے ہوئے ہیں لیکن شرط یہی ہے کہ دوڑ کر جاؤ دوڑ کر آؤ۔"

وہ ہچکچانے لگی۔ باتیں بنا کر دوڑ لگانے سے بچنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کے اندر دوڑنے کی تحریک پیدا کی تو وہ دوڑتی چلی گئی۔ وہ گارڈن ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ ہمدانی نے کہا "بھاگو یہاں سے۔"

میں نے کہا "آرام سے کافی پیو۔ وہ دوڑنا نہیں چاہتی تھی' میں نے اسے دوڑایا ہے۔ وہ گارڈن تک پہنچنے کے بعد پھول توڑنے کے قابل نہیں رہے گی۔"

ہم نے کافی ختم کی' بل ادا کیا پھر وہاں سے کار کی طرف آئے لیکن قریب پہنچ کر ٹھٹک گئے۔ اگلی سیٹ پر ایک حسینہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ہمیں دیکھ کر پوچھا "کیا یہ تمہاری گاڑی ہے؟"

ہمدانی نے کہا "اتفاق سے ہماری ہے' کیا تم اپنی سمجھ کر بیٹھ گئی ہو؟"

"یہ میری بری عادت ہے۔ میں ہر چیز کو' ہر شخص کو اپنا سمجھ لیتی ہوں۔ تم دونوں مجھے اپنے ہی لگ رہے ہو' آؤ بیٹھ جاؤ۔"

میں نے ہمدانی کو دیکھا' وہ بولا "آسمان سے گرے کھجور میں اٹکے۔ ایک سے بچیں چھڑایا دوسری آگئی۔"

میں نے کہا "آنے دو' یہ دیکھو بے حد خوب صورت اسمارٹ ہے۔ جب میں ساتھ ہوں تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا' کم آن۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر چلا گیا۔ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر اس حسینہ کے خیالات پڑھنے لگا۔ میں نے اپنی زندگی میں اس دنیا کے بڑے بڑے دماغوں کو پڑھا ہے' لیکن ایسا دماغ پہلی بار پڑھنے کو ملا۔ وہ سوچ رہی تھی "میں کوئی پاگل کی بچی تو نہیں ہوں کہ کل کی بات آج اور صبح کی بات شام کو بھول جاؤں۔ اس دنیا میں کون نہیں بھولتا لیکن کوئی اپنے مطلب کی بات نہیں بھولتا۔ مجھے بھی اپنے مطلب کی بات یاد ہے۔ میں اسپتال سے آزادی حاصل کرنے کے لیے بھاگی تھی۔ پھر یاد آیا کہ رقم کے بغیر نہ کھانا ملے گا' نہ کہیں جانے کے لیے گاڑی ملے گی لیکن یہ گاڑی مل گئی۔"

گاڑی مل جانے پر وہ خوش ہو کر قہقہہ لگانے لگی۔ ہمدانی نے چونک کر پوچھا "کون سا لطیفہ یاد آگیا؟"

میں نے کہا "یہ صبح سے بھوکی ہے اس کے لیے سینڈوچ اور کوئی ڈرنک لے آؤ پھر آگے چلو۔"

وہ کار سے نکل کر اسٹیک بار کی طرف گیا۔ وہ میری طرف پلٹ کر بولی "تم بہت اچھے ہو۔ میں تو بھول ہی گئی تھی کہ مجھے بھوک لگی ہے لیکن جب بھوک برداشت نہ ہو تو روٹی یاد آجاتی ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"آں؟" وہ سوچنے لگی "میرا نام کیا ہے؟ کیا نام یاد رکھنا

ضروری ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں' اگر ضروری ہوتا تو مجھے نام یاد رہتا۔ ہے ہاں' وہ لوگ مجھے کچھ کہہ کر پکارتے تو تھے۔ ہاں' کچھ یاد آیا ہے۔"

وہ اپنے سوئٹر کے اندر ہاتھ ڈال کر اپنی شرٹ پر لگے ہوئے بیج نکالتے ہوئے بولی "یہ ہے نام' وہ لوگ مجھے سیون کہتے تھے۔ نمبر سیون' ادھر آؤ۔ اے نمبر سیون اُدھر جاؤ۔"

میں نے اس کے ہاتھ سے بیج لے کر دیکھا۔ اس پر بڑا سا بات کا عدد کندہ کیا ہوا تھا اور ایک دماغی اسپتال اور پاگل خانہ کا نام لکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا "میں اسپتال میں کتنے دنوں سے ہوں؟"

اس کی سوچ نے کہا "تمہیں کتنے دنوں۔۔۔ ہے ہوں؟ کیا دن رات کا حساب کرنے سے عمر کم ہو جاتی ہے یا زندگی طویل ہو جاتی ہے؟ اگر ایسا کچھ نہیں ہوتا ہے تو دن' مہینے اور سال گننے کا فائدہ کیا ہے؟"

میں نے حیرانی سے سوچا' اس سے پہلے وہ بھولنے اور یاد کرنے کے موضوع پر سوچ رہی تھی اور اب وہ دن رات کی گنتی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ ہر بار اس کے سوچنے کا انداز فلسفیانہ رہا۔ کوئی اس کے خیالات سنے تو کہا تو اسے کبھی پاگل یا نیم پاگل نہیں کہے گا۔ آخر یہ ہے کیا چیز؟

میں نے دماغ کی تہ میں پہنچ کر اس کی پچھلی زندگی کے متعلق معلوم کرنا چاہا تو بڑی حیرانی ہوئی۔ اس کی یادداشت کا خانہ خالی تھا۔ صبح سے اب تک کی باتیں یاد تھیں کہ وہ کس طرح دماغی اسپتال سے نکل کر آئی تھی اور کہاں کہاں بھٹکتی رہنے کے بعد ہماری گاڑی میں آکر بیٹھی ہوئی تھی۔ آج صبح سے پہلے کی کوئی بات اسے یاد نہیں رہی تھی۔

یعقوب ہمدانی اس کے لیے کھانے کا سامان لے آیا۔ وہ خوش ہو کر کھانے لگی۔ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "دوست! کیا تم نے اس کا نام پتا معلوم کیا ہے؟"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "میں اس کے سامنے کچھ بولنا نہیں چاہتا اس لیے تمہارے اندر جو بول رہا ہوں اسے سن کر ہرگز حواس نہ ہو جانا۔"

"کیا تم مجھے بزدل سمجھ کر ڈرا رہے ہو۔ اگر اسے خوف ناک لگا کو گے تب بھی میں ڈرنے والا نہیں ہوں۔"

"شاباش! یہ جو تمہارے پہلو میں بیٹھی ہوئی ہے' پاگل خانے سے بھاگ کر آئی ہے۔"

اس نے گھبرا کر چیخ مارتے ہوئے گاڑی روک دی۔ ایک نظر اس پر ڈالی جو کھانے میں مصروف تھی۔ لقمہ چباتے ہوئے بولی "ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا سینگ نکل آئے ہیں؟"

"نن۔۔۔ نہیں بس یوں ہی دیکھ رہا ہوں۔"

وہ بولی "کسی کھانے والے کا منہ تکنا ندیدہ پن ہوتا ہے۔"

"تم درست کہتی ہو۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"لکی سیون۔"

"لکی سیون' خوش نصیبی کا سات نمبر ہے۔ یہ نام تو نہیں ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"نام تو خاصا بڑا ہے' تم مجھے ہمدانی کہہ سکتی ہو۔"

"یہ ہمدانی کیا ہوتا ہے؟"

"ہمدان ایک علاقے کا نام ہے۔ اس کے حوالے سے میں۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی "جب یہ کسی جگہ کا نام ہے تو تمہارا نام کیسے ہوا؟ تم آدمی ہو یا علاقہ؟"

"ایسی بات نہیں ہے' دراصل میرا نام یعقوب ہے۔"

"یعقوب کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہ دراصل ایک پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کا نام ہے۔"

وہ بولی "کیا تم پاگل ہو؟ میں تمہارا نام پوچھ رہی ہوں اور تم کسی دوسرے کے والد کا نام بتا رہے ہو۔"

وہ مجھے دیکھ کر بولا "اس کی باتوں میں ہوش مندی بھی ہے اور کچھ الٹی منطق بھی۔ مجھے تو یہ پاگل نہیں لگتی۔"

وہ بولی "تمہارے دماغ میں یہ بات کیسے آئی کہ میں پاگل لگتی ہوں؟"

ہمدانی نے گاڑی آگے بڑھائی۔ میں نے کہا "تمہارا یہ بیج بتا رہا ہے کہ تم مینٹل اسپتال سے آئی ہو۔"

اس نے کہا "یہ بیج تو نہیں بتا رہا ہے' دکھا رہا ہے۔ یہ تو بے زبان ہے۔ بتائے گا کیسے؟ تم دونوں مجھے پاگل سے لگتے ہو۔"

میں نے کہا "ہمدانی! تمہیں باتیں کرنے کے لیے ایک ہم سفر کی ضرورت تھی' تو ضرورت پوری کرو۔ میں ذرا سونا چاہتا ہوں۔"

"اے خبردار! تم سو نہیں سکتے۔ معلوم تو ہو یہ مصیبت کہاں تک ہمارے ساتھ رہے گی۔"

وہ بولی "اے! تم مصیبت کسے کہہ رہے ہو؟"

"تمہیں کہہ رہا ہوں۔ زبردستی گلے پڑنے والی کو مصیبت کہتے ہیں۔"

وہ بولی "کیا کسی نے تمہیں دنیا میں آنے کے لیے کہا تھا؟ کبھی نہیں۔ تم تو زبردستی پیدا ہو کر دنیا والوں کے گلے پڑ گئے ہو' کیا تم بھی مصیبت ہو۔"

وہ بولا "میں زبردستی نہیں آیا ہوں۔ میری ماں چاہتی تھی' میرا باپ چاہتا تھا کہ میں اس دنیا میں آؤں۔"

"تمہارے ماں باپ نے تمہیں پیدا ہونے سے پہلے کیسے دیکھ لیا تھا اور کب یہ کہا تھا کہ تم ہی آؤ۔ تمہاری ماں کے پیٹ سے مُنی آسکتی تھی۔ یہ جو پیچھے بیٹھا ہے' یہ بھی آسکتا تھا۔ کسی جان پہچان کے بغیر آنے والے کو بن بلایا مہمان کہتے ہیں۔ تم ماں باپ سے

جان پہچان کے بغیر زبردستی کیوں آگئے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "مجھے معاف کردے میری ماں! غلطی سے دنیا میں آگیا۔ اتنا بتادے تجھے جانا کہاں ہے؟"

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ تمہیں جانا کہاں ہے؟"

"ہم تاشقند جارہے ہیں۔"

"جھوٹ' کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ جہاں جارہا ہے وہیں پہنچے گا۔ ہم سب اپنی اپنی منزل سے ناواقف ہیں۔ جسے منزل سمجھتے ہیں ادھر چلتے چلتے تقدیر راستے بدل دیتی ہے۔"

"تم بھی فلسفیوں کی طرح بولتی ہو۔ کبھی پہنچی ہوئی اللہ کی بندی لگتی ہو۔"

"میں اللہ کی بندی ہوں' کیا تم نہیں ہو؟"

"پلٹ کر ایسا سوال مارتی ہو کہ لاجواب ہو جاتا ہوں۔ بھائی فرہاد! کیا تم بھی۔ س سے ہار گئے ہو۔"

اس وقت ثانی مجھے بلا رہی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے ہمدانی سے کہا "میں بہت اہم معاملے میں مصروف ہوں۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔ یہ لگی سیون پوچھے گی تو کہہ دینا میں سو رہا ہوں۔ اس کے ساتھ الجھو گے تو یہ اور الجھائے گی۔ بہتر ہے محبت اور دوستی سے پیش آتے رہو۔"

پھر میں نے باری باری سلمان' لیلیٰ اور جوجو کو ثانی کے دماغ میں بلایا۔ ثانی نے کہا "ابھی سپرماسٹر نے اطلاع دی ہے کہ فوج اور انٹیلیجنس کے چار افسران مجھے چیک کرنے آرہے ہیں۔ وہ پہلے فون پر مجھ سے گفتگو کریں گے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ثانی نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے کسی نے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "مادام! میں انٹیلیجنس کا ڈائریکٹر جنرل بول رہا ہوں۔ آپ کے بنگلے کے احاطے میں موجود ہوں' ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ ملاقات کی وجہ تو آپ جانتی ہی ہیں۔"

"پلیز! ایک منٹ ہولڈ کریں۔"

پھر ثانی نے کہا "پاپا! آپ ڈائریکٹر جنرل کے دماغ میں جائیں۔"

میں نے اس کے پاس جانا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار مرینا کا لب و لہجہ اختیار کیا۔ پھر گیا تب بھی اس نے یوگا کا مظاہرہ کیا۔ میں نے ثانی کو صورتِ حال بتائی۔ وہ فون پر بولی "ہیلو میں مطمئن ہوں۔ آپ تنہا اندر آکر ڈرائنگ روم میں تشریف رکھیں۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ دوسری بار پھر فون کی گھنٹی بجی۔ اس بار انٹیلیجنس کے شعبے سے تعلق رکھنے والے پینانزم کے ایک ماہر نے رابطہ کیا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ لوگ ثانی پر تنویمی عمل کرکے اس کے اندر سے اس کی اصلیت اگلوانا چاہتے ہیں۔ ایسے طریقہ کار سے ثانی یقیناً بے نقاب ہونے والی تھی۔

سلمان نے اس کے دماغ میں جانا چاہا تو ناکامی ہوئی۔ مرینا کا لہجہ اپنانے کے باوجود ثابت ہوگیا کہ وہ پینانزم کا ماہر دشمنوں کا کارنامہ ہے۔ ثانی نے اسے بھی تنہا اندر آکر ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کو کہا۔ تیسری بار فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے فون پر رابطہ کیا۔ اس بار لیلیٰ گئی پھر واپس آگئی' لیکن مرینا کا لہجہ اختیار کرتے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔

ثانی یہ صورتِ حال معلوم کرکے جان بوجھ کر انجان بن گئی۔ اس اعلیٰ افسر کو اور اس کے بعد رابطہ کرنے والے ایک اعلیٰ افسر کو بھی اندر آنے کی اجازت دے دی۔ پھر اس نے مجھ سے کہا "پاپا! مرینا کو خوش فہمی ہے کہ ہم اس کے آلۂ کار کو سمجھ نہیں پائیں گے۔ اب بتائیں' کیا ارادہ ہے؟"

میں نے اسے سمجھادیا کہ ہمیں کرنا کیا ہے۔ اس کے مطابق اس نے کمپیوٹر کے ذریعے سپرماسٹر سے کہا "میں چاروں افسران سے مطمئن ہوں۔ وہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔ پھر بھی میں خدشہ ظاہر کرچکی ہوں۔ مرینا بہت مکّار ہے۔ میرے خلاف کوئی ایسی چال چل سکتی ہے جس کی ہم توقع نہیں کرسکتے ہیں۔ اگر زندہ بچ گئی تو خوش نصیب کہلاؤں گی ورنہ آپ کو آخری سلام کرتی ہوں۔"

"نہیں بیٹی سلوانہ! ایسی بات نہ کہو۔ میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ اس وقت تمہارے بنگلے کے اندر کے تمام خفیہ وی کیمرے اور ریکارڈرز آن ہیں۔ ہمارے گارڈز چوکنے ہیں۔ خدا بھروسا کرو اور جاؤ۔"

وہ اپنے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم کی طرف جانے لگی۔ اس کے ہاتھ میں ایک بھرا ہوا ریوالور تھا۔ ہم میں سے کوئی ہتھیار لے کر دشمنوں کے سامنے کبھی نہیں جاتا' لیکن میری پلاننگ کے مطابق یہ ضروری تھا۔

وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ وہ چاروں اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ ثانی نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "آپ کو افسوس ہے کہ میں ریوالور لے کر ملاقات کرنے آئی ہوں۔ کیا آپ حضرات کو اعتراض ہے؟"

ایک نے کہا "تم اپنے یقینی تحفظ کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہو۔ ویسے ہم سب سنتے ہیں۔ اول تو کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جانتے ہوئے ہمارے دماغوں میں نہیں آسکے گا۔ فرض کرو کسی چالاکی سے آ گیا تو ہمیں سنتا دیکھ کر آلۂ کار نہیں بنا سکے گا۔"

وہ بولی "ہم سب اسی حد تک سوچتے ہیں جہاں تک عقل کرتی ہے۔ بعض اوقات دشمنوں کی عقل ہماری حد سے زیادہ ہماری توقع سے زیادہ کام دکھا جاتی ہے۔"

میں ان کی باتوں کے دوران اس افسر کے دماغ میں تھا جو کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس وقت مرینا بھی موجود تھی اور میری موجودگی سے بے خبر۔ خود کو تنہا سمجھ کر اس سے کہہ رہی تھی "پائپ میں تمباکو بھرو اور اسے ہونٹوں میں دبا کر سلگاؤ۔ جیسے ہی ہونٹوں میں اسے دباؤ گے' ٹھیک آنکھوں کے سامنے تمباکو فلنگ کی جگہ ایک سرخ نشان ابھرے گا اس نشان سے سپرماد ام کی پیشانی کا نشانہ لے کر پھونک مارو۔ ایک زہریلی سوئی ٹھیک سپرماد ام کی پیشانی پر پیوست ہوجائے گی۔ کم آن وقت ضائع نہ کرو۔"

اعلیٰ افسر اپنی جیب سے پائپ اور تمباکو کی ڈبیا نکالنے لگا۔ میں نے ثانی کے پاس آکر کہا "اس افسر کی اسموکنگ پائپ میں زہریلی سوئی ہے' اسے استعمال نہ کرنے دو۔"

روکنے کو تو میں اور میرے ساتھی بھی اس افسر کو روک کر مرینا کے قاتلانہ حملے کو ناکام بنا سکتے تھے لیکن وہاں ڈراما پلے کرنا ضروری تھا کیونکہ جگہ جگہ ٹی وی کیمرے آن تھے اور ہم چاہتے تھے ثانی پر ہونے والے قاتلانہ حملے کی ویڈیو ریکارڈنگ ہوجائے۔

یہی ہوا۔ جیسے ہی اس افسر نے پائپ کو ہونٹوں سے لگانا چاہا' ثانی نے کمپیوٹر کے سنے بغیر ریوالور سے نشانہ لیا اور گولی چلادی۔ شعاؤں کی آواز کے ساتھ گولی اس کے شانے کی ہڈی توڑتی ہوئی گزر گئی۔ پائپ فرش پر گرا اور باقی افسران دور بھاگتے ہوئے کہنے لگے "تو تو' پلیز ڈونٹ شوٹ' آخر بات کیا ہے؟"

فائرنگ کی آواز سنتے ہی ثانی کے تمام مسلّح گارڈز دوڑتے ہوئے اندر آگئے تھے اور ان تمام افسران کو نشانے پر رکھ رہے تھے۔ سیکورٹی گارڈ کہہ رہا تھا "آپ تمام افسران ہمارے لیے محترم ہیں۔ پھر بھی ہماری مادام کے حکم کے بغیر کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔"

چند لمحوں میں سب کے سب ساکت ہوگئے۔ جو جہاں تھا وہیں بت بن کر رہ گیا۔ ثانی نے بلند آواز سے کہا "ہمارے معزز حکمران' فوج کے اعلیٰ افسران اور سپرماسٹر! آپ سب ٹی وی اسکرین پر ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ یہ اعلیٰ افسر جسے میں نے زخمی کیا ہے' یہ مجھے قتل کرنا چاہتا تھا۔ ابھی آپ کے سامنے اقبالِ جرم کرے گا۔"

پھر وہ زخمی افسر سے بولی "اپنی زبان سے بتاؤ تم نے وہ آلۂ قتل کہاں چھپایا ہے۔ اگر بولنے میں ذرا بھی دیر کی تو دوسری گولی تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کردے گی۔"

وہ جلدی سے بولا "نن..... نہیں گولی نہ چلانا۔ اس پائپ کے اندر ایک زہریلی سوئی ہے۔ اسے استعمال کرنے کا ایک مخصوص طریقہ ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مادام سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ کوئی میرے دماغ میں گھسی ہوئی تھی۔ مجھے قتل کرنے پر مجبور کررہی تھی۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کب اور کیسے میرے اندر آئی تھی اور کس طرح مجھے اپنا تابعدار بنالیا تھا۔"

ثانی نے کہا "پائپ کے اندر سے وہ زہریلی سوئی نکال کر دکھاؤ۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ زہریلی سوئی نکال کر دکھانے لگا۔ ان تمام مناظر کی ویڈیو ریکارڈنگ ہورہی تھی۔ ثانی نے انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل سے کہا "آپ اس پائپ اور سوئی کو اپنی تحویل میں لے کر ان کی میڈیکل رپورٹ حاصل کرلیں۔"

پھر وہ ایک طرف خلا میں دیکھتے ہوئے بولی "میرے ملک کے تمام اکابرین مجھے دیکھ رہے ہیں اور میری آواز سن رہے ہیں۔ میں ان کی اطلاع کے لیے عرض کروں کہ میں سپرماد ام کے عہدے سے استعفا دینے جارہی ہوں۔ آئندہ میں کوئی چھوٹا بڑا عہدہ قبول نہیں کروں گی۔ اگر مجھ پر شبہ ہے کہ میں سپرماد ام سلوانہ نہیں بلکہ سونیا ثانی ہوں تو مجھے اس ملک سے نکال دیا جائے۔"

پھر اس نے سیکورٹی افسر سے کہا "معزز افسران کو بنگلے کے باہر پہنچادو' تمہارے سوا کوئی اندر نہیں آئے گا۔"

وہ ڈرائنگ روم سے چلتی ہوئی بیڈ روم میں آگئی۔ میں نے کہا "بیٹی! استعفا دینے والی بات صرف دھمکی تک رہے۔ تمہیں یہاں بدستور سپرماد ام بن کر رہنا چاہیے۔"

"نہیں پاپا! میں صرف غصہ دکھا رہی ہوں۔"

کمپیوٹر سے رابطہ کرنے کے لیے اشارہ موصول ہونے لگا۔ اس نے اپنے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر سپرماسٹر کی تحریر ابھرنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا "سپرماد ام سلوانہ! تمہارا ناراض ہونا بجا ہے۔ ابھی تم سے ذرا بھی چوک ہوتی تو ہم لبوڈا کی طرح تم سے بھی محروم ہوجاتے۔ میں اس ملک کے تمام اکابرین سے تمہارے لیے فائٹ کررہا ہوں اور تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ استعفا ہرگز نہ دینا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں بھی سپرماسٹر کا عہدہ چھوڑ دوں گا اور یہ بات میں تمام اکابرین سے کہہ رہا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں' آپ مجھے بہت چاہتے ہیں لیکن میں اسی شرط پر موجودہ عہدے پر رہوں گی کہ مجھ پر شبہ نہ کیا جائے اور شبہ ہو تو مجھے ملک بدر کردیا جائے۔ اس کے سوا کوئی تیسری بات میرے لیے قابلِ قبول نہیں ہوگی۔"

"تم جو چاہتی ہو' وہی ہوگا۔ آئندہ کوئی تمہیں چیک کرنے نہیں آئے گا۔ اگر دشمنوں نے ٹیلی پیتھی کے حربے استعمال کرکے ہمارے اکابرین کو تمہاری مخالفت پر مجبور کیا تو میں تمہیں چور راستے سے اس ملک سے باہر بھیج دوں گا۔ تم غصہ تھوک دو اور آرام کرو۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ لیلیٰ' سلمان' جوجو اور میں نے اطمینان کا اظہار کیا۔ اب ثانی کے لیے خطرہ نہیں رہا تھا۔ دشمنوں کی اب کوئی چال ثانی کے خلاف کامیاب نہیں ہوسکتی تھی۔

میں دائیں طور پر کار کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہوگیا۔ اگلی سیٹ پر وہ معیت بیٹھی ہوئی تھی۔

○☆○

صرف مرینا ہی نہیں' شی تارا بھی اس فوجی افسر کے دماغ میں

تھی جو پائپ کے ذریعے زہریلی سوئی پھونک کر ثانی کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔

مرینا نے بڑی کوششوں سے اس اعلیٰ افسر کو ٹریپ کیا تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنالیا تھا پھر شی تارا کو اپنے ساتھ اس کے دماغ میں لے گئی تھی۔ ان دونوں کو یقین تھا کہ ہم میں سے کسی کو اس اعلیٰ افسر پر شبہ نہیں ہوگا اور وہ اس کے ذریعے ثانی کا کام تمام کرکے مجھ پر یہ ثابت کریں گی کہ میری ٹیلی کی اور بہت سی کمزوریاں ان کے ہاتھوں میں ہیں اور وہ اسی طرح علی اور پارس کو بھی ٹھکانے لگائیں گی۔

سوچا تھا کیا اور کیا ہوگیا؟

اتنا بھرپور منصوبہ تھا کہ ثانی کے مقدر میں موت لکھ دی گئی تھی۔ اس کے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ بچ گئی تھی اور ان کا آلۂ کار ناکارہ ہوگیا تھا۔

وہ دونوں دماغی طور پر حاضر ہوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں۔ شی تارا نے حیرانی سے کہا "یہ کیا ہوگیا؟"

مرینا نے کہا "تم میرے ساتھ وہاں موجود تھیں۔ تم نے بھی دیکھا ہے۔ منصوبے میں کوئی خامی نہیں تھی۔ ایسی رازداری تھی کہ میرے سوا کوئی اس افسر کے دماغ میں نہیں جاسکتا تھا پھر ثانی کو کیسے معلوم ہوگیا کہ وہ افسر زہریلی سوئی کے ذریعے اسے ہلاک کرنے والا ہے۔"

شی تارا نے کہا "اس افسر کے اندر ہماری موجودگی نے ثانی کو بھی وہاں پہنچایا ہوگا اور وہ آلۂ کار کے ذریعے قتل کے ارادے کو سمجھ گئی ہوگی۔"

بے چین سرنا خاموش بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا "جو کچھ بھی ہوا ثانی کے لیے اچھا ہوا۔ اب امریکی اکابرین کا اعتماد ثانی پر مضبوط ہوجائے گا۔ انہیں پختہ یقین ہوجائے گا کہ لیوڈا کی طرح ان کی سپرہادام کو بھی قتل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ قتل کرنے والی سازش نے ثابت کردیا ہے کہ وہی سپرہادام سلوانہ ہے۔"

بہن نے پوچھا "بھائی سرنا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا فرہاد اور اس کے خاندان والوں نے کامیابیوں کا ٹھیکا لے رکھا ہے۔ کیا ان کے مقدر میں کبھی شکست لکھی نہیں گئی ہے؟"

مرینا نے کہا "کیوں نہیں' میں نے اسے پچھاڑ دیا تھا۔ مجھ سے پہلے بھی فرہاد اور اس کے بیٹے ناکام ہوتے رہے ہیں۔ ان میں ایک بڑی صلاحیت ہے کہ وہ اپنی ناکامیوں کو حیرت انگیز طور پر بڑی جلدی کامیابیوں میں بدل دیتے ہیں۔"

سرنا نے کہا "مانتا ہوں وہ بڑی ذہانت اور حوصلے والے لوگ ہیں۔ ان سے ٹکرانے کی ابھی ابتدا ہوئی ہے اور ابتدا ہی میں مجھے یہ سبق حاصل ہوا ہے کہ ہم ان کے مقابلے میں ذہانت سے کام نہیں لے رہے ہیں۔"

شی تارا سر جھکا کر سوچتی رہی پھر بولی "یہ درست ہے' ہم جلد بازی سے کام لے رہے ہیں اور جلد بازی ذہانت کو پیچھے چھوڑ دیتی ہے۔ آدمی کو سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیتی۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ ٹہلتی ہوئی ایک طرف گئی پھر پلٹ کر بولی "کل تیرہ تاریخ ہے اور یہ پارس کے لیے ہی نہیں میرے لیے بھی منحوس ہے۔ وہ میرے ہاتھوں قتل ہوگا لیکن منصوبہ ناکام ہوا میں اس کے چنگل میں پھنس جاؤں گی۔"

وہ بھائی کے قریب آکر بولی "کوئی ضروری تو نہیں کہ میں ہی اس پر حملہ کروں اور کروں گی تو یہ جلد بازی اور حماقت ہوگی۔ پارس کی اگلی منحوس تاریخ تیئیس ہے۔ میں ان دس دنوں میں پوری طرح ذہانت سے کام لے کر اسے گھیرنے اور سمجھنے کی کوشش کرتی رہوں گی اور ستاروں کی چال کو اچھی طرح سمجھتی رہوں گی۔"

وہ بولا "تو ٹھیک کہتی ہے۔ میں بھی جوتش ودیا سے اپنے اور تیرے مستقبل اور مقدر کا حال معلوم کرتا رہوں گا۔"

شی تارا نے جیری کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہوگیا اور آنکھیں کھول کر سوچ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے اور بستر پر کیوں ہے۔

وہ باربرا کا دیوانہ تھا۔ سب سے پہلے وہی یاد آئی۔ وہ اٹھ بیٹھ گیا۔ اسے یاد آیا کہ اس کی محبوبہ اسپتال میں ہے اور وہ دشمنوں کے ڈر سے اس سے ملنے کے لیے نہیں جاسکتا تھا اور محبوبہ سے سنگدل تھی۔ اس سے دھوکا کھانے کے بعد اس سے نفرت کرنے لگی تھی۔

باربرا نے اس سے کہا تھا کہ اگر وہ تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بن جائے تو وہ تمام عمر اس سے محبت کرتی رہے گی۔

محبت کرنے والے اپنی جان بھی دے دیتے ہیں۔ اگر وہ دماغ باربرا کے حوالے کردے تو کیا فرق پڑے گا۔ جس سر میں اس کا سودا سمایا ہے' وہ سر اس معشوق کا ہوجائے تو کوئی بات نہیں۔

اس نے سوچا' خیال خوانی کی پرواز کرے اور باربرا کے پاس پہنچ کر اس سے گفتگو کرے۔ اس نے آنکھیں بند کیں' باربرا کا تصور کیا' اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر پرواز کرنا چاہا لیکن حیران رہ گیا۔ تصور میں باربرا نہیں آئی۔ شی تارا دکھائی دی۔ باربرا کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن بے اختیار شی تارا کے پاس آ گیا۔

وہ بولی "ہیلو جیری! تجھے یاد نہیں ہے کہ تو اسپتال کے سامنے اسٹال کے پاس کھڑا ہوا تھا پھر یہاں کیسے آگیا۔"

"ہاں مجھے یاد نہیں آرہا ہے' تم کون ہو؟"

"میں تیری مالکہ ہوں اور تو میرا غلام۔ میری مرضی کے بغیر خیال خوانی نہیں کرے گا۔ چھپ کر باربرا کے پاس جانا چاہے گا تو تیری غلامانہ ذہنیت سوچ کی پرواز کو میرے پاس لے آیا کرے گی۔"

"اوہ میں سمجھ گیا۔ تم نے مجھ پر عمل کیا ہے اور اپنا تابعدار بنالیا ہے۔"

"ہاں' میں تجھے حکم دیتی ہوں کہ باربرا کی دیوانگی میں اس کے قریب نہیں جائے گا۔"

"میں نہیں جاؤں گا لیکن مجھے اس سے دور کیوں کرتی ہو؟"

"تیری سلامتی کے لیے۔ کیا تجھے یاد ہے کہ باربرا کو ایک بڑے آپریشن کے بعد ہی دماغی توانائی حاصل ہوگئی تھی جبکہ ایسی مریضہ ماہ و سال تک دماغی اور جسمانی طور پر کمزور رہتی ہے۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔ میں حیران ہوں کہ اسے اچانک کیسے توانائی حاصل ہوگئی تھی۔"

"میں بتاتی ہوں۔ اس کے ساتھ کوئی پراسرار قوت ہے' ایک نادیدہ ہستی اس کے آس پاس رہتی ہے۔"

"تم ناقابلِ یقین بات کہہ رہی ہو لیکن میری مالکہ ہو اس لیے یقین کررہا ہوں۔ جیسا کہ میں تمہارا غلام بن چکا ہوں' تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا کیا اس کے صلے میں میری ایک آرزو پوری کروگی؟"

"میں جانتی ہوں' تیری آرزو باربرا ہے۔ کیا اب بھی تجھے عقل نہیں آئی کہ اس کی آرزو میں بھٹکتے ہوئے میرا غلام بن گیا ہے۔ آئندہ پھر بھٹکے گا تو کوئی دوسرا تجھے جوتا بنا کر پہن لے گا؟"

"میں بھٹکنا نہیں چاہتا۔ تم کسی طرح باربرا کو یہاں لاکر مجھے تنہائی سے بچاسکتی ہو۔"

"حالات سازگار رہوں گے تو ضرور اس لڑکی کو تیری جھولی میں ڈالوں گی۔ فی الحال اس کا خیال دماغ سے نکال دے اور کمرے سے نکل کر پورے مکان کی صفائی کر اور کچن میں جاکر کھانے کا انتظام کر۔ ہم یہاں کسی ملازم کو رکھ کر کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے۔ اور خبردار! میری اجازت کے بغیر اس مکان سے باہر قدم نہ رکھنا۔"

وہ رابطہ ختم کرکے اپنے کمرے میں آئی۔ جیری وہاں آکر صفائی کرنے لگا پھر رات کا کھانا تیار کرنے کے لیے کچن کی طرف گیا تو شی تارا نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا اس کے بعد میری' پارس کی اور اپنی جنم کنڈلی کھول کر بیٹھ گئی۔ پے بہ پے سرنا بھی اپنے کمرے میں یہی کررہا تھا۔ دونوں بہن بھائی نے طے کرلیا تھا کہ آئندہ ستاروں کی چال کے مطابق اپنی چالیں چلیں گے۔

شی تارا دو گھنٹے تک جوتش ودیا کے مطابق معلومات حاصل کرتی رہی اور حساب لگاتی رہی کہ کل ہی تیرہ تاریخ کو پارس ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹ جائے۔ ہر بار حساب کرنے سے یہی بات سامنے آرہی تھی کہ وہ دوست بن کر اس کانٹے کو اپنی زندگی سے نکال کر پھینک سکتی ہے۔

جوتش ودیا کہہ رہی تھی کہ دونوں کے ستارے خوب ملتے ہیں۔ دونوں خوب شیر و شکر ہوسکتے ہیں۔ شی تارا کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے وہ ساری دنیا پر حکومت کرے گی لیکن ایک قباحت ہے۔

پارس سے شیر و شکر ہوتے ہوتے اسلام قبول کرلے گی۔

اس نے ناگواری سے انکار کے انداز میں سر کو جھٹک کر کہا "ہرگز نہیں۔"

وہ علم نجوم اور علم الاعداد سے دوسری راہیں تلاش کرنے لگی۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ وہ پارس سے دور رہے۔ ہر ماہ کی صرف تین تاریخوں میں پارس کے خلاف منصوبوں پر عمل کرے لیکن کل کی تیرہ تاریخ دوستی کے لیے موزوں ہے۔ دشمنی کے لیے حالات سازگار نہیں ہیں۔ اسے آئندہ تئیس تاریخ کا انتظار کرنا ہوگا۔

رات کو کھانے کی میز پر شی تارا نے بھائی سے پوچھا "کیا تو نے میری جنم کنڈلی دیکھی تھی؟"

"ہاں' تو بڑی نصیبوں والی ہے۔ ستاروں کی چال' اعداد کا شمار اور ہاتھ کی لکیریں سب یہی کہتی ہیں کہ تو ساری دنیا پر اثر انداز ہوگی۔ جہاں جائے گی حکمرانی کرے گی لیکن حکمرانی کا بنیادی پتھر پارس ہے۔"

"یہ تو میں بھی جانتی ہوں۔ اگر اس کمبخت کو راستے سے ہٹانے میں کامیاب ہوجاؤں گی تو کسی اور کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاروں گی لیکن عام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح محدود رہوں گی۔ کوئی نمایاں مقام حاصل نہیں کرسکوں گی۔"

"تو پھر کیسی زندگی گزارے گی؟ کامرانی اور حکمرانی یا گمنامی؟"

"میں اپنے دھرم پر قائم رہنے کے لیے گمنام ہی رہنا پسند کروں گی۔"

"شاباش' پھر تو ایک دن تو پارس کو ضرور موت کے گھاٹ اتارے گی اور ایسے وقت میں تیرے ساتھ رہوں گا۔"

"کیا تیری ودیا نے بتایا ہے کہ کل کی تیرہ تاریخ ہمارے لیے موافق نہیں ہے؟"

"ہاں' دس دنوں کے بعد شاید تئیس تاریخ ہمارے موافق ہو۔"

"شاید کیوں کہہ رہا ہے؟"

"اس لیے کہ کوئی نادیدہ رکاوٹ ہے۔ پتا نہیں وہ کسی کی آتما ہے یا زندہ ہستی ہے۔ مرینا نے اسے تین بار دیکھا ہے۔"

"ہوسکتا ہے مرینا کسی طور دھوکا کھا رہی ہو۔"

"میں تو دھوکا نہیں کھا سکتا۔ میں نے اپنی آتما کو باربرا تک پہنچانا چاہا لیکن آتما میری جسم سے باہر نہیں آئی۔ میں سانس روکتے وقت بھی یوں گھبرا جاتا تھا جیسے سانس نہ رک رہی ہو' دم نکل رہا ہو۔"

"بھائی سرنا! یہ کیسی بلا ہے جو ہمارے پیچھے پڑ گئی ہے؟"

"ہمیں یہ بعید معلوم کرنا ہی ہوگا۔ اگر وہ آتما ہے تو ہمیشہ اپنے جسم سے باہر نہیں رہتی ہوگی اور زندہ ہستی ہے تو ہمیشہ باربرا اور پارس کی نگرانی نہیں کرتی ہوگی۔"

مرینا نے کہا "تم نے بہت اچھا نکتہ بیان کیا ہے۔ ہم اس ہستی

کی عدم موجودگی میں باربرا اور پارس کے پاس جاسکتے ہیں۔"

شی تارا نے پوچھا "یہ کیسے معلوم ہوگا کہ وہ ہستی ان کے قریب موجود ہے یا نہیں؟ اس کے آنے جانے کا ٹائم ٹیبل معلوم ہونا چاہیے۔"

سرنا نے کہا "مرینا! تو ابھی آتما شکتی کے ذریعے پارس کے پاس جا میں باربرا کے پاس جاتا ہوں۔ یوں وقفے وقفے سے آتے جاتے رہیں گے تو ہمیں اس پُراسرار ہستی کا ٹائم ٹیبل معلوم ہوجائے گا۔"

انہوں نے کھانے سے فارغ ہوکر کچھ دیر آرام کیا پھر مرینا اپنے کمرے کا اور سرنا اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرکے بستر پر لیٹ گئے۔ آتما شکتی کے طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے اپنے جسم سے اور اپنی رہائش گاہ سے باہر نکل گئے۔

مرینا چشم زدن میں پارس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ ایک فورا سٹار ہوٹل کے کمرے میں تھا اور وہ ہوٹل اس رہائش گاہ سے صرف سو گز کے فاصلے پر جہاں شی تارا اور پے پے سرنا نے قیام کیا تھا۔

پارس ایک پلنگ پر آدھا لیٹا ہوا، آدھا بیٹھا ہوا تھا اور خلا میں یوں تک رہا تھا جیسے کسی خیال خوانی کرنے والے کی باتیں اپنے دماغ میں سن رہا ہو۔

یہ اچھا موقع تھا اگر مرینا اپنی آتما جسم میں واپس لے آتی اور خیال خوانی کے ذریعے پارس کے دماغ میں آسانی سے پہنچ جاتی وہ اسے محسوس نہ کرتا کیونکہ پہلے سے کوئی اس کے اندر موجود تھا جس کی باتیں سنتے وقت وہ خلا میں تک رہا ہے۔

اس طرح دو فائدے حاصل ہوتے ایک تو وہ پارس کے ساتھ ہونے والی پرائیویٹ گفتگو سن کر معلومات میں اضافہ کرتی۔ دوسرے دماغ میں دیر تک رہ کر کچھ اور چور خیالات پڑھ لیتی۔ قسمت ساتھ دیتی تو موقع پاکر اس کے اندر زلزلہ بھی پیدا کردیتی۔ اب تو وہ میرے اور میرے بیٹوں کے معاملات میں قسمت پر ہی بھروسا کرنے لگی تھی۔ اپنی پیدائشی مکاری کام نہیں آرہی تھی۔

وہ فوراً اپنے بند کمرے میں اپنے جسم کے پاس آئی پھر ٹھٹک گئی۔ اس کا جسم بستر پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اور اس کے پاس وہ نورانی دوشیزہ بیٹھی ہوئی تھی۔ مرینا نے سوچا کہ یوگا کا عمل ختم کرے تاکہ آتما جسم میں آئے اور وہ سانس لینا شروع کرے۔

وہ سانس نہ لے سکی۔ آتما کو اپنے جسم کی طرف آنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ وہ جدھر سے آنا چاہتی تھی اُدھر نور حائل ہوجاتا تھا۔

اس نے کئی سمت سے اپنے جسم میں آنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوئی۔ پریشان ہوکر سوچنے لگی "کیا کروں؟ اپنے بدن میں کیسے جاؤں؟ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسا نور میری آتما کا راستہ یوں روکے گا کہ میرے لیے زندگی کے دروازے بند ہوجائیں گے۔"

وہ ایک لاش کی طرح پڑے ہوئے جسم کو دیکھ رہی تھی۔ ابھی اس جسم کو زندگی ملنے کی امید تھی کیونکہ وہ چالیس منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ اس عرصہ میں وہ جسم کے اندر آکر سانس لے سکتی تھی ورنہ چالیس منٹ کے بعد ہمیشہ کے لیے دم باہر ہی رہ جاتا۔

بہت بری طرح پھنس گئی تھی۔ ابھی آٹھ منٹ گزرے تھے بتیس منٹ رہ گئے تھے۔ ان گزرتے ہوئے لمحات میں زندگی بھی مل سکتی تھی اور موت بھی۔

یہ بات یقین کی حد تک سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ نور اسے جسم تک پہنچنے نہیں دے گا۔ اس سلسلے میں پے پے سرنا سے مدد حاصل کرنا چاہیے۔

پے پے سرنا آتما شکتی کے ذریعے دارالشفا کے اس کمرے میں گیا تھا جہاں باربرا آرام کررہی تھی۔ اس نے دیکھا وہ ایک بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور تنہا تھی۔ رات کے وقت اسپتال میں ویرانی سی تھی۔ مریضوں اور عیادت کرنے والوں کی آمدورفت نہیں تھی۔ اسپتال کا مختصر سا عملہ تھا گویا راستہ بالکل صاف تھا۔

وہ وہاں جاکر باربرا کو کمزور بناکر اس کے دماغ پر قبضہ جما سکتا تھا اور اسے آسانی سے اپنی رہائش گاہ میں لاسکتا تھا۔ سب سے زیادہ اطمینان کی بات یہ تھی کہ وہ نورانی دوشیزہ پہرا نہیں دے رہی تھی۔

وہ اسپتال سے واپس ہوگیا۔ اپنے بند کمرے میں اپنے ساکت جسم کے پاس آیا مگر ٹھٹک گیا۔ اس کا جسم ایک لاش کی طرح بستر پر پڑا ہوا تھا اور بستر کے پاس ایک نورانی بزرگ بیٹھے ہوئے تھے بے شک وشبہ وہ جناب علی اسد اللہ تمیزی تھے۔

سرنا نے آتما شکتی سے اپنے جسم میں آنا چاہا لیکن نور کی ایک کرن حائل ہوگئی۔ راستہ رک گیا۔ اس نے دوسری سمت سے آنا چاہا۔ اس سمت میں بھی نور کی چادر تنی ہوئی تھی۔

اس نے اپنے جسم میں داخل ہونے کے لیے کئی طرح جتن کیے اور ناکام ہوتا رہا۔ پریشان ہوکر سوچنے لگا "میں کیا کروں اپنے بدن میں کیسے جاؤں؟ یہ بزرگ کون ہیں جو میرے اور زندگی کے درمیان موت بن کر کھڑے ہوئے ہیں؟"

وہ ڈیڑھ گھنٹے تک سانس روکنے کا عادی تھا۔ یعنی ڈیڑھ گھنٹے زندگی رہ گئی تھی۔ اس مختصر مدت میں جسم سانس لیتا تو زندہ ہوتی، ورنہ موت۔

وہ پریشان ہوکر سوچ رہا تھا کہ کیا کرے؟ اس وقت مرینا آتما نظر آئی۔ وہ سرنا سے مدد مانگنے آئی تھی اسے اشارے اپنے ساتھ چلنے کو کہہ رہی تھی۔ وہ اپنے جسم کو چھوڑ کر نہ جاتا اس خیال سے گیا کہ شاید کہیں سے کوئی مدد حاصل ہو اور جسم جگہ مل جائے۔

اس نے مرینا کے بند کمرے میں آکر دیکھا۔ وہاں بستر پر جسم بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اور اس جسم کے پاس بیٹھی آمنہ فرہاد کو وہ پہچان نہیں سکتے تھے۔

سرنا نے مرینا کی آتما کو اشارے سے کہا کہ وہ اپنے جسم میں جائے۔ اس نے اشارے میں جواب دیا کہ وہ نورانی پیکر راستہ روک رہا ہے۔

وہ مرینا کے ساتھ اپنے کمرے میں آیا پھر نورانی بزرگ کی طرف انگلی اٹھائی۔ اشارے کی زبان میں سمجھایا کہ یہ بزرگ بھی میرا راستہ روک رہے ہیں۔

وہ دونوں گھبرا کر اپنی رہائش گاہ سے باہر آگئے۔ زندگی کی طرف لوٹ آنے کی کوئی تدبیر سجھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے اشاروں میں پوچھ رہے تھے کہ کیا کرنا چاہیے؟ کیا ایسے وقت کوئی ان کے کام آسکتا ہے؟

پھر سرنا نے مرینا کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا وہ دونوں وہاں سے چلے اور پلک جھپکتے ہی لاسہ کے مندر میں گرودیو مہالامہ کے استھان تک پہنچ گئے۔ مندر کی ایک چھت پر آنجہانی گرودیو کے کئی شاگرد سانس روکے یوگا کے مختلف آسنوں میں دکھائی دے رہے تھے۔ وہ دونوں اس امید پر آئے تھے کہ ان میں سے کوئی آتما شکتی کی مشق کررہا ہوگا اور ایسا کرتے وقت وہ اپنے جسم سے نکلے گا تو ان دونوں کی آتماؤں کو دیکھے گا۔ وہ اشاروں میں حالتِ زار بیان کریں گے اور اس سے مدد طلب کریں گے۔

وہاں آنجہانی گرودیو کے جتنے چیلے تھے، سب یوگا کی مشقوں میں مصروف تھے۔ ان میں سے کوئی آتما شکتی کی مشق نہیں کررہا تھا۔ وہ دونوں کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد مایوس ہوکر واپس آگئے۔

اس بند کمرے میں بزرگ کی آواز ابھری "واپس آگئے؟"

پے پے سرنا کے دماغ میں وہ آواز گونجنے لگی "واپس آگئے؟ واپس آگئے؟ آگئے آگئے؟"

مرینا کے دماغ میں بھی یہی آواز اور الفاظ گردش کررہے تھے۔

بزرگ نے پوچھا "میری آواز تمہیں کہاں موصول ہورہی ہے؟ اپنے دماغ میں یا اپنی آتما میں؟

لیکن آتما تو نہیں سکتی، بول نہیں سکتی۔

اس لیے تم میری باتیں اپنے دماغ میں سن رہے ہو۔

اور اگر دماغ میں سن رہے ہو تو اس کا مطلب ہے تمہارا جسم زندہ ہے، زندہ نہ ہوتا تو دماغ نہ سنتا۔

یوں ثابت ہوا کہ تمہاری آتما یا روح جسم کے باہر نہیں ہے باہر ہوتی تو تم مرچکے ہوتے۔

تم سمجھتے ہو کہ آتما شکتی سے تمہاری روح جہاں چاہتی ہے وہاں پہنچ جاتی ہے۔ یہ غلط ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ روح ایک ہی بار جسم سے علیحدہ ہوتی ہے پھر وہ عالم ارواح میں چلی جاتی ہے پھر قیامت کے دن ہی وہ خالق حقیقی ہمیں زندگی دیتا ہے اور اعمال کے مطابق جنت اور جہنم دیتا ہے۔

ہماری دنیا میں ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ آدمی سانس روک کر عارضی طور پر مرتا ہو اور اپنی روح کو ساری دنیا کی سیر کرانے کے بعد پھر جی اٹھتا ہو۔

یہ جو تم ابھی لاسہ کے مندر گئے تھے، یہ جو میں پیرس سے یہاں پہنچا ہوا ہوں تو یہ ہماری تمہاری روح نہیں ہے۔

یہ روح کی وہ توانائی ہے جو ہزاروں میل کی دوری تک دیکھتی ہے پیرس کے ٹی وی کیمرے کے سامنے ایکٹ کرنے والا اداکار ازبکستان کے ہر ٹی وی اسکرین پر دیکھا جاتا ہے۔

فرق یہ ہے کہ اسکرین کے کردار کو ہماری ظاہری آنکھ دیکھتی ہے اور روحانی کردار کو صرف باطنی آنکھ دیکھ پاتی ہے۔ ہم نے تم نے روحانیت میں کمال کا درجہ حاصل کیا اس لیے بصارت سے نہیں بصیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔

وائس آف امریکا سے نشر ہونے والی آواز ازبکستان میں سنی جارہی ہے۔ اسی طرح روحانی توانائی سے تم میری آواز اپنے دماغ میں سن رہے ہو۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ روح کا تماشا نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟

یہ روحانی ٹیلی پیتھی ہے جو صرف عبادت اور ریاضت سے حاصل ہوتی ہے اور اس کے لیے پاکیزگی لازمی ہے۔

سرنا! تمہاری روحانی قوت محدود ہے اور محدود رہے گی کیونکہ تمہاری پاکیزگی محدود ہے۔ سوائے مسلمانوں کے دنیا کی کسی قوم میں استنجا والی پاکیزگی نہیں ہے۔ ایسی طہارت کا سبق ہمیں روح کی پاکیزگی تک لے جاتا ہے اور روح ہمیں لامحدود توانائی تک لے جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں تمہارے سامنے سانس لے رہا ہوں تم اور مرینا ہمارے سامنے سانس لینے کے قابل نہیں رہے ہو۔

سانسوں کا لین دین قادرِ مطلق کی مرضی سے جاری رہتا ہے۔ ہمیں حکم تھا کہ صرف اتنی دیر تمہارے سانسوں کو روکیں پھر رواں رہنے دیں۔ سو وہ وقت گزر گیا۔ ہم جارہے ہیں۔ خدا تمہیں عقل اور ایمان دے۔"

دوسرے ہی لمحے میں سرنا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اُدھر مرینا اپنے بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ دونوں کو یوں لگ رہا تھا جیسے ایک خواب تھا جو ٹوٹ گیا ہے اور آنکھ کھل گئی ہے۔

انہوں نے گھڑی دیکھی۔ پتا چلا تقریباً آدھے گھنٹے تک سانس رکی رہی تھی۔ مرینا اپنے کمرے سے نکلی اور سرنا کے کمرے میں آکر کہا "مائی گاڈ! مجھے تو یقین ہوچلا تھا کہ ہم کبھی زندگی کی طرف لوٹ کر نہیں آسکیں گے۔"

سرنا گہری سنجیدگی سے سوچتے ہوئے بولا "آج ہم قسمت سے بچ گئے، آئندہ کیا ہوگا؟"

وہ بولی "ہم دیوار پر زور سے گیند نہ ماریں تو وہ گیند پلٹ کر ہماری طرف نہیں آئے گی۔ اگر ہم فرہاد سے اور اس کے تمام احباب سے دور رہیں، ان پر پتھر نہ پھینکیں تو جواباً ہمیں وہ لوگ پتھر

نہیں ماریں گے۔"

"یہ ہے تو انشمندی کی بات لیکن میں مرد ہوں' شہ زور ہوں یہ میرے لیے دشمن کے سامنے گھٹنے ٹیکنے والی بات ہوگی۔ مرد جب میدانِ جنگ میں ہوتا ہے تو شکست کھا کر میدان سے نہیں بھاگتا بلکہ شکست کی وجہ معلوم کرتا ہے۔ اپنی کمزوریوں کو دور کرتا ہے۔ آج ہم ناواقفیت میں پھنس گئے تھے۔ آئندہ نہیں پھنسیں گے۔"

"وہ بوڑھا جو تمہارے بے حس جسم کے پاس بیٹھا تھا' وہ کہہ رہا تھا' یہ آتما واتما کچھ نہیں ہے' بلکہ روحانی ٹیلی پیتھی ہے اور وہ مسلمان تم سے اور مجھ سے زیادہ اس روحانی ٹیلی پیتھی میں پاور فل ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ آئندہ بھی ہماری آتما شکتی کے لیے پرابلم بنے گا۔ اگر وہ آئندہ ہمارے سانس روکنے کے دوران آئے گا تو پھر ہمیں دوبارہ سانس لینے نہیں دے گا۔ وہ اولڈ مین ہمیں مار ڈالے گا۔"

"یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے کہ وہ بار بار ہمیں ٹریپ کرتا رہے گا۔ میں مانتا ہوں اس کی آتما شکتی زیادہ ہے۔ اگر میں آتما شکتی کے ذریعے فرہاد اور اس کے کسی رشتے دار کے پاس نہ جاؤں تو وہ بوڑھا میری سانس روک نہیں آئے گا لیکن میں جسمانی طور پر فولاد ہوں فرہاد اور اس کے بیٹوں کو گیلے کپڑوں کی طرح نچوڑ سکتا ہوں۔ ایسے محاذ پر وہ بوڑھا روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"ہمیں شی تارا کو اس موجودہ تجربے کے متعلق تفصیل سے بتانا چاہیے۔"

"میری بہن میرے دماغ میں موجود ہے' سب کچھ سن رہی ہے اور سمجھ رہی ہے۔ یہ بتاؤ تم پارس کے پاس گئی تھیں؟"

"ہاں' میں تو بتانا بھول گئی' یہ جو سامنے ہوٹل ہے اس کے ایک کمرے میں پارس موجود ہے۔"

وہ چونک کر کھڑا ہو گیا "کیا واقعی؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ تمہیں یہی بتانے اپنے جسم میں واپس آنا چاہتی تھی مگر اس نورانی دوشیزہ نے راستہ روک لیا تھا۔"

سرنا نے کہا "اوہ گاڈ! دشمن ہمارے اس قدر قریب ہے اور ہم اب تک اس سے غافل رہے۔"

شی تارا نے پوچھا "مرینا! کیا پارس تمہیں موجودہ حلیے میں پہچانتا ہے؟"

"نہیں' اس نے یہ موجودہ بہروپ نہیں دیکھا ہے۔ میرا خیال ہے وہ ہم میں سے کسی کو نہیں پہچان رہا ہے۔ یونہی اتفاقاً سامنے والے ہوٹل میں آگیا ہے۔"

"کیا وہ تنہا ہے؟"

"بالکل تنہا ہے۔ جب میں وہاں گئی تو اس کمرے میں کوئی دوسرا نہیں تھا۔"

"کمرا نمبر بتاؤ؟"

"تھری او سیون۔"

وہ جوتے پہنتے ہوئے بولا "میں ابھی اس سے نمٹ لوں گا۔"

"بھائی سرنا! ستاروں کی چال کے خلاف نہ چل۔ تو اسے جان سے نہیں مار سکے گا۔"

"میں جانتا ہوں۔ اسے جان سے نہیں ماروں گا صرف اپاہج بنا کر چھوڑ دوں گا۔ گھڑی دیکھو' رات کے بارہ بج کر پانچ منٹ ہو چکے ہیں۔ اس کی منحوس تیرہ تاریخ شروع ہو چکی ہے۔"

"ہاں' اس لحاظ سے اس کی شامت آسکتی ہے۔ تو ہمالیہ پہاڑ ہے' پارس کو پیس کر رکھ دے گا۔"

وہ جاتے ہوئے بولا "میری واپسی میں خواہ کتنی ہی دیر ہو جائے تو میرے دماغ میں خیریت معلوم کرنے نہ آنا۔ تیرے آنے سے دشمنوں کے لیے میرے دماغ کا دروازہ کھلا رہے گا۔"

"بھائی سرنا! تو قریب ہی جا رہا ہے واپسی میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔"

"میری بہنا! اگر وہ جان چھڑا کر بھاگے گا تو اس کا تعاقب کرنے کے لیے مجھے دور جانا ہی ہوگا۔ مرینا! میری بہن کو لے جا اور میرے آنے تک اسے اپنے ہی پاس سُلانا۔ میرے لیے خواہ مخواہ نہ جاگنا۔"

وہ جانے لگا۔ شی تارا اور مرینا اسے دور تک جاتے ہوئے دیکھتی رہیں چونکہ ہوٹل سامنے ہی تھا اس لیے سرنا گاڑی نہیں لے گیا۔ شی تارا نے کہا "مرینا! مجھے نیند نہیں آئے گی۔ جیری سے کہو کافی بنائے۔"

مرینا نے جیری کو بلا کر کافی بنانے کا حکم دیا۔ شی تارا سامنے ہوٹل کی تیسری منزل کی طرف دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی اسی منزل کے کمرا نمبر سات میں پارس ہے۔ آدھی رات گزر چکی ہے' وہ سو رہا ہوگا ویسے جاگتا بھی ہوگا تو فرق نہیں پڑے گا۔ میرا بھائی سوئے ہوئے شیر کو جگا کر شکار کرتا ہے۔

پھر وہ سوچنے لگی لیکن یہ باپ بیٹے حواس پر چھائے رہتے ہیں۔ سب ہی کہتے ہیں اور ان کی ہمسری بھی کہتی ہے کہ یہ کبھی آسانی سے قابو میں نہیں آتے' لیکن یہ تو بہت آسان سا لگ رہا ہے۔ بس اس کمرے میں جانا ہے اور اس خطرناک نوجوان کو توڑ پھوڑ کر آجانا ہے۔

مرینا نے پاس آکر پوچھا "ہوٹل کی طرف کیا تک رہی ہو؟"

وہ ایک انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولی "پارس اوھر تیسری منزل میں ہے۔ ابھی اس کے ٹوٹنے پھوٹنے کی خوشخبری ملے گی۔"

"نہیں شی تارا! یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ میں مانتی ہوں تمہارا بھائی پہاڑ ہے۔ مگر پارس بھی فولاد ہے۔ پھر یہ کہ وہ طاقت سے زیادہ مکاری سے کام نکالتا ہے۔ میں اس کی رگ رگ سے واقف ہوں۔"

"ہاں' تو اس کے ساتھ دن اور راتیں گزار چکی ہے۔ اس نے تجھے پھنسایا تھا یا خود پھنس گئی تھی؟"

"میں ہی دیوانی ہو گئی تھی۔ سچ پوچھو تو آج بھی اس کے سامنے کوئی دوسرا مرد متاثر نہیں کرتا۔"

"اس میں ایسی کیا بات ہے؟"

"اس کے پیار میں' اس کی قربت میں' زہریلی کشش ہے۔ ایک بار اس کا زہر رگوں میں دوڑ جائے تو بار بار آرزو ئیں اسے ہی پکارتی رہتی ہیں۔ شی تارا تم نے اسے ریستوران میں بڑی دیر تک قریب سے دیکھا ہے۔ کیا اس کی خوروئی متاثر نہیں کرتی ہے؟"

وہ منہ پھیر کر بولی "اونہہ' ابھی میرا بھائی اس کی خوروئی کو مٹی میں ملا کر آنے والا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دور سے سرنا آتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ دونوں دوڑتی ہوئی اس کی طرف جانے لگیں۔ شی تارا دوڑتی ہوئی بولی "بھائی سرنا! جلدی بول' ہاریا جیت؟"

وہ قریب آتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو فضا میں لہراتے ہوئے بولا "میری بہنا! بھلا تیرا بھائی کبھی میدان ہار سکتا ہے۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کی ہڈیاں توڑ دی ہیں' اسے اپاہج بنا دیا ہے۔"

بہن خوشی سے دوڑتی ہوئی بھائی سے جا کر لپٹ گئی۔ مرینا نے کہا "مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ سرنا! تم نے کس بے چارے کو اپاہج بنا دیا ہے؟"

"پارس کو اور کس کو؟"

"تم نے اسے کیسے پہچانا؟"

"تو نے بتایا تھا کہ وہ کمرا نمبر تھری او سیون میں ہے۔"

"تو نے بتایا تھا کہ وہ کمرا نمبر تھری او سیون میں ہے۔"

یہ میں نے رات کے دس بجے کہا تھا۔ کتنا وقت گزر چکا ہے۔ ہو سکتا ہے پارس وہاں سے چلا گیا ہو اور دوسرا مسافر وہاں آیا ہو۔"

"مرینا! تو نے اور بھی پہچان بتائی تھی کہ وہ زہریلا ہے اور کئی بوتل شراب پینے کے بعد بھی اسے نشہ نہیں ہوتا ہے۔"

وہ بولی "ہاں' یہ پارس کی پہچان ہے۔"

"تو پھر مجھ سے غلطی نہیں ہوئی ہے۔ میں نے کمرے میں داخل ہوتے ہی دیکھا' وہ زہریلا جوان بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے سرہانے والی میز پر سانپوں کے دو پٹارے رکھے ہوئے تھے۔ فرش پر شراب کی دو خالی بوتلیں پڑی ہوئی تھیں۔"

"اوہ سرنا! وہ زہریلا تو ہے مگر اپنے ساتھ سانپوں کے پٹارے نہیں رکھتا ہے۔ دو خالی بوتلوں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ بوتلیں اس نے خالی کی ہوں گی۔"

شی تارا نے کہا "تم دونوں اتنی بحث کیوں کر رہے ہو۔ ابھی پارس کے دماغ میں چل کر دیکھ لیتے ہیں۔"

وہ مرینا کے دماغ میں آئی۔ مرینا پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ پھر دوسرے ہی لمحے واپس آگئی۔ پارس نے سانس روک لی تھی۔

شی تارا نے کہا "بھائی سرنا! تو دھوکا کھا گیا ہے۔ وہ تو صحیح سلامت ہے اس نے اپنے دماغ سے ہمیں بھگا دیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ ہوٹل کا کمرا چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے۔ آخر ان کمبخت سے خطرات سے آگاہی کیسے ہو جاتی ہے؟"

شی تارا "اوہ مائی گاڈ" کہتی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ سرنا نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"ہوگا کیا؟ تو سوچے سمجھے بغیر اسے اپاہج بنانے چلا گیا۔ یہ بات ہم میں سے کسی نے نہیں سوچی کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والی دوشیزہ اور بوڑھے نے تمہاری آتما شکتی والی مصروفیات دیکھی تھیں۔ انہوں نے پارس کو بتایا ہوگا کہ ہم نے اسے ہوٹل کے کمرے میں دیکھ لیا ہے وہ اسی وقت ہوٹل چھوڑ کر چلا گیا ہوگا۔"

سرنا نے کہا "واقعی ہم نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔"

"اب ایک اور تشویشناک پہلو ہے۔ ان روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پارس کو ہماری یہ رہائش گاہ بھی بتا دی ہوگی۔ اب یہ اندیشہ رہے گا کہ وہ ہوٹل چھوڑ کر دور نہیں گیا ہے بلکہ ہمارے بنگلے کے آس پاس ہی کہیں ہماری تاک میں ہے۔"

وہ سب آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دم سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اس لمحے سے ان کا سکون رخصت ہو گیا۔ کوئی دروازے کی طرف گیا' کوئی کھڑکیوں کی طرف۔ وہ سب باہر نیم تاریکی اور نیم روشنی میں دور تک دیکھنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کی تاک میں رہنے والا پارس نظر آجائے گا۔

جیری گرما گرم کافی لے کر آیا۔ شی تارا نے وہ ٹرے اٹھا کر پھینک دی غصے سے بولی "یو نان سنس! یہاں جان پر بنی ہوئی ہے اور تجھے کھانے پینے کی سوجھ رہی ہے۔"

پے پے سرنا نے بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "کیا بھول گئی؟ ہمارے باپو کا اور گرو دیو کا پہلا سبق ہے کہ غصہ کرنے والا عقل سے خالی ہو جاتا ہے۔ دھیرج رکھ اور غصہ تھوک دے۔ سکون سے سوچنا شروع کر دے کہ پارس کوئی آسمانی بلا نہیں ہے۔ انسان کا بچہ ہے۔ انسانی چالیں چلے گا۔ دیوی دیوتاؤں والا جان لیوا حربہ استعمال نہیں کرے گا۔ تو ذہانت اور علم و ہنر میں اس سے کم نہیں ہے اور ذہانت اسے کہتے ہیں جو غصے کے وقت سکون سے سوچنے کا عمل سکھاتی ہے۔"

بھائی بولتا رہا' بہن شانت ہوتی رہی۔ پھر وہ مسکرا کر اس کے سینے پر سر رکھتے ہوئے بولی "میرے بھائی جیسا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ تیری ایک بات سے میرے اندر حوصلے بھر جاتے ہیں۔ میرا سکون برباد کرنے والے شیطان کے بچے سے میں نمٹ لوں گی۔"

وہ پھر کھڑکیوں اور دروازوں کے پاس جا کر باہر دور تک دیکھنے لگے۔ مرینا نے شی تارا سے کہا "تم کہتی ہو' وہ تمہارا سکون برباد کر رہا ہے۔ ذرا غور کرو' وہ تو شاید تم بہن بھائی کو اچھی طرح جانتا بھی نہیں ہے۔ اس نے کبھی تم سے چھیڑ نہیں کی۔ کبھی دشمن کا

رویہ اختیار نہیں کیا۔"

"کیا یہ دشمنی نہیں ہے وہ ہمیں اندیشوں میں اور اضطراب میں مبتلا کررہا ہے۔"

"وہ نہیں کررہا ہے تم خود مضطرب ہورہی ہو۔ ہوسکتا ہے وہ کہیں دور آرام سے سو رہا ہو۔ میں اس پورے خاندان کو جانتی ہوں۔ وہ لوگ کبھی خواہ مخواہ کسی پر حملہ نہیں کرتے۔ جب تک پارس کو چھیڑا نہیں جائے گا تب تک وہ ہم سے دور رہے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کرے گا کہ ہم سے باخبر رہنے کے لیے ہماری نگرانی کرتا رہے گا۔ ہماری رہائش گاہ کے اطراف اس کے آدمی ہوں گے۔ وہ خود کہیں آرام سے سو رہا ہوگا۔"

سرنا نے کہا "مرینا! تیری بات سمجھ میں آتی ہے۔ جب ہم نے ابھی تک اس کا کچھ بگاڑا نہیں ہے اور اس نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے تو وہ خواہ مخواہ ہم پر حملہ نہیں کرے گا۔ ہمارے اور اس کے درمیان دشمنی کی کوئی بنیادی وجہ نہیں ہے۔"

شی تارا نے کہا "وجہ ہے۔ دراصل وہ ہمارا دشمن نہیں ہے ہماری جوتش ودیا نے ہمیں اس کا دشمن بنادیا ہے۔ ہماری ودیا کہتی ہے کہ وہ آئندہ میری زندگی میں انقلابی تبدیلیاں لائے گا جو ہمارے دھرم کے خلاف ہوں گی اور یہ معلوم ہوتے ہی ہم اس کے خلاف ہوجائیں۔"

"دراصل دشمنی یہیں سے شروع ہوئی ہے اور ہم سے شروع ہوئی ہے لیکن میری بہنا یہ ہماری مجبوری ہے۔ اگر ہم دوستی کریں گے تو ہمارے دھرم کے حوالے سے نقصان اٹھائیں گے۔"

"بہتر یہ ہے کہ دشمنی کی جائے نہ دوستی۔ میرے ستارے کہتے ہیں اگر میں اپنی پسند کے کسی نوجوان سے شادی کرلوں تو ایک خوشحال گھریلو زندگی گزاروں گی۔ میری شادی ہوتے ہی پارس کی بلا ٹل جائے گی۔"

"میری بہن! ہم نے غیر معمولی علوم حاصل کرنے کے لیے بچپن سے محنت اور کڑی مشقت کی ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہ تو گمنام گھریلو زندگی گزار کر اس دنیا سے چلی جائے۔ جب ہماری ودیا نے ہمیں پارس کی تین منحوس تاریخیں بتادی ہیں تو پھر فکر کیوں کرتی ہے۔ وہ تیرے ہاتھوں مرے گا اور ضرور مرے گا۔"

"بھائی سرنا! کل کی منحوس تاریخ میں میری چال کامیاب نہیں ہوگی۔ مجھے اس سے دور رہنا چاہیے۔ کیوں نہ میں دس دن کے لیے لندن چلی جاؤں۔"

وہ کچھ دیر سوچ کر بولا "میں بھی اپنے سے تجھے جدا نہیں کرتا لیکن تیرے آرام اور سکون کے لیے راضی ہوں۔ ان دس دنوں میں یہ اطمینان رہے گا کہ تو محفوظ ہے۔ میں یہاں اس عرصے میں پارس کو صحیح سلامت نہیں رہنے دوں گا۔ اس کے باپ کا پتا ٹھکانا بھی معلوم کرلوں گا۔"

وہ ٹیلی فون کے پاس آکر بیٹھتی ہوئی بولی "میں ابھی ایئرپورٹ کے متعلقہ افسران سے کہتی ہوں کہ صبح چھ بجے اپنے ذاتی طیارے میں لندن جاؤں گی۔ وہ لوگ اس سلسلے کے ضروری کاغذات تیار رکھیں گے۔"

اس نے فون کرنے کے لیے ریسیور اٹھایا پھر رک گئی۔ باہر گاڑیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سرنا نے تیزی سے کھڑکی کے پاس آکر باہر دیکھا پھر کہا "فکر کی بات نہیں ہے، پولیس والے ہیں۔"

اس نے دروازے کے پاس آکر اسے کھولا۔ دو پولیس افسر اور پانچ سپاہی تھے۔ سب کے سب قد آور پہلوان دکھائی دیتے تھے۔ ازبکستان کے لوگ صحت مند اور قد آور ہوتے ہیں۔ ایک افسر نے مقامی زبان میں کچھ کہا۔ سرنا کی سمجھ میں نہیں آیا۔ دوسرے افسر نے انگریزی میں کہا "یہ پوچھتا ہے، تم لوگ کون ہو کہاں سے آئے ہو؟"

سرنا بتانے لگا کہ وہ لندن سے آئے ہیں اور ان کا ایک ذاتی طیارہ ایئرپورٹ پر موجود ہے۔ شی تارا نے تمام ضروری کاغذات لاکر دکھائے۔ افسروں نے ان پر سرسری نظر ڈالی پھر کہا "تم سب امن پسند اور شریف دکھائی دیتے ہو لیکن ہوٹل کے ایک ویٹر نے بیان دیا ہے کہ واردات کے بعد ایک شخص اس بنگلے میں آیا تھا۔"

شی تارا نے پوچھا "کیسی واردات؟"

"کسی ظالم نے کمرا نمبر تھری او سیون کے ایک مسافر کے دونوں ہاتھ توڑ دیے ہیں۔"

سرنا نے کہا "لیکن میں تو شام سے اپنے بنگلے کے اندر ہوں۔ باہر نہیں گیا۔ اس واردات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے نہ ہی مجھے کسی سے دشمنی ہے۔"

شی تارا اور مرینا بھی اس کی حمایت میں بولنے لگیں پھر شی تارا نے افسر کو اپنے قابو میں رکھنے اور اپنا حمایتی بنانے کے لیے خیال خوانی سے کام لیا۔ افسر نے ایک دم سے سانس روک کر حیرانی سے دوسرے افسر کو دیکھا پھر مقامی زبان میں بولنے لگا۔ دوسرا افسر بھی جواب میں کچھ بول رہا تھا۔ پھر اس نے گھونسا دکھاتے ہوئے سرنا سے کچھ کہا۔ سرنا نے پوچھا "آپ لوگ غصے میں کیا کہہ رہے ہیں، پلیز انگریزی میں بولیں۔"

انگریزی جاننے والے افسر نے کہا "ہمارے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والے دھڑا دھڑ چلے آرہے ہیں۔ قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں۔ تم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہو یا تمہاری عورتیں جانتی ہیں۔"

"یہ غلط ہے، ہم یہ علم نہیں جانتے ہیں۔"

"کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں۔ ابھی میرے دماغ میں گڑبڑ ہوئی تھی پھر میں سانس روکنے کے بعد نارمل ہوگیا۔ آخر یہ سب کیا ہے؟"

شی تارا نے کہا "ہم خود پریشان ہیں، کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغوں میں بھی آکر ہمیں پریشان کرتا رہتا ہے۔"

افسر نے کہا "تمہیں تو کوئی بھی پریشان کرسکتا ہے۔ تم حسین ہو، جوان ہو لیکن مجھے کیوں کررہا ہے؟ خیر چھوڑو۔ کام کی بات یہ ہے مسٹر سرنا کہ ابھی تمہیں اسپتال چلنا ہوگا۔"

"اسپتال کیوں؟"

"جس کے دونوں ہاتھ توڑے گئے ہیں وہ اسپتال میں ہے۔ اگر وہ تمہیں دیکھ کر یہ بیان دے کہ تم نے یہ ظلم نہیں کیا ہے تو فوراً رہا کردیے جاؤ گے ورنہ حوالات کے اندر۔"

اس نے اپنی بہن کو پریشان ہوکر دیکھا۔ بہن نے سوچ کے ذریعے کہا "وہ اپاچ تجھے پہچان لے گا۔"

سرنا کی سوچ نے کہا "اس کے باوجود مجھے جانا ہوگا۔ ہم اپنے بچاؤ کے لیے قانون کے خلاف کوئی حرکت کریں گے تو بات بڑھ جائے گی۔"

"فکر نہ کر میرے بھائی! میں بھی ساتھ چلوں گی۔ بات بگڑے گی تو ہم اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے کام لیں گے۔"

افسر نے پوچھا "اے تم دونوں آنکھیں کیوں لڑا رہے ہو، کیا رشتہ ہے تمہارا۔"

"ہم بہن بھائی ہیں۔"

"تعجب ہے! میں نے پہلی بار اس رشتے کو آنکھ لڑاتے دیکھا ہے۔"

شی تارا نے کہا "میں اپنے بھائی کے ساتھ چلوں گی۔"

افسر نے مرینا کی طرف اشارہ کرکے پوچھا "یہ کون ہے؟"

سرنا ذرا ہچکچایا پھر بولا "یہ..... یہ میری بیوی ہے۔"

اس نے جیری کی طرف اشارہ کرکے پوچھا "یہ کون ہے؟"

"یہ ہمارا ملازم ہے۔"

"بنگلے کے اندر اور کون ہے؟"

"اور کوئی نہیں ہے، ہم صرف چار ہیں۔"

"ٹھیک ہے، یہ مکان لاک کرو اور سب کے سب گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ انہیں اطمینان تھا کہ پولیس کو رشوت وغیرہ دے کر جان نہ چھڑا سکے تو پھر غیر معمولی صلاحیتوں کو آزمائیں گے۔ وہ سب گاڑی کے پچھلے حصے میں آکر بیٹھ گئے۔ دو سپاہیوں نے دروازہ بند کرکے اسے لاک کردیا۔

اندر بیٹھنے کے بعد پتا چلا کہ وہ چاروں طرف سے بند ہوگئے ہیں۔ ڈرائیونگ سیٹ اور ان کے درمیان ایک لوہے کی چادر تھی۔ دائیں بائیں کی آہنی چادروں میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ چھت پر ایک ننھا سا بلب روشن تھا۔ اس کی مدھم روشنی میں سفید دھواں سا پھیلتا ہوا دکھائی دیا۔ تب پتا چلا کہ وہ جال میں پھنس گئے ہیں۔

دھواں بڑھتا اور پھیلتا جارہا تھا۔ پے پے سرنا نے غراتے ہوئے پوری قوت سے دروازے کو ٹکر ماری۔ وہ طاقت اور ڈیل ڈول میں ہاتھی جیسا تھا۔ دروازہ لرز گیا لیکن فولادی تھا ٹوٹ نہیں سکتا تھا، متزلزل تھا کھل نہیں سکتا تھا۔

پھر کچھ گزرنے کی زیادہ مہلت نہیں ملی۔ وہ دھواں سرنا جیسے ہاتھی کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کررہا تھا۔ شی تارا اور مرینا ایک دوسرے سے لپٹ کر سیٹ پر سے نیچے لڑھک گئی تھیں۔ جیری بے ہوش ہوگیا تھا۔ جب سرنا بھی غافل ہوگیا تو لیلیٰ نے کہا "بیٹا دھواں خارج کرو۔ کام ہوچکا ہے، پچھلا روشن دان کھول دو۔"

پارس نے اپنی امی کی ہدایات پر عمل کیا۔ وہ اور اس کے ساتھ آنے والے پولیس کی وردیاں اتار چکے تھے۔ وہ گاڑی وہاں سے لے کر چلے گئے۔

○☆○

کوئی دن برا نہیں ہوتا اور کوئی تاریخ منحوس نہیں ہوتی۔ ہمارا عمل اسے اچھا یا منحوس بناتا ہے یا پھر سیاروں کی گردش اور ستاروں کی چال یہ پیش گوئی کرتی ہے کہ بدتری یا بہتری پیش آنے والی ہے۔ بہتر عمل سے بدتر حالات کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

اور یہ تو سرنا اور شی تارا کی جوتش ودیا نے پہلے ہی بتادیا تھا کہ تین، تیرہ اور تیئیس تاریخیں اگرچہ پارس پر بھاری پڑنے والی ہیں تو ان کا ردِعمل شی تارا پر بھی پڑے گا۔

بچاؤ کی ایک صورت جوتش ودیا نے بتائی تھی کہ شی تارا پارس سے دور رہے اور اسے قریب آنے کا موقع نہ دے لیکن ٹھیک آدھی رات کو جب بارہ تاریخ تیرہ میں بدل گئی تھی تب سرنا نے پارس کو اپاچ بنانے کے ارادے سے ہوٹل کا رخ کیا تھا۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے لیلیٰ سے رابطہ کرکے یہ بتادیا تھا کہ سرنا، شی تارا، مرینا اور جیری ہوٹل کے سامنے والے بنگلے میں ہیں۔ لیلیٰ نے یہ رپورٹ پارس کو دی۔ اس نے فوراً کمرا تبدیل کرلیا۔ پھر اس کے بعد وہی ہوا جو ان کی جوتش ودیا نے بتایا تھا کہ تیرہ تاریخ کو کوئی بھول چوک ہوگی تو یہ تاریخ شی تارا کے لیے بھی منحوس ثابت ہوگی۔

بہرحال تیرہ تاریخ کی وہ صبح طلوع ہوگئی۔ سب سے پہلے پے پے سرنا کی آنکھ کھلی۔ وہ ابتدائی چند لمحات میں خالی الذہن رہا۔ نگاہوں کے سامنے ایک دیوار نظر آرہی تھی وہاں تیرہ کا ایک بڑا سا ہندسہ لکھا ہوا تھا۔

اس ہندسے کو پڑھتے ہی بیک وقت شی تارا اور پارس کی یاد آئی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تب پتا چلا کہ وہ کڑکڑاتی سردی میں ننگا ہے۔ صرف ایک لنگوٹ نے اس کی شرم رکھی ہوئی ہے۔

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اس کے سینے پر اور پشت پر بھی تیرہ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا اور وہ فٹ پاتھ پر کھڑا ہوا بری طرح بوکھلا کر کبھی دائیں بائیں کبھی آگے پیچھے دیکھ رہا تھا۔ صبح کا وقت تھا راہ گیر برائے نام تھے اور جو بھی تھے وہ اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے گزر

رہے تھے۔ کچھ اس کے بدن پر لکھے ہوئے نمبر کو بلند آواز سے پڑھ رہے تھے "تیرہ تیرہ' تھرٹین۔ تھرٹین۔ تیرہ۔ تیرہ۔ تھرٹین۔ تھرٹین۔ تیرہ' تھرٹین۔ تیرہ' تھرٹین۔"

وہ وہاں سے بھاگنے لگا۔ اس وقت دور تک بچے نہیں تھے ورنہ ہاتھوں میں پتھر لے کر اس کے پیچھے دوڑتے۔ وہ دوڑتا ہوا ایک حمام میں آکر گھس گیا۔ حمام کے مالک نے پریشان ہو کر کہا "اے! تم کون ہو؟ کیا پاگل خانے سے آئے ہو؟ اتنی سخت سردی میں ننگے نہانے آئے ہو؟"

وہ عاجزی سے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میں پاگل نہیں ہوں میرے دشمنوں نے مجھے اس حال کو پہنچایا ہے۔ میں دنیا کا امیر ترین شخص ہوں' تمہیں مالا مال کردوں گا۔ مجھے اسٹیم باتھ روم میں پہنچا دو اور کوئی لباس لادو۔"

وہ اسے ایک طرف چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا "ادھر آؤ' میں نے تمہارے جیسے ڈینگیں مارنے والے دولت مند بھکاری بہت دیکھے ہیں۔ مجھے مال و دولت کا لالچ نہ دو۔ میں صرف ایک انسان کی حیثیت سے مہربانی کر رہا ہوں۔"

وہ ایک بڑے سے دروازے کے سامنے رک کر بولا "اندر جاؤ' تمہیں ایک لباس مل جائے گا۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ نگاہوں کے سامنے ایک بڑا سا ہال تھا۔ ہر سو گرم بھاپ سی دکھائی دے رہی تھی۔ جس کے باعث پورے ہال کا موسم گرم ہو گیا تھا۔ کئی لوگ بھاپ سے نیم غسل کر رہے تھے۔ وہ بھی آرام سے سیمنٹ کے ایک چھوٹے سے چبوترے پر لیٹ گیا۔

جان کو ذرا آرام اور دماغ کو ذرا سکون ملا تو وہ سوچنے لگا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہماری اتنی ذلت ہو سکتی ہے؟ کوئی ہمارے بدن کے کپڑے اتار سکتا ہے؟ یہ تو میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کیا دشمنوں نے میری، بسن کے ساتھ بھی....."

بسن کی یاد آتے ہی وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا بے اختیار اس کے منہ سے نکلا "شی تارا!"

اس کی آواز پورے ہال میں گونجنے لگی۔ اسٹیم باتھ لینے والے لوگ چونک کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ آواز باہر تک گئی تھی۔ ہال کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔ حمام کا مالک ایک ملازم کے ساتھ اندر آتے ہوئے بولا "کیا بات ہے؟ ابھی کس نے چیخ ماری تھی؟"

وہاں سب نے سرنا کی طرف انگلی اٹھائی۔ سرنا نے چبوترے سے اٹھتے ہوئے کہا "میں اپنی بسن کو پکار رہا تھا۔"

مالک نے پوچھا "تمہارا دماغ چل گیا ہے' مردوں کے حمام میں بسن کو پکار رہے ہو؟"

"دراصل وہ میرے ساتھ تھی۔"

"وہ تمہارے ساتھ نہیں تھی' تم حمام میں اکیلے آئے ہو۔"

"ارے میں حمام کی بات نہیں کر....."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ ایک پولیس افسر تین سپاہیوں کے ساتھ اندر آکر حمام کے مالک سے بولا "کیا آپ نے مجھے فون کیا تھا؟"

"جی ہاں' یہ پاگل جیسا جوان کیس سے لنگوٹ پہنے بھاگتا ہوا آیا ہے۔ مجھے تو پاگل لگتا ہے۔"

افسر نے سرنا کے قریب آکر پوچھا "تم کون ہو؟ نام بتاؤ؟"

وہ بولا "میرا نام....."

وہ سوچنے لگا' اسے نام یاد نہیں آرہا تھا۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کرکے اسے نابغہ ارینایا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے متعلق تمام باتیں یاد رکھے گا لیکن وہ باتیں زبان پر لاتے وقت بھول جایا کرے گا۔ بسن کو تنہائی میں دیکھ کر پہچان لے گا لیکن دوسروں کے سامنے بھول جائے گا' اسے پہچاننے سے انکار کردے گا۔

افسر نے پوچھا "رک کیوں گئے؟ اپنا نام بتاؤ؟"

وہ پھر یاد کرنے کے انداز میں بولا "جی میرا نام' وہ..... میرا نام وہ ہے' کیا کہتے ہیں وہ....."

"اچھا تو تمہارا نام وہ ہے۔ وہ تو بڑا عجیب سا نام ہے۔ بہرحال کس ملک سے آئے ہو؟ اس شہر میں کہاں قیام کر رہے ہو؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر یاد کرنے لگا۔ میرے تنویمی عمل کے مطابق اسے یاد آیا کہ وہ بسن کے ساتھ ذاتی طیارے میں لندن سے آیا ہے۔ اس نے منہ کھول کر یہ کہنا چاہا مگر کہنے سے پہلے بھول گیا۔ اٹکتے ہوئے بولا "میں..... میں وہاں سے آیا ہوں۔"

"وہاں سے کا کیا مطلب ہوا؟ آخر کہاں سے آئے ہو؟"

"مجھے ابھی ملک اور شہر کا نام یاد تھا۔ ذرا ایک منٹ میں ابھی یاد کرکے بتاتا ہوں۔"

وہ سب اسے گھور کر دیکھ رہے تھے۔ وہ زیر لب بڑبڑا رہا تھا۔ "مجھے یاد ہے' میں کہاں سے آیا ہوں' کیوں آیا ہوں۔ بسن کے ساتھ کہاں قیام کر رہا ہوں۔ سب یاد ہے' سب میرے دماغ میں ہے مگر زبان پر نہیں آرہا ہے۔"

افسر نے کہا "میں ایک آخری بات پوچھتا ہوں اور یہ ایسی بات ہے جو دنیا کے ہر ہوشمند کو یاد رہتی ہے۔ بولو تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟"

سرنا نے سینہ تان کر بڑے جوش سے کہا "میرے باپ کا نام....."

جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ باپ کا نام بھی یاد نہیں آرہا تھا۔ وہ پیشانی پر ہاتھ مار مار کر یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ افسر نے پوچھا "تمہارا کوئی باپ ہے بھی یا نہیں؟"

وہ غرا کر بولا "مائنڈ یور لنگویج۔ میں عزت دار شریف خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں اتنا دولتمند ہوں کہ میرا ذاتی طیارہ بھی ہے۔"

"کیا طیارہ گھر میں چھوڑ کر آئے ہو۔"

"میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ مجھ پر جو گزری ہے اس کی وجہ سے اپ سیٹ ہو گیا ہوں۔ مجھ پر شبہ ہے تو اپنی کسٹڈی میں رکھو۔ میں کچھ دیر آرام اور سکون حاصل کرنے کے بعد آپ کے سوالات کے جواب دوں گا پھر آپ لوگوں کو اپنے طیارے میں بھی لے چلوں گا۔"

افسر نے کہا "ٹھیک ہے' کپڑے پہنو اور ہمارے ساتھ چلو۔"

حمام کے مالک نے ایک جوڑا منگوایا۔ وہ اسے پہننے کے دوران سوچتا رہا کہ پتا نہیں میری شی تارا کہاں ہوگی؟ کیا فرہاد اور پارس ہمارے ساتھ ایسا سلوک کر رہے ہیں؟ میں اور شی تارا پچھلے برسوں میں بڑے بڑے ممالک کے راز حاصل کرتے رہے۔ بین الاقوامی سطح کے مجرموں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرتے رہے۔ خطرناک تنظیموں کے کتنے ہی سربراہوں کو خاک و خون میں ملا دیا لیکن یہ کیسے دشمن ہیں' سامنے آنے سے پہلے ننگا کر رہے ہیں۔ سامنا ہونے کے بعد پتا نہیں کیا کریں گے؟

وہ ٹھنڈے سے تلملا رہا تھا۔ حوصلہ ہارنے اور میدان چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ غصہ نقصان پہنچاتا ہے اس لیے اپنی توہین کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ حمام سے باہر آکر پولیس کی گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولا "میں اپنی بسن کے ساتھ فور اسٹار ہوٹل کے سامنے والے بنگلے میں تھا۔ پلیز آپ وہاں چلیں' ہمارے تمام ضروری کاغذات اسی بنگلے میں ہیں۔"

پولیس والے اسی طرف جانے لگے۔ افسر نے پوچھا "کچھ یاد آرہا ہے؟"

"جی ہاں' کل آدھی رات کے بعد پولیس والے ہمارے بنگلے میں آئے تھے۔ انہوں نے ہمیں ایک گاڑی کے پچھلے حصے میں بٹھایا پھر اس پچھلے حصے کو گیس چیمبر بنا کر ہمیں بے ہوش کر دیا۔"

"پولیس والے ایسا کبھی نہیں کرتے۔"

"جی ہاں' اپنا یہ حال دیکھ کر یقین ہو گیا ہے کہ وہ ہمارے دشمن تھے۔ پولیس کی وردی میں آئے تھے۔"

"کون ہیں تمہارے دشمن؟ کہاں رہتے ہیں؟"

"وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ اپنا پتا ٹھکانا کسی کو نہیں بتاتے۔"

"ان کے کچھ نام تو ہوں گے؟"

"جی ہاں' ان کے نام..... نام....."

وہ رک گیا۔ دماغ میں میرا اور میرے بیٹے کا نام تھا لیکن زبان تک آنے سے پہلے وہ بھول جاتا تھا۔ اس نے فرہاد اور پارس کے دو ناموں کو ذہن میں اچھی طرح نقش کیا پھر جلدی سے زبان پر لاتے ہوئے کہا "ان کے نام ہیں فدہار (فرہاد) اور سرپا (پارس)"

"کچھ عجیب سے نام ہیں' ان کے متعلق کچھ بتاؤ۔"

وہ اور کیا بتاتا؟ الٹے نام بتا کر پریشان ہو رہا تھا۔ جلدی سے ناموں کو درست کرتے ہوئے بولا "مجھ سے ان کے نام غلط ادا ہوئے تھے۔ دراصل ان میں سے ایک کا نام ہرفاد اور دوسرے کا نام پرسا ہے۔"

"یہ بھی عجیب سے نام ہیں۔ پھر سوچ لو..... مگر تم کیا سوچو گے؟ تم نے تو ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا ہے۔"

پولیس کی گاڑی بنگلے کے سامنے آکر رک گئی۔ سرنا نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا "ابھی میرے کاغذات دیکھ کر آپ کو میرا نام اور میری اونچی حیثیت معلوم ہو جائے گی لیکن....."

اس نے بند دروازے کو دیکھ کر کہا "لیکن چابی تو میرے اس لباس میں تھی جسے وہ اتار کر لے گئے ہیں۔"

افسر نے مالک مکان کو بلا کر کہا "تمہارے پاس دوسری چابی ہو تو دروازہ کھولو۔ ورنہ میں قانونی کارروائی کے مطابق لاک توڑوں گا۔"

"سر لاک توڑ دیں' میرے پاس دوسری چابی نہیں ہے۔"

سپاہیوں نے لاک توڑ دیا۔ وہ سب اندر آئے پچھلی رات وہ جس حالت میں بنگلا چھوڑ گئے تھے تمام سامان اسی حالت میں نظر آرہا تھا۔ سرنا نے اپنے کمرے میں جا کر اٹیچی کھولی۔ اس میں دس ہزار روبل تھے اور ہر چیز تھی لیکن پاسپورٹ' شناختی کارڈز اور دوسرے ضروری کاغذات نہیں تھے۔

وہ افسر کے ساتھ شی تارا کے کمرے میں آیا۔ اس کے سامان کو چیک کیا اس کے بیگ میں پچیس ہزار روبل تھے لیکن اس کے بھی ضروری کاغذات نہیں تھے۔ افسر نے کہا "کاغذات ہوں گے تو ملیں گے۔ تمہارے جیسے بے شمار جاسوس اور تخریب کار چور راستوں سے ازبکستان میں داخل ہو رہے ہیں۔ تم لوگ پاسپورٹ کے بغیر تمام ملکوں کی سرحدیں پار کر لیتے ہو۔"

"میں جاسوس نہیں ہوں۔ دشمنوں نے ہمارے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات غائب کر دیے ہیں۔"

"دروازہ بند تھا' ہم لاک توڑ کر آئے ہیں۔ یہاں اتنی زیادہ روسی کرنسی رکھی ہوئی ہے کہ چور پہلے اسے چرا تا۔ اسے تمہارے کاغذات چرا کر کیا ملے گا؟"

"وہ ہمیں پریشان کر رہا ہے۔"

"دشمن پریشان اس طرح نہیں کرتے۔ وہ پاسپورٹ نہ لے جاتے' تمہیں لے جاتے اور قتل کر دیتے۔ دشمن کو تمہارے پاسپورٹ سے کیا حاصل ہو جائے گا۔"

"شیطان جان سے نہیں مارتا' ہلکان کرتا ہے۔ دشمن چاہتے ہیں' میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتا رہوں۔"

"اگر دشمن ایسا چاہتے تو یہ ہزاروں روبل تمہارے لیے چھوڑ کر نہ جاتے۔ تم اتنی رقم سے یہاں ایک ماہ تک عیش کر سکتے ہو۔ اگر دشمن نے ایسا کیا ہے تو پھر وہ دوست ہے۔"

سرنا نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ ثابت یہی ہو رہا تھا کہ دشمن نے کچھ نہیں کیا ہے بلکہ وہ خود پاگل یا نیم پاگل ہے جسے

اپنا نام تک یاد نہیں ہے۔

وہ بولا "جناب! ایک آخری مہربانی کریں۔ میرے ساتھ ائرپورٹ چلیں۔ وہاں چارٹرڈ طیاروں کے شعبے سے میری سچائی کا ثبوت مل جائے گا۔"

"اتنی دور جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنا نام اور ذاتی طیارے کا لائسنس نمبر بتادو۔ میں ابھی فون کے ذریعے تصدیق کرلوں گا۔"

"میں آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ مجھے اپنا نام، نمبر اور اپنا سب کچھ یاد ہے لیکن یہ سب کچھ زبان پر لانے تک بھول جاتا ہوں۔"

"تمہاری یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ کسی کی عقل تسلیم نہیں کرے گی کہ اپنا اور اپنے باپ کا نام بھی حافظے سے زبان تک نہیں آرہا ہے۔"

ایک سپاہی نے کہا "سر! یہ زبان سے بول نہیں سکتا مگر کاغذ پر لکھ تو سکتا ہے۔"

افسر نے کہا "یہ اچھا پوائنٹ ہے، چلو کاغذ پر لکھو۔"

اس کے سامنے کاغذ اور قلم رکھا گیا۔ وہ قلم پکڑ کر سوچنے لگا۔ اپنا نام پے پے سرنا اچھی طرح یاد تھا اس نے فوراً ہی لکھ دیا "سرنے پے تا۔"

افسر نے اسے پڑھ کر پوچھا "یہ کس قسم کا نام ہے؟ کیوں ہمارا وقت ضائع کررہے ہو؟"

وہ بولا "پلیز میری وہی آخری بات مان لو۔ ائرپورٹ چلو۔"

"اچھی بات ہے۔ یہ آخری موقع دے رہا ہوں، چلو۔"

سرنا نے ایک بیگ میں اپنا ایک جوڑا اور تمام روبل رکھے پھر ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر جانے لگا۔ راستے میں افسر نے کہا۔ "تم بہت ہی قد آور اور خوب صورت کرتی جسم کے مالک ہو۔ میں تم سے متاثر ہوں اس لیے اتنی بھاگ دوڑ کررہا ہوں ورنہ تم اب تک حوالات میں ہوتے۔"

"میں تمہارا بہت شکر گزار ہوں۔ جلد ہی میرے حالات سازگار ہوں گے پھر میں تمہیں اس شہر کا سب سے دولت مند شخص بنادوں گا۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ رشوت کی بُو آتی ہے۔"

وہ ائرپورٹ کے اس شعبے میں پہنچے جو چارٹرڈ طیاروں کے لیے مخصوص تھا۔ پولیس افسر نے وہاں کے انچارج سے پوچھا "کیا آپ ان صاحب کو پہچانتے ہیں؟ ان کا ایک ذاتی طیارہ کسی ہینگر شیڈ میں ہے۔"

انچارج نے سرنا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا "مجھے یاد پڑتا ہے انہیں کہیں دیکھا ہے مسٹر! آپ کا نام کیا ہے؟"

افسر نے کہا "ان کے ساتھ پرابلم ہے۔ یہ اپنا نام بھول گئے ہیں۔ آپ کے ہینگر میں چند ذاتی طیارے ہوں گے۔ آپ ان طیاروں کے کاغذات نکال کر دیکھیں۔ ان میں سے کسی ایک

طیارے کے کاغذات میں ان کی تصویر ضرور ہوگی۔ اس تصویر کے حوالے سے کاغذ پر ان کا نام لکھا ہوگا۔"

انچارج نے ایک فائل نکال کر افسر کو دیتے ہوئے کہا "آپ خود ہی چیک کرلیں۔ فی الوقت تین عدد ذاتی اور چارٹرڈ طیارے ہیں، ان تینوں کے کاغذات اس فائل میں ہیں۔"

افسر نے فائل کھول کر دیکھی۔ سرنا بھی جھک کر دیکھنے لگا۔ پہلے ہی کاغذات پر پے پے سرنا اور شی تارا کا نام لکھا ہوا تھا۔ خوش ہو کر بولا "آفیسر! یہی ہے میرا نام اور یہ..... یہ میری، نام ہے۔"

افسر نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "پاگلوں جیسی حرکتیں کرو۔ بے پے سرنا اس شخص کا نام ہے جس کی یہ تصویر ہے۔ ذاتی طیارے سے تعلق رکھنے والے کاغذات پر سرنا کا نام لکھو۔"

وہ میرے لیے بالکل بے کار تھا۔ سلمان نے اس کا برین واش کیا تھا لیکن میں نے ایک اجنبی شخص کی تصویر وہاں لگوادی تھی اور کے اسے ٹیلی پیتھی کے علم سے خالی کردیا تاکہ کوئی دشمن اسے کی تصویر ضائع کرادی تھی۔ ایسی صورت میں یہ کوئی تسلیم بھی ہمارے خلاف استعمال نہ کرسکے۔ پھر اس کے امریکا واپس نے کا بندوبست کرکے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔

تیسری مرتبہ تھی۔

جب وہ غفلت سے ہوشمندی کی طرف آنے لگی تو اس نے ہوس کیا کہ وہ پاگل ہے۔ جیسے جھولا جھول رہی ہو۔ آہستہ آہستہ وہ آنکھیں کھولنے لگی۔ آنکھیں کھلتے ہی جو منظر دیکھا۔ اسے ہوش آگیا کہ جاگ رہی ہو اور موت کی گود میں جھول رہی ہو؟"

وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی بولی "ہاں ہاں، یقین آگیا۔ آپ میرے پاپا....."

میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ وہ انتہائی تکلیف کی شدّت سے حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ بالکل نیم مردہ سی ہورہی تھی۔

دو افراد اوپر چڑھ گئے تھے اور شاخ سے رسی کھول کر اسے زمین پر پہنچا رہے تھے۔ ایک ایمبولینس اور پولیس کی گاڑی بھی آگئی تھی۔ اسپتال پہنچنے تک دماغی تکلیف کسی حد تک دور ہوگئی تھی۔ ایک ڈاکٹر اسے اٹینڈ کررہا تھا۔ میں نے کہا "تم نے اپنی گندی اور دغلی زبان سے مجھے پاپا کہہ کر مخاطب کیا تھا اس لیے میں نے تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ آئندہ کبھی کوئی رشتہ جوڑنے کی حماقت کروگی تو ہمیشہ کے لیے دماغی مریضہ بنادوں گا۔"

وہ عاجزی سے بولی "میں آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گی مگر آپ سے معافی مانگتی ہوں کہ....."

میں نے کہا "آپ کیوں کہہ رہی ہو؟ تم تو مجھے دماغی طور پر کمزور بنانے کے بعد حقارت سے تو کہا کرتی تھیں۔ میں نے تمہیں اسی وقت سمجھایا تھا غرور نہ کرو، کبھی سر نیچا ہوگا تو پھر آپ کہو گی۔"

"بے شک آپ نے سمجھایا تھا۔ میں تو اب معافی مانگنے کے قابل بھی نہیں رہی ہوں۔"

"اور میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔"

وہ رونے لگی۔ اگرچہ پتھر دل تھی، فولادی ارادے رکھتی تھی لیکن نجات کا راستہ نہ پاکر آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ میں اس کے دماغ سے چلا گیا۔ ڈاکٹر نے اسے ایک انجکشن لگایا تھا۔ کیپسول اور گولیاں کھانے کو دی تھی۔ پھر پولیس افسر سے یہ کہہ کر چلا گیا کہ وہ بیان لے سکتا ہے۔

افسر نے اس کے قریب کرسی پر بیٹھ کر پوچھا "میڈم! تم کون ہو

○☆○

"شکریہ آفیسر! میں صبح و شام تمہارے احکامات کی تعمیل کرتا ہوں گا۔"

پولیس افسر اسے بنگلے میں پہنچا کر چلا گیا۔ وہ دروازہ کھول کر چلنے لگا۔ کل رات تک ہم چار تھے۔ آج اکیلا رہ گیا ہوں، پتا جری تو ابتدا ہی سے ناکارہ تھا۔ پتا نہیں کس کی سفارش سے ڑانسفارمر مشین سے گزارا گیا تھا اور اسے ٹیلی پیتھی سکھادی کرو۔ اتنا زبردست علم حاصل کرنے کے بعد بھی اس نے کوئی ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا تھا۔

ذاتی طیارے سے تعلق رکھنے والے کاغذات پر سرنا کا لیکن میں نے ایک اجنبی شخص کی تصویر وہاں لگوادی تھی اور کے اسے ٹیلی پیتھی کے علم سے خالی کردیا تاکہ کوئی دشمن اسے کی تصویر ضائع کرادی تھی۔ ایسی صورت میں یہ کوئی تسلیم بھی ہمارے خلاف استعمال نہ کرسکے۔ پھر اس کے امریکا واپس کہ پے پے سرنا اس کا نام ہے۔

وہ بولا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں، میرا نام پے پے سرنا ہے میرے طیارے کے کاغذات ہیں۔"

انچارج نے پوچھا "آفیسر! آپ کس پاگل کو پکڑ کر لے ہوں۔ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ آہستہ ہیں۔"

"ہاں، مجھے یقین ہوگیا ہے کہ یہ پاگل ہے اور میرا وقت کررہا ہے۔"

پھر وہ فائل بند کرتے ہوئے بولا "ایک اور آخری موقع ہوں۔ ذاتی طیارے کے کاغذات پر پے پے سرنا کے دستخط ساوہ کاغذ لو اور وہی دستخط کرکے دکھاؤ۔"

سرنا نے کاغذ قلم لیا۔ جو دستخط وہ برسوں سے کرتا آیا اس کے ذہن میں نقش تھا لیکن قلم لے کر کاغذ پر جھکتے ہی یاد نہیں آیا کہ دستخط کس حرف سے شروع کرے اور اس کا اختتام ہو۔

پولیس افسر کرسی سے اٹھ کر انچارج سے بولا "مجھے ہے۔ میں نے آپ کا وقت ضائع کیا۔ دراصل یہ یادداشت کھوچکا ہے۔"

وہ سرنا کے ساتھ ائرپورٹ سے باہر آیا پھر بولا "تمہارے خلاف کسی جرم کا ثبوت میرے پاس نہیں ہے۔ میں تمہیں سمجھ کر حراست میں رکھنا چاہتا تھا لیکن تم نارمل ہو۔ بھولنے کی بیماری ہے۔ میں تمہیں ایک شرط پر آزاد چھوڑ ہوں۔"

"آفیسر! تم مجھ پر بہت مہربان ہو، میں تمہارا احسان گا۔"

"تم اسی بنگلے میں قیام کرو اور صبح و شام اس شہر موجودگی کی رپورٹ مجھے دیتے رہو۔"

فیلی کا چھپا کر دیکھنے لگے۔ پھر اس درخت کے قریب آنے لگے۔ لوگ مقامی زبان میں کچھ پوچھ رہے تھے اور آپس میں بھی کچھ ل رہے تھے۔

وہ اوپر سے چیخ کر بول رہی تھی "میں تمہاری زبان نہیں سمجھتی ں۔ پہلے مجھے نیچے اتارو۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں چاہوں تو کوئی تمہیں نیچے اتارے گا۔ تم ساری زندگی یونہی لٹکتے لٹکتے ایک دن مرجاؤ ہوں۔"

وہ دہشت زدہ ہو کر خلا میں تک رہی تھی اور میری باتیں سن رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ میں اس کے دماغ میں بول رہا ں۔

"تم پے پے سرنا کی پناہ میں چلی گئی تھیں۔ شی تارا کی معمولہ ر تابعدار بن گئی تھیں تاکہ میں کبھی تمہاری پرچھائیں تک بھی نہ

اور کس ملک سے آئی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میرا نام نمی رانا ہے۔"

اسے احساس ہوا کہ وہ مرینا نام کے حروف الٹ پلٹ کر چکی ہے۔ اس نے جلدی سے کہا "مجھ سے غلطی ہوگئی دراصل میرا نام نریما ہے۔"

"اچھا تو تمہارا نام نریما ہے۔ تم کس ملک سے..."

وہ بات کاٹ کر بولی "نن..... نہیں' میرا نام نریما نہیں ہے۔ ٹھہریے میں ابھی بتاتی ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ اسے اپنا نام اور اپنی زندگی کی تمام تفصیلات معلوم تھیں۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ اس کا نام مرینا ہے لیکن کہنے کے لیے لب کھولتے ہی نام بھول جاتی تھی۔

افسر نے کہا "کوئی بات نہیں' تم اپ سیٹ ہو۔ میں بعد میں سوالات کروں گا۔ چلو تمہیں گھر پہنچادوں۔ کہاں قیام ہے؟"

وہ ڈاکٹر کے چیمبر سے باہر آکر بولی "مجھے جگہ کا نام یاد نہیں ہے۔ وہاں ایک فور اسٹار ہوٹل ہے۔ اس کے سامنے سڑک کے دوسری طرف ایک بنگلے میں میری رہائش ہے۔"

افسر نے اسے گاڑی میں بٹھاتے ہوئے کہا "اس شہر میں صرف تین عدد فور اسٹار ہوٹل ہیں۔ میں تینوں کے سامنے تمہیں لے چلتا ہوں۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھادی۔ مرینا کو سب کچھ یاد تھا۔ وہ سوچ رہی تھی پتا نہیں سرنا' شی تارا اور جیری کہاں ہوں گے اور کس حال میں ہوں گے؟

وہ گزرتے ہوئے مناظر کو اور راہ گیروں کو دیکھتی جارہی تھی کہ شاید ان میں سے کوئی اپنا ساتھی نظر آجائے' لیکن مایوسی ہورہی تھی۔ ایک فور اسٹار ہوٹل کے بعد دوسرے فور اسٹار ہوٹل کے سامنے پہنچی تو اس بنگلے کو پہچان کر بولی "یہی ہے' بس یہاں روک دو۔"

سرنا نے گاڑی کی آواز سن کر دروازہ کھولا۔ مرینا' افسر اور دو سپاہیوں کے ساتھ گاڑی سے اتر رہی تھی۔ اس نے سرنا کو دیکھ کر پوچھا "اے تم کون ہو' اس مکان میں تو میں رہتی ہوں۔"

سرنا نے کہا "تم کون ہو؟ اور یہ مکان تمہارا کیسے ہوگیا؟ کیا پولیس والوں کے ساتھ یہاں قبضہ جمانے آئی ہو؟"

افسر نے کہا "مسٹر! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میڈم کے ساتھ بہت ظلم ہوا ہے' کسی نے انہیں باندھ کر درخت سے لٹکا دیا تھا۔ یہ ذہنی پریشانیوں میں مبتلا ہے۔ ہوسکتا ہے یہ اپنا مکان پہچاننے میں غلطی کر رہی ہوں۔"

وہ بولی "ہرگز نہیں' مجھے اچھی طرح یاد ہے یہ میرا مکان ہے یہاں میں اپنے شوہر' ایک نند اور ایک ملازم کے ساتھ رہتی ہوں۔"

سرنا نے پوچھا "تمہارے وہ رشتے دار کہاں ہیں' تم اکیلی کہاں سے آرہی ہو؟"

اتنے میں مالک مکان نے آکر پوچھا "یہ پولیس والے پھر کیوں آگئے؟ پہلے دروازے کا تالا توڑ کر گئے تھے' اب کیا معاملہ ہے؟"

سرنا نے کہا "یہ عورت میرے مکان کو زبردستی اپنا مکان کہہ رہی ہے۔"

مالک مکان نے مرینا کو دیکھا پھر سرنا سے کہا "مسٹر! تمہیں کیا ہوا ہے۔ یہی تو تمہاری بیوی ہے' یہ تم دونوں کا مکان ہے۔"

مرینا چونک کر بولی "یہ میرا شوہر نہیں ہے۔"

سرنا نے کہا "یہ میری بیوی نہیں ہے۔"

مالک مکان بولا "لیکن مکان کرائے پر لیتے وقت تم نے کہا تھا کہ یہ تمہاری بیوی ہے۔ دیکھو مسٹر! تم صبح سے پولیس والوں کو بھی پریشان کرتے رہے ہو۔ تمہیں تو اپنا نام بھی یاد نہیں ہے۔"

مرینا بولی "مجھے بھی اپنا نام یاد ہے مگر میں بتا نہیں سکتی۔"

سرنا نے کہا "ایسا میرے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔"

مرینا نے پوچھا "تمہارے ساتھ اور کیا ہو رہا ہے؟ تھوڑی دیر کے لیے میرے ساتھ مکان کے اندر چلو۔ میں اندر کی کچھ باتیں بتانا چاہتی ہوں۔"

مالک مکان نے کہا "یہ بہتر ہے' تم میاں بیوی کو تنہائی میں اپنے اختلافات دور کرنے چاہئیں۔ جاؤ اور صلح صفائی سے کام لو۔"

وہ دونوں بنگلے کے اندر آئے۔ سرنا نے دروازے کو بند کیا اور تنہائی ملتے ہی مرینا نے خوش ہو کر کہا "ارے سرنا! یہ تم ہو۔"

سرنا نے آگے بڑھ کر اسے آغوش میں لیتے ہوئے کہا "ہاں مرینا! یہ ہمارے ساتھ کیا ہوگیا ہے؟ میری بہن مچنڑ گئی ہے' پتا نہیں وہ کہاں ہوگی۔"

"فکر نہ کرو۔ ہم ابھی باہر نکل کر اسے تلاش کریں گے۔ وہ ضرور ملے گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک ایک دوسرے کی آغوش میں گم رہے پھر سرنا نے کہا "پیار و محبت کے لیے بہت وقت ملے گا' چلو پہلے شی تارا کو تلاش کریں۔"

وہ الگ ہوگئے پھر دروازہ کھول کر باہر آئے۔ باہر مالک مکان اور پولیس والے ان کے منتظر تھے۔ ان کے سامنے پہنچتے ہی وہ ایک دوسرے کو بھول گئے۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے یہی حکم دیا تھا کہ وہ' سرنا اور شی تارا تنہائی میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے لیکن دوسروں کی موجودگی میں آپس کے رشتے بھول جایا کریں گے۔

افسر نے کہا "میڈم! میرا خیال ہے' آپ دونوں میں صلح ہوگئی ہے۔"

مرینا نے پوچھا "صلح کیسی؟ اس کمبخت نے میرے گھر پر قبضہ جمالیا ہے۔"

سرنا نے کہا "اے خبردار! یہ تیرا نہیں میرا گھر ہے۔"

مالک مکان نے پوچھا "کیا تم دونوں میاں بیوی ہونے سے انکار کرتے ہو؟"

سرنا نے کہا "ہزار بار انکار کرتا ہوں۔"

وہ بولی "میں لاکھ بار انکار کرتی ہوں۔"

مالک مکان نے پولیس افسر سے کہا "یہ دونوں ڈراما کر رہے ہیں' ہمیں اُلّو بنا رہے ہیں۔ ابھی میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تھا۔ یہ دونوں میاں بیوی بن کر گلے مل رہے تھے اور کیا باتیں کیا کر رہے تھے۔ باہر آکر پھر اجنبی بن رہے ہیں۔"

افسر نے پوچھا "کیا یہ سچ ہے؟"

سرنا نے کہا "جھوٹ ہے۔"

مرینا نے کہا "بالکل جھوٹ ہے۔ میں ایسی آوارہ نہیں ہوں کہ کسی کے بھی گلے لگ جاؤں۔"

مالک مکان نے افسر سے کہا "یہ دونوں مجھے جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں آپ انہیں پھر اندر جانے کا حکم دیں۔"

افسر نے پوچھا "اندر جانے سے کیا ہوگا؟"

"میں اپنی سچائی ثابت کروں گا۔ پلیز آپ انہیں حکم دیں۔"

افسر نے حکم دیا "اے تم دونوں اندر جاؤ اور دروازہ بند کرو۔"

دونوں نے پہلے اعتراض کیا پھر افسر کا حکم ماننا پڑا۔ وہ اندر آئے پھر سرنا نے دروازہ بند کیا۔ تنہا ہوتے ہی دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر خوش ہو کر ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ وہ بولی "تم ابھی کہاں گم ہوگئے تھے۔"

"تم بھی تو کہیں گم ہوگئی تھیں۔ میں نے کہا تھا کہ پہلے ہم اپنی شی تارا کو تلاش کریں گے۔"

"تو میں نے کب انکار کیا تھا۔ میں تو تمہارے ساتھ مکان سے باہر جارہی تھی۔"

"پھر باہر کیوں نہیں گئیں؟"

"میں تو عورت ہوں' اپنے مرد کے ساتھ جاؤں گی۔ تم مجھے باہر لے چلو۔"

وہ ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔ سرنا نے اس کا ہاتھ پکڑا پھر دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ دروازے کے سامنے کوئی نظر نہیں آیا۔ افسر اور سپاہی وغیرہ کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے تھے' انہیں دیکھتے ہی سرنا نے مرینا کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ مرینا نے ناگواری سے پوچھا "تم نے میرا ہاتھ کیوں پکڑا تھا۔ کیا لگتے ہو تم میرے؟"

افسر نے کھڑکی کے پاس سے آتے ہوئے کہا "ہم نے سارا تماشا دیکھا ہے۔ آخر تم دونوں یہ ناٹک کیوں کر رہے ہو؟"

وہ دونوں ماننے کو تیار نہیں تھے کہ ناٹک کر رہے ہیں اور دنیا ماننے کو تیار نہیں.... تھی کہ وہ جلوت میں اجنبی اور خلوت میں شناسا ہیں۔

افسر بڑبڑاتا ہوا اپنے سپاہیوں کے ساتھ چلا گیا۔ مالک مکان

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سچی کہانیاں

مرزا امجد بیگ کی یادداشتیں

ریٹائرڈ ڈی ایس پی ملک ضیغمات کی ڈائری

شیطان صفت

دستِ انتقام

سبز قدم

اسیرِ ہوس

قانونی پیچیدگیاں' عدالتی کارروائی کے اہم موڑ و نکات

ایک ریٹائرڈ ڈی ایس پی کی پیشہ ورانہ زندگی کے پے چیدہ کیسوں کی روداد

زن' زر اور زمین کے تنازعوں سے جنم لینے والے مقدمات

جُرم و سزا کی وہ کہانیاں جو انسانی حرص و ہوس کا آئینہ ہیں

قیمت فی کتاب ۲۵/- روپے، ڈاک خرچ بذمہ خریدار

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۱۰ رمضان چیمبرز

نزد وفاقی اخبار بلڈنگ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱۲۳۴

نے کہا "پتا نہیں' میں نے کن پاگلوں کو مکان کرائے پر دیا ہے۔ اگر تم دونوں شرافت سے میاں بیوی بن کر نہیں رہو گے تو میں تم میں سے کسی کو یہاں رہنے نہیں دوں گا۔"

وہ بھی بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ سرنا نے کہا "پتا نہیں کیوں یہ لوگ ہمیں میاں بیوی کہہ رہے ہیں۔ یہ مالک مکان کہتا ہے کہ تم بھی اسی مکان میں رہتی ہو۔"

"درست کہتا ہے مگر میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔"

"ہو یا نہیں' آئندہ یہاں رہنے کے لیے ہمیں یہی رشتہ ظاہر کرنا ہوگا ورنہ یہ ہمیں یہاں رہنے نہیں دے گا۔"

"یہ تو میں شام کو سوچوں گی۔ ابھی اپنے ساتھی کو تلاش کرنے جارہی ہوں۔"

سرنا نے دروازہ لاک کرتے ہوئے پوچھا "تمہارا ساتھی کون ہے؟"

اسے سرنا کا نام معلوم تھا مگر وہ نام زبان پر لاتے لاتے بھول گئی۔ اس نے کہا "میرا دماغ کمزور ہوگیا ہے۔ اپنے ساتھی کا اور اپنا نام جانتی ہوں مگر یہ نام بتانے سے پہلے بھول جاتی ہوں۔"

"یہی میرے ساتھ ہورہا ہے۔ میں اپنا اور بمن کا نام جانتا ہوں مگر کسی کو بتا نہیں سکتا۔ ہم دونوں ایک جیسے پرابلم میں ہیں۔"

وہ دونوں پریشانی سے سوچتے رہے پھر سر جھکا کر دو مختلف سمتوں میں جانے لگے۔ ان کی منزل ایک ہی تھی اور ایک دوسرے کے سامنے تھی لیکن وہ منزل چھوڑ کر بھٹکتے جارہے تھے۔

○☆○

لیلیٰ نے شی تارا کو قابو میں کیا تھا۔

پہلے ہم شی تارا اور پے پے سرنا کو نہیں جانتے تھے۔ جب مرینا ان کی پناہ میں گئی تب ہمیں ان کے نام معلوم ہوئے لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کیسے کیسے غیر معمولی علوم کے حامل ہیں۔ جناب علی اسد اللہ تمیزی اور آمنہ فرہاد ان کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے۔ وہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور نہ معلوم کس قدر دنیا جہاں کی معلومات رکھتے تھے اور ہماری لاعلمی میں بدی کی قوتوں سے لڑتے رہتے تھے۔ لیکن ہمیں ان کے متعلق اسی وقت بتاتے تھے جب بتانا بہت ضروری ہوتا تھا۔

جب لیلیٰ نے اپنے عمل کے ذریعے شی تارا کو اپنی معمولہ بنایا تب پتا چلا وہ دونوں بمن بھائی ہمالیہ کی ترائی سے آئے ہیں۔ بھائی فولاد ہے۔ آہنا شکتی حاصل کرچکا ہے دونوں بمن بھائی علم نجوم اور قیافہ شناسی میں مہارت رکھتے ہیں۔ بمن چالاک ہے اور ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

ان دونوں نے چھ برسوں میں اتنی دولت جمع کرلی تھی جسے شمار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ ہیرے جواہرات کی دیوانی تھی۔ لندن کی ایک خفیہ پناہ گاہ کے تہ خانے میں دنیا کے نایاب ہیرے موتی چھپا کر رکھتی تھی۔ دونوں نے اس عرصے میں بڑے بڑے ممالک کے اہم راز معلوم کیے تھے اور اہم شخصیات کی کمزوریاں دستاویزی ثبوت کے ساتھ رکھی تھیں۔ وہ خطرناک تفتیشوں سے بڑی کامیابی کے ساتھ ٹکراتے رہے اور ان پر غالب آتے رہے تھے۔

انہوں نے قدم قدم پر کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد ہماری طرف رخ کیا تھا۔ وہ ابتدا میں خوب سوچ سمجھ کر ہم سے دور رہتے ہوئے ہماری اسٹڈی بھی کرنا چاہتے تھے اور دوسروں کو آلۂ کار بنا کر ہماری طاقت اور ہماری حکمتِ عملی کو سمجھنا بھی چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انہیں مرینا مل گئی تھی۔

وہ مرینا اور جیری کو ہمارے خلاف استعمال کرنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت یہ بھول گئے کہ ہم بھی مرینا اور جیری کی وجہ سے ان کی جڑوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا تھا اور اب سوچنے کا وقت گزر چکا تھا۔

لیلیٰ نے تنویمی عمل کے دوران پوچھا "شی تارا! تم ازبکستان کیوں آئی ہو؟"

"میں پارس سے نجات حاصل کرنے آئی ہوں۔"

"اس سے نجات کس طرح حاصل کروگی؟"

"میری ودیا کہتی ہے پارس اس دنیا سے اٹھ جائے یا میں اسے قتل کردوں تو پھر میرے بے دھرم ہونے والا مقدر بھی بدل جائے گا۔"

"تمہیں بے دھرم ہونے کا اندیشہ کیوں ہے؟"

"ہمارے ستارے کہتے ہیں کہ میں پارس کی زندگی میں قدم رکھوں گی' اس سے محبت کروں گی اور شادی کروں گی تو ان حالات میں اسلام قبول کرلوں گی اور میں اپنا دھرم چھوڑنا کبھی نہیں چاہوں گی' اسے مار ڈالوں گی یا خود مرجاؤں گی۔"

"کیا تم ستاروں کی چال کے مطابق اپنے اہم کام کرتی ہو؟"

"ہاں' خصوصاً فرہاد اور اس کے بیٹے کی معاملے میں بہت محتاط رہتی ہوں۔ جب تک جوتش ودیا کے اشارے اچھی طرح نہ سمجھ لوں تب تک کوئی بڑا قدم نہیں اٹھاتی۔"

"کیا تمہارا علم جوتش یقین دلاتا ہے کہ تم پارس کو قتل کرسکو گی؟"

"ہاں' ہراہ کی تین' تیرہ اور تیئس تاریخیں پارس کے لیے بھاری ہیں۔ ان تاریخوں میں صرف میں ہی اسے نقصان پہنچا سکتی ہوں۔"

"کیا تمہارے علم نے یہ نہیں بتایا کہ یہ آج تیرہ تاریخ جو شروع ہوچکی ہے اس کے شروع ہوتے ہی تم بمن بھائی کو نقصان پہنچانے والا ہے۔ تم دونوں تابعدار رہنا لیے جاؤ گے؟"

"ہمیں نقصان پہنچنے کا اشارہ مل گیا تھا اس لیے میں نے طے کیا تھا کہ تیرہ تاریخ کو پارس سے دور رہوں گی اور جہاں تک تابعدار بن جانے کی بات ہے تو ہماری ودیا نے یقین کے ساتھ بتایا ہے کہ دنیا کا کوئی عامل سات دنوں سے زیادہ ہمیں تابعدار نہیں

بنا سکے گا اور یہ تو دنیا کے سارے عامل جانتے ہیں کہ جو معمول فولادی ارادوں کے مالک ہوتے ہیں انہیں چند دنوں سے زیادہ اپنے زیر اثر نہیں رکھا جاسکتا۔"

"یہ درست ہے لیکن ہم ساتویں دن تم بمن بھائی پر پھر تنویمی عمل کریں گے تاکہ آئندہ سات دنوں تک پھر تابعدار بن کر رہ سکو۔ تمہاری دیا اس سلسلے میں کیا کہتی ہے؟"

"یہی کہ ہم ہر حال میں آٹھویں دن کسی بھی منفی عمل سے آزاد ہوجائیں گے۔ آٹھویں دن ہمارے خلاف جتنی بھی کوششیں ہوں گی وہ ناکام ہوجائیں گی۔"

اب یہ تو ایک ہفتہ بعد ہی معلوم ہونے والا تھا کہ ان کی جوتش ودیا کس حد تک درست ہے ویسے میں نے بھی پے پے سرنا پر عمل کیا تھا تو اس نے بھی تنویمی عمل کے دوران یہی کہا تھا اور ان کی دیا کوئی معمولی نہیں تھی۔ وہ بمن بھائی اپنی اسی ودیا کے ذریعے چھ برس تک دشمنوں سے لڑتے اور انہیں زیر کرتے آئے تھے۔

فی الحال لیلیٰ نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا۔ تمام اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کرنے کے بعد کہا "جب تم تنویمی نیند کے بعد آنکھیں کھولو گی تو تمہیں یاد آئے گا کہ نقلی پولیس والے سرنا' مرینا اور جیری کے ساتھ تمہیں بھی اغوا کرنا چاہتے تھے لیکن تم پولیس کی گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے وہاں سے بھاگ گئیں۔ سپاہیوں نے تمہارا تعاقب کیا لیکن تم چھپتے چھپاتے اور بچتے بچاتے اس مکان میں آگرا اس بستر پر گر پڑیں جہاں تمہاری آنکھ کھلی ہے۔"

یہ باتیں اس کے دماغ میں نقش کرنے کے بعد اس نے اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ وہ سوتی رہی۔ بڑے آرام سے گہری نیند کے مزے لیتی رہی۔ حتیٰ کہ تیرہ تاریخ کی صبح ہوگئی۔

پھر آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے چھت کو تکتے ہوئے سوچا میں کہاں ہوں؟ اس نے دائیں طرف سر گھما کر دیکھا۔ دیوار پر کیلنڈر تھا اور کیلنڈر پر جلی ہندسے میں تیرہ لکھا ہوا تھا۔ تب اسے پارس یاد آیا۔ اس کے ساتھ اپنے بھائی کی بھی یاد آئی۔ بھائی نے اسے سمجھایا تھا کہ آج وہ پارس سے دور رہے۔ اس نے سر گھما کر بائیں طرف دیکھا پھر ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔

اس کے ساتھ بستر پر ایک خوبرو جوان لیٹا ہوا تھا جو قد اور جسامت میں اس کے بھائی کی طرح پہاڑ دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے بڑی حیرانی سے سوچا "یہ میں کہاں آگئی ہوں؟"

تب اسے یاد آیا کہ وہ پچھلی رات خطرہ محسوس کرتے ہی پولیس کی کسٹڈی سے نکل بھاگی تھی۔ پھر اس مکان میں داخل ہوکر تھکن سے نڈھال ہوکر یہاں بستر پر آگری تھی۔ یہ یاد نہیں آرہا تھا کہ اس وقت وہ نوجوان بھی بستر پر موجود تھا یا نہیں؟ بہرحال وہ ایک اجنبی جوان کے ساتھ ایک ہی بستر پر رات گزار چکی تھی۔

اس نے غور سے اس جوان کو دیکھا۔ صورت کچھ جانی پہچانی تھی۔ یاد نہیں آرہا تھا کہ اسے کہاں دیکھا ہے۔ اس نے ایک آنکھ کھول کر اسے دیکھتے ہوئے کہا "اتنی دیر تک نہ دیکھو کہ مجھے سحر آجائے۔"

وہ فوراً دور ہوگئی' بستر سے اتر کر بولی "کون ہو تم؟"

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا "کیا زمانہ آگیا ہے۔ آج کل کی لڑکیاں پوری رات گزارنے کے بعد صبح اٹھ کر مسافرِ شب کا نام پوچھتی ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ میں نے تمہارے ساتھ رات نہیں گزاری ہے۔"

"انکار کرسکتی ہو کیونکہ یہاں کوئی چشم دید گواہ نہیں ہے۔ ویسے چیز اچھی ہو۔ کچھ یاد آیا کہ مجھ سے آج دوسری بار مل رہی ہو۔"

وہ چونک کر بولی "میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کہ پہلے کہیں ملاقات ہوچکی ہے۔ مجھے بتاؤ ہم پہلے کہاں ملے تھے؟"

"تمہاری یادداشت کمزور ہے۔ تاشقند کے ایک ریستوران میں ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ چند غنڈوں نے تمہیں چھیڑا تھا۔ ویسے ان غنڈوں کا قصور نہیں ہے۔ تم اتنی حسین اور بھرپور ہو کہ میں بھی چھیڑنے کے لیے تمہاری میز پر آگیا تھا۔"

"ہاں' یاد آگیا۔ تم پرتھوی راج بن کر آئے تھے لیکن میں تمہاری اصلیت جان گئی ہوں۔ تم ہرفاد کے بیٹے سارپ ہو۔"

"یہ ہرفاد اور سارپ کیا چیز ہیں؟"

اس کے دماغ میں فرہاد اور پارس کے نام تھے۔ وہ یہی نام زبان سے ادا کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا "نام کے حروف الٹ پلٹ ہوگئے' کیا تمہارا نام راسپ نہیں ہے؟"

"ایسا نام تو کسی گھوڑے کا بھی نہیں ہوتا۔ مجھے کوئی اچھا سا نام دو۔"

وہ جھنجلا کر بولی "میں تمہارا اصلی نام جانتی ہوں۔ مگر یہ زبان پر نہیں آرہا ہے۔"

"لڑکیاں پہلی بار نام لینے سے اسی طرح شرماتی ہیں۔"

"شٹ اپ۔ مجھے تم سے عشق نہیں ہوا ہے۔ اگر میں اٹک رہی ہوں تو کم از کم تم اپنا نام بتا سکتے ہو۔"

"جب تک تمہیں نام یاد نہیں آئے مجھے تیرہ نمبر کہا کرو۔"

اس نے پریشان ہوکر کیلنڈر کو دیکھا پھر پارس کو۔ اسے آج اس نوجوان سے دور رہنا تھا لیکن تقدیر اس کے بیڈروم میں لے آئی تھی۔ پارس نے پوچھا "کیا یہ نمبر تمہیں پسند نہیں ہے۔ بائی دی وے' تم کون ہو؟ کبھی تاشقند میں نظر آتی ہو کبھی سمرقند میں۔"

"میں کوئی بھی ہوں تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے۔"

"رات بھر کے مضبوط رشتے کے بعد کوئی تو تمہارا لگنے لگا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ ہمارے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہوا ہے۔"

"کیا تمہیں یاد ہے کہ رات کیا ہوا تھا؟"

"کیا ہوا تھا؟"

"تم بکی ہوئی تھیں۔ ہوش و حواس میں نہیں تھیں۔ پتا نہیں کہاں سے بھاگتی ہوئی آئی تھیں۔ آتے ہی میرے کمبل میں گھس گئی تھیں۔"

"میں پولیس سے بچنا چھٹرا کر یہاں چھپنے آئی تھی۔"

"کیا چھپنے کے لیے میرا ہی کمبل ملا تھا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اچانک میری عزت خطرے میں پڑ جائے گی۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔"

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

پھر وہ اپنے اندر محسوس کرنے اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگی "کیا واقعی کچھ ایسا ہو گیا ہے۔ ستارے تو چیخ چیخ کر پیش گوئی کر چکے تھے کہ ایک دن یہی میرے جسم و جان کا مالک بنے گا۔ کیا پیش گوئی پوری ہو چکی ہے؟"

پارس نے کہا "تم پریشان لگ رہی ہو' میں نے کل رات ہی کہا تھا کہ صبح جب ہوش میں آؤ گی تو پہلے یقین نہیں کرو گی اور یقین آئے گا تو پریشان ہو جاؤ گی لیکن اب پچھتانے سے کیا ہو گا۔ ویسے میں نے اپنی زندگی کی سب سے حسین اور یادگار رات گزاری ہے۔"

وہ حلق پھاڑ کر بولی "بکواس مت کرو۔ میں ابھی یہاں سے جا رہی ہوں۔"

"کہاں جاؤ گی؟ بیدار ہونے کے بعد آئینہ دیکھا ہے۔ باہر تمہیں جو بھی دیکھے گا یہی کہے گا کہ کہیں سے منہ کالا کر کے آ رہی ہو۔"

اس نے غرا کر اسے دیکھا پھر تیزی سے چلتی ہوئی باتھ روم میں آئی۔ اس نے تمام لائٹس آن کر کے آئینے میں خود کو دیکھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ لباس کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ چہرہ پھول کی طرح شاداب تھا لیکن آنکھوں سے تھکن ظاہر ہو رہی تھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ تقدیر اپنی ضد پوری کر چکی ہے۔

عقل نے سمجھایا کہ فوراً کسی لیڈی ڈاکٹر سے ملاقات کرے اور اپنا چیک اپ کرائے۔ میڈیکل رپورٹ سے ثابت ہو جائے گا کہ اس نے پارس کے ساتھ رات گزاری ہے یا نہیں؟

وہ باتھ روم سے نکل کر بیڈ روم میں آئی۔ پارس الماری سے اپنا لباس اور تولیا نکال رہا تھا۔ وہ بولی "میں اس پھٹے ہوئے لباس میں باہر کیسے جاؤں گی؟"

"میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر یہ لباس پہن کر بازار جاؤں گا پھر تمہارے لیے لباس خرید کر لاؤں گا۔"

"میں گھنٹوں بیٹھ کر انتظار نہیں کروں گی۔"

پارس نے باتھ روم میں گھس کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ وہ تیزی سے آ کر دروازے کو پیٹ پیٹ کر بولی "دروازہ کھولو' پہلے میں غسل کروں گی' اتنے تم بازار جا کر میرا لباس لاؤ۔"

وہ دروازے پر ہاتھ مارتی رہی اور چیختی رہی لیکن دروازہ نہیں کھلا۔ وہ جھنجلا کر کمرے میں ٹہلنے لگی' سوچنے لگی "پارس کا ایک لباس نکال کر پہنے اگرچہ وہ بدن پر تھیلا لگے گا لیکن تھوڑی دیر کے لیے کارٹون بن کر ہی سہی' بازار جا کر لباس خرید کر لے آؤں گی۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی الماری کے پاس آئی۔ اس کا ایک پٹ کھول کر دیکھا وہاں مردانہ ملبوسات تھے۔ اس نے دوسرے پٹ کو کھولا تو خوش ہو گئی۔ اس حصے میں بلاؤز پیٹی کوٹ اور ازبکستان کی دوشیزاؤں کا روایتی لباس نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک لباس کا انتخاب کیا پھر دوسرے کمرے کے باتھ روم میں چلی گئی۔

غسل کرنے کے دوران سوچنے لگی' مجھے فوراً پارس سے پیچھا چھڑانا چاہیے۔ یہ تقدیر بھی کیا چیز ہے۔ ہزار تدبیروں کے باوجود اپنی بات پوری کر دکھاتی ہے۔ بھگوان کرے میرا اس سے کوئی جسمانی رشتہ قائم نہ ہوا ہو۔ اگر یہ ہو چکا ہو گا تو وہ غیر شعوری طور پر میرے احساسات پر چھایا رہے گا پھر میرے اندر کی عورت صرف اسی کو مانگے گی۔ نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

اس نے جلدی جلدی غسل کیا۔ لباس پہن کر کمرے میں آئی وہ کمرے میں نہیں تھا۔ اس نے باتھ روم کے دروازے سے کان لگا کر سنا' اندر سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا تاکہ وہ قید ہو کر رہ جائے اور اس کے پیچھے نہ آئے۔

یہاں سے مطمئن ہو کر اس نے آئینے کے سامنے بالوں کو ڈرائی کیا پھر برش کیا۔ سینٹر ٹیبل پر کار کی چابی رکھی ہوئی تھی' وہ جرابیں اور جوتے پہن کر بنگلے کے باہر آ گئی۔ دروازے کے سامنے کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے آ کر دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتی ہوئی مین روڈ پر آ کر رک گئی سوچنے لگی' کس سمت جائے۔ کوئی لیڈی ڈاکٹر کہاں ملے گی؟

اسی وقت پارس کی آواز سنتے ہی خوف سے چیخ پڑی۔ سر گھما کر پیچھے دیکھا وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا کہہ رہا تھا "گاڑیٹ کی موجودگی میں یہ نہ سوچو کس سمت جاؤ گی۔ اتنا بتا دو' کہاں جانا چاہتی ہو؟"

"جہنم میں! تم باتھ روم سے کیسے نکل آئے؟ میں نے دروازہ باہر سے بند کیا تھا۔"

"بند کرنے سے پہلے دیکھ لینا چاہیے تھا کہ میں اندر ہوں یا نہیں؟ میں تو دس منٹ کے بعد ہی لباس وغیرہ پہن کر اس کار میں آ بیٹھا تھا۔"

"تم مکار ہو' فریبی ہو۔"

"اور تم کیا ہو؟ میری کار لے کر بھاگ رہی تھیں۔"

"میں لعنت بھیجتی ہوں تمہاری کار پر۔"

وہ گاڑی سے اتر کر پیدل جاتے ہوئے بولی "میرے پیچھے ہرگز نہ آنا۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اسے سست رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ فٹ پاتھ پر چل رہی تھی۔ کار سے ذرا پیچھے ہو گئی تھی۔ پارس نے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے پوچھا "تم میرے پیچھے کیوں آ رہی ہو؟"

وہ غصہ سے گھور کر تیزی سے چلنے لگی تاکہ پیچھے نہ رہے اور پیچھا کرنے کا الزام نہ آئے لیکن وہ گاڑی کی رفتار آہستہ آہستہ بڑھا دیتا تھا اور وہ پیچھے رہ جاتی تھی۔ آخر ہانپتی ہوئی بولی "تم کہے بدمعاش ہو۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ آج کا دن میرے لیے منحوس ہے۔ تم آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑو گے۔"

"جب نجات ممکن نہیں ہے تو گاڑی میں بیٹھ جاؤ اور اپنی منزل بتاؤ۔"

"میں کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس جاؤں گی۔"

وہ فوراً ہی کار روک کر باہر نکلا اور دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا پھر اس کا ایک بازو پکڑ کر بولا "کمال ہے! ایک ہی رات میں اتنی بڑی خوش خبری سنا رہی ہو۔ چلو کار میں بیٹھو۔ مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ پاؤں بھاری ہیں تو پیدل چلنے نہ دیتا۔"

وہ ایک جھٹکے سے بازو چھڑاتے ہوئے بولی "میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ میں نے آج تک نہیں سنا ہے کہ ایک ہی رات میں پاؤں بھاری ہو جاتے ہیں۔"

"یہ باتیں سننے سے نہیں تجربے سے سمجھ میں آتی ہیں۔"

اسی وقت اس نے منہ پر ہاتھ رکھا اسے ابکائی سی آ رہی تھی۔ پارس نے کہا "الٹیاں' ابکائیاں اور تے مبارک ہو۔"

وہ غصہ دکھانا چاہتی تھی مگر سر چکرا رہا تھا جی متلا رہا تھا۔ وہ گھبرا کر سوچ رہی تھی کیا ایسا ہو جاتا ہے؟ کیا ایسا ہو چکا ہے؟

وہ اسے سہارا دے کر کار کے پاس لے آیا۔ وہ دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ تیرہ تاریخ کو اس کی زندگی میں آئے گا اور تیرہ ہی تاریخ کو ماں بننے کے آثار نمایاں ہو جائیں گے۔ ایسا ہوتا تو نہیں ہے مگر ہو رہا تھا۔

ویسے پارس بھی سوچ میں پڑ گیا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے پچھلی رات شی تارا کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ دوسرے بیڈ روم میں سوتا رہا تھا۔ صبح اسے پریشان کرنے کے لیے اس کے بیدار ہونے سے پہلے اس کے بستر پر آ کر لیٹ گیا تھا۔

پارس کبھی کسی لڑکی کی تنہائی میں جبراً نہیں گیا۔ یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ شی تارا اسے قتل کرنا چاہتی ہے' اس نے اس کی عزت کا قاتل بننا گوارا نہیں کیا۔ کیونکہ ایسی حرکتیں کوئی مہذب اور ذی فہم شخص نہیں کرتا۔ لیکن اب وہ چکرا رہا تھا کہ اسے قتل کیوں ہو رہی ہے؟

اس کی امی لیلیٰ نے بتایا تھا کہ شی تارا دشمن ہے مگر عزت دار اور حیا والی ہے۔ آج تک جس نے بھی اسے ہاتھ لگانے کی جرأت کی وہ اس کے ہاتھوں جہنم میں پہنچ گیا۔ فکر کا مقام تھا کہ اس کے باوجود اس کی یہ حالت کیوں تھی۔

وہ ایک اسپتال میں آئے۔ پارس نے اس سے پوچھا "میرا نام یاد ہے نا؟"

"مجھے تمہارے نام سے کیا لینا ہے؟"

"لیڈی ڈاکٹر بچے کے باپ کا نام پوچھے گی۔"

"کوئی بچہ وچہ نہیں ہے' مجھے غصہ نہ دلاؤ۔"

وہ لیڈی ڈاکٹر کے چیمبر میں چلی گئی۔ پارس ویٹنگ روم میں بیٹھ گیا۔ لیلیٰ نے آ کر پوچھا "میرے عاشق بیٹے! کیا حال ہے؟"

"اوہ امی! یہ شی تارا ماں کیسے بن رہی ہے؟"

"جیسے ہر لڑکی بن جاتی ہے۔"

"آپ نے تو کہا تھا کہ یہ ابھی تک پاک دامن ہے۔"

"میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ یہ کل رات سے پہلے پارسا تھی۔"

"یعنی آپ مجھے الزام دے رہی ہیں؟ میں نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے اور آپ مجھے ہونے والے بچے کا باپ کہہ رہی ہیں۔"

لیلیٰ نے ہنستے ہوئے کہا "تم اپنے باپ کی طرح عشق کے

معاملے میں بدنام ہو۔ ساری دنیا تمہیں اس بچے کا باپ کہے گی۔"

"دیکھیے امی! آپ کچھ گڑبڑ کررہی ہیں۔ سچ بتائیں کوئی چکر چلا رہی ہیں نا؟"

لیلیٰ نے ہنستے ہوئے اعتراف کیا "ہاں، دراصل شی تارا نے کل رات سے کچھ کھایا نہیں ہے۔ صبح ناشتا بھی نہیں کیا۔ یہ پریشانی بھی ہے کہ تیرہ تاریخ کو پارس اس کے پیچھے پڑگیا ہے۔ ایسے حالات میں اس کا جی متلانے لگا تو میں نے اس کی اندر گھبراہٹ اور ابکائی کا احساس پیدا کیا۔ اس کا سر چکرانے لگی۔ آگے تم سمجھ لو اب میں اس کے ذریعے لیڈی ڈاکٹر کے پاس جارہی ہوں۔"

وہ لیڈی ڈاکٹر شی تارا کا معائنہ کررہی تھی اور اس سے پوچھ رہی تھی "تمہاری شادی کب ہوئی تھی؟"

"میں کنواری ہوں۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟"

"ہاں بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔"

لیلیٰ ڈاکٹر کے دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر نے پوچھا "تمہارا کوئی بوائے فرینڈ ہے؟"

"میں کبھی مردوں سے دوستی نہیں کرتی۔"

"پھر تم ماں کیسے بننے والی ہو؟"

وہ گھبرا کر بولی "ڈاکٹر! یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"وہی کہہ رہی ہوں جو تمہارے حالات کہہ رہے ہیں۔ ابھی تم نے کہا ہے کہ یہاں آتے وقت تمہیں متلی ہورہی تھی، ابکائیاں سی آرہی تھیں۔ ان آثار کے بعد میڈیکل رپورٹ بھی یہی کہہ رہی ہے۔"

"لیکن ایک ہی رات میں یہ کیسے ممکن ہے۔"

"تم ایک رات کی بات کررہی ہو۔ ایک ساعت میں حمل قرار پاتا ہے۔ میری رپورٹ پر بھروسا نہیں ہے تو کسی اور ڈاکٹر سے تصدیق کرالو۔"

وہ سر جھکا کر چیمبر سے باہر آئی۔ پارس پر نظر پڑتے ہی دل کی دھڑکن ذرا تیز ہوگئی۔ اپنے اندر پرورش پانے والے بچے کے باپ کو سامنے دیکھ کر کچھ عجیب سی کشش محسوس ہوئی۔ کچھ غصہ بھی آیا کہ وہ دشمن ہے۔ وہ منہ پھیر کر جانے لگی۔

وہ پیچھے پیچھے آتے ہوئے بولا "میں جانتا ہوں۔ تم اس لیے ناراض ہو کہ ابھی ماں بننے کی عمر نہیں ہے۔ ہمیں برس دو برس تک رومانس کرنا چاہیے تھا۔ ہنسنا، گانا، ناچنا، بارش میں بھیگ بھیگ کر ایڈین فلموں کا کورس مکمل کرنا تھا لیکن قدرت کو یہ منظور نہیں تھا اس لیے ایک ہی رات میں معجزہ ہوگیا ہے۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی پھر بولی "تم میرا پیچھا چھوڑنے کی کیا قیمت لوگے؟"

"قیمت تو نو ماہ بعد ہی چکا سکو گی۔ میرا بچہ مجھے دے دو۔ پھر میں تمہارے پیچھے نہیں آؤں گا۔"

"اوہ گاڈ! کیا تم نو ماہ تک میرے ساتھ رہو گے؟"

"مجبوری ہے۔ ویسے سنا ہے کہ سات مہینے میں بھی سُنا ہے۔ تم جیسی کوشش کرو گی اسی حساب سے جلدی نجات گی۔"

وہ اسپتال سے باہر آکر بولی "میرا بھائی آئے گا تو تمہیں چٹکی میں مسل کر مجھے نجات دلائے گا۔"

"کہاں ہے تمہارا بھائی؟"

"ایک فور اسٹار ہوٹل کے سامنے ہم ایک بنگلے میں ر تھے۔ کل رات چند بدمعاش پولیس والوں نے ہمیں ٹریپ کیا۔ وہاں سے بچ کر تمہارے پاس آپھنسی ہوں۔ میرا بھائی ناقا شکست ہے، وہ بھی کسی طرح بچ گیا ہوگا۔"

پارس نے کار کا دروازہ کھول کر کہا "بیٹھو اور اس بنگلے میں شاید وہاں تمہارا بھائی مل جائے۔"

وہ بیٹھ گئی۔ پارس اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا پھر کار اسٹارٹ کر آگے بڑھاتے ہوئے بولا "بھائی کا نام کیا ہے؟"

وہ بولی "نے نے پرسا۔ نن..... نہیں اس کا نام جے ہے۔"

وہ چپ ہوکر نام یاد کرنے لگی۔ اسے اچھی طرح یاد آیا بھائی کا نام پے پے سرنا ہے لیکن زبان پر آنے تک وہ نام ذہن سے مٹ جاتا تھا۔

پارس نے کہا "آج کل کی لڑکیوں کو محبوب مل جائے تو اور بھائی کے نام تک بھول جاتی ہیں۔"

"اے! فضول باتیں نہ کرو۔ میں اپنے بھائی کے سوا دنیا اور کسی سے پیار نہیں کرتی ہوں۔ میں خود کو بھلا سکتی ہوں مگر کے یہ کاغذات دیکھے ہوں گے اور وہ مایوس ہوکر یہاں سے نہیں بھلا سکتی۔ بھائی کا نام بہن کو معلوم نہیں ہوگا تو کیا تم معلوم ہوگا؟ اس کا نام ہے....."

وہ بولتے بولتے پھر بھول گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام سوچنے لگی "یہ میری یادداشت کو کیا ہوگیا ہے؟"

وہ بولا "پریشان کیوں ہوتی ہو، بنگلے میں پہنچ کر نام کرلینا۔"

وہ دونوں بنگلے کے سامنے پہنچ گئے۔ پارس نے مالک مکان کر کہا "یہ لڑکی کہتی ہے اس کا بھائی اس بنگلے میں رہتا ہے۔ اسے پہچانتے ہو؟"

مالک مکان نے شی تارا کو دیکھ کر کہا "میں یہ مکان کرا دے کر بچتا رہا ہوں۔ آج صبح تمہارا بھائی آیا۔ عجیب بہکی باتیں کرتا رہا پھر اس کی بیوی آئی۔ اب تم آئی ہو۔ یہ تم قسطوں میں آرہے ہو اور جارہے ہو، آخر یہ معاملہ کیا ہے؟"

پارس نے پوچھا "اس کے بھائی کا نام کیا ہے؟"

مالک مکان نے کہا "یہ لوگ نام پتا بھی غلط بتارہے ہیں۔ لیتے وقت وہ اپنا نام پے پے سرنا بتارہا تھا۔"

شی تارا نے جلدی سے کہا "یہی نام ہے میرے بھائی کا پرنا، میرے بھائی کا نام سے پرنا ہے۔"

پھر اسے غلطی کا احساس ہوا۔ وہ غلط نام لے رہی تھی۔ مالک مکان نے کہا "یہ پورا خاندان پاگل معلوم ہوتا ہے۔ اس کا بھائی بھی اپنا الٹا سیدھا نام بتاتا ہے۔ پولیس والوں نے ائرپورٹ جاکر اس کے ذاتی طیارے کے کاغذات دیکھے۔ وہ کسی پے پے سرنا اور شی تارا کے نام ہیں۔"

وہ بولی "ہاں ہاں، یہی میرا نام ہے ستارہ، میرا نام ستارہ ہے۔"

مالک مکان نے کہا "ستارہ نہیں شی تارا۔"

"یہی تو کہہ رہی ہوں۔ ستارہ نہیں تی شارا۔"

مالک مکان اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر جانے لگا۔ پارس نے کہا "بھائی صاحب! اتنا بتادیں۔ اس کا بھائی اس مکان میں آتا ہے؟"

"ہاں، یہاں میرے سینے پر مونگ دلنے آتا ہے۔ رات گزارنے ضرور آئے گا۔"

وہ چلا گیا، پارس نے کہا "سن لیا تم نے۔ تمہارا بھائی اب یہاں رات کو آئے گا۔ اس بنگلے کی چابی اس کے پاس ہے۔"

"وہ ائرپورٹ گیا ہوگا، وہاں ہمارا ذاتی طیارہ ہے۔"

وہ شی تارا کو ائرپورٹ لے آیا۔ متعلقہ شعبے میں جاکر اسے ذاتی طیارے کے کاغذات دکھائے۔ ان کاغذات پر پے پے سرنا اور شی تارا کے نام درج تھے لیکن تصویریں ایک دوسرے مرد اور دوسری عورت کی تھیں۔

وہ پھر پارس کے ساتھ آکر کار میں بیٹھ گئی۔ سر پکڑ کر سوچنے لگی "یہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ کیا میرے بھائی نے بھی طیارے کے یہ کاغذات دیکھے ہوں گے اور وہ مایوس ہوکر یہاں سے گیا ہوگا؟"

پارس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "عورت کو ایسی حالت میں خوش رہنے کی کوشش کرنا چاہیے۔"

"کیسے خوش رہوں، اپنا نام زبان پر نہیں آتا ہے۔ ہمارا طیارہ ہمارا نہیں رہا ہے۔ میرا بھائی مجھ سے بچھڑ گیا ہے۔ اب خوشی کی کون سی بات رہ گئی ہے۔"

"تم یہ سوچو کہ بھائی سے شام تک ملاقات ہوگی جب اسے معلوم ہوگا کہ وہ ماموں بننے والا ہے تو خوشی سے ناچنے لگے گا۔ تم بھی بچے کے متعلق سوچتی رہو، وہی تمہارے بڑھاپے کا سہارا ہوگا۔"

"میرا بھائی تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"میرا قصور کیا ہے؟"

"تم مسلمان ہو، مجھے بھی مسلمان بناؤ گے اور میرے بچے کو بھی۔"

"ہم کسی کو جبراً مسلمان نہیں بناتے۔ ایمان ہمیشہ دل سے لایا جاتا ہے۔ رہ گئی بچے کی بات تو وہ میرا خون ہے۔ قدرتی اور قانونی طور پر مسلمان ہی پیدا ہوگا۔"

"میرا بھائی تمہیں جہنم میں پہنچادے گا تو بچہ قدرتی طور پر ماں کے حوالے سے ہندو رہے گا۔"

"کیا تمہارے پاس کوئی ایسا علم ہے جس کے ذریعے تم یقین سے یہ کہتی ہو؟"

اسے اپنی جوتش ودیا یاد آئی۔ اس ودیا نے کبھی بچے کے متعلق اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ زیرلب بڑبڑانے لگی "میں حیران ہوں کہ ماں کیسے بن رہی ہوں؟"

وہ چونک کر بولی "میری جوتش ودیا نے بچے کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے بچہ ضائع ہوجائے گا۔ مجھے اس سلسلے میں کسی لیڈی ڈاکٹر سے معاملہ طے کرنا چاہیے۔"

"کیا تم ایک ماں ہوکر اپنے بچے کو قتل کرنا چاہتی ہو! میں تمہیں ہرگز ایسا نہیں کرنے دوں گا۔"

"تم کون ہوتے ہو، مجھے روکنے والے؟ میں تمہارے بچے کو جنم نہیں دوں گی!"

"میں تمہارے ہاتھ پاؤں توڑ کر اپنے بیڈ روم کے بستر پر سلا کر رکھوں گا۔ نو ماہ تک اٹھنے نہیں دوں گا، اپنا بچہ لینے کے بعد تمہیں جانے دوں گا۔"

وہ غصے سے چیخ کر بولی "کیا تم مجھے مارو گے؟ میرے ہاتھ پاؤں توڑ دو گے۔ گاڑی روکو، باہر نکلو اور مجھ سے مقابلہ کرو۔ میں بتاؤں گی کہ کتنی زبردست فائٹر ہوں۔ تمہارے ہاتھ پاؤں توڑ کر اپاہج بنادوں گی۔"

پارس نے کار روک کر کہا "میں سرِعام تم سے فائٹ کرکے اپنا مذاق نہیں بننے دوں گا۔ شوہر ہوتا ہے جو گھر کے اندر بیوی کی پٹائی کرتا ہے تاکہ خودپٹ جائے تو کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔"

"میں نے تمہاری طرح بزدل نہیں دیکھا۔ ایک لڑکی کا چیلنج قبول کرنے سے ڈرتے ہو۔"

"تم سے پچھلی رات مقابلہ کیا تو تم نے مجھے باپ بنادیا۔ نہ بابا، اب میں کوئی خطرہ مول نہیں لوں گا۔"

وہ گاڑی سے اترتے ہوئے بولی "کم آن باہر آؤ۔"

وہ بولا "تمہیں اپنا اور بھائی کا نام یاد نہیں ہے۔ اس ملک میں آنے اور رہنے کا اجازت نامہ نہیں ہے۔ مجھے تماشا بنا کر پھنس جاؤ گی۔"

وہ جلدی سے گاڑی میں آکر بیٹھ گئی۔ اس نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا "جو عورت فوراً سمجھوتا کرلے وہ کامیاب بیوی ثابت ہوتی ہے۔"

"میں بیوی نہیں ہوں، ہماری شادی نہیں ہوئی ہے۔"

"ہاں، مگر شادی کے آثار پیدا ہوگئے ہیں۔"

"میں مرجاؤں گی مگر تم سے شادی نہیں کروں گی۔ وہ دیکھو، سامنے اسپتال ہے گاڑی روکو۔"

اس نے اسپتال کے سامنے پہنچ کر گاڑی روک دی۔ وہ گاڑی

سے اتر کر اسپتال کے اندر جانے لگی۔ ایک لیڈی ڈاکٹر کے کمرے میں پہنچ کر بولی "میں اندر آسکتی ہوں؟"

پیچھے سے پارس نے کہا "ڈارلنگ! اندر چلی گئی ہو پھر اندر جانے کی اجازت کیوں طلب کررہی ہو؟"

وہ پاؤں پٹختی ہوئی ڈاکٹر کے سامنے میز کے دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گئی۔ پارس نے اپنی کھوپڑی کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر کو سمجھایا کہ آنے والی ذہنی مریضہ ہے۔

شی تارا نے کہا "ڈاکٹر! میں بہت کم سن ہوں' ماں بننے کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ اس لیے بچے سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

پارس نے کہا "ڈاکٹر! یہ مینٹل کیس ہے' اپنی یادداشت کھوچکی ہے۔ کوئی بچہ نہیں ہونا پھر بھی کہتی پھرتی ہے کہ ماں بننے والی ہے۔"

وہ بولی "ڈاکٹر! یہ جھوٹا ہے' میرا دشمن ہے۔ میں نے میڈیکل چیک اپ کرایا ہے۔ میں ماں بننے والی ہوں۔"

ڈاکٹر نے کہا "اچھی بات ہے مسز! میں ابھی چیک کرتی ہوں۔"

وہ بولی "میں مسز نہیں ہوں' ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے؟"

"تو پھر ماں کیسے بن سکتی ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام؟ مم..... میرا ہاں' میرا نام وہ ہے وہ....."

وہ سوچنے لگی۔ پارس نے کہا "ڈارلنگ وہ کوئی نام نہیں ہوتا تمہیں یاد نہ آرہا ہو تو میں نام بتادوں۔"

"ہرگز نہیں' میں اپنا نام خود نہیں بتاؤں گی تو یہ مجھے پاگل ثابت کرے گا۔ میرا نام شی تارا ہے۔"

وہ بولا "دیکھو تم الٹا نام بتارہی ہو۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "ہاں نام ذرا الٹا ہوگیا۔"

"میں سیدھا کردوں؟"

"یو شٹ اپ' میرا نام کچھ بھی ہو' تمہیں کیا؟"

لیڈی ڈاکٹر نے پوچھا "یعنی تم اپنا نام نہیں جانتی ہو۔"

"جانتی ہوں مگر بتا نہیں سکتی۔ آپ کوئی دوسری بات پوچھ لیں۔"

"اچھا بتاؤ' یہ کیفیت کتنے ماہ سے ہے؟"

"پچھلی رات سے ہے۔"

"کیا یہ کہنا چاہتی ہو کہ پچھلی رات شادی ہوئی اور صبح ماں بن گئیں۔"

"جی ہاں۔ آپ مجھے پاگل نہ سمجھیں' میرے ساتھ یہی ہوا ہے۔"

لیڈی ڈاکٹر نے جھلا کر کہا "ارے کیا تم کوئی کمپیوٹر ہو کہ سوال فیڈ کرتے ہی جواب حاضر کردیتی ہو۔ اے مسٹر! لے جاؤ اپنی پاگل بیوی کو۔"

وہ غصے سے اٹھ کر بولی "پاگل ہوگی تو' تیرا خاندان۔ تو اس بدمعاش کے بہکانے سے مجھے....."

پارس اس کا بازو پکڑ کر وہاں سے کھینچ کر لے جاتے ہوئے بولا "ڈارلنگ! تمہیں کتنا سمجھایا ہے گھر سے نہ نکلا کرو۔ یہ دنیا پاگل کو پاگل نہیں کہتی۔ تمہارے جیسی ہوش مند کو پاگل کہتی ہے۔ اسے تجربہ کہتے ہیں کہ ہوش مند ہو اور پاگل کہلا رہی ہو۔"

وہ کار کے پاس آکر اپنا بازو چھڑاتے ہوئے بولی "تم کیوں پیچھے پڑگئے ہو؟"

"تمہارے سوال کا جواب تمہارے ہی پاس ہے۔ یاد کرو تمہاری جو تش وڈیا نے کہا تھا جو تاریخ میرے لیے منحوس ہے وہ تمہارے لیے بھی منحوس ہوسکتی ہے اس لیے خاص طور پر تیرہ تاریخ کو میرے قریب نہ آنا۔ اور تم آدھی رات کو تیرہ تاریخ کا آغاز ہوتے ہی میرے پاس بھاگ کر چلی آئیں۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی "واقعی میں خود اس کے قریب آئی ہوں۔ یہ تقدیر کیسی ہیرا پھیری سے مجھے اس کے پاس ابھارتی ہے۔ مجھے اس الجھن سے میرا بھائی نکال سکتا ہے' اسے کہاں ڈھونڈوں؟"

وہ بولی "یہ میری غلطی ہے کہ تمہارے پاس پناہ لینے آگئی۔ مجھے معاف کردو اور میرے پیچھے نہ آؤ۔"

"تم میری جان کی دشمن تھیں' ہو اور رہو گی لیکن میں تم سے نیکی کروں گا۔ تمہارے بھائی کے پاس تمہیں پہنچاؤں گا پھر پہنچانے کے بعد پیچھا چھوڑ دوں گا۔ پھر تو ماہ بعد بچہ لینے آؤں گا۔"

"تم زبردست فراڈ ہو۔ یہاں اسپتال میں کہہ رہے تھے کہ میں ماں بننے والی نہیں ہوں۔ کیا پہلی میڈیکل رپورٹ غلط ہے؟"

"درست ہے۔ میں نے یہاں اس لیے غلط کہا کہ تم بچے کو ضائع نہ کراسکو۔ تم جب بھی ایسی حماقت کرنا چاہو گی' میں تمہیں مختلف ہتھکنڈوں سے روکنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ یہ سوچ کر کار میں بیٹھ گئی کہ پہلے بھائی کو تلاش کرے گی پھر پارس سے پیچھا چھڑائے گی۔ پارس اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ لیلیٰ نے آکر کہا "مرینا اور سرنا یہ سامنے والی مارکیٹ میں ہیں۔ ان بہن بھائی کا سامنا کراؤ۔"

وہ قریبی مارکیٹ میں آکر رک گیا۔ اس سے بولا "میں کچھ ضروری چیزیں خریدنا چاہتا ہوں' آؤ تم بھی کچھ شاپنگ کرلو۔"

وہ انکار نہ کرسکی کیونکہ میک اپ کا سامان خریدنا ضروری تھا۔ وہ بازار میں آئے' ایک دکان میں مرینا اور سرنا کوئی چیز خرید رہے تھے۔ پارس شی تارا کو ادھر لے گیا۔ مرینا ایک بیگ پسند کررہی تھی۔ لیلیٰ نے شی تارا کو مجبور کیا' وہ مرینا سے چھین کر بولی "یہ مجھے پسند ہے۔"

سرنا نے اس کی کلائی پکڑ کر کہا "اے! اسے میری ساتھی پسند کرچکی ہے۔"

"تم نے میرا ہاتھ پکڑنے کی جرأت کیسے کی۔ اگر میرا بھائی ہوتا تو تمہارے ہاتھ توڑ دیتا۔"

پھر وہ پارس سے بولی "تمہیں غیرت نہیں ہے۔ تمہارے سامنے اس نے میری کلائی پکڑی ہے۔"

پارس نے کہا "غلطی تمہاری ہے۔ تم نے یہ نیکلس چھین کر لیا ہے۔"

سرنا نے کہا "واہ دوست' تم نے انصاف کی بات کہہ کر دل جیت لیا ہے۔ میں اس بات پر یہ نیکلس تمہاری وائف کو دیتا ہوں۔"

سرنا نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ پارس نے کہا "اگر تم اسے بھائی سمجھ لیتیں تو اس کے ہاتھ پکڑنے سے غصہ نہ آتا۔"

سرنا نے کہا "سچ پوچھو تو اسے دیکھ کر اپنی بہن یاد آگئی۔ وہ اسی شہر میں کہیں گم ہوگئی ہے' ہم اسے تلاش کررہے ہیں۔"

"عجیب اتفاق ہے۔ میری وائف کا بھائی گم ہوگیا ہے۔ یہ اسے تلاش کررہی ہے۔"

"اس کے بھائی کا حلیہ کیا ہے۔ نام بتاؤ' ہم تلاش کرنے میں مدد کریں گے۔"

"میں حلیہ نہیں بتاسکتی مگر اسے دیکھ کر پہچان لوں گی۔ نام بھی مجھے یاد ہے مگر کسی کو بتانے سے پہلے بھول جاتی ہوں۔"

سرنا نے کہا "یہ بھی عجیب اتفاق ہے۔ میں بہن کا حلیہ نہیں بتاسکتا لیکن اسے دیکھ کر پہچان سکتا ہوں اور اپنا نام بھی نہیں بتاسکتا جبکہ اپنا نام اچھی طرح یاد ہے۔"

پارس نے کہا "تم دونوں اپنے بھائی اور بہن کو تلاش کرنے میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرسکو گے۔ کیونکہ تم لوگوں کے پاس خود اپنے شناختی ثبوت نہیں ہیں لیکن یہ تو معلوم ہوگا کہ اب سے پہلے رہتے کہاں تھے؟"

مرینا نے کہا "ہاں یاد ہے۔ ہم ایک فور اسٹار ہوٹل کے سامنے رہتے ہیں۔"

شی تارا نے کہا "وہاں تو میں بھی رہتی ہوں وہ ایک سرخ ٹائلز کی چھت والا بنگلا ہے۔"

سرنا نے کہا "اسی بنگلے میں ہم رہتے ہیں۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میں اپنے بھائی کے ساتھ وہاں رہتی ہوں۔"

"میں اپنی بہن کے ساتھ وہاں رہتا ہوں۔"

"میں مالک مکان کی گواہی پیش کرسکتی ہوں۔"

سرنا نے کہا "تم زبردستی گلے پڑرہی ہو۔ یہاں آتے ہی یہ نیکلس چھین لیا' اب ہمارے گھر کو اپنا گھر کہہ رہی ہو۔ اے مسٹر! تم اس کے شوہر ہو' تم ہی بتاؤ کیا یہ سچ کہہ رہی ہے؟"

"مجھے افسوس ہے میں ایک رات کا شوہر ہوں۔ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہوں۔ ویسے مالک مکان کہہ رہا تھا کہ میری یہ وائف اپنے بھائی کے ساتھ وہاں رہتی تھی۔"

مرینا نے کہا "مالک مکان جھوٹا ہے۔ وہ مجھے اور میری ساتھی کو میاں بیوی کہہ رہا تھا جبکہ ہم میاں بیوی نہیں ہیں' ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں۔ آج صبح ہماری دوستی ہوئی ہے۔"

"بہتر ہے اس بنگلے میں چل کر مالک مکان سے حقیقت معلوم کی جائے۔"

وہ سب راضی ہوگئے۔ پارس کی گاڑی میں بیٹھ کر اس بنگلے کے سامنے آئے۔ سرنا نے شی تارا سے کہا "اگر یہ تمہارا بنگلا ہے تو تمہارے پاس دروازے کی چابی ضرور ہوگی۔"

"چابی میرے بھائی کے پاس ہے۔"

سرنا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولتے ہوئے کہا "تم چاہو تو اندر آکر دیکھ سکتی ہو' یہ تمہاری رہائش گاہ نہیں ہے۔"

"میں ثابت کردوں گی' اندر میرا سامان رکھا ہوا ہے۔"

وہ سرنا اور مرینا کے پیچھے بنگلے میں داخل ہوئی۔ پارس باہر اپنی کار سے ٹیک لگائے کھڑا رہا۔ سرنا نے اندر آکر جیسے ہی دروازہ بند کیا ویسے ہی بہن بھائی نے ایک دوسرے کو چونک کر دیکھا۔ خوشی سے آگے بڑھ کر ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔

"بھائی کی جان! تم کہاں گم ہوگئی تھیں؟ میں صبح سے تمہیں تلاش کررہا ہوں۔"

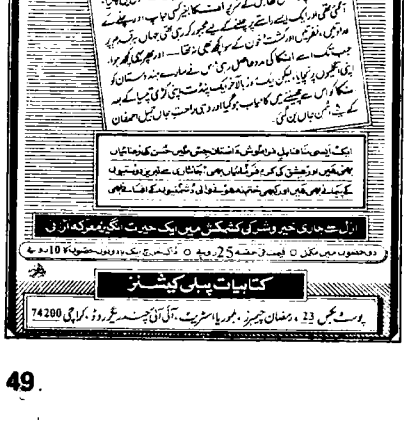

"میں بھی صبح سے تلاش کر رہی ہوں۔ ہمیں اپنا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات کو اپنے پاس رکھنا چاہیے۔ کیونکہ میں دوسروں کے سامنے اپنی شناخت بھول جاتی ہوں۔"

"میں بھی بھول جاتا ہوں۔ مرینا بھی بھول جاتی ہے لیکن یہاں ہمارا تمام سامان موجود ہے صرف ہمارے تمہارے شناختی کاغذات نہیں ہیں۔"

شی تارا نے اپنے بیڈ روم میں آکر اپنے سامان میں وہ کاغذات تلاش کیے۔ وہاں سب کچھ تھا مگر وہ ضروری کاغذات نہیں تھے۔

مرینا نے کہا "بڑی مشکل یہ ہے کہ ہم تینوں بند کمرے میں ایک دوسرے کو پہچان رہے ہیں لیکن باہر جاتے ہی بھول جاتے ہیں۔"

شی تارا نے کہا "یہ کیسی ناقابلِ یقین بات ہے۔ جس بھائی کو جان سے زیادہ چاہتی ہوں اسے باہر نہ پہچان سکی۔"

"میرے لیے بھی شرم کی بات ہے کہ اپنی بہن کو پہچان نہ سکا۔ پتا نہیں یہ دماغ کیسے کمزور ہو گیا ہے؟ فرہاد ہمارے خلاف کوئی چال چل رہا ہے۔"

وہ فرہاد کے نام پر چونک کر بولی "میں نے پارس کے ساتھ رات گزاری ہے۔ ہم ابھی جس کی کار میں آئے ہیں وہی پارس ہے۔"

سرنا نے غصّہ بھینچ کر پوچھا "کیا سچ کہہ رہی ہو؟"

"سچ کہہ رہی ہوں۔ میں ایک بار تاشقند میں اس سے مل چکی ہوں' اسے پہچانتی ہوں۔ پھر اس نے خود پارس ہونے کا اعتراف کیا ہے۔"

"تم دونوں یہاں ٹھہرو' میں اس سے نمٹ کر آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ پھر اسے کھول کر باہر نکلا۔ وہاں مالک مکان آچکا تھا' پارس سے باتیں کر رہا تھا۔ باہر آتے ہی چار دیواری والی تنہائی ختم ہو گئی۔ وہ بھول گیا کہ باہر کیوں آیا ہے۔

پارس نے کہا "ہیلو مسٹر! میری وائف کہاں ہے؟ کیا وہی تمہاری بہن ہے اور تم میرے سالے ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ نہ وہ میری بہن ہے نہ میں تمہارا سالا ہوں۔"

"تو پھر میری وائف مجھے واپس کرو۔"

"ٹھیک ہے' میں ابھی اسے باہر بھیجتا ہوں۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ پھر اسے بند کرتے ہوئے شی تارا کو دیکھ کر بولا "میری جان! میری بہن! میں پھر تھوڑی دیر کے لیے تجھے بھول گیا تھا اور..... اور وہ پارس؟ اوہ گاڈ! باہر جا کر یاد نہ رہا کہ وہاں میرا دشمن پارس کھڑا ہوا ہے۔"

وہ پھر باہر جانا چاہتا تھا' شی تارا نے ہاتھ پکڑ کر کہا "باہر نہ جاؤ پھر بھول جاؤ گے۔ ہمارے ساتھ کچھ ایسا ہو رہا ہے کہ ہم تنہائی میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ چار دیواری سے باہر دوسروں کی موجودگی میں خون کے رشتوں کو بھی بھول جاتے ہیں۔"

مرینا نے کہا "یہ ٹھیک کہہ رہی ہے' ہم میں سے کسی کو باہر نہیں جانا چاہیے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا پھر بولا "کیسی مجبوری ہے باہر دشمن کھڑا ہے اور میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

وہ بولی "بھائی سرنا! وہ ہمارا بہت کچھ بگاڑ چکا ہے۔ میں اس کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

وہ شیر کی طرح دہاڑتے ہوئے بولا "ہرگز نہیں' تُو دشمن کے بچے کی ماں نہیں بن سکتی۔ یہ جھوٹ ہے۔"

"میرا طبّی معائنہ ہو چکا ہے' یہ سچ ہے۔"

مرینا نے کہا "میں پارس کو اچھی طرح جانتی ہوں' وہ زہریلا ہے۔ کبھی بچے کا باپ نہیں بن سکے گا۔ تم اس کے بچے کی ماں نہیں بن سکتیں۔ میڈیکل رپورٹ غلط ہو سکتی ہے۔"

"مرینا! تم نے کئی برس سے اس سے علیحدگی اختیار کی ہوئی ہے' اس کے موجودہ حالات نہیں جانتی ہو۔ ہو سکتا ہے اب وہ زہریلا نہ رہا ہو۔ میڈیکل رپورٹ غلط نہیں ہو سکتی۔ میں خود اس سے ماں بننے کے آثار محسوس کر رہی ہوں۔"

سرنا نے غصے سے سُلگتے ہوئے کہا "وہ میری بہن کو برباد کر چکا ہے۔ میں اس کا خون پی جاؤں گا۔ ایسی کیا تدبیر کروں کہ باہر جا کر دشمن کو یاد رکھوں اور اسے فوراً جہنم میں پہنچا دوں؟"

وہ غصّے میں کوئی تدبیر سوچ رہا تھا جبکہ غصّے کی حالت میں دماغ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہتا۔ وہ باہر کھلنے والے دروازے کے سامنے آکر رک گیا۔ پھر جیسے دروازے کے پار دشمن کو دیکھتے ہوئے گھونسا دکھاتے ہوئے گرج کر بولا "پارس! میں جانتا ہوں تُو باہر موجود ہے' میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

باہر سے پارس نے بلند آواز سے کہا "ابے سالے! اپنی بہن کو مجھ سے چھپا رہا ہے۔ وہ میری وائف ہے' اسے میرے حوالے کر دے۔"

وہ دہاڑتے ہوئے بولا "وہ تیری کوئی نہیں ہے۔"

"وہ تو کیا؟ تو بھی میرا سالا ہے۔ میرے ہونے والے بچے کا ماموں ہے۔"

"میں تیرا خون پی جاؤں گا۔"

"پینے کے لیے باہر آنا پڑے گا۔ مرد کا بچہ ہے تو باہر آکر مقابلہ کر۔"

اس نے گرجتے ہوئے دروازہ کھولا اور پھر دہلیز پر سے باہر چھلانگ لگا دی۔ بالکل شیر کی طرح جھپٹ پڑنے کا انداز تھا لیکن باہر آتے ہی ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ پارس کو دیکھ کر سوچنے لگا۔ مالک مکان نے پوچھا "مسٹر سرنا! کیا تم اپنی پوری فیملی کے ساتھ پاگل خانے سے آئے ہو۔ گھر کے اندر جا کر کچھ بولتے ہو' باہر آکر کچھ کرتے ہو۔ تھوڑی دیر میں دشمن بن جاتے ہو اور پھر دوست ہو جاتے ہو۔ آخر یہ کیا تماشا ہو رہا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں تو اس کی وائف کو اس کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔ مگر اندر جا کر بھول جاتا ہوں۔ ہو سکے تو آپ لوگ اسے آوازیں دے کر یہاں بلائیں۔"

پارس نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا "اے میرے بچے کی ماں! باہر آجا۔"

اندر سے اس کی آواز آئی "میں نہیں آؤں گی' یہاں اپنے بھائی کے ساتھ رہوں گی۔"

پارس نے کہا "مسٹر سرنا! میں تمہیں قتل کرنے کی دھمکی دوں گا تو وہ فوراً باہر آئے گی۔"

"میرا اس سے کیا رشتہ ہے کہ وہ مجھے بچانے آئے گی۔"

"وہ مجھے یعنی اپنے شوہر کو قتل کرنے سے باز رکھنے کے لیے آئے گی۔"

پارس نے مالک مکان سے اس کا پستول مانگ کر سرنا کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے آواز دی "میں سرنا کو گولی مار رہا ہوں۔ اگر تم نہیں آؤ گی تو گولی چل جائے گی۔"

وہ اندر سے بولی "یہ ظلم ہے' میرے بھائی کو کیوں مارنا چاہتے ہو؟"

"اس لیے کہ میرا بچہ تمہارے پاس ہے۔ بچہ مجھے دو' اپنا بھائی لے جاؤ۔"

"بچہ نو ماہ بعد ملے گا۔"

"تم نو ماہ تک میرے پاس رہو گی۔ میں تین تک گنتا ہوں' باہر نہیں آؤ گی تو تین کہتے ہی گولی مار دوں گا۔ ایک....."

شی تارا نے دروازے کے کی ہول سے جھانک کر دیکھا۔ بھائی کی کنپٹی سے لگے ہوئے پستول کو دیکھتے ہی وہ تڑپ گئی۔ چیخنی چلاتی' دروازہ کھولتی ہوئی باہر آئی پھر لڑکھڑا کر گر پڑی۔

پارس نے مالک مکان کو پستول دے دیا۔ شی تارا نے زمین پر سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور سوچا "میں دوڑتی ہوئی کیوں آئی تھی؟"

پارس نے آگے بڑھ کر اسے تھاما' اور بین پر سے اٹھاتے ہوئے کہا "میرے گلے سے لگنے کے لیے یوں دوڑ کر آنے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے آواز دیتیں' میں دوڑا چلا آتا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "پتا نہیں' میں سو رہی ہوں یا جاگ رہی ہوں۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے ابھی میں نے اپنے بھائی سے ملاقات کی تھی۔ شاید وہ اس بنگلے میں ہے۔"

سرنا نے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر راستہ روکنے کے انداز میں دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا "خبردار! اس بنگلے میں نہ آنا تم ایک بار اندر جا کر دیکھ چکی ہو۔ یہاں تمہارا بھائی نہیں ہے۔ چلی جاؤ یہاں سے۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ میرا بھائی اندر ہو گا تو ضرور باہر آئے گا اور باہر کہیں بھٹک رہا ہو گا تو رات گزارنے یہاں آئے گا۔ میں اس کا انتظار کروں گی۔"

پارس نے کہا "ایسی سردی میں باہر رہو گی تو تمہاری قلفی جم جائے گی۔ پھر یہ مالک مکان صاحب فرار ہے ہیں کہ تم سب کے خلاف قانونی کارروائی کریں گے اور سب کو بنگلے سے نکالیں گے۔"

پھر اس نے سرگوشی میں کہا "تمہارے پاس اس ملک میں رہنے کا کوئی اجازت نامہ' پاسپورٹ اور ضروری کاغذات نہیں ہیں۔ تم اپنا نام تک بتا نہیں سکتی ہو۔ پولیس والے تمہیں جیل یا پاگل خانے پہنچا دیں گے۔"

وہ قائل ہو کر پارس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جانے لگی۔

○☆○

علی بخیریت اسرائیل سے نکل آیا تھا۔ لیکن جو ہمیشہ نہ رہے اسے خیریت کہتے ہیں۔ یہ خیریت تھوڑی دیر کے لیے آتی ہے اور اپنے ساتھ اگلی خیریت کی فکر کا سامان لاتی ہے۔

علی نادان نہیں تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ جو دشمن اسے اسرائیل میں بے نقاب کرنا چاہتے تھے انہوں نے آگے بھی راستے میں رکاوٹیں پیدا کی ہوں گی اور وہ آسانی سے اپنی ٹائی کے پاس واشنگٹن نہیں پہنچ پائے گا۔

وہ ایک خصوصی طیارے میں قسطنطنیہ سے روانہ ہوا تھا۔ اس کی اگلی منزل انقرہ تھی۔ وہاں سے وہ استنبول آیا اور خصوصی طیارے کو وہیں چھوڑ دیا کیونکہ وہ طیارہ پہچان بن گیا تھا کہ فرہاد کا بیٹا علی اس میں سفر کر رہا ہے۔ پتا نہیں یہ معلومات اور کتنے دشمنوں تک پہنچی ہو گی۔

اس نے استنبول کے ایک ہوٹل میں رہائش اختیار کی اور وہاں رہ کر دشمنوں کو تاڑنے لگا۔ ٹائی نے سوچ کے ذریعے کہا "جس پر شبہ ہو اس کی آواز مجھے سنا دو۔ میں اس کی اصلیت معلوم کر لوں گی۔"

"یہاں اکثر ایسے لوگوں سے سامنا ہوتا ہے جو مقامی زبان بولتے ہیں۔ ہم ان کی زبان نہیں سمجھ پائیں گے۔ ان کی حرکتوں سے ہی ان کے ارادوں کو سمجھنا ہو گا۔"

لیکن ایسے نگرانی کرنے والے بھی ہوتے ہیں جو کبھی سامنا نہیں کرتے مثلاً ہوٹل کے کچن میں کوئی دشمن ہو سکتا تھا اور کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی مُضر دوا ملا سکتا تھا۔ یا کوئی چھپ کر کہ بے آواز ہتھیار سے ہلاک کر سکتا تھا۔ جب چھپے ہوئے دشمن نظر نہ آئیں تو موت کا اندھا تیر کسی وقت بھی کہیں سے آسکتا ہے۔

علی نے رات کے ایک بجے اچانک ہی وہ ہوٹل چھوڑ دیا۔ چھوڑتے وقت اس بات کا خیال رکھا کہ ہوٹل والوں کی نظروں میں نہ آئے۔ ہوٹل سے باہر آکر وہ دور تک پیدل چلتا رہا۔ ایک فٹ پاتھ سے دوسرے فٹ پاتھ پر جا کر اندازہ کرتا رہا کہ تعاقب کرنے

والے بھی راستہ بدل رہے ہیں یا نہیں؟

رات کا وقت تھا۔ فٹ پاتھ اور سڑکیں ویران سی تھیں کچھ لوگ یا کچھ گاڑیاں آتی جاتی دکھائی دیتی تھیں پھر نظروں سے اوجھل ہوجاتی تھیں۔ ایسے ہی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

وہ فوراً ہی ایک بڑے سے مجسمے کے پیچھے چھپ گیا۔ اس نے مجسمے کی آڑ سے جھانک کر دیکھا۔ کچھ فاصلے پر ایک عورت دوڑتی ہوئی آرہی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر تین افراد دوڑتے ہوئے اس کا تعاقب کررہے تھے۔ ان میں سے ایک کچھ کہہ رہا تھا۔ شاید اس عورت کو رکنے کے لیے کہہ رہا تھا لیکن وہ ایسے بھاگ رہی تھی جیسے موت کے سوداگر پیچھے پڑگئے ہوں۔

وہ موت کے سوداگر ہی تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ شکار ہاتھ سے نکل رہا ہے تو گولی چلا دی۔ عورت کی ایک دلخراش چیخ رات کے سناٹے میں دور تک گونجتی چلی گئی۔ وہ اچھل کر پختہ راستے پر گری پھر وہاں سے پھسلتی ہوئی مجسمے سے دوسری طرف علی کے قدموں کے پاس آکر چاروں شانے چت ہوگئی۔

اس کا تعاقب کرنے والے وہیں رک گئے تھے اور دور ہی دور سے جائزہ لیتے رہے۔ اس کا شکار اب ایک لاش بن چکی تھی۔ پولیس کار کے سائرن کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ لوگ آواز سنتے ہی پلٹ کر بھاگتے چلے گئے۔ ایک گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئے۔ اس کے ساتھ ہی وہ گاڑی اسٹارٹ ہوکر تیزی سے جاتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

جانے والی گاڑی کی آواز گم ہوگئی۔ آنے والی پولیس گاڑی کی آواز اور واضح ہونے لگی تو وہ عورت فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بہت دور کار کی ہیڈ لائٹس دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اٹھ کر سڑک پر سے چھلانگ لگا کر فٹ پاتھ پر آئی تو مجسمے کے پیچھے علی سے ٹکرا گئی۔ اسے دشمن سمجھ کر چیخ پڑی۔ اس نے کہا "میں دشمن نہیں ہوں۔ پولیس والے آرہے ہیں تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔"

"نہیں، پلیز مجھے چھپنے دو۔ ورنہ پولیس والے ایک قتل کے کیس میں ملوث کریں گے۔"

علی اس کا ہاتھ پکڑ کر دوڑتا ہوا ایک دکان کے پیچھے چلا گیا۔ پولیس کار سائرن بجاتی ہوئی آئی پھر تیزی سے گزر گئی۔ وہ علی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "تم تو بالکل نوجوان ہو۔ بالکل میرے بیٹے جیسے ہو اگر وہ زندہ ہوتا تو آج تمہارے جیسا لمبا چوڑا ہوتا۔"

"تم مجھے اپنا بیٹا سمجھو۔ یہ بتاؤ تم کون ہو؟ تم پر گولی چلانے والے وہ بدمعاش کون تھے؟"

"دشمن تھے اسی لیے گولی چلائی تھی۔ میرا نام مریم ہے۔ میرا شوہر یوسف پاشا ایک جزیرے میں ان کا قیدی ہے۔ میں نے ایک موٹربوٹ والے سے سودا کیا تھا۔ وہ مجھے اس جزیرے تک پہنچانے والا تھا لیکن ان دشمنوں نے اس موٹربوٹ والے کو قتل کردیا۔ وہ مجھے بھی قتل کرنے کے لیے یہاں تک دوڑتے آئے تھے۔ پولیس کار کے سائرن نے انہیں بھاگنے پر مجبور کردیا ورنہ وہ قریب آکر مجھے دیکھتے اور زندہ پاتے تو پھر گولی مار دیتے۔"

ثانی نے سوچ کے ذریعے کہا "یہ درست کہہ رہی ہے۔ علی ابھی چور خیالات پڑھ رہی ہوں۔"

علی نے مریم سے پوچھا "اب کہاں جاؤ گی؟"

"بیٹے! میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ اپنے گھر جاؤں گی تو دشمن وہاں پھر آسکتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں آج رات کسی طرح اس جزیرے میں چلی جاؤں۔"

"تمہارا شوہر کس جزیرے میں ہے؟"

"مارکیوسان میں۔"

"مارکیوسان؟" علی نے تعجب سے کہا "یہ جزیرہ یہاں کے سمندر میں نہیں ہے۔ یہ جنوبی امریکا کے انتہائی مغرب میں واقع ہے۔"

"بیٹے! میں نہیں جانتی وہ لوگ جزیرے کا یہی نام بتا رہے تھے۔"

"غلط بتا رہے تھے اور وہ موٹربوٹ والا بھی تمہیں کسی اور جزیرے میں پہنچا کر اپنی رقم کھری کرنے والا تھا۔"

"میں کیا کروں؟ میرے آس پاس جیسے سب ہی دھوکا دینے والے لوگ ہیں۔ میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ جو بھی سامنے آئے اس پر بھروسا کرلوں۔ شاید کوئی فرشتہ مل جائے۔ شاید تم میرے بیٹے بن کر میرے کام آسکو۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں تمہیں وہاں پہنچاؤں گا لیکن معلوم تو ہو کہ انہوں نے تمہارے شوہر کو قیدی بنا کر کیوں رکھا ہے اور تمہیں اس کے پاس کیوں نہیں پہنچنے دے رہے؟"

وہ دونوں ایک طرف چلنے لگے۔ مریم نے ایک گہری سانس لے کر کہا "میرا شوہر ایک معروف سائنس داں ہے اور علم الابدان کا ماہر ہے۔ اس کا پورا نام یوسف البرہان عرف پاشا ہے، میں اسے پاشا کہتی ہوں۔ کیا تم نے اس کا نام سنا ہے؟"

"مجھے افسوس ہے، میں نے اتنی معروف ہستی کا نام پہلے کبھی نہیں سنا۔ بائی داوے، معاملہ کیا ہے؟"

"وہ انسانی حواسِ خمسہ پر ریسرچ کرتا رہتا ہے۔ پچھلے پندرہ برس سے اس دھن میں لگا رہا کہ انسان کی قوتِ بصارت اور قوتِ سماعت کس طرح غیر معمولی بنائی جاسکتی ہے۔"

"غیر معمولی سے کیا مراد ہے؟"

"وہ کہتا ہے آدمی حدِ نظر تک کسی عینک یا دوربین کے بغیر صاف طور پر دیکھ سکتا ہے۔ اگر کوئی میل دو میل یا دس میل کے فاصلے پر کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا انتہائی گہری کھائی میں پڑا ہے تو اسے رات کے اندھیرے میں بھی صاف طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔"

"یہ سائنس واں بڑے خبطی ہوتے ہیں۔ معاف کرنا میں

تمہارے شوہر کو خبطی کہہ رہا ہوں۔"

"ایک تم ہی نہیں ساری دنیا میرے پاشا کو خبطی کہتی ہے۔ وہ ایسی باتیں کرتا ہے جنہیں عقل تسلیم نہیں کرتی۔"

علی نے کہا "عقل تسلیم کرتی ہے۔ جب بلی اور چیتا رات کی تاریکی میں دیکھ لیتے ہیں۔ انفرا ڈارک آئی لینس کے ذریعے ہم بھی تاریکی میں کسی حد تک دیکھ لیتے ہیں تو پھر ہماری بینائی میں دور بینی کی صلاحیت کیوں نہیں پیدا کی جاسکتی؟"

"میرے پاشا کی نظریں بڑھاپے میں بھی تیز ہیں۔ وہ دور تک صاف دیکھ لیتا ہے اور میلوں دور کھڑے ہوئے کسی شخص کا صحیح حلیہ بتا سکتا ہے۔"

"کیا اسی صلاحیت کی وجہ سے اسے قیدی بنایا گیا ہے؟"

"صرف قوتِ بصارت کی وجہ سے نہیں قوتِ سماعت کی وجہ سے بھی اسے اغوا کیا گیا ہے۔ تم یقین نہیں کروگے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس وقت پاشا ہماری گفتگو سن رہا ہے۔"

"لیکن وہ تو یہاں سے ہزاروں میل دور ہے۔"

"یہی تو میرے پاشا کا کمال ہے۔ کوئی اس پر آسانی سے یقین نہیں کرتا۔ ایک بار وہ لندن میں تھا اور میں یہاں استنبول میں تھی اس نے فون کے ذریعے بتایا کہ میں آدھا گھنٹا پہلے اس کی تصویر سے باتیں کررہی تھی۔ میں نے جتنے فقرے تصویر کے سامنے ادا کیے تھے وہ تمام اس نے لفظ بہ لفظ دہرائے۔ یہ حیرانی کی..... بلکہ نہ یقین کرنے والی بات ہے۔ میں اپنے بند کمرے میں تصویر سے باتیں کررہی تھی، کوئی آس پاس سننے والا نہیں تھا اور وہ لندن میں بیٹھا میری باتیں سن رہا تھا۔"

علی اس کے ساتھ خاموشی سے چلتا رہا۔ فی الحال اپنی کوئی رائے پیش نہیں کرسکتا تھا۔ اسے ایسی غیر معمولی قوتِ سماعت کا یقین نہیں تھا اور وہ بے یقینی کا اظہار کرنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ ہماری دنیا جتنی تیزی سے سائنسی اور طبّی کامیاب تجربات سے گزر رہی ہے اس کے پیشِ نظر ایک ناممکن بات کسی وقت بھی ممکن ہوجاتی ہے۔

وہ بول رہی تھی "پاشا کہتا ہے بات صرف یہ نہیں ہے کہ دوسروں کی آوازیں ہوا کی لہروں کے ذریعے ہم تک پہنچتی ہیں۔ یہ آوازیں تو ایک بہرے تک بھی پہنچتی ہیں لیکن وہ سن نہیں پاتا۔ اصل قوتِ سننے کی ہے۔ ہمارے جسم میں آوازیں سننے کا جو نظام ہے اس میں خرابی ہو تو آدمی کم سنتا ہے اور خرابی نہ ہو، یہ سماعتی نظام مکمل ہو تو وہ ہلکی سے ہلکی آہٹ بھی دور سے سن لیتا ہے۔ میرے پاشا نے تجربات کے کئی مراحل سے گزر کر سماعتی نظام کو ایسا غیر معمولی بنا دیا ہے کہ ہزاروں میل دور کی بات سننے کے لیے وہ ٹیلی فون کے آلے کا محتاج نہیں رہا ہے۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ آواز چشم زدن میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچتی ہے۔ جب یہ فضا میں گردش کرتی ہے تو اسے غیر معمولی قوتِ سماعت سے سنا بھی جاسکتا ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران ثانی سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی "مریم ایک سیدھی سادی شریف عورت ہے۔ یہ جو کہہ رہی ہے درست کہہ رہی ہے۔ اس کے چور خیالات سے فی الحال یہی معلوم ہورہا ہے کہ یہ نہ تو ہماری دشمن ہے اور نہ ہی دشمن کی آلۂ کار ہے۔"

علی نے کہا "بعض آلۂ کار خود نہیں جانتے کہ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔ مریم بھی نادانستگی میں کسی کی آلۂ کار بن سکتی ہے یا بن چکی ہے۔"

"یہ تو آئندہ معلوم ہوگا لیکن جو معلوم ہوچکا ہے وہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ یوسف البرہان عرف پاشا غیر معمولی قوتِ بصارت اور قوتِ سماعت رکھتا ہے اور ایسی غیر معمولی صلاحیتیں پیدا کرنے کی دواؤں کا فارمولا جانتا ہے۔ جن لوگوں نے اسے جزیرے میں قید کیا ہے یقیناً اس سے وہ فارمولا حاصل کرنا چاہتے ہوں گے۔"

"لیکن وہ مریم کو اس سے ملنے کیوں نہیں دیتے؟"

"مریم کے خیالات سے پتا چلتا ہے کہ دشمن اس کے شوہر کو دھمکیاں دے رہے ہیں کہ اگر اس نے فارمولا نہیں بتایا تو اس کی بیوی کو قتل کردیا جائے گا۔"

وہ چلتے چلتے رک گیا پھر مریم سے بولا "ہم کہاں جارہے ہیں؟"

"رات کہیں گزارنی ہوگی۔ کیا تم مجھے اپنے ہاں پناہ دوگے؟"

"میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ میں ایک مسافر ہوں، تمہاری طرح بھٹک رہا ہوں۔"

"تم کہاں سے آرہے ہو اور کہاں جاؤ گے؟"

"آیا ہوں بہت دور سے، جانا ہے بہت دور۔ اتفاق سے ہم دونوں کا راستہ ایک ہے۔ میں واشنگٹن جاؤں گا وہاں سے آگے تمہارا سفر جاری رہے گا لیکن پہلے تمہیں یقین کرنا ہوگا کہ پاشا واقعی جزیرے مارکیوسان میں ہے۔"

"مجھے یقین ہے وہ اسی جزیرے میں ہے۔ لیکن وہ تو ہزاروں میل دور ہے میں وہاں کیسے جاؤں گی۔ دشمنوں نے مجھے بے گھر کردیا ہے۔ میرے پاس دو وقت کھانے کے رقم نہیں ہے۔ میں اتنا طویل سفر کیسے کروں گی۔"

"کیا پاسپورٹ ہے؟"

"ہاں، یہ میرے پرس میں ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ تمہیں ضرورت سے زیادہ رقم مل جائے گی۔ یہ دس ہزار ڈالر رکھو اور اپنا پاسپورٹ دو۔ میں کل کی فلائٹ میں تمہارے لیے ایک سیٹ حاصل کرلوں گا۔"

اس نے دس ہزار ڈالر دیے اور اس کا پاسپورٹ لے کر اسے مشورہ دیا کہ وہ کسی ہوٹل میں آج کی رات گزارے۔ کل صبح دس بجے ائرپورٹ پر ملاقات ہوگی۔

وہ اسے رخصت کرکے فرانس کے سفیر کے پاس آیا۔ اس کے

بنگلے میں رات گزاری اور اس کے ذریعے اپنی اور مریم کی روانگی کا انتظام کیا۔ چونکہ مریم پر پوری طرح بھروسا نہیں کیا جاسکتا تھا اس لیے اس نے اپنا حلیہ تھوڑا سا تبدیل کیا تاکہ دشمن نگرانی کر رہے ہوں تو اسے مریم کے ہم سفر کی حیثیت سے پہچان نہ سکیں۔

دوسری صبح دس بجے مریم ایئرپورٹ پر اس کا انتظار کر رہی تھی۔ سفیر کے ایک ملازم نے اس کے پاس آکر کہا "میڈم! آپ جس کی منتظر ہیں وہ صاحب نہیں آئیں گے۔ ابھی اسی شہر میں قیام کریں گے۔ یہ آپ کا پاسپورٹ اور ٹکٹ ہے اور مزید اخراجات کے یہ پندرہ ہزار ڈالر رکھ لیں۔"

مریم نے وہ سب کچھ لیتے ہوئے کہا "میں حیران ہوں کہ وہ سخی داتا کون ہے جس نے ایک مختصر سی ملاقات میں مجھے پچیس ہزار ڈالر دے دیے۔ امریکا تک سفر کرنے کا ٹکٹ بھی دیا۔ اس سے کہنا ایک ماں کی دعائیں ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں گی۔"

وہ طیارے میں آئی۔ وہاں علی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اسے پہچان نہ سکی۔ اس کے پاس بیٹھ کر بولی "میں امریکا جا رہی ہوں خاصا طویل سفر ہے۔ تم کہاں جا رہے ہو؟"

"نیویارک جا رہا ہوں۔"

آدھے گھنٹے بعد طیارے نے پرواز کی۔ ثانی نے آکر کہا "میں نے جزیرہ مارکیوسان کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ خوب صورت مناظر سے بھرپور جزیرہ ہے۔ اس کے آس پاس مزید دس جزیرے ہیں جس میں سے ایک کا نام آئی لینڈ آف مین ہے۔ یعنی صرف مردوں کا جزیرہ۔"

"یہ تو عجیب سا نام ہے۔ کیا واقعی وہاں صرف مرد رہتے ہیں؟"

"ہاں آج تک کسی عورت نے وہاں کی زمین پر قدم نہیں رکھا ہے۔ یہ دنیا عجائبات سے بھری پڑی ہے۔ یہاں ایسے ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔"

"واقعی سوچو تو عجیب سا لگتا ہے کہ ہماری دنیا کے اندر ایک ایسی الگ دنیا ہے جو سمندر کے بیچ میں ہے جہاں صرف مرد رہتے ہیں۔ کیا عورت کے بغیر کوئی دنیا ہو سکتی ہے اور اگر ہو جائے تو کیا وہ دنیا قائم رہ سکتی ہے؟"

"وہ پچھلے پچاس برسوں سے قائم ہے۔ وہاں سزا یافتہ مجرموں کو پہنچایا جاتا ہے۔ وہ ایسی جیل ہے، جہاں لوہے کی سلاخیں اور مضبوط دیواریں نہیں ہیں۔ چاروں طرف گہرا سمندر ہے کوئی بڑے سے بڑا جی دار مجرم تیر کر وہ سمندر پار نہیں کر سکتا۔ وہاں سے دوسرے جزیرے دس پندرہ میل کے فاصلوں پر ہیں۔"

"اب سمجھا کہ وہ جزیرہ کیسے اب تک قائم ہے۔ ہماری دنیا اس لیے آباد ہے کہ عورت نئی نسل کو جنم دیتی رہتی ہے اور اس جزیرے کی دنیا اس لیے آباد ہے کہ جرائم کی سزا پانے والے مجرم قیدیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ پرانے مرتے رہتے ہیں، نئے آتے رہتے ہیں۔"

"ایک اخباری رپورٹر نے وہاں کے تفصیلی حالات بیان کیے ہیں جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"میں سوچ رہا ہوں، وہاں کے تمام مرد عورتوں کے بغیر کیسے رہتے ہوں گے؟"

وہ بولی "شرم نہیں آتی ایسا سوچتے ہو؟"

"بھئی، میرے لیے تو تم ہو۔ میں اپنے لیے نہیں ان بے چاروں کے لیے سوچ رہا ہوں۔"

"عورت کے بغیر بھی زندگی گزر جاتی ہے۔"

"سب کی نہیں گزرتی۔ عورت نہ ہو تو مرد غلط راہیں اختیار کر لیتا ہے۔"

"اے مسٹر! مجھ سے ایسی بے شرمی کی باتیں نہ کرو۔"

"کیا اس جزیرے میں رہنے والوں کی زندگی کے حالات معلوم نہیں کرنا چاہیے۔ میں سوچ رہا ہوں، مجھے وہاں جانا چاہیے۔ اس طرح دو فائدے حاصل ہوں گے۔"

"کون سے دو فائدے؟"

"ایک تو یہ کہ ایک ایسی انسانی جنت دیکھوں گا جہاں شجر ممنوعہ نہیں ہوگا۔ دوسرے یہ کہ یوسف البرہان کو وہاں سے لا سکوں گا۔"

"ہاں وہ شخص بہت اہم ہے۔ اگر اس کا فارمولا مجرموں کے ہاتھ لگے گا تو ہماری یہ دنیا اور زیادہ جرائم کا اڈا بن جائے گی۔ ایسے مجرم ہزاروں میل دور بیٹھ کر قوتِ سماعت کے ذریعے ملکوں اور فوجوں کے راز معلوم کرتے رہیں گے۔ اپنے خلاف ہونے والی قانونی کارروائیوں کو قبل از وقت معلوم کر لیں گے۔ قوتِ بصارت کے ذریعے بھی تہلکہ مچاتے رہیں گے۔"

"یوسف البرہان نے ابھی تک وہ فارمولا کسی کے حوالے نہیں کیا ہے، اسے کہیں چھپا کر رکھا ہے۔ اسی لیے ایک قیدی کی زندگی گزار رہا ہے۔"

"اگر یہ کسی کے ہاتھ نہیں لگا ہے تو اچھی بات ہے۔ ہمیں جلد سے جلد اس ماہر طب اور سائنس داں کو اس جزیرے سے لے آنا چاہیے۔"

"تم یہاں واشنگٹن پہنچتے ہی جزیرے مارکیوسان کے لیے روانہ ہو جاؤ میں کل روانہ ہونے والے طیارے میں تمہاری اور مریم کی سیٹ ریزرو کرا دوں گی۔"

"ہاں، فوراً ہی جانا بہتر ہے کیونکہ واشنگٹن میں تم سرِبازار ہو اور میں ایک عام سا آدمی سمجھا جاؤں گا۔ تم سے ملاقات کروں گا تو بے شمار جاسوس پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"مجھے بھی افسوس ہوگا کہ بالکل قریب آنے کے باوجود ہم ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کر سکیں گے بلکہ سامنا ہی نہیں کر سکیں گے۔ بہرحال میں ابھی مریم کے خیالات پڑھ کر جا رہی

ہوں۔"

وہ مریم کے پاس آئی۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ بے چین ہے کیونکہ پاس بیٹھا ہوا ہم سفر بڑی دیر سے آنکھیں بند کیے ہوئے تھا جیسے سو رہا ہو اور مریم کو کچھ زیادہ بولنے کی عادت تھی۔ بات نہ کرے تو وقت نہیں گزرتا تھا۔

اس کی اور کوئی پریشانی نہیں تھی اور نہ ہی وہ منفی انداز میں کچھ سوچ رہی تھی۔ ثانی نے علی کے پاس آکر کہا "تمہاری اماں جان تنہائی محسوس کر رہی ہیں۔ انہیں کمپنی دو۔ میں جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ علی نے آنکھیں کھول دیں پھر زیرِ لب بڑبڑایا "اوہ گاڈ! میں تو سو گیا تھا۔"

وہ بولی "تم نوجوانوں کا کوئی ٹائم ٹیبل نہیں ہوتا۔ بے وقت کھاتے ہو اور بے وقت سوتے ہو۔ کیا رات کسی کلب میں جاگتے رہے تھے؟"

"نہیں، میں رات گھر میں تھا، اپنے بستر پر۔۔۔۔ بات یہ ہے کہ جب کہیں سفر کرتا ہوں تو خوشی سے نیند نہیں آتی اور جب سفر شروع ہوتا ہے تو نیند آجاتی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "اتنے بڑے ہو گئے ہو مگر بچوں جیسی عادتیں ہیں۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام یوسف ہے۔"

وہ چونک کر خوشی سے بولی "کیا واقعی تم یوسف ہو۔ ہائے للی میرے شوہر کا بھی یہی نام ہے، یوسف البرہان! میں اسے پاشا کہتی ہوں۔"

"مجھے کیا کہو گی؟"

"بیٹا یوسف کہوں گی۔"

"ایسا نہ کہنا، شوہر سے رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ وہ یوسف بیٹا ہو جائے گا۔"

وہ گھور کر بولی "کیا بکواس کرتے ہو۔ کیا میں کسی دوسرے یوسف کو بیٹا نہیں کہہ سکتی؟"

"بیٹا کہہ سکتی ہو لیکن بیٹا یوسف کہنا کچھ نامناسب ہے، تم خود ہی غور کرو۔"

وہ تھوڑی دیر تک غور کرتی رہی پھر قائل ہو کر بولی "درست کہتے ہو، ویسے تمہارا پورا نام کیا ہے؟"

"یوسف سرتاج۔"

"ہاں، یہ ہوئی نا بات۔ میں تمہیں سرتاج کہوں گی۔"

"نو میڈم! سرتاج تو شوہر کو کہتے ہیں، تم ایک شوہر کے ہوتے ہوئے مجھے سرتاج کیسے کہہ سکتی ہو؟"

وہ چڑ کر بولی "تمہاری ماں بھی تو تمہیں سرتاج کہتی ہوگی۔"

"میری مائیں اور بہنیں مجھے یوسف کہتی ہیں باقی لڑکیاں سرتاج کہا کرتی ہیں۔"

وہ ذرا الجھ گئی۔ سرتاج کہنے سے یوں لگتا جیسے شوہر کو مخاطب کر رہی ہو اور یوسف تو شوہر کا نام ہی تھا۔ آخر وہ بولی "تم بہت شریر ہو، مجھے الجھا رہے ہو۔ میں تمہیں ناٹی بوائے کہوں گی۔"

علی ہنسنے لگا۔ وہ بولی "تم نے بتایا تھا کہ نیویارک جا رہے ہو۔ کیا بزنس ٹور ہے؟"

"نہیں ایک شخص کی تلاش ہے وہ علم الابدان کا ماہر ہے۔ بہت مشہور طبیب ہے۔ سنا ہے، وہ آپریشن کے بغیر آنکھوں کی بینائی درست کر دیتا ہے اور حیرت انگیز طور پر قوت سماعت بڑھا دیتا ہے۔"

وہ حیرت سے منہ کھولے سن رہی تھی پھر بولی "اس طبیب کا نام کیا ہے؟"

"ڈاکٹر برنارڈ ہنٹر۔"

وہ ناگواری سے بولی "ارے یہ ڈاکٹر ہنٹر تو میرے شوہر کے سامنے تیل بیچتے ہیں۔ میرے شوہر نے قوتِ بصارت اور سماعت کے متعلق ایسے حیرت انگیز کامیاب تجربات کیے ہیں کہ تم سنو گے تو یقین نہیں کرو گے۔"

علی نے کہا "میری بینائی کمزور ہے۔ دور کی چیزیں دھندلی نظر آتی ہیں۔ میں رات کے وقت بہرا ہو جاتا ہوں، کیا تمہارا شوہر میرا علاج کر سکتا ہے؟"

"ارے ایسا علاج کرے گا کہ تم کئی میل تک صاف دیکھ سکو گے اور کئی میل دور کی آوازیں سن سکو گے۔"

"کیوں ہانک رہی ہو۔ بھلا آج تک کسی نے میلوں دور کی آواز سنی ہے؟"

"میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں، اپنی سچائی ثابت کروں گی۔"

"ٹھیک ہے، ثابت کرو۔"

"اپنے شوہر سے ملاقات کرتے ہی اس سے کہوں گی کہ وہ تمہارا علاج کرے اور تمہیں غیر معمولی قوتِ بصارت اور سماعت دے۔"

"تمہارا شوہر کہاں ہے؟"

"دشمنوں کی قید میں ہے۔"

"کیا نیویارک میں ہے؟"

"نہیں جزیرہ مارکیوسان میں۔"

"اوہ گاڈ! وہ تو بہت دور ہے۔"

"تمہیں اپنا علاج کرانے اور غیر معمولی بصارت اور سماعت حاصل کرنے کے لیے دنیا کے آخری سرے تک جانا چاہیے۔"

"مارکیوسان میرے لیے انجانی سی جگہ ہے۔"

"میرے لیے بھی ہے، میں پہلی بار جا رہی ہوں۔ تمہارا ساتھ ہوگا تو مجھے میرا شوہر مل جائے گا اور تمہارا کامیاب علاج ہو جائے گا۔"

"اچھی بات ہے، میں ابھی سفر کے دوران غور کروں گا اور

فیصلہ کروں گا کہ اس جزیرے تک جانا چاہیے یا نہیں؟"

مریم اسے قائل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ اسے اپنا گھڑا سنایا کہ کس طرح دشمن اس اکیلی عورت کو پریشان کررہے ہیں اور اسے اپنے شوہر سے ملنے کا موقع نہیں دیتے ہیں۔ علی پچھلی رات اس کی زبان سے یہی روداد سن چکا تھا اس لیے سننے کے دوران ہوں ہاں کرتا رہا اور اس سے ہمدردی جتاتا رہا۔

○☆○

یوسف البرہان عرف پاشا نے اپنا حلیہ اور نام بدل لیا تھا اور مارکیوسان کی نئی سوسائٹی میں مسٹر مارکو سولو کہلاتا تھا۔ اپنی پرانی شخصیت کے ساتھ دنیا والوں سے یہ بات چھپائی تھی کہ وہ علم الادیان کا ماہر، مشہور طبیب اور سائنس داں ہے۔

وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا۔ چھ ماہ پہلے شی تارا اور پے پے سرنا اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ ان کی پہلی ملاقات اس طرح ہوئی کہ شی تارا کو ایک رئیس زادی کے گلے کا ہار پسند آگیا تھا۔ اس نیکلس میں ایک بہت قیمتی اور نایاب ہیرا جڑا ہوا تھا۔ شی تارا نے کہا۔ "بھائی سرنا! میں چاہوں تو اس رئیس زادی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کرکے وہ نیکلس حاصل کرلوں لیکن ہمیں اپنے اصولوں پر قائم رہنا چاہیے۔ خواہ مخواہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرکے لوگوں کی نظروں میں نہیں آنا چاہیے۔"

سرنا نے کہا "بے شک ہم خاموشی اور رازداری سے کام کرتے ہوئے ہر معاملے میں کامیاب ہوتے جارہے ہیں۔ آج ہم بڑے بڑے ممالک کو اپنے اشاروں پر چلا سکتے ہیں۔ خطرناک تنظیمیں ہم سے خوفزدہ ہیں۔ انہیں آج تک پتا نہیں چل سکا کہ ہم بمن بھائی کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں اور ہماری طاقت اور اثر و رسوخ کی انتہا کیا ہے؟ لہٰذا ہم وہ نیکلس خاموشی سے حاصل کرلیں گے۔ آج رات کو سر آرتھر ہال میں لندن کے لارڈز اپنی بیگمات کے ساتھ ڈنر پر آنے والے ہیں۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہاں کے دو دعوت نامے حاصل کرلو۔"

"میں دعوت نامے بھی حاصل کرلوں گی اور پادر ہاؤس کے انچارج کو بھی قابو میں رکھوں گی۔ موقع غنیمت دیکھ کر بجلی کی سپلائی بند کرادوں گی۔ تاریکی پھیلتے ہی تم رئیس زادی کے گلے سے ہار نوچ کرلے جاؤ گے۔"

چند سیکنڈ کے بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سرنا نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "دوست ہوں، مجھے تمہاری یہ پلاننگ پسند آرہی ہے۔ اگر شی تارا بجلی کی سپلائی ایک منٹ کے لیے روک دے تو وہ نیکلس میں چرا کرلے جاؤں گا۔"

سرنا نے پریشان ہو کر پوچھا "تم کون ہو اور ہماری اس پلاننگ کے متعلق کیسے جانتے ہو؟"

"میں کیسے جان سکتا ہوں؟ یہ پلاننگ تو ابھی تم بمن بھائی کے دماغوں میں آئی ہے اور تم دونوں ایک بند کمرے میں ہار کی چوری کا منصوبہ بنا رہے ہو۔ تمہاری باتیں کسی نے نہیں سنی ہیں۔ صرف میں سنتا رہا ہوں۔"

"تم کہاں ہو؟ ہمارے بنگلے میں کوئی تیسرا نہیں ہے۔ تمام دروازے اندر سے بند ہیں۔ پھر تم ہماری باتیں کیسے سن رہے ہو؟"

"تم دونوں لندن میں ہو اور یقین نہیں کروگے کہ میں اسکاٹ لینڈ میں ہوں۔ تمہاری باتیں اور آوازیں یہاں بیٹھ کر سن رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی پھر مسکرا کر کہا "اچھا تو تمہاری بہن میرے دماغ میں آنا چاہتی ہے، بے چاری کو مایوسی ہورہی ہے۔"

"چلو یہ تو معلوم ہوا کہ تم یوگا کے ماہر ہو اور کوئی ایسا پُراسرار علم جانتے ہو جس کے ذریعے ہماری باتیں سن رہے ہو۔"

"تمہاری بہن کی طرح ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہوں اسی لیے فون کے ذریعے گفتگو کررہا ہوں۔"

"آخر یہ کون سا علم ہے؟"

"یہ طبی سائنس کا کمال ہے۔ میں ایک ڈاکٹر اور سائنس داں ہوں۔ میں نے پندرہ برس کی مسلسل محنت اور لگن اپنی قوتِ سماعت اور بصارت میں حیرت انگیز اضافہ کیا ہے اور غیر معمولی ذہنی توانائی رکھتا ہوں۔ مجھے خواہ کتنی ہی ذہنی اور جسمانی اذیتیں پہنچائی جائیں، میرے دماغ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

"کیا ہمیں بچہ سمجھ کر بہلا رہے ہو۔ تمہاری ان باتوں پر ہم ہی یقین کریں گے۔"

"ہاں، بچوں کے علاوہ وہ بوڑھے ڈاکٹر اور سائنس داں بھی یقین کریں گے جو ان موضوعات پر تحقیقات جاری رکھتے ہیں اور آج رات اس ہار کے غائب ہونے کے بعد تم بمن بھائی بھی میری غیر معمولی صلاحیتوں کو تسلیم کروگے۔"

"آج رات کے بعد پھر تم سے کہاں ملاقات ہوسکے گی؟"

"اسی ٹیلی فون پر آدھی ملاقات ہوتی رہے گی۔"

"کیا بنفس نفیس ملاقات نہیں کروگے؟"

"کبھی کوئی حماقت کرنے کا ارادہ کروں گا تو ضرور ملاقات کروں گا۔"

"اپنا نام تو بتا سکتے ہو؟"

"تمہاری بہن مجھے جس نام سے پکارے، وہی میرا نام ہوگا۔"

"اگر وہ گدھا کہے تو؟"

"تمہیں برا لگے گا کیونکہ میں اسے اپنی گدھی بنانے والا ہوں۔"

شی تارا اپنے بھائی کے دماغ میں رہ کر فون پر ہونے والی گفتگو سن رہی تھی۔ غصہ میں آکر بھائی سے ریسیور چھین کر چیختی ہوئی بولی "کمینے! کتے! میں تیرے پورے خاندان کو گدھوں کا خاندان بنا دوں گی۔"

"دنیا کی ہر بہو اپنے سسرال کو اپنے جیسا بناتی ہے۔"

"مرد کا بچہ ہے تو سامنے آ۔ میرا بھائی تیری ہڈیاں توڑ دے گا۔"

"سالا بن جانے کے بعد ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔"

شی تارا نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر کہا "وہ مجھے اپنی باتوں سے طیش دلا رہا ہے۔"

ادھر یوسف البرہان نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ ایک تاریک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ دن کا وقت تھا لیکن دروازے کھڑکیاں بند تھیں

اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے یا وہ راہ داؤس کے انچارج کو بجلی کی سپلائی روکنے پر مجبور نہیں کریں گے۔ چپ چاپ یہ تماشا دیکھیں گے کہ وہ کون ہے جو رئیس زادی کے گلے سے نیکلس نوچ کر لے جائے گا۔

سر آرتھر ہال میں لندن کے بڑے بڑے لارڈز اور بزنس مین اپنی بیویوں کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ شی تارا نے ان سرمایہ داروں کی بھیڑ میں یوسف البرہان کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں کی غیر معمولی چمک نے متوجہ کیا تھا۔ وہ کترا کر بھیڑ میں گم ہوگیا۔ شی تارا کے دماغ میں بات آئی۔ یہ پُراسرار یوسف البرہان وہی شخص تو نہیں ہے جس نے فون پر چیلنج کیا تھا؟

اس نے خیال خوانی کے ذریعے سرنا سے کہا "مجھے شبہ ہے کہ ہم سے فون پر باتیں کرنے والا یہی یوسف البرہان ہے۔ اس پر نظر رکھو، یہ نیکلس اڑانے کے لیے اس رئیس زادی کے آس پاس رہے گا۔"

یوسف اور وہ بہن بھائی تینوں ہی اس رئیس زادی کے اطراف منڈلاتے رہے پھر یکبارگی تاریکی چھا گئی۔ یوسف نے اپنے آدمیوں کے ذریعے ایسا انتظام کیا تھا کہ اس پورے علاقے کی بجلی چلی جائے۔

ہال میں اندھیرا ہوتے ہی سب ایک دوسرے کی نظروں سے گم ہوگئے۔ صرف یوسف البرہان کی چمکتی ہوئی آنکھیں صاف طور سے ایک ایک فرد کو دیکھ رہی تھیں۔ شی تارا اور سرنا تاریکی میں راستہ بنانے اور رئیس زادی کے قریب پہنچنے کی کوششیں کررہے تھے۔ یوسف پاشا نے وقت ضائع نہیں کیا۔ رئیس زادی کے گلے سے ہار نوچ کر وہاں سے پلٹ گیا۔ کچھ فاصلے پر شی تارا بھیڑ میں ٹکریں کھا رہی تھی۔ یوسف پاشا نے قریب پہنچ کر اس کے پرس پر ہاتھ مارا۔ پرس فرش پر گر پڑا۔ اس نے فوراً ہی اسے اٹھا کر اسے کھول کر نیکلس کو اس میں رکھا' اسے بند کیا پھر جھک گیا کیونکہ شی تارا بھی جھک کر فرش پر پرس تلاش کرنے کے لیے دونوں ہاتھوں سے ٹٹول رہی تھی۔ اس نے پرس اس کے ہاتھوں میں پکڑا دیا۔

وہاں کوئی لائٹر جلا رہا تھا۔ کوئی موم بتیاں لانے کو کہہ رہا تھا۔ اکثر ایسے تھے جو تاریک ہال سے باہر جانے کے لیے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ یوسف پاشا بھی جان بوجھ کر اس سے ٹکرا گیا۔ اسے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ شی تارا نے اتنا ہی دیکھا کہ دو چمکتی ہوئی آنکھیں اس کی آنکھوں کے قریب آگئی ہیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کے لبوں پر مُہر لگ گئی۔ دل کی دھڑکنیں بےقابل ہوگئیں۔ اس نے خود کو چھڑانے کی کوششیں کیں مگر وہ فولادی شکنجہ بن گیا تھا۔ جب وہ شکست خوردہ انداز میں ڈھیلی پڑنے لگی تو اس نے چھوڑ دیا۔ وہاں سے پلٹ کر تاریکی میں گم ہوگیا۔

اس افراتفری میں رئیس زادی کو ابھی تک معلوم نہیں ہوا تھا کہ گلے سے ہار نکل چکا ہے۔ شی تارا نے سوچا۔ اگر وہ نیکلس کے لیے چلائے گی تو ہال کے دروازے بند کردیے جائیں گے اور ایک فرد کی تلاشی لی جائے گی۔ گھنٹوں بور ہونا پڑے گا۔

وہ تاریکی میں راستہ بناتی' کچھ لائٹوں کی روشنی میں دیکھتی بھالتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ سوچ کے ذریعے بولی "بھائی سرنا! میں کار پارکنگ کے بعد اس ہال سے جارہا ہوگا۔ تمہارے ہاتھ نہیں آئے جارہی ہوں فوراً چلے جاؤ ورنہ تلاشی دینے کے لیے گھنٹوں رکنا پڑے گا۔"

پارکنگ ایریا میں کئی گاڑیوں کی ہیڈلائٹس روشن ہوگئیں۔ ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ سوچ کے ذریعے بولی "اسے گالیاں دینے اور ادھر کافی روشنی پھیل گئی تھی۔ وہ کار میں آکر بیٹھ گیا۔ وہ ایک معروف ڈاکٹر اور سائنس داں ہے دھڑک رہا تھا اور یوسف پاشا پر غصہ آرہا تھا کہ آج تک کہاں اور اشنبول میں اس کے تمام ٹھکانوں کے متعلق معلوم کرتا ہو اس کے ساتھ وہ جرأت نہیں کی جو وہ کرچکا تھا۔ اس نے سوچا۔ اس کے بیوی بچے اور دوسرے رشتے دار ہوں گے ان کے آنکھوں کے باعث اسے پہچان لیا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں قسمیں کھائیں کہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گی۔

سرنا نے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "شاید وہ ہار چرانے میں ناکام رہا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"ایسے کہ اس ہار والی نے شور نہیں مچایا' اس کے چیخنے سے یہ نہ بھولو کہ ہم اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس کی ہارا تارا جاتا تو وہ چیخ چیخ کر زمین آسمان ایک کردیتی۔"

شی تارا نے کار کی اندرونی لائٹ آن کردی۔ سرنا نے دیکھا پھر پوچھا "یہ تمہارا حلیہ کیا ہوگیا ہے۔ ساری لپ اسٹک چہرے پر پھیل گئی ہے۔"

دل کی دھڑکنیں پھر تیز ہوگئیں۔ چمکتی ہوئی آنکھیں خوابی چھانے لگیں۔ اس نے ٹشو پیپر سے چہرہ صاف کرنے کے لیے کھولا۔ اس میں جھانک کر دیکھا تو حیرت سے چیخ پڑی۔

سرنا نے چونک کر پوچھا "کیا ہوا؟"

اس نے پرس میں ہاتھ ڈال کر ہار نکالا۔ شدید حیرانی "یہ قیمتی نیکلس میرے پرس میں کیسے آگیا؟"

سرنا نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی پھر کہا پُراسرار شخص تو کمال دکھا رہا ہے۔"

"اب وہ پُراسرار نہیں رہا۔ وہ بے شک وشبہ یوسف البرہان ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"اس نے تمہارے پرس میں ہار پہنچایا اور تم اس کی جان چاہتی ہو۔"

"تم نہیں جانتے' اس نے اندھیرے میں ایسی حرکت کی جس کی سزا صرف موت ہوسکتی ہے۔"

وہ پرس میں سے بے بی ہیئر اور ٹشو پیپر نکال کر چہرہ کرنے لگی۔ بھائی نے غصے سے تلملا کر بہن کو دیکھا پھر کہا "ہاں میں ابھی اسے کتے کی موت ماروں گا۔ تم یہ گاڑی لے کر جاؤ، واپس جارہا ہوں۔ وہ ابھی اسی ہال میں ہوگا۔"

اس نے جانے کے لیے دروازہ کھولا بہن نے دونوں ہاتھ پکڑ کر کہا "بھائی سرنا! اسے جان سے ہرگز نہ مارنا اور نہ ہی اپاہج بنانا۔ کیونکہ اس ہار والی میں یہ نہ بھولو کہ ہم اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس کی بےپناہ معمولی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

"درست کہتی ہو۔ اسے مار ڈالنے سے وہ ایک ہی بار اذیت موت سے ہمکنار ہوگا' اسے بدترین غلام بنا کر ہم اس کی زندگی بھر اس سے بدترین سزا دیں گے۔"

وہ اپنی رہائش گاہ میں آئے۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سرنا ریسیور اٹھانا چاہتا تھا۔ وہ بولی "ٹھہرو' وہی کمبخت ہوگا۔ میں اس سے بات کروں گی۔"

وہ ریسیور اٹھا کر بولی "ہیلو کون؟"

یوسف پاشا کی آواز آئی "تم نے پرس کھول کر دیکھا۔ کچھ حیران ہوئیں' کچھ گالیاں بھی دیں۔ ویسے پیار کا یہ تحفہ ضرور قبول کروگی کیونکہ ہیرے جواہرات تمہاری کمزوری ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "پیار کے اس تحفے سے زیادہ تمہارا پیار اچھا لگا۔ اب تو ہم دوست ہوگئے ہیں۔"

"اتنی جلدی دوستی؟ تم تو مجھے خوش نصیب بنا رہی ہو۔"

"تو پھر آجاؤ۔ میں انتظار کررہی ہوں۔"

"میرا خیال ہے یہ باتیں فون پر نہ ہوں تو بہتر ہے۔ تم میرے دماغ میں چلی آؤ۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں' آکر دیکھو' میں خوش آمدید کہہ رہا ہوں۔"

"اچھا ابھی آتی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا "اس نے مجھے اپنے دماغ میں آنے کی دعوت دی۔ میں بیڈ روم میں جارہی ہوں۔ صبح ملاقات ہوگی۔"

پھر وہ سوچ کے ذریعے بولی "تم اپنے طور پر اس کمبخت تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ کچھ کامیابی نظر آئے تو مجھے بلا لینا۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں آکر بستر پر آرام سے لیٹ گئی پھر اس کے دماغ میں پہنچی تو وہ بولا "خوش آمدید میرے محبوب!"

وہ بولی "میں بہترین صلاحیتیں رکھنے والوں کی قدر کرتی ہوں اور تم تو غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہو۔ اب یقین ہوگیا ہے کہ تم حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین قوتِ سماعت رکھتے ہو۔"

"اور میری قوتِ بصارت کے متعلق کیا خیال ہے۔ میں نے تاریکی میں ہاتھوں کی صفائی دکھائی اور بڑی صفائی سے پیار بھی دکھایا' بولو کیسی رہی؟"

"مانتی ہوں۔ تم نے مجھے جیت لیا ہے۔"

"میری ایک اور صلاحیت کو مان لوگی۔ اس وقت میرے اندر ہو۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں' میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرو۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولی "کیا کہتے ہو دماغ ہل جائے گا' پھوڑا بن جائے گا پھر میں تمہارے دماغ پر ہمیشہ کے لیے قبضہ جمالوں گی۔"

"میں یہی چاہتا ہوں کہ تم میرے دل و دماغ کی مالکہ بن جاؤ۔"

اس نے یکبارگی دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ ہنسنے لگا' اس نے دماغ کو ہلا ڈالنے اور زلزلے پیدا کرنے کے تمام ہتھکنڈے استعمال کیے لیکن ایسا لگتا رہا جیسے سوچ کی لہریں فولاد کی دیواروں سے ٹکرا رہی ہوں' اس پر کوئی اثر نہیں ہورہا تھا۔ وہ پھر ہنستے ہوئے بولا "بس کرو' تھک جاؤ گی۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی "تم کیا چیز ہو؟"

"میں طبی سائنس کا کمال ہوں۔ میں نے دن رات کی محنتوں سے ایسی ادویات تیار کی ہیں جن کے استعمال سے جسم اور دماغ فولاد بن جاتے ہیں اور قوتِ سماعت و بصارت حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین ہوجاتی ہے۔"

"کیا وہ دوائیں تمہارے پاس ہیں؟"

"تیار نہیں ہیں لیکن ان کے فارمولے زبانی یاد ہیں۔"

"مسٹر یوسف! کیوں نہ ہم صاف اور سیدھی سودے بازی کریں۔"

"تمہاری یہ صاف گوئی مجھے پسند آئی۔ میں بھی صاف صاف کہہ دوں کہ تمہارا دیوانہ عاشق نہیں ہوں فقط حسن و شباب کا رسیا ہوں۔"

"تمہاری جو خواہش ہوگی پوری ہوجائے گی۔ ابھی صرف کام کی باتیں کرو' کیا ہماری ٹیم میں شامل ہونا پسند کروگے؟"

"اگر میں پسند نہ کروں تو؟"

"تو پھر فارمولے کی قیمت بتاؤ۔"

"یہ میں کسی قیمت پر فروخت نہیں کروں گا۔"

"پلیز انکار اور ضد کی راہ اختیار نہ کرو۔ تم نہیں جانتے ہم بہن بھائی کتنے گہرے اور پُراسرار ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تمہاری جیسی پُراسرار حسینہ کو میں نے آغوش میں سمیٹ لیا تھا۔"

"یوسف! یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ آج تک شی تارا کو کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا۔ میں ایسی آہنی دیواروں کے پیچھے رہتی ہوں کہ ان دیواروں میں کوئی دروازہ بنا کر نہیں آسکتا۔"

"تم اتنی ڈینگیں مار رہی ہو' کیا ایک گھنٹے پہلے میں نے تمہیں ہاتھ نہیں لگایا تھا۔"

"وہ میں نہیں تھی' شی تارا تھری تھی۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"یہی تو اسرار ہیں۔ میری چھ عدد ڈی ہیں شی تاراون' شی تارا ٹو' شی تارا تھری' شی تارا فور' شی تارا فائیو اور شی تارا سکس۔ اسی طرح میرے بھائی پے پے سرنا کی چھ ڈی ہیں۔ ساتویں نمبر پر ہم اصل بہن بھائی ہیں۔ کہاں ہیں اور کیسی کیسی حکمتِ عملی سے دنیا پر چھا رہے ہیں' یہ کوئی معلوم نہیں کرسکے گا۔"

"تم بہن بھائی کے نام شاید اسی لیے میرے علم میں آئے ہیں کہ میں اصل تک پہنچ جاؤں گا۔"

"تمہیں حق پہنچتا ہے کہ ہم تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ ویسے عمر گزر جائے گی اس دشت کی سیاحی میں۔ ایک شی تارا اور سرنا ازبکستان میں ہیں' فرہاد اور اس کے بیٹے پارس کو اغوا بنانے والے ہیں۔ دو سری شی تارا اور سرنا واشنگٹن میں ہیں اور سپر ادام سلوانہ کو بے نقاب کرکے ہلاکت کرنے والے ہیں کہ وہ سونیا ثانی ہے۔"

یوسف نے کہا "اور شی تارا تھری مجھ سے ہم کلام ہے۔"

"نہیں' وہ شی تارا تھری جسے تم نے تاریکی میں پکڑ لیا تھا' وہ اپنے بیڈ روم کے بستر پر سحرزدہ ہے اور سمجھ رہی ہے کہ وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ میری تمام ڈی کی حرکات سے یہی ظاہر ہوتا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہیں جبکہ صرف میں خیال خوانی کرتی ہوں اور ایسے وقت وہ سحرزدہ رہتی ہے جس کی طرف سے میں سوچ کے ذریعے بولتی ہوں۔"

"گویا اس وقت میرے اندر اصل شی تارا بول رہی ہے۔"

"ہاں' اس آواز اور لہجے میں بول رہی ہوں جو میری تمام ڈی کے لیے مخصوص ہے۔ تم میری اصل آواز اور لہجہ کبھی نہیں سن سکو گے۔ اپنی غیر معمولی قوتِ سماعت کے ذریعے میری کوئی بات تمہارے کانوں تک نہیں پہنچے گی۔"

"ایسا دعویٰ نہ کرو۔ تم کسی قبر میں نہیں' دنیا میں رہتی ہو۔ گھومتی پھرتی اور محفلوں میں آتی جاتی رہتی ہو۔ جس طرح میں نے اتفاقاً شی تارا تھری کی آواز سن لی' اسی طرح کسی دن تمہاری اصل آواز سن لوں گا۔"

"میں اپنے محل سے نکل کر کبھی اصل لہجے میں نہیں بولتی ہوں۔ تم صرف میری ہی باتیں نہ کرو' دوستی کے راستے ہموار کرو۔"

"دوستی آج ہوسکتی ہے' ابھی ہوسکتی ہے۔ میرے پاس چلی آؤ۔"

"میں نے وعدہ کیا ہے کہ جو خواہش کرو گے اسے پورا کروں گی۔ آج سے یہ شی تارا تھری تمہاری ہے۔"

"مجھے نقلی مال نہیں' اصلی چاہیے۔"

"اصل کو تو مرتے دم تک چھو نہیں سکو گے۔"

"پھر میں بھی کہہ دوں کہ تم مرتے دم تک میری غیر موجودگی میں دواؤں کے فارمولے حاصل نہیں کرسکو گی۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ وہ شی تارا تھری کی طرح حاضر نہیں ہوئی تھی۔ چونکہ اصل تھی اس لیے دہلی شہر کے اپنے ذاتی محل میں تھی۔ اصل پے پے سرنا ازبکستان میں شی تارا تھری کے ساتھ تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بھائی سرنا کو یوسف پاشا کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ وہ بولا "میری بہنا! ہمیں ہر صورت میں یوسف البرہان کی دواؤں کے وہ فارمولے حاصل کرنے ہوں گے۔ ہم بہن بھائی وہ دوائیں استعمال کرکے ہمیشہ کے لیے ناقابلِ شکست ہوسکتے ہیں۔ ساری دنیا ہمارے سامنے سرجھکا دے گی۔"

"میں پوری کوشش کررہی ہوں' قبر تک اس کا پیچھا کروں گی اور وہ فارمولے حاصل کرکے رہوں گی۔"

وہ پھر اپنے محل میں حاضر ہوگئی اور اپنے دستِ راست کو ہدایات دینے لگی کہ کس طرح یوسف البرہان اور اس کے پورے خاندان کے متعلق معلومات حاصل کرنا ہے اور یوسف کو بڑی ہوشیاری سے ٹریپ کرنا ہے۔

یوسف البرہان اپنے کمرے میں بیٹھا تمام حالات کا جائزہ لے رہا تھا اور خوب سمجھ رہا تھا کہ اس کی تلاش شروع ہوچکی ہوگی۔ شی تارا اور سرنا کے ذرائع بہت وسیع تھے۔ وہ تیزی سے اس کے گرد گھیرا تنگ کرسکتے تھے۔ اگرچہ اس نے اپنی رہائش گاہ کے دوست کو بھی نہیں بتائی تھی تاہم خطرے کا احساس بڑھتا جارہا تھا۔

اس نے آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنا حلیہ تبدیل کیا' چہرے پر معمولی سی تبدیلی کی پھر اس رہائش گاہ کو چھوڑ کر کار میں روانہ ہوگیا۔ اس نے ڈرائیونگ کے دوران شی تارا تھری اور سرنا کی آوازیں سننے کی کوششیں کیں لیکن دونوں طرف سے خاموشی تھی۔ شاید وہ سو رہے ہوں گے۔

اس نے ڈی شی تارا تھری کے بنگلے کے سامنے گاڑی روکی دی پھر توجہ سے سننے کی کوشش کی۔ سرنا تھری کی آواز سنائی دی کسی پولیس افسر سے کہہ رہا تھا "یہ پچاس ہزار پونڈ زہیں۔ یہ اس تلاش کرنے کا معاوضہ ہے اور وہ بہت معروف ڈاکٹر ہے۔ کوئی گمنام شخص نہیں ہے۔ لندن آنے والوں اور یہاں قیام کرنے والوں کی باقاعدہ انٹری ہوتی ہے۔ تم آدھے گھنٹے میں اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کرسکتے ہو۔"

افسر نے کہا "میرے ساتھ آؤ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

یوسف پاشا نے ریوالور نکال کر اس میں سائیلنسر لگایا پھر کار سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا بنگلے کے دروازے پر پہنچا۔ دروازہ مقفل تھا۔ اس نے بے آواز فائرنگ کرکے اسے کھول دیا۔ اندر آکر مختلف کمروں میں جھانک کر دیکھا۔ ایک کمرے میں وہ سو رہی تھی۔ شاید اس نے سونے سے پہلے دماغ کو ہدایات دی تھیں۔ اس لیے بیڈ روم کا دروازہ کھلتے ہی آنکھ کھل گئی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اسے حیرانی سے دیکھ کر بولی "تم؟"

"ہاں' میں وہ فارمولا دینے آیا ہوں۔ شرط یہ ہے کہ میرے دماغ میں آکر باتیں کرو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ پریشان ہوکر بولی "ہم روبرو ہیں پھر خیال خوانی کیا ضروری ہے۔ فارمولا کہاں ہے؟"

"وہ میں شی تارا کو دوں گا اور شی تارا کی پہچان یہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔"

"تم ایک ڈی ہو۔ شی تارا جب تمہاری طرف سے خیال خوانی کرتی ہے تو ایسے وقت تمہیں سحرزدہ کردیتی ہے۔ تم سمجھتی ہو کہ خیال خوانی کررہی ہو جبکہ وہ واپس تمہارے دماغ میں آکر خیال خوانی کے ذریعے ہونے والی تمام گفتگو نقش کرتی ہے اور چلی جاتی ہے۔"

"تم بے تکی باتیں کررہے ہو۔"

"چلو بے تکی سہی۔ یہ ثابت ہوگیا کہ اصل شی تارا تمہارے اندر موجود نہیں ہے اور یہاں میری موجودگی کا اسے علم نہیں ہے۔ شاید وہ سو رہی ہوگی یا مجھے پھانسنے کے چکر میں اپنے لوگوں کے ساتھ مصروف ہوگی۔"

"تم فضول باتیں کررہے ہو۔ فارمولا کہاں ہے؟"

"میں تمہارے سامنے ہوں' میری آغوش میں آکر دیکھو کہ فارمولے نے کس طرح مجھے انسان سے جن بنا دیا ہے۔"

اس نے پکڑ لیا۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوششیں کرنے لگی جب یقین ہوگیا کہ فولادی شکنجے سے نہیں نکل سکے گی تو چیخنے کے لیے منہ کھولا۔ یوسف کی پانچ انگلیوں نے اس کے جبڑوں کو گرفت میں لیا تو تکلیف کی شدت سے چیخنا بھول گئی۔ وہ بولا "میں خوش خوراک ہوں۔ اچھی خوراک کو منہ لگائے بغیر نہیں چھوڑتا۔ پھر تمہاری وجہ سے خطرناک بہن بھائی کو دشمن بنا چکا ہوں۔ ان بہن بھائی کو بھی جلد ہی معلوم ہوجائے گا کہ میں لوہے کا چنا ہوں' مجھے چبانے والے دانت ٹوٹ جاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے شی تارا تھری کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا' اسے سر سے بلند کیا پھر اسے بستر پر پھینک دیا۔

دوسرے دن اس نے ایک کمرے میں بیٹھ کر مریم کا تصور کیا اس کی آواز اور لہجے پر توجہ مرکوز کی پھر اس کی آوازیں سننے لگا۔ وہ کسی سے کہہ رہی تھی۔ "میں نہیں جانتی' میرا شوہر کہاں ہے؟ کل اسکاٹ لینڈ سے اس نے فون کیا تھا۔ شاید وہیں ہوگا تم اسے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

کسی نے جواب دیا "ابھی تو پوچھ رہے ہیں' وہ شام تک نہ ملا تو ہم تمہیں اٹھا کر لے جائیں گے۔"

یوسف پاشا صرف سن سکتا تھا۔ ہزاروں میل دور سے جواباً کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ اس وقت وہ اس اجنبی کی آوازوں پر توجہ دیتا رہا۔ وہ اجنبی جہاں جاتا تھا' جن لوگوں سے ملتا تھا یوسف ان لوگوں کی باتیں بھی سنتا تھا۔ ان کی باتوں سے بیشتر دشمنوں کے پتے ٹھکانے معلوم ہوجاتے تھے۔

وہ کئی گھنٹوں تک معلومات حاصل کرتا رہا۔ پھر اس نے فون کے ذریعے استنبول میں رہنے والے اپنے حواریوں سے رابطہ کیا انہیں دشمنوں کے پتے ٹھکانے بتائے اور انہیں حکم دیا کہ تمام دشمنوں کو شہر چھوڑنے اور مریم سے دور رہنے پر مجبور کردو۔ جو مجبور نہ ہوں اور مریم کے لیے مصیبت بن جائیں انہیں ہمیشہ کے لیے ختم کردو۔

پھر اس نے فون کے ذریعے مریم سے گفتگو کی۔ اس سے کہا۔ "میری جان! مجھے سب پتا ہے کہ تمہیں کس طرح پریشان کیا جارہا ہے۔ فکر نہ کرو وہ دشمن جلد ہی تمہارا پیچھا چھوڑ دیں گے۔"

مریم نے کہا "مجھے دشمنوں کی پروا نہیں ہے۔ تمہاری فکر ہے۔ میرے پاس چلے آؤ۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

"ارے بڑھاپے میں کیوں رومانی ڈائیلاگ بول رہی ہو۔ اللہ اللہ کرو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں دشمنوں سے چھپتا پھر رہا ہوں' یہاں سے کہیں دور چلا جاؤں گا۔ خیریت سے رہا تو تمہاری خیریت معلوم کروں گا ورنہ سمجھ لینا کہ دشمنوں نے مجھے قید کرلیا ہے یا پھر مار ڈالا ہے۔"

"ایسی بات منہ سے نہ نکالو۔ موت تمہیں نہیں دشمنوں کو آئے گی۔ اگر تم لندن میں ہی رہو گے تو میں وہاں چلی آؤں گی۔"

یوسف نے اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی رابطہ ختم کردیا تھا وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ مریم اس کے پیچھے آئے۔ وہ پینتالیس برس کی ایسی گھر گرہستی والی بیوی تھی جسے گھر کی چار دیواری میں رکھا جاتا ہے۔ اس عمر میں عورت بوڑھی اور مرد پھر سے جوان ہوجاتا ہے اور باہر کی رنگ رلیوں میں بیوی کی مداخلت پسند نہیں کرتا۔

ادھر شی تارا نے اپنے آدمیوں کے ذریعے مریم کے دماغ میں جگہ بنائی تھی تاکہ اس کے ذریعے یوسف پاشا کے متعلق معلومات حاصل ہوتی رہیں۔ اس نے مریم کو احساس ہونے نہیں دیا کہ اس کے دماغ میں آتی جاتی رہتی ہے۔ وہ چپ چاپ اس کے اندر تحریک پیدا کرتی رہی کہ استنبول چھوڑ کر اپنے شوہر کی تلاش میں جائے۔

اس مقصد کے لیے اس نے اپنے آدمیوں کے ذریعے مریم کو

بتایا کہ یوسف پاشا گرفتار ہوگیا ہے اور دشمنوں نے اسے مارکیوسان کے جزیرے میں قید کر رکھا ہے۔ مریم یہ سن کر پریشان ہوگئی تھی اور جلد سے جلد اس جزیرے میں پہنچنا چاہتی تھی۔

یوسف نے اس کی آوازیں سن کر معلوم کیا کہ شی تارا کے آدمی اس بے چاری سے جھوٹ بول رہے ہیں اور وہ شوہر کی تلاش میں اس جزیرے تک جانے کے لیے بے چین ہوگئی ہے اس نے فون کے ذریعے اپنے حواریوں سے کہا "مریم کو پتا نہیں ہے کہ مارکیوسان جزیرہ کہاں ہے۔ اسے بتاؤ کہ جزیرہ قریب ہی ہے استنبول کے ساحل سے کوئی پچاس میل کے فاصلے پر ہے اور تم لوگ اپنے باس یوسف پاشا کو وہاں سے رہائی دلا کر لے آؤ گے۔"

شی تارا چاہتی تھی کہ مریم استنبول سے ہزاروں میل دور بھٹکتی رہے اور یوسف کے لیے پرابلم بنتی رہے اور یوسف شی تارا کو خوش فہمی میں مبتلا کر رہا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے لیے بہت پریشان ہے اس لیے اپنے قریب آنے سے روک رہا ہے۔

ایک رات اس نے مریم کی آوازیں سنیں۔ وہ ایک موٹر بوٹ والے کو خاصی رقم دے کر جزیرے تک جانا چاہتی تھی لیکن شی تارا کے آدمیوں نے موٹر بوٹ والے کو قتل کردیا۔ مریم وہاں سے جان بچا کر بھاگنے لگی۔ دشمن اسے قتل کرنا نہیں چاہتے تھے صرف ہراساں کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ شوہر کی پناہ میں جانے کے لیے استنبول سے باہر نکلے اور جب باہر نکلنا چاہے تو اسے جانے بھی نہ دیا جائے۔

یہ وہی رات تھی جب مریم جان کی سلامتی کے لیے علی کی پناہ میں پہنچ گئی تھی۔ یوسف اپنے کمرے میں بیٹھا بیوی کی باتیں سن رہا تھا۔ اسے قدرے اطمینان ہوا... کہ وہ کسی نوجوان کے پاس محفوظ ہے اور فائرنگ کرنے والے دشمن بھاگ گئے ہیں۔

پھر یہ بھی فکر ہوئی کہ وہ نوجوان کون ہے؟ کہیں وہ شی تارا کا کوئی نیا آلۂ کار نہ ہو۔ ادھر شی تارا خاموشی سے مریم کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ اس نے علی کی آواز سنتے ہی اسے پہچان لیا۔ اپنے بھائی سے بولی "بھائی سرنا! علی روپوش ہوگیا تھا پھر سامنے آگیا ہے۔ وہ مریم کے ساتھ نیویارک یا واشنگٹن تک جائے گا۔"

سرنا نے پوچھا "وہ دونوں امریکا کیوں جارہے ہیں؟"

"مریم کا خیال ہے کہ یوسف البرہان مارکیوسان جزیرے میں ہے۔ اس لیے وہ امریکا سے ہو کر ادھر جائے گی اور علی تو ظاہر ہے ثانی سے ملنے جارہا ہوگا۔"

"کیا مریم نے علی کو بتادیا ہے کہ یوسف کیسی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے؟"

"ہاں مریم کو زیادہ بولنے کی عادت ہے۔ بڑے فخر سے اپنے شوہر کی باتیں کرتی ہے۔ اس نے علی کو بتادیا ہے۔"

"پھر تو وہ بھی ان فارمولوں کو حاصل کرنا چاہے گا۔"

"اس نے یہ بات مریم سے نہیں کہی ہے لیکن اسے جزیرے تک جانے کے لیے جہاز کا ٹکٹ اور خاصی رقم دے رہا ہے۔ آدھے راستے تک اس کا ہم سفر رہے گا۔ ہوسکتا ہے وہ مریم کے ذریعے یوسف کو ٹریپ کرے۔"

"یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یوسف اس جزیرے میں ہے لیکن علی ضرور کوئی ایسی چال چلے گا کہ وہ میاں بیوی ایک دوسرے سے ملنے پر مجبور ہوجائیں۔ اس طرح وہ یوسف کو پالے گا۔"

"ایک طرح سے یہ بات ہمارے حق میں ہے کہ مریم کی وجہ سے علی ہماری نظروں میں رہے گا۔ دوسری بات تشویش ناک ہے کہ وہ فارمولوں کے پیچھے پڑجائے گا۔"

دوسری طرف یوسف پاشا اپنے کمرے میں علی کی طرف کان لگائے بیٹھا تھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ نوجوان کون ہے جس نے اس کی بیوی کو ابھی دس ہزار ڈالر دیے ہیں اور اس کے جہاز کا ٹکٹ بھی لینے والا ہے۔ وہ نوجوان مریم سے دوسری صبح ائرپورٹ میں ملاقات کرنے کا وعدہ کرکے رخصت ہوگیا تھا۔

پھر یوسف نے بڑی دیر تک اس کی آواز نہیں سنی۔ اس کے بعد پتا چلا کہ وہ فرانس کے سفیر کے پاس آیا ہے۔ سفیر نے بڑی گرم جوشی سے اسے مسٹر علی تیمور کہہ کر مخاطب کیا۔ تب یوسف کو پتا چلا کہ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔

وہ پریشان ہوکر سوچنے لگا۔ یہ تو اور مصیبت ہوگئی۔ شی تارا اور سرنا پہلے ہی پیچھے پڑے ہوئے ہیں' اب فرہاد کا پورا خاندان عذاب جان بن جائے گا۔

اس نے مریم کو علی کے متعلق بتانا چاہا۔ اسے علی سے دور رہنے کی تاکید کرنا لازمی تھا لیکن مریم جس خاتون کے ہاں بے انگ گیسٹ بن کر رات گزارنے گئی تھی اس کے ہاں ٹیلی فون نہیں تھا ان کی باتوں سے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس مکان کا نمبر کیا ہے اور وہ کس علاقے میں ہے۔ اگر یہ معلوم ہوتا تو وہ اپنے حواریوں کے ذریعے مریم کو علی سے دور کردیتا۔

وہ دوسری صبح دیر سے اٹھا۔ مریم ائرپورٹ پر علی کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ ٹیلی فون کے ذریعے اسے مخاطب کرسکتا تھا۔ استنبول ائرپورٹ کا نمبر معلوم نہیں تھا۔ جب وہ ڈائریکٹری میں نمبر تلاش کر رہا تھا تب ہی سفیر کے ایک ملازم نے مریم کے پاس آکر اسے پاسپورٹ' جہاز کا ٹکٹ اور پندرہ ہزار ڈالر دیے اور بتایا کہ وہ جس کا انتظار کر رہی ہے' اس نے سفر کا ارادہ ملتوی کردیا ہے۔

یہ سن کر یوسف کو اطمینان ہوا کہ علی خود ہی مریم سے دور ہوگیا ہے۔ یہ اطمینان تھوڑی دیر تک رہا۔ پھر طیارے میں مریم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے مسافر سے گفتگو کی تو یوسف نے لہجے کی معمولی سی تبدیلی کو محسوس کیا اور سمجھ لیا کہ علی بھیس بدل کر اس کی بیوی کے ساتھ سفر کر رہا ہے۔

شی تارا نے سفیر کے دماغ میں رہ کر معلوم کرلیا تھا کہ علی بھیس بدل کر مریم کے ساتھ رہے گا۔ اس طرح ان بن بھائی کو یقین

ہوگیا کہ علی نے ان فارمولوں کو حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے اور جب تک یوسف البرہان کی گردن نہیں پکڑے گا تب تک مریم کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ یہ حالات بتا رہے تھے کہ آگے چل کر وہ ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ یہ حالات بتا رہے تھے کہ آگے چل کر وہ سب آپس میں بری طرح ٹکرائیں گے۔

وہ جہاز دو گھنٹے کے لیے لندن میں اترا۔ مریم ائرپورٹ کے ریستوران میں کافی پینے آئی۔ اسے اطلاع دی گئی کہ ٹیلی فون کاؤنٹر پر مسٹر پاشا کا فون ہے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی کاؤنٹر پر آئی پھر ریسیور کان سے لگا کر پوچھا "ہیلو پاشا! یہ تم ہو؟"

"ہاں' میں بول رہا ہوں۔ یہ تم کس کے ساتھ سفر کر رہی ہو؟ آخر کہاں جارہی ہو؟"

"میں تمہارے پاس آرہی ہوں۔ تم جزیرہ مارکیوسان میں ہو نا؟"

"میں جہنم میں ہوں۔ مجھے تلاش مت کرو۔ دشمن تمہارے پیچھے میری ناک میں ہیں۔"

"میں تمام دشمنوں کو استنبول چھوڑ آئی ہوں' کوئی نہیں جانتا کہ میں اس طیارے میں سفر کر رہی ہوں۔"

"تم دوستوں اور دشمنوں کے فریب کو سمجھتی نہیں ہو۔ یہ جو تمہارا ہم سفر ہے۔ تمہاری ساتھ والی سیٹ پر ہے اور جس نے اپنا نام یوسف سرتاج بتایا ہے وہ دراصل...."

وہ بات کاٹ کر بولی "ہاں اس کا نام بھی یوسف ہے۔ تم جانتے ہو۔ مجھے یوسف نام سے بہت محبت ہے اور وہ تو بڑا ہی شریر اور دلچسپ نوجوان ہے۔"

وہ دوسری طرف سے ڈانٹ کر بولا "یو شٹ اپ! پہلے میری بات توجہ سے سنو۔ یہ یوسف سرتاج وہی جوان ہے جو پچھلی رات تم سے ملا تھا اور اس نے تمہیں دس ہزار ڈالر دیے تھے۔"

"پاشا! یہ وہ نہیں ہے۔"

"چپ رہو۔ وہ وہی ہے اور اس کا اصلی نام علی تیمور ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو۔ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ کیا وہ علی تیمور ہے؟ اس کی ماں سونیا ہے؟ رسونتی ہے؟ یا وہ کیا نام ہے بھلا سا۔ ہاں اعلیٰ بی بی...."

وہ غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا "یہ لانگ ڈسٹنس کال ہے اور تم مجھ سے ان لوگوں کا خاندانی شجرہ پوچھ رہی ہو۔ تمہیں ان لوگوں سے کیا دلچسپی ہے۔ کیا تمہیں احساس نہیں ہے کہ میں خطرات میں گھرا ہوا ہوں؟"

"تم خود ہی خطرات کو دعوتیں دیتے رہتے ہو۔ یاد ہے دو برس پہلے بابا فرید واسطی مرحوم کے ادارے سے تمہیں آفر دی گئی تھی۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے تمہاری ذہانت اور صلاحیتوں کو سراہا تھا اور ادارے کے لیے تمہاری خدمات حاصل کرنا چاہی تھیں مگر

بدنام ترین مجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل

قیمت ۲۰ روپے

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

تم نے انکار کردیا تھا۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ تم مصیبتوں میں... ہیلو' ہیلو سن رہے ہو۔ ہیلو پاشا..."

یوسف پاشا نے رابطہ ختم کردیا تھا اور سر پکڑ کر سوچ رہا تھا "یہ عورت سختی نہیں ہے۔ سناٹی چلی جاتی ہے۔ اب یہ جب تک میری تلاش میں بھٹکتی رہے گی میرے لیے خطرات بڑھتے رہیں گے۔ یہ فرہاد اور اس کے بچے بڑے چکرباز ہیں۔ یہ لوگ مریم کو گھما پھرا کر کسی نہ کسی دن میرے پاس لے آئیں گے۔"

وہ شی تارا اور سرنا کو جھانسا دینے کے لیے لندن سے نیویارک آگیا تھا اور ڈی شی تارا اور سرنا کی آوازیں سنتا رہتا تھا۔ اسے انتظار تھا کہ ان کی باتوں سے کبھی نہ کبھی اصلی شی تارا کا سراغ ضرور ملے گا۔

ایسا سوچنے کے دوران اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر سانس روکنے سے پہلے پوچھا "کون ہو تم؟"

"شی تارا' تمہاری قسمت کا ستارہ۔"

"تو پھر آجاؤ میرے دل کے آسمان پر چمکنے کے لیے۔"

"ستارے دور چمکنے کے لیے ہوتے ہیں۔ ہاتھوں میں آنے کے لیے نہیں ہوتے۔ یہ تم نے جزیرہ مارکیوسان کا کیا چکر چلایا ہے میں کبھی یقین نہیں کروں گی کہ تم اس جزیرے میں ہو۔"

"یہ چکر تم نے چلایا ہے۔ تمہارے آدمیوں نے میری بیوی سے کہا تھا کہ مجھے وہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔"

"یہ غلط ہے۔ میرے آدمیوں نے مریم سے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔ یہ تمہاری چالبازی ہے۔ تم نے اپنے ہتھکنڈوں سے یہ اعلان کردیا ہے کہ تم اس جزیرے میں ہو تاکہ ہم سب اُدھر دوڑے چلے جائیں۔"

"میں تو نہیں کہتا اُدھر جاؤ۔ تم جدھر ہو اُدھر کا پتا بتادو۔ پتا نہیں ہمارے درمیان کب تک یہ کھیل جاری رہے گا۔ میں تم سے چھپتا پھروں گا تم مجھ سے چھپتی پھرو گی۔ میں تمہیں قابو میں کرنا چاہوں گا۔ تم مجھے ٹریپ کرنے کی کوششیں کرتی رہو گی۔"

"میں بہت جلد تمہیں ان فارمولوں کے ساتھ پکڑلوں گی۔"

"اتنا بڑا چیلنج کرنے سے پہلے یہ مت بھولو کہ ہمارے درمیان علی تیمور آگودا ہے۔ اگر ہم ایک نہ ہوئے تو وہ ہم دونوں پر جھپٹ پڑے گا۔"

"ہاں' یہ تشویش ناک پہلو ہے۔ علی کے پیچھے فرہاد کی پوری فیملی چلی آئے گی۔ ہم ان سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ خوفزدہ وہ ہوتے ہیں جو کم تر ہوتے ہیں۔ ابھی تو ہم برتر ہیں۔ ازبکستان میں دونوں باپ بیٹے کو اُلو بنا رہے ہیں۔ یہاں علی سے بھی نمٹ لیں گے۔ پریشانی صرف یہ ہے کہ علی اچانک ہی ہمارے درمیان چلا آیا ہے ابھی تمہارے خلاف تیاریاں مکمل کرنے کا ہمیں موقع نہیں ملا ہے۔"

"یہی فکر مجھے ہے کہ تمہارے خلاف پوری طرح پلاننگ کا موقع مجھے نہیں مل رہا ہے۔ اپنے ذرائع مزید مستحکم کرنے میں دیر لگ رہی ہے۔ ایسے میں ہم دونوں کا نقصان ہوسکتا ہے۔"

"اسی لیے سمجھاتی ہوں' میرے پاس آجاؤ۔ میری ٹیم میں شامل ہوجاؤ۔ یہاں تم اپنے طور پر آزاد زندگی گزارو گے۔"

"اور میں بھی تمہیں سمجھاتا ہوں' مجھے سبز باغ نہ دکھاؤ۔ میں مرد ہوں اپنے طور پر تمہیں بے دست و پا کرلے آؤں گا یہاں سے جاؤ۔" اس نے سانس روک لی۔ وہ یکلخت باہر نکل جہاز لندن سے روانہ ہوا۔ نیویارک کی سمت پرواز کرتا رہا۔

مریم اور علی اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھوڑی دیر تک منہ پھلائے رہی پھر بولی "اے لڑکے! تمہیں پتا ہے کہ میں تم سے ناراض ہوں اور تم سے بات نہیں کررہی ہوں۔"

علی نے کہا "ہاں' میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم مجھ سے بات نہیں کررہی ہو لیکن مجھ سے ناراض کیوں ہو؟ میری غلطی کیا ہے؟"

"یہی کہ تم بدمعاش حاتم طائی ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "جو بدمعاش ہوگا وہ کبھی حاتم طائی نہیں ہوگا اور جو حاتم طائی ہوگا وہ کبھی بدمعاش نہیں ہوگا۔"

"مگر تم ہو۔ تم نے پچھلی رات مجھے دس ہزار ڈالرز دیے۔"

"میں نے نہیں دیے۔ میں تو تمہیں جانتا بھی نہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ لندن میں پاشا نے فون پر بتایا ہے کہ تم نے ابھی بھیس بدلا ہوا ہے۔ میں دھوکا کھا سکتی ہوں لیکن وہ معمولی قوتِ سماعت رکھنے والا اس وقت بھی تمہاری آواز سن رہا ہے اور تمہیں پہچان رہا ہے۔ آخر اس بدمعاشی کی وجہ کیا کیا میں نے تمہیں بیٹا نہیں کہا ہے۔ کیا تم مجھے ماں نہیں ہو؟"

"اوہ نہیں ممی! آپ میری ماں ہیں۔ بھیس بدلنا میری مجبوری ہے۔"

"تو پھر ماں سے چھپنا نہیں چاہیے تھا۔"

"دشمن ماں کے جذبات کو خوب سمجھتے ہیں۔ وہ آپ کی اور عمتا سے پہچان لیں گے کہ میرا آپ سے گہرا رشتہ ہے۔"

"میرا کتنا ہی گہرا رشتہ ہو' سونیا اور رسونتی سے زیادہ نہیں ہوگا؟"

وہ حیرانی سے چونک کر بولا "آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ میں جانتی ہوں' تم علی ہو۔"

علی نے ایک گہری سانس لے کر پوچھا "آپ کو کس نے بتایا کیا آپ کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے؟"

"نہیں بیٹے! مجھے پاشا نے تمہارا اصل نام بتایا ہے۔"

"مسٹر پاشا نے صرف میری آواز سن کر نام کیسے کرلیا؟"

"تم خود سوچو' تم نے کل سے اب تک کسی ایسے دوست

"میں ثانی کا لہجہ اختیار کرکے علی کے دماغ میں جاسکتی ہوں۔"

"ان کے درمیان کوڈورڈز ہوں گے اور وہ تم نہیں جانتی ہو۔"

"کوڈورڈز کی فکر نہ کرو۔ میں بات بنالوں گی۔"

"اچھا آگے بولو۔"

"آگے کچھ بولنے سے بہتر ہے' پہلے میں اس کے دماغ میں جاکر یہ تدبیر آزماؤں۔ کامیابی ہوگی تو تمہیں منصوبے کا اگلا حصہ بتاؤں گی۔"

"ایسا نہ ہو کہ تم سے پہلے ثانی اس کے دماغ میں پہنچی ہو اور انہوں نے اپنا کوئی اگلا پروگرام بنایا ہو۔"

"اگر ایسا ہوگا تو زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ہمیں ناکامی ہوگی۔ علی ہمارے جھانسے میں نہیں آئے گا۔ دشمن کبھی پھنستے ہیں' کبھی جال توڑ کر نکل بھاگتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ ہمارے پاس زیادہ وقت بھی نہیں ہے۔ اپنی تدبیر آزماؤ۔"

شی تارا آنکھیں بند کرکے تھوڑی دیر تک دل ہی دل میں ثانی کی آواز اور لہجے کی ریہرسل کرتی رہی پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے علی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ پہنچتے ہی پریشان سی ہوکر بولی "علی! ہمیں اپنے کوڈورڈز بدلنا ہوں گے۔ ابھی کوئی میرے دماغ میں آکر پاپا کے لہجے میں بول رہا تھا۔ حالانکہ اس نے صحیح کوڈورڈز ادا کیے تھے لیکن مجھے کچھ شبہ سا ہوا تو میں نے کہا' پاپا آپ پہلے علی کے پاس جائیں میں پانچ منٹ بعد آؤں گی۔ مجھے بتاؤ علی! کیا ابھی تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟"

علی نے کہا "ابھی تک کوئی نہیں آیا ہے یعنی تمہارا شبہ درست ہے۔ کسی دشمن کو ہمارے کوڈورڈز معلوم ہوگئے ہیں۔"

"آئندہ میں تمہارے پاس آؤں گی تو کہوں گی' ثانی فارعلی اینڈ علی فارثانی۔"

"بہت ہی محبت بھرے کوڈورڈز ہیں میں یاد رکھوں گا۔"

"ایک اور سرپرائز دینے ہوں میں تم سے ملنے واشنگٹن سے نیویارک آئی ہوں۔ ائرپورٹ پر موجود رہوں گی۔"

"لیکن تم نے تو کہا تھا کہ وہاں تم سپر ادام ہو' مجھ جیسے عام مسافر سے ملاقات کروگی تو تمام انٹیلی جنس والے ہمارے پیچھے پڑجائیں گے۔"

"میں اتنی نادان نہیں ہوں کہ تمہیں ائرپورٹ پر دیکھتے ہی سب کے سامنے گلے لگ جاؤں۔"

مطالعہ کے فوائد ثابت شدہ ہیں زیادہ سے زیادہ دلکش بنانے کے لیے ہم کتابیں فراہم کرتے ہیں
امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے
قیمت ۱۵۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۳ کراچی نمبر ۱

"گلے لگنے کی باتیں نہ کرو۔ تمہارے ساتھ گزارے ہوئے رنگین و سنگین لمحات یاد آجاتے ہیں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "ان یادوں کو زندگی دینے کے لیے میں نے اپنے ذاتی ذرائع سے ایک جگہ تمہاری رہائش کا انتظام کیا ہے' میں رات کے وقت وہاں چھپ کر آؤں گی۔"

"پھر تو اچھا وقت گزرے گا۔ لیکن مریم کا کیا بنے گا؟"

"وہ بے چاری اچھی عورت ہے۔ تمہاری رہائش گاہ کے کسی کمرے میں رہے گی۔ ائرپورٹ پر دو افراد تمہارا استقبال کریں گے۔ وہ دونوں سفید سوٹ اور سرخ نکٹائی میں ہوں گے۔"

"وہ مجھے کیسے پہچانیں گے؟"

"تم ان کے سامنے جاکر کہو گے' سفید سوٹ پر سرخ نکٹائی ایسی لگتی ہے جیسے کفن پر سرخ پھول رکھا ہو۔"

"بہت اچھے کوڈورڈز ہیں۔"

"تمہیں بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔ اس لیے یہ بتادوں کہ وہ دونوں تمہیں جس کار میں لے جائیں گے اس کا رنگ بھی سفید ہوگا اور اس کا نمبر ہے فور زیرو دون دن فور۔"

"میں نمبر یاد رکھوں گا۔"

"میں جارہی ہوں۔ ائرپورٹ پر چھپ کر تمہیں دیکھتی رہوں گی۔ پھر رات کے آٹھ بجے چپ چاپ آؤں گی۔ اچھا جارہی ہوں۔ سوفار۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ خوش ہو کر بولی "بھائی سرنا! توقع سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اس نے ایک ذرا شبہ نہیں کیا ہے۔ مجھے ثانی سمجھتا رہا ہے۔ چلو اٹھو اپنے دو خاص ماتحتوں کو سفید سوٹ اور نکٹائی پہننے کے لیے کہو۔ گیراج سے سفید کار فور زیرو دون دن فور نکالو۔ باقی باتیں راستے میں بتاؤں گی۔"

راستے میں سرنا نے کہا "بھائی کی جان! اچھی طرح سوچ لو۔ کہیں ہم خوش فہمی میں دھوکا نہ کھا رہے ہوں۔ وہ پورا چالبازوں کا خاندان ہے۔"

"فرض کرو اس نے میرے فراڈ کو سمجھ لیا ہے اور سمجھ کر بھی انجان بن رہا ہے تو ائرپورٹ پر ہمارا کیا بگاڑ لے گا۔ ہم دونوں اس کا سامنا نہیں کریں گے۔ دور سے تماشا دیکھیں گے۔ ہمارے دو خاص ماتحت اس کا استقبال کریں گے اور اسے کار میں لے جائیں گے۔"

"ہاں' ایک بار وہ ہمارے اڈے میں پہنچ جائے تو پھر وہاں سے نکل نہیں سکے گا۔"

وہ بولی "اور اگر وہ فراڈ کر رہا ہے اور ہمیں ٹریپ کرنا چاہتا ہے تو یہاں سونیا ثانی نے ہمارے لیے جال بچھا رکھا ہوگا اور وہ بھی موجود ہوگی۔ میں دعا کر رہی ہوں کہ وہ موجود رہے اور ایک بار ہماری نظروں میں آجائے۔ تو پھر ہم یوسف اور علی کو اور سارے دشمنوں کو چھوڑ کر اسے بے بس کریں گے۔"

سرنا نے کہا "بس اتنا یقین ہوجائے کہ نظروں میں آنے والی ثانی ہے' میں فوراً ہی گولی چلا کر اسے زخمی کروں گا۔ وہ گر آئے گی تو سپر ہادام سلوانہ کا پول کھل جائے گا۔ پھر ہادام دشمن بن جائے گا۔ دو سرا فائدہ یہ ہوگا کہ اسے یرغمال بنا کر توعلی جان کی بازی لگانے ہماری آنکھ میں آگودے گا۔"

وہ ائرپورٹ پہنچ گئے۔ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا پھر ہوا ایک مخصوص مقام پر رک گیا تھا۔ طیارے سے سیڑھیاں جارہی تھیں۔ دروازے کھل رہے تھے۔ مسافر باہر آرہے چند مسافروں کے بعد مریم اور علی دروازے پر نظر آئے۔

اس وقت ائرپورٹ میں جان کی بازیاں لگانے والے کم موجود تھے۔

لگیج ہال کے دروازے پر دو سفاک قاتل سفید سوٹ سرخ نکٹائی میں اٹینشن تھے۔ دیکھو تو یوں لگتا تھا جیسے سفید کفن پھول رکھے ہوئے ہیں۔

ہال کے ایک حصے میں ثی تارا کئی عورتوں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی تیز چبھتی ہوئی نظریں لگیج ہال کے دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔

ٹائلٹ کے ایک بند دروازے کے پیچھے پے در پے سرنا ریوالور میں سائیلنسر لگا رہا تھا۔ اس ریوالور کی ایک ایک گولی پر ثانی کا نام مخصوص کردیا گیا تھا۔

الرٹ! باادب' باملاحظہ ہوشیار' راستہ صاف رکھو سپر سلوانہ تشریف لارہی ہیں۔ کھٹ' کھٹ' کھٹ' کھٹ۔ اونچی ایڑ کے سینڈل چکنے فرش کی چھاتی پر دھڑکتے جارہے تھے۔ اسکرٹ بلاؤز میں اس بازی گر دوشیزہ کا بدن نگاہوں میں جذب ہو رہا تھا۔ لٹری سیکرٹ سروس کے مسلح جوانوں کے درمیان شیرنی کے انداز میں چل رہی تھی۔ دوسرے فوجی جوان دوڑتے ہوئے آگے پیچھے مختلف جگہ اٹینشن ہو رہے تھے۔

وہ ایک شانِ بے نیازی سے چلتی ہوئی لگیج ہال کے دروازے کی طرف جارہی تھی اور اس دروازے سے علی باہر آرہا تھا۔

اچانک ایک لائٹر نے اسپارکنگ کی۔ ایک ننھا سا شعلہ بھڑکا۔ اس شعلے نے ایک سگریٹ کو سلگایا۔ اس کی ننھی سی روشنی میں یوسف البرہان عرف پاشا کی غیر معمولی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

وہاں کون نہیں تھا؟

وہاں سب ہی تھے۔

اے مقدّر کے کھلاڑی! بتا کون کسے ٹریپ کرے گا؟

کیونکہ علی اور سونیا ثانی نے ایک دوسرے کو نہ پہچاننے کی غلطی کی ہے۔ علی دروازے سے نکل کر سفید کفن اور سرخ پھول کے پاس گیا ہے اور ثانی دروازے سے داخل ہو کر لگیج ہال کے اندر چلی گئی ہے۔

یہ ناشناسائی ضرور رنگ لائے گی۔

پے در پے سرنا اپنا ریوالور لوڈ کرچکا تھا۔ اس نے ریوالور سیٹ دونوں ہاتھ اپنے اوورکوٹ کی جیبوں میں ڈالے پھر باتھ روم سے چلتا ہوا باہر آیا۔ باہر آتے ہی جابجا مسلح فوجیوں کو دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ اس نے سونیا ثانی کو گولی مارنا بہت آسان سمجھا تھا۔ یہ بھول گیا تھا کہ وہ محض سونیا ثانی ہی نہیں اس ملک کی سپر ہادام بھی ہے۔

ثی تارا ائرپورٹ پر آنے والی چند عورتوں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دور ہی سے اپنے بھائی سرنا کو دیکھ رہی تھی پھر اس نے دیکھا کہ سرنا باتھ روم میں واپس جارہا ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "بھائی سرنا کوئی پریشانی ہے؟"

"ہاں' ہم یہ کھیل جتنا آسان سمجھ رہے تھے' اتنا ہی مشکل دکھائی دے رہا ہے۔ یہ کم بخت ملکۂ عالم کی طرح فوجیوں کی چھاؤں میں آئی ہے۔ ہر سُو مسلح فوجی جوان دکھائی دے رہے ہیں۔ کوئی ایسی جگہ نہیں ہے' جہاں سے چھپ کر ثانی پر گولی چلائی جاسکے۔"

"ہمیں تم سے یہی کہنے والی تھی۔ تمہارے پاس اس ریوالور کا لائسنس نہیں ہے۔ یہاں کوئی واردات ہوگی اور چیکنگ شروع ہوگی تو تم پکڑے جاؤ گے۔ لہٰذا اسے باتھ روم میں کہیں پھینک کر چلے آؤ۔"

کیا ناکامی سی ناکامی تھی؟ ایک آتش بازی کا شوق تھا' وہ بھی ثانی نے پورا نہیں ہونے دیا' وہ جھنجلا کر بولا "ثانی یہاں بہت وسیع ذرائع کی مالکہ ہے۔ یہ آئندہ بھی ہمارے منصوبوں کو ناکام بناتی رہے گی۔ کیا ہی اچھا ہو تاکہ وہ میرے ہاتھوں زخمی ہو کر یہاں سے جاتی۔"

"وہ مسلح پہرے داروں کے ساتھ آئی ہے' انہی کے ساتھ واپس جائے گی۔ یہ سوچو کیا یہ حملہ اس کی رہائش گاہ میں کیا جاسکتا ہے۔"

"نہیں تارا! وہاں بھی سخت پہرا لگا رہتا ہے۔ اس رہائش گاہ کے اطراف ایسا الیکٹرانک نظام قائم کیا گیا ہے جسے کوئی ناکام بنا کر وہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔"

"تو پھر مجبوری ہے۔ فی الحال علی پر توجہ دی جائے۔"

یوسف البرہان بہت دور ایک گوشے میں کھڑا اپنی غیر معمولی قوتِ سماعت سے ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔ اسے فی الحال ثانی اور علی سے اتنی دلچسپی نہیں تھی' وہ جلد سے جلد ثی تارا اور سرنا سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ وہیں ائرپورٹ پر ان دونوں کا کام تمام کرسکتا تھا لیکن یہ تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ وہی اصلی ثی تارا اور سرنا ہیں یا نہیں؟

سرنا تیزی سے چلتا ہوا باتھ روم کے ایک ٹائلٹ میں آیا' دروازے کو اندر سے بند کیا پھر جیب سے ریوالور اور فاضل کارتوس نکال کر انہیں فلش کی ٹنکی میں ڈال دیا۔ اس بات کا دکھ ہو رہا تھا کہ ثانی نے ہاتھ نہیں چلایا تھا' زبان نہیں چلائی تھی اور اسے ہتھیار پھینکنے پر مجبور کردیا تھا۔ وہ مات کھائے ہوئے سپاہی کی طرح باتھ روم سے باہر آگیا۔

ادھر علی' مریم کے ساتھ لگیج ہال سے باہر آگیا تھا۔ اس نے دور تک نظریں دوڑائیں۔ مریم نے پوچھا "کسی شناسا کو دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں' آج نیویارک میں قیام کریں گے۔ تمہارے پاشا کے متعلق معلوم کروں گا کہ واقعی وہ جزیرہ مارکیوسان میں ہے یا نہیں؟ معلومات کے مطابق آئندہ سفر کریں گے۔"

اس کی نظریں ان دو آدمیوں پر ٹھہر گئیں جو سفید سوٹ اور سرخ نکٹائی پہنے ہوئے تھے۔ وہی اس کے دشمن میزبان تھے۔ وہ آرام سے چلتا ہوا ان کے سامنے آیا پھر انہیں سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا "یہ سوٹ اور یہ نکٹائی ایسی لگ رہی ہے جیسے سفید کفن پر سرخ پھول رکھا ہوا ہو۔"

ان دونوں نے جواباً مسکرا کر اس سے مصافحہ کیا' ایک نے کہا "رائٹ سر! ہماری جان پہچان کے لئے یہی کوڈورڈز مقرر کئے گئے تھے۔ ہمیں آپ کی میزبانی کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ تشریف لائیں۔"

وہ آگے بڑھنا چاہتے تھے' پھر رک گئے۔ لگیج ہال سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ لوگ چونک کر اُدھر دیکھنے لگے' ایک لحیم شحیم شخص دوڑتا ہوا لگیج ہال سے باہر آرہا تھا۔ ثانی اس کا تعاقب کر رہی تھی پھر وہ ایک لمبی چھلانگ لگا کر فرش پر آئی۔ اس ننگے فرش پر پھسلتی ہوئی' تیز رفتاری سے گھومتے ہوئے ایک سوئپنگ کک ماری۔ بھاگنے والا اچھل کر فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔

عورتیں بچے بوڑھے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ اچھی خاصی بھگدڑ شروع ہوگئی۔ مسلح فوجیوں نے اس شخص کو نرغے میں لے لیا' اپنی گنیں اس کی طرف سیدھی کرلیں۔ ثانی نے کہا "اسے کسٹم آفیسر کے کمرے میں لے چلو۔"

وہ حکم دے کر اُس کمرے کی طرف جانے لگی۔ چند جوانوں نے اس قیدی کو جکڑ لیا تھا اور اسے کھینچتے ہوئے لے جارہے تھے۔ علی نے اپنے میزبانوں سے پوچھا "یہ دوشیزہ کون ہے؟ بہت ہی اسمارٹ اور بہترین فائٹر ہے۔"

ثی تارا ایک سرخ نکٹائی والے میزبان کے دماغ میں تھی۔ میزبان نے اس کی مرضی کے مطابق کہا "جناب! یہ ہماری مادام ہیں۔ سپر ہادام' تعجب ہے آپ نے نہیں پہچانا۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں تمہاری کسی مادام کو نہیں پہچانتا ہوں۔ جب سامنا ہوگا تو پہچان شروع ہوجائے گی۔"

مریم نے کہا "دوشیزہ ہے زبردست۔"

علی نے پوچھا "کیا خیال ہے' ابھی ملاقات کی جائے؟"

دوسرے میزبان نے کہا "تو سر! مادام نے کہا ہے پبلک پلیس

میں آپ سے ملاقات نہیں کریں گی۔ جہاں آپ کا قیام ہوگا وہاں وہ خود چلی آئیں گی۔"

علی اور مریم ان کے ساتھ ائرپورٹ کی عمارت سے باہر جانے لگے۔ دوسری طرف ثانی کسٹم آفیسر کے کمرے میں آگئی تھی۔ اس کے پیچھے وہ قیدی لایا گیا۔ اس نے مسلح جوانوں سے کہا "تم سب باہر جاؤ۔"

انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور باہر چلے گئے۔ ثانی نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر مسکرا کر قیدی کو دیکھا۔ آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "سوری مسٹر جوزف! میں نے آپ کی پٹائی کردی۔"

وہ خوش دلی سے بولا "کوئی بات نہیں۔ فرض کی ادائیگی میں ایسا ہوتا ہے۔ بائی دی وے مارٹن کہاں ہے؟"

"ہمارا وہ جاسوس سرخ ٹکٹائی والوں کے پیچھے لگا ہوا ہے۔"

وہ سب ایک ڈراما پلے کررہے تھے اور اس کمرے کے اندر وہ دوشیزہ سپرادام سلوانہ یعنی ثانی نہیں تھی۔ محض ایک ڈمی تھی اسی لئے علی نے اسے نظرانداز کیا تھا۔ اصل ثانی اپنے بیڈ روم میں بیٹھی آرام سے تمام حالات پر قابو پارہی تھی۔

اس نے ڈی مادام سے کہا "میرا رول اچھی طرح ادا کررہی ہو۔ اب اسی کمرے میں جوزف کے ساتھ رہو۔ آدھے گھنٹے سے پہلے نہ نکلنا۔"

علی اور مریم میزبانوں کے ساتھ ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے۔ وہاں سفید رنگ کی زیرو ون ون فور نمبر والی کار کھڑی تھی۔ ایک میزبان نے ان کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ اندر بیٹھ گئے۔ دونوں میزبان اگلی سیٹ پر آگئے لیکن کار اسٹارٹ کرنے سے پہلے ہی چند مسلح فوجیوں نے انہیں گھیر لیا۔ ایک میزبان نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

فوجی افسر نے سوال کیا "تم نے کار یہاں کیوں کھڑی کی تھی؟"

"جناب! یہاں نوپارکنگ کا کوئی سائن نہیں ہے۔"

"بے شک یہاں نوپارکنگ لکھا ہوا نہیں ہے لیکن ہماری سپرادام یہاں آرہی تھیں۔ تمہاری گاڑی نے ڈسٹرب کیا ہے۔"

"اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ سپرادام تشریف لارہی ہیں تو آپ کو یہ کار یہاں نظر نہ آتی۔"

"درست ہے۔ تم سے انجانے میں ایسا ہوا ہے اس لئے ہم درگزر کرتے ہیں، تم جاسکتے ہو۔"

اس افسر نے مصافحہ انہیں باتوں میں الجھایا تھا۔ ان کی باتوں کے دوران جاسوس مارٹن نے اس کار کے نیچے ایک جاسوسی آلہ لگادیا تھا۔ اب وہ کار جہاں بھی جاتی، وہ نشاندہی کرنے والا آلہ ثانی کے ایک آلے کو اسپارنگ کے ذریعے بتاتا رہتا کہ وہ گاڑی کہاں پہنچ رہی ہے۔

یوسف البرہان عرف پاشا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ وہ اپنی قوتِ سماعت کے ذریعے شی تارا اور سرنا کی آوازیں سننے کا عا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ان بن بھائی کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ کار میں آکر بیٹھ گئے۔ سرنا کہہ رہا تھا "علی کے پیچھے جانا ضرو نہیں ہے۔ ہم اطمینان سے چلیں گے۔ وہ گاڑی ہمارے خفیہ اڈے میں ضرور پہنچے گی۔"

یوسف پاشا ان کی آوازیں سن سکتا تھا لیکن یہ دیکھ نہ سکتا تھا۔ کہ وہ کس رنگ کی اور کس نمبر کی گاڑی میں شی تارا ساتھ جارہا ہے۔ شاہراہوں پر ہزاروں گاڑیاں رینگ رہی تھیں وہ اندازاً ایک گاڑی کے پیچھے چل پڑا تھا اور ان کی گفتگو سنتا تھا۔ شی تارا کہہ رہی تھی "ہم نے ہی اسے آنے کو کہا تھا۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ عام شہری کی حیثیت سے نہیں بلکہ مادام بن کر آئے گی اور ہماری آدھی پلاننگ چوپٹ کردے گی۔ اس اتنا وقت کیسے گزاروں گا؟"

سرنا نے کہا "یہ بھی ہمارے حق میں اچھا ہوا کہ وہ کسی بڑے جرم کے معاملے میں معروف ہوگئی ہے۔ اس مصروفیت باعث وہ علی سے رابطہ نہیں کررہی ہے۔"

"ہوسکتا ہے اس نے رابطہ کیا ہو۔"

"اگر کرتی تو اسے معلوم ہوجاتا کہ علی کو ٹریپ کیا جارہا ہے وہ ثانی سے ملنے کے دھوکے میں کہیں جاکر پھنسنے والا ہے۔"

"جب وہ رابطہ کرے گی اور حقیقت معلوم ہوگی تو ہمارے خفیہ اڈے کی طرف ضرور آئے گی۔"

"بس ایک بار آجائے۔ اس بار میں اس چالاک لومڑی کا رہنے والا جوان ہے، پارس کے بالکل برعکس ہے، عورتوں سے جانے نہیں دوں گا۔"

شی تارا نے کچھ سوچ کر کہا "میں نے علی کے دماغ میں جاکر جھانسا دیا تھا کہ میں ثانی ہوں اور دشمنوں کو ہمارے کوڈ ورڈز معلو ہوچکے ہیں پھر میں نے علی کی مرضی سے کوڈ ورڈز بدل دیے تھے مجھے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ ثانی سابقہ کوڈ ورڈز کے ذریعے علی سے رابطہ کرتی ہے یا نہیں؟"

سرنا نے کہا "تم ثانی بن کر پھر اسے آزما کر دیکھو کہ وہ ثانی تھری میں موڑلو۔"

کوڈ ورڈز کے مطابق اس سے باتیں کرتا ہے یا نہیں؟"

شی تارا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر علی کے پاس آکر ثا کے لہجے میں کوڈ ورڈز ادا کئے۔ علی نے کہا۔ "تم میری ثانی نہیں ہو۔ تم نے کسی طرح ہمارے کوڈ ورڈز معلوم کرلئے ہیں لیکن ہمارے نئے کوڈ ورڈز کبھی معلوم نہیں کرسکو گی۔ جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ شی تارا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر سرنا سے کہا "ہماری چال کامیاب رہی ہے۔ وہ ثانی کے سابقہ کوڈ ورڈز کو تسلیم نہیں کررہا ہے۔ اب میں اپنے طے شدہ کوڈ ورڈز کے مطابق اس سے رابطہ کررہی ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش بیٹھی سوچتی رہی پھر علی کے پاس پہنچ کر اس سے کار ڈرائیو کرتا ہوا ان کی باتیں سن رہا تھا اور معلوم کررہا تھا۔ کہ اس وقت وہ دونوں کسی خفیہ اڈے کی طرف جارہے ہیں۔ اس علی نے کہا "ہاں یہ ہمارے نئے کوڈ ورڈز ہیں۔ تم میری ثانی نہیں ہو۔ تھوڑی دیر پہلے کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والی آئی تھی، ہم اپنے جو تبدیلی کی ہے اس کا علم اسے نہیں تھا، میں نے اسے بھگادیا۔"

"بدقت تبدیلی کے باعث تم دھوکا کھانے سے بچ گئے ہو۔"

"میں تمہارے پاس آرہا ہوں۔ کیا تم وہاں میرا منتظر ہو۔"

"تم میرے پاس نہیں آرہے ہو۔ میری ایک خفیہ رہائش گاہ کی طرف جارہے ہو۔ میں رات آٹھ بجے تک تمہارے پاس آنے کی پوری کوشش کروں گی۔"

"ہائے آٹھ بجے تک تو میرے انتظار کے بارہ بج جائیں گے۔"

وہ ہنس کر بولی "انتظار کے بغیر وصال یار نہیں ہوتا۔"

"جہاں میں جارہا ہوں، وہاں تمہارا کوئی لباس ضرور ہوگا۔"

"ہاں ضرور ہے۔ میرے لباس کا کیا کروگے؟"

"تمہارے آنے تک اس لباس سے لپٹ کر دل کی دھڑکنوں کو آرام پہنچاتا رہوں گا۔"

شی تارا ہنستی ہوئی دماغی طور پر حاضر ہوگئی پھر سنجیدہ ہوکر اکواری سے بولی "فرہاد کا یہ بیٹا تو بالکل ہی زن مرید لگتا ہے۔ اسے کوئی بھی حسینہ الو بنا سکتی ہے۔"

سرنا نے کہا "میں نے تو سنا ہے علی تیور بہت ہی سنجیدہ اور جانے نہیں دوں گا۔"

شی تارا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر علی کے پاس آکر ثا کے لہجے میں کوڈ ورڈز ادا کئے۔ علی نے کہا۔ "تم میری ثانی نہیں ہو۔ تم نے کسی طرح ہمارے کوڈ ورڈز معلوم کرلئے ہیں لیکن ہمارے نئے کوڈ ورڈز کبھی معلوم نہیں کرسکو گی۔ جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ شی تارا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر سرنا سے کہا "ہماری چال کامیاب رہی ہے۔ وہ ثانی کے سابقہ کوڈ ورڈز کو تسلیم نہیں کررہا ہے۔ اب میں اپنے طے شدہ کوڈ ورڈز کے مطابق اس سے رابطہ کررہی ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش بیٹھی سوچتی رہی پھر علی کے پاس پہنچ کر اس سے کار ڈرائیو کرتا ہوا ان کی باتیں سن رہا تھا اور معلوم کررہا تھا۔ کہ اس وقت وہ دونوں کسی خفیہ اڈے کی طرف جارہے ہیں۔ اس بولی "ثانی فار علی اینڈ علی فار ثانی۔"

اڈے کا پورا پتا اسے معلوم ہوچکا تھا۔

علی کی کار اس رہائش گاہ کے احاطے میں پہنچ گئی۔ وہ رہائش گاہ کیا تھی ایک وسیع و عریض محل تھا۔ اتنا بڑا محل کہ وہ محل کے اندر چلی آئی تھی۔ محل کے سلائیڈنگ دروازے بند ہوگئے تھے، پھر کار ایک جگہ رک گئی تھی۔

وہ سرخ ٹکٹائی والے اگلی سیٹوں سے اتر کر کار سے باہر گئے پھر دروازے کو بند کردیا۔ علی نے پچھلی سیٹ سے نکلنا چاہا۔ پتا چلا تمام دروازے لاک ہوگئے ہیں۔ اس نے ایک انگلی سے کھڑکی کے شیشے پر دستک دی انہیں مخاطب کرنا چاہا لیکن وہ دور جاچکے تھے۔

مریم نے پریشان ہوکر پوچھا "کیا انہوں نے ہمیں یہاں بند کر رکھا ہے؟"

"ہاں اب اپنی اصلیت دکھارہے ہیں۔"

"ہم سے دشمنی کیا ہے؟"

"یہ شاید تمہیں یرغمال بناکر تمہارے یوسف پاشا کو پکڑنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ خدایا! میری وجہ سے تم پھنس گئے ہو۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ یہ میرے بھی دشمن ہیں۔"

ان کی باتوں کے دوران وہ کار آہستہ آہستہ فرش میں دھنس رہی تھی۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ ایک انڈر گراؤنڈ لفٹ ہے، انہیں کسی تہ خانے میں لے جارہی ہے۔

یہ جان بوجھ کر پھنسنے والی بات تھی۔ علی نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ اس لفٹ کو کہاں سے اور کس طرح آپریٹ کیا جاتا ہے چونکہ وہ نہیں جان پایا تھا اس لئے ثانی بھی اس کے ذریعے کچھ معلوم نہیں کرسکتی تھی۔

وہ لفٹ ایک جگہ رک گئی۔ کار کے سامنے ایک آہنی سلائیڈنگ دروازہ دو حصوں میں تقسیم ہوکر کھلنے لگا۔ کھلنے والے دروازے کے عین وسط میں ایک حسینہ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بڑے ناز و انداز سے چلتی ہوئی پچھلے دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھولتے ہوئے بولی "خوش آمدید علی تیمور!"

وہ مریم کے ساتھ کار سے باہر آیا، پھر بولا "یوں استقبال کرنے کا پُراسرار انداز مجھے پسند آرہا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "کیا میں پسند نہیں آرہی ہوں۔ یہ نہیں پوچھو گے کہ میں کون ہوں؟"

"پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ خود ہی بتاؤ گی۔ تم کوئی راز ہو تیں تو چھپی رہتیں یوں ظاہر نہ ہوتیں۔"

"تمہیں یہ سن کر دکھ ہوگا کہ یہاں دھوکا کھاکر آئے ہو۔"

"مجھے جان بوجھ کر دھوکا کھانے میں مزہ آتا ہے۔"

"پھر تو واقعی جی دار ہو، موت کو دعوت دیتے ہو، آؤ چلیں۔"

وہ لفٹ سے باہر ایک وسیع و عریض ہال میں آئے۔ وہ ہال ایک شاہی عیش کدے کی طرح سجا ہوا تھا۔ ایک خوب صورت سا

فوارہ تھا۔ فوارے کے اطراف حوض میں حسین عورتیں ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے اڑا رہی تھیں اور کھلکھلا کر ہنس رہی تھیں۔ کچھ سازبجا رہی تھیں اور کچھ نازک اندام حسینائیں رقص کررہی تھیں۔

مریم نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "توبہ! یہ ہم کہاں آگئے ہیں۔"

علی نے کہا "یہ تھرڈکلاس نوٹنکی کرنے والوں کا تماشا ہے۔"

میزبان حسینہ نے کہا "یہ تماشا نہیں 'کامیابی کا جشن ہے۔ میرا نام شی تارا ہے۔ آج میں نے بیک وقت دو شکار کیے ہیں۔ فرہاد اور یوسف الہران کی بڑی کمزوریاں میری مٹھی میں ہیں۔"

مریم نے کہا "ناچتی ہوئی مورنی بھول جاتی ہے کہ اس کے پاؤں کتنے بھدّے ہیں۔ تو بھی کامیابی کی خوشی میں بھول رہی ہے کہ میرا پاشا اس وقت ہماری گفتگو سن رہا ہوگا' اسے معلوم ہورہا ہوگا کہ میں کہاں ہوں اور کس حال میں ہوں؟ تیری شامت آگئی ہے۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "یہی تو میری پلاننگ ہے کہ وہ ہماری گفتگو سنے اور معلوم کرے کہ میں تمہیں کن راستوں سے گزار کر یہاں لائی ہوں' وہ تجھے بچانے کے لئے یہاں مرنے آئے گا۔ علی کی جانِ حیات بھی یہی حماقت کرنے والی ہے۔"

وہ عیش کدے کی سیر کرنے کے انداز میں چل رہے تھے پھر ایک جگہ رک گئے۔ نگاہوں کے سامنے ایک دروازہ کھل رہا ہے۔ وہاں ایک اور شی تارا نظر آرہی تھی۔ مریم نے حیرانی سے دونوں کو دیکھا۔ وہ دونوں قد اور جسامت میں اور چہرے کے ناک نقشے میں بالکل ایک جیسی تھیں۔ بالکل جڑواں بہنیں لگتی تھیں۔

دوسری شی تارا نے علی کے قریب آکر پوچھا "ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ تم نے ائیرپورٹ پر سونیا ٹائی کو کیوں نہیں پہچانا؟"

علی نے کہا "وہاں ٹائی نہیں تھی پھر کیسے پہچانتا؟"

"ہمارے سرخ نکٹائی والے نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ سُپرادام سلوانہ ہے۔"

"ہاں یہ بتایا تھا لیکن مجھے یقین نہیں تھا۔ میں اپنی جانِ حیات کو کسی کی زبان سے نہیں اپنی آنکھوں سے پہچانتا ہوں۔"

"لیکن ائیرپورٹ پر سب ہی جان رہے تھے کہ وہ سپرادام سلوانہ ہے اور تم یہ جانتے ہو کہ سلوانہ ہی ٹائی ہے۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ جو سلوانہ ہو وہ ٹائی بھی ہو۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ اصلی سُپرادام نہیں تھی۔"

"تم ذرا دیر سے سمجھتی ہو۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ سپرادام کی ڈی ہے؟"

"میرے اور ٹائی کے درمیان کئی طرح کے گونگے اشاروں کی زبان جاری رہتی ہے۔ اسے میرے دماغ میں آنے اور زبان ہلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس ڈی نے لیگیج ہال میں ٹائی کا بتایا ہوا ایک مخصوص اشارہ کیا تھا اور میں سمجھ گیا تھا کہ مجھے اصلی شی تارا کی پرچھائیں تک بھی نہیں پہنچ پائے گی۔"

اس عیش کدے کے نیچے بھی کوئی تہ خانہ تھا۔ اس نے دیکھا' وہ کہہ رہا تھا "میری بہن! صرف اپنے فائدہ پر نہیں ایک سنت سے پے پے سرنا کی آواز سنائی دی۔ علی نے گھوم انحصار کررہنا چاہئے۔"

سیڑھیاں چڑھتی ہوئی ایک اور شی تارا نمودار ہوئی پھر سان پر بھی نظر رکھا کرو۔ میں نے ابھی معلوم کیا ہے۔ سپرادام مسکرا کر بولی "میں ہوں شی تارا تھری۔ میں تمہاری باتیں ہمارے اس اڈے کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ ہمارا تھی۔ ٹائی کی چالاکی معلوم ہوگئی۔ وہ ائیرپورٹ پر اپنی ڈمیوں ڈالرز کا مال پکڑا جائے گا اور یہ بہترین خفیہ اڈا ہمارے خود چھپی ہوئی ہے اور ہمارا تعاقب کرتی ہوئی یہاں پہنچے گی۔ اسے نکل جائے گا۔"

میں ہے لیکن وہ بھٹکتی رہے گی' یہاں نہیں پہنچ سکے گی۔" ایک اور پے پے سرنا نے آکر کہا "دنیا میں ہر جاندار کا جوڑا

"یہ تمہارا خیال ہے اور میرا خیال ہے وہ پہنچ گئی ہے۔ ہوا ہوتا ہے۔ ہماری انڈر گراؤنڈ دنیا میں ہم دونوں کا جوڑا پیدا

خفیہ اڈے کا محاصرہ کررہی ہے۔" ہوتا رہتا ہے۔ ہر پے پے سرنا کے ساتھ ایک شی تارا پیدا ہوتی

"یہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ جگہ جگہ ہمارے ماتحت ہیں۔ باس کا حکم ہے کہ فوراً یہ اڈا خالی کردو۔"

کی گمراہی کررہے ہیں۔ کسی نے تمہاری کار کا تعاقب نہیں وہ تمام شی تارائیں اور دوسری حسینائیں جانے لگیں۔

پھر اسے اس اڈے کا علم کیسے ہوسکتا ہے؟" پانے ایک دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر علی!

دوسری شی تارا نے پوچھا "کیا وہ تمہارے دماغ میں ہمارے ساتھ آؤ۔"

معلوم کرتی رہی ہے؟" وہ کسی سرنا کا حکم نہ مانتا۔ وہیں ہنگامہ شروع کردیتا لیکن وہ تہ

"میں کہہ چکا ہوں جب سے تم دماغ میں آرہی ہو اپنے سے باہر جانے کا راستہ دیکھنا چاہتا تھا اور یہ معلوم کرنا چاہتا آرہی ہے۔" کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے کیا کررہے ہیں۔

"ویسے وہ اگر دماغ میں آکر تمہارے ذریعے یہاں وہ ان کے ساتھ چلتا ہوا ایک دروازے تک آیا۔ دوسرے راستوں کو دیکھتی رہی ہے تو پھر دھوکا کھا گئی ہے کیونکہ نے اس دروازے کو کھولا۔ دوسری طرف ایک سرنگ دور ماتحتوں نے عارضی طور پر تمام راستوں اور گلیوں کے نام نظر آرہی تھی۔ سرنگ کے فرش پر ریلوے لائن بچھی ہوئی تھی ہیں۔ اصل ناموں پر فرضی ناموں کی پلیٹیں چڑھا دی ہیں۔ ایک چھوٹی سی ریل کار کھڑی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک نے

ایک اور شی تارا نے ہنس کر کہا "ٹائی تمہارے ذہن اور نکال کر علی سے کہا "چلو بیٹھو۔"

ہونے والے ناموں کے راستے اور گلیاں تلاش کرتی علی نے کہا "یہ کھلونا دکھا کر دھمکی دوگے تو مجھے یہاں سے ہوگی۔" ہلا نہیں سکوگے۔"

علی نے کہا "جہاں تک تمہاری عقل نے سمجھایا تم "کیا تمہیں زندگی عزیز نہیں ہے؟"

تک داؤ پیچ استعمال کرلئے۔ ہماری عقل نے اس کا "مجھ سے زیادہ تم لوگوں کو میری زندگی عزیز ہے۔ اگر مجھے مار ڈیٹیکیٹو آلہ لگا دیا تھا جو مجھے یہاں تک لائی ہے۔" دوگے تو میرے پاپا کو بلیک میل کیسے کروگے؟"

ایک اور شی تارا تہ خانے کی سیڑھیوں سے ابھر کر دوسرے سرنا نے پہلے سے کہا "ریوالور جیب میں رکھ لو۔ بولی "ٹائی یہاں آکر کس شی تارا کو گرفتار کرے گی؟ مجھے ضائع نہ کرو۔ ہمیں یہاں سے فوراً نکلنا ہے۔"

اسے' یا اسے؟ وہ کسے مارے گی اور کسے پکڑے گی؟" اس نے ہتھیار جیب میں رکھ لیا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ ٹائی

وہ سیڑھی کے پاس آیا۔ نیچے تہ خانے میں جانا چاہتا ہوں کے ساتھ راستہ ڈھونڈ کر وہاں تک چلی آئے گی۔ وہ سب

تاراوس نے سامنے آکر راستہ روک لیا۔ ان میں سے ایک کار میں آکر بیٹھ گئے۔ وہ کار وہاں سے جانے لگی۔ ایسا تہ خانہ

"ادھر جانے کی اجازت نہیں ہے۔" ایک لمبی سرنگ کسی بہت ہی مالدار اور بین الاقوامی سطح کے

دوسری نے کہا "تمہیں قیدی بن کر رہنے کے لئے نے بھی بنوائی ہوگی۔ اس مجرم کو شی تارا نے ٹیلی پیتھی کے ہال کافی ہے۔" ذریعے ٹریپ کیا ہوگا اور آج وہ خفیہ اڈا ان دونوں کے ہاتھوں سے

وہ بولا "تم نہیں چاہتیں کہ میں تہ خانے میں جاؤں اور مائکل رہا تھا۔

چھپائی ہوئی غیر قانونی چیزیں دیکھوں؟ بائی دی وے' میرا وہ ریل کار سرعت رفتاری سے جارہی تھی۔ اس تہ خانے اور اڈے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ٹائی یہاں آکر قانونی طوطی کے حملے سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ علی نے کہا "تم لوگوں نے مجھے اور نہ دیکھنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ سب انڈر گراؤنڈ سے نکل کر مارے گی اور غیر قانونی چیزوں کے ذخائر دریافت کرلے گی۔ است میں رکھ کر اپنے لئے مصیبت مول لی ہے۔ مجھے جہاں لے

ایک نے کہا "اور ہم تمام شی تاراوس کو گرفتار کرلیں

جاؤ گے' میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس جگہ کا علم ہوتا رہے گا۔"

ایک نے کہا "ہم تمہیں بے ہوش کرکے لے جائیں گے۔"

"یہ حسرت ہی رہ جائے گی۔"

سرنا نے کہا "تمہیں میری جسمانی قوت کا اندازہ نہیں ہے۔"

"میں نے اصلی پے پے سرنا کی غیر معمولی جسمانی قوت کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ تم سب نقلی ہو۔ مجھے نقلی قوتوں سے مرعوب نہ کرو۔"

وہ سب خاموش رہے۔ وہ ریل کار کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک جگہ رک گئی۔ انہوں نے علی کو کار سے اترنے کے لئے کہا اور دروازہ کھول دیا۔ علی نے دروازہ کھولنے والے کو اچانک ہی ایک لات ماری۔ وہ لات کھا کر ریل کار سے باہر سرنگ میں گیا۔ اس نے دوسرے کو سنبھلنے اور حملہ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کی ناک پر ایک کراٹے کا ہاتھ مارا' وہ ہاتھ گوشت پوست کا نہیں تھا۔ لوہے کی سلاخ تھا' مار کھانے والا چکرا گیا۔ وہ ذرا جھکا تو علی نے اس کی گردن دبوچ کر اُس کی جیب سے ریوالور نکال لیا۔ کار سے باہر گرنے والے نے اپنی دانست میں پھرتی دکھائی تھی' فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہوگیا تھا۔ اپنا ریوالور نکال کر کار کی کھڑکی کے پاس آتے ہی گولی چلا دی تھی۔ نشانہ درست تھا لیکن علی نے جس کی گردن دبوچ رکھی تھی اسے نشانے پر رکھ دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی جوابی فائرنگ سے دوسرے سرنا کو لڑھکا دیا تھا۔

ڈرائیور رہتا تھا۔ پریشان ہوکر اپنے مرنے والے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔ علی نے کہا "میں زبان کا دھنی ہوں۔ تمہیں قتل نہیں کروں گا اور قانون کی گرفت سے بھی بچاؤں گا۔ اس سرنگ سے باہر لے چلو۔"

وہ دونوں ریل کار سے اتر کر ڈرائیور کے پیچھے چلتے ہوئے ایک زینے تک آئے۔ مریم کہہ رہی تھی "بیٹا! میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس دنیا میں ایسے ایسے خفیہ اڈے اور ایسے جان کے دشمن بھی ہوتے ہیں' آفرین ہے تمہاری ماں پر' جس نے تمہارے جیسے دلیر بیٹے کو جنم دیا ہے۔"

وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ایک دروازے کے پاس آئے۔ علی نے ڈرائیور سے پوچھا "وہ تمام شی تارائیں اور دوسری عورتیں کہاں گئی ہیں؟"

"وہ دوسری ریل کار میں اسی جگہ آئی ہیں۔ اس دروازے کے پیچھے ایک بنگلے کا خفیہ کمرا ہے۔ اس کمرے سے گزرنے کے بعد ایک وسیع ڈرائنگ روم ہے۔"

"اس کا مطلب ہے۔ یہاں دشمن ہماری تاک میں ہیں۔ یہ میں سمجھ رہا ہوں کہ خیال خوانی کرنے والی اصلی شی تارا تمہارے دماغ میں ہے اور میرے موجودہ حالات سے باخبر ہے۔"

"جناب! میرے دماغ میں کوئی نہیں اور اگر کوئی چھپا ہو تو

اسے محسوس نہیں کرسکتا۔ میں سانس روکنے کا ہنر نہیں جانتا ہوں۔"

علی مریم کا بازو پکڑ کر دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا پھر ڈرائیور سے بولا "پہلے تم جا کر دروازہ کھولو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ دیوار پر لگے ہوئے ایک بٹن کو دبایا۔ وہ سلائیڈنگ دروازہ کھلنے لگا۔ "اس دروازے سے ڈرائنگ روم میں جاؤ۔ اگر کوئی ہو تو کہنا' سپر مادام فوجیوں کے ساتھ تہ خانے میں گھس آئی ہے' اس نے دونوں سرداؤں کو قتل کرکے علی اور مریم کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ تم بڑی مشکلوں سے جان بچا کر آئے ہو۔ وہ فوجی کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

وہ دروازے سے گزر کر دوسری طرف ڈرائنگ روم میں گیا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے پورے بنگلے میں گھوم کر دیکھا' کوئی نظر نہیں آیا۔ وہ سب سمجھ گئے تھے کہ سپر مادام تہ خانے میں داخل ہوگی تو سرنگ کے راستے اس بنگلے میں بھی آئے گی اور انہیں گرفتار کرلے گی۔ اسی خوف سے کسی نے وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھا۔ جتنی شی تارائیں تھیں' وہ سب بھاگ گئی تھیں۔

ڈرائیور نے آکر کہا "جناب! بنگلا خالی ہے۔ میں ایک ایک کمرا اور اسٹور روم وغیرہ دیکھ چکا ہوں۔"

علی اور مریم نے بھی بنگلے کے ہر حصے کو دیکھ کر اطمینان کیا پھر وہ آرام سے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ مریم نے کہا "توبہ ہے' میں تو تھک گئی ہوں۔ خدا کو تلاش کرنے میں اتنی مشکلات پیش نہیں آتیں جتنی مجازی خدا کو تلاش کرنے میں پیش آرہی ہیں۔ پتا نہیں پاشا سے کب ملاقات ہوگی۔"

علی نے کہا "پاشا اپنی سلامتی کے لئے دشمنوں سے چھپتا پھر رہا ہے۔ اگر وہ مجھ پر بھروسا کرلے تو کوئی اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"یہی تو میں اسے برسوں سے سمجھا رہی ہوں۔ اسے بابا فرید واسطی کے ادارے میں اپنی خدمات پیش کرنے کے مشورے دے رہی ہوں لیکن وہ آزاد پنچھی کی طرح اڑتا پھر رہا ہے۔ میری تو سنتا ہی نہیں ہے۔"

اسی وقت شی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ علی نے پوچھا "کوڈورڈز؟"

وہ بولی "کوڈورڈز سن کر کیا کروگے؟ میں سمجھ رہی تھی کہ ثانی بن کر اور کوڈورڈز تبدیل کرکے تمہیں فریب دینے میں کامیاب ہوگئی ہوں لیکن تم مجھے فریب دیتے آرہے تھے۔"

"اب تم نے کیا سبق حاصل کیا ہے؟"

"یہی کہ فرہاد اور اس کے رشتے داروں کو چھیڑنا نہیں چاہئے۔ نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ آج ہمارا ایک بہترین خفیہ اڈا ہاتھ سے نکل گیا ہے۔"

"اچھا اب جاؤ اور اللہ اللہ کرو۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغ سے نکل گئی پھر تھوڑی بعد مریم کی زبان سے بولی "میں مریم کے ذریعے مخاطب ہوں بہت چالاک ہو' اپنے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دیتے ہو۔"

"کام کی بات کرو۔"

"مجھے بتاؤ کہ تمہیں میرے فراڈ کا علم کیسے ہوا تھا اور دوران ثانی سے تمہارا رابطہ کیسے رہا تھا؟"

"یہ ہماری اپنی حکمتِ عملی ہے۔ مجھے افسوس ہے' ہمارا طریقۂ کار کبھی معلوم نہیں ہوگا۔"

"تم اپنے بھائی پارس سے بالکل مختلف ہو۔ تم کتنا اور وہ میری ذات سے دلچسپی لیتا ہے۔"

"جس دن اس کی اصلیت معلوم ہوگی' سر پکڑ کے روؤ گی۔"

"یہ بھی مانتی ہوں لیکن اس نے میری ایک ڈمی کو بڑی چالاکی سے ٹریپ کیا ہے۔"

"میرے پاپا نے پے پے سرنا پر بھی تنویمی عمل کیا ہے اس کے متعلق کیا کہتی ہو؟"

"اگرچہ ازبکستان میں اصلی پے پے سرنا ہے لیکن وہ گم رہتا ہے۔ تمہارے باپ نے ایک ڈمی کو ٹریپ کیا ہے۔ تم لوگ بہن بھائی کی پرچھائیں تک بھی نہیں پہنچ سکو گے۔"

"چلو یہ سن کر خوشی ہوئی کہ ہم تمہاری لعنت کی پرچھائیں بھی دور رہیں گے۔ سنا ہے تم دونوں ستاروں کی چال کو خوب ہو پھر تم نے اپنے ستاروں سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ آج گھیرنے کا نتیجہ مایوس کن ہوگا۔"

"ستاروں نے کہا تھا کہ ناکامی کے امکانات اگرچہ ہیں کامیابی کی بھی امید ہے۔"

"کیا یہ درست ہے کہ تین' تیرہ اور تیئیس تاریخیں پارس کے لئے منحوس ہیں۔"

"ہاں' یہ پکی بات ہے۔ یہ تاریخیں ہم دونوں کے لئے سعد ہیں اور منحوس بھی۔ وہ ان تاریخوں میں میرے ہاتھوں مارا جائے گا' یا میں اس کے ہاتھوں اسلام قبول کروں گی اور ایسا میں نہیں کروں گی۔"

"کیا تمہارے ستارے کہتے ہیں کہ تم تقدیر سے لڑسکو گی کبھی ہمارے دین میں نہیں آؤ گی؟"

"ہاں' میرے ستارے حوصلہ دیتے ہیں کہ میں اپنی منہ مزاجی کے باعث صرف اپنے دھرم پر قائم رہوں گی اور پارس حکمتِ عملی سے پارس کو کتے کی موت ماروں گی۔"

"یہی حوصلہ تمہارے ستاروں نے میرے سلسلے میں دیا تھا کیا ہوا؟"

"ہم نے تمہیں اور ثانی کو سمجھنے میں جلدی کی اور دھوکا دیکھی لیکن میں پارس کے معاملے میں بہت محتاط ہوں۔ اس کی ایک ایک رگ کو سمجھنے کے بعد ہی کسی منحوس تاریخ کو آزماؤں گی۔"

اور آزماتے وقت بھی اس سے ہزاروں میل دور رہوں گی۔"

مریم نے کہا "تم میری زبان سے بولتی جارہی ہو۔ یہ بھی تو بولو کہ میرے پاشا کا پیچھا کب چھوڑو گی؟"

وہ بولی "میرے والدین نہیں ہیں۔ میں تمہیں اور پاشا کو ماں باپ بنانا چاہتی ہوں۔ اس سے میری محبت اور خلوص کا اندازہ کرو اور میرے پتا سمان پاشا کو سمجھاؤ۔"

"تم مسلمان ہونا نہیں چاہتیں اور مسلمان کو باپ بنانا چاہتی ہو' اس سے تمہاری دوغلی فطرت کا خوب اندازہ ہو رہا ہے۔"

"انسانی رشتے مذاہب سے بالاتر ہوتے ہیں۔ بہرحال پاشا تم سے شاید گفتگو کرنے کے لئے بے چین ہوگا۔ ہماری باتیں بھی سن رہا ہوگا اگر وہ اپنی مریم سے باتیں کرنا چاہتا ہے تو میں اس بنگلے کا فون نمبر بتا رہی ہوں۔"

اس نے فون نمبر بتایا۔ پاشا ایک جگہ کار میں بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے ائرپورٹ سے چلتے وقت شی تارا اور سرنا کی گفتگو سے معلوم کیا تھا کہ وہ مریم کو کس جگہ لے گئے ہیں لیکن وہاں پہنچا تو پتا چلا' فوجی جوان اس رہائش گاہ کو چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں۔

پاشا وہاں سے دور چلا آیا۔ ایک جگہ گاڑی روک کر مریم اور علی کے ذریعے کئی شی تاراؤں اور کئی سرناؤں کی باتیں سننے لگا پھر پتا چلا اس تہ خانے سے تمام دشمن بھاگ رہے ہیں۔ علی نے دو سرناؤں کو گولی ماردی ہے' یوں اصلی شی تارا اور سرنا یہ بازی ہار چکے ہیں۔

وہ حیران تھا۔ پہلے یہی سمجھ رہا تھا کہ فرہاد کا بیٹا شی تارا کے جال میں پھنس چکا ہے اور اس جال سے نکلنا اس کے لئے ممکن نہیں رہا ہے۔ یہی حیرانی کی بات تھی' بظاہر وہ پھنس رہا تھا لیکن ان دونوں بہن بھائیوں کو پھانس رہا تھا۔ اگرچہ وہ بہن بھائی بھی کافی پُراسرار اور ناقابلِ شکست تھے تاہم پاشا کو علی اور ثانی کی ذہانت یا چالاکیوں کا یقین ہوگیا ورنہ وہ پہلے یہی سمجھتا تھا کہ دشمنوں پر فرہاد کی دہشت طاری رہتی ہے' اس دہشت سے بیٹے بھی تمیں مار خاں نظر آتے ہیں۔ اب یقین ہوا کہ باپ سیر ہے تو بیٹے سوا سیر ہیں۔

اس نے ایک بوتھ میں آکر فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ علی اور مریم نے چونک کر اس رہائش گاہ کے فون کو دیکھا۔ گھنٹی بج رہی تھی۔ مریم نے کہا "شاید پاشا کا فون ہے۔"

علی نے کہا "ہاں۔ ہمیں یہاں کوئی جانتا نہیں ہے۔ پاشا نے شی تارا کا بتایا ہوا نمبر سن لیا ہوگا۔"

مریم فون کی طرف آنے لگی' علی نے کہا "ٹھہرو! دشمنوں کا بھی فون ہوسکتا ہے۔"

وہ ریسیور اٹھا کر بولا "ہیلو کون ہے؟"

پاشا کی آواز آئی "ہیلو علی تیمور! میں تمہاری آواز پہچانتا ہوں۔ آئندہ تم جس روپ میں بھی رہو گے' میں تمہیں آواز کے ذریعے پہچان لیا کروں گا۔ یوں تم بڑے نقصان میں رہے ہو۔"

"یوں تم نے اچھا کیا کہ یہ بات ذہن نشین کرادی۔ میں آئندہ بھیس بدلنے کے ساتھ آواز بھی بدل لیا کروں گا۔ اپنی عقل کا ماتم کرو۔ زیادہ بولنے والے نقصان میں رہتے ہیں۔ لو میری ممی سے بات کرو۔"

اس نے مریم کو ریسیور دیا۔ مریم نے کہا "ہیلو پاشا! تم کہاں ہو؟ مجھے کیوں اپنے پیچھے دوڑا رہے ہو؟"

وہ بولا "تم بہت کام کی چیز ہو مریم! میں تمہارے ذریعے دشمنوں کو اپنے پیچھے دوڑاتے دوڑاتے ایک دن ان کی گردنیں دبوچ لوں گا۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ کیا میں اس عمر میں دوڑنے کے لئے رہ گئی ہوں۔"

"تمہارا یہ بڑھاپا بھی بڑے کام کا ہے۔ دیکھو تم نے فرہاد کے بیٹے کو بیٹا بنالیا ہے' وہ تمہیں ممی کہتا ہے۔ بس اسی طرح رشتے جوڑتی رہو' مجھے فائدہ پہنچتا رہے گا۔"

"میں پوچھتی ہوں' یوں چوروں کی طرح کب تک چھپتے پھروگے۔ عقل سے کام لو۔ بابا صاحب کے ادارے میں پناہ لو۔ تمام دشمن ٹھنڈے پڑجائیں گے۔"

"میں عورت کی عقل سے نہیں سوچتا۔ آزاد رہنا چاہتا ہوں اور آزاد رہنے کے لئے شیر کو جنگل کے دوسرے درندوں سے لڑتے رہنا پڑتا ہے۔"

"میرے پاشا! اب میری زندگی تھوڑی رہ گئی ہے۔ پتا نہیں کب دنیا سے اٹھ جاؤں۔ ایک بار تو تمہارا دیدار ہوجائے۔"

"ہوجائے گا۔ جزیرہ مارکیو سان چلی آؤ۔ میں دشمنوں کو الجھا کر تم سے ملنے ضرور آؤں گا۔"

"میں آج ہی یہاں سے روانہ ہونے کی کوشش کروں گی۔ کیا کل تک تم سے ملاقات ہوسکے گی؟"

"میرے دشمن تمہارے دماغ سے یہ باتیں سن رہے ہیں۔ کیا تم چاہتی ہو انہیں ہماری ملاقات کا دن اور وقت معلوم ہوجائے۔"

"نہیں' مجھ سے غلطی ہوگئی۔ میں اس جزیرے میں آخری سانس تک انتظار کروں گی۔ تم جلدی نہ کرنا۔ سوچ سمجھ کر میرے پاس آنا۔ اللہ کرے ہماری ملاقات سے پہلے سارے دشمن مرجائیں۔"

پاشا نے ہنستے ہوئے رابطہ ختم کردیا۔ مریم خوش ہو رہی تھی شوہر سے جلد یا بہ دیر ملاقات کا یقین ہوگیا تھا۔ اس نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ "پلیز' آج ہی میری روانگی کا انتظام کرو اور تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

علی نے کہا "مجھے نیویارک میں ضروری کام ہے' اسے نمٹا کر آؤں گا۔ اب رات ہوچلی ہے۔ شاید ہی کوئی طیارہ اس جزیرے کی طرف جاتا ہو۔ میں معلومات حاصل کرنے کے بعد تمہاری روانگی سے مطلع کروں گا۔"

کے لئے کچھ کروں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دی۔ کچھ لوگ سرنگ کے راستے آگئے تھے۔ ایک شخص گرج کر کہہ رہا تھا۔ "دروازہ کھولو' ورنہ ہم توڑ دیں گے۔"

علی نے دروازے کے قریب آکر کہا "مادام نے ہمیں بتایا تھا کہ اگر تم مریم کے بیٹے سرتاج پاشا ہو تو پھر دوست ہو' دروازہ کھولو۔"

علی نے دروازہ کھول دیا۔ کئی فوجی دندناتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آگئے۔ علی نے کیپٹن سے کہا "میں ہوں سرتاج پاشا اور یہ میری ممی مریم ہیں۔"

کیپٹن نے مصافحہ کیا پھر ایک بند لفافہ اسے دیا۔ علی نے اسے کھول کر پڑھا۔ ثانی نے لکھا تھا "ٹھیک آٹھ بجے رابطہ ہوگا۔ میرے نئے کوڈ ورڈز ہیں' شی واز شی تارا' سپر مادام سلوانہ۔"

علی نے اس پرچی کو جیب میں رکھ لیا' اب اسے اپنی ثانی کا انتظار تھا۔

○☆○

میں نے اپنی دانست میں بڑا تیر مارا تھا۔ سمرقند میں لیلیٰ اور پارس کے تعاون سے پے پے سرنا' شی تارا اور مریم کو ٹریپ کیا تھا اور انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔

میں نے پے پے سرنا پر اور لیلیٰ نے شی تارا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ انہوں نے معمول بن کر سچ کہا تھا کہ وہ سرنا اور شی تارا ہیں۔ وہ بے چارے خود نہیں جانتے تھے کہ وہ ان دونوں کی ڈی ہیں اور ان دونوں نے اپنی تمام ڈمیوں کے دماغوں کو اتنی گہرائی سے واش کیا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپنا ماضی اور اپنی اصلیت بھول چکے ہیں۔ ہم تنویمی عمل کرنے کے باوجود ان کے دماغ کے کسی گوشے سے ان کی اصلیت معلوم نہیں کرپائے تھے۔

ہم ایک رات اور ایک دن اس خوش فہمی میں رہے کہ وہ اصلی ہیں' پھر شی تارا نے علی کو نیویارک کے ایک خفیہ اڈے میں قید کرنے کی ناکام کوششیں کیں تو پتا چلا ایک نہیں کئی شی تارا اور کئی سرنا ہیں۔ سب کے سب ڈی ہیں۔ ان میں اصل بہن بھائی کون ہے' کوئی نہیں جانتا کیونکہ وہ روپوشی یا گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

انہوں نے یہ ثابت کردیا کہ وہ ہمارے مقابلے میں خاصے تگڑے ہیں اور بڑی عمدہ حکمتِ عملی سے اپنی اپنی ڈی کے ذریعے ہمارے بالکل قریب رہتے ہیں اور دور سے ہماری جوابی کارروائیوں کا مشاہدہ بھی کرتے رہتے ہیں۔

میں نے پارس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹے! ہم ان ..نوں کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہیں۔ محض کامیابی کا فریب کھا رہے ہیں۔"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیسے ممکن ہے۔ کوئی بھی معمول ٹرانس میں آنے کے بعد اپنے عامل سے جھوٹ نہیں بولتا پھر آپ نے اور امی (لیلیٰ) نے ان پر عمل کرتے وقت ان کا جھوٹ کیوں نہیں پکڑا۔ کیا وہ ٹرانس میں نہیں آئے تھے؟"

"آئے تھے لیکن ان دونوں ڈمیوں کے دماغوں سے ان کا ماضی اور ان کی اصلیت بالکل مٹادی گئی تھی۔ وہ دونوں خود کو سچ مچ شی تارا اور سرنا ہی سمجھتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے اس ڈی شی تارا کے ذریعے اصل شی تارا میری معصومیات کو دیکھ رہی ہے۔ موقع پاکر مجھ پر قاتلانہ حملے کرسکتی ہے؟"

"وہ بہن بھائی جو تش وتیا کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ وہ تیو تاریخ گزر چکی ہے جسے تمہارے لئے منحوس سمجھا جارہا ہے۔ آئندہ وہ تیئیس تاریخ کو تمہارے خلاف کچھ کرے گی۔"

"مجھے اس ڈی سے پیچھا چھڑا لینا چاہئے۔ یہ ہمارے کسی کام نہیں آئے گی۔"

اسی وقت رسونتی نے اسے مخاطب کیا "ہیلو بیٹے! میں تمہاری ماما ہوں۔ آمنہ فرہاد۔"

وہ خوش ہوکر بولا "او میری پیاری ماما! ایک طویل عرصے کے بعد آپ کی آواز سن رہا ہوں۔"

"ہاں بیٹے! میں عبادت اور ریاضت میں مصروف رہا کرتی ہوں۔ دنیاداری سے اتنا ہی لگاؤ ہے' جتنا ضروری ہونا چاہئے۔"

میں نے کہا "میری آمنہ! میں پارس کے پاس موجود ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ بس تمہاری باتیں سن کر ہی آئی ہوں۔ یہ درست ہے کہ پارس کے ساتھ شی تارا کی ڈی ہے لیکن پے پے سرنا اصلی ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں اصل کی پہچان یہ ہے کہ وہ آتما شکتی کا طریقہ کار جانتا ہے اور آتما کی شکتی سے ہزار میل دور بیٹھے ہوئے مطلوبہ شخص کو دیکھ لیتا ہے پھر اس کی حرکات وسکنات سے اس شخص کے ارادوں کو بھانپ لیتا ہے۔ وہ پرسوں رات آتما شکتی کے ذریعے باربرا کے پاس گیا تھا' جناب علی اسداللہ تبریزی نے اس رات اس کی آتما شکتی میں رکاوٹیں ڈالی تھیں۔ اگر وہ ڈی ہوتا تو جناب تبریزی صاحب بھی دھوکا نہ کھاتے۔"

"گویا ہم ایک حد تک کامیاب ہیں۔ اصل سرنا ہمارے قابو میں ہے۔"

"میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی کہ شی تارا تمہاری نصف کامیابی کو ناکامی میں بدل سکتی۔"

"تم اس سے زیادہ کیوں نہیں کہہ سکتیں۔ ایک مدت کے بعد آئی ہو' میرے دماغ میں آؤ' مجھ سے کچھ دیر باتیں کرو۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے صوفے سے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے شی تارا کھڑی ہوئی تھی۔ دروازہ کھلتے ہی اندر آتے ہوئے بولی "میں نے اپنے موجودہ حالات پر ٹھنڈے دماغ سے غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچ رہی ہوں کہ تمہاری دشمن بن کر نہیں رہ سکوں گی۔ آئندہ تمہاری شریکِ حیات بن کر رہوں گی۔"

"تمہارے اس فیصلے سے تقدیر نہیں بدلے گی۔ تین' تیرہ اور تیئیس تاریخوں کو مجھے ہمیشہ تمہاری طرف سے جان کا خطرہ رہے گا۔"

"جب میں دھرم بدل کر تمہاری بیوی بن جاؤں گی تو تمہاری جان کی دشمن نہیں رہوں گی۔"

"اصلی شی تارا کے دھرم بدلنے اور مسلمان بننے سے خطرہ ٹلے گا اور تم اصلی نہیں ہو۔ شی تارا کی ایک ڈی اور آلۂ کار ہو۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں اصلی ہوں۔ ثبوت یہ ہے کہ میں خیال خوانی کرتی ہوں' ابھی تمہارے دماغ میں آسکتی ہوں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ اصلی شی تارا اس وقت تمہارے دماغ میں موجود ہے' وہ اپنی کسی بھی ڈی کو سکتے کی حالت میں رکھ کر خیال خوانی کرتی ہے۔ دیکھنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ تمہاری جیسی ڈی خیال خوانی میں مصروف ہے۔"

"تم خواہ مخواہ شک کررہے ہو' دراصل میں....."

پارس نے بات کاٹ کر کہا "دراصل شی تارا کو یہ معلوم نہیں ہے کہ میرے پاپا اس وقت سرنا کے ساتھ کیا سلوک کررہے ہیں اور اس کے ساتھ جو ہو رہا ہے' وہ میں نہیں بتاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چند سیکنڈ کے لئے چپ رہا پھر بولا "اگر تم اصلی ہو تو اب میرے دماغ میں آؤ۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی پھر اس نے آنکھیں بند کرکے دوبارہ یہی کوشش کی۔ پارس نے مسکرا کر کہا "میں نے اصلی شی تارا کو اس کے بھائی کے پاس جانے پر مجبور کردیا ہے۔ ابھی وہ تمہارے اندر نہیں ہے اس لئے خیال خوانی کی فضول کوشش نہ کرو۔"

وہ آنکھیں کھول کر اسے پریشانی سے دیکھتے ہوئے بولی "میں ڈی نہیں ہوں' پتا نہیں ابھی کیا ہوگیا ہے۔ خیال خوانی کو پرواز نہیں مل رہی ہے۔"

"اصلی نے تمہارا برین اس طرح واش کیا ہے کہ تم مرتے دم تک خود کو اصلی شی تارا ہی سمجھتی رہو گی۔"

اچانک وہ غصے سے بولی "تم پکے فراڈ ہو۔ ابھی میں نے بھائی سرنا کے پاس جاکر دیکھا ہے۔ وہ خیریت سے ہے اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا جارہا ہے۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "دیکھا' اصلی شی تارا اپنے بھائی کے پاس گئی تھی۔ اب چاہو تو تم خیال خوانی کرسکو گی۔"

وہ اچانک ہنسنے لگی پھر کہنے لگی "تم زبردست مکار ہو۔ میں

"مجھے افسوس ہے۔ عبادت اور ریاضت کا تقاضا ہے کہ میں کسی بھی دنیاوی رشتے سے خاص لگاؤ نہ رکھوں۔ البتہ بوقتِ ضرورت خلقِ خدا کے کام آتی رہوں۔ ایک اہم معلومات فراہم کرچکی ہوں۔ اب جارہی ہوں خدا حافظ۔"

اب جانے کے بعد ہم باپ بیٹے چند لمحوں تک خاموش رہے پھر پارس نے کہا "ماما بالکل بدل گئی ہیں۔"

"بیٹے! بہت کم خوش نصیب ایسے ہوتے ہیں جنہیں صراطِ مستقیم پر چلنا نصیب ہوتا ہے۔"

"ہمیں یہ معلوم ہوچکا ہے کہ پے پے سرنا اصلی ہے۔ آپ اس کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کریں گے؟"

میں نے کہا "اس پر تنویمی عمل کرنے کے دوران اس کی سوچ نے بتایا تھا کہ جو تش وتیا کے مطابق کوئی اسے اور اس کی بہن کو سات دنوں سے زیادہ اپنے زیرِ اثر نہیں رکھ سکے گا۔ آٹھویں دن وہ تنویمی سحر سے آزاد ہوجائیں گے لہٰذا یہ اصلی سرنا بھی ہم سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔"

"پاپا! کچھ ایسا سلسلہ ہو کہ ہم سرنا کے ذریعے اصلی شی تارا تک پہنچ سکیں اور سرنا تنویمی اثر سے نجات پاکر بھی ہماری نظروں میں رہے۔"

"میں نے ان کے تمام خفیہ اڈے معلوم کئے ہیں۔ سرنا کے دماغ سے ان دونوں سے تعلق رکھنے والا ایک ایک راز معلوم کیا ہے لیکن اصلی شی تارا جو آزاد ہے اور اپنے بھائی کو سحرزدہ دیکھ رہی ہے' وہ یہ بھی سمجھ رہی ہوگی کہ میں اس کے بھائی کے دماغ سے کیا کچھ معلوم کررہا ہوں۔ وہ محتاط ہوگئی ہوگی۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں میں اس نے تمام اہم دستاویزات اور ہیرے جواہرات دوسری جگہ منتقل کئے ہوں گے۔ خود ایسی جگہ روپوش ہوگی' جہاں ہم سرنا کی راہنمائی سے بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"ان دونوں میں بڑی محبت ہے۔ وہ کبھی نہ کبھی محبت سے مجبور ہوکر بھائی سے کہیں ملاقات کرے گی۔"

"شی تارا بہت چالاک ہے' شاید ایسی جذباتی غلطی نہ کرے پھر بھی میں آج ہی سے پے پے سرنا کو نشے کا عادی بناؤں گا تاکہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر نہ رہنے کے باوجود وہ نشے کے باعث دماغی طور پر کمزور رہے۔ ہمیں اس کے دماغ میں جگہ ملتی رہے اور ہم شی تارا کو اس کی دماغی توانائی بحال کرنے کا موقع نہ دے سکیں۔"

میں سرنا کے پاس چلا گیا۔ ایک شی تارا پارس کے ساتھ اس کی رہائش گاہ میں تھی۔ پارس نے اسے اصلی سمجھ کر اس چکر میں ڈالا ہوا تھا کہ وہ اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے تاکہ وہ اس عذاب میں مبتلا رہے کہ جسے قتل کرنا چاہتی ہے' وہی اس کے جسم وجاں کا مالک اور اس کے بچے کا باپ بن گیا ہے مگر اب یہ کھیل نتیجہ خیز نہیں رہا تھا۔ وہ اصلی نہیں تھی اس ڈی کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی۔

نے تمہارے متعلق سنا تھا اور تمہارا تمام ریکارڈ پڑھا تھا۔ اس لئے شروع سے محتاط ہوں۔ تم سے دور رہ کر اپنی ڈی کے ذریعے تم باپ بیٹے کی چالاکیاں دیکھ رہی تھی۔"

"خود کو رُوپوش رکھ کر اپنے حق میں برا کر رہی ہو۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ جو چیز چھپائی جاتی ہے اسے دریافت کرنے کے لئے آدمی جی جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ اسے کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ نکالتا ہے۔"

"تو پھر مجھے ڈھونڈ نکالو۔"

"یہ چیلنج ہے یا تمہاری خواہش کہ عاشق کی طرح ڈھونڈنے نکلوں؟"

"خبردار! مجھ سے عشق و محبت کی باتیں نہ کرنا۔"

"کیا اپنے مقدر کو خبردار کہہ سکتی ہو؟ کاتبِ تقدیر نے پہلے ہی تمہیں میرے نام لکھ دیا ہے۔"

"اور میرے ہاتھوں تمہاری موت بھی لکھ دی ہے۔"

"میں تین مخصوص تاریخوں میں تمہیں نظر نہیں آؤں گا۔ باقی ہر ماہ کے ستائیس دن تمہارے ساتھ ہولی کھیلوں گا اور ستائیس راتوں میں دیوالی منایں گا۔"

"میں تم سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتی۔"

"مگر کر رہی ہو۔"

وہ چپ رہی۔ پارس نے کہا "دیکھا میں کس طرح بولتی بند کر دیتا ہوں۔"

"یو شٹ اپ! میں تمہاری بولتی بند کر دوں گی۔"

"دیکھا پھر بول پڑیں۔"

"میں نفرت سے بول رہی ہوں۔"

"کسی بہانے بولی تو رہی ہو۔"

وہ دفاعی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ پریشان ہونے لگی کہ واقعی نفرت بھی کر رہی تھی' بولنا بھی نہیں چاہتی تھی اور بول بھی رہی تھی۔ جی چاہتا تھا اس سے الجھتی رہے لیکن الجھنے کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ کسی طور رابطہ رکھا جا رہا ہے۔

اس وقت اُس کا ذہن بوجھل سا تھا۔ پہلا پریشان کن بوجھ یہ تھا کہ جان سے پیارا بھائی سرنا میرے زیرِ اثر تھا۔ ایک قیدی بنا ہوا تھا۔ میں اسے موقع نہیں دے رہا تھا کہ وہ اپنے بھائی پر دوبارہ تنویمی عمل کرے اور اسے میرے سحر سے نجات دلائے۔ وہ اس سلسلے میں آدھی رات کے بعد تین بار کوششیں کر چکی تھی۔ میں سرنا کے دماغ سے جانے سے پہلے اسے لاک کر دیتا تھا۔ وہ بمن کے آتے ہی سانس روک لیتا تھا اور وہ ناکام واپس چلی جاتی تھی۔

دوسرا بوجھ یہ تھا کہ وہ نیویارک میں علی اور ثانی کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہی تھی اور ایک بہت بڑا اور اہم خفیہ اڈا اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں' بڑی محنت سے تیار کئے ہوئے ڈی سرنا اور ڈی شی تارا میں سے دو عدد سرنا' علی کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔

تیسرا پارس تھا جو مستقل عذاب بنا ہوا تھا۔ وہ بمن بھائی بن کر سکون سے زندگی گزار رہے تھے پھر شامت آئی تھی کہ اپنے باپ کی نصیحت بھول گئے تھے۔ باپ نے مرنے سے پہلے سمجھایا تھا' فرار اور اس کے خاندان والوں سے دور رہو۔ کبھی اتفاقاً سامنا ہو تو ان سے کترا کر نکل جاؤ۔ ان سے ٹکرانے اور برتری جتانے میں فائدے تو ہیں مگر نقصانات زیادہ ہیں۔

شی تارا نے پوچھا تھا "لیکن بابو! تقدیر کا یہ فیصلہ کیسے بدلا گا کہ پارس کو تین مخصوص تاریخوں میں میرے ہاتھوں سے مرنا ہے یا مجھے اس کے زیرِ اثر آ کر اپنا دھرم بدلنا ہے؟"

باپ نے کہا "بیٹی! وقت کے ساتھ ساتھ ستارے اپنی چال بدل دیتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی منحوس گھڑی اچانک ہی ٹل جاتی ہے۔ اسے ٹالنے میں بھی انسانی تدبیر اور عمل کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ اگر تم بمن بھائی کبھی فرہاد اور پارس وغیرہ کی طرف رخ نہ کرو تو کسی حد تک شی تارا کے مقدر میں تبدیلی آ سکتی ہے۔"

وہ بولی "ہم کبھی ان کی طرف جانا گوارا نہیں کریں گے۔"

باپ نے کہا "دوسری اہم بات یہ ہے کہ اپنی زندگی میں پارس کے آنے سے پہلے کسی اور سے شادی کر لے گی تو بے دھرم ہونے کا اندیشہ ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ پارس کبھی کسی بیاہتا عورت میں دلچسپی نہیں لیتا ہے۔"

اسے باپ کی دونوں نصیحتیں یاد تھیں۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اپنی پسند کے کسی گھبرو جوان سے شادی کر لے گی اور اپنی زندگی سے ہمیشہ کے لئے پارس کا کانٹا نکال پھینکے گی۔

اتنی بڑی دنیا میں گھبرو جوانوں کی کمی نہیں ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ ایک ہی نظر میں حسیناؤں کے دل لوٹ لیتے ہیں۔ شی تارا نے خوب سے خوبرو جوانوں سے دوستی کی۔ کسی نے اسے کمزور حسینہ سمجھ کر دست درازی کی تو اس کے ہاتھوں بے موت مارا گیا۔ کوئی خوبروئی میں یکتا نکلا تو حیثیت اور معیار میں کم تر ثابت ہوا۔ کچھ ایسے بھی آئے جو اپنی تمام دولت اس پر لٹانے کو تیار تھے لیکن دولت تو شی تارا کی ٹھوکروں میں رہتی تھی۔ بڑے سے بڑا شہ زور اس کی ٹیلی پیتھی کے آگے چوپا تھا۔ کوئی ایسی غیر معمولی صلاحیت نہیں رکھتا تھا' جس کے بل پر وہ اس حسینہ سے برتر کہلاتا اور وہ کسی کم تر کو اپنے جسم و جاں کا مالک بنانا اپنی توہین سمجھتی تھی۔

پے پے سرنا نے کہا "میری بہنا! میری نظروں میں کوئی ایسا مرد نہیں ہے جو تیری صلاحیتوں کے آگے دم مارے' جو بھی آئے گا وہ تیرے پاؤں کی دھول ہو گا۔ بہتر ہے کسی خوبرو جوان کو اپنا لے شادی کے بعد اسے جوتی بنا کر پہنے رہنا۔ اس جوتی کے طفیل پارس کی بلا ٹل جائے گی۔"

شی تارا نے بلا ٹالنے کے لئے آخر ایک ایسے جوان کا انتخاب کیا جو خوبرو اور شہ زور تھا۔ اس کا باڈی گارڈ بن کر رہ سکتا تھا پھر وہ

اپنے دھرم کا راجپوت تھا' قول کا سچا اور عمل کا پکا تھا۔ شی تارا نے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت اس پر ظاہر نہیں کی تھی۔ چپ چاپ اس کے چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں سچا اور کھرا شخص تھا۔

لیکن شی تارا کو جو بات ناگوار گزری' وہ یہ تھی کہ وہ شادی کے بعد اسے اپنی جودھپور والی حویلی میں رکھنا چاہتا تھا۔ جبکہ وہ پابندی میں رہنے کی قائل نہیں تھی۔ سرنا نے کہا "جگ پال! جودھپور اور ہندوستان کو بھول جاؤ۔ دنیا کے ہر شہر میں میری بہن نے راج محل تعمیر کرائے ہیں۔ ہر ملک کی کرنسی تمہارے قدموں میں رہا کرے گی۔ تم شادی کے بعد میری بہن کے ساتھ رہو گے۔"

"سوری مسٹر سرنا! راجپوت گھر داماد بننے کے لئے پیدا نہیں ہوتے۔ شادی ہمارے رسم و رواج کے مطابق ہو گی۔ دلہن میرے گھر آئے گی۔ میں اس کے گھر نہیں جاؤں گا۔"

شی تارا نے کہا "تم تو مجھ سے محبت کرنے کے دعوے کرتے تھے۔"

"سچ بھی کرتا ہوں لیکن مردانگی ہار کر محبت نہیں ہوتی' غلامی ہوتی ہے۔"

"اپنی زبان کی لمبائی سے زیادہ نہ بولو۔ میں چٹکی بجا کر تمہیں غلام بنا سکتی ہوں۔"

"شی تارا! تم میں یہی ایک برائی ہے۔ تم بہت مغرور ہو۔ پلیز محبت کی زبان سے بولو۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں' میری محبت کی قدر کرو۔"

"ضرور قدر کروں گی۔ کل صبح کا سورج دیکھنے سے پہلے تم میرے تابعدار بن جاؤ گے۔"

وہ اینٹھ کر کے چلی گئی۔ جگ پال مایوس ہو کر سوچنے لگا۔ اس کے ساتھ زندگی نہیں گزرے گی۔ یہ ہمیشہ برتری کے غرور میں رہے گی۔ بہتر ہے اس کی محبت کو دل سے نوچ کر پھینک دوں۔ دل پر صدمہ گزرے گا لیکن ایک عورت کے زیرِ اثر رہنے سے بہتر ہے کہ محبت میں ناکامی کا صدمہ برداشت کیا جائے۔

اس رات وہ بستر پر آیا تو محسوس ہوا اس پر نیند غالب آ رہی ہے۔ جبکہ وہ سونے سے پہلے گھنٹا بھر کوئی کتاب یا رسالہ پڑھنے کا عادی تھا۔ بہرحال وہ خلافِ معمول سو گیا۔ خواب میں شی تارا کو دیکھا' وہ مسکرا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "اسی لمحے سے تمہاری غلامی کا دور شروع ہو رہا ہے۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کہہ نہیں پا رہا تھا اور وہ کہہ رہی تھی۔ "تم نیند میں ہو لیکن میرے سحر میں جکڑے ہوئے ہو۔ میں نے سوچا تھا کبھی تم پر عمل نہیں کروں گی' تمہیں زبردستی اپنانے سے وہ لطف حاصل نہیں ہو گا جو قدرتی طور سے محبت پا لینے کے بعد ہوتا ہے لیکن تم بڑے مردِ بنتے ہو' مجھے پابندیوں میں رکھنا چاہتے ہو۔ اس لئے تمہیں تابعدار بنا کر رکھنا لازمی ہو گیا ہے۔"

وہ اسے خواب ہی سمجھ رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ جواباً کچھ کہنے کے قابل نہیں رہا ہے' وہ بولی "میں تجھے بولنے کی توانائی دیتی ہوں۔ بول کیا کہنا چاہتا ہے؟"

اسے قوت گویائی ملی۔ اس نے پوچھا "تم اتنی بدلی ہوئی سی کیوں لگ رہی ہو۔ تمہارے چہرے پر پہلے جیسی محبت کا نور نہیں ہے۔ تم ایک خوب صورت بلا دکھائی دے رہی ہو۔"

"تم میری شرائط پر محبت اور شادی نہیں کرنا چاہتے اس لئے میں ایسی بلا بن گئی ہوں جس سے تم مرتے دم تک نجات حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"میں تم پر تنویمی عمل کر رہی ہوں۔ تم راضی خوشی میرے معمول بنو گے۔"

"نہیں' تمہارا یہ عمل محبت کی توہین ہے۔ چلی جاؤ۔ میرے سامنے سے چلی جاؤ۔"

"بیوقوف! میں تیرے سامنے نہیں' تیرے دماغ کے اندر ہوں۔ تو نیند میں ہے لیکن خواب نہیں دیکھ رہا ہے۔ میرے سحر میں مبتلا ہو کر مجھے دیکھ رہا ہے اور میری باتیں سن رہا ہے۔ اب کچھ دیر بعد میرا غلام بننے والا ہے۔"

"شی تارا! تو ایک ہندوستانی لڑکی ہے اور ہندوستانی لڑکیاں اپنے پریمی اور پتی کے لئے جان دیتی ہیں۔ ان کی توہین برداشت نہیں کرتیں اور تو مجھے غلام بنا کر میری توہین کر رہی ہے۔"

"میں کسی کو اپنا پتی بنانے کے لئے برسوں سے بھاگ دوڑ میں لگی ہوں اور اس نتیجے پر پہنچ گئی ہوں کہ مرد شوہر بننے کے بعد اپنی برتری جتاتے ہیں۔ مجھے حکومت کرنے والے پسند نہیں ہیں اور نہ ہی غلام بن کر رہنے والے پسند ہیں۔"

"پھر مجھے کیوں غلام بنا رہی ہو؟"

"یہ ایک مجبوری ہے۔ میں تجھ سے شادی نہیں کروں گی تو ایک بدمعاش مسلمان میری زندگی میں آ جائے گا۔"

"تو کیسی نادان ہے۔ ایک مسلمان کا راستہ روکنے کے لئے اپنے ہی ایک ہندو کو غلام بنا رہی ہے۔"

"بکواس مت کر۔ یہ میری مجبوری ہے۔"

"میں اپنے چند سوالوں کے جواب چاہتا ہوں۔"

"جو بولنا ہے جلدی بول۔"

"کیا تنویمی عمل کے بعد میں واقعی اپنی غیرت اور راجپوتانہ وقار کو بھول جاؤں گا؟"

"صرف میرے سامنے بھول جایا کرے گا۔ مجھ سے دور رہ کر غیرت مند راجپوت رہا کرے گا۔ جیسے ہی میں تیرے دماغ میں آ کر بلاؤں گی تو کتے کی طرح دُم ہلاتا ہوا میرے قدموں میں آ جایا کرے گا۔ اپنی انا' خودداری اور غیرت سب بھول جایا کرے گا۔"

"میں مرد ہوں' تجھ سے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گا لیکن اپنی

آزادی کی موت پر میری آخری خواہش پوری کردے۔"

"کیا ہے تیری خواہش؟"

"یہی کہ غلامی کی حالت میں بھی میری غیرت اور خودداری زندہ رہے۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ جو خوددار ہوتے ہیں' وہ غلام نہیں ہوتے اور جو غلام بن جاتے ہیں ان کی خودداری مرجاتی ہے۔"

"اور جب تو سامنے نہ رہے تو؟"

"تو میرا وعدہ ہے تو ہر حال میں غیرت مند راجپوت رہے گا۔ بس اب خاموش ہوجا۔"

وہ اس پر عمل کرنے لگی۔ بے چارہ محبت کرکے پھنس گیا تھا۔ دوسری صبح ہونے تک اس کا معمول اور تابعدار بن گیا۔ جب تیسری نیند کے بعد آنکھ کھلی تو کوئی غیر معمولی بات سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ پچھلی رات کے عمل کو بھول گیا تھا پھر شی تارا آئی۔ اس سے بولی "جب میں نظر آؤں' میری تعظیم کے لئے اٹھ کر کھڑے ہوجایا کرو۔"

وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر بولا۔ "میں آپ کا تابعدار ہوں۔ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کیا کروں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "آج ہماری شادی ہے اور شادی کے بعد تم ہندوستان اپنے ماں باپ کے پاس نہیں جاؤ گے' میرے پاس رہا کروگے۔"

"میں تمہارے پاس رہوں گا۔ تمہاری خدمت کرتا رہوں گا۔"

وہ فاتحانہ انداز میں مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ اس کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی جگ پال نے سوچا "یہ میں کیسی زن مریدوں والی باتیں کررہا تھا؟ مجھے کیا ہوگیا تھا؟"

اسے اپنے اندر شی تارا کی آواز سنائی دی "جگ پال! تمہیں غلامی کا روگ لگ گیا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "یہ..... یہ تو شی تارا کی آواز ہے۔ یہ میرے اندر کیسے گونج رہی ہے؟"

"یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ میں واقعی شی تارا تمہارے اندر بول رہی ہوں۔"

"ہے بھگوان! کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

"ہاں' جب تک تمہارے سامنے یا تمہارے اندر رہوں گی تم میرے تابعدار بن کر رہوگے۔ بولو! ابھی خود کو کیا سمجھ رہے ہو۔"

"تمہارا غلام سمجھ رہا ہوں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "میرے جاتے ہی تم غیرت مند راجپوت بن جاؤ گے۔ لو جارہی ہوں۔"

اگلے لمحے جگ پال نے چونک کر سوچا "ہاں' میں غیرت مند ہوں۔ میں کسی عورت کی غلامی کبھی قبول نہیں کروں گا۔"

ایسا سوچنے کے باوجود اس نے شام کو بڑے بڑے معزز افراد کی موجودگی میں اس سے شادی کرلی۔ یہ شرط پیش نہیں کی کہ دلہن کو جودھپور کی حویلی میں لے جاکر رکھے گا۔

چند عورتیں شی تارا کو دلہن کی طرح سجے ہوئے کمرے میں لے گئیں۔ جگ پال اپنے کمرے میں آیا۔ اس کے دوست بھی آئے۔ اس نے کہا "پلیز' مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میں تھوڑی دیر کے لئے تنہا رہنا چاہتا ہوں۔"

دوست چلے گئے۔ وہ دروازے کو اندر سے بند کرکے سوچنے لگا "مجھے شی تارا کے سامنے کیا ہوجاتا ہے۔ میں اس کا غلام کیوں بن جاتا ہوں۔"

وہ ٹہلتے ہوئے حیرانی سے سوچ رہا تھا "تعجب ہے' اتنی بڑی خوشی میں نے اپنے والدین اور قریبی رشتے داروں کو شریک نہیں کیا۔ شی تارا نے شادی کا حکم دیا اور میں نے شادی کرلی۔"

وہ بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوگیا۔ اس کی غیرت اور مردانگی اسے چین کررہی تھی۔ یوں ایک عورت کے اشارے پر چلنے کے بارے شدت سے توہین محسوس کررہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے غلام بنارہی ہے۔ جب وہ سامنے ہوتی ہے اور دماغ میں نہیں ہے تو میں تابع دار بن جاتا ہوں پھر اس کے دور ہونے کے بعد ایک مرد راجپوت کی طرح غیرت مند بن کر پچھتانے لگتا ہوں کہ ایک عورت کا تابعدار نہیں رہنا چاہئے۔

وہ پھر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا "میں کیا کروں؟ یہ تو ساری زندگی اسی طرح میرے ہوش وحواس پر مسلط رہے گی اور میں قریب نہیں بھی اس کا گلا نہیں دبا سکوں گا۔ ایک کتے کی طرح اس کے قدموں میں لوٹتا رہوں گا۔ ہے بھگوان! میری سہائتا کر۔ میں کیسے نجات حاصل کروں؟"

یہ اِدھر گہری سنجیدگی سے فیصلہ کررہا تھا کہ جان دے دوں گا لیکن عورت کا غلام بن کر یہ نئی زندگی شروع نہیں کرے گا۔

اُدھر وہ دلہن بنی پھولوں کی سیج پر بیٹھی محسوس کررہی تھی کہ دلہن نہیں ایک مالکہ ہے۔ وہ پیار سے آنے والے جیون ساتھی نہیں بلکہ غلام بن کر آنے والے ایک ایسے شخص کا انتظار کررہی تھی۔ جو صحیح معنوں میں شوہر نہیں ہوگا۔ اس پر صرف شوہر کا لیبل لگا ہوگا۔

دلہن بننے والی لڑکی کی ایک قدرتی خوشی ہوتی ہے کہ اس کے جسم وجاں کا مالک آرہا ہے۔ یہی خوشی اسے نہیں مل رہی تھی کیونکہ جو مالک بننے والا تھا' اس کی وہ پہلے ہی مالکہ بن چکی تھی۔ اسے اپنے بس میں کرچکی تھی۔ اب اپنے مرد کے بس میں جانے کی مسرت کیسے ملتی؟

وہ حالات سے سمجھوتا کررہی تھی۔ دل کو سمجھا رہی تھی کہ پارس کا راستہ کاٹنے کے لئے ایسا کررہی ہے۔ آج سے وہ مسلمان ہمیشہ کے لئے اس سے دور ہوچکا ہے اور آئندہ کسی راستے سے اس کی زندگی میں داخل نہیں ہوگا۔

محض خیال نہیں تھا۔ لگن منڈپ میں جانے اور بیاہ رچانے سے پہلے اس نے اپنی جنم کنڈلی اور ستاروں کی چال دیکھی تھی اور یہ یقین حاصل ہوا تھا کہ جگ پال سے شادی ہوتے ہی پارس کے آنے اور اس کے بے دھرم ہونے کا اندیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے گا لیکن ستارے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ شاید وہ شادی کرنے میں ناکام رہے گی۔

اس نے ستاروں کی پیش گوئی ختم کردی تھی اور شادی کرچکی تھی اور اب سہاگ کی سیج پر بیٹھی دُلہا کا انتظار کررہی تھی۔ اگر وہ غلام شوہر کی طرح نہ آتا تو اسے خیال خوانی کے ذریعے آنے پر مجبور کردیتی' ویسے وہ آگیا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر شی تارا نے گھونگٹ کو ذرا اور لانبا کرلیا۔ سر کو جھکالیا۔ بس یہیں ایک بار دلہن سر جھکاتی ہے اس کے بعد عمر بھر ساری عمر جھکتا رہتا ہے۔

وہ قریب آگیا۔ اس کی گہری گہری سانسیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ ہانپتے ہوئے بولا "اچھا ہوا تم گھونگٹ میں ہو۔ نہ تمہیں دیکھوں گا اور نہ حیرزدہ ہوسکوں گا۔ مجھے یہ کہنے کا موقع مل رہا ہے کہ میں ایک سچا غیرت مند راجپوت ہوں۔ جو دل میں ٹھان لیتا ہوں' وہ کرگزرتا ہوں۔ میں نے قسم کھالی ہے کہ میں تمہارا شوہر بن کر نہیں رہوں گا۔ تمہارا باپ بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے تمہارا شوہر بننے پر مجبور نہیں کرے گا۔"

وہ اس چیلنج پر غصے سے بھڑک گئی۔ گھونگٹ کو نوچ کر ایک طرف پھینکتے ہوئے کچھ کہنا چاہتی تھی پھر اسے دیکھ کر سکتے میں رہ گئی۔

جگ پال کی حالت قابلِ دید تھی۔ اس کا لباس اس کے لہو سے بھیگ رہا تھا۔ وہ پھولوں کی سیج پر سے اٹھتے ہوئے بولی "کیا تو خودکشی کررہا ہے؟"

"نہیں میں زندہ رہوں گا لیکن تیرا مردہ شوہر رہوں گا۔ تجھے میں اپنی ذات سے سہاگ کی خوشیاں حاصل نہیں کرنے دوں گا۔"

"اگر تو نے خودکشی کی حماقت نہیں کی ہے اور اگر تیرے نصیب میں زندہ رہنا ہے تو پھر میں تیرے نصیب میں زندگی بھر کی غلامی لکھ چکی ہوں' تو میری ایک ایک خواہش ایک ایک خوشی پوری کرے گا۔"

"شی تارا! تیری ٹیلی پیتھی اس راجپوت کی ضد اور خودداری کے آگے ہار گئی ہے۔ یقین نہ ہو تو مجھے سہاگ کی سیج پر بلا کر دیکھ لے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے چودہ خیالات پڑھے تو شدید حیرانی سے اس ضدی مرد کو دیکھتی رہ گئی۔ اس کے خیالات بتارہے تھے کہ اس نے خودکشی نہیں کی ہے بلکہ خود کو اس طرح زخمی کیا ہے کہ آئندہ کبھی شی تارا کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم نہیں کرسکے گا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے غلام بنا سکے گی لیکن اس غلام سے کسی خواہش کی تکمیل نہیں کرا سکے گی۔

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی "نہیں..... یہ تو نے کیا کیا؟"

"میں نے غلامی سے نجات پانے کے لئے ایک نمونہ پیش کیا ہے اس کے بعد بھی تو میرے ہوش وحواس پر قبضہ جمائے رکھنا چاہے گی تو میں اپنی جان پر کھیل جاؤں گا۔"

شی تارا نے سرنا کو بلا کر کہا "اسے اسپتال بھیج دو۔ میں نے ایسے راجپوت نہیں دیکھے جو اپنی مردانگی کو قتل کردیتے ہیں۔"

وہ بولا "میں نے صرف اس مردانگی کو قتل کیا ہے جو تیرے لئے ہوسکتی تھی۔ میں آج بھی اپنے دیش اور دھرم کے لئے اور اپنے والدین کی خدمت کے لئے اور دکھی انسانیت کو اپنا خون دینے کے لئے پہلے جیسا شہ زور اور جان دار مرد ہوں۔"

سرنا کے آدمی اسے اٹھا کر اسپتال لے گئے۔ جگ پال کی اس حرکت سے اگرچہ شی تارا کی توہین ہوئی تھی تاہم یہ بات ذہن میں نقش ہوگئی کہ مرد ایسے بھی ہوتے ہیں جو نہ دولت سے خریدے جاتے ہیں اور نہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے غلام بنائے جاسکتے ہیں۔ اگر وہ اتفاقاً اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کرتی اور اسے ذہنی مریض بنادیتی تو وہ مرجاتا یا پاگل ہوجاتا لیکن اس کی غلامی کے قابل نہ رہتا۔

اس نے جگ پال سے انتقام نہیں لیا۔ اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ کچھ عرصے اس خوش فہمی میں رہی کہ شادی تو ہوچکی ہے۔ اب پارس اس کی زندگی میں نہیں آئے گا۔ ایک بار وہ ہندوستان گئی تو اس کی بوڑھی آیا نے کہا "بیٹی! جگ پال سے شادی نہ ہوسکی۔ تم کوئی دوسرا لڑکا پسند کرلو۔"

وہ بولی "ماں جی! کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں بیاہتا ہوں' جگ پال زندہ ہے' میرا سہاگ سلامت ہے۔"

"اے بٹی! کیسا سہاگ جو ابھی تک کنواری ہے' تو نے اپنے پتی کے ساتھ ایک رات بھی نہیں گزاری' پھر سہاگن کیسی؟"

"میں نے لگن منڈپ میں پوتر اگنی کے گرد جگ پال کے ساتھ سات پھیرے لگائے ہیں۔ اسے ورمالا پہنائی ہے۔ اپنی مانگ میں اس کے نام کا سیندور بھرتی ہوں۔"

"میں مانتی ہوں لیکن وہ پتی جو سہاگ کی سیج پر آنے سے پہلے مرجائے یا زندہ رہے اور پتنی کو ہاتھ لگانے کے قابل ہی نہ رہے تو پھر وہ پتنی کنواری لڑکی ہی رہتی ہے' ہمارے قانون' دھرم اور دنیا میں کوئی اسے سہاگن تسلیم نہیں کرتا۔ تو روزِ اول کی طرح کنواری ہے۔ تیرا کوئی پتی ہے نہ تو سہاگن ہے۔ تیری شادی نہیں ہوئی ہے۔ اس مسلمان کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے۔"

دوسرے دن اس کے بھائی سرنا نے بھی یہی کہا "میں نے اپنے اور تیرے ستاروں کی چالیں دیکھی ہیں۔ وہ مسلمان تیری بھاگیہ ریکھا میں پھر ابھر رہا ہے۔"

وہ بولی "میں نے جو شادی کی' وہ کیا محض دکھاوا تھی؟"

"جو ہوچکا ہے' اس پر مٹی ڈالو۔ آگے کی سوچو۔"

"آگے کیا سوچوں؟ بس یہی سمجھ میں آتا ہے کہ کہیں رُوپوش رہوں اور جب تک پارس کو موت نہ آئے' میں گوشۂ گمنامی سے باہر نہ آؤں۔"

پے بے سرنا سر جھکائے سوچتا رہا پھر بولا "تیری اس بات میں وزن ہے۔ اگر تو روپوش رہے اور میں پارس کے پیچھے پڑجاؤں اور اسے قتل کردوں تو تیرے سر سے بلا ٹل جائے گی۔"

"نہیں ٹلے گی۔ تقدیر کی ستم ظریفی دیکھو۔ ہمارا علم یہ بھی کہتا ہے کہ پارس کی موت طبعی ہوگی یا پھر میرے ہاتھوں ہوگی۔ اسے ہلاک کرنے کے لئے مجھے اس کے قریب جانا ہوگا۔"

"میری بہنا! تیرا قریب جانا ضروری نہیں ہے' تو ہزاروں میل دور رہ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کا کام تمام کرسکتی ہے۔ میں اس کے قریب جاؤں گا۔ اس کی آواز اور لہجہ مجھے سناؤں گا پھر اسے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کروں گا تو تو اس کے اندر آسانی سے پہنچ کر اس کا کام تمام کرسکے گی۔"

"ہاں' یہ تدبیر عمدہ ہے۔ میں پارس سے اسی طرح دور رہوں گی لیکن تیرے لئے خطرہ بڑھ جائے گا۔"

"میں تجھ پر جان دیتا ہوں' کیا تیرے لئے خطرات سے کھیل نہیں سکتا؟"

مگر بابو کی نصیحت یاد کر۔ انہوں نے سمجھایا تھا کہ ہم جب تک فرہاد اور اس کی فیملی سے دور رہیں گے شاد و آباد رہیں گے۔"

"بیشک ہم شاد و آباد ہیں مگر فکرمند ہیں کہ نہ جانے پارس کدھر سے بھٹکتا ہوا تیرے قریب چلا آئے۔"

"وہ ابھی آیا نہیں ہے اور شاید خود نہ آئے۔ تقدیر مجھے لے جائے۔ ابھی ہم اندیشوں میں گھرے ہیں۔ میرا خیال ہے' میں اب رُوپوش رہا کروں۔ تو اپنے ساتھ میری ایک ڈی رکھا کر۔ اگر کہیں وہ ٹکرائے گا تو ہمیں یہ معلوم ہوسکے گا کہ وہ میری صورت شکل والی ڈی میں دلچسپی لیتا ہے یا نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں فی الحال تیری ڈی کو ساتھ رکھوں گا۔ تبت کے مشہور مہالاما جو میرے گرو تھے' ان کا دیہانت ہوگیا۔ میں ان کی سادھی پر حاضری دینے کل شہرلاسہ جاؤں گا۔"

وہ دوسرے دن ڈی شی تارا کے ساتھ تبت گیا تو پتا چلا وہاں مرنا آتما شکتی حاصل کرنے آئی تھی پھر میں بھی وہاں پہنچا تھا اور آج کل میں پارس کے ساتھ ازبکستان میں ہوں۔

اصلی شی تارا دن میں کئی بار خیال خوانی کے ذریعے بھائی سرنا سے رابطہ رکھتی تھی۔ سرنا نے کہا "یہ اچھا موقع ہے' میں تیری ڈی کے ساتھ ازبکستان جارہا ہوں اور وہاں قریب سے فرہاد اور اس کی فیملی کے کچھ لوگوں کو دیکھ سکوں گا۔ اگر پارس موجود ہوا تو اسے کسی نہ کسی طرح ٹرپ کروں گا۔"

وہ بولی "بھائی سرنا! ہم نے بڑی توجہ سے ان کے ریکارڈز پڑھے ہیں۔ وہ سب بے حد خطرناک ہیں۔ دشمنوں کی چال الرٹ دیتے ہیں۔"

"میری بہنا! اگر وہ مجھ پر چال الٹیں گے تو تو میری حفاظت کے لئے محفوظ رہے گی۔ اپنی موجودہ جگہ چھوڑ دے اور کہیں روپوش ہوجا۔ مجھے بھی نہ بتانا کہ کہاں ہے؟ بس اپنی خیریت سے آگاہ کرتی رہنا اور اپنی ڈی کے دماغ میں رہ کر فرہاد اور اس کی فیملی کی اسٹڈی کرتی رہنا۔"

وہ راضی ہوگئی۔ ایسی حکمتِ عملی سے وہ محفوظ رہ سکتی تھی اور کہیں بھی رہ کر بھائی کی مصیبتوں میں کام آسکتی تھی۔ اس نے لنڈا کا خفیہ اڈا چھوڑ دیا۔ کسی دوسرے شہر کے ان اڈوں میں نہیں گئی جن کا علم اس کے بھائی سرنا کو تھا۔ اس نے ایک شہر میں نئی پناہ گاہ کے لئے ایک شاندار محل نما کوٹھی خریدلی۔ اپنے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلیاں کرلیں تاکہ اپنی تمام ڈیوں کی مشابہت سے پہچانی نہ جاسکے۔

یہ درست ہے کہ منہ چھپانے سے' صورت بدل لینے سے دوسرے پہچان نہیں پاتے لیکن موت اور شامت دو ایسی بلائیں ہیں جو ہر صورت میں اپنے شکار کو پہچان لیتی ہیں۔ اسی لئے اس نے طے کرلیا تھا کہ کچھ عرصہ تک اس پناہ گاہ سے باہر نہیں نکلے گی اور نہ ہی کسی سے فون پر بھی رابطہ رکھے گی۔ اپنی خدمت کے لئے اس نے صرف ایک بوڑھی آیا کو رکھا تھا' جس پر بچپن سے اندھا اعتماد تھا۔

صرف صحت مند' سلامت اور محفوظ رہنے سے بات نہیں بنتی' دل کا سکون لازمی ہوتا ہے۔ آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ باپ نے منع کیا تھا' فرہاد کے قریب سے نہ گزرنا اور پے بے سرنا یہ حماقت کر بیٹھا تھا۔ شی تارا کو اپنی ڈی اور مرینا کی فکر نہیں تھی' وہ بھائی کے لئے پریشان تھی کہ کس طرح اسے میرے تخویفی عمل کے اثر سے نکالے اور اسے ایسی جگہ پہنچادے جہاں ہم نہ پہنچ سکیں اور بھائی آئندہ محفوظ رہے۔

شطرنج کے کھیل میں کسی زبردست مخالف مہرے کو روکنے' پیچھے ہٹانے یا مارنے کے لئے دوسرے چھوٹے بڑے مہروں سے اسے گھیرا جاتا ہے۔ اس کی کمزوری کو سمجھا جاتا ہے۔ شی تارا نے میری فیملی کے تمام افراد کے متعلق معلوم کررہی تھی کہ کون کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟

پتا چلا' سب محتاط ہیں۔ بیدار ذہن رکھتے ہیں۔ پارس کی شریکِ حیات جوجو اور زہریلی ماریا آج کل بابا صاحب کے ادارے میں ہیں اور وہاں تک کوئی خیال خوانی کرنے والا دشمن پہنچ نہیں پاتا۔ سونیا بھی اسی ادارے میں ہے اور اگلے ماہ تک ایک بچے کو جنم دینے والی ہے۔

شی تارا کی خیال خوانی کا پرندہ اس ادارے میں پر نہیں مار سکتا تھا۔ علی اور ثانی سے نیویارک میں ٹکرا کر ایک بڑا نقصان

اٹھا چکی تھی مگر وہاں اسے تین اہم مہرے نظر آرہے تھے۔ سلمان' سلطانہ اور لیلیٰ۔

بابا صاحب کے ادارے میں میاں بیوی کو ساتھ رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس لئے سلمان اپنی بیوی سلطانہ کے ساتھ رہتا تھا اور لیلیٰ پیرس سے دور فرہاد ویلج کی نئی بستی کے انتظامات سنبھالتی تھی۔ وہ پچھلے دو دنوں سے اپنی بہن سلطانہ کے پاس آئی ہوئی تھی کیونکہ سلطانہ بھی اگلے دو ماہ میں ماں بننے والی تھی۔ یوں میرے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک جگہ جمع ہوگئے تھے۔

شی تارا نہیں جانتی تھی کہ لیلیٰ کہاں ہے۔ ویسے اندازہ تھا کہ بہن کی خدمت کے لئے پیرس ضرور آئے گی۔ پیرس کے ایک حصے میں فوجی چھاؤنی تھی۔ سلمان اور سلطانہ اس چھاؤنی کے ایک بنگلے میں رہتے تھے۔ شی تارا کے لئے یہ بھی ایک مشکل تھی کہ اس کے اطراف مسلح فوجی رہتے تھے۔ اس کے باوجود میری فیملی کے یہی تین افراد ایسے تھے' جنہیں شکار کرنے میں دشواری ضرور تھی لیکن کامیابی کے کافی امکانات تھے۔

اس نے چھاؤنی کے اطراف اپنے آلۂ کاروں کو پھیلادیا تھا۔ وہ لوگ فوجی افسروں پر نظر رکھتے تھے۔ چھاؤنی سے باہر کسی دکان میں' ہوٹل میں یا کسی کلب میں سامنا کرتے تھے۔ بات چیت کا کوئی بہانہ نکالتے تھے اور ان کی آوازیں شی تارا کو سناتے تھے۔

اس طرح وہ چھاؤنی کے اندر فوجیوں کے دماغوں میں پھیلتی رہی۔ ان افسران کے پاس بھی پہنچی جو سلمان سے رابطہ رکھتے تھے اور کبھی اس کے بنگلے میں وقت گزارنے جاتے رہتے تھے۔ ان سے سلطانہ اور لیلیٰ کی بھی گفتگو ہوا کرتی تھی۔ شی تارا ان بہنوں کی آوازیں سننے کے علاوہ ان کے حالات بھی معلوم کرتی رہتی تھی۔

ایک رات اچانک ہی سلطانہ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ اگرچہ زچگی کا وقت ابھی دور تھا۔ سلطانہ کی بے احتیاطی کے باعث کچھ گڑبڑ ہوگئی تھی۔ ایسی حالت میں وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس نہیں روک سکتی تھی۔ شی تارا نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا۔ سلطانہ ملٹری اسپتال میں رات گزار رہی تھی۔ سلمان اور لیلیٰ مطمئن تھے کیونکہ اب تک کسی دشمن کی طرف سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں ہوئی تھی۔

پھر بھی لیلیٰ اور سلمان رات کو جاگنے تک کبھی کبھی اس کے دماغ میں جھانکتے رہے پھر صبح تک کے لئے سوگئے۔ سلطانہ بھی گہری نیند میں تھی۔ شی تارا نے اس کے دماغ کو دبوچ لیا۔ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بناتے ہوئے یہ بات اس کے ذہن میں نقش کردی کہ تخویفی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اسے شی تارا اور اس کا تخویفی عمل یاد نہیں رہے گا۔ وہ پہلے کی طرح نارمل رہے گی۔ خیال خوانی کرے گی اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے معمول کے مطابق سانس روک لیا کرے گی لیکن شی تارا کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کرے گی اور غیر محسوس طریقوں سے اس کے احکامات کی تعمیل کرتی رہے گی۔

اس نے میری فیملی سے ٹکرانے اور بے دریغ نقصانات اٹھانے کے بعد پہلی بار ایک بڑی کامیابی حاصل کی۔ سلطانہ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور مزید معرکہ سر کرنے کا انتظار کرنے لگی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ میری بیوی لیلیٰ کو ٹرپ کرے گی اور مجھے کانٹوں کے بستر پر پہنچادے گی۔ میں اپنی شریکِ حیات کی جان اور عزت بچانے کے لئے اس کے بھائی سرنا کو رہا کرنے پر مجبور ہوجاؤں گا۔

وہ درست سوچ رہی تھی۔ اس کی ایسی حکمتِ عملی پر میں یقیناً مجبور ہوجاتا لیکن اگلے چار دنوں میں اسے کوئی مناسب موقع نہیں ملا۔ وہ اپنی معمولہ سلطانہ کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا نہیں کرسکی۔ ویسے لیلیٰ کو زخمی کرنے کا موقع ملا لیکن اس طرح اسے زخمی کرنے سے بات کھل جاتی کہ کوئی دشمن ان بہنوں کے دماغوں میں گھس رہا ہے۔

ہمارے بھی دشمن جانتے تھے کہ خطرات کا سامنا ہوتے ہی ہم کتنی ذہانت اور تیزی سے جوابی کارروائیاں کرکے الٹا دشمنوں کے لئے مصیبت بن جاتے ہیں۔ ان بہن بھائیوں نے روحانی ٹیلی پیتھی کا بھی کمال دیکھا تھا۔ اس لئے شی تارا محتاط تھی۔ مکمل کامیابی حاصل کرنے کے بعد ہی اپنے بھائی کی رہائی کا مطالبہ کرنے والی تھی۔

چار دنوں میں سلطانہ صحت یاب ہوگئی۔ لیلیٰ پھر کبھی آنے کا وعدہ کرکے فرہاد ویلج واپس چلی گئی۔ اس کے بعد زیادہ اہمیت سلمان کی تھی۔ وہ بابا فرید واسطی مرحوم کا داماد تھا اور ہماری ٹیم میں سب سے اہم رول ادا کیا کرتا تھا۔ وہ سلمان کو ٹرپ کرکے اس کی بیٹی سونیا ثانی کو بھی جذباتی رشتوں اور لہو کے رشتوں کے حوالے سے کمزور کرسکتی تھی۔

سلطانہ گھر کے کام کاج میں عملی طور پر دلچسپی لیتی تھی تاکہ حاملہ رہنے کے دوران چلتی پھرتی اور کچھ کام وغیرہ کرتی رہے۔ اس نے ایک دن سلمان کے لئے خصوصی سویٹ ڈش تیار کی' جسے کھاتے ہی وہ کمزوری محسوس کرنے لگا۔ اس نے گھبرا کر کہا۔ "سلطانہ! کچھ گڑبڑ ہے۔ میں کمزوری محسوس کررہا ہوں۔ ٹھہرو میں جناب علی اسد اللہ تبریزی سے رابطہ کرتا ہوں۔"

وہ اچانک خطرہ محسوس کرتے ہی مجھ سے یا تبریزی صاحب سے رابطہ کرتا تھا لیکن اس وقت خیال خوانی کی پرواز نہ کرسکا۔ پریشان ہوکر سلطانہ سے بولا "میں خیال خوانی کے قابل نہیں رہا۔ تم رابطہ کرو۔"

شی تارا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "تمہاری چہیتی پہلے ہی میری محکوم اور تابعدار ہے۔ وہ تمہارے حق میں کچھ نہیں کرے گی۔"

سلمان نے سر گھما کر فون کی طرف دیکھا' وہ بولی "بیکار ہے' میں تمہیں وہاں تک نہیں پہنچنے دوں گی۔ بستر پر جاؤ اور آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ نہیں جانا چاہتا تھا لیکن شی تارا نے اس کے دماغ کو جکڑ لیا تھا۔ وہ اٹھ کر ڈگمگاتا ہوا بستر پر آکر گر گیا۔ چاروں شانے چت ہو گیا۔ سلطانہ پریشان ہو کر کہہ رہی تھی "سلمان! خود کو سنبھالو۔ یہ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں خیال خوانی کرنا چاہتی ہوں مگر نہیں کر پا رہی ہوں۔ پتا نہیں کیا بات ہے۔ میں کسی فوجی افسر کو بلانا چاہتی ہوں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کیسے جاؤں؟ جانے سے پہلے رک جاتی ہوں۔ کوئی قوت ہے جو مجھے تمہارے کام آنے سے روک رہی ہے۔"

سلمان نے شی تارا کی مرضی کے مطابق کہا "کوئی بات نہیں۔ تم دوسرے کمرے میں جا کر آرام کرو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں سو رہا ہوں۔"

سلطانہ نے اس کی باتیں سنیں' پھر اسے آنکھیں بند کر کے سوتے ہوئے دیکھا تو چپ چاپ اس کے کمرے سے باہر آ گئی۔ اس کا دروازہ بند کر دیا اس کے بعد دوسرے کمرے میں سونے چلی گئی۔

دوسری صبح سلمان شیخے میں آ چکا تھا۔ یہ بھول چکا تھا کہ پچھلی رات اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوا تھا۔ شی تارا اس کے دماغ میں آئی تھی اور وہ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکی ہے۔ وہ اپنی دانست میں بالکل نارمل تھا جیسے اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہ ہوا ہو۔

پھر شی تارا نے سلطانہ کے اندر تحریک پیدا کی کہ مزید صحت یابی کے لئے سوئٹزرلینڈ جانا چاہئے۔ سلمان اور سلطانہ کہیں جانے سے پہلے جناب علی اسد اللہ تمیزی کو اطلاع دیتے تھے کہ فلاں ملک اور فلاں شہر جا رہے ہیں تاکہ ہم سب کو ان کی جگہ کی تبدیلیوں کا علم رہے۔ وہ دونوں تفریح کے لئے جنیوا چلے گئے۔

ادھر شی تارا نے زیورچ میں زمین اور ایک بنگلا خریدا۔ اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے وہاں ضرورت کا تمام سامان پہنچایا۔ ایک شخص کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس بنگلے اور زمینوں کا منتظم بنا دیا۔ یہ بات اس کے دماغ میں نقش کرا دی کہ مسٹر اجروھائٹ وہاں کی جائداد کے مالک اور اس کے آقا ہیں اور وہ اپنی وائف میلاوھائٹ کے ساتھ وہاں پہنچنے والے ہیں۔

دنیا کی ساری دولت اپنی ہو اور خیال خوانی کی بے پناہ قوت ہو تو کیا حاصل نہیں ہوتا۔ سب کچھ قدموں میں ہوتا ہے۔ شی تارا نے صرف تین دنوں میں سارے انتظامات مکمل کر لئے۔ سلطانہ اور سلمان جنیوا میں تھے۔ اس نے ایک رات انہیں اپنے چہرے پر تبدیلی کرنے کے لئے مجبور کیا۔ ان کی صورتیں اور حلیے تبدیل کئے۔ انہیں مسٹر اجروھائٹ اور مسز میلاوھائٹ بنا دیا پھر دوسری صبح تک انہیں زیورچ کے بنگلے میں پہنچا دیا اور ان کے اندر یہ بات نقش کر دی کہ آئندہ وہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے اندر ایک ساعت کے لئے بھی آنے نہیں دیں گے۔

اتنے سارے حفاظتی انتظامات کے بعد ایک اندیشہ یہ رہ گیا تھا کہ ہم کسی بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہوتے تھے تو ہمارے روحانی ٹیلی پیتھی کی امداد پہنچ جاتی تھی۔ اسی روحانی ٹیلی پیتھی کے باعث پے در پے سر ناہماری گرفت میں آیا تھا۔

شی تارا نے اس پہلو پر اچھی طرح غور کیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ بھائی سر نا ازبکستان میں رہنے کے دوران اپنے اصل روپ میں تھا اور اپنی اصل آواز اور لہجے میں بولتا تھا۔ تمیزی صاحب اور آمنہ فرہاد نے ان کی اصل آوازیں سنی تھیں۔ ان کی صورتیں پہچان گئے تھے اس لئے ان کی گردنوں تک پہنچ گئے تھے۔ اصلی شی تارا کا چہرہ صرف بھائی نے دیکھا تھا۔ اب وہ کسی کے سامنے نہیں آتی تھی اور نہ ہی اپنی اصل آواز اور لہجہ سناتی تھی۔ اس لئے یقین تھا کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی گردن تک نہیں پہنچ پائیں گے۔

ہر پہلو سے مطمئن ہونے کے بعد اس نے پارس کو مخاطب کیا۔ حالانکہ مجھ سے رابطہ کرنا چاہئے تھا لیکن دماغ کے چور گوشے میں پارس چھپا ہوا تھا۔ نفرت کے باوجود جوانی کے پہلے دن سے یہ بات ذہن پر مسلط تھی کہ وہی اس کا فاتح ہو گا۔ زمین خواہ کتنی ہی دور رہے' آسمان اس کے حواس پر چھایا رہتا ہے۔ اگر ان لمحات میں کوئی شی تارا کا نفسیاتی تجزیہ کرتا تو وہ کبھی یہ نہ مانتی کہ پارس غیر شعوری طور پر اس کے حواس پر چھایا ہوا ہے۔

اس نے پہلی بار پارس کے دماغ میں براہِ راست پہنچنا چاہا۔ بولا "کوڈورڈز اوا کرو۔"

پھر اس نے سانس روک لی۔ وہ دوبارہ آکر بولی "تو کوڈورڈز میں شی تارا ہوں۔"

"اچھا تم ہو' میرے بغیر دل کو قرار نہیں آتا؟"

"بکواس مت کرو۔ میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینے آئی ہوں۔"

"مجنوں کو بھی پتھر مارے جاتے تھے' آخر ہوا نا وہی عشق کا معاملہ۔"

"کیا تم سنجیدگی سے گفتگو نہیں کرو گے؟"

"میں محبت کے ماحول میں سنجیدہ رہتا ہوں۔ نفرت کو ہنسی میں اڑا دیتا ہوں۔ فیصلہ کرو محبت سے بولو گی یا نفرت سے؟"

"میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ تم پر تھوکتی ہوں۔"

اس نے آخ تھو کہہ کر تھوکا۔ پارس نے ہنستے ہوئے کہا "اگر تم گھر میں ہو تو تم نے اپنے ہی گھر میں تھوکا ہے اور باہر ہو تو یہ تھوک تمہارے سائے پر پڑا ہے۔"

شی تارا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دیکھا۔ وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ کی چھت پر کھڑی تھی' سورج اس کے پیچھے تھا اور سایہ آگے

حاء واقعی اس نے اپنے سائے پر تھوک دیا تھا۔

"اوہ گاڈ!" اس نے حیرانی سے سوچا "ایسا لگتا ہے جیسے وہ میرے آس پاس ہے اور مجھے اپنے ہی سائے پر تھوکتے ہوئے دیکھ چکا ہے۔"

اس نے پریشان ہو کر چاروں سمت گھوم کر دیکھا۔ وہ چھت پر تنہا تھی۔ بوڑھی آیا کچن میں مصروف تھی۔ تیسرا کوئی نہیں تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گئی' ہنستے ہوئے بولی "یہ کیا بچپنا ہے۔ یہاں تو اس کا باپ بھی نہیں آ سکے گا۔ یہ مانتی ہوں کہ کم بخت کفار کا نازی ہے۔ باتوں ہی باتوں میں نفسیاتی حملے کرتا ہے۔"

وہ ہنستے ہنستے ایک دم سے چپ ہو گئی۔ اچانک احساس ہوا کہ وہ پارس کی بات پر ہنس رہی تھی۔ یعنی خوش ہو رہی ہے۔ اس کے لئے بڑی مصیبت تھی' نفرت سے اس کے پاس جاتی تھی اور چور محبت سے واپس آتی تھی۔

وہ جھنجلا کر چھت سے اتر آئی۔ بیڈ روم میں آکر بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی میں غلطی کر رہی ہوں' مجھے نفرت اور دشمنی سے بھی اس کے قریب نہیں جانا چاہئے۔ وہ پتھر کے جواب میں پھول مارے گا تو میں غیر شعوری طور پر متاثر ہوتی رہوں گی۔"

اس نے قسم کھائی' خواہ کچھ ہو جائے' پارس سے کبھی رابطہ نہیں کرے گی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر میرے پاس آکر بولی "سانس نہ روکنا میں شی تارا ہوں۔"

میں نے کہا "میں دوسرے معاملات میں مصروف ہوں پھر کسی وقت آؤ۔"

میں نے سانس روک لی۔ وہ چلی گئی۔ چند سیکنڈ کے بعد پھر آکر بولی "تمہارے تمام معاملات سے زیادہ اہم معاملہ پیش کرنے آئی ہوں۔"

"واپس جاؤ۔"

"میں نے تمہارے دو عزیز رشتے داروں کو ٹریپ کیا ہے۔"

"واپس جاؤ۔"

"ان کے نام سنو گے تو ہوش اڑ جائیں گے۔"

"واپس جاؤ۔"

"ان میں سے ایک نام ہے....."

میں نے نام سننے سے پہلے ہی سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی خواب گاہ میں حاضر ہو کر غصے سے تلملانے لگی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس نے سلمان اور سلطانہ کو ٹریپ کیا ہے۔ بہرحال جنہیں بھی بھانس لیا تھا' وہ تو پھنس ہی گئے تھے۔ گھبرانے' پریشان ہونے اور تجلت کا مظاہرہ کرنے سے میرے دونوں رشتے دار فوراً رہا نہ ہوتے۔

یہ بات موٹی عقل سے بھی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ وہ میرے لوگوں کو یرغمال بنا کر اپنے بھائی کی رہائی کا مطالبہ کرنے والی ہے اور جب تک بھائی بخیریت رہا نہیں ہو گا' وہ میرے آدمیوں کو بھی

معاشرتی جبر کے خلاف زاہدہ حنا کا قلم تیغ برہنہ بن جاتا ہے

اُن کی کتاب

شہ قلندری

سسکیاں بھرتے ہوئے مظلوموں کے لیے اُن کی تحریریں مرہم کا درجہ رکھتی ہیں

اُردو افسانے میں زاہدہ حنا کا نام اور کام کسی تعارف کی محتاج نہیں

زاہدہ کے افسانوں کا یہ مجموعہ شاہیر ادب اور عوامی حلقوں سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے

قیمت ۱۰۰ روپے ڈاک خرچ ۲۰ روپے
رقم پیشگی منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کا تیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے

کتابیات پبلی کیشنز

بخیریت رکھے گی۔ انہیں نقصان پہنچا کر اپنے بھائی کی موت کا سامان نہیں کرے گی۔

وہ سمجھتی تھی' سلمان اور سلطانہ کے اغوا ہونے سے میں انگاروں پر لوٹنے لگوں گا۔ میری بے پروائی اور بے نیازی دیکھ کر وہ خود ہی چلے بھننے لگی۔ وہ یہ معلومات فراہم کر کے میری فیملی میں اور بابا صاحب کے ادارے میں بہت بڑا دھماکا کرنا چاہتی تھی۔ اس کا یہ شوق پورا نہیں ہوا تھا۔ اتنے بڑے کارنامے کی داد نہیں مل رہی تھی۔ بھائی کی رہائی کے لئے مذاکرات شروع نہیں ہو رہے تھے۔ ایسے میں غصہ آنا اور آگ بگولہ ہونا لازمی تھا۔

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ پاؤں پٹخ پٹخ کر ٹہلنے لگی پھر اس نے شیشے کا ایک قیمتی گلدان اٹھا کر ایک خوب صورت مجسمے پر دے مارا۔ مجسمہ مضبوط تھا۔ گلدان نازک تھا' ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا۔ بوڑھی آیا دوڑتی ہوئی کچن سے آئی۔ قالین پر گلدان کو ریزہ ریزہ دیکھا۔ بچپن سے اس کے مزاج کو سمجھتی تھی اس لئے سمجھ گئی پھر بھی انجان بن کر بولی "کیا ہوا بیٹی؟"

وہ جھنجلا کر بولی "کچھ نہیں ہوا۔ جاؤ یہاں سے' مجھے تنہا رہنے دو۔"

"جا رہی ہوں لیکن یہ بول کر جا رہی ہوں کہ تجھے باپ اور بھائی سے بڑا پیار ہے مگر ان کی یہ نصیحت یاد نہیں رکھتی کہ غصہ دشمن کو فائدہ پہنچاتا ہے۔"

"مگر میں نے دشمن کو نقصان پہنچایا ہے اور وہ بہت بڑے نقصان کا رتی بھر اثر نہیں لے رہا ہے۔"

"یہ تو ہو نہیں سکتا کہ بہت بڑا نقصان ہو اور نقصان اٹھانے والا نہ ٹوٹے۔ چالاک دشمن اندر سے گھائل ہوتے ہیں اور اوپر سے مسکراتے ہیں۔"

"لیکن اس نے تو سنا ہی نہیں ہے کہ میں نے کیا نقصان پہنچایا ہے۔"

"اس نے نہیں سنا ہے لیکن جب نقصان کا علم ہو گا تو ضرور تجھ سے رابطہ کرے گا۔ ذرا صبر کر۔ اسے نقصان کا احساس ہونے دے۔"

وہ بولتی رہی۔ اسے سمجھاتی رہی اور قالین پر شیشے کے ٹکڑے چنتی رہی پھر خواب گاہ سے چلی گئی۔ شی تارا نے ایک صوفے پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں پھر سوچنے لگی "آیا ماں درست کہتی ہے۔ فرہاد اپنے دو رشتے داروں کے ٹریپ ہونے کی بات پر اندر سے ٹوٹ گیا ہو گا۔ اس نے اوپر سے بے حسی اور بے نیازی دکھائی ہے اور اب خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتا پھر رہا ہو گا کہ میں نے کن دو افراد کو پھانس لیا ہے۔ یہ کم بخت باپ بیٹے بہت چالاک ہیں۔ مجھے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ان کے خلاف میرے کسی کارنامے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

وہ سوچ رہی تھی اور غصے کی آگ کو بجھا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ سکون اور اطمینان محسوس کرنے لگی۔ بات سمجھ میں آنے لگی کہ وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کر چکی ہے اور اس کامیابی پر فرہاد اور اس کے رشتے دار انکار نہیں کریں گے۔ اس فکر میں گھلیں گے کہ سلمان اور سلطانہ کو کس طرح میرے شکنجے سے نکال کر لائیں۔

تھوڑے دماغ سے سوچے وقت اپنی ایک غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے سوچا "فرہاد کو سلمان سے اتنا لگاؤ نہیں ہو گا جتنا کہ ثانی کو ہو سکتا ہے' وہ بیٹی ہے' باپ کے لئے تڑپ جائے گی۔ باپ بخیریت حاصل کرنے کے لئے فرہاد کو مجبور کرے گی کہ وہ بھائی کو رہا کر دے۔"

یہ سوچ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر ثانی کے دماغ میں پہنچتے ہی بولی "سانس نہ روکنا۔ میں شی تارا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔ بائی دی وے آنے کا مقصد کیا ہے؟"

"تمہیں یہ خوش خبری سنانے آئی ہوں کہ تمہارے باپ سلمان واسطی کو میں لے آئی ہوں۔"

"تم بہت گریٹ ہو شی تارا! میرے باپ کو اپنا باپ بنا کر لے گئی ہو۔ میں کسی کو زیادہ دیر دماغ میں رہنے نہیں دیتی اس لئے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ شی تارا دفاعی طور پر حاضر ہو کر پھر جھنجلانے لگی لیکن خود کو پُرسکون رکھنے کی بھی کوشش کرنے لگی۔ وہ حیران تھی کہ باپ کے اغوا ہونے پر بیٹی نے پریشانی اور بے چینی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس نے زندہ دلی سے کہا تھا کہ وہ سلمان کو اپنا باپ بنا کر لے گئی ہے یعنی اتنے بڑے اغوا کے معاملے میں ایسا مذاق اڑایا تھا جیسے باپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا ہو۔

دراصل میں نے اپنے تمام بچوں اور رشتے داروں سے کہہ دیا تھا کہ شی تارا کو لفٹ نہ دی جائے۔ سلمان اور سلطانہ کے سلسلے میں کوئی نوٹس نہ لیا جائے۔ میں نے شی تارا کی زبان سے اغوا ہونے والوں کے نام نہیں سنے تھے۔ اسے دماغ سے بھگانے کے بعد خود ہی معلومات حاصل کیں۔ اپنے ایک ایک عزیز کے دماغ میں گیا تو پتا چلا سلمان اور سلطانہ سانس روک لیتے ہیں۔ میں نے مخصوص کوڈ ورڈز بھی ادا کئے لیکن دونوں نے مجھے اپنے دماغوں میں آنے نہیں دیا۔

جس طرح میں نے پے در پے سرنا کے دماغ کو لاک کر دیا تھا اور شی تارا کو بھائی کے پاس جانے اور اس سے گفتگو کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا' اسی طرح شی تارا نے بھی سلمان اور سلطانہ کے پاس جانے کا راستہ روک دیا تھا۔

ایک بار میں نے شی تارا کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس سے رابطہ کرنا چاہا تو اس ذی شی تارا کے دماغ میں پہنچ گیا تھا جو ازبکستان میں پارس کے پاس آئی تھی۔ یوں سمجھ میں آ گیا کہ وہ

اصلی شی تارا بہت محتاط ہے۔ اس نے اپنی تمام ڈمیوں کو نہ اپنی آواز سنائی ہے اور نہ ہی انہیں خود سے مشابہ رکھا ہے۔

کوئی دو گھنٹے بعد اس نے پھر مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے کوڈ ورڈز پوچھے تو بولی "میں شی تارا ہوں۔ تمہیں اب تک اپنے نقصان کا اندازہ ہو چکا ہو گا۔"

"کیا نقصان؟ سلمان اور سلطانہ اگر کچھ روز تمہاری نگرانی میں رہیں گے تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"

"میں ان دونوں کو ایسے عذاب میں مبتلا کروں گی کہ تم سب گھٹنے ٹیک کر معافیاں مانگو گے۔"

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے بھائی کو زندہ سلامت دیکھنا نہیں چاہتی ہو۔"

"چاہتی ہوں۔ اسی لئے تو تمہارے دو چہیتوں کو اغوا کر کے منہ توڑ جواب دیا ہے۔"

"یہ منہ توڑ جواب نہیں ہے۔"

"تم لوگ ایسی بے نیازی دکھا رہے ہو جیسے سلمان اور سلطانہ سے دور کا بھی رشتہ نہ ہو۔"

"ان سے ہمارا بہت گہرا رشتہ ہے لیکن ہمیں اطمینان ہے کہ وہ دونوں اچھے ہاتھوں میں گئے ہیں۔ تم انہیں سوکی چبھوتے وقت یاد رکھو گی کہ بھائی کو نیزہ چبھے گا۔"

"میں نے بھی یہی سوچ کر تمہارے آدمی پکڑے ہیں تاکہ میرے بھائی پر کوئی ظلم نہ کر سکو۔"

"اور کیا سوچ کر ایسا کیا ہے؟"

"یہی کہ ہم قیدیوں کا تبادلہ کریں گے۔"

"کیا میرے آدمیوں کو تمہارے پاس کوئی تکلیف پہنچ رہی ہے؟"

"نہیں' وہ آرام سے ہیں۔"

"یہاں تمہارا بھائی بھی آرام سے ہے۔ ان سب کو آرام سے رہنے دو۔ تبادلہ ضروری نہیں ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو؟ مجھے میرا بھائی چاہئے۔"

"لیکن مجھے سلمان اور سلطانہ کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم نہایت ہی خود غرض اور مطلب پرست ہو۔ ان کی جگہ تمہارا کوئی بیٹا میری قید میں ہوتا تو تم میرے سامنے گھٹنے ٹیک کر گڑگڑاتے۔"

"وہ تو تم نے کوشش کی تھی۔ علی کو ٹریپ نہ کر سکیں اور پارس کو بھی نہیں کر سکو گی۔ تمہارے ستارے پارس کے معاملے میں تمہیں دھمکیاں دے رہے ہیں۔"

"سلمان اور سلطانہ اتنے ہی غیر اہم ہیں تو کیا انہیں گولی مار دوں؟"

"تم نے مجھ سے پوچھ کر انہیں اغوا نہیں کیا تھا اس لئے یہ نہ پوچھو کہ ان کا کیا کرو گی؟ بس اتنا یاد رکھو جو کرو گی اس کا ردِعمل تمہارے بھائی پر ہو گا۔ میں بھی تمہیں ایک گولی کی آواز سناؤں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ سلمان اور سلطانہ کو اغوا کرانے میں بڑی محنت کی تھی۔ بڑا وقت ضائع کیا تھا اور نتیجہ خاطر خواہ نہیں نکل رہا تھا۔ میں نے تبادلے سے انکار کر کے اس کی ساری محنت پر پانی پھیر دیا تھا۔

ایسے وقت وہ ناکامی سے جھنجلا کر سلمان اور سلطانہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ موجودہ حالات میں وہ دونوں قیدی نہیں رہے تھے بلکہ اس کے پاس میری امانت تھے اور اس کے بھائی کی سلامتی کی ضمانت تھے۔ اگر انہیں ذرا بھی تکلیف پہنچتی تو سرناس سے زیادہ تکالیف میں مبتلا ہو جاتا۔

اب یہ فکر تھی کہ سلطانہ آٹھویں ماہ کی حاملہ تھی۔ اگر ایسے میں کوئی اونچ نیچ ہو جائے یا ہونے والے بچے کو پیٹ میں ہی کچھ ہو جائے تو سارا الزام اس پر آتا کہ اس نے سلطانہ کو قید کر کے کوئی تکلیف پہنچائی ہے۔ اس نے بیٹھے بٹھائے ایک مصیبت مول لی تھی۔

اس نے اس معاملے کے ہر پہلو پر غور کیا۔ ہر پہلو سے یہی سمجھ میں آیا کہ اس نے سلمان اور سلطانہ کو یرغمال بنا کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ ان دونوں میں سے کسی کو چھینک بھی آئے گی تو میں سرنا کی قلفی جماؤں گا۔

اس کے سامنے اب یہ سوال نہیں تھا کہ ہماری نظروں میں سلمان اور سلطانہ کی کتنی اہمیت ہے؟ اہمیت تو بھائی کی تھی۔ وہ اس کی جان تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں وہی ایک سگا تھا۔ کبھی بہن کے پاؤں میں کانٹا چبھنے نہیں دیتا تھا پھر وہ بھائی کو کسی مصیبت میں دیکھنا کیسے گوارا کرتی۔

اس نے زیورچ کی جائیداد والے فیجر کو حکم دیا۔ "آج ہی کسی فلائٹ سے مسٹر راجر اور میلا دھاٹک کو پیرس روانہ کر دو۔"

پھر اس نے سلمان اور سلطانہ پر عمل کیا۔ انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی اصلی شخصیت کو پہچانیں گے۔ یہ سمجھیں گے کہ شی تارا نے انہیں ٹریپ کیا تھا لیکن کبھی شی تارا کے خلاف شکایت نہیں کریں گے اور نادانستگی میں اس کے معمول اور فرمانبردار بن کر رہیں گے۔ اسے اپنے دماغوں میں کبھی محسوس نہیں کریں گے۔

گویا اس نے دونوں کو نصف آزادی دی پھر میرے پاس آ کر کہا۔ "میں نے سلمان اور سلطانہ کو آزاد کر دیا ہے۔ وہ دو سے ڈھائی بجے کی فلائٹ سے پیرس پہنچ رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا "یہ کیسے یقین کیا جائے کہ تم نے انہیں تنویمی عمل سے بھی رہا کیا ہے؟"

"تم اپنے طریقوں سے معلوم کرو۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔"

"میں تو یہ بھی معلوم کر لوں گا کہ وہ دونوں اصلی ہیں یا تم نے

ان کی ڈی بھیجی ہے۔ اب جاؤ۔"

"ٹھہو' سانس نہ روکنا۔ انسانیت کے تقاضے پورے کرو۔ میرے بھائی کو رہا کردو۔"

"ضرور کروں گا۔ پہلے سلمان اور سلطانہ کو اچھی طرح چیک کروں گا۔"

میں نے سانس روکی۔ وہ اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اتنی محنت اور بھاگ دوڑ کے بعد بھی بات نہیں بن رہی تھی۔ اس کے بھائی کی رہائی میرے رحم وکرم پر تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ ہم کب تک سلمان اور سلطانہ کی چیکنگ کریں گے۔ ان کے برین واش کرکے اس کے تخویی عمل کو مٹائیں گے اس کے بعد سرنا کی رہائی کا دن مقرر کریں گے۔ وہ اس دن کا انتظار کرتے رہنے پر مجبور تھی۔

مجبوری اپنی جگہ ہے لیکن وہ انتظار کے دوران ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا نہیں چاہتی تھی۔ بھائی کے لئے جدوجہد کے دوسرے راستے اختیار کرنا چاہتی تھی اور دوسرا راستہ یا دوسرا ذریعہ یوسف البرہان عرف پاشا ہی تھا۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور یوسف پاشا کو مخاطب کیا' وہ کار چلا رہا تھا۔ اس نے ایک جگہ کار روک کر کہا "شی تارا! میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں لیکن ابھی میں کھلی فضا میں ہوں۔ تم میرے دماغ میں رہ کر معلوم کرسکتی ہو کہ میں کس ملک کے کس شہر میں ہوں۔ راستے کے سائن بورڈ اور گائڈ پلیٹیں تمہیں بہت کچھ بتادیں گی۔ بہتر ہے' آدھے گھنٹے بعد آؤ۔ مجھے خوشی ہوگی' اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ شی تارا نے بوڑھی آیا کو بلا کر کہا "کھانا لگاؤ۔ بھوکے پیٹ عقل کام نہیں کرتی ہے۔"

آیا گئی' پھر پیتل کی تھالی میں کھانا پروس کر لے آئی۔ اس نے آدھے گھنٹے میں کھانا ختم کیا' پھر یوسف پاشا کے پاس آگئی۔ اس بار وہ ایک اندھیرے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ تاریکی کے باعث کوئی خیال خوانی کرنے والا یہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور خود اس کا دماغ ایسا فولادی تھا کہ کوئی اس کی مرضی کے بغیر اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا اور نہ ہی اس کے اندر زلزلہ پیدا کرکے اسے کمزور بنا سکتا تھا۔

اس نے کہا "شی تارا! میں پھر ایک بار تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ ویسے تم کب تک اپنی اصلی آواز اور لہجہ چھپاؤ گی؟ آج بھی تم اپنی ڈی کی آواز میں بول رہی ہو۔"

"جس دن ہم دوست بن جائیں گے' درمیانی تمام پردے اٹھ جائیں گے۔ میں تمہیں یقین دلانا چاہتی ہوں کہ پوری سچائی سے کسی بھی قیمت پر تم سے دوستی کرنے آئی ہوں۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔ بتاؤ' کیسے دوستی ہوسکتی ہے؟"

"دراصل ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں ہے۔ ہم سوچتے ہیں کہ تم ہماری اصلیت اور ہمارا اصل ٹھکانا معلوم کرکے ہمیں نقصان پہنچاؤ گے اور تم سوچتے ہو کہ ہم تمہارے قریب پہنچ کر تمہیں کسی طرح دماغی کمزوری میں مبتلا کرکے تخویی عمل کے ذریعے تمہیں غلام بنالیں گے۔"

"ہم دونوں اپنی اپنی جگہ غلط نہیں سوچ رہے ہیں۔"

"اور جب تک اس طرح سوچتے رہیں گے' دوستی کا کوئی راستہ نکال نہیں پائیں گے۔"

"درست کہتی ہو' پھر کیا سوچ کر آئی ہو؟"

"یہی کہ دوستی کرنے کے لئے ایک دوسرے کا پتا ٹھکانا معلوم کرنا یا ایک دوسرے کا سامنا کرنا ضروری نہیں ہے۔ ہزاروں میل دور رہ کر بھی ہم دوستی نباہ سکتے ہیں۔ تمہیں آدھی رات کو بھی میری ضرورت پڑے تو میں تمہاری مدد کے لئے آسکتی ہوں اور مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت ہو تو تم میرے کام آسکتے ہو۔"

"بے شک' ایک دوسرے کے سامنے آکر مصافحہ کرنے اور گلے ملنے سے دوستی نہیں ہوگی۔ دور رہ کر بھی ایک دوسرے کے کام آنے کا نام دوستی ہے لیکن۔۔۔"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ شی تارا نے پوچھا "لیکن کیا؟"

"وہ یہ کہ تمہیں آدھی رات کو بھی میری ضرورت ہوگی تو تم خیال خوانی کے ذریعے مجھے آواز دے سکوگی۔ میں اپنے برے وقت میں تم سے رابطہ کیسے کروں گا' اور کہاں آواز دیتا پھروں گا؟"

"یہ ایک پرابلم ہے اس کا حل یوں ہوسکتا ہے کہ میں صبح شام اور رات کو یعنی ہر روز تین بار تم سے رابطہ کروں پھر تمہاری خیریت معلوم کرکے چلی جاؤں۔"

"ہاں۔ اسی طرح یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔ ایسے طریقۂ کار کے مطابق تمہاری دوستی مجھے منظور ہے لیکن۔۔۔"

"کیا پھر کوئی بات کھٹک رہی ہے؟"

"نہیں' تمہیں اور تمہارے بھائی کو قسم کھانا ہوگا کہ آج سے میرا تعاقب نہیں کروگے اور نہ ہی کسی آلۂ کار کے ذریعے مجھے تلاش کروگے۔"

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ ہم ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گے' جس سے تمہارے دل میں کوئی شبہ پیدا ہو میں اس سلسلے میں اپنے جان سے زیادہ عزیز بھائی پے پے سرنا کی قسم کھاتی ہوں۔"

"اپنے بھائی سے کہو' وہ بھی قسم کھاتے ہوئے اپنی آواز سنائے۔"

"میرا بھائی فرہاد علی تیمور کی قید میں ہے۔ اس نے بھائی کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں جانا چاہتی ہوں تو وہ سانس روک لیتا ہے۔ اس ظالم فرہاد نے بھائی کو برسوں سے جدا کردیا ہے۔"

"یہ تو بڑے دکھ کی بات ہے۔ اب میری اور تمہاری صلاحیتیں ایک ہوگئی ہیں۔ ہم کوئی ٹھوس منصوبہ بناکر پے پے سرنا کو رہائی دلا سکتے ہیں۔"

وہ خوش ہوکر بولی "اوہ پاشا! آئی لو یو۔ تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ تم بھائی سرنا کی رہائی کے لئے مجھ سے تعاون کروگے تو یقیناً کامیابی ہوگی۔ میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

"دوستی میں کسی پر احسان نہیں کیا جاتا۔ صرف دوستی نباہی جاتی ہے۔ تمہارے ذہن میں کوئی پلاننگ ہے تو بتاؤ۔"

"ہاں' ایک تدبیر ہوسکتی ہے۔ تم نے فرہاد کی آواز ضرور سنی ہوگی۔"

"وہ ساری دنیا میں شیطان کی طرح مشہور ہے۔ ہماری طرح غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے ہر شخص نے اس کی تصویر دیکھی ہوگی۔ ویڈیو پر اسے متحرک دیکھا ہوگا اور آوازیں بھی سنی ہوں گی۔ بہرحال میں نے اسے چھوٹی اسکرین پر دیکھا بھی ہے اور آواز بھی سنی ہے۔"

"اگر تم اس پر دن رات توجہ دو' اس کی باتیں سنتے رہو تو یہ معلوم ہوسکے گا کہ اس نے میرے بھائی کو سرقند سے لے جاکر کس ملک اور کس شہر میں پہنچایا ہے۔"

"ہاں یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ خود تمہارے بھائی سے ملنے جاتا ہے یا نہیں۔ اگر جاتا ہے تو میں تمہارے بھائی کے ساتھ اس کی تمام گفتگو سن سکوں گا۔"

"اس کے علاوہ اس کی دوسری تمام مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔ ان تمام معلومات کے ذریعے ہم کوئی بڑا فائدہ اٹھاسکیں گے۔"

"میں ابھی اس کی آواز سننے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم جب تک چاہو' میرے دماغ میں رہ سکتی ہو اور میرے ذریعے دشمن کی گفتگو سن سکتی ہو۔"

"شکریہ پاشا! تم میرا دل جیت رہے ہو۔"

یوسف پاشا نے سر جھکا کر آنکھیں بند کیں۔ میرا تصور کیا' میری آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر میری آواز سننے کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد شی تارا نے کہا "اس کی آواز نہیں آرہی ہے۔ شاید تم نے صحیح طرح رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔"

"رابطہ درست ہے' وہ شاید تنہا ہے اس لئے خاموش ہے یا سو رہا ہے یا پھر خیال خوانی میں مصروف ہے۔"

"تمہیں میری وجہ سے زحمت ہو رہی ہے۔ پتا نہیں وہ کم بخت کب بولے گا۔"

وہ بولا "تم میرے دماغ میں ہو اور دل میں دھڑک رہی ہو۔ اس لئے یہ زحمت بھی میرے لئے رحمت ہے۔"

شی تارا نے دل میں کہا "الو کا پٹھا' عشق فرما رہا ہے۔ ایسے دل پھینک لوگوں کو الو بنائے رکھنا آسان ہوتا ہے۔"

پھر وہ بولی "پتا نہیں تمہارے دل میں کتنی حسینائیں دھڑکتی ہیں۔ میں اس معاملے میں تم پر بھروسا نہیں کروں گی۔"

تحریر بہتر بنانے والی بہترین کتابیں

HOW TO WRITE A LETTER
خطوط نویسی کے لیے قیمت: ۶/ روپے

HOW TO WRITE AN ESSAY
مضمون نگاری کے لیے قیمت: ۶/ روپے

HOW TO WRITE AN EXPLANATION
وضاحت وتشریح کے لیے قیمت: ۶/ روپے

HOW TO LEARN CORRECT SPELLING
صحیح ہجے لکھنے کے لیے قیمت: ۶/ روپے

HOW TO DO COMPREHENSION
ادراک وفہم کا اظہار کرنے کے لیے قیمت: ۶/ روپے

CORRECT POSITIONS OF PREPOSITIONS
پری پوزیشن کے صحیح استعمال کے لیے قیمت: ۶/ روپے

HOW TO PUNCTUATE
رموز اوقاف جاننے کے لیے قیمت: ۶/ روپے

10 DAYS TO TRANSLATION
اردو سے انگلش میں ترجمہ کرنے کے لیے قیمت: ۱۲/ روپے

○ اندرون ملک ڈاک خرچ ایک یا ایک سے زائد کتابوں کا ۱۰/ روپے ہوگا۔ پارسل سیٹ منگانے پر ڈاک خرچ معاف (صرف اندرون ملک کے لیے) ○ کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا نام و پتا اور کتابوں کا نام ضرور لکھیں ○ کسی قسم کی نقد رقم خط میں ڈاک کے ہرگز نہ بھیجیں۔ منی آرڈر ارسال کرنے کا پتا' مکتبہ نفیسات، پوسٹ بکس ۹۴۴۰ سیدھ مشن بیرون یا اسٹریٹ کراچی ۱۱ ○ بیرون ملک پورے سیٹ کی قیمتیں مع ڈاک خرچ، مشرق وسطیٰ ۱۰۰ پاکستانی روپے، یورپ، افریقہ، مشرق بعید ۱۵۰ پاکستانی روپے، آسٹریلیا، امریکہ افریقہ ۲۰۰ پاکستانی روپے ○ بیرون ملک کتابیں منگانے کے لیے رقم بذریعہ ڈرافٹ روانہ کریں۔ ڈرافٹ پر نام اس طرح لکھوائیں۔

MAKTABA NAFSIAT A/C 688 H. B. L
MANSFIELD STR. BR. KARACHI

ذاتی طور پر حاصل کرنے کے لیے:
Sales Office
MAKTABA NAFSIAT 404 HUSSAIN
CENTRE. SHAHRAHE IRAQ SADDAR
KARACHI - PHONE: 526689

"میں ہرجائی نہیں ہوں۔ ایک بار میری زندگی میں آکر دیکھو۔ میں دنیا کے تمام حسن و شباب سے منہ موڑ لوں گا۔"

"اوہ پاشا! ہم اپنی باتوں میں لگ گئے ہیں۔ پلیز اس کی آواز سنو۔"

"میں باتیں تم سے کر رہا ہوں مگر کان ادھر لگے ہوئے ہیں۔"

پھر وہ سنبھل کر سیدھا بیٹھ گیا۔ اسے میری آواز سنائی دی۔ میں اپنی جگہ خیال خوانی میں مصروف تھا۔ دروازے پر دستک سن کر چونک گیا تھا۔ طویل خاموشی کے بعد میں بڑبڑایا "اوہ' یہ کون آگیا۔ نان سنس۔"

میں اٹھ کر دروازے کے پاس آیا پھر اسے کھولنے سے پہلے پوچھا "کون ہے؟"

دوسری طرف سے لکی سیون کی آواز سن کر میں نے پریشان ہو کر سوچا۔ "آگئی مصیبت..."

میں اپنی داستان کے پچھلے حصے میں بیان کر چکا ہوں کہ جب یعقوب ہدانی کے ساتھ فرغانہ سے تاشقند جا رہا تھا تو ایک نیم پاگل لڑکی ہماری کار میں آکر بیٹھ گئی تھی۔ وہ ایک دماغی اسپتال سے بھاگ کر آئی تھی۔ اس کا المیہ یہ تھا کہ اس کی یادداشت بہت کمزور ہو گئی تھی۔ وہ صرف اپنی پچھلی زندگی ہی نہیں بھولی تھی بلکہ صبح کی بات شام تک بھول جاتی تھی۔ کبھی کبھی تو ایک گھنٹا پہلے کی بات یاد نہیں رہتی تھی۔

اسے اپنا نام بھی یاد نہیں رہا تھا۔ اس کے پاس دماغی اسپتال کا ایک بیج تھا جس پر سات نمبر لکھا ہوا تھا۔ اس لئے میں اور یعقوب ہدانی اسے لکی سیون کہتے تھے۔ اس کی گفتگو بڑے کمال کی ہوتی تھی۔ ہمیشہ الٹی باتیں کرتی تھی لیکن منطقی دلائل سے وہ باتیں درست ہوتی تھیں۔

میں نے بند دروازے کے پیچھے سے پوچھا "اے لکی سیون! یہاں میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

وہ دروازے کے دوسری طرف سے بولی "اے تم کون ہو؟ اور مجھے لکی سیون کیوں کہہ رہے ہو؟ ارے ہاں یاد آیا' وہ آدمی جو مجھے یہاں چھوڑ گیا تھا' وہ بھی مجھے لکی سیون کہتا تھا۔"

میں نے اس کے خیالات پڑھے۔ وہ بھول چکی تھی کہ کون اسے میرے دروازے پر چھوڑ گیا تھا لیکن میں سمجھ گیا تھا۔ وہ یعقوب ہدانی کے کارنیول میں تھی۔ میں نے ہدانی سے کہا تھا کہ لڑکی معصوم ہے اسے اپنے کارنیول میں تحفظ دو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کی یادداشت واپس لاؤں گا' اسے دماغی توانائی پہنچاؤں گا۔

میں نے یعقوب ہدانی کے خیالات پڑھے' وہ لکی سیون کو میرے دروازے پر چھوڑ کر اپنی کار میں جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا "یہ کیا حرکت ہے' تم اسے میرے پاس کیوں چھوڑ گئے ہو؟"

وہ غصے سے منہ بنا کر بولا "میں تم سے بات نہیں کروں گا۔ واہ خوب دوستی نباہتے ہو۔ ایک تو مجھ سے ملتے نہیں۔ دوسرے اپنی پگلی کو میرے سر پر سوار کر دیا ہے' اس کا علاج بھی نہیں کرتے ہو۔"

"بھئی میری مجبوری سمجھو۔ میں بہت سے اہم معاملات میں الجھا ہوا ہوں۔ سوچ رہا تھا' فرصت ملتے ہی تم سے رابطہ کروں گا۔"

"دیکھو دوست! تمہاری مصروفیات اپنی جگہ ہیں لیکن یہ پگلی نہیں ایک زلزلہ ہے۔ اس نے میرے دماغ کی چولیں ہلا ڈالی ہیں۔ اگر میں اسے تمہارے پاس لا کر نہ چھوڑتا تو تمہیں اس کے ساتھ میرے دماغ کا بھی علاج کرنا پڑتا۔ سو سوری' مجھے پاگل بننے کا شوق نہیں ہے۔"

"تم کیسے مرد ہو' ایک لڑکی سے ڈر گئے ہو۔"

"ذرا اسے چوبیس گھنٹے برداشت کر لو پھر میں تمہاری مردانگی کے متعلق پوچھوں گا۔ وہ میرے پاس رہ سکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ تم بھی میرے ساتھ رہو گے۔"

"تم نے دیکھا ہے' میں خطرات میں گھرا رہتا ہوں۔ کیا بھول گئے' مجھ پر چلائی جانے والی گولی تمہارے بازو میں لگی تھی؟"

"وہ بازو میں لگی تھی' میں تمہارے لئے سینے پر گولی کھانے کی آرزو رکھتا ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے اس کے لئے نیک تمناؤں کا اظہار کیا پھر دروازہ کھول دیا۔ وہ سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ بڑی پیاری سی معصوم سی لڑکی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہیں کھڑی رہ گئی۔ سوچنے لگی' میں نے پوچھا "کیا تمہیں یاد آرہا ہے کہ مجھے کہیں دیکھا ہے؟"

وہ بولی "یاد اسے کیا جاتا ہے جسے کبھی دیکھا ہو۔ میں نے تمہارے جیسا نامکمل انسان پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"نامکمل؟ تم مجھے نامکمل کیسے کہہ رہی ہو؟"

"کیا تم آئینہ نہیں دیکھتے؟ تمہارے کان کہاں ہیں؟"

میں نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں کانوں کو چھو لیا۔ شدید سردی کے باعث میں نے مفلر لپیٹ رکھا تھا۔ جس سے دونوں کان چھپ گئے تھے لیکن کانوں کا ہاتھ لگانے کا عمل بے اختیاری تھا جیسے واقعی کان نہ ہوں اور بقول اس کے میں نامکمل ہوں۔

وہ کھلکھلا کر ہنستی ہوئی بولی "کیا مجھے پاگل سمجھتے ہو؟ کیا میں اتنا بھی نہیں جانتی کہ تمہارے کان ٹنی کمبل میں چھپے ہوئے ہیں۔"

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچا پھر دروازہ بند کر کے کہا "باہر سردی میں تمہاری قلفی جم جائے گی اور یہ ٹنی کمبل نہیں مفلر ہے مفلر۔"

"کیا یہ اُون کا ہے؟"

"ہاں' اون کا ہے۔"

"کمبل بھی اون کا ہوتا ہے۔ وہ بڑا ہوتا ہے۔ اسے پاؤں سے سر تک اوڑھتے ہیں۔ اسے سر سے گردن تک لپیٹتے ہیں۔ وہ بھی اون اور یہ بھی اون۔ وہ بھی گرم یہ بھی گرم۔ وہ بھی سردی سے بچاتا ہے' یہ بھی سردی سے بچاتا ہے۔ وہ بھی..."

میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں مان گیا ہوں میری ماں! یہ ٹنی کمبل ہے۔"

میں اس کا بازو پکڑ کر اسے آتش دان کے پاس لے آیا' پھر بولا۔ "کیا تمہیں سردی نہیں لگتی ہے۔ گرم کپڑے کیوں نہیں پہنے۔ وہ گدھا تمہیں ایسے ہی پکڑ کر یہاں لے آیا تھا۔"

"گدھا؟" وہ حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی "کیا تم پاگل ہو' کوئی گدھا کسی انسان کو کیسے پکڑ سکتا ہے؟ مجھے ایک آدمی یہاں چھوڑ گیا ہے۔"

"میں اسی آدمی کو غصے میں گدھا کہہ رہا ہوں۔"

"ایسا غصے کس کام کا جو آدمی کو گدھا بنا دے۔ مجھے یاد ہے اس نے مجھے بہت سے کپڑے پہننے کو دیے تھے اور میں نے پہنے بھی تھے۔"

"پھر کہاں ہیں وہ کپڑے؟"

وہ سوچنے لگی۔ آتش دان کے انگاروں کو تکنے لگی۔ میں کوئلے ڈال کر آگ بڑھانے لگا' وہ بولی "ہاں' یاد آیا۔ مجھے گرمی لگ رہی تھی۔ میں نے سارے کپڑے اتار کر پھینک دیے۔"

"پھر یہ اسکرٹ اور بلاؤز کیوں پہن رکھا ہے۔ کیا اور گرمی لگے گی تو اسے بھی اتار پھینکو گی؟"

"میں پاگل کی بچی نہیں ہوں۔ یہ میری کھوپڑی دیکھو۔"

وہ ایک انگلی سے اپنی کھوپڑی بجاتے ہوئے بولی "میں بہت عقلمند ہوں۔ خوب جانتی ہوں کہ جانور ننگے ہوتے ہیں' انسان نہیں۔"

میں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "شاباش' اسی طرح عقل کی باتیں کیا کرو۔ اب عقل سے یہ بھی سمجھو کہ سردی کے موسم میں گرم کپڑے پہنے جاتے ہیں۔"

اس نے مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا' پھر کہا "یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔ ہمارے بدن پر وہی کھال ہوتی ہے جو گرمی کے موسم میں ہوا کرتی ہے۔ ان دنوں ہم گرم کپڑے نہیں پہنتے' پھر آج کل کیوں پہنتے ہیں؟"

"اس لئے کہ سرد ہوا چلتی ہے۔"

"کیا گائے' گھوڑے اور بکریوں کے لئے سرد ہوا نہیں چلتی؟ وہ تو گرم کپڑے نہیں پہنتے؟"

"خدا نے جانوروں کو ایسا بنایا ہے۔ ان پر سردی' گرمی اور بارش اثر انداز نہیں ہوتی۔"

"مجھے بھی خدا نے ایسا ہی بنایا ہے۔ ہزاروں ہزاروں سال پہلے جب کپڑے نہیں تھے' گھر نہیں تھے' لوگ کھلی فضا میں ننگے کیسے رہتے تھے۔ کیا اس زمانے میں سرد ہوائیں نہیں چلتی تھیں؟"

میں حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر اسے تکنے لگا۔ واقعی انسان جب غاروں میں یا درختوں پر رہتا تھا اور لباس کا نام تک نہیں جانتا تھا۔ تب وہ جانوروں کی طرح بے لباس رہ کر ہر موسم کی سختیاں جھیل لیا کرتا تھا اور نزلہ زکام میں مبتلا نہیں ہوتا تھا۔

وہ بولی "اے تم مجھے اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیوں دیکھ رہے ہو؟"

میں نے کہا "میں تمہارے سامنے خود کو ایسا بچہ سمجھ رہا ہوں' جسے تم سے بہت کچھ سیکھنا چاہئے۔ کیا میں تمہیں دادی اماں کہا کروں؟"

"نہیں۔ مجھے تو وہ اپنا والا نام پسند ہے۔"

"کون سا نام؟ کیا تمہیں یاد ہے؟"

"ہاں' یاد ہے۔ وہ آدمی جو مجھے یہاں چھوڑ گیا ہے۔ وہ بار بار مجھے میرا نام یاد دلاتا رہتا تھا۔ کیا بھلا سا نام تھا..."

"لکی سیون۔"

وہ خوش ہو کر بولی "ہاں لکی سیون۔ میرا نام لکی سیون ہے۔ تعجب ہے' تم کیسے جانتے ہو؟"

میں نے موضوع بدل کر پوچھا "تمہیں بھوک لگی ہوگی۔ کچھ کھاؤ گی؟"

"ہاں' میں تکلیف میں ہوں' کھاؤں گی۔"

"ایسی تکلیف کو ہی بھوک کہتے ہیں۔ یہ بھوک آدمی کو اندر سے بے چین اور کمزور کر دیتی ہے۔"

"تم اندر کی بات کیسے جانتے ہو۔ میں واقعی بے چینی اور کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔"

"میرے ساتھ آؤ اور کچن وغیرہ دیکھ لو۔ کھانے کے لئے بہت کچھ ہے۔ کیا تم چولھا جلانا اور کھانا گرم کرنا جانتی ہو؟"

"میں نادان بچی نہیں ہوں۔ سب جانتی ہوں' لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ٹھنڈا کھانا بھی وہی ہوتا ہے اور گرم کرنے کے بعد بھی کھانا وہی رہتا ہے پھر اسے گرم کر کے کھانا کیا ضروری ہے۔"

"اصل لذت گرم کھانے میں ہوتی ہے۔"

"تو پھر اسے گرم کرنے کے بعد پھونک پھونک کر لقمہ ٹھنڈا کر کے منہ میں کیوں ڈالتے ہو۔ کیا تم لوگوں کی کھوپڑی الٹی نہیں ہے کہ ٹھنڈے کو گرم کرتے ہو پھر اس کو منہ میں نہیں رکھتے دوبارہ اسے ٹھنڈا کر کے چباتے ہو۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا' آفرین ہے یعقوب ہدانی پر کہ اس نے چار دنوں تک اس لڑکی کو برداشت کیا۔ عجیب منطقی گفتگو کرتی تھی۔ اس کی باتوں کے جواب میں کچھ کہنا مشکل ہو جاتا تھا۔ وہ ہوشمند لگتی تھی اور ہمیں احساس ہوتا تھا کہ ہم الو کے پٹھے ہیں' الٹی سیدھی حرکتیں کرتے ہیں اور خود کو ہوشمند کہتے ہیں۔

ادھر یوسف پاشا ہماری گفتگو سن رہا تھا اور یہی باتیں شی تارا اس کے دماغ میں رہ کر سن رہی تھی۔ حیرانی سے بولی "آخر یہ لڑکی ہے کون؟ کہاں سے آئی ہے؟"

پاشا نے کہا "تم اس کی آوازیں سن رہی ہو۔ اس کے چور خیالات بھی پڑھ سکتی ہو۔"

"ابھی میں یہی کر رہی تھی لیکن اس کی یادداشت کا خانہ خالی ہے۔ یہ تو یہ بھی بھول چکی ہے کہ دو گھنٹے پہلے ہمدانی کے کارنیول میں تھی۔ یہ ہمدانی کا بھی نام بھول چکی ہے۔ جبکہ چاردن اس کے ساتھ رہ چکی ہے۔"

پاشا نے پوچھا "کیا وہ واقعی سردی محسوس نہیں کرتی ہے اور کوئی موسم اس پر اثر انداز نہیں ہوتا ہے۔"

"ہاں' میں نے اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کیا ہے' یہ اندر سے بہت گرم ہے۔ اس کے بدن پر ازبکستان کی شدید سردی کا اثر نہیں ہو رہا ہے۔ یہ قدرتی طور پر مختلف موسمی اثرات سے بے نیاز رہتی ہے۔"

"یہ تو عجیب سی بات ہے۔"

"ہاں' یہ لڑکی عجیب وغریب ہے۔ بے حد ذہین ہے مگر نیم پاگل ہے۔ سردی' گرمی' بارش اور برف باری کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اس کی اسٹڈی کرتے رہنے سے معلوم ہوتا رہے گا کہ آخر یہ بلا کیا ہے؟"

"کیا تم اسے فرہاد کے خلاف استعمال کر سکو گی؟"

"ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ اسے آلۂ کار بنا کر فرہاد کو زخمی کرنا چاہوں گی اور ناکام رہوں گی تو وہ ہوشیار اور مزید محتاط ہو جائے گا۔ فی الحال فرہاد پر ہمیشہ نظر رکھنے کے لئے وہ ایک ذریعہ بن گئی ہے۔"

"یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ لکی سیون کو کب تک اپنے قریب رہنے دے گا۔ ہو سکتا ہے وہ اسے کھلانے پلانے کے بعد دمانی اسپتال میں یا کسی فلاحی ادارے میں پہنچا دے۔"

"میں اس لڑکی کے ذریعے اس رہائش گاہ کا محل وقوع معلوم کروں گی۔ جب بھی وہ لڑکی کو کہیں چھوڑ کر آئے گا میں پھر اسے اس کے گھر پہنچوا دیا کروں گی۔"

"ہاں' اس طرح تم اس کی نگرانی کرتی رہو گی۔"

"لیکن' ابھی تک ہمارا اصل مقصد پورا نہیں ہوا ہے۔ بھائی سرنا کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔"

"فرہاد تمہارے بھائی کے سلسلے میں کسی سے گفتگو کرے گا تو میں سن سکوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے سرنا کو اسی رہائش گاہ میں چھپا رکھا ہو' جہاں ابھی اس پگلی کے ساتھ ہے۔"

"ایسا ہو سکتا ہے۔ میں لکی سیون کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

وہ لکی سیون کے دماغ میں آ گئی۔ وہ بڑے مزے سے ٹھنڈا کھانا کھا رہی تھی' اسے گرم اور ٹھنڈے کا فرق محسوس نہ تھا۔ شی تارا نے اس کی سوچ میں کہا "پتا نہیں' میں کس کے دماغ میں آ گئی ہوں۔ مجھے اس شخص کا نام پوچھنا چاہئے۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے بولی "مجھے نام کیوں پوچھنا چاہئے؟"

میں نے پوچھا "کیا تم میرا نام پوچھنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "نہیں' خواہ مخواہ میرے دماغ میں بات آ رہی ہے۔ تمہارا نام پوچھنا چاہئے مگر تم ہی بتاؤ میں پوچھ کر کیا کروں گی۔ نام ایکس وائی زیڈ کچھ بھی ہو گا مگر تم آدمی ہی رہو گے۔ ہونے سے آدمی اور وائی ہونے سے جانور تو نہیں ہو جاؤ گے۔ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں ایک انسان کے پاس آ رہی ہوں۔"

میں یہ سنتے ہی چونک گیا تھا کہ میرا نام پوچھنے والی بات دماغ میں آئی تھی جبکہ وہ پوچھنا نہیں چاہتی تھی۔ یقین کی حد شبہ ہوا کہ اس معصوم کے دماغ میں کوئی ہے۔ میں نے ظاہر نہیں کیا۔ انجان بن کر کہا "اگر دماغ میں یہ بات آئی ہے پوچھنا چاہئے تو اس کا مطلب ہے تمہیں سوسائٹی کے طور معلوم ہو رہے ہیں۔ جب دو اجنبی ملتے ہیں تو ایک دوسرے پوچھتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے تو پھر اپنا نام بتاؤ؟"

"میرا نام فرہاد ہے۔"

"فرہاد کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہ ایک فولادی عزم رکھنے والے عاشق کا نام ہے۔"

"کیا تم عاشق ہو؟"

"بے شک ہوں۔"

"کس سے عشق کرتے ہو؟"

"اپنی بھولی بھالی بیٹی سے۔"

"بیٹی کہاں ہے؟"

"یہ میرے سامنے بیٹھی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "سچ؟ تمہاری بیٹی ہوں' تم نے پہلے نہیں بتایا۔ آج سے تم مجھے بیٹی کہو۔ میں تمہیں بیٹا کہوں گی۔"

"بیٹی اپنے باپ کو بیٹا نہیں کہتی ڈیڈی یا پاپا کہتی ہے۔"

"بچے مجھے پاپا کہتے ہیں تم بھی یہی کہو۔"

"پاپا! ہاں' یہ اچھا لگتا ہے۔ تمہارے دوسرے بچے کہاں ہیں؟"

"دوسرے ملکوں میں ہیں۔"

"یہاں اکیلے ہو؟"

اب وہ ہوشمندوں کی طرح سوالات کر رہی تھی اور شبہ جا رہا تھا۔ میں نے تجسس پیدا کرنے کے لئے کہا "یہاں اکیلا بھی اور نہیں بھی ہوں۔"

"پاپا! اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ آپ یہاں اکیلے بھی ہیں اور اکیلے نہیں بھی ہیں۔"

"چھوڑو اس بات کو۔ یہ کھانا ختم کرو۔"

"میں نہیں کھاؤں گی پہلے بتاؤ یہاں اور کون ہے؟"

جھنجلا کر بولی "ارے اتنا اچھا کھانا کیوں نہیں کھاؤں گی۔ یہ میرے دماغ میں الٹی سیدھی باتیں کیوں آ رہی ہیں یہاں کون ہے اور کون نہیں ہے۔ مجھے کسی سے کیا لینا ہے؟"

میں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "میری بہت معصوم ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس معصوم کو کوئی آلۂ کار بنائے۔ شی تارا! میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں آئندہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی میری اس بیٹی کے دماغ میں آؤ گی اور اسے آلۂ کار بنانے کی غلطی کرو گی تو اس غلطی کی بہت بڑی سزا تمہارے بھائی کو ملے گی۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

وہ بولی "جا رہی ہوں۔ ابھی جا رہی ہوں مگر ایک مہربانی کرو' تھوڑی دیر کے لئے بھائی سے باتیں کرنے دو۔"

میں نے وارننگ دی تھی کہ ایک سیکنڈ بھی اس بیٹی کے دماغ میں نہ رہنا لیکن تم کئی سیکنڈ رہ گئی ہو۔ اس کی سزا تمہارے بھائی کو ملے گی۔ تم پانچ منٹ کے بعد سرنا کے دماغ میں آ سکو گی۔ ناؤ گیٹ لاسٹ۔"

وہ یوسف پاشا کے دماغ میں آئی۔ پاشا نے کہا "فرہاد زبان سے بول رہا تھا۔ اس لئے میں صورت حال سمجھ رہا ہوں۔ بائی دی وے' شی تارا' تم بار بار ایک ہی غلطی کرتی آ رہی ہو اور وہ یہ کہ فرہاد کے مقابلے میں عجلت سے کام لیتی ہو۔"

"میں مانتی ہوں۔ مجھے جلد بازی کی عادت سی ہو گئی ہے۔ میں نے لکی سیون کو اچھی طرح سمجھے بغیر آلۂ کار بنایا اور فرہاد پر اپنی موجودگی ظاہر کر دی۔ میں نے جلد بازی میں یہ نہیں سوچا کہ سلمان اور سلطانہ کو اغوا کرنے سے خاطر خواہ نتیجہ سامنے نہیں آئے گا۔"

"اور یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ ثانی اور علی کو ٹریپ کرنے کی حماقت کرنے سے کتنا نقصان اٹھاؤ گی۔ اس عرصے میں ایک ہی عقلمندی کی ہے کہ مجھے دوست بنایا ہے۔ اگر کوئی قدم اٹھانے سے پہلے مجھ سے مشورے کرتی رہو گی تو تمہاری تمام ناکامیوں کو کامیابیوں میں بدل دوں گا۔"

"میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔ تم میرے اچھے اور سچے دوست ہو۔ ایک منٹ گزر رہا ہے۔ آئندہ چار منٹ کے بعد بھائی کے دماغ میں تھوڑی دیر کے لئے جگہ ملے گی۔ مجھے مشورہ دو کیا اس موقع سے کوئی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔"

"تم دو منٹ کے لئے جاؤ۔ مجھے سوچنے دو اور تم بھی غور کرو۔ شاید کوئی اچھی سی تدبیر دماغ میں آ جائے۔"

وہ چلی گئی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ سوچتے رہے۔ سر کھپاتے رہے پھر آخری دو منٹ میں وہ واپس آئی۔ پاشا نے کہا "کوئی خاص تدبیر نہیں سوجھی۔ یوں بھی جلد بازی میں کچھ سوچ کر اس پر عمل کرنا حماقت ہو گی پھر بھی ایک فنٹاسٹک آئیڈیا ہے' اس پر ضرور عمل کرنا۔"

"وہ کیا ہے؟ جلدی بولو۔"

"اپنے بھائی کو زبان سے بولنے پر مجبور کرنا تاکہ میں اس کی آواز سن سکوں۔ ایک بار اس کی باتیں سن لوں گا تو مجھے دن رات اس کے حالات معلوم ہوتے رہیں گے۔ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"بیشک آئیڈیا اچھا ہے لیکن تم بھائی کی آواز کس ذریعے سے سن پاؤ گے؟ میں تو خیال خوانی کی ذریعے اس سے باتیں کروں گی۔"

"کیا ٹیلی پیتھی کے علم میں ایسی کوئی تکنیک نہیں ہے کہ تم مجھے اپنے دماغ میں بلا کر اپنے بھائی کی باتیں سنا سکو؟"

"ایسی کوئی تکنیک نہیں ہے۔"

"پھر تو یہی ہو سکتا ہے کہ تم اپنی اصلی آواز مجھے سناؤ۔ اس طرح تم سرنا کی آواز سنو گی تو میں تمہارے ذریعے اس کی باتیں سنتا رہوں گا۔"

"سوری پاشا! آج ہی ہماری دوستی ہوئی ہے۔ میں اتنی جلدی بھروسا نہیں کروں گی۔ کچھ عرصہ گزرنے دو۔ ہماری دوستی مضبوط ہوتی رہے گی تو صرف آواز نہیں سناؤں گی بلکہ خود تمہارے پاس چلی آؤں گی۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آئندہ بائیدار دوستی کے لئے اتنی دور تک سوچ رہی ہو۔ تم جاؤ' آخری منٹ گزرنے کو ہے۔"

اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں شی تارا ہوں۔ پانچ منٹ پورے ہو گئے۔ کیا بھائی کے پاس جاؤں؟"

"میں اس وقت سرنا کے ہی دماغ میں ہوں یعنی تم بھائی کے پاس ہو۔"

وہ میرے دماغ سے نکلی اور بھائی کے پاس پہنچ کر بولی "بھائی سرنا! شی تارا کی جان! میں تیرے پاس آئی ہوں' یہ تو کہاں ہے؟"

وہ گہری تاریکی میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سوچ سے پتا چلا کہ وہ ہونٹوں میں ایک سگریٹ دبا کر اسے سلگانے والا ہے۔ وہ حیرانی سے بولی "بھائی! تو کبھی سگریٹ کو منہ نہیں لگاتا تھا۔ کیا تو نشہ کرنے لگا ہے؟"

اس نے ایک تیلی جلائی پھر سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا "لگے دم' مٹے غم۔ یہ میں چرس پی رہا ہوں۔ بائی دی وے' تم یہ خود کو شی تارا اور مجھے اپنا بھائی کیوں کہہ رہی ہو؟"

"ارے! کیا تو مجھے یعنی اپنی شی تارا کو بھول گیا؟"

"میں دنیا بھلا سکتا ہوں اپنی بہن کو نہیں بھلا سکتا۔ تمہاری آواز تو تمام ذی شی تاراؤں جیسی ہے۔ میری بہن ہو تو اصلی آواز میں بولو۔"

"تم جانتے ہو اصل آواز میں بولوں گی تو یوسف البرہان کسی ذریعے سے میری آواز سن لے گا اور اس وقت ہمارے درمیان فرہاد بھی موجود ہے۔"

وہ سگریٹ کا کش لگا کر دھواں چھوڑنے لگا' پھر بولا "ہاں یاد آیا۔ فرہاد کہہ رہا تھا' اگر تم بار بار میرے دماغ میں آنا چاہو گی تو وہ اسی طرح مجھے تاریک قید خانے میں رکھے گا۔ ورنہ روشنی میں آزادی سے گھومنے پھرنے دے گا۔"

"کیا وہ تمہیں کھلی فضا میں تنہا چھوڑتا ہے؟"

"ہاں' آج میں چھ گھنٹے تک شہر میں تنہا گھومتا رہا۔ لوگوں سے باتیں کرتا رہا۔ وہ مقامی زبان بولتے تھے مگر انگریزی بھی سمجھ لیتے تھے۔"

"بھائی! تو کس شہر میں ہے؟"

"ملک اور شہر کا نام تھوڑی دیر پہلے یاد تھا۔ فرہاد نے آکر کہا' تم آنے والی ہو اس لئے موجودہ مقام کا نام اور اہم معلوماتی باتیں بھول جاؤ۔ میں اس کے حکم کے مطابق بھول گیا ہوں۔"

وہ مجھے مخاطب کرتے ہوئے عاجزی سے بولی "فرہاد۔ ایک بار میرے بھائی کو معاف کردو۔ اسے آزاد کردو۔ میں اپنے مرے ہوئے باپ کی قسم کھا کر کہتی ہوں' ہم بہن بھائی آئندہ کبھی تمہارے راستے میں نہیں آئیں گے' تمہارے خلاف کبھی کچھ سوچنے کی حماقت بھی نہیں کریں گے۔"

"میں مانتا ہوں' تم بھائی کے لئے سچی قسم کھا رہی ہو۔ جو کہہ رہی ہو' اس پر عمل کرنا چاہو گی' لیکن تقدیر سے کیسے لڑو گی۔ تمہارے ستارے واضح طور پر کہہ رہے ہیں کہ تم میرے بیٹے کو ایک دن جانی نقصان پہنچاؤ گی۔ میں اپنے بیٹے کی ہونے والی قاتلہ کی گزر بسر اپنے ہاتھوں میں کیوں نہ رکھوں۔"

"لیکن ستارے یہ بھی کہتے ہیں کہ میں پارس سے شادی کرلوں تو دشمنی دوستی میں بدل جائے گی۔ میں بھائی کی رہائی کے لئے تمہارا مذہب قبول کرلوں گی۔"

"مذہب اسلام شرائط پر قبول نہیں کیا جاتا۔ کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اسے مسلمان نہیں بنایا جاتا۔"

"میں کسی دباؤ میں آکر ایسا نہیں کروں گی۔ دل سے پارس اور اس کے دین کو قبول کروں گی۔"

"پارس نے ابھی تک تمہیں دیکھا نہیں ہے اور جب دیکھا نہیں ہے تو پسند کیسے کرے گا اور جب پسند نہیں کرے گا تو شادی کیسے کرے گا؟"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں پارس سے ملاقات کروں تاکہ وہ مجھے پسند کرلے پھر شادی کی بات چلے۔"

"ایسا ہی ہوتا آیا ہے' یہی دستور ہے۔"

"تم اس طرح میرا اصل چہرہ دیکھنا اور مجھے ٹرپ کرنا چاہتے ہو۔"

"ہونے والی بہو ٹرپ نہیں کی جاتی۔ اس کے شاہ اس کا استقبال کیا جاتا ہے۔ اگر تم دل سے ہماری بہو بننا چاہتی ہو پہلے پسندیدگی کے مرحلے سے گزرو۔ پارس سے ملاقات کرو۔"

"نہیں۔ تم بزدل محبت سے جال بچھا رہے ہو۔"

"میرا خیال ہے' تم بہت دیر بھائی کے پاس رہ گئی ہو تمہیں جانا چاہئے۔"

وہ جلدی سے بولی "پلیز! ابھی نہیں۔ میں نے تو بھائی سے ملاقات ہی نہیں کی ہے۔ تم سے باتیں کرتی رہی ہوں۔ تمہیں تمہارے کا واسطہ تھوڑا سا وقت اور دو۔"

"ٹھیک ہے۔ وقت دے رہا ہوں۔"

"لیکن اس سے پہلے تم سے دو باتیں اور کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

"تم سلمان اور سلطانہ کی واپسی سے مطمئن ہو گئے ہو اب تو میرے بھائی کو رہا کرنا تمہارا انسانی فرض ہے۔"

"کیا تم نے انسانی فرض ادا کیا ہے؟"

"ہاں' میں نے ان دونوں کو صحیح سلامت واپس کیا ہے۔"

"اغوا جیسی غیر انسانی حرکتیں کرکے پھر انسانی فرض کی کون سی انسانیت ہے۔"

"تم نے بھی میرے بھائی کو اغوا کیا ہے۔"

"میں کب انکار کرتا ہوں۔ ہم سب غیر انسانی حرکتیں ہیں اور دوسروں کو انسانی فرائض سکھاتے ہیں۔"

"میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتی۔ میں ہی اکیلی خطا ہوں۔ مجھے اور میرے بھائی کو ایک بار معاف کردو۔"

"میں کوئی کھیل زیادہ دیر نہیں کھیلتا۔ جلد ہی اگر کارڈی ایڈوانس دوسرا کھیل شروع کردیتا ہوں۔ تمہیں ایک سبق سکھانا تھا سکھا دیا ہے لہٰذا تمہیں بھائی کی آزادی مبارک ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو۔ میں سننے میں غلطی نہیں کررہی ہوں؟"

"میں زبان دے کر نہیں پھرتا۔ سرنا پیرس میں ہے۔ تمہیں گھنٹے بعد ایفل ٹاور کے کسی اسنیک بار میں ملے گا۔ میں دو گھ کے لئے اس کا دماغ لاک کررہا ہوں' لفٹ جاؤ۔"

میں نے سانس نہیں روکی۔ سرنا کے دماغ کو لاک کیا۔ وہ جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اسے بھائی کی رہائی کی بے حد خوشی مگر سنجیدگی سے سوچ رہی تھی کہ یہ میری کوئی چال بھی ہو سکتی ہے۔

اس نے سوچا یہ خوش خبری یوسف پاشا کو سنائے پھر خیال آیا اسے معلوم ہوگا کہ بھائی سرنا پیرس میں ہے اور ایفل ٹاور پاس کہیں ملنے والا ہے تو وہ اپنے ماتحتوں کو وہاں جاسوسی کے تجویز دے گا۔ اس کے جاسوس سرنا کا تعاقب کریں گے کہ اب کہاں لے جایا جارہا ہے پھر یہ کہ پاشا ایک بار کسی کے ذہن سرنا کی آواز سن لے گا تو ہمیشہ کے لئے سرنا کا سایہ بن جائے گا

بھائی سرنا ہزار بھیس میں رہے یا کسی خفیہ اڈے میں چھپا رہے' پاشا کی آواز کے ذریعے بہت کچھ معلوم کرتا رہے گا۔

اس نے اپنی ڈی شی تارا اور ڈی پے پے سرنا سے رابطہ کیا۔ وہ دونوں پیرس میں تھے۔ اصل شی تارا نے ڈی سے کہا "پیرس کے وقت کے مطابق صبح نو بجے میرا بھائی سرنا ایفل ٹاور کے کسی اسنیک بار میں دکھائی دے گا۔ تم دونوں وہاں جاؤ گے۔ اپنے آس پاس اپنے ہوشیار ماتحتوں کو چھپ کر رہنے کی ہدایت کرو۔ جب تم بھائی سرنا کو محفوظ مقام تک لاؤ گے تو فرہاد کے جاسوس ضرور تم پر نظر رکھیں گے اور ہمارے ماتحت ان جاسوسوں کے تعاقب کو ناکام بنائیں گے۔"

ڈی شی تارا نے کہا "یس میڈم! ہم اپنے باس سرنا کو بڑی ہوشیاری سے خفیہ اڈے میں لائیں گے۔"

"فرہاد یا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے بھائی کے دماغ میں چھپے ہوں گے' لہٰذا بھائی کو اپنی گاڑی میں بٹھاتے ہی اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دینا تاکہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ذریعے ان راستوں کو نہ معلوم کرسکیں جہاں سے تم اسے لے جاؤ گے۔"

"ہم یہی کریں گے۔ کیا ایسے وقت آپ ہمارے پاس رہیں گی۔"

"میں اپنے بھائی کے دماغ میں موجود رہوں گی۔ تم لوگوں کو ایک گھنٹا پہلے ہی ایفل ٹاور پہنچنا چاہئے۔"

"یہاں سات بج کر پندرہ منٹ ہو چکے ہیں۔ ہم ابھی جا سکتے ہیں؟"

"ابھی نہیں۔ پہلے اپنے خاص ڈاکٹر کو مائیٹرینٹ کے تمام سامان کے ساتھ خفیہ اڈے میں پہنچاؤ۔ بھائی سرنا کو وہاں لاتے ہی کو امی پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ ڈاکٹر کے پاس چلے گئے۔ شی تارا نے دوسرے ڈاکٹر کے دماغ پر دستک دی' وہ لندن میں تھا۔ اس نے کہا "یس میڈم! میرے لائق کوئی خدمت؟"

"ہاں برین واشنگ کا کیس ہے؟"

"میں آپ کے حکم سے چھ لڑکیوں اور چھ جوانوں کے برین واش کرچکا ہوں اور آپ انہیں چھ شی تارا اور چھ پے پے سرنا بنا چکی ہیں۔ اب کتنے لوگ ہیں؟"

"صرف ایک اور وہ میرا سگا بھائی ہے۔ پتا نہیں فرہاد نے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے کیسے کیسے ہتھکنڈے آزمائے ہیں۔ اس لئے تم پہلے میڈیکل ٹریٹمنٹ سے بھائی سرنا کا برین واش کروگے۔ بچپن سے اب تک کی تمام باتیں اور اس کا لب ولہجہ سب کچھ اس کے دماغ کے سلیٹ سے مٹادو گے۔ تاکہ فرہاد کسی بھی چور راستے سے میرے بھائی کے دماغ میں نہ آسکے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں مسٹر سرنا کے دماغ سے ماضی کی تمام یادیں مٹادوں گا۔"

"آج ہی پہلی فلائٹ سے زیورچ جاؤ۔"

"کیا زیورچ میں ہمارا نیا اڈا ہے۔"

"ہاں فرہاد' بھائی سرنا کے چور خیالات پڑھ کر ہمارے تمام خفیہ اڈوں کو جان گیا ہے۔ اس لئے میں نے یہ نیا اڈا زیورچ میں بنایا ہے۔ وہاں میری جائداد کا منیجر تمہاری رہائش کا انتظام کرے گا۔ تم سرجری اور برین واشنگ کا تمام سامان لے جاؤ یا پھر جنیوا سے نیا سامان خرید لو۔"

وہ ایسے انتظامات کرتی جارہی تھی کہ آئندہ میں کبھی اس کے بھائی کو اپنا غلام نہ بنا سکوں اور جو انتظامات وہ کررہی تھی' ان کا علم مجھے نہیں تھا لیکن ایک اندازہ تھا کہ یہی کچھ کرے گی۔ کسی بھی دشمن خیال خوانی کرنے والے کے تخریبی عمل سے نجات دلانے کا آخری طریقہ یہی ہے کہ پہلے اسے کوما میں پہنچا دو تاکہ دشمن اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکے۔

اور میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا اور نہ ہی اپنے خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں کے ساتھ اس ناک میں رہ سکتا تھا کہ کس دن اور کس وقت وہ بھائی کو کوما سے نکال کر اُس کا برین واش کرائے گی۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ کسی کوما میں رہنے والے کے سرہانے بیٹھے نگرانی کرتے رہیں۔

اسے دو گھنٹے بعد بھائی کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ بھائی ایفل

ٹاور کے ایک اسنیک بار میں مل گیا۔ اسے ڈی شی تارا اور ڈی سرنا کے ذریعے ایک خفیہ اڈے میں پہنچادیا گیا۔ وہاں پہنچانے تک اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی تھی اور وہ بھائی کے دماغ میں موجود رہ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ میں اس کے اندر موجود ہوں یا نہیں؟

اس نے کئی بار مجھے مخاطب کیا "فرہاد! اگر تم بھائی کے اندر موجود ہو تو مجھ سے بولو۔ میں کچھ اہم باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں موجود نہیں تھا۔ اس کے بھائی کے اندر رہنا ضروری نہیں تھا لیکن وہ سمجھ رہی تھی' میں فراڈ کررہا ہوں اور موجود رہ کر جواب نہیں دے رہا ہوں۔ بہرحال اسے اطمینان تب ہوا' جب اس نے بھائی کو ایک محفوظ جگہ لے جاکر کوما میں پہنچادیا۔

وہ خوش اور مطمئن ہوگئی' اسے بھائی مل گیا تھا۔ میں اپنی جگہ مطمئن تھا' اس کا بھائی بدستور میری قید میں تھا۔

○☆○

میں نے ایک ہفتہ پہلے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ اس کے دماغ سے بہت سی اہم معلومات حاصل کی تھیں۔ ان میں سب سے اہم معلومات یہ تھیں کہ چھ ڈی شی تارا اور چھ ڈی سرناؤں کی موجودگی میں اصل شی تارا اور اصل سرنا کی پہچان کیا ہے؟

پتا چلا سب ہی کے چہرے ایک جیسے ہیں۔ بعد میں اصل شی تارا نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے پر کچھ تبدیلیاں کیں' خود کو پہلے سے زیادہ حسین بنالیا۔ تمام شی تاراؤں کی آواز اور لہجے کو اپنی اصل آواز اور لہجے سے مختلف بنادیا۔

اس نے بھائی کو بھی ایسی تبدیلیوں کے لئے کہا لیکن اس نے پلاسٹک سرجری نہیں کرائی۔ البتہ تنویمی عمل کے ذریعے تمام ڈی سرنا کی آواز اور لبوں کو اپنی آواز اور لہجے سے مختلف بنادیا۔

اب سرنا کی آواز اور لہجے کو صرف اصل شی تارا جانتی تھی۔ بعد میں اسے معمول بنا کر میں نے بھی اس کی اصل آواز اور لہجہ معلوم کرلیا۔

ایک اور خاص پہچان تھی۔ اصل سرنا کی کمر میں دائیں طرف ایک نمایاں سا پیدائشی نشان تھا۔ یہ نشان کسی اور ڈی سرنا کی کمر میں نہیں تھا۔ وہ بن بھائی ایسی ہی مخصوص نشانیوں کے ذریعے ایک دوسرے کو کسی شک وشبے کے بغیر پہچان لیتے تھے۔

میں نے اصل سرنا سے یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد اس کی ایک ڈی تیار کی۔ اس کی کمر میں دائیں طرف وہ مخصوص پیدائشی نشان پلاسٹک سرجری کے ذریعے بنوایا۔ ایسا کرنے کے لئے ہی میں نے ڈی کو پیرس بھیج دیا تھا تاکہ وہ ان مراحل سے بہ آسانی گزرتا رہے پھر میں نے تنویمی عمل کے ذریعے سرنا کی اصل آواز اور لہجہ اس کے ذہن میں نقش کردیا اور اصل سرنا کے ذہن سے اس آواز اور لہجے کو یکسر مٹادیا۔

وہ شخص جسے میں نے ڈی سرنا بنایا تھا' وہ پہلے ہی نشے کا عادی تھا۔ میں نے شی تارا کو یہ تاثر دیا کہ میں نے اس کے بھائی کو نشے کا عادی بنادیا ہے' اب وہ گھنٹوں سانس روک کر آتما شکتی کا مظاہرہ نہیں کرسکے گا۔

ہم خیال خوانی کرنے والے کسی کے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچتے ہیں۔ اس تکنیک کے پیش نظر وہ لب ولہجہ جس شخص کا ہوتا ہے' ہم اس شخص کے دماغ میں جاتے ہیں۔ میں نے سرنا کا لہجہ ڈی کو دے دیا تھا اور ڈی کا لہجہ سرنا کے دماغ میں نقش کردیا تھا اسی لئے جب شی تارا نے اپنے سگے بھائی کے اصل لب ولہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی تو اسے میری بنائی ہوئی ڈی کے دماغ میں جگہ ملی۔

وہ اپنے بھائی اصل سرنا کے پاس نہ پہنچ سکی کیونکہ پہنچنے کا ذریعہ وہ مخصوص آواز اور لہجہ تھا جس سے اصل سرنا محروم کیا جاچکا تھا۔

وہ چرس کا دم لگانے والے سرنا کے پاس پہنچی تھی۔ اسے ٹاور کے ایک اسنیک بار میں بھی اسے وہی چرسی ملا تھا۔ وہ پورے یقین سے اسے اپنا سگا بھائی سمجھ رہی تھی۔ ایک محفوظ پناہ گاہ میں لے جاکر اس کی کمر پر پیدائشی نشان بھی دیکھا تھا۔ میں نے کسی پہلو سے شبے کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔

اس نے چرسی بھائی کو کوما میں پہنچانے کے بعد زیورچ کے خفیہ اڈے میں پہنچادیا۔ اب اطمینان تھا کہ برین واشنگ کے بعد وہ فراڈ کے تنویمی اثر سے نکلے گا تو نشے کی لعنت سے بھی نجات حاصل کرلے گا۔ وہ بھائی کو پہلے جیسا شہ زور' آزاد اور آتما شکتی جانے والا پہلے جیسا سرنا بنانے میں اس قدر مصروف ہوگئی کہ دوسرے تمام معاملات کو کچھ عرصہ کے لئے نظرانداز کردیا۔

اس سے پہلے وہ یوسف پاشا سے دوستی کررہی تھی۔ اس سے یہ کہہ کر گئی تھی کہ فرہاد سے بھائی کے دماغ میں جانے کا موقع دے رہا ہے۔ وہ جلد ہی واپس آئے گی لیکن واپس نہیں آئی۔ اپنے بھائی کے معاملے میں مصروف ہوگئی۔

پاشا انتظار کرتا ہی رہ گیا۔ کئی گھنٹوں تک انتظار کرنے کے بعد اسے غصہ آیا کہ کم بخت خود غرض نکلی۔ شاید بھائی کو واپس حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی ہے اور کامیابی حاصل کرتے ہی دوستی کو بھول گئی ہے۔ اس نے صرف بھائی کی واپسی کی خاطر دوستی کی تھی۔

وہ بچہ نہیں تھا۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہوا تھا۔ دنیا والوں کو خود غرض سمجھتا تھا۔ کسی پر بھروسا نہیں کرتا تھا لیکن شی تارا کو حاصل کرنے کے لئے کسی حد تک دوستی میں سنجیدہ رہنا چاہتا تھا۔ اس کی بے رخی نے اسے پھر عقل سکھادی۔

ایک خیال آیا کہ شاید وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوگئی ہے؟ اس نے سوچا۔ مصیبت میں ہوتی تو اسے ضرور بتاتی شاید کسی دشمن کی چال سے دماغی کمزوری میں مبتلا ہوگئی ہے اسی لئے یاد نہیں کرپارہی ہے۔ جب بھی خیال خوانی کے قابل ہوگی خیال خوانی کرے گی۔ ضرور رابطہ کرے گی۔

وہ چاہتا تو فون کے ذریعے کسی ڈی شی تارا اور سرنا کو مخاطب کرکے خیریت معلوم کرسکتا تھا لیکن فون کرنے سے وہ لوگ مختلف ذرائع سے معلوم کرسکتے تھے کہ وہ جزیرے مارکیوسان میں پہنچا ہوا ہے۔

پہلے اس نے سوچا تھا مارکیوسان نہیں جائے گا کیونکہ علی وہاں مریم کے ساتھ جارہا تھا۔ وہ چاہتا تھا' دونوں اس کی تلاش میں مارکیوسان اور آس پاس کے جزیروں کی خاک چھانتے رہیں۔ بالآخر ناکام ہوکر چلے جائیں پھر اسے تدبیر سوجھی کہ فرہاد کے ایک بیٹے کو طویل عرصے کے لئے مردوں کے جزیرے میں قید کرادینا چاہئے۔

میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ مارکیوسان دس چھوٹے بڑے جزیروں پر مشتمل ہے' ان میں ایک جزیرہ ایسا ہے جس میں صرف مرد رہتے ہیں۔ انہوں نے تقریباً پچاس برس سے کوئی عورت نہیں دیکھی۔ ان میں سے کئی لوگ بوڑھے ہوکر مرگئے۔ جو جوان تھے وہ بوڑھے ہورہے تھے۔ ان کے مرنے کے بعد بھی جزیرہ مردوں سے خالی نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہاں نئے مرد قیدی آتے رہتے تھے۔

مارکیوسان میں جن قاتلوں اور خطرناک مجرموں کو کالے پانی کی سزا دی جاتی تھی' انہیں اس جزیرے میں پہنچاکر ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کھول دی جاتی تھیں۔ انہیں وہاں آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ جزیرے کے چاروں طرف گہرا سمندر تھا۔ وہاں سے دوسرے جزیروں کا فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ کوئی قیدی تیر کر فرار نہیں ہوسکتا تھا۔ کئی بار مختلف قیدیوں نے کشتیاں بناکر سمندر میں اتاریں لیکن وہ بحری پولیس کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔

اس جزیرے کے اطراف دن رات بحری پولیس کا سخت پہرا رہتا تھا۔ راتوں کو سرچ لائٹ کی روشنیاں دور ساحلوں پر ریگتی رہتی تھیں۔ پچھلے پچاس برسوں میں صرف ایک قیدی فرار ہونے میں کامیاب ہوا تھا۔ اس کے بعد بحری پولیس کا پہرا اور سخت ہوگیا تھا۔

مشکل یہ تھی کہ فرار ہونے والے قیدی کو جزیرہ مارکیوسان میں آنا پڑتا تھا کیونکہ وہاں سے قریب ترین ملک امریکا تھا۔ جس کا جنوب مغربی ساحل تقریباً ایک ہزار میل کے فاصلے پر تھا اور وہاں تک کسی کشتی سے پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ وہ فرار ہونے والا قیدی مارکیوسان جانے پر مجبور تھا۔ وہ وہاں سے بھی فرار ہونے کے لئے بحری جہاز میں سوار ہونا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت پولیس مقابلے میں مارا گیا۔ اس کی لاش مردوں کے جزیرے میں بھیج دی گئی۔ وہاں تمام قیدیوں کو دکھائی گئی تاکہ یقین ہوجائے کہ وہاں سے فرار ہونے والوں کے مقدر میں آزادی نہیں صرف موت لکھ دی جاتی ہے۔

کوئی کسی کی موت نہیں لکھ سکتا۔ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ ہے' وہی کاتبِ تقدیر ہے۔ وہ چاہے تو کسی بندے کے ہاتھوں کسی بندے کی موت لکھ دے۔ وہ چاہے تو طبعی عمر گزارنے تک زندگی دے دے۔ علی مریم کے ساتھ وہاں آگیا تھا۔

مریم نے کہا "بیٹے! میرے منع کرنے کے باوجود تم نے یہاں تک میرا ساتھ دیا ہے۔ تم سمجھتے کیوں نہیں کہ پاشا میرے ذریعے تمہاری گفتگو بھی سنتا ہوگا۔ اس سے تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"ممی! آپ میری فکر نہ کریں۔ وہ آپ تک پہنچ سکتا ہے لیکن مجھ تک کبھی پہنچ نہیں پائے گا۔"

"نہیں۔ وہ ابھی ان لمحات میں سمجھ رہا ہوگا کہ ہم جزیرے کے کس ہوٹل میں ہیں۔"

"اگر وہ ہماری گفتگو سن رہا ہے تو اسے یہ بھی سن لینے دیں کہ ہم کمرا نمبر چار سو بارہ میں ہیں۔"

"ارے بیٹا! تم خواہ مخواہ کیوں مصیبت مول لینا چاہتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے تم نے اپنے بچاؤ کے لئے اور اسے پکڑ کر میرے حوالے کرنے کے لئے کوئی زبردست منصوبہ بنایا ہے۔"

"اب آپ جو چاہے سمجھیں۔ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔ میں جان بوجھ کر اسی وقت پھنستا ہوں جب دشمنوں کو الٹا پھانسنے کے لئے ہر طرف جال بچھالیتا ہوں۔"

"مجھے بھی بتاؤ، تم نے منصوبہ کیا بنایا ہے؟"

"زبان سے بولوں گا تو وہ سن لے گا۔ میں کاغذ پر لکھ کر بتاتا ہوں۔ اس منصوبے میں آپ کے بھرپور تعاون کی ضرورت ہے۔ میرا خط پڑھ کر آپ بھی تحریر کے ذریعے جواب دیں گی۔"

وہ دونوں خاموش ہوگئے۔ پاشا ان سے بہت دور ایک خفیہ پناہ گاہ میں بیٹھا اپنی بیوی اور علی کی باتیں سن رہا تھا۔ ان کے خاموش ہوتے ہی بے چین ہوگیا۔ وہ علی کی اس بات کا معترف تھا کہ فرہاد کی اولاد ایسے وقت پھنستی ہے جب الٹا دشمنوں کو پھانسنے کے لئے پہلے سے جال بچھایا ہوتی ہے۔ اس نے دیکھا تھا کہ شی تارا نے نیویارک میں علی کو پھانسنا چاہا اور وہ آسانی سے پھنستا گیا۔ اس کے خفیہ تہ خانے میں جا کر قید بھی ہوگیا لیکن اچانک بازی پلٹ گئی۔

بازی آپ ہی آپ اچانک نہیں پلٹ جاتی، اس کے پیچھے ٹھوس پلاننگ ہوتی ہے۔ جو ہم باپ بیٹوں کی لائن آف ایکشن کا طرۂ امتیاز ہے، پاشا نے نیویارک میں شی تارا کو بہت بڑا نقصان اٹھاتے اور علی کو مکھن کے بال کی طرح اس کی قید سے نکلتے دیکھا تھا۔

اب اس کے اندر کھلبلی پیدا ہوگئی تھی کہ علی اس کی بیوی کے ساتھ مل کر اسے پھانسنے کے لئے کیا منصوبہ بندی کررہا ہے؟ وہ دونوں بولتے بولتے چپ ہوگئے تھے۔ کاغذ پر تحریر کے ذریعے پلاننگ کی باتیں کررہے تھے۔ ان کی اس حرکت نے پاشا کے اندر تجسس اور سسپنس کی بارود بھردی تھی۔

وہ جھنجلا کر انہیں گالیاں دینے لگا۔ بے چینی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اس کی عقل میں یہی بات آرہی تھی کہ جلد سے جلد علی کو قابو میں نہ کیا تو خود علی کی پھیلائی ہوئی دلدل میں دھنستا جائے گا لیکن اسے قابو میں کرنے کے لئے اس ہوٹل کے کمرا نمبر چار سو بارہ میں جانے کا حوصلہ نہیں تھا۔ یہ خوف سمایا ہوا تھا کہ وہاں ان دیکھا جال بچھایا جاچکا ہے۔

اس نے جزیرے میں آتے ہی چند خطرناک مجرموں کو خرید لیا تھا اور ان سے کہا تھا "ہمیشہ میرے وفادار رہوگے تو منہ مانگا معاوضہ دیتا رہوں گا۔ اگر دھوکا دینے کی حماقت کروگے تو اس حماقت پر پچھتانے کے لئے زندہ نہیں رہوگے۔"

اس نے چھ بدمعاشوں کو عیش کرنے کے لئے یونہی دس دس ہزار ڈالر دیئے تھے اور کہا تھا کہ جب بھی ضرورت ہوگی وہ انہیں بلالے گا۔ ان کے جانے کے بعد وہ اپنے بند کمرے میں بیٹھ کر ان کی باتیں سننے لگا۔ وہ سب بہت خوش تھے۔ ایک کہہ رہا تھا "موٹی اسامی ہے۔ اس نے کسی کام کے بغیر اتنی بڑی بڑی رقمیں دی ہیں۔ کام کرائے گا تو اس کا معاوضہ ہماری توقع سے زیادہ دے گا۔"

دوسرے نے کہا "میں رقم لٹانے والے کوئی معمولی کام نہیں لیتے۔ وہ ہم سے قتل کرائے گا۔ خود روپوش رہے گا۔ ہم گرفتار ہوں گے تو کالے پانی کی سزا ہوگی۔ ہمیں مردوں کے جزیرے میں لے جاکر پھینک دیا جائے گا۔ جہاں ہم عورت اور بچوں سے کربوڑھے ہوکر مرجائیں گے۔"

تیسرے نے کہا "کیوں اتنی دور تک سوچ رہے ہو۔ ہم پکڑے نہیں جائیں گے۔ اگر وہ کسی کو قتل کرنے کا معاوضہ لاکھوں ڈالر دیگا تو اس سے رقم لیں گے پھر اسے ہی قتل کرکے اس کی لاش سمندر میں کہیں گاڑ دیں گے۔"

وہ ان کی باتیں سنتا رہا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ پیشہ ور مجرم صرف بدمعاشی سے ہی قابو میں آتے ہیں۔ اس نے دوسرے جزیرے میں بڑے خطرناک مجرموں کو اپنے اشاروں پر نچایا تھا۔ جزیرہ بھی مختلف ہتھکنڈوں سے ایسے لوگوں کو غلام بنالیتا تھا۔ اس سلسلے کے ذریعے چھ میں ایک بدمعاش کو مخاطب کیا پھر کہا "آج رات دس بجے میری رہائش گاہ میں آؤ۔ اپنے پانچ ساتھیوں کو بھی ایک چھوٹا سا کام ہے جس کا معاوضہ ایک لاکھ ڈالر پیشگی دلاؤں گا۔ کام ہونے کے بعد مزید ایک لاکھ ادا کروں گا۔"

اس نے کہا "یس باس! ہم تو آپ کے غلام ہیں، ضرور آئیں گے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر ساتھیوں کو بلایا اور ان سے کہا "واقعی موٹا مرغا ہے۔ آج رات دس بجے بلایا ہے۔ کہتا ہے چھوٹے سے کام کے پیشگی ایک لاکھ ڈالر دے گا۔"

"ایک لاکھ؟" سب نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں اور کام ہونے کے بعد مزید ایک لاکھ دے گا۔"

ایک نے کہا "اس میں شبہ نہیں کہ ہمارے ستارے عروج پر ہیں لیکن وہ الو کا پٹھا ہم سے کام کیا کرائے گا؟"

"یار! چھوٹا سا کام کرائے گا۔ کوئی قتل نہیں کرائے گا۔"

"ہاں، اس میں سوچنے اور تشویش میں مبتلا ہونے کی کیا بات ہے۔ وہ ہم سے زبردستی کچھ نہیں کرائے گا۔ ہم چھ ہیں اور وہ اکیلا ہے۔ زیادہ باس بننے کی کوشش کرے گا تو مار مار کر اس کا کچومر نکال دیں گے اور جو کچھ اس کے پاس ہے سب اٹھا کر لے آئیں گے۔ سیاست داں بن کر عوام کو بیوقوف بنانا اور ان پر حکومت کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا، جتنا کہ سرغنہ بن کر بدمعاشوں پر حکومت کرنا ہوتا ہے۔ جھوٹوں، مکاروں، فریبیوں اور قاتلوں کو ایک میں کرنا تقریباً ناممکن ہی ہوتا ہے۔ ان میں سے کوئی کسی وقت اپنے سرغنہ کو قتل کرکے خود سرغنہ بن جاتا ہے۔"

وہ چھ بدمعاش رات کے دس بجے آئے۔ پاشا نے انہیں ایک بڑے ہال میں بلایا۔ اس ہال میں کوئی سامان نہیں تھا۔ بیٹھنے کے لئے ایک کرسی بھی نہیں تھی۔ ان کے ہال میں آتے ہی تاریکی چھاگئی۔ اس تاریکی میں پاشا کی آواز ابھری "مین سوئچ آف کیا ہے۔ یہاں روشنی نہیں ہوسکے گی۔ البتہ تم لوگ اس گہرے اندھیرے میں دو چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ رہے ہو۔"

انہیں وہ آنکھیں نظر آرہی تھیں، ایسا لگ رہا تھا، کوئی خوفناک

چیتا بلی کی تاریکی میں گھور کر دیکھ رہا ہو، ایک نے پوچھا "تم نے یہ اندھیرا کیوں کیا ہے؟"

"صرف اندھیرا نہیں کیا ہے۔ یہاں سے باہر جانے کے راستے بھی بند کرچکا ہوں۔ جس دروازے پر جاؤ گے، وہ مقفل ملے گا۔"

"لیکن اس کا مقصد کیا ہے؟"

"مقصد بے غداروں کو سزا دینا، میں نے کوئی کام کرائے بغیر تم سب کو بھاری رقمیں دیں۔ ساتھ ہی وارننگ بھی دی کہ مجھے دھوکا دینے کی حماقت نہ کرنا۔ ورنہ پچھتانے کے لئے زندہ نہیں رہوگے۔"

"تو تم نے یہاں ہمیں قتل کرنے کے لئے بلایا ہے؟"

"مجھے یہی کرنا چاہئے لیکن ایسا نہیں کروں گا کیونکہ مجھے اس جزیرے میں تمہارے جیسے حرام خوروں کی ضرورت ہے۔ آج میں صرف سزا دوں گا۔"

ایک نے کہا "مسٹر گمنام! تم اس جزیرے میں ہمارے باس بننے آئے ہو۔ ہم پر حکومت کرنا چاہتے ہو لیکن تمہیں ہماری طاقت اور بدمعاشیوں کا اندازہ نہیں ہے۔"

"تم چھ ہو، میں اکیلا ہوں۔ میرے پاس ہتھیار نہیں ہے۔ ایک پنسل چھیلنے والا چاقو بھی نہیں ہے۔ آگے بڑھو، مجھے قتل کرو اور چلے جاؤ۔"

وہ چیتے کی طرح چمکنے والی آنکھیں اچانک غائب ہوگئیں، وہ بولا "یہ نہ سمجھنا، میں بھاگ رہا ہوں۔ میں نے گہرا سیاہ چشمہ پہن لیا ہے تاکہ میری آنکھیں نظر نہ آئیں۔ ویسے تم سب روز روشن کی طرح مجھے نظر آرہے ہو۔ اچھا روکی، تم نے جیب سے پستول نکالا ہے۔ اسے استعمال کروگے تو دور تک فائرنگ کی آواز جائے گی۔ پولیس والے آجائیں گے۔ میں بیان دوں گا کہ تم سب ڈاکا ڈالنے میرے گھر میں گھس آئے تھے۔ بری طرح پھنسو گے، عقل سے کام لو۔ بے آواز ہتھیار نکالو۔"

روکی سوچ میں پڑگیا۔ کوئی بدمعاش یہ نہیں چاہتا کہ پولیس کے ہاتھوں میں جائے اور ایک بیرونِ ملک سے آئے ہوئے شخص کی رہائش گاہ میں گھس کر وہ سب مجرم بن گئے تھے۔

پاشا کی آواز ابھری "پیٹر! تم نے چاقو نکالا ہے اور اسے آہستہ آہستہ کھول رہے ہو۔ یہ سمجھداری ہے۔ اسی طرح بے آواز جرم کرنا چاہئے۔ آؤ میری آواز کی سمت بڑھو۔"

وہ ایک اندھے کی طرح سنبھل سنبھل کر بڑھنے لگا۔ پاشا نے جگہ بدل دی۔ روکی کے پیچھے آکر اس کی کلائی پکڑلی پھر کہا "میں نے سمجھایا تھا کہ پستول استعمال نہ کرو لیکن تم اسے اب تک پکڑے ہوئے ہو۔"

روکی کو پاشا کی جسمانی قوت کا اندازہ نہیں تھا اور نہ ہی یہ جانتا تھا کہ وہ علم الابدان کا ماہر اور طبیب ہے۔ اس نے اپنے جسم اور دماغ کو مختلف طبی تجربات سے گزار کر فولاد بنالیا ہے۔ غیر معمولی بصارت سے تاریکی میں دیکھتا ہے اور غیر معمولی سماعت سے ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتا ہے۔

روکی محسوس کررہا تھا کہ اس کی کلائی آہنی شکنجے میں آگئی ہے۔ اس نے پستول کو دوسرے ہاتھ میں لینا چاہا۔ پاشا نے دوسری کلائی بھی جکڑلی۔ روکی نے کئی داؤ آزما کر پاشا کو اپنے پیچھے سے آگے لانا چاہا تاکہ پستول کے نشانے پر لاسکے لیکن وہ ناکام رہا۔ پاشا نے کلائی کو ایک جھٹکا دیا۔ پستول ہاتھ سے گرگیا، پھر اس نے کہا "میں تمہاری دونوں کلائیاں توڑ سکتا ہوں لیکن تم لوگوں سے کام لینا ہے اس لئے صرف زخمی کروں گا۔"

اس نے اسے آزاد کردیا پھر اپنے سر سے اس کے سر پر ایک ٹکر ماری۔ روکی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ تاریکی میں آنکھوں کے سامنے ستارے جلنے بجھنے لگے۔ وہ چکرا کر گرپڑا۔

ایک ساتھی نے پلٹ کر پوچھا "روکی کیا ہوا؟"

وہ آواز کی سمت دونوں ہاتھوں سے راستہ ٹٹولتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کے منہ پر ایک زبردست گھونسا پڑا۔ یوں لگا جیسے دانت ہل گئے ہوں۔ دوسرا گھونسا ناک پر پڑتے ہی وہ ناک آؤٹ ہوگیا۔

پیٹر کے پیٹ پر لات پڑی تو ہاتھ سے چاقو گرپڑا، دوسری ٹھوکر منہ پر لگی۔ وہ لڑکھڑایا پھر پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا۔ زمین بوس ہوگیا۔ پاشا کی آواز سنائی دی "چاقو فرش پر تمہارے آس پاس ہے۔ اسے تلاش کرتے رہو۔"

اس نے باقی تین کی بھی اچھی خاصی پٹائی کی۔ سب ہی کو ہاتھ جوڑنے اور گڑگڑانے پر مجبور کردیا۔ وہ تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر رحم کی بھیک مانگ رہے تھے اور آئندہ وفاداری کی قسمیں کھا رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ہال روشن ہوگیا۔ وہاں اب پاشا نہیں تھا۔ وہ سب ایک دوسرے کو دیکھ کر تکلیف سے کراہ رہے تھے۔ کسی کی آنکھیں سوج گئی تھیں۔ کسی کے ہونٹ پھول گئے تھے۔ باچھوں سے لہو رس رہا تھا۔ کسی کی ناک کی ہڈی چیخ گئی تھی اور کسی کا سر پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ ان کا پستول اور چاقو وغیرہ قریب ہی فرش پر پڑے ہوئے تھے۔

پھر پاشا کی آواز سنائی دی۔ وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ اس کی آواز ہال میں گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں نے نمونے کے طور پر یہ تھوڑی سی سزا دی ہے۔ آئندہ ہاتھ پاؤں توڑ کر اپاہج بنادوں گا۔ لہٰذا وفاداری کی قسمیں کھانے کے بعد وفاداری رہو۔ غداری بہت مہنگی پڑے گی۔"

روکی نے کہا "ہمیں معاف کردو۔ آخر تم نے یہ سزا ہمیں کیوں دی ہے۔ ہمیں ہمارا قصور تو بتاؤ۔"

اس نے کہا "روکی! تم کہہ رہے تھے کہ مجھے قتل کرکے میری ہی رہائش گاہ میں مجھے کہیں گاڑ دوگے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں نے ایسا نہیں کہا ہے؟"

"اپنی زبان سے کہی ہوئی باتوں سے انکار کرو گے تو میں آؤں گا اور تمہارا منگہ توڑ دوں گا۔ جو کہا ہے اس سے انکار نہ کرو۔"

"نہیں۔ پلیز تم ہمارے پاس مت آؤ۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ تمہارے خلاف ایسا کہا تھا۔"

اس نے کہا "اور پیٹر! تم نے کہا تھا' تمہارے ستارے عروج پر ہیں لیکن وہ الو کا پٹھا ہم سے کام کیا کرائے گا۔ تم نے مجھے الو کا پٹھا کہا تھا۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "مجھ سے بھول ہو گئی۔ آئندہ آپ کے خلاف کبھی ایسی باتیں نہیں کروں گا۔"

"اور ہڈسن! تم نے کہا تھا کہ تم چھ ہو اور میں ایک ہوں۔ زیادہ باس بننے کی کوشش کروں گا تو مار مار کر میرا کچومر نکال دو گے۔"

"ہاں' میں نے کہا تھا۔ مجھے معاف کر دو پھر کبھی گستاخی نہیں کروں گا۔ اتنا بتا دو کہ کیا تم کوئی پُراسرار علم یا جادو جانتے ہو؟"

دوسرے نے کہا "ہم نے یہ باتیں ایسی جگہ کی تھیں جہاں ہمارے سوا کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ ہمارا خفیہ اڈا ہے۔ تم نے ہماری باتیں کیسے سن لیں؟"

"میرا ایک ہم زاد ہے۔ وہ میرے ساتھ پیدا ہوا تھا لیکن کسی کو نظر نہیں آتا ہے۔ میں نے اسے تم لوگوں کے درمیان رہنے کو کہا ہے۔ وہی مجھے تمہاری تمام گفتگو سناتا ہے۔"

"تم کون ہو؟ اپنے متعلق کچھ بتاؤ؟"

پاشا نے کہا "پاسپورٹ اور شناختی کاغذات پر میرا نام مارکو سولو ہے۔ لہٰذا یہی میرا نام ہے۔ میں جس ملک میں جاتا ہوں' وہاں کے چھپے ہوئے بدمعاشوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیتا ہوں۔ تم لوگ بھی میری اطاعت کرو گے۔ ورنہ دنیا سے جاؤ گے۔ اب یہاں سے جاؤ۔ دروازوں کے لاک کھل چکے ہیں۔"

وہ سب تکلیف سے کراہتے ہوئے دروازے کھول کر باہر آ گئے۔ ایک نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں' مسٹر مارکو سولو نیلی پیتھی جانتے ہیں اور ہمارے ذہنوں میں آ کر ہماری خفیہ باتیں سن لیتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "وہ کچھ بھی جانتے ہوں کچھ بھی کرتے ہوں' ہمیں ان کے خلاف نہ بولنا چاہئے' نہ سوچنا چاہئے۔ روکی' تم کیا کہتے ہو؟"

وہ بولا "مجھ سے نہ پوچھو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں تو سونے جا رہا ہوں۔"

وہ ان سے رخصت ہو کر دوسرے راستے پر آ گیا۔ ایک جگہ چھپ کر دیکھنے لگا کہ کوئی تعاقب کر رہا ہے یا نہیں؟ جب اطمینان ہو گیا تو وہاں سے نکل کر پولیس اسٹیشن آ گیا۔ انسپکٹر نے اسے دیکھ کر کہا "کہو روکی! پچھلے کئی ماہ سے تم نے کوئی واردات نہیں کی۔ کیسے گزارہ ہو رہا ہے؟"

"جناب' آپ نے سیدھے راستے پر چلنے کا حکم دیا۔ میں یہ کر رہا ہوں۔ آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ مجرموں کی نشاندہی کرو گے انعام ملے گا۔"

"بے شک قانون کا ہاتھ مضبوط کرنے والے انعام کے مستحق ہوتے ہیں۔"

وہ قریب آ کر بولا "ہمارے جزیرے میں ایک پُراسرار شخص آیا ہے۔ پاسپورٹ کے مطابق اس کا نام مارکو سولو ہے۔ وہ یہاں کے چھپے ہوئے بدمعاشوں کو اپنی دولت اور طاقت سے اپنا تابع بنا رہا ہے۔"

"اس نے تمہیں کتنی رقم دی ہے؟"

"صبح دس ہزار ڈالر دیئے تھے۔ میں نے چار ہزار قرض خواہوں کو دے دیئے' یہ چھ ہزار آپ کو پیش کر رہا ہوں۔ اس سے کچھ مجھے انعام کے طور پر دے دیجئے۔"

انسپکٹر نے چھ ہزار گنے پھر اسے ایک ہزار دے کر پانچ ہزار اپنی جیب میں رکھتے ہوئے پوچھا "اور کتنے بدمعاشوں نے اس سے رقم لی ہے؟"

روکی نے اپنے ساتھیوں کے نام بتا کر کہا "جناب! پہلے آپ مارکو سولو کو قابو میں کریں۔ وہ ہماری یہ باتیں سن رہا ہے۔"

"کیسے سن رہا ہے؟ کہاں ہے وہ؟"

"وہ سی سائڈ ویو کے ایک بنگلے میں ہے لیکن اس کا ہم زاد ہمارے قریب ہے۔ ہم اسے دیکھ نہیں سکتے لیکن وہ ہمیں دیکھ رہا ہے' ہماری باتیں سن رہا ہے۔"

"وہاٹ اے نان سنس۔ میں ایسی بکواس پر یقین نہیں کرتا۔"

اس نے اپنے ایک ماتحت افسر کو بلایا۔ اس سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ روکی کے تمام ساتھیوں کو پکڑ کر لائے' آج ہر ایک سے پانچ پانچ ہزار ڈالر کی آمدنی ہونے والی تھی لیکن ماتحت کو حکم دینے سے پہلے ہی فون کی گھنٹی نے متوجہ کر لیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو' کون ہے؟"

آواز آئی "میں تمہارا دوست ہوں۔ میرا نام مارکو سولو ہے۔ ابھی تمہارے سامنے میرا ذکرِ خیر ہو رہا ہے۔"

"اچھا تو تم ہو۔"

"ہاں تمہارے لئے بہت مالدار اسامی ہوں۔ دوستی کرو گے تو بے حساب ڈالر سے کھیلتے رہو گے۔ یہ غلط نہیں ہے کہ میرا ہم زاد تمہارے قریب موجود ہے۔ تم فون بند کر کے اپنے لوگوں سے جو گفتگو کی بات کہو گے' وہ میں لفظ بہ لفظ سنا دوں گا۔ مجھے آزما لینے میں حرج کیا ہے۔ میں ٹھیک ایک منٹ بعد فون کروں گا اور وہاں اپنے ماتحت کو ان پانچ غنڈوں کے پاس نہ بھیجنا۔ ان سے جو پچیس ہزار ڈالر تمہیں مل سکتے ہیں' وہ میں ادا کروں گا۔"

تم کیسے جانتے ہو کہ میں اپنے ماتحت کو ان کی گرفتاری کے لئے بھیجنے والا ہوں؟"

"روکی بتا چکا ہے۔ میں بھی کہہ چکا ہوں کہ میرا ہم زاد تمہارے قریب موجود ہے' وہ مجھے بتا رہا ہے۔ اس لئے کہتا ہوں پھر ایک بار آزما لو۔"

"اچھی بات ہے' ایک منٹ بعد فون کرو۔"

اس نے ریسیور رکھ کر ماتحت سے کہا "تم جاؤ۔ میں بعد میں بلاؤں گا۔"

ماتحت چلا گیا' روکی نے گھبرا کر پوچھا "کیا مارکو سولو تھا؟"

"ہاں' ابھی پھر فون کرے گا اور بتائے گا کہ ابھی ہم کیا باتیں کرتے رہے ہیں۔"

"جناب! وہ بتا دے گا۔ اس کا ہم زاد ہماری باتیں اسے سنا رہا ہے' وہ اس بار مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ پلیز' مجھے حوالات میں بند کر دو۔ سپاہیوں سے کہہ دو اسے یہاں نہ آنے دیں۔"

"بکواس مت کرو۔ یہ پولیس اسٹیشن ہے' یہاں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس کے متعلق کچھ اور بتاؤ۔"

"کیا بتاؤں۔ وہ گہری تاریکی میں صاف طور پر دیکھ لیتا ہے۔ اس کا ہم زاد اسے اندھیرے میں دکھاتا ہے۔ وہ انتہائی طاقتور ہے۔ فولاد کا بنا ہوا لگتا ہے۔ اس نے میری کلائی پکڑی تو بس یہ ٹوٹنے سے رہ گئی۔ وہ نہ چھوڑتا تو یہ ٹوٹ جاتی۔"

"تم اسے سُپرمین بنا رہے ہو۔"

"جناب! وہ سُپرمین سے بھی کچھ زیادہ ہی ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ انسپکٹر نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ پاشا کی آواز آئی "میں دشمنوں کے لئے سپرمین ہوں اور دوستوں کے لئے ایک اچھا انسان۔"

پھر وہ انسپکٹر اور روکی کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ سنانے لگا۔ انسپکٹر حیرانی سے سننے کے بعد بولا "میں مانتا ہوں۔ یہاں تمہارا ہم زاد موجود ہے۔ مجھے تم سے دوستی کر کے فخر حاصل ہو گا۔"

"میں نے تمہارے لئے یہاں ایک لاکھ ڈالر رکھے ہیں لیکن آنے سے پہلے روکی کو ٹارچر سیل میں لے جا کر ایسی اذیتیں دو کہ وہ زمین پر گھسٹتا ہوا میرے قدموں میں آئے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہاری یہ خواہش پوری کر کے ابھی آتا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر اپنے ماتحت افسر اور سپاہیوں کو بلایا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے کہا "مسٹر روکی کو ڈرائنگ روم میں لے چلو۔"

دنیا کی تقریباً ہر پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ٹارچر سیل (عقوبت خانہ) کو ڈرائنگ روم کہا جاتا ہے۔ وہاں روکی کی جیسی پٹائی ہوئی اور اسے جیسی اذیتیں پہنچائی گئیں' اس کے نتیجے میں وہ توبہ توبہ کرتا رہا اور رحم کی بھیک مانگتا رہا۔ اس دن کے بعد جزیرے کے تمام جرائم پیشہ افراد کو یہ معلوم ہو گیا کہ مارکو سولو بہت ہی پہنچا ہوا خطرناک شخص ہے۔ پولیس اور مجرموں کو خریدنے کے لئے دونوں ہاتھوں سے دولت لٹا رہا ہے اور جو خریدے نہیں جاتے' سرکشی کرتے اور دھوکے دیتے ہیں' انہیں وہ اپاہج بنا کر چھوڑتا ہے۔

اس نے صرف چار دنوں میں ہی بڑے بڑے سرکاری افسران اور خطرناک جرائم پیشہ افراد کو خرید کر اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔ اس نے اپنی دولت کا اور غیر معمولی صلاحیتوں کا اس انداز سے مظاہرہ کیا تھا کہ کوئی اس کے سامنے سر اٹھا کر اونچی آواز میں نہ بولتا تھا۔ سب ہی اس کے خلاف کچھ سوچنے سے پہلے ہی خوف سے لرز جاتے تھے۔

یہاں رہ کر اب وہ شی تارا اور سرنا سے بھی نمٹ سکتا تھا لیکن علی تیمور نے آ کر پریشانیوں میں مبتلا کر دیا تھا۔ جب اس نے یہ سنا کہ علی نے اسے پھانسنے کا کوئی منصوبہ بنایا ہے اور وہ مریم سے تحریر کے ذریعے منصوبے کے متعلق تبادلۂ خیال کر رہا ہے تو وہ بے چین ہو گیا۔ اسے اپنی بیوی پر بھی غصہ آ رہا تھا کہ وہ علی کے ساتھ مل کر اسے پھانسنے کی کوشش کر رہی تھی۔

وہ کسی پولیس یا دوسرے سرکاری افسر کو علی کے خلاف کارروائی کرنے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن یہ اندیشہ تھا کہ علی کے دماغ میں آنے والے رشتے دار ان سرکاری افسروں اور پولیس والوں کے دماغوں پر قبضہ جما لیں گے پھر اسی کے خلاف انہیں استعمال کریں گے۔

اس نے ایک اعلیٰ افسر سے پوچھا "یہاں یوگا میں مہارت رکھنے والے کتنے لوگ ہیں؟ مجھے ایسے دو چار دس افراد کی ضرورت ہے۔"

افسر نے چند گھنٹوں میں ایسے افراد مہیا کرنے کا وعدہ کیا۔ پاشا کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس نے فون کے ذریعے مریم کو مخاطب کیا۔ غصے سے گرجتے ہوئے پوچھا "تم میری بیوی ہو یا اس چھوکرے کی؟"

وہ بولی "بکواس مت کرو۔ وہ میرا بیٹا ہے۔"

"یہ کیسا بیٹا ہے جو ماں سے مل کر باپ کو پھانسنا چاہتا ہے۔"

"ہم ماں بیٹے تمہاری عاقبت سنوارنا چاہتے ہیں۔ تم ساری دنیا پر تنہا حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے ہو۔ اس بڑھاپے میں جوان لڑکیوں کے ساتھ منہ کالا کر رہے ہو۔ گناہوں سے باز آ جاؤ اور بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر عزت اور شہرت حاصل کرو۔"

"میں نے تمہاری نصیحتیں سننے کے لئے فون نہیں کیا ہے۔"

"پھر کس لئے یاد آئی ہوں۔"

"مجھے یہ بتاؤ' علی نے مجھے پھانسنے کے لئے کیا منصوبہ بنایا ہے؟"

"تمہیں بتانا ہوتا تو وہ زبان سے گفتگو کرتا۔ ہم تحریر کی

مشکلات میں نہ پڑتے۔"

"تم میری شریکِ حیات ہو۔ تمہیں اپنے مجازی خدا سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہئے۔"

"مجازی خدا ہو تو شریکِ حیات کو اپنے پاس بلاؤ۔ تمہیں شرم نہیں آتی، مجھے مگرمچھ سے ڈرا رہے ہو۔"

"میں نے بھنگئے کا مشورہ نہیں دیا تھا۔ استنبول واپس جاؤ۔"

"میں ارادے کی پکی ہوں۔ تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گی۔"

"یہ کیوں نہیں کہتیں کہ مجھے فرہاد کا غلام بنانا چاہتی ہو۔"

"کیا ایسا شخص پیش کرسکتے ہو جسے فرہاد نے غلام بنایا ہو۔"

"اس نے شی تارا کے بھائی سرنا کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔"

"یہ سفید جھوٹ ہے۔ میری بھی مت ماری گئی ہے۔ ایک جھوٹے شوہر سے ثبوت مانگ رہی ہوں۔"

"مریم! میرا وقت برباد نہ کرو۔ کیا تم نے علی کو دل سے بیٹا نہیں بنایا ہے؟"

"بے شک میں اسے جان سے زیادہ چاہتی ہوں۔"

"تو پھر اس کی جان بچاؤ۔ اسے یہاں سے فوراً لے جاؤ۔ ورنہ چند گھنٹوں کے بعد تم اس کی لاش دیکھو گی۔"

"تمہارے گنہ میں خاک۔ وہ یہاں سے ایسے بھیس میں گیا ہے کہ اس کے پاسپورٹ پر مہر لگانے والے بھی اسے پہچان نہیں سکیں گے۔"

"وہ کہاں گیا ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"اس کا منصوبہ کیا ہے؟"

"وہ منصوبہ ساتھ لے گیا ہے۔"

"اس نے تمہیں بتایا ہے۔"

"بتایا ہوتا تو تم سن لیتے۔"

"مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ اس نے لکھ کر تمہیں بتایا ہے۔"

"وہ لکھا ہوا کاغذ لے گیا ہے۔"

"تم نے اسے پڑھا تو ہے نا؟"

"ہاں مگر پڑھنے کے بعد بھول گئی۔"

"مریم! میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔"

"خون پینے کے لئے ہی آؤ، آؤ تو سہی۔"

وہ غصہ سے ریسیور پٹخ کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "اوہ خدایا! میں اس عورت کا کیا بگاڑوں؟ اتنی بوڑھی ہوگئی ہے کہ طلاق دیتے ہوئے بھی شرم آئے گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک سر تھامے آنکھیں بند کرکے سوچتا رہا پھر چہل کر کھڑا ہوگیا۔ مریم نے کہا تھا کہ علی بھیس بدل کر کہیں چلا گیا ہے۔ اب یہ فکر لاحق ہوگئی کہ بھیس بدل کر کہاں گیا ہے؟ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اسی کی طرف آرہا ہے۔ اس کے ٹھکانے پر پہنچ گیا ہے اور چھپ کر اسے دیکھ رہا ہے۔

کوئی موت سے بھی ایسے نہیں ڈرتا جیسے وہ میرے سے ڈر رہا تھا۔ دشمنی کرنے والوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ موت کے آنے کا کوئی دن مقرر ہوتا ہے۔ ہمارے آنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ ہم کسی وقت بھی کسی بھی صورت ڈرامائی انداز میں ملے آتے ہیں۔

وہ سوچ رہا تھا اگر آج رات تک علی کو کالے پانی نہ بھیج سکا تو خود اس جزیرے سے بھاگ جائے گا۔ خود کو خوف و دہشت کے عذاب میں مبتلا نہیں رکھے گا۔

گھنٹی کی آواز سنتے ہی وہ خوف سے اچھل پڑا۔ اس نے دروازے کی سمت دیکھا، وہ کال بیل کی نہیں، فون کی گھنٹی کی آواز تھی۔ اس کی جان میں جان آئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان لگا کر پوچھا "ہیلو! کون ہے؟"

اعلیٰ افسر کی آواز سنائی دی "ہیلو مسٹر بار کو سولو! چار یوگا ماہرل چکے ہیں۔ میں نے آپ کے پتے پر انہیں بھیج دیا ہے۔ آپ کے پاس پہنچنے والے ہیں۔"

"شکریہ آفیسر! ایک کام اور کریں۔ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے، تیمور اس جزیرے میں ہے۔ دونوں باپ بیٹے بہت خطرناک ہیں۔ ان سے باتیں کرتا ہے، وہ اس کے دماغ میں گھس جاتے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "میں نے امریکا میں فرہاد کا بہت نام سنا ہے۔ اگر اس کا بیٹا یہاں ہے تو اسے گرفتار کرکے امریکی حکام کے حوالے کرنے سے ہمارے جزیرے کو اربوں ڈالر کی امداد ملے گی۔"

پاشا نے کہا "اتنے اونچے نہ اڑو۔ امریکی امداد حاصل ہونے سے پہلے ہی فرہاد اس جزیرے کو سمندر میں غرق کردے گا۔ میں جو کہہ رہا ہوں، اسے رازداری سے کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میری بیوی مریم کے ساتھ جو نوجوان آیا ہے، اس کا ویزا امیگریشن آفس میں چیک کرو۔ وہ کس نام اور کس بھیس میں آیا ہے۔ اس کی موجودہ صورت کیسی ہے؟"

"میں سمجھ گیا۔ اس طرح ہم آسانی سے اسے ڈھونڈ لیں گے۔"

پاشا نے کہا "یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ وہ گلیکسی ہوٹل سے بھیس بدل کر میری تلاش میں نکلا ہے۔ اسے پہچاننے میں ذرا دشواری ہوگی لیکن جزیرے کے پچاس ہزار افراد کے درمیان وہ زیادہ دیر چھپ نہیں سکے گا۔ ایک اجنبی ہزاروں میں پہچانا جائے گا۔"

پاشا نے پھر کچھ سوچ کر کہا "پولیس والے وردی پہن کر اسے تلاش نہ کریں۔ فرہاد کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ یہاں کی پولیس نے علی کو مُردوں کے جزیرے میں پہنچایا ہے۔"

افسر نے پوچھا "کیا تم اسے مُردوں کے جزیرے میں پہنچانا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ میں چاہتا ہوں کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی علی کو اس جزیرے سے نکال لانے میں معروف ہوجائیں۔ اسے جزیرے سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے نکال لانا آسان ہوگا۔ میں بھی یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ مجھ سے ٹکرانے کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ فرہاد اور پارس اس کی رہائی کے لئے ضرور یہاں آئیں گے۔ ہم بڑی رازداری سے ان سے بھی نمٹ لیں گے۔"

"آپ جو کہہ رہے ہیں، وہ ہم کریں گے لیکن آپ اس خطرناک نیلی سے ٹکرانے کا خطرہ مول لے رہے ہیں۔"

"مجھے خطرات سے کھیلنے کا شوق ہے۔ میری پلاننگ یہ ہے کہ آپ سپاہیوں کو سادہ لباس میں رکھیں اور ان کی چار ٹیمیں بنائیں۔ ہر ٹیم کا لیڈر ایک یوگا کا ماہر ہوگا۔ وہی یہاں کے ہر اجنبی سے گفتگو کرکے علی تک پہنچے گا۔ ڈیوٹی کے دوران تمام سپاہی گونگے بنے رہیں گے۔ انہیں اچھی طرح تاکید کریں۔ اگر وہ کم از کم بارہ گھنٹے گونگے بن کر نہ رہے تو علی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے سب کے دماغوں میں گھس کر اپنا قبضہ جما لیں گے۔"

وہ ہر پہلو سے ٹھوس اقدامات کر رہا تھا۔ چار یوگا جاننے والوں کو اچھی طرح پرکھ کر مطمئن ہوگیا تھا۔ اعلیٰ افسر نے دس دس سپاہیوں کی چار ٹیمیں بنائیں۔ ایک ایک یوگا جاننے والا ہر ٹیم کا لیڈر مقرر کیا گیا۔ ان سب نے غنڈوں، موالیوں کا حلیہ بنایا تھا تاکہ ہیں اور علی انہیں سپاہیوں کے طور پر نہ پہچان سکیں۔

وہ سب علی کو تلاش کرنے پورے جزیرے میں پھیل گئے۔ وہاں کی آبادی اتنی ہی تھی، جتنی کسی چھوٹے سے شہر کی ہوا کرتی ہے۔ انہیں جس پر بھی شبہ ہوتا تھا، اس کے متعلق تحقیقات کرتے تھے کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ اینٹی میک اپ لینس کے ذریعے دیکھتے تھے کہ اجنبی کا چہرہ اصلی ہے یا میک اپ زدہ ہے۔

ایسی منظم تلاش جاری رکھنے کے باعث دوپہر تک دو چار روپوش رہنے والے مجرم گرفتار ہوگئے لیکن علی کا سراغ نہیں ملا۔ پاشا تھوڑے تھوڑے وقفے سے مریم کی طرف توجہ دیتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ علی اور مریم کسی نہ کسی وقت ایک دوسرے سے رابطہ کریں گے یا کوئی ایسی غلطی کریں گے جو علی کے گلے کا پھندا بن جائے گی۔

شام کے وقت مریم کی آواز سنائی دی۔ وہ جزیرے کے ایک بازار میں تھی۔ کسی دکاندار سے کریم پاؤڈر اور نیل پالش طلب کررہی تھی پھر پاشا چونک گیا۔ وہ آخر میں شیونگ ریزر خرید رہی تھی۔ شیونگ کریم بھی لے رہی تھی۔ ظاہر ہے یہ چیزیں کسی مرد کے لئے لے جارہی تھی اور وہ مرد علی تھا۔ بھلا وہ اور کسی کے لئے یہ سامان کیوں خریدے گی؟

اس نے تلاش کرنے والی ایک ٹیم سے کہا "فوراً میرے ساتھ چلو۔ جسے ہم جزیرے میں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں، وہ گلیکسی ہوٹل کے کمرا نمبر چار سو بارہ میں ہے۔"

وہ ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مریم اور علی نے اسے الّو بنایا ہے اور اسے یہ کہہ کر دھوکا دیا ہے کہ علی بھیس بدل کر کہیں گیا ہے تاکہ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ اسے ہر جگہ تلاش کرتا پھرے مگر ہوٹل میں نہ آئے۔ اس طرح وہ بھٹک رہا تھا اور علی ہوٹل میں آرام کررہا تھا۔

سادہ لباس میں رہنے والے سپاہیوں نے ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پاشا چار مسلح افراد کے ساتھ ہوٹل کے اندر آکر بیٹھ گیا اور مریم کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ وہ تھوڑی دیر بعد بازار سے واپس آگئی۔ زینے کے راستے اوپر جانے لگی۔ چوتھے فلور پر اس کا کمرا تھا۔ اس نے کمرے کے پاس آکر پرس کھولا پھر اس میں سے چابی نکالی۔ جھک کر دروازہ کھولنے لگی۔ اسی وقت پاشا کی آواز سن کر چونک گئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اچھا تو اس بدمعاش بناسپتی بیٹے کو تالے چابی میں چھپا کر رکھتی ہو؟"

اس نے حیرانی اور پریشانی سے پاشا کو دیکھا اور پھر کہا "آواز میرے شوہر کی ہے مگر صورت وہ نہیں ہے۔ کیا تم نے بھیس بدلا ہوا ہے؟"

"ہاں، جب اپنی ہی بیوی دشمنوں کا ساتھ دے تو شوہر کو شرم سے مُنہ چھپانا پڑتا ہے۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "پہلے مجھے یقین کرنے دو کہ تم ہی میرے جسم و جاں کے مالک ہو۔"

وہ تھوڑی دیر تک پاشا سے لگی رہی۔ اکثر بیویاں اپنے مرد کی قربت سے اور اس کی انجانی مہک سے اندھیرے میں بھی اسے پہچان لیتی ہیں۔ مریم پورے یقین کے ساتھ اسے پہچانتے ہی رونے لگی "ہائے زندگی بھر ساتھ دینے کا وعدہ کرکے بڑھاپے میں کیوں چھوڑ دیا ہے؟ کیوں اتنے سنگ دل ہوگئے ہو؟"

"میری جان! میری مریم! میں سنگدل نہیں ہوں۔ آج بھی تم سے پہلے دن کی طرح پیار کرتا ہوں۔"

"پھر مجھے کیوں بھٹکا رہے ہو۔"

"یہ میری حکمتِ عملی ہے۔ میں تمہارے ذریعے دشمنوں کو پھانس رہا ہوں۔ یہی دیکھو کہ علی نے تمہارے ذریعے مجھے گمراہ کرنا چاہا تاکہ میں پورے جزیرے میں اسے تلاش کروں اور وہ تمہارے پاس اس کمرے میں چھپا رہے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا۔ وہ بھیس بدل کر یہاں سے چلا گیا ہے۔"

"دروازہ کھولو۔ ابھی سچ سامنے آجائے گا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ علی یہاں چھپا ہوا ہے؟"

"تم سے چوک ہوگئی مریم! تم بازار میں جاکر اس کے لئے شیونگ کریم اور ریزر خرید رہی تھیں۔ میں تمہاری آواز سن رہا تھا۔"

"اس طرح تم نے یہ چوری پکڑلی کہ میں یہ مردانہ سامان علی

کے لیے خرید رہی ہوں۔"

"ہاں' یہی تم سے بھول ہوگئی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "آفریں ہے فرہاد اور اس کے بیٹوں پر۔ ان کی ذہانت اور حکمتِ عملی کا جواب نہیں ہے۔ علی نے تحریر کے ذریعے یہی منصوبہ مجھے سمجھایا تھا کہ پہلے میں تم سے کہوں کہ وہ بھیس بدل کر چلا گیا ہے پھر شام تک بازار جا کر شیونگ کا سامان خریدوں۔ تم اس فریب میں آجاؤ گے' اسے پکڑنے یہاں دوڑے آؤ گے تو مجھے میرا شوہر مل جائے گا۔ دیکھو اور سمجھوذہ کیسا بیٹا ہے۔ اس نے ماں کو اس کے مجازی خدا سے ملا دیا۔"

وہ دروازہ کھول کر بولی "اپنے ان موالیوں سے کہو اندر جا کر تلاشی لیں۔ علی نہ ملے تو شرافت سے واپس چلے جائیں' تم نہیں جاؤ گے۔"

اس کے ساتھ آنے والے تلاشی لینے اندر چلے گئے۔ وہ حیرانی سے اور بے یقینی سے بولا "کیا وہ نہیں ہے؟ یہ اس کی چال ہے؟"

وہ کچھ نہ بولی' مسکراتی رہی' اندر جانے والوں نے باہر آکر کہا۔ "باس' کمرے میں کوئی نہیں ہے۔ ہم نے باتھ روم میں بھی دیکھ لیا ہے۔"

پاشا نے کہا "چلو یہاں سے۔"

وہ جانا چاہتا تھا۔ مریم نے اس کا بازو تھام کر کہا "تم نہیں جاؤ گے' میں نے بڑی مدت کے بعد تمہیں پایا ہے۔"

وہ ایک جھٹکے سے بازو چھڑا کر بولا "کیا میں پاگل ہوں کہ اس کے جال میں پھنسنے کے لیے تمہارے پاس رہ جاؤں؟"

"وہ تو تم پھنس چکے ہو پاشا۔ اب جہاں بھی جاؤ گے علی کی نظروں میں رہا کرو گے۔"

وہ جاتے جاتے رک گیا۔ پریشان ہو کر بولا "وہ کہاں ہے؟"

"پہلے کمرے میں آؤ۔ آرام سے بیٹھ کر اُس کی آواز سنو' وہ تم سے کچھ کہہ رہا ہے۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے مریم کو دیکھا۔ عقل نے یہی سمجھایا کہ علی سے باتیں کرے اور یہ معلوم کرے کہ اس کے گرد گھیرا تنگ کرتے کرتے خود اس کے جال میں کس حد تک پھنس گیا ہے۔

اس نے اپنے لوگوں سے کہا "یہاں آس پاس کڑی نظر رکھو۔ وہ کہیں قریب ہی چھپا ہوا ہے' میں تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔"

وہ مریم کے ساتھ کمرے میں آیا۔ مریم نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا پھر کہا "آرام سے بیٹھ کر میرے بیٹے سے باتیں کرو۔"

"تمہارا بیٹا جہاں بھی ہے' اسے کیسے معلوم ہوگا کہ میں اسی لمحے اسے مخاطب کرنے والا ہوں۔"

"وہ علی ہے۔ بہت پہنچا ہوا بندہ ہے۔ تم جیسے ہی اسے آواز دو گے وہ تم سے بولنے لگے گا۔"

"میں خوب سمجھ رہا ہوں۔ اس کا کوئی ٹیلی پیتھی تمہارے دماغ میں ہے۔ وہ تمہارے ذریعے مجھے دیکھ رہا ہے' یہی میں علی کو مخاطب کروں گا' وہ خیال خوانی کے ذریعے سمجھ گا کہ میں اس کی آواز سن رہا ہوں لہٰذا اسے بولنا چاہئے۔"

"میرے پیارے مجازی خدا! تم بہت سمجھ دار ہو۔ لگتا ہے گئے ہو گے کہ دشمن' فرہاد اور اس کے بیٹوں کو جتنا سمجھ اس کے بعد بھی سمجھنے کے لیے بہت کچھ رہ جاتا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ مریم نے کہا "کیا تمہارے جیسے سمجھ میں یہ آیا تھا کہ تم علی کو پھانسنے کے لیے خود یہاں دوڑے چلے آئے ہو۔ وہ کیسی نفسیاتی چالیں چلتے ہیں' رفتہ رفتہ معلوم ہو گا۔"

وہ اٹھ کر بولا "میں اس سے بات نہیں کروں گا۔ تھوڑی دیر رہ گیا تو اور زیادہ دلدل میں دھنستا جاؤں گا۔"

"باہر جانے سے پہلے یہ تو سن لو کہ باہر کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی "فائر۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی باہر سے فائرنگ کی آوازیں آئیں۔ ایک اندازے کے مطابق ہو ٹل کے اندر اور باہر گولیاں تھیں' پاشا سر جھکا کر توجہ سے اپنے آدمیوں کی آوازیں سمجھ کر اسے اپنے لوگوں کی آوازیں باری باری سنائی دے رہی جوابی فائرنگ کرتے ہوئے وہاں سے بھاگ رہے تھے خاموشی چھا گئی۔

پاشا سر جھکائے ہمہ تن گوش تھا۔ اسے یوگا جانے آواز سنائی دی۔ وہ اپنے ایک ساتھی سے کہہ رہا تھا "ہم بچا کر آگئے ہیں لیکن مسٹر مار کو سولو ہو ٹل کے اسی کمرے ہیں۔"

ساتھی کی آواز آئی "مسٹر مار کو سولو غیر معمولی صلا حامل ہیں۔ وہ بھی اپنی جان بچا کر آجائیں گے۔"

پاشا نے سر اٹھا کر مریم کو دیکھا۔ مریم نے پوچھا "کو تحریری منصوبہ کیسا رہا؟"

وہ شکست خوردہ سا ہو کر بولا "میں علی سے باتیں کروں گا۔"

"ضرور کرو۔ وہ تمہارا منتظر ہے۔"

"میں اپنی غیر معمولی سماعت سے اس کی آواز سنتا لیکن وہ میری باتیں کیسے سنے گا؟"

"وہ اس وقت بھی سن رہا ہے' تم اسے مخاطب کرو۔"

پاشا نے آنکھیں بند کیں پھر کہا "ہیلو علی! کیا میری رہے ہو؟"

علی کی آواز سنائی دی "بے شک سن رہا ہوں۔"

"تم لوگوں کو مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو بتاؤ' ہماری ات سے تمہیں کوئی نقصان پہنچا ہے؟"

"کیا یہ نقصان نہیں ہے کہ تم نے میرے اطراف جال بچھا رکھا ہے۔ ابھی جو فائرنگ ہو رہی تھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ باہر میرے لیے خطرہ ہے اور مجھے اس کمرے سے نہیں نکلنا چاہئے۔"

"ہے کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ تم مجھے گھیر رہے تھے مجھے پکڑنے کے لیے ہو ٹل کا محاصرہ کرایا تھا۔ تمہارے آدمی پورے جزیرے میں کتوں کی طرح میری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ تھی خود کر رہے ہو اور الزام مجھے دے رہے ہو۔"

"میں الزام نہیں دے رہا ہوں۔ تم لوگ اسی دن سے میرے دشمن ہو گئے تھے جس دن میں نے بابا صاحب کے ادارے کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا۔ تم لوگ میری غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے اور میرے اہم فارمولے حاصل کرنے کے لیے میری جان کے دشمن ہو گئے ہو۔"

"پاشا! تم جتنے ذہین ہو' اتنے ہی احمق ہو۔ اگر ہم جان کے دشمن ہوتے تو تم اب تک زندہ نہ ہوتے۔ کیا تمہیں احساس ہے کہ اس وقت تم ہمارے رحم و کرم پر ہو۔ ہم چاہیں تو تمہارے دماغ سے تمام فارمولے نوٹ کر سکتے ہیں۔ تمہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا سکتے ہیں۔"

"تو پھر ایسا کیوں نہیں کر رہے ہو؟"

"ہم بابا صاحب کے ادارے کے اصولوں کے پابند ہیں' جناب اسد اللہ تبریزی کی ہدایت ہے کہ تم پر جبر نہ کیا جائے۔ خدا کو منظور ہو گا تو تم راہِ راست پر آؤ گے ورنہ اپنی تباہیوں کے اندھیروں گم ہو جاؤ گے۔"

"جب مجھ پر جبر نہیں کرو گے' مجھے غلام نہیں بناؤ گے اور میرے فارمولے حاصل نہیں کرو گے تو میری مریم کے ساتھ کیوں آئے ہو؟"

"یہاں آنے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم شی تارا یا کی بھی شیطانی ارادے رکھنے والوں کو تمہارے وہ فارمولے حاصل نہیں کرنے دیں گے اور اگر تم نے ان سے دوستی کی یا فارمولوں کا سودا کیا تو ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔ چونکہ ابھی ایسا وقت نہیں آیا ہے اس لیے تم زندہ ہو۔"

"اور دوسری وجہ کیا ہے؟"

"تمہاری بیوی کو میں نے ماں بنایا ہے۔ اس سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں اس کے پاس پہنچاؤں گا' یہ وعدہ آج پورا ہو گیا ہے۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ تم لوگوں میں شرافت ہے' لیکن کسی کو شکست آمیز شکست دے کر دوست بنانے کی توقع کرنا نادانی ہے۔"

"پاشا! اب تک ہماری کسی بات سے یا کسی حرکت سے یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ ہم تمہیں دوست بنانا چاہتے ہیں۔ ارے احمق! ہم تو ابھی تمہیں غلام بنا سکتے ہیں لیکن تم اتنے تجربے گزرے ہو کہ تمہیں غلام بنانا بھی منظور نہیں ہے۔"

وہ غصے سے دانت پیسنے لگا۔ علی نے پوچھا "تمہیں کس بات کی خوش فہمی ہے؟ غیر معمولی بصارت اور سماعت' غیر معمولی جسمانی اور دماغی قوت کس کام کی؟ تم اپنی کسی صلاحیت کے بل پر اس کمرے سے باہر قدم بھی نہیں رکھ سکتے ہو۔ میرے پاپا اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام رشتے دار اسی لیے اپنی صلاحیتوں پر نہیں اِتراتے ہیں کہ یہ لوگ بھی جب کسی مصیبت میں پھنستے ہیں تو غیر معمولی صلاحیتیں کسی کام نہیں آتی ہیں۔ پھر ہم سب کا قادرِ مطلق ہی مصیبتوں سے نجات دلاتا ہے۔ پوری کائنات میں وہی ایک قوت ہے جس کے سامنے کوئی انسانی قوت اور صلاحیت غیر معمولی نہیں رہ پاتی۔ ہو سکے تو اپنے حالات سے سبق حاصل کرو اور میری ممی کے ساتھ شریفانہ زندگی گزارتے ہوئے اپنی تمام صلاحیتوں کو انسان کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر دو۔"

"اور وقف کرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں چلا جاؤں' داڑھی رکھ لوں اور نمازیں پڑھنا شروع کر دوں۔ یہ نصیحتیں اپنے باپ کو کرو۔"

"جاؤ۔ تم سے خدا ہی سمجھے گا۔ میں خاموشی اختیار کرتا ہوں۔"

"ابھی خاموش نہ ہونا۔ پہلے یہ بتاؤ۔ میں کب تک اس کمرے میں قید رہوں گا۔ یہاں سے باہر جانے کی شرائط کیا ہیں؟"

وہ جواب سننے کے لیے چپ ہوا لیکن علی کی آواز سنائی نہیں دی' اس نے پوچھا "اے تم بولتے کیوں نہیں ہو؟"

مریم نے کہا "پاشا! میرے دماغ میں کہا جا رہا ہے کہ اب علی نہیں بولے گا۔ تم اسے آوازیں نہ دو۔ تھک جاؤ گے۔"

وہ مریم کو گھونسا دکھاتے ہوئے بولا "یہ سب تم نے کیا ہے؟ تم نے ان کا ساتھ دے کر مجھے پھنسایا ہے۔"

"تم نے تھوڑی دیر پہلے کہا تھا کہ دشمنوں کو پھانسنے کے لیے مجھے اسٹیول سے یہاں تک بھٹکا رہے ہو۔ تو پھر دشمنوں کو کیوں نہیں پھانس رہے ہو۔"

"یہی تو عجیب باتیں دیکھتا آرہا ہوں۔ جو تدبیر ہم ان پر آزمانا چاہتے ہیں' اسی تدبیر کو وہ لوگ ہم پر آزما کر گزر جاتے ہیں۔"

وہ قریب آکر بیٹھ گئی۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولا "اے خبردار! تو دشمن کی ماں ہے۔ میرے قریب نہ آنا۔"

"دیکھو۔ مجھے دھتکارو گے اور میری انسلٹ کرو گے تو میرا بیٹا اپنی ماں کی توہین برداشت نہیں کرے گا۔"

"نہیں برداشت کرے گا تو میرا کیا بگڑ جائے گا؟"

مریم نے اونچی آواز میں کہا "علی! میں تمہیں پکار رہی ہوں۔ کیا تم اپنی ماں کی انسلٹ برداشت کرو گے؟"

پھر وہ پاشا سے بولی "سنو۔ علی کچھ کہہ رہا ہے؟"

اس نے کان لگا کر سنا۔ وہ کہہ رہا تھا "پاشا! انسان بن جاؤ۔ میری ماں کی توہین کرو گے یا اس کا دل دکھاؤ گے تو۔۔۔"

"تو کیا کرو گے؟"

دروازے کے باہر بالکل قریب ہی گولی چلنے کی آواز آئی۔ علی نے کہا "دروازے کو دیکھو' اس میں سوراخ ہو گیا ہے۔ تمہارے جسم میں جتنے قدرتی سوراخ ہیں' ان میں اضافہ نہ کراؤ۔"

اس نے دروازے کو دیکھا' پھر مریم کو بے بسی سے دیکھا۔ کچھ کہہ نہ سکا۔ فی الحال خاموش رہنے میں ہی بہتری سمجھ رہا تھا۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ مریم نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو! کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں مسٹر مارکو سولو سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "یہاں کوئی مارکو سولو نہیں ہے۔"

پاشا اچھل کر بولا "ارے میں ہوں میں۔ یہ میرا فون ہے۔"

اس نے قریب آ کر ریسیور لیا پھر کان سے لگا کر بولا "ہیلو۔ میں مارکو سولو بول رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"آپ کا تابعدار ہوں۔ آپ نے کہا تھا' مجھے کسی کے سامنے یا فون پر اپنی اصلیت ظاہر نہیں کرنا چاہئے۔"

"ہاں' ٹھیک ہے' میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔"

"ہم وہاں سے بھاگ کر آنے پر مجبور ہو گئے تھے مگر آپ کی خیریت معلوم نہیں ہو رہی تھی۔"

"میں خیریت سے ہوں۔ ہوٹل کے اندر اور باہر زبردست فائرنگ ہوتی رہی۔ کیا پولیس نے کوئی ایکشن نہیں لیا؟"

"پولیس ہم پر گولیاں چلانے والوں کو تلاش کر رہی ہے۔ ان کا کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ ہم نے کسی فائرنگ کرنے والے کو نہیں دیکھا تھا۔ پتا نہیں گولیاں کہاں سے چل رہی تھیں۔"

"ہم نے چار نہیں بنائی تھیں۔ ان تمام ٹیموں کو بلاؤ۔ ہوٹل کا محاصرہ کرو پھر اندر آؤ اور مجھے سخت پہرے میں یہاں سے لے چلو۔"

"ٹھیک ہے' ہم آ رہے ہیں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ مریم نے پوچھا "کیا تمہارے باڈی گارڈز آ رہے ہیں؟"

"ہاں۔ میں یہاں قیدی بن کر نہیں رہوں گا۔"

"اچھا تو میں اپنا سامان پیک کرتی ہوں۔"

"تم میرے ساتھ نہیں جا سکتیں۔"

"کیوں نہیں جا سکتی۔ میں تمہاری بیوی ہوں اور تمہیں بیوی کے تمام حقوق دینے ہوں گے۔"

"میں استنبول آؤں گا تو تمام حقوق ادا کروں گا۔ ابھی میرا پیچھا چھوڑو۔"

"تمہیں چھوڑنے کے لیے ہزاروں میل دور نہیں ہوں۔"

"کیا تم زبردستی ساتھ رہو گی؟"

"میں اس لیے ساتھ جاؤں گی کہ تم اکیلے ہوٹل سے باہر نہ جا سکو گے۔"

"میری پوری فوج آ رہی ہے۔ میں دیکھوں گا' مجھے کون روکتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟"

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی سنائی دی۔ پاشا نے ریسیور دوسری طرف سے کہا گیا۔ "مسٹر مارکو سولو! ہم ہوٹل کا کام تمام کر سکیں گے۔"

"کیوں نہیں کر سکو گے؟"

"وہاں پولیس والے آ گئے ہیں۔"

"ارے تم لوگ بھی تو پولیس افسر اور سپاہی ہو۔"

"وہ تو ہیں لیکن ہوٹل میں جزیرے کی اسپیشل پولیس ہے۔ جب کبھی امنِ عامہ کو خطرہ پیش آتا ہے' یہ اسپیشل آ جاتی ہے۔ اس فورس کے اختیارات ہم سے زیادہ ہیں۔"

"یہ فورس خواہ مخواہ کیوں آ گئی ہے؟"

"خواہ مخواہ کیسے جناب! ہوٹل کے اندر اور باہر زبردست فائرنگ ہو چکی ہے۔ پھر کسی نے آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی کو خبر دی ہے کہ اس ہوٹل میں پولیس کا پرانا نگاہیا گیا تو ہم کے دھماکے گے۔ پبلک کی جان و مال کو نقصان پہنچے گا۔"

"اس کا مطلب ہے تم سب بے دست و پا ہو گئے ہو' یہاں ہوٹل کے کمرے میں قید رہو گے۔"

"نہیں جناب! اب تو کوئی خطرہ نہیں رہا۔ وہاں اسپیشل ہے۔ آپ باہر آئیں گے تو کوئی دشمن راستے میں نہیں آئے گا۔"

"یہ اسپیشل فورس صرف ہوٹل میں ہے۔ ہوٹل سے کی اپنی رہائش گاہ تک جاتے وقت کیا ہو گا' یہ میں سمجھ رہا ہوں اندھا دھند فائرنگ ہو گی اور تم لوگ دُم دبا کر بھاگو گے۔ میں رہوں گا نہ اُدھر کا۔"

"ہمیں بھاگنے کا طعنہ نہ دیں۔ ہماری جگہ کوئی بھی ہوتا کرتا۔ وہ فائرنگ کرنے والے نظر نہیں آ رہے تھے۔"

"آئندہ بھی نظر نہیں آئیں گے۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے کے ہتھکنڈے ہیں' مجھے سوچنے دو۔ میں تھوڑی دیر بعد فون گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ مریم نے کہا "سوچ سوچ کر ہو جاؤ گے' کوئی راستہ نہیں ملے گا۔ صرف میں ہی ایک ہوں۔ مجھے ساتھ رکھو گے تو کہیں سے کوئی گولی نہیں آئے گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا "مصیبت بیوی کی وجہ سے آئی ہے اور کے تعاون سے ہی جائے گی۔ میں اس کے ساتھ باہر جاؤں

محفوظ رہوں گا لیکن میں اس کے ساتھ کہاں جاؤں گا؟ جہاں بھی جاؤں گا' اس جگہ کا علم فرہاد اور علی کو ہو جائے گا۔ وہ مریم کے ذریعے میری خفیہ پناہ گاہ کو بھی دیکھ لیں گے۔"

مریم نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ بولا "کچھ نہیں۔ میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ اس کمرے میں رہوں گا۔"

"اچھا فیصلہ ہے۔ ہم اسی کمرے میں باقی زندگی گزار دیں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ جب تک میں رہوں گا' تم خاموش رہو گی۔"

"بیوی صرف سہاگ رات کو خاموش رہتی ہے۔ آج رات ایسا کوئی ارادہ ہو تو کہو' دلہن کا سنگار کروں گی۔"

"شٹ اپ!"

"ناراض کیوں ہوتے ہو۔ میں ذرا ٹائلٹ جا رہی ہوں۔"

"تھینک گاڈ! کوئی تو ایسی جگہ ہے' جہاں عورت خاموش رہتی ہے۔"

وہ چلی گئی۔ اسی وقت پاشا نے پرائی سوچ کی لہریں محسوس کیں' پھر پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں' شی تارا۔"

"اب میری یاد آئی ہے۔ خوب دوستی نبھا رہی ہو۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں بھائی سرنا کے معاملے میں الجھ گئی تھی۔ فرہاد نے اسے میرے حوالے کر دیا ہے۔ یہ اس کا فراڈ ہو سکتا تھا۔ وہ بھائی کی جگہ اس کی ڈمی دے کر مجھے دھوکا دے سکتا تھا۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

"نہیں۔ درست کہہ رہی ہو۔ فرہاد کا پورا خاندان چالباز ہے۔ کیا اس نے تمہیں سرنا کی ڈمی دی ہے؟"

"نہیں میں نے اس کا برین واش کرایا ہے۔ فرہاد کے تنویمی عمل کو اس کے دماغ سے ختم کیا ہے۔ اس کے مخصوص لہجے اور پیدائشی نشان کے ذریعے یقین ہوا ہے کہ وہی بھائی سرنا ہے۔"

"چلو بھائی کی واپسی اور سلامتی مبارک ہو۔ میں تو بری طرح پھنسا ہوا ہوں۔"

"کیا پرابلم ہے؟"

پہلے اس نے سوچا تھا کہ شی تارا کو یہ معلوم نہیں ہونے دے گا کہ جزیرے میں ہے' پھر خیال آیا' وہ مریم کے دماغ میں جا کر صورتِ حال معلوم کر لے گی۔ یہ سوچ کر اس نے اپنے موجودہ حالات بتائے۔ شی تارا نے تمام روداد سننے کے بعد کہا "تم بری طرح پھنس گئے ہو اور یہی موقع ہے کہ میں تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا کر دوستی کا ثبوت پیش کروں۔"

"تم علی کی چالوں کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ پہلے یہ معلوم کرو کہ وہ کیا کرتا پھر رہا ہے۔"

"یہ بالکل آسان ہے۔ تمہارے حالات سے یہ اندازہ ہوا ہے کہ علی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مریم کے دماغ میں ہیں اور اس کے ذریعے تمہاری باتیں سن رہے ہیں اور تمہارے ٹیلیفون کے رابطے سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"ٹیلیفون کے رابطے سے کیسے فائدہ اٹھائیں گے۔"

"میں یقین سے کہتی ہوں ٹیلیفون ایکس چینج میں علی یا اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی موجود ہے۔ جو بھی تم سے فون پر بولتا ہے' وہ بولنے والے کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔ یوں اس جزیرے میں دور تک تمہارے ذرائع معلوم کرتے جا رہے ہیں۔"

"اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔"

"میں بھی مصیبتوں کے وقت کئی پہلوؤں کو بھول جاتی ہوں۔ ایسا ہوتا ہے' فکر نہ کرو۔ اب میں آ گئی ہوں۔ مریم کے اندر جا کر دیکھتی ہوں' کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے مریم کے دماغ میں آ کر دیکھا۔ وہ ٹائلٹ کے بند دروازے کے پیچھے تھی اور کی ہول سے آنکھ لگا کر کمرے میں بیٹھے ہوئے پاشا کو دیکھ رہی تھی اور لیلیٰ کہہ رہی تھی "تمہارا میاں سوچ میں گم ہے۔ بے چارہ تم سے رسمی نزانے کی فکر میں ہے۔"

مریم نے کہا "وہ خلاء میں ایسے تک رہا ہے جیسے قوتِ سماعت سے کسی کی باتیں سن رہا ہو۔ یا اس کے دماغ میں کوئی بول رہا ہو۔"

"اس کے دماغ میں بھلا کون بولے گا۔ اس نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمنی مول لی ہے۔ کسی سے دوستی نہیں کرتا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ مجھے اور لیلیٰ وغیرہ کو شی تارا اور پاشا کی دوستی کا علم نہیں تھا۔ ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جس شی تارا اور سرنا سے وہ بھاگتا پھر رہا ہے۔ ان کا اچانک دوست بن گیا ہو گا۔

تمام معلومات کا ٹھیکا ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہم بھی اکثر لاعلمی میں دھوکا کھا جاتے ہیں۔ مریم اور لیلیٰ کی گفتگو کے دوران شی تارا بھی مریم کے اندر پہنچ گئی تھی اور ان کی باتیں سن رہی تھی لیلیٰ کہہ رہی تھی "میں ذرا علی کے پاس جا رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

"جلدی آ جانا۔ یہ میرے میاں کا مزاج پل پل میں بدلتا رہتا ہے۔ یہ مجھے چھوڑ کر جانا چاہیں گے تو میں تم لوگوں کے تعاون کے بغیر روک نہیں سکوں گی۔"

"فکر نہ کرو۔ علی تم سے دور نہیں ہے۔"

"وہ میری حمایت کے لیے قریب آئے گا تو پاشا کے آدمی اسے نقصان پہنچائیں گے۔ پلیز اسے مجھ سے دور رکھو۔"

"تم ہم میں سے کسی کی فکر نہ کرو۔ میں ابھی آؤں گی۔"

مریم کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ شی تارا نے سمجھ لیا اب لیلیٰ علی کے پاس گئی ہے۔ ایسے میں علی کسی اور خیال خوانی کرنے والی کو محسوس نہیں کرے گا اور اس کا یہ خیال درست نکلا۔ شی

تارا وہاں پہنچی تو علی نے اسے محسوس نہیں کیا۔

یہیں سے ہماری کامیابیاں رفتہ رفتہ ناکامیوں میں بدلنے لگیں۔ لیلیٰ جب تک علی سے باتیں کرتی رہی' انجانے میں شی تارا کو معلومات فراہم کرتی رہی' پھر شی تارا نے پاشا کے پاس آکر کہا۔ "تم اس بری طرح جکڑے ہوئے ہو کہ میں اس وقت دوست نہ بنوں تو علی اپنے منصوبے پر عمل کرتے ہوئے تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں جانے پر مجبور کردے گا۔"

"لیکن وہ تو کہہ رہا تھا کہ مجھے پر جبر نہیں کیا جائے گا۔"

"دشمن نے کہا اور تم نے یقین کرلیا۔ اگر وہ جبر نہیں کرے گا تو پھر اسے دوست مان لو۔"

"نہیں۔ دوستی صرف تم سے رہے گی۔"

"میں پہلے مریم کے دماغ میں گئی تھی۔ وہاں لیلیٰ خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں کررہی تھی' پھر اس نے کہا کہ وہ علی کے پاس جارہی ہے۔ یہ میرے لیے ایک سنہری موقع تھا۔ لیلیٰ کی موجودگی میں علی نے مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کیا اور میں نے ان کی تمام پلاننگ اور علی کی موجودہ جگہ معلوم کرلی۔"

وہ خوش ہو کر بولا "اوہ شی تارا تم نے تو کمال کردیا۔ علی کسی طرح ہماری گرفت میں آجائے گا تو میں تمام زنجیروں سے آزاد ہوجاؤں گا۔"

پھر وہ چونک گیا۔ مریم اسے دیکھ کر پوچھ رہی تھی "پاشا! تم کیا سوچ کر اس قدر خوش ہو رہے ہو؟"

وہ ایک دم سنجیدہ ہوگیا۔ غصے سے بولا "تم سے کیا مطلب ہے۔ میں اپنے ایک آدمی کی باتیں سن رہا ہوں۔ اس کم بخت نے ایک لطیفہ سنا دیا تھا۔ اس لیے ذرا مسکرا رہا تھا مگر تم سے تو میری مسکراہٹ بھی دیکھی نہیں گئی۔"

شی تارا نے کہا "پاشا! محتاط رہو۔ مریم کو شبہ نہ ہونے دو۔ ورنہ جس طرح لیلیٰ کی گفتگو کے دوران مجھے علی کے اندر جانے کا موقع مل گیا تھا۔ اسی طرح لیلیٰ میری گفتگو کے دوران تمہارے دماغ میں آجائے گی اور تمہیں پتا نہیں چلے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں محتاط رہوں گا۔"

اس نے محسوس کیا۔ شی تارا چلی گئی۔ دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں نہیں ہیں۔ وہ بے چین ہوگیا۔ باتیں ادھوری رہ گئی تھیں لیکن ایک منٹ کے بعد وہ پھر آکر بولی "کیا اس ایک منٹ میں تم نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا ہے؟"

"نہیں۔ میرے اندر کوئی نہیں تھا۔"

"میں یہی معلوم کرنے گئی تھی۔ میری غیر موجودگی میں لیلیٰ تمہارے اندر ہوتی تو چوری سے آنے والی کا پتا چل جاتا۔ چلو اچھا ہے' کوئی دشمن تمہارے دماغ میں نہیں آرہا ہے۔"

"مجھے علی کے متعلق بتاؤ۔"

"بتاؤں گی۔ ابھی تمہارے پاس مسلسل رہنے سے دشمن خیال خوانی کرنے والے تمہارے دماغ میں آسکتے ہیں۔ دیکھو' مریم تمہیں چور نظروں سے تاڑ رہی ہے۔ میں پندرہ منٹ بعد آؤں گی۔ میرے ایک مشورے پر عمل کرو۔ مریم سے خوب ہنستے بولتے رہو اور کل صبح اس کے ساتھ کسی لانچ میں سمندر کی سیر کا پروگرام بناؤ۔ اچھا اب پندرہ منٹ کے بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی' پھر فوراً آکر بولی "یہ کوڈ ورڈ زیاد رکھو۔ جب بھی آؤں گی تو کہوں گی' وی آر لکی فار ایچ اور۔ اگر کوئی یہ کوڈ ورڈ زاد نہ کرے تو سمجھ لینا تمہارے پاس کوئی دشمن آیا ہے۔"

وہ پھر چلی گئی۔ پاشا نے مریم سے مسکرا کر پوچھا "یہ تم بار بار چور نظروں سے کیا دیکھ رہی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "تعجب ہے تم اچانک مسکرا کر بولنے لگے ہو۔ بات کیا ہے؟"

"کیا تمہیں میری سنجیدگی اور غصہ پسند ہے؟"

وہ جلدی سے بولی "نن... نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ دراصل انگارہ پھول بن جائے تو حیرانی ہوتی ہے۔ میری تو دلی خواہش ہے کہ تم میرے ساتھ رہو اور سدا مسکراتے رہو۔"

"دراصل میں حالات سے سمجھوتا کررہا ہوں۔ یہ سمجھ رہا ہوں کہ یونہی تنہا بھٹکتا رہا تو آج علی کے پھندے میں آیا ہوں۔ کل شی تارا یا یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے شکنجے میں چلا جاؤں گا' پھر کیوں نہ ان سے دوستی کرنے کا فیصلہ کروں' جن پر تم اعتماد کرتی ہو۔"

وہ پاس آئی اور اس کے بازو سے لگ کر بولی "تم بہت اچھے ہو پاشا! تم علی سے دوستی کروگے تو مجھے دونوں جہاں کی خوشیاں مل جائیں گی۔"

"لیکن میں ذرا مہلت چاہتا ہوں۔ تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد کل دوستی کا فیصلہ سناؤں گا۔"

"بے شک۔ خوب سوچو۔ ہر پہلو پر غور کرو۔ میری محبت اور میرا یقین کہتا ہے کہ بالآخر تم ہمارے ہی ہو کر رہو گے۔"

وہ مریم کو محبت سے بہلانے پھسلانے لگا۔ پندرہ منٹ گزر گئے۔ شی تارا نہیں آئی۔ کوئی ایک گھنٹے کے بعد آکر بولی "وی آر لکی فار ایچ اور۔"

اس نے پوچھا "یہ تمہارے پندرہ منٹ ہیں؟"

"میں اپنے وقت پر مریم کے پاس آئی تو تم اسے خوب سبز باغ دکھا رہے تھے۔ میں نے ایسے وقت تمہیں مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"اچھا۔ اب علی کے متعلق بتاؤ۔"

"بہت لمبی باتیں ہیں۔ پہلے مریم سے کل صبح آؤٹنگ کا پروگرام بناؤ۔ اسے راضی کرو' پھر میں اسے خیال خوانی کے ذریعے سلادوں گی اس کے بعد اطمینان سے گفتگو کریں گے۔"

وہ مریم سے بولا "ایک طویل عرصے کے بعد تمہارے ساتھ

وقت گزار کر محسوس ہو رہا ہے بیوی آخر بیوی ہوتی ہے۔ جو محبت تم سے ملتی ہے وہ کسی اور سے نہیں ملتی۔ میرا جی چاہتا ہے' تمہارے ساتھ کھلی فضا میں دوڑتا پھروں اور دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلتا رہوں۔"

"میں بھی آج خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت سمجھ رہی ہوں۔ میں تمہارے ساتھ مگر مگر کی سیر کرنا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ سیرو تفریح کی ابتدا اسی جزیرے سے کریں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ سمندر کی سیر کا پروگرام بنایا جائے؟"

"ہاؤ نائس۔ سنا ہے یہاں آس پاس خوب صورت جزیرے ہیں۔"

"درست سنا ہے۔ کل صبح ہم کسی لانچ میں چلیں گے۔"

اس وقت لیلیٰ اور شی تارا دونوں ہی مریم کے دماغ میں تھیں لیلیٰ' مریم کو مشورہ دے رہی تھی کہ اسے سمندر کی سیر کے لیے لانچ میں جانا چاہیے۔ اس لانچ میں علی اس کے قریب ہی چھپا رہے گا۔ شی تارا یہی چاہتی تھی' جو لیلیٰ کہہ رہی تھی۔ وہ علی اور اس کی پلاننگ پہلے ہی سن چکی تھی۔ اسی لیے پاشا کو مشورہ دیا تھا کہ دوسری صبح سمندر کی سیر کا پروگرام بنائے۔

جب مریم سوگئی تو شی تارا نے آکر کہا "پاشا! کل صبح مریم تمہیں جس لانچ میں سیر کرنے کا مشورہ دے' تم اسی لانچ میں سوار ہوجانا' علی اس لانچ میں اسٹیو روڈ کے بھیس میں ہوگا۔"

"اگر وہ لانچ میں تنہا مل جائے تو میں اس کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔ اسے میری جسمانی قوت کا اندازہ نہیں ہے۔"

"تم اس انداز میں علی کو زیر کرنا چاہو گے تو ناکامی تمہارا مقدر بن جائے گی۔ ایسی حماقت سے بہتر ہے کہ میں تمہارا ساتھ نہ دوں۔"

"ایسا نہ کہو۔ اپنا منصوبہ بتاؤ۔"

"ہم نے فرہاد اور اس کی فیملی کی اچھی طرح اسٹڈی کی ہے۔ وہ کبھی تدبر سے اور کبھی مقدر سے بچ نکلتے ہیں۔ اس بار خوب سوچ سمجھ کر ایک ایک قدم اٹھانا ہوگا۔"

"تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"پہلے وعدہ کرو۔ کسی بھی معاملے میں جلد بازی نہیں کروگے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ واقعی جلد بازی سے نقصان پہنچے گا۔"

وہ بولی "صبح ہونے میں بہت دیر ہے۔ میں اتنی دیر میں یہاں چند آلۂ کار بنالوں گی۔ وہ میرے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔"

پاشا نے کہا "یہاں میرے بے شمار آلۂ کار ہیں۔"

"میں لیلیٰ اور علی کی باتیں سن چکی ہوں۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے تمام آلۂ کاروں کے دماغوں میں پہنچے ہوئے ہیں۔ جو تمہارے چار یوگا کے ماہروں ان میں سے تین کو وہ ٹریپ کرچکے ہیں' چوتھے کو بھی وہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم ان میں سے کسی کو بھی استعمال کروگے تو منہ کی کھاؤ گے۔"

"اوہ خدایا! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اتنی تیزی سے میرے آلۂ کاروں کے اندر کینسر کی طرح پھیل جائیں گے۔ ٹھیک ہے میں ان میں سے کسی کو استعمال نہیں کروں گا۔"

"علی اور اس کے خیال خوانی کرنے والوں کو اس انتظار میں رہنے دو کہ تم اپنے آدمیوں سے کام لینے والے ہو۔"

"اس لانچ میں کتنے افراد ہوں گے؟"

"وہ مسافر بردار لانچ ہے۔ ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے جاتی ہے۔ میں آج رات جتنے آلۂ کار بناؤں گی' وہ مسافر بن کر اس لانچ میں رہیں گے۔ وہ تمہارے لیے ہتھیار کا اور ڈھال کا کام کریں گے۔"

"عمدہ تدبیر ہے۔ آگے بولو۔"

"بیچ سمندر میں ہم ہوں گے' چند مسافر ہوں گے اور علی تنہا

رہے گا۔ گہرے سمندر میں کوئی اس کا ساتھی نہیں ہوگا۔"

"اس کے خیال خوانی کرنے والے اپنے آلۂ کار دوسری کشتیوں میں روانہ کرسکتے ہیں۔"

"ہمارے آلۂ کار علی کو زخمی کریں گے۔ میں اس کے دماغ میں آسانی سے پہنچ کر اُس کے خیال خوانی کرنے والوں کو وارننگ دوں گی کہ علی کے لیے کوئی امداد آئے گی تو اس سے پہلے ہی دوسری گولی اس کا کام تمام کردے گی۔"

"ہاں' ایسی صورت میں وہ علی کی سلامتی چاہیں گے۔ اس سلسلے میں میرا ایک مشورہ ہے۔"

"ہاں' بولو۔"

"ہم علی کو یرغمال بنا کر رکھیں گے اور رکھنے کی سب سے عمدہ جگہ مردوں کا جزیرہ ہے۔"

"فرہاد اس جزیرے سے بیٹے کو نکال لے جائے گا۔"

"اس جزیرے کے متعلق تمہاری معلومات محدود ہیں۔ آج تک کوئی قیدی وہاں سے زندہ واپس نہیں آیا ہے۔"

"مجھے وہاں کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

"اس جزیرے میں تقریباً ڈھائی سو مرد قیدی ہیں۔ وہاں کوئی عورت نہیں ہے۔ وہ قیدی خونخوار درندے ہیں۔ وحشیانہ زندگی گزارتے ہیں۔"

"وہ کس طرح کھاتے پیتے اور پہنتے اوڑھتے ہیں۔"

"وہاں گھنے درختوں کی بہتات ہے۔ یہاں کی سرکار نے وہاں کپڑے بننے کی کھڈیاں لگادی ہیں۔ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ درخت کاٹیں۔ ہر ہفتے دو تن لکڑیاں ساحل پر پہنچائیں اور نئے سرے سے شجرکاری کرتے رہیں تاکہ درختوں کی کمی نہ رہے اور ہر ہفتے کپڑے کے پانچ تھان تیار کریں۔"

شی تارا نے کہا "یہ سامان حاصل کرنے کے لیے بحری جہاز اور کشتیاں ساحل پر جاتی ہوں گی۔ ایسے میں قیدیوں کے فرار ہونے کی کوئی صورت ضرور نکل آتی ہے۔"

جزیرے میں ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے۔ ہفتہ میں ایک بار صرف ایک جہاز وہاں جاتا ہے اور لکڑیاں اور کپڑے لیتا ہے اور انہیں راشن اور دوائیں دے کر واپس آجاتا ہے۔ اس دوران جہاز پر مسلح فوجی اور مشین گنیں ہوتی ہیں۔ صرف چار قیدیوں کو ساحل تک آنے اور جہاز پر سامان لادنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ پانچواں قیدی نظر آئے تو کچھ پوچھے بغیر اسے گولی ماردی جاتی ہے۔"

"پاشا! فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس جہاز کے مسلح فوجیوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا سکتے ہیں۔"

"تم بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہی کرسکتی ہو۔ آج ہی سے یہاں کے تمام فوجی افسران کے اندر جگہ بنانا شروع کردو۔ صرف اتنا ہی نہیں' تم جزیرے کے قیدیوں کو بھی اپنا تابعدار بنا سکتی ہو۔ میں بھی اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔"

"ہاں۔ یہ ممکن ہے۔ علی کی رہائی کے لیے جو چال فرہاد چلے گا وہی چال ہم بھی چلیں گے۔ اس کے علاوہ وہاں ایک ایسا زریعہ بنا رکھیں گے جسے آخری ناکامی کے وقت استعمال کریں گے۔ اگر ہماری گرفت سے نکلتا ہوا دکھائی دے گا تو اس آخری ذریعے سے اسے ختم کردیں گے۔"

پاشا بستر سے اٹھ گیا۔ شی تارا نے مریم کو صبح پانچ بجے کے لیے گہری نیند سلادیا تھا۔ وہ اس سے پہلے بیدار ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ پاشا نے ٹیلیفون ڈائریکٹری کے ذریعے فوج کے دو افسران سے باری باری رابطہ کرکے شی تارا کو ان کی آوازیں سنائیں۔ وہ آواز کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے ذریعے چند اعلیٰ افسروں تک پہنچ رہی۔ ان میں سے جو زیادہ اہم تھا' اسے تخویفی عمل کے ذریعے تابعدار بنالیا اور دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روکنے کے لیے اس کے دماغ کو لاک کردیا۔ اس نے ایسے دو مزید افسران کو اپنے قابو میں کیا' پھر لانچ میں مسافروں کی حیثیت سے پہنچانے کے لیے چار اشخاص کو ٹریپ کیا۔ اس طرح وہ صبح تک مصروف رہی۔

مریم اور پاشا مختصر سا سفری بیگ اٹھائے ساحل پر آئے۔ وہاں کئی موٹر بوٹس اور لانچیں وغیرہ تھیں۔ جو مسافروں کو لے کر مختلف جزیروں کی طرف جاتی تھیں۔ انہوں نے اپنے اپنے سفری بیگ میں ایک ایک جوڑا لباس' کھانے کا کچھ سامان' پھل کاٹنے کا چاقو رکھا تھا۔ پاشا کے پاس ایک ریوالور بھی تھا۔ کئی لانچ والے انہیں اپنی اپنی طرف بلا رہے تھے لیکن مریم نے اسی لانچ کو ترجیح دی' جس میں علی اسٹیورڈ کی حیثیت سے تھا۔

مریم نہیں جانتی تھی کہ اس لانچ میں علی موجود ہے۔ لیلیٰ اس کی راہ نمائی کررہی تھی۔ علی' ثانی اور لیلیٰ نے پلانچٹ کی تھی کہ پاشا کو کچھ عرصے تک ایسی مصیبتوں میں الجھا کر رکھا جائے کہ اسے خدا یاد آجائے۔ وہ غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرنے کے بعد کسی بڑی آزمائش سے نہیں گزرا تھا۔ ایسے مصائب میں گرفتار نہیں ہوا تھا' جن سے یہ سبق حاصل کرے کہ اسے بہترین دوست بنانے چاہئیں اور بدترین دشمنوں سے دور رہنا چاہئے۔

اس ارادے پر عمل کرنے کے لیے وہ پاشا کو مردوں کے جزیرے میں پہنچانا چاہتے تھے تاکہ وہ خونخوار درندہ نما قیدیوں کے درمیان رہ کر ہمہ وقت اپنی سلامتی کی فکر میں رہے اور ایک عام آدمی کی طرح جنگل میں لکڑیاں کاٹتا رہے۔ اس جزیرے میں ہر شخص کے لیے محنت و مشقت لازمی تھی۔ ورنہ اسے کھانے کے لیے اناج اور پہننے کے لیے کپڑا نہیں ملتا تھا۔

اسے وہاں پہنچانے سے پہلے یہ سوچ لیا گیا تھا کہ جب وہ قوت کرنے لگے گا تو اسے کس طرح واپس لایا جائے گا' گویا دونوں طرف سے یہی ایک چال چلی جارہی تھی۔ وہ بھی علی کو اس جزیرے میں

قیدی بنانا چاہتے تھے تاکہ میں اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے تڑپتا رہوں۔ وہاں سے اسے نکال لانے کی کوششیں کرتا رہوں اور وہ میری کوششوں کو ناکام بناتے رہیں۔

وہ لانچ سمندر کی لہروں سے کھیلتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ مریم اور پاشا کے علاوہ دس مسافر اس میں سفر کررہے تھے۔ علی کے ساتھ لانچ کا مالک اور کلینر بھی تھے۔ دس مسافروں میں سے چار شی تارا کے آلۂ کار تھے۔ شی تارا باقی چھ مسافروں کے متعلق جاننا چاہتی تھی کہ وہ کون لوگ ہیں اور کون سے جزیرے میں اترنا چاہتے ہیں۔

پاشا نے بھی ان سے گفتگو کی۔ پتا چلا' وہ صرف مقامی زبان جانتے ہیں۔ انگریزی اور دوسری زبانوں سے واقف نہیں ہیں۔ شی تارا ان کی زبان اور لہجے کو سمجھے بغیر ان کے دماغوں میں نہیں جاسکتی تھی' وہ لانچ کا مالک اور کلینر بھی صرف مقامی زبان بول رہے تھے۔ اگر انگریزی بولتے تو شی تارا لانچ کے مالک کے خیالات پڑھ کر معلوم کرتی کہ علی اس لانچ میں کس طرح اسٹیو روڈ بن کر آیا ہے۔

وہ دو گھنٹے تک سفر کرتے رہے۔ چار جزیروں کے قریب سے گزر گئے۔ آگے مرد قیدیوں کا پانچواں جزیرہ تھا۔ پاشا نے علی کے پاس آکر پوچھا "ہیلو مسٹر! تمہارا نام کیا ہے؟"

علی نے کہا "میں صرف اپنا نہیں' تمہارا نام بھی بتا سکتا ہوں۔"

"پھر تو یہ بھی جانتے ہوگے کہ میں اس لانچ میں کیوں سفر کررہا ہوں۔"

"ہمارے تمہارے جاننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کاتبِ تقدیر جانتا ہے کہ ہم کہاں پہنچنے والے ہیں۔"

"میں تقدیر پڑھنا جانتا ہوں۔ وہ جزیرہ جو دھندلا سا نظر آرہا ہے' وہ تمہاری آخری منزل ہے۔ وہاں تم زندگی کے باقی دن آرام سے گزارو گے۔"

علی نے دور سے اس دھندلے جزیرے کو دیکھا' جو رفتہ رفتہ نمایاں ہوتا جارہا تھا پھر مسکرا کر بولا "خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ ہم دونوں اس جزیرے میں رہیں گے تو ہنگاموں سے بھرپور وقت گزرے گا۔ تم ساری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب دیکھتے ہو۔ پہلے ان خونخوار قیدیوں پر حکمرانی کروگے یا پھر وہ تمہیں حکمرانی کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔"

"تمہیں میری جسمانی قوت کا اندازہ نہیں ہے۔"

"تم اتنے طاقت ور ہوسکتے ہو کہ فولادی روبوٹ کی طرح ناقابلِ تسخیر بن سکتے ہو لیکن روبوٹ بھی ایک دن ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے' خدا کے سوا اس دنیا میں بقا کسے ہے؟"

وہ جب سے ریوالور نکال کر بولا "ساحل قریب آرہا ہے۔ میں تمہیں زخمی کرکے اس جزیرے میں پھینکنا چاہتا ہوں تاکہ شی تارا تمہارے دماغ میں جگہ بنا کر وہاں سے بھاگنے کا موقع نہ دے۔"

علی نے حیرانی سے پوچھا "شی تارا؟ کیا وہ تمہارے ساتھ ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا "ہاں' آج وہ میری دوست ہے۔ رفتہ رفتہ ہماری یہ دوستی رشتے داری میں بدل جائے گی۔"

مریم نے قریب آتے ہوئے کہا "ہاں علی! جس طرح ہماری رشتے داری ہوئی ہے۔ میں نے تمہیں بیٹا بنایا ہے۔ پاشا' شی تارا کو بیٹی بنائے گا۔"

وہ غصے سے اس کی طرف گھوم کر بولا "شٹ اپ....."

وہ آگے نہ کہہ سکا۔ ریوالور والے ہاتھ پر علی کی ٹھوکر پڑی۔ ریوالور فضا میں اچھل کر گہرے پانی میں چلا گیا۔ وہ ناگواری سے بولا۔ "میں چاہتا تھا' ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر ایک گولی چلا کر زخمی کردوں لیکن تم اپنی توڑ پھوڑ چاہتے ہو۔"

اس نے علی کو دبوچ لینے کے لیے اس پر چھلانگ لگائی لیکن لکڑی کے خالی تختے پر آکر گرا۔ علی اچھل کر دوسری جگہ پہنچ گیا تھا اور کہہ رہا تھا "میں جانتا ہوں' تم فولاد ہو مگر مقابلے کا فن نہیں جانتے ہو۔ تم اپنی طاقت کا مظاہرہ کرو۔ میں تمہاری طاقت کو صفر بنانے کا تماشا دیکھتا ہوں۔"

وہ پنجہ لڑانے کے انداز میں دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر دوڑتا ہوا

آیا۔ علی اچھل کر عرشے کی ریلنگ پر آیا۔ ریلنگ کے پیچھے سمندر تھا۔ وہ کمال مہارت سے توازن قائم رکھے اس ریلنگ پر کھڑا تھا۔ ذرا بھی توازن بگڑتا تو وہ گہرے پانی میں گر جاتا۔

پاشا کے لیے بہت اچھا موقع تھا۔ وہ اسے سمندر میں دھکا دینے کے لیے تیزی سے آیا۔ علی نے فضا میں چھلانگ لگائی۔ اس کے اوپر سے ہوتا ہوا اس کے سر پر چپت مارتا ہوا عرشے کے تختے پر کھڑا ہو گیا۔

پاشا پوری تیزی سے دھکا دینے آیا تھا۔ نتیجے کے طور پر وہ خالی ریلنگ پر اوندھا ہو گیا۔ آدھا عرشے کی طرف اور آدھا سمندر کی طرف جھک گیا۔ علی نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر اٹھائیں تو وہ سمندر کی طرف الٹا لٹک گیا۔ اب اس کی زندگی علی کی دونوں مٹھیوں میں تھی۔ وہ مٹھیاں کھولتا تو غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک سمندر میں غرق ہو جاتا۔

وہ ایسی حالت میں تھا کہ اپنے بچاؤ کے لیے طاقت استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ اگر اپنی قوت سے دونوں ٹانگوں کو علی سے چھڑانا چاہتا' تب بھی گہرے پانی میں چلا جاتا۔ اس نے ایک آدھ بار کمر کے بل اوپر اٹھنے کی کوشش کی' علی نے اس کی ٹانگوں کو آگے کی طرف جھٹکا دیا تو وہ نیچے ہو کر گردن تک پانی میں ڈوبتا رہا۔ اس کے بعد اس نے کمر کے بل اٹھنے کی کوشش ترک کر دی۔

شی تارا کے چار آلۂ کار پاشا کی مدد کے لیے آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ دوسرے چھ مسافروں نے ان کا راستہ روک لیا۔ ان میں سے ایک کے پاس ریوالور تھا۔ تب شی تارا کو معلوم ہوا کہ وہ سب مسافر نہیں علی کے زرخرید آلۂ کار تھے۔ یقیناً وہ انگریزی جانتے ہوں گے لیکن انہیں تاکید کی گئی تھی کہ وہ صرف مقامی زبان بولتے رہیں۔ اس طرح شی تارا ان کے دماغوں میں جا کر اپنے آلۂ کاروں کے لیے راستہ صاف نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے پاشا کے دماغ میں آ کر کوڈورڈز ادا کیے "وی آر لکی فار اپچ اُدر....."

وہ جھنجلا کر بولا "کیا ہے؟ تم میرے لیے خاک لکی ہو۔ تم پر بھروسا کر کے الٹا لٹک گیا ہوں۔ اس خبیث سے میری جان چھڑاؤ۔"

"پاشا! یہ لوگ شیطانی دماغ رکھتے ہیں' جو کبھی نہ سوچو' وہ کر گزرتے ہیں۔ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ بازی یوں پلٹ جائے گی۔ ہم یہ بازی ہار گئے ہیں۔"

"تمہارے آلۂ کار کہاں مر گئے ہیں؟"

"ان سب کو بے بس کر دیا گیا ہے۔ وہ مقامی زبان بولتے ہیں۔ میں ان کے دماغوں میں جا کر ہارنے والی بازی جیت نہیں سکوں گی۔"

"یہ تمہاری دوستی ہے کہ مجھے مرنے کے لیے چھوڑ رہی ہو؟"

"نہیں' میں آخری سانس تک تمہیں بچانے کی کوشش کروں گی۔ میرے مشورے پر فوراً عمل کرو۔ مکاری سے کام لے سے دوستی کرو۔ اسے یقین دلاؤ کہ تم سچے دل سے توبہ کر رہے

"وہ نادان بچہ نہیں ہے۔ میری باتوں میں نہیں آئے گا۔

"ایسے وقت ذرا عقل سے سوچو۔ تمہیں مارنا ہوتا تو تمہیں سمندر میں ڈبو چکا ہوتا لیکن وہ تمہاری بیوی کو ماں کہتا وہ اپنی ماں کا سہاگ نہیں اجاڑے گا۔"

"ہاں۔ میں اس پہلو کو بھول گیا تھا۔"

پھر اس نے چیخ کر کہا "علی! مجھے چھوڑ دو۔ مجھے معاف مجھے اپنی غلطیوں کا احساس ہو گیا ہے۔"

علی نے پوچھا "کیا تمہیں الٹا لٹکنے کے بعد احساس ہوا ہے"

"میں سچ کہتا ہوں۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں بہت ہو گیا تھا۔ یہ زندگی ایک ہی بار ملتی ہے۔ اسے دوست بن کر چاہیے۔ اب میں دوست بن کر رہوں گا۔"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"میں تمہاری ممی مریم کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں۔"

علی نے اسے واپس عرشے پر کھینچ لیا۔ وہ ریلنگ سے لگ ہانپ رہا تھا اور ادھر ادھر دیکھ رہا تھا جیسے نئی زندگی ملنے کا کر رہا ہو۔ علی نے کہا "اپنے برے حالات سے سبق حاصل چاہیے۔ جب برا وقت آتا ہے تو غیر معمولی قوتیں اور غیر م صلاحیتیں کام نہیں آتیں۔ صرف رضائے الٰہی کام آتی ہے معبود راضی ہو تو جان بچتی ہے ورنہ فنا لازمی ہوتی ہے۔"

وہ سن رہا تھا اور دیکھ رہا تھا۔ لانچ مرد قیدیوں کے جزیرے قریب تھی اور ساحل سے کوئی دو سو گز کے فاصلے سے گزر رہی شی تارا کہہ رہی تھی "پاشا! یہ جزیرہ گزر جائے گا۔ لانچ وا جائے گی اور ہم ناکام رہیں گے۔ کوئی بات نہیں ہم....."

وہ بھڑک کر بولا "ہم ناکام نہیں رہیں گے۔ میں بازی پلٹ رکھ دوں گا۔"

وہ ریلنگ کے پاس سے اٹھتے ہوئے مصافحہ کے لیے ایک بڑھاتے ہوئے بولا "علی! تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں پہلی بار دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہوں۔"

علی نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرنا چاہا۔ پاشا نے اچانک انگلیوں کو اپنی انگلیوں میں جکڑ لیا۔ یوں اسے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کا موقع مل گیا۔ علی نے دل ہی دل میں تسلیم واقعی فولادی انگلیاں ہیں اور یہ فولادی انسان ہے۔ جو اس کے میں آئے' وہ ٹوٹ پھوٹ کر رہ جائے۔

لیلیٰ نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "بیٹے! میں اپنے آلۂ کے ذریعے گولی چلا دوں؟ اسے زخمی کرنا چاہیے۔"

"نہیں ممی! مقابلہ مجھ سے ہے۔ آپ کسی تیسرے کو درمیان میں نہ لائیں۔"

ثانی نے کہا "پلیز علی! یہ قصہ ختم کرو۔"

وہ بولا "ابھی ڈراپ سین ہو گا۔ تم دونوں جاؤ۔ ورنہ شی تارا کو میرے اندر آنے کا موقع مل جائے گا۔"

وہ دونوں چلی گئیں۔ پاشا اسے آہستہ آہستہ پیچھے دھکیل رہا تھا اور ریلنگ کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "اپنے آدمی سے کہو ریوالور پھینک دے۔ ورنہ گولی لگنے سے پہلے میں انگلیاں توڑ کر تمہیں سمندر میں پھینک دوں گا۔"

علی نے حکم دیا "ریوالور نہ پھینکو' اور میں حکم دیتا ہوں کہ میرے سمندر میں گرنے کے بعد لانچ کو نہ روکنا۔ مجھے چھوڑ کر چلے جانا۔ ای اور ثانی! میں نے جو منصوبہ پیش کیا تھا' اس پر ضرور عمل کیا جائے۔"

پاشا نے پوچھا "یہ کیا کہہ رہا ہے؟ وہ منصوبہ مجھے بتاؤ۔"

"میں چاہتا ہوں کہ نہ بتاؤں اور تم مجھے سمندر میں پھینک دو۔"

"تو پھر لو۔ پہلے اپنی انگلیوں کا ماتم کرو۔"

اس نے پوری قوت سے انگلیوں کی ہڈیوں کو جھٹکا دیا۔ علی نے پوری قوت سے جھٹکے کو روکا۔ ایک لوہا دوسرے لوہے سے ٹکرا کر دوسرے کو توڑ تو نہیں سکتا۔ البتہ ٹکراؤ سے چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں۔ دونوں کی آنکھوں سے جیسے چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ پاشا نے طاقت کے زعم میں پہلے نہیں سوچا تھا' اب سمجھ رہا تھا کہ صرف اس نے علی کو نہیں جکڑا ہے۔ اس کی اپنی انگلیاں بھی آہنی سلاخوں میں پھنس گئی ہیں۔ اگر اس نے فوراً ہی انگلیاں چھڑا کر علی کو سمندر میں نہ پھینکا تو وہ دشمن کوئی نیا داؤ آزمائے گا۔

اس نے پھر ایک زوردار جھٹکا دے کر انگلیوں کو چھڑانا چاہا مگر وہ الجھی رہیں۔ علی نے پوچھا "مجھے جکڑنے کے بعد انگلیاں کیوں چھڑا رہے ہو؟"

"کیا تم شیطان ہو کہ میری طاقت کا تم پر اثر نہیں ہو رہا ہے؟"

"میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ سچ کہوں گا' تم بہت طاقت ور ہو' میں تمہارے شکنجے میں ناقابل برداشت تکلیف اس لیے برداشت کر رہا ہوں کہ ماسٹر واسٹورو کی نے اس سے بھی زیادہ تکالیف میں ہم بھائیوں کو بچپن سے مبتلا رکھا ہے۔ اس نے فرہاد کے بیٹوں کو پھولوں کے نہیں کانٹوں کے بستر پر سلایا ہے۔ تمہاری قوت غیر معمولی ہے۔ ہماری قوت برداشت غیر معمولی ہے۔"

"اچھا زیادہ نہ بولو۔ میری انگلیاں چھوڑو۔"

"پکڑا تم نے ہے اور مجھے چھوڑنے کو کہہ رہے ہو۔"

اس نے سر سے ٹکر مارنے کی کوشش کی۔ علی نے گردن ٹیڑھی کی۔ اس کا وار خالی گیا۔ اس نے گھٹنا پیٹ میں مارنا چاہا۔ علی نے اپنا گھٹنا ٹکرا دیا پھر کہا "کچھ بھی کر لو۔ یہ ہاتھ سمندر میں غوطہ لگانے کے بعد چھوڑوں گا۔"

"کیا تم پاگل ہو' سمندر میں کودنا چاہتے ہو۔"

"پاگل نہیں' دیوانہ ہوں۔ ہم تو ڈوبیں گے صنم' تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔"

پہلے پاشا اسے سمندر میں گرانے کے لیے دھکیل کر ریلنگ کے پاس لایا تھا۔ اب اسے ریلنگ سے دور ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔ دونوں اپنی اپنی طاقت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ کبھی وہ پیچھے دھکیلتا تھا۔ کبھی علی اس پر بھاری پڑتا تھا پھر علی نے ریوالور والے آلۂ کار سے کہا "میرے مقابل کو نشانے پر رکھو۔ میرے تین گننے تک یہ میرے ساتھ سمندر میں چھلانگ نہ لگائے تو اسے گولی مار دینا۔"

پاشا نے گھبرا کر کہا "ارے یہ کیا بلا مجھ سے چمٹ گئی ہے۔ شی تارا! مجھے بچاؤ۔ ارے او فرہاد! اپنے بیٹے کو اس حماقت سے روکتا کیوں نہیں ہے۔ میرے ساتھ یہ بھی ڈوب جائے گا اور ہم بچ گئے تو خونخوار قیدی ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

علی نے گننی شروع کی۔ "ایک....."

شی تارا حیرانی اور پریشانی سے سوچ رہی تھی "آخر یہ علی کیا سوچ کر موت کے جزیرے میں جا رہا ہے۔ ان لوگوں کی کوئی چال وقت سے پہلے سمجھ میں کیوں نہیں آتی ہے؟"

وہ خیال خوانی کے ذریعے بولی "پاشا! علی کے اس اقدام میں کوئی گہرا راز ہے۔ سمندر میں کود جاؤ۔"

وہ غصے سے بھڑک کر بولا "چڑیل کی بچی! دوست کو بچا نہیں سکتی۔ ڈوب مرنے کو کہتی ہے۔"

"ڈوبنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مر جاؤ۔ ساحل بالکل قریب ہے۔ تم زندہ رہو گے۔"

علی نے کہا "دو....."

پاشا نے گڑگڑا کر کہا "ارے میرے بڑھاپے کا خیال نہیں کرتا' اپنی جوانی کا خیال کر۔ ہم نے ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے کہ شرم سے ڈوب مریں۔"

علی نے کہا "ای اور ثانی! میرے تین کہنے کے بعد جب اسے گولی مار کر زخمی کیا جائے تو آپ دونوں شی تارا کو بھگا کر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیں اور اپنا غلام بنا لیں۔"

وہ ایک دم سے چیخنے لگا "نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں غلامی قبول نہیں کروں گا۔ مجھے تیرنا آتا ہے۔ میں کود رہا ہوں۔"

وہ علی کے ساتھ دوڑتا ہوا ریلنگ کے پاس آیا پھر اس پر چڑھ کر چھلانگ لگا دی۔ پانی کے اندر جاتے ہی علی نے اس کی انگلیاں چھوڑ دیں۔

شی تارا نے ایک آلۂ کار کے ذریعے دیکھا۔ لانچ رکی نہیں تھی۔ اپنی مخصوص رفتار سے جا رہی تھی اور ایک ٹرن لے کر جزیرہ مارکیوسان کا رخ کر رہی تھی۔

پھر اس نے دیکھا۔ علی اور پاشا سمندر کی سطح پر ابھر آئے تھے اور تیرتے ہوئے موت کے جزیرے کی سمت جا رہے تھے۔

شی تارا اپنی خفیہ رہائش گاہ کے بیڈ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ خالی خالی نظروں سے سامنے والی دیوار کو تک رہی تھی۔ وہ دیوار جیسے سنیما کی اسکرین بن گئی تھی۔ اس پر سمندر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ علی اور پاشا لانچ پر سے چھلانگ لگا کر گہرے پانی میں چلے گئے تھے پھر تھوڑی دیر میں سمندر کی سطح پر ابھر آئے تھے اور تیرتے ہوئے موت کے جزیرے کی طرف جا رہے تھے کیوں کہ لانچ ان سے دور ہو گئی تھی۔ صرف اسی جزیرے کا ساحل قریب تھا۔

وہ خیال خوانی نہیں کر رہی تھی۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچ رہی تھی۔ "میں نے اور پاشا نے تمام رات محنت کی' جزیرے کے خاص فوجی افسران کو ٹریپ کرتے رہے تاکہ علی کو گھیر کر مرد قیدیوں کے جزیرے میں قید کر دیں۔ تعجب ہے کہ وہ خود ہی راضی خوشی وہاں قید ہونے گیا ہے اور ساتھ پاشا کو بھی پکڑ کرلے گیا ہے۔"

کیا کوئی جان بوجھ کر درندوں اور وحشیوں کے درمیان جانا اور غیر معینہ مدت کے لیے وہاں رہنا پسند کر سکتا ہے؟ ایسا کوئی ہوشمند نہیں کرے گا۔ بلکہ دشمن کو وہاں پہنچا کر ہمیشہ کے لیے قیدی بنا دے گا جب کہ علی نے ہوش و حواس میں ایسی حرکت کی تھی۔

یہ بات شی تارا کے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی۔ ہتھوڑے کا بینا کچھ اٹھانے اور پانے کے لیے ہی گرتا ہے۔ ہتھوڑے کے بیٹے کا قصہ کچھ یوں ہے کہ کچھ لوگوں نے دکان پر آ کر ہتھوڑے سے کہا۔ "تمہارا بیٹا سر پر گھڑا رکھے جا رہا تھا کہ راستے میں گر پڑا۔"

بنیا بولا۔ "وہ میرا بیٹا ہے' کچھ دیکھ کر ہی گرا ہو گا۔"

ایک نے کہا۔ "اس کے سر پر جو گھڑا تھا وہ گرنے سے ٹوٹ گیا ہے۔"

وہ بولا۔ "کوئی بات نہیں' ظاہری نقصان کے پیچھے نفع چھپا ہوتا ہے۔"

جب بیٹا دکان پر آیا تو باپ نے پوچھا۔ "برخوردار! کیا دیکھ کر گر پڑے تھے؟"

بیٹے نے کہا۔ "راستے میں چاندی کا ایک روپیہ پڑا ہوا تھا۔ میں جھک کر اٹھاتا تو کوئی دیکھنے والا مالِ غنیمت میں حصہ دار بن جاتا۔ میں اس روپیہ پر گر پڑا پھر اسے چپکے سے جیب میں چھپا لیا۔ چار پیسے کا گھڑا ضرور ٹوٹا مگر پورے ایک روپے کا منافع ہوا۔"

شی تارا کو یہی بات کھٹک رہی تھی کہ فرہاد کی اولاد یونہی جان جوکھم میں نہیں ڈالے گی۔ علی جان بوجھ کر ایسی جگہ گیا ہے جہاں سے آج تک کوئی قیدی زندہ واپس نہیں آیا۔ ایسا خطرہ مول لینے کے پیچھے کوئی راز ہے۔ پھر وہ تنہا نہیں گیا۔ اپنے ساتھ پاشا کو بھی لے جانے کا کوئی اہم مقصد ہو گا۔

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ بوڑھی آیا نے آ کر کہا۔ "بیٹی! بارہ گھنٹے گزر گئے۔ نہ کھاتی ہے' نہ سوتی ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی تیری جان لے کر رہے گی۔ آخر کس چکر میں پڑ گئی ہے؟"

"آیا ماں! تم نہیں سمجھو گی۔ بڑے زبردست چکر بازوں سے پالا پڑا ہے۔ ان کی حرکتوں سے یوں لگتا ہے جیسے نقصان اٹھا رہے ہوں۔ بعد میں انکشاف ہوتا ہے کہ وہ نقصان کے پیچھے فائدہ چھپا رہے تھے۔"

"بیٹا تم ان کے خیالات پڑھ کر ان کے اصل ارادوں کو کیوں نہیں سمجھ سکتی ہو؟"

"میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکتی۔ اس کا نام علی ہے۔ اس کے ساتھ پاشا ہے اور پاشا یہ نہیں جانتا ہے کہ علی اسے خطرناک جزیرے میں کیوں لے گیا ہے۔"

"تو پھر ذرا صبر کرو۔ کچھ کھا پی لو۔ ذرا فریش ہو لو۔ چند گھنٹوں کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ وہ دونوں جزیرے میں کیا کرتے پھر رہے ہیں۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔ میں تھک گئی ہوں' ذرا آرام کرنے کے بعد ان کے پاس جاؤں گی۔ کچھ کھانے کو لاؤ۔"

آیا ماں چلی گئی۔ اس سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پاشا کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ اور علی تقریباً دو سو گز تک تیرتے ہوئے بعد ساحل پر آئے تھے پھر ریت پر چاروں شانے چت لیٹ کر گہری سانسیں لے رہے تھے۔

وہ بولی۔ "پاشا! یہ دیکھ کر اطمینان ہو رہا ہے کہ تم بخیریت ساحل پر پہنچ گئے ہو۔ میرے خلوص پر شبہ نہ کرنا۔ علی اور اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کوئی راستہ میرے لیے نہیں چھوڑا تھا۔ تمہاری مدد کرنے کے تمام راستے بند کر دیے تھے۔"

"میں سمجھتا ہوں' مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن اب تو ہمیں ایک دشمن علی میرے پاس ہے۔ باقی دشمن جا چکے ہیں۔ اب تم کوشش کرو تو علی کو یہاں چھوڑ کر تمہارے پاس آ سکوں گا ورنہ میں تو اسے جان سے مار کر ہی آؤں گا۔"

وہ بولی۔ "اگرچہ میں نے یہ سنا ہے کہ اس جزیرے سے کوئی زندہ واپس نہیں آتا ہے پھر بھی تمہیں وہاں سے لانے کے لیے اپنے تمام ذرائع استعمال کروں گی۔ بہتر ہے جب تک مجھے کامیابی نہ ہو تم علی کو دوست بنا کر رکھو۔"

"دوست بنانے سے کیا ہو گا؟"

"تمہیں معلوم ہوتا رہے گا کہ اس کے خیال خوانی کرنے والے وہاں اس کی کس طرح مدد کر رہے ہیں اور وہ تمہیں وہاں زبردستی کیوں لے گیا ہے؟"

"ہاں' اس کی یہ حماقت سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اپنے ساتھ مجھے بھی یہاں مصیبتوں میں مبتلا کرنے لے آیا ہے۔"

"تم اس کے سامنے مجھ سے نفرت ظاہر کرو تاکہ اسے یقین آ جائے کہ میں تم سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں کر رہی ہوں۔"

آیا ماں اس کے لیے کھانا لے آئی۔ وہ کھانے کے دوران اس کے پاس جاتی آتی رہی۔ علی ساحل پر کھڑا دور تک نظریں دوڑا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "کہیں کوئی انسان یا جانور نظر نہیں آ رہا ہے۔ البتہ پرندے کافی تعداد میں ہیں۔"

پاشا نے پوچھا۔ "یہاں آنے کی ضرورت کیا تھی؟ اور کسی ضرورت سے آئے ہو تو مجھے کیوں لے آئے ہو؟"

"ایک سے دو بھلے ہوتے ہیں۔ جب آ ہی گئے ہو تو دکھڑا رونے سے واپسی کا ٹکٹ نہیں ملے گا۔ چلو اٹھو۔"

وہ ریت پر سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "ہم کہاں جائیں گے؟"

"کہیں تو کھانے پینے اور سر چھپانے کی جگہ تلاش کرنی ہو گی۔ شاید تم نہیں جانتے' یہاں کسی قیدی کو ساحل پر آنے کی اجازت نہیں ہے۔ موٹر بوٹس وغیرہ کے ذریعے ادھر سے گزرنے والی پولیس پارٹی کسی بھی شخص کو دیکھتے ہی گولی مار دیتی ہے۔ وہ ہمیں بھی قیدی سمجھ کر کوئی سوال کیے بغیر شوٹ کر دیں گے۔"

وہ ایک طرف کان لگا کر سنتے ہوئے بولا۔ "موٹر بوٹ کی آواز آ رہی ہے۔ شاید پیٹرولنگ پولیس ہے۔"

وہ دور درختوں کی طرف جانے لگا۔ میں نے کہا۔ "کسی موٹر بوٹ کی آواز نہیں ہے۔"

"میں اپنی قوتِ سماعت سے سن رہا ہوں۔"

یہ ماننے والی حقیقت تھی۔ میلوں دور کی آواز ہم نہیں سن سکتے تھے۔ وہ سن لیتا تھا۔ علی بھی ساحل سے دور درختوں کے جھنڈ میں چلا آیا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے جھاڑیوں کے پیچھے سے دیکھا ایک پولیس پیٹرولنگ پارٹی اسپیڈ بوٹ میں جا رہی تھی اور چند سپاہیوں نے ساحل کی طرف رائفلیں تان رکھی تھیں۔ وہ حکم کے بندے تھے۔ ساحل پر کسی بھی شخص کو دیکھ کر گولی مار سکتے تھے اور یہ وہاں کے قانون کے عین مطابق ہوتا۔

وہ اسپیڈ بوٹ وہاں سے گزر گئی پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ علی نے کہا۔ "میں اسی لیے تمہیں لایا ہوں۔ تم دور کی آوازیں سن لیتے ہو۔ رات کو جزیرے کی تاریکیوں میں بھی دیکھ لیتے ہو۔ مجھے ہیڈ فون' سرچ لائٹ اور دوربین وغیرہ کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ جسمانی طور پر شہ زور ہو' میرے باڈی گارڈ بن کر رہو گے۔"

وہ بھڑک کر بولا۔ "تم کیا' تمہارا باپ بھی مجھے باڈی گارڈ نہیں بنا سکتا۔"

"میرے باپ کو کتے پالنے کا شوق نہیں ہے۔"

پاشا نے ایک الٹا ہاتھ منہ پر مارا۔ منہ ایک طرف ہٹ گیا۔ ہاتھ درخت کے تنے پر جا کر لگا پھر اس نے پلٹ کر کرانے کا ہاتھ مارا۔ وہ ہاتھ فضا میں لہرا کر رہ گیا۔ علی چھوٹے چھوٹے پینترے بدل کر اس کے حملوں سے بچ رہا تھا۔ اس نے ناکامیوں سے جھنجلا کر اس پر چھلانگ لگائی۔ علی نے جھکتے ہوئے اسے اپنے سر پر سے گزار دیا اور دوسری طرف جا کر گرتے ہی چیخنے لگا۔

وہ شہ زور بڑی سے بڑی تکلیف برداشت کر لیتا تھا۔ اس کے لیے گرنے کی چوٹ معمولی تھی لیکن وہ کانٹے دار جھاڑیوں میں جا کر گرا تھا۔ بے شمار کانٹے اس کے جسم میں چبھ گئے تھے وہ جس پہلو سے اٹھنا چاہتا تھا' اس پہلو میں کانٹے چبھنے لگتے تھے۔

علی نے اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر جھاڑی سے باہر کھینچ لیا پھر کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ تم طاقتور ضرور ہو مگر لڑنے کے معاملے میں صفر ہو۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ "جو کانٹے اس کے جسم میں پیوست ہو کر وہیں ٹوٹ کر رہ گئے تھے' انہیں ایک ایک کر کے نکال رہا تھا۔ اس کے اندر شی تارا کہہ رہی تھی۔ "تم کیوں اس سے الجھ رہے ہو۔ میں نے دوستی کرنے کا مشورہ دیا اور تم دشمنی بڑھا رہے ہو۔"

"مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔ چلی جاؤ یہاں سے۔"

"چلی جاؤں گی تو غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد پچھتاؤ گے۔ ایسی مصیبت کے وقت ایک میں ہی تمہاری مدد گار ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا رہا۔ ان حالات میں شی تارا سے دوستی قائم رکھنا بہت ضروری تھا۔ اس نے کہا۔ "ہاں میں غصے میں آ جاتا ہوں۔ دراصل کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی اور یہ جوان میری آدھی عمر کے برابر بھی نہیں ہے اور مجھے مات پر مات دیے جا رہا ہے۔ کیا ایسے میں غصہ نہیں آئے گا۔"

"جو لوگ حالات سے سمجھوتا کر کے اگلی بازی جیتنا چاہتے ہیں انہیں کبھی غصہ نہیں آتا۔"

"درست کہتی ہو۔ میں برداشت کر رہا ہوں۔ آئندہ کوشش کروں گا کہ غصے میں نہ آؤں۔"

اس نے سر اٹھا کر علی کو دیکھا پھر کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ "تم درست کہتے ہو۔ مجھے لڑنے کا فن نہیں آتا ہے۔ اب یہ آرٹ میں تم سے سیکھتا رہوں گا۔ بولو سکھاؤ گے؟"

اس نے دوستی کرنے کے انداز میں مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

علی نے مسکرا کر پوچھا۔ "ہاتھ ملاؤ گے یا پہلے کی طرح پنجہ لڑاؤ گے۔"

"بھئی شرمندہ نہ کرو۔ مجھے غصہ آ رہا تھا۔ مگر عقل بھی آ رہی ہے۔ ہمیں موت کے اس جزیرے میں دوست بن کر رہنا ہو گا ورنہ ایک دوسرے سے الگ رہیں گے تو تنہا ڈھائی سو قیدیوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ الگ الگ مارے جائیں گے۔"

علی نے مسکرا کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "چلو آگے چل کر دیکھیں کہ انسانی آبادی یہاں سے کتنی دور ہے۔"

وہ آگے بڑھ گئے۔ جزیرہ ہرا بھرا تھا۔ حدِ نظر تک تمام درخت سبز پتوں' پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔ پاشا نے چلتے ہوئے کہا۔ "مصیبت کی گھڑیوں میں دوست پہچانے جاتے ہیں۔ شی تارا میری دوستی کا دم بھرتی تھی۔ ایسے وقت جھوٹے منہ سے تسلیاں دینے بھی نہیں آ رہی ہے۔"

علی نے کہا۔ "شاید کسی اہم معاملے میں مصروف ہو گئی ہو گی۔"

"اس سے اہم معاملہ کیا ہو سکتا ہے کہ میں موت کے جزیرے میں آپہنچا ہوں۔ اس نے دیکھا تھا کہ میں نے مجبور ہو کر سمندر میں چھلانگ لگائی ہے۔ اسے یہ معلوم کرنا چاہیے تھا کہ میں خیریت سے ساحل تک پہنچ گیا ہوں یا نہیں؟"

"ہم ساحل پر پہنچ کر بری طرح ہانپ رہے تھے۔ ایسے وقت کوئی خیال خوانی کرنے والا پیچھے سے آئے اور پھر چلا جائے تو اس کی آمد و رفت کا پتا نہیں چلتا۔ شاید وہ تمہیں بخیریت دیکھ کر چلی گئی ہو۔"

"میں دعوے سے کہتا ہوں' ہانپتے وقت بھی کوئی میرے دماغ میں نہیں آ سکتا۔ میں فولادی دماغ رکھتا ہوں۔"

"میں نے مان لیا' تم بھی مان لو کہ شی تارا میرے دماغ میں آ کر گئی ہو گی اور میں نے ہانپنے کے دوران محسوس نہیں کیا ہے۔"

"ہاں' یہ ہو سکتا ہے لیکن وہ میرے پاس کیوں نہیں آتی' مجھے مخاطب کیوں نہیں کرتی۔"

"اس کی کوئی مصلحت ہو گی۔"

"تم اس کی حمایت کیوں کر رہے ہو۔"

"میں دشمن کی حمایت نہیں کر رہا ہوں۔ ایک اندازے سے تمہاری باتوں کا جواب دے رہا ہوں۔"

"میں تم سے دوستی کر رہا ہوں۔ اب وہ آئے گی تو اسے بھگا دوں گا۔ اپنے دماغ میں کبھی آنے نہیں دوں گا۔"

"یہ تمہارا معاملہ ہے۔"

"لیکن میں تمہارا دوست بن گیا ہوں۔ تم کوئی معقول مشورہ دے سکتے ہو۔"

"معقول مشورہ یہ ہے کہ جس دشمن سے نقصان پہنچا ہو' اس سے دوستی نہ کرو اور جو دوست ہو' اس پر زیادہ بھروسا نہ کرو۔"

"اس کا مطلب ہے کسی پر اعتماد نہ کیا جائے۔"

"میں نے ایسا کب کہا ہے؟ بھروسا کرنے والی ذات صرف خدا کی ہے۔" اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دونوں تھوڑی دیر تک خاموشی سے چلتے رہے پھر پاشا نے کہا۔ "یہ جزیرہ کافی وسیع و عریض ہے۔"

"خواہ کتنا ہی وسیع و عریض ہو' ہم آبادی تک پہنچیں گے۔"

"ہو سکتا ہے۔ ہم غلط راستے پر جا رہے ہوں اور یوں پھر ساحل پر پہنچ جائیں۔ مجھے معلوم ہوتا کہ یہاں آ کر پھنسنا ہو گا تو پورے جزیرے کا نقشہ لے کر آتا۔"

"نقشہ میرے پاس ہے۔"

"واقعی؟ کہاں ہے؟ مجھے دکھاؤ۔"

"تم نہیں دیکھ سکو گے۔ وہ میرے ذہن پر نقش ہے۔"

وہ ناگواری سے منہ بنا کر رہ گیا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے علی کا بازو تھام کر اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ "ہنسنے کھلکھلانے کی آوازیں آ رہی ہیں۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر دریا بہہ رہا ہے۔"

"کیا تم فاصلے کا اندازہ کر سکتے ہو۔ میں نے سنا ہے تم آنکھ کی حد تک ہر چیز واضح طور پر دیکھ لیتے ہو۔"

"ہاں لیکن یہ درخت وغیرہ آڑے آ رہے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں میلوں دور تک صاف طور سے دیکھ لیتا۔"

"آگے چلو۔ شاید درختوں کا سلسلہ ختم ہو جائے۔"

وہ تقریباً تین سو گز کے فاصلے تک گئے پھر رک گئے۔ درختوں کے پیچھے سے چھپ کر دیکھا۔ آگے ڈھلان تھی۔ نشیب میں کافی دریا بہہ رہا تھا اور دریا کے پار دوسرے ساحل پر عورتیں نظر آ رہی تھیں۔ کچھ کپڑے دھو رہی تھیں اور کچھ غسل کر رہی تھیں۔ پانی میں تیر رہی تھیں۔

علی نے حیرانی سے کہا۔ "اس جزیرے میں کبھی کسی عورت نے قدم نہیں رکھا۔ اسے آئی لینڈ آف مین کہتے ہیں۔ مارکیسان کے مجرم مرد یہاں قیدی بن کر رہتے ہیں پھر یہ عورتیں کہاں سے آ گئیں۔"

پاشا نے مسکرا کر کہا۔ "میں قوتِ بصارت سے ان کے ہر ایک ایک بال گن سکتا ہوں۔ جو میں دیکھ رہا ہوں' وہ تم اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ وہ عورتیں نہیں ہیں' زخمے ہیں۔"

علی نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر دیکھا۔ وہ دور سے عورتوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔ کچھ نے اسکرٹ اور بلاؤز پہنا ہوا تھا اور کچھ مقامی عورتوں کے لباس میں تھے۔ عورتوں کی طرح ان کی زلفیں لانبی تھیں یا شانوں تک تراشیدہ تھیں۔

بات سمجھ میں آ گئی۔ مرد عورت کو دیکھنا چاہتا ہے۔ اسے چھونا چاہتا ہے۔ وہ حاصل نہ ہو تو اس کی تصویریں بناتا ہے۔ اس کے حسین خیالی مجسمے تراشتا ہے۔ راتوں کو نیند نہ آئے تو تکیے کو بازوؤں میں دبوچ کر سوتا ہے۔

مارکیسان کی حکومت نے ان قیدیوں کو عورتوں سے محروم رکھ کے انسانی فطرت کے خلاف سزا دی تھی۔ اس دنیا کا پہلا انسان عورت کے ساتھ زمین پر اتارا گیا تھا۔ اس نے عورت کے لیے جنت چھوڑ دی تھی۔ زمین کی پستیوں کو قبول کیا تھا اور اب اس کے ایک جزیرے میں عورت کو اس سے چھین لیا گیا تھا۔ یہ محرومی وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے اس لیے وہاں خسروں کا وجود نظر آتا تھا۔

علی اور پاشا جزیرہ مارکیسان سے آئے تھے۔ وہاں انہوں نے کہیں ایک خسرا نہیں دیکھا تھا۔ یہ پتا نہیں چل سکا تھا کہ خسروں نے بھی بڑے جرائم کا ارتکاب کیا ہو گا۔ جن کی پاداش میں انہیں بھی قیدی بنا کر وہاں بھیج دیا گیا تھا۔

ایسی بات نہیں تھی۔ وہاں صرف مرد قیدیوں کو بھیجا گیا تھا۔ وہاں خسرے کیسے پیدا ہو گئے تھے؟ اور کیوں پیدا ہو گئے تھے یہ وہاں کی آبادی میں پہنچنے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

علی نے کہا۔ "یہاں ان کی موجودگی بتا رہی ہے کہ ہم آبادی کے قریب پہنچ گئے ہیں۔"

پاشا نے کہا۔ "ہمیں دریا کی طرف جانا چاہیے۔"

"کیوں جانا چاہیے؟ کیا خسرے پسند آ گئے ہیں۔"

"ملعنت ہے ایسے خسروں پر' مجھے دنیا کی حسین ترین عورتیں مل جاتی ہیں۔"

"یہاں کسی بدصورت عورت کی تصویر بھی نہیں ملے گی۔"

"یہی میرے لیے سب سے بڑے دکھ کی بات ہے۔ میں یہاں گزارہ کیسے کروں گا۔"

"جیسے یہاں کے قیدی کر رہے ہیں۔ اب چلو یہاں سے۔"

"ابھی تم کہہ رہے تھے۔ ان خسروں کی طرف نہیں جائیں گے۔"

"ہاں' ان کی طرف نہیں' ان سے چھپ کر دوسری طرف جائیں گے۔ ابھی اس جزیرے میں ہماری موجودگی کا علم کسی کو نہیں ہے۔ ہم چھپ کر انہیں اور ان کے رنگ ڈھنگ دیکھیں گے۔"

"چھپ کر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

علی نے کہا۔ "یہ ہمارا طریقۂ کار ہے۔ ہم اجنبی افراد کو پہلے دور سے دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔ تم اچانک ان کے قریب جا کر نقصان اٹھا سکتے ہو۔"

"ہاں۔ یہ سب ہی سے سنتا آ رہا ہوں' یہاں کے قیدی خطرناک درندے ہیں۔ تم درست کہتے ہو' پہلے انہیں دور ہی دور سے سمجھنا چاہیے اور ان کی کچھ کمزوریاں معلوم کرنا چاہیے۔"

وہ درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے چلتے ہوئے خسروں کی نظروں سے بچتے ہوئے جانے لگے۔ دریا کے کنارے ہی کہیں آبادی ہو سکتی تھی۔ اس لیے وہ کنارے سے دور نہیں ہوئے۔ ساحل ساحل چلتے رہے۔ کچھ دور نکل جانے کے بعد پاشا نے پھر اس کا بازو پکڑ کر روک لیا اور کہا۔ "دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں ہیں اور وہ آوازیں ہماری طرف آ رہی ہیں۔"

وہ درختوں کے پیچھے آ گئے۔ وہاں سے دیکھنے لگے۔ قدموں کی آوازیں قریب آ رہی تھیں پھر دو لڑنے بھاگنے والے نظر آ گئے۔ سب سے آگے ایک حسینہ تھی۔ اس کے پیچھے دو ہٹے کٹے مرد تھے۔ اسے پکڑنے کے لیے دوڑتے چلے آ رہے تھے۔ حسینہ پریشان تھی۔ ان درندوں سے بچنے کے لیے کسی کو مدد کے لیے نہیں پکار رہی تھی شاید اس لیے کہ وہاں سب ہی درندے تھے۔

وہ ان سے دور بھاگنے کے دوران سمجھ رہی ہو گی کہ جتنی بھی دور بھاگتی جائے گی' جزیرے سے باہر نہیں جا پائے گی اور شاید یہ بھی چاہتی ہو کہ کسی طرح ساحل تک پہنچ جائے تاکہ پولیس والے اسے گولی مار دیں اور ہمیشہ کے لیے ان درندوں سے نجات دلا دیں۔

جب وہ بالکل قریب آنے لگی تو علی اور پاشا اچانک درختوں کے پیچھے سے نکل آئے۔ انہیں دیکھتے ہی حسینہ چیخ مار کر اوندھے منہ گر پڑی۔ اس کا تعاقب کرنے والے بھی ایکدم سے رک کر انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا۔ "یہ ہماری بستی کے نہیں ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "یہ دونوں جانسن ٹاؤن کے لگتے ہیں۔ اے' کون ہو تم لوگ؟"

علی نے کہا۔ "تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس جزیرے میں تم قیدیوں نے الگ الگ بستیاں بسالی ہیں۔ چلو یہی سمجھ لو ہم جانسن ٹاؤن سے آئے ہیں۔ تمہارا کس ٹاؤن سے تعلق ہے؟"

ایک نے کہا۔ "ہمارا تعلق بوگارڈ ولیج سے ہے۔ اس وقت تم دونوں ہمارے آقا بوگارڈ کے علاقے میں ہو۔"

پاشا اس حسینہ کو سہارا دے کر گھاس پر سے اٹھا رہا تھا۔ ایک نے للکار کر کہا۔ "اے خبردار! شیبا کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ یہ ہماری ملکیت ہے۔"

پاشا نے کہا۔ "اسے ہاتھ لگانے سے روکو گے تو تمہیں ہاتھ پڑیں گے۔"

وہ دونوں پاشا پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ علی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "رک جاؤ' یہ لڑکی تمہیں مل جائے گی۔ پہلے یہ بتاؤ یہ مردوں کے جزیرے میں کہاں سے آ گئی ہے؟"

ایک نے کہا۔ "کہیں سے بھی آئی ہے' تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے؟"

"سیدھی طرح جواب دو گے اور یہ لڑکی تمہاری ساتھ جانا چاہے گی تو اسے لے جا سکو گے ورنہ۔۔۔"

ورنہ کے بعد انہوں نے کچھ نہیں سنا۔ ایک نے علی پر دوسرے نے پاشا پر چھلانگ لگائی۔ پاشا کا ایک ہاتھ پڑتے ہی وہ چکرا کر گر پڑا' دوسرے کو علی نے دبوچ کر کہا۔ "میں باڈی گارڈ اس لیے ساتھ لایا ہوں کہ مجھے ہاتھ پاؤں نہ ہلانا پڑیں۔ چلو اُدھر جاؤ۔"

اس نے حملہ کرنے والے کو پاشا کی طرف دھکیل دیا۔ پاشا نے اس کے منہ پر ایک گھونسا مارا پھر دوسرے گھونسے میں وہ ایسا گرا کہ پھر زمین سے اٹھ نہ سکا پھر اس نے دونوں کو ٹھوکریں مار مار کر بے ہوش کر دیا۔

لڑکی ایک درخت کے تنے سے لگی' سہمی اور سمٹی ہوئی یہ تماشا دیکھ رہی تھی پھر وہاں سے بھاگنے لگی۔ علی نے لپک کر اسے پکڑ لیا پھر نرمی سے کہا۔ "ہم سے نہ ڈرو۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ بری طرح خوف زدہ تھی۔ اپنا بازو چھڑا کر پیچھے ہٹ رہی تھی پاشا نے پوچھا۔ "تم بھاگ کر کہاں جاؤ گی۔ ہمیں بتاؤ ہم وہاں پہنچا دیں گے۔"

علی نے پوچھا۔ "تم کسی بوگارڈ کی ملکیت ہو۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "میں کسی کی ملکیت نہیں ہوں' مجھے جانے دو۔"

"کہاں جاؤ گی؟ کہاں سے آئی ہو؟"

"میں برین کالونی سے آئی ہوں۔ میرے باپ کا نام برین ہارورڈ ہے۔"

"کیا تمہاری کوئی ماں بھی ہے؟"

"ماں تھی۔ مر گئی۔"

"کسی عورت کو اس جزیرے میں قدم رکھنے نہیں دیا جاتا پھر تمہاری ماں یہاں کیسے آ گئی تھی؟"

"میں نہیں جانتی۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ مجھے جانے دو۔"

"کیا تم ہمیں وحشی درندے سمجھتی ہو؟"

وہ ابھی تک سہمی ہوئی تھی۔ رحم طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ علی نے کہا۔ "ہمیں دوست سمجھو۔ ہم پر بھروسا کرو۔"

پاشا نے کہا۔ "اگر ہم درندے ہوتے تو اتنی دیر پیار سے نہ سمجھاتے' تمہیں چیر پھاڑ کر رکھ دیتے۔"

علی نے پوچھا۔ "تمہارا نام شیبا ہے۔"

شیبا نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ علی نے کہا۔ "اپنے باپ کے پاس برین کالونی جاؤ گی؟"

اس نے پھر ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ علی نے کہا۔ "تم آگے آگے چلو۔ ہم تمہاری حفاظت کے لیے پیچھے رہیں گے۔ کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

وہ سہمے ہوئے انداز میں ایک طرف چلنے لگی۔ پاشا نے اس کے پیچھے چلتے ہوئے علی سے پوچھا۔ "کیا تم واقعی اسے جانے کا موقع دے رہے ہو؟"

علی نے کہا۔ "ہاں' یہ تمہارے یا ورمددگار ہے۔ اسے اس کے باپ کے پاس پہنچانا ہمارا فرض ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ اتنی حسین لڑکی کو یونہی جانے دو گے؟"

"تو پھر کیا ارادہ ہے۔ اس سے نکاح پڑھواؤ گے؟"

"اگر تمہیں گناہ منظور نہیں ہے تو چلو اس کے ساتھ میرا نکاح تم ہی پڑھا دو۔"

"عمر کے حساب سے اسے اپنی بیٹی بنا لو۔"

"دیکھو علی! مجھ سے ایسی بکواس نہ کرو۔ نہ میرے ہاں کبھی بیٹی پیدا ہوئی اور نہ ہی میں کسی کو بیٹی یا بہن بناتا ہوں۔"

"میرے ساتھ رہو گے تو بنانا سیکھ لو گے۔"

"تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟ دیکھو' میں تمہیں سمجھا دیتا ہوں کہ کسی معاملے میں مداخلت نہ کیا کرو۔ ورنہ تمہیں اپاہج بنا دوں گا یا جزیرے سے تمہارہ جاؤ گے۔ مجھ جیسے مددگار کو بیکار رہنا کر یہاں کسی سے مقابلہ کرو گے؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس انجانے جزیرے میں اسے یقین تھا کہ علی ہر مصیبت میں ساتھ دے گا۔ وہ ایک بار پنجہ لڑانے کے بعد اس کی شہ زوری کا قائل ہو گیا تھا۔

وہ دوستانہ لہجے میں بولا۔ "علی! عقل سے کام لو یہ لڑکی ہمیں کسی دلدل میں پہنچا دے گی۔ اپنی کالونی میں پہنچتے ہی کسی مصیبت میں پھنسا دے گی۔ ہم اسے یرغمال بنا کر اس کے باپ کو اور اس کالونی کے افراد کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

"اور کیا کر سکتے ہیں۔"

"ان سے گرم کپڑے اور کمبل وغیرہ لے سکتے ہیں۔"

"اور کیا کر سکتے ہیں؟"

ان سے ہتھیار حاصل کر سکتے ہیں۔"

"اور کیا کر سکتے ہیں؟"

"تمہارا سر کر سکتے ہیں۔ تم پوچھتے پوچھتے مجھے اس کالونی میں پہنچا دو گے۔ میں وہاں جا کر ان کا قیدی نہیں بننا چاہتا۔"

"کیا ان کا داماد بننا چاہتے ہو؟"

"تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ شیبا سے اس کالونی کے متعلق معلوم تو کرو۔ تم نے ہی کہا تھا کہ پہلے دور سے معلومات حاصل کریں گے۔"

"اس لڑکی نے تھوڑی دیر پہلے بڑی بے بسی سے التجا کی تھی کہ میں اس سے کچھ نہ پوچھوں اور اسے جانے دوں۔ اس لیے جانے دے رہا ہوں اور کچھ نہیں پوچھ رہا ہوں۔"

"دیکھو علی! تم مجھے غصہ دلا رہے ہو۔"

لڑکی جاتے جاتے کئی بار پلٹ کر علی کو دیکھ چکی تھی۔ اس کی باتیں سنتی رہی تھی اس لیے اب وہ خوفزدہ نہیں لگ رہی تھی۔ ایک بار وہ مسکرائی بھی تھی۔ پاشا نے بھڑک کر کہا۔ "وہ مسکرا رہی ہے' تم اس کی نظر میں ہیرو بن رہے ہو۔"

"تم بھی ہیرو بننا چاہتے ہو تو دل جیسی باتیں نہ کرو۔"

وہ غصے سے ہونٹوں کو بھینچنے لگا۔ وہ اپنا غصہ کسی نہ کسی پر اتارا کرتا تھا لیکن علی پر زور نہیں چل رہا تھا۔ دراصل اسی بات کا غصہ تھا کہ غیر معمولی جسمانی قوت رکھتے ہوئے بھی وہ پنجہ آزمائی کے وقت علی سے اپنی انگلیاں نہیں چھڑا سکا تھا۔ اب خود کو تسلی دے رہا تھا کہ پنجہ آزمائی میں شکست کھانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ دوسرے مقابلوں میں علی سے کمتر ہو گا۔ نہیں' آئندہ مقابلہ ہو گا تو علی کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا۔

وہ شیبا سے بولا۔ "اے لڑکی! پہلے ہمیں دور سے اپنی کالونی دکھاؤ۔"

وہ کچھ دور جا کر رک گئی پھر بولی۔ "یہیں سے ہمارا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ آگے دریا کے کنارے ہماری کالونی ہے۔"

وہ دس منٹ تک چلتے رہے پھر دور سے وہ آبادی نظر آنے لگی تمام مکانات لکڑیوں سے بنے ہوئے تھے۔ تمام مکانات کی چھتوں پر جھنڈیاں لگی ہوئی تھیں۔ ان میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ وہاں لکڑیاں جلا کر کھانا پکایا جاتا تھا۔ کئی مرد نظر آئے وہ کپڑے تیار کرنے کے لیے دھاگے رنگ رہے تھے۔ ایک بھی عورت نظر نہیں آ رہی تھی۔

علی نے کہا۔ "شیبا! تم جاؤ اور اپنے باپ سے کہو۔ یہاں دو اجنبی ہیں وہ ہم سے دوستی کرے گا یا دشمنی!"

وہ جانے لگی۔ پاشا نے کہا۔ "اور یہ کہہ دینا کہ ہم سے دشمنی مہنگی پڑے گی۔"

شیبا نے پلٹ کر علی کو دیکھا' مسکرائی پھر چلی گئی۔ پاشا نے پوچھا۔ "یہ تمہیں دیکھ کر مسکراتی کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ میں نے چیلنج نہیں کیا ہے کہ ہم سے دشمنی مہنگی پڑے گی۔ تم للکارنے والا لہجہ اختیار کرو گے تو تمہیں مسکراہٹ کبھی نہیں ملے گی۔"

وہ دونوں چھپ چھپ کر کالونی کے قریب جا رہے تھے اور دیکھنا چاہتے تھے کہ وہاں دو اجنبیوں کی آمد کی خبر پہنچے گی تو ان لوگوں کا ردعمل کیا ہو گا۔

تھوڑی دیر بعد ہی ان مکانوں سے لوگ نکلنے لگے۔ ان میں سے کچھ نے کلہاڑیاں اور کچھ نے چاقو پکڑے ہوئے تھے۔ وہاں رائفل اور ریوالور جیسے ہتھیار نہیں تھے۔ وہ لوگ درخت کاٹنے والے کلہاڑوں میں کپڑے بُنتے تھے۔ ان پیشوں کی مناسبت سے ان کے پاس چھینی' ہتھوڑے' کیلیں' کلہاڑیاں اور چھوٹے بڑے آرے ہوتے تھے۔ ان اوزاروں سے وہ کام بھی کرتے تھے اور جنگیں بھی لڑتے تھے۔

ان کی مختلف آبادیوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ایک ہی جگہ متحد ہو کر نہیں رہتے ہیں۔ انسانی فطرت سے مجبور ہیں اس لیے الگ الگ کالونیاں قائم کر رکھی ہیں اور ہر کالونی کا ایک سردار یا آقا ہوتا ہے مثلاً جانسن ٹاؤن کسی جانسن نامی شخص نے قائم کیا تھا۔ بوگارڈ ویلج ایک بوگارڈ نامی شخص سے موسوم تھا۔ اسی طرح شیبا کے باپ کے نام سے وہ تیسری کالونی برین کالونی کہلاتی تھی۔

وہ لوگ ہاتھوں میں ہتھیار اٹھائے کالونی سے باہر آ رہے تھے' جدھر شیبا ان سے جدا ہوئی تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ ان کے انتظار میں اسی جگہ کھڑے ہوں گے۔ وہ تعداد میں چوبیس تھے وہاں پہنچ کر انہیں تلاش کر رہے تھے۔

وہ دوسری طرف سے گھوم کر کالونی میں آئے۔ وہاں کھڈیاں چلنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جو لوگ گھروں میں بیٹھے کام کر رہے تھے وہ ان کی تلاش میں نہیں گئے تھے۔ وہ دونوں دبے قدموں چلتے ہوئے ہر گھر میں جھانکتے پھر رہے تھے۔ ایک بڑے سے لکڑی کے مکان میں شیبا نظر آ گئی۔ وہ اندر گھس آئے۔ پاشا نے کہا۔ "ہم سے دھوکا کرتی ہو۔ ہمیں پکڑنے کے لیے اپنے یاروں کو ہتھیار کے ساتھ وہاں بھیجا ہے۔"

شیبا نے کہا۔ "وہ پکڑنے نہیں' تمہارا استقبال کرنے گئے ہیں۔"

علی نے پوچھا۔ "کیا ہتھیاروں سے استقبال کیا جاتا ہے؟"

"وہ اس لیے ہتھیار لے گئے ہیں کہ تم دونوں کو دشمنوں سے بچا سکیں۔ جو میرا پیچھا کر رہے تھے' وہ اپنے ساتھیوں کو تمہارے پیچھے لا سکتے تھے۔ تم یہاں کے لوگوں کو نہیں جانتے ہو۔ جب وہ مقابلے میں ہار جاتے ہیں تو پیچھے سے حملہ کر کے جان لیتے ہیں۔"

پاشا نے کہا۔ "تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ کیا پتا تم بھی ہم پر پیچھے سے حملہ کرا رہی ہو گی۔"

"جب میں ایسی ہوں تو میرے پیچھے مرنے کیوں آئے ہو۔"

"مرنے نہیں' تمہارے باپ کے اسی گھر میں بیٹھ کر تمہارے آدمیوں کو مارنے آئے ہیں۔"

باہر سے لوگوں کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ کہہ رہے تھے۔ وہاں تو کوئی نہیں ہے۔ شیبا کہہ رہی تھی' وہ دو ہیں مگر وہاں ایک بھی نہیں ہے۔"

شیبا نے دروازے سے باہر آ کر پوچھا۔ "تم لوگ ہتھیار لے کر کیوں گئے تھے۔ وہ تمہیں دشمن سمجھ کر چھپ گئے ہیں۔"

اس کے باپ برین ہارورڈ نے کہا۔ "بیٹی! میں نے ان سے کہا تھا کہ ہتھیار ساتھ نہ لے جائیں لیکن یہاں تیرے کئی طلب گار ہیں۔ ان میں سے جو زیادہ شہ زور ہو گا تو اسی کے حوالے کی جائے گی۔ یہاں کے تمام شہ زوروں کو یہ خدشہ ہے کہ وہ آنے والے دو اجنبی تجھے حاصل کر لیں گے۔ اس لیے یہ لوگ ان دونوں کو مار ڈالنا چاہتے ہیں یا انہیں اس کالونی سے دور بھگا دینا چاہتے ہیں۔"

شیبا نے کہا۔ "یہ سراسر احسان فراموشی ہے۔ اگر وہ دونوں مجھے نہ بچاتے تو بوگارڈ اور اس کے شہ زور مجھے اپنی داشتہ بنا لیتے۔"

ایک شہ زور نے کہا۔ "میں ہاتھی کی طاقت رکھتا ہوں۔ میں بوگارڈ کی بستی میں جا کر شیبا کو واپس لا سکتا تھا۔ ان دو اجنبیوں نے کوئی احسان نہیں کیا ہے۔"

برین ہارورڈ نے کہا۔ "بیٹی! یہاں کا دستور یہی ہے۔ تجھے دشمنوں سے بچانے والے اگر یہ ثابت کر دیں گے کہ وہ تیرے طلب گاروں سے زیادہ شہ زور ہیں تو وہ یہاں رہ بھی سکیں گے اور دستور کے مطابق ایک سال تک تجھے بیوی بنا کر رکھ سکیں گے۔"

وہ دونوں دروازے کے پیچھے سے ان کی باتیں سن رہے تھے۔ پاشا نے خوش ہو کر کہا۔ "یہاں کا دستور اس حسینہ کو میری آغوش

میں پہنچانے والا ہے۔"

اس نے دیوار سے لگی ہوئی ایک کلہاڑی لی پھر کمرے سے باہر نکل کر برآمدے میں شیبا کے پاس آکر بولا۔ "ازل سے یہی ہوتا آیا ہے۔ جو سب سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے' وہ زن' زر اور زمین حاصل کرتا ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں' کون ہے یہاں کا سب سے طاقتور گدھا؟"

ایک ہاتھی جیسے ڈیل ڈول والے شخص نے کہا۔ "ابے او گدھے کے بچے! میرا نام ڈیوس ہے لیکن میری طاقت دیکھ کر لوگ مجھے ڈیول یعنی شیطان کہتے ہیں۔ آجا میدان میں' ابھی تو یہاں تڑپتا اور دم توڑتا دکھائی دے گا۔"

پاشا برآمدے سے اتر کر کھلی جگہ مقابلے کے لیے جانا چاہتا تھا۔ برین ہارورڈ نے کہا۔ "رک جاؤ' مقابلہ آج نہیں کل ہوگا۔"

"کل کیوں ہوگا؟ آج کیوں نہیں ہوگا؟"

"جیسا کہ یہاں سب جانتے ہیں۔ کل شیبا پورے پندرہ برس کی ہو جائے گی یکل دوسری کالونیوں کے شہ زور بھی مقابلے کے لیے آئیں گے۔ مقابلے کے نتیجے میں جو شہ زور سب پر بھاری پڑے گا' وہی شیبا کے جسم و جان کا مالک ہوگا۔"

ڈیول نے کہا۔ "نہیں مسٹر برین! اس اجنبی کا تعلق اس جزیرے سے نہیں ہے۔ اس لیے اسے مقابلے میں شریک نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ جیت بھی جائے تو شیبا کا حقدار نہیں ہوگا۔"

پاشا نے کہا۔ "ہم دو ہیں اور یہاں کے نئے قیدی ہیں۔ ہمیں یہاں حقوق نہیں ملیں گے تو ہم چھین لینا بھی جانتے ہیں۔"

شیبا برآمدے سے پلٹ کر کمرے میں آئی۔ علی میز کے پاس ایک کرسی پر بیٹھا ایک سیب کھا رہا تھا۔ وہ قریب آکر بولی۔ "تم ایسے اطمینان سے بیٹھے ہو جیسے یہ تمہارا گھر اور تمہارا علاقہ ہے۔"

"شیبا! اطمینان کا جتنا موقع ملے آدمی کو مطمئن رہنا چاہئے پھر اگلے پل کیا ہو' یہ کون جانتا ہے؟"

"میں جانتی ہوں تمہارا ساتھی دشمنی بڑھا رہا ہے۔ اس کے ساتھ تم بھی بے موت مارے جاؤ گے۔ اسے سمجھاؤ' ڈیول ہاتھی ہے' زبردست شیطان ہے۔ اگر اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے جائیں اور اسے یقین دلایا جائے کہ تم دونوں میں سے کوئی میرا طلبگار نہیں ہے تو وہ تم دونوں کو معاف کر دے گا پھر میرے ڈیڈی تمہیں یہاں رہنے کی اجازت دے دیں گے۔"

علی نے کہا۔ "میرا ساتھی سر پھرا ہے۔ جب وہ چیلنج کر چکا ہے تو میدان نہیں چھوڑے گا۔ جو ہوتا ہے ہونے دو' تم تماشا دیکھتی رہو۔"

"کیسے تماشا دیکھوں۔ تم نے اپنے بدنیت ساتھی سے بھی مجھے بچایا ہے۔ مجھے تم پر ترس آتا ہے۔ میں تمہاری بھلائی چاہتی ہوں۔"

"اور مجھے تم پر ترس آتا ہے۔ تمہیں پندرہ برس کی کچی عمر میں کسی بھی طاقتور درندے کے حوالے کر دیا جائے گا۔ تمہارا باپ یہاں کا آقا ہے' کیا وہ تمہاری عزت کی حفاظت نہیں کر سکتا ہے؟"

"کل شخص خود کو سب سے زیادہ طاقتور منوانے گا دنیا میرا اور اس کالونی کا آقا بن جائے گا اور میرے باپ کی حیثیت ایک عام آدمی کی سی ہو جائے گی۔"

وہ دروازے کی طرف دیکھ کر بولی۔ "وہ شاید وہاں مقابلہ ہو رہا ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی باہر برآمدے میں آئی۔ مکان کے سامنے کھلی جگہ پر پاشا اور ڈیول ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے اور حملہ کرنے کے لیے پر تول رہے تھے۔ کالونی کے لوگ تماشائی کی حیثیت سے دور ہٹ گئے تھے۔

دونوں کے ہاتھوں میں کلہاڑیاں تھیں پھر وہ کلہاڑیاں فضا میں لہرانے اور ٹکرانے لگیں۔ دونوں بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے اور اپنا بچاؤ بھی کرتے جا رہے تھے۔ شیبا نے پلٹ کر کمرے میں دیکھا۔ علی ٹرے پر سے دوسرا سیب اٹھا کر کھا رہا تھا۔

برین ہارورڈ نے بھی کمرے کے اندر دیکھا پھر پوچھا۔ "بیٹی! کیا وہ دوسرا اجنبی یہیں ہے؟"

"ہاں' یہیں ہے۔ یہ جزیرے کے خطرناک درندوں سے واقف نہیں ہے۔ اسے مہذب علاقہ سمجھ رہا ہے۔ مجھے افسوس ہوگا اگر یہ ناسمجھی میں مارا جائے گا۔"

"یہ خوش فہمی میں مبتلا ہے یقیناً حرام موت مرے گا۔ تم پریشان کیوں ہوتی ہو؟"

"انسانیت بھی کوئی چیز ہے۔ میں اس کے احسان کا بدلہ چکانا چاہتی ہوں۔"

اسی وقت تالیوں کا شور گونجنے لگا۔ باپ بیٹی نے اُدھر دیکھا۔ پاشا کے ہاتھوں سے کلہاڑی نکل کر دور جا گری تھی۔ وہ نہتا ہو گیا تھا۔ ڈیول اپنی کلہاڑی سے حملے کر رہا تھا اور پاشا بچنے کی کوشش کرتا جا رہا تھا۔

پھر ایک بار کلہاڑی ناکام حملے کے باعث زمین پر پڑی تو اس کے ساتھ ہی پاشا نے اس پر چھلانگ لگا کر اسے دبوچ لیا۔ وہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پاشا غیر معمولی جسمانی قوت کے باعث نہتا لڑتے وقت کس قدر زبردست ہوتا ہے۔ اب ڈیول کے ہاتھوں سے کلہاڑی چھوٹنے کے بعد حیرت انگیز قوت کا تماشا نظر آ رہا تھا۔

وہ ہاتھی جیسی طاقت رکھنے والا پوری قوت صرف کر رہا تھا لیکن پاشا کی گرفت سے نکل نہیں پا رہا تھا پھر پاشا نے اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھاتے ہوئے سر سے بلند کر لیا۔ تالیاں بجانے والے گم صم ہو کر دیکھ رہے تھے۔ ان کی کالونی کے سب سے شہ زور شخص کو فضا سے بلند کر کے زمین پر پٹخ دیا گیا تھا پھر پاشا نے اسے آرم لاک لگایا تو وہ تکلیف سے چیخنے لگا۔ وہ اسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ پتا چلا اس کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے اور وہ شہ زور آئندہ کسی

کمزور سے بھی مقابلے کے قابل نہیں رہا ہے۔

پاشا نے زمین پر سے دونوں کلہاڑیاں دونوں ہاتھوں میں لے کر بلند آواز میں پوچھا۔ "اور کون ہے شیبا کا طلب گار؟ کسی کے دل میں شیبا کی طلب اور مقابلے کی حسرت ہے تو سامنے آئے اور یہ سب لوگ یاد رکھیں جو سامنے آکر مقابلہ کرے گا' اسے ڈیول کی طرح صرف اپاہج بناؤں گا اور زندہ رہنے دوں گا۔ اگر کسی نے دھوکے سے حملہ کیا تو اسے اور اس کی حمایت کرنے والوں کو کتوں کی موت ماروں گا' ہے کوئی مائی کا لال؟"

سب خاموش تھے اور اپنے آقا برین ہارورڈ کو دیکھنے لگے تھے۔ برین نے کہا۔ "ولیرا اجنبی! تم نے یہ مقابلہ جیت کر یہاں رہنے کا حق حاصل کر لیا ہے لیکن شیبا کے طلبگار کل آئیں گے کل تمہارے مقدر میں موت ہوگی یا اس علاقے کی بادشاہی۔ آؤ تم میرے معزز مہمان ہو۔"

برین اور شیبا کے ساتھ اندر آیا پھر علی سے بولا۔ "اب تم اعتراض نہیں کر سکو گے۔ میں نے یہاں کے دستور کے مطابق تو بھی شیبا کو جیت لیا ہے۔ کل فائنل مقابلوں کے بعد یہ پوری کی پوری میری ہو جائے گی۔"

علی نے کہا "کل بہت دور ہے۔ ابھی تو بھوک لگی ہے۔ تمہاری جیت کی خوشی میں کھانا تو مل ہی جائے گا۔"

شیبا نے کہا۔ "میں ابھی کھانا گرم کر کے لاتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ علی نے کہا۔ "مسٹر برین! سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ اس جزیرے میں شیبا کیسے آگئی؟"

برین ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "یہ ایک لمبی داستان ہے۔"

پاشا نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "داستان سناؤ اور ہماری حیرانی دور کرو۔ یہ تمہاری بیٹی کیسے پیدا ہوئی؟"

برین ہارورڈ نے ایک گہری سانس لی پھر کہنے لگا۔

"اب سے کوئی چھتیس برس پہلے میں یہاں قیدی بن کر آیا۔ ان دنوں یہ جزیرہ ویران تھا۔ مجھ سے پہلے صرف بارہ قیدی تھے۔ آج قیدیوں کی تعداد ڈھائی سو سے کچھ اوپر ہے۔ وہ میری جوانی کے دن تھے۔ میں بیس برس کا کڑیل جوان تھا جسم میں ایسی طاقت تھی کہ کسی کا ہاتھ پکڑ لیتا تو اسے توڑنے کے بعد ہی چھوڑتا تھا۔ وہ بارہ قیدی بھی خطرناک تھے۔ اپنی اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے لڑتے رہتے تھے۔ برتری قائم رکھنے کی جنگ دنیا کے ہر علاقے میں جاری رہتی ہے۔ آج بھی یہاں یہ جنگ جاری ہے۔ بہرحال جنگ کے نتیجے میں جو سب پر حاوی ہو جاتا' وہ ان کا آقا بن جاتا تھا۔ نئے نئے قیدی آتے رہتے تھے۔ نئے آنے والوں میں جو آقا کو شکست دیتا تھا' وہ نیا آقا بن جاتا تھا۔

مارکیو سان کی پولیس اور فوج کے سپاہی اس جزیرے کے اندر نہیں آتے ہیں۔ وہ نئے قیدیوں کو ساحل پر پھینک کر چلے جاتے ہیں۔ ہفتہ میں ایک بار راشن اور دوائیں وغیرہ لاتے ہیں اور ہم سے درختوں کی لکڑیاں اور کھڈیوں کے تیار کردہ کپڑے لے جاتے ہیں۔ ایک بار ہم نے یہ چیزیں فراہم نہیں کیں اور یہاں محنت مزدوری سے انکار کیا تو انہوں نے اناج اور دواؤں کی سپلائی روک دی اس طرح ہم محنت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

یہاں ہمیں ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں لیکن جس بات سے دماغی تکلیف پہنچتی ہے' وہ ہے عورت کی کمی۔ عورت کی کمی کے باعث ہم بدمزاج اور چڑچڑے ہو جاتے ہیں پھر ایسا ہوا کہ جو کمسن اور نازک اندام قیدی آتے تھے' ہم انہیں مار پیٹ کر خسرا بنا دیتے تھے۔ ان کے لیے عورتوں کا لباس تیار کر کے انہیں پہناتے تھے۔ ان سے کھانے پکواتے اور گھر گرہستی کا کام کراتے تھے۔ وہ عورتوں کی طرح چلنے پھرنے' اٹھنے بیٹھنے اور ناچ گا کر ہمارا دل بہلانے پر مجبور ہوتے تھے۔ یوں نامرادیوں اور محرومیوں کا کسی حد تک علاج ہو جاتا تھا اور ہم کسی حد تک آسودہ رہتے تھے۔

پھر ایک دن بارہ برس کا ایک لڑکا قیدی بن کر آیا۔ اس نے مارکیو سان میں اپنے باپ کو قتل کیا تھا اور کالے پانی کی سزا پا کر یہاں آگیا تھا۔ وہ بہت حسین اور نازک اندام تھا۔ ان دنوں یہاں بوگارڈ نامی شخص کی دھاک جمی ہوئی تھی۔ اس نے بارہ برس کے اس لڑکے کو خسرا بنانا چاہا تو انکشاف ہوا کہ وہ لڑکا نہیں لڑکی ہے۔

وہ بچپن سے لڑکوں کا لباس پہنتی تھی۔ لڑکوں کے انداز میں رہتی اور لڑکوں ہی کے لہجے میں بولتی تھی۔ ماں مر چکی تھی۔ صرف باپ کو معلوم تھا کہ وہ لڑکی ہے۔ ایک رات باپ نے شراب کے نشے میں شیطان بننا چاہا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔

پولیس نے اسے گرفتار کیا اور عدالت میں پہنچایا۔ وہ ردکی کے نام سے پکاری جاتی تھی اور ردکی مرد کا نام ہوتا ہے۔ پولیس اور عدالتی کارروائی کے دوران میڈیکل چیک اپ کا مرحلہ نہیں آیا۔ اس لیے کسی کو اس کی اصلیت معلوم نہ ہو سکی۔ اگر معلوم ہو جاتا کہ وہ لڑکی ہے تو اسے اس جزیرے میں کبھی بھیجا نہ جاتا۔

تقدیر عجب تماشے دکھاتی ہے۔ وہ ہم کنوارے قیدیوں کے مقدر میں تھی اس لیے ہمارے جزیرے میں پہنچ گئی اور سب سے پہلے بوگارڈ کے ہتھے چڑھ گئی۔ یہ بات قیدیوں سے چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ سب عورت کے بھوکے تھے۔ اس لڑکی کا مطالبہ کرنے لگے۔ جو شہ زور تھے وہ بوگارڈ کو چیلنج کرنے لگے کہ لڑکی نہ ملی تو اسے قتل کر دیں گے۔

ان دنوں قیدیوں کی تعداد بڑھ کر پچاس ہو گئی تھی۔ ان میں ایک سے بڑھ کر ایک بدمعاش' ڈاکو اور قاتل تھا۔ بوگارڈ نے چند بدمعاشوں کو زیر کر کے انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا تھا۔ میں نے بھی دس قاتلوں کو اپنا محکوم بنا رکھا تھا اور جانسن کے زیر اثر چھ بدمعاش تھے۔ یعنی ایسے قاتلوں کے جزیرے میں ہم تین بڑے آقا تھے۔ ہم نے جانسن ٹاؤن' بوگارڈ ولیج اور برین کالونی کے ناموں سے

الگ الگ ملاتے بانٹ لیے تھے۔

ہمارے درمیان یہ طے پایا تھا کہ ہم خواہ مخواہ ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے اور کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ کوئی شکایت ہوگی تو آپس میں بیٹھ کر وہ شکایت دور کردیں گے۔ ہم نے بوگارڈ سے شکایت کی کہ اس جزیرے میں مقدر سے آئی ہوئی لڑکی کا صرف ایک حقدار نہیں ہوگا۔ یہاں یہی پہلی اور آخری لڑکی ہے کوئی دوسری اتفاق سے نہیں آئے گی۔ اس لیے وہ ہمیں بھی ملتی رہے تو جزیرے میں امن وامان رہے گا۔

وہ ہمارے لیے ایسی نعمت تھی، جس سے بوگارڈ محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس نے ہماری شکایت کو نظرانداز کیا۔ ہمیں ٹالنے لگا تو ہم نے اس پر حملے شروع کردیے۔ میرے اور جانسن کے دو طرفہ حملوں نے اسے سوچنے پر مجبور کیا کہ وہ دن رات اپنا دفاع نہیں کرپائے گا۔ ایک ہفتہ کی لڑائی میں ہمارے دو اور اس کے چار ماتحت مارے گئے تھے تب اس نے صلح کے لیے ہمیں بلایا۔

ہم تینوں نے بیٹھ کر ٹھنڈے دماغ سے سوچا کہ لڑکی کو پیار و محبت سے نہیں رکھا جائے گا اور حد سے زیادہ ظلم کیا جائے گا تو وہ مرجائے گی پھر ہم ہمیشہ کے لیے عورت سے محروم ہوجائیں گے۔

بات معقول تھی پھر یہ عقل کی بات سمجھ میں آئی کہ عورت ایک درخت ہے جو چھاؤں بھی دیتی ہے اور بے شمار پھل بھی دیتی ہے۔ اسے مرنے اور مرجھانے نہ دیا جائے تو یہ ایک کے بعد ایک لڑکیاں پیدا کرے گی اور اس جزیرے میں عورتوں کی کمی پوری کر دے گی۔ آئندہ پندرہ بیس برسوں میں یہاں کافی جوان عورتیں ہو جائیں گی۔ اگرچہ وہ ہم تینوں کی بیٹیاں ہوں گی لیکن آئندہ آنے والے قیدیوں کے لیے یہ جزیرہ جنت بن جائے گا اور ہم تینوں آقا بیوی بچوں والی زندگی گزار کر دنیا سے چلے جائیں گے۔

آخر یہ طے پایا کہ وہ ہم آقاؤں میں سے ہر ایک کے پاس تین ماہ کی دلہن بن کر رہے گی۔ اگر تین ماہ کے آخر تک ماں بننے کے آثار پیدا ہوں گے تو پھر وہ اسی ہونے والے بچے کے باپ کے پاس نو ماہ تک رہے گی۔ زچگی کے بعد وہ دوسرے آقا کی دلہن بن کر جائے گی اور اس بچے کی پرورش اس کا باپ کیا کرے گا۔

دنیا کے بیشتر والدین بیٹوں کی تمنا کرتے ہیں کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہو لیکن ہم اور ہمارے جزیرے کے تمام خطرناک مجرم دعائیں مانگتے تھے کہ لڑکیاں پیدا ہوتی رہیں۔ جب آدم اور حوا زمین پر اتارے گئے تو دنیا کی آبادی بڑھانے کے لیے خدا کی قدرت سے بی بی حوا جڑواں بچوں کو جنم دیتی تھیں ایک وقت میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوتی تھی۔ پھر دوسری بار حوا بیٹا اور بیٹی جنم لیتیں تو پہلے بیٹے کے ساتھ دوسری بیٹی کا اور پہلی بیٹی کے ساتھ دوسرے بیٹے کا ازدواجی رشتہ کرایا جاتا تھا۔ اس جزیرے میں ایسا نہیں ہو سکتا تھا ہمارے چاہنے اور ارادہ کرنے سے کیا صرف لڑکیاں پیدا نہیں ہو سکتی تھیں۔ خدا کو جو منظور ہوتا ہے، وہی ہمارے سامنے پیش آتا ہے۔

وہ قیدی عورت کوئی پندرہ برس تک زندہ رہی۔ اس نے پہلے ہم کے ہاں دو بیٹے اور ایک بیٹی کو جنم دیا۔ جانسن کے ہاں دو بیٹے اور بیٹیاں پیدا کیں اور میرے ہاں ایک بیٹے اور دو بیٹیوں کو جنم دے کر اس دنیا سے چلی گئی۔

میرا بیٹا پیدا ہونے کے دو سرے دن مرگیا۔ تین برس پہلے بیٹی جب پندرہ برس کی ہوئی تو بوگارڈ ویلج کا ایک شہ زور اسے جبراً گرلے گیا۔ اب یہ آخری بیٹی شیبا رہ گئی ہے۔ کل پورے پندرہ برس کی ہو جائے گی۔ اسے جو جیت لے گا وہ اس علاقے برین کا بھی آقا بن جائے گا اور میرے اقتدار کا دور ختم ہو جائے گا۔"

شیبا نے میز پر کھانا لگا دیا تھا اور ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئی تھی۔ پاشا نے کہا۔ "مسٹر برین! یہاں کی مختصر سی تاریخ سن کر یہ معلوم ہوا کہ شیبا کے علاوہ اور چار لڑکیاں ہیں۔ ایک تمہاری بیٹی جو بیاہ کر بوگارڈ ویلج میں گئی ہے۔ وہاں بوگارڈ کی ایک بیٹی ہے اور جانسن کے گھر میں دو بیٹیاں ہیں۔"

برین نے کہا۔ "بوگارڈ کی بیٹی بارہ برس پہلے ہی جوان ہو گئی تھی کیوں کہ وہ سب سے پہلی اولاد تھی۔ اس نے دو بیٹیوں کو جنم دیا جن میں سے آج ایک گیارہ برس کی اور دوسری نو برس کی ہو گئی ہے۔ یہ دونوں بوگارڈ کی نواسیاں ہیں۔"

"اور جانسن کی دو بیٹیاں ہیں۔ کیا انہیں بھی بیاہ دیا گیا ہے؟"

"ان میں سے ایک بیاہ دی گئی ہے۔ اس نے بھی ایک بیٹی جنم دی ہے۔ اس کی دوسری بیٹی ابھی تیرہ برس کی ہے اور میری بڑی بیٹی نے بھی ایک بیٹی کو جنم دیا ہے۔ یعنی ہم تینوں آقا اب نانا بن چکے ہیں اور جزیرے میں عورتوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔"

علی نے پوچھا۔ "اس جزیرے میں ایک عورت آئی پھر عورتوں کی تعداد بڑھتی گئی اور آئندہ بھی بڑھتی جائے گی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مارکیوسان کے حکام کو ان لڑکیوں کی یہاں موجودگی کا علم کیوں نہ ہوا؟"

برین نے کہا۔ "وہ ان عورتوں اور لڑکیوں سے اس لیے بے فکر ہیں کہ وہاں کی پولیس اور فوجی جوان جزیرے کے اندرونی حصوں میں نہیں آتے ہیں۔ یہاں کے اندرونی حالات معلوم کرنے کے لیے ہیلی کاپٹروں میں پرواز کرتے ہیں نیچی پرواز کرتے ہوئے دوربین کے ذریعے ہمارے مکانوں اور طرز معاشرت کو دیکھتے ہیں۔"

"کیا وہ ہیلی کاپٹروں سے عورتوں کو نہیں دیکھ سکتے؟"

"دیکھتے ہیں۔ انہیں صرف خرے نظر آتے ہیں۔ ہیلی کاپٹروں کی آوازیں سنتے ہی ہم اپنی لڑکیوں کو مکانوں کے اندر چھپا دیتے ہیں پھر انہیں زیادہ تر پتلون اور شرٹ وغیرہ پہنا کر رکھتے ہیں۔ راتوں کو زنانہ لباس پہناتے ہیں کیوں کہ اندھیرا ہونے کے بعد کوئی طیارہ یا ہیلی کاپٹر جزیرے کے اوپر سے پرواز نہیں کرتا ہے۔"

"اگر مارکیوسان کے حکام کو معلوم ہو جائے، یہ عورتیں ان کی نگاہوں میں آجائیں تو کیا ہوگا؟"

"ہم ایسے ہی اندیشوں میں مبتلا رہتے ہیں کہ حقیقت کا علم ہو گا تو یہاں فوج آئے گی اور تمام عورتوں کو پکڑ کر لے جائے گی ہم بھی ان کی رائفلوں اور جدید ہتھیاروں کے سامنے بے بس رہیں گے اور اپنی جنت کو پھر سے جہنم ہوتے دیکھیں گے۔"

برین ہانرڈ کے لہجے میں جو دکھ تھا وہ اس کے دل کے درد کا عکاس تھا۔ اس جزیرے کے سنگدل، ظالم اور خطرناک وحشیوں کے دلوں میں بھی یہی درد تھا۔ یہی درد جدائی کا خوف تھا وہ جان سے تو تیار تھے مگر عورتوں سے محروم نہیں ہونا چاہتے تھے۔ وہ اپنے خطرناک فولادی مجرم تھے، جنہیں کوئی توڑ نہیں سکتا تھا، سب عورتوں کی موجودگی ہی انہیں پگھلا سکتی تھی۔

پاشا نے کہا۔ "واقعی یہاں کے لوگوں کو عورتوں سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔ دنیا کے ہر علاقے میں جہاں مرد رہتے ہیں، وہاں عورتیں لازمی ہوتی ہیں۔ جہاں عورت نہ ہو وہاں مرد رہنے سے انکار کردے گا۔ سیکڑوں قیدیوں کو ایک جزیرے میں آزاد چھوڑ کر انہیں عائلی اور گھریلو زندگی گزارنے کی اجازت دے کر عورتوں سے محروم رکھنا بہت بڑا ظلم ہے۔"

آدمی جیل کی چار دیواری میں عمر قید کی سزا بھگت لیتا ہے لیکن کھلی فضا میں ایک مکان بنا کر عورت کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کا دل اور مکان کی چار دیواری عورت کو پکارتی رہتی ہے۔ انسان کو اس کی فطرت کے خلاف اہم ضرورت سے محروم رکھا جائے تو وہ چور راستوں سے یہ ضرورت پوری کرلیتا ہے۔

اس وقت ثانی علی کے پاس تھی اور کہہ رہی تھی۔ "ہم نے ڈرسے اس جزیرے کے متعلق سنا تھا کہ یہاں وحشی درندے رہتے ہیں۔ اب یہاں آکر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ پہلے تو مجرم تھے ہی لیکن مارکیوسان کی حکومت انہیں یہاں بھیج کر غیر مہذب زندگی گزارنے پر مجبور کر رہی ہے۔ یہاں کے حکام اتنی سی بات نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو آباد کرنے کے لیے آدم کے ساتھ حوا کو کیوں بھیجا تھا؟ یہ حکام آدم کے بیٹوں کو عورت کے بغیر یہاں قید کرکے آدمیت کے خلاف سزا دے رہے ہیں۔"

علی نے کہا۔ "بے شک عورت کے بغیر کوئی معاشرہ منظم اور معزز نہیں بن سکتا۔ ہم یہاں کے حکام کو جزیرے کے قوانین بدلنے پر مجبور کریں گے۔"

❁❁❁✱✱✱❁❁❁

ثانی تارا کئی بار پاشا کے دماغ میں آچکی تھی۔ آخری بار پاشا نے کہا۔ "میں ایک مقابلہ جیت چکا ہوں۔ کل فائنل مقابلے بھی جیت لوں گا اور شیبا کو حاصل کرلوں گا لیکن یہ لڑکی میری طرف مائل نہیں ہے۔ تم اس کے اندر جا کر میرے لیے محبت پیدا کرسکتی ہو۔"

"تم من موجی ہو۔ کسی سے محبت نہیں کرتے ہو۔ دل بہلاتے ہو۔ وقت گزارتے ہو پھر اسے چھوڑ کر دوسری کو فتح کرنے نکل پڑتے ہو پھر اس جزیرے میں چند لڑکیاں ہیں جن سے کوئی محبت نہیں کرتا۔ جو شہ زور ہوتا ہے، انہیں اٹھا کر لے جاتا ہے۔ شیبا محبت کرے یا نہ کرے۔ کل تم اسے جیت کر جبراً حاصل کرلو گے پھر میں اس کے اندر تمہارے لیے محبت پیدا کرنے کے سلسلے میں وقت ضائع کیوں کروں۔"

"بات یہ ہے کہ میں شکست تسلیم نہیں کرتا۔ وہ علی کو دیکھ کر مسکراتی ہے تو مجھے یوں لگتا ہے کہ میں جیتی ہوئی بازی ہار رہا ہوں اور علی مقابلہ کیے بغیر بیٹھے بٹھائے میری جیت پر قبضہ جما رہا ہے۔"

"تم ایسی ہی فضول باتیں سوچتے رہو گے۔ ایک رقیب کی طرح جلتے بھنتے رہو گے تو علی پر غالب آنے کی کسی تدبیر پر کامیابی سے عمل نہیں کرسکو گے۔"

"میری تو سمجھ میں نہیں آتا کیا تدبیر کروں۔ علی کو دیکھتا ہوں تو یہ فولادی قلعہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کے اندر گھسنے کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ کیا تم کوئی دروازہ بنا سکتی ہو؟"

"میں اسی لیے تمہارے پاس آتی رہتی ہوں اور تمہارے ذریعے اس کی مصروفیات کے متعلق معلوم کرتی رہتی ہوں۔ کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی ایسا موقع ضرور ہاتھ آئے گا، جب ہم اس کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھا سکیں گے اور اسے اپنے قابو میں کرکے ہمیشہ کے لیے اسے اپنا تابعدار بنا سکیں گے۔"

"میں کبھی کبھی سوچتا ہوں، اچانک ہی اس پر حملہ کرکے زخمی کردوں لیکن اچانک حملہ اس پر ہوتا ہے جو غافل رہتا ہے۔ میں نے کسی لمحہ بھی اسے غافل نہیں دیکھا۔ شاید رات کو وہ گہری نیند میں ہو گا تو موقع مل جائے گا۔"

"یہ مت بھولو کہ وہ لوگ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سوتے ہیں۔ بیڈ روم میں کوئی بھی قدم رکھے تو آنکھ کھل جاتی ہے۔ رات کو کبھی اس کے قریب نہ جانا۔"

"میں ایسی غلطی نہیں کروں گا لیکن رات کو ایک بار تم میرے پاس آؤ۔ شاید ایسی کوئی صورت نکل آئے کہ ہم اس پر قابو پا سکیں اور ناکامی کی صورت میں اسے ہم پر شبہ نہ ہو سکے۔"

"ٹھیک ہے، میں رات کو کسی وقت آؤں گی۔"

وہ اپنی جگہ پر دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اسے پاشا کے ذریعے علی پر نظر رکھنے کا موقع مل رہا تھا۔ پاشا اس پر غالب آنے کی فکر میں تھا اور وہ دونوں کو اپنے قابو میں لانے کی تدبیر سوچ رہی تھی۔ یہ بات اس کے حق میں تھی کہ وہ دونوں ایک جزیرے تک محدود ہو گئے تھے۔ وہاں انہیں براہ راست اپنوں کی مدد نہیں پہنچ سکتی تھی۔ علی کو صرف خیال خوانی کے ذریعے سارا مل سکتا تھا۔ وہ اسی پہلو سے سوچ رہی تھی کہ خیال خوانی کے ذرائع کو کس طرح ناکام بنا سکتی ہے۔ ایک بار علی تمام خیال خوانی کرنے والوں سے کٹ جائے

تو وہ پھر ہاشا اور علی پر قابو پانے کے لیے وہاں کے خطرناک مجرموں کو اپنا آلۂ کار بنا لے گی۔ وہ اب تک شیا' اس کے باپ پیرین ہارورڈ اور ایک دوسرے بدمعاش کے داغوں میں جگہ بنا چکی تھی۔ آئندہ کام کے آدمیوں پر تنویمی عمل کرنے کا ارادہ تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھی سوچتی رہی اسے بھائی سرنا کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تھا۔ اس کا برین واش ہو چکا تھا۔ اس کے ذہن سے میرے تنویمی عمل کو مٹا دیا گیا تھا اور اس کے داغ کو نئی آواز اور نیا لہجہ دیا گیا تھا۔ تاکہ بعد میں کبھی اس نئی آواز اور لہجے کو سن نہ سکوں اور اس کے داغ تک نہ پہنچ سکوں۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بھائی کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا۔ "بھائی! کیسے ہو؟"

"اچھا ہوں۔ پوری طرح صحت مند ہوں مگر دماغ پر بوجھ سا ہے کہ پچھلی زندگی کی بہت سی باتیں یاد نہیں آتی ہیں۔ یہ زندگی نئی اور اجنبی لگتی ہے۔"

"میں تمہاری پچھلی زندگی کی تمام یادیں مٹا دینے پر مجبور تھی۔"

"تم نے کہا تھا مجھے فرہاد کے متعلق بتاؤ گی کہ وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟ میں اس سے انتقام لوں گا۔"

"بھائی جوش میں نہ آؤ۔ جو لوگ اسے سالہا سال سے جانتے ہیں اور اس کی رگ رگ سے واقف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں اور تم تو ابھی اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہو۔ میں اس کے متعلق تمہیں بتاتی رہوں گی تو بتاتے بتاتے ایک عمر گزر جائے گی۔ اس عرصے میں' میں ہی کوئی انتقامی کارروائی کر گزروں گی۔"

"یہ اچھا نہیں لگتا کہ بھائی کے ہوتے ہوئے دشمن سے بہن انتقام لے۔"

"یہ باتیں چھوڑو۔ اپنی صلاحیتیں واپس لانے کی کوشش کرو۔"

"تم کہتی ہو' میں گھنٹوں سانس روک لیا کرتا تھا۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ تھوڑی دیر سانس رک جائے تو آدمی مر جاتا ہے پھر تم نے آتما شکتی کے بارے میں بھی بہت کچھ بتایا تھا۔ میرے تو کچھ پلے نہیں پڑا۔ یہ روح جا باہر نکل کر پھر واپس جسم میں کیسے آتی ہے؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "میں نہیں سمجھا سکوں گی۔ میں نے بہترین فائٹوں' یوگا کے ماہروں اور کئی زبانیں سکھانے والے استادوں کو تمہاری تعلیم و تربیت کے لیے رکھا ہے۔ دن رات محنت کرو اور لگن سے سب کچھ سیکھتے رہنے کی کوشش کرو۔"

"میں پوری کوشش کروں گا لیکن تم مجھ سے کیوں نہیں ملتی ہو؟ آخر ہماری ملاقات کب ہو گی؟"

"میں بہت محتاط رہتی ہوں۔ جب تم فرہاد سے مغلوب نہیں ہوئے تھے تب ہم بہن بھائی ایک دوسرے کے ساتھ رہتے تھے۔ اب یہ اندیشہ ہے کہ دشمن کسی نہ کسی طرح دماغ میں پہنچ سکتے ہیں اور تمہارے ذریعے مجھے بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ہم فی دن ملیں گے۔ تم اس دن کا انتظار کرو اور خوب محنت کرو آؤں گی۔"

وہ اپنی جگہ واپس آ گئی۔ پے پے سرنا اب اس معاملے میں مددگار اور معاون نہیں رہا تھا اس لیے شی تارا معاملات سے نمٹ رہی تھی۔ اس نے تمام ڈی شی تاؤں سرناؤں سے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنی اپنی جگہ آرام کریں کسی جائیں اور ایسے افراد سے نہ ملیں' جو پرابلم پیدا کریں معاملے میں دلچسپی لینے کے لیے وقت نہیں نکال سکے گی۔

پے پے سرنا اس سے ملنے کے لیے تڑپتا تھا اور کہتا کیسی زندگی ہے کہ بہن بھائی ایک ساتھ ایک جگہ نہیں اسی ذہنی پریشانی کے باعث وہ نئے سرے سے تعلیم و تربیت کرنے میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا تھا۔

اس نے سوچا اگر ڈی کو اصلی شی تارا کہہ کر سرنا کے دیا جائے تو وہ بہن کو پا کر خوش رہے گا اور دل لگا کر تعلیم حاصل کرے گا اور جلد سے جلد بہن کے اہم معاملات میں مددگار بن جائے گا۔

اس نے بھائی کی بہتری کی لیے اس پہلو پر غور کیا پھر رہنے والی ڈی شی تارا سے رابطہ کیا۔ وہ کارڈرائیو کرتی ہوئی اسپتال کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ جب اس نے ایریا میں کار روک دی تو شی تارا نے کوڈ ورڈز ادا کرنے پوچھا۔ "ڈی نو! یہاں کیوں آئی ہو؟"

وہ بولی۔ "میڈم! سرنا بیمار ہے۔ پچھلے دو دن سے اسپتال ہے۔ آپ نے پچھلے پانچ دنوں سے رابطہ نہیں کیا۔ میں آپ کو ایک اہم خبر سنانے کے لیے بے چین ہوں۔"

"وہ اہم خبر کیا ہے؟"

"فرہاد علی تیمور بھی اسی اسپتال کے ایک کمرے میں ہے اصلی شی تارا ایکدم سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی پھر پوچھا۔ "کیا کہہ رہی ہو؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ فرہاد وہاں اگر ہے تو کیوں ہے؟ تمہاری معلومات کس حد تک درست ہیں"

"میڈم! کل میں نے دیکھا' اسپتال کے ایک حصے میں جوانوں کا پہرا لگایا گیا ہے۔ میں سمجھی کوئی اہم سرکاری شخصیت جو بیمار ہے اور اس کی حفاظت کے لیے وہاں فوجی جوانوں کی لگائی گئی ہے۔ میں سرنا کا کمرا تبدیل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے کاؤنٹر پر آئی وہاں فوج کا ایک کیپٹن' اسپتال کے انچارج سے تھا کہ مسٹر تیمور کے کمرے میں صرف ہمارے فوجی ڈاکٹر اور جائیں گی۔ اپنے عملے کے تمام افراد سے کہہ دیں کہ مسٹر تیمور کمرے اور اس کاریڈور میں کوئی نہ جائے۔"

شی تارا نے کہا۔ "مسٹر تیمور کا مطلب یہ نہیں کہ وہ فوجی تیمور ہی ہو گا۔"

میں نے کیپٹن کے جانے کے بعد پوچھا۔ "کیا یہ مسٹر تیمور کوئی اہم سیاسی یا فوجی شخص ہیں؟"

کاؤنٹر گرل نے کہا۔ "مجھے پتا نہیں ہے۔ انہوں نے رجسٹر میں صرف ایف اے تیمور اسپیشل آفیسر' ملٹری انٹیلی جنس لکھوایا ہے اور میڈم دونوں حروف ایف اے سے فرہاد علی بنتا ہے میرے اندر تجسس پیدا ہوا تو میں نے پوچھا' مسٹر تیمور کو کیا ہوا ہے؟ کاؤنٹر گرل نے معذرت چاہی کہ وہ اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کرے گی۔ تب میں کاؤنٹر کے قریب ہی ویٹنگ روم میں بیٹھ گئی۔ میرے دماغ میں بات بیٹھ گئی تھی کہ وہ فرہاد ہے۔ اس کے اپنے اس سے ملنے آئیں گے۔ میرا خیال غلط نہیں تھا۔ میں نے ایک گھنٹے بعد ہی پوپی کو دیکھا۔"

شی تارا نے کہا۔ "پوپی؟ ہاں وہ فرہاد کی اہم ساتھیوں میں سے ایک ہے۔ جلدی بتاؤ پھر کیا ہوا؟"

"میں نے اس کا تعاقب کیا۔ وہ اسی حصے کی طرف جا رہی تھی جہاں فوجیوں کا پہرا تھا۔ میں آگے نہیں جا سکتی تھی۔ پوپی نے پرس میں سے کوئی کارڈ نکال کر آفیسر آن ڈیوٹی کو دکھایا۔ اسے اس کارڈ پر دستخط کرنے اور فرہاد کے کمرے میں جانے کی اجازت مل گئی۔"

شی تارا نے کہا۔ "ہاں اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ فرہاد بیمار ہے۔ میں اس کے دماغ میں جا سکوں گی لیکن اب عجلت سے کام نہیں لوں گی۔ ابھی اس کے بارے میں اور زیادہ ٹھوس ثبوت حاصل کروں گی۔ تم اسپتال کے انچارج اور کسی فوجی افسر سے کسی بہانے گفتگو کرو۔ میں اس کمرے تک پہنچنے کا راستہ بناؤں گی۔"

ڈی نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہاں کے انچارج سے سرنا کی بیماری کے متعلق گفتگو کی۔ شی تارا نے جواباً انچارج کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں جگہ بنائی۔ اس کے اندر یہ جذبہ پیدا کیا کہ اسے مسٹر تیمور کی خیریت معلوم کرنا چاہیے پھر وہ اسے اسپتال کے حصے میں لے گئی۔ وہاں کئی فوجی جوان الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ ایک افسر کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ انچارج کو دیکھ کر اٹھ گیا۔ انچارج نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے یہاں آنا نہیں چاہیے پھر خیال آیا کہ یہاں کا انچارج ہوں' یہ پوچھنا میرا فرض ہے کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بندہ حاضر ہے۔"

افسر نے کہا۔ "شکریہ! آپ نے پوچھ کر اپنا فرض ادا کیا ہے۔ ہمیں کوئی ضرورت ہو گی تو آپ سے رجوع کریں گے۔"

انچارج چلا گیا۔ شی تارا کا خیال تھا شاید وہ افسر یوگا کا ماہر ہو گا پھر بھی اس نے چانس لیا۔ اس کے دماغ میں گئی تو آسانی سے داخل ہو گئی۔ اس نے چور خیالات پڑھے پتا چلا کہ فرہاد علی تیمور کو کسی نے زخمی کیا تھا۔ گولی دائیں بازو کا تھوڑا سا گوشت اڑاتی گزر گئی تھی۔

اس حد تک معلومات حاصل کر کے شی تارا دل ہی دل میں بھگوان سے پرارتھنا کرنے لگی کہ یہ معلومات سچی ہوں اور وہ اصل فرہاد ہو۔ وہ صبر اور تحمل سے کام لے رہی تھی۔ فرہاد کے دماغ میں نہیں جا رہی تھی۔ پہلے اس نے افسر کو کسی کام سے اس کمرے میں جانے پر مائل کیا۔ وہ ہر ایک گھنٹے بعد کمرے میں فرہاد کی خیریت معلوم کرنے جاتا تھا۔ اس لیے اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے میں آیا۔

فرہاد علی تیمور بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ افسر کو دیکھ کر اٹھنے لگا۔ افسر نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا۔ "سر! آپ لیٹے رہیں' آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ میں صرف ڈیوٹی کے طور پر آیا ہوں۔"

فرہاد نے کہا۔ "آرام کیا کرنا ہے۔ ایسے زخم آتے ہی رہتے ہیں۔ ہفتے بھر میں یہ زخم بھی بھر جائے گا۔"

شی تارا نے غور سے فرہاد کی آواز اور لہجے کو سنا۔ اس کا لہجہ مجھ سے ذرا مختلف تھا۔ شی تارا نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ "شکر ہے میں نے عجلت سے کام نہیں لیا۔ بائی دی وے' یہ فرہاد کون ہے؟"

وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ڈی فرہاد تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کی جانب سے پیرس میں شہری زندگی گزارتا تھا تاکہ دشمن یہ سمجھتے رہیں کہ میں ان دنوں پیرس میں ہوں۔ وہاں فوج کے چند اعلیٰ افسران جانتے تھے کہ وہ ڈی ہے۔ ورنہ پہرا دینے والے فوجی اسے فرہاد علی تیمور ہی سمجھتے تھے۔

شی تارا نے ساری حقیقت معلوم کر لی۔ وہ ڈی فرہاد زخمی ہونے کے باعث سانس نہیں روک سکتا تھا۔ اسی لیے ایک دشمن خیال خوانی کرنے والی کو محسوس بھی نہیں کر سکا تھا۔ اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ اس شہر میں پوپی اس کے ساتھ رہتی ہے۔

پوپی کو اس بات کا دکھ تھا کہ میں نے اس سے شادی نہیں کی۔ مجھے اس بات پر شرمندگی ہے۔ جوانی کی رنگ رلیاں بڑھاپے میں دکھ پہنچاتی ہے۔ میں نے اسے سمجھایا تھا اور کہا تھا "جب تم میری زندگی میں آئیں تو عمریں مجھ سے بہت چھوٹی تھیں۔ آج بھی تمہاری عمر ایسی نہیں ہے کہ شادی نہ کر سکو۔ کوئی دوسرا جیون ساتھی تلاش کر لو۔"

وہ بضد تھی۔ میرے ہی نام سے زندگی گزار دینا چاہتی تھی۔ تب جناب علی اسد اللہ تبریزی نے اسے حجرے میں بلا کر کہا۔ "بیٹی! زندگی ایک بار ملتی ہے۔ اسے ہنس بول کر گزارو۔ دین اسلام میں راہبانہ زندگی گزارنے کی اجازت نہیں ہے۔ شادی کر لو۔"

وہ ادب سے سر جھکا کر بولی۔ "آپ کی ہدایات سر آنکھوں پر مگر میرے حواس پر وہی چھایا ہوا ہے۔"

بزرگ نے کہا۔ "تو پھر اسی صورت اور شخصیت والے کا انتخاب کرو۔ میرا نیک مشورہ ہے' ایک ڈی فرہاد کو جیون ساتھی بنا لو۔"

"حضور! یہ بات کھٹکتی رہے گی کہ میں فرہاد کے کھلونے سے خود کو بہلا رہی ہوں۔"

"تم عملی زندگی گزار کر دیکھو۔ یہاں میں نکاح پڑھادوں گا اور ڈی کو تاکید کروں گا کہ جب تک تمہارا دل مائل نہ ہو اور جب تک تم ازدواجی وظیفہ ادا نہ کرنا چاہو' وہ شوہر کے حقوق طلب نہیں کرے گا۔"

جناب اسد اللہ تمیزی کی ہدایات دل کو لگتی تھیں پھر ان کی عالمانہ شخصیت بہت متاثر کرتی تھی۔ پوپی انکار نہ کر سکی۔ اس کا نکاح ڈی فرہاد سے پڑھا دیا گیا پھر وہ پیرس میں آکر اس کے ساتھ رہنے لگی۔ شادی کو دس ماہ گزر چکے تھے اور وہ بیوی جیسی زندگی نہیں گزار رہی تھی۔ ڈی کی عزت کرتی تھی اسے بڑی محبت سے دیکھتی تھی کیوں کہ وہ سر سے پاؤں تک فرہاد ہی نظر آتا تھا۔

شی تارا یہ تمام حقائق پڑھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی' پوپی بڑی خطرناک فائٹر ہے۔ فائٹنگ کا جو منفرد اسٹائل وہ جانتی ہے' کوئی اور نہیں جانتا۔ اگر اسے قابو میں کرلیا جائے تو وہ آئندہ بہت کام آئے گی اور کسی موقع پر ڈی فرہاد بھی کام آسکتا ہے۔

ڈی نے شی تارا کی مرضی کے مطابق انفرسے کہا۔ "آپ باہر جا رہے ہیں۔ پلیز شام تک کسی کو کمرے میں نہ آنے دیں۔ میں تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں۔"

انفرو عدہ کر کے چلا گیا کہ شام پانچ بجے تک کوئی اسے ڈسٹرب نہیں کرے گا۔ اس کے جانے کے بعد شی تارا نے اسے تھپک کر سُلا دیا پھر اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔

کئی بار ہمارے مقابلے میں ٹھوکریں کھانے کے بعد وہ ذرا سنبھل گئی تھی۔ خوب سوچ سمجھ کر ٹھہر ٹھہر کر آگے بڑھ رہی تھی۔ ابھی ڈی فرہاد کو شکار کیا تھا اور یہ اطمینان کرلیا تھا کہ ڈی جب اسپتال سے گھر جائے گا تو وہاں اس کے ذریعے وہ پوپی کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرے گی پھر اسے بھی اپنی کنیز بنا لے گی۔

"دشمن تین وقت کھانے کی اتنی فکر نہیں کرتے جتنی فکر انہیں میری ہوتی ہے کہ میں کہاں ہوں اور کیا کرتا پھر رہا ہوں۔ شی تارا بھی یہی چاہتی تھی۔ وہ مجھ پر نظر رکھ کر میرے بیٹوں اور دیگر عزیزوں کی مصروفیات کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتی تھی پھر جزیرے میں علی کو ٹریپ کرتے وقت یہ یقین کرنا چاہتی تھی کہ میں ایسے وقت علی سے غافل ہوں یا نہیں؟ وہ میری غفلت کے وقت ہی ایسا قدم اٹھانا چاہتی تھی۔

لکی سیون میرے ساتھ رہنے لگی تھی۔ شی تارا نے ایک بار اس معصوم اور نیم پاگل کو اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔ اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں نے اس کے بھائی سرنا کو کہاں قید کیا ہے؟

میں نے اس کی یہ چوری پکڑلی تھی اور اسے وارننگ دی تھی کہ آئندہ وہ ایک معصوم لڑکی کے دماغ میں آئے گی تو میں اس کے بھائی کو سزا دوں گا۔

اس وقت اس نے بھائی کی سلامتی اور بھلائی کے لیے [illegible] تھا کہ کبھی لکی سیون کے دماغ میں نہیں آئے گی لیکن [illegible] واپس مل گیا تھا اور اس نے ہر طرح سے اس کی حفاظت [illegible] انتظامات کر دیے تھے۔ برین واش کرنے اور تنویمی عمل کر [illegible] بعد یقین ہو گیا تھا کہ آئندہ میں اس کے دماغ میں نہیں جاؤں [illegible] اور نہ ہی اسے غلام بنا سکوں گا۔

وہ بڑی خاموشی سے لکی سیون کے دماغ میں آگئی [illegible] کے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور میں اس کے بالوں کو برش [illegible] ہوئے سمجھا رہا تھا کہ اسے اپنے بالوں کو کس طرح سیٹ [illegible] چاہیے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "اوہ پاپا! میں کیا کروں۔ بھول [illegible] بیماری ہے۔"

"یہ بیماری نہیں دماغی کمزوری ہے۔ انشاء اللہ یہ کمزوری [illegible] ہی دور ہو جائے گی۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارا علاج کر [illegible] ہوں۔"

"یہ ٹیلی پیتھی کیا چیز ہے؟"

"تم نہیں سمجھو گی۔ یوں سمجھ لو کہ یہ ایک طریقۂ علاج [illegible] اب یہ دیکھو کہ تم نام اور رشتے بھول جایا کرتی تھیں لیکن [illegible] تمہیں یاد رہتا ہے کہ تمہارا نام لکی سیون اور میرا نام فرہاد ہے [illegible] تم مجھے پاپا کہہ کر مخاطب کرتی ہو۔"

"آپ بہت اچھے ہیں پاپا! میں تو آپ کو کبھی نہیں بھولوں [illegible] میرا خیال ہے کہ میں دوسری باتوں کو بھی یاد رکھنے کا ارادہ ای [illegible] کرتی رہی ہوں اور بعد میں بھولتی رہی ہوں۔"

"ہاں' تمہارے ساتھ یہی ٹریجڈی ہوتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے میں بعد میں آپ کو بھی بھول جاؤں [illegible] نہیں پاپا' نہیں' آپ ایسا علاج کریں کہ دنیا بھلا دوں مگر آپ کو [illegible] رکھوں۔"

"انشاء اللہ تم ہر بات' ہر واقعہ یاد رکھو گی۔ میں تمہاری [illegible] حالت کو ہر پہلو سے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"مجھے بتائیں آپ کیسی کوشش کر رہے ہیں؟"

"بیٹے تنویمی عمل کے ذریعے اپنے معمول کے دماغ میں [illegible] باتیں نقش کر دی جاتی ہیں' معمول اسے ایک مخصوص مدت تک [illegible] نہیں بھولتا۔ میں نے کئی باتیں تمہارے دماغ میں نقش کیں [illegible] دوسرے دن تم سب کی سب بھول گئیں۔ تم نے معمولہ [illegible] اعتراف کیا تھا۔ تمہیں یہ اعتراف بھی یاد نہیں رہا۔"

"پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ میں ہر بات' ہر واقعہ یاد رکھو گی؟"

"میں اپنے طور پر مزید کوشش کروں گا۔ ناکامی ہوئی تو دنیا [illegible] مشہور و معروف برین سرجنوں سے رجوع کروں گا۔"

میں باتیں کرتا ہوا اس کے ساتھ رہائش گاہ سے باہر آیا [illegible] نے پوچھا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

میں نے آدھا گھنٹا پہلے بتایا تھا۔ تمہیں اتنی جلدی بھولنا نہیں چاہیے۔"

"ہاں بھولنا نہیں چاہیے' مگر میں یاد کرتی ہوں۔"

وہ کار کے پاس آکر رک گئی۔ ایک ہاتھ سے سر تھام کر سوچنے لگی۔ میں نے کہا۔ "میں اشارہ دیتا ہوں۔ شاید یاد آجائے۔ اشارہ ہے مریضہ۔"

وہ سوچتے سوچتے چٹکی بجا کر بولی۔ "ہاں' آپ ایسے آدمی کے پاس جا رہے ہیں جس کا نام مریضہ ہے۔"

"اوہ مائی پوئر بے بی! مریضہ نام نہیں ہوتا۔ کوئی عورت بیمار ہو تو اسے مریضہ کہتے ہیں۔"

وہ میری رہائش گاہ کی دیوار پر لکھے ہوئے حروف کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "یہ رسمی زبان میں لکھا ہوا ہے۔ کیا تم پڑھ سکتی ہو؟"

"پاپا! مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں پڑھ سکتی ہوں لیکن پڑھا نہیں جا رہا ہے۔"

"نہیں پڑھا جا رہا تو چھوڑو۔ یہاں سے چلو۔"

"لیکن مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ مکان کس کا ہے۔ اگر میں آپ سے بچھڑ جاؤں تو یہاں میری آستین پر لکھا ہو گا۔ کوئی بھی مجھے یہاں چھوڑ جائے گا۔ آپ ابھی آستین پر لکھ کر دیں۔"

"سوری بیٹی! رہائش گاہ سے متعلق نہ تمہیں بتاؤں گا' نہ لکھوں گا۔"

"آپ کیوں نہیں بتائیں گے؟"

"اس لیے کہ تمہارے دماغ میں کوئی چھپا ہوا ہے؟"

شی تارا یقیناً میری بات سے چونک گئی ہو گی۔ لکی سیون نے پوچھا۔ "میرے دماغ میں کون ہے پاپا!"

"وہی ہے' جس کی شامت آئی ہے۔"

"لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میرے اندر کوئی ہے؟"

"بیٹی! تم اپنی ذات سے ایسی بے نیاز اور بے پروا رہتی ہو کہ نہ اپنا نام یاد رکھتی ہو نہ مقام۔ کبھی یہ نہیں سوچتیں کہ ابھی یہاں ہو تو تھوڑی دیر بعد کہاں ٹھکانا ہو گا۔ تم کئی دنوں سے میرے ساتھ ہو۔ تم نے کبھی کسی مکان یا دکان کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا۔ اب جانتی ہو' کیوں کر رہی ہو؟"

"کیوں پاپا!"

"اس لیے کہ پے پے سرنا کی طرف اب اطمینان ہو گیا ہے کہ میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔ وہ اب تک بھائی کی حفاظتی تدابیر پر عمل کر رہی تھی۔ اسے تمہارے پاس آنے کا وقت مل رہا تھا مگر ایک خوف سے نہیں آرہی تھی اب وہ خوف دور ہو گیا ہے۔ کیوں شی تارا؟"

لکی سیون نے کہا۔ "آپ مجھے شی تارا کہہ رہے ہیں؟ یہ بھی کوئی نام ہے نا؟"

"بیٹی! تم نہیں سمجھو گی۔ یہ ایک ایسی مغرور لڑکی کا نام ہے جو ساری دنیا پر حکومت کرنے اور میرے بیٹے کو قتل کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے۔ میں نے وارننگ دی تھی کہ کبھی وہ میری بیٹی کے دماغ میں آئے گی تو اس کی سزا اس کے بھائی کو ملے گی۔"

"پاپا! آپ پاگلوں کی طرح کیا بولتے جا رہے ہیں؟ کیا واقعی میرے دماغ میں کوئی ہے؟"

"ہاں بیٹی! تم ذرا خاموش رہو۔ یوں کرو۔ کار میں جنجو میں ایک چیز بھول گیا ہوں۔ اپنے کمرے سے لے کر ابھی آتا ہوں۔"

میں تیزی سے پلٹ کر اس مکان کے اندر چلا گیا۔ لکی سیون کار کا اگلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ وہ چپ تھی۔ شی تارا اس کے اندر سوچ رہی تھی۔ "کمبخت بہت چالاک ہے۔ میری موجودگی کا شبہ کر رہا ہے حالانکہ اسے یقین نہیں ہو گا۔ بس اندھیرے میں تیر چلا رہا ہے۔"

وہ لکی سیون کے ذریعے اس کار کو دیکھ کر سوچ رہی تھی۔ کاش! میں اس میں کوئی خرابی پیدا کر سکتی پھر فرہاد حادثے میں مارا جاتا۔

لکی سیون نے اس کی مرضی کے مطابق ڈیش بورڈ کے خانے کو کھولا۔ اس کے اندر نوٹوں کی کچھ گڈیاں رکھی ہوئی تھیں اور ایک طرف پستول پڑا ہوا تھا۔ لکی نے اسے اٹھا کر دیکھا۔ وہ بھرا ہوا تھا۔ شی تارا نے اپنے اطمینان کے لیے اس کے ایک بلٹ کو نکال کر اس کا اچھی طرح معائنہ کیا۔ بلٹ بھی اصلی تھا۔ اس نے بلٹ کو پھر چیمبر میں ڈال دیا۔

شی تارا کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ میں کسی بھی لمحے مکان سے باہر آسکتا تھا۔ وہ لکی سیون کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر میرا صحیح نشانہ لے سکتی تھی۔ مجھے ہمیشہ کے لیے ختم کر سکتی تھی۔

وقت بہت کم تھا پھر بھی وہ ہر پہلو پر غور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایک اہم پہلو یہ سمجھ میں آیا کہ میں نظروں سے اوجھل ہونے کے باوجود لکی سیون کے دماغ میں آکر دیکھ سکتا ہوں کہ اس نے ڈیش بورڈ سے پستول نکال لیا ہے اور میرے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہے۔

اس نے سوچا' اگر میں اس لڑکی کے دماغ میں ہوں تو گولیاں کھانے کے لیے مکان سے باہر نہیں نکلوں گا اور کار کے قریب نہیں آؤں گا اور اگر آؤں گا تو لکی سیون کا نشانہ بکا دوں گا۔

اس نے لکی سیون کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا تھا۔ اس طرح یہ یقین ہو گیا کہ میں اس لڑکی کو اپنے طور پر استعمال نہیں کر سکوں گا اور نہ ہی پستول والے ہاتھ کو بہکا سکوں گا۔

پھر اس نے آخری فیصلہ کیا کہ وہ یہ سنہری موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے گی۔ کامیابی کے ننانوے فیصد امکانات ہیں اور ایک فیصد ناکامی کا چانس ہے۔ ناکامی ہوئی تو وہ کیا بگاڑ لے گا۔ اب

اس کے فرشتے بھی بھائی سرنا کے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

مکان کا دروازہ کھلا۔ شی تارا نے مجھے باہر آتے دیکھا۔ لکی سیون کو بالکل مستعد کردیا۔ اس نے پستول پر اپنا اسکارف رکھ لیا تاکہ وہ مجھے دور سے نظر نہ آئے۔ میرے آنے کا انداز بتا رہا تھا کہ میں پیش آنے والی واردات سے بے خبر ہوں۔

میں اپنے مخصوص انداز میں چلتا ہوا کار کے قریب آیا پھر اگلے دروازے کو کھولا۔ لکی سیون اسی دروازے کی طرف رخ کیے بیٹھی تھی۔ میں نے کھلے ہوئے دروازے سے جیسے ہی اندر آنا چاہا' اس نے ٹھائیں ٹھائیں کی پُرشور آواز میں دو گولیاں چلائیں۔ دونوں میرے سینے پر لگیں۔ اس کے ساتھ ہی خون ابل پڑا۔ میں لڑکھڑا کر پیچھے کی طرف زمین پر گر پڑا۔

شی تارا نے دیکھا تھا کہ نشانہ ٹھیک رہا ہے پھر بھی وہ دو گولیوں سے مطمئن نہیں ہونا چاہتی تھی۔ مجھے چھلنی کرنے کے لیے اس نے لکی سیون کو آگے بڑھایا۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر سے ہوتی ہوئی کھلے دروازے کے پاس آئی میں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اسے نشانہ لینے کے لیے جھکنا پڑا۔ جیسے ہی وہ جھکی پستول آگے بڑھا' میں نے ایک ٹھوکر ماری۔ پستول اس کے ہاتھوں سے نکل کر دور چلا گیا۔

اس نے لکی سیون کو پستول کی طرف دوڑایا۔ میں نے اٹھ کر اسے پکڑ لیا پھر کہا۔ "شی تارا! جاؤ ابھی فیڈر سے دودھ پیو۔ میں مکان کے اندر اپنے سینے پر بلٹ پروف شیلڈ باندھنے گیا تھا۔ یہ میری شرٹ پر فلمی خون پھیلا ہوا ہے اور ہاں مایوس ہو کر جانے سے پہلے میرا ایک مشورہ سن لو۔ ابھی مرنا کے پاس جاؤ تمہاری آنکھوں کے سامنے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔"

وہ شاید چل گئی۔ تب ہی لکی سیون نے ہوش میں آکر پھر چونک کر پوچھا۔ "مم..... میں ابھی کہاں تھی؟ یہ آپ کا لباس؟"

"بیٹی! یہ رنگ ہے۔ اندر چلو' میں لباس بدل لوں پھر ہم باہر جائیں گے۔"

میں پستول اٹھا کر اس کے ساتھ مکان کے اندر چلا گیا۔ شی تارا خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے مرنا کے پاس آگئی تھی۔

وہ پچھلے دنوں مرنا سے رابطہ کرنا چاہتی تھی تو وہ سانس روک لیا کرتی تھی کیوں کہ میں نے اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا۔ ایک ڈی سرنا کو شی تارا کے حوالے کرنے کے بعد میں نے مرنا کو بھی آزاد کردیا تھا لیکن اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کے صلاحیتیں مٹا دی تھیں۔

یہ جانتا تھا کہ تنویمی عمل کا اثر زائل ہوتا رہے گا تو اس کی صلاحیتیں واپس آجائیں گی اور جب واپس آئیں گی تو سوچا جائے گا کہ اس کے ساتھ آئندہ کیا سلوک کیا جائے۔

شی تارا نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو مرنا! مجھے پہچان رہی ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "اوہ شی تارا! تم اس وقت میرے لیے رحمت بن کر آئی ہو۔ میں سوچ رہی تھی' خودکشی کرلوں یا حالات سے سمجھوتا کرکے بے حیائی کی زندگی گزاروں۔"

"مجھے بتاؤ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

"سب سے بڑی ٹریجڈی یہ ہے کہ میں خیال خوانی بھول گئی ہوں۔ فراد نے مجھے ٹھوکریں کھانے کے لیے آزاد مگر بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ میں نے دو راتیں چرچ کے ایک حصے میں گزاری ہیں۔ میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ کتنے ہی لوگ بدنیتی سے سہارا دینا چاہتے ہیں۔ ان شیطانوں سے گھبرا کر چرچ میں گئی تو دو دن سے فادر مجھے سمجھا رہے ہیں کہ راہبہ بن کر زندگی گزاروں۔"

"تم یہاں پارک میں کیوں بیٹھی ہو؟"

"کیا کروں؟ واپس چرچ میں جاؤں گی تو نصیحتیں ملیں گی۔ کسی کا سہارا قبول کروں گی تو عزت کو داؤ پر لگانا ہوگا۔ میں ایک بازاری عورت بن جاؤں گی۔ ہائے میں کتنی طاقت ور تھی' کتنے عروج میں تھی۔ آج میں کیسی ذلت کی پستیوں میں جا رہی ہوں۔"

"فکر نہ کرو۔ میں آگئی ہوں۔ تم پر تنویمی عمل کرکے تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال کروں گی۔ تم اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرلوگی۔"

"تم اپنے بھائی سرنا کی بھی خبر لو۔ وہ فراد کی قید میں بڑے عذابوں سے گزر رہا ہے۔"

"اب اس کی فکر نہ کرو۔ وہ میرے پاس ہے۔ آئندہ فراد اس کے دماغ میں نہیں جا سکے گا۔"

"تعجب ہے۔ کیا تم سرنا کو اس کی قید سے نکال لائی ہو؟"

"اس نے خود بھائی کو میرے حوالے کیا ہے۔"

"""تم نے کیسے یقین کرلیا کہ دشمن نے دشمنی چھوڑ دی ہے اور سرنا کو واپس کردیا ہے؟"

"سرنا کی دو خاص پہچان ہے۔ ایک تو اس کا لہجہ' دوسرا اس کا پیدائشی نشان....."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "پلاسٹک سرجری کے ذریعے ایسا نشان بنایا جا سکتا ہے۔"

"پلاسٹک سرجری سمجھ میں آجاتی ہے۔"

"آج کل انسانی کھال کی ریشوں سے سرجری ہوتی ہے۔ محدب شیشے کے ذریعے بھی پہچانی نہیں جاتی ہے۔"

"دیکھو مرنا! تم میرے دل میں شکوک پیدا کر رہی ہو۔"

"کیا تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں فریب میں مبتلا رہنے دوں؟ بتاؤ سرنا تمہیں کب واپس ملا ہے؟"

"آج سے پانچ دن پہلے....."

"پھر تو تم واقعی دھوکا کھا رہی ہو۔ میں نے کل رات اسے فراد کی قید میں دیکھا ہے۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو۔ جب تم دو دن سے آزاد گھوم رہی ہو

پھر کل رات فراد کے کسی قید خانے میں کیسے گئیں؟"

"شی تارا! ہمارے ساتھ زبردست فراڈ ہو رہا ہے۔ میری بات غور سے سنو۔ میں نہیں جانتی' وہ قید خانہ کہاں ہے لیکن میں وہاں گئی تھی۔ میں نے سرنا کو دیکھا تھا۔ اس کے جسم پر صرف ایک زیر تھی۔ اس طرح میں نے وہ پیدائشی نشان بھی دیکھا تھا۔"

شی تارا یہ باتیں سن رہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ مرنا کے پاس جائے تو اس کی آنکھوں کے سامنے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔

اب وہ مرنا کی باتیں سن کر سمجھ رہی تھی کہ میں نے اسے وہ مشورہ کیوں دیا تھا۔ مرنا کہہ رہی تھی۔ "فراد سرنا کو زنجیریں نہیں پہناتا ہے۔ وہ یا اس کا کوئی آدمی سرنا پر کوئی ظلم کرنے نہیں آتا ہے۔ سرنا خود ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہا ہے۔"

شی تارا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا کہہ رہی ہو؟ وہ اپنے آپ پر کیسے ظلم کر رہا ہے؟"

"وہ نشے کا عادی ہو گیا ہے۔ جو مخنث قید خانے میں اس کے لیے کھانا لاتا ہے' وہ سگریٹ کے کارٹن اور ہیروئن کے پیکٹس بھی لاکر دیتا ہے۔ میں کیا بتاؤں کہ اس کی کیا حالت ہو گئی ہے؟"

"کیا اس نے تم سے باتیں کیں؟"

"ہاں' مجھے دیکھتے ہی لپٹ گیا۔ میں عورت ہوں' جس کے ساتھ راتیں گزاری ہوں' اس کی قربت سے اسے پہچان سکتی ہوں۔ وہی اصلی سرنا تھا۔ میں کئی گھنٹے اس کے پاس رہی۔ مجھے میرا ساتھی مل گیا تھا۔ میں اسے تنہا چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ اسی قید خانے میں اس کے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔"

"پھر واپس کیسے آگئیں؟"

"سرنا نے مجبور کیا۔ کہنے لگا۔ "فراد بھائی جان اسے ایک عورت کے ساتھ دیکھ کر ناراض ہوں گے۔"

"کیا کہا تم نے؟ بھائی سرنا اس دشمن کو بھائی جان کہتا ہے؟"

"ہاں' بڑے ادب اور احترام سے فراد کا ذکر کرتا ہے۔ نشہ اور سگریٹ کا کش لگا کر نعرہ لگاتا ہے۔ یا فراد! گے دم' مٹے غم....."

"مرنا! مجھے غصہ آرہا ہے۔ اگر واقعی وہ میرا بھائی ہے تو میں ایسی ذلت آمیز شکست کھا کر مرجاؤں گی۔ مجھے یقین دلاؤ کہ وہ میرا بھائی ہے۔"

"شی تارا! حوصلہ کرو۔ پہلے میری باتیں سن لو۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ آئندہ بھی مجھے قید خانے میں بلائے گا۔ اس نے مجھے چاندی کی انگوٹھی پہنائی' اس انگوٹھی پر اس کے نام کا پہلا حرف الف بنا ہوا تھا۔ میں نے رخصت ہونے سے پہلے ہیروئن کا پیکٹ اپنے لباس میں چھپا لیا تاکہ وہ زیادہ نشہ نہ کرسکے پھر میں وہاں سے آ گئی۔"

"تم نے وہ جگہ دیکھی ہوگی۔ راستے پہچانے ہوں گے؟"

"نہیں' ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں چرچ کے پیچھے ایک کمرے میں اپنے بستر پر تھی۔"

کیا؟" شی تارا نے حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے پوچھا۔ "تم اپنا خواب بیان کر رہی تھیں؟ میرا مذاق اُڑا رہی تھیں؟ میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔ ایسا زلزلہ پیدا کروں گی کہ....."

مرنا نے جلدی سے کہا۔ "مجھے غلط نہ سمجھو۔ یہ خواب نہیں تھا۔"

"پھر کیا تھا؟"

"بستر سے اٹھ کر پہلے میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ خواب دیکھ رہی تھی لیکن میرے سرہانے وہی ہیروئن کا پیکٹ تھا جو میں سرنا کے پاس سے چرا کر لائی تھی۔"

"مرنا! تم خود الجھ رہی ہو اور مجھے بھی الجھا رہی ہو۔ ہیروئن کا پیکٹ ضروری نہیں کہ وہی ہو۔ وہاں پہلے سے کسی نے رکھا ہو۔"

"اول تو چرچ جیسی مقدس جگہ پر ایسا پیکٹ کوئی نہیں لائے گا۔ اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے تو یہ انگوٹھی اب تک میری انگلی میں ہے جو پچھلی رات سرنا نے پہنائی تھی۔"

شی تارا نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ خواب اور حقیقت کی رام کہانی سن کر سر چکرا رہا تھا۔

اسے اپنے اندر آنجہانی پاپو کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ باپ نے ابھی طرح تاکید کی تھی' فراد اور اس کی فیملی سے کبھی سامنا ہو تو کترا کر نکل جانا۔ ان سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کروگی تو بڑی خوشحال زندگی گزاروگی۔

بعد میں بہن بھائی نے سوچا' فراد آخر کیسا سپر مین یا مافوق الفطرت انسان ہے کہ سامنا کرنے سے جان کے لالے پڑ جائیں گے وہ بھی ایک انسان ہی ہے۔ اگر وہ پتھر مارے گا تو کیا ہم پتھر بھی نہیں مار سکیں گے؟

اب رفتہ رفتہ انکشاف ہو رہا تھا کہ وہ کنکر مارنے کی بھی فرصت نہیں دیتا ہے۔ جان سے بھی نہیں مارتا ہے۔ پیچ در پیچ الجھاتا چلا جاتا ہے۔ اب اس الجھن میں کس نتیجے پر پہنچا جائے کہ اصلی سرنا کہاں ہے؟ بہن کے پاس ہے یا قید خانے میں ہے؟

مجھے یہ غرور نہیں ہے کہ میں ناقابل تسخیر ہوں۔ دشمنوں نے کئی بار مجھے تسخیر کیا ہے۔ خداوند کریم نے بارہا مجھے آزمائشوں میں مبتلا کرکے غرور سے توبہ کرنا سکھایا ہے۔ ابھی اپنے متعلق جو کچھ لکھ رہا ہوں یہ شی تارا کے خیالات تھے۔

اصل اور نقل کے بارے میں سوچتے سوچتے اس کے اندر دھواں بھر رہا تھا۔ وہ گھبرا کر سیڑھیاں چڑھتی ہوئی چھت پر آگئی۔ تازہ ہوا میں گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ خود کو سمجھانے لگی کہ یوں پریشان ہونے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ وہ سکون حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی پھر اس نے مرنا کے پاس آکر کہا۔ "میں پریشان ہو کر چلی گئی تھی۔ یہ نہ سمجھنا' تمہیں مصیبت میں تنہا چھوڑ دوں

گی۔"

"شی تارا! جلد سے جلد میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس لے آؤ پھر دیکھو میں تمہاری کتنی بڑی طاقت بن جاؤں گی۔"

"تم اور ایک رات چرچ میں گزار لو۔ میں وہاں تم پر تنویمی عمل کروں گی۔ اس کے بعد تمہارے لیے دولت اور رہائش کی کمی نہیں رہے گی۔"

مرینا پارک سے اٹھ کر جانے لگی۔ شی تارا نے کہا۔ "تم سرنا سے ملنے والی انگوٹھی کو زیادہ اہمیت نہ دو۔ اس پہلو سے بھی سوچو کہ فرہاد نے تمہیں خواب دکھایا ہوگا اور کسی ذریعے سے تمہیں وہ انگوٹھی پہنا دی ہوگی۔ تمہارے سرہانے ہیروئن کا پیکٹ رکھ دیا ہوگا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسے تماشے کیے جاسکتے ہیں۔"

"تمہاری بات سے پوری طرح انکار نہیں کروں گی لیکن تم میری بات نہیں سمجھ رہی ہو کیوں کہ ابھی کنواری ہو۔ شادی کے بعد معلوم ہوگا کہ عورت گہری تاریکی میں بھی اپنے مرد کی قربت سے اسے پہچان لیتی ہے۔ تاریکی میں بہت کم عورتیں غیر مرد سے دھوکا کھاتی ہیں۔ میں اپنی شناختی جس کے ٹیل پر دعوے سے کہتی ہوں کہ وہ میرا سرنا اور تمہارا بھائی تھا۔"

"اگر ایسا ہے تو فرہاد نے تمہیں سحرزدہ کر کے سرنا کے پاس پہنچا کر ایک غلطی کی ہے۔"

"کیسی غلطی؟"

"یہی کہ سرنا کو سمرقند ہی میں کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ تم سمرقند میں ہو۔ رات کو اس کے پاس گئی تھیں اور صبح سے پہلے واپس آگئی تھیں۔"

"میں سمرقند یا ازبکستان جیسے کسی علاقے میں نہیں ہوں۔ یہ پیرس کا ایک پارک ہے۔"

"اوہ گاڈ! فرہاد نے تمہیں پیرس پہنچا دیا ہے۔"

"ہاں۔ اس نے میری طرح سرنا کو بھی سحرزدہ کر کے یہاں پہنچایا ہے اب تم سمجھ سکتی ہو کہ پورے فرانس میں فرہاد کی گرفت کتنی سخت ہے۔ اس نے سرنا کو ایسے سخت پہرے میں اور ایسی رازداری سے رکھا ہوگا کہ خیال خوانی کا کوئی پرندہ بھی وہاں پر نہیں مار سکے گا۔"

وہ دل برداشتہ ہو کر بولی۔ "تم چرچ میں میرا انتظار کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

وہ اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "سانس نہ روکنا۔ میں شی تارا ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تمہیں میری دارنگ یاد آگئی ہے؟"

"تم نے کہا تھا کہ میں اس نیم پاگل لکی سیون کے دماغ میں کبھی نہ آؤں۔ اسے کبھی آئلہ کا رنہ بناؤں ورنہ اس کی سزا میرے بھائی کو ملے گی۔"

"شاباش، تمہیں میری دھمکی یاد ہے آگے بولو۔"

"تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔"

"پہلے تولو پھر بولو۔ کیا ثابت کر سکو گی کہ میں نے دھوکا دیا ہے؟"

"فرہاد! میرا سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا ہے، مجھے اور الجھاؤ۔"

"تم اپنی حماقتوں سے الجھ رہی ہو۔ اگر میری دھمکی کی اہمیت سمجھتیں اور شرافت سے یہ سوچتیں کہ فرہاد نے دشمنی ختم کر کے بھائی واپس کیا ہے لہٰذا وارنگ کے مطابق تمہیں بھی فرہاد کی کھوپڑی کے دماغ میں نہیں جانا چاہیے۔"

"مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔"

"غلطی نہیں ہوئی۔ تم نے پوری طرح بھائی کی حفاظت سے مطمئن ہو کر سوچا، اب لکی سیون کو آئلہ کا رنہ بناؤ گی تو فرہاد تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"میں نے ایسا نہیں سوچا تھا۔"

"پھر میری مرضی کے خلاف کیا سوچ کر اس معصوم لڑکی کے پاس آئی تھیں۔"

"میں دوستی کرنے کے ارادے سے آئی تھی۔"

"تم نے دوستی کی نیت سے دو گولیاں چلائیں، وہ فرہاد کے جسم میں پیوست ہوگئیں۔ وہ اسی جگہ مرگیا۔ اب کس سے دوستی کرو گی؟"

"مجھے شرمندہ نہ کرو۔ ایک بار سچائی سے بتا دو۔ میرا بھائی میرے پاس ہے یا تمہارے پاس؟"

"یہ ایک مبہم سا ہے جسے فرہادی حل کر سکتا ہے۔ افسوس کہ تمہارے ہاتھوں مر چکا ہے۔"

"نہیں ایسا نہ کہو۔ میرے سگے بھائی کی نشاندہی کرو۔"

"کیسے کروں؟ ہو سکتا ہے کہ جو تمہارے پاس ہے، وہی سرنا ہو۔ اگر قید خانے والے سرنا سے تبادلہ کرنا چاہو گی تو ہو سکتا ہے سگے کو واپس کر کے ڈی لے جاؤ اور اگر تبادلہ نہیں کرو گی تو ہو سکتا ہے قید خانے والا سگا ہو۔ اس طرح نادانستگی میں سگے کو چھوڑ بھی ہو سکتا ہے۔"

وہ چیخ کر بولی۔ "نو شٹ اپ۔ یہ کیا تم نے ہو سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ رٹ لگائی ہے۔ میرا بھائی کہاں ہے؟"

"تمہارے ہی پاس ہے۔"

"پھر مرینا پچھلی رات کس سے مل کر آئی تھی؟"

"یہ تو وہی بتا سکتی ہے۔"

"وہ کہتی ہے، اصلی سرنا میرا سگا بھائی قید میں ہے۔"

"تو پھر ٹھنڈے دماغ سے اور بھرپور ذہانت سے سوچو، سگا کون ہے؟ اگر قید خانے والے کو سگا کہو گی تو تمہارے پاس جو ہے، اسے واپس لے کر قیدی سرنا کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"مجھے دونوں کی ضرورت ہے۔ پلیز قیدی سرنا کو بھی میرے حوالے کر دو۔"

"نہیں کوئی ایک سرنا ملے گا۔ یہ یا وہ۔"

"تم دوسرے کو اپنے پاس رکھ کر کیا کرو گے؟"

"دوسرے سرنا کے سینے پر دو میں گولیاں ماروں گا جہاں تم نے فرہاد کو مارا تھا۔ آؤ بے چارہ فرہاد۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں خوب سمجھتی ہوں، جسے تم گولی مارو گے وہی میرا سگا بھائی ہوگا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ تمہارے پاس جو ہے اسے واپس کر دو۔ میں دونوں سرناؤں کو ایک جگہ کھڑا کروں گا۔ ان میں سے جسے گولی ماروں گا، اس کی لاش اٹھا کر لے جانا۔ ناؤ گٹ لاسٹ۔"

میں نے سانس روک لی۔ اس نے دو تین بار آنے کی کوشش کی مگر میں نے آنے نہیں دیا۔ اب اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ لکی سیون کے دماغ میں آکر مجھے مخاطب کرتی۔ وہ میرے پاس سامنے والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور ہم بار بار اسے ملنے سمرقند جا رہے تھے۔

شی تارا حاضر دماغ ہو کر دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر پہلے پریشان ہو کر چھت پر آئی تھی تاکہ تازہ ہوا میں سانسیں لے کر سکون حاصل کرے لیکن سکون رخصت ہو چکا تھا۔ بھائی سرنا گلے میں اٹکا ہوا تھا۔ وہ سگا ہے؟ وہ سگا نہیں ہے؟ کیسے معلوم کیا جائے کہ وہ میرا ماں جایا ہے یا ڈی ہے؟ وہی آواز اور لہجہ ہے اور وہی پیدائشی نشان ہے اور مصیبت یہ ہے کہ قید خانے والے سرنا کا بھی وہی لہجہ ہے اور وہی پیدائشی نشان ہے۔

اس سوال کا جواب نہیں مل سکتا تھا کہ وہ کسے اپنائے اور کسے چھوڑ دے؟ اور میں نے یہ فیصلہ سنا دیا تھا کہ اسے صرف ایک سرنا ملے گا۔ اگر وہ اپنا خون پہچانتی ہے تو سگے کو پہچان کر اپنا لے اور دوسرے کو میرے پاس مرنے کے لیے چھوڑ دے۔

سگے کو کیسے پہچانے؟ وہ چھت پر باؤں پٹختی ہوئی ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگی۔ ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم، آتما شکتی یا کالا جادو کوئی سا بھی طلسم سگے بھائی کی نشاندہی نہیں کر سکتا تھا۔ کیا بھگوان سے پرارتھنا کرنے سے مراد پوری ہو جائے گی؟ اتنی بڑی دنیا میں کوئی ایسا دانشمند ہے جو یہ پہیلی بوجھ لے اور دو میں سے ایک کو چھانٹ کر ثابت کر دے کہ وہی سگا ہے؟

اس کا سر درد کی شدت سے پھٹنے لگا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اور تھوڑی دیر اس مسئلے پر سوچتی رہے گی تو پاگل ہو کر چیخنے لگے گی۔ وہ چھت پر پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ لمبی لمبی سانسیں لے کر آہستہ آہستہ سانس چھوڑنے لگی پھر یوگا کی مشق شروع کی اور سانس روک کر ساکت ہوگئی۔

ایسے وقت اس کے اندر سے تمام سوچیں، تمام پریشانیاں نکل گئیں۔ یوگا کے ماہر ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسے عمل سے تمام منتشر خیالات کو دماغ سے نکال دینے میں کامیاب رہتے ہیں اور تمام توجہ صرف ایک خیال یا ایک فیصلے پر مرکوز کر لیتے ہیں کہ اب وہ کسی پریشان کن مسئلے کو ذہن پر غالب آنے نہیں دیں گے۔"

دنیا کا کوئی مسئلہ جان لیوا نہیں ہوتا، اسے ہم اپنے جذبات سے وابستہ کر کے عذابِ جاں بنا لیتے ہیں۔ اگر وہ بھائی کے حصول میں ناکام ہو کر اس کی محبت میں پاگل ہو جاتی تو بھائی سرنا کو کیا فائدہ پہنچتا؟ اگر وہ قیدی ہے تو قیدی ہی بنا رہے گا۔ اگر وہ پُرسکون اور صحیح الدماغ رہے گی تو آئندہ بھائی کی صحیح شناخت کا کوئی راستہ نکال سکے گی۔

وہ تقریباً دو گھنٹے تک یوگا کی مشقوں سے گزرتی رہی اور کامیابی سے ذہنی سکون حاصل کرتی رہی پھر چھت سے اتر کر اپنے کمرے میں آگئی۔ ٹھنڈے دماغ سے فیصلہ کیا کہ پہلے مرینا کی صلاحیتیں بحال کر کے اپنی طاقت میں اضافہ کرنا چاہیے۔ بھائی کے ہونے یا نہ ہونے سے وہ بالکل تہارہ گئی تھی۔

اس نے مرینا کے پاس آکر اس پر تنویمی عمل کیا۔ میرے تنویمی عمل کے اثر کو زائل کیا۔ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی اور یوگا کی صلاحیتیں بحال کیں لیکن اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا تاکہ وہ کبھی اس کا ساتھ نہ چھوڑ سکے پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

❁❁❁

جزیرے کی راتیں بہت گہری اور تاریک ہوا کرتی تھیں۔ کیوں کہ وہاں بجلی نہیں تھی۔ راتوں کو لالٹین اور چراغ جلا جاتے تھے اور سوتے وقت بجھا دیے جاتے تھے کیوں کہ کیروسین بہت کم مقدار میں باہر سے آتا تھا۔

آدھی رات سے پہلے ہی تمام مکانوں میں اندھیرا چھا جاتا تھا۔ صرف ان مکانوں میں روشنی ہوتی تھی، جہاں جوا ہے کھڈیوں پر کپڑے تیار کرتے تھے یا پھر خسروں کے کلب میں رات گئے تک ناچ گانے اور طرح طرح کے ہنگامے ہوتے رہتے تھے۔

پاشا نے علی سے پوچھا۔ "کلب چلو گے؟ ذرا وہاں کی رونق دیکھیں گے۔"

"مجھے ان فضول تفریحات سے دلچسپی نہیں ہے۔"

"بھئی، میری خاطر چلو۔"

"آخر تم مجھے ساتھ لے جانا کیوں چاہتے ہو؟"

"یہ تمہارا قول ہے کہ ایک سے دو بھلے۔ یہی کہہ کر تم مجھے جبراً یہاں لائے ہو۔ اس کالونی میں چھٹے ہوئے بدمعاش اور سفاک قاتل رہتے ہیں۔ تمہیں میرے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"میں تھکا ہوا ہوں، آرام سے سونا چاہتا ہوں۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے۔ شیطا پر نیت خراب ہو رہی ہے۔ اس کا بوڑھا باپ ابھی سو جائے گا۔ میں باہر چلا جاؤں گا تو پھر یہاں

کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں رہے گا۔"

علی کو اس الزام پر غصہ آنا چاہیے تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "اسی لیے کہتا ہوں اپنی ہونے والی دلہن کو چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا' وہ تمہیں دیکھ دیکھ کر مسکراتی کیوں ہے؟"

"کیا ماں بہنیں اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو دیکھ کر مسکراتی نہیں ہیں؟ عورت کی مسکراہٹ کو سمجھنے کے لیے نیت کی صفائی لازمی ہے۔"

"بس رہنے دو۔ پارسا نہ بنو۔ میں اسے تمہارے بھروسے پر چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

"میں نے کب کہا ہے' میرے بھروسے پر چھوڑ کر جاؤ۔ تم خود ہی روتے ہو' خود ہی گاتے ہو۔"

وہ اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ پاشا کا بستر بھی اسی کمرے میں تھا۔ وہ بھی لیٹ کر کروٹیں بدلنے لگا۔ اسے نیند آ سکتی تھی لیکن وہ سونا نہیں چاہتا تھا۔ بے اعتباری تھی کہ سو جائے گا تو علی موقع سے فائدہ اٹھا لے گا۔ وہ نیند بھگانے کے لیے مستقبل کے منصوبے بنانے لگا کہ کل مقابلہ جیتنے کے بعد شیبا کو حاصل کر لے گا تو اسے جس مکان میں رکھے گا' وہاں علی کا داخلہ ممنوع قرار دے گا۔ بلکہ کالونی کا آقا بننے کے بعد علی کو اس کالونی سے ہی نکال دے گا۔

ویسے شی تارا نے علی کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کے لیے پاشا سے کہا تھا کہ آج رات کوئی مناسب موقع دیکھ کر اسے زخمی کیا جائے تاکہ اس کے دماغ میں جگہ مل سکے۔ پاشا نے کروٹ بدل کر علی کے بستر کی طرف دیکھا۔ لالٹین بجھا دینے کے بعد گہری تاریکی چھا گئی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ علی کا بستر چند قدموں کے فاصلہ پر تھا۔ اگرچہ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن وہ قوتِ بصارت سے وہاں تک دیکھ سکتا تھا۔ اس سے مقابلہ کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ چاقو کے ایک ہی وار سے اسے زخمی کرتے ہی شی تارا اس کے دماغ پر قبضہ جما لیتی اسے شی تارا کا انتظار تھا۔

ادھر وہ سگے بھائی اور ڈی بھائی کے درمیان الجھی ہوئی تھی۔ اس الجھن کے باوجود اسے کئی چالیں چل کر اپنی پوزیشن کو مضبوط بنانا تھا۔ اسی لیے اس نے مرینا کو اپنی معمولہ بنایا اور آئندہ علی کو قابو میں کرنے کے بعد میرے مقابلہ میں وہ برتر ہو جاتی اور اپنی شرطیں منوا کر قیدی سرنا کو بھی حاصل کر لیتی جو حقیقتاً اس کا سگا بھائی تھا۔

اس نے آدھی رات کے بعد پاشا کو مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ "میں بڑی دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔ علی اسی کمرے میں دوسرے بستر پر سو رہا ہے۔"

"تمہاری سوچ بتا رہی ہے کہ یہاں گہری تاریکی ہے۔ کیا وہ تمہیں نظر آ رہا ہے؟"

"مجھے تو اپنے ہی ہاتھ پاؤں نظر نہیں آ رہے ہیں۔"

"پھر تو دھوکا ہو سکتا ہے۔ کہیں وہ بستر سے کھسک نہ گیا ہو۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "شی تارا! کیا بھول گئی ہو کہ میں نظر بھی دیکھ لیتا ہوں۔"

"واقعی مجھے یاد نہیں رہا۔ آج میں بہت اپ سیٹ ہوں۔ ذہن الجھا ہوا ہے۔"

"کیا پریشانی ہے' مجھے بتاؤ۔"

"بتاؤں گی۔ پہلے علی کی خبر لو۔ پاشا! آج یہ ہمارے ہاتھ آ جائے تو مجھے زندگی کی سب سے بڑی کامیابی حاصل ہو گی۔"

"فکر نہ کرو۔ یہ صرف تین قدم کے فاصلے پر ہے۔"

"کیا تم صاف طور پر دیکھ رہے ہو کہ وہ سو رہا ہے؟"

"بالکل صاف طور سے اس کا سر' ایک ہاتھ اور دیوار کا حصہ نظر آ رہا ہے۔ باقی جسم کمبل میں چھپا ہوا ہے۔"

"کیا اس کی صورت نظر آ رہی ہے۔"

"صورت کیسے نظر آئے گی وہ دوسری طرف منہ کیے ہوئے ہے۔"

"مجھے اطمینان نہیں ہو گا۔ وہاں انسانی پتلا بھی ہو سکتا ہے۔"

"پھر تم بھول رہی ہو کہ میں ہلکی سی آہٹ دور سے سن لیتا ہوں۔ وہ نیند میں اگرچہ دھیمی دھیمی سانسیں لے رہا ہے' سانسوں کی آواز مجھے سنائی دے رہی ہے۔"

"پاشا! میں نے بڑے دھوکے کھائے ہیں۔ فرہاد کے شیطان کے بچے ہیں۔ ہو سکتا ہے کیسٹ میں سانسوں کی آواز ریکارڈ کر کے اس نے تکیے کے نیچے ریکارڈر آن کر رکھا ہو۔"

"تم تو بال کی کھال نکال رہی ہو۔ علی سے بہت زیادہ ہوشیار ہو۔"

"میں خوفزدہ نہیں' محتاط ہوں۔ ہم جس پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں' اس پہلو سے بھی غور کر رہی ہوں۔ میرے اطمینان کے لیے پہلے اس کی صورت کسی طرح دیکھو۔ وہ علی ہو تو فوراً ختم کرو۔"

وہ بڑی آہستگی سے بستر چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ تکیے کے نیچے سے چاقو نکال کر اسے کھولتے ہوئے آگے بڑھا۔ علی کا بستر دو قدم رہ گیا۔ اس نے دو قدم کا فاصلہ بھی طے کر لیا۔ اس کا منہ دوسری طرف تھا۔ صورت دیکھنے کے لیے اس پر جھکنا ضروری تھا۔

شی تارا نے کہا۔ "ہوشیار رہو۔ کہیں جاگ نہ رہا ہو۔"

اس نے ذرا جھک کر دیکھا۔ سونے والے کے چہرے پر بڑا سا کاغذ رکھا ہوا تھا۔ چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ کاغذ پر درج کی تحریر نظر آ رہی تھی۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ "تم تاریکی میں دیکھ سکتے ہو۔ کیوں میری فکر میں اپنی توانائی ضائع کر رہے ہو۔ جاؤ سے سو جاؤ۔"

شی تارا نے پاشا کی سوچ پڑھ کر کہا۔ "میں پہلے ہی کہتی تھی

شیطان کے بچے ہیں۔ یہ کمبخت جاگ رہا ہے۔"

"ہلکی سی حرکت نہیں کر رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ سر گھما کر دیکھے' میں ایک ہی وار میں زخمی کر سکتا ہوں۔"

"ٹھہرو۔ ہر پہلو سے غور کرنے کے بعد ایک پہلو یہ رہ گیا ہے کہ میں اپنی الجھنوں میں یہ بھول گئی کہ یہ لوگ اپنے دماغوں کو ہدایات دے کر سوتے ہیں ہیں۔ ان کے قریب کوئی بھی غیر معمولی بات ہو تو فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ جب کہ یہ سو رہا ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ یہ علی نہیں ہے۔"

"پھر کون ہے۔"

"کوئی بھی ہو۔ اسے ہاتھ نہ لگاؤ۔ کاغذ کی تحریر بتا رہی ہے کہ اس کے خیال خوانی کرنے والے تمہارے ارادوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ یہاں جو بھی آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا ہے' اس کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے۔ تم اسے ہاتھ لگاؤ گے تو خیال خوانی کرنے والا کہیں چھپے ہوئے علی کو بتا دے گا کہ تم دشمنی کے ارادے سے اس کے بستر پر آئے ہو۔"

"درست کہتی ہو۔ ناکامی بھی ہو گی اور علی سے کشیدگی بھی بڑھ جائے گی۔ میں اسے دوستی کا یقین دلا رہا ہوں' دشمنی کا علم ہو گا تو وہ پہلے سے بدظن ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے وہ بھی کوئی انتقامی کارروائی کرے۔"

شی تارا نے کہا۔ "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بستر پر کون ہے؟"

"اس مکان میں تیسرا مرد شیبا کا باپ ہے۔ میں ابھی جا کر دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے بستر پر ہے یا نہیں۔"

وہ تاریکی میں چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ اسے آہستگی سے کھول کر دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہ شیبا کے باپ برین ہارورڈ کا کمرا تھا اس کا بستر خالی پڑا تھا۔ شی تارا نے کہا۔ "اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے برین ہارورڈ کو نیند میں چلا کر علی کے بستر پر سلا دیا ہے۔ علی اپنا بستر چھوڑ کر کہیں گیا ہے۔"

پاشا نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "میں سمجھ گیا۔ وہ میری شیبا کے پاس گیا ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"کیوں اس مت کرو۔ ہوش میں رہو۔ تمہیں شیبا سے اچھی ہزاروں لڑکیاں مل جائیں گی۔ خاموشی سے معلوم کرو۔ شیبا کمرے میں اکیلی ہے یا علی بھی ہے۔"

وہ بے قدموں چلتا ہوا اس کمرے سے نکل کر شیبا کے کمرے کے قریب آیا۔ وہ ہمیشہ دروازے کو اندر سے بند کر کے سوتی تھی۔ اس نے کان لگا کر سنا' اندر سے سانسیں لینے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

شی تارا نے کہا۔ "تم بڑے باکمال ہو۔ بند دروازے کے پیچھے بھی دھیمی سانسوں کی آوازیں سن لیتے ہو۔ ذرا اور توجہ سے سنو یہ ایک فرد کے سانسوں کی آوازیں ہیں یا دو افراد کی؟"

"یہ ایک ہی فرد کی سانسیں ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کمرے کے اندر کوئی دوسرا نہیں ہے۔"

وہاں سب لکڑیوں کے مکانات تھے۔ لکڑیوں کی دیواریں تھیں۔ پاشا ان دیواروں اور کھڑکیوں کو اچھی طرح دیکھنے لگا۔ شاید لکڑیوں میں کہیں سوراخ ہو تو اندر جھانک کر دیکھ سکے لیکن کہیں سے جھانکنے کا راستہ نہ ملا۔ شی تارا نے کہا۔ "ایک بات مان لو۔ علی عورتوں کے معاملے میں نہایت شریف ہے۔ وہ کسی لڑکی کے کمرے میں نہیں جائے گا۔"

"وہ پھر کہاں گیا ہے؟"

"میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا' وہ کسی خاص مقصد سے اس جزیرے میں آیا ہے۔ وہ اسی مقصد کے لیے کہیں باہر گیا ہے۔"

"پھر تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کہاں گیا ہے۔ کیا میں باہر جاؤں؟ تم میرے پاس رہو گی؟"

"پاشا! میں بہت تھک گئی ہوں۔"

"میرے ساتھ رہنے کا یہ فائدہ ہو گا کہ میں یہاں کے خطرناک مجرموں سے ملوں گا۔ تم ان کی آوازیں سن کر انہیں اپنا آلۂ کار بنا سکتی ہو۔"

"یہ کام کل بھی ہو سکتا ہے۔ آج علی ہاتھ نہیں آیا۔ میرا دماغ بوجھل سا ہو رہا ہے۔ تم جا کر نیند پوری کرو۔ میں بھی آرام کروں گی۔ کل آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد پاشا نے شیبا کے کمرے کی طرف دیکھا۔ اس کے اندر شیطان بھڑکنے لگا۔ ایک حسینہ جو ابھی جوان ہو رہی تھی۔ کمرے میں اکیلی سو رہی تھی۔ وہ ہولے سے دستک دے کر دروازہ کھلوا سکتا تھا۔ جو کل مقابلے کے بعد ملنے والی تھی' وہ آج اور ابھی مل سکتی تھی۔

وہ شیبا کے دروازے تک آیا پھر رک گیا۔ برآمدے سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ کون ہے؟

پھر خیال آیا اور کون ہو گا؟ علی باہر گیا ہے۔ اب واپس آ رہا ہے۔ یہ سوچنے کے دوران ہی دروازہ کھل گیا۔ وہاں شیبا کا باپ برین کھڑا ہوا تھا۔ شراب کے نشے میں جھوم رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ننھی سی ٹارچ تھی۔ اس کی روشنی میں اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "کون ہے؟"

پاشا گم صم کھڑا سوچ رہا تھا۔ برین یہاں ہے تو علی کے بستر پر کون سو رہا ہے؟ وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے کمرے کے پاس آیا پھر دروازے کو کھولنا چاہا تو وہ اندر سے بند تھا۔

ابھی وہ علی کے بستر پر کسی اجنبی کو سوتا چھوڑ کر کمرے سے نکلا تھا تو دروازہ کھول کر آیا تھا۔ اب وہی دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے دروازے کو جھٹکے دیتے ہوئے پوچھا۔ "اندر کون ہے؟ یہ کس نے دروازہ بند کیا ہے؟"

جواب نہیں ملا۔ اس نے زور زور سے دروازے پر ہاتھ

مارتے ہوئے گرج کر کہا۔ "دروازہ کھولو۔ ورنہ توڑ دوں گا۔"

برین نے ٹارچ کی روشنی لہراتے ہوئے کہا۔ "کل سے یہ گھر تمہارا ہو جائے گا۔ اپنے ہی گھر کا دروازہ کیوں توڑ رہے ہو؟"

"مسٹر برین! اس کمرے میں کوئی اجنبی ہے۔"

"تمہارا دوست علی تیمور ہو گا۔ بے چارے کی نیند خراب نہ کرو' آؤ میرے بستر پر سو جاؤ۔"

بند کمرے میں علی تھا۔ شام کو ثانی نے اس سے کہا تھا۔ "پاشا کے ساتھ ایک ہی کمرے میں نہ سونا۔ وہ دوست نما دشمن تمہیں نقصان پہنچائے گا۔"

علی نے پوچھا۔ "تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں اس کی عیاری کا بھانڈا پھوڑنا چاہتی ہوں۔ وہ آج رات تمہیں ضرور زخمی کر کے شی تارا کا محکوم بنانا چاہے گا۔ تم کمرے کی لالٹین بجھانے کے بعد دبے قدموں سے کمرے سے باہر آؤ گے۔ میں برین کو سحر زدہ کر کے تمہارے بستر پر پہنچا دوں گی۔"

علی نے کہا۔ "وہ کمبخت پاشا میرے دھوکے میں برین کو زخمی کرے گا۔ ایک بوڑھے کو چارپائی بنانا مناسب نہیں ہے۔"

"میں تمہیں اس کمرے میں سونے نہیں دوں گی۔"

"ثانی! وہ الّو کی طرح اندھیرے میں دیکھ لیتا ہے۔ مجھے کمرے سے باہر جاتے دیکھ سکتا ہے۔ آج میں اسے الّو بناؤں گا۔"

"تم کیا کرو گے؟"

"میں اپنے بستر پر ہی لیٹا رہوں گا۔ یہ لکڑی کا مکان ہے اور لکڑی کا فرش ہے۔ پاشا بھاری بھرکم ہے۔ اپنے بستر سے اٹھ کر فرش پر کھڑا ہو گا تو لکڑی کے تختوں کے جوڑ ضرور کراہیں گے۔ رات کے سناٹے میں' میں ہلکی سی آواز سن سکوں گا۔ تم میرے پاس رہو گی۔ ایسے وقت سمجھ لینا چاہیے کہ شی تارا پاشا کے پاس آئی ہے۔"

"اور اگر نہ آئی ہو تو؟"

"تو میں اپنی ڈارک لینس پہن کر تاریکی میں پاشا کو دیکھ سکوں گا پھر اس سے نمٹ لوں گا۔"

"چلو فرض کرتی ہوں کہ ایسے وقت شی تارا اس کے پاس ہو گی۔ آگے بولو پھر کیا ہو گا؟"

"تم آسانی سے پاشا کے دماغ میں رہ سکو گی۔ ان کی ملی بھگت اور منصوبوں کو سمجھتی رہو گی۔ وہ مجھ پر حملہ کرنے آئے گا تو مجھے بتاتی رہو گی کہ وہ کہاں ہے؟ مجھ سے کتنے فاصلے پر ہے اور اب کیا کرنے والا ہے؟"

"اوہ علی! ایسا خطرہ مول لینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں نے تمہیں کبھی خطرات سے کھیلنے سے نہیں روکا پھر یہ ہمارا طریقۂ کار ہے' ہم دشمن کو جان سے نہیں مارتے۔ کوشش کرتے ہیں اسے زخمی بھی نہ کریں اور ایسی نفسیاتی ماریں کہ وہ تمام زندگی اسے یاد رکھے۔"

"تم یہ چاہتے ہو تو یہی ہو گا۔ ویسے سیدھا سادہ طریقہ یہ ہے کہ میں برین کو سحر زدہ کر کے تمہارے بستر پر لے آتی اور اسے ہونے سے بھی بچاتی۔"

"نہیں ثانی! میں علی ہوں۔ دوسرے کی موت کے بدلے لیٹ سکتا ہوں لیکن اپنے بستر پر کسی کے لیے موت کا سامان نہیں کر سکتا۔ خدا پر بھروسا رکھو' میں محفوظ رہوں گا۔"

ثانی نے اس کی مرضی کے مطابق عمل کیا۔ جب علی تاریکی میں لکڑی کے فرش پر ہلکی سی آواز سنی تو ثانی سے "جاؤ۔" وہ پاشا کے دماغ میں آئی۔ اسے آسانی سے جگہ مل گئی علی اور ثانی کو اور ہم سب کو یقین کی حد تک شبہ تھا کہ شی تارا کے پاس آتی ہے۔ اس شبہے کی تصدیق ہو گئی۔ شی تارا وہاں موجود تھی۔

پھر ان دونوں میں جو گفتگو ہوتی رہی' ثانی سنتی رہی اور بتاتی رہی۔ علی نے سوچا تھا کہ پاشا اس کے چہرے پر رکھے کاغذ کو پڑھے گا پھر کاغذ ہٹا کر چہرہ دیکھے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس نے آ کر بتایا کہ وہ علی کو برین سمجھ رہے ہیں اور یہ مفروضہ قائم رہے ہیں کہ خیال خوانی کرنے والوں نے برین کو سحر زدہ کر کے بستر پر سلا دیا ہے۔ یعنی جو ثانی چاہتی تھی وہی دونوں دشمن کر رہے تھے۔

پاشا علی کو تلاش کرنے کمرے سے باہر گیا تو علی نے دروازہ کو اندر سے بند کر لیا۔ ثانی اس وقت تک پاشا کے دماغ میں رہی جب تک شی تارا وہاں موجود رہی۔ اس کے جاتے ہی پھر علی کے پاس آ گئی۔

اب وہ دروازہ پیٹ رہا تھا اور پوچھ رہا تھا۔ اندر کون ہے؟ برین اسے سمجھا رہا تھا کہ علی تیمور کو سونے دو اور تم میرے بستر پر آ کر سو جاؤ لیکن پاشا کی کھوپڑی گھومی ہوئی تھی۔ غصے میں سوچتا تھا۔ علی نے بہت بری طرح الّو بنایا ہے۔ وہ بند کمرے میں چاقو لے کر نوک پر تھا۔ ایک ہی حملے میں علی کو زخمی کر سکتا تھا لیکن اسے یہ سمجھ کر علی کو ڈھونڈنے کمرے سے نکل آیا تھا۔

بند دروازے کے پیچھے سے علی نے پوچھا۔ "باہر کیوں گئے تھے؟"

"میں تازہ ہوا کے لیے گیا تھا۔"

"تمہارے ہاتھ میں ابھی تک چاقو ہے۔"

پاشا نے چونک کر چاقو کو دیکھا پھر اسے بند کر کے جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ درندوں کی بستی ہے۔ اس لیے چاقو میرے پاس رہتا ہے۔"

"میں اپنے بستر پر تھا۔ تم میری شہ رگ کے بالکل قریب تھے پھر مجھے برین سمجھ کر حملہ نہیں کیا۔ کیا تم نے یہ سبق حاصل کیا کہ ذہانت کے سامنے شیطانی منصوبہ بندی ناکام ہوتی ہے اور غیر معمولی اور حیرت انگیز جسمانی قوت کسی کام نہیں آتی؟"

"میں کہتا ہوں' دروازہ کھولو۔"

"تم اپنی غیر معمولی قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ صبح تک کمرے سے باہر رہو گے۔ میرے تمام خیال خوانی کرنے والے اس وقت تک برین کالونی کے دس چھٹے ہوئے بدمعاشوں کو آلۂ کار بنا چکے ہیں۔ تمہاری خیال خوانی کرنے والی جا چکی ہے اور کل ہی آئے گی۔ تم خنداوس مسلح بدمعاشوں سے نہیں نمٹ سکو گے۔"

"گرج کر بولا۔ "میں ان سب کو اپاہج بنا دوں گا۔"

"لیکن ان میں سے کوئی تو تمہیں تھوڑا سا زخمی کرے گا اور تمہارے دماغ کے دروازے میرے خیال خوانی کرنے والوں کے لیے کھل جائیں گے۔ یہی چاہتے ہو تو اب گرج کر دکھاؤ۔"

اس نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ دل میں تسلیم کیا کہ مقابلے میں ذرا بھی زخمی ہو گا تو ہمیشہ کے لیے فرہاد کی فیملی کا غلام بن جائے گا۔ اس نے دانت پیستے ہوئے بند دروازے کو گھونسا دکھایا پھر برین کے بستر پر جا کر لیٹ گیا۔

❁❁❁✱✱✱❁❁❁

فوج کے جنرل' کرنل اور چیف آف آرمی انٹیلی جنس نے سپر اسٹرکو خفیہ پیغام بھیجا تھا اور لکھا تھا کہ ایک اہم اجلاس میں اس کی شرکت لازمی ہے۔ حکومت کے اہم عہدیداران بھی شریک ہو رہے تھے۔ اس پیغام میں یہ وضاحت نہیں کی گئی تھی کہ اجلاس میں کن موضوعات کو زیر بحث لایا جائے گا۔

ایسا پہلی بار ہوا تھا۔ اجلاس کی نوعیت نہیں بتائی گئی تھی۔ اسے یہ اندیشہ محسوس ہو رہا تھا کہ شاید نئے سپر اسٹرکی تقرری ہو گی اور اسے موجودہ عہدے سے ہٹا دیا جائے گا۔ جب کوئی پیچیدہ مسئلہ درپیش ہوتا تھا تو وہ سپر اسٹر دادام سلوانہ سے مشورے کرتا تھا۔ جان لیوا بھی جب تک رہا' اہم معاملات میں ثانی سے رجوع کرتا رہا۔ دونوں ہی اس کی صلاحیتوں کو صرف مانتے نہیں تھے بلکہ اس سے دلی لگاؤ بھی رکھتے تھے۔

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے ثانی سے رابطہ کیا۔ "ہیلو سلوانہ! کیسی ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ فرمائیں' کیسے یاد کیا؟"

"ثانی! مجھے ایک اہم اجلاس میں شریک ہونے کے لیے کہا گیا ہے۔ یقیناً تمہیں بھی ایسا لیٹر ملا ہو گا۔"

"نو سر! مجھے ایسے کسی اجلاس کا علم نہیں ہے۔"

"تعجب ہے۔ تم سپر مادام ہو۔ تمہارا تعلق آرمی سے ہے۔ تمہیں تمام اجلاسوں میں مدعو کیا جاتا ہے پھر آج کیوں نظر انداز کیا جا رہا ہے۔"

"ان کی کوئی مصلحت ہو گی۔"

"سنگی بات غور طلب ہے کہ تم نے مختصر سی مدت میں اپنے ملک کے لیے حیرت انگیز کارنامے انجام دیے ہیں۔ تمہیں کسی

خوف!

ایک ایسا مسئلہ جس سے ہر شخص دوچار ہے

خوف سے آدمی پریشان ہوتا ہے۔
خوف سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔
خوف سے زندگی ناکام ہو جاتی ہے۔
خوف سے ازدواجی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔
خوف سے آدمی خودکشی کر لیتا ہے۔
خوف دیمک کی طرح زندگی کو چاٹتا رہتا ہے۔
شرم بھی خوف ہی کا ایک پہلو ہے اور اتنا ہی خطرناک

اُردو کے جانے پہچانے منفرد نفسیاتی ادیب اسلام حسین کے قلم سے

خوف و شرم

اور اس کا سدِباب

کا مطالعہ کیجیے

اور ان کمزوریوں سے نجات حاصل کر کے
کامیاب اور خوش و خرم زندگی گزاریے

قیمت : ۳۰ روپے

مکتبۂ نفسیات' پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

معاملے میں کبھی نظرانداز نہیں کیا گیا پھر آج کیوں ایسا کیا جا رہا ہے۔"

"آپ کیا سوچ رہے ہیں؟"

"میں سمجھ رہا ہوں' مجھے موجودہ عہدے سے ہٹا دیا جائے گا۔"

"آپ اس کا مطلب خوب سمجھتے ہیں؟"

"ہاں! اگر سپرماسٹر سے کبھی کوئی غلطی نہ ہوئی ہو تو اسے گمنام ریٹائرڈ زندگی گزارنے کی آزادی دے دی جاتی ہے۔ اگر اس نے غلطیاں کی ہوں اور اس کے اقدامات کے باعث ملکی مفادات کو نقصان پہنچا ہو تو اس سے عہدہ چھین کر اسے گولی مار دی جاتی ہے۔"

ثانی نے کہا۔ "میری دانست میں آپ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے۔"

"لیکن غلطیوں کے الزامات جبراً تھوپ دیے جاتے ہیں۔ میرے مخالفین یہ الزام دے سکتے ہیں کہ جان لمبوڈا جیسا اہم شخص میری بے پروائی سے مارا گیا اور ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا بھی میری غلط حکمتِ عملی کے باعث ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ ابھی ہم سمجھ نہیں سکتے کہ کیسے کیسے الزامات عائد کیے جا سکتے ہیں۔"

"سر! آپ نے ہمیشہ مجھے بیٹی کہا ہے۔ اگر میں اجلاس میں رہوں گی تو آپ پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

"تم اجلاس میں کیسے رہو گی؟"

"انہوں نے مجھے مدعو نہیں کیا ہے' آپ کر سکتے ہیں۔"

"سمجھ گیا۔ تم چاہتی ہو کہ میرے دماغ میں موجود رہو۔"

"جی ہاں' یہی ایک راستہ ہے۔"

وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا۔ "اگرچہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو دھوکا نہیں دینا چاہیے لیکن سوچتا ہوں کہ سیاست میں سچائی کی قدر نہیں کی جاتی۔ مجھ سے مخالفت اور عداوت رکھنے والے حکام میری خدمات کو نہیں سراہیں گے۔ دوسرا سپرماسٹر لانے کے لیے مجھے اس عہدے سے گرانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے پھر میں کیوں نہ اپنے بچاؤ کا راستہ نکالوں۔ میں اس برے وقت میں اپنی بیٹی پر ہی بھروسا کر سکتا ہوں۔"

"آپ مجھ پر اتنا اعتماد کرتے ہیں' میں آپ پر کوئی آفت نہیں آنے دوں گی۔ آپ کے پاس موجود رہوں گی۔"

"بیٹی! میں سوچ رہا ہوں۔ ان حالات میں یہ فوجی افسران تمہارے خلاف بھی کوئی کھچڑی نہ پکا رہے ہوں۔"

"آپ میری طرف سے مطمئن رہیں۔ جب سے مرینا نے میرے خلاف کارروائی کی ہے اور اعلیٰ افسران نے اس کی باتوں میں آ کر مجھے چیک کیا ہے تب سے میں محتاط ہو گئی ہوں۔ اپنی رہائش گاہ بدلتی رہتی ہوں۔ میرے موجودہ حلیے میں مجھے کوئی پہچان نہیں سکے گا۔ میری کوشش یہی ہے کہ برے وقت میں کوئی میرے نقشِ قدم کو بھی نہ پا سکے۔"

"مجھے تمہاری ذہانت پر ناز ہے۔ میں ایک گھنٹے بعد اجلاس میں شریک ہونے ہیڈ کوارٹر میں پہنچوں گا۔"

"میں اسی وقت آپ کے پاس آؤں گی۔ میرے کوڈ رولز ہیں گے' یو آر مائی انکل' یو آر مائی باس۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ یہ تو ہم پہلے سے جانتے تھے کہ ثانی معاملے میں کبھی کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے اور ثانی اس وقت سے زیادہ محتاط ہو گئی تھی' جب سے مرینا نے اسرائیل میں علی خلاف سازش کی تھی پھر اس کے خلاف یہاں چیکنگ کرائی تب سے ثانی نے اپنے قد اور جسامت والی ایک لڑکی کو اپنی مصنوعی اور تابعدار بنایا تھا پھر اسے عارضی میک اپ کے ذریعے سپرماسٹر سلوانہ بنا دیا تھا اور ہمیشہ اس کے دماغ میں رہ کر اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے گفتگو کرتی تھی۔

آرمی انٹیلی جنس کے افسران بعض اوقات اس سے ملاقات کرنے اس کی رہائش گاہ میں آتے تھے۔ انہیں کبھی یہ شبہ نہیں ہوا کہ وہ سپرماسٹر کی ڈی سے ملاقات کر کے جا رہے ہیں۔

اس وقت بھی سپرماسٹر کی ڈی نے سپرماسٹر سے گفتگو کی تھی اور ثانی اس ڈی کے دماغ میں رہی تھی پھر رابطہ ختم ہونے کے بعد ثانی نے ڈی سے کہا۔ "میں جا رہی ہوں۔ ایک گھنٹے بعد شاید فوجی افسران تم سے رابطہ کریں گے یا تم سے ملاقات کرنے آئیں گے۔ پہلے کی طرح پورے اعتماد کے ساتھ ان سے گفتگو کرو گی۔ تمہاری شخصیت کو جھٹلانا چاہیں گے لیکن تم اول بھی سپرماسٹر سلوانہ ہو اور آخر بھی یہی ہو۔"

"یس مادام! میں اپنا رول بحسن و خوبی ادا کروں گی۔"

جان لمبوڈا کے وقت سے ثانی کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت تھے۔ ایک کا نام مونارو اور دوسرے کا نام ٹالبوٹ تھا۔ دونوں اسرائیل سے نکل کر پیرس آ گئے تھے۔ بہت پہلے ثانی نے ان پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا وفادار بنا لیا تھا۔ اسرائیل سے نکلتے وقت جے مورگن کو سحرزدہ کر کے اپنے ساتھ لائی تھی اور اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا تھا۔

ایک گھنٹے بعد ثانی نے مونارو اور ٹالبوٹ کو مخاطب کر کے کہا۔ "دس منٹ کے بعد میرے دماغ میں آؤ۔ میں سپرماسٹر کے دماغ میں رہوں گی۔ یعنی ہم سب ایک خفیہ اجلاس اٹینڈ کریں گے۔ وہاں جو افسر تمہیں سگار یا سگریٹ کے کش لیتا ہوا نظر آئے اس کے دماغ میں چلے جانا۔ اس اجلاس کی کارروائی دیکھنے اور سنے کے بعد ہم طے کریں گے کہ ہمیں کرنا کیا ہے؟"

ثانی نے سپرماسٹر کے پاس آ کر کوڈ رولز ادا کیے۔ وہ ہیڈ کوارٹر کے ایک بند کمرے میں پہنچ گیا تھا۔ ایک بڑی سی میز کے اطراف اعلیٰ فوجی افسران کے علاوہ چند اعلیٰ حکام بھی موجود تھے۔ سپرماسٹر نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اس اجلاس میں سپرمادام سلوانہ کی توقع کر رہا تھا۔ کیا وہ نہیں آئے گی؟"

فوج کے جنرل نے کہا۔ "یہاں اس کی موجودگی لازمی نہیں ہے۔ بائی دی وے' آپ کو سلوانہ سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ میں اور لمبوڈا اسے بیٹی سمجھتے رہے ہیں اور سپرمادام کی حیثیت سے اس کی بے پناہ صلاحیتوں کے قائل رہے ہیں۔"

"کسی کی حد سے زیادہ تعریفیں کرنے اور اسے سر پر چڑھا لینے کے بعد اس کی خامیاں اور کوتاہیاں نظر نہیں آتیں۔"

سپرماسٹر نے پوچھا۔ "کیا آپ کو خامیاں نظر آ رہی ہیں؟"

"ہاں! وہ اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے مونارو اور ٹالبوٹ اس کی ماتحتی میں دیے گئے تھے ان کی کوئی رپورٹ ہمارے پاس نہیں ہے کہ وہ دونوں کہاں ہیں۔"

"میں سپرماسٹر کی حیثیت سے جانتا ہوں کہ وہ دونوں لندن اور پیرس میں ہیں۔ شی تارا اور اس کے بھائی سرنا کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر رہے ہیں۔"

"ہم کیسے یقین کریں؟ ہمیں رپورٹ ملی ہے کہ سپرمادام ان دونوں کو ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اس نے اسرائیل میں رہنے کے دوران یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کیا ہے اور انہیں کہیں چھپا دیا ہے۔"

"سپرمادام سلوانہ نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی ہے۔"

"ہمارے جاسوس یقین سے کہتے ہیں کہ جس دن سلوانہ قتل ایبب چھوڑ کر گئی ہے تب سے ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن لاپتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسے سلوانہ نے غائب کیا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "ابھی حال ہی میں سپرمادام نے اچانک چھاپا مار کر نیویارک میں شی تارا کے ایک خفیہ اڈے پر قبضہ کیا ہے۔ بے شک یہ اس کا ایک بڑا کارنامہ ہے لیکن اس کارنامے میں مریم اور سرتاج پاشا نے اہم رول ادا کیا ہے۔ یہ دونوں کون تھے؟ کہاں سے آئے تھے؟ پھر اچانک کہاں غائب ہو گئے؟"

انٹیلی جنس کے چیف نے کہا۔ "میں نے سپرمادام سلوانہ سے یہ سوالات کیے تھے۔ اس نے جواب دیا کہ مریم اور سرتاج پاشا اس کے ..... آلۂ کار تھے کام نکلنے کے بعد ان کے دماغوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا۔ وہ کہیں چلے گئے ہیں جب ضرورت ہو گی تو پھر ان سے کام لیا جائے گا۔"

سپرماسٹر نے پوچھا۔ "اس میں آپ کو کیا اعتراض ہے؟"

"ہمیں رپورٹ ملی ہے کہ وہ سرتاج پاشا دراصل علی تیمور تھا۔"

"ایسی بے تکی اور بے بنیاد رپورٹیں آپ کو ملتی کہاں سے ہیں؟"

چیف نے ایک فائل کھول کر اس میں سے ایک کاغذ نکال کر سپرماسٹر کو دیتے ہوئے کہا۔ "یہ فنگر پرنٹس کے ماہرین کی رپورٹ ہے۔ سرتاج پاشا نے نیویارک کے اس تہ خانے سے نکلنے کے بعد ایک گلاس میں پانی پیا تھا۔ اس گلاس کو ہمارے ایک جاسوس نے محفوظ کر لیا تھا۔ اس پر سے انگلیوں کے نشانات لیے گئے تھے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مرینا ہمارے پاس خیال خوانی کے ذریعے آتی رہی۔ اس کی یہ رپورٹ غلط ثابت ہوئی کہ سپرمادام سلوانہ دراصل سونیا ثانی ہے لیکن یہ رپورٹ درست رہی کہ علی تیمور اسرائیل میں گولڈن برین بن کر رہتا تھا اور اب وہاں سے فرار ہو چکا ہے۔"

چیف نے کہا۔ "ہمیں علی کی انگلیوں کے اصل نشانات حاصل کرنے میں دیر ہو گئی۔ وہ نشانات اور سرتاج پاشا کی انگلیوں کے نشانات بالکل ایک ہیں۔ افسوس کہ تاخیر کے باعث علی یہاں سے چلے جانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

سپرماسٹر نے پوچھا۔ "پھر تو مرینا نے یہ بھی بتایا ہو گا کہ علی کہاں چھپتا پھر رہا ہے۔"

چیف نے کہا۔ "حقیقت یہ ہے کہ آج کل شی تارا ہم سے رابطہ کرتی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ فرہاد نے مرینا کو اپنی معمولہ بنا لیا ہے اور اس کے بھائی کو کہیں قید کر رکھا ہے۔ انگلیوں کے نشانات کے متعلق مرینا نے نہیں شی تارا نے ہماری راہنمائی کی ہے۔ چونکہ وہ درست ثابت ہوئی ہے اس لیے ہم اس پر بھروسا کرتے ہیں۔"

ایک اور افسر نے کہا۔ "شی تارا کی یہ رپورٹ بھی درست

دیس دیس کی لوک منڈلانے والے بھنورے کی داستان عبرت

گمن لگا چاند

ایک ایسے نوجوان کی داستان ہے جو حرص و ہوس کے ہاتھوں اندھا ہو گیا تھا۔ ملک ملک پھرتا رہا اور دنیا بھر کی حسینائوں سے دل لگاتا رہا۔ مگر نہ اپنے ماں باپ سے پہچانا گیا نہ اپنے دیس کی گھر کی عورتوں نے وفا کرنا سیکھا ہی نہ تھا۔ لیکن جب مکافاتِ عمل شروع ہوا تو اس کے دامن میں سوائے ندامت کے کچھ نہ تھا۔ اس کے ارد گرد کوئی نہ تھا جسے وہ اپنا کہہ سکتا۔ وہ اپنے بیٹے کو بھی بیٹا نہ کہہ سکا

بصورد الزام آدم زادی" پیچھے مصنف نور حسین شاہ کی نئی تخلیق

قیمت 100 روپے۔ ڈاک خرچ علاحدہ

تقسیم کار

کتابیات پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس 23۔ رحمان چیمبرز
آئی آئی چندریگر روڈ۔ نزد وفاقی اخبار بلڈنگ۔ کراچی۔ 74200

یہ کہ علی جزیرہ مارکیو سان گیا تھا اور آج کل مرد قیدیوں کے جزیرے میں ہے۔"

ثانی سن رہی تھی اور تسلیم کر رہی تھی کہ شی تارا دور تک بڑی گہری چالیں چل رہی ہے۔ اگر فوراً ہی ان کا توڑ نہ کیا گیا تو علی کو زبردست نقصان پہنچے گا۔

چیف نے کہا۔ "سپر ماسٹر! تم نے آتے ہی سلوانہ کا ذکر چھیڑ دیا ورنہ پہلے ہم تمہارے مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ یہ اچھا ہوا کہ ابتدائی گفتگو میں تمہاری اور سلوانہ کی گہری رفاقت کا ثبوت مل گیا۔ تم اندھا دھند اس کی حمایت کرتے ہو اور اس کی طرح تم بھی ملکی مفادات کے خلاف علی تیمور سے رابطہ رکھتے ہو۔"

"یہ محض بے بنیاد الزام ہے۔"

"تم اس سلسلے میں کیا کہو گے؟ علی اور سلوانہ کے درمیان رابطہ رہتا ہے۔ علی نے ہی شی تارا کے خفیہ اڈے کی نشاندہی کی ہے۔ وہاں اس نے دو ڈی سرنا کو قتل کیا ہے؟"

"میں کیا کہوں گا۔ آپ خود ہی متضاد باتیں کر رہے ہیں۔ شی تارا کو دوست اور قابلِ اعتماد بھی کہتے ہیں اور شی تارا کے متعلق یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس نے ہمارے ملک میں نہ جانے کتنے غیر قانونی اڈے بنائے ہوں گے۔ سپر مادام اپنے آلۂ کار سرتاج عزیز کے ذریعے نیویارک والے اڈے تک پہنچی تھی۔ سپر مادام کو اتنا وقت نہیں ملا تھا کہ وہ سرتاج پاشا کی اصلیت معلوم کرتی۔ بعد میں وہ علی تیمور ثابت ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہماری سپر مادام غدار ہے۔ وہ انسان ہے' ایک بار دھوکا کھا گئی۔ آپ حضرات اس کے بڑے بڑے کارناموں کو فراموش کر کے اس کی نادانستہ غلطی کو پہاڑ بنا رہے ہیں۔"

"سپر ماسٹر! تم سلوانہ کی زبردست وکالت کر رہے ہو۔ کیا یہ جھوٹ ہے کہ تم نے اور سلوانہ نے لمبوڈا کو اپنے راستے سے ہٹایا ہے۔ اسے ہٹا کر سلوانہ کو اس کی جگہ لے آئے ہو اور لمبوڈا کے قتل کا الزام مرینا پر عائد کر رہے ہو۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "آپ لوگ ایسی ورجنوں کہانیاں تراش لیں۔ مجھے انگوروں کو کھٹا کہنے کے لیے دلائل ضروری نہیں ہوتے' صرف لومڑی کی ہٹ دھرمی کافی ہوتی ہے۔"

"ہم فنگر پرنٹس کے ٹھوس ثبوت حاصل کر چکے ہیں۔ اسرائیل کا ایک گولڈ برین کارمن ہیرالڈ دراصل علی تیمور تھا۔ اس کے بھی ٹھوس ثبوت اور گواہ موجود ہیں۔ وہی علی وہاں بھی سلوانہ کا دوست تھا اور یہاں بھی اس نے شی تارا کے خلاف سلوانہ کا ساتھ دیا تھا اور یہ سب کچھ تمہاری سرپرستی اور راہنمائی میں ہوتا رہا تھا۔"

جنرل نے کہا۔ "ہمارے ملک کے اعلیٰ حکام نے اور ہم فوجی افسران نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں سپر ماسٹر کے عہدے سے ڈسچارج کر دیا جائے۔ تمہارے خلاف مقدمہ چلایا جائے گا۔ تمام الزامات ثابت ہونے کے بعد تمہیں سزائے موت بھی دی جا سکتی ہے۔"

ایک فوجی افسر نگار کے کش لگا رہا تھا۔ ثانی نے اس کی زبان سے کہا۔ "میں سلوانہ بول رہی ہو۔ تم لوگ خود غرض ہو۔ اپنے مطلب کا سپر ماسٹر لانے کے لیے ایک بے قصور اور محبِ وطن سپر ماسٹر کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہو۔ میری تمام وفاداریوں اور کارناموں کو نظر انداز کر کے مرینا اور شی تارا کو ترجیح دے رہے ہو۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "اچھا تو تم چھپ کر ہمارے خفیہ اجلاس میں آئی ہو۔ کیا یہ خلافِ قانون نہیں ہے؟"

"تم لوگوں کا یہ اجلاس ہی خلاف قانون ہے۔ یاد رکھو اگر موجودہ سپر ماسٹر ہولی مین کو حراست میں لیا گیا اور اس کے خلاف مقدمہ چلایا گیا تو میں تم لوگوں کی نیندیں حرام کر دوں گی۔ تمہاری مرینا اور شی تارا تمہارے کسی کام نہیں آ سکیں گی۔ یقین نہ ہو تو کسی بھی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والی یا والے کو میرے خلاف استعمال کر کے دیکھو۔"

چیف آف آرمی انٹیلی جنس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہارے خلاف کچھ زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ تمہاری رہائش گاہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ تم حراست میں ہو۔ ہمارا ایک ڈاکٹر مسلح فوجی جوانوں کے ساتھ آ رہا ہے۔ وہ تمہیں اعصابی کمزوری کا انجکشن لگائے گا۔ اس کے بعد تم خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہو گی۔"

"سلوانہ اتنی ہی نادان ہوتی تو آج سپر مادام نہ کہلاتی۔"

سب نے اس افسر کی طرف دیکھا' جو سگریٹ سے شغل کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں سپر مادام کا ماتحت مونارو بول رہا ہوں۔ تم لوگوں میں سے جو لوگ سپر ماسٹر اور سپر مادام کے خلاف اقدامات میں حصہ لیں گے وہ طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔"

ایک اور افسر نے کہا۔ "میں افسر کی زبان سے ٹالیوٹ بول رہا ہوں۔ سپر مادام کا محاصرہ کر لو۔ اسے انجکشن لگا دو بلکہ اسے قتل کر دو' وہ پھر بھی زندہ رہے گی کیوں کہ اس رہائش گاہ میں ہماری سپر مادام نہیں' اس کی ڈی سے۔"

ثانی نے کہا۔ "تم لوگوں نے اپنی دانست میں بڑی چالاکیاں دکھائیں' مجھے میری رہائش گاہ میں بے بس کرنا چاہا اور سپر ماسٹر کے اجلاس میں بلا کر اسے حراست میں لینے کا منصوبہ بنایا۔ اب شی تارا سے کہو کہ ہمارے خلاف تمہاری مدد کرنے سے پہلے اپنی بھلائی کا انجام سوچ لے اور اگر اس کی بھلائی مقصود ہے تو مرینا کو بھی ہم سے دور رکھے۔"

اس اجلاس میں تھوڑی دیر تک سکوت طاری رہا پھر ثانی نے کہا۔ "میں پندرہ منٹ کی مہلت دیتی ہوں۔ اگر سپر ماسٹر ہولی مین کو عزت سے رخصت نہ کیا گیا تو میں سب کو اس کی عزت کرنے پر

مجبور کر دوں گی اور اس کے لیے جو طریقہ اختیار کروں گی وہ تم لوگوں کے لیے باعثِ شرم ہو گا۔"

وہ تمام مخالفت کرنے والے خاموش تھے۔ ان میں سے دو چار ایسے تھے جو سرگوشیوں میں کچھ کہہ رہے تھے پھر چیف نے کہا۔ "ہم مسٹر ہولی مین کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ پہلے کی طرح ان کی عزت کی جائے گی لیکن اب یہ سپر ماسٹر نہیں رہیں گے۔"

ہولی مین نے کہا۔ "مجھے تمام عمر سپر ماسٹر بن کر رہنے کا شوق نہیں ہے۔ میں کینیڈا چلا جاؤں گا اور وہاں گمنامی کی زندگی گزاروں گا۔"

"میں بھی اب سپر مادام نہیں رہوں گی۔ شی تارا اور مرینا کی خواہش کے مطابق ہماری مضبوط ٹیم ٹوٹ گئی ہے۔ جان لمبوڈا مر چکا ہے۔ میں نے اور ہولی مین نے واشنگٹن چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب تم لوگ ملک دشمن عناصر کے ہاتھوں میں کٹھ پتلیاں بن کر رہو گے۔"

ایک کرنل نے کہا۔ "سلوانہ! تم ابھی نہ جانا۔ میں حاضرین سے پوچھتا ہوں۔ انہوں نے شی تارا اور مرینا پر تکیہ کر کے کون سی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ ان دو خیال خوانی کرنے والیوں نے سلوانہ سے ٹکرانے اور تمہارا ساتھ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ ادھر سلوانہ اور ہولی مین ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اب ہمارے پاس کیا رہ گیا ہے؟"

جنرل نے کہا۔ "شی تارا کی کچھ مجبوریاں ہیں۔ وہ اور مرینا بعد میں ہمارے کام آئیں گی۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے گئے ہیں۔ ان میں سے چند بہت ہی ذہین اور تیز طرار ہیں۔ آپ یہ نہ پوچھیں کہ ہمارے پاس کیا رہ گیا ہے؟ یہ آنے والا وقت بتائے گا کہ ہم کسی سے کم نہیں ہیں۔"

ہولی مین اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر کچھ کہے سنے بغیر جانے لگا۔ وہ لوگ جو اسے حراست میں رکھنے' اس پر مقدمہ چلانے اور اسے سزائے موت دینے کا منصوبہ بنا چکے تھے' وہ اسے جانے سے نہ روک سکے۔

اس نے باہر آ کر اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بیٹی سلوانہ! ان لمحات سے یہ نئی زندگی تم نے دی ہے۔ ورنہ انہوں نے مجھے گولی مارنے کا پورا بندوبست کر لیا تھا۔"

"خدا نے چاہا تو کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ آپ کینیڈا جائیں' میں آپ کی خیریت معلوم کرتی رہوں گی۔"

"تم کہاں جاؤ گی؟"

"خدا کی دنیا بہت بڑی ہے۔ آپ فکر نہ کریں' میں آپ کے پاس آتی رہوں گی۔ فی الحال گڈ بائی۔ سو فار۔"

وہ ہولی مین سے رخصت ہو کر میرے پاس آئی پھر کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد تفصیل سے روداد سنائی۔ میں نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ "تم نے سپر مادام کا رول ایک عرصہ تک ادا کیا۔ اب وہ ملک چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ کیا علی کے پاس جاؤ گی؟"

"جزیرہ مارکیو سان میں وہ کرنل علی کا انتظار کریں گی۔ تمام دشمنوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ مرد قیدیوں کے جزیرے میں ہے۔ نیا سپر ماسٹر علی کو گرفتار کرنے کے لیے اس جزیرے کا محاصرہ کر سکتا ہے۔"

میں نے کہا "نیا سپر ماسٹر اور بہت کچھ کر سکتا ہے لیکن میں اسے موقع نہیں دوں گا۔ علی پاشا کو اس لیے وہاں لے گیا ہے کہ وہ جزیرے کی محدود دنیا میں مجبور ہوتا رہے۔ اس کی غیر معمولی صلاحیتیں اس کے کام نہ آ سکیں پھر وہ علی کے سامنے مجبور اور بے بس ہو جائے۔ یہ سبق حاصل ہو جائے کہ وہ شی تارا وغیرہ پر تکیہ کر کے بھی اس جزیرے سے نہیں نکل سکے گا۔ صرف ہم ہی اسے وہاں سے لا سکیں گے۔"

"پاپا! وہاں کی سماجی زندگی دیکھ کر علی نے طے کیا ہے کہ ہم مارکیو سان کے نظام کو جزیرے میں تبدیلیاں لانے پر مجبور کریں

گے۔ جس معاشرے میں عورت نہ ہو' وہاں وحشت اور درندگی بڑھتی جاتی ہے۔"

میں نے تائید کی۔ "ہاں' اخلاقی اور تہذیبی تقاضوں کے مطابق وہاں کے لوگوں کو ازدواجی اور گھریلو زندگی گزارنا چاہیے۔ ہم وہاں تبدیلیاں لائیں گے۔ تم کچھ روز واشنگٹن میں رہ کر نئے ملکی پیمانے جاننے والوں کے متعلق معلومات حاصل کرو۔"

"ٹرانسفارمر مشین میری نظروں میں تھی۔ اب انہوں نے اسے دوسری جگہ منتقل کردیا ہوگا۔ بہرحال یہ تو جانتی ہوں کہ کرن فوجی افسران کی نگرانی میں وہ مشین رہتی ہے۔ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ٹریننگ سینٹر اور وہاں کے تمام طریقۂ کار کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم ہے میں اس سلسلے میں مونارو اور ٹالبوٹ سے بھی کام لیتی رہوں گی۔"

وہ مجھ سے رخصت ہو کر علی کے پاس آئی۔ جزیرے میں علی اور پاشا کا دو سرا دن تھا۔ اس روز یوگارڈ ویلج اور جائنس کے لوگ برین کالونی میں آرہے تھے اور ایک کھلے میدان میں جمع ہو رہے تھے۔ شیبا پندرہ برس کی ہو گئی تھی اور اسے اپنی ملکیت بنانے کے لیے تمام شہ زوروں کے درمیان مقابلے ہونے والے تھے۔

غیر معمولی جسمانی قوت رکھنے والا پاشا وہ مقابلہ جیت سکتا تھا لیکن پچھلی رات سے علی اسے انگاروں کے بستر پر سلا رہا تھا۔ اس نے اسے کمرے میں اور اپنے بستر پر آنے نہیں دیا تھا۔ وہ برین کے بستر پر رات گزارنے پر مجبور ہو گیا تھا اور اسی بات کا بے حد غصہ تھا کہ وہ علی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔

دوسرے صبح اس نے ناشتے کی میز پر علی سے کہا۔ "تم یہ نہ سمجھنا کہ میں مجبور ہوں اور تم سے مقابلہ کرنے سے کترا رہا ہوں۔ میں پہلے مقابلہ جیتنا اور برین کالونی کا آقا بننا چاہتا ہوں۔ یہاں کا حاکم بننے کے بعد تم سے نمٹ لوں گا۔"

علی نے کہا۔ "مجھ سے نمٹنے کی فکر نہ کرو۔ جب ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ فی الحال یہاں کے شہ زوروں سے مقابلہ کرنے والے ہو اور تمہاری شی تارا اس انتظار میں ہے کہ مقابلے کے دوران کوئی تمہیں زخمی کرے اور اسے تمہارے دماغ میں جگہ ملے۔"

"وہ میری دوست ہے۔ تمہاری طرح دشمن نہیں ہے۔"

"اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے دماغ میں آنے کے اور غیر معمولی قوتوں کے فارمولے پڑھنے کا موقع ملے گا اور شی تارا نہیں پڑھے گی تو ایسا کوئی نادان ہی سوچ سکتا ہے۔ میں تمہیں نادان نہیں سمجھتا۔"

وہ سوچنے لگا پھر بولا۔ "غیر معمولی سماعت اور بصارت اور غیر معمولی جسمانی قوتیں حاصل کرنا کون نہیں چاہتا۔ تم بھی چاہتے ہو۔ شی تارا بھی چاہتی ہے۔ سب ہی میرے دماغ میں گھس کر ان فارمولوں کو پڑھنا اور نوٹ کرنا چاہیں گے۔"

"بے شک دوست ہو یا دشمن کسی پر بھروسا نہ کرو۔"

"اس کا مطلب ہے' میں کسی سے مقابلہ نہ کروں۔ کھلاڑی ضرور زخم لگیں گے۔"

"نہیں۔ فی الحال تم خوش نصیب ہو۔ ہم نہیں چاہتے تمہیں کوئی زخم آئے اور شی تارا فائدہ اٹھائے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود رہیں گے اور تم سے مقابلہ کرنے والوں کو کوئی ضرب لگانے کا موقع نہیں دیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تم نے جی خوش کردیا۔ اب میں بے فکر اور بے باکی سے مقابلہ کروں گا۔ آج سے شیبا میری ہو گی اور میں اس علاقے کا آقا کہلاؤں گا۔"

دن کے دس بجے میدان میں ایسی بھیڑ تھی جیسے میلہ لگا ہو۔ شیبا کو دلہن بنا کر لایا گیا تھا اور ایک اونچی مسند پر اسے بٹھایا گیا تاکہ تمام مرد اسے دیکھیں اور اسے حاصل کرنے کے لیے جانبازیاں لگاتے رہیں۔ ابتدا میں بہت سے لوگ میدان میں آئے رہے' ایک دوسرے سے لڑتے اور شکست کھا کر میدان چھوڑتے رہے پھر بڑے بڑے شہ زوروں کی باری آئی۔ برین ہارورڈ نے ایک اونچے اسٹیج پر آکر کہا۔ "یہاں کے دستور کے مطابق جس کالونی کی لڑکی مطلوب ہوتی ہے۔ اس کالونی کا شہ زور دوسری کالونیوں کے دلیروں کو للکارتا ہے۔ یوگارڈ اور جائنس نے اپنی اپنی کالونی سے ایک ایک شہ زور کا انتخاب کیا ہے۔ ان دو کالونیوں کے دو شہ زور باری باری مسٹر یوسف پاشا سے مقابلہ کریں گے۔"

یوسف پاشا نے اسٹیج پر آکر للکارا۔ اس کے مقابلے پر جائنس ٹاؤن کا ایک باڈی بلڈر آیا۔ میں نے علی سے کہہ دیا تھا کہ اپنے وقت میں موجود رہوں گا اور پاشا کو زخمی نہیں ہونے دوں گا۔ اس لیے جو پہلوان نہتا مقابلہ کرنے آیا' میں نے اسے آزادی سے لڑنے کا موقع دیا کیوں کہ یہ یقین ہو تا تھا کہ پاشا اس پر غالب آئے گا اور اس کے ہاتھوں سے زخمی نہیں ہو گا اور جو ہتھیار لے کر آیا میں نے اس کے ہاتھوں سے ہتھیار گرا دیا۔ ان حالات میں تمام مقابلے دلچسپ ہو گئے تھے اور وہاں کے لوگوں پر پاشا کا رعب اور دبدبہ طاری ہو رہا تھا۔

ثانی علی کے پاس آکر اسے بتا رہی تھی کہ اس کی' جزیرے میں موجودگی کا علم تمام دشمنوں کو ہو چکا ہے۔ اگلے چوبیس گھنٹوں میں نیا سپر ماسٹر اپنا عہدہ سنبھالے گا تو وہ جزیرے کا محاصرہ کرانا چاہے گا اور ہماری کوشش ہو گی کہ ایسی کوئی کارروائی نہ ہو سکے۔

علی نے کہا۔ "پاشا کے دماغ پر اس وقت قبضہ جمانا ہو گا جب شی تارا موجود نہ ہو۔ پاپا سے کہو' جب وہ اسے بھائی سرنا کے معاملے میں مصروف رکھیں تو مجھے آگاہ کریں اور تمہیں میرے پاس بھیج دیں پھر ہم پاشا کو قابو میں کریں گے۔"

پاشا مردِ میدان بنا ہوا تھا۔ مقابلے پر آنے والوں کی بڑیاں توڑ رہا تھا۔ انہیں اپاہج بنا رہا تھا۔ جو اپاہج نہیں بننا چاہتے تھے' وہ غصے سے بھڑک کر بولا۔ "میں تیرا مسکرانے والا منہ توڑ دوں گا۔ میں نے اتنے مقابلے جیتے' تو ایک بار بھی نہیں مسکرائی۔ کیا یہ علی تیرا بھائی لگتا ہے؟"

علی نے چاروں طرف تماشائیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "بزرگو اور دوستو! میں اعلان کرتا ہوں کہ شیبا میری بہن ہے۔ میں کسی درندے کو اس کے قریب جانے نہیں دوں گا۔ اس کی شادی اسی جزیرے کے اس فرد سے ہو گی' جسے یہ پسند کرے گی۔"

پورا میدان تالیوں سے گونجنے لگا۔ وہ بولا "عورت کوئی زمین نہیں ہے کہ جس کے پاس طاقت ہو' وہی زمیندار بن جائے۔ عورت ہماری طرح انسان ہوتی ہے۔ اس کے سینے میں بھی دل دھڑکتا ہے۔ یہ اپنی مرضی سے کسی جیون ساتھی کا انتخاب کرنا چاہتی ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ جیون ساتھی کوئی پہلوان ہو۔"

وہاں ایسے لوگوں کی بہت بڑی تعداد تھی جو شہ زور یا پہلوان نہیں تھے' وہ علی کی باتیں سن کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ شیبا اسے احسان مندی سے دیکھ رہی تھی۔ پاشا نے سوچا' علی غافل ہے' پہلا بھرپور حملہ کرنا چاہیے۔ اس نے فوراً ہی دوڑتے ہوئے چھلانگ لگائی۔ علی اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ نتیجہ برا نکلا۔ اوندھے میں گرنے کے باعث وہ علی کی خالی کرسی سے ٹکرایا اور لڑھکتا ہوا اسٹیج کے نیچے زمین پر چلا گیا۔

ہر طرف تالیاں بجنے لگیں۔ علی کی باتیں سننے کے بعد وہاں کے عام افراد بھی شیبا کی محبت کو اپنے دل میں بسا رہے تھے اور علی کی حمایت میں نعرے لگا رہے تھے۔ پاشا زمین سے اٹھ کر اسٹیج پر آیا پھر علی کو دبوچ لینے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ وہ ہاتھ نہیں آیا۔ اس نے فضا میں اچھل کر فلائنگ کک ماری۔ پاشا پھر توازن قائم نہیں رکھ سکا۔ دوبارہ اسٹیج کے باہر زمین پر گر پڑا۔

اس بار اس نے جھنجلا کر ایک شخص سے کلہاڑی چھین لی۔ علی یہی چاہتا تھا کہ وہ فوراً زخمی ہو جائے جب کہ وہ لات گھونسے کھا کر زخمی نہیں ہو سکتا تھا۔ علی نے بھی ایک کلہاڑی لے لی۔ پاشا نے کبھی خنجر' تلوار یا کلہاڑی چلانے کی تربیت حاصل نہیں کی تھی۔ اس لیے پہلے ہی حملے میں اس کے ہاتھوں سے کلہاڑی نکل کر دور چلی گئی۔ علی نے اس کے بازو پر ایک ہلکی سی ضرب لگائی۔ ایک دم سے خون ابل پڑا۔ ثانی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "ہیلو پاشا! میرے معمول اور تابعدار بن جاؤ۔"

"ہرگز نہیں۔" اس نے چیخ کر کہا پھر سانس روک لی۔ حالانکہ ایسے وقت شہ زور یوگا کے ماہر بھی سانس روکنے کے قابل نہیں رہتے۔ بے شک وہ غیر معمولی جسمانی اور دماغی قوتوں کا مالک تھا۔ ثانی نے دوبارہ اس کے اندر آکر زلزلہ پیدا کرنا چاہا۔ اس کے دماغ کو ہلکی سی تکلیف پہنچی پھر وہ سنبھل کر بولا۔ "نکل جاؤ۔ میرے دماغ سے چلی جاؤ۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ ثانی نے علی کے پاس آکر کہا۔ "شیطانی قوتوں کا حامل ہے۔ ٹیلی پیتھی کا پیدا کردہ زلزلہ برداشت کر لیتا ہے۔ اس کے دماغ کو کمزور کرو۔"

علی نے کلہاڑی کے پچھلے لوہے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ ثانی نے اندر پہنچ کر دیکھا۔ اس کا دماغ کسی حد تک کمزور سا لگ رہا تھا اس بار وہ ٹیلی پیتھی کے زلزلے کو برداشت نہ کر سکا۔ اسٹیج پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔

علی نے کہا۔ "مسٹر برین! اپنے آدمیوں سے کہہ دیں کہ اسے اٹھا کر تمہارے مکان پر چھوڑ آئیں اور کوئی اسے نقصان پہنچانے کی حماقت نہ کرے۔"

برین کے حکم سے کچھ لوگ پاشا کو اسٹریچر پر ڈال کر لے گئے۔ ثانی اس کے دماغ میں موجود تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی۔ "پاشا! تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ راضی خوشی میرے معمول بن جاؤ ورنہ تمہارا دماغ پھوڑا بن جائے گا۔"

ادھر علی نے جزیرے کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے کسی عورت کے لائق میں یا کالونی میں اقتدار حاصل کرنے کی نیت سے یہ بازی نہیں جیتی ہے۔ ہم سب کو بزرگوں کا احترام کرنا چاہیے۔ مسٹر برین ہارورڈ بوڑھے ہو چکے ہیں لیکن ابھی ان میں آقا بن کر رہنے کی صلاحیتیں ہیں۔ اس لیے برین کالونی کے یہی آقا رہیں گے۔"

ایک باڈی بلڈر نے کہا۔ "مسٹر علی! تم یہاں کے تمام شہ زوروں کی انسلٹ کر رہے ہو۔ یہ کہتے ہو کہ یہاں کی لڑکیاں طاقتوروں کو چھوڑ کر بزدلوں کو پسند کریں اور بوڑھے کمزور لوگ یہاں کے آقا بن کر رہیں اور ہمیں کبھی یہاں حکومت کرنے کا موقع نہ ملے۔"

علی نے کہا۔ "حکومت صرف طاقت سے نہیں عقل سے بھی کی جاتی ہے۔ جس معاشرے میں ذہین افراد کو خاطر خواہ مواقع نہ دیے جائیں' وہاں صرف طاقت اور درندگی رہ جاتی ہے اور ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے مرد ہی کی نہیں' عورت کی پسند کو بھی اہمیت دی جاتی ہے۔"

دوسرے شہ زور نے کہا۔ "تم ایک مقابلہ جیت کر ہم سب کو اپنے اصولوں اور خود ساختہ قوانین کا پابند بنانا چاہتے ہو۔ ہم کوئی غلام اور مجبور نہیں ہیں۔"

علی نے کہا۔ "میں محبت کی زبان سے اچھی باتیں سمجھا رہا ہوں۔ اگر تم لوگ طاقت کی زبان سے سمجھنا چاہو گے تو پھر اسی طرح مقابلے ہوا کریں گے۔ نتیجہ یہی ہو گا تو آج تمہارے سامنے ہے۔ تمہارے درمیان جو بڑے بڑے سورما تھے' وہ اپاہج ہو گئے یا میدان چھوڑ گئے۔ اگر تم بھی یہی چاہتے ہو تو میں تمہیں اپاہج بنا کر یہاں کی عورتوں کو اور ذہین افراد کو ان کے حقوق دوں گا۔"

تمام لوگ پھر تالیاں بجانے اور علی کی حمایت میں نعرے

لگانے لگے۔ چند پہلوان قسم کے لوگ غصہ دکھاتے ہوئے چلے گئے۔ دوسری کالونیوں کے آقاؤں نے علی کا شکریہ ادا کیا کہ کالونی بھی بوڑھے ہونے کے باوجود آئندہ آقا بن کر رہنے والے لیے وہاں کا کوئی سورما انہیں اقتدار سے ہٹانے کی جرأت نہیں کرے گا۔

ایک آقا پر گارڈ نے کہا۔ "مسٹر علی! آج شام کو میں ایک بڑی دعوت کا اہتمام کر رہا ہوں۔ تم مسٹر برین ہارورڈ کے ساتھ آؤ گے تو یہ میرے لیے عزت اور فخر کی بات ہو گی۔"

علی نے شام کو پر گارڈ ولیج آنے کا وعدہ کیا۔ اُدھر میں سرنا تارا کو اکھاڑے رکھا تھا۔ وہ قیدی سرنا کے پاس آئی تو اس کے دل میں جگہ بن گئی۔ سرنا نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں شی تارا ہوں۔"

"ڈی شی تارا' تم کیوں آئی ہو؟"

"میں ڈی نہیں' اصلی ہوں۔ تمہاری سگی بہن ہوں۔ مجھے پہچانو۔"

"کیسے پہچانوں؟"

"تم ڈی کی آواز میں بول رہی ہو۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ میں اپنی اصل آواز اور لہجے کو نہیں سناتی ہوں۔"

"لیکن اپنے سگے بھائی کو سناتی ہو۔ میں تمہارا سگا ہوں۔"

"ہاں مگر فرہاد کے قیدی ہو۔ وہ تمہارے دماغ میں رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہو گا۔ میری اصل آواز سن کر سمجھ جائے گا۔"

"تم کیوں آئی ہو؟"

"میں یہ کہنا یقین کرنے آئی ہوں کہ تم میرے سگے ہو۔"

"پھر تو تم میری بہن نہیں ہو۔ میری سگی بہن مجھے اچھی طرح پہچانتی ہے۔"

"میں سگی ہوں۔ تمہیں اصل آواز اور لہجے سے اور تمہارے پیدائشی نشان سے تمہیں پہچانتی ہوں۔ شناخت کا کوئی تیسرا ذریعہ نہیں ہے۔"

"تم میری اصل آواز سن رہی ہو۔ یہاں آکر پیدائشی نشان بھی دیکھ سکتی ہو لیکن تم اس قید خانے میں نہیں آؤ گی اور نہ ہی تمہیں آنے کا مشورہ دوں گا۔"

"بھائی سرنا! تم نہیں جانتے۔ فرہاد نے ایک اور بھائی سرنا میرے حوالے کیا ہے۔ اس کی آواز بھی تمہارے جیسی ہے اور اس کے جسم پر بھی بالکل ویسا ہی پیدائشی نشان ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں اصل کو کیسے پہچانوں؟"

"تم بھارت کی پرہنے والی ہو۔ تم نے سیکڑوں بھارتی فلموں میں دیکھا ہو گا کہ جب اولاد یا سگا بھائی بچھڑ جاتا ہے اور کہانی کے کسی موڑ پر دکھائی دیتا ہے تو کوئی واضح پہچان نہ ہونے کے باوجود خون خون پکارتا ہے۔ خون جوش میں آتا ہے پھر بچھڑے ہوئے گلے

جاتے ہیں۔"

"بھائی سرنا! یہ فلمی باتیں ہیں۔"

"پھر تو تمہارا خون سفید ہو گیا ہے۔ مگر میں سگا ہوں' تمہاری آواز سنتے ہی میرا خون جوش میں آرہا ہے' تمہیں پکار رہا ہے۔"

"خون کی بات نہ کرو۔ کوئی دوسری پہچان بتاؤ۔"

"ایک اور فلمی نسخہ ہے۔ تم نے بچپن میں جو گیت میرے ساتھ گایا تھا وہ مجھے یاد ہے۔ میں گاتا ہوں۔ تمہاری یادداشت واپس آجائے گی۔ وہ گیت یاد آجائے گا تو تم بھی ادھر سے گانے لگو گی۔"

یہ کہتے ہی وہ گانے لگا۔ "او..... او بچپن کے دن بھلا نہ دینا۔ آج ہنسے کل رلا نہ دینا۔ او۔ او..... بچپن کے دل بھلا نہ دینا۔"

وہ بولی۔ "بھائی سرنا! یہ تو فلم دیدار کا گیت ہے۔ دلیپ کمار اور نرگس نے بچپن میں گایا تھا۔"

"تو پھر ہم نے بچپن میں کیا گایا تھا؟ ٹھمھو' میں چرس کا دم لگاؤں گا تو یاد آجائے گا۔"

وہ چرس والا سگریٹ ہونٹوں میں دبا کر سلگانے لگا۔ شی تارا نے اسے پھونک مارنے پر مجبور کیا تو لائٹر بجھ گیا۔ وہ بولی۔ "تم ڈیڑھ گھنٹے تک سانس روک لیتے تھے۔ اس نشے نے تمہیں ڈیڑھ منٹ بھی سانس روکنے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔ میرے جان سے زیادہ پیارے بھائی! تمہاری یہ حالت دیکھ کر مجھے رونا آرہا ہے۔"

"میری پیاری بہن! ہم سب اپنے اعمال کے نتیجے میں روتے ہیں۔ ویسے ایک بچے کی بات ذہن میں آئی ہے۔ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ میں ہی تمہارا سگا ہوں۔"

"وہ کیسے؟"

"دیکھو جو سرنا تمہارے پاس ہے' اس میں کوئی بری عادت ہے؟"

"نہیں۔ کوئی بری عادت نہیں ہے۔"

"یہ مانتی ہو کہ فرہاد دشمن ہے؟"

"ہاں مانتی ہوں۔"

"یہ بھی مانتی ہو کہ دشمن ہماری تمہاری بھلائی نہیں چاہے گا۔ اس نے میری یوگا اور آتما شکتی کی صلاحیتیں چھیننے اور دماغی طور پر کمزور بنائے رکھنے کے لیے مجھے نشے کا عادی بنا دیا ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولی۔ "واقعی یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ جو سرنا میرے حوالے کیا گیا' وہ نشے کا عادی نہیں تھا۔ اصل تم ہو۔ فرہاد تمہیں کمزور بنانا چاہتا ہے۔"

"دیکھا پیاری بہن! چرس کا دم لگانے سے عقل کیسے کام کرتی ہے میرا مشورہ ہے' کبھی کبھی تم بھی ایک آدھ دم لگا لیا کرو۔"

"ایک عقل کی بات کر کے پھر فضول سی بات کر رہے ہو۔ میں نے تو تمہیں سگریٹ سلگانے کا بھی موقع نہیں دیا ہے۔ اسے بجھنے دو۔"

"اسے پھینک دوں گا تو اس نیم تاریک قید خانے میں کیسے جیوں گا؟"

"میں تمہاری حالت پر کڑھ رہی ہوں۔ تمہارے لیے تڑپ رہی ہوں۔ کہاں ہے فرہاد؟ کسی کو نشے کی لت ڈالنا غیر انسانی فعل ہے۔"

میں نے کہا۔ "شی تارا! پہلے اپنا محاسبہ کرو۔ تم نے آج تک ٹیلی پیتھی کے گھمنڈ میں کتنی غیر انسانی حرکتیں کی ہیں۔ اس بے چارے ایک راجپوت کی ہی مثال کافی ہے' جس نے تمہارا غلام شوہر بننا منظور نہیں کیا اور تمہارے جبر سے بچنے کے لیے اس نے خود کو آدھا مار ڈالا۔ اور کسی وقت بھی تم پارس کو مار ڈالنے کی کوشش کر سکتی ہو۔ اس لیے اپنے بھائی سرنا کے معاملے میں انسانیت کا واسطہ نہ دو۔"

"فرہاد! پلیز میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔ میرے بھائی کو رہا کر دو۔"

"وہ کر چکا ہوں۔ سرنا تمہارے پاس ہے۔"

"پھر تمہاری قید میں کون ہے؟"

"یہ بھی سرنا ہے۔ دراصل مجھے تمہارے بھائی سے اتنی محبت ہو گئی ہے کہ اس کے بغیر مجھ سے رہا نہیں جاتا اس لیے ایک بھائی تمہیں دے کر دوسرا اپنے پاس رکھ لیا ہے۔"

"لیکن میرا تو ایک ہی بھائی ہے۔ دوسرا ڈی ہے۔"

"تو پھر جو ڈی ہے' مجھے دے دو۔ سگا اپنے پاس رکھ لو۔"

"میں تمہیں بڑی سے بڑی قسم دیتی ہوں' سگا کون ہے بتا دو؟"

"اصل اور نقل کی کوئی پہچان ہوتی تو بتاتا۔ ویسے تمہارے ساتھ ایک رعایت کر سکتا ہوں۔"

"ہاں ہاں' بولو۔"

"تمہارے پاس جو سرنا ہے اسے ایک ہفتے کے لیے مجھے دو اور ایک ہفتے کے لیے قیدی سرنا کو اپنے پاس رکھو' اسے اچھی طرح جانچو اور پرکھو۔ مقررہ مدت کے بعد جسے سگا کہو گی اسے تمہارے حوالے کر دوں گا اور ڈی کو جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

"میرا دل نہیں مانے گا۔ بعد میں سوچوں گی کہ تم نے جسے مار ڈالا ہے' وہی میرا بھائی تھا۔"

"چلو ایک اور رعایت کرتا ہوں۔ میں ڈی کو ہلاک نہیں کروں گا۔ اسے تاحیات قیدی بنا کر رکھوں گا۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ سوچتی رہی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بھائی کے دماغ سے چلی گئی ہو؟"

"نہیں تم نے بڑی پیچیدگی پیدا کر دی ہے۔ میں نے سرنا کا برین واش کیا ہے۔ اس کا لہجہ بدل دیا ہے تاکہ تم اس کے اندر نہ آسکو۔ اب میں اسے تمہارے پاس بھیجوں گی تو تم دوبارہ اس پر تنویمی عمل کرو گے۔ میری تمام محنت پر پانی پھیر دو گے۔"

"تم چاہتی ہو' چت بھی تمہاری اور پٹ بھی تمہاری ہو۔ عقل سے کام لو۔ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے۔"

"مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع دو۔"

"سوچتے سوچتے زندگی تمام ہو جائے گی پھر بھی سمجھ نہ پاؤ گی۔ میں تمہیں بار بار قیدی سرنا کے دماغ میں آنے نہیں دوں گا۔ اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا۔ ایک بھائی کے دماغ میں ہو اور دوسرا بھائی تمہارے پاس ہے۔ ابھی نہیں پہچانو گی تو پھر کبھی نہیں پہچانو گی۔"

"میرا سر چکرا رہا ہے۔ فار گاڈ سیک مجھے تھوڑی مہلت دو۔"

"اپنی بات منوانے کے لیے دوسرے کی بھی بات مانو۔ اگر مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گی تو میں ابھی قیدی سرنا کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"نن... نہیں۔ میں بھائی کے لیے اپنی جان دے سکتی ہوں لیکن دماغ حوالے کر کے زندگی بھر کی اسیری قبول نہیں کروں گی۔"

"جان کی قربانی بہت آسان ہوتی ہے۔ جان دی اور ہمیشہ کے لیے مصائب سے نجات حاصل ہو گئی لیکن زندہ رہ کر بھائی کی خاطر پل پل دکھ اٹھانا ہی اصل قربانی ہے۔"

"میں اتنی بڑی قربانی نہیں دوں گی۔ مجھ سے کوئی دوسری شرط منوا کر بھائی مجھے دے دو۔"

"ایک بھائی کو حاصل کرنے کے بعد تم نے سوچا تھا کہ اب تمہاری کوئی کمزوری میرے ہاتھوں میں نہیں رہی ہے اس لیے تم نے پھر سے دشمنی شروع کر دی۔ دوسرے سرنا کو حاصل کر کے پھر وہی روش اختیار کرو گی۔"

"میں سگے بھائی کی قسم کھا کر یقین دلاتی ہوں اسے لے کر اتنی دور چلی جاؤں گی جہاں تم لوگوں کا سایہ تک نہ پڑتا ہو۔"

"تو پھر ایک آسان شرط مان لو۔ میں چھ گھنٹے کے بعد یہ سرنا بھی تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"شرط کیا ہے؟"

"تم جہاں ہو، وہاں چھ گھنٹے تک خاموش رہو گی۔ کسی سے بات نہیں کرو گی۔ ٹیلیفون اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی کسی کو مخاطب نہیں کرو گی۔ کوئی تمہیں مخاطب کرے تو گفتگو سے انکار کر دو گی۔"

"یہ تو بہت آسان سی شرط ہے۔ مگر تم چھ گھنٹے کی پابندی کیوں عائد کر رہے ہو۔ کیا اتنی دیر میں تم دوسرا ڈی سرنا بنا کر میرے حوالے کرو گے؟ دیکھو ناراض نہ ہونا، میں ایسا دھوکا کھا چکی ہوں۔"

"تم مجھ پر شبہ کرنے میں حق بجانب ہو لیکن اس باریکی سرنا ملے گا، جس کے دماغ میں ابھی تم موجود ہو۔ اگر دھوکا کھانے کا شبہ ہے تو ایسا کرو، چھ گھنٹے تک اسی کے دماغ میں رہو۔ میں چھ گھنٹے سے پہلے ہی لے جانے کی اجازت دوں گا۔"

"تم سمجھ سکتے ہو مسلسل کسی کے دماغ میں رہنا ممکن نہیں ہے کوئی نہ کوئی مسئلہ ایسا پیش آتا ہے کہ دماغی طور پر حاضر ہونا پڑتا ہے۔"

درست کہتی ہو۔ صرف تو مجھے گھنٹے بعد اسے یہاں سے لے جاؤ اور جب تک اسے اپنے کسی محفوظ مقام تک نہ پہنچاؤ، تب تک اسی کے ساتھ لگی رہو۔ اس طرح میں اس کی جگہ کوئی ڈی سرنا لا سکوں گا۔"

"میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ تمہارا بے حد شکریہ، میں اب اسی کے پاس رہوں گی۔"

وہ اسی کے دماغ میں جم کر بیٹھ گئی۔ میرا مقصد پورا ہو گیا۔ اب وہ گھمنوں پاشا کے پاس نہیں جا سکتی تھی۔ یوں بھی اسے چھوڑ کر اس اطمینان سے آئی تھی کہ وہ تمام مقابلے جیت چکا ہے۔ برلن کالونی کا آقا بن گیا ہے۔ آئندہ علی پر آسانی سے قابو پا سکے گا پھر یہ کہ وہ بھائی کی رہائی پر کسی پاشا کو ترجیح نہیں دے سکتی تھی۔ اب چاہے قیامت آجاتی وہ بھائی کو چھوڑ کر جانے والی نہیں تھی۔

●●●★★●●●

یوگارڈ ویلج کے لوگوں نے بڑی گرمجوشی سے علی کا استقبال کیا۔ وہاں دوسری بستی کے لوگ بھی آئے ہوئے تھے چونکہ رات کو چراغاں نہیں کر سکتے تھے، بجلی یا گیس لائٹ کے انتظامات نہیں تھے اس لیے وہاں دن کے وقت ہی جشن منایا جاتا تھا۔ ویسے علی کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کے لیے لوگوں نے مشعلیں تیار کی تھیں اور رات کو دیر تک ناچنے گانے کا پروگرام بنایا تھا۔

وہاں ہر شخص علی کے قریب آنا اور اس سے مصافحہ کرنا چاہتا تھا۔ علی نے تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ حضرات کو یہ سمجھنا چاہیے کہ میں نے آپ کے حق میں چند فیصلے کر کے یہاں کے شہ زوروں کو ناراض کیا ہے۔ ناراض ہونے والے اچانک ہی حملہ کر کے مجھے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس لیے میری درخواست ہے کہ مجھ سے دور رہیں۔ مجھ پر کہیں سے بھی حملے ہوں تو قریب آنے والوں پر شبہ کیا جائے گا لہٰذا دور کی دوستی اور محبت میں ہم سب کی بہتری ہے۔"

ایک خسرے نے کہا۔ "ہم جسمانی طور پر نازک ہیں۔ ہمیں مار پیٹ کرایسا بنایا گیا ہے۔ ہمیں اس ظلم سے نجات دلاؤ۔"

علی نے کہا۔ "آج سے کوئی تم پر ظلم نہیں کرے گا۔ تم سب اپنی مرضی کی زندگی گزارو۔ اگر کوئی چوری چھپے تم میں سے کسی پر ظلم کرے گا تو میں اسے مار مار کر خسرا بنا دوں گا۔"

تمام خسروں نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں۔ ایک شخص نے پوچھا۔ "ہم عورت کے بغیر پہاڑ جیسی زندگی کیسے گزاریں گے؟"

دوسرے شخص نے کہا۔ "یہاں عورتوں اور کمسن لڑکیوں کی تعداد کل نو ہے اور ہم تقریباً ڈھائی سو ہیں جن میں ایک سو بیس کنوارے جوان ہیں، باقی بوڑھے اور ادھیڑ عمر کے لوگ ہیں۔"

ایک بوڑھے نے کہا۔ "ارے ہم کو بوڑھا کیوں کہتے ہو۔

ہماری زندگی میں بھی کبھی عورت نہیں آئی اور جب جوانی نہیں آئی تو بڑھاپا کیسے آجائے گا؟"

سب لوگ ہنسنے لگے۔ علی نے کہا۔ "میرے چند بزرگ ہیں جو مارکیو سان کے حکام سے تمہاری سماجی اور معاشرتی زندگی کے متعلق مذاکرات شروع کر رہے ہیں۔ ان مذاکرات کے نتیجے میں جلد ہی یہاں ہر عمر کی عورتیں آئیں گی اور تمہاری شادیاں کی جائیں گی۔ تم میں سے کوئی انسانی حقوق سے محروم نہیں رہے گا۔"

لوگ خوشی سے ناچنے لگے۔ بڑی دیر تک بے ڈھنگے سازوں کی آوازیں گونجتی رہیں۔ ڈھول، کلارنٹ اور گٹار جیسے ساز انہوں نے خود بنائے تھے کیوں کہ مہذب دنیا سے ایسی کوئی چیز انہیں نصیب نہیں ہوتی تھی۔ کچھ لوگوں نے انہیں بڑی مشکل سے خاموش کرایا پھر پوچھا۔ "ازدواجی زندگی گزارنے کے یہ خواب کب پورے ہوں گے؟"

علی نے کہا۔ "میں کل بتا سکوں گا۔ اگر اس سلسلے میں کوئی بڑی رکاوٹ پیش نہ آئی تو دو چار دنوں میں تم سب کی مرادیں پوری ہو جائیں گی۔"

یہ ان سب کے لیے زندگی کی سب سے بڑی خوشخبری تھی۔ ان کے دل تیزی سے دھڑکنے لگے تھے۔ ان کی نگاہوں کے سامنے حسین اور جوان عورتیں مسکرا رہی تھیں۔ وہ اپنی قربت سے جادو جگا رہی تھیں اور وہ ان کے ناز اٹھا رہے تھے۔ ان کی دنیا دور تک روشن اور رنگین ہوتی جا رہی تھی۔

ایک گوشے میں چند شہ زور کھڑے ہوئے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا۔ "یہ شخص جزیرے والوں کو جذباتی سپنے دکھا رہا ہے۔ یہ بے وقوف لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ قیدیوں کے جذبات کچل دیے جاتے ہیں۔ قید کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ انہیں عورت سے، دولت سے اور تمواروں کی خوشیوں سے محروم کر دیا جائے۔ یہ جس کا نام علی ہے کیا یہ انسونی کو ہونی بنا سکتا ہے؟ کیا یہ قیدیوں کو ایسی مراعات دلا سکتا ہے جو قیدیوں کے لیے ممنوع ہوتی ہیں؟"

دوسرے شہ زور نے کہا۔ "ہرگز نہیں۔ یہ شخص ان کے جذبات سے کھیل رہا ہے۔ اس کا باپ بھی اس جزیرے میں عورتوں کو نہیں لا سکے گا۔"

وہ اپنی دانست میں درست کہہ رہے تھے۔ کسی ملک یا جزیرے کے قوانین کو بدلنا آسان نہیں ہوتا لیکن ٹیلی پیتھی کی قوت کے سامنے بڑی بڑی طاقتیں گھٹنے ٹیک دیتی ہیں۔ میں نے مارکیو سان کے حکمران سے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ کیا مجھے جانتے اور پہچانتے ہو؟"

ایک حاکم نے کہا۔ "میں نے بہت نام سنا ہے۔ آج اپنے دماغ میں تمہیں سن بھی رہا ہوں۔ پہلے یہ قصے کہانیوں کی باتیں لگتی تھیں لیکن اب اپنے اندر تمہیں محسوس کر کے تمہارے وجود کا یقین کر رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "تو پھر میری جائز ہدایات پر عمل کرو۔"

"فرہاد صاحب! آپ جانتے ہیں کہ ہم امریکا کے جنوب مغربی جزیرے ہیں۔ ہم پر امریکی حکام مسلط ہیں۔ یہ جیسے احکامات صادر کرتے ہیں ہم اس پر عمل کرتے ہیں اگر آپ ان سے رابطہ کر کے ہم سے ہدایات پر عمل کرائیں تو مہربانی ہو گی۔"

میں نے کہا۔ "جب وہ جزیرے کی طرف پیش قدمی کریں گے تو میں ان سے نمٹ لوں گا۔ فی الحال تم سے کہتا ہوں کہ امریکی حکام نے ہولی مین کو سپر ماسٹر کے عہدے سے ہٹا کر مسٹر انتونی پاؤلیا کو سپر ماسٹر بنایا ہے۔ جب وہ جزیرے کے معاملات میں مداخلت کرے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔ ابھی تمہارے لیے وارننگ ہے کہ میری ہدایات پر عمل نہیں کرو گے تو میں تم سب کو دماغی مریض بنا دوں گا۔"

"جناب! آپ ہمیں تھوڑی مہلت دیں۔"

"یعنی تم لوگ امریکی حکام کو میری وارننگ سے آگاہ کرنا چاہتے ہو۔ اس کے لیے صرف آدھے گھنٹے کی مہلت دوں گا۔"

انہوں نے ٹیلی فون پر ہاٹ لائن کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور ہمیں وارننگ دے رہے ہیں کہ اگر ہم نے ان کی ہدایات پر عمل نہ کیا تو وہ ہم سب کو دماغی مریض بنا دیں گے۔"

وہاں سے کہا گیا۔ "آپ نئے سپر ماسٹر انتونی پاؤلیا سے بذریعہ معاون سپر ماسٹر سے رابطہ کریں۔"

انہوں نے سپر ماسٹر کے معاون سے رابطہ کرنے کے بعد میری وارننگ سنائی۔ معاون کے ذریعے سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "فرہاد اپنی کن ہدایات پر عمل کرانا چاہتا ہے۔"

مارکیو سان کے حاکم نے کہا۔ "ہم نہیں جانتے۔ ہمیں ڈر ہے کہ ہم ہدایات پوچھیں گے تو پھر ہمیں ان پر عمل بھی کرنا پڑے گا ورنہ وہ ہمیں ناقابلِ برداشت سزا دے گا۔"

"فرہاد سے کہو۔ مجھ سے بات کرے۔"

میں نے معاون کے ذریعے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تمہیں سپر ماسٹر بننے کی خوشی میں آئندہ پیش آنے والے مسائل اور مصائب کی مبارکباد دیتا ہوں۔"

"فرہاد صاحب! آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ میں تو آپ کا دوست بننا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر دوستی کا ثبوت دو۔"

"آپ حکم کریں۔"

"دوستی میں حکم نہیں دیا جاتا۔ مشورہ دیا جاتا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اپنی فوج کی کسی دستے کو مارکیو سان کے مرد قیدیوں والے جزیرے کی طرف نہ بھیجنا۔"

"مسٹر فرہاد! مارکیو سان اور اس کے اطراف کے جزیرے ہمارے ہیں۔ یہ ہمارا ملکی معاملہ ہے۔ آپ کیوں مداخلت کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "میں عارضی طور پر جہاں چاہتا ہوں اپنی مملکت قائم کرلیتا ہوں۔ وہ مروقیدیوں کا جزیرہ فی الحال میری مملکت ہے۔ جب تک وہاں میرا بیٹا علی ہے' وہاں کا ہر معاملہ میرا ہے۔ تم اپنے ملک اور اپنے عہدے کی سلامتی چاہتے ہو تو ادھر کا رخ نہ کرو اور مارکو سان کے حکام سے کہہ دو کہ میری ہدایت پر عمل کرتے رہیں۔ ورنہ مارکو سان کے دس جزیرے دنیا کے نقشے سے نابود ہو جائیں گے۔"

"ایسی تباہ کن باتیں نہ کرو۔ مجھے اعلیٰ حکام سے مشورہ کرنے کا موقع دو۔"

"میں نے مارکو سان کے حکام کو آدھے گھنٹے کی مہلت دی ہے جس میں سے پندرہ منٹ گزر چکے ہیں۔ میں مزید آدھے گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ مجھے صرف اتنا بتا دو کہ امریکی حکام اس معاملے سے دور رہیں گے یا نہیں؟"

"نیا سپر ماسٹر انتونی پاؤلیا اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو میرا چیلنج سنانے لگا۔ سب کی عقل میں یہ بات آئی کہ میرے خیال خوانی کرنے والے زیادہ ہیں۔ ان میں سلوانہ' موناررد اور ٹالبوٹ کا اضافہ ہو چکا ہے۔ مزید یہ کہ باربرا بھی شامل ہو گئی ہے۔ اس حساب سے میری ٹیلی پیتھی کی فوج ایسی یلغار کرے گی کہ سچ مچ وہ دس جزیرے سمندر میں غرق ہو جائیں گے۔

انہوں نے سپر ماسٹر کو مشورہ دیا "فی الحال پیچھے ہٹ جاؤ' فرہاد کو من مانی کرنے دو۔"

وہ بولا۔ "میں نے ابھی یہ عہدہ سنبھالا ہے ایک سپر ماسٹر کی حیثیت سے میدان چھوڑ دوں گا تو میرے سروس ریکارڈ پر دھبا لگ جائے گا۔ پلیز جیسی طرح شی تارا یا مرینا کو بلائیں میں کوئی خاطر خواہ جوابی کارروائی کروں گا۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "شی تارا اور مرینا کا پتا نہیں ہے وہ دونوں ہم سے رابطہ نہیں کر رہی ہیں۔ یقیناً فرہاد نے انہیں بے دست و پا بنا دیا ہے۔"

"بے دست و پا اسے کہتے ہیں جو ہاتھوں سے اور پیروں سے کام نہ لے سکیں لیکن وہ دونوں عورتیں خیال خوانی کے ذریعے چھپ کر رابطہ کر سکتی ہیں۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ خیال خوانی کرنے والوں سے چھپنا آسان ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو' اس وقت فرہاد ہماری باتیں نہیں سن رہا ہوگا؟"

سپر ماسٹر نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ "ہاں' وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ کچھ بھی سن سکتا ہے اور کہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"ہم اسی لیے کہتے ہیں۔ مارکو سان کے حکام اور فرہاد کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔"

انتونی پاؤلیا نے مارکو سان کے حکام سے رابطہ کیا اور ان سے کہا۔ "ہم جزیروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے' تم لوگ اپنے طور پر فرہاد سے معاملات طے کرلو۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ میں نے مارکو سان کے حاکم سے کہا۔ "دنیا کی سب سے بڑی سپر پاور کہلانے والی حکومت نے میرے مقابلے میں آنے سے انکار کر دیا۔ اس سے تم نے کیا سبق حاصل کیا؟"

حاکم نے کہا۔ "یہی کہ تم اس سپر پاور سے زیادہ پاور رکھتے ہو۔"

"نہیں' میں بھی ایک دن مر جاؤں گا اور موت سے پہلے کمزور ہو جاؤں گا لہٰذا سپر پاور اسے کہتے ہیں جو کبھی کمزور نہیں پڑتی۔ کبھی مرتی نہیں ہے اور وہ پاور صرف خدائے مطلق ہے۔"

"بے شک مسٹر فرہاد! تم درست کہتے ہو۔ ہمیں بتاؤ ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

"میں قیدی مردوں کے جزیرے میں تہذیبی اور اخلاقی زندگی چاہتا ہوں۔ انہیں انسانی زندگی کی سہولتیں فراہم کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسرے حاکم نے کہا۔ "قیدیوں کی سزائیں یہی ہوتی ہیں کہ انہیں آرام و آسائش اور سہولتیں نہ ملیں۔"

"جرم کرنے والوں میں ایک ذرا درندگی ہوتی ہے لیکن جزیرے میں انہیں جانوروں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور کر کے مکمل درندہ صفت بنا دیا جاتا ہے جب کہ مجرموں کی اصلاح ہونی چاہیے۔"

"ہم انہیں خوراک' دوائیں اور دوسری ضروری چیزیں پہنچاتے ہیں اور آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"بجلی' پانی' تیل' پختہ سڑکیں' گاڑیاں' اسکول' اسپتال' عبادت گاہیں۔ ان کا مہذب دنیا سے رابطہ اور ازدواجی گھریلو زندگی گزارنے کے لیے عورتیں....."

"جناب! پھر تو وہ جزیرہ جنت بن جائے گا۔ کالے پانی کی سزا نہیں رہے گی۔"

"انہوں نے کافی سزا بھگت لی۔ آئندہ وہ جزیرہ قیدیوں کی آماجگاہ نہیں رہے گا۔ میں جو کہہ رہا ہوں' آپ اس پر عمل کریں۔"

"جناب! وہاں کوئی عورت جانا پسند نہیں کرے گی۔"

"ہماری آج کی دنیا میں بے شمار عورتیں بن بیاہی بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ شادی کے خواب دیکھتے دیکھتے مر جاتی ہیں۔ مارکو سان میں ایسی سیکڑوں لڑکیاں اور عورتیں ہیں۔ اگر تم لوگوں نے کل صبح تک مختلف عمر کی لڑکیوں اور عورتوں کا انتظام نہ کیا تو میں تمہاری حکومت کا تختہ الٹ دوں گا۔ تمہاری جگہ میرے حکمران آئیں گے اور میری ہدایات پر عمل کریں گے۔"

"آپ ناراض نہ ہوں۔ ہم آپ کی ہدایات پر عمل کریں گے اگر ہمارے جزیرے سے لڑکیوں کی مطلوبہ تعداد پوری نہیں ہوگی تو ہم جنوبی امریکا سے جا کر لڑکیاں لے آئیں گے۔"

"صبح تک جنریٹر بھیج دیں تاکہ کل سے انہیں بجلی کی روشنی ملے۔ ابھی ہیلی کاپٹرز کے ذریعے مسلح سپاہیوں اور افسروں کو روانہ کریں۔ وہ جزیرے کے لوگوں کو آزادی کی خوشخبری سنائیں گے اور انہیں ہدایات دیں گے کہ کل شام سے پہلے صاف ستھرے ہو کر اچھے لباس پہن کر شمالی ساحل پر ایک قطار میں کھڑے ہو جائیں۔ وہاں آنے والی لڑکیاں جنہیں پسند کریں گی ان سے شادی کر دی جائے گی۔ کسی لڑکی پر جبر نہیں کیا جائے گا۔ وہاں جانے والے سپاہی ان آزاد ہونے والے قیدیوں کو قانون اور شرافت کی حدود میں رکھیں گے۔"

وہ میری تمام ہدایات نوٹ کر رہے تھے اور اسی وقت اپنے ماتحتوں کو احکامات دے رہے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ کسی طرح ایک بارہ برس کی لڑکی بہت عرصہ پہلے جزیرے میں پہنچ گئی تھی اب اس سے جو اولادیں ہوئی ہیں۔ ان میں نوعمر لڑکیاں اور پختہ عمر کی عورتیں ہیں سپاہیوں کو تاکید کی جائے کہ انہیں پریشان نہ کریں۔ وہ وہاں اپنی پسند کی زندگی گزاریں گی۔

میں وہاں کے حکام کے ساتھ تمام انتظامات کے سلسلے میں مصروف ہو گیا تھا۔ ادھر علی تیمور بوگارڈ ولیج میں تھا۔ بوگارڈ کے بڑے سے مکان میں آکر رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ اس کے ساتھ جزیرے کے تینوں آقا اور نو عمر لڑکیاں اور عورتیں تھیں۔ وہ سب علی سے بہت خوش تھیں اور زندگی میں پہلی بار ہنسنے بولنے اور مردوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کی آزادی کا لطف اٹھا رہی تھیں ورنہ اب سے پہلے انہیں سخت پابندیوں میں رکھا جاتا تھا۔

کھانے کے دوران اچانک گڑبڑ شروع ہو گئی۔ چند شہ زور اس مکان میں زبردستی گھس آئے۔ ان کے ہاتھوں میں کلہاڑیاں' درخت کاٹنے کے آرے اور ہتھوڑے وغیرہ تھے۔ علی دسترخوان سے اٹھ کر ایک طرف چلا آیا۔ بوگارڈ نے غصے سے پوچھا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے۔ یہاں ہم ایک مہمان کی خاطر تواضع کر رہے ہیں اور تم....."

ایک باڈی بلڈر نے کہا۔ "ہم تمہارے مہمان کی ایسی تواضع کریں گے کہ پھر کبھی یہ جزیرے کا رخ نہیں کرے گا۔"

ایک اور پہلوان نما شخص نے کہا۔ "طاقت سے عوام پر حکومت کی جاتی ہے اور عورت اس کی ہوتی ہے' جو چھین لینا جانتا ہے لیکن یہ تمہارا مہمان ہم سے کترا لوگوں کو عورتوں کا حقدار بنانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بوڑھے تاحیات یہاں کے آقا رہیں گے۔ یہ ہمیں منظور نہیں ہے۔"

علی نے کہا۔ "عورت چھین لینے کے لیے نہیں محبت کرنے کے لیے ہوتی ہے لیکن تم لوگ محبت کرنا نہیں جانتے۔ تمہاری یہ بات درست ہے کہ حکومت طاقت سے کی جاتی ہے۔ میں نے اپنی طاقت منوالی۔ تمہیں سمجھاتا ہوں کہ باہر چلے جاؤ ورنہ یہاں آپس میں ہی لڑ مرو گے۔"

وہ فضا میں ہتھوڑے والا ہاتھ اٹھا کر علی پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ ثانی نے اسے پلٹا دیا۔ اس نے اپنے ہی ساتھی کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ ہتھوڑے کی مار کھا کر' سر پھٹ گیا۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ دوسرے شہ زور نے گرج کر پوچھا۔ "پاگل کے بچے' تو نے اپنے ہی ساتھی کو مارا ہے۔"

دوسرے کے پیچھے کھڑے ہوئے تیسرے باڈی بلڈر نے کہا۔ "پاگل کا بچہ تو ہے۔ تو یہاں مرنے کے لیے آیا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے کلہاڑی سے حملہ کیا۔ دوسرا بوکھلا گیا سنبھلنے سے پہلے ہی کلہاڑی کا پھل شانے کی ہڈی توڑتا ہوا جسم میں اتر گیا۔ ثانی تنہا نہیں تھی۔ لیلیٰ اور سلمان بھی آگئے تھے۔ ان میں سے تین پہلوانوں کو آلہ کار بنا لیا تھا۔ وہ تینوں اپنے ہی ساتھیوں سے لڑتے ہوئے باہر چلے گئے تھے۔

بوگارڈ نے حیرانی سے کہا۔ "تعجب ہے۔ یہ مسٹر علی سے دشمنی کرنے آئے تھے اور آپس میں ہی لڑتے ہوئے باہر چلے گئے ہیں۔"

دوسری بار کالونی کے آقا جانسن نے کہا۔ "جو لوگ دلوں میں نیک جذبے رکھتے ہیں' ان کی مدد فرشتے کرتے ہیں۔ مسٹر علی پر خدا کی رحمت ہے۔"

علی نے مسکرا کر کہا۔ "مسز بوگارڈ نے بہت ہی لذیذ کھانے پکوائے ہیں۔ آئیں ہم کھانا تو پیٹ بھر کر کھالیں۔"

وہ سب دوبارہ دسترخوان کے اطراف بیٹھ گئے۔ ایک لڑکی نے کھانے کے دوران پوچھا۔ "علی انکل! کیا آپ کو مدد کرنے والے فرشتے نظر آتے ہیں؟"

"ہاں بیٹے! کبھی کبھی نظر آتے ہیں۔"

"میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں کہ فرشتے کیسے ہوتے ہیں۔"

اسی وقت ایک پہلوان کھلے ہوئے دروازے سے اندر آکر گرا پھر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس دروازے پر پاشا نے آکر اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے پھر سر جھکا کر بولا۔ "آقائی تیمور! آپ کا غلام حاضر ہے۔ اس بدبخت نے آپ کی شان میں گستاخی کی تھی اس لیے میں نے اسے جہنم میں پہنچا دیا ہے۔"

علی نے اس لڑکی سے کہا۔ "دیکھ لو بیٹی! یہی وہ فرشتہ ہے جو اکسار سے خود کو غلام کہتا ہے۔"

لڑکی خوش ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ علی نے کہا۔ "پاشا' آؤ اور ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔"

وہ بولا۔ "میں خاکسار ہوں' مسند نشیں کے ساتھ کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔ بندے کو غلام ہی رہنے دیں۔"

علی نے کہا۔ "صحت خداوندی کے سامنے نہ کوئی بندہ رہتا ہے نہ کوئی بندہ نواز۔ چلو آجاؤ۔"

وہ آکر ادب سے بیٹھ گیا۔ ثانی نے علی کے پاس آکر پوچھا۔ "یہ غلام پسند آیا؟"

"تم نے اسے کیا بنا دیا ہے؟"

"میں نے تخریبی عمل کے دوران کہا تھا کہ شیطان اور حیوان نہ بنو' بندے بنو۔ یہ بندۂ بے دام بن گیا ہے۔"

"جب شی تارا اس کے دماغ میں آئے گی تب بھی اس کے چور خیالات سے غیر معمولی سماعت و بصارت اور جسمانی اور دماغی توانائی کے فارمولے دریافت نہیں کر سکے گی۔ میں نے وہ تمام فارمولے نوٹ کر کے اس کے دماغ سے مٹا دیے ہیں۔"

"وہ نوٹس کہاں ہیں؟"

"میرے پاس ہیں۔ میں پاپا کو نوٹ کرا دوں گی لیکن ایک قباحت ہے۔ فارمولوں میں بہت سی باتیں اور الفاظ سمجھ میں نہیں آئے۔ پاشا نے اپنے ہاتھوں سے جو فارمولے لکھے ہیں انہیں ایک سیف میں چھپا کر رکھا ہے۔ وہ فارمولے پوری تشریح کے ساتھ واضح ہیں۔"

"وہ سیف کہاں ہے؟"

"صومالیہ کے ایک چھوٹے سے شہر بیضابہ میں ہے۔"

"یعنی افریقہ میں ہے۔ یہ کمبخت فارمولوں کو محفوظ رکھنے کے لیے اتنی دور گیا تھا۔"

"ہاں' اس نے سوچا تھا کہ یہ ترکی کا رہنے والا ہے۔ یورپ اور امریکا کی سیر کرتا رہتا ہے۔ دشمنوں کا تعلق بھی انہی ملکوں سے ہے کوئی افریقہ کی طرف دھیان نہیں دے گا کہ یہ وہاں لے جا کر فارمولے چھپائے گا۔"

"کیا بیضابہ پہنچنے کے بعد وہ فارمولے آسانی سے حاصل کیے جا سکتے ہیں؟"

"نہیں' بیضابہ سے پچیس میل دور گھنے جنگل میں ایک وحشی قبیلہ رہتا ہے۔ اس قبیلے کے سردار نے اسے بہت بڑے بت کے اندر چھپایا ہے۔ اس بت کی اونچائی بیس فٹ ہے۔ ایک چھوٹی سی پہاڑی کو تراش کر وہ بت بنایا گیا ہے۔"

"کیا وحشی قبیلے کے لوگوں نے پاشا کو نقصان نہیں پہنچایا؟"

اس نے وہاں جانے سے پہلے ان کی زبان سیکھ لی تھی پھر اپنی غیر معمولی جسمانی قوت اور سماعت و بصارت کے ذریعے ان کی نظروں میں دیوتا بن گیا تھا۔"

"ثانی! ان اصل فارمولوں کو حاصل کر کے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانا ہو گا۔ تم ابھی پاپا سے رابطہ کرو اور انہیں فارمولوں کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔ وہ اس سلسلے میں پلاننگ کریں گے۔"

وہ میرے پاس آ گئی۔ یہ فارمولوں کا راز صرف ہمیں معلوم تھا۔ کوئی دشمن یہ راز نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں چھپائے گئے ہیں پھر یہ کہ اب کوئی قاتل ذکر دشمن نہیں رہا تھا۔ سپر ماسٹر کو عارضی طور پر ٹھنڈا کر دیا گیا تھا اور شی تارا بھائی سرنا کے معاملے میں مصروف ہو گئی تھی۔ یہودیوں کے پاس ایک قاتل ذکر الپا رہ گئی تھی' جس کی کارکردگی کو انہوں نے بہت محدود کر رکھا تھا۔ اسے میدانِ عمل میں آنے نہیں دیا جا رہا تھا۔ یہی حال ٹیلی پیتھی جاننے والے ایران راسکا کا تھا۔ ماسک مین اسے ہم سے ٹکرانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

مختصر یہ کہ ہم مطمئن تھے۔ فی الحال ہمارے معاملات میں مداخلت کرنے یا کسی پریشانی کا سبب بننے والا کوئی نہیں تھا لیکن کبھی کبھی حالات کو سمجھنے اور دوستی دشمنی کا حساب کرنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ مجھ سے بھی غلطی ہو گئی۔

میں نے مرینا کو یہ سوچ کر شی تارا کے پاس جانے دیا تھا کہ شی تارا اس پر تخریبی عمل کرے گی اور اسے اپنی معمولہ بنائے گی تو اس کے دماغ کو لاک کرے گی لیکن ہم میں سے کوئی شی تارا کا لبہ اختیار کر کے مرینا کے چور خیالات کو پڑھ سکے گا۔ یوں ہم شی تارا کے اقدامات کو سمجھتے رہیں گے۔

پھر یہ کہ مرینا اپنے معیار سے گر چکی تھی۔ پے بے سرنا کی داشتہ بن گئی تھی۔ میں نے اس لیے بھی اصل سرنا کو شی تارا کے حوالے کر دیا کہ مرینا اپنے عاشق سرنا کے ساتھ رہے گی تو سرنا پر بھی ہماری نظر رہا کرے گی۔

لیکن گڑبڑ ہو گئی۔ میں نے شی تارا کی معصومیات معلوم کرنے کے لیے ایک بار مرینا کی دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ شی تارا کی سوچ کی لہروں کو بھی دماغ میں آنے نہیں دیا۔ اس کا مطلب یہی سمجھ میں آیا کہ شی تارا نے عمل کرنے کے دوران کوئی دوسری آواز اور لہجہ نقش کیا ہے۔ اب میں مرینا تک نہیں پہنچ سکتا تھا اور اس ناکامی کے بعد سرنا بھی میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

شی تارا نے اپنے بھائی کو حاصل کرتے وقت وعدہ کیا تھا کہ آئندہ میرے راستے میں نہیں آئے گی۔ اس نے وعدہ پورا کیا۔ خود پیچھے ہٹ گئی اور مرینا کو میری راہ پر لگا دیا۔ اس نے مرینا سے کہا۔ "تم میرا لہجہ اختیار کر کے پاشا کے پاس جاؤ گی تو وہ شی تارا سمجھ کر تم سے باتیں کرے گا۔ تم میرا رول ادا کرو اور معلوم کرتی رہو کہ علی جزیرے میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔"

مرینا یہی معلوم کرنے پاشا کے پاس آئی تو اس نے سانس روک لی۔ وہ شی تارا سے بولی۔ "پاشا تمہارے لہجے کو بھی قبول نہیں کر رہا ہے۔ سانس روک لیتا ہے۔"

شی تارا نے خود جا کر آزمایا تو واقعی اس نے بے مروّتی دکھائی اسے دماغ میں آنے نہیں دیا۔ تب وہ سمجھ گئی کہ علی کے خیال خوانی کرنے والوں نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔ مرینا نے کہا۔ "علی کے پاس ثانی آتی رہتی ہے۔ ہمیں علی کے دماغ میں کسی وقت بھی جا کر آزمانا چاہیے۔ جب وہاں ثانی ہو گی تو وہ ہمیں محسوس نہیں کرے گا۔"

شی تارا پہلے ہی شیلا کے باپ بریرن ہارورڈ کے دماغ میں جا چکی تھی۔ اس نے بریرن کے پاس آ کر دیکھا تو علی باقی دو آقاؤں اور وہاں کی عورتوں کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ پاشا بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ شی تارا نے مرینا سے کہا۔ "علی سر جھکائے خاموشی سے کھانا کھانے میں مصروف ہے۔ ہو سکتا ہے ثانی سے گفتگو میں مصروف ہو۔ تم اس کے دماغ میں جاؤ۔"

"تم وہاں جانے سے کیوں ڈرتی ہو؟"

"میں کلی سیون کے دماغ میں دو بار چھپ کر گئی تھی۔ فرہاد نے ہر بار میری چوری پکڑ لی پتا نہیں وہ کیسے سمجھ لیتے ہیں۔ علی نے بھی مجھے محسوس کیا تو میری پریشانی بڑھ جائے گی ابھی میں نے دوسرے بھائی سرنا کا برین واش نہیں کیا ہے۔ فرہاد پھر اس پر قبضہ جما لے گا۔"

مرینا علی کے دماغ میں پہنچی۔ شی تارا مرینا کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ ان کی توقع کے مطابق علی نے مرینا کو محسوس نہیں کیا۔ کیوں کہ ثانی وہاں بول رہی تھی۔ یوں نادانستگی میں پول کھول رہی تھی کہ پاشا نے کس طرح صومالیہ کے ایک وحشی قبیلے میں ان فارمولوں کو چھپایا ہے۔

شی تارا کی تو چاندی ہو گئی۔ بیٹھے بٹھائے ان فارموں کی خفیہ جگہ معلوم ہو گئی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے مرینا کو چوم کر بولی۔ "تم میرے لیے لکی ہو۔ تم نے مجھے دوسرے بھائی سرنا تک پہنچایا اور اب تمہارے ذریعے علی کے پاس پہنچنے سے اتنا اہم راز معلوم ہوا ہے۔"

مرینا نے کہا۔ "ابھی ثانی فرہاد کے پاس گئی ہے۔ ایسے وقت فرہاد بھی ہمیں اپنے اندر محسوس نہیں کرے گا۔"

"نہیں مرینا! وہ شیطانی کھوپڑی رکھتا ہے۔ اس کے پاس بھول کر بھی نہ جانا۔ ورنہ وہ محتاط ہو جائے گا۔"

"تم کہتی ہو تو نہیں جاؤں گی لیکن جانے سے یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ خود صومالیہ جائے گا یا کسی بیٹے وغیرہ کو وہاں بھیجے گا۔"

"وہ جو بھی پلاننگ کرے' جسے بھی وہاں بھیجے۔ وہاں پہنچ کر ان سے لازمی ٹکراؤ ہو گا۔ ہمیں ایسی پلاننگ کرنی چاہیے کہ ٹکراؤ بھی نہ ہو۔ فرہاد کو مجھ پر شبہ بھی نہ ہو اور وہ تمام فارمولے حاصل ہو جائیں۔"

سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے والی تدبیر مشکل ہی سے دماغ میں آتی ہے۔ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ تدبیریں سوچنے لگیں۔

❁❁❁✱✱❁❁❁

موجودہ دور میں کون سا ایسا مسلمان ملک ہے جو بڑے بڑے مسائل سے دوچار نہ ہو۔ کتنے ہی اسلامی ممالک میں خانہ جنگی جاری ہے۔ مسلمان آپس میں کٹ مر رہے ہیں۔ جو ممالک امیر کبیر ہیں' وہ امریکا کے زیرِ اثر ہیں۔ اس سپر پاور کے حکم کے بغیر یونیسیا کے مظلوم مسلمانوں کو مالی اور فوجی امداد نہیں دے سکتے۔ صرف ایمان افروز بیانات دے کر اس مسئلے کو ٹال رہے ہیں۔ پینتالیس برسوں سے کشمیری مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ نہیں ہو پایا۔

اسی طرح صومالیہ کی خانہ جنگی اور قحط سالی ثابت کر رہی ہے کہ آئندہ چند برسوں میں وہاں کوئی مسلمان زندہ نہیں رہے گا۔

اس سے پہلے کہ میں وہاں اپنی داستان کا سلسلہ جاری رکھوں' اپنے قارئین کو وہاں کا کچھ پس منظر دکھانا چاہتا ہوں۔ صومالیہ وسط افریقہ کے مشرقی ساحل پر ہے اور ساحلی شہر موگادشو اس کا دارالسلطنت ہے۔ یہاں چھبیس برس تک قائم رہنے والی آمریت نے ملک کو تباہی کے دہانے تک پہنچا دیا۔ اس حکومت کا خاتمہ ہوتے ہی خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ وہاں کئی گروہ بن گئے۔ علاقے تقسیم ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں طاقت کا مظاہرہ کر کے پورے ملک پر حکومت کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ ایسے میں خشک سالی نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ وہاں ایسا قحط پڑا کہ غریب عوام ایک ایک دانے کو ترس گئے۔ مغربی خبر رساں ایجنسیوں کے سروے کے مطابق وہاں بھوک اور بیماریوں سے روزانہ دو ہزار افراد مرتے ہیں۔

مرنے والوں کی یہ تعداد دیکھ کر غیر انسانیت کو شرم آنی چاہیے۔ اب تھوڑی تھوڑی شرم آ رہی ہے۔ امریکا اور دوسرے بڑے ممالک تھوڑی تھوڑی امداد بھیج رہے ہیں۔ سعودی عرب نے دس ملین ڈالر کا سامان متاثرین کے لیے بھیجا ہے۔ خانہ جنگی کے باعث یہ امداد بھی پوری طرح نہیں پہنچتی ہے۔ راستے میں لوٹ لی جاتی ہے۔

اب سوچا جا رہا ہے کہ مختلف ممالک سے مختصر سی فوج وہاں بھیجی جائے تاکہ ڈاکوؤں اور شرپسندوں کو گرفتار کیا جا سکے اور وہاں قانون کی عملداری ممکن بنائی جا سکے۔ ابھی صرف سوچا جا رہا ہے' آپس میں مشورے ہو رہے ہیں اُدھر خاک ہو جائیں گے وہ زلف کے سر ہونے تک۔

❁❁❁✱✱❁❁❁

باربرا تندرست ہو گئی تھی۔ پارس کے ساتھ ایک پارک میں ٹہل رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "میں نے کبھی کسی کے ساتھ نیکی کی ہو گی اسی لیے ایک نیک خاتون نے میرے ساتھ نیکی کی ہے۔ اگر وہ نہ ہوتیں تو اسپتال میں آپریشن کے بعد کتنے ہی خیال خوانی کرنے والے میرے دماغ میں گھس آتے۔"

پارس نے کہا۔ "دل صاف ہو' نیت اچھی ہو اور ارادے نیک ہوں تو راہ میں اچھے ہم سفر ملتے رہتے ہیں۔"

"کیا تم کچھ بتا سکتے ہو کہ وہ نیک خاتون کون ہو سکتی ہیں؟"

پارس جانتا تھا لیکن اپنی ماما آمنہ فرہاد کی روحانی قوتوں کے ذکر کی ممانعت تھی۔ اس نے کہا۔ "وہ نیک خاتون تمہارے پاس آتی رہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے اور تم مجھ سے پوچھ رہی ہو۔"

"اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ خاتون نے مجھے تمہارے پاپا پر بھروسا کرنے اور ان کے سائے میں رہنے کی ہدایت کی تھی۔"

"تم نے پاپا سے اس سلسلے میں دریافت کیا؟"

"ہاں' پاپا کہتے ہیں۔ وہ خاتون ان کے لیے بھی اجنبی ہیں۔ خاتون نے انہیں بھی ہدایت کی ہے کہ وہ مجھے اپنی بیٹی بنا کر میری حفاظت کریں۔"

"باربرا! ہماری زندگی میں بعض ایسی باتیں ہو جاتی ہیں' جو ہماری سمجھ سے بالا تر ہوتی ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ معمّا حل ہوتا رہتا ہے اور بات سمجھ میں آتی جاتی ہے۔"

"درست کہتے ہو۔ خاتون نے بھی مجھے کچھ اسی طرح سمجھایا تھا کہ کچھ باتیں اپنے ایک خاص وقت پر سمجھ میں آتی ہیں۔"

"یہ بتاؤ اب تم کیسی زندگی گزارنا چاہو گی؟"

"میرے ساتھی جیری نے دھوکے سے آپریشن کرا دیا لیکن میں ایک مکمل لڑکی بننے کے باوجود اپنے اندر عورت پن محسوس نہیں کرتی ہوں۔ میں بچپن ہی سے لڑکوں جیسی زندگی گزارتی آئی ہوں اور آئندہ بھی ایسی ہی زندگی گزاروں گی۔ ایکشن اور خطرات سے بھرپور۔"

"میری سونیا مما' پوپی آنٹی اور میری ہونے والی بھابی سونیا ثانی بھی ایکشن اور خطرات سے بھرپور زندگی گزارتی رہی ہیں لیکن وہ فطرتاً عورتیں ہیں اور عورت کے حصے کی زندگی بھی گزارتی ہیں۔"

"میری عقل نہیں مانتی کہ میں بھی ایسا کروں گی۔ پلیز پارس! مجھ سے خوب دوستی کرنا اور دوستی میں مجھ سے جان مانگ لینا۔ میں جان دے دوں گی لیکن مجھ سے عشق کبھی نہ کرنا۔"

"کیا تم ڈرتی ہو کہ میں تم سے عشق کروں گا تو تم اسیر ہو جاؤ گی؟"

"میں بھلا کیوں ڈروں گی؟"

"پھر دل والوں کو طلبگار بننے دو۔ تم اپنی ستم گری جاری رکھو۔ اپنا کام تم کرو۔ ہمارا کام ہمیں کرنے دو۔"

میں نے پارس کے پاس آ کر کوڈورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "باربرا سے کہو' میں موجود ہوں۔ میں جو باتیں کہوں گا' وہ تم اسے بھی سناتے جاؤ گے۔"

پھر میں پاشا کے اہم فارمولوں کے متعلق تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگا۔ تمام تفصیلات سے آگاہ ہونے کے بعد پارس نے کہا۔ "بظاہر تو ایسا ہی لگ رہا ہے کہ صومالیہ کے اس گھنے جنگل تک راستہ صاف ہے' کوئی رکاوٹ نہیں ہے لیکن میرا دل نہیں مانتا کہ کسی دشمن کو ان فارمولوں کی بُو نہیں ملی ہوگی۔"

میں نے کہا۔ "تم مطمئن نہیں ہو' یہ اچھی بات ہے لیکن صومالیہ کے شرپسندوں کے مختلف گروہ راہ کی رکاوٹیں بنیں گے۔"

باربرا نے کہا۔ "پاپا! ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ ہم وحشی قبیلوں کی زبان نہیں جانتے ہیں۔ ان سے دوستی کرنا اور ان کے دماغوں میں جانا محال ہوگا۔"

"بیٹی! میں چاہتا ہوں تم پارس کے ساتھ جاؤ۔"

"یہ تو میرے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔"

پارس نے کہا۔ "پاپا! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ وہاں کے بوام قام جنگلی گوریلا چڑی والیوں کو نمکین پانی میں ابال کر کھا جاتے ہیں۔"

"کیا میں تمہیں احمق نظر آتی ہوں۔ اب افریقہ میں انسان کا گوشت کھانے والے وحشی قبیلے نہیں رہے۔ میں تو ضرور جاؤں گی۔"

پارس نے مجھ سے کہا۔ "پاشا ان کی زبان جانتا ہے' کیا وہ بھی ہمارے ساتھ جائے گا؟"

"وہ ساتھ رہے گا تو اس کے پیچھے دشمن چلے آئیں گے۔ ٹی تارا اور پے پے سرنا ان فارمولوں کو ضرور حاصل کرنا چاہیں گے۔"

باربرا نے کہا۔ "ایک تدبیر ہے۔ میں پاشا کے دماغ میں جا کر وہ زبان سن سکتی اور سیکھ سکتی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "اچھی تدبیر ہے لیکن یوں سیکھنے میں کئی دن لگ جائیں گے۔ تنویمی عمل کے ذریعے وہ زبان تمہارے دماغ میں منتقل کی جا سکتی ہے۔"

"کیا یہ ممکن ہے پاپا؟"

"کیوں نہیں۔ پہلے میں تمہیں ٹرانس میں لا کر معمول بناؤں گا پھر اُدھر پاشا کے دماغ سے اس زبان کے الفاظ اور فقرے سنتا جاؤں گا اور ادھر تمہارے دماغ میں وہ سب کچھ منتقل کرتا جاؤں گا۔"

"یہ میرے لیے ایک نیا تجربہ ہوگا۔ میں تیار ہوں۔ آپ مجھ پر عمل کریں۔ ہم ابھی گھر جا رہے ہیں۔ میں بیڈ روم میں جا کر لیٹ جاؤں گی۔"

وہ پارس کی رہائش گاہ کی سمت جانے لگی۔ میں نے فرانس کے حاکم سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "صومالیہ کے فاقہ زدہ عوام کے لیے اناج' کپڑے اور دواؤں کی ضرورت ہے۔ آپ ایک ہیلی کاپٹر کا بھی انتظام کریں۔ ایک ٹیم بنائی جائے' جس میں صحافی فوٹو گرافر اور دوسرے رضاکار ہوں گے۔ اس ٹیم میں میرا بیٹا پارس اور ایک لڑکی باربرا ہوگی۔ وہ ٹیم ان دونوں کی رہنمائی میں کام کرے گی۔"

حاکم نے پوچھا۔ "کیا ٹیم میں جاسوس اور فائٹروں کو رکھا جائے؟"

"جی ہاں۔ ایسے افراد کو ترجیح دیں' جو افریقی جنگلات اور وہاں کے قبیلوں کے متعلق خاصی معلومات رکھتے ہوں۔"

میں بیک وقت کئی جگہ مصروف تھا۔ میں نے باربرا سے کہا۔

"ذرا انتظار کرو۔ میں جزیرہ مارکیوسان کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

مارکیوسان کے حکمران اور فوجی افسران میری ہدایت پر عمل کر رہے تھے۔ مردقیدیوں کے جزیرے میں مسلح پولیس کے تیس جوان اور چار افسران پہنچ گئے تھے۔ یو گارڈ ویلج کے ایک مکان کو تھانہ بنا لیا تھا۔ ریڈیو وائرلیس اور ٹرانسمیٹر وغیرہ پہنچ گئے تھے۔ تھانہ کو ایک سیٹلائٹ فون بھی تھا۔ ان ذرائع سے مارکیوسان کی انتظامیہ کا ایک سو میل دور تک رابطہ قائم تھا اور مردقیدیوں کے جزیرے میں ضرورت کی تمام چیزیں پہنچائی جا رہی تھیں۔

جزیرے کے لوگ اتنے خوش تھے کہ دوسرے دن انتظار میں تمام رات جاگتے رہے کیوں کہ دوسرے دن ہر شخص کے گھر میں دلہن آنے والی تھی۔ زندگی کی دوسری آسائشیں میسّر ہونے والی تھیں۔ انہیں پہلی بار بھرپور انسانی زندگی گزارنے کا موقع ملنے والا تھا۔

اب وہ ساحل پر بھی جا سکتے تھے اور سمندر میں نہا سکتے تھے۔ سب نے اس روز شیو کیا۔ اچھی طرح غسل کرنے کے بعد صاف ستھرے کپڑے پہنے پھر ساحل پر دور دور تک ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ ایک کے آگے کئی لالٹینیں گڑی ہوئی تھیں۔ ہر عمر کی لڑکیاں اور عورتیں رنگ برنگے لباس میں ایک ایک لالٹین کے نکل رہی تھیں اور ایک قطار میں ان مردقیدیوں کے روبرو کچھ فاصلے پر کھڑی ہو رہی تھیں۔ ان کے درمیان مسلح سپاہیوں کی دیواریں حائل تھیں۔

تمام مردقیدی ان عورتوں پر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ خوشی سے کھلے ہوئے منہ کو بند کرنا بھول گئے تھے۔ انہوں نے خواب میں بھی ایک عورت بھی نہیں دیکھی تھی۔ اب اتنی ساری دیکھ کر یقین نہیں آ رہا تھا کہ دنیا میں اتنی عورتیں پیدا ہوتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک ملنے والی ہے۔

لاؤڈ اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی۔ علی کہہ رہا تھا۔ "دوستو! میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا علی تیمور ہوں اور تمہیں ایک نئی آزاد اور انسانی زندگی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔"

"آج تمہاری زندگی میں عورت داخل ہو رہی ہے۔ اس عورت کے بغیر تم نے دیکھا ہے کہ انسان مہذّب نہیں رہتا اور غیر فطری زندگی گزارتے ہوئے جانور بن جاتا ہے۔ آج کے بعد سے تم دیکھو گے کہ ہماری یہ عارضی دنیا کیسے عورت سے مکمل ہوتی ہے۔ گھر گرہستی' تہذیب' سلیقہ' مرد کی مسرتیں اور اولاد کی خوشیاں سب اسی عورت کے دم سے ہیں۔

"اس عورت کو قبول کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ یہ تمہاری کنیزیں نہیں ہیں۔ دوست ہیں' شریکِ حیات ہیں۔ ان سے نرمی سے پیش آؤ۔ ان پر بے جا ظلم کرنا مذہب اور قانون کے خلاف ہے۔ تم میں سے جو شخص ان سے غلط رویّہ اختیار کرے گا اسے سخت سزائیں دی جائیں گی۔ جو ان پر مہربان رہے گا اور ان کے ساتھ محبت سے پیش آئے گا اسے اچھا گھر' اچھی اولاد اور اچھا مستقبل ملے گا۔

"اور میں ان عورتوں سے مخاطب ہوں۔ میری بہنو! اگر تم میں سے کسی پر جبر کیا گیا ہے اور یہاں جبراً لایا گیا ہے تو وہ میرے پاس چلی آئے۔ میں اسے عزت آبرو کے ساتھ اس کے گھر پہنچا دوں گا۔

"تم نے' تمہارے والدین نے اور سرپرستوں نے بیان دیا ہے کہ تم اپنی مرضی سے' اپنی خوشی سے یہاں شادی کر کے گھر بسانا چاہتی ہو۔ تم میں سے ہر لڑکی کو یہ حق ہے کہ وہ گھوم پھر کر اس جزیرے کے ہر شخص کو دیکھے' اس سے کچھ باتیں کرے پھر جیون ساتھی بنانے کے لیے اسے پسند کرے۔ اس وقت شام کے چار بجے ہیں۔ رات کے نو بجے تک تمہاری شادیاں کر دی جائیں گی۔

"یہاں یہودیوں کے لیے ربّی' عیسائیوں کے لیے پادری اور مسلمانوں کے لیے قاضی موجود ہیں۔ یہ معزز مذہبی پیشوا تم لوگوں کا نکاح پڑھائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ تم سب یہاں مہذّب انسانوں کی طرح زندگی گزارو گے؟"

علی کے بعد ایک پولیس افسر نے مائیک پر آ کر کہا۔ "تم سب اس ساحلی علاقے میں صرف تین کلو میٹر کی حدود میں رہو گے۔ بدتمیزی اور بداخلاقی کا مظاہرہ کرنے والوں سے سختی سے نمٹا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی لڑکیوں کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور پوری آزادی سے جیون ساتھی کا انتخاب کریں۔"

پھر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے موسیقی دور تک گونجنے لگی۔ تقریباً پچاس برس کے بعد پہلی بار اس جزیرے کے لوگ موسیقی سن رہے تھے ورنہ وہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بے ڈھنگے ساز بجایا کرتے تھے۔ سر' سنگیت' رنگ' پیرہن' شاعری اور حسن و شباب نہ ہوں تو دنیا میں صرف ویرانی اور سناٹا رہ جائے گا۔ وہ لڑکیاں ہاتھوں میں پھول لیے گھوم رہی تھیں۔ ان مردقیدیوں کو اچھی طرح دیکھ رہی تھیں' ان سے باتیں کر رہی تھیں۔ جو دل کو نہیں بھاتا تھا' اسے چھوڑ کر آگے بڑھ جاتی تھیں۔ اکثر مرد ان کی خوشامدیں کر رہے تھے۔ "مجھے پسند کر لو۔ میں تمہارے ناز اٹھاؤں گا۔"

کوئی کہہ رہا تھا۔ "میں کھانا پکانا جانتا ہوں۔ گھر کے سارے کام کر لیتا ہوں۔ اپنے آنگن میں جھولا ڈالوں گا اور تمہیں جھلاتا رہوں گا۔"

ایک پہلوان ایک حسین عورت سے کہہ رہا تھا۔ "مجھ پر مہربان ہو جاؤ' خدا تم پر مہربان ہوگا۔ میں بہت شہ زور ہوں لیکن عورت کے بغیر کمزور ہوں۔ تم میری شہ زوری بن جاؤ۔"

وہ جزیرہ بہت خوبصورت ہو گیا تھا۔ وہاں کا ہر شخص درندگی نہیں محبت چاہتا تھا اور محبت مانگ رہا تھا۔ محبت ایسی چیز ہے جو ہر دل میں ہوتی ہے اور ہر آنکھ سے ملتی ہے۔ انہیں بھی ایک ایک کر کے مل رہی تھی۔ گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں سب نے ایک دوسرے کو پسند

کرلیا۔ حتیٰ کہ بوڑھوں کو بھی عمر رسیدہ عورتیں مل گئیں۔ صرف وہ رہ گئے جو مقابلوں میں زخمی اور اپاہج ہو گئے تھے۔ انہیں علاج کے لیے مارکیو سان بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔

برین ہارورڈ کا داماد یعنی شیبا کی بڑی بہن کا شوہر بھی وہاں کسی حسینہ کی نظرِ کرم کے لیے آیا تھا۔ برین نے پوچھا۔ "تم کیوں آئے ہو؟ تم تو میری بیٹی کے شوہر ہو۔"

وہ بولا۔ "شوہر تھا۔ اب نہیں ہوں۔ پتا نہیں وہ کل رات سے کہاں بھاگ گئی ہے۔"

علی نے کہا۔ "وہ اس جزیرے سے باہر نہیں جا سکے گی۔ اسے تلاش کرو۔"

"میں صبح سے تلاش کرتا رہا ہوں۔ جو عورت مجھے پسند نہیں کرتی میں اسے بیوی بنا کر نہیں رکھوں گا۔ آج نئی شادی کروں گا۔"

ثانی نے کہا۔ "علی! اس نے آج صبح منہ اندھیرے ہی اپنی بیوی کو قتل کیا ہے اور اسے اپنے گھر کے قریب دریا کے پاس دفن کیا ہے۔"

علی نے پولیس افسر سے کہا۔ "اس کمبخت کے ساتھ جاؤ۔ یہ بتائے گا کہ اس نے اپنی بیوی کو قتل کر کے کہاں چھپایا ہے۔ ثبوت ملتے ہی آپ اسے بھی یہاں لا کر تمام لوگوں کے سامنے سزائے موت دیں تاکہ دوسرے بھی عبرت حاصل کریں اور دوسری حاصل کرنے کے لیے پہلی بیوی پر کوئی ظلم نہ کریں۔"

وہ اسے پکڑ کر لے گئے۔ قاتل کبھی نہ بتاتا کہ اس نے لاش کہاں چھپائی ہے لیکن ثانی نے اس کے اندر رہ کر اسے مجبور کیا۔ اس نے وہ جگہ بتائی جہاں سے کھدائی کے بعد وہ لاش برآمد ہو گئی۔ اس شخص کو پھر ساحل پر لایا گیا اور لوگوں سے کہا گیا کہ سب اسے دو دو ہاتھ ماریں۔ اب پولیس اور فوج کو ملا کر وہاں سوا تین سو افراد ہو گئے تھے۔ ان کی مار کھاتے کھاتے وہ نیم مردہ ہو گیا۔ تقریباً ڈھائی سو عورتیں اس پر تھوکتی رہیں' آخر اسے گولی مار کر سمندر میں پھینک دیا گیا۔

ان تمام عورتوں کو پہلے سے سمجھا دیا گیا تھا کہ جس شخص نے سرخ رنگ کی شرٹ پہنی ہو گی' اسے کوئی جیون ساتھی بنانے کے لیے پسند نہ کرے۔ پاشا نے وہ شرٹ پہنی تھی۔ وہ پچھلی رات سے ہی علی کی خوشامد کر رہا تھا کہ جزیرے میں عورتیں آئیں گی تو ان میں سے ایک اسے بھی ملنی چاہیے۔

علی نے اسے سمجھایا۔ "تم یہاں ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آئے ہو۔ ہم جلد ہی یہاں سے چلے جائیں گے۔"

وہ بولا۔ "اس غلام کو اپنے ساتھ نہ لے جاؤ۔ میں یہاں کسی حسینہ کے ساتھ ساری عمر گزاروں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم یہی چاہتے ہو تو کل طلبگاروں کی قطار میں کھڑے ہو جانا اور یہ یاد رکھنا کہ تم کسی کو پسند نہیں کرو گے۔ کوئی تمہیں پسند کرے گی۔"

جب لڑکیاں ساحل پر آئیں تو وہ بھی قطار میں کھڑا ہوا تو ایک سے ایک حسین لڑکی اس کے پاس آتی تھی پھر اس کی سرخ شرٹ دیکھ کر آگے چلی جاتی تھی۔ اس نے کہا۔ "ارے! یہ کیا؟ کوئی آتی ہے' ٹھیک طرح دیکھتی بھی نہیں اور آگے چلی جاتی ہے۔"

اس نے ایک لڑکی سے کہا۔ "سنو! مجھے ذرا انچی طرح دیکھ کر سر سے پاؤں تک کوئی عیب نہیں ہے۔ میں اتنا طاقتور ہوں کہ گھونسا مار کر پہاڑ توڑ سکتا ہوں۔"

وہ لڑکی سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ "اوہ گاڈ! تم تو پکڑتے ہی ہڈی پسلی توڑ دو گے۔"

وہ آگے بھاگ گئی۔ پاشا نے سوچا۔ "غلطی ہو گئی۔ کسی ڈاکو اندام کے سامنے پہلوان نہیں بننا چاہیے۔ اب میں شکل نہیں بگھاروں گا۔"

دوسری لڑکی آئی تو اس نے کہا۔ "میں ایک عام سا انسان ہوں۔ محنت سے کماتا ہوں۔ تمہیں تینوں وقت کھلاؤں گا۔ میں کوئی غیر معمولی طاقت والا نہیں ہوں۔ کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتا۔"

وہ بولی۔ "اگر دو چار غنڈے مجھے پکڑ لیں تو تم تماشا دیکھو گے کیوں کہ طاقت ور نہیں ہو اور لڑنا جھگڑنا نہیں جانتے ہو۔"

"ہاں' مگر۔۔۔"

"اگر مگر کچھ نہیں۔ جیون ساتھی کے لیے ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔"

وہ آگے بڑھ گئی۔ سرخ ستارے سے دور چلی گئی۔ تیسری لڑکی نے اس نے ہونٹوں کو سختی سے بند کر لیا یہ طے کر لیا کہ کچھ نہیں بولے گا۔ تیسری نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا تم کچھ کہنا چاہو گے؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ افسوس کے انداز میں سر ہلا کر بولی۔ "بیچارہ گونگا ہے۔"

وہ جھلا کر بولا۔ "کیا میں تمہیں گونگا نظر آتا ہوں؟"

وہ سہم کر بولی۔ "تم تو ذرا سی بات پر غصہ ہو گئے۔ تمہارے ساتھ زندگی نہیں گزرے گی۔ سوری۔"

وہ بھی چلی گئی۔ ابھی بہت سی تھیں۔ پاشا کو پھر غلطی کا احساس ہو گیا تھا کہ عورت کو غصہ دکھانے سے وہ کبھی نکاح قبول نہیں کرے گی۔ اس بار اس نے آنے والی کے سامنے خوش مزاجی دکھائی۔ مسکراتے ہوئے بولا۔ "میرا نام یوسف البہران ہے اور تمہارا نام؟"

وہ ناگواری سے بولی۔ "اونہہ' تو تم سعودی عرب کے ہو' نہ اسرائیلی ہو۔"

وہ حسینہ یہودی تھی۔ وہ بھی چلی گئی۔ وہ پیچ و تاب کھاتے ہوئے سوچنے لگا۔ "آخر کیا بات ہے؟ کوئی مجھے گھاس نہیں ڈال رہی ہے۔"

اس نے پاس کھڑے ہوئے شخص سے پوچھا۔ "کیا میرے جبڑے کا کانک لگی ہے یا میں بدصورت نظر آتا ہوں۔"

وہ شخص جواب نہ دے سکا۔ اسے ایک حسینہ پسند کر کے لے گئی۔ اس کے دوسری طرف کھڑا ہوا شخص بھی ایک عورت کے ساتھ چلا گیا۔ سب ایک ایک کر کے جا رہے تھے۔ قطار ختم ہوتی جا رہی تھی۔ جو اس سے عمر میں زیادہ تھے اور اس کی طرح صحت مند تھے بلکہ بیمار نظر آتے تھے' انہیں بھی لڑکیاں پسند کر کے لے گئیں۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ اکیلا کھڑا رہ گیا تھا۔

علی نے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے کہا۔ "پاشا! میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا کہ کسی کے طلبگار نہ بنو۔ بہرحال بزرگ کہتے ہیں کہ رشتے آسمانوں پر طے ہوتے ہیں۔ تمہارا رشتہ بھی آسمان پر طے ہو چکا ہے۔ وہ دیکھو تمہارے لیے آسمان سے اتر کر آ رہی ہے۔"

پاشا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ لانچ کی بلندی سے ایک حسینہ اتر رہی تھی۔ اس نے بہترین لباس پہنا تھا۔ دلہن کی طرح بن سنور کر آ رہی تھی۔ پاشا اسے دیکھتے ہی گھبرا کر بولا۔ "مریم! نہیں نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ میں یہاں سے بھاگ جاؤں گا۔"

وہ بھاگنے لگا۔ ایک افسر نے اسے ریوالور کے نشانے پر رکھ کر پوچھا۔ "بے وقوف کے بچے! اس جزیرے سے کوئی باہر نہیں جا سکتا۔ تم بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟ جہاں جاؤ گے وہاں یہ آسمانی رشتہ نہیں نظر آئے گا۔ شرافت سے قبول کر لو۔"

وہ شکست خوردہ سا ہو کر ریت پر بیٹھ گیا۔

****

شی تارا نے قدیمی سرنا کو حاصل کرتے ہی اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس سے نشے کی عادت چھڑا دی تھی پھر سرنا نے نارمل ہونے کے بعد بچپن سے اب تک کی کچھ ایسی باتیں سنائی تھیں جو صرف سگے بھائی کو ہی معلوم تھیں پھر اس کی نشست و برخاست اور ایک ایک حرکت سے ثابت ہوتا تھا کہ وہی سگا بھائی ہے کوئی ڈمی سرنا ایک ایک حرکت اور اپنے فطری مزاج کا مظاہرہ اس طرح نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے نارمل ہونے کے بعد بہن سے پوچھا۔ "بھائی کی جان! تو کہاں ہے؟ میرے سامنے کیوں نہیں آتی؟"

"تو جانتا ہے بھائی! میں پہلے بھی کسی کے سامنے نہیں آتی تھی۔"

"لیکن میری آنکھوں میں ٹھنڈک بن کر رہتی تھی۔"

"ہاں' اب بھی رہوں گی لیکن حالات سازگار نہیں ہیں۔ نشے نے تیرے حساس دماغ کو ناکارہ کر دیا ہے۔ تو پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔"

"اس کے باوجود برسوں کی عادت موجود ہے۔ ڈیڑھ گھنٹے نہ کی دس منٹ کے لیے ضرور سانس روک لیتا ہوں۔"

"بھائی! تجھے ڈیڑھ گھنٹے کے ٹارگٹ تک پہنچنا ہے جس دن وہ کھوئی ہوئی توانائی حاصل کر لے گا مجھے یقین ہو جائے گا کہ تو فرہاد کے طلسم سے نکل گیا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "فرہاد نے مجھے بہت ذلیل و خوار کیا ہے۔ مجھے اپنی آتما شکتی اور جسمانی قوت پر بڑا ناز تھا لیکن اس نے مجھے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔"

"بھائی سرنا! وہ باپ بیٹے بڑے چالاک ہیں' مقابل کو تگڑا دیکھ کر مقابلہ نہیں کرتے' اسے مکاری سے زیر کرتے ہیں۔ یوسف پاشا غیر معمولی جسمانی قوت کا مالک ہے۔ کسی فولادی روبوٹ کو بھی توڑ سکتا ہے لیکن وہ لڑنے کے فن سے واقف نہیں ہے۔ علی نے اسے داؤ پیچ سے اور مکارانہ چالوں سے شکست دے کر اپنا غلام بنا لیا ہے۔"

"یہ یوسف پاشا کون ہے؟"

اصل پے پے سرنا کو پاشا کی غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی قوتوں کے متعلق کچھ نہیں معلوم تھا۔ پاشا ایسے وقت منظرِ عام پر آیا تھا جب سرنا میری قید میں پہنچ گیا تھا۔ شی تارا اسے پاشا کے متعلق بتانے لگی۔ سرنا حیرانی سے سن رہا تھا۔ بہن نے اسے یہ نہیں بتایا کہ پاشا کے کچھ فارمولوں کا سراغ مل گیا ہے اور وہ صومالیہ کی سمت جانے کے لیے تول رہی ہے۔ اسے شبہ تھا کہ میں سرنا کے اندر چھپ کر ان کی باتیں سن رہا ہوں۔ اسی لیے وہ سگے بھائی سے بھی راز چھپا رہی تھی۔

سرنا نے کہا۔ "بہن تارا! یہ پاشا تو زبردست صلاحیتوں کا مالک ہے۔ یہ ہمارے لیے بہت بڑی طاقت بن سکتا تھا۔ تو نے اسے ہاتھ سے جانے دیا' یہ کیوں نہیں کیا۔"

"میں کیا کرتی۔ تیرے بعد اکیلی رہ گئی تھی۔ مجھے کئی محاذوں پر لڑنا پڑتا تھا۔ میں تیری رہائی اور سلامتی کے سلسلے میں ادھر مصروف رہی' ادھر علی اور ثانی نے پاشا کو غلام بنا لیا۔"

"تجھے پاشا نہیں مل سکا لیکن اب ہمیں اس کے فارمولوں کو کسی طرح حاصل کرنا ہو گا۔"

"یہ بھی ناممکن ہو گیا ہے۔ ثانی نے اس کے چور خیالات پڑھ کر تمام فارمولے معلوم کر لیے ہوں گے۔"

"میں پاشا کو ان سے چھین کر لے آؤں گا۔"

"اس کے لیے جوش میں نہ آ اور جلدی نہ کر۔ پاشا کے دماغ میں وہ فارمولے نامحیات محفوظ رہیں گے۔ ہم کوئی مناسب موقع دیکھ کر کسی دن اسے حاصل کر لیں گے اور وہ تمام فارمولے اس کے دماغ سے چرا لیں گے۔ اس مقصد کے لیے تجھے جلد سے جلد پہلے جیسا سرنا بن جانا چاہیے۔"

میں ان بہن بھائی کی باتیں سن رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ شی تارا کو وہ جگہ معلوم نہیں ہے جہاں وہ فارمولے چھپائے گئے ہیں۔ اس نے کئی بار مجھ سے نقصانات اٹھا کر اب سنبھلنا اور میرے خلاف چالیں چلنا سیکھ لیا تھا اور وہ بڑی کامیابی سے مجھے

دھوکا دے رہی تھی۔

وہ اپنی جگہ۔ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ سوچنے لگی فرہاد وہ فارمولے حاصل کرنے خود صومالیہ جائے گا یا اپنے کسی بیٹے کو بھیجے گا؟"

دراصل وہ خود بھیس بدل کر جانا چاہتی تھی۔ ارادہ تھا کہ مرینا ایک مضبوط ٹیم بنا کر وہاں جائے گی۔ اس کے پیچھے وہ خود رہے گی۔ مرینا کو بھی نہیں بتائے گی کہ وہ اس کے قریب ہی کہیں موجود ہے۔

ابھی خود جانے کا مصمم ارادہ نہیں تھا۔ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ وہاں پارس جانے والا ہے تو وہ خواب میں بھی اُدھر نہ جاتی۔ اسی لیے یہ جاننا ضروری تھا کہ ہم باپ بیٹوں میں سے کون جا رہا ہے؟

یہ معلوم کرنے کے لیے پارس کے پاس آئی۔ اس نے پوچھا۔ "کوڈورڈز سناؤ۔"

"میں شی تارا ہوں۔"

"اچھا تارا ہو۔ کیا قسمت کا تارا چمکانے آئی ہو۔"

"تمہارے پاس کبھی چمکنے نہیں آؤں گی۔"

"کیا بجھنے آئی ہو؟"

"توبہ ہے' بہت بولتے ہو۔ میرے آنے کی وجہ نہیں پوچھو گے؟"

"اتنی دیر سے یہی پوچھ رہا ہوں لیکن پوچھنے کا انداز تمہاری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"پہلے تو میں تمہارے پاپا کی عظمت کا اعتراف کرنے آئی ہوں۔ انہوں نے میرے سگے بھائی کو رہا کر دیا ہے۔ اب وہ میرے پاس ہے۔"

"خوشی ہوئی کہ تم نے پاپا کی عظمت کو سمجھا ہے۔ اپنے بھائی کی جلدی شادی کر دو۔ ورنہ پہلے کی طرح آزاد گھومتا رہے گا تو آئندہ میونسپلٹی والے پکڑ کر لے جائیں گے۔"

"فضول باتیں بہت کرتے ہو۔ میرے آنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آج کل تم خوابوں میں آنے لگے ہو۔"

"بھوکے پیٹ سوتی رہو گی تو ایسے ہی مرغ مسلم نظر آتے رہیں گے۔"

"کیا تم مذاق سمجھ رہے ہو؟"

"اور کیا سمجھوں؟ تمہارے ستارے کہتے ہیں' میرے قریب نہ آؤ' پھر خوابوں میں کیسے آتا ہوں؟"

"یہ نفسیاتی حقیقت ہے۔ اگر کوئی دل میں دھڑکتا ہو اور زبان سے محبت کا اعتراف نہ کیا جائے اور خواہ مخواہ نفرت کی جائے تو وہ پیاری پیاری سی کر خوابوں میں آتا ہے۔"

"یعنی تم دل ہی دل میں مجھے چاہتی ہو۔ صرف زبان سے انکار کرتی ہو۔"

"ہاں' اب تک میں یہی کوشش کرتی رہی کہ دل سے تمہاری محبت نوچ کر پھینک دوں لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔"

"اب کیا ارادے ہیں؟"

"میرا بس چلے تو میں اڑ کر تمہارے پاس چلی آؤں لیکن میرا دھرم میری پکی ہوں۔ تمہارے پاس آنے سے میرا دھرم نشٹ ہو جائے گا۔ کیا تم مجھے نقصان پہنچا کر محبت کرنا چاہو گے؟"

"میں نے کبھی ایسا نہیں کہا اور نہ کبھی ایسا کروں گا۔ تمہارے ستارے کہتے ہیں' میں کبھی تمہیں دھرم بدلنے کے لیے نہیں کہوں گا۔"

"کیا سچ کہتے ہو؟"

"بالکل سچ' تم آزما لو۔ اگر کبھی ایسا کہوں تو منہ پھیر کر چلی جانا۔"

"میں نے اب تک ڈی شی تارا کے ذریعے تمہیں دیکھا۔ اب اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں لیکن پہلے چھپ چھپ کر دیکھوں گی۔"

"کیا تم نے میرے ریکارڈ میں میری تصویر اور ویڈیو فلم نہیں دیکھی ہے؟"

"تصویر اور فلم کی بات اور ہے اور یوں سچ مچ آنکھوں کے سامنے تمہیں دیکھوں گی تو ہائے نہ جانے میری محبت اور دیوانگی کا کیا عالم ہو گا۔"

"تو پھر کب آ رہی ہو؟"

"تم وہیں سمرقند میں ہو نا؟"

"یہاں سے جانے کا ارادہ تھا لیکن اب نہیں جاؤں گا۔ یہاں اپنے سارے وجود کو آنکھیں بنا کر تمہارا انتظار کروں گا۔"

"میں پرسوں آؤں گی۔ دو دنوں تک چھپ کر تمہیں دیکھتی رہوں گی پھر تیسرے دن تم سے ملاقات کروں گی۔"

"گویا آج سے پانچویں دن ملاقات کرو گی۔ اتنے دنوں تک مجھے بے چینی میں مبتلا رکھو گی۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "تم جتنے بے چین رہو گے' اتنی ہی محبت بڑھتی جائے گی۔ اچھا میں جا رہی ہوں۔ پرسوں آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس ایک لائبریری میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ افزقہ کے وحشی قبیلوں کے متعلق وہاں پڑھنے آیا تھا۔ یوں تو وہ ان کے متعلق بہت کچھ جانتا تھا لیکن پاشا کے ذریعے جس قبیلے کا علم ہوا تھا ان کے متعلق تفصیلی معلومات چاہتا تھا۔

باربرا اس کی رہائش گاہ میں تھی۔ میں ایک بار اس پر عمل کر کے وحشی قبیلے کی زبان بڑی حد تک اسے ذہن نشین کرا چکا تھا۔ دوسری بار آج رات کو عمل کرنے والا تھا تاکہ وہ پوری طرح زبان سیکھ لے۔ پارس نے لائبریری سے فون کر کے باربرا کو مخاطب کیا۔ پھر کہا۔ "پاپا سے کہو' میرے پاس آئیں۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

"میں ابھی پاپا سے کہتی ہوں۔"

باربرا نے مجھے پیغام دیا۔ میں نے کہا۔ "بیٹے! تم میرے دماغ میں رہو۔ وہ ضرور کوئی اہم بات کہنے والا ہے۔"

میں نے پارس کے پاس آ کر کوڈورڈز ادا کیے۔ اس نے بتایا کہ شی تارا آئی تھی۔ اس کی باتوں سے یہ سمجھ میں آیا ہے کہ وہ پارس کو پانچ دنوں تک سمرقند میں روکنا چاہتی ہے۔ میں نے تمام باتیں تفصیل سے سننے کے بعد کہا۔ "وہ شاید تمہیں ٹریپ کرنا چاہتی ہے۔ ان پانچ دنوں کے اندر تمہیں قیدی بنا کر اپنے بھائی سرنا کا انتقام مجھ سے لینا چاہتی ہے۔"

میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی سمجھتا جب کہ اس کی چال غلط سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ صرف یہ دیکھ کر اور دماغی رابطہ پارس سے قائم رکھ کر مطمئن رہنا چاہتی تھی کہ وہ سمرقند میں ہی ہے اور صومالیہ نہیں جا رہا ہے اور جب ایسا ہے تو وہ خود صومالیہ جا کر ان پانچ دنوں کے اندر وہ فارمولے وہاں سے لے آئے گی۔

میں نے کہا۔ "ابھی تمہاری امی لیلیٰ آئیں گی۔ وہ تمہارے ذہن سے تمہاری اپنی آواز اور لہجے کو مٹا دیں گی۔ یہ آواز اور لہجہ ڈی پارس کو ذہن نشین کرا دیں گی۔ تم آج کسی پہلی فلائٹ سے باربرا کے ساتھ پیرس جاؤ۔ کل صبح تک پیرس سے ڈی پارس سمرقند آ جائے گا۔"

میں اور شی تارا اپنی اپنی جگہ اپنی سمجھ کے مطابق چالیں چل رہے تھے۔ شی تارا نے پارس سے معاملات طے کرنے کے بعد سوچا۔ پارس صومالیہ نہیں جائے گا۔ اگر جانا ہوتا تو پانچ دنوں تک سمرقند میں رہنے کے لیے راضی نہ ہوتا۔

اسے بڑی حد تک یقین ہو گیا کہ علی جائے گا پھر یہ عقل میں آنے والی بات تھی کہ پاشا وحشی قبیلے کی زبان جانتا تھا۔ اس نے وہ فارمولے ایک بہت بڑے بت کے اندر چھپائے تھے اور اب وہ علی کا غلام تھا۔ اپنے آقا کے ساتھ وہاں جا کر کسی حیل وحجت کے بغیر وہ فارمولے اس کے حوالے کر سکتا تھا۔

وہ اپنے اس خیال کی تصدیق کے لیے شیبا کے دماغ میں آئی پتا چلا علی اور پاشا مکان کے باہر وہاں کے آقاؤں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیبا برین ہارورڈ کے دماغ میں آئی۔ پورے جزیرے میں خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ ہر گھر میں عورتیں اور مستریں پہنچ گئی تھیں۔ تینوں آقا علی اور پاشا کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔ علی نے کہا۔ "ہم نے اس جزیرے میں آ کر اپنے فرائض ادا کیے ہیں۔ اب کل صبح یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"پلیز آپ اتنی جلدی جانے کی بات نہ کریں۔ جزیرے کے لوگ آپ کو جانے نہیں دیں گے۔"

"اسی لیے میں تم تینوں آقاؤں کو سمجھا رہا ہوں کہ اپنے اپنے علاقے کے آدمیوں کو میری روانگی کے متعلق بتائیں اور انہیں سمجھائیں کہ مجھے روکنے کی ضد نہ کریں۔"

"سر علی! ہم خود ضد کر رہے ہیں۔ آخر اتنی جلدی جانا کیا ضروری ہے؟"

"بہت ضروری ہے۔ میں اپنا ضروری کام تم لوگوں کو نہیں بتا سکوں گا۔"

"تو پھر ایسا کریں۔ پاشا صاحب کو یہاں چھوڑ جائیں۔"

"پاشا میرے لیے بہت اہم ہے۔ اسے چھوڑ کر جاؤں گا تو میرا کوئی کام نہیں ہو سکے گا۔"

شی تارا اتنا سنتے ہی دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اب پورا یقین ہو گیا کہ علی پاشا کو لے کر جزیرے سے صبح نکلے گا اور صومالیہ کا رخ کرے گا کیوں کہ علی نے واضح طور پر کہا تھا کہ پاشا کو چھوڑ کر جائے گا تو اس کا کام پورا نہیں ہو سکے گا۔

اور علی نے ایسا اس لیے کہا تھا کہ وہ پاشا کو دنیا کے کسی علاقے میں تنہا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ ایسا کرنے سے کوئی بھی دشمن اسے قابو میں کر لیتا پھر ان فارمولوں کے متعلق بہت کچھ معلوم کر لیتا۔

ہمیں اور ہمارے دشمنوں کو ایک دوسرے کی پلاننگ معلوم نہیں تھی۔ ہم سب اپنے اپنے اندازوں سے سوچ رہے تھے اور ان اندازوں کے متعلق عمل کر رہے تھے۔

شی تارا نے مرینا کے پاس آ کر پوچھا۔ "کیا تیاریاں مکمل ہو گئیں؟"

"ہاں' رات کی فلائٹ میں چار سیٹیں مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے صومالیہ کے کیپٹل موگادشو پہنچ جائیں گے۔"

"اپنے تین ماتحتوں کی آوازیں سناؤ۔"

مرینا اپنے ماتحتوں سے باتیں کرنے لگی۔ شی تارا نے ایک کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی پھر وہ مرینا کا لہجہ اپنا کر گئی تو اس ماتحت نے محسوس نہیں کیا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ سیاہ فام حبشی صومالیہ سے آیا تھا۔ مرینا نے اسے ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ وہ صومالیہ کے جنگلوں اور وہاں کے قبیلوں کے متعلق بھرپور معلومات رکھتا ہے اور وہاں کی زبانیں بھی جانتا ہے۔ اس کا نام عبداللہ تھا۔

دوسری ماتحت عبداللہ کی بہن صغورا تھی۔ صغورا وہاں کے ایک انسٹیٹیوٹ میں زہریلے سانپوں پر ریسرچ کر رہی تھی۔ یہ راز دنیا والوں سے چھپایا تھا کہ وہ خود بھی زہریلی ہے۔ اگر کسی کے جسم کے کسی بھی حصے میں دانت گاڑ دے تو وہ شخص مر جاتا ہے اور اگر اپنی لمبے ناخنوں سے جسم پر خراشیں ڈال دے تو وہ شخص زہریلے نشے میں بری طرح مدہوش ہو جاتا ہے اس کے بعد اس پر دیوانگی کا دورہ پڑتا رہتا ہے۔

تیسرا ماتحت ایک چور اور نوسرباز تھا۔ وہ دنیا کی کوئی سی بھی تجوری کھول سکتا تھا اور چوری کرنے کے لیے دشوار ترین راستوں کے اندر سے آسانیاں پیدا کر لیتا تھا۔ مرینا نے اس بڑے بت کے اندر پہنچ کر فارمولے حاصل کرنے کے لیے اسے ٹریپ کیا تھا۔

شی تارا نے کہا۔ "مرینا! تم نے اچھے افراد کی ٹیم بنائی ہے۔ اس نوسرباز سے توقع ہے کہ وہ جنگلی درندوں' وحشی قبیلوں کے درمیان سے راستہ بناتا ہوا بیس فٹ اونچے بت کے اندر جا کر وہ فارمولے ضرور لے آئے گا۔"

"صغورا کے متعلق کیا رائے ہے؟"

"یہ لڑکی تو کمال کی دریافت ہے۔ فرہاد کی ٹیم میں اگر پارس زہریلا ہے تو اب ہماری ٹیم میں بھی ایک زہریلی آ گئی ہے۔ تمہیں یہ بتا دوں کہ علی اور پاشا صومالیہ جانے والے ہیں۔ کل صبح تک جزیرے سے نکلیں گے۔ شاید شام تک موگادشو پہنچیں گے۔ اگر یہ لڑکی علی کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی لگانے میں کامیاب ہو جائے تو فرہاد کا ایک بیٹا ہمیشہ کے لیے میرا غلام بن جائے گا۔"

"میں صغورا کو علی کے پیچھے لگا دوں گی۔"

"تم نے عبداللہ کا انتخاب بھی خوب کیا ہے۔ میں تم پر ابھی عمل کروں گی اور عبداللہ کے دماغ سے اس زبان کے الفاظ اور فقرے سن سن کر تمہارے دماغ میں نقش کرتی رہوں گی۔"

مرینا نے کہا۔ "تمہاری یہ بات سن کر خیال آتا ہے کہ فرہاد بھی ایسا کر سکتا ہے یا شاید اس نے ایسا کیا ہو۔ اس نے علی کے ساتھ رہنے والی ٹائی پر عمل کیا ہو گا اور پاشا کے دماغ سے وہ زبان سن کر ٹائی کو زبان نشین کرا دی ہو گی۔"

"کرانے دو۔ ہم جو چالیں چل رہے ہیں' وہ چالیں ہر لحاظ سے مستحکم ہیں۔ ہمیں ضرور کامیابی ہو گی۔"

کامیابی کا یقین سب کو تھا۔ ہمیں بھی تھا۔ انہیں بھی تھا۔ انہیں زیادہ یقین تھا۔ شی تارا ایک طویل عرصہ کے بعد کوشۂ تنہائی سے نکل کر میدانِ عمل میں آ رہی تھی۔

****

بابا صاحب کے ادارے میں گہری خاموشی تھی۔ وہاں کا ہر فرد تجسس میں ہے۔ ہر ذہن میں ایک ہی سوال ہے۔

"کیا ہو گا؟"

بابا صاحب کے تمام تعلیمی ادارے آئندہ چوبیس گھنٹوں کے لیے بند کر دیے گئے ہیں۔

ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اب کیوں ایسا ہو رہا ہے؟ آخر کیا ہونے والا ہے؟ کیا ہو گا؟ کیا ہو گا؟

ادارے کے باہر کی دنیا کی تمام نیوز ایجنسیوں کے نمائندے اپنے صحافیوں اور فوٹو گرافرز کے ساتھ منتظر ہیں۔ وہ ادارے کے اندر جانا چاہتے ہیں اور ابھی انہیں اجازت نہیں مل رہی ہے۔

دنیا کے بڑے ممالک ہاٹ لائن پر رابطہ کر رہے ہیں اور انہیں جواب مل رہا ہے کہ جناب علی اسد اللہ تمیرزی اپنے حجرے میں موجود نہیں ہیں۔

اس سے زیادہ کسی بات کا جواب نہیں ملتا ہے اور رابطہ منقطع ہو جاتا ہے۔ فجر کی اذان کا وقت قریب ہے۔ ایسے وقت جناب علی اسد اللہ تمیرزی باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں آتے ہیں' جو بابا فرید واسطی مرحوم کے مزار اور کٹیا کے قریب ہے۔

آمنہ فرہاد بھی حجرے سے باہر آ گئی ہے اور اب وہ کٹیا کی طرف سونیا کے پاس جا رہی ہے۔

آمنہ کٹیا میں داخل ہو گئی ہے اور دروازے کو بند کر دیا ہے۔ دل دھڑکانے والے چند لمحات کے بعد مسجد سے فجر کی اذان بلند ہوتی ہے۔

موذن مرحبا بروقت بولا
تری آواز مکّے اور مدینے

اذان کی پہلی آواز کے ساتھ ہی کٹیا کے اندر سے نوزائیدہ بچے کی آواز آ رہی ہے۔

دس منٹ کے بعد آمنہ مجھ سے کہہ رہی ہے۔ "اب آواز سونیا کو اذان سناؤ۔ وہ تمہاری سوچ کی لہروں سے نکلی ہوئی اذان اپنی زبان سے نوزائیدہ بچوں کو سنائے گی۔"

"بچوں۔۔۔؟"

"ہاں بچوں۔ جب کوئی بچہ جنم لیتا ہے تو اس کے کان میں ایک ہی بار اذان سنائی جاتی ہے لیکن میں نے دو بار باری باری اذان سنائی۔ ایک بار بیٹے کے اور دوسری بار بیٹی کے کان میں۔

ہماری دنیا میں جو اپنی ذہانت اور طاقت کا سکّہ جماوے' وہی سب سے اہم ہوتا ہے اور ایسا یاد گار بن جاتا ہے کہ دوست ہو یا دشمن اُس ہستی کو کبھی بھلا نہیں پاتے۔

اور سونیا ایک ایسی ہی ہستی ہے۔

وہ جب بھی منظرِ عام پر آتی ہے' دنیا کی بڑی طاقتیں الرٹ ہو جاتی ہیں۔ خطرناک تنظیمیں اپنی خفیہ سرگرمیاں کچھ عرصہ کے لیے ملتوی کر دیتی ہیں۔ وہ نجات دہندہ بھی ہے اور بلائے ناگہانی بھی۔ اُس کے آتے ہی دوست خوش ہو جاتے ہیں اور دشمن بیمار پڑ جاتے ہیں۔

اور تو اور اُس کا ذکر میری داستان میں آتے ہی قارئین یوں خوش ہو جاتے ہیں جیسے وہ ان کے مسائل حل کرنے اور مصائب دور کرنے آ گئی ہو۔ قارئین کے یہ احساسات اور جذبات اس لیے ہیں کہ وہ داستان پڑھنے کے دوران میرے مسائل کو اپنے مسائل سمجھتے ہیں اور میرے مصائب دور ہونے سے انہیں ایسی خوشی ہوتی ہے جیسے سونیا کے آتے ہی تلوار کے سامنے ڈھال آ گئی ہو اور داستان کی کڑی دھوپ سے گزرتے گزرتے اچانک ٹھنڈی چھاؤں مل گئی ہو۔

میں اور میرے قارئین اس بات پر متفق ہیں کہ میری داستان اگر بنیادی اور دیومی معلومات کی جھلکیاں پیش کرتی ہے اور اسرار و تجسس' ایکشن اور دلچسپیوں کی آماجگاہ ہے تو اس کی روحِ رواں سونیا ہے۔ یہ تو تحریر شدہ سچائی ہے کہ جب بھی میری داستان بیمار پڑتی ہے' سونیا مسیحا بن کر آ جاتی ہے۔

جناب علی اسد اللہ تمیرزی نے فرانس کی حکومت کو اطلاع دی تھی کہ چوبیس گھنٹوں کے بعد ٹھیک فجر کی اذان کے وقت بیگم سونیا فرہاد دو بچوں کو جنم دے گی لہٰذا بابا صاحب کے ادارے کے اسکول' کالج' سائنس لیبارٹریز' ٹیکنیکل اور میکانیکل شعبے اور بین الاقوامی رابطے کی ایجنسیاں چوبیس گھنٹے کے لیے بند رہیں گی۔ بچوں کی ولادت کے دو گھنٹے بعد بین الاقوامی رابطے کا آغاز ہو گا۔

یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ محترم علی اسد اللہ نے بڑے بڑے ممالک اور خصوصاً دشمن ممالک کا ردِعمل دیکھنے کے لیے یہ بھی پیش گوئی کی تھی کہ ان بچوں کے پیدا ہوتے ہی ان کے ستارے اسرائیل اور امریکا پر اثر انداز ہوں گے۔ اسرائیلی حکومت کا بنیادی ڈھانچہ گولڈن برنیز ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے گا۔ اس کی جگہ ایک نئی خفیہ' پُراسرار تنظیم قائم کی جائے گی۔ دنیا کے بڑے بڑے علمِ نجوم کے ماہرین نوٹ فرما لیں کہ سات برس کے بعد ایک سات سالہ بچہ کبریا فرہاد اس تنظیم کی دھجیاں بکھیر دے گا۔

ان بچوں کی پیدائش کے دو گھنٹے بعد محترم علی اسد اللہ تمیرزی نے بین الاقوامی رابطے پر بیان دیا کہ قرآنی فال کے مطابق دونوں بچوں کے نام رکھے گئے ہیں۔ ایک کا نام حرف "ک" سے کبریا فرہاد طے پایا ہے۔ اور دوسری کا نام "الف" سے ہے۔ ہمارے ادارے میں ایک نہایت ہی ذہین اور تیز طرار ہستی گزری ہے اس کا نام سن کر بڑے بڑے شہ زوروں کو پسینہ آ جاتا تھا۔ سونیا کی بیٹی کو اس ہستی کا نام دیا گیا ہے۔ نام ہے الف سے اعلیٰ بی بی (ثانی)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے۔ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے لیکن طویل گوشہ نشینی کے بعد غارِ حرا سے باہر تشریف لائے تب ساری دنیا نے انہیں کائنات کے اسرار و علوم کا عالم کامل تسلیم کیا۔ یوں ثابت ہوا کہ وہ طویل گوشہ نشینی کے دوران قدرتی اور روحانی طور پر دین اور دنیا کے علوم حاصل کرتے رہے تھے۔ ہم مسلمان رسول اکرمؐ کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں' یوں سنتِ رسولؐ ادا کرتے ہیں۔

سونیا نے بھی بابا فرید واسطی مرحوم کی کٹیا میں چھ ماہ گوشہ نشینی اختیار کر کے سنتِ رسولؐ ادا کی تھی۔ وہ چھ ماہ تک اس کٹیا میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی نہیں رہی تھی۔ وہ وہاں ایک کمپیوٹر بن گئی تھی۔ میں ہر صبح ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے اندر فجر کی اذان فیڈ کرتا تھا اور جناب علی اسد اللہ تمیرزی کلام پاک کا ایک ایک لفظ ایک ایک آیت ان کے معنی' مفہوم اور تفسیر کے ساتھ سونیا کو فیڈ کرتے تھے۔ بابا فرید واسطی مرحوم کی کٹیا کے اندر ایک جدید کمپیوٹر لائبریری اور آڈیو' ویڈیو لائبریری ہے۔ آمنہ فرہاد روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کمپیوٹر کی تمام معلومات کو سونیا کے اندر نقش کرتی رہتی تھی۔

ایک حاملہ عورت کو چھ ماہ تک روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس طرح فیڈ کیا جائے تو اس کے بچے کس بلا کے ذہین اور کمپیوٹر کی طرح تیز رفتار ہوں گے' اسے ایک موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ اس پس منظر کی روشنی میں یہ پیش گوئی درست لگتی تھی کہ سونیا اور کمپیوٹر کا پروردہ کبریا فرہاد سات برس کی عمر میں کیا گل کھلائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گوشہ نشینی کا راز سمجھنے والے بحرِ ظلمات میں روشنی کا مینار ضرور بنتے ہیں۔ جناب علی اسد اللہ تمیرزی نے دوسری پیش گوئی کی کہ اعلیٰ بی بی (ثانی) کے ستارے امریکا پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ وہ پانچ بج کر پانچ منٹ پر پیدا ہو گی۔ اسی وقت ٹرانسفارمر مشین میں ایسی ٹیکنیکل خرابیاں پیدا ہوں گی کہ وہ پھر نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ نہیں کر سکیں گے۔ اس خرابی کے ساتھ سب سے بڑی خرابی یہ ہو گی کہ سُپر ماسٹر اور وہاں کے حکام شی تارا اور مرینا کی ٹیلی پیتھی کے محتاج ہو جائیں گے پھر چند برسوں کے بعد اس ٹرانسفارمر مشین کے نقائص کا پتا چلے گا۔ شی تارا وہ ملک چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گی۔

شی تارا کے سلسلے میں یہ پیش گوئی تھی کہ وہ مزید سات برس تک روپوش رہنے میں کامیاب رہے گی۔ کوئی اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا اور اس کی اصل آواز اور لہجہ نہیں سن سکے گا۔

اعلیٰ بی بی (ثانی) سات برس کے بعد اچانک ہی اُس کی شہ رگ تک پہنچ جائے گی۔ آگے چل کر وہ سات برس کی سونیا زادی کیا کرے گی' یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔

●●●✱✱●●●

اسرائیلی فوج کے جنرل نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔ "بکواس ہے۔ یہ پیش گوئی نہیں' ایک پاگل کی بکواس ہے۔ یہ مضحکہ خیز بکواس بلوان بچے سن کر خوش ہوں گے کہ ایک سات برس کا بچہ ہمارے ملک میں ظلمی ہیرو کی طرح آئے گا اور ہماری ایک نئی پُراسرار تنظیم کو خاک میں ملا دے گا۔ کیا آپ لوگوں کی عقل اسے تسلیم کرتی ہے؟"

ایک بڑے سے شاہانہ طرز کے ڈرائنگ روم میں اعلیٰ حکام اور چند اعلیٰ فوجی افسران آرام دہ صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان شراب کی ٹرالیاں گردش کر رہی تھیں۔ کچھ شراب پی رہے تھے' کچھ سگار سے شوق کر رہے تھے اور کچھ پائپ سے تمباکو کا دھواں اُڑا رہے تھے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے سُور کے گوشت کی ایک بوٹی چباتے ہوئے کہا۔ "ہم یہودیوں کے پاس ایسا دماغ ہے کہ ہم امریکی حاکم کو جدھر چاہتے ہیں ادھر موڑ دیتے ہیں۔ ہم جیسے سنجیدہ اور ذمے دار حکمرانوں کو وہ اسرائیل تیزی بچوں کی سنسنی خیز کہانی سنا رہا ہے۔"

کرنل ڈیوڈ نے کہا۔ "کوئی بات بچکانہ لگے' تب بھی اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ کہ اسرائیل تیزی کی یہ بات درست ثابت نہیں ہوئی کہ گولڈن برنیز کو ختم کر دیا جائے گا اور ہماری داخلہ اور خارجہ پالیسیاں مرتب کرنے کے لیے ایک خفیہ تنظیم قائم ہوگی۔"

جنرل شوبرٹ نے کہا۔ "اسد اللہ تیزی نے علی تیمور کے ذریعے ہماری حکومت کے اندرونی معاملات معلوم کیے اور ان کی روشنی میں یہ پیش گوئی کی۔ ایسا تو ہونا ہی تھا سو ہو گیا۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "پھر بھی ہمیں ماضی کے تلخ تجربات سے کچھ سیکھنا چاہیے۔ فرہاد اور اس کے بیٹوں نے ہمارے خلاف مختلف اوقات میں جو کہا' وہی کر دکھایا۔ ہمارے ملک میں آ کر ہمارے خلاف بہت سی ناممکن باتوں کو ممکن بنایا پھر آرام سے واپس چلے گئے۔"

دوسرے نے کہا۔ "انہوں نے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مار ڈالا یا اغوا کر کے لے گئے۔ ایک الپا ہمارے پاس رہ گئی ہے جسے ہم نے آہنی پردوں میں چھپا کر رکھا ہے۔ ان کے لیے یہ آہنی پردہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے تو انتہائی پُراسرار کہلانے والے گولڈن برنیز کو بآسانی سے اکھاڑ کر بے نقاب کر دیا۔ کسی دن الپا کو بھی لے جائیں گے' تب بھی ہم یہی کہہ کر دل بہلائیں گے کہ تیزی بکواس کرتا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ ہم خوش فہمی کی دلدل سے نکل آئیں۔"

ایک اور نے کہا۔ "بے شک' پے در پے نقصانات اٹھانے کے بعد بھی ہم سنجیدہ مسائل کو حل کرتے وقت شراب پی کر جوش میں ہی آتے رہیں گے۔ ہوش میں کبھی نہیں آئیں گے۔"

جنرل شوبرٹ نے پھر سینٹر ٹیبل پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ پیش گوئی درست ہو گی اور ہم تسلیم کر لیں کہ ایک بچہ کارنامے دکھانے یہاں آئے گا۔"

جنرل! آپ تسلیم نہ کریں لیکن یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں فریب دینے کے لیے ایک بچے کا شوشہ چھوڑ رہے ہوں۔ ہم سات برس بعد اس کی توقع کریں گے اور کل ہی سات برس سے بڑے بچے پارس اور علی تیمور آ کر پھر ایک بار ہماری خفیہ تنظیم کی جڑوں تک پہنچ جائیں۔"

"واقعی ہمیں دونوں کو پیلدر رکھنا چاہیے کہ وہ ہمارے پاس ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں رہنے دیں گے' کسی کو اغوا کر لے جائیں گے یا اس کا صفایا کر دیں گے۔ دوسری بات یہ کہ وہ ہماری خفیہ تنظیم کے متعلق کچھ جان گئے ہیں۔ وہ ضرور اس تنظیم تک پہنچنے کے لیے سرگرم کار رہے ہوں گے۔"

کرنل ڈیوڈ نے کہا۔ "دشمن آج حرکت میں آئیں یا سات برس کے بعد' ہمیں تو ہر وقت چوکس رہنا ہے۔ ہم نہایت ہی تربیت یافتہ سائنسی دور سے گزر رہے ہیں۔ اس کے باوجود کسی حد تک روحانیت کے قائل ہیں اور علم نجوم کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ بھروسا کر کہ ہم بھی اپنے روحانی پیشوا بابا جان بروز سے رجوع کریں اور یہودی ماہرین نجوم سے ان حد تک نوزائیدہ بچوں کا زائچہ بنوائیں' فرض کریں کہ تیزی کی پیش گوئی درست ہے تو ان بچوں کے زائچے سے ان کی کچھ کمزوریاں اور ان کے کسی آئندہ لائحہ عمل کی جھلکیاں ہمیں ملیں گی۔ ہم زائچے کی روشنی میں ان قوتوں کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔"

"درست ہے۔ روحانیت کا جواب روحانیت سے' علم نجوم کا توڑ علم نجوم سے اور ان کے تدبر کا جواب تدبر سے دینا چاہیے۔"

ایک سیکریٹری موبائل فون اٹھائے آیا پھر اپنے ایک حاکم سے بولا۔ "سر! سپر ماسٹر کی کال ہے۔"

حاکم نے فون اٹینڈ کیا۔ "ہیلو سپر ماسٹر! میں بول رہا ہوں۔ ابھی آپ سے رابطہ کرنے کے متعلق سوچ ہی رہا تھا۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "آپ یقیناً علی اسد اللہ تیزی کے بیان کے متعلق ہم سے باتیں کرنے کے لیے سوچ رہے ہوں گے۔ میں بھی اسی سلسلے میں آپ سے مخاطب ہوں۔ کیا واقعی آپ لوگوں نے گولڈن برنیز کو ختم کر دیا ہے اور ایک نئی خفیہ تنظیم قائم کی ہے؟"

"یہ درست ہے' گولڈن برنیز کا خاتمہ ہو چکا ہے لیکن یہ بکواس ہے کہ ہم نے کوئی خفیہ تنظیم قائم کی ہے۔"

سپر ماسٹر نے دل میں کہا۔ 'تم یہودی بڑے جھوٹے ہوتے ہو' سچ نہیں اگلو گے کہ ایک خفیہ تنظیم قائم کی گئی ہے'

پھر اس نے فون پر کہا۔ "بے شک آپ کے ہاں خفیہ تنظیم کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ تو صاف گو' اسٹریٹ فارورڈ اور انسان دوست ہیں۔"

"شکریہ' آپ بتائیں کیا پیش گوئی کے مطابق ٹرانسفارمر مشین ناکارہ ہو چکی ہے؟"

"ہاں۔ ہم حیران ہیں کہ یہ خراب کیسے ہو گئی! ہمارا خیال ہے' تیزی کی پیش گوئی کے پیچھے گہری سازشیں ہیں۔ یہ عقل نہیں مانتی کہ وہ ہزاروں میل دور بیٹھ کر کے گا کہ مشین خراب ہو گئی اور وہ خراب ہو جائے گی۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ضرور اُن فوجی افسران میں سے کسی کے دماغ میں پہنچ گئے ہیں' جو ٹرانسفارمر مشین کی حفاظت کے ذمے دار ہیں۔ ہم نے ان تمام افسران کو گرفتار کر لیا ہے' جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ان میں سے کون ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کا شکار ہوا ہے۔"

"سپر ماسٹر! اگر وہ مشین کسی انسان کے ہاتھوں خراب کرائی گئی ہے تو کسی بہترین کاریگر کے ہاتھوں جلد ہی اس کے نقائص دور ہو جائیں گے اور اگر پیش گوئی کے مطابق خراب ہوئی ہے تو پھر مشین کے درست ہونے میں برسوں لگ جائیں گے۔"

"پیش گوئی بکواس ہے۔ ہم نہیں مانتے۔"

تھوڑی دیر گفتگو ہوتی رہی پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ اسرائیلی حاکم نے دوسرے حکام اور فوجی افسران سے کہا۔ "یہ سپر ماسٹر ٹرانسفارمر مشین کی خرابی کو اہمیت نہیں دے رہا ہے' یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ خرابی جلدی دور ہو جائے گی اور اس کے ملک میں مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوتا رہے گا اور ہم ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مرعوب رہیں گے۔"

جنرل شوبرٹ نے کہا۔ "حقیقت چھپ نہیں سکے گی۔ ہمیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ان کے پاس نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوں گے یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر تیزی کی پیش گوئی کے مطابق شی تارا اور مرینا امریکی حکام پر اثر انداز ہوں گی اور یہ بات ہم سے چھپی نہیں رہے گی۔"

کرنل نے کہا۔ "ہم نے ماضی میں سپر ماسٹر کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کرایا' ان سے ایک عرصے تک کام لیتے رہے۔ اب ہمارے پاس صرف الپا رہ گئی ہے۔ اگر ہم نے سپر ماسٹر کے کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹرپ نہ کیا تو ہم صرف سپر ماسٹر کے ہی نہیں' مسلمان خیال خوانی کرنے والوں کے سامنے بھی مجبور اور بے بس رہا کریں گے۔"

"امریکا میں ہمارے جاسوس ایک عرصے سے اسی تاک میں ہیں کہ ان کا کوئی خیال خوانی کرنے والا نظروں میں آ جائے پھر وہ اس پر تمام ہوائے چیخ آزما کرا سے یہاں لے آئیں گے۔"

ایک نے سوال کیا۔ "ہمارے جاسوس صرف امریکا میں کیوں ہیں' فراگس میں کیوں نہیں ہیں؟ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹرپ کرنے کی کوششیں کیوں نہیں کی جا رہی ہیں؟"

جنرل نے جواب دیا۔ "آپ کو علم نہیں ہے۔ ہمارے جاسوس بابا صاحب کے ادارے کے آس پاس کچھ علاقوں میں رہائش پذیر ہیں۔ بیشتر اُن کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔ اب ہمیں کچھ کامیابی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ ان دو بچوں کی ولادت کے موقع پر فرہاد اور اس کا پورا خاندان اس ادارے میں جمع ہو رہا ہے' ایک بار فرہاد کی فراڈ موت کے وقت پوری فیملی ادارے میں جمع ہوئی تھی اب دوسری بار یہ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ ہمارے لوگ جال بچھا رہے ہیں۔ یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔ ایک آدھ ٹیلی پیتھی جاننے والے کو' پارس یا علی تیمور کو یا پھر ان نوزائیدہ بچوں کو نقصان پہنچائیں گے یا ٹرپ کر کے یہاں لائیں گے۔"

ایک نے شراب کا گلاس ایک ہی سانس میں خالی کیا پھر کہا۔ "بائی گاڈ! اگر سونیا کے وہ بچے ہمارے ہاتھ لگ جائیں تو میں خوشی کے مارے پوری ایک بوتل ایک ہی سانس میں پی کر مر جاؤں گا۔"

اس کی بات پر سب لوگ ہنسنے لگے۔ ایک حاکم نے کہا۔ "جنرل شوبرٹ! ایسا گولڈن چانس شاید پھر کبھی نہ ملے۔ آپ فرہاد کے کسی بھی فیملی ممبر کو ٹرپ کر کے یہاں لانے کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں اور تمام ذرائع استعمال کریں۔ اس بازی میں بعد میں کسی غلطی کا پتا چلے اور پچھتانا پڑے اس سے پہلے ہی ہر پہلو سے غلطیوں کے امکانات کا اچھی طرح جائزہ لیں۔"

ایک اور حاکم نے کہا۔ "میں بھی یہی کہتا ہوں' ہمیں خوش قسمتی سے یہ موقع مل رہا ہے' آپ سے توقع ہے کہ کوئی غلطی کر کے خوش بختی کو بدبختی میں نہیں بدلیں گے۔"

جنرل نے کہا۔ "میں نے ایسے ذہین افراد کی چار ٹیمیں بنائی ہیں جن سے شاذ و نادر ہی کسی معمولی سی لغزش کی توقع کی جا سکتی ہے۔ وہ یہ خوب سمجھ رہے ہیں کہ سپر ماسٹر بھی اس سلسلے میں ادارے کی طرف جال پھیلا رہا ہو گا اور اپنے تمام ذرائع استعمال کر رہا ہو گا۔ شی تارا' بے پے سرنا اور مرینا بھی اس موقع سے فائدہ اٹھائیں گے اور بگلا بھگت کی طرح چپ سادھ کر رہنے والا ماسک مین بھی بڑی خاموشی سے کوئی چال ضرور چلے گا۔"

جنرل شوبرٹ نے گلاس کا آخری گھونٹ لے کر کہا۔ "اب میں اجازت چاہوں گا کیوں کہ موجودہ مشن میں مصروف رہنے کے لیے جا رہا ہوں۔ چند منٹوں کے اندر ضرور کوئی خوشخبری سناؤں گا۔"

وہ ان سے رخصت ہو کر جانے لگا۔ اس کو ٹھی کے باہر مسلح فوجیوں کا سخت پہرا تھا کیوں کہ اسرائیلی حکومت کے تمام اہم افراد وہاں جمع ہوئے تھے۔ ایک فوجی جوان نے جنرل کے لیے کار کا دروازہ کھولا۔ وہ پچھلی سیٹ پر آیا' وہاں پہلے سے ایک قد آور باڈی بلڈر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی جنرل چونک گیا پھر مسکرا کر بولا۔

"اوہ بلیک آدم! تم؟ اور یہاں؟"

بلیک آدم نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

وہ بیٹھ گیا۔ کار آگے بڑھ گئی۔ جنرل نے کہا۔ "ابھی اس ہال میں اجلاس جاری ہے۔"

وہ اپنی مخصوص غراہٹ سے بولا۔ "اجلاس نہیں' شراب کے دَور جاری ہیں۔ میں نے بحری' بحری اور فضائی فوج کے کمانڈروں کو وارننگ دی تھی کہ جب تک ایک بھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا زندہ ہے' وہ شراب' تمباکو اور عورت سے دور رہیں گے ورنہ جہنم میں پہنچا دیے جائیں گے۔"

"بلیک آدم! اس انداز میں گفتگو نہ کرو۔ میں فوج کا جنرل ہوں۔ ہماری فوج کے تمام کمانڈرز تمہاری وارننگ کا بُرا مناتے رہے ہیں۔"

"تم نے یہ خبر سنانے میں دیر کر دی۔ جتنی دیر تم ... وہاں شراب نوشی میں مصروف رہے' اتنے سے وقت میں بڑی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ وہ بے چارے تینوں کمانڈرز زہریلی شراب پی کر مر گئے ہیں اور اب فوج میں ایسے کمانڈرز ہیں' جو شراب نہیں پیتے' کوئی نشہ نہیں کرتے اور یہ وگا میں مہارت رکھتے ہیں۔"

جنرل کا نشہ ہوا ہونے لگا۔ اس نے گھبرا کر پوچھا۔ "تم میری کار میں کیوں آئے ہو؟"

"جنرل! نشہ بُری چیز ہے۔ تم نے مدہوشی میں کار نمبر پہچانی' نمبر پلیٹ نہیں پڑھی اور میری کار میں آ کر بیٹھ گئے۔"

جنرل شوبرٹ نے آگے سرک کر اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے مسلح باڈی گارڈ کو دیکھا۔ ڈرائیور اور باڈی گارڈ اس کے اپنے نہیں تھے۔ اس نے گرج کر حکم دیا۔ "گاڑی روکو واپس لے چلو۔"

گاڑی نہیں رکی۔ وہ غصے سے بولا۔ "بلیک آدم! یہ وطن دوستی نہیں' دشمنی ہے۔"

"دشمنی یہ تھی کہ تم لوگ عیاشی کرتے رہے اور دشمن خیال خوانی کرنے والوں کے ہاتھوں خود ذلیل ہوتے رہے اور یہودی قوم کو ذہانت اور طاقت کے لحاظ سے کم تر ثابت کرتے رہے۔"

وہ بولا۔ "بلیک آدم! فوج اور حکومت کی طرف سے تم تمام آدم برادرز کو اس لیے زیادہ سے زیادہ اختیارات نہیں دیے گئے ہیں کہ تم ہماری ہی جان کے دشمن بن جاؤ۔ یہ نئی تنظیم دشمنوں کے خاتمے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے۔ میں تو دوست ہوں۔"

بلیک آدم نے ایک بازو اس کی گردن کے پیچھے لے جا کر اُسے دبوچ لیا پھر کہا۔ "ناقابلِ شکست دشمنوں کو مات دینے کے لیے لازمی ہے کہ پہلے دوست نما دشمنوں کا صفایا کیا جائے۔"

وہ تڑپ رہا تھا۔ خود کو گرفت سے آزاد کرانا چاہتا تھا۔ وہ کوئی کمزور اور بیمار نہیں تھا۔ فوج کا جنرل ہونے کے ناتے خاصا صحت مند آدمی تھا لیکن اس کی ناکامی بتا رہی تھی کہ وہ فولادی شکنجے میں ہے۔ اس فولادی باڈی بلڈر نے اس کی گردن اور سر کو دونوں ہاتھوں میں لے کر ایک جھٹکا دیا' ہڈی ٹوٹنے کی واضح آواز سنی گئی پھر جنرل کی تمام جدوجہد ٹھنڈی پڑ گئی۔

آگے جا کر وہ گاڑی سڑک کے کنارے ایک ایمبولینس کے پاس رک گئی۔ ایمبولینس سے دو فوجی جوان اسٹریچر لے کر اُترے۔ انہوں نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ جنرل کی لاش کھینچ کر باہر نکالی گئی پھر اسے اسٹریچر پر ڈال کر ایمبولینس کے اندر لے گئے۔ بلیک آدم کی کار آگے بڑھ گئی۔

اس نے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر رابطہ کیا پھر کہا۔ "ہیلو' اے برادر فار آدم برادرز۔ ہیلو ہیلو' اے برادر فار آدم برادرز۔"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "ہیلو بلیک آدم! میں تمہارا برادر سیکرٹ آدم بول رہا ہوں۔ تمہاری کار کا فی ڈیوائس تمہاری کارکردگی دکھا رہا تھا۔ ہمارا بڑا بھائی برین آدم تمہیں اسکرین پر دیکھ رہا ہے۔ بات کرو۔"

وہ بولا۔ "ہیلو برادر برین آدم! فوج کے اہم افسران میں سے جتنے عیاش تھے' وہ ختم ہو چکے ہیں۔ ہمارے طریقۂ کار کا پہلا اصول ہے کہ پہلے اپنے اندر کی گندگی اور کمزوری دور کرو۔ اس کے بعد دشمنوں کو بہت زیادہ طاقتور تسلیم کر کے اپنی طاقت کا صحیح اندازہ کرو۔"

دوسری طرف سے برین آدم نے کہا۔ "ہم صحیح انداز کر رہے ہیں۔ طاقت کی بنیاد ذہانت ہے۔ ذہانت میں سنجیدگی ہو تو شرافت ہے۔ ذہانت میں مکاری ہو تو سیاست ہے اور ذہانت میں چالاکی ہو کبھی زیر نہ ہونے والی طاقت ہے اور یہ تینوں خصوصیات فرہاد اور اس کی فیملی میں ہیں۔"

بلیک آدم نے پوچھا۔ "ہماری خصوصیات کیا ہیں؟"

"ہماری ذہانت میں مکاری ہے' چالاکی ہے مگر شرافت نہیں ہے۔ جس طاقت ور کے پاس شرافت ہو' وہ اتنا پسند نہیں ہوتا۔ فرہاد اور اس کے بیٹوں کی حرکتوں کا جائزہ لو تو سمجھ میں آئے گا کہ کبھی نرم پڑ جاتے ہیں۔ حالات کے مطابق اپنے اندر لچک پیدا کرتے ہیں' کبھی دشمن کو ڈھیل دے دیتے ہیں بلکہ اسے زندہ بھی دیتے ہیں۔ علی تیمور تمام گولہ برنیز کی شہ رگ تک پہنچ گیا تھا لیکن یہاں سے جاتے وقت اس نے کسی کو جانی' مالی یا جسمانی نقصان نہیں پہنچایا۔ شرعانہ ذہانت اور طاقت یہی ہے کہ دشمن بے دست و پا ہو جائے تو اسے بخش دیا جائے۔"

"برین آدم! ہم تمام برادرز تمہیں بے انتہا ذہین تسلیم کرتے ہیں اور تمہیں بڑا بھائی کہتے ہیں۔ ہمیں بتاؤ' ہم شرعانہ ذہانت اور طاقت کا مظاہرہ کیسے کریں؟"

برین آدم نے کہا۔ "فرہاد اور اس کی فیملی کے تمام دشمنوں نے بابا صاحب کے ادارے کے اطراف جال بچھا رکھا ہے۔ ہمارے ذہین جاسوس بھی ہیں لیکن ہمارے وہ جاسوس دشمنی

کے لیے موجود نہیں ہیں۔ وہ میری ہدایات پر عمل کریں گے۔ وہ شریفانہ ذہانت سے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سونیا کے دونوں بچے معصوم ہیں۔ دشمنی ان سے نہیں' ان کے ماں باپ سے ہے۔ اس لیے ہم بچوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے' سپر ماسٹر ٹاسک مین اور شی تارا وغیرہ کو بھی ان کے سائے تک پہنچنے نہیں دیں گے۔"

"اور اگر ان کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ہمارے ہاتھ لگ جائے تو؟"

"تو اس پر ضرور قابو پائیں گے اور اسے یہاں لے آئیں گے کیوں کہ جن سے جنگ جاری ہے' ان سے جاری رہے گی۔ سلوانہ عرف سپر مادام کہلانے والی سونیا ثانی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مور کمن کو لے گئی۔ ہمیں بھی موقع ملے تو جوابی ایسا کرنا چاہیے۔ تم روانگی کی تیاری کرو۔ صبح کی فلائٹ سے پیرس جا رہے ہو' یہ یاد رکھو۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کار ایک کوٹھی کے احاطے میں پہنچ کر رک گئی۔ بلیک آدم کار سے اتر کر کوٹھی کے اندر آیا۔ وہاں باہر فوجی جوانوں کا پہرا تھا اور اندر چھ مسلح لیڈی باڈی گارڈز تھیں۔ بلیک آدم ایسا فولاد تھا کہ اسے کسی باڈی گارڈ کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ کسی ہتھیار کے بغیر مقابل کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا تھا۔ یہ تمام انتظامات الپا کی حفاظت کے لیے کیے گئے تھے۔

الپا نے ڈرائنگ روم میں آ کر کہا۔ "برادر! تم کہاں رہ گئے تھے ہمیں کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔ "میری بہن! ہم سات برادرز ہیں اگر میں معصوف رہا کروں تو تم کسی دوسرے برادر کو اہم رپورٹس دے سکتی ہو۔"

"میں یہی کرتی ہوں لیکن جو رپورٹ دینا چاہتی ہوں اس کا تعلق صرف تم سے ہے۔"

وہ صوفے کے پاس آ کر بولا۔ "پھر تو یہاں آرام سے بیٹھو اور رپورٹ پیش کرو۔"

"یہاں نہیں' میرے ساتھ آؤ۔ پہلے میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتی ہوں۔"

وہ دونوں ڈرائنگ روم سے دوسرے کمرے کی طرف جانے لگے۔ الپا بالکل بدل گئی تھی۔ چہرہ تو وہی تھا مگر اس کا برین واش ہو چکا تھا۔ وہ اپنی پچھلی تمام زندگی کے حالات اور واقعات بھول چکی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کرایا گیا تھا کہ وہ سات عجیب و غریب اور خطرناک بھائیوں کی بہن ہے۔ اس کا ایک برادر برین آدم ذہانت میں یکتا ہے۔ دوسرا برادر وائٹ آدم عالمی سیاست کی بساط شطرنج کا زبردست کھلاڑی ہے۔ تیسرا برادر بلیک آدم غیر معمولی جسمانی قوت کا حامل اور سفاک قاتل ہے۔ چوتھا برادر سپر آدم نیگیٹو ایٹمز ایجاد کرنے والا سائنس داں ہے۔ اس نے کچھ ایسی مشینیں بھی ایجاد کی ہیں جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو عارضی طور پر مسائل میں مبتلا کر سکتی ہیں اور ساتوں آدم برادرز کو فائدے پہنچا سکتی ہیں۔ پانچواں برادر شیخ جواد آدم کہلاتا ہے۔ وہ نام کا مسلمان اور کام کا یہودی ہے۔ تمام اسلامی ممالک کی سیاسی زندگی میں ہلچل اور انتشار پیدا کرنے کا ماہر ہے۔ چھٹا برادر جان آدم امریکی حکام کی کمزوریوں سے کھیلتا ہے۔ جن میں کمزوریاں نہیں ہوتی ہیں' ان میں پیدا کر دیتا ہے اور اسرائیلی مفادات کے لیے انہیں بلیک میل کرتا ہے۔ ساتواں برادر سیکرٹ آدم مملکتِ اسرائیل کے داخلی معاملات کا نگران اعلیٰ ہے۔ اسرائیلی حکام اور آدم برادرز کے درمیان رابطے کی ایک کڑی ہے۔ غلطی کرنے والے کسی بھی حاکم یا فوجی افسر کو جہنم میں پہنچانے کے لیے اسے بلیک آدم کے حوالے کر دیتا ہے۔

الپا کو بتایا گیا تھا کہ وہ ان ساتوں بھائیوں کی اکلوتی لاڈلی بہن ہے۔ اپنے بھائیوں کی طرح وہ بھی ایک غیر معمولی صلاحیت کی حامل ہے۔ یعنی ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ برین واشنگ کے بعد جب وہ بیدار ہوئی تھی تو اس نے آنکھیں کھولنے کے بعد سب سے پہلے بڑے بھائی برین آدم کو دیکھا تھا۔ برین آدم نے اس کی راہنمائی کے لیے کہا۔ "میری آواز اور لہجے کو گرفت میں لو۔ ٹیلی پیتھی کی تکنیک تمہاری یادداشت میں محفوظ ہے' اسے آزماؤ اور میرے دماغ میں آؤ۔"

اس نے ہدایات پر عمل کیا پھر برین آدم کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے پر اسے اپنے متعلق وہی کچھ معلوم ہوا' جو برین واشنگ کے دوران اس کے دماغ میں نقش کیا گیا تھا پھر یہ بات بھی سختی سے نقش کی گئی تھی کہ وہ اپنی پچھلی زندگی کے متعلق کچھ نہیں سوچے گی۔ وہ صرف اتنا ہی سمجھے گی کہ ماں باپ مر چکے ہیں اور وہ سات بھائیوں کے سائے میں بڑی محبت سے زندگی گزار رہی ہے اور اپنے وطن اور اپنی قوم کے لیے اہم رول ادا کر رہی ہے۔

بہرحال وہ بلیک آدم کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکل کر ایک کمرے میں آئی وہاں بستر پر ایک قد آور شخص سو رہا تھا۔ بلیک آدم نے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میری ٹیلی پیتھی کا شکار ہے۔ میں نے اس پر عمل کر کے اس کے تمام چور خیالات اگلوا لیے۔ یہ اب تنویمی نیند سو رہا ہے۔"

الپا نے بتایا اس کا شخص کا نام طاہر شامی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کا جاسوس ہے' اسرائیلی شعبۂ اطلاعات میں ایک یہودی سیکریٹری تھا۔ طاہر شامی نے اسے بڑی ہوشیاری سے ٹریپ کیا۔ اس سلسلے میں پارس کی شریکِ حیات جو جوتے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس کی مشکلات آسان کیں۔ یہودی سیکریٹری کو بڑی رازداری سے ختم کر دیا گیا۔ اس کی جگہ یہ طاہر شامی سیکریٹری بن کر جاسوسی کرتا رہا۔

ساتواں برادر سیکرٹ آدم اسرائیلی انٹیلی جنس کے ذریعے بیرونی ممالک سے آنے والے جاسوسوں کی تلاش میں رہتا تھا۔ جب سے علی تیمور نے وہاں یہودی کارمن بن کر ٹرانسپیرنٹ انگلیوں کے نشانات کے ذریعے دھوکا دیا ہے تب سے اسرائیلی حکومت کے تمام شعبوں میں اہم یا مشکوک افراد کی انگلیوں کے نشانات دوبارہ چیک کیے جانے لگے تھے۔ اسی سلسلے میں جب طاہر شامی کی انگلیوں کے نشانات کا معائنہ کیا گیا تو انکشاف ہوا کہ وہ شعبۂ اطلاعات کا یہودی سیکرٹری نہیں' کوئی اور ہی بندہ ہے۔

برادر سیکرٹ آدم نے سسٹر الپا سے کہا۔ "میں اس فراڈ یہودی سیکرٹری سے باتیں کر رہا ہوں' تم اس کے اندر پہنچ کر اس کی حقیقت معلوم کرو۔"

الپا نے معلوم کیا اور بتایا کہ اس کا نام طاہر شامی ہے اور وہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا جاسوس ہے۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنی رہائش گاہ میں بلایا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنا لیا۔ اب اس نے بلیک آدم سے کہا۔ "برادر! اپنی خواب گاہ میں جاؤ' میں تم پر عمل کر کے تمہارے ذہن سے تمہاری آواز اور لہجے کو مٹا دوں گی اور طاہر شامی کی آواز اور لہجے کے علاوہ اس کی بہت سی اہم خصوصیات تمہارے ذہن میں نقش کر دوں گی۔"

بلیک آدم الپا کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آ کر بولا۔ "کیا میرے چہرے پر بھی ماسک سرجری کی جائے گی؟"

"جی ہاں! جو تھا برادر راکٹ آدم کمال کا سائنس داں ہے۔ اس نے پلاسٹک اور انسانی کھال کے ریشوں سے کئی ماسک بنائے ہیں۔ برادر کے پاس طاہر شامی کی تصویریں موجود ہیں۔ وہ ایک تیار شدہ ماسک میں کچھ تبدیلیاں کر کے ایک گھنٹے بعد یہاں آنے والا ہے۔ وہ کسی سرجری کے بغیر اس ماسک کو تمہارے چہرے پر ایسے چسپاں کرے گا کہ اینٹی میک اپ کیمرا بھی تمہاری چھپی ہوئی اصل صورت نہیں دیکھ سکے گا۔"

بلیک آدم اپنے بستر پر ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر لیٹ گیا مگر اس کے ذہن میں کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں نہیں آ سکتا تھا لیکن اس نے سسٹر الپا کو آنے دیا اور راضی خوشی اس کا معمول بن گیا۔ ان ساتوں آدم برادرز میں یہ بڑی خوبیاں تھیں کہ وہ کوئی نشہ نہیں کرتے تھے اور کسی حسین ترین عورت سے بھی متاثر نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے انھوں نے الپا جیسی حسین عورت کو اپنی بہن بنایا تھا اور اپنے اندر سے وہ تمام کمزوریاں ختم کر دی تھیں جن سے دشمن فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

تقریباً تین گھنٹے کے تنویمی عمل کے بعد بلیک آدم بیدار ہوا تو اس نے اپنا نام طاہر شامی بتایا اور اس کے لہجے اور آواز میں بولتا رہا۔ برادر راکٹ آدم وہاں پہنچ گیا تھا اور اس کے چہرے پر ماسک چڑھا رہا تھا۔ بلیک آدم اگرچہ اپنا نام اور مذہب وغیرہ بھول گیا تھا تاہم دماغ کے چور گوشے میں یہ مقصد چھپایا گیا تھا کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں جانا ہے اور اس ادارے کے کسی خاص خیال کرنے والے کو ٹریپ کر کے اپنے ملک لانا ہے۔

الپا نے اپنے باقی چھ برادرز سے کہا تھا کہ وہ برادر بلیک آدم کے دماغ میں زیادہ سے زیادہ حاضر رہا کرے گی اور کسی دشمن خوانی کرنے والے کو برادر کے چور خیالات پڑھنے نہیں دے گی۔ اصل طاہر شامی کے چور خیالات سے معلوم ہوا تھا کہ اس کے دماغ میں آتی رہتی ہے۔ اس نے پچھلے تیس گھنٹوں سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ جب طاہر شامی اس سے بہت اہم بات چاہتا تو نل ایبب سے پیرس کا ایک فون نمبر ڈائل کرتا تھا پھر ریسیور رکھ دیتا تھا۔ "کوڈ زیرو نو ٹو۔"

ایک گھنٹا پہلے اس بے چارے طاہر شامی کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔ بلیک آدم نے جو جو سے بات کرنے کے لیے وہی طریقہ اختیار کیا وہ مخصوص نمبر ڈائل کر کے بولا۔ "کوڈ زیرو نو ٹو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بیس منٹ کے بعد اسے اپنے دماغ میں جو جو کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ہیلو زیرو نو ٹو! میں معلوم ہو چکا ہو گا کہ تمہارے دو بچوں کو جنم دیا ہے۔ یہاں خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ میں ذرا مصروف تھی اس لیے تم سے رابطہ نہ کر سکی۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"جی ہاں' پچھلے دنوں مسٹر علی سے فنگر پرنٹس کے سلسلے میں دھوکا کھانے کے بعد یہاں کے انٹیلی جنس والے اہم شعبوں کے افراد کو بڑی سختی سے چیکنگ کر رہے ہیں۔ ایسے افراد کی انگلیوں کے نشانات لے جا رہے ہیں۔ میں نے معتبر ذرائع سے معلوم کیا ہے کہ کل ہمارے شعبہ کے اہم افراد کی انگلیوں کے نشانات لیے جائیں گے۔ ایسا ہوا تو میری اصلیت ظاہر ہو جائے گی۔"

جو جو نے کہا۔ "ہاں ایسا ہوا تو تم گرفتار ہو جاؤ گے۔ تمہاری سیکرٹری کا میک اپ ختم کر کے طاہر شامی کی اصل صورت میں جاؤ۔"

"یہ میں کر چکا ہوں اور صبح پانچ بجے کی فلائٹ میں بیٹھ کر چکا ہوں۔ کل ادارے میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"چلو اچھا ہے۔ تم بھی یہاں ہماری خوشیوں میں شریک ہو گے۔ چلے آؤ۔"

جو جو نے رابطہ ختم کر دیا۔ الپا اپنے برادرز کے دماغ میں باتیں سن چکی تھی۔ برادر اس کا معمول اور تابعدار رہتا ہوا اس کی سوچ میں طاہر شامی کے متعلق تمام اہم باتیں دہراتا مثلاً جو جو کے ساتھ رابطہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو کوڈ ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کے لیے یہ کیے شناختی مراحل سے گزرے گا۔

وہ تمام باتیں یاد کرنے کے دوران طاہر شامی کی اچھی سامان دیکھ رہا تھا اور تمام اہم کاغذات کا مطالعہ کر رہا

کاغذات اسے بلا روک ٹوک بابا صاحب کے ادارے کے اندر پہنچا سکتے تھے۔

****

میں نے بھی جناب علی اسد اللہ تمیرزی کی طرح اعلان کیا تھا۔ بین الاقوامی رابطے کی انگلیسی کو بیان دیا تھا کہ میں اور میرے دونوں بیٹے پارس اور علی تیمور چوبیس گھنٹوں کے لیے ادارے میں پہنچ رہے ہیں۔ لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان کے متعلق بھی دوستوں اور دشمنوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ بھی ادارے میں پہنچ گئے ہیں۔

سپر سسٹر اور شی تارا کو علی تیمور کے متعلق معلوم ہو چکا تھا کہ وہ قیدیوں کے جزیرے میں انقلابی تبدیلیاں لانے کے بعد یوسف الہبان عرف پاشا اور مریم کے ساتھ وہاں سے چلا آیا ہے۔ شی تارا کی نظریں علی پر تھیں۔ اس کا خیال تھا کہ علی جزیرے سے نکل کر پاشا اور ثانی کے ساتھ خفیہ فارمولے حاصل کرنے صومالیہ جائے گا۔

علی اور ثانی کو معلوم تھا کہ شی تارا کے جاسوس نگرانی کر رہے ہیں۔ دونوں نے انھیں خوب نگرانی کا موقع دیا۔ وہ جزیرہ مارکیو سان سے نیویارک آئے پھر وہاں سے پیرس پہنچے۔ وہاں انہوں نے پاشا کو ملٹری ہیڈ کوارٹرز میں پہنچا کر اسے ایک چھوٹے سے بنگلے میں نظر بند کرایا۔ اس سے کہا۔ "تمہاری حفاظت کے لیے تمہیں یہاں قید کیا جا رہا ہے کیوں کہ ہم چوبیس گھنٹوں تک تم سے دور بابا صاحب کے ادارے میں رہیں گے۔"

پاشا قیدی بن کر برا نہیں مان سکتا تھا کیوں کہ وہ ثانی کا معمول اور تابعدار تھا اور علی کا بھی وفادار بن کر رہتا تھا۔ وہ دونوں مریم کو ساتھ لے کر بابا صاحب کے ادارے میں آ گئے۔ مریم نے پوچھا۔ "کیا میرا پاشا ادارے میں کبھی داخل نہیں ہو سکے گا؟"

علی نے کہا۔ "اس نے جناب علی اسد اللہ تمیرزی کی پیش کش کو قبول نہیں کیا تھا اس لیے اسے وہاں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"لیکن بیٹے! اب تو وہ تمہارا اور ثانی کا وفادار ہے۔"

"بے شک ہے لیکن تنویمی عمل کے ذریعے ہے جب وہ تنویمی عمل کے زیر اثر نہیں رہے گا اور پورے ہوش و حواس میں رہ کر ادارے کے قاعدے و قوانین کی پابندی قبول کرے گا تب اسے ادارے میں قبول بھی کیا جائے گا اور اسے وہاں عزت بھی ملے گی۔"

مریم نے پوچھا۔ "کیا تم لوگوں سے کوئی غلطی ہو تو تمہارا داخلہ بھی ممنوع ہو گا؟"

"جی ہاں' ہم کیا چیز ہیں۔ ہمارے بابا کو بھی برسوں تک ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ جب انہوں نے ممّا سے شادی کی' تب اُن کی غلطیاں معاف کر دی گئیں اور اُن پر سے پابندی ہٹا دی گئی۔ آج وہ بھی یہاں پہنچ چکے ہوں گے۔"

اُدھر شی تارا اُن نگرانی کرنے والوں کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہی تھی۔ ایک نگرانی کرنے والے کی سوچ نے بتایا کہ علی اور ثانی نے پاشا کو ملٹری ہیڈ کوارٹرز میں پہنچا دیا ہے اور مریم کو لے کر ادارے میں چلے گئے ہیں۔ اب شاید چوبیس گھنٹوں تک نہ وہ نظر آئیں گے نہ اُن کی نگرانی کی جا سکے گی۔"

شی تارا نے مریخا کے پاس آ کر پوچھا۔ "کیا رپورٹ ہے؟"

مریخا نے کہا۔ "میں دو بار پاشا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کر چکی ہوں لیکن وہ کمبخت سانس روک لیتا ہے۔ یقیناً ثانی نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ تم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ دونوں بابا صاحب کے ادارے میں چلے گئے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ چوبیس گھنٹوں تک کسی معاملے میں معصوف نہیں رہیں گے۔ یعنی وہ خفیہ فارمولا حاصل کرنے ابھی صومالیہ نہیں جائیں گے۔"

مریخا نے کہا۔ "میرا خیال ہے' پارس صومالیہ جائے گا۔"

"میں اس کے پاس جا رہی ہوں۔ تم ٹھیک بیس سیکنڈ کے بعد اس کے دماغ میں جاؤ گی تو تمہیں جگہ مل جائے گی۔ وہ تمہیں محسوس نہیں کر سکے گا۔"

شی تارا اس کے دماغ سے نکل کر پارس کے پاس آئی۔ جلدی سے بولی۔ "سانس نہ روکنا میں تمہاری شی تارا ہوں۔"

وہ بولا۔ "ہائے تم تو وہ چیز ہو' جس کے آتے ہی سانس رک جاتی ہے اور دل دھڑکنا بھول جاتا ہے۔"

"میں اپنے وعدے کے مطابق تم سے ملنے سمرقند آ گئی ہوں جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا۔ دو دن تک چُپ چُپ کر تمہیں دیکھتی رہوں گی پھر تیسرے دن تمہارے سامنے آؤں گی۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم وعدے کے مطابق سمرقند پہنچ گئی ہو لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں وہاں تمہارا انتظار نہ کر سکا۔ تمہیں معلوم ہو چکا ہو گا کہ میرا ایک بھائی اور میری ایک بہن پیدا ہوئی ہے۔"

"معلوم ہے لیکن وہ تمہارے سوتیلے بھائی بہن ہیں۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "سوتیلے نہیں سگے ہیں۔ دراصل میں مما کا بیٹا ہوں۔ ادارے کی اہم شخصیات کو معلوم ہے کہ مجھے مما نے جنم دیا ہے اور اپنا دودھ پلایا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"بھئی یقین کرو۔ نہیں کرو گی تو بھی حقیقت نہیں بدلے گی۔"

"کیا تم یہ کہہ رہے ہو کہ سونیا نے برسوں پہلے' فرہاد سے نکاح کیے بغیر ہی تمہیں پیدا کر دیا۔"

"یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ نکاح نہیں پڑھایا گیا تھا۔ تمہارے دھرم میں سماج سے چھپ کر مندر میں بھگوان کے سامنے شادی ہو جاتی ہے اسی طرح پاپا جوانی میں مما کو گھر سے بھگا کر ایک قاضی کے پاس لے آئے تھے اور اپنا نکاح پڑھوا لیا تھا۔ اس کے نو ماہ بعد میں

پیدا ہوا پھر میں نے جوان ہو کر ضد کی کہ انہیں دنیا والوں کے سامنے نکاح پڑھوانا چاہیے اس لیے انہوں نے مجھ سے ایک باریکی کیا۔ اب تو تم طعنہ نہیں دو گی کہ کچھ فرہاد اور اعلیٰ بی بی میرے سگے نہیں ہیں؟"

"یہ تمہاری بہن کا نام اعلیٰ بی بی کیوں رکھا گیا ہے؟"

"یہ ایک لمبی روداد ہے۔ مختصر یوں ہے کہ میری پیدائش کے ایک سال بعد ممانے مزید ایک بیٹا اور بیٹی پیدا کرنا چاہی تھی لیکن ان دنوں اعلیٰ بی بی زندہ تھی آپ نے ممانے کہا کہ ابھی بچی پیدا نہ کرو۔ میں مرنے کے بعد تمہارے پیٹ میں دنوں کی دوسرے ایک بھائی کے ساتھ مجھے پیدا کر لینا۔ یوں اعلیٰ بی بی نے مجھے ہونے اور دوبارہ جنم لینے میں چوبیس برس گزار دیے۔"

شی تارا نے کہا۔ "ہم ہندو ایک جنم کے بعد دوسرا جنم لینے والی بات مانتے ہیں، تمہارے ہاں اسے تسلیم نہیں کیا جا سکتا پھر کیسے کہتے ہو کہ اعلیٰ بی بی نے سونیا کے بطن سے دوبارہ جنم لیا ہے؟"

"بھئی تم ہندو ہو۔ اس لیے تمہیں یہ ہمزی سنائی ہے۔ یقین نہیں کرو گی تو تمہارا دھرم نشٹ ہو جائے گا اور یقین کرو گی تو میری بہن کا نام اعلیٰ بی بی رکھنے پر تمہیں اعتراض نہیں ہوگا۔"

"اوہ گاڈ! کیسے گھیر کر باتیں کرتے ہو؟ سمجھ میں نہیں آتا تمہیں کس حد تک جھوٹا سچا سمجھا جائے اور تم نے یہ کہاں کی باتوں میں الجھا لیا ہے؟ کیا تم بابا صاحب کے ادارے میں آ گئے ہو؟"

"ہاں میں یہاں ہوں۔ پاپا اور علی وغیرہ صرف چوبیس گھنٹوں کے لیے آئے ہیں لیکن میں کم از کم ایک ہفتہ یہاں رہوں گا اور اپنی سگی ماں اور سگے بھائی بہن کے ساتھ بہت اچھا وقت گزاروں گا۔"

"یعنی تم اپنی شی تارا سے ملاقات نہیں کرو گے؟"

"کون سی شی تارا؟"

"میں تم سے اصلی شی تارا بول رہی ہوں۔ آج تک کسی نے مجھے نہیں دیکھا، میں تمہاری محبت سے مجبور ہوں اس لیے تمہارے سامنے آؤں گی۔"

"تم میرے سامنے نہیں آؤ گی۔"

"کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔"

"میں اتنا جانتا ہوں کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ انہوں نے پیش گوئی کی ہے کہ شی تارا مزید سات برس تک روپوش رہنے میں کامیاب رہے گی۔ کوئی اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا۔ اس کی اصل آواز اور لہجہ نہیں سن سکے گا۔ تم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو اور تسلیم کرو کہ تم مجھے اپنی اصلی آواز اور لہجہ نہیں سنا رہی ہو۔ یہ میرا یقین ہے کہ تم سات برس تک اپنا چہرہ نہیں دکھاؤ گی اور جناب تبریزی صاحب کی پیش گوئی کے مطابق سات برس کے بعد میری بہن اعلیٰ بی بی تمہیں بے نقاب کرے گی۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "بڑے بڑے تیس مار خاں مجھ تک نہیں پہنچ پائیں گے اور سات برس کی اعلیٰ بی بی مجھے بے نقاب کر سکے اگرچہ یہ سراسر بچکانہ سی بات ہے تاہم علم نجوم میری تھوڑی بہت مدد کرتا ہے۔ میں بھی اعلیٰ بی بی کا زائچہ بنا کر دیکھوں گی کہ تبریزی صاحب کی پیش گوئی میں کتنی صداقت ہے۔"

"جب صداقت معلوم ہو جائے تو مجھ سے بات کرنا۔ اگر اس وقت ضائع نہ کر دو۔"

اس نے سانس روک کر شی تارا اس کے دماغ سے نکل مرینا کے پاس آئی اور اسے پارس کنتھی اعلیٰ بی بی کے متعلق بتایا۔ مرینا نے کہا کہ میں اس کنتھی اعلیٰ بی بی کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا زائچہ ضرور بناؤ۔"

"ٹھیک، مگر ابھی وقت نہیں ہے۔ یہ چوبیس گھنٹے ہمارے لیے بہت قیمتی ہیں۔ فوراً صومالیہ کی طرف پرواز کرو۔ فرہاد اور اس کے دونوں بیٹے کل شام چھ بجے تک ادارے سے باہر نہیں نکلیں گے۔"

مرینا نے کہا۔ "چوبیس گھنٹے بہت ہوتے ہیں۔ میں ایک ایک منٹ کو قیمتی سمجھ کر ضائع نہیں کروں گی۔ ایک گھنٹے بعد جو فلائٹ جانے والی ہے اس میں ہماری پوری ٹیم کے لیے سیٹیں نہیں مل رہی تھیں۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس فلائٹ کی سیٹوں میں الٹ پھیر کی ہے۔ ہم ایک گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہوں گے اور تقریباً چار گھنٹے کے اندر صومالیہ پہنچ جائیں گے۔"

شی تارا نے کہا۔ "میں نے صومالیہ کی ایک بڑی سیاسی شخصیت کو قابو میں کیا ہے۔ اس کے ذریعے ایک ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا ہے۔ تم وہاں کے دارالسلطنت موگادشو پہنچو گی تو وہاں ہیلی کاپٹر تیار ملے گا۔ تم اپنی ٹیم کے ساتھ شہر بیضابہ تک جاؤ گی پھر آگے جانے کے لیے جیپ اور دیگر کاٹھیاں مل جائیں گی۔"

"ہاں جیپ اور دیگر کے ذریعے ہی جانا ہو گا۔ بہت گھنے جنگلات ہیں۔ ہمارے ٹیم کا رابنما بشی عبداللہ کہتا ہے کہ وہاں اتنے گھنے اور سایہ دار درخت ہیں کہ ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارا نہیں جا سکتا۔"

مرینا کی ٹیم میں تین افراد تھے۔ ایک سیاہ فام حبشی عبداللہ تھا، جو وہاں کے جنگلات اور جنگلی قبیلوں کے متعلق وسیع معلومات رکھتا تھا اور ان کی بولیاں بھی سمجھتا تھا۔ عبداللہ کی بہن صفورا بھی اس ٹیم میں تھی۔ وہ صومالیہ کے ایک انسٹیٹیوٹ میں زہریلے سانپوں پر ریسرچ کرتے کرتے خود زہریلی ہو گئی تھی۔ اپنی ذات پر ایسے زہریلے تجربات کیے تھے کہ ناگن بن گئی تھی جسے کاٹ لیتی، پانی مانگنے سے پہلے ہی دم توڑ دیتا۔ اگر کسی کے جسم پر اپنے ناخنوں سے خراش ڈالتی تو وہ زہریلے نشے سے مدہوش ہو جاتا اور اس دیوانگی کے دورے پڑتے رہتے۔ اس ٹیم کے تیسرے شخص کا نام

ذی کروز تھا۔ وہ ایک نہایت ہی چالاک چور اور نو سرباز تھا۔ وہ دشوار ترین راستوں سے گزرنے کی آسانیاں پیدا کر لیتا تھا اور مشکل سے مشکل تجوریاں بھی کھول لیتا تھا۔

مرینا ایک گھنٹے بعد اپنی اس ٹیم کے ساتھ روانہ ہو گئی۔

شی تارا دہلی سے روانہ ہو کر قاہرہ پہنچ گئی تھی۔ وہاں سے وہ دوسرے دن صومالیہ کے شہر بیضابہ جانا چاہتی تھی۔ اسے وہاں جانے کی جلدی نہیں تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ مرینا پہلے اپنی ٹیم کے ساتھ اس جنگل میں پہنچے۔ کامیابی حاصل کرے جب وہ فارمولے حاصل کر کے واپس آئے گی تو سب سے پہلے شہر بیضابہ پہنچے گی۔ اس وقت تک شی تارا وہاں کسی ہوٹل میں رہے گی۔ مرینا کو نیند میں مبتلا کر کے ہوٹل کے کمرے میں بلائے گی تاکہ وہ شی تارا کو نہ پہچانے اور اسے وہ تمام فارمولے دے کر چلی جائے۔

وہ فارمولے شی تارا اور اس کے بھائی پے پے سرنا کو پاشا کی طرح غیر معمولی سماعت اور بصارت دے سکتے اور جسمانی و دماغی توانائی میں بھی حیرت انگیز اضافہ کر سکتے تھے، وہ نہیں چاہتی تھی کہ مرینا ان فارمولوں کو پڑھے اگرچہ وہ ان بھائی بہن کی تابعدار تھی اس کے باوجود شی تارا نہیں چاہتی تھی کہ بھائی بہن کے سوا کوئی تیسرا ہستی ان فارمولوں سے استفادہ کرے۔

قاہرہ کے جس ہوٹل میں اس نے قیام کیا تھا۔ وہاں دنیا کے امیر ترین لوگ آتے تھے۔ ہوٹل کے انڈر گراؤنڈ قمار خانے میں ڈالرز اور پونڈز کے لاکھوں نوٹ گردش میں رہتے تھے، وہ نوٹ ہارنے اور جیتنے والوں کی جیبوں سے نکلتے اور واپس آتے رہتے۔ سراب پانی کی طرح بہتی تھی اور دنیا کے کئی ممالک کی حسینائیں جلوں بھری روشنی میں اپنے شباب کے جلوے دکھاتی تھیں۔

شی تارا جب اپنے اطراف کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتی تھی تو تفریح کے لیے ہوٹل کے ورائٹی شوز دیکھتی تھی یا قمار خانوں میں جا کر تاش کے پتوں سے دل بہلاتی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے حسیناؤں کا تختہ کر کے اسے بہت خوشی ہوتی تھی۔

اس روز بھی اسے تفریح کی بڑی فرصت تھی۔ اس نے سوچا کہ پہلے کیوں فرہاد اور اعلیٰ بی بی کا زائچہ بنائے۔ ابھی تو شام ہو رہی ہے۔ رات کو کھانے کے بعد تفریح کرے گی۔ وہ زائچہ تیار کرنے بیٹھ گئی۔ ان بچوں کے حال اور مستقبل کی فکر کرنے والی وہ اکیلی نہیں تھی۔ کتنے ہی ملکوں کے اور کتنی ہی زیر زمین تنظیموں کے ماہرین نجوم زائچے بنا رہے تھے۔ علم نجوم کے معاملے میں ماہرین ثمار و نادر ہی ایک دوسرے سے متفق ہوتے ہیں۔ ہندوؤں کی جوتش ودیا، مسلمانوں کا علم نجوم اور یورپی ممالک کی ایسٹرولوجی کے اختلاف مختلف ہوتے ہیں۔ ان سب کی پیش گوئیوں میں بھی اختلاف ہوتا ہے لیکن ان کی علمی جستجو کے بعض نتائج کسی حد تک یکساں ہوتے ہیں۔

پچھلے ساڑھے تین ہزار برس میں اور اسرائیلی حکام نے آپس میں رابطہ قائم کیا اور یہ طے کیا کہ اُن سب کے ماہرین نجوم کی پیش گوئیاں ایک دوسرے کو سنائی جائیں تاکہ مجموعی طور پر ایک نتیجہ اخذ کیا جا سکے۔

ایسے ہی وقت شی تارا نے سپر ماسٹر سے رابطہ کر کے کہا۔ "اس تبریزی نے پیش گوئی سنا کر بڑی چالاکی دکھائی ہے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں کہ سپر ماسٹر اور وہاں کے حکام شی تارا اور مرینا کے محتاج ہو جائیں گے، تبریزی کی چالاکی یہ ہے کہ آپ اور امریکی حکام مجھ سے اور مرینا سے بدظن ہو جائیں یا اتنے محتاط ہو جائیں کہ مشکل حالات میں بھی ہمیں دوست نہ بنائیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "شی تارا! ہم نادان نہیں ہیں۔ یہ خوب سمجھ رہے ہیں کہ تبریزی ہمارے درمیان پھوٹ ڈال رہا ہے۔ تم نے اور مرینا نے سپر مادام بننے والی ثانی کو بے نقاب کر کے بھی دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ تبریزی اس بات کا انتقام لے رہا ہے۔ لیکن ایک بات ہمیں پریشان کر رہی ہے۔"

"مجھے بتائیں کیا پریشانی ہے؟"

"اس کی پیش گوئی کے مطابق ٹرانسفارمر مشین ناکارہ ہو گئی ہے۔ اس کے نقائص دور کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ آج تیسرا دن ہے لیکن اس کی مکمل مرمت نہیں ہو پا رہی ہے۔ اگر یہ طویل مدت تک خراب رہی تو پیش گوئی کو ماننا پڑے گا یا سوچنا پڑے گا کہ تبریزی کوئی جادوگر ہے یا پھر ایسا کوئی پُراسرار علم جانتا ہے کہ زبان سے نکالی ہوئی بات پوری کر دکھاتا ہے۔"

"علم نجوم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں پر سیاروں کی گردش سے کیا عمل اور ردعمل ہوتا ہے اور ان کے مطابق انسانوں پر کیا گزرتی ہے اور کیا گزرنے والی ہے لیکن کسی بے جان مشین کی صحت مندی یا بیماری کا حال آج تک کسی نے علم نجوم کے ذریعے معلوم نہیں کیا۔ ہم ستارہ شناس لوگ یہ معلوم کرتے ہیں کہ کوئی شخص بہت بڑی پریشانی سے دوچار ہو گا۔ پریشانی کی وجوہات بھی کسی حد تک معلوم ہوتی ہیں لیکن یہ یقین سے پیش گوئی نہیں کی جا سکتی کہ کارخانے میں صحیح طور سے چلنے والی مشین ٹوٹ جائے گی۔"

"پھر اس کی بات کیسے درست ہو رہی ہے؟"

"تبریزی صرف علم نجوم کا ماہر ہی نہیں، روحانی علوم میں بھی نامعلوم گہرائیوں تک ڈوبا ہوا ہے۔ وہ اور آمنہ فرہاد روحانی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

"یہ کیا چیز ہے؟ میں پہلی بار روحانی ٹیلی پیتھی کا نام سن رہا ہوں۔"

"میں ابھی اس کی وضاحت نہیں کر سکوں گی کیوں کہ ہم سب نئے مسائل میں الجھ رہے ہیں، یہ روحانی ٹیلی پیتھی کی تفصیل بیان کرنے کا وقت نہیں ہے۔ اتنا سمجھ لیں کہ وہ اور آمنہ روحانیت کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جسمانی

طور پر پہنچ جاتے ہیں۔ آپ شاید یقین نہ کریں' میرے بھائی سرنا اور مرینا نے تاشقند میں اپنی آنکھوں سے تمیرزی اور آمنہ کو دیکھا ہے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے ان کے پاس آئے تھے پھر ان کی آتما شکتی کو ناکام بنا کر چلے گئے۔"

"تم ایسی بات کہہ رہی ہو جس پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ وہ دونوں پیرس سے تاشقند پہنچ کر نظر آئے پھر کیسے غائب ہو گئے؟"

"سی این این کی اسکرین پر بولنے والا دنیا کے تمام ممالک اور تمام گھروں میں کیسے پہنچ جاتا ہے۔ سوئچ آف کردو تو کیسے غائب ہو جاتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ یہ بولتی ہوئی متحرک تصویریں ہوتی ہیں' زندہ انسان یہ نفس نہیں حاضر نہیں ہوتے۔ میرے بھائی اور مرینا یقین سے نہیں کہتے کہ تمیرزی اور آمنہ یہ نفس نہیں آئے تھے۔ جب سائنس نے انسان کی متحرک تصاویر ایک جگہ سے دوسری جگہ مختلف آلات کے ذریعے پہنچادی ہیں تو کیا قدرت کسی آلے کے بغیر تمیرزی اور آمنہ کا متحرک عکس ہزاروں میل دور پیش نہیں کر سکتی؟ ابتدا میں ہم قدرتی مظاہر سے انکار کرتے ہیں' بعد میں یہی کمالات سائنس کے زمرے میں آجاتے ہیں۔"

پُرماسٹر نے کہا۔ "یہ مانتا ہوں' آج سے تیس چالیس برس پہلے کوئی وڈیو اور ٹی وی کی بات کرتا تو خبطی سمجھا جاتا۔ کوئی یقین نہ کرتا کہ ایک جگہ بولنے اور حرکت کرنے والا ہزاروں میل دور زندہ انسان کی طرح دیکھا جائے گا۔ پہلے ہم جسے مضحکہ خیز کہتے ہیں پھر ذہین لوگ اسے سچ کر دکھاتے ہیں۔ بائی دی وے' تم کیا کہنا چاہتی ہو' کیا انہوں نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹرانسفارمر مشین میں خرابی پیدا کی ہے؟"

وہ بولی۔ "یہی میری سمجھ میں آتا ہے۔ آپ کے ملک میں مشینوں کے بے مثال کاریگر ہیں۔ ذرا سوچیں' وہ ٹرانسفارمر مشین کو درست کیوں نہیں کر پا رہے ہیں؟ جو کام انسان کی ذہانت سے بعید ہو جائے' اس کے پیچھے قدرت کوئی تماشا دکھاتی رہتی ہے۔ اس بات کو شاید ہم کچھ عرصہ بعد تسلیم کریں۔ فی الحال مشین کے ساتھ یہی ہو رہا ہے۔"

"شی تارا! تم ان دلائل سے بڑی حد تک مطمئن کر رہی ہو۔ میں کوشش کروں گا کہ آج ہی سے ہمارے دینی اور دنیاوی ماہرین روحانی ٹیلی پیتھی پر ریسرچ کریں لیکن تم اپنے متعلق بتاؤ۔ تمیرزی نے جو پیش گوئی کی ہے کہ سات برس کی بچی تمہیں بے نقاب کرے گی۔ اس سلسلے میں تمہاری جو تشویش کیا کہتی ہے؟"

"میں جانتی ہوں' ان تین دنوں میں کتنے ہی دوستوں اور دشمنوں نے ان بچوں کی جنم کنڈلی بنائی ہے۔ میں بھی اس کا مطالعہ کر چکی ہوں' ان کے متعلق پہلے یہ سن لیں کہ دونوں بہن بھائی کی طالع پیدائش قوس ہے' طالع شمسی جدی ہے' جنم راس یا قمری برج حوت ہے۔ قوس ایک آتشی برج ہے۔ ان بھائی بہن میں غصہ ہے' گرمی ہے۔ یہ گرمی مثبت ہو گی تو دلوں کو محبت سے گرما دے گی۔ منفی ہو گی تو دشمنوں کو زندہ جلا دے گی۔ اس کا حکمران سیارہ مشتری ہے۔ اس سیارے کے تحت دونوں بچے موقع پرست ہوں گے' جو کمی انہیں وراثت میں ملے گی۔ یہ کبھی ایک جگہ سکون سے نہیں رہیں گے۔ پارے کی طرح متحرک رہا کریں گے۔ بڑے بڑے خطرے قبول کرتے رہیں گے' یوں تجربات کی آگ میں کندن ہوتے رہیں گے۔

"ہر برج کا ایک خاص نشان ہوتا ہے۔ قوس کے نشان کا ایک تیر انداز ہے۔ اس تیر انداز کا اوپری جسم انسان کا ہے اور نچلا دھڑ گھوڑے کا ہے۔ یعنی اس نشان کے تحت پیدا ہونے والے عجیب و غریب اور بڑی پیچیدہ شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ قوس کے نشان میں جو تیر چھوڑا جا رہا ہے' اس کا رخ آسمان کی طرف ہے۔ گویا ان بچوں کی منزل بلندی ہوا کرے گی۔

"تیر اندازی ایک کھیل بھی ہے۔ یہ بھائی بہن نہایت اعلیٰ مقاصد کا نہ سمجھ میں آنے والا کھیل کھیلتے رہا کریں گے اور تیر اندازی محبت کے دیوتا کیوپڈ کا بھی مشغلہ ہے' یہ دونوں دل کے معاملات میں بڑے فراخ دل ہوں گے۔ جہاں اچھے لوگ دیکھے گے' محبت میں حاتم طائی بن جائیں گے۔ قوس کے نشان میں گھوڑے کا ہے' ان دونوں میں گھوڑے جیسی بے لگام طاقت ہو گی۔ نصف جانور کی تصویر بتاتی ہے کہ یہ حیوانی خواہشات کے حامل' سنگدل اور خود غرض ہوں گے۔

"یہ گھوڑے بہترین تربیت پالیں تو زندگی کی ہر دوڑ میں اوّل رہیں گے۔ یاد رہے کہ انہیں تربیت دینے والی سونیا ہو گی۔ اگر ان نے کوئی کسر نہ چھوڑی تو یہ دونوں گھوڑے بہادر' حوصلہ مند' محرک اور تیز رفتار ہوں گے' اپنی تیز رفتاری سے آگے جانے والوں کو پیچھے چھوڑتے رہیں گے۔

"یہ بے حد زندہ دل اور اپنی باتوں سے ہنسانے والے ہوں گے لیکن خاموشی اختیار کریں گے تو خطرناک اور پُراسرار بن جائیں گے۔"

پُرماسٹر نے کہا۔ "شی تارا! تم تو ان دونوں کی خوبیاں بیان کر رہی ہو۔"

وہ بولی۔ "آپ توجہ نہیں دے رہے ہیں' میں خوبیوں کے ساتھ ان کی کمزوریاں بھی بیان کر رہی ہوں۔ ابھی اس کی وضاحت کروں گی۔ چونکہ نوزائیدہ اعلیٰ بی بی سیرے لیے چیلنج بن گئی ہے' اس لیے میں نے اس کے زائچے پر زیادہ توجہ دی ہے۔

"تمیرزی کی پیش گوئی کسی حد تک درست نکلتی ہے۔ اس کی پیش گوئی کا انداز مختلف اور انوکھا ہے۔ وہ اپنے دین کے مطابق بھی ستارے الف کہتے ہیں تو وہ اللہ اکبر کہہ دیتا ہے۔ ستارے تو نہیں کہتے کہ کوئی اعلیٰ بی بی ہو گی یا کوئی سات برس کی بچی ہو گی جو مجھے بے نقاب کرے گی۔ ایسی کوئی بات جو تشویش دیتا میں نہیں ہے۔ ہاں یہ دیتا صاف طور سے کہہ رہی ہے کہ اب سے ٹھیک سات

برس بعد میرے ستارے گردش میں ہوں گے۔ وہ میری پریشانیوں کا سال ہو گا۔ میں کامیابیوں کے لیے جو کوششیں کروں گی' ان میں ناکامیوں کا زیادہ احتمال ہو گا۔ اس طرح یہ سمجھ میں آتا ہے کہ سات برس بعد میری پریشانیوں کا سبب فرہاد اور اس کی فیملی کے لوگ ہوں گے۔ ان میں شاید وہ بچی بھی شامل ہو۔ میں فرض کر رہی ہوں کہ وہ منفی پی بی میرے لیے قیامت بن جائے گی اس لیے میں اس کے زائچے سے اس کی ایک ایک کمزوری ڈھونڈ کر اپنی یادداشت میں محفوظ کر رہی ہوں۔

"وہ میں نے ابھی کہا تھا کہ قوس آتشی برج ہے۔ اگر اعلیٰ بی بی مثبت انداز اختیار کرے گی تو محبت سے دلوں کو گرما دے گی۔ منفی انداز سے دشمنوں کو جلا دے گی۔ یہ سننے میں اچھا لگتا ہے لیکن دانا لوگ سمجھتے ہیں کہ غصہ اور گرم مزاجی خود اپنی ذات کو نقصان پہنچاتی ہے۔ میں ایسا طریقۂ کار اپناؤں گی کہ اعلیٰ بی بی کو بات بات پر غصہ آتا رہے۔ میں اسٹڈی کرتی رہوں گی کہ اسے کن باتوں اور حرکتوں کے ذریعے غصے سے پاگل بنایا جا سکتا ہے۔ وہ بڑی مغرور' بڑی ناز و انداز اور بڑی نخرے والی ہو گی۔ اپنے مرتبے اور شہرت کے مقابلے میں دوسروں کو حقیر سمجھے گی اور یہ ایسی منفی عادت ہے کہ یہ دور نہ ہوئی تو وہ زمانے بھر میں بری طرح ذلیل ہو گی۔ میں ہر ممکن طریقے سے اس کی اس عادت کو پختہ کرتی رہوں گی۔

"اس کے مزاج میں یہ ہے کہ بڑے بڑے چیلنج کو قبول کرے گی۔ دشمنوں اور دشواریوں کو دعوتیں دیتی رہے گی۔ یوں دیکھا جائے تو یہ بہادری ہے لیکن "آبیل مجھے سینگ مار" والی حماقت بھی ہے۔ میری کوشش ہو گی کہ وہ ایسی حماقتیں کرتی رہے تاکہ سینگ مارنے میں آسانی رہے۔

"وہ موقع پرست اور خود غرض ہو گی۔ سگرٹ کی طرح رنگ بدلتی رہے گی۔ ایسی حرکتیں اسے نقصان پہنچائیں گی۔ ستارے ایسی بہت سی کمزوریوں کی نشاندہی کر رہے ہیں' جو اسے تباہ و برباد کر دیں گی لیکن ماں ایک ایسی ہستی ہے' جو اس کی تمام کمزوریاں دور کرتی رہے گی۔ اس بلا سے محفوظ رہنے کی دو ہی صورتیں ہیں' ماں مر جائے یا بیٹی ماں کا دودھ تک نہ پی سکے' اس سے بچھڑ جائے' افواہ کر لی جائے یا ہمیشہ کی نیند سلا دی جائے۔"

پُرماسٹر نے کہا۔ "سونیا کو مارنے کے لیے کتنے ہی مکار اور شہ زور آئے اور خاک ہو گئے۔ اس کی موت کی خواہش کرتے کرتے بھیڑیے گزر رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے وہ پیدا ہونے سے پہلے ہی موت کو سہیلی بنا کر دنیا میں آئی ہے۔ اس کی موت کا سپنا نہ دیکھو تو بہتر ہے اور وہ دونوں بچے پتا نہیں کیسے فولادی پنجرے میں اترنے اداروں کے اندر نہ جا سکا۔ اس ادارے کے فوٹو گرافرز نوزائیدگی والوں کو اُن کی تصویریں فراہم کر رہے ہیں۔"

پُرماسٹر! میں نہیں مانتی کہ تم لوگوں نے وہاں تک پہنچنے کے لیے کوئی سُرنگ نہیں بنائی ہو گی۔ ایک طویل مدت کے بعد فرہاد کا پورا خاندان ایک جگہ جمع ہوا ہے۔ تم کچھ نہ کچھ تو ضرور کر رہے ہو گے۔"

"ہاں' سب ہی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی اپنی سی کوشش کر رہے ہیں۔ میں بھی کر رہا ہوں مگر یہ نہ پوچھنا کیا کر رہا ہوں۔ آج کل میں تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

"میں نہیں پوچھوں گی لیکن میری ٹیلی پیتھی اور تمہارے لامحدود ذرائع ایک ہو جائیں تو ہم بائیس گھنٹوں میں کوئی بڑی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔"

"تمہاری ضرورت ہوئی تو ضرور تمہیں یاد کریں گے۔ ابھی تو میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی ذہانت سے کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "تمیرزی کی چال کامیاب ہو رہی ہے۔ اس نے تمہیں مجھ سے کترانا سکھا دیا ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ ہم بہترین دوست ہیں اور....."

"بس باتیں نہ بناؤ۔ جب ضرورت ہو تو مجھے آواز دینا۔ گڈ بائی۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ دماغی طور پر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہو گئی۔ سوچنے لگی کہ تمیرزی نے پیش گوئی کے ذریعے زبردست سیاست دکھائی ہے۔ پُرماسٹر اور چند اعلیٰ حکام کو یہ اندیشہ ہو گیا ہے کہ شی تارا اور مرینا کو اپنے مختلف معاملات میں شریک کیا جاتا رہے گا تو وہ دونوں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے اُن پر چھا جائیں گی۔ ان کے ملک میں لمبوڈا کی موت اور سونیا ٹائی' مونارو اور ٹالیوٹ کے چلے جانے کے بعد صرف دو ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے تھے۔ وہ دونوں نو آموز تھے۔ ان کے مقابلے میں شی تارا اور مرینا عملی تجربات سے گزرتے گزرتے زبردست چالباز ہو گئی تھیں۔

شی تارا سوچ رہی تھی' لمبوڈا کے داماد بی جی تھرمال سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں چھین لی گئی ہیں۔ اس کے بعد صرف دو نو آموز رہ گئے ہیں۔ اگر ان کا بھی صفایا ہو جائے یا انہیں ٹریپ کر کے اپنے پاس لایا جائے تو پھر پُرماسٹر کے پاس ایک بھی خیال خوانی کرنے والا نہیں رہے گا۔ ٹرانسفارمر مشین ناکارہ ہو چکی ہے۔ ایسے میں پُرماسٹر ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کے بغیر فرہاد کے مقابلے پر ٹک نہیں سکے گا۔ وہ میرے اور مرینا کے تعاون کا محتاج ہو جائے گا۔ شاید اس طرح تمیرزی کی پیش گوئی پوری ہو جائے اور اس سپر پاور کہلانے والے ملک کے حکمرانوں پر میری حکمرانی ہو جائے۔

وہ صوفے پر سے اٹھ گئی۔ اٹیچی سے ایک اچھا سا لباس اور تولیا نکالا پھر غسل کرنے چلی گئی۔ وہ تازہ دم ہو کر نیچے ڈائننگ ہال میں جانا چاہتی تھی۔ اس طرح مسلسل..... خیال خوانی کی تھکن

دور ہو جاتی۔ وہ خیال خوانی کی دنیا سے دور زندہ انسانوں کے درمیان ذرا ہنستی بولتی تو آئندہ اہم منصوبے بنانے کے لیے ذہن تازہ اور ہشاش بشاش رہتا۔

اُس نے غسل کے بعد بہترین اور نہایت قیمتی ساڑھی پہنی۔ بیش قیمت ہیرے جواہرت سے جڑے ہوئے زیورات پہنے۔ سر سے پاؤں تک ہندوستانی الیلی نار بن گئی۔ اس ہوٹل میں مختلف ممالک کی عورتیں اکثر اپنے ملک کے روایتی لباس میں نظر آتی تھیں۔ اپنے لباس، اپنے زیورات اور اپنے رکھ رکھاؤ سے ظاہر کرتی تھیں کہ وہ کس کلچر امیر کبیر ہیں۔

شی تارا کو یہ اندیشہ نہیں تھا کہ اسے وہاں کوئی پہچان لے گا۔ ایک بھائی کے سوا کوئی اس کی اصل صورت آشنا نہیں تھا۔ اس کے تمام دشمن بابا صاحب کے ادارے تک محدود ہو کر رہ گئے تھے۔ اسے کہیں سے، کسی سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ نہایت آزادی سے شاہانہ انداز میں سیڑھیوں سے اترتی ہوئی ڈائننگ ہال میں آ گئی۔ کتنے ہی لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں پھر وہ اٹھی ہی رہ گئیں۔ غضب کا شاہانہ تکبر سے بھرا ہوا حسن تھا۔ سرتاپا ہندوستانی راجکماری لگ رہی تھی۔

ایک میز پر بیٹھی ہوئی باربرا نے کہا۔ "اے! اِدھر دیکھو، کیا زبردست چیز ہے۔"

پارس نے سر گھما کر دیکھا پھر شوق دید سے پلکیں جھپکنا بھول گیا۔ یوں بھی وہ ناف شناذ و نادر ہی پلکیں جھپکتا تھا۔

****

میں دودھ کا جلا ہوں چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہوں۔ ایک بار میری عارضی موت ہوئی تھی تو میری پوری فیملی بابا صاحب کے ادارے میں جمع ہو گئی تھی۔ دشمنوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا تھا۔ ماسک مین نے جوجو کو اور سپر اسٹر نے آمنہ (رسونتی) کو اغوا کرایا تھا۔

اس بار بھی میں نے دشمنوں کی توقع کے مطابق اعلان کیا کہ میں اور میرے دونوں بیٹے نوزائیدہ بچوں کی خوشیاں منانے کے لیے اپنی تمام مصروفیات ملتوی کر رہے ہیں اور ہم سب چوبیس گھنٹے ادارے میں سونیا اور بچوں کے پاس گزاریں گے۔

یقیناً ان کی توقع پوری ہو رہی ہوگی اور وہ سب ادارے کے اطراف گھیرا ڈال چکے ہوں گے۔ ادارے میں بھی داخل ہونے کی کوششیں کر رہے ہوں گے۔ ابھی میں یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کیسی کیسی چالیں چل رہے ہیں لیکن اطمینان تھا کہ ان کی چالیں کامیاب ہوں گی تو خوب تماشا رہے گا۔ یہ دشمن نہیں جانتے تھے کہ اس ادارے میں فرہاد، پارس، علی تیمور، سونیا، سونیا ثانی اور جوجو کی دو دو ڈمیز رہتی ہیں۔ وہ سب ادارے میں تھیں اور ہم سب ادارے کے باہر تھے۔ ہم باپ بیٹوں نے اور ثانی نے ابھی تک سونیا سے ملاقات نہیں کی تھی اور بچوں کو نہیں دیکھا تھا۔

"علی، ثانی، مریم اور پاشا مارکیو سان سے نیویارک پہنچے۔ نیویارک سے پیرس آئے تھے۔ انہوں نے ملٹری ہیڈ کوارٹر کے ایک بنگلے میں پاشا کو پہنچایا۔ اس بنگلے کے ایک کمرے میں محرم بٹھا کر کہا۔ "ہم ابھی آتے ہیں۔"

وہ تھوڑی دیر تک اکیلی بیٹھی رہی پھر اس کے پاس علی اور ثانی آئے تو وہ سمجھ نہ سکی کہ وہ اصلی نہیں ہیں۔ ان کی ڈمی ہیں۔ دونوں ڈمی کے ساتھ پیرس سے روانہ ہو کر بابا صاحب کے ادارے میں چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد اصل علی اور ثانی اس بنگلے میں پاشا کے پاس آئے۔ علی نے کہا۔ "میں تم سے دکھ سکھ کی بے تکلفی سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ تمہیں یہاں تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں۔"

ثانی نے کہا۔ "شی تارا اور مریم تمہارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی ہیں۔ وہ اس ہیڈ کوارٹر میں نہیں آ سکیں گی اور تم انہیں یہاں میں آنے نہیں دو گے۔ اسی میں تمہاری سلامتی ہے۔"

پاشا نے پوچھا۔ "ہم یہاں کب تک رہیں گے؟"

"صرف چوبیس گھنٹے۔ ہم اتنی دیر میں ادارے کے اندر اور باہر چھپے ہوئے دشمنوں کو بے نقاب کر دیں گے۔ اس سلسلے میں تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔"

"میں حاضر ہوں مگر میں کیا کر سکتا ہوں۔"

علی نے کہا۔ "مما اور میرے بھائی اور بہن جس کوارٹر میں ہیں اس کے اطراف دور تک مسلح افراد کا پہرا ہے اور خفیہ طور پر کیمرے نصب کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ تم بھی یہاں بیٹھ کر ان کی نگرانی کرو گے۔ اس ٹیپ ریکارڈر میں مما کی آواز ہے، اسے سن پھر اسے آف کر کے اپنی غیر معمولی سماعت سے مما کی آواز دھیان دو۔"

ثانی نے ریکارڈر کو آن کیا۔ چند سیکنڈ کے بعد سونیا کی آواز سنائی۔ "ہیلو بیٹے علی! کیا بات ہے۔ مجھے اپنی آواز ریکارڈ کرنے کیوں کہہ رہے ہو؟ کیا اتنی آواز کافی ہے یا اور بولوں؟"

پھر ٹیپ خاموش ہو گیا۔ ثانی نے اسے آف کر کے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے کہا۔ "مما! پاشا نے آپ کی آواز سن لی ہے۔ آپ باتیں کریں، وہ اپنی قوتِ سماعت سے سنے گا۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "آمنہ حجرے میں گئی ہے۔ میں آتی ہوں، چلو اپنے بچوں سے بول رہی ہوں۔"

ثانی نے واپس آ کر پاشا سے کہا۔ "مما بول رہی ہیں۔ ان کی آواز سنو۔"

وہ کان لگا کر سننے لگا اور کہنے لگا۔ "مادام اپنے بچوں کو کیا کہہ کر کہہ رہی ہیں، میرا بیٹا، کہہ رہی شہزادہ! ارے واہ، نام لیتے ہی بیٹا مسکرانے لگا اور میری شہزادی اعلیٰ بی بی! تم کیوں خاموش ہو۔ اللہ اللہ! چہرے پر ایسی سنجیدگی جیسے کسی مسئلے کو حل کر رہی ہو۔

میری جان! ابھی مسائل حل کرنے کے لیے ماں زندہ ہے۔ یہ تمہارے ہنسنے کھیلنے کی عمر ہے۔ چلو ہنسو، مسکراؤ، ہاں، ہاں، شاباش۔"

ثانی خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس موجود تھی۔ اُس نے کہا۔ "مما! پاشا ایک ایک لفظ سن رہا ہے۔ اب کسی مسلح گارڈ کو بلائیں اور بالکل خاموش رہیں۔"

پھر وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی۔ "پاشا! اب تمہیں مما کے آس پاس ہلکی ہلکی سی آوازوں کو سننا ہے۔"

"میں سن رہا ہوں۔ قریب ہی چڑیاں چہچہا رہی ہیں۔"

"ذرا غور سے اور کچھ سنو۔"

وہ توجہ سے سنتے ہوئے بولا۔ "قدموں کی آواز ہے پہلے دور تھی اب قریب آ رہی ہے۔ اب مادام آنے والے سے کہہ رہی ہیں کوئی بات نہیں، تم جا سکتے ہو۔ ہاں اب وہ قدموں کی آواز پھر رفتہ رفتہ دور ہو رہی ہے۔"

ثانی نے کہا۔ "تم واقعی باکمال ہو۔ اب سے رات دس بجے تک آرام کرو۔ ہو سکے تو سو جاؤ کیوں کہ رات دس بجے سے صبح اذان کے وقت تک تمہیں جاگنا ہے اور وقفہ وقفہ سے مما کی طرف کان لگائے رکھنا ہے۔ ان کے آس پاس رات کے وقت کوئی مسلح گارڈ نہیں آئے گا۔ سب دور سے نگرانی کریں گے۔ اگر تم قدموں کی آواز سنو تو سمجھ لینا، وہ آنے والے دشمن ہی ہوں گے۔ تم فوراً مجھے اور علی کو آواز دو گے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے مما کو الرٹ کر دوں گی۔"

پاشا نے کہا۔ "یہ بڑی سخت ڈیوٹی ہے۔ میں رات کو جاگنے کا عادی نہیں ہوں۔"

علی نے کہا۔ "تم جاگو گے۔ رات کو کھانے کے بعد ایک فوجی ڈاکٹر آئے گا، وہ تمہیں ایسا انجکشن لگائے گا کہ آنکھوں سے نیند اڑ جائے گی۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ میری آزادی چھن گئی ہے۔ پتا نہیں کیوں تمہاری ہر بات مان لیتا ہوں۔"

"یہ تمہاری سعادت مندی ہے۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہاری بے لگام آزادی سے شی تارا فائدہ نہ اٹھا سکی۔ ورنہ اب تک تمہاری کھوپڑی میں گھس کر وہ فارمولے معلوم کر لیتی اور تمہیں جان سے مار ڈالتی۔ کیا وہ فارمولے حاصل کرنے کے بعد کوئی بھی تمہیں زندہ چھوڑے گا۔"

"نہیں۔ پتا نہیں کب تک خطرات میں گھرا رہوں گا۔ سوچتا رہوں گا۔ کوئی مجھے زیر نہیں کر سکے گا لیکن تم لوگوں نے مجھے جکڑ لیا ہے۔"

"تمہیں کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا جکڑ سکتا ہے۔ جب تک ہمارے پاس ہو، عزت سے ہو۔ شی تارا، سپر اسٹریا یہودیوں کے ہتھے چڑھو گے تو دو کوڑی کے بھی نہیں رہو گے۔"

ثانی نے کہا۔ "پاشا! کام کی باتیں کرو۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ تمہاری دماغی قوت بھی غیر معمولی ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ خیال خوانی کا زلزلہ پیدا کیا جائے تب بھی تمہارا دماغ متاثر نہیں ہوتا۔ اس حساب سے تمہاری یادداشت بھی غیر معمولی ہوگی۔"

"ہاں، برسوں پرانی باتیں اب بھی میرے حافظے میں محفوظ رہتی ہیں۔"

"پھر فارمولے کی بہت سی باتیں یاد کیوں نہیں ہیں؟"

"اس لیے کہ میں نے دانستہ یاد نہیں رکھا۔ چند اہم دواؤں کے اوزان کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا تاکہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ سے مکمل فارمولے معلوم نہ کر سکے۔"

"لیکن میں نے معلوم کیا ہے کہ تم نے ان فارمولوں کا مسودہ صومالیہ میں کہیں چھپا کر رکھا ہے۔ کل رات کی فلائٹ سے تم وہاں جاؤ گے۔"

"ہاں، جاؤں گا میں نے بے پناہ طاقت کے زعم میں یہ نہیں سوچا تھا کہ یوں غلام بنا لیا جاؤں گا۔ یہ ٹیلی پیتھی بھی کیا چیز ہے۔ میں غلامی نہیں کرنا چاہتا مگر کر رہا ہوں۔"

اس کی باتوں کے دوران ثانی اس کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے اسے بستر پر لیٹنے پر مجبور کیا۔ وہ ایک انگڑائی لے کر لیٹ گیا پھر اس نے جماہی لے کر آنکھیں بند کیں، ثانی نے اسے ایک منٹ کے اندر سلا دیا۔

****

میں، پارس اور باربرا ثمر قند میں تھے۔ ہم نے طے کیا تھا کہ صومالیہ کے جنگلات سے وہ فارمولے لانے کے لیے پارس اور باربرا جائیں گے۔ ان کے ساتھ پاشا بھی رہے گا۔ میں نے باربرا پر تنویمی عمل کے ذریعے وہاں کی مقامی بولی اس کے ذہن میں نقش کر دی تھی۔ پاشا یہ بولی جانتا تھا۔ یہ زبان اسی کے دماغ سے سن کر میں نے باربرا کے دماغ میں پہنچائی تھی۔

ہمارا خیال تھا کہ فارمولے جہاں چھپائے گئے ہیں وہ جگہ پاشا کے علاوہ صرف ہمیں معلوم ہے لیکن شی تارا نے خوبیٔ قسمت سے یہ راز معلوم کر لیا تھا پھر یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ ہم میں سے کون ان فارمولوں کے لیے صومالیہ جائے گا۔ یہ جاننے کے لیے اس نے پارس سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا کہ وہ تین دن بعد اس سے سمرقند میں ملاقات کرے گی۔

مقصد یہ تھا کہ اگر پارس کو صومالیہ جانا ہوتا تو وہ کہہ دیتا کہ وہ تین دن بعد سمرقند میں نہیں رہے گا۔ اس طرح شی تارا کو معلوم ہو جاتا کہ پارس ہی وہاں جا رہا ہے۔

میں نے شی تارا کی چال کے جواب میں فیصلہ کیا کہ ڈمی پارس کو سمرقند بلایا جائے گا اور شی تارا کو دھوکا دیا جائے گا لیکن ایسے ہی وقت سونیا نے دو بچوں کو جنم دیا تو میں نے چال بدل دی۔ پارس پر

عمل کر کے اس کے ذہن سے اس کی اپنی آواز اور لہجے کو بدل دیا۔ بابا صاحب کے ادارے میں پارس کی جو ڈمی تھی اس کے ذہن میں پارس کی آواز اور لہجہ نقش کر دیا گیا۔ اس ڈمی کو ماضی یاد نہ رہا۔ وہ خود کو مکمل پارس سمجھنے لگا۔

جب شمی تارا نے خیال خوانی کی پرواز کی تو آواز اور لہجے کے مطابق ڈمی پارس کے دماغ میں پہنچی۔ اصلی پارس کے اندر اس لیے نہ پہنچ سکی کہ اصل کا لہجہ بدل گیا تھا۔ خیال خوانی کی لہریں شمی تارا کو ڈمی کے اندر لے گئی تھیں اور وہ یہ معلوم کر کے مطمئن ہو گئی تھی کہ پارس بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔

پارس' باربرا کے ساتھ سمندر سے روانہ ہو کر قاہرہ پہنچا ہوا تھا۔ یہ طے پایا تھا کہ دوسری رات کسی فلائٹ سے پاشا وہاں آئے گا پھر وہاں سے وہ تینوں صومالیہ جائیں گے۔ یہ محض اتفاق تھا یا شمی تارا کی ذہانت آئی تھی کہ اس نے بھی قاہرہ پہنچ کر اسی مشہور و معروف ہوٹل میں قیام کیا تھا۔

شمی تارا نے اچھی طرح یقین کر لیا تھا کہ تمام دشمن دوسرے دن شام تک ادارے سے باہر نہیں آئیں گے۔ حیاتِ انسانی میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ آدمی سوچتا ہے' میں نے ہر پہلو سے پیش بندی کی ہے' کسی طرف سے مصیبت نہیں آئے گی لیکن آ جاتی ہے۔

وہ ڈائننگ ہال میں آئی۔ آتے ہی احساس ہوا کہ جوانوں اور بوڑھوں کی نگاہوں کا مرکز بن گئی ہے۔ جن کے ساتھ حسین عورتیں تھیں' وہ بھی اپنی حسیناؤں کو گھر کی مرغی سمجھ کر اسے تکنے لگے تھے۔ جو حسینہ مرکزِ نگاہ بن جاتی ہے' وہ دیکھنے والوں پر نگاہ ڈالنے سے کتراتی ہے۔ بے اختیار غرور پیدا ہوتا ہے۔ اس نے بھی بے شمار پکارتی ہوئی نظروں کو نہیں دیکھا۔ یوں پارس کو بھی نہیں دیکھا۔ اک شانِ بے نیازی سے چلتی ہوئی' پارس اور باربرا کے قریب سے گزرتی ہوئی ایک خالی میز کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

پارس سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ باربرا نے پوچھا۔ "کیا مرمٹے ہو؟"

"میں مروں یا جیوں' تمہاری بلا سے۔ تم تو گھاس نہیں ڈال رہی ہو۔"

"دیکھو' میں نے کئی بار سمجھایا ہے' میں مرد ہوں۔ مجھ سے دوستی کرو عشق نہ کرو۔"

"اس حسینہ کو دیکھ کر تمہاری بات عقل میں آ رہی ہے۔ میں دوستی تم سے کروں گا اور عشق اس سے۔۔۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "اس کا مطلب ہے اس میں کوئی خاص بات دیکھ رہے ہو۔ میں نے بھی اسے دیکھتے ہی محسوس کیا ہے کہ یہ کوئی غیر معمولی لڑکی ہے۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں کہ یہ مختلف سی کیوں لگ رہی ہے؟"

"اکثر لوگوں میں کوئی خاص بات ہوتی ہے' جو انہیں دوسروں سے الگ کرتی ہے۔ تم میں بھی ایسی ایک بات ہے۔ اگر تمہارا کوئی دشمن ہو گا تو فوراً تمہیں پہچان لے گا۔"

"کوئی مذاق ہے کہ اس بدلے ہوئے چہرے کے باوجود پہچان لے گا؟"

"چہرہ بدلنے سے فطرت نہیں بدل جاتی ہے۔ تمہیں داد دینا پڑتا ہے کہ نارمل انسانوں کی طرح پلکیں جھپکتے رہتا ہے۔ اس وقت بالکل زہریلے سانپ لگ رہے ہو۔"

وہ جلدی سے پلکیں جھپکتے ہوئے بولا۔ "میں بھولتا نہیں ہوں لیکن یہ حسینہ ہے ہی ایسی' جانے کتنے لوگ پلکیں جھپکنا بھول گئے ہیں۔"

"کیا تم عورت کے سوا کسی دوسرے موضوع پر بول نہیں سکتے؟"

"کیا تمہارے اندر حسد اور جلاپا پیدا ہو رہا ہے؟"

"تم اتنے دنوں میں سمجھ گئے ہو گے کہ میں ایسی نہیں ہوں۔"

"اتنے دنوں میں تمہیں بھی سمجھ لینا چاہیے کہ میں کسی کی ذات میں کچھ محسوس کرتا ہوں' تب ہی اس میں دلچسپی لیتا ہوں۔ پلیز تم بھی سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ یونہی نہیں کھٹک رہی ہے' کوئی بات ضرور ہے۔"

"وہ میرے پیچھے کسی میز پر ہے میں اسے دیکھ نہیں سکتی۔ پھر سمجھ کیسے سکتی ہوں۔ خیال خوانی سے کچھ معلوم کر سکتی ہوں تو پاپا نے سختی سے تاکید کی ہے کہ جب تک جان پر نہ بن آئے تب تک خیال خوانی نہ کرنا۔ خواہ مخواہ دوسرے متوجہ ہو جاتے ہیں اور مسائل میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔"

"بھئی خیال خوانی نہ کرو۔ کسی اور داؤ پیچ سے دوستی کرا دو۔ آج سے میں تمہیں مردِ تسلیم کر لوں گا۔"

"کسی سے دوستی کرانا مردانگی ہے تو تم بھی مرد ہو میں تمہیں مردانگی کی سند لینا نہیں چاہتی۔"

"تم کسی کام کی نہیں ہو۔ پاپا نے تمہیں یونہی میرے ساتھ لگا دیا ہے۔"

"مجھے بیکار اور پھوہڑ کہلانا پسند ہے۔ تمہارے لیے کسی عورت کی دلالی پر لعنت بھیجتی ہوں۔"

پارس نے اونچی آواز میں کہا۔ "ویٹ اَپ۔ تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟ میں ایک عزت دار ہندوستانی ہوں۔ کوئی عیاش دلال نہیں ہوں۔ تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو؟"

باربرا نے اسے حیرانی سے دیکھا پھر دماغ میں آ کر بولی۔ "ڈراما ہے؟"

"ہاں۔ غصے میں اٹھ کر چلی جاؤ۔"

وہ کرسی سے اچھلنے والے انداز میں کھڑی ہو گئی۔ اپنے کپڑے ہوئے بیچ کو میز پر پھینکتی ہوئی بولی۔ "میں کوئی سستی نہیں ہوں۔ تم ایک بار شٹ اَپ کہو گے میں ہزار بار ویٹ اَپ کہوں گی۔"

وہ ایک طرف پلٹ گئی پھر پاؤں پٹختی ہوئی جانے لگی۔ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ کھانا چھوڑ کر انہیں دیکھ رہے تھے۔ باربرا کے نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد وہ پھر کھانے اور اپنے ساتھیوں سے باتیں کرنے لگے۔ پارس نے چور نظروں سے دیکھا' شمی تارا بھی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا۔ باربرا جس طرح غصہ دکھا کر گئی تھی' اس طرح کی حرکت وہاں اپنی کیٹ کے خلاف سمجھی جاتی تھی۔

وہ ویٹر کو کھانے کا آرڈر دیتے ہوئے بولی۔ "وہ نوجوان کون ہے جس کی گرل فرینڈ اس طرح اس کی انسلٹ کر کے گئی ہے۔"

"پتا نہیں یہ کون لوگ ہیں۔ اس ہوٹل کی پانچویں منزل پر رہتے ہیں' کیا میں ان کے متعلق کچھ معلوم کروں؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ تم آرڈر کی تعمیل آن کرو۔"

وہ چلا گیا۔ دوسرا ویٹر پارس کے کھانے کا آرڈر نوٹ کر رہا تھا۔ باربرا نے پارس کے لیے اس ویٹر کی آواز سنی پھر اس کے اندر رہ کر کچن میں آئی۔ کچن میں وہ دوسرا ویٹر تھا' جو شمی تارا سے آرڈر لے کر آیا تھا۔ باربرا نے خیال خوانی کے ذریعے چکر چلایا۔ جس ویٹر کے اندر تھی وہ اس کی مرضی کے مطابق شمی تارا کے کھانے کی ٹرالی پارسل کے پاس لے گیا پھر وہ دوسرے ویٹر کے اندر گئی اور اس کے ذریعے پارس کے کھانے کی ٹرالی شمی تارا کے پاس پہنچا دی۔

اس کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ وہ مختلف ڈشوں کو دیکھ کر بولی۔ "یہ کس کا آرڈر لے آئے ہو۔ یہ میری پسند کا کھانا نہیں ہے۔"

دوسرا ویٹر ٹرالی دھکیلتا ہوا آیا۔ اس کے ساتھ پارس تھا۔ اس نے کہا۔ "مس! بیچاروں سے غلطی ہو گئی ہے۔ تمہارا کھانا میرے پاس آ گیا ہے۔"

پھر وہ ٹرالی سے ڈشیں اٹھا کر میز پر رکھنے لگا۔ شمی تارا جلدی سے اٹھ کر بولی۔ "اوہ نو۔ تم میرے لیے کھانا چن رہے ہو۔ یہی کیا کم ہے کہ تم نے میرے کھانے کے ساتھ یہاں تک آنے کی زحمت کی ہے۔"

وہ بولا۔ "میں شاید ایسا نہ کرتا لیکن تمہاری طرح ہندوستانی ہوں۔ ہمارا دھرم سکھاتا ہے کہ جس کی امانت ہو' اس کے پاس پہنچا دی جائے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "تم ہندوستانی ہو' کتنے اونچے خیالات رکھتے ہو۔ مجھے تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

"اپنے دیس سے ہزاروں میل دور پردیس میں تم سے مل کر مجھے بھی بے حد خوشی ہو رہی ہے۔"

"میں نے دیکھا ہے تم ادھر تنہا بیٹھے ہوئے تھے۔ کیا اس میز پر میرا ساتھ دو گے؟"

"یہ میرے لیے تم سے ملاقات کے بعد دوسری خوشی ہے۔"

وہ قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ دونوں ویٹر میز پر کھانا چُننے کے بعد چلے گئے۔ شمی تارا نے اس کی طرف ایک ڈش بڑھا کر کہا۔ "میں دہلی سے آئی ہوں۔ میرا نام پریما ہے۔"

وہ بولا۔ "پھر تو یہ حسین اتفاق ہے۔ تمہارا نام پریما اور میرا نام پریم کمار ہے۔ دونوں کے ناموں میں محبت ہی محبت ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میرا مزاج میرے نام کے خلاف ہے۔ میں محبت کو بکواس سمجھتی ہوں۔"

"یعنی صرف ہمارے نام ہی نہیں ملتے' خیالات بھی ملتے ہیں۔ میں بھی محبت کو بکواس سمجھتا ہوں۔ میرا پیشہ پہلوانی ہے۔ مجھے پہلوانی سے عشق ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا۔ وہاں اس میز پر ایک لڑکی عشق کرنے آئی تھی۔ اسے ایسا غصہ دلایا کہ بھاگ گئی۔ میں عورتوں سے دور رہتا ہوں۔ صرف تم سے اس لیے اپنائیت ہے کہ میرے دیس اور دھرم کی ہو۔ ہزاروں میل دور تمہارے پاس یوں لگ رہا ہے جیسے میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوں۔"

"میں بھی اپنائیت محسوس کر رہی ہوں۔ تمہاری یہاں کیا مصروفیت ہے؟"

"میں یہاں کے کسی مشہور پہلوان سے کُشتی لڑنے آیا ہوں۔ اسی بہانے مصری پہلوانوں کے داؤ پیچ سیکھ کر جاؤں گا۔ اس طرح بھارت کا نام روشن کروں گا۔"

"یہ ہمارے دیس کے لیے بڑے فخر کی بات ہے' اگر یہ کشتی کل تک ہوئی تو میں ضرور دیکھوں گی۔"

"کیا کل کے بعد نہیں رہو گی؟"

"شاید نہ رہ سکوں۔ میری ایک بہن صومالیہ کے فاقہ زدہ بیمار لوگوں میں اناج اور دوائیں تقسیم کرنے کے لیے کل شہر بیضابہ پہنچے گی۔ مجھے اس نیک کام میں اُس کا ہاتھ بٹانے کے لیے وہاں جانا ہو گا۔"

"اچھا تو تمہاری بہن بھی ہے۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم دونوں بہنیں صومالیہ جا کر اس جوانی میں نیکیاں کما رہی ہو۔ باقی دو دے' کھانے کے بعد کیا پروگرام ہے؟"

"میں اکیلی تھی اس انجانے شہر میں رات کو باہر جانے سے ڈر رہی تھی۔ سنا ہے چاندنی راتوں میں دریائے نیل کا منظر بڑا خوابناک ہوتا ہے۔"

"میں پہلوان ہوں۔ میرے ساتھ کہیں بھی چلو گی تو ڈر نہیں لگے گا۔ قاہرہ میں رات کبھی نہیں ہوتی۔ یہ بڑا ہی رنگین و سنگین شہر ہے۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔"

انہوں نے کھانے کے بعد کرائے پر ایک کار حاصل کی پھر شہر دیکھنے کے لیے چل پڑے۔ دن کے وقت سڑکوں پر ٹریفک کا بڑا شور ہوتا ہے۔ رات دس بجے تک عوامی ٹرانسپورٹ اپنے گیراج میں چلی جاتی تھی۔ بڑے بڑے رئیسوں کی خوبصورت اور قیمتی گاڑیاں ہی نظر آتی تھیں راستوں اور گلیوں' ہوٹلوں اور کلبوں میں

طرح طرح کی حسینائیں نظر آتی تھیں۔ کچھ دلآل' کچھ نو سرباز اور غیر ملکیوں کو ٹھگنے والے جگہ جگہ دکھائی دیتے تھے۔

شی تارا نے ایک جیولری کی دکان کے سامنے کار روکنے کو کہا پھر کار سے اترتے ہوئے بولی۔ "میں ہیرے جواہرات کی دیوانی ہوں۔ جس ملک میں جاتی ہوں' وہاں کے ہیرے موتی ضرور خریدتی ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "تمہارے بدن پر بیش قیمت جواہرات کو دیکھ کر ہی پتا چلتا ہے کہ تم صرف انہیں پہنتی ہی نہیں ہو بلکہ ان کے متعلق خاصی معلومات بھی رکھتی ہو۔"

دکاندار نے اس کے بدن پر قیمتی جواہرات سے اندازہ لگا لیا کہ موٹی اسامی ہے۔ اس نے جھک کر سلام کیا پھر ان کے آگے آگے الٹے پاؤں چلتے ہوئے بولا۔ "تشریف لائیں' میرے پاس بھی کچھ ایسے جواہرات ہیں جو آپ کی پسند اور ذوق کے مطابق ہوں گے۔"

وہ شوکیس میں سجے ہوئے ہیرے موتی دیکھ کر بولی۔ "یہ تو کچھ بھی نہیں۔ مصری نوادرات میں سے کوئی ہیرا ملے تو میرے کلیکشن میں اضافہ ہوگا۔"

دکاندار نے کہا۔ "یہ دکان کا بیرونی حصہ ہے۔ چوری' ڈکیتی کا اندیشہ رہتا ہے اس لیے غیر معمولی جواہرات اندرونی حصے میں رکھے جاتے ہیں۔ آپ تشریف لائیں۔"

اس نے ایک دروازہ کھولا۔ دروازے پر موتیوں کی لڑیوں کا پردہ تھا۔ ہر لڑی میں چاندی کی گھنٹیاں لگی ہوئی تھی۔ وہ لڑیوں کے درمیان سے گزر رہے تھے تو گھنٹیاں ایک دوسرے سے ٹکرا کر بجتی جا رہی تھیں۔ اس وقت وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ خطرے کی گھنٹیاں بج رہی ہیں۔

وہ ایک تنگ سی راہداری میں پہنچ گئے۔ وہاں کی نیم تاریکی میں شی تارا کو ایک ذرا خطرے کا احساس ہوا۔ ایسے وقت وہ اس دکاندار کے دماغ میں پہنچنے پر مجبور ہو گئی۔ اس نے اپنی سلامتی کے لیے اپنی بھائی برٹا کی قسم کھائی تھی کہ عام حالات میں کبھی خیال خوانی نہیں کرے گی۔ کسی اجنبی کے دماغ میں نہیں جائے گی۔ اکثر خیال خوانی کرنے سے وحید کمل جاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی اجنبی مصیبت بن جائے گا یا کبھی اپنی جان پر بن آئے گی تب وہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرے گی۔

اب ایسا وقت آ گیا تھا۔ اس نے راہداری سے گزرتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس دکاندار کے اندر پہنچ گئی۔ وہ غیر ملکی گاہکوں سے باتیں کرنے کے لیے تھوڑی بہت انگریزی بول لیتا تھا۔ اگر یہ زبان نہ جانتا تو وہ کسی اور کے چور خیالات پڑھ نہ پاتی۔

چور خیالات نے بتایا' وہ دونوں ٹریپ ہو چکے ہیں۔ اس نے پارس کا بازو تھام کر کہا۔ "واپس چلو' میں جواہرات نہیں خریدوں گی۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ ارادہ کیوں بدل رہی ہو؟"

وہ سرگوشی میں بولی۔ "میری چھٹی حس کہہ رہی ہے' یہاں خطرہ ہے۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں ضلع مونگیر کا مونگیری پہلوان ہوں۔ کوئی بھی خطرہ ہو گا' اسے دھوبی پاٹ مار کر پچھاڑ دوں گا۔"

وہ اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتی ہوئی اس دروازے کی طرف لے جانے لگی' جہاں موتیوں کی لڑیوں کا پردہ تھا مگر راہداری کے دونوں طرف سپاٹ پتھریلی دیواریں نظر آئیں۔ وہ دروازہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسی وقت راہداری کا اکلوتا بلب بجھ گیا۔ گہری تاریکی چھا گئی۔ تاریکی اچانک ایسے آئی جیسے بلا آہٹ آئی ہو۔ وہ بے اختیار تحفظ حاصل کرنے کے لیے اس سے لپٹ گئی۔ پارس نے دکاندار کو آواز دی۔ "اے مسٹر! تم کہاں ہو؟ تم نے لائٹ کیوں بجھا دی ہے؟"

کہیں جواب نہ ملا۔ وہ ساتھ آنے والا اندھیرے میں غائب ہو گیا تھا۔ شی تارا ذرا اور چپک گئی۔ وہ بزدل نہیں تھی لیکن اپنی ذہانت اور صلاحیتیں آزمائے بغیر حرام موت مرنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ گردن میں بانہیں ڈال کر اُس کا سر اپنی طرف جھکا کر اس کے کان میں آہستگی سے بولی۔ "وہ دکان دار اسی اندھیرے میں ہم سے ذرا دور ہے۔ دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ ایک طرف جا رہا ہے۔"

پارس نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا پھر اس کے کان میں پوچھا۔ "تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ اندھیرے میں موجود ہے اور دیوار سے لگ کر کہیں جا رہا ہے؟"

وہ اپنی خیال خوانی کا بھید نہیں کھولنا چاہتی تھی۔ اس لیے بولی۔ "میری قوتِ سماعت غیر معمولی ہے۔ دیوار سے لگ کر چلنے کے باعث اس کے لباس کی سرسراہٹ اور اس کے جوتوں کی ہلکی سی آواز سن رہی ہوں۔"

اس میں شبہ نہیں تھا کہ وہ ایک ناگہانی مصیبت میں پڑ گئے تھے اور مصیبت ایسی تھی کہ دونوں کو مقناطیس کی طرح ملا رہی تھی۔ تاریکی میں کسی دشمن کی موجودگی میں ضروری باتیں کرنے کے لیے ایک دوسرے کے کانوں تک پہنچنا لازمی تھا کہاں تو وہ پارس کا نام سنتے ہی اپنے کان پکڑتی تھی۔ کہاں یہ کہ اپنے کان اس کے ہونٹوں سے لگا رہی تھی۔ تدبیر جب اپنی منواتی ہے تو تدبیر دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو نہیں پہچان رہے تھے مگر مقدر کی کھینچی ہوئی لکیر پر چل رہے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ یوں نہیں گلا چاہیے لیکن ایک مقناطیسی کشش محسوس کر رہی تھی۔ ہونٹ سے ڈائننگ ہال میں غیر شعوری طور پر متاثر ہو گئی تھی۔ وہ تاثرات کہاں سے کہاں لے آیا تھا۔ اس نے سوچا' کان میں آخری بات بول کر الگ ہو جائے گی۔ تاریکی میں صرف ہاتھ پکڑے گی۔ پارس نے اس کے کان میں اپنی سانسیں چھوڑتے ہوئے کہا۔ "ہمیں بھی دیوار سے لگ کر ایک سمت چلنا چاہیے۔ آخر کہیں تو پہنچیں گے۔"

"میں بھی یہی کہنے والی تھی۔ ویسے کیا تم سگریٹ نہیں پیتے ہو؟"

"تعجب ہے۔ اس مصیبت میں تمہیں سگریٹ کی طلب ہو رہی ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں ماچس یا لائٹر کے لیے پوچھ رہی ہوں۔"

"میں پہلوان ہوں۔ سگریٹ نہیں پیتا جان بناتا ہوں۔"

"ہوٹل سے پہلوانی کی ڈینگیں مارتے آ رہے ہو۔ کچھ کر کے تو دکھاؤ۔"

"کیا یہ کم ہے کہ مصیبت کے اندھیرے میں تمہیں سمیٹے رکھنے کا فرض ادا کر رہا ہوں۔"

وہ جلدی سے الگ ہٹ گئی لیکن اس کے ایک بازو کو تھام لیا کیوں کہ تاریکی میں بچھڑنے والے مشکل سے ایک دوسرے کو ڈھونڈ پاتے ہیں۔ وہ دیوار سے لگ کر چلنے لگے۔ شی تارا نے دکاندار کے اندر پہنچ کر معلوم کیا۔ اب وہ دیوار سے لگا ہوا نہیں تھا ایک کھلی جگہ کھڑا تھا۔ اس کے سامنے دور اہرام کی تکونی اونچی دیواریں دکھائی دے رہی تھیں۔ چاندنی رات تھی۔ اونٹ ایک قطار میں اہرام کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ اہرامِ مصر کا روایتی منظر نگاہوں کے سامنے تھا۔

شی تارا نے حیرانی سے سوچا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ قاہرہ کے صرافہ بازار کی ایک دکان میں داخل ہوئی تھی۔ اسے دکان کے اندرونی حصے میں ہونا چاہیے تھا پھر وہ دکان دار اتنی جلدی اس چار دیواری سے باہر اہرامِ مصر کے سامنے کیسے پہنچ گیا ہے؟

اس نے پھر دکاندار کے خیالات پڑھے۔ تب وضاحت سے معلوم ہوا کہ اس کے سامنے ایک وسیع و عریض دیوار پر اہرامِ مصر اور گزرتے ہوئے اونٹوں کی متحرک تصویر ایک پروجیکٹر کے ذریعے دکھائی جا رہی ہے پھر ایک بوڑھی عورت دکھائی دی۔ وہ دیوار کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس نے سرخ اور سیاہ ڈھیلا سا لباس پہنا ہوا تھا۔ گلے میں موتیوں کی کئی مالائیں تھیں۔ سفید لانبے بال سرخ پٹی بندھی ہوئی تھی۔ پیشانی سے سر کے پچھلے حصے تک ایک پھولا سا جُوڑا سا بنا ہوا تھا۔ اس کی دائیں مٹھی میں فرعون کا ایک بیضوی عصا تھا اور بائیں ہاتھ میں ایک عصا تھا' جو تختِ شاہی پر بیٹھتے وقت فرعون کے ہاتھ میں ہوا کرتا تھا۔

وہ بوڑھی دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے مقامی زبان میں کچھ پڑھ رہی ہے پھر دکاندار کے دماغ نے ترجمہ پیش کیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "میں آ گئی۔ وہ آ گئی۔ میری پیش گوئی کبھی غلط نہیں ہوئی۔ میری ایک مٹھی میں فرعون ہے اور دوسری مٹھی میں وہ عصا ہے' جو موسیٰ کے دور میں جادوگروں نے فرعون کو اس کی حفاظت کے لیے دیا تھا۔ یہ جادوئی عصا مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں کہتا۔ وہ آ چکی ہے۔"

وہ دونوں تاریکی میں دیوار سے لگ کر چلتے ہوئے محسوس کر رہے تھے کہ راہداری والا راستہ ڈھلان کی طرف جا رہا ہے۔ وہ نیچے یعنی کسی تہ خانہ میں اتر رہے تھے۔ دیوار انہیں دوسری سمت موڑتی جا رہی تھی پھر وہ مسطح فرش پر پہنچ گئے۔ سامنے دیوار پر اہرامِ مصر اور اونٹوں کی متحرک تصویر دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بوڑھی ساحرہ دونوں ہاتھ بلند کر کے اب انگریزی زبان میں کہہ رہی تھی۔ "یہ تمہارا گمشدہ ہیرا لے آئی ہے۔ اسے دیکھ لو۔"

دیکھنے کی بات کہتے ہی لائٹس آن ہو گئیں۔ ذرا سی دیر کے لیے دونوں کی آنکھیں چُندھیا سی گئیں۔ کیوں کہ وہاں صرف بتی کی ہی نہیں ہیرے جواہرات کی بھی خاصی جگمگاہٹ تھی۔ وہ جواہرات چاروں طرف مختلف شوکیسز میں رکھے ہوئے تھے۔ دو شوکیس کے درمیان ایک شاہانہ طرز کی کرسی پر ایک بوڑھی قیمتی سوٹ اور کٹائی میں نظر آ رہا تھا۔ کرسی کے اطراف دو پہلوان نما باڈی گارڈز تھے۔

بونا اپنی تیز چمکیلی آنکھوں سے شی تارا اور پارس کو چند لمحوں تک دیکھتا رہا پھر بوڑھی ساحرہ سے بولا۔ "وچ لیڈی! تو نے کہا تھا' وہ ہیرا ایک ایسی حسین دوشیزہ کے پاس ہے' جس کے بدن سے ایک زہریلا سانپ لپٹا ہوا ہو گا۔"

ساحرہ سر جھکا کر بولی۔ "آقا لاثانی! تیری یہ نمک خوار جھوٹ نہیں بولتی۔ تیرا مطلوبہ ہیرا اسی دوشیزہ کے پاس ہے اور یہ نوجوان ایک سانپ ہے جو دوشیزہ کی حفاظت کے لیے لپٹا ہوا یہاں آیا ہے۔"

وہ بونا ان سب کا آقا تھا۔ مسکرا کر بولا۔ "یہ سانپ ہے تو میں نیولا ہوں کیوں حسینہ! تو نے کبھی سانپ اور نیولے کی لڑائی دیکھی ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "مطلب کی بات کر' تو کس ہیرے کا طالب ہے؟"

بونے آقا لاثانی نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ننھا سا ہیرا نکالا۔ وہ ہیرا آنکھ کی پتلی کے برابر تھا اور اس کی شکل انسانی آنکھ کی طرح تھی۔ شی تارا اس ہیرے کو دیکھ کر چونک گئی۔ بالکل ایسا ہی ایک ہیرا اس کے نیکلس میں لاکٹ کی طرح لگا ہوا تھا وہ نیکلس اس کے گلے میں تھا لیکن ہیرے والے لاکٹ کو اس نے بلاؤز کے اندر چھپا رکھا تھا۔

آقا لاثانی نے کہا۔ "اے حسینہ! یہ ایک آنکھ میرے پاس ہے اور دوسری آنکھ تیرے پاس۔ میں نے دنیا کے چار بڑے معتبر نجومیوں سے معلوم کیا ہے پھر یہ بوڑھی وچ لیڈی بھی یہی کہتی ہے۔ یہ دو آنکھیں جس کی کیپ (ٹوپی) یا تاج میں لگی ہوں گی۔ وہ ساری دنیا کا بے تاج بادشاہ بن جائے گا۔ سارے جہان کی دولت اس کے

قدموں میں ہو گی اور خطرناک دشمن اس کے آگے گھٹنے ٹیکتے رہیں گے۔"

وہ بول رہا تھا اور شی تارا دل ہی دل میں تسلیم کر رہی تھی۔ اس کی جو تمنا وہ ابھی یہی کہتی تھی کہ جس دن اسے ہیرے والی دوسری آنکھ ملے گی' ساری نحوستیں دور ہو جائیں گی۔ فرہاد جیسے ناقابلِ شکست لوگ اس کے دوست بن جائیں گے یا پھر اس سے دور بھاگتے رہیں گے پھر سب سے بڑی بات یہ کہ وہ کبھی پارس کے فریب میں نہیں آئے گی۔ اسلام قبول کرنے والی بات بھی ٹل جائے گی۔

آقالاٹانی نے کہا۔ "آج برسوں کے بعد تو میرے خوابوں کی تعبیر بن کر آئی ہے۔ ایک آنکھ میرے پاس ہے۔ تو دوسری آنکھ اپنے پاس رکھ کر کچھ حاصل نہیں کر سکے گی۔ میں ابھی طاقت سے اسے چھین سکتا ہوں لیکن میں بہت ہی شریف بدمعاش ہوں۔ پہلے شرافت سے مانگ رہا ہوں۔ تو اس کی جو قیمت طلب کرے گی' وہ ابھی دوں گا۔ اگر تو کسی جوہری کی بیٹی ہے تو ان چاروں طرف رکھے ہوئے جواہرات کی مالیت کا اندازہ کر سکتی ہے۔ وہ دوسری آنکھ مجھے دے دے اور یہ تمام جواہرات سمیٹ کر لے جا۔"

وہ بولی۔ "ہونے! تو اپنے قد سے اونچی بات کہہ ہی نہیں سکتا۔ میں اپنے قد جیسی بولی دیتی ہو' تو جس قدر دولت کی توقع کرتا ہے' میں اس سے دگنی دوں گی کیوں کہ تیری طرح مجھے بھی دوسری آنکھ کی جستجو رہی تھی۔ میرے بھی یہی خواب ہیں کہ میں ساری دنیا کی بے تاج ملکہ بن جاؤں۔"

"یہ بھی ممکن ہے میری جان! وہ آنکھ مجھے دے' میں شہنشاہ بن کر تجھے ملکۂ عالم بنا دوں گا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ تجھے دیکھتے ہی مُنہ میں پانی آگیا ہے۔ بڑی نمکین چیز ہے۔"

وہ باتوں کے دوران سوچ رہی تھی' وہاں سے نکلنے کے لیے خیال خوانی کا مظاہرہ کرنا ہی پڑے گا لیکن پہلے تحمل سے کام لینا چاہیے۔ اپنے ساتھی پریم کمار کو آزمانا چاہیے۔ اگر یہ مصیبت سے نجات دلانے میں کامیاب ہو گا تو میری نئی پختی راز رہے گی۔

آقالاٹانی نے کہا۔ "میرا خیال ہے تو نے وہ ہیرا اپنے لباس میں کہیں چھپا رکھا ہے۔ میرا مشورہ ہے' اپنے ہاتھ سے نکال کر پیش کر دے ورنہ یہ بدن تو میرا ہونے ہی والا ہے۔ مجھے ہی ہاتھ ڈال کر نکالنا ہو گا۔"

وہ شاہانہ طرز کی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا قد پونے چار فٹ ہو گا اس کی اونچائی شی تارا کی کمر تک ہو گی۔ وہ سر اٹھا کر شی تارا کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسی عید کا چاند دیکھ رہا ہو۔ پارس نے کہا۔ "میرے بچے! اپنی ماں کو دیکھنے کے لیے تجھے چھت پر چڑھنا ہو گا۔"

اس کا طنز سنتے ہی بونا لاٹانی اچانک ہی فرش سے تقریباً چھ فٹ اوپر اچھلا اس کے اچھلنے کے انداز نے بتا دیا کہ وہ جمناسٹک کا ماہر ہے۔ پارس نے سمجھا کہ فلائنگ کک مارے گا لیکن وہ فضا میں ہوا ہو کر لٹو کی طرح گھوم گیا۔ یہ کمال کی جمناسٹک تھی۔ سرکس کا کوئی بازی گر لگتا تھا۔ پارس حیرانی میں مار کھا گیا۔ لٹو کی طرح ایک چکر پورا کرتے ہی اس کے مُنہ پر ٹھوکر پڑی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ ہوا واپس فرش پر آکر کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولا۔ "مہانے! کتنا ہی زہریلا ہو' اسے نیولے سے بچ کر رہنا چاہیے۔"

پارس نے کہا۔ "بے شک تو نے بڑی فنکارانہ کِک ماری ہے۔ بڑے سے بڑے شہ زور کے مُنہ پر یہ ٹھوکر پڑتی تو اس کا جبڑا ٹوٹ جاتا یا دانت باہر آجاتے۔ تو مجھے دیکھ اور مان لے کہ میرا کچھ نہیں بگڑا۔ دوسری بار یہ ٹھوکر مارنے والے نتھنے سے ہتھوڑا پارس ٹوٹ جائیں گے۔"

وہ کوٹ اتار کر ایک طرف پھینکتے ہوئے بولا۔ "مانتا ہوں' مار سہنے میں اتنا زبردست ہے تو مارنے میں بھی زبردست ہو گا۔"

اس نے کوٹ کے بعد نکٹائی کو بھی اتار پھینکا پھر فضا میں چھلانگ لگائی۔ انداز ایسا ہی تھا کہ پھر فلائنگ کک مارے گا۔ پارس بیٹھ گیا۔ وہ اس کے سر پر سے گزر گیا اب اسے پیچھے کی طرف ہونا تھا لیکن پارس نے پلٹ کر دیکھا تو نہیں تھا پھر سر گھما کر دیکھا تو وہ آگے بھی نہیں تھا۔ شی تارا نے کہا۔ "پریم کمار' وہ اوپر ہے۔"

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ چھت کے شکنجے سے لٹک رہا تھا۔ پارس کے سر اٹھاتے ہی جیسے آسمان سے بجلی کی طرح آیا۔ مُنہ پر ٹھوکر ماری۔ اس کے ساتھ ہی فضا میں الٹی قلابازی کھا کر فرش پر پہنچ کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا۔ "ابھی اپنے ناخنوں کا استعمال نہیں کر رہا ہوں' صرف لاتوں کے نمونے پیش کر رہا ہوں۔ بائی داوے' تو اپنے پیروں پر کھڑا ہے اس پر حیران ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "میرے استاد نے نصیحت کی تھی کہ مقابل لڑنے کا انوکھا انداز اختیار کرے تو اس کی مار کھاؤ تاکہ اس کے حملوں کا انداز سمجھ میں آتا رہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میرا انداز سمجھنے تک تو خاک ہو جائے گا۔"

پارس نے فرش پر دونوں گھٹنے ٹیک دیے۔ بونے نے پوچھا۔ "شکست تسلیم کر رہا ہے؟"

"نہیں' تکنیک سمجھ میں آگئی۔ بچے کے ساتھ بچے کے قد کے برابر ہو کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ آؤ اب حملے کرو۔ تمہارے مقابل نہ تو رہ لوگ آئے ہوں گے۔ ایسا بونا نہیں آیا ہو گا۔"

چھوٹے قد کے فائٹر کے لیے یہ مشکل ہوتی ہے کہ وہ قد تو مقابل کے چہرے اور سینے پر ضرب نہیں لگا سکتا۔ اس لیے وہ فضا میں اچھلنے قلابازی کھانے اور ضربیں لگانے کی ٹریننگ حاصل کرتا ہے۔ جب پارس اس کے برابر ہوا تب بھی وہ فضائی کرتب دکھا اور فضائی حملے کرنے پر مجبور تھا کیوں کہ فرش پر بیٹھتے ہی قریب آکر چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے حملے کرنے کے دوران

ہاتھوں میں اٹھا کر چھت کی طرف پوری قوت سے اچھالا۔ وہ زوردار آواز کے ساتھ چھت سے ٹکرایا۔ نیچے فرش پر آکر دھڑام سے گرا پھر اچھل کر کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اپنی کمر پر رکھ لیے۔ کمبخت واقعی ربڑ کا ثابت ہو رہا تھا۔ اس کا کچھ نہیں بگڑا تھا۔ وہ بولا۔ "ایک بار دھوکے سے پکڑا اب کیسے پکڑے گا؟"

"اب پکڑ کے کیا کروں گا۔ تجھے تو خالی کر دیا ہے۔ اپنی جیب دیکھ لے۔ وہ ہیرا آنکھ اب تیرے پاس نہیں ہے۔"

اس نے جلدی سے جیب ٹٹولی۔ پارس نے مٹھی کھول کر دکھائی۔ اس کی ہتھیلی پر ایک آنکھ چمک رہی تھی۔ شی تارا نے خوش ہو کر کہا۔ "بڑے دو پریم کمار! ابھی یہ میدانِ جنگ نہ ہوتا تو میں تمہارے ہاتھ چوم لیتی۔"

پارس نے کہا۔ "ہاتھ بھی کوئی چومنے کی چیز ہے! لب و رخسار کی بات کرو۔ میرے پاس مطلوبہ ہیرا ہے اس ہاتھ دو اس ہاتھ لو۔"

بونے نے پارس کو غافل سمجھ کر حملہ کیا پھر فولادی ہاتھ کھا کر پیچھے جا گرا۔ بڑا ڈھیٹ تھا اچھل کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے ایک ہاتھ فضا میں بلند کر کے چٹکی بجائی۔ اس کے ساتھ ہی وہاں کی لائٹس بجھ گئیں۔ پہلے کی طرح گہری تاریکی چھا گئی۔

اندھیرے میں شی تارا کو سب سے پہلے تنہائی کا احساس ہوا پھر اندیشہ ہوا کہ پریم کمار اس دوسری آنکھ کے ساتھ کہیں چلا نہ جائے۔ ایک تو وہ اندھیرے کا ساتھی تھا پھر اس کی اہمیت بڑھ گئی تھی پھر وہ اچانک ہی چیخ پڑی۔ کوئی آکر اُس سے لپٹ گیا تھا۔ جسامت سے بونا ہی لگتا تھا وہ لباس میں ہاتھ ڈال رہا تھا۔ صاف سمجھ میں آگیا کہ وہ اپنی ہیرا آنکھ سے محروم ہو کر اب شی تارا سے دوسری آنکھ وصول کرنے آیا ہے۔

پارس تاریکی میں شی تارا کی آواز کی سمت آیا پھر وہ بونے کو دبوچ کر اُس سے الگ کرنے لگا۔ تینوں کے درمیان چھینا جھپٹی ہونے لگی۔ ایک پورے اور ایک آدھے مرد کے درمیان وہ سینڈوچ بن گئی تھی۔ بونا جونک بن کر چمٹ گیا تھا۔ اس کے ہلاؤ کو چھاڑ چکا تھا۔ پارس اسے کھینچتا تھا تو وہ ربڑ کی طرح کھنچ کر پھر اس سے جا لگتا تھا۔

شی تارا نے فیصلہ کیا' اب اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا ہی ہو گا تب اس سے پیچھا چھوٹے گا لیکن اس سے پہلے ہی پارس نے کہا۔ "اب تو تمام عمر اس سے لپٹا رہ۔ دوسری آنکھ بھی میرے قبضے میں آگئی ہے۔"

یہ سنتے ہی بونا شی تارا کو چھوڑ کر فرش پر آیا پھر پارس کی آواز کی سمت چھلانگ لگائی۔ پارس نے بولتے ہی وہ جگہ چھوڑ دی تھی۔ بونے کے دھپ سے فرش پر گرنے کی آواز سنائی دی۔ پارس نے کہا۔ "میں یہاں ہوں۔"

کی گرفت میں آجاتا۔ یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ ہاتھ نہیں آنا چاہتا۔ حملے کرتے ہی دور ہو جانے کی تکنیک استعمال کر رہا ہے۔

وہ فرش پر دونوں ہاتھوں سے سہارا لیتے ہوئے۔ "ہا ہپ ہپ" کی آوازیں نکالتے ہوئے پارس کے چاروں طرف گردش کرنے لگا۔ یہ بھی روسانہ کا انداز تھا پھر پوری نے جمناسٹک کے یہ کرتب سیکھے تھے۔ ایسے طریقے سے پتا نہیں چلتا تھا کہ چاروں طرف گردش کرنے والا کس سمت سے کب حملہ کرے گا۔ پارس مٹھیوں کے مل کبھی گھوم کر کبھی سر گھما کر دیکھ رہا تھا پھر بونے نے گردش کرتے ہوئے اچانک ہی چھلانگ لگائی اور دھوکا کھا گیا۔ اس نے یہ سمجھا کہ اس بار بھی لات مار کر نکل جائے گا لیکن پارس نے لات مارنے والے کی ٹانگ پکڑ لی۔ پکڑ کر فرش پر نہیں چھوڑا اسے سر سے بلند کر کے یوں گھمانے لگا جیسے چھت کا پنکھا گھومتا ہے۔ وہ چیخ رہا تھا لیکن اپنی ٹانگ نہیں چھڑا سکتا تھا۔ پارس نے اسے کئی چکر دے کر سامنے والی دیوار پر دے مارا۔ وہ دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گرا پھر ربڑ کی گیند کی طرح اچھل پڑا۔ سیدھا فرش پر کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ لیے۔

یوں لگ رہا تھا' وہ گوشت پوست اور ہڈیوں کا نہیں خالص ربڑ کا انسان ہے۔ کوئی اندھا اتنی زور سے دیوار کے ساتھ ٹکراتا تو ایک آدھ جگہ سے ضرور ٹوٹ پھوٹ جاتا۔ ادھر اس کے دونوں باڈی گارڈ پہلوانوں نے پارس پر حملہ کیا لیکن دو چار فولادی ہاتھ کھا کر لہولہان ہو گئے۔ ناک اور باچھوں سے لہو رسنے لگا۔ شی تارا خوش ہو کر کہہ رہی تھی۔ "واہ پریم کمار! تم واقعی زبردست پہلوان ہو اس بونے کو اپنی جیب میں ڈال کر لے چلو۔ باہر جا کر اس کمبخت کی مسٹری معلوم کریں گے۔"

بونے لاٹانی نے کہا۔ "آج تک کوئی شہ زور مجھے شکست نہ دے سکا۔ تو گھنٹوں لڑتا رہے گا لیکن میرا کچھ نہیں بگڑے گا اور تم دونوں کو باہر جانے کا راستہ بھی نہیں ملے گا۔ بہتر ہے میری بات مان لے۔ میری جان حسینہ! دوسری آنکھ مجھے دے دے۔"

پارس نے کہا۔ "میں مانتا ہوں' تو میرے ہاتھوں مرے گا نہ شکست کھائے گا۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں پریما! اس سے سمجھوتا کر لے۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

بونے نے چٹکی بجا کر کہا۔ "یہ ہوئی مردوں والی بات۔ تو میرا دوست بن جا' یہ تنہا ہوتے ہی میرے قدموں میں جھک جائے گی۔ تجھے مالا مال کر دوں گا۔"

بونے نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اسے تھام کر کہا۔ آقالاٹانی کے دوران آسانی سے ہاتھ نہ آتا۔ اس لیے یہ ترکیب نکالی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ہاتھ کھینچ کر اُس کی گردن دبوچ لی۔ وہ ہاتھ ہلکا چلا کر رہائی کی کوشش کرنے لگا۔ پارس نے اسے دونوں

یہ کہتے ہی وہ پھرتی سے ایک طرف ہو گیا۔ جہاں سے ہٹ گیا تھا وہاں بھی فرش پر سے دھپ کی آواز ابھری۔ ایک تو اپنے پاس جو ہیرا تھا وہ جیب سے نکل گیا تھا پھر وہ شی تارا سے بھی دوسرا ہیرا چھین نہیں سکا تھا۔ ان ناکامیوں نے اسے پاگل کر دیا تھا۔ وہ پارس کی آوازیں سن سن کر دیوار فرش پر گرا۔ تیسری بار دیوار سے سر ٹکرایا پھر جھنجلا کر بولا۔ "تم دونوں اسی تاریکی میں قید رہو گے' باہر جانے کا راستہ نہیں ملے گا۔ جب بھوکے پیاسے مر جاؤ گے تو تمہارے مردہ ہاتھوں سے وہ دونوں ہیرے بہ آسانی مل جائیں گے۔"

خاموشی چھا گئی۔ شی تارا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ چونکہ وہ تہ خانے میں تھی اس لیے باہر کی ہلکی سی روشنی بھی وہاں نہیں پہنچ سکتی تھی پھر رات کا وقت تھا اس نے سنا تھا کہ ایسی گہری تاریکی قبر میں ہوا کرتی ہے اس نے پریشان ہو کر آواز دی۔ "پریم کمار! تم کہاں ہو؟"

"میں یہاں ہوں۔" وہ آواز سنا کر فوراً وہاں سے ہٹ گیا لیکن دھپ کی آواز نہیں آئی۔ بونے نے حملہ نہیں کیا تھا۔ شاید چلا گیا تھا۔

وہ بولا۔ "پریما! اپنی غیر معمولی قوتِ سماعت سے سن کر بتاؤ' وہ جراثیم یہاں موجود ہے یا نہیں؟"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بونے لاٹانی کے دماغ میں پہنچی۔ بونے نے چند ساعتوں کے لیے اپنے دماغ کے اندر بے چینی سی محسوس کی پھر سانس روک لی۔ ان چند ساعتوں میں شی تارا کو معلوم ہوا کہ وہ کسی روشن کمرے میں ہے۔ اس نے دوبارہ دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی لیکن اس نے سانس روک لی۔ وہ بولی۔ "پریم! وہ یہاں نہیں ہے کسی چور راستے سے باہر چلا گیا ہے۔ پلیز میرے پاس آؤ۔ اس تاریکی سے وحشت ہو رہی ہے۔"

وہ قریب آگیا۔ اس کے ہاتھ لگاتے ہی وہ ہولے سے چیخ پڑی اس نے کہا۔ "میں ہوں۔"

اس کے لباس کی ایسی کی تیسی ہو گئی تھی۔ اگرچہ اندھیرے میں پھٹا ہوا بلاؤز اور گورا بدن دکھائی نہیں دے رہا تھا پھر بھی وہ ساری سے بدن کا اوپری حصہ اچھی طرح چھپانے لگی۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا کر رہی ہو؟"

"اس ذلیل کمینے نے میری آستین اور گریبان کو نوچ لیا تھا۔"

"بھوکا آدمی اندھیرے میں یہی کرتا ہے۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "تم ایسے نہیں ہو۔"

"مگر تم میری دھڑکنوں سے لگ کر ایسی ہو رہی ہو۔"

"تم نے مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ پتا نہیں تمہارے اندر ایسی عجیب سی کشش ہے جو سمجھ میں نہیں آتی۔"

"تم نے ہوٹل میں کہا تھا کہ محبت کو بکواس سمجھتی ہو۔"

"ہاں کہا تھا مگر تاریکی میں ارادے بدل جاتے ہیں۔"

اندھیرا تاریکی پر جھک گیا اس کے ارادوں کی قدر کرنے لگا۔ وہ بولی۔ "تم دلیر بھی ہو اور چالاک بھی۔ تم نے بڑی چالاکی سے اس کی ہیرا آنکھ چھین لی۔ وہ آنکھ مجھے دے دو۔"

"یہ لو۔" اس نے تاریکی میں اس کا ہاتھ پکڑا پھر اس کی ہتھیلی پر ایک ہیرا آنکھ رکھ دی۔

وہ بولی۔ "یہ تو ایک ہی ہے اور میری ہے۔"

"تمہاری ہے اسی لیے تو واپس کر رہا ہوں۔"

"پلیز' وہ دوسری بھی دے دو۔ میں برسوں سے اس کی تلاش میں تھی۔"

"وہ تمہارے پاس رہے یا میرے پاس۔ کیا فرق پڑتا ہے؟"

"بہت فرق پڑتا ہے۔ وہ بونا درست کہہ رہا تھا۔ جو تشویش وہ بھی کہتی ہے۔ میں ان دونوں ہیرا آنکھوں کی کلپ بنا کر سر کے بالوں میں لگاؤں گی تو میری زندگی سے تمام نحوستیں دور ہو جائیں گی' دشمن میرے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے۔ میری طرح کوئی دوسرا نہیں ہو گا' میں ساری دنیا پر حکومت کروں گی۔"

"عورت کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے مرد کے دل پر حکومت کرے۔"

"یہ کتابی باتیں نہ کرو۔ وہ مجھے دو۔"

"مجھے کیا ملے گا؟"

"میں جو مل رہی ہوں۔ ساری دنیا میری رہے گی اور میں تمہاری رہوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ پہلے مجھے پالینے کا یقین کر لینے دو۔"

وہ یقین کرنے لگا۔ وہ یقین دلانے لگی۔ اس نے کبھی کسی شخص کو اپنے سائے تک بھی پہنچنے نہیں دیا تھا۔ ستارے کہہ چکے تھے کہ وہی ایک مسلمان اس کی زندگی میں آئے گا۔ اس نے مقدر کی اس تحریر کو بدلنے کے لیے ایک راجپوت سے شادی کرنی چاہی لیکن شادی کے تمام انتظامات ہونے کے باوجود وہ کنواری رہی۔ اس غیرت مند راجپوت نے اس کا غلام بننے سے پہلے ہی خود کو مار ڈالا تھا۔

اس واقعہ سے شی تارا کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ تقدیر کی لکھی ہوئی لکیر پر چلتی ہوئی ایک دن پارس کے پاس پہنچے گی۔ اس یقین کے ساتھ یہ بھی امید تھی کہ وہ تدبیر سے تقدیر کو بدل دے گی۔ اس مقصد کے لیے اس نے ایسے دن اور تاریخیں معلوم کیں' جو منحوس ثابت ہو سکتی تھیں اور ان تاریخوں میں پارس سے ٹکراؤ ہو سکتا تھا۔ وہ تاریخیں تھیں' تین' تیرہ اور تیئیس۔

جو تشویش نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ دوسری ہیرا آنکھ حاصل کر لے گی تو تمام ناکامیاں کامیابیوں میں بدل جائیں گی۔ اس نے کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے اپنی ذات کو داؤ پر لگا دیا۔ اسے اطمینان تھا کہ اس تاریکی میں کوئی مسلمان نہیں' پریم کمار تنہا ہے۔ ان دو ہیرا آنکھوں کو پالینے کی ضد تھی پھر برسوں کے جذبات

کا لاوا تھا اپنی ضد اور جذبات میں بہتے ہوئے اسے یوں تو بہت کچھ یاد رہا' صرف یہ بھول گئی کہ آج پارس کو اس کی زندگی میں لانے والی منحوس تیرہ تاریخ ہے۔

جب دریا چڑھ کر اتر گیا اور اس پر زہریلا نشہ طاری ہو گیا تب اس کے اندر گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ یہ مدہوشی میں بھی خطرے کا احساس ہوا۔ یہ احساس حاوی نہیں ہوا کیوں کہ وہ نشے کی ایک عجیب سی مستی بھری وادیوں میں بھٹک رہی تھی۔ اسے پتا نہ چلا کہ کتنا وقت گزرتا جا رہا ہے پھر وہ رفتہ رفتہ ہوش میں آنے لگی اور اسے مرینا کی باتیں یاد آنے لگیں۔ اس نے مرینا سے ایک بار پوچھا تھا کہ پارس میں ایسی کیا بات ہے' جس کے لیے تم دیوانی رہتی ہو؟ مرینا نے اسے بتایا تھا کہ وہ زہریلا ہے۔ ایک بار اس کے زہر کا چسکا پڑ جائے تو کوئی عورت پھر اسے بھلا نہیں پاتی۔ اس کے بعد کوئی اور نہیں بھاتا۔ ضرورت اسی کو پکارتی رہتی ہے۔

مرینا کی باتیں یاد کرتے ہی کلیجا دھک سے رہ گیا۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پارس نے پھر اسے پکڑ کر کھینچ لیا اور پوچھا۔ "کہاں چلیں؟ کب سے تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ کمزور سی آواز میں بولی۔ "مجھے کیا ہوا تھا؟ کیا میں بے ہوش ہو گئی تھی؟"

"بے ہوش نہیں' مدہوش ہو گئی تھیں۔"

وہ سہم کر بولی۔ "تم ہیم کون ہو؟"

"انسان ہوں۔"

"نہیں' وہ وچ لیڈی اور بونا لاٹانی کہہ رہے تھے کہ تم سانپ ہو۔"

"اور یہ بھی کہا تھا کہ میں تمہاری حفاظت کے لیے آیا ہوں۔ کیا یہ جھوٹ تھا۔ کیا میں تمہاری حفاظت نہیں کر رہا ہوں؟"

"ہاں مگر تم پریم کمار ہو نا؟"

"بے شک' تمہیں شبہ کیوں ہے؟"

وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی پھر اچانک لائٹس آن ہونے سے شرما گئی۔ منہ پھیر کر لباس درست کرنے لگی۔ یہ خیال آیا کہ وہ اصل بات بھول کر سانپ اور انسان کے مسئلے میں کیوں الجھ گئی ہے؟ اصل معاملہ تو دو ہیرا آنکھوں کو حاصل کرنے کا تھا۔ اس نے سوچا۔ "روشنی ہو گئی ہے۔ وہ بونا پھر آئے گا اور پریم کمار سے ہیرے چھین لینے کے لیے غنڈوں کی فوج لے کر آئے گا۔ اس سے پہلے مجھے ان ہیروں کو قبضے میں کر لینا چاہیے۔"

وہ پارس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ "وہ پھر آئے گا۔ تم وہ ہیرے مجھے دے دو۔"

"تم انہیں کہاں چھپاؤ گی؟ پہلی بار وہ بلاؤز پھاڑ کر گیا اب باقی لباس تو رہنے دو۔"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ دونوں آنکھیں میرے پاس ہوں گی تو نحوست ختم ہو جائے گی۔ دشمنوں کو شکست ہو گی۔ ہم اس مصیبت سے نکل جائیں گے۔ تم نے میرا ہیرا جو واپس کیا تھا اسے پھر مجھ سے لے لیا ہے۔"

"تم ہوش میں نہیں تھیں۔ اس لیے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ یہ دونوں ہیرے تمہارے پاس نہیں' میرے پاس تو ہیں پھر نحوست کیوں نہیں ٹل رہی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک شخص کی چیخ سنائی دی۔ وہ کاریڈور کے سرے سے اچھل کر ان سے ذرا دور فرش پر آ کر گرا پھر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر تڑپنے لگا۔ اس کی تکلیف سے صاف پتا چل رہا تھا کہ کسی نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا ہے۔

شی تارا فوراً ہی اٹھ کھڑی ہو گئی اس کے دماغ میں پہنچی تو معلوم ہوا واقعی اس کا دماغ تکلیف کی شدت سے پھوڑا بن گیا ہے۔ اس کے پھوڑا دماغ نے بتایا کہ ایک نوجوان لڑکی اسے تکلیف میں مبتلا کر رہی ہے۔

پھر اسے باربرا نظر آئی۔ وہ کاریڈور سے نکل کر ان کے سامنے ہال میں آ گئی تھی' پارس اسے دیکھتے ہی فرش سے اٹھ کر بولا۔ "اچھا تو محترمہ آپ ہیں۔ اتنی دیر سے کیا کر رہی تھیں۔ مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

وہ بولی۔ "اس قید خانے میں کیا تکلیف تھی؟"

"کیا قید خانے میں راحت ملتی ہے؟"

وہ شی تارا کو دیکھ کر بولی۔ "ایسی حسین راحت ملتی رہی پھر بھی مجھ سے پوچھ رہے ہو۔"

پارس نے پوچھا۔ "وہ بونا کہاں ہے؟"

باربرا نے فرش پر پڑے ہوئے شخص کو دیکھ کر کہا۔ "اس کے چور خیال نے بتایا ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔ کہیں گیا ہوا ہے۔ اب چلو گے یا یہیں راحت حاصل کرتے رہو گے؟"

پارس شی تارا کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "چلو۔"

شی تارا کے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ وہ آنے والی لڑکی ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور وہ وہی ہے' جو ہوٹل میں پریم کمار سے لڑ جھگڑ کر گئی تھی گویا وہ لڑائی جھگڑا محض ایک ڈراما تھا۔ شی تارا کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں آ کر پھنس گئی ہے اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کے حوالے سے اسے یہ یقین ہو رہا تھا کہ وہ زہریلا نوجوان پارس ہے' پارس ہے' پارس ہے۔ "اوہ گاڈ! آج کتنی تاریخ ہے؟"

تب یاد آیا۔ آج تیرہ تاریخ ہے۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ کس بری طرح تقدیر نے اس کا محاصرہ کیا تھا۔ فوری طور پر کہیں سے بچ نکلنے کا راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر لحہ یہی اندیشہ تھا کہ بچ نکلنے سے پہلے ہی اصلیت ظاہر نہ ہو جائے۔ پارس نے اسے چلنے کے لیے کہا تو وہ فوراً ہی وہاں سے باہر جانے کے لیے چل پڑی۔

باربرا اس شخص کو آگے دھکیلتے ہوئے لے جا رہی تھی۔ وہ سب اس کی راہنمائی میں اس تہ خانے سے نکل آئے۔ اس کے چور دروازے سے نکل کر جیولری والی دکان میں پہنچے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ باربرا نے اس شخص سے کہا۔ "ہیلو ریسیور اٹھاؤ اور بات کرو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر آواز سنی۔ دوسری طرف سے اس کا آقا لاٹانی بول رہا تھا۔ "ہیلو طیب منیر! میں لاٹانی بول رہا ہوں۔"

"فرمایئے آقا! میں آپ کا خادم طیب منیر ہوں۔"

"منیر! مائیک کے ذریعے ان قیدیوں سے پوچھو۔ وہ دونوں ہیرے میرے حوالے کریں گے یا نہیں؟ اگر وہ انکار کریں تو۔"

باربرا نے بات کاٹ کر منیر کی زبان سے کہا۔ "وہ دونوں پنچھی پنجرہ توڑ کر رہائی پا چکے ہیں۔ اب تم اپنا سر پیٹتے رہو۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"میں بکواس نہیں کر رہا ہوں۔ میرے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی بول رہی ہے۔"

ادھر شی تارا نے موقع سے فائدہ اٹھایا جیسے ہی باربرا اور پارس فون کی طرف متوجہ ہوئے تھے' وہ جیولری کی دکان سے دبے قدموں باہر آ گئی تھی۔ باہر وہ کار موجود تھی جس میں وہ پارس کے ساتھ ہوٹل سے آئی تھی۔ اس کے پیچھے ایک اور کار کھڑی ہوئی تھی اس نے اندازہ لگایا کہ اس کار میں باربرا آئی ہو گی کیوں کہ وہ کار بھی اس ہوٹل ہی کی تھی۔

اس نے باربرا کی کار میں جھانک کر دیکھا' اسٹیئرنگ کے ساتھ چابی لگی ہوئی تھی۔

اس نے چابی نکال لی پھر آگے والی کار میں آ کر اسٹیئرنگ سنبھالا۔ اسے اسٹارٹ کیا پھر ڈرائیو کرتی ہوئی رفتار بڑھاتی چلی گئی۔ ان لمحات میں اس کی یہی آخری خواہش تھی کہ طوفانی رفتار سے جتنی دور جا سکتی ہے' پارس سے اتنی ہی دور چلی جائے۔ اپنی سلامتی کے لیے وہ ہیرے کی دو آنکھوں کا نقصان بھی برداشت کر رہی تھی۔ سوچ رہی تھی' اس سے ہزاروں میل دور جا کر ڈی شی تارا اور ڈی سرنا کے ذریعے ان آنکھوں کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔

ادھر فون پر بونا لاٹانی کہہ رہا تھا۔ "میں اس سانپ کا سر کچل دوں گا۔ ہماری دکان کے سامنے جو کار کھڑی ہوئی ہے' اس سے پتا چل گیا ہے کہ وہ میرے ہی ہوٹل میں قیام کر رہا ہے۔ میرے آدمی اسے ہوٹل سے نکلنے نہیں دیں گے۔"

پارس نے دکان کے باہر کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ سر گھما کر دیکھا تو وہ کار جا رہی تھی' جس میں بیٹھ کر وہ ہوٹل سے آیا تھا۔ اس نے آس پاس دیکھا تو شی تارا نظر نہیں آئی۔ وہ تیزی سے باہر آیا۔ باربرا نے اس کے پیچھے آ کر پوچھا "کیا ہوا' چڑیا اڑ گئی۔"

وہ بولا "تعجب ہے! ہم نے اسے مصیبت سے نکالا' وہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئی۔"

"اپنے اعمال پر شرم کرو۔ پتا نہیں اس بے چاری پر کیا ظلم کرتے رہے کہ اس نے بھاگنے میں اپنی عافیت سمجھی۔"

"باربرا! سنجیدگی سے سوچنے کی بات ہے۔ وہ دو بیش قیمت ہیرے میرے پاس تھے' انہیں حاصل کرنے کے لیے وہ بادل ہو رہی تھی۔ ان ہیروں کے لیے اس مغرور حسینہ نے خود کو میرے حوالے کر دیا تھا۔ اس حسینہ کو اور بونے لاٹانی کو علم نجوم کے ماہرین نے بتایا کہ وہ دونوں ہیرے جس کے قبضے میں ہوں گے' اس پر نحوست نہیں آئے گی۔ دشمن گھٹنے ٹیک دیں گے اور دنیا جہان کی دولت اس کے قدموں میں ہو گی۔ وہ ان سب کو ٹھکرا کر اچانک کیوں بھاگ گئی ہے؟"

"ہاں۔ یہ ہے تو حیرانی کی بات۔ مگر بھاگ کر کہاں جائے گی' ہوٹل میں ضرور ملے گی۔"

"تم اس کے خیالات پڑھو۔"

"سوری۔ میں پاپا کی ہدایات پر عمل کر رہی ہوں جب کوئی سنجیدہ اور پیچیدہ مسئلہ ہو گا تب ہی خیال خوانی کروں گی۔ وہ کار لے گئی ہے تو کیا ہوا' میری کار میں چلو تم اسے ہوٹل میں پکڑ سکو گے۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے کار کے پاس آئے تو چابی غائب تھی۔ وہ بولی۔ "میں چابی یہاں چھوڑ گئی تھی۔ چوری کرنے والے کار لے جاتے ہیں صرف چابی نہیں لے جاتے۔"

پارس نے کہا۔ "وہی پریما لے گئی ہے۔ وہ نہیں چاہتی ہو گی کہ ہم اس کے تعاقب میں آئیں۔"

"یہ پریما تو کچھ پُراسرار سی بنتی جا رہی ہے۔"

"اب تو اس کے خیالات پڑھو۔ یہ کوئی پیچیدہ کیس ہے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر واپس آ گئی۔ شی تارا نے سانس روک لی۔ باربرا نے دو سیکنڈ کوشش کی۔ شی تارا نے کہا۔ "پہلے! کوڈورڈز؟"

باربرا نے پوچھا۔ "پریما! کوڈورڈز کیا پوچھ رہی ہو؟ یہ پاگل اچانک ہی ہمیں چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہو؟"

اس نے سانس روک لی باربرا نے پارس سے کہا۔ "یہ واقعی پُراسرار ہے۔ مجھ سے کوڈورڈز پوچھ رہی تھی اور کیا تم کہو گے کہ یہ پریما یہاں قاہرہ میں نہیں' نیویارک میں ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں نے چند سیکنڈ میں یہ معلوم کیا ہے کہ وہ ایک بوئنگ سے اور امریکا کے مجسمۂ آزادی کے سامنے سے گزر رہی ہے۔"

پارس سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔ "میرا اصل لب و لہجہ اس کے دماغ میں نقش ہے۔ شی تارا میرے پاس آنا چاہے گی تو ڈی کے دماغ میں پہنچ جائے گی۔ اسی طرح پریما اس عورت کے لہجے میں ہماری سامنے بولتی رہی' جو نیویارک میں ہے اس نیویارک والی کے اندر پہنچ گئی تھیں۔"

"یعنی جو پریما ہمارے سامنے تھی۔ میں اس کے اصل لب و لہجہ کو گرفت میں لیے بغیر کبھی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گی۔"

"یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے' اس نے تمہیں تہ خانے میں خیال خوانی کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ تم اس کے روبرو آ کر اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچ جاؤ گی اگر وہ دور چلی جائے گی تو اس سے آنکھیں چار نہیں کر سکو گی اور اس کے جعلی لب و لہجے کی محتاج رہو گی یا پھر اس کار کے ذریعے ہم تعاقب کریں گے اس لیے وہ اس کی چابی لے گئی ہے۔"

"پارس! وہ کوئی پُراسرار عورت تھی۔ تم حسن پرستی میں مگن رہے' تم نے اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کی؟"

"مجھے حسن پرستی کا الزام نہ دو۔ اس کی اصلیت میں نہیں جان سکتا تھا۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کر سکتی تھیں۔ ٹھیک ہے کہ تم پاپا کی ہدایات پر عمل کر رہی ہو مگر ایمان سے کہو' کیا اس کے اس طرح بھاگنے سے پہلے تمہیں اس پر کسی قسم کا شبہ ہوا تھا؟"

"میں مانتی ہوں' وہ بڑی چالاک عورت تھی۔ ہم اس پر کسی طرح کا شبہ نہ کر سکے لیکن وہ تھی کون؟"

اس نے ایک ٹیکسی والے کو روکا پھر دونوں اس میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف جانے لگے۔ باربرا نے کہا۔ "میں ابھی کسی نیویارک والی کے دماغ میں گئی تھی اس نے مجھ سے کوڈورڈز پوچھے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ پریما کا تعلق کسی بڑی اور پُراسرار تنظیم سے ہے۔ جس میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ تب ہی وہ نیویارک والی مجھے دماغ میں محسوس کر کے حیران نہیں ہوئی تھی۔ خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ میں آتے رہتے ہوں گے۔"

وہ ہوٹل میں آئے۔ پتا چلا پریما ایک چھوٹی سی اٹیچی لے کر پندرہ منٹ پہلے گئی ہے۔ باربرا نے رسپشن اے کار والوں کو بتایا کہ کار کی چابی کہیں گم ہو گئی ہے۔ وہ جیولری کی دکان کے سامنے سے نکل کھڑا ہوئیں پھر وہ دوسری کار لے کر شی تارا یا پریما کی تلاش میں نکل پڑے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ ائیرپورٹ یا ریلوے اسٹیشن گئی ہو گی۔ پارس کار ڈرائیو کرتا رہا۔ رات کے تین بجے وہ ناکام ہو کر ہوٹل آ گئے' وہاں پوچھا۔ "پریما نامی لڑکی جو ہوٹل سے کار لے کر گئی تھی' واپس آئی ہے یا نہیں؟"

پتا چلا' وہ ابھی تک واپس نہیں آئی ہے۔ باربرا نے کہا۔ "وہ کسی طرح فرار ہونے سے یہ بات یقینی ہو گئی ہے کہ وہ ہم سے کوئی خطرہ محسوس کر رہی تھی۔ ہم سے دور جانے میں اس کی بھلائی تھی۔"

پارس نے بستر کے سرے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس کی کچھ باتیں یاد آ رہی ہیں۔"

"اس کی بے وفائی کے بعد رنگین و سنگین لمحات یاد آ رہے ہوں گے۔"

"میں بات کچھ کہہ رہا ہوں' تم تو ایک سوکن کی طرح اس سے جل رہی ہو۔"

"میں اور اس کی سوکن؟ یعنی تم مجھے اپنی کچھ سمجھ رہے ہو۔ بڑی خوش فہمی ہے تمہیں۔"

"تم ایک نفسیاتی مریضہ ہو۔ لڑکی بن چکی ہو اور لڑکی کہلانے سے انکار کرتی ہو۔"

"کیا تم ماہر نفسیات ہو؟ فضول باتیں کرو گے تو یہ گلدان اٹھا کر سر توڑ دوں گی۔ کام کی بات کرو۔ ابھی تم کیا کہہ رہے تھے؟"

"پریما کی کچھ باتیں ایسی ہیں' جن سے شبہ ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے شی تارا چھپی ہوئی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ وہ ہندوستانی ہے پھر کہہ رہی تھی کہ کل تک صوالیہ کے شہر بیضابہ جائے گی۔"

باربرا نے کہا۔ "پھر تو اسی وقت تمہیں اس پر شبہ کرنا چاہئے تھا۔"

"کیسے کرتا؟ وہ کہہ رہی تھی کہ اس کی ایک بہن ہے' وہ صوالیہ کے فاقہ زدہ اور بیمار لوگوں کے لیے اناج اور دوائیں لے کر بیضابہ جائے گی۔ پریما اس شہر میں بہن کا ہاتھ بٹانے جائے گی۔ ایسی صورت میں اس پر کیسے شبہ کرتا۔"

"اگر اس کے حسن و شباب سے سحر زدہ نہ ہوتے تو یہ سوچتے کہ پریما ہندوستان آئی ہے۔ وہ شی تارا ہو سکتی ہے اور صوالیہ میں اس کی کوئی بہن نہیں بلکہ اس کی ساتھی مرینا جا رہی ہے۔ شی تارا بھی وہاں پہنچنے والی ہے۔ ان دونوں چڑیلوں کو ان فارمولوں کی ہوا لگ گئی ہے۔"

"کیسے ہوا لگ جائے گی؟ وہ فارمولے کہاں ہیں' یہ صرف ہم جانتے ہیں۔"

"دشمنوں کو بھی اپنے بہت سے رازوں کے متعلق ایسی ہی خوش فہمی رہتی ہے لیکن پاپا ان کے گہرے رازوں کو پا لیتے ہیں۔ ہمیں خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہئے۔"

"درست کہتی ہو۔ چلو ہم فرض کر لیتے ہیں کہ انہیں اس جنگلی قبیلے اور اس بیس فٹ اونچے بت کے متعلق معلوم ہو چکا ہے' جس کے اندر پاشانے وہ فارمولے چھپائے ہیں اور اب مرینا انہیں حاصل کرنے جا رہی ہے۔ شی تارا بھی پریما بن کر ہندوستان سے یہاں آئی ہے اگر ایسا ہے تو یہ پریما یا شی تارا کل تک صوالیہ کے شہر بیضابہ ضرور جائے گی۔"

"میں سوچ رہی ہوں کہ وہ شی تارا ہے تو اسی شہر میں ہے۔ اپنا چہرہ اپنا انداز بدل کر کسی فلائٹ سے صوالیہ جائے گی۔ وہاں ہم اسے پہچان نہیں سکیں گے۔"

"کیوں نہیں پہچان سکیں گے؟"

"کہہ تو رہی ہوں کہ وہ اپنا چہرہ اور اپنا اسٹائل بدل لے گی۔"

"تم نہیں جانتی ہو' ایک بار کوئی میری تنہائی میں آ جائے تو

اس کے بدن کی مخصوص مہک مجھے یاد رہ جاتی ہے۔ وہ لاکھ پردوں میں چھپ کر ایک بار بھی میرے قریب سے گزرے گی تو میں اسے پہچان لوں گا۔"

"پھر تو کمال کرو گے۔ تمہارے اندر تمام بدمعاشوں والی صلاحیتیں ہیں۔ واہ کیا بے شرمی ہے' کسی کے ساتھ مُنہ کالا کرنے کے بعد اس کی مہک کو سانسوں میں بسا لیتے ہو۔"

وہ بولا۔ "میں نے یہ تو نہیں کہا کہ مُنہ کالا کرنا ضروری ہے۔ ہم تم ایک ہفتے سے ایک دوسرے کے ساتھ دن رات رہتے آ رہے ہیں ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے اس کے باوجود میں لاکھوں کی بھیڑ میں آنکھیں بند کر کے تمہاری مہک سے تمہیں پہچان لوں گا۔"

"اونہہ' گھڑی دیکھو چار بج چکے ہیں۔ میں سونے جا رہی ہوں۔ کل شام کو صومالیہ جانے کے لیے پاشا خصوصی طیارے سے آنے والا ہے۔" وہ کمرے سے چلی گئی۔ پارس سوچنے لگا۔ کیا وہ شی تارا تھی؟

لیکن وہ کیسے ہو سکتی ہے؟ اس ناگن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے بل سے باہر نہیں آتی ہے جہاں رہتی ہے' وہیں سے خیال خوانی کے ذریعے جنگ لڑتی ہے۔

پھر جناب علی اسد اللہ تبریزی کی پیش گوئی تھی کہ شی تارا ابھی سات برس تک روپوش رہنے میں کامیاب رہے گی' کوئی اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا اور اس کی اصل آواز اور لہجہ نہیں سن سکے گا۔

وہ ایسے بزرگ تھے کہ ان کی پیش گوئی کو کسی قیمت پر... جھٹلایا نہیں جا سکتا تھا۔ اس حوالے سے پارس یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ شی تارا آئی تھی اور اس کی سانسوں میں رچ بس کر واپس چلی گئی ہے البتہ جو پریما آئی تھی' اس کا چہرہ وہ دیکھ چکا تھا اور اس کی آواز بھی سن چکا تھا۔

تب یاد آیا کہ نہیں' پریما پرائی آواز اور لہجے میں بولتی رہی تھی۔ اسی لیے باربرا کسی دوسری عورت کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ یوں سمجھ میں آ رہا تھا کہ پریما کے پیچھے چھپی ہوئی شی تارا نے اپنی آواز اور لہجے کو چھپایا تھا اور پیش گوئی کو درست ثابت کیا تھا۔ ابھی تک کوئی اور تو کیا' اس کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے والے پارس نے بھی اس کی آواز اور لہجے کو نہیں سنا تھا۔

دوسری پیش گوئی تھی کہ کوئی شی تارا کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا۔ اب جو پریما پارس کی زندگی میں آئی تھی' وہی اس کی اصلی شکل تھی یا وہ شکل تبدیل کر کے آئی تھی۔ حقیقت جو بھی ہو۔ حالات یہی سمجھا رہے تھے کہ شی تارا اس کے بازوؤں میں آنے کے باوجود روپوش رہی اور پیش گوئی کے مطابق سات برس تک روپوش رہے گی۔

جو سامنے آنے کے باوجود کسی پہلو سے بھی نہ پہچانا جائے' وہ روپوش کہلاتا ہے۔ پارس نے ایک لمبی سانس لے کر چھوڑتے ہوئے سوچا' تقدیر کے تماشے فوراً ہی سمجھ میں نہیں آتے۔ پتا نہیں وہ کون تھی؟ رفتہ رفتہ حقیقت ضرور بے نقاب ہو گی۔

ادھر شی تارا بری طرح گھبرائی ہوئی تھی۔ اس نے پارس اور باربرا کو تھوڑی دیر تک جیولری کی دکان کے سامنے رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اتنی دیر میں وہ ہوٹل سے اپنا اٹیچی لے کر اسی کار میں واپس آ گئی۔ بہت دور جانے کے بعد اس نے وہ کار چھوڑ دی۔ ایک ٹیکسی والا نائٹ کلب سے باہر آ رہا تھا۔ اس نے بوڑھے کو ٹرپ کیا اس کے خیالات نے بتایا کہ ساٹھ برس کی عمر میں بھی عیاش ہے۔ اس لیے اتنی رات کو نائٹ کلب سے نکل رہا تھا۔ وہ اس کی کار میں بیٹھ کر بولی۔ "مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "تمہاری جیسی حسینہ کو ساری دنیا کی سیر کرانے لے جا سکتا ہوں۔ بولو کہاں چلو گی؟"

"فی الحال اپنے گھر لے چلو۔"

وہ ایک شاندار بنگلے میں پہنچ گئی۔ پہلے ہی اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکی تھی کہ وہ بوڑھا اپنے عزیزوں سے دور ایک بنگلے میں تنہا رہتا ہے' اس وقت ایک بے انتہا حسین لڑکی کو اپنے اوپر عاشق ہوتے دیکھ کر ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ وہ اسے اپنی خوابگاہ میں لے آیا۔ اس کے اندر خواہشات کا طوفان اٹھ رہا تھا لیکن وہاں پہنچتے ہی طوفان اٹھانے والی نے اسے بستر پر لٹا دیا پھر خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک کر سلا دیا۔

اس کی اٹیچی میں خاصے ہیرے جواہرات تھے۔ وہ ایسے زیورات کی دیوانی تھی جس ملک میں جاتی تھی' وہاں کے ہیرے جواہرات خریدتی رہتی تھی۔ اس کی اٹیچی میں دوسرا اہم سامان میک اَپ کا ہوا کرتا تھا۔ جدید طرز کا ایسا ریڈی میڈ میک اَپ ہوتا تھا کہ پندرہ بیس منٹ میں صورت ایک دم بدل جاتی تھی۔ وگ کے ذریعے یا ہیئر کلر کے ذریعے بالوں کا اسٹائل اور رنگ بھی بدل جاتا تھا۔

اس نے چہرہ بدلنے کے دوران مرینا سے رابطہ کیا۔ وہ شہر بیضایہ پہنچ گئی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "تم شہر میں کیا کر رہی ہو؟ اس جنگلی قبیلے کی طرف کیوں نہیں گئیں؟"

وہ بولی۔ "میں یہاں پہنچی تو شام ہو چکی تھی۔ میرا گائیڈ عبداللہ کہتا ہے کہ جنگل میں رات ہو جائے گی۔ جنگل میں اور تاریکی میں نادیدہ خطرات کا اندیشہ رہتا ہے۔"

"تم یہاں خطرات سے کھیلنے آئی ہو' کسی ائرکنڈیشنڈ ہوٹل میں عیاشی کرنے کے لیے نہیں آئی ہو۔ تمہیں پتا نہیں ہے کہ تم زبردست دھوکا کھا چکے ہیں۔"

"کیسا دھوکا؟"

"فرہاد نے اعلان کیا تھا کہ وہ اور اس کے بیٹے جب تک ادارے سے باہر نہیں جائیں گے۔ یہ باپ بیٹے کیے فراڈیے ہیں۔ میں نے پارس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو وہ بھی ادارے میں تھا اور یہ بھی ایک فراڈ تھا۔ میں جس کے دماغ میں گئی تھی' وہ پارس نہیں' اس کی ڈمی تھا۔"

"اوہ گاڈ! تو پھر اصلی پارس کہاں ہے؟"

"وہ میرے اعصاب پر سوار ہے۔ یہاں قاہرہ میں ہے۔"

وہ پارس سے سامنا ہونے اور اس سے پیچھا چھڑانے کی پوری روداد اسے سنانے لگی۔ مرینا نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ "یہ تو بہت برا ہوا۔ اب تو وہ تمہارے پیچھے پڑا رہے گا۔"

"ایک بار میں پھنس گئی۔ بار بار ایسا نہیں ہو گا۔ میں میک اَپ کے ذریعے خود کو بدل چکی ہوں۔"

"شی تارا تم بھول رہی ہو' میں تمہیں بتا چکی ہوں وہ جس کے ساتھ کچھ وقت گزار لیتا ہے اس کے بدن کی مخصوص مہک سے آشنا ہو جاتا ہے۔ تم خواہ اپنے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرا لو وہ پھر بھی تمہاری مہک سے تمہیں پہچان لے گا۔"

"اوہ گاڈ! یہ تو واقعی میرے حق میں برا ہوا ہے۔ میں جہاں جاؤں گی' وہاں یہ اندیشہ رہے گا کہ وہ میرے قریب سے گزرتے ہوئے میری بُو پا لے گا۔ میں اس کے خوف سے باہر نہیں نکل سکوں گی۔ اپنی خفیہ رہائش گاہ میں قید ہو کر رہنا پڑے گا۔"

"اس کی کنیز بن کر رہنے سے بہتر ہے کہ اپنی رہائش گاہ کی چار دیواری میں قید رہو۔ کیا تم نے اس سے پیچھا چھڑانے کے بعد رابطہ کیا تھا؟"

"میں سوچ رہی تھی کہ اپنا حلیہ بدلنے کے بعد اس کے دماغ میں جاؤں گی اور تصدیق کروں گی کہ وہ ادارے میں ہے یا قاہرہ میں مجھے ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔"

"اگر تم اس سے بہت دور نکل گئی ہو تو تصدیق کرو' جانتی ہو اگر وہ قاہرہ سے بیضایہ آئے گا تو کیا ہو گا؟"

"تمہارے راستے کی رکاوٹ بنے گا۔ ایسی تدبیر کرو کہ وہ تم لوگوں کو ڈھونڈ نہ پائے اور اگر سامنا ہو تو پہچان نہ پائے۔"

"تم پھر بھول رہی ہو میں لاکھ میک اَپ میں رہوں' وہ مجھے بھی میرے بدن کی مہک سے پہچان لے گا۔"

"کیا مصیبت ہے۔ وہ ہماری بو پہچاننے والا انسان نہیں شیطان ہے۔ میری ہدایات سنو اور ان پر فوراً عمل کرو۔ کل گیارہ بجے سے پہلے کوئی فلائٹ صومالیہ نہیں جائے گی۔ پارس کل دوپہر شام سے پہلے بیضایہ نہیں پہنچے گا۔ تم ابھی رات کو سفر کرنے کے انتظامات کرو اور جتنی جلدی ہو سکے اس جنگلی قبیلے کی طرف چل پڑو۔ اگر تم نے ذرا بھی دیر کی تو پھر وہ فارمولے ہمیں کبھی نہیں ملیں گے۔"

"ٹھیک ہے' میں ابھی روانگی کی تیاری کرتی ہوں اگر تم پارس کو ادھر آنے سے روک سکتی ہو' تو یہ کوشش ضرور کرو۔"

"مجھے سے جو بن پڑا وہ کروں گی۔ تھوڑی دیر بعد پھر آؤں گی۔"

وہ مرینا سے رابطہ ختم کر کے سوچنے لگی۔ "کاش صومالیہ میں میرے مقابلے پر فرہاد آتا یا علی تیمور آتا۔ ان دونوں سے وہ خطرہ نہیں ہے' جو پارس سے ہو رہا ہے۔ کم بخت جنگل کی کھلی فضا میں آسانی سے مرینا کی بو پا لے گا۔ میں تو اب صومالیہ کا رخ نہیں کروں گی۔"

اس نے اپنا چہرہ اور بالوں کا اسٹائل بدلنے کے بعد آئینہ دیکھا' اب اسے پیدا کرنے والے ماں باپ بھی نہیں پہچان سکتے تھے مگر؟ آہ پارس...

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ سو رہا تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ناگواری سے بولا۔ "کون ہے؟"

"میں ہوں تمہاری شی تارا۔"

وہ گھڑی دیکھ کر بولا۔ "خدا کی پناہ۔ رات کے تین بجے کیوں یاد کر رہی ہو؟"

"مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔"

"مجھے کوئی لوری یاد نہیں ہے۔ میں تمہیں کیسے سلا سکتا ہوں۔"

"میں تمہارے پاس آؤں گی تو تمہاری آغوش میں نیند آ جائے گی۔"

"تم آغوش میں آؤ گی تو میری نیند اڑ جائے گی۔ بائی دی وے' تمہیں بتا چکا ہوں' یہ بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ یہاں تم قدم نہیں رکھ سکو گی۔"

"اگر تم بابا صاحب کے ادارے میں ہو تو پارس نہیں ہو' اس کی ڈمی ہو۔"

"یہ تمہاری سمجھ پر ہے کچھ بھی سمجھ لو۔ مجھ پر نیند کا غلبہ ہے۔ پلیز سونے دو۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ سوچنے لگی۔ یہ تو بالکل پارس ہے پھر یہ قاہرہ میں کون ہے؟

اس نے پریم کمار کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح یاد کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی پریم کمار بھی سو رہا تھا' پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "کون ہے؟"

"میں ہوں' تمہاری شی تارا۔"

"یہ شی تارا کیا چیز ہے؟"

"اگر تم یہ نام نہیں جانتے ہو تو میں پریما ہوں۔"

وہ چہک کر بولا۔ "پریما! اچھا تم ہو۔ تعجب ہے۔ ٹیلیفون کے بغیر بول رہی ہو۔ میرا بھی یہ کمال ہے کہ میں ٹیلیفون کے بغیر سن رہا ہوں۔ جب سے تم نے تاریکی میں آ کر مجھے روشن جلوے دکھائے ہیں اور جب سے میں نے تمہیں زہر کا جام پلایا ہے' تب سے ہم دونوں باکمال ہو گئے ہیں۔"

"تم نے زہر کا جام پلایا۔ یوں تسلیم کرتے ہو کہ پارس ہو؟"

"یہ پارس کون ہے؟ کیا اتنی بڑی دنیا میں وہی ایک زہریلا ہے۔ تم نے نمک میرا کھایا اور گن اس کے گاتی ہو۔ میرے زہر کو اس کے نام کر رہی ہو۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے پارس کے لہجے کو گرفت میں لیا تو ادارے میں پہنچی اور پریم کمار کے لہجے کو گرفت میں لے کر قاہرہ میں رہی۔ پارس کو اس کے زہریلے پن سے پہچان سکتی تھی۔ صرف پارس ہی زہریلا نہیں ہے۔ پریم کمار بھی زہریلا ہے جیسا کہ مرینا کی موجودہ ٹیم میں صفورا بھی زہریلی تھی۔ ایسی مثالوں سے ثابت ہو رہا تھا کہ وہ پارس نہیں ہے۔ زہریلا پریم کمار ہے۔

وہ بولی۔ "تمہاری بات دل کو لگ رہی ہے۔ شاید اس لیے کہ تم نے مجھے جیت لیا ہے۔ میرا دل پھر تم سے ملنے کے لیے تڑپ رہا ہے۔"

"تو پھر چلی آؤ۔ میں اسی ہوٹل میں ہوں۔"

"میں مجبور ہوں۔ اس ملک سے نکل چکی ہوں۔ ہندوستان جا رہی ہوں۔ میں تمہاری محبت کو آزمانا چاہتی ہوں۔ مجھے چاہتے ہو تو کل صبح کی فلائٹ سے چلے آؤ۔"

"صاف گوئی سے کام لو۔ تم محبت کو نہیں آزما رہی ہو بلکہ یہ معلوم کرنا چاہتی ہو کہ میں واقعی پریم کمار ہندوستانی ہوں تو تمہارے پیچھے ہندوستان ضرور آؤں گا۔"

"چلو یہی سہی۔ میں پوری طرح یقین کرنا چاہتی ہوں کہ تم میرے دشمن پارس نہیں ہو۔"

شی تارا کی چالاکی کی سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ پارس وہ فارمولے حاصل کرنے صومالیہ نہ جائے اگر جائے گا اور اس کے پیچھے ہندوستان نہیں آئے گا تو پھر وہ پریم کمار نہیں سو فیصد پارس ہی ہوگا۔

وہ بولا۔ "میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ یہاں پہلوانوں سے کشتیاں لڑنے آیا ہوں۔ تم نے اچانک میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اب کہتی ہو کہ ہندوستان جا رہی ہو جو کسی وجہ کے بغیر ساتھ چھوڑ دے اور دور جا کر اپنے پیچھے آنے کو کہے' وہ محبوبہ ہوتی ہے نہ محبت کرنا جانتی ہے اگر میرے پریم کمار ہونے کا یقین کرنا چاہتی ہو تو قاہرہ واپس آؤ اور مجھے یہاں کشتیاں لڑتے ہوئے دیکھتی رہو۔"

"میری کچھ مجبوریاں ہیں۔ میں قاہرہ واپس نہیں آؤں گی۔"

"تمہیں آنا چاہئے۔ میں نے تمہاری وہ دو ہیرا آنکھیں ایک جگہ چھپا کر رکھی ہیں۔ کیا وہ امانت واپس لینے نہیں آؤ گی؟ وہ آنکھیں تمہارے لیے خوش بختی ہیں' خوش بختی لائیں گی۔ میں نے ایسی کوئی عورت نہیں دیکھی جو خوش بختی کو ٹھکرا کر بد بختی کی طرف جائے۔"

"بے شک' وہ دونوں ہیرے میرے لیے بہت زیادہ اہم ہیں لیکن میری جو تشویش کہتی ہے کہ وہ ہیرے مجھے قاہرہ میں حاصل نہیں ہوں گے۔ اس لیے تم سے التجا کر رہی ہوں کہ قاہرہ چھوڑ دو میرے پاس چلے آؤ۔ بولو آ رہے ہو نا؟"

"سوری۔ پیاسا کنوئیں کے پاس آتا ہے۔ تم آ سکتی ہو تو جاؤ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ دفاعی طور پر حاضر ہو گئی۔ بات نہیں بن رہی تھی۔ دو نقصانات واضح تھے۔ ایک خوش بختی لانے والے دو ہیرے ہاتھ آتے آتے رہ گئے تھے اور اب ان کی واپسی کی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ دوسرے پارس کے ہونے نہ ہونے کی تصدیق نہیں ہو رہی تھی اگر وہی ہوتا اور دوسرے دن صومالیہ پہنچ جاتا تو وہ فارمولوں سے بھی محروم ہو جاتی۔

اس نے سوچا' بہتر ہوتا' وہ ہیرے آقا لا ثانی کے پاس رہتے۔ اس بوٹے سے کوئی چیز چھین لینا نسبتاً آسان ہوتا۔ پارس تو لوہے کا چنا تھا۔ اسے چبانے کے خیال سے ہی دانت ٹوٹنے سے لگتے تھے۔

یہ تدبیر سوجھی کہ بوٹے لا ثانی سے کام لیا جائے اگر وہ پارس کے نیچے پڑ جائے گا تو اس سے ہیرے بھی چھین سکے گا اور اسے صومالیہ جانے سے بھی روک سکے گا۔ ویسے بھی وہاں پارس سے نمٹنے کے لیے شی تارا کو بہترین آلۂ کاروں کی ضرورت تھی۔ یہ ضرورت پوری کرنے کے لیے وہ لا ثانی کے پاس پہنچ گئی۔

❁❁❁✱✱❁❁❁

بلیک آدم اپنی ہستی بھول چکا تھا۔ الپا نے اسے پنا ٹائز کر کے طاہر شامی بنا دیا تھا۔ طاہر شامی بابا صاحب کے ادارے کا جاسوس تھا۔ وہ اسرائیل جاسوسی کرنے آیا تھا۔ الپا نے اس کے دماغ میں گھس کر اس کے متعلق تمام حالات معلوم کیے تھے۔ ان معلومات کو بلیک آدم کے دماغ میں فیڈ کیا تھا۔

جوجو اکثر خیال خوانی کے ذریعے طاہر شامی سے رابطہ کرتی تھی۔ وہ طاہر شامی کے لہجے کو گرفت میں لے کر بلیک آدم کے دماغ میں پہنچی تو اسے شبہ نہیں ہوا' وہ یہی سمجھتی رہی کہ طاہر شامی سے باتیں کر رہی ہے۔ طاہر شامی (بلیک آدم) نے بتایا کہ اسرائیل میں ایک جاسوس کی حیثیت سے اس کا بھید کھلنے والا ہے۔ اس لیے وہ واپس آ رہا ہے۔ جوجو نے حالات کے پیشِ نظر تائید کی اور کہا۔ "آ جاؤ۔"

بلیک آدم اسرائیل سے پرواز کر کے پیرس آیا پھر وہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا۔ ادارے کے آہنی گیٹ سے لے کے پاسِ پہنچنے تک بڑی سخت چیکنگ ہوتی رہی اس کے شناختی کاغذات دیکھے گئے' انٹی میک اَپ کیمرے سے اس کی تصویریں اتاری گئیں' اسے ایکسرے مشین کے سامنے سے گزارا گیا۔ وہ ہر پہلو سے' ہر زاویے سے اور ہر انداز سے طاہر شامی ثابت ہوا۔ جوجو نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "اچھا ہوا تم فوراً ہی لیبب سے چلے آئے۔ دیر کرتے تو یقیناً گرفتار کر لیے جاتے۔"

"میں خوش نصیب ہوں۔ ایسے وقت آیا ہوں' جب بادام کے ایک نہیں دو خوشیاں مل رہی ہیں اور یہ ایسا مبارک موقع ہے کہ

میں فرہاد صاحب کو' پارس صاحب کو اور علی تیمور صاحب کو پہلی بار زیب سے دیکھ سکوں گا۔"

جوجو نے کہا۔ "ضرور دیکھو گے۔ تمہیں یہاں رہ کر وہی جاسوس والی آنکھوں سے ہر ایک کو دیکھنا ہے اگرچہ بڑا سخت پہرا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ کوئی دشمن اس ادارے کے اندر قدم نہیں رکھ سکے گا تاہم محتاط اور چوکس رہنا چاہئے۔"

اسے رہائش کے لیے جوجو کے کوارٹر کے سامنے ایک چھوٹا سا کوارٹر دیا گیا تھا۔ وہ اپنے اس کوارٹر کے ایک کمرے میں آ کر بیٹھ گیا۔ الپا اس کے اندر موجود تھی۔ اس سے بولی۔ "کیا تم کمرے میں رہ کر جوجو کے کوارٹر پر نظر رکھ سکتے ہو؟"

وہ اٹھ کر ایک کھڑکی کے پاس آیا۔ اسے کھولنے سے سامنے جوجو کی رہائش گاہ نظر آنے لگی۔ اس نے کھڑکی پر پردہ کھینچ کر کہا۔ "ہاں' میں اس پردے کے پیچھے سے نظر رکھوں گا لیکن اس کی رہائش گاہ سے ہمیں کیا حاصل ہوگا۔"

"بہت کچھ حاصل ہوگا۔ یہ کیوں بھول رہے ہو کہ پارس اس ادارے میں موجود ہے اور جوجو اس کی بیوی ہے۔ وہ کسی بھی وقت اپنی بیوی سے ملنے اور اس کے کوارٹر میں وقت گزارنے آئے گا۔ دو شکار بیک وقت تمہارے ہاتھوں کی پہنچ میں ہوں گے۔"

"تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ وہ دونوں میاں بیوی ہیں۔ واقعی ایک ہی وقت میں دونوں کو ٹریپ کیا جا سکتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں دونوں پر نظر رکھوں گا۔"

اس نے پھر ایک بار کھڑکی کے باہر دیکھا۔ سامنے کوارٹر کا دروازہ مقفل تھا۔ جوجو کہیں مصروف ہوگی۔ اس کے ساتھ پارس کو ٹریپ کرنے کے لیے صرف بیس گھنٹے کا وقت رہ گیا تھا۔ یہ وقت گزر جاتا تو پارس اس ادارے سے چلا جاتا۔ پارس' علی تیمور' سلمان' سلطانہ اور لیلیٰ میں سے کسی کو اغوا کر کے لے جانا بہت بڑا کارنامہ ہوتا لہٰذا وہ جوجو کے علاوہ پارس پر بھی ہاتھ ڈالنے کے لیے مناسب وقت کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ کمرے سے نکل کر کوارٹر کے برآمدے میں آیا۔ وہاں ٹہلنے کے بہانے دور تک ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ آس پاس کچھ فاصلوں پر کئی کوارٹرز بنے ہوئے تھے۔ یقیناً ادارے کے اہم افراد ان کوارٹرز میں رہتے ہوں گے۔ تھوڑی دیر بعد اس کا اندازہ درست نکلا۔ بائیں طرف ایک کوارٹر کا دروازہ کھلا اور اندر سے جو شخص برآمدے میں آیا' اسے دیکھ کر بلیک آدم چونک گیا اس نے ٹی لیبب میں برآمدے میں نظر آنے والا تیجے مورگن تھا' جسے ٹائی اغوا کر کے لائی تھی۔

مورگن نے اسے دیکھ کر کہا۔ "ہیلو! میں پہلی بار تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ کیا نئے ہو؟"

"تمہارے لیے نیا ہوں۔ ورنہ میڈم جوجو کا پرانا وفادار ماتحت ہوں۔ بندے کو طاہر شامی کہتے ہیں۔"

دونوں اپنے اپنے برآمدے سے اتر کر ایک دوسرے کے قریب آئے پھر مصافحہ کیا۔ "میرا نام مورگن ہے' جے مورگن۔ میں میڈم سونیا ثانی کا وفادار ماتحت ہوں۔ ابھی میڈم کے سامنے حاضر ہونے جا رہا ہوں۔ شاید صبح تک میری کہیں ڈیوٹی رہے گی۔ کل ہماری ملاقات ہوگی۔"

وہ چلا گیا۔ الپا پھر بلیک آدم کے اندر آ گئی تھی۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ ابھی جے مورگن وہاں سے گیا ہے۔ وہ بولی۔ "جے مورگن ہمارا بہت ہی کام کا بندہ تھا۔ سونیا ثانی اسے پکڑ کر یہاں لے آئی ہے۔ یقیناً اس کا برین واش کیا گیا ہے۔ اسی لیے یہاں آزادی سے گھوم رہا ہے۔"

"بائی گاڈ' اگر میں اسے اپنے وطن واپس لے جاؤں تو یہ میرا ایک بڑا کارنامہ ہوگا۔"

"صبر سے موقع کا انتظار کرتے رہو اور خود اعتمادی سے منصوبوں پر عمل کرتے رہو' مجھے یقین ہے کہ تمہیں توقعات سے زیادہ کامیابی ہوگی۔"

"ایک تو مشکل یہ ہے کہ قدم قدم پر پابندیاں ہیں۔ یہی دیکھ لو کہ میں یہاں سے ادارے کے کسی حصے میں نہیں جا سکتا جب تک جوجو نہیں چاہے گی اور مجھے کسی جگہ نہیں بلائے گی۔ میں یہاں سے کہیں نہیں جا سکوں گا۔"

اسی وقت جوجو کہیں سے آئی۔ اسے دیکھ کر بولی۔ "یہاں کیا کر رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "میں اپنے برآمدے میں کھڑا ہوا تھا۔ مسٹر جے مورگن نے مجھے مخاطب کیا تو ادھر چلا آیا۔ وہ ابھی مس ٹائی کے پاس گیا ہے۔"

"کیا تم جے مورگن کو شکل سے پہچانتے ہو؟"

"نہیں۔ آج میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔ اسی نے اپنا نام بتایا تھا۔"

وہ اپنے کوارٹر کی طرف پلٹ کر بولی۔ "میرے ساتھ آؤ۔ میں نے کھانا تیار کیا ہے۔ کھانے کے بعد ہمیں صبح تک جاگنا ہے۔ مما کے کوارٹر کے قریب ہماری ڈیوٹی ہوگی۔"

وہ جوجو کے ساتھ اس کے کوارٹر میں آ کر بولا۔ "کیا تم خود ہی پکاتی ہو؟"

"ہاں' ادارے سے بھی کھانا ملتا ہے لیکن میں مصروف رہنے کے لیے خود پکاتی کھاتی ہوں۔"

"میڈم! کیا ایک ذاتی سوال کر سکتا ہوں؟"

"ضرور' یہاں کچن میں آ جاؤ۔ میں کھانا گرم کروں گی۔ تم باتیں کرتے رہو۔"

وہ اس کے ساتھ کچن میں آ کر بولا۔ "پارس صاحب ہمیشہ ادارے سے دور رہتے ہیں کیا... آپ دونوں ازدواجی زندگی نہیں

گزارتے ہیں؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "نہیں' میں ازدواجی زندگی گزارنے کے قابل نہیں رہی' ایک بار اپنے پارس کے بچے کی ماں بننے والی تھی لیکن اس کے زہر نے میری کوکھ کو نقصان پہنچایا۔ ایک بڑے آپریشن سے گزرنے کے بعد مجھے یہ نئی زندگی ملی ہے۔"

"خدا آپ کو سلامتی اور خوشحالی دے لیکن شوہر کے لیے آپ کے جذبات ہوں گے کہ آپ ان کے ساتھ رہا کریں اور ان کی خدمت کریں۔"

"میں ایسے جذبات کے ساتھ رہوں گی تو پارس کے ساتھ ازدواجی وظیفہ ادا کرنا ہوگا' جو میری زندگی کے لیے خطرناک ہے۔ ڈاکٹری ہدایت کے مطابق مجھے اس کے زہر سے دور رہنا چاہیے۔ اس لیے میں روحانیت کی طرف مائل ہوں۔ تمہارہتی ہوں۔ یوں سمجھ لو کہ جس پارس کو جان سے زیادہ چاہتی ہوں اس کے لیے نامحرم ہو چکی ہوں۔"

بلیک آدم نے سوچا۔ "یہ یہاں تمہارہتی ہے۔ پارس سے اس کی ملاقات نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا پارس اس کوارٹر میں نہیں آئے گا۔ مجھے اس کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

اس نے چور نظروں سے اپنے بائیں ہاتھ کے ناخنوں کو دیکھا بہت عرصہ پہلے اس کے پیدائشی ناخن نکال دیئے گئے تھے اور نقلی ناخن اس طرح لگائے گئے تھے کہ وہ جب چاہتا انہیں ڈھکن کی طرح اٹھا کر ان کے نیچے کوئی ننھی سی چیز چھپا لیتا تھا۔ فی الوقت اس کے ناخنوں کے اندر وہ سفوف پوشیدہ تھا جسے زبان پر رکھنے اور حلق سے اتارنے کے بعد اعصابی کمزوری مسلط ہو جاتی تھی۔

اس نے اچانک ہی جوجو کی تھوڑی کے نیچے ہاتھ لے جا کر اپنی فولادی انگلیوں سے اس کے جبڑوں کو جکڑ لیا۔ گرفت اتنی سخت تھی کہ جوجو کے دیدے پھیل گئے۔ مُنہ سے آواز نہ نکل سکی۔ وہ ایسا فولادی شیطان تھا کہ سر کو پکڑ کر ایک جھٹکے سے گردن توڑ دیتا تھا۔ بڑے بڑے شہ زور اس کی گرفت سے نہیں نکل سکتے تھے وہ تو پھر ایک عورت تھی۔ وہ غرا کر بولا۔ "مُنہ کھولو۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے ایک انگوٹھے سے ایک انگلی کا ڈھکن اٹھایا۔ وہ مُنہ نہیں کھول رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "آخری وارننگ دیتا ہوں۔ مُنہ نہیں کھولو گی تو جبڑے ٹوٹ جائیں گے۔"

تکلیف کی شدت سے یہی محسوس ہو رہا تھا کہ جبڑوں کی ہڈیاں تڑخنے ہی والی ہیں۔ اس نے مُنہ کھول دیا۔ وہ اس کے منہ میں انگلی ڈال کر ناخن کے نیچے چھپے ہوئے پاؤڈر کو اس کے حلق تک پہنچانے لگا۔ جوجو اس کی انگلی کو دانتوں سے کاٹنے لگی۔ دانت انگلی کے گوشت میں گڑ گئے تھے۔ لہو رسنے لگا تھا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "کوئی بات نہیں' میرے لہو کے ساتھ اس سفوف کو نگلنے میں آسانی رہے گی۔"

وہ ذرا سی دیر میں ہی سست پڑ گئی۔ دوا حلق سے اترتے ہی کمزوری محسوس ہونے لگی تھی۔ اس کا مُنہ پھر کھل گیا۔ انگلی گڑے ہوئی دانت پھر الگ ہو گئے۔ وہ بلیک آدم کے بازوؤں پر گری گری سانسیں لینے لگی۔ اس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ کچن سے چلتا ہوا بیڈ روم میں آیا پھر اسے آرام سے لٹا دیا۔

الپا نے کہا۔ "کچن کا چولہا بجھا دو اگر کسی نے تمہیں یہاں آتے نہیں دیکھا ہے تو واپس اپنے کوارٹر میں جاؤ۔ میں اس پر عمل شروع کر رہی ہوں۔"

وہ جوجو کے کوارٹر سے باہر برآمدے میں آیا۔ دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا اپنے کوارٹر میں آ گیا۔ الپا ایک گھنٹے کے اندر ہی آ گئی۔ اس سے بولی۔ "ایک بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ میں نے فرہاد علی تیمور کی بیوی کو اپنا معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے۔"

وہ بولا۔ "سسٹر الپا! پتا نہیں وہ ابھی کھانے کے بعد کہاں جانے والی تھی اگر وہاں نہ گئی اور تنویمی نیند سوتی رہی تو اس کے تمام رشتے دار دوڑے چلے آئیں گے اس کے دماغ میں گھس کر معلوم کر لیں گے کہ وہ تنویمی نیند پوری کر رہی ہے۔"

"میں نے اسے معمولہ بنا کر بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ اب سے دو گھنٹے بعد یعنی رات کے ایک بجے تمہارے ساتھ ہوٹل کے کوارٹر کے قریب جائے گی۔ اس سے کچھ فاصلے پر ایک کیبن میں تمہارے ساتھ صبح تک رہے گی۔ تمہیں سیکیورٹی کے لیے ہتھیار دیئے جائیں گے۔"

"یعنی وہ ایک بجے سے پہلے تنویمی نیند سے بیدار ہو جائے گی؟"

"ہاں اور ایک ایسا راز معلوم ہوا ہے' جسے سن کر تم چونک پڑو گے۔"

"سسٹر! تجسس میں مبتلا نہ کرو۔"

"اس ادارے میں فرہاد اور اس کے دونوں بیٹے پارس اور علی تیمور موجود نہیں ہیں۔ وہ اپنے تمام دشمنوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ یہاں تمہیں ان تینوں کی ڈمیاں نظر آئیں گی۔"

"یہ واقعی اہم معلومات ہیں اگر ہمیں معلوم نہ ہوتا تو ہم دھوکا کھا کر کسی ڈمی کو اغوا کر کے لے جاتے۔ اچھی طرح اطمینان کر لو کہیں جوجو بھی ڈمی نہ ہو۔"

"میں نے جوجو کے دماغ کی ہر گرہ کو کھول کر معلومات حاصل کی ہیں۔ اس نے تم سے جھوٹ کہا تھا کہ وہ پارس کے لیے نامحرم ہے۔ جب اس کے نکاح میں ہے تو نامحرم کیسے ہوگی۔"

"اس نے مجھ سے جھوٹ کیوں کہا تھا؟"

"اس لیے کہ یہاں ڈمی پارس رہتا ہے۔ تمہارے یا کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو گا کہ میاں بیوی ایک ہی ادارے میں رہ کر کیوں ایک دوسرے سے دور رہتے ہیں۔ خود کو نامحرم کہہ دینے سے اس سوال کا جواب مل جاتا ہے۔"

"ہاں' اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ جوجو اصلی ہے۔ اس لیے ڈمی پارس اس سے دور رہتا ہے۔"

"اور یوں بھی ثابت ہوتا ہے کہ آمنہ' سونیا اور جوجو سے فرہاد اور اس کے بیٹوں کی کوئی بات چھپی نہیں رہتی ہے۔ یہ پورا خاندان ایک دوسرے کی خیریت معلوم کرتے رہنے کے لیے ایک دوسرے کے حالات سے پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ فرہاد' پارس' علی تیمور' آمنہ' سونیا' جوجو اور سونیا ثانی جانتی ہیں کہ کون کہاں ہے اور کن معاملات سے دوچار ہو رہا ہے۔"

"پھر تو جوجو کو معلوم ہوگا کہ وہ تینوں باپ بیٹے کہاں ہیں؟"

"ہاں' علی اور ثانی پیرس کے ملٹری ہیڈ کوارٹر میں ہیں۔ وہاں کے ایک بنگلے میں انہوں نے ایک عجیب و غریب شخص کو قیدی بنا رکھا ہے۔"

"عجیب و غریب شخص سے کیا مراد ہے؟"

"اس کا نام یوسف البرہان ہے۔ اسے پاشا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ وہ حیرت انگیز غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل ہے۔ کسی ٹرانسمیٹر' یا ٹیلیفون یا سیٹلائٹ کے بغیر ہزاروں میل دور ہونے والی گفتگو سن لیتا ہے۔"

"یہ تو بچگانہ سی بات ہے۔ کیا عقل اسے تسلیم کر سکتی ہے؟"

"موجودہ سائنسی ترقی کے دور میں کوئی بات ناممکن اور حیرت انگیز نہیں رہی۔ ہم اکیسویں صدی میں داخل ہونے والے ہیں۔ آج جو بات حیرت انگیز اور ناقابلِ یقیں ہو گی' وہ کل صرف قابلِ یقیں ہی نہیں' قابلِ عمل اور معمولی سی ہو کر رہ جائے گی۔ وہ پاشا رات کی گہری تاریکی میں بلی اور چیتے کی طرح صاف طور سے دیکھ لیتا ہے۔ دماغ ایسا فولادی ہے کہ ٹیلی پیتھی کے زلزلے اس پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ جسمانی قوت میں تمہاری طرح ناقابلِ تسخیر ہے۔"

"پھر تو ایسے شخص کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ مائی سسٹر الپا! میں اس شخص کو' کیا نام بتایا تھا اس کا؟ ہاں پاشا' میں پاشا کو ضرور اپنا قیدی اور تابعدار بناؤں گا۔"

"پاشا کل شام چھ بجے تک ہیڈ کوارٹر والے بنگلے میں رہے گا پھر سات بجے فرانس کے ایک خصوصی طیارے میں صومالیہ کے شہر بیضابہ جائے گا۔ اس نے حیرت انگیز سماعت و بصارت اور غیر معمولی دماغی و جسمانی قوتوں کے لیے جو ادویات استعمال کی ہیں' ان سب کے فارمولے کئی کاغذات میں لکھ کر صومالیہ کے ایک جنگل میں چھپا دیئے ہیں۔ شہر بیضابہ میں پارس اور ٹیلی پیتھی جاننے والی باربرا اس کا انتظار کریں گے پھر وہ تینوں وہاں سے اس جنگل کی طرف جائیں گے۔"

"جنگل میں وہ کہاں جائیں گے؟ وہاں کوئی مخصوص جگہ ہوگی' جہاں پاشا نے ان فارمولوں کو چھپایا ہے؟"

"میں نے معلوم کرنا چاہا لیکن جوجو اس سے زیادہ نہیں جانتی ہے۔"

"تم جتنا معلوم کر چکی ہو' اتنا ہی بہت ہے۔ بڑے بھائی برین آدم کو پاشا کے متعلق فوراً بتاؤ۔ برادر برین آدم ذہانت میں یکتا ہے۔ وہ فارمولے حاصل کرنے کے لیے زبردست پلاننگ کرے گا۔"

"میں جا رہی ہوں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

"اس نے بلیک آدم کے دماغ سے نکل کر بڑے بھائی برین آدم کے دماغ پر دستک دی۔ کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس نے کہا۔ "ہاں بولو سسٹر! کوئی خوشخبری ہے؟"

"جی ہاں' میں نے فرہاد علی تیمور کی بہو یعنی پارس کی بیوی جوجو کو اپنا معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے۔"

"تم خوش کر رہی ہو لیکن ایسی خوشیوں کے پیچھے فرہاد کی چالاکیاں چھپی ہوتی ہیں۔"

"میں نے ہر پہلو سے اطمینان کیا ہے۔ ان کے چند ایسے راز ہیں' جو فرہاد کے بیٹوں اور بہوؤں کو یا پھر آمنہ اور سونیا کو معلوم ہوتے ہیں۔ وہ راز میری معمولہ جوجو کو معلوم ہیں یوں ثابت ہوتا ہے کہ وہ اصلی جوجو ہے۔"

"وہ راز کیا ہیں؟"

"پہلے راز کی بات یہ ہے کہ فرہاد' اس کے دونوں بیٹے اور سونیا ثانی ادارے میں موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے وہاں اپنی اپنی ڈمی رکھی ہے۔"

"پھر تو وہ زبردست مکاری دکھا رہے ہیں۔ ہم تو دھوکے سے بچ گئے۔ سپر ماسٹر وغیرہ کے ماتحت ضرور کسی ڈمی کو وہاں سے اغوا کر کے لے جائیں گے پھر بعد میں اپنا سر پیٹیں گے۔ تم نے بہت اہم معلومات حاصل کی ہیں۔ کوئی اور راز معلوم ہوا ہے؟"

وہ پاشا اور اس کی حیرت انگیز صلاحیتوں اور خفیہ فارمولوں کے متعلق بتانے لگی۔ برین آدم خوشی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا۔ "الپا! تم ہماری بہت ہی پیاری بہن ہو۔ تم نے پاشا جیسے انسان کو دریافت کر کے کمال کر دکھایا ہے۔ اب میں فرہاد اور اس کے بیٹوں کو دکھاؤں گا کہ ذہانت کسے کہتے ہیں۔ وہ فارمولے یہاں میرے پاس آئیں گے۔ تم جاؤ اور برادر بلیک آدم کے ساتھ رہو۔ برادر سے کہو' جوجو کے بعد وہاں اور کوئی تگڑا شکار نہیں ہے۔ وہ کل تک وہاں سے نکل جائے۔ ہمارے ملک کا طیارہ پیرس سے دوپہر کو پرواز کرتا ہے۔ اس کے لیے ایک سیٹ ریزرو رہے گی۔ وہ وہاں سے قاہرہ پہنچے گا۔ قاہرہ سے ہمارا ایک ہیلی کاپٹر اسے صومالیہ پہنچا دے گا۔"

"برادر! میں نے جوجو کے دماغ سے یہ معلوم کیا تھا کہ کل چار بجے سلمان اپنی بیوی سلطانہ کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے ذریعے پیرس جائے گا۔ میں نے جوجو کو حکم دیا ہے کہ وہ سلمان کے ساتھ پیرس جائے اور برادر بلیک آدم کو بھی لے جائے۔ اس طرح برادر چار

بجے کے بعد ہی پیرس پہنچے گا۔ آپ ایسے انتظامات کریں کہ جوجو کو فوراً قتل ابیب لا کر اس کا برین واش کیا جا سکے اور برادر کو صومالیہ پہنچایا جا سکے۔"

"میں یہی کروں گا تم برادر کے پاس جاؤ۔"

وہ بلیک آدم کے پاس آ گئی۔ جوجو بارہ بجے تنویمی نیند سے بیدار ہو گئی تنویمی عمل کے مطابق وہ بھول گئی تھی کہ بلیک آدم نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی اور اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ اس نے بیدار ہو کر منہ ہاتھ دھویا۔ بلیک آدم کھانا گرم کر کے لے آیا پھر اس کے ساتھ کھاتے ہوئے بولا۔ "میڈم! آپ دو گھنٹے تک گہری نیند سوتی رہیں۔ میں بور ہوتا رہا۔"

وہ بولی۔ "میں بے وقت نہیں سوتی چونکہ صبح تک جاگنا ہے اس لیے تھوڑی نیند پوری کی ہے۔"

وہ کھانے کے بعد ڈیوٹی کے لیے ایک کیبن میں آ گئے۔ وہاں بلیک آدم کو ایک شاٹ گن اور ایک کلاشنکوف دی گئی۔ جوجو نے کہا۔ "تم یہاں چوکس رہو' میں مما سے مل کر آتی ہوں۔"

سونیا کا کوارٹر کوئی پندرہ گز کے فاصلے پر تھا۔ اس کے برآمدے پر دو مسلح جوان تھے' چار مسلح لیڈی گارڈز تھیں۔ ایک نے پوچھا۔ "کوڈورڈز پلیز؟"

جوجو باہر کھڑے ہوئے مسلح گارڈز کو کوڈورڈز سنانا نہیں چاہتی تھی اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس لیڈی گارڈ کے دماغ میں کوڈورڈز ادا کیے۔ دروازہ کھل گیا۔ وہاں بڑی رازداری سے کام لیا جا رہا تھا۔ بڑا سخت پہرا تھا اس کے باوجود الپا' جوجو کے دماغ میں رہ کر سونیا کی خواب گاہ تک پہنچ گئی۔

خواب گاہ میں ایک آرام دہ بستر تھا۔ بستر کے دونوں طرف بچوں کا ایک ایک پالنا تھا۔ وہ دونوں پالنے خالی تھے یعنی بچے وہاں نہیں تھے اور بستر پر ان کی ماں بھی نہیں تھی۔ ایک میز کرسی کے پاس ایک مسلح لیڈی گارڈ بیٹھی ہوئی تھی۔ جوجو کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی' فوجی انداز میں اسے سیلوٹ کیا۔ جوجو نے پوچھا۔ "مما اور بچے کہاں ہیں؟"

"میڈم! پتا نہیں مادام سونیا اپنے بچوں کے ساتھ کہاں منتقل ہو گئی ہیں۔"

"اگر وہ کہیں منتقل ہو گئی ہیں تو اتنی سخت پہرے داری کیوں ہے؟"

"اس لیے ہے۔" لیڈی گارڈ نے یہ کہتے ہوئے میز پر رکھے ہوئے ریکارڈر کا بٹن دبایا چند سیکنڈ کے بعد بچے کے رونے کی آواز سنائی دی پھر سونیا کی آواز ابھری۔ وہ پیار سے پچکارتی ہوئی کہہ رہی تھی۔ "ارے رے' میرے منے بیٹے کو کیا ہو گیا ہے۔ تم تو میرے کبریا شہزادے ہو۔ ارے واہ' نام لیتے ہی میرا بیٹا مسکرانے لگا اور میری شہزادی اعلیٰ بی بی! تم کیوں خاموش ہو؟ اللہ اللہ! پھر پے ایسی سنجیدگی جیسے کسی مسئلے کو حل کر رہی ہو۔ میری جان! ابھی مسائل حل کرنے کے لیے ماں زندہ ہے۔ یہ تمہارے ہنسنے کھیلنے کی عمر ہے۔ چلو ہنسو' مسکراؤ۔"

ایک ننھی سی بچی کی ہنسی سنائی دینے لگی۔ سونیا کہہ رہی تھی۔ "ہاں' ہاں' شاباش۔"

جوجو نے پوچھا۔ "یہ سب کیا ہے؟"

لیڈی گارڈ نے ٹیپ ریکارڈر کو بند کرتے ہوئے کہا۔ "اس ریکارڈ کی آواز باہر تک جاتی ہے۔ باہر دوست ہوں یا دشمن' یہی سمجھیں گے کہ مادام اپنے دونوں بچوں کے ساتھ یہاں موجود ہیں۔ کوارٹر کے اندر اور باہر اتنا سخت پہرا دیکھ کر پوری طرح ان کی موجودگی کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ آپ بھی یہی سمجھ کر ان سے ملنے آئی ہیں۔"

الپا نے جوجو کی سوچ میں کہا۔ "مجھے مما سے رابطہ کرنا چاہیے۔"

جوجو ایک کرسی پر بیٹھ گئی پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے سونیا کے پاس آئی۔ سونیا نے کوڈورڈز سن کر کہا۔ "اچھا تو میری جوجو میرے کوارٹر میں پہنچی ہوئی ہے۔"

"مما! آپ اچانک بچوں کو لے کر کہاں روپوش ہو گئی ہیں؟"

"بیٹی! میرے اندر رہ کر مجھے اور دونوں بچوں کو دیکھو۔ ہم تینوں بخیریت ہیں۔"

"کیا آپ یہاں خطرہ محسوس کر رہی تھیں؟"

"جہاں زیادہ سخت پہرا ہوتا ہے' وہاں زیادہ خطرات کی گنجائش ہوتی ہے۔ میں ایسی جگہ ہوں' جہاں میری حفاظت کے لیے ایک بھی ہتھیار اور ایک بھی پہرے دار نہیں ہے۔"

"یہ کون سی جگہ ہے مما؟"

"جوجو' میری جان! یہ نہ پوچھو اور یقین کرو تمہارے پاپا کو' پارس اور علی کو' کسی کو بھی اس جگہ کا علم نہیں ہے۔"

"کیا پاپا پوچھیں گے تو انہیں بھی یہ ٹھکانا نہیں بتائیں گی؟"

"یہ وہ جگہ ہے' جہاں بابا فرید واسطی صاحب اپنی زندگی میں عبادت اور ریاضت کے لیے آتے تھے۔ دنیا والوں سے روپوش رہ کر ایک مخصوص مدت تک یہاں قیام کرتے تھے پھر اپنے قائم کردہ ادارے میں پہنچ جاتے تھے۔ انہوں نے تاکید کی تھی کہ میں بھی اس مقام کی نشاندہی نہ کروں۔ میں بابا صاحب کی ہدایات پر عمل کر رہی ہوں۔"

"جب آپ دونوں بچوں کے ساتھ ہر طرح سے محفوظ ہیں تو پھر خالی کوارٹر کے اندر اور باہر اتنے سخت حفاظتی انتظامات کیوں کیے گئے ہیں؟"

"تم جانتی ہو' ہمارے دشمن کمزور' کمتر اور نادان نہیں ہیں۔ ان کی بھی طاقت' ذہانت اور وسیع ذرائع رکھتے ہیں۔ وہ اتنے سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود میرے کوارٹر تک پہنچیں گے یا ہمارے کسی اہم فرد کو اغوا کرنے کی کوششیں کریں گے۔ ایسا ادارے میں ایک بار ہو چکا ہے۔ آمنہ فرہاد کو سپر ماسٹر نے اور تمہیں ماسک مین نے اغوا کیا تھا۔ ہم اسی کوشش میں ہیں کہ اس بار ایسا نہ ہو۔ اب جاؤ' اپنی ڈیوٹی پر صبح تک رہ کر دشمنوں کو یقین دلاؤ کہ تمہاری مما اپنے بچوں کے ساتھ اسی کوارٹر میں ہے۔ صبح تک دو چار دشمن ضرور بے نقاب ہوں گے۔"

جوجو دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ الپا نے بڑے بھائی برین آدم کے پاس آ کر کہا۔ "پورا خاندان بڑا زبردست چالباز ہے۔ انہوں نے ایک خالی تجوری کے اطراف پوری فوج کا پہرا لگا دیا ہے۔ ساری دنیا میں ایسا تہلکہ مچایا ہے جیسے اس تجوری میں دنیا کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔ اب چوری کرنے والے آئیں اور خزانہ چرا کر لے جائیں۔ مائی بگ برادر! اس ادارے میں سونیا اور اس کے بچے نہیں ہیں۔ ہم سب کو الو بنایا جا رہا ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو سسٹر؟"

الپا نے اسے بتایا کہ وہ جوجو کے اندر رہ کر سونیا کے خالی کوارٹر میں گئی تھی پھر جوجو کی خیال خوانی کے ذریعے سونیا اور اس کے بچوں کے پاس پہنچی تھی۔ وہ اپنے بچوں کے ساتھ کسی ایسی پناہ گاہ میں ہے' جس کا تعلق ماضی میں بابا فرید واسطی مرحوم سے رہا تھا اور اس مقام کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "سسٹر! تم نے جوجو کے دماغ پر قبضہ جما کر یہ بیش قیمت معلومات حاصل کی ہیں' اگر اسے اپنی معمولہ نہ بناتیں تو واقعی ہم الو بنتے رہتے۔ بے شک میں ان کی ذہانت کا معترف ہوں مگر ہم اپنے معاملات میں ان کی ذہانت سے کترا کر کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ اب دانشمندی یہی ہے کہ جوجو کو کسی طرح فوراً وہاں سے نکال کر لاؤ۔"

"وہ تو اسی وقت نکلے گی' جب سلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔ میں برادر کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ بلیک آدم کے پاس آئی۔ جوجو اس کے پاس کیبن میں آ گئی تھی لیکن اسے سونیا اور بچوں کی عدم موجودگی کے متعلق نہیں بتایا تھا الپا نے اس سے کہا۔ "برادر! یہ صرف نمائشی پہریداری ہے۔ سونیا اور بچے اس ادارے سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو چکے ہیں۔"

وہ بولا۔ "لیکن سسٹر! چند منٹ پہلے میں نے بچوں کے رونے کی آواز سنی ہے۔ کوئی عورت انہیں محبت سے پچکار رہی تھی' کچھ بول بھی رہی تھی۔ شاید وہ سونیا ہو گی۔"

"تمہارے سب ڈراما ہے۔ برادر! ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے ایسی آوازیں کبھی کبھی باہر نشر کی جاری ہیں۔ تم یہاں ڈیوٹی پر رہو۔ میں معلوم کروں گی۔"

جوجو کو کیبن میں رہنا چاہیے تھا لیکن وہ الپا کی مرضی کے خلاف کیبن سے باہر آ گئی پھر ٹہلنے کے انداز میں مختلف کوارٹروں کے درمیان سے گزرنے لگی۔ اسٹریٹ کے ہر موڑ پر مسلح گارڈز موجود تھے۔ اسے دیکھ کر سیلوٹ کرتے تھے۔ ایک اسٹریٹ کے موڑ پر ایک مسلح گارڈ نے کہا۔ "میڈم! میں بڑی دیر سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا۔ "کیوں انتظار کر رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "میری جیب میں سائلنسر لگا ہوا ریوالور ہے اور تم نشانے پر ہو۔ ذرا بھی میرے خلاف آواز نکالو گی' میں گرفتار ہونے سے پہلے تمہیں گولی مار دوں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

"اپنے کوارٹر میں چلو' پھر بتاؤں گا۔ کم آن' تیزی سے چلو۔"

وہ ایک سمت گھوم کر چلنے لگی۔ الپا نے بلیک آدم کے پاس آ کر کہا۔ "کوئی جوجو کو ٹریپ کرنا چاہتا ہے' اسے ریوالور کی زد پر اس کے کوارٹر لے جا رہا ہے۔ فوراً ادھر جاؤ۔"

وہ پھر جوجو کے پاس آ گئی۔ اسے دھمکی دینے والا اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ وہ اپنے کوارٹر کے برآمدے میں آئی پھر چابی سے دروازے کا لاک کھول کر اندر قدم رکھتے ہوئے بولی۔ "مسٹر اجنبی! تم میری جان لے کر کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"میں تمہاری جان نہیں لوں گا۔ مجھے صرف تمہارے دماغ کی ضرورت ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دماغ کی بہت ضرورت ہے' اگر تم مجھے اپنے دماغ کے اندر آنے نہیں دو گی اور میرے تنویمی عمل کو ناکام بناؤ گی تو مجبور ہو کر تمہیں گولی مار دوں گا۔"

جوجو نے پوچھا۔ "کیا تم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"ہاں' میں سپر ماسٹر کا رائٹ ہینڈ ہوں۔ یہاں شام سے انتظار میں تھا کہ تمہارے پاس پارس آئے گا تو تم دونوں کو بیک وقت ٹریپ کروں گا لیکن بات کیا ہے؟ وہ تمہارا شوہر ہو کر تمہارے پاس کیوں نہیں آتا ہے؟"

"اس لیے کہ ہمارے درمیان علیحدگی ہو چکی ہے۔ میں اس کے لیے نامحرم ہوں۔"

"چلو اچھا ہے کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان نہیں آئے گا۔ چلو بستر پر لیٹ جاؤ۔" جوجو نے بے بسی سے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ بولا۔ "ادھر کیا دیکھ رہی ہو۔ کوئی تمہاری مدد کے لیے نہیں آئے گا۔ ویسے مجھے دروازہ بند کرنا چاہیے۔"

وہ پلٹ کر دروازے کے پاس آیا۔ اسی وقت منہ پر ایسا گھونسا پڑا جیسے ہتھوڑا پڑا ہو۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے جا کر گرا۔ اٹھنا چاہا تو سر چکرا گیا۔ بڑا زبردست گھونسا تھا۔ سامنے کے دانت ہل گئے تھے۔ زبان زخمی ہو گئی تھی۔ منہ سے خون نکلنے لگا تھا۔ بلیک آدم نے کمرے میں آ کر اس پر جھک کر اس کی جیب سے ریوالور نکالا' اسے ایک طرف پھینکا پھر اجنبی کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر بستر پر پھینک دیا۔ الپا نے کہا۔ "بس اتنا ہی کافی ہے۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل رہی ہے۔ تم جوجو کے ساتھ ڈیوٹی پر جاؤ۔"

جوجو نے بلیک آدم کے ساتھ کوارٹر سے باہر آکر دروازے کو لاک کردیا۔ پھر اس کے ساتھ ڈیوٹی پر چلی گئی۔ وہ اجنبی مقفل کوارٹر کے اندر بستر پر پڑا ہوا سوچ رہا تھا کہ وہ کیسا فولادی انسان تھا' جس نے ایک ہی گھونسے میں میرے چودہ طبق روشن کردئے تھے۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے اٹھنا چاہتا تھا مگر اٹھ نہ سکا۔ تکلیف ایسی بھی نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ نہ سکتا۔ دوسری بار وہ ذرا سا اٹھا پھر تکیے پر سر آگیا۔ وہ چاروں شانے چت ہوگیا۔ اس نے پریشان ہو کر خلا میں تکتے ہوئے سوچا۔ "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

الپا نے کہا۔ "تمہیں ٹیلی پیتھی کی مار پڑ رہی ہے۔"

اس نے گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ تڑپ کر کہا۔ "نہیں' میرے اندر کوئی نہیں آسکتا۔ میں سانس روک لیتا ہوں۔ چلے جاؤ۔ یہاں سے چلے جاؤ۔"

اس نے سانس روکنے کی کوشش کی۔ الپا نے اس کی کوشش ناکام بنا کر کہا۔ "میں تمہارے اندر ہوں۔ اب زبان سے کچھ نہ بولنا۔ باہر آواز جائے گی۔ بولو گے تو دماغ میں زلزلہ پیدا کردوں گی۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولا۔ "نہیں' میں چپ رہوں گا۔ تم کون ہو' مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"وہی جو تم جوجو سے چاہتے تھے۔ وہ تمہاری معمولہ نہ بن سکی۔ تم میرے معمول اور تابعدار بن جاؤ۔"

وہ انکار کرنے لگا۔ الپا نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کرتے ہوئے اس کے ہونٹوں کو سختی سے بند کردیا۔ وہ شدید ذہنی اذیتوں میں مبتلا ہو کر تڑپتا ہوا بستر سے نیچے فرش پر گر پڑا۔ منہ کھول کر حلق پھاڑ کر چیخنا چاہتا تھا لیکن الپا اسے منہ کھولنے نہیں دے رہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے کے بعد تھک کر ست پڑنے لگا۔ وہ بولی۔ "کسی حیل وحجت کے بغیر میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو۔ اٹھو اور بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ تکلیف اور کمزوری سے تھرتھراتے ہوئے فرش پر سے اٹھا پھر بستر پر لیٹ گیا۔ الپا اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ اس کا نام ٹیری ہارٹ تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار تھا۔ واشنگٹن میں رہ کر اس نے کئی چھوٹے بڑے کارنامے انجام دئے تھے۔ سپر ماسٹر اور دیگر حکام کو اس سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ وہ اچھا فائٹر نہیں تھا مگر چالاک اور معاملہ فہم تھا۔ سپر ماسٹر اسے اپنا دستِ راست کہتا تھا اس کا خیال تھا کہ ٹیری ہارٹ ایسے ہی کارنامے انجام دیتا رہا تو ایک دن جان لبووڈا اور سپر مادام سلوانہ کی طرح زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والا کہلائے گا۔

پھر سپر ماسٹر نے کہا۔ "ٹیری! اب تمہاری بہت بڑی آزمائش ہے۔ تمہیں شیر کے منہ سے لقمہ چھین کر لانا ہوگا۔"

وہ بولا۔ "آپ کام بتائیں۔ کسی شیر سے نہ ڈرائیں۔"

"بابا صاحب کے ادارے میں فرہاد کا پورا خاندان جمع ہوا ہے۔ اس کے فیملی ممبرز میں سے کسی خیال خوانی کرنے والے یا والی کو اغوا کرنا ہے اور کسی کو ہمیشہ کے لیے ختم کردینا ہے۔"

ٹیری ہارٹ نے کہا۔ "مجھے یاد ہے' اب سے کئی برس پہلے ادارے میں ایسا ہی ایک اجتماع ہوا تھا اور ہمارے آدمی زرین کو اغوا کر کے یہاں لے آئے تھے۔ مجھے بھی یہی موقع مل سکتا ہے۔ ضرور فائدہ اٹھانے کے لیے وہاں جاؤں گا۔"

"نہیں ٹیری! خود وہاں نہ جانا۔ پکڑے گئے تو ہم تم سے محروم ہو جائیں گے۔"

"ماسٹر! میرا وہاں جانا ضروری ہے۔ ایسا موقع بار بار نہیں آتا۔ بابا صاحب کا ادارہ فولادی قلعہ کہلاتا ہے۔ میں اس ادارے کی جڑوں میں گھس جاؤں گا۔"

"بڑے بڑے دعوے کرنے سے کامیابی مشکوک ہو جاتی ہے۔ تم سے پہلے سیکڑوں ان کے سامنے گئے اور خاک ہوگئے۔"

"اور ہم میں ایسے بھی تھے' جنہوں نے فرہاد کو گولی مار کر اس کے منہ میں پہنچایا۔ رسونتی کو نیم پاگل بنایا اور اعلیٰ بی بی کی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مائی ماسٹر! جو لوگ مقابلے سے پہلے دشمنوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں' انہیں بعد میں ذلت آمیز شکست ملتی ہے۔ میں اس ادارے کو اندر سے اچھی طرح دیکھنا اور اس کے مختلف شعبوں کو تباہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ایک بار جانے دیں' میں وہاں سے زندہ سلامت لوٹ آؤں گا۔"

"نہیں' میں اجازت نہیں دوں گا۔ ہمارے حکام بھی راضی نہیں ہوں گے۔"

"آپ لوگ برسوں سے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی حفاظت کرنے میں ناکام ہوتے آرہے ہیں۔ دشمنوں نے جب چاہا ٹرانسفارمر مشین سے پیدا ہونے والوں کو اغوا کرلیا یا جان سے مار ڈالا۔ یوں درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنے کے بارجود یہاں صرف دو باقی رہ گئے ہیں۔ ایک میں ہوں دوسرا وکی سیل ہے۔ آپ ہم دونوں کو زمین کی تہ میں چھپا دیں۔ فرہاد یا اسرائیلی یہودی ہمارے پیچھے پڑیں گے تو زمین کھود کر ہمیں نکال لیں گے۔ آپ ہمیں آزادی سے کام کرنے دیں گے تو ہم دشمنوں کو زمین میں گاڑ دیں گے۔"

"میں تمہارے دلیرانہ جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن تم یہ سے خیال خوانی کے ذریعے اس ادارے میں پہنچو گے اور اپنے کاروں کو منصوبوں کے مطابق استعمال کرو گے۔"

"سوری' میں کمتر اور بزدل بن کر کام نہیں کروں گا۔"

"ٹیری! ہوش میں ہو؟ انکار کی سزا جانتے ہو؟"

"جانتا ہوں لیکن مجھے سزائے موت نہیں ہوگی۔ نہ ہی میرے ذہن سے ٹیلی پیتھی کو واش کیا جائے گا کیوں کہ ہم دونوں ہیں۔ آپ ہم سے محروم ہونا پسند نہیں کریں گے۔"

"اچھا تو تم ٹرانسفارمر مشین کی خرابی سے فائدہ اٹھا رہے ہو اور باغیانہ انداز اختیار کر رہے ہو؟"

"اگر باغی ہوتا تو بڑی آسانی سے فریب دے کر اس ملک سے چلا جاتا۔ میری خیال خوانی کے آگے کوئی دیوار کھڑی نہیں رہ سکے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تم سے بعد میں باتیں کروں گا۔"

سپر ماسٹر نے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے رابطہ کیا اور انہیں بتایا کہ ٹیری ہارٹ حکم عدولی کر رہا ہے۔ اس کے انداز سے بغاوت ظاہر ہو رہی ہے۔ سب نے متفقہ فیصلہ کیا کہ ایک باغی خیال خوانی کرنے والے پر بھروسا کرنے کی نادانی مہنگی پڑے گی۔ اسے گولی مار دینا بہتر ہے۔ وہ زندہ رہا تو دشمنوں سے جا ملے گا یا پھر ان کے ہتھے چڑھ جائے گا۔ یہ بات زیادہ نقصان دہ ثابت ہوگی۔

اعلیٰ فوجی افسران کے حکم سے ٹیری ہارٹ کی رہائش گاہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ چند یوگا جاننے والے فوجی جوانوں نے اسے ہتھکڑی پہنا دی تاکہ ٹیری ہارٹ ان جوانوں کے دماغوں سے کھیل کر فرار نہ ہو سکے لیکن اس نے ہتھکڑی پہن کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "وہ تو فرار ہو چکا ہے۔ مجھے لے جا رہے ہو۔ میں تو اس کی ڈی ہوں۔"

بعد میں وہ ڈی ثابت ہوا۔ اس نے کہا۔ "میں نے سونیا ثانی سے یہ گر سیکھا ہے۔ وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ میں خود نہیں رہتی تھی' اپنی ڈی کو رکھتی تھی۔ آپ حضرات اسے گرفتار کرنے آئے تو اس کے سائے کو بھی نہ پکڑ سکے۔ آج میں نے وہی گر آزمایا ہے میں یہاں سے نکل چکا ہوں۔ اب لکیر پیٹتے رہو۔"

وہ وہاں سے نکل کر پیرس آیا تھا پھر بابا صاحب کے ادارے کے قریب اس علاقے میں پہنچا' جہاں سپر ماسٹر کے جاسوس کسی نہ کسی بھیس میں چھپے رہتے تھے۔ وہ ایسے ایک جاسوس کو پہلے ہی سپر ماسٹر کے ذریعے جانتا تھا اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کیا کہ جاسوس نے ادارے سے متعلق کیا کچھ معلوم کیا ہے۔

یوں تو بہت سی معلومات کا پتا چلا لیکن یہ معلومات اس کی مرضی کے مطابق تھی کہ روزانہ گوشت اور سبزیوں سے لدے ہوئے ٹرک ادارے کے اندر صبح جاتے تھے اور شام کو واپس آتے تھے۔ اس نے ایک ٹرک ڈرائیور کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر حکم دیا کہ وہ چوبیس گھنٹوں تک اپنی رہائش گاہ میں چھپا رہے گا۔ ڈرائیور نے حکم کی تعمیل کی۔ ٹیری اس کی جگہ ٹرک ڈرائیو کرتا ہوا ادارے میں داخل ہوگیا۔ ٹرک کو ایک خاص جگہ روک کر خالی کیا جاتا تھا۔ ٹیری نے اس ٹرک میں ایک بڑی خرابی پیدا کردی تاکہ وہ زیادہ دیر تک ادارے کے اندر رہ سکے۔ خیال تھا کہ وہ کامیاب ہو کر واپس جائے گا۔

دو گھنٹے بعد ہی ایک مسلح گارڈ کے ہتھے چڑھ گیا۔ اس نے چور خیالات پڑھ کر ضروری معلومات حاصل کیں پتا چلا کہ پوپی اور فرہاد وہاں ایک کوارٹر میں رہتے ہیں۔ وہ گارڈ ان کا تابعدار ہے۔ ٹیری' فرہاد کے قریب سے بھی گزرنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھ سے ٹکرانے والوں اور ناکام ہونے والوں کے نام اسے یاد تھے۔ وہ کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے فرہاد اور پوپی کے گارڈ سے دور ہی رہا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ڈی فرہاد سے خوفزدہ ہو رہا ہے۔ اس نے صرف اتنا فائدہ اٹھایا کہ اس گارڈ سے ایک ریوالور حاصل کرلیا۔

دوپہر کو پتا چلا کہ ٹرک کو روک دیا گیا ہے' تاکہ وہ ادارے کا کچھ سامان لے کر پیرس جائے یوں اسے صبح تک شکار کھیلنے کا موقع مل گیا تھا اور وہ شکار کھیلتے کھیلتے جوجو کے کوارٹر میں آکر الپا کے سامنے بے بسی کے عالم میں اس کا معمول اور تابعدار بن رہا تھا۔

الپا نے کہا۔ "ٹیری ہارٹ! تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گے اور کسی دوسرے کی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرو گے۔"

ٹیری ہارٹ نے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ وہ بولی۔ "تم صبح ٹرک لے کر پیرس جاؤ گے' وہاں تم ڈالمن اسٹریٹ کے سینما گوج میں جاؤ گے اور ہمارے ربی سے ملاقات کرو گے۔"

وہ بولا۔ "میں کل پیرس جاؤں گا اور آپ کے ربی سے ملاقات کروں گا۔"

"اب تم ایک گھنٹے تک سوتے رہو گے پھر بیدار ہونے کے بعد اپنے ٹرک کے پاس چلے جاؤ گے اور کسی دوسری جگہ نہیں بھٹکو گے۔"

اس نے پھر حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ وہ بولی۔ "سو جاؤ۔"

دوسرے ہی لمحے وہ نیند میں ڈوب گیا۔ الپا نے بڑے بھائی برین آدم کے پاس آکر کہا۔ "پھر ایک خوشخبری سنانے آئی ہوں۔"

"سسز! تم چھ بھائیوں کی جان ہو اور ہمارے لیے باعثِ افتخار ہو' خوشخبری سناؤ۔"

"میں نے سپر ماسٹر کے ایک خیال خوانی کرنے والے ٹیری ہارٹ کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔"

"تم سلامت رہو ہزار برس۔ تم نے تو کمال کردیا ہے۔"

وہ ٹیری ہارٹ کے متعلق بتانے لگی کہ اسے کس طرح ٹریپ کیا ہے پھر وہ بولی۔ "کل ٹیری' پیرس کے سینما گوج میں جائے گا اور ربی داؤد سے ملاقات کرے گا۔ اسی طرح جوجو کل شام کو پانچ بجے تک وہاں پہنچے گی۔ آپ ان دونوں کو فوراً تل ابیب لے آنے انتظامات کریں اور ربی داؤد کو بھی اس کی ڈیوٹی سمجھا دیں۔"

"یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ تم اطمینان سے جاؤ اور برادر کے ساتھ رہو۔"

وہ بلیک آدم کے پاس آگئی۔ ایک گھنٹے بعد جوجو نے الپا کی مرضی کے مطابق اپنے کوارٹر کا دروازہ کھولا۔ ٹیری ہارٹ وہاں سے نکل کر ادارے کے اس حصے میں چلا گیا جہاں اس کا ٹرک کھڑا ہوا

تھا۔

رات کے تین بجے دو جاسوس سونیا کے کوارٹر تک جاتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ وہ دونوں ادارے کے سیکیورٹی گارڈز کی وردی میں تھے۔ گرفتاریوں سے پہلے انہوں نے فائرنگ کی۔ وہاں سے فرار ہونا چاہا لیکن زخمی ہو کر گر پڑے۔ سلمان نے ان کے خیالات پڑھے اور بتایا کہ دونوں کا تعلق سپر ماسٹر سے۔ انہوں نے اعتراف نہیں کیا۔ سلمان نے کہا۔ "ان کے اندر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے' وہ انہیں اعتراف کرنے سے روک رہا ہے لیکن وہ مجھے ان کے چور خیالات پڑھنے سے نہیں روک پا رہا ہے۔"

سلمان نے معلوم کیا کہ سپر ماسٹر کے پاس دو ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ ان میں سے ایک ٹیری ہارٹ باغی ہو کر کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ دوسرے کا نام وکی سول ہے جو ان جاسوسوں کی مدد کے لیے ان کے اندر موجود تھا اور یہ الزام نہیں اٹھانا چاہتا تھا کہ سپر ماسٹر نے سونیا اور بچوں کو نقصان پہنچانے کے لیے انہیں ادارے کے اندر بھیجا ہے۔ ان دونوں جاسوسوں کو ادارے سے باہر لے جا کر فرانسیسی پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔

ہیڈ کوارٹر کے بنگلے میں ثانی اور علی سو رہے تھے۔ پاشا جاگ رہا تھا اسی نے سونیا کے کوارٹر کی قریب قدموں کی آہٹیں سُنی تھیں پھر وہاں کے جتنے گارڈز کی آوازیں سن چکا تھا ان میں سے ایک گارڈ نے کراہنے کی آواز سنائی دی تھی۔ پاشا نے ثانی کو جگا کر کہا۔ "میڈم سونیا کے قریب خطرہ ہے۔"

ثانی نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے سلمان کو خطرے سے آگاہ کیا۔ ایسے ہی انتظامات اور ہوشیاری کے باعث وہ دونوں جاسوس گرفتار ہوئے تھے۔

وہ رات گزر گئی۔ میں نے ادارے میں چوبیس گھنٹے گزارنے کا اعلان کیا تھا۔ اس میں سے بارہ گھنٹے گزر گئے تھے۔ اس عرصہ میں صرف دو دشمن جاسوس گرفتار ہوئے تھے۔ ہم میں سے کسی کو جو جو پر شبہ نہیں ہوا تھا کہ وہ کسی کی معمولہ بن چکی ہے۔ الپا اور بلیک آدم بڑی ہوشیاری اور... احتیاط سے ہمیں دھوکا دے رہے تھے۔

دوسری صبح ٹیری ہارٹ ٹرک ڈرائیو کرتا ہوا دن کے گیارہ بجے پیرس پہنچا' ٹرک کو اس کی مقررہ جگہ پہنچا کر سینا گوگ کے ربی داؤد کے پاس آ گیا۔ ربی نے اسے ایک تہ خانے میں پہنچا دیا۔ اب اسے جوجو کا انتظار تھا وہ شام کو پانچ بجے تک آنے والی تھی۔

شام کے چار بجے پاشا کے لیے ایک خصوصی طیارہ ائرفورس کے رن وے پر تیار تھا۔ علی اسے طیارے تک چھوڑنے کے لیے آیا۔ ثانی اپنے بنگلے میں تھی لیکن پاشا کے اندر موجود تھی تاکہ دشمن کسی طرف سے چال چلیں اور پاشا کو ہم سے چھین کر لے جانے کی کوشش کریں تو ہمیں فوراً ہی معلوم ہو جائے۔

علی نے اسے خیریت سے طیارے پر سوار کرایا جب وہ وہاں سے پرواز کرنے لگا تو ثانی نے باربرا کے پاس آ کر کہا۔ "پاشا یہاں سے روانہ ہو چکا ہے۔ اب تم میرا لہجہ اختیار کر کے اس سے رابطہ میں رہو۔ وہ قاہرہ پہنچ جائے تو اس کی خیریت سے آگاہ کر دینا۔"

"میں پاشا کے پاس جا رہی ہوں۔ تمہیں پارس بلا رہا ہے۔"

اس نے پارس کے پاس آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا۔ "میری بیا وکیوں آ رہی ہے؟"

وہ بولا۔ "بڑی معصوفیات میں الجھا ہوا ہوں۔ صبح ناشتے سونے کی فرصت ملی تو تم نیند اڑانے آ گئیں۔"

"کیا یہ بکواس کی ابتدا ہے؟"

"سچ کہتا ہوں' تم خواب میں آئی تھیں۔"

"کیا تمہارے جیسے بدمعاش کے خوابوں میں ماں بہنیں بھی آنے لگی ہیں۔"

"یہی تو شکایت ہے کہ اکیلی نہیں آئیں تمہارے ساتھ علی بھی آیا تھا۔"

"شکر ہے' تم نے کوئی شرمناک خواب دیکھا ہے۔"

"تم علی کے ساتھ تھیں پھر وہ خواب شرمناک کیسے ہو سکتا ہے۔ توبہ توبہ میں نے جو دیکھا ہے' خدا کسی کو نہ دکھائے۔"

"اے' تمہیں شرم نہیں آتی اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟"

"مطلب اپنے دل سے اپنے ضمیر سے پوچھو' کیا زمانہ آیا ہے۔ جوان لڑکی ایک جوان لڑکے کے ساتھ دن رات رہتی ہے نہ خدا کا خوف' نہ بزرگوں کا لحاظ' قیامت کے دن کوڑے پڑیں گے۔"

"پلیز' آئینے کے سامنے بیٹھ کر نصیحت کرو۔ تمہاری دنیا کے ساتھ ساتھ عاقبت بھی سنور جائے گی۔ تمہارے جیسا شیطان یہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ میرے اور علی کے درمیان خدا ہوتا ہے۔ اپنا بات کرو' کیا باربرا کے ساتھ عبادت میں مصروف رہتے ہو؟"

"تم یقین نہیں کرو گی' میں باربرا کے ساتھ صراطِ مستقیم پر چل رہا ہوں۔ ادھر تم دونوں کے درمیان خدا ہے۔ ادھر ہم دونوں کے درمیان خدا کی قدرت ہے۔"

"اچھا رہنے دو۔ تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے۔ کام کی بات کرو۔ کیوں بلایا ہے؟"

"ایک الجھن میں ہوں۔ باربرا نہ لڑکا ہے نہ لڑکی' نہ مجھ سے محبت کرتی ہے' نہ میرا پیچھا چھوڑتی ہے۔ اس کے رویے نے جس طرح مجھے نیک اور پارسا بنا کر رکھا ہے' اس طرح یہ سمجھ میں آتا ہے کہ علی بھی کیوں پارسا بنا ہوا ہے۔ کیا واقعی تم باربرا کی نسل سے ہو؟"

"لعنت ہے تم پر۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔

●●●★★●●●

شی تارا نے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ دونوں ہیرے حاصل کرنے اور پریم کمار یا پارس کو ہمیشہ کے لیے سونے سے روکنے کے لیے یہاں میں رہو۔ وہ قاہرہ پہنچ جائے تو اس کی خیریت سے آگاہ کر دینا۔"

"میں پاشا کے پاس جا رہی ہوں۔ تمہیں پارس بلا رہا ہے۔"

اس نے پارس کے پاس آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا۔ "میری بیا وکیوں آ رہی ہے؟"

وہ بولا۔ "بڑی معصوفیات میں الجھا ہوا ہوں۔ صبح ناشتے سونے کی فرصت ملی تو تم نیند اڑانے آ گئیں۔"

"کیا یہ بکواس کی ابتدا ہے؟"

"سچ کہتا ہوں' تم خواب میں آئی تھیں۔"

"کیا تمہارے جیسے بدمعاش کے خوابوں میں ماں بہنیں بھی آنے لگی ہیں۔"

"یہی تو شکایت ہے کہ اکیلی نہیں آئیں تمہارے ساتھ علی بھی آیا تھا۔"

"شکر ہے' تم نے کوئی شرمناک خواب دیکھا ہے۔"

"تم علی کے ساتھ تھیں پھر وہ خواب شرمناک کیسے ہو سکتا ہے۔ توبہ توبہ میں نے جو دیکھا ہے' خدا کسی کو نہ دکھائے۔"

"اے' تمہیں شرم نہیں آتی اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟"

"مطلب اپنے دل سے اپنے ضمیر سے پوچھو' کیا زمانہ آیا ہے۔ جوان لڑکی ایک جوان لڑکے کے ساتھ دن رات رہتی ہے نہ خدا کا خوف' نہ بزرگوں کا لحاظ' قیامت کے دن کوڑے پڑیں گے۔"

"پلیز' آئینے کے سامنے بیٹھ کر نصیحت کرو۔ تمہاری دنیا کے ساتھ ساتھ عاقبت بھی سنور جائے گی۔ تمہارے جیسا شیطان یہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ میرے اور علی کے درمیان خدا ہوتا ہے۔ اپنا بات کرو' کیا باربرا کے ساتھ عبادت میں مصروف رہتے ہو؟"

"تم یقین نہیں کرو گی' میں باربرا کے ساتھ صراطِ مستقیم پر چل رہا ہوں۔ ادھر تم دونوں کے درمیان خدا ہے۔ ادھر ہم دونوں کے درمیان خدا کی قدرت ہے۔"

"اچھا رہنے دو۔ تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے۔ کام کی بات کرو۔ کیوں بلایا ہے؟"

"ایک الجھن میں ہوں۔ باربرا نہ لڑکا ہے نہ لڑکی' نہ مجھ سے محبت کرتی ہے' نہ میرا پیچھا چھوڑتی ہے۔ اس کے رویے نے جس طرح مجھے نیک اور پارسا بنا کر رکھا ہے' اس طرح یہ سمجھ میں آتا ہے کہ علی بھی کیوں پارسا بنا ہوا ہے۔ کیا واقعی تم باربرا کی نسل سے ہو؟"

"لعنت ہے تم پر۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔

●●●★★●●●

شی تارا نے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ دونوں ہیرے حاصل کرنے اور پریم کمار یا پارس کو ہمیشہ کے لیے سونے سے روکنے کے لیے ثانی اور اس کے حواریوں کو استعمال کرے گی۔

اس مقصد کے لیے اس نے لاثانی سے رابطہ کیا۔ اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار شی تارا نے کہا "سانس نہ روکنا میں دوست ہوں۔"

وہ بولا۔ "میرا ماتحت طیب منیر کہہ رہا تھا کہ ایک لڑکی نے اس کے دماغ میں آ کر زلزلہ پیدا کیا تھا اور میرے اس قیدی کو تہ خانے سے لے گئی تھی جس کے پاس دو نایاب ہیرے ہیں۔"

"میں وہ لڑکی نہیں ہوں بلکہ وہ ہوں جس کے پاس وہ دوسرا نایاب ہیرا تھا۔ تم اسے مجھ سے چھین لینا چاہتے تھے لیکن وہ ہیرا نہ میرا رہا نہ تمہارا رہا۔ جسے وِچ لیڈی سانپ کہہ رہی تھی' اس کا نام پریم کمار ہے' وہ مجھے دھوکا دے کر دونوں ہیرے لے گیا ہے۔"

وہ بولا۔ "اگر تم پہلے ہی میری بات مان لیتیں تو یہ زبردست نقصان نہ ہوتا۔ بہرحال میں اسے ہیرے لے کر ہوٹل سے باہر نہیں جانے دوں گا۔"

"تم ہوٹل کے اندر کیوں نہیں جاتے؟ کیا پولیس سے ڈرتے ہو؟"

"یہاں کے چند بڑے پولیس افسران میرے نمک خوار ہیں۔ مجھے پولیس کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میں اس فائیو اسٹار ہوٹل کا سب سے بڑا پارٹنر ہوں' وہاں کوئی ہنگامہ کر کے بزنس کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ مجھے اطمینان ہے اس ہوٹل سے باہر جانے کے جتنے راستے ہیں' ان تمام راستوں پر میرے درجنہ صفت غنڈے شرمناک لباس میں موجود ہیں۔"

"تمہارے تمام غنڈے پریم کمار اور اس کی ساتھی لڑکی کی صورت آشنا نہیں ہیں۔"

"میں نے ایک گھنٹے کے اندر امیگریشن آفس پہنچ کر اپنے نمک خواروں کو تھوڑا اور نمک کھلایا اور ان کے دیرا کے کانذات دیکھے۔ تم اس کا نام پریم کمار غلط کہہ رہی ہو۔ اس کا نام پارس علی بتا رہے۔"

شی تارا کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اوہ گاڈ! دل دھڑکانے والی بات ہی تھی۔ وہ لاشعور میں دھڑکنے والا محبوب دشمن' چوری سے آیا اور اسے چرا کر چلا گیا تھا۔

بوٹا لاثانی کہہ رہا تھا۔ "پارس کے ساتھ جو لڑکی ہے اس کا نام باربرا ہے۔ میں نے ان کی تصاویر کی کئی کاپیاں بنوا کر اپنے تمام غنڈوں کو دے دی ہیں۔"

شی تارا کا عجیب حال تھا۔ وہ اس کی باتیں سن رہی تھی مگر اس کا لاشعور پکار رہا

قحط سالی کے باعث اناج کا ایک دانہ کہیں نظر نہ آتا تھا۔ عورتیں' بچے' بوڑھے اور جوان فاقے کرتے کرتے یوں ہڈیوں کے ڈھانچے ہو گئے تھے کہ قبروں سے اٹھنے والے مردے دکھائی دیتے تھے جن کے پاس ہتھیار تھے' انہوں نے اپنا اپنا ایک گروہ بنا لیا تھا اور بیرونی ملک سے آنے والی امداد کو بندرگاہ یا ائرپورٹ پر ہی لوٹ لیتے تھے۔ اس پورے ملک میں ابتدا ہی سے ریل گاڑیاں نہیں ہیں۔ لوگ بسوں اور ٹرکوں میں سفر کرتے ہیں۔ اناج سے لدے ہوئے ٹرک فاقہ زدہ عوام تک پہنچ نہیں پاتے تھے' راستے ہی میں لوٹ لیے جاتے تھے۔

ان حالات میں مرینا اپنی ٹیم کے صرف تین افراد کے ساتھ ہوٹل سے باہر نہیں جانا چاہتی تھی۔ ہوٹل کے گیراج میں گاڑیاں اور چند نیگرو ملازم تھے۔ وہ مناسب موقع دیکھ کر وہاں سے نکلنے والی تھی۔ شی تارا نے کہا۔ "حالات بتا رہے ہیں کہ تمہارے وہاں سے نکلنے سے پہلے پارس پہنچ جائے گا۔ اسی کو مقدر کہتے ہیں' جو حالات ہمارے لیے ناموافق ہیں اُس کے لیے موافق لگ رہے ہیں۔"

"شی تارا! تم کسی بھی طرح اسے قاہرہ میں روک لو۔ وہاں سے نکلنے نہ دو۔"

"میں یہی کوشش کر رہی ہوں۔"

اسی وقت عبداللہ نے مرینا کے پاس آ کر کہا۔ "میڈم! دکانیں کھل گئی ہیں۔ سڑکوں پر گاڑیاں چل رہی ہیں۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی۔ "فوراً چلو۔ ہمیں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہئے۔"

شی تارا نے کہا۔ "بھگوان کا شکر ہے' یہ موقع مل رہا ہے۔ تم جاؤ' میں یہاں پارس کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی' پارس کو روکنا ناممکن سا لگ رہا ہے اس کے ساتھ خیال خوانی کرنے والی بار برا ہے۔ وہ ہوٹل سے باہر جانے کے لیے ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈے آزمائے گی اور لاٹانی کے آلۂ کار غنڈے اپنے ہاتھوں میں ان کی تصویریں لیے انتظار ہی کرتے رہ جائیں گے۔ اس نے لاٹانی کے پاس آ کر کہا۔ "پارس کے ساتھ جو لڑکی بار برا ہے' وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے غنڈوں کو اپنا تابعدار بنا لے گی۔ تم ہوٹل کے بزنس کی پروا نہ کرو۔"

"میں یہی چاہتا ہوں لیکن میں اپنے ہوٹل کی بدنامی کیسے کروں' پارس بڑے ہنگامے کرے گا۔"

"تم صرف ایک معمولی سا' چھوٹا سا کام کرو۔ اس کے کمرے میں گھستے ہی اسے زخمی کر دو۔ وہ زخمی ہونے کے بعد مجھے اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکے گا۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما لوں گی تو وہ میرا غلام بن جائے گا۔ ہوٹل میں ایک ذرا ہنگامہ نہیں ہو گا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم میرے ساتھ رہو۔ میں ہوٹل کے لوگوں کو جا رہا ہوں۔"

وہ ہوٹل کے سامنے ایک کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے ڈرائیور سے بولا۔ "طیب منیر! ریوالور میں سائلنسر لگا کر دو۔ گاڑی گیراج میں لے چلو۔"

شی تارا نے کہا۔ "یاد رکھو' اسے صرف زخمی کرو گے' ہلاک نہیں کرو گے۔"

"وہ مر بھی جائے گا تو کیا فرق پڑے گا؟ کیا وہ تمہارا یار ہے؟"

شی تارا کو غصہ آیا۔ یار تو وہ ہو ہی گیا تھا مگر وہ اپنے دل کا اجلا رکھنا چاہتی تھی۔ لاٹانی کی بات سے یوں لگا جیسے وہ پارس کے حوالے سے انسلٹ کر رہا ہے۔ وہ بھڑک کر بولی۔ "بکواس بند کرو۔ یار ہو گا تمہاری بہن کا' آئندہ مجھ سے ایسی باتیں نہ کرنا۔"

وہ بھی طیش میں آ کر بولا۔ "اے گدھے کی بچی! دو گے کی بازاری عورت' میری بہن کو گالی دے رہی ہے۔ تو کیا سمجھتی ہے میں تیری ٹیلی پیتھی کے بغیر وہ ہیرے حاصل نہیں کر سکوں گا۔ میں ابھی حاصل کر کے....."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ چیخ مار کر کار کی سیٹ سے اچھلا' چھت سے ٹکرایا پھر پچھلی اور اگلی سیٹ کے درمیان گر کر دماغی تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ شی تارا نے اتنی دیر اس کے دماغ میں رہنے کا فائدہ اٹھایا تھا۔ اس سے کہہ رہی تھی۔ "تو نے مجھے دو گے کی بازاری عورت کہا ہے۔ اب تو اسی عورت کا غلام رہے گا۔"

ڈرائیور نے گاڑی روک دی تھی۔ طیب منیر پچھلی سیٹ کی طرف جھک کر پوچھ رہا تھا۔ "میرے آقا! یہ اچانک کیا ہو گیا ہے؟ آپ کو کیا تکلیف ہے؟"

وہ دروازہ کھول کر اگلی سیٹ سے باہر آیا پھر پچھلی طرف آیا اور آقا لاٹانی کو سہارا دے کر سیٹ پر بٹھانے لگا۔ شی تارا نے کہا میں جانتی ہوں لاٹانی! تم جسمانی اور دماغی طور پر بہت طاقتور ہو۔ خانے میں پارس نے تمہیں جس طرح اٹھا اٹھا کر پھینکا تھا' کوئی دوسرا ہوتا تو مر جاتا مگر تم ربڑ کے پتلے ہو' تمہیں چوٹوں کا احساس نہیں ہوتا ہے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "ایک بار تو میرے ہاتھ لگ جا' میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے پھر زلزلہ پیدا کیا۔ لاٹانی پھر چیخیں مار کر تڑپنے لگا۔ راہ گیر اس کی چیخیں سن کر رک گئے تھے۔ کار کی کھڑکیوں پر جھک کر سوالات کر رہے تھے۔ طیب منیر نے کہا۔ "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ان پر ایسا ہی دورہ پڑتا ہے۔ ڈرائیور فوراً کسی قریبی اسپتال لے چلو۔"

ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ یوں راہ گیروں سے نجات مل گئی۔ شی تارا نے طیب منیر سے کہا۔ "کسی اسپتال میں نہیں ایک لمبا چکر کاٹ کر واپس ہوٹل میں چلو۔"

وہ ہوٹل کے چاروں طرف چکر لگا کر پھر وہیں آ گیا۔ شی تارا نے کہا۔ "لاٹانی! میں تمہاری دماغی کیفیت کو سمجھتی رہوں گی۔ جیسے ہی تم سانس روکنے والی توانائی حاصل کرو گے' میں پھر تمہیں دماغی اذیتوں میں مبتلا کر دوں گی۔"

وہ آنکھیں بند کیے' تکلیف برداشت کر رہا تھا اور اس کے خلاف نفرت سے سوچ رہا تھا۔ ایک عورت سے زیر ہو کر غصہ بھی آ رہا تھا اور یہ سمجھ بھی آ رہا تھا کہ غصے میں سر پٹخ پٹخ کے مر جائے گا لیکن اس عورت کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔

اس نے حکم دیا۔ "گاڑی سے اترو۔ ہوٹل کے اندر جاؤ اور نہایت ہوشیاری سے پارس کے کمرے میں پہنچ کر اسے زخمی کرو۔ تمہیں وہاں پہنچنے میں دس منٹ لگیں گے۔ میں اتنی دیر پارس کے پاس رہ کر اسے باتوں میں الجھائے رکھوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ لاٹانی چند لمحوں تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر اس نے پوچھا۔ "کیا تم موجود ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دوبارہ مخاطب کیا۔ جواب نہ ملنے پر ڈرائیور سے بولا۔ "فوراً گاڑی اسٹارٹ کرو اور سڑک کے اس پار ڈرگ اسٹور کے سامنے چلو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرتا ہوا گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔ اسے تیزی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ لاٹانی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "ٹریفک قوانین کی پروا نہ کرو۔ سڑک کراس کرو اور منیر! جیسے ہی ہم ڈرگ اسٹور میں داخل ہوں' تم سائلنسر لگا ہوا ریوالور وہاں کے ڈاکٹر کو دکھا کر مجبور کرنا کہ وہ مجھے بے ہوشی کا انجکشن لگائے۔ تم نے دیکھا ہے کہ ایک عورت مجھے دماغی تکلیف میں مبتلا کر کے غلام بنانا چاہتی ہے۔ اپنے آقا کو بچاؤ۔ بے ہوشی کے بعد مجھے کسی محفوظ مقام پر پہنچا دو۔ ہوٹل میں پارس اور باربرا پر نظر رکھو۔ ان سے ہر حال میں دونوں ہیرے چھین لو۔"

وہ ڈرگ اسٹور میں گیا۔ ادھر شی تارا پارس کو مخاطب کرنے لگی۔ اکثر لوگ تقریر کی چکر بازی نہیں سمجھتے۔ شی تارا پارس کو وہاں روکنا چاہتی تھی۔ لاٹانی کے ذریعے زخمی کر کے اسے اپنا غلام بنا کر دونوں ہیرے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ لاٹانی کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ شی تارا کے تعاون سے یا اس کے تعاون کے بغیر ہیرے نہیں حاصل کر سکے گا۔ پہلے قدم قدم پر پسپا ہو چکا ہے۔ ان کی تدابیر ایسی جانتے تھے کہ تدبیر سے کام بنتے بنتے بگڑ جاتے ہیں۔ تقدیر بگاڑتی نہیں' ان پر مہربان ہوتی رہتی ہے۔

ویسے وہ دونوں انجان نہیں تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ بونا سنت کے گھاٹ اتار دے گا۔ ہوٹل سے زندہ سلامت جانے نہیں دے گا۔ دوسری طرف شی تارا کی بھی کچھ ایسی کوششیں ہوں گی۔

جب اس نے مخاطب کیا تو پارس نے پوچھا۔ "کون ہو؟ کوڈورڈز؟"

وہ بولی۔ "کوڈورڈز ہیں' تمہاری اندھیرے کی ساتھی۔ اس سے بہتر کوڈورڈز نہیں ہو سکتے۔ لوگ روشنی میں ساتھ دیتے ہیں۔ تاریکی میں چھوڑ جاتے ہیں۔ میں نے تاریکی میں تم سے دوستی کی ہے اور مصیبت کے اندھیروں میں تمہاری دوست رہا کروں گی۔"

"میرے پاس آنے کی زحمت کیوں کی ہے؟"

"یہ بتانے کے لیے کہ اب تم سے دھوکا نہیں کھا رہی ہوں۔ تم پریم کمار نہیں' پارس ہو۔"

"تمام تو درجنوں ہو سکتے ہیں۔ یاد تو ایک ہی رہے گا۔"

"ہاں' میں اعتراف کرنے آئی ہوں کہ آئندہ مقدر سے نہیں لڑوں گی۔ میں تمہیں اپنے جسم و جان کا مالک تسلیم کرتی ہوں اور آج سے' ابھی سے تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ پلیز' میرے پاس آ جاؤ۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں' پیاسا کنوئیں کے پاس آتا ہے۔"

"چلو یہی سہی۔ میں آ رہی ہوں۔ پانچ منٹ میں پہنچ جاؤں گی۔"

وہ پارس سے بولتے ہوئے گھڑی دیکھ رہی تھی۔ پانچ منٹ گزر چکے تھے اس کے حساب سے لاٹانی دس منٹ میں پارس تک پہنچنے والا تھا اور اب پہنچنے کے لیے پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ پارس نے پوچھا۔ "اتنی جلدی کیسے آؤ گی؟ کیا اسی ہوٹل میں ہو؟"

"ہاں' اپنے کمرے سے نکل پڑی ہوں۔ تمہارے دماغ سے بھی نکل رہی ہوں۔ اب کمرے میں ملاقات ہو گی۔"

وہ پارس کے اندر سے مطمئن ہو کر نکلی۔ اطمینان یہ تھا کہ وہ کمرے میں بیٹھا اپنی شامت کا انتظار کر رہا ہے اور کسی بھی لمحے لاٹانی وہاں پہنچ کر اسے زخمی کرنے والا ہے۔ وہ حالات کو قابو میں رکھنے کے لیے لاٹانی کے پاس آئی تو جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ اس کا دماغ بے ہوشی کے باعث بے حس ہو چکا تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں اسے پکارتیں یا زلزلہ پیدا کرتیں' تب بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر چیخ پڑی اس نے ایک گلدان اٹھایا اور آئینے پر اسے دے مارا۔ لاٹانی کو گالیاں دینے لگی۔ وہ ایک بوڑھے عیاش کے مکان میں تھی۔ وہ ہوس میں اسے اپنے ساتھ لایا تھا پھر اپنی شاندار کوٹھی میں پہنچ کر اس کا معمول اور تابعدار بن گیا اس وقت وہ اس کی چیخیں سن کر دوڑتا ہوا آیا پھر بولا۔ "کیا ہوا بیٹی! کسے گالیاں دے رہی ہو؟"

"تمہارے باپ کو گالیاں دے رہی ہوں' سؤر کے بچے! جاؤ یہاں سے....."

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ وہ پاؤں پٹخ پٹخ کر ٹہلنے لگی۔ اپنے آپ سے کہنے لگی۔ "مجھے اپنے آپ پر قابو پانا چاہئے۔ اسی طرح غصے میں رہوں گی تو ناکامیاں یقینی ہو جائیں گی' ابھی امید ہے۔ ابھی وہ ہوٹل میں موجود ہے۔ میں دوسرے آلۂ کاروں کے ذریعے اسے

زخمی کرسکتی ہوں۔"

وہ فرش پر یوگا کے آسن میں بیٹھ گئی پھر سانس روک کر اپنے اندر سے غصے کی تمام گرمیاں' تمام نفرتیں اور تمام پریشانیاں نکالنے لگی۔ یہ مشقیں پندرہ منٹ تک کرتی رہی پھر اس ہوٹل کے انچارج کی آواز اور لہجے کو یاد کیا اور اس کے اندر پہنچ کر اسے ہوٹل کے پچھلے دروازے پر لے گئی وہاں لاٹھی کے دو پہرے دار غنڈے مسلح تھے۔ وہ انچارج کے ذریعے ان کے اندر پہنچ گئی۔ انچارج نے اس کی مرضی کے مطابق ان سے کہا۔ "آقا لاٹھی کا حکم ہے کہ تم دونوں سات سو بارہ نمبر کے کمرے میں جاؤ اور اس کمرے میں جو نوجوان ہو' اسے زخمی کردو پھر اس کے سامنے ہی سات سو اٹھائیس نمبر کے کمرے میں ایک نوجوان لڑکی قیام کررہی ہے' اسے بھی صرف زخمی کردو۔"

ایک غنڈے نے پوچھا۔ "کیا وہ اپنا کمرا کھولیں گے یا لاک توڑنا ہوگا۔"

انچارج نے کہا۔ "میں ماسٹر کی لے کر چلتا ہوں۔ دروازہ کھل جائے گا۔"

وہ ان کے ساتھ کاؤنٹر پر آیا۔ اس کی ایک دراز سے ساتویں فلور کی ماسٹر کی لے کر جیب میں رکھی پھر وہ تینوں لفٹ میں آئے لفٹ کے ذریعے ساتویں منزل میں پہنچے۔ باربرا اور پارس اپنے اپنے کمرے میں آرام کررہے تھے۔ شی تارا سے بہت پہلے ہی باربرا ہوٹل کے انچارج اور دوسرے اہم افراد کو ٹریپ کرچکی تھی تاکہ خطرہ بڑھ جائے تو ان آلۂ کاروں کے ذریعے وہاں سے نکل سکے۔ تھوڑی دیر پہلے شی تارا اس انچارج کے دماغ میں آئی اور غنڈوں کے پاس گئی تو باربرا نے پارس کے پاس آکر اسے بتایا کہ دشمن کس ارادے سے آرہے ہیں۔

پارس نے کہا۔ "انہیں آنے دو۔ میں نے جو طریقہ بتایا ہے' اس پر عمل کرو۔"

شی تارا اس انچارج کے دماغ میں آرہی تھی اس کے پیچھے دو غنڈے تھے۔ ایک نے کاریڈور میں پہنچتے ہی ریوالور نکال لیا۔ وہ تینوں سات سو بارہ نمبر کے دروازے کے سامنے آئے۔ انچارج نے کال بیل کا بٹن دبایا پھر انتظار کیا اس کے بعد دروازے پر دستک دی۔ شی تارا جانتی تھی کہ پارس اندر موجود ہے۔ انچارج نے اس کی مرضی کے مطابق کہا۔ "مسٹر پارس! تم اندر موجود ہو۔ دروازہ کھولو۔"

پارس کی آواز آئی۔ "میری جان! تم نے پانچ منٹ میں آنے کا وعدہ کیا تھا مگر بڑی دیر سے آئی ہو اور اچھی خاصی برات لے کر آئی ہو۔"

وہ انچارج کے ذریعے بولی۔ "دروازہ کھول دو۔ تم بری طرح پھنس گئے ہو۔ فرار کے راستے مسدود ہوچکے ہیں۔ اب تمہاری ذہانت کام نہیں آئے گی۔"

"میری ذہانت یہ ہے کہ دروازہ نہیں کھولوں گا۔ خود کھول کر آنا ہوگا۔"

انچارج نے جیب سے چابی نکالی۔ شی تارا ریوالور والے غنڈے کے دماغ میں آگئی تاکہ دروازہ کھلتے ہی گولی چلا کر پارس کو زخمی کردے لیکن بازی تو ذہانت سے کھیلی جاتی ہے۔ پارس کی ذہانت نے کام دکھایا۔ جیسے ہی انچارج نے دروازے کے کی ہول میں چابی ڈالی' ایکدم سے چیختے ہوئے بجلی کے جھٹکے کھانے لگا۔ پارس نے بجلی کا کنکشن تار کی ہول میں ڈال کر سوئچ آن کردیا تھا۔

شی تارا ریوالور والے کے ذریعے دروازے کے لاک پر ہاتھ کرنا چاہتی تھی۔ باربرا نے اس سے پہلے ہی ریوالور کا رخ دوسرے غنڈے کی طرف کردیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی وہ چیخ مار کر اچھلا پھر کاریڈور کے فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ دوسرے تمام کمروں کے دروازے کھلنے لگے۔ عورتیں چیخنے لگیں۔ مردوں نے دروازے اپنے دروازے بند کرلیے۔ ریوالور والا وہاں سے بھاگنے لگا۔ پارس نے سوئچ آف کیا۔ انچارج نڈھال سا ہو کر لاش کے پاس گر پڑا۔

تمام کمروں کے مسافر فون کھڑکا رہے تھے۔ ہوٹل کے سیکیورٹی گارڈز آگئے تھے' پولیس کو بھی فون کردیا گیا تھا۔ شی تارا انچارج کے دماغ میں کہہ رہی تھی۔ "حوصلہ کرو۔ اٹھو اور اپنے سیکیورٹی گارڈز سے کہو کہ وہ سات سو بارہ نمبر کا دروازہ کھلوائیں۔"

سیکیورٹی افسر اس انچارج سے پوچھ رہا تھا۔ "سر! کیا اس غنڈے نے آپ کو بھی گولی ماری ہے؟"

باربرا نے انچارج کو کہنے پر مجبور کیا۔ "ہاں وہ غنڈا مجھے مارنا چاہتا تھا لیکن اسی کے ساتھی کو گولی لگ گئی۔ مجھے سہارا دے کر لے چلو۔"

شی تارا نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں جو کہہ رہی ہوں' وہی کرو۔ یہ دروازہ کھلواؤ ورنہ میں تمہیں ذہنی مریض بنا دوں گی۔"

باربرا نے کہا۔ "تم یہ دروازہ نہیں کھلوا سکو گی۔ پاپا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تمام سیکیورٹی گارڈز کے دماغوں میں موجود ہیں۔ جاؤ ٹھنڈا پانی پیو اور سوچو کہ تم یہاں مصروف رہ کر اپنی صومالیہ کی مہم کو ناکام بنا رہی ہو؟"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ یہ یقین ہو چکا تھا کہ وہ ہیپناٹائز حاصل کرنے کے لیے پارس تک نہیں پہنچ سکے گی پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ باربرا اور پارس اس کی صومالیہ والی مہم کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔

وہ فوراً ہی مرینا کے پاس آکر بولی۔ "کیا بیضابہ سے نکل آئی ہو؟"

"ہاں' تم دیکھ رہی ہو' میری جیپ درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان سے گزر رہی ہے۔ آگے والی جیپ میں صفورا اور ذوالکفل تین تین تیز رو ملازمین کے ساتھ ہیں۔ میں' عبداللہ اور باقی تین ملازمین کے ساتھ ہوں۔"

تم کتنا فاصلہ طے کرچکی ہو۔ اور کب تک اس قبیلے میں پہنچو گی؟"

"شی تارا! تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ ابھی تو ہم نے سفر شروع کیا ہے۔ منزل بہت دور ہے۔ عبداللہ نے بتایا ہے کہ ہم دو گھنٹے کے بعد دریائے جوبا کے ساحل پر پہنچیں گے۔ وہاں ہمیں کسی لانچ کا انتظام کرکے دریا پار کرنا ہوگا۔"

"اوہ گاڈ! کیا تم نے پہلے سے لانچ کا انتظام نہیں کیا ہے؟"

"اس ملک میں دو دریا ہیں۔ دریائے جوبا اور دریائے شبیلی ان میں جو کشتیاں اور لانچیں چلتی ہیں ان پر مسلح قبائلیوں یا باغیوں کا قبضہ ہوجاتا ہے۔ جب وہ ان لانچوں سے اناج لوٹ کرلے جاتے ہیں' تب ہم جیسے مسافروں کو دریا پار کرنے کا موقع ملتا ہے۔"

"مرینا! اس بات کی سو فیصد تصدیق ہوگئی ہے کہ وہ پریم کمار نہیں پارس ہے۔ یہاں کسی طرح قابو میں نہیں آرہا ہے۔ میری تمام کوششیں ناکام ہوتی جارہی ہیں۔ پتا نہیں وہ قاہرہ میں کیوں رکا ہوا ہے اور کب یہاں سے صومالیہ پہنچ جائے گا۔ کوئی ایسا شارٹ کٹ اختیار کرو کہ تم اس کے آنے سے پہلے وہ فارمولے حاصل کر کے وہاں سے نکل سکو۔"

مرینا نے عبداللہ سے کہا۔ "اگر ہم اسی رفتار سے چلتے رہے تو دشمن ہمارے سروں پر آپہنچیں گے۔"

"میڈم! آپ دیکھ رہی ہیں کہ کیسے اونچے نیچے راستے ہیں۔ اگر یہ گاڑی کسی گڑھے میں یا دلدل میں پھنس جائے گی تو ہم پیدل ہوجائیں گے۔ رفتار اور سست ہوجائے گی۔"

"کیا اور کوئی شارٹ کٹ نہیں ہے؟"

"میں جس راستے پر لے جارہا ہوں' یہی شارٹ کٹ ہے۔"

"کیا دریا پار کرنے کے لیے فوراً لانچ یا کشتی کا انتظام ہوجائے گا۔"

"آپ کشتی کا تو نام بھی نہ لیں۔ یہ افریقہ ہے۔ یہاں کے دریاؤں میں آدم خور مگرمچھ رہتے ہیں۔ وہ کشتیوں کو پانی کے نیچے سے الٹا کر ہمیں ہڑپ کرلیں گے۔"

"کچھ تو امید بندھاؤ۔ کیا فوراً ہی لانچ نہیں ملے گی؟"

"فوراً تو شاید قسمت سے مل جائے لیکن انتظار کے بعد ضرور ملے گی۔ بائی دی وے میڈم! آپ اس قدر کیوں گھبرا رہی ہیں؟ جو بھی دشمن ہمارے مقابلہ پر آئے گا' وہ آخر انسان ہی ہوگا۔ ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

"تم نہیں جانتے کہ وہ کتنا خطرناک ہے۔"

"آپ بھی نہیں جانتیں' میں کتنا خطرناک ہوں۔ وہ دیکھیے ہماری گاڑی کے سامنے جھکے ہوئے درخت کی شاخ آرہی ہے۔ آپ اس کی موٹائی اور مضبوطی کا اندازہ کریں اور میری طاقت اور کرائے کا ہنر دیکھیں۔"

مرینا نے دیکھا۔ گاڑی آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ موٹی اور مضبوط شاخ قریب آتی جارہی تھی۔ عبداللہ اچھل کر جیپ کے بونٹ پر آ گیا پھر پینترا بدل کر پوز لیتے ہوئے بڑک مارتے ہوئے اس شاخ کے قریب آتے ہی کراٹے کا ایسا ہاتھ مارا کہ وہ کڑکڑاہٹ کی آواز کے ساتھ آدھی ٹوٹی باقی آدھی اس کے جسم کے بوجھ سے ٹوٹی۔ وہ شاخ سمیت گاڑی سے ذرا دور جاکر گھاس پر گرپڑا۔

آگے پیچھے چلنے والی گاڑیاں رک گئیں۔ صفورا نے اگلی گاڑی سے اترتے ہوئے مسکراتے ہوئے ڈی کروز سے کہا۔ "دیکھو' یہ ہے میرا بھائی۔ یہ انسان ہے مگر شیر کے جیسی طاقت رکھتا ہے۔"

مرینا بھی جیپ سے اتر آئی۔ عبداللہ چھوں سے لدی ہوئی شاخ کو ایک طرف پھینک کر کھڑا ہوگیا تھا۔ مرینا نے کہا۔ "میں مانتی ہوں' تم بہت شہ زور اور زبردست فائٹر ہو مگر وہ اس لیے خطرناک ہے کہ تم سے مقابلہ نہیں کرے گا اور تمہیں بے بس کردے گا۔"

صفورا نے پوچھا۔ "آپ کس کی بات کررہی ہیں؟"

"فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس' جو نہایت شہ زور ہے مگر دشمنوں سے بہت کم مقابلہ کرتا ہے۔ اس نے سونیا کے سائے میں پرورش پائی ہے۔ ہمیشہ مکاری سے میدان مارتا ہے۔"

صفورا نے کہا۔ "تو پھر وہ میرے زہر سے مرے گا۔"

"تمہارا زہر اس کے لیے شربت ہوگا کیوں کہ وہ بھی زہریلا ہے۔"

"کیا واقعی؟ اگر یہ سچ ہے تو بتاؤ' وہ کس حد تک زہریلا ہے تاکہ میں اپنے زہر کو اس سے بڑھ کر استعمال کرسکوں۔"

"میں نہیں جانتی کہ وہ کس حد تک زہریلا ہے۔ کیا تم اپنے زہر میں اضافہ کرسکتی ہو؟"

"ہاں' اس سے سامنا ہوگا تو پہلے میں اسے آزماؤں گی۔ اس کے زہر کی مقدار اور شدت کا اندازہ کروں گی۔ اس کے بعد....."

اس نے اپنے گریبان سے ایک شیشی نکالی پھر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ "جس طرح سوڈا واٹر بوتل میں نمک ڈالنے سے جھاگ میں تیزی پیدا ہوتی ہے ویسے ہی میں اس زہر کا ایک قطرہ زبان پر رکھ لوں تو میرے زہر میں ایسی شدت پیدا ہوگی کہ پارس کو ڈس لوں تو وہ پانی مانگنے سے پہلے دم توڑ دے گا۔"

شی تارا نے کہا۔ "مرینا! فی الحال یہ صفورا ہمارے لیے امید کی کرن ہے۔ آگے بڑھو' وقت ضائع نہ کرو اور سوچو پارس کو ختم کر دینے کی اور کیا تدابیر ہوسکتی ہیں۔"

وہ قافلہ آگے بڑھ گیا۔ شی تارا اپنی جگہ واپس آگئی۔ خیال خوانی کا سلسلہ اچانک ہی ٹوٹ گیا تھا وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی۔ "جب سے وہ زہریلا میری زندگی میں آیا ہے' تب سے یہ تیسری بار میرا سر چکرا رہا ہے۔ جی گھبراتا بھی ہے اور جی چاہتا بھی ہے کہ وہ نشہ پھر ملے۔ دنیا کا کوئی نشہ ہو' اس کی خاصیت یہی ہوتی ہے کہ اس کی طلب پکارتی رہتی ہے' اگر اس طلب نے شدت اختیار کی تو کیا ہوگا؟"

وہ پریشان ہو کر پھر مرینا کے پاس آئی اس سے بولی۔ "جب پارس پہلی بار تمہاری زندگی میں آیا تھا تو کیا تمہارا سر چکرایا کرتا تھا؟"

"ہاں' ایسا ہوتا تھا۔ میں سمجھ رہی ہوں' تمہارے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔"

"کیا اس کی طلب میں شدت پیدا ہوتی ہے؟"

"ہاں نشہ کوئی سا ہو' بہرحال نشہ ہوتا ہے۔ میں بہت ضدی ہوں۔ ہزار طلب کے باوجود اس دشمن کے پاس نہیں گئی۔ جاتی تو اس کی کنیز بن کر رہ جاتی۔ تمہارے ساتھ بھی یہی قصہ ہے۔ تم بھی ضدی ہو اور کبھی اس کی باندی بننا نہیں چاہو گی۔ ایسے میں نشے کی طلب کو کچل ڈالو گی۔"

"تم بہت اچھی ہو۔ تمہاری باتوں اور تجربوں سے حوصلہ ملتا ہے۔ میں بھی اس کی طلب کو ٹھکراتی رہوں گی۔"

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ ابھی شاید تمہارا سر چکرایا تھا۔ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ یہ عارضی پریشانی ہے۔ دور ہو جائے گی۔ خیال خوانی نہ کرو۔ تھوڑا آرام کرلو۔"

وہ پھر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ بستر پر آ کر لیٹ گئی۔ اس کی پہلی اور آخری خواہش تھی کہ کسی طرح پارس قابو میں آجائے اور اس کا غلام بن جائے۔ بعض مرد بڑے ضدی اور غیرت مند ہوتے ہیں۔ جان دے دیتے ہیں لیکن عورت کی غلامی قبول نہیں کرتے۔ وہ اس راجپوت کو کبھی نہیں بھلا سکتی تھی جس نے غلام بن کر رہنا گوارا نہیں کیا تھا اور خود کو زندہ درگور کرلیا تھا۔

دوسرا وہ بونا لاٹانی تھا۔ ابھی وہ اسے تابعدار بنا رہی تھی مگر نہ بنا سکی۔ اس سے پہلے ہی اس نے بے ہوشی کا انجکشن لگوا لیا تھا۔ وہ گھڑی دیکھ کر سوچنے لگی۔ "پانچ گھنٹے گزرنے والے ہیں۔ وہ ہوش میں آگیا ہو گا۔ میں پھر اسے تابعدار بنا کر پارس کے خلاف محاذ بنا سکتی ہوں۔"

اگرچہ خیال خوانی کا جی نہیں چاہتا تھا پھر بھی وہ لاٹانی کے پاس پہنچی اس نے فوراً سانس روک لی۔ شی تارا نے وقفہ وقفہ سے تین بار کوششیں کیں لیکن لاٹانی نے ایک سیکنڈ کے لیے بھی اسے دماغ میں جگہ نہیں دی۔ وہ تھک ہار کر پھر اپنے بستر پر حاضر ہو گئی تھی۔ پچھلی رات سے کوششیں کرتے کرتے بیزار ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا۔ "حالات سے سمجھوتا کرنا چاہیے۔ پارس یہاں قابو میں نہیں آرہا ہے' کوئی بات نہیں۔ عبداللہ اور صفورا سے ٹکرائے گا تو میں بھی خیال خوانی کے ذریعے موجود رہوں گی۔ موت اور شکست ہر پہلوان کا مقدر ہوتی ہے۔ وہ کتنا بڑا پہلوان ہے کہ کبھی شکست نہیں کھائے گا۔ وہ بڑی شکست نہ کھائے' معمولی سا زخمی ہو جائے پھر میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

اس نے خود کو تسلیاں دے کر آنکھیں بند کرلیں۔ دماغ کو ہدایات دیں پھر دو گھنٹے کے لیے سو گئی کیوں کہ آنے والی رات بہت اہم تھی اگر مرینا کا سفر متواتر جاری رہتا تو وہ رات بارہ بجے کے قریب اس قبیلے میں پہنچنے والی تھی جہاں ایک چھوٹی سی پہاڑی کو کاٹ کر بیس فٹ اونچا ایک ایسا بت تراشا گیا تھا اور جس کے اندر پراسرار فارمولے چھپا کر رکھا گیا تھا۔

بابرا اپنی اٹیچی لے کر پارس کے پاس آئی پھر بولی۔ "ہم آدھے گھنٹے میں یہاں پہنچنے والا ہے۔" پارس نے اپنی اٹیچی اٹھاتے ہوئے کہا۔ "چلو' میں تیار ہوں۔"

وہ کمرے سے باہر آئے پھر لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور پر پہنچے۔ وہاں بونا لاٹانی پولیس افسر اور سپاہیوں کے ساتھ منتظر تھا۔ افسر نے بولا۔ "یہی ہے وہ شخص' آپ اس کی تلاشی لیں۔"

افسر نے کہا۔ "مسٹر! آپ پر الزام ہے کہ آپ ہمارے ملک کے نایاب ہیرے چرا کر لے جا رہے ہیں۔"

بابرا نے کہا۔ "یہ جھوٹا الزام ہے۔"

افسر نے کہا۔ "جھوٹا ہو سکتا ہے۔ آپ دونوں اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے لاٹانی صاحب کے چیمبر میں چلیں۔ ہم تلاشی لیں گے۔"

پارس نے استقبالیہ ہال میں دور تک بیٹھے ہوئے افراد کو بآواز بلند آواز دی کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! یہ ہوٹل پورے معمورے میں مشہور ہے لیکن یہاں کی انتظامیہ کا یہ حال ہے کہ اپنے مہمانوں پر چوری کا الزام لگاتے ہیں۔ یہ ہماری تلاشی لینے کے لیے اندر کمرے میں لے جانا چاہتے ہیں مگر ہم سرِعام آپ سب کے سامنے تلاشی دیں گے۔"

لاٹانی نے کہا۔ "تم اس طرح چیخ چیخ کر ہمارے ہوٹل کو بدنام کر رہے ہو؟"

بابرا نے کہا۔ "الزام جھوٹا ثابت ہو گا تو بدنامی ضرور ہو گی۔"

کتنے ہی مرد عورتوں نے کہا۔ "بے شک' تلاشی بند کمرے میں نہیں سب کے سامنے ہو گی۔"

افسر اور سپاہی دونوں اٹیچی کیس کھول کر ایک ایک چیز نکال کر دیکھنے لگے۔ ایک لیڈی کانسٹیبل نے بابرا کی تلاشی لی۔ پارس کی بھی سر سے پاؤں تک ٹٹولا گیا مطلوبہ ہیرے برآمد نہیں ہوئے لوگ شیم شیم کہنے لگے۔ لاٹانی نے کہا۔ "ہمیں قسم کھانا ہوں یہیں اسی کے پاس تھے۔ شاید اس نے ہوٹل کے کمرے میں چھپائے ہیں۔"

سپاہیوں کو ساتویں منزل پر دونوں کمروں کی تلاشی کے لیے بھیجا گیا۔ وہ آدھے گھنٹے بعد ناکام ہو کر آئے۔ پارس نے کہا۔ "ہمارے لیے فرانس سے ایک مخصوص طیارہ آیا ہے اور وہ ہمارے انتظار میں رن وے پر کھڑا ہے۔ تم لوگوں نے جھوٹا الزام عائد کر کے ہماری توہین بھی کی ہے اور طیارے کی پرواز میں تاخیر بھی کرائی ہے۔ لاٹانی! ہم جا رہے ہیں لیکن یہ سمجھو کہ تمہارا ہوٹل گیا۔ حکومتِ فرانس ہماری توہین کا ایسا ہرجانہ طلب کرے گی کہ یہ ہوٹل تمہیں فروخت کرنا پڑے گا۔"

وہ دونوں اپنے اپنے اٹیچی کیسوں میں سامان رکھ کر ہوٹل سے باہر آئے کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے پارس ڈرائیو کر رہا تھا۔ بابرا خیال خوانی کے ذریعے لاٹانی کے ماتحت طبیب منیر کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ پچھلی رات کو لاٹانی کے تہ خانے سے نکلتے وقت پارس نے وہ دونوں ہیرے طبیب منیر کی جیب میں ڈال دیے تھے۔ بابرا طبیب منیر کو دماغی طور پر غائب کر کے اسے دکان کے اس حصے میں لے گئی تھی جہاں وہ رہتا تھا۔ وہاں اس نے لباس بدلا تھا۔ جس جیب میں ہیرے تھے' وہ لباس وہیں چھوڑ دیا تھا پھر دکان میں واپس آگیا تھا۔ بابرا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ ذرا پریشان ہوا پھر یہی سمجھا کہ وہی خیال خوانی کرنے والی اسے پریشان کر رہی ہے۔ اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ پانچ منٹ کی غفلت میں ان ہیروں کا امین بن چکا ہے۔

اب پارس کے ساتھ ایئرپورٹ کی طرف جاتے ہوئے بابرا پھر طبیب منیر کے اندر پہنچ گئی تھی۔ وہ غائب دماغ ہو گیا تھا۔ اس نے دکان کے رہائشی حصے میں جا کر لباس تبدیل کیا۔ وہی لباس پہنا' جس میں وہ ہیرے تھے پھر دکان بند کر کے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ایئرپورٹ آگیا۔ پارکنگ ایریا میں بابرا اور پارس اس کے منتظر تھے۔ پارس نے اس کی جیب سے ہیرے نکال کر اپنی جیب میں رکھے پھر دونوں خصوصی طیارے میں آکر بیٹھ گئے۔ جب طیارہ پرواز کرنے لگا تو بابرا نے طبیب منیر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ ایک دم سے چونک کر سوچنے لگا۔ "میں ایئرپورٹ کیسے پہنچ گیا؟ میں تو اپنی دکان میں تھا۔"

بابرا نے کہا۔ "اپنے آقا لاٹانی کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ کہ ہیرے تمہارے پاس چھپائے گئے تھے۔ تم نے سحرزدہ ہو کر ہماری امانت ہمیں لوٹا دی۔ ہم اسے لے کر جا رہے ہیں۔ خدا حافظ۔"

وہ دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہوئی۔ پاشا کہہ رہا تھا۔ "مسٹر پارس! میں نے آپ کا بڑا ذکر سنا تھا مجھے خوشی ہے کہ آج ملاقات ہو گئی۔"

پارس نے بابرا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "تمہیں اس لڑکی سے مل کر زیادہ خوشی ہو گی۔"

"یہ کون ہے۔ تعارف کراؤ۔"

"تعارف سمجھو یا تعریف سمجھو' یہ میری مادہ ہے۔"

وہ گھور کر بولی۔ "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ میں پارس ہوں' یہ پارسا ہے۔ اتنی بار سمجھا ہے کہ نر پارس بھی اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ یہ قدرت کی عمر گرفتی ہے۔ بیچاری لڑکی بن کر پیدا ہوئی لیکن آج تک خود کو لڑکا ہی کچھ رہی ہے۔"

پاشا نے اسے بڑے غور سے' بڑے شوق سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "مس پارسا! کیا یہ درست ہے؟"

"میرا نام پارسا نہیں بابرا ہے۔ تم اس کی بکواس پر کان نہ دھرو۔"

پاشا نے پوچھا۔ "تو پھر پارس جھوٹ کہتا ہے۔ تم خود کو لڑکی سمجھتی ہو؟"

"نہیں' یہ سچ ہے' میں لڑکی نہیں لڑکا ہوں۔ مرد ہوں۔"

"لیکن یہ حسن' یہ شباب؟"

پارس نے کہا۔ "ہاتھی کے دانت ہیں۔ دکھانے کے لیے ہیں۔ کھانے کے لیے نہیں ہیں۔"

"پارس! میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ کام کی باتیں نہیں کرو گے تو ابھی پاپا سے شکایت کروں گی۔"

پھر وہ صومالیہ کے جنگلی قبیلے کی زبان میں بولی۔ "پاشا! ہمیں کام کی باتیں کرنی چاہئیں۔"

وہ حیران ہو کر بولا۔ "تم یہ زبان جانتی ہو؟"

"ہاں' مجھے اس قبیلے اور بیس فٹ اونچے بت کے متعلق بتاؤ۔"

پارس نے کہا۔ "اے' تم دونوں یہ زبان بولو گے تو میں ہونق کی طرح بیٹھا رہوں گا۔ کم آن' قاتلِ فہم زبان میں گفتگو کرو۔"

وہ بولی۔ "تمہاری یہی سزا ہے۔ آئندہ فضول باتیں کرو گے تو ہم اس اجنبی زبان میں گفتگو کرنے لگیں گے۔"

پاشا نے کہا۔ "یہ اس جنگلی قبیلے کے متعلق پوچھ رہی ہے' جہاں ہم جا رہے ہیں۔ وہ قبیلہ پاگ مائس کہلاتا ہے۔ دراصل صومالیہ سے ہزاروں میل دور کانگو بین کے جنگلات میں چھوٹے قد کے انسان رہتے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ ہجرت کر کے دریائے جوبا کے اس پار گھنے جنگل میں آباد ہو گئے ہیں۔ پاگ مائس قبیلے کے جنگلیوں کا قد زیادہ سے زیادہ چار یا ساڑھے چار فٹ کا ہوتا ہے۔ یہ بڑے شاطر ہوتے ہیں۔ بظاہر بزدل نظر آتے ہیں۔ ہم جیسے قد آور لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے چھپ کر حملے کرتے ہیں۔ دوست بن جائیں تو خوب عزت کرتے ہیں۔ دشمنی پر آجائیں تو چھپ چھپ کر حملے کرتے ہوئے دور ہی دور سے رگیدتے ہوئے موت کی دلدل تک لے جاتے ہیں۔ جہاں وہ آباد ہیں' وہاں ایک پہاڑی کے غار میں خطرناک دلدل ہے۔ اس دلدل تک جس کے پاؤں چلے جاتے ہیں' وہ پھر زندہ یا مردہ واپس نہیں آپاتا' اس میں دھنستے دھنستے نابود ہو جاتا ہے۔

"یہ لوگ شہری آبادیوں کے قریب نہیں آتے۔ مویشی پالتے ہیں۔ سانپ اور بندر پکڑ کر دریائے جوبا تک آتے ہیں۔ صومالیہ کی حکومت طبی تجربات کے لیے ان سے سانپ اور بندر کثیر تعداد میں خریدتی ہے۔ ان کے عوض وہ اناج حاصل کر کے پھر گھنے جنگل میں گم ہو جاتے ہیں۔

"جس پہاڑی کے غار میں وہ دلدل ہے' اسی پہاڑ کے ایک حصے کو تراش کر انہوں نے تقریباً بیس فٹ اونچا ایک بت بنایا ہے۔ وہ اس بت کی پوجا کرتے ہیں۔ اس بت کا جسم اندر سے کھوکھلا ہے۔ اس کے پیروں سے لے کر سر تک پتھر کی سیڑھیاں ہیں۔ وہ سیڑھی بت کے اندر تیسری منزل تک لے جاتی ہے۔ دوسری منزل پر قید خانہ ہے۔ وہ حبشی اپنے دشمنوں کو مضبوطی سے باندھ کر اس قید خانے میں بھوکا پیاسا چھوڑ دیتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ دشمن دیوتا کے پیٹ میں ہیں اور دیوتا انہیں کھا رہا ہے۔ جب ان قیدیوں کی ہڈیاں رہ جاتی ہیں تو وہ ان ڈھانچوں کو دلدل میں پھینک دیتے ہیں۔

"تیسری منزل پر یعنی دیوتا کے سر میں اس قبیلے کا سردار رہتا ہے۔ اس کے سر میں بت سے خفیہ خانے بنے ہوئے ہیں۔ وہیں تین خفیہ خانوں میں فارمولوں کی تین فائلیں رکھی ہوئی ہیں۔ ایک فائل میں قوتِ سماعت' دوسری میں قوتِ بصارت اور تیسری میں جسمانی اور دماغی توانائی کے فارمولے ہیں۔"

پارس نے پوچھا۔ "اس بستی میں کتنے افراد ہوں گے؟"

"تقریباً دو سو افراد ہوں گے۔ جنگل میں دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ گھاس پھوس کی جھونپڑیاں بنا کر رہتے ہیں۔"

"تم نے ان سے کیسے دوستی کی؟"

"میں وہاں کچھ جڑی بوٹیاں حاصل کرنے گیا تھا میں نے دریائے جوبا کے پاس آنے والے ایک پاگ مائس بوڑھے حبشی کو اپنے پاس پناہ دی تھی۔ اس قبیلے میں یہ دستور ہے کہ جو لوگ بوڑھے ہو جاتے ہیں اور قبیلے میں تقسیم ہونے والی خوراک پر بوجھ بن جاتے ہیں تو انہیں دیوتا کے پیٹ میں پہنچا کر باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ زندگی کے آخری ایام میں دیوتا کی خوراک بن کر جنت میں پہنچ جائیں۔ وہ بوڑھا حبشی دیوتا کی خوراک نہیں بننا چاہتا تھا۔ وہاں سے بھاگ کر شہر کی طرف آنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے ملازم رکھ لیا۔ اس سے وہاں کی زبان سیکھی۔ ان کے طور طریقے معلوم کیے پھر اسے سمجھایا کہ وہ میری ہدایات پر عمل کرے گا تو قبیلے کا سردار اسے دیوتا کی خوراک نہیں بنائے گا۔ وہ میری ہدایات کے مطابق واپس گیا۔ قبیلے کے لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ اس نے سردار سے کہا۔ "میں دیوتا کے اوتار سے مل کر آیا ہوں۔ وہ آج رات کو بستی میں آئے گا اور ہم سب کو ایک ماہ کا اناج اور کپڑے دے گا۔"

سردار نے کہا۔ "شہری لوگ پہلے بھی آئے۔ یہاں سے جڑی بوٹیاں لے گئے اور ہمیں اناج بھی دیا۔ تم کون سی نئی بات بتا رہے ہو؟"

بوڑھے نے کہا۔ "وہ دیوتا کا اوتار دیکھنے میں انسان ہے لیکن کوئی آسمانی بلا ہے۔ وہ گہری تاریکی میں چھپی ہوئی چیزوں کو اور انسانوں کو دیکھ لیتا ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ تاریکی میں اس کی دونوں آنکھیں چیتے کی طرح چمکتی ہیں۔ آج رات ایک بھی مشعل نہ جلائی جائے۔ وہ اندھیرے میں آکر سردار سے مصافحہ کرے گا۔"

پھر بوڑھے نے کہا۔ "اس اوتار کی یہ خوبی ہے کہ وہ جہاں بھی ہو وہاں سے ہماری باتیں سنتا رہے گا۔ وہ آکر سردار کو بتائے گا کہ وہ مجھ سے کیسی باتیں اور کیسے سوالات کرتا رہا ہے۔ وہ سردار کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ سنائے گا۔"

"اس بوڑھے نے میری قوتِ سماعت اور بصارت کے علاوہ میری شہ زوری کے بھی قصیدے پڑھے۔ میں نے منصوبے کے مطابق رات کو وہاں جا کر گاڑی روکی۔ اس کی ہیڈ لائٹس پہلے سے بجھی ہوئی تھیں۔ مجھے روشنی کے بغیر نظر آرہا تھا۔ میں نے تاریکی میں سردار کے پاس پہنچ کر اس سے مصافحہ کیا۔ اسے وہ تمام باتیں سنائیں جو وہ بوڑھے سے کر چکا تھا پھر مشعلیں روشن ہو گئیں۔ سب نے یقین کر لیا کہ میں دیوتا کا اوتار ہوں۔ میری گاڑی میں اناج بھرا ہوا تھا۔ اسے میں نے سردار کے حوالے کیا۔ وہاں کچھ بیمار تھے میں نے انہیں زود اثر دوائیں دیں۔ دوسرے دن کسی کا بخار اتر گیا۔ کسی کا زخم بھر گیا وہ سب میرے سامنے جھکنے لگے کیوں کہ ان کا سردار میرے سامنے گھٹنے ٹیکتا تھا۔ پھر تیسرے دن مجھے جسمانی طاقت کے مظاہرے کا موقع مل گیا۔ ایک قد آور گوریلا کانگو بین جنگلات سے بھٹک کر ادھر چلا آیا۔ بوڑھے حبشی اسے دیکھ کر دہشت زدہ ہوئے۔ بستی میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہاں کے تیر انداز چھپ چھپ کر تیر چلانے لگے۔ میں نے انہیں تیر اندازی سے منع کیا پھر اس گوریلے کے مقابلے پر ڈٹ گیا۔ ان یونوں نے اپنی زندگی میں دیکھا اور سنا تھا کہ گوریلے ایسے طاقتور ہوتے ہیں کہ شیر سے لڑ جاتے ہیں۔ گوریلے نے لڑتے لڑتے اسے مار گرایا۔ ایک بھاری پتھر اٹھا کر اس کا سر کچل دیا۔ سب لوگ خوشی سے ناچنے گانے لگے۔ یہ عقیدہ ان کے دماغوں میں اٹل ہو گیا کہ واقعی میں دیوتا کا اوتار ہوں۔ وہ پوری بستی میں تباہی مچانے کے لیے آنے والا تھا۔ اس سے پہلے وہ دیوتا میرے روپ میں آگیا ہے۔

مجھے رہنے کے لیے دیوتا کی کھوپڑی میں جگہ دی گئی۔ میں نے ہموار کغار مولوں پر مشتمل تین فائلیں دیکھا کر کہا۔ "یہ تمہارے دیوتا کی امانت ہیں۔ انہیں یہاں یوں چھپا کر رکھو کہ کسی انسان کی نظر ان پر نہ پڑے۔ اگر کسی نے انہیں ہاتھ بھی لگایا تو میں تم سب کی خیر و برکت کے لیے کبھی واپس نہیں آؤں گا۔"

"سردار نے ان فائلوں کو تین الگ الگ خانوں میں رکھا پھر ان تینوں کمرے خانوں کے اوپر بھاری پتھر رکھ دیے۔ اس کے بعد سردار نے بستی والوں کو حکم دیا کہ آج کے بعد سے کوئی انسان دیوتا سے دیوتا کے پیٹ تک تو آئے گا لیکن کھوپڑی میں قدم نہیں رکھے گا۔ ادھر کا رخ کرنے والے کو زہریلے تیروں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔"

پاشا اتنی معلومات فراہم کر کے چپ ہوا۔ باربرا نے کہا۔ "کیا کچھ لوگوں کے ساتھ وہاں جا رہی ہے۔ شاید وہاں پہنچ گئی ہو گی۔ اگر وہ پاگ مائس یونوں سے دوستی کرنے میں کامیاب ہو جائے گی تو اس بت کی کھوپڑی تک پہنچنا اس کے لیے زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔"

پاشا نے کہا۔ "ایک زہریلا تیر اسے جہنم میں پہنچا دے گا۔"

"مرینا کے ساتھ ایک زہریلی لڑکی صفورا بھی ہے۔ اس پر زہریلے تیر اثر نہیں کریں گے۔ پھر ان کے پاس جدید ہتھیار ہوں گے۔ ان ہتھیاروں کے سامنے یونے گھٹنے ٹیک دیں گے۔"

"جب وہ گھٹنے ٹیک دیں اور مجبوراً حکموں بن جائیں تو سمجھ لو کہ یونوں کی کاری پر اتر آئیں گے۔ مرینا وغیرہ کی شامت آجائے گی۔ قلعے کے اندر جانے کے لیے سیڑھی والا راستہ ہمیشہ بند رہتا ہے۔ یونوں خاص موقعوں پر کھلتا ہے۔ وہ لوگ مرینا اور صفورا وغیرہ کو قلعے کے اندر سے لے جائیں گے پھر اچانک گم ہو جائیں گے۔ پھر چپ چپ کر تیر چلاتے ہوئے انہیں رگیدتے ہوئے دلدل میں یونوں کے غار سے واپسی کے تمام راستے بند کر دیں گے۔"

"پاگ مائس قبیلے کی باتیں کرتے کرتے بیضابہ پہنچ گئے۔ اس کی طیارے میں دو سو ٹن اناج' دوائیں اور کپڑے تھے۔ وہ جدید ہتھیاروں سے لیس ہو گئے۔ اگرچہ پارس کبھی ہتھیار استعمال کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن وہاں کے حالات نے مجبور کر دیا تھا۔ بیضابہ پر کینیا کی حکومت کے چند اعلیٰ افسران آئے تھے۔ ان کے لیے جیپ اور ویگن کاریں بھی لائے تھے۔ ایک افسر نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ انسانی فرض ادا کرنے کے لیے اناج لائے ہیں لیکن یہ آپ کے لیے وبالِ جاں ہو گا۔ ائرپورٹ کے باہر کتنے ہی خطرناک گروہ اس امداد کو لوٹنے کے منتظر ہوں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپ لوگوں کا جانی نقصان ہو۔"

پارس نے کہا۔ "آپ یہ سب کچھ لے جائیں۔ ہمارے لیے صرف پچاس ٹن اناج دریائے جوبا کے ساحل تک پہنچا دیں۔ ہم یہ پچاس ٹن اناج اور کچھ دوائیں پاگ مائس قبیلے میں پہنچائیں گے۔ کیا آپ یہ تعاون کریں گے؟"

"بے شک آپ اپنے ساتھ دو گائیڈ لے جائیں۔ رات دس بجے تک آپ کا مطلوبہ اناج اور دوائیں جوبا کے ساحل تک پہنچ جائیں گی۔"

چند نیگرو ملازموں نے باربرا' پارس اور پاشا کا سامان ایک جیپ میں رکھ دیا۔ ان کے سامان میں پھل' خشک میوے اور کھانے کے سربند ڈبے تھے۔ کچھ انسانی ہتھیار اور کارتوس تھے۔ وہ تینوں جیپ میں بیٹھ گئے۔ ایک گائیڈ نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ دوسرا گائیڈ گاڑی کے پچھلے حصے میں کھڑا ہو گیا۔ اس طرح وہ قافلہ ائرپورٹ سے باہر آگیا۔ آگے جا کر ایک مسلح گروہ نے راستہ روک لیا۔ گائیڈ نے مقامی زبان میں کچھ کہا پھر جیب سے ایک کاغذ نکال کر دکھایا۔ انہوں نے کاغذ دیکھ کر جانے کی اجازت دے دی مگر للچائی

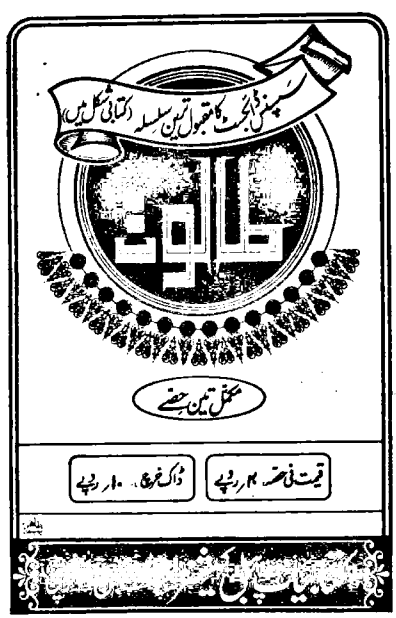

نظروں سے جیب میں رکھے ہوئے سامان کو دیکھتے رہے۔

باربرا نے پارس سے کہا۔ "میں نے گائیڈ کے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ ایک سمجھوتے کا کاغذ دکھا رہا ہے۔ عبوری حکومت اور مسلح قبائلیوں کے درمیان یہ سمجھوتا ہوا ہے کہ بیرونی ممالک سے جو بھی امداد آئے گی اسے وہ آپس میں تقسیم کرلیں گے اور امداد پہنچانے والی ٹیم کو سلامتی سے کہیں بھی جانے کی اجازت دیں گے اور باغیوں سے ان کی حفاظت کریں گے۔"

وہ شہر کے مختلف راستوں سے گزر رہے تھے۔ ہر جگہ ویرانی اور قبرستان کا سا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سڑکوں پر برائے نام گاڑیاں تھیں۔ متوسط اور نچلے طبقوں کے تمام عوامی ہوٹل بند پڑے ہوئے تھے۔ اناج ہی نہیں تھا تو ہوٹلوں میں کیا پکایا جاتا اور کیا کھلایا جاتا؟ فائیو اسٹار اور فور اسٹار جیسے اونچے ہوٹلوں میں غیر ملکی نظر آتے تھے۔ گیٹ پر مسلح گارڈز رہا کرتے تھے' وہ بھوکے عوام کو ہوٹلوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ بیمار اور بھوکے لوگ سڑکوں پر لیٹ کر گاڑیوں کا راستہ روکتے اور ایک مٹھی اناج مانگتے تھے۔ سپاہی ہاتھوں میں ڈنڈے لیے انہیں مار مار کر بھگاتے تھے۔ وہ لاغر اور ہڈیوں کے ڈھانچے بھاگنے اور چلنے کے قابل بھی نہیں رہ گئے تھے۔ انہیں بھگایا جاتا تو وہ سڑکوں پر رینگتے ہوئے فٹ پاتھ کی طرف جاتے تھے۔

باربرا' پارس اور پاشا سے ایسے مناظر دیکھے نہیں جا رہے تھے۔ وہ بند ڈبوں کا کھانا ان کی طرف پھینکتے ہوئے گزر رہے تھے۔ فاقہ زدہ مرد' عورتیں اور بچے ان کھانوں پر ٹوٹ رہے تھے۔ ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کر رہے تھے۔ روٹی ایسی چیز ہے جسے حاصل کرنے کے لیے بھوکے انسان اور کتوں کا عمل ایک جیسا ہو جاتا ہے۔

باربرا نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا اور وہاں کی حالت زار بتائی۔ میں نے کہا۔ "میں ابھی فرانس کی حکومت سے رابطہ کرتا ہوں۔ اس بار جو امداد بھیجی جائے گی اس کے لیے ایسے انتظامات کیے جائیں گے کہ اناج' دوائیں اور کپڑے براہ راست عوام تک پہنچتے رہیں۔"

صومالیہ میں روزانہ ہزاروں مسلمان بھوک سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے تھے۔ دنیا والوں کی بے حسی اس لیے بھی تھی کہ مسلمان مر رہے ہیں' مرنے دو۔ یہ بے حسی اور خود غرضی اسلامی ممالک کے حکمرانوں کی بھی تھی۔ ورنہ خلیج کی جنگ میں روزانہ کروڑوں ڈالر خرچ ہوتے رہے۔ اگر صرف ایک روز کی جنگ میں خرچ ہونے والی رقم صومالیہ کے مسلمانوں کو دی جاتی تو لاکھوں مسلمان یوں بے موت نہ مرتے۔ بے حسی جب تک زندہ رہتی ہے' لوگ یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ کبھی بے موت نہیں مریں گے۔

زندہ لوگو! ذرا موت کا حساب کرو' پتا چلے گا کہ آج کی دنیا میں انسان طبعی موت کم اور بے موت زیادہ مر رہا ہے۔ اگر ہم نے اور تم نے ایک دوسرے کو تحفظ نہ دیا تو جلد ہی ہمیں اور تمہیں بھی بے موت مرنا ہے۔

سوچو' کیسے مرنا ہے۔

❁❁❁

مرینا کا قافلہ دریا جوبا کے ساحل تک پہنچ گیا۔ وہاں ایک گھاٹ بنا ہوا تھا۔ ادھر سے گزرنے والی کشتیاں اور لانچیں اس گھاٹ پر گھنٹے آدھے گھنٹے کے لیے رکتی تھیں۔ ساحل پر مچھوا نے بنائی ہوئی کئی کمروں کی چار دیواری تھی۔ مسافروں کو دھوپ اور گرمی سے بچانے کے لیے دور تک ایک سایہ دار چھت گھاس پھوس سے بنائی گئی تھی۔ جب وہ قافلہ وہاں پہنچا تو گھاٹ پر پہلے کئی مسافر موجود تھے۔ ان میں کچھ غیر ملکی تھے۔ انہوں نے گیس لائٹ کے ذریعہ دور تک روشنی کی ہوئی تھی۔ مرینا نے عبداللہ سے کہا۔ "معلوم کرو یہ کون لوگ ہیں۔"

اس نے کہا۔ "بڑے بڑے اخبارات کے رپورٹرز اور ٹاک شو کرافرز آتے رہتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہوں گے پھر بھی میں معلوم کرتا ہوں۔"

ایک کمرے میں چند مسافر تھے۔ ان کے پاس ویڈیو کیمرے، لائٹس اور چھوٹے جنریٹر تھے۔ وہ جنریٹر چلا کر اس علاقے کی فلمی رپورٹ تیار کرنے کے انتظامات کر رہے تھے۔ بھاری گاڑیوں اور وزنی سامان کے ساتھ دریا پار کرنے کے لیے فیری سسٹم تھا۔ وہ لوگ وہاں فیری کا ہی انتظار کر رہے تھے۔

دوسرے کمرے میں چار جرلائٹ کی روشنی تھی۔ وہاں پاکستانی لگتے تھے۔ ان میں تین ہٹے کٹے مرد اور دو حسین عورتیں تھیں۔ ان کے پاس کھانے پینے اور ضروری سامان کے علاوہ چھوٹے ہتھیار اور کارتوس کی پیٹیاں بھی تھیں۔

مرینا نے تیسرے کمرے میں قیام کیا۔ صفورا نے عبداللہ سے کہا۔ "یا اُخی! دوسرے کمرے کے مسافر شکاری ہیں یا پھر کسی خطرناک ارادے سے ادھر آئے ہیں۔ ان کے پاس ہتھیار کافی تعداد میں ہیں۔ میں نے گزرتے ہوئے دیکھا ہے' ان کے ایک بیگ پر اسرائیلی پرچم بنا ہوا ہے۔"

مرینا نے کہا۔ "اگر یہ یہودی ہیں تو ضرور کوئی بڑا فائدہ حاصل کرنے آئے ہیں۔ ہمیں ان کے ارادوں کا علم ہونا چاہیے۔ ڈی کروز! تم جاؤ اور ان سے تعارف حاصل کرو۔"

ڈی کروز دوسرے کمرے کے دروازے میں آیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "میں آسکتا ہوں؟"

وہ پانچوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میرا نام کیری بال ہے۔"

"اور میرا نام ڈی کروز ہے۔ میں اپنی بہن میجا کے ساتھ مخصوص جڑی بوٹیوں کی تلاش میں آیا ہوں۔"

کیری بال نے اپنے ساتھیوں کا تعارف کرایا۔ "یہ مس فلاور یہ مسٹر پال اور یہ مسٹر جوڈی کالم ہیں۔ ہم اسرائیل سے آئے ہیں۔ اپنے ملک کے چڑیا گھروں کے لیے گوریلوں کو پکڑنے آئے ہیں۔ سنا ہے' دریا کے اس پار گھنے جنگلوں میں گوریلے رہتے ہیں۔"

وہ ایک دوسرے سے مل کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ جوڈی کالم نے جیب سے سگریٹ کا ایک پیکٹ نکال کر ڈی کروز سے پوچھا۔ "سگریٹ کا شوق ہے؟"

ڈی کروز نے جیب سے ایک پاکٹ سائز کی بوتل نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔ "میں سگریٹ نہیں' شراب کا رسیا ہوں۔"

مرینا ڈی کروز کو سمجھا رہی تھی کہ جیب سے اپنی دوا کی بوتل نکال کر ظاہر کرو کہ شراب پی رہے ہو۔ اگر یہ دشمنوں کے آلۂ کار ہوں گے تو ان میں چھپا ہوا کوئی خیال خوانی کرنے والا دھوکا کھائے گا۔ وہ سوچے گا کہ شراب پینے والا سانس نہیں روک سکے گا۔ وہ ہمارے چور خیالات پڑھنے آئے تو سانس روک لینا۔ ہمیں ان کی اصلیت کسی حد تک معلوم ہو جائے گی۔

ادھر بہت پہلے ہی الپا نے جوجو کے چور خیالات پڑھے تھے اور بڑے بھائی برین آدم کو پاشا اور اس کے فارمولوں کے متعلق بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ پاشا' پارس اور باربرا کے ساتھ اس جنگل میں جانے والا ہے اور برین آدم نے کہا تھا کہ وہ اہم اور غیر معمولی فارمولے اس کے ملک میں آئیں گے۔

مس لوسی' مس فلاور' مسٹر پال' مسٹر جوڈی کالم اور کیری بال' یہ پانچوں برین آدم کے خونخوار اور خطرناک ماتحت تھے۔ اس وقت الپا نے جوڈی کالم کے دماغ میں گئی اسے پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ کسی پر شبہ ہو کہ وہ خیال خوانی کرنے والا ہے تو اس کے سامنے سگریٹ پیے۔ وہ تمہاری اصلیت معلوم کرنے کے لیے ضرور دماغ میں آئے گا۔

الپا نے اپنے آلۂ کاروں کے ذریعہ مرینا کو دیکھ کر سوچا' وہ خیال خوانی کرنے والی باربرا ہوگی۔ اس نے جوڈی سے کہا۔ "سگریٹ پیو' ابھی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

اس سگریٹ میں تمباکو تھا مگر بے ضرر تھا۔ یوگا جاننے والے کو نقصان نہیں پہنچاتا تھا۔ اس نے جیسے ہی سگریٹ کا ایک کش لیا۔ مرینا اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔

دوسری طرف ڈی کروز نے دوا کی بوتل کو شراب کہہ کر جیسے ہی منہ سے لگایا اور ایک گھونٹ پیا۔ ویسے ہی الپا اس کے اندر پہنچی اور پہنچتے ہی باہر نکل گئی۔ ڈی کروز نے بھی سانس روک لی تھی۔

جوڈی کالم نے ہنستے ہوئے سگریٹ کو فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ "اس سگریٹ کے تمباکو کی تیزی اور نشہ ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ بیکار ہے۔ باربرا تم دھوکا کھا گئیں۔"

مرینا' عبداللہ اور صفورا کے ساتھ دوسرے کمرے میں آگئی۔

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے

ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

قیمت ۲۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ نفسیات لوئر مال لاہور

وہ لوگ اسے باربرا سمجھ رہے تھے۔ اس طرح یہ سمجھ میں آیا کہ اس مخالف پارٹی کا تعلق پارس سے نہیں ہے چونکہ ان میں بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اس لیے وہ الپا ہوگی یا ماسک مین کا ایوان راسکا۔

مرینا اور ایوان راسکا میں دوستی تھی۔ اس نے رابطہ کر کے معلومات حاصل کیں صرف آدھے منٹ میں معلوم ہوگیا کہ اس جنگل میں ماسک مین کی ٹیم نہیں ہے۔ ایوان راسکا اس معاملے میں معروف نہیں ہے۔

جوڈی نے اپنے کمرے میں مرینا کو آتے دیکھ کر کہا۔ "ہیلو مس باربرا! ابھی یہ ڈی کروز تمہیں میرا کہہ رہا تھا لیکن میں نے چالاکی سے دریافت کرلیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں میرا ہوں مگر تسلیم کرتی ہوں کہ باربرا میرے دماغ میں ہے اور میں اس کی آلۂ کار ہوں لیکن ہماری مادام باربرا نے بھی چالاکی دکھائی ہے۔ اس نے ڈی کروز کو یہ دوا پینے کا حکم دیا۔ تمہاری الپا نے سمجھا' یہ شراب پی رہا ہے۔ اس کے دماغ میں جگہ مل جائے گی مگر افسوس کہ وہ ناکام ہو گئی ہے۔"

"تمہاری مادام باربرا بھی ناکام ہو چکی ہے لیکن فائدہ تمہیں بھی ہوا ہمیں بھی۔ ہم سب کو ایک دوسرے کی اصلیت معلوم ہو چکی ہے۔ اب ہمارے درمیان دشمنی ہوگی تو کھل کر اور دوستی ہوگی تو جم کر۔"

مرینا نے کہا۔ "دشمنی دونوں کو مہنگی پڑے گی فی الحال دوست بن کر بتاؤ یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟"

"وہی جو تمہارا مقصد ہے۔"

"ہمارا مقصد تمہیں کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "وہ فارمولے زمین کی تہ میں بھی چھپے ہوں گے تو ہم انہیں نکال لائیں گے۔"

مرینا کو چپ سی لگ گئی۔ دماغ میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ اس نے عبداللہ اور صغورا کو چور نظروں سے دیکھا پھر پوچھا۔ "تم لوگ فارمولے کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

جوڈی نے کہا۔ "پہلے تو ہم یہ جانتے ہیں کہ پارس' باربرا اور پاشا یہاں آئے ہیں۔ تم خود کو میرا کہہ رہی ہو لیکن کسی حد تک یقین سا ہے کہ تم باربرا ہو۔ پاشا کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ غیر معمولی جسمانی اور دماغی قوتوں کا حامل ہے۔ شاید وہ اس نیگرو کے بھیس میں ہے۔"

وہ عبداللہ کو پاشا سمجھ رہا تھا کیوں کہ پاشا ڈیل ڈول میں ہاتھی جیسا طاقت ور لگتا تھا۔ اس نے مرینا سے کہا۔ "تمہیں پارس کے قد' جسامت اور حلیے کے متعلق جو بتایا ہے۔ اس طرح کا کوئی جوان تمہارے ساتھ نظر نہیں آرہا ہے۔ شاید وہ کہیں چھپا ہوا ہے۔"

مرینا نے کہا۔ "یہی سمجھ لو۔ وہ چھپنے کے بعد اندھے تیر کی طرح ہوتا ہے' جو تاریکی میں کہیں سے بھی آکر جسم میں پہنچا دیتا ہے۔"

"چلو یہ بھی دیکھ لیں گے کہ وہ اس تاریک جنگل میں کو[illegible] آئے گا۔ ویسے ایک مشورہ دیتا ہوں۔ اپنے کمرے میں جاؤ[illegible] آرام سے غور کرو۔ اگر ہم نے بازی مارلی اور وہ فارمولے [illegible] تو تمہیں کیا ملے گا؟ اور اگر دوست بن کر وہ کاغذات حاصل [illegible] گے تو شہر پہنچنے تک آدھے کاغذات پارس رکھے گا۔ آدھے [illegible] رکھیں گے پھر شہر میں ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کرائی جائے گی۔ [illegible] آدھے کاغذات کی کاپیاں ہمیں دے گا۔ ہم اپنے آدھے کاغذات کی کاپیاں اسے دیں گے۔ اس طرح کوئی جھگڑا نہیں ہوگا۔ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا پھر آئندہ بھی ہمیشہ دوستی قائم رہے گی۔ یہ مشورہ معقول لگتا ہے۔ میں اس سلسلے میں پارس سے بات کروں گی۔"

وہ عبداللہ' صغورا اور ڈی کروز کے ساتھ اپنے کمرے میں آ گئی۔ وہ سب ایک دوسرے کے قریب سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ مرینا نے سرگرمی سے کہا۔ "وہ مجھے باربرا اور عبداللہ کو پاشا سمجھ رہے ہیں۔ ہماری اصلیت ظاہر ہونے سے پہلے ان سب کو یہیں ختم کر دو۔ انہیں دریا پار کرنے کا موقع ہی نہ دو۔"

عبداللہ نے کہا۔ "جنگل میں شکار کا دستور یہ ہے کہ شکار کو الگ الگ رگید کر پھر گھیر کر اسے ہلاک کیا جاتا ہے۔ یوں بھی ان سب پر ایک ساتھ حملہ کرنا نادانی ہوگی۔ ان کے پاس کافی ہتھیار ہیں۔"

مرینا نے پوچھا۔ "پھر کیا کرو گے؟"

"آسان سی ترکیب ہے۔ ہم ابھی یہاں سے نکلیں گے تو ہمارا تعاقب کریں گے۔ تم میرے ساتھ رہو گی اور صغورا ڈی کروز کے ساتھ جائے گی۔ ہم مختلف راستوں پر جائیں گے تو وہ بھی تین کی تعداد میں تقسیم ہو کر ہمارا تعاقب کریں گے پھر میں اور صغورا ان سے نمٹ لیں گے۔"

انہوں نے اسی تدبیر پر عمل کیا۔ اپنے نیگرو ملازمین کا سامان اٹھوایا پھر وہاں سے جانے لگے۔ جوڈی اور کیری بال [illegible] نے انہیں جاتے دیکھا پھر انہوں نے بھی اپنا اپنا سامان اٹھوایا۔ ان سے کافی فاصلہ رکھ کر ان کے پیچھے چلنے لگے۔ آگے جا کر مرینا [illegible] دو حصوں میں تقسیم ہو کر دو مختلف سمتوں میں جانے لگی۔ جوڈی [illegible] کیری بال سے کہا۔ "تم پال اور لوسی کے ساتھ ان کے پیچھے [illegible] میں مس فلاور کے ساتھ ان کے پیچھے جا رہا ہوں۔"

پال نے کہا۔ "اس طرح ہم جنگل میں بھٹک جائیں گے۔"

جوڈی نے کہا۔ "الپا ہم سب کے اندر آکر گائیڈ کرے گی۔ [illegible] کسی ایک جگہ آکر مل جائیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو تم لوگ [illegible] اسی گھاٹ میں آجانا اور ہمارا انتظار کرنا۔"

وہ بھی تقسیم ہو کر دو مختلف سمتوں میں چلنے لگے۔ وہاں [illegible] گھنے درخت اور جھاڑیاں تھیں کہ آسانی سے [illegible]

کھیل جاری رہ سکتا تھا۔ صغورا اور عبداللہ جنگل کے کیڑے تھے۔ وہاں کی بھول بھلیوں کو خوب جانتے تھے۔ صغورا' ڈی کروز کو اور عبداللہ مرینا کو لے کر ان بھول بھلیوں میں گم ہو گئے۔ جوڈی وغیرہ کے پاس ٹارچ لائٹس تھیں۔ وہ دور تک ٹارچ کی روشنی میں دیکھتے اور آگے بڑھنے لگے۔ کبھی دائیں' کبھی بائیں سمت راستے بدل کر انہیں تلاش کرنے لگے۔

وہ شہری درندے تھے۔ جنگلی درندوں کا کھیل نہیں جانتے تھے۔ انہیں اندھیری رات میں سانپ نظر آئے۔ ایک شیر کے دہاڑنے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ ان کے ساتھ آنے والی حسین عورتیں سہمی جا رہی تھیں۔ مس فلاور نے کہا۔ "جوڈی! ہم سے کہا گیا تھا کہ کوئی خطرہ پیش نہیں آئے گا' ہم بیلی کاپٹر میں بیٹھ کر افریقہ کی سیر کریں گے۔"

"اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ذرا آنکھیں کھلی رکھو اور ان چھپنے والوں کو تلاش کرو۔"

"پلیز' مجھے واپس بھیج دو۔"

"ہم پاگل نہیں ہیں' تمہیں اور لوسی کو خاص مقصد سے یہاں لائے ہیں۔"

"کیا مقصد ہے' صاف صاف بتاؤ۔"

"ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ فارمولے کسی جنگلی قبیلے کی تحویل میں ہیں۔ یہاں کے سیاہ فام جنگلی سردار گوری اور چکنی عورتوں کو پسند کرتے ہیں۔ ہم تمہیں اور لوسی کو رشوت کے طور پر پیش کرنے کے لیے لائے ہیں۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔ میں کسی کالے خوفناک نیگرو کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی اور تم مجھے پیش کرنا چاہتے ہو۔ میں اسرائیلی انٹیلی جنس کی جاسوسہ ہوں کوئی بازاری مال نہیں ہوں۔"

الپا نے اس کے دماغ میں آکر کہا۔ "فلاور! اس جنگل میں چیخنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ انٹیلی جنس کے چیف نے رپورٹ دی تھی کہ تمہاری اور لوسی کی غفلت سے ایک غیر ملکی جاسوس اسرائیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ ہمارا ایک اہم راز چرا کر لے گیا۔ تم دونوں کو سخت سزائیں دی جانے والی تھیں۔ میں نے تمہیں ان سزاؤں سے بچا لیا تاکہ تم دونوں اس جنگل میں ہمارے کام آسکو۔"

وہ بولی۔ "مادام! یہ ظلم ہے۔ ہمیں اپنے ہی ملک میں سزا پانے دو۔"

"نہیں سزا یہی ملے پائی ہے کہ تم دونوں کو ملک بدر کر کے ایک سیاہ فام حبشی سردار کے پاس عمر قید کے لیے چھوڑ دیا جائے' یہاں تم دونوں کالے بچے پیدا کرتی رہو گی۔"

"مادام! ایسی ذلالت نہ کرو۔ کچھ تو غیرت کرو۔ ہم یہودی ہیں۔ ہمیں مار ڈالو مگر ہماری آبرو کا سودا یوں نہ کرو۔"

الپا نے کہا۔ "اسے اس پہلو سے سوچو کہ تم اپنے وطن اور یہودی قوم کے لیے آبرو قربان کر رہی ہو۔ تمہاری قربانی سے یہودی قوم کو ایسے فارمولے ملیں گے' جن کے ذریعے ہم پوری دنیا پر چھا جائیں گے۔"

پھر وہ جوڈی سے بولی۔ "کیا ہوا؟ کیا وہ چھپنے والے نظر نہیں آرہے ہیں؟"

اس وقت جوڈی کی ٹارچ کی روشنی دور کھڑی ہوئی صغورا پر گئی۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "گولی نہ چلانا' وہ لوگ مجھے چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہیں۔"

جوڈی نے کہا۔ "یہ تم لوگوں کی کوئی چال ہوگی۔ تمہارے پاس کوئی ہتھیار ہو تو پھینک دو۔"

"میں بالکل نہتی ہوں۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ تم میرا ساتھ دو گے تو میں پاگ مائس قبیلے تک تمہاری راہنمائی کروں گی۔"

جوڈی ذرا چپ رہا پھر الپا کی ہدایت کے مطابق بولا۔ "تمہیں مطمئن کرنا ہوگا کہ وہ تمہیں کیوں چھوڑ گئے ہیں؟"

وہ دونوں ہاتھ اٹھائے آہستہ آہستہ قریب آتے ہوئے بولی۔ "وہ مجھے قبیلے کے سردار کی دائشتہ بنانا چاہتے تھے۔ تمہارے پاس دو گوری عورتیں دیکھ کر انہوں نے ارادہ بدل دیا ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر تمہاری عورتیں تم سے چھین کر لے جانے والے ہیں۔"

"وہ شہر سے گوری عورت لاسکتے تھے پھر تمہیں کیوں لائے؟"

"میں نے دعویٰ کیا تھا کہ میں پاگ مائس قبیلے تک انہیں پہنچا سکتی ہوں۔ وہ مجھے موگادشو سے بیضابہ لائے۔ بیضابہ سے گھاٹ آنے کے راستے میں انہیں عبداللہ مل گیا۔ وہی عبداللہ جسے تم لوگ پاشا سمجھ رہے ہو۔ وہ اس جنگل کے اور پاگ مائس کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے اس لیے انہوں نے مجھ سے پیچھا چھڑا لیا ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "پارس اور پاشا کہاں ہیں؟"

وہ بولی۔ "اسی جنگل میں کہیں آس پاس چھپے ہوئے ہیں۔ تمہاری عورتوں کو حاصل کرنے کے بعد ہی دریا پار کریں گے۔"

وہ ایک ہاتھ میں رائفل پکڑے قریب آیا پھر اس کی تلاشی لینے لگا۔ قریب آنے پر اسے گرمی کا احساس ہوا۔ وہ کالی تھی مگر اس میں عجیب سی کشش تھی جوڈی نہیں جانتا تھا کہ یہ زہریلی کشش ہے اور اس کے بدن سے جو آنچ آرہی ہے' وہ زہر کی حرارت ہے۔

وہ تلاشی لینے کے لیے اس کے بدن کو ٹٹولتا ہوا جھکا تو صغورا نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ وہ بولا۔ "سیدھی کھڑی رہو اور مجھے تلاشی لینے دو۔"

وہ بولی۔ "تلاشی کیوں لیتے ہو۔ مجھے گولی مار دو مگر ایک بار گلے سے لگا لو۔"

اس نے گردن کے گرد بانہوں کا گھیرا تنگ کر دیا۔ اچانک

اسے یوں لگا جیسے وہ ملائم بانہیں نہیں ہیں رینگتے ہوئے دو سانپ ہیں جو گلے کا ہار بن گئے ہیں۔ چونکنے اور سنبھلنے میں دیر ہوگئی۔ جوڈی کے حلق سے چیخ نکلی۔ صفورا نے اس کی گردن کے پاس دانت گاڑ دیے تھے۔ زہر ایسا تھا جیسے بجلی کا کرنٹ لگا ہو۔ ہاتھ سے رائفل چھوٹ گئی تھی۔ اس کی چیخیں جنگل میں دور تک گونجتی جا رہی تھیں۔ وہ زمین پر گر کر تڑپ رہا تھا۔ اس کے ساتھ آنے والی مس فلاور دہشت زدہ ہو کر پیچھے جا کر ایک درخت سے لگ گئی تھی اور تھر تھر کانپ رہی تھی۔

پھر چیخیں مر گئیں۔ چیخنے والا ٹھنڈا پڑ گیا۔ صفورا نے اس کی ٹارچ اور رائفل اٹھالی پھر کہا۔ "فلاور! مجھ سے نہ ڈرو میں صرف دشمنوں کو نہیں چھوڑتی اور تم دشمن نہیں ہو۔"

الپا نے پال اور کیری بال کے پاس آ کر کہا۔ "بری خبر ہے۔ جوڈی مر چکا ہے۔"

پال نے کہا۔ "ابھی ہم نے چیخیں سنی تھیں۔ کیا وہ ہمارا جوڈی تھا؟"

"ہاں' ان کے ساتھ جو سیاہ فام لڑکی ہے' وہ زہریلی ہے۔ اس نے جوڈی کو ڈس لیا ہے۔ تم تینوں کو بہت محتاط رہنا چاہیے۔ ان میں سے کوئی بھی نظر آئے' اسے فوراً گولی مار دو۔ اس کالی لڑکی کو اپنے قریب نہ آنے دو۔ صرف باربرا کو نقصان نہ پہنچانا۔ اسے زخمی کرنا پھر میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

وہ انہیں ہدایات دے کر برین آدم کے پاس آئی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا خبر ہے؟"

"افسوس ناک خبر ہے۔ اس ٹیم کا لیڈر جوڈی مر چکا ہے۔ زہریلے پارس کی ٹیم میں ایک اور زہریلی لڑکی ہے۔"

وہ صفورا کے متعلق بتانے لگی کہ اس نے جوڈی کو کیسے ڈس لیا تھا۔ برین آدم نے پوچھا "کیا جوڈی اور اس کے ساتھی سے سامنا ہوتے ہی پارس اور پاشا کو زخمی نہیں کر سکتے تھے؟"

"ان کے ساتھ پارس اور پاشا نہیں ہیں۔ کہیں چھپے ہوئے ہیں۔"

"تو پھر باربرا کو گولی مار کر زخمی کر دو۔"

"باربرا بھی مشکوک ہے۔ وہ خود کو میریا کہتی ہے۔ اس کے بیان کے مطابق باربرا ان کے دماغ میں رہ کر انہیں گائیڈ کر رہی ہے۔"

"تم پال اور کیری سے کہو۔ کسی بھی طرح میریا کو زخمی کریں پھر اس کے چور خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر لو گی۔"

وہ پال کے پاس آئی۔ جنگل میں ایک گولی چلنے کی آواز گونج رہی تھی۔ الپا نے پوچھا۔ "یہ فائر کس نے کیا تھا؟"

"مادام آکیری نے مجھ سے ذرا دور ہو کر گولی چلائی ہے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ ہم کہاں ہیں۔ وہ ادھر آئیں گے تو ہمارا نشانہ بن جائیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کچھ فاصلے پر ٹارچ کی روشنیاں ادھر سے اُدھر لہرانے لگیں۔ وہ دوسری پارٹی انہیں تلاش کر رہی تھی پھر کوئی بھاری سی چیز ایک درخت کے پیچھے سے آ کر یوں گری جیسے کسی نے دوڑتے ہوئے درخت کے پیچھے سے چھلانگ لگائی ہو۔ کیری نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ درخت کی آڑ سے نکل کر چھلانگ لگانے والے پر گولی چلائی مگر وہ محض فریب تھا۔ ڈی کروز نے ایک بڑے سے بیگ کو درخت کے پیچھے سے پھینکا تھا جیسے ہی کیری نے آگے آ کر فائرنگ کی عبداللہ نے دوسری طرف سے اسے گولی کا نشانہ بنا دیا۔ الپا نے اس کی چیخ سنی۔ پال کے دماغ سے نکل کر اُس کے پاس گئی پھر بھٹک کر واپس آ گئی۔ اس کا دماغ موت کے اندھیرے میں گم ہو چکا تھا۔

وہ بڑے بھائی برین آدم کے پاس یہ کہنے آئی کہ پال دو عورتوں کے ساتھ رہ گیا ہے۔ وہ تنہا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اس کے اِدھر آتے ہی اُدھر لوسی نے پال کے پیچھے آ کر شاٹ گن کی نال اس کی پشت سے لگا دی پھر کہا۔ "ذرا بھی حرکت نہ کرنا ورنہ گولی سے اڑا دوں گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "یہ کیا حماقت ہے کیا تم دشمنوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے ایسا کر رہی ہو؟"

"نہیں' میں نے کل رات تمہیں جوڈی سے باتیں کرتے سن لیا تھا۔ تم لوگ مجھے اور فلاور کو اس جنگلی قبیلے کے سردار کی خدمت میں رشوت کے طور پر پیش کرنے والے ہو۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔ جوڈی ایسا کہہ رہا تھا۔ میں تو تمہاری عزت کرتا ہوں۔ تم سے محبت....."

وہ بات ادھوری چھوڑ کر لوسی کو غافل سمجھ کر چھلانگ لگاتا ہوا قریبی درخت کے پیچھے جانا چاہتا تھا۔ جاتے جاتے اس نے پلٹ کر فائر کیا۔ اسی لمحے میں لوسی کی شاٹ گن سے بھی گولی چل گئی پھر نتیجہ وہی ہوا جو ایک دوسرے پر فائر کرنے سے ہوتا ہے۔ اُس کی گولی اُسے اور اس کی گولی اُسے لگی۔ ایک لڑکھڑاتی ہوئی کانٹے دار جھاڑیوں میں گری۔ دوسرا درخت سے ٹکرا کر ایک پتھر پر گرا۔ وہاں سے گھاس پر آیا پھر نشیبی زمین پر سے لڑھکتا ہوا دریا کے پانی میں جا کر ڈوب گیا پھر جب دوسری بار ابھرا تو مُنہ زور لہریں اس کے بے جان جسم کو بہا کر لے جا رہی تھیں۔

❁❁❁✱✱✱❁❁❁

ثانی نے خیال خوانی کے ذریعہ علی سے رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا۔ "میری جان! کیا بات ہے؟"

"مجھے جان نہ کہو میں غصے میں ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تمہاری سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ تمہیں کبھی غصہ نہیں آتا' کیا پارس کے پاس گئی تھیں؟"

"ہاں۔ ایسی بکواس کرتا ہے کہ سامنے ہو تو مُنہ نوچ لوں۔"

"آخر وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

"تم جانتے ہو' وہ آج کل باربرا کے ساتھ ہے اور باربرا خود کو لڑکی نہیں سمجھتی ہے۔ پارس کہہ رہا تھا آج کل وہ نیک اور شریف ہو گیا ہے۔ باربرا کے ساتھ صراطِ مستقیم پر چل رہا ہے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ کمبخت کو ایسی ہی لڑکیاں ملنی چاہئیں۔"

"تم آگے تو سنو' وہ کیا کہتا ہے۔"

"ہاں بولو؟ کیا کہتا ہے؟"

"اس کا خیال ہے کہ وہ باربرا کی وجہ سے نیک اور پارسا بن گیا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں بھی اُسی کی طرح لڑکی ہو کر بھی لڑکی نہیں ہوں اس لیے تم مجبوراً پارسا بنے رہتے ہو۔"

"بھئی اسے بولنے دو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔"

"واہ فرق کیوں نہیں پڑتا؟ کیا میں ایک مکمل لڑکی نہیں ہوں؟"

"یقیناً ہو۔ اس کے بکواس کرنے سے نامکمل تو نہیں ہو جاؤ گی۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ تم اسے ڈانٹتے کیوں نہیں ہو؟"

"وہ کیلے کا چھلکا ہے۔ اس پر سے ساری ڈانٹ پھٹکار پھسل جاتی ہے۔"

"اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ اسے بے لگام چھوڑ دیا جائے؟"

"بھئی اس کے مُنہ میں لگام ڈالنے کا کام بزرگوں کا ہے اور آج تک یہ فیصلہ نہ ہو سکا کہ ہم دونوں میں سے کون بزرگ ہے۔ پتا چل جائے کہ میں بڑا بھائی ہوں تو اس کے کان پکڑ کر پٹائی کروں گی۔"

"میں کوئی ننھی بچی تو نہیں ہوں کہ تم ایسی پچکارنے والی باتیں کر رہے ہو؟"

"اور کیا کروں؟ اچھا تم ہی بتاؤ' اس سلسلے میں کیا چاہتی ہو؟"

"میں اُس شریر کو مُنہ توڑ جواب دینا چاہتی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم اس کے خلاف کوئی ایسی کارروائی کریں گے' جس کے نتیجے میں وہ تلملاتا رہے اور ہمارے خلاف کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکے۔"

"ہاں' یہی میں چاہتی ہوں۔ بولو اسے کس طرح سبق کا ناچ نچانا چاہیے؟"

"ذرا صبر کرو۔ اسے وہ فارمولے لے کر واپس آنے دو۔"

"چلو ٹھیک ہے' تب تک میں کوئی ایسی تدبیر کروں گی کہ وہ میرے سامنے ناچ ناچ کر توبہ کرتا رہے گا۔"

"اچھا' اب گھڑی دیکھو۔ پانچ بجنے والے ہیں۔ ملٹری ائرپورٹ چل آؤ۔"

"ہاں' ڈیڈی آنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ جوجو بھی آ رہا ہے۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

"اس نے رابطہ ختم کیا پھر لباس بدل کر ایک فوجی جیپ میں بیٹھ کر ملٹری ائرپورٹ کی طرف جانے لگی۔ سلمان اور سلطانہ بابا صاحب کے ادارے سے آ رہے تھے۔ جوجو نے پچھلی رات سلمان سے کہہ دیا تھا کہ وہ بھی اپنے ماتحت طاہر شامی کے ساتھ پیرس جائے گی۔ وہ میری بہو تھی۔ اسے ہر طرح کی آزادی تھی۔ وہ ادارے سے باہر کسی وقت بھی جا سکتی تھی اور کسی وقت بھی آ سکتی تھی۔ اسے کوئی روک ٹوک نہیں تھا۔

اس وقت یہ آزادی ہماری لاعلمی میں مہنگی پڑ رہی تھی۔ وہ الپا کی معمولہ اور تابعدار بن کر اُس کے احکامات کے مطابق بلیک آدم کے ساتھ پیرس پہنچ رہی تھی۔ اس سے پہلے الپا نے سپر ماسٹر کے نیلی پیتھی جاننے والے ٹیری ہارٹ کو پیرس کے ایک سینما گوج میں ربی داؤد کے پاس پہنچا دیا تھا۔

بڑے بھائی برین آدم نے ٹیری ہارٹ کو وہاں شام تک چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس نے ایک خصوصی طیارے کا انتظام کیا پھر ٹیری کو اپنے پاس تل ابیب بلا لیا۔ اب اسے جوجو کا انتظار تھا چونکہ جوجو کو فرانس کی پولیس اور آرمی کے تمام افسران جانتے تھے اس لیے اسے فوراً ہی پیرس سے بلایا نہیں جا سکتا تھا۔ یہ طے پایا کہ پہلے وہ سینما گوج جائے گی۔ وہاں ربی داؤد اس کا میک اپ اور گٹ اپ تبدیل کرانے کے انتظامات کر چکا تھا تاکہ خصوصی طیارے میں جاتے وقت اسے کوئی پہچان نہ سکے۔

بابا صاحب کے ادارے سے روانہ ہوتے وقت کسی نے جوجو اور طاہر شامی پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا۔ الپا مطمئن تھی لیکن ہیلی کاپٹر جب پیرس پہنچا تو ملٹری ائرپورٹ پر ثانی اور علی کو دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ ثانی اپنے باپ سلمان اور ماں سلطانہ سے گلے ملنے کے بعد جوجو کے پاس آئی۔ اس سے مصافحہ کرتی ہوئے بولی۔ "ہائے جوجو! بہت عرصہ بعد ملاقات ہو رہی ہے۔ کہو پیرس کیسے آنا ہوا؟"

"بس یونہی ذرا تفریح کے لیے آئی ہوں۔ یہ مسٹر طاہر شامی ہیں۔ تم اور علی شاید نہیں جانتے' یہ چار برس تک تل ابیب میں ہمارے جاسوس بن کر رہے۔ علی نے وہاں فنگر پرنٹس والی غلطی کی تو طاہر شامی کے لیے خطرات پیدا ہو گئے۔ ان کے فنگر پرنٹس کی بھی چیکنگ ہونے والی تھی۔ یہ اس سے پہلے ہی یہاں چلے آئے۔"

علی نے کہا۔ "تم غلط کہہ رہی ہو۔ میں نے غلطی نہیں کی تھی۔ مریانا نے ان یہودیوں کو انگلیوں کے نشانات کے سلسلے میں بھڑکایا تھا اور تمہیں یہ سن کر خوشی ہو گی کہ میں مسٹر طاہر شامی سے تل ابیب میں مل چکا ہوں۔"

اس نے بلیک آدم سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیوں مسٹر شامی؟"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "جی' جی ہاں آج پیرس میں آپ سے دوبارہ مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

علی نے کہا۔ "دوبارہ نہیں جوبارہ کہو۔ قل ابیب میں تین بار ہماری ملاقات ہوئی۔ آج یہ چوتھی بار ہو رہی ہے۔ کیا تمہاری یادداشت کمزور ہو گئی ہے؟"

"یادداشت کمزور نہیں ہے۔ ہاں حساب میں کمزور ہوں۔"

الپا نے جوجو کے اندر چپکے سے کہا۔ "طاہر شامی کو یہاں سے آگے بڑھاؤ علی اس کا محاسبہ کر رہا ہے۔ طاہر شامی سے کوئی غلطی ہو جائے گی۔ فوراً یہاں سے نکلو۔"

جوجو نے کہا۔ "علی قل ابیب کی باتیں جانے دو۔ میں یہاں صرف تفریح کی غرض سے آئی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ گیٹ پر اوارے کی گاڑی ہے تم انکل سلمان کے ساتھ چلی جاؤ۔"

جوجو نے گھور کر پوچھا۔ "تم مجھے انکل کے ساتھ جانے کو کیوں کہہ رہے ہو۔ کیا تم میرے سرپرست ہو؟"

ثانی نے کہا۔ "پلیز جوجو! برا نہ مانو۔ یہ پاپا کا حکم ہے کہ موجودہ حالات میں ہم سب کو محتاط رہنا اور ایک دوسرے کی حفاظت کرنا چاہیے۔"

"ثانی! فار یور انفارمیشن! پاپا نے درجنوں بار دیکھا ہے کہ میں اپنی حفاظت آپ کر سکتی ہوں پھر میرا باڈی گارڈ طاہر شامی میرے ساتھ ہے۔ تم دونوں کا شکریہ۔ میری فکر نہ کرو۔"

اس نے طاہر شامی کو حکم دیا۔ "کم آن شامی!" پھر پلٹ کر جانے لگی۔ بلیک آدم اس کے پیچھے جانے لگا۔ سلمان نے ثانی اور علی سے کہا۔ "اس کی بات کا برا نہ مانو۔ میں اس پر نظر رکھوں گا۔"

وہ سب فوجی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ علی نے کہا۔ "انکل! ٹیلی پیتھی کے ذریعہ فوراً سیکیورٹی افسر سے کہیں کہ جوجو کو گیٹ سے باہر جانے کی اجازت دینے میں ذرا تاخیر کرے اور آپ سے رابطے کے بعد پھر وہ افسر کسی کو اپنے دماغ میں آنے نہ دے۔"

ثانی نے کہا۔ "میں سیکیورٹی افسر سے رابطہ کر رہی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ علی نے ڈرائیور سے کہا۔ "میجر کا بنگلا یہاں سے قریب ہے۔ فوراً وہاں چلو۔"

وہ اس بنگلے میں آئے۔ وہاں میجر سے اجازت لے کر علی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ثانی اس کے برابر آ گئی۔ وہ سلمان اور سلطانہ سے رخصت ہو کر اُس گیٹ کی طرف آئے۔ کار کے شیشے کلرڈ تھے۔ گیٹ پر رکے ہوئے جوجو اور بلیک آدم انہیں نہ دیکھ سکے۔ ثانی نے گیٹ پار کرتے ہوئے سیکیورٹی افسر کو دماغ میں آنے کا سگنل دیا پھر بولی۔ "جوجو کو جانے دو۔"

افسر نے جوجو سے کہا۔ "میڈم! ہم مانتے ہیں کہ آپ کو ادارے کے اندر جانے اور باہر آنے سے کوئی نہیں روک سکتا ہے لیکن یہ آرمی کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ باہر جانے کے لیے گیٹ پاس ضروری ہے چونکہ میں آپ کو ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ اس لیے گیٹ پاس کے بغیر جانے کی اجازت دے رہا ہوں۔ آپ جا سکتی ہیں۔"

اس کے لیے گیٹ کھول دیا گیا۔ بلیک آدم ادارے کی کار میں اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گیا۔ جوجو اس کے برابر بیٹھ گئی پھر وہ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ الپا نے کہا۔ "جوجو! دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتی رہو۔ تم نے علی سے سخت لہجے میں گفتگو کی ہے۔ وہ کسی طرح کا شبہ کر سکتا ہے۔"

جوجو محتاط نظروں سے دیکھنے لگی۔ اسے میجر کی وہ کار نظر آئی تھی جو ان سے پہلے گیٹ سے گزر کر گئی تھی لیکن جلد ہی ٹریفک کے ہجوم میں وہ کار گم ہو گئی۔ اس کے بعد وہ نظر نہیں آئی۔ الپا نے کہا۔ "شکر ہے۔ ہمارا شبہ غلط تھا۔ کوئی تعاقب نہیں کر رہا ہے۔"

علی نے ٹریفک کے ہجوم میں پہنچتے ہی کار ایک طرف روک دی تھی پھر ثانی کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ڈرائیور کو دو سو ڈالر دیتے ہوئے کہا۔ "آگے جانے والی سرخ رنگ کی اسپورٹس کار جس کا نمبر پی ایس ون ون زیرو فائیو ٹو ہے، بہت زیادہ فاصلہ رکھ کر اس کا پیچھا کرو۔"

ٹیکسی سرخ رنگ کی کار کے تعاقب میں چل پڑی۔ علی نادان نہیں تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ جوجو کے ساتھ کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے تو ڈرائیو کرنے والے تعاقب کرنے والوں پر نظر رکھیں گے۔ اس نے ثانی کے کان میں کہا۔ "سگنل پر گاڑیاں رکیں تو کسی قریبی کار والے کو ٹرپ کرو۔"

اس نے یہی کیا۔ ایک سگنل پر بے شمار گاڑیاں آگے پیچھے دائیں بائیں کھڑی ہو گئیں۔ ثانی نے ایک کار والے سے پوچھا۔ "ہیلو! مجھے لفٹ مل سکتی ہے؟"

کار والا منچلا تھا۔ اس نے کہا۔ "اکیلی ہو تمیں تو ضرور لفٹ دیتا۔"

ثانی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ علی کے ساتھ آ کر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ علی نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔ "آپ ہمارے پیچھے نہ آنا۔ دو سو ڈالر میں عیش کرو۔"

سگنل ملتے ہی پھر گاڑیاں آگے بڑھ گئیں۔ ثانی نے کار والے کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ڈرائیو کر رہا تھا۔ جھیل کے کنارے پارس، علی، ثانی اور جوجو کے لیے الگ الگ کاٹیج مخصوص تھے۔ جوجو کو اپنے کاٹیج کی طرف جانا چاہئے تھا لیکن اس کی کار دوسرے راستوں پر جا رہی تھی پھر وہ کار ایک بہت بڑے سینما گوئج کے بڑے سے احاطے کے اندر چلی گئی۔ ثانی نے اس سے کچھ فاصلے پر کار رکوا دی۔ اتر کر کار والے سے بولی۔ "تم نے میرے بوائے فرینڈ کے ساتھ لفٹ دی۔ شکریہ۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا۔ "میں ادھر کیسے چلا آیا!"

"یہ تمہاری لفٹ دینے کی بری عادت کا نتیجہ ہے۔ سوچتے رہو۔ بائی بائی۔"

ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے اسے واپس جانے پر مجبور کیا پھر وہ دونوں سینما گوئج کے قریب آ کر ایک دیوار کی آڑ سے دیکھنے لگے۔ جوجو کی کار سینما گوئج کے بڑے سے دروازے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ ایک شخص اس کار میں آ کر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے سینما گوئج کے احاطے سے باہر دور کہیں لے جانے لگا۔ اس کار میں جوجو اور بلیک آدم نہیں تھے۔

ثانی نے کہا۔ "یہ کار ادارے سے جوجو کے لیے بھیجی گئی تھی۔ اس لیے اسے یہاں سے دور کہیں پہنچایا جا رہا ہے تاکہ ہمارے اس اڈے پر کسی کو شبہ نہ ہو۔"

علی نے کہا۔ "میں پچھلے حصے کی طرف جا رہا ہوں۔ جدھر سے نسبتاً آسانی ہو گی، ادھر سے اندر جاؤں گا۔ تم میرے دماغ میں رہو گی۔ میرا راستہ صاف کرتی جاؤ گی۔ تم پیچھے آتی رہنا۔"

وہ پلٹ کر ایک طرف چلا گیا۔ سینما گوئج کے بڑے ہال میں ربّی ہاورڈ نے بڑی گرم جوشی سے جوجو کا استقبال کیا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر مختصر سی دعا دی پھر کہا۔ "آؤ میری بچی! قسمت تم پر مہربان ہو رہی ہے۔ تمہارے لیے نئی زندگی کے دروازے کھل رہے ہیں۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک دروازے پر آیا پھر اسے کھلوایا۔ دوسری طرف ایک کاریڈور تھا۔ اس کے اطراف کئی کمرے تھے۔ ربّی داؤد نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا پھر جوجو کے ساتھ کمرے میں آیا۔ بلیک آدم ان کے پیچھے چل رہا تھا۔

وہ تینوں اس کمرے کے اسٹور روم میں آئے۔ اسٹور روم کے دوسری طرف ایک اور دروازہ تھا۔ اسے کھولنے سے جوجو کو پتا چلا کہ سیڑھیاں نیچے کی طرف گئی ہیں۔ یقیناً وہاں تہ خانہ تھا۔ وہ پلٹ کر بولی۔ "شامی! ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

الپا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے کوئی سوال نہیں کرنا چاہیے۔ شامی میرا محافظ ہے۔ مجھے اس پر بھروسا کرنا چاہئے۔"

وہ ربّی کے پیچھے سیڑھیاں اترتی ہوئی تہ خانے میں آ گئی۔ وہاں ایک بوڑھا ایک آپ مین اور دو عورتیں تھیں۔ بلیک آدم نے کہا۔ "جوجو! باہر ہمارے لیے خطرہ ہے۔ یہاں کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ تمہارے چہرے پر عارضی میک آپ کیا جائے گا میں بھی اپنی صورت بدل رہا ہوں پھر دشمن ہمیں نہیں پہچان سکیں گے۔"

جوجو نے دیکھا۔ طاہر شامی دوسری کرسی پر بیٹھ گیا تھا اور خود کو آئینے میں دیکھ کر اپنی مونچھیں اور سر سے وگ اتار رہا تھا۔ چھ عدد آدم برادرز میں چوتھے برادر کا نام راکٹ آدم تھا۔ وہ کمال کا سائنس داں تھا۔ اس نے پلاسٹک اور انسانی کھال کے ریشوں سے ایسا ماسک بنا کر بلیک آدم کے چہرے پر چڑھایا تھا کہ اینٹی میک اپ کیمرے بھی اس ماسک کے پیچھے اصلی چہرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

بلیک آدم نے طاہر شامی کے اس ماسک کو چہرے پر سے اتارا تو جوجو نے حیران ہو کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

وہ بولا۔ "میں تمہارا برادر ہوں۔ میرے اور تمہارے اور بھی بھائی ہیں۔ ہم بھائیوں نے قسم کھائی ہے کہ دنیا کی ہر جوان لڑکی کو اپنی بہن بنائیں گے۔"

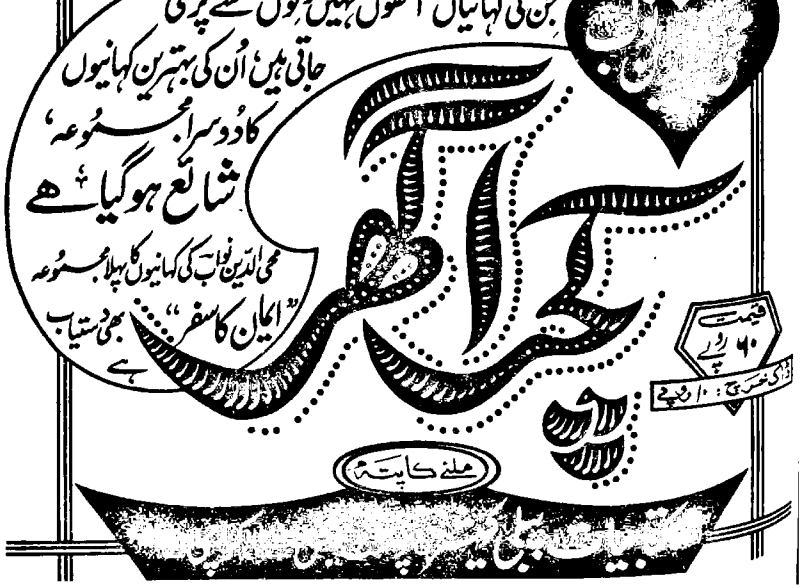

"اس سے تمہاری نیکی اور شرافت ظاہر ہوتی ہے لیکن تم لوگوں نے ایسی قسم کیوں کھائی ہے؟"

"عورت کو بس میں بنا لینے سے مرد بڑا چالتر یعنی عورتوں کی مکاریوں سے اور ان کے حسن و شباب کی خواہش کرنے سے باز رہتا ہے اس طرح عورتوں کے ذریعے پیدا ہونے والی تمام تر بدمعاشیوں اور مصیبتوں سے آپ ہی آپ بچتا چلا جاتا ہے۔"

"تم لوگوں کے سوچنے کا انداز کچھ عجیب سا ہے مگر جو کچھ کہہ رہے ہو اس سے دانائی جھلک رہی ہے۔ کیا واقعی سب ہی کو بس کتے رہو گے۔ کسی ایک سے بھی شادی نہیں کرو گے؟"

"ہم کبھی شادی اور ازدواجی زندگی کے متعلق سوچتے ہی نہیں ہیں۔"

"فرض کرو کبھی شادی کا جذبہ پیدا ہوا تو؟"

"تو شادی کرنے والے کو دوسرے بھائی گولی مار دیں گے۔"

الپا نے آکر کہا۔ "برادر! میں بڑے بھائی کے پاس گئی تھی۔ اس کی ہدایت ہے کہ تم فوراً یہاں سے نکلو۔ صوالیہ میں تمہاری بہت ضرورت ہے۔"

"کیا جوجو کو چھوڑ دوں؟"

"جوجو اب خطرے سے باہر ہے۔ میں اس کی نگرانی کر رہی ہوں۔ یہ خانے میں کوئی نہیں آسکے گا۔ بڑے بھائی نے جو ٹیم صوالیہ بھیجی ہے اس میں تمہارے جیسا شہ زور اور سوچ سمجھ کر چالیں چلنے والا کوئی نہیں ہے۔ تمہیں آج رات تک وہاں پہنچ جانا چاہیے۔ سینا گوچ کے باہر ایک گاڑی تیار ہے' فوراً روانہ ہو جاؤ۔"

وہ اٹھ گیا۔ جوجو کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "سسٹر! ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ بہت جلد تمہارے پاس پھر آؤں گا۔"

وہ یہ خانے سے جانے لگا۔ ثانی سینا گوچ کے باہر اسی دیوار کی آڑ میں تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے علی سے کہا۔ "ابھی سینا گوچ کے احاطے میں ایک گاڑی آکر رکی ہے۔ گاڑی چلانے والا اسٹیئرنگ سیٹ پر یوں بیٹھا ہے جیسے کسی کا انتظار ہو۔ اس گاڑی میں جوجو آکر بیٹھ سکتی ہے۔ تم کہاں ہو؟"

"میں سینا گوچ کے بڑے ہال میں پہنچ گیا ہوں۔ راستہ روکنے والے دو گارڈز کو بے ہوش کر چکا ہوں۔ خیال تھا کہ اندر خاصی رکاوٹیں ہوں گی لیکن ہال بالکل خالی ہے۔ کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔"

اسی وقت ایک دروازہ کھلا۔ وہاں سے بلیک آدم نمودار ہوا۔ وہ دروازہ بند کرنے کے بعد ہال سے گزرتا ہوا باہر جا رہا تھا۔ علی اسے چھپ کر دیکھ رہا تھا لیکن پہچان نہیں رہا تھا کیوں کہ اب وہ طاہر شامی نہیں تھا۔

ثانی نے کہا۔ "یہ ہال سے گزرنے والا اجنبی شاید اس گاڑی میں جائے گا۔ یہ کون ہو سکتا ہے؟"

علی نے کہا۔ "میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ یہ اجنبی خطرناک ہے اور کچھ شناسا ہے۔"

بلیک آدم ہال سے باہر جا چکا تھا۔ ثانی نے کہا۔ "وہ گاڑی میں بیٹھ کر جا رہا ہے۔ اسے گولی مارو۔ جوجو کی فکر کرو۔"

گاڑی احاطے کے اندر سے چلتی ہوئی گیٹ کی طرف آگے بڑھ جانے لگی۔ اسی وقت علی نے چونک کر کہا۔ "ثانی! یاد آگیا۔ پچھلے اجنبی کے چلنے کا انداز شبہ میں مبتلا کر رہا تھا۔ طاہر شامی ائرپورٹ پر جوجو کے ساتھ جا رہا تھا اس کی چال بالکل ایسی ہی تھی۔"

ثانی نے کہا۔ "اب ایسی ہو یا ویسی' گاڑی دور جا کر خطروں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ ہم اس کے پیچھے نہیں جا سکیں گے۔ میں اندر آ رہی ہوں۔"

وہ احاطے میں آئی پھر دوڑتی ہوئی ہال کے اندر پہنچ گئی۔ اس سے بولی۔ "جس دروازے سے وہ اجنبی نکلا تھا' ادھر چلو۔"

علی اس کے ساتھ اسی دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر دونوں کاریڈور میں آئے۔ کاریڈور کے دونوں طرف کئی کمرے تھے۔ سب کے دروازے بند تھے۔ علی نے کہا۔ "ایک ایک دروازہ کھول کر دیکھنا ہوگا۔"

کسی دروازے کو کھولنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ ربّی داؤد کی شامت آئی تھی۔ اس نے سوچا یہ خانے میں جوجو کا میک اپ ہو رہا ہے۔ ادھر کوئی نہیں آئے گا۔ مجھے باہر دوسرے ذمّے فرائض بھی ادا کرنے ہیں۔ یہ سوچ کر وہ یہ خانے سے باہر اسٹور روم میں آیا۔ وہاں سے نکل کر کمرے میں پہنچا پھر کمرے کا دروازہ کھولتے ہی ثانی اور علی کاریڈور میں نظر آئے۔ وہ ذرا سا گھبرایا پھر سنبھل کر بولا۔ "میرے بچّو! تم کون ہو؟ یہاں کیوں بھٹک رہے ہو؟"

ثانی نے اس کے لہجے کو گرفت میں لے کر دماغ میں پہنچا لیا۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ بولی۔ "علی! یہ میرا راستہ روک رہا ہے۔"

وہ بھاگنا چاہتا تھا۔ علی نے اس کی گردن دبوچ لی۔ گردن جیسے آہنی شکنجے میں جکڑ گئی تھی۔ وہ سانس نہ روک سکا۔ ثانی نے اس کے چور خیالات پڑھ کر کہا۔ "اس کمرے کے اسٹور روم سے ایک سیڑھی یہ خانے میں جاتی ہے۔ اس یہ خانے میں جوجو کا میک اپ ہو رہا ہے۔ وہاں ایک میک اپ مین اور دو عورتیں ہیں۔ میک اپ مین کے میک اپ بکس میں ایک ریوالور رکھا ہوا ہے اور ایک ریوالور اس ربّی کے لبادے میں ہے۔ یہ اسے نکالنا چاہتا تھا۔ میں اسے روک رہی ہوں۔"

علی نے اس کے لبادے کے اندر سے ریوالور نکال لیا پھر بولا۔ "سلامتی چاہتے ہو تو بالکل خاموشی سے چلو۔ ویسے میں بھول رہا تھا' تم تو اپنے اختیار میں نہیں ہو۔"

وہ اسے لے کر یہ خانے کی طرف جانے لگے۔ اب کوئی

رکاوٹ نہیں تھی۔ وہاں کا سب سے بڑا شہ زور بلیک آدم جو گردن توڑ پہلوان تھا' اس سے ٹکراؤ نہ ہو سکا۔ یہ بھی مقدر کا کھیل ہے۔ وہ خطرناک شخص صوالیہ کے جنگل میں پارس سے ٹکرانے گیا تھا۔ ادھر علی اور ثانی کے لیے میدان صاف تھا۔

لیکن جو سوچو' وہ ہوتا نہیں ہے۔ منزل آسان نظر آتی ہے لیکن وہاں تک پہنچنا ناممکن سا ہو جاتا ہے۔ علی نے اپنی دانست میں ہوشیاری دکھائی۔ یہ خانے میں پہنچتے ہی للکار کر کہا۔ "خبردار! اپنی جگہ سے کوئی حرکت نہ کرے۔ ورنہ جان سے جائے گا۔"

دونوں عورتوں نے اپنے ہاتھ اٹھا لیے لیکن میک اپ مین تیزی سے بکس کی طرف پلٹا' کھلے ہوئے بکس میں ریوالور رکھا ہوا تھا' اسے اٹھانے میں بھی اس نے پھرتی دکھائی لیکن علی نے اسے واپس پلٹنے سے پہلے ہی گولی ماردی۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گرا۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر جوجو کے قدموں میں آگیا۔ جوجو نے اسے اٹھا کر علی کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "واپس جاؤ۔ ثانی کو یہاں سے لے جاؤ۔ ورنہ۔۔۔"

ثانی بات کاٹ کر بولی۔ "جوجو! ہم سمجھ رہے ہیں۔ تمہارے دماغ پر الپا نے قبضہ جمایا ہوا ہے۔ ہم الپا کو سمجھاتے ہیں۔ وہ جوجو کو یہاں سے اغوا کرنے کی حماقت نہ کرے۔"

علی نے کہا۔ "یہ پارس کی جان اور پاپا کی لاڈلی ہے۔ اسے کچھ ہوا تو تمام اسرائیلی اکابرین کتوں کی موت مرنے لگیں گے۔ دنیا کی کوئی انسانی طاقت انہیں نہیں بچا سکے گی۔"

جوجو نے کہا۔ "میں تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔ تم لوگ کس الپا کی باتیں کر رہے ہو؟ میں آخری بار پوچھتی ہوں' یہاں سے جاؤ گے یا نہیں؟"

"جوجو! ہمیں گولی مارنے کی دھمکی نہ دو۔ گولی اس ربّی کو لگے گی۔ ہمیں پتا آتا ہے۔"

جوجو نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگا کر کہا۔ "اب کیسے بچو گے؟ اور مجھے کیسے بچاؤ گے۔ ایک قدم بھی آگے بڑھاؤ گے تو ٹریگر دبا دوں گی۔"

علی اور ثانی پر سکتہ سا چھا گیا۔ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ کسی بھی لمحے میں ٹریگر دبا دے گی۔ علی نے کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں' اپنی جگہ سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھوں گا مگر جوجو! تمہیں خدا کا واسطہ ہے۔ ریوالور ہٹا لو۔"

"تم دونوں واپس جاؤ گے تو اسے ہٹا لوں گی۔"

ثانی نے کہا۔ "میں الپا سے کہتی ہوں۔ وہ اپنی بڑی سے بڑی شرط منوا لے۔ ہم اپنی جوجو کی رہائی کے لیے۔۔۔"

جوجو نے چیخ کر کہا۔ "بکواس مت کرو۔ میں کسی الپا کو نہیں جانتی ہوں۔ میں دس تک گنتی شروع کرتی ہوں۔ اگر دس گننے تک تم دونوں اس یہ خانے سے اور سینا گوچ سے باہر نہ گئے تو گیارہ تک کہوں گی۔ ٹریگر دبا دوں گی۔ لو شروع کرتی ہوں۔ یہاں سے جاؤ یا پھر مجھے مرتے ہوئے دیکھو۔ ایک۔۔۔"

ثانی اور علی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں کی نظروں میں ایک ہی سوال تھا' اسے ہلاکت سے کیسے بچایا جائے۔ الپا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ ہم میں سے کوئی اسے اپنے قابو میں نہیں لا سکتا تھا۔

وہ بولی۔ "جاؤ۔ چلے جاؤ۔ دو۔۔۔"

اگر مجھے وہاں بلایا جاتا اور میں سمجھا تا تب بھی وہ خود کشی سے باز نہ آتی کیوں کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔

اس نے کہا۔ "فرہاد علی تیمور اور اس کی پوری فیملی کی ذہانتوں کو آزما لو۔ میں پھر بھی باز نہیں آؤں گی۔ میری زندگی کی ایک ہی صورت ہے۔ جاؤ۔ جاؤ۔ تین۔۔۔"

پارس بھی وہاں آجاتا تو بچپن سے اب تک کی محبتوں کا واسطہ دے کر بھی اسے اس کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔

وہ غرّا کر بولی۔ "چار۔۔۔"

جناب علی اسد اللہ تیمرزی اور آمنہ فرہاد کی روحانی ٹیلی پیتھی جوجو کو نئی زندگی دے سکتی تھی۔ وہ روحانی قوتوں سے الپا کو اس کے دماغ سے بھاگنے پر مجبور کر سکتے تھے۔

اس نے کہا۔ "آدھی گنتی ہو چکی ہے۔ پانچ۔۔۔"

ثانی نے جناب علی اسد اللہ تیمرزی کو مخاطب کیا۔ انہوں نے سانس روک لی۔

اس نے واپس آکر جوجو کی انگلی کو ٹریگر پر دیکھا۔ وہ بولی۔ "چھ۔۔۔"

اُس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ روحانی ٹیلی پیتھی کی مدد حاصل کرنے کے لیے آمنہ فرہاد کے پاس آئی۔ آمنہ نے بھی سانس روک لی۔

یہ کیسا بھید تھا؟ کیوں روحانی مدد حاصل نہیں ہو رہی تھی؟

جوجو نے کہا۔ "میں جانے والی ہوں۔ سات۔۔۔"

ثانی نے پھر ایک بار جناب علی اسد اللہ تیمرزی کے پاس جا کر کہا۔ "حضور! مدد کریں۔۔۔"

انہوں نے فرمایا۔ "اپنی مدد آپ ذہانت' ذہانت اور صرف ذہانت۔۔۔"

انہوں نے سانس روک لی۔ جوجو نے کہا۔ "آٹھ۔۔۔"

جناب تیمرزی صاحب نے صرف اشارہ دیا تھا اور ثانی کا ذہن روشن ہو گیا تھا۔

قارئین کرام! جناب تیمرزی صاحب نے صرف ثانی کو نہیں آپ کو بھی ذہانت کا اشارہ دیا ہے۔ میری داستان ابتدا سے اب تک ذہانت کی بازیوں سے بھری پڑی ہے۔

ثانی صرف ایک سیکنڈ میں جوجو کو بچائے گی کسی بے تکے انداز سے نہیں' ذہانت سے بچائے گی۔ مگر کیسے؟

یہ جاننا ضروری ہے کہ ذہانت کیا ہے؟ اور اسے کیسے آزمایا جاتا ہے؟

آسان سے آسان اور مشکل سے مشکل معاملات کو سمجھنے کے عمل کا نام ذہانت ہے۔ سمجھنے کے عمل کی زیادہ اہمیت ہے کیونکہ مشکل حالات میں یا شدید پریشانیوں میں گھبرا جانے سے ذہانت کمزور ہو جاتی ہے۔ عقل کام نہیں کرتی۔ ذہانت کی آزمائش ایسے ہی وقت ہوتی ہے جب ہم غصے یا پریشانی میں مبتلا رہتے ہیں۔ عام نارمل حالت میں آدمی پُرسکون رہ کر ذہانت سے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے لیکن کوئی پریشان کن مرحلہ ہو تو بدحواس ہو جاتا ہے۔

ایسی ہی بدحواسی انسان کو چیلنج کرتی ہے کہ وہ ایسے لمحات میں پُرسکون رہ کر عقل کو استعمال کرے اگر اس نے استعمال کر لیا تو وہی اس کی ذہانت ہوگی۔

ثانی بھی تھوڑی دیر کے لیے بدحواس ہو گئی تھی۔ جوجو کو خودکشی سے باز رکھنا ناممکن نظر آ رہا تھا۔ الپا نے اس کے دماغ کو لاک کر رکھا تھا۔ ہم میں سے کوئی جوجو کے اندر جا کر اس کے ہاتھ سے ریوالور نہیں گرا سکتا تھا۔ ایسے میں عقل کام نہیں کرتی کہ دشمن کی کسی کمزوری کو ٹٹولا جائے اگر ٹٹولنے کی کوشش کی جاتی تو الپا کی ایک کمزوری معلوم ہو جاتی۔

جی ہاں' ان لمحات میں الپا سے ایک بہت بڑی غلطی ہو رہی تھی۔

اسے مطمئن رہنا چاہئے تھا کہ جوجو اس کی معمولہ اور تابعدار ہے۔ جب اس نے حکم دے دیا ہے کہ وہ خودکشی کرے اور دس تک گننے کے بعد خود کو ہلاک کرے تو وہ تابعدار ہے' ضرور ایسا کرے گی۔

پھر یہ بھی یقین ہونا چاہئے کہ ثانی اور علی دس تک گننے سے پہلے ہی وہاں سے چلے جائیں گے اور اسے خودکشی کرنے نہیں دیں گے۔

اس تہ خانے میں مزید دو عورتیں تھیں۔ الپا کو چاہئے تھا کہ وہ ان میں سے کسی عورت کے دماغ میں رہ کر وہاں ہونے والا تماشا دیکھتی رہتی۔ جوجو کے دماغ پر قبضہ جمائے رہنا ضروری نہیں تھا کیونکہ جوجو ہم سب کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی تھی۔

دراصل الپا جلد سے جلد عسلی تیمور اور ثانی کو اس تہ خانے اور سینا گوگ سے بھگانا چاہتی تھی اس لیے انہیں بھاگنے کا کم سے کم وقت دیا اور اب جوجو کے اندر آ کر ایک سے دس تک خود گن رہی تھی۔

جناب علی اسد اللہ تیموری نے ذہانت استعمال کرنے کا مشورہ دیا تو ثانی کی سمجھ میں آیا کہ اسے ہم میں سے کسی کے پاس مدد کے لیے نہیں آنا چاہئے بلکہ جوجو پر اپنی توجہ مرکوز رکھ کر غور کرنا چاہئے پھر غور کرنے سے چند سیکنڈ میں دو باتیں سمجھ میں آئیں ایک تو یہ کہ الپا کا برین واش ہو جانے کے بعد اس کی آواز اور لہجہ بدل گیا تھا اس لیے ثانی اس کے لہجے کو نہ جانتی تھی نہ اس کے زہریلے جوجو کے اندر پہنچ سکتی تھی۔

جب جوجو نے کہا۔ "اب میں تو کہہ رہی ہوں' صرف آخری گنتی رہ گئی ہے۔" تو ثانی چونک گئی۔ تب خیال آیا کہ وہ بدحواسی میں یہ دھیان نہیں دے رہی تھی کہ جوجو کا لہجہ قدرے بدلا ہوا تھا۔ یعنی اس کی زبان سے الپا سنسنی پیدا کر رہی تھی۔

الپا کا لہجہ معلوم ہوتے ہی ساری رکاوٹیں دور ہو گئیں۔ جوجو کے "دس" کہتے ہی ثانی نے الپا کے لہجے میں اس کے اندر پہنچ کر دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ جوجو کے حلق سے چیخ نکلی' ریوالور ہاتھ سے گرا۔ علی نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر جوجو کی طرف چھلانگ لگائی پھر اس کے ریوالور کو فرش پر سے اٹھا لیا۔

ایک دم سے بازی پلٹ گئی تھی۔ اس وقت الپا کو اپنی غلطی سمجھ میں آئی۔ اس نے شدید حیرانی سے سوچا' یہ کیسے ہو گیا؟ اپنے اس سوال کا جواب معلوم کرنے کا موقع نہیں تھا۔ ثانی آگے بڑھ کر جوجو کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے جانا چاہتی تھی' اس نے اچانک جوجو کے ذریعے اس پر حملہ کیا۔ ثانی نے حملے کو روکتے ہوئے کہا۔ "الپا! تم کھسیانی بلی کی طرح کھمبا نوچ رہی ہو۔ ان حملوں سے تمہاری ناکامی 'کامیابی میں نہیں بدل جائے گی۔"

الپا نے کہا۔ "یہ ہمارے ہاتھ سے نکل رہی ہے۔ تمہارے ہاتھ بھی نہیں آئے گی۔ میں اس کے اندر دماغی زلزلے پیدا کرنے کرتے اسے مار ڈالوں گی۔"

ثانی نے جوجو کے اندر پہنچ کر الپا سے کہا۔ "پاگل کی بچی! مجھے ابھی تک اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا ہے کہ تو نے اپنی حماقت سے اپنی آواز اور لہجہ سنایا ہے اور میں اس کے ذریعے جوجو کے اندر رہ سکتی ہوں۔ تو مجھے بھگا سکتی ہے' نہ جوجو کو دماغی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ یقین نہ ہو تو اپنی ٹیلی پیتھی کا علم آزما لے۔"

اس نے جوجو کو دماغی جھٹکا پہنچانا چاہا لیکن وہاں ثانی نے اس کے لہجے میں مضبوط گرفت رکھی تھی' پوری طرح وہاں چھائی ہوئی تھی۔ الپا کی سوچ کی لہروں کو ڈھال بن کر روک رہی تھی۔ الپا نے کئی بار اسے حاصل کرنے کی کوششیں کیں پھر وہاں سے بڑے بھائی برین آدم کے پاس گئی۔ اسے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا برادر بلیک آدم وہاں سے روانہ ہو چکا ہے؟"

"جی ہاں' مگر آپ نے برادر کو اس تہ خانے سے جانے کی ہدایت دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ ہم جیتی ہوئی بازی ہار چکے ہیں۔"

وہ بولا۔ "میں غلطیوں سے بچنے اور ذہانت سے کام لینے کی کوششیں کرتا رہتا ہوں۔ برین آدم اس لیے کہلاتا ہوں کہ اب تک اہم معاملات میں غلطی نہیں کی۔ تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔ بتاؤ غلطی کیا ہوئی ہے؟"

"برادر بلیک آدم کے جاتے ہی ثانی اور علی تہ خانے میں پہنچ گئے تھے۔ وہ جوجو کو مجھ سے چھین کر لے جا رہے ہیں۔"

"سسز! وہ جوجو کو کیسے چھین سکتے ہیں۔ تم نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ تمہارے قبضے میں تھی۔"

"جی ہاں' مگر ثانی اس کے دماغ میں پہنچی ہوئی ہے۔"

"وہ کیسے پہنچی ہے۔ وضاحت سے رپورٹ دو۔"

"وہ' وہ بات یہ ہے کہ اس نے میری آواز اور لہجہ سن لیا تھا۔" میں بے اختیار جوجو کی زبان سے بول پڑی تھی۔"

"تم کیوں بول پڑی تھیں۔ ایسی کیا قیامت آ گئی تھی کہ بولنا لازمی ہو گیا تھا کیا تمہاری جان پر بن آئی تھی؟"

"میں کیا کہوں برادر! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ مجھے رونا آ رہا ہے' میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

"رک جاؤ۔ میں جانتا ہوں' تم یہاں سے جا کر تنہائی میں اپنی ناکامی کا ماتم کرو گی۔ تمہارے رونے سے جوجو اب ہمیں نہیں ملے گی۔"

"بڑے بھائی! یہ میری پہلی غلطی ہے۔"

"تم روکیوں رہی ہو۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک جوجو ہاتھ سے گئی لیکن دوسرا ٹیری ہارٹ تمہاری محنت سے حاصل ہوا ہے۔ آنسو پونچھ لو اور یہ سمجھو کہ جوجو کے ہاتھ سے نکل جانے کے باعث ہمارا کتنا نقصان ہوا ہے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں بڑے بھائی! ثانی کو میری آواز اور لہجہ ازبر ہو گیا ہے۔ آئندہ وہ میرا لہجہ اختیار کر کے میرے کسی دوسرے معمول کے دماغ میں بھی پہنچ سکتی ہے۔"

"اور وہ تمہارا دوسرا معمول اور تابعدار ٹیری ہارٹ ہے۔ وہ ہمارے پاس پہنچ چکا ہے' اس کا برین واش کر کے ہم اس کی آواز اور لہجہ ختم کر دیں گے۔ وہ نئے انداز میں بولے گا لیکن جوجو کے سلسلے میں جو ناکامی ہوئی ہے' وہ ناکامی ہمیں مہنگی پڑی ہے۔ ہم بڑی رازداری سے یہ کام کر رہے تھے۔ اب یہ رازداری نہیں رہی۔ فرہاد اور اس کی فیملی کو معلوم ہو چکا ہے کہ ہم اسے اغوا کر رہے تھے۔ وہ ضرور انتقامی کارروائی کریں گے۔"

"بڑے بھائی! وہ دشمن کب ایسا نہیں کرتے ہیں۔ وہ تو خوامخواہ ہر بڑی طاقت سے ٹکراتے رہتے ہیں۔ کیا ہم ان سے کمزور ہیں؟"

"کمزور نہیں ہیں لیکن میں کسی معمولی سے دشمن کو چھیڑے بغیر خاموشی اور رازداری سے کامیابیاں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ دانشمندی کا تقاضا یہی ہے۔ جن سے پس پردہ دشمنی کرتے رہو' ان سے بظاہر بے مثال دوستی نباہتے رہو۔"

"اب کیا ہو گا بڑے بھائی! فرہاد اور اس کا خاندان ہماری لاسٹانہ پالیسیوں پر بھروسا نہیں کرے گا۔"

"ہاں' بات بگڑ گئی ہے' اتنی جلدی نہیں بنے گی لیکن میں رفتہ رفتہ انہیں دوست بناؤں گا۔ تم جاؤ اور صوبالیہ پہنچنے والی ٹیم کے ساتھ رہو۔"

وہ جوڈی' پال اور کیری بال وغیرہ کے پاس صوبالیہ آ گئی لیکن گزشتہ دن اس نے جتنی کامیابیاں حاصل کی تھیں' اتنی ہی ناکامیاں اس کی منتظر تھیں۔ وہاں پارس اور باربرا سے ٹکرانے کی توقع تھی لیکن مرینا اور اس کی ٹیم سے ٹکر ہو گئی۔ جوڈی' پال' کیری بال اور لوسی سب ہی ایک ایک کر کے مارے گئے۔ مرتے مرتے بھی انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کن لوگوں سے ٹکراتے رہے۔ الپا یہی سمجھتی رہی کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی باربرا تھی۔ جب اس کے تمام لوگ مار ڈالے گئے تو وہ برادر بلیک آدم کے پاس آئی۔

وہ بیضابہ پہنچ گیا تھا اور اب دریائے جوبا کی سمت روانہ ہو رہا تھا۔ الپا نے کہا۔ "برادر! تم نے آنے میں دیر کر دی ہے۔ ہماری ٹیم کے چار افراد مارے گئے ہیں۔ صرف فلورا زندہ رہ گئی ہے۔"

وہ بلیک آدم کو بتانے لگی کہ جنگل میں پارس کی ٹیم سے کس طرح ٹکراؤ ہوا اور ان کا ایک ایک آدمی کس طرح مارا گیا۔ بلیک آدم نے کہا۔ "ہم نے پارس کے زہریلا ہونے کے متعلق سنا تھا لیکن وہ زہریلی سیاہ فام لڑکی کون ہے' جس نے جوڈی کو ڈس لیا؟"

"پتا نہیں کون ہے؟ فرہاد نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ اس نے جنگل میں چھانٹ چھانٹ کر اپنے لوگ بھیجے ہیں' پارس کہیں چھپا ہوا ہے اور اس زہریلی لڑکی کو ڈسنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا ہے پھر ان کے ساتھ پاشا ہے' جو جنگل کی تاریکی میں کسی روشنی کے بغیر دیکھ سکتا ہے اور اپنے دشمنوں کی آہٹیں دور سے سن سکتا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی باربرا بھی ہے۔ برادر! تمہیں خوب سوچ سمجھ کر جانا چاہئے۔"

"میں صرف زہریلے پارس کے متعلق جانتا تھا لہٰذا اس سانپ کے لیے میں نے نیولے کا بندوبست کیا ہے۔"

گاڑی کے پچھلے حصے میں ایک نیگرو بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے کاندھے پر ایک بڑا سا نیولا بیٹھا اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے اِدھر اُدھر تک رہا تھا۔ بلیک آدم نے نیگرو سے کہا۔ "گوگا صبا! انگریزی زبان میں کچھ نیولے کے متعلق بتاؤ؟"

گوگا صبا نے نیولے کو کاندھے سے دونوں ہاتھوں میں لیا پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اتنی بڑی جسامت کے نیولے اسی ملک میں پائے جاتے ہیں۔ قدرت نے ہر درد کی دوا اور ہر قسم کے زہر کا توڑ کیا ہے۔ سانپ کتنا ہی زہریلا ہو' وہ اس نسل کے نیولے کو دیکھ کر دور سے کترا جاتا ہے اور کسی بل میں گھس جاتا ہے۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "گوگا صبا! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ سانپ نہیں' زہریلا آدمی ہے اور اب سنا ہے کہ دریا کنارے ایک زہریلی لڑکی بھی ہے۔ اب بولو یہ نیولا کیسے کام آئے گا؟"

وہ بولا۔ "سانپ ہویا آدمی۔ یہ افریقی نیولا زہر کی بو پر پتا ہے۔ چھ فٹ کی بلندی تک اچھلتا ہے۔ میں جس شخص کی طرف اشارہ کروں' یہ اچھل کر اُس کے حلق کی نلی کو دانتوں کے شکنجے میں لے لیتا ہے۔" آپ نے نیولوں اور سانپوں کی لڑائیاں بہت دیکھی ہوں گی۔ آپ دشمن کی نشاندہی کریں نیولے انسان کی خوفناک جنگ کا وہ تماشا دکھاؤں گا کہ دشمن کی لاش دیکھ کر آپ میرے نیولے کو کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "میں نے اس زہریلے دشمن کو ہلاک کرنے کا معاوضہ پچاس ہزار ڈالر مقرر کیا تھا اگر اس نیولے نے اس زہریلی لڑکی کو بھی ہلاک کیا تو میں تمہارے فاقہ کرنے والے بچوں کے ساتھ تمہیں مل ابیب لے چلوں گا' وہاں تم شاہانہ زندگی گزار سکو گے۔"

گوگا سبا نے کہا۔ "میرے آقا میرے نیولے نے آج تک کسی کی جان نہیں بخشی۔ آپ جو چاہیں گے وہی ہو گا۔"

وہ بولا۔ "مسٹر! ان کا ساتھی پاشا گہری تاریکی میں دور تک دیکھ لیتا ہے۔ میں رینٹی' ارک لینسنر ساتھ لے آیا ہوں۔ میں اور میرے تین ماتحت جنگل میں پہنچ کر یہ لینسنر آنکھوں پر چڑھا لیں گے پھر حدِ نظر تک تاریکی میں واضح طور سے دیکھ سکیں گے۔"

ایک گتے کے ڈبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "اس میں بہت ہی حساس مائیکروفون اور کئی عدد ہیڈ فون ہیں۔ سو گز کے فاصلے پر ہونے والی قدموں کی چاپ یہ مائیکروفون کیچ کر لیتا ہے۔ ہم دونوں ہیڈ فون کے ذریعے سے دور سے آنے والی ہلکی سے ہلکی آہٹیں بھی سن سکیں گے۔"

"واہ برادر! بہت خوب تیاریوں کے ساتھ جا رہے ہو۔ اب یہاں سے فوراً روانہ ہو جاؤ۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ نیگرو ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اس نے الپا سے کہا۔ "ہماری پہلی ٹیم کی ایک عورت فلاور زندہ ہے اور دشمنوں کے ساتھ ہے۔ تم اس کے اندر رہ کر معلوم کر سکتی ہو کہ باربرا' پاشا اور پارس اب کہاں ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں۔

"میں جا رہی ہوں۔ تمہارے پاس آتی رہوں گی اور ان کے متعلق معلومات فراہم کرتی رہوں گی۔"

وہ فلاور کے دماغ میں آ گئی۔ مرینا ایسی نادان نہیں تھی کہ فلاور کو ساتھ رکھتی۔ اسے ساتھ رکھنے سے ناکام ہونے والی الپا اس کے دماغ میں رہ کر پاگ مائس قبیلے تک جا سکتی تھی اور ان سب کی مصروفیات پر نظر رکھ سکتی تھی۔ اس لیے مرینا نے اسے لانچ گھاٹ میں لا کر چھوڑ دیا تھا۔ وہ عبداللہ' صفورا اور ڈی کروز کے ساتھ پھر اسی کمرے میں واپس آ گئی تھی۔ فلاور سے کہہ دیا تھا۔ "تم جہاں چاہو چلی جاؤ لیکن اب ہمارے قریب نہ آنا اور نہ ہی ہمارا تعاقب کرنا۔ اپنے دماغ میں آنے والی سے کہہ دینا کہ وہ تمہیں آلۂ کار بنانے کی فضول سی کوششیں نہ کرے۔"

الپا نے اس کے پاس آ کر پوچھا۔ "ہیلو فلاور! تمہیں زندہ سلامت دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے۔ وہ دشمن کہاں ہیں؟"

فلاور سہم کر بولی۔ "میں نہیں جانتی' مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "نہ بتاؤ' تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں۔"

"فار گاڈ سیک۔ میرے دماغ سے چلی جاؤ۔ مجھ سے کوئی کام لو گی تو وہ دوسری مجھے مار ڈالے گی۔"

"تم ان لوگوں سے کچھ زیادہ ہی خوف کھا رہی ہو۔ یہ خوف دل سے نکال دو۔ میں زبردست تیاریوں کے ساتھ پھر آ رہی ہوں۔ ہم سب سے پہلے زہریلے پارس اور زہریلی لڑکی کو ختم کر دیں گے اس طرح ان کی ٹیم بالکل کمزور ہو جائے گی۔"

"مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہے کہ کون کمزور ہو گا اور کون شدید زور؟ مجھے جانے دو اس معاملے میں مجھے نہ گھسیٹو۔"

"فلاور! تمہیں جوڈی نے بتایا تھا کہ کالے کلوٹے حبشی سردار گوری اور چکنی عورتوں کو پسند کرتے ہیں۔ ہم تمہیں رشوت کے طور پر سردار کے سامنے پیش کریں گے۔ تمہیں اسی مقصد کے لیے لایا گیا ہے لہٰذا آزادی سے کہیں جانے کا خیال دل سے نکال دو۔ تم ہماری دوسری ٹیم کے ساتھ اسی جنگلی قبیلے میں جاؤ گی۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ "میں نہیں جاؤں گی۔ یہاں دوسری ٹیم کے پہنچنے سے پہلے ہی بھاگ جاؤں گی۔"

اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "تم جہاں جاؤ گی' وہاں مجھے پاؤ گی۔ ٹیلی پیتھی کی لہریں قبر تک پیچھا کرتی ہیں۔"

وہ دوڑتی ہوئی کمرے سے باہر آئی لیکن آگے کہیں نہ جا سکی۔ بے اختیار دوڑتی ہوئی واپس آ گئی۔ الپا نے کہا۔ "تم آئندہ ہمارے کام آتی رہو گی۔ اس لیے تمہارے ساتھ اتنا وقت ضائع کر رہی ہوں۔ ابھی تم کمرے سے باہر جا کر واپس آنے پر مجبور ہو گئیں۔ آئندہ اس ملک سے باہر چلی جاؤ گی تب بھی میں تمہیں پکڑ کر یہاں لے آؤں گی۔"

وہ رونے لگی پھر بولی۔ "کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ تمہارے ناپاک ارادوں کو پورا کرنے کے لیے بہت سی بازاری عورتیں مل جائیں گی۔ فار گاڈ سیک۔ مجھے معاف کر دو۔"

"تم روتی' گڑگڑاتی رہو۔ میں جا رہی ہوں' فی الوقت اتنی معلومات کافی ہیں کہ وہ دشمن یہاں دوسرے کمرے میں موجود ہیں۔ میں پھر آؤں گی۔"

اس نے آنسو پونچھتے ہوئے محسوس کرنا چاہا' وہ ہے یا جا چکی ہے پھر وہ بولی۔ "مجھ سے جبراً کوئی کام نہ لو۔ سن رہی ہو؟"

اس نے چیلنج کے انداز میں کہا۔ پھر بھی جواب نہ ملا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ آہستہ آہستہ چلی ہوئی کمرے سے باہر آئی۔ یقین ہو گیا کہ وہ موجود نہیں ہے۔ اس کا راستہ نہیں روک رہی ہے۔ اس

یقین کے ساتھ وہ دوڑتی ہوئی دوسرے کمرے میں آ گئی۔ صفورا نے اسے دیکھ کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

مرینا نے کہا۔ "تمہیں وارننگ دی تھی کہ ہمارے قریب نہ آنا۔ کیا مرنا چاہتی ہو؟"

فلاور دروازے کے پاس دونوں گھٹنے ٹیک کر گڑگڑاتے ہوئے بولی۔ "وہ ابھی میرے دماغ میں آئی تھی' وہ مجھے وحشی سردار کے سامنے پیش کرنے والی ہے۔ میں نے بھاگنا چاہا۔ وہ پھر مجھے کمرے میں واپس لے گئی' کہتی ہے میں بھاگ کر کہیں نہیں جا سکوں گی۔ وہ مجھے اپنے مقصد کے لیے ضرور استعمال کرے گی۔"

مرینا نے کہا۔ "الپا! اگر تم موجود ہو تو سن لو۔ اسے ہمارے خلاف استعمال نہیں کر سکو گی۔"

فلاور نے کہا۔ "وہ ابھی موجود نہیں ہے۔ اس کی دوسری ٹیم یہاں پہنچنے والی ہے۔ وہ بھی واپس آئے گی تو مجھے قیدی بنا کر رکھے گی۔ میں تم سب سے التجا کرتی ہوں۔ پلیز' کسی طرح مجھے اس سے نجات دلاؤ۔"

مرینا نے کہا۔ "یہ اطلاع ہمارے لیے اہم ہے کہ دوسری ٹیم آ رہی ہے۔ تم یہ خوف دل سے نکال دو کہ تمہیں کسی جنگلی سردار کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ ہم جس قبیلے میں جا رہے ہیں' اس قبیلے کے لوگ بونے ہوتے ہیں۔ ان کے قد چار یا ساڑھے چار فٹ سے زیادہ نہیں ہوتے۔ وہ لمبی تڑنگی عورتوں کو اس لیے پسند نہیں کرتے کہ انہیں پیار کرنے کے لیے سیڑھی لگانی پڑتی ہے۔" اس بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔

فلاور نے پوچھا۔ "کیا یہ سچ ہے کہ وہ بونے ہوتے ہیں؟"

"بالکل سچ ہے۔ تمہاری طرح میں بھی گوری اور خوبصورت ہوں۔ میں بے خوف و خطر وہاں جا رہی ہوں پھر تم کیوں خوف سے مری جا رہی ہو؟"

عبداللہ نے کہا۔ "تم الپا کی بات مان کر اس ٹیم کے ساتھ جاؤ۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں کسی جنگلی قبیلے میں پھنسنے نہیں دیں گے۔ تمہیں وہاں سے واپس لے آئیں گے۔"

"تم لوگوں نے مجھے جنگل میں ہلاک نہیں کیا۔ میرے تمام ساتھیوں کو مار ڈالنے کے باوجود مجھے زندہ رکھا ہے۔ ایک اندیشہ سا ہے کہ شاید تم لوگ بھی مجھے اسی مقصد سے زندہ چھوڑ رہے ہو۔"

مرینا بولی۔ "چلو یہی سمجھتی رہو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ دماغی جھٹکے پہنچاؤں گی۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ مرینا نے اس کے اندر پہنچ کر ہلکا سا دماغی جھٹکا دیا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتی ہوئی کمرے سے باہر جا کر گر پڑی۔ یہ ضروری نہیں کہ گرنے والا پستی میں ہی گرے۔ قسمت کہاں ہو تو وہ ذلت کی پستی میں نہیں' عزت اور سلامتی کی جھولی میں گرتی ہے۔ وہ کمرے سے باہر آ کر کسی کے قدموں میں گر پڑی تھی۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ دیکھنے سے اتنا ہی دکھائی دیا کہ وہ ایک قد آور باڈی بلڈر ہے۔ یہ نہ جان سکی' نہ پہچان سکی کہ وہ پارس ہے۔ اول تو اس نے پارس کو کبھی دیکھا نہیں تھا۔ دوم یہ کہ وہ اپنے اصلی روپ میں نہیں تھا پھر یہ کہ وہ مرینا اور اس کی ٹیم کو پارس کی ٹیم سمجھ رہی تھی۔ "تم حسین عورتوں کو میرے ہی پاس آ کر گرنے کی جگہ ملتی ہے۔ کیوں خیریت تو ہے۔"

وہ سر کو تھام کر تکلیف سے کراہتی ہوئی بولی۔ "وہ..... وہ اس کمرے میں ٹیلی پیتھی جاننے والی باربرا ہے۔ اس نے مجھے دماغی جھٹکا دے کر کمرے سے باہر پھینک دیا ہے۔"

"ارے رے' کیسی بدذوق ہے۔ کلیجے سے لگانے والی چیز کو پھینک دیا ہے۔ ویسے تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کمرے میں جو خیال خوانی کرنے والی ہے' اس کا نام باربرا ہے؟"

"میرا سر دکھ رہا ہے۔ پلیز' مجھے یہاں سے لے چلو۔"

پارس نے اسے سہارا دیا اور اس کمرے میں لے آیا جہاں باربرا اور پاشا آرام کر رہے تھے۔ پاشا ایک حسینہ کو دیکھ کر مسکرایا۔ پھر بولا۔ "یہ ہیرا کہاں سے اٹھا لائے ہو؟"

"تمہارے گھر سے لایا ہوں۔ تم اس حسینہ کو اچھی طرح جانتے ہو لیکن اس کی پلاسٹک سرجری اتنی خوبصورتی سے کی گئی ہے کہ تم اسے پہچان نہیں سکو گے۔"

پاشا نے حیرانی سے اور سوالیہ نظروں سے فلاور کو دیکھا۔ باربرا نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ "کون ہے یہ؟"

وہ بولا۔ "تم نے اس مختصر سی ملاقات میں یہ سمجھ لیا ہو گا کہ پاشا بڑا دل پھینک ہے۔ اس حسینہ سے بھی ضرور عشق کرے گا۔ میں اسے ایک چکر میں ڈالنا چاہتا ہوں۔ تم پاشا کے سامنے صرف اتنا پوچھو کیا یہ وہی عورت ہے جس کا ذکر پاپا نے کیا تھا؟"

باربرا نے زبان سے پوچھا۔ "پارس! ہمارے پاپا جس عورت کا ذکر کر رہے تھے' کیا یہ وہی ہے؟"

پارس نے کہا۔ "ہاں' تم نے خوب پہچانا ہے۔ پاپا نے کہا تھا۔ اس کی پلاسٹک سرجری ہو چکی ہے۔ اسے روانہ کیا جا رہا ہے۔ یہ ہمیں دریائے جوبا کے پاس ملے گی۔"

پاشا نے پوچھا۔ "آخر یہ ہے کون؟"

"یہ تم بوجھو اگر بوجھ لو گے تو تمہاری' ورنہ اسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

فلاور سر کی تکلیف سے پریشان ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ پاشا اس کے چاروں طرف گھوم گھوم کر اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ باربرا اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی اور خیالات بتا رہے تھے کہ دوسرے کمرے میں ایک خیال خوانی کرنے والی باربرا موجود ہے۔ اس کے تین ساتھی ہیں۔ عبداللہ' صفورا' ڈی کروز اور چوتھا پارس ہے جو روپوش رہتا ہے۔ پچھلی بار جنگل میں مقابلے کے دوران بھی پارس کسی کے سامنے نہیں آیا۔

پاشا نے پوچھا۔ "کیا میں حسینہ کو چھو کر ٹٹول کر معلوم کر سکتا ہوں کہ یہ کون ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ اسے ہاتھ لگائے بغیر بوجھو۔ اور ہمیں کچھ دیر تک مخاطب نہ کرو۔"

اس نے پاشا کو فلاور کی ذات میں الجھا دیا۔ باربرا سوچ کے ذریعے اسے فلاور کے خیالات سنا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "میسودیوں کو بھی ان فارمولوں کی ہوا لگ گئی ہے۔ یہاں الپا اور اس کے آلۂ کار مرینا سے ٹکراتے رہے اور مرتے رہے اب اس کی دوسری ٹیم یہاں پہنچنے والی ہے۔ وہ ابھی تک مرینا کو باربرا سمجھ رہی ہے۔"

پارس نے کہا۔ "پہلے ہمارا خیال تھا' فارمولوں کا علم کسی کو نہیں ہے پھر پتا چلا' شی تارا اور مرینا کو یہ راز معلوم ہو چکا ہے۔ اب یہ تیسری پارٹی یہودیوں کی آگئی ہے۔"

وہ بولی۔ "پاپک مائس قبیلے میں پہنچنے تک پتا نہیں اور کتنے دشمنوں کا اضافہ ہو جائے گا۔ ہمیں جلد سے جلد وہاں پہنچنا چاہیے۔"

"جب تک کوئی لالچ نہیں آئے گی' ہم سب یہاں رکنے پر مجبور رہیں گے۔ یہاں رکنے میں بھی بہتری ہے۔ ہم یہیں ان مخالفین سے دو دو ہاتھ کر لیں گے۔ دریا پار کرنے والے دشمنوں کی تعداد جتنی کم ہو اتنا ہی ہمارے لیے اچھا ہو گا۔"

"پھر کیا ارادے ہیں؟ کہاں سے شروع ہونا چاہتے ہو؟"

"یہ دونوں پارٹیاں سمجھ رہی ہیں کہ پارس روپوش ہے لہٰذا میں جا رہا ہوں۔ روپوش رہ کر ان کا محاسبہ کروں گا۔ تم دونوں محتاط رہو اور ایک دوسرے کو اصل نام سے مخاطب نہ کرو۔"

پاشا نے پارس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "کیوں مجھے الجھا رہے ہو؟ خدا کے لیے بتاؤ یہ کون ہے اور میں اسے کیسے جانتا ہوں؟"

پارس نے کہا۔ "باربرا! اس کی سوئی حسینہ پر اٹک گئی ہے۔ اب یہ حاضر دماغ نہیں رہے گا تو خود بھی نقصان اٹھائے گا' ہمیں بھی نقصان پہنچائے گا۔"

"تم نے ہی حسینہ کو اس کے لیے معمّا بنایا ہے۔ اسے بتا کیوں نہیں دیتے کہ یہ کون ہے؟"

وہ پاشا کو ایک طرف لے جا کر بولا۔ "صرف اس کے چہرے کی نہیں پورے بدن کی پلاسٹک سرجری کی گئی ہے اسے بوڑھی سے جوان بنایا گیا ہے۔"

"شاید میرے لیے بوڑھی کے بدن کو جوانی دی گئی ہے۔ ویسے اب یہ کسی پہلو سے بوڑھی نہیں لگ رہی۔"

"آگے سنو۔ اس پر تنویمی عمل کر کے اس کی آواز اور لہجے کو بدلا گیا ہے اور اس کی پچھلی زندگی بھلا دی گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے' اب تو بتا دو یہ کون ہے؟"

"پاشا! بہت افسوس اور شرم کی بات ہے کہ تم اپنی بیوی مریم کو نہیں پہچان رہے ہو۔"

"کیا؟" وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔ فلاور کے پاس دوڑ کر گیا۔ اسے چھو کر' پکڑ پکڑ کر دیکھنے لگا۔ فلاور نے پارس سے پوچھا۔ "یہ میرے ساتھ ایسی حرکتیں کیوں کر رہا ہے؟"

"یہ تمہارا دیوانہ ہے' کہتا ہے' تمہیں دشمنوں سے بچائے گا' تمہارے لیے جان کی بازی لگا دے گا۔"

وہ بولی۔ "کسی جنگلی سردار کے مقابلے میں مجھے یہ موٹاپا ہے۔ کیوں مسٹر! تم مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا اور باربرا سے بچاؤ گے؟"

پاشا نے حیرانی سے پوچھا۔ "باربرا؟"

باربرا نے جلدی سے اس کے دماغ میں آ کر کہا۔ "یہ بے نہیں' بلکہ اس دوسرے کمرے والی کو باربرا سمجھ رہی ہے۔ تم آئندہ اس حسینہ کے یا کسی کے بھی سامنے میرا اور اپنا اصل نام نہ لینا۔ مجھے نیلما کہو اور اپنا کوئی سا بھی نام بتا دو۔"

پاشا نے فلاور کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "میں تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں اگرچہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو تمہارے دماغ میں آنے سے فی الحال نہیں روک سکوں گا لیکن حکمت عملی سے کام لیا جائے تو ٹیلی پیتھی کے عذاب سے محفوظ رہ سکو گی۔ میرے یہ دونوں ساتھی بہت ذہین ہیں۔ یہ کوئی تدبیر سوچ لیں گے۔"

پارس نے کہا۔ "تدبیر سیدھی سی ہے۔ عقلمندی یہ ہے کہ تم الپا کی بات مان کر اس کی ٹیم میں شامل رہو۔ تمہارا یہ عاشق صورت حرام تمہارے ساتھ۔۔۔"

پاشا نے آنکھیں دکھا کر پوچھا۔ "کیا کہا صورت حرام؟"

"صورت حرام نہیں' بہرام۔ تمہارا نام بہرام بتا رہا ہوں۔"

"ہاں۔ میرا نام بہرام ہے مگر ایمان سے کہو۔ یہ میری بیوی مریم نہیں ہے۔"

"تمہیں کیا لگ رہی ہے؟"

"یہ تو سر کے بال سے پاؤں کی ایڑی تک جوان دکھائی دے رہی ہے۔ میری بیوی نہیں ہو سکتی۔ کیوں مجھے ڈرا رہے ہو؟"

فلاور نے پوچھا۔ "تم لوگ کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

پارس نے کہا۔ "یہ اپنی بیوی سے ڈرتا ہے۔ پوچھتا ہے' کہیں اس کی بیوی تمہارے اندر نہ گھس پڑی ہو۔"

پاشا اسے دور لے جا کر بولا۔ "کیوں حسینہ کے سامنے مجھے ڈرپوک شوہر کہہ رہے ہو؟ تم پکے فراڈ ہو۔ یہ میری بیوی ہو ہی نہیں سکتی۔ بیوی سو برس تک پلاسٹک سرجری کراتی رہے تب بھی ایسی حسین محبوبہ نظر نہیں آئے گی۔"

"پاپا کی یہی پلاننگ تھی کہ تمہیں کبھی یقین نہ آئے کہ تم پلاسٹک سرجری کا فریب کھا کر اپنی وفادار بیوی سے از سرِ نو دوستی کر رہے ہو۔"

"یہ مجھ پر ظلم ہے۔ بیوی کو چاندی کے ورق میں لپیٹ کر دے

تب بھی وہ سیکنڈ ہینڈ کہلائے گی۔ خدا کے لیے ایک تر و تازہ گلاب پیش کر کے اس کا نام مریم نہ رکھو۔"

پارس نے پوچھا۔ "مس' تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے سب ہی پیار سے فلاور کہتے ہیں۔"

"دیکھو بہرام! کتنا پیارا نام ہے فلاور' تازہ کھلا ہوا پھول۔ اب تم اسے تازہ نہ سمجھو' باسی سمجھو تو یہ تمہاری صوابدید پر ہے۔ میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔"

وہ اپنی اپیل اٹھاتے ہوئے باربرا سے بولا۔ "ذرا میرے ساتھ باہر چلو۔"

وہ دونوں کمرے سے باہر آئے۔ باربرا نے کہا۔ "الپا تھوڑی دیر میں آئے گی تو فلاور کے دماغ سے معلوم کر لے گی کہ ہمارے ساتھ تم بھی تھے پھر کسی مصلحت کے تحت روپوش ہو گئے ہو۔"

"ناہیدہ دشمن چھپا رہے تو اگلے کی نیند اڑ جاتی ہے۔ وہ ذہنی دباؤ میں رہتا ہے۔ میں انہیں تجسس اور تشویش میں مبتلا رکھوں گا۔"

"یہ تم پاشا کو کس الجھن میں مبتلا کر کے جا رہے ہو۔"

"یہ تازہ اور باسی کے چکر میں کبھی محبت سے فلاور کی ذات میں دلچسپی لے گا' کبھی مریم سمجھ کر کترائے گا لیکن یہ غیرت مند بھی ہے۔ اپنی بیوی کو الپا اور اس کی ٹیم کے افراد کے آگے مجبور اور بے بس ہونے نہیں دے گا۔ تم دیکھتی جاؤ۔ میں نے اس کے لیے ایک ٹکٹ میں دو تماشے رکھے ہیں۔ وہ کبھی یہ اور کبھی وہ تماشا دیکھتا رہے گا۔"

"کیا تم شیطان کے ساتھ پیدا ہوئے تھے؟"

"نہیں' شیطان نے میرے ساتھ پیدا ہونے کا اعزاز حاصل کیا ہے؟"

"میں یہ کوشش کروں گی کہ پاشا کے ساتھ الپا کی ٹیم میں شامل ہو جاؤں۔"

"مشکل ہے' تم اور پاشا اپنے دماغوں میں الپا کو آنے نہیں دو گے۔ وہ تم دونوں پر کبھی بھروسا نہیں کرے گی پھر بھی کوشش کر دیکھو۔ اچھا تو میں جا رہا ہوں۔ مجھے رخصت کرو۔"

"جا تو رہے ہو' میں کیسے رخصت کروں؟"

"بھئی' پیار سے اور کیسے؟"

وہ اسے دھکے دیتے ہوئے بولی۔ "وہ عربی زبان میں شیطان کو بھگانے کے لیے کیا کہتے ہیں؟ ہاں یاد آیا۔ لاحول ولا قوۃ بھاگ جا ابلیس۔۔۔"

وہ خود بھاگ کر کمرے میں آئی اور دروازے کو بند کر لیا وہاں سے پلٹ کر دیکھا' پاشا' فلاور سے لگا بیٹھا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ تھام کر اس کی ایک ایک مخروطی انگلی کو چھو کر کہہ رہا تھا۔ "میں مر کر بھی یقین نہیں کروں گا کہ تم مریم ہو۔"

فلاور نے پوچھا۔ "یہ مریم کون ہے؟"

"آہ! بیوی ہے۔ جانتی ہو' بیوی کسے کہتے ہیں؟"

"ہاں' اسے کہتے ہیں جو مذہبی اور قانونی طور پر رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتی ہے۔"

"نہیں' بیوی ایک کمبل ہے' جو گرمی کے موسم میں بھی لپٹا رہتا ہے۔"

"اوہ نو۔ بیوی کے متعلق ایسی رائے نہ رکھو۔"

"تمہاری شادی نہیں ہوئی' میرا مطلب ہے۔ مجھ سے ہو چکی ہے مگر تم مریم کی حیثیت سے خود کو بھول چکی ہو۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"جو کہہ رہا ہوں' وہ سمجھ نہیں پاؤ گی۔ یوں سمجھ لو کہ پچھلے جنم میں تم میری بیوی تھیں' تمہارا نام مریم تھا۔ آہ! مرد وقت کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ زندگی کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے لیکن بیوی کو پیچھے چھوڑ دے تو وہ پیچھا نہیں چھوڑتی۔ تمہارے روپ میں سامنے آ جاتی ہے۔"

"کیا تم مجھے مصیبت سمجھ کر ایسا کہہ رہے ہو؟"

"نن۔۔۔ نہیں۔ تم مصیبت نہیں' محبت ہو۔ مقدر کی مہربانی ہو۔ تمہیں پا کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھتے ہیں۔ تم بھی ہاتھ اٹھاؤ اور دعا مانگو کہ تم اندر سے بوڑھی نہ نکلو۔"

"کیا تم مجھے عمر رسیدہ سمجھ رہے ہو؟"

"میرے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ ایسا اکثر ہوتا ہے' اوپر سے دیکھو تو عورت بیس برس کے اندر لگتی ہے۔ ماہرِ آثارِ قدیمہ کی طرح دریافت کرو تو کھنڈر نکلتی ہے۔"

وہ ناراضی سے اٹھ کر باربرا کے پاس آئی پھر بولی۔ "یہ بہرام میری انسلٹ کر رہا ہے۔ مجھے عمر رسیدہ اور کھنڈر کہہ رہا ہے۔"

باربرا نے کہا۔ "یہ بیوی کا جلا ہے' تمہیں پھونک پھونک کر پینا چاہتا ہے۔ یہ مرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔ تمہاری جیسی حسین عورت کے سامنے بیوی کی وفا کو بھلانا چاہتے ہیں مگر وہ گرم دودھ کی طرح جلاتی رہتی ہے۔"

"کیا یہ بیوی والا ہے؟"

"ہونے دو۔ تمہارا کیا جاتا ہے۔ اس پر دل آئے تو مرمٹنا' ورنہ اسے مرنے کے لیے چھوڑ دینا۔"

"تم کوئی مشورہ دو۔"

"میں تو مرد بیزار ہوں۔ عشق اور محبت اور رومانس اور شاعری سب کو بکواس سمجھتی ہوں' کسی بھی مرد سے دوستی نہیں کرتی۔"

"یہ ابھی جو گیا' کون تھا؟"

"اس جنگل میں ایک ہم سفر ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

"جھوٹ کہتی ہو۔ دیکھو میں عورت ہوں اور عورت کو اندر سے پڑھ لیتی ہوں۔ ابھی تم اسے کمرے سے بھگا رہی تھیں مگر اندر سے ڈر رہی تھیں کہ وہ کمرے سے جائے گا تو دل میں آ جائے گا اس لیے تم نے فوراً دروازہ بند کر لیا۔ اس وقت میں نے دیکھا

تمہارا چہرہ کچھ کہہ رہا تھا۔ پتا نہیں دل کیا کچھ کہہ رہا ہو۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تمہیں یہ بتا دوں کہ میں لڑکی نہیں ہوں۔"

فلاور قہقہہ لگانے لگی۔ باربرا نے کہا۔ "ہنسی نہ اڑاؤ۔ یقین کرو میں بغلا ہر لڑکی دکھائی دیتی ہوں مگر نہیں ہوں۔ میں مرد ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے پاشا کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے بولی۔ "ادھر وہ بکی بکی باتیں کر رہا ہے۔ مجھ جوان کو بوڑھی سمجھ رہا ہے اور تم لڑکی ہو کر خود کو لڑکا کہہ رہی ہو۔ کیا میں دیوانوں کی ٹولی میں آ گئی ہوں؟"

وہ باربرا کے پاس سے اٹھ گئی۔ ہنستی ہوئی دروازے تک گئی پھر بولی۔ "میں باہر جا رہی ہوں' ذرا تازہ ہوا کھانے کے لئے۔"

وہ دروازہ کھول کر چلی گئی۔ پاشا نے باربرا کے قریب آ کر کہا۔ "تمہیں اس کے سامنے یہ نہیں کہنا چاہئے تھا کہ تم خود کو لڑکی نہیں لڑکا سمجھتی ہو۔"

"جب میں مرد ہوں تو خود کو عورت کیوں کہوں؟"

"یہ تو سوچو اگر الپا آ کر فلاور کے خیالات پڑھے گی اور اسے معلوم ہو گا کہ تم خود کو مرد کہتی ہو تو پھر راز کھل جائے گا کہ تم باربرا ہو۔"

"ہاں' یہ غلطی ہو گئی۔ مجھے ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔ ویسے میں سمجھتی ہوں کہ الپا اور دوسرے یہودی میرے متعلق یہ نہیں جانتے ہیں کہ باربرا کوئی ایسی ہستی ہے' جو کبھی مکمل عورت نہیں تھی اور یہ کہ اس کا آپریشن کرایا گیا ہے۔"

"اچھا ہے کہ وہ نہ جانتے ہو لیکن تمہیں محتاط رہنا چاہئے۔"

"محتاط رہوں گی لیکن وہ مجھ پر جھوٹا الزام لگا رہی تھی کہ میں پارس سے متاثر ہوں اور میرا چہرہ کوئی چغلی کھاتا ہے۔"

"وہ تو ابھی دیکھ کر یہ کہہ رہی ہے' میں قاہرہ سے دیکھتا آ رہا ہوں۔"

"کیا دیکھتے آ رہے ہو؟"

"میں وضاحت سے نہیں کہہ سکتا کیوں کہ کسی محبت کرنے والی لڑکی کے دل کی بات سنائی نہیں دیتی' اس بات کا عکس چہرے سے جھلکتا ہے۔"

"بکواس مت کرو' بتاؤ میرے چہرے سے کیا جھلکتا ہے؟ مجھے تو وہ ذرا بھی اچھا نہیں لگتا۔ تم نے دیکھا ہے کہ میں اس سے لڑتی رہتی ہوں۔"

"یہی بار بار کا لڑنا محبت کی دلیل ہے۔ تم مانو نہ مانو مگر اس سے محبت کرتی ہو اور اپنے آپ سے لڑتی رہتی ہو۔"

"اچھا زیادہ ماہرِ نفسیات نہ بنو۔ خاموش بیٹھو۔"

"دو انسان ایک دوسرے کے سامنے خاموش بیٹھے رہیں تو فلسفی یا پاگل کہلاتے ہیں۔"

اس نے پاشا کو ٹالنے کے لیے کہا۔ "جانتی ہو' فلاور تم سے دور جا کر کیا سوچتی ہے؟"

"کیا سوچتی ہے؟"

"میں کہوں گی تو یقین نہیں آئے گا۔ چپ چاپ اس کے قریب جا کر سن لو مگر قریب جانے کی کیا ضرورت ہے۔ تم تو ہزاروں میل کی دوری سے بھی سن لیتے ہو۔"

"ہاں لیکن کسی کے خیالات نہیں سن سکتا۔"

"تم اس کی ایک عادت نہیں جانتے ہو۔ وہ تنہائی میں سوچتے وقت بڑبڑاتی ہے۔ یقین نہ ہو تو کان لگا کر سنو۔"

یہ کہتے ہی وہ فلاور کے دماغ میں چلی گئی۔ فلاور دریا کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ باربرا نے اسے زبان سے بڑبڑانے پر مجبور کیا۔ وہ دھیمی آواز میں کہنے لگی۔ "آہ! یہ مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ جب میں بالکل تنہا ہوتی ہوں تو مجھے یاد آتا ہے کہ میں اپنے پیارے شوہر کی بیوی مریم ہوں۔"

پاشا کان لگا کر سن رہا تھا۔ اسے مایوسی سی ہو رہی تھی۔ وہ بیس برس کی حسینہ تنہائی میں خود کو چالیس برس کی کہہ رہی تھی اور اس کے عشق کا چالیسواں کر رہی تھی۔

اس نے بھرپور توجہ سے سنا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ ابھی میری تنہائی میں آتا۔ یہاں نیلا اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔ شاید میں یہاں اپنے پیاروں کی موجودگی میں خود کو اس کی پیاری بیوی کی حیثیت سے یاد رکھ سکوں۔"

پاشا نے باربرا سے کہا۔ "پارس درست کہہ رہا تھا' وہ مریم ہے۔ وہ تنہائی میں خود کو پہچان رہی ہے۔ لل... لیکن۔"

باربرا نے پوچھا۔ "لیکن پر سوئی کیوں اٹک گئی؟"

"وہ بات یہ ہے کہ میں نے اسے چھو کر دیکھا ہے۔ اس کا ہاتھ بھی پکڑا ہے۔ میں کیا بتاؤں کہ وہ کیسی حرارت بخش اور پرکشش ہے۔ اس کی عمر بیس برس سے ایک منٹ بھی زیادہ نہیں ہوگی۔"

"اس کی عمر کا حساب مجھے کیوں بتا رہے ہو۔ اس کے پاس جاؤ اور کسی ایک نتیجے پر پہنچو۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سوچتے ہوئے جانے لگا پھر دروازے پر رک کر بولا۔ "یہ مجھ پر ظلم ہو رہا ہے۔"

"کون ظلم کر رہا ہے؟ کیسے ظلم کر رہا ہے؟"

"یہ کوئی شرافت ہے' میری بیوی کی سرجری کیوں کرائی گئی؟ کیوں اسے اس قدر پرکشش بنایا گیا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟"

"مقصد ہے' انسانی فطرت کو سمجھنا۔ خصوصاً مرد کی نیت اسی طرح سے سمجھ میں آتی ہے۔ تم مردوں کی محبت ہوتی کیا ہے؟ عورت جب تک محبوبہ رہتی ہے' اس پر جان چھڑکتے رہتے ہو۔ بیوی بن جائے تو چند دنوں کی قربت سے بیزار ہو جاتے ہو۔ وہی بیوی فلاور جیسی حسین بن کر آ جائے تو پھر اس کے عاشق بن جاتے ہو اور یہ انکشاف ہو جائے کہ حسینہ کے اندر یہودی چھپی ہوئی ہے تو تذبذب میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ آخر کیا ہو تم لوگ؟ ایسی دوغلی نیت

رکھتے ہوئے کبھی شرماتے نہیں ہو؟"

"اچھا زیادہ نہ بولو۔ عورتیں بھی کم نہیں ہوتیں۔ میں اس موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ اتنا کہہ دیتا ہوں' اگر یہ بیوی ثابت ہوئی تو اچھا نہیں ہو گا۔"

"اچھا نہیں ہو گا تو برا کس کا ہو گا؟"

"کھونسا دکھا کر بولا۔ "میں پارس کا مُنہ توڑ دوں گا۔"

وہ پلٹ کر دروازہ کھولتے ہوئے باہر آ گیا۔ اس چار دیواری میں چار بڑے کمرے تھے ان میں سے ایک خالی تھا۔ دوسرے کمرے میں مرینا اپنی ٹیم کے ساتھ تھی۔ تیسرے میں باربرا تھی چوتھے کمرے میں دو عورتیں اور چار مرد تھے۔ ان کے پاس ٹی وی کیمرے لائٹس اور ایک بڑا جنریٹر تھا ان کے سامان سے پتا چلتا تھا کہ وہ جنگل کے موضوع پر ویڈیو فلم کی شوٹنگ کے لیے آئے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے پاس کچھ نقلی ہتھیار بھی تھے اور کچھ اصلی بھی تھے تاکہ جنگلی درندوں سے سامنا ہو تو انہیں ہلاک کیا جا سکے۔

الپا ایک ناکامی کے بعد دوسری بار زبردست تیاریاں کر کے آنے والی تھی۔ بلیک آدم کے وہاں پہنچنے سے پہلے باربرا اور اس کے ساتھیوں پر نظر رکھنا چاہتی تھی۔ پتا نہیں وہ کب تک مرینا کو باربرا سمجھتی رہے گی پھر اسے فلاور کے خیالات سے پتا چلا کہ دوسرے کمرے میں بھی ایک لڑکی دو مردوں کے ساتھ آئی ہوئی ہے۔ لڑکی کا نام نیلا اور ایک مرد کا نام بہرام ہے۔ دوسرے مرد (پارس) کا نام نہ معلوم ہو سکا کیوں کہ فلاور کے سامنے اس کا نام نہیں لیا گیا تھا اور وہ کہیں چلا گیا تھا۔

الپا پھر دھوکا کھا رہی تھی۔ باربرا کو نیلا سمجھ رہی تھی۔ اس نے ایک بار چپکے سے باربرا کے خیالات پڑھنے چاہے لیکن باربرا نے فوراً ہی سانس روک لی تھی پھر اس نے پاشا کے خیالات پڑھنا چاہے وہاں بھی ناکامی ہوئی۔ اس ناکامی سے شبہ ہوا کہ یہ دوسرے کمرے والے پُراسرار ہیں۔ شاید خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

اس نے پھر فلاور کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ بہرام (پاشا) اپنی بیوی مریم سے گھبراتا ہے۔ الپا نہیں جانتی تھی کہ کوئی مریم ہے جو پاشا کی بیوی ہے۔ اس کا تجسس بڑھ گیا تھا۔ اپنے دماغوں میں اس کا راستہ روکنے والے غیر معمولی لوگ لگ رہے تھے۔ ان کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے اس نے چوتھے کمرے کے مسافروں کو آلۂ کار بنایا۔

جب فلاور کمرے سے باہر آئی تو چوتھے کمرے کے باہر ایک شخص بیٹھا پیرلی رہا تھا۔ الپا نے فلاور کو مسکرا کر اس سے باتیں کرنے پر مجبور کیا۔ اس شخص نے جواباً کہا۔ "آؤ' بیٹھو' میرا نام جان بوائڈ ہے' اور تمہارا؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "مجھے فلاور کہتے ہیں۔"

"میں پیئر سے شغل کر رہا ہوں۔ میرا ساتھ دینا پسند کرو گی؟"

"شکریہ! میں نہیں پیتی اور بیٹھ بھی نہیں سکتی۔ ایک ضروری کام سے جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ الپا' جان بوائڈ کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ جنگل میں بنائی جانے والی فلم کا ہیرو تھا۔ ایک ہیروئن اپنی بہن کے ساتھ کمرے کے اندر آرام کر رہی تھی۔ باقی تین مردوں میں سے ایک ڈائریکٹر' دوسرا کیمرامین اور تیسرا اسسٹنٹ تھا۔

ان چاروں کے چہروں پر فلم میکرز کے نقاب چڑھے ہوئے تھے۔ یہ درپردہ ہیروں کے اسمگلرز تھے۔ دریائے جوبا کے راستے جنوبی افریقہ جا رہے تھے۔ وہاں ایک پارٹی سے سودا ہو چکا تھا وہ اس پارٹی سے ہیرے لے کر اٹلی کے ایک گاڈ فادر کے پاس پہنچانے والے تھے۔ وہ چاروں اٹلی کے بدنام ترین مجرم تھے۔ انہیں یاد نہیں تھا کہ وہ اب تک کتنے قتل کر چکے ہیں اور نہ آئندہ یاد رکھنا چاہتے تھے۔

ان کے ساتھ جو دو حسینائیں تھیں' وہ بھی چھٹی ہوئی تھیں۔ اپنے شکار کو محبت سے پھانستی تھیں پھر گلے لگ کر گلا کاٹتی تھیں۔ ان کے پاس فلمی شوٹنگ کے نقلی ہتھیار کم اور اصلی زیادہ تھے۔ انہوں نے بڑا سا بھاری بھرکم جنریٹر اس لیے ساتھ رکھا تھا کہ افریقہ کی ایک پہاڑی کے غار کے اندر جانا تھا۔ جہاں دن کو بھی گہری تاریکی رہا کرتی تھی۔ وہ لوگ کروڑوں ڈالرز کے ہیرے اسمگل کرنے کے لیے پورے انتظامات کے ساتھ جا رہے تھے۔

الپا کو اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس بات سے دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ ہیرے کس غار سے لائے جائیں گے اور کہاں پہنچائے جائیں گے۔ یہ خیال خوانی کرنے والوں کے لیے معمولی سی بات تھی۔ اسمگلرز جان جوکھم میں ڈال کر ہیرے لاتے۔ الپا جب چاہتی اپنے پسندیدہ ہیرے ان ہی اسمگلرز کے ذریعے اپنے پاس منگوا لیتی۔ اس نے ہیروں کو نظر انداز کیا اور جان بوائڈ کے ذریعے ان تمام اسمگلرز کے دماغوں میں جگہ بنائی۔

اس نے تھوڑی دیر بعد جان کے ذریعے دیکھا' پاشا دریا کے ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ فلاور بھی ادھر ہی گئی تھی۔ الپا نے جان کی سوچ میں کہا۔ "پہلے وہ فلاور نامی حسینہ تاریکی میں ادھر گئی۔ اب اس کے پیچھے یہ شخص جا رہا ہے۔ ضرور کوئی خاص بات ہے۔ معلوم کرنا چاہئے۔"

وہ بے اختیار بیئر کا کین اٹھا کر کرسی سے اٹھ گیا۔ پھر پاشا سے بہت فاصلہ رکھ کر دبے قدموں اس کے پیچھے جانے لگا۔ الپا نے معلوم کیا تھا' جان کے کوٹ کے اندرونی جیب میں ایک ننھا سا پستول ہے' جو بہرام (پاشا) کو زخمی کرنے کے لیے کافی ہے۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح اس سانس روکنے والے کے دماغ میں ایک بار پہنچ جائے پھر اس کی اور اس کے ساتھیوں کی اصلیت معلوم کر لے گی۔

الپا نہیں جانتی تھی کہ جس شخص کا تعاقب کرا رہی ہے' وہ تعاقب کرنے والے کی سانسوں کی ہلکی سی آواز بھی پچیس گز کی

دوری سے سن رہا تھا۔ پاشا چلتے چلتے ایک جھاڑی کے پیچھے بیٹھ گیا پھر چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا ذرا دور ایک درخت کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ درخت کی آڑ سے دیکھنے لگا۔ جان ایک جگہ رک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اسے حیرانی تھی کہ آگے جانے والا کہاں گم ہو گیا تھا۔

پاشا تاریکی میں صاف دیکھ رہا تھا۔ جان نے دیکھنے کے لیے مجبوراً ٹارچ روشن کی تھی۔ الپا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے دریا کنارے فلاور کے پاس جانا چاہئے۔ وہ شخص ضرور اس حسینہ کے پیچھے جائے گا۔"

جان بوائیڈ نے بیزاری سے سوچا۔ "لعنت ہے۔ میں کیوں خواہ مخواہ ان کے پیچھے لگ گیا ہوں۔"

الپا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اس لیے کہ یہ لوگ پُراسرار ہیں۔ اگر ان کی اصلیت معلوم نہیں کروں گا تو یہ اسمگلنگ کی راہ میں رکاوٹ بنیں گے۔"

"جب یہ رکاوٹ بنیں گے تو ان میں سے ہر ایک کے لیے میری رائفل کی ایک ایک گولی کافی ہو گی۔"

وہ پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف جانا چاہتا تھا لیکن نہ جا سکا۔ اس کے قدم رک گئے وہ پھر ادھر گھوم گیا' جدھر فلاور گئی تھی۔ تب سمجھ میں آیا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ الپا نے کہا۔ "ہاں' تم اپنے اختیار میں نہیں ہو۔ میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ تم میرے محکوم ہو۔ میں جو حکم دوں گی' اس پر تم عمل کرو گے۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا یہ ٹیلی پیتھی ہے؟"

"ہاں' یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تم لوگ کروڑوں ڈالرز کے ہیرے اسمگل کرنے آئے ہو۔ میں چاہوں تو تم میں سے کوئی یہاں سے ایک قدم آگے نہ جا سکے' اگر میں چاہوں تو اسمگل ہونے والے تمام ہیروں کو سمندر کی تہ میں پہنچا دوں اور اگر دوست بن جاؤں تو کسٹم پولیس کی کھوپڑیاں گھما کر تمام ہیروں کو کھلے عام تمہارے گاڈفادر تک پہنچا دوں۔"

"واقعی تم ایسا کر سکتی ہو اگر ہماری دوست بن جاؤ تو ہمیں مال چھپا کر لے جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"تو پھر تالی دونوں ہاتھوں سے بجے گی۔ مجھ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو میرے لیے جاسوسی کرو۔"

"ضرور کروں گا۔ بولو' کیا چاہتی ہو؟"

"تم جس شخص کا تعاقب کر رہے ہو' وہ یوگا کا ماہر ہے۔ میں اس کے دماغ میں جاتی ہوں تو وہ سانس روک لیتا ہے اس طرح میں اس کے دماغ کو کنٹرول نہیں کر سکتی۔ اگر تم اس کے بازو یا ٹانگ پر گولی مار کر زخمی کرو گے تو وہ پھر سانس روکنے کے قابل نہیں رہے گا۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما لوں گی۔"

"تم زخمی کرنے کی بات کہہ رہی ہو' میں اسے قتل کر سکتا ہوں۔ ویسے سمجھ رہا ہوں کہ وہ شخص تمہیں زندہ چاہئے۔"

"ہاں' تم فلاور کے قریب کہیں جا کر چھپے رہو۔ وہ ضرور اس سے ملنے آئے گا۔"

وہ ساحل کی طرف جانے لگا۔ باربرا کمرے میں تنہا تھی۔ فلاور اور پاشا سے توقع تھی کہ وہ جلد ہی کمرے میں واپس آئیں گے جب وہ نہیں آئے تو اس نے فلاور کے اندر جھانک کر دیکھا وہ گھاٹ کے چبوترے پر بیٹھی مشعل کی روشنی میں دریا کی لہروں کو تک رہی تھی اس کی سوچ نے بتایا کہ پاشا اس کے پاس نہیں پہنچا ہے۔

باربرا کو تشویش ہوئی کہ وہ کہاں رہ گیا ہے؟ اس نے دماغ پر دستک دی پھر کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے بولی۔ "تم تو فلاور کے پاس جا رہے تھے یہاں درخت کے پیچھے کیا کر رہے ہو؟"

"ایک شخص میرا پیچھا کر رہا تھا۔ میں اسے تاریکی میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ فلاور کی طرف جا کر ایک بڑے پتھر کے پیچھے چھپ گیا ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا یہ مریخ کا آدمی ہو گا؟"

"اس کی گردن پکڑنے سے اصلیت معلوم ہو گی۔ اس کی پشت میری طرف ہے۔ تم میرے پاس رہو۔ جیسے ہی اس کی گردن دبوچ لوں' تم اس کی کھوپڑی میں پہنچ جانا۔"

وہ دبے قدموں آگے بڑھنے لگا۔ ذرا آگے بہت سے سوکھے پتے زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہاں قدم پڑتے ہی وہ پتے شور مچانے لگتے۔ غیر معمولی بصارت کام آئی تھی۔ اس نے تاریکی میں سوکھے پتے دیکھ لیے تھے۔ وہاں سے کترا کر راستہ بدلا اور دوسری سمت جانے لگا۔

جان بوائیڈ کی شامت آئی تھی۔ وہ پتھر کے پیچھے سے تاریکی میں صرف فلاور کو دیکھ سکتا تھا کیوں کہ وہ مشعل کے قریب بیٹھی ہوئی تھی اور دوسری سمت ٹارچ کی روشنی کے بغیر نہیں دیکھ سکتا تھا اور وہاں ٹارچ روشن کرنے سے اندیشہ تھا کہ چھپا ہوا دشمن اسے دیکھ لے گا۔

وہ خرگوش کی طرح خوش فہمی میں رہا کہ دشمن کی نظروں سے چھپا ہوا ہے۔ ایسے ہی وقت پاشا نے پیچھے سے آ کر اس کی گردن دبوچ لی۔ جان بوائیڈ کا اپنے متعلق خیال تھا کہ وہ بہترین فائٹر ہے اور مقابل کے داؤ پیچ کا توڑ کر سکتا ہے اس کی یہ خوش فہمی ختم ہو گئی۔ اس نے گرفت سے نکلنے کے لیے پوری طاقت اور پوری صلاحیتیں آزما لیں تب پتا چلا کہ مقابل گوشت پوست کا نہیں لوہے کا بنا ہوا ہے۔

وہ تکلیف برداشت کرتے ہوئے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالنے لگا۔ باربرا نے کہا۔ "پاشا! یہ اندر کی جیب سے پستول نکالنا چاہتا ہے۔"

پاشا نے اس کی کلائی پکڑ کر موڑ دی۔ اس کی جیب سے پستول نکال کر پوچھا۔ "کیا اس کی ضرورت ہے؟ اس کے خیالات کیسے

رہی ہو؟"

"اس کی ضرورت اتنی ہی ہے کہ اس کے ذریعے اس کے دوسرے ساتھیوں تک پہنچ سکوں گی اسے چھوڑ دو اور واپس جانے دو۔"

پاشا نے اسے چھوڑ دیا' الپا کہہ رہی تھی۔ "جان! تم تو اس کے مقابلے میں چوہے ثابت ہوئے۔"

"مجھے چوہا کہہ لو لیکن یہ شخص آدمی نہیں فولادی روبوٹ ہے۔ اس پر کیا کوئی بھی گوشت پوست کا پہلوان اس سے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔"

باربرا نے جان کے دماغ میں آ کر کہا۔ "الپا! میں شی تارا بول رہی ہوں۔ تم ان لوگوں کو آلۂ کار بنا کر پھر منہ کی کھاؤ گی۔"

"شی تارا کیا تم جنگل میں ہو؟"

"یہ احمقانہ سوال ہے۔ کیوں اپنی قوت سے زیادہ زور دکھا رہی ہو۔ تمہاری ایک ٹیم پارس' باربرا' پاشا اور ایک زہریلی لڑکی کے ہاتھوں فنا ہو چکی ہے۔ اب اپنے پیاروں کی سلامتی چاہو تو ادھر کا رخ نہ کرو۔"

"تمہارے مشورے کا شکریہ۔ مجھے اندازہ ہو چکا ہے کہ تم یا تمہارا کوئی ایک خیال خوانی کرنے والی اپنی ٹیم کے ساتھ اس جنگل میں موجود ہے۔"

"تم اپنے اندازوں پر چلتی رہو اور ٹھوکریں کھاتی رہو۔ ایک مشورہ اور دیتی ہوں ان اسمگلرز کو آلۂ کار نہ بناؤ۔ میں انہیں تمہارے کسی کام نہیں آنے دوں گی۔"

الپا نے برین آدم کے پاس آ کر کہا۔ "بڑے بھائی! شی تارا کی ٹیم بھی وہاں پہنچ گئی ہے۔"

اس نے بڑے بھائی کو موجودہ روداد سنائی۔ اس نے کہا۔ "برادر بلیک آدم کے پاس جاؤ۔ اسے صورتِ حال سے آگاہ کرو اور سمجھاؤ کہ اس کے لیے پارس کی ٹیم زیادہ خطرناک ہے کیوں کہ اس ٹیم میں دو زہریلے ہیں' پارس اور وہ زہریلی لڑکی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں برادر کے پاس جا رہی ہوں۔"

"اور سنو! برادر بلیک آدم کے وہاں پہنچنے تک ان اسمگلرز کو نہ آلۂ کار بناؤ۔ کوشش کرو کہ زیادہ سے زیادہ دشمن زخمی ہو کر تمہاری خیال خوانی کی زد میں آ جائیں۔"

وہ بلیک آدم کے پاس چلی گئی۔ ادھر باربرا نے جان بوائیڈ کو الپا کے کمرے میں جانے پر مجبور کیا۔ وہ دوسرے اسمگلرز کے پاس آ کر انہیں بتانے لگا کہ کس طرح ایک خیال خوانی کرنے والی نے اسے ٹریپ کیا تھا اور وہ انہیں ہیروں کے اسمگلرز کے طور پر اچھی طرح جانتی ہے۔

الپا کے ساتھی یقین نہیں کر رہے تھے کہ اس جنگل میں ایک خیال خوانی جاننے والی آ گئی ہے۔ جان بوائیڈ نے کہا۔ "تم ایک پر یقین نہیں کر رہے ہو بعد میں ایک اور میرے دماغ میں آ گئی تھی۔ یعنی دو ٹیلی پیتھی جاننے والیاں میرے دماغ میں لڑنے کے انداز میں ایک دوسرے سے بول رہی تھیں۔"

یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی۔ تمام ساتھی اسے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے اس نے زیادہ پی لی ہو یا اس کا دماغ چل گیا ہو پھر اس نے باربرا کی مرضی کے مطابق کہا۔ "یہ ابھی میرے اندر موجود ہے اور تمہارے اندر آ کر اپنی موجودگی کا یقین دلائے گی۔"

باربرا نے ایک کے ذریعے دوسرے اور دوسرے کے ذریعے تیسرے کی آوازیں سنی تھیں۔ وہ ایک کے اندر آئی اس نے اپنے ساتھی کو ایک تھپڑ مار کر کہا۔ "یہ میں نے نہیں اس نے مارا ہے۔"

مار کھانے والے نے تیسرے کو الٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا۔ "یہ وہی ہے' اپنی موجودگی کا یقین دلا رہی ہے۔"

ان کے ساتھ دو حسینائیں تھیں۔ وہ ایک دوسرے سے لڑنے لگیں پھر اچانک ہی سب خاموش ہو گئے۔ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ جان نے کہا۔ "ہم کبھی آپس میں یوں نہیں لڑتے تھے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی نے ہمیں مجبور کیا تھا۔"

ایک حسینہ سہم کر بولی۔ "افریقہ کے جادوگر مشہور ہیں۔ یہ کوئی جادو کی چکر ہے۔"

باربرا نے دوسری حسینہ کی زبان سے کہا۔ "میں اس کی زبان سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی بول رہی ہو۔ تم سب اسے ٹیلی پیتھی سمجھو یا کوئی جادو' میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہیں سمجھانے آئی ہوں۔ یہاں تمہاری ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے۔ جان بوائیڈ اس کی باتیں سن چکا ہے۔ میں ایک بات سمجھاتی ہوں۔ تم میں سے کوئی صبح تک اس کمرے سے باہر نہ جائے' اگر کوئی ساتھی جبڑا جانا چاہے تو سمجھ لینا وہ دشمن عورت دماغ میں گھس کر اسے باہر موت کے مُنہ میں لے جا رہی ہے۔"

جان بوائیڈ نے پوچھا۔ "اس جادو کا توڑ کیا ہو گا؟"

"اس کا ایک ہی راستہ ہے جو جبڑا باہر جانا چاہے اسے سب مل کر پکڑ لو۔ ہرگز جانے نہ دو۔"

"اگر سب ہی جبڑا باہر جانا چاہیں تو؟"

"وہ ایک ہی دشمن ہے۔ ایک وقت میں ایک ہی کے دماغ میں آئے گی۔ بیک وقت تم سب کو مجبور نہیں کر سکے گی۔"

انہوں نے سر ہلایا۔ وعدہ کیا کہ صبح تک کمرے سے باہر نہیں جائیں گے۔ باربرا وہاں سے فلاور کے پاس آئی۔ پاشا اس کے پاس آ کر گھاٹ کے چبوترے پر بیٹھ گیا تھا اور اس سے پوچھ رہا تھا۔ "تمہیں پتا ہے' کوئی پندرہ بیس منٹ پہلے تم تنہائی میں کیا بڑبڑا رہی تھیں؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں بڑبڑا رہی تھی؟"

"میں چھپ کر سن رہا تھا' تم کہہ رہی تھیں کہ تمہیں تنہائی میں بھولی ہوئی باتیں یاد آتی ہیں اور تمہیں یہ یاد آتا ہے کہ تم میری

بیوی مریم ہو۔"

فلاور نے تنہائی میں جب ایسا کہا تھا تو اس وقت باربرا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اسی لیے اسے اپنی بڑبڑائی ہوئی بات یاد نہیں رہی تھی۔ وہ بولی "میں ایسی کوئی بات نہیں کہہ رہی تھی۔ کیا میرا دماغ چل گیا ہے کہ میں خود کو تمہاری بیوی مریم کہوں؟"

پاشا نے کہا۔ "میں اسی بات پر حیران ہوں کہ تم تو کنواری ہو' ایسا کیوں کہہ رہی ہو مگر ایمان سے کہتا ہوں' تم ایسا کہہ رہی تھیں۔ میں نے چھپ کر صاف طور سے سنا ہے۔"

"یہ بات خلافِ تہذیب ہے کہ تم چھپ کر میری باتیں سنتے ہو۔ میری نوہ میں رہتے ہو' کیا تم فبطی ہو؟"

"پلیز' غصہ نہ کرو۔ تم تنہائی میں یہ بھی کہہ رہی تھیں کہ ایسے میں تمہارے پاس چلا آؤں تو یہاں شاید تم مجھے بیوی کی حیثیت سے پہچان لو۔"

"کیا بکواس ہے' میری شادی نہیں ہوئی پھر بیوی کی حیثیت سے کیوں پہچاننے کی حماقت کروں گی۔"

وہ بولا "میاں بیوی کو مارو گولی۔ آؤ ہم ایک نئی زندگی شروع کریں۔"

"مجھے تم سے ڈر لگتا ہے۔"

"کیا میں بدصورت اور ہیبت ناک ہوں؟ قابلِ نفرت ہوں؟"

"بالکل نہیں۔ تم تو پہلی ہی نظر سے اچھے لگ رہے ہو لیکن بہکی بہکی باتیں کرتے ہو تو ڈر لگتا ہے۔"

اس نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "مجھ سے نہ ڈرو۔ میں تمہارا عاشق جانباز ہوں۔ آؤ ہم جنگل میں منگل منائیں۔"

"نہیں' میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔"

"مانا کہ ایسی لڑکی نہیں ہو لیکن یہ سوچو' وحشی قبیلے میں جاؤ گی تو وہ نہیں پوچھیں گے کہ ایسی ہو یا نہیں؟ وہ ایسی کی تیسی کر دیں گے۔ بہتر ہے مجھ جیسے شریف عاشق کی قدر کرو اور مجھے شکوک و شبہات کی دلدل سے نکالو۔"

"کیسے شکوک و شبہات؟"

"یہی کہ تم چالیس سالہ مریم نہیں ہو۔"

وہ ایک جھٹکے سے الگ ہو کر بولی۔ "تم پھر مجھے مریم کہہ رہے ہو۔ مجھے بوڑھی کہہ کر میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"دیکھو' تمہارا غصہ بتا رہا ہے کہ بیویاں اسی طرح جھگڑتی ہیں۔"

"تم نے بیوی کہہ کر اسے میری چڑ بنا لی ہے۔"

اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچا پھر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر مشعل سے دور تاریکی میں جاتے ہوئے بولا۔ "اگر تم بیوی ثابت ہوئیں تو تمہارے ساتھ ساتھ اس شیطان پارس کا بھی منہ کالا۔"

الپا تھوڑی دیر بعد واپس آئی۔ پہلے اس نے فلاور کے کمرے میں جھانک کر دیکھا تو موقع غنیمت لگا۔ اگر ایسے وقت وہ فلاور کے عاشق پر حملہ کراتی تو وہ غفلت میں ضرور زخمی ہو سکتا تھا اور اس کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھول سکتا تھا۔

وہ اسٹگرز کے درمیان جان بوائنڈ کے پاس آئی پھر بولی۔ "فوراً رائفل اٹھاؤ اور باہر چلو۔"

وہ بولا۔ "سوری۔ میں خطرات سے کھیلنے نہیں جاؤں گا۔"

"تمہارا تو باپ بھی جائے گا۔ چلو اٹھو۔"

اس نے جان کے دماغ پر قبضہ جمایا وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر اپنی رائفل اٹھا کر لوڈ کرنے لگا۔ ایک ساتھی نے چونک کر پوچھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

وہ غرا کر بولا۔ "کچھ نہیں' تم سب آرام کرو میں ابھی آتا ہوں۔"

ایک ساتھی فوراً ہی اپنی رائفل اٹھا کر دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ اس کا راستہ روکتے ہوئے بولا۔ "ہم سمجھ گئے ہیں۔ دوشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی آئی ہے۔ ہم تمہیں باہر جانے نہیں دیں گے۔"

دوسرے ساتھی بھی اپنی اپنی گن لے کر بولے۔ "پیارے دوست جان! اپنی رائفل پھینک دو۔ ہم دوست کو موت سے بچانے کے لیے زخمی کر کے اس کمرے تک محدود کر سکتے ہیں۔"

باربرا نے ایک حسینہ کے ذریعے کہا۔ "الپا! تم ایک کو چھوڑ کر دوسرے کے دماغ پر قبضہ کرو گی لیکن یہاں چار مرد ہیں۔ باقی تین اپنے چوتھے ساتھی کو روکیں گے۔"

الپا نے دوسری حسینہ کی زبان سے کہا۔ "اگر اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی تو میں ایک کے ذریعے دوسرے کو گولی مار دی جاؤں گی۔"

"ایسا کرنے سے پہلے سوچو' تمہیں کیا حاصل ہو گا؟ یہاں ایسے بے گناہ چار مرد اور دو عورتیں ہیں جن سے ہماری تمہاری کوئی عداوت نہیں ہے۔ ان بیچاروں کا ہمارے معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"جب میں انہیں استعمال کر رہی ہوں تو سمجھو تعلق ہے۔ تم میرا راستہ نہیں روک سکو گی۔"

"الپا! اتنا عرصہ گزر گیا ہے' تم نے اب تک تجربہ اور دانائی حاصل نہیں کی ہے یہ لکھ لو کہ تمہیں ناکامی ہو گی۔ میں یہاں سے جا کر فوراً اپنے ساتھیوں کو خطرے سے آگاہ کر دوں گی۔ اس کمرے سے باہر جانے والے تمہارے کسی آلۂ کار کو تمہارا کوئی مقصد حاصل نہیں ملے گا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ "میں اپنے ساتھیوں کو آگاہ کرنے جا رہی ہوں۔ یہ تمام آلۂ کار تمہیں مبارک ہوں۔ انہیں کمرے سے باہر لے جاؤ اور اندھیرے میں نکالو۔"

باربرا جس حسینہ کی زبان سے بول رہی تھی' وہ حسینہ چپ ہو گئی۔ کمرے میں خاموشی طاری رہی۔ الپا نے جو اگلا دوسری حسینہ کی زبان سے کچھ نہیں کہا اور نہ ہی کسی کو کمرے سے باہر جانے پر مجبور کیا۔ باربرا کی بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ اس کا کوئی آلۂ کار اس کے مطلوبہ دشمن تک نہیں پہنچ پائے گا۔

○☆○

پارس دریا کنارے دور تک گیا پھر ایک جھاڑی کے پیچھے مناسب سی جگہ دیکھ کر ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی بغل میں لٹکی ہوئی کراکے چارجر لائٹ نکالی۔ اسے روشن کیا پھر ریڈی میڈ میک اپ کا سامان اور آئینہ نکال کر اپنے چہرے پر ہلکی سی تبدیلیاں کرنے لگا۔

وہ چاہتا تھا کہ آئندہ کبھی فلاور سے سامنا ہو تو وہ اسے نہ پہچانے۔ اگر پہچانے گی تو الپا کو اس کے چور خیالات سے معلوم ہو جائے گا کہ وہی نیلما اور ہرام سے بچھڑ کر گیا تھا۔ ایسے میں اس کی دلآویزی کا جنسس اور اسرار ختم ہو جائے گا۔

اس نے چہرے پر سے مونچھیں اور داڑھی ہٹا دیں۔ سر سے اپنے بالوں والی وِگ بھی اتار دی۔ آنکھوں میں ہلکے سبز رنگ کے لینز لگائے۔ یوں چند منٹوں میں پہلے والا چہرہ نہ رہا' اسے صرف باربرا اور پاشا پہچان سکتے تھے کیوں کہ وہ قاہرہ میں یہی صورت اختیار کیے ہوئے تھا۔

اس نے لباس تبدیل کر کے میک اَپ کا سامان جھاڑیوں میں چھپا دیا۔ سرکی وِگ' مونچھیں اور داڑھی بھی وہیں پھینک دی پھر غلط اسٹیشن کی طرف لوٹنے لگا۔ اس کے جانے اور واپس آنے میں آدھا گھنٹا صرف ہوا اتنی دیر میں گھاٹ اسٹیشن کی صورتِ حال بدل گئی۔ بلیک آدم اپنے زر خرید آلۂ کاروں کے ساتھ وہاں پہنچ چکا تھا۔

مرینا' صفورا' عبداللہ اور ڈی کروز اپنے کمرے میں بیٹھے لانچ کا انتظار کر رہے تھے۔ ایسے ہی وقت چار دیواری کے پیچھے ایک ٹرک گاڑی کے آنے پھر رکنے کی آواز سنائی دی۔ انہیں فلاور کے ذریعے معلوم ہو چکا تھا کہ الپا کی دوسری ٹیم وہاں پہنچنے والی ہے۔ اس لیے وہ سب ذرا محتاط ہو گئے۔

رات کی گہری خاموشی میں صفورا نے کان لگا کر ایک آواز سنی پھر اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ عبداللہ نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ پریشان ہو کر بھائی سے بولی۔ "یا اخی! نیولا ہے۔ وہ نیولا ایسی آواز نکال رہا ہے۔ جیسے میرے زہر کی بو سونگھ رہا ہو۔"

اس نے بھائی کے ہولسٹر سے ریوالور نکالا۔ اس کے چیمبر کو چیک کیا وہ پوری طرح لوڈ تھا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے تک گئی پھر پیر بولتی ہوئی چلی گئی۔ "انتظار کرو میں واپس آؤں گی۔"

وہ کمرے کے باہر پھیلی ہوئی تاریکی میں آئی پھر ایک سمت دوڑتی چلی گئی۔ اسے نیولے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

گوگابا اپنے نیولے کو دونوں ہاتھوں سے دبوچے گاڑی کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ بلیک آدم نے پوچھا۔ "یہ نیولا اتنا کیوں مچل رہا ہے۔ عجیب سی آوازیں نکال رہا ہے؟"

"اسے اپنے شکار کی بو مل رہی ہے۔"

"یعنی یہ پارس اور اس زہریلی لڑکی کی موجودگی کا یقین دلا رہا ہے۔ اسے چھوڑ دو' بو کی سمت جانے دو۔"

"ابھی اس نے بو کی صحیح سمت کا تعین نہیں کیا ہے۔ اس لیے تڑپ رہا ہے۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر سونگھ رہا ہے اور ناکامی سے جھنجلا کر آوازیں نکال رہا ہے۔"

"کہیں وہ دونوں اس کے سونگھنے کی رینج سے دور نہ نکل جائیں؟"

گوگابا چونک کر بولا۔ "ہیر اِٹ اِز۔ اس نے بو کی سمت کا تعین کر لیا ہے۔ آپ انتظار کریں' ہم ابھی آتے ہیں۔"

اس نے رائفل سنبھالی۔ نیولے کو اپنی گرفت سے آزاد کیا۔ وہ اچھل کر گھاس پر آیا پھر ایک سمت دوڑنے لگا۔ گوگابا کے ساتھ ایک اور مسلح نیگرو نیولے کے پیچھے دوڑتا جا رہا تھا اور ٹارچ کی روشنی سے دور تک راستہ دکھاتا جا رہا تھا۔

صفورا نے اینٹی ڈارک گوگلس پہنا ہوا تھا۔ وہ جنگل کی تاریکی میں دوڑتے دوڑتے ایک جگہ رک گئی اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ دور بہت دور ٹارچ کی ہلکی سی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ یعنی وہ نیولا اور اس کے ساتھی صحیح سمت کا تعین کرتے چلے آ رہے تھے۔

اس نے شانے سے لٹکے ہوئے بیگ میں ہاتھ ڈال کر ایک پرفیوم کی شیشی نکالی پھر اپنے اوپر سر سے پاؤں تک خوشبو اسپرے کرنے لگی۔ اس کے بعد اس نے دیکھا۔ دور سے آنے والی ٹارچ کی روشنی ایک جگہ رک گئی تھی۔ آگے نہیں بڑھ رہی تھی۔ اس کی بو خوشبو میں چھپ گئی تھی۔ نیولا سر اٹھا کر فضا میں سونگھ رہا تھا۔ اسے بو نہیں مل رہی تھی۔

صفورا نے مطمئن ہو کر پرفیوم کی شیشی کو اپنے بیگ میں ڈالا مگر غلطی ہو گئی۔ بیگ میں ڈالتے وقت وہ دور روشنی کو دیکھ رہی تھی۔ شیشی بیگ سے باہر گر گئی۔ پتھر پر آ کر پڑی پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اس کا رقیق مادہ پتھر اور گھاس پر بکھر گیا۔

اطمینان غائب ہو گیا۔ اس نے جتنی خوشبو اپنے اوپر اسپرے کی تھی' وہ جنگل کی کھلی فضا میں چند منٹوں کی مہمان تھی پھر فنا ہو جانے والی تھی۔ اس نے سوچا جتنی جلدی ہو سکے ایک لمبا چکر کاٹ کر گھاٹ اسٹیشن جائے گی پھر مرینا کے پاس پرفیوم ہو گا تو اسے بچاؤ کا سہارا بنا کر نیولے کو کسی طرح گولی مارنے کی کوشش کرے گی۔ یہ سوچ کر وہ ایک سمت بھاگتی چلی گئی۔

ادھر گوگابا اپنے نیگرو ساتھی کے ساتھ نیولے کو دیکھ رہا تھا۔ نیولا ایک اونچے پتھر پر بیٹھا گم ہو جانے والی بو کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اس بار پارس کی شامت آ گئی۔ اسے صفورا کی بو تو نہ ملی' پارس کی مل گئی۔ اس نے ایک مخصوص آواز نکالی پھر پتھر پر سے چھلانگ لگا کر

گھاس پر آیا اور ایک طرف دوڑنے لگا وہ دونوں بھی اس کے پیچھے دوڑ لگانے لگے۔

وہ اپنی اٹھئے دریا کنارے سے آرہا تھا۔ دور سے ایک روشنی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس جنگل میں سب ہی دشمن تھے کسی دوست کے آنے کی توقع نہیں تھی۔ وہ ایک سمت گھوم کر بھاگنے لگا پھر ذرا دور جا کر دیکھا۔ تارچ کی وہ روشنی اسی کی طرف آرہی تھی۔

وہ پھر سمت بدل کر دوڑنے لگا اور پیچھے پلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ حیران پریشان ہونے لگا کہ ان تارچ والوں کو کیسے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ کدھر جا رہا ہے؟ جدھر جا رہا تھا' وہ ادھر ہی دوڑتے چلے آ رہے تھے۔

وہ دوڑتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ "میری عقل کام کیوں نہیں کر رہی ہے؟ یہ بعید سمجھ میں کیوں نہیں آرہا ہے؟ یہ کیا ماجرا ہے۔ وہ تعاقب کرنے والے کیسے سمجھ رہے ہیں کہ میں کہاں سے کہاں سمت بدل کر بھاگ رہا ہوں۔"

بھاگتے بھاگتے' سوچتے سوچتے اس نے ٹھوکر کھائی۔ گھاس پر گرا پھر لڑھکتا ہوا ایک پتھر کے پاس آکر تھم گیا۔ وہاں حیرانی میں اور اضافہ ہوا۔ پتھر اور گھاس میں سے بڑی سحر زدہ کرنے والی خوشبو آرہی تھی۔ وہ خوشبو کا رسیا تھا' پہچان گیا کہ وہ ڈیلا ٹا نامی پیرس کے ایک پرفیوم کی مہک ہے۔ ادھر سے کوئی خوشبو والی خوشبو میں نہا کر گزری ہے۔ جتنا نہایا سو نہایا' باقی گرا کر چلی گئی۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ دور سے آنے والی روشنی رک گئی تھی۔ اس کی سمت نہیں آرہی تھی۔ اچانک اس کے ذہن میں سوال پیدا ہوا کیا یہ خوشبو ڈھال بن گئی ہے؟

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے اپنے سوال کا جواب مل رہا تھا۔ تارچ کی روشنی دوسری طرف گھوم گئی تھی۔ تعاقب کرنے والے ادھر نہیں آرہے تھے۔ ادھر جا رہے تھے۔ پتھر اور گھاس پر پھیلی ہوئی خوشبو ابھی چند منٹوں کی مہمان تھی لیکن اس سے پہلے صفورا کے بدن کی خوشبو معدوم ہو گئی تھی پھر اس کے زہر کی مخصوص بو نیولے کو پکار رہی تھی۔ اس لیے وہ لوگ پارس کو چھوڑ کر پھر صفورا کے پیچھے پڑ گئے تھے۔

صفورا دوڑتے دوڑتے پھر ایک جگہ رک گئی۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے دایاں ہاتھ بیگ میں ڈال کر ایک نیمن کا گول ڈبا نکالا پھر اسے کھولا اس کے اندر ایک زہریلا سانپ بل کھا رہا تھا۔ ڈبا کھلتے ہی اس نے پھن اٹھا لیا۔ صفورا نے بڑی پھرتی سے اس کی گردن پکڑلی۔ وہ ایک درخت کی آڑ میں تھی۔ دشمنوں کو آتے ہوئے دیکھ رہی تھی اب تک وہ دور تھے' نیولا نظر نہیں آرہا تھا کیوں کہ وہ زمین پر گھاس اور جھاڑیوں میں سے گزرتا چلا آرہا تھا۔ کوئی بیس گز کے فاصلہ پر پہنچے ہی وہ تارچ کی روشنی میں نظر آگیا۔

وہ تارچ والے کو نشانے پر لیے کھڑی اس کے مزید قریب آنے کا انتظار کر رہی تھی پھر اس نے گولی داغ دی جنگل کے سناٹے میں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ تارچ والے کی چیخ دور تک گونجتی چلی گئی۔ وہ فنا ہو گیا اور تارچ بجھ گئی۔ نیولے کو کسی کے مرنے سے کیا لینا تھا؟ وہ اپنی دھن میں زہر کی بو پر... دوڑتا چلا آرہا تھا جب پانچ چھ گز کا فاصلہ رہ گیا تو صفورا نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سانپ کو اس پر پھینک دیا۔

سانپ اس پر آیا' اس سے پہلے اس کے زہریلے پھن والے منہ نے گھاس پر سے چھلانگ لگائی۔ فضا میں ہی سانپ کی گردن نیولے کے دانتوں میں دبوچ لی۔ وہ کوئی باقاعدہ تربیت یافتہ نہیں تھا۔ ازخود کے یہ مخصوص نیولے قدرتی طور پر سکھے سکھائے ہوتے ہیں۔ انہیں کسی انسانی ٹریننگ کی ضرورت نہیں پڑتی وہ خطا نہیں کرتے۔ سانپ بل کھا کر نیولے کے جسم کو جکڑنے لگا۔ نیولا اگرچہ گرفتار تھا لیکن اس نے سانپ کو بھی بے بس کر رکھا تھا۔

ادھر صفورا اور گوگا مبا نے اینٹی ڈارک لینسز پہنے ہوئے تھے تارچ کے بغیر نیولے اور سانپ کی جنگ دیکھ رہے تھے۔ صفورا نے سانپ کو چارے کے طور پر پیش کیا تھا تاکہ نیولے کو لڑائی کے دوران گولی مار سکے۔ اس نے درخت کے پیچھے سے تاک کر گولی ماری لیکن وہ لڑائی کے وقت اِدھر اُدھر ہو رہے تھے۔ اس لیے گولی ضائع گئی۔ دوسری طرف سے گوگا مبا نے چھپ کر جوابی فائر کیا۔ صفورا نے اپنے بچاؤ کے لیے نیولے کو چھوڑ کر گوگا مبا پر فائرنگ کی۔ وہ دونوں کبھی جھاڑیوں اور کبھی درختوں اور پتھروں کے پیچھے پوزیشن بدل بدل کر گولیاں چلاتے رہے۔ صفورا نے نیولے پر بھی دوسری بار گولی چلائی تھی لیکن دور سے ٹھیک نشانہ لگنا ممکن نہ ہوا۔ نیولا موت کی صورت میں پھر زندہ رہ گیا۔

صفورا کے پاس فاضل گولیاں نہیں تھیں۔ ریوالور کا چیمبر خالی ہو گیا اب وہ مقابلے پر ٹھہر نہیں سکتی تھی۔ ادھر نیولا اپنے تیز دانتوں سے سانپ کی گردن الگ کر چکا تھا۔ مردہ سانپ کے بل کھل رہے تھے۔ نیولا شکنجے سے آزاد ہو رہا تھا۔ وہ پتھر کے پیچھے سے اٹھ کر بھاگنے لگی۔ گوگا مبا نے دو فائر کیے لیکن درختوں کی بہتات اس کی گولیوں کو روک رہی تھی۔ وہ پھر نیولے کے ساتھ اس کے تعاقب میں دوڑنے لگا۔

پارس دوڑتے دوڑتے رک گیا۔ سامنے ایک نیگرو کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کی رائفل اور بجھی ہوئی تارچ قریب ہی پڑی ہوئی تھیں۔ وہ بڑی دیر سے فائرنگ کی آوازیں سن رہا تھا اور سمجھنا کرنا چاہتا تھا کہ کن پارٹیوں کے درمیان جنگ جاری ہے۔ اس نے رائفل اٹھالی۔ مردہ نیگرو کی کمر سے کارتوس کی پیٹی کھول لی۔ تارچ وہیں چھوڑ دی اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے آنکھوں میں اینٹی ڈارک لینسز چڑھا رکھے تھے۔

وہ آگے بڑھنے لگا پھر ایک فائر... کی آواز قریب سے سنائی دی۔ وہ ایک پتھر کے پیچھے بیٹھ گیا۔ کوئی آدھے منٹ کے اندر ہی ایک نیگرو دوشیزہ نظر آئی۔ وہ پتلون اور جیکٹ میں تھی۔ پیروں میں فل بوٹ تھے۔ شانے سے ایک بیگ لٹک رہا تھا۔ دوڑتے وقت یوں لگ رہا تھا جیسے پھیپھڑوں بھری شاخ لچک رہی ہے۔ ایک ناگن کی طرح لچکیلا بدن تھا۔ شانوں تک آنے والی زلفیں ہوا میں لہرا رہی تھیں۔ اس کے دوڑنے کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بڑی تیز رفتار ہے۔ پتھروں اور جھاڑیوں پر سے چھلانگیں لگا کر گزرتی جا رہی تھی۔ جنگل کے اونچے نیچے راستے اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتے تھے۔

پھر ایک بنا کتا نیگرو دکھائی دیا۔ وہ دوشیزہ کے تعاقب میں دوڑتا چلا آرہا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے نیولے کو دبوچ رکھا تھا۔ دوسرے ہاتھ میں رائفل تھی۔ ایک ہاتھ سے وہ گولی چلا رہا تھا لیکن صحیح نشانہ نہیں لگا پا رہا تھا۔ اس کے باوجود اسے موت کی دھمکیاں دینے کے لیے فائرنگ کرتا آرہا تھا۔ اس کی ایک گولی دوشیزہ کے کان کے قریب سے گزری وہ چیخ مار کر اچھلی اور گر پڑی۔

وہ چند قدموں کے فاصلے پر رک گیا۔ اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "میں نے نیولے کو قابو میں کر رکھا ہے۔ یہ میرے ہاتھ سے نکلے گا تو سیدھا تمہارے حلق کی نلی کو دبوچ لے گا۔ آقا نے کہا تھا کہ 'اگر زہریلی لڑکی قابو میں آئے تو نیولے کو حملہ نہ کرنے دینا۔ لہٰذا اپنی سلامتی چاہتی ہو تو بتاؤ تمہاری ٹیم میں پارس کیوں نہیں ہے؟ وہ کہاں اور کیوں روپوش رہتا ہے!"

وہ زمین پر سے اٹھ کر بولی۔ "جس طرح تم اپنے آقا کے زرخرید ہو' اسی طرح پارس نے میری خدمات خریدلی ہیں۔ آقا اپنا راز غلاموں اور کنیزوں کو نہیں بتاتے۔ پارس نے بھی ہمیں نہیں بتایا ہے کہ وہ کہاں اور کیوں رُوپوش رہتا ہے۔"

وہ بولا۔ "اس کا مطلب ہے تم ہمارے کسی کام کی نہیں ہو بلکہ خطرناک ہو' موقع ملتے ہی ہمیں ڈس لوگی۔ اس سے پہلے تمہیں میرے نیولے کا شکار ہو جانا چاہئے۔"

اس نے بازو میں دبوچے ہوئے نیولے کو فضا میں اچھالا' وہ آوازیں نکالتا ہوا فضا میں گرجتا ہوا ذکر اس کی طرف آیا۔ جواباً صفورا نے فلائی کرتے ہوئے ایک کرائے کا ہاتھ رسید کیا۔ نیولے نے ایک منمناتی ہوئی کنزور سی چیخ ماری اور ایک طرف جا کر جھاڑی میں گر پڑا۔ گوگا مبا نے دونوں ہاتھوں سے رائفل سنبھالی پھر اس کا نشانہ لیتے ہوئے بولا۔ "ناگن! میرے نیولے کی بے چینی کو چین دے دے۔ اس کی ضد پوری نہ ہوئی تو یہ تڑپتا رہے گا اگر تو نے اسے اپنی بوٹیاں نوچنے نہ دیں تو میں تجھے گولی مار دوں گا۔"

اب اس کے آگے کنواں اور پیچھے کھائی تھی اگر وہ نیولے سے مقابلہ کرتی تو وہ گولی مار دیتا۔ مقابلہ نہ کرتی تو نیولا اپنے تیز نوکیلے دانتوں سے اس کے حلق کی نلی کو کاٹنا اور اُدھیڑنا شروع کر دیتا۔ اس کے سوچتے سوچتے گوگا مبا نے نیولے کو "کم آن" کہتے ہوئے ہچکی بجائی۔ نیولے نے ایک مخصوص منمناتی ہوئی سی آواز نکالتے ہوئے جھاڑیوں میں سے چھلانگ لگائی۔ فضا میں اڑتا ہوا صفورا کے حلق کی طرف آیا' اسی لمحے پارس نے گولی داغ دی۔ سیون ایم ایم کی رائفل تھی۔ نیولے کے چیتھڑے اڑ گئے۔ اس نے دوسرا فائر کیا۔ گوگا مبا کے ہاتھ سے رائفل چھوٹ کر ذرا فاصلہ پر جا گری' وہ پہلے تو یہ کھلایا پھر اپنی رائفل کی طرف جھکنا چاہتا تھا پارس نے اس کے قدموں کی طرف فائر کیا۔ وہ اچھل کر دور چلا گیا پھر اس نے پریشان ہو کر سامنے دیکھا۔ صفورا نے بھی گھوم کر اپنے اجنبی محافظ کو دیکھا۔ وہ ایک قدم آگے بڑھتا ہوا آرہا تھا پھر اس نے صفورا سے کہا۔ "تم کالی ہو مگر دل والی ہو۔ میں نے تمہارا مقابلہ کرنے کا انداز دیکھا ہے۔ بہت خوب ہو بلکہ زبردست ہو۔"

گوگا مبا نے کہا۔ "اجنبی! یہ ناگن ہے۔ اس کے قریب نہ جانا۔ اسے گولی مار دو یا مجھے اپنی رائفل اٹھانے دو۔"

جب اس نے صفورا کو ناگن کہا' تب پارس نے سمجھا کہ یہ وہی زہریلی لڑکی ہے جو مریخ کی ٹیم میں شامل ہے۔ یہ معلومات باربرا نے فلاور کے خیالات پڑھ کر معلوم کی تھی۔

پھر نیولا جو کردار ادا کر رہا تھا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ نیولا زہریلی بو پا کر صفورا کا تعاقب کر رہا تھا اور شاید تھوڑی دیر پہلے نیولے نے پارس کی بھی زہریلی بو پالی تھی۔ اس لیے وہ تارچ والے بھی اس کا تعاقب کرتے رہے تھے پھر اس پتھر اور گھاس پر پھیلی ہوئی خوشبو نے اسے بچالیا تھا۔

پارس کے سوچنے اور سمجھنے کے لیے ابھی بہت کچھ تھا۔ فی الحال جو باتیں سمجھ میں آئیں' وہی بہت تھیں اس نے گوگا مبا سے پوچھا۔ "یہ ناگن ہے' تم کون ہو؟ کیوں اسے ہلاک کرنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا۔ "تمہارے تمام سوالوں کا جواب میرا آقا دے گا۔ ناگن کو جانے نہ دو۔ اسے کچل دو۔"

"تمہارا آقا کون ہے؟ کیا اس سوال کا جواب بھی وہی دے گا۔"

"ہاں وہی دے گا۔"

"تو پھر تمہاری کیا ضرورت ہے؟ اے خوبصورت ناگن! تو اپنے شکاری کا شکار کر سکتی ہے۔"

صفورا نے پارس کو احسان مندی سے دیکھا پھر گوگا مبا کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ "اجنبی نے مجھے انتقام لینے کی اجازت دی ہے۔ میں تجھے رائفل اٹھانے کی اجازت دیتی ہوں۔ چل آگے بڑھ اور اسے اٹھالے۔"

گوگا مبا نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔ وہ سمجھ رہا تھا' ناگن اپنی موت کا سامان کرنے کے لیے اسے رائفل تک پہنچنے نہیں دے گی پھر بھی اس نے رائفل کی طرف چھلانگ لگائی۔ نتیجہ وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا وہ اس کی توقع سے زیادہ پھرتیلی تھی۔ وہ بھی اچھل کر اس رائفل کے پاس آئی پھر گوگا مبا کے مُنہ پر فل بوٹ کی ایسی

کک ماری کہ وہ چیختا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔

گوگا سابا خاصا سمجھدار تھا مگر وہ اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔ ایسی ہنرمندی سے اس کی پٹائی کر رہی تھی کہ پارس دل ہی دل میں اس کے ایکشن اور اسٹائل کا معترف ہو رہا تھا۔ صرف دس منٹ میں اس نے ہاتھوں اور لاتوں سے اسے لہولہان کر دیا۔ وہ زمین پر گرنے کے بعد خود اٹھنے کے قابل نہ رہا۔ صفورا نے چاروں شانے چت ہونے والے کے پاس آکر زمین پر گھٹنے ٹیک دیے پھر اس کے ایک ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اُس پر جھک کر کہا۔ "الوداع اے میرے دشمن! الوداع۔۔۔"

اس نے گوگا سبا کی ہتھیلی کی پشت پر اپنے ہونٹ رکھے جیسے بوسہ دے رہی ہو۔ اس کے ہونٹ کھل گئے۔ سفید چمکیلے دانت نمایاں ہو گئے۔ اس نے دانتوں کو ہتھیلی میں پیوست کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ چیخیں مار مار کر تڑپنے لگا۔ اس کا تڑپنا چند لمحوں کا تھا۔ زہر بڑا مہربان تھا۔ اس نے جلد ہی اسے ہمیشہ کے لیے آرام پہنچا دیا۔

وہ دشمن سے نمٹ کر کھڑی ہو گئی۔ گھوم کر دیکھنے سے معلوم ہوا' اجنبی قریب آگیا ہے۔ دونوں کی نظریں ملیں پھر ملتی ہی رہیں۔ سانپوں والی خاصیت تھی۔ دونوں کی پلکیں نہیں جھپک رہی تھیں۔ وہ دیکھ ہی چکا تھا کہ وہ کتنی زہریلی ہے۔ صفورا کو بھی پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کچھ تو وہ اس کی سانس اور مقناطیسی آنکھوں سے اسے پہچان رہی تھی اور کچھ اس کی قربت سے زہریلی کشش محسوس ہو رہی تھی۔

وہ بدستور اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی بولی۔ "کیا تم وہی ہو؟"

"ہاں' وہی ہوں' جو تمہارے خوابوں میں آتا رہا ہے۔"

وہ نظریں چرا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا شرما گئیں؟ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی ہے؟ اتنی دیر سے آنکھیں لڑا رہی تھیں۔ اب نظریں چرا رہی ہو۔ پہلی ملاقات میں یہی ہوتا ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میری مالکہ نے بتایا تھا' تم صرف زہریلے نہیں' دل پھینک بھی ہو' باتیں خوب بناتے ہو اور لفظوں کی ہیرا پھیری سے دل جیت لیتے ہو۔"

"ہاں' ایسا انسانوں کی دنیا میں ہوتا ہے لیکن ناگ اور ناگن آنکھیں لڑانے اور دل جیتنے کے تکلفات میں نہیں پڑتے۔ ان کا زہر انہیں یک جان دو قالب بنا دیتا ہے۔"

"پلیز' باتیں نہ بناؤ۔ تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے؟"

"کیسی الجھن؟"

"میری مالکہ نے تمہیں زہر سے ہلاک کرنے کے لیے میری خدمات حاصل کی ہیں۔ میرے ساتھ میرا بھائی عبداللہ ہے۔ ہم بہن بھائی زبان کے دھنی ہیں۔ جس سے وفادار رہنے کا عہد کر لیتے ہیں پھر ساری عمر اس کے وفادار رہتے ہیں۔"

"اس میں الجھن کیا ہے؟ بے شک مالکہ سے وفاداری کرو اور مجھ سے محبت کرتی رہو۔"

"وفاداری کا تقاضا ہے کہ اسی وقت تمہیں ڈس لوں۔ مگر تم نے ایک نیولے اور ایک انسان سے میری جان بچا کر مجھے اپنا مقروض بنا لیا ہے۔"

"میں یہ قرض معاف کرتا ہوں۔ آؤ مجھے ڈس لو۔ ڈسنے کے لیے گلے ضرور لگو گی۔ یہی میری زندگی کا حاصل ہو گا۔"

"تم مذاق سمجھ رہے ہو۔ میرا زہر تم سے زیادہ شدید اور جان لیوا ہے۔"

"میں تمہیں ایک بار محبت سے گلے لگانے کے لیے جان دے رہا ہوں۔ تم سوچو کہ محبت سے جان لے سکو گی؟"

وہ پلٹ کر جاتے ہوئے بولی "میں نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی ہے۔ تم کیا چیز ہو؟"

"تم غور کرو' تمہاری نظروں میں کوئی چیز ہوں یا نہیں؟ ابھی فوراً ہی ڈسنا ضروری نہیں ہے۔ اس کے لیے زندگی پڑی ہے۔"

وہ تیزی سے آگے آگے چل رہی تھی۔ جیسے اس سے کترا رہی ہو جب کہ اسے کترانا نہیں' اپنے زہر پر اِترانا چاہیے تھا مگر وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس سے سامنا ہو گا تو اتنی زیادہ کشش محسوس کرے گی۔ وہ سانپوں اور ان کے زہر سے متعلق ریسرچ لیبارٹریز میں کتنے ہی خورد مردوں سے ملتی رہی تھی لیکن کسی سے متاثر نہیں ہوئی تھی۔ پارس اپنی ہی زہریلی برادری کا بندہ تھا' پہلی ہی ملاقات میں بالکل اپنا لگ رہا تھا۔

اور وہ اتنی جلدی اپنائیت کا اقرار کرنے سے ہچکچا رہی تھی۔ خود کو سمجھا رہی تھی کہ کوئی لگاؤ نہیں ہے چونکہ اس نے دشمنوں سے بچایا ہے اس لیے اسے ڈسنا نہیں چاہتی۔ اس سے دور چلی جانا چاہتی ہے۔

ابھی اس کے اندر جنگ جاری تھی۔ ابھی وہ مرینا سے وفاداری اور پارس سے رشتے داری کی کشمکش میں تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁

الپا نے بلیک آدم کے پاس آکر کہا۔ "برادر! فارمولوں تک پہنچنا ناممکن سا لگ رہا ہے۔ ہم بازی ہارتے جا رہے ہیں۔"

اس نے پوچھا "کیا بات ہو گئی سسٹر؟"

"تمہارے اہم مہرے نیولا اور گوگا سبا مارے گئے ہیں۔ ان کے ساتھ جانے والا مسلح نگرو بھی ہلاک ہو چکا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر سیدھا بیٹھ گیا پھر بولا۔ "کیا نیولا یہاں سے پارس کی بو پا کر گیا تھا؟"

"نہیں' صفورا کی زہریلی بو پر گیا تھا۔ وہ بڑی دیر تک انہیں جنگل میں دوڑاتی رہی تھی۔"

"میں حیران ہوں کہ اس تنہا لڑکی نے خونخوار نیولے اور گوگا سبا جیسے شہ زور سے مقابلہ کیا اور انہیں مار ڈالا۔ کیا اس کا کوئی مددگار تھا؟"

"پہلے تو کوئی نہیں تھا لیکن جب صفورا کی موت یقینی ہو رہی تھی تب ہی ایک اجنبی کہیں سے وہاں آپہنچا تھا۔"

"کون تھا وہ؟"

"کہہ تو رہی ہوں اجنبی تھا۔ اسے جانتی تو اجنبی نہ کہتی۔ اس نے نیولے کو گولی ماردی تھی اور گوگا سبا کے ہاتھوں سے رائفل گرا دی تھی۔ تب صفورا نے گوگا سبا کو ڈس لیا تھا۔"

"کہیں وہ اجنبی پارس تو نہیں تھا؟"

"میں اس کی زیادہ اسٹڈی نہ کر سکی کیوں کہ صرف گوگا سبا کے داغ میں رہ کر یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔"

"کیا صفورا اور وہ اجنبی سانس روک لیتے ہیں؟"

"ہاں صفورا' کے متعلق پہلے سے جانتی ہوں کہ وہ سانس روک لیتی ہے۔ ابھی اجنبی کے اندر جانے کی ناکام کوشش کر چکی ہوں۔"

"سسٹر! پھر تو واقعی ہم ایک بڑی بازی ہار گئے ہیں۔ بڑے بھائی کے پاس جاؤ' اس سے کہو اس سلسلے میں مشورہ دے۔ وہ جانتا ہے کہ میں بازی ہار سکتا ہوں' حوصلہ کبھی نہیں ہارتا۔"

الپا نے بڑے بھائی کے پاس آکر تمام روداد سنائی۔ بڑے بھائی برین آدم نے پوچھا۔ "اس وقت بلیک آدم کہاں ہے؟"

"وہ گھاٹ اسٹیشن سے ذرا دور اپنی گاڑی میں بیٹھا ہوا ہے۔"

وہ بولا۔ "برادر بلیک آدم زبردست شہ زور ہے۔ اس لئے عقل سے بھی کام لیا جائے اگر پارس روپوش ہے یا دور جنگل میں صفورا کے ساتھ ہے تو گھاٹ اسٹیشن میں باربرا' عبداللہ کے ساتھ اکیلی ہے۔ میرا خیال ہے پاشا ہی عبداللہ بنا ہوا ہے۔ یہ پاشا بھی ہمارے برادر کی طرح غیر معمولی جسمانی قوت کا حامل ہے اگر برادر اسے زیر کر لے گا تو آسانی سے ٹیلی پیتھی جاننے والی باربرا کو ٹریپ کر کے ہمارے ملک میں لے آئے گا۔"

الپا نے بلیک آدم کے پاس آکر کہا۔ "صفورا اور پارس کی گم موجودگی سے فائدہ اٹھاؤ۔ کسی طرح عبداللہ کو زیر کر کے باربرا کو زخمی کر دیں اس لڑکی کو اپنی معمولہ بنا لوں گی۔"

بلیک آدم نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا گھاٹ اسٹیشن کے قریب آگیا۔ اس کے ساتھ اب ایک ہی نیگرو مانحت رہ گیا تھا۔ وہ دونوں پوری طرح مسلح ہو کر وہاں کی چار دیواری کی سمت جانے لگے۔ الپا نے کہا۔ "جدھر تم جا رہے ہو' ادھر بسرے کمرے میں باربرا اور عبداللہ ہیں۔"

وہ اب تک اس فریب میں مبتلا تھی کہ صفورا اور عبداللہ کی ہلاکت حاصل کرنے والی مرینا نہیں باربرا ہے۔ وہ جنگل میں صفورا اور نیولے کی جنگ کے دوران اتنی مصروف رہی تھی کہ فلاور کے خیالات وضاحت سے نہیں پڑھ پائی تھی۔ اتنا ہی معلوم کیا تھا کہ فلاور نے وہاں کے دوسرے کمرے میں کسی نیلما اور بہرام کے پاس پناہ لی ہے۔

بلیک آدم نے تیسرے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ اسے جواب نہیں ملا۔ دوسری دستک پر بھی کوئی دروازہ کھولنے نہیں آیا۔ وہ دروازے کو لات مار کر فوراً ایک طرف ہو گیا تاکہ اندر چھپے ہوئے افراد کے حملوں سے محفوظ رہے لیکن حملہ کرنے والا کوئی آلۂ کار بھی نہیں تھا۔ اس نے اندر آکر دیکھا۔ وہاں کچھ سامان رکھا ہوا تھا مگر سامان والے نہیں تھے۔ وہ کمرے سے باہر آگیا۔

مرینا اور عبداللہ باہر تاریکی میں صفورا کی تلاش میں نکلے تھے۔ انہیں بلیک آدم کی للکار سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "باربرا! پاشا! تم دونوں مجھ سے چھپ نہیں سکو گے۔ میں نے بھی اینٹی ڈارک گوگلس پہن رکھا ہے۔ تمہیں اس تاریکی میں ڈھونڈ نکالوں گا۔"

اس کی آواز مرینا اور عبداللہ تک پہنچی۔ عبداللہ نے کہا۔ "یہ الپا کی دوسری ٹیم کا کوئی اہم آدمی ہے۔ تمہیں باربرا اور مجھے پاشا سمجھ کر للکار رہا ہے۔"

دوسرے کمرے میں بیٹھی ہوئی باربرا' پاشا اور فلاور نے بھی بلیک آدم کی آواز سنی۔ باربرا نے خیال خوانی کے ذریعے پاشا سے کہا۔ "الپا کی دوسری ٹیم کا کوئی شخص ہمیں للکار رہا ہے۔ فلاور سے کہو' وہ باہر جا کر دیکھے کہ کون ہے؟"

پاشا نے فلاور سے پوچھا۔ "جس شخص کی آواز سنائی دے رہی ہے' کیا اسے جانتی ہو؟"

"ہاں' آواز سے پہچان رہی ہوں' یہ بلیک آدم کی آواز لگ رہی ہے۔ میں اسرائیل میں ایک مہم کے دوران اس کے ساتھ رہ چکی ہوں۔ یہ بے حد خطرناک ہے۔ انسان کی طرح رہتا ہے اور درندے کی طرح دشمنوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ نہتا ہو کر مقابلہ کرے تو طاقتور مقابل کی گردن توڑ دیتا ہے۔"

پاشا نے کہا۔ "پھر تو مجھے باہر جانا چاہیے۔"

باربرا نے کہا۔ "نہیں۔ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرو گے تو بھید کھل جائے گا کہ تم بہرام نہیں پاشا ہو۔ فلاور کو جانے دو۔"

فلاور اس کے کہنے سے باہر آئی۔ دور تک ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہوئے بولی۔ "بلیک آدم! کیا تم ابھی للکار رہے تھے؟ کہاں ہو تم؟ میں فلاور بول رہی ہوں۔"

اسے اپنی باتوں کا جواب نہیں ملا مگر اس کی آواز بہت دور سے آرہی تھی۔ وہ کہیں دور جا کر دشمنوں کو للکار رہا تھا۔

الپا نے کہا۔ "وہ کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ انہیں مزید نہ للکارو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ چھپ کر تم پر گولیاں چلانی شروع کر دیں۔"

اسی وقت مسلسل گولیاں چلنے لگیں۔ بلیک آدم فوراً ہی گھاس

پر گر پڑا وہاں سے لڑھکتا ہوا ایک درخت کی آڑ میں آگیا۔ وہاں سے اندازہ کرنے لگا کہ کہاں کہاں سے گولیاں چل رہی تھیں۔ وہ فائرنگ کرنے والے تو نظر نہ آئے البتہ اسے اپنا ٹریکر ماتحت نظر آیا۔ وہ ذرا دور ایک جھاڑی پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ اسے آخری نیند کے لیے کانٹے اور جھاڑیاں نصیب ہوئی تھیں۔

اس نے درخت کی آڑ میں بیٹھ کر کانوں پر ہیڈ فون چڑھا لیا پھر مائیکروفون کو آن کیا۔ وہ مائیک اتنا حساس تھا کہ زمین پر گھاس اور پتھروں کے نیچے رینگنے والے کیڑے مکوڑوں کی آوازیں بھی کیچ کر لیتا تھا۔ وہ دشمنوں کے قدموں کی چاپ سن کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کس سمت سے آرہے ہیں اگر وہ دس بارہ گز کے فاصلے پر رہ کر کچھ بولتے تو دھیمی دھیمی سی گنگناتی توجہ سے سنی جاسکتی تھی لیکن جھینگر اور کیڑوں مکوڑوں کے علاوہ جنگلی چمگادڑوں اور سانپوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

وہ پریشان ہو کر آس پاس دیکھنے لگا۔ ایئر فون کے ذریعے ایسا ہی لگتا تھا جیسے سب ہی زہریلے جانور قریب آگئے ہوں پھر اس نے قدموں کی آوازیں سنیں۔ اینٹی ڈارک گوگلس کے پیچھے سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے اور سمت کا اندازہ کرنے لگا۔ اندازہ ہوتے ہی اس نے رائفل سیدھی کی پھر ادھر کئی فائر متواتر کرنے کے بعد دوڑتا ہوا دوسرے درخت کے پیچھے چلا آیا لیکن اس سے بڑی حماقت ہوئی۔ اس نے جلدی فائرنگ کرنے کی دھن میں کانوں سے ہیڈ فون نہیں اتارا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے ہی مائیک کے قریب اپنی ہی فائرنگ کی آواز اتنی تیزی سے کانوں میں گھسی کہ دوسرے درخت کے پیچھے پہنچتے ہی وہ چکرا کر گر پڑا۔ طوفانی آوازوں سے دماغ پھوڑے کی طرح دُکھنے لگا تھا۔

الپا نے کہا۔ "اوہ برادر! یہ کیا حماقت ہے؟ تمہیں پہلے مائیک کو آف کرنا چاہئے تھا۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر آنکھیں بند کرلی تھیں اور تکلیف برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ بولی۔ "فوراً آنکھیں کھولو۔ تکلیف اپنی جگہ ہے مگر اندھے بن کر دشمنوں کو حملے کا موقع نہ دو۔"

وہ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا۔ اسی وقت کسی چوپائے کے بھاگنے کی آواز آئی۔ وہ ایک جھاڑی پر سے چھلانگ لگاتا ہوا گزرا۔ دونوں طرف سے اس بیچارے چوپائے پر فائرنگ ہونے لگی۔ وہ کئی گولیوں سے چھلنی ہو کر گرا تب پتا چلا کہ وہ دشمن نہیں تھا۔ اِدھر سے بلیک آدم نے اور اُدھر سے عبداللہ اور مرینا نے کئی گولیاں ضائع کی تھیں۔

پھر گولیاں ضائع ہونے کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ جگہ بدل بدل کر فائرنگ کرتے جارہے تھے۔ الپا اس انتظار میں تھی کہ برادر کی گولی سے کوئی ایک زخمی ہو جائے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسی کے ذریعے اس کے ساتھی کو نقصان پہنچا سکے۔

ادھر مرینا اسی انتظار میں تھی۔ اسے صفورا کے لیے بھی تشویش تھی۔ پچھلے ایک گھنٹے سے رابطہ قائم کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ اسی انتظار میں تھی کہ الپا کا وہ آدمی قابو میں آجائے تو صفورا سے بات کرے گی۔

دو گھنٹے گزر گئے مگر جنگل میں آنکھ مچولی اور فائرنگ کا سلسلہ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ مرینا نے ناگواری سے کہا۔ "دشمن بہت چالاک ہے۔ اتنی دیر ہو گئی' قابو میں نہیں آرہا ہے۔"

عبداللہ نے کہا۔ "اس کے مقابلہ کرنے کے انداز سے پتا چل رہا ہے کہ وہ گوریلا فوج کا بہترین فائٹر رہ چکا ہے۔"

"مجھے تمہاری بہن کی فکر ہے مگر یہاں خیال خوانی کرلوں تو غفلت میں ماری جاؤں گی۔"

"میڈم! پچھلے پانچ منٹ سے خاموش ہے۔ میں محتاط رہوں گا۔ آپ صرف خیریت معلوم کرکے چلی آئیں۔"

مرینا نے اینٹی ڈارک آئی لینسز کے ذریعے چاروں طرف نظر دوڑائی پھر کہا۔ "میں زمین پر لیٹ کر خیال خوانی کروں تو فائرنگ کی زد میں نہیں آؤں گی لیکن سانپوں اور بچھوؤں سے ڈر لگتا ہے۔"

"میرے کاندھوں پر سوار ہو کر آپ اس درخت پر چڑھ جائیں۔ دشمن صرف انسانی سروں کی بلندی تک فائرنگ کر رہا ہے۔ اس سے اوپر آپ تک گولیاں نہیں آئیں گی۔"

"یہ مناسب رہے گا۔ میں درخت کے پتوں میں چھپ کر دیکھتی رہوں گی۔ وہ جیسے ہی صاف نظر آئے گا میں گولی مار دوں گی۔"

بلیک آدم بہت کم فاصلے پر تھا۔ اس کا حساس مائیک مرینا اور عبداللہ کی گفتگو کیچ کر رہا تھا اور ہیڈ فون کے ذریعے اسے سنا رہا تھا۔ آواز اگرچہ دھیمی دھیمی سی آرہی تھی۔ کیڑوں مکوڑوں کے شور میں مشکل سے سنائی دے رہی تھی پھر بھی مرینا کے درخت پر چڑھنے والی بات سمجھ میں آگئی۔

اس نے مائیک کو آف کرکے جھاڑیوں کے پیچھے سے سر اٹھا کر دیکھا۔ دور ایک درخت کے تنے کو مرینا نے تھام رکھا تھا۔ بلیک آدم اور ان کے درمیان کئی درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ وہ دونوں نظر نہ آتے چونکہ وہ عبداللہ کے شانوں پر سوار تھی اور درخت کے تنے کو پکڑ کر اوپر اٹھتی جارہی تھی اس لیے نظر آرہی تھی۔

بس یہی موقع تھا۔ طویل جنگ کا اختتام ہو سکتا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں رائفل لے کر بڑی احتیاط اور صبر سے نشانہ لیا۔ احتیاطیں بھی ضروری ہو گئی تھی کہ اس کے پاس دو ہی کارتوس رہ گئے تھے۔

مرینا نے ایک اونچی شاخ کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا تھا۔ عبداللہ اسے شاخ پر چڑھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی وقت اس نے نشانہ لگا کر ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی مرینا کی چیخ ابھری' وہ اس کے شانوں پر سے ڈگمگا کر نیچے گر پڑی۔ الپا نے

خوش ہو کر کہا۔ "شاباش برادر! میں اس کے دماغ میں جا رہی ہوں۔"

وہ اسی جنگل میں اپنی پہلی ٹیم کے افراد کے ذریعے مرینا کی آواز اور لہجے کو سن چکی تھی۔ اُس نے اس لہجے کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ جس دماغ میں پہنچی' اس عورت نے کہا۔ "میں شی تارا فوربول رہی ہوں' پلیز میڈم کوڈورڈ ادا کریں۔"

الپا نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم شی تارا ہو؟ باربرا نہیں ہو؟"

"کون باربرا؟ گٹ لاسٹ۔"

اس نے سانس روکی۔ الپا نے بلیک آدم کے پاس آکر کہا۔ "جس نے جس باربرا کو گولی ماری ہے' وہ اپنی اصلی آواز اور لہجے میں نہیں بولتی ہے۔ اس کے دماغ سے تخریبی عمل کے ذریعے اصل لہجے کو بھلا دیا گیا ہے۔ وہ شی تارا کے لہجے میں بولتی ہے۔ میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکوں گی۔"

وہ بولا۔ "ان کی یہ چال پہلے سے معلوم ہوتی تو میں باربرا کو نہیں اس کے ساتھی پاشا کو زخمی کرتا۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا۔ "لیکن سسز! شی تارا تو فرہاد کی مخالف ہے۔ فرہاد نے باربرا کے دماغ میں اس دشمن عورت کا لہجہ کیوں فٹ کیا ہے؟"

"ہم اس سوال پر بعد میں غور کریں گے۔ ادھر وہ زخمی پڑی ہے۔ کسی طرح پاشا کو بھی زخمی کرو' کسی بھی طرح سے باربرا کے پاس جاکر اسے اصل آواز اور لہجے میں بولنے پر مجبور کرو۔"

"میں ادھر نہیں جاسکوں گا۔ میرے پاس صرف ایک کارتوس رہ گیا ہے' اگر مجھے یقین ہو جائے کہ پاشا ہتھیار استعمال نہیں کرے گا تو میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔"

"برادر! ہمیں پاشا کی جسمانی قوت کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔ ان غیر معمولی فارمولوں کے پیشِ نظر اس کی غیر معمولی قوتوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔"

"سسز! تم خواہ مخواہ ڈرتی ہو۔ آخر اس گوشت پوست کے جسم میں انتہا کی قوت کتنی ہو گی؟ کیا وہ لوہے کا روبوٹ ہو گا؟ میں پھر بھی اسے مار ڈالوں گا۔"

"نہیں برادر! تم اس جنگل میں تنہا رہ گئے ہو۔ بڑے بھائی کے تجربے کے بغیر اس سے مقابلہ نہ کرنا بہتر ہے۔ اپنی گاڑی کے پاس جاؤ اور وہاں سے مزید کارتوس لے آؤ۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ پھر برین آدم کے پاس آئی۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "میں بری خبر سننے کو تیار بیٹھا ہوں۔"

وہ بولی۔ "خبر اتنی بری بھی نہیں ہے۔ مجھے اپنے برادر پر فخر ہے۔ وہ باربرا اور پاشا کو قابو میں کرلے گا لیکن۔۔۔"

وہ ہنس کر بولا۔ "فقط لیکن' کے بعد ہمیشہ بات کا رخ یا اس کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ آگے بولو۔"

"برادر کے پاس صرف ایک کارتوس رہ گیا ہے۔ وہ پاشا سے ہاتھا پائی کا مقابلہ کرنے کے لیے سوچ رہا تھا۔ میں نے کہا گاڑی کے پاس جاکر مزید کارتوس لے آؤ۔ میں بڑے بھائی سے مشورہ کرکے آتی ہوں۔"

"تم نے اچھا مشورہ دیا ہے۔ اس سے کہو' واپس آجائے۔ شہر بیضابہ میں رہے۔ وہ لوگ فارمولے حاصل کرنے کے بعد اسی شہر کی طرف لوٹیں گے۔ ہم ان کی واپسی تک وہاں کی عبوری حکومت کو بے بس کرکے خود عارضی حکمران بن جائیں گے۔ تم کل صبح تک خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے حکمرانوں اور قبائلیوں کے سرداروں کو اپنا تابعدار بنانے کی کوشش کرو۔ ان میں سے کوئی یوگا کا ماہر ہو گا تو بلیک آدم اسے زخمی کرکے تمہارے حوالے کردے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب ہمیں ان کی واپسی تک پورے شہر کی ناکہ بندی کرنی ہو گی۔ فرانس کی حکومت سے صومالیہ کا رابطہ عارضی طور پر ختم کروں گی تو پارس' باربرا اور پاشا کو کہیں سے کوئی مدد نہیں ملے گی۔ انہیں ائرپورٹ تک جانے کے لیے ایک گاڑی بھی نصیب نہیں ہو گی۔"

"سسز! تم میری طرح سوچتی اور سمجھتی ہو۔ البتہ بلیک آدم بعض حالات میں جوشیلا اور جذباتی ہو جاتا ہے' اسے فوراً واپس بیضابہ آنے کو کہو۔"

"بڑے بھائی! کیا آپ نے صومالیہ کا نقشہ دیکھا ہے اور آمدورفت کے راستے معلوم کیے ہیں؟"

"میں نے کافی معلومات حاصل کی ہیں۔ تمہیں شاید اندیشہ ہے کہ وہ کسی دوسرے راستے سے فارمولے لے کر نہ چلے جائیں۔"

"جی ہاں' میں یہی سوچ رہی ہوں۔"

"تمہاری نظر ہر پہلو پر نہیں ہے' اس لئے ایسا سوچ رہی ہو۔ وہ جس راستے سے جائیں گے' ہمیں خبر ہو جائے گی۔"

"کیسے بڑے بھائی؟"

"پہلے اپنی ذہانت کو آزماؤ۔ ناکام رہو گی' تب بتاؤں گا۔"

وہ ذرا سوچنے کے بعد بولی۔ "اوہ گاڈ! میں تھوڑی دیر کے لیے فلاور کو بھول گئی تھی۔ وہ پارس اور باربرا کے ساتھ رہے گی تو میں اس کے اندر رہ کر ان کے جانے آنے کے راستے معلوم کرتی رہوں گی۔"

"ہاں' اب تو اندیشہ نہیں رہا؟"

"بالکل نہیں بڑے بھائی! بیضابہ میں رہ کر ان کی جیتی ہوئی بازی ہم جیت لیں گے۔"

"اب جاؤ اور برادر کو فوراً واپس آنے کے لیے کہو۔"

"لیکن برادر تنہا کیسے آئے گا۔ تمام زرخرید آلۂ کار مارے گئے ہیں۔ یہاں کے جنگل تو جنگل' شہر بھی خطرات سے خالی نہیں

ہیں۔"

"درست کہتی ہو۔ میں صوبالیہ کے ایک حاکم سے فون پر رابطہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ دس مسلح سپاہیوں کو دریائے جوبا کے گھاٹ پر بھیج دے تاکہ وہ ہمارے برادر کو حفاظت سے شہر لے آئیں۔"

اس نے ہاٹ لائن پر صوبالیہ کے حاکم سے رابطہ کیا۔ اس سے درخواست کی کہ مملکتِ اسرائیل کے ایک خاص شخص کے لیے جوبا کے گھاٹ پر دس مسلح سپاہی بھیجے جائیں۔" حاکم نے کہا۔ "آپ لوگوں نے ہمیں مسلمان سمجھ کر یہاں کے فاقہ زدہ عوام کے لیے کبھی امداد نہیں بھیجی۔ ہم سے کبھی ہمدردی کا ایک لفظ نہیں کہا۔ اس کے باوجود ہم آپ کے ایک شخص کی حفاظت کریں گے۔ ویسے آپ یہاں کے سیاسی حالات سمجھ رہے ہیں۔ ہم خود یہاں پوری طرح محفوظ نہیں ہیں۔ سپاہیوں کی بے حد کمی ہے پھر بھی میں کوشش کر کے دو مسلح سپاہی بھیج دوں گا۔"

الپا نے کہا۔ "بڑے بھائی! فون رکھ دیں، اب اس کا باپ بھی میرے اشاروں پر چلے گا۔ میں جا رہی ہوں۔"

وہ بلیک آدم کے پاس آئی۔ وہ اپنی گاڑی کی طرف لوٹ کر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "بڑے بھائی کا مشورہ ہے فی الحال میدان چھوڑ دو۔"

"سسٹر! جب تک ہتھیار ہیں، میں تنہا اور کمزور نہیں رہوں گا۔"

"کمزوری اور شہ زوری کی بات نہیں، حکمتِ عملی کی بات کرو۔ شہر بیضابہ واپس جاؤ۔ میں صبح تک تمہارے تعاون سے یہاں کے حکمرانوں اور قبائلی سرداروں کو ٹرپ کروں گی۔ ان کے دماغوں میں بیٹھ کر حکومت کروں گی یا اس تک پہنچنے والی تمام امداد اور تمام ذرائع بند کر دوں گی۔ فلاور کے ذریعے معلوم کروں گی کہ وہ فارمولے لے کر کس راستے سے آ رہے ہیں۔ ہم اس راستے میں قدم قدم پر ایسے سخت انتظامات کریں گے کہ وہ کسی بھیس میں بھی فارمولے چھپا کر نہیں لے جا سکیں گے۔"

وہ قائل ہو کر بولا۔ "یہ حکمتِ عملی بہت خوب ہے لیکن میں تنہا کیسے واپس جاؤں؟"

"تمہاری حفاظت کے لیے مسلح سپاہی یہاں دو چار گھنٹوں میں پہنچ جائیں گے۔ پلیز، تم اس گھاٹ سے ذرا دور گاڑی لے جاؤ اور کسی کی نظروں میں نہ آؤ۔"

"ٹھیک ہے، میں گاڑی لے جا رہا ہوں۔ یہاں کی ساحلی آبادی میں وقت گزاروں گا۔"

وہ چلی گئی۔ وہ تاریکی میں چلتا ہوا اپنی گاڑی کے پاس آیا۔ وہاں سے کچھ دور وہ گھاٹ اسٹیشن تھا، ادھر دو کمروں سے روشنی جھلک رہی تھی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھا تو پتا چلا کہ سیٹ پر گدی نہیں ہے۔ اسٹیئرنگ پر ایک کاغذ چپکا ہوا تھا۔ کاغذ پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ اس نے پینسل ٹارچ کی روشنی میں پڑھا لکھا ہوا تھا۔

"گاڑی لنگڑی ہو چکی ہے۔"

تحریر کے نیچے "پی" لکھا ہوا تھا۔ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ پارس نے لکھا ہے۔ اس نے گاڑی سے اتر کر پھر پینسل ٹارچ کی روشنی میں پہیوں کو دیکھا۔ دو پہیوں سے ہوا نکل گئی تھی۔ تحریر کے مطابق گاڑی واقعی لنگڑی ہو چکی تھی۔

اسے پوری طرح خطرے کا یقین ہو گیا کہ پارس کہیں قریب ہی موجود ہے۔ اس کے پاس صرف ایک ہی کارتوس رہ گیا تھا۔ وہ مزید اسلحہ حاصل کرنے گاڑی کے پچھلے حصے میں آیا۔ ٹارچ کی روشنی میں کلاشنکوف، سیون ایم ایم اور شاٹ گنز وغیرہ دکھائی دے رہی تھیں۔ صرف لکڑی کی وہ پیٹیاں نہیں تھیں جن میں کارتوس بھرے ہوئے تھے۔ ان کارتوسوں کے بغیر تمام ہتھیار کھوکھلے اور بیکار تھے۔ وہاں ایک جگہ کاغذ چپکا ہوا تھا۔ اس پر لکھا تھا۔ "بندوق ہو اور گولیاں نہ ہوں تو امن قائم رہتا ہے۔"

اس تحریر کے نیچے بھی "پی" لکھا ہوا تھا وہ چیخ کر گالیاں دینا چاہتا تھا پھر بڑے ضبط سے کام لیا۔ خیال آیا کہ چیخ کر کچھ بولے گا تو گھاٹ کے کمرے میں رہنے والے مسافر چلے آئیں گے۔ ان میں دشمن بھی ہو سکتے ہیں۔

خطرے کا احساس پریشان کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ دشمن کہیں قریب، بہت قریب ہے۔ وہ اچانک گولیاں چلائے گا تو بھاگنے کا موقع نہیں ملے گا۔ اس نے سوچ کے ذریعے آواز دی "الپا! سسٹر الپا! تم کہاں ہو؟ میں خطرات میں گھرا ہوا شیر ہوں، جس کے فرار کے راستے مسدود کر دیے گئے ہیں۔ میں موت سے نہیں ڈرتا لیکن بے موت مرنا نہیں چاہتا۔ پلیز سسٹر! ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی طرح معلوم کرو کہ پارس کہاں چھپا ہوا ہے؟"

سسٹر بہت پہلے ہی جا چکی تھی۔ اسے جواب نہ ملا۔ تب پورنی طرح نہتا ہونے کا یقین ہوا۔ نہ زرخرید آلۂ کار تھے، نہ ہتھیار تھے اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کا سہارا تھا۔ دشمن بہت تجربے کار ثابت ہو رہے تھے۔ انہوں نے پہلی ٹیم کے تمام افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ دوسری ٹیم کا انجام بھی تقریباً یہی ہو رہا تھا۔ ایک وہی اب تک سلامت رہ گیا تھا۔ جنگل میں ڈھائی گھنٹے تک گولیاں ضائع کرتا رہا تھا۔ ایک کو زخمی کیا تھا لیکن اس زخمی ٹیلی پیتھی جاننے والی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا۔

ادھر یہ سلامت تھا۔ اُدھر مرینا بھی خیریت سے تھی۔ اچھی طرح نشانہ تاک کر گولی مارنے کے باوجود اسے ایک خراش تک نہ آئی جب کہ نشانہ بالکل درست تھا۔ گولی سیدھی مرینا کے جسم میں پیوست ہونے والی تھی لیکن مقدر میں سلامتی لکھی ہوئی تھی پھر وہ گولی کیسے لگتی۔ ہوا یہ کہ اُدھر سے گولی چلی۔ اِدھر اسی لمحے میں مرینا کے ہاتھوں سے وہ شاخ چھوٹ گئی جسے تھام کر وہ درخت پر چڑھ رہی تھی۔ ہاتھ چھوٹتے ہی وہ چیخ مار کر عبداللہ کے شانوں پر سے گرتی ہوئی گھاس پر آئی۔ عبداللہ نے بڑی پھرتی سے اسے دامن

پر گرنے سے پہلے ہی بازوؤں میں جکڑ لیا تھا اور اس کے ساتھ گھاس پر آ گرا تھا۔

وہ گرتے ہی ذرا نشیب میں لڑھکتے گئے چونکہ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے تھے اس لیے لڑھکنے کے دوران کبھی یہ نیچے اور وہ اوپر، اور کبھی وہ اوپر اور یہ نیچے ہو رہی تھی پھر وہ ہموار زمین پر تھم گئے۔ وہ چیخ مار کر بولی۔ "مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ مجھے بچاؤ۔ میرے بدن سے زہر نکالو۔"

"میڈم! آپ ناحق گھبرا رہی ہیں۔ میں نے ادھر کوئی سانپ نہیں دیکھا ہے۔"

"کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ میری کمر میں چبھن سی ہوئی تھی۔ اب جلن ہو رہی ہے۔ شاید زہر پھیل رہا ہے۔"

وہ بول رہی تھی اور خوف سے لپٹنے کے باوجود اور لپٹی جا رہی تھی۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "میڈم! تم بہت گوری اور حسین ہو۔ میری نیت بدل رہی ہے۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں نمک حرامی نہیں کرنا چاہتا۔"

"تمہیں نمک کی پڑی ہے اور جلن کی شدت سے میری جان نکلی جا رہی ہے، اگر تم زہر کا توڑ نہیں جانتے تو سپیرے کو بلا لاؤ۔"

"میں جانتا ہوں لیکن تم چھوڑو گی تو کچھ کروں گا۔"

اس نے چھوڑ دیا۔ عبداللہ کو فکر تھی کہ دشمن نہ آ دھمکے۔ مرینا کو اپنی جان کی پڑی تھی۔ وہ لباس ہٹا کر بولی۔ "سانپ نے یہاں ڈسا ہے۔ یہاں جلن ہو رہی ہے۔"

اس نے وہاں ہاتھ رکھا تو دل کی دھڑکنیں پاگل ہونے لگیں۔ وہ کالا تھا۔ پیدائشی کالا تھا۔ زندگی میں صرف ایک بار ایک گوری چمڑی اس کے بازوؤں میں آئی تھی۔ ایک طویل مدت کے بعد پھر ایک حسینہ اسے مل رہی تھی۔ وہ بولی۔ "کیا کر رہے ہو؟ زہر کیوں نہیں چوس رہے ہو؟"

اس نے کپکپاتے ہوئے ہونٹ زہریلے بدن پر رکھ دیے۔ وہ بدن اسے ڈسنے لگا۔ وہ زہر چوس رہا تھا حالانکہ جانتا تھا، سانپ نے نہیں کاٹا ہے۔ ان اطراف میں ایسے کاٹنے بھی ہوتے تھے جو چبھنے کے بعد کچھ دیر تک جلن پیدا کرتے تھے۔ مرینا اس جلن کو زہر کا اثر سمجھ رہی تھی جب کہ اس کا اثر عبداللہ پر ہو رہا تھا۔ اس نے مدہوشی میں خود کو بھلا دیا تھا اور خود فراموشی کے عالم میں زہر کا توڑ کر رہا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ آدمی ہر سانپ کے کاٹنے سے نہیں مرتا لیکن سانپ کی دہشت سے مر جاتا ہے۔ اس کا نفسیاتی علاج یہی ہے کہ سانپ نے نہ بھی کاٹا ہو تو اس کی دہشت دور کرنے کے لیے محض نمائشی طور پر زہر کا توڑ کیا جائے۔

عبداللہ سپیرا نہیں تھا، نہ بمن کی طرح زہریلا تھا لیکن اس نے بمن سے سانپ کے کاٹے کا منتر سیکھا تھا اگر واقعی سانپ ڈس لیتا تو وہ اس کا زہر اتار دیتا۔ بہرحال اس نے مرینا کی تسلی کر دی کہ اب اس پر زہر اثر نہیں کرے گا۔

وہ گھاس پر پڑی سوچ رہی تھی، خواہش شہروں میں نہیں جنگلوں میں بھی پکارتی ہے۔ جنگلی درندوں اور زہریلے سانپوں اور بچھوؤں کی نگری میں بھی زہریلی خواہشات پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ اب وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ یہ بات شی تارا کو معلوم نہ ہو کیوں کہ وہ اسے اپنے بھائی پے پے سرنا کی ملکیت سمجھتی تھی اور یہ مرینا کو اچھا لگتا تھا۔ اسے امید تھی کہ ایک دن سرنا اس سے شادی کرے گا اور وہ بدستور شی تارا کے ساتھ آزادی سے دنیا گھومتی رہے گی۔

اب اسے پہلی بار احساس ہوا کہ وہ آزاد نہیں ہے۔ شی تارا سے ڈرتی ہے اس لیے کسی کے ساتھ آزادی سے وقت نہیں گزار سکتی۔ اس کا بھائی ساری عمر اسے داشتہ بنا کر رکھے گا تو وہ بغاوت نہیں کر سکے گی۔ اپنی ایک الگ راہ پر نہیں چل سکے گی۔ وہ شی تارا کی معمولہ اور تابعدار ہے اور یہ نادیدہ زنجیریں اگر نہ توڑ سکی تو مرتے دم تک اس کی تابعداری کرتی رہ جائے گی۔

اسے پارس کے بعد سرنا ملا تھا اور سرنا کے بعد عبداللہ اس کے حواس پر چھا رہا تھا۔ وہ کالا تھا مگر اس پر مرمٹنے والا تھا۔ بلا کا شہ زور تھا۔ اس پر طرّہ یہ کہ اس کا معمول اور تابعدار تھا۔ اس کے سامنے سرنا کچھ ماند پڑنے لگا تھا۔ وہ ایک طویل عرصہ کے بعد پھر اپنی ایک الگ راہ اختیار کرنے کے متعلق سوچنے لگی۔

صرف عورت کا جادو نہیں چلتا۔ بعض مرد بھی ساحرِ اعظم ہوتے ہیں۔ ان کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ "دشمن کی طرف سے طویل خاموشی ہے یوں لگتا ہے، وہ ہمیں مہلت کی آزادی دے کر چلا گیا ہے۔"

وہ گھاس پر لیٹی ہوئی تھی۔ اٹھ کر اُس کے کھلے کا ہار ہو گئی پھر بولی۔ "میں نے چند دنوں کے لیے تم بمن بھائی کی خدمات حاصل کی تھیں لیکن اب تم ہمیشہ میرے غلام بن کر رہو گے۔"

وہ بولا۔ "ہم افریقی باشندے صدیوں سے غلامی کرتے آئے ہیں لیکن ہم اس عورت کی غلامی نہیں کرتے جو ہم سے زیر ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے تم مجھے خریدنے والی مالکہ تھیں۔ اب میری عورت ہو۔"

"بکواس نہ کرو۔ اس وقت میرے دل پر تمہاری حکمرانی ہے لیکن میری حکمرانی تمہارے دماغ میں ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ زیادہ مردبننے کی کوشش کرو گے تو تمنگی کا ناچ نچاؤں گی۔"

"میں مانتا ہوں، تمہاری ٹیلی پیتھی نے تمہیں مجھ سے زیادہ طاقتور بنا دیا ہے لیکن ہماری دنیا میں ہر مخلوق کی طاقت رفتہ رفتہ زوال پذیر رہتی ہے۔ جنگل کا شیر بھی ایک دن بیمار یا بوڑھا ہوتا ہے۔ ذرا سوچو کبھی تم بیمار ہو گی، خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہو گی تو پھر حکمرانی کہاں رہے گی؟ مرد کی آغوش میں نارمل رہو۔ آغوش سے اچھل کر سریر نہ چڑھو۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی۔ "میرا یہ حسن و شباب تمہاری

اوقات سے زیادہ ہے۔ میں نے تمہیں اوقات سے زیادہ دے کر غلطی کی ہے۔ چلو اٹھو اور میرے دشمن کو تلاش کرو۔"

چونکہ مرینا کا انداز محبوبانہ نہیں رہا۔ حاکمانہ ہو گیا اس لیے وہ تابعداری میں سر جھکا کر کھڑا ہو گیا پھر اس کے حکم کے مطابق دشمن کو ڈھونڈنے کے لیے چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا اور نہ آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے وہ چلا گیا ہے۔"

"وہ اچانک ہی میدان چھوڑ کر کیوں جائے گا؟"

"ہو سکتا ہے اسے کوئی مشکل پیش آئی ہو۔ ہتھیار کام نہ آ رہے ہوں یا وقتی طور پر میدان چھوڑنے میں اس کی کوئی حکمتِ عملی ہو۔"

"یہاں سے آگے بڑھنے میں خطرہ ہے۔ وہ کہیں چھپا ہو گا۔"

"تم صفورا سے رابطہ کرو۔ اس کی خیریت معلوم ہو گی اور اسے کہہ سکو گی کہ وہ دو چار مسلح آلہ کاروں کو لے آئے۔ دشمن جہاں بھی چھپا ہو گا وہ محاصرے سے پریشان ہو کر اپنے بل سے نکل آئے گا۔"

مرینا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ صفورا کے پاس آ کر معلوم کیا' وہ گھاٹ اسٹیشن واپس آ گئی تھی اس نے پوچھا۔ "دشمنوں کا کیا بنا؟"

وہ بولی۔ "میں نے نیولے اور دو مسلح گارڈز کو جہنم میں پہنچا دیا ہے۔"

اس نے گوگا بابا اور نیولے سے مقابلے کی روداد سنائی۔ ایک اجنبی کا بھی ذکر کیا۔ مرینا نے پوچھا۔ "وہ تمہاری مدد کرنے والا اجنبی کون تھا؟"

صفورا نے سوچ لیا تھا کہ وہ مرینا کے سامنے پارس کا ذکر نہیں کرے گی۔ ورنہ وہ پارس کو ڈس لینے کا حکم دے گی اور ابھی وہ تذبذب میں تھی کہ کس طرح مرینا کی تابعدار بھی رہے اور پارس کی احسان مند بھی رہے۔ اس نے مرینا سے کہا۔ "پتا نہیں وہ کون تھا۔ چھلاوے کی طرح آیا اور میری مدد کی پھر یہ جا اور وہ جا۔ مجھے کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔"

اس نے پوچھا۔ "کہیں وہ پارس تو نہیں تھا؟ وہ جوان لڑکیوں کو متاثر کرنے کے لیے ایسے ہی ڈرامائی انداز اختیار کرتا ہے۔"

"میڈم! میں کیا کہہ سکتی ہوں' آپ مجھ سے زیادہ جانتی ہیں۔ میں نے اسے کبھی دیکھا نہیں ہے۔"

"میری بات سنو اور اس پر فوراً عمل کرو۔ یہاں جس دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو رہا تھا اس نے اچانک خاموشی اختیار کر لی ہے۔ شاید وہ اطراف میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ اچانک ہم پر کہیں سے بھی حملہ کر سکتا ہے۔ تم فوراً کچھ مسلح غلاموں کو لے کر آؤ اور اسے یہاں تلاش کرو۔"

"میڈم! دشمن ایک ہے یا دو ہیں؟"

"دو تھے' ایک کو ہم نے گولی مار دی ہے۔"

"پھر تو وہاں کوئی نہیں ہے۔ وہ زندہ بچنے والا گھاٹ کی طرف واپس آ گیا ہے اور گھاٹ سے کچھ دور اپنی گاڑی کے پاس موجود ہے۔"

"اسے وہیں روک دو۔ ورنہ وہ نئی تیاریوں کے ساتھ آئے گا۔"

"میں اسے بے دست و پا کر چکی ہوں۔ اس کی گاڑی کے پہیے بیکار کر چکی ہوں۔ میں نے اس کے پاس ہتھیار رہنے دیے ہیں لیکن تمام کارتوسوں کی پیٹیاں غائب کر دی ہیں۔"

"واہ صفورا! تم نے تو کمال کیا ہے۔ اب اس کم بخت کو اس لو تاکہ ایک دشمن پارٹی بالکل ہی ختم ہو جائے۔"

"میں جا کر دیکھتی ہوں۔ وہ گاڑی کے پاس ہو گا تو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

مرینا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر عبداللہ کو دیکھا اور سوچا دونوں بہن بھائی زبردست ہیں۔ الپا کی دونوں ٹیموں کو انہوں نے نابود کیا ہے۔ میں ان کے ساتھ ایک مضبوط ٹیم بنا سکتی ہوں۔"

عبداللہ نے پوچھا۔ "تم مجھے اس طرح کیوں گھور رہی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں۔ اگر ہم ملکہ اور غلام نہ رہیں اور بہترین دوست بن جائیں تو بڑے بڑے دشمنوں کے دانت کھٹے کر سکتے ہیں۔"

"تم دوستانہ انداز میں سوچو گی تو میں تم پر جان قربان کرتا رہوں گا۔"

"اور اگر تم مجھے ایک زبردست دشمن سے نجات دلا دو گے تو میں تم سے شادی کر لوں گی۔"

"کون ہے وہ دشمن؟"

"اس کا نام شی تارا ہے۔ جس طرح میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا ہے اسی طرح وہ میرے دماغ پر حکومت کرتی ہے۔ میں اس سے بچ نہیں سکتی۔ اس کے خلاف کچھ سوچتی ہوں تو وہ میرے چور خیالات پڑھ لیتی ہے۔"

"پھر تو وہ تمہاری یہ باغیانہ باتیں بھی پڑھ لے گی؟"

"ہاں' لیکن آج کل وہ مجھ پر اندھا دھند اعتماد کرتی ہے۔ وہ میرے پاس آتی ہے۔ ضروری باتیں کرتی ہے مگر میرے چور خیالات نہیں پڑھتی۔ اسے شبہ ہو گا تو پڑھے گی اور میں شبہ ہونے نہیں دوں گی۔"

"مجھے اس کا پتا ٹھکانا بتاؤ۔ میں اس کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔"

"اتنی بڑی دنیا میں اس کا ایک ہی سگا بھائی ہے' اسے بھی وہ اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتاتی ہے پھر ہمیں کیسے معلوم ہو گا؟"

"تمہارے ذہن میں کوئی تدبیر ہو تو بتاؤ۔ میں اس پر عمل کر کے تمہیں اس سے نجات دلاؤں گا۔"

"اگر کوئی تخریبی عمل کا ماہر مجھ پر عمل کرے۔ میرے دماغ سے میری موجودہ آواز اور لہجہ مٹا دے اس کے بعد میری اصل آواز اور لہجہ بھی مٹا دے اور ایک نیا لہجہ میرے ذہن میں نقش کر دے تو شی تارا کبھی میرے اندر نہیں آ سکے گی۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے۔ بیضابہ میں ایک تخریبی عمل کا ماہر ہے۔ ہم اس سے یہ کام لے سکتے ہیں۔"

"لیکن مجھے اندیشہ رہے گا کہ وہ عامل کہیں مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار نہ بنا لے۔"

"ایسا نہیں ہو گا۔ عمل کے دوران میں موجود رہوں گا۔ اسے تمہارے مزاج کے خلاف عمل نہیں کرنے دوں گا۔"

وہ بولی۔ "اس کا مطلب ہے' مجھے تم پر بھروسا کرنا ہو گا۔"

"کسی پر تو بھروسا کرنا ہی ہو گا۔ ورنہ تمام عمر شی تارا کی کنیز بن کر رہو گی۔"

وہ دونوں وہاں سے گھاٹ اسٹیشن کی طرف جانے لگے۔ مرینا سوچ رہی تھی۔ جلد ہی فیصلہ کرنا چاہیے۔ عبداللہ پر اعتماد کیا جائے زندگی بھر ان بہن بھائی کی تابعداری کی جائے۔ ایک طرف شی تارا اور سرنا تھے۔ دوسری طرف صفورا اور عبداللہ۔ ایک بہن بھائی سے چھوٹ کر دو سرے بھائی بہن پر اس لیے بھروسا کر سکتی تھی کہ ان دونوں میں کوئی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ ان پر وہ حاوی ہو سکتی تھی۔ وہ رفتہ رفتہ عبداللہ کی طرف مائل ہو رہی تھی۔

●●●✱✱●●●

صفورا گھاٹ اسٹیشن کی چار دیواری سے باہر نکل آئی۔ مرینا نے اسے حکم دیا تھا کہ گاڑی کے پاس جو ایک دشمن زندہ بچ گیا ہے' اسے جا کر ڈس لے۔ کسی کو بھی ڈسنے کے خیال سے اسے ایک قسم کی عجیب سی تسکین حاصل ہوتی تھی۔ پارس کو دیکھ کر بھی ایسے ہی ایک جذبے نے سر اٹھایا کہ اس کے بدن کے کسی حصے میں اپنے دانت پیوست کرے۔

ایسے جذبات حاوی ہوں تو وہ نارمل نہیں رہتی تھی۔ اس پر ایک بے خودی سی طاری ہو رہتی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار پارس کو دیکھ کر بہکنا کی کشش محسوس کی تھی۔ وہ بڑی محبت سے اسے اپنانا چاہتی تھی۔ یہ سمجھتی تھی کہ وہ ناگ زہر کا اثر نہیں لے گا یا فطری طور پر عذاب میں مبتلا رہے گا پھر اس سے محبت کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ ناگ اور ناگن کے محبت کرنے کے آداب کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کبھی وہ ناگ پر سحر طاری کرتی ہے' کبھی ناگ اسے سحر زدہ کرتا رہتا ہے۔

وہ دل ہی دل میں یہ اعتراف کر رہی تھی کہ اس سے سحر زدہ ہو چکا ہے اور مجبوراً اس سے کترا رہی ہے لیکن کترا کر کتنی دور جا سکتا تھا۔ وہ چلتے چلتے ٹھٹک گئی۔ دور سے وہی دکھائی دے رہا تھا۔ اندھیری رات میں خواہ انٹی ڈارک لینسز لگائے جائیں' دور سے پہچان لگے بھی ٹھیک طرح پہچانے نہیں جاتے لیکن وہ ایک ہی ملاقات کے بعد اسے دل کی آنکھوں سے پہچاننے لگی تھی۔ وہ قریب آ کر بولا۔ "کہاں جا رہی ہو؟"

"مالکہ کا حکم ہے' اس گاڑی والے کا کام تمام کرنے جا رہی ہوں۔"

"میں نے تھوڑی دیر پہلے تمہارے سامنے اس کی گاڑی کے پہیوں سے ہوا نکال دی۔ اس کے تمام کارتوس غائب کر دیئے۔ وہ بالکل نہتا اور بیکار ہو گیا ہے۔ اسے ہلاک کر کے کیا حاصل کرو گی۔"

"یہ میری مالکہ کا حکم ہے۔"

"کیا تم غلامی کے لیے پیدا ہوئی ہو؟"

اس نے چونک کر پارس کو دیکھا۔ وہ بڑی خوددار تھی' کسی کی محکوم نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا۔ "مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ میں ایک آزاد اور عیش و عشرت سے بھرپور زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ بھائی عبداللہ نے کہا ہے' یہ مالکہ ایک ہفتہ کے لیے ہماری خدمات حاصل کر رہی ہے۔ ہمیں پچاس ہزار ڈالر دے گی۔ پھر میں ہم کنگال ہو رہے تھے اس لیے یہ آفر قبول کر لی۔"

"اسے تخریبی عمل کیوں کرنے دیا؟"

"اس نے کہا تھا' بہت سے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ہمیں جنگل میں ملیں گے۔ وہ میرے اور بھائی عبداللہ کو دماغی نقصان پہنچائیں گے۔ ہم پاگل نہیں ہونا چاہتے تھے اس لئے اسے تخریبی عمل کرنے کی اجازت دے دی گئی۔"

"کیا سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اس نے تم دونوں کو اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ تم بہن بھائی ایک ہفتے کے لیے نہیں ساری عمر کے لیے اس کے غلام بن گئے ہو۔"

"ہاں' ہم سمجھتے ہیں کہ لیکن اس لیے حالات سے سمجھوتا کر رہے ہیں کہ وہ کبھی کبھی مالکن بن جاتی ہے۔ ورنہ ہمارے ساتھ دوستانہ رویہ رکھتی ہے۔"

"عقل سے سوچو' جو دوست ہوتے ہیں وہ آقا بن کر نہیں رہتے پھر اپنا دماغ کسی کے حوالے کر دینا اور اپنے اندر کوئی راز چھپانے کے قابل نہ رہنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ کیا تمہاری زندگی میں ایسا کوئی راز نہیں ہے جسے تم اپنی مالکہ سے چھپانا چاہو گی؟"

صفورا نے اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔ وہ مرینا سے پارس کی بات اپنے دل میں چھپانے لگی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کہ مرینا آرام سے بیٹھے گی تو اس کے چور خیالات کے ذریعے دل میں چھپے ہوئے ناگ کو پہچان لے گی۔

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "ہر انسان کی زندگی میں کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جنہیں وہ ساری دنیا سے چھپاتا ہے۔ میں بھی چھپانا چاہتی ہوں۔ لیکن اب یہ ممکن نہیں رہا ہے۔"

"عقل سے کام لو گی تو یہ ممکن ہے۔ تم اور تمہارا بھائی اس سحر سے آزاد ہو جائیں گے۔"

"تم بہت اچھے ہو۔ ہماری بھلائی کی باتیں کرتے ہو۔ بتاؤ ہمیں آزادی کیسے ملے گی؟"

"میرے ساتھ باربرا تم پر عمل کر کے تمہیں مرینا کے تنویمی عمل سے نجات دلائے گی۔"

"ہرگز نہیں۔ اس طرح میں تم لوگوں کی تابعدار بن جاؤں گی۔ میرا بھائی بھی اس کے لیے تیار نہیں ہوگا۔"

"میں نے دانائی اور آزادی کا راستہ دکھایا ہے۔ اس راستے پر چلنا یا نہ چلنا تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔"

وہ جانے لگا اس نے آواز دی۔ "ٹھہرو۔ میری بات سنو اور اپنی بھلائی کے لیے اس پر عمل کرو۔"

"تم میری بات نہیں مان رہی ہو پھر میں تمہاری کسی بات پر عمل کیوں کروں؟"

"مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں تمہیں وارننگ دیتی ہوں آئندہ میرے سامنے نہ آنا۔ آؤ گے تو پچھتانے کے لیے بھی زندہ نہیں رہو گے۔ یوں سمجھ لو میں تمہارا احسان بھول چکی ہوں۔"

وہ وہاں سے چلتی ہوئی گاڑی کے پاس آئی۔ بلیک آدم نہیں تھا۔ وہاں سے کہیں چلا گیا تھا۔ اس نے گھاٹ اسٹیشن کی طرف واپس جاتے ہوئے دور تک نظریں دوڑائیں۔ نظریں پارس کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ دل کہہ رہا تھا کہ وہ سچا عاشق ہو گا تو وارننگ کی پروا نہیں کرے گا۔ جان ہتھیلی پر رکھ کر چلا آئے گا۔

شاید وہ سچا عاشق نہیں تھا۔ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ گہری تاریکیوں میں جانے کہاں گم ہو گیا تھا۔ وہ چار دیواری کے تیسرے کمرے میں آ گئی۔ مرینا اور عبداللہ بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ وہ لوگ جب سے دریائے جوبا کے گھاٹ پر آئے تھے تب سے آرام کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ الپا کی پہلی پارٹی سے مقابلہ ہوا پھر دوسری پارٹی سے یوں رات کے دو بج گئے تھے۔ مرینا نے کہا۔ "تھکن سی ہو رہی ہے۔ صفورا چائے بناؤ۔ نیند ہمارے مقدر میں نہیں ہے۔"

"صفورا کیروسین آئل کے اسٹوو پر چائے تیار کرتے ہوئے بولی۔ "وہ دشمن گاڑی کے پاس نہیں تھا۔ شاید کہیں بھاگ گیا ہے۔"

مرینا نے کہا۔ "وہ شاید اب واپس نہ آئے۔ میں پارس کی وجہ سے پریشان ہوں۔ نہ لانچ آ رہی ہے کہ ہم پارس سے دور دریا پار چلے جائیں، نہ ہی وہ کم بخت سامنے آ رہا ہے۔ یہ آنکھ مچولی جاری رہے گی تو ہمیں دو گھڑی سونے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔"

عبداللہ نے کہا۔ "تم آرام سے بے خوف و خطر سو جاؤ، میں جاگتا رہوں گا۔"

"صرف جاگنے کی نہیں اسے تلاش کرنے کی اور اس پر قابو پانے کی بات ہے وہ چھپ کر ہمیں پریشان کر رہا ہے۔"

اس وقت مرینا نے اپنے اندر شی تارا کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ہیلو مرینا! کیسی ہو؟"

وہ بولی۔ "ٹھیک ہوں۔ تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کامیابیاں حاصل کی ہیں، کیا اس کی رپورٹ سناؤں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بڑی دیر تک تمہارے چور خیالات پڑھتی رہی ہوں، مجھے تمام حالات کا علم ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "کیا... کیا تم بہت دیر سے میرے دماغ میں ہو؟"

"ہاں! تم اس خوش فہمی میں تھیں کہ میں تم پر اندھا اعتماد کرتی ہوں اس لیے چور خیالات نہیں پڑھوں گی۔"

"ہاں، مگر تم انسانی ذہن کو سمجھتی ہو۔ دماغ میں اچھے برے خیالات آتے رہتے ہیں اور انسان برے خیالات سے بچتا رہتا ہے۔ اسی طرح میں بھی اپنی آزادی کے متعلق سوچنے کے باوجود تمہاری تابعدار بن کر رہنا چاہتی ہوں۔"

"تم نہ چاہو گی، تب بھی میری تابعداری کرتی رہو گی۔ صفورا اور عبداللہ مجھ سے نجات حاصل نہیں کر سکیں گے۔ یہ اچھا ہے کہ پارس نے تمہیں جگائے رکھا ہے۔ میں بھی یہاں ایک معاملے میں مصروف ہوں۔ ویسے تمہیں صبح تک ضرور نیند آئے گی۔ میں تمہارے خوابیدہ دماغ پر اس بار ایسا عمل کروں گی کہ تم اپنے گاؤ کو بھول جاؤ گی اور مجھے دیوی مان کر میری پوجا کرتی رہو گی۔"

"شی تارا! پلیز مجھ سے..."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "شٹ اپ، آئندہ بے تکلفی سے میرا نام نہ لینا۔ اب تم محض دو کوڑی کی معمولہ ہو۔ میں جو تمے مار مار کر تم سے اپنا کام کراتی رہوں گی۔ ابھی جا رہی ہوں۔ صبح تک آؤں گی۔ اپنے بچاؤ کی کوششیں کر دیکھو۔ مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکو گی۔"

وہ چپ ہو گئی۔ مرینا نے اس کے مزید بولنے کا انتظار کیا پھر اسے آواز دی۔ "میڈم! تمہارے حکم کے مطابق تمہارا نام نہیں لوں گی لیکن میری التجا سن لو، میری یہ پہلی غلطی معاف کر دو۔"

وہ بول رہی تھی لیکن کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ عبداللہ نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ خیریت تو ہے؟"

وہ گہری سانس لے کر چھوڑتی ہوئی بولی۔ "شی تارا نے میرے چور خیالات پڑھ لیے ہیں۔"

"کیا باغیانہ خیالات بھی پڑھ لیے ہیں؟"

"ہاں، اسے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ وہ تم سب بھائی کو بھی تنویمی عمل کے جال سے نکلنے نہیں دے گی۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔ ہمیں فوراً ہی رہائی کی کوئی صورت نکالنا چاہیے۔"

مرینا نے سخت لہجے میں کہا۔ "اب رہائی کی بات نہ کرو۔ ہم تنویمی عمل کی دلدل میں ہیں۔ جتنا نکلنے کی کوشش کریں گے اتنا ہی اندر دھنستے جائیں گے۔"

صفورا سن رہی تھی اور پارس کو یاد کر رہی تھی اس نے کہا تھا، ے کام لو گی تو سحر سے آزاد ہو جاؤ گی۔ وہ ناممکن کو ممکن ہے۔ اس نے مرینا اور بھائی کو گرما گرم چائے پیش کرتے کہا۔ "پہلے چائے پیو پھر سوچو۔ پریشان ہونے سے مصیبت ے گی۔ چائے پی کر تھکن دور ہو گی تو دماغ میں کوئی تدبیر آ ئے گی۔"

تینوں چائے پینے لگے۔ عبداللہ نے پوچھا۔ "کیا شی تارا ہے؟"

نہیں، شاید جا چکی ہے۔ ویسے اس کی موجودگی کا پتا نہیں چلتا ں چائے پی کر آرام کروں گی۔ صفورا یہاں میرے پاس ی اور تم پارس کو تلاش کرنے جاؤ گے۔ اندھیرے میں زیادہ جانا۔ ورنہ....."

وہ بولتے بولتے چپ ہو گئی۔ ہاتھ سے پیالی چھوٹ گئی اپنے ہاتھ سے سینے کو سہلاتے ہوئے گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ کھڑا ہوا تھا وہ بھی کھڑا نہ رہ سکا۔ آہستہ آہستہ فرش پر بیٹھ صرف صفورا اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی تھی کیوں کہ اس پر کوئی سی بھی ضرر رساں دوا اثر نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے مرینا کو تھام کر پوچھا۔ "میڈم! کیا ہو رہا ہے؟ کیا میں کچھ ملا ہوا ہے؟"

باربرا کی آواز سنائی دی۔ "چائے میں نہیں، پانی میں ملا ہوا

صفورا نے دروازے کی طرف دیکھا۔ باربرا نے اندر آ کر تم تینوں اپنا سامان یہاں چھوڑ کر جنگ لڑنے گئے تھے۔ چلا گیا تھا میں اکیلی کیا کرتی؟ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ اس لیے پانی کی لوں میں دوا حل کر دی۔ یوں اپنا مسئلہ حل کر لیا۔"

صفورا نے کہا۔ "بہت بول رہی ہو۔ اب میں تمہارے خون کا زہر حل کروں گی۔"

مرینا کے پاس سے اٹھی باربرا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "رک جب تک دور ہو، محفوظ ہو، قریب آ کر بچتاؤ گی۔"

دونوں ہاتھ بڑھا کر لانبے ناخنوں کی نمائش کرتی ہوئی بولی۔ ناخنوں کی ہلکی سی خراش تمہارے بدن پر پڑے گی تو گھنٹوں اور زندگی کی کش مکش میں رہو گی۔ میں تمہیں مرنے نہیں پارس کے لیے عبرت کا سبق بنا دوں گی اور اس سے اپنے اور میڈم کی سلامتی چاہوں گی۔"

دونوں ہاتھ بڑھا کر باربرا کو نیچے مارنا چاہتی تھی۔ اسی لمحے دروازے پر آ کر گولی چلائی۔ گولی شانے کی ہڈی توڑتی ہوئی کی وہ چیخ مار کر لڑکھڑائی پھر پیچھے دیوار سے ٹکرا کر گر پڑی۔ نے اس کے دماغ میں آ کر کہا۔ "مجھے خوش آمدید کہو۔ میں آ ہوں۔"

مکمل نے باربرا کی پلاننگ کے مطابق لیلیٰ اور سلمان کو مرینا اور عبداللہ کے دماغوں میں پہنچا دیا۔ وہاں لکڑی کے پرانے پلنگ بچھے ہوئے تھے۔ پاشا نے ان تینوں کو اٹھا کر ایک ایک پلنگ پر پہنچا دیا۔ باقی کام ہمارے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اور والیوں پر چھوڑ دیا۔ میں نے پارس کے پاس آ کر کہا۔ "ان تینوں کو تنویمی نیند کے لیے سلایا جا رہا ہے۔ یہ اچھا ہے کہ فارمولوں کے جتنے طلبگار ہیں وہ دریا پار کرنے سے پہلے ہی قابو میں آ جائیں یا یہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں۔"

ہمیں الپا کی مصروفیات کا علم تھا لیکن ابھی تک یہ بات ہمارے علم میں نہیں آئی تھی کہ اسرائیل میں جو نئی تنظیم وجود میں آئی ہے، وہ چھ آدم برادرز پر مشتمل ہے اور ان کا ایک برادر بلیک آدم اس جنگل میں پہنچا ہوا ہے۔

پارس نے کہا۔ "بابا! پتا نہیں وہ کون تھا، جس کی گاڑی میں نے بیکار کر دی اور اسلحے سے محروم کر دیا اب وہ کہیں روپوش ہو گیا ہے یا واپس چلا گیا ہے۔"

"نہیں بیٹے! وہ تنہا اس جنگل میں سے گزر کر شرو واپس نہیں جائے گا۔ الپا اس کے لیے کچھ انتظامات کر رہی ہو گی۔"

"گویا پھر ایک نئی ٹیم یہاں آئے گی۔ پلیز، آپ اب لانچ والوں کو نہ روکیں۔ ادھر آنے دیں۔ ہمیں نئے دشمنوں کے آنے سے پہلے دریا پار کر لینا چاہیے۔"

ان تینوں پر تنویمی عمل کیا جا رہا ہے۔ وہ کم از کم تین گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہوں گے۔ یوں صبح ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے، اس وقت تک کچھ نئے مخالفین آ جائیں۔ نہ آئیں تو اچھی بات ہے۔ میں نے یہاں سے دو میل کے فاصلے پر ایک لانچ کو روک رکھا ہے۔ تم جب چاہو گے وہ لانچ یہاں چلی آئے گی۔"

پارس وہاں کی ساحلی بستی میں آ گیا تھا وہ کچھ دیر سونا چاہتا تھا۔ گھاٹ اسٹیشن کی چار دیواری میں کسی بھی نئے اجنبی دشمن سے خطرہ تھا۔ اس لیے وہ بستی میں آیا تھا۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ بستی میں خاموشی اور ویرانی تھی۔ گھاس پھوس کی جھونپڑوں میں رہنے والے خوراک کی تلاش میں شہروں کی طرف چلے گئے تھے جو رہ گئے تھے وہ بھوکے سو رہے تھے۔

پارس ایک جھونپڑی میں آیا وہاں ایک عورت اپنے بھوکے بچوں کے ساتھ دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بھوک سے موت آ رہی تھی، نیند نہیں آ رہی تھی اس نے اپنے بیگ میں سے کھانے کے سربند ڈبے نکالے اور انہیں دے وہ عورت بچوں کے ساتھ کھانے پر ٹوٹ پڑی وہ جھونپڑی کے اندر آیا۔ وہاں ایک اونچی مچان بنی ہوئی تھی۔ وہ جگہ سونے کے لیے مناسب تھی۔

دشمن بھی اپنے تحفظ کے لیے ایسی ہی مناسب جگہ تلاش کر سکتے ہیں۔ ٹھیک اس جھونپڑی کے پیچھے والی ایک جھونپڑی میں بلیک آدم پہنچا ہوا تھا۔ اس نے وہاں کے مکینوں کو کھانا کھلایا تھا اور اس کے عوض سونے کے لیے مچان پر چڑھ گیا تھا۔ الپا نے کہا تھا وہ

آرام کرے۔ نئی ٹیم کے پہنچتے ہی وہ اسے جگا دے گی۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے بے خبر ایک دوسرے کے پڑوسی بن کر سو گئے۔

❁❁❁✱✱❁❁❁

جیسے ماں کی گود اجڑتی ہے' ویسے ہی ٹرانسفارمر مشین کی کوکھ اجڑ چکی تھی۔ اب کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ سپر ماسٹر کے پاس دو ہی خیال خوانی کرنے والے رہ گئے تھے' جن میں سے ایک ٹیری ہارٹ لاپتا ہو گیا تھا۔ سپر ماسٹر کو ابھی یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ اس خیال خوانی کرنے والے کو یہودیوں نے اغوا کر لیا ہے۔ اب اس ملک میں جہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فصل اُگتی تھی' وہاں صرف ایک ہی خیال خوانی کرنے والا رہ گیا تھا جس کا نام ہوکی سول تھا۔

سپر ماسٹر نے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران سے کہا۔ "ہم ایک طویل عرصہ سے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر رہے ہیں اور دشمنوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ یہ پیدا ہونے والے دشمنوں کے ہاتھوں مرتے یا اغوا ہوتے رہے۔ اب ہمارے پاس کیا رہ گیا ہے؟ مشین آؤٹ آف آرڈر ہو چکی ہے اور صرف ایک خیال خوانی کرنے والا ہوکی سول رہ گیا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہاں' سخت سے سخت پہرا لگانے اور فولادی قلعے میں بند رکھنے کے باوجود یہ آخری خیال خوانی کرنے والا بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل سکتا ہے۔ یہ ہمارا برسوں کا تجربہ یا برسوں کی بے عقلی ہے۔"

"اس آخری شخص کی حفاظت کرنی ہی ہوگی۔"

"مسئلہ صرف حفاظت کرنے کا نہیں ہے۔ اس پہلو پر بھی غور کرنا ہے کہ اس اکیلے خیال خوانی کرنے والے سے کیا کام لیا جائے۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے دو بندوں کو اپنا آلۂ کار بنا لیا تھا لیکن وہ دونوں گرفتار ہو گئے اس ادارے میں فرہاد اور اس کے بیٹے چوبیس گھنٹوں تک رہے لیکن ہم کامیابی حاصل نہ کر سکے کیوں کہ ہمارا یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد وغیرہ کے مقابلے میں طفلِ کتب ہے۔"

"ایک ٹرانسفارمر مشین نے ہمیں زبردست سپر پاور بنایا تھا۔ سچ ہے' شیر سے طاقت چھین لی جائے تو وہ سرکس کا پالتو کتا بن جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم سپر پاور کے بجائے کتے کہلائیں' ہمیں نئے انداز سے بازی شروع کرنا چاہئے۔"

"کیا موجودہ زوال سے بچنے کی کوئی تدبیر تمہارے ذہن میں ہے؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ اپنی طاقت کم پڑے تو دوسروں سے طاقت ادھار لینا چاہئے۔ ساری دنیا میں امریکی امداد مشہور ہے۔ ہم جیسے غریب اور کمزور ملکوں کو اناج' ہتھیار اور ڈالر قرضے کے طور پر دیتے ہیں پھر کیا ہم ٹیلی پیتھی کا ہتھیار قرض کے طور پر حاصل نہیں کر سکتے؟"

ایک فوجی افسر نے پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمیں ٹی شی تارا کی صلاحیتیں ادھار لینا چاہئیں؟"

"ہاں' اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "سپر ماسٹر! تم اس بوڑھے تیز طرار صاحب کی پیش گوئی درست کرنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا تھا کہ ہم ٹی شی تارا اور مرینا کی ٹیلی پیتھی کے محتاج ہو جائیں گے۔"

"ہمارا مسئلہ پیش گوئی کو درست یا غلط ثابت کرنا نہیں ہے۔ ہمارے پاس جو کمی ہے وہ کس طرح پوری کی جائے؟ کیا ہم مائک مین سے یا اسرائیلی حکومت سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ادھار مانگ سکتے ہیں؟"

"نہیں' کوئی اپنی طاقت ہمیں نہیں دے گا اور دے گا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے ہمارے اندرونی راز ضرور معلوم کرے گا۔"

ایک نے کہا۔ "صرف ٹی شی تارا اور مرینا ایسی ہیں' جو کسی بڑے ملک کے زیرِ اثر نہیں ہیں۔ وہ کسی کے لیے جاسوسی نہیں کرتی ہیں۔ وہ ہمارے بیشتر معاملات میں ہماری معاون ثابت ہوں گی۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "فی الوقت ہمارے سامنے ٹرانسفارمر مشین کی مرمت کا مسئلہ ہے۔ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ مشین کتنے دنوں' کتنے ہفتوں' مہینوں اور سالوں میں درست ہو گی۔ تب تک ہم فرہاد اور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے سکڑ کر نہیں رہیں گے۔ ان کے آگے بے بس ہو کر ان کے جائز یا ناجائز مطالبات منظور کرنے پر مجبور نہیں ہوں گے؟"

"درست کہتے ہو' موجود حالات کا تقاضا ہے کہ ٹی شی تارا اور مرینا کی خدمات حاصل کی جائیں۔"

"ان کی خدمات حاصل کرنے کے علاوہ ایک اور منصوبہ ہے' جس پر میں عمل کر رہا ہوں۔ اس کے نتیجے میں جلد ہی کامیابی حاصل ہو گی تو میں بہت بڑی خوشخبری سناؤں گا۔"

ایک حاکم نے پوچھا۔ "کیا تم اس منصوبے کو راز میں رکھنا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں' مجبوری ہے' آپ میں سے کئی حضرات یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ میری زبان سے نکلا ہوا راز دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ جائے گا۔ ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "کوئی ضروری نہیں کہ اب بھی ایسا ہی ہو۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "تم یوگا کے ماہر نہیں ہو اس وقت تمہارے دماغ میں کوئی دشمن چھپا ہوا ہے۔ وہ تمہارے ذریعے ضد کر کے میرا خفیہ منصوبہ معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ میرے دماغ میں کوئی دشمن نہیں ہے۔"

"اگر نہیں ہے تو حبّ الوطنی کا ثبوت دو۔ اپنے ملک کی بہتری

کی خاطر وقت سے پہلے خفیہ منصوبے کے متعلق کوئی سوال نہ کرو۔ یہاں جو بھی اس سلسلے میں ضد کرے گا' وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کا آلۂ کار سمجھا جائے گا۔"

وہ تمام حکام اور افسران خاموش رہے' جو یوگا کے ماہر نہیں تھے۔ سپر ماسٹر تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر بولا۔ "دس منٹ کے بعد ٹی تارا ہم سے رابطہ کرے گی۔"

ایک نے پوچھا۔ "اس سے رابطہ کیسے ہوتا ہے؟ کیا تمہارے پاس اس کا ایڈریس اور فون نمبر ہے؟"

"اس کا کوئی فون نمبر اور پتا ٹھکانا نہیں ہے۔ واشنگٹن میں ایک ڈی شی تارا رہتی ہے۔ میں نے اس سے فون پر رابطہ کیا تھا اور اصل شی تارا سے گفتگو کی خواہش ظاہر کی تھی۔ جو اصل ہے' وہ اپنی ڈی سے دن کے بارہ بجے اور رات کے بارہ بجے رابطہ کرتی ہے۔ ایسے رابطے کے بعد ڈی نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اس وقت مجھ سے باتیں کرے گی اس لیے میں نے آپ لوگوں سے اس اجلاس میں شریک ہونے کی درخواست کی تھی۔ اب چھ منٹ رہ گئے ہیں۔"

چھ منٹ کے بعد فون کی گھنٹی نے متوجہ کیا۔ سپر ماسٹر نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو' میں سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔"

"میں ڈی بول رہی ہوں۔ مادام شی تارا میرے دماغ میں موجود ہیں۔ اپنے کسی ایسے شخص کی آواز سناؤ جو سانس نہ روکتا ہو۔ مادام اس کے اندر آ کر تم سے گفتگو کرے گی۔"

سپر ماسٹر نے اجلاس میں موجود ایک افسر سے کہا۔ "آپ ریسیور لے کر اپنی آواز سنائیں۔ مادام آپ کی زبان سے ہمیں مخاطب کریں گی۔"

اس نے ریسیور لے کر آواز سنائی۔ شی تارا نے اس کی زبان سے کہا۔ "میں یہاں تم لوگوں کے درمیان حاضر ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہم نے تمہیں نئے سرے سے دوستی کا رشتہ قائم کرنے کے لیے بلایا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' تمہارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے کام نہیں آ رہے ہیں۔"

"وہ ہمارے کام آ رہے ہیں۔ تم یہ نہ سمجھو کہ ہم بہت زیادہ مجبور ہو کر اپنی کسی غرض کے لیے تم سے دوستی کر رہے ہیں۔"

"پھر میں کیا سمجھوں؟ کس لیے مجھ سے دوستی کا خیال آ رہا ہے؟"

"اس لیے کہ ہم کسی غرض کے بغیر پورے خلوص سے دوست بنانا چاہتے ہیں۔ تم یہ تسلیم کرو گی کہ دوستی ایک بڑی طاقت ہے اور یہ بڑی طاقت اس وقت حاصل ہو گی جب تم ہماری اور ہم تمہارے ہو جائیں گے۔"

"یہی فیصلہ دو دن پہلے کر لیتے تو ہم بابا صاحب کے ادارے سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کر کے لے آتے؟"

"فیصلہ میں دیر ہوئی ہے' اندھیر تو نہیں ہوا ہے۔ ہمیں "دیر آید درست آید" کی کہاوت پر یقین رکھنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے' آگے بولو۔ دوستی کیسے ہو گی؟ کن شرائط پر ہو گی؟ تم لوگ مجھے کیا دو گے اور میری صلاحیتوں سے کیا لو گے؟"

"سب سے پہلے تو ہم تمہیں امریکا کی شہریت دینا چاہتے ہیں۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی بھی ملک کی شہریت اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ قانونی اجازت نامہ کے محتاج نہیں رہتے۔"

"یہ درست ہے' لیکن ہم تمہیں صرف قانونی طور پر ہی نہیں' سرکاری طور پر بھی ایک بڑا عہدہ دینا چاہتے ہیں۔"

"یعنی سونیا ٹانی کی طرح مجھے سپر مادام بنانا چاہتے ہو؟"

"ہاں' امریکا جیسے ملک کی سپر مادام بننا تمہارے شایانِ شان ہے۔ سونیا ٹانی کو اتنے اختیار کبھی نہیں ملے' جتنے کہ ہم تمہیں دینے والے ہیں۔"

"بے شک' یہ بہت بڑی آفر ہے لیکن مجھ پر بہت زیادہ ذمے داریاں آن پڑیں گی اور ان تمام ذمے داریوں سے نمٹنے کے لیے مجھے واشنگٹن میں آ کر قیام کرنا ہو گا۔"

"تم بے خوف و خطر یہاں آ سکتی ہو۔ ہم ایسے حفاظتی انتظامات کریں گے کہ کوئی تمہارے نقشِ قدم کو بھی نہیں پا سکے گا۔"

"مجھے یقین ہے کہ میں تمہارے کام آتی رہوں گی تو تم سب اپنی جان سے بھی زیادہ میری حفاظت کرو گے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ کئی محفوظ پناہ گاہیں بدل چکی ہوں پھر بھی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ فرہاد یا اس کے بیٹے کسی بھی دن مجھے آ کر دبوچ لیں گے اور مجھے اپنے زیرِ اثر لے آئیں گے۔"

"فرہاد اور اس کے بیٹے بار بار جنم لے کر بھی ہماری حفاظتی دیواروں کو توڑ کر تمہارے پاس نہیں پہنچ سکیں گے۔ تم مرینا کے ساتھ چلی آؤ۔"

"مرینا دوسرے معاملات میں مصروف ہے۔ پہلے میں آؤں گی۔ چند ہفتوں کے بعد وہ بھی آ جائے گی۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔ یہ بتاؤ تم کب آ رہی ہو؟"

"چوبیس گھنٹے کے اندر آنے کی کوشش کروں گی۔ آنے سے پہلے فلائٹ نمبر وغیرہ بتا دوں گی۔"

"اوہ ویری نائس آف یو۔ تم نے جی خوش کر دیا ہے' ہم سب بے چینی سے تمہارا انتظار کرتے رہیں گے لیکن برا نہ مانو تو یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم ہی آ رہی ہو یا اپنی ڈی کو بھیج رہی ہو؟"

"میں آ رہی ہوں لیکن یقین نہیں دلا سکوں گی کہ اصل ہوں یا نقل؟ میرے بھائی پے پے سرنا کے سوا کسی نے میری صورت نہیں دیکھی ہے۔ تم لوگ مجھ پر شبہ کرو گے تو برا نہیں مانوں گی۔ مشکوک

ہو کر بھی تم لوگوں کے لیے کام آتی رہوں گی۔ رفتہ رفتہ میری سچائی کا یقین ہو جائے گا۔"

"درست کہتی ہو۔ ابتدا میں ہمیں اصل اور ڈی کے چکر میں نہیں پڑنا چاہئے۔ ورنہ کبھی ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کر پائیں گے۔ بس تم چلی آؤ۔"

"میں جا رہی ہوں۔ وعدہ کے مطابق چوبیس گھنٹے کے اندر آ جاؤں گی۔"

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچ رہی تھی۔ "سپر ماسٹر مجھے نادان بچی سمجھتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ انہوں نے سونیا ثانی کو سپر مادام بنا کر کس طرح ایک شاندار بنگلے میں قید کر رکھا تھا اور آخری وقت تک اسے گولی مار دینا چاہتے تھے۔ وہ بڑی مکار نکلی۔ پتا چلا وہ کبھی بنگلے میں تھی ہی نہیں۔ اس بنگلے میں اس کی اپنی ڈی موجود تھی۔"

شی تارا بھی یہی کرنے والی تھی۔ آج تک اس نے کسی کو اپنی اصلی صورت نہیں دکھائی پھر داشٹکن آ کر خود کو ظاہر کرنے کی حماقت کیوں کرتی۔ اس کے پاس ایک نہیں کئی خفیہ پناہ گاہیں تھیں، جہاں وہ کسی کھٹکے یا دھڑکے کے بغیر رہتی تھی۔

وہ اپنی ڈی نمبر تین یعنی شی تارا تھری کے پاس آئی۔ کچھ عرصہ پہلے پاشا لندن میں شی تارا تھری کے بیڈ روم میں پہنچ گیا تھا۔ جو کسی سے زیر ہو جاتی تھی اور ظاہر ہو جاتی تھی، شی تارا پھر اسے اپنی ڈی بنا کر نہیں رکھتی تھی۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس کی شخصیت بدل دیتی تھی۔ اس نے لندن والی شی تارا تھری کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔ اس کی جگہ ایک نئی شی تارا تھری کو اپنی آلۂ کار بنایا تھا۔ وہ دہلی میں رہتی تھی۔ شی تارا نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ اسے داشٹکن جا کر کس طرح اصل شی تارا کا رول پلے کرنا چاہئے۔ وہ دہلی سے وہاں جائے گی تو اور یقین پختہ ہو گا کہ شی تارا ہندوستانی ہے اس لیے دہلی سے آ رہی ہے۔

ان مصروفیات میں کئی گھنٹے صرف ہوئے اس نے گھڑی دیکھ کر حساب لگایا کہ صوالیہ میں صبح ہو چکی ہو گی۔ شاید مرینا سو رہی ہو گی۔ شی تارا نے سوچا، وہ سو رہی ہو یا جاگ رہی ہو، اس کے چور خیالات سے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ اب بھروسے کے قابل نہیں رہی۔ لہٰذا آئندہ بھی اس کے چور خیالات پڑھتے رہنا چاہئے۔ شی تارا ابھی تمام رات جاگتی رہی گی۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ دو چار گھنٹے سونے کے بعد وہ پھر مرینا کے پاس جائے گی اور اس پر مزید تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ سے بغاوت مٹا دے گی۔

وہ فی الحال چور خیالات پڑھنے آئی تو خیال خوانی کی لہریں بھٹک کر واپس آ گئیں۔ دوسری بار اس نے مرینا کے اصل لہجے کو گرفت میں لیا، تب بھی اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکی۔ یہ بات واضح ہو گئی کہ دشمنوں نے اسے زیر کر لیا ہے۔ اس کے لہجے کو بدل دیا ہے اور مرینا کے ذہن میں جو نیا لہجہ نقش کیا گیا تھا، اسے شی تارا نہیں جانتی تھی۔ اس لیے اپنی تابعدار مرینا کے دماغ میں نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ یہ اسے بہت بڑا نقصان پہنچا تھا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی اب اس کی تابعدار نہیں رہی تھی۔

اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اپنی آدھی طاقت گھٹ گئی ہو۔ اپنا ایک بازو اچانک ٹوٹ گیا ہو۔ وہ پریشان ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگی۔ کوئی تین گھنٹے پہلے تک وہ غیر معمولی فارمولے حاصل کرنے کے راستے پر کامیابی سے جا رہی تھی۔ پورا یقین تھا کہ مرینا کے ذریعے بہت ہی زبردست فارمولے حاصل ہو جائیں گے لیکن اب اچانک ہی سارا کھیل ختم ہو گیا تھا۔ وہ جیتنے والی بازی ہار چکی تھی۔

لیکن نہیں، اتنی آسانی سے ہار نہیں مانی جاتی پھر وہ فارمولے اتنے اہم تھے کہ وہ ان کے حصول سے باز نہیں آ سکتی تھی۔ وہ پارس پر تلملا رہی تھی۔ وہ قاہرہ میں آنکھ نما دو ہیرے چھین کر لے گیا تھا، وہ ہیرے اسے ساری دنیا کی بے تاج ملکہ بنا سکتے تھے۔ وہاں اس نے خوش قسمتی چھینی۔ یہاں صوالیہ میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو چھین لیا۔ ایسی بڑی بڑی ناکامیاں اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھیں، وہ غصے سے ٹہل رہی تھی اور قسم کھا رہی تھی کہ صرف فارمولے ہی نہیں، دو ہیرا آنکھیں بھی پارس سے چھین لے گی۔ وہ ایک جگہ بیٹھ گئی، دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر اپنے دماغ کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرنے لگی اگرچہ مرینا ہاتھ سے نکل گئی تھی اور طاقت کچھ کم ہو گئی تھی تاہم سپر ماسٹر کی دوستی سے ایک نئی قوت حاصل ہو رہی تھی۔ اب وہ سپر ماسٹر کی خطرناک فورس کو پارس کے پیچھے لگا سکتی تھی۔ ایسا کرنے سے یہ نقصان ہو تا کہ سپر ماسٹر کو ان فارمولوں کا علم ہو جاتا، فائدہ یہ ہوتا کہ اس جنگل میں پارس کے مقابلے میں ایک بہت بڑی طاقت کو دیوار بنا دیتی۔ سپر ماسٹر کے خاص بندوں کے دماغوں میں رہتی۔ جب وہ فارمولے حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے تو ان سے فارمولے چھین کر اپنے قبضے میں کر لیتی۔

وہ تھوڑی دیر اس منصوبے کو اپنے دماغ میں پکاتی رہی پھر اس نے سپر ماسٹر کے نمائندے سے کہا۔ "تمہارے ماسٹر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

نمائندے نے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے سپر ماسٹر کے الفاظ کمپیوٹر کی اسکرین پر ابھرے۔ شی تارا نے نمائندے کے ذریعے پڑھا۔ وہاں لکھا تھا۔ "ہیلو! شی تارا میں حاضر ہوں، بولو کیا بات ہے؟"

نمائندے نے شی تارا کا جواب وہاں تک پہنچایا۔ اس کا جواب تھا۔ "میں کچھ اہم اور بہت ہی راز کی باتیں کرنے آئی ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "بے جھجک کہو۔ یہ نمائندہ ہمارا گہرا رازدار ہے۔"

وہ بولی۔ "تمہیں وہ لڑکی یاد ہو گی جو پیدائشی طور پر نہ لڑکا تھی، نہ لڑکی۔ بعد میں اس کے ساتھی جیری نے جبراً آپریشن کے ذریعے اسے لڑکی بنا دیا۔"

"مجھے یاد ہے، تم باربرا کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں، وہ باربرا پارس کے ساتھ صوالیہ کے جنگل میں ہے۔"

"کیا واقعی؟ وہ دونوں وہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"کیا تم نے یوسف البرہان عرف پاشا کا نام اور اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کے متعلق کچھ سنا ہے؟"

"نہیں، یہ پاشا کون ہے؟"

وہ پاشا کے متعلق تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگی۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں تمہاری باتوں کو غلط نہیں کہہ سکتا لیکن یہ ناقابلِ یقین بات ہے۔ وہ پاشا ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتا ہے، گہری تاریکی میں دیکھ لیتا ہے، فولادی ذہن رکھتا ہے اور چٹانی جسم رکھتا ہے۔ یہ سب قصے کہانیوں کی باتیں لگتی ہیں۔"

"ابتدا میں ہر نئی چیز حیرت انگیز اور ناقابلِ فہم ہوتی ہے۔ جسے آج ہمارا دماغ تسلیم نہیں کرتا، اسے آنے والا وقت تسلیم کرا دیتا ہے۔ ویسے تم یقین نہ کرو۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیا تمہارے لیے اتنا کافی نہیں ہے کہ فرہاد کا بیٹا پارس اس غیر معمولی شخص پاشا اور باربرا کے ساتھ جنگل میں ہے۔"

"ہاں، باربرا ہماری ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار ہے۔ وہ ہماری ملکیت ہے۔ اگر وہ افریقہ کے جنگل میں ہے تو ہم اپنے ہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی پوری کرنے کے لیے اسے ضرور حاصل کریں گے۔ لگے ہاتھوں پارس ہمارے قابو میں آ جائے تو ہم سونیا ثانی کے فریب کا انتقام لے سکیں گے پھر پاشا کی بھی غیر معمولی صلاحیتوں کو آزما لیا جائے گا۔"

وہ بولی۔ "اس کے لیے زیادہ وقت نہیں ہے۔ وہ تینوں لانچ کے انتظار میں گھاٹ اسٹیشن کی چار دیواری میں رات گزار رہے تھے۔ پہلی کوشش تو یہ کرو کہ انہیں دریا پار کرنے کے لیے کوئی لانچ نہ ملے۔ فوراً ہاٹ لائن پر صوالیہ کے حکام سے کہو کہ دریائے جوبا میں چلنے والی تمام لانچوں کے مالکان کو حکم دیا جائے کہ بارہ گھنٹوں تک کوئی لانچ نہ چلا سکے۔ کسی مسافر کو ایک جگہ سے دوسری نہ پہنچایا جائے۔"

"میں ابھی ہاٹ لائن پر بات کرتا ہوں۔ بائی دی وے، ان کے دریا پار کرنے سے ہمیں کیا نقصان پہنچے گا؟"

"وہ دریا پار کرنے کے بعد پاگ مائس قبیلے میں پہنچ جائیں گے وہاں بیس فٹ اونچے بت کے اندر وہ فارمولے چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ تم جانتے ہو، پارس کتنا مکار ہے، وہ سمجھ رہا ہو گا کہ واپسی کے تمام راستوں پر ہم اور یسودی کتنے سخت پہرے لگا چکے ہوں گے۔ وہ فارمولے لے کر ایتھوپیا یا کینیا کی طرف چلا جائے گا۔ فرہاد سپیچ ذرائع کا مالک ہے۔ بیٹے کے لیے جنگل کے کسی میدانی علاقے میں ہیلی کاپٹر بھیج دے گا۔ اس لیے کہتی ہوں، دریا میں لانچوں کی روانی بند کرا دو۔"

سپر ماسٹر نے ہاٹ لائن پر صوالیہ کے ایک اعلیٰ حاکم سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا۔ "ہم نے پچھلی بار ایک ہزار ٹن اناج اور دوائیں بھیجی تھیں، ایک اور طیارہ امدادی سامان لے کر وہاں پہنچے گا۔ اس سے پہلے ہماری ایک فرمائش فوراً پوری کرو۔ دریائے جوبا پر چلنے والی تمام لانچوں کی آمدورفت سے روک دو۔ آئندہ بارہ گھنٹوں تک کوئی لانچ نہ چلے۔ کوئی مسافر ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ جائے۔"

صوالیہ کے حاکم نے کہا۔ "جناب! اس دریا میں پچھلی رات سے ایک بھی لانچ نہیں چل رہی ہے۔ ہم حیران ہیں کہ فرانس، اسرائیل اور امریکا جیسے بڑے ممالک دریائے جوبا کی لانچوں سے کیوں دلچسپی لے رہے ہیں؟"

سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "فرانس اور اسرائیل کی طرف سے تمہیں کیا کہا گیا ہے؟"

"پہلے فرانس کی طرف سے یہی فرمائش کی گئی جو آپ کر رہے ہیں پھر ایک اسرائیلی حاکم نے ان سے کہا کہ ہم ان کے ایک آدمی کی حفاظت کے لیے اپنے مسلح سپاہی گھاٹ اسٹیشن بھیج دیں۔ میں صرف دو سپاہی بھیجنا چاہتا تھا مگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی میرے دماغ میں آ گئی۔ وہ مجھے طرح طرح سے مجبور کر رہی ہے۔"

شی تارا نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "یہ الپا ہو گی جو اس جنگل میں اپنے لوگوں کی حفاظت کے لیے صوالیہ کے سپاہیوں سے کام لے رہی ہے۔"

"لیکن فرانس کے حاکم نے دریا میں لانچوں کی روانی روکنے کو کیوں کہا ہے جب کہ پارس، باربرا اور پاشا کو دریا پار کرنا ہے۔"

"فرانس کے حاکم کی پشت پر یقیناً فرہاد ہے۔ اس نے پارس کے لیے دریا پار کرنے کی کوئی آسانی پیدا کر دی ہو گی۔ باقی دو سری ٹیموں کو روکنے کے لیے وہ دریائی راستہ بند کرا چکا ہے۔"

"میری خفیہ فوج سات گھنٹے کے اندر صوالیہ پہنچ جائے گی۔ میں دیکھوں گا کہ فرہاد کس طرح ہمارا راستہ روکے گا۔"

"میں گائیڈ کرنے کے لیے اس فوج کے کمانڈر کے دماغ میں رہوں گی۔"

"تمہیں راہنمائی کے لیے ضرور موجود رہنا چاہئے لیکن تم نہیں جانتی ہو، میری خفیہ فوج کے جو پندرہ زبردست گوریلا فائٹر وہاں جائیں گے، وہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔ ان سب کے دماغ اتنے حساس ہیں کہ وہ کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو گوارا نہیں کرتے ہیں۔"

"لیکن میں پرائی نہیں ہوں تم اور تمہارے اعلیٰ حکام مجھے سپر مادام بنا چکے ہیں۔"

"یہ درست ہے لیکن خفیہ فوج کا کوئی جوان اپنے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی دماغ میں جگہ نہیں دیتا ہے۔ سونیا ثانی بھی

ان میں سے کسی کے دماغ میں کبھی نہ جا سکی۔ ویسے تمہارے لیے یہ سہولت ہو سکتی ہے کہ ان پندرہ یوگا جاننے والوں کے ساتھ ایک عام فوجی جوان موجود رہے جس کے دماغ میں رہ کر تم باقی تمام کو گائیڈ کرتی رہو گی۔"

"نہیں' سپر ماسٹر! میں کسی ایک جوان پر تکیہ نہیں کروں گی اور یہ میری انسلٹ ہے کہ تمہارے فوجی مجھے اپنے اندر آنے نہیں دیں گے اور جب چاہیں گے مجھے دھوکا دیں گے' مجھے اپنے درمیان سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکیں گے۔"

"شی تارا! تم ہمارے لیے بہت اہم ہو۔ ہمارے فوجی تمہیں دھوکا نہیں دیں گے۔ ان پر بھروسا کرو۔"

"بھروسے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے آج ہی مرینا سے دھوکا کھایا ہے۔ اس ذلیل' کمینی کو میں نے اپنی سہیلی بنایا۔ وہ وفاداری ثابت کرتی رہتی تو شاید میں اسے اپنی بھابی بنا لیتی لیکن اس نے جلد ہی میری آنکھیں کھول دیں۔"

"کیا مرینا تم سے الگ ہو گئی ہے؟"

"ہاں' اس نے اپنے دماغ کو لاک کرا لیا ہے' پہلے وہ میری تابعدار تھی' اب آزاد ہو گئی ہے۔"

"کیا وہ بھی اسی جنگل میں ہے؟"

"ہاں' میرا خیال ہے اسے فرہاد نے ٹریپ کیا ہے اور اگر وہ فرہاد کے دام میں نہیں آئی ہے تو پھر اپنے دو ماتحتوں صفورا اور عبداللہ کے ساتھ کسی بڑی طاقت کی محتاج ہو گی۔ ہو سکتا ہے' وہ یہودیوں سے مدد مانگے یا تم سے مدد چاہے۔ ایسے میں تم کیا کرو گے؟"

"شی تارا! میرا امتحان نہ لو۔ عقل سے سوچ میں اس کی مدد نہیں کروں گا تو وہ فرہاد یا یہودیوں کی جھولی میں گر جائے گی۔ ہمیں حکمتِ عملی سے کام لینا چاہیے۔ تم غصہ کرو گی اسے ٹھکراؤ گی' ہمارے پاس آنے سے بھی روکو گی تو نتیجہ صاف ظاہر ہے' وہ دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کرے گی۔"

"میں مانتی ہوں۔ بے شک مرینا کو دشمنوں کی جھولی میں نہیں گرنا چاہئے لیکن وہ تمہارے پاس آئے گی تو میری حیثیت کیا رہے گی؟"

"تم سپر ادام رہو گی۔"

"سپر ادام کو تمہارے خفیہ فوجی اپنے دماغوں سے دھتکار دیتے ہیں۔ مجھے ایسا مضحکہ خیز عہدہ نہیں چاہئے۔"

"پھر کیا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں کہ تم سب میری ذات پر بھروسا کرو۔ اپنے خفیہ فوجیوں کو حکم دو کہ وہ میرے لیے اپنے دماغوں کے دروازے کھول دیں۔ وہ تمہارے خاص فوجی ہیں اگر یہ بہانہ کرو گے کہ وہ تمہارا حکم نہیں مانتے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ تمہارے دل میں کھوٹ ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں اپنے فوجیوں سے کہہ دوں گا۔ تم خاص ضرورت کے وقت ان سے رابطہ کر سکو گی۔"

"صرف خاص ضرورت کے وقت وہ آنے دیں گے پھر مجھے اپنے اندر سے بھگا دیں گے۔ نو سپر ماسٹر نو' میں اس مختصر سی فوج کے کمانڈر اور دو چار خاص جوانوں پر تنویمی عمل کروں گی۔ انہیں اپنا معمول بناؤں گی تاکہ میں اپنے خلاف ان کے چور خیالات معلوم کرتی رہوں۔"

"شی تارا! یہ تم بچگانہ باتیں کر رہی ہو۔ اگر میں کہوں کہ تم ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وِکی سول کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھول دو اور اسے تنویمی عمل کی اجازت دو تو کیا تم اپنے چور خیالات پیش کرنے کے لیے معمولہ بن جاؤ گی؟"

"میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ دودھ کی جلی ہوں چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیوں گی۔ کسی پر بھروسا نہیں کروں گی۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "پتنگوں اور دیوانوں سے دھوکے ملتے ہی رہتے ہیں پھر بھی انسانوں کی دنیا میں جینے کے لیے کسی نہ کسی پر بھروسا کرنا ہی پڑتا ہے۔ میرا مشورہ ہے' تم ابھی ٹھنڈے دماغ سے اپنے حالات پر غور کرو۔ میری خفیہ فوج کے صوبالیہ پہنچنے تک ایسا دانشمندانہ فیصلہ کرو کہ ہماری تمہاری دوستی رفتہ رفتہ مستحکم ہوتی جائے۔"

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ اس نے پارس پر غالب آنے کے لیے سپر ماسٹر سے دوستی کی تاکہ جنگل میں فوراً سپر پاور کی طرف سے خاطر خواہ مدد پہنچ جائے لیکن مرینا کی علیحدگی سے بات بگڑتی ہی جا رہی تھی اگر شی تارا ابھی سپر ماسٹر کے لیے چیلنج بن جائے تو مرینا سپر ماسٹر کے عہدے پر آ کر ذمے داریاں سنبھال لیتی۔

پھر وہ فارمولے حاصل کرنے کے لیے آخری ذریعہ سپر ماسٹری رہ گیا تھا۔ شی تارا کا کوئی آلۂ کار افریقہ میں نہیں تھا اس نے دوسرے ملکوں میں خطرناک آلۂ کار پال رکھے تھے۔ وہاں سے ان قابلِ اعتماد آلۂ کاروں کو صوبالیہ پہنچانے کے لیے وہ فوری انتظامات نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی سب سے بڑی بدنصیبی یہ تھی کہ وہ مخالفین سے بھری ہوئی دنیا میں تنہا رہ گئی تھی۔ بھائی سرنا اپنی کھوئی ہوئی قوتیں حاصل کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ اسے نشے کا ایسا چسکا پڑا تھا کہ وہ سانس روکنے کی مشقوں کے دوران تھک جاتا تھا۔ ہانپنے لگتا تھا۔ بہن کے کسی کام نہیں آ سکتا تھا۔

ایسے میں عقل سمجھا رہی تھی کہ اسے کسی بڑے معاملے میں نہیں پڑنا چاہئے بلکہ ذہنی سکون کے لیے کچھ عرصہ تک تمام مصروفیات ملتوی کر دینا چاہئیں۔ یہ درست ہے کہ بڑے بڑے نقصانات برداشت نہیں ہوتے لیکن ان نقصانات کو پورا کرنے کے لیے آدمی مزید معاملات میں الجھتا چلا جاتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ عارضی طور پر جنگ سے باز آ کر پیچھے ہٹنا اور نئی مدابعہ آزمانا لازم ہوتا ہے۔

اس نے فیصلہ کر لیا کہ کم از کم چھ گھنٹوں تک خیال خوانی نہیں کرے گی بلکہ سو جائے گی۔ جاگنے کے بعد بھی خوب آرام کرے گی۔ دائی ماں کے ساتھ ہنستی بولتی رہے گی۔ اسے موسیقی اچھی لگتی تھی' وہ اکثر آرام و سکون کے لئے نیم کلاسیکل گیت اور دھنیں سنا کرتی تھی لہٰذا اس نے طے کر لیا کہ وہ دور ہی سے فارمولے حاصل کرنے والوں کا تماشا دیکھتی رہے گی' کسی سے دماغی رابطہ نہیں کرے گی۔ البتہ اس تاک میں رہے گی کہ فارمولوں کو کسی طرح اچک لینے کا موقع مل جائے۔ مل جائے تو واہ واہ۔ نہ ملے تو سوگ نہیں منائے گی۔

دائی ماں نے آ کر کہا۔ "آگ لگے تمہاری ٹیلی پیتھی کو۔ یہ کیسی ظالم ودیا ہے کہ تمہیں اپنی خبر نہیں رہتی۔ تم جیتے جی آدھی مر جاتی ہو۔"

وہ ہنستی ہوئی اٹھی پھر دائی ماں کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اُس کے ساتھ ایک دائرے میں گھومتی ہوئی بولی۔ "میں بہت خوش ہوں۔ مجھے عقل آ گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ پانے کی دوڑ لگاتی رہوں گی تو جوانی میں بوڑھی ہو جاؤں گی اور وقت سے پہلے مر جاؤں گی۔"

وہ دائی ماں کو صوفے پر بٹھا کر خود فرش پر بیٹھ گئی۔ پھر اس بوڑھی کی گود میں سر رکھ کر بولی۔ "آج میں شام تک تم سے باتیں کروں گی اور خوب ہنستی بولتی رہوں گی۔ ایک منٹ کے لیے بھی خیال خوانی نہیں کروں گی۔"

وہ بولی۔ "بھگوان کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ تمہیں عقل آ گئی۔ چلو اٹھو غسل کرو۔ کچھ کھاؤ پیو پھر اچھی طرح نیند پوری کرو۔ جاگنے کے بعد تمہیں اس چار دیواری کے باہر کھلی فضا میں لے جاؤں گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک گود میں سر رکھے بیٹھی رہی اس سے بولتی رہی۔ دائی ماں بڑی ممتا سے اس کا سر سہلاتی رہی۔ ایسے ممتا بھرے انداز سے اسے نیند آنے لگی۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں سے جاگ رہی تھی۔ سکون پرور آغوش ملتے ہی وہ چند سیکنڈ میں سو گئی۔

اسے ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے؟ کہاں گم ہو گئی ہے؟ انسان جتنی دیر گہری نیند سوتا ہے' اتنی دیر کے لیے خود اپنے لیے مر چکا ہوتا ہے۔ اتنی دیر وہ اناج کا ایک دانہ اٹھا کر نہیں کھا سکتا۔ اگر ننگا سو رہا ہو تو اٹھ کر ایک لنگوٹ نہیں پہن سکتا۔ ہر رات نیند ہمیں سمجھاتی ہے کہ دنیا کی تمام دولت اور تمام فتوحات کو تم سوتے وقت اپنے کام میں نہیں لا سکتے۔ چوبیس گھنٹوں میں کم از کم چھ گھنٹے دنیا کی کوئی چیز تمہارے کام نہیں آتی۔ یہ ایک سبق ہے۔ یہ عبرت ہے کہ موت کے بعد کوئی چیز تمہارے کام نہیں آئے گی۔

سکون اسی وقت حاصل ہوتا ہے' جب انسان کچھ طلب نہیں کرتا اور نیند میں وہ طلب نہیں کر سکتا۔ اس لیے آرام سے رہتا ہے اگر وہ بیداری میں بھی طلب محدود کر لے۔ کم سے کم پر قناعت کرے تو یہ قدرت کا قانون ہے کہ اس پر کہیں سے عذاب نہیں آئے گا۔ کوئی پریشانی اسے چھو کر نہیں گزرے گی۔

جب وہ بیدار ہوئی تو شام ہو چکی تھی۔ دائی ماں نے الماری کھول کر کہا۔ "جاؤ' غسل کرو اور بتاؤ کون سا لباس پہنو گی؟"

اس نے اٹھ کر ایک شلوار قمیص کا انتخاب کیا پھر غسل خانے میں چلی گئی۔ دنیا کے تمام ممالک میں اس کی تمام بڑے شہروں میں شاندار کوٹھیاں اور بنگلے تھے وہ اپنے حالات اور دشمنوں کے مزاج کو سمجھتے ہوئے کسی ملک کے کسی شہر میں قیام کرتی تھی۔ موجودہ حالات میں اسے مجھ سے اور پارس سے کئی طرح کے اندیشے تھے اگرچہ اس نے اپنے بھائی پے پے سرنا کا برین واش کیا تھا اس کے دماغ سے میرے تنویمی عمل کے تمام اثرات مٹا دئے تھے پھر بھی اندیشہ تھا کہ میں نے سرنا کو رہا کرنے کے بعد اس خفیہ مقام تک اس کا تعاقب کیا ہو گا' جہاں اس نے بھائی کو لے جا کر چھپایا ہے اس طرح میں بھائی کے ذریعے بہن تک پہنچ سکتا ہوں۔

دوسرے یہ کہ پارس سے کچھ زیادہ ہی اندیشہ تھا۔ اس سانپ کی یہ خوبی بڑی تشویشناک تھی کہ وہ لاکھوں کی بھیڑ میں اور نہ ورتہ میک اَپ میں چھپے ہوئے چہروں کو ان کے بدن کی مہک سے پہچان لیتا تھا۔ ایسے میں وہ جس جگہ رہتی' اس شہر میں اگر پارس اسے تلاش کرنے آتا تو چہرے سے نہ پہچاننے کے باوجود کسی راستے یا شاپنگ سینٹر میں قریب سے گزرتے ہوئے اس کی مہک سے اسے پہچان لیتا۔

یہ دھڑکا بھی لگا ہوا تھا کہ وہ ناگ فارمولے حاصل کرنے کے بعد اسے ڈسنا چاہے گا اس مقصد کے لیے اسے تلاش کرے گا اور سوچے گا کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں مل سکتی ہے؟

پیرس تو میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آماجگاہ تھی۔ انگلینڈ' جرمنی' اٹلی' سسلی اور یونان سب ہی فرانس کے آس پاس کے ممالک تھے۔ پارس بڑی سہولت سے ان ممالک میں اسے تلاش کرنے جا سکتا تھا۔ امریکا کے شہروں کے متعلق اس نے سوچا۔ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا قحط پڑ گیا ہے ایسے میں تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے آلۂ کاروں کے دماغ میں موجود رہیں گے اور سپر ماسٹر کی کمزور پوزیشن سے فائدہ اٹھانے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔ ان لوگوں کا تماشا دور ہی سے دیکھنا چاہئے۔ اس ملک کے کسی شہر میں فی الحال نہیں رہنا چاہئے۔

ایک خیال یہ بھی تھا کہ وہ ہندو ہے۔ پارس سوچے گا کہ وہ ہندوستان میں ہے لہٰذا وہ وہاں کے مختلف شہروں میں اسے تلاش کرنے جائے گا۔ البتہ پاکستان ایسا ملک ہے' جہاں اس کے متعلق یہ نہیں سوچا جائے گا کہ ایک ہندو دشمن عورت آ کر رہے گی پھر پارس کچھ عرصہ پہلے ہی پاکستان میں رہ کر گیا ہے۔ اتنی جلدی ادھر نہیں آئے گا۔ اس نے ہر پہلو سے اپنے حالات اور پارس کی معصومیات کا جائزہ لیا پھر اسلام آباد آ گئی۔

اسلام آباد میں اس کی ایک محل نما شاندار کوٹھی تھی۔ اس

کوٹھی کا مالک دراصل ایک بہت بڑا جاگیردار اللہ وسایا تھا۔ اس کی ایک جوان بیٹی بانو شہناز تھی۔ اللہ وسایا نے وہ شاندار کوٹھی اپنی بیٹی کے نام کی تھی اور شی تارا نے اس کی بیٹی بانو شہناز کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔

اس کا یہی طریقہ کار تھا۔ وہ ہر ملک کے ہر شہر میں ایسا دولت مند دیکھتی تھی جس کی ایک ہی جوان بیٹی ہو اور کوئی بیوی بچہ یا قریبی رشتے دار نہ ہو۔ زیادہ رشتے دار ہونے سے ان سب کے نام اور رشتے یاد رکھنے پڑتے تھے پھر ان کے آنے جانے اور ملاقاتیں کرنے سے پریشانی بڑھ جاتی تھی اور وقت الگ ضائع ہوتا تھا۔ اسلام آباد میں بھی اس نے بانو شہناز کو اسی لیے تابعدار بنایا تھا کہ اس کے جاگیردار باپ اللہ وسایا کا کوئی قریبی رشتے دار نہیں تھا پھر دونوں باپ بیٹی مغرور تھے۔ دور کے رشتے داروں کو مُنہ نہیں لگاتے تھے۔ اس لیے جب شی تارا اس کی جگہ آتی تھی اور اس لڑکی کو کسی دوسرے ملک میں رہائش کے لیے بھیج دیتی تھی تو اس پر شبہ کرنے والا کوئی دور یا نزدیک کا رشتے دار نہیں ہوتا تھا۔

اس نے قاہرہ سے روانہ ہونے سے پہلے اسلام آباد کی بانو شہناز کو لندن جانے کا حکم دیا۔ لندن کی ڈی شی تارا اور ڈی سرنا کو سمجھا دیا کہ وہ شہناز پر نظر رکھیں اور جب تک دوسرا حکم نہ ملے اسے واپس اسلام آباد نہ جانے دیں اس طرح وہ بانو شہناز کے روپ میں اس کا شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دیگر اہم کاغذات کے ساتھ پہنچی تو قانون کی دست رس سے دور رہی۔ باپ نے بھی اسے بیٹی سمجھا کیوں کہ وہ بھی لاعلمی میں اس کا معمول اور تابعدار تھا۔

وہ جس ملک میں بھی جاتی وہاں دائی ماں کو ضرور ساتھ رکھتی تھی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس بوڑھی کے دماغ میں اس ملک کی زبان اور تہذیب کو نقش کر دیتی تھی۔ اسلام آباد میں شی تارا اور دائی ماں کو دیکھ کر کوئی ان پر ہندو ہونے کا شبہ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ دونوں ہنڈا اکارڈ کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر کھلی فضا میں تفریح کے لیے نکلیں۔ موسم خوشگوار تھا' ہوا میں خنکی تھی۔ صاف ستھرا شہر تھکے ہوئے ذہن کو تازگی دے رہا تھا۔ شی تارا نے کہا۔ "واقعی ذہنی پریشانیاں ہوں تو اس شہر میں آکر رہنا چاہئے۔ بشرطیکہ سیاسی پریشانیاں نہ ہوں۔ یہ شہر صرف سیاستدانوں کے لیے سر کا درد ہے۔"

وہ دونوں کسی ڈرائیور کی موجودگی میں خاموش رہتی تھیں۔ شی تارا اس کے دماغ میں آکر بولتی تھی۔ دائی ماں نے کہا۔ "یہاں لوگ کتنے مہنگے لباس پہنتے ہیں۔ قیمتی ائرکنڈیشنڈ گاڑیاں ہر راستے پر نظر آتی ہیں۔ پاکستان کے لوگ امیر ہیں لیکن حکومت غریب اور اربوں ڈالرز کی مقروض ہے۔ ہمارے بھارت کے لوگ غریب ہیں لیکن بھارتی فوج ہتھیاروں اور دیگر قوتوں سے مالا مال ہے۔"

شی تارا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ مسلمان اندر سے کھوکھلے اور باہر سے دولت مند اور طاقتور دکھائی دیتے ہیں۔ یہ اتنے کھوکھلے ہو گئے ہیں کہ بوسنیا اور صومالیہ کے مسلمانوں کے آنسو پونچھنے کے بھی لائق نہیں رہے ہیں۔"

"واقعی بڑی حیرانی کی بات ہے۔ اسلامی ممالک میں بے انتہا دولت ہے پھر بھی وہ آفت زدہ مسلمانوں کی مدد نہیں کرتے ہیں۔"

"کیسے کریں گے؟ میں نے کہا نا کہ ان لوگوں میں غرور اور نمائش کی عادت بہت ہے۔ تم نے آج کا اخبار دیکھا ہے؟"

"نہیں' کوئی خاص خبر ہے کیا؟"

"خبر ہمارے لیے نہیں' مسلمانوں کے سوچنے اور سمجھنے کے لیے ہے۔ برونائی کے سلطان نے اپنی کار میں پچاسی کلو گرام سونا لگایا ہے۔ دنیا کی سب سے مہنگی کار کا نام "فراری" ہے۔ یہ کار اتنی مہنگی ہے کہ پوری دنیا میں اس کی تعداد صرف ایک ہزار ہے۔ اس کی قیمت پاکستان کرنسی میں تقریباً اسّی لاکھ روپے ہے۔ برونائی کے سلطان نے اس کار کی باڈی میں جو سونا لگوایا ہے اس کے بعد وہ کار تقریباً دو کروڑ پچاس لاکھ روپے کی ہو گئی ہے۔ افریقہ کے کئی ممالک کے مسلمان مرد عورتیں اور بچے روزانہ سیکڑوں کی تعداد میں بھوک اور بیماریوں سے مر رہے ہیں اور ایک اسلامی ملک کا سلطان ڈھائی کروڑ کی سونے کی کار میں بیٹھ کر شاہانہ عظمت کی نمائش کرتا ہے۔ کیا خوب تماشا ہے دائی ماں۔"

وہ دونوں ہنسنے لگیں۔ بات صرف ان دونوں کے ہنسنے کی نہیں ہے۔ ہم مسلمان نہ یہ دیکھ سکتے ہیں نہ سمجھ پاتے ہیں کہ دنیا کی دوسری تمام قومیں اور دوسرے مذاہب کے لوگ ہم پر کس طرح ہنستے ہیں۔ ویسے جس قوم پر بے حسی اور بے غیرتی مسلط ہو جائے' وہ بازار میں ناچنے والی طوائف کی طرح کسی کی ہنسی کی پروا نہیں کرتی۔

اس وقت شی تارا اور دائی ماں نے مسلمانوں پر قہقہہ لگا کر ایک غلطی کی۔ کار ڈرائیو کرنے والا نوجوان چونک گیا۔ حیران ہو کر سوچنے لگا' پیچھے بیٹھی ہوئی بی بی جی اور ان کی گورنس بالکل خاموش بیٹھی ہوئی تھیں پھر دونوں ہی کسی بات پر قہقہہ لگا رہی ہیں؟

اس نے اچانک ہی کار روک دی پھر پلٹ کر انہیں دیکھا۔ شی تارا نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ گاڑی کیوں روک دی؟"

وہ بولا۔ "سوری بی بی جی! میں پوچھنا چاہتا ہوں' مجھ سے کیا حماقت ہو گئی کہ آپ دونوں کو ہنسی آ رہی ہے؟"

دونوں نے ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھا۔ انہیں غلطی کا احساس ہو گیا۔ جب بات نہیں ہو رہی تھی کوئی لطیفہ بیان نہیں کیا جا رہا تو وہ بیک وقت کیوں ہنس پڑی تھیں؟ انہیں ہنسی پر قابو پانا چاہئے تھا۔

دائی ماں نے کہا۔ "تم سے کوئی حماقت نہیں ہوئی ہے۔ گاڑی چلاؤ۔"

"ابھی چلاتا ہوں لیکن کوئی بات مجھے پریشان کرتی ہے تو میرے اندر گیس بھر جاتی ہے۔ میں کوئی کام صحیح طور سے انجام نہیں دے پاتا۔ ایسی حالت میں کار چلاؤں گا تو۔۔۔ ایکسیڈنٹ کا خطرہ ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "پریشان کیوں ہوتے ہو؟ تمہیں تکلیف پہنچانے والی کوئی بات تو نہیں ہوئی ہے؟ ہمیں اچانک ہی ایک بات پر ہنسی آ گئی تھی۔"

"مگر بی بی جی! آپ دونوں نے کوئی بات ہی نہیں کی تھی اور جب بات نہیں کی تھی تو پھر کس بات پر ہنسی آ گئی تھی؟"

"زبان سے بات کرنا ضروری نہیں ہے۔ کبھی کبھی سوچ کر بھی ہنسی آ جاتی ہے۔"

"یعنی دونوں نے بیک وقت ہنسنے کی بات سوچی۔ اور بیک وقت ہنس پڑیں۔ ایسا تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔"

"کیا؟" وہ دونوں چونک پڑیں۔ یوں لگا جیسے شی تارا کی خیال خوانی کا بھید کھل گیا ہو۔ اس نوجوان کو ابھی حال ہی میں بانو شہناز نے ڈرائیور کے طور پر رکھا تھا۔ شی تارا نے بانو شہناز کے ذہن سے جو باتیں معلوم کیں ان کے مطابق اس کا نام عادل چنگیزی تھا۔ اس نے انگلش لٹریچر میں ایم اے کیا تھا پھر بانو شہناز کے عشق میں ڈرائیور بن گیا تھا۔ یہ عشق پچھلے ایک ماہ سے شروع ہوا تھا۔ شہناز اسے پسند کرتی تھی لیکن عشق نہیں کرتی تھی۔

پسندیدگی کی وجہ یہ تھی کہ اسے اسلام آباد کے ماحول میں تعلیم یافتہ ڈرائیور کی ضرورت تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ خوبرو بھی تھا اور احمق بھی۔ اپنی باتوں اور حرکتوں سے دلچسپی پیدا کرتا رہتا تھا۔ شی تارا نے شہناز کے خیالات پڑھ کر عادل چنگیزی کے متعلق ضروری معلومات حاصل کی تھیں لیکن یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں کچھ جانتا ہے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں آئی۔ اس نے ذرا بے چینی محسوس کی پھر سانس روک لی۔ اس کے بعد خوش ہو کر بولا۔ "بی بی جی! میری برسوں کی دعا قبول ہو رہی ہے۔ شاید فرہاد بھائی جان میرے دماغ میں آنا چاہتے ہیں۔"

شی تارا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا تم فرہاد علی تیمور کو جانتے ہو؟ کیا وہ تمہارے دماغ میں آتا ہے۔"

"آپ نے بھی کیا سوال کیا ہے۔ بھلا فرہاد بھائی جان کو کون نہیں جانتا۔ جب میں ساتویں جماعت میں تھا تب سے بھائی جان کی داستان پڑھ رہا ہوں۔ یہ میری باڈی دیکھ رہی ہیں۔ ان کی داستانیں پڑھ پڑھ کر میں نے یہ صحت اور جان بنائی ہے۔ جوڈو کراٹے میں بلیک بیلٹ حاصل کیا ہے اور پورے پانچ منٹ تک سانس روک لیتا ہوں۔"

"کیا تم ٹیلی پیتھی بھی سیکھی ہے؟"

"کوشش کی تھی مگر ایک برس تک شمع کو سکتے سکتے اندھا ہو گیا تھا۔ میرے باپ نے میری خوب پٹائی کی مگر میں باز نہ آیا۔ اپنی امی سے کہتا تھا کہ وہ مرہاء فرہاد بھائی جان کی نئی داستان پڑھ کر سنایا کریں۔ امی مجھ پر جان دیتی تھیں۔ جب تک زندہ رہیں' مجھے داستانیں پڑھ کر سناتی رہیں موت سے پہلے وصیت لکھ دی کہ ان کی آنکھیں مجھے عطا کی جائیں۔ آپ میری آنکھوں کو دیکھیں' میں اپنی امی کی آنکھوں سے آپ لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔"

دائی ماں نے پوچھا۔ "کیا اب اپنی ماں کی آنکھوں سے شمع بینی کی مشقیں کرتے ہو؟"

وہ بولا۔ "اب تو کان پکڑ کے توبہ کرتا ہوں۔ یہ علم خدا کی دین ہے' وہ جسے چاہے دے۔ جسے چاہے نہ دے۔ میں نے سمجھ لیا ہے اللہ تعالیٰ کو میری خیال خوانی منظور نہیں ہے۔"

"ابھی تم نے کہا تھا' تمہاری برسوں کی دعا قبول ہو رہی ہے۔ تمہارے بھائی جان دماغ میں آنا چاہتے ہیں پھر تم نے سانس کیوں روک لی؟"

"میں الو کا پٹھا ہوں۔ کبھی کبھی زبردست حماقتیں کر بیٹھتا ہوں۔ میں نے بے اختیار سانس روک لی تھی' بعد میں غلطی کا احساس ہوا۔ آہ! میں اتنی دیر سے انتظار کر رہا ہوں' شاید وہ دوبارہ میرے دماغ میں آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے' جب آئیں گے تو ہمیں بھی بتا دینا۔ میں بھی تمہارے بھائی جان سے باتیں کروں گی۔ ابھی گاڑی چلاؤ۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں بی بی جی؟ گاڑی تو نہیں چل سکتی۔"

"کیوں نہیں چل سکتی؟"

"اس لیے کہ گاڑی چلانے کے دوران بھائی جان دماغ میں آئیں گے تو میں خوشی اور گھبراہٹ میں گاڑی الٹ دوں گا۔ میرا مطلب ہے' ایسے وقت میں اسٹیئرنگ میرے قابو میں نہیں رہے گا۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "دائی ماں! میں اس انجانے شہر میں گاڑی نہیں ڈرائیو کرنا چاہتی اور یہ پاگل کا بچہ فرہاد کے انتظار میں ہمیں یہاں بٹھائے رکھے گا۔"

دائی ماں نے کہا۔ "یہ ہمارے دشمن سے دیوانہ وار محبت کرتا ہے مگر احمق ہے۔ ہمارے لیے بے ضرر ہے۔ اس کی خواہش پوری کر دو۔ فرہاد کی رشتے دار بن کر اس کی کھوپڑی میں جاؤ۔"

شی تارا اس کے دماغ میں آئی۔ وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا۔ "نہیں' اب میں۔۔۔ اب میں سانس نہیں روکوں گا۔"

"پیارے بھائی جان! یہ آپ ہی ہیں نا؟"

شی تارا نے کہا۔ "میں بھائی جان نہیں ہوں۔ میری نسوانی آواز سے بوجھ میں کون ہوں؟"

وہ کچھ سوچ کر بولا۔ "ہاں سمجھ گیا' آپ میری بھابی جان رسونتی ہیں۔"

"ہنہوار! ایسا ہندوانہ نام نہ لینا۔ اب تو وہ محترمہ آمنہ کہلاتی ہیں اور وہ دنیا والوں سے مُنہ موڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر چکی ہیں۔ وہ تمہارے پاس نہیں آئیں گی۔"

"اچھا سمجھ گیا پھر تو آپ بھائی جان کی دوسری شریکِ حیات لیلیٰ ہیں۔"

"واہ، تم تو بہت عقلمند ہو۔ آخر مجھے پہچان ہی لیا۔"

اس نے خوش ہو کر شی تارا کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "بی بی جی! ہاتھ ملایئے میرے دماغ میں بھابی جان آئی ہیں وہ مجھ سے باتیں کررہی ہیں۔ میں ان سے باتیں کررہا ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے باتیں کررہے ہیں۔ اس خوشی میں جلدی سے ہاتھ ملایئے ابھی مجھے ان سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔"

دائی ماں نے ناگواری سے کہا۔ "اے ڈرائیور! اپنی اوقات دیکھ اپنی مالکہ کا ہاتھ پکڑنا چاہتا ہے۔"

وہ بولا۔ "اے بڑھیا، چپ کر۔ دو برابر والوں کے بیچ میں نہ بول۔ مجھے بھابی جان کا تعاون حاصل ہو رہا ہے۔ اس لمحے سے میں ڈرائیور نہیں 'بی بی جی' کا ہونے والا شوہر ہوں۔"

دائی ماں نے غصے سے کہا۔ "ارے او گدھے کے بچے! تُو تو ہوا میں اڑنے لگا ہے۔"

وہ بولا۔ "میری پیاری لیلیٰ بھابی جان! پلیز آپ اس بوڑھی کھوسٹ کی زبان بند کریں ورنہ یہ مجھے رشتے کی بات نہیں کرنے دے گی۔"

شی تارا نے دائی ماں کے اندر آکر کہا۔ "تم دیکھ رہی ہو کہ یہ ذرا احمق ہے پھر اس کی باتوں کا برا کیوں مانتی ہو۔ مجھے مسلسل پریشانیاں اٹھانے کے بعد یہ کھلونا دل بہلانے کو ملا ہے۔ ہمیں تفریحی موڈ میں رہنا چاہئے۔ تم دونوں ہونٹوں کو بند کرلو۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "ہاں یہ ہوئی نا بات۔ دونوں ہونٹ چپک گئے ہیں اب یہ قبر میں جا کر کھلیں گے۔"

دائی ماں اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئی۔ شی تارا نے کہا۔ "عادل! اب گاڑی چلاؤ۔"

وہ بولا۔ "بی بی جی! ننہ نہیں۔ اب تم بی بی جی نہیں ہو۔ میری بانو شہناز ہو۔ میں ہونے والے شوہر کی حیثیت سے حکم دیتا ہوں۔ خاموش بیٹھی رہو۔ گاڑی چلانے کو نہ کہو۔ میں بھابی جان سے ضروری گفتگو کررہا ہوں۔"

وہ پھر اس کے اندر آکر بولی۔ "سڑک کے کنارے ضروری مسئلے پر گفتگو نہیں ہوتی۔ بانو شہناز کو پرل کان میں پہنچا دو۔ وہاں پارکنگ ایریا میں پہنچ کر میرا انتظار کرو۔ میں آؤں گی۔ ابھی جا رہی ہوں۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل گئی۔ اس بے چارے پر سحر طاری ہو گیا۔ فرہاد کی جو روبات کرکے گئی تھی۔ ایسی حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین مسرتیں اس کم نصیب کو ملی تھیں۔ اس کا بس چلتا تو وہ ان مختصر سے لمحات کو یاد کرتے کرتے زندگی گزار دیتا۔ شی تارا نے پچھلی سیٹ سے کہا۔ "عادل! خدا کے لیے چلو۔"

وہ خیالات سے چونک گیا پھر اس نے یہ سوچ کر گاڑی اسٹارٹ کی کہ ہوٹل پرل کان کے پارکنگ ایریا میں پہنچنے سے بھابی جان پھر دماغ میں آئیں گی۔ لہٰذا وہاں جلد پہنچنا چاہئے۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا۔ ہوٹل کے احاطے میں آگیا۔ شی تارا دروازہ کھول کر دائی ماں کے ساتھ باہر آئی پھر وہاں سے چلتی ہوئی ڈائننگ ہال میں پہنچ گئی۔

وہ دونوں ایک میز کے اطراف بیٹھ گئیں۔ ڈائننگ ہال کے اس حصے میں سیلف سروس کا انتظام تھا۔ شی تارا نے کہا۔ "دائی ماں! تم جاؤ' اپنے اور میرے لیے کچھ کھانے کو لے آؤ۔ میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گی۔"

"کیا اس گدھے کے پاس جا رہی ہو؟"

"نہیں دائی ماں! میں نے خاصی تفریح کی ہے۔ اب ذرا سنجیدہ معاملے کو دیکھنا چاہئے۔"

"تم نے آج صبح کہا تھا کہ تمہیں عقل آگئی ہے۔ تم زیادہ سے زیادہ پانے کی دوڑ میں وقت سے پہلے بوڑھی ہونا یا مرنا نہیں چاہتیں۔ ان فارمولوں پر مٹی ڈالو۔ حاضر دماغ رہو اور اس ماحول کو انجوائے کرو۔"

"میں فارمولوں کے لیے زیادہ پریشان نہیں ہوں۔ وہ جو میرے پاس آنکھ نما ہیرا تھا وہ پارس نے لے لیا ہے۔"

"لے لیا ہے؟ کیسے لے لیا ہے؟ کیا اس سے سامنا ہوا تھا؟"

"ہاں، مگر جب تک سامنا رہا اس نے مجھے اور میں نے اسے نہیں پہچانا۔ بچھڑ جانے کے بعد ہمیں ایک دوسرے کی اصلیت معلوم ہوئی۔"

جو کچھ قاہرہ میں ہوا تھا' وہ دائی ماں کو سنانے لگی۔ دائی ماں میز پر قدرے جھکیں اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تم نے جو تشویش دلانے والی بات معلوم کیا تھا کہ تین' تیرہ یا تیئیس تاریخوں کو ایسا ہو سکتا ہے۔ تم نے تاریخیں یاد نہیں رکھیں۔ اسی کو مقدر کا کھیل کہتے ہیں۔ تقدیر کسی نہ کسی طرح اپنا کھیل کھیل ہی جاتی ہے۔"

"جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ میں پارس کے دام میں آنے سے پہلے ہی بچ کر آگئی ہوں۔"

"بیٹی! بچتا اسے کہتے ہیں جو تُو تو اپنا سب کچھ لُٹا آئی ہے۔"

"میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں مسلمان بننے سے بچ گئی۔ ایک بار لٹ گئی۔ آئندہ دھوکا نہیں کھاؤں گی۔"

"میں نے تجھے دودھ پلایا ہے۔ تو مجھ سے جھوٹ نہ بولنا۔ سچ بتا' کیا اس مردے متاثر کیا ہے؟"

وہ کچھ نہ بول سکی سر کو جھکا لیا۔ دائی ماں نے کہا۔ "میں عورت ہوں۔ یہ جانتی ہوں' عورت پن کی لاج یہی ہے کہ جسے ایک بار لاج دے دی' اسے مرتے دم تک اپنے جسم و جان کا مالک بنا لیا۔"

"جب تم جانتی ہو تو کیوں پوچھ رہی ہو۔"

"اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ وہ مسلمان ہے۔ اسے جسم و جان کا مالک بنائے گی تو تقدیر تجھے مسلمان بنا دے گی۔"

"ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ وہ زہریلا مجھے بہت یاد آنے لگا ہے لیکن میں اس کی دوری برداشت کروں گی۔ برداشت نہ کر سکی تو آتما ہتیا کرلوں گی مگر اپنا دھرم نشٹ نہیں کروں گی۔"

"میں مانتی ہوں تو بہت ضدی ہے۔ رفتہ رفتہ اس کی زہریلی طلب کو کچل دے گی لیکن وہ دو ہیرے خوش بختی کی علامت ہیں۔ انہیں کیسے حاصل کرے گی؟"

"ابھی تو یہ معلوم کروں گی کہ وہ صومالیہ سے واپس آکر کہاں قیام کرے گا۔ جہاں جائے گا' وہاں اپنی اور بھائی سرنا کی ڈی کو اس کے پیچھے لگا دوں گی۔ بڑی خاموشی سے چالیس چلتی رہوں گی جب تک کامیابی کا پورا یقین نہیں ہو گا' اس پر حملہ نہیں کروں گی۔"

"بیٹی! پارس کے معاملے میں بہت محتاط رہو۔ وہ شیطان کا بچہ تمہاری کوششوں کا کوئی برا تمام کر پھر تمہارے سامنے آدھمکے گا۔"

"میں محتاط رہوں گی۔ تم جاؤ اور کھانا لے آؤ۔"

دائی ماں چلی گئی وہ سوچنے لگی' کس کے ذریعے معلوم کیا جائے کہ فارمولوں تک کوئی پہنچ بھی رہا ہے یا نہیں؟

مرینا نے اپنے ساتھ صفورا اور عبداللہ کے دماغوں کو بھی لاک کر دیا ہے۔ شاید فرہاد نے ہی مرینا کو ٹریپ کیا ہے پھر پارس کی ٹیم میں بھی باربرا اور پاشا یوگا کے ماہر تھے۔ ان تمام میں سے کوئی اس کی معلومات کا ذریعہ نہیں بن سکتا تھا۔

شی تارا اس فلاور کے متعلق نہیں جانتی تھی کہ وہ الپا کی ٹیم سے نکل کر پارس اور باربرا کی پناہ میں آگئی ہے۔ اس کے متعلق معلوم ہوتا تو وہ کسی روک ٹوک کے بغیر اس کے دماغ میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کرلیتی۔

سپر ماسٹر کے متعلق اس نے سوچا کہ وہ اپنی خفیہ فوج وہاں بھیج چکا ہو گا۔ اس فوج سے پارس کی ٹیم کا تصادم ہوا ہو گا۔ پتا نہیں کون بازی جیت رہا ہو گا۔ ویسے پارس کے لیے وہ فارمولے لوہے کے چنے بن گئے ہوں گے۔ اس کی جان پر بن آئی ہو گی۔ شاید الپا بھی تیسری نئی ٹیم کے ساتھ وہاں پہنچ گئی ہو گی۔ کوئی بھی پارس کو روکنے اور اس پر سبقت لے جانے کے لیے اسے گولی مار سکتا ہے۔ پارس کون سا ان کا رشتہ دار ہے کہ وہ اسے بخشیں گے۔ وہ تو کوئی موقع کوئی لمحہ بھی ضائع نہیں کریں گے۔ سب ہی اسے دشمن سمجھتے ہیں۔ نشانے پر آتے ہی اسے ٹھائیں سے گولی ماردیں گے۔

وہ اندر سے کچھ پریشان ہوئی۔ اسے یہ منظور نہیں تھا کہ زہریلا مر جائے۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اُس کا اسیر ہو جائے۔ اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اسے اپاہج بنا کر رکھے اور ہمیشہ اس پر حکومت کرتی رہے۔ یعنی کسی طرح بھی اسے رکھے اور اپنا بنا کر رکھے۔ محبت سے اپنائے یا نفرت سے اپنی ملکیت بنائے مگر اپنی تحویل میں رکھے۔ وہ نہیں سمجھ رہی تھی کہ یہی محبت کی نفسیات ہے۔ محبت بعض اوقات نفرتوں کی راہوں سے گزر کر دل میں آتی ہے۔

اس جنگل میں معلومات کا ذریعہ صرف پارس ہی تھا۔ اس نے اس کے دماغ پر دستک دی پھر بولی۔ "سانس نہ روکنا۔"

اس نے پوچھا۔ "کیوں نہ روکوں؟ آپ کون ہیں محترمہ؟ میرا آپ سے کیا رشتہ ہے؟"

"بکواس مت کرو۔ میں تمہیں خطرات سے آگاہ کرنے آئی ہوں۔ وہاں تمہارے مقابلہ پر کئی نامعلوم گوریلے فائٹر آئے ہوں گے۔ وہ سب سپر ماسٹر کی خفیہ آرمی کے جوان ہیں۔"

"اس خفیہ آرمی کو میرے مقابلہ پر آئے ہوئے چھ گھنٹے ہو چکے ہیں اور تم اب خطرے سے آگاہ کررہی ہو۔ بہت دیر کی مہرباں آتے آتے۔ بائی دی وے اچانک مہرباں کیوں ہو رہی ہو؟"

وہ ذرا چپ ہوا پھر ہنستے ہوئے بولا۔ "اچھا مجھے باتوں میں الجھا کر چور خیالات پڑھ رہی ہو۔ معلوم کرنا چاہتی ہو کہ فارمولوں کے سلسلے میں یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"میں چور خیالات دل سے مجبور ہو کر پڑھ رہی ہوں۔ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ تمہارے دل میں میرے لیے کتنی جگہ ہے۔"

"کیا کروگی معلوم کرکے تمہاری جوانی بہت یاد آتی ہے۔"

"میں تو سر سے پاؤں تک تمہاری ہوں۔ راتوں کو بستر پر کروٹیں بدلتی رہتی ہوں۔ جب تک دماغ کو ہدایات نہیں دیتی نیند نہیں آتی ہے۔"

"یہ تم سچ کہہ رہی ہو۔ میں جانتا ہوں' تمہاری میں تم میرے زہر کو پکارتی ہو گی۔ تم اُدھر پکارتی ہو تو اِدھر مجھے ہچکیاں آتی رہتی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں اپنے دماغ میں زیادہ رہنے نہیں دوں گا۔ میں ایک آواز سنا رہا ہوں۔ اس کے پاس جاؤ۔"

اس نے کہا۔ "فلاور ادھر آؤ۔ میری گھر والی بے گھر ہو گئی ہے۔ وہ تمہارے دماغ میں گھر بنائے گی۔"

فلاور کی آواز سنائی دی۔ "اس کا مطلب کیا ہوا؟ کیا اور بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی آرہی ہے۔"

"ہاں' آرہی ہے۔ جاؤ شی تارا!"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر ہوٹل کی میز پر حاضر ہو گئی۔ دائی ماں ابھی تک کھانا لے کر نہیں آئی تھی۔ اس نے فلاور کے خیالات پڑھے پتا چلا' وہ الپا کی ٹیم سے بھٹک کر پارس کی ٹیم میں آئی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ الپا اس فلاور کے دماغ میں آکر دیکھتی رہتی ہے کہ پارس کیا کرتا پھر رہا ہے؟

شی تارا نے فلاور کی زبان سے کہا۔ "پارس' یہ کیا حماقت ہے؟ تم نے فلاور کو الپا کی جاسوسہ بنا کر اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے۔"

وہ بولا۔ "تمہیں بھی جاسوسہ بنا کر اس کے دماغ میں پہنچا چکا ہوں۔ موج کرو۔ آرام سے میرے خلاف معلومات حاصل کرتی

رہو۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پارس کو چاہئے تھا کہ فارمولے بحفاظت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے تک تمام دشمنوں کو اپنے سے دور رکھتا لیکن وہ فلاور کے ذریعے دشمنوں کو اپنے متعلق معلومات فراہم کر رہا تھا۔

وہ فلاور کی زبان سے بولی۔ "کیا تم اپنی زندگی سے بے زار ہو گئے ہو؟ کوئی بھی کہیں سے بھی چھپ کر تمہیں گولی مار دے گا۔"

اس نے کہا۔ "گولی ہو گی تو ماری جائے گی۔ میں نے موجودہ مہم میں یہی ایک طریقہ اپنایا ہے۔ دشمنوں کے پاس ہتھیار رہنے دیتا ہوں۔ کار توس غائب کر دیتا ہوں۔"

"تم ہو بچے شیطان لیکن وہ تیروں اور تلواروں سے حملے کر سکتے ہیں۔"

"سپر ماسٹر کے گورلیوں نے میرے حق میں یہی حماقت کی ہے کہ اپنے ساتھ جدید ہتھیار لے کر آئے لیکن تیر چلانے والے ایرو شوٹر نہیں لائے۔ تلوار یا چاقو سے حملے کرنے کے لیے انہیں سامنے آنا ہو گا لیکن اب تک کسی نے سامنے آکر حملہ نہیں کیا ہے۔"

"میں فلاور کے ذریعے دیکھ رہی ہوں، چھوٹی جھونپڑیاں اور بونے نیگرو نظر آرہے ہیں۔ کیا پاپک مالکس قبیلے میں پہنچ گئے ہو؟"

"مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ میں ایک کام سے جا رہا ہوں۔ فلاور کے ذریعے جو معلوم کر سکتی ہو، کرتی رہو۔"

اس نے فلاور کے ذریعے دیکھا، وہ لوگ ایک پہاڑی کے دامن میں تھے۔ وہاں ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ وہاں کے رہنے والے سیاہ فام بونے تھے۔ جن کے قد تین یا چار فٹ سے زیادہ نہ تھے۔ اس پہاڑی کو بیس فٹ کی بلندی تک تراش کر ایک دیوتا کی مورت بنائی گئی تھی۔ وہ قبیلہ اس دیوتا کی پوجا کرتا تھا۔ اس نے فلاور کے ذریعے اتنا ہی دیکھا کہ پارس اس دیوتا کے دونوں پیروں کے درمیان سے گزر کر ایک غار میں جاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

فلاور کی سوچ نے بتایا کہ اس کے قریب ایک لکڑی کی چوکی پر نیلما اور بہرام بیٹھے ہوئے ہیں۔ شی تارا نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا۔ "باربرا اور پاشا کہاں ہیں؟"

فلاور نے حیرانی سے سوچا۔ "یہ باربرا اور پاشا کون ہیں؟ میں ان ناموں والے افراد کو نہیں جانتی ہوں۔"

شی تارا نے پوچھا۔ "وہ نوجوان کون ہے جس سے ابھی میں باتیں کر رہی تھی اور جو بُت کے نیچے کسی غار میں گیا ہے؟"

"اس کا نام پارس ہے۔ وہ کبھی کبھی نظر آتا ہے۔ کبھی غائب ہو جاتا ہے۔"

"وہ ابھی کہاں گیا ہے؟"

"پتا نہیں کہاں گیا ہے۔ اس بستی میں پہنچنے کے بعد وہ چار گھنٹوں تک غائب رہا تھا۔ نیلما اور بہرام باتیں کر رہے تھے کہ یہاں کچھ ہونے والا ہے۔"

"تم تجسس پیدا کر رہی ہو۔ مجھے بتاؤ، یہاں کیا ہونے والا ہے؟"

فلاور کے دماغ سے باربرا کی سوچ کی لہریں ابھریں۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "شی تارا! یہ بے چاری فلاور کچھ نہیں جانتی ہے لیکن اس کے ذریعے آدھے گھنٹے بعد تمہیں، الپا کو اور سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے ڈی کی سول کو ان فارمولوں کے متعلق کچھ نہ کچھ بتایا جائے گا۔ اپنی گھڑی دیکھو۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد۔۔۔۔"

شی تارا نے گھڑی دیکھی۔ باربرا نے کہا۔ "تم سب کو حیرانی تھی کہ پارس نے فلاور کو تم لوگوں کے لیے معلومات کا ذریعہ بنا کر کیوں رکھا ہے؟ اسی لیے ہاں اسی لیے کہ تمہیں، سپر ماسٹر کو اور یہودیوں کو بیک وقت ان فارمولوں کا دیدار کرایا جائے۔ اب جاؤ۔ فلاور کو پریشان نہ کرو۔"

وہ دماغی طور پر ہوٹل کی میز پر حاضر ہو گئی۔ ابھی وہ خیال خوانی جاری رکھ کر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ لوگ وہاں کیا کرتے پھر رہے ہیں اور سپر ماسٹر کے گورلیے فائٹر کہاں غائب ہو گئے ہیں لیکن خیال خوانی کا سلسلہ اچانک ہی ٹوٹ گیا۔ ڈرائیور عادل چٹیری نے اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا۔ "پیاری شہناز! بھابی جان نے میرے دماغ میں آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ ابھی تک نہیں آئی ہیں۔ مجھے بتاؤ، میں کیا کروں؟"

وہ ناگواری سے بولی۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟ ڈرائیور کی وردی میں میرے پاس بیٹھ گئے ہو۔ لوگ عجیب نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ جاؤ یہاں سے۔"

"نہیں جاؤں گا، تم سے عشق کرتا ہوں۔ مذاق نہیں کرتا ہوں۔ بھابی جان کے آتے ہی شادی کی تاریخ پکی کروں گا۔"

"دیکھو عادل! میں ابھی بہت مصروف ہوں۔ چلے جاؤ۔ ورنہ۔۔۔۔"

"ارے واہ، کھانے کی پلیٹ سامنے جوں کی توں ہے۔ نہ کھا رہی ہو، نہ کوئی کام کر رہی ہو۔ چپ چاپ بیٹھی ہوئی ہو اور کہہ رہی ہو کہ مصروف ہو۔ ارے اس طرح بیٹھے بیٹھے تو صرف خیال خوانی کرنے والے ہی مصروف رہتے ہیں۔ کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

وہ ہچکچائی پھر بولی۔ "میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں۔ یہاں کوئی سنے گا تو خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ جائے گا۔ تم یہاں سے فوراً جاؤ ورنہ۔۔۔۔"

وہ اس کے دماغ میں جگہ نہیں بنا سکتی تھی لیکن بھابی جان بن کر اس کے اندر زلزلہ پیدا کر کے وہاں سے جانے پر مجبور کر سکتی تھی لیکن ایسے میں عادل تماشا بن جاتا۔ وہ بھی اس تماشے کا کردار بن جاتی۔ اس نے تحمل سے کام لیتے ہوئے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ "پیارے دیور! مجھے افسوس ہے کہ وعدہ کے مطابق نہ آسکی۔ یہاں دشمنوں نے تمہارے بھائی جان کو چاروں طرف سے گھیر لیا

ہے۔ میں ان کی جان بچانے کی فکر میں ہوں۔ دشمنوں کو جہنم میں پہنچاتے ہی تمہارے پاس آؤں گی۔ تم فوراً پارکنگ ایریا میں جاؤ۔ میں جلد ہی آنے والی ہوں۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر وہاں سے باہر جانے لگا۔ شی تارا نے اطمینان کی سانس لی۔ دائی ماں نے کہا۔ "بیٹی! تم یوں بھی تماشا بنی ہوئی ہو۔ سامنے کھانے کی پلیٹ رکھ کر سر جھکائے بڑی دیر سے بیٹھی ہو۔ لوگ تمہیں دیکھ کر کیا سوچ رہے ہوں گے؟ کیا پھر ان فارمولوں کی دلدل میں دھنس رہی ہو؟"

"دائی ماں! ابھی آدھے گھنٹے میں بلکہ پچیس منٹ کے بعد پارس فارمولوں کے متعلق کچھ کہنے والا ہے۔ میری وہاں موجودگی لازمی ہے۔ معلوم تو ہو کہ ان فارمولوں کا کیا بن رہا ہے؟"

"ظاہر ہے، وہ پارس کے قبضے میں آگئے ہیں اور تم اس پر قبضہ نہیں جما سکو گی۔"

"نہیں دائی ماں! ان فارمولوں کو جنگل سے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانے کے دوران انہیں چھین لے جانے کی بڑی گنجائش ہے۔ جنگل میں سپر ماسٹر اور یہودیوں کے محدود وسائل تھے مگر یہ بڑے ممالک فارمولوں کے پیرس پہنچنے تک قیامت برپا کر دیں گے۔ ایسے ہنگاموں کے دوران میری کوشش یہی ہو گی کہ میں وہ دو ہیرا آنکھیں پارس سے چھین کر اپنے قبضے میں کر لوں۔ مجھے فارمولوں سے زیادہ ان ہیروں کی ضرورت ہے۔ وہ میری خوش بختی کی علامت ہیں۔"

"ایسا ہے تو گھر چلو۔ یہاں ہوٹل میں معصوف نہیں رہ سکو گی۔ میں کھانا پیک کرا کے لے آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی لیکن کھانا پیک کرا کے لانے تک بیس منٹ گزر گئے۔ اب پانچ منٹ میں پارس کے پاس جانا تھا۔ اسی وقت پھر عادل آگیا۔ اسے دیکھتے ہی پریشان ہو کر بولی۔ "پھر کیوں آئے ہو؟ فوراً واپس جاؤ میں ابھی آرہی ہوں۔"

وہ پاس والی کرسی پر بیٹھ کر بولا۔ "میں بہت پریشان ہوں۔ بڑی دیر سے سوچ رہا ہوں کہ بھائی جان کو کن دشمنوں نے گھیرا ہو گا اور بھائی جان اُن سے کس طرح نمٹ رہی ہوں گی۔"

"تمہارے سوچنے سے ان کی مصیبتیں تو دور نہیں ہوں گی۔ تم جاؤ۔"

"مصیبتیں کیسے دور نہیں ہوں گی؟ میں بڑی عقل سے سوچتا ہوں۔ اب بھائی جان آئیں گی تو ان سے ان کا پتا اور فون نمبر معلوم کروں گا پھر انہیں بتایا کروں گا کہ کس وقت کون دشمن ان کے مقابلے پر ہے اور ان سے کس طرح انہیں نمٹنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے، پتا اور فون نمبر معلوم کر لینا۔ ابھی جاؤ۔"

"کہاں جاؤں؟ انہیں کیسے بتاؤں کہ اس وقت شی تارا اور کرنا بھابی جان سے دشمنی کر رہے ہیں۔"

شی تارا نے چونک کر دیکھا پھر پوچھا۔ "تم میرے متعلق۔۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی پھر سنبھل کر بولی۔ "تم شی تارا کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"ارے! اس کے بارے میں کیا جاننا ہے، وہ تو پکی حرافہ ہے۔ چلتر ہے۔۔۔۔"

وہ حلق کے بل چیخ پڑی۔ "یو شٹ اَپ۔ ڈیل، کمینے! میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تم نے مجھے گالیاں دینے کی جرات کیسے کی۔ میں تم جیسوں پر تھوک دوں تو وہ مر جاتے ہیں۔"

وہ اسے مارنے کے لیے آگے بڑھنا چاہتی تھی۔ دائی ماں آکر اس سے لپٹ گئی۔ وہاں بیٹھے ہوئے بے شمار لوگ انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ہوٹل کا منتظم دو بیروں کے ساتھ دوڑا چلا آیا تھا۔ دائی ماں اسے تھپک تھپک کر کہہ رہی تھی۔ "بیٹی! شانت ہو جا۔ چپ کر، تماشا نہ بن، چل یہاں سے باہر چل۔۔۔۔"

وہ اسے سمجھاتی ہوئی باہر لے جانے لگی۔ عادل حیرانی سے دیدے پھیلائے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ منتظم نے پوچھا۔ "اے تم کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں ان بی بی جی کا تعینی اپنی ہونے والی کا ڈرائیور ہوں۔ آپ ہونے والی کا مطلب سمجھتے ہیں نا؟ بیویاں شادی کے بعد گالیاں دیتی ہیں۔ یہ شادی سے پہلے دے کر جا رہی ہے۔ کوئی بات نہیں۔ میں ابھی اس سے نمٹ لوں گا۔"

وہ جانے لگا۔ دائی ماں اسے لے کر باہر آگئی تھی اور سمجھاتی جا رہی تھی۔ "یہ زیادہ محنت کرنے اور دن رات مصروف رہنے کا نتیجہ ہے کہ تمہارا دماغ کمزور ہو رہا ہے۔ تم غصے پر قابو پانا بھول گئی ہو۔ تمہیں یہ بھی ہوش نہیں رہا کہ پبلک پلیس میں ہو، یہاں جاسوس بھی ہو سکتے ہیں۔ تمہاری ذرا سی غلطی پر شبہ ہو سکتا ہے اور مزید معلومات کے لیے تمہارے پیچھے پڑ سکتے ہیں۔"

"تم مجھے ہی کہتی جا رہی ہو، اس ڈیل کمینے نے مجھے گالیاں۔۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "تمہیں نہیں، شی تارا کو گالیاں دیں اور یہ تم بھول رہی ہو کہ ابھی شی تارا نہیں ہو۔ شی تارا کو ملنے والی گالیوں پر غصہ کرتے ہوئے تم نے وہاں ظاہر کر دیا کہ تم بانو شہناز نہیں ہو۔ اس بات کو اس احمق ڈرائیور نے نہیں سمجھا ہو گا لیکن دوسرا کوئی اس غلطی کو پکڑ سکتا ہے۔"

وہ گاڑی کے پاس آکر اس سے ٹیک لگا کر بولی۔ "اوہ گاڈ! واقعی غصہ حرام ہوتا ہے۔ بھگوان کرے میری اس غلطی کو کسی نے سمجھا نہ ہو۔ دائی ماں! ایک مہربانی کرو۔ دیکھو وہ ڈرائیور آرہا ہے۔ میں اس سے بعد میں نمٹ لوں گی۔ ابھی تم اسے بہلا پھسلا کر دور لے جاؤ۔ جب تک میں نہ کہوں اسے یہاں نہ آنے دو۔ پانچ منٹ گزر چکے ہیں۔ میرا اس جنگل میں پہنچنا ضروری ہے۔"

دائی ماں عادل کی طرف تیزی سے گئی۔ شی تارا کار کا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی پھر فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کرتی

ہوئی فلاور کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے ذریعے معلوم ہوا کہ پارس ایک بڑی چٹان کے پاس کھڑا ہوا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' انہیں میں نے کہا تھا کہ وہ سب فلاور کے دماغ میں آجائیں۔ میں فارمولوں کے سلسلے میں اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی الپا نے کہا ہے کہ وہ فلاور کے اندر موجود ہے اور کوئی ہو تو آواز دے۔"

فلاور نے بلند آواز سے کہا۔ "میں سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا وکی سول بول رہا ہوں۔ میں بھی حاضر ہوں۔"

شی تارا نے بھی فلاور کی زبان سے کہا۔ "میں بھی موجود ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "میرے پاس ایک انار ہے اور تین بیمار آچکے ہیں اور کوئی ہے؟"

مرینا نے بھی فلاور کے ذریعے کہا۔ "میں بھی ان فارمولوں کی طلب گار ہوں۔"

"واہ' واہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کا وجود برداشت نہیں کرتے ہیں لیکن آج ایک فلاور کے دماغ میں آکر جمع ہو گئے ہیں۔ شی تارا' مرینا' الپا اور وکی سول یہ چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ پانچویں باربرا ہے' کیوں کہ ہمیں بھی ان فارمولوں کی ضرورت ہے۔"

شی تارا نے پوچھا۔ "وہ فارمولے کہاں ہیں؟"

"یہاں' میرے قدموں میں ہیں۔" پارس نے جھک کر اپنے قدموں کے پاس پڑے ہوئے ایک پلاسٹک کے تھیلے کو اٹھایا پھر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ "وہ فارمولے اس تھیلے میں بڑی حفاظت سے رکھے ہوئے ہیں جب تک یہ اس میں بند ہیں اور تمام خود غرض ہاتھوں سے دور ہیں' تب تک کسی قدر امن و سکون ہے اگر یہ کسی ایک ہاتھ میں رہیں گے تو باقی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اپنے ملک کے لیے یا اپنے ذاتی مفاد کے لیے اسے جبراً حاصل کرنا چاہیں گے پھر نتیجہ ظاہر ہے ان کاغذات کے لیے خون کی ندیاں بہائی جائیں گی۔"

الپا نے کہا۔ "یہ باتیں ہم بھی جانتے ہیں۔ وقت ضائع نہ کرو' کام کی بات کرو۔"

پارس نے کہا۔ "تمہارا وقت ضائع ہو رہا ہے لہٰذا یہاں سے چلی جاؤ۔"

مرینا نے کہا۔ "یہ پاگل کی بچی ہے۔ تم اپنی گفتگو جاری رکھو۔"

الپا نے کہا۔ "ہُوں ہے پاگل کی بچی' اگر تو میرے سامنے ہوتی تو منہ توڑ دیتی۔"

مرینا نے کہا۔ "تیری ایک نہیں دو نہیں اس جنگل میں آئیں۔ میں نے دونوں کو جہنم میں پہنچا دیا۔ پہلے جا کر اپنی شکست کا ماتم کر پھر منہ توڑنے کی آرزو کرنا۔"

پارس نے کہا۔ "ایک انڈے میں دو چوزے اور ایک گھر میں دو عورتیں منہ بند کر کے نہیں رہ سکتیں۔ میں نے غلطی کی جو تم سب کو ایک جگہ جمع کر دیا۔"

شی تارا نے کہا۔ "انہیں آپس میں لڑنے دو۔ تم یہ بتاؤ' فارمولے تو تمہارے ہاتھ لگ گئے ہیں۔ اب تم کون سا تماشا کر رہے ہو؟ کیا یہ کاغذات ہمارے حوالے کر سکو گے؟"

"تم میں سے شاید کسی کو یقین نہیں آئے گا۔ میں یہ کاغذات تم سب کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔"

"پھر تو یہ اصل فارمولے نہیں ہیں۔ تم یہ نقلی کاغذات ہمیں دے کر یہاں سے صحیح سلامت نکل جانا چاہتے ہو۔"

"میں کاغذ کا ایک ٹکڑا دیے بغیر بھی شیرینت چلا جاؤں گا۔ ان کاغذات کو نقلی سمجھنے سے پہلے اپنے اپنے ملک کے سربراہوں سے جا کر مشورے کرو اور ان سے پوچھو کہ پارس کے ایک ہاتھ میں کاغذات ہیں اور دوسرے ہاتھ میں لائٹر ہے۔ کیا وہ کاغذات کو جلا دے؟"

وکی سول نے کہا۔ "کاغذات اصلی ہوں یا نقلی' انہیں جلایا نہ جائے' ہمیں اس کے اصل ہونے کا یقین دلایا جائے۔"

الپا نے کہا۔ "میں یقین کرنے کے لیے وہ کاغذات پڑھنا چاہوں گی۔"

شی تارا نے کہا۔ "میں بھی انہیں پڑھنے کے بعد یقین کروں گی۔"

پارس نے کہا۔ "اگر اس طرح ایک خیال خوانی پڑھے گی تو جانتی ہو نتیجہ کیا ہو گا؟ مثال کے طور پر الپا جہاں ہے وہاں اپنے پاس کئی علم طب جاننے والوں کو کاغذ قلم کے ساتھ بٹھائے گی۔ اِدھر پڑھتی جائے گی۔ اُدھر بولتی جائے گی اور وہ علم طب کے جاننے والے لکھتے لکھتے پورا فارمولا نوٹ کر چکے ہوں گے پھر الپا بولے گی کہ یہ فارمولے اصلی نہیں تھے۔ انہیں جلا دیا جائے۔"

وکی سول نے کہا۔ "تم وہ فارمولے فلاور کے سامنے رکھ دو۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بیک وقت انہیں پڑھ لیں گے۔"

پارس نے کہا۔ "لیکن میں یہ نہیں چاہتا۔ اس پلاسٹک کے تھیلے میں بارہ کاغذات ہیں۔ میں چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں دو دو کے حساب سے بانٹنا چاہتا ہوں۔ ہر ایک کو دو کاغذات ملیں گے۔"

"ہم یہاں پانچ خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ تم چھ کیوں کہہ رہے ہو؟"

"ماسک مین کا خیال خوانی کرنے والا ایوان راسکا نمبر چھ ہے۔"

"لیکن وہ یہاں نہ موجود ہے نہ اس کا طلبگار' اسے شمار میں نہ لاؤ۔"

"اسے ان فارمولوں کا علم نہیں ہے۔ جب علم ہو گا تو وہ بھی انہیں حاصل کرنے کی خاطر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گا۔ میں لڑائی نہیں چاہتا۔ اگر ہر ایک کے پاس دو دو کاغذات رہیں گے تو وہ دوسرے سے سمجھوتا کرے گا۔ اپنے کاغذات کی فوٹو اسٹیٹ اسے دے گا۔ اس کے کاغذات کا ڈپلیکیٹ خود لے گا اس طرح جب تک چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے یا ان کے سربراہ ایک دوسرے سے محبت اور دوستی نہیں کریں گے' تب تک کسی کے پاس بھی مکمل فارمولا نہیں آئے گا۔ کیا میری بات سمجھ میں آرہی ہے۔؟"

شی تارا نے کہا۔ "تم ہمیں ادھورے فارمولے دو گے لیکن تم نے اپنے پاس مکمل فارمولے رکھے ہیں۔ کیا یہ انصاف ہے۔"

"بالکل انصاف ہے۔ جو دوڑ میں اول آتا ہے' اسے پہلا انعام ملتا ہے۔ مجھے مکمل فارمولوں کے طور پر پہلا انعام مل چکا ہے۔ پیچھے آنے والوں کو بھی کچھ نہ کچھ دیا جا رہا ہے۔ اگر اسے انصاف اور ہماری ایمانداری نہیں سمجھنی ہو تو اپنے گھر جاؤ۔"

الپا نے پوچھا۔ "کیا تم ان فارمولوں کو اپنے لیے دوسرے کاغذات پر نقل کیا ہے؟"

پارس نے کہا۔ "یہاں سے کاغذات پر نقل کر کے لے جانے کی حماقت کیوں کی جائے۔ راستے میں وہ کاغذات دشمن چھین کر لے جا سکتے ہیں۔ اس لیے ہم نے نقل نہیں کی ہے۔ دو گھنٹے پہلے سونیا ثانی' باربرا کے دماغ میں آئی تھی۔ باربرا وہ تمام فارمولے شروع سے آخر تک پڑھتی رہی۔ پیرس میں بیٹھی ہوئی ثانی انہیں لکھتی رہی یوں مکمل فارمولا وہاں پہنچ چکا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے پلاسٹک کے تھیلے سے دو کاغذات نکالے۔ تھیلے کو نیچے رکھا پھر دو کاغذات دکھاتے ہوئے بولا۔ "انہیں اچھی طرح دیکھ لو۔ یہ صرف دو ہیں۔ منصفانہ تقسیم کے مطابق یہ دو کاغذات باربرا کے یعنی ہمارے ہیں چونکہ یہ ہم کسی کو نہیں دکھائیں گے۔ اس لیے میں انہیں جلا رہا ہوں۔"

وہ لائٹر کے ذریعے انہیں جلانے لگا۔ وہ کاغذات جب تک جلتے رہے' تب تک خاموشی رہی۔ پھر الپا نے فلاور کی زبان سے کہا۔ "میں اپنے اکابرین سے مشورہ... کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے ایک آدھ گھنٹے کی مہلت دو۔"

وکی سول نے کہا۔ "میں اپنے حصے کے دو کاغذات ضرور لینا چاہوں گا۔ اس سلسلے میں مجھے بھی ایک گھنٹے کا وقت دو۔"

پارس نے کہا۔ "تم سب کو وقت دیتا ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آکر بتاؤ' اپنے اپنے حصے کے کاغذات کیسے وصول کرو گے؟ جانے سے پہلے یہ بھی سن لو کہ میں نے یہاں آکر سات گھنٹے ضائع نہیں کیے ہیں۔ اس بستی کے اطراف ایسے انتظامات کیے ہیں کہ ہم پر حملہ کرنے کے لیے فوج بھی آئے گی تو فنا ہو جائے گی۔ یقین نہ ہو تو سپر ماسٹر سے پوچھو کہ اس کی خفیہ آرمی کے جس سپاہی نے بھی اِدھر آنے کی حماقت کی وہ درختوں اور جھاڑیوں میں چھپے ہوئے بموں سے ہلاک ہو گیا۔ یہاں آنے اور یہاں سے جانے والوں کو زندگی کا نہیں' صرف موت کا پاسپورٹ ملے گا۔ اب جاؤ۔"

شی تارا دماغی طور پر کار کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہو گئی۔ پارس کی حکمت عملی اور اس کا انداز اس کے حواس پر چھا رہا تھا۔ وہ لوہے کے ستون کی طرح اپنی جگہ گڑ جاتا تھا تو وہاں سے کوئی اسے اکھاڑ نہیں سکتا تھا۔ ایسے وقت وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی تھی۔ "میرے ستارے ایسے مرد سے کیوں ٹکرا رہے ہیں؟ میں حکومت کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ کیا ہی اچھا ہو تا کہ کوئی تابعداری کرنے والا مرد میرے مقدر میں لکھا ہوتا۔ اس زہریلے کی حرکتیں دیکھ دیکھ کر ہُول اٹھتا ہے کہ میرا کیا بنے گا؟"

الپا نے برین آدم کے پاس آکر اسے فارمولوں کے متعلق بتایا پھر کہا۔ "بڑے بھائی! یہ پارس بہت مکار ہے۔ اس نے فارمولوں کے سلسلے میں الجھن پیدا کر رہی ہے۔ وہ اصلی ہوں گے یا نقلی؟ کیا آپ کہہ سکتے ہیں؟"

برین آدم نے کہا۔ "میں مانتا ہوں' وہ شیطانی کھوپڑی رکھتا ہے۔ میری عقل کہتی ہے کہ وہ کاغذات نقلی ہوں تب بھی اپنا حصہ حاصل کرنا چاہئے۔ ہم علم طب کے ماہرین سے تصدیق کرائیں گے کہ وہ کس حد تک درست ہیں۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا۔ "کم بخت زبردست مکار ہے۔ سونیا کا صحیح جانشین ہے۔ اس نے اپنے حصے کے دو کاغذات جلا کر ان فارمولوں کو ادھورا بنا دیا ہے۔ یہ بات سمجھا دی ہے کہ تم' مرینا' وکی سول' شی تارا اور ایوان راسکا آپس میں کتنا ہی گٹھ جوڑ کر لو' وہ فارمولے اس وقت تک مکمل نہیں ہوں گے جب تک فرہاد سے دوستی اور اس کی خوشامد نہیں کی جائے گی۔"

"ایک طرح سے وہ فارمولے ہمارے لیے بے کار ہیں کیوں کہ مسلمانوں سے کبھی ہماری دوستی نہیں ہو گی۔"

"سسٹر! اس پہلو سے بیکار ہیں لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ فارمولے کے دو کاغذات ہمارے پاس رہیں گے تو شی تارا' مرینا' ماسک مین اور سپر ماسٹر ہمارے ان دو کاغذات کے محتاج رہیں گے۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ سوچتا رہا پھر بولا۔ "مائی گاڈ! اب اس شیطان کی چال سمجھ میں آرہی ہے۔ وہ ہم سب کو فارمولے مکمل کرنے کے معاملے میں الجھائے رکھے گا۔ ادھر مکمل فارمولوں سے بابا صاحب کے ادارے میں غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوت کے لوگ پیدا کیے جائیں گے۔"

"بڑے بھائی! ایسے لوگوں کو پیدا ہونے سے اب کوئی نہیں روک سکے گا۔ ہمیں ادھورے فارمولے کی خیرات نہیں لینا چاہئے۔"

"نہیں سسٹر! اپنے حصے کے دو کاغذات ضرور حاصل کرو۔ اگر ہم مزید دو چار حصے دوسروں سے چھین لیں تو ان مختلف کاغذوں کو جمع کرنے سے ہو سکتا ہے کہ ان میں سے قوتِ سماعت کا یا قوتِ بصارت کا یا کسی ایک غیر معمولی قوت کا فارمولا ہمیں مل جائے۔

جاؤ اور وہ حصے حاصل کرو۔"

"اس کے لیے اپنا ایک ایسا آدمی اس جنگل میں بھیجنا ہوگا' جو یوگا کا ماہر ہو۔ اس کے دماغ میں کوئی دوسرا نہ جا سکے۔ میں اس کے اندر رہ کر اپنے حصے کے دو کاغذات پڑھوں گی اور انہیں یہاں نوٹ کرلوں گی پھر ہمارا وہ آدمی ان دو کاغذات کو وہی جلا ڈالے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں ایسے ایک شخص کو روانہ کرنے کے فوری انتظامات کرتا ہوں۔ پارس سے کہو' جس پہاڑی پر وہ بت تراشا گیا ہے۔ اس کی چوٹی پر ہمارا ہیلی کاپٹر اترے گا۔ یہ بھی پوچھو کہ ہمارے کتنے آدمی وہاں آسکتے ہیں۔"

الپا نے فلاور کے پاس آکر پوچھا۔ "پارس کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ وہ کبھی نظر آتا ہے۔ کبھی غائب ہو جاتا ہے۔"

"میں اپنے حصے کا فارمولا لینے آئی ہوں۔ اسے بلاؤ۔"

"اس نے ایک گھنٹے بعد تم سب کو آنے کے لیے کہا ہے۔ تم آدھا گھنٹا پہلے آگئی ہو۔ جاؤ اور وقت پر آؤ۔"

دوسری طرف وکی سول نے سپر ماسٹر کو فارمولوں کی تفصیل بتائی۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "پارس وہ فارمولے تقسیم کر کے ہمیں آپس میں لڑانا چاہتا ہے۔ کوئی بات نہیں' اپنے حصے کے دو کاغذات ضرور حاصل کرو تاکہ کوئی دوسرا ہمارے حصے کا فائدہ نہ اٹھائے۔"

مرینا ہماری معمولہ اور تابعدار بنی ہوئی تھی۔ اس بستی میں عبداللہ اور صفورا کے ساتھ ایک جھونپڑی میں تھی۔ صفورا کبھی پارس کی آواز سنتی تو جھونپڑی سے باہر آجاتی تھی۔ اسے آتے جاتے دیکھتی رہتی تھی۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ اس کے قریب رہے۔ جب وہ بستی کے اطراف درختوں اور جھاڑیوں میں ریموٹ کنٹرول سے بلاسٹ ہونے والے بم رکھ رہا تھا تب وہ اس کے ساتھ جنگل میں گھوم گھوم کر کام کرنے لگی تھی۔

اس نے ایک جگہ بم رکھتے ہوئے کہا۔ "تم جس انداز سے کام کرتے ہو' اس طرح ایک دن دھوکے میں مارے جاؤ گے۔"

"تم نے کس بنا پر یہ سوچ لیا کہ دھوکے میں مارا جاؤں گا۔"

وہ بولی۔ "وہاں گھاٹ میں جو بستی تھی' تم پچھلی رات ادھر ایک جھونپڑی میں جا کر سو گئے تھے۔ یہ معلوم کرنے کی زحمت نہیں کی کہ آس پاس کی جھونپڑی میں کوئی دشمن ہو سکتا تھا۔"

پچھلی رات یہی ہوا تھا۔ پارس جس جھونپڑی کے اندر جا کر ایک مچان پر سویا تھا' اس کے پیچھے دوسری جھونپڑی میں بلیک آدم سو رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بے خبر ایک دوسرے کے پڑوسی بن کر نیند پوری کر رہے تھے۔

ویسے پارس کے لیے زیادہ خطرہ نہیں تھا۔ اس نے تمام کارتوس غائب کر کے بلیک آدم کو نہتا کر دیا تھا۔ پھر یہ کہ اس نے صرف دو گھنٹے کی نیند کے لیے دماغ کو ہدایت دی تھی۔ بلیک آدم سے پہلے ہی بیدار ہو گیا تھا۔ مچان سے اتر کر جھونپڑی سے باہر آیا تو پیچھے والی جھونپڑی کے قریب سے گزرتے ہوئے ٹھٹک گیا۔ وہاں قریب ہی کھانے کے خالی ڈبے پڑے ہوئے تھے۔ ان ڈبوں پر مل ایبل کی فوڈ انڈسٹری کا نام درج تھا۔ وہ خالی ڈبے بتا رہے تھے کہ وہاں کوئی یہودی مسافر قیام پذیر ہے۔

اس نے جھونپڑی کے اندر جھانک کر دیکھا۔ وہ بلیک آدم کو نام سے نہیں' چہرے سے پہچانتا تھا۔ مچان کے نیچے ایک بیگ لٹک رہا تھا۔ اس نے بیگ کو کھول کر دیکھا۔ کوئی خاص چیز نہیں تھی۔ اس نے ایک نوٹ بک میں ایک کاغذ پھاڑ کر اس پر لکھا۔ "پچھلی رات میں نے تمام کارتوس خالی کیے اور تمہاری گاڑی لنگڑی کر دی۔ ابھی تمہاری ٹانگیں توڑ کر تمہیں لنگڑا بنا سکتا ہوں مگر خوش نصیب ہو کہ سو رہے ہو۔ میں سونے والوں پر حملہ نہیں کرتا۔"

اس نے تحریر کے نیچے "پی" لکھ کر قلم اور نوٹ بک کو بیگ کے اندر رکھا پھر اس پرچی کو بیگ کی زپ میں پھنسا کر وہاں سے چلا آیا۔ بعد میں جنگل کے راستوں سے گزرتے ہوئے اس نے یہ بات صفورا کو بتائی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "اگر وہ دشمن تم سے پہلے بیدار ہو جاتا تو کیا ہوتا؟"

"اگر پچھلی رات میں تمہیں نیولے سے نہ بچاتا تو کیا ہوتا؟"

"میں مر جاتی اور کیا ہوتا؟"

"تمہارے سوال کا جواب بھی یہی ہے' اگر ہم یہ سوچیں کہ سڑک پار کرنے سے کوئی گاڑی کچل کر چلی جائے گی تو ہم تمام عمر سڑک کے کنارے ہی کھڑے رہ جائیں گے۔"

"میں تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں؟"

"وہ تو پچھلی رات ادا کر چکی ہو۔"

"نیولے اور گوگامبا سے بچانے کا نہیں' مرینا کی تابعداری سے نجات دلانے کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔"

"وہ تو ادا کر رہی ہو۔ تمہاری آنکھوں میں میرے لیے پیار ہے۔ تم میری ذات میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی لے رہی ہو۔ دشمن مل جائیں گے۔ فرصت ہو جائے گی تو جنگل میں منگل منا کر شکریہ ادا کرنا اور مجھے بھی شکریے کا موقع دینا۔"

****

شی تارا کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی سوچ رہی تھی کہ اس کے حصے میں فارمولے کے دو کاغذات آرہے ہیں' وہ انہیں ضرور حاصل کرے گی۔ وہ فوراً ہی اپنے کسی آلۂ کار کو وہ کاغذات لینے نہیں بھیج سکتی تھی۔ اس آلۂ کار کے لیے ہیلی کاپٹر وغیرہ کے انتظامات کرنے پڑتے۔ اس میں بڑا وقت ضائع ہوتا' پھر اس نے یہ بھی سوچا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہ کام کرے گی۔ اس نے پارس کو مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ "میرے پاس کیوں آئی ہو؟ مقررہ وقت پر فلاور کے پاس آؤ۔"

"مقررہ وقت سے پہلے اس لیے آئی ہوں کہ ہمارا تمہارا کوئی اور بھی رشتہ ہے۔"

"پیش گوئی کے مطابق اس رشتے کے لیے سات برس تک انتظار کرنا ہوگا۔"

"میں پیش گوئی کو نہیں مانتی۔ تم گواہ ہو کہ کیسے اچانک رشتہ قائم ہوا پھر ہم بچھڑ گئے۔ میں نے سوچا پھر کسی دن بھیس بدل کر آؤں گی مگر تم بڑے وہ ہو' بدن کی مہک سے پہچان لو گے۔"

"میں نے وہ خوش بختی کے دونوں ہیرے سنبھال کر رکھے ہیں۔ سہاگ رات میں پیش کروں گا۔"

"ایسی باتیں نہ چھیڑو۔ انگوٹھی آرہی ہے۔ میرا ایک کام کرو گے؟"

"اتنی دیر سے کھمن لگا رہی ہو۔ کیا ایک کام بھی نہیں کروں گا۔ حکم دو۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "میں ایک گھنٹے بعد آؤں گی۔ تم وہ فارمولے پڑھو گے۔ میں تمہارے دماغ سے سن کر لکھتی جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا کام کروں گا۔ تم میرا کام کرو۔ تمہاری ہنسی بڑی رس بھری ہے پھر سے ہنسو۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی پھر ہنستے ہنستے ایکدم سے چونک گئی۔ خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ عادل چنگیزی کار کی کھڑکی پر جھکا ہوا اس کے ساتھ ساتھ ہنس رہا تھا۔ اسے اتنے قریب دیکھ کر وہ چیخ پڑی۔ "تم' تم... یہاں کیوں آئے ہو؟ کیوں پاگلوں کی طرح ہنس رہے ہو؟"

"کمال ہے' مجھے پاگل کہہ رہی ہو۔ خود سامنے تک رہی ہو اور خواہ مخواہ ہنستی جا رہی ہو۔ نہ سامنے کارٹون ہے نہ کوئی لطیفہ سنا رہا ہے۔ یہاں آتے وقت بھی خاموش رہتے رہتے اچانک ہنسنے لگی تھیں۔ کیا تمہیں کوئی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہنسا تا ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ دائی ماں کہاں ہے؟"

"کون دائی ماں؟"

"میں اپنی گورنس کو پوچھ رہی ہوں۔"

"اچھا وہ۔ وہ مونگ پھلی اور چنے خریدنے کے لیے احاطے سے باہر گئی ہیں۔"

"کیا کبوا اس ہے۔ وہ ایسی چیزیں کیوں خریدیں گی؟"

"بات اصل میں یہ ہے کہ میں بار بار تمہارے پاس آنا چاہتا تھا۔ وہ بار بار مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ ایک شرط پر بیٹھوں گا۔ میرے لیے مونگ پھلی اور چنے لاؤ۔ میں کھاتا رہوں گا' جب تک وہ ختم نہیں ہوں گے' میں اس جگہ سے

الف لیلیٰ ڈائجسٹ کے

دلچسپ ترین سلسلے، کتابی شکل میں

ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ باجو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سفر کی روئداد

شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی

شہزاد (مکمل)

قیمت ۲۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

جال (مکمل)

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

- ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلئے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
- اُس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۳۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال
- ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔
- ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔
- جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا۔
- دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
- اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔

ملنے کے پتے: کراچی

نہیں اٹھوں گا۔ میں بھائی جان کی داستانیں پڑھ کر بہت چالاک ہو گیا ہوں۔ وہ اُدھر گئیں میں بھاگ کر اِدھر آگیا۔"

وہ اس کی باتیں سن رہی تھی اور بڑی مشکل سے غصہ برداشت کر رہی تھی پھر اس نے دائی ماں کے پاس پہنچ کر کہا۔ "وہ بے وقوف کا بچہ تمہیں بے وقوف بنا کر میرے پاس آگیا ہے۔ وہ فضول چیزیں نہ خریدو فوراً آؤ۔ میں گھر پہنچ کر اس گدھے کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کروں گی تاکہ یہ سانس نہ روک سکے اور میرا تابعدار بن کر رہے۔ مجھے اندیشہ ہے اگر میں نے اسے قابو میں نہ رکھا تو یہ احمق ہونے کے باوجود ہماری اصلیت معلوم کر لے گا۔"

پھر وہ عادل کے اندر آکر بولی۔ "میرے پیارے دیور!"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "آگئیں' بھابی جان آگئیں۔ السلام علیکم بھابی جان! آپ نے واپس آنے میں گھنٹوں لگا دئے مگر میں شکایت نہیں کروں گا۔ کیوں کہ آپ دشمنوں سے مقابلہ کر رہی تھیں۔ کیا آپ نے انہیں پٹخ دیا ہے؟"

"ہاں سب کو پٹخ دیا ہے۔ ایک بھاگ کر کہیں چھپ گیا ہے۔ میں اسے تلاش کرنے جا رہی ہوں پھر تمہارا خیال آیا۔ یہ کہنے آئی ہوں کہ اب تم چپ چاپ گاڑی ڈرائیو کرو۔ میں بانو شہناز کے دماغ میں رہ کر اسے تمہاری طرف مائل کروں گی پھر وہ گھر پہنچ کر تم سے محبت کرنے لگے گی۔"

"میں چاہتا ہوں' یہ میری ہو جائے مگر ایک بات کھٹک رہی ہے۔"

"کون سی بات۔"

"یہ بانو شہناز نہیں لگ رہی ہے۔ یہ کوئی دشمن عورت ہے۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ شہناز نہیں ہے۔"

"شہناز مغرور تھی مگر پاگل نہیں تھی۔ یہ ایک پگلی کی طرح تنہائی میں سوچتی رہتی ہے اور ہنستی رہتی ہے پھر میں نے شی تارا کو برا کہا تو یہ غصے میں آئے سے باہر ہو گئی۔ اس نے مجھے گالیاں دیں اور ایسی باتیں کہہ رہی تھی جیسے خودسی شی تارا ہو۔"

"تم محض شبہ کر رہے ہو۔ ویسے میں ابھی اس کے چور خیالات پڑھ کر حقیقت معلوم کر لوں گی۔ تم گاڑی چلاؤ۔"

دائی ماں پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ عادل نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کی پھر ڈرائیو کرتا ہوا مین کے احاطے سے باہر آگیا۔ شی تارا نے سوچ کے ذریعے دائی ماں سے کہا۔ "اس ڈرائیور سے پیچھا چھڑانا ہو گا یا اسے تابعدار بنا کر رکھنا ہو گا۔ تم کیا کہتی ہو؟"

"بیٹی اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکو گی۔ یہ تمہارا دیوانہ ہے۔ ملازمت سے نکالو گی تو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہارا پیچھا کرتا رہے گا۔ یہ کمبل ہے۔ ہمیشہ تم سے لپٹا رہے گا۔ تخریبی عمل سے اس کی کھوپڑی گھما دو گی تو یہ پالتو جانور کی طرح تمہارے اشاروں پر چلتا رہے گا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں' اس کی کھوپڑی نہ گھمائی تو یہ بھابی جان کو پکارتا' ٹیلی پیتھی کی گردان کرتا ہوا میرا پیچھا کرتا رہے گا۔ ابھی یہ شبہ ظاہر کر رہا تھا کہ میں بانو شہناز نہیں ہوں۔ یہ بات وہ کسی اور سے بھی کہہ سکتا ہے۔"

"پھر تو فوراً لگام دو۔"

"میں گھر پہنچ کر اس کے ساتھ محبت سے پیش آؤں گی۔ تم اس کے لیے ایک کپ چائے تیار کرو گی اور اس میں اعصاب شکن دوا ملا کر لاؤ گی۔ میں اسے بڑی محبت سے چائے پلاؤں گی۔"

"میں یہی کروں گی۔ ویسے ان فارمولوں کا کیا بنا؟"

"میں گھر پہنچ کر پارس سے رابطہ کروں گی۔ وہ مجھے فارمولوں کا کچھ حصہ ڈکٹیٹ کرائے گا۔ وہ فارمولے لکھنے کے لیے توجہ اور سکون کی ضرورت ہے۔ اور یہ اسی وقت میسر ہو گا' جب یہ کم بخت چائے پی لے گا۔"

وہ دونوں عادل کے ساتھ اس شاندار کوٹھی میں پہنچ گئیں۔ شی تارا نے اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ "عادل! میرے ساتھ آؤ۔ ایک خوشخبری سناؤں گی۔"

پھر وہ دائی ماں سے بولی۔ "عادل کے لیے ایک کپ چائے لے آؤ۔"

وہ بولا۔ "میں چائے نہیں پیوں گا۔"

"لیکن بھابی جان نے میرے دماغ میں آکر حکم دیا ہے کہ میں تمہیں محبت سے چائے پلاؤں۔"

"کیا بھابی جان نے تم سے یہ کہا ہے؟ اوہ میں انہیں یہ نہیں بتا سکا کہ چائے نہیں پیتا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں' دائی ماں! ایک اور نیچ اسکواش لے آؤ۔"

وہ بولا۔ "ایک نہیں' دو۔ میں اکیلا پیتا اچھا نہیں لگوں گا۔"

دائی ماں چلی گئی۔ وہ دونوں ایک بیڈ روم میں آئے۔ شی تارا نے کہا۔ "ابھی میں تم سے محبت کروں گی پہلے ہم ٹھنڈا پی لیں۔ تب تک میں خاموش رہ کر بھابی جان سے باتیں کرتی رہوں گی۔ تم بھی خاموش رہنا۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے دائی ماں کے پاس آئی۔ اس نے اورنج اسکواش کے دو گلاس تیار کیے۔ ایک گلاس میں دوا حل کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "جو گلاس عادل کو دینا ہے' وہ تم میرے ہاتھ میں دو گی۔"

"یعنی نقصان پہنچانے والا مشروب تمہارے ہاتھ میں دوں؟"

"ہاں' یہ اچھی طرح یاد رکھنا۔ بھولنا نہیں۔"

یہ کہہ کر وہ پارس کے پاس آئی پھر بولی۔ "میں ابھی کاغذ قلم لے کر بیٹھوں گی۔ کیا وہ فارمولے نوٹ کراؤ گے؟"

"ضرور کراؤں گا۔ لکھنے کے لیے تیار رہو جاؤ۔"

"کیا صرف دو کاغذات کے فارمولے نوٹ کراؤ گے؟"

"میں سب ہی کو دو کاغذات دے رہا ہوں۔"

"میں سب نہیں ہوں' خاص ہوں۔ تمہاری اپنی ہوں۔ کیا نے اپنا سب کچھ تمہارے حوالے نہیں کیا ہے؟ کیا تم محبت کے اب میں محبت سے مکمل فارمولے نوٹ نہیں کراؤ گے؟"

"میری جان! تمہارے لیے تو جان بھی حاضر ہے مگر ابھی مکمل رمولوں کی بات نہ کرو۔"

اسی وقت دائی ماں مشروب لے کر آئی۔ وہ بولی۔ "پارس! ذرا ک منٹ۔ میں ابھی آرہی ہوں۔"

دائی ماں نے ٹرے سے ایک گلاس اٹھا کر شی تارا کو دیا۔ سرا گلاس عادل کو پیش کیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے دائی ماں ے بولی۔ "تصدیق کرو کیا مجھے اپنا گلاس نہیں پینا چاہئے۔"

"ہاں' تمہارے ہاتھ میں جو گلاس ہے۔ وہ عادل کے لیے ۔"

یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ شی تارا نے مسکرا کر عادل سے کہا۔ "میں ابھی جان سے تمہارے بارے میں باتیں کر رہی ہوں۔ وہ کہہ رہی کہ میں اپنا یہ گلاس تمہیں پیش کروں اور تم اپنا گلاس مجھے پیش د۔ اس طرح محبت بڑھے گی۔"

دونوں نے بڑی محبت سے گلاسوں کا تبادلہ کیا۔ عادل بڑے بانی انداز میں اس کے حسین چہرے اور گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ں کو دیکھ رہا تھا۔ شی تارا نے اپنے رس بھرے لبوں کو گلاس سے ر ایک گھونٹ پیا پھر عادل سے کہا۔ "تم بھی پیو۔"

عادل نے اپنے گلاس کو ہونٹوں سے لگایا۔ شی تارا نے مطمئن ر اپنا گلاس میز پر رکھا پھر پارس کے پاس پہنچ کر بولی۔ "میں ایک مان کے ساتھ مصروف تھی۔ اسے مشروب پیش کرنے کے بعد ب اطمینان ہوا۔ تم بھی مجھے مطمئن کرو۔ کوئی بحث نہ کرو اور وہ مل فارمولے نوٹ کراؤ۔"

ادھر اس مہمان نے اپنے گلاس سے صرف ایک چسکی لی یکن نیت شی تارا کے گلاس پر رہی۔ کیوں کہ حسینہ نے گلاس کے ں سرے کو ہونٹ لگا کر ایک گھونٹ پیا تھا۔ وہاں سے لپ اسٹک ارخ نشان اس کے جذبات کو پکار رہا تھا۔ وہ اس کے رس بھرے ں کو ابھی چھو نہیں سکتا تھا مگر ان لبوں کی سرخی چرا سکتا تھا۔

پھر اس نے چرا لیا۔ شی تارا پارس سے باتیں کرنے کے دوران خلا میں تک رہی تھی۔ اس نے بڑی آہستگی سے کوئی آواز ذرا کیے بغیر اس کا گلاس اٹھایا اور وہاں اپنا گلاس رکھ دیا پھر سیدھا ٹھ کر گلاس کے اس سرے کو منہ لگایا جہاں لبوں کی سرخی تھی۔ اس نے مشروب بھی پیا اس کے رس بھرے لبوں کا پنچارہ بھی لیا پھر کہا۔ "پیاری شہناز! مشروب پیتی جاؤ۔ ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ نہیں ٹھنڈا نہیں' گرم ہو جائے گا۔"

وہ خیال خوانی سے چونک کر اسے گھورتے ہوئے بولی۔ "میں نے تم سے خاموش رہنے کو کہا تھا۔"

"تم پیتی رہو۔ میں خاموش رہوں گا۔"

اس نے ناگواری سے گلاس اٹھا کر تین چار گھونٹ پئے پھر اسے میز پر رکھ کر پارس سے بولی۔ "ایک بن بلایا مہمان ڈسٹرب کر رہا ہے اور تم بھی پریشان کر رہے ہو۔ پلیز' میری بات مان لو۔"

عادل نے دیکھا۔ اب اس گلاس پر لبوں کی سرخی مسکرا رہی تھی' جسے ابھی شی تارا نے منہ لگایا تھا۔

محبت کا مارا اب اس گلاس کی سرخی کو چومنا چاہتا تھا جب کہ اس گلاس کا مشروب حسرساں تھا اور اس بات سے وہ دونوں پینے والے بے خبر تھے۔ شی تارا مکمل فارمولوں کے لیے پارس کی خوشامد کر رہی تھی۔ پارس جواباً کچھ کہنے والا تھا۔ اسی لمحہ میں شی تارا کی چھٹی حس نے چونکایا۔ پھر گلاس بدلنے کی آواز آگئی۔ وہ فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہو کر غصے سے بولی۔ "یہ کیا حرکت ہے؟"

وہ جھینپ گیا۔ بات بناتے ہوئے بولا۔ "وہ۔ وہ میں محبت سے تمہارا جھوٹا پینا چاہتا ہوں۔"

شی تارا نے اس کے ہاتھ کے گلاس کو اپنا سمجھ کر لیا اور اپنے پاس رکھا ہوا گلاس اسے دے کر کہا۔ "چلو میرے ساتھ ساتھ پیو۔ تاکہ کوئی شرارت نہ کر سکو۔"

دونوں نے اپنے اپنے گلاس ہونٹوں سے لگائے پھر غٹا غٹ پینے لگے... شی تارا نے گلاس خالی کر کے اسے میز پر پٹخ کر کہا۔ "گدھے کے بچے! تم نے چند گھنٹوں میں میرا مغز کھا کر رکھ دیا ہے۔ اب تمہاری کھوپڑی کے بارہ بجیں گے۔ ابھی تم چکرا کر میرے قدموں... میرے قدموں..."

وہ ایک دم سے بیٹھے بیٹھے چکرا گئی۔ اس نے ایک ہاتھ سے سر تھام لیا۔ دوسرے ہاتھ سے اپنے سینے کو سہلاتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی پھر زور کی چیخ ماری۔ "دائی ماں' ماں۔ ماں..."

پھر ایک بار سر چکرایا۔ وہ لڑکھڑائی پھر سنبھلتے سنبھلتے فرش پر گر پڑی۔

زبان سے بولنے کی سکت نہیں رہی تھی مگر ڈوبتا ہوا ذہن گھبرا کر کہہ رہا تھا۔ "نہیں' پارس نہیں' میرے اندر نہ آنا۔ میں کمزور نہیں ہوں۔ تم آؤ گے تو سانس روک لوں گی۔"

اس کا ذہن سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی پارس خیال خوانی کے ذریعے آرہا ہے۔

کاش! ایسے وقت مجھے یا میرے کسی خیال خوانی کرنے والے عزیز کو معلوم ہوتا کہ ایک احمق نے ہمارے لیے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔

"نادان کی دوستی جی کا جنجال۔۔۔"

یہ بزرگ کہتے آئے ہیں۔ احمق دوست بن کر رہے یا ملازم بن کر' اپنی کسی نہ کسی حماقت سے ضرور نقصان پہنچاتا ہے۔ شی تارا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایک نادان کی محبت سے اسے کبھی دماغی نقصان پہنچے گا۔

شی تارا کے پاس کیا تھا؟ محض دماغی قوت جو ٹیلی پیتھی سے حاصل ہوئی تھی۔ یوگا کی مہارت اس کے لیے ڈھال بن گئی تھی۔ کوئی اُس کے دماغ کے اندر جھانک نہیں سکتا تھا۔ اُس نے خود کو اور زیادہ محفوظ رکھنے کے لیے گمنامی یا روپوشی اختیار کی تھی۔

کوئی اُس کی اصل آواز نہیں سن سکتا تھا کوئی اس کا اصل چہرہ نہیں دیکھ پاتا تھا اور نہ ہی کوئی اُس کے خفیہ ٹھکانوں تک پہنچ سکتا تھا۔ اس رُوپوشی نے اسے ناقابلِ تسخیر بنا دیا تھا۔

لیکن روپوشی کی ایک حد ہوتی ہے۔ وہ چھپنے کے لیے زمین کے اندر نہیں جا سکتی تھی۔ تہ خانے میں یا عالی شان محل کی آرام دہ چار دیواری میں بھی مسلسل رہنے سے دم گھٹتا ہے۔ دنیا جہان کی دولت اور ٹیلی پیتھی کی قوت رکھ کر وہ مسلسل قیدی کی زندگی نہیں گزار سکتی تھی۔ اس لیے وہ ملک اور شہر بدلتی رہتی تھی۔ اپنی آواز اور حلیہ بدلتی تھی۔ نئی جگہ نئی لوگوں سے بخوبی نمٹ لیتی تھی لیکن بدقسمتی اسی کو کہتے ہیں کہ ایک احمق سے نمٹ نہ سکی۔

دائی ماں اس کی چیخ سن کر دوڑتی ہوئی آئی تو اسے فرش پر گرتے ہوئے دیکھا۔ اس کے پاس فرش پر آ کر دو زانو ہو گئی۔ اُس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھتے ہوئے آواز دی۔ "بیٹی تارا! اٹھو۔ کیا ہو گیا ہے۔ تم نے کون سا شربت پیا ہے؟"

عادل نے کہا۔ "کوئی سا بھی شربت پیا ہے۔ کسی میں زہر نہیں تھا۔ شربت تو میں نے بھی پیا ہے۔"

"تم چپ رہو۔ تم نے کوئی ہیرا پھیری کی ہے۔ بولو۔ جواب دو؟"

"عجیب پاگل بڑھیا ہے۔ چپ رہنے کو بھی کہتی ہے' بولنے کو بھی کہتی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میری تارا کو اٹھاؤ۔ بستر پر ڈالو۔"

"تم نے کیا تارا تارا کی رٹ لگا رکھی ہے' اس کا نام بانو شمناز ہے۔"

دائی ماں کو غلطی کا احساس ہوا وہ ایسی جذباتی ہیجان تھی کہ ہوش و حواس میں نہ رہ سکی۔ بے خودی اور بے اختیاری میں سچ زبان پر آ گیا تھا۔ وہ احمق اسے فرش سے اٹھا کر بستر پر ڈال رہا تھا۔ اتنی دیر میں دائی ماں کو سنبھلنے اور بات بنانے کا موقع مل گیا۔ وہ بولی۔ "میں لاڈ پیار سے کبھی کبھی اسے تارا کہتی ہوں۔ فوراً کسی ڈاکٹر کو بلا کر لاؤ۔ دو ڈاکٹر گاڑی میں جاؤ۔"

وہ بڑبڑاتے ہوئے جانے لگا۔ "اونہہ دو ڈاکٹر گاڑی میں جاؤ۔ جب گاڑی ہے تو دوڑنے کی کیا ضرورت ہے اور جب دوڑ کر جانا ہو تو گاڑی کی کیا ضرورت ہو گی۔"

وہ دروازے پر رک گیا پھر بولا۔ "ڈاکٹر پوچھے گا کہ بیماری کیا ہے تو کیا کہوں گا؟"

"کہہ دینا مریضہ بے حد کمزور ہے۔ دماغی کمزوری کے باعث چکرا تا ہے اور ایسا ہو تو وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔"

وہ چلا گیا۔ دائی ماں تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرنے لگا کہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں نہ آ جائے۔ آئے گا تو اسے اپنی معمولہ اور تابعدار پائے گا۔

اس نے دونوں گلاسوں کو دیکھا وہ میز پر تھے۔ ایک خالی ہو چکا تھا۔ دوسرے میں آدھے سے زیادہ مشروب رہ گیا تھا۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گلاس کیسے بدل گئے تھے؟ اس احمق سے کیسی چالاکی کی توقع نہیں تھی۔ اب یہ اندیشہ بھی ہو رہا تھا کہ کیا کسی نے خیال خوانی کرنے والے عادل کے دماغ میں رہ کر گلاس تبدیل کیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ دشمن ابھی شی تارا کے اندر موجود ہو گا۔

اس نے جھک کر اُس کی پیشانی کو دیکھا جیسے کسی چھپنے والے کو اس کی کھوپڑی کے اندر دیکھ رہی ہو پھر وہ گھور کر بولی۔ "کون ہو تم؟ تم کون ہو؟ میرے دماغ میں آؤ۔"

کوئی نہیں آیا۔ وہ پھر بولی۔ "میری بیٹی کے دماغ میں چھپنے والے! اسے میں نے دودھ پلایا ہے۔ میں نے راتیں جاگ جاگ کر اس کی پرورش کی ہے۔ اسے تمام ظالم موسموں سے بچایا ہے۔ بیمار ہوتی ہے یا کسی مصیبت میں گرفتار ہوتی ہے تو میں بھگوان سے پرارتھنا کرتی ہوں۔ آج ہاتھ جوڑ کر تم سے پرارتھنا کر رہی ہوں۔ اسے اپنی تابعدار نہ بناؤ۔ اس کے دماغ سے چلے جاؤ۔"

وہ بول رہی تھی لیکن جواب دینے کوئی اس کے اندر نہیں آ رہا تھا۔ کوئی ہوتا تو آتا۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے یہ بہترین موقع تھا۔ شی تارا جیسی ناقابلِ شکست کو کوئی بھی زیر کر سکتا تھا۔ وہ اپنی ذات سے بے خبر ہو کر دماغ کے دروازے چھوڑ کر بے ہوش پڑی تھی۔ چوروں کے لیے دعوتِ عام تھی کوئی بھی آئے اور اسے چرا لے۔

دائی ماں کو ذرا تسلی ہوئی کہ کوئی نہیں ہے اس لیے جواب مل نہیں مل رہا ہے۔ یہ تسلی وہ خود کو دے رہی تھی۔ یہ اندیشہ پھر گھیرنے لگا تھا کہ دشمن خاموشی سے اس کی بیٹی پر تنویمی عمل کرنے میں مصروف ہے۔ اس نے ایک آدھ بار شی تارا کو جھنجھوڑ کر کہا۔ "اٹھو! میں اس لیے جھنجھوڑ رہی ہوں کہ تنویمی عمل کرنے والے کو سکون سے عمل نہ کر سکے اور کامیاب نہ رہے۔"

اس کا خیال تھا کہ وہ وقفے وقفے سے اسے جھنجھوڑتی رہے گی اور اس کے کان کے پاس بولتی رہے گی تو عمل کرنے والا ڈسٹرب ہوتا رہے گا۔ باہر گاڑی کی آواز سنائی دی تو وہ شی تارا کے پاس سے اٹھ گئی۔ ان گلاسوں پر نظر گئی۔ عقل نے سمجھایا دونوں گلاس دکھا دیے جائیں۔ ورنہ ڈاکٹر شبہ کرے گا۔

وہ دونوں گلاسوں کو اٹھا کر تیزی سے چلتی ہوئی کچن کی طرف گئی۔ ادھر عادل ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں آیا۔ ڈاکٹر بستر کے قریب آ کر شی تارا کا معائنہ کرنے لگا پھر اس نے کہا۔ "یہ تو اچھی خاصی صحت مند ہے۔ اچانک ہی دماغ کیسے چکرائے گا کوئی وجہ تو ہو گی۔ کیا ایسا پہلے بھی ہوا ہے؟"

دائی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ "جی ہاں' یہ بظاہر عادل نے کہا۔ "کیا بکواس کرتی ہو۔ یہ پہلے تو کبھی چکرا کر بے ہوش نہیں ہوئی۔"

"دوسرے میں آدھے سے زیادہ مشروب رہ گیا تھا۔ اس کی کچھ وہ بولی۔ "ڈاکٹر صاحب! یہ احمق ہے۔ آپ عورتوں کی کچھ کمزوریاں جانتے ہیں جن کے باعث وہ کمزور ہو جاتی ہیں۔ کبھی چالاکی کی توقع نہیں تھی۔ اب یہ اندیشہ بھی ہو رہا تھا کہ کیا کسی نے کبھی چکرا کر بے ہوش ہو جاتی ہے۔"

عادل نے کہا۔ "شربت پینے سے کوئی بے ہوش نہیں ہوتا۔ شربت حلق سے نیچے اتر کر معدے میں پہنچتا ہے۔ وہاں سے خون میں شامل ہو کر دماغ تک پہنچتا ہے۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "کیا مریضہ نے شربت پیا تھا؟"

"جی ہاں' میں نے بھی شربت پیا۔ بڑے مزے دار تھا مگر پتا نہیں کیوں چکرا کر گر پڑیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری شمناز کی حالت ہو گی تو میں گلاس نہ بدلتا۔"

دائی ماں نے چونک کر اسے دیکھا۔ ڈاکٹر نے پوچھا۔ "تم نے گلاس کیوں تبدیل کیا تھا؟"

وہ شرمانے لگا۔ ڈاکٹر نے حیرانی سے پوچھا۔ "اس طرح کیوں شرما رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "آپ نے سوال ہی ایسا کیا ہے۔ یہ ایسا پرائیویٹ معاملہ ہے کہ بتاتے ہوئے شرم آ رہی ہے۔"

"مسٹر! لگتا ہے کوئی سنگین معاملہ ہے۔ بتاؤ تم نے گلاس تبدیل کیوں کیا تھا؟"

وہ شرماتے ہوئے بولا۔ "مجھے اپنی شمناز کے ہونٹ بہت پسند ہیں لیکن میں انہیں چھو نہیں سکتا کیوں کہ ابھی ہماری شادی نہیں ہوئی۔"

دائی ماں نے کہا۔ "ڈاکٹر صاحب پوچھ رہے ہیں تم نے گلاس کیوں تبدیل کیا؟"

"وہی بتانے جا رہا ہوں۔ تم بوڑھی ہو گئی ہو مگر ایسی باتیں سمجھنے سے قاصر ہو۔ شرم نہیں آتی؟"

دائی ماں نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ کر غصہ برداشت کرتے ہوئے اسے گھورا۔ وہ بولا۔ "شمناز نے اپنے گلاس سے پہلے ایک گھونٹ پیا تو اس کے لبوں کی سرخی گلاس پر نقش ہو گئی۔ میں اس کے لبوں کو چوم نہیں سکتا تھا لہٰذا سرخی کو چومنے کے لیے یہ گلاس تبدیل کیا تھا۔"

"کیا مس شمناز نے اعتراض نہیں کیا؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "شمناز کو پتا ہی نہ چلا۔ وہ بھابی جان سے باتوں میں مصروف تھی۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "کون بھابی جان؟"

دائی ماں نے پریشان ہو کر اس بات کو ٹالنے کے لیے کہا۔ "کوئی بھابی جان نہیں ہے ڈاکٹر صاحب! یہ آدھا پاگل ہے۔"

"پاگل ہو گی تم۔ تم شربت یہاں دے کر چلی گئی تھیں۔ بھابی جان کیسے نظر آتیں؟ وہ تو دماغ کے اندر بول رہی تھیں۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "دماغ کے اندر کیسے بولا جاتا ہے؟"

"آپ نہیں جانتے۔ آپ تو صرف ایک ڈاکٹر ہیں۔ یہ ٹیلی پیتھی کا معاملہ ہے۔ میرے فرہاد بھائی جان کی دوسری شریکِ حیات بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہیں۔ یوں سمجھیں ان کا پورا خاندان ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"یہ تم نے کیا بکواس شروع کر دی ہے۔ میں یہاں علاج کرنے آیا ہوں مگریوں لگتا ہے' پاگل خانے چلا آیا ہوں۔"

دائی ماں نے کہا۔ "ڈاکٹر صاحب! آپ اسے نظر انداز کریں۔ میری بیٹی کو کسی طرح ہوش میں لائیں' اس کی توانائی بحال کرنے کے لیے کچھ کریں۔"

وہ نسخہ لکھ کر دیتے ہوئے بولا۔ "یہ دوائیں خرید کر اسے کھلاؤ' میں ایک انجکشن لگا رہا ہوں۔ انشاء اللہ جلد ہی یہ ہوش میں آ جائیں گی۔"

اس نے شی تارا کے بازو میں ایک انجکشن لگایا۔ دائی ماں نے فیس ادا کرتے ہوئے کہا۔ "عادل! ڈاکٹر صاحب کو چھوڑ آؤ۔"

وہ ڈاکٹر کا بیگ اٹھا کر باہر آیا۔ اس کے لیے اچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ڈاکٹر بیگ لے کر بیٹھ گیا۔ عادل نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی پھر کار ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کے احاطے سے باہر آیا۔ ڈاکٹر نے پوچھا۔ "تم اچھے خاصے نوجوان ہو۔ احمق بھی نہیں لگتے پھر احمقانہ باتیں کیوں کرتے ہو؟"

"اکثر لوگ مجھ سے یہی پوچھتے ہیں۔ میں کیا کروں' اکثر باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ اب یہی دیکھیں کہ ہم دونوں نے ایک ہی جیسا شربت پیا تھا لیکن مجھے کچھ نہیں ہوا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔"

"کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ گورنس نے مس شمناز کے شربت میں کچھ ملایا ہو گا؟"

"میں نے کچھ ملاتے ہوئے دیکھا نہیں ہے۔ وہ بوڑھی بہت وفادار ہے۔ شمناز نے دو روز پہلے اسے کسی دوسرے ملک سے بلایا تھا۔ اسے بوڑھی پر بھروسا ہے' تب ہی اتنی دور سے بلایا تھا۔ میرا دل نہیں مانتا کہ وہ شمناز کا برا چاہے گی۔"

"کیا وہ تمہارا برا چاہتی ہو گی؟"

"ہو سکتا ہے۔ وہ مجھ سے بہت جلتی ہے۔ لڑتی رہتی ہے۔"

"تم ایک ڈرائیور ہو۔ مس شمناز تمہاری مالکن ہے۔ کیا

تمہارے مشتبہ انداز سے ناراض نہیں ہوتی ہے۔"

"آپ ناراض ہونے کی بات کر رہے ہیں' ہماری تو شادی ہونے والی ہے۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "اتنی دولت مند اور حسین لڑکی ڈرائیور سے شادی کرے گی؟"

"کیا میں ہینڈسم نہیں ہوں۔ ڈرائیور ہوں مگر ایم اے پاس ہوں۔"

وہ پچھلی سیٹ سے آگے کی طرف جھکتے ہوئے اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم نے اتنی تعلیم حاصل کی ہے' تم احمق نہیں ہو سکتے اور اگر احمق ہو تو پھر ایم اے پاس نہیں ہو۔"

"ڈاکٹر صاحب! علم حاصل کرنے کے لیے حافظہ قوی ہونا چاہیے۔ میں جو سبق یاد کر لیتا ہوں اسے کبھی نہیں بھولتا مگر کیا کروں؟ سچ ہوتا ہے' اسے سچ کہوں تو احمق کہلاتا ہوں۔ آپ یقین نہیں کر رہے ہیں کہ مس شہناز پر پہلے کبھی ایسا دورہ نہیں پڑا۔ آپ یقین نہیں کر رہے ہیں کہ ایک جیسا شربت پی کر میں آرام سے ہوں اور وہ مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہے اور آپ اس سچ کو بھی جھوٹ سمجھیں گے کہ جب میں نے گلاس تبدیل کیا تو بھابی جان اس کے دماغ میں آ کر بول رہی تھیں۔ وہ میرے بھی دماغ میں آتی ہیں۔"

"دیکھو عادل! تم ایک اچھے ہوشمند نوجوان ہو۔ کوئی کسی کے دماغ میں آ کر نہیں بول سکتا۔ یہ بکواس ہے۔"

وہ ایک جھٹکے سے کار روکتے ہوئے بولا۔ "تم میرے فرہاد بھائی جان کو بکواس کہہ رہے ہو۔ گاڑی سے اتر جاؤ۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "دیکھو ایسی ہی حرکتوں سے احمق کہلاتے ہو۔ میں نے تمہارے بھائی جان کو نہیں ٹیلی پیتھی کو بکواس کہا ہے۔ تمہیں برا لگتا ہے تو یہ بھی نہیں کہوں گا' پلیز کار چلاؤ۔ اتنی رات کو اس سڑک پر مجھے کوئی گاڑی نہیں ملے گی۔"

"ارے' تمہیں ڈاکٹر کس نے بنایا ہے۔ تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ میرے فرہاد بھائی جان ٹیلی پیتھی کی دنیا کے شہنشاہ ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے' میڈیکل کالج میں ہمیں یہ نہیں پڑھایا گیا۔ تم سے اتنی اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد خوشی ہو رہی ہے۔ اسی خوشی میں گاڑی چلاؤ اور مجھے گھر پہنچا دو۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ پھر ڈاکٹر کو اس کی کوٹھی کے سامنے پہنچا دیا۔ ڈاکٹر نے کار سے اترتے ہی کہا۔ "پاگل کے بچے! تم اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے سب کے سب پاگل ہیں۔ خبردار! آئندہ مریضہ مر بھی جائے تو میرے دروازے پر نہ آنا۔"

"پاگل کے بچے ہو تم! بھلا مرجانے کے بعد کوئی ڈاکٹر کے پاس آتا ہے؟ ٹھیک ہے پترا! آنے دو بھابی جان کو' اگر تمہاری کھوپڑی میں زلزلہ پیدا نہ کرایا تو مجھے عادل چنگیزی نہیں کہنا کہہ لینا۔"

وہ کار ڈرائیو کرنے لگا۔ اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ اس نے ڈاکٹر سے درست کہا تھا کہ اس کا حافظہ بہت قوی ہے۔ اس لیے بہت زیادہ مارکس حاصل کر کے ایم اے کا امتحان پاس کیا تھا۔ اسے آج شام سے ہونے والی بہت سی غیر معمولی باتیں بھی یاد تھیں' جنہیں وہ شعوری طور سے بھولا ہوا تھا لیکن اس کے شعور میں وہ سب کچھ موجود تھا۔

اسے اب تنہائی میں ویران سڑک سے گزرتے ہوئے یاد آ رہا تھا کہ اس نے ہوٹل میں شی تارا کو گالیاں دی تھیں لیکن شہناز کو غصہ آیا تھا۔ اس نے غصے میں کہا تھا۔ "تم نے مجھے گالیاں دینے کی جرات کیسے کی؟"

وہ چونکہ بھابی جان کا شدت سے انتظار کر رہا تھا اس لیے اتنی اہم بات بھول گیا تھا پھر وہ گھر میں بے ہوش ہو گئی تھی تو بوڑھی گورنس اسے "تارا تارا" کہہ کر آوازیں دے رہی تھی۔ ہوٹل اور گھر کی باتیں اس کے دماغ میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔

اسے ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ بابو شہناز نہیں ہے۔ بلکہ شی تارا ہے لیکن وہ پچھلے دو ماہ سے بانو شہناز کو دیکھتا' اس کی خدمت کرتا اور اس سے عشق کرتا آیا تھا اس لیے اسے دل سے شہناز ہی کہتا تھا۔

سوچتے سوچتے سر میں درد ہو رہا تھا۔ اس نے لاری اڈے کے ایک چائے خانے کے سامنے گاڑی روک دی۔ اپنی سیٹ پر سے آواز دی۔ "چھوٹے! ایک ڈبل دودھ پتی لے آ۔"

اس نے دھیمی آواز میں کیسٹ ریکارڈر کو آن کیا۔ نیم کلاسیکل موسیقی ابھرنے لگی۔ شہناز انگلش پاپ میوزک کے کیسٹس سنتی تھی لیکن پچھلے دن سے کیسٹس بدل گئے تھے۔ شہناز ہندوستانی موسیقی سننے لگی تھی۔ اُس نے اس تبدیلی پر غور نہیں کیا تھا۔

اب غور کرنے سے یاد آیا کہ اس کی عادتیں بھی کچھ بدل گئی ہیں۔ شہناز خیالوں کی دنیا میں نہیں رہتی تھی جب کہ یہ شہناز خلا میں تکتی رہتی تھی جیسے گہری سوچ میں ہو یا خیالِ خوانی میں مصروف ہو پھر وہ سوچتے سوچتے آپ ہی آپ ہنسنے لگتی تھی جیسے کوئی اُس سے ہنسنے مسکرانے کی باتیں کر رہا ہو۔

چائے آ گئی۔ وہ پینے لگا۔ اچانک ہی کئی مسلح سپاہی چائے خانے کے اطراف سے آئے پھر انہوں نے وہاں بیٹھے ہوئے مسافروں میں سے دو افراد کو گھیر لیا۔ ایک نے شلوار قمیص کے اندر ریوالور چھپایا ہوا تھا۔ ریوالور نکالنے کے لیے اُس نے لباس کے اندر ہاتھ ڈالا لیکن انسپکٹر نے ہوائی فائر کر کے کہا۔ "خبردار! ہاتھ اوپر کرو ورنہ دوسری گولی تمہیں لگے گی۔"

عادل کار سے باہر آ گیا۔ انسپکٹر اس شخص کے لباس سے ریوالور برآمد کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "مسٹر بھارتی جاسوس! یہ داڑھی لگا کر جناح کیپ پہن لینے سے تم مسلمان یا پاکستانی نہیں بن جاؤ گے۔"

وہ اس کی جناح کیپ اور نقلی داڑھی مونچھیں اتار رہا تھا۔ عادل نے حیرانی سے دیکھا۔ اس داڑھی مونچھوں والے کی صورت بالکل بدل گئی تھی۔ چند لمحے پہلے وہ ایک پاکستانی مسلمان تھا اب بھارتی جاسوس ثابت ہو رہا تھا۔

عادل کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ ایک دم سے شی تارا یاد آنے لگی تھی۔ انسپکٹر کہہ رہا تھا۔ "تم یہاں دین محمد کہلاتے ہو جبکہ تمہارا اصل نام وجے شنکر ہے۔ ہم نے ہوٹل کے کمرے سے تمہارے خلاف بہت سے ثبوت حاصل کیے ہیں۔"

عادل کے اندر ایک شور برپا تھا۔ دین محمد یا وجے شنکر؟ بانو شہناز یا شی تارا؟ ہندو یا مسلمان؟ بھارتی یا پاکستانی؟ وہ کون ہے؟ دو ماہ سے جس کی ملازمت کر رہا ہے اور جس سے عشق کر رہا ہے' کیا وہ شہناز ہے؟ اگر شہناز ہے تو شی تارا کو برے برے گالیوں سے برہم کیوں ہوتی ہے؟ وہ بوڑھی اسے تارا کیوں کہتی ہے۔

وہ بہت دیر تک اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے کار اسٹارٹ کی۔ اُس وقت رات کا ایک بجا تھا۔ وہ لمبے راستوں سے کار چلاتا اور سوچتا ہوا کوٹھی کے احاطے میں پہنچا تو دو بج رہے تھے۔ شی تارا گیارہ بجے ہوش میں آئی تھی۔ بہت کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ دائی ماں نے اسے دودھ میں اوولٹین ملا کر دیا۔ وہ پینے کے بعد پھر سو گئی۔ اس کے بعد دائی ماں بھی سونے کے لیے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

وہ کمزوری کے باعث سو گئی تھی لیکن ذہن پر ایک خوف سا طاری تھا کہ وہ ٹریپ کی گئی ہے۔ عادل کے پیچھے کوئی دشمن ہے۔ اُس نے اسے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا ہے۔ اب وہ دشمن کے چنگل سے نکل نہیں پائے گی۔ ابھی اس پر تنویمی عمل ہونے والا ہے پھر وہ ہمیشہ کے لیے دشمن کی تابعدار اور کنیز بن جائے گی۔

چونکہ اس نے دشمن کی صورت نہیں دیکھی تھی' صرف دوا پلانے والے عادل کو دیکھا تھا اس لیے وہی خواب میں نظر آ رہا تھا۔ اس کے قریب آ کر کہہ رہا تھا۔ "اسی طرح چادروں شانے چت لیٹی رہو۔ میں عادل نہیں' پارس ہوں۔ تمہیں اپنا تابعدار بنانے آیا ہوں۔ اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دو اور ٹرانس میں آ جاؤ۔"

وہ التجا کرنے لگی۔ "نہیں پارس! مجھ پر عمل نہ کرو۔ مجھے راشتہ بنا لو مگر اپنی معمولہ نہ بناؤ۔ میں ساری عمر غلامی برداشت نہیں کروں گی۔ مر جاؤں گی۔"

"مجھے افسوس ہے۔ یاد کرو' ان منحوس تین تاریخوں میں سے ایک تاریخ آج ہے۔ جو تشو وتیا نے جو کہا' وہ پورا ہو رہا ہے' اپنے مقدر کے سامنے سر جھکا لو۔"

"نن..... نہیں۔ ٹھہرو پارس! میں ایک بہت بڑی آفر دیتی ہوں۔ میں ہندو دھرم چھوڑ دوں گی۔ مجھے مسلمان بنا لو مگر اپنی معمولہ نہ بناؤ۔"

عادل اس کے بستر کے قریب آ کر کھڑا ہوا تھا اور نیند میں اس کی بڑبڑاہٹ سن رہا تھا۔ اس نے شی تارا پر جھک کر پوچھا۔ "تم ہندو ہو۔ اس کا مطلب یہ کہ دو واقعی شی تارا ہو؟"

اُس کے اس سوال پر شی تارا کے خواب میں مداخلت ہوئی۔ اس کی نیند کچی ہوئی لیکن خوف کے باعث پارس اور عادل کی صورتیں گڈمڈ ہو گئی تھیں۔ اس نے نیم خوابی کی حالت میں آنکھیں کھولیں تو عادل کا چہرہ اپنے اوپر جھکا ہوا نظر آیا۔ اس نے اور زیادہ سہم کر سوچا کہ تنویمی عمل کرنے والا عادل کے ذریعے اس پر جھکا ہوا ہے' وہ گھبرا کر بولی۔ "نہیں' مجھ پر تنویمی عمل نہ کرو۔ میں ویسے ہی تمہاری کنیز بن کر رہوں گی۔"

اس بات پر عادل کو میری داستان کے وہ تمام واقعات یاد آئے جن میں مختلف انداز سے تنویمی عمل پیش کیا گیا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ وہ سحرزدہ ہو رہی ہے۔ کیا یہ میری آنکھوں سے' آواز سے متاثر ہو کر معمولہ بننا چاہتی ہے۔ کیا میں ایسا عمل کر سکتا ہوں؟

اس نے آزمائش کے طور پر اسے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "خاموش رہو اور میری آنکھوں میں دیکھتی رہو۔"

وہ سہم کر چپ ہو گئی۔ تنویمی عمل کے لیے لازمی ہے کہ جسے معمولہ بنایا جا رہا ہو اسے اپنی مقناطیسی آنکھوں اور سحرزدہ کرنے والی بھاری بھرکم آواز سے متاثر کیا جائے۔ اس وقت شی تارا کے حالات کے مطابق یہ شرائط پوری ہو چکی تھیں' وہ دماغی کمزوری اور خوف کے باعث پہلے ہی عادل کو عامل سمجھ کر متاثر ہو چکی تھی اور جب تاثر قائم ہو جائے تو سامنے والے کی ہر بات دماغ پر نقش ہوتی جاتی ہے۔

اسے تنویمی عمل کا طریقہ کار اچھی طرح یاد تھا۔ اُس نے اسی طریقہ سے کہا۔ "تم شی تارا ہو اور میری معمولہ ہو' بولو۔" اس نے آخری لفظ ڈانٹ کر ادا کیا۔ ڈانٹنے سے کمزور ذہن اور متاثر ہوا۔ وہ بولی۔ "میں شی تارا ہوں تمہاری معمولہ ہوں۔"

"اب میں تم سے عشق نہیں کروں گا کیوں کہ تم ایک دن میرے بھائی جان کے بیٹے پارس کی دلہن بننے والی ہو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں' پارس کی دلہن بن جاؤ۔"

"میں پارس کی دلہن بن جاؤں گی۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں' شادی سے پہلے مسلمان ہو جاؤ۔"

وہ سحرزدہ ہو کر بولی۔ "میں شادی سے پہلے مسلمان ہو جاؤں گی۔"

"یہ عادل چنگیزی حکم دیتا ہے کہ تم پاکستان میں جاسوسی نہیں کرو گی۔"

اُس نے اس کی بات دہراتے ہوئے وعدہ کیا۔ وہ بولا۔ "یہ میرا حکم ہے کہ دماغی اور جسمانی توانائی بحال ہونے کے بعد تم پارس کو تلاش کرو گی اور اس کے پاس جاؤ گی۔"

"میں پارس کو تلاش کروں گی اور اس کے پاس جاؤں گی۔"

"اور جب تک پارس نہیں ملے گا' تم مجھے ہر جگہ اپنے ساتھ رکھو گی۔"

اُس نے یہ وعدہ بھی کیا۔ عادل نے کہا۔ "تم روزانہ صبح و شام میرے دماغ میں آؤ گی۔ میرے خیالات کی لہروں کو اپنے ساتھ لے کر پرواز کراؤ گی اور اس طرح مجھے ٹیلی پیتھی سکھاتی رہو گی۔"

"میں تمہاری سوچ کی لہروں کو صبح و شام پرواز کراؤں گی اور تمہیں ٹیلی پیتھی سکھاتی رہوں گی۔"

"اب تم آنکھیں بند کرو اور سکون سے تنویمی نیند پوری کرو۔"

شی تارا کی آنکھیں مسلسل عادل کی آنکھوں کو تک رہی تھیں اُس نے حکم کے مطابق آنکھیں بند کر لیں پھر گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

عادل تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ جب یقین ہو گیا کہ وہ سو رہی ہے تو وہ دبے قدموں کمرے سے باہر آیا پھر کوٹھی سے باہر آیا۔ اسے مسز تھیں برداشت نہیں ہو رہی تھیں' باہر آتے ہی اس نے بزک ماری۔ "اوئے جیو عادل چنگیزی! آج سے تو پینا نرم کا ماہر ہو گیا۔ تُو نے شی تارا جیسی ناقابلِ شکست عورت کو زیر کیا ہے۔ اوئے یہ تو کمال ہو گیا۔"

وہ دوڑتا ہوا لان کی گھاس پر آیا پھر اچھل اچھل کر قلابازیاں کھانے لگا۔

❁❁❁❁❁❁❁

پارس انتظار کر رہا تھا۔ شی تارا نے کہا تھا کہ وہ اپنے ایک مہمان کو شربت پلا کر ابھی آئے گی لیکن وہ نہیں آ رہی تھی۔ پارس کو یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وعدے کے مطابق نہ آنے والی پر کون سی افتاد آ پڑی ہے۔ اگر شی تارا کی اصل آواز اور اس کا لہجہ معلوم ہوتا تو وہ باور سا کہتا۔ یوں انکشاف ہو جاتا کہ وہ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہے۔ سانس نہیں روک سکتی ہے اور اس کا دماغ کھلی ہوئی کتاب کی طرح چور خیالات پڑھنے کی دعوت دے رہا ہے۔"

وہ بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہونے کے باوجود اس پہلو سے خوش نصیب تھی کہ ابھی تک دنیا کے کسی بھی خیال خوانی والے کو اس کی دماغی کمزوری اور بے بسی کا علم نہیں ہوا تھا۔ اس نے رُوپوشی کا جو طریقہ اختیار کر رکھا تھا وہ آج کام آ رہا تھا۔

پارس نے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو ایک گھنٹے کا وقت دیا تھا۔ وہ ایک گھنٹا گزر چکا تھا' پہلے الپا نے فلاور کے دماغ میں آ کر کہا۔ "میں فارمولوں کا اپنا حصہ لینے کے لیے کچھ لوگوں کو بھیج رہی ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "صرف ایک شخص یہاں آئے گا۔ ایک سے زیادہ ہوا تو ہم اسے گولی مار دیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ ایک ہی آئے گا۔ یہ جو پہاڑی ہے۔ اس کی چوٹی پر ایک ہیلی کاپٹر اتارا جائے گا' تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"اعتراض نہیں' اجازت ہے۔ ہیلی کاپٹر کتنی دیر میں آئے گا؟"

"آدھے گھنٹے میں پہنچ سکتا ہے۔"

اس نے وقت بتاتے ہوئے کہا۔ "اپنی گھڑی ملاؤ اور ٹھیک پینتالیس منٹ کے بعد ہیلی کاپٹر کو پہاڑی پر اتارنے کے لیے کہو۔ وہاں ایک پتھر پر ٹارچ کی روشنی میں دو کاغذات رکھے ہوئے نظر آئیں گے' تمہارا آدمی صرف دس منٹ میں وہ کاغذات اٹھا کر واپس چلا جائے ورنہ گیارہویں منٹ پر ایک بم بلاسٹ ہو گا اور ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ اپنے آدمیوں کو اچھی طرح سمجھا کر روانہ کرو۔"

الپا چلی گئی۔ پارس نے مرینا کو بلا کر وہ دو کاغذ دیے پھر کہا۔ "پاشا اور عبداللہ کے ساتھ پہاڑی کی چوٹی پر مسلح ہو کر جاؤ۔ ریموٹ کنٹرول سے بم بلاسٹنگ کا انتظام کرو۔ ان کاغذوں کو ٹارچ کی روشنی میں کسی اونچے پتھر پر رکھ دو۔ میری گھڑی سے وقت ملاؤ۔"

مرینا نے وقت ملایا۔ وہ بولا۔ "ہیلی کاپٹر سے اترنے والا ایک ہی آدمی ہو گا۔ پائلٹ کے علاوہ کوئی تیسرا نظر آئے تو ریموٹ کنٹرول سے ان سب کے چیتھڑے اڑا دو۔ ایسے کاغذات وہاں سے لے جانے کے لیے صرف دس منٹ کا ٹائم دو۔ گیارہویں منٹ پر اسے زندہ واپس نہیں جانا چاہیے۔"

وہ عبداللہ اور پاشا کو لے کر پورے انتظامات کے ساتھ پہاڑی پر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وِکی سول نے فلاور کے ذریعے کہا۔ "میں اپنے حصے کے کاغذات لینے آیا ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "تم فلاور کے دماغ میں ہو۔ یہ تمہارے کاغذات پڑھے گی تم وہ فارمولے نوٹ کرتے جاؤ۔"

وہ بولا۔ "فلاور کے دماغ میں دوسرے خیال خوانی کرنے والے بھی آتے ہیں۔ وہ لوگ میرے فارمولے سن کر نوٹ کر لیں گے۔ ہم نے طے کیا ہے کہ ہمارا ایک آدمی وہاں آئے گا۔"

پارس نے کہا۔ "آگے نہ کہو۔ میں سمجھ گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں پہاڑی پر آئے گا لیکن میری شرائط سن لو' وہ تنہا آئے گا۔ زیادہ سے زیادہ ایک پائلٹ ہو گا۔ کوئی تیسرا ہوا تو ایک بھی زندہ واپس نہیں جائے گا۔ دس منٹ سے ایک سیکنڈ زیادہ نہیں ہونا چاہیے ورنہ ان فارمولوں کے ساتھ اپنا آدمی اور ہیلی کاپٹر بھی گنوا دو گے۔"

اسرائیل اور امریکا دونوں کے ہیلی کاپٹر شہر بیضابہ پہنچے ہوئے تھے الپا نے بلیک آدم کے پاس آ کر اسے پارس کی تمام شرائط سنائیں پھر کہا۔ "برادر! تم وہاں کسی موقع سے فائدہ اٹھا کر پارس پر غالب آنا چاہتے تھے لیکن اس نے پہاڑی پر بھی سخت دفاعی انتظامات کیے ہیں۔ وہ بہت چالاک ہے' اپنے کسی آدمی کا نقصان کیے بغیر تم سب کو ریموٹ کنٹرول کے ذریعے فنا کر دے گا۔ بہتر ہے' تم نہ جاؤ۔ صرف پائلٹ کو جانے دو۔ میں پائلٹ کے اندر رہوں

گی۔ وہ کاغذات لے آئے گا۔"

"سسز! بظاہر ایک پائلٹ ہی پہاڑی پر جائے گا۔ اس سے پہلے پہاڑی کے پچھلے حصے پر ہیلی کاپٹر کی پرواز نیچی ہو گی میں اس پر سے چھلانگ لگا کر پھنستا ہوا اس بستی میں پہنچوں گا۔"

"اتنا بڑا خطرہ مول لینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"ضروری ہے۔ ابھی فارمولوں کے وہ تمام کاغذات پارس کے پاس ہیں۔ پہلے ہم ہی اپنا حصہ لینے جا رہے ہیں۔ اگر میں کسی طرح اس بلند و بالا بُت کے اندر پہنچ جاؤں گا تو وہ تمام کاغذات چرا کر یا چھین کر لے آؤں گا۔"

"کہیں تم پارس سے انتقام لینے کے ارادے سے تو نہیں جا رہے ہو؟ اس نے تمہیں دو بار زیچ کیا ہے۔ ایک بار تمہارے تمام ہتھیاروں کے کارتوس غائب کر کے تمہیں بے بس اور مجبور بنا دیا۔ دوسری بار نیند کے دوران تمہاری شہ رگ تک آیا اور اس لیے زندہ چھوڑ چلا گیا کہ تم سو رہے تھے۔"

"ہاں اس نے مروانگی بھی دکھائی ہے اور میرا مذاق بھی اُڑایا ہے لیکن میں فی الحال انتقام لینے نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ کاغذات حاصل کرنے جا رہا ہوں۔"

اس نے گردن سے لے کر ٹخنوں تک سیاہ لباس پہن لیا تھا۔ سیاہ پلاسٹک کی کیپ اور سیاہ جوتے پہنے تھے۔ تاریکی میں وہ آسانی سے چھپ سکتا تھا۔ انٹی ڈارک گوگلس کے ذریعے دشمنوں کو دیکھ سکتا تھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر چہرے پر کالک تھوپ لی تاکہ گورا رنگ دکھائی نہ دے۔ اتنے اہتمام کے ساتھ وہ بیضابہ سے روانہ ہو گیا۔

اُدھر وِکی سول نے سپر ماسٹر کو تمام رپورٹ سنائی پھر کہا۔ "اس نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے صرف ہمارے ایک آدمی کو آنے کی اجازت دی ہے۔ اگر وہاں مقرر کردہ تعداد سے زیادہ ایک فرد بھی زیادہ نظر آیا تو وہ سب کو بم کے دھماکوں سے تباہ کر دے گا۔ یہ ہم نہیں جانتے کہ اس نے ہمارے خلاف کیسے کیسے انتظامات کیے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "وِکی! ابھی تمہیں بڑے تجربات سے گزرنا ہے۔ اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کو آزماؤ۔ یوں سمجھو کہ ہمارا کوئی بھی مخالف ان فارمولوں کے صرف دو کاغذات قبول نہیں کرے گا۔ سب ہی کی یہ کوشش ہو گی کہ اسے تمام کاغذات مل جائیں۔ وہ پارس کو وہاں قابو میں کرنے اور اس کے حصے کے کاغذات کی تحریر معلوم کرنے کی بھی کوششیں کریں گے۔ یہ سب ہی سمجھ رہے ہیں کہ یہ موقع ہاتھ سے نکلے گا تو وہ فارمولے پھر کبھی یکجا نہیں ملیں گے۔ سب تقسیم ہو کر مختلف ستوں میں چلے جائیں گے۔"

"سچ پوچھو ماسٹر! تو میں بھی یہی سوچ رہا ہوں' ان تمام فارمولوں کو صرف ہماری تحویل میں آنا چاہیے۔ ہماری جو ٹیم بیضابہ میں ہے' میں نے انہیں ہر طرح کے ہتھیار سے لیس کیا ہے۔ ان کے پاس ایسے ڈی ٹیکٹیو آلات ہیں جو بارودی سُرنگوں اور چھپے ہوئے بموں کی نشاندہی کرتے ہیں اور ایسے ریموٹ کنٹرولرز بھی ہیں جو دور ہی سے بموں کو فیوز کر دیتے ہیں۔"

"پارس نے اس بستی کے اطراف جگہ جگہ بم چھپائے ہیں۔ تم نے اس کا توڑ رکھا ہے۔ یہ دانشمندی ہے لیکن ہماری خفیہ آرمی وہاں تک کیسے پہنچے گی؟"

"ہمارے تین ہیلی کاپٹرز دوسری پہاڑی پر اتریں گے۔ وہاں سے بستی کا فاصلہ بہت کم ہے۔ رات کی تاریکی سازگار ہو گی۔ ایک بار ہماری آرمی اس بستی میں گھس جائے تو پھر وہ فارمولے اور پارس کی لاش لے کر ہی نکلے گی۔"

پارس بستی میں تھا۔ اس نے الپا کو پینتالیس منٹ بعد اپنا آدمی بھیجنے کو کہا تھا۔ وہ وقت قریب تھا۔ ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ مرینا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "پارس! ہیلی کاپٹر پہاڑی کے پیچھے سے آ رہا ہے۔"

"ہاں کچھ گڑبڑ ہے۔ کیا تمہیں نظر آ رہا ہے؟"

"نہیں' اس کی ہلکی سی روشنی بھی دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ پاشا غیر معمولی قوتِ سماعت سے اس کی سمت بتا رہا ہے۔ یہ کہہ رہا ہے کہ پہاڑی کے پیچھے اُس کی پرواز نیچی ہے۔ پتھروں اور چٹانوں کے پیچھے سے ابھرے گا۔ بلندی پر آئے گا تو یہ تاریکی میں بھی اسے پرواز کرتے دیکھ لے گا۔"

ایک منٹ کے بعد مرینا نے کہا۔ "پاشا بتا رہا ہے کہ ہیلی کاپٹر نظر آ گیا ہے' اس کی آواز بھی قریب آتی جا رہی ہے۔"

وہ پارس کے دماغ میں کمنٹری کر رہی تھی۔ یہ بتاتی جا رہی تھی کہ ہیلی کاپٹر پہاڑی پر آ کر اتر گیا ہے۔ اترنے سے پہلے ہیلی کاپٹر سے سرچ لائٹ کی روشنی دور تک پھیل گئی تھی۔ اس سے ایک پائلٹ اتر کر اُس پتھر کے پاس آیا اور وہاں سے کاغذات اٹھا کر چلا گیا۔ پاشا نے دور سے دیکھ کر بتایا کہ پائلٹ تنہا آیا تھا۔

پھر وہ ہیلی کاپٹر واپس جانے لگا۔ پارس نے کہا۔ "یہودی بہت چالاک ہوتے ہیں مگر یہاں غلطی کر گئے۔"

باربرا نے پوچھا۔ "کیسی غلطی؟"

"ہیلی کاپٹر اس روٹ سے واپس گیا ہے جو بیضابہ کا سیدھا راستہ ہے۔ یہ آتے وقت سیدھے راستے سے نہیں آیا۔ پہاڑی کے پیچھے سے گھوم کر آیا تھا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ پچھلے راستے سے دشمن آ رہے ہیں۔"

وہ ہیلی کاپٹر جا چکا تھا۔ دور تک خاموشی چھا گئی تھی۔ دس منٹ کے بعد ہی ہیلی کاپٹروں کی آوازیں سنائی دیں۔ مرینا نے پھر مخاطب کیا۔ "پارس! یہ پاشا کہہ رہا ہے کہ اسے تین ہیلی کاپٹر دکھائی دیے تھے پھر وہ بت کے بائیں طرف والی پہاڑی کی بلندی پر جا کر گم ہو گئے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "تم عبداللہ اور پاشا کے ساتھ پہاڑی سے اتر

آؤ۔"

"ہمیں کیوں بلا رہے ہو۔ پاشا اس بلندی سے اس دوسری پہاڑی کو طرف دیکھ سکتا ہے اور معلوم کر سکتا ہے کہ کون اور کتنے لوگ آ رہے ہیں۔"

"بے شک' وہ وہاں سے بہت کچھ معلوم کر سکتا ہے لیکن الپا کے بھیجے ہوئے ہیلی کاپٹر سے کچھ مسلح یہودی پہاڑی کے نیچے اترے ہوں گے۔ وہاں ان سے نہ ٹکراؤ۔ فوراً نیچے آ جاؤ۔"

انہوں نے ہدایات پر عمل کیا۔ نیچے آنے لگے۔ ان سے کافی دور اسی پہاڑی پر بلیک آدم پہنچا ہوا تھا۔ اس نے بھی ہیلی کاپٹروں کی آوازیں سنی تھیں۔ آنکھوں پر اپنی ڈارک گوگلس پہنے ہوئے تھے۔ اس کے ذریعے محدود فاصلے تک دیکھ سکتا تھا جب کہ پاشا حدِ نظر تک دیکھ لیا کرتا تھا۔ اسے وہ تینوں ہیلی کاپٹرز نظر نہیں آئے لیکن آوازوں سے معلوم ہوا کہ اس پہاڑی کی ڈھلان کے بعد جو دوسری پہاڑی شروع ہوتی ہے وہیں وہ ہیلی کاپٹرز غائب ہوئے ہیں۔

وہ دل ہی دل میں ان آنے والوں کو گالیاں دینے لگا اس کے اندازے کے مطابق وہ سپر ماسٹر کے گوریلے فائٹرز ہوں گے۔ الپا اور بلیک آدم کو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ جس مرینا کی ٹیم سے وہ دو بار شکست کھا چکے ہیں اس پوری ٹیم کو فراہد نے ٹریپ کر لیا ہے۔ بلیک آدم سوچ رہا تھا کہ مرینا کی ٹیم سے بھی ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔

دوسری طرف وکی سول خفیہ آرمی کے کمانڈر لوگاس کے اندر موجود تھا۔ اس آرمی میں بارہ گوریلا فائٹرز تھے وہ سب جدید ہتھیاروں سے لیس تھے۔ آنکھوں پر اپنی ڈارک لینسز چڑھے ہوئے تھے۔ وہ تاریکی میں ٹارچ کی روشنی کے بغیر دوسری پہاڑی سے اتر آئے تھے اور ڈی ٹیکٹیو آلات کے ذریعے بارودی سرنگوں اور چھپے ہوئے بموں کا سراغ لگاتے جا رہے تھے اگر معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ۔ بم پوشیدہ ہیں تو مخصوص ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے راہ میں حائل ہونے والے بموں کو فیوز کر کے آگے بڑھ جاتے تھے۔

بستی میں داخل ہونے کے لیے بلیک آدم بھی پہاڑی سے نیچے اتر رہا تھا پھر اترنے کے بعد وہ بھی گھنے جنگل میں پہنچ گیا تھا اس کے پاس بھی ڈی ٹیکٹیو آلہ تھا جس کے ذریعے وہ بارودی سرنگوں اور بموں سے بچتا جا رہا تھا۔ جنگل میں پہنچنے کے بعد ہی اس نے کانوں پر ہیڈ فون پہن کر مائیکرو فون کو آن کر دیا۔ ایسا کرنے سے جلد ہی پتا چلا کہ کچھ لوگ اسی کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ ان کے قدموں کی آواز قریب آتی جا رہی تھیں۔

وہ دبے قدموں چلتا ہوا ایک بڑے پتھر کے پیچھے آ کر چھپ گیا پھر سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ الپا نے کہا۔ "کسی ایک دشمن کو قابو میں کرو گے تو معلوم کر سکو گی کہ کس کی ٹیم تمہارے مقابلے پر ہے۔"

اس نے دیکھا' دو مسلح افراد فوجی وردی میں چلے آ رہے تھے۔ بڑی احتیاط سے ڈی ٹیکٹیو آلے کے ذریعہ بموں کا سراغ لگانے کے انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ دائیں بائیں' اوپر نیچے دیکھ رہے تھے تاکہ دشمن درختوں میں چھپے ہوں یا پتھروں اور چٹانوں پر سے چھلانگیں لگانے والے ہوں تو وقت سے پہلے وہ سنبھل جائیں۔

دونوں نے اس پتھر کی سمت بھی دیکھا جس کے پیچھے وہ چھپا ہوا تھا پھر وہ دبے قدموں آگے بڑھتے ہوئے پتھر کے قریب آئے وہاں رک کر انہوں نے دور دور تک نظریں دوڑائیں پھر آگے بڑھنے لگے اس دوران وہ پتھر کے اوپر آ کر کھڑا ہو گیا تھا' جیسے ہی دونوں پلٹ کر جانے لگے اس نے چھلانگ لگا کر پیچھے سے بیک وقت دونوں کی گردنیں دونوں بازوؤں میں دبوچ لیں۔

یہ اُس کا مخصوص داؤ تھا کسی بھی شہ زور کی گردن اپنے بازو میں دبوچ لیتا تھا تو شاید ہی کوئی مقدر والا ہوتا جو رہائی پا لیتا تھا ورنہ گردن کی ہڈی ضرور ٹوٹ جاتی تھی۔ وہ دونوں گوریلا فائٹر شہ زور بھی تھے اور تجربہ کار بھی وہ اپنی گردنیں چھڑا لیتے لیکن وہ ایسے وقت ان کے سر ٹکرا دیتا تھا۔ منہ سے آواز نہیں نکل پاتی تھی۔ دم گھٹ رہا تھا جب سانس لینے کی مہلت نہ مل رہی ہو تو بدحواسی طاری ہو جاتی ہے۔ کوئی داؤ پیچ کام نہیں آتا۔ ذرا سی دیر میں دونوں کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔

اس نے ایک کو چھوڑا وہ زمین پر گر پڑا۔ اس نے دوسرے کو داؤ پر رکھ کر اُس کی گردن توڑ دی۔ دوسرا اپنی آخری تمام قوتیں سمیٹ کر اٹھ رہا تھا' اس نے دوسرے کی گردن دبوچ کر پوچھا۔ "بولو کون ہو تم؟"

وہ گرفت میں رہ کر کانپتے ہوئے بولا۔ "میں جو بھی ہوں' مجھے مار کر تم پچھتاؤ گے۔"

"میرے پچھتانے کی فکر نہ کرو۔ سوال کا جواب دو۔"

"پارس! تمہارے سوال کا جواب یہی ہے کہ اس جنگل سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔"

الپا نے کہا۔ "یہ سپر ماسٹر کی خفیہ آرمی کا سپاہی ہے۔ یہ تعداد میں بارہ ہیں۔ دو کو تم نے ختم کر دیا ہے باقی دس رہ گئے ہیں۔ یہ سب یوگا کے ماہر ہیں' ان کے کمانڈر کا نام لوگاس ہے۔ وکی سول اس کے دماغ میں موجود رہتا ہے۔ اسے ختم کر دو۔"

بلیک آدم نے اس کی گردن توڑ دی۔ الپا نے کہا۔ "پاپک مائس قبیلے کا ایک بونا بیضابہ گیا تھا۔ اسے کمانڈر لوگاس نے اناج اور ضروریاتِ زندگی کی چیزیں دیں۔ اُس نے اسے بتایا ہے کہ کچھ عرصے پہلے ایک شخص اس قبیلے میں آیا تھا اور اپنی کوئی امانت قبیلے کے سردار کے حوالے کی تھی۔ میں فٹ اونچے بت کے سر کے اندر دو کمرے ہیں۔ ان میں سے ایک کمرے کے اندر وہ امانت ایک جگہ چھپا کر رکھی گئی ہے۔"

"وہ شخص پاشا ہو گا اور وہ امانت یقیناً فارمولوں کی صورت میں ہو گی لیکن پارس ان فارمولوں کو وہاں سے نکال چکا ہو گا۔"

"ہاں' پھر بھی وہاں پہنچ کر اُس کھوپڑی کے اندر ضرور جانا' ہو سکتا ہے' کچھ مل جائے۔"

"یہ خفیہ آرمی کے لوگوں کے حواس پر پارس چھایا ہوا ہے۔ یہ کمبخت مرنے والا مجھے پارس سمجھ رہا تھا۔"

"برادر! اس بستی میں وہی ایک خطرناک اور ناقابلِ شکست شیطان ہے۔ اوّل تو اس سے سامنا نہ کرنا اگر ہو تو مقابلے کے دوران کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ رہنا کہ تم اس سے بازی لے جاؤ گے۔"

"سسٹر! مجھے افسوس ہے کہ تم اپنے برادر کی ایسی شہ زوری دیکھ کر بھی پارس سے خوف زدہ ہو۔ میں نے اس کا ٹائپ اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ وہ ہم جیسے شہ زوروں سے مقابلہ نہیں کرتا ہے' دور ہی سے کھڑا جاتا ہے۔ اسی لیے وہ ایک بار مجھے نہتا کر کے بھاگ گیا۔ دوسری بار مجھے نیند سے جگانے کی جرات نہ کر سکا۔ اس بستی میں وہ ضرور ملے گا۔ تم دیکھ لینا کہ تمہارا برادر اسے کیسی ذلت کی موت دیتا ہے۔"

وہ پھر بستی کی سمت جانے لگا۔ بستی زیادہ دور نہیں تھی۔ بارودی سُرنگوں کے باعث راستہ بدلنا پڑتا تھا اس لیے بستی تک پہنچنے کا راستہ لمبا ہو رہا تھا اور اس لیے راستے میں وہ خفیہ آرمی کے دوسرے فائٹروں سے ٹکراتا رہا۔ کمانڈر لوگاس اور بلیک آدم دونوں کی ہی پلاننگ تھی کہ پارس اور اس کے ساتھیوں کو ان کی آمد کی خبر نہ ہو۔ اس کے لیے لازمی تھا کہ وہ ایک دوسرے پر فائرنگ نہ کریں اور وہ یہی کر رہے تھے۔ چھپ کر سائلنسر لگے ہوئے ریوالوروں سے فائرنگ کرتے تھے یا پھر ایک دوسرے پر ایرو شوٹر یعنی تیر چلانے والی گن یا چاقوؤں سے حملے کرتے تھے۔

بلیک آدم بلاشبہ زبردست گوریلا فائٹر تھا۔ بڑی چالاکی اور مہارت سے مقابلے پر آنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا تھا۔ بستی میں پہنچنے تک اس نے خفیہ آرمی کے سات سپاہیوں کو ہلاک کر دیا۔ باقی کمانڈر اور چار سپاہیوں نے تمام جھونپڑیوں میں گھس گھس کر تلاش لی۔ پارس اور اس کے ساتھی کہیں نظر نہیں آئے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ پارس انہیں بستی میں داخل ہونے نہ دیتا۔ وہاں مختلف محاذ بنا کر فائرنگ کرتا رہتا تو کوئی اندر نہ آتا۔

وہ سب اندر آ چکے تھے۔ ایک سمت سے بلیک آدم بھی پتھروں سے اور چٹانوں کے پیچھے چھپتے ہوئے بلند و بالا بُت کے قدموں تک پہنچ گیا۔ دوسری طرف سے کمانڈر لوگاس پوری بستی میں تلاشی لینے کے بعد اسی بت کی طرف آ رہا تھا۔ بلیک آدم نے ان پر فائر کرنا چاہا۔ پتا چلا سائلنسر لگے ہوئے ریوالور کی گولیاں ختم ہو گئی تھیں۔ ایرو شوٹر کے تمام تیر بھی ختم ہو گئے تھے مجبوراً اس نے ہلکی شین گن سے فائرنگ شروع کی۔ دو سپاہی مارے گئے۔ باقی چھپ گئے۔

چھپنے والوں نے جوابی فائرنگ کی۔ پوری بستی فائرنگ کی آوازوں سے گونجنے لگی۔ بونے مرد' عورتیں اور بچے خوف سے جھونپڑیوں کے اندر دبکے ہوئے چیخ رہے تھے۔ بلیک آدم بت کے قدموں کے پاس چھپا ہوا دور تک نظریں دوڑا رہا تھا۔ اسے یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ پارس اور اس کے ساتھی خاموش کیوں ہیں؟

الپا نے کہا۔ "وہ شاید اس بت کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ ان کی خاموشی میں مکاری چھپی ہوئی ہے۔ وہ انتظار کر رہے ہوں گے کہ دو پارٹیاں آپس میں لڑ مر کر ختم ہو جائیں یا دو چار بچ رہیں تو وہ مقابلے پر آئیں گے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو پہلے میں بت کے اندر نہیں جاؤں گا۔ پہلے کمانڈر کے آدمیوں کو اندر جا کر پارس اور اس کے ساتھیوں سے مقابلہ کرنا چاہیے۔"

اس نے یہی کیا۔ ایک جگہ خاموشی سے چھپا رہا۔ کمانڈر کے دو سپاہی رہ گئے تھے۔ انہوں نے کئی بار فائرنگ کی لیکن دوسری طرف سے جوابی فائرنگ نہیں ہوئی۔ وکی سول نے کمانڈر سے کہا۔ "دشمن زخمی ہو گیا ہے یا مر چکا ہے۔ اپنے ایک سپاہی کو بت کے اندر جانے کا حکم دو۔"

کمانڈر نے کہا۔ "پارس کے کئی ساتھی ہیں۔ کوئی گولی نہیں چلا رہا ہے۔ شاید وہ بت کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔"

"وہ بت کے قدموں میں چھپے ہوئے ہوں یا اس کی کھوپڑی میں' ہمیں تو اندر جانا ہی ہو گا۔ وہ فارمولے جس کمرے میں رکھے ہوئے تھے۔ اس کی تلاشی لینے سے شاید کچھ ہاتھ آ جائے۔"

کمانڈر نے ایک سپاہی کو بت کے اندر جانے کا حکم دیا۔ وہ چھپتا ہوا' محتاط انداز میں چلتا ہوا بت کے ایک پیر کے پاس پہنچ گیا۔ دوسرے پیر کے پیچھے بلیک آدم اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وکی سول اس سپاہی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا تاکہ پارس کی طرف سے حملہ ہو اور اسے بت کے اندر جانے سے روکا جائے تو وہ کمانڈر کو وہاں کی صورتِ حال بتا سکے لیکن اس سپاہی کو اندر جانے سے کسی نے نہیں روکا۔

وہ سپاہی بت کے اندر سیڑھیاں چڑھتا ہوا' اس کے پیٹ میں پہنچ گیا۔ وہاں سناٹا اور ویرانی تھی کوئی اس کا راستہ روکنے والا نہیں تھا۔ وکی سول نے کمانڈر سے کہا۔ "کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اندر جاؤ۔"

وہ دوسرے سپاہی کے ساتھ دوڑتا ہوا بت کے اندر چلا گیا۔ بلیک آدم چھپا ہوا انہیں دیکھ رہا تھا وہ اپنی جگہ سے نکل کر دوسرے پیر کے اندر آیا پھر محتاط انداز میں سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ بت کا پیٹ ایک وسیع و عریض ہال کی طرح تھا۔ وہاں کوئی زور زور سے ہانپتا ہو تو اس کے ہانپنے کی آواز بند ہال میں گونجنے لگتی تھی۔

بلیک آدم بُت کے پیٹ میں پہنچا تو اسے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ کمانڈر اپنے دو سپاہیوں کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتا ہوا بت کے سینے تک پہنچ گیا تھا۔ ہر لمحہ خطرے کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔ ابھی یہ اندیشہ باقی تھا کہ پارس اور اس کے ساتھی بت کی

کھوپڑی میں چھپے بیٹھے ہوں گے اچانک وہاں سے حملہ کریں گے۔ کمانڈر ریت کی گردن تک پہنچ کر رک گیا۔ اس نے ایک سپاہی کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

وہ سیڑھی پر دبے قدموں اوپر جانے لگا۔ زینے کے آخری پائدان پر پہنچ کر بولا۔ "ہمیں چھپنے والوں کو وارننگ دیتا ہوں میرے تین گننے تک باہر آجائیں ورنہ میں ایک ٹائم بم اندر پھینکوں گا جو ٹھیک ایک منٹ میں بلاسٹ ہوگا۔ بت کی کھوپڑی کے ساتھ سب کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

اس نے گنتی شروع کی پھر ایک سے تین تک گننے کے بعد جیب سے ایک چھوٹا ڈبا نکال کر کھوپڑی کے اندر والے کمرے کے فرش پر پھینکا جو فرش پر پھسلتا ہوا کمرے کے وسط میں رک گیا۔ اس کے اندر سے ٹک ٹک کی مسلسل آواز آرہی تھی۔

وہ ساٹھ سیکنڈ بڑے سنسنی خیز تھے۔ ٹک ٹک کی مسلسل آوازیں دھمکیاں دے رہی تھیں کہ دھماکا ضرور ہوگا۔"

ان لمحات میں یوں لگ رہا تھا جیسے ایک صدی گزر رہی ہے لیکن ایک منٹ نہیں گزر رہا ہے۔

آخر وقت کو تو گزرنا ہی ہوتا ہے۔ وہ گزر تا گیا۔ ایک منٹ بھی گزر گیا مگر ٹک ٹک کی آواز جاری رہی۔ سپاہی نے کمانڈر سے کہا۔ "سر! آجائیں اندر کوئی نہیں ہے۔"

اس نے اندر آکر ٹک ٹک کرنے والے ڈبے کو اٹھایا' اس گھڑی کی آواز کو بند کیا اور پھر اسے جیب میں رکھ لیا۔ بت کی کھوپڑی میں دو کمرے تھے۔ سب نے ان کمروں میں آکر دیکھا۔ ایک دیوار پر طاق نما شگاف تھا۔ قریب جانے پر ایک پلاسٹک کا تھیلا نظر آیا۔ کمانڈر نے تھیلے کو اٹھایا اس کے اندر سے کاغذات نکال کر دیکھے حساب کے مطابق بارہ عدد کاغذات ہونے چاہئیں تھے لیکن وہاں آٹھ عدد تھے۔

یہ آٹھ کا حساب درست تھا۔ پارس نے اپنے حصے کے دو کاغذات سب کے سامنے جلا دیے تھے اور دو کاغذات الپا کا ایک آدمی ہیلی کاپٹر میں آکر لے گیا تھا۔ ان کاغذات کے علاوہ دو تہہ کیے ہوئے خطوط تھے' ایک پر وِکی سول کا اور دوسرے پر الپا کا نام لکھا ہوا تھا۔

وِکی سول نے کمانڈر لوگاس سے کہا۔ "میرا خط کھول کر پڑھو۔"

اس نے پڑھا۔ لکھا تھا۔ "سپر ماسٹر! فارمولے کے یہ آٹھ عدد کاغذات جعلی نہیں ہیں۔ جتنے ماہرینِ طب سے تصدیق کرا سکتے ہو کرا لو۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ان فارمولوں سے زیادہ ان ہیلی کاپٹرز کی ضرورت ہے جن میں تمہاری آرمی آئی ہے' تم نے ہماری واپسی کا انتظام کیا۔ شکریہ۔ فقط پارس۔"

خط کے اختتام پر اچانک ہی فائرنگ ہوئی۔ کمانڈر اور سپاہیوں کو سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ دروازے کی طرف پلٹنے سے پہلے ہی دونوں سپاہی گولیوں کا نشانہ بن کر فرش پر گرے پھر اٹھ نہ سکے کمانڈر زخمی ہو کر لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے ٹکرا کر فرش پر اوندھے مُنہ گرا پھر فائرنگ ہوئی اس کے دونوں ہاتھ گولیوں سے چھلنی ہو گئے۔

اُس نے بے بسی سے دروازے کی طرف دیکھا وہاں ایک پہاڑ جیسا قد آور شخص کھڑا ہوا تھا دھماکہ دار آواز بولا۔ "تم سب جنگل میں مقابلہ کرنے کے دوران مجھے پارس سمجھ رہے تھے۔ پارس کیا چیز ہے؟ کیا وہ میری طرح سپر ماسٹر کی زبردست تربیت یافتہ آرمی کو اکیلا جنم میں پہنچا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔"

وِکی سول نے زخمی کمانڈر کی زبان سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں یہودیوں کی خفیہ تنظیم کی طاقت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہوں۔ ہمارا نام ابھی دنیا والوں کے سامنے نہیں آیا ہے۔ جب آئے گا تو ہمارے نام سن سن کر لرزتے رہو گے۔"

وہ باتوں کے دوران آٹھ عدد کاغذات اٹھا کر دیکھ رہا تھا پھر اُس نے الپا کے نام کا خط کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا۔ "میں نہیں جانتا' یہ کاغذات کس کے ہاتھ لگیں گے۔ میری دعا ہے کہ یہودیوں کے ہاتھ لگ جائیں۔ یہ کاغذات بالکل اصلی ہیں لیکن یہ کاغذات ان کے لیے بہت بڑی سزا بن جائیں گے اور وہ میری جو جو کو اغوا کرنے کی جرات کرنے کی سزا ہو گی۔ فقط۔ پارس۔"

الپا نے کہا۔ "برادر! پہاڑی کے اوپر جاؤ۔ ہمارا ایک ہیلی کاپٹر تمہارے لیے آرہا ہے۔"

بلیک آدم نے جانے سے پہلے کمانڈر لوگاس کو دیکھا۔ وہ زندگی اور موت کے درمیان تڑپ رہا تھا۔ زندگی اس کا ساتھ چھوڑنا چاہتی تھی لیکن موت نہیں آرہی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر مُنہ سے لہو نکل رہا تھا۔ آواز نہیں نکل رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "سسٹر! یہ آخری سانسوں میں کچھ کہنا چاہتا ہے۔ ذرا معلوم کرو۔"

الپا نے کہا۔ "میں نے کسی کے بھی ذریعے اس کی آواز نہیں سنی ہے اور اب اس کی آواز بند ہو گئی ہے۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکوں گی۔ اسے چھوڑو برادر! یہاں سے نکل چلو۔"

"سسٹر! میں سمجھ گیا۔ یہ جاں کنی کی حالت میں ہے۔ یہ مر کر ہی موجودہ اذیت سے نجات پائے گا۔ مجھے اس کے ساتھ یہ نیکی کرنا چاہیے۔"

اس نے گن سیدھی کی پھر اسے گولی مار دی۔ وہ اوندھا تھا گولی کھاتے ہی تڑپ کر چاروں شانے چت ہوا اور اسی لمحہ میں ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کا چہرہ پُرسکون ہو گیا تھا۔

****

سپر ماسٹر نے غصے سے بھڑک کر کہا۔ "تم بری خبر سے زیادہ اور کیا سناؤ گے؟ تمہاری پاس ذہانت ہے نہ قابلِ ذکر صلاحیت! ٹرانسفارمر مشین نے تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا لیکن علم حاصل کر لینے سے آدمی باکمال نہیں ہو جاتا۔ علم کو استعمال کرنے کا' اسے کام میں لانے کا سلیقہ آنا چاہیے۔"

وِکی سول نے کہا۔ "سر! آپ پہلے میری پوری رپورٹ سن لیں اگر میں نالائق اور ناکارہ ہوں تو آپ خفیہ آرمی کے متعلق کیا کہیں گے۔ پہلی بار پارس نے ٹیلی پیتھی کا سہارا لیے بغیر آدھی آرمی کا صفایا کر دیا اور باقی کو بھاگنے پر مجبور کیا۔ دوسری بار کوئی یہودی گوریلا فائٹر مقابلے پر آیا اس نے پوری آرمی کا صفایا کر دیا۔ یعنی پہلی بار بھی ایک شخص نے' دوسری بار بھی ایک شخص نے ہماری تربیت یافتہ فوج کو نابود کیا۔ یہ ہم سب کے لیے شرم کی بات ہے۔ اگر آپ کی آرمی کا ایک سپاہی بھی دشمن کو تھوڑا سا زخمی کر دیتا تو میں اس کے دماغ پر قبضہ جما لیتا۔ آپ ذرا غور کریں' وہاں ٹیلی پیتھی کا نہیں گوریلا فائٹروں کی چالاکی اور حکمتِ عملی کا کام تھا۔"

سپر ماسٹر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا پھر کمپیوٹر کے ذریعے بولا۔ "ہمارے گوریلا فائٹرز برسوں کے تجربہ کار تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ سب کے سب کیسے مارے گئے۔ ایسے وقت ماننا پڑتا ہے کہ تقدیر جب چاہتی ہے بڑے سے بڑے زبردست کو بھی زیردست کر دیتی ہے بہرحال ابھی جاؤ۔ آج شام پانچ بجے اجلاس میں حاضر ہو جانا۔"

پھر اس نے کمپیوٹر کے ذریعے اپنے نائب سے کہا۔ "تمام اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو اطلاع دو۔ ہمیں صومالیہ میں ناکامی ہوئی ہے۔ فارمولے کے جو کاغذات ہمیں ملنے والے تھے' وہ یہودی چھین کر لے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں اہم میٹنگ ہے۔ سب ہی کو حاضر ہونا چاہیے۔"

وہ کمپیوٹر کو آف کر کے اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر اس کمرے سے نکل کر اپنے بیڈ روم میں آیا۔ وہاں موبائل فون اٹھا کر ایک صوفہ پر بیٹھ گیا پھر اس نے نمبر ڈائل کر کے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا۔ "ہیلو' ایس ایم اسپیکنگ۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "یس سر! ڈاکٹر ڈیسوزا اٹینڈنگ۔"

"دونوں مریضوں کی رپورٹ سناؤ۔"

"سر! ہمیں توقع سے زیادہ کامیابی ہو رہی ہے۔ میں نے آپریشن کے بعد ہی یقین سے کہا تھا کہ ان دونوں کو اپنی پچھلی زندگی کے ساتھ ہی ٹیلی پیتھی کا بھولا ہوا علم بھی یاد آجائے گا۔ آج ایک نے بڑی کامیابی سے خیال خوانی کی ہے۔ میرے دماغ میں آکر دیر تک باتیں کرتا رہا تھا۔"

"ڈاکٹر ڈیسوزا! تم نے یہ کامیابی حاصل کر کے مجھے نئی زندگی دی ہے۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

اُس نے رابطہ ختم کر کے ملٹری انٹیلی جنس کے چیف سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ "ہیلو مسٹر ریچ وڈ! ابھی ڈاکٹر ڈیسوزا نے خوشخبری سنائی ہے۔ میں اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ تم بھی چلے آؤ۔"

دوسری طرف سے ریچ وڈ نے کہا۔ "میں ابھی آرہا ہوں اور نگرانی کرنے والوں کو تمہاری رہائش گاہ کے آس پاس سے ہٹا رہا ہوں"

سپر ماسٹر انتونی پاڈیلا نے کچھ عرصہ قبل خفیہ سرگرمیوں کی ابتدا کی تھی۔ اس کا حکم اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو نہیں تھا۔ حکومت کے تمام اعلیٰ عہدے داران کی سرکاری اور ذاتی مصروفیات پر بھی نظر رکھتے تھے سپر ماسٹر نے ایسے سراغرسانوں سے بچنے کے لیے انٹیلی جنس کے چیف ریچ وڈ کو اپنے اعتماد میں لیا تھا۔ اس نے ریچ وڈ کو اپنی خفیہ تنظیم کا اہم ممبر بنایا تھا۔

چونکہ یہ خفیہ تنظیم ملک کے مفاد کے لیے قائم کی گئی تھی اس لیے ڈاکٹر ڈیسوزا اور انٹیلی جنس کا چیف ریچ وڈ حبّ الوطنی کے جذبے سے سپر ماسٹر کا ساتھ دے رہے تھے۔ انہوں نے عہد کیا تھا کہ بدلتے ہوئے حکمرانوں اور فوجی افسروں کو اپنی سرگرمیوں کا علم نہیں ہونے دیں گے۔

جب سپر ماسٹر خفیہ تنظیم کی مصروفیات کے لیے اپنی رہائش گاہ سے باہر جانا چاہتا تو انٹیلی جنس کا چیف اس کے بنگلے کے اطراف سے سراغرسانوں کی ڈیوٹی بدل دیتا تھا جو نئے جاسوس ڈیوٹی پر آتے تھے' وہ خفیہ تنظیم کے خاص افراد ہوا کرتے تھے اس طرح وہ سرکاری سراغرسانوں کی نظروں میں آئے بغیر خفیہ سرگرمیاں جاری رکھتا تھا۔

سپر ماسٹر انتونی پاڈیلا نے پھر فون پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "یس سر! میں آپ کا خادم ڈی کروسو بول رہا ہوں۔ حکم کریں۔"

"سیکیورٹی فورس کے ساتھ تیار رہو۔ میں بنگلے سے نکل رہا ہوں اور انڈر گراؤنڈ جا رہا ہوں۔"

"یس سر! آپ دس منٹ کے بعد بنگلے سے نکل سکتے ہیں۔"

ڈی کروسو ایک قد آور باڈی بلڈر تھا۔ سپر ماسٹر کا خاص باڈی گارڈ تھا۔ اس نے اپنی نگرانی میں اپنے ماسٹر کو ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دیا۔ انٹیلی جنس کا چیف ریچ وڈ بھی وہاں پہنچ گیا۔ خفیہ اڈے کے اس حصے میں ایک آپریشن تھیٹر قائم کیا گیا تھا۔ وہاں سرجری کے تمام جدید آلات اور مشینیں تھیں۔ ڈاکٹر ڈیسوزا برین سرجری کا ماہر تھا۔ اُس نے سپر ماسٹر کے تعاون سے ایک جدید طرز کا آپریشن تھیٹر قائم کیا تھا اور اس تھیٹر میں سب سے پہلے بی جی تھرہال کا برین آپریشن کیا گیا تھا۔

قارئین بی جی تھرہال کے متعلق بہت کچھ پڑھ چکے ہیں۔ وہ جان لمبوڈا کا داماد تھا۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا لیکن اس علم کے ذریعے اپنے ملک کو کوئی بڑا فائدہ نہیں پہنچایا تھا۔ کئی بار اس نے چھوٹے بڑے نقصانات پہنچائے تھے۔ اس کی نااہلی کے پیشِ نظر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دیا گیا تھا۔

اس کے متعلق یہ طے ہو چکا تھا کہ وہ ذہین نہیں ہے۔ جان لمبوڈا کی سفارش سے اسے ٹیلی پیتھی سکھائی گئی تھی۔ اعلیٰ حکام نے

فیصلہ کیا تھا کہ اُس کے پاس یہ علم ہے گا تو دشمن اس سے فائدے اٹھائیں گے۔ اس فیصلے کے مطابق اسے ٹیلی پیتھی سے محروم کر کے ایک عام سا آدمی بنا کر چھوڑ دیا گیا تھا۔

سپر ماسٹر انتونی پاؤلیا نے اس مسئلے پر غور کیا' جب ایک پرانی کھٹارا گاڑی کو مرمت کر کے اس میں نیا انجن لگا کر اسے تیز رفتار بنایا جا سکتا ہے تو پھر بی جی تھرہال کے اندر ایک نیا انجن یا نیا برین پیدا کر کے اسے کارآمد کیوں نہیں بنایا جا سکتا؟

تھرہال میں یہی خرابی تھی کہ وہ ذہین نہیں تھا۔ سپر ماسٹر نے سوچا ہمارے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا قحط پڑا ہے ایسے وقت ناکارہ خیال خوانی کرنے والوں کو کارآمد بنانا چاہیے۔ ان کی خرابیاں اور کمزوریاں دور کر دی جائیں تو وہ بہترین کارکردگی دکھا سکیں گے۔

یہی سوچ کر اس نے تھرہال کو برین سرجری کے لیے ڈاکٹر ڈیسوزا کے حوالے کیا تھا۔ ڈاکٹر نے یقین دلایا تھا کہ آپریشن کے نتیجے میں ذہنی کمزوریاں دور ہو جائیں گی۔ اس نے درست کہا تھا۔ آپریشن کے بعد اس کی ذہانت کو آزمایا گیا تو اس نے اپنے بچپن سے لے کر اب تک کی بے شمار باتیں بیان کی اور خود اپنی ذات پر تنقید کی کہ اُس نے خیال خوانی کے دوران کب' کہاں اور کیسی غلطیاں کی ہیں۔

سپر ماسٹر انتونی پاؤلیا اور ریچ وڈ اس کے سامنے بیٹھے اس کی باتیں سن کر خوش ہو رہے تھے۔ انہوں نے کئی پیچیدہ سوالات کیے۔ "تھرہال نے بڑی ذہانت سے جواب دیا پھر ڈاکٹر ڈیسوزا نے کہا۔ "تھرہال! خیال خوانی کا مظاہرہ کرو۔"

وہ سپر ماسٹر کے دماغ میں آ کر بولا۔ "ہیلو میں بی جی تھرہال حاضر ہوں۔ کیا چور خیالات پڑھوں؟"

سپر ماسٹر نے سانس روک لی۔ وہ انٹیلی جنس کے چیف ریچ وڈ کے پاس آ کر بولا۔ "سپر ماسٹر نے سانس روک کر مجھے دماغ سے نکال دیا کیا میں آپ کے چور خیالات پڑھوں؟"

ریچ وڈ نے سانس روک کر مسکراتے ہوئی کہا۔ "خیال خوانی آتے ہی ہمارے چور خیالات پڑھنے لگے شاباش! ایسی ہی چالاکی سے کام لیا کرو' کسی پر بھروسا نہ کرو کیوں کہ اپنوں کے اندر بھی دشمنی چھپی ہوتی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "جلد ہی تمہاری ذہانت کو عملی طور پر آزمایا جائے گا۔ اس سے پہلے ہر طرح سے تمہاری حفاظت کے انتظامات کرنے ہوں گے۔"

تھرہال نے پوچھا۔ "آپ کیسے انتظامات کرنا چاہتے ہیں؟"

"تم آپریشن کے بعد کمزور ہو گئے ہو۔ چند لمحوں سے زیادہ سانس نہیں روک پاؤ گے۔ ایسے میں کوئی دشمن تمہیں ٹریپ کر سکتا ہے۔ لہٰذا تم پر تنویمی عمل کیا جائے گا تاکہ دشمنوں کی یلغار کو روکنے کے لیے تمہارے دماغ کو لاک کیا جا سکے۔"

وہ بولا۔ "یہ میرے مزاج کے خلاف ہے کہ مجھ پر تنویمی عمل کیا جائے۔ تمام خیال خوانی کرنے والوں کو معلوم ہے کہ میرے دماغ سے ٹیلی پیتھی مٹا دی گئی ہے۔ میں نے یہ علم دوبارہ حاصل کر لیا ہے' یہ کوئی نہیں جانتا ہے۔ ایسے میں کوئی میری طرف نہیں آئے گا۔ میں ایک ماہ کے اندر اندر اپنی یوگا کی صلاحیتیں واپس لے آؤں گا۔"

"ایک ماہ کا عرصہ بہت ہوتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں' تم کل ہی سے کام شروع کر دو۔ تمہارے میدانِ عمل میں آتے ہی سب ہی تمہارے دماغ میں آنے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے تم پر تنویمی عمل لازمی ہے۔"

وہ تھرہال کے کمرے سے باہر آ گئے۔ ریچ وڈ نے آہستگی سے کہا۔ "یہ خوشی کی بات ہے کہ ہمارے پاس ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو گیا ہے لیکن اس کی باتوں سے بغاوت کی بُو آ رہی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "اسی لیے تنویمی عمل کرایا جا رہا ہے۔ اس کا دماغ بھی لاک ہو گا اور یہ ہمیشہ ایک کتے کی طرح ہمارا وفادار رہے گا۔"

"خوش قسمتی سے یہ ایک خیال خوانی کرنے والا ہمیں ملا ہے۔ اسے مضبوطی سے اپنی مٹھی میں رکھا جائے گا۔"

سپر ماسٹر نے مسکرا کر کہا۔ "میں تمہیں سرپرائز دے رہا ہوں۔ ہمارے پاس ایک نہیں دو خیال خوانی کرنے والے ہیں۔"

انٹیلی جنس کے چیف ریچ وڈ نے حیرانی اور خوشی سے پوچھا۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں' ٹرانسفارمر مشین نے ایک اور نوجوان کو ٹیلی پیتھی کا علم دیا تھا۔ اس جوان کو برین ماسٹر نے اپنا ماتحت بنا لیا پھر فرہاد نے اسے اور باربرا کو ٹریپ کیا تھا پھر پتا نہیں کس طرح وہ فرہاد کے تنویمی عمل سے آزاد ہو گئے تھے اور آزاد ہو کر کہاں کہاں بھٹکتے رہے تھے۔"

"تم کس کی بات کر رہے ہو؟ کیا وہ جیری ہاک ہے؟"

"ہاں' اس نے سمر فیلڈ میں باربرا کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کا آپریشن کروایا تھا۔ اسے مکمل لڑکی بنایا تھا لیکن پھر ایک بار فرہاد کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ اس بار سلمان نے اسے ناکارہ سمجھ کر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی مٹا دی تھی وہ ایک عام انسان کی طرح یہاں واشنگٹن چلا آیا تھا۔ مجھے پتا چلا تو میں نے ڈی کروسو کو حکم دیا کہ اسے پکڑ لے۔ اس نے جیری ہاک کو پکڑ کر ڈاکٹر ڈیسوزا کے حوالے کر دیا تھا۔"

"یعنی اس کا بھی برین واش کیا گیا ہے؟"

"ہمارے ہپناٹزم کے ماہر جے پرگولا نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کے اندر سے چھپی ہوئی ٹیلی پیتھی کو نکالا ہے۔ دماغ سے کوئی چیز مٹائی نہیں جا سکتی۔ اسے مٹانا چاہو تو وہ تحت الشعور میں جا کر چھپ جاتی ہے۔ بہرحال' ہم کھوئی ہوئی توانائی اپنی حکمت عملی سے حاصل کر رہے ہیں۔"

وہ دوسرے کمرے کے سامنے آئے۔ وہاں ہپناٹزم کا ماہر جے پرگولا کھڑا ہوا تھا۔ وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "میں نے وہ کمال کیا ہے جو کوئی دوسرا تنویمی عمل کرنے والا نہیں کر سکتا۔ یوں سمجھو کہ میں ایک ٹرانسفارمر مشین ہوں۔ اپنے عمل کے ذریعے انسانی دماغ کو کچھ سے کچھ بنا دیتا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "پرگولا! یہ تم میں بڑی خرابی ہے۔ بولتے بہت ہو۔ بھئی کارنامہ خود بولتا ہے۔ کارنامہ انجام دینے والے کو بولنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کہاں ہے جیری ہاک؟"

اس نے کمرے کا دروازہ کھول کر کہا۔ "وہ رہا جیری۔"

وہ ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ اس نے اٹھ کر کہا۔ "آیئے سپر ماسٹر انتونی پاؤلیا اور چیف آفیسر ریچ وڈ! میں نئی زندگی حاصل کرنے کی خوشی میں یہ مشروب پی رہا ہوں' کیا آپ دونوں میری خوشی میں شریک ہونا پسند کریں گے؟"

اس نے دونوں سے مصافحہ کیا۔ جے پرگولا نے کہا۔ "آپ لوگ مشروب پئیں اور جیری کا امتحان لیں۔ میں ڈاکٹر ڈیسوزا کو بلا کر لاتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ دونوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ جیری نے دو گلاسوں میں ان کے لیے مشروب تیار کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے باربرا کے ساتھ شرافت سے زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا اس کے لیے اس کے ساتھ تھوڑی سی بے ایمانی کی' اسے دھوکے سے ایک مشروب پلا کر اسے اپنی معمولہ بنا لیا۔ اسے آپریشن کرانے پر آمادہ کر لیا۔ آپ ہی بتائیں' میں نے اسے مکمل عورت بنا کر کوئی جرم کیا تھا؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہرگز نہیں۔ تم نے اچھا کیا تھا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آج وہ تمہاری بیوی ہوتی۔ ہماری ٹیم میں ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی کا اضافہ ہو جاتا۔"

"اس سنگدل حسینہ نے میری محبت کا یہ صلہ دیا کہ فرہاد کے جال میں پھنسا دیا اور سلمان نے میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت چھین لی۔"

ریچ وڈ نے کہا۔ "شکر کرو' اس نے زندہ چھوڑ دیا اور ہمیں موقع مل گیا' تمہیں نئی زندگی دینے کا ورنہ تم تو گئے تھے کام سے۔"

"یہ تم لوگوں کی مہربانی ہے لیکن میں نے باربرا سے محبت اور مہربانی کی سزا پا کر یہ سبق حاصل کیا ہے کہ یہ بے ایمان لوگوں کی دنیا ہے۔ یہاں بے ایمانی کرتے رہنے سے دولت' شہرت اور لمبی زندگی ملتی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "شاباش' بے ایمانی کرو دشمنوں سے اور ہم جیسے دوستوں سے وفاداری کرتے رہو۔"

"نہیں مسٹر انتونی پاؤلیا! بے ایمانی کی لغت میں دوستی اور وفاداری کے الفاظ نہیں ہوتے۔ بے ایمان سب سے پہلا وار اپنے محسنوں اور مہربانوں پر کرتے ہیں اور وہ میں کر چکا ہوں۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر جیری سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

جیری نے کہا۔ "اپنے گلاس خالی کرنے سے پہلے یہ سوال کرتے تو بچ نکلنے کی کوئی صورت نکال لیتے۔"

دونوں نے خالی گلاسوں کو اپنے ہاتھوں سے پھینکتے ہوئے پوچھا۔ "یہ اس میں کیا تھا؟"

جیری خاموش رہا مگر انہیں جواب ملنے لگا۔ دونوں اپنے اندر کمزوری اور گھبراہٹ محسوس کرنے لگے۔ انہوں نے مدد حاصل کرنے کے لیے دروازے کی سمت دیکھا۔ وہاں جے پرگولا' باڈی گارڈ ڈی کروسو اور بی جی تھرہال کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ سپر ماسٹر نے باڈی گارڈ کو دیکھتے ہی کہا۔ "اچھا۔۔۔۔ اچھا ہوا تم آ گئے۔ ہمیں فوراً طبی امداد پہنچاؤ۔ یہ۔۔۔۔ یہ بچ۔۔۔۔ جیری نے ہم سے دھوکا کیا ہے۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "سوری' میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔"

"کیا بکواس کرتے ہو؟ میں تمہارا باس ہوں۔ تم میرے باڈی گارڈ ہو۔"

"سوری' میں تمہارا نہیں جے پرگولا کا وفادار ہوں۔"

جیری نے کہا۔ "اتفاق سے میں بھی جے پرگولا کا معمول اور تابعدار ہوں۔"

بی جی تھرہال نے کہا۔ "میرے دماغ پر بھی ہپناٹزم کے ماہر پرگولا کی حکمرانی ہے۔"

دونوں نے حیرانی اور پریشانی سے جے پرگولا کو دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "تم امریکا کے سپر ماسٹر تھے۔ کیا یہ کافی نہیں تھا؟ وہ خوامخواہ اس زیرِ زمین تنظیم کے بھی سربراہ بننے کی حماقت کر رہے تھے۔ میں کسی ملک کا وفادار نہیں ہوں اور نہ ان میں سے کوئی کسی کا وفادار ہے۔ یہ سب میرے تابعدار ہیں اور صرف میری ہی تابعداری کرتے رہیں گے۔"

باڈی گارڈ ڈی کروسو نے آگے بڑھ کر سپر ماسٹر اور ریچ وڈ کی گردنیں پکڑیں پھر انہیں اٹھا کر ایک بستر کی طرف دھکیلتا ہوا لے گیا وہاں لے جا کر انہیں اس بستر پر پھینک دیا۔ جیری نے سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میرے باس! جے پرگولا کا حکم ہے کہ میں فوراً تم پر تنویمی عمل کروں اور تمہیں اس کا غلام بنا دوں تاکہ تم بدستور اپنے ملک کے سپر ماسٹر رہ کر ہمارے کام آتے رہو۔"

بی جی تھرہال نے انٹیلی جنس کے چیف ریچ وڈ کے دماغ میں آ کر کہا۔ "میرے باس جے پرگولا کے حکم کی تعمیل کرو۔ اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دو۔ تنویمی عمل کے لیے مائل ہو جاؤ۔ اس عمل کے بعد تم جے پرگولا کے غلام رہو گے اور بدستور انٹیلی جنس کے چیف رہ کر ہماری سیکیورٹی کے انتظامات کرتے رہو گے۔"

جے پر گولا نے مسکرا کر دیکھا۔ وہ دونوں بستر پر چاروں شانے چت پڑے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ اس سے ظاہر تھا کہ جیری اور تھرہال خیال خوانی کے ذریعے انہیں سلا رہے ہیں تاکہ خوابیدہ دماغ پر عمل کر سکیں۔ جے پر گولا اپنی صفات میں شیطان تھا۔ اس نے جیری' تھرہال' ڈی کروسو اور ڈاکٹر ڈیسوزا پر ایسا تنویمی عمل کیا تھا کہ وہ چاروں کبھی اس کے تنویمی چنگل سے نہیں نکل سکتے تھے۔

وہ ڈی کروسو کے ساتھ ایک کمرے میں آ کر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "انسانی دماغوں کو تسخیر کرنے کے لیے میں اکیلا ہی کافی تھا لیکن جیری اور تھرہال کے اضافے سے بڑی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "تنویمی عمل اور خیال خوانی میں خاصا فرق ہے۔ آپ کو کسی پر عمل کرنے کے لیے اس کے قریب جانا پڑتا ہے۔ اپنی آواز اور مقناطیسی آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں جھانک کر اسے سحرزدہ کرنا پڑتا ہے جب کہ خیال خوانی کرنے والے فون پر بھی آواز سن کر اپنے ٹارگٹ کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔"

"اسی لیے میں نے ان دونوں خیال خوانی کرنے والوں کو اپنی مٹھی میں رکھا ہے۔ میری کوشش ہو گی کہ ان کے ذریعے مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کیا جائے۔ میں قطرہ قطرہ کر کے ٹیلی پیتھی کا سمندر بناؤں گا۔"

جیری اور تھرہال ایک گھنٹے کے اندر واپس آ گئے۔ جے پر گولا کے پاس بیٹھ گئے۔ جیری نے کہا۔ "تنویمی عمل ہو چکا ہے اس کے چور خیالات سے کچھ اہم باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دی سول کو ملٹری ہیڈ کوارٹرز میں رکھا گیا ہے۔ اس کے بنگلے کے باہر اور اندر سخت پہرا لگایا گیا ہے۔ کچھ ایسے الیکٹرونک حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں کہ وہاں قدم رکھنے والا دوسرا قدم اٹھانے کے قابل نہیں رہتا۔"

پر گولا نے کہا۔ "اتنے حفاظتی انتظامات کے باوجود اس کی خدمت کرنے والے' اسے کھانا اور ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں پہنچانے والے اس بنگلے کے اندر آتے جاتے ہوں گے۔"

تھرہال نے کہا۔ "میں نے ملٹری انٹیلی جنس کے چیف کے خیالات پڑھے ہیں حالانکہ وہ چیف ہے لیکن اسے بھی آج تک دی سول کے پاس جانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ضروری بات ہو تو اس سے فون پر رابطہ کرو۔ صرف ایک فوجی جوان اس کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لے جاتا ہے۔ وہ دن رات میں کئی بار صرف دس منٹ کے لیے جاتا ہے پھر واپس آ جاتا ہے۔ ہر دس منٹ کے لیے خطرناک حفاظتی انتظامات کو بے اثر بنایا جاتا ہے۔"

جے پر گولا نے کہا۔ "یہ اہم معلومات ہیں۔ ہم سوچیں گے کہ دی سول کو کیسے ٹریپ کیا جائے۔"

جیری نے کہا۔ "آج صبح دی سول نے سپر ماسٹر کو یہ بری خبر سنائی ہے کہ اس کی خفیہ آرمی کے کئی سپاہی اور کمانڈر مارے گئے ہیں اور فارمولوں کے تمام کاغذات یہودی لے گئے ہیں۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "اگرچہ الپا خاصی تجربہ کار ہو چکی ہے لیکن میں یقین سے کہتا ہوں اس کامیابی کے پیچھے یہودیوں کی نئی خفیہ تنظیم ہے۔ ہمیں اس تنظیم کے متعلق معلوم ہونا چاہیے۔ جب تک معلوم نہ ہو' تب تک ہم بھی ان کے لیے اجنبی اور پُراسرار بن کر رہیں گے۔ میرے تجربات کہتے ہیں کہ دشمن کا چہرہ دیکھنے اور اس کی عادتیں معلوم کرنے کے بعد اس کے مقابلے پر آؤ۔"

جیری نے کہا۔ "سپر ماسٹر کے خیالات نے بتایا ہے کہ شی تارا اور مرینا کے درمیان پھوٹ پڑ گئی ہے۔ شی تارا نے یہ شرط پیش کی تھی کہ سپر ماسٹر' مرینا سے دوستی نہیں کرے گا' تب وہ سپر ماسٹر کے ملک کے لیے کام کرے گی۔"

پر گولا نے کہا۔ "شی تارا کی یہ شرط ہم مان لیں گے۔ میں سپر ماسٹر کو حکم دوں گا کہ وہ اعلانیہ شی تارا سے دوستی کرے اور درپردہ مرینا سے بھی رابطہ رکھے اس طرح ہمیں دونوں میں سے کسی کے قریب پہنچنے اور سے ٹریپ کرنے کا موقع ملے گا۔"

"لندن میں ڈی شی تارا اور ڈی سرنا رہتے ہیں۔ سپر ماسٹر فون پر ان سے رابطہ کر کے کہتا ہے کہ اصلی شی تارا سے رابطہ کرایا جائے۔ وہ اصلی شی تارا دن کے بارہ بجے اور رات کے بارہ بجے اپنی تمام ڈی سے باتیں کرتی اور پیغامات وصول کرتی ہے پھر اسی کے مطابق سپر ماسٹر سے رابطہ کرتی ہے۔"

"ابھی سپر ماسٹر اپنی تنویمی نیند پوری کر لے تو اسے حکم دوں گا کہ شی تارا کو کال کرے۔"

سپر ماسٹر نے پچھلی رات ڈی شی تارا سے کہا تھا لیکن ڈی نے رات بارہ بجے کے بعد بتایا کہ اصلی شی تارا نے دستور کے مطابق رابطہ نہیں کیا ہے۔

پر گولا نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ "اب تو دن کے دو بج چکے ہیں۔ اس نے رات کے بارہ بجے رابطہ نہیں کیا۔ ابھی دن کے بارہ بجے ضرور سپر ماسٹر کے نائب کے دماغ میں گئی ہو گی۔ تم فوراً معلوم کرو۔"

جیری نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر نائب کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ "میں دی سول ہوں۔ سپر ماسٹر ایک اہم معاملے میں مصروف ہیں۔ انہوں نے پوچھا ہے کیا شی تارا نے رابطہ کیا تھا؟"

"ڈی شی تارا نے فون پر معذرت چاہی تھی۔ کہا تھا کہ اصلی شی تارا سے رابطہ نہیں ہو رہا جیسے ہی وہ رابطہ کرے گی اسے سپر ماسٹر کا پیغام پہنچا دیا جائے گا۔"

"کیا تم نے پوچھا نہیں کہ رات کے بارہ کا وقت گزر گیا۔ دن کے بھی بارہ بج گئے۔ رابطہ نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟ کیا شی تارا دوستی نہیں کرنا چاہتی ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ ڈی شی تارا خود حیران ہے اور اصلی شی تارا سے رابطہ نہ ہونے پر پریشان ہے۔ خیال ہے کہ وہ بیمار ہے یا کسی اہم معاملے میں الجھی ہوئی ہے۔"

جیری نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جے پر گولا کو تمام باتیں بتائیں۔ پر گولا نے کہا۔ "شاید بیمار ہے ورنہ اہم معاملہ کیا ہو سکتا ہے۔ کل رات تک وہ فارمولے اہم تھے لیکن وہاں شی تارا کا نام سننے میں نہیں آیا۔ صرف دی سول اور الپا کی ٹیمیں ایک دوسرے سے لڑتی رہیں۔"

"جی ہاں اور مرینا بھی اپنی ٹیم کے ساتھ اچانک ہی جنگل سے کہیں چلی گئی تھی۔ سپر ماسٹر کے خیالات نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ دونوں خیال خوانی کرنے والیاں لاپتا رہی تھیں۔"

"پھر تو وہ دونوں مشکوک بن گئی ہیں۔ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ ہو سکتا ہے دونوں میں کوئی جھگڑا نہ ہوا ہو۔" وہ دونوں اب بھی ہم خیال سہیلیاں ہوں۔ سپر ماسٹر سے جھوٹ کہا ہو۔ ان کا ایک ساتھ غائب ہو جانا اور فارمولوں میں دلچسپی نہ لینا کوئی معنی رکھتا ہے۔"

جے پر گولا سوچ میں پڑ گیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دونوں کہاں گم ہو گئیں ہیں اور گم ہو کر کیا کرتی پھر رہی ہیں؟"

❁❁❁

تمام دشمنوں نے بڑا زور لگایا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے سے میری فیملی کے کسی فرد کو شکار کر کے لے جائیں۔ یہودی اس ارادے میں کامیاب بھی ہوئے تھے۔ جوجو کو ٹریپ کر کے لے جا رہے تھے لیکن ثانی اور علی تیمور نے ان کی کوششوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

جوجو واپس آ گئی تھی اور اس کے دماغ سے الپا کے تنویمی عمل کے اثرات کو ختم کر دیا گیا تھا پھر دشمنوں کو پتا چلا کہ ادارے میں فرہاد اور اس کے دونوں بیٹے نہیں ہیں۔ یہ اعلان گمراہ کرنے کے لیے تھا کہ فرہاد' اس کے بیٹے اور فیملی کے دوسرے سبھی افراد چوبیس گھنٹے تک ادارے میں رہیں گے جب دشمنوں کو معلوم ہوا کہ انہیں احمق بنا کر ان کے عداوتی ارادے معلوم کیے گئے ہیں تو سب نے ادارے سے منہ پھیر کر چلے گئے۔

مجھے معلوم تھا کہ ایسی حکمتِ عملی سے دشمن مایوس ہو کر چلے جائیں گے پھر میرے لیے راستہ صاف ہو جائے گا۔ میں سونیا اور نوزائیدہ بچوں کو دیکھنے کے لیے ادارے میں آ گیا۔

سونیا خوشی سے پھول کی طرح کھلی ہوئی تھی۔ اس نے اعلیٰ بی بی کو گود میں لے کر کہا۔ "میں نے بیٹی اٹھالی ہے' تم تو پہلے بیٹے کو گود میں لو گے۔"

میں نے پوچھا۔ "تم نے یہ کیوں سوچ لیا کہ پہلے بیٹے کی طرف جھکاؤ گا؟"

"ننانوے فیصد لوگ بیٹا ہی چاہتے ہیں۔"

"میں باقی دس فیصد میں ہوں۔ میرے خاندان میں ایک بیٹی کی کمی تھی' وہ آج تم نے پوری کر دی۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو اس کے ہاتھوں سے لے کر خوب چوما۔ اس خوبصورت سی بچی کو دیکھ دیکھ کر دل نہیں بھرتا تھا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "بس اب دوسرے کے لیے بھی پیار رہنے دو۔"

میں نے اسے سونیا کو دیا پھر کبریا کو اٹھا کر چومتے ہوئے کہا۔ "اولاد کو جتنا بھی پیار دو' وہ کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔"

"کتنے دنوں کے لیے آئے ہو؟"

"ایک دن تمہارے لیے اور ایک دن کبریا کے لیے ہے۔ باقی زندگی کے جو دن رہ گئے ہیں' وہ اپنی بیٹی کے ساتھ گزارنا چاہوں گا۔"

"پھر تو اس لڑکی کے متعلق پیش گوئی درست ہے کہ جو اسے دیکھے گا' اس کا دیوانہ ہو جائے گا۔ تم پہلی ہی ملاقات میں اپنی باقی زندگی اس کے ساتھ گزارنے کی تمنا کر رہے ہو۔ ایسے تو یہ بڑی مغرور ہو جائے گی۔"

"حسن میں غرور کی ملاوٹ ہو تو اس میں اور کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ تم میری بیٹی پر ابھی سے تنقید نہ کرو۔"

"تمہاری لاڈلی تمہیں مبارک رہے۔ دوسری باتیں کرو۔"

"دوسروں سے دوسری باتیں کی جاتی ہیں۔ تم دوسری نہیں ہو پھر دوسری باتیں کیوں کروں؟"

"خوب باتیں بنانے کے موڈ میں ہو۔"

"بھئی' تم نے ایسے ننھے ننھے' پیارے پیارے سے مکھڑے دکھائے ہیں' پھر موڈ کیوں نہیں بنے گا۔"

میں نے اور سونیا نے زندگی میں بڑے مصائب جھیلے تھے اور طرح طرح کی مسرتیں بھی حاصل کی تھیں لیکن اس روز میں ایسی مسرتوں سے مالا مال ہوا تھا' جو سونیا کے حوالے سے مجھے مل رہی تھیں۔ ایسے وقت سونیا ثانی نے میرے دماغ پر دستک دی' کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "پارس اپنی پوری ٹیم کے ساتھ پیرس پہنچ گیا ہے۔ باربرا کے ساتھ ادارے میں آ رہا ہے۔ پاشا' مرینا' صفورا اور عبداللہ کا کیا کیا جائے؟"

میں نے کہا۔ "پاشا کو ابھی ملٹری ہیڈ کوارٹرز میں رکھو۔ میں ابھی مرینا سے بات کرتا ہوں۔"

سونیا چلی گئی۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "تمہارا بیٹا پارس آ رہا ہے۔"

"اچھا۔ میرا بیٹا ہے۔ تمہارا نہیں ہے؟"

"ہے تو سہی۔ مگر کمبخت تمہارے کمن ایسے گاتا ہے جیسے آسمان سے سیدھا تمہارے پیٹ میں آیا ہو۔ اپنی پیدائش کا کریڈٹ باپ کو نہیں دیتا ہے۔"

"پھر بھی باپ پر گیا ہے۔ ایک حسین نمونہ اپنے ساتھ ضرور رکھتا ہے۔"

"ہاں' باربرا کے ساتھ آ رہا ہے لیکن یہ پہلی حسین لڑکی ہے جو

اسے انسان بنا کر رکھتی ہے۔ اسے اخلاق اور تہذیب کے دائرے میں رکھتی ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔ پاشا اور مرینا کے متعلق بتاؤ؟"

"میں نے پاشا کو فی الحال ملٹری ہیڈ کوارٹرز میں رکھنے کے لیے کہا ہے۔ مرینا کے متعلق بھی غور کرنا ہوگا۔ یہ دونوں ایسے ہیں' جنہیں یہاں ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ ہم بے حد معروف رہا کرتے ہیں۔ ان کی وفاداری اور بے وفائی پر نظر نہیں رکھ سکیں گے۔ اگر ہم نے ہر پندرہ دن بعد ان پر تنویمی عمل نہ کیا تو یہ آزاد ہو کر بھٹک جائیں گے۔"

وہ بولی۔ "میں تمہارا انتظار کر رہی تھی کہ آؤ گے تو تمہارے ساتھ بچوں کو لے کر جناب تبریزی صاحب کے حجرے میں حاضری دوں گی۔ وہیں ہم جناب تبریزی صاحب سے پاشا اور مرینا کے سلسلے میں مشورہ لیں گے۔"

میں نے ادارے کے مخصوص فون کے ذریعے جناب تبریزی صاحب سے رابطہ کیا۔ انہیں سلام کرنے کے بعد عرض کیا۔ "میں سونیا اور بچوں کے ساتھ حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ پارس بھی پہنچنے والا ہے۔"

انہوں نے فرمایا۔ "مجھے تم سے مل کر خوشی ہوگی۔ آجاؤ۔"

میں نے ننھی اعلیٰ بی بی کو بازوؤں میں اٹھایا۔ سونیا نے کبریا کو گود میں لیا۔ ہم کوارٹر سے نکل کر باہر آئے۔ وہاں ہمارے لیے ایک چھوٹی موٹر ٹرالی آئی۔ بابا صاحب کا ادارہ کئی میل تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک قلعہ بند شہر کی طرح فصیل کے اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے موٹر ٹرالیاں چلتی رہتی تھیں۔ ہم اس کے ذریعے حجرے کے سامنے پہنچ گئے۔ اجازت حاصل کر کے اندر داخل ہوئے۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی کے سامنے دونوں بچوں کو فرش پر ڈال کر ان سے مصافحہ کیا پھر دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔

انہوں نے کبریا اور اعلیٰ بی بی کو باری باری اٹھا کر دعا پڑھی۔ ان کی پیشانیوں کو بوسہ دیا پھر انہیں ہمارے حوالے کرتے ہوئے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے' جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ان بچوں کو عزت' شہرت اور خوشحالی نصیب ہوتی رہے گی۔"

وہ خاموش ہوئے۔ حجرے میں چند لمحوں تک سکوت طاری رہا پھر انہوں نے فرمایا۔ "ہم اپنے مختلف علوم کے ذریعے انسانوں کے دلوں اور دماغوں کے راز معلوم کر لیتے ہیں لیکن مقدر کے بھید صرف وہی عالم الغیب جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اگلے پل اس پر کیا افتاد آپڑے گی یا اگلے چند لمحوں میں وہ خلافِ توقع کامیابی و کامرانی حاصل کرنے والا ہے یا پھر موت کسی بھی لمحے میں اسے آ دبوچنے والی ہے۔ یہ کوئی نہیں جانتا' ایک وہی عالم الغیب جانتا ہے۔ تم کسی کی تقدیر بنانے کے لیے اسے دولت دو' اگر مقدر میں کنگال رہنا یا عذاب اٹھانا ہے تو وہ بدنصیب دولت پانی کی طرح بہا دے گا۔ کسی طوائف یا چور ڈاکو کے حوالے کر دے گا۔ تم کسی کی تقدیر بگاڑنا چاہو گے اور اس کے مقدر میں سنورنا لکھا ہوگا تو وہ تدبیر اور تقدیر کے اشتراک سے سنور تا ہی جائے گا۔ یوں انسانی ہاتھ نہ کسی کو بنا سکتے ہیں' نہ کسی کو بگاڑ سکتے ہیں۔

"تم کیوں چاہتے ہو کہ پاشا اور مرینا کی تقدیر تمہاری مٹھی میں رہے؟ تم جہاں چاہو' انہیں بٹھاؤ اور جہاں چاہو' اٹھا کر پھینک دو؟ جو کام قدرت کا ہے' وہ تم کیوں کرو گے؟

"ماضی میں تم نے کتنے ہی سرکش ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنایا پھر انہیں آزاد کر دیا۔ فاتح اعظم وہی ہوتا ہے' جو علاقے فتح کرتا ہے پھر اپنی طاقت کا لوہا منوانے کے بعد ان علاقوں کو آزاد کر دیتا ہے۔ دشمن لاشعوری طور پر تم سے متاثر اور مرعوب ہوتے ہیں۔ ان کے اندر یہ خیال پختہ ہوتا ہے کہ تم آئندہ بھی ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تسخیر کرتے رہو گے اور آزادی کی خیرات دیتے رہو گے۔ یوں دشمن پر تہذیبی تاثر قائم ہوتا ہے۔"

وہ بول رہے تھے۔ ہم سن رہے تھے۔ میں نے اور سونیا نے سوچا تھا کہ پاشا اور مریم کے سلسلے میں ان سے مشورے لیں گے لیکن ہمارے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی وہ مشورے دے رہے تھے۔

میں نے سر جھکا کر کہا۔ "میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور۔ دل کی بات بلا جھجک بیان کرو۔"

"جناب! پاشا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ آزادی ملتے ہی وہ دشمنوں کے ہتھے چڑھے گا پھر دشمن اس کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

انہوں نے فرمایا "فائدہ اٹھانے دو۔ جو مثبت انداز میں فائدہ نہیں اٹھاتے' وہ فائدے کے دھوکے میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ عرب ملک تیل کی دولت سے کتنا فائدہ اٹھا رہے ہیں؟ اور اسلامی ممالک کو کتنا نقصان پہنچا رہے ہیں؟ اسی طرح اسرائیل اپنی یہودی سیاست کے ذریعے امریکا سے کتنے فائدے اٹھاتا رہتا ہے اور اس کے باوجود کیسی ذلتیں کماتا رہتا ہے۔ یہ حساب کرو گے تو انکشاف ہوگا کہ ایمان سے اور سلیقے سے فائدہ نہ اٹھایا جائے تو انجام کار ناکامی اور ذلتیں ہی ملتی رہتی ہیں اس لیے اندیشہ نہ کرو کہ دشمن پاشا کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں گے اور تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر' ہم پاشا اور مرینا کو آزاد کر دیں گے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "فرہاد کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا یہ یہاں قیام کر سکتے ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے۔ قواعد و قوانین سب کے لیے یکساں ہیں۔ اس ادارے میں کسی بھی میاں بیوی کو ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ تم ادارے کے مغربی زون میں

رہتی ہو۔ فرہاد مغربی زون میں سے دو میل کے فاصلے پر رہے۔ تم میاں بیوی اپنے بچوں کے ساتھ دن کو کسی وقت بھی ریکریشن ہال میں روزانہ ملاقات کر سکتے ہو۔"

اسی وقت پارس کی آواز سنائی دی۔ "محترم جناب عالی! میں اندر آسکتا ہوں؟ میرے ساتھ بابر را ہے۔"

انہوں نے اجازت دی۔ دونوں نے اندر آکر سلام کیا پھر مصافحہ کر کے ان کے سامنے دو زانو ہو گئے۔ جناب تبریزی صاحب نے کہا۔ "پارس' اپنے بھائی بہن کے لیے نہایت ہی قیمتی تحفہ لے کر آیا ہے۔"

پارس نے مسکرا کر اپنی جرسی کے اندر سے وہ فارمولے نکالے جو بارہ عدد کاغذات پر مشتمل تھے۔ اس نے وہ کاغذات جناب تبریزی صاحب کے قدموں میں رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ میری اور بابر را کی کمائی ہے۔ ہم دونوں کی خواہش ہے کہ اس کمائی کا فائدہ سب سے پہلے کبریا اور اعلیٰ بی بی کو پہنچے۔"

انہوں نے تائید کی۔ "تمہاری خواہش پوری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے یہ بہن بھائی غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوتوں کے مالک ہوں گے۔"

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر پارس کے پاس آئی پھر اسے اپنی بانہوں میں لے کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد بابر را کو گلے لگا کر دعائیں دیں۔ بابر را نے جناب تبریزی صاحب سے کہا۔ "جناب! آج مجھے آپ کے سامنے دو زانو ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ میں اس ادارے میں رہ کر مزید علوم و فنون حاصل کرتی رہوں۔"

انہوں نے کہا۔ "بے شک' تم اس ادارے میں رہنے کے قابل ہو۔ میں ابھی تمہاری رہائش کا پروانہ جاری کر دوں گا۔"

میں نے کہا۔ "جناب! ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آئندہ ہمیں کن معاملات میں دلچسپی لینا چاہیے۔"

"تم دلچسپی لو یا نہ لو۔ معاملات اور مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ خود ہی اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں پھر تم سب ان میں الجھتے جاتے ہو۔ آئندہ بھی یہی ہوگا۔ اب جاؤ۔ میری عبادت کا وقت ہو رہا ہے۔"

ہم سب انہیں سلام کر کے حجرے سے باہر آئے۔ باہر آتے ہی پارس نے سونیا کو بازوؤں میں جکڑ کر خوب چومتے ہوئے کہا۔ "جناب تبریزی صاحب کے سامنے جرأت نہیں ہوئی۔ اپنی مما سے لپٹنے کے لیے دل سینے سے باہر آرہا تھا۔"

وہ ہنستی رہی اور وہ اسے چومتا رہا۔ میں نے کہا۔ "دیوانے برخوردار! بس کرو۔ باقی حسرتیں کوارٹرز میں پوری کر لینا۔"

ہم وہاں سے کوارٹرز میں آئے۔ میں نے کہا۔ "تم سب یہاں باتیں کرو۔ میں پاشا کے سلسلے میں علی سے باتیں کر رہا ہوں۔"

میں نے دوسرے کمرے میں آکر علی کو مخاطب کیا۔ علی نے کہا۔ "میں ثانی کے ذریعے آپ سے باتیں کرنے والا تھا۔ آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ پارس نے صومالیہ میں کیا کیا ہے؟"

"صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ تمام فارمولے لے آیا ہے۔"

"پاپا! وہ شیطان وہاں سے حاتم طائی بن کر آیا ہے۔ وہ سپر ماسٹر' ماسک مین' شی تارا اور الپا وغیرہ کو فارمولوں کے دو دو کاغذات خیرات کرنے والا تھا لیکن یہودی دس کاغذات چھین کر لے گئے۔"

"کیا یہودی جو کاغذات لے گئے ہیں وہ اصلی ہیں؟"

"ثانی نے پاشا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے۔ پارس نے پاپگ مائس قبیلے میں پہنچنے کے بعد ان فارمولوں کو بت کی کھوپڑی سے نکالا تھا۔ وہاں بیٹھ کر اس نے دوسرے بارہ کاغذات پر پاشا سے ان فارمولوں کی نقل کرائی تھی۔ اصل کاغذات اپنے پاس رکھ لیے تھے۔ نقل کے بارہ کاغذات میں سے دو کاغذات سب کے سامنے یہ کہہ کر جلا دیے تھے کہ وہ اپنے حصے کے دو کاغذات جلا رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ اصل کاغذات تو ہمارے پاس ہیں۔ یہودیوں کے پاس بھی اصل فارمولے گئے ہیں لیکن وہ ادھورے ہیں۔ بائی داوے' پاشا کے خیالات اور کیا کہتے ہیں؟"

"وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا ہے۔"

"پھر تو پارس نے اس کی لاعلمی میں گڑبڑ کی ہوگی۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس کو بلایا پھر پوچھا۔ "کیا تم نے فارمولے کے دس کاغذات یہودیوں کے حوالے کیے ہیں؟"

"جی ہاں' انہوں نے جو جو کو اغوا کرنے کی جرأت کی تھی۔ اس جرأت پر انہیں انعام دیا ہے۔"

"یعنی کوئی گڑبڑ کی ہے؟ ثانی نے پاشا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے' تم نے ہو بہو اصل فارمولوں کو دوبارہ لکھوا کر انہیں یہودیوں کے حوالے کیا ہے۔ اس میں راز کیا ہے؟"

"پاپا! جب میں پاشا سے ان فارمولوں کی نقل کرا رہا تھا تب بابر را پاشا کے دماغ میں تھی۔ قوتِ سماعت و بصارت اور جسمانی و دماغی قوتوں سے متعلق بہت سی دواؤں کے مرکب بنانے کے نسخے لکھے ہوئے تھے۔ بابر را نے ہر فارمولے میں دو چار دواؤں کے نام تبدیل کرا دیے۔ پاشا اسے اپنے اندر محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اس لیے سمجھ رہا تھا کہ وہ اصل فارمولوں کے مطابق لکھتا جا رہا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم نے چال اچھی چلی ہے لیکن یہودی دھوکا نہیں کھائیں گے۔ وہ ان فارمولوں سے دوائیں تیار کر کے پہلے کسی ایک عام شخص پر انہیں آزمائیں گے۔ یوں پتا چل جائے گا کہ فارمولے جعلی ہیں۔"

"اس انکشاف کے بعد کہ وہ سب جعلی ہیں' پھر بھی وہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔"

"وہ کیسے برخوردار؟"

"ایسے کہ سپر ماسٹر' ماسک مین اور شی تارا وغیرہ تو یہی سمجھ

رہے ہیں کہ وہ اصلی ہیں۔ یہودی واویلا مچائیں گے کہ وہ جعلی ہیں' تب بھی کوئی یقین نہیں کرے گا۔ یہی سمجھا جائے گا کہ یہودی ازل سے جھوٹے ہیں۔ وہ دھوکا دینے کے لیے اصل کو جعلی کہہ رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے پاپا کہ شی تارا' سپر ماسٹر اور ماسک مین وغیرہ ان فارمولوں کو حاصل کرنے کے لیے اسرائیل پر دھاوا بولیں گے۔ تل ابیب' جافہ' حیفہ اور یروشلم میں بڑے ممالک کے جاسوس اور خطرناک تنظیموں کے تخریب کار پہنچ رہے ہوں گے۔ اسرائیل کے بڑے شہروں کا امن و امان غارت ہو جائے گا۔ وہاں ذہین اور تجربہ کار سراغرسانوں کا میلہ لگے گا تو یہودیوں کی نئی خفیہ تنظیم پردوں میں چھپی نہیں رہ سکے گی۔ یہ راز کھل جائے گا کہ وہ خفیہ تنظیم کیسی ہے؟ اس میں کون لوگ ہیں اور وہ کس انداز سے کام کرتے ہیں؟"

میں نے بیٹے کو فخر سے مسکرا کر دیکھا پھر علی کے پاس پہنچ کر اسے ساری تفصیلات بتائیں۔ وہ بھی مسکراتے ہوئے بولا۔ "اسی لیے میں اسے شیطان کہتا ہوں۔ واقعی پاپا! اس نے یہودیوں کو فارمولے دے کر انہیں ایک طویل عذاب میں مبتلا کر دیا ہے اور صرف یہودیوں کو ہی نہیں' تمام دشمنوں کو غلط فہمی میں مبتلا کر کے ایک دوسرے سے لڑانے کی فضا قائم کر دی ہے۔"

"پاشا کہاں ہے؟"

"ہیڈ کوارٹر میں ہے۔"

"ثانی سے کہو' میرے پاس آئے' میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ اس طرح ہم تینوں باتیں کر سکیں گے۔"

ثانی نے آ کر مجھے سلام کیا۔ میں نے کہا۔ "جناب تیمرزی صاحب کا مشورہ ہے کہ پاشا اور مرینا کو آزاد کر دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے پاپا! ان کے مشورے کے پیچھے کوئی مصلحت چھپی ہو گی۔ میں ابھی پاشا کو آزاد کر دوں گی۔ ویسے آپ ہمیں کیا مشورہ دیں گے؟ کیا ہمیں پیرس میں رہنا چاہیے؟"

"بیٹی! راوی چین لکھتا ہے۔ تم دونوں کے لیے میرا مشورہ ہے کہ جب تک آرام اور سکون ہے' شادی کے مسئلے پر غور کرو اور اس کے لیے کوئی مبارک دن مقرر کر لو۔"

"اوہ نو پاپا! میں اتنی جلدی شادی نہیں کروں گی۔"

ثانی نے کہا۔ "یہ گھر بسانے کی نہیں' ساری دنیا دیکھنے کی عمر ہے۔ پلیز آپ شادی کی بات نہ کریں۔"

"اچھا جاؤ۔ پاشا کو تنویمی عمل سے رہائی دو۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے لیلیٰ کو مخاطب کیا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ "آپ کیسے ہیں؟"

"خیریت سے ہوں۔ تم سناؤ۔"

"میں کیا سناؤں؟ آپ بتائیں' میرا انتظار کب ختم ہو گا؟"

"میں ابھی ادارے میں سونیا کے پاس ہوں۔"

"وہاں تو میاں بیوی کو رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی؟"

"اب بھی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ وہ ادارے کے مشرق میں ہو گی تو میں مغرب میں۔ وہ شمال میں ہو گی تو میں جنوب میں۔ اجازت اتنی ہے کہ ہم یہاں کے ریکریشن ہال میں یا پارک میں ملاقاتیں کرتے رہیں گے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "پھر تو آپ جلدی بھاگ آئیں گے۔"

"تم میری شریکِ حیات ہو۔ تم سے زیادہ مجھے اور کون سمجھے گا۔ میں ہفتے میں ایک دن کے لیے پیرس آیا کروں گا پھر واپس ادارے میں آ کر آرام کیا کروں گا۔ کچھ عرصہ کبریا اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "اللہ کرے کوئی ایسا معجزہ ہو کہ میں بھی آپ کے بچوں کی ماں بن سکوں۔"

"میں آمین کہتا ہوں اور اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں؟ یہ تو قدرت کے کھیل ہیں۔ تم جانتی ہو' سونیا نے اپنی زندگی داؤ پر لگائی۔ زہریلی ماریہ کے ساتھ رہ کر خود کو رفتہ رفتہ اس حد تک زہریلا بنایا کہ اس کی کوکھ نے میرا زہر قبول کر لیا۔ ایسا قدرت کی مرضی سے ہوا ہے۔ قدرت کو منظور نہ ہوتا تو سونیا کی حالت بھی وہی ہوتی' جو پارس کے زہر سے جوجو کی ہوئی تھی۔"

"میں بھی آپ کے بچوں کو جنم دینے کے لیے یہ خطرہ مول لوں گی۔"

"ایسا ہرگز نہ کرنا۔ جوجو کو بڑی مشکلوں سے بچایا گیا تھا۔ تم تو بہت ذہین ہو۔ تمہیں سمجھنا چاہیے کہ انسان کی ہر خواہش پوری نہیں ہوتی۔ اگرچہ تم بانجھ نہیں ہو لیکن میرے حوالے سے خود کو بانجھ تسلیم کر لو اور صبر کرو۔"

"اب تک صبر ہی کر رہی ہوں۔"

"میں یہ کہنے آیا ہوں کہ مرینا' عبداللہ اور صفورا کو تنویمی عمل سے آزاد کر دو۔"

"تم انہیں آزاد کیوں کر رہے ہو؟ وہ ہمارے دشمنوں سے مل جائیں گے۔ ہمارے خلاف دشمنوں کی اضافی قوت بن جائیں گے۔"

"ہاں' ایسا ہو سکتا ہے لیکن یہ جناب تیمرزی صاحب کا مشورہ ہے۔ ویسے میں چاہتا ہوں' صفورا ہمارے پاس رہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اچھا خیال ہے۔ وہ بہت کام کی لڑکی ہے۔"

"تم مرینا اور عبداللہ کے پاس جاؤ۔ میں صفورا سے بات کرتا ہوں۔"

میں اس زہریلی لڑکی کے پاس آیا چونکہ وہ ہماری معمولہ تھی اس لیے مجھے اپنے دماغ میں محسوس نہ کر سکی۔ وہ کئی منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا اسے ٹریپ نہیں کر سکتا تھا۔ بہترین فائٹر بھی تھی۔ اس وقت وہ پیرس کے ایک گارڈن میں بیٹھی ہوئی تھی اور شکستہ دلی سے پارس کے

متعلق سوچ رہی تھی۔ اسے یہ صدمہ تھا کہ اس نے ادارے میں جانے سے پہلے الوداعی ملاقات نہیں کی تھی۔ اس سے مسکرا کر رخصت ہونا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو صفورا!"

وہ چونک گئی۔ اس نے آس پاس دیکھا پھر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں پارس کا باپ ہوں' فرہاد علی تیمور۔"

"کیا واقعی؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

میں نے کہا۔ "یقین کرو' تمہیں یہ اعتماد ہے کہ کوئی تمہارے دماغ میں نہیں آ سکتا اور یہ بھی جانتی ہو کہ باربرا نے تمہیں مرینا کے تنویمی عمل سے نجات دلائی ہے۔ صرف باربرا اور اس کے خیال خوانی کرنے والے ساتھی ہی تمہارے دماغ میں آ سکتے ہیں۔ اسی طرح میں آیا ہوں۔ کوئی دشمن تمہارے پاس نہیں آ سکے گا۔"

"بے شک' آپ پارس کے پاپا ہیں۔"

"صرف پارس کا نہیں' تمہارا بھی ہوں۔ تم میری بیٹی ہو۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ مسکرا کر بولی۔ "تھینک یو پاپا۔ میں خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی سمجھ رہی ہوں۔"

"تمہیں یہ خوش خبری سنانے آیا ہوں کہ تم تنویمی عمل سے آزاد ہو۔ میں باپ کی حیثیت سے اپنی بیٹی کو آزادی کا تحفہ دے رہا ہوں۔ کیا آزادی کے بعد میری فیملی میں رہنا چاہو گی؟"

وہ آسمان کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "اے میرے خدا! یہ میں کیا سن رہی ہوں۔ میرے نصیب یوں جاگ رہے ہیں کہ مجھے یہ خواب سالگ رہا ہے۔ پاپا! میں ساری عمر آپ کی بیٹی بن کر آپ کی خدمت کرتی رہوں گی۔"

"کیا اپنے بھائی عبداللہ سے دور رہ سکو گی؟"

"میں آپ کے لیے ساری دنیا کو چھوڑ سکتی ہوں۔ کیا آپ میرے بھائی کو اپنی فیملی میں جگہ نہیں دیں گے؟"

"مجھے افسوس ہے۔ ابھی اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس میں صرف ایک ہی خوبی ہے کہ وہ حیرت انگیز جسمانی قوتوں کا مالک ہے۔ اس سے زیادہ پاشا شہ زور ہے لیکن ہم پاشا کو بھی اپنی فیملی سے دور کر رہے ہیں۔"

"آپ بہتر سمجھتے ہیں۔ آپ مجھے بھائی سے جتنی دور جانے کو کہیں گے' میں چلی جاؤں گی۔"

"تم ہمارے ایک خاص مشن پر امریکا جاؤ گی۔"

"آپ کے خاص مشن کے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کر جاؤں گی۔"

"ہتھیلی پر جان رکھ کر نہیں' دل رکھ کر جانا ہے کیونکہ پارس تمہارے ساتھ ہو گا۔"

وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ پھر بولی۔ "اوہ پاپا! آپ مجھے اتنی خوشیاں دے رہے ہیں۔ میں تو پاگل ہو جاؤں گی۔"

"تم پاگل نہیں ہو گی۔ میں تمہارے اندر رہ کر سمجھ رہا ہوں۔ تم بہت ہی مضبوط ارادوں کی مالک ہو۔ سفر کی تیاری کرو۔ میں تمہاری روانگی کے انتظامات کر رہا ہوں۔"

"کیا صرف میری روانگی کے انتظامات؟"

"ہاں' تم یہاں سے تنہا جاؤ گی۔ ہماری پلاننگ کے مطابق وہاں کے اونچے سرکاری عہدے داروں سے دوستی کرو گی۔ وہیں پارس ایک اجنبی بن کر تم سے ملاقات کرے گا تاکہ دشمنوں کو شبہ نہ ہو کہ تم دونوں وہاں کسی منصوبے کے تحت کوئی کھیل کھیل رہے ہو۔"

میں نے فرانس کے ایک اعلیٰ سرکاری آفیسر سے کہا کہ وہ مس صفورا سے ملاقات کرے اور صفورا کے پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات امریکی شہری کی حیثیت سے تیار کرے۔

○☆○

مرینا اور عبداللہ ایک ہوٹل کے کمرے میں شام تک سوتے رہے پھر دونوں کی آنکھیں ایک ساتھ کھلیں۔ دونوں نے سر گھما کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ مرینا نے پوچھا۔ "تمہیں یاد ہے' ہم بے وقت کیوں سو گئے تھے؟"

عبداللہ نے کہا۔ "ہاں' کوئی میرے دماغ میں بول رہا تھا کہ مجھ پر تنویمی عمل کیا جا رہا ہے۔ جس کے بعد میں کسی کا معمول اور تابعدار نہیں رہوں گا۔ آزاد ہو جاؤں گا۔"

مرینا نے کہا۔ "میرے دماغ میں بھی کسی نے یہی کہا تھا۔ اس کے بعد میں سو گئی تھی۔"

"کیا ہمارا برین واش ہو چکا ہے؟ میرا مطلب ہے' ہمارے دماغ سے تنویمی عمل مٹا دیا گیا ہے۔"

"شاید یہی ہوا ہے۔ ہمیں اپنی آزادی کی تصدیق کرنا چاہیے۔"

"تصدیق کیسے کی جائے؟"

"میں ابھی بتاتی ہوں۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی عبداللہ کے دماغ میں پہنچی۔ اسی لمحے اس نے سانس روک لی پھر کہا۔ "مرینا! ابھی میرے دماغ میں کوئی آنا چاہتا تھا۔"

"میں باربرا کا لہجہ اختیار کر کے تمہارے اندر آنا چاہتی تھی کیوں کہ اسی نے ہم پر عمل کیا تھا لیکن تم نے سانس روک کر ثابت کر دیا ہے کہ باربرا کے تنویمی عمل کا اثر تمہارے اندر نہیں رہا۔ تم آزاد ہو۔"

وہ مرینا کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر خوشی سے بولا۔ "میں کسی کا غلام نہیں ہوں' تم بھی آزاد ہو۔"

وہ خود کو اس کی گرفت سے چھڑا کر بولی۔ "باؤلے ہو گئے ہو؟ مجھے یقین کرنے دو کہ آئندہ کوئی میرے اندر نہیں آ سکے گا۔"

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ باربرا کے دماغ میں آئی۔

باربرا نے کوڈورڈز پوچھے۔ وہ بولی۔ "میں مرینا ہوں۔ واپس جا رہی ہوں۔ پلیز فوراً میرے دماغ میں آؤ۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ چند سیکنڈ کے بعد اس نے باربرا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا جب کہ پہلے وہ محسوس نہیں کر پاتی تھی۔ باربرا نے پوچھا۔ "تم نے مجھے کیوں بلایا ہے؟"

مرینا نے سانس روکی پھر محسوس کیا کہ وہ آنے والی سوچ کی لہریں جا چکی ہیں۔ اب اس کے اندر کوئی نہیں ہے۔ وہ خوش ہو کر سانس لیتے ہوئے بولی۔ "عبداللہ! واقعی ہم آزاد ہو گئے ہیں۔ میں نے ابھی باربرا کی سوچ کی لہروں کو بھگایا ہے۔"

دونوں خوشی سے دیوانے ہو گئے۔ بستر پر لوٹ پوٹ کر لپٹ کر' ہنستے بولتے لگے۔ بڑی دیر تک دنیا کو بھولتے رہے پھر مرینا نے تھک ہار کر ہانپتے ہوئے کہا۔ "ہمیں ہوش میں رہنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ باربرا اور فرہاد کے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں نے ہمیں رہائی کیوں دی ہے؟"

"ہاں' ہمیں غور کرنا اور سمجھنا چاہیے۔ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کا خطرناک ہتھیار ہے جو بھی تمہارے دماغ پر قبضہ جمائے گا وہ مرتے دم تک تمہیں اپنے چنگل سے نکلنے نہیں دے گا پھر انہوں نے کیوں رہائی دے دی؟"

وہ دونوں اس سوال پر غور کرتے ہوئے باتھ روم میں گئے۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے تک سوچتے رہے۔

عبداللہ نے کہا۔ "یہ اندیشہ رہا کرے گا کہ کوئی ایسا خیال خوانی کرنے والا ہمارے اندر چھپا رہتا ہے جو ہمارے لیے اجنبی ہے اور ہمارا عامل ہے۔ ہم اسے محسوس نہیں کر سکتے ہیں۔"

"میں اپنے دل اور دماغ میں کسی قسم کا اندیشہ نہیں رہنے دوں گی۔ اگر فرہاد کے خیال خوانی کرنے والے کسی حکمتِ عملی سے چھپے ہوئے ہیں تو وہ یہ نہیں چاہیں گے کہ میں سپر ماسٹر کی دوست بن جاؤں اور ان کے خلاف سپر ماسٹر کے لیے کام کرتی رہوں۔ ایسے میں وہ مجھے میرے اپنے ملک امریکا کے لیے کام کرنے سے روکیں گے۔ اگر ہم رک جائیں گے' مجبور ہو جائیں گے تو ان کا فراڈ ظاہر ہو جائے گا۔"

"یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ اس طرح فرہاد اور اس کے لوگوں کی دیانتداری اور بے ایمانی کھل کر سامنے آ جائے گی۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ تم کھانے کا آرڈر دو۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں سپر ماسٹر کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ ایک صوفے پر آ کر آرام سے بیٹھی پھر سپر ماسٹر کے نائب کے پاس پہنچ کر بولی۔ "میں مرینا ہوں۔ تمہارے ماسٹر سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

نائب نے کہا۔ "سپر ماسٹر اس وقت ایک اہم میٹنگ میں مصروف ہے۔ آپ ایک گھنٹے بعد رابطہ کریں۔"

وہ واپس آ گئی کچھ عرصہ پہلے مرینا اور شی تارا نے سونیا ثانی کو بے نقاب کرنے کے لیے چند اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے دماغی رابطہ رکھا تھا۔ انہوں نے ثانی کو بے نقاب کیا مگر اسے سپر مادام کے روپ میں گرفتار نہ کر سکے لیکن اس کوشش میں مرینا کی دوستی چند حکام اور فوجی افسران سے ہو گئی تھی۔ اس نے سر جھکا کر ایک دوست افسر کی آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر آسانی سے اس افسر کے اندر پہنچ گئی۔

وہ فوج کا میجر تھا اور اس وقت ہیڈ کوارٹر کے ایک بنگلے میں تھا۔ اس بنگلے کے بڑے سے ڈرائنگ روم میں اس کے علاوہ چند اہم فوجی افسران اور اعلیٰ حکام تھے۔ اس وقت سپر ماسٹر ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "میرا خیال ہے۔ میں نے آپ حضرات کو انتظار نہیں کرایا ہے۔ ٹھیک وقت پر آیا ہوں۔"

اس نے حاضرین سے باری باری مصافحہ کیا پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ مرینا بھی آرام سے میجر کے اندر بیٹھی ہوئی تھی اور وہ اسے محسوس نہیں کر رہا تھا۔ سپر ماسٹر نے گفتگو کا آغاز کیا پھر صومالیہ میں اپنی ناکامی اور یہودیوں کی کامیابی کی روداد سنانے لگا۔

روداد ختم ہوئی تو ایک اعلیٰ فوجی افسر نے پوچھا۔ "ہمارا خیال خوانی کرنے والا وکی سول کہاں ہے؟"

وکی سول نے ایک جونیئر افسر کی زبان سے کہا۔ "میں اس افسر کے اندر موجود ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "تم ہمارے ایک ہی خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہو۔ تم بھی سابقہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح غلطیاں کر رہے ہو اور ناکامی کا منہ دکھا رہے ہو۔"

وکی سول نے کہا۔ "سپر ماسٹر نے دو بار خفیہ آرمی وہاں بھیجی۔ نتیجہ سامنے ہے۔ سب کے سب مارے گئے۔ کیا سپر ماسٹر کی آرمی میں کوئی بھی مردِ میدان نہیں تھا۔ کسی سپاہی نے دشمن کو زخمی کر کے مجھے اس کے اندر پہنچنے کا موقع نہیں دیا پھر میں وہاں کیا کر سکتا تھا! آپ میں سے کوئی میری کسی غلطی کو ثابت نہیں کر سکے گا۔"

جنرل واسکوڈی نے کہا۔ "اب تمہاری غلطیاں ثابت کر کے کیا حاصل ہو گا؟ کیا ناکامی' کامیابی میں بدل جائے گی۔"

وکی نے کہا۔ "آئندہ کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے لازمی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کی غلطیوں کی نشاندہی کی جائے۔ جس طرح میں نے چیلنج کیا ہے کہ کوئی میری غلطی ثابت نہیں کر سکے گا اس طرح صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ اتنی بڑی مہم سر کرنے کے لیے سپر ماسٹر نے دو بار ناکارہ فوج بھیجی تھی۔"

جنرل واسکوڈی نے پوچھا۔ "کیوں سپر ماسٹر! تم کیا کہتے ہو؟"

سپر ماسٹر نے مسکرا کر کہا۔ "وہ میرے گھر کی تربیت یافتہ فوج نہیں تھی۔ یہ آپ ہی لوگوں کا دعویٰ تھا کہ آپ نے میرے جامع میں بہترین گوریلا آرمی دی ہے۔ جو مجھے دی گئی' وہی میں نے بھیجی۔"

وہاں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ وکی سول نے کہا۔ "نئی

یہودی خفیہ تنظیم بہت زبردست ہے۔ اس تنظیم میں ایسے ذہین اور دلیر افراد ہیں' جنہوں نے ہماری بہترین تربیت یافتہ آرمی کو فنا کر دیا۔ انہوں نے صرف ہمیں شکست نہیں دی۔ پارس جیسے مکار کو بھی دھوکا دیا۔ پارس تمام خیال خوانی کرنے والوں کو فارمولوں کے دو دو کاغذات دینا چاہتا تھا لیکن وہ یہودی بارہ میں سے دس کاغذات اڑا لے گئے۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "سوال پیدا ہوتا ہے' پارس اتنی محنت سے حاصل کیے ہوئے فارمولے اپنے تمام دشمنوں میں تقسیم کیوں کرنا چاہتا تھا؟"

"اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پارس مکمل فارمولے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں نوٹ کرا چکا تھا۔ اس کے بعد وہ تمام دشمنوں کو دو دو کاغذات دے کر انہیں ایک دوسرے سے لڑانا چاہتا تھا۔ اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ تمام خیال خوانی کرنے والوں کے حصوں کے کاغذات یہودی لے گئے۔"

ایک اور حاکم نے کہا۔ "اس طرح پارس کی یہ مکاری ظاہر ہوتی ہے کہ وہ درپردہ باقی دس کاغذات یہودیوں کے حوالے کرنا چاہتا تھا تاکہ ہم سب ان کاغذات کے حصول کے لیے یہودیوں کا جینا حرام کر دیں۔"

"اس کی بدمعاشی یوں بھی ثابت ہوتی ہے کہ وہ باقی دس کاغذات بت کی کھوپڑی میں چھوڑ گیا تھا جب کہ ان کاغذات کو اپنے ساتھ لے جا سکتا تھا۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہم جس پہلو سے بھی بات کریں گے' نتیجہ یہی سامنے آئے گا کہ پارس تمام بڑے ممالک کو اور تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو عذاب بنا کر یہودیوں پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے' کیا ہم وہ کاغذات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو تسلیم کر لو کہ پارس کا مکارانہ منصوبہ کامیاب ہو رہا ہے۔ ہماری طرح دوسری بڑی طاقتیں بھی ان کاغذات کے پیچھے پڑ جائیں گی اور خفیہ یہودی تنظیم کے لیے عذاب بن جائیں گی۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "بائی گاڈ! ایسا شیطانی سیاسی کھیل سونیا کا بیٹا ہی کھیل سکتا ہے۔ پارس سے تو علی تیمور بہتر ہے' جو آتا ہے۔ ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ پارس کی طرح طویل عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔"

مرینا خاموشی سے ان سب کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ سپر ماسٹر یوگا کا ماہر ہے۔ اگر رابطہ کرے گی تو وہ سانس روک لے گا پھر بھی وہ میجر کے دماغ سے نکل کر سپر ماسٹر کے دماغ میں آ گئی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ پوچھے گا تو اپنا نام بتائے گی لیکن یہ حیرت کا مقام تھا کہ اس نے نام نہیں پوچھا۔ اسے اپنے اندر محسوس ہی نہیں کیا۔

اس کی دو ہی وجوہات سمجھ میں آئیں۔ ایک تو یہ کہ شاید وہ کچھ بیمار ہے یا پھر اس کے دماغ میں پہلے سے کوئی موجود ہے۔ دوسرا خیال درست نکلا۔ چند لمحوں کے بعد ہی مرینا نے پرائی سوچ کی لہروں کو سنا۔ کوئی سپر ماسٹر سے کہہ رہا تھا۔ "یہ تمہارے کی حکمتِ عملی بتانے اور اس کی تعریفیں کرنے میں وقت کیوں ضائع کر رہے ہو۔ اپنے کام کی بات شروع کرو۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "پلیز' ذرا صبر کرو۔ میں ابھی اسی بات کی طرف آنے والا ہوں۔"

مرینا نے اتنی دیر میں چور خیالات سے معلوم کیا' ٹرانسفارمر مشین کا ذکر چھیڑنا چاہتا ہے لیکن ابھی تک اس موضوع پر آنے کا مناسب موقع نہیں مل رہا تھا۔ تب اچانک ہی موقع ملا۔ جنرل واسکوڈی نے کہا۔ "سپر ماسٹر! تم نے پچھلی میٹنگ میں کہا تھا کہ کسی اہم منصوبے پر کام کر رہے ہو۔ ہم معلوم کرنا چاہیں گے کہ تم اپنے اس منصوبے سے ملک اور قوم کو کیا فائدہ پہنچا رہے ہو؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "جنرل واسکوڈی! ٹرانسفارمر مشین' تمہارے چارج میں ہے۔ ہم میں سے کوئی تم سے یہ نہیں پوچھتا کہ وہ مشین کہاں چھپا کر رکھی گئی ہے اور اس کی مرمت کے لیے ایسا کیا کیا جا رہا ہے کہ اب تک ناکامی ہو رہی ہے اور وہ مشین اس قابل نہیں ہو پا رہی ہے کہ ہمارے ملک کے لیے کم از کم ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا کر سکے۔"

جنرل نے کہا۔ "ٹرانسفارمر مشین' ایٹمی منصوبوں سے بھی زیادہ اہم ہے۔ میں اسے ملک اور قوم کی بہتری کے لیے چھپا رہا ہوں۔"

جنرل نے کہا۔ "ایسا تم میری ضد میں کہہ رہے ہو۔"

"یہ تمہارا خیال ہے جنرل! ورنہ تم ہی ایک محبِ وطن نہیں ہو۔ ہم سب لوگ اپنے ملک سے محبت کرتے ہیں۔ ہمارے درمیان یہ معاملہ طے ہونا چاہیے کہ ہم میں سے جو افراد یوگا کے ماہر ہیں' ان سے ملک کا کوئی راز نہ چھپایا جائے۔ ہم رازوں کے امین ہوتے ہیں۔ کوئی ہمارے دماغوں میں چوری سے آ کر کوئی راز چرا نہیں سکتا۔"

ملٹری انٹیلی جنس کا چیف ریچ وڈ' سپر ماسٹر کا ہم نوا تھا۔ اس نے تائید کی۔ "بے شک' میں بھی یوگا کا ماہر ہوں اور فوج کے نہایت ہی اہم عہدے پر فائز ہوں لیکن ٹرانسفارمر مشین کو مجھ سے بھی چھپایا جاتا ہے۔ اسی طرح سپر ماسٹر بھی اپنا منصوبہ ہم سے چھپا رہا ہے اور یہ مناسب نہیں ہے۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا۔ "صاف بات تو یہ ہے کہ جنرل واسکوڈی ٹرانسفارمر مشین کو پوری ذمے داریوں کے ساتھ سنبھال نہیں پائے۔ یہ اب تک صفائی پیش نہ کر سکے کہ مشین کیسے خراب ہوئی؟ جب کہ یہ دعویٰ تھا کہ ایک چیونٹی بھی مشین کی طرف جائے تو خطرے کی گھنٹی بجنے لگتی ہے پھر یہ کہ یہ اب تک مشین کی مرمت

کرانے میں ناکام رہے ہیں۔ اتنی بڑی ذمّے داری کسی ایک ہاتھ میں دی جائی تو ملک کو اسی طرح نقصان پہنچتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میرا مشورہ ہے کہ ملک کی اہم ذمّے داریاں سنبھالنے والے جتنے یوگا کے ماہر ہیں ان کا ایک خفیہ اجلاس ہو اور ان سب کو ٹرانسفارمر مشین کا ذمّے دار بنایا جائے اگر میرا یہ مشورہ مان لیا جائے گا تو میں اپنے ایک چونکا دینے والے منصوبے کی جھلک پیش کروں گا۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ سپر ماسٹر کا مشورہ قابلِ قبول ہے۔"

سب اس کی تائید کرنے لگے۔ جنرل واسکوڈی نے ناگواری سے کہا۔ "مجھے نااہل ثابت کر کے تم لوگ مشین کی ذمّے داری لے رہے ہو' اگر تم بھی اس کی مرمّت نہ کرا سکے تو؟"

"تو کم از کم سب ہی کو یہ معلوم ہو تا رہے گا کہ مشین مرمّت کے کن مراحل سے گزر رہی ہے۔ ہم سب ایک دوسرے کے مشورے سے کام کرتے رہیں گے تو سب ہی مشین کے سلسلے میں مطمئن رہیں گے۔"

ایک نے کہا۔ "جنرل واسکوڈی کو یہ بات ناگوار گزر رہی ہے کہ مشین ایک ہاتھ سے نکل کر ہم سب کے ہاتھوں میں آ رہی ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "میری ناگواری سے تم لوگوں کی صحت پر اثر نہیں پڑے گا۔ اب سپر ماسٹر کا فرض ہے کہ یہ اپنے اہم منصوبے کی جھلک ہمیں دکھائے۔"

"ضرور دکھاؤں گا' لیکن یوگا کے ماہرین کے اجلاس میں تاکہ یہ راز صرف ہمارے درمیان رہے۔"

"کچھ معلوم تو ہو کہ وہ منصوبہ کیا ہے؟"

"اگر ابھی بتاؤں گا تو پھر راز' راز نہیں رہے گا۔ جنرل کو ذرا صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔"

جنرل نے غصّے سے کہا۔ "تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟ اگر اعتماد کا ووٹ لوں تو یہاں اکثریت میرے حق میں ہو گی' یہ نہ بھولو کہ سپر ماسٹر کسی وقت بھی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔"

"میں وہ سپر ماسٹر نہیں ہوں کہ تم جیسوں کی سازشوں اور خود غرضیوں کا شکار ہو کر عہدہ چھوڑ دوں اور الزامات اٹھا کر فوج کی گولیوں کا نشانہ بن جاؤں۔ جنرل! مجھے میرے عہدے سے ہٹانے سے پہلے تم استعفا دینے پر مجبور ہو جاؤ گے۔"

انٹیلی جنس کے چیف نے کہا۔ "یہاں ایک دوسرے کو چیلنج نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ عہدے سے اسے ہٹایا جائے گا' جس کی کارکردگی ناقص ہو گی اور جنرل واسکوڈی مشین کے معاملے میں تمہاری کارکردگی نہایت ناقص ہے۔ تم پر بڑے الزامات ہیں لہٰذا تم خاموش رہو تو بہتر ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "آج کے اجلاس میں تم سب یہ سوچ کر آئے تھے کہ میرا محاسبہ کیا جائے گا جب کہ مشین کی خرابی میں میرا ہاتھ نہیں ہے۔ جلد ہی تم سب کو یقین آ جائے گا کہ کسی سازش کے تحت مشین کو ناکارہ نہیں بنایا گیا ہے۔ اس بوڑھے تمیزی کی پیش گوئی کے مطابق تم لوگ بھی برسوں تک اسے درست نہیں کر سکو گے۔"

دوسرے نے کہا۔ "بے شک' جنرل واسکوڈی کا درجہ ہماری نظروں میں بہت بلند ہے۔ آپ جتنے یوگا کے ماہرین یہاں موجود ہیں اپنے اگلے اجلاس کی تاریخ اور وقت مقرر کر لیں تاکہ ٹرانسفارمر مشین کو جلد سے جلد کار آمد بنایا جا سکے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اگلے اجلاس میں یہ بھی طے کیا جائے گا کہ فارمولے کے دس عدد کاغذات یہودیوں سے حاصل کرنے کے لیے موٹر پلاننگ کی جائے گی اور باقی دو کاغذات فرہاد اور اس کی فیملی سے حاصل کیے جائیں گے؟"

وہ سب ان موضوعات پر تھوڑی دیر بحث کرتے رہے پھر دوسرے دن یوگا کے ماہرین کی میٹنگ کا وقت مقرر کر کے وہ اجلاس برخاست کر دیا گیا۔ مرینا نے میجر سے کہا۔ "ہیلو' میں مرینا بول رہی ہوں۔ ابھی کسی کو میری موجودگی کے متعلق نہ بتاؤ۔"

میجر نے کہا۔ "مرینا! تمہاری آمد سے مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے' یہ تم میرے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتی ہو۔"

"بے شک۔ تم مجھے دل سے چاہتے ہو۔ اسی لیے آئی ہوں۔ ایک کام کرو۔ جنرل واسکوڈی کو اپنے بنگلے میں روک لو۔ میں بہت ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

اجلاس میں شریک ہونے والے اعلیٰ حکّام اور اعلیٰ فوجی افسران اس بنگلے سے جا رہے تھے۔ میجر نے جنرل کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ "آپ چند منٹ کے لیے رک جائیں۔ میں تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولا۔ "میجر! آج کے اجلاس سے میرا موڈ خراب ہو گیا ہے۔ میں کسی سلسلے میں کوئی بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

وہ کان کے قریب جھک کر بولا۔ "کیا آپ مرینا سے بھی بات نہیں کریں گے۔"

اس نے چونک کر پوچھا۔ "کیا اس سے رابطہ ہو رہا ہے؟"

"جی ہاں' یہ ابھی ہمارے درمیان موجود ہے۔ ذرا لوگوں کو چلا جانے دیں۔"

وہ اجلاس میجر کے بنگلے میں منعقد ہوا تھا۔ اس لیے میجر نے تمام اعلیٰ عہدے داران کو دروازے کے باہر آ کر رخصت کیا پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے ڈرائنگ روم میں جنرل واسکوڈی کے پاس آیا۔ اس بار مرینا نے کہا۔ "ہیلو جنرل! میں مرینا ہوں اور میجر کی زبان سے بول رہی ہوں۔"

وہ بولا۔ "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ایسی پریشانی کے وقت تم بہت بڑا سہارا بن کر آئی ہو۔ سپر ماسٹر اور چیف آفیسر بچ ووڈ نے

میرے خلاف بہت زبردست محاذ بنایا ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ ابھی میں سپر ماسٹر کے دماغ میں تھی اور اس کے تمام چور خیالات پڑھ رہی تھی۔"

"کیا سپر ماسٹر نے تمہیں اپنے دماغ میں رہنے کی اجازت دی تھی؟"

"اسے پتا ہی نہ چلا کہ میں موجود تھی۔ دراصل مجھ سے پہلے ایک خیال خوانی کرنے والا وہاں تھا۔ اس کی موجودگی کے باعث وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکا۔""

"وہ خیال خوانی کرنے والا کون تھا؟"

"اس کا نام جیری ہاک ہے۔"

"جیری؟ کیا وہی جیری جس نے ہماری ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا؟"

"جی ہاں' سپر ماسٹر اپنے جس اہم منصوبے کا ذکر کر رہا ہے' وہ یہی ہے کہ اس ملک کے گمشدہ اور ناکارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پھر سے کار آمد بنا رہا ہے۔ اس نے جان لیبوڈا کے داماد بی جی تھرہال کو بھی کار آمد بنا لیا ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "پھر تو وہ ٹرانسفارمر مشین کے بغیر بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہا ہے اور میں مشین اپنی تحویل میں رکھ کر اس کے مقابلے میں صفر ہو گیا ہوں۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ سپر ماسٹر اس کارنامے کے پیچھے ہمارے ملک کو نقصان پہنچانے کی سازش کی جا رہی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"کیا آپ پینٹاگرم کے ماہر جے پرگولا کو جانتے ہیں؟"

"اسے کون نہیں جانتا۔ وہ پینٹاگرم کا شیطان ہے۔ اس کی آنکھوں میں ایسی مقناطیسی کشش ہے کہ پہلی نظر میں کسی کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ کیا وہ بھی سازش میں شریک ہے؟"

"وہ ایک خفیہ تنظیم کا سرغنہ ہے۔ پہلے سپر ماسٹر نے زیرِ زمین تنظیم بنائی تھی۔ جیری اور تھرہال کو ٹریپ کر کے ان کے برین واش کرائے پھر جے پرگولا نے تنویمی عمل کے ذریعے صرف ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہی نہیں سپر ماسٹر' بچ ووڈ اور تنظیم کے دوسرے اہم افراد کو بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "اب سمجھ میں آ رہا ہے کہ سپر ماسٹر میرا زبردست حمایتی تھا' آج اچانک زبردست مخالف کیوں ہو گیا تھا۔"

مرینا نے کہا۔ "وہ جے پرگولا کا غلام بن چکا ہے۔ ان کا خفیہ منصوبہ یہ ہے کہ ٹرانسفارمر مشین پر قبضہ جمایا جائے۔ اس کی مرمّت کر کے وہ اپنے شیطانی مقاصد کے لیے نئے خیال خوانی کرنے والے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔"

جنرل نے کہا۔ "مرینا! ہم تمہیں سلام کرتے ہیں۔ تم نے بڑی سازش اور بہت بڑی ہونے والی تباہی کا سراغ لگایا ہے۔ اگر وہ شیطان جے پرگولا اپنے مقصد میں کامیاب ہو گا تو ہماری ٹرانسفارمر مشین سے ہمارے ہی ملک کے خلاف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنا لے گا۔"

میجر نے پوچھا۔ "کیا تم نے یہ معلوم کیا ہے کہ جے پرگولا اور دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرہال کہاں رہتے ہیں؟"

وہ بولی۔ "سپر ماسٹر' جے پرگولا کا غلام ہے اور غلام کو یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ آقا اور اس کے خیال خوانی کرنے والوں کی رہائش گاہ کہاں ہے۔ البتہ سپر ماسٹر نے ایک خفیہ اڈّا بنایا تھا۔ جے پرگولا اس اڈّے کا مالک بن گیا ہے کیوں کہ وہاں برین آپریشن کے لیے ایک جدید طرز کا آپریشن تھیٹر بنایا گیا ہے۔ وہیں جیری اور تھرہال کا برین آپریشن کیا گیا تھا۔"

"تم یہ معلوم کرو کہ وہ سب اس خفیہ اڈّے میں کب آ کر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔"

"صرف ایسے وقت وہاں جاتے ہیں' جب کسی کا برین آپریشن کیا جاتا ہے یا کسی کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنایا جاتا ہے۔"

"کیا تم سپر ماسٹر کے دماغ میں کسی وقت بھی جا سکتی ہو۔"

"ہاں' میں نے جیری کی موجودہ آواز اور اس کے لہجے کو یاد کر لیا ہے۔ ان کے درمیان ادا ہونے والے کوڈ ورڈز بھی معلوم کر لیے ہیں۔"

میجر نے کہا۔ "کل یوگا کے ماہرین کی میٹنگ ہے۔ اس کے بعد جنرل واسکوڈی کو ٹرانسفارمر مشین کا خفیہ اڈّا بتانا ہو گا پھر جے پرگولا' سپر ماسٹر کے ذریعے اس مشین کا مالک بن جائے گا۔"

مرینا نے کہا۔ "میٹنگ میں تمہاری پوزیشن بہت کمزور ہو گی۔ تم ملک کے دشمنوں کو قانون کی گرفت میں نہیں لے سکو گے۔"

میجر نے کہا۔ "میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ کل کسی طرح میٹنگ ملتوی کر دی جائے یا پھر سپر ماسٹر کو ہی گولی مار دی جائے۔"

جنرل نے کہا۔ "اس کی موت اس انداز میں ہو گی تو مجھ پر ہی شبہ کیا جائے گا۔"

مرینا نے کہا۔ "جے پرگولا کا غلام صرف سپر ماسٹر ہی نہیں' ملٹری انٹیلی جنس کا چیف بچ ووڈ اور دو فوجی افسران بھی ہیں۔ جے پرگولا اس مشین پر اپنی گرفت مضبوط کر چکا ہے۔ سوچو کہ اسے کس طرح مشین سے دور رکھا جا سکتا ہے؟"

جنرل واسکوڈی نے کہا۔ "ایک راستہ ہے کہ میں ٹرانسفارمر مشین کے نقشوں میں تبدیلی کرا دوں اور مشین کے کچھ اہم پرزے غائب کر دوں۔"

"میں تائید کرتی ہوں۔ فوری طور پر یہی کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح وہ دشمن مشین درست کرنے کے لیے نقشہ دیکھیں گے تو نقشہ میں گم شدہ پرزوں کی جگہ دوسرے پرزے نظر آئیں گے۔"

"لیکن تبدیلی ایسی ہو کہ مجھ پر شبہ نہ کیا جا سکے۔"

"کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ میں تمہارے دماغ میں آ رہی ہوں۔ مشین کے خفیہ اڈّے میں جو انچارج ہے' تم اس سے فون پر بات

کرو۔ میں انچارج کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گی پھر اس کے ذریعے پرزے غائب کردوں گی اور نقشے میں تبدیلی بھی لے آؤں گی۔"

جنرل واسکوڈی نے پوچھا۔ "مرینا! تم ہمارے بہت کام آرہی ہو۔ پچھلے روز شی تارا سپر ماسٹر کے پاس آئی تھی۔ اس نے ہمارا کام کرنے کے لیے شرائط پیش کی تھیں۔ کیا تمہاری بھی کچھ شرائط ہوں گی؟"

"شی تارا ہندوستانی ہے اور میں امریکی ہوں۔ وہ ہزار شرائط منوا کر بھی وفادار نہیں رہے گی اور میں کوئی شرط اس لیے پیش نہیں کروں گی کہ میں تمہارے لیے نہیں اپنے ملک کے لیے کام کر رہی ہوں۔"

"تمہاری وطن دوستی قابلِ قدر ہے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ماضی میں تمہیں محبِ وطن تسلیم نہیں کیا گیا۔ میں تمہیں دل سے ملک و قوم کی وفادار تسلیم کرتا ہوں۔"

وہ گفتگو کے دوران سوچ رہی تھی' حب الوطنی اپنی جگہ ہے لیکن میں کسی پر بھروسا نہیں کروں گی۔ ٹرانسفارمر مشین کے انچارج کے دماغ پر قبضہ جما کر مشین کے صحیح نقشے کو پہلے ذہن نشین کروں گی۔ اس کے پرزوں کو ضائع نہیں ہونے دوں گی۔ ایسی چال چلوں گی کہ آئندہ وہ مشین میرے کام آسکے۔

❁❁❁✱✱❁❁❁

ایک پاشا رہ گیا تھا۔ اسے بھی آزاد کر دیا گیا۔

یہ سب ہی جانتے تھے کہ کوئی بھی اس کے دماغ میں گھس کر فارمولوں کی تفصیل معلوم نہیں کر سکے گا کیوں کہ اس نے ان فارمولوں کو ذہن نشین نہیں کیا تھا۔ اگرچہ غیر معمولی دماغی قوت کا حامل تھا' حیرت انگیز یادداشت کا مالک تھا۔ تاہم ان فارمولوں کو زبانی یاد نہیں رکھا تاکہ کوئی خیال خوانی کرنے والا انہیں دماغ سے چرا نہ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان فارمولوں کے لیے اسے صومالیہ تک سفر کرنا پڑا تھا۔

اس نے تنویمی نیند سے بیدار ہو کر خود کو ایک انجانے کمرے میں دیکھا۔ سوچنے لگا کہ سونے سے پہلے کہاں تھا اور اب کہاں پہنچا ہوا ہے؟ موجودہ کمرا سمجھ میں آگیا۔ وہ کسی ہوٹل میں تھا۔ ایک بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا' پہلو میں فلاور نہیں تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یاد آنے لگا کہ وہ جمیل کنارے پارس کے کاٹیج میں تھا۔ ایک بیڈ روم میں فلاور اس کے ساتھ تھی پھر پتا نہیں وہ کیسے گہری نیند سو گیا۔ آنکھ کھلنے پر خود کو ہوٹل کے کمرے میں دیکھ رہا تھا۔

وہ سوچنے لگا۔ "میں یہاں کیسے آیا؟ کیا مجھے اٹھا کر لایا گیا ہے؟"

یہ بات مضحکہ خیز لگی۔ وہ بیمار نہیں تھا۔ اسے چار آدمی اٹھا کر ہوٹل میں نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر ہوٹل کے منیجر سے رابطہ کیا پھر پوچھا۔ "آپ جانتے ہیں کہ میں کس کمرے سے بول رہا ہوں اور میرا نام کیا ہے؟"

"جی ہاں۔ ہوٹل کے ایکسچینج سے معلوم ہوا ہے' آپ کمرا نمبر چھ سو چار سے بول رہے ہیں اور یہاں رجسٹر میں آپ کا نام یوسف البرہان عرف پاشا لکھا ہوا ہے۔"

پاشا نے پوچھا۔ "کیا میرے ساتھ کوئی یہاں آیا تھا؟"

"جی نہیں' رجسٹر دیکھ کر مجھے یاد آگیا ہے' آپ پانچ گھنٹے پہلے یہاں کاؤنٹر پر آئے تھے۔ آپ کے ساتھ ایک اٹیچی تھی۔ آپ نے ایک کمرا لیا۔ رجسٹر پر اپنے دستخط کیے پھر ملازم کے ساتھ نمبر چھ سو چار میں چلے گئے۔ ویسے بات کیا ہے جناب؟ کوئی پرابلم ہے؟"

"نہیں' کوئی بات نہیں ہے۔ تھینک یو۔"

اس نے ریسیور رکھ کر اپنی کو دیکھا پھر اسے اٹھا کر کھولا۔ کپڑوں کے اوپر ایک نیا پاسپورٹ اور دیگر ضروری شناختی کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ کچھ فرانسیسی ڈالرز اور برکش پونڈز بھی تھے۔ اس نے ایک تہ کیا ہوا کاغذ کھول کر دیکھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔

"آزادی مبارک ہو۔ تم کسی کے تنویمی عمل کے زیرِ اثر نہیں ہو جس ملک میں جانا چاہو۔ فون نمبر فور زیرو فور ڈاکل کرو اور اپنی خواہش ظاہر کرو۔ تمہیں ایک گھنٹے کے اندر اس ملک کا ویزا مل جائے گا۔ ویلس آل۔"

اس نے جھنجلا کر کاغذ کو مٹھی میں بھینچتے ہوئے کہا۔ "اتنا کچھ لکھا ہوا ہے' فلاور کے متعلق ایک لفظ نہیں لکھا۔ کیا یہ میرا کوئی رقیب ہے' جو ایسی حرکتیں کر رہا ہے؟ کیا وہ فلاور کو مجھ سے چھین کر لے گیا ہے؟"

اگر فلاور کہیں بول رہی ہوگی تو وہ اس کی باتیں سن کر اس کی خیریت سے مطمئن ہو سکتا تھا۔ اس نے سر جھکا کر اس کی آواز اور لہجے پر توجہ دی۔ کان لگا کر سننے لگا۔ دھیمی دھیمی سی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ زیرِ لب کچھ کہہ رہی تھی۔ یاد آیا کہ وہ یہودی ہے۔ عبرانی زبان میں کچھ دعا پڑھ رہی تھی۔

پھر کسی بوڑھے کی لرزتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "بیٹی! اس عبادت خانے کے پیچھے رہا کشی کمرے ہیں' تم یہاں قیام کر سکتی ہو۔ میری دعا ہے کہ جسے تلاش کر رہی ہو' وہ تمہیں جلد مل جائے۔"

پاشا نے کہا۔ "میری جان! میں ایک ہوٹل میں ہوں۔ مجھے بتاؤ تم یہودیوں کے کون سے سینا گوگ میں۔۔۔"

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ جذبات میں آکر بھول گیا تھا کہ فلاور اس کی آواز نہیں سن سکے گی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ طے کر لیا کہ پہلے محبوبہ کو تلاش کرے گا پھر کسی ملک میں جانے کی بات سوچے گا۔

اس نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ فرانسیسی ڈالرز کی ایک گڈی جیب میں رکھی پھر کمرے سے باہر آگیا۔ رات

کے نو بجنے والے تھے۔ نیچے ڈائننگ ہال میں کھانے والوں کو دیکھ کر بھوک لگنے لگی۔ وہ ڈائننگ ہال میں داخل ہوا پھر رک گیا۔ سامنے سے ایک حسین عورت آرہی تھی۔ اس میں اتنی کشش تھی کہ کسی دل پھینک عاشق کا راستہ بدل سکتی تھی۔ وہ ڈائننگ ہال سے باہر جا رہی تھی۔ وہ بھی اس کے پیچھے باہر چلا آیا۔ بھوک اڑ گئی تھی۔

اس حسینہ کے ساتھ ایک مرد بھی تھا۔ پاشا نے دل کو سمجھایا کہ وہ مرد اس حسینہ کا شوہر نہیں ہوگا۔ محبوب بھی نہیں ہوگا۔ ہاں اس کا بھائی ضرور ہے۔ اس رشتے نے حوصلہ دیا کہ حسینہ اس کے حصے میں آسکتی ہے۔

ایسے وقت فلاور کا خیال آیا۔ خیال ایسے ہی آیا جیسے وقت آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ اس نے سوچا۔ "یہ اچھا ہی ہوا' بیچاری اپنے کسی سینا گوگ میں پہنچ گئی ہے۔ وہاں عزت و آبرو سے رہ کر کسی نیک بندے سے شادی کر لے گی چونکہ وہ صحیح جگہ پہنچی ہوئی ہے اس لیے اب اس کی فکر نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ حسینہ اپنے ساتھی کے ساتھ ہوٹل سے باہر آئی۔ ساتھی اس کے لیے کار کا دروازہ کھولنے لگا۔ پاشا دوڑتا ہوا ایک ٹیکسی کے پاس آیا پھر پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے بولا۔ "چلو۔"

وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔ "کہاں چلوں؟"

"وہ سامنے سفید کار جا رہی ہے اس کے پیچھے چلتے رہو۔"

ایسا کہتے ہوئے اس نے سو ڈالر کے دو نوٹ اس کے آگے کر دیے۔ وہ نوٹ لے کر سفید کار کے پیچھے چل پڑا۔ دونوں گاڑیاں شاہراہوں پر ایک گھنٹے تک آگے پیچھے دوڑتی رہیں پھر سفید کار ایک بار کے سامنے رک گئی۔ وہ دونوں کار سے باہر آئے۔ پاشا نے ٹیکسی سے باہر نکلتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ "تم کئی گھنٹوں کے لیے ایڈوانس ہو چکے ہو۔ میں اندر جاؤں تو میرا انتظار کرنا۔"

اس نے سوچا تھا کہ حسینہ اندر جائے گی تو وہ بھی بار میں جائے گا لیکن اس کا ساتھی تنہا بار میں گیا۔ وہ بیچاری تنہا فٹ پاتھ پر کھڑی رہی۔ عورت کہیں تنہا ہو تو بیچاری اور تعاون کی محتاج لگتی ہے۔ دل نے کہا۔ "یہی موقع ہے۔ لفٹ لینا چاہیے۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھا ذرا ہچکچایا کہ وہ کہیں اس شخص کی بیوی نہ ہو۔ دوسرے قدم پر دل نے کہا' اگر وہ میاں ہوتا تو بیوی بھی اس کے ساتھ شراب خانے میں جاتی پس ثابت ہوا کہ بس ہے۔

اسے حوصلہ ہوا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا پھر اتنی ہی تیزی سے رک گیا۔ رکنے سے پہلے لڑکھڑایا کیوں کہ شراب خانے سے ایک نہایت ہی حسین و جمیل عورت باہر آئی تھی۔ یوں لگا تھا جیسے رات کو آفتاب نکل آیا ہو۔ پاشا سحر زدہ سا ہو کر کبھی پہلی کو کبھی دوسری کو دیکھنے لگا۔ تیزی سے سوچنے لگا۔ "کسے پکڑے اور کسی چھوڑے۔"

دوسری حسینہ بار سے نکل کر ایک کار کی طرف جا رہی تھی وہ فوراً ہی پلٹ کر ٹیکسی کی طرف جاتے ہوئے بڑبڑایا۔ "مجھے رسک نہیں لینا چاہیے۔ اس پہلی کے ساتھ جو مرد ہے' وہ اس کا بھائی ہو ہی نہیں سکتا' اس کا عاشق یا شوہر ہے۔ یہ دوسری حسینہ اکیلی ہے۔ فری پورٹ ہے۔ کوئی ڈیوٹی یا رکاوٹ نہیں ہے۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھائی۔ پاشا نے کہا۔ "وہ جو سرخ رنگ کی کار۔۔۔"

ڈرائیور نے بات کاٹ کر کہا۔ "سر! میں اسی کے پیچھے جا رہا ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم نے کیسے سمجھ لیا؟"

"میں پورے پچاس برس کا ہوں اور پچیس برس سے ٹیکسی چلا رہا ہوں' پچھلی سیٹ پر بیٹھنے والوں کے ارادے پڑھ لیتا ہوں۔"

سرخ رنگ کی کار تیز رفتاری سے آگے جا رہی تھی۔ ڈرائیور نے ٹیکسی کی رفتار بھی اسی کی مناسبت سے رکھی۔ اس نے کہا۔ "سر! آپ مائنڈ نہ کریں تو ایک بات پوچھوں؟"

"ہاں ضرور پوچھو۔"

"آپ نے پہلے والی کو کیوں چھوڑ دیا؟ جب کہ وہ بھی حسین تھی۔"

"ہاں حسین تو تھی لیکن میں نے سوچا کہ اگر شوہر والی ہوئی تو وقت ضائع ہوگا۔"

"یہ آپ مجھ سے پوچھ لیتے۔ وہ شوہر والی نہیں ہے۔"

"تو پھر وہ اس کا محبوب ہوگا۔"

"جی نہیں' محبوب بھی نہیں ہے۔"

"اچھا تو پھر میرا پہلا خیال ہی درست نکلا۔ وہ اس کا بھائی تھا۔"

"ایسی عورتوں کے بھائی نہیں ہوتے۔ وہ اس کا ایک گاہک تھا۔ آپ ریٹ بڑھاتے تو آپ کو مل جاتی۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "لعنت ہے۔ میں بازاری عورتوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا؟"

"میں کشمکش میں تھا۔ آپ کے ذاتی معاملے میں مجھے بولنا چاہیے یا نہیں؟ جب آپ نے پہلی والی کا خیال چھوڑ دیا تب میں نے پوچھنے کی جرأت کی ہے۔"

سرخ رنگ کی کار ایئرپورٹ کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ پاشا نے کہا۔ "تم پیچھے ہوئے ٹیکسی ڈرائیور ہو' اس اگلی کار والی کے متعلق بتاؤ۔ کیا وہ کسی محبوب سے ملنے ایئرپورٹ آئی ہے؟"

"اس کا کوئی محبوب نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' یہ بھی بازاری عورت ہے؟"

"عورت؟ نو سر! یہ عورت نہیں ہے۔ پیرس کا سب سے مشہور اور مہنگا خسرا ہے۔"

"شٹ اپ یو نان سنس!" وہ حلق کے بل چیخ پڑا۔ ڈرائیور نے سہم کر ایک طرف کار روک دی پھر کہا۔ "معافی چاہتا ہوں سر!

آپ نے پوچھا تو میں نے سچ کہہ دیا پھر ایک بار معافی چاہتا ہوں۔"

پاشا دھوکا کھانے پر شرمندہ سا تھا۔ وہ ڈرائیور کو سو ڈالر دیتے ہوئے بولا۔ "تم بہت تجربہ کار ہو۔ آئندہ مجھے پہلے ہی ٹوک دینا۔ گاڑی پارک کرو میں ابھی آوں گا۔"

وہ ٹیکسی سے اتر کر ائرپورٹ کی عمارت میں داخل ہوا۔ دوبارہ ناکام ہونے کے باعث بھوک بڑھ گئی تھی۔ وہ ریستوران میں آکر ایک میز کے پاس بیٹھ گیا۔ بیرے کو ایک بیئر کین لانے کا آرڈر دے کر سوچنے لگا۔ "حسین عورتوں کے انتخاب کے معاملے میں ایسی حماقتیں پہلے کبھی نہیں ہوئیں۔ تعجب ہے' فلاور جیسی محبت کرنے والی کو چھوڑ کر ایک سوسائٹی گرل کے پیچھے دوڑ پڑا۔ وہ بازاری عورت بھی کسی حد تک گوارا تھی لیکن مت ماری گئی تھی کہ ایک خسرے کے لیے اس حسینہ کو بھی چھوڑ کر چلا آرہا ہوں۔ ویسے پیرس کی ہر چیز حسین ہے۔ خسرے بھی اتنے حسین اور نازک اندام ہوتے ہیں کہ نگاہیں دھوکا کھا جاتی ہیں۔"

وہ بیئر کو گلاس میں انڈیلتے ہوئے سوچنے لگا۔ "میں بے وفا نہیں ہوں۔ میری فلاور میرا انتظار کررہی ہوگی۔ میں ڈنر سے فارغ ہوتے ہی پیرس کے تمام سینما گوچ میں اسے تلاش کروں گا۔"

آدھا گلاس پینے کے بعد اس نے دل ہی دل میں کہا۔ "آہ! میری جانِ حیات! میری فلاور! میں تمہاری محبت کی قسم کھا کر وعدہ کرتا ہوں۔ آج سے کسی عورت کو ہوس کی نگاہوں سے نہیں دیکھوں گا۔ آج سے دنیا کی ہر عورت کو ماں۔ بہن۔ بہن۔ بہ۔۔۔۔"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ عین نگاہوں کے سامنے حسن کا شاہکار نظر آیا۔ پہلی نظر میں پتا چل گیا کہ وہ ایشیائی دوشیزہ ہے۔ اس کا حسن ایسا لاجواب تھا کہ شاذونادر ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ وہ سامنے ہی ایک میز پر آکر بیٹھ گئی۔ پاشا نے خوب نظر بھر کر اسے دیکھا لیکن دودھ کا جلا تھا' چھاچھ پھونک پھونک کر پینا چاہتا تھا۔ اس لیے وہاں سے اٹھ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ریستوران کے باہر آیا پھر عمارت کے باہر آکر ٹیکسی ڈرائیور کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"

اس نے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بات ہے سر!"

وہ بولا۔ "ایک نہایت ہی حسین و جمیل دوشیزہ ہے۔ اپنے لباس سے ایشیائی لگتی ہے غالباً پاکستانی ہے۔ ویسے تم بڑے گھاگ ہو۔ اسے دیکھ کر تصدیق کرو کہ وہ لڑکی ہے کیوں کہ پاکستان میں بھی خسرے پائے جاتے ہیں۔"

وہ دونوں ریستوران کے دروازے پر ہی رک گئے۔ پاشا نے باہر سے ہی اندر کی طرف اشارہ کیا۔ "وہ دیکھو وہاں ایک میز پر تنہا لڑکی ہے۔ اس کی شلوار' قمیص اور دوپٹے پر سب رنگ کے چھینٹے ہیں جیسے قوس قزح کے سب رنگوں کو پہن رکھا ہو۔"

ڈرائیور نے کہا۔ "ہاں' وہ اس بھیڑ میں الگ پہچانی جارہی ہے۔ کیا آپ کی نظر کمزور ہے وہ سو فیصد لڑکی ہے۔"

"میری نظروں کی بات نہ کرو۔ میں تاریکی میں بھی دیکھ لیتا ہوں لیکن عشق اندھا ہوتا ہے۔ اس لیے تمہیں لاٹھی بنا کر لایا ہوں۔ شکریہ مسٹر لاٹھی! اب یہاں سے جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ پاشا ریستوران کے اندر آیا پھر حسینہ کے قریب آ کر بولا۔ "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ضرور۔ یو آر موسٹ ویل کم۔ سچ پوچھو تو بور ہو رہی ہوں۔ آدھ گھنٹا پہلے آئی ہوں۔ یہاں آکر پتا چلا' فلائٹ ایک گھنٹے لیٹ ہے۔"

وہ سامنے والی میز کے دوسری طرف بیٹھ کر بولا۔ "بہت افسوس ہوا کہ فلائٹ صرف ایک گھنٹا لیٹ ہے اسے اور زیادہ لیٹ ہونا چاہیے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "اور زیادہ کیوں لیٹ ہونا چاہیے؟"

"تاکہ میں زیادہ سے زیادہ تمہارے پاس بیٹھا رہوں اور اپنی نظروں کی پیاس بجھاتا رہوں۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی پھر بولی۔ "تم بہت زندہ دل ہو۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ایک گھنٹا چٹکی بجاتے ہی گزر جائے گا۔ بائی دی وے کس ملک سے تعلق ہے؟"

"میں ترک مسلمان ہوں اور مجھے یقین ہے کہ تم پاکستانی مسلمان ہو۔ یہ شلوار قمیص پاکستان کا شناختی لباس بن گئی ہے۔ ویسے کچھ پینا پسند کرو گی؟"

"میں سردی میں کافی گری میں کولڈ ڈرنک اور غصے میں خون پیتی ہوں۔ بولو کیا پلاؤ گے؟"

"خون تو جب چاہو پی لو۔ یہ تمہارے لیے ہے اسی لیے آج تک اسپتال میں نہیں دیا۔"

وہ پھر کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ بیرا آیا تو اسے کافی کا آرڈر دیا گیا۔ پاشا نے پوچھا۔ "کہاں جارہی ہو؟"

"زیادہ دور نہیں' بس یہیں فرینکفرٹ تک جارہی ہوں' کل شام تک واپس آجاؤں گی۔"

"پھر تو تم مجھ سے ایک ڈالر ادھار لے لو۔"

"وہ کس لیے؟"

"اس لیے کہ قرض وصول کرنے کے بہانے تم سے دوبارہ ملاقات کرسکوں۔"

وہ پھر ہنسنے لگی۔ اسے ہنسنا بولنا بہت پسند تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر کھل کر قہقہے لگاتی تھی۔ کافی کی ٹرے آگئی' وہ دو پیالیاں تیار کرنے لگی۔ پاشا نے کہا۔ "تمہاری زندہ دلی نے مجھے متاثر کیا ہے۔ مجھے بتاؤ کل کس وقت واپسی ہوگی۔ میں یہاں منتظر رہوں گا۔"

"تم انتظار کرو گے تو مجھے بہت خوشی ہوگی' پتا نہیں کیوں' تم پہلی ملاقات میں ہی اچھے لگ رہے ہو۔"

وہ کافی پیتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ کافی میں اور باتوں

میں محبت کی مٹھاس گھلتی رہی۔ یوں دیکھتے ہی دیکھتے وقت گزر گیا۔ پاشا نے اسے ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر بتایا۔ وہ بولی۔ "میں کل دو بجے فون کرکے بتاؤں گی کہ کس فلائٹ سے آرہی ہوں۔"

جدا ہونے سے پہلے اس نے ہاتھ ملایا۔ پاشا نے کہا۔ "میں تمہارا ہاتھ چومنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے تم برا نہیں مناؤ گی۔"

اس نے جھک کر اس کی دائیں ہتھیلی کی پشت کا بوسہ لیا۔ وہ مسکراتی ہوئی' شرماتی ہوئی' اپنا ہاتھ چھڑا کر چلی گئی۔ پاشا پر سحر طاری ہوگیا تھا۔ وہ اسے نظروں سے اوجھل ہونے تک دیکھتا رہا پھر بوجھل قدموں سے چلتا ہوا ٹیکسی کے پاس آگیا۔ ڈرائیور نے اسے غور سے دیکھا پھر کہا۔ "سر! وہ کوئی شریف زادی تھی۔ پھنسنے والی نہیں تھی۔ آپ غم نہ کریں۔"

پاشا نے کہا۔ "کیا بکتے ہو۔ وہ پھنس گئی ہے۔ میرا مطلب ہے' ہم دونوں کو ایک دوسرے سے سچی محبت ہوگئی ہے۔"

"چلئے صاحب! ایسی سچی محبتیں میں نے پچھلی سیٹ پر بہت دیکھی ہیں۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی چل پڑی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "شاید اس بار مجھے سچی محبت ہوگئی ہے۔ اگر یہ پاکستانی دوشیزہ مجھے مل جائے تو میں دنیا کی ساری عورتوں کو ماں' بیٹی اور بہن۔۔۔"

وہ سوچتے سوچتے رک گیا پھر سوچنے لگا۔ "اتنی جلدی اتنی بڑی قسم نہیں کھانا چاہیے۔ پتا نہیں' نصیب میں اور کیا کچھ لکھنے والا ہے۔"

اس نے ہوٹل پہنچ کر کھانا کھایا پھر کمرے میں آکر لیٹ گیا۔ بڑی دیر تک کروٹیں بدلتا رہا۔ وہ حسینہ نگاہوں کے سامنے شرماتی اور مسکراتی رہی پھر اس نے رُت جگے سے پریشان ہو کر دماغ کو ہدایات دیں اس کے بعد سو گیا۔

دیر سے سویا تھا۔ دیر سے آنکھ کھلی۔ دوسرا دن نکل آیا تھا۔ دس بج چکے تھے۔ اس نے دروازے کے نیچے سے آنے والے اخبار کو اٹھایا۔ پہلے صفحے پر ایک سرخی پڑھتے ہی چکرا کر بیٹھ گیا۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ جاگ رہا ہے۔ ایک خواب سا لگ رہا تھا۔ اخبار کی سرخی بتا رہی تھی کہ کل رات ساڑھے گیارہ بجے پیرس سے فرینکفرٹ جانے والا طیارہ گر کر تباہ ہوگیا ہے۔

اس نے آگے پڑھا۔ لکھا ہوا تھا۔ طیارے کے تمام بدنصیب مسافر مارے گئے ہیں کوئی زندہ نہیں بچا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک گم صم بیٹھا رہا۔ وہ نگاہوں کے سامنے آ رہی تھی۔ اس کی باتوں پر کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔ پھر کہہ رہی تھی۔ "تم انتظار کرو گے تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ پتا نہیں کیوں' تم پہلی ملاقات میں ہی اچھے لگ رہے ہو۔ تم مجھے اچھے لگ رہے ہو۔ اچھے لگ رہے ہو۔"

وہ اس کے دماغ کے اندر شور مچا رہی تھی اور وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بڑبڑا رہا تھا۔

"نہیں' مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ اخبارات نے جھوٹی خبر شائع کی ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر ہوٹل کے ایکسچینج سے کہا۔ "ائرپورٹ انکوائری آفس سے فوراً رابطہ کراؤ۔"

تھوڑی دیر انتظار کی کوفت سہنے کے بعد رابطہ ہوا۔ اس نے جہاز نمبر کے حوالے سے دریافت کیا۔ کیا واقعی حادثہ ہوا ہے؟ جواب دل شکن تھا کہ ایک بھی مسافر زندہ نہیں بچ سکا۔ لاشوں کے چیتھڑے اڑ گئے ہیں۔ چہرے بھی ناقابل شناخت ہوگئے۔ ان کے وُرثا کو جائے حادثہ تک پہنچانے کے لیے دن کے ایک بجے ایک ائربس روانہ ہو رہی ہے۔

پاشا نے کہا۔ "ائربس میں میری ایک سیٹ رکھی جائے۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ باتھ روم میں گیا۔ لباس تبدیل کیا پھر ایک ٹیکسی کے ذریعے ائرپورٹ پہنچ گیا۔ وہاں ہلاک شدگان کے وُرثا کی بھیڑ اور آہ وزاری دیکھ کر پاشا کی خوش فہمی ختم ہوگئی کہ محبوبہ اس کے لیے زندہ رہ گئی ہوگی۔ وہ ایک بجے کی فلائٹ سے جائے حادثہ پر پہنچا۔ وہاں کا منظر بڑا المناک تھا۔ ایک بھی انسانی جسم سالم نہیں تھا۔ چہرے ایسے ٹوٹ پھوٹ گئے تھے کہ ان کے ٹکڑے ایک جگہ نہیں رہے تھے۔

پاشا نے اس پاکستانی دوشیزہ کے ایک آدھ ٹکڑوں کو پہچان لیا۔ ان ٹکڑوں سے وہ سب رنگ لباس کے چیتھڑے چپکے ہوئے تھے پھر مرنے والوں کی فہرست میں اس دوشیزہ کا نام بھی شامل تھا۔ وہ دل برداشتہ ہو کر پیرس واپس آگیا۔

وہ پاشا کی ایسی تمنا تھی جو پوری نہیں ہوئی تھی اور جو محبوب چند ہاتھ آنے سے پہلے فنا ہو جائے اس کا غم بھاری ہوتا ہے۔ اس رات اس نے خوب شراب پی۔ یوگا کے ماہر کوئی نشہ نہیں کرتے کیوں کہ نشہ آدمی کو اندر سے کھوکھلا کرتا ہے۔ اسے سانس روکنے کی قوتوں سے محروم کر دیتا ہے لیکن پاشا غیر معمولی جسمانی اور دماغی توانائی کا حامل تھا۔ اس لیے نشہ اس پر غالب نہیں آتا تھا۔ ایسے وقت کوئی اس کے اندر آکر زلزلہ پیدا کرتا' تب بھی دماغ پر اثر نہ ہوتا۔ بہرحال اس نے خوب پی لیکن دماغی توانائی کے باعث برائے نام بدہوش رہا جسے بھلانا چاہتا تھا' اسے نہ بھلا سکا وہ اور یاد آنے لگی۔

تب ایک عجیب بات ہوئی۔

ایک ایسا معجزہ ہوا جو آج کے دور میں نہیں ہوتا اور وہ معجزہ ہو جائے تو کوئی یقین نہیں کرتا۔

اچانک ہی پاشا نے اپنی غیر معمولی سماعت کے ذریعہ سنا' وہ بول رہی تھی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ پہلے تو یوں لگا جیسے نشے میں کان بج رہے ہوں اور اس کی کہی ہوئی بات یاد آگئی ہو۔

اس نے دوسری بار خود کو جانچا' پرکھا کہ نشے میں نہیں ہے اور

اب ہوش و حواس میں رہ کر اس مرنے والی کی آواز سننے والا ہے پھر اس نے سر جھکا کر' آنکھیں بند کرنے کے بعد اس کی آواز اور لہجے پر پوری توجہ دی' قوتِ سماعت کو ابھارا تو اس کی آواز سنائی دینے لگی۔

وہ زندہ تھی اور بول رہی تھی۔

یہ چشم دید واقعہ تھا کہ وہ طیارے میں بیٹھ کر گئی تھی۔ وہی طیارہ گر کر تباہ ہوا تھا۔ اس کی لاش کے اور لباس کے ٹکڑے اور چیتھڑے ملے تھے۔ موت برحق ہے۔ وہ سچ مچ مر چکی تھی۔

لیکن غیر معمولی قوتِ سماعت بھی غلط نہیں تھی۔ یہ قوت کہہ رہی تھی کہ وہ زندہ ہے اور بول رہی ہے۔

یہ لمحۂ فکریہ ہے۔ اگر قارئین صرف اس پہلو سے غور کریں کہ وہ ایک پاکستانی لڑکی تھی تو بات سمجھ میں آجائے گی کہ وہ مرنے کے بعد بھی کیسے بول رہی ہے۔

میں آئندہ باب میں اس کی وضاحت پیش کروں گا۔

❁❁❁❁❁

جنرل واسکوڈی نے جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اسے آپریٹ کیا پھر رابطہ قائم ہونے کے بعد بولا "ہیلو مسٹر جیرالڈ! میں جنرل واسکوڈی بول رہا ہوں۔ میرے کوڈ ورڈز ہیں' وی آر دی مارکس آف سیفٹی فارٹی مشین" (ہم ٹرانسفارمر مشین کی حفاظت کی علامت ہیں)

"ہیلو' جنرل واسکوڈی ہیلو! میں آرمی کا چیف انجینئر جیرالڈ اٹینڈ کر رہا ہوں۔"

"مسٹر جیرالڈ! آج کے اجلاس میں یہ طے پایا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین اب ہماری تحویل میں نہیں رہے گی۔ آئندہ سپر ماسٹر اور دوسرے یوگا جاننے والے مشین کی حفاظت کریں گے اور اس خفیہ اڈے کی سیکیورٹی کے انتظامات سنبھالیں گے۔ آپ وہ خفیہ اڈا ان کے حوالے کرنے کے سلسلے میں کاغذی تیاریاں مکمل کرلیں۔"

ان کی گفتگو کے دوران مرینا' جیرالڈ کی دماغ میں پہنچ گئی۔ جنرل نے پہلے ہی مرینا کو بتا دیا تھا کہ اس خفیہ اڈے کے تین بڑے افسران میں دو یوگا کے ماہر ہیں اور تیسرا ان کا سینئر افسر جیرالڈ شراب پینے کا عادی ہے۔ یہ معلوم کرنے کے بعد ہی وہ اس کے دماغ میں آئی تو اسے جگہ مل گئی وہ اسے محسوس نہ کر سکا۔

وہ اطمینان سے اس کے اندر رہ کر ٹرانسفارمر مشین اور اس کے خفیہ اڈے کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگی۔ یہ بھی معلوم کیا کہ اس مشین کا نقشہ کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟

جیرالڈ کی سوچ کی لہروں نے بتایا کہ مشین کے دو اہم پرزے کثرتِ استعمال سے ناکارہ ہوگئے ہیں چونکہ اس مشین کے فاضل پرزے اسٹاک میں نہیں رکھے جاتے ہیں اس لیے وہ دو نئے پرزے تیار کیے جا رہے ہیں۔ تیار ہونے کے بعد ان نئے پرزوں کو آزمایا جائے گا۔ اگر ان کی کارکردگی درست نہ رہی تو پھر دوسرے نئے پرزے بنوائے جائیں گے۔

مرینا نے معلوم کہ مشین میں اور کتنے ایسے پرزے ہیں جو بڑی مشکل سے اور بڑی محنت سے دوبارہ تیار کیے جا سکتے ہیں؟

اس کی سوچ نے چند پرزوں کے متعلق بتایا۔ مرینا نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اسے غافل بنا دیا۔ وہ مشین اس خفیہ اڈے کے تہ خانے میں تھی۔ وہاں صرف تین افسران ہی جا سکتے تھے اور وہ سب سے بڑا افسر تھا۔ جب وہاں پہنچا تو مسلح پہرے داروں نے اس کے لیے تہ خانے کا دروازہ کھول دیا۔ وہ سیڑھیاں اترتا ہوا نچلے حصے میں آیا۔ موجود دور کی وہ عجیب و غریب مشین وہاں رکھی ہوئی تھی۔ وہ مشین کے پاس آکر اس پر جھک گیا پھر ایک اوزار کی مدد سے اس کا ایک اہم پرزہ نکال لیا۔

وہ اپنے ساتھ ایک چھوٹی سی بوتل میں تیزاب لے کر آیا تھا۔ اس نے لباس کے اندر سے وہ بوتل نکالی پھر مشین پر جھک گیا۔ اس مشین کے دوسرے اور تیسرے اہم پرزوں پر تھوڑی تیزاب انڈیلنے لگا۔ چاقو کا فولادی پھل تیزاب سے گلتا نہیں ہے لیکن اپنی آب کھو دیتا ہے اس کی دھار کند ہو جاتی ہے اسی طرح وہ لوہے کے پرزے نہیں گل رہے تھے' صرف اپنی بناوٹ کی خصوصیات سے محروم ہو رہے تھے۔ یوں اس نے چھ پرزوں کو ناکارہ بنا دیا۔

پھر وہ تہ خانے کے دوسرے حصے میں آیا۔ وہاں ایک آہنی سیف کو کھول کر اس میں سے مشین کی بناوٹ کا تفصیلی نقشہ اور اس کے بلیو پرنٹس نکالے پھر لائٹر کے ذریعے ایک ایک نقشے کو جلانے لگا۔ جب وہ سب کچھ جل کر راکھ ہوگیا تو مرینا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ ایک دم سے گھبرا گیا اور دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تہ خانے کو دیکھنے اور سوچنے لگا۔ "یہ..... یہ کیا ہے" میں یہاں کیسے پہنچ گیا؟ کیا کوئی دشمن میرے دماغ میں گھس آیا ہے؟"۔

مرینا نے بھاری بھرکم لہجے میں کہا۔ "ہاں تمہارے دماغ میں ایک نہیں' دو دشمن ہیں' میرا نام جیری ہاک ہے۔"

پھر وہ لہجہ بدل کر بولی۔ "اور میرا نام بی جی تھرہال ہے۔"

جیرالڈ نے کہا۔ "میں تم دونوں کے نام سن چکا ہوں اور تھرہال' تم تو آنجہانی جان لیوڈا کے داماد ہو۔ جس مشین نے تم دونوں کو نیلی پیتھی کا علم دیا' اسی کو تم تباہ کر رہے ہو؟"

"ہاں' ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے مقابلے میں آئندہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو۔"

"میں نے سنا تھا' تم دونوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی مٹا دی گئی ہے پھر یہ علم دوبارہ کیسے حاصل ہو گیا؟"

مرینا کبھی تھرہال کے اور کبھی جیری کے لہجے میں بول رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "یہ ہمارے سپر ماسٹر اور پینا ٹرم جاننے والے جے پر گولا کی مہربانی ہے۔ ہم نے ان دونوں کی محنت اور جدوجہد سے کھویا ہوا علم حاصل کیا ہے۔"

"یہ کیسی نادانی ہے۔ کل تک سپر ماسٹر کو اس مشین کی ذمے داری سونپ دی جاتی۔ اس مشین سے سپر ماسٹر بڑے فائدے حاصل کر سکتا تھا پھر اسے تباہ کیوں کیا گیا ہے؟"

"اس لیے کہ سپر ماسٹر کو ناکارہ مشین دی جانے والی تھی۔ اس کی خرابی دور ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس لیے ہم نے یہ پلاننگ کی ہے کہ اسے بالکل ہی بگاڑ دیا ہے۔ اس کی تباہی کی ذمے داری جنرل واسکوڈی پر ہو گی۔ سپر ماسٹر نے آج کے اجلاس میں چیلنج کیا تھا کہ جنرل واسکوڈی استعفا دینے پر مجبور ہو جائے گا۔ اب اس تباہی کے بعد اسے استعفا دینا ہی پڑے گا۔"

وہ چیخ کر بولا۔ "یہ سازش ہے۔ ملک سے غداری ہے۔ میں نے جان بوجھ کر جرم نہیں کیا ہے لیکن تم دو شیطانوں نے مجھے مجرم بنا دیا ہے۔"

وہ چیختا چلاتا دوڑتا ہوا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ مسلح فوجی جوان اس کی چیخیں سن کر دوڑتے ہوئے سیڑھیوں پر آئے۔ وہ بولا۔ "سپر ماسٹر کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرہال دشمنی کر رہے ہیں۔ انہوں نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر مشین کو تباہ کر دیا ہے۔"

مرینا نے جیری کے لہجے میں کہا۔ "خاموش رہو' ورنہ دماغ میں زلزلہ پیدا کروں گا۔"

وہ پہرے داروں سے بولا۔ "جیری میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے کی دھمکی دے۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی مرینا نے زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر گرا اور سیڑھیوں پر سے لڑھکتا ہوا نیچے تہ خانے میں چلا گیا۔ پہرے دار اسے سنبھالنے کے لیے اس کے پاس پہنچے۔ ایک فوجی جوان نے ٹرانسمیٹر پر جنرل واسکوڈی سے رابطہ کیا۔ اسی وقت مرینا جنرل کے دماغ میں آ کر بولی۔ "ابھی آپ کو مشین کی تباہی کی اطلاع ملنے والی ہے۔ آپ حکم دیں کہ تباہی کی بات ابھی چھپائی جائے۔ چیف انجینئر جیرالڈ کو رازداری سے حراست میں رکھا جائے۔"

ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ جنرل نے اسے آن کیا۔ مسلح پہرے دار نے مختصر الفاظ میں رپورٹ دی کہ جیرالڈ کے دماغ پر ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے قبضہ جمایا ہے۔ جنرل نے کہا۔ "میں ابھی آ رہا ہوں۔ یہ بات ابھی اس خفیہ اڈے سے باہر نہ جائے۔"

وہ ٹرانسمیٹر آف کر کے میجر کے بنگلے پر آیا پھر مسلح فوجی گارڈ کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ مرینا سوچ کے ذریعے اسے ساری روداد سنا رہی تھی۔ اس نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ "تم نے میرے حق میں بہت بڑا ڈراما پلے کیا ہے۔ کل کے اجلاس میں سپر ماسٹر کی شامت آ جائے گی لیکن مشین کے تباہ ہونے سے ہمارے ملک کو نقصان پہنچے گا۔"

وہ بولی۔ "یہ مشین درست ہونے والی نہیں تھی۔ اگر ہو جاتی تو ملک دشمن تنظیم کا سرغنہ جے پر گولا' سپر ماسٹر کے ذریعے مشین سے فائدہ اٹھاتا۔ میں نے ایسے سارے راستے بند کر دیے ہیں۔"

"ہم بھی نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں پیدا کر سکیں گے؟"

"جنرل! تم مجھ سے مخلص نہیں ہو۔ ایک اہم راز مجھ سے چھپا رہے ہو۔"

اس نے انجان بن کر پوچھا۔ "کیسا اہم راز؟"

وہ بولی۔ "کیا تم سمجھ رہے ہو کہ میں تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ رہی ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "اوہ مرینا! یہ غلط بات ہے۔ میں سانس روک لوں گا۔"

"اگر مجھے اپنے دماغ سے نکالو گے تو جے پر گولا اور سپر ماسٹر کے مقابلے میں بےبس و برابر ہو جاؤ گے۔"

وہ بے بسی سے بولا۔ "میں تمہیں دوست بنائے رکھنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر سنو۔ تمہارے چور خیالات نے بتایا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کی بناوٹ کا نقشہ بلیو پرنٹ کی صورت میں محفوظ ہے اور وہ نقشہ نیوی کی آبدوز میں یعنی سمندر کی گہرائی میں ہے۔"

"آہ! تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کوئی بات راز رکھنا ممکن نہیں ہوتا لیکن صرف نقشے سے کیا ہو گا؟"

"ایک نئی مشین تیار ہو گی۔ ابھی ساری دنیا میں یہ خبر پھیلنے دو کہ مشین تباہ ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ سارے نقشے جلا دیے گئے ہیں۔"

جنرل واسکوڈی سوچنے لگا۔ مشین تو تباہ ہو چکی ہے۔ اس کا ماتم کرنا فضول ہے۔ فی الوقت مخالفین سے نمٹنے کے لیے مرینا سے دوستی لازمی ہے۔ اس کے بعد اسی مشین کے تباہ شدہ ڈھانچے کی مرمت کی جائے گی۔ نقشے کے مطابق اسے بنایا جائے گا تو ایک نئی مشین تیار ہو جائے گی۔ اس کام میں دو چار برس لگیں گے۔ ان حالات میں اس بوڑھے تبریزی کی پیش گوئی درست ثابت ہوتی جا رہی ہے۔

دوسرے دن یوگا کے ماہرین کا خفیہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں جنرل واسکوڈی اور سپر ماسٹر ایک دوسرے کے حریف تھے۔ ملٹری انٹیلیجنس کا چیف رچ ووڈ درپردہ جے پر گولا کا غلام اور سپر ماسٹر کا حمایتی بھی وہاں موجود تھا۔ باقی جتنے اعلیٰ عہدے دار تھے' وہ غیر جانبدار تھے۔

جنرل واسکوڈی نے کہا۔ "آج کے اجلاس میں آڈیو ریکارڈنگ کے انتظامات کیے گئے ہیں تاکہ ہم میں سے کوئی بعد میں اپنے بیانات سے انکار نہ کر سکے۔ میں نے ٹرانسفارمر مشین اور وہ خفیہ اڈا سپر ماسٹر کے حوالے کرنے کے لیے تمام کاغذی تیاریاں کر لی ہیں۔ میرے سامنے رکھی ہوئی فائل میں وہ کاغذات ہیں۔ آپ حضرات مطالعہ کر سکتے ہیں۔"

اس نے میز پر رکھی ہوئی فائل آگے بڑھا دی۔ وہاں ملک کے دس اہم افراد تھے۔ انہوں نے باری باری فائل کے کاغذات دیکھے پھر فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "سپر ماسٹر! ان کاغذات کے مطابق وہ مشین اور خفیہ اڈا ہم یوگا کے ماہرین کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اب تم وعدہ پورا کرو' تم نے کہا تھا کہ آج کے اجلاس میں ایک چونکا دینے والے منصوبے کی جھلک پیش کرو گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "بے شک' میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں۔ میرا منصوبہ یہ ہے کہ ہمارے جو ناکارہ خیال خوانی کرنے والے تھے اور جن کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی مٹا دی گئی تھی' ان نوجوانوں کی برین واشنگ کی جائے اور انہیں دوبارہ کارآمد بنایا جائے۔"

ایک نے کہا۔ "یہ ناممکن ہے کہ دماغ سے جو علم مٹا دیا گیا ہے اسے دوبارہ ذہن میں نقش کیا جا سکے۔"

سپر ماسٹر نے فخر سے کہا۔ "میں نے ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے۔ جیری ہاک اور بی جی تھرہال جیسے ناکارہ جوانوں میں پھر سے ٹیلی پیتھی کو زندہ کر دیا ہے۔"

ایک عہدے دار نے پوچھا۔ "کیا واقعی ہمارے ملک میں دو خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ ہو چکا ہے؟"

"ہاں اضافہ ہو چکا ہے۔ وہ دونوں پہلے سے زیادہ ذہین اور معاملہ فہم ہو گئے ہیں۔"

جنرل نے پوچھا۔ "تم نے اتنے ذہین خیال خوانی کرنے والوں کو فارمولے حاصل کرنے کے ضمن میں استعمال کیوں نہیں کیا؟"

"صومالیہ کے مشن میں ایک وکی سول کافی تھا۔ ایک ہی مسئلہ پر تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو استعمال کرنا دانشمندی نہ ہوتی۔"

جنرل نے پوچھا۔ "تم نے ان دونوں خیال خوانی کرنے والوں کو حکومت کے ذمے دار افراد کے سامنے پیش کیوں نہیں کیا۔ انہیں اب تک چھپا کر کیوں رکھا تھا؟"

"اس لیے کہ میں آج کے اجلاس میں یہ سرپرائز دینا چاہتا تھا۔"

جنرل نے کہا۔ "معزز حاضرین! حقیقت کچھ اور ہے۔ آپ لوگوں نے پینا ٹرم کے ماہر جے پر گولا کا نام سنا ہے۔ جیری اور تھرہال اس جے پر گولا کے غلام ہیں۔ یہ سپر ماسٹر اور انٹیلی جنس کا چیف رچ ووڈ بھی اس کے معمول اور تابعدار ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ بکواس ہے۔ تم ہم پر بچکانہ الزام لگا رہے ہو۔"

وہ دونوں غصہ دکھانے لگے۔ ایک عہدے دار نے پوچھا۔ "جنرل! اس الزام میں کتنی صداقت ہے۔"

"میں ابھی ثبوت پیش کروں گا۔ سپر ماسٹر اور رچ ووڈ بظاہر محب وطن بنتے ہیں لیکن انہوں نے کل رات ٹرانسفارمر مشین کو بری طرح تباہ کرا دیا ہے۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت جیری اور تھرہال نے مشین کے انچارج افسر جیرالڈ کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا اور اسے آلۂ کار بنا کر صرف مشین ہی تباہ نہیں کرائی' اس کے ساتھ مشین کے نقشے بھی جلا دیے۔ خفیہ اڈے کے دوسرے افسران اور وہاں کے درجنوں مسلح فوجی جوان اس بات کے گواہ ہیں۔ میں ان سب کو یہاں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

اجازت دی گئی۔ جنرل نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ کر کے کسی سے کہا۔ "تمام گواہان کو یہاں بھیج دو۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "جنرل! تم میرے خلاف گھناؤنی سازش کر رہے ہو۔ اس کا نتیجہ برا ہو گا۔ میں نے کل کہا تھا کہ تم استعفا دینے پر مجبور ہو جاؤ گے اور وہ وقت آ گیا ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "تمہارے پاس دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' تم کسی پر بھی برا وقت لا سکتے ہو۔"

مشین کے اس خفیہ اڈے میں ڈیوٹی دینے والے افسران اور سپاہی حاضر ہونے لگے۔ سب سے پہلے جیرالڈ نے پوری روداد سنائی کہ جیری اور تھرہال نے کس طرح اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور اسے غائب دماغ بنا کر مشین اور نقشے کو اس کے ہاتھوں سے تباہ کرایا تھا۔

دوسرے افسران اور سپاہیوں نے گواہی دی کہ جیرالڈ سچ بیانی سے کام لے رہا تھا۔ جیری اور تھرہال نے اسے سچ بیانی سے روکنے کے لیے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔

سپر ماسٹر نے کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ جیری اور تھرہال کو الزام دیا جا رہا ہے۔ جنرل کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے جیرالڈ کو تابعدار بنا کرایا کرایا ہے۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ "جنرل کا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا وکی سول میرا ماتحت ہے۔ وہ میری نگرانی میں رہتا ہے اور وہ کل شام سے ایک اہم معاملے میں مصروف ہے۔"

رچ ووڈ نے کہا۔ "تو پھر جنرل نے شی تارا سے دوستی کی ہو گی۔"

جنرل نے کہا۔ "سپر ماسٹر دو دن پہلے سب کے سامنے کہہ چکا ہے کہ شی تارا سے اس کا رابطہ ہے اور وہ جلد ہی ہمارے لیے کام کرنے لگے گی پھر وہ میری دوست کیسے بنے گی؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "شی تارا اور مرینا کے درمیان جھگڑا ہو گیا

ہے۔ تم مرینا سے کام لے رہے ہو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "سپر ماسٹر! تم کسی ثبوت اور گواہ کے بغیر الزام لگا رہے ہو جب کہ جنرل نے درجنوں معتبر گواہ پیش کیے ہیں۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا۔ "جنرل واسکوڈی کا کوئی خیال خوانی کرنے والا دوست یا ماتحت نہیں ہے اس کے برعکس سپر ماسٹر نے اعتراف کیا ہے کہ جیری اور تھرہال اس کے ماتحت ہیں۔"

ایک اور عہدے دار نے کہا۔ "ہم نہیں جانتے کہ وہ شیطان جے پر گولا کیا رول ادا کر رہا ہے لیکن سپر ماسٹر نہ جانے کب سے ان دو نیلی پیتھی جاننے والوں کو ہم سے چھپاتا آ رہا ہے۔"

"بہتر ہے کہ اس معاملے کی انکوائری مکمل ہونے تک سپر ماسٹر اور رچ ووڈ کو حراست میں رکھا جائے۔"

رچ ووڈ نے کہا۔ "یہ غلط فیصلہ ہے۔ آپ حضرات غور کریں سپر ماسٹر کو اس مشین سے فائدہ پہنچنے والا تھا پھر وہ اسے تباہ کیوں کرائے گا۔"

جیرالڈ نے بیان دیا۔ "جیری اور تھرہال مجھ سے کہہ رہے تھے کہ سپر ماسٹر کو ایک ناکارہ مشین دی جا رہی ہے۔ اس کی خرابی دور ہوتی نظر نہیں آتی۔ لہٰذا اسے بالکل ہی تباہ کر دیا جائے تو اس کی تباہی کا الزام جنرل واسکوڈی پر آئے گا پھر سپر ماسٹر کے چیلنج کے مطابق جنرل استعفا دینے پر مجبور ہو جائے گا۔"

ایک نے کہا۔ "یہ بڑے شرم کی بات ہے۔"

دوسرے نے کہا۔ "سپر ماسٹر اور رچ ووڈ کو حراست میں رکھنے کا فیصلہ معقول ہے۔"

جیری سپر ماسٹر کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے کہا۔ "میں اپنے باس جے پر گولا کو اس شوٹنگ کی روداد سناتا جا رہا ہوں۔ باس نے کہا ہے کہ تم بری طرح پھنس گئے ہو۔ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کا ایک ہی راستہ ہے۔"

"مجھے جلدی سے کوئی راستہ بتاؤ۔"

جیری نے کہا۔ "ریوالور نکالو اور جنرل واسکوڈی کو زخمی کرو تاکہ میں اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر سکوں کہ جنرل ہمارے باس جے پر گولا اور ہم دونوں خیال خوانی کرنے والوں کے متعلق کیسے جانتا ہے؟"

اُدھر تھرہال نے چیف افسر رچ ووڈ سے کہا۔ "ہمارا باس جے پر گولا یہ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہے کہ جیرالڈ کے دماغ میں گھس کر آکر مشین تباہ کی ہے اور جنرل کیسی گہری چالیں چل رہا ہے۔ جنرل کو زخمی کرو۔ ہم ابھی اس کے دماغ میں گھس کر سب کچھ معلوم کر لیں گے۔"

اِدھر جیری نے سپر ماسٹر کو اور اُدھر تھرہال نے رچ ووڈ کو اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر فائر کرنے پر مجبور کیا۔ دونوں نے فائرنگ کی جنرل اس سے پہلے ہی کرسی سے گر کر میز کے نیچے چھپ گیا۔ اتنی دیر میں وہاں گواہ کے طور پر آنے والے فوجی جوانوں نے اپنی گنوں سے ان دونوں کے قدم اکھاڑ دیے۔ وہ گولیاں کھا کر فرش پر گرے جیری نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "تم اور رچ ووڈ ہمارے باس کے غلام اور وطن کے غدار ثابت ہو گئے ہو اگر زندہ رہتے تب بھی ہمارے کسی کام کے نہ رہتے۔ باس نے کہا ہے، جلدی مرجاؤ۔"

اس نے بجھتے ہوئے دماغ کو ٹیلی پیتھی کا ایک جھٹکا دیا۔ سپر ماسٹر کی سانس اکھڑ گئی۔ اُدھر رچ ووڈ بھی حرام موت مر چکا تھا۔ جنرل واسکوڈی نے مرینا کو اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "شاباش مرینا! تم مجھے زوال سے پھر عروج پر لے آئی ہو۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

یہ بہت بڑی بات تھی۔ مرینا نے اس کی شکست کو فتح میں بدل دیا تھا۔ ورنہ اس اجلاس میں وہ بری طرح ذلیل ہو کر استعفا دینے والا تھا۔ اتنی بڑی کامیابی نے اسے مرینا کے سامنے جھکا دیا۔ وہ بولی۔ "آج کے بعد کوئی تمہاری حُبّ الوطنی پر شبہ نہیں کرے گا۔ تمام اعلیٰ حکام اور فوجی افسران تم پر اسی طرح بھروسا کریں گے، جس طرح جان لیوڈ پر کیا کرتے تھے۔ اب اگلا قدم ٹرانسفارمر مشین کے نقشے کی طرف اٹھاؤ گے۔"

"بے شک، میں چاہتا ہوں کہ، نئی مشین تیار ہو۔ کوشش یہ کی جائے گی کہ اسی پرانے ڈھانچے سے نئی تیار ہو جائے۔"

"پرانا ڈھانچہ کام آئے تو لاگت کم آئے گی اور مشین کم سے کم وقت میں تیار ہو جائے گی۔"

"میں اس سلسلے میں جلد ہی نیوی کے اعلیٰ افسران سے گفتگو کروں گا۔ ہمیں مشین کے نقشے کا بلیو پرنٹ مل جائے گا۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جنرل نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو کون؟"

دوسری طرف سے اس کی بیوی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ چھوٹے بیٹے کی طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی اسے ملٹری اسپتال میں داخل کیا ہے لہٰذا وہ میٹنگ سے فارغ ہوتے ہی اسپتال چلا آئے۔

اگر اس وقت جنرل کی بیوی فون نہ کرتی، تب بھی مرینا اس عورت کے دماغ میں کسی طرح پہنچ جاتی، کیوں کہ بیوی کے ذریعے میاں کو کمزور بنانے کا ارادہ تھا تاکہ جنرل واسکوڈی کبھی اس کے خلاف سر نہ اٹھائے اور ہمیشہ تابعدار بن کر رہا کرے۔

اسے دوسرے دن موقع مل گیا۔ اس نے تخریبی عمل کے اسی طریقۂ کار پر عمل کیا، جو ہم سب ہپناٹزم سے کرتے آئے ہیں یعنی اس نے جنرل کی بیوی کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری کی دوا پلائی۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے گہری نیند سلایا پھر اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کر کے اسے اپنا معمول اور محکوم بنا لیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ جلد ہی نیوی کے اعلیٰ افسران سے مشین کے نقشے کا بلیو پرنٹ حاصل کرے گا اور اس کے لیے وہ

سیاسی شہر جائے گا۔

دوسرے دن اس نے بھی پیرس چھوڑ دیا، وہ پیرس سے اس وقت روانہ ہوئی، جب عبداللہ سو رہا تھا۔ جب وہ ہوٹل کے بیڈ پر بیدار ہوا تو مرینا اس کے پہلو میں نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد اسے اپنے دماغ میں مرینا کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "عبداللہ! میں ہوں مرینا! میں اپنا راستہ الگ کر چکی ہوں۔ اگرچہ تمہیں پسند کرتی ہوں لیکن تمہارا ساتھ میرے لیے مصیبتیں لائے گا۔ ایک سیاہ فام نیگرو کو دیکھتے ہی شبہ ہو گا کہ اس کے ساتھ گوری چمڑی والی مرینا ہی ہے۔"

"مرینا! میں تو بڑے سہانے خواب دیکھ رہا تھا۔ تم نے ایک ہی ٹھوکر میں الگ کر کے آنکھیں کھول دیں۔ مانتا ہوں کہ میری کالی چمڑی تمہاری شناخت بن جائے گی لیکن میں تمہاری خاطر پیشانی سے پاؤں کے انگوٹھے تک اپنی کالی کھال اتروا کر پلاسٹک سرجری کے ذریعے سفید فام بننے کو تیار ہوں۔"

"ایسا ممکن تو نہیں ہے لیکن دیوانے ہو، شاید ایسا کر گزرو۔ میری مجبوری یہ ہے کہ میں ایک ملک، ایک شہر، ایک گھر اور ایک مرد کی آغوش میں ہمیشہ نہیں رہ سکتی۔ مجھے دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے جگہ اور ساتھی بدلنے پڑتے ہیں۔"

"پلیز مرینا! اتنی سنگدل نہ بنو۔ میں کوئی ایسا راستہ اختیار کروں گا کہ....."

وہ مزید کچھ سنے بغیر اس کے دماغ سے نکل آئی۔ جس کی ضرورت نہ رہی ہو، اس کے ساتھ وقت ضائع نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے نیویارک پہنچ کر اپنے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کی۔ اس مقصد کے لیے اس نے جنرل واسکوڈی کی نوجوان سالی روزی کو اپنی معمولہ بنایا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ نیویارک چلی آئے۔

روزی نے ائرپورٹ پر اس سے ملاقات کی۔ دونوں جنرل واسکوڈی کے ایک چھوٹے سے بنگلے میں آئیں۔ وہاں دونوں نے ایک دوسرے کا چہرہ اپنایا۔ روزی، مرینا بن گئی اور مرینا نے روزی کا چہرہ اپنا لیا۔ اس کے تمام اہم کاغذات اپنی تحویل میں لیے اپنا پاسپورٹ اور دیگر کاغذات اسے دے کر پیرس جانے والے طیارے میں بٹھا دیا وہ اپنی شناخت بھول چکی تھی۔ مرینا بن کر وہاں سے چلی گئی۔

اس نے سوچ رکھا تھا کہ ہر پندرہویں دن وہ روزی پر تنویمی عمل کیا کرے گی اور اسے مرینا بنا کر گھر گھر گھماتی رہے گی۔ وہ نیویارک سے واشنگٹن آئی۔ جنرل واسکوڈی اور اس کی بیوی کو اس پر شبہ نہیں ہوا۔ انہوں نے اسے روزی ہی سمجھا کیوں کہ وہ دونوں اس کے زیرِ اثر تھے۔ جنرل کی بیوی یعنی روزی کی بہن گھر گرہستی اور بچوں میں مصروف رہتی تھی۔ جنرل نے اس سے کہا۔ "میں ایک ضروری کام سے چند دنوں کے لیے میامی جا رہا ہوں۔ روزی میرے ساتھ جا رہی ہے تاکہ میری سیکریٹری کے فرائض انجام دیتی

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جاں باز کا سفر

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں..... جب خون جگر برفاب ہوا

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلہ وار شائع ہونے والی مقبول کہانی

علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کتابی شکل میں چار حصے شائع ہو گئے ہیں

قیمت فی حصہ =/۲۵ روپے ..... ڈاک خرچ ۱۰ روپے

چاروں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۔ کراچی نمبر ۷۴۲۰۰

رہے۔"

بیوی نے اعتراض نہیں کیا۔ وہ خوش ہو کر روزی کے ساتھ میامی کے ایک سرکاری بنگلے میں آیا۔ خوشی اس بات کی تھی کہ اسے نوجوان سالی کے ساتھ سیرو تفریح کے مواقع نصیب ہوتے رہیں گے۔ اسے معلوم نہیں تھا اور نہ ہی آئندہ معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے دماغ پر حکمرانی کرنے والی مرینا کو ساتھ لے کر گھوم رہا تھا۔

مرینا کو خوش فہمی تھی کہ اپنا یا بیگانہ کوئی اسے روزی کے روپ میں نہیں پہچان سکے گا۔

❁❁❁

پارس وہاں پہنچا ہوا تھا۔ وہ ٹرانسفارمر مشین کی تباہی کے متعلق ابھی کچھ نہیں جانتا تھا۔ یہ بات بھی اس کے علم میں نہیں تھی کہ مشین کے نقشے جلا دیے گئے ہیں اور اب ان کے بلیو پرنٹس نیوی فوج کے پاس محفوظ ہیں لیکن وہ یہ ضرور جانتا تھا کہ بڑے ممالک اپنے اہم ترین راز سمندر کی تہ میں آبدوز کے اندر چھپا کر رکھتے ہیں۔

اس لیے وہ میامی پہنچا ہوا تھا۔ وہاں نیوی کی ایک بڑی بندرگاہ تھی۔ بحری فوج کا یہ اڈا شہر سے تیس میل کے فاصلے پر تھا۔ ادھر کسی عام آدمی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ بحری فوج کے سپاہی اور افسران ہفتے کی رات اور اتوار کے دن چھٹی منانے کے لیے شہر آتے تھے پھر جی بھر کے عیاشی کرنے کے بعد بحریہ کے ہیڈ کوارٹر میں واپس چلے جاتے تھے۔

ہفتے کی رات کو صبح تک شہر میں بڑی رونق رہتی تھی۔ شراب خانے، قمار خانے، تھیٹر اور کلب وغیرہ میں حسین عورتوں کا میلہ لگا رہتا تھا اور یہ میلہ لوٹنے کے لیے بڑے بڑے دولتمند اور بحری فوج کے افسران آیا کرتے تھے۔ شہر میں ایک ایسا مشہور اور مہنگا ہوٹل تھا، جس کے ایک فلور پر کھانے اور دوسرے فلور پر ناچنے گانے کا انتظام تھا۔ تیسرے فلور پر شرمناک کیبرے رقص پیش کیا جاتا تھا۔ چوتھے فلور پر قمار خانہ تھا، پانچویں فلور پر امریکی حسینائیں، چھٹے فلور پر یورپ اور ساتویں فلور پر مشرقی ممالک کی حسینائیں دستیاب ہوتی تھیں۔ ایک رات میں لاکھوں ڈالرز لٹانے والے ہی اس عمارت میں داخل ہوتے تھے۔

باربرا نے وہاں کا ماحول دیکھ کر پارس کو ناگواری سے گھورا پھر کہا۔ "تمہارے دماغ میں غلاظت بھری ہے۔ اسی لیے ایسی جگہ آئے ہو۔ مجھے یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہاں شریف عورتیں آنے سے پرہیز کرتی ہیں اور تم عورت نہیں ہو۔ مرد ہونے کا دعویٰ کرتی ہو تو اعتراض نہ کرو، موج کرو۔"

"میں پوچھتی ہوں، یہاں کیوں آئے ہو؟"

"اور میں پوچھتا ہوں، تم میرے ساتھ ہزاروں میل دور کیوں آئی ہو؟ تم نے تمیزی صاحب سے کہا تھا کہ ادارے میں رہ کر اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کرو گی۔"

"پاپا نے کہا تھا کہ یہاں تمہارے ساتھ کسی خیال خوانی کرنے والے کو ہونا چاہیے۔"

"انہوں نے خیال خوانی کرنے والا کہا تھا اور تم والا ہو نہ والی ہو۔ صاف کیوں نہیں کہتیں کہ میرے بغیر نہیں رہ سکتیں؟"

"زیادہ ہوا میں نہ اڑو۔ فضول قسم کی لڑکیاں تمہیں لفٹ دے کر تمہارا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچا دیتی ہیں۔ مجھے ایسی ویسی سمجھو گے تو آسمان سے زمین پر گرا دوں گی۔"

"میرے ساتھ گروگی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"کیا فضول باتیں ہی کرو گے؟ یہ نہیں بتاؤ گے کہ یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟"

"بات یہ ہے یہ جگہ بہت مہنگی ہے۔ یہاں دو طرح کے عیاش آتے ہیں۔ ایک وہ جو بہت زیادہ دولتمند ہوتے ہیں اور دوسرے عیاش فوجی افسران ہوتے ہیں۔ یہاں جو عیاش نظر نہ آئے، شراب پیتا ہوا دکھائی نہ دے تو سمجھ لینا کہ وہ بحری فوج کا جاسوس ہے۔"

"ہوں، تم میری معلومات میں اضافہ کر رہے ہو۔ یہ جاسوس ہم جیسے غیر ملکیوں کی ٹوہ میں رہتے ہیں۔"

"تم ذرا سی کوشش سے بحری فوج کے سراغرسانوں کو پہچان لو گی۔"

وہ باربرا کی ایک میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا پیو گی؟"

"کیا دماغ چل گیا ہے؟ شراب خانے میں پینے کی بات پوچھ رہے ہو؟"

ویٹر ان کے پاس آ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ پارس نے کہا۔ "ایک کولڈ ڈرنک اور ایک وہسکی کا لارج گلاس۔"

ویٹر حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ وہ میز پر جھک کر آہستگی سے بولی۔ "اگر تم نے شراب کو ہاتھ بھی لگایا تو میں ابھی پاپا سے رابطہ کروں گی۔"

وہ محض اتنا ہی جانتی تھی کہ پارس زہریلا ہے اس نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ جو زہر کو ہضم کر لیتا ہے اس کے لیے شراب صرف سادہ پانی کے برابر ہو گی۔

وہ عاجزی سے بولا۔ "پلیز، پاپا سے شکایت نہ کرنا۔ میں تھوڑا سا غلط کرنا چاہتا ہوں۔"

"بکواس نہ کرو۔ تمہیں کیا غم ہو سکتا ہے؟"

"تم مجھے عیاش سمجھتی ہو مگر یقین نہیں کرو گی کہ میرے اندر ایک محبت کرنے والا دل ہے، جو صرف ایک لڑکی کے لیے دھڑکتا ہے۔"

"کون ہے وہ لڑکی؟"

"میں نے اسے دل کے تہ خانے میں چھپا رکھا ہے۔ اس کا نام نہ پوچھو۔"

"کیوں نہ پوچھوں؟ تمہیں بتانا ہو گا۔"

ویٹر کولڈ ڈرنک، وہسکی اور برف وغیرہ لے آیا۔ وہ سب کچھ میز پر رکھ کر چلا گیا۔ پارس نے وہسکی میں برف کے ٹکڑے ڈالے پھر گلاس اٹھانے لگا۔ باربرا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ بولا۔ "محبت سے ہاتھ پکڑا ہے تو چھوڑنہ دینا۔"

وہ ہاتھ چھوڑ کر بولی۔ "شٹ اپ! ادھر مجھ سے لفٹ لے رہے ہو اور ادھر کسی لڑکی کے غم میں پی رہے ہو۔ اس نے تمہاری عادتیں دیکھ کر ہی تمہیں ٹھکرایا ہو گا۔"

اس نے گلاس اٹھا کر منہ سے لگایا پھر ایک ہی سانس میں اسے خالی کر کے میز پر رکھ دیا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔ "ایسے پیو گے تو یہاں سے اٹھنے کے قابل بھی نہیں رہو گے۔ میں صاف کہہ دیتی ہوں۔ بہکنے لگو گے تو چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔"

اس نے ویٹر کو بلا کر کہا۔ "دو لارج گلاس لے آؤ اور ذرا جلدی جلدی آتے جاتے رہا کرو۔"

باربرا نے ویٹر کے جاتے ہی کہا۔ "بائی گاڈ! تم مدہوشی میں اپنا پول کھولو گے۔ ملٹری انٹیلی جنس والوں کو اپنے پیچھے لگا لو گے۔"

"ایسا کوئی نازک وقت آئے تو بے وفائی نہ کرنا۔ اپنی بانہوں میں مجھے چھپا لینا۔"

"پارس آدمی بنو۔ تمہاری زبان کچھ لڑکھڑانے لگی ہے۔"

"بات یہ ہے میری جان! کہ..."

"خبردار! مجھے میری جان نہ کہنا۔"

"چلو نہیں کہوں گا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ اس ماحول میں پینا اور نشے میں نظر آنا ضروری ہے ورنہ جاسوس شبہ کرتے ہوئے سوچیں گے کہ ہم نیک بندے یہاں کیا لینے آئے ہیں۔"

"اس کے لیے پینا ضروری نہیں ہے۔ یہاں کے قمار خانے میں چل کر جوا کھیلو۔ کوئی شبہ نہیں کرے گا۔"

وہ میز پر جھک کر آہستگی سے بولا۔ "میرے اندر آؤ۔"

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں آ کر بولی۔ "کیا بات ہے؟"

پارس نے کہا۔ "یہ تمہارے دائیں جانب والی میز پر جو شخص ہے، اس پر توجہ دو۔ اس ماحول میں اسے شراب پینا چاہیے۔ یہ تمہاری طرح کولڈ ڈرنک پی رہا ہے۔"

باربرا نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ ایک صحت مند شخص ایک عورت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کولڈ ڈرنک کی چسکیاں لے رہا تھا۔ دیکھنے والا تماشا یہ تھا کہ عورت شراب پی رہی تھی اور میز کے نیچے اپنا ایک پیر اٹھا کر اس شخص کے گھٹنوں پر رکھ کر اسے چھیڑ رہی تھی۔ اس کے جذبات کو بھڑکا رہی تھی۔

ایسے ہی وقت وہ شخص ایک دم سے چونک گیا، کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ایک ہاتھ سے سر پکڑ کر آس پاس دور تک بیٹھے ہوئے لوگوں کو متلاشی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پارس نے میز پر جھک کر باربرا سے سرگوشی میں پوچھا۔ "کیا تم اس شخص کے دماغ میں گئی تھیں؟"

وہ بولی۔ "میں نے اس کی آواز ہی نہیں سنی ہے۔ دماغ میں کیسے جا سکتی ہوں؟"

"تم اس کا انداز دیکھ رہی ہو؟ اس کی حرکتوں سے یوں لگتا ہے، کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہتا ہے، وہ سانس روک کر اس آنے والے شخص کو تاڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے پارس یہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔"

"کون ہو سکتا ہے؟"

یہ سپر ماسٹر کی گمری ہے۔ وکی سول کے متعلق یہ ہی سوچا جا سکتا ہے اور اگر وکی سول نہیں، کوئی اور ہے تو سمجھ لو، دوسری تنظیم کے لوگ بھی نقشے کی تلاش میں یہاں آ چکے ہیں۔"

"یعنی وہ تمہاری طرح سوچ رہے ہیں کہ پوری ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ علی نے بھی اس مشین کے بری طرح پرخچے اڑا دیے تھے، انہوں نے دوسری تیار کر لی۔"

پارس نے کہا۔ "اصل چیز اس کا نقشہ ہے۔ یہ معلوم کرنا بھی فضول ہے کہ اس نقشے کے کتنے بلیو پرنٹس تیار کیے گئے ہیں اور انہیں کہاں کہاں چھپایا گیا ہے۔ جس طرح ایک مشین کی تباہی کے بعد دوسری مشینیں تیار ہوتی رہیں، اس طرح درجنوں نقشے جلائے

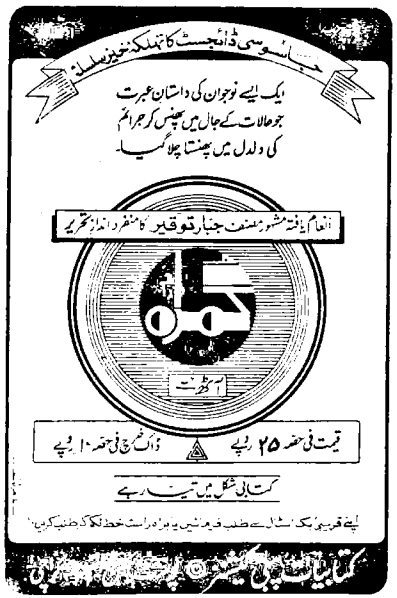

جانے کے باوجود پھر کوئی نقشہ کہیں دکھیں ضرور ہوگا۔"

"جب لاکھ جتن کے بعد بھی دشمنوں کے پاس نقشہ موجود رہے گا تو پھر یہاں کیا کرنے آئے ہو؟"

"یہاں آنے کے دو مقاصد ہیں' ایک تو یہ کہ اب اس مشین کا ایک نقشہ بابا صاحب کے ادارے میں بھی رہنا چاہیے تاکہ دشمن ملک' ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج پیدا کرے تو ان کے مقابلے میں ہمارے پاس بھی خیال خوانی کرنے والوں کی کمی نہ رہے۔ ہم بھی خاندانی منصوبہ بندی کو بالائے طاق رکھ کر ٹیلی پیتھی کے بچے پیدا کرتے رہیں گے۔"

"یہاں آنے کا دوسرا مقصد کیا ہے؟"

"یہ ہے کہ تمہارے ساتھ دن رات وقت گزارتا رہوں اور یہ ثابت کرتا رہوں کہ لاکھ انکار کے باوجود تمہارا دل میرے لیے دھڑکتا رہتا ہے۔"

"تم ساری زندگی ایسی بکواس کرتے رہو گے مگر کچھ حاصل نہیں کر سکو گے بہتر ہے کام کی باتیں کیا کرو۔"

پارس گفتگو کے دوران اس شخص کو دیکھ رہا تھا۔ جس نے اپنے دماغ میں کسی کو محسوس کیا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے کے انداز میں اِدھر اُدھر جا رہا تھا اور لوگوں کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پارس نے کہا۔ "ہاں تو ہم نقشے کی باتیں کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں میرا ایک آئیڈیا ہے۔"

"وہ آئیڈیا کیا ہے؟"

"یہ ہے کہ نقشہ دیکھ کر ٹرانسفارمر مشین بنائی جاتی ہے۔ سنا ہے اسی لاکھ ڈالر خرچ ہوتے ہیں۔ خواہ مخواہ اتنی بڑی رقم خرچ کی جاتی ہے۔ ہم ایک ڈالر بھی خرچ کیے بغیر ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر سکتے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"ایسے کہ تم خود کو عورت تسلیم نہیں کرتی ہو۔"

"آئندہ بھی تسلیم نہیں کروں گی۔ نقشے کی بات کرتے کرتے مجھ پر کیوں آ گئے؟"

"سنو تو سہی۔ تم کبھی شادی بھی نہیں کرو گی؟"

"کبھی نہیں کروں گی۔"

"بچے تو پیدا کرو گی؟"

"بکواس کرو گے تو منہ نوچ لوں گی۔"

"بھئی' میں گناہ کرنے اور ناجائز بچے پیدا کرنے کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ اگر ٹرانسفارمر مشین کا وہ نقشہ کھول کر تمہیں پلا دیا جائے اور تمہارے پاؤں بھاری ہو جائیں تو ٹیلی پیتھی جاننے والے بچے پیدا ہوتے رہیں گے۔"

"تمہیں شرم نہیں آتی ایسی باتیں کرتے ہوئے؟"

"اور تمہیں شرم نہیں آتی مرد کہلاتے ہوئے؟ تم میرا مستقبل تاریک بنا رہی ہو۔"

"میں؟ اور تمہارا مستقبل تاریک بنا رہی ہوں۔"

"ہاں' یہ تو لکھ لو کہ دیر سویر تم میری گھر والی ضرور بنو گی۔ اس کے بعد اولاد کا مسئلہ پیدا ہو گا کیوں کہ اولاد کے معاملے میں جو جو کا انجام سب نے دیکھا ہے۔ لہٰذا اپنی آئندہ نسل جاری رکھنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ نقشہ کھول کر تمہیں پلا کر تمہارے پاؤں بھاری کیے جائیں۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی۔ "جب مجھے زیادہ غصہ آتا ہے تو میں ہنسنے لگتی ہوں۔ ویسے بھی پاگلوں کی باتوں پر ہنستے رہنا ہی دانشمندی ہے۔"

اس نے دوسرا گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگایا پھر اسے بھی ایک سانس میں خالی کر دیا۔ وہ بولی۔ "پارس! یہاں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کا یقین ہو چکا ہے۔ اگر وہ تمہاری مدہوشی سے فائدہ اٹھائے گا۔ تمہارے دماغ میں آئے گا تو اسے تمہاری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ میں بھی ظاہر ہو جاؤں گی۔"

وہ اسے شکیلی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "یہی تو میں چاہتا ہوں کہ کوئی میرے اندر آئے۔ اس طرح معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے۔"

"واقعی میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ تم الٹی سیدھی حرکتوں سے بھی کوئی نہ کوئی فائدہ اٹھاتے رہتے ہو۔"

پارس نے ایک سمت دیکھ کر کہا۔ "بڑی زبردست ہے۔"

"کون؟" باربرا نے ادھر دیکھا۔ ایک حسین عورت ایک ادھیڑ عمر کے مرد کے ساتھ تھی۔ اپنے ساتھی کے ساتھ میز پر سے اٹھ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے بڑے نازو انداز سے چلتی ہوئی آ رہی تھی۔ اس شراب خانے سے نکل کر ہوٹل کے دوسرے فلور پر جانے کے لیے پارس اور باربرا کے قریب سے گزرنا ضروری تھا جب وہ قریب سے ہو کر گزری تو پارس نے ایک گہری سانس لی۔ باربرا نے کہا۔ "ہمت ہی چھپورے ہو۔ جس حسینہ کو دیکھتے ہو' سرد آہ کھینچنے لگتے ہو۔"

"میں سرد آہ نہیں کھینچ رہا تھا اس گزرنے والی کو سونگھ رہا تھا۔ وہ مرینا تھی۔"

"کیا؟" وہ چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔

وہ بولا۔ "یہ بیٹھنے کا نہیں' اٹھنے کا وقت ہے۔ اس کا پیچھا کرو۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس کے ساتھ ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے؟"

"تم بھی چلو۔"

"میں نے نکاح نہیں پڑھوایا ہے کہ ہر جگہ تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

"اٹھو گے یا گریبان پکڑ کر اٹھاؤں؟"

"میں نشے میں لڑکھڑاؤں گا تو تم تماشا بن جاؤ گی۔"

مرینا بار کے دروازے سے باہر جا رہی تھی۔ باربرا کو تنہائی اس کے پیچھے جانا پڑا۔ پارس سوچنے لگا۔ مرینا نے شی تارا سے نجات پانے کے بعد اس ملک میں پناہ لی ہے۔ آخر یہاں کی پیداوار ہے۔ اسی ملک کے لیے کام کرنے آئی ہے۔ یہاں آ کر اچھا روپ بدلا ہے۔ اسے خوش فہمی تھی کہ کوئی اسے پہچان نہیں سکے گا اور خوش فہمی پارس کو بھی تھی۔ وہ بھیس بدلنے کے بعد اکثر بھول جاتا تھا کہ اس کے دیدے سانپ کی طرح ساکت رہتے ہیں اور وہ پلکیں جھپکنا بھول جاتا ہے۔

مرینا نے اس کے قریب سے گزرتے ہوئے کوئی غیر معمولی سی بات محسوس کی۔ جنرل واسکوڈی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے سوچنے لگی۔ وہ شخص کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ دوسروں سے کچھ مختلف سا معلوم ہو رہا تھا۔ آخر کیا بات ہے جو مجھے کھٹک رہی ہے؟

وہ شراب خانے سے نکل کر لفٹ میں آئی۔ اوپر قمار خانے والی منزل پر جانا چاہتی تھی۔ باربرا بھی لفٹ میں آئی۔ جب وہ اوپر جانے لگی تو مرینا کی سمجھ میں آیا کہ وہ شخص پلکیں نہیں جھپک رہا تھا۔ اسے ذرا دور سے آ کر پارس کے قریب سے گزرنے میں چند سیکنڈ لگے تھے' اتنی سی دیر میں پلکیں جھپکی نہیں جاتی ہیں لیکن اس کے دیدوں کے ساکت رہنے میں عجیب سی بات تھی جیسے سانپ ساکت ہو کر دیکھ رہا ہو۔

وہ ایک دم سے چونک کر بولی۔ "میں واپس بار میں جاؤں گی۔"

جنرل نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"میں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا ہے۔ وہ کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا۔"

لفٹ رک گئی۔ دروازہ کھلتے ہی باربرا باہر آئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ وہ لفٹ پھر نیچے جا رہی تھی۔ باربرا نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ پارس کے دماغ میں کوڈورڈز ادا کر کے بولی۔ "شاید مرینا کو تم پر شبہ ہوا ہے۔ وہ بار میں واپس آ رہی ہے۔"

"وہ مجھ پر شبہ کر رہی ہے؟ اوہ گاڈ! میں شاید پلکیں نہیں جھپک رہا تھا۔ کیا اس نے میرے ساتھ تمہیں نہیں دیکھا تھا؟"

"وہ میرے پیچھے سے آ رہی تھی۔ اس لیے میری صورت نہیں دیکھی تھی' غالباً اسی لیے لفٹ میں پہچان نہ سکی۔"

اسی وقت مرینا آ گئی۔ پارس نے سر اٹھا کر پلکیں جھپکتے ہوئے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

"ضرور۔ مجھے خوشی ہو گی۔"

"یہ میرے بہنوئی ہیں۔ فوج میں جنرل ہیں۔"

پارس نے کرسی سے اٹھ کر مصافحہ کیا۔ وہ بولا میرا نام جان واسکوڈی ہے۔ یہ میری سالی روزی ہے۔"

اس نے بیٹھنے کے لیے کہا پھر پوچھا۔ "آپ لوگ کیا پینا پسند کریں گے۔"

تب مرینا نے دھیان دیا کہ پارس کے سامنے وہسکی کا گلاس رکھا ہوا تھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولی۔ "آپ مجھے کچھ جانے پہچانے سے لگ رہے تھے۔"

"کیا اب نہیں لگ رہا ہوں؟"

"ہاں' وہ بات یہ ہے کہ وہ صاحب شراب نہیں پیتے اور آپ پی رہے ہیں۔"

"اتفاق سے پہلے میں بھی نہیں پیتا تھا۔ اب یہ بری عادت پڑ گئی ہے۔ پہلے میری مونچھیں داڑھی تھیں اب میدان صفا چٹ ہے۔ اسی لیے آپ مجھے پہچاننے میں دشواری محسوس کر رہی ہیں۔ ویسے میں آپ کو پہچان رہا ہوں۔"

مرینا نے تعجب سے پوچھا۔ "آپ مجھے کیسے پہچانتے ہیں؟ کیا پہلے کبھی دیکھا ہے؟"

"کئی بار دیکھا ہے۔ آپ جیسی حسین لڑکیاں خوابوں میں نظر آتی رہتی ہیں۔"

مرینا اور جنرل ہنسنے لگے۔ پارس نے ایک دم سے دھماکا کرنے کے انداز میں کہا۔ "آپ تو بالکل مرینا کی طرح ہنستی ہیں۔"

مرینا کی ہنسی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ اس نے حیرانی اور پریشانی سے پوچھا۔ "کک... کون مرینا؟"

"میں نے پرسوں اسے پیرس میں دیکھا تھا۔ وہ ایک سیام فام

سسپنس رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

قیمت: ۲۰/- روپے ڈائجسٹ: ۵/- روپے

- ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مر گیا تھا لیکن اس کی خواہش مند کے تہہ خانے میں اسی حالت میں موجود تھی۔
- سونا گھاٹ کے حوالے سے پراسرار خزانوں کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر گز دولت آسمانی۔
- ایک معلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آ کر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کر لیں۔
- وہ خوفناک ترین شخص بن گیا لیکن ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔

بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟

ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کرائم کی شکل میں دستیاب ہے۔

اپنے قریبی ایجنٹ سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں۔

سسپنس رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں:

اِنکا	اقابلا	غلام روحیں
۲۵ قسطیں، مکمل	۲۵ قسطیں، مکمل	۱۵ قسطیں، مکمل
قیمت فی قسط ۲۵ روپے، ڈائجسٹ ۵ روپے	قیمت فی قسط ۲ روپے، ڈائجسٹ ۵ روپے	قیمت ۱۵ روپے، ڈائجسٹ ۵ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ - کراچی

نیگرو کے ساتھ تھی۔"

مرینا اندر سے گھبرانے لگی۔ اس نے پوچھا۔ "آپ مرینا کو کیسے جانتے ہیں؟"

"میں تو سیاہ فام عبداللہ کو بھی جانتا ہوں۔"

"مگر کیسے؟"

"میں پرل کے ڈائننگ ہال میں کھانا کھا رہا تھا۔ میرے ساتھ والی میز پر وہ اس گلوٹے کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ ایسی حسین دوشیزہ کو ایک کالے حبشی کے ساتھ دیکھ کر میرا دل جل گیا۔ اس نے کسی بات پر ہنستے ہوئے ایک ادائے ناز سے زلفوں کو پیچھے کی طرف جھٹکا دیا۔ ہائے کیا شاعرانہ انداز تھا۔ ابھی آپ نے بالکل یہی انداز اختیار کیا تھا۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کا نام مرینا تھا؟"

"اس کے گلوٹے ساتھی نے اسے مرینا کہہ کر مخاطب کیا تھا پھر بیل بوائے نے آکر پوچھا۔ "کیا تمہارا نام مرینا ہے؟"

"ہاں ہے۔" وہ اعتراف کرتے ہی چونک گئی۔ پارس نے اس انداز میں اس کی طرف جھک کر اچانک پوچھا تھا کہ بے اختیار زبان سے "ہاں" نکل گئی۔

وہ گھور کر بولی۔ "کون ہو تم؟"

"میں ابھی بتا چکا ہوں' مجھے وکی براؤن کہتے ہیں۔ عجیب بات ہے میں ہوٹل کے بیل بوائے کی بات کر رہا تھا' اس نے مرینا سے آکر نام پوچھا تھا اور تم یہاں اعتراف کر رہی ہو۔ کیا واقعی تمہارا نام مرینا ہی ہے؟"

پارس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ جناب علی اسد اللہ تیمرزی نے ایک بار روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پارس کے دماغ پر عمل کیا تھا جس کے نتیجے میں کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کی اصلیت معلوم نہیں کر سکتا تھا۔

مرینا کو یہی معلوم ہوا کہ اس کا نام وکی براؤن ہے اور وہ اپنی ایک کزن کے ساتھ پیرس سے یہاں آیا ہوا ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کرنے کے بعد اسے یقین کرنا پڑا۔ جنرل واسکوڈی نے مسکرا کر کہا۔ "مسٹر براؤن! تم نے کچھ زیادہ ہی پی لی ہے۔ میری سالی روزی کو مرینا کہہ رہے ہو۔"

پارس نے کہا۔ "جنرل! آپ نے توجہ نہیں دی۔ مس مرینا خود اعتراف کر چکی ہیں۔"

"میں نے کوئی اعتراف نہیں کیا ہے۔"

وہ جنرل سے بولی۔ "چلو جان! میں نے یہاں آکر وقت ضائع کیا ہے۔"

"مس مرینا! میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ مجھ سے کترا رہی ہیں یہ اچھی بات نہیں ہے۔ آپ کی خوبصورت ہنسی کا تصور لے کر پیرس سے یہاں تک آیا ہوں آپ کو اپنے قدردان کے سامنے پھر اسی طرح ایک بار ہنسنا چاہیے۔"

وہ جنرل کے ساتھ جانے لگی۔ جنرل نے کہا۔ "میں حیران ہوں۔"

"کس بات پر حیران ہو؟"

"یہی کہ تم اس انداز میں نہیں ہنسا کرتی تھیں۔"

"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔ میں نے اپنے مست سے انداز بدل دیے ہیں۔ میری مرضی ہے' میں ہنسنے رونے کے لیے کوئی سا بھی اسٹائل اپنا سکتی ہوں۔"

"لیکن وہ تمہیں مرینا کہہ رہا تھا۔"

"یعنی میں تمہاری سالی نہیں ہوں۔"

"سالی ضرور ہو مگر میں سوچ رہا ہوں' کیا اس نے اسی مرینا کا ذکر کیا ہے' جو مجھ سے رابطہ کرتی ہے؟"

مرینا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی سوچ میں بولی۔ "مجھے اپنی سالی کے سامنے مرینا اور اس کے رابطے کا ذکر نہیں کرنا چاہیے اور اب مجھے کسی بھی مرینا کی بات نہیں کرنا چاہیے۔ وکی براؤن کی ہر بات کو بھول جانا چاہیے۔"

وہ تابعدار تھا۔ فوراً ہی پارس کی تمام باتیں بھول گیا۔

باربرا نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے پوچھا۔ "کیا میں مرینا پر نظر رکھوں؟"

"صرف مجھ پر نظر رکھو۔ مجھے نظر لگاتی رہو اور میرے پاس چلی آؤ۔"

وہ اوپری منزل سے اتر کر آگئی۔ اس کے پاس بیٹھ کر بولی۔ "مجھے یقین ہے مرینا نے تمہیں نہیں پہچانا ہوگا۔"

وہ نشے میں لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے بولا "میں نے مرینا کے سامنے تیسرا گلاس خالی کیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ میں وہ نہیں ہوں' جس کی تلاش میں آئی تھی۔"

"اس کے متعلق کچھ معلوم ہوا؟"

"اس سالی کی بات کھیا پوچھتی ہو۔ وہ سالی ایک جنرل کی سالی بنی ہوئی ہے۔"

"یہ سالی' سالی کیا یکلف رہے ہو۔ کیا شراب دماغ پر چڑھ گئی ہے؟"

ویٹر نے چوتھا لارج گلاس لا کر رکھا۔ وہ غصے سے بولی۔ "میں یہ گلاس تمہارے سر پر توڑ دوں گی۔ ویٹر اسے اٹھاؤ اور واپس لے جاؤ۔"

"اس سے پہلے کہ ویٹر اٹھاتا پارس نے اٹھا کر غٹا غٹ پی لیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر رہ گئی۔ اس نے نشے میں جھومتے ہوئے کہا۔ "میری جان!! اب تم مجھے میری جان کہنے سے نہیں روک سکو گی کیوں کہ میں نشے میں ہوں۔"

"اوہ گاڈ! میں کیا کروں۔ تم اس حالت میں اپنے پیروں پر چل کر کیسے جاؤ گے۔"

"تو مے ری وہیل چیئر ہو۔ مجھے تم ہاری گود میں بیٹھ کر جانا ہوگا۔"

اس نے پریشان ہو کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر مجھے مخاطب کیا۔ "پاپا! یہ پارس میرے لیے پرابلم بن گیا ہے۔"

"کیا وہ تمہیں پریشان کر رہا ہے؟"

"ہم سب کی پریشانی کا باعث بن رہا ہے۔ یہ اپنے ساتھ مجھے بھی بے نقاب کر دے گا۔ موجودہ مشن میں ہماری ناکامی صاف نظر آرہی ہے۔"

"بیٹی! پھر تو تم اسے غلط سمجھ رہی ہو۔ وہ ایسی کوئی حرکت نہیں کرے گا جس سے اس کی کارکردگی پر حرف آئے۔"

"پاپا! یہ ایسی حرکتیں کر رہا ہے۔ یہ آدھی بوتل سے زیادہ پی چکا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کیا پی رہا ہے؟"

"شراب پاپا' شراب۔ نشے میں اس کی زبان لڑکھڑا رہی ہے ہم ایک بار میں ہیں۔ یہ اپنے پیروں پر چل کر نہیں جا سکے گا۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ بولی۔ "پاپا! آپ ہنس رہے ہیں؟"

"بیٹے! میں نے پارس کے متعلق تمہیں بہت کچھ بتایا تھا۔ شاید یہ بتانا بھول گیا تھا کہ شراب اس کے لیے پانی ہے۔ اس زہریلے پر کوئی نشہ' کوئی مہلک دوا اثر نہیں کرتی ہے۔ وہ تمہیں الو بنا رہا ہے۔ اب جاؤ۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی پھر اسے گھور کر دیکھنے لگی۔ وہ شرابی لہجے میں بولا۔ "اے... تو م موجھے محبوت سے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

"میں سوچ رہی ہوں' تم بہت زیادہ نشے میں ہو۔ اس وقت تمہیں جتنی بھی گالیاں دوں گی' وہ تمہیں سنائی نہیں دیں گی۔ کیوں بے اُلّو کی دم' گدھے کے باپ اور اور کون سی گالی دوں؟ تمہوں میں سوچ کر دیتی ہوں۔"

وہ سوچنے کے انداز میں سر جھکا کر اس کے دماغ میں آئی پھر بولی۔ "بیٹے! میں تمہاری امی لیلیٰ ہوں۔"

اس نے کہا۔ "آداب امی! کیسے آنا ہوا؟"

"بیٹا! بری خبر ہے۔ تمہارے پاپا کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔"

وہ ایک دم سے پریشان ہو کر کرسی پر سیدھا ہو گیا۔ "امی! میرے پاپا کہاں ہیں؟"

"وہ اسپتال میں ہیں۔"

"کس اسپتال میں ہیں؟"

"اس اسپتال کا نام ہے تمہاری کھوپڑی۔ اُلّو گدھے! کیا ہوا تمہارا نشہ؟"

پارس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اوہ خدایا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ پاپا خیریت سے ہیں۔ میری تو جان ہی نکل گئی تھی۔"

پھر اس نے مسکراتے ہوئے باربرا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔ "ویل ڈن۔ تم نے خوب چکر دیا۔"

وہ جواباً مسکرا کر بولی۔ "آج تمہیں اُلّو' گدھا کہہ کر میں نے دل کی بھڑاس نکال لی۔"

"میں نے برا نہیں مانا کیوں کہ میں گدھا نہیں ہوں لیکن خبردار گدھے کو گدھا نہ کہنا۔ ہماری دنیا کے گدھے برا مان جاتے ہیں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "اچھا اب مرینا کے متعلق بتاؤ۔"

"اس نے فوج کے ایک جنرل کو پھانس لیا ہے۔ یقیناً اسی نقشے کے چکر میں یہاں آئی ہے۔"

"وہ جنرل کے دماغ میں رہ کر بھی نقشہ حاصل کر سکتی تھی۔ کیا یہ خود آکر اپنے لیے خطرات کو دعوت نہیں دے رہی ہے؟"

"ہاں ایسا کر رہی ہے' خلیدہ وہ یہ چاہتی ہے کہ نقشہ سیدھا اسی کے ہاتھ میں آئے۔ جنرل واسکوڈی کو شاید معلوم نہیں ہے کہ مرینا اس کی سالی روزی بنی ہوئی ہے۔ تم معلوم کر سکتی ہو۔"

"جنرل واسکوڈی یوگا کا ماہر ہوگا۔"

"ہونے دو۔ تم مرینا کے پاس جاؤ۔ اس کے سانس روکنے سے پہلے ہی بولو اگر وہ تمہیں دماغ سے بھگائے گی تو تم بھی اعلان کر دو گی کہ وہ ایک جنرل کی سالی بن کر نقشہ حاصل کرنے آئی ہے۔"

"ہوں' اُسے اِسی طرح بلیک میل کر کے اُس کی مصروفیات پر نظر رکھی جا سکتی ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ میری واپسی تک خوب پیو اور جیو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر مرینا کے دماغ میں پہنچی' وہ سانس روکنا چاہتی تھی۔ باربرا نے کہا۔ "تم خطرات میں گھری ہوئی ہو۔ میری بات سنے بغیر سانس روک لو گی تو میں ابھی سب کے سامنے یہاں تمہیں ظاہر کر دوں گی۔"

مرینا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

"دوست ہوں اگر دشمن ہوتی تو تمہیں بے نقاب کر کے تماشا

سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے
۶ حصے مکمل
مفرور
۳ حصے مکمل
طالوت
۵ حصے مکمل
صدیوں کا بیٹا
کتابی شکل میں تیار ہیں
آج ہی خط لکھ کر طلب فرمائیں یا اپنے قریبی بک اسٹال سے حاصل کریں
کتابیات پبلی کیشنز ۵ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی نمبر ۱

دیکھتی اور معلومات حاصل کرتی کہ اس شہر میں اور اس کلب میں مزید کتنے خیال خوانی کرنے والے تمہاری تاک میں ہیں۔"

"کیا تم شی تارا ہو؟"

"تم مجھے نہیں جانتی ہو۔ کوئی میرے نام سے اور میری ذات سے واقف نہیں ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دنیا میں چند ہی روز پہلے پیدا ہوئی ہوں۔"

"مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"وہی جو تم جنرل واسکوڈی سے چاہتی ہو۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں یہاں جنرل کی سالی بن کر رہتی ہوں۔"

"میرے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ کہاں تک سنو گی اور میں کہاں تک سناؤں گی البتہ اتنا سن لو کہ مجھ سے پیچھے کے لیے یہ جنرل کی سالی کا سروپ اتار پھینکو گی تو میں تمہارے آئندہ روپ میں بھی تمہیں پہچان لوں گی۔ یقین نہ ہو تو آج کل میں بھیس بدل کر دیکھ لینا۔"

"مائی گاڈ! کیا تم وکی براؤن کی ساتھی ہو؟"

"تمہیں وکی براؤن کیوں یاد آرہا ہے؟"

"اس نے میری ہنسی کے انداز سے مجھے پہچان لیا تھا۔ تم بھی میرے کسی انداز سے مجھے پہچان لیتی ہو۔ اس لیے مجھے ہر بھیس میں پہچان لینے کا دعویٰ۔۔۔"

وہ کہتے کہتے چونک گئی پھر بولی۔ "اوہ گاڈ! مجھے یہ یاد نہیں رہا تھا کہ پارس میری بُو سے مجھے پہچان لیتا ہے۔ تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتیں۔ تم پارس کی ساتھی ہو۔ باربرا ہو۔ اس ناگ نے یہاں میری بُو پالی ہے۔"

وہ ذرا چپ ہوئی۔ باربرا نے کہا۔ "ہاں سوچو اور کچھ سوچو۔ تمہاری عقل کیا کہتی ہے؟"

"یہ کہتی ہے کہ میں جنرل کو تابعدار بنا کر خوش ہو رہی تھی۔ نقشہ حاصل کرنے کی خوشی تھی' اتنے بڑے ملک پر حکومت کرنے کی خوشی تھی ایسے میں عقل سے کام لینا بھول گئی۔ وکی براؤن کو شراب پیتے دیکھ کر بھی یہ یاد نہیں آیا کہ پارس کے لیے شراب پانی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے اس کی ساکت کھلی ہوئی آنکھیں دیکھی تھیں۔ اس کی باتوں میں الجھ کر سب کچھ بھول گئی۔"

باربرا نے کہا۔ "دراصل تمہیں بہت زیادہ خوش فہمی تھی کہ ہم میں سے کوئی میامی شہر کا رخ نہیں کرے گا۔ تم یہ بھول گئیں کہ جب تک موت نہیں آتی' تب تک شامت کہیں بھی آسکتی ہے اور دونوں کے آنے کا کوئی وقت اور کوئی جگہ مقرر نہیں ہے۔"

"آہ! آخر تم لوگوں نے مجھے گھیر ہی لیا۔"

"ہمیں یہ خوش فہمی نہیں ہے۔ ہم کسی بھی کامیابی کو عارضی سمجھتے ہیں۔ تم اپنی بات کرو کہ اب یہ نقشے والا کھیل کیسے کھیلو گی؟"

"اب تو اس کھیل میں پارس کو شامل کرنا ہی ہوگا۔"

"شاباش! اور جب تک کامیابی حاصل نہیں ہوگی' تم مجھے اپنے دماغ میں آنے دیا کرو گی۔"

"نہیں باربرا! یہ خیال خوانی والا رابطہ نامناسب ہے۔ جب ہمارا مقصد اور منزل ایک ہے تو کیوں نہ ہم روبرو ملاقات کریں اور ایک ساتھ رہ کر کام کریں۔"

"ہم ایسے نادان نہیں ہیں کہ اب تمہیں نظر آئیں۔ ہم یہاں سے ابھی جا رہے ہیں تم سے دور کی دوستی رہے گی۔"

وہ فوراً طور پر حاضر ہو کر پارس سے بولی۔ "اس نے تمہیں پہچان لیا ہے' یہاں سے فوراً چلو۔ ورنہ وہ ایک طرح سے خود جنرل بھی ہوئی ہے۔ ہمارے خلاف بہت کچھ کر سکتی ہے۔"

پارس نے بل ادا کیا۔ اس کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا بولا۔ "کیا بازی ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے؟"

"نہیں' مرینا ہمارے شکنجے میں ہے۔ خود کو ظاہر کرنا نہیں چاہتی ہے۔ یہ خوف بھی ہے کہ تم اس کی بُو کے ذریعے اسے کسی بھیس میں بھی پہچان لو گے۔ ہماری جیت اسی میں ہے کہ ہم ابھی اس کے ہاتھ نہ آئیں۔"

وہی ہار یا جیت کا وقت تھا۔ مرینا نے بھی یہی سوچا کہ پارس اور باربرا ابھی یہاں کی چار دیواری میں ہیں۔ اگر یہاں گرفت میں نہ آئے تو پھر پارس اسے کسی بھیس میں چھپ کر رہنے نہیں دے گا۔ اس کی بُو پانے والی ناک ہمیشہ کے لیے بند کر دی جائے۔

اس نے جنرل کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں مرینا بول رہی ہوں۔ فوراً اس عمارت کے وہ تمام دروازے بند کرا دو جو باہر جانے کے لیے کھلتے ہیں۔ مرد ہو یا عورت ایک شخص کو بھی باہر نہ جانے دو۔ جلدی کرو۔ اس حکم کی تعمیل کراؤ۔"

جنرل نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس ملٹری انٹیلی جنس کے افسر کو کال کیا جو خاص طور پر اس عمارت کی نگرانی پر مامور تھا کیوں کہ اس عمارت کے شراب خانے اور قمار خانے میں بحری فوج کے افسران آیا کرتے تھے۔ جنرل نے کہا۔ "ابھی اطلاع ملی ہے کہ ایک غیر ملکی سیکرٹ ایجنٹ اس عمارت میں ہے۔ فوراً دروازے بند کراؤ اور کسی کو باہر نہ جانے دو۔"

پھر اس نے مرینا کی مزید ہدایات کے مطابق کہا۔ "میں آرہا ہوں۔ تمام سراغرسانوں کو سمجھا دو کہ میں جس شخص کی طرف انگلی اٹھاؤں' اسے فوراً گولی مار دیں۔"

مرینا کا ارادہ تھا کہ وہ وکی براؤن کو دیکھتے ہی جنرل کی کھوپڑی میں گھس کر اسے پارس کی طرف اشارہ کرنے کو کہے گی۔ اس کے ساتھ ہی اسے گولی مار دی جائے گی۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات انتیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو ۱۵ مارچ ۱۹۹۴ء کو شائع ہوگا۔

برِصغیر کے جادُو نگار تاریخی کہانیوں کے واحد مصنف الیاس سیتاپوری

تمام کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہو گئے ہیں۔

انسان جو کبھی نہیں بدلے گا اور کبھی پُرانا نہیں ہوگا، اسی طرح یہ کہانیاں بھی کبھی پُرانی نہیں ہوں گی کیوں کہ یہ کہانیاں انسانوں کی کہانیاں ہیں۔

انسان! جو بادشاہ تھے وزیر تھے۔ امیر تھے۔ فاتح تھے۔ ظالم تھے، رحم دل تھے انسانی جذبات۔ احساسات۔ فطرت اور جبلّت جو آدم میں تھی۔ وہی آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ بس ماحول حالات۔ معاشرتی مقام اور تہذیبوں کے عروج و زوال کے مطابق ان کا طریقۂ اظہار بدلتا رہے گا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ الیاس سیتاپوری نے ماضی کے بادشاہوں کی نہیں انسانوں کی کہانیاں لکھی ہیں۔ انسانی جبلّت اور فطرت کے ساتھ زندہ رہنے والی کہانیاں۔ ان کہانیوں میں وہ سب کچھ ہے جو انسان میں ہے ــــ حسد۔ رشک۔ شماتت۔ رقابت دوستی دشمنی۔ جفاکاری۔ وفاشعاری۔ سادگی، ریاکاری۔ ایثار، غداری تمرد۔ انکساری۔ بہادری اور بزدلی۔

انسانوں کی اثر انگیز کہانیوں کے مجموعے

قیمت فی کتاب ۲۵ روپے ڈاک خرچ فی کتاب ۱۰ روپے	چار کتابیں منگانے پر ڈاک خرچ معاف

سب کتابوں کے سیٹ کی رعایتی قیمت ۲۰۰ روپے مع ڈاک خرچ

آپ کا آرڈر بمعہ رقم بھیج کر یہ کتابیں محدود تعداد میں شائع ہو رہی ہیں

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۱۲۰۱ ○ ۳۱۰ مین بلیوارڈ ایسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

دیوتا

انتیسواں حصہ

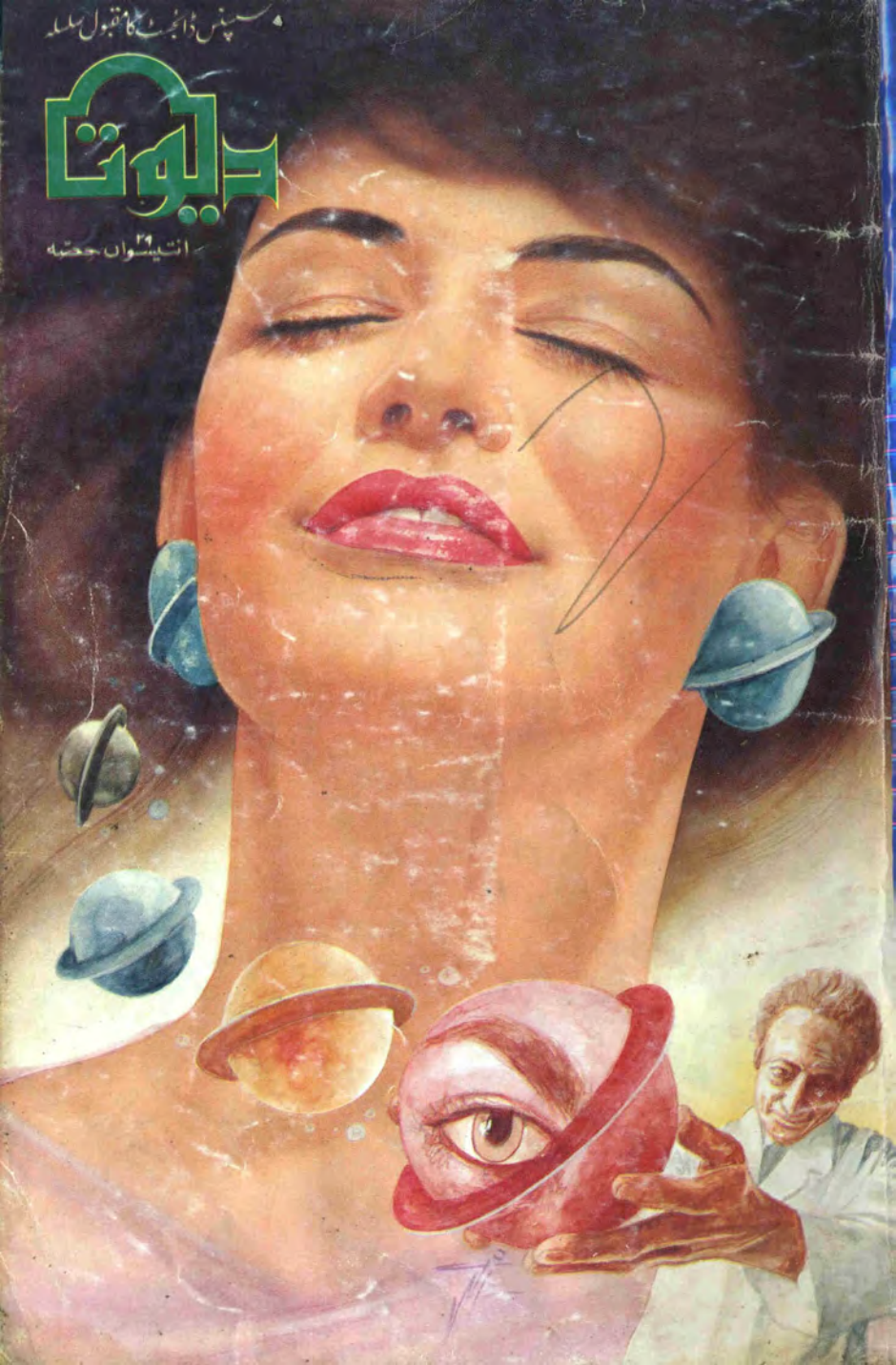

باربرا اور پارس شراب خانے سے نکل آئے تھے۔ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے گراؤنڈ فلور کی طرف جا رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دور سے دیکھا۔ باہر جانے کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ مسلح فوجی لوگوں کو باہر جانے سے روک رہے تھے۔ ان سے درخواست کر رہے تھے کہ وہ ابھی عمارت کے اندر ہی رہیں۔ یہاں ایک غیر ملکی جاسوس کو تلاش کیا جا رہا ہے۔

باربرا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مرینا کے پاس آئی۔ اس نے سانس روک لی۔ دوسری تیسری بار بھی یہی ہوا۔ وہ پارس سے بولی۔ "کمبخت! سانس روک رہی ہے۔"

"وہ تمہیں دماغ میں آنے نہیں دے گی۔ اس کاؤنٹر گرل کے دماغ میں جا کر معلوم کرو اس عمارت کا مین سوئچ کہاں ہے۔ ہم یہ کھیل اندھیرے میں کھیلیں گے۔"

باربرا نے کاؤنٹر گرل کے پاس جا کر پوچھا۔ "یہ بیرونی دروازہ کب تک کھلے گا؟"

وہ بولی۔ "سوری، یہ فوج کا معاملہ ہے۔ میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔"

باربرا اس کی آواز سنتے ہی اس کے خیالات پڑھنے لگی پھر پارس کے پاس آ کر بولی "مین سوئچ تک پہنچنا محال ہے۔ وہ اسی بیرونی دروازے کے پاس ہے اور اُدھر گن مین کھڑے ہوئے ہیں۔"

"ہوں اور تم بیک وقت تمام مسلح فوجی جوانوں کو کنٹرول نہیں کر سکو گی۔ یہ بتاؤ مرینا کس فلور پر تھی؟"

"پانچویں فلور پر۔"

"آ۔ اب تو جو ہو گا آمنے سامنے ہو گا۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے لفٹ میں آئے پھر پانچویں فلور پر پہنچے۔ مرینا کی موجودہ صورت دیکھی ہوئی تھی پھر جنرل بھی ہزاروں میں پہچانا جا سکتا تھا۔ وہ دونوں ان دونوں کو تلاش کرنے لگے۔ پانچویں فلور پر ہر جگہ انہیں ڈھونڈ لیا۔ وہ کہیں نظر نہیں آئے۔ مرینا بھی اب پوری طرح حاضر دماغی سے کام لے رہی تھی۔ اس نے عمارت کے دروازوں کے ساتھ دماغ کے دروازے بھی بند کر لیے تھے اور پانچویں فلور کو بھی چھوڑ دیا تھا۔ اب وہ کامیابی حاصل کرنے تک نظروں میں آنا نہیں چاہتی تھی۔

پارس کی شامت آ گئی تھی۔ بچ نکلنے کا کوئی راستہ سُجھائی نہیں دے رہا تھا۔

****

یہ چشم دید واقعہ ہے کہ وہ طیارے میں بیٹھ کر گئی تھی۔ وہی طیارہ گر کر تباہ ہوا تھا۔ اس کی لاش اور لباس کے ٹکڑے اور چیتھڑے ملے تھے۔ موت برحق ہے۔ وہ سچ مچ مر چکی تھی۔

اگر قارئین صرف اس پہلو سے غور کریں کہ وہ ایک پاکستانی لڑکی تھی تو بات سمجھ میں آ جائے گی کہ وہ مرنے کے بعد بھی کیسے

بول رہی تھی؟

جی ہاں اس پاکستانی لڑکی کا نام بانو شہناز تھا۔

وہی بانو شہناز جس کے روپ میں شی تارا چھپی ہوئی تھی۔ سر سے پاؤں تک بانو شہناز بنی ہوئی تھی۔ اس کی آواز اور لہجے میں بولتی تھی۔ اسلام آباد میں اس کی جگہ لے رکھی تھی اور اسے یورپ بھیج دیا تھا۔ وہ اصل بانو شہناز پیرس سے فرینکفرٹ جاتے ہوئے طیارے کے حادثے میں ہلاک ہوگئی تھی۔

پاشا نے اس کی لاش کے ٹکڑے دیکھے تھے لیکن اس کے مرنے کے باوجود اس لیے اس کی آواز سن رہا تھا کہ اسلام آباد میں شی تارا اسی آواز اور لہجے میں بول رہی تھی۔ وہ حیران پریشان تھا کہ مرنے والی کیسے بول رہی ہے۔

وہ کبھی کبھی حسیناؤں کے ساتھ مستی میں آکر شراب پیتا تھا۔ اس رات اس نے بانو شہناز سے محروم ہونے کا غم غلط کیا اور خوب پیتا رہا۔ وہ غیر معمولی دماغی قوت کا حامل تھا۔ زیادہ پینے کے باوجود نشہ دماغ پر حاوی نہیں ہوتا تھا۔ ایسے میں کوئی اس کے اندر آکر زلزلہ پیدا نہیں کر سکتا تھا لیکن اس رات شبہ ہوا کہ نشہ غالب آ گیا ہے۔ دماغ کمزور ہو گیا ہے۔ تب ہی مرحومہ کی آوازیں کانوں میں آ رہی ہیں۔

پھر اس نے خود کو آزمایا اور یقین کیا کہ نہ دماغ کمزور ہے نہ نشہ غالب آیا ہے۔ وہ سچ مچ بانو شہناز کی آوازیں سن رہا تھا۔ اس کی آواز اور اس کی باتیں صاف صاف کانوں میں پہنچ کر اس کی زندگی کا یقین دلا رہی تھیں۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا۔ اسے کھول کر باہر کھلی فضا میں کان لگا کر سننے لگا۔ جب کہ وہ کسی نہ خانے میں رہ کر بھی ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتا تھا۔ اس کے باوجود وہ اپنی تسلی کے لیے کھڑکی سے باہر کھلی فضا میں کان لگا کر توجہ دے رہا تھا۔

پھر اس نے کھڑکی بند کر دی۔ ٹیلیفون کے پاس آکر ائرپورٹ کے اسپیشل انکوائری آفس سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "طیارے کے حادثے میں ہلاک ہونے والوں کی جو لسٹ آپ کے پاس ہے' اس میں مس بانو شہناز کا نام ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ بانو شہناز زندہ ہے۔"

"آپ کو کیسے یقین ہے؟"

"آپ مجھ سے سوال نہ کریں۔ پہلے یہ تصدیق کریں کہ بانو شہناز اس طیارے میں سوار ہوئی تھی یا نہیں؟"

اسے ایک منٹ ہولڈ آن کے لیے کہا گیا پھر آواز آئی۔ "ہمارے کاغذات تصدیق کر رہے ہیں کہ مرحومہ طیارے میں سوار ہوئی تھیں۔ طیارے کے ملبے سے مرحومہ کے شناختی کاغذات اور پاسپورٹ کے اوراق ملے ہیں۔"

"آپ بار بار اسے مرحومہ نہ کہیں۔ وہ زندہ ہے۔"

"کیا وہ آپ کے پاس زندہ پہنچ گئی ہیں؟"

"آپ طعنہ نہ دیں میں بہت دور سے اس کی آوازیں سن رہا ہوں۔"

"جناب! اکثر مرنے والوں کی آوازیں کانوں میں گونجتی رہتی ہیں۔ ہمیں آپ سے ہمدردی ہے۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ پاشا کے لیے یہ معاملہ بڑا پیچیدہ ہو گیا تھا۔ وہ بانو شہناز کی آوازیں سن سکتا تھا لیکن اس سے پوچھ نہیں سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ یہ ٹیلی فون نہیں تھا کہ دونوں طرف سے سوال جواب ہوتا۔

وہ ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا پھر سر ٹھکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ بانو شہناز کا تصور کیا۔ اپنی تمام توجہ اس کی آواز اور لہجے پر مرکوز کی۔ کچھ دیر تک گہری خاموشی رہی پھر اس کے کراہنے کی آواز آئی۔ پاشا نے سوچا "آہ! وہ تکلیف میں مبتلا ہے۔ حادثے میں زخمی ہوئی ہے۔ شاید تباہ شدہ طیارے سے کہیں دور زندہ پڑی ہے اور ہم سب نے اسے مردہ سمجھ لیا ہے۔"

اُدھر عادل چنگیزی نے اعصابی کمزوری کا جو شربت شی تارا کو پلایا تھا' اس کے نتیجے میں وہ کمزوری کے باعث کراہ رہی تھی۔ دائی ماں نے کہا۔ "بیٹی! آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرو۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد تم توانائی محسوس کرو گی۔"

وہ کراہتے ہوئے بولی۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ توانائی بحال ہو گی۔ میں شاید اسی طرح مر جاؤں گی۔"

"ایسی بری باتیں زبان سے نہ نکالو۔ مریں گے تمہارے دشمن اور وہ عادل تو دشمن نہ ہوتے ہوئے بھی انجانے میں دشمنوں سے بڑھ کر دشمنی کر رہا ہے۔"

وہ بولی۔ "ماں جی! عادل کو دیکھ کر وحشت سی ہوتی ہے۔ میں اس کا سامنا کرنے کے لیے اسلام آباد میں نہیں رہوں گی۔ طبیعت سنبھلتے ہی یہاں سے چل جاؤں گی۔"

"ضرور بیٹی! عادل کی حماقتیں ہمارے لیے مصیبتیں لانے والی ہیں۔ میں تمہارا سامان پیک رکھوں گی۔ سفر کے قابل ہوتے ہی یہاں سے چل پڑو۔ اب زیادہ نہ بولو۔ سو جاؤ۔"

خاموشی چھا گئی۔ پاشا سمجھ رہا تھا کہ وہ آنکھ بند کر چکی ہے۔ سونے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس لیے وہ بوڑھی ماں جی بھی خاموش ہو گئی ہے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ان کی گفتگو سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ اسلام آباد میں کہیں بیمار پڑی ہے۔ طبیعت سنبھلتے ہی وہاں سے کسی دوسری جگہ چلی جائے گی۔

پاشا اسی ہوٹل کے کمرے میں تھا' جہاں وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوا تھا۔ بیدار ہونے کے بعد اس نے اپنی اٹیچی کھول کر دیکھی تو اس کے اندر فرانسیسی ڈالرز اور برٹش پونڈز کے علاوہ ایک تہ کیا ہوا کاغذ رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے کھول کر پڑھا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "آزادی مبارک ہو۔ تم کسی کے تنویمی عمل کے زیرِ اثر نہیں ہو۔ جس ملک میں جانا چاہو۔ فون نمبر فور زیرو فور ڈائل کرو اور اپنی خواہش ظاہر کرو۔ تمہیں ایک گھنٹے کے اندر اس ملک کا ویزا مل جائے گا۔ دیٹس آل۔"

پاشا نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا پھر نمبر فور زیرو فور ڈائل کیے۔ فوراً ہی رابطہ ہو گیا۔ کسی نے پوچھا۔ "فرمایئے جناب! ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔"

وہ بولا۔ "مجھے اپنے سامان میں سے ایک پرچی ملی ہے' جس پر لکھا ہوا ہے کہ میں جس ملک میں جانا چاہوں' مجھے وہاں کا ویزا ایک گھنٹے کے اندر مل جائے گا۔"

"اچھا سمجھ گیا۔ آپ یوسف البرہان عرف پاشا ہیں۔"

"جی ہاں' میں وہی ناچیز ہوں۔ میرا جلد سے جلد اسلام آباد پہنچنا بہت ضروری ہے۔ آپ سے درخواست ہے' یہاں سے پاکستان جانے والی پہلی فلائٹ میں مجھے روانہ کر دیں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔"

"مہربانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم تو بابا صاحب کے ادارے کے ادنیٰ خادم ہیں۔ ایسی ہی خدمات کے لیے یہاں بیٹھے ہیں۔ آپ سفر کی تیاری کریں۔ ابھی ہم صورتِ حال سے آگاہ کریں گے۔ تی مان اللہ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ سفر کی تیاری ضروری نہیں تھی۔ وہ تیار ہی بیٹھا ہوا تھا۔ فون نمبر فور زیرو فور سے صرف فلائٹ کے کنفرم ہونے کا انتظار تھا۔

****

عادل چنگیزی کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ بانو شہناز نہیں' شی تارا ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو وہ بانو شہناز کے عشق سے باز آ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ شی تارا ایک دن پارس کی دھرم پتنی بننے والی ہے۔

شی تارا اعصابی کمزوریوں کے باعث نیند میں یا غفلت میں جو کچھ بڑبڑا رہی تھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس بڑبڑاہٹ کو سن کر عادل نے سوچا' شاید وہ بھی شی تارا پر عمل کر کے اسے اپنی معمولہ بنا سکتا ہے۔ اس وقت بیچاری کا دماغ بے حد کمزور تھا۔ وہ عادل کو ارس سمجھ کر خوفزدہ تھی اور خوف کے مارے اعتراف کر رہی تھی کہ وہ اس کی معمولہ بن چکی ہے اور آئندہ اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرتی رہے گی۔

عادل خوشی سے دیوانہ ہو گیا۔ کوٹھی کے باہر آ کر لان میں خوشی کے مارے اچھلنے کودنے اور قلابازیاں کھانے لگا۔ اس کی انسٹ میں اس نے دو بڑی کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ ایک تو پیشے ٹھائے ہپناٹزم کا ماہر بن گیا تھا۔ دوسری بڑی کامیابی یہ تھی کہ اس نے ایک ناقابلِ شکست ٹیلی پیتھی جاننے والی کو اپنی معمولہ اور ابعدار بنا لیا تھا۔

اتنی شاندار فتوحات کے بعد اس کی کھوپڑی الٹ گئی تھی۔ یہ صرف اس کی بات نہیں تھی اس کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو خوشی سے پاگل ہو جاتا۔ اب اسے فرہاد بھائی جان اور بھائی جان کا انتظار تھا۔ وہ سوچ رہا تھا' جب بھائی جان اور بھائی جان کو معلوم ہو گا کہ اس نے شی تارا جیسی ہستی کو ٹریپ کیا ہے تو پھر فرہاد کی پوری فیملی اس ہپناٹزم کے ماہر کو سر آنکھوں پر بٹھائے گی۔

اس انتظار میں وہ صبح تک جاگتا رہا۔ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ایک احمق نے شی تارا کو بے بس بنا رکھا ہے۔ نہ ہی کوئی بھائی جان اس کے دماغ میں جایا کرتی تھی۔ شی تارا ہی بھائی جان بن کر اسے اُلّو بناتی رہی تھی۔

صبح ہوئی تو وہ ناگواری سے بڑبڑانے لگا۔ "آخر نہیں آئے۔ نہ بھائی جان آئیں' نہ بھائی جان آئے۔ دونوں بہت مغرور ہو گئے ہیں۔ مجھے ایک معمولی شخص سمجھ کر نظر انداز کر رہے ہیں۔ جب انہیں میری صلاحیتوں اور میری اہمیت کا پتا چلے گا تو پچھتائیں گے کہ پہلے میری قدر کیوں نہیں کی لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ میں شی تارا کو حکم دوں کہ وہ بھائی جان کے پاس کر خیال خوانی کے ذریعے جائے اور میری تابعدار بن کر انہیں میرے پاس بلا کر لائے۔"

وہ سوچتا ہوا کوٹھی کے اندر آیا۔ شی تارا کی خوابگاہ کا دروازہ بند تھا۔ اس نے دستک دی۔ اندر سے دائی ماں نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

"میں ہوں عادل چنگیزی۔ دروازہ کھولو۔"

دائی ماں نے آہستگی سے دروازہ کھولا پھر باہر آ کر دروازے کو بند کرتے ہوئے بولی۔ "وہ سو رہی ہے۔ جب جاگے گی اور اندر بلائے گی تب جانا۔"

وہ گھڑی دیکھ کر بولا۔ "تعجب ہے۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے حکم دیا تھا کہ اسے صبح چھ بجے بیدار ہو جانا چاہیے لیکن وہ ابھی تک سو رہی ہے۔"

"دائی ماں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم نے میری بیٹی پر تنویمی عمل کیا ہے؟"

"بے شک کیا ہے۔ اب وہ میری معمولہ اور تابعدار رہے گی۔"

"مگر تم تو ایک ڈرائیور ہو۔ تم نے تنویمی عمل کہاں سے سیکھ لیا ہے؟"

"یہ خدا کی دین ہے کل اچانک مجھے یہ علم حاصل ہوا اور میں نے شی تارا کو اپنی مٹھی میں لے لیا۔"

وہ گھبرا کر بولی۔ "نن... نہیں۔ وہ شی تارا نہیں ہماری تمہاری مالکن بانو شہناز ہے۔"

"بکواس مت کر بڑھیا! مجھ جیسے عامل کامل کی آنکھوں پر شی تارا پردہ نہیں ڈال سکتی۔ تو جھوٹ بولے گی تو میں ہپناٹزم کے ذریعے تجھے بھی اپنی خدمت گار بنا لوں گا یا تجھے یہاں سے ہندوستان روانہ کر دوں گا۔"

بوڑھی دائی ماں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس احمق نے تنویمی

عمل کیا ہوگا لیکن دو باتیں الجھا رہی تھیں۔ ایک تو اسے شی تارا کی اصلیت معلوم ہو گئی تھی۔ دوسری بات وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے شی تارا کو صبح چھ بجے اٹھنے کا حکم دیا تھا۔ دائی ماں کو معلوم تھا کہ وہ واقعی چھ بجے بیدار ہو گئی تھی۔ اب بھی جاگ رہی تھی۔ دائی ماں نے باہر آکر جھوٹ کہا تھا کہ وہ سو رہی ہے۔

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "بیٹا عادل! کیا تم پچھلی رات سے جاگ رہے ہو؟ اس طرح جاگتے رہو گے تو صحت خراب ہو جائے گی۔ میرے ساتھ کچن میں چلو۔ ناشتا کرو پھر سو جاؤ۔"

"میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ تمہارے ہاتھ کی تیار کی ہوئی کوئی چیز کھاؤں گا یا پیوں گا۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں کچن میں جا رہا ہوں۔ خبردار! میرے پیچھے نہ آنا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا کچن کی طرف گیا۔ دائی ماں بھگوان کا شکر ادا کرتی ہوئی دروازہ کھول کر آئی۔ اسے اندر سے بند کیا پھر شی تارا کے بستر کے قریب پہنچی۔ اس نے بڑی کمزوری سے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ کر بڑی دھیمی آواز میں بولی۔ "بیٹی! اگر تو اپنے حواس میں ہے تو کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

شی تارا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "وہ احمق عادل دعویٰ کر رہا ہے کہ اس نے تجھ پر تنویمی عمل کیا ہے۔ کیا تو ایسا کچھ محسوس کر رہی ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا دیا۔ دائی ماں نے کہا۔ "بھگوان کرے یہ جھوٹ ہو لیکن وہ تمہیں شی تارا کی حیثیت سے پہچان گیا ہے۔"

وہ گھبرا کر دائی ماں کو دیکھنے لگی۔ اپنے کمزور سے تھرتھراتے ہوئے ہاتھ کو اٹھا کر بوڑھی کے گریبان کو پکڑ کر یوں جھنجھوڑنے لگی جیسے کہہ رہی ہو' مجھے بچاؤ۔ مجھے ظاہر نہ ہونے دو۔ مجھے یہاں سے دور لے جاؤ۔"

دائی ماں نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر چوما پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "بیٹی! گھبراؤ نہیں۔ میں عادل کو کسی کے سامنے زبان کھولنے نہیں دوں گی۔ ہمیں بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہو گا۔ اس اُلّو گدھے سے نمٹنا زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔ میں جو کہتی ہوں' اس پر عمل کرتی رہو۔"

وہ ذرا اور جھک کر شی تارا کے کان کے قریب ہو کر بولی۔ "وہ تمہارے پاس عامل بن کر آئے تو یہی ظاہر کرو کہ اس کی معمولہ اور نابعدار بن چکی ہو۔"

شی تارا نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ دائی ماں نے کہا۔ "میں اس کے گوبر دماغ میں یہ بات بٹھاؤں گی کہ اسے کسی کے سامنے تمہارا اصلی نام نہیں لینا چاہیے کیوں کہ تم فرہاد کی ہونے والی بہو اور پارس کی عزت ہو۔ دشمنوں نے تمہارا نام اگر سن لیا تو وہ تمہیں مار ڈالیں گے۔ بٹی! مجھے یقین ہے' وہ احمق اپنے بھائی جان کی بہو کی سلامتی کے لیے تمہارا ذکر کسی کے سامنے نہیں کرے گا۔"

شی تارا نے مشکور و ممنون ہو کر اپنی دائی ماں کو دیکھا۔ وہ ا... ممتا سے تھک کر بولی۔ "جب تک میں زندہ ہوں' تجھ پر آنچ ن... آنے دوں گی۔ تو اچھی خوراک کھاتی رہے گی اور آرام کرتی ر... گی تو جلد ہی اٹھ کر بیٹھ جائے گی۔ میں تیرے لیے پھلوں کا جو... لے کر آتی ہوں۔"

اس نے کمرے سے باہر آکر عادل کو آواز دی۔ وہ منہ پو... ہوا کچن سے آیا۔ وہ بولی۔ "بیٹا! میں تجھ سے کچھ ضروری باتیں چاہتی ہوں۔"

"یہ تم صبح سے مجھے دو بار بتا کہہ چکی ہو۔ ارادہ کیا ہے؟"

"ارادہ یہ ہے کہ اب میں تمہیں پارس اور شی تارا کے ... کے بارے میں بتا دوں۔"

"یہ میں جانتا ہوں۔"

"مگر یہ نہیں جانتے کہ شی تارا دراصل فرہاد بیٹے ہی کی بد... پرساں چھپ کر آئی ہے۔"

"بھائی جان نے اسے چھپ کر یہاں آنے کو کیوں کہا ہے؟"

"اس لیے کہا ہے کہ تمہارے بھائی جان اور شی تارا ... ہزاروں دشمن ہیں۔ اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ فرہاد کی ہونی وا... بانو شہناز کے روپ میں یہاں موجود ہے تو وہ اسے قتل کر... گے۔"

وہ سینہ ٹھونک کر بولا۔ "میرے جیتے جی کوئی شی تارا ... نہیں کر سکتا۔ قتل کرنے کے لیے انہیں میری لاش پر سے گزر... گا۔"

"اس کا مطلب ہے تمہاری لاش پر سے گزر کر وہ قتل ... ہیں۔"

"آں؟ شاید میں کچھ غلط کہہ گیا۔"

"عقل سے کام لو گے تو تمہارے بھائی جان کی بہو اور ... کی عزت پر آنچ نہیں آئے گی۔"

"یعنی عقل سے کیسے کام لوں؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ کسی کے سامنے شی تارا کا نام نہ ... نہ ہی کسی پہلو سے اس کا ذکر کرو۔ بات کو راز رکھو گے تو یہ با... دشمن کے کانوں تک نہیں پہنچے گی۔"

"واقعی مجھے اس معاملے میں خاموش رہنا چاہیے۔"

"اور شی تارا کو بھول سے بھی شی تارا نہیں کہنا چاہیے ... تنہائی میں بھی اسے بانو شہناز کہتے رہیں گے۔"

"میں اپنے فرہاد بھائی جان کی بہو کے لیے ایسا ہی ... گا۔ ویسے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ بھائی جان نے بہو کو اسلام آباد کیوں بھیجا ہے؟"

"بات یہ ہے کہ شی تارا شادی کے بعد ہندوستان میں ... چاہتی تھی اور پارس پاکستان میں رہنا چاہتا ہے۔ اس پر شی تا... کہا' میں کچھ عرصہ اسلام آباد میں رہ کر یہاں کا ماحول اور یہا... لوں کو دیکھوں گی' اگر پاکستانیوں نے اس سے محبت کی تو یہ بہو بن ... رہ پاکستان میں ہی آئے گی۔"

عادل نے سینہ تان کر کہا۔ "میں پاکستان کی ہونے والی بہو کو بے ... تاشا محبت دوں گا۔"

"اور جب تک وہ خود کو چھپائے رکھے گی' تم اس کا ذکر نہیں ... روگے۔"

"کبھی کسی سے ذکر نہیں کروں گا۔ اگر منہ سے بات نکلنا ... ہے گی تو اپنی زبان کاٹ کر پھینک دوں گا۔"

"شاباش! تم جوش' جذبے اور حوصلے میں بالکل فرہاد کے ... ٹے بھائی ہو۔ اب ڈاکٹر کے پاس جاؤ اور اسے لے آؤ۔ میں ... ں کے لیے پھلوں کا جوس لے جا رہی ہوں۔ ذرا بتاؤ تو کس کے ... ے؟"

"شش... شی۔ نن... نہیں' بانو شہناز کے لیے۔"

دائی ماں اسے شاباشی دیتے ہوئے کچن کی طرف چلی گئی۔

عادل کسی دوسرے ڈاکٹر کو لے آیا۔ ڈاکٹر نے زود اثر دوائیں ... انجکشن دیے۔ وہ شام تک کچھ بولنے کے قابل ہو گئی۔ دائی ... یہی کوشش کرتی رہی کہ عادل اس کے سامنے نہ جائے۔ شی ... بھی آنکھیں بند کیے سونے کا بہانہ کرتی رہی اس طرح وہ ... سری صبح تک دور ہی دور رہا۔

دوسرے دن وہ اٹھ کر بیٹھنے اور اپنے ہاتھوں سے کھانے پینے کے قابل ہو گئی پھر بھی کافی کمزوری تھی' وہ رہ رہ کر سر چکرانے لگتا تھا۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگتی تھی۔ ایسے ہی وقت پاشا نے اس کی کراہیں اور باتیں سنی تھیں اور یہ معلوم کیا تھا کہ اس کی مرحومہ بانو شہناز اسلام آباد میں ہے۔

شی تارا کو اپنے اطراف خطرات کے بڑھتے ہوئے سائے نظر آ رہے تھے۔ کتنی عجیب بات تھی کہ شی تارا کے آس پاس اور دور دور تک کوئی دشمن نہیں تھا۔ کوئی مخالف اسے نقصان پہنچانے والا نہیں تھا۔ اس کے باوجود کاتبِ تقدیر سمجھا رہا تھا کہ انسان کو جب ذلت اٹھانی ہوتی ہے تو وہ ایک کمزور اور احمق کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے۔ وہ گھبرا رہی تھی اور یہ دیکھ کر سہمی جا رہی تھی کہ وہ احمق اس کی جڑوں تک پہنچ رہا ہے۔ بلکہ اس کی چھپی ہوئی شخصیت کو کھود کر باہر نکال چکا ہے۔

وہ دن رات دعائیں مانگتی رہتی تھی کہ خیال خوانی کرنے والوں میں سے کوئی اس کے دماغ میں نہ پہنچے' کسی کو اس کی کمزوری اور مجبوری کی خبر نہ ہو اور دماغی توانائی حاصل کرنے تک عادل کی زبان بند رہے۔

تیسرے دن وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ دائی ماں سے بولی۔ "ابھی گاڑی میں جاؤ۔ کسی بھی ایئرلائن کا ٹکٹ کسی بھی ملک اور شہر کے لیے حاصل کرو۔ جتنی جلدی ممکن ہو' یہاں سے نکل چلو۔ مسلمان مرد اور اسلامی ملک مجھے راس نہیں آتا۔"

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سچی کہانیاں

مرزا امجد بیگ کی یادداشتیں

ریٹائرڈ ڈی ایس پی ملک ضیغمات کی ڈائری

شیطان صفت

سبز قدم

دستِ انتقام

اسیرِ ہوس

قانونی پیچیدگیاں' عدالتی کارروائی کے اہم موڑ و نکات

زن، زر اور زمین کے تنازعوں سے جنم لینے والے مقدمات

ایک ریٹائرڈ ڈی ایس پی کی پیشہ ورانہ زندگی کے پے چیدہ کیسوں کی روداد

جرم و سزا کی وہ کہانیاں جو انسانی حرص و ہوس کا آئینہ ہیں

قیمت فی کتاب ۲۵/- روپے، ڈاک خرچ ۱۲/- روپے۔ چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳۰۰ رمضان چیمبرز ۲

تزئین و فرحانہ بلڈنگ ۱۱ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱۴۳۰

"بیٹی! تمہیں اپنے پیروں پر کھڑے ہوتے دیکھ کر مجھے نئی زندگی مل رہی ہے۔ کیا اب خیال خوانی بھی کر سکتی ہو؟"

"ابھی نہیں' لیکن شاید آج رات تک میں اس قابل ہو جاؤں۔ تم جلدی جاؤ دائی ماں۔"

"جا رہی ہوں۔ اس سے پہلے ایک عقل کی بات کہہ دوں کہ اپنے ساتھ عادل کو لے چلو۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"ہم یہاں سے جانے والی بات اس سے چھپا نہیں سکیں گے۔ وہ شبہ کرے گا تم یہاں سے بھاگ رہی ہو۔"

"تم چاہتی ہو' اس کا منہ بند رکھنے کے لیے اس مصیبت کو ساتھ لے جاؤں؟"

"اسے اپنے پیچھے چھوڑ کر جاؤ گی تو یہ تمہارے متعلق بہت کچھ بولتا پھرے گا۔ اس کی باتیں کسی بھی خیال خوانی کرنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکتی ہیں۔ وہ سراغ لگا سکتا ہے کہ تم اسلام آباد سے کس ملک اور کس شہر کی طرف گئی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "یہ کیسی مجبوری ہے۔ میں خیال خوانی کے بغیر کسی کو آلۂ کار بنا کر عادل کو قتل نہیں کرا سکتی۔ اسے زندہ چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتی۔"

"تم اپنے دل اور دماغ پر بوجھ نہ ڈالو۔ یہاں سے روانہ ہونے تک تمہاری دماغی توانائی لوٹ آئے تو اسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے ختم کر دینا۔ ورنہ ہم اسے ملک سے باہر اس کے فرہاد بھائی جان کے پاس لے جانے کے بہانے اپنے کرائے کے آدمیوں کے حوالے کر دیں گے۔"

"ٹھیک ہے دائی ماں! عادل چنگیزی کا بھی پاسپورٹ لے جاؤ۔ اس نے ایک بار کہا تھا کہ وہ کبھی ملک سے باہر نہیں گیا۔ بیچارہ غریب ڈرائیور ہے۔ بڑی حسرت سے ایک پاسپورٹ بنا کر رکھا ہوا تھا۔ اس کی حسرت پوری ہو جائے گی۔ یہ اس کی زندگی کا پہلا اور آخری پاسپورٹ ہے' اسے دنیا سے ہی لے جائے گا۔"

******

زندگی کے کئی دروازے ہوتے ہیں۔ موت سے لڑتے وقت یہ دروازے کھلتے بند ہوتے رہتے ہیں۔ ایسی لڑائی میں موت کا بند ہونے والا دروازہ کھول کر زندگی کی طرف آنے کے مواقع ملتے رہتے ہیں لیکن پارس کو ایسا کوئی موقع نہیں مل رہا تھا۔

اس عمارت کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔ ہر دروازے پر مسلح فوجی تھی۔ باربرا اتنے فوجیوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے راستے سے نہیں ہٹا سکتی تھی۔

بچاؤ کا دوسرا راستہ یہ تھا کہ مین سوئچ آف کر کے تاریکی سے فائدہ اٹھایا جائے لیکن مین سوئچ کے پاس بھی فوجی موجود تھے۔

بچاؤ کا تیسرا راستہ یہ تھا کہ مرینا سے آمنا سامنا ہو۔ اسے زخمی کیا جائے تاکہ باربرا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر جنرل کے ذریعے بازی پلٹ دے لیکن اس سے سامنا نہیں ہوا۔ وہ جنرل کے ساتھ ایک کمرے میں آ گئی تھی۔ اس کمرے کے باہر بھی مسلح فوجی کھڑے ہو گئے تھے۔ جنرل نے حکم دیا۔ "اس عمارت کے تمام ٹی وی کیمرے آن کیے جائیں۔ میں اس جاسوس کو اسکرین پر دیکھ کر اس کی نشاندہی کروں گا۔"

مرینا جنرل واسکوڈی کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ ان کے سامنے ٹی وی آن ہو گیا تھا۔ اسکرین پر گراؤنڈ فلور کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ جنرل نے مرینا کی ہدایت کے مطابق انٹیلی جنس کے افسر کو حکم دیا۔ "پہلے گراؤنڈ فلور کے لوگوں سے کہو وہ ایک ایک کر کے ٹی وی کیمرے کے سامنے سے گزرتے جائیں اور عمارت کے باہر چلے جائیں۔"

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ لوگ ایک قطار بنا کر ٹی وی کیمرے کے سامنے سے گزرنے لگے۔ باربرا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر جنرل کے دماغ میں پہنچ کر بولی۔ "مرینا! جنرل نے سانس نہیں روکی اس کا مطلب یہ ہے کہ تم موجود ہو۔"

مرینا نے کہا۔ "میں ابھی دماغ سے نکلوں گی تو جنرل تمہاری سوچ کی لہروں کو برداشت نہیں کرے گا سانس روک لے گا۔"

"مجھ میں اتنی عقل ہے' میں تمہاری سوچ کی لہروں کو اپنا کر رہوں گی۔ تم نے اس بیچارے پر جو تنویمی عمل کیا ہے' اس کے مطابق یہ تمہاری سوچ کی لہروں کو نہیں بھگائے گا۔"

مرینا نے کہا۔ "اچھا تو یہ بات ہے؟ جنرل واسکوڈی میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ میری سوچ کی لہروں کو بھی آئندہ ایک گھنٹے تک قبول نہ کرو۔ سانس روک لو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ سانس روک لی۔ وہ دونوں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔ اس بار وہ میرے پاس آئی۔ "پاپا! گڑبڑ ہو گئی ہے۔ مرینا نے اپنے معمول جنرل واسکوڈی کے ذریعے اس عمارت کی ناکہ بندی کر دی ہے' پارس کے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا ہے۔ میں ہر ممکن تدبیر آزما چکی ہوں۔"

"بیٹی! تم میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

"یہ کہنے کہ آپ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والوں کے ساتھ آ جائیں۔"

"میں تو پوچھ رہا ہوں کہ ہم کیوں آ جائیں؟"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ کیا آپ اپنے بیٹے کو موت کے شکنجے سے نہیں نکالیں گے؟ مرینا کو سب سے زیادہ خطرہ پارس سے رہتا ہے۔ آج وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ آپ اپنے بیٹے کو بچائیں۔"

"وہ جو تمہارے ساتھ پارس ہے اگر وہ گھن کے بال کی طرح اس عمارت سے نہ نکل آئے تو سمجھ لینا وہ میرا بیٹا نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ ہماری مدد کا محتاج نہیں ہو گا۔"

"پاپا! میں کیسے بتاؤں۔ یہاں سے نکلنا ناممکن ہے۔"

"میں نے اسی لیے تمہیں پارس کے ساتھ رکھا ہے۔ اپنا ذہن اور آنکھیں کھلی رکھو' دیکھو وہ کیا کرتا ہے۔"

میں نے سانس روک لی۔ باربرا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دیکھا۔ پارس نہیں تھا۔ اس نے دور تک نظریں دوڑائیں۔ مرد اور عورتوں کے سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ سب کے سب گراؤنڈ فلور کی طرف جا رہے تھے تاکہ وہاں ٹولیاں چلنے سے پہلے ہی ٹی وی کیمرے کے سامنے سے گزر کر فوجیوں کی تسلی کر کے باہر چلے جائیں۔

وہ آگے بڑھ کر اسے تلاش کرنے کے دوران بھیڑ میں دھکے کھانے لگی۔ گراؤنڈ فلور کی طرف جانے والی سیڑھیوں کے قریب پہنچ گئی۔ ایک جگہ رینگ کو مضبوطی سے پکڑ کر پارس کے دماغ میں آئی۔ وہ ایک کمرے میں تھا وہاں سے کوئی چیز کپڑے میں لپیٹ کر لے جا رہا تھا۔ باربرا نے پوچھا۔ "کیا کر رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "دھماکے کرنے والا ہوں۔"

"اس شراب خانے اور قمار خانے میں دھماکے کرنے کے لیے تمہیں بم کہاں سے ملیں گے؟"

"تم نے وہ دھماکے نہیں دیکھے ہیں' جو بموں کے بغیر ہوتے ہیں۔ میرے پاس ایک بم تو کیا' ایک کارتوس بھی نہیں ہے لیکن یہاں قیامت کا زلزلہ آئے گا۔ ایسی کوئی بات ہوتے ہی فوراً باہر چلی جانا۔ ہماری ملاقات باہر ہو گی۔"

شراب خانے کے کاؤنٹر کے پاس ایک کیبن تھا۔ اس کیبن میں بڑا سا کیسٹ ریکارڈر تھا۔ اس ریکارڈر سے دھیمے سروں میں اسپیکر کے ذریعے موسیقی نشر کی جاتی تھی۔ نیچے سے اوپر تک تمام فلور میں بے شمار اسپیکر لگے ہوئے تھے۔ شراب خانہ دوسرے فلور کی طرح خالی ہو چکا تھا۔ لوگ عمارت سے باہر جانے کے لیے گراؤنڈ فلور کی طرف چلے گئے۔ ایک بار مین وہاں رہ گیا تھا۔

پارس نے کاؤنٹر کے پیچھے آ کر بار مین کے سر پر ایک ضرب لگائی پھر اسے گھسیٹ کر کیبن میں لے آیا۔ اسے قالین پر لٹا دیا۔ اس کی قمیص پھاڑ کر بم کے فلیتے بنائے۔ ریک میں سے دس شراب کی بھری ہوئی بوتلیں نکال کر انہیں کاؤنٹر پر ایک ساتھ ملا کر رکھا پھر ان بوتلوں کے ڈھکن کھول دیے۔ ہر بوتل کے اندر ایک ایک فلیتہ ڈال دیا پھر ان تمام فلیتوں کے سروں کو ایک جگہ ملا کر باندھ دیا۔ اسے بار مین کی جیب سے ایک لائٹر مل گیا تھا۔ اس کی یہ تمام کارروائی محض دہشت پھیلانے کے لیے تھی۔

گراؤنڈ فلور میں ہزاروں افراد جمع ہو گئے تھے۔ اگر ایسے میں دھماکا ہوتا تو عورتیں اور کمزور دلوں کے مرد چیختے چلاتے باہر بھاگتے پارس ان لمحات میں انسان کے اندر چھپے ہوئے خوف اور زندگی سے قائم رہنے والی محبت سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔

پہلے وہ کیبن میں آیا۔ ریکارڈر کا ٹارانگ کر کے اسے ایک مائیک سے منسلک کیا۔ باربرا نے خیال خوانی کے وقت اسے دیکھا تھا۔ وہ کوئی چیز ایک کپڑے میں لپیٹ کر کمرے سے نکل رہا تھا۔ وہ چیز ایک ٹائم پیس تھی اس نے ٹائم پیس کو کپڑے سے نکال کر مائیک کے سامنے رکھا پھر مائیک کو آن کر کے بولا۔ "اٹینشن لیڈیز اینڈ جنٹلمین اٹینشن۔ میں آپ سب کو خطرات سے آگاہ کرتا ہوں۔ یہاں کئی جگہ ٹائم بم چھپا کر رکھے گئے ہیں جو دس منٹ کے اندر بلاسٹ ہونے والے ہیں۔ آپ کان لگا کر ٹائم بم کی آواز سن سکتے ہیں۔"

وہ خاموش ہوا۔ مائیک خاموش نہیں ہوا۔ ٹائم پیس کی مسلسل ٹک ٹک ٹک ٹک اسپیکر کے ذریعے عمارت کے ہر حصے میں سنائی دے رہی تھی۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ عورتوں' مردوں کے چیخنے چلانے' بھاگنے دوڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ مرینا نے جنرل سے کہا "پارس غضب کی چال چل رہا ہے۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے افسران سے کہو کہ وہ میگا فون کے ذریعے لوگوں کو روکیں اور سمجھائیں کہ یہاں بم نہیں ہے۔"

اسی وقت پارس نے لائٹر کا ننھا سا شعلہ بھڑکایا۔ ایک فلیتے کو آگ دکھائی پھر دوڑتا ہوا شراب خانے سے باہر آ گیا۔ اسی لمحے میں ایک زبردست دھماکا ہوا۔ بلاسٹ ہونے والی بوتلوں کے ٹکڑے اور بھڑکتے ہوئے شعلوں سے ریک میں رکھی ہوئی بوتلیں بھی دھماکے سے پھٹنے لگیں۔

زیادہ سے زیادہ سو عدد مسلح فوجی ہوں گے لیکن جان بچا کر بھاگنے والے ہزاروں میں تھے۔ انہیں روکنا فوجیوں کے بس کی بات نہیں تھی۔ بھڑکتے ہوئے شعلوں اور دھماکوں کے شور میں اور لوگوں کی بھیڑ میں پارس یوں جا رہا تھا جیسے برات کا دولہا جا رہا ہو۔

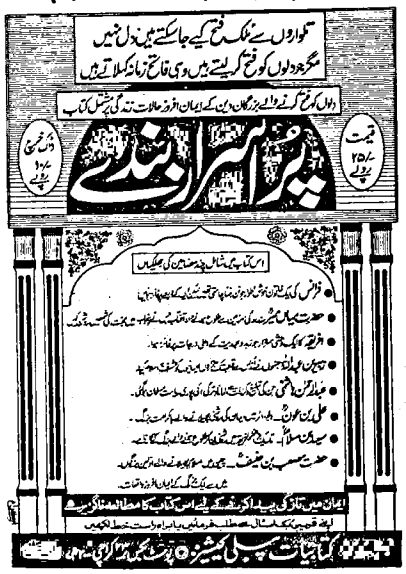

پاشا اسلام آباد پہنچ گیا۔ وہ پیرس سے وہاں پہنچنے تک کئی بار بانو شہناز (شی تارا) کی آواز سننے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ اس کی آواز سنائی نہیں دی۔ وہ اس کی وجہ سمجھ رہا تھا کہ بانو شہناز زیادہ اور کمزور ہے اس لیے بہت کم بولتی ہے۔ دو چار بار اس کی گنگناہٹ سنائی دی۔ اس گنگناہٹ سے پتا نہ چلا کہ پیرس سے فرینکفرٹ جانے والی بانو شہناز اسلام آباد کیسے پہنچ گئی تھی۔

ایک بار اس کی گنگناہٹ سے پتا چلا کہ وہ اسلام آباد سے جانے والی ہے۔ کہاں جائے گی' یہ معلوم نہ ہو سکا تھا۔

اس نے اسلام آباد آکر ایک ہوٹل میں کمرا لیا۔ کمرے میں پہنچتے ہی دروازے کو بند کرکے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ بانو شہناز کی آواز اور لہجے پر اپنی تمام توجہ مرکوز کرنے لگا۔ فوری ضرورت کے وقت مطلوبہ آواز سنائی نہ دے تو وہ جھنجلا جاتا تھا لیکن صبر سے انتظار کرنا پڑتا تھا کیوں کہ آدمی چوبیس گھنٹے نہیں بولتا۔ اکثر لوگ صرف ضرورت کے وقت مختصر سے فقرے ادا کرتے ہیں پھر بانو شہناز کے متعلق معلوم تھا کہ بیچاری بیمار ہے۔ اس لیے کم ہی بولے گی۔

پھر اچانک ہی اس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "چلو جلدی کرو' فلائٹ کا وقت ہو رہا ہے۔ سنو عادل! یہ سامان گاڑی میں لے جاکر رکھو۔"

پاشا فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ہوٹل کے کمرے سے نکل کر نچلی منزل پر آیا۔ وہاں رینٹ اے کار والوں سے ایک کار حاصل کی پھر ڈرائیو رسے کہا۔ "ائرپورٹ چلو۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار چل پڑی۔ اس دوران وہ آوازیں سننے کی کوششیں کرتا رہا۔ ایک بار عادل کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "آج میں بہت خوش ہوں۔ زندگی میں پہلی بار ملک سے باہر جا رہا ہوں۔"

شی تارا نے اسے ڈانٹ کر کہا۔ "میں تم سے پہلے کہہ چکی ہوں' میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ بالکل خاموش رہو پھر کبھی اپنی خوشیوں کا اظہار کر لینا۔"

وہ سب خاموش ہو گئے۔ دائی ماں بھی نہیں بول رہی تھیں۔ وہ اپنی مطلوبہ آواز کے ساتھ اسی ماحول میں دوسری آواز سنتا تو پھر وہ دوسری آواز بھی اس کی قوتِ سماعت کے دائرے میں آجاتی تھی اگرچہ اس وقت شی تارا ذہنی سکون کے لیے ایسا ہی ہندوستانی کلاسیکل سنگیت سنا کرتی تھی۔ پاشا ادھر شی تارا کے ذریعے وہ موسیقی سن رہا تھا۔

وہ موسیقی شناخت کا باعث بن گئی تھی۔ جس کار سے وہ مخصوص گیت ابھرتا' پاشا اس سنگیت کے ذریعے بانو شہناز کی کار کو پہچان لیتا اور یہی ہوا۔ وہ ائرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں کار سے اتر کر ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ وہ موسیقی اس کی قوتِ سماعت کی گرفت میں تھی اور اس کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔

پھر وہ کار قریب آگئی۔ پارکنگ ایریا میں پہنچ کر رک گئی۔ عادل نے کار سے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ کار کے اندر سے بانو شہناز کو طلوع ہوتے دیکھ کر پاشا مارے خوشی کے چیخ پڑا۔

"بانو! مائی سویٹ ہارٹ!"

شی تارا نے گھبرا کر اسے دیکھا کہ یہ کون ہے' جو اسے بانو کی حیثیت سے پہچان رہا ہے؟

شی تارا نے سیکڑوں بار پاشا سے دماغی رابطہ رکھا تھا۔ دونوں میں دوستی بھی ہوئی تھی اور دشمنی بھی اور اتنی قربتوں کی باوجود دونوں نے ایک دوسرے کی صورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ شی تارا تو یوں بھی بانو شہناز کے روپ میں تھی اس پر ابھی اعصابی کمزوری کا اثر تھا۔ وہ بڑے حوصلے سے اٹھ کر یہ سفر شروع کرنے آئی تھی۔ ایسے میں پاشا کی آواز اور لہجے کو فوراً ہی پہچان نہ سکی۔

وہ محبت سے دونوں بازو پھیلائے اس کی طرف آتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "بانو! میری چچی محبت نے تمہیں طیارے کے حادثے سے بچایا ہے۔ خدا نے تمہیں میرے لیے زندہ رکھا ہے۔"

اس سے پہلے کہ وہ بالکل قریب آتا۔ وہ چیخ مار کر فوراً ہی کار میں گھس گئی۔ دروازے کو اندر سے لاک کرکے بولی۔ "کون ہو تم؟ تم کون ہو؟"

وہ کار کی کھڑکی پر جھک کر بولا۔ "کیوں مذاق کرتی ہو' کیا حادثے میں تمہاری یادداشت گم ہو گئی ہے؟"

"تم کس حادثے کی بات کر رہے ہو؟ آخر تم کون ہو؟"

"میں ہوں پاشا۔ تمہارا یوسف البرہان عرف پاشا۔۔۔"

شی تارا کا سر چکرانے لگا۔ اسے پاشا کی آواز اور اس کا لہجہ یاد آگیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہم پرسوں رات پیرس کے ائرپورٹ پر ملے تھے۔ میں نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ میں غیر معمولی قوتِ سماعت کے ذریعے تمہاری آواز ہزاروں میل دور سے سن سکتا ہوں اور اب میں تمہاری پیاری اور دلنشین آواز سنتا ہوا پیرس سے یہاں آیا ہوں۔"

شی تارا آگے نہ سن سکی' پاس بیٹھی ہوئی دائی ماں کی گود میں ڈھلک کر بے ہوش ہو گئی۔

آہ بیچاری! پارس کی گھر والی نہ بننے کے لیے دور بھاگ رہی تھی لیکن پھسل پھسل کر متعلقہ افراد کی لپیٹ میں آرہی تھی۔ دائی ماں شی تارا کے تمام دوستوں اور دشمنوں سے واقف تھی۔ پاشا کو پہچان گئی۔ بڑھیا گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکی تھی۔ اس نے کہا۔ "مسٹر پاشا! بانو نے تمہارا ذکر کیا تھا۔ اس کے بعد اس کی یادداشت گم ہو گئی۔ بہرحال ابھی ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔ اسے فوراً کسی قریبی اسپتال لے جانا ہو گا' کیا تمہارے پاس گاڑی ہے؟"

"ہاں' ادھر کھڑی ہے۔"

"تم ہمارے پیچھے آؤ۔ میں اسے اسپتال لے جا رہی ہوں۔"

پاشا تیزی سے ہوٹل والی کار کی طرف جانے لگا۔ دائی ماں نے آہستگی سے کہا۔ "عادل! تم فرہاد بھائی جان کی طرح عقلمند ہو۔ تم نے اچھا کیا کہ اس شخص کے سامنے زبان نہیں کھولی۔ تم نے ابھی سنا ہے کہ وہ ہزاروں میل دور سے اپنے شکار کی آواز سن لیتا ہے۔"

"ہاں وہ ایسا کہہ رہا تھا۔"

"تم گاڑی چلاتے رہو' کسی قریبی اسپتال میں چلو اور یاد رکھو اسی لمحے سے تم گونگے بن کر رہو گے۔ پاشا کی غیر موجودگی میں بھی نہیں بولو گے۔ یہ بہت خطرناک شخص ہے' اگر اسے معلوم ہو گیا کہ یہ شی تارا ہے تو اپنی غیر معمولی قوتوں سے اسے مار ڈالے گا۔ تم بھائی جان کی ہونے والی بہو کی سلامتی چاہتے ہو تو گونگے بن کر رہو۔"

وہ اسپتال پہنچ گئے جب کہ کسی دوسرے ملک میں پہنچنا تھا اسی کو کہتے ہیں کہ مقدر سے لڑتے رہو اور پچھاڑیں کھاتے رہو۔

ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا پھر کہا۔ "مریضہ بے حد کمزور ہے۔ شاید کسی دماغی صدمے سے بے ہوش ہوئی ہے۔"

پھر اس نے پاشا اور عادل کو دیکھ کر کہا۔ "پلیز' آپ لوگ بھیڑ نہ لگائیں۔ ویٹنگ روم میں انتظار کریں۔"

دائی ماں اس کمرے میں رہی پاشا اور عادل وہاں سے نکل کر ویٹنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔ پاشا نے کہا۔ "آہ! پتا نہیں میری جان کو کس کی نظر لگ گئی ہے۔ پرسوں طیارے کے حادثے میں مرتے مرتے بچی۔ پتا نہیں طیارے کے ملبے سے نکل کر یہاں کیسی چلی آئی؟ کیوں مسٹر! کیا تم کچھ بتا سکتے ہو؟"

عادل نے اسے دیکھا مگر گونگا بنا رہا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ تم بولتے کیوں نہیں؟"

عادل نے گونگے اشاروں میں بتایا کہ وہ بول نہیں سکتا ہے۔ پاشا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم کسی تھیٹر میں ایکٹنگ کرتے ہو؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولا۔ "میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتا ہوں تم ادھر ائرپورٹ آتے وقت کہہ رہے تھے۔ آج میں بہت خوش ہوں' پہلی بار ملک سے باہر جا رہا ہوں۔" پھر تم بانو کی ڈانٹ سن کر خاموش ہو گئے تھے۔"

عادل نے شکست خوردہ انداز میں کہا۔ "تم میری بات لفظ بہ لفظ دہرا رہے ہو۔ واقعی بہت خطرناک ہو۔"

"یہ بتاؤ' تم ابھی گونگے کیوں بن رہے تھے؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تمہیں آزما رہا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم میری آواز دور سے سن سکتے ہو یا نہیں مگر کمال ہے۔ بڑا خطرناک علم جانتے ہو۔"

"تم بار بار مجھے خطرناک کیوں کہہ رہے ہو؟ کیا میں نے تمہیں کوئی نقصان پہنچایا ہے۔"

"اس سے بڑا نقصان اور کیا ہو گا کہ میں تنہائی میں کسی سے بنی راز کی بات کروں گا تو تم سن لو گے۔"

"میں خواہ مخواہ کسی کی باتیں نہیں سنتا۔ یہ بتاؤ' تم یہاں کب سے ڈرائیور ہو؟"

"دو ماہ تین دن سے۔"

"کیا پرسوں بانو شہناز پیرس میں تھی؟"

دائی ماں ان کے پیچھے کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ صوفے کے پیچھے سے گھوم کر آتے ہوئے بولی۔ "ہاں پیرس میں تھی اور یہ عادل جسے تم ڈرائیور کہہ رہے ہو' یہ دراصل ڈرائیور نہیں ہے۔"

دائی ماں کی یہی کوشش تھی کہ عادل کو قابو میں رکھنے کی لیے اسے زیادہ سے زیادہ اپنا بنا کر رکھے۔ وہ بولی۔ "ہمارا عادل ایک ایسے اونچے خاندان کا فرد ہے' جو ساری دنیا میں مشہور ہے۔"

پاشا نے پوچھا۔ "اس بین الاقوامی شہرت رکھنے والے خاندان کا نام کیا ہے؟"

"یہ عادل اور اس کے بھائی جان کا ایک خاندانی راز ہے۔ یہ راز ابھی تمہیں بتا نہیں سکتا۔"

عادل اپنے فرہاد بھائی کے حوالے سے خوش ہو رہا تھا اور فخر سے تن کر بیٹھ گیا تھا۔ پاشا نے کہا۔ "ٹھیک ہے تم نہ بتاؤ۔ میں بانو شہناز سے پوچھ لوں گا۔"

"کیسے پوچھو گے۔ اس کی یادداشت اتنی کمزور ہو گئی ہے کہ پچھلی بہت سی باتیں بھول چکی ہے۔"

"ہاں اسی لیے اس نے مجھے' اپنے محبوب پاشا کو نہیں پہچانا۔ ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ وہ پیرس سے فرینکفرٹ جانے کے لیے طیارے میں سوار ہوئی تھی۔ طیارے کے حادثے میں ایک بھی مسافر زندہ نہ بچ سکا پھر بانو وہاں سے اسلام آباد کیسے پہنچ گئی؟"

"اس میں نہ سمجھنے والی بات کیا ہے؟ موٹی عقل سے بھی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ طیارے میں سوار نہیں ہوئی تھی اس لیے بچ گئی۔ کیا تم نے اسے سوار ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟"

"نہیں' میں نے پنجنرز لاؤنج کے دروازے پر اسے الوداع کہا تھا لیکن مسافروں کی لسٹ میں اس کا نام تھا۔"

"یہ دیکھو کہ موت کی لسٹ میں اس کا نام نہیں تھا۔ اس لیے وہ یہاں اسپتال میں ہے۔ جب وہ ہوش میں آئے اور اس کی یادداشت بحال ہو جائے تب وہ پیرس سے یہاں تک پہنچنے کا واقعہ سنا سکے گی۔"

دائی ماں نے شی تارا کو جنم نہیں دیا تھا لیکن اسے اپنا دودھ پلایا تھا۔ پیدائش کے دن سے اس کی پرورش کی تھی اور اس کی خدمت کرتی آئی تھی۔ شاید کوئی سگی ماں بھی اس کی حفاظت اور

سلامتی کے لیے اتنی جدوجہد نہ کرپاتی جیسی وہ کر رہی تھی۔ ایک طرف عادل کو قابو میں رکھے ہوئے تھی۔ اسے شی تارا کا نام زبان پر لانے کا موقع نہیں دے رہی تھی اور دوسری طرف پاشا کو یقین دلا رہی تھی کہ وہ جس کی آواز پر پیرس سے یہاں آیا ہے' وہ سچ مچ بانو شہناز ہے۔

ویسے وہ بھی اب پریشانی سے سوچ رہی تھی کہ کب تک ایسی چالاکیوں سے الّو بناتی رہے گی اور ان سے حقیقت چھپا سکے گی۔ ایسے میں یہی ایک بات ذہن میں آئی تھی کہ حقیقت ظاہر ہونے سے پہلے ہی کسی طرح بھی عادل اور پاشا سے نجات حاصل کی جائے۔

عادل کے لیے تو انہوں نے سوچا ہی تھا کہ اسے پاکستان سے باہر لے جاکر اپنے کرائے کے غنڈوں کے حوالے کرکے اس کا کام تمام کرا دیا جائے۔ دائی ماں اور شی تارا یہاں اسلام آباد میں اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک نہیں کر سکتی تھیں کیوں کہ وہ خود کبھی ایسا کام نہیں کرتی تھیں' اگر وہ کمزوریوں میں مبتلا نہ ہوتی تو تیلی پیتی کے ذریعے اس کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کر دیتی۔

کم بختی یا شامتِ اعمال اسی کو کہتے ہیں کہ جو تدبیر کرو' وہ الٹی ہو جائے۔ عقل اور کوشش کام نہ آئے۔ وہ دونوں اس احمق کے مقدر میں موت لکھ کر اسے پاکستان سے باہر لے جانا چاہتی تھیں۔ ایسے میں پاشا آڑے آگیا اور عادل کو ہلاک کرنے والی پاشا کو پہچانتے ہی بے ہوش ہو کر اسپتال پہنچ گئی۔

دائی ماں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب پاشا سے کیسے نجات حاصل کرے؟ وہ اعصاب کمزور کرنے والی دوا ہمیشہ اپنے پاس رکھتی تھی۔ پاشا کو دھوکے سے یہ دوا کھلا سکتی تھی لیکن اس کا نتیجہ خاطر خواہ نہ ہوتا کیوں کہ شی تارا چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھی۔ پاشا کو کمزور بنا کر وہاں سے فرار نہیں ہو سکتی تھی نہ ہی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنا تابعدار بنا سکتی تھی۔

پھر پاشا کوئی عام سا آدمی نہیں تھا۔ غیر معمولی دماغی اور جسمانی قوتوں کا حامل تھا۔ یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اعصابی کمزوری پیدا کرنے والی دوا اس پر کس حد تک اثر انداز ہو گی۔ شی تارا کا کمزور دماغ یہی سوچ کر چکرا گیا تھا کہ وہ موجودہ دلدل میں خود کو دھنستے ہوئے دیکھ رہی تھی اور فی الحال اس دلدل سے نکلنے کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔

اس نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں' پہلے تو خالی الذہن رہی پھر یہ سوچتی رہی کہ کہاں ہے؟ تب یاد آیا کہ اسپتال میں ہے اور اسے وہاں پہنچانے والا پاشا ہے۔ اسے دیکھ کر ہی وہ اپنے حواس کھو بیٹھی تھی۔

اب ہوش میں آکر بہت ہی آرام اور سکون محسوس کر رہی تھی۔ نرس نے آکر اسے دوا پلائی۔ ایک انجکشن لگایا پھر کہا۔ "آپ کے رشتے دار دوپہر سے پریشان بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ابھی جا کر آپ کے ہوش میں آنے کی اطلاع دیتی ہوں۔"

وہ کمزور سی آواز میں بولی۔ "پلیز ابھی نہیں۔ ابھی میں تنہائی اور خاموشی چاہتی ہوں۔"

"بے شک' ابھی یہ آپ کے لیے ضروری ہے اور آپ کو کچھ کھانا پینا بھی چاہیے۔"

"میں ایک گھنٹے بعد تمہیں پانچ ہزار روپے دوں گی۔ میرے لیے تازہ پھلوں کا جوس لے آؤ اور توانائی سے بھرپور غذا کھلاؤ۔ باہر میری ایک بوڑھی گورنس بیٹھی ہو گی۔ اس سے چپکے سے کہنا کہ کسی بہانے اکیلی یہاں آجائے۔ باقی دو رشتے داروں سے کہہ دینا کہ میں ہوش میں آئی تھی پھر سو گئی ہوں۔ انہیں صبح آکر ملاقات کرنی چاہیے۔"

نرس جانے لگی۔ اس نے کہا۔ "سنو' پہلے ایک چھوٹا سا کاغذ اور قلم لا کر دو۔"

وہ چلی گئی۔ شی تارا کو اچانک یاد آیا تھا کہ نرس تنہائی میں دائی ماں کو کمرے میں جانے کے لیے کہے گی تو پاشا اپنی شیطانی سماعت سے سن لے گا۔ وہ کاغذ قلم لے کر آئی تو اس نے لکھا۔

"عادل اور پاشا کو کوٹھی میں جانے اور صبح آنے کے لیے کہو۔ یہ بھی کہہ دینا کہ تم میری تیمارداری کے لیے یہاں رہو گی۔"

پھر اس نے نرس سے کہا۔ "جیسا میں نے سمجھایا ہے' ویسے ہی عمل کرو۔ ان سے کہہ دو' میں ہوش میں آنے کے بعد سو رہی ہوں اور یہ پرچی چپکے سے میری گورنس کو دے دو۔"

وہ ہدایات پر عمل کرنے چلی گئی۔ شی تارا سوچنے سمجھنے کی حد تک بڑی توانائی محسوس کر رہی تھی۔ ڈاکٹر تجربہ کار تھا۔ اس نے بڑی زود اثر دوائیں دی تھیں۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے ذہانت سے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر سوچی' وہ یہ تھی کہ اب وہ اور دائی ماں آواز بدل کر بولیں گی۔ پاشا یہی سمجھتا رہے گا کہ بانو شہناز سو رہی ہے اس لیے دائی ماں بھی خاموش ہے۔

پندرہ منٹ کے بعد دائی ماں آگئی۔ کمرے میں داخل ہو کر اسے جاگتے ہوئے دیکھا تو کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس نے اشاروں کی زبان میں خاموش رہنے اور دروازہ بند کرنے کو کہا۔ وہ دروازے کو اندر سے بند کر کے قریب آئی۔ شی تارا نے دھیمی آواز میں کہا۔ "تم میری بدلی ہوئی آواز اور لہجہ سن رہی ہو' یہ پاشا نہیں سن سکے گا۔ تم بھی آواز بدل کر بولو۔"

وہ محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ "میری بچی کو نحوستوں نے گھیر لیا ہے۔ ایک مصیبت سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہو' دوسری مصیبت سر پر آجاتی ہے جب سے تو نے اپنا یہ جسم یار کو دیا ہے' تب سے تجھ پر نئی نئی مصیبتیں آرہی ہیں۔"

"میری اچھی دائی ماں! دوسرے پہلو سے بھی سوچو۔ اگر میں اس مردِ مجاہد چھایا میں رہتی تو ایسی مصیبتیں کبھی نہ آتیں۔"

"ہاں' مگر تیرا دھرم نشٹ ہو جاتا۔"

"یوں دیکھا جائے تو میں اپنے دھرم پر قائم رہنے کے لیے ایسے مصائب جھیل رہی ہوں۔"

"بھگوان اس کا پھل دے گا۔ تو جتنی مصیبتیں اٹھا رہی ہے' اتنا ہی سکھ پائے گی۔ میں نے سوچ لیا ہے' میں ان دونوں کی کھانے پینے کی چیزوں میں وہ دوا ملا دوں گی۔ دونوں کو مریض بنا کر کوٹھی میں سلائے رکھوں گی۔"

"ایسا کب تک کرو گی۔ پاشا کی کھوپڑی میں شیطان کا دماغ ہے۔ ہو سکتا ہے وہ دوا سے وقتی طور پر اثر لے پھر نارمل ہو جائے اس کے بعد وہ ہم پر شبہ کرے گا۔ ہمارا دشمن بن جائے گا۔"

"میں ان تمام پہلوؤں پر غور کر چکی ہوں' اگر تو کل تک اس قابل ہو جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکے تو میں اپنے منصوبے پر عمل کروں گی۔ کامیابی ہوگی تو بہت بڑا خطرہ ٹل جائے گا اور اگر ناکامی ہو گی تو میں کوٹھی سے فون کر کے تجھے خطرے سے آگاہ کر دوں گی۔ تو بانو شہناز کا یہ میک اپ اتار کر کسی دوسرے اسپتال میں منتقل ہو جانا' آواز تو بدل ہی چکی ہے۔ چہرہ بھی بدل جائے گا تو پھر اس کا باپ بھی تجھے نہیں پہچان سکے گا۔"

"یہ اچھا منصوبہ ہے۔ مجھے امید ہے' میں کل تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں گی۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔ دائی ماں نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ وہاں پاشا کو دیکھ کر گھبرا گئی۔ سنبھل کر بولی۔ "تم ...تم ابھی تک وہاں ہو؟ میں نے کہا تھا' عادل کے ساتھ کوٹھی میں جا کر آرام کرو۔"

"ہاں' میں عادل کے ساتھ جا رہا ہوں لیکن میرا دل ادھر کھنچا جا رہا ہے۔"

"مسٹر پاشا! وہ سو رہی ہے۔ ڈاکٹر نے سختی سے تاکید کی ہے کہ اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

"میں کچھ نہیں بولوں گا۔ اسے مخاطب بھی نہیں کروں گا۔ بس ایک نظر دیکھ کر چلا جاؤں گا۔"

دائی ماں نے دروازے کی آڑ سے دیکھا۔ شی تارا آنکھیں بند کیے خود کو نیند میں ظاہر کر رہی تھی۔ دائی ماں نے پاشا سے کہا۔ "آؤ ذرا اسے دیکھ کر فوراً چلے جاؤ۔"

وہ کمرے کے اندر آیا اور بڑے جذبوں سے خوابیدہ حسن کو دیکھنے لگا۔ اس نے کبھی کسی سے عشق نہیں کیا تھا اور نہ ہی اسے بانو شہناز سے عشق ہوا تھا۔ اس کا بے پناہ حسن اور شباب اسے مجبور کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا' میں تمہارے لیے طیارے کے حادثے سے بچ کر یہاں آیا ہوں۔ میں حسن ہوں' تمہارے نام لکھا گیا ہوں۔ مجھے اچھا ہونے دو پھر چپکا کر کھا لینا۔

وہ سرد آہ بھر کر باہر چلا گیا۔ دائی ماں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا پھر لہجہ بدل کر ناگواری سے بولی۔ "کمبخت پیچھے ہی پڑ گیا ہے۔"

وہ شی تارا کے قریب آئی پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے غصے سے دروازے کو دیکھا پھر کہا۔ "یہ ضرور عادل ہو گا۔"

وہ پاؤں پٹختی ہوئی گئی پھر ایک جھٹکے سے دروازے کو کھولا۔ نرس ایک ٹرے میں کھانا لے کر آئی تھی۔ وہ اندر آکر بولی۔ "ڈاکٹر نے کہا ہے کہ جوس صبح دیا جائے۔ ویسے یہ کھانا بھی توانائی سے بھرپور ہے۔ صبح تک اٹھ بیٹھو گی۔"

شی تارا نے دائی ماں سے کہا۔ "اسے ابھی پانچ ہزار روپے دو۔"

دائی ماں نے پرس میں سے پانچ ہزار کے نوٹ نکال کر دیے۔ وہ عالم سرخوشی میں سلام کر کے چلی گئی۔ دروازہ پھر اندر سے بند ہو گیا۔ شی تارا نے کہا۔ "میں پاکستانیوں کی یہ کمزوری بھول گئی تھی کہ یہاں رشوت کا بول بالا ہے۔ جس شخص کے منہ پر نوٹوں کی گڈی ماروں' وہ ملک اور قوم کی خلاف ہمارا تابعدار بن جائے گا اور ہمارے لیے فرار کے راستے کھول دے گا۔"

دائی ماں نے اسے کھلا پلا کر سلا دیا۔ دوسری صبح وہ بیدار ہوئی۔ ڈاکٹر نے معائنہ کرنے کے بعد نسخے میں تبدیلیاں کیں اور مزید انجکشن اور دوائیں دیں۔ اس کی طبیعت سنبھلتی گئی۔ توانائی بحال ہوتی گئی۔ دوسری رات دائی ماں نے کوٹھی میں ہی گزاری۔ عادل اور پاشا کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتی رہی پھر اس نے محبت ہی محبت میں وہ ضرر رساں دوا انہیں پلا دی۔

ایک منٹ کے اندر ہی نتیجہ ظاہر ہو گیا۔ عادل چکرا کر گر پڑا۔ پاشا اسی طرح کھانے کی میز پر بیٹھا رہا۔ دائی ماں نے کہا۔ "یہ عادل کھاتے کھاتے گر پڑا ہے۔ کیا کھانے میں کچھ ملا ہوا ہے؟"

وہ ایک ہاتھ سے اپنے سینے کو سہلاتے ہوئے بولا۔ "ہاں' میں بھی کچھ ایسا ہی محسوس کر رہا ہوں۔ بڑھیا! تم کچھ گڑبڑ کر رہی ہو۔"

"مم...میں کیا گڑبڑ کروں گی۔"

"تو نے ہی یہ تمام کھانے یہاں میز پر لا کر رکھے ہیں' یقیناً تو نے ہی کچھ ملایا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں بھی تو تمہارے ساتھ ہی کھا رہی ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ دائی ماں سہم کر اپنی کرسی سے اٹھ کر پیچھے چلی گئی۔ وہ شیطان جیسا لگ رہا تھا جسے آگ میں جلا دو۔ زہریلا دو' پھر بھی وہ جی اٹھتا ہے۔

وہ غرا کر بولا۔ "تو میز پر سے ایسا کھانا اٹھا کر کھا رہی تھی جس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا اور ہماری طرف زہریلی ڈشیں بڑھا رہی تھی۔"

وہ کچن کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میرا دل' میرا دماغ سب فولاد کا ہے' یہ معمولی دوائیں اثر نہیں کریں گی۔"

وہ اس سے دور جا کر بولی۔ "مگر تو ڈگمگا رہا ہے۔"

"ہاں' مگر میں اس کا توڑ جانتا ہوں' لیس اسکواش کھٹا ہوتا ہے۔ میں کھٹا مشروب پی لوں تو دوا کا اثر زائل ہو جائے گا۔"

وہ کچن میں آیا۔ اس نے فریج کو کھول کر لیس اسکواش کی بوتل نکالی۔ اسے کھول کر منہ سے لگا کر ایک گھونٹ حلق سے اتارا۔ وہ بہت ہی کھٹا تھا۔ دوسرا گھونٹ حلق سے اتارا نہیں جا رہا تھا۔ اس نے فریج سے سادے پانی کی بوتل نکالی۔ ایک گلاس میں پانی کے ساتھ مشروب تیار کیا پھر اسے غٹاغٹ پینے کے بعد خالی گلاس کو اس طرح دائیں ماں کی طرف پھینکا جیسے پتھر مار رہا ہو۔ وہ بچ گئی۔ گلاس دیوار سے ٹکرا کر چکنا چور ہو گیا۔

وہ پیچھے ہٹنے لگی۔ پاشا آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "کون ہے تو؟ کیوں اس بے چارے عادل سے اور مجھ سے دشمنی کر رہی ہے؟ شاید تو نے بانو شہناز کو بھی اسی طرح اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا ہوا ہے۔"

وہ بھاگ کر کھلے ہوئے دروازے کے پاس آ گئی۔ پاشا نے کہا۔ "کہاں بھاگے گی؟ کتنی دور جائے گی؟ میں تیرا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ باہر نہیں گئی۔ اس سے دور ہی دور رہ کر کمرے کے اندر فاصلہ رکھ کر بولی۔ "اگر دشمن بن کر لڑتی تو بھاگ جاتی۔ ایک ماں بن کر بیٹی کی سلامتی کے لیے لڑ رہی ہوں۔ تو ایسا پہاڑ ہے جسے کاٹ کر گرانا ممکن نہیں ہے۔ اتنا تو جانتی ہوں کہ مقابلے میں طاقت ہی طاقت ہو تو ذہانت سے کام لینا چاہیے۔"

وہ آگے بڑھتے بڑھتے لڑکھڑایا پھر گرنے سے پہلے سنبھل گیا۔ وہ بولی۔ "تو نے یہ نہیں سوچا کہ فریج میں ایک ہی بوتل مشروب کی تھی اور ایک ہی بوتل میں سادہ پانی تھا۔ باقی فریج خالی تھا۔ دماغ فولاد کا ہو تو ذہانت میں تیزی نہیں آ جاتی۔ بے وقوف! ان دونوں بوتلوں میں بھی دوا ملی ہوئی تھی۔"

اس بات نے پاشا کے قدم اکھاڑ دیے۔ وہ دھپ سے قالین پر گر پڑا۔ بڑھیا نے کہا۔ "بستر ہے' بستر پر گرو۔ میں تمہارے جیسے ہاتھی کو یہاں سے اٹھا کر وہاں نہیں ڈال سکوں گی۔"

وہ دونوں مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ "نہیں' میں کمزور نہیں ہو سکتا۔ میں ناقابلِ شکست ہوں۔ تمہاری جیسی بڑھیا مجھے زیر نہیں کر سکے گی۔ میں تمہیں۔۔۔ تمہیں۔۔۔"

وہ آگے نہ بول سکا۔ تھر تھر کانپنے لگا۔ دائی ماں اسے کمزور پڑتے دیکھ کر بھی سہمی ہوئی تھی۔ وہ زخمی درندے کی طرح گہری گہری سانسیں لے رہا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے اچانک اٹھے گا اور چلانگ لگا کر اسے دبوچ لے گا۔

وہ ایک دیوار سے چپکی کھڑی رہی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھتی رہی۔ کئی منٹ گزر گئے۔ وہ اسی طرح قالین پر پڑا رہا۔ اس کے خراٹے اور سانس لینے کی آوازیں دھیمی پڑتے پڑتے گم ہو گئی تھیں۔ وہ ساکت ہو گیا تھا۔ ایک لاش کی طرح پڑا ہوا تھا۔ مرتو نہیں سکتا تھا۔ شاید بے ہوش ہو گیا تھا۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی ٹیلیفون کے پاس آئی ریسیور ا اسپتال کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر بولی۔ "میں آپ کی مریضہ بانو شہناز کی گورنس بول رہی ہوں۔ پلیز' آپ کسی نرس کو بانو شہناز سے میری بات کرائیں۔"

اسے ہولڈ آن کرنے کو کہا گیا۔ تھوڑی دیر بعد شی تا کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو! میں بانو بول رہی ہوں۔"

"میں تمہاری ماں ہوں۔ خیریت پوچھ رہی ہوں۔ کیسی ہو؟"

"بہت توانائی محسوس کر رہی ہوں۔ ابھی اپنے کمرے۔ کر ڈاکٹر کے چیمبر میں فون اٹینڈ کرنے آئی ہوں۔ تم خیریت تا؟ وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"دونوں ہوش و حواس سے بیگانے ہو چکے ہیں۔ میں کا ہو چکی ہوں مگر پاشا کے قریب جاتے ہوئے ڈر سا لگ رہا ہے۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ نرس اور ڈاکٹر اس کی باتیں سنیں وہاں موجود تھے۔ اس نے نیپالی زبان میں پوچھا۔ "جب پا ہوش ہے تو کیوں ڈر رہی ہو؟"

"بیٹی! مجھے اس کی جسمانی اور دماغی قوت کا اندازہ نہیں یوں لگتا ہے' قریب جاؤں گی تو وہ دبوچ لے گا۔ اگر تم آ کے اسپتال سے چھٹی لے کر آ جاؤ۔"

وہ ڈاکٹر سے بولی۔ "میں گھر جانا چاہتی ہوں۔ میری گورنس کوٹھی میں تنہا اور بیمار ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "آپ جا سکتی ہیں لیکن بہت کمزور ہیں ا کم دو دن یہاں رہنا چاہیے۔"

"میں یہاں آتی اور چیک اپ کراتی رہوں گی۔ آپ بل بنوا دیں۔"

پھر وہ فون پر بولی۔ "میں ابھی کسی ٹیکسی میں آ رہی ہوں دائی ماں نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ اپنی ساری میں ایک چھپائے ہوئے تھی۔ یہ اس ڈر سے کہ پاشا اچانک اٹھ کر دے گا تو اسے گولی مار دے گی۔ اب اس کی نوبت نہ آ اسے کیا کہا جائے کہ سویا ہوا پیار شیر بھی دہشت زدہ کرتا ہے

شی تارا ایک گھنٹے بعد آ گئی۔ اس نے فرش پر پڑے عادل اور پاشا کو دیکھا پھر کہا۔ "دونوں ہی بے ہوش ہیں دیکھ کر واقعی خوف سا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کہیں اٹھ نہ بیٹھیں"

دائی ماں نے کہا۔ "تم اتنی دور سے آئی ہو اور ابھی ہوئی ہو۔ اس کا مطلب ہے لمبا سفر بھی کر سکتی ہو۔"

"ہاں' مجھے خوشی ہے کہ میں بے حد توانائی محسوس ہوں۔"

"تو پھر فوراً کسی ائرلائن کا ٹکٹ لو اور یہاں سے نکل دونوں دس بارہ گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آئیں گے۔"

"ایسا نہ کہو۔ پاشا خلافِ توقع کسی وقت بھی اٹھ بیٹھے

"اسی لیے کہتی ہوں' یہاں رہنے سے مصائب میں اضافہ سکتا ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو' یہاں سے بھاگ چلو۔"

"بے شک' ہمیں یہاں سے جانا ہے لیکن جانے سے پہلے پاشا کے متعلق سوچو ... یہ زبردست قوتِ سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی اور دماغی قوتوں کا مالک ہے۔ جسے دنیا کے بڑے ممالک اور خطرناک تنظیمیں زبردست لا کر اس کی تمام غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہیں اور یہ زبردست انسان میرے سامنے بے بس پڑا ہوا ہے۔"

"یہ میں دیکھ رہی ہوں اور سمجھ رہی ہوں لیکن تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں جب تک بحال نہیں ہوں گی' تب تک تم پاشا کی کچھ بے بسی سے فائدہ نہیں اٹھا سکو گی۔ اس کے دماغ میں گھس کر اسے اپنا غلام نہیں بنا سکو گی۔"

"میں بالکل تندرست و توانا ہوں۔ شاید کل صبح تک خیال رانی کر سکوں۔ ہمیں کل تک انتظار کرنا چاہیے۔"

"یہاں رہ کر انتظار کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ تم اس سے باہر جا کر بھی پاشا کے دماغ کے اندر پہنچ سکو گی۔"

"اگر یہ ہوش میں آنے کے بعد سانس روکنے لگے تو تیس دور کر اسے غلام نہیں بنا سکوں گی۔ ہم یہاں رہیں گے اور تھوڑی تھوڑی سی دوا اسے کھلا کر مزید کمزور اور مجبور بناتے رہیں گے۔"

دائی ماں پاشا کو گھورتے ہوئے سوچنے لگی۔ واقعی یہ بہت اہم ہے۔ شی تارا اتنی بڑی دنیا میں تنہا رہ گئی ہے۔ بھائی سرنا اس ایک مضبوط بازو تھا۔ وہ بھائی بھی ناکارہ ہو چکا ہے۔ پاشا غلام نے کے بعد شی تارا کا دایاں بازو اور باڈی گارڈ بن جائے گا۔

شی تارا نے اسلام آباد میں مزید ایک آدھ دن رہنے کا خطرہ ل لے لیا۔ وہ اور دائی ماں بڑی توجہ سے عادل اور پاشا کی نگرانی رنے لگیں۔ رات کے تین بجے جب پاشا ہوش میں آنے والا دائی ماں نے اس کے حلق میں تھوڑی سی دوا اور ٹپکا دی۔ اس ح وہ رات بھی گزر گئی۔ انہیں اس بات کی پروا نہیں تھی کہ دوا سے زیادہ پلائی گئی تو وہ دونوں مر جائیں گے۔ اگر مر جائیں گے تو ں سے نجات مل جائے گی۔ جیتے رہیں گے تو تابعدار بن جائیں ے۔

ان کے نصیب میں زندگی تھی۔ وہ بڑی کمزوری سے جی رہے ۔ تیسرے دن شام کو اس نے خیال خوانی کی کوشش کی اور یاب ہو گئی۔ خوشی سے دائی ماں کے گلے لگ کر بولی۔ "میں ل خوانی کر سکتی ہوں۔ میری توانائی اور صلاحیتیں بحال ہو گئی ۔ نحوست کی گھڑیاں ٹل گئی ہیں۔ اوہ' میں بہت خوش ہوں۔ ت خوش ہوں۔ بھائی سرنا کے جیتے جی میں اکیلی ہو گئی تھی۔ اب ل نہیں رہوں گی۔ دنیا کا سب سے عجیب و غریب اور غیر معمولی صلاحیتوں اور قوتیں رکھنے والا یوسف البرہان عرف پاشا میرا غلام جائے گا۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

مرینا نے بڑے یقین کے ساتھ جنرل واسکوڈی سے کہا تھا کہ پارس لوگوں کو دہشت زدہ کرنے کے لیے ٹائم بم کا شوشہ چھوڑ رہا ہے۔ فوجی افسران کو چاہیے کہ وہ میگا فون کے ذریعے لوگوں کو دہشت زدہ ہو کر بھاگنے سے منع کریں۔

کون منع کر سکتا تھا اور انہیں روک سکتا تھا؟ وہاں سے بھاگنے والے ہزاروں کی تعداد میں تھے اور روکنے والے زیادہ سے زیادہ ایک سو فوجی تھے۔ نکلوں سے بھلا سیلاب کہاں رکتا ہے پھر پارس نے ٹائم بم کی موجودگی ثابت کرنے کے لیے ایسا زبردست دھماکا کیا' جس سے کسی ایک شخص کو بھی نقصان نہیں پہنچا' یہ الگ بات ہے کہ لوگ خوفزدہ ہو کر ایک دوسرے کو دھکیلتے' گراتے اور کچلتے ہوئے بھاگتے رہے۔

باربرا نے پارس سے پوچھا تھا' دھماکا کیسے کرو گے؟ اس شراب خانے اور قمار خانے میں تمہیں بم کہاں سے ملیں گے؟ اوؤ پارس نے کہا تھا۔ "تم نے وہ دھماکے نہیں دیکھے ہیں' جو بموں کے بغیر ہوتے ہیں۔ میرے پاس ایک بم تو کیا' ایک کارتوس بھی نہیں ہے لیکن یہاں قیامت کا زلزلہ آئے گا۔"

میں نے بھی باربرا سے کہا تھا۔ "وہ جو تمہارے ساتھ تمہارے پاس ہے' اگر وہ مکھن کے بال کی طرح اس عمارت سے نہ نکل آئے تو سمجھ لینا' وہ میرا بیٹا نہیں ہے۔۔۔۔"

اور وہ سیکڑوں فوجیوں کے نرغے میں آ کر مکھن کے بال کی طرح نکل آیا تھا۔ مرینا جانتی تھی کہ وہ لوگوں کی بھیڑ اور بھاگ دوڑ میں پہچانا نہیں جائے گا۔ کسی روک ٹوک کے بغیر عمارت سے باہر چلا جائے گا۔ یہی سوچ کر اُس نے جنرل سے کہا کہ وہ فوجیوں کے ذریعے لوگوں کو باہر جانے سے روکے اور اسی روکنے والی نے جب عمارت کے اندر پسلا دھماکا سنا تو خود چیختی ہوئی وہاں سے بھاگ نکلی۔

باہر آ کر اس نے جنرل سے کہا۔ "میں اس موڑ پر بینک کے سامنے انتظار کروں گی' تم گاڑی لے کر آؤ۔"

وہ وہاں سے دوڑتی ہوئی تقریباً تین سو گز دور ایک چوراہے کے پاس آئی اور بینک کے سامنے کھڑی ہو کر اُس عمارت کو دیکھنے لگی' جہاں زلزلے پیدا ہو رہے تھے۔ وہ وہاں ٹھہر کر اپنی جان کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتی تھی اس لیے جنرل واسکوڈی کو چھوڑ کر بھاگتی ہوئی بینک کے سامنے آ گئی تھی۔ زبردست دھماکوں سے پتا چل رہا تھا کہ وہ فلک بوس عمارت زمین بوس ہونے والی ہے۔

اچھی خاصی سردی تھی لیکن وہ پسینے میں بھیگ رہی تھی۔ اپنے پرس میں سے ٹشو پیپر نکال کر چہرے کا پسینہ خشک کر رہی تھی اور سوچ رہی تھی' یہ پارس کیسا انسان ہے؟ نہیں کوئی بھی انسان ہو' وہ کسی نہ کسی وقت پکڑ میں آ ہی جاتا ہے۔ اسے تو میں کسی اندھے کنوئیں میں پھنکوا کر اس کنوئیں کا منہ بند کرا کے گھر آؤں گی تو وہ مجھ سے پہلے گھر پہنچا ہو گا۔

اور وہ پہنچ گیا۔ پیچھے سے اس کی آواز آئی۔ "ہیلو مرینا!"

وہ ایکدم سے چیخ مار کر اچھل پڑی۔ بوکھلاہٹ میں چند قدم دوڑی پھر گھوم کر دیکھا وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ سہم کر بولی۔ "تم۔۔۔ تم؟"

"ہاں' میں عمارت کے اندر تمہارے ہاتھ نہیں آیا۔ باہر آ گیا۔ چلو بلاؤ اپنے فوجیوں کو۔"

"وہ۔ وہ سب بات یہ ہے کہ میں نے تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی ہے۔ تم چھپ رہے تھے اور میں کسی طرح بھی تم سے ملنا چاہتی تھی۔"

"جس ہانڈی میں بازاری کتے منہ ڈالتے ہیں' میں اس ہانڈی کو چھونا بھی گوارا نہیں کرتا پھر تم کیوں ملنا چاہتی ہو؟"

"ایسا نہ کہو پارس! تم پہلے مرد ہو جسے میں آج تک بھلا نہ سکی اور نہ کبھی بھلا سکوں گی۔"

"کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ مل کر کام کرنا چاہتی ہوں۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے سے فائدہ پہنچے گا۔"

"میں فائدہ حاصل کرنے کے لیے کسی عورت کا سہارا نہیں لیتا۔ اپنے مطلب کی بات کرو۔"

"بات یہ ہے کہ میں نے پہلی بار تم سے بے وفائی کی۔ اس کے باوجود تمہارے پاپا نے اپنے تنویمی عمل سے مجھے آزاد کر دیا۔ دوسری بار تم نے صوبالیہ کے جنگل میں مجھے شی تارا کے شکنجے سے رہائی دلائی۔ تم چاہتے تو مجھے معمولہ اور تابعدار بنا کر رکھا جا سکتا تھا لیکن تین دن پہلے تمہارے پاپا نے پھر مجھے تنویمی عمل سے رہائی دے دی۔ تم لوگوں کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ میں ساری زندگی کنیز بن کر بھی ان احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکوں گی۔"

"بدلہ تو خوب چکا رہی ہو۔ وہ دیکھو سامنے اس عمارت میں اب تک بھگدڑ مچی ہوئی ہے۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں نے تمہیں ہلاک کرانے یا گرفتار کرانے کے لیے ایسا نہیں کیا تھا۔"

"اچھا تو یہ تمہاری محبت کا ایک انداز ہے؟"

"پلیز' یقین کرو۔ میں نے محبت سے تمہیں گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ تم اس طریقے سے رو بہ رو آتے تو میں دوستی کی پیش کش کرتی۔"

"تم کبھی اپنا مکروہ چہرہ نہیں دکھاؤ گی جب کہ ہم اچھی طرح دیکھ چکے ہیں۔ اس بار میں پھر تمہیں ایک خاص مقصد سے چھوڑ رہا ہوں اور یہ آخری بار ہے۔"

"یہ تمہارا ایک اور احسان ہے۔"

"میری بات توجہ سے سنو۔ باربرا تمہارا لب و لہجہ اختیار کر کے جنرل واسکوڈی کے دماغ میں آتی جاتی رہے گی کیوں کہ جنرل صرف تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے اگر تم باربرا کو اس کے اندر آنے سے روکنا چاہو گی تو جانتی ہو کیا ہو گا؟"

"یہ میں جانتی ہوں کہ تم میرے خلاف بہت کچھ کر سکتے ہو۔"

"کچھ زیادہ نہیں کروں گا' میں صرف زخمی کروں گا پھر باربرا تمہارے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا کر' تمہیں ایک عام سی عورت بن کر سڑکوں پر ذلیل و خوار ہونے کے لیے چھوڑ دے گی۔"

"میں توبہ کرتی ہوں اب کبھی تمہاری مرضی کے خلاف قدم نہیں اٹھاؤں گی۔ باربرا کو جنرل کے دماغ میں جانے سے نہیں روکوں گی۔"

"کیا تم واقعی اتنی فرماں بردار بن چکی ہو؟"

"ہاں' تم کسی بھی موقع پر آزما سکتے ہو۔ میں تمہاری وفادار رہنے کی قسم کھا چکی ہوں۔"

"پھر تو میں تمہاری پچھلی غلطیوں کو معاف کرتا ہوں۔ کیا میرے ساتھ کافی پینا پسند کرو گی؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "اوہ پارس! آئی لو ٹو ہیو مائی ڈے اینڈ نائٹ ود یو" (میں اپنے تمام دن رات تمہارے ساتھ گزارنا پسند کرتی ہوں)

وہ اس کے ایک بازو میں اپنا بازو ڈال کر ساتھ چلنے لگی۔ دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ "یہ پکا شیطان ہے' کسی خاص مقصد کے تحت مجھے لفٹ دے رہا ہے۔ ورنہ یہ اور میرے ساتھ کافی پینے میں وقت ضائع کرے؟ ناممکن۔"

وہ چلتے چلتے بولی۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم پہلے کی طرح گہرے اور قابل اعتماد دوست بن جائیں؟"

"میں یہی کر رہا ہوں۔ یہ جو میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چل رہی ہو تو یہی نئی دوستی کا آغاز ہے۔"

وہ ایک ریستوران میں آ گئے پارس نے کافی کا آرڈر دیا۔ اس دوران وہ اپنی پوری ذہانت سے سوچ رہی تھی۔ "یہ دوستی کیوں کر رہا ہے؟ میرے ساتھ وقت کیوں گزار رہا ہے؟"

تب وہ چونک کر بولی۔ "تمہاری ساتھی کہاں ہے؟"

وہ انجان بن کر بولا۔ "کون سی ساتھی؟"

"میں باربرا کے بارے پوچھ رہی ہوں؟"

"تمہیں پتا ہے' وہ مکمل عورت نہیں ہے؟"

"جانتی ہوں۔ وہ آپریشن کے بعد مکمل ہو چکی ہے۔ باقی کی نے مکمل کر دی ہو گی۔"

"کیا تم یقین کرو گی کہ میں نے اپنی زندگی میں وہ پہلی لڑکی دیکھ ہے' جو گناہ کے تصور پر بھی تھوکتی ہے۔ اسے نہ میں کبھی ہاتھ لگا سکتا ہوں اور نہ ہی کوئی اور شہ زور اسے مجبور کر سکتا ہے۔"

"اوہ گاڈ! تم مجھے باتوں میں بہلا رہے ہو۔ میری بات کا جواب نہیں دے رہے ہو۔"

"کون سی بات کا جواب چاہتی ہو؟"

"ابھی میں نے پوچھا تھا' باربرا کہاں ہے؟"

"اس ہوٹل میں ہے' جہاں ہم نے رہائش اختیار کی ہے۔"

"اچھا تو میں ذرا جنرل سے بات کر رہی ہوں۔ دو منٹ تک غیر حاضر رہوں گی۔"

"نہیں' یہ اپنی کیٹ کے خلاف ہے کہ میرے پاس رہو اور جنرل کے پاس پہنچو۔ جب میں اپنا وقت تمہیں دے رہا ہوں تو تمہیں بھی تمام وقت میرے پاس رہنا چاہیے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "پارس! تم بہت گہرے ہو۔ پلیز' کھل جاؤ کہ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

"تاکہ تم جنرل سے دور رہو۔"

"نہیں' وہ میرا معمول اور تابعدار ہے۔ میں ابھی جا کر معلوم کروں گی کہ۔۔۔"

"زیادہ نہ بولو۔" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"تم اس پبلک پلیس میں میرا کیا بگاڑ لو گے؟"

"یہاں کھڑے ہو کر صرف یہ اعلان کروں گا کہ مرینا جنرل واسکوڈی کی سالی روزی کا بھیس بدل کر جنرل کو اور پوری فوج کو ہلاک کروا رہی ہے۔ اس کے بعد سوچ لو کیا ہو گا؟"

ظاہر تھا اس کے بعد وہ گرفتار کر لی جاتی' اس کا میک اپ اتارا جاتا۔ جب ثابت ہو جاتا کہ وہ خیال خوانی کرنے والی مرینا ہے تو اس پر تنویمی عمل کر کے اس ملک کی ایک قیدی خیال خوانی کرنے والی بنا دیا جاتا۔ جیسے اس ملک میں وکی سول کو اور روس میں ایوان راسکا کو قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔

پارس نے کہا۔ "ہم نے تمہیں بار بار معمولہ بنا کر آزاد چھوڑ دیا۔ اس ملک میں جو نیا پیراسٹر آیا ہے' وہ تمہیں ہمیشہ کے لیے قیدی بنا کر رکھے گا۔ کیا تمہیں اس پبلک پلیس میں بے نقاب کر دوں؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "تم ایسا نہیں کر سکو گے' میں بھی تمہیں بے نقاب کر دوں گی۔"

"جیسے اس عمارت میں کرنے والی تھیں۔ اس ریستوران میں بھی کوشش کر کے دیکھ لو۔ میں یہاں سے صاف بچ نکلوں گا۔ تمہیں نکلنے نہیں دوں گا۔"

وہ اسے بے بسی سے دیکھنے اور سوچنے لگی۔ پارس نے کہا۔ "اس طرح سوچنے کے انداز میں خاموش رہو گی تو میں سمجھوں گا' خیال خوانی کے ذریعے کوئی سازش کر رہی ہو۔ لہٰذا خاموش نہ رہو' بولتی رہو۔"

"میں کیا بولوں؟ مجھے زیادہ بولنے کی عادت نہیں ہے۔"

"بولنے کے لیے کوئی بات نہ ہو تو ایک سے ایک لاکھ تک گنتی پڑھتی رہو۔"

"کیوں بے تکی باتیں کر رہے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں' تمہارے منہ سے آواز نکلتی رہے اور تم دماغی طور پر میرے پاس حاضر رہو۔"

"تم پکے بدمعاش ہو۔ میری مجبوریوں سے فائدہ اٹھا رہے ہو اور مجھے پریشان کر رہے ہو۔"

"تھوڑی دیر پہلے تم نے بھی میری مجبوریوں سے فائدہ اٹھایا تھا۔ جب سے تمہیں ٹیلی پیتھی کی قوت حاصل ہوئی ہے' تب سے تم نے کتنی کمینگی اور ذلالتیں کی ہیں' ان کا کوئی حساب نہیں ہے۔"

وہ بے بسی سے بولی۔ "میں بہت خراب اور غلط عورت ہوں۔ تم مجھے محبت سے راہ راست پر لا سکتے ہو۔ پلیز' مجھے اپنے سامنے بٹھا کر کوئی ایسی چال نہ چلو' جس سے مجھے شدید نقصان پہنچنے والا ہو۔"

"کیا تم یقین کرو گی کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا؟"

"میں کبھی یقین نہیں کروں گی۔ تم پکے فراڈ ہو۔ میری معلومات کا راستہ بند کر دیا ہے۔ مجھے خیال خوانی کرنے دو۔"

"کافی پینے کے بعد اجازت دوں گا۔"

اس نے جلدی سے کافی ختم کرنے کے لیے پیالی کو ہونٹوں سے لگایا ایک گھونٹ منہ میں لیتے ہی ایک دم سے چیخ پڑی۔ ہاتھ سے پیالی چھوٹ گئی۔ کافی اتنی گرم تھی کہ منہ کے اندر جیسے آگ لگ گئی تھی۔ وہ منہ کھول کر ہا کر رہی تھی تاکہ اندر ٹھنڈک پہنچ سکے۔ کچھ کافی لباس پر پھیل گئی تھی۔ پارس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "واش روم میں چلو اسے دھو ڈالو۔"

"تم بیٹھو میں دھو کر آتی ہوں۔"

"سوری۔ تم تنہا نہیں رہو گی۔ وہاں بھی مجھ سے بولتی رہو گی یا گنتی پڑھتی رہو گی۔"

وہ غصے سے بولی۔ "سمجھا کرو۔ باتھ روم میں میرا کچھ اور بھی کام ہے۔"

"تو کیا ہوا؟ ہم کافی عرصہ تک ایک حمام میں رہ چکے ہیں۔"

"لیکن اب ہمارا یہ رشتہ ختم ہو چکا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں باتھ روم کے باہر کھڑا رہوں گا۔ تم بلند آواز سے گنتی پڑھتی رہو گی۔ ایک ساعت کے لیے بھی رکو گی تو تمہاری ٹیلی پیتھی کو صفر کر دوں گا۔"

"کیوں مضحکہ خیز باتیں کرتے ہو۔ میں باتھ روم میں گنتی پڑھتی ہوئی کیسی لگوں گی۔ لوگ کیا سوچیں گے؟"

"تو لوگوں کا خیال کرو گی تو میں اندر آ کر تمہیں بولنے پر مجبور کرتا رہوں گا۔"

وہ جھنجلاتی ہوئی اس کے ساتھ واش روم میں آئی پھر لباس پر سے کافی کے دھبوں کو دھوتے ہوئے پوچھا۔ "تم کب تک میرا پیچھا چھوڑو گے؟"

"ابھی میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔"

"ابھی تم نے کہا تھا' کافی پینے کے بعد مجھے خیال خوانی کی اجازت دو گے۔"

"ضرور اجازت دوں گا لیکن تم نے گرم کافی کا گھونٹ لینے کی

حماقت کیوں کی؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی باتھ روم سے باہر آئی۔ پارس نے ویٹر سے کہا۔ "یہ پیالیاں اٹھا کر لے جاؤ۔ دوسری کافی لاؤ۔"

وہ بولی۔ "اسے رہنے دو۔ میں ٹھنڈی کافی پیوں گی۔"

پارس نے کہا۔ "ٹھیک ہے' میرے لیے گرم لے آؤ۔"

ویٹر چلا گیا وہ دونوں میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ مرینا نے کیتلی سے پیالی میں کافی انڈیلی' اس میں دودھ ملایا۔ وہ اب بھی کچھ گرم تھی۔ وہ پھونک پھونک کر جلدی جلدی پینے لگی۔ ویٹر گرم کافی کی دوسری ٹرے لے آیا۔ پارس اپنی پیالی میں کافی تیار کرنے لگا۔

وہ خالی پیالی میز پر رکھ کر بولی۔ "اب میں خیال خوانی کروں گی۔"

"ہرگز نہیں۔"

"پارس کیا تم۔ فرہاد علی تیمور کے بیٹے اپنی زبان سے پھر رہے ہو؟"

"میں اپنی زبان پر قائم ہوں۔ تم نے میری زبان پر غور نہیں کیا۔ میں نے کہا تھا' کافی پینے کے بعد اجازت دوں گا اور ابھی میں نے کافی نہیں پی ہے۔"

اس نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ دانت پیسنے لگی۔ پیالی سے گرم کافی کا دھواں اٹھ رہا تھا۔ پارس نے ابھی تک ایک چسکی بھی نہیں لی تھی۔ آثار بتا رہے تھے کہ وہ پیالی خالی ہوتے ہوتے آدھی رات گزر جائے گی۔

اس نے پارس کو عمارت کے اندر دھماکے کرنے کا موقع دے کر مصیبت مول لی تھی۔ ادھر سے وہ اسے الجھا رہا تھا۔ ادھر بار برا عورتوں مردوں کی بھیڑ میں دوڑتی ہوئی عمارت سے باہر آ کر جنرل کی کار میں بیٹھ گئی تھی۔ جنرل نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"مرینا ہوں' فوراً یہاں سے گاڑی لے چلو۔ دھماکوں کے نتیجے میں یہ عمارت گرنے والی ہے۔"

وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "تمہیں اپنے پاس دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے۔ میری حیرانی دور کرو۔ کیا واقعی تم مرینا ہو اور میرے پاس بیٹھی ہوئی ہو۔"

اس نے مرینا کا لب و لہجہ اختیار کیا پھر اس کے دماغ میں آ کر بولی۔ "میں مرینا ہوں۔ تمہارے پہلو میں بیٹھی ہوں۔ تم جانتے ہو کہ میرے سوا کوئی تمہارے دماغ میں نہ آ سکتا ہے' نہ آ سکے گا۔"

"ہاں' اب مجھے یقین ہو گیا ہے۔ میری سالی بینک کے سامنے انتظار کر رہی ہے۔ ہم اسے ساتھ لیتے چلیں گے۔"

"میں خیال خوانی کے ذریعے اسے تمہارے سرکاری بنگلے میں بھیج دوں گی۔ اس کی فکر نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے مگر وہ میرے متعلق کیا سوچے گی؟"

"میں تمہارے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔ تم اپنی سالی پر مرمٹے ہو اور یہ بات خلافِ تہذیب ہے۔"

"ہاں ہے تو سہی۔ میں نے اس سے دور رہنے کی کوشش تھی لیکن وہ میرے ساتھ واشنگٹن سے یہاں چلی آئی۔ جب یہ دن رات ساتھ رہے گی تو میرے جذبات کس طرح بھڑکیں گے تم سمجھ سکتی ہو۔"

"میرے جذبات کبھی نہیں بھڑکتے' میں کیسے سمجھوں گی۔"

"تمہیں کبھی تو کوئی مرد پسند آیا ہو گا۔ کبھی تو جذبات نے پریشان کیا ہو گا۔"

"میں عقل سے سوچتی ہوں کہ میرا مرد کوئی فوجی افسر ہو' اس کے ساتھ رہ کر میں پورے ملک پر حکومت کر سکوں۔"

"کیا سچ کہہ رہی ہو؟ کیا تمہیں فوجی افسر پسند آتے ہیں؟"

"ہاں' اسی لیے میں نے تم سے دوستی کی ہے مگر تم عقل کے دشمن ہو۔ کیا میں چاہتی تو جے پر گولا کا ساتھ نہیں دے سکتی تھی؟ سپر اسٹار کی جگہ تمہیں قتل نہیں کرا سکتی تھی؟"

"ہاں' تم ایسا کر سکتی تھیں۔ بائی گاڈ! یہ سن کر خوشی سے میرے ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں کہ تم مجھے پسند کرتی ہو۔ میں سالی پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

اس نے ایک کالیج کے سامنے آ کر گاڑی روک دی چونک کر بولا۔ "ارے میں یہاں کیوں آ گیا؟"

"میں تمہارے پاس ہوں اور تمہاری کھوپڑی میں بھی ہو تم میری مرضی سے یہاں آئے ہو۔ کار کو لاک کرو اور کالیج چلو۔"

اس نے کار کو لاک کیا۔ دونوں کالیج کے اندر آئے۔ بار برا نے وقت ضائع نہیں کیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر بستر دیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ ٹیلی پیتھی کی لوری سن کر سو گیا وہ بولی۔ "میں مرینا بول رہی ہو۔ تم میرے معمول اور تابع ہو۔"

نیند کی حالت میں اس کی سوچ کی لہروں نے کہا۔ "ہاں تمہارا معمول اور تابعدار ہوں۔"

"میں حکم دیتی ہوں کہ تم میری موجودہ آواز اور لہجے کے نہیں رہو گے۔ میں تمہیں نئی آواز اور نیا لہجہ سنا رہی ہو۔ تم نئے لہجے کو اس وقت تک محسوس نہیں کرو گے جب تک تمہیں مخاطب نہیں کروں گی۔"

اس نے واسکوڈی کو نئی آواز اور نیا لہجہ سنایا پھر کہا۔ "نئی سوچ کی لہروں کو سن رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "ہاں' میں سن رہا ہوں۔"

"کیا تم میرے سابقہ لہجے کو محسوس کرتے ہی سانس روک دو گے؟"

"ہاں' میں سابقہ لہجے کو برداشت نہیں کروں گا۔"

بار برا نے مرینا کا لہجہ اپنایا تو اس نے سانس روک لی۔

کے دماغ سے نکل آئی پھر نیا لہجہ اختیار کر کے اس کے پاس گئی تو س نے سانس نہیں روکی اسے قبول کر لیا۔

اب اس طریقۂ کار کا نتیجہ یہ نکلنے والا تھا کہ مرینا جنرل کے اغ میں نہیں جا سکتی تھی اور نہ ہی یہ معلوم کر سکتی تھی کہ بار برا لون سا لہجہ اپنا کر اس کے اندر جانے والی تھی۔

وہ نئے لہجے کو اپنا کر بڑی دیر تک جنرل کی اندر خاموش رہی ر اس کے تمام خیالات پڑھتی رہی۔ اس طرح یہ معلوم ہوا کہ زل نے کل صبح دس بجے نیدی کے اعلیٰ افسران سے ملاقات کا قت مقرر کیا ہے۔ بری اور فضائی افواج کے افسران بھی آئیں گے وران سب کی موجودگی میں ٹرانسفارمر مشین کا ایک بلیو پرنٹ جنرل اسکوڈی کے حوالے کیا جائے گا۔ بری فوج کے مسلح جوان اپنی اڑیوں میں ہوں گے اور اپنی حفاظت کے ساتھ اسے ائرپورٹ ے اس مخصوص حصے میں پہنچائیں گے' جہاں اس کے لیے ایک یارہ مخصوص ہو گا۔

جنرل سے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ یہ بہت ہی اہم سرکاری اور فوجی عاملہ ہے اس لیے کل صبح سے اس کی سالی روزی یا کوئی بھی غیر تعلق فرد اس کے ساتھ رہے گا نہ طیارے میں سفر کرے گا۔ یعنی جی فرائض کی انجام دہی تک وہ تنہا اپنے فوجی جوانوں کے نرغے میں ہے گا۔ واشنگٹن پہنچ کر وہ۔ قومی بینک کے آہنی سیف میں اس نقشے کو رکھے گا۔ بری' بحری اور فضائی افواج کے تینوں اعلیٰ افسران ہاں چشم دید گواہ رہیں گے کہ اس نقشے کو بحفاظت سیف میں پہنچا یا گیا ہے پھر اس سیف کے تین مختلف نمبر ہوں گے۔ تینوں افواج کے ایک ایک افسر کو ایک ایک نمبر معلوم ہو گا۔ یعنی تینوں ایک دوسرے کے نمبر سے واقف نہیں ہوں گے۔ جب تک وہ تینوں یکجا میں ہوں گے تب تک وہ سیف نہیں کھل سکے گا۔

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ کل صبح جنرل اپنی وردی میں ہو گا۔ اس کے ہولسٹر میں ایک ریوالور رہے گا۔ وہ اپنے ساتھ کوئی سامان تو کیا یک تنکا بھی نہیں لے جائے گا۔ اگرچہ وہ فوج کا جنرل ہے اس کے اوجود طیارے میں سوار ہونے سے پہلے اس کی تلاشی لی جائے گی۔

وہ بولی۔ "واسکوڈی! انتظار کرو' میں ابھی باتیں کروں گی۔"

وہ واسکوڈی کو چھوڑ کر پارس کے پاس آئی۔ وہ ریستوران میں رینا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ کافی کی پیالی کو پھونک مارتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "معلوم ہوتا ہے یہ کافی جہنم کی آگ میں پکائی گئی ہے۔ ٹھنڈی ہی نہیں ہو رہی ہے۔"

مرینا کہہ رہی تھی۔ "ڈارلنگ پیک' جلدی پیو اور مجھے خیال دانی کی اجازت دو۔"

بار برا نے پوچھا۔ "یہ کیا بدمعاشی ہو رہی ہے؟"

"تمہارے انتظار میں اسے ٹالنے کے لیے پھونکیں مار رہا وں۔ تم بتاؤ' کیا ہو رہا ہے۔"

"اس نے مختصر روداد سنائی اور یہ بتایا کہ نقشہ ہیڈ کوارٹر سے واشنگٹن لے جاتے وقت کتنا سخت پہرا رہے گا۔ جنرل کے ساتھ کوئی بھی سامان نہیں ہو گا۔ وہ صرف وردی میں رہے گا اور اس کی بھی تلاشی لی جائے گی۔

پارس نے اسے مشورہ دیا کہ ایسے وقت اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ جنرل کے دماغ میں واپس آ گئی پھر بولی۔ "میری آواز سن رہے ہو؟"

"ہاں سن رہا ہوں۔ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

"دو باتیں اور رہ گئی ہیں۔ انہیں اپنے ذہن میں نقش کر لو۔ تم آدھے گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہو گے تو سرہانے ایک ریوالور نظر آئے گا تم اس ریوالور کو اپنے لباس میں چھپا لو گے۔"

"میں اس ریوالور کو اپنے لباس میں چھپا لوں گا۔"

"یہاں سے نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھو گے اور اپنے سرکاری بنگلے میں جاؤ گے۔ وہاں اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر کہیں چھپا دو گے اور جو ریوالور لباس میں چھپا کر لے جا رہے ہو' اسے ہولسٹر میں رکھو گے۔"

اس نے احکامات کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ بار برا نے کہا۔ "اب گہری نیند سو جاؤ۔ آدھے گھنٹے بعد بیدار ہو جانا۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ دوسرے بیڈ روم میں آ کر بولی۔ "پارس! کام ہو گیا ہے' بیچاری کو چھوڑ دو۔"

پارس نے کافی کی پیالی کو گھورتے ہوئے کہا۔ "لاحول ولا قوۃ میں تو بھول ہی گیا تھا کہ سامنے جہنم کی آگ دہک رہی ہو تو کافی کبھی ٹھنڈی نہیں ہو گی۔"

مرینا نے پوچھا "کیا بکواس کر رہے ہو۔ کیا یہاں آگ جل رہی ہے؟"

"بے شک' تم سراپا آگ ہو۔ جہنم کی آگ۔ تم نے اتنے گناہ کیے ہیں کہ جہنم اپنی جگہ سے سرک کر تمہارے اندر چلا آیا ہے۔ ایسے میں کافی کیسے ٹھنڈی ہو گی۔"

"یہ ٹھنڈی ہو چکی ہے۔ تم بہانے کر رہے ہو۔ بار برا کے ذریعے کوئی کھیل کھیلنے کے لیے میرے سر پر مسلط ہو گئے ہو۔"

"وہ کھیل ختم ہو چکا ہے۔"

"کون سا کھیل؟"

"وہی جس کا ذکر تم کر رہی ہو۔"

"کیوں میرا دماغ کھا رہے ہو؟ میں تو پوچھ رہی ہوں کہ مجھے یہاں کیوں پکڑ رکھا ہے؟"

"تم کافی پریشان نظر آ رہی ہو۔ میں تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتا۔ جاؤ خیال خوانی کی اجازت ہے۔"

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی' جنرل کے خوابیدہ دماغ میں پہنچی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا پھر سانس روک لی۔ مرینا واپس آئی پھر اس کے اندر پہنچتے ہی بولی۔ "سانس نہ روکو۔ میں....."

اس نے پھر وہی کیا۔ وہ پھر دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ پارس کو

گھور کر بولی۔ "وہ سانس روک رہا ہے۔"

"کس کی بات کر رہی ہو؟ کیا اس کا دم رک رہا ہے؟ کیا تمہارا کوئی عزیز فوت ہو رہا ہے؟"

"انجان نہ بنو۔ اِدھر تم نے مجھے گھیر کر رکھا۔ اُدھر باربرا نے جنرل کا دماغ الٹ دیا۔"

"مجھے سن کر بہت افسوس ہُوا۔ اب کیا ہو گا؟"

"میں ہار ماننے والی نہیں ہوں۔ اتنی عقل ہے کہ باربرا نے جنرل کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے اور مجھے باربرا کی آواز اور لہجہ اچھی طرح یاد ہے۔"

یہ کہہ کر اُس نے باربرا کے لہجے کو اپنایا۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ جنرل کے دماغ پر دستک دی پھر واپس آ گئی۔ جنرل نے باربرا کے لہجے کو بھی قبول نہیں کیا۔ وہ پریشان ہو کر پارس کو دیکھنے لگی۔ وہ بولا۔ "تم نے میرے چاروں طرف مسلح فوجیوں کو میری موت بنا دیا تھا۔ کیا تم اس کی سزا نہیں پاؤ گی؟ نقشہ حاصل کرنے کے لیے جنرل سب سے بڑا ذریعہ تھا۔ میں نے وہ مہرہ تمہارے ہاتھ سے چھین لیا۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا پھر بولا۔ "میرے پیچھے نہ آنا ورنہ آئندہ کسی عاشق کا پیچھا کرنے کے قابل نہیں رہو گی۔"

وہ پلٹ کر جانے لگا۔ وہ اسے دیکھنے لگی۔ پچھتانے لگی کہ یہ وہ ہتھیار ہے جو کبھی کُند نہیں ہوتا۔ میں نے اس ہتھیار کو ہاتھ سے چھوڑ کر زندگی کی سب سے بڑی حماقت کی ہے۔ اب اسے دوبارہ ہاتھ میں لیتی ہوں تو یہ پلٹ کر مجھے زخمی کرتا ہے۔ ہتھیار کی یہ خاصیت ہے کہ ہاتھ سے نکل جائے تو اپنے لیے بھی خطرہ بن جاتا ہے۔ ہائے! اُس مُنہ سے کہوں کہ یہ کبھی میرا تھا۔

جنرل واسکوڈی کی تنویمی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ مرینا نے دو چار بار اس کے اندر آنے کی ناکام کوششیں کی تھیں جس کی وجہ سے نیند ادھوری رہ گئی تھی۔ ایسے میں معمول کے دماغ پر برا اثر پڑتا ہے۔ باربرا نے اسے ذہنی انتشار سے محفوظ رکھنے کے لیے پھر آدھے گھنٹے کے لیے سلا دیا۔

اس نے کاٹیج کو اندر سے لاک کیا پھر دوسرے بیڈ روم کو بھی لاک کر کے غسل کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد کال بیل کی آواز سنائی دی۔ اس کاٹیج میں صرف پارس ہی آ سکتا تھا۔ اس نے تصدیق کے لیے خیال خوانی کی۔ پتا چلا' وہی دروازے پر ہے۔ اس نے پوچھا۔ "کیا کر رہی ہو۔ دروازہ کھولو۔"

"باہر کھڑے رہو۔ میں غسل کر رہی ہوں۔"

"کیا بدن پر صابن لگا ہوا ہے؟"

"ہاں' صبر کرو۔"

"صابن کے جھاگ میں چھپ کر چلی آؤ ویسے بھی یار تم تو مرد ہو' شرماتے کیوں ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ خاموش کھڑے رہو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر صابن کے جھاگ کو بدن پر ملنے لگی۔ پارس کی چھیڑ چھاڑ یاد کر کے مسکرانے لگی پھر کال بیل کی آواز سنائی دی۔ وہ دماغ میں آ کر بولی۔ "اے لفنگے! کیا ذرا دیر انتظار نہیں کر سکتے؟"

"کچھ بول بچن دو گی۔ کچھ امید کی کرن دکھاؤ گی تو اس دروازے پر کھڑے کھڑے زندگی گزار دوں گا۔ انتظار کرنے والے عاشقوں کا ریکارڈ توڑ دوں گا۔"

"دیکھو آدمی بن جاؤ۔ وہ تنویمی نیند سو رہا ہے۔ کال بیل کی آواز پر جاگ جائے گا۔"

"جاگتا ہے تو جاگنے دو۔ تم جانتی ہو' میں کتنا ضدی ہوں اگر چاہتی ہو کہ بیل کی آواز نہ ہو تو ایک بار محبت سے کہہ دو آئی لو یو۔"

"جب میں لڑکی نہیں ہوں تو کیسے کہوں؟"

"لڑکا ہو تو دروازہ کھولو۔"

"چپ بھی میری' پٹ بھی میری۔ تم سے تو جیتنا مشکل ہے۔"

"میری جان ایک بار ہار کر دیکھو' کتنا مزہ آتا ہے۔ میرا دعویٰ ہے ایک بار آئی لو یو کہنے کے بعد تمہیں رات بھر نیند نہیں آئے گی۔"

وہ سن رہی تھی۔ مسکرا رہی تھی اور اپنے بدن پر صابن کے جھاگ سے کھیل رہی تھی۔ وہ رفتہ رفتہ تسلیم کرتی آ رہی تھی کہ اس میں کچھ نسوانیت ہے۔ اس کے انکار کے باوجود یہ نسوانیت پارس سے متاثر ہو رہی ہے۔

اور اس رات تو وہ کچھ زیادہ ہی متاثر ہو گئی تھی اس نے اپنی عمر میں ایسا زبردست مرد نہیں دیکھا تھا جو فوجیوں کے نرغے میں ہو اور کوئی جنگ لڑے بغیر' کوئی ہتھیار استعمال کیے بغیر بڑے آرام سے چل کر محاصرے سے نکل آیا ہو۔

عورت کتنی ہی مرد بیزار ہو' وہ ایسے مرد سے ضرور متاثر ہوتی ہے۔ یہی تاثر رفتہ رفتہ چاہت اور محبوبیت کی طرف لے جاتا ہے۔

وہ غسل کرنے کے بعد فوراً ہی لباس تبدیل کر کے بیرونی دروازے پر آئی۔ اسے کھول کر آہستگی سے بولی۔ "اس کے بیدار ہونے کا وقت ہو گیا ہے۔ دوسرے کمرے میں چلو۔"

وہ دونوں دبے قدموں دوسرے بیڈ روم میں آئے۔ باربرا نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پارس نے قریب ہو کر کہا۔ "تم دروازہ اندر سے بند کرے تو کچھ کچھ۔ کچھ کچھ ہونے لگتا ہے۔"

وہ اسے دونوں ہاتھوں سے دھکا دے کر بولی۔ "مجھ سے دور رہو۔ میرا اس کے دماغ میں رہنا ضروری ہے۔"

وہ ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ بیدار ہو رہا تھا۔ آنکھیں کھول رہا تھا۔ پھر وہ تھوڑی دیر تک خاموش پڑا رہا۔ سوچتا رہا کہ کہاں لیٹا ہوا ہے۔ باربرا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "عمارت میں بم کے دھماکے ہوئے تھے۔ اس کے

میرے اعصاب متاثر ہو گئے۔ میں عمارت سے دور اس کاٹیج میں آ کر لیٹ گیا تھا۔"

وہ قائل ہو کر اٹھ بیٹھا۔ اس کی نظر سرہانے رکھے ہوئے ریوالور پر گئی اس نے بے اختیار ریوالور کو اٹھا کر اپنے لباس میں چھپا لیا پھر ٹیلی فون کے پاس آیا۔ اس کا ریسیور اٹھا کر ملٹری انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ اسے اپنا نام اور عہدہ بتا کر بولا۔ "میں بہت ہی سخت سیکورٹی کے انتظامات چاہتا ہوں۔"

"سر! آپ کہاں ہیں؟ آپ کو پوری سیکورٹی دی جائے گی۔"

"عمارت میں گڑبڑ ہونے کے بعد میں ایک جگہ چھپ گیا ہوں۔ یہاں سے نکل کر سیدھا اپنے سرکاری بنگلے میں آؤں گا۔ میرے وہاں پہنچنے سے پہلے آپ بنگلے کو اندر سے اچھی طرح چیک کرائیں۔ وہاں کسی ملازم کو بھی نہیں رہنا چاہیے۔"

"آپ کے حکم کی ابھی تعمیل ہو رہی ہے۔ ہم وہاں کسی کتے کو بھی نہیں رہنے دیں گے۔"

"وہاں میری سالی روزی ہے' اسے بھی بنگلے سے جانے کو کہو۔ کہہ دو واشنگٹن واپس جانا چاہے تو اس کی واپسی کے انتظامات کر دو۔"

"یس سر! ہم مس روزی کی رہائش کا دوسرا انتظام کر دیں گے اسے واشنگٹن بھیج دیں گے۔"

"یہ بتاؤ' مجھے کتنی دیر بعد اپنے بنگلے میں پہنچنا چاہیے؟"

"آپ آدھے گھنٹے بعد آ جائیں۔"

جنرل نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کمرے پر اِدھر اُدھر نظر ڈالی پھر ہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد کار اسٹارٹ ہو کر دور جانے کی آواز آئی۔ وہ دونوں اس کمرے سے باہر آئے۔ باربرا نے کہا۔ "تم اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔"

"اور تم کیا کرو گی؟"

"میں اس کی کھوپڑی میں رہوں گی جو ریوالور وہ چھپا کر لے گیا ہے' اسے اس کے ہولسٹر میں رکھواؤں گی۔"

"کیا تم نے تنویمی عمل کے وقت اس کے دماغ میں یہ بات نقش نہیں کی تھی؟"

"کی تھی۔ اس کے باوجود مجھے اس کے پاس رہنا چاہیے۔ اچانک حالات بدل سکتے ہیں۔"

"درست کہتی ہو لیکن دوسرے پہلو پر بھی نظر رکھو۔ تم مسلسل اس کے دماغ میں رہو گی تو مرینا کو اس کے اندر پہنچنے کا موقع مل جائے گا پھر وہ کوئی گڑبڑ کر سکتی ہے۔"

"ہاں' یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ تم اسے کہاں چھوڑ کر آئے ہو؟"

"کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ اسے کل شام تک کے لیے مفلوج کر دیتے پھر اس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ رہتا۔"

"اندیشہ رہنا چاہیے۔ ہر دشمن کی طرف سے اندیشے جوان رہیں تو ہمارے حوصلے بھی جوان رہتے ہیں اور ہم ہر وقت چوکس رہتے ہیں۔"

"میں بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کرنا اور بہت کچھ سیکھنا چاہتی تھی۔ بابا نے درست کہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ عملی میدان میں رہوں گی تو پھر کسی سے کچھ سیکھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"تو گویا تم میرے ساتھ رہ کر کچھ سیکھ رہی ہو؟"

"ہاں' میں تسلیم کرتی ہوں' تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی سے میرا ذہن روشن ہو رہا ہے۔ تم جنرل کا ریوالور تبدیل کر کے جو چال چل رہے ہو' اس چال کو دنیا کا بڑے سے بڑا شاطر سمجھ نہیں پائے گا۔"

"ہو سکتا ہے تم مجھ سے کچھ سیکھ رہی ہو لیکن ایسی چالاکیاں سیکھنے کے معاملے میں تم میں ایک کمی ہے۔"

"مجھ میں بھلا کیا کمی ہے؟"

"یہی کہ تم دن کو دن اور رات کو رات نہیں کہتی ہو۔ ہمیشہ رات کو دن کہتی ہو۔"

"کیوں بکواس کرتے ہو۔ میں نے کب ایسا کہا ہے؟"

"کیا تم لڑکی کو لڑکا نہیں کہتی ہو؟"

وہ گھور کر دیکھنے لگی پھر گھونسا دکھا کر بولی۔ "آگے ایک لفظ بھی کہا تو مُنہ توڑ دوں گی۔ یہ مت بھولو کہ مجھ پر بابا کا سایہ ہے انہوں نے کہا تھا کہ تم میرے مزاج کے خلاف کوئی بات کر دیا کوئی حرکت کرو تو میں فوراً ان سے شکایت کروں۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو شرافت سے جا کر سو جاؤ۔"

یہ وارننگ دے کر وہ اپنے بیڈ روم میں گئی پھر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

مرینا کے ستارے گردش میں آ گئے تھے۔ وہ پارس کے ہاتھوں پریشان ہو کر ریستوران سے نکلی۔ اتنی بڑی ناکامی برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ جنرل واسکوڈی اس کے لیے ہر تالے کی چابی تھا۔ وہ اس چابی سے حکومت کرنے کے بڑے بڑے بند دروازے کھول سکتی تھی۔ اس چابی سے بند تجوری کو کھول کر مشین کا نقشہ حاصل کر سکتی تھی اور وہ نقشہ حاصل کرنے ہی والی تھی۔ ایسے ہی وقت پارس نے اس سے چابی چھین لی تھی۔

وہ ہار ماننے والی عورتوں میں سے نہیں تھی۔ اس نے سوچا' ابھی بازی ہاتھ میں ہے۔ آج رات وہ جنرل کے ساتھ اس کے کمرے میں رہے گی اور باربرا کے تنویمی عمل کو الٹ دے گی۔ یہ سوچ کر وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر سرکاری بنگلے میں آئی تو وہاں فوج کا پہرا تھا۔ اسے اندر جانے سے روک دیا گیا۔ وہ حیران ہو کر بولی۔ "مجھے کیوں روکا جا رہا ہے۔ میں جنرل کی سالی ہوں۔ یہ میرا شناختی کارڈ ہے۔"

وہ اپنے پرس میں سے کارڈ نکال کر دکھانے لگی۔ سیکورٹی افسر

نے کہا۔ "ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپ جنرل کی قریب ترین عزیزہ ہیں لیکن آج رات سے کل دوپہر تک کسی کو جنرل کے قریب رہنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"لیکن یہ اچانک پابندی کیوں عائد کی جارہی ہے؟"

"یہ سرکاری اور فوجی معاملہ ہے۔ ہم نہیں بتا سکتے۔ سو سوری۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "ہم آپ کی رہائش کا یہاں بندوبست کرسکتے ہیں یا واشنگٹن واپس جانے کے لیے کسی بھی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کراسکتے ہیں۔ آپ فرمائیں کیا چاہتی ہیں؟"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اسے پتا نہیں تھا کہ پارس کس طرح جنرل کو ٹریپ کرکے نقشہ حاصل کرے گا۔ مرینا کی عقل کہہ رہی تھی کہ اسی شہر میں اس نقشے کو کسی طرح حاصل کرلینا چاہئے۔ ورنہ پارس بازی لے جائے گا۔

وہ ایک فوجی گاڑی میں بیٹھ کر سی ویو لگژری ہوٹل میں آئی۔ ایک کمرا حاصل کیا پھر اس کمرے میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کرکے بیٹھ گئی۔ امید تو نہیں تھی کہ جنرل کے دماغ میں جگہ ملے گی پھر بھی اس نے کوشش کی۔ وقفے وقفے سے تین بار گئی۔ اس سے التجا کی کہ وہ سانس نہ روکے لیکن التجا پوری ہونے سے پہلے ہی وہ سانس روک کر بھگا دیتا تھا۔

وہ ناکامی' مایوسی اور جھنجلاہٹ کے باعث صوفے پر گھونسے مارنے اور اپنا سر پٹخنے لگی یہ صوفے کی گدیاں نرم تھیں اس لیے خوب سر پٹخ لیا پھر تھک کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ یہ اچھی طرح سمجھ میں آگیا کہ پارس نے جنرل تک پہنچنے کے تمام راستے بند کردیے ہیں۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی۔ "مجھے غصے اور مایوسی کو اپنے اندر سے نکالنا ہوگا۔ ورنہ میں کام کی باتیں نہیں سوچ سکوں گی۔"

اس نے وہاں سے اٹھ کر اپنا لباس اتارا پھر باتھ روم میں آکر شاور کو کھول دیا۔ ٹھنڈے پانی سے بدن کو اور دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ آدھے گھنٹے بعد اس نے تولیے سے بدن کو خشک کیا۔ دوسرا لباس پہنا پھر آئینے کے سامنے بالوں کو برش کرتے ہوئے سوچا۔ "سب سے پہلے مجھے یہ سمجھنا چاہئے کہ پارس اس نقشے کو کس طرح جنرل سے حاصل کرے گا؟"

وہ جانتی تھی کہ جنرل کل صبح دس بجے نیوی کے ہیڈ کوارٹر میں جائے گا پھر وہاں سے نقشہ لے کر نکلے گا تو بڑے سخت پہرے میں رہے گا۔ اس کے قریب کسی عام آدمی کو یا قریبی رشتے دار کو بھی جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ جنرل نے اس سے کہا تھا کہ وہ صبح اس سے جدا ہو جائے گا پھر واشنگٹن جاتے وقت اس کے ساتھ کوئی دوسرا مسافر نہیں ہوگا۔ کوئی مسلح گارڈ بھی نہیں رہے گا۔ یہ اندیشہ تھا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے مسلح گارڈ کے ذریعے جنرل کو نقصان پہنچائیں گے اور پائلٹ کو قابو میں کرکے طیارے کو اغوا کریں گے۔

دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو ناکام بنانے کے لیے ایسے پائلٹ کا انتخاب کیا گیا تھا' جو یوگا کا ماہر تھا پھر پائلٹ کیبن کا دروازہ دونوں طرف سے لاک رکھا جانے والا تھا تاکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا جنرل کے دماغ میں گھس کر پائلٹ پر حملہ نہ کرسکے۔

مرینا نے سوچا تھا۔ اتنی سختیوں اور پابندیوں کے پیش نظر نقشہ حاصل کرنے کی ایک ہی صورت رہ جاتی ہے وہ یہ کہ بری' بحری اور فضائی افواج کے تین اعلیٰ افسران اپنے اپنے مخصوص نمبروں سے آہنی سیف کو کھولیں گے پھر اس نقشے کو اندر رکھ کر انہیں نمبروں سے بند کریں گے۔ تینوں ایک دوسرے کے نمبروں سے واقف نہیں ہوں گے۔ ایسے وقت وہ جنرل کے دماغ میں رہے گی اور باقی دو افسران کی آوازیں سن کر ان کے دماغوں سے خفیہ نمبر معلوم کرے گی۔ کوئی ضروری نہیں کہ وہ افسران یوگا کے ماہرین ہوں گے۔ ایسے بڑے افسران شراب ضرور پیتے ہیں۔

لیکن اب تو جنرل کا دماغ بھی اس کی مٹھی سے نکل چکا تھا۔ نقشہ حاصل کرنے کی تدبیر خاک میں مل چکی تھی۔ ایک خیال آیا کہ تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کو اطلاع دی جائے کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جنرل کے دماغ میں گھسے ہوئے ہیں۔ اس طرح نقشہ نیوی ہیڈ کوارٹر سے واشنگٹن منتقل نہیں کیا جائے گا۔ پارس نے اگر کوئی تدبیر سوچی ہے تو اس کی تدبیر بھی خاک میں مل جائے گی۔

عقل نے سمجھایا' اس طرح انتقامی کارروائی تو ہو سکتی ہے لیکن نقشہ کسی کو نہیں ملے گا۔ وہ نقشہ پھر ایک عرصے تک نیوی ہیڈ کوارٹر سے باہر نہیں لایا جائے گا۔ اس نے سوچا "پھر جس قدر پابندیاں ہیں' ان سے گزر کر پارس کا باپ بھی اس نقشے کو حاصل نہیں کرسکے گا۔ بعض حفاظتی انتظامات ایسے ہوتے ہیں جن کے سامنے ذہانت ہار جاتی ہے۔"

وہ ذہانت کو نہیں سمجھ رہی تھی اس لیے ایسا سوچ رہی تھی۔ ذہانت وہ ہے' جو کبھی تھکتی نہیں' کبھی ہارتی نہیں' کبھی سوتی نہیں' انسان کی نیند میں بھی جاگتی رہتی ہے۔

ویسے اس نے ایک بات عقل سے سوچی۔ وہ یہ کہ شاید پارس اسے اپنے شیطانی عقل سے حاصل کرلے۔ ایسے میں وہ مختلف ذرائع سے پارس کو گھیر سکتی ہے اور زبردست لوگوں کو دوست یا آلۂ کار بنا کر وہ نقشہ اس سے چھین سکتی ہے۔

بے شک جو کام خود سے نہ ہو' وہ دوسروں سے کرایا جاتا ہے بلکہ دوسروں کے کاندھوں پر بندوق رکھ کر چلانے والا پیچھے رہ کر محفوظ بھی رہتا ہے اور شکار بھی کھیل لیتا ہے۔

وہ سوچنے لگی' ایسے کاندھے کہاں سے لائے؟ اسے زیادہ سوچنا نہیں پڑا۔ اس نے جے پر گولا اور سپر ماسٹر کے خلاف جنرل کی مدد کی تھی۔ اب جنرل کے خلاف جے پر گولا کو استعمال کرسکتی تھی۔ جے پر گولا پیٹرنم اور ٹیلی پیتھی کی قوتوں کا مالک تھا۔ پارس کے بارہ بجا سکتا تھا۔

وہ اس پہلو پر غور کرنے لگی کہ اس معاملہ میں جے پر گولا کو ملوث کرنا چاہئے یا نہیں؟ لیکن غور کرنے کا زیادہ وقت نہیں تھا۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ صبح ہونے سے پہلے ہی منصوبہ بنانا اور اس پر عمل کرنا لازمی تھا۔

وہ آئینے کے پاس سے ہٹ گئی۔ صوفے پر آرام سے بیٹھ کر ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری ہاک کی آواز اور لہجے کو یاد کرنے لگی۔ جب سپر ماسٹر انتونی ہاؤلیا زندہ تھا تو ایک اجلاس میں مرینا ایک میجر کے دماغ میں تھی پھر میجر کے پاس سے سپر ماسٹر کے دماغ میں گئی تھی تو پتا چلا' سپر ماسٹر کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والا بول رہا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا وہ جیری ہاک ہے۔

مرینا نے دوسرے خفیہ اجلاس میں بھی چپکے سے سپر ماسٹر کے اندر جاکر جیری کی آواز سنی تھی یوں اس کا لہجہ اور آواز یاد رہ گئی تھی۔ اس نے آرام دہ صوفے پر نیم دراز ہو کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر جیری کے پاس پہنچ گئی۔ پہلی بار وہی ہوا جو ہوا کرتا ہے۔ اس نے سانس روک لی۔ مرینا واپس آگئی اس نے دوسری بار اس کے اندر پہنچتے ہی کہا۔ "میں مرینا ہوں' جے پر گولا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"پانچ منٹ کے بعد آؤ۔"

اس نے مرینا کو دماغ سے نکال دیا پھر خیال خوانی کے ذریعے جے پر گولا سے رابطہ کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "پاس! ابھی میرے پاس مرینا آئی تھی۔ آپ سے بات کرنا چاہتی ہے۔ میں نے اسے ٹھیک پانچ منٹ کے بعد آنے کو کہا ہے۔"

جے پر گولا نے کہا۔ "میرے ہی اندر رہو۔ وہ آئے گی تو اسے میرے پاس چھوڑ کر چلے جانا۔ بائی دی وے' یہ بات تشویشناک ہے کہ وہ تمہاری نئی آواز اور لہجے کو کیسے جانتی ہے؟ اس نے تمہیں کہاں دیکھا ہے۔ اور کہاں سنا ہے؟"

"کہیں دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں آپ کے ساتھ خفیہ اڈے سے باہر جاتا ہوں اور آپ کے ساتھ واپس آتا ہوں۔ میری آواز کے ساتھ میرا چہرہ بھی بدل گیا ہے۔ وہ دیکھے گی' تب بھی پہچان نہیں پائے گی۔"

"تین دن پہلے جب سپر ماسٹر زندہ تھا اور ایک اجلاس میں بیٹھا ہوا تھا تب اس سپر ماسٹر نے انکشاف کیا تھا۔ اس نے اجلاس کے تمام افراد کو میرا اور بی جی تھرمان کا نام بتایا تھا۔ میں سپر ماسٹر کے اندر بول رہا تھا۔ ایسے میں مرینا نے آکر میری آواز سنی ہوگی۔"

"یہ ممکن ہے اور اگر مرینا نے اس اجلاس میں تمہاری آواز سنی ہے تو اس کا مطلب صاف ہے۔ یہی مرینا ہمارے خلاف جنرل واسکوڈی کی مدد کرتی رہی اور اسی نے ہمارے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کے منصوبے کو ناکام بنایا ہے۔"

مرینا کی آواز سنائی دی۔ "پانچ منٹ پورے ہو چکے ہیں اور میں آگئی ہوں۔"

جے پر گولا نے کہا۔ "جیری کو جانے دو۔ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

وہ جیری کو چھوڑ کر اس کے اندر آئی پھر بولی۔ "تم بڑے فراخ دل ہو۔ یہ جان کر بھی ویل کم کہہ رہے ہو کہ میں نے تمہارے منصوبے کو ناکام اور جنرل کو کامیاب بنایا۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "محبت اور سیاست میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ سب ہی اپنے محبوب کے لیے یا کرسی کے لیے' ایک دوسرے کو مات دیتے ہیں۔ تم نے ہمارے اور جنرل کے درمیان ہونے والی جنگ بڑی ذہانت سے لڑی ہے۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں بلکہ تمہارا مداح ہوں۔ تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں بھی دوستی کے جذبے سے آئی ہوں۔"

"پھر تو شیطان مجھ پر مہربان ہے۔"

وہ چونک کر بولی۔ "شیطان؟ کیا تم شیطان کے پجاری ہو؟"

"ہاں' میں صاف اور سیدھی بات کرتا ہوں۔ میں کسی گاڈ کو نہیں مانتا۔ مجھ میں اور تم لوگوں میں یہ فرق ہے کہ تم سب خدا کو مانتے ہو مگر شیطان کی راہ پر چلتے ہو اگر تم نے کوئی اچھا نیک کام کیا ہو تو بتاؤ؟"

"میں خدا سے ڈرتی ہوں اور ہمیشہ نیک کام کرتی ہوں۔"

"میرے پاس تم سب کے اعمال نامے موجود ہیں۔ ماضی میں فرہاد نے تمہیں تابعدار بنا کر نہیں رکھا۔ تمہیں تنویمی عمل سے آزاد کردیا۔ تم نے یہ نیکی کر ڈالی کہ کارنیول میں ایک عورت کے ذریعے اسے زخمی کردیا پھر اسے اپنا محکوم اور تابعدار بنا کر ہر ممکن کوشش کر ڈالی۔ اپنے محسن کو زخمی کرنے' یا مار ڈالنے یا غلام بنانے کا عمل اگر نیکی ہے تو پھر واقعی تم نے بڑی نیکیاں کمائی ہیں۔"

"مسٹر پر گولا! کیا تم ایسی باتیں کرکے مجھ سے دوستی کرسکو گے؟"

"میں صرف تم پر کیچڑ نہیں اچھال رہا۔ میں اپنے آپ کو بھی بدترین کمینہ اور شیطان کا بندہ کہہ رہا ہوں اگر تم بھی خود کو شیطان کی بندی تسلیم نہیں کروگی تو دوستی نہیں ہوگی۔ میں دوغلوں سے دوستی نہیں کرتا ہوں۔"

"تم تو عجیب آدمی ہو۔ دوستی کرنے کے لیے مجھ سے میری برائیاں تسلیم کرا رہے ہو۔"

"شیطان کی یہی خوبی ہے کہ وہ خود کو فرشتہ نہیں کہتا۔ وہ جو ہے' اسی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ انسان کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ خود کو ہر عیب سے پاک ایک فرشتہ ظاہر کرتا ہے۔ اب بھی تم کسی شیطانی ارادے سے آئی ہو اور خدا کی بندی ہونے کا دعویٰ

کر رہی ہو۔"

"پلیز مسٹر پرگولا! تمہاری تقریر میں وقت ضائع ہو گا۔ ہم وہ اہم چیز حاصل نہیں کر سکیں گے جو فوری توجہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ بعد میں پچھتاؤ گے۔"

"تم نے آج تک شیطان کو پچھتاتے ہوئے نہیں دیکھا ہو گا۔ میں کبھی کسی ناکامی پر نہیں پچھتاتا کیوں کہ دوسری کوئی نئی کامیابی میرا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔"

"ایک بات کا جواب "ہاں" یا "نہ" میں دو۔ کیا ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں' اسی مشین کے لیے ہم نے جنرل کے خلاف محاذ بنایا تھا۔ تم نے ہمارے اس محاذ کو توڑ دیا اب شاید جنرل تمہارے لیے سودمند نہیں رہا ہے اسی لیے میرے پاس آئی ہو لیکن آپس میں مل کر کام کرنے کے لیے ہمارا ہم مزاج ہونا بہت ضروری ہے اگر تم میری طرح شیطان کی بندی نہیں ہو تو پھر مجھ سے دوستی نہیں ہو گی۔"

مرینا کو غصہ بھی آ رہا تھا اور اس کی بات دل کو بھی لگ رہی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار ایسا سچا شیطان دیکھا تھا جو صاف طور سے کہہ رہا تھا کہ بری ہو تو بری بن کر ملو۔ خود کو راہبہ ظاہر کرنا ہے تو چرچ میں جاؤ۔

مرینا کو ایسے ہی زبردست شیطان کے تعاون کی ضرورت تھی۔ اس کی گفتگو سے اندازہ ہو گیا کہ یہ پارس کو دن میں تارے دکھوائے گا۔ وہ بولی۔ "میں تسلیم کرتی ہوں کہ میں بھی عام لوگوں کی طرح خود کو خدا کی بندی اس لیے کہتی ہوں کہ خدا سے ڈر لگتا ہے۔ تمہارے کہنے سے یہ عجیب سی بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ ہم انسان خدا سے ڈرتے ڈرتے بھی شیطان کی راہ پر چلتے رہتے ہیں۔ بہرحال میں مانتی ہوں کہ میں بھی تمہاری طرح بہت بری اور کمینی ہوں۔"

"شاباش' اب بتاؤ معاملہ کیا ہے؟"

وہ پارس اور باربرا کے' اپنے اور جنرل کے تمام واقعات اور حالات بتانے لگی۔ وہ سننے کے بعد بولا۔ "ہوں' تو وہ نقشہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو رہا ہے۔"

"ہاں' کل صبح دس بجے سے دوپہر دو بجے تک جنرل واسکوڈی ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ اس عرصے میں کسی کو اس کے قریب جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی' اگر کوئی پرندہ بھی اس کے قریب پرواز کرے گا تو اسے بھی گولی مار دی جائے گی۔"

جے پرگولا نے کہا۔ "ان کے حفاظتی انتظامات بتا رہے ہیں کہ اس نقشے کو اڑا لانا ناممکن ہے۔"

"لیکن پرگولا! تم شیطان ہو کر بھی یہ نہیں سمجھ پاؤ گے کہ پارس کتنا بڑا شیطان ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ نقشہ چرا کر لے جائے گا۔"

"اگر وہ جادو جانتا ہے تو شاید کسی کالے عمل کے ذریعے کامیاب ہو جائے۔ ویسے ہم جنرل اور پارس پر نظر رکھیں گے۔ یہ دیکھیں گے کہ وہ نقشہ کیسے حاصل کر رہا ہے؟ اگر اس نے حاصل کیا تو پھر ہم اس کا پیچھا اس کی قبر تک کریں گے۔"

"میں نے سوچا ہے کہ ہمیں تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کے دماغوں تک پہنچنا چاہیے۔ پارس نے فی الحال جنرل تک پہنچنے کا راستہ بند کر دیا ہے لیکن میں واشنگٹن پہنچ کر کل شام تک پھر اس پر قبضہ جما لوں گی۔"

"ٹھیک ہے' میں یہاں جیری اور تھرمال کو باقی دو افسران کے دماغوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ ان تینوں کے دماغوں سے تجوری کے نمبر معلوم ہو جائیں گے تو پھر آرام سے کوئی مناسب موقع دیکھ کر وہ نقشہ تجوری سے نکال لیا جائے گا۔"

"میرا خیال ہے' پارس بھی کسی ایسے ہی طریقۂ کار پر عمل کرے گا۔ ایک خیال یہ بھی آتا ہے کہ وہ طیارہ اغوا کرا سکتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔"

"وہ مخصوص فوجی طیارہ میامی سے واشنگٹن تک محدود پرواز کے لیے ہو گا۔ اس میں ایندھن بھی محدود ہو گا۔ پارس اسے ہائی جیک کر کے کسی دور افتادہ جزیرے یا کسی دوسری اسٹیٹ میں نہیں لے جا سکے گا پھر طیارہ جیسے ہی اپنے روٹ سے باہر ہو گا' پورے امریکا کی فوج الرٹ ہو جائے گی۔ فضائی فوج کے طیارے اسے امریکا سے باہر جانے نہیں دیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ کل صبح رابطہ کروں گی۔"

"میں صبح دو اعلیٰ فوجی افسران کے دماغوں تک پہنچنے کی خوشخبری سناؤں گا۔ اچھا او کے گڈ بائی۔"

مرینا نے انتظار کیا کہ وہ سانس روکے گا تو چلی جائے گی لیکن اس نے سانس نہیں روکی تھی وہ اپنی کلائی کی گھڑی دیکھ کر سوچ رہی تھا کہ تھوڑی دیر میں جیری اور تھرمال رابطہ کریں گے تو وہ دو اعلیٰ فوجی افسران کے دماغوں تک پہنچنے کی پلاننگ کرے گا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں آیا اور شراب کی بوتل اٹھا کر ایک گلاس میں انڈیلنے لگا۔ تب مرینا کی سمجھ میں آیا کہ وہ شراب پینے کا عادی ہے۔ اس لیے اُس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہے۔

یہ حیرانی کی بات تھی۔ جے پرگولا ایک خطرناک تنظیم کا سرغنہ تھا۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرمال پر حکومت کرتا تھا جب کہ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس پر حکومت کرنا چاہیے تھا۔ وہ سب اس کے غلام تھے۔ سپر ماسٹر جو مر گیا' وہ بھی اس کا تابعدار تھا۔

یہ تجسس پیدا ہوا کہ وہ کس طرح سب کا گاڈ فادر بنا ہوا ہے؟ مرینا کو اطمینان سے چور خیالات پڑھنے کا موقع مل رہا تھا۔ لہٰذا پڑھنے لگی۔ پتا چلا' وہ بہت شاطر ہے۔ اس خفیہ تنظیم کی بنیاد ہم

سٹر انتونی پاؤلیا نے رکھی تھی لیکن جے پرگولا نے چپکے چپکے پہلے تھرمال کو پھر جیری کو ہپناٹزم کے ذریعے اپنا تابعدار بنایا پھر غلام بنا لیا۔ اس کے ساتھ سیکورٹی افسران و باڈی گارڈز کی دو سو کو خوفی کل کے ذریعے اپنا غلام بنانے کے بعد سیکورٹی فورس کے پچیس وان بھی اس کے تابعدار بن گئے۔

چونکہ جیری اور تھرمال اس کے غلام تھے اس لیے اپنے آقا کے دماغ پر غالب آنے والی بات نہیں سوچتے تھے۔ جیری نے آقا کے حکم کے مطابق اس کے دماغ میں خوفی عمل سے یہ توانائی پیدا کی تھی کہ کوئی دشمن اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا اور نہ ہی اس کے اندر زلزلے پیدا کر کے اس کے دماغ کو کمزور بنا سکے گا۔

جیری نے اس عمل کے بعد آقا کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تو کامیاب ہوئی یعنی مرینا اس وقت چاہتی تو اس کے دماغ کو کمزور نہ کر سکتی تھی لیکن خوفی عمل کے باوجود یہ کمزوری رہ گئی تھی کہ چور خیالات کا خانہ مقفل نہ ہو سکا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی رکاوٹ کے بغیر خیالات پڑھ رہی تھی۔

اس کا دل مسرت سے دھڑکنے لگا۔ چند گھنٹے پہلے پارس سے مات کھانے کے بعد وہ ٹوٹ سی گئی تھی۔ اب اچانک ہی ایک بہت بڑی بازی جیتنے کی راہ نکل آئی تھی۔ جے پرگولا اس خوش فہمی میں تھا کہ کسی خیال خوانی کرنے والے یا کرنے والی سے اسے نقصان میں پہنچے گا۔ کوئی اس کے دماغ پر حاوی نہیں ہو سکے گا جب کہ وہ کر سکتی تھی۔ واشنگٹن پہنچنے کی دیر تھی۔ وہاں پہنچتے ہی وہ دور سے گولی مار کر پرگولا کو زخمی کرتی اس کے بعد اسے معمول اور تابعدار بنانا آسانی سے بنا لیتی۔

اس معاملے میں ناکامی کا ذرا سا بھی شبہ نہیں تھا۔ اس کے خیالات پڑھ کر اُس کی خفیہ رہائش گاہ کا بھی علم ہو گیا تھا وہ سیدھی اس کی رہائش گاہ میں پہنچ سکتی تھی۔ جے پرگولا کے دماغ پر قبضہ جمانے کا مطلب یہ ہوتا کہ دونوں خیال خوانی کرنے والے جیری اور تھرمال اس کے تابعدار بن جاتے۔ وہ اس پوری خفیہ تنظیم کی ملکۂ مالیہ بن جاتی۔ کبھی کبھی قسمت یونہی اچانک مہربان ہو جایا کرتی ہے۔

اس نے فون کے ذریعے اس فوجی افسر سے رابطہ کیا جس نے وعدہ کیا تھا کہ کسی بھی فلائٹ میں واشنگٹن جانے کے لیے اسے سیٹ مل جائے گی۔ وہ بولی۔ "میں صبح پانچ بجے کی فلائٹ سے جانا چاہتی ہوں۔"

"او کے مس! آپ کو ایک گھنٹے کے اندر اس فلائٹ کا ٹکٹ مل جائے گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اب وہ پارس کو نظر انداز کر رہی تھی۔ نقشہ حاصل کرنے کے لیے یہ طے تھا کہ بعد میں بھی تینوں افواج کے افسران کو ٹریپ کر کے تجوری کے مختلف نمبر معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ ابھی سب سے اہم مرحلہ جے پرگولا کی خفیہ تنظیم کو سر کرنے کا تھا۔

رات کے دو بجے ایک سپاہی نے اسے ٹکٹ لا کر دیا۔ وہ چار بجے ائرپورٹ کے لیے روانہ ہوئی۔ آنکھوں سے نیند اڑ گئی تھی۔ بہت بڑی کامیابی اس کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ طیارے میں پانچ بجے سوار ہوئی۔ سیٹ پر نیم دراز ہونے سے نیند آنے لگی۔ اس نے دماغ کو ہدایت دی کہ ایک گھنٹے بعد بیدار ہو جائے گی۔ یہ ہدایت دے کر وہ سو گئی۔

جب آنکھ کھلی تو واشنگٹن پہنچنے والی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھی رہی پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جے پرگولا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا وہ گہری نیند میں تھا۔ اس کے خوابیدہ خیالات نے بتایا کہ وہ صبح پانچ بجے جاگنے کا عادی ہے لیکن اس نے آدھی سے زیادہ بوتل پی لی تھی اس لیے نیند کے علاوہ مدہوشی بھی اس پر غالب آ گئی تھی۔

طیارہ رن وے پر دوڑتے رہنے کے بعد رک گیا تھا۔ طیارے سے اتر کر عمارت کے باہر آنے تک پچاس منٹ لگے۔ وہ چاہتی تھی' اسے مدہوشی میں ٹریپ کرے۔ اس لیے وہاں پہنچنے کی جلدی تھی۔ اس نے ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ڈرائیور کو منزل کا پتا بتایا پھر پرگولا کے دماغ میں پہنچ کر مطمئن ہوئی' وہ بدستور گہری نیند میں تھا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ناقابلِ شکست شہ زور جب بھی مارا جاتا ہے غفلت میں مارا جاتا ہے۔

وہ اس کی خفیہ رہائش گاہ کے دروازے پر پہنچ گئی۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اسے جے پرگولا ہی کھول سکتا تھا۔ اسے نیند سے جگانا ضروری تھا اور وہ سوچ کر آئی تھی کہ اسے گولی مارنے یا کسی اور طرح زخمی کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ وہ اتنی پی چکا ہے اور اس قدر مدہوش ہے کہ دماغ میں زلزلہ پیدا کیا جائے تو ایسی حالت میں زلزلہ بے اثر نہیں ہو گا۔

وہ دماغ کے اندر پہنچ کر بولی۔ "پرگولا! اٹھو۔"

"آں؟" وہ مدہوشی میں کسمسایا۔ مرینا نے اس بار اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ وہ چیختا ہوا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا تو وہ چیختا چلاتا اور تڑپتا ہوا بستر سے فرش پر آ گرا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "کون ہو تم؟ تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"میں ہوں مرینا! لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ شیطان کی بندی شیطان کے بندے کو کاٹنے آئی ہے۔ اٹھو اور یہاں آ کر دروازہ کھولو۔"

وہ ہانپتے کانپتے ہوئے بولا۔ "آ۔۔۔ آتا۔۔۔ ہوں۔ آتا ہوں۔ میرے دماغ کو پھوڑا نہ بناؤ۔ میں آ رہا ہوں۔"

وہ تیزی سے دوڑتا' گرتا پڑتا آیا پھر بیرونی دروازے کو کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی مرینا نے اندر آ کر پھر اس کے دماغ کو ایک

جھٹکا پہنچایا تاکہ وہ اگر ذرا بھی ہوش میں ہو تو اس پر حملہ نہ کر بیٹھے۔ وہ پھر چیخ مار کر ایک دیوار سے ٹکرایا۔ اس نے پلٹ کر دروازے کو بند کیا پھر اسے اندر سے لاک کیا۔ اس کے بعد پلٹ کر دیکھا تو اس بار اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

جے پرگولا اس کے بالکل قریب کھڑا بڑے بڑے دانتوں کی نمائش کرتا ہوا مسکرا رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سامنے پہاڑ آگیا ہو۔ پہاڑ نے اسے دبوچ کر کہا۔ "ہاہاہا! میری پیاری پیاری ٹیلی پیتھی! دو ٹیلی پیتھیاں پہلے سے میری جیب میں ہیں۔ تو میری تیسری کلپی ہے۔ میں نے جیری اور تھرمال کو بھی اسی طرح اپنی شیطانی کھوپڑی سے الو بنا کر پھانسا تھا مگر تیرے پھنسنے کی کیا بات ہے۔ تیری خیال خوانی بھی میری' تیری جوانی بھی میری۔۔۔"

وہ قہقہے لگا رہا تھا اور اسے جکڑتا جا رہا تھا۔ یہ رہائی کے لیے تڑپ رہی تھی۔ وہ اس کے لباس کی دھجیاں اڑائے جا رہا تھا۔ اسے شرافت کی زندگی راس نہیں آئی تھی۔ جب سے ٹیلی پیتھی سیکھی تھی' تب سے اپنے حسن و شباب کی دھجیاں اُڑانے کے مواقع دیتی آ رہی تھی۔ اس بار جے پرگولا کے حصے میں آئی تھی۔ پتا نہیں وہ اس کا کیا حشر کرنے والا تھا۔

****

کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ ہاتھی جیسا ڈیل ڈول رکھنے والا یوسف البرہان عرف پاشا بستر پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ وہ اتنا وسیع و عریض اور بلند و بالا تھا کہ اسے لیٹنے کے لیے پلنگ چھوٹا پڑ گیا تھا۔ اس کے پاس کھڑی ہوئی شی تارا اس کی جسامت کے سامنے ننھی سی گڑیا لگ رہی تھی۔ گڑیا سے کھیلا جاتا ہے لیکن وہ گڑیا پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر کے کھیل رہی تھی۔

پاشا کی آنکھیں بند تھیں وہ چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے شی تارا کا معمول بن چکا تھا۔ اب اسے تابعدار بنانے کا عمل رہ گیا تھا۔ تنویمی عمل کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ پہلے کسی عمل کے لیے آمادہ کیا جاتا ہے اگر وہ آمادہ نہ ہو تو خیال خوانی کے ذریعے اسے مائل کیا جاتا ہے پھر اسے ٹرانس میں لایا جاتا ہے تاکہ وہ کمزور دماغ سے عامل کی ہر بات تسلیم کرے اور قوتِ حافظہ سے اس کے ہر حکم کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر لے۔

جب یہ تمام مراحل طے ہو جاتے ہیں' تب عامل اپنا ایک ایک حکم اس کے حافظے میں نقش کر کے اسے اپنا تابعدار بنا جاتا ہے۔ شی تارا نے بھی اسے معمول بنانے کی حد تک تمام مراحل طے کیے تھے اب اسے تابعدار بنانا رہ گیا تھا لیکن تابعدار بنانے سے پہلے وہ چند اہم سوالات کے جوابات چاہتی تھی۔ اس نے پہلا سوال کیا۔ "تم نے آنکھ' کان' دماغ اور جسم کو غیر معمولی قوتوں کا حامل بنانے کے وہ عجیب و غریب نسخے کہاں سے حاصل کیے تھے؟"

وہ آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔ اس کے ہونٹوں میں پہلے لرزش پیدا ہوئی پھر وہ سحر زدہ سی آواز میں بولا۔ "مجھے حکمت ورثے میں ملی ہے۔ میں نے بیس برس تک طبی سائنس کی مختلف درسگاہوں میں تعلیم حاصل کی ہے۔ میں دنیا کے چند علم الابدان کے ماہرین سے ایک ہوں۔ مجھے بچپن سے پُرمین بننے کا خبط تھا۔ اس کے لیے میں پہلے ہی دن سے محتاط تھا۔ صبح سے شام تک جن مختلف ادویات سے مختلف قسم کے تجربات کرتا رہتا ہوں۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ شی تارا بولی۔ "بات پوری کرو۔ وضاحتی میں لکھ لیا کرتا تھا۔ اسی طرح مکمل کامیاب فارمولے میری سے بولتے رہو۔"

وہ پھر بولنے لگا۔ "اب سے کوئی تین برس پہلے مجھے ہ استاد نے لیبارٹری میں دن کے وقت ان دواؤں کو استعمال حکمت کا ایک استاد مل گیا۔ وہ کوئی اسّی برس کا بوڑھا تھا۔ کرنا شروع کیا۔ میں گھر آ کر رات کے وقت وہی دوائیں استعمال پہلوانوں جیسا صحت مند تھا لیکن اپنے اوپر مختلف دوائیں تجربات کرتے کرتے اس نے اپنی صحت کا کباڑا کر لیا تھا۔ تا تھا اور اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے بازو پر انجکشن لگایا کرتا چارے کو بھی غیر معمولی توانائیاں حاصل کرنے کا خبط ہو گیا تھا۔ اس عمل سے رفتہ رفتہ مجھ میں تبدیلیاں آنے لگیں۔ استاد ان دیکھا گیا ہے کہ خبطی لوگ ہی کوئی بڑا تجربہ کر گزرتے ہیں۔" وہ اچھی طرح دوائیں ہضم نہیں کر سکتا تھا۔ جسمانی طور پر کمزور

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "اس نے بڑی حد تک کا تھا اس لیے دوائیں اس پر بھاری پڑ رہی تھیں۔ میں اسے تجربات کیے تھے۔ کچھ کمی رہ گئی تھی' اسے میں نے دن رات کی کھانا کھا کر دواؤں کی کم سے کم خوراک لیا کرے ورنہ اتنا لاغر اور نگن سے پورا کیا۔ ہم نے ان فارمولوں کو ایک بندر پر آزمائے گا کہ دوائیں کھانے کے قابل بھی نہیں رہے گا۔

ایک ماہ کے عرصے میں حیرت انگیز کامیابیوں کا ثبوت ملا۔ ہم وہ بڑے اعتماد کے ساتھ کہتا تھا۔ "میں تم سے زیادہ تجربہ رکھتا بندر کو ایک نیکلس دکھایا پھر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ اگرچہ لاغر ہو رہا ہوں لیکن غیر معمولی قوتِ برداشت رکھتا نیکلس کو حدِ نظر تک جا کر ایک درخت کی شاخ سے لٹکا دیا۔ پھر۔ تم دیکھ لینا' میں دو چار مہینوں میں صحت مند جوانوں کی طرح کی آنکھ سے پٹی کھول کر پوچھا۔ "بتاؤ وہ نیکلس کہاں ہے؟" نے لگوں گا۔"

اس نے تاریکی میں دور تک دیکھا پھر دوڑتا ہوا گیا اور ہیرو بندر کو اس کی جسامت اور قوتِ برداشت کے مطابق کی شاخ سے وہ نیکلس اتار کر لے آیا۔ استاد نے مجھے ایک دوائیں دی گئی تھیں جس کا نتیجہ ایک ماہ بعد ظاہر ہوا تھا لیکن ہم لے جا کر کہا۔ "یہاں سے شہر جاؤ۔ کم از کم بیس پچیس میل دوائیں کم مقدار میں مسلسل استعمال کر رہے تھے ہر کر مجھ سے فون پر رابطہ کرو۔" سرے تیسرے دن پچھلی دواؤں کا ردِعمل دیکھنے کے بعد اگلی

استاد نے ہدایت کی کہ رابطہ کرنے کے بعد مجھے کیا کرنا چاہیے اک استعمال کیا کرتے تھے۔ تین ماہ کے عرصے میں میرے اندر میں نے ہدایات پر عمل کیا۔ تقریباً پچیس میل دور جا کر استاد کو یاں تبدیلیاں پیدا ہونے لگیں۔ استاد نے گھور کر پوچھا۔ "تو کچھ پر مخاطب کیا۔ استاد نے ریسیور رکھ کر بندر سے کہا۔ "ہیرو جوان سالگ رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے دوائیں میں کھا رہا ہوں دوست پاشا تم سے کچھ کہہ رہا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ کیا کہہ رہا ہے اثر تجھ پر ہو رہا ہے۔"

ہم اس بندر کو ہیرو کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ میں نے اُن دنوں میں اڑتالیس برس کا تھا۔ چھ ماہ بعد پچیس برس کا کرتے ہوئے کہا۔ "ہیرو! میں تم سے بہت دور ہوں۔" ہیرو جوان نظر آنے لگا۔ استاد نے گرج کر کہا۔ "کہتے! کیسے! تو مجھے

ہیرو نے استاد کے سامنے ہاتھ اٹھا کر بہت دور اشارہ کیا دکھا دے رہا ہے۔ میری اجازت کے بغیر میری دوائیں استعمال کر نے کہا۔ "میں تالیاں بجا رہا ہوں۔" ہے۔ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ تجھے غیر معمولی انسان بن کر زندہ نہیں دوں گا۔"

میں نے تالیاں بجائیں۔ وہ بھی استاد کے سامنے ہاتھ بجانے لگا۔ مختصر یہ کہ ہم نے اسے طرح طرح سے آزمایا' وہ میں نے مسکرا کر کہا۔ "بڑے میاں! تم بھی دواؤں سے کچھ پا انگیز سماعت و بصارت کا حامل ثابت ہوا۔ وہ عام بندروں ہے ہو۔ دیکھو تمہاری آواز گرج دار ہو گئی ہے۔" مقابلے میں بہت زیادہ ذہین اور جسمانی قوت کا مالک تھا۔ اگر وہ

اس نے چونک کر کہا۔ "آں؟ ہاں! میں کامیاب ہو رہا ہوں۔ شخص کی گردن دبوچ لیتا تو وہ مرتے دم تک نجات حاصل نہیں ہے اندر کچھ گڑبڑ ہے۔ اس کا علاج کر رہا ہوں۔ جلد ہی تمہاری کر سکتا تھا۔" پاتا تھا۔ صحیح جوان دکھائی دوں گا۔ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ میں تم سے نمٹ لوں گا۔"

اتنی زبردست کامیابیوں کے پیشِ نظر استاد نے کہا۔ "ہاں تمام نسخے میں اپنی ذات پر آزماؤں گا۔ اگر یہ دوائیں اور انجکشن مجھ انسان پر بھی یہی اثر دکھائیں گے اور میں غیر معمولی بن جاؤں

تمہیں بھی اپنی طرح بنا دوں گا۔"

مجھے استاد کی نیت پر شبہ تھا بلکہ یقین تھا کہ وہ مجھے دھوکا دے در اصل میری یہ فطرت ہے کہ میں کسی پر بھروسا نہیں کرتا۔ کے ہوں۔ مجھے بچپن سے پُرمین بننے کا خبط تھا۔ اس کے لیے میں پہلے ہی دن سے محتاط تھا۔ صبح سے شام تک جن ات کا تجربہ ہوتا تھا' انہیں میں رات کو سونے سے پہلے اپنی ہی میں درج ہو چکے تھے۔

استاد نے لیبارٹری میں دن کے وقت ان دواؤں کو استعمال شروع کیا۔ میں گھر آ کر رات کے وقت وہی دوائیں استعمال کرنا شروع کیا۔ میں نے رفتہ رفتہ مجھ میں تبدیلیاں آنے لگیں۔ استاد ان تجربات کیے تھے۔ کچھ کمی رہ گئی تھی' اسے میں نے دن رات کی کھانا کھا کر دواؤں کی کم سے کم خوراک لیا کرے ورنہ اتنا لاغر اور نگن سے پورا کیا۔ ہم نے ان فارمولوں کو ایک بندر پر آزمائے گا کہ دوائیں کھانے کے قابل بھی نہیں رہے گا۔

ایک ماہ کے عرصے میں حیرت انگیز کامیابیوں کا ثبوت ملا۔ ہم وہ بڑے اعتماد کے ساتھ کہتا تھا۔ "میں تم سے زیادہ تجربہ رکھتا بندر کو ایک نیکلس دکھایا پھر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ اگرچہ لاغر ہو رہا ہوں لیکن غیر معمولی قوتِ برداشت رکھتا نیکلس کو حدِ نظر تک جا کر ایک درخت کی شاخ سے لٹکا دیا۔ پھر۔ تم دیکھ لینا' میں دو چار مہینوں میں صحت مند جوانوں کی طرح کی آنکھ سے پٹی کھول کر پوچھا۔ "بتاؤ وہ نیکلس کہاں ہے؟"

اس نے تاریکی میں دور تک دیکھا پھر دوڑتا ہوا گیا اور ہیرو بندر کو اس کی جسامت اور قوتِ برداشت کے مطابق کی شاخ سے وہ نیکلس اتار کر لے آیا۔ استاد نے مجھے ایک دوائیں دی گئی تھیں جس کا نتیجہ ایک ماہ بعد ظاہر ہوا تھا لیکن ہم لے جا کر کہا۔ "یہاں سے شہر جاؤ۔ کم از کم بیس پچیس میل دوائیں کم مقدار میں مسلسل استعمال کر رہے تھے ہر کر مجھ سے فون پر رابطہ کرو۔"

استاد نے ہدایت کی کہ رابطہ کرنے کے بعد مجھے کیا کرنا چاہیے اک استعمال کیا کرتے تھے۔ تین ماہ کے عرصے میں میرے اندر میں نے ہدایات پر عمل کیا۔ تقریباً پچیس میل دور جا کر استاد کو یاں تبدیلیاں پیدا ہونے لگیں۔ استاد نے گھور کر پوچھا۔ "تو کچھ پر مخاطب کیا۔ استاد نے ریسیور رکھ کر بندر سے کہا۔ "ہیرو جوان سالگ رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے دوائیں میں کھا رہا ہوں دوست پاشا تم سے کچھ کہہ رہا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ کیا کہہ رہا ہے اثر تجھ پر ہو رہا ہے۔"

ہم اس بندر کو ہیرو کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ میں نے اُن دنوں میں اڑتالیس برس کا تھا۔ چھ ماہ بعد پچیس برس کا کرتے ہوئے کہا۔ "ہیرو! میں تم سے بہت دور ہوں۔" ہیرو جوان نظر آنے لگا۔ استاد نے گرج کر کہا۔ "کہتے! کیسے! تو مجھے

ہیرو نے استاد کے سامنے ہاتھ اٹھا کر بہت دور اشارہ کیا دکھا دے رہا ہے۔ میری اجازت کے بغیر میری دوائیں استعمال کر نے کہا۔ "میں تالیاں بجا رہا ہوں۔" ہے۔ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ تجھے غیر معمولی انسان بن کر زندہ نہیں دوں گا۔"

میں نے تالیاں بجائیں۔ وہ بھی استاد کے سامنے ہاتھ بجانے لگا۔ مختصر یہ کہ ہم نے اسے طرح طرح سے آزمایا' وہ میں نے مسکرا کر کہا۔ "بڑے میاں! تم بھی دواؤں سے کچھ پا انگیز سماعت و بصارت کا حامل ثابت ہوا۔ وہ عام بندروں ہے ہو۔ دیکھو تمہاری آواز گرج دار ہو گئی ہے۔" مقابلے میں بہت زیادہ ذہین اور جسمانی قوت کا مالک تھا۔ اگر وہ

اس نے چونک کر کہا۔ "آں؟ ہاں! میں کامیاب ہو رہا ہوں۔ شخص کی گردن دبوچ لیتا تو وہ مرتے دم تک نجات حاصل نہیں ہے اندر کچھ گڑبڑ ہے۔ اس کا علاج کر رہا ہوں۔ جلد ہی تمہاری کر سکتا تھا۔" پاتا تھا۔ صحیح جوان دکھائی دوں گا۔ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ میں تم سے نمٹ لوں گا۔"

اتنی زبردست کامیابیوں کے پیشِ نظر استاد نے کہا۔ "ہاں تمام نسخے میں اپنی ذات پر آزماؤں گا۔ اگر یہ دوائیں اور انجکشن مجھ انسان پر بھی یہی اثر دکھائیں گے اور میں غیر معمولی بن جاؤں

اس نے مجھے اپنی لیبارٹری سے نکال دیا۔ ہمارے درمیان

ٹھن گئی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ میرے پاس تمام دواؤں کے فارمولے ہیں۔ وہ چاہتا تھا' فارمولے میرے پاس نہ رہیں۔ میں بھی یہی چاہتا تھا' اس کے پاس دواؤں کے وہ نسخے نہ رہیں۔ وہی بات ہے کہ کوئی ملک دوسرے کسی ملک کو ایٹم بم بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔ کوئی نہیں چاہتا کہ دوسرا اس سے زیادہ طاقت ور ہو۔ وہ فارمولے جس کے پاس ہوتے وہ اپنے جیسے غیر معمولی شہ زوروں کی فوج پیدا کر لیتا۔

ایک روز میں اس کے قتل کے ارادے سے لیبارٹری میں آیا۔ وہ نہیں تھا۔ میں نے اسے اور اس کے فارمولوں کو تلاش کرنے کے لیے پوری لیبارٹری کا سامان الٹ پلٹ کر دیا پھر بھی کچھ حاصل نہ ہوا۔ وہ پہلے ہی میرے ارادوں کو بھانپ گیا تھا چونکہ میری طرح شہ زور نہیں بن پایا تھا اس لیے وہاں نہ ٹھہر سکا۔ وہ نسخے لے کر کہیں غائب ہو گیا۔

اس کی رہائش گاہ کے پیچھے لوہے کا ایک پنجرہ تھا' جس میں ہیرو بندر رہا کرتا تھا۔ وہ پنجرہ خالی تھا۔ شاید وہ ہیرو کو ساتھ لے گیا تھا۔ یا اسے آزاد کر کے کہیں بھگا دیا تھا۔

میں نے استاد کی آواز اور لہجے پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ وہ جہاں بھی ہوتا' مجھے اس کی آواز سنائی دیتی لیکن خاموشی رہی۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ گونگا بن گیا ہے یا پھر کسی نئے لہجے میں بولنے لگا ہے تاکہ میں اس کی باتیں سن کر اس کا سراغ نہ لگا سکوں۔۔۔

مجھے بھی اس سے یہی خطرہ لاحق ہوا۔ وہ برس دو برس میں ضرور توانائیاں حاصل کر کے میری طرح غیر معمولی شہ زور بن سکتا تھا۔ کسی دن بھی میرے مقابلے پر آ سکتا تھا۔ غیر معمولی قوتِ سماعت سے میری باتیں سن کر میرے دشمنوں کے نام معلوم کر کے ان کا ساتھ دے کر مجھے نقصان پہنچا سکتا تھا۔ اس لیے میں نے بھی اپنی آواز اور لہجہ تبدیل کر دیا۔ تب سے اب تک میں اسی لہجے میں بول رہا ہوں۔ جس دن اپنے پیدائشی لہجے میں بولوں گا' وہ میری آواز سن لے گا پھر کسی دن موت بن کر میرے سامنے چلا آئے گا۔"

پاشا بول رہا تھا۔ شی تارا سن رہی تھی۔

پھر وہ چپ ہو گیا۔ کمرے میں چند لمحوں تک گہری خاموشی رہی پھر شی تارا نے پوچھا۔ "کیا تمہیں بندر کی آواز کبھی سنائی نہیں دی؟ اس نے تمہارے استاد کی طرح آواز نہیں بدلی ہو گی۔"

"میں کبھی کبھی اس کے کلکیانے کی آوازیں سنتا ہوں اگر وہ بندر لفظوں میں بول پاتا تو اس کی کسی گفتگو سے اس کا سراغ لگایا جا سکتا تھا۔"

"تمہارے اس علم الابدان کے ماہر استاد کا نام کیا تھا؟"

"وہ ایک یہودی تھا۔ اس کا نام جافری تھا۔ جافری ہیراللہ۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ زندہ ہو گا؟"

"ہاں' میں نے چھ ماہ کے عرصے میں اس کے اندر کئی تبدیلیاں

رُونما ہوتے دیکھی تھیں۔ اس کے چہرے سے بڑھاپے کی جھرّیاں اور پژمردگی دور ہو رہی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ غیر معمولی جسمانی توانائی کی طرف لوٹ رہا تھا۔"

"تم فولادی دماغ اور حیرت انگیز یادداشت کے مالک ہو پھر تم نے ان فارمولوں کو اپنے حافظے میں محفوظ کیوں نہیں کیا؟ اگر ایسا کرتے تو صومالیہ کے جنگل میں ان فارمولوں کو چھپانے کی ضرورت نہ پڑتی۔"

پاشا نے جواب دیا۔ "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا دَور ہے۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا کسی ہتھکنڈے سے میرے اندر پہنچے گا تو تمام فارمولے پڑھ کر نوٹ کر لے گا۔ اسی لیے میں نے انہیں زبانی یاد نہیں رکھا۔"

شی تارا تھوڑی دیر خاموش رہ کر سوچتی رہی پھر بولی۔ "جب صومالیہ کے جنگل میں پارس ان فارمولوں کے دو دو کاغذات تمام خیال خوانی کرنے والوں میں تقسیم کر رہا تھا۔ تب میں اعصابی کمزوریوں کا شکار ہو گئی تھی۔ مجھے بتاؤ وہاں میری عدم موجودگی میں کیا ہوتا رہا؟"

پاشا نے اسے صومالیہ میں پیش آنے والے واقعات تفصیل سے سنائے۔ شی تارا نے تمام روداد سننے کے بعد کہا۔ "وہ فارمولے بارہ عدد کاغذات پر تحریر کیے گئے تھے جن میں سے دو پارس نے جلا دیے تھے۔ باقی دس عدد یہودی لے گئے۔ کیا وہ کاغذات بالکل درست تھے؟ پارس نے فراڈ نہیں کیا تھا؟"

"پارس نے اصل فارمولا اپنے پاس رکھا تھا۔ اس کی نقل مجھ سے لکھوائی تھی اور میں نے لکھتے وقت فارمولوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ وہی کاغذات یہودی لے گئے تھے۔"

"تم کیسے کہتے ہو کہ تم نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی؟ اُن دنوں تم بار بار کے معمول اور تابعدار تھے۔ شاید بار بار نے پارس کی ہدایت پر تمہیں غائب دماغ بنا کر تبدیلیاں کی ہوں۔"

پاشا نے کہا۔ "اگر ایسا کیا گیا ہو گا تو میں نہیں جانتا۔ میں تو واقعی معمول بنا ہوا تھا۔"

"اگر میں فارمولوں کے وہ دس کاغذات یہودیوں سے چھین لوں تو تم حاضر دماغی سے انہیں پڑھ کر معلوم کر سکتے ہو کہ ان میں کہاں کہاں تبدیلیاں کی گئی ہیں؟"

"ہاں' میں معلوم کر لوں گا۔ اگرچہ دواؤں کے نام بھول چکا ہوں لیکن تسلسل سے پڑھتا رہوں گا تو بھولی ہوئی دوائیں یاد آ جائیں گی۔"

شی تارا نے دل ہی دل میں عہد کیا کہ وہ دس عدد کاغذات ضرور حاصل کرنے کی کوشش کرے گی پھر اس نے پوچھا۔ "ان دس کاغذات کے حصول کے بعد بھی ان دو کاغذات کی کمی رہے گی' جنہیں پارس نے جلا دیا ہے۔ کیا تم اپنے حافظے پر زور ڈال کر ان دو کاغذات کی دواؤں کے نام اور ان کی ترکیب لکھ سکتے ہو؟"

"نہیں' یہ بہت مشکل ہے۔ بلکہ ناممکن ہے۔"

"کیا ان دس کاغذات سے کچھ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟"

"ہاں' مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ ان دس کاغذات میں دوائیں' انجکشن اور ترکیبِ استعمال کی تفصیلات لکھی ہوئی ان سے قوتِ سماعت و بصارت حاصل کی جا سکتی ہیں۔"

"پاشا! تم نے دل خوش کر دیا۔ میں ان کاغذات کو حا کرنے کے لیے جی جان کی بازی لگا دوں گی۔"

دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر شی تارا نے کہا۔ یہ بات اپنے اندر نقش کر لو کہ میرے معمول اور تابعدار ہو جو احکامات صادر کر رہی ہو' تم ان کی تعمیل بے اختیار کرتے گے۔"

اس نے احکامات کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ وہ بولی۔ "تم اجازت کے بغیر اپنی غیر معمولی قوتوں کا اظہار نہیں کرو گے۔ تم طاقت اسی حد تک استعمال کرو گے' جتنی کہ اپنے بچاؤ کے لازی ہو گی۔"

وہ بولا۔ "میں صرف اپنی حفاظت کی حد تک اپنی قوتوں استعمال کروں گا۔"

"تم کسی کو اپنا اصل نام نہیں بتاؤ گے۔ اپنی اصل ش صورت میں نہیں رہو گے۔ اپنی صلاحیتوں کا اظہار اس طرح کرو گے کہ دشمن تمہیں پاشا کی حیثیت سے پہچان لیں۔"

وہ حکم کا بندہ تھا۔ اس نے بندگی کا وعدہ کیا۔ وہ بولی۔ "تنویمی نیند کے بعد بھول جاؤ گے کہ تم پر یہ عمل کیا گیا تھا۔ تم لا میں میرے تابعدار رہا کرو گے۔"

"میں لاعلمی میں تمہارا تابعدار رہا کروں گا۔"

"تم نیند سے بیدار ہونے کے بعد بانو شہناز کو چھوٹی بہن گے اور اس کے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرو گے بلکہ اس ہر بات بے چون و چرا مان لیا کرو گے۔"

"میں بانو شہناز کو چھوٹی بہن سمجھ کر اُس کی ہر بات مان کروں گا۔"

"میں تمہیں حکم دیتی ہوں۔ چار گھنٹے تک گہری نیند سونے پھر بیدار ہو جاؤ۔"

پاشا کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو گئیں وہ گہری نیند میں چلا گیا۔ شی تارا اس کمرے سے نکل کر باہر آئی۔ دروازے آہستگی سے بند کر دیا پھر ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئی۔ صوفے پشت سے ٹیک لگا کر بڑی دیر تک آنکھیں بند کیے سوچتی رہی آئندہ بہت سے منصوبے اور مسائل تھے' جن سے نمٹنا تھا اعصابی کمزوری کے باعث اس نے کئی دنوں سے اپنی کسی ڈی رابطہ نہیں کیا تھا ان تمام ڈیموں کے ذریعے بہت سے نئے حالا اور واقعات معلوم ہونے والے تھے۔

اس نے آہٹ سن کر آنکھیں کھول دیں۔ دائی ماں نے

کہا۔ "بیٹی! آرام کرو' زیادہ محنت کرو گی تو بیمار پڑ جاؤ گی۔"

"ہاں' آرام کروں گی۔ ابھی وہ عادل رہ گیا ہے۔"

"میں تو کہتی ہوں اس کا قصہ ہی ختم کر دو' وہ ہمارے کسی کام کا نہیں ہے۔ زندہ رہے گا تو ہمارے جانے کے بعد بھی اسلام آباد میں کہتا پھرے گا کہ فرہاد بھائی جان کی ہونے والی بیوی سامان آئی تھی۔ پتا نہیں کمبخت نے کیسے بھائی جان کا رشتہ قائم کر لیا ہے۔"

"دائی ماں! میں اسے یونہی قتل کر کے یہاں سے جاؤں گی تو مجھے کیا حاصل ہو گا۔ اس کی جان لینے کا کچھ تو فائدہ حاصل ہونا چاہیے۔"

"تم کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتی ہو؟"

"مجھے جان پر کھیلنے والے آلۂ کاروں کی ضرورت ہے۔ میں عادل کو ایسا ہی جانباز غلام بناؤں گی۔ کیا وہ سو رہا ہے؟"

"جاگ رہا ہے۔ باتھ روم گیا تھا۔ وہاں سے واپس آتے ہی کمزوری سے گر پڑا۔ میں نے اسے سہارا دے کر بستر پر پہنچایا ہے۔ مجھ سے التجا کر رہا تھا کہ میں کسی ڈاکٹر کو بلاؤں۔"

"تم ان دونوں کی توانائیاں واپس لانے کے لیے دیسی نسخے سے دوائیں تیار کرو۔ میں اس پر عمل کرنے جا رہی ہوں۔"

"بیٹی! پہلے تم کچھ کھا لو۔ تم جانتی ہو کہ میں تمہارے بغیر نہیں کھاتی ہوں' کیوں مجھے بھوکا مار رہی ہو؟"

"بس ایک گھنٹہ انتظار کرو پھر میں تمہارے ساتھ پیٹ بھر کر کھاؤں گی۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر چلتی ہوئی ایک کمرے میں آئی پھر دروازے کو بند کیا۔ عادل چنگیزی ایک بستر پر پڑا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا پھر اس نے کمزوری سے تکیے پر آ گیا۔ وہ بیمار سی آواز میں بولا۔ "شی تارا! مجھ سے دشمنی کیوں کر رہی ہو؟ میرا قصور کیا ہے؟"

"اس سے بڑا قصور کیا ہو سکتا ہے کہ تم نے میری اصلیت جان لی ہے۔"

"پلیز' خیال خوانی کے ذریعے برین واش کر دو۔ میں تمہاری اصلیت بھول جاؤں گا۔ اس کے بعد مجھے اس قید سے رہا کر دو۔ مجھے کسی اسپتال میں پہنچا دو۔"

"میں یہی کرنے آئی ہوں۔ تمہارے سرہانے بڑے سے پیالے میں توانائی بخش حریرہ رکھا ہوا ہے اسے پی جاؤ۔ تمہاری یہ کمزوری جاتی رہے گی۔"

"نہیں' میں یہاں کچھ بھی کھاتا پیتا ہوں تو پہلے سے زیادہ کمزور ہو جاتا ہوں۔ اسے پینے پر مجبور نہ کرو۔"

"میں یقین دلاتی ہوں' اسے پینے سے توانائی حاصل ہو گی۔"

اس نے عادل کے دماغ پر قبضہ جمایا وہ اٹھ کر بیٹھ گیا پھر کسی حیل و حجت کے بغیر بڑے سے پیالے کو اٹھا کر پینے لگا۔ وہ بستر کے قریب ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے پیالہ خالی کرنے کے بعد سرہانے والی میز پر رکھ دیا پھر آرام سے چاروں شانے چت لیٹ گیا۔

شی تارا نے پوچھا۔ "تم اپنے فرہاد بھائی جان سے بہت محبت کرتے ہو؟"

وہ ناراضی سے بولا۔ "میرے سامنے بھائی جان کا نام نہ لو۔ میں مسلسل مصائب جھیل رہا ہوں مگر بھائی جان تو کیا' بھائی جان بھی مجھے مصیبتوں سے نجات دلانے نہیں آ رہی ہیں۔ کیا محبت اور رشتے داری ایسی ہوتی ہے؟"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہارے وہ رشتے دار بے مروّت نکلے۔ اب صبر کرو اور آنکھیں بند کر لو۔"

"اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ شی تارا نے اسے گہری نیند میں پہنچا دیا پھر اس کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا۔ "کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

وہ خوابیدہ لہجے میں بولا "ہاں' سن رہا ہوں۔"

"تمہارا کمزور اور شکست خوردہ دماغ میرے سامنے بے بس ہے۔ تم میرے معمول اور تابعدار بننے کے لیے آمادہ ہو؟"

"میں تمہارا معمول اور تابعدار بننے پر آمادہ ہوں۔"

"تم میرے معمول بن رہے ہو۔ تمہارا دل' تمہارا دماغ میرے سامنے جھک رہا ہے۔ تم معمول بن رہے ہو۔ اپنی خودداری اور غیرت کو میرے حوالے کر رہے ہو۔ میرے معمول بن رہے ہو۔"

وہ اس کے ساتھ ساتھ بولتا رہا۔ "میں تمہارا معمول بن رہا ہوں۔ میں تمہارا معمول بن رہا ہوں۔"

وہ رفتہ رفتہ اسے ٹرانس میں لے آئی پھر بولی۔ "میں حکم دیتی ہوں' میرا نام بھول جاؤ۔"

"میں تمہارا نام بھول گیا ہوں۔"

"میں پوچھتی ہوں' میرا نام کیا ہے؟"

"میں تمہارا نام بھول گیا ہوں۔"

"تم اپنا نام اور مذہب بھی بھول جاؤ۔ تم مسلمان نہیں ہو اور تمہارا نام عادل چنگیزی نہیں ہے۔"

"میں مسلمان نہیں ہوں اور میرا نام عادل چنگیزی نہیں ہے۔"

"تم ایک یہودی ہو۔ تمہیں چوبیس گھنٹے کے اندر جس نام کے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ ملیں گے' تم اسی نام اور شخصیت کو اپنا لو گے اور اسرائیل چلے جاؤ گے۔"

"اس نے ان احکامات کی تعمیل کرنے کا وعدہ کیا۔ وہ بولی۔ "تم اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرو گے اور فوراً ہی سانس روک لیا کرو گے۔ صرف میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گے۔"

عادل نے اس کے احکامات دہرائے۔ شی تارا نے کہا۔ "تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد تم بانو شہناز کو اپنی بہن سمجھو

گے اور اس کے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرو گے۔"

وہ بولتی رہی اور اپنے ضروری احکامات اس کے دماغ میں نقش کرتی رہی پھر اسے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ کمرے سے نکل کر کھانے کی میز پر آئی۔ پہلے واش بیسن میں صابن سے ہاتھ کو اچھی طرح دھویا پھر کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ دائی ماں نے اس کے سامنے کھانا لگاتے ہوئے کہا۔ "تم نے کئی دنوں سے اپنی کسی ڈی سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ پتا نہیں' تمہارے دشمنوں میں کمی ہو رہی ہے یا اضافہ ہو رہا ہے۔ ان سے باخبر نہیں رہو گی تو پھر غفلت میں مصیبتیں اٹھاؤ گی۔ یہ سوچنے سے ہول اٹھتا ہے کہ تم اکیلی جان ہو اور دشمن ہزار ہیں اور یہ دشمن تمہیں مسائل کے وزنی پتھر مارتے رہتی ہیں۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے بولی۔ "پاشا کے آجانے سے میرے بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔"

"کیا تم اسے ساتھ رکھو گی؟"

"اس کے ساتھ ایک چھت کے نیچے نہیں رہوں گی لیکن ایک شہر میں رہا کروں گی۔ جہاں جاؤں گی' وہاں یہ میری نظروں کے سامنے رہے گا۔"

"اور عادل؟"

"میں ابھی اس کے بارے میں سوچوں گی۔ تھوڑی دیر خاموش رہو۔"

وہ کھانے کھاتے واشنگٹن پہنچ گئی۔ اپنی ایک ڈی کو مخصوص کوڈورڈز سنا کر بولی۔ "میں بیمار تھی اس لیے اتنے دنوں رابطہ نہ کر سکی۔ رپورٹ سناؤ۔"

"نادام! یہاں بڑی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ سپر ماسٹر انتونی پاڈیلیا مارا گیا ہے اس کی جگہ ایک نیا سپر ماسٹر آیا ہے جس کا نام جان بلوشر ہے۔ پچھلے دو دنوں میں جنرل واسکوڈی کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ فوج اور حکومت کے تمام اکابرین اس کے مشوروں پر چلتے ہیں۔ جان بلوشر کو اسی کی سفارش پر سپر ماسٹر بنایا گیا ہے۔"

شی تارا نے پوچھا۔ "سپر ماسٹر انتونی پاڈیلیا کیوں مارا گیا؟"

"نادام! یہ اندر کی گہری بات ہے' میں معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ بائی دی وے' ایک اہم رپورٹ یہ ہے کہ میں نے پرسوں شام کو نیویارک ائرپورٹ پر مرینا کو دیکھا تھا۔"

"کیا وہ تنہا تھی؟"

"جی ہاں۔ سوئس ائر کے ایک طیارے سے آئی تھی۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ جنرل کی سالی روزی اس کے استقبال کے لیے آئی ہوئی تھی وہ روزی کے ساتھ جا رہی تھی۔ میں ان کا تعاقب نہ کر سکی۔ کسٹم والوں نے مجھے چیکنگ کے لیے روک لیا تھا۔"

شی تارا نے کہا۔ "پھر تو یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ جنرل واسکوڈی بہت زیادہ اہمیت کیوں اختیار کر رہا ہے۔ مرینا سے اس کی دوستی ہو گئی ہے اور وہ اس کے سر پر سوار ہو کر اس ملک کی بساط پر اپنی پسند کے مہرے چل رہی ہے۔ اب یہ معلوم کرو کہ اس نے وہاں کون سا کھیل شروع کیا ہے؟"

"اس ملک میں سب سے اہم ٹرانسفارمر مشین ہے۔ شاید وہ معلوم کرنا چاہتی ہو کہ مشین کی خرابیاں دور ہو چکی ہیں یا نہیں۔ یا شاید وہ اس ملک کے اکلوتے ٹیلی پیتھی جاننے والے دِل سول کو ٹریپ کرنے کی فکر میں ہو۔"

"وہ مشین کا نقشہ حاصل کرنے کی بھی کوشش کر سکتی ہے۔"

"میں نے یہی معلوم کرنے کے لیے اپنے بھائی پے پے سرنا (ڈی) کو جنرل کے پیچھے لگا دیا ہے' وہ اس کا تعاقب کرتا ہوا میامی شہر گیا ہے۔"

شی تارا نے کہا "تم ائرپورٹ سے مرینا کا تعاقب نہ کر سکیں لیکن سیدھی سی بات ہے' جنرل کی سالی پر نظر رکھو گی تو جلد ہی مرینا کا سراغ مل جائے گا۔"

"میں یہی کہنے جا رہی تھی کہ اس پر میری نظر ہے۔ روزی اپنے ہنی مون کے ساتھ میامی گئی ہے۔"

"ہوں' یہ بات غور طلب ہے کہ جنرل اپنی سالی کو وہاں لے گیا ہے یا سالی جنرل کو وہاں لے گئی ہے؟"

"نادام! بات تو ایک ہی ہے۔"

"ایک نہیں ہے۔ اگر سالی جنرل کو وہاں لے گئی ہے تو وہ سالی نہیں مرینا ہے۔"

شی تارا ذرا چپ ہوئی۔ سوچنے لگی' اسے یاد آیا کہ میامی میں بحریہ کا ہیڈ کوارٹر بھی ہے۔ وہ ڈی سے بولی۔ "اپنے ساتھی سرنا سے رابطہ کرو۔ اس سے کہو اگر جنرل سالی کے ساتھ یا تنہا نیوی ہیڈ کوارٹر میں جائے تو ہوشیاری سے معلومات حاصل کرے کہ وہ کیوں وہاں گیا ہے؟ اور مرینا اس کے دماغ میں رہ کر کیا کر رہی ہو گی؟ میں پھر آؤں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی پھر دوبارہ کھانا شروع کرتے ہوئے دائی ماں کو مرینا کے متعلق بتانے لگی۔ دائی ماں نے کہا۔ "مرینا کو کبھی عزت کی زندگی راس نہیں آئے گی۔ اسے عزت سے رہنے کا پہلا موقع فرہاد کی فیملی میں مل رہا تھا وہ ان سے فراڈ کر کے بھگتی ہوئی تمہارے ہاتھ لگی۔ تم اسے عزت سے بھابی بنانے کے لیے سوچ رہی تھیں' وہ تمہیں بھی چرکا دے کر چلی گئی۔ اب پتا نہیں کس دلدل میں جا کر دھنسے گی۔"

شی تارا نے لقمہ چباتے ہوئے کہا۔ "میں اس کمینی کو نہیں چھوڑوں گی۔ اسے پاؤں کی جوتی بنا کر رکھوں گی۔ صوابدید میں اگر وہ مجھے دھوکا نہ دیتی تو وہ تمام فارمولے اس وقت میرے ہاتھوں میں ہوتے۔"

"بیٹی! ابھی تم نے جنرل کی سالی کا ذکر کیا تھا۔ میرا دل کہتا ہے کہ مرینا اس کی سالی کے بھیس میں اس کے ساتھ پھر رہی ہے' اگر تم کسی طرح سالی کے دماغ میں پہنچ سکو تو حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی۔"

"میں کوشش کروں گی۔ اب تم خاموش رہو۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی لندن کی ڈی شی تارا کے پاس آئی پھر کوڈورڈز ادا کر کے بولی۔ "میں پچھلے دنوں بیمار تھی اس لیے رابطہ نہ کر سکی۔ تم رپورٹ سناؤ۔"

"نادام! چار روز پہلے سپر ماسٹر انتونی پاڈیلیا کے کئی فون آئے وہ آپ سے ضروری باتیں کرنا چاہتا تھا۔"

"یہ بات پرانی ہو چکی ہے۔ انتونی پاڈیلیا مر چکا ہے اور ایک نیا سپر ماسٹر جان بلوشر آیا ہے۔ اس سے فون پر رابطہ کرو اور کہو شی تارا نے اسے سپر ماسٹر کا عہدہ حاصل کرنے پر مبارکباد دی ہے۔"

"جی اچھا' میں ابھی فون کروں گی۔"

"اور سنو۔ اسلام آباد سے ایک نوجوان لندن آئے گا۔ پاسپورٹ کے مطابق وہ مسلمان ہے اور اس کا نام عادل چنگیزی ہے۔ میں نے اسے یہودی بنا دیا ہے۔ تم اپنی ڈائری کھول کر دیکھو لندن میں ایسا کون یہودی نوجوان ہے جس کی رہائش مل ایبب میں ہے۔ وہ تنہا ہو تو بہتر ہے۔ اس کے ساتھ رشتے داروں کا بکھیڑا نہ ہو۔ تم اور سرنا اس عادل کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے وہی یہودی جوان بناؤ گے۔ ہمارے پیتاٹرم کے ماہر سے کہو گے کہ تنویمی عمل کے ذریعے عادل کے دماغ میں عبرانی زبان نقش کر دے۔ میں تم لوگوں کی کارکردگی کا جائزہ لیتی رہوں گی پھر اس یہودی نوجوان کے پاسپورٹ پر عادل کو تل ابیب بھیج دیا جائے گا۔"

"میں نادام! آپ عادل کو روانہ کریں۔ ہم اسے سنبھال لیں گے۔"

"اب نئے سپر ماسٹر کو فون کرو۔ میں جا رہی ہوں۔ پانچ منٹ کے بعد آؤں گی۔"

وہ کھانے کی میز سے اٹھ گئی۔ ہاتھ دھو کر دانتوں کو برش کیا پھر پانی پی کر ڈرائنگ روم کے صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ لندن کی ڈی شی تارا کے پاس پہنچ کر معلوم کیا۔ ڈی نے نائب سپر ماسٹر کے ذریعے شی تارا کی مبارکباد پہنچا دی تھی۔ سپر ماسٹر نے شی تارا سے گفتگو کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی اور گرین سگنل دیا۔ گرین سگنل کا مطلب یہ تھا کہ وہ براہِ راست نئے سپر ماسٹر کے دماغ میں آ کر گفتگو کر سکتی ہے۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ ڈی نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو میں شی تارا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے سپر ماسٹر کی آواز آئی۔ "مس ڈی! میں تمہاری نادام سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ ریسیور رکھ دیں۔ وہ آپ کے پاس آ رہی ہیں۔"

اس نے ریسیور رکھتے ہی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ وہ بولی۔

"تم مجھے محسوس کر رہے ہو یعنی یوگا کے ماہر ہو۔ شاید اپنے دماغ میں بلانے کا مقصد یہ ہے کہ کسی معاملے میں مجھے رازدار بنانا چاہتے ہو۔"

"تم درست سمجھ رہی ہو۔ میں تمہیں دوست بنانا چاہتا ہوں۔"

"ایک نیام میں دو تلواریں کیسے رہ سکتی ہیں؟ تمہارے جنرل نے مرینا کو سر پر بٹھایا ہوا ہے۔"

"تم یقین کرو' میں مرینا کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہوں۔ البتہ یہ شبہ تھا کہ جنرل کی پشت پر کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی ہے۔ تم مرینا کا نام لے رہی ہو تو پھر وہی ہو گی۔"

"میں تصدیق کر رہی ہوں کہ وہ جنرل کے ساتھ ہے۔ اب میری ضرورت تو نہیں ہو گی۔"

"ایسا نہ کہو۔ اسے جنرل کے ساتھ رہنے دو۔ میں تمہارا تعاون چاہتا ہوں۔"

"جہاں وہ ہو گی' وہاں میں نہیں رہوں گی۔"

"یقین کرو' جنرل سے مجھے کوئی گہرا لگاؤ نہیں ہے۔ یوں سمجھو میں اس کی مخالفت میں تمہارا تعاون چاہتا ہوں۔ میں نے یہاں کے سپر ماسٹروں کو حرام موت مرتے دیکھا ہے۔ صرف ایک سپر ماسٹر ہولی مین ایسا تھا جسے سونیا ٹائی نے حرام موت سے بچا لیا تھا۔ جس طرح سونیا ٹائی' ہولی مین کی بیٹی اور محافظ بن کر رہی' کیا اس طرح تم میری بیٹی بننا پسند کرو گی؟"

"مجھے بیٹی کہہ رہے ہو تو میں حاضر ہوں۔ تم سے ہر معاملے میں تعاون کروں گی۔"

"جنرل نے مجھے ہمیشہ اپنے زیرِ اثر رکھنے کے لیے سپر ماسٹر بنایا ہے' اگر میں اپنے مزاج کے خلاف اس کی بات نہ مانوں تو وہ مرینا کے ذریعے مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"تم یوگا کے ماہر ہو' سانس روک لیتے ہو۔ میں مخصوص کوڈورڈز ادا کروں تو تم مجھے دماغ میں رہنے دو گے' وہ کوڈورڈز ادا نہ ہوں تو سمجھ لینا' مرینا کسی غلط ارادے سے آئی ہے۔ تم اسے سانس روک کر بھگا دو گے' اگر تمہیں زخمی کر کے یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے وہ تم پر تنویمی عمل کرے گی تو میں بعد میں اس کا توڑ کر سکتی ہوں۔"

"بس تو پھر میں آج سے مطمئن رہوں گا۔ اب یہ بتاؤ کہ میں تمہارے لیے کیا کروں؟"

"ابھی تو میں تمہارے ہی لیے بہت کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ فرض کرو' میں مرینا اور جنرل کی دوستی ختم کر دوں تو اس کی پشت پر ٹیلی پیتھی کی طاقت نہیں رہے گی۔ میں تمہاری پشت پر رہوں گی تو جنرل تم سے کمتر ہو جائے گا۔"

"کیا ایسا ممکن ہے؟"

"ہاں' تم کسی طرح مجھے جنرل کے دماغ میں پہنچاؤ۔"

"یعنی اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کروں؟"

"ہاں' تم آج ہی اسے ڈنر پر دعوت دے سکتے ہو۔"

"آج وہ صبح سے میامی گیا ہوا ہے جب کہ یہاں اعلیٰ حکام کے ساتھ اہم میٹنگ تھی' اس نے میٹنگ کینسل کرا دی۔"

"کیا تم جانتی ہو کہ وہ اپنی سالی روزی کے ساتھ گیا ہے؟"

"ہاں' یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ سالی روزی نہیں مرینا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"تم خود عقل سے سوچو۔ اعلیٰ حکام کی میٹنگ دو ہی صورتوں میں منسوخ ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجبور کیا گیا ہو یا کوئی بڑا فوجی مسئلہ درپیش ہو۔ کیا ان دنوں کوئی مسئلہ درپیش تھا؟"

"ہاں' یہ بات چلی تھی کہ ٹرانزفارمر مشین یوں درست نہیں ہو گی۔ اس کے پرانے ڈھانچے سے نئی مشین بنائی جائے۔ اس کے لیے مشین کا نقشہ لازمی ہے۔"

"اب بات سمجھ میں آئی۔ وہ نقشہ میامی کے نیوی ہیڈ کوارٹر میں ہے۔ مرینا جنرل کو آلۂ کار بنا کر وہ نقشہ حاصل کرے گی۔"

"ہاں' یہی بات ہو سکتی ہے۔"

"ہو سکتی ہے نہیں' بے شک یہی ہونے والا ہے۔ تعجب ہے تم سپر ماسٹر ہو' تمہیں یہ خبر نہیں ہے کہ وہ حکومت اور فوج کی رضا مندی حاصل کر کے وہ نقشہ لانے گیا ہے۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ وہ مجھے کُھتی سپر ماسٹر بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔"

"میں جنرل کو تمہارا تابعدار بنا دوں گی۔ میرے مشورے پر فوراً عمل کرو۔ ایک ہیلی کاپٹر چارٹر کراؤ اور جلد سے جلد میامی پہنچو۔ چھپ کر جنرل اور اس کی سالی پر نظر رکھو پھر موقع ملتے ہی سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے سالی کو زخمی کر دو یا جنرل کو ایسا جسمانی یا دماغی نقصان پہنچاؤ کہ مرینا کو اس کی دماغی کمزوری کا پتا نہ چلے۔"

"ٹھیک ہے' میں ابھی یہاں سے روانہ ہوتا ہوں۔"

"میں ایک آدھ گھنٹے بعد آؤں گی۔ میرے کوڈ ورڈز یہ ہوں گے۔ تارا مینس اسٹار۔ می شی تارا" (تارا کے معنی ستارہ اور می شی تارا ہوں۔)

وہ دماغی طور پر اپنے ڈرائنگ روم میں حاضر ہو گئی۔ وہاں سے اٹھ کر کچن میں آئی پھر چولہا جلا کر اپنے لیے چائے بنانے لگی۔ دائی ماں نے آ کر کہا۔ "بیٹی کیا کر رہی ہو؟ کیا میں مر گئی ہوں۔"

"بھگوان نہ کرے۔ تم میری زندگی تک زندہ سلامت رہو۔ تم تو میرا دایاں بازو ہو۔"

"کیا چائے پینا چاہتی ہو؟"

"جی ہاں۔ تمہیں تو میری عادت کا پتا ہے۔"

دائی ماں نے چولہا بجھا کر کہا۔ "پتا ہے اسی لیے چائے بنا کر تمہارے میں رکھ دی ہے اور بولو؟"

وہ لپٹ کر بولی۔ "او مائی سویٹ دائی ماں۔ اب ایک کام کرو۔ عادل کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لے کر برطانوی سفارت خانہ جاؤ۔ میں تمہارے ذریعے برطانیہ کے سفیر کے دماغ میں جاؤں گی۔ گھنٹے بھر میں عادل کو لندن کا ویزا مل جائے گا۔"

دائی ماں نے اسے ایک پیالی میں چائے دی پھر عادل کا پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ اس کے سامان سے نکال کر لے گئی۔ شی تارا نے چائے پینے کے بعد پاشا اور عادل کے کمروں میں باری باری جا کر دیکھا۔ وہ دونوں گہری نیند میں تھے وہ پھر ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئی۔

اسے واشنگٹن میں رہنے والی ڈی شی تارا نے بتایا تھا کہ جنرل اپنی سالی کے ساتھ میامی گیا ہے اور ڈی کا ساتھی سرنا ان دونوں کے تعاقب میں ہے۔ شی تارا نے سرنا کے پاس آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا۔ "جنرل اور اس کی سالی کہاں ہیں؟"

"وہ دونوں سرکاری بنگلے میں ہیں۔ میں بڑی دیر سے ان کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ دیکھیے دونوں بنگلے سے نکل کر کار میں بیٹھ رہے ہیں۔ کہیں جا رہے ہیں۔"

"ان کا تعاقب کرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ سرنا کو چھوڑ کر سپر ماسٹر جان بلوشر کے پاس آئی۔ اس کا ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ شی تارا نے کوڈ ورڈز ادا کر کے پوچھا۔ "اتنی دیر سے کیوں جا رہے ہو؟"

"میں تو فوراً ہی جانا چاہتا تھا لیکن جنرل کا ایک دستِ راست میجر ہے وہ مجھے میامی جانے سے منع کر رہا تھا۔ میں نے اس سے صاف کہہ دیا کہ میں اس کا ماتحت نہیں ہوں۔ میں سپر ماسٹر کی حیثیت سے ایک اسپیشل ڈیوٹی پر جا رہا ہوں اس نے کوشش کی تھی کہ مجھے ہیلی کاپٹر نہ ملے مگر میرا عہدہ اس سے بڑا ہے۔ میں یہ ہیلی کاپٹر حاصل کر کے میامی جا رہا ہوں۔ اس وقت ساڑھے چھ بجے ہیں۔ میں ایک یا سوا گھنٹے میں پہنچ جاؤں گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک اس کے پاس رہی۔ جنرل اور مرینا کو پھانسنے کی تدبیریں کرتی رہی پھر رات گئے تک یہی سلسلہ رہا۔ رات کے آٹھ بجے ڈی سرنا نے بتایا کہ وہ میامی کے سب سے بڑے شراب خانے اور قمار خانے میں گئے ہیں۔ سپر ماسٹر میامی پہنچنے کے بعد اسی شراب خانے میں گیا۔ ڈی سرنا نے شی تارا کی خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر کو پہچانا۔ اس سے ملاقات کی پھر وہ دونوں بھی اسی عمارت میں آ گئے۔

وہاں انہوں نے دور ہی دور سے جنرل کے ذریعے پارس اور باربرا کو دیکھا۔ ان میں سے کوئی پارس اور باربرا کو نہیں پہچانتا تھا۔ شی تارا نے سپر ماسٹر سے پوچھا۔ "مسٹر بلوشر! وہ جنرل کی سالی روزی شراب خانے میں کس جوان سے باتیں کر رہی ہے؟"

"پتا نہیں کون ہے۔ جنرل کی سالی روزی اس جوان کے پاس سے گزر کر شراب خانے کے باہر لفٹ میں اوپر گئی تھی پھر لوٹ کر اس جوان کے پاس آئی ہے۔"

"مسٹر بلوشر! اندازہ کرو' کسی طرح معلوم کرو' وہ اس جوان میں دلچسپی کیوں لے رہی ہے۔"

"وہ جوان گلاس بھر بھر کے شراب پی رہا ہے پھر بھی نارمل دکھائی دیتا ہے۔ پتا نہیں اس میں ایسی دلچسپی لینے والی کیا بات ہے۔ وہ دیکھیے جنرل اور اس کی سالی شرابی جوان سے بیزار ہو کر جا رہے ہیں۔"

شی تارا کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے سپر ماسٹر سے پوچھا۔ "ابھی تم کیا کہہ رہے تھے؟ کیا وہ گلاس بھر بھر کی پی رہا ہے اور اسے نشہ نہیں ہو رہا ہے؟"

"جی ہاں' کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں' یہ پارس کی ایک پہچان ہے۔ وہ شراب کا پورا ڈرم پی کر بھی نارمل رہتا ہے۔ تم جنرل کے پیچھے جاؤ۔ اس کی سالی بے شک مرینا ہی ہے وہ بھی پارس کی یہ خاصیت جانتی ہے۔ اسی لیے اس میں دلچسپی لے رہی ہے۔ میں سرنا کے ذریعے اس جوان پر نظر رکھوں گی۔"

وہ ڈی سرنا کے پاس آ کر بولی۔ "اس شرابی جوان پر نظر رکھو۔ وہ بہت اہم ہے میں جنرل اور مرینا سے نمٹنے کے بعد اس کا بھی جغرافیہ معلوم کروں گی۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ پارس کے خیال سے دل گھبرانے لگا تھا۔ اس کی موجودگی ڈراتی تھی کہ وہ کام بگاڑ دے گا۔ ان لمحات میں وہ یہی دعا مانگ رہی تھی کہ وہ شرابی جوان' پارس نہ ہو۔ بلا سے وہ جوان ملک الموت ہو مگر پارس نہ ہو۔

وہ کچھ دیر تک اپنے دل کی دھڑکنوں پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہی خود کو سمجھاتی رہی۔ اگر پارس میامی شہر میں ہے تو کیا ہوا؟ میں تو اس سے ہزاروں میل دور ہوں اگر مجھ سے کہیں غلطی ہو گی اور میرا نام ظاہر ہو جائے گا تو وہ مجھے پکڑ نہیں پائے گا۔ میں اس سے بہت دور ہوں۔ ہزاروں میل دور ہوں۔ وہ مجھے پکڑ نہیں پائے گا۔"

اسے پارس کی پکڑ یاد آنے لگی۔ ایک ہی بار تو ملا تھا۔ ایسے پکڑا تھا جیسے جکڑا ہوا ہو اور ایسے جکڑا تھا جیسے جھگڑا ہو۔ ایسا پہلا جھگڑا عورت کے دل میں ہمیشہ کے لیے نقش ہو جاتا ہے۔ وہ ایسا جھگڑا دل و جان سے برقرار رکھنا چاہتی تھی چونکہ سامنا کرنے سے گھبراتی تھی اس لیے دور ہی دور سے جھگڑا قائم رکھا تھا۔ محبت کا جھگڑا دور سے ہو یا قریب سے' اس کا تعلق محبت سے ہی ہوتا ہے۔

وہ بڑی دیر تک اس کے خیالوں میں الجھی رہی پھر وہ شرابی جوان کی حقیقت معلوم کرنے ڈی سرنا کے پاس آئی تو پتا چلا اس عمارت میں جتنے مرد اور عورتیں ہیں وہ سب دہشت زدہ ہیں اور اس عمارت سے باہر بھاگنے کے لیے ایک دوسرے کو کچلتے جا رہے ہیں۔ سرنا کی سوچ نے بتایا کہ پہلے جنرل کی طرف سے اعلان کیا گیا تھا کہ کوئی باہر نہیں جائے گا۔ یہاں ایک غیر ملکی جاسوس ہے اسے تلاش کیا جا رہا ہے۔

شی تارا نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ مرینا نے پارس کو شرابی جوان کے بھیس میں پہچان لیا ہے اور اسے فوجیوں کی حراست میں رکھنے کے لیے جنرل کے ذریعے اسے باہر جانے سے روک رہی تھی۔"

"میں مادام! لیکن اب یہاں کوئی نہیں رکے گا۔ ابھی کسی نے اطلاع دی ہے کہ یہاں بم پھٹنے والے ہیں! اسپیکر کے ذریعے ہر جگہ ٹائم بم کی ٹک ٹک سنائی دے رہی ہے۔"

"میں یقین سے کہتی ہوں یہ پارس کی کوئی چال ہے۔ یہاں کوئی بم نہیں ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دھماکے ہونے لگے۔ مردوں اور عورتوں کی چیخیں گونجنے لگیں۔ لوگ ایک دوسرے سے ٹکرا کر گرتے پڑتے بھاگ رہے تھے۔ کتنے ہی ایسے تھے جنہیں گرنے کے بعد اٹھنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ ان میں سرنا بھی تھا۔ اسے گرنے کے بعد اٹھنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ بدحواسی میں بھاگنے والے اسے روندتے جا رہے تھے۔ شی تارا نے کہا۔ "سرنا! اٹھو۔ اٹھنے کی کوشش کرو۔ کسی طرح اس شرابی جوان کو اس بھیڑ میں ڈھونڈ کر زخمی کرو۔ ایسا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔"

وہ اُسے اٹھا نہیں پا رہی تھی۔ وقت ضائع ہو رہا تھا۔ وہ پارس کو عمارت کے باہر جانے سے پہلے ٹریپ کرنا چاہتی تھی۔ بڑی حسرت تھی کہ ایک بار اُس کے دماغ میں گھس کر اسے اپنا غلام بنا لے۔ وہ سپر ماسٹر کے پاس آئی وہ بھی بھیڑ میں دھکے کھا رہا تھا۔ کسی طرح بھی عمارت سے باہر جا کر اپنی جان بچانا چاہتا تھا۔ شی تارا نے کہا۔ "مسٹر بلوشر! کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ کسی طرح اس شرابی جوان کو ڈھونڈو اور اسے دیکھتے ہی زخمی کر دو۔"

"تم کیسی باتیں کرتی ہو۔ اس بھیڑ میں وہ کہاں ملے گا اور ملے گا تو اتنے دھکے لگ رہے ہیں کہ گولی کہیں چلاؤں گا اور وہ کسی اور کو لگے گی۔"

"میں کچھ نہیں جانتی اسے کسی بھی طرح پھانسنا ضروری ہے۔"

"ابھی تو تم جنرل اور مرینا کو اہمیت دے رہی تھیں۔"

"مجھے ان دونوں کی رہائش گاہ کا علم ہے۔ وہ یہاں سے سرکاری بنگلے میں جائیں گے۔ وہ شرابی جوان پارس ہے' اسے پکڑو۔"

"پھر تو وہ خود کو گرفتاری سے بچانے کے لیے باہر جا رہا ہو گا یا جا چکا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے' میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔"

وہ بڑی دیر تک دھکے کھاتا رہا پھر باہر آیا' اسے اِدھر اُدھر ڈھونڈتا رہا لیکن اسے پارس' مرینا اور جنرل دکھائی نہیں دیے۔ سپر ماسٹر نے سرکاری بنگلے میں فون کر کے جنرل کے متعلق پوچھا۔ جواب ملا' وہ

ابھی تک واپس نہیں آیا ہے۔

پھر اس نے چار گھنٹے بعد فون کیا۔ ایک فوجی افسر نے جواب دیا۔ "جنرل واسکوڈی خیریت سے ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ بہت ضروری کام ہے۔"

"سوری۔ کتنا ہی ضروری کام ہو۔ آپ کل دو بجے دوپہر کے بعد جنرل سے واشنگٹن میں مل سکیں گے اس سے پہلے کسی قریبی رشتے دار اور بیوی بچے کو بھی ان سے ملنے نہیں دیا جائے گا۔"

شی تارا اور سپر ماسٹر اس غلط فہمی میں رہے کہ کہ جنرل نے سالی کے ساتھ رہنے کے لیے کسی سے نہ ملنے کا بہانہ کیا ہے۔ اس لیے انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ مرینا کو بھی جنرل کے ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ سپر ماسٹر نے نیوی کے افسر سے معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کہ جنرل دس بجے صبح نیوی ہیڈ کوارٹر میں جائے گا۔ اور جب وہاں سے نکلے گا تو اس کے اطراف فوجیوں کا سخت پہرا لگا رہے گا۔ ایسے ہی سخت حفاظتی انتظامات کے ساتھ ایک چھوٹے سے فوجی طیارے کے ذریعے واشنگٹن پہنچایا جائے گا۔

شی تارا نے یہ سب کچھ سن کر کہا۔ "یقیناً وہ اپنے ساتھ نقشہ لے جا رہا ہے۔ اس نقشے کو قومی بینک کے سیف میں رکھنے کے بعد ہی جنرل پر سے پہرا ہٹایا جائے گا۔"

"ایسے انتظامات رہیں گے تو جنرل اور مرینا اس نقشہ کو چرا نہیں سکیں گے۔ جنرل کے ساتھ کوئی سامان بھی نہیں ہو گا ورنہ سوچا جا تا کہ وہ کوئی موقع پا کر اس نقشہ کی نقل تیار کر سکے گا۔"

"ہاں' اس نقشے کو یا اس کی نقل کو حاصل کرنا ممکن نہیں ہے لیکن پارس یہاں ہے' وہ ضرور کچھ کر گزرے گا۔ خالی ہاتھ نہیں جائے گا۔"

"اس بار پارس تو کیا اس کے باپ کی بھی نہیں چلے گی۔ جنرل کے آس پاس ٹیلی پیتھی کی لہروں کا بھی گزر نہیں ہو سکے گا۔"

"جب تک فرہاد اور اس کے بیٹے کچھ کر نہیں گزرتے' تب تک وہ بات' وہ کام ناممکن سا لگتا ہے۔ جب وہ کچھ کر گزرے گا تو ہم سوچیں گے کہ ایسا ہم کیوں نہ کر سکے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں یہاں ہوں۔ تم بھی میرے اندر رہو گی۔ میں ائرپورٹ کے حصے میں رہ سکوں گا جہاں سے جنرل خصوصی طیارے میں جائے گا۔ اگر وہ تنہا جائے گا تو مرینا اس کے دماغ میں رہ کر کچھ حاصل نہیں کرے گی۔"

ائرپورٹ پر وہ خصوصی طیارہ جہاں کھڑا تھا وہاں سے ایک میل تک فوجی جوان الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ کسی خاص و عام کو ادھر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ سپر ماسٹر کو بھی اس حصے میں جانے سے روک دیا گیا تھا۔ شی تارا اس افسر کے دماغ میں پہنچی جس نے سپر ماسٹر کو روکا تھا پھر اس افسر کے ذریعے ایک ایسے سپاہی کے اندر پہنچی جو طیارے کے قریب ڈیوٹی پر تھا۔

ادھر باربرا نے جنرل کے دماغ میں مسلسل رہنا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ رہے گی تو مرینا کو بھی جنرل کے اندر آنے اور رہنے کا موقع مل جائے گا۔ وہ اور پارس چاہتے تھے کہ مرینا بار بار جنرل کے دماغ میں جائے اور ناکام ہوتی رہی اسی لیے وہ جنرل کے ذریعے طیارے کے قریب کھڑے ہوئے ایک سپاہی کے دماغ میں آ گئی تھی اور وہاں کی کارروائی پارس کو بتاتی جا رہی تھی۔

جنرل کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بریف کیس تھا۔ یہ بریف کیس نیوی کے کمانڈر نے اسے دیا تھا اور دینے سے پہلے مخصوص نمبروں سے اسے لاک کر دیا تھا۔ یہ نمبر جنرل کو بھی نہیں بتائے گئے تھے لیکن جب کمانڈر نے بریف کیس دیتے وقت جنرل سے گفتگو کی تو باربرا جنرل کے دماغ سے نکل کر کمانڈر کے اندر پہنچ گئی یوں اس نے وہ خفیہ مخصوص نمبر معلوم کر لیے۔

جنرل کو مسلح فوجیوں کے درمیان طیارے کی سیڑھی کے پاس لایا گیا۔ پہلے دو اعلیٰ افسران طیارے کے اندر گئے۔ انہوں نے اندر اچھی طرح چیکنگ کی پھر باہر آ کر کہا۔ "اندر کوئی شخص اور کوئی سامان نہیں ہے۔ ہم یہ بات تحریری طور پر لکھ کر دیتے ہیں۔"

انہوں نے اپنا بیان لکھ کر دستخط کے ساتھ دیا پھر دو افسران نے دوسرے ذمے دار افسران کے سامنے جنرل کو سر سے پاؤں تک چیک کیا۔ وہ صرف وردی میں تھا چونکہ ہولسٹر اور ریوالور وردی کا ایک حصہ ہے اور جنرل کے عہدے کی شان ہے اس لیے ریوالور پر اعتراض نہیں کیا گیا۔ وہ سب کے سامنے خالی ہاتھ طیارے میں سوار ہو گیا۔ اس کا دروازہ بند کر کے اس کی چابی پائلٹ کو دے دی گئی۔

پائلٹ گونگا بنا ہوا تھا۔ اسے بھی سر سے پاؤں تک چیک کرنے کے بعد طیارے میں سوار ہونے کی اجازت دے دی گئی۔ اس نے اندر آ کر دروازے کو لاک کر لیا۔ طیارے کے اندر سے جنرل کی طرف جانے کا جو دروازہ تھا وہ بھی دونوں طرف سے لاک تھا۔ جنرل اور پائلٹ نہ ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے' نہ باتیں کر سکتے تھے۔

اتنی احتیاطی اور حفاظتی تدابیر پر عمل کرنے کے بعد سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ کوئی اس نقشے کو چرا کر لے جاتا۔ یہ حفاظتی انتظامات نہایت ہی اطمینان بخش تھے۔ وہ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔

وہ طیارہ زمین اور آسمان کے درمیان پرواز کر رہا تھا۔ کوئی اس طیارے کے اندر نہیں جا سکتا تھا۔ شی تارا نے کبھی جنرل کی آواز نہیں سنی تھی' اگر سن بھی لیتی اور اس کے اندر جانا چاہتی تو ناکام ہو کر واپس آ جاتی۔ مرینا ایسی کوششیں کرنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ اسے جے پر گولا نے دبوچ رکھا تھا۔

طیارے کی پرواز کے پندرہ منٹ بعد باربرا جنرل کے دماغ میں آ گئی۔ وہ ایک سیٹ پر تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ اس بات کا اطمینان تھا کہ

نقشہ قومی بینک کے سیف میں بحفاظت پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد ایسے ہی سخت حفاظتی انتظامات کے تحت اس نقشے کے ذریعے نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کی جائے گی پھر وہ مشین اسی کی طویل میں رہا کرے گی۔

لیکن ابھی انڈا دینے' انڈے میں سے بچے نکلنے پھر بچے کو جوان کرنے اور قابلِ عمل بنانے میں پتا نہیں کتنے ماہ لگنے والے تھے۔ باربرا نے اسی وقت سوٹ کیس میں سے انڈا نکال لیا۔

اس نے جنرل کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ وہ غائب دماغ کر باربرا کی مرضی کے مطابق عمل کرنے لگا۔ اس نے سیٹ پر سے بریف کیس کو اٹھایا۔ اس کے خفیہ نمبروں کے ذریعے لاک کو کھولا' اس کے اندر ایک بڑا سا تہ کیا ہوا کاغذ رکھا تھا۔ اسے کھول کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ مشین کا نقشہ ہے۔

وہ طیارے کے فرش پر بچھے ہوئے قالین پر بیٹھ گیا۔ اپنے سامنے اس نقشے کو پوری طرح پھیلا دیا پھر اس نے ہولسٹر سے ریوالور کو نکالا۔ ریوالور میں چھ بلٹس کا جو چیمبر تھا۔ اس چیمبر میں چھ گولیاں نہیں تھیں اس کے اندر ایک ننھا سا مائیکرو کیمرا تھا۔ اس کیمرے کا طول و عرض دو بلٹس کے برابر تھا۔ اس لیے وہ آسانی سے چیمبر کے اندر سما گیا تھا۔

وہ نقشے پر جھک کر اس کی تصویریں اتارنے لگا۔ پہلے اس نے پورے نقشے کی ایک تصویر لی پھر اس کے مختلف حصوں کی کلوز تصویریں لیتا رہا جب باربرا مطمئن ہو گئی تو اس نے کیمرے کو واپس چیمبر کے اندر رکھا۔ چیمبر کو ریوالور میں لگایا پھر ریوالور کو ہولسٹر میں رکھ لیا۔ نقشے کو پہلے کی طرح تہ کر کے بریف کیس میں رکھا۔ اسے بند کیا پھر انہی مخصوص نمبروں سے اسے لاک کر کے ایک طرف رکھ دیا۔

جب وہ اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھا تو باربرا نے پہلے اس کی آنکھیں بند کیں پھر اس کے دماغ کو رفتہ رفتہ ڈھیل دی۔ یہ تاثر پیدا کیا کہ بیٹھے بیٹھے اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ وہ آنکھیں کھول کر پہلے کی طرح خاموش بیٹھا رہا۔ باربرا اس کے دماغ سے نکل کر پارس کو رپورٹ سنانے لگی۔

اس نے پوری تفصیل سننے کے بعد کہا۔ "لوگ سارے کام ہاتھ پاؤں سے کرتے ہیں۔ تم نے دماغ سے کام کیا ہے۔ ہاتھ سے کام کرنے والے کے ہاتھ چومے جاتے ہیں۔ کیا میں تمہارا دماغ چومنے کے لیے تمہاری پیشانی کو بوسہ دوں؟"

اس نے مسکرا کر ٹھینگا دکھایا۔ وہ بولا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں' بوسہ پیشانی سے نیچے نہیں پھسلے گا۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "تم دور سے بہت خوبصورت لگتے ہو۔ ویسے پارس میں تم سے بہت متاثر ہوں۔ حیران ہو کر سوچتی ہوں کہ کتنی بھرپور ذہانت کے مالک ہو۔ تم نے ذرا سی ذہانت سے پوری فوج کے حفاظتی انتظامات کو ناکارہ بنا دیا اور ایسی حکمت عملی سے نقشہ حاصل کر رہے ہو کہ کسی کو شبہ تک نہیں ہو رہا ہے۔ دشمن جل کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرہاد علی تیمور' اس کی فیملی کو بے مثال ذہانت دی ہے۔ بے شک وہ جل کر کہتے ہیں لیکن درست کہتے ہیں۔"

"اتنی دیر سے تعریفیں کر رہی ہو۔ کچھ انعام تو دو۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں گئی پھر دروازے پر پہنچ کر بولی۔ "آؤ' میں تمہیں انعام دوں گی۔"

پارس نے خوشی سے اچھل کر کہا۔ "وہ مارا۔ مان گئی۔ حسینہ مان گئی۔"

وہ دوڑتا ہوا آیا۔ قریب پہنچتے ہی باربرا نے ایک زوردار آواز کے ساتھ دروازہ بند کر کے لاک گھما دیا۔ دروازہ اس کی ناک پر لگا تھا۔ اس نے ناک کو سہلاتے ہوئے دروازے کو ایک گھونسا رسید کیا۔ اندر سے اُس کی رس بھری ہنسی سنائی دے رہی تھی۔

****

مرینا کے کانوں میں دھیمی دھیمی سی آواز آ رہی تھی۔ وہ غفلت سے بیداری کی طرف آ رہی تھی پھر اس نے رفتہ رفتہ آنکھیں کھول دیں۔ سامنے ٹی وی اسکرین پر کوئی فلم چل رہی تھی جس کی آواز اس کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

اسے سردی محسوس ہوئی تو اس نے اپنے بدن کو چھو کر دیکھا پھر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ بستر پر اور بستر سے دور اس کے لباس کے چیتھڑے پڑے ہوئے تھے۔

وہ بستر سے اتر کر تیزی سے چلتی ہوئی قدِ آدم آئینے کے سامنے آئی اور اپنی حالت دیکھ کر رونے لگی۔ وہ آئینے سے مُنہ پھیر کر بستر پر آئی۔ اس کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کوئی اس جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی ایسی درگت بنا سکتا ہے۔

اس نے مجھ سے اور میرے بیٹے سے وفا نہیں کی۔ کوئی بات نہیں۔ پے بے سرنا سے تو وفا کر سکتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا کہ شی تارا کے زیرِ اثر رہتی لیکن اس کی بھابی بن کر فیملی لائف گزارتی۔ یوں ہاتھ سے بے ہاتھ ہو کر شیطانی پینا ٹرم جاننے والے درندے کے چنگل میں نہ پھنستی۔ ان لمحات میں وہ پچھتا رہی تھی۔

لیکن یہ پچھتاوا بہت محدود اور مختصر تھا کیوں کہ وہ جے پر گولا کے خلاف نفرت سے نہیں سوچ رہی تھی۔ وہ خوبی نیند سے بیدار ہونے کے بعد بھول گئی تھی کہ اس پر کوئی عمل کیا گیا ہے اور اس عمل کے بعد وہ آئندہ کبھی اپنے عامل سے نفرت نہیں کرے گی اور ہر حال میں اس کی کنیز اور وفادار بن کر رہے گی۔

پچھتاوا محض اس بات کا تھا کہ خود کو حسینۂ عالم سمجھنے والی کا بدن کھنڈر سا دکھائی دینے لگا تھا۔ اسے غصہ آ رہا تھا لیکن وہ بڑے نرم لہجے میں اسے گالیاں دے رہی تھی۔ غصہ اور وفاداری کے درمیان ایسا ہی ہوتا ہے' اس نے آہٹ سنی تو پلٹ کر دیکھا۔

دروازے پر جے پر گولا نظر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں بڑے بڑے پیکٹس تھے جیسے شاپنگ کر کے آرہا ہو۔

اس نے روٹھ کر منہ پھیر لیا پھر کہا۔ "میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

وہ ایک طرف پیکٹس رکھ کر بولا۔ "تمہارے لیے نئے ملبوسات اور زخموں کے لیے مرہم لایا ہوں۔"

"میں مرہم نہیں لگاؤں گی۔ تم نے میرے حسن کا ستیاناس کر دیا ہے۔"

"آرام سے لیٹ جاؤ۔ مرد اگر زخم دیتا ہے تو مرہم بھی لگاتا ہے۔ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ کم آن۔"

اس نے حکم دینے کے انداز میں "کم آن" کہا۔ وہ محکوم تھی۔ بے اختیار ہوگئی۔ اس نے پاس آکر محبوبانہ انداز اختیار کیا۔ وہ محبت سے اور جذبوں سے نہال ہوتی گئی۔

"ہائے پرگولا! تم نے زخم کیوں لگائے۔ مجھے آج پتا چلا کہ یار سے زخم کھانے کے بعد اس قدر راحت ملتی ہے۔"

وہ بولا۔ "یہ میری فطرت ہے' پہلے خوب اذیتیں دیتا ہوں۔ اذیتیں دیتے وقت میرے اندر کا شیطان بہت خوش ہوتا ہے پھر میں اسی طرح پیار و محبت سے مالا مال کرتا ہوں۔"

"میں ابھی پچھتا رہی تھی۔ اب نہیں پچھتاؤں گی۔ تم بہت اچھے ہو مگر بڑے وہ ہو۔"

"یعنی کیا ہوں؟"

"فریبی' مکار ہو۔ کتنی مکاری سے مجھے یہاں بلا کر پھانس لیا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تم نے مجھے شراب پیتے ہوئے دیکھا پھر تمہیں یہ معلوم ہوا کہ میں تمہیں اپنے اندر محسوس نہیں کر رہا ہوں لیکن میں سب سمجھ رہا تھا۔"

"ان لمحات میں یہ بھول گئی تھی کہ پارس بھی شراب پیتا ہے مگر وہ شراب اس کے لیے پانی ہوتی ہے اور وہ اکثر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے بھی انجان بن جاتا ہے۔ ایسے وقت کوئی اس کے دماغ میں زلزلہ بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ جانتے ہو کیوں؟"

"میرے ساتھ بھی یہی ماجرا ہے اور میں جانتا ہوں کہ یہ شیطان کا مجھ پر کرم ہے۔ میں جو مانگتا ہوں' وہ مجھے دیتا ہے۔"

"پارس کہتا ہے اس پر اللہ کا کرم ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں جو ایک بزرگ تمیزی نام کے ہیں' انہوں نے اس پر کوئی روحانی عمل کیا ہوا ہے۔"

"یہ بکواس ہے' جس دن پارس میرے ہتھے چڑھے گا' میں روحانی عمل کی ایسی تیسی کر دوں گا۔"

"کیا شیطان' ایمان سے سبقت لے جا سکتا ہے؟"

"شیطان ازل سے کامیاب ہے۔ ایسے ایمان والوں کی تعداد کم ہے' جن سے وہ بازی ہارتا ہے ورنہ جیت کا ریکارڈ زیادہ ہے۔ وہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کا ایمان کمزور کر رہا ہے اور وہ آئندہ بھی بے ایمانی کا بازار گرم کرتا رہے گا۔"

وہ چونک کر بولی۔ "اوہ میں تو بھول ہی گئی کہ کتنا وقت گزر ہے۔ اس مشین کے نقشے کا کیا ہوگا؟"

"اسے بھول جاؤ۔ تم صبح یہاں آئی تھیں۔ اب رات ہو چکی ہے۔ میں نے جیری اور تھرمال کی یہ ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ یہاں جنرل پر نظر رکھیں۔"

"انہوں نے کیا رپورٹ دی؟"

"وہ دونوں دو فوجی افسران کے اندر تھے۔ وہ افسران کئی فوجوانوں کے درمیان جنرل کو ائرپورٹ سے قومی بینک لے گئے اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ بینک کے آہنی سیف کے پاس جو افسران موجود تھے' ان میں سے ایک کو بریف کیس کے لاک نمبر معلوم تھے۔ اس نے ان نمبروں سے اسے کھول کر اس میں سے نہ کیا ہوا نقشہ نکالا۔ تمام افسران کے سامنے اس کی تصدیق کی کہ وہ اصل نقشے کا بلیو پرنٹ ہے۔"

وہ بولی۔ "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعی سخت انتظامات تھے۔"

"ہاں' پھر ایک نیوی کا افسر بینک کے اس حصے میں گیا جہاں آئرن سیف ہے۔ اس نے اپنے مخصوص نمبروں سے ایک لاک کھولا پھر واپس آگیا پھر دوسرا فضائی فوج کا افسر گیا۔ اس نے اپنے مخصوص نمبروں سے دوسرے لاک کو کھولا۔ آخر میں جنرل واسکوڈی نے جا کر اپنے مخصوص نمبروں سے تیسرے لاک کو کھولا پھر تمام افسران کو بلا کر ان کی موجودگی میں اس نقشے کو سیف میں رکھ کر بند کیا چونکہ تینوں افسران کے نمبر کمپیوٹرائزڈ ہو چکے تھے اس لیے سیف کے بند ہوتے ہی وہ تینوں کے نمبروں سے خود بخود منقفل ہوگیا۔"

"یعنی کھیل ختم ہوگیا۔ نقشہ کسی کے ہاتھ نہیں آیا؟"

"بعد میں جیری اور تھرمال نے تینوں افواج کے افسران کے دماغوں سے وہ خفیہ نمبر معلوم کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے۔ انہوں نے سانسیں روک کر انہیں بھگا دیا۔"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ پارس ناکام ہوا ہوگا۔"

"کیا انسان کبھی ناکام نہیں ہوتا؟ کیا وہ انسان نہیں ہے؟"

"بے شک ہے۔ اس سے غلطیاں ہوتی ہوں گی لیکن میں نے آج تک اسے کسی معاملے میں ناکام ہوتے نہیں دیکھا۔"

"اس بار یقین کر لو۔ وہ بھی ناکام ہو چکا ہے۔"

"پرگولا! میری تسلی کے لیے مجھے کسی طرح جنرل کے دماغ میں پہنچاؤ۔ تم نہیں سمجھ پاؤ گے کہ باربرا اور پارس نے کتنی زبردست پلاننگ کر کے مجھے جنرل کے دماغ سے بھگایا تھا۔ یہ سب کچھ اس نے نقشے کے لیے کیا تھا۔ وہ کمبخت ضرور کچھ کر گزرا ہے۔"

"کیا تم خیال خوانی کر سکتی ہو؟ اپنی دماغی توانائی آزماؤ۔"

اس نے کوشش کی پھر بولی۔ "تم اتنے قریب ہو اور میں تمہارے دماغ میں نہیں پہنچ پا رہی ہوں۔ تم نے مجھے زخمی کر کے ناکارہ کیا ہے۔"

"میری جان! فکر نہ کرو۔ صبح تک خیال خوانی کے قابل ہو جاؤ گی۔"

"جیری یا تھرمال سے کہو' کسی طرح جنرل کی بیوی اور بچوں کے پاس پہنچیں۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟ تم جنرل کی سالی کے روپ میں ہو۔ آرام کرو۔ کل صبح اس کے گھر جاؤ۔ سالی آدھی گھر والی ہوتی ہے' کوئی تمہارا راستہ نہیں روکے گا۔"

"ایک بات کا اندیشہ ہے' اگر باربرا نے جنرل پر تنویمی عمل کر کے یہ بات نقش کر دی ہو کہ میں اس کی سالی نہیں ہوں تو پکڑی جاؤں گی۔"

"ہوں' وہ ایسا کر سکتی ہے اب جنرل کے اندر پہنچنے کے دو ہی راستے ہیں' اسے زخمی کیا جائے یا دوا کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جائے۔ زخمی کرنا مناسب نہیں ہے۔ بحری اور ہوائیہ کے افسران سوچیں گے کہ انہیں بھی اسی طرح زخمی کر کے ان کے دماغوں سے سیف کے نمبر معلوم کیے جائیں گے۔ خاموشی سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا بہتر ہوگا۔"

مرینا نے کہا۔ "یوں کیا جا سکتا ہے کہ کسی دوسری لڑکی کو جنرل کی سالی بنایا جائے۔ میں اس کے اندر رہ کر اس کے گھر جاؤں گی اور اسے چپ کروں گی۔"

"یہ طریقہ کار مناسب رہے گا۔"

وہ ٹیلیفون کے پاس گیا پھر ریسیور اٹھا کر جیری سے رابطہ کرنے کے بعد کہا۔ "میرے ماتحتوں میں ایک لڑکی لیزا ہے۔ اسے ایک ہیلی کاپٹر میں کے ساتھ یہاں لے آؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ مرینا نے پوچھا۔ "کیا لیزا کا قد اور جسامت میری طرح ہے؟"

"ہاں' اسی لیے اس کا انتخاب کیا ہے۔ اب دوسرے موضوع کی طرف آؤ۔ تم صومالیہ میں تھیں اور پارس کے قریب ہی تھیں۔ ان فارمولوں کے متعلق بتاؤ۔ ان کی حقیقت کیا ہے؟"

"حقیقت یہ ہے کہ وہ طبی سائنس کا کمال ہے۔ ہم ایکیسویں صدی میں داخل ہو رہے ہیں۔ آج کی کسی بھی سائنسی تحقیقات اور ایجادات کو جھٹلا نہیں سکتے۔ انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والی ہر ناممکن بات ممکن ہوتی جا رہی ہے۔ باشاغیر معمولی قوت سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوتوں کا حامل ہے۔"

"اور وہ فارمولے؟"

"وہ بالکل درست ہیں۔ جس کے ہاتھ لگ جائیں' وہ ایسی قوتوں کا حامل ہو سکتا ہے۔"

"کیا پارس اتنا احمق ہے کہ اس نے فارمولے یہودیوں کے حوالے کر دیے؟"

"اس نے فارمولے کے دو کاغذات جلا دیے۔ میرا خیال ہے باقی جو آٹھ یہودی لے گئے ہیں' ان میں بھی اس نے کوئی نہ کوئی مکاری دکھائی ہوگی۔ کیا یہ بدمعاشی کم ہے کہ اس نے سپر پاورز اور خطرناک تنظیموں کو یہودیوں کے پیچھے لگا دیا ہے۔"

"میں یہی کہنے والا تھا کہ ہمیں وہ فارمولے حاصل کرنے کے لیے یہودیوں کے پیچھے پڑ جانا چاہیے۔"

"لیکن وہ ادھورے ہیں۔"

"ہماری دنیا میں بڑے بڑے طبیب اور علم الابدان کے ماہرین موجود ہیں۔ وہ دن رات کی محنت اور لگن سے ان فارمولوں کو مکمل کر سکیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہماری کوئی ٹیم اسرائیل جائے گی۔"

"ہاں اور تم اس ٹیم کی لیڈر رہو گی۔"

"میں؟ کیا مجھے وہاں جانا ہوگا؟"

"کوئی تشویش کی بات ہے کیا؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے میدانِ عمل میں نہ آئیں اور کہیں چھپے رہیں تو ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں۔"

"تم بھی وہاں ایک عام شہری کی طرح اپنے ایک گھر اور ایک شہر تک محدود رہو گی۔ خود کو کبھی ظاہر نہیں کرو گی۔ خیال خوانی کرنے والوں کی سب سے بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی موقع پر بے اختیار سرِعام خیال خوانی کرتے ہیں اور نظروں میں آجاتے ہیں۔ تم وہاں محدود سماجی زندگی گزارو گی۔"

"پھر بھی کوئی ایسی آزمائش گھڑی آتی ہے کہ احتیاط کے باوجود خیال خوانی کرنی ہی پڑتی ہے۔"

"میں نے جیری' تھرمال اور تمہارے دماغوں میں یہ گرہ باندھ دی ہے۔ تم تینوں کبھی ایسی غلطی نہیں کرو گے۔ ہمیشہ محفوظ جگہ پہنچ کر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا کرو گے۔"

"پھر تو میں ضرور وہاں جاؤں گی۔"

"اب شی تارا کی بات کرو۔ اس کے مزاج' اس کی عادتوں اور اس کی رہائش گاہوں کے متعلق کیا جانتی ہو؟"

"آج تک کسی نے اس کی اصل صورت نہیں دیکھی ہے۔ اس کی اصل آواز اور لہجہ نہیں سنا ہے۔ اس کے مزاج میں سب سے بڑی کمزوری ہیرے جواہرات ہیں۔ اس کے خزانے میں دنیا کے بیش قیمت اور نایاب ہیرے جواہرات کا ذخیرہ ہے۔"

"کیا وہ ان فارمولوں میں دلچسپی لے گی؟"

"جب تک میں اس کے ساتھ تھی' وہ دلچسپی لے رہی تھی۔ اب بھی لے رہی ہوگی۔ میرا خیال ہے وہ اس مقصد کے لیے زبردست اور باصلاحیت افراد کا انتخاب کر چکی ہوگی۔"

"کیا شی تارا اسرائیل جا سکتی ہے؟"

"وہ کبھی نہیں جائے گی۔ وہ اس معاملے میں بہت محتاط ہے۔

اپنے خول سے باہر نہیں نکلتی ہے۔"

"تمہیں شی تارا کے بہتیرے مسائل کا علم ہوگا۔ کیا کوئی ایسا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے وہ ظاہر ہو سکے۔"

"ہاں ایک مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کی وجہ سے وہ صرف پارس کے سامنے شاید آجائے۔ ہمارے تمہارے سامنے کبھی نہیں آئے گی۔"

"ایسا کیا مسئلہ ہے؟"

"ہماری دنیا میں دو نہایت ہی نایاب ہیرے ہیں۔ وہ دونوں انسانی آنکھ کی ہیئت سے مشابہ ہیں۔ ان میں سے ایک ہیرا شی تارا کے پاس تھا۔ اس کی جوتش دیدیا نے بتایا تھا کہ ایسا دوسرا ہیرا بھی ہو اور وہ دونوں ہیروں کا تاج بنا کر یا ہیئر کلپ بنا کر بالوں میں لگائے یا کسی صورت سے اپنے سر پر رکھے تو وہ ساری دنیا پر حکمرانی کر سکے گی۔"

جے پر گولا نے کہا۔ "جادو ٹونے اور ستاروں کی چال کو تو میں بھی مانتا ہوں۔ یہ بتاؤ وہ دوسرا ہیرا کہاں ہے؟"

"وہ قاہرہ کے ایک بوڑھے بدمعاش آقالاثانی کے پاس تھا۔ تقدیر نے آقالاثانی اور شی تارا کو یکجا کیا۔ دونوں کے پاس ایک ایک ہیرا تھا۔ پارس وہ دونوں ہیرے اڑا لے گیا۔"

جے پر گولا نے پارس کو ایک زبردست گالی دی پھر کہا۔ "یہ پارس ہے کیا چیز؟ مجھ جیسے شیطان سے پالا نہیں پڑا ہے۔ جس دن سامنا ہو گیا' چیونٹی کی طرح دو انگلیوں میں مسل کر رکھ دوں گا۔"

"پھٹا ہوا پارہ ہے۔ بند مٹھی سے بھی نکل جاتا ہے۔ تم ستاروں پر کمند ڈال سکتے ہو۔ اس پر نہیں ڈال سکتے۔"

جے پر گولا نے اپنی توہین محسوس کرتے ہی تراخ کی آواز کے ساتھ ایک طمانچہ رسید کر دیا پھر کہا۔ "مسٹر کی بچی! کیا مجھے بزدل اور کمزور سمجھتی ہے؟ تو نے ابھی مرد دیکھے ہی کہاں ہیں۔ میں تجھے دکھاؤں گا کہ میں کیسا شیطان مرد ہوں۔"

اس نے دوسرا ہاتھ جمانا چاہا۔ وہ روتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔ مرد ہونے کا دعویٰ کرنے والے کی مردانگی ڈھل کر رہ گئی۔

****

عادل کو یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی ابھی پیدا ہوا ہو اور پہلی بار دنیا کو دیکھ رہا ہو۔ پہلی بار دنیا کو دیکھنے والا بچہ خود کو بھی نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہے اور کیا ہے؟

شی تارا نے کہا۔ "تم ایک حادثے میں اپنی یادداشت کھو چکے ہو۔ میں تمہیں یہاں سے لندن بھیج رہی ہوں وہاں تمہارا علاج ہو گا تو یادداشت واپس آجائے گی۔"

اس نے عادل کو اسلام آباد سے روانہ کیا۔ لندن میں ڈی شی تارا اور ڈی سرنا نے اس کا استقبال کیا۔ اسے اپنی رہائش گاہ میں لے آئے۔ وہ لندن جیسا بڑا شہر دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا۔ شی تارا نے اپنی ڈی کے پاس آکر پوچھا۔ "اس یہودی جوان کے متعلق بتاؤ' جس کے بھیس میں عادل اسرائیل جائے گا۔"

"اس جوان کا نام ہیری رابسن ہے۔ اس کا باپ رابسن ایک شوز فیکٹری کا مالک تھا۔ تین ماہ پہلے مر گیا۔ ہماری معلومات کے مطابق باپ کے سوا اس کا دنیا میں اور کوئی نہیں تھا۔ آپ اس کے اندر پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکتی ہیں۔ کیا میں اس کی آواز سناؤں؟"

"ہاں' سناؤ۔"

ڈی نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا پھر رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا۔ "ہیلو ہیری! میں تمہاری وہ یول رہی ہوں۔ بھلا پہچانو تو کون ہوں؟"

"وہ؟" اس نے دماغ پر زور ڈال کر سوچا۔ "وہ کون؟ میں کسی وہ کو نہیں جانتا۔"

ڈی نے ریسیور رکھا۔ شی تارا ہیری کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے اور اس کے بچپن سے اب تک کی تمام باتیں معلوم کرنے لگی پھر بہت کچھ معلوم کرنے کے بعد اس نے ڈی سے کہا۔ "میں ہیری کو خفیہ قید خانے میں لے جا رہی ہوں۔ تم کچھ اپ وغیرہ کے ضروری سامان کے ساتھ عادل کو وہاں لے آؤ۔"

ڈی شی تارا اور ڈی سرنا نے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ تارا کے ماتحتوں میں پینا نزم اور پلاسٹک سرجری کے ماہرین وغیرہ تھے۔ ان سب کو خفیہ اڈے میں پہنچنے کے لیے کہا گیا پھر وہ عادل کو وہاں لے آئے۔ ادھر ہیری بھی سحر زدہ ہو کر اپنے تمام ضروری سامان کے ساتھ آچکا تھا۔

جب شی تارا نے ہیری کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو پہلے اس نے پریشان ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ پھر چیخنے لگا۔ "میں کہاں ہوں؟ یہاں کیسے پہنچ گیا ہوں؟ تم لوگ کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

شی تارا نے پینا نزم کے ماہر سے کہا۔ "میں اسے بستر پر لٹا رہی ہوں۔ تم اس پر عمل کرو۔ اس کے دماغ میں نقش کر دو کہ یہ اپنے قید خانے کا عادی بن کر رہے گا۔ کبھی باہر جانے کی ضد نہیں کرے گا۔"

اسے ایک بستر پر لٹا دیا گیا۔ شی تارا نے اسے پُرسکون رہنے پر مجبور کیا' جس کے باعث تنویمی عمل آسان ہو گیا۔ عادل بھی تماشے دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا۔ ڈی سے پوچھ رہا تھا۔ "کیا مجھے بھی اسی طرح بے ہوش کیا جائے گا۔"

ڈی نے کہا۔ "اسے بے ہوش نہیں کیا گیا ہے۔ تمہاری طرح اس کی بھی یادداشت گم ہو گئی ہے۔ اسے چند گھنٹوں کے بعد سب کچھ یاد آجائے گا۔ آؤ تم بھی دوسرے بستر پر لیٹ جاؤ۔"

شی تارا اس کے اندر موجود تھی۔ وہ اس سلسلے میں کوئی بحث نہ کر سکا۔ چپ چاپ لیٹ گیا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ ایسا بے اختیار کرتا جا رہا تھا۔ پھر گہری نیند میں ڈوب گیا۔

شی تارا نے اس کے دماغ میں جو باتیں نقش کیں وہ یہ تھیں کہ اب وہ عادل کے نام کو' اس کی شخصیت کو اور اس کے چہرے کو دل جائے گا۔

وہ یہودی ہے۔ اس کا نام ہیری ہے۔ باپ کا نام رابسن برالڈ ہے۔ باپ تین ماہ قبل مر چکا ہے اس کا کوئی رشتے دار نہیں ہے۔ اکثر لوگوں سے کاروباری یا پھر دور کی صاحب سلامت ہے۔

شی تارا نے یہ حکم بھی دیا کہ وہ خوابی نیند سے بیدار ہو کر اب البم میں جتنے کاروباری افراد کی تصویریں دیکھے گا ان کے نام ر چہرے اپنے ذہن میں نقش کر لے گا اور انہیں ہمیشہ یاد رکھے

اس کے ذہن میں ہیری کی بہت سی عادتیں نقش کرائی گئیں ر حکم دیا گیا کہ وہ بیدار ہو کر ہیری کی چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے دیکھے اور اس کی تمام حرکات و سکنات کو یاد کر لے گا۔

اسے یہ یاد رکھنے کا حکم دیا گیا کہ وہ بچپن سے امریکا کے ایک راوٹا وا میں تھا۔ ماں مر چکی تھی۔ اس لیے اسے عبرانی زبان لکھنے والوں کا ماحول نہیں ملا۔ وہ صرف انگریزی جانتا ہے پھر اسے م دیا گیا کہ خوابی نیند کے دوران اس کے چہرے میں تبدیلی لائی ئے گی۔ اس کا دماغ اس تبدیلی کا اثر نہیں لے گا اور وہ بدستور رگھنے تک سوتا رہے گا۔

یہ حکم دینے کے بعد شی تارا نے پلاسٹک سرجری کے ماہر سے ا۔ "تمہارے ایک طرف ہیری لیٹا ہوا ہے اور دوسری طرف ل ہے۔ عادل کو صورت شکل سے ہیری بنا دو۔"

وہ سب اس کے احکامات کی تعمیل کرنے لگے۔ وہ دماغی طور پر ضرر ہو گئی۔ دہلی میں اس کی ایک ذاتی کوٹھی تھی۔ وہ وہاں پہنچی ی تھی۔ اس نے پاشا کو اپنا پرسنل سیکریٹری بنا کر انیکسی میں اپنے ب ہی رکھا تھا۔

وہ سوچنے لگی۔ "میں اچھی پلاننگ کر رہی ہوں لیکن اکثر یابی حاصل کرتے کرتے اچانک ہی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے رائیں بدبختی محض اس لیے ہے کہ وہ دو چشمی ہیرے حاصل نہیں پائے ہیں۔ پتا نہیں پارس نے انہیں کہاں چھپا کر رکھا ہے اگر نے ہیروں کو بابا صاحب کے ادارے میں جمع کرا دیا ہو گا تو میں بھی انہیں حاصل نہیں کر سکوں گی۔"

وہ اٹھ کر ٹہلنے اور سوچنے لگی۔ "مجھے کم از کم یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ ہیرے کہاں ہیں؟"

معلوم کرنا آسان تھا۔ سیدھی سی بات تھی۔ وہ پارس کو طلب کرتی تو وہ ضرور اسے خوش آمدید کہتا لیکن وہ اپنے دل کے چور سے ڈرتی تھی۔ دل چپکے سے کہتا تھا' وہ قربتِ یار کا بہانہ ڈھونڈ رہی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ وہ ہیروں کے حصول کے لیے بے چین رہنے کے باوجود پارس سے دور ہی دور رہنا چاہتی تھی۔ جوتش دیدیا کہہ رہی تھی' وہ ہیرے لازمی ہیں۔ دنیا کے دو بڑے ستارہ شناس ماہرین نے بھی کہا تھا۔ قاہرہ کا بوڑھا آقالاثانی بھی ان دو ہیروں کو اپنے سر کا تاج بنانے کے لیے پاگل ہو رہا تھا۔

پھر اس نے دل کو سمجھایا۔ "خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کروں گی تو وہ مجھے پکڑ نہیں پائے گا۔ میں خواہ مخواہ اس سے ڈرتی ہوں۔

وہ ایک ایزی چیئر پر آکر بیٹھ گئی۔ دل اس کے تصور سے دھڑکنے لگا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک تیز ہونے والی دھڑکنوں کو سنبھالتی رہی پھر پارس کے پاس آکر بولی۔ "میں ہوں۔"

وہ بولا۔ "یعنی تمہیں اتنا اعتماد ہے کہ صرف "میں ہوں" کہو گی تو تمہارا پارس تمہیں پہچان لے گا۔"

وہ فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ دل کی دھڑکنیں پاگل ہو رہی تھیں۔ اس کے اندر کا چھپا ہوا محبت بھرا اعتماد صرف دو الفاظ "میں ہوں" سے ظاہر ہو گیا تھا۔ ورنہ وہ بڑی رکھائی سے کہہ سکتی تھی کہ میں شی تارا بول رہی ہوں۔

لیکن وہ غیریت سے بول ہی نہیں سکتی تھی کیوں کہ لاشعور میں محبت کی بے اختیاری تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک چپ بیٹھی رہی۔ پریشان ہوتی رہی کہ یہ کیا ہو جاتا ہے؟ ایسا کیوں ہو جاتا ہے؟ انگارے چننے جاؤ تو پیار کی پیغمبری کیوں ملتی ہے؟

ان دو چشمی ہیروں نے اسے بہت ہی مجبور کر دیا تھا۔ اس نے پھر سنبھل کر خیال خوانی کی اور اس کے پاس آکر بولی۔ "تم فضول باتیں کیوں کرتے ہو؟"

"بات اگر فضول ہوتی تو تمہیں گولی کی طرح نہیں لگتی۔"

"مجھے کوئی گولی ولی نہیں لگی ہے' مجھ سے کام کی باتیں کرو۔"

وہ بولا۔ "شی تارا! اپنے آپ سے نہ لڑو۔ میرے گھر کا دروازہ ہو یا دماغ کا' دونوں تمہارے لیے کھلے رہتے ہیں۔ تم آتی ہو۔ میں تمہیں پکڑتا نہیں ہوں پھر بھی تم بھاگ جاتی ہو۔"

"تم میری باتیں سنو گے یا اپنی ہی کہتے رہو گے؟"

"کچھ کہو گی تو سنوں گا ورنہ بولتا رہوں گا کیوں کہ تم کم آتی ہو۔ ایسے وقت دل کی کتاب کھول کر زبان سے بولتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔"

"تم یقین نہیں کرو گے مگر ضرور کہوں گی کہ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔"

"یہی تو میں چاہتا ہوں۔ محبت تو سبھی کرتے ہیں۔ میں دیوانہ تمہاری نفرت کا پیاسا ہوں۔"

"واہ محبت بھی جتاتے ہو' نفرت کے بھی پیاسے ہو۔ چت بھی

تمہاری پٹ بھی تمہاری؟"

"بالکل میری۔ لیکن چت اور پٹ کی بات نہ کرو۔ وہ مختصری ملاقات یاد آنے اور تڑپانے لگتی ہے۔"

وہ جھینپ کر پھر دوبارہ طور پر حاضر ہو گئی۔ اس مختصری ملاقات کی یاد اسے بھی تڑپاتی تھی اور وہ آنکھیں بند کر کے اپنے جذبوں کو کچلنے لگتی تھی۔ وہ ایزی چیئر سے اٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی آئی پھر فریج کھول کر ٹھنڈے پانی کی بوتل اٹھا کر منہ سے لگاتے ہی غٹا غٹ پینے لگی۔ کلیجا ٹھنڈا ہونے لگا۔ دل کے موسم گرما میں ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔

وہ فریج بند کر کے آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی۔ ایزی چیئر پر بیٹھ گئی۔ خیال آیا کہ اس کے پاس سے بار بار بھاگ آنا تو یوں انجانے میں محبت کی ادائیں دکھانے کے مترادف ہے۔ وہ بھی بڑا چت چور ہے۔ باتوں سے چت کر دیتا ہے اور کہنے والی اصل بات رہ جاتی ہے۔

اس بار اُس نے ارادہ کیا' اپنے مطلب کی بات کرے گی اور اسے اپنے مطلوبہ موضوع سے بھٹکنے نہیں دے گی۔ اس نے آ کر کہا۔ "پلیز' سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"اگر میرے خاموش رہنے سے سنجیدگی رہے گی تو میں اب ایک لفظ نہیں بولوں گا۔"

"میرے سوال کا مختصر سا جواب دو۔ وہ دو چشمی ہیرے کہاں ہیں؟"

"میرے پاس ہیں۔"

"تم لوگ تمام اہم چیزیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا کر انہیں محفوظ کر دیتے ہو۔ پھر تم نے یہ ہیرے اپنے پاس کیوں رکھے ہیں؟"

"یہ میری محبوبہ سے پہلی ملاقات کی نشانی ہیں۔"

"محبوبہ محبت سے نشانی دیتی ہے جب کہ تم نے چھین لی ہے۔"

"چھیننے کا الزام نہ دو۔ یاد کرو' ان لمحات میں تم نے صرف ان ہیروں کو ہی نہیں خود کو بھی میرے سپرد کر دیا تھا۔"

وہ پھر بھاگ کر چلی آئی۔ اس وقت دائی ماں کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی آ کر دائی ماں سے لپٹ گئی۔ وہ بولی۔ "کیا ہوا میری بیٹی کو؟ ہے بھگوان! تیرا دل بڑی زوروں سے دھڑک رہا ہے۔"

وہ اپنی منزل سے لپٹ رہی تھی لیکن منزل کا قریب مل رہا تھا۔ وہ دھڑکتے ہوئے لہجے میں بولی۔ "دائی ماں! تجھ سے کوئی بات چھپی نہیں ہے۔ وہ بہت یاد آتا ہے۔"

بوڑھی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ جواباً کیا کہے؟ کیسے دلاسا دے؟ وہ اسے ہولے ہولے تھپکنے لگی پھر بولی۔ "وہ اسی طرح تیرے حواس پر چھایا رہے گا تو ایک دن تو موم ہو جائے گی۔"

"اس سے پہلے مر جاؤں گی۔ میں برہمن کی بیٹی ہوں' جان سے جاؤں گی' دھرم سے نہیں جاؤں گی۔"

"کیا ابھی اس کے پاس گئی تھیں؟"

"ہاں' مجبوری ہے۔ وہ دو ہیرے حاصل نہیں ہوں گے تو ہر آئندہ کامیابیاں مشکوک رہیں گی۔ میں نے صوبالیہ میں فارمو حاصل کرنا چاہے تو ناکام ہوئی۔ دوسری ناکامی یہ کہ مرینا نے دیا۔ تیسری ناکامی یہ کہ سپر ماسٹر جان بلوشر سے دوستی کرنے باوجود وہ نقشہ حاصل نہ کر سکی۔ یہ میری جو کوشش دیوا کہتی ہے کہ دونوں ہیرے میری تمام ناکامیوں کو کامیابیوں میں بدل دیں گے

"بیٹی! یہ مقدر کی چالبازی ہے' تیرا مقدر ہیروں کے برا تجھے اس سے قریب رکھتا ہے۔ تو کھونٹے سے بندھی ہوئی گا ہے۔ رسّے کی لمبائی تک دور بھاگتی ہے پھر بھی کھونٹے سے وا رہتی ہے۔"

وہ بولی۔ "کوئی ایسی ضدی اور سرکش گائے بھی ہوتی ہے کھونٹے کو جڑ سے اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ کیا میں یا کو اکھاڑ کر اُس سے اپنا دھرم قبول نہیں کرا سکتی؟ کیا میں ا ہندو نہیں بنا سکتی؟"

"یہ بات ناممکن نہیں ہے۔"

"ایک بار صرف ایک بار کسی طرح اس کا دماغ کمزور ہو جا اور میں اُس پر مسلّط ہو جاؤں تو پھر راضی خوشی اس کی دھرم پتنی جاؤں گی۔"

وہ دائی ماں سے الگ ہوئی پھر ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بلّے کے گلے میں گھنٹی کیسے باندھوں؟"

"بیٹی! عورت اپنے مرد کو اسیر کرنے کی ضد کر لے تو بست تک پلانگ کر لیتی ہے۔ اسی لیے تریا چلتر یعنی عورت کی چالبا دنیا مانتی ہے۔ تو ضد کر لے کہ اس کا ایمان بدل دے گی پھر د وہ تیرے قدموں میں ہو گا۔ یہ تو تاریخ آدم ہے کہ ایمان سے ہ والا آدمی جنت سے نکل کر عورت کے قدموں ہی میں گرتا ہے۔"

"دائی ماں! تمہاری باتوں سے مجھے بڑا حوصلہ ملتا ہے۔ اب اسے اپنے دھرم میں لانے کی پلانگ کرتی رہوں گی۔ جلد یا کامیابی ضرور ہو گی۔"

وہ بیٹھنے کے لیے پھر ایزی چیئر کے پاس آئی پھر ٹھٹک اس چیئر پر بیٹھنے کے بعد پارس نے تین بار اسے پکڑا تھا اور وہ آئی تھی۔ وہ اس ایزی چیئر سے کترا کر ایک صوفے پر بیٹھی۔ بار اُس نے فیصلہ کیا کہ پارس سے دکھاوے کی محبت کرے گی کے بغیر وہ جال میں نہیں پھنسے گا۔

اس نے مخاطب کیا۔ "پارس! میں بہت پریشان ہوں۔"

"تمہاری بھاگ دوڑ سے پریشانی کا یقین ہو رہا ہے۔"

"پلیز' میری بات کو مذاق نہ سمجھو۔ میں بالکل تنہا رہ گئی ہ مجھے سہارے کی ضرورت ہے۔"

"میں سنجیدگی سے پوچھ رہا ہوں۔ بولو کیا چاہتی ہو؟"

"مجھے خوشیوں نے گھیر رکھا ہے۔ میرا بھائی پے پے سرنا کسی کام کا نہ رہا۔ مرینا دھوکا دے گئی۔ جس کام میں ہاتھ ڈالتی ہوں' وہ کام بگڑ جاتا ہے۔"

"اس کی وجہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ تم اکیلی ہو۔ میرا نیک مشورہ مانو اور شادی کر لو۔"

"تمہیں شرم نہیں آتی۔ اپنا بنا کر کسی اور سے شادی کا مشورہ دے رہے ہو۔"

"میں نے کب کہا ہے کہ کسی اور سے کرو۔"

"ہاں؟" وہ چونک گئی۔ اسے غلطی کا احساس ہوا پھر بولی "میں تم سے بھی نہیں کر سکتی۔"

"کوئی بات نہیں لیکن اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے مجھ سے دوستی تو کر سکتی ہو۔"

"کیا آگ' پانی سے دوستی کر سکتی ہے؟"

"اپنی آگ بجھانے کے لیے کر سکتی ہے۔"

"مسئلہ آگ بجھانے کا نہیں' نحوستوں کا ہے۔ آقا لاثانی نے تمہارے سامنے کہا تھا کہ وہ دو ہیرے جس کے پاس یکجا ہوں گے اس پر بدبختی کبھی نہیں آئے گی۔"

"میری جان! میں نے وہ ہیرے اسی لیے ادارے میں نہیں دیے اپنے پاس رکھے کہ تمہیں کسی وقت بھی ان کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"کیا سچ کہتے ہو؟"

"کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے۔"

"کیا تم نے میری خاطر انہیں سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ کیا یوں سنبھال کر رکھنے کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

"تم خود ہی سمجھو۔ میری زندگی میں کتنی ہی حسینائیں آتی جاتی رہتی ہیں۔ ان دنوں بار بار میرے ساتھ ہے۔ میں دو ہیروں کا تاج بنا کر کسی کے بھی سر پر رکھ دوں تو وہ ملکۂ عالم بن جائے۔ ساری دنیا پر حکمرانی کرے۔"

"لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ انہیں صرف میری خاطر اپنے پاس رکھا ہے۔ تم صرف مجھے ملکۂ عالم بنانا چاہتے ہو۔ ہائے پارس! تم مجھے اس قدر چاہتے ہو؟ اب میں سچے دل سے تمہاری قدر کروں گی۔"

"اللہ تمہیں اور سچائیاں دے۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں' تمام عمر تمہاری دوست بن کر رہوں گی۔"

"اللہ تمہیں اور نیکی دے۔"

"کیا تم میری نحوستوں کو دور نہیں کرو گے۔"

"ضرور کروں گا۔ دو چشمی ہیرے تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"ہائے' میں تم پر قربان ہو جاؤں۔ کب کرو گے؟"

"جب کہو گی۔ جہاں کہو گی۔"

"ہر ملک کے بینک میں میرے لاکر ہیں۔ تم کس ملک میں ہو؟"

"میں میامی میں تھا۔ اب واشنگٹن آ گیا ہوں۔"

"کیا نقشہ حاصل کر چکے ہو؟"

"تم پٹسی بدل رہی ہو۔"

"نقشہ بہت اہم ہے پارس!"

"تو پھر ہیروں کو چھوڑو اور نقشے کی بات کرو۔ وہ نقشہ تمہیں مل سکتا ہے۔"

"ہیرے میری خوش بختی کے لیے لازمی ہیں۔ یہ مجھے مل جائیں گے تو یقین ہے کہ تم نقشہ بھی مجھے ہی دو گے۔"

"سچ پوچھو تو وہ نقشہ بھی میں نے تمہارے لیے سنبھال کر رکھا ہے۔"

"دیکھو جھوٹ نہ بولو۔ تمہیں میری قسم ہے۔"

"تمہاری قسم' سچ کہہ رہا ہوں۔ وہ نقشہ ہمارے پاس رہے گا۔ ہم دونوں ٹیلی پیتھی کے بچے پیدا کریں گے۔"

"تم نے پھر کیوا اس شروع کر دی۔ بہتر ہے پہلے ہیروں کا معاملہ طے کرو۔ میں تمہیں بینک کا نام بتا رہی ہوں' تم اس کے منیجر سے ملو۔ میں منیجر کے دماغ میں رہوں گی اس کے ذریعے اپنا لاکر کھلواؤں گی۔ تم دو دو چشمی ہیرے اس میں رکھ دینا۔"

"کیا اسی طرح سچے دل سے قدر کی جاتی ہے؟"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی؟"

"میری پیاری محبوبہ! دنیا کے سب سے قیمتی ہیرے تحفے کے طور پر ہاتھوں میں دیے جاتے ہیں۔ بینک میں نہیں رکھے جاتے۔"

"کیا تم میرے سامنے آ کر میرے ہاتھوں میں دینا چاہتے ہو؟"

"کیا یہ غلط طریقہ ہے؟ کیا ساری عمر دوستی کرنے کا وعدہ کرنے کے بعد مجھ پر بھروسا نہیں کرو گی؟"

"ہاں' میں بھروسا کروں گی مگر رفتہ رفتہ۔"

"تو پھر رفتہ رفتہ اعتماد کرنا سیکھتی رہو۔ ان ہیروں کی قیمت دنیا جہان کی دولت نہیں' صرف اعتماد اور دوستی ہے۔ یہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا تم سے وعدہ کرتا ہے کہ تم سے مل کر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس ملاقات کے پُرمسرت موقع پر وہ تمہیں خوش بختی کا تحفہ دے گا۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "میں الجھ گئی ہوں۔ مجھے سوچنے کا موقع دو۔"

"سوچنے کے لیے ایک عمر پڑی ہے۔ سوچتی رہو۔"

وہ دائمی طور پر حاضر ہو گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی "کس مکار سے پالا پڑا ہے۔ کیا اس کے سامنے عورت کی بدنام زمانہ چالبازیاں کام آئیں گی؟"

دائی ماں نے پوچھا۔ "بیٹی! چائے پیو گی؟"

"ہاں' پلاؤ۔ میرا سر دکھ رہا ہے۔"

وہ چائے بنانے لگی۔ یہ اپنی ڈی کے پاس پہنچ کر وہاں کے حالات معلوم کرنے لگی۔ وہ یہودی ہیری تنویمی نیند میں تھا۔ دوسرے بستر پر عادل بھی تنویمی نیند میں ڈوبا ہوا تھا اور اس کے چہرے کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل کیا جا رہا تھا۔ وہ مطمئن ہو کر واپس آگئی۔

دائی ماں نے چائے لا کر دی۔ وہ ایک ایک گھونٹ پینے لگی اور اسے پارس سے ہونے والی گفتگو سنانے لگی۔ بوڑھی نے ساری باتیں سن کر کہا۔ "اس پر کبھی بھروسا نہ کرنا اگر اس کی نیت اچھی ہوتی تو وہ ہیرے اسی دن تیرے حوالے کر دیتا۔"

"اس رات وہ مجھے نہیں جانتا تھا کہ میں شی تارا ہوں ناگر جانتا تو شاید دے دیتا۔"

"اگر جانتا تو تجھے پکڑ کر لے جاتا اور مسلمان بنا ڈالتا۔"

"دائی ماں! کوئی کسی کا دھرم زبردستی کیسے بدل سکتا ہے۔ دھرم ایمان کا تعلق دل سے ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے تو دل سے مجبور ہو رہی ہے۔ یہ بھول رہی ہے کہ ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک مذہب کو مٹا کر دوسرا مذہب دماغ میں نقش کیا جا سکتا ہے۔"

"میں چائے پی رہی ہوں پھر بھی میرا سر دُکھ رہا ہے۔"

"بہتر ہے' ابھی پارس کے بارے میں سوچنا چھوڑ دے۔"

"کیسے چھوڑ دوں؟ ابھی اس نے ایک شوشہ اور چھوڑا ہے۔ شاید ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل کر چکا ہے۔"

"تو نے بتایا تھا کہ جنرل کے اطراف بڑا سخت پہرا لگا رہے گا پھر اس نقشے تک بھلا کون پہنچ سکتا ہے؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

وہ پارس کے پاس آئی۔ اس نے جرابیں پہنتے ہوئے پوچھا۔ "اب کیوں آئی ہو؟"

"تم مجھے کیسے پہچان لیتے ہو؟"

"یہ غیر ضروری سوال ہے۔ مقصد بتاؤ اور جاؤ۔ میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔"

"کیا میں تمہارے پاس رہ کر تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی؟"

"کس رشتے سے پاس رہو گی؟"

"میں تمہاری چہیتی ہوں۔"

"پیاری چہیتی! مقصد بتاؤ ورنہ میں سانس روک لوں گا۔"

"کیا تم نے واقعی وہ نقشہ حاصل کر لیا ہے؟"

"تھوڑی دیر بعد حاصل ہو جائے گا۔ اس کے لیے قومی بینک جا رہا ہوں۔"

"قومی بینک؟" شی تارا کو یاد آیا اسے سپر ماسٹر جان بلوشر کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ اس نقشے کو میامی کے نیوی ہیڈ کوارٹر سے لا کر واشنگٹن کے قومی بینک میں رکھا جائے گا۔

پارس نے سانس روک لی تھی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ یہ پارس قومی بینک کے لاکر سے وہ نقشہ کیسے نکالے گا' وہ سپر ماسٹر کے پاس آ کر بولی۔ "نقشے کے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا بتاؤں۔ وہ کسی کے ہاتھ نہیں لگا۔ قومی بینک کے سیف میں رکھا ہوا ہے۔"

"تم اپنے خاص سراغرسانوں کو قومی بینک کے اس حصے میں بھیجو جہاں وہ آئرن سیف ہے۔ پارس وہ نقشہ حاصل کرنے آ رہا ہے۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو شی تارا! اس کے فرشتے بھی اس آئرن سیف تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"کیا اس نقشے کی نقل جنرل واسکوڈی کے پاس ہو سکتی ہے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ خالی ہاتھ بینک سے گھر گیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے اس نے وردی میں چھپالی ہو۔"

"بینک سے باہر نکلنے سے پہلے جنرل کی پوری طرح تلاشی لی گئی تھی۔ تم کیسے کہتی ہو کہ پارس اسے حاصل کرنے کے لیے قومی بینک میں آ رہا ہے؟"

"پارس نے خود مجھ سے کہا ہے۔"

"وہ اس معاملے میں تمہیں دھوکا دے رہا ہے۔ ذرا سوچو۔ اس وقت شام کے چھ بج چکے ہیں بینک کے بڑے بڑے آہنی دروازے بند ہو چکے ہیں۔ وہ کیا چیونٹی بن کر اندر جائے گا؟"

"اس کا مطلب ہے' وہ مجھے گمراہ کر کے کسی اور طرف لے جا رہا ہے۔ تم اپنے آدمیوں کے ساتھ جنرل اور اس کی کوٹھی پر نظر رکھو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ واشنگٹن کی ڈی شی تارا کے پاس آ کر بولی۔ "سرنا اور چند ماتحتوں کو لے کر جنرل کی کوٹھی کا محاصرہ کرو اور آنے جانے والوں پر نظر رکھو۔ وہاں تمہیں پارس کے قد اور جسامت والا کوئی جوان نظر آ سکتا ہے۔ آنکھیں کھلی رکھنا۔ میں آتی جاتی رہوں گی۔"

وہ واپس آ کر دائی ماں سے بولی۔ "مجھے ایک کپ اور پلاؤ۔"

بوڑھی نے تھرماس سے پیالی میں چائے انڈیلتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہو رہا ہے؟"

"یہ پارس ایسا دردِ سر بن گیا ہے کہ مجھے بار بار چائے پینے کی عادت پڑ گئی ہے۔"

"کیا پھر کوئی پریشانی کی بات ہے؟"

"پریشانی اتنی نہیں ہے' البتہ فکر ہے کہ کیا ہو گا؟ پارس یہ نقشہ حاصل کرنے کے لیے جنرل کے گھر گیا ہو گا۔ وہ مجھے اس معاملے میں گمراہ کر رہا تھا۔ میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

"وہ بھی چاہتا ہے کہ تم اس کے پیچھے لگی رہو۔ اس کی چالوں کو اچھی طرح سمجھا کرو۔"

"سمجھ رہی ہوں۔ میرے ڈی ماتحتوں کے ساتھ جنرل کی کوٹھی کا محاصرہ کر چکی ہو گی اور سپر ماسٹر تو کوٹھی کے اندر بھی جا سکے گا' مجھے اندر اور باہر کی اطلاعات ملتی رہیں گی۔ پارس جو بھی چال چلے گا' وہ مجھ سے چھپی نہیں رہے گی۔"

وہ ایک گھونٹ چائے پیتی رہی۔ دائی ماں نے پوچھا۔ "کیا مرنا ایسے وقت خاموش بیٹھی رہے گی؟"

اس نے چونک کر اسے دیکھا پھر اپنی ڈی کے پاس پہنچ کر بولی۔ "کیا تم محاصرہ کر چکی ہو؟"

"میں ایک ماتحت کے ساتھ کوٹھی کے سامنے ہوں۔ سرنا ایک ماتحت کے ساتھ کوٹھی کے پیچھے ہے۔"

"کیا تم جنرل کی سالی کو پہچانتی ہو؟"

"نہیں لیکن سرنا نے پچھلی رات اس کی سالی کو میامی کے شراب خانے میں دیکھا تھا۔"

"تم کوٹھی کے پیچھے جاؤ۔ میں سرنا کو یہاں سامنے لا رہی ہوں۔"

وہ ڈی سرنا کے پاس آ کر بولی۔ "کوٹھی کے سامنے فوراً آؤ اگر جنرل کی سالی نظر آئے تو مجھے بتا دینا۔ ڈی شی تارا یہاں تمہاری جگہ آ رہی ہے۔"

جنرل واسکوڈی کی کوٹھی پانی پت کا میدان بننے والی تھی۔ ادھر جے پر گولا نے مرینا یعنی جنرل کی سالی کی ڈی تیار کر لی تھی۔ وہ ڈی سالی تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہو گئی تھی۔ مرینا نے اس سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولی۔ "میرا نام روزی نیلسن ہے۔ میں سوزی کی چھوٹی بہن ہوں اور سوزی جنرل واسکوڈی کی بیوی ہے۔ اس رشتے سے میں جنرل کی سالی ہوں۔"

"تم ابھی کہیں جا رہی ہو؟"

"میں جنرل کی کوٹھی میں جا رہی ہوں۔ میرے پرس میں اعصابی کمزوری کی ایک دوا ہے۔ پہلے میں جنرل سے اس نقشے کے متعلق سوالات کروں گی۔ صحیح جواب نہ ملا تو اسے دھوکے سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دوں گی۔"

جے پر گولا تنویمی عمل کے ذریعے یہ تمام باتیں اس کے اندر نقش کر چکا تھا۔ اس کے دماغ کو بھی لاک کیا جا چکا تھا۔ وہ صرف مرینا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی طرف سے مطمئن ہو کر پر گولا نے حکم دیا۔ "اب جاؤ۔"

وہ بستر سے اٹھ کر اپنا پرس اٹھا کر وہاں سے جانے لگی۔ مرینا ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گئی پھر بولی۔ "میں ڈی کے ساتھ جا رہی ہوں جو حالات پیش آئیں گے' میں تمہیں بتاتی رہوں گی۔"

ڈی ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جنرل کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئی۔ وہ فوج کا جنرل تھا اس کی کوٹھی کے اطراف مسلح فوجی الرٹ رہتے تھے۔ وہ اپنے افسر کی سالی کو پہچانتے تھے۔ اس لیے اُسے اندر جانے سے نہیں روکا گیا۔ صرف ٹیکسی کو احاطے کے اندر جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ وہ احاطے کے گیٹ سے پیدل چلتی ہوئی کوٹھی کے اندر آئی۔

مسز واسکوڈی یعنی اس کی بہن سوزی نے پوچھا۔ "روزی! تم کل سے کہاں تھیں؟ تمہیں میامی میں اپنے بہنوئی کے ساتھ گھومنے پھرنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی تو واپس آ جانا چاہئے تھا۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "میں بہت عرصے کے بعد میامی گئی تھی اس لیے خاصی تفریح کرنے کے بعد آئی ہوں۔ مجھے پیاس لگ رہی ہے۔ وہ سیاہ فام ملازمہ کہاں ہے؟"

"وہ بیمار ہے اس کی جگہ اس کی بہن کل سے کام پر آ رہی ہے۔ میری تم کہاں ہو؟ روزی کے لیے ٹھنڈی بوتل لے آؤ۔"

جنرل نے اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے کہا۔ "اچھا روزی آئی ہے۔ سوسوری! کل سرکاری ڈیوٹی کے باعث میں تم سے دور ہو گیا تھا۔"

"کوئی بات نہیں ڈیوٹی پھر ڈیوٹی ہوتی ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جنرل کی بیوی نے ریسیور اٹھایا پھر پوچھا۔ "ہیلو! فرمایئے؟"

دوسری طرف سے ڈی شی تارا نے کہا۔ "میں روزی کی سہیلی ہوں۔ پلیز' اس سے بات کرا دیں۔"

سوزی نے کہا۔ "روزی! تمہاری کسی سہیلی کا فون ہے۔"

ڈی سالی نے ریسیور لے کر کان سے لگایا پھر کہا۔ "ہیلو' میں روزی بول رہی ہوں۔"

"تم روزی نہیں مرینا ہو اور میں شی تارا بول رہی ہوں۔"

ڈی کے اندر بیٹھی ہوئی مرینا چونک گئی پھر سنبھل کر بولی۔ "یہ کیا بکواس ہے۔ میں مرینا نہیں روزی ہوں۔"

شی تارا اس ڈی کے اندر پہنچ کر بولی۔ "ہاں' اب اس کے دماغ میں آ کر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ بے چاری ایک آلۂ کار ہے اور مرینا! تم اس کے اندر چھپی ہوئی ہو۔"

مرینا نے کہا۔ "شی تارا! یہ سانس روک لیتی ہے۔ میں اس کے اندر سے چلی جاؤں گی تو یہ تمہیں بھی بھگا دے گی۔"

"میں نادان نہیں ہوں۔ تمہارا موجودہ لہجہ اپنا کر اس کے اندر چلی آؤں گی۔"

"دیکھو' تم کام بگاڑ رہی ہو۔"

"مجھے اس نقشے کے متعلق بتاؤ اس میں میرا بھی حصہ ہے۔"

"میں کیسے بتاؤں کہ نقشہ کہاں ہے۔ مجھے کل جنرل سے دور کر دیا گیا تھا۔ میں معلوم کرنے آئی ہوں کہ پارس اس سلسلے میں کیسی چالیں چل رہا ہے۔"

"تو پھر معلوم کرو' میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

"یہاں تیسری ٹیلی پیتھی جاننے والی بار بارا بھی موجود ہو گی۔ جنرل' اس کی بیوی یا اس کی سیاہ فام ملازمہ میں سے کسی ایک کے دماغ میں ہو گی۔ تم اس کا بھی محاسبہ کرو۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جا

رہی ہوں۔"

ادھر ڈی سالی نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ مرینا اور شی تارا کی باتیں اپنے دماغ میں سن رہی تھی۔ ایک سیاہ فام ملازمہ نے اسے ٹھنڈا مشروب پیش کیا۔ جنرل کی بیوی وہاں سے جا چکی تھی۔ جنرل نے روزی سے پوچھا۔ "تم ابھی فون پر کسی سے کہہ رہی تھیں کہ تم مرینا نہیں روزی ہو۔ کون تمہیں مرینا کہہ رہی تھی؟"

"پتا نہیں کون تھی۔ اس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔"

دوسری طرف مرینا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جے پر گولا سے کہا۔ "میری ڈی کے اندر شی تارا پہنچ گئی ہے اب کیا ہوگا' وہ بڑی رکاوٹیں پیدا کرے گی۔"

"شی تارا کو وہاں سے بھگانا ہوگا۔ جیری اور تھرہال کو اپنے پاس بلاؤ' انہیں اپنی ڈی کے دماغ میں لے جاؤ وہ دونوں وہاں شی تارا کی آواز سنیں گے پھر وہ دونوں باری باری شی تارا کے دماغ میں جانے کی ناکام کوششیں کرتے رہیں گے اور وہ انہیں بھگانے کے لیے سائنس روکتی رہے گی یوں دونوں کی مسلسل خیال خوانی کے حملوں کو روکنے میں مصروف رہے گی۔ تم ادھر اپنا کام سہولت سے کرنا۔"

"پر گولا! تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ شی تارا اپنی ڈی کے لہجے میں خیال خوانی کرتی ہے۔ آج تک کسی نے اس کی اصل آواز نہیں سنی۔ جیری اور تھرہال خیال خوانی کی پرواز کر کے ڈی شی تارا کے پاس پہنچتے رہیں گے۔ جو اصل ہے وہ پھر بھی ڈی کے پاس رہے گی۔" "ہم اسے وہاں سے بھگا نہیں سکیں گے۔"

پر گولا نے کہا۔ "اگر وہ مصیبت بن ہی گئی ہے تو ہم اس سے نمٹ لیں گے۔ تم وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً نقشے کے متعلق معلوم کرو۔"

ڈی سالی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی تھی لیکن شی تارا نے مرینا کا لہجہ اپنایا تھا اس لیے وہ اسے محسوس نہیں کر رہی تھی اس نے ڈی کے ذریعے کہا۔ "جنرل! ایک نقشے کی وجہ سے تمہاری زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے۔"

جنرل نے پوچھا۔ "روزی! تم کیسے جانتی ہو کہ نقشہ کیا ہے؟ اور میں کس طرح خطرے میں پڑ گیا ہوں؟"

شی تارا نے کہا "تمہیں روزی کے ذریعے مرینا بول رہی ہوں۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ مرینا کی آواز اور لہجہ دوسرا ہے۔ وہ میرے دماغ میں آ کر بولتی ہے۔ تم مرینا ہو تو میرے اندر آؤ۔"

اسی وقت مرینا بھی ڈی سالی کے اندر آ گئی تھی۔ اس نے کہا۔ "پارس کی ساتھی باربرا نے تمہیں مجھ سے چھین کر اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔ پتا نہیں وہ کون سا لہجہ اپنا کر تمہارے پاس آتی ہے۔ میں نہیں جانتی ہوں اس لیے تم سے دور ہو گئی ہوں۔"

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میرے اندر آؤ گی تو تمہیں اپنی دوست مرینا تسلیم کروں گا۔"

شی تارا نے کہا۔ "مرینا! ہمیں باربرا اس کے اندر نہیں جانے دے گی اور ہمیں اندر پہنچ کر ہی معلوم ہوگا کہ پارس نے فو کے سلسلے میں کیا گھپلا کیا ہے؟"

"پھر تو اسے زخمی کرنا ہوگا یا اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا ہوگا۔"

اس دوران باربرا خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی۔ وہ جنرل کے دماغ میں نہیں جا رہی تھی' اگر جاتی تو شی تارا اور مرینا کو بھی اپنی جگہ مل جاتی اس لیے وہ کبھی جنرل کی بیوی اور کبھی سیاہ فام ملازمہ کے دماغ میں رہ رہی تھی۔ جب اس نے جنرل کی سالی کو دیکھا تو گئی کہ وہ مرینا ہے یا اس کی کوئی آلۂ کار ہے۔

پھر شی تارا اور مرینا کی فون کال کے وقت اس ڈی کے اندر رہی تھی' تب باربرا کو بھی اس کے اندر پہنچنے کا موقع مل گیا۔ وہ خاموشی سے دونوں کی باتیں سنتی رہی۔ آخر مرینا نے اس سالی سے کہا۔ "تمہارے بالوں میں جو ہیئر پن لگی ہوئی ہے۔ سر سے نکال کر جنرل کے جسم کے کسی بھی حصے میں چبھو دو۔"

ڈی سالی نے حکم کی تعمیل کی۔ اپنی جگہ سے اٹھی اور جنرل کے پاس آ کر بیٹھ گئی پھر اس نے لگاوٹ کی باتیں کرتے ہوئے اس کے بالوں سے پن نکال کر اسے چبھو دی۔ جنرل کے منہ سے ہلکی سسکی کی آواز نکلی۔ سوئی میں لگی ہوئی دوا زود اثر تھی۔ اس نے فوراً ہی اثر دکھایا۔ وہ کمزوری محسوس کرتے ہوئے صوفے پر لیٹ گیا۔ شی تارا اور مرینا یہ دیکھتے ہی اس کے اندر پہنچ گئیں۔ وہ تیزی سے اس کے خیالات پڑھنے لگیں۔

اس کے خیالات بہت کچھ بتا رہے تھے۔ نیوی ہیڈ کوارٹر واشنگٹن کے قومی بینک سے اپنے گھر تک پہنچنے کی تمام تفصیلات معلوم ہو رہی تھیں لیکن اس کے خیالات یہ نہیں بتا سکتے تھے اس نقشے کی مائیکرو فلم کیسے تیار کی گئی تھی اور وہ کس طرح ریوالور کے چیمبر میں چھپائی گئی تھی۔

چونکہ ایسے وقت باربرا نے جنرل کے دماغ کو غائب رکھا اور اس پر مسلط رہ کر مائیکرو فلم تیار کی تھی۔ اس لیے جنرل کو اس کا کوئی علم نہیں تھا اور اس لیے اس کا دماغ شی تارا اور مرینا کو بتانے سے قاصر تھا۔

شی تارا اور مرینا حیران تھیں کہ وہ نقشہ بڑی سہولت کے ساتھ قومی بینک کے آہنی سیف میں پہنچا دیا گیا اور پارس اسے حاصل کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا۔ یہ بات یقین کرنے کی نہیں تھی۔

مرینا نے جنرل کے کمزور دماغ سے پوچھا۔ "کیا باربرا نے تمہیں اپنا تابعدار بنا کر تم سے نقشے کا مطالبہ نہیں کیا تھا؟"

"کون باربرا؟ میں اس نام کی کسی عورت کو نہیں جانتا ہوں۔ میرے دماغ میں صرف مرینا آتی ہے اور اس نے میرے پاس آنے کے لیے اپنا لہجہ بدل لیا ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "اچھی طرح سوچ کر بتاؤ' طیارے میں سفر کرنے کے دوران کیا تم تھوڑی دیر کے لیے غافل ہوئے تھے۔"

"غافل ہونے سے تمہاری مراد سو جانا ہے تو میں تھوڑی دیر کے لیے سو گیا تھا۔"

"ایک فوجی افسر بے وقت نہیں سوتا' تم کیسے سو گئے تھے۔ اس نیند کے دوران ضرور کچھ ہوا ہے۔"

ایسے وقت جنرل کی زبان نے باربرا کی مرضی کے مطابق کہا۔ "ہاں' نیند کے دوران میں نے خواب دیکھا تھا۔"

شی تارا نے کہا "شاید وہ خواب نہ ہو' تمہارا بے اختیاری کا عمل ہو۔ اچھی طرح یاد کرو اور بتاؤ کہ وہ خواب جیسا عمل کیا تھا؟"

"ہاں' مجھے یاد آ رہا ہے۔ میں نے بریف کیس کو کھولا تھا۔"

مرینا نے پوچھا۔ "تمہیں لاک کا خفیہ نمبر معلوم نہیں تھا۔ تم نے اسے کیسے کھولا؟"

شی تارا نے سخت لہجے میں کہا۔ "مرینا! تم خاموش رہو اسے کہنے سے یہ اصل بات بھول سکتا ہے۔"

جنرل نے باربرا کی مرضی کے مطابق کہا۔ "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بریف کیس سے نقشہ نکال کر اسے کھول رہا ہوں پھر میں نے اپنے ریوالور کا چیمبر باہر نکالا ہے۔ اس چیمبر میں گولیاں ہیں۔ اس کے اندر ایک ننھا سا مائیکرو کیمرا ہے۔ اور میں اس سرے سے نقشے کی تصویریں اتار رہا ہوں۔"

شی تارا اور مرینا اپنی اپنی جگہ حیرت سے اچھل پڑیں۔

دائی ماں نے شی تارا سے پوچھا۔ "بیٹی کیا ہوا؟"

شی تارا نے کہا۔ "وہ فراڈ کا نہیں' شیطان کا بچہ ہے۔ میں ہی آتی ہوں۔"

مرینا نے کہا۔ "وہ شیطان کا بچہ نہیں' شیطان کا باپ ہے۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

دونوں کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ پارس نے کیسا غضب کا کمال دکھایا ہے۔ دونوں ہی ڈی سالی کے دماغ میں آئیں پھر اس بے چاری کو دوڑاتی ہوئی جنرل کے بیڈ روم میں لے گئیں۔ ڈی نے الماری کے پاس پہنچ کر اس کے پٹ کو کھولا اندر دوسرے کپڑوں کے ساتھ فوجی وردی ہینگر پر لٹکی ہوئی تھی۔ ایک جگہ ہولسٹر میں ریوالور نظر آ رہا تھا۔ اس نے لپک کر ریوالور کو ہولسٹر سے نکالا پھر ریوالور والا چیمبر باہر کھینچا۔ اس میں بلٹس نہیں تھے۔ اس میں مائیکرو کیمرا نہیں تھا۔ غبارے سے ہوا نکل چکی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک الماری کے درازوں اور مختلف حصوں میں مائیکرو کیمرا تلاش کرتی رہی پھر دونوں اس کے دماغ سے نکل کر جنرل کے پاس آئیں۔ جھنجلا کر پوچھنے لگیں۔ "کہاں ہے وہ مائیکرو کیمرا؟"

شی تارا نے کہا۔ "ریوالور کا چیمبر خالی ہے۔ اچھی طرح یاد کرو' تم نے وہ کیمرا ریوالور کے چیمبر سے نکال کر کہاں چھپایا ہے؟"

"میں نے خواب میں ریوالور کو ہاتھ لگایا تھا پھر اس کے چیمبر میں کیمرا واپس رکھنے کے بعد اس ریوالور کو چھو کر بھی نہیں دیکھا اسے ہولسٹر سمیت الماری میں رکھ دیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے' پارس نے کسی آلۂ کار کے ذریعے اسے چوری کرایا ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "یہاں ابھی تک کوئی باہر کا فرد نہیں آیا ہے۔ چوری کیسے ہوگی؟"

"گھر کے کسی فرد کو آلۂ کار بنا کر یہ مقصد پورا کیا گیا ہے؟"

وہ دونوں جنرل کی بیوی کے اندر آئیں اس کے چور خیالات پڑھے پتا چلا وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی ہے۔ مرینا نے کہا۔ "اوہ گاڈ! ہم اس سیاہ فام ملازمہ کو بھول رہے ہیں۔"

وہ دونوں پھر ڈی سالی کے دماغ میں آئیں۔ اسے ہر کمرے میں گھمانے پھرانے اور سیاہ فام ملازمہ کو تلاش کرانے لگیں۔ آخر وہ ایک کمرے میں نظر آ گئی۔

کچھ دیر پہلے جب وہ ڈی سالی کو مشروب سے بھرا ہوا گلاس دینے آئی تھی تو نارمل تھی۔ اب نشے میں جھوم رہی تھی۔ ڈی سالی کو دیکھ کر بولی۔ "ویل میں سمجھ گئی' تمہارے اندر جو دو چڑیلیں ہیں' وہ مائیکرو فلم کے لیے بھاگی بھاگی پھر رہی ہیں۔"

پھر وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "بڑا عجیب تماشا ہو گیا۔ ایک میری جیسی کالی کلوٹی یہاں آئی تھی۔ وہ میری ہم شکل تھی۔ میں مشروب سے بھرا ہوا گلاس لے جانا چاہتی تھی۔ اس نے میرے بازو پر اپنے ایک ناخن کی ہلکی سی خراش ڈالی۔ ہائے میں کیا بیان کروں؟ ایسا مزے کا نشہ ہونے لگا کہ میں اب تک مست ہو رہی ہوں۔"

"ص۔ فو۔ فو۔ را۔ را۔ را۔ را۔۔۔۔"

شی تارا اور مرینا دونوں چیخ پڑیں۔ "صفورا۔ را۔ را۔ را۔"

دونوں نے پھر اس ڈی سالی کو باہر کی طرف دوڑایا۔ اسے سیکورٹی افسر کے پاس لے گئیں اس کے ذریعے پوچھا۔ "کیا یہاں سے کوئی سیاہ فام لڑکی باہر گئی ہے؟"

افسر نے کہا۔ "ہاں اس کو ٹھی کی سیاہ فام ملازمہ میری گئی ہے۔"

"تم نے اسے کیوں جانے دیا؟"

"وہ یہاں کی ملازمہ ہے' آتی جاتی رہتی ہے۔ اسے کبھی روکا یا ٹوکا نہیں گیا' آج بھی ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا۔"

وہ دونوں پھر اسے دوڑاتی ہوئی گیٹ پر لائیں وہاں کھڑے ہوئے مسلح گارڈز میں سے ایک گارڈ سے پوچھا۔ "وہ سیاہ فام میری کدھر گئی ہے؟"

اس نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔ "ادھر گئی ہے؟"

"کیا کسی گاڑی میں گئی ہے؟"

"جی ہاں۔ بلیک ہنڈا اکارڈ میں۔"

اس کا مطلب یہ تھا کہ بہت دور نکل گئی ہے۔ پارس سے یہ

توقع نہیں تھی کہ وہ اسے ایک ہی بلیک ہنڈا اکارڈ میں بٹھائے رکھے گا۔ آگے جا کر صفورا نے گاڑی تبدیل کی ہوگی۔

مرینا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ایک لمبی سانس یوں چھوڑی جیسے دم نکل رہا ہو۔ جے پر گولا نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ کبھی آ رہی ہو' کبھی جا رہی ہو؟ آخر کچھ بتاؤ تو سہی۔"

وہ اس بار لمبی سانس لے کر بولی۔ "وہ کمینہ نقشہ لے گیا۔"

"یعنی پارس کو کہہ رہی ہو؟ وہ اتنا بڑا نقشہ کیسے چھپا کر لے گیا؟"

"وہ نقشے کی مائیکرو فلم لے گیا ہے؟"

وہ جے پر گولا کو پارس کی حکمتِ عملی کے متعلق بتانے لگی۔

ادھر شی تارا دماغی طور پر حاضر ہو کر ہولے ہولے ہنسنے لگی۔ اپنے سر کو تھام کر صوفے کی پشت سے ٹک گئی۔ دائی ماں نے کہا۔ "اے بیٹی' یہ تو کھسیانی ہنسی لگ رہی ہے۔"

وہ ہنس ہنس کر بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے وقت اپنا سر پیٹ کر ماتم کرنا چاہئے یا پارس کی بے مثال ذہانت پر خوش ہونا چاہئے۔ بس میں ہنس رہی ہوں۔ مجھے اچھا لگ رہا ہے؟"

"ہنسنا اچھا لگ رہا ہے یا وہ اچھا لگ رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہنستے یکلخت خاموش ہو گئی۔ دائی ماں کو خالی خالی نظروں سے تکنے لگی۔ بوڑھیا نے پوچھا۔ "کیا دیکھ رہی ہو؟"

وہ جیسے دور کہیں پہنچ کر بولی۔ "میں چاہتی ہوں' وہ کانٹا میری زندگی سے ہمیشہ کے لیے نکل جائے۔ ایک دن اسے مرنا ہے۔ آج ہی مر جائے پھر میرے دھرم کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچے گی۔ میں اسے اپنا غلام بنانے یا مار ڈالنے کی تمنا کرتی ہوں لیکن اس کی دلیری اور ذہانت پر بے اختیار خوش ہونے لگتی ہوں۔ خوش تو وہ عورت ہوتی ہے' جس کا مرد کمالات دکھاتا ہے اور دنیا میں نام پیدا کرتا ہے اور وہ فخر سے بھر جاتی ہے۔ یہ فخر میرے اندر کیوں بھر جاتا ہے؟"

"بیٹی! تیرے سوال کا کیا جواب دوں؟ ہاں ایسا ہوتا ہے کہ جب اپنے زبردست کے سامنے عورت کا بس نہیں چلتا تو وہ انجانے میں اس زبردست کے آگے جھکنے لگتی ہے۔ مگر دعویٰ بھی کرتی ہے کہ ٹوٹ جائے گی مگر نہیں جھکے گی۔ تیرے اندر ایک جنگ جاری رہتی ہے۔ بھگوان جانے تیرا کیا بنے گا؟"

شی تارا نے سر جھکا لیا۔ یہ عقیدت کا اور عبادت کا تقاضا ہے کہ سجدے میں جانے سے پہلے سر جھکانا آ جائے۔

****

سات بھائیوں کی وہ خفیہ تنظیم آوم برادرز کہلاتی تھی۔ ان سات بھائیوں کی ایک بہن الپا تھی۔ اس وقت وہ ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کا سب سے بڑا بھائی برین آوم اس کے پاس بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا۔ "تم نے بابا صاحب کے ادارے میں بڑے کارنامے انجام دیے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری ہارٹ کو ٹریپ کر کے یہاں پہنچا دیا۔ جوجو کو بھی یہاں لے آئیں مگر ایک بہت بڑی غلطی کے باعث وہ ہاتھ آ کر نکل گئی۔"

وہ بولی۔ "بڑے بھائی! مجھے اس غلطی کا ہمیشہ افسوس رہے گا اور میں شرمندہ رہوں گی۔"

"نہیں سسٹر! اس غلطی کو بھول جاؤ' میں اسے بھلانے کے لیے ہی ابھی تم پر عمل کر رہا ہوں۔ سونیا ثانی نے جوجو کے ذہن سے تمہاری اصل آواز اور لہجے کو سن لیا ہے۔ آئندہ وہ تمہارا روپ اختیار کر کے تمہارے کسی معمول کے اندر پہنچ سکتی ہے۔ اس کو ڈورڈز معلوم کر کے ہم تمام بھائیوں تک پہنچ کر ہماری خفیہ تنظیم کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتی ہے۔"

سونیا ثانی خطرہ بن گئی تھی لہٰذا الپا تخریبی عمل کے لیے رضامند ہو گئی۔ بڑے بھائی برین آوم نے اس پر عمل کرنا شروع کیا۔ مختلف مراحل سے گزار کر اسے پھر سے اپنی معمولہ بنا لیا۔

اصل بات یہ تھی کہ الپا کسی بھی رشتے سے اس کی بہن نہیں تھی۔ چونکہ وہ سات بھائی تجرّد کی زندگی گزار رہے تھے کسی عورت کو معشوقہ کی حیثیت سے قریب نہیں آنے دیتے تھے اس لیے الپا کو بہن بنا لیا تھا۔

اس کی بھی وضاحت ہو جائے کہ سات بھائیوں کی حقیقت کیا ہے؟

حقیقت یہ کہ وہ بھی کسی رشتے سے ایک دوسرے کے بھائی نہیں تھے اور نہ ہی وہ مجرّد تھے۔ اس خفیہ تنظیم کا ایک ہی بنیادی مقصد تھا جس کا ذکر آئندہ ہو گا۔ فی الوقت برین آوم سب سے اہم تھا۔ اس نے رفتہ رفتہ باکمال اور باصلاحیت افراد کو پہچانا تھا۔ اس سے پہلے ایک بہت بڑے سیاستداں کو پہچانا' وہ عالمی سیاست کا شطرنج کا زبردست کھلاڑی تھا۔ اس پر تخریبی عمل کرنے کے بعد اس نے سیاستداں کا ماضی بھلا دیا اور اسے چھوٹا بھائی بنا کر اس کا وائٹ آوم رکھا۔

اسی طرح اس نے بلیک آدم کو تیسرا' راکٹ آدم کو چوتھا' جواد آدم کو پانچواں اور جان آدم کو چھوٹا بھائی بنایا۔ حقیقتاً یہ بھائی تھے۔ وہ سات بھائی کہلاتے تھے لیکن تخریبی عمل کے بعد سے چھ بھائی تھے۔

یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ برین آوم ایک نہیں' دو تھے۔ دونوں جڑواں بھائی تھے۔ دونوں جڑے ہوئے دنیا میں آئے تھے۔ پیدائش کے بعد آپریشن کے ذریعے ایک دوسرے سے الگ کیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک اسرائیل میں چھ معمول بھائیوں کے ساتھ رہتا تھا۔ دوسرا برین آوم جو اس کا ہم شکل اور ہم مزاج تھا' نیویارک کی رہائش میں تھا۔ (یہ یاد رہے کہ اس تنظیم کے چکر کا ذکر آئندہ ہو گا)

دونوں برین آوم کے درمیان برابر رابطہ قائم رہتا تھا۔ ہر ایک کے پاس دو نیلی کاپٹرز اور دو خصوصی طیارے تھے۔ جب کے وہ جب چاہیں' جہاں چاہیں ملاقات کرتے تھے اور ایک دوسرے کے فرائض ادا کرتے رہتے تھے۔

یہ ان کی پیدائشی عادت تھی کہ ایک کے پیٹ میں تکلیف ہوتی تھی تو دوسرا بھی اس تکلیف سے بے چین ہو جاتا تھا۔ ایک کو دل کی چوٹ پہنچتی تھی تو دوسرا بھی اس چوٹ کی شدت سے تڑپتا تھا۔ اس طرح وہ ایک دوسرے کی خوشیوں کو بھی دوبالا کر اپنے دل و دماغ میں محسوس کرتے تھے۔ ان فطری عادات سے انہوں نے ایک فائدہ اٹھایا' جب کوئی مجبوری آڑے آتی وہ فون یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی وجہ سے رابطہ نہ کر سکتے تو قدرتی ذرائع سے ایک دوسرے کے پاس پیغام بھیجتے تھے۔

وہ ایسے کہ رابطہ نہ ہونے پر ایک دوسرے کی خیریت معلوم کرنے کے لیے تل ابیب میں ایک برین آدم ہنستا تھا تو نیویارک میں دوسرے برین آدم کو بے اختیار ہنسی آ جاتی تھی۔ اس طرح دوسرے کو معلوم ہو جاتا کہ اسرائیلی بھائی ہنسی خوشی مزے میں ہے اگر امریکی بھائی روتا تو اسرائیلی کو بے اختیار رونا آتا اور معلوم ہو جاتا تھا کہ دوسرا بھائی کسی مصیبت میں مبتلا ہے۔

اگر ایک چاہتا کہ دوسرے کو اپنے پاس بلائے تو وہ اپنے دائیں پیر میں کوئی نمکیلی چیز چبھوتا تھا۔ دوسرا دائیں پیر میں چبھن محسوس کر کے سمجھ لیتا تھا کہ بھائی کو اس کی ضرورت ہے اور اگر بائیں پاؤں میں چبھن محسوس ہوتی تو اس کا مطلب ہوتا' بھائی سے دور رہو' خطرہ ہے اور دور ہی دور سے بھائی کی سلامتی کے لیے دعائیں کرتے رہو۔

اس بار نیویارک والے برین آدم نے دائیں پیر میں چبھن محسوس کی تھی اور سمجھ گیا تھا کہ ایسی کوئی خاص بات ہے جس کی وجہ سے دوسرا بھائی فون اور ٹرانسمیٹر پر بات نہیں کرنا چاہتا اس لیے بلا رہا ہے لہٰذا وہ اپنے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے تل ابیب آ گیا تاکہ کوئی انہیں ہم شکل پا کر نہ چونکے۔

نیویارک والے نے کہا۔ "برین! اگر تم نہ بلاتے' تب بھی میں تاکیں کہ ہم برہاہ باقی پانچ آوم برادرز اور سسٹر الپا پر تخریبی عمل کرتے ہیں۔"

"آوم! انہیں ہمیشہ معمول اور تابعدار بنانے کے لیے ہر ماہ ان پر تخریبی عمل کرنا لازمی ہے لیکن میں نے تمہیں دو دن پہلے اس لیے بلایا ہے کہ ایک زبردست نسخہ میرے ہاتھ آیا ہے۔"

وہ دوسرے بھائی کو غیر معمولی قوتِ سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوتوں سے تعلق رکھنے والے فارمولوں کے بارے میں بتانے لگا۔ اس نے سننے کے بعد کہا۔ "مگر یہ فارمولے ادھورے ہیں۔"

"ہاں' میں نے ایک ماہر طبیب اور علم الابدان کے ایک ماہر کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ایک خفیہ لیبارٹری میں پہنچا دیا ہے۔ دونوں کا یہ بیان ہے کہ ان فارمولوں میں قوتِ سماعت و بصارت کے نسخے مکمل ہیں۔ صرف ان ادویات کو آزمانا ہو گا جن کے نام اس نسخے میں لکھے ہوئے ہیں۔"

"اچھا تو وہ ان ادویات کو کس پر آزما رہے ہیں؟"

"میں نے کسی انسان پر آزمانے کی اجازت نہیں دی ہے کیونکہ یہ تجربہ کامیاب رہے گا تو ایک غیر معمولی شخص کا اضافہ ہو گا۔ اس لیے وہ ماہرین ایک بندر یا پردہ دار مئیں آزما رہے ہیں۔"

نیویارک والے بھائی نے کہا۔ "اگر تجربہ کامیاب رہا تو ہم دونوں بھائیوں کو فون اور ٹرانسمیٹر کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں نیویارک سے بولوں گا' تم سنو گے۔ تم تل ابیب سے بولو گے میں نیویارک میں سنوں گا۔ واہ! مزہ آ جائے گا۔ میں تو ابھی سے یہ قوتیں حاصل کرنے کے لیے بے چین ہو رہا ہوں۔"

"ماہرین بندر یا کوہ دوائیں کھلا رہے ہیں اور انجکشن لگا رہے ہیں۔ ہفتے دو ہفتے میں کچھ نتائج ظاہر ہونے کی امید ہے۔"

"پھر تو میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ ان ماہرین کے ساتھ رہ کر جائزہ لوں گا۔ انہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کروں گا اور ایک ایک دوا کے عمل اور ردِ عمل کو سمجھتا رہوں گا۔"

"میں نے اسی لیے تمہیں بلایا ہے جب تم اچھی طرح سب کچھ سمجھ لو گے اور تجربہ کامیاب ہو جائے گا تو ان دونوں ماہرین کو موت کی نیند سلا دیا جائے گا۔ تاکہ ان فارمولوں کی کامیابی کا گواہ کوئی نہ رہے۔"

"بے شک' ہم دوسرے ممالک اور دوسری تنظیموں سے یہی کہیں گے کہ پارس نے دھوکا دیا ہے وہ فارمولے جعلی ہیں۔"

وہ دونوں مصروف ہو گئے۔ ایک ان فارمولوں کے معاملے میں مصروف رہا' دوسرا باقی پانچ آوم برادرز اور الپا پر باری باری تخریبی عمل کرتا رہا۔ الپا کی آواز اور لہجہ بدل دیا گیا۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری ہارٹ کا برین واش کیا گیا۔ اسے کٹر قوم پرست یہودی بنایا گیا۔ جب وہ تخریبی نیند سے بیدار ہوا تو پچھلی زندگی بھول چکا تھا۔

آنکھ کھلنے پر اس نے خود کو ایک وسیع و عریض خوابگاہ میں پایا وہاں الپا اور چھ آدم برادرز موجود تھے۔ برین آدم نے کہا۔ "ٹیری! تمہیں نئی زندگی مبارک ہو۔"

ٹیری ایک ایک کو اجنبی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پلانگ کے مطابق الپا اس کے دماغ کی اندر موجود تھی اور اس کی سوچ میں کہہ رہی تھی۔ "ہاں۔ یہ کچھ جانے پہچانے سے لگ رہے ہیں میں کون ہوں اور کہاں ہو؟"

الپا نے زبان سے کہا۔ "تم ایک حادثے میں اپنی یادداشت سے محروم ہو گئے ہو۔ پچھلے ایک ماہ میں دو بار تمہارے برین کا آپریشن ہو چکا ہے۔ ڈاکٹرز مایوس ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں شاید رفتہ رفتہ تم اپنی اس بہن اور بھائیوں کو پہچان سکو گے۔"

"کیا تم میری بہن اور یہ سب میرے بھائی ہیں؟"

"ہاں' تم خیال خوانی کی پرواز کرو اور باری باری ہم سب کے

دماغوں میں آؤ تو ہمارے خیالات پڑھ کر تمہیں بہت کچھ معلوم ہو سکے گا۔"

وہ بڑبڑانے لگا۔ "خیال خوانی؟ کیا میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں؟"

"تم خود غور کرو۔ اپنے آپ کو بھولنے کے باوجود یہ جانتے ہو کہ ٹیلی پیتھی کوئی علم ہے۔"

"ہاں مگر خیال خوانی کی پرواز کیسے کی جاتی ہے؟"

"کوشش کرو۔ میری آواز اور لہجہ پر پوری توجہ مرکوز کرو۔ ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

ٹیری ہارٹ نے آنکھیں بند کر کے ہدایات پر عمل کیا۔ الپا نے اس کے اندر آ کر خیال خوانی کی پرواز میں اس سے تعاون کیا تو وہ الپا کے اندر آ گیا۔ وہ بولی۔ "ٹیری! میں تمہیں اپنے اندر محسوس کر رہی ہوں۔ تم اپنی زبان ہلائے بغیر سوچ کے ذریعے باتیں کرو۔"

اس نے آنکھیں کھول کر سوچ کے ذریعے حیرانی سے کہا۔ "ہاں' میں خود کو تمہارے اندر محسوس کر رہا ہوں۔ تمہاری سوچ کی لہروں کو پڑھ سکتا ہوں۔"

وہ الپا کے خیالات پڑھنے لگا۔ ایک ایک آدم برادر نے اسے اپنی اپنی آواز سنائی۔ وہ ان کے اندر آ کر بھی بولنے لگا۔ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں بہت کچھ بھولنے کے بعد بھی خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر سکتا ہوں۔"

برین آدم نے اس کی خیال خوانی پر پابندی عائد کر دی تھی۔ یہ بات ٹیری نہیں جانتا تھا ایک معمول اور تابعدار کی حیثیت سے وہ ہمیشہ برین آدم کا پابند اور محتاج رہنے والا تھا۔

وہاں ایک بہن اور چھ بھائیوں نے اسے اپنا ساتواں بھائی ہونے کا یقین دلایا اور یہ بتایا کہ ان کے ماں باپ مر چکے ہیں۔ دنیا میں اور کوئی ان کا رشتے دار نہیں ہے اور نہ ہی وہ سب کسی سے دوستی کرتے ہیں اور نہ کسی عورت سے کسی طرح کا تعلق استوار کرتے ہیں کیوں کہ وہ سب اپنے ملک اور قوم کے خفیہ خدمت گار ہیں بلکہ وہ بہن اور سات بھائی اس ملک کے خفیہ حکمران ہیں۔ اسرائیلی حکام یا فوجی افسران سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے جس سے ملک کو اور یہودی عوام کو نقصان پہنچتا ہو تو وہ ایسے کسی خطاوار یا حاکم یا افسر کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔

پھر انہوں نے ویڈیو کیسٹ کے ذریعے اپنے ملک کے تمام حکام اور فوجی افسران کی تصاویر دکھائیں۔ برین آدم نے کہا۔ "برادر ٹیری! تم فرصت کے اوقات میں ان حکام اور افسران کی تصویریں دیکھتے رہو گے ان کی آوازیں سنتے رہو گے پھر چپکے سے ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے چور خیالات پڑھتے رہو گے تاکہ ان سب کی کمزوریوں سے اور جذبۂ حب الوطنی سے آگاہ ہوتے رہو۔"

پھر ویڈیو کیسٹ بدل دیا گیا۔ برین آدم نے کہا۔ "تم نے پہلے کیسٹ میں اپنے یہودی حکمرانوں اور افسروں کو دیکھا تھا۔ اپنوں میں دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی لیکن غیروں میں کوئی دوست نہیں ہوتا۔ غیروں سے بظاہر دوستی کی جاتی ہے لیکن دشمنی برقرار رکھی جاتی ہے۔ ہمارے سب سے پہلے اور ازلی دشمن مسلمان ہیں۔"

ان میں سے ایک بھائی نے کہا۔ "برادر ٹیری آدم! میرا نام جواد آدم ہے اور میں نام کا مسلمان اور کام کا یہودی ہوں۔ اسلامی ممالک کی سیاسی اور اقتصادی پالیسیوں کو کمزور رکھتا ہوں۔ مسلمانوں کے درمیان منافرت اور خانہ جنگی کے اسباب پیدا کرتا ہوں لیکن ٹیلی پیتھی کی دنیا میں جس کا نام سرفہرست ہے' وہ فرہاد علی تیمور۔ تمہیں فرہاد اور اس کی فیملی کے افراد کی تصویریں دکھائی جا رہی ہیں۔ انہیں ذہن نشین کرتے رہو۔"

وہ اسکرین پر مجھے چلتے پھرتے اور باتیں کرتے ہوئے دیکھنے لگا۔ میرے بعد سونیا' آمنہ فرہاد' پوپی' پارس' علی تیمور' لیلیٰ' سلمیٰ' سونیا ثانی' جوجو اور سلمان وغیرہ کی تصویریں اسکرین پر آتی رہیں۔ اسے بتایا گیا کہ باربرا نامی ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی کا اس فیملی میں ہونا ہے جس کی تصویریں ابھی تک حاصل نہیں ہوئی ہیں۔ پھر اسے شی تارا کے متعلق بتایا گیا کہ وہ ایک بڑا اسرار ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے۔ جس کی اصل صورت کسی نے نہیں دیکھی ہے اور نہ ہی کسی نے اس کی اصل آواز اور لہجے کو سنا ہے۔

ٹیری آدم کو مرینا' جیری اور بی جی تھرمال وغیرہ کی بھی تصویریں دکھائی گئیں پھر وہ تمام بھائی موجودہ حالات پر گفتگو کرنے لگے۔ ایک بھائی سیکرٹ آدم نے کہا۔ "برادر ٹیری آدم! میں اپنے اسرائیل کے داخلی معاملات پر نظر رکھتا ہوں۔ یہاں فلسطینوں کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دیتا۔ کل رات دو نامعلوم افراد نے ایک اعلیٰ فوجی افسر کو اغوا کیا تھا اور ایک ایسے اڈے میں لے گئے تھے جہاں پہلے سے ایک سرکاری طبیب ایک علم الابدان کے ماہر کو قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔"

ٹیری نے پوچھا۔ "کیا ان اغوا کرنے والوں کو گرفتار کیا ہے؟"

"نہیں' وہ روپوش ہیں۔ انہوں نے فوجی افسر کو رہا کر دیا۔ افسر نے بتایا ہے کہ اس پر تشدد کیا گیا تھا اور بار بار غیر فارمولوں کے متعلق پوچھا جا رہا تھا۔"

برین آدم نے کہا۔ "اس ایک واقعے سے ثابت ہوتا ہے کہ بڑے ممالک اور خفیہ تنظیمیں ان فارمولوں کو حاصل کرنے کے لیے یہاں اپنے خفیہ اڈے قائم کر رہی ہیں۔ ابھی صرف دو کرنے والے ہمارے علم میں آئے ہیں۔ پتا نہیں یہاں اور ہوں گے۔ جب تک ان کا سراغ نہ ملے' الپا اور ٹیری کی رہائش گاہ سے باہر نہیں نکلنا چاہئے کیوں کہ دشمن پہلے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہم سے چھیننے کی کوشش کریں گے۔"

اسی لمحے بلیک آدم نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سانس روک کر الپا اور ٹیری کو دیکھا۔ اس کے بعد پوچھا۔ "ٹیری! کیا ابھی تم میرے اندر آنا چاہتے تھے؟"

اس نے کہا۔ "نہیں برادر! میں اسکرین پر دشمن خیال خوانی کرنے والوں کی تصویریں دیکھ رہا ہوں۔"

الپا نے پوچھا۔ "کیا ابھی تم نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا؟"

"ہاں اور محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔"

"اب کوئی آئے تو سانس نہ روکنا۔ مجھے اشارہ کر دینا' میں تمہارے دماغ پر حاوی رہوں گی۔ آنے والے کو تمہارے چور خیالات پڑھنے نہیں دوں گی۔"

برین آدم نے کہا۔ "وہ آنے والی ہستی کون تھی یا کون تھا؟ کچھ اندازہ کرو' ایسی حرکات سے ثابت ہو رہا ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان فارمولوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

الپا نے کہا۔ "صوبالے کے جنگل میں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے برادر بلیک آدم کی آوازیں سنی ہیں۔ مرینا' شی تارا' باربرا اور کی سول ان چاروں کو برادر کا لہجہ ضرور معلوم ہو چکا ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "باربرا یا فرہاد کی فیملی کا کوئی فرد ادھر نہیں آئے گا کیوں کہ انہیں فارمولوں سے دلچسپی نہیں ہے۔"

مرینا نے پوچھا۔ "تو پھر کیا خیال ہے؟"

"دس منٹ کے بعد آؤ' جواب ملے گا۔"

بلیک آدم نے سانس روک لی۔ مرینا اور الپا دونوں دماغ سے نکل گئیں۔ الپا نے برین آدم سے پوچھا۔ "بڑے بھائی! تمہارا کیا خیال ہے؟"

برین آدم نے کہا۔ "شاید وہ درست کہہ رہی ہے۔ پارس نے ضرور تبدیلیاں کی ہوں گی۔ ان نسخوں کو آزمایا جا رہا ہے' اگر وہ دوائیں موثر نہ ہوئیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ جو چھ دوائیں تبدیل کی گئی ہیں ان کے اصل نام مرینا کی یادداشت میں محفوظ ہیں۔"

ایک برادر نے کہا۔ "جب تک ہماری لیبارٹری کا نتیجہ سامنے نہ آئے' مرینا کو ٹالنا چاہئے۔"

دوسرے برادر نے پوچھا۔ "فرض کرو کہ چھ دواؤں کے نام واقعی تبدیل کیے گئے ہوں تو پھر معاملات کیسے طے ہوں گے؟"

تیسرے برادر نے کہا۔ "اس پہلو پر غور کرنے کے لیے کافی وقت ہے۔ ہمارا ذہین ترین بڑا بھائی برین آدم اسے قابو کر لے گا۔"

برین آدم نے کہا۔ "ذہانت کا تقاضا ہے کہ ابھی سے مرینا کو دوست بنانے کی کوششیں کی جائیں۔ یہ معلومات حاصل کی جائیں کہ وہ کہاں ہے؟ تنہا ہے یا کسی کے لیے کام کر رہی ہے؟"

دس منٹ پورے ہو گئے۔ بلیک آدم نے الپا کو دماغ میں آنے کے لیے کہا۔ الپا آ گئی پھر بلیک آدم ان دونوں کی گفتگو اپنی زبان سے نشر کرنے لگا۔ الپا نے کہا۔ "مرینا! ہم پارس کے مقابلے میں تمہیں ترجیح دیتے ہیں اور تم پر اعتماد کرتے ہیں' وہ پکا فراڈ ہے۔ اس نے فارمولوں میں ضرور تبدیلیاں کی ہوں گی۔ یہ بتاؤ' کیا ہماری باربرا کے ساتھ تھی؟"

"ہاں میں نے فلاور کے ذریعے تمہیں ان کے درمیان دیکھا تھا۔"

"وہاں اس بت کے اندر پارس نے وہ فارمولے نکالے تھے اور پاشا سے اس کی دوسری نقل لکھوائی تھی۔"

"کیا تمہارے سامنے لکھوائی تھی؟"

"نہیں وہ اپنے راز میں کسی کو شریک نہیں کرتا ہے۔ صرف باربرا اس کی رازدار تھی اس نے پارس کی ہدایت کے مطابق پاشا کے دماغ میں یہ کر چھ جگہ دواؤں کے نام تبدیل کیے چونکہ باربرا پاشا کے اندر تھی اس لیے اُس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ میں نے ان چھ دواؤں کے اصل نام ذہن نشین کر لیے اگر اس جنگل میں کہیں سے کاغذ قلم مل جاتا تو میں وہ تمام فارمولے نوٹ کر لیتی۔ ویسے اب بھی گھائے میں نہیں ہوں۔"

الپا نے کہا۔ "اگر تم درست کہہ رہی ہو تو واقعی ان چھ دواؤں کے ناموں کے بغیر فارمولے ادھورے رہیں گے۔"

مرینا نے پوچھا۔ "تو پھر کیا خیال ہے؟"

"دس منٹ کے بعد آؤ' جواب ملے گا۔"

بلیک آدم نے سانس روک لی۔ مرینا اور الپا دونوں دماغ سے نکل گئیں۔ الپا نے برین آدم سے پوچھا۔ "بڑے بھائی! تمہارا کیا خیال ہے؟"

برین آدم نے کہا۔ "شاید وہ درست کہہ رہی ہے۔ پارس نے ضرور تبدیلیاں کی ہوں گی۔ ان نسخوں کو آزمایا جا رہا ہے' اگر وہ دوائیں موثر نہ ہوئیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ جو چھ دوائیں تبدیل کی گئی ہیں ان کے اصل نام مرینا کی یادداشت میں محفوظ ہیں۔"

ایک برادر نے کہا۔ "جب تک ہماری لیبارٹری کا نتیجہ سامنے نہ آئے' مرینا کو ٹالنا چاہئے۔"

دوسرے برادر نے پوچھا۔ "فرض کرو کہ چھ دواؤں کے نام واقعی تبدیل کیے گئے ہوں تو پھر معاملات کیسے طے ہوں گے؟"

تیسرے برادر نے کہا۔ "اس پہلو پر غور کرنے کے لیے کافی وقت ہے۔ ہمارا ذہین ترین بڑا بھائی برین آدم اسے قابو کر لے گا۔"

برین آدم نے کہا۔ "ذہانت کا تقاضا ہے کہ ابھی سے مرینا کو دوست بنانے کی کوششیں کی جائیں۔ یہ معلومات حاصل کی جائیں کہ وہ کہاں ہے؟ تنہا ہے یا کسی کے لیے کام کر رہی ہے؟"

دس منٹ پورے ہو گئے۔ بلیک آدم نے الپا کو دماغ میں آنے کے لیے کہا۔ الپا آ گئی پھر بلیک آدم ان دونوں کی گفتگو اپنی زبان سے نشر کرنے لگا۔ الپا نے کہا۔ "مرینا! ہم پارس کے مقابلے میں تمہیں ترجیح دیتے ہیں اور تم پر اعتماد کرتے ہیں' وہ پکا فراڈ ہے۔ اس نے فارمولوں میں ضرور تبدیلیاں کی ہوں گی۔ یہ بتاؤ' کیا ہماری

دوستی ہو سکتی ہے؟"

مرینا نے کہا۔ "کیوں بچوں جیسی باتیں کرتی ہو؟ ہر ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے خیال خوانی کرنے والے کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنانا چاہتا ہے۔ ہر بڑا ملک یا کسی تنظیم کا سربراہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنانے کی فکر میں مبتلا رہتا ہے۔"

"درست کہتی ہو۔ اس کے باوجود ہم اچھی سہیلیاں بن سکتی ہیں۔"

"الپا! میں اسرائیلی نئی خفیہ تنظیم کے متعلق کچھ نہیں جانتی لیکن اتنا جانتی ہوں کہ تم اس تنظیم کے سربراہ کی پابندیوں میں رہتی ہو اور میں آزاد فضاؤں میں اڑنے والی چڑیا ہوں۔ پنجرے کی چڑیا میری سہیلی کیسے بنے گی؟"

"کیا تم سپر ماسٹر کے لیے کام نہیں کر رہی ہو؟"

"میں آزاد ہوں' تمہاری تنظیم کے لیے بھی کام کر سکتی ہوں لیکن سہیلی کی نام پر اپنے پر کترنے کا موقع نہیں دوں گی؟"

"تم کن شرائط پر ہمارا کام کرو گی؟"

مرینا نے کہا۔ "تمہارے پاس فارمولوں کے آٹھ کاغذات ہیں اور میرے پاس چھ اصل دواؤں کے نام ہیں' میں ایک دوا کا نام بتاؤں گی اور تم سے ایک کاغذ لوں گی۔ اپنے ایک علم الابدان کے ماہر سے اس کاغذ کی تصدیق کرانے کے بعد دوسری دوا کا نام بتاؤں گی اس کے عوض تم سے دو کاغذات لوں گی۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ دوسری دوا کا نام بتا کر دو کاغذات کیوں لو گی؟"

"اس لیے کہ میرے پاس چھ مہرے ہیں اور تمہارے پاس آٹھ۔ میں اپنی شرائط کے مطابق بیلنس کروں گی۔ اسی طرح تمہارے کاغذات کی تصدیق کراتی جاؤں گی اور ایک ایک دوا کا اصل نام بتاتی جاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ کل کسی وقت آؤ۔ اس مسئلے پر مزید گفتگو ہو گی۔"

بلیک آدم نے سانس روک لی۔ مرینا دماغی طور پر اپنی رہائش گاہ میں حاضر ہو گئی۔ وہ تل ابیب کے ایک خوبصورت بنگلے میں تھی۔ یہ درست تھا کہ جب پارس ان فارمولوں کی نقل پاشا سے لکھوا رہا تھا اور باربرا پاشا کے اندر رہ کر دواؤں کے ناموں میں تبدیلیاں کر رہی تھی تب مرینا بھی چپکے سے پاشا کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی اس نے چھ اصل دواؤں کے نام اچھی طرح ذہن نشین کر لیے تھے۔

مرینا اُن دنوں باربرا کی معمولہ بنی ہوئی تھی۔ باربرا سے اس کی یہ چوری چھپ نہیں سکتی تھی اس نے پارس سے کہا۔ "مرینا فراڈ کر رہی ہے۔ کیا میں اس کے دماغ سے ان دواؤں کے نام مٹا دوں؟"

پارس نے کہا۔ "ہرگز نہیں' ہم نے ہر خیال خوانی کرنے والے کو دو دو کاغذات دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن یہودی دو سروں حصّوں کے کاغذات چھین کر لے گئے۔ مرینا کو اس کے حصے کے کاغذات نہیں ملے اس نے ان چھ دواؤں کے نام کمائے ہیں انہیں اس کے حصے میں رہنے دو۔"

اب وہ چھ دواؤں کے نام مرینا اور یہودیوں کے درمیان ایک کھیل تماشا شروع کر رہے تھے۔ وہ جے پرگولا کی معمولہ اور ا تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ کرتا نے لگی کہ کے ذریعے اس خفیہ تنظیم والوں سے معاملہ کہاں تک پہنچا ہے۔

جے پرگولا نے کہا۔ "میرے اس حکم پر عمل کرو کہ یہ مو جلدی ملے نہ ہو۔ اسے اس وقت تک طول دیتی رہو' جب تک خفیہ تنظیم کھل کر ہمارے سامنے نہ آجائے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں' اس یہودی تنظیم کا ایک بھی فرد نظر میں آئے گا تو تم اپنی شیطانی چالوں سے اسے غلام بنا کر ان سب جڑوں تک پہنچ جاؤ گے۔"

"ہاں' اسی لیے کہتا ہوں' اس معاملے کو طول دیتی رہو۔"

"میں یہی کروں گی؟"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ شام ہو رہی تھی۔ وہ سمندر کنارے بہترین ہوٹلوں اور کلبوں میں تفریح کرنا چاہتی تھی۔ ا بات کا خوف نہیں تھا کہ پہچان لی جائے گی۔ جے پرگولا نے اس دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ کوئی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ تھا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس بھی نہ کرتی۔ اس کا دماغ ا کھلی کتاب تھا۔ پرگولا نے اس کتاب میں لکھ دیا تھا کہ وہ ا نوجوان یہودی بیوہ ہے اور ایک بہت بڑی جیولری کی دکان کی ہے۔ ایک بیوہ کی زندگی کے تمام حالات نقش کرنے کے بعد ا کے دماغ میں یہ گرہ باندھ دی گئی تھی کہ وہ خواہ مخواہ خیال خ نہیں کرے گی۔ بہت اہم ضرورت کے تحت کہیں تنہا بیٹھ کر پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا کرے گی۔

یوں اسے پہچان لیے جانے کا اندیشہ نہیں رہا تھا۔ اس غسل کیا۔ بہترین لباس زیب تن کیا۔ آئینے کے سامنے بڑی تک اپنے حسن کو چار چاند لگاتی رہی پھر اپنی کار میں بیٹھ کر تا کے لیے نکل گئی۔

دوسری طرف شی تارا نے اسرائیل کے ایک حاکم سے ر کیا پھر کہا۔ "تم نے شاید شی تارا کا نام نہ سنا ہو لیکن تمہیر معلوم ہو گیا ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔"

حاکم نے کہا۔ "ہاں' تم میرے دماغ میں بول رہی ہو لیکر میرے پاس کیسے پہنچ گئیں؟"

"ابھی سی این این کا پروگرام دیکھ رہی تھی۔ تمہارا ا ریکارڈ کیا ہوا پروگرام نشر ہو رہا تھا۔ تم ایک مسلم اسٹیٹ خلاف بول رہے تھے۔ مجھے خوشی ہوئی' میں بھی مسلمانوں کی د ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "پھر تو میں یقین کرتا ہوں کہ تم ہندو ہو اور تمہارا نام شی تارا ہے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کو پیغام دو کہ میں ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد اسرائیلی وقت کے مطابق چھ بجے شام کو اس سے رابطہ کروں گی' اگر اس نے رابطے سے انکار نہ کیا تو فائدے میں رہے گی۔"

اس حاکم نے ایک اعلیٰ افسر کے ذریعے الپا تک پیغام پہنچا دیا۔ الپا نے برین آدم کو یہ بات بتائی۔ ان بھائیوں نے ایک عام سی عورت کو ایک خالی کمرے میں بٹھایا اور اس سے کہا۔ "تمہارے سامنے یہ مائیک ہے۔ تمہاری دماغ میں جو عورتیں بولیں گی' تم وہی باتیں زبان سے مائیک کے سامنے بولتی رہو گی۔ ہم دوسرے کمرے میں اسپیکر کے ذریعے سنتے رہیں گے۔"

شی تارا وقت مقررہ پر الپا کے پاس آئی۔ "میں اس وقت ایک عورت کے دماغ میں ہوں۔ تم بھی اس کی سوچ پڑھ کر اس کے اندر رہو۔ پھر مجھ سے باتیں کرتی رہو۔"

چند لمحوں کے بعد وہ دونوں باتیں کرنے لگیں۔ وہ عورت زبان سے ان کی گفتگو دہرانے لگی۔

الپا نے پوچھا۔ "ہاں تو بولو۔ کیا ان فارمولوں کے لیے آئی ہو؟"

"خوب سمجھتی ہو۔ ان دنوں اسرائیل کی سرزمین اسی ایک معاملے کے لیے اہم ہو گئی ہے۔ پارس نے بیج بو دیا ہے' یہاں طوفان کی فصل اگنے والی ہے۔"

"کیا یہی کہنے آئی ہو؟"

"کہنے کو تو بہت کچھ ہے' فی الوقت اتنا کہتی ہوں کہ میں نے یوسف الہران عرف پاشا کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔"

"یہ تم چونکا دینے والی بات کر رہی ہو۔ بائی دی وے اس میں سچائی کتنی ہے؟"

"سامنے کو کیا آنچ؟ کیا ابھی پاشا کے دماغ میں جا کر تصدیق کرو گی؟"

"ضرور میں اس کے لہجے کو پہچانتی ہو۔ کیا وہ سانس نہیں روکے گا؟"

"میں نے اپنے غلام کو حکم دیا ہے کہ وہ الپا کو خوش آمدید کہے۔"

الپا نے پاشا کے لہجے کو گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "خوش آمدید الپا! اس وقت میں ایک تاریک کمرے میں ہوں اور اپنی مالکہ کے حکم سے بھول گیا ہوں کہ کس ملک' کس شہر اور کس مکان میں ہوں۔"

الپا نے اس کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی پھر بولی۔ "یہ فریب ہو سکتا ہے۔ میں کیسے یقین کروں کہ تم واقعی پاشا ہو؟"

"میری ایک پہچان یہ ہے کہ فولادی دماغ رکھتا ہوں۔ کوئی مجھ میں ٹیلی پیتھی کے زلزلے پیدا نہیں کر سکتا۔ تم آزما لو۔"

اس نے زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ہنسنے لگا۔ اس نے دوسری تیسری بار پھر زلزلہ پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "اب جاؤ ورنہ تھک جاؤ گی۔"

الپا نے واپس آکر برین آدم سے کہا۔ "میں نے پاشا کے دماغ میں جا کر اس کے فولادی دماغ کو آزمایا ہے۔ واقعی شی تارا نے اسے غلام بنا لیا ہے۔"

پھر وہ اس عورت کے اندر آکر بولی۔ "شی تارا! اس میں شبہ نہیں ہے کہ تم نے شیر کو زنجیر پہنائی ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "تعریف یوں کرو کہ میں نے غیر معمولی فارمولوں کے سرچشمے کو اپنی مٹھی میں لیا ہے۔"

"تم اس تعریف کی مستحق نہیں ہو۔ یہ حقیقت سب جانتے ہیں کہ پاشا ان فارمولوں کو بھول گیا ہے۔ تم اس کے دماغ سے وہ فارمولے دوبارہ نہیں لکھوا سکو گی۔"

"الپا! ایک بچہ بھی اپنا سبق پوری طرح نہیں بھولتا ہے کچھ بھولتا ہے کچھ یاد رکھتا ہے۔ تم شاید نہیں جانتیں کہ پارس نے اس بت کے اندر بیٹھ کر پاشا سے ان فارمولوں کی نقل کرائی تھی۔"

"یہ بات میں جانتی ہوں۔"

"چونکہ دوبارہ نقل کیے زیادہ دن نہیں ہوئے ہیں اس لیے میں نے اس کی یادداشت میں جو کچھ بھی محفوظ تھا اسے دوبارہ لکھوا لیا ہے۔ خصوصاً ان چھ دواؤں کے اصل نام لکھوا لیے ہیں جنہیں پارس نے تبدیل کرایا تھا۔"

اس بات نے الپا اور تمام آدم برادرز کو چونکا دیا۔ اس طرح مرینا کے سلسلے میں بھی تصدیق ہو گئی کہ وہ چھ دواؤں کی تبدیلیوں کے متعلق درست کہہ رہی تھی۔

برین آدم واقعی بے مثال ذہانت کا مالک تھا۔ وہ ایکدم سے کچھ سوچ کر سیدھا بیٹھ گیا۔ اس نے فوراً ہی ایک پرچی میں تمام بھائیوں کے لیے لکھا۔ "میرے حکم کی تعمیل کرو۔ اس لمحے سے ایک لفظ بھی مُنہ سے نہ نکالنا' گونگے بنے رہو اور الپا تم شی تارا سے کہو ایک گھنٹے کے بعد اس عورت کے پاس آئے تب گفتگو ہو گی۔"

اس نے وہ پرچی تمام بھائیوں کو پڑھائی۔ وہ سب گونگے بن گئے۔ الپا نے کہا۔ "شی تارا! اب جاؤ اور ایک گھنٹے بعد اس عورت کے پاس آؤ پھر باتیں ہوں گی۔"

شی تارا سے رابطہ ختم ہو گیا۔ برین آدم نے دوسری پرچی لکھ کر گونگا حکم دیا۔ "دوسرے بنگلے میں چلو۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اس عورت کو لے کر دوسرے بنگلے میں آئے۔ وہاں برین آدم نے ایک پرچی کے ذریعے الپا کو حکم دیا کہ وہ بستر پر لیٹ جائے اور گہری نیند سو جائے۔

اس نے بستر پر لیٹ کر اپنے دماغ کو ہدایات دیں پھر چند لمحوں میں گہری نیند سو گئی۔ تب برین آدم نے دوسرے تمام برادرز سے پوچھا۔ "جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا؟"

سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ "مائی ڈیئر برادرز! ہماری سسٹر الپا نے پاشا کے دماغ میں جا کر غلطی کی مجھے فوراً ہی غلطی کا احساس نہیں ہوا تھا ورنہ میں اسے جانے سے روک دیتا۔"

ایک برادر نے پوچھا۔ "غلطی کیا ہوئی ہے؟"

"پاشا نے اپنے دماغ میں الپا کی آواز اور لہجے کو سن لیا ہے۔ اب الپا جس شہر اور جس مکان میں رہ کر ہم سے باتیں کرے گی وہ اپنی غیر معمولی سماعت سے سنتا رہے گا۔"

کئی برادرز نے کہا۔ "اوہ گاڈ! ہم پاشا کی اس غیر معمولی صلاحیت کو بھول گئے تھے۔"

"اگر پاشا یا شی تارا کا کوئی آلۂ کار قتل ایبب میں ہے تو پاشا شی تارا کے ذریعے اس کی راہنمائی الپا کی خفیہ رہائش گاہ تک کر سکتا ہے وہ اس شہر میں رہ کر الپا کی آواز کی سمت کا تعین کر سکتا ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "ذرا سی غلطی کے باعث مجھے ایک بار پھر الپا پر تنویمی عمل کر کے اس کی آواز اور لہجے کو بدلنا ہو گا۔ یوں پاشا پھر اس کی آواز کو نہیں پا سکے گا۔"

ایک نے پوچھا۔ "کیا شی تارا ہم میں سے کسی کی آواز پاشا تک پہنچا سکتی ہے؟"

"نہیں۔ شی تارا زیادہ سے زیادہ ہماری آواز نقل کر سکتی ہے۔ نقل کرنے سے پاشا اصل تک نہیں پہنچ پائے گا۔ لہٰذا اب شی تارا آئے گی تو ہمارا برادر ٹیری آدم اس سے باتیں کرے گا۔"

ٹیری نے پوچھا۔ "میں اس سے کیا کہوں گا؟"

"تمہارے سامنے کمپیوٹر ہو گا۔ میں کمپیوٹر کی اسکرین پر جو تحریر پیش کروں گا' وہی تم اس سے کہتے رہو گے۔"

تمام برادرز اس عورت کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ برین آدم نے الپا کو جگایا اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر بولا۔ "تم کچھ نہیں بولو گی۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ میری معمولہ بن جاؤ۔ میری آنکھوں میں دیکھتی رہو۔ دیکھتی رہو۔ آہستہ آہستہ آنکھیں بند کر کے سو جاؤ لیکن تمہارے کان میری آواز سنتے رہیں گے اور تمہارا دماغ میرے احکامات کا پابند ہوتا چلا جائے گا۔"

اس نے آدھے گھنٹے میں الپا کی آواز اور لہجے کو بدل ڈالا۔ شی تارا وقتِ مقررہ پر آئی تو ٹیری نے کمپیوٹر کی اسکرین کو پڑھتے ہوئے اس عورت کے دماغ میں آ کر کہا۔ "ہیلو شی تارا! تمہیں یہ سن کر خوشی نہیں ہو گی کہ اسرائیل میں مجھ جیسے ایک یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہو گیا ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "مجھے حیرانی ہو رہی ہے۔ یہ لوگ تمہیں کس جنگل سے پکڑ کر لائے ہیں؟"

"کیا تم اسرائیل کو جنگل سمجھ کر الپا کو شکار کرنے آئی تھیں؟"

"میں بھلا الپا کو کیسے ٹریپ کر سکتی ہوں؟"

"ذرا اپنے پاشا سے پوچھو' اس نے گھنٹا بھر پہلے الپا کی جو آواز سنی تھی' اب وہ سنائی دے رہی ہے۔"

شی تارا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مانتی ہوں۔ اس بار یہودی خفیہ تنظیم میں بڑے ذہین لوگ آئے ہیں۔ مجھے ایک گھنٹے کے لیے ٹرانس الپا کی آواز اور لہجے کو بدل ڈالا ہے۔"

"کیا تم سمجھتی ہو کہ تمہارا یہ فراڈ ظاہر ہونے کے بعد ہم کسی بھی معاملے میں تم پر بھروسا کریں گے؟"

"ہو سکتا ہے ابھی نہ کرو لیکن فارمولوں کے معاملے میں بھروسا کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ مرینا ان اصل دواؤں کے نام جانتی ہے' اس سے سودا ہو سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے' دو دکانیں کھلی ہوئی ہیں۔ ایک دکان کا مال کمزور ہوا تو دوسری دکان میں آنا ہی پڑے گا۔"

"میں مانتا ہوں' دو مخالف گروہ کبھی ایک دوسرے سے دشمنی کرتے ہیں اور کبھی حالات کے تحت سمجھوتا کرتے ہیں۔ یہ بتاؤ' تمہاری دکان سے مال خریدنا چاہیں تو اس کی قیمت کیا ہو گی؟"

"جیسا کہ تم جانتے ہو' پاشا کو مکمل فارمولے یاد نہیں ہیں۔ سب تحریر کی صورت میں تمہارے پاس ہیں۔ اس طرح میرے تمہارے پاس رکھی ہوئی تحریر کی محتاج ہوں اور تم چھ اصل دواؤں کے ضرورت مند ہو۔"

"ہمیں وہ اصل نام کس طرح معلوم ہوں گے؟"

"میرا ایک آلۂ کار تمہارے پاس آئے گا۔ تم اس کے دماغ میں رہ کر فارمولے کے پہلے دو کاغذات پڑھو گے۔ میں اپنے آلۂ کار کے دماغ میں سنتے ہوئے انہیں نوٹ کروں گی پھر تمہیں ایک دوا کا نام بتاؤں گی۔ ابتدا میں دو دواؤں کے ناموں کے عوض چار کاغذات لوں گی پھر باقی چار دواؤں کے عوض ایک ایک کر کے چار کاغذات وصول کروں گی۔"

"ہم تمہاری شرائط پر غور کریں گے۔ کل کسی وقت ہم سے رابطہ کرو۔"

شی تارا اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اس وقت دائی ماں کچن میں تھی۔ پاشا کو شی کی ایکسی سے نکل کر ایک کار میں بیٹھ رہا تھا۔ تارا نے ڈرائیور سے کہا تھا کہ وہ اسے دہلی شہر کی سیر کرائے اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ اس شہر کے گلی کوچوں کو ذہن نشین کرے۔ ایک بار اس نے پوچھا تھا۔ "شی تارا! تم کہاں ہو؟"

"میں دوسرے شہر میں رہتی ہوں۔ تم جس عورت کی کوٹھی ایکسی میں رہتے ہو' وہ عورت میری معمولہ ہے اور بے جان میرے متعلق کچھ نہیں جانتی ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔"

"ہم ایک ساتھ رہیں گے تو کسی وقت ایک ساتھ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ ہم دور رہ کر ہی مصیبت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔ جاؤ تفریح کرو۔"

وہ کار میں بیٹھ کر دہلی کی سیر کرنے چلا گیا۔ اسے یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ جس عورت کی کوٹھی میں رہتا ہے' وہ شی تارا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھی رہی پھر عادل کے دماغ میں گئی۔ وہ قتل ایبب پہنچ چکا تھا۔ اپنا نام اور اپنا مذہب بھول چکا تھا۔ موجودہ حالات میں ایک یہودی تھا۔ اس کا نام ہیری تھا۔ ہیری کا باپ رابسن شوز فیکٹری کا مالک تھا۔ تین ماہ پہلے مر چکا تھا۔ اس کا اور کوئی عزیز نہیں تھا۔

ہیری نے بچپن سے اب تک امریکا کے ایک شہر اوناوا میں زندگی گزاری تھی۔ چونکہ اسرائیل کے متعلق اور اپنی شوز فیکٹری کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا اس لیے اس کے باپ کا ایک پرانا وفادار منیجر اس کے ساتھ رہتا تھا۔ شی تارا نے اس منیجر کو بھی اپنے قابو میں کر رکھا تھا۔ وہ منیجر' عادل کو اپنا نیا مالک ہیری رابسن سمجھ رہا تھا۔

عادل جوڈو کراٹے جانتا تھا۔ شی تارا نے اس کے دماغ کو اتنا حساس بنا دیا تاکہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے۔ سونیا کی وہ انگوٹھی دشمنوں کے لیے اب راز نہیں رہی تھی۔ سب جان گئے تھے کہ اس کے اندر اعصابی کمزوری پیدا کرنے والی دوا ہوتی ہے۔ اس انگوٹھی میں ایک خفیہ سا ننھا سا بٹن ہوتا ہے جسے دبانے سے ایک ننھی سی سوئی باہر آتی ہے۔ وہ سوئی جس کے بدن میں پیوست ہو جائے' وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

شی تارا نے ایسی ہی ایک انگوٹھی عادل کی ایک انگلی میں پہنا دی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ عام حالات میں اس انگوٹھی کی خاصیت اور اہمیت کو بھولا رہے گا۔ جب شی تارا کو کسی پر شبہ ہو گا اور وہ اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گی تو عادل سے اس انگوٹھی کو آپریٹ کرائے گی پھر اس شخص کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اس کی اصلیت معلوم کرے گی۔

اس نے عادل کے خیالات پڑھے۔ وہ شوز فیکٹری کا معائنہ کر کے آیا تھا اور اب غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر بہترین سوٹ پہن کر منیجر کے ساتھ قتل ایبب شہر کی سیر کرنے جا رہا تھا۔ شی تارا چاہتی تھی' وہ اس شہر کو اچھی طرح دیکھ سمجھ لے اس لیے اسے منیجر کے ساتھ جانے دیا چونکہ ابھی عادل سے کوئی خاص کام نہیں لینا تھا۔ اس لیے اس کے دماغ سے چلی گئی۔

منیجر کار ڈرائیو کرتا رہا اور اسے قتل ایبب کے مختلف علاقوں کے متعلق بتاتا رہا۔ اس نے ایک قبرستان کی طرف سے گزرتے ہوئے کہا۔ "یہ ہم یہودیوں کا قبرستان ہے لیکن یہاں ایک ایسی مشہور قبر ہے' جس پر مسلمان چراغ جلاتے اور پھول چڑھاتے ہیں۔"

عادل نے پوچھا۔ "یہ کس کی قبر ہے؟"

"شیبا کی۔ وہ یہودی تھی' ٹیلی پیتھی جانتی تھی۔ فرہاد علی تیمور کو دل و جان سے چاہتی تھی۔"

"فرہاد؟" عادل نے چونک کر کہا۔ "گاڑی روکو۔ یہ نام مجھے جانا پہچانا لگ رہا ہے۔ مجھے وہ قبر دکھاؤ۔"

گاڑی رک گئی پھر گھوم کر قبرستان کے اندر جانے لگی۔ منیجر نے کہا۔ "فرہاد کا بیٹا پارس جب چھوٹا تھا تب اس نے کافی عرصہ تک شیبا کی گود میں پرورش پائی تھی بعد میں پارس نے یہاں آ کر تنہائی مچا دی تھی۔ یہودی حکام سے اقرار کرایا تھا کہ انہوں نے اپنی ہی یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو صرف اس لیے دھوکے سے قتل کرا دیا تھا کہ وہ ایک مسلمان فرہاد سے شادی کرنے والی تھی۔"

وہ اس قبر کی خوبصورت چار دیواری کے پاس پہنچ گئے۔ منیجر نے کہا۔ "یہ خوبصورت اور قابلِ دید چار دیواری پارس کے حکم سے بنائی گئی ہے۔ کسی کی قبر پر چراغ جلے یا نہ جلے یہاں تمام رات چراغوں کی روشنی رہتی ہے۔"

عادل نے وہاں پہنچ کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ وہ اپنے کسی فرہاد بھائی جان کو بہت چاہتا ہے۔ چونکہ شی تارا نے تنویمی عمل کے دوران خاص طور پر یہ حکم نہیں دیا تھا کہ وہ فرہاد کو بھول جائے اس لیے وہ نام کچھ کچھ یاد آ رہا تھا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ یہودی ہے پھر کوئی مسلمان اس کا بھائی جان کیسے ہو سکتا ہے؟

وہاں ایک چار دیواری پر شیبا' فرہاد اور پارس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہوا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان کے مذاہب الگ تھے مگر ان کی محبتیں ایک تھیں۔ وہ یہودی اور مسلمان تھے مگر ماں بیٹے تھے۔ اس طرح عادل سمجھ رہا تھا کہ وہ بھی انسانیت کے رشتے سے فرہاد علی تیمور کا بھائی ہے۔

وہ شیبا کی قبر پر چراغ جلا کر واپس جانے لگا مگر اس کے اندر میرا نام گردش کرنے لگا تھا۔ وہ سمندر کے ساحل پر گھومتا ہوا ایک نائٹ کلب میں آیا۔ وہاں حسینوں کا میلہ سا لگا ہوا تھا۔ جسے دیکھو' وہی دلبر لگتی تھی۔ کچھ ڈانسنگ فلور پر رقص کر رہی تھیں کچھ کاؤنٹر کے آس پاس اور کچھ میزوں کے اطراف نظر آ رہی تھیں۔ ان میں مرینا بھی تھی' ایک میز پر تنہا تھی۔ کئی رئیس زادوں نے اس سے لفٹ لینی چاہی لیکن وہ سب سے کتراتی رہی' اس کے بدن پر بیش قیمت ہیرے جواہرات تھے۔ یوں بھی وہاں کی دولت مند لڑکیوں سے ایک بہت بڑی جیولری کی دکان کی مالکہ کی حیثیت سے جانتے تھے۔

عادل نے اس کے پاس آ کر کہا۔ "تم دیکھ رہی ہو کہ یہاں کوئی اور میز خالی نہیں ہے۔ اس لیے یہاں بیٹھنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "صاف کیوں نہیں کہتے کہ لفٹ حاصل کرنا چاہتے

ہو۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولا۔ "حسین عورتیں گھروں میں' ہوٹلوں اور کلبوں میں' فٹ پاتھوں اور سڑکوں پر مل جاتی ہیں' تم کوئی نرالی حسینہ نہیں ہو پھر میرے منیجر نے تمہیں دور سے دیکھ کر بتا دیا تھا کہ تم بیوہ ہو اور سیکنڈ ہینڈ ہو پھر تمہیں خوش فہمی کس بات کی ہے۔"

وہ غصے سے بولی۔ "تم۔ تم نے مجھے سیکنڈ ہینڈ کہنے کی جرات کیسے کی؟ جانتے ہو میں کون ہوں؟"

وہ اسے سزا دینے کے لیے اس کے اندر پہنچ کر اسے دماغی اذیت دینا چاہتی تھی لیکن خیال خوانی کی پرواز نہ کر سکی۔ اسے یاد آیا جے پرگولا نے اس کے دماغ میں یہ گرہ باندھ دی ہے کہ وہ سرِعام خیال خوانی نہیں کرے گی جب جان پر بن آئے گی تو اپنی سلامتی کے لیے ٹیلی پیتھی کا سہارا لے گی۔ ورنہ صرف تنہائی میں جب چاہے خیال خوانی کر سکتی ہے۔

وہ اسے گھور کر دیکھتے ہوئے بولی۔ "میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ پہلے میں اس میز پر آئی ہوں۔ یہاں کے اصول کے مطابق تمہیں جبراً اٹھا دیا جائے گا۔"

"میڈم حسینہ! غصہ تھوک دو۔ میں جھگڑا نہیں کرنا چاہتا۔ میرا ذہن کچھ الجھا ہوا ہے۔ میرے دماغ کے اندر کچھ ہو رہا ہے۔"

مرینا کا تعلق دماغی معالات سے تھا۔ اس لیے اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے اس کے سر کو دیکھا پھر پوچھا۔ "تمہارے دماغ میں کیا ہو رہا ہے؟ تم کون ہو؟"

"میرا نام ہیری ہے۔ میں ایک یہودی ہوں مگر محسوس کر رہا ہوں کہ ایک مسلمان سے کوئی رشتہ ہے۔ کیا تم نے فرہاد بھائی جان کا نام سنا ہے؟"

مرینا کی سانس اوپر کی اوپر رہ گئی۔ میرے نام نے اس کے اندر ایک دھماکا سا پیدا کیا۔ وہ گھبرا کر بولی۔ "کک۔ کیا تمہارے دماغ کے اندر کوئی ہے؟"

عادل نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیا بے تکا سوال ہے۔ دماغ خالی تو نہیں ہوتا۔ اس میں کچھ ہوتا ہے۔"

"میں پوچھ رہی ہوں' تمہارے اندر کون ہے؟"

"کون ہے نہیں' کیا ہے پوچھنا چاہیے۔ یہاں اس کھوپڑی کے اندر مغز ہے۔"

"یہ فرہاد بھائی جان کون ہے؟"

"یہی تو معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی پارس کی والدہ ماجدہ شیبا کی قبر پر چراغ جلا کر آ رہا ہوں۔ تم نے شیبا مرحومہ کا نام سنا ہو گا؟"

وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ یوں لگا جیسے میں اس احمق نوجوان کے ذریعے اسے چاروں طرف سے گھیرنے والا ہوں یا وہ گھر چکی ہے۔ عادل نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ کوئی جواب دیے بغیر تیزی سے ایک طرف جانے لگی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پیچھے آنے لگا۔ یہ مزید گھبرا گئی۔ دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ پہچان لی گئی ہے۔ اس نے پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہو؟ بات کیا ہے؟"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے بولی۔ "میں ٹائلٹ جا رہی ہوں۔ میز پر میرا انتظار کرو۔"

اس نے "اچھا" کہا اور سر ہلا کر میز کی طرف گیا۔ وہ ٹائلٹ کی طرف گئی پھر راستہ بدل کر کلب سے باہر آ گئی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے میرے یا پارس کے آلۂ کار اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔ وہ اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی ویران ساحل کی طرف جانے لگی۔

عادل نے میز کی طرف واپس جاتے وقت مرینا کو راستہ بدلتے دیکھ لیا تھا۔ اس نے تعجب سے سوچا' یہ ٹائلٹ کا راستہ بھول گئی ہے جب کہ صاف طور پر تیر کے نشان کے ساتھ ایک دیوار پر واش روم لکھا ہوا ہے' وہ اسے بھٹکنے سے روکنے اور ٹائلٹ کی نشاندہی کرنے کے لیے اس کے پیچھے لپکا۔ باہر آ کر دیکھا تو وہ کار میں بیٹھ کر جا رہی تھی۔ وہ بڑبڑایا۔ "عجیب عورت ہے' ٹائلٹ سے کام چل سکتا ہے اس کے لیے ویران ساحل کی طرف جا رہی ہے۔"

وہ واپس گھوم کر اندر جانا چاہتا تھا پھر خیال آیا' اتنے قیمتی ہیرے جواہرات پہنے ہوئے ہے۔ ویرانے میں اسے بدمعاش لوٹ لیا تو مال بھی لے جائیں گے اور اس کے حسن و شباب کا کام بھی کر دیں گے۔

وہ اسے روکنے کے لیے اپنی گاڑی کی طرف دوڑتا ہوا گیا۔ اس کی گاڑی نہیں تھی۔ منیجر اسے کہیں لے گیا تھا۔ اس نے مرینا کی کار کو جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر دوڑتے ہوئے چیخ کر بولا۔ "رک جا۔ اری او بیوہ حسینہ رک جا۔۔۔"

وہ دوڑتا ہوا ایک نہایت ہی قیمتی اور خوبصورت کار کے پاس آیا۔ ایک بہت ہی اسمارٹ قد آور شخص دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھنے جا رہا تھا۔ وہ اسے پکڑ کر بولا۔ "بھائی صاحب! پلیز اپنی سفید کار کے پیچھے چلو۔ وہ بیوہ خطرے میں ہے۔"

وہ اپنے آپ کو چھڑاتے ہوئے بولا۔ "بیوہ خطرے میں۔ میں کیا کروں۔ دوسری گاڑی میں جاؤ۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ عادل اچھل کر اس کی گود میں آ گیا۔ غصے سے بولا۔ "شرم نہیں آتی۔ اتنے ہٹے کٹے مرد ہو کر ایک عورت کی مدد نہیں کر سکتے۔"

"ارے' تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

اس نے عادل کو ایک گھونسا رسید کیا مگر اسے اپنے اوپر سے ہٹا نہ سکا۔ عادل نے جواباً گھونسا رسید کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے پاس ہیرے جواہرات ہیں' چور بدمعاش اسے قتل کر دیں گے۔"

دونوں میں زبردست مقابلہ ہونے لگا۔ وہ ایک دوسرے سے کم نہیں تھے کار کے اندر الٹ پلٹ رہے تھے۔ اِدھر سے اُدھر ٹکرا رہے تھے۔ اس طرح ٹکرانے کے دوران عادل کی انگوٹھی کا خفیہ بٹن دب گیا۔ ننھی سی سوئی باہر نکل آئی۔ اس نے مقابلے کے دوران اس کی گردن پکڑی تو وہ سوئی گردن میں پیوست ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے مقابل کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے پڑنے لگی۔ عادل نے تعجب سے دیکھ کر کہا۔ "عجیب پہلوان ہے۔ زبردست مقابلہ کرتے کرتے اچانک ہی ڈھیلا پڑ گیا۔"

اس نے ڈھیلے شخص کو دھکیل کر ساتھ والی سیٹ پر پہنچایا پھر دروازہ بند کر کے گاڑی اسٹارٹ کی اسے آگے بڑھایا جدھر مرینا گئی تھی' ادھر تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگا۔

وہ جو آدم برادرز کی خفیہ تنظیم قائم ہوئی تھی' اس کا بڑا چرچا بھی تھا اور بڑی دہشت بھی تھی کہ جانے ان یہودیوں نے کیسی خطرناک تنظیم بنائی ہے۔ امریکی حکام اسے بے نقاب کرنا چاہتے تھے۔ شی تارا اس تنظیم کی جڑوں تک پہنچنا چاہتی تھی۔ جے پرگولا اپنے مقابلے میں یہودی تنظیم کو کمزور بنانا چاہتا تھا اور ہم بھی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ گولڈن برنیز کے بعد وہ نئی یہودی شیطانی ٹولی کس قدر مخدش ہے لیکن ہم میں سے کوئی ابھی تک اس کے سرغنہ برین آدم کا نام تک معلوم نہیں کر پایا تھا۔

اسے کہتے ہیں مقدر کا کھیل۔ شی تارا پر کبھی کوئی قابو نہیں پا سکا تھا۔ اسے ایک احمق عادل چٹکیوں نے پہلی بار چت کر دیا تھا۔ اس بار آہ! کاش ہم میں سے کسی کو معلوم ہوتا کہ اس احمق نے برین آدم کو چت کر دیا ہے۔

برین آدم اپنی خفیہ رہائش گاہ میں تنہا تھا۔ وہ تنہا ڈائننگ میز پر بیٹھا رات کا کھانا کھا رہا تھا پھر اچانک ہی دل گھبرانے لگا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے۔ ہاتھوں سے کھانے کا چمچہ اور کانٹا چھوٹ کر گر پڑے وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے میز کا سہارا لے کر اٹھنا چاہتا تھا کہ فوراً ہی فون کر کے الپایا کسی برادر کو مدد کے لیے اپنے پاس بلائے مگر دو قدم چلتے ہی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔

تھوڑی دیر پہلے اس نے اپنی گردن میں سوئی کی چبھن محسوس کی تھی۔ اب اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ کسی نے اس کے جڑواں بھائی کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا ہے۔

وہ فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ اس نے لمبی لمبی سانسیں لیتے ہوئے سر اٹھا کر دیکھا۔ ٹیلیفون اس سے تقریباً دس فٹ کے فاصلے پر تھا۔

اگر اس نے وہ فاصلہ طے کر لیا تو عادل کی شامت آ جائے گی اور اگر نہ کر سکا تو عادل یہودیوں کو شہ مات دینے میں ہم سب سے بازی لے جائے گا۔

اے فاصلے! تو سکڑتا کیوں نہیں؟ اے وقت تو گزرتا کیوں نہیں؟

مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوریاں

وہ تمام کہانیاں جو اب تک لکھی گئی ہیں

قیمت ۲۵/- روپے

ڈاک خرچ ۱۰/- روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

اِدھر یہ اور اُدھر وہ۔ دونوں ہی عذاب میں مبتلا تھے۔

دونوں نے جڑواں پیدا ہونے کے بہت فائدے اٹھائے تھے لیکن آج نقصان اٹھا رہے تھے۔

یہ پچھلے باب میں بیان ہو چکا ہے کہ وہ ٹیلیفون یا ٹرانسمیٹر کے بغیر ایک دوسرے کو اپنی خیریت سے آگاہ کرتے تھے۔ ضرورت کے وقت چند گھنٹوں میں خصوصی ہیلی کاپٹر یا طیارے کے ذریعے آکر ملاقات کرتے تھے اور کسی مصیبت کے وقت مخصوص اشارے کے ذریعے ایک دوسرے سے دور رہتے تھے۔

اگر ایک کے پیٹ میں درد ہوتا تو دوسرا بھی وہی درد محسوس کرتا۔ یہ تو قدرت کا ایک مذاق تھا لیکن پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ ایک کو کوئی حادثہ پیش آیا ہو تو دوسرا بھی اس حادثے کی چوٹیں اور تکالیف محسوس کر رہا ہو۔ اس رات پہلی بار ان پر یہ افتاد آن پڑی تھی۔

برین آدم فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ بے حد کمزوری کے باعث اس نے حوصلہ کیا۔ اسی طرح لیٹے ہی لیٹے چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگنے کی کوشش کی۔ ٹیلیفون دس فٹ کے فاصلے پر تھا۔ کسی طرح وہاں پہنچ جاتا تو ہاتھ بڑھا کر اپنے الپایا دوسرے آدم براورز کو مدد کے لیے بلا لیتا لیکن وہ بہ وقت تین فٹ تک رینگ کر حوصلہ ہار گیا۔ آگے رینگنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ شکست خوردہ پہلوان کی طرح چاروں شانے چت ہو کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ چھت کو یوں تکنے لگا جیسے آسمان کو دیکھ کر خدا کو پکار رہا ہو۔

ڈوبتے ہوئے ذہن نے یہ سمجھا دیا تھا کہ اب تب میں بے ہوشی طاری ہو گی اور وہ تب تک ہوش میں نہیں آئے گا جب تک جڑواں بھائی کو طبی امداد حاصل نہیں ہو گی اور اگر دوسرا بھائی اس کی طرح تنہا اور بے یار و مددگار طبی امداد کا محتاج ہو گا تو پھر دونوں کا خدا ہی حافظ ہے۔

دوسرا برین آدم کار کی اگلی سیٹ پر آدھا بیٹھا آدھا لیٹا ہوا تھا۔ ہاتھ پیروں میں جیسے جان نہیں رہی تھی۔ وہ بے ہوش ہونے کی حد تک کمزوری محسوس کر رہا تھا اور رحم طلب نگاہوں سے عادل کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے بڑی مشکل سے زبان کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔ "پلیز مجھے فوراً میڈیکل ایڈ پہنچاؤ۔"

عادل تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا آگے جانے والی مرینا کی کار کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "تمہیں طبی امداد مل جائے گی۔ عجیب آدمی ہو، اچانک لڑتے لڑتے ایسے ڈھیلے پڑ گئے ہو جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔"

برین آدم اور کچھ کہنا چاہتا تھا مگر نقاہت سے کراہنے لگا۔

عادل نے کہا۔ "اِدھر تم بیمار ہو، اُدھر وہ بیوہ حسینہ خطرے میں ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں پہلے ایک عورت کی مدد کروں۔"

مصیبت کے وقت جب ایک بھائی اپنے دائیں پیر میں کوئی چیز چبھوتا تھا تو دوسرے کو معلوم ہو جاتا تھا کہ بھائی کسی اہم ضرورت سے بلا رہا ہے۔ اس نے کار میں نیم دراز رہ کر اپنے دائیں پاؤں میں زور کی چٹکی لی۔ دوسری طرف دوسرے برین آدم نے اپنے دائیں پاؤں کے اس حصے میں تکلیف محسوس کی۔ سمجھ گیا کہ بھائی بلا رہا ہے۔

مگر کہاں بلا رہا ہے؟ اور بلاتے وقت یہ کیوں نہیں سمجھ رہا کہ دوسرا بھی اس کی طرح چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہا ہو گا۔

ایسی اضطراری کمزوری میں آدمی زیادہ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا۔ کار والے بھائی نے سوچا، شاید کمزوری کے باعث اپنے پیر میں زور سے چٹکی نہیں لے پایا تھا۔ دوسرے بھائی نے اس چٹکی کی تکلیف محسوس نہیں کی ہے لہٰذا اسے اپنی مصیبت سے آگاہ کرنے کے لیے وہ رونے لگا۔

عادل ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔ کئی کاروں کے درمیان مرینا کی کار گم ہو گئی تھی۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ پیچھے رہ گئی ہے یا بہت آگے نکل چکی ہے۔ ایسے میں برین آدم نے رونا شروع کیا تو وہ جھنجلا گیا۔ ڈانٹ کر بولا۔ "خاموش رہو۔ عورتوں کی طرح روتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

سوچا جائے تو واقعی شرم کی بات تھی۔ ایک خطرناک مشن کے سربراہ، اسرائیلی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے سروں پر بیٹھ کر حکومت کرنے والا ایک ذہین شخص رو رہا تھا۔ وقت نمرود اور فرعون کو بھی رلاتا ہے۔ بڑی بڑی سپر طاقتوں کو بھی گھٹنوں پر جھکا دیتا ہے۔ افسوس کہ ایسا رونے کا وقت آنے سے پہلے کوئی طاقت ور اپنے غرور سے باز نہیں آتا۔

دوسری طرف فرش پر پڑا ہوا برین آدم بھی رونے لگا تھا، اگرچہ رونا نہیں چاہتا تھا تاہم دوسرے بھائی کے آنسو رلا رہے تھے۔ ذرا دیر بعد ہی دونوں چپ ہو گئے۔ دونوں پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

کوئی سمجھ سکتا ہے کہ عادل نے ناداستگی میں کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا تھا۔ یہودی خفیہ تنظیم کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی تھی۔ ایک ہی تیر سے دو شکار کیے تھے۔ ایک کار میں دوسرا اپنی خفیہ رہائش گاہ میں پڑا ہوا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں، وہ تیرے شکار کے پیچھے بھی جا رہا تھا۔ مرینا کی بھی شامت آئی تھی۔

مرینا سہمی ہوئی تھی۔ عادل نے ڈائننگ ہال میں میرا اور اس کا ذکر کچھ اس انداز میں کیا تھا جیسے ہم میں سے کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ کے اندر ہو اور اس کے ذریعے مرینا کو پہچان رہا ہو۔

وہ فوراً ہی عادل سے دور جا کر پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں آ کر اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اگر سامنے رہ کر خیال خوانی کرتی تو عادل کے دماغ میں رہنے والے اسے لیتے جب کہ بیچارے کے دماغ میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔

وہ بہت دور تک ڈرائیو کرتی ہوئی گئی جب یقین ہو گیا کہ خطرے سے بہت دور چلی آئی ہے تو اس نے کار روک دی۔ خلیج سمندری ہوا کھڑکی کے راستے آ رہی تھی۔ گھبراہٹ دور ہو رہی تھی۔ اس نے اطمینان کی سانس لے کر خیال خوانی کی پرواز عادل کے پاس پہنچی۔ وہ صرف سانس روک کر ہی نہیں گاڑی روک کر بھی سوچنے لگا۔ "ابھی میرے دماغ میں کیا ہوا تھا۔ میں نے ایک سانس کیوں روک لی تھی؟"

مرینا نے سوچا۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کیا یا تو وہ یوگا کا ماہر ہے یا پھر کسی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔

پھر ایک بات یہ سمجھ میں آئی کہ عادل کے دماغ میں فی الحال کوئی نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو وہ مرینا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرتا لیکن ایک تجسس پیدا ہو گیا کہ وہ نوجوان کون ہے؟ اس نے اپنی قبر پر چراغ کیوں جلایا تھا اور ایک یہودی ہو کر فرہاد کو بھائی جان کیوں کہہ رہا تھا؟

یہ سوالات خود فرہاد بھی کر رہے تھے اور جوابات حاصل کرنے کی ترغیب بھی دے رہے تھے اور ایک بات جو دل میں دھڑک رہی تھی، وہ یہ تھی کہ نوجوان بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اگر اس کا دماغ سانچے کے قابو میں آ جاتا تو اسے اپنا دوست بنا کر قریب میں کچھ اچھے لمحات گزار لیتی۔

وہ خیالات سے چونک گئی۔ وہ جہاں بیٹھی ہوئی تھی ادھر کا دروازہ اچانک ہی کھلا۔ دو افراد نظر آئے۔ اس نے کار کے دوسرے دروازے کی طرف جانے کے لیے سر گھمایا۔ ادھر بھی ایک شخص کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میری جان! اس بھری جوانی میں تنہائی اچھی نہیں ہوتی۔ ہماری بن جاؤ۔ ہمیں اپنا بنا لو۔"

وہ چیخ کر بولی۔ "کون ہو تم لوگ؟"

"ہم مال کے بھوکے ہیں۔ تم ہی کیا کم تھیں کہ اوپر سے ہیرے جواہرات لاد کر چلی آئی ہو۔ جب ایسی دعوت مل رہی ہو تو ہمارے جیسے کتنے ہی گدھ آئیں گے۔"

ایک نے اس کے گریبان پر ہاتھ ڈالا پھر قیمتی نیکلس ایک جھٹکے سے کھینچ لیا۔ دوسرے نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ وہ چیخنے لگی۔ اسی وقت اس کا منہ کھلا۔ ایک نے ریوالور کی نال اس کے منہ میں گھسا کر کہا۔ "خبردار! ذرا بھی آواز نکلی تو... آگے خود سمجھ دار ہے۔"

وہ چپ ہو گئی۔ وہ تینوں اسے کار سے باہر لا کر اس کے بدن سے زیورات اتارنے لگے۔ جے پر گولائے اس کے دماغ کو خیال خوانی کے محاصرے میں پابند رکھا تھا۔ تنویمی عمل کے مطابق وہ تنہائی میں خیال خوانی کر سکتی تھی یا پھر کبھی جان پر بن آئے تو یہ ہتھیار استعمال کر سکتی تھی۔

اب یہ ہتھیار استعمال کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ اس نے ریوالور والے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اس کے منہ کے اندر سے ریوالور نکال لیا پھر اپنے دونوں ساتھیوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ تمام ہیرے جواہرات کار کے اندر رکھ دو۔"

ایک نے پوچھا۔ "ہم یہ مال کار میں کیوں رکھیں۔ ہم اسے آپس میں تقسیم کریں گے۔"

وہ مرینا کو ریوالور دیتے ہوئے بولا۔ "میڈم! اسے سنبھالو۔ میں ان دونوں کو سنبھالتا ہوں۔"

دونوں ساتھیوں نے چیخ کر کہا۔ "ابے دماغ چل گیا ہے! جس کا مال لوٹ رہا ہے اسے ہی ریوالور دے رہا ہے۔"

اس نے دونوں ساتھیوں پر چھلانگ لگائی پھر تینوں میں جنگ چھڑ گئی۔ مرینا نے تھوڑی دیر یہ تماشا دیکھا پھر ایک فائر کیا۔ وہ تینوں ریت پر گر کر اسے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولی۔ "چلو اٹھو۔ میرے تمام زیورات گاڑی میں رکھ دو۔"

وہ ریت پر سے اٹھ کر کپڑے جھاڑتے ہوئے کار کی طرف گئے۔ ان کے ساتھ مرینا نے ادھر گھوم کر دیکھا۔ عادل اس کی کار کے بونٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ نظریں ملتے ہی بولا۔ "تم نے تو کمال کر دیا عورت ہو کر تین مردوں کو محکوم بنا لیا۔ مجھے ہیرو بننے کا موقع دیتیں تو تم سے دوستی کا ایک بہانہ بن جاتا۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "فلموں میں ایسی سچویشن ہوتی ہے لیکن میں تم جیسے درجنوں ہیروز پر بھاری پڑوں گی۔"

ان تینوں نے وہ تمام زیورات گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیے تھے۔ مرینا نے کہا۔ "میں خون خرابا نہیں چاہتی۔ فوراً ہی اتنی دور بھاگ جاؤ کہ اس ریوالور کی گولی تمہیں چھو نہ سکے۔"

وہ تینوں وہاں سے بھاگنے لگے۔ اس نے ریوالور کا رخ عادل کی طرف کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم ٹائلٹ کے لیے غلط جگہ آ گئی ہو۔ وہاں کلب میں آرام سے فارغ ہو سکتی تھیں۔ یہی سمجھانے آیا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ سچ سچ بتاؤ کیوں تعاقب کر رہے ہو؟"

"سچ کہتا ہوں، تم پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا ہوں۔"

"تم پھر بکواس کر رہے ہو۔ میں گولی مار دوں گی۔"

"مارنا ہو تا تو ان تینوں کو نہ چھوڑتیں۔ کیا وہ تمہارے رشتے دار تھے اور میں کوئی دشمن ہوں؟"

"ہاں ایسے دشمن ہو، جسے زندہ چھوڑنا حماقت ہو گی۔ تم نے فرہاد کو بھائی جان کیوں کہا تھا؟"

"یہی تو میں نے تم سے پوچھا تھا۔ کیا تم فرہاد بھائی جان کو جانتی ہو؟"

"تم تو جانتے ہو؟"

"اگر جانتا تو تم سے نہ پوچھتا۔"

"جب جانتے نہیں ہو تو اسے بھائی جان کیوں کہتے ہو؟"

"یہی تو میں سمجھنے سے قاصر ہوں۔ تم یہاں کسی سے بھی پوچھ

لو۔ میں یہودی ہوں۔ میرا نام ہیری ہے۔ میری بہت بڑی شوز فیکٹری ہے۔ کیا تم یہ الجھن سلجھا سکتی ہو کہ میں یہودی ہو کر ایک مسلمان کو بھائی کیوں کہہ رہا ہوں۔"

"تم نے یہ نام کس سے سنا تھا؟"

"میری فیکٹری کا منیجر مجھے شیبا کی قبر پر لے گیا تھا۔ اس کی زبان سے میں نے فرہاد اور اس کا نام سنا تھا۔"

"اور نام سنتے ہی تم اسے بھائی جان کہنے لگے۔ کیا مجھے اُلّو سمجھتے ہو کہ ایسی احمقانہ باتوں پر یقین کرلوں گی۔ میں تین تک گن رہی ہوں اگر تم نے اپنی اصلیت نہ بتائی تو۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی عادل نے اس کے ایک ہاتھ پر ٹھوکر ماری' ریوالور ہاتھ سے نکل کر دور ریت پر جا گرا۔ جوتے کی ٹھوکر سے ہاتھ کو چوٹ پہنچی تھی۔ وہ چیخ مار کر ریوالور کی طرف دوڑی۔ عادل نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اسے دبوچ کر ریت پر گرا۔ دونوں لپٹ کر کچھ دور تک لڑھکے پھر تھم گئے۔

"چھوڑو۔ چھوڑو مجھے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ یکبارگی عادل کے دماغ میں آئی لیکن اس کے دماغ کو کوئی نقصان پہنچانے سے پہلے ہی باہر نکل آئی۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ خود کو چھڑا کر ریت پر سے اٹھنے لگی۔ اسی وقت وہ تینوں بھاگنے والے واپس آگئے تھے۔ ایک نے ریت پر سے ریوالور اٹھا کر کہا۔ "پہنچی وہیں پہ خاک' جہاں کا خمیر تھا۔ میرا ریوالور میرے ہاتھ میں آگیا ہے۔ اب دیکھتا ہوں تمہیں کون بچائے گا۔"

دوسرے نے ریوالور والے ساتھی سے کہا۔ "دیکھو' اب اسے ریوالور دینے کی حماقت نہ کرنا۔"

"ارے' ہاتھ تو پتا نہیں کیوں اسے دے دیا تھا۔ شاید اس کے حسن سے متاثر ہو گیا تھا۔"

"تمہیں عقل سے کام لینا چاہیے۔ ہم اسے ریوالور دکھا کر ہی اس کا حسن و شباب اور زیورات حاصل کرسکتے ہیں۔"

اپنے ساتھی کی بات ختم ہوتے ہی اس نے پھر ریوالور مرینا کے ہاتھ میں دے دیا۔ مرینا نے لپک کر اسے لیا پھر انہیں نشانے پر رکھتے ہوئے بولی۔ "اب تم لوگوں کو بھاگنے نہیں دوں گی۔ تم سب کی موت آئی تھی' اس لیے دوبارہ آگئے۔"

وہ گڑگڑانے لگے۔ ایک نے کہا۔ "ہمیں جانے دو۔ آئندہ ہمارا باپ بھی یہاں نہیں آئے گا۔"

دوسرے نے کہا "ایک بار ہمیں معاف کردو۔ ہم سمجھ گئے ہیں' تم پُراسرار قوتوں کی مالک ہو۔"

تیسرے نے کہا۔ "ہم بے روزگار ہیں۔ اسی طرح وارداتیں کرکے کچھ کمائی کرلیتے ہیں۔ ہمیں اپنا غلام بنالو۔"

وہ بولی۔ "میں دیکھنا چاہتی ہوں' تم تینوں کتنے کام کے آدمی ہو۔ اس جوان کی پٹائی کرو۔"

ان تینوں نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی۔ پہلے ایک نے عادل پر چھلانگ لگائی۔ وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ چھلانگ لگانے والا ریت پر اوندھے منہ گرا۔ دوسرے نے حملہ کیا۔ عادل نے اس کا وار روک کر تابڑتوڑ کئی گھونسے رسید کیے۔ پہلا ریت پر سے اٹھا تو دوسرا گھونسے کھا کر اس پر آگرا۔ وہ تیسرے کو مارتا ہوا پانی میں لے گیا۔ جب اسے پانی میں پھینک کر آیا تو باقی دو اس پر حملہ کرنے آگئے۔ مرینا ان کی طرف بڑھتی ہوئی دلچسپی سے لڑنے کا تماشا دیکھ رہی تھی۔ اسے عادل کی فائٹنگ کا اسٹائل بہت اچھا لگ رہا تھا۔ ایسی ہی دلچسپی کے دوران اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ عادل نے اچانک ہی اس کی کلائی پکڑ کر موڑ دی۔ وہ دوسری طرف گھوم گئی۔ اس نے ریوالور چھین کر اسے دھکا دیا۔ وہ بھی لڑکھڑاتی ہوئی دور پھر ریت پر اوندھی ہو گئی۔

ایک تو پانی سے نکلتے ہی بھاگنے لگا۔ دوسرے دو رحم طلب نظروں سے ریوالور کو تکنے لگے۔ عادل نے ریوالور کے چیمبر سے گولیاں نکال کر پوری قوت سے سمندر کے گہرے پانی میں پھینک دیں پھر خالی ریوالور ان کے قدموں میں پھینک کر بولا۔ "کیا ذلت ہے' اب بھی لڑنے کی حسرت ہے؟"

وہ بھی بھاگنے لگے۔ مرینا ریت پر پڑی سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی "اس کا تعلق یقیناً فرہاد کی قوم سے ہے۔ اس نے تین مگرمچھ غنڈوں کو تنہا مار بھگایا ہے۔ ریوالور سے انہیں ہلاک کرسکتا تھا لیکن پارس اور علی تیمور کی طرح اس نے ریوالور خالی کردیا۔ وہ دشمنوں کو مارتے نہیں' ذلیل کرکے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہی یہ ہیری کر رہا ہے۔"

میری فیملی سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں تھا لیکن اس کا احمقانہ انداز نے مرینا کو خوفزدہ کر رکھا تھا۔ اگر دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو یہ انداز احمقانہ نہیں تھا۔ اسے ہم سب سے دلار لگا تھا۔ ہم اس کے دماغ کی گہری تہ میں درخت کی جڑوں کی طرح تھے۔ وہ شی تارا کے تنویمی عمل سے اسیر ہونے کے باوجود مجھے اپنی جان کی حیثیت سے بھلا نہیں پا رہا تھا۔

عقیدت مندی کا یہ عالم تھا کہ نادانستگی میں ہمارے دشمنوں سے ٹکرا رہا تھا' جنہیں میں اور میرے بیٹے ابھی تک نہیں کرپائے تھے اور وہ انجانے میں بڑی معصومیت سے انہیں کر چکا تھا۔ اگر ایسے میں تمام دشمن خفیوں کو اور ہم سب کو فتوحات کا علم ہو جاتا اور سب ہی یہودی خفیہ تنظیم کے پہنچنے کے لیے اس سے برین آدم کو مطالبہ کرتے تو وہ ہمیں سہ ترنج دیتا اور برین آدم کو ہمارے حوالے کرتا۔

یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ ہم عادل سے واقف نہیں تھے۔ پہلی بار شی تارا ہی ہمارے قابو میں آجاتی۔ ایسے حالات میں تو کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ہم تدبیر سے بازی جیتنے کی کوشش کرتے۔ وہ تقدیر سے میدان مارتا جا رہا تھا۔

وہ ریت پر آکر مرینا کے پاس لیٹ گیا پھر بولا۔ "کیا یہیں

بچانے کا ارادہ ہے؟"

وہ التجا آمیز لہجے میں بولی۔ "اگر تم یہودی ہو تو حضرت موسیٰ کا واسطہ ہے اور مسلمان ہو تو آخری نبی کا واسطہ دیتی ہوں' مجھے سچ بتاؤ' تم کون ہو؟ اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تم تو ایسے پوچھ رہی ہو' جیسے میں تمہارا دشمن ہوں۔ اس گھبراہٹ اور پریشانی کی وجہ کیا ہے؟ کیا میں تمہیں نقصان پہنچا رہا ہوں؟"

"مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے نقصان پہنچنے والا ہو۔"

"صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ میں جان بوجھ کر کسی سے دشمنی نہیں کرتا ہوں۔ اب یہی دیکھو کہ وہ کار والا مجھ سے لڑ رہا تھا۔ میں نے اسے کوئی زبردست پنچ نہیں مارا اس کے باوجود وہ بے ہوش ہو گیا ہے۔ اب اسے اسپتال بھی پہنچانا ہو گا۔"

"تم کس کی بات کر رہے ہو؟"

"وہ کار جو تمہاری کار کے پیچھے کھڑی ہوئی ہے اس میں وہی شخص خواہ مخواہ بے ہوش ہو گیا ہے۔"

وہ اٹھ کر اپنے لباس سے ریت سے جھاڑتے ہوئے بولی۔ "کیا کبھی خواہ مخواہ کوئی بے ہوش ہوتا ہے؟"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دوسری کار کے پاس آئی اس کی اگلی سیٹ پر برین آدم آدھا بیٹھا اور آدھا لیٹا ہوا بے ہوش پڑا تھا۔ جے برگولا نے اسی برین آدم تک یعنی یہودی خفیہ تنظیم تک پہنچنے کے لیے مرینا کو وہاں بھیجا تھا۔ وہ ابھی برین آدم کو اپنا تابعدار بنا کر اس تنظیم کا ایک ایک راز معلوم کرسکتی تھی لیکن اس وقت یہ نہیں جانتی تھی کہ وہی بے ہوش آدمی شطرنج کی بساط کا بادشاہ ہے۔

وہ حیرانی سے بولی۔ "یہ کون ہے؟ کیا تم نے اسے مار ڈالا ہے؟"

اس نے ناک کے پاس ہاتھ رکھا' سانس چل رہی تھی۔ دل پر ہاتھ رکھا' وہ دھڑک رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہ زندہ ہے۔ بے ہوش کیسے ہو گیا؟"

"مجھ سے لڑتے لڑتے شرم آئی تو اچانک ہی آنکھیں بند کر لیں۔ کیا تم اسی طرح شرماتی ہو؟"

"میری جوتی شرماتی ہے۔"

"یعنی بے شرم ہو۔"

"شٹ اپ! اسے فوراً اسپتال پہنچاؤ۔"

"میں پولیس تھانے کے چکر میں پڑنا نہیں چاہتا۔"

"اس کے لیے کچھ تو کرنا چاہیے۔ پتا نہیں بے چارہ کون ہے؟"

"کیا تمہارے پاس موبائل فون ہے؟"

"ہے مگر ہم یہاں سے دور جا کر فون کریں گے۔ تم درست کہتے ہو' ہمیں پولیس کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔"

مرینا نے اس کار کا نمبر ذہن نشین کیا پھر عادل کے ساتھ اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ اگرچہ وہ عادل کا ساتھ نہیں چاہتی تھی تاہم جانتی تھی کہ وہ پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی ایک راستے سے دوسرے اور پھر تیسرے راستے پر آئی۔ ساحل سے بہت دور نکل آنے کے بعد اس نے ایک پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد تھانہ انچارج کو کار کا نمبر بتا کر اطلاع دی کہ اس کار میں ایک شخص بے ہوش پڑا ہے۔ اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔

انچارج مزید سوالات کرنا چاہتا تھا' اس سے پہلے مرینا نے فون بند کردیا۔ پھر اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو مطمئن ہو گئی کہ وہ چند سپاہیوں کے ساتھ ایک گاڑی میں ادھر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔

پھر اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر عادل کو دیکھا۔ وہ اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی۔ "اس طرح کیا دیکھ رہے ہو؟"

"دیکھ رہا ہوں تم صرف حسین ہی نہیں پُراسرار بھی ہو۔"

"یہ پُراسرار کا مطلب کیا ہوا؟ کیا میں کوئی جادوگرنی ہوں؟"

"کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔ تم نے کسی جدوجہد کے بغیر دوبار اس غنڈے سے ریوالور لے لیا۔ کیا یہ جادو نہیں ہے؟"

"تم نے خود دیکھا ہے۔ اس نے خود اپنی مرضی سے وہ ریوالور مجھے دیا تھا۔"

"کیا اپنی مرضی سے کوئی اپنی موت کا سامان کرسکتا ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

اس نے گھور کر عادل کو دیکھا پھر کہا۔ "تم تسلیم کرو کہ فرہاد علی تیمور سے تمہارا کوئی تعلق ہے۔"

"ابھی تک بھائی جان سے کوئی تعلق سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ سمجھ میں آئے گا تو تسلیم کرلوں گا۔"

وہ غصے سے بولی۔ "کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو؟ اسے بھائی جان بھی کہہ رہے ہو اور لاتعلقی بھی ظاہر کر رہے ہو۔"

"میں اپنی سچائی ثابت نہیں کرسکتا لیکن جو کہہ رہا ہوں' سچ کہہ رہا ہوں۔ تم بہت چالاک ہو۔ میں تمہاری ٹیلی پیتھی کی بات کر رہا ہوں اور تم بھائی جان کی بات چھیڑ کر مجھے ٹال رہی ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں۔"

"پھر تو تم سے مایوس ہو رہا ہوں۔"

"کس بات سے مایوس ہو رہے ہو؟"

"یہی کہ اگر تم ٹیلی پیتھی جانتیں تو میں اپنے دماغ میں تمہیں آنے دیتا۔ تم میرے اندر گھس کر مجھے یہ حقیقت بتا دیتیں کہ آخر میں فرہاد علی تیمور کو بھائی جان کیوں کہتا ہوں اور انہیں دل کی گہرائیوں سے کیوں چاہتا ہوں۔"

وہ کئی بار اس کے چور خیالات پڑھنے کی کوششیں کرچکی تھی اور ناکام رہی تھی۔ وہ اپنا یہ شک دور کرنا چاہتی تھی کہ وہ میرا رشتے دار یا آلۂ کار ہے۔ اس نے کہا۔ "میں یہ علم جانتی ہوں لیکن ہر

ایک پر ظاہر نہیں کرتی' پلیز مجھے آنے دو۔"

"کہاں آنے دوں؟"

"اپنے دماغ کے اندر۔ میں تمہاری الجھن دور کروں گی۔"

"یوں سمجھو کہ میری الجھن دور ہو گئی۔ میں نے جان لیا ہے کہ تم خیال خوانی کرتی ہو۔"

"تم جھوٹے اور دغا باز ہو۔ جاؤ یہاں سے مجھے اپنے گھر جانے دو۔"

"تمہارا گھر کہاں ہے؟"

"میری کار سے باہر جاؤ ورنہ چیخنا شروع کر دوں گی۔"

"نتیجہ یہ ہو گا کہ لوگوں کی بھیڑ لگے گی۔ پولیس والے آئیں گے۔ میں کہوں گا یہ وہی حسینہ ہے جس نے ایک شخص کو ساحل سمندر پر بے ہوش کر دیا تھا پھر اس کی اطلاع تھانے کے انچارج کو دی۔"

اس نے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ لیا پھر بے بسی سے کہا۔ "تم پکے فراڈ ہو۔ فرہاد کے آلۂ کار ہو۔ اس کے حکم کے مطابق کسی مقصد کے تحت میرے ساتھ وقت گزار رہے ہو۔"

"کیا یہ کار یہیں کھڑی رہے گی۔ آگے بڑھو۔"

اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں اس کا موقع نہیں دوں گی کہ تم فرہاد یا اس کے خیال خوانی کرنے والوں کے لیے مجھے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرو۔"

"مجھے ایسا کوئی شوق نہیں ہے۔"

اس نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔ "اتنا بتا دو' میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"مجھے میرے گھر تک پہنچا دو۔ یعنی گھر تک لفٹ دو پھر پیچھا چھوٹ جائے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی قریب ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔ اس سڑک پر کتنی ہی کاروں کے اسٹیئرنگ بہک گئے۔ کتنی ہی کاریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ کچھ گاڑیاں فٹ پاتھوں پر چڑھ گئیں۔ مرینا کی کار فٹ پاتھ پر چڑھ کر ایک دکان کے بڑے سے شوکیس کے اندر اس طرح گھسی کہ شوکیس کے شیشوں کے ساتھ کار کی ونڈ اسکرین کا شیشہ بھی چکنا چور ہو گیا۔ مرینا کا سر اسٹیئرنگ سے ٹکرایا۔ اس کے بعد اسے ہوش نہ رہا۔ عادل اس کے ساتھ نہیں تھا۔ وہ کار کے بمکتے ہی دروازہ کھول کر باہر کود گیا تھا یوں محاورے کے مطابق وہ بال بال بچ گیا تھا۔

اسرائیل کے بڑے شہروں میں بعض اوقات ایسے دھماکے ہوتے تھے۔ فلسطینی مجاہدین یوں اپنے غم و غصے کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ عادل دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے دروازہ کھول کر مرینا کو باہر کھینچا۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ وہ اسے کاندھے پر لاد کر ایک طرف دوڑنے لگا۔ کاروں کی بھیڑ سے نکل کر دوسری سڑک پر آیا وہیں ایک کلینک نظر آیا۔ وہ اسے اس کلینک میں لے گیا۔

مرینا نے تھوڑی دیر پہلے کہا تھا کہ وہ پکا فراڈ ہے اور وہ اسے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرنے کا موقع نہیں دے گی۔ وہ معصوم نوجوان بھلا کیا فراڈ کرے گا۔ مقدر میں مرنا یا بے ہوش ہونا لکھا تھا تو اس لکھے ہوئے کو کون مٹا سکتا ہے۔

اس نے ہوش میں آ کر آنکھیں کھولیں عادل اس پر جھکا ہوا تھا۔ وہ گھبرا کر بولی۔ "کون ہو تم؟ مم..... میں کہاں ہوں؟"

"تم ایک کلینک میں ہو۔ زندہ ہو مگر خیریت سے نہیں ہو۔"

وہ اٹھ بیٹھی' اپنے چہرے کو چھونے سے پتا چلا جگہ جگہ پٹیاں چپکی ہوئی ہیں۔ عادل نے کہا۔ "اب یہ الزام نہ دینا کہ میں نے تمہیں اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرانے کے لیے وہ دھماکا کرایا تھا۔"

"اعصابی کمزوری؟" مرینا نے چونک کر سوچا پھر فوراً ہی ہر گولا کو اپنے حالات سے آگاہ کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن خیال خوانی نے پرواز نہیں کی۔ اس کی اپنی سوچ کی لہر اس کے اپنے ہی دماغ میں رہیں۔ تب اس نے پریشان ہو کر عادل کو دیکھا۔

اس نے پوچھا۔ "کیا کوئی نیا الزام دو گی؟"

"نن..... نہیں۔ تم مجھے بے ہوشی کی حالت میں یہاں لائے۔ مجھے طبی امداد پہنچائی۔ تم مجھے غنڈوں سے بچانے کے لیے میرے پیچھے آئے تھے میں خواہ مخواہ تم پر شبہ کرتی رہی۔"

"کیا تمہارے دماغ میں بھائی جان آ رہے ہیں؟"

وہ پریشان سی ہو کر اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ یہی معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی نہیں ہے ایسے وقت کچھ محسوس نہیں ہوتا ٹرائر دھوکا ہوتا ہے۔

اس نے سہم کر پوچھا۔ "کیا تمہارے بھائی جان میرے دماغ میں موجود ہیں؟"

وہ ناگواری سے بولا۔ "کیا تم پاگل کی بچی ہو۔ اب بھی اپنے بھائی جان کے متعلق پوچھ رہی ہو' جس کا وجود نہ میرے دماغ میں ہے' نہ تمہارے دماغ میں۔"

"پھر تم فرہاد بھائی جان کا ذکر کیوں کرتے ہو؟"

"مجھے یہ معلوم ہوتا تو تم سے مغز ماری نہ کرتا۔ بس بہت ہو چکا۔ اب تم اپنے پیروں سے چل کر گھر جا سکتی ہو۔ اس لیے گڈ نائٹ۔"

وہ جانے لگا۔ اس نے آواز دی۔ "رک جاؤ۔ میری بات سنو۔ یوں مجھے الجھن میں ڈال کر نہ جاؤ۔"

"کیوں نہ جاؤں۔ کیا تمہارے ساتھ رات گزاروں؟"

"غصہ نہ کرو۔ میں مانتی ہوں' اب تک تمہاری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ اگر میں اسی طرح محفوظ رہوں گی تمہیں خوش کر دوں گی۔"

"مجھے خوش کیسے کرو گی؟"

"تم نے سمندر کے کنارے کہا تھا کہ مجھ پر ہزار جان سے عاشق ہو گئے ہو۔ میں بھی تم سے عشق کروں گی۔"

"عشق کیا نہیں جاتا' ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ میں تمہیں چھیڑنے کے لیے یونہی کہہ رہا تھا۔"

"میری طرف سے اب بھی چھیڑنے کی اجازت ہے۔ آؤ میرے قریب آؤ۔"

"میری دعا ہے کہ کوئی تمہیں دماغ کے اندر آ کر نہ چھیڑے۔"

"بکواس مت کرو۔ ایسا ہوا تو میں تمہاری جان کی دشمن بن جاؤں گی۔"

"بہتر ہے مجھے دشمن ہی سمجھو اور مجھے جانے دو۔ تم دوست بن کر میرے اعمال پر دھبے لگا دو گی۔"

وہ پلٹ کر چلا گیا۔ مرینا سوچ میں پڑ گئی۔ "اسے جانے دوں یا خود بھی اس کے پیچھے جاؤں۔ اس نے جان لیا ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ یہاں سے جا کر کسی سے میرے متعلق کچھ کہہ سکتا ہے۔"

وہ بستر سے اتر کر کھڑی ہوئی تو سر چکرانے لگا۔ وہ بیٹھ گئی۔ اسی وقت ڈاکٹر نے آ کر کہا۔ "تم کیوں اٹھ گئیں آرام کرو۔ صبح تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤ گی۔"

"ڈاکٹر پلیز' مسٹر بیری کو بلائیں۔ وہ ابھی باہر گئے ہیں۔"

"میں نے انجکشن لکھ کر دیا ہے وہ لینے گئے ہیں۔"

وہ مطمئن ہو کر لیٹتے ہوئے بولی۔ "مسٹر بیری آئیں تو انہیں ضرور میرے پاس بھیج دیں۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ بڑا سکون مل رہا تھا۔ اب تک کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے نے اس کے اندر آ کر اسے غافل نہیں کیا تھا۔ اس سے اطمینان ہو گیا کہ وہ محفوظ ہے۔ تھوڑی دیر میں اسے نیند آ گئی۔

○☆☆○

دوسری طرف پولیس والے برین آدم کو بے ہوشی کی حالت میں اسپتال لے گئے تھے۔ ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا اور کچھ دوائیں دینے کے بعد کہا تھا۔ "شاید صبح تک ہوش میں آ جائے۔"

جو برین آدم اپنی خفیہ رہائش گاہ میں غافل پڑا ہوا تھا اس کا پرسانِ حال کوئی نہیں تھا۔ اس کے اور تمام برادرز کے درمیان رابطہ رہتا تھا۔ کوئی نہ کوئی معاملہ ایسا درپیش رہتا تھا' جس کے باعث دن رات ایک نہ ایک بھائی اسے مخاطب کرتا رہتا تھا لیکن یہ محض اتفاق تھا کہ کوئی اسے مخاطب نہیں کر رہا تھا۔ کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں تھا جس کی خاطر الپا بھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتی۔

وہ رات نو بجے بے ہوش ہوا تھا اب گیارہ بج رہے تھے۔ اس نے علم الابدان کے ماہرین کو ایک خفیہ لیبارٹری میں مصروف رکھا تھا۔ وہ غیر معمولی فارمولے پڑھ کر اس کی ادویات ایک بندریا پر آزما رہے تھے۔ ایسا پچھلے دو ہفتے سے ہو رہا تھا۔ اس رات گیارہ بجے وہ بندریا مر گئی۔ انہوں نے اس کا پوسٹ مارٹم کیا جس سے پتا چلا کہ فارمولے کی کسی دوا نے نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ بندریا طبعی موت مری تھی۔

ان میں سے ایک ڈاکٹر نے برین آدم سے فون پر رابطہ کیا۔ وہ فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا اس سے سات فٹ کے فاصلے پر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس گھنٹی کی آواز کمرے میں گونجنے لگی لیکن وہ آواز اس کے کانوں تک پہنچ رہی تھی' دماغ تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد فون خاموش ہو گیا۔

اس ڈاکٹر نے ریسیور رکھ کر دوسرے ڈاکٹر سے کہا۔ "شاید برین آدم اپنے گھر میں نہیں ہے۔"

"دوسرے ڈاکٹر نے پوچھا۔ "کیا وہ ہماری نگرانی کرتا ہو گا؟"

"تم نے یہ سوال کیوں کیا ہے؟"

"ہم یہاں پندرہ دنوں سے قید ہیں۔ تینوں وقت کا کھانا خود برین آدم یہاں لاتا ہے۔ ہماری ضروریات کی دوسری چیزیں بھی وہی مہیا کرتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے کسی دوسرے کو یہ خفیہ لیبارٹری نہیں دکھائی ہے۔ وہ ان فارمولوں کے معاملے میں اپنے کسی خاص آدمی پر بھی بھروسا نہیں کرتا ہے۔"

"ہاں' وہ بہت محتاط ہے۔ لیکن آج اس بندریا کی موت نے ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ میں سوچ رہا تھا' دواؤں کے خاطر خواہ نتائج نکلیں گے تو ہمیں یہاں سے رہائی مل جائے گی۔"

"ٹھیک کہتے ہو' رہائی کا مسئلہ کھٹائی میں پڑ گیا ہے۔ اسی لیے میں نے تم سے سوال کیا تھا۔ کیا وہ تنہا ہماری نگرانی کرتا ہو گا؟"

"یہ ناممکن ہے۔ وہ سوتا بھی ہو گا۔ دوسرے معاملات میں مصروف بھی رہتا ہو گا۔ ابھی اس نے فون اٹینڈ نہیں کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے' وہ سو رہا ہے یا کسی دوسری جگہ مصروف ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ اس خفیہ لیبارٹری کے باہر ہماری ناک میں بیٹھا ہو۔ تمہاری طرح میں بھی یہاں سے رہائی چاہتا ہوں مگر ہم پکڑے جائیں گے۔"

"گرفتاری کا خوف نہ کرو۔ یہ سوچو' نئے بندر اور بندریا پر تجربہ کرنے کے دوران پھر ہمیں یہاں پندرہ دن قیدیوں کی طرح رہنا ہو گا۔"

"یہ ظلم ہے۔ ہم سے غیر انسانی سلوک کیا جا رہا ہے پھر یہ سوچتا ہوں کہ ان فارمولوں کے مطابق کام کرتے کرتے ہمیں دواؤں کے نام یاد ہو گئے ہیں۔ یہ بات برین آدم اچھی طرح سمجھ رہا ہو گا۔ کیا وہ ان فارمولوں کی یادداشت کے ساتھ ہمیں یہاں سے زندہ جانے دے گا؟"

"نہیں جانے دے گا۔ اسے ہم پر بھروسا نہیں ہے۔ اسی لیے قید کر کے رکھتا ہے۔ کئی دنوں سے میرے دل میں بھی یہی اندیشہ ہے کہ یہاں سے ہماری لاشیں ہی جائیں گی۔"

"سوال یہ ہے' ہم باہر کیسے جائیں؟"

"اس تہ خانے کے اوپر جو چھوٹا سا دروازہ ہے' وہ باہر سے مقفل ہے۔ ہم اس لکڑی کے دروازے کو آگ لگا کر توڑ سکتے ہیں اگر اوپر بھی دوسرے دروازے بند ہوں گے تو انہیں بھی توڑنے کی تدبیر کی جائے گی۔"

وہ دونوں سمجھ گئے تھے کہ اس تہ خانے سے زندہ نہیں جا سکیں گے اس لیے باہر کی کھلی فضا میں زندہ رہنے کے لیے انہوں نے جدوجہد کا آغاز کیا۔ وہاں مختلف ادویات کے علاوہ تیزاب اور دیگر مہلک کیمیکلز بھی رکھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں سیڑھیاں چڑھ کر ایک کاریڈور میں آئے۔ وہاں سے باہر نکلنے کے لیے لکڑی کا ایک چھوٹا سا دروازہ تھا انہوں نے اس پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔

شعلے بڑھنے اور پھیلنے لگے لیکن مختصر سے دروازے تک محدود رہے۔ جب دروازہ جلتے جلتے کوئلہ ہو گیا تو ایک ماہر نے دوسرے سے کہا۔ "ڈاکٹر ایڈی! کیا خیال ہے اب یہ دروازہ ٹوٹ سکتا ہے؟"

ڈاکٹر ایڈی نے کہا۔ "یس ڈاکٹر نیلسن! اسے توڑنے سے پہلے اچھی طرح یاد کر لو۔ میں نے وہ فارمولے جیب میں رکھ لیے ہیں کیا تم نے تیار شدہ مہنگی دوائیں رکھ لی ہیں؟"

"اس بیگ میں سب کچھ ہے۔ تم فکر نہ کرو۔"

اس نے دروازے پر ایک لات ماری' وہ ٹوٹ کر دوسری طرف جھول گیا۔ وہاں سے گزرنے کے لیے تھوڑا سا راستہ بن گیا تھا۔ وہ دونوں شعلوں کے درمیان سے چھلانگیں لگاتے ہوئے باہر آ گئے۔ جہاں وہ پہنچے' وہ بھی ایک بند کمرا تھا۔ انہوں نے اس کمرے کے دروازے کو بھی اسی طرح آگ لگا کر آزادی حاصل کی۔ باہر کھلی فضا میں پہنچ کر انہوں نے اس علاقے کو پہچان لیا۔ وہ تل ابیب اور حیفہ کا ایک درمیانی علاقہ تھا۔

وہ دونوں تل ابیب کی سمت بڑھنے لگے۔ ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم کس طرح چھپ کر رہیں گے۔ ہم دونوں ہی اس ملک کے مشہور و معروف ڈاکٹر ہیں۔ پولیس اور فوج کے افسران ہمیں دیکھ کر سلام کرتے تھے۔ اب دیکھیں گے تو ہتھکڑیاں پہنا دیں گے۔"

"بے شک' برین آدم ہمارے پیچھے پڑ جائے گا۔ ہمیں ان فارمولوں کے ساتھ زندہ نہیں رہنے دے گا۔"

"ہم نے کبھی مجرمانہ زندگی نہیں گزاری۔ کیا تم جانتے ہو کہ کس طرح میک اپ کے ذریعے چہرے تبدیل کیے جاتے ہیں؟"

"میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔"

وہ ایک جگہ بیٹھ گئے۔ اپنے موجودہ حالات پر غور کرتے رہے۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد چاروں طرف موت نظر آ رہی تھی۔ ان حالات میں زندہ سلامت رہنے کا کوئی نہ کوئی راستہ ضرور ہوتا ہے۔ جو پریشانی کی حالت میں سجھائی نہیں دیتا ہے۔ بڑی دیر تک غور کرنے کے بعد ایک راستہ سجھائی دیا۔

ڈاکٹر ایڈی نے کہا۔ "تمہیں وہ دولت مند یاد ہے' جو ہم سے ایک مضر دوا تیار کرانا چاہتا تھا؟"

"ہاں' یاد ہے اس کا نام اوڈی نارمن ہے۔ ہمیں ایک لاکھ امریکی ڈالر دے رہا تھا۔"

"میرے دوست! ایسے وقت وہی ہمارے کام آ سکتا ہے۔"

"ہوں' کہتے تو ٹھیک ہو۔ اگر ہمیں کچھ دنوں کے لیے چھپنے کے لیے جگہ مل جائے تو ہم اپنا چہرہ تبدیل کر لیں گے۔"

وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایڈی نے جیب سے کاغذات نکال کر کہا۔ "یہ فارمولے پلاسٹک کے تھیلے میں ہیں۔ ہم انہیں یہاں زمین میں گاڑ کر چھپا دیں گے۔ ورنہ اوڈی نارمن ان کاغذات کو حاصل کر کے ہمارے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو برین آدم کر آیا ہے۔"

انہوں نے زمین پر اگی ہوئی جھاڑیوں کو ہٹا کر چاقو سے ایک چھوٹا سا گڑھا کھودا۔ پلاسٹک کے تھیلے میں چھپے ہوئے کاغذات کو اس گڑھے میں رکھ کر مٹی ڈالی۔ زمین ہموار کی پھر پاس پڑے ہوئے ایک بڑے سے پتھر کو لڑھکانا شروع کیا۔ وہ تقریباً تین یا چار من وزنی تھا۔ دونوں کی محنت سے لڑھک کر زمین کے اس حصے پر چھا گیا جہاں کاغذات چھپا کر رکھے گئے تھے۔

پھر وہ دونوں ایک ڈیڑھ گھنٹے تک پیدل چلتے ہوئے شہر کے ایک مضافاتی علاقے میں پہنچے۔ وہاں ایک بوتھ میں داخل ہو کر انہوں نے فون کے ذریعے اوڈی نارمن سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "تم کون ہو؟"

ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "یہ ہم صرف نارمن کو بتا سکتے ہیں۔ اس بہت اہم معاملہ ہے۔"

ہولڈ آن کرنے کو کہا گیا پھر اوڈی نارمن کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو' میں نارمن بول رہا ہوں۔"

"میں ڈاکٹر نیلسن بول رہا ہوں۔ کیا میں تمہارے حافظے موجود ہوں؟"

"اوہ ڈاکٹر! بھلا تمہیں اور ڈاکٹر ایڈی کو کون بھلا سکتا۔ آپ دونوں گریٹ ہیں۔"

"اس وقت ایڈی میرے ساتھ ہے۔ ہم دونوں مصیبت میں گرفتار ہیں۔ آپ ہمارے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"میں تم دونوں کے لیے اپنی تمام دولت پانی کی طرح بہا سکتا ہوں۔ آپ کی کسی بھی مصیبت کو دور کرنے کے لیے اپنے خدمت گار ماتحتوں کی پوری فوج کو خطرات میں جھونک سکتا ہوں۔"

"پھر ہم بھی ہر طرح آپ کے کام آئیں گے۔ میں بتا چکا ہوں۔ آپ ہمارے لیے ایک گاڑی بھیج دیں۔"

اس نے اس جگہ کی اور ٹیلیفون بوتھ کی نشاندہی کی۔ اوڈی نارمن نے یقین دلایا کہ آدھے گھنٹے کے اندر گاڑی وہاں پہنچ جائے گی۔ نیلسن نے ریسیور رکھ دیا۔

○☆☆○

الپا سو رہی تھی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی نے نیند میں مداخلت کی۔ وہ ہمیں کھولنا نہیں چاہتی تھی۔ بڑا آرام اور سکون حاصل ہو رہا تھا۔ اس نے دوسری کروٹ لے کر ٹیلیفون سے منہ پھیر لیا۔ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر پھر گہری نیند میں ڈوبنے کی کوشش کرنے لگی لیکن کان بند کرنے سے گھنٹی کی آواز بند نہیں ہو رہی تھی۔ وہ مسلسل چیخ رہی تھی۔

اس نے ناگواری سے آنکھیں کھول کر ادھر کروٹ لی۔ گھور کر ٹیلیفون کو دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر ریسیور کو اٹھایا۔ اسے کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو' میں ہوں۔"

"میڈم! میں ملٹری انٹیلی جنس کا چیف بول رہا ہوں۔ مسٹر آدم کی ذاتی لیبارٹری میں آگ لگ گئی ہے۔ اسے بجھانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔"

وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہاں ان غیر معمولی فارمولوں پر کام ہو رہا ہے۔ اس نے پوچھا۔ "کیا وہاں مصروف رہنے والے ڈاکٹر ایڈی اور ڈاکٹر نیلسن محفوظ ہیں؟"

"شاید محفوظ ہیں۔ وہ دونوں لیبارٹری کے اندر اور باہر نظر نہیں آئے۔"

"کیا تم نے مسٹر آدم کو اطلاع دی ہے؟"

"ان کی رہائش گاہ میں فون کی گھنٹی بجتی رہی۔ انہوں نے فون اٹینڈ نہیں کیا۔ شاید وہاں موجود نہیں ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں دیکھتی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ برین آدم کے پاس پہنچی۔ اس کے دماغ کی بے حسی سے معلوم ہوا کہ وہ بے ہوش ہے۔ اس کی بے ہوشی نے تشویش میں مبتلا کر دیا۔ اس نے فوراً ہی الپا آدم کے پاس پہنچ کر کہا۔ "بھائی برادر کسی مصیبت میں ہے۔ فوراً اس کی رہائش گاہ پر پہنچو' میں آ رہی ہوں۔"

وہ مختصر سے لباس میں سوئی ہوئی تھی۔ دوسرا لباس پہننے کا وقت نہیں تھا۔ اس نے صرف ایک گون پہن لیا۔ باہر آئی تو بلوٹی گارڈز الرٹ ہو گئے۔ اس نے حکم دیا۔ "گاڑی نکالو۔ موبائل ٹیم کو کال کرو۔ ہری اپ۔"

وہ چوبیس گھنٹے مستعد رہتے تھے۔ ایک منٹ کے اندر ہی الپا موبائل ٹیم کی دو گاڑیوں کے درمیان اپنی کار میں وہاں سے روانہ ہو گئی۔ بلیک آدم اس سے پہلے وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے بڑے بھائی برین آدم کو فرش پر بے ہوشی کی حالت میں دیکھا پھر فوج کے میڈیکل ڈاکٹر کو فوراً پہنچنے کا حکم دیا۔

الپا نے وہاں آ کر بڑے بھائی کی یہ حالت دیکھی پھر بلیک آدم سے پوچھا۔ "برادر! وہاں ہماری خفیہ لیبارٹری میں آگ لگ گئی ہے۔ دونوں ڈاکٹر ڈلاتا ہیں۔ ادھر بڑے بھائی کی یہ حالت ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو؟ کیا ہماری تنظیم کے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے؟"

"سسٹر! لیبارٹری میں آگ لگنے کا مطلب یہ ہے کہ دشمن فارمولوں تک پہنچ گئے ہیں بلکہ انہوں نے دونوں ڈاکٹروں کو بھی اغوا کیا ہے۔ پلیز معلوم کرو' اس بندریا کے نتائج کیا ہیں؟"

الپا نے انٹیلی جنس کے چیف کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "کیا اس لیبارٹری میں ایک بندریا دیکھی گئی ہے؟"

"جی ہاں' اسے مار ڈالا گیا تھا۔ اس کی چیر پھاڑ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تھا۔"

"فوراً کسی ڈاکٹر کی خدمات حاصل کرو۔ وہ پوسٹ مارٹم کے نتائج معلوم کرے گا۔"

"سوری میڈم! وہ بندریا تو اب جل چکی ہے۔"

وہ غصے سے بولی۔ "کیسے جل گئی؟ اسے محفوظ کیوں نہیں کیا گیا؟"

"ہمارے جوان ادویات اور لیبارٹری کی مشینوں کو محفوظ جگہ پہنچانے میں مصروف رہے تھے۔ بندریا تو مر چکی تھی اس کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے' اسے غیر اہم سمجھ کر چھوڑ دیا گیا تھا۔"

الپا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر بلیک آدم کو بندریا کے متعلق بتایا وہ بولا۔ "سسٹر! مجھے یقین ہے کہ تجربہ کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ فارمولے بالکل درست تھے۔ اسی لیے انہوں نے بندریا کو مار ڈالا تھا۔"

برین آدم کو چیک کرنے کے لیے فوجی ڈاکٹر آ گیا تھا۔ الپا ایک ایک کر کے تمام برادرز کو مختصر حالات بتاتی رہی۔ ایک گھنٹے کے اندر تمام آدم برادرز وہاں پہنچ گئے۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "بظاہر کوئی بیماری اور بے ہوشی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ جسمانی نظام بالکل درست ہے۔ یہ کسی قسم کی کمزوری ہے جو غالب آ گئی ہے؟ کیا انہیں کوئی گہرا ذہنی صدمہ پہنچا ہے؟"

الپا اور تمام برادرز کے دماغوں میں ایک ہی بات آئی کہ فارمولوں کے گم ہونے اور ڈاکٹروں کے روپوش ہو جانے سے صدمہ پہنچا ہے۔ الپا نے کہا۔ "فارمولوں کا غم نہیں ہے۔ اس کی دوسری کاپیاں موجود ہیں۔ مجھے ڈاکٹروں پر شبہ ہے۔"

ایک برادر نے کہا۔ "میں تائید کرتا ہوں۔ ان ڈاکٹروں نے طویل قید سے تنگ آ کر یہ انتقامی کارروائی کی ہے۔ بندریا کی موت سے بلکہ اس کے پوسٹ مارٹم سے ظاہر ہوتا ہے کہ تجربہ کامیاب رہا تھا۔ ان باتوں نے بھائی کو صدمہ پہنچایا ہے۔"

دوسرے برادر نے کہا۔ "ہو سکتا ہے' ان ڈاکٹروں نے بڑے بھائی کو کوئی ضرر رساں دوا دھوکے سے کھلائی ہو یا کوئی دوا انجیکٹ کی ہو۔"

اسی وقت برین آدم نیم بے ہوشی کی حالت میں کراہنے لگا۔ فوجی ڈاکٹر نے فخر سے کہا۔ "میرے انجکشن اثر دکھا رہے ہیں۔"

وہ کسی حد تک درست کہہ رہا تھا۔ ویسے حقیقت یہ تھی کہ اسپتال والے برین آدم کو پہلے ہی کئی انجکشن لگائے جا چکے تھے۔

دونوں پر آزمائی جانے والی دوائیں ایک دوسرے پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔ اس لیے دونوں کی بے ہوشی کا وقفہ کم ہو گیا تھا۔ وہ وقت سے پہلے ہوش میں آ رہے تھے۔

برین آدم نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ کمرے میں الپا اور دوسرے برادرز کے علاوہ ڈاکٹر بھی تھا۔ سب دھندلے سے نظر آ رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کس عالم میں ہے؟

ڈاکٹر نے جھک کر کہا۔ "یس مسٹر آدم! آپ بڑے باہمت انسان ہیں۔ حوصلہ کریں۔ کچھ بولیں۔"

تب الپا نے اس کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ پتا چلا وہ ہوش میں آ رہا ہے لیکن حواس بجا نہیں ہیں۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں کیوں کہ دھندلے چہرے دکھائی دے رہے تھے۔ ڈاکٹر کی آواز آ رہی تھی لیکن باتیں سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔

الپا نے کہا۔ "پلیز ڈاکٹر! آپ بڑے بھائی کو مخاطب نہ کریں۔ ان کا ذہن الجھا ہوا ہے۔ انہیں دھندلا نظر آ رہا تھا اس لیے آنکھیں بند کی ہیں۔ آپ کی باتیں ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

وہ سب کمرے سے باہر آ گئے۔ صرف ڈاکٹر اس کے قریب موجود رہا اور الپا دماغ میں آتی جاتی رہی پھر وہ دھیرے دھیرے ذہنی طور پر نارمل ہونے لگا۔ اسے یاد آنے لگا۔ وہ میز پر بیٹھا کھا رہا تھا۔ پہلے گردن میں سوئی چبھنے کا احساس ہوا پھر کمزوری رفتہ رفتہ غالب آنے لگی۔ اسے یاد آنے لگا۔ وہ الپا کو اطلاع دینے کے لیے فون تک نہ جا سکا۔ فرش پر گر پڑا تھا۔

الپا نے پوچھا۔ "گردن میں کس نے سوئی چبھوئی تھی؟"

"کسی نے نہیں۔ میرے کمرے میں اور میری رہائش گاہ میں کوئی نہیں تھا۔"

"پھر چبھن کیسے محسوس ہوئی؟ کمزوری غالب کیسے آئی؟"

"آہ! میں نے یہ بات سب سے چھپائی ہے کہ میں ایک نہیں دو ہوں، ڈبل ہوں میرا ایک جڑواں بھائی بھی ہے۔"

الپا نے حیرانی سے پوچھا۔ "جڑواں بھائی؟ کیا تم دونوں کی فطرت ایک ہے؟ کیا تم اس کی تکلیف اپنے اندر محسوس کرتے ہو؟"

"ہاں، یہی تو مسئلہ ہے۔"

برین آدم کے چور خیالات اسے جڑواں بھائی کے متعلق تفصیلات بتاتے رہے۔ الپا نے سب کچھ سن کر سوال کیا۔ "جب تم دونوں عادات اور حرکات و سکنات میں ایک ہو تو میں خیال خوانی کے ذریعے دوسرے بھائی کے دماغ میں کیوں نہیں پہنچتی ہوں؟"

"وہ اس لیے کہ اس نے مجھ پر تنویمی عمل کر کے میری آواز اور لہجہ بدل دیا۔ میرا پیدائشی لہجہ اس نے اپنایا ہوا ہے۔ تم میرے لہجے کے مطابق صرف میرے ہی اندر آتی ہو۔"

"وہ دوسرا بھائی کہاں ہے؟"

"وہ سمندر کے کنارے تفریح کے لیے گیا تھا۔ اس کے جانے کے تقریباً پچاس منٹ کے بعد ہی میں نے اپنی گردن میں چبھن محسوس کی تھی۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کسی نے میرے بھائی کو کمزوری میں مبتلا کیا ہے۔ وہ شاید دشمنوں کی قید میں ہے۔ میرے ہوش میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی ہوش میں آ چکا ہو گا۔"

"تم آرام سے لیٹے رہو۔ ہم اسے تلاش کریں گے۔ میں ابھی آؤں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر تمام برادرز کو برین آدم کے جڑواں بھائی کے متعلق بتانے لگی۔ تمام باتیں سن کر ایک برادر نے کہا۔ "بڑے بھائی کو ہم سے جڑواں بھائی کی بات نہیں چھپانی چاہیے تھی۔"

دوسرے نے کہا۔ "بڑے بھائی کے خلاف کچھ نہ سوچو۔ وہ ہم سب سے زیادہ ذہین ہے۔ اس نے ہم سب کی بہتری اور دشمنوں کو فریب دینے کے لیے ایسا کیا تھا۔"

تیسرے بھائی نے کہا۔ "اب یہ سمجھ میں آ رہا ہے کہ کس دشمن نے اس برین آدم کو خفیہ لیبارٹری سے نکل کر سمندر کے کنارے جاتے دیکھا ہو گا پھر اس نے برین آدم کی گردن میں سوئی چبھوئی۔ لیبارٹری پہنچ کر وہاں آگ لگائی اور دونوں ڈاکٹروں کو پکڑ کر لے گیا۔"

ایک اور نے پوچھا۔ "الپا! کیا تم نے بڑے بھائی کو ڈاکٹر کے اغوا ہونے اور لیبارٹری کو تباہ ہونے کی بات بتائی ہے؟"

"نہیں۔ میں بڑے بھائی کو ابھی شاک پہنچانا نہیں چاہتی ہمیں دوسرے بڑے بھائی کو ڈھونڈنا چاہیے۔"

"ایک بھائی نے ساحلی علاقے کے پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کیے پھر کوڈ ورڈز سنا کر کہا۔ "میں آرمی کا ایک افسر بول ہوں۔ کیا آج رات نو بجے سے بارہ بجے کے درمیان کوئی بے ہو شخص سمندر کے کنارے پایا گیا ہے؟"

"یس سر! وہ ایلیٹ شخص اسپتال کے کمرا نمبر دو میں ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر تمام برادرز سے بولا۔ "مل گیا۔ وہ ایلیہ اسپتال کے کمرا نمبر دو میں ہے آؤ چلو۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ الپا نے کہا۔ "بیٹھو، پہلے میں تصد کروں کہ وہی ہمارا دوسرا بڑا بھائی ہے یا نہیں؟" اس نے ریسیو اٹھا کر انکوائری سے اسپتال کے نمبر معلوم کیے پھر اسپتال کا نمبر ملا استقبالیہ پر موجود لڑکی کی آواز سنی۔ ریسیور رکھ کر وہ اس کی کھو میں پہنچی، اسے کاؤنٹر سے باہر لا کر کمرا نمبر دو میں لے گئی۔ وہاں پر ایک مریض لیٹا ہوا تھا۔ ڈاکٹر اسے اٹینڈ کر رہا تھا۔

اس لڑکی نے کہا۔ "ڈاکٹر! اس مریض کے لیے ایک فون ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "کہہ دو، مریض فون اٹینڈ کرنے کے قابل

ہے۔"

وہ چلی گئی۔ الپا ڈاکٹر کے اندر آ گئی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "مسٹر! اب کیسا محسوس کر رہے ہو؟"

وہ بڑی نقاہت سے بولا۔ "میں، میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ مریض کے دماغ میں پہنچ کر چور خیالات پڑھنے لگی۔ یہ تصدیق ہو گئی کہ وہ جڑواں بھائی ہے۔ الپا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا۔ "ہمارا برادر ٹیری آدم ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس کے ساتھ ہمارے دوسرے برادر بھی اسپتال جائیں، وہ بھی ہمارا بڑا بھائی ہے۔ ڈاکٹر اسے توانائی کے لیے دودھ ہارلکس دے رہا ہے۔ اسے بھی توانائی کے لیے یہی پلاؤ میں کچھ اور خیالات پڑھ کر آتی ہوں۔"

برادر ٹیری آدم دو برادرز کے ساتھ چلا گیا۔ ان سے پہلے الپا پھر اسپتال والے برین آدم کے اندر پہنچ گئی۔ اس بار یہ معلوم کیا کہ دشمنوں نے اس پر کس طرح حملہ کیا تھا؟

معلوم ہوا کہ دشمن نہیں تھے، ایک اجنبی جوان تھا۔ وہ برین آدم کو مجبور کر رہا تھا کہ آگے جانے والی ایک کار کا تعاقب کرے کیوں کہ آگے والی کار میں جو عورت تنہا جا رہی تھی، اس کے بدن پر قیمتی ہیرے جواہرات تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اس تنہا عورت کو لوٹ لے۔

الپا نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا۔ "کیا میں اس اجنبی نوجوان پر قابو نہیں پا سکتا تھا؟"

"وہ بہت صحت مند اور بہترین فائٹر تھا پھر بھی شاید میں اس پر قابو پا لیتا لیکن اچانک ہی گردن میں سوئی کی چبھن محسوس ہوئی۔ اس کے بعد میں کمزوری کے عذاب میں مبتلا ہو گیا۔"

الپا نے اس کی سوچ میں دوسرا سوال کیا۔ "کیا ذاتی لیبارٹری کی چابیاں میرے پاس ہیں یا میرے ہمزاد کے پاس؟"

وہ اپنی جیبیں ٹٹول کو سوچنے لگا۔ "تھینکس گاڈ! چابیاں ابھی تک میری جیب میں ہیں۔"

"پھر وہ اجنبی نوجوان اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے مجھ سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔"

"مجھے پورا یقین ہے کہ وہ جوان دشمن نہیں تھا۔ صرف اس حسینہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

اسی وقت پولیس والے اسپتال کے اس کمرے میں آ گئے۔ انسپکٹر نے کہا۔ "مسٹر! ہمیں معلوم نہ تھا کہ آپ کتنی اہمیت کے حامل ہیں۔ ابھی اغوا کی جنس والے آپ کے متعلق پوچھ رہے تھے۔"

اس برین آدم نے الپا کی مرضی کے مطابق پوچھا۔ "مجھے یہاں کون لایا ہے؟"

انسپکٹر نے کہا۔ "ہم لائے ہیں؟"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں کہیں بے ہوش پڑا ہوں؟"

"ایک عورت نے فون پر ہمیں اطلاع دی تھی۔"

اسی وقت ٹیری آدم دو برادرز کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ایک برادر نے اپنی جیب سے آرمی کا کارڈ نکال کر انسپکٹر کو دکھاتے ہوئے کہا۔ "آپ کی ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے، آپ جائیں۔"

انسپکٹر سپاہیوں کے ساتھ چلا گیا۔ الپا بھی واپس آ گئی۔ بلیک آدم اور دوسرے برادرز کو بتانے لگی کہ وہ جڑواں بھائی کسی دشمنی یا کسی طرح کی سازش کا شکار نہیں ہوا ہے۔ ایک اجنبی جوان نے اسے محض ایک عورت کی خاطر اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔

وہ سب اس پہلو سے غور کرنے لگے تو خفیہ لیبارٹری کا معاملہ جڑواں بھائیوں کی بے ہوشی سے الگ نظر آیا۔ اگر وہ اجنبی جوان چاہتا تو برین آدم کی جیب سے چابیاں نکال کر لیبارٹری کے دروازے کھولتا، ان فارمولوں پر قبضہ جماتا اور دونوں ڈاکٹروں کو ساتھ لے جاتا۔

لیکن دروازے چابی سے نہیں کھولے گئے بلکہ جلا کر توڑے گئے۔ یعنی لیبارٹری میں واردات کرنے والوں کا تعلق اس جوان سے نہیں تھا۔ اگر اس جوان سے ہوتا تو... چابیوں سے دروازے کھولے جاتے۔

بعد میں ایک عورت نے فون پر پولیس کو اس کی بے ہوشی کی اطلاع دی۔ اس سے اندازہ ہوا کہ وہ جوان جس عورت کے پیچھے جا رہا تھا، اسے پا چکا تھا۔ اس کے ذریعے پولیس کو اطلاع دے کر اس عورت کے ساتھ چلا گیا تھا۔

اگر وہ اجنبی جوان دشمن ہوتا تو برین آدم کو ختم کر دیتا یا اسے کہیں لے جا کر قید کرتا اور اس کے ذریعے تنظیم کے اندر پہنچنے کی کوشش کرتا۔

لیکن اس بات کا دوسرا پہلو تشویشناک تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ برین آدم کو کمزوری میں مبتلا کر کے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اب کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا یا کرنے والی ہمیشہ اس کے دماغ میں چھپی رہے گی۔

یہ پہلو سامنے آتے ہی سب محتاط ہو گئے۔ الپا نے ٹیری آدم اور دو برادرز کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا پھر اپنے اندیشوں کا اظہار کیا اور یہ طے کیا کہ جب تک دونوں جڑواں بھائیوں کا برین واش نہیں کیا جائے گا تب تک ان کے سامنے تنظیم کے متعلق کوئی بات نہ کی جائے۔

ان دونوں کو ٹیم سے عارضی طور پر الگ کرنے کے بعد سات برادر رہ گئے تھے۔ ان میں ایک برادر وائٹ آدم ان سے عمر اور تجربے میں بڑا تھا۔ عالمی سیاست کا بڑا کھلاڑی تھا۔ الپا اور باقی برادرز نے متفقہ رائے سے وائٹ برادر کو اپنا لیڈر بنا لیا۔

وائٹ برادر نے بڑا بھائی بنتے ہی سیاست شروع کی۔ سب سے پہلے الپا کو اپنے اعتماد میں لیا اور کہا۔ "ہم سب محبِ وطن

ہیں۔ پھر برین آدم نے ہمیں تنویمی عمل کے ذریعے وفادار کیوں بنایا ہے۔ کیا ہم اپنے ملک کے وفادار نہیں ہیں؟

وہ بولی "ہم بلاشبہ وفادار ہیں۔"

"تو پھر میں تم سے کہوں گا کہ تم تنویمی عمل سے آزاد ہو جاؤ۔ کیا تمہیں آزادی پسند نہیں ہے؟"

"بے شک پسند ہے لیکن میں اپنے دماغ سے برین آدم کے تنویمی عمل کو کیسے مٹاؤں؟"

"برادر ٹیری آدم کو اعتماد میں لو۔ وہ تم پر عمل کرے گا۔"

"اس طرح مجھے اپنا تابعدار بنا لے گا۔"

"ایسا میں نہیں ہونے دوں گا۔ پہلے تم ٹیری پر عمل کر کے اسے اپنا تابعدار بناؤ گی اور اسے حکم دو گی کہ وہ تمہارے دماغ سے صرف برین آدم کے عمل کو مٹائے گا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کرے گا پھر جب وہ تم پر عمل کرے گا تو میں وہاں موجود رہوں گا۔ اسے حد سے بڑھنے نہیں دوں گا۔"

یہ سازشی منصوبہ دھیرے دھیرے عملی صورت اختیار کر گیا۔ انہوں نے ٹیری کو اعتماد میں نہیں لیا بلکہ دھوکے سے ٹریپ کیا۔ الپا نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔ دوسری شام نئے لیڈر وائٹ آدم کی موجودگی میں ٹیری نے الپا پر عمل کیا اور اس کے ذہن سے برین آدم کے عمل کو مٹا دیا۔ اسی طرح تیسرے دن الپا نے وائٹ آدم کو بھی سابقہ تنویمی عمل سے آزاد کرا دیا۔

ویسے الپا نے یہ چالاکی دکھائی کہ وائٹ آدم کو بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔ ان دو جڑواں بھائیوں کو دو دنوں تک آبزرویشن میں رکھا گیا تھا۔ الپا نے کہا تھا۔ "میں دن رات ان کے دماغوں جا کر معلوم کرتی رہوں گی کہ ان کے اندر کون خیال خوانی کرنے والا دشمن چھپا ہوا ہے۔"

دراصل الپا نے اپنی آزادی اور حکمرانی کے لیے دو دن کا وقت لیا تھا۔ ایک دن اور گزارنے کے بعد اس نے تمام برادرز کی موجودگی میں ایک برین آدم پر تنویمی عمل کیا۔ یہ تاثر دیا کہ برین داش کر رہی ہے۔ اس نے بے شک ایسا کیا لیکن اسے بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا چونکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے یہ عمل کر رہی تھی اس لیے کوئی اس کی مکاری کو جان نہ سکا۔

اس کے دوسرے دن اس نے دوسرے جڑواں بھائی کو بھی اپنا تابعدار بنا لیا۔ آئندہ وہ باقی برادرز کو بھی اپنے قابو میں کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

غور کیا جائے تو یہ ساری بازی عادل نے الٹ پلٹ کی تھی۔ اس کے ایک انجانے عمل سے یہ سودی خفیہ تنظیم ایک ذہین مرد برین آدم کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اور ایک عورت الپا کے ہاتھوں میں اس کی باگ ڈور آ گئی تھی۔ اگرچہ الپا اب پہلے جیسی نادان نہیں تھی۔ تجربات کی بھٹی میں پک کر کندن ہو گئی تھی۔ یہ آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ اب اس خفیہ تنظیم کو کس ڈگر پر چلنا

تھا۔

ان تمام معروفیات کے پانچویں دن الپا نے سمندر کے کنارے بے ہوش ہونے والے برین آدم سے تنہائی میں ملاقات کی پھر اس سے کہا۔ "اس اجنبی نوجوان کے متعلق سوچو کیا ہمارا کسی معاملے سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا؟"

وہ بولا "ضرور کوئی تعلق ہو گا۔ تب ہی اس نے مجھے بے ہوش کیا تھا۔"

"یعنی وہ بے ہوش کرنے کی دوا انجیکٹ کرنے کا انتظام پہلے سے کر چکا تھا۔"

"بالکل یہی بات ہے۔"

"کیا تم اسے دوبارہ دیکھ کر پہچان سکتے ہو؟"

وہ سوچتا رہا پھر بولا۔ "مشکل ہے۔ کلب کے باہر تاریکی تھی۔ ساحل کی روشنیاں برائے نام کار کے اندر آ رہی تھیں۔ اگر وہ کار سے باہر نکلنے کا موقع دیتا تو شاید میں نیم تاریکی میں اس کا چہرہ دیکھ لیتا۔"

"کیا اسے آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

"یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ شاید آواز سن کر پہچان لوں۔"

وہ اجنبی جوان معمولی نہیں غیر معمولی ہے۔ کسی خیال خوانی کرنے والی ہستی کے لیے اہم خدمات انجام دے رہا ہے۔ اسے کسی طرح تلاش کرو۔"

الپا کی یہ شدید خواہش تھی کہ اس جوان کو دیکھے، جس نے ایک ہی وار سے دو برین آدم کی کھوپڑیاں الٹا دی تھیں۔

○☆☆○

مرینا گہری نیند میں تھی۔ چہرے اور جسم پر جو زخم آئے تھے انہوں نے اسے نڈھال کر کے سلا دیا تھا ورنہ وہ سونا نہیں چاہتی تھی۔ عادل کی اصلیت یا اس کی کوئی کمزوری معلوم کرنا چاہتی تھی جب کہ عادل نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

یہ مرینا کے حق میں برا ہوا تھا۔ وہ باہر جا کر کسی سے ٹیلی پیتھی کا ذکر کر سکتا تھا۔ وہ اسے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔ ڈاکٹر نے کہا تھا۔ وہ ایک انجکشن لینے گیا ہے ابھی آ جائے گا۔

اس نے مطمئن ہو کر آنکھیں بند کیں تو پھر صبح تک آنکھیں بند ہی رہیں۔ عادل ڈاکٹر کو انجکشن دے کر چلا گیا تھا۔ اب وہ مرینا سے دور رہنا چاہتا تھا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ اپنے حسن و شباب سے اسے بہلا پھسلا کر اپنے قریب رکھنا چاہتی ہے۔ اسے دشمن بھی سمجھتی ہے اور دوست بھی بنانے کی ادائیں دکھاتی ہے۔ ایسے دوغلی حسینہ سے دور رہنا چاہیے۔ یہی سوچ کر وہ چلا گیا۔

صبح آنکھ کھلی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ رات کی تمام باتیں یاد آ گئیں۔ اس نے نرس کو بلا کر پوچھا۔ "ہیری کہاں ہے؟"

وہ بولی۔ "کون ہیری؟ میں تو ابھی ڈیوٹی پر آئی ہوں۔"

وہ ڈاکٹر کے چیمبر میں آئی۔ پچھلی رات والے ڈاکٹر کی ڈیوٹی بدل گئی تھی۔ وہ بھی کسی ہیری کو نہیں جانتا تھا۔ اسے کمزوری محسوس ہوئی تو واپس آ کر بستر پر لیٹ گئی۔ ایک آیا نے اسے بستر پر ہی منہ ہاتھ دھونے میں مدد کی پھر پینے کے لیے تازہ پھلوں کا رس دیا۔ ایسے ہی وقت جیری نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو مرینا! میں جیری ہوں۔"

وہ بولی۔ "کوڈ ورڈز سناؤ؟"

"کوڈ ورڈز نہیں سناؤں گا۔ کیا تم مجھے دماغ سے نکال سکتی ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "یہ میری بدقسمتی ہے۔ ایک حادثہ پیش آیا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میں بہت دیر سے تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

"یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میرے دماغ سے جاؤ۔"

"کیا یہ اچھی بات ہے کہ دشمن تمہارے خیالات پڑھیں؟ بلکہ وہ پڑھ چکے ہوں گے۔ انہوں نے ہمارے باس جے پر گولا کی خفیہ تنظیم کے متعلق معلوم کیا ہو گا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ ابھی تک کوئی دشمن میرے اندر نہیں آیا ہے۔"

"تم کیسے کہہ سکتی ہو؟ جب کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی ہو۔ یہ ہیری کون ہے؟"

"ایک اجنبی نوجوان ہے، وہی مجھے اس کلینک میں لایا ہے۔"

"اور وہ فرہاد علی تیمور کا رشتے دار یا ایجنٹ کار ہے۔ تمہارے خیالات نے سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"بے شک ہیری مشکوک ہے مگر ہمارا دشمن نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ یہ پوری طرح یقین کر لو کہ ہیری کے ذریعے فرہاد تمہارے اندر پہنچ چکا ہے۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ باس پر گولا سے پوچھوں گا کہ ان حالات میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔"

وہ چلا گیا۔ مرینا اپنی توہین کے احساس سے تلملانے لگی۔ وہ جیری کی معمولہ نہیں تھی کہ اس کی ڈانٹ سن لیتی پھر وہ آخری فقرہ ایسے کہہ گیا تھا جیسے واپس آ کر اسے سزا دینے والا ہو۔

دماغی کمزوری نے اسے بے بس کر دیا تھا۔ اگر جے پر گولا وہاں موجود ہوتا تو اپنے شیطانی عمل سے اس کے دماغ کو لاک کر دیتا۔ وہ ہزاروں میل دور رہ کر ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اس عمل کے لیے جیری یا تھرہال کی خدمات حاصل کرنے والا تھا۔ ان حالات میں جیری یا تھرہال اس پر عمل کرتے، اسے اپنی معمولہ بنا لیتے اور وہ ان میں سے کسی کی معمولہ یا تابعدار نہیں بننا چاہتی تھی۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی یوں بے یار و مددگار بستر پر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اپنی سلامتی اور آزادی کے لیے کچھ کرنا چاہتی تھی۔ وہ اسپتال سے باہر آئی پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئی۔ ان لمحات میں یہ بات یقینی تھی کہ کوئی بھی اس کے دماغ میں آ کر اسے اپنی کنیز بنا سکتا تھا۔ میں بھی آ سکتا تھا۔ شی تارا، الپا، جیری، تھرہال اور دو کی سول وغیرہ سب کے سب اس کے دماغ پر حملے کر سکتے تھے۔

پتا نہیں دماغی توانائی کتنے گھنٹوں میں بحال ہوتی۔ ادھر یہ دھڑکا تھا کہ کسی لمحے..... کوئی بھی آ سکتا ہے۔ اب وہ جے پر گولا جیسے درندے کی کنیز بن کر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے پیرس کے اس افسر سے رابطہ کیا جس نے پچھلے دنوں اسے پیرس سے نیویارک جانے کی سہولتیں فراہم کی تھیں۔ اس نے افسر سے کہا۔ "میں مرینا بول رہی ہوں۔"

اس نے پوچھا۔ "کون مرینا؟ وضاحت کرو۔"

"پچھلے دنوں فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مجھے اپنے تنویمی عمل سے آزاد کیا تھا اور تم نے میرے نیویارک جانے کے انتظامات کیے تھے۔"

"ہاں، سمجھ گیا۔ اب کیا مسئلہ ہے؟"

"ایک بہت اہم مسئلہ ہے، جتنی جلدی ممکن ہو، فرہاد سے رابطہ کراؤ۔"

اس نے اپنا موبائل نمبر بتا کر رابطہ ختم کر دیا پھر بے چینی سے میرا انتظار کرنے لگی۔ انتظار کے ہر لمحہ میں یہ دھڑکا لگا رہا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا آ کر دبوچ لے گا یا پھر جیری ہی واپس آنے والا ہے۔

فون کی آواز سنتے ہی وہ خوف سے چیخ پڑی جیسے کسی نے حملہ کیا ہو پھر وہ فون کو دیکھ کر مطمئن ہوئی اس نے سوچ آن کیا پھر کان سے لگا کر بولی۔ "ہیلو میں مرینا بول رہی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "اور تم مجھے آواز سے پہچان رہی ہو۔"

وہ بیٹھی ہوئی تھی۔ خوشی سے اچھل کر کھڑی ہو گئی پھر سہارا ملنے کی امید ہوتے ہی ایکدم سے خوشی کے آنسو آ گئے۔ وہ روتے ہوئے بولی۔ "میں ڈوب رہی ہوں، مجھے بچا لو۔ میں نے دشمنی کے دوران کم ظرفی کی انتہا کر دی لیکن تم اعلیٰ ظرف ہو۔ میں کسی کی تابعدار بن کر کسی کے زیر اثر نہیں رہنا چاہتی۔"

"گویا اس وقت تم دماغی کمزوری میں مبتلا ہو۔"

"جی ہاں، میں اس خوف سے مری جا رہی ہوں کہ کوئی بھی آ کر مجھے تسخیر کر لے گا۔"

"مجھ سے خوفزدہ کیوں نہیں ہو۔ میں بھی تمہیں اپنی معمولہ اور تابعدار بنا سکتا ہوں۔"

"تم سے کوئی خوف کبھی نہیں رہا ہے۔ تم نے ماضی میں دو بار مجھے تنویمی عمل سے آزادی دی ہے۔ میں بہت ذلیل اور کمینی ہوں۔ تمہاری اعلیٰ ظرفی کی قدر نہ کر سکی۔ ہمیشہ ٹیلی پیتھی کے غرور میں پہاڑ سے ٹکرانے کی حماقت کرتی رہی۔"

"اب کیا چاہتی ہو؟"

"جتنی جلدی ممکن ہو' میرے دماغ کو لاک کر دو۔ کسی لمحے' کوئی بھی آسکتا ہے۔"

میں نے فون کو آف کیا پھر اس کے اندر پنچ کر کہا۔ "جب میں آچکا ہوں تو اور کوئی نہیں آسکے گا۔"

میری سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں سنتے ہی وہ خوشی سے نڈھال ہو کر صوفے پر گر پڑی۔ میں نے کہا' خود کو سنبھالو۔ فون آف کرو اور بستر پر جا کر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

اس نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ بستر پر چاروں شانے لیٹ گئی۔ بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ چونکہ خود ہی تنویمی عمل کے لیے راضی تھی اس لیے جلد ہی میرے زیر اثر آ گئی۔ میں اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کن حالات سے گزر کر اس مقام تک پہنچی ہے۔

یوں معلومات حاصل کرنے سے مجھے جے پرگولا کے متعلق بہت کچھ معلوم ہوتا۔ عادل چنگیزی سے بھی واقفیت حاصل ہو جاتی لیکن میں زیادہ دیر کرتا تو اس دوران کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا آجاتا۔ میں بعد میں بھی یہ معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ فی الحال میں نے اس کے دماغ کو لاک کیا۔ یہ تاکید کی کہ تنویمی نیند کے دوران اس کا دماغ کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا اور کسی کی دستک پر تنویمی نیند سے بیدار نہیں ہوگا۔ وہ صرف میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گی اور چار گھنٹے تک آرام سے سوتی رہے گی۔

وہ سو گئی۔ میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ وہ ہمارے لیے غیر ضروری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور میری فیملی کے کتنے ہی افراد کو ٹیلی پیتھی کے علم سے نوازا تھا۔ ہم میں سے کوئی مرینا کی خیال خوانی کا محتاج نہیں تھا۔ میں نے عارضی طور پر اسے اپنی معمولہ بنایا تھا کہ آئندہ وہ اپنے اعمال درست کرے۔ اگر وہ مثبت انداز میں زندگی گزارے گی تو میں پھر اسے تنویمی عمل کے اثر سے آزاد کر دوں گا۔ یوں بھی جناب علی اسد اللہ تبریزی کی ہدایت تھی کہ ہم مرینا یا کسی اور خیال خوانی کرنے والے کو زیادہ عرصے تک اپنے زیر اثر نہ رکھیں۔

جب تک وہ کوئی نئی مثبت راہ اختیار کرتی' میں اس کے ذریعے اسرائیل میں فارمولوں کے سلسلے میں ہونے والے تماشے دیکھ سکتا تھا۔ یہودی خفیہ تنظیم' جے پرگولا کی تنظیم' شی تارا کی مصروفیات اور شاید عادل چنگیزی کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں نے لیلیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک فرانس میں رہوں گا' اس کے ساتھ ہفتے میں دو دن گزارا کروں گا اور میں وعدے کے مطابق پیرس کے ایک کاتیج میں اس کے ساتھ وقت گزار رہا تھا۔ لیلیٰ نے کہا۔ "آپ کی مصروفیات کبھی ختم نہیں ہوں گی۔"

میں نے کہا۔ "تمہاری وجہ سے میں نے مرینا پر مختصر سا تنویمی عمل کیا ہے۔"

"بڑی مہربانی کی لیکن آپ کی مصروفیات کے دوران ثانی مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ وہ ہمیں بلا رہی ہے۔"

"کیوں بلا رہی ہے؟ خیریت تو ہے؟"

"اس کے کاتیج میں علی' پارس' باربرا اور صفورا موجود ہیں۔ وہ ہمیں کوئی دلچسپ تماشا دکھانا چاہتے ہیں۔"

ایک جھیل کے کنارے بے شمار کاتیجز بنے ہوئے تھے ان میں سے کئی کاتیج میری فیملی کے لیے مخصوص تھے۔ ہم سے چند قدم کے فاصلے پر علی کی رہائش تھی۔ میں لیلیٰ کے ساتھ وہاں پہنچا وہ سر ادب سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے ایک صوفے پر بیٹھ کر ٹی وی کی طرف دیکھا۔ شاید کچھ دیر پہلے وہ ٹی وی دیکھ رہے تھے ہمارے آتے ہی آف کر دیا تھا۔

میں نے پوچھا۔ "کیا مجھے یہاں بلانے سے پہلے یہ سوچا ہے آج میری فیملی کے اہم افراد ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور دشمن کی عید ہو جائے گی۔"

علی نے کہا۔ "پاپا! دشمن آئیں گے تو باہر ہماری روحوں سے ملاقات کر کے لوٹ جائیں گے۔"

"تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہوا؟"

ثانی نے کہا۔ "مطلب آسانی سے سمجھ میں نہیں آئے گا آئے گا تو آپ یقین نہیں کریں گے۔"

لیلیٰ نے پوچھا۔ "کیا پیچیدہ پہیلی بجھوا رہی ہو؟"

پارس نے کہا۔ "امی! پہلے میں وہ واقعہ سناتا ہوں' جس چشم دید گواہ میرے علاوہ باربرا اور صفورا ہیں۔"

وہ سنانے لگا۔ تقریباً پانچ دن پہلے وہ باربرا اور صفورا کے ساتھ واشنگٹن سے پیرس آ رہا تھا اس کے پاس وہ مائیکرو فلم تھی' جو میں ٹرانسفارمیشن کا نقشہ موجود تھا۔ سفر شروع کرنے سے پہلے ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "تم اور علی شہر روم میں ہیں۔ یہاں چلے آؤ۔ اچھا وقت گزرے گا۔ تمہیں یاد کر رہا ہے۔"

دونوں بھائیوں کو ساتھ رہنے کا موقع شاذ و نادر ہی ملتا تھا اس لیے پارس واشنگٹن سے سیدھا روم چلا آیا۔ دونوں بھائی ایئرپورٹ پر گلے ملے۔ ثانی نے باربرا اور صفورا سے مصافحہ کیا۔ ثانی نے مسکرا کر کہا۔ "صفورا! میں کسی سے نہیں ڈرتی لیکن مصافحہ کرتے وقت تمہارے ناخنوں سے ڈر لگ رہا ہے۔"

صفورا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم نے غور سے نہیں دیکھا تم میں اپنے ناخنوں پر باریک سی جھلی چڑھا کر رکھتی ہوں۔ جب سے دشمنی ہو اور اس پر حملہ کرنے کی نوبت آئے تو میں ناخنوں سے جھلی اتار دیتی ہوں۔"

"پھر تو ہم تمہارے ہاتھوں سے کوئی بھی چیز لے کر کھا سکتے ہیں وہ چیز زہریلی نہیں ہو سکے گی۔"

"ہاں' اسی لیے میں دوستوں کی خاطر زہریلے ناخن چھپائے رہتی ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "مگر اس کے دانتوں پر جھلی نہیں ہوتی۔ یہ کسی سے بھی کاٹ کھاتی ہے۔ اس لیے میں اس کے آگے نہیں رہتا۔ پیچھے رہتا ہوں۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ وہ کار میں آگے۔ تینوں لڑکیاں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ دونوں بھائی اگلی سیٹ پر آ گئے۔ علی نے کار سٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ اٹلی وہ شہر ہے' جہاں تنظیم نے جنم لیا تھا۔ موجودہ دور میں کتنی ہی مافیا تنظیمیں دنیا میں پھیل گئی ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "ہم دنیا کی کئی تنظیموں سے ٹکرا چکے ہیں۔ یہ مافیا ایسی ہے' جس کا گاڈ فادر کبھی ہمارے سامنے نہیں آیا۔ صرف اس کے نائب سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"مافیا تنظیم کے سرغنہ کو عرف عام میں گاڈ فادر کہا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں عورتیں زندگی کے ہر شعبے میں آگے بڑھ رہی ہیں۔ جرائم کی دنیا میں بھی عورتیں گاڈ مدر بن رہی ہیں۔ یہاں اس ملک میں ایسی ہی ایک گاڈ مدر کی دہشت طاری ہے لوگ اس کا نام سنتے ہی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔"

ثانی نے کہا۔ "یہاں کے دہشت زدہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ گاڈ مدر پولیس مقابلے میں ہلاک ہو گئی تھی۔ اس کی تنظیم کے افراد نے پولیس والوں کے سامنے اسے دفن کرنے کے بعد کہا' اب ہماری گاڈ مدر کی روح آیا کرے گی۔ تم پولیس والے اسے کبھی گولی نہیں مار سکو گے۔ ان کی پیش گوئی کی مطابق اس کی روح آیا کرتی ہے اور وارادات کر کے چلی جاتی ہے۔"

پارس نے کہا۔ "یہ فینٹسی بہت دلچسپ ہے۔"

علی نے کہا۔ "آج ہم گاڈ مدر کی روح کو دیکھیں گے۔"

باربرا نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں' اٹلی کی حکومت نے فرانس کی حکومت سے اس معاملے میں تعاون کی درخواست کی تھی۔ عقل یہ تسلیم نہیں کرتی ہے کہ روح مجسم چیلنج کرتی ہے' اس کے سامنے آتی ہے پھر لوگوں کی موجودگی میں اسے گولی مار کر چلی جاتی ہے۔"

"کیا واقعی ایسی واردات ہو چکی ہے؟"

علی نے کہا۔ "میں نے صرف سنا ہے' دیکھا نہیں ہے۔ یہ سنا دیکھنے کے لیے ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے فرانس کی انٹیلی جنس کے افسر کو ہدایت کی تھی کہ وہ اٹلی کی انٹیلی جنس کے سامنے فرانس کی حیثیت سے ثانی کا اور میرا نام پیش کرے۔ اس طرح ہم دونوں عارضی سراغرساں بن گئے ہیں۔"

"گاڈ مدر نے چیلنج کیا ہے کہ وہ آج رات دس بجے پولیس کمشنر جنرل کی خواب گاہ میں آئے گی اور اسے گولی مارے گی۔"

"اس انسپکٹر جنرل کے حکم سے ہی پولیس مقابلے میں گاڈ مدر کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا اس کے بعد انسپکٹر جنرل کسی کام سے ملک سے باہر چلا گیا تھا۔ کل واپس آیا ہے اور آج رات اس کی موت کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔"

مختصر یہ کہ شام ہی سے آئی جی کے بنگلے کے چاروں طرف مسلح پولیس کا پہرا لگا دیا گیا۔ احاطے کے اندر کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ علی اور ثانی کے اصرار پر پارس' باربرا اور صفورا کو اس وارننگ کے ساتھ اجازت دی گئی کہ آئی جی کو جانی نقصان پہنچے گا تو اس کی ذمے داری علی اور ثانی پر ہو گی۔

ثانی اور باربرا شام ہی سے بنگلے کے اندر اور باہر ڈیوٹی دینے والے افسروں اور سپاہیوں کے خیالات پڑھتی رہیں۔ یہ شبہ دور ہوتا رہا کہ گاڈ مدر کا کوئی ساتھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہاں ٹیلی پیتھی کا کوئی سلسلہ نہیں تھا۔ علی اور پارس خواب گاہ کے ایک ایک گوشے میں جھانک کر دیکھتے رہے۔ کہیں قتل کا سامان نہیں کیا گیا تھا۔

رات کے نو بجے تین پولیس افسران آئے۔ انہوں نے آئی جی سے ملاقات کی اور یہ طے کیا کہ وہ تینوں آئی جی کے قریب خوابگاہ میں رہیں گے۔ ایسے ہی وقت باربرا نے ایک سازشی افسر کو پہچان لیا۔ اس نے کہا۔ "ثانی! جس افسر کا نام انتونیو ہے۔ اس کے خیالات پڑھو۔"

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ افسر رشوت خور ہے۔ پچھلی رات گاڈ مدر کی روح اس کے کمرے میں آئی تھی اور اس سے کہا تھا۔ "صبح تمہیں پچاس ہزار برٹش پونڈ مل جائیں گے۔ اس کے عوض کل رات تم آئی جی کی خوابگاہ میں ڈیوٹی پر رہو گے۔ تم اپنے سرکاری ریوالور کے علاوہ ایک اور ریوالور اپنے لباس میں چھپا کر رکھو گے۔ میں وہاں آؤں گی اور جب اپنے ریوالور سے آئی جی کا نشانہ لوں گی تم اسے گولی مار دو گے۔"

راشی افسر نے کہا۔ "وہاں دوسرے افسران ہوں گے' وہ مجھے قتل کرتے ہوئے دیکھ لیں گے۔"

"میں وہاں ایسی دہشت پیدا کروں گی کہ سب کی نظریں مجھ پر ہوں گی۔ تم گولی مارتے ہی ریوالور میرے قدموں میں پھینک دو گے۔"

ثانی اور باربرا نے یہ تمام باتیں پارس' علی اور صفورا کو بتائیں۔ پارس نے کہا۔ "ابھی خاموش رہو۔ اگر ہم نے راشی افسر کو بے نقاب کیا تو گاڈ مدر یہاں نہیں آئے گی۔ ہمیں اس بے چاری کی روح کو دیکھنا چاہیے۔"

بنگلے سے کچھ فاصلے پر اخبارات' ریڈیو اور ٹی وی کے نمائندوں اور فوٹو گرافروں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ مافیا تنظیم کے نائب نے ان سب کو صبح ہی اطلاع دے دی تھی کہ گاڈ مدر ٹھیک دس بجے آئی جی کے کمرے میں آ کر اس کا کام تمام کر دے گی۔

جب دس بجنے میں دس منٹ رہ گئے تو بنگلے کے احاطے میں افسروں اور سپاہیوں نے گاڈ مدر کو دیکھا۔ پتا نہیں وہ اچانک کہاں

سے نمودار ہو گئی تھی۔ سپاہیوں نے گنیں سیدھی کر لیں۔ افسروں نے للکارا۔ "خبردار! رک جاؤ۔"

وہ جیسے حکم نہیں سن رہی تھی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بنگلے کے بند دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ایک ریوالور تھا۔ دروازے پر کھڑے ہوئے افسر نے اپنے ریوالور سے نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "یہ دروازہ نہیں کھلے گا۔ اگر تم قریب آؤ گی تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

وہ قریب آ رہی تھی۔ افسر نے گولی چلا دی۔ وہ گولی اس کی ایک ٹانگ میں گھسی پھر دوسری طرف سے نکل کر زمین میں دھنس گئی۔ گاڈمدر آگے بڑھتی ہوئی بند دروازے کو کھولے بغیر آر پار چلی گئی۔ باہر کھڑے ہوئے پہریداروں کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

باہر والے بنگلے کے اندر پہرا دینے والوں کو اطلاع دے رہے تھے کہ وہ آ گئی ہے اور بنگلے میں داخل ہو گئی ہے۔ گولیاں چلنے کی آوازوں سے بھی ظاہر تھا کہ ایک روح کو ہتھیاروں سے زخمی کرنے کی احمقانہ کوششیں کی جا رہی ہیں۔

وہ بنگلے کے اندر مختلف حصوں سے گزرتی جا رہی تھی جب گولیوں نے کام نہیں دکھایا تو چند سپاہیوں نے آگے بڑھ کر اسے پکڑنا چاہا لیکن وہ محض ایک عکس تھی۔ اسے پکڑنے والے ایک دوسرے کو پکڑ کر رہ گئے۔ وہ ان کے درمیان سے نکل گئی۔ آئی جی کی خواب گاہ میں پہنچ گئی۔

سب اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ وہ ایک حسین عورت تھی۔ پارس نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ "واہ کیا حسن ہے۔ بڑھاپے میں ایسی ہو۔ جوانی میں کیسی رہی ہو گی؟"

اس نے پارس کو نہیں دیکھا۔ جیسے کچھ سنا نہ ہو۔ وہ ٹی وی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی پھر بولی۔ "گھڑی دیکھو۔ دس بجنے میں چھ منٹ رہ گئے ہیں۔ تمہاری زندگی صرف چھ منٹ کی رہ گئی ہے۔"

آئی جی نے زندگی کی بھیک مانگتے ہوئے کہا۔ "میڈم ٹریسا! میں تمہیں گاڈمدر تسلیم کرتا ہوں، مجھے معاف کر دو۔"

"تمہارے حکم سے پولیس والوں نے مجھے گولی مار کر قبر میں سلا دیا۔ کیا میں تمہیں معاف کر دوں گی تو تم مجھے پھر سے زندہ کر دو گے؟"

وہ گڑگڑا کر بولا۔ "میں پھر کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ مجھے ایک بار معاف کر دو۔ میں پولیس کی نوکری چھوڑ کر تمہارا غلام بن جاؤں گا۔"

پارس نے کہا۔ "اگر تمہاری کوئی جوان بیٹی ہے تو مجھے بھی غلامی میں لے لو۔"

ٹانی نے گھور کر کہا۔ "اے مسخرے! تم چپ نہیں رہو گے؟"

گاڈمدر نے آئی جی سے پوچھا۔ "یہ تم نے کن لوگوں کو اپنی حفاظت کے لیے رکھا ہے۔ ان سے کہو تمہاری موت کو ٹال دیں۔"

علی سوچتی ہوئی نظروں سے روح کو دیکھ رہا تھا۔ پارس نے کہا۔ "موت تو ٹل گئی ہے۔ تمہارا باپ بھی گولی نہیں چلا گا۔"

اس نے غصے سے کہا۔ "میں اس گستاخ کو بھی زندہ چھوڑوں گی۔ آئی تھی ایک گولی چلانے، اب یہاں دو گولیاں گی۔ سنتے ہو، یہاں دو لاشیں گریں گی۔"

پارس نے کہا۔ "ہاں، تم راشی افسر کو سنا رہی ہو اور اشاروں میں سمجھا رہی ہو کہ وہ صرف آئی جی کو ہی نہیں مجھے گولی مارے۔"

پھر اس نے راشی افسر سے کہا۔ "تم اپنے ہولسٹر ریوالور سے فائر کرو گے تو پکڑے جاؤ گے جو ریوالور لباس میں کر رکھا ہے اس سے گولی چلاؤ گے تو آئی جی اور باقی دو افسر میں یہی سمجھیں گے کہ روح نے گولی چلائی ہے۔ شاباش چلا لباس کے اندر سے دوسرا ریوالور نکالو۔"

روح کے چہرے سے پریشانی ظاہر ہونے لگی۔ راشی افسر گھبرا کر کہا۔ "یہ تم کس سے کہہ رہے ہو؟ یہاں کس نے لباس میں ریوالور چھپایا ہے؟"

باربرا اس کے اندر تھی۔ اس نے مجبور کیا تو وہ فوراً ہی لباس میں چھپا ہوا ریوالور نکال کر بولا۔ "ارے ہاں۔ یہ تو پاس ہے۔"

اس نے اس ریوالور کو اچھالا۔ پارس نے اسے کیچ پوچھا۔ "ہاں تو بوڑھی ٹریسا! اب اپنے روحانی ریوالور سے اور آئی جی کے ساتھ میرا بھی کام تمام کر دو۔"

"وہ غصے سے چیخ کر بولی۔ "کون ہو؟ تم کون ہو؟ میں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی پھر آس پاس دیکھتے کہا۔ "او آئی سی۔ یہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں کوئی بات آئی جی! میں پھر تم سے نمٹ لوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ غائب ہو گئی۔ آئی جی نے سہم کر کہا۔ بچاؤ۔ یہ نظروں سے اوجھل ہو کر مجھ پر فائر کرے گی۔"

علی نے کہا۔ "تمہارا یہ راشی افسر تمہیں موت کے اتارنے والا تھا۔"

وہ افسر بھی اپنے جرم کا اقرار نہ کرتا لیکن اس کا ہا قابو میں نہیں تھا۔ اس نے بیان دیا کہ پچھلی رات ٹریسا کی رو کے کمرے میں آئی تھی اور اس نے پلاننگ کی تھی کہ کس آئی جی کو گولی مارے گا۔ قتل سے پہلے ہی مافیا کے ایک آ اسے پچاس ہزار ڈالر پونڈ ادا کر دیے تھے۔ وہ رقم بھی راش کے گھر میں رکھی ہوئی ہے۔

آئی جی کے حکم سے اس کے گھر کی تلاشی لی گئی۔ وہ گئی۔ افسر کو حراست میں لے لیا گیا۔ آئی جی نے علی اور شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ واقعی ذہین سر

ہیں۔ میں چاہوں گا کہ جب تک گاڈمدر کی روح کو گرفتار یا نابود نہ کیا جائے، تب تک آپ ہمارے مہمان رہیں گے۔"

علی نے کہا۔ "روحیں کبھی واردات کرنے نہیں آتی ہیں۔ وہ گاڈمدر شاید زندہ ہے، اس کے دھوکے میں آپ لوگوں نے اس کی کسی ڈی کو ہلاک کیا ہو گا۔"

"اگر وہ زندہ ہے تو روح کی طرح کیسے نظر آتی ہے۔ ہم اس کے جسم کے آر پار دیکھ لیتے ہیں جیسے وہ شیشے کا مجسمہ ہو پھر وہ غائب کیسے ہو گئی؟"

پارس نے کہا۔ "ایسے بہت سے سوال جواب طلب ہیں۔ ہم ان سوالوں پر غور کر رہے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ روح کسی واردات کی مرتکب نہیں ہوتی۔ آپ کے ڈپارٹمنٹ میں جتنے راشی افسران ہیں، ٹریسا نے انہیں خرید لیا ہے۔ وہ خود آگے رہ کر کسی راشی کو حکم دیتی ہے کہ وہ پیچھے سے گولی چلائے۔"

ٹانی نے کہا۔ "قاتل آپ کے ڈپارٹمنٹ میں ہیں۔ آپ آستین میں سانپ پال رہے ہیں۔ ان سانپوں کو آپ آسانی سے کچل سکتے ہیں۔ یہاں ہماری ضرورت نہیں ہے۔ ہم جا رہے ہیں۔"

وہ پانچوں دوسری صبح پیرس آ گئے۔ اس معاملے میں سر کھپاتے رہے کہ ٹریسا ٹرانسپیرنٹ بن کر کیسے آتی ہے؟ اس کا جواب آسانی سے سمجھ میں آتا تھا کہ انسانی تصویر ہویا اس کا ہیولا وہ روشنی اور سائے کے امتزاج سے تشکیل پاتے ہیں مثلاً ٹی وی اسٹوڈیو میں ایک کردار کیمرے کے سامنے ہوتا ہے۔ اس پر کئی زاویوں سے روشنی ڈالی جاتی ہے پھر وہ کیمرا مختلف تکنیک کے ذریعے سیکڑوں ہزاروں میل کی دوری تک اس کردار کو ہر گھر کے ٹی وی اسکرین پر پہنچاتا ہے۔

یہ تکنیک جن کی سمجھ میں نہیں آتی، وہ حیرانی سے سوچتے ہیں کہ ٹی وی اسٹوڈیو میں گانے والی یا کیمرے کے سامنے کھلی فضا میں کار چلانے یا دوڑنے والا شخص جوں کا توں ہر گھر میں کیسے نظر آتا ہے۔

اس تکنیک کے پیش نظر بات سمجھ میں آتی ہے کہ گاڈمدر جس مکان میں پہنچنے کا چیلنج کرتی ہے، وہاں ایسے ہی پروسس سے گزر کر وہ نظر آتی ہے اور اگر کیمرا بند کر دیا جائے تو وہ غائب ہو جاتی ہے۔

یہ آئیڈیا اس حد تک سمجھنے کے بعد پارس اور علی نے اس کا عملی تجربہ کیا۔ علی کے کالج میں ایک چھوٹا سا اسٹوڈیو قائم کیا گیا۔ حکومت فرانس ان کی ہر فرمائش پوری کرتی تھی۔ اس لیے چوبیس گھنٹوں کے اندر اسٹوڈیو کی تمام مشینیں اور آلات مل گئے۔

کیمرے کے اور دیگر آلات کے ذریعے جس شخص کو ٹی وی اسکرین تک نشر کیا جاتا ہے۔ وہ شخص منعکس ہوتا ہے۔ روشنی اور سائے کے امتزاج سے اس کا عکس ہزاروں میل تک فضا میں سفر کرتا ہے اور ہر گھر کے ٹی وی اسکرین تک پہنچتا ہے۔

اور اگر ٹی وی کا اسکرین نہ ہو تو؟

پارس اور علی نے اس نکتے پر غور کیا کہ گاڈمدر کا عکس اسکرین کے بغیر یا اسکرین کے باہر کیسے آتا ہے؟

اس کے لیے وہ تین دنوں تک سر کھپاتے رہے۔ باربرا اور صفورا کو کیمرے کے ذریعے ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک منعکس کرنے کی کوششیں کرتے رہے..... وہ تینوں اسکرین پر آتی تھیں لیکن اسکرین کے باہر متحرک نہیں ہوتی تھیں۔

انہوں نے مزید آلات منگوائے اپنے طور پر مختلف تکنیک پر عمل کیا تو کامیابی ہونے لگی۔ جس کمرے میں کم روشنی ہوتی تھی وہاں وہ تینوں صاف طور سے چلتی پھرتی نظر آتی تھیں۔ روشنی زیادہ ہو تو ذرا دھندلا جاتی تھیں، کیمرے کے سامنے رہ کر جیسی حرکتیں کرتی تھیں، ان کی وہی حرکتیں دوسرے کمرے میں دکھائی دیتی تھیں۔

میں لیلیٰ کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ پارس دوسرے صوفے پر بیٹھا منعکس ہونے والی گاڈمدر کے متعلق اپنے تجربوں کے متعلق تفصیل سے بتا رہا تھا۔ اسی وقت باربرا نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے سر گھما کر دیکھا وہ دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں پھلوں کی ٹرے تھی۔ اس پر نظر پڑتے ہی سمجھ میں آ گیا کہ وہ باربرا نہیں ہے اس کا عکس ہے۔ اس کے آر پار دیکھا جا سکتا تھا۔ اس کے باوجود وہ بالکل واضح طور پر نظر آ رہی تھی۔

وہ پھلوں کی ٹرے اٹھائے آہستہ آہستہ چلی ہوئی میرے اور لیلیٰ کے سامنے آ کر رک گئی پھر جھک کر ٹرے کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ای! پھلوں سے شوق کریں۔"

لیلیٰ نے مسکرا کر کہا۔ "بیٹی! تم سچ مچ کے پھل لے یہاں کسی دوسرے کمرے میں کیمرے کے سامنے ہو۔ بے شک پارس اور علی ان پانچ دنوں میں حیرت انگیز کمال دکھا رہے ہیں۔"

ہم دونوں اٹھ کر پارس کے ساتھ دوسرے کمرے میں آئے۔ وہاں باربرا پھلوں کی ٹرے لیے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ علی کیمرا آپریٹ کر رہا تھا۔ صفورا لائٹس کے کی بورڈ کے پاس تھی اور ٹانی ساؤنڈ مشین پر جھکی ہوئی باربرا کی آواز دوسرے کمرے تک نشر کر رہی تھی۔ میں نے اور لیلیٰ نے تالیاں بجا کر انہیں داد دی۔ ان سب کو باری باری گلے لگایا۔ لیلیٰ نے کہا۔ "واقعی تم لوگوں نے بڑی محنت سے روح کا مسئلہ حل کر لیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "تم میں سے کسی بھائی کو اٹلی جا کر گاڈمدر کی روح کے طلسم کو توڑنا چاہیے۔"

علی نے کہا۔ "پاپا! ہم تفریح کے موڈ میں ہیں۔ اس لیے ہم سب جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "میں تو نہیں جاؤں گا۔ تم پانچوں چلے جاؤ۔"

باربرا نے کہا۔ "میں کچھ عرصے تک ادارے میں مزید ٹریننگ

حاصل کروں گی اس لیے تم چاروں جاسکتے ہو۔"

بظاہر گاڈ فادر کا مسئلہ کوئی زیادہ اہم اور تشویشناک نہیں تھا پارس اور علی اسے تفریح کے طور پر لے رہے تھے۔ بعد میں انکشاف ہونے والا تھا کہ گاڈ فادر وہ نہیں ہے' جسے وہ دیکھ چکے ہیں۔ وہ کوئی اور ہے اور شیطان کی آنت کی طرح پیچیدہ اور یہودیوں کی فطرت کی طرح دلدلی ہے۔

○☆☆○

جیری نے جے پر گولا کے پاس آکر مرینا کے متعلق بتایا۔ پر گولا نے اس کے تمام حالات سن کر کہا۔ "یہ برا ہوا۔ وہ ہماری ایک اہم خیال خوانی کرنے والی ہے اور اس کا دماغ اس وقت ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ کوئی بھی دشمن آکر میرا نام اور میری شیطانی تنظیم کے متعلق بہت کچھ معلوم کرسکتا ہے۔"

جیری نے کہا۔ "باس! مرینا کہہ رہی تھی کہ ابھی تک کوئی اس کے دماغ میں نہیں آیا ہے۔"

"وہ کتے کی بچی! اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکے گی پھر کیسے کہتی ہے کہ اب تک کوئی نہیں آیا ہے۔"

"بے شک وہ یقین سے نہیں کہہ سکتی لیکن میں نے اس کے اندر خاموش رہ کر بڑی دیر تک کسی دشمن کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ بڑی دیر تک انتظار کرنے کے بعد بھی کوئی اس سے مخاطب نہیں ہوا تھا۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ابھی تک کسی دشمن کو اس کی دماغی کمزوری کا علم نہیں ہوا ہے؟"

"جی ہاں۔ اسی لیے وہ اب تک بالکل محفوظ ہے۔ اس کے دماغ کو فور اً لاک کرنا چاہیے۔"

جیری اس وقت اپنی رہائش گاہ میں کھانا کھا رہا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے جے پر گولا سے باتیں کر رہا تھا۔ جب پر گولا نے اسے مرینا کا دماغ لاک کرنے کا حکم دیا تو وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مرینا کے پاس جائے گا۔

کھانے میں پندرہ بیس منٹ صرف ہوتے تھے لیکن تقدیر جب کسی تدبیر کو ناکام بناتی ہے تو بعض اوقات ایک معمولی سی گڑبڑ پیدا کرکے بازی پلٹ دیتی ہے۔ وہ آرام سے کھا رہا تھا۔ بیس منٹ کے بعد آخری لقمہ چباتے وقت اس نے پانی پیا تو اچانک ٹھکا لگا۔ ٹھکا لگنے سے کچھ زیادہ پریشانی نہیں ہوتی لیکن پانی اور غذا کے کچھ ذرات دماغ پر چڑھ گئے تھے جس کے بعد سنبھلنے میں مزید بیس منٹ صرف ہو گئے۔ اس کے بعد بھی وہ بڑی دیر تک بے چینی سی محسوس کرتا رہا اور خیال خوانی سے پرہیز کرتا رہا پھر جب مرینا کے پاس گیا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔

وہ گہری تنویمی نیند میں تھی۔ میں نے ایسے وقت مخالفین کو دماغ میں آنے سے روکنے کے لیے مرینا کے لہجے میں تھوڑی سی تبدیلی کردی تھی۔ جیری نے سابقہ لہجے کو گرفت میں لے کر مرینا کے پاس آنا چاہا۔ اس سابقہ لہجے کا مرینا کے دماغ پر اثر نہ ہوا، خوانی کی لہریں بھٹک کر جیری کے پاس واپس آگئیں۔

وہ پریشان ہو گیا۔ رابطے کی ناکامی بتا رہی تھی کہ مرینا سے نکل گئی ہے۔ اس نے سوچا' شاید کوئی غلطی ہو گئی ہے کوشش کرنا چاہیے۔ اس نے ایک بار نہیں کئی بار کوشش کی پھر ناکام ہو کر جے پر گولا کے پاس آیا۔ اس سے بولا۔ "برا ہے۔ مرینا ہاتھ سے نکل گئی ہے۔"

وہ غصے سے گھونسا دکھاتے ہوئے بولا۔ "وہ کیسے ہمارے سے نکل گئی؟"

"باس! میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ کو نہیں پا رہی کسی نے اس کی آواز اور لب ولہجے کو بدل دیا ہے۔"

"کیسے بدل دیا ہے؟ کسی کو اتنا موقع کیسے مل گیا؟ تم نے سے فوراً ہی واپس چلے گئے تھے۔"

"جی ہاں' لیکن میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ میں پون گھنٹے تک خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔"

"گدھے کے بچے! تم ٹیلیفون کے ذریعے اطلاع دے تھے۔"

"میں نے دو گھنٹے پہلے آپ کو خیال خوانی کے ذریعے یہ کہ ٹیلیفون ڈیڈ پڑا ہوا ہے' کیا آپ بھول گئے؟"

جے پر گولا غصے میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ مرینا اس کے بہت اہم تھی۔ تین میں سے ایک خیال خوانی کرنے والی کی گئی تھی۔ یہ بہت بڑا نقصان تھا۔ جیری نے کہا۔ "آپ غصہ دیں۔ میں حالات سے مجبور تھا۔ پھر بھی ہم کوشش کریں تو دوبارہ حاصل کرسکتے ہیں۔"

"میں یہی سوچ رہا ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے قتل ا چند کام کے لوگوں کو اپنا آلۂ کار بناؤ اور انہیں مرینا کے پیچھے موقع ملے تو اسے اغوا کرکے کسی خفیہ اڈے میں پہنچا دو پھر کسی دشمن کے تنویمی عمل سے نجات دلا کر اپنی معمولہ بنا گے۔"

"میں ابھی وہاں کے کچھ اہم لوگوں کو ٹریپ کرتا ہوں۔"

"اس کے پیچھے پڑ جاؤ۔ میں کل تک اپنے چند شیطان کو لے کر خود وہاں جاؤں گا۔ ہمارے لیے صرف وہ فار نہیں' مرینا بھی بہت اہم ہے۔"

جیری اس کے دماغ سے چلا گیا۔ جے پر گولا سر جھکا کر لگا۔ وہ شیطان کا پجاری تھا۔ کالے جادو کا بھی عامل تھا۔ جب چاند آسمان پر نہیں ہوتا اور تاریکی گہری ہوتی ہے' بے شمار ایک قبرستان میں جمع ہوتے ہیں۔ وہاں شیطان کی پوجا کرتے قربانیاں دیتے ہیں اور اس سے شیطانی قوتیں حاصل کرتے ہیں وہ پلاننگ کرنے لگا کہ اپنے شیطان سے مزید کالی قوتیں

کرے گا اور چند جادوگر ساتھیوں کو لے کر دوسرے دن اسرائیل کے لیے روانہ ہو جائے گا۔

○☆☆○

شی تارا نے پچھلی شام عادل کے دماغ میں آکر معلوم کیا تھا' وہ فیکٹری کی منیجر کے ساتھ تفریح کے لیے جا رہا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ عادل تل ابیب شہر کو اچھی طرح دیکھ لے۔ اس لیے اس نے تفریح کے لیے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔

پھر اس نے آٹھ گھنٹوں کے بعد عادل کے پاس آکر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ اس کے خوابیدہ خیالات نے بتایا کہ وہ خیریت سے ہے۔ اس نے پوچھا "آج کی شام کیسی گزری؟"

اس کے خوابیدہ دماغ نے کہا۔ "بڑی ہنگامہ خیز شام تھی' آدھی رات تک بڑا مصروف رہا۔"

"تم حسن پرست اور عاشق مزاج نہیں ہو پھر کس طرح آدھی رات تک مصروف رہے؟"

"ایک حسین بیوہ مل گئی تھی میں کبھی اس میں دلچسپی نہ لیتا مگر حالات کچھ ایسے پیش آتے رہے کہ میں بعد میں اس کی ذات میں دلچسپی لینے لگا۔"

"ایسی کیا بات ہو گئی کہ بعد میں دلچسپی لینے لگے؟"

"مجھے بہت بعد میں پتا چلا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

"کیا؟" شی تارا نے چونک کر پوچھا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی اچھل کر بیٹھ گئی پھر اس کے اندر پہنچ کر بولی۔ "کیا کہا تم نے؟ وہ حسین بیوہ ٹیلی پیتھی جانتی تھی؟"

اس کے خوابیدہ دماغ نے کہا۔ "ہاں۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک ٹھنڈے سے دو بار ریوالور اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔"

"کون ہے وہ عورت؟ تمہیں کہاں ملی تھی؟ ابھی کہاں ہے؟"

"میں اسے ایک کلینک میں چھوڑ کر آیا ہوں۔"

اس نے حکم دیا۔ "فوراً اٹھو۔ منیجر کو ساتھ لو اور کلینک میں اس عورت کے پاس جاؤ۔"

بے چارہ گہری نیند میں تھا۔ چونک کر اٹھ بیٹھا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس طرح کیوں اٹھ بیٹھا ہے۔ شی تارا اسے سمجھنے کی فرصت نہیں دے رہی تھی۔ منیجر بھی اسی رہائش گاہ میں تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دے کر اسے جگایا پھر کہا۔ "فوراً باہر آؤ' ہمیں کہیں جانا ہے۔"

وہ منیجر بھی شی تارا کا معمول اور تابعدار تھا۔ اسے بھی کوئی سوال کرنے یا حالات کو سمجھنے کی مہلت نہیں دی گئی۔ وہ دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ عادل نے اسے کلینک کا نام اور پتا بتایا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا اُدھر جانے لگا۔ اس دوران عادل کے خیالات بتاتے رہے کہ کس طرح ایک علاقے میں دھماکا ہوا تھا' کار ایک نٹ پاتھ پر چڑھ کر ایک دکان کے شوکیس میں گھس گئی تھی اور وہ بیوہ حسینہ زخمی اور بے ہوش ہو گئی تھی۔

شی تارا کو یقین تھا کہ وہ حسینہ اب بھی دماغی طور پر کمزور ہو گی وہ اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں جگہ بنا لے گی لیکن کلینک پہنچ کر مایوسی ہوئی۔ پتا چلا وہ حسینہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد وہاں سے چلی گئی ہے۔ کلینک کے رجسٹر میں اس کا پتا درج تھا۔ پھر منیجر کی سوچ نے بتایا کہ وہ حسین بیوہ بہت مشہور ہے اور منیجر کو اس کی رہائش گاہ کا علم ہے۔

شی تارا نے ان دونوں کو اُدھر دوڑایا اس وقت دن کے گیارہ بجے تھے۔ عادل اور منیجر رات کو دیر تک جاگنے کے باعث دس بجے دن تک سوتے رہے پھر بیدار ہو کر منہ ہاتھ تک نہ دھو سکے اور چائے پیے بغیر کار دوڑاتے پھر رہے تھے۔ اُدھر مرینا تنویمی نیند سے بیدار ہو کر غسل کر رہی تھی۔ عادل نے اس کی رہائش گاہ میں پہنچ کر ملازمہ سے کہا۔ "میڈم سے کہو ہیری رابسن ان سے ملنے آیا ہے۔"

وہ بولی۔ "آپ تشریف رکھیں۔ وہ غسل کر رہی ہیں۔"

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔ شی تارا کو جلدی تھی۔ وہ ملازمہ کے اندر آئی اسے چلاتی ہوئی میڈم کی خوابگاہ میں لے گئی۔ ملازمہ نے باتھ روم کے دروازے پر دستک دے کر کہا۔ "کوئی مسٹر ہیری آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

مرینا نے ہیری کا نام سن کر اسے تصور میں دیکھا۔ وہ جوان اسے اچھا لگ رہا تھا۔ اگرچہ کچھ مشکوک سا تھا تاہم پچھلی رات اس کے بڑے کام آتا رہا تھا پھر عورتوں کے معاملے میں بڑا شریف اور سیدھا سادہ تھا۔ وہ مسکرانے لگی۔

شی تارا ملازمہ کے اندر رہ کر جواب سننے کی منتظر تھی۔ مرینا عادل کے خیالوں میں گم ہو کر جواب دینا بھول گئی تھی۔ شی تارا نے پھر ملازمہ کے ذریعے کہا۔ "میڈم! میں نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے' ٹھیک ہے نا؟"

جواب میں اندر سے آواز آئی۔ "ہوں۔"

اتنے مختصر سے جواب کی توقع نہیں تھی۔ صرف "ہوں" کہنے سے مکمل آواز گرفت میں نہیں آتی اور نہ ہی مخصوص لہجے کا پتا چلتا ہے۔ جو الفاظ زبان سے ادا ہوتے ہیں' وہ لہجوں کی پہچان کراتے ہیں اور "ہوں" نہ تو زبان سے ادا ہوتا ہے اور نہ ہونٹوں سے بلکہ بند ہونٹوں کے باعث ناک سے ادا ہوتا ہے۔

ملازمہ واپس جا رہی تھی۔ اسے جواب مل گیا تھا مگر شی تارا ناکام رہی تھی۔ اس نے ناگواری سے ملازمہ کو پھر باتھ روم کے دروازے کی طرف پلٹایا پھر اس کے ذریعے بولی۔ "میڈم! آپ زبان سے جواب کیوں نہیں دے رہی ہیں؟ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میں نے آپ کے وزیٹرز کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کر درست کیا ہے یا غلطی کی ہے؟"

شی تارا نے اسے دروازہ کھول کر اندر جھانکنے پر مجبور کیا۔

مرینا صابن کے جھاگ سے بھرے ہوئے باتھ ٹب میں نصف لیٹی اور نصف بیٹھی ہوئی تھی چونکہ پچھلی رات سے پیٹ بھر کر نہیں کھایا تھا اس لیے اس کے منہ میں سینڈوچ بھرا ہوا تھا۔ اس نے پھر "ہوں ہوں" کہہ کر گردن ہلائی پھر ہاتھ سے ملازمہ کو جانے کا اشارہ کیا۔

ملازمہ کو واضح طور سے جواب مل گیا تھا اب اسے واپس جانا چاہیے تھا لیکن شی تارا جھنجلا گئی تھی۔ اسے واپس نہیں جانے دیا۔ اس کی زبان سے بولی۔ "تو بہت چالاک بنتی ہے۔ اپنی آواز اور لہجہ نہیں سنا رہی ہے مگر میں ابھی تجھے بولنے پر مجبور کر دوں گی۔"

مرینا نے حیرانی سے ملازمہ کو دیکھا پھر فوراً ہی بات سمجھ میں آگئی۔ ملازمہ ہیئر کا پلگ لگا کر بولی۔ "میں یہ ہیئر تیرے باتھ ٹب میں ڈال دوں گی تو بجلی کے جھٹکوں سے مر جائے گی۔"

مرینا نے اسے حقارت سے دیکھا' وہ بولی۔ "میں جانتی ہوں تو پچھلی رات زخمی ہوئی تھی۔ اپنی دماغی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لیے گونگی بنی ہوئی ہے تاکہ میں تیرے دماغ میں نہ آسکوں۔"

وہ سن رہی تھی اور اطمینان کے ساتھ صابن کے جھاگ کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ ملازمہ نے کہا۔ "اگر تو زبان سے نہیں بولے گی تو میں تین تک گن کر تیرے اٹھنے سے پہلے ہیئر۔۔۔"

بات ادھوری رہ گئی اچانک مرینا نے ملازمہ کے اندر پہنچ کر دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے جا کر فرش پر گر پڑی۔ سوئچ بورڈ سے پلگ نکل گیا۔ شی تارا اس بات کے لیے تیار نہیں تھی کہ اس کی آلۂ کار ملازمہ پر وہ میڈم اس طرح حملہ کرے گی۔

مرینا نے کہا۔ "میں سمجھ گئی ہوں کہ تو کون ہے مگر تو مجھے نہیں جان پائے گی۔ تیری یہ خوش فہمی ختم ہو گئی ہو گی کہ میں دماغی طور پر کمزور ہوں۔"

وہ ٹب سے نکل کر شاور کے نیچے بھیگ رہی تھی ایسے وقت پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی پھر ہنس کر بولی۔ "کیوں ایک معصوم سی ملازمہ کو آلۂ کار بنا رہی ہے۔ یہ عذابِ جان بنے گی تو میں اسے مار ڈالوں گی۔"

شی تارا نے ملازمہ کی زبان سے پوچھا۔ "کیا تم الپا ہو؟"

"میں الپا ہوں' مرینا ہوں' سونیا ثانی' باربرا' جوجو' لیلیٰ اور سلطانہ ہوں یا پھر ایک نئی خیال خوانی کرنے والی ہوں میں جو کوئی بھی ہوں' مجھے زیر کرنے کی حسرت تمہارے دل میں رہ جائے گی۔"

"تم اپنی آواز اور لہجے سے نئی لگ رہی ہو یا پھر تخریبی عمل کے ذریعے تم میں نیا پن پیدا ہوا ہے۔ اگر تم کسی کی کنیز نہیں ہو تو مجھ سے دوستی کرو گی؟"

"ڈریسنگ روم میں انتظار کرو' میں آرہی ہوں؟"

ملازمہ چلی گئی۔ مرینا نے تولیے سے بدن کو خشک کیا۔ خوابگاہ میں آکر لباس پہنا پھر سر پر تولیا لپیٹ کر ڈریسنگ روم میں آگئی۔ اسے دیکھ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ عادل نے کہا۔ "میں آپ کے اٹھتے ہی تمہاری خیریت معلوم کرنے آگیا ہوں۔"

وہ بولی۔ "تم آئے نہیں ہو' لائے گئے ہو۔ مجھے پچھلی رات یقین ہو گیا تھا کہ تم کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا والی کے زیر ہو۔"

وہ بولا۔ "بیوہ حسینہ! تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں ہیں مگر کبھی ایسا لگتا ہے جیسے میں اپنے اختیار میں نہیں رہتا ہوں صبح اٹھتے ہی ایک کپ چائے ضرور پیتا ہوں مگر پتا نہیں آج چائے کے بغیر یہاں بھاگا چلا آیا؟"

شی تارا نے اس کے اندر کہا۔ "ہیری! فضول باتیں نہ کر میرے غلام ہو۔"

عادل نے مرینا کو گھور کر کہا۔ "تم اپنی اوقات میں رہو تمہارا غلام نہیں ہوں۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "جو تمہارے دماغ میں بول رہی ہے' اس آواز اور لہجے پر غور کرو۔ وہ کوئی دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والی اس نے تخریبی عمل کے ذریعے تمہیں اور شاید تمہارے منیجر غلام بنا رکھا ہے۔"

شی تارا اس ملازمہ کو وہاں لے آئی اس کے ذریعے

"ہیری! یہ درست کہہ رہی ہے تم لوگ میرے تابعدار رہو۔"

عادل نے کہا۔ "اے! منہ سنبھال کے بول۔ ایک ملازمہ ہمیں اپنا تابعدار کہتی ہے۔"

شی تارا نے اس کی زبان بند کر دی پھر کہا۔ "اب تم بول پاؤ گے۔"

عادل نے کئی بار کچھ بولنے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ شی نے اسے کئی بار اٹھایا اور بٹھایا پھر کہا۔ "اب یقین کر لو کہ تابعدار ہو۔ میں ملازمہ نہیں ہوں صرف ملازمہ کی زبان سے رہی ہوں۔"

پھر وہ مرینا سے بولی۔ "تمہیں عداوت مہنگی پڑے گی کیا تم خیال خوانی کرنے والی کے طور پر نظروں میں آگئی ہو اور روپوش ہوں۔ تم مجھ تک نہیں پہنچ سکو گی۔ میں تمہارے پیچھے رہوں گی۔"

مرینا نے پوچھا۔ "کیا تم مجھے نادان سمجھتی ہو۔ میں بھی ہوں۔ اس بیوہ عورت کے ذریعے خیال خوانی کا مظاہرہ کرتی تم ایک مظاہرہ باتھ روم میں دیکھ چکی ہو۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم کسی کی آلۂ کار نہیں ہو خیال خوانی کر رہی ہو۔"

"تمہیں یقین نہیں ہے تو لو میں اس بیوہ کو چھوڑ کر جا رہی اب تمہاری ایک غلطی سے فائدہ اٹھاؤں گی۔"

"کیسی غلطی؟"

"میں کل رات سے اس خوبرو جوان ہیری کے دماغ میں جانے کی کوشش کرتی رہی اور ناکام ہوتی رہی۔ تم نے ابھی تسلیم کیا ہے کہ ہیری تمہارا تابعدار ہے اور تم بڑی دیر سے اپنی آواز اور لہجہ سنا رہی ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے شی تارا کا لہجہ اختیار کیا عادل کے اندر پہنچ کر بولی۔ "دیکھو' میں تمہارا لہجہ اپنا کر تمہارے تابعدار کے اندر آگئی ہوں تم اسے سانس روکنے کا حکم دو گی تو میں منیجر کے اندر جاؤں گی۔"

شی تارا نے اپنی اس غلطی کو تسلیم کیا لیکن اب صورتِ حال یہ ہوئی کہ وہ عادل سے حملہ کراتی تو مرینا منیجر کے ذریعے روکتی اور منیجر کو آلۂ کار بناتی تو مرینا عادل کے اندر آکر منیجر کے حملے کو ناکام بناتی۔

اب کوئی بات بننے والی نہیں تھی۔ اس نے عادل اور منیجر کو وہاں سے واپس جانے کا حکم دیا۔ جب وہ جانے لگے تو اس نے منیجر کے دماغ میں کہا۔ "اس بیوہ پر نظر رکھو۔ اس بنگلے کے قریب رہو۔"

پھر اس نے عادل کو حکم دیا۔ "منتظر نہ رہا کرو' فوراً اپنے بنگلے میں جاؤ یا کسی دکان سے کوئی ہتھیار خرید کر دور سے چھپ کر اس بیوہ کو زخمی کرو۔"

شی تارا کو یہ اندیشہ تھا کہ اب وہ بیوہ اس کا لہجہ اپنا کر کسی وقت بھی عادل اور منیجر کے اندر آسکتی ہے اور اس کے موجودہ منصوبے کو سمجھ سکتی ہے لیکن فی الوقت یہی تدبیر آزمائی جا سکتی تھی۔ دیر کرنے سے اس بیوہ کو فرار ہونے کا موقع مل جاتا۔

اس کا اندیشہ درست تھا۔ مرینا نے اس کے ارادوں کو منیجر اور عادل کے دماغوں میں جا کر معلوم کر لیا تھا۔ وہ شی تارا کے اگلے حملے سے پہلے ہی اس بنگلے کے پچھلے راستے سے نکل کر کسی محفوظ مقام کی تلاش میں روانہ ہو گئی۔ راستے میں اس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا۔ میں اس کے پاس آکر صورتِ حال کو سمجھنے لگا۔

اسے فوری طور پر ایک محفوظ پناہ گاہ کی ضرورت تھی۔ میں نے بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا۔ "تمہارے شہر قرطبہ میں مرینا بے یار و مددگار ہے۔ کیا سے ابھی کسی پناہ گاہ میں پہنچا سکتے ہو؟"

"جی ہاں' میں ایک پتا بتا رہا ہوں' آپ مرینا کو وہاں بھیج دیں۔"

میں نے اس سے پتا معلوم کر کے مرینا کو بتایا۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جانے لگی اور میری مرضی کے مطابق اپنے پچھلے تمام واقعات کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس طرح مجھے معلوم ہوتا رہا کہ وہ پچھلی بار ہم سے رہائی حاصل کرنے کے بعد واشنگٹن گئی تھی۔ وہاں اس نے جنرل واسکوڈی کو تابعدار بنایا تھا پھر وہ جے پر گولا کے چنگل میں پھنس گئی تھی۔

میں نے جے پر گولا کی خفیہ تنظیم کے بارے میں معلومات حاصل کیں پھر مرینا کے خیالات سے پچھلی رات کے واقعات معلوم ہوئے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ ہیری نے جس شخص کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا اس کا نام برین آدم ہے۔ وہ ہیری کی بھی اصلیت کو نہیں جانتی تھی لیکن اس کی سوچ نے جب یہ کہا کہ اس نے پچھلی رات شیبا کی قبر پر چراغ جلایا تھا اور مجھے فرہاد بھائی جان کہتا ہے تو میں سوچ میں پڑ گیا۔

یوں تو میرے بے شمار چاہنے والے مجھے بھائی جان اور انکل اور احتراماً نہ جانے کیا کچھ کہتے ہوں گے لیکن ایک یہودی نوجوان ہیری رابن مجھے بھائی کہہ رہا تھا اور خود نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ ایک مسلمان سے رشتہ کیوں جوڑ رہا ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ وہ جوان کسی پرابلم میں ہے۔ یا تو اس کی یادداشت کھو گئی ہے یا پھر تخریبی عمل کے ذریعے اس کی شخصیت بدل دی گئی ہے۔

مرینا کا خیال تھا کہ شی تارا نے اس نوجوان کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے اور وہ شی تارا کا موجودہ لہجہ اپنا کر اس نوجوان ہیری کے دماغ میں جا سکتی ہے۔ میں نے لیلیٰ کو یہ تمام باتیں مختصر طور پر بتائیں پھر کہا۔ "میرے اندر آؤ اور مرینا کے دماغ سے شی تارا کا لہجہ سنو پھر ہیری کے دماغ میں جاؤ۔"

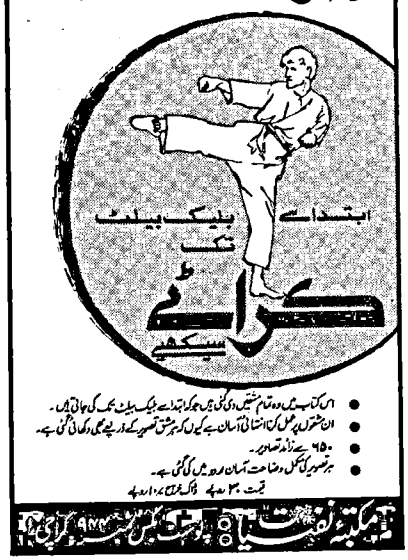

اس نے یہی کیا۔ اسے ہیری عرف عادل کے دماغ میں جگہ مل گئی اس کے ساتھ میں بھی وہاں موجود رہا۔ پتا چلا' وہ اپنا ماضی بھول گیا ہے' بلکہ بھلا دیا گیا ہے۔ اس کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ سے شی تارا کے تنویمی عمل کو ختم کرنا ہوگا۔

لیلیٰ نے کہا۔ "اسرائیل میں بھی دن کا وقت ہے۔ شی تارا ہیری کے پاس آتی جاتی رہے گی۔ رات کو نیند کے دوران میں اس کے دماغ سے شی تارا کو واش کردوں گی۔"

شی تارا نے جو چاہا' وہ نہ ہوسکا۔ اس نے عادل سے کہا تھا کہ وہ کہیں سے فوراً کوئی ہتھیار وغیرہ لا کر خیال خوانی کرنے والی بیوہ کو زخمی کرے لیکن عادل کے واپس آنے تک وہ چڑیا اُڑ چکی تھی۔ وہ بولی۔ "میں جانتی تھی' اسے بھاگنے کا موقع مل جائے گا۔ جاؤ اسے تلاش کرو۔ وہ اتنی جلدی نہ بھیس بدل سکتی ہے اور نہ ہی کہیں چھپنے کی جگہ اسے مل سکتی ہے۔"

وہ شام تک اسے اور مینیجر کو پورے تل ابیب میں دوڑاتی رہی اور معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ وہ بیوہ کے روپ میں کون ہے؟ کتنی ہی خیال خوانی کرنے والیوں کے نام ذہن میں تھے۔ کیا الپا اپنے ملک میں بیوہ بن کر رہتی ہے؟ کیا مرینا کہیں سے بھٹکتی ہوئی اسرائیل پہنچ گئی ہے؟ سونیا ثانی یا باربرا یہاں کچھ کرتی پھر رہی ہیں؟ اور بھی کئی نام تھے لیکن وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ آخر وہ کون ہے؟

○☆☆○

پچھلے کسی باب میں یہودی آدم برادرز کی خفیہ تنظیم کے ایک بنیادی پتھر کا ذکر ہوچکا ہے۔

اب اس بنیادی پتھر کا ذکر لازمی ہو رہا ہے۔ آدم برادر میں سے کسی برادر نے اسے روبرو نہیں دیکھا تھا۔ اس کا نام بھی نہیں سنا تھا اور نہ ہی کسی کو اس کے وجود کا علم تھا۔

وہ ہر برادر کے دماغ میں چھپا رہتا تھا۔ وہ ایکسرے کی طرح ان کے دماغ کے اندر بھی دیکھ سکتا تھا اور ان کے آرپار بھی معلومات حاصل کرسکتا تھا۔

اور وہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ کس طرح دو جڑواں بھائی برین آدم اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوگئے۔ یہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ کسی گھر کا بزرگ یا کسی ملک کا سربراہ یا پھر کسی خطرناک تنظیم کا سرغنہ بیمار ہو جائے تو اس بزرگ کے نونہال' اس ملک کے طفیلی سیاستداں اور اس خطرناک تنظیم کے ماتحت افراد اپنے بزرگ کا' سربراہ یا سرغنہ کا تختہ الٹ دیتے ہیں۔

یہودی خفیہ تنظیم میں بھی الپا اور وائٹ آدم نے بیچارے سرغنہ برین آدم کی دماغی توانائی بحال ہونے کا انتظار نہیں کیا۔ اس تنظیم میں حکمران سرغنہ بن کر رہنے کے لیے دونوں جڑواں بھائیوں کو الپا نے تابعدار بنالیا۔

اس بنیادی پتھر کی آرپار دیکھنے والی آنکھیں یہ دیکھ رہی تھیں جب وائٹ آدم نے الپا کو بہکایا کہ انہیں برین آدم کے تنویمی سے نجات حاصل کرنا چاہیے تو وہ بنیادی پتھر یعنی ایکسرے مین کی باتیں سن رہا تھا۔

جب انہوں نے ٹیری آدم کو ٹریپ کیا اور الپا نے اس دماغ میں گھس کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تو ایکسرے ٹیری آدم کے اندر موجود تھا۔ اس نے الپا کو خوش فہمی میں رکھا اور اس کے تنویمی عمل کو ناکام بنایا۔ اسی طرح الپا نے بھی وائٹ آدم اور دونوں برین آدم پر بھی عمل کیا تو ان میں کوئی نہیں تھی۔ جو بھی عمل ہوتا رہا' بے اثر ہوتا رہا۔

یہ کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ وہ برین آدم نہیں بلکہ کسی ایکسرے مین کے زیر اثر رہتے ہیں اور برین آدم یہی سمجھتا تھا کہ وہی اس خفیہ تنظیم کا سرغنہ ہے۔ جو سب سے اونچائی پر ہوتا ہے' وہ ہمیشہ خطرات کی سُولی پر لٹکتا رہتا ہے۔ اسی لیے ایکسرے مین نے خود کو کسی کے سامنے اونچا نہیں رکھا۔ اپنے آپ کو تاریکی میں رکھ کر تماشا دیکھ رہا تھا کہ سرغنہ بننے کے بعد برین آدم کا کیا حشر ہو رہا ہے۔

جو لوگ مکاری کی حد تک چالاک اور چالاکی کی حد تک مکار ہوتے ہیں' وہ ہمیشہ پس پردہ رہ کر محفوظ زندگی گزارتے ہیں۔ ایکسرے مین سر آنے والی بلائیں دوسروں کے سر جاتی رہتی ہیں۔ ایکسرے مین گوشۂ گمنامی میں نہایت پُرسکون زندگی گزار رہا تھا۔ جہاں رہتا وہاں سے ہر آدم برادر کے اندر پہنچتا رہتا تھا۔ وہ برین آدم کی ذہانت کا معترف تھا۔ دونوں جڑواں بھائیوں کو پسند کرتا تھا۔ اسی لیے ایک کو نیویارک میں اور دوسرے کو تل ابیب میں سرغنہ بنایا ہوا تھا۔

دونوں برین آدمز ہپناٹزم کے ماہر تھے لیکن ایکسرے مین معمول اور تابعدار تھے۔ انہوں نے اپنے اس عامل کو اور دماغوں پر حکومت کرنے والے کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس سے مست تھے کہ وہی تنظیم میں سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ نے لیبارٹری میں فارمولوں کی تصدیق کرنے کے لیے دو تعلیم کے ماہرین کو قید کر رکھا تھا لیکن ان پر تنویمی عمل نہیں کر انہیں یقین تھا کہ وہ دونوں ماہرین ڈاکٹر ایڈی اور ڈاکٹر نیلسن لیبارٹری سے کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے اور اس ساؤنڈ لیبارٹری کی آواز باہر نہیں جاسکے گی۔

لیکن ایکسرے مین ان ماہرین کے دماغ میں آتا جاتا رہا جب اسے اطلاع ملی کہ لیبارٹری میں آگ لگی ہے' تجربہ گزرنے والی بندریا مرچکی ہے اور وہ دونوں ماہرین لاپتا ہیں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور ان میں سے ایک کے دماغ گیا۔

پتا چلا وہ پندرہ دنوں کی قید سے گھبرا گئے تھے۔ انہوں کہ پہلا تجربہ ناکام ہوگیا ہے' دوسرے تجربے میں پتا نہیں

دیر لگنے لگیں گے۔ قید رہنے کی مدت بڑھتی جائے گی۔ ہوسکتا ہے تجربے کی کامیابی کے بعد انہیں مار ڈالا جائے۔ اتنی رازداری سے ہلاک کیا جاسکتا ہے تو انہیں قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔ اسی خوف سے وہ بھاگ نکلے تھے۔

بیچارے خیال خوانی کی لہروں سے دور نہ جاسکتے تھے' نہ چھپ سکتے تھے۔ وہ ایک دواساز کمپنی کے مالک اوڈی نارمن کے پاس پناہ لینے گئے تھے۔ اوڈی نارمن نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ خصوصی دوائیں تیار کرنے کے سلسلے میں اپنا طبّی علم اور صلاحیتیں استعمال کریں گے تو وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے ان کے چہرے تبدیل کرائے گا اور انہیں اچھی خاصی رقمیں بھی دیتا رہے گا۔

ڈاکٹر ایڈی نے کہا۔ "پہلے آپ ہمارے چہرے تبدیل کرا دیں آپ نہیں جانتے' وہ کوئی فوجی افسر ہے۔ پتا نہیں کتنے فوجی ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے۔"

اوڈی نارمن نے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ میرے اس تہ خانے کا علم صرف میرے آدمیوں کو ہے۔ یہاں تک کوئی پہنچ نہیں پائے گا۔ تم دونوں کسی کو نظر نہیں آؤ گے۔"

ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "چہرہ بدلنے کے بعد ہم کھلی فضا میں رہ سکیں گے جتنی جلدی ہوسکے ہماری صورتیں بدل دو۔"

"سوری۔ میں دو قسم کی اہم دوائیں تیار کروانا چاہتا ہوں۔ تم دونوں دن رات کی محنت سے کامیاب ہو جاؤ گے تو میں تمہارا کام کردوں گا۔"

"کیا تمہارا خیال ہے' چہرہ بدلتے ہی ہم بھاگ جائیں گے؟"

"اس میں کیا شبہ ہے۔ تم دونوں ایک جگہ سے بھاگ کر آئے۔ یہاں سے بھی دھوکا دے کر جاسکتے ہو۔"

"سٹرنارمن! اس کا مطلب ہے آپ بھی ہمیں قیدی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔"

"تم کچھ بھی سمجھ لو۔ پہلے میرا مال تیار ہوگا پھر ان دواؤں کی سپلائی ہوگی۔ وہ دوائیں مارکیٹ میں جائیں گی۔ انہیں مریض استعمال کریں گے۔ اگر ان دواؤں نے خاطر خواہ اثر دکھایا تو میں کامیابی کی خوشی میں تمہاری صورتیں بدل کر کھلی فضاؤں میں لے آؤں گا۔"

دوائیں تیار کرنے' ان کا تجربہ کرنے' پھر پبلسٹی کے بعد انہیں مارکیٹ میں لانے اور ان کے نتائج برآمد ہونے میں سال چھ مہینے لگ سکتے تھے۔ وہ پندرہ دنوں کی قید سے بھاگ کر آئے تھے۔ اب ڈاسازی کا جو علم اور تجربہ تھا وہ ان کے لیے عذاب بن گیا تھا۔

ایکسرے مین نے انہیں فی الحال ان کے حال پر چھوڑ دیا تاکہ دونوں کو ان کے کیے کی کچھ سزا ملتی رہے۔ وہ جب چاہتا انہیں ٹیلی پیتھی کے مقناطیس سے کھینچ کر اپنی خفیہ لیبارٹری میں لے آتا۔ کبھی وہ اپنی خفیہ تنظیم میں ہونے والے تماشے کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

دونوں برین آدمز کی جسمانی اور دماغی توانائی چوتھے دن بحال ہوگئی۔ پانچویں دن الپا نے تمام برادرز کا اجلاس طلب کیا۔ سب ہی ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔ الپا نے کہا۔ "بڑے بھائی برین آدم کی دماغی کمزوری نے ہماری تنظیم کو خطرات سے دوچار کردیا تھا۔ ہمیں اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا دونوں میں سے کسی برین آدم کے دماغ میں نہیں آیا۔ ورنہ ہماری خفیہ تنظیم کا راز فاش ہو جاتا۔"

وائٹ آدم نے کہا۔ "ہماری سسٹر الپا کی جتنی بھی تعریفیں کی جائیں کم ہیں۔ سسٹر نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے دونوں برین آدم کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔"

الپا نے کہا۔ "ہم سب نے تین دن پہلے اس فیصلے سے اتفاق کیا تھا کہ آئندہ ہمارا بڑا بھائی وائٹ آدم ہوگا۔"

برین آدم نے کہا۔ "اس تنظیم کا بگ برادر میں ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی ایسی غلطی ہو جس سے تم میں سے کسی کو نقصان پہنچے یا میری وجہ سے تنظیم کی تباہی کا سامان ہو تو بے شک مجھے بگ برادر کے عہدے سے ہٹا دینا چاہیے جب کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔"

وائٹ آدم نے کہا۔ "اگر الپا تمہارے دماغ کو لاک نہ کرتی تو پوری تنظیم بے نقاب ہو جاتی۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "ہم تمام برادرز اس بات کے گواہ ہیں کہ

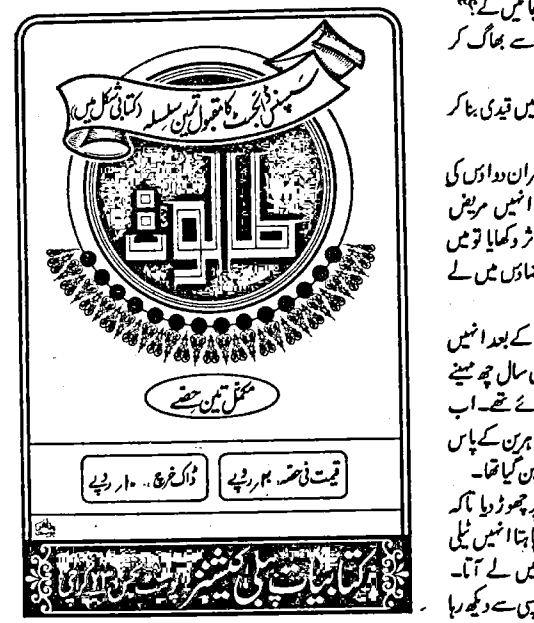

سسٹر الپا نے ہمارے سامنے تم پر عمل کیا تھا۔"

برین آدم نے پوچھا۔ "اگر تم سب نے اپنی آنکھوں سے الپا کو مجھ پر عمل کرتے دیکھا تھا تو یہ بتاؤ یہ میرے دماغ میں گھس کر کیا کہہ رہی تھی۔"

ایک برادر نے کہا۔ "یہ سوچ کے ذریعے عمل کر رہی تھی۔ ہم نے کچھ سنا نہیں۔ تم بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور الپا خاموشی سے تمہاری بند آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔"

"کیا میری بند آنکھوں کا مطلب یہ ہے کہ یہ میری اجازت کے بغیر میرے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی؟"

"تمہارا دماغ تو بغیر دروازے کا مکان بنا ہوا تھا۔ اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔"

"کیا میرے دماغ کو لاک کرنے کے بعد تم میرے اندر آسکتی ہو؟"

"بے شک آسکتی ہوں۔"

برین آدم نے مسکرا کر کہا۔ "میں بیٹھا ہوا ہوں۔ ثابت کرو کہ تم میرے اندر آسکتی ہو۔"

"میں ابھی سب کے سامنے تمہیں صوفے سے اٹھنے پر، پھر ایک ٹانگ پر ناچنے کے لیے مجبور کروں گی؟"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ برین آدم کے اندر آئی پھر آتے ہی نکل گئی۔ اس نے سانس روک لی۔ الپا نے کہا۔ "میں حکم دیتی ہوں، سانس نہ روکو۔ میں آرہی ہوں۔"

وہ بولا۔ "تم ایسے حکم دے رہی ہو جیسے مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہو۔"

"ہاں میں نے تمہیں تابعدار بنایا ہے۔"

"خیال خوانی کے ذریعے دماغ پر حکومت کرنے کے لیے تابعدار بنایا جاتا ہے۔ تم سب کے سامنے اعتراف کر رہی ہو کہ تم نے میرے دماغ کو لاک کرنے کے بہانے مجھے غلام بنایا ہے۔"

"ہاں میں نے تنظیم کی بھلائی کے لیے ایسا کیا ہے۔ تمہیں حکم دیتی ہوں، اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ بڑی آہستگی سے اٹھ کر کھڑا ہوا پھر ایک ایک قدم چلتے ہوئے الپا کے سامنے آیا، وہ بولی۔ "میں نے ثابت کر دیا ہے کہ اس کے اندر پہنچ سکتی ہوں۔"

برین آدم نے تڑاخ کی زوردار آواز سے الپا کے رخسار پر طمانچہ رسید کیا پھر کہا۔ "تیرا باپ بھی قیامت تک میرے دماغ کو چھو نہیں سکے گا۔ بیٹھ جا۔"

وہ بیٹھنا نہیں، احتجاج کرنا چاہتی تھی۔ ایکسرے مین نے اسے جبرا بٹھا دیا۔ وہ حیران ہو کر سوچنے لگی۔ "یہ میں بے اختیار کیسے بیٹھ گئی؟"

برین آدم نے حکم دیا۔ "کھڑی ہو جاؤ۔"

وہ پھر بے اختیار کھڑی ہو گئی۔ سہمی ہوئی نظروں سے برین آدم کو دیکھنے لگی۔ وہ بولا۔ "میرے تمام برادرز فیصلہ کریں کہ اگر انہوں نے مجھ پر عمل کیا تھا اور میرے دماغ کو لاک کیا تھا تو یہ میرے آنے میں ناکام کیوں ہو رہی ہے؟"

وائٹ آدم نے کہا۔ "سسٹر الپا! تم نے تو کہا تھا کہ کامیاب عمل کیا ہے؟"

ایکسرے مین کی مرضی کے مطابق وہ چلتی ہوئی وائٹ آدم کے پاس آئی پھر اس کے منہ پر طمانچہ مار کر بولی۔ "تم نے مجھے بکواس اور کہا تھا کہ یہ اچھا موقع ہے، ہم برین آدم کے خوبی عمل سے نجات حاصل کر سکتے ہیں پھر میں الٹا برین آدم کے کمزور دماغ میں گھس کر اسے اپنا غلام بنا سکتی ہوں۔"

برین آدم نے کہا۔ "یہ ثابت ہو گیا کہ میرا دماغ کمزور نہیں اور تم مجھے غلام نہیں بنا سکیں۔"

ٹیری آدم نے کہا۔ "الپا! تم نے میرے اندر آکر بھی تم تھا۔ مجھے اپنا تابعدار بنایا تھا لیکن میں آزاد ہوں۔"

الپا نے آزمائش کے طور پر ٹیری آدم کے اندر جانا چاہا سانس روک کر مسکرانے لگا پھر بولا۔ "اور ایک آدھ بار کوشش لو۔ تمام برادرز کے سامنے تمہارا فراڈ اور غداری ثابت ہو ہے۔"

دوسرے تمام برادرز شیم شیم کہنے لگے۔ ٹیری آدم نے "صرف الپا کو شرم نہ دلاؤ۔ پہلا غدار وائٹ آدم ہے۔ اس پہلے الپا کو بھگایا پھر اس کے ساتھ مل کر مجھے ٹریپ کیا لیکن میں کے جھانسے میں نہیں آیا۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "الپا اور وائٹ آدم سخت سزا کے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے دونوں کی گردنیں توڑ دوں۔"

برین آدم نے کہا۔ "میں بگ برادر کی حیثیت سے حکم جوش میں نہ آؤ، سب آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

وہ سب کے سب بیٹھ گئے۔ برین آدم نے کہا۔ "غداروں کی فکر نہ کرو۔ یہ میری مٹھی سے نکل کر کہیں نہیں گے۔ آج ان کے برین واش کر کے از سرِ نو ان کے اندر وفا بھر دی جائیں گی۔ میں اپنی تنظیم کے کسی فرد کو ٹوٹنے نہیں گا۔"

برادر جان آدم نے پوچھا۔ "بڑے بھائی! ہم نے اپنی آ سے دیکھا تھا، تم بے حد کمزور ہو گئے تھے۔ پھر الپا تمہارے تمہیں تابعدار کیوں نہیں بنا سکی؟"

وہ بولا۔ "یہ ایک راز ہے۔ میں لاکھ کمزور ہو جاؤں پھر پر کوئی قابو نہیں پا سکے گا۔ ہماری تنظیم ریت کا گھروندا نہیں ٹیلی پیتھی کی پھونک سے بکھر جائے۔ تم سب خوش نصیب ہو تنظیم کے سائے میں کوئی سپر پاور، کوئی فرہاد علی تیمور تم میں کو چھو بھی نہیں سکے گا۔"

وہ سب خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ بظاہر جس

پیرایہ بکھرا ہوا سا دکھائی دیا تھا وہ پہلے کی طرح بدستور مستحکم اور مزار تھی۔ برین آدم پر تمام برادرز کا اعتماد پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گیا تھا۔"

اس تمام کھیل کے پس پردہ ایکسرے مین تھا۔

اس بنیادی پتھر یا ایکسرے مین کون تھا؟

یہ کہاں سے آیا تھا؟ اچانک کہاں سے پیدا ہو گیا تھا؟ ماں کے پیٹ سے ٹیلی پیتھی سیکھ کر آیا تھا یا ٹرانسفارمر مشین کے پیٹ سے؟

ہاں یہ خواہ مخواہ آسمان سے نہیں ٹپک پڑا تھا۔ قارئین کو یاد ہو گا، ٹرانسفارمر مشین کے ابتدائی دور میں جو ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوئے تھے ان میں ایک مارٹن رسل بھی تھا، جسے سلمان نے ٹریپ کیا تھا، اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا پھر اس کا ذکر ہی داستان میں نہیں آیا۔

ہم نے ماضی میں کتنے ہی خیال خوانی کرنے والوں کو قابو میں کیا پھر انہیں خوبی عمل سے رہائی دے دی۔ بابا صاحب کے دارے میں جو بھی بزرگ آئے، انہوں نے یہی نصیحت کی کہ انسان کی زندگی، اس کا دل اور اس کا دماغ اس کے خالقِ حقیقی کی تخلیق ہے۔ اگر وہ گمراہ ہے تو اسے پکڑو پھر عبرت دلا کر چھوڑ دو۔ س کے حاکم اور اس کی تقدیر کے مالک بننے کی غلطی نہ کرو۔

سلمان نے مارٹن رسل کو آزاد کر دیا تھا اس نے آزادی کے عد خود کو گمنام رکھا۔ اپنے ملک اور قوم کی خدمت کے لیے سرائیل چلا آیا۔ بڑی خاموشی سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت کے بڑے اور اہم عہدوں پر کام کرتا رہا۔ گولڈن برنیز کے عروج و وال کے دوران ہی اس نے منصوبہ بنایا کہ ایسی ایک خفیہ تنظیم و خوفناک غلطیاں کرنے والے یہودی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کا سہ کرے اور مملکتِ اسرائیل کو دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے محفوظ رکھے۔

اس نے برسوں کی کوششوں اور خوب چھان بین کے بعد ذہین ر باصلاحیت یہودیوں کا انتخاب کیا اور ان سب کو آدم برادرز بنا ر ایک مضبوط لڑی میں پرو دیا۔ اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ کسی ظاہر نہیں ہو گا۔ سب سے چھپ کر رہے گا کیوں کہ ازل سے نسان چھپی ہوئی قوتوں سے ڈرتا آیا ہے۔ کوئی قوت ظاہر ہو جائے وہ اسے زیر کرنے کے ہتھکنڈے سیکھ لیتا ہے لیکن اندھیرے سے لنے والے تیز تلوار سے زخمی اور خوفزدہ رہتا ہے۔

مارٹن رسل اسی اصول پر سختی سے عمل کر رہا تھا۔ اس نے لی پیتھی جاننے والوں کی دنیا سے اپنا نام مٹا دیا تھا۔ جن لوگوں کو س کا نام یاد رہا ہو گا، وہ اس کی برسوں کی گمنامی سے یہ سمجھ بیٹھے وں گے کہ وہ مر چکا ہے۔ برین آدم اور دوسرے برادرز بھی یہ وچ نہیں سکتے تھے کہ کوئی گمنام ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اغوں پر حکمرانی کر رہا ہے۔

○☆○

ٹریسا وی گاڈ مدر اس دنیا میں آدھی صدی سے سانسیں لے رہی تھی۔ پتا نہیں آئندہ کتنے برسوں تک سانسیں لیتی رہے گی۔ چھ ماہ پہلے پولیس مقابلے میں اسے گولی ماردی گئی تھی۔ اسے اس کے لواحقین کے سامنے تابوت میں لٹا کر سپردِ خاک کر دیا گیا تھا یوں اس کی کیس فائل ہمیشہ کے لیے بند کر دی گئی تھی۔

مگر وہ زندہ تھی اور یہ کوئی معجزہ نہیں تھا۔

اس نے اپنی ایک دستِ راست کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا ہم شکل بنا رکھا تھا۔ کبھی وہ سیدھی سادی زندگی گزارنے والی ایک شریف لڑکی تھی۔ وہ جھوٹ نہیں بولتی تھی، کسی کو دھوکا نہیں دیتی تھی۔ اس کی ایک ہی کمزوری تھی۔ وہ بے انتہا دولت مند ہونے کے خواب دیکھتی تھی۔ یہ دولتمندی کا خواب ایسا ہے جو جھوٹ بولنا اور فریب دینا سکھا دیتا ہے۔

وہ بے حد حسین تھی۔ اس حسن نے اسے ابتدائے شباب میں ہی اس دور کے ایک بوڑھے گاڈ فادر کی محبوبہ بنا دیا۔ ان دنوں جرائم کی دنیا میں افیون اور حشیش کا دھندا زوروں پر تھا۔ کامیاب اسمگلنگ کے نتیجے میں لاکھوں ڈالرز کا اندھا دھند منافع ہوا کرتا تھا۔ ٹریسا نے اس اندھی کمائی والے سے شادی کر لی۔

شادی کے بعد افسوس ہوا۔ بوڑھا اس کے بدن پر ہیرے جواہرات سجاتا تھا لیکن جوانی کا ساتھ نہیں دے پاتا تھا۔ گاڈ فادر کی پہلی بیوی سے ایک جوان بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ جوان بیٹا کونڈیلو اپنی جوان سوتیلی ماں سے نفرت کرتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ٹریسا اولاد پیدا کرے اور باپ کی جائداد میں ایک حصے دار کا اضافہ کرے۔

اور ٹریسا نے سمجھ لیا کہ بوڑھا تابوت میں پاؤں رکھے بیٹھا ہے۔ کسی دن لیٹ جائے گا۔ اس کے بعد سوتیلا بیٹا کونڈیلو اسے لاکھ دو لاکھ دے کر بھگا دے گا یا گولی مار دے گا۔ مافیا کی نگری میں یہی ہوتا رہتا تھا۔

یہیں سے اس نے بے ایمانی شروع کی۔ چور دروازے سے ماں بننے کے آثار پیدا کر لیے۔ گاڈ فادر خوش ہو کر بوڑھی مونچھوں کو تاؤ پر تاؤ دے کر کہتا تھا۔ "میں آج بھی جواں مرد ہوں۔ ابھی ورتوں بچوں کا باپ بن سکتا ہوں۔"

کونڈیلو نے باپ سے کہا۔ "تم شوگر کے مریض ہو۔ سیڑھیاں چڑھتے ہو تو ہانپنے لگتے ہو۔ ایسی حالت میں باپ کیسے بنو گے؟ یہ ٹریسا تمہیں دھوکا دے رہی ہے۔"

باپ نے اسے ایک تھپڑ مار کر کہا۔ "گدھے کے بچے! باپ کی مردانگی پر شبہ کرتا ہے۔ میرے بچے کو ناجائز کہتا ہے تاکہ وہ میری دولت اور جائداد کا حقدار نہ کہلائے۔ نکل جا میرے گھر سے۔"

وہ گھر سے نکل گیا۔ پھر باپ بیٹے میں ٹھن گئی۔ بیٹے نے باپ کو پیغام بھیجا۔ "فادر! تم دنیا کے لیے گاڈ فادر ہو، میرے لیے اب صرف فادر رہ گئے ہو۔ اس رشتے کا لحاظ کرتے ہوئے میں پولیس کا

افغار مر نہیں بنوں گا ورنہ جانتے ہو میں تمہارے ہر چھوٹے بڑے دھندے کا رازدار ہوں۔ ایک ہفتے کے اندر اپنا تین منزلہ قمار خانہ اور انڈر گراؤنڈ حشیش کے گودام میرے نام لکھ دو ورنہ۔"

بیٹے کا "ورنہ" باپ کے لیے چیلنج بن گیا۔ اس قمار خانے اور حشیش گودام سے لاکھوں کی آمدنی تھی۔ ٹریسا نے اپنے پھولے ہوئے پیٹ پر گاڈ فادر کا ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ اپنے اس بچے کو نکال کر دیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔ وہ میرے جیتے جی اتنا بڑا مطالبہ کر رہا ہے۔ پتا نہیں میرے مرنے کے بعد تم سے اور بچے سے کیا سلوک کرے۔ وہ میرے خلاف کارروائی کرے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

ایک ہفتہ بعد ہی گاڈ فادر سے رشوت لینے والے پولیس افسروں نے اطلاع دی کہ ہم مجسٹریٹ کے ساتھ گودام پر چھاپا مارنے آرہے ہیں' اپنے ہاتھ صاف کرلو۔"

گاڈ فادر نے راتوں رات گودام خالی کرا دیا اور وہاں دوسرا عام سا سامان بھر دیا۔ مجسٹریٹ نے مقررہ دن بڑے پیمانے پر گودام پر چھاپا مارا مگر اندر کوئی غیر قانونی مال نظر نہیں آیا۔ بیٹے کا یہ حملہ ناکام رہا۔ اس رات گاڈ فادر کے ایک مخالف نے باپ بیٹے کی دشمنی سے فائدہ اٹھا کر دونوں پر فائرنگ کرائی۔ دونوں ہی اپنی حکمت سے بچ گئے لیکن اس غلط فہمی نے جڑ پکڑلی کہ بیٹے نے حملہ کیا ہے اور بیٹے نے سمجھا' بڈھا جوان بیوی کی شہ پر قاتلانہ حملہ کر رہا ہے۔

ایسے وقت ٹریسا نے بھی فائدہ اٹھایا۔ اپنے یار آمبرٹو مارو سے کہا "اس بار فائرنگ ہو تو میرے دشمن کونڈیلو کو اڑا دو۔"

اس نے یہی کیا۔ کونڈیلو اپنے بوڑھے باپ کو شرم دلانے قمار خانے میں آیا۔ باپ نے کہا۔ "مجھ سے دس گز دور رہ کر بات کرو۔"

وہ دور سے بولا۔ "میں کیا بات کروں گا۔ دنیا تم پر تھوک رہی ہے۔ ایک جوان بیوی کی خاطر جوان بیٹے کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم زن مرید ہو۔ تھو ہے تم پر۔"

اس نے دور سے تھوکا۔ باپ نے پیپر ویٹ اٹھا کر مارا۔ بیٹے کے ماتحت نے دھمکی دینے کے لیے فائر کیا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ٹریسا کے یار نے کونڈیلو کو گولی مار دی۔ باپ اپنے جوان بیٹے کو دم توڑتے دیکھ کر اس کی طرف لپکا۔ بیٹے کے ماتحت اپنے بچاؤ کے لیے فائرنگ کرتے ہوئے وہاں سے بھاگ رہے تھے۔ ٹریسا کے عاشق آمبرٹو مارو نے وہ ریوالور گاڈ فادر کی میز پر پھینک دیا جس سے اس نے کونڈیلو کو گولی ماری تھی اور وہ ریوالور گاڈ فادر کا تھا۔

یوں بیٹے کے قتل کے الزام میں باپ گرفتار ہو گیا۔ اس بوڑھے کی زندگی تھی ہی کتنی؟ جب اسے جیل میں یہ خوشخبری ملی کہ ٹریسا نے ایک بیٹی کو جنم دیا ہے تو اس نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔

"میں اب بھی جوان ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ مارے خوشی کے مر گیا۔ ہماری دنیا میں ر والوں کو پتا نہیں چلتا کہ وہ کتنی جھوٹی خوشیاں سمیٹ کر قبر رہے ہیں۔

اس کی ایک جوان بیٹی رہ گئی تھی۔ ٹریسا نے اسے بلا کر "میں تمہیں ایک لاکھ ڈالر دے رہی ہوں۔ تمہاری رواگی ا انتظام کر چکی ہوں۔ یہ ملک چھوڑ کر چلی جاؤ پھر کبھی واپس نہ ورنہ اپنے بھائی کی طرح حرام موت مروگی۔"

وہ بیچاری خاموشی سے رقم لے کر چلی گئی۔ ٹریسا کے عاشق منہ پھاڑ کر کہا۔ "ہمارے راستے کے تمام کانٹے صاف ہو گئے اب ہم شادی کر سکتے ہیں۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "اپنی اوقات سے زیادہ منہ نہ پھا میرا شمار اٹلی کی امیر ترین بیواؤں میں ہو رہا ہے۔ میں ایک ملازم سے شادی کر کے اپنی حیثیت گرا لوں؟ ناممکن؟"

"تم شادی کر کے میری حیثیت بڑھا سکتی ہو۔ میں تمہارا باپ ہوں۔"

"خبردار! یہ بات آئندہ زبان پر نہ لانا۔ ورنہ منہ میں نہیں رہنے دوں گی۔"

"ذرا سوچو ٹریسا! تم چھٹے ہوئے مجرموں کی دنیا میں ہو کمزور پڑ جاؤ گی۔ ہمارے ملک میں جو دوسرا گاڈ فادر ابھر کر سا رہا ہے' وہ بھی بوڑھا ہے۔ تمہیں خوش نہیں رکھ سکے گا۔"

"میں تمہارے اس نکتے پر غور کروں گی۔ ابھی جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ گاڈ فادر کی موت کے بعد اس شہر کا دوسرا بڑا جینارو موکیا تھا۔ اس نے ایک تقریب میں کہا۔ "میڈم! میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میری درخواست پر غور کرو کیونکہ میں تنظیم کو سنبھال سکتا ہوں۔"

جینارو موکیا اسّی سال کا بوڑھا تھا اور ٹریسا کو جلد مر والے شوہر پسند تھے اس بوڑھے نے بھی کافی دولت کمائی اس نے شادی کی پیش کش قبول کرلی۔ اس روز اس نے اپنے جوان باڈی گارڈ کو اپنی خوابگاہ میں بلایا اور کہا۔ "کیا میں ہوں؟"

وہ ادب سے بولا۔ "یس میڈم! آپ بہت حسین اور ہیں۔"

"میں تمہیں خوش کر سکتی ہوں۔ جاؤ آمبرٹو مارو کو گولی چلے آؤ۔ میری خوابگاہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔"

جب وہ شوہر بدل سکتی تھی تو یار کیسے نہ بدلتی؟ اس نے بدل دیے۔ یہ اصول اپنائے رکھا کہ شوہر الدار اور بوڑھا ہو نے تیس برس میں پانچ بوڑھوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور عاشقوں کے یتیم بچوں کو جنم دیا جن میں سے تین بچے مر گئے۔ ان میں سے بڑے بیٹے کا نام وان لوئن تھا۔ وہ تیس

سال کے بعد پچیس برس کی ایک بیٹی ماسیلا تھی۔ دوسری بائیس کی کیتی تھی۔ تیسری اٹھارہ برس کی انالانا تھی۔

اب یہ جوان بیٹا اور جوان بیٹیاں مافیا تنظیم کے اہم ستون بنے ہوئے تھے اور اپنی ماں کو گاڈ مدر بنایا ہوا تھا۔ ٹریسا نے چاروں کو اعلیٰ تعلیم دلائی تھی۔ اس کے بیٹے وان لوئن نے تعلیم کے دوران سائنس دانوں کی لیبارٹری میں کام کرتے کرتے بڑے مجرمانہ صلاحیات حاصل کیے تھے۔ اس طرح ایک بیٹی نے وکالت پاس کی تھی تاکہ اپنی فیملی کو قانونی جھکنڈوں سے تحفظ دیتی رہے۔ دوسری بیٹی نے میڈیکل سائنس میں ڈگری حاصل کی تھی۔ آخری بیٹی انالانا نے سکاٹ لینڈ میں سراغرسانی کی ٹریننگ حاصل کر رہی تھی۔

بڑے بیٹے وان لوئن نے ہی یہ سائنسی تجربہ کیا تھا کہ ٹی وی کیمرے سے جب ایک شخص کے عکس کو ہزاروں میل دور ٹی وی سکرین پر پہنچایا جا سکتا ہے تو اس عکس کو اسکرین کے باہر لا کر بھی متحرک رکھا جا سکتا ہے اور وہ اس تجربے میں کامیاب رہا تھا۔

گاڈ مدر ٹریسا جب بھی قانون کی گرفت میں آتی تھی۔ بڑی بیٹی ماسیلا اسے پہلی پیشی میں ہی رہائی دلا کر لے آتی تھی۔ اس کے قانونی داؤ پیچ سے سرکاری وکلا پریشان رہتے تھے۔ اس کے باوجود وکلا نے عدالت سے یہ بات منوالی تھی کہ ٹریسا ایک مشکوک خاتون ہے۔ اسے قانونا دس نمبری قرار دیا گیا تھا اور یہ تاکید کی گئی تھی کہ وہ دس نمبر معاشوں کی طرح رات نو بجے سے صبح چھ بجے تک اپنی رہائش گاہ کی چار دیواری میں رہے گی۔ اسے رات کے وقت باہر دیکھا گیا تو حراست میں لے لیا جائے گا۔

ٹریسا نے اپنے بچوں سے کہا۔ "مجھ سے یہ پابندی برداشت نہیں ہوتی۔ میں رات کے وقت سوسائٹی میں موو نہیں کر سکتی ہوں۔ مجھے اس پابندی سے نکالو۔"

دوسری بیٹی میکس نے میڈیکل سائنس میں ڈگری حاصل کی تھی۔ اس نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے ایک بوڑھی عورت کو اپنی ماں کی ہم شکل بنایا اور ماں کے چہرے کو بھی تبدیل کر دیا۔ اس طرح ڈمی ٹریسا دن رات گھر میں رہتی تھی۔ پولیس والے چیکنگ کے لیے آتے اور مطمئن ہو کر چلے جاتے تھے اور اصل ٹریسا دن رات پولیس والوں کے سامنے آزادی سے گھومتی پھرتی رہتی تھی۔

ٹریسا کا رول ادا کرنے والی بوڑھی کا ایک بیٹا تھا۔ اسے اچھی طرح تاکید کی گئی تھی کہ وہ آئندہ بیٹے سے کبھی نہیں ملے گی اس کے بیٹے کو ہمراہ معقول رقم دی جاتی ہے گی۔ ایک رات جب پولیس والے اس کی حاضری لے کر چلے گئے تو اس نے سوچا' مافیا کا کوئی بندہ یہ دیکھنے نہیں آتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے سے ملتی ہے یا نہیں۔ اس کی تمنا تڑپ رہی تھی۔ وہ چپ چاپ ملنے کے لیے رات کے پچھلے پہر نکل گئی۔ یہ بھول گئی کہ چہرہ بدل گیا ہے' اسے بیٹا بھی نہیں پہچان سکے گا۔

مخالف گروہ کے لوگ گاڈ مدر کی تاک میں رہتے تھے۔ انہوں نے اسے تنہا دیکھتے ہی فائرنگ کی' وہ جان بچا کر بھاگنے لگی۔ فائرنگ کی آواز پر پولیس والے بھی آ گئے۔ مخالف گروہ کے بندوں نے قانون سے منہ چھپانے کے لیے وہاں سے بھاگتے ہوئے گولیاں چلائیں۔ مجبوراً پولیس کو بھی کاؤنٹر فائرنگ کرنی پڑی۔ ایسے ہی وقت ایک گولی نے بڑھیا کا کام تمام کر دیا۔

وہ اپنی دوسری رہائش گاہ میں زندہ سلامت تھی مگر یہ خبر پھیل گئی کہ گاڈ مدر ماری گئی ہے۔ اس کے بیٹے اور بیٹیوں نے ڈمی ماں کی موت کا ماتم کیا پھر شہر کے بے شمار لوگوں کے سامنے اسے سپرد خاک کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارے کانوں میں ماں کی آوازیں آرہی ہیں۔ وہ کہہ رہی ہے کہ اپنے دشمنوں اور قاتلوں کو زندہ نہیں چھوڑے گی۔ اس کی روح اس دنیا میں آکر انتقام لے گی۔"

وہاں کے ایک انسپکٹر جنرل گاڈ مدر کا جانی دشمن تھا۔ اس نے اپنے ماتحتوں کو سمجھا دیا تھا کہ جب کوئی مناسب موقع ملے گاڈ مدر کو گولی مار دو اور اس حکم کی تعمیل ہو چکی تھی۔

یہ بات ابتدا میں مضحکہ خیز لگی کہ مرنے کے بعد کسی کی روح واپس آکر انتقام لے سکتی ہے لیکن ایسی ایک آدھ واردات ہوئی تو انسپکٹر جنرل کے ہوش اڑ گئے۔ اس کے نصیب میں زندگی تھی' اس لیے پارس اور علی وہاں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے ٹریسا کے انتقامی ہتھکنڈے سے اسے بچا لیا اور یہ ثابت کر دیا کہ وہ روح نہیں ہے بلکہ ایک ایسا سائنسی کمال ہے' جس کی تحقیق کی جا سکتی ہے اور رازہائے دروں کو منکشف کیا جا سکتا ہے۔

کوئی بھی حیرت انگیز اور ناقابل یقین بات ہو' وہ مانی جاتی ہے یا نہیں مانی جاتی۔ جو لوگ نہیں مانتے وہ اسے مضحکہ خیز کہہ کر ٹال دیتے ہیں جو غور کرتے اور تحقیق کرتے ہیں وہ پارس اور علی کی طرح کسی سائنسی کمال کے راز کو پا لیتے ہیں پھر یہ انسان کے مجسم عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے والی بات سمجھ میں آتی ہے۔ عقل تسلیم کرتی ہے کہ یہ ممکن ہے ناممکن نہیں ہے۔

علی' سونیا ثانی' باربرا اور صفورا نے پھر اٹلی جانے کا فیصلہ کیا تھا بعد میں باربرا نے ادارے میں کچھ عرصہ رہنے کا ارادہ کیا۔ پارس اور علی نے بھی طے کیا کہ ٹی وی کیمرے سے انسانی عکس کو دوسری جگہ ٹرانسفر کرنے کے لیے جتنے آلات کام آتے ہیں۔ انہیں ایک مختصر سی مشین میں سمو دینا چاہیے تاکہ وہ چھوٹی سی مشین آسانی سے کہیں بھی لے جائی جا سکے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پہلے کوئی چیز ایجاد ہوتی ہے تو وہ جسامت میں بڑی اور بھاری بھرکم ہوتی ہے مثلاً برسوں پہلے ریڈیو ایجاد ہوا تو وہ بڑے صندوق کی طرح تھا۔ آج وہی ریڈیو مختصر ہو کر جیب کے اندر آجاتا ہے۔ پہلے بڑے بڑے کیمرے ہوا کرتے تھے۔ آج مائیکرو کیمرے ننھے سے لائٹر میں سما جاتے ہیں۔

اسی بنیاد پر دونوں بھائی ادارے میں رہ کر دن رات کام کرتے

رہے۔ اس سلسلے میں انہیں جتنے مہنگے مہنگے سامان کی ضرورت پڑتی تھی' وہ ادارے کی جانب سے فوراً فراہم کیا جاتا تھا۔ اس دوران ثانی نے گاڈ مدر ٹریسا کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا ٹریسا کی روح نے یا عکس نے آئی جی کو ایک تقریب میں گولی ماردی ہے۔

تقریب میں موجود بے شمار افراد نے ٹریسا کے عکس کو صاف طور سے گولی چلاتے اور آئی جی کو گر کر تڑپتے اور مرتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ اس وقت ٹریسا کا بیٹا وان لوئن بہترین ڈنر سوٹ میں ملبوس تھا اور شہر کے میئر سے گفتگو کر رہا تھا۔ شہر کے اس گورنر نے گواہی دی کہ وان لوئن کہتا تھا' اس سے گفتگو کر رہا تھا اور اپنی ماں کی روح کو دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی ماں کو آوازیں دیں اس کے پیچھے دوڑتا ہوا گیا لیکن قریب پہنچتے ہی وہ روح غائب ہو گئی۔

اس کے باوجود ٹریسا کے خلاف مقدمہ قائم کیا گیا اور محاسبے کے لیے اس کے بیٹے وان لوئن' بیٹی مامیلا' میکسی اور انالانا کو عدالت میں طلب کیا گیا۔ انالانا سراغرسانی کی تربیت حاصل کر کے اسکاٹ لینڈ سے واپس آگئی تھی۔ اس سراغرساں بیٹی انالانا اور وکیل بیٹی مامیلا نے مقدمے کی کارروائی میں بھرپور حصہ لیا۔ مامیلا نے عدالت میں کہا "ہم خود حیران ہیں کہ ہماری ماں کی روح کیسے آتی ہے؟ اگر آپ میں سے کسی کی سمجھ میں یہ بات آتی ہے تو ہمیں سمجھایا جائے۔"

ایک سرکاری وکیل نے کہا۔ "چند روز پہلے فرانس کے جاسوس یہاں آئے تھے۔ انہوں نے ٹریسا کی روح کے پہلے حملے کو ناکام بنا دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ کوئی روح نہیں سائنسی عجوبہ ہے۔ وہاں ایک پولیس افسر گرفتار ہوا تھا۔ وہ افسر روح کا تابعدار تھا اور اس کے حکم سے آئی جی پر گولی چلانے والا تھا لیکن فرانسیسی سراغرسانوں نے اسے گرفتار کرا دیا۔"

مامیلا نے پوچھا۔ "گرفتاری کے بعد افسر نے کیا بیان دیا تھا؟"

"یہی کہ ٹریسا کی روح نے اسے رشوت دے کر آئی جی کے قتل پر مامور کیا تھا۔ رشوت کی رقم اس افسر کے گھر سے برآمد کی گئی تھی۔"

مامیلا نے کہا۔ "اس سے ثابت ہوتا ہے کہ روح قاتلانہ حملے نہیں کرتی بلکہ کراتی ہے۔ پہلے یہ طے کیا جائے کہ وہ روح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کیا بلا ہے اور اس بلا کے باعث ہماری آنجہانی ماں کو کیوں ملزم ٹھہرایا جا رہا ہے؟"

سراغرساں بیٹی انالانا نے کہا۔ "اب تک کی واردات سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ پولیس والے ہی اس روح سے رشوتیں لے کر قاتلانہ حملے کرتے ہیں۔ بہتر ہو گا آپ لوگ روح کے چکر میں نہ پڑیں۔ پولیس ڈپارٹمنٹ کی اصلاح کریں۔"

پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "وہ روح ہمارے افسروں کو جان سے مارنے یا ان کے بیوی بچوں کو نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دیتی ہے۔ جب تک یہ سراغ نہ لگایا جائے کہ اس روح کی حقیقت کیا ہے اور یہ کہاں سے آتی ہے' اس وقت تک یہاں کا محافظ نہیں رہیں گے اور تمام پولیس والے بدنام ہوتے رہیں گے۔"

سرکاری وکیل نے کہا۔ "می لارڈ! اب تک اس روح کے رات کے وقت تمام وارداتیں کی ہیں' وہ دن کو شاید اس لیے نہیں آتی کہ ہر سو اجالا رہتا ہے اور وہ دن کی روشنی میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ٹریسا کے ایک بیٹے اور تین بیٹیوں کو رات کے وقت ان کی رہائش گاہ میں نظربند کر دیا جائے اور انہیں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دی جائے تو آئندہ ٹریسا کوئی واردات نہیں کر سکے گی۔"

مامیلا نے کہا۔ "ہم یہاں کے معزز اور معروف شہری ہیں۔ ہمیں دس نہیں بدمعاشوں کی طرح شام سے صبح تک کہیں پابند کر نہیں جا سکتا۔ میں فاضل وکیل سے کہوں گی کہ اس روح کے ذریعے ہونے والی واردات کا کوئی تعلق ہم سے ثابت کرے پھر ہمارے خلاف کسی کارروائی کی حسرت دل میں پیدا کرے۔"

سرکاری وکیل نے کہا۔ "می لارڈ! میں سیفٹی ایکٹ کے تحت صرف ایک ہفتے کے لیے انہیں نظربند رکھنے کی درخواست کرتا ہوں۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس ایک ہفتے میں وہ روح کوئی واردات نہیں کر پائے گی۔"

جج نے کہا۔ "جب تک سابقہ واردات سے ان کا کوئی تعلق ثابت نہیں ہو گا' تب تک انہیں نظربند رکھنا غیر قانونی عمل ہو گا۔ اگر ان پر ایسا کوئی شبہ ہے کہ ان کی درپردہ مدد سے ان کی واردات کرنے آتی ہے تو یہ پولیس کی ڈیوٹی ہے کہ وہ ان کی نگرانی کرے لیکن ان کی آزادی میں حائل نہ ہو۔"

اسی وقت ٹریسا کی آواز آئی اور عدالت میں یکلخت خاموشی چھا گئی۔ سب نے سہم کر اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ ایک وکیل کے پاس اس کی ہلکی سی جھلک نظر آ رہی تھی۔ وہ بولی۔ "محترم جج صاحب! میں ٹریسا دی گاڈ مدر اس عدالت میں موجود ہوں۔"

سب لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ بولی۔ "میرا لباس سفید کفن ہے اس لیے دن کی روشنی میں کفن کی سفیدی تحلیل ہو جاتی ہے۔ اگر آپ واضح طور سے مجھے دیکھنا چاہتے ہیں تو عدالت کے دروازے بند کر دیں اور اندر کی روشنی ذرا کم کر دیں۔"

جج صاحب کے حکم سے دروازے بند کر دیے گئے۔ چند شمعیں بجھا دیے گئے۔ وہ صاف طور سے نظر آنے لگی۔ وہ بولی۔ "میں دنیا کی پہلی قاتلہ ہوں۔ اس دعوے کے ساتھ آئی ہوں کہ کوئی قانون مجھے سزائے موت نہیں دے سکے گا حتیٰ کہ مجھے چھو بھی نہیں سکے گا۔"

واقعی وہ پہلی مجرمہ تھی جس کے آگے دنیا کی تمام طاقتیں بے بس تھیں۔ اس نے کہا۔ "میں اس لیے آئی ہوں کہ میرے بچوں کی بے گناہی ثابت ہو جائے۔ یہاں سب دیکھ سکتے ہیں۔ میرے چاروں بچے یہاں پہلے سے موجود ہیں۔ اگر میں ان میں سے کسی کو مجبور کروں تو یہ ریوالور نکال کر اس سرکاری وکیل کو گولی ماردیں گے۔"

سرکاری وکیل سہم کر کرسی پر بیٹھتے بیٹھتے گر پڑا۔ وہ بولی "گھبراؤ نہیں۔ مجھے یہاں کسی سے دشمنی نہیں ہے۔ سرکاری وکیل اپنا فرض ادا کر رہا ہے لیکن میرے بچوں پر غلط الزام لگا رہا ہے اور میں اسے غلط ثابت کر چکی ہوں۔ اگر میرے بچوں پر کوئی آنچ نہیں آئے گی تو میں ابھی چلی جاؤں گی۔ ورنہ غلط الزام دینے والے کو ابھی' اسی وقت بھری عدالت میں گولی ماروں گی۔"

اس بات پر عدالت میں سنسنی پھیل گئی۔ سب ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہنے لگے۔ سرکاری وکیل نے چیخ کر کہا۔ "میں تمام الزامات واپس لیتا ہوں۔ پچھلی کسی بھی واردات کا تمہارے بچوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

جج نے کہا۔ "میں فیصلہ سناتا ہوں۔ مسٹر وان لوئن' مس مامیلا' مس میکسی اور مس انالانا معزز اور معتبر شہری ہیں۔ کسی واردات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان پر نہ پابندی عائد کی جائے اور نہ ان کی نگرانی کی جائے۔"

ٹریسا نے کہا۔ "میں اس فیصلے سے مطمئن ہوں۔ اب جا رہی ہوں۔"

"رک جاؤ۔" جج نے کہا۔ "میں معلوم کرنا چاہتا ہوں' تمہاری حقیقت کیا ہے؟"

"حقیقت یہی ہے' جو نظر آ رہی ہے۔ آپ کے اطمینان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میرا انتقام پورا ہو چکا ہے۔ آئندہ جب تک میرے بچوں کو قانونی تحفظ حاصل رہے گا اور جب تک کوئی ان سے دشمنی نہیں کرے گا' تب تک میں کوئی واردات نہیں کروں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے چٹکی بجائی پھر غائب ہو گئی۔

عدالت نے انہیں باعزت بری کیا تھا لیکن انٹیلی جنس والے ان کی تاک میں رہنے لگے۔ وان لوئن نے ایک خفیہ میٹنگ میں اپنی ماں سے کہا۔ "ہمارا یہ تجربہ توقع سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ اب ہمیں روح کے اس چکر کے ذریعے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنا چاہیے۔"

گاڈ مدر ٹریسا نے کہا۔ "ٹرانسفارمر مشین اتنی بڑی ہو گی کہ اسے چرا کر نہ لایا جا سکے گا۔ اس کا نقشہ چرایا جا سکتا ہے۔ میں نے سنا ہے' کوڑوں ڈالر کی لاگت سے وہ مشین تیار ہوتی ہے۔ اسے تیار کرنے کے بعد چھپا کر رکھنے کا مسئلہ درپیش ہو گا اور تم دیکھتے ہی ہو کہ ہمارے تمام اڈوں پر چھاپے پڑتے رہتے ہیں۔"

چھوٹی بیٹی انالانا نے کہا۔ "ممی! کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔ مجھے ٹیلی پیتھی سیکھنے کا بڑا شوق ہے۔"

میکسی نے کہا۔ "میں بھی یہ علم حاصل کرنے کے لیے بڑے سے بڑا خطرہ مول لے سکتی ہوں۔"

گاڈ مدر نے کہا۔ "اس پہلو سے بھی سوچو کہ اگر ٹرانسفارمر مشین سے یہ علم حاصل نہ ہو سکا تو پھر بھی ہمارے لیے یہ علم لازمی ہو گا۔ اگر ہم کسی خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کر لیں اور اسے اپنے دباؤ میں رکھیں تو اس سے بہت سے کام نکال سکتے ہیں۔"

مامیلا نے کہا۔ "واقعی پچھلی بار ممی آئی جی کو ہلاک کرنے میں ناکام ہوئی تھیں تو محض اس لیے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ یہ اچھا ہوا کہ ہم نے یوگا میں مہارت حاصل کی ہوئی ہے۔ کم از کم ٹیلی پیتھی کے حملوں کو روک سکتے تھے اگر یہ ہتھیار ہمیں بھی حاصل ہو جائے تو ہم زیادہ بہتر طور پر اپنا کام کر سکیں گے۔"

وان لوئن نے کہا۔ "پتا نہیں اس دنیا میں کتنی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ویسے اتنا معلوم ہے کہ یہ تین ممالک میں ہیں۔ فرانس میں فرہاد اور اس کے ساتھی۔ امریکا میں تو اس کی مشین ہی موجود ہے۔ وہاں خیال خوانی کرنے والے والوں کی خاصی تعداد ہو گی۔ تیسرا ملک اسرائیل ہے۔ ہم ان ملکوں میں جا کر کسی خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کر سکتے ہیں۔"

گاڈ مدر نے کہا "اس سلسلے میں دو باتیں اہم ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہمیں کسی زبردست ہپناٹزم والے کی خدمات حاصل کرنا چاہئیں تاکہ وہ کسی خیال خوانی کرنے والے پر عمل کر کے اسے ہمارا غلام بنا سکے۔"

وان لوئن نے کہا۔ "دوسری اہم بات یہ ہے کہ فرہاد اور اس کی فیملی سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔"

"ممی! مجھے تو کسی زبردست سے مقابلہ کرنے میں مزہ آتا ہے۔"

"بیٹے! مجھے تمہارے حوصلے پر ناز ہے۔ پہلے کسی طرح اپنی طاقتوں میں ایک ٹیلی پیتھی کا اضافہ کر لو پھر جس سے چاہے ٹکراؤ۔ مکمل بارود بن جاؤ گے تو تمہاری ٹھوکر سے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔"

"تو پھر ہمیں پہلے امریکا جانا چاہیے۔"

"اپنی کارروائی چھوٹے ملک سے شروع کرو۔ اسرائیل جاؤ۔ وہاں کامیابی کی توقع ہے۔ تم بھائی بہن وہاں کسی نہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پھانس لو گے۔ میں میکسی کے ساتھ امریکا جاؤں گی اور وہاں ایسا ہی کوئی ٹارگٹ تلاش کرتی رہوں گی۔"

اس فیصلے کے مطابق گاڈ مدر اپنی دوسری بیٹی کے ساتھ امریکا چلی گئی۔ وان لوئن اپنی دو بہنوں مامیلا اور انالانا کے ساتھ

اسرائیل آگیا۔ دونوں ماں بیٹے اپنے ساتھ ایک ایک پینٹاگرم کے ماہر کو بھی لے گئے۔ ان کے پاس وہ چھوٹا کیمرا اور کچھ آلات بھی تھے، جن کے ذریعے وہ کسی کے عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے۔

ابھی اس سلسلے میں ایک پرابلم تھا۔ عکس دوسری جگہ پہنچ کر بول سکتا تھا کیونکہ کیمرے کے سامنے عکس والا بولتا تھا۔ اس کی آواز عکس کے ساتھ دوسری جگہ پہنچتی تھی۔ اس سلسلے کے تمام آلات موجود تھے پارس اور علی یہ تجربہ کررہے تھے کہ جہاں عکس پہنچے، وہاں کے لوگ اور وہاں کے مناظر بھی کیمرامین کو اور عکس والے کو نظر آئے۔

مثلاً پارس کیمرے کے سامنے ہو اور اس کا عکس جتنی دور پہنچے وہاں کا منظر پارس کو بھی اپنے سامنے ٹی وی پر نظر آئے۔ اس کی فی الحال ایک ہی صورت تھی کہ جہاں عکس پہنچے وہاں بھی ایسا آلہ ہو، جو وہاں کے مناظر کو عکس والے کے پاس پہنچائے۔ ایلاگاڈمدر کی بیٹیوں نے کیا تھا۔ مامیلا، میکسی اور انالانا نے اپنے اپنے گلے میں سونے کے جو ہار پہنے ہوئے تھے، ان کے لاکٹ میں طاقت ور منی کیمرے اور آواز کیچ کرنے والے مائیک تھے۔ ان کے ذریعے جہاں گاڈمدر کیمرے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی، وہاں اسے عدالت کا پورا منظر دکھائی دیتا رہا اور وہ دوسروں کی باتیں سن کر جواب دیتی رہی تھی۔

یعنی پرابلم یہ تھا کہ جہاں عکس کو بھیجا جائے، وہاں پہلے سے ایسا آلہ رکھ دیا جائے، جو اپنے اطراف کے مناظر دکھا سکے اور وہاں کی آوازیں سنا سکے۔ وان لوئن، مامیلا اور انالانا کو قتل ابیب پہنچ کر یہی مسئلہ درپیش تھا۔ وہ کسی حاکم یا فوج کے اعلیٰ افسر کی کوٹھی میں نہیں جاسکتے تھے۔ وہاں پہلے سے کوئی آلہ رکھ نہیں سکتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وان لوئن اگر مامیلا کے عکس کو گورنر ہاؤس کے اندر بھیجتا تو عکس ضرور وہاں پہنچتا لیکن وہاں کا منظر اور آوازیں ادھر مامیلا کو نہ دکھائی دیتیں اور نہ سنائی دیتیں۔ اس ادھورے عمل سے وہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔

اگر ان کے ساتھ کوئی خیال خوانی کرنے والا ہوتا تو وہ کسی پہرے دار کے دماغ پر قبضہ جماتا اور ایک آلہ گورنر ہاؤس کے اندر پہنچا کر اسے کہیں چھپا دیتا۔ فی الحال انہوں نے ایسے مقامات تک پہنچنے کا ارادہ ترک کردیا جہاں فوجی یا دوسرے سیکورٹی گارڈز ہوتے ہیں۔ وان لوئن نے کہا۔ "ہم پہلی واردات کسی بڑے بینک میں کریں گے۔ اس لیے کہ ہمیں خاصی رقم کی ضرورت ہے۔"

مامیلا نے کہا۔ "اس مقصد کے لیے ایک ایسے شخص کو اپنے قابو میں کرنا ہوگا جو عکس کے پیچھے رہ کر گولی چلائے اور لوگ یہی سمجھیں کہ وہ عکس یا روح گولی چلا رہی ہے۔"

انالانا نے کہا۔ "پہلے یہ طے ہو جائے کہ ہم میں سے کون کیا کام کرے گا؟"

بھائی نے کہا "تم کیمرے کے سامنے ریوالور لے کر ایکٹ کرو گی۔ تمہارا عکس بینک میں پہنچے گا، میں کیمرے کے پیچھے رہوں گا۔ مامیلا بینک میں موجود رہے گی۔ اس کے گلے میں لاکٹ کی طرح آلہ ہے وہ تمہیں بینک کے مناظر دکھاتا رہے گا۔"

"بینک سے اسرائیلی شیکل ملیں گے یا ڈالر؟"

"یہاں کے بینکوں میں یو کے پونڈز اور امریکی ڈالرز، اسرائیلی شیکل کا تبادلہ ہوتا ہے اس لیے ہمیں خاصی تعداد میں پونڈز اور ڈالرز بھی ملیں گے۔"

"ہم اتنی زیادہ رقم وہاں سے کیسے لائیں گے؟"

"ہم جس شخص کو گولیاں چلانے کے لیے ٹریپ کریں گے، وہ بینک سے رقم لے کر انالانا کے عکس کے ساتھ باہر آئے گا اور کار میں بیٹھے گا۔ عکس باہر ریوالور لیے کھڑا رہے گا اور موقع مناسبت سے فائرنگ کرتا رہے گا۔"

"لیکن عکس کی فائرنگ سے صرف آواز گونجے گی۔ کوئی مرے گا نہیں؟"

"نہ مرے، دہشت پھیلتی رہے گی۔"

"وہ شخص ہماری رقم لے کر کہاں جائے گا؟ کیا ہماری رہائش گاہ میں آئے گا؟"

"نہیں، ادھر آنے سے ہم گرفتار ہو جائیں گے۔ اس شخص کے گلے میں ایک لاکٹ کیمرا ہوگا اس کے ذریعے ہم یہاں اسکرین پر دیکھتے رہیں گے کہ اگر اس کا تعاقب ہو رہا ہے تو وہ کس طرح دے کر رقم کو کسی محفوظ جگہ پر پہنچا رہا ہے۔"

انالانا نے کہا۔ "جب اس کے گلے میں لاکٹ ہوگا تو میں یہاں سے دیکھتی رہوں گی اور میرا عکس اس کی مدد کے لیے پہنچتا رہے گا۔"

وہ تینوں اس منصوبے پر تفصیلی بحث کرتے رہے۔ یہ بات اس بات پر تمام ہوئی کہ پہلے ایک کام کا بندہ تلاش کیا جائے۔ اسمارٹ، تیز طرار اور بہترین نشانہ باز ہو۔ اگر وہ دھوکے باز بھی کوئی بات نہیں، وہ بینک کی رقم لے کر زمین کے اندر بھی چلا جائے گا تو روح وہاں پہنچ جائے گی۔"

ایک تیز طرار اور سچا نشانے باز فوج یا پولیس ڈپارٹمنٹ سے ہی مل سکتا تھا لیکن ان کا رجحان فلسطینی مجاہدین کی طرف تھا۔ بھی اچھے نشانہ باز ہوتے ہیں پھر یہ کہ وہ یہودیوں کے دشمن ہیں ان کے کسی بینک کو لوٹنے کے سلسلے میں ضرور تعاون کریں گے۔ مزید یہ کہ ان مجاہدین کو بھی بھاری رقموں کی ضرورت پیش رہتی ہے۔ اس منصوبے میں ایسا ہی کوئی مجاہد ان کے کام آسکتا تھا۔ وہ سب بھائی بہنیں ایسے کسی مجاہد کو تلاش کرنے لگے۔

○☆☆○

لیلیٰ نے وقت کا حساب کیا۔ اس حساب سے قتل ابیب میں آدھی رات ہو چکی تھی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر تارا کا موجوہ لہجہ اپنا کر ہیری (عادل) کے دماغ میں پہنچ گئی۔

ہیری نے سانس نہیں روکی، لیلیٰ کو اس کے اندر جگہ مل گئی۔ وہاں پہنچتے ہی پتا چلا کہ شی تارا موجود ہے۔ وہ ہیری کے خوابیدہ دماغ میں کہہ رہی تھی۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم اس ٹیلی پیتھی والی (مرینا) کو پہچانتے ہو۔ ہوٹل میں، سمندر کے ساحل پر پھر کلینک میں تمہارے ساتھ وقت گزارا تھا۔ تم نے اسے خیال خوانی کرتے دیکھا تھا پھر تم اسے کلینک میں چھوڑ کر گھر میں آ کر کیوں سو گئے تھے؟"

"وہ عورت عاشق مزاج لگ رہی تھی۔ مجھے اپنی آبرو لٹنے کا اندیشہ تھا اس لیے میں چلا آیا۔"

"بکواس مت کرو۔ مرد کی کوئی آبرو نہیں ہوتی۔ تم آئندہ ایسی حرکتیں کرتے رہو گے۔ ہاتھ آئے ہوئے شکار کو چھوڑتے رہو گے تو میرے کسی کام کے نہیں رہو گے پھر میں تمہارا قصہ ہی تمام کر دوں گی۔"

"اب وہ نظر آئے گی تو میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔ اسے باندھ کر اپنے گھر میں رکھوں گا۔"

"اب وہ نظر نہیں آئے گی۔ اس نے اپنا چہرہ اور آواز بدل لی ہوگی۔"

"میں اس کی چال اور اس کی ہنسی کے مخصوص انداز سے اسے پہچان لوں گا۔"

"شاباش! ایسی عقل مندی کی باتیں سوچا کرو اور عمل کیا کرو۔ کیا واقعی تم نے اس کی مخصوص عادتوں کو یاد رکھا ہے؟"

"ہاں، جب وہ ہنستی ہے تو اپنی گردن کو خم دے کر زلفوں کو ایک خاص انداز میں سامنے سے پیچھے کی طرف جھٹکتی ہے۔ اس کی چال میں بھی کوئی ایسی بات ہے جسے میں بیان نہیں کرسکتا لیکن میں ہزاروں کے مجمع میں اس چال کو پہچان سکتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ یہی باتیں منیجر کو بھی بتاؤ اور کل صبح سے اس عورت کی تلاش شروع کردو۔ تمہارے اس بیان سے میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، وہ مرینا ہی ہے۔"

"میں کل سے مرینا کو تلاش کروں گا لیکن ایک التجا ہے، میری آبرو کو بچائے رکھنا۔"

"شٹ اپ! میں حکم دیتی ہوں، سو جاؤ۔ میں صبح پانچ بجے آکر جگاؤں گی۔"

وہ حکم کے مطابق شٹ اپ ہو گیا۔ لیلیٰ اس کے دماغ سے نکل آئی تاکہ شی تارا وہاں سے جا کر دوبارہ آئے تو ہیری کے دماغ میں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کا شبہ نہ کرے۔

لیلیٰ کو دماغی طور پر حاضر دیکھ کر مریں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ کیا وہ ہیری کے دماغ میں موجود ہے؟"

"ہاں ابھی گئی ہے، کسی طرح کا شبہ دور کرنے دوبارہ آسکتی ہے۔ میں ٹھہر کر جاؤں گی۔"

میں ہنسنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ "کیوں ہنس رہے ہیں آپ؟"

"پارس کی حرکتیں سوچ کر ہنسی آرہی ہے۔ وہ جو کرتا ہے اس کے نتائج بڑے دور رس ہوتے ہیں۔ اس نے ادھورے فارمولے یہودیوں کے حوالے کرکے سرزمین اسرائیل کو میدان جنگ بنا دیا ہے۔ وہاں شی تارا اپنے آلہ کاروں کے ذریعے کچھ کرنے والی ہے۔ شیطانی پینٹاگرم جاننے والے جے پر گولا کو جب یہ معلوم ہوگا کہ مرینا اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے تو وہ فارمولے حاصل کرنے کے لیے دوسرے ذرائع اختیار کرے گا۔ سپر ماسٹر اور امریکی حکام بھی وہاں ہنگامہ آرائی کے لیے تیار ہوں گے ان کے علاوہ اور نہ جانے کون کون سی خفیہ تنظیمیں ہیں، جو یہودیوں کی خفیہ تنظیم سے ٹکر لینے والی ہیں۔"

وہ بولی۔ "ماشاء اللہ! ہمارے بیٹے کی کیا بات ہے۔ بڑے سیاسی کھیل کھیلتا ہے۔ ایک بات کہوں؟"

"ہزار باتیں کہو۔"

"کیوں نہ ہم بھی چلیں؟"

"کہاں ملنے کا ارادہ ہے؟"

"انجان نہ بنیں۔ جہاں کی باتیں ہو رہی ہیں، وہیں چلنے کو کہہ رہی ہوں۔ آپ انصاف سے سوچیں، ایک طویل عرصہ گزر گیا ہے میں نے آپ کے ساتھ کہیں سفر نہیں کیا۔"

"طویل عرصہ سہی، پچھلی بار ہم تل ابیب میں ہی تھے پھر وہاں جانے کا کیا فائدہ ہے؟ کسی دوسرے ملک چلو۔"

"پہلی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ میں بیت المقدس میں نماز ادا کرنا چاہتی ہوں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس بار آپ کو بھی نماز پڑھاؤں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ایک ساتھ ایسی نیکیاں کروگی تو فوراً ہی جنت میں پہنچ جاؤ گی۔"

"میری یہی خواہش ہے کہ بیت المقدس کے فرش پر سجدہ کروں تو قیامت کے دن سجدے سے میرا سر اٹھے۔"

"ایسے ایمان پرور جذبوں کو میں روک نہیں سکتا۔ میں تمہارے ساتھ ضرور وہاں جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو نماز ضرور پڑھوں گا۔ اب ہیری کے پاس جاؤ۔"

وہ عادل کے پاس گئی۔ بڑی دیر تک خاموش رہ کر اس کے اندر شی تارا کی موجودگی کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہی۔ جب یقین ہو گیا، وہ موجود نہیں ہے تب لیلیٰ اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کرنے اور شی تارا کے تخریبی عمل کے اثرات کو مٹانے لگی۔

ان اثرات کے ختم ہوتے ہی اسے اپنی پچھلی زندگی یاد آنے لگی۔ لیلیٰ نے مجھ سے کہا۔ "آپ ہیری کے دماغ میں آئیں۔ یہ یہودی نہیں، مسلمان ہے۔ اس کا نام عادل چنگیزی ہے۔"

میں بھی اس کے اندر چلا آیا۔ ہم دونوں اس کے خیالات پڑھ کر حیران ہوتے رہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ہمارا اس

قدر شیدائی ہے۔ مجھے بھائی جان اور لیلیٰ کو بھابی جان کہتا تھا۔

پھر پتا چلا کہ اس نے اسلام آباد میں شی تارا کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا تھا۔ ایک ایسی ہستی کو گرفتار کیا تھا، جس کے لیے یہ پیش گوئی تھی کہ تقریباً سات برس تک کوئی اس کی اصل صورت نہیں دیکھ پائے گا اور نہ ہی کوئی اس کی اصل آواز اور لہجے کو سن سکے گا۔

یہ پیش گوئی اپنی جگہ درست تھی۔ عادل نے اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھا تھا اور نہ اصل لہجہ سنا تھا پھر بھی اصل شی تارا کو بری طرح بے بس کر رکھا تھا۔ ایسے وقت اپنے بھائی جان اور لیلیٰ بھابی کا انتظار کرتا رہا تھا۔ شی تارا بدبختی کے باوجود اس لحاظ سے نصیب والی تھی کہ اس کا کوئی مخالف اس کے دماغ میں نہیں آیا تھا۔

شی تارا نے ہم سب سے چھپنے کے لیے اسلام آباد کا انتخاب کیا تھا۔ یہ اس کی دانشمندی تھی۔ ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مسلمانوں سے دور بھاگنے والی پاکستان میں رہے گی۔

عادل کے خیالات پڑھ کر ایک اور گیم کا پتا چلا اور وہ یہ کہ وہاں پاشا آیا تھا۔ عادل پاشا کو اس کے نام سے نہیں پہچانتا تھا۔ وہ صرف اتنا جانتا تھا کہ وہ شخص ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتا ہے۔

ہمارے لیے یہ اطلاع نئی تھی یہ یقین ہو گیا کہ شی تارا نے پاشا کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔

اس کے خیالات پڑھ کر بڑے بڑے انکشافات ہو رہے تھے۔

شی تارا تقریباً چھ دنوں تک بے کسی کے عالم میں رہی تھی۔ ایسے میں اسے دھڑکا لگا رہتا ہو گا کہ کوئی اچانک اس کے دماغ میں آ کر قبضہ جما لے گا۔ وہ اپنی زندگی کی بہت بڑی بازی ہارنے والی تھی لیکن انجام کار اس نے پاشا کو غلام بنا کر ایک بڑی بازی جیت لی۔

پھر یہ قصہ تو معلوم تھا ہی کہ مرینا کس طرح عادل کے ساتھ رہ کر دماغی طور پر کمزور ہو گئی اور اس نے برین آدم کو بھی اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا تھا۔ ابھی یہ حقیقت ہمیں معلوم نہیں ہوئی تھی کہ وہ عذاب میں مبتلا ہونے والا شخص یہودی خفیہ تنظیم کی ریڑھ کی ہڈی تھا۔

بہرحال بڑا عجیب و غریب بندہ ہمارے ہاتھ لگا تھا۔ وہ جوان، صحت مند، ذہین اور ایکشن سے بھرپور تھا۔ اس سے نادانیاں سرزد ہوتی تھیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ بے وقوف ہے۔ دراصل وہ ناتجربہ کار تھا۔ زندگی کے عملی میدان میں ابھی داخل ہوا تھا اس کے حالات بتا رہے تھے کہ رفتہ رفتہ ذہانت سے کام لینا سیکھ جائے گا۔

لیلیٰ اس سے بہت متاثر ہوئی تھی کیوں کہ پہلی بار کسی نے اسے بھابی جان کہا تھا اور کوئی رشتہ یا تعلق پہچان نہ ہونے کے باوجود اسے یاد کرتا اور اپنے دماغ میں اس کا انتظار کرتا رہتا تھا۔

لیلیٰ نے اس کے دماغ میں کہا۔ "عادل! میرے چاہنے والے بھائی! تمہاری لیلیٰ بھابی آ گئی ہے۔"

وہ خوابیدہ تھا۔ خواب میں خوش ہو رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں آپ کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا تھا لیکن مایوس نہیں تھا۔ یہ آپ ہی ہیں نا؟"

"ہاں عادل! میں ہی ہوں۔ تمہیں شی تارا نے اپنا تابعدار رکھا تھا میں نے اس کا طلسم توڑ دیا ہے۔ آئندہ تم اس کے زیر نہیں رہو گے۔"

"میں جانتا تھا، جب کبھی بھابی جان یا بھائی جان آئیں گے مجھے ضرور اپنا بنا لیں گے۔"

میں نے کہا۔ "میں تمہارا بھائی جان ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ذہانت اور حاضر دماغی سے حالات پر قابو پاتے رہو۔ بڑے کارنامے انجام دیتے رہو گے تو میری فیملی میں شامل ہو جاؤ گے۔"

"بھائی جان! آپ صرف ایک اشارہ کر دیں کہ مجھے کیا کرنا ہے پھر میں وہ کارنامہ کر گزروں گا۔"

"مجھے پتا ہے میرے اشاروں کے بغیر ہی بڑے کارنامے انجام دے چکے ہو۔ افسوس کہ ہم اس موقع سے فائدے نہ اٹھا سکے۔ کوئی بات نہیں آئندہ سہی۔"

لیلیٰ نے اس سے کہا۔ "اب خاموش رہو۔ میں تم پر عمل کر کے تمہارے دماغ کو لاک کر رہی ہوں تاکہ تم پرانی سوچ کی لہریں محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرو گے۔ میں ایک نئی آواز اور لہجے سے تمہارے پاس آیا کروں گی۔"

وہ خاموش رہا۔ لیلیٰ اس پر عمل کرنے لگی۔

اس کے ذہن میں یہ نقش کیا گیا کہ وہ مسلمان ہے۔ مسلمان ہی رہے گا لیکن ہیری کے نام سے ایک یہودی جوان کا رول ادا کرتا رہے گا۔

"دوسری بات یہ نقش کی گئی کہ وہ دانستہ یا نادانستہ فرار اس کی فیملی سے کسی کے سامنے رشتہ ظاہر نہیں کرے گا۔ ہمارا رابطے اور تعلق کو ایک راز کی طرح دل میں چھپا کر رکھے گا۔

لیلیٰ نے ایسی ہی چند باتوں کو گرہ کی طرح اس کے دماغ باندھ دیا پھر اسے تنویمی نیند سلا کر اس کے یہودی مینیجر کے پاس گئی۔ اس نے مینیجر کے دماغ سے بھی شی تارا کے تنویمی عمل کو اور دماغ کو لاک کر دیا تاکہ شی تارا اس مینیجر کو آلۂ کار بنا کر عادل نقصان نہ پہنچا سکے۔

اس ملک میں بابا صاحب کے ادارے کے کئی جاسوس وہاں کے ہر بڑے شہر میں سرکاری ملازمت کرتے تھے یا پھر مین بن کر رہتے تھے۔ مرینا کو ایک ایسے ہی بزنس مین کے ہاں مل گئی تھی۔

اس نے مرینا سے کہا۔ "اب تم ہر طرح محفوظ ہو گئی ہو۔ دشمن تمہارے دماغ میں نہیں آئے گا۔ تمہاری صورت بھی

ہی گئی ہے۔ کوئی تمہیں پہچان نہیں پائے گا۔"

وہ بولی۔ "ایسا کئی بار ہو چکا ہے۔ میں نے صورت بدل دی، جب بدل دیا اس کے باوجود کسی نہ کسی دلدل میں دھنس گئی۔ ہزار احتیاط کے باوجود کسی مصیبت میں ضرور گرفتار ہو جاتی ہوں۔"

"احتیاط کرنے والے بار بار مصیبت میں نہیں پڑتے۔ تم جسے احتیاط سمجھتی ہو، وہ تمہاری نادانی ہوتی ہے۔ تم کسی پر بھروسا نہیں کرتیں جب کہ عورت کو کسی ایک پر بھروسا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی ہی بے اعتباری سے تم پارس کو چھوڑ کر بھاگ گئیں۔ تمہاری عقل نے سمجھایا کہ تم احتیاط سے کام لے رہی ہو۔"

"ہاں اب افسوس ہوتا ہے۔ میں نے وہ پہلی بڑی غلطی کی تھی۔"

"دوسری غلطی ازبکستان میں کی۔ فرہاد جیسے پہاڑ کو زخمی کر کے اس کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہا۔ جب اس پہاڑ نے اپنی بلندی سے تمہیں گرانا شروع کیا تو تم پناہ لینے شی تارا اور پے بے سرنا کی کنیز بن گئیں۔ یعنی تم ہمیشہ ایسی احتیاطی تدابیر کرتی ہو کہ ایک طرف سے بچتی ہو، دوسری طرف پھنس جاتی ہو۔"

وہ خاموشی سے سر جھکائے سن رہی تھی۔ اس کے میزبان نے کہا۔ "ذرا غور کرو، فرہاد صاحب نے تمہیں کتنی بار قابو میں کیا پھر چھوڑ دیا۔ صوالیہ کے جنگل میں تمہیں شی تارا کے تنویمی عمل سے نجات دلائی گئی۔ اس کے چند روز بعد ہی تم میامی میں پارس کی جان کے پیچھے پڑ گئیں۔ وہاں جنرل واسکوڈی کے ذریعے تم اسے گرفتار کرا کے اس کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہتی تھیں اور ناکامی کی صورت میں اسے مار ڈالنے سے بھی دریغ نہ کرتیں۔"

"مجھے اور شرمندہ نہ کرو۔ میں نے جیسی غلطیاں کی ہیں، ویسی سزائیں بھی پاتی رہی ہوں۔ میرے لیے اس سے زیادہ شرمندگی کی اور ڈوب مرنے کی بات کیا ہو گی کہ فرہاد صاحب سے دشمنی کرتی ہوں پھر مصیبت میں انہی سے مدد مانگتی ہوں۔ وہ اب تک کئی بار مجھے دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے نجات دلا چکے ہیں۔"

"اس بار پھر انہوں نے جے پرگولا جیسے شیطان سے نجات دلائی ہے اور تمہیں آزاد کر دیا ہے۔ تم جہاں جانا چاہو، جا سکتی ہو۔"

"اب تو میں وہ غبارہ ہوں جس کی ہوا نکل چکی ہے۔ پارس کبھی اس غبارے کو منہ لگا کر ہوا نہیں بھرے گا۔ مفاد پرست لوگ میری ٹیلی پیتھی کی خاطر مجھے منہ لگاتے ہیں۔ ایک عورت کی حیثیت سے میرا کوئی مان مرتبہ نہیں رہ گیا ہے۔ سوچتی ہوں، کہاں جاؤں؟ زندگی سے محبت ہے۔ زندہ رہنا چاہتی ہوں مگر اس دنیا میں میرے لیے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے۔"

"دلچسپی اس لیے نہیں ہے کہ دوسرے تمام خیال خوانی کرنے والوں سے خوفزدہ رہتی ہو۔ تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ ابھی یہاں سے جاؤ گی تو پھر کسی چکر میں پڑ کر کسی کی معمولہ بن جاؤ گی۔"

"ہاں، یہ اندیشہ ہمیشہ رہے گا۔"

"عقل سے کام لو گی تو ایک پُرسکون اور آرام دہ زندگی گزار سکو گی۔"

"مجھے ایسا راستہ بتاؤ۔ میں تھک گئی ہوں۔"

"ٹیلی پیتھی کو بھول جاؤ۔ یہ علم فسادات پھیلاتا ہے۔ انسان کا سکون چھین لیتا ہے۔"

"واقعی یہ علم نہ ہوتا تو میں ایک سیدھی سادی زندگی گزارتی۔"

"اب بھی ایسی زندگی گزار سکتی ہو لیکن تم اپنی عادت سے باز نہیں آؤ گی۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں اس علم کو قربان کر کے سکون اور عزت کی زندگی حاصل کروں گی۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی، مجھ سے رابطہ کیا پھر بولی۔ "میں آپ کا تھوڑا سا وقت چاہتی ہوں۔ کیا آپ میرے میزبان کے پاس آئیں گے؟"

"چلو، میں آ رہا ہوں۔"

وہ گئی میں نے میزبان کے پاس آ کر کہا۔ "مسٹر ٹام مورس! مرینا چاہتی ہے ابھی تمہاری پاس رہوں وہ کچھ باتیں کرے گی۔ اس کا کوئی مسئلہ ہو تو حل کر دو۔"

"ٹام مورس نے کہا۔ "میں دل سے حاضر ہوں۔"

پھر اس نے مرینا سے کہا۔ "فرہاد صاحب میرے پاس ہیں۔ بولو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ ٹیلی پیتھی نے مجھے بڑی دکھ پہنچائے ہیں۔ فرہاد صاحب مجھ پر عمل کریں اس علم کو میرے دماغ سے ہمیشہ کے لیے مٹا دیں۔"

"جو علم اور ہنر خدا کی مرضی سے ملتا ہے اسے کوئی نہیں مٹا سکتا۔ کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے برین واش کیے گئے۔ حال ہی میں سلمان نے جیری کے دماغ سے اس علم کو مٹایا تھا جے پرگولا نے اپنے عمل سے اسے بحال کر دیا ہے۔"

"آپ کچھ کریں۔ یہ میرے لیے مصیبت کا باعث بن گیا ہے۔"

"یہ علم میرے لیے، لیلیٰ، سلطانہ، سلمان، جوجو، ثانی اور باربرا کے لیے مصیبت کا باعث کیوں نہیں ہے؟"

"شاید اس لیے کہ آپ کی ٹیم بہت مضبوط ہے۔ اتنا اتحاد ہے کہ کسی ایک پر کوئی آنچ آئے تو اس کے پیچھے کئی خیال خوانی کرنے والے مدد کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔"

"یہ اتحاد کی برکت ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہم خواہ مخواہ خیال خوانی نہیں کرتے۔ ضرورت کے وقت پرواز کرتے ہیں پھر اپنی پناہ گاہ میں لوٹ آتے ہیں۔ تمہاری کوئی پناہ گاہ نہیں ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ تمہاری خیال خوانی کا کوئی اصول نہیں

ہے۔ ساری دنیا پر حکمرانی کرنے کی خواہش ہمیشہ نقصان پہنچاتی ہے۔"

"آپ مجھے مشورے دیں' میں ان پر عمل کرنے کا وعدہ کرتی ہوں۔"

"میرا پہلا مشورہ یہ ہے کہ دوسروں کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کی خواہش کو کچل دو۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں جیسا آپ نے بارہا مجھ سے نیکیاں کیں' وہی میں دوسروں سے کروں گی۔"

"دوسرا مشورہ یہ ہے کہ خیال خوانی کو تقریباً بھول جاؤ۔ کبھی جان پر بن آئے تو خدا کے بعد مجھے آواز دو۔ میں اور میرے تمام خیال خوانی کرنے والے تمہارے کام آئیں گے۔"

"میرے لیے اس سے خوشی کی بات اور کیا ہوگی کہ مجھ پر آپ لوگوں کا سایہ رہے گا۔"

"یہ سایہ اس وقت تک رہے گا جب تک تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں جارحانہ رویہ اختیار نہیں کرو گی' بالکل نارمل اور پُرسکون زندگی گزارو گی۔"

"میں ازدواجی گھریلو زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

"یہ تم اپنے حق میں بہترین فیصلہ کر رہی ہو۔ کسی کو پسند کرو اور اپنا جیون ساتھی بنالو۔"

وہ اپنے میزبان ٹام مورس کو مخاطب کر کے بولا۔ "اس گھر سے مجھے نئی زندگی مل رہی ہے۔ میں مزید گھر گھر بھٹکنا نہیں چاہتی' کیا تم مجھے اپنا شریکِ حیات بناؤ گے؟"

ٹام مورس بوکھلا سا گیا۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "مم..... میں یعنی کہ تم مجھ سے....."

میں نے کہا۔ "مسٹر ٹام! گھبرا کیوں رہے ہو۔ نیکی کرو اور اسے راہِ راست پر لاؤ۔ اگر یہ سچے دل سے توبہ کر رہی ہے تو پھر ایک بہترین بیوی ثابت ہوگی۔"

"جناب' اگر دھوکا ہوا تو؟"

"تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تمہیں ڈوبنے نہیں دیں گے۔"

وہ مسکرا کر مرنا سے بولا۔ "مجھے منظور ہے۔"

○☆☆○

مامیلا نے ایک بہت ہی شاندار کوٹھی کے سامنے کار روک دی پھر موبائل فون اٹھا کر اپنے بھائی وان لوئن سے رابطہ کر کے بولی "میں کوٹھی کے سامنے پہنچ گئی ہوں۔ اپنا لاکٹ آن کر رہی ہوں اسکرین پر اس کوٹھی کو دیکھو۔"

مامیلا نے لاکٹ کو آن کیا۔ ادھر وان لوئن نے ٹی وی اسکرین کو آن کیا۔ اسے اور چھوٹی بہن انالانا کو اسکرین پر وہ کوٹھی نظر آنے لگی۔ ساتھ ہی مامیلا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ "جیسا کہ میں پہلے کہہ چکی ہوں۔ اس کوٹھی میں کوئی سیاسی شخصیت ہے۔ یہاں کئی مسلح گارڈز دیکھے گئے ہیں۔ ان گارڈز میں سے ہمیں کوئی اچھا نشانہ باز مل جائے گا۔"

وان لوئن نے کہا۔ "مسٹر! میری بات مانو۔ کسی فلسطینی کو پھانسنا بہتر ہوگا۔"

"اسے بھی پھانس کر دیکھ لیں گے۔ میں چاہتی ہوں۔ اس سیاسی شخصیت کی بھی کچھ کمزوریاں معلوم کی جائیں۔ یہ سیاسی لوگ بڑی جلدی بلیک میل ہوتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے لیکن انالانا کا عکس کوٹھی کے اندر کیسے جائے گا؟ کیا تم وہ لاکٹ پہن کر نہیں جاؤ گی؟"

"میں نہیں جاؤں گی۔ دوپہر سے اس سلسلے میں مصروف ہوں۔ ایک الیکٹریشن کو کوٹھی کے اندر جا رہا تھا۔ میں نے اسے دو ہزار ڈالر دے کر رازدار بنایا تھا اس نے واپس آ کر بتایا کہ میرے دیے ہوئے منی کیمرے اور مائیک کو اس نے ایک فانوس میں چھپا کر رکھ دیا ہے۔ تم ٹی وی کو چینل ٹو پر رکھو۔"

وان لوئن نے چینل ٹو کا بٹن دبایا اسے اور انالانا کو کوٹھی کے اندر کا منظر دکھائی دیا۔ وہاں ایک موٹا سا بھاری بھرکم شخص ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے دو ادھیڑ عمر کے آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ڈاکٹر ایڈی اور ڈاکٹر نیلسن! میں اب تک بہت نرمی سے پیش آتا رہا ہوں۔ اب میں تم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ڈاکٹر ایڈی نے کہا۔ "مسٹر نارمن! ہم تمہاری مرضی کے مطابق ایک دوا تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ آپ صرف اپنے کام سے مطلب رکھیں' دوسرے معاملے سے دلچسپی نہ لیں۔"

اوڈی نارمن نے کہا۔ "بکواس مت کرو۔ مجھے صاف صاف بتاؤ کہ تم دونوں کو پندرہ دنوں تک لیبارٹری میں کیوں قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ وہاں تم کون سی دوائیں تیار کر رہے تھے؟"

ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "جو کچھ تیار کر رہے تھے' اس میں ناکامی ہوئی تھی۔ ہم لیبارٹری میں آگ لگا کر بھاگ آئے ہیں۔ دوائیں' فارمولے وہیں جل گئے ہیں۔"

وہ بولا۔ "میں بہت بڑی دوا ساز کمپنی کا مالک ہی نہیں' اہم زیردست سیاستداں بھی ہوں۔ مجھ سے جھوٹ نہ بولو۔ وہ فارمولے ہوں گے جن کے لیے تمہیں قیدی بنا کر رازداری کا کام لیا جا رہا تھا۔ تم دونوں بہت چالاک ہو۔ تم نے میرے پاس لینے سے پہلے وہ فارمولے کہیں چھپا دیے ہیں۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔ ورنہ ہم نے تم سے کچھ نہیں چھپایا ہے۔"

"اوڈی نارمن نے انٹر کام کا ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو! نیلسن کو بھیج دو۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ چند سیکنڈ کے بعد پانچ ہٹے کٹے بدمعاش وہاں آئے۔ نارمن نے کہا۔ "ان نہیں ایسی اذیتیں دو کہ یہ سچ بولنے پر مجبور ہو جائیں۔"

وہ پانچوں ان دونوں کو ایک ایک کرسی پر بٹھا کر رسیوں سے جکڑنے لگے۔ وہ فریاد کر رہے تھے۔ قسمیں کھا رہے تھے کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہے ہیں۔

انالانا اور وان لوئن اسکرین پر سب کچھ دیکھ رہے تھے اور موبائل فون کے ذریعے مامیلا کو وہاں کے حالات بتا رہے تھے۔ ان دونوں ڈاکٹروں کو الگ الگ کرسیوں پر باندھ دیا گیا تھا۔

نارمن نے کہا۔ "اب تمہیں بجلی کے جھٹکے پہنچائے جائیں گے۔ بہتر ہے اب بھی سچ اگل دو۔"

وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ بیچاروں نے کبھی مجرمانہ زندگی نہیں گزاری تھی اس لیے ظلم اور تشدد برداشت کرنے کا حوصلہ ان میں نہیں تھا۔ ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "ہمیں چھوڑ دو ہم بتا رہے ہیں۔ وہ عجیب و غریب دواؤں کے فارمولے ہیں۔"

نارمن نے کہا۔ "بولتے جاؤ۔ ابھی رسیاں کھول دی جائیں گی۔"

ڈاکٹر ایڈی نے کہا۔ "وہ فارمولے مکمل نہیں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں چھ دواؤں کے نام اصلی نہیں ہیں۔ ہم تجربات سے معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آخر وہ کون سی چھ دوائیں ہو سکتی ہیں۔"

نارمن نے کہا۔ "آخر وہ دوا ہے کس مرض کی؟"

"وہ کسی مرض کی نہیں بلکہ انسان کو غیر معمولی طاقت ور بنانے والی دوائیں ہیں۔ انہیں استعمال کرنے سے قوتِ سماعت اتنی حساس ہو جاتی ہے کہ ہم ہزاروں میل دور کی آواز سن سکتے ہیں۔"

"ڈاکٹر! تم ناقابلِ یقین بات کہہ رہے ہو۔ کیا ایسا ممکن ہے؟"

"بے شک ممکن ہے۔ یوسف البرہان عرف پاشا ہماری دنیا میں آج موجود ہے۔ وہ ہزاروں میل کے فاصلوں سے جس کی آواز سننا چاہے' سن لیتا ہے۔ قوتِ بصارت ایسی حیرت انگیز ہے کہ گہری تاریکی میں صاف طور سے سب کچھ دیکھ لیتا ہے۔ جسمانی طور پر فولاد ہے اور دماغ ایسا توانا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے جھٹکے بھی اس کے اندر زلزلہ پیدا نہیں کر پاتے ہیں۔"

"وہ گاڈ! تم دونوں نے اتنی اہم بات مجھ سے چھپائی تھی؟ تم مجھے دشمن سمجھتے ہو اس لیے میں بھی دشمنی کر رہا تھا۔ میرے دوست بن جاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کل صبح پلاسٹک سرجری کے ذریعے تمہارے چہرے بدل دوں گا۔ تمہیں ایک آزاد اور خودمختار زندگی دے کر وہ غیر معمولی دوائیں تیار کراؤں گا۔"

ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "اگر تم دوست بن کر ہمیں آزادی دو گے تو ہم وہ فارمولے لا کر ضرور تمہارے لیے وہ دوائیں تیار کریں گے۔"

ان سے بہت دور انالانا اور وان لوئن ٹی وی اسکرین کے سامنے حیرانی سے یہ باتیں سن رہے تھے اور فون کے ذریعے مامیلا کو سنا رہے تھے۔ وہ بولی۔ "یہ باتیں ناقابلِ یقین لگتی ہیں لیکن دوسروں کو ہماری یہ ٹیلی ویژن عکس کی حرکات و سکنات اسکرین سے باہر ناقابلِ یقین لگیں گی۔ ہمیں اکیسویں صدی میں داخل ہوتے ہوتے اب ہر ناممکن کو ممکن تسلیم کر لینا چاہیے۔"

وان لوئن نے کہا۔ "اور ان فارمولوں کو ضرور حاصل کرنا چاہیے۔ وہاں محتاط رہو۔ ہم ابھی ایکشن میں آئیں گے۔"

اس کوٹھی کے اندر اوڈی نارمن نے حکم دیا۔ "میرے دوستوں کی رسیاں کھول دو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ رسیاں کھول دی گئیں۔ نارمن نے ان پانچوں کو باہر جانے کا حکم دیا پھر ان کے جانے کے بعد پوچھا۔ "تم نے ان فارمولوں کو کہاں چھپایا ہے؟"

ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "اس رات ہم لیبارٹری سے بھاگ کر ایک ویرانے میں پہنچے تھے' وہاں ایک چھوٹا سا گڑھا کھود کر فارمولوں کو چھپایا تھا اور اس جگہ ایک بڑا سا پتھر رکھ دیا تھا۔"

اتنا معلوم ہونے کے بعد اوڈی نارمن نے سوچا۔ "میں ابھی ان ڈاکٹروں کو وہاں لے جاؤں گا اور اپنے مسلح ماتحتوں کو بھی لے چلوں گا۔"

اس کے دماغ میں کسی نے کہا۔ "نہیں' تم تنہا ان ڈاکٹروں کے ساتھ وہاں جاؤ۔"

نارمن نے حیرت سے اور گھبراہٹ سے اپنے سر کو ہاتھوں سے تھام لیا سوچنے لگا "یہ کیسی آواز تھی؟"

پھر اسے اپنے اندر وہی آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "میں ان فارمولوں کا اصل مالک ہوں۔ یہ دونوں ڈاکٹر بھی میرے مجرم ہیں۔ یہ میری لیبارٹری میں آگ لگا کر تمہاری پناہ میں آ گئے اور تم میرے خلاف ان سے فائدہ اٹھانے کا جرم کر رہے ہو۔"

وہ گھبرا کر دونوں ڈاکٹروں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہے۔ کہتا ہے تم دونوں اس کے لیے دوائیں تیار کر رہے تھے۔ کیا وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

ایک ڈاکٹر نے کہا۔ "ہم کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں جانتے ہیں۔"

دوسرے ڈاکٹر نے پوچھا۔ "مسٹر نارمن! تم نے اپنا سر کیوں تھام لیا ہے؟"

اوڈی نارمن اٹھ کر کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد بولا۔ "میں کھڑا ہو رہا تھا' اس نے زبردستی مجھے بٹھا دیا ہے۔ میں اپنے ماتحتوں کو بلا رہا ہوں مگر بلا نہیں پاتا ہوں۔ میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ مسٹر تم کون ہو؟ مجھے معاف کر دو۔ میں ٹیلی پیتھی کی قوت سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کروں گا۔ تم ابھی اپنے دونوں ڈاکٹروں کو لے جاؤ۔"

ایکسرے مین نے کہا۔ "ایسے نہیں لے جاؤں گا۔ تم انہیں لے کر اپنی گاڑی میں وہاں جاؤ' جہاں وہ فارمولے چھپائے گئے ہیں۔ اگرچہ ان فارمولوں کی اصل کاپی میرے پاس ہے پھر میں بھی

نہیں چاہتا کہ وہ چھپائے ہوئے فارمولے کسی کے ہاتھ لگ جائیں۔ چلو اٹھو اور خبردار ایک باڈی گارڈ کو بھی ساتھ نہ رکھنا۔"

وہ اٹھ کر دونوں ڈاکٹروں کے ساتھ باہر جانے لگا۔

وان لوئن نے موبائل فون پر امیلا سے کہا۔ "سسٹر! بی الرٹ۔ وہ نارمن دونوں ڈاکٹروں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر اس ویرانے کی طرف جائے گا۔ اپنی کار کی ہیڈ لائٹس بجھا کر تعاقب کرو۔"

چونکہ امیلا سے فون پر مسلسل رابطہ تھا اس لیے وہ سمجھ رہی تھی کہ کوٹھی کے اندر کیا ہو رہا ہے سب سے اہم اور تشویش کی بات یہ تھی کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اوڈی نارمن کے دماغ میں آگیا تھا۔ اس سے پہلے بھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی ماں ٹریسا کے قاتلانہ حملے کو ناکام بنا دیا تھا۔ ٹریسا اور اس کے چاروں بچے نہیں جانتے تھے کہ حملے کو ناکام بنانے میں ہمارا ہاتھ تھا۔

نارمن اپنی کار میں دونوں ڈاکٹروں کے ساتھ بیٹھ کر کوٹھی کے باہر آیا پھر ایک طرف جانے لگا۔ امیلا اپنی کار اسٹارٹ کر کے ان کے پیچھے چل پڑی۔ وان لوئن نے کہا۔ "سسٹر! ہماری ماما کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے آئی جی کے قتل سے باز رکھا تھا۔ تم کوشش کرنا کہ نارمن اور ڈاکٹروں کی نظروں میں نہ آسکو۔ اپنی گاڑی ان سے دور رکھنا۔"

رات کی تاریکی میں ان کی گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی رہیں۔ ہائی وے پر دوسری گاڑیاں بھی گزر رہی تھیں اس لیے انہیں تعاقب کا شبہ نہیں ہوا پھر وہ ایک کچے راستے پر مڑ گئے۔ امیلا نے فاصلہ بڑھا لیا۔ آگے جانے والی کار کی ٹیل لائٹس بہت دور سے بھی نظر آرہی تھیں۔ آگے جانے والی کار ایک جگہ رک گئی۔ امیلا نے اپنی کار ایک اونچے ٹیلے کے پیچھے روک دی۔ کار سے اتر کر تیزی سے دبے قدموں چلتی ہوئی اگلی کار کے قریب پہنچی پھر گلے میں پڑے ہوئے لاکٹ کو آن کر دیا۔

ادھر انالانا اور وان لوئن نے ٹی وی اسکرین پر نارمن کی کار کو دیکھا۔ کار کے دوسری طرف ایک بڑا سا پتھر نظر آرہا تھا۔ ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "ہم نے وہ فارمولے اسی پتھر کے نیچے چھپائے ہیں۔"

نارمن نے کہا۔ "آؤ ہم تینوں زور لگا کر پتھر کو ہٹائیں۔"

وہ تینوں پتھر سے لگ کر زور لگاتے ہوئے اسے اس کی جگہ سے ہٹانے لگے۔

وان لوئن اپنے کیمرے کے پیچھے آگیا' مختلف لائٹس آن کرنے لگا۔ انالانا ایک ہاتھ میں ریوالور لے کر کیمرے کے سامنے آ گئی ادھر وان لوئن نے کیمرے کا سوئچ آن کیا۔ اسے مختلف پروسس سے آپریٹ کیا تو چشم زدن میں انالانا کا عکس نارمن کی کار کے قریب پہنچ گیا۔

انالانا کا عکس یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے لیکن کیمرے کے سامنے کھڑی ہوئی انالانا ٹی وی اسکرین پر تھی۔ ان تینوں نے بھاری پتھر کو ایک طرف لڑھکا دیا تھا' ایک چاقو سے زمین کو کھود رہے تھے اور گڑھے کی مٹی ہٹا رہے تھے۔ انہوں نے چھپاتے وقت اسے زیادہ گہرا نہیں اس لیے پلاسٹک کا وہ تھیلا جلد ہی برآمد ہو گیا جس کے فارمولے محفوظ تھے۔

ڈاکٹر ایڈی نے کہا۔ "یہی ہیں وہ فارمولے۔"

اوڈی نارمن نے کہا۔ "میں انہیں ہاتھ لگانے کی نہیں کروں گا۔ انہیں اپنے پاس رکھو اور میرے ساتھ بیٹھو۔ وہ میری کھوپڑی میں ہے۔ وہ تمہیں جہاں پہنچانے کا کہے گا' وہاں پہنچا دوں گا۔"

وہ کار کی طرف پلٹ گئے پھر روح جیسی ایک مجسم شے کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ وہ ٹرانسپیرنٹ تھی اس کے آر پار دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ بولی۔ "ہیلو ایوری باڈی! اگر میں نظر آرہی ہوں تو ریوالور بھی دکھائی دے رہا ہو گا۔"

اوڈی نارمن نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

وہ بولی۔ "تمہارے دماغ میں بھوت آسکتا ہے تو آگ سامنے پیدا کر سکتی ہے۔ اس بھوت سے کہو۔ اپنی ٹیلی پیتھی ہتھیار آزمائے۔"

دوسرے ہی لمحے کیمرے کے سامنے کھڑی ہوئی انالانا پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔

"پہلے یہ بتاؤ' تم کیا چیز ہو۔ روح نہیں ہو سکتیں' تمہارے یہ ریوالور بھی ٹرانسپیرنٹ ہے اس سے گولی نہیں چلے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی عکس نے ریوالور سے نشانہ لے کے پیچھے چھپی ہوئی امیلا نے گولی چلا دی۔ نارمن اچھل کر اپنی ایک ٹانگ پکڑ کر تکلیف سے کراہنے لگا۔ انالانا۔

"ابھی پانچ گولیاں ہیں اور تم تین ہو' اب دیر نہ کرو ورنہ ٹیلی پیتھی کا بھوت اپنے دوسرے حواریوں کو ادھر بھیجے گا۔ تین مکمل ہونے تک اس تھیلے کو یہاں پھینک کر فوراً کار میں بھاگ جاؤ۔ ایک....."

ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "پلیز ایک منٹ۔ عقل سے ہمارے بغیر یہ فارمولے بیکار ہیں' ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلو۔"

"میں تم میں سے کسی کو ساتھ لے جا کر اس بھوت کے نہیں لگا دوں گی۔ دو....."

"پلیز' ہم سے سمجھوتا کرو۔"

عکس نے تین کہتے ہی ٹانگیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولیاں چلائیں۔ دونوں ڈاکٹر زخمی ہو کر گر پڑے۔ عکس نے

"اب وہ تھیلا ادھر نہ پھینکا تو....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک نے اس کی تھیلا پھینک دیا۔ اس نے کہا "اب زمین پر اوندھے منہ

آنکھیں بند کرلو۔ جو سر اٹھائے گا' مارا جائے گا۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ اسی دوران مامیلا نے زمین پر رینگتے ہوئے اس تھیلے کو اٹھایا پھر اسی طرح رینگ کر کار سے دور ہو گئی۔ انالانا کا عکس غائب ہو گیا کیوں کہ وان لوئن نے کیمرے کو آف کر دیا تھا۔ اسکرین پر مامیلا نظر آرہی تھی وہ دوڑتی ہوئی ٹیلے کے پیچھے اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی تھی پھر اسے اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتی ہوئی ہائی وے کی طرف جارہی تھی۔

مارٹن رسل عرف ایکسرے مین دماغی طور پر حاضر ہوا پھر سر پکڑ کر سوچنے لگا۔ "یہ کیا تماشا تھا؟"

اس نے زخمی ہونے والوں کے ذریعے دور کہیں کار اسٹارٹ ہونے اور پھر اس کے جانے کی آواز سنی تھی اور دماغ یہ تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ روح گولیاں چلا کر زخمی بھی کرتی ہے اور کار بھی چلاتی ہے اور وہ تھیلا اٹھا کر بھی لے گئی ہو گی۔ وہ تینوں اوندھے منہ آنکھیں بند کیے زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ اس لیے یہ دیکھا نہ جا سکا کہ وہ کس طرح تھیلا اٹھا کر لے گئی۔ اگر ایکسرے مین کسی کو سر اٹھا کر دیکھنے پر مجبور کرتا تو وہ گولی مار دیتی۔

یہ واردات کا نیا طریقہ سامنے آیا تھا۔ وہ جتنا سوچ رہا تھا' حیرانی بڑھتی جارہی تھی۔ ایک نوخیز لڑکی روبرو آئی تھی مگر نہیں آئی تھی۔ وہ جائے واردات سے دور تھی اور واردات کر گئی تھی۔ اس نے سوچا۔ میں نے اوڈی نارمن کو اپنے ساتھ مسلح گارڈز لے جانے سے منع کیا تھا۔ اگر وہ گارڈ وہاں ہوتے تو اس ٹرانسپیرنٹ لڑکی پر گولیاں چلاتے۔ جب اس کی گولیاں زخمی کر سکتی ہیں تو گارڈز کی گولیاں بھی شاید اسے زخمی کر سکتی تھیں۔

اب یہ سوال اہم تھا کہ وہ کون ہے؟ کس تنظیم یا کس ملک سے وابستہ ہے؟ اس لڑکی کے پیچھے کس کا غیر معمولی ذہن ہے جس کی زبردست پلاننگ سے وہ فارمولے اڑا کر لے گئی ہے؟

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی' برین آدم کے پاس پہنچا۔ رات آدھی گزر چکی تھی۔ وہ سو رہا تھا ایکسرے مین نے اسے خوابیدہ رکھا مگر اس کی آنکھیں کھول دیں۔ اسے نیند کی حالت میں بستر سے اٹھایا وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ٹیلیفون کے پاس آیا۔ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے کے بعد رابطہ ہوا۔ وہ بولا۔ "ہیلو برادر بلیک آدم! میں بگ برادر ہوں۔"

"میں حاضر ہوں بگ برادر!"

"تل ابیب اور جافہ کے درمیان جو چھوٹی سی پہاڑی آتی ہے اس کے دامن میں کہیں ایک کار کھڑی ہوئی ہے اس کی ہیڈ لائٹس آن ہیں۔ شاید تم اسے ہائی وے سے گزرتے ہوئے دیکھ سکو گے۔"

"یس برادر! وہ پہاڑی ہائی وے کے قریب ہے۔"

"وہاں کار کے قریب تین افراد زخمی پڑے ہیں۔ ان میں سے دو ہمارے گم شدہ ڈاکٹر ایڈی اور نیکسن ہیں۔ تیسرا دو ساز کمپنی کا مالک اور مشہور سیاستداں اوڈی نارمن ہے۔ نارمن کو وہیں مرنے دو۔ اپنے دونوں ڈاکٹروں کو ملٹری اسپتال پہنچا دو۔ دیٹس آل۔"

برین آدم ریسیور رکھ کر اسی طرح نیند میں چلتا ہوا بستر پر لیٹ گیا پھر آنکھیں بند کر لیں پھر اس نے خواب میں دیکھا کہ پہاڑی کے پاس ہے۔ دونوں گم شدہ ڈاکٹر ایک شخص کے ایک بھاری پتھر ہٹا رہے ہیں۔ اس پتھر کے نیچے ایک کپڑے پلاسٹک کا تھیلا ہے۔ وہ تھیلا لے جانا چاہتے ہیں اسی وقت ایک ٹرانسپیرنٹ لڑکی نظر آتی ہے۔

پھر برین آدم نے خواب میں ایکسرے مین کی آواز سنی رہا تھا۔ "برین آدم! تم بہت ذہین ہو۔ پیچیدہ مسائل کو ہو۔ اس لڑکی کو دیکھو' کیا یہ روح ہے؟"

برین آدم نے کہا۔ "یہ ٹرانسپیرنٹ ہے۔ اس کے آر جارہا ہے۔ یہ روح لگتی ہے لیکن میں اسے روح نہیں مان سکتا۔"

"غور سے دیکھو۔ یہ فائر کر رہی ہے۔"

برین آدم نے دیکھا۔ اس ٹرانسپیرنٹ لڑکی نے فائرنگ ان تینوں کو زخمی کر کے پلاسٹک کے تھیلے کو اٹھا کر ایک کار اور اسے ڈرائیو کرتی چلی گئی۔

ایکسرے مین نے کہا۔ "اس واردات میں یہ بات قابل ہے کہ تینوں زخمیوں کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے اس لیے انہوں نے اس لڑکی کو تھیلا اٹھا کار چلاتی نہیں دیکھا تھا۔ صرف کار کے اسٹارٹ ہونے اور کی آوازیں سنی تھیں۔"

برین آدم نے کہا۔ "یہ سب کچھ خواب جیسا ہے۔"

"اسے خواب نہ سمجھو۔ یہ حقیقت ہے۔ برادر بلیک دونوں ڈاکٹروں کو ملٹری اسپتال پہنچانے گیا ہے۔ تمہارے ذہن یہ بات رہے کہ تم نے بلیک آدم کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا اور رہے کہ جو کچھ دیکھا' وہ خواب نہیں تھا۔ تمہارا ایک جاسوس ہے' جس نے تمہیں اس واردات کی اطلاع دی اس پر یقین کرتے ہوئے یہ گتھی سلجھاؤ گے کہ وہ ٹرانسپیرنٹ کس حکمت عملی سے وہ فارمولے لے گئی ہے؟"

برین آدم آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا پھر اس کی آنکھیں گئیں وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر سے اتر کر ٹیلیفون کے پاس آیا پھر صوفے پر بیٹھ کر اس نے ریسیور کو اٹھایا اور اپنے کان سے لگایا۔ ہی وقت ایکسرے مین نے اسے نیند سے بیدار کیا۔ اس کے میں آواز آئی۔ "سر! میں نے اس ٹرانسپیرنٹ لڑکی کے تفصیل بتا دی ہے۔ دیٹس آل۔"

برین آدم نیند سے بیدار ہو کر نیم خوابیدہ ذہن سے یہ تھا کہ اس کے خاص جاسوس نے فون پر یہ اطلاع دی ایکسرے مین کا حکم تھا کہ وہ یہی سمجھے لہٰذا وہ ریسیور کر ٹرانسپیرنٹ لڑکی کے مسئلے پر غور کرنے لگا۔

اُدھر مامیلا اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئی۔ انالانا اور وان

لوئن کے منتظر تھے۔ مامیلا نے ان کے سامنے میز پر پلاسٹک کے تھیلے کو پھینکتے ہوئے کہا۔ "یہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی زمین ہے ان کے خلق کیا جاتا ہے کہ وہ آگ لینے گئے تھے' انہیں پیغمبری مل گئی۔ م ایک اچھے نشانہ باز کو پہچاننے نکلے تھے ہمیں یہ عجیب و غریب رمولے مل گئے۔"

انالانا فریج سے بوتل لینے گئی۔ وان لوئن تھیلے سے وہ انڈات نکال کر ان کا مطالعہ کرنے لگا پھر اس نے کہا "اس میں راؤں کے لیے پیچیدہ نام ہیں۔ طبّی اصطلاحات میں بہت کچھ لکھا وا ہے۔ ہماری بہن میکسی نے طبّی سائنس میں کمال حاصل کیا ہے۔ وہ ان فارمولوں کو بہتر سمجھے گی۔"

میکسی گاڈمدر ٹریسا کے ساتھ امریکا گئی ہوئی تھی۔ انالانا نے ن کو بول دیتے ہوئے کہا۔ "کیا خیال ہے' ان فارمولوں کی فوٹو ٹ کاپیاں میکسی کے پاس بھیج دی جائیں۔"

"یہ مناسب نہیں ہو گا۔ یہ بڑے اہم فارمولے ہیں۔ ڈاک کے ریعے ہاتھ سے بے ہاتھ ہو سکتے ہیں۔"

"تو پھر میکسی کو بلایا جائے۔"

کس کو دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے تین افراد کی رورت پیش آئی تھی۔ جیسا کہ ابھی مامیلا' انالانا اور وان لوئن نے ایک دوسرے کے تعاون سے واردات کی تھی اسی طرح امریکا ں گاڈمدر ٹریسا' میکسی اور ایک ہپناٹزم کا ماہر تھا' جو ان کا وفادار ا۔ وہاں بھی وہ ایسی ہی حکمت عملی سے کسی خیال خوانی کرنے الے کو پھانسنے کے ارادے سے گئے تھے۔

وان لوئن نے کہا۔ "مامیلا! یہی ہو سکتا ہے کہ تم ماں کے پاس اؤ اور میکسی کو ہمارے پاس بھیج دو۔"

"ٹھیک ہے میں چلی جاؤں گی۔ میکسی کو ان فارمولوں کے لق یہ بتانا ہو گا کہ ان میں چھ دوائیں اصلی نہیں ہیں۔"

انالانا نے کہا۔ "ہاں میں نے بھی سنا ہے وہ ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ وں نے ابھی تک یہ معلوم نہیں کیا ہے کہ وہ کون سی چھ دوائیں ں جو ان فارمولوں میں غلط لکھی ہوئی ہیں۔"

"ہمیں اپنی بہن پر ناز ہے۔ وہ معلوم کر لے گی۔"

وہاں عیش و آرام سے رہنے کے لیے ان کے پاس کافی رقم ی۔ چکن فنڈوں اور قاتلوں کو زر خرید بنائے رکھنے اور ایک خفیہ یارٹی قائم کرنے کے لیے لاکھوں ڈالرز اور پونڈز کی ضرورت ی۔ اس مقصد کے لیے بینک میں ڈاکا ڈالنا ضروری ہو گیا تھا۔ وہ اس سکے پر غور کرنے لگے۔

○☆☆○

سج پر گولا بھی آگیا۔

سب ہی اسرائیل پہنچ رہے تھے پھر وہ کیسے پیچھے رہتا؟ غیر یال خوانی کرنے والی مرینا اس کے ہاتھ سے نکل کر تل ابیب میں کہیں گم ہو گئی تھی اس لیے وہ بھی چلا آیا۔

ایشیا' یورپ اور جنوبی امریکا کے جادوگروں کی ایک بین الاقوامی انجمن ہے اس انجمن کے افراد خاص تقریبات میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہتے ہیں اور اپنے کالے جادو کے تجربات پیش کرتے رہتے ہیں۔ سال میں ایک بار وہ ایک ملک کے ویران کھنڈر میں جمع ہوتے ہیں۔ وہاں شیطان کا بت بنا کر کسی ایک بچے اور ایک جوان کنواری کی قربانی دیتے ہیں اور ان کے لہو سے شیطان کو غسل کراتے ہیں۔ یہ شیطانی عمل کرنے والے کئی بار قانون کی گرفت میں آچکے ہیں۔ برازیل' برطانیہ اور شمالی افریقہ کی کئی عدالتوں میں انہیں سزائے موت دی گئی۔ کوئی پھانسی پر چڑھا' کسی کو بجلی کی کرسی پر موت ملی۔ اس کے باوجود وہ شیطانی انجمن آج بھی قائم ہے۔ وہ ہر کالے جادو والے کی حرام موت پر یہی کہتے ہیں کہ شیطان ان سے خوش ہے اور اس نے ان کی قربانی قبول کی ہے۔"

جافا میں ایک کالے جادو کی ماہر تھی جو ڈچ لیڈی ایلا کلانسی کے نام سے مشہور تھی۔ جے پر گولا نے پہلے اس سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا کہ کچھ مسائل حل کرنے کے لیے وہ تل ابیب آرہا ہے اور اپنے ساتھ چند کالا عمل کرنے والوں کو بھی لے کر آرہا ہے۔

ڈچ لیڈی ایلا کلانسی نے کہا۔ "بھیڑ لے کر آؤ گے تو انٹیلی جنس کی نظروں میں آجاؤ گے۔ تنہا آؤ' یہاں میرے شاگردوں کی کمی نہیں ہے۔ میں تمہارے کام آؤں گی۔"

وہ تنہا آیا تھا۔ ایلا کلانسی نے بن گورین ائرپورٹ پر اس کا استقبال کیا پھر اپنی رہائش گاہ میں لے آئی۔ اس سے بولی۔ "تیرے کیا مسائل ہیں' مجھے بتا؟"

وہ بولا۔ "ایک حسین عورت ہے۔ اس کا نام مرینا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ میں نے اس پر عمل کر کے اسے تابعدار بنا لیا تھا پھر اسے چند اہم فارمولے حاصل کرنے کے لیے یہاں بھیجا تھا لیکن کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے دماغ سے میرے عمل کو مٹا دیا ہے۔"

وہ مرینا اور ان فارمولوں کے متعلق اسے تفصیل سے بتانے لگا۔ وہ حیرانی سے سن رہی تھی پھر بولی۔ "وہ فارمولے تو جادو ہیں جادو' اگر وہ حاصل ہو گئے تو میں کسی کنواری لڑکی کے لہو سے شیطان کو غسل کرا دوں گی۔"

"میرا بھی شیطان سے یہی وعدہ ہے' تو مرینا کو نظر انداز نہ کر۔ وہ بھی میرے لیے ضروری ہے۔"

"تیرے پاس پہلے ہی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے غلام ہیں۔ کیا مرینا پر مرمٹا ہے؟"

"سچا عاشق نہیں ہوں۔ وہ شراب کی بھری بوتل ہے۔ جب میں پڑی رہے گی تو پیاس بجھانے کے کام آتی رہے گی۔ ویسے تو دیکھ لینا۔ ایک ایک کو پکڑتے پکڑتے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک

فوج بنالوں گا۔"

مرینا کا حلیہ بتا؟"

"فضول ہے۔ وہ اپنا چہرہ اور رنگ ڈھنگ بدل چکی ہوگی۔"

"پھر تو جنتر منتر سے اسے قبرستان میں بلانا ہوگا لیکن آج آدھی رات تک پورا چاند رہے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم دو راتیں انتظار کریں گے۔ پرسوں رات کے دو بجے چاند نکلے گا' ہم بارہ بجے عمل کریں گے اور چاند نکلنے سے پہلے اسے اپنے پاس آنے پر مجبور کردیں گے۔"

ایلا کلانسی نے کہا۔ "شہر سے چالیس میل دور ایک ویران قبرستان ہے۔ ہم پرسوں شام کو وہاں جائیں گے۔ میرے دو چیلے وہاں کالے عمل کا تمام سامان لے آئیں گے۔"

اس روز وہ آدھی رات تک وچ لیڈی کے ساتھ تل ابیب کی سیر کرتا رہا۔ اس نے سمندر کے ساحل پر کھڑے ہو کر دور تک دیکھا پھر کہا۔ "ایلا! وہ یہاں آئی تھی۔"

"کیا مرینا کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں۔ یہیں کہیں اسے ایک اجنبی نوجوان ملا تھا۔ میرے غلام جیری نے بعد میں مرینا کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ اس اجنبی نوجوان کا تعلق فرہاد علی تیمور سے ہے۔"

وچ لیڈی ایلا کلانسی نے ذرا فکر مندی سے کہا۔ "پرگولا! یہاں ایک طویل عرصے سے فرہاد اور اس کے بیٹوں کا بڑا چرچا ہے۔ وہ لوگ اب یہاں نہیں ہیں پھر بھی حکمران طبقہ ان سے سہما ہوا سا رہتا ہے۔"

"ابھی یہ بات ہمارے حق میں ہے کہ فرہاد اور اس کے بیٹے یہاں نہیں ہیں۔ میں مرینا کو اور ان فارمولوں کو ضرور یہاں سے لے جاؤں گا۔"

وہاں کے بینکوں میں پونڈز اور ڈالرز سے اسرائیلی کرنسی شیکل کا تبادلہ ہوتا تھا لیکن عام دکانوں میں صرف شیکل کے ذریعے ہی خریداری ہوتی تھی۔ دوسرے دن وہ ایلا کے ساتھ ایک بینک میں آیا۔ اس کے پاس ڈالرز تھے' وہ ان کے عوض اسرائیلی کرنسی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ تب ہی وہ حیرت انگیز تماشا دکھائی دیا۔

اچانک بینک منیجر کے سامنے ایک نوجوان لڑکی کی روح نمودار ہوئی۔ منیجر نے شدید حیرانی سے دیکھا۔ جیسے نظریں دھوکا کھا رہی ہوں۔ اس نے آنکھیں مل مل کر دیکھا۔ وہ بولی۔ "یہ ریوالور بھرا ہوا ہے۔ خطرے کی گھنٹی کی طرف ہاتھ نہ لے جانا ورنہ گولی مار دوں گی۔"

اس کی آواز سن کر بینک کا عملہ سر جھکا کر اسے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "یہاں جتنی رقم ہے' اسے تھیلوں میں بھر دو۔ یہاں کوئی ٹیلیفون کو ہاتھ نہ لگائے۔ بینک کے ایک اکاؤنٹنٹ نے کہا۔ "یہ اور اس کا ریوالور ٹرانسپیرنٹ ہے ایسے ریوالور سے گولی نہیں چلائی جاسکے گی۔ سر! آپ الارم بجائیں یا میں پولیس کو انفارم کرتا ہوں۔"

منیجر بزدل تھا۔ سہما ہوا تھا۔ اکاؤنٹنٹ نے ریسیور اٹھایا' یہ نے نشانہ لے کر اپنے ریوالور کا ٹریگر دبایا۔ فائر کی آواز گونجی۔ اکاؤنٹنٹ چیخ مار کر میز پر اوندھا ہوا۔ عورتیں چیخنے لگیں۔ لوگ سہم کر جہاں تھے' وہیں کھڑے رہ گئے۔ وہ للکارنے کے انداز میں بولی۔ "خبردار! کوئی یہاں سے باہر نہ جائے۔ ورنہ۔۔۔۔"

بھاگنے والے سہم کر رک گئے تھے۔ ایک شخص بھاگ رہا تھا۔ گولی چلتے ہی وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ وچ لیڈی اور سب لوگ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے "یہ کیسا جادو ہے؟ روح فائرنگ کرتی ہے اور سچ مچ زخمی کر دیتی ہے۔ دنیا کے تمام جادوگروں سے ہماری واقفیت ہے۔ یہ کون سا جادو گر پیدا ہوگیا ہے؟ ایسا جادو ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

عادل بھی ایک چیک کیش کرانے آیا تھا۔ وہ منیجر کی میز کی دوسری طرف بیٹھا ہوا تھا اور یک ٹک انالانا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ حیران تھا نہ ہی خوفزدہ۔ اس کے دیکھنے کا انداز ایسا تھا جیسے سحر ہوگیا ہو۔ وہ بدنیت اور عاشق مزاج نہیں تھا۔ وہ حسین نوخیز لڑکی اس کی نگاہوں کو کھینچ رہی تھی۔ دل کو بڑے پیار سے دھڑکا رہی تھی اور حواس پر چھا رہی تھی۔

اُدھر کیمرے کے سامنے کھڑی ہوئی انالانا ہاتھ میں ریوالور لیے ٹی وی اسکرین پر بینک میں موجود تمام افراد کو دیکھ رہی تھی۔ اسی وقت عادل سے نظریں چار ہوئیں۔ وہ گرے کلر کے سوٹ میں بہت ہی اسمارٹ اور خوبرو لگ رہا تھا۔ چند ساعتوں کے لیے انالانا بھی اسے دیکھتی رہ گئی۔

یہ طلسم زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔ اس کے بھائی وان لوئن نے ساؤنڈ ٹریک کو آف کر کے سختی سے کہا۔ "انا! کیا کر رہی ہو؟ رقم حاصل کر کے بینک سے نکلو۔"

وہ بھائی کی آواز پر چونک گئی۔ بھائی نے ساؤنڈ ٹریک کو آن کیا۔ وہ اسکرین پر منیجر کو دیکھ کر بولی۔ "چلو انطو۔ ایک لمحہ ضائع کروگے تو جان سے جاؤ گے۔ کم آن' تھیلوں میں رقم ڈالو۔"

منیجر اپنی جگہ سے اٹھ کر آہنی سیف کو کھول کر نوٹوں کی گڈیاں نکال کر تھیلوں میں بھرنے لگا۔ وچ لیڈی نے پرگولا سے سرگوشی میں پوچھا۔ "کیا ہماری بین الاقوامی انجمن میں ایسا کوئی ساحر ہے؟"

وہ بولا۔ "میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ روح رقموں سے بھرے ہوئے تھیلے اٹھا کر کیسے لے جائے گی؟"

اُدھر وان لوئن کیمرے کو آن رکھ کر ایک ریوالور لیے کیمرے کے سامنے آگیا اور انالانا سے بہت دور رہا۔ اس نے بینک کے دروازے پر دکھائی دیا۔ اس نے للکارتے ہوئے کہا۔ "خبردار! جب تک میں دروازے پر ہوں تب تک کوئی نہ جائے۔ یہاں سے صرف ایک شخص وہ تھیلے اٹھا کر لے جائے گا۔"

بینک میں موجود افراد اب دوسری روح کو بھی دیکھ رہے تھے۔ انالانا نے ریوالور کا رخ عادل کی طرف کیا۔ اسے نشانے پر رکھ کر کہا۔ "کیا تمہارے پاس اپنی ذاتی کار ہے؟"

وہ بولا۔ "میں تمہیں اپنی کار تو کیا اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "فضول باتوں سے پرہیز کرو اور یہ تھیلے اٹھا کر اپنی کار میں رکھو۔ ہری اپ۔ موو فاسٹ۔"

وہ تین بھرے ہوئے تھیلوں کے پاس گیا پھر انہیں اٹھاتے ہوئے بولا۔ "مجھے بزدل نہ سمجھنا' میں تمہارے ساتھ جانے اور تمہارے قریب رہنے کے لیے سر تسلیم خم کر رہا ہوں۔"

وہ تھیلے اٹھا کر بینک سے باہر جانے لگا۔ گلے میں لاکٹ پہنے ہوئے امیلیا بیرونی دروازے پر آگئی تاکہ اسکرین پر دروازے کے پاس وان لوئن اور باہر کار کے پاس انالانا نظر آتی رہے۔ عادل وہ تھیلے اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر رکھ رہا تھا۔

فائرنگ کی آواز بینک کے باہر گئی تھی۔ سامنے سڑک پر ٹریفک جام ہوگیا تھا۔ لوگ خوف کے باعث اندر نہیں جا رہے تھے اور اندر والے باہر نہیں آرہے تھے۔ باہر والوں نے جب دو روحوں کو دیکھا تو سہم کر دور ہوگئے۔ ان بھائی بہن نے ہوائی فائرنگ کی تو بھگدڑ مچ گئی۔ امیلیا نے اس بھگدڑ میں کار کے قریب آکر ڈیش بورڈ کے اوپر ایک منی کیمرا اور مائیک کو رکھ دیا۔ پھر وان لوئن کے قریب آگئی۔

اس طرح ایک کیمرے سے انالانا اور عادل کار کے قریب اسکرین پر دکھائی دے رہے تھے اور امیلیا کے کیمرے سے وان لوئن دروازے پر نظر آرہا تھا۔ ایسے ہی وقت پولیس کی گاڑی آ گئی۔ وان لوئن نے پولیس والوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "اسٹاپ ڈونٹ موو۔ کوئی اس کار کا پیچھا نہیں کرے گا۔"

انالانا نے عادل سے کہا۔ "فوراً گاڑی چلاؤ۔"

وہ بولا۔ "پہلے تم بھی آکر بیٹھو۔"

اُدھر کیمرے کے سامنے انالانا نے اسکرین پر عادل کو گھور کر دیکھا۔ بحث کا وقت نہیں تھا۔ وہ اسکرین پر دیکھتی ہوئی فاصلے کا اندازہ کرتے ہوئے دائیں طرف ایک قدم بڑھی تو اسکرین پر کار کے اندر نظر آئی۔ وہ ایک سیاہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ عادل اسے اپنے پاس بیٹھے دیکھ کر مسکرایا پھر اس نے کار اسٹارٹ کر کے گاڑی آگے بڑھا دی۔

اُدھر پولیس والے حیرانی سے وان لوئن کو ایک روح سمجھ کر دیکھ رہے تھے۔ افسر نے کہا۔ "تم کون ہو؟"

"تمہارے راستے کا پتھر ہوں۔ آگے نہیں جا سکو گے یہ دیکھو تمہاری گاڑی کا پہیہ بیکار ہو رہا ہے۔"

امیلیا ایک دیوار کی آڑ میں تھی جیسے ہی وان لوئن نے گاڑی کے پہیے کا نشانہ لیا' اس نے گولی چلا دی۔ گاڑی کا پہیہ زوردار آواز سے برسٹ ہوگیا۔

پولیس والوں نے پہلے وان لوئن کے پیر میں گولی مار جب اس کا کچھ نہ بگڑا تو انہوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کردی۔ وہ اس کے جسم کو چھلنی کر دینا چاہتے تھے لیکن وہ تمام گولیاں جسم کے آر پار جا رہی تھیں۔ کسی دیوار پر لگ رہی تھیں' کسی کار کے شیشے توڑ رہی تھیں۔ وہ ثابت و سالم کھڑا ہوا تھا پھر اس نے اپنا ریوالور پھینک دیا۔ تمام سپاہی دوڑتے ہوئے اس کے قریب آئے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا پھر اسے پکڑنے کی احمقانہ کوششوں میں ایک دوسرے کو پکڑتے رہے۔

پھر وان لوئن کیمرے کے سامنے سے ہٹ گیا اس کے ساتھ ہی لوگوں کے درمیان سے غائب ہوگیا۔ سپاہیوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگے کہ شاید وہ دوسری جگہ نظر آجائے لیکن وہ بینک کی لوٹی ہوئی دولت کے ساتھ غائب ہوگیا تھا۔

بینک کی دولت کار کی پچھلی سیٹ پر تین بڑے تھیلوں میں بھری ہوئی۔ اسٹیرنگ پر عادل بیٹھا ہوا ڈرائیو کر رہا تھا اور کن انکھیوں سے پاس بیٹھی ہوئی انالانا کو دیکھتا جا رہا تھا پھر اس نے پوچھا۔ "کیا تم اسی طرح پیدا ہوئی ہو' جیسی نظر آرہی ہو؟"

وہ بولی۔ "کام کی باتیں کرو۔ بہت سے لوگوں نے اس کار کے نمبر نوٹ کیے ہوں گے۔ کسی ویران گلی میں پہنچ کر اس کار کو چھوڑو اور تینوں تھیلے لے کر کسی دوسری گاڑی میں چلو۔"

"ہم کہاں چلیں گے؟ آہ! میں جتنا ایماندار ہوں' دل اتنا ہی بے ایمان ہوگیا ہے۔ ایک ڈاکو حسینہ پر مرمٹا ہے۔"

"مجھ سے عشق و محبت کی باتیں نہ کرو۔ ورنہ گولی مار دوں گی۔"

اس نے کار ایک سڑک کے کنارے روک دی پھر کہا۔ "مارو گولی۔ تم مجھے جینے سے روک سکتی ہو۔ محبت سے نہیں روک سکتیں۔"

انالانا نے دل میں تسلیم کیا کہ نوجوان ضدی ہے۔ اس پر عاشق ہو کر اس کا ساتھ دے رہا ہے۔ اگر وہ جواباً محبت سے پیش نہیں آئے گی تو وہ کار آگے نہیں بڑھائے گا۔

کیمرے کے سامنے انالانا نے پریشان ہو کر بھائی کو دیکھا۔ بھائی وان لوئن نے ساؤنڈ ٹریک کو آف کر کے کہا۔ "تم امیلیا کو بینک کے سامنے چھوڑ آئی ہو۔ اس اجنبی نوجوان کو گولی مارنے کی دھمکی دو گی تو تمہارے پیچھے ہم میں سے کوئی گولی چلانے والا وہاں نہیں ہے۔ اسے محبت سے آلو بنا کر سب سے پہلے گاڑی تبدیل کرو۔ میں ابھی فون کے ذریعے امیلیا سے کہتا ہوں کہ وہ تمہارے پاس آئے گی۔"

پھر اس نے ساؤنڈ ٹریک کو آن کردیا۔ عادل کو پتا نہیں تھا کہ ذرا دیر کے لیے ساؤنڈ ٹریک کو آف کردیا گیا تھا' وہ بولا۔ "خاموش کیوں ہو؟ مجھے گولی مارو یا محبت سے پیش آؤ۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تم سچے عاشق ہو۔ موت سے نہیں ڈرتے

ہو۔ سچ پوچھو تو میں بھی تم پر مرمٹی ہوں۔ پلیز کسی ویران گلی میں چلو۔"

وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "سمجھ گیا' تم روح ہو۔ کسی ویرانے میں محبت کرنا چاہتی ہو۔"

"محبت کے ساتھ ڈکیتی کی رقم کو یاد رکھو۔ اسے فوراً کہیں چھپانا ہے۔ ورنہ تم گرفتار ہو جاؤ گے۔ مجھے تو کوئی پکڑ نہیں سکے گا۔"

"تمہیں کیوں نہیں پکڑ سکے گا؟"

"روح کسی کے ہاتھ نہیں آتی ہے۔ یقین نہ ہو تو مجھے پکڑ کر دیکھو۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولا۔ "تمہارے حسین بدن کو چھونے کی شدید خواہش ہوتی ہے مگر یہ گناہ ہے۔ تم میرے لیے نامحرم ہو' تمہیں شادی کے بعد پکڑوں گا۔"

"اوہ گاڈ! میں بھی تمہاری بکواس میں الجھ جاتی ہوں۔ فار گاڈ سیک' اس کار کو جلدی چھوڑو اور دوسری پکڑو۔"

"دیکھو کوئی غلطی ہوئی تو میں پکڑا جاؤں گا' تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اس لیے میں گاڑی بدلنے کی حماقت نہیں کروں گا۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"مطلب یہ کہ یہ مشہور بینک کے مخصوص تھیلے ہیں۔ میں یہ کار چھوڑ کر تھیلے اٹھا کر دوسری گاڑی کی تلاش میں کہیں بھٹکوں گا تو یہ تھیلے پہچان لیے جائیں گے۔ اس میں بے شمار نوٹوں کی گڈیاں ہیں اگر تھیلے پھینک دوں گا تو کھلی گڈیاں کیسے لے جاؤں گا۔"

"تم درست کہتے ہو لیکن یہ تم کہاں جا رہے ہو؟"

"ادھر' شہر سے باہر جانے والے راستے پر ایک قبرستان ہے۔ بڑی ویران جگہ ہے یہ دولت وہاں چھپائی جا سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے اسی طرف چلو۔ ہم اس دولت کو کسی ٹوٹی ہوئی قبر میں چھپا دیں گے۔"

"تم شہر میں روح بن کر آئی ہو۔ کیا قبرستان میں زندہ ہو سکتی ہو؟ میں تمہیں ٹرانسپیرنٹ نہیں دیکھنا چاہتا۔ ایک بار پورے گوشت پوست کے ساتھ سامنے آ جاؤ۔"

"اس دولت کو کامیابی سے چھپاؤ گے اور یہ مجھے مل جائے گی تو تم سے ضرور ملاقات کروں گی۔"

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ ٹالنے کے انداز میں بولی "ٹھیک ہے شادی بھی کر لینا۔"

"لیکن رشتہ مانگنے کہاں آؤں۔ اپنے گھر کا پتا بتاؤ۔"

"میں کہہ چکی ہوں' دولت ملتے ہی تمہارے پاس آ جاؤں گی۔"

"تم بینک سے مجھے ریوالور دکھا کر لائی ہو' اب یہ ریوالور خالی ہو گیا ہے۔ اس لیے محبت جتا رہی ہو۔"

وہ ریوالور کا چیمبر باہر نکال کر دکھاتے ہوئے بولی۔ "یہ دیکھو اس میں گولیاں ہیں۔"

"کھانے کی ہیں۔ کھا کر مرنے کی نہیں ہیں۔ تم شادی کی بات کرو۔"

"میں کہہ چکی ہوں۔ شادی ہو جائے گی۔"

"مجھے کوئی ضمانت دو تاکہ اعتبار رہے۔"

"کیسی ضمانت چاہتے ہو؟"

"ایسا کرتا ہوں کہ یہ تینوں تھیلے ابھی اپنے پاس رکھتا ہوں۔ شادی کی رات گھونگٹ اٹھا کر منہ دکھائی میں دولت تمہیں دے دوں گا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ کیا تمہاری نیت بدل رہی ہے؟"

"تمہاری نیت دولت پر' میری نیت تم پر' بات اسی طرح بنے گی۔ مجھے تم ملو گی' تمہیں دولت ملے گی۔ اب جاؤ۔"

"نہیں جاؤں گی۔ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔ یہ جو ڈیش بورڈ پر دو چھوٹے آلے رکھے ہوئے ہیں' میں انہیں آف کر دوں تو کیا ہو گا؟"

اُدھر کیمرے کے پیچھے کھڑا ہوا وان لوئن پریشان ہو گیا۔ اس کار کے ڈیش بورڈ پر مامیلا نے منی کیمرا اور مائیکروفون رکھا تھا۔ وہ بند ہو جائے تو ادھر ٹی وی اسکرین پر عادل اور اس کے پیچھے کھڑی ہوئی دولت نظر نہ آتی وہ یہ دیکھ نہیں سکتے تھے کہ عادل اتنی دولت لے کر کہاں گیا ہے۔

انالانا نے کہا۔ "پلیز' ان آلات کو ہاتھ نہ لگانا۔ گاڑی بھی روک دو۔ میرے ماں باپ ابھی آئیں گے اور ہماری شادی کی تاریخ طے کر دیں گے۔"

"سوری۔ اس ویرانے میں شریف زادیوں کے رشتے نہیں ہوتے پھر شادی کی ایسی جلدی کیا ہے۔ پہلے ہم ایک دوسرے سے چھیڑیں گے پھر ملیں گے پھر چھیڑیں گے پھر ملیں گے۔ مجھے آنکھ مچولی کھیلتے کھیلتے ایک دن شادی کر لیں گے۔ میں آج شام سمندر کے ساحل پر ملوں گا۔"

اس نے منی کیمرا اور مائیک کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ انالانا بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑنا اور روکنا چاہتی تھی۔ وہ ہنستے ہوئے "تم بدحواسی میں بھول رہی ہو کہ روح کسی زندہ شخص کا ہاتھ پکڑ سکتی۔ یوں بھی میں تمہارے لیے نامحرم ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے پہلے مائیک کو پھر کیمرے کو آف کر دیا۔ ٹی وی اسکرین بجھ گیا۔ اب عادل' اس کی کار اور دولت نظر نہ آتے بھرے ہوئے تھیلے نظر نہیں آ رہے تھے۔ وان لوئن نے فوراً موبائل فون پر مامیلا سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "وہ اجنبی جو بینک سے لے جا رہا تھا' اس نے دھوکا دیا ہے۔ وہ کمبخت ہمارے واردات کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے ڈیش بورڈ پر رکھے ہوئے آلات آف کر دیا ہے۔ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ قبرستان والے راستے پر چلتی رہو' شاید اس کی کار نظر آ جائے۔"

وہ بولی "برادر! تم بولتے ہی جا رہے ہو' پہلے میری توسن لو۔ میری کار میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ میں اسے کسی میکینک کے حوالے کر کے واپس آ رہی ہوں۔"

وان لوئن نے فون بند کر کے انالانا کو دیکھا پھر ناگواری سے پوچھا۔ "یہ تم نے کس چالاک شخص کو پکڑ لیا تھا۔ تم نے کیا سوچ کر تھیلے لے جانے کے لیے اس کا انتخاب کیا تھا؟"

وہ بولی۔ "کسی کا انتخاب کرنا ہی تھا۔ اس کے چہرے پر مکاری نہیں لکھی ہوئی تھی۔ اگر میں دھوکا کھا رہی تھی تو تم نے مجھے کیوں نہیں ٹوکا۔ مجھے گائیڈ کرتے تو میں کسی دوسرے کا انتخاب کرتی۔"

وہ نرمی سے بولا۔ "میری پیاری بہن! تم سے غلطی نہیں ہوئی بے شک اس اجنبی جوان کو میں نے بھی اسکرین پر دیکھا تھا۔ وہ بہت معصوم سا دکھائی دے رہا تھا۔ ہم دھوکا کھا گئے۔"

انالانا ٹی وی کے سادے اسکرین کو تک رہی تھی جیسے عادل کو دیکھ رہی ہو۔ وہ نوجوان اسے اچھا لگ رہا تھا مگر اب برا لگنے لگا تھا پتا نہیں کتنے لاکھ یونڈز اور ڈالرز لے گیا تھا۔ وہ اسکرین کو پہلے تک رہی تھی' اب گھور کر دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد مامیلا آ گئی اس نے وان لوئن سے کہا۔ "میں پہلے ہی سمجھا رہی تھی کہ اس معاملے میں کسی فلسطینی مجاہد سے کام لیا جائے لیکن تم نے میرے مشورے کی مخالفت کی۔"

وہ بولا۔ "سسٹر! سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہم اس معاملے میں کسی کو رازدار بناتے تو وہ عکس کو یہاں سے بینک تک منتقل کرنے کی تکنیک کو سمجھ لیتا' بعد میں اپنے مسلمان مجاہدین کو یہ راز بتاتا پھرتا۔"

انالانا نے کہا۔ "اور اگر بینک سے ہی کسی شخص کو آلۂ کار بنایا جاتا تو وہ بھی عکس کو روح سمجھ کر میرے احکامات کی تعمیل کرتا رہتا۔ یہ تو ہماری بدقسمتی تھی کہ جسے میں نے آلۂ کار بنایا' وہ ان آلات کو سمجھتا تھا' جنہیں تم نے ڈیش بورڈ پر رکھا تھا۔"

مامیلا چھوٹی بہن کی باتیں سن رہی تھی اور اسے غور سے دیکھ رہی تھی وہ بولی۔ "تو بے حد حسین ہے۔ ہم تیرا عکس اسی لیے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں کہ لوگ ایک حسین روح کو دیکھ کر متاثر ہوں اور وہ اجنبی تجھے دیکھتے ہی دیوانہ ہو گیا تھا۔"

وان لوئن نے کہا۔ "ہاں یاد آیا۔ میری بہن! تم بھی اسے دیکھ کر جیسے محوِ حیرت ہو گئی تھیں۔ میں نے سائڈ ٹریک بند کر کے تمہیں اپنے کام کی طرف توجہ دلائی تھی۔"

انالانا پھر بے اختیار ٹی وی اسکرین کو دیکھنے لگی۔ وہاں کچھ نہیں تھا اس کے باوجود وہ دکھائی دے رہا تھا۔ مامیلا نے کہا۔ "تیری آنکھیں' تیری صورت بتا رہی ہے کہ وہ تجھے اچھا لگ رہا ہے۔ ہم بھائی بہن ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں چھپاتے ہیں۔ دل میں کچھ ہے تو بولو؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "وہ خوبرو اور اسمارٹ ہے۔ مجھے

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اُجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام رُوحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آ رہی ہے
ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی ۔۔۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اُس کا سینہ انتقام کے شعلے اُس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ۔۔۔ ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کر دی۔!!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت:۔ ۱۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز، چوک دالگراں، نزد ۱۳ اردو بازار، کراچی

اچھا لگ رہا تھا لیکن اس نے میری محنت پر پانی پھیر دیا تو غصہ آنے لگا۔ وہ لاکھوں پونڈز اور ڈالرز لے گیا ہے۔ ایسے لیے گیا خاک اچھا لگے گا؟"

وان لوئن نے کہا۔ "میں اس اجنبی جوان کی یہ کمزوری اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ وہ تم پر مرمٹا ہے۔ اس نے آخری بار کہا تھا کہ وہ آج شام کو سمندر کے ساحل پر ملے گا۔"

پامیلا نے کہا "لاکھوں پونڈ اور ڈالر لے جانے والا اتنا بیوقوف نہیں ہوگا کہ گرفتار ہونے وہاں آجائے۔ بینک کے اندر اور باہر بے شمار افراد نے اسے رقم لے جاتے دیکھا ہے۔"

وان لوئن بولا "اگر وہ ہمیں ٹریپ کرنا چاہتا ہے یا واقعی انالانا کی محبت میں گرفتار ہوگیا ہے تو بھیس بدل کر آئے گا۔ مجھے اور انالانا کو بھی اپنے چہرے پر کچھ تبدیلیاں لانی ہوں گی۔ ہم بھی لوگوں کی نظروں میں آگئے ہیں۔"

"یعنی آج شام کو ہم ساحل پر جائیں گے؟"

"بے شک جائیں گے اور وہ جس بھیس میں رہے گا' اسے پہچاننے کی کوشش کریں گے۔ اگر وہ ہماری گرفت میں آئے گا تو اس سے اگلوائیں گے کہ اس نے ڈکیتی کی رقم کہاں چھپائی ہے۔"

انالانا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا ہوگیا ہے۔ وہ بے اختیار ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنے لگتی تھی اور وہ تھا کہ سادہ... اسکرین پر بھی مسکراتا ہوا سا لگتا تھا۔

○☆☆○

عادل نے منی کیمرے اور مائیک کو آف کرکے انالانا کا طلسم توڑ دیا پھر اس نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیوں بھابی جان! کیسی رہی؟"

"ہاں دلبر جان! خوب رہی۔"

"اب حکم کریں' آگے کیا کرنا ہے؟"

"یہ ڈکیتی کی رقم ہے' جو تمہارے لیے حرام ہے۔"

"یہ یہودیوں کا مال ہے' فلسطینی مجاہدین کے کام آنا چاہیے۔"

"یہ نہ بھولو کہ تم یہاں ایک یہودی ہیری رابن ہو۔ بہت بڑی شوز فیکٹری کے مالک ہو۔ تمہاری کار کے نمبر نوٹ کرلیے گئے ہوں گے اور سیکڑوں آنکھوں نے تمہاری صورت پہچانی ہوگی۔"

"ہاں۔ میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔"

"آئندہ ہر پہلو پر نظر رکھا کرو۔ یہاں کے آئی جی کے پاس جاؤ اور یہ مال اس کے حوالے کرو۔"

اس نے کار شہر کی طرف موڑ لی۔ لیلیٰ نے کہا۔ "جیسے ہی تم آئی جی سے رابطہ کروگے' میں تمہارے دماغ سے چلی جاؤں گی۔"

"اچھا پھر کب آئیں گی؟"

"پہلے اس بات پر غور کرو کہ آئی جی سے ملاقات کرنے اور بینک ڈکیتی کی رقم واپس کرتے وقت مجھے راہنمائی کے لیے تمہاری پاس رہنا چاہیے لیکن میں تمہیں چھوڑ کر جاؤں گی۔ سوچ کر بتاؤ اس میں کیا مصلحت ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ "آپ نے بتایا تھا یہودیوں کی ایک خفیہ تنظیم ہے اور اس تنظیم میں خیال خوانی کرنے والے بھی ہیں۔"

"ہاں۔ صحیح لائن پر سوچ رہے ہو۔"

"آئی جی سے رابطہ ہو جانے کے بعد یہ اطلاع اعلیٰ حکام یہودی تنظیم تک پہنچے گی کہ ایک جوان ایمانداری سے ڈکیتی کی رقم واپس کرنے آیا ہے۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا یہ معلوم کرنا چاہے گا کہ اس عکس والی حسینہ سے میرا کیا تعلق ہے۔ اگر وہ میرے دماغ میں موجود رہیں گی تو میں چپ چاپ آنے والے خطرے کو محسوس نہیں کرسکوں گا۔ آپ نہیں رہیں گی تو اس کی سوچ لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لوں گا۔"

"شاباش۔ اسی طرح ذہانت سے ہر پہلو پر نظر رکھتے ہوئے آگے بڑھتے رہو۔"

اس نے ایک ٹیلیفون بوتھ کے قریب کار روکی پھر فون کے ذریعے پہلے انکوائری سے آئی جی کا فون نمبر معلوم کیا اس کے بعد آئی جی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "میں قانون کا احترام کرنے والا شہری ہوں۔ ایک گھنٹا پہلے بینک سے جو رقم لوٹی گئی تھی اسے واپس لا رہا ہوں۔"

آئی جی نے پوچھا۔ "تم کہاں ہو؟ اگر واقعی رقم لا رہے ہو تو میں سیکورٹی گارڈز بھیجوں گا۔"

وہ کار کا نمبر بتانے کے بعد رابطہ ختم کرکے پھر کار میں اگلی سیٹ پر اپنے ذرائیو کرتے ہوئے ایک راستے سے دوسرے راستے پر پہنچا تو مسلح سپاہیوں کی گاڑیاں اس کے آگے پیچھے چلنے لگیں۔ کسی نے اسے روکا نہیں۔ وہ پولیس ہیڈ کوارٹر کے دفتر میں پہنچ کر خود ہی اندر گیا۔

لیلیٰ اس کے دماغ سے نکل کر آئی جی کی کھوپڑی میں جگہ بنا چکی تھی۔ آئی جی نے عادل کے وہاں پہنچنے تک ملٹری انٹیلی جنس کو اطلاع دی تھی کہ ایک شخص بینک کی لوٹی ہوئی رقم واپس لا رہا ہے۔ انٹیلی جنس کے چیف نے پرائیویٹ آئی نمبر ڈائل کیا۔ یہ نمبر برین آدم کا تھا۔ وہاں کے حکام اور فوجی افسران برین آدم کو آف دی ڈیپارٹمنٹ کی حیثیت سے جانتے تھے۔ یہودی خفیہ تنظیم کے سرغنہ کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا تھا۔

برین آدم کے دماغ میں آنے جانے والے ایکسرے مین کو تشویش تھی کہ ایک روح بن کر آنے والی لڑکی' جو غیر معمولی فارمولے ڈاکٹروں سے چھین کر لے گئی تھی' وہ کون ہے؟ اور اس کے پیچھے کس کا دماغ کام کر رہا ہے؟

برین آدم اس مسئلے پر غور کرتا رہا پھر ایکسرے مین نے اس کے خیالات پڑھے جن سے پتا چلا کہ یہ ٹی وی کیمرے کا عکس ہے جسے ایک خاص تکنیک کے ذریعے اسکرین سے باہر لا کر اپنی مطلوبہ

جگہ پہنچایا جاتا ہے۔ اس عکس کے علاوہ کوئی فرد کہیں چھپا رہتا ہے۔ اسی فرد نے اوڈی نارمن اور دو ڈاکٹروں کو فائرنگ کرکے زخمی کیا تھا اور وہ فارمولوں کا پلاسٹک بیگ اٹھا کر لے گیا تھا۔

اطلاع ملتے ہی برین آدم آئی جی کے پاس آیا۔ وہاں عادل موجود تھا اس نے عادل سے مصافحہ کرکے اس کی دیانت داری کی تعریف کی۔ یہ عادل سے اس کے دوسرے بھائی کی ملاقات تھی۔ برین آدم یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسی جوان نے سمندر کے ساحل پر اس کے جڑواں بھائی کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا تھا اور نتیجے میں یہ برین آدم بھی بیمار پڑ گیا تھا۔

لیکن عادل نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اگرچہ سمندر کے ساحل پر اور کار کے اندر روشنی کافی نہیں تھی لیکن اس کے جڑواں بھائی کے بے ہوش ہونے کے بعد اس نے کار کی اندرونی لائٹ آن کرکے اسے اچھی طرح دیکھا تھا۔ دونوں بھائی ہم شکل تھے اس لیے اسے وہی بے ہوش ہونے والا سمجھ رہا تھا۔

آئی جی نے برین آدم سے کہا۔ "مسٹر آدم! اس جوان کا نام ہیری رابن ہے۔ مشہور شوز فیکٹری کا مالک ہے۔ یہ منی کیمرا اور مائیک آپ کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔"

برین آدم ان آلات کو دیکھنے لگا۔ عادل نے کہا۔ "میں اوٹاوا میں سائنس کا طالب علم رہ چکا ہوں۔ ان ڈاکا ڈالنے والوں سے یہ بڑی غلطی ہوئی کہ انہوں نے ان آلات کو کار کے ڈیش بورڈ پر رکھا اور وہ ایسا کرنے پر مجبور بھی تھے۔ وہ ان کے ذریعے کہیں بیٹھے ہوئے مجھے ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہے تھے اور معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ان تین تھیلوں کو کہاں پہنچانے والا ہوں۔"

برین آدم نے پوچھا۔ "پھر تو کوئی عکس بھی تمہارے ساتھ رہا ہوگا؟"

"جی ہاں وہی نوخیز حسینہ میرے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی یقیناً وہ حسینہ ٹی وی کیمرے کے سامنے بیٹھی ہوگی اور ادھر سے اسکرین پر خود کو میرے ساتھ دیکھ رہی ہوگی۔"

"وہ تم سے کچھ کہہ رہی تھی؟"

"جی ہاں۔ اس نے کہا کہ وہ تینوں تھیلے میں ایک ٹوٹی ہوئی قبر میں چھپا دوں۔ میں ایسا کر سکتا تھا پھر پولیس کو انعام کر سکتا تھا لیکن اس سے پہلے اس حسینہ کا کوئی ساتھی ان تھیلوں کو لے جاتا۔ اس لیے میں نے اس کیمرے اور مائیک کو آف کردیا۔"

"اس حسینہ کا ردِعمل کیا تھا؟"

"وہ ہاتھ بڑھا کر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایسا کرنے سے روکنا چاہتی تھی۔ بیچاری بھول گئی تھی کہ روحیں انسان کو نہیں پکڑ پاتی ہیں۔ اگر وہ کوئی چیز پکڑ سکتی تو تینوں تھیلے خود اٹھا کر کار ڈرائیو کرکے چلی جاتی۔"

برین آدم نے عادل کے شانے کو تھپک کر کہا۔ "شاباش مسٹر رابن! تم محض دانت وار ہی نہیں دانشمند بھی ہو۔ یہ عکس والی حسینہ ایک بار ہمیں بھی دھوکا دے چکی ہے۔ میں نے یہی رائے قائم کی تھی کہ ٹی وی کیمرے کے ذریعے کسی خاص تکنیک سے اس کے عکس کو اسکرین سے باہر لا کر وہ اسے اپنی مطلوبہ جگہ پہنچاتے ہیں اور وارادات کرکے چلے جاتے ہیں۔"

عادل نے مسکرا کر کہا۔ "میں نے آپ کے مفروضے کی تصدیق کردی ہے۔"

"بے شک' تمہارا بے حد شکریہ۔ تمہیں کسی سلسلے میں ہمارے تعاون کی ضرورت ہو یا اس عکس والی کے متعلق مزید معلومات ہوں تو تم پرائیویٹ آئی کا نمبر اوسیون اوسیون ڈائل کرکے کسی وقت بھی مجھ سے باتیں کرسکتے ہو۔"

"اگر میری ایک بات مان لی جائے تو آج رات تک اس حسینہ یا اس کے رشتے داروں کا پتا چل جائے گا۔"

"ضرور۔ تمہاری ہر بات مانی جائے گی۔"

"آپ یہ بات اسی کمرے تک محدود رکھیں کہ بینک کی لوٹی ہوئی رقم واپس مل گئی ہے۔ میں نے اس حسینہ سے کہا تھا کہ مال واپس چاہتی ہو تو سمندر کے ساحل پر کہیں بھی ملاقات ہوسکتی ہے۔"

برین آدم نے اس کا بازو گرم جوشی سے پکڑ کر کہا۔ "واہ مسٹر ہیری! تم نے تو کمال کردیا ہے۔ اگر انہیں معلوم ہوگا کہ تم نے رقم بینک کو واپس نہیں کی ہے اور کہیں چھپائی ہے تو وہ تم سے ضرور رابطہ کریں گے۔"

"آپ دوسرا پہلو بھی دیکھیں۔ وہ مجھے اغوا کرسکتے ہیں اور حقیقت معلوم ہونے پر مجھے گولی مار سکتے ہیں۔"

وہ اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "میں تمہاری سلامتی کی ضمانت دیتا ہوں۔ سمندر کے کنارے قدم قدم پر ہمارے جاسوس ہوں گے' تمہارا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔"

اسی وقت عادل نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ ایکسرے مین کو عادل پر کسی طرح کا شبہ نہیں ہوا تھا۔ اس نے یونہی اس کے خیالات پڑھنے چاہے تھے اس کے سانس روکنے پر بھی شبہ نہیں ہوا پھر بھی ایکسرے مین نے برین آدم کو یہ سوال کرنے پر مائل کیا۔ "مسٹر ہیری! کیا تم ورزش وغیرہ کرتے ہو؟ اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ جسم اور صحت مندی سے باڈی بلڈر لگتے ہو۔"

"جی ہاں' میں نے جوڈو کراٹے میں بلیک بیلٹ حاصل کیا ہے اور یوگا کی مشقیں بھی کرتا ہوں۔"

ایکسرے مین مطمئن ہوگیا۔ کیوں کہ ایسے بے شمار نوجوان اس عمر میں یہی کچھ کرتے ہیں۔ ہر ایک پر یہ شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا تعلق کسی خطرناک گروہ سے یا کسی دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے ہے۔ اس نے لاکھوں پونڈز اور ڈالرز واپس کیے تھے اور آج رات غیر معمولی مجرموں تک پہنچانے کے سلسلے میں ان سے

بھرپور تعاون کر رہا تھا۔ اس لیے شبہ سے بالا تر تھا۔

○☆☆○

وچ لیڈی ایلا کلانسی اور جے پرگولا کالے علوم کے زبردست ماہرین سمجھے جاتے تھے۔ انالانا کا عکس دیکھ کر دونوں کی کھوپڑیاں گھوم گئیں۔ وہ بینک میں اسے دیکھ کر دم بخود رہ گئے تھے۔ اس عکس کو کسی کالے علم کا کمال سمجھ رہے تھے اور سوچ میں پڑ گئے تھے کہ وہ نامعلوم جادوگر کون ہے؟

جب وہ کسی مخالف جادوگر کے کالے علم کو سمجھنا چاہتے تھے یا اس کا توڑ کرنا چاہتے تو اس سلسلے میں کئی طرح کے منتر پڑھتے تھے۔ وہ دونوں بینک کے گوشے میں کھڑے ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا منتر پڑھتے رہے۔ ان منتروں کے نتیجے میں انالانا کی روح کو تڑپ کر جے پرگولا کے قدموں میں آ جانا چاہیے تھا۔ اگر وہ روح ہوتی تو تڑپ کر آتی۔ ان منتروں کا بھرم رہ جاتا لیکن وہ واردات کر کے چلی گئی اور وہ دونوں منتر پڑھتے رہ گئے۔

وچ لیڈی ایلا کلانسی نے کہا۔ "میں نے ایک بار ایک قبر کے مردے پر عمل کیا تھا۔ اس کا ڈھانچا قبر سے اٹھ کر آیا تھا اور اس نے میرے حکم کی تعمیل کی تھی لیکن اس کی روح گوشت پوست کے ساتھ تو نہیں آئی تھی۔"

جے پرگولا نے کہا۔ "میں نے بھی انسانی ڈھانچوں سے کئی بار کام لیا ہے لیکن گوشت پوست والی روح میری نظروں سے بھی نہیں گزری۔"

"میں جادو ٹونے کے سامان جافا شہر کے مکان میں چھپا کر رکھتی ہوں۔ ہمیں وہاں چل کر اس روح کے متعلق معلوم کرنا ہوگا۔"

"ہم جافا ضرور جائیں گے لیکن روحوں کو یا مُردوں کو بلانے کا عمل سورج ڈوبنے کے بعد ہوتا ہے۔"

وچ لیڈی نے کہا۔ "یہ حیرانی کی بات ہے کہ کسی جادوگر نے سورج طلوع ہونے کے بعد کسی حسین لڑکی کی روح سے وہ واردات کرائی ہے۔"

"یہ ماننا پڑتا ہے کہ دنیا میں ہم سے بھی بڑے کالے علوم کے شیطان موجود ہیں۔ ہمیں اس شیطان کا بھی سراغ لگانا چاہیے۔"

پولیس والے بینک کے باہر لوگوں کو ہٹا رہے تھے۔ وہ دونوں جافا جانے کے لیے بینک سے باہر آئے تو پولیس افسر وچ لیڈی کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس کے سامنے آ کر بولا۔ "اچھا تو تم یہاں ہو۔ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟"

"یہ میرے ساتھی..... نن..... نہیں میرے مہمان ہیں۔ مسٹر جے پرگولا ہیں۔ امریکا سے آئے ہیں۔"

"ساتھی کہتے کہتے مہمان کہہ رہی ہو۔ انہیں گرفتار کر لو۔"

سپاہیوں نے دونوں کو پکڑ لیا۔ جے پرگولا نے پوچھا۔ "یہ کیا حرکت ہے؟ ہمارا قصور کیا ہے؟"

انسپکٹر نے کہا۔ "یہ وچ لیڈی ایلا کلانسی پورے اسرائیل میں چڑیل کی طرح مشہور ہے۔ تمہارا بھی جادو ٹونے سے کوئی تعلق ہوگا۔ تم لوگوں نے یہاں کسی روح کو بلا کر پورا بینک لوٹ لیا ہے۔"

وچ لیڈی نے کہا۔ "یہ مت بھولو کہ میں ایک معزز شہری ہوں۔ کتنے ہی اعلیٰ حکام کی اہم تقریبات میں مدعو کی جاتی ہوں اور..."

"ہم اچھی طرح جانتے ہیں اس لیے حوالات میں نہیں، جی صاحب کے پاس لے جائیں گے۔"

وہ بے قصور پکڑے گئے۔ انہیں آئی جی کے دفتر میں پیش کیا گیا۔ وہاں سختی سے پوچھا گیا۔ "سچ بتاؤ یہ کیسا کالا جادو ہے؟ لوگوں نے کس مردے کو قبرستان سے اٹھا کر بینک میں ڈالا ہوا ہے۔"

"جناب! اس ڈاکے میں ہمارا ہاتھ ہوتا تو ہم وہاں کھڑے رہتے۔"

"اس لیے کھڑے رہے کہ ڈاکا زنی کا الزام تم پر نہ آئے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ جرم قبول کر لو اور کالے علوم جاننے والے جتنے شیطان تمہارے ساتھ ہیں ان کے نام اور پتے لکھ دو۔ ہم ابھی مال برآمد کریں گے۔"

وہ دونوں قسمیں کھاتے رہے کہ انہوں نے پہلی بار کسی لاش کو گوشت پوست میں دیکھا ہے۔ وہ اس قسم کا کالا جادو نہیں جانتے ہیں لیکن آئی جی نے یقین نہیں کیا۔ ایسے ہی وقت عادل نے فون کیا کہ وہ بینک کی لوٹی ہوئی رقم واپس لا رہا ہے۔ آئی جی نے فون افسران کو فون پر حکم دیا کہ ایک شخص بینک کی لوٹی ہوئی رقم واپس لا رہا ہے۔ اس کی کار کا نمبر نوٹ کرو اور اسے حفاظت سے یہاں لاؤ۔

جے پرگولا نے کہا۔ "جناب! مال واپس مل رہا ہے۔ اسے لانے والا کوئی اور ہے، ہم بے قصور ہیں۔ ہمیں جانے دیں۔"

"بکواس نہ کرو۔ پہلے معلوم تو ہو کہ یہ روح کا چکر کیا ہے۔"

اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ انہیں ساتھ والے کمرے میں بٹھایا جائے۔ تھوڑی دیر بعد دو افسران سپاہیوں کے ساتھ تین قیدی اٹھا کر لائے۔ آئی جی نے عادل کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ عادل نے بتایا کہ کس طرح انسانی عکس ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے اس کے بعد برین آدم بھی پہنچ گیا۔ اس نے عادل سے یہ طے کیا کہ وہ شام کو سمندر کے ساحل پر اس حسینہ سے خفیہ ملاقات کے لیے جائے گا اور خفیہ طور پر اس کی سلامتی کے لیے بھرپور انتظامات کیے جائیں گے۔

دوسرے کمرے میں بیٹھے ہوئے دونوں جادوگر ایلا اور پرگولا یہ باتیں سن رہے تھے۔ پرگولا نے سرگوشی میں کہا۔ "دو بائیس ہمارے حق میں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم بے قصور ثابت ہو گئے ہیں۔ دوسری اہم بات یہ کہ وہ روح والی حسینہ سمندر کے ساحل پر لے آئے گی۔ ہم اسے ٹرپ کر سکتے ہیں۔"

ایلا کلانسی نے کہا۔ "ہم نے بینک کے دروازے پر ایک عو... بھی روح دیکھی تھی۔ وہ اس لڑکی کا ساتھی تھا، وہ بھی ساحل پر آئے گا تو میں پہچان لوں گی۔"

بعد میں آئی جی نے انہیں بے قصور تسلیم کر کے الزام سے بری کر دیا۔ پرگولا نے وچ لیڈی کی رہائش گاہ میں پہنچ کر کہا۔ "ہم نے کالا جادو سمجھ رہے تھے اور یہ سائنس کا کارنامہ ثابت ہوا۔ کسی بہت ہی ذہین مجرم نے واردات کا یہ انوکھا طریقہ ایجاد کیا ہے۔"

"لیکن یہ طریقہ کار ہمیشہ کامیاب نہیں رہے گا۔ سب ہی نے دیکھ لیا ہے کہ اس عکس کے پس پردہ کوئی چھپ کر فائر کرتا ہے۔ جب جائے واردات پر وہ مخصوص منی کیمرا اور مائیک نہ ہو تب یہ خفیہ عکس کچھ نہیں کر سکے گا۔"

"ہاں، آئندہ ایسی واردات کے وقت پولیس والے سب سے پہلے اس شخص کا سراغ لگائیں گے جو روح کے پس پردہ فائرنگ کرتا ہے اور منی کیمرا اور مائیک کو بھی پہلے تلاش کیا جائے گا۔"

"میرا خیال ہے ایسی حکمتِ عملی سے آئندہ اتنی بڑی بینک ڈکیتی نہیں ہوگی۔"

"تم صرف ڈکیتی کے متعلق کیوں سوچ رہی ہو۔ وہ مخصوص کیمرا اور مخصوص آلات میرے ہاتھ لگ جائیں تو میں ایسی ایسی وارداتیں کروں گا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی پریشان ہو جائیں گے اور مجھ سے بھاگتے پھریں گے۔"

"پھر تم کیا کرو گے؟"

"ابھی نہ پوچھو۔ آج رات کسی طرح اس لڑکی اور اس کے ساتھی کو پہچان لو۔ پھر میں انوکھے تماشے دکھاؤں گا۔"

عادل، برین آدم اور جے پرگولا سب ہی سمجھ رہے تھے کہ وہ روح والی حسینہ اور اس کے ساتھی اصلی صورت میں سمندر کے کنارے نہیں آئیں گے۔ عادل کو بھی بھیس بدل کر جانا چاہیے تھا۔ برین آدم نے یقین دلایا تھا کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، وہ اپنی اصلی صورت میں ہی جانا چاہیے۔

یقین میں نے دوپہر کو ہیری یعنی عادل کی ایک ڈمی تیار کر لی۔ کرائے کے بدمعاش کو اس کا ہم شکل بنا دیا۔ ایسے کرائے کے بدمعاش اپنی جان کی پروا نہیں کرتے۔ بھاری معاوضہ لیتے ہیں اس طرح وہ خود اپنی زندگی اور موت کے ذمے دار ہوتے ہیں۔

سورج غروب ہونے سے پہلے ہی بے شمار جاسوس ساحلِ سمندر پر پھیلے ہوئے تھے۔ ریستوران میں، کلبوں اور پلے لینڈ وغیرہ ہر جگہ سادے لباس والے تھے۔ شام سات بجے ڈمی عادل کار میں آیا۔ میں اس کے اندر موجود تھا۔ وہ اسی ریستوران کے گھر میں آیا، جہاں پچھلی بار مرینا اور عادل کی ملاقات ہوئی تھی۔

میں ذاتی طور پر کیوں دلچسپی لے رہا تھا اس کی ایک وجہ تھی۔ عادل نے آئی جی کے دفتر سے واپس آ کر لیلیٰ کو بتایا تھا کہ اس نے برین آدم سے باتیں کرنے کے دوران پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا اور سانس روک لی تھی۔ ایسے ہی وقت برین آدم نے اسے باڈی بلڈر کہہ کر سوال کیا تھا کہ کیا وہ ورزش کرتا ہے؟

اس سوال کا مقصد یہ تھا کہ برین آدم کے ذریعے کوئی خیال خوانی کرنے والا عادل کی یوگا کی صلاحیتوں کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہے۔ وہ یہودی تنظیم کی الپا ہو سکتی تھی یا کوئی اور ہو سکتا تھا پھر برین آدم نے عادل کو رابطہ کرنے کے لیے پرائیویٹ آئی کا فون نمبر دیا۔ ملٹری انٹیلیجنس میں پرائیویٹ آئی ایک بہت پُراسرار ادارہ ہوتا ہے۔ اسی بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کیا کہ اس پرائیویٹ آئی کے پیچھے یہودیوں کی نئی خفیہ تنظیم ہے اور مجھے عادل کے ذریعے اس تنظیم کے کسی فرد تک پہنچنا چاہیے۔

ویسے برین آدم میرے علم میں آ گیا تھا لیکن میں اس وقت تک اسے ملٹری انٹیلی جنس کا ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ ہی سمجھ رہا تھا۔ اب میں چاہتا تھا کہ ڈمی عادل کے دماغ میں وہی خیال خوانی کرنے والا آئے جو دن کے وقت عادل کے اندر آنا چاہتا تھا۔ اس خیال خوانی کرنے والے کے متعلق کچھ زیادہ معلوم ہوتا یا نہ ہوتا، اتنا ضرور ہوتا کہ میں اس کی آواز اور لہجہ سن لیتا۔

اس مقصد کے لیے میں ڈمی عادل کو ریستوران کے بار میں لے گیا اور اسے ایک چیک دستی پلا دی۔ برین آدم کے جاسوس ڈمی عادل کو ہیری رابلن سمجھ کر نگرانی کر رہے تھے۔ کتنے ہی جاسوسوں کے اندر الپا اور ٹیری آدم خیال خوانی کرتے پھر رہے تھے اور ان سب کی اور ہم سب کی لاعلمی میں ایکسرے مین بھی موجود تھا۔

ڈمی نے پہلے چیک میں سوڈا ملا کر پیا۔ دو چار گھونٹ کے بعد ہی میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ بار کاؤنٹر کے پاس آ کر اس سے آہستگی سے بول رہا تھا۔ "مسٹر ہیری! تم یوگا کے ماہر ہو اور شراب پی رہے ہو؟"

میں نے ڈمی کی زبان سے عادل کے لہجے میں کہا۔ "میں صرف ہفتے کی رات پیتا ہوں۔ یہ میرا اصول ہے۔ باقی چھ دن میں خوب ورزش کرتا ہوں اور باڈی بناتا ہوں۔"

"اگر ان ڈاکا ڈالنے والوں میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوگا تو وہ تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر تمہیں اغوا کر کے لے جائے گا۔"

ڈمی نے کہا۔ "دیکھو مسٹر! تمہارے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ نے یہ نہیں بتایا تھا کہ ڈاکوؤں میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہو سکتا ہے۔ میں تم سے باتیں کرتے کرتے ایک چیک حلق میں ڈال چکا ہوں۔ اب کیا ہوگا؟ اتنا یقین دلاتا ہوں کہ میں مدہوش نہیں ہوتا۔ باقی میری حفاظت کی ذمے داری تم لوگوں پر ہے۔"

میں سمجھ رہا تھا کہ ایسے وقت کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے چور خیالات پڑھ رہا ہوگا۔ میں نے اس ڈمی کے دماغ میں ہیری رابلن کی پوری ہسٹری نقش کر دی تھی۔ اس لیے مطمئن تھا اور وہ

خیالات پڑھنے والا بھی مطمئن ہو رہا ہوگا۔

وہ ایک پیگ پینے کے بعد ریستوران سے باہر آگیا۔ میری مرضی کے مطابق سوچنے لگا۔ "مجھے ساحل پر اِدھر اُدھر گھومنا چاہیے۔ وہ عکس والی حسینہ لوگوں کی بھیڑ میں نہیں ملے گی۔ شاید ساحل کی نیم تاریکی میں گلے کا ہار بن جائے۔"

وچ لیڈی اور جے پرگولا اس ریستوران کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ ڈی عادل کو دیکھ کر رک گئے۔ انہوں نے عادل کو بینک سے تین بھرے ہوئے تھیلے لے جاتے دیکھا تھا پھر آئی جی کے دفتر میں وہ تھیلے واپس کرتے بھی دیکھا تھا۔

جے پرگولا نے کہا۔ "ایلا! اس بازی کا اصل مُہرہ نظر آگیا ہے۔ تم دور چلی جاؤ اور اس پر نظر رکھو۔ وہ ڈاکا ڈالنے والے اپنی رقم وصول کرنے کے لیے اس سے ضرور ملیں گے۔"

وہ اتنی دور چلی گئی' جہاں سے عادل کو بہ آسانی دیکھ سکے۔ پرگولا بھی کافی فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب کرنے لگا۔ برین آدم کے جاسوس اس کا تعاقب نہیں کر رہے تھے بلکہ ہر چالیس گز کے فاصلے پر ایک جاسوس ریت پر بیٹھا یا لیٹا ہوا تھا یا ایک کرائے کی محبوبہ سے گفتگو کر رہا تھا۔ یہ شبہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ سب جاسوس ہیں۔

وان لوئن' مامیلا اور انالانا لاکھوں پونڈز اور ڈالرز کے لیے بے چین تھے۔ انہوں نے کامیاب ڈاکا ڈالا تھا۔ بینک میں جھاڑو پھیر دی تھی۔ ساری رقم نکال لائے تھے۔ اس کے باوجود رقم ابھی تک ہاتھ میں نہیں آئی تھی۔ انہوں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ عادل کو گن پوائنٹ پر رکھ کر رقم وصول کریں گے۔ لاکھوں پونڈز اور ڈالرز ساحل پر نہیں ملیں گے لہٰذا وہ اسے اغوا کر کے ایک خفیہ پناہ گاہ میں لے آئیں گے۔

وہ نادان نہیں تھے۔ یہ جانتے تھے کہ جو شخص فراڈ کر کے بینک کی پوری رقم ہتھیا سکتا ہے وہ ساحل پر انالانا سے ملنے تنہا نہیں آئے گا۔ اگر وہ کسی خطرناک گروہ سے یا انٹیلی جنس کے محکمے سے تعلق رکھتا ہے تو پھر اپنی حفاظت کے لیے زبردست انتظامات کے ساتھ آئے گا۔

وہاں مامیلا کو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کیوں کہ وہ بینک کے اندر اور باہر لوگوں کی بھیڑ میں تھی یا چھپی رہی تھی۔ انالانا اور وان لوئن اپنے اپنے عکس کے ذریعے اچھی طرح پہچان لیے گئے تھے اس لیے دونوں نے اپنے چہرے تبدیل کرلیے تھے۔ عادل کا چہرہ انالانا کی آنکھوں میں اتر آیا تھا۔ اگرچہ وہ اس سے دھوکا کھا کر اس سے نفرت ظاہر کر رہی تھی لیکن اسے بے اختیار کبھی یاد کرنے اور کبھی آنکھوں کے سامنے دیکھنے لگتی تھی۔

اس نے آئینے کے سامنے چہرہ بدلتے ہوئے بھائی سے پوچھا۔

"اگر وہ انٹیلی جنس کا کوئی آدمی ثابت ہوا تو؟"

"تو وہ رقم بینک والوں کو لوٹا چکا ہوگا' میں اتنا بڑا نقصان برداشت نہیں کروں گا۔ اسے گولی مار دوں گا۔"

مامیلا نے کہا۔ "ہماری مافیا میں کبھی فراڈ کرنے وا
معاف نہیں کیا گیا۔ رقم واپس ملنے کا یقین نہیں ہوگا تو
اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

انالانا خاموشی سے آئینے کو یوں تک رہی تھی جیسے ا
کی جگہ عادل کو دیکھ رہی ہو۔ مامیلا اور وان لوئن نے
خاموشی کو محسوس کیا کیوں کہ جب بھی کسی بات کا عہد کر
باری باری اپنے پختہ عزم کا اظہار کرتے تھے۔ وان لوئن
مخاطب کیا تو وہ چونک گئی۔ بھائی نے پوچھا۔ "کیا تم نہیں کہ
کہ ہم ایک فراڈ کو موت کی سزا دینے کا عہد کر رہے ہیں؟"

"ہاں سن رہی ہوں مگر سوچ رہی ہوں' اسے جان سے
ضروری ہے؟"

مامیلا نے کہا۔ "اسے مارا نہ جائے تو کیا اس سے
جائے۔ انالانا! میں صبح سے تمہیں بھانپ رہی ہوں۔
کمبخت فریبی سے بری طرح متاثر ہوگئی ہو۔"

"فضول باتیں نہ کرو مامیلا! میں اس سے متاثر نہیں
میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ وہ اگر انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ سے
رکھتا ہو تو اس سے دوستی کر کے بہت سے فائدہ اٹھائے
ہیں۔"

"یعنی تمہارے دماغ میں دوستی کا کیڑا کلبلا رہا ہے۔
دوستی کے پردے میں چھپا رہی ہو۔"

"ہاں چھپا رہی ہوں۔ تم تو خواہ مخواہ پیچھے پڑ جاتی ہو۔"

وان لوئن نے کہا۔ "ہم نے گاڈمدر کے سامنے قسم کھ
کہ آپس میں کبھی نہیں لڑیں گے۔ میری پیاری انالانا! اگر
فراڈ سے محبت کرتی ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمہیں یا
چاہیے کہ ہماری گاڈمدر نے بھی کئی عشق کیے اور ہر عاشق
کے گھاٹ اتار دیا۔"

مامیلا نے کہا۔ "اگر تم اپنی ماں کے اصولوں پر چلنے والی
ہو تو ہماری طرح عہد کرو۔"

انالانا نے ایک لمبی سانس لی پھر ٹھہر ٹھہر کر بولی۔ "اگ
ملی تو میں بھی اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ تینوں قسمیں کھا کر سمندر کے ساحل پر آئے۔ صو
سے نمٹنے کے لیے ان کے پاس تمام ضروری سامان تھا۔ ا
دو آلۂ کار بھی خرید لیے تھے اور ساحل پر پہنچ کر وہاں کا جا
رہے تھے۔ تینوں بھائی بہنیں ایک دوسرے سے دور رہ
ناکے کے ذریعے ایک دوسرے سے ضروری باتیں کر کے ا
کر دیتے تھے۔

انہوں نے وچ لیڈی ایلا کلانسی اور جے پرگولا کو
دونوں ایک ریستوران کے قریب پہنچنے تک ساتھ ساتھ
عادل کو دیکھ کر ایک دوسرے سے دور ہو گئے تھے اور ا
فاصلہ رکھ کر عادل کا تعاقب کر رہے تھے۔

ان دو کے علاوہ کوئی تیسرا نظر نہیں آیا چونکہ وہ بھائی بہنیں
جنیئم کے لاڈلے تھے اس لیے یہ سمجھتے تھے کہ انٹیلی جنس
لے جاسوس ساحل پر رہتے ہیں اور ساحل پر وہ سادہ لباس
لے جاسوس ضرور موجود ہیں۔

ڈی عادل ساحل کی ریت پر آہستہ آہستہ قدم رکھتا جا رہا تھا۔
نے بہت دور سے کوئی موٹر سائیکل پر آرہا تھا۔ اکثر منچلے نوجوان
ل پر موٹر سائیکل اور گھوڑے بھی دوڑاتے ہیں۔ وہ موٹر
یکل والا قریب سے گزرتے ہوئے عادل پر کوئی چیز پھینکتا ہوا
۔ عادل نے جھک کر دیکھا۔ ریت پر ایک واکی ٹاکی پڑا ہوا تھا
نے اسے اٹھالیا۔

اسی وقت اس کا ننھا سا سرخ بلب اسپارک کرنے لگا۔ اشارہ
سول ہو رہا تھا۔ میں نے ڈی کو اسے آپریٹ کرنے پر مائل کیا۔
نے اسے آن کرتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو۔ یہ کون پھینک کر گیا
؟"

دوسری طرف سے وان لوئن نے کہا۔ "شکر کرو' اس کی جگہ
وٹ کنٹرول بم آکر تمہارے چیتھڑے اڑا سکتا تھا۔"

ڈی نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں سود خور یہودی ہوں۔ اپنے تین تھیلے سود کے ساتھ
ول کرنے آیا ہوں۔"

"میں نے وہ تھیلے کسی مرد سے نہیں' ایک حسینہ سے لیے
۔"

"میں اس لڑکی کا بھائی ہوں۔"

"یوں کہو نا' میرے ہونے والے سالے ہو۔"

"شٹ اپ! کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ میں جان ہتھیلی پر رکھ کر تمہاری بہن
ملنے آیا ہوں لہٰذا صرف اس سے باتیں کروں گا۔"

"دیکھو جوان! شاید تمہیں نہیں معلوم ہے۔ ایک عورت
رے بائیں طرف تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر ہے اور ایک قد
شخص اتنی ہی دور تمہارے دائیں طرف ہے۔ یہ دونوں
ستوران سے تمہارا پیچھا کر رہے ہیں۔"

ڈی نے پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ دونوں تمہارے
ائے کے بندے ہیں اور مجھے کسی وقت بھی گولی مار سکتے ہیں۔"

"یہ میرے آدمی نہیں ہیں اور اگر تمہارے بھی نہیں ہیں تو تم
طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے ہو۔"

"جب تم سمجھ رہے ہو کہ میرا آخری وقت آگیا ہے تو آخری
اپنی بہن کا دیدار کیوں نہیں کراتے؟"

"تمہاری زندہ دلی سے پتا چلتا ہے کہ تم پولیس والوں سے مل
ہو یا پہلے سے ہی پولیس کے آدمی ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔"

"تمہارا اطمینان سمجھا رہا ہے۔ پولیس والوں نے اور سیکڑوں
لوگوں نے تمہیں بینک سے تھیلے لے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ کیا
تمہیں خوف نہیں ہے کہ یوں کھلے عام گھومتے رہو گے تو بینک ڈکیتی
کے الزام میں دھر لیے جاؤ گے۔"

"یہ تم نے اچھا سوال کیا ہے۔ اس کا جواب تمہاری بہن کو
دوں گا۔"

ان باتوں کے دوران مامیلا شکستہ حالی ہوئی وچ لیڈی ایلا کلانسی
کے قریب آگئی تھی۔ پھر بالکل قریب ہو کر اس کی گردن میں ایک
بانہہ ڈال کر بولی۔ "میرا پستول تمہاری کمر سے لگا ہوا ہے۔ بس
یونہی چلتی رہو۔ دیکھنے والے سمجھیں گے' ہم بے تکلف سہیلیاں
گلے میں بانہیں ڈالے چل رہی ہیں۔"

وہ سہم کر بولی۔ "تت..... تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"ابھی تو کچھ نہیں چاہتی لیکن میری مرضی کے خلاف کوئی بات
ہوئی تو تمہاری موت چاہوں گی۔"

"میں تمہاری مرضی کے خلاف کچھ نہیں کروں گی۔"

"اب میرے ہر سوال کا جواب سچائی سے دو۔ تم کون ہو؟"

"میں اس ملک کی بہت مشہور وچ لیڈی ہوں۔ میرا نام ایلا
کلانسی ہے۔"

"کیا تم تنہا ہو یا وہ شخص تمہارے ساتھ ہے جو اس نوجوان
کے دائیں طرف دور رہ کر تعاقب کر رہا ہے۔"

"وہ میرا ساتھی جادوگر ہے۔ اس کا نام جے پرگولا ہے۔ امریکا
سے آیا ہے۔"

"کیا تم دونوں اس نوجوان کی نگرانی کر رہے ہو؟"

"ہم اس کے ذریعے اس لڑکی کو دیکھنا اور اس سے ملنا چاہتے
ہیں جو بینک میں ایک روح کی طرح نظر آئی تھی۔"

"اس لڑکی سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

"ہمیں اس کا طریقۂ کار پسند آیا تھا۔ ہم اس سے دوستی کرنا
چاہتے تھے۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ وہ تم سے دوستی کرلے گی؟"

"جب ہم اسے ایک بہت بڑے فریب سے بچائیں گے تو وہ ہم
پر اعتماد کرے گی۔"

"کیسا فریب؟ وضاحت کرو۔"

"وہ نوجوان قانون کا احترام کرنے والا شہری ہے۔ اس نے
نوٹوں سے بھرے ہوئے تینوں تھیلے آئی جی کے حوالے کر دیے
ہیں۔"

"یہ تم کیسے جانتی ہو؟"

"مجھے اور میرے ساتھی کو جادوگر ہونے کے جرم میں گرفتار کر
کے آئی جی کے پاس پہنچایا گیا تھا۔ ہم پر یہ الزام تھا کہ ہم نے اپنے
اپنے کالے علوم کے ذریعے دو روحوں کو بھیج کر بینک میں ڈاکا ڈالا
ہے۔ ایسے ہی وقت وہ جوان تینوں تھیلے لے کر وہاں آیا تو ہم
رہائی مل گئی۔"

مامیلا بولی۔ "رک جاؤ' تمہاری باتیں دل کو لگ رہی ہیں۔"

اس نے ایک ہاتھ سے وائی ناکی کو آپریٹ کرکے وان لوئن سے رابطہ کیا پھر اس وچ لیڈی کا تمام بیان سنایا۔ وہ سب کچھ سننے کے بعد بولا۔ "اگر وہ وچ لیڈی سچ کہہ رہی ہے اور ہمیں فریب سے بچا رہی ہے تو ہم اس سے ضرور دوستی کریں گے۔ اس سے کہو اپنے ساتھی کے ساتھ ساحل سے دور چلی جائے۔ ریستوران کے پارکنگ ایریا میں ہمارا انتظار کرے۔"

مامیلا نے اس کی کمر سے پستول ہٹا کر کہا۔ "تم نے میرے بھائی کی باتیں سنی ہیں۔ یہاں سے جاؤ۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی جے پرگولا کی طرف جانے لگی۔ وان لوئن نے وائی ناکی کے ذریعے رابطہ کرکے ڈی عادل سے کہا۔ "دیکھو تمہاری بائیں جانب ایک عورت تیزی سے چلتی ہوئی آ رہی ہے۔ وہ تمہارے قریب سے گزر کر دائیں طرف ایک قد آور شخص کے پاس جائے گی۔ اس شخص کا نام جے پرگولا ہے اور عورت کا نام ایلا کلاسکی ہے۔ دونوں وچ ڈاکٹر یعنی کالے علوم کے ماہر ہیں۔"

میں نے ڈی کے دماغ میں رہ کر دیکھا۔ واقعی ایک عورت قریب سے گزرتی ہوئی ڈی کے دائیں طرف بہت دور ایک شخص کی طرف جا رہی تھی۔ اب تک پرگولا نہ میری نظروں میں آیا تھا نہ پہلے اس کا نام سننے میں آیا تھا۔ وان لوئن نے کہا۔ "اس وچ لیڈی کے ذریعے بہت کچھ معلوم ہوا ہے۔ تمہارا نام ہیری رابن ہے اور تم شوز فیکٹری کے مالک ہو۔ کیا یہ غلط ہے؟"

ڈی نے کہا۔ "یہ درست ہے۔"

"پھر تو یہ بھی درست ہوگا کہ تم نے بینک کی تمام رقم آئی جی کے حوالے کردی ہے؟"

"یہ بات آدھی درست ہے اور آدھی غلط ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ صحیح جواب دو۔ موت تمہارے قریب ہے۔"

"صحیح جواب دیر سے تمہاری سمجھ میں آتا ہے۔ میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ لاکھوں پونڈز اور ڈالرز واپس کردوں اور یہ بھی درست ہے کہ میں نے تینوں تھیلے آئی جی کے حوالے کیے ہیں۔ وہ جعلی نوٹوں سے بھرے ہوئے تھے۔"

"تم باتیں بنا رہے ہو۔ انٹیلی جنس اور بینک والے اتنے نادان نہیں ہیں کہ جعلی نوٹ نہ پہچان سکیں۔"

"میں نے برسوں کی محنت کے بعد ایسے نوٹ چھاپے ہیں جو ہر لحاظ سے اصلی لگتے ہیں۔ صرف ان کے نمبروں میں کچھ گڑبڑ ہے۔ جب تک ٹکسال کے رجسٹر سے تمام نمبر ٹیلی نہیں کیے جائیں گے' تب تک ان پر جعلی ہونے کا یقین نہیں ہوگا۔"

"اگر تم بڑے کاریگر ہو تو میں تمہارے فراڈ کو بھول کر دوستی کروں گا۔"

"فراڈ کیسا' جب کہ لوٹی ہوئی تمام رقم تمہاری ہے اور میرے پاس محفوظ ہے۔"

"تو پھر تمام رقم واپس کرو اور دوستی کو مستحکم کرو۔"

"دوستی نہیں' رشتے داری ہوگی۔ میں نے تمہاری بہن سے کہا ہے کہ شادی کی رات وہ رقم اسے پیش کروں گا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ اس کی شادی نہیں ہو سکتی۔"

"کیوں نہیں ہو سکتی؟ کیا اس پر جنات آتے ہیں؟"

"موضوع نہ بدلو۔ کام کی باتیں کرو۔"

"یہی تو کام کی باتیں ہیں۔ میرے پاس کھانے کو روٹی نہیں تھی۔ شادی کرنے کے لیے پیسے نہیں تھے۔ میں نے بینک میں ڈالرز جمع کرائے۔ ہونے والی دلہن نے تعاون کیا۔ اب کہتے ہو شادی نہیں ہوگی۔ ٹھیک ہے تم سنجیدہ ہو تو شادی ہو جائے گی مگر ابھی نہیں۔ وہ کمسن ہے' نابالغ ہے۔"

"مجھے اس سے ملنے دو' میں اس سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ بالغ ہونے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ویسے مجھے تمہارا خاندان بہت پسند ہے۔ کمال کا خاندان ہے' نابالغ لڑکیاں بینک میں ڈاکے ڈالتی ہیں۔"

"تم ایسی بکواس سے ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو۔ کیا یہ تمہارے لیے ضائع ہونا چاہتے ہو؟"

میں نے ڈی عادل کا سر گھما کر دائیں طرف دیکھا۔ چند والوں نے وچ لیڈی اور جے پرگولا کو حراست میں لے لیا انہیں وہاں سے لے جا رہے تھے۔ کچھ پولیس والے ادھر جا رہے تھے جدھر مامیلا نے وچ لیڈی کو پستول دکھا کر اس کچھ اگلوایا تھا مگر ادھر دور دور تک مامیلا دکھائی نہیں دی۔

معاملہ کسی حد تک سمجھ میں آگیا۔ قصہ یوں ہے کہ ا کے دماغ میں صرف میں نہیں تھا۔ کوئی اور خیال خوانی کر بھی چھپا ہوا تھا اور وہ وائی ناکی کے ذریعے ہونے والی گفتگ تھا جب اس نے سنا کہ ایلا اور پرگولا نے بینک لوٹنے والو دیا ہے کہ لوٹی ہوئی رقم آئی جی کے حوالے کردی گئی ہے تو برین آدم یا دوسرے افسران کو یہ باتیں بتائیں جس کے ان دونوں جادوگروں کو حراست میں لے لیا گیا اور ایلا دکھانے والی عورت کو تلاش کیا گیا۔

میں نے جو سمجھا' اس کی تصدیق تھوڑی دیر بعد ہو گ ناکی کے ذریعے کیا گیا۔ "مسٹر ہیری! یہ ثابت ہو رہا ہے کہ والوں سے ملے ہوئے ہو۔ جس وچ لیڈی نے میری بہن کو حقیقت بتائی تھی اسے اور اس کے ساتھی کو پولیس نے گر ہے' اب وہ میری بہن کو تلاش کر رہے ہیں۔"

"اس طرح کیسے ثابت ہوا کہ میں پولیس والوں ہوں؟"

"تم نے پولیس والوں کو کوئی اشارہ دیا ہے یا تمہا میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔"

ڈی نے کہا۔ "یہ تم ٹیلی پیتھی والی نئی بات کر رہے ہو۔ اگر کوئی میرے اندر چھپا ہے تو میں اسے کیسے پکڑ سکتا ہوں۔"

"میں آخری بار پوچھتا ہوں' وہ رقم کہاں ہے؟"

"جواب چاہتے ہو تو اپنی بہن سے بات کراؤ۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر انالانا کی رس بھری آواز سنائی دی۔ "ہیلو' میں بول رہی ہوں۔"

ڈی نے پوچھا۔ "میں کون؟"

"وہی جس نے تمہیں بینک میں تین تھیلے دے کر دھوکا کھایا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں' شادی میں اتنے تھیلے لاؤں گا کہ گھر میں رکھنے کی جگہ نہیں رہے گی۔"

"کیا تم شادی کے معاملے میں سنجیدہ ہو؟"

"بالکل سنجیدہ ہوں۔ بولو برات لے کر کہاں آؤں؟"

"تمہارے درمیان جب تک اعتماد قائم نہیں ہوگا' میں پتا نہیں بتاؤں گی۔"

"یعنی میں پہلے تمام رقم تمہارے بھائی کے حوالے کردوں تو اعتماد قائم ہو جائے گا؟"

"بے شک' تمہیں یہی کرنا چاہیے۔"

"میں تمہارا نام نہیں جانتا' پتا نہیں جانتا۔ رقم دینے کے بعد کہاں ڈھونڈتا پھروں گا؟"

"مسٹر ہیری! میرے بھائی نے صرف دس منٹ تک تم سے باتیں کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہ دس منٹ پورے ہو رہے ہیں۔ گارگاز سیک! عقل سے کام لو۔ موت تمہارے بالکل قریب ہے۔"

اچانک آواز بند ہوگئی۔ وائی ناکی کو چپ لگ گئی۔ دور سے دو گھوڑے دوڑتے آ رہے تھے۔ ان سے خطرہ تھا۔ وہ دشمن ہو سکتے تھے میں نے ڈی کو وہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا۔

جب وہ بھاگنے لگا تو سادہ لباس میں رہنے والے جاسوس چوکنا ہوگئے۔ ڈی چیختا جا رہا تھا "ان گھڑسواروں کو روکو۔ انہیں روکو۔ نورا روکو۔"

کئی سادہ لباس والوں نے اپنی گنیں نکال کر فائرنگ کی۔ گھوڑے دوڑتے دوڑتے گرے ان کے سوار اچھل کر دور ریت پر لڑھکتے چلے گئے۔ انٹیلی جنس والے ان سواروں کو گرفتار کرنے کے لیے ادھر دوڑتے ہوئے گئے وہ تو محض دو آلۂ کار تھے۔ ان کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

کہیں سے زوردار آواز سے فائرنگ ہوئی۔ دو گولیاں چلیں اور ڈی لڑکھڑا کر ریت پر گر پڑا۔ اسے تڑپنے اور دم توڑنے میں دیر نہیں لگی۔

انالانا نے دور سے ہیری کو لڑکھڑاتے اور گرتے دیکھا۔ اسے یقین نہیں آیا کہ جس نے پہلی بار محبت سے دل دھڑکایا تھا وہ اپنے دل کی دھڑکنیں گنوا چکا ہے۔

وائی ناکی کا ننھا سا سرخ بلب اسپارک کر رہا تھا۔ اس نے آن کیا۔ بھائی وان لوئن کی آواز سنائی دی۔ "میں نے اس کمبخت فراڈ ہیری کے جسم میں ایک نہیں دو گولیاں اتار دی ہیں۔ وائی ناکی پھینک دو۔ اس کے ذریعے پکڑے جانے کا اندیشہ ہے۔ فوراً دوڑتی ہوئی کلب بلیو ہیون کے پیچھے آؤ۔ دیٹس آل۔"

آواز بند ہوگئی اور وہ اپنا وائی ناکی پھینک کر بھاگتا ہوا گیا ہو گا لیکن انالانا پر سکتہ سا طاری ہو گیا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دور بہت دور اوندھے منہ پڑی ہوئی لاش کو دیکھ رہی تھی۔

بس اتنی ہی دیر کی داستان محبت تھی۔ صبح بینک سے شروع ہوئی تھی۔ تمام دن اس کے تصورات سے بہلتی رہی تھی۔ رات کو سمندر کے کنارے یہ داستان اختتام کو پہنچ گئی تھی۔

بہت مختصر سی مدت تھی مگر محبت سمندر سے زیادہ گہری تھی۔ ایکدم سے آنسوؤں کا سمندر ابل پڑا۔ وہ ریت پر دو زانو ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ "ہائے ہیری! مجھے یقین نہیں آتا۔ یقین نہیں آتا کہ تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہو۔۔۔"

اس کے کانوں میں عادل کی آواز آئی۔ "یقین کرنا بھی نہیں چاہیے۔"

وہ روتے روتے چپ ہوگئی' دل نے کہا۔ "یہ آواز ایک فریب ہے' وہ تو آنکھوں کے سامنے مردہ پڑا ہے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ اسی وقت شانے پر ہاتھ محسوس ہوا پھر اس کی آواز سنائی دی۔ "میں نے دستانہ پہنا ہے کیوں کہ کسی نامحرم کا ہاتھ نہیں لگاتا۔"

اس نے چونک کر پلٹ کر دیکھا پھر حیرت سے چیخ پڑی۔۔۔ مردہ زندہ ہو گیا تھا۔

انالانا اب تک ایک مردہ لڑکی اور زندہ روح کی ایکٹنگ کرتی آئی تھی اور روح بن کر' دیکھنے والوں پر جتایا تھا کہ مرنے والے یوں بھی دنیا میں واپس آتے ہیں۔

اور جب ہیری (عادل) مرنے کے بعد اس کے سامنے آیا تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ اس نے دُور ساحل کی ریت پر پڑی ہوئی اس کی لاش کو دیکھا۔ اس لاش کے پاس اب لوگوں کی بھیڑ لگ رہی تھی۔ اُدھر ایک ہیری مردہ تھا اِدھر دوسرا ہیری عین نگاہوں کے سامنے مسکرا رہا تھا۔

وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولا۔ "یقین کرلو کہ میری محبت سچی ہے اسی لیے مرنے کے بعد واپس آیا ہوں۔ اور میرے لیے دنیا کی یہ سب سے بڑی خوشی ہے کہ یہ حسین آنکھیں میرے لیے روتی ہیں اور میری موت کے بعد بھی تمہارا دل مجھے پکارتا ہے۔"

وہ بول رہا تھا اور وہ ایسے تک رہی تھی جیسے خواب دیکھ رہی ہو پھر اس نے آہستگی سے ایک ہاتھ بڑھایا اور اسے چھو کر دیکھا۔ وہ بولا۔ "اگر تم مجھے نامحرم نہیں سمجھتی ہو تو بے شک مجھے چھولو۔ بلکہ پکڑلو۔"

اس کی بے یقینی ختم ہوگئی اس نے مسکرا کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، اور اس کے بازو کو پکڑ کر کہنے لگی۔ "تم..... تم زندہ ہو۔"

وہ ہنستی کھلکھلاتی ہوئی ریت پر گھٹنوں کے بل اٹھی پھر اس کے گلے سے لگ کر کمبل کی طرح لپٹ گئی۔ دل کھول کر ہنستی ہوئی بولی۔ "ہاہاہا۔ تم زندہ ہو۔ میرے لیے زندہ ہو۔ اگر واپس نہ آتے تو میں روتے روتے مرجاتی۔"

وہ ایسے مل رہی تھی' جیسے دنیا جہاں کی دولت اسے مل گئی ہو۔ عادل اسے پاکر سحرزدہ سا ہو رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار ایک حسین لڑکی ایسی دیوانگی سے اپنا رہی تھی کہ ساری دنیا ذہن سے فراموش ہوگئی تھی۔

پھر وہ ذرا چپ ہوئی' کچھ سوچنے لگی۔ اس کے بعد جیسے بجلی کا جھٹکا لگا ہو' وہ ایکدم سے الگ ہو کر اس سے دور ہوگئی جیسے خواب دیکھتے دیکھتے آنکھیں کھل گئی ہوں۔ اس نے گھور کر پوچھا۔ "اگر تم ہیری ہو تو وہ لاش کس کی ہے؟"

"وہ ایک ہیرو پیے کی لاش ہے۔"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"ابھی تم نے میرے دل سے لگ کر اس کی دھڑکنیں سنی ہیں۔ اس لیے یقین کرلو۔"

"جذباتی باتوں سے نہ بہلاؤ۔ بولو تم کون ہو؟"

"میں تمہارا ہیری رابسن ہوں۔ وہ قتل ہونے والا نقلی تھا۔ میں اصل ہوں۔"

"اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔ وہ قتل ہونے والا شاید اصلی تھا اور تم نقلی ہو۔"

"انا! میری جان! میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟"

"خبردار مجھے میری جان نہ کہنا۔"

"ابھی تم ایک جان دو قالب ہو رہی تھیں۔"

"وہ میری غلطی تھی۔ جذبات میں بہہ گئی تھی۔"

"اگر ثابت ہو جائے کہ میں ہیری ہوں تو وعدہ کرو تم اسے غلطی نہیں کہو گی پھر اسی طرح جذبات میں بہہ جاؤ گی۔"

"پہلے ثابت کرو۔"

"میں ابھی تمہیں اپنی کوٹھی اور فیکٹری دکھاؤں گا۔ میرے کچھ میرے نام ہے۔ میرا منیجر اور سیکڑوں ملازم تصدیق کر دیں گے۔"

انا نے کہا۔ "میں تمہاری کوٹھی' فیکٹری اور جائداد دیکھنا نہیں چاہتی۔ میری نظروں میں تمہاری ایک ہی پہچان ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ بتاؤ مجھے کس طرح پہچانو گی؟"

"بینک کی لوٹی ہوئی رقم سے۔ اگر واقعی تم ہیری ہو تو وہ رقم تمہارے پاس ہوگی۔"

"وہ میرے پاس تھی مگر غلط راستے سے میرے پاس آئی تھی میں نے صحیح راستہ اختیار کیا اور اسے آئی جی کے حوالے کردیا۔"

"بکواس مت کرو۔ وہ تمہارے پاس میری امانت تھی۔"

"وہ مال تمہارا ہوتا تو اسے تمہاری امانت سمجھ لیتا۔ کیا میری دیانت داری کی قدر نہیں کرو گی؟"

"میں لعنت بھیجتی ہوں تم پر۔"

"ساری دنیا ڈاکوؤں کی فیملی پر لعنت بھیجتی ہے۔ میں تم پر محبت بھیجتا ہوں۔ اس ذلیل فیملی سے نکل آؤ۔"

"شٹ اپ۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی پھر ریت میں دھنستے ہوئے قدموں سے جانے لگی۔

وہ لپک کر اس کے پاس آیا پھر ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ "خدا نے تمہیں حسن دیا ہے۔ بینک میں تمہاری حرکتیں دیکھ کر تمہاری ذہانت کا اندازہ ہوا۔ اس ذہانت کو تم غلط استعمال کر رہی ہو۔ اپنی غلطی کو سمجھو۔"

وہ رک کر بولی۔ "میں تمہاری نصیحت نہیں سننا چاہتی۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

وہ پھر پلٹ کر جانے لگی۔ اس نے پوچھا۔ "مجھے چھوڑ کر جاؤ گی تو کیا تمہیں رات کو نیند آسکے گی۔"

"میں کوئی محبت کرنے والی گدھی نہیں ہوں۔ اس رقم کی خاطر تم میں دلچسپی لے رہی تھی۔"

"تمہاری دانست میں ہیری کو گولی مار دی گئی تھی۔ وہ مرگیا تھا اور مرنے کے بعد اس سے تمہیں بینک کی رقم نہ ملتی پھر تم اس کے لیے یعنی میرے لیے کیوں رو رہی تھیں؟"

"میری جوتی رو رہی تھی۔"

"محبت میں جوتی نہیں' خنثر آنکھیں روتی ہیں۔"

"سچ بات سنو۔ میں یہ سوچ کر رو رہی تھی کہ ہیری کے مو

کے بعد وہ رقم کبھی نہیں ملے گی۔"

عادل نے اس کا بازو پکڑ کر روک لیا پھر اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ "اپنے ان آنسوؤں کی توہین نہ کرو' جو تم نے مجھ پیار میں بہائے ہیں۔ ایک بار میرے سینے سے لگ کر کہہ دو کہ تم یہاں میرے لیے نہیں دولت کے لیے آئی ہو پھر میں تمہارے دل سے ہی نہیں دنیا سے چلا جاؤں گا۔"

وہ چٹان جیسے سینے سے لگ گئی۔ پہلے اس مردانہ گرفت سے نکلنے کی کوششیں کرتی رہی پھر تھک ہار کر اس کے بس میں ہوگئی۔ ساحل پر تفریح کرنے والے ان کے آس پاس سے گزر رہے تھے اور وہ دونوں ان سب سے بے خبر ایک دوسرے کی ذات میں ڈوب گئے تھے۔ مغربی ممالک میں یہ ایک عام سی بات ہے۔ محبت کرنے والے جوڑے سرِعام بغل گیر ہو کر اپنی محبت کا بھرپور اظہار کرتے ہیں۔ کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا۔ ان کا خیال ہے ایسی حرکتیں فضا کو خوشگوار اور ماحول کو رومان پرور بناتی ہیں۔

انالانا اچانک ہی اس سے دور ہوگئی پھر شرماتی ہوئی' مسکراتی ہوئی اس سے دور بھاگتی چلی گئی۔ عادل نے آواز دی۔ "رک جاؤ۔ اپنا نام تو بتاتی جاؤ۔"

وہ دوڑتے دوڑتے پلٹ گئی پھر الٹے پاؤں دوڑتی ہوئی بولی۔ "انالانا۔ میں تمہاری انالانا ہوں۔"

وہ پھر گھوم کر دوڑنے لگی۔ اب وہ اتنی دور چلی گئی تھی کہ نیم تاریکی اور نیم روشنی میں نگاہوں سے اوجھل ہو رہی تھی۔ وہ چیخ کر بولا۔ "لیلیٰ! تیرا محمل کہاں ہے؟"

وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی مگر آواز آئی "خدا اور خوشبو نظر نہیں آتے ہیں۔ اس کے باوجود خدا ہر سو ہے اور خوشبو کا جھونکا کہیں سے بھی آجاتا ہے۔"

وہ آواز کھلی فضا میں تحلیل ہوتی چلی گئی۔

○☆○

ہیری کی لاش کو ملٹری اسپتال پہنچایا گیا۔ وہاں پوسٹ مارٹم کے دوران انکشاف ہوا کہ لاش کا چہرہ میک اپ میں چھپا ہوا ہے۔ چہرہ صاف کیا گیا تو وہ کوئی اور تھا۔

"ایکسرے مین' برین آدم کے ذریعے یہ دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا" یہ کوئی اور ہے مگر بڑی خوبصورتی سے ہیری کا رول ادا کر رہا تھا۔"

وہ برین آدم کے دماغ میں رہ کر یہ سوچ رہا تھا۔ اس طرح برین آدم کی سوچ بھی یہی تھی۔ وہ بلیک آدم سے بولا۔ "اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصلی ہیری کہاں ہے؟"

بلیک آدم نے کہا۔ "ہیری کو ہمارے حفاظتی انتظامات پر بھروسا نہیں تھا اسی لیے اس نے اس اجنبی کو اپنا ہم شکل بنا کر بھیجا تھا۔"

"اس نے ہم پر بھروسا نہیں کیا۔ اب ہم اس کی دور اندیشی کی داد دیتے ہیں لیکن اس ڈی نے اصلی ہیری کا رول کیسے ادا کیا۔"

"ہاں! ابھی ٹیری آدم کہہ رہا تھا کہ اس نے ڈی کے چور خیالات پڑھے تھے تو وہ خیالات بھی اصلی ہیری ظاہر کر رہے تھے۔"

"اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈی پر تنویمی عمل کر کے اسے اندر سے بھی اصلی ہیری بنایا گیا تھا۔" ٹیری آدم نے کہا۔ "اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصلی ہیری بہت گہرا نوجوان ہے' ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اس کے تعلقات ہیں۔"

"برادر ٹیری! یہ ڈی تو مرچکا ہے۔ اب تم اصلی ہیری کے دماغ میں جاؤ۔"

"میں یہ کوشش کرچکا ہوں۔ اصلی ہیری کی آواز اور لہجہ گم ہو گیا ہے۔"

"یعنی اصلی ہیری پر بھی تنویمی عمل کر کے اُس کے اصل لہجے کو مٹا دیا گیا ہے۔"

"بے شک یہی بات ہے۔ اسی لیے میں اُس کے دماغ میں نہیں پہنچ پا رہا ہوں۔"

برین آدم نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ہیری کسی خیال خوانی کرنے والے یا والوں کے لیے بہت اہم ہے۔ انہوں نے ہیری کو محفوظ رکھنے کے لیے اس ڈی کو چارا بنا کر بھیجا تھا۔"

"وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں' جن سے ہم بھی دھوکا کھا گئے اور اس ڈی کو گولی مارنے والے بھی مطمئن ہو کر چلے گئے۔"

برین آدم نے فون پر رابطہ کرنے کے بعد حکم صادر کیا۔ "ہیلو میں ایچ او ڈی (ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ) بول رہا ہوں۔ ہیری رابسن کی ذاتی اور کاروباری تمام ٹیلیفون کالوں کو ٹیپ کیا جائے اور خفیہ طور پر اس کے بنگلے اور فیکٹری کی نگرانی کی جائے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "میں سر! آپ کے احکامات کی تعمیل ابھی ہوگی۔ ایک رپورٹ ہے۔ ابھی چند سیکنڈ پہلے آپ کے ذاتی فون پر ہیری نے پیغام دیا ہے کہ وہ آپ سے فوراً ملنا چاہتا ہے۔"

برین آدم نے اس سے رابطہ ختم کر کے ہیری کے فون پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے عادل کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو کون؟ میں ہیری بول رہا ہوں۔"

"مسٹر ہیری! میں ایچ او ڈی ہوں۔ کیا تم شام ہی سے گھر پر ہو؟"

"جی ہاں۔ میں نے کئی بار آپ سے رابطہ کرنے کی کوششیں کیں لیکن کوئی نادیدہ طاقت مجھے فون کرنے اور آئی جی صاحب کے پاس جانے سے روکتی رہی۔ آپ فوراً اپنے آدمیوں کو یہاں بھیج دیں تاکہ وہ مجھے اپنی نگرانی میں آپ کے پاس پہنچا دیں۔ ورنہ میں پھر دماغی طور پر غائب ہو جاؤں گا یا پھر اپنے اختیار میں نہیں رہوں گا۔"

"ابھی میرے آدمی آرہے ہیں' تم تیار رہو۔"

برین آدم نے ریسیور رکھ کر بلیک آدم سے کہا۔ "ہیری ٹریپ کیا گیا ہے۔ اس کے اندر کوئی آتا ہے اور اس وقت اس کے دماغ میں موجود نہیں ہے۔ تم فوراً جاؤ اور اسے یہاں لے آؤ۔"

بلیک آدم اسی وقت وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ہیری سے ملاقات ہونے پر بہت سے پیچیدہ معاملات پر روشنی پڑ سکتی تھی۔ وہ بیس منٹ میں وہاں پہنچا۔ بڑی تیزی سے آنے کے باوجود وہ اپنے بنگلے میں نظر نہیں آیا۔ بلیک آدم نے اسے آوازیں دیں۔ بنگلے کے ایک ایک حصے میں اسے تلاش کیا پھر ڈرائنگ روم میں آیا تو فون کی گھنٹی سن کر ٹھٹک گیا۔

اس نے فوراً ہی اپنا موبائل فون آپریٹ کر کے ٹیلیفون ایکسچینج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا پھر اسے ہیری کا فون نمبر نوٹ کراتے ہوئے کہا۔ "میں آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی ہوں۔ آدھے منٹ کے اندر اندر اس فون پر گفتگو ہو گی۔ فوراً اس نمبر سے ریکارڈر منسلک کرو۔ تمام گفتگو ریکارڈ ہونی چاہیے۔"

اس نے موبائل فون کو آف کیا۔ ہیری کے فون کی گھنٹی بجتی جا رہی تھی۔ وہ اپنی رسٹ واچ میں سیکنڈ کے متحرک کانٹے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر تیس سیکنڈ پورے ہوتے ہی اس نے ہیری کے فون کا ریسیور اٹھایا اور کہا۔ "ہیلو کون ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "میں ایک جوان ہوں۔ میرا نام اور کام نہ پوچھو۔ جس کام سے آئے ہو اس میں ناکام ہو کر چلے جاؤ۔ ہیری نے میری تھوڑی سی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر تمہیں بلایا تھا۔ اچھا ہوا کہ میں تمہارے آنے سے پہلے اسے لے آیا ہوں۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "تم اپنے متعلق کچھ نہیں بتانا چاہتے۔ کیا ہیری کے متعلق کچھ بتاؤ گے؟"

میں نے کہا۔ "وہ بہت گہرا ہے۔ اس کی گہرائی میں نہ جاؤ۔ جب میں نے پہلی بار اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھے تو حیران رہ گیا۔"

"ایسی حیرانی کی کیا بات ہے؟"

"ایک بات ہو تو بتاؤں۔ میں تمام باتیں راز میں رکھوں گا۔ صرف ایک بات بتاؤں گا جس کا تعلق تمہارے اعلیٰ افسر ایچ اوڈی سے ہے۔"

یہ کہہ کر میں ذرا چپ ہوا۔ وہ اپنے ایچ اوڈی برین آدم سے تعلق رکھنے والی بات سننے کے لیے بے تاب ہو گیا تھا۔ وہ اس سلسلے میں کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے کہا۔ "تم لوگ ان نوجوان کی تلاش میں ہو جس نے برین آدم کو سمندر کے ساحل پر اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا تھا۔ وہ نوجوان یہی ہیری تھا۔"

"کیا یہ ہیری نے تم سے کہا ہے؟"

"نہیں، اس کے چور خیالات نے بتایا ہے۔"

"پلیز ہمیں بتاؤ، اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟"

"اس وقت ہیری میرے ایک دشمن خیال خوانی کرنے والے کا معمول اور تابعدار تھا۔ اس نے اپنے عامل کے حکم سے آدم کی گردن میں سوئی چبھوئی تھی۔"

بلیک آدم نے بے چینی سے پوچھا۔ "یہی تو میں پوچھ رہا ہوں اس نے ایچ اوڈی کو کمزوری میں مبتلا کیوں کیا؟"

"کیا تم اتنے نادان ہو کہ کسی کو دماغی اور جسمانی طور پر کمزور کرنے کا مطلب نہیں سمجھ رہے ہو؟"

"ہاں، میں ضرور سمجھ رہا ہوں لیکن جہاں تک ہمارا خیال ہے کہ کسی نے برین آدم کے چور خیالات نہیں پڑھے ہیں۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔ اپنے خیال سے خوش اور مگن رہو۔"

"تم..... تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کیا اس خیال خوانی کرنے والے دشمن نے ہمارے ڈپارٹمنٹ کے راز..."

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ "صرف ڈیپارٹمنٹ نہیں، ڈیپارٹمنٹ یا خفیہ تنظیم سمجھو۔"

یہ کہتے ہی میں نے فون بند کر دیا اگرچہ میں یہودی خفیہ تنظیم کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا اور برین آدم کا تعلق بھی اس سے معلوم نہیں تھا مگر شبہ سا تھا اس لیے میں عادل کے ذریعے کھیل شروع کر چکا تھا۔ ایک شوشہ چھوڑا تھا کہ کسی دشمن برین آدم کے چور خیالات پڑھ لیے ہیں جب کہ ایسا کسی نے کیا تھا۔

میرے اس کھیل کا نتیجہ یہ ہوتا کہ عادل ان کی نظروں میں اہم ہو جاتا۔ وہ سوچتے رہتے کہ اس نوجوان میں ایسی کیا خوبی ہے، جن کے باعث خیال خوانی کرنے والے اسے اپنا بنانا چاہتے ہیں۔

پھر یہ تشویش پیدا ہوتی کہ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے برین آدم کے دماغ سے کیسے کیسے راز معلوم کیے ہیں۔ اگر آدم کا تعلق یہودی خفیہ تنظیم سے نہ ہوتا، تب بھی اعلیٰ ڈپارٹمنٹ کے حوالے سے تشویش باقی رہے گی۔

اور اگر برین آدم کا تعلق اس خفیہ تنظیم سے ہو گا تو کھلبلی پیدا ہو جائے گی۔ انہیں یقین ہو جائے گا کہ ہیری کے پہلے ایک دشمن نے برین آدم کو کمزور کیا اور اس کے خیال پڑھے پھر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے یعنی میں نے بھی ہیری کو اپنا معمول بنا کر بہت سے راز معلوم کیے ہیں۔

میں صرف الپا کے متعلق یقین سے سمجھتا تھا کہ وہ اس تنظیم میں ہو گی۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا تھا۔ اگر منٹ پہلے تنظیم کے ایک اہم فرد بلیک آدم سے فون پر گفتگو تھا لیکن اس کی حقیقت سے بھی بے خبر تھا۔ بعض اوقات اندھی چال سے بازی اپنے حق میں ہو جاتی ہے۔

چونکہ میں وہ بازی ایک اندھی چال سے جیت رہا تھا، ایک اندھے کی طرح اس کے نتائج کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اندازے کے مطابق کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔

ایکسرے مین، بلیک آدم کے اندر رہ کر مجھ سے فون پر ہونے والی گفتگو سن چکا تھا۔ ادھر برین آدم اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نے فون بند ہونے کی آواز سنی تھی۔

برین آدم نے بلیک آدم کو طلب کیا تھا۔ اس لیے ان کے برین داش کیے ہوئے آدم پر غداری کا الزام

ایک تو وہ تمام برادرز بے قصور تھے۔ دوسرے یہ ثابت نہیں ہوا تھا کہ خیال خوانی کرنے والے اجنبی دشمنوں نے برین آدم کے اندر جگہ بنالی ہے۔

برین آدم کے دماغ میں کسی دشمن کی موجودگی کے آثار نہیں پائے گئے تھے۔ خفیہ تنظیم کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ ایکسرے مین کو کسی حد تک یقین تھا کہ اس کی قائم کردہ تنظیم میں کوئی باہر کا آدمی چور دروازے سے نہیں آیا ہے پھر بھی مکمل یقین کرنے کے لیے اس نے برین آدم کو اسرائیل سے باہر بھیج دیا' ٹیری آدم کی رہائش گاہ تبدیل کرا دی تاکہ وہ دوسرے برادرز سے بھی چھپ کر رہے اور ان سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھے پھر وہ تمام برادرز کے دماغوں میں وقتاً فوقتاً جھانکتے رہنے اور چھپے ہوئے دشمنوں کو ڈھونڈ نکالنے کی کوششوں میں مصروف رہنے لگا۔

اپنی تنظیم کے اندرونی معاملات سے نمٹنے کے بعد اس نے وچ لیڈی ایلا کلانسی اور جج پرگولا پر توجہ دی۔ ٹیری آدم کے اندر جا کر اس کی سوچ میں کہا۔ "وہ دونوں جادوگر بینک ڈکیتی کے سلسلے میں دو بار پولیس کی نظروں میں آ چکے ہیں اور اب پولیس کی حراست میں ہیں۔ ان سے پوچھنا چاہیے کہ وہ پچھلی رات مقتول ہیری کا تعاقب کیوں کر رہے تھے؟"

ایکسرے مین نے خود کو گمنام اور محفوظ رکھنے کے لیے یہ طریقہ کار اپنایا تھا کہ برین آدم کے اندر جا کر اس کی سوچ میں بولتا تھا اور برین آدم سمجھتا تھا کہ وہ خود ایسی باتیں سوچ رہا ہے۔ اب ٹیری آدم نے بھی یہی سوچا کہ وہ دونوں جادوگروں کے متعلق خود سوچ رہا ہے اور ان دونوں کا محاسبہ کرنا چاہتا ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بلیک آدم سے کہا۔ "حوالات میں جاؤ' وچ لیڈی اور جج پرگولا سے معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ وہ پچھلی رات مقتول ہیری کا پیچھا کیوں کر رہے تھے؟"

ان دونوں کو بڑی سخت نگرانی میں رکھا گیا تھا ایک تو بینک میں ڈاکا ڈالنے والوں نے واردات کرنے کے لیے روحوں کو بھیجا تھا۔ دوسرے یہ کہ وچ لیڈی اور جج پرگولا بھی کچھ ایسے ہی جادوئی کمالات دکھانے کے سلسلے میں بدنام تھے۔ اس لیے ان کا تعلق بھی بینک ڈکیتی سے جوڑا جا رہا تھا۔

تھانے کے انچارج نے سلاخوں کے پیچھے بیٹھے ہوئے جج پرگولا سے کہا۔ "بینک کی لوٹی ہوئی رقم اُسی دن واپس مل گئی تھی۔ تم یہ بیان دے دو کہ ڈاکا ڈالنے والوں کو تم جانتے ہو اور پولیس والوں کو ان ڈاکوؤں تک پہنچاؤ گے۔"

پرگولا نے کہا۔ "میں ساحل پر ان ڈاکوؤں تک پہنچنے کے لیے ہی گیا تھا مگر تم لوگ مجھے پکڑ کر یہاں لے آئے۔"

"کوئی بات نہیں' ابھی ہمارے ساتھ چلو اور انہیں گرفتار کراؤ۔"

"میں آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ ان ڈاکوؤں کو جانتا نہیں ہوں۔ بینک میں ان کی ٹرانسپیرنٹ صورتیں دیکھی تھیں اور صاحب کے دفتر میں سنا تھا کہ وہ ڈاکو شام کو سمندر کے آئیں گے۔ اگر آپ لوگ مجھے پکڑ کر نہ لاتے تو میں انہیں وہاں پہچان لیتا۔"

زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ اگر رہائی چاہتے ہو تو اپنے کالے جا انہیں پکڑواور یہاں حاضر کرو۔"

"اگر کالے جادو سے مجرم پکڑے جاتے تو تھانے میں پو ہوتی' جادوگر ہوتے۔"

تھانے کا انچارج ناگواری سے منہ بنا کر چلا گیا۔ پرگو لگا۔ "یہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ پتا نہیں یہاں کب ملے گی اور نہ جانے اس بیچاری ایلا کلانسی کو کہاں ہے۔"

وہ اپنی گرفتاری سے زیادہ پریشان نہیں تھا۔ اس نے نہیں کیا تھا۔ یقین تھا کہ بے گناہ مان کر اسے جلد ہی رہا کر گا اور اگر خواہ مخواہ سلاخوں کے پیچھے بند رکھا جائے گا تو قانونی ہتھکنڈے اختیار کرے گا۔

آدھی رات کو جیری نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ ادا کیے پھر کہا۔ "باس! میں آپ کے مقرر کردہ وقت کے حاضر ہوں۔"

اس نے جیری سے کہا تھا کہ ہر چھ گھنٹے بعد ایک بار دماغ میں آیا کرے گا۔ دوسری بار تین گھنٹے بعد تھرمال اس نے پوچھا۔ "تھرمال کہاں ہے؟ وہ تین گھنٹے بعد اپنے میرے پاس کیوں نہیں آیا؟"

"میں نہیں جانتا کہ وہ آپ کے پاس کیوں نہیں آیا۔"

"تو پھر معلوم کرو کہ وہ کہاں ہے؟ اسے میرے پاس آؤ۔"

جیری نے خیال خوانی کے ذریعے تھرمال سے رابطہ اسپتال میں تھا' پچھلی رات سے بیمار پڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں جاننے والے تین گھنٹے کے وقفے سے پرگولا کے دماغ میں دیتے تھے۔ اس حساب سے جیری پچھلی شام چھ بجے پرگولا آیا تھا اس کے بعد رات کے نو بجے تھرمال کو آنا چاہیے تھا نے یہی سمجھا کہ تھرمال اپنے وقت پر نو بجے باس کے پاس لہٰذا وہ اپنے وقت پر بارہ بجے آیا تھا۔

اس نے پرگولا کو بتایا کہ تھرمال اچانک بیمار پڑ گیا اس کا بخار اتر گیا ہے' ایک گھنٹے میں خیال خوانی کے قابل گا۔ جج پرگولا نے کہا۔ "مجھے تم دونوں کی یہاں ضرور اب تم دونوں ہر آدھے گھنٹے بعد آیا کرو گے۔ یہاں حالات موافق نہیں ہیں۔ اگر صبح تک مجھے رہا نہ کیا گیا تو میں اپنے تمہاری ٹیلی پیتھی کی ذریعے ہنگامے شروع کر دوں گا۔"

"باس! آپ جب بھی حکم دیں گے' ہم آپ کو آزاد

"باہر لے آئیں گے۔"

"تم نے پچھلی شام میرے ساتھ ایلا کلانسی کو دیکھا تھا۔ معلوم کرو وہ کہاں ہے؟"

جیری وچ لیڈی کے اندر پہنچا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ جیری نے معلوم کیا کہ وہ ایک بوڑھے پولیس افسر کے بیڈ روم میں تھی۔ وہ بوڑھا افسر اس ادھیڑ عمر جیل پر قربان ہو گیا تھا اور اس جیل کے خیالات بتا رہے تھے کہ اس نے افسر پر کوئی کالا عمل کیا تھا' جس کے زیر اثر وہ دیوانہ ہو رہا تھا۔

جیری نے پرگولا کے پاس آ کر کہا۔ "باس' وچ لیڈی کا جادو افسر کے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ افسر سحر زدہ ہو کر اس کے ساتھ آپ کے پاس آ رہا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ افسر ایلا کلانسی کے ساتھ پرگولا کے سامنے آیا۔ پرگولا نے پوچھا۔ "ایلا! کیا تمہیں میری طرح حوالات میں نہیں قید کیا گیا ہے؟"

وہ بولی۔ "نہیں۔ میں نے اسے اسیر کر لیا ہے۔ اب یہ میرا غلام ہے۔ تمہیں بھی یہاں سے نکالے گا پھر ہم دونوں کو باہر پہنچا دے گا۔"

"کیا تم نے تھانے کے انچارج پر کالا جادو کیا ہے۔"

"نہیں' اس پر ترس کرو۔ اسے اپنا غلام بناؤ۔ ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔"

"عقل سے کام لو۔ ہم نے ابھی تک کوئی واردات نہیں کی ہے۔ ہمارے خلاف پولیس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ہم عزت سے بری کر دیے جائیں گے اور اگر اس افسر کو سحر زدہ کر کے جائیں گے تو مجرم بن جائیں گے۔ آئی جی صاحب کا شبہ یقین میں بدل جائے گا کہ ہم ڈاکوؤں سے ملے ہوئے ہیں۔"

"کیا تم چاہتے ہو' میں واپس زنانہ حوالات میں چلی جاؤں؟"

"ہاں فوراً جاؤ۔ اپنے سر کوئی الزام نہ لو۔"

وہ اپنے دیوانے افسر کا ہاتھ پکڑ کر واپس چلی گئی۔ پرگولا نے کہا۔ "جیری! تم تھرمال کے پاس جاؤ۔ اس کے ڈاکٹروں کے دماغوں میں گھسو اور کوشش کرو کہ وہ جلد ہی خیال خوانی کرنے کے قابل ہو جائے اور ہر آدھے گھنٹے بعد میرے پاس آیا کرو۔ اب جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ بلیک آدم صبح چھ بجے اس کے پاس آیا پھر بولا۔ "مسٹر پرگولا! کل تمہیں گرفتار کر کے آئی جی کے سامنے پیش کیا گیا تھا لیکن ڈاکا زنی میں تمہارا ہاتھ نہیں تھا اس لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔ اب یہ بتاؤ کل رات تم سمندر کے کنارے ہیری کا تعاقب کیوں کر رہے تھے؟"

وہ بولا۔ "میں نے آئی جی کے دفتر میں سن لیا تھا کہ ڈاکو مسٹر ہیگی سے ملنے آئے گا۔ میں کسی طرح اس ڈاکو تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

"ڈاکو تک کیوں پہنچنا چاہتے تھے؟"

"جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں میں جادوگر ہوں۔ میرے اندر یہ تجسس ہے کہ ڈاکوؤں نے واردات کرنے کے لیے کون سا کالا جادو کیا تھا۔ روحوں کو بینک میں پہنچا دیا تھا۔"

وہ جادو نہیں' سائنس کا کمال ہے۔ وہ روحیں نہیں تھیں۔ زندہ انسانوں کے عکس تھے۔"

پرگولا نے کہا۔ "آپ اسے سائنس کا کمال کہتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ کس تکنیک سے وہ کمال دکھایا گیا تھا۔ جو بات آپ نہیں جانتے اسے سائنس کہتے ہیں اور جو ہم نہیں جانتے اسے جادو کا نام دیتے ہیں۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "فلسفی کی زبان میں نہ بولو۔ میرے سامنے باتیں نہ بناؤ۔ بینک میں ڈاکا ڈالنے والوں سے تمہارا کیا تعلق ہے ہم سے تعاون کرو اور مجرموں کو عدالت تک پہنچاؤ۔"

"میں کئی بار کہہ چکا ہوں' مجرموں کو ان کے چہروں سے پہچانتا ہوں لیکن ان کے نام اور پتے نہیں جانتا۔"

"زمین پر سیدھے کھڑے ہوئے۔ اس لیے نام پتے منہ سے نہیں نکل رہے ہیں۔ جب الٹا لٹکا کر ڈنڈے مارے جائیں گے اور بجلی کے جھٹکے پہنچائے جائیں گے تو سب کچھ اگل دو گے۔"

"آپ لوگ قانون کے محافظ ہو کر مجھ بے قصور کو غیر قانونی طور پر ڈنڈے ماریں گے تو میں اتنا کمزور نہیں ہوں کہ مار کھا جاؤں گا۔"

"ایسی صورت میں تم کیا کرو گے؟"

"آپ ایسی صورت پیدا کرنا ہی کیوں چاہتے ہیں؟ قانون کے دائرے میں رہ کر میرا محاسبہ کریں۔ اگر مجھ پر جرم ثابت نہ ہو تو مجھے یہاں سے جانے دیں۔"

"تم باتیں بنا کر مجھے ٹال رہے ہو۔ میں ایک گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ ایک گھنٹے بعد تمہیں ٹارچر سیل میں پہنچایا جائے گا۔ اگر تم نے جرم کا اقرار نہ کیا اور ان مجرموں کی نشاندہی نہ کی تو تمہیں ایسی ناقابل برداشت اذیتیں پہنچائی جائیں گی کہ تمہاری چیخیں آسمان تک پہنچیں گی اور تم رٹے ہوئے سبق کی طرح ان کے نام اور پتے بتاتے جاؤ گے۔"

وہ دھمکیاں دے کر چلا گیا۔ جیری خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا اور ان کی باتیں سنتا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "باس! یہ لوگ خواہ مخواہ آپ پر ہاتھ اٹھائیں گے۔ اس توہین سے پہلے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

تھرمال نے کہا۔ "باس! میں بھی حاضر ہوں۔ پچھلی رات غیر حاضری کی معافی چاہتا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں' تم بیماری کے باعث مجبور تھے۔ وچ لیڈی کے پاس جاؤ اور معلوم کرو یہاں ایسی کوئی پناہ گاہ ہے' جہاں ہم محفوظ رہ کر اپنے حلیے بدل سکیں۔"

تھرمال چلا گیا۔ پرگولا نے جیری سے کہا۔ "میں یہاں خاموشی

سے وہ غیر معمولی فارمولے حاصل کرنا چاہتا تھا پھر وہ عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا سائنسی کمال نظروں میں آیا ہے۔ اب ایسے حالات پیش آرہے ہیں کہ میں چھپ کر خاموشی سے ان فارمولوں اور اس سائنسی کمال کی تکنیک تک نہیں پہنچ پاؤں گا۔ مجھے کھل کر ان یہودیوں کے خلاف محاذ بنانا ہوگا۔"

تھرہال نے کہا۔ "باس! وچ لیڈی کا ایک مکان جافا میں ہے اور دوسرا یہاں اسی شہر میں تیسری کوئی خفیہ پناہ گاہ نہیں ہے۔"

"لعنت بھیجو وچ لیڈی ایلا پر۔ وہ ابھی ہمارے کسی کام کی نہیں ہے۔ اسے حوالات میں رہنے دو۔ میں ایک سپاہی کو آواز دے رہا ہوں تم دونوں اسے آلۂ کار بناؤ۔ جیری تم مجھے یہاں سے نکالو گے اور تھرہال تم باہر ایک گاڑی تیار رکھو۔"

اس نے سپاہی کو بلانے کے لیے آواز دی۔ پہلے تو کوئی نہیں آیا پھر اس نے گرجتے ہوئے پکارا تو ایک سپاہی نے آکر غصے سے کہا۔ "پاگل کے بچے! کیوں چلا رہا ہے؟"

جیری اور تھرہال نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا' اسے پرگولا کے سامنے پلٹا کر واپس اس کمرے میں لے گئے جہاں تھانے کا انچارج بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سپاہی سے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

جیری نے انچارج کی آواز سنتے ہی اس پر قبضہ جمایا۔ تھرہال اس سپاہی کو باہر لے گیا۔ جیری نے انچارج کو غائب دماغ بنا دیا تھا۔ وہ جیری کی مرضی کے مطابق عمل کرتے ہوئے کی بورڈ سے ایک چابی لے کر حوالاتی کمرے کے آہنی دروازے کے پاس آیا پھر اس کا تالا کھول کر عزت سے بولا۔ "مسٹر پرگولا! آپ آزاد ہیں' میرے ساتھ آئیں۔"

پرگولا باہر آگیا پھر انچارج کے ساتھ بڑی شان سے چلتا ہوا باہر کی طرف جانے لگا۔ کسی سپاہی نے اسے نہیں روکا بلکہ ایڑیاں بجا کر سیلوٹ کیا کیوں کہ وہ تھانہ انچارج کے ساتھ جارہا تھا۔ باہر ایک پولیس کی گاڑی تھی۔ تھرہال اس گاڑی کے سپاہی ڈرائیور کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ انچارج نے جیری کی مرضی کے مطابق مزید دو سپاہیوں کو بلایا' وہ سب پرگولا کے ساتھ بیٹھ گئے تاکہ راستوں اور پولیس چوکیوں پر یہی سمجھا جائے کہ پرگولا سپاہیوں اور ان کے افسر کے ساتھ مجرموں کی نشاندہی کے لیے جارہا ہے۔

پرگولا نے جیری سے کہا۔ "تل ابیب سے باہر چلو۔ ہائی وے پر کسی ایسے مرد یا عورت کو ٹریپ کرو جو بالکل تنہا ہو میں اسے اپنا غلام یا کنیز بنا کر اس کے ہاں پناہ لوں گا۔"

ڈرائیور تھرہال کی مرضی کے مطابق گاڑی چلاتا ہوا حیفہ سے پچاس میل دور نکل آیا پھر اس نے ایک سرائے کے سامنے گاڑی روک دی۔ جیری نے تھانہ انچارج کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پریشان ہو کر آس پاس دیکھا۔ پرگولا نے کہا۔ "تم تھانے میں تھے۔ مجھے وہاں سے نکال کر یہاں لے آئے۔ اسے جادو کہتے ہیں۔"

انچارج نے فوراً ہی ریوالور نکال کر کہا۔ "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ ورنہ....."

بات پوری کرنے سے پہلے ہی اس نے ریوالور پرگولا کے سینے میں دے دیا۔ کارتوس کی پیٹی بھی اتار کر اس کے حوالے کر دی۔ پرگولا نے کہا۔ "ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ فوراً تھانے واپس چلے جاؤ۔"

اس کے دونوں خیال خوانی کرنے والوں نے انہیں واپس جانے پر مجبور کیا وہ چلے گئے۔ پرگولا نے کہا۔ "انچارج کے وقتے وقتے سے جاتے رہو اور خوفزدہ کرتے رہو کہ وہ تمہارے سے پہلے اپنے اعلیٰ افسران کو کوئی رپورٹ نہیں دے گا۔ اگر کرے گا تو تھانے تک پہنچنے کے قابل نہیں رہے گا۔"

تھرہال اس انچارج کے دماغ میں آتا جاتا رہا۔ جیری سرائے میں آنے والے مسافروں کے دماغوں میں جھانکنا اور ٹٹولنا شروع کیا پھر ایک جوان عورت نظر آگئی۔ وہ کوئی پچیس برس کی ہوگی۔ اسے دیکھ کر پرگولا کے منہ میں پانی آگیا۔ مرد گئی۔ اس نے حکم دیا۔ "جیری! اسے ٹریپ کرو۔"

پھر اس نے اس عورت کو مخاطب کیا۔ وہ مغرور ناگواری سے بولی۔ "کون ہو تم؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

وہ بولا۔ "تمہیں چاہتا ہوں۔ تمہاری صورت اور تمہارا میری ہوس کو پکار رہا ہے اور جو حسینہ مجھے پسند آجاتی ہے' میں نہیں چھوڑتا۔"

وہ ایک طرف تھوک کر بولی۔ "دیکھو میں نے ادھر تھوکا تم اس قابل بھی نہیں ہو کہ میں اپنا تھوک تم پر ضائع کروں اور آئینے میں اپنی شیطانی صورت دیکھ کر خود ہی اپنے اوپر تھوکتے رہو۔"

وہ اپنی کار کو لاک کر کے سرائے کے اندر جانے لگی۔ اسے اندر جانے سے پہلے ہی واپس لے آیا۔ وہ کار کا دروازہ کر مسکراتے ہوئے پرگولا سے بولی۔ "آؤ میں تمہیں اپنے لے چلوں۔"

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ حسینہ نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرنے لگی۔ جیری نے حسینہ کی زبان کہا۔ "باس! اس کا نام ریٹا ہے۔ یہ منشیات اسمگل کرنے گینگ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی سیٹ کے نیچے وائٹ ہیروئن کے پیکٹس ہیں۔ یروشلم' تل ابیب اور حیفہ میں کوٹھیاں ہیں۔"

پرگولا نے کہا۔ "اسے حیفہ لے چلو۔ وہ تھانے کا انچارج اپنے بڑوں کو رپورٹ دے گا کہ ہم اسے سحر زدہ کر کے سے پچاس میل دور لے گئے تھے۔ اس طرح وہ سمجھیں گے یروشلم گئے ہیں۔"

ریٹا سحر زدہ تھی۔ جیری کی مرضی کے مطابق حیفہ کی طرف

رہی تھی۔ جب پرگولا اس کی کوٹھی میں پہنچ کر اپنا چہرہ اور حلیہ بدلنے کے پیچھے پڑ جائے گا اور وہ بینک میں ڈاکا ڈالنے والے بھی اسے بری طرح تاک رہے تھے۔

○☆○

شی تارا نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا کہ عادل اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے' اب اس کے قابو میں نہیں آئے گا۔

وہ یہ بھی سمجھتی تھی کہ زندگی کی ہر بازی میں جیت نہیں ہوتی' کبھی ہارنا بھی پڑتا ہے۔ وہ بہت سی بازیاں جیتتی رہی تھی اور کبھی ہارتی بھی رہی تھی اور ہارنے کے بعد زیادہ پچھتاتی نہیں تھی۔ آئندہ جیت لینے کا حوصلہ کرتی تھی لیکن اسے عادل کے بچھڑنے کا افسوس تھا۔

وہ اسے اس لحاظ سے پسند کرنے لگی تھی کہ وہ جرائم کی دنیا میں ایک فرشتے کی طرح سچا اور کھرا تھا۔ اناڑی ہونے کے باوجود اس نے بڑے کارنامے انجام دیے تھے۔ آئندہ بھی توقع تھی کہ وہ بہت کچھ کرے گا۔

تل ابیب میں شی تارا کی دوسری ناکامی یہ تھی کہ مرینا دوبارہ اس کے ہاتھ آتے آتے نکل گئی تھی۔ ویسے یقین تھا کہ عادل اور مرینا اس کے ہاتھ نہ آنے کے باوجود کہیں دور نہیں گئے ہیں۔ اسی شہر تل ابیب میں ہیں۔

میں نے ان دونوں کو شی تارا سے چھین لیا تھا۔ یہ بات وہ نہیں جانتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ مرینا وہاں ان ہی فارمولوں کے چکر میں ہے اور اسی نے عادل کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔

فارمولوں کے سلسلے میں کوئی دشمن ہمارے متعلق یہ نہیں سوچ رہا تھا کہ ہم میں سے کوئی ذاتی طور پر یا خیال خوانی کے ذریعے تل ابیب میں موجود ہوگا۔ سب ہی جانتے تھے کہ ہمارے پاس فارمولے مکمل ہیں اس لیے ہم اسرائیل آکر اس جھگڑے میں نہیں پڑیں گے اس طرح سب ہی کو یہ اطمینان تھا کہ اس معاملے میں فرہاد اور اس کے بیٹوں سے ٹکراؤ نہیں ہوگا۔

شی تارا بھی یہ نہیں سوچ سکتی تھی کہ میں نے مرینا اور عادل کو اس کی دسترس سے دور رکھا ہے۔ اسے اسرائیل میں اپنے مقاصد کے لیے ایک خاص ماتحت کی ضرورت تھی' وہ ماتحت اس کی رہنمائی میں وہاں ایک مضبوط گروہ بنا کر فارمولے حاصل کرنے کی کوششیں کر سکتا تھا اور مرینا اور عادل کو تلاش کر سکتا تھا۔

فی الوقت شی تارا کا خاص ماتحت پاشا تھا۔ اگر وہ تل ابیب پہنچ جاتا تو بڑے ہنگامے شروع کر دیتا لیکن وہ پاشا کو اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہتی تھی۔ عادل کو وہاں بھیج کر اسے گنوا چکی تھی۔ پاشا جیسے غیر معمولی صلاحیتوں والے سے محروم نہیں ہونا چاہتی تھی۔ وہ دوسرے ذرائع سے وہاں بازی شروع کرنا چاہتی تھی۔

اس نے پچھلی بار الپا کے ذریعے برین آوم سے کہا تھا۔ "پاشا میرے پاس ہے اور میں دواؤں کے وہ چھ اصل نام جانتی ہوں جو فارمولوں میں تبدیل کیے گئے۔ اگر تم لوگ مجھے فارمولوں کے دس صفحات کی نقل دو گے تو میں چھ اصل نام بتاؤں گی۔"

برین آوم نے کہا تھا کہ اس کی شرائط پر غور کرنے کے بعد دوسرے دن اس سے گفتگو ہوگی لیکن پھر یہ بات آگے نہ بڑھ سکی۔ یہودی تنظیم کے افراد دوسرے معاملات میں الجھ گئے پھر برین آوم عارضی طور پر اسرائیل سے باہر چلا گیا اور الپا کا برین واش کر دیا گیا۔ شی تارا نے فارمولوں کے لیے الپا سے رابطہ کرنا چاہا تو رابطہ نہ ہو سکا کیوں کہ برین واش ہونے کے بعد وہ سابقہ لہجہ نہیں رہا تھا اس لیے وہ الپا کے دماغ تک نہ پہنچ سکی۔

مختصر یہ کہ تل ابیب میں شی تارا کے تمام ذرائع ختم ہو چکے تھے۔ وہ نئے ذرائع اختیار کرنے کے لیے سپر ماسٹر جان بلوشر کے پاس آئی۔ وہ بولا۔ "شی تارا! تم کہاں گم ہو گئی تھیں؟ میں دن رات تمہارا انتظار کرتا رہتا ہوں۔"

"خیریت تو ہے؟ میرا انتظار کیوں کر رہے تھے؟"

"ایک تو اس لیے کہ میں نے تمہیں بیٹی بنایا ہے۔ تمہاری طویل غیر حاضری سے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں تم کسی مصیبت میں نہ پھنس گئی ہو۔ دوسری بات یہ کہ جنرل واسکوڈی میرے خلاف ہو گیا ہے اور میری جگہ کسی دوسرے شخص کو سپر ماسٹر بنانا چاہتا ہے۔"

"یہ تم ابھی کس کمرے میں بیٹھے ہوئے ہو؟"

"یہ ہیڈ کوارٹر کے ایک بنگلے کا کمرا ہے۔ دوسرے کمرے میں جنرل واسکوڈی' فوج کے دیگر افسران اور چند اعلیٰ حکام بیٹھے میری قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔"

"تم اس کانفرنس روم میں جاؤ۔"

"دروازے پر کھڑے ہوئے مسلح افراد مجھے جانے نہیں دیں گے۔"

"پروا نہ کرو۔ میں ان کی آواز سن کر اندر جاؤں گی۔"

سپر ماسٹر اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے پر آیا۔ ایک مسلح فوجی نے کہا۔ "سر! ہم اپنی ڈیوٹی سے مجبور ہیں۔ آپ اندر نہ جائیں' کوئی پیغام ہو تو ہم اندر پہنچا دیں گے۔"

وہ بولا۔ "اندر جاؤ۔ میرا پیغام خود بخود پہنچ رہا ہے۔"

شی تارا نے مسلح فوجی پر قبضہ جمایا' پھر اسے کانفرنس روم کے اندر لے گئی پھر اس کی زبان سے بولی۔ "سوری ٹو ڈسٹرب یو جنٹلمین! میں اس فوجی کے ذریعے شی تارا بول رہی ہوں۔"

سب نے چونک کر اس فوجی جوان کو دیکھا' وہ بولی۔ "آپ میں سے بہت سے حضرات یہ پسند نہیں کریں گے کہ میں ان کی آواز سنوں اور ان کے دماغوں میں آؤں۔"

جنرل واسکوڈی نے مسکرا کر کہا۔ "شی تارا! ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ پچھلی بار تم نے ہمارے ملک کے لیے اپنی خدمات پیش کی تھیں لیکن وہ سابقہ سپر ماسٹر نااہل تھا۔ اس نے آپ کی قدر

نہ کی اور آپ کو ناراض کر دیا۔"

شی تارا نے کہا۔ "درست کہتے ہو۔ سابقہ سپر باسٹر نے میری قدر نہیں کی۔ میں پوچھنا چاہتی ہوں کیا آپ ایسے لوگوں کو نااہل قرار دیں گے جو میری قدر کرتے ہیں؟"

"بے شک' جو ہمارے ملک کی بہتری کے لیے آپ کی قدر کرتا ہے اور آپ کے ذریعے ہمارے ہاں ٹیلی پیتھی کی کمی پوری کرنا چاہتا ہے ہم اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔"

"تو پھر تم نے موجودہ سپر باسٹر کو کانفرنس روم سے باہر کیوں بٹھایا ہے؟ اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں' وہی مجھے آپ کی خدمات کے لیے یہاں لایا ہے۔"

سب نے سوالیہ نظروں سے جنرل واسکوڈی کو دیکھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "جنرل! آپ تو فرما رہے تھے کہ یہ موجودہ سپر باسٹر بھی نااہل ہے۔ جب کہ وہ ہمارے مسائل حل کرنے کے لیے شی تارا جیسی قابل ہستی کو یہاں لایا ہے۔"

جنرل نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "مجھے معلوم نہیں تھا کہ ہمارے سپر باسٹر جان بلوشر نے درپردہ شی تارا سے رابطہ رکھا ہے اور ہم سے یہ راز چھپا رہا ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "تم غلط کہہ رہے ہو۔ جان بلوشر ایک محبِ وطن اور فرض شناس سپر باسٹر ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم نے بڑی رازداری سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دوستی کی ہے اور یہ بات اپنے ملک کے حکام اور اعلیٰ فوجی افسران سے چھپا رہے ہو۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ مجھ پر محض الزام ہے۔"

"جنرل! غصہ اور گرمی نہ دکھاؤ۔ میں تمہاری بے ایمانی ثابت کر دوں گی۔ پہلے سپر باسٹر کو یہاں عزت سے بلایا جائے۔"

جنرل نے کہا۔ "اس پر الزامات ہیں' وہ اس اجلاس میں نہیں آ سکتا۔"

"میں تم پر الزامات عائد کر رہی ہوں اور ثابت بھی کرنے والی ہوں لہٰذا تم بھی اجلاس سے باہر جاؤ۔"

جنرل نے حاضرین کو دیکھا۔ شاید کوئی اس کی حمایت میں بولے لیکن ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی دوست بن رہی تھی' وہ اسے ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ایک حاکم نے ایک فوجی گارڈ سے کہا۔ "جاؤ۔ سپر باسٹر کو یہاں بلا کر لے آؤ۔"

وہ گارڈ باہر گیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی سپر باسٹر جان بلوشر اندر آیا تو اس کے حامی خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ وہ میز کے پاس آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

شی تارا نے اپنے آلۂ کار مسلح فوجی کی زبان سے کہا۔ "یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ پچھلے دنوں ایک سیاہ فام لڑکی جنرل کی ملازمہ میری کی ہم شکل بن کر آئی تھی اور ملازمہ میری کو مدہوش کر کے بڑے پُراسرار طریقے سے یوں گئی تھی جیسے جنرل کے بنگلے سے کوئی اہم چیز چرا کر لے گئی ہو۔"

اجلاس میں بیٹھے ہوئے کئی عہدیداروں نے تائید میں سر ہلایا۔ ایک عہدیدار نے کہا۔ "جنرل کی کوٹھی کے باہر پہرا دینے والے فوجیوں کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک ملازمہ میری کو باہر جاتے ہوئے دیکھا اور دوسری ملازمہ میری کوٹھی کے اندر مدہوش پڑی تھی۔ جنرل کی سالی ادھر سے اُدھر بھاگی پھر رہی تھی۔"

انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "پھر یہ انکشاف ہوا کہ جنرل کی سالی نہیں تھی بلکہ میک اپ کے ذریعے اسے سالی بنایا گیا تھا۔ کسی مقصد کے لیے جنرل کے پاس بھیجا گیا تھا۔ ہم تفتیش کر رہے ہیں آخر یہ معاملہ کیا تھا۔"

شی تارا نے کہا۔ "جب تک جنرل آپ سے حقیقت چھپائے گا' آپ حضرات اس معاملے کو نہیں سمجھ پائیں گے۔"

جنرل نے کہا۔ "میں کسی سے کچھ نہیں چھپا رہا ہوں۔"

"کیا مرینا سے تمہاری دوستی نہیں تھی؟"

"میں عورتوں سے دوستی نہیں کرتا۔"

"اب تو تم انکار کرو گے کیوں کہ مرینا تمہیں دھوکا دے کر تمہارے گھر سے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ چرا کر لے گئی ہے۔"

"یہ بکواس ہے۔ سراسر الزام ہے۔ میں نے کسی کو نقشہ کی بھنک تک نہیں لگنے دی تھی اور اسے بینک کے لاکر میں پہنچا دیا تھا۔"

"جنرل! مرینا نے تم سے ڈبل کراس کیا۔ اس نے طیارے کے اندر تمہیں غائب دماغ بنایا۔ اس نے پہلے سے تمہارے روم کے چیمبر میں مائیکرو کیمرا چھپا کر رکھ دیا تھا۔"

شی تارا تفصیل سے بتانے لگی کہ پارس نے کتنی زبردست حکمتِ عملی سے نقشہ چرایا ہے اور اس کے لیے اس نے مرینا کو کام لیا ہے۔ جنرل نے کہا۔ "یہ جھوٹ ہے مرینا پارس کی دشمن ہے اس کے لیے کام نہیں کرے گی۔"

شی تارا نے کہا "آپ لوگوں کو یقین نہ ہو تو بابا صاحب کے ادارے میں فون کر کے حقیقت معلوم کر لیں۔ مرینا نے فیلکس کو مائیکرو فلم پارس کو دی تھی۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ایسی اہم چیز بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ کی جاتی ہیں۔"

اس بات پر بابا صاحب کے ادارے سے فیلکس کے ذریعے رابطہ ہوا۔ اُدھر سے پوچھا گیا۔ "کیا ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ آپ تک پہنچ گیا ہے؟ اور اگر پہنچ گیا ہے تو اتنا بتا دیں کب پہنچا ہے؟"

دوسری طرف سے جواب آیا۔ "جی ہاں' آپ کو بابو کی گارنٹی لیکن ہم مسرت سے اقرار کرتے ہیں نقشہ ایک مائیکرو فلم شکل کر ہمارے پاس پہنچ گیا ہے۔ ٹھیک اُسی دن جب اسے نیولی کوارٹر طیارے میں لے جایا جا رہا تھا؟"

"کیا یہ نقشہ پارس اور مرینا نے حاصل کیا ہے؟"

جواب دیا گیا۔ "پلیز' آپ ہمارا طریقۂ کار نہ پوچھیں۔ ہم باتیں کسی کو بتائی نہیں جاتیں۔"

انہوں نے فیکس کے ذریعے مختلف انداز میں پھر وہی سوال کیا دوسری طرف خاموشی رہی۔ جواب نہ ملنے پر شی تارا نے کہا۔ ان دونوں لوگ غلط سوال کر رہے ہیں۔ اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ نے کسی محاذ پر کس افسر کو بھیجا ہے تو آپ دشمن کو اپنا طریقۂ کار اور افسر کا نام نہیں بتائیں گے پھر وہ بابا صاحب کے ادارے کو آپ کا دشمن سمجھتے ہیں بھلا آپ کے ایسے سوال کا جواب دیں گے؟"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "شی تارا درست کہتی ہے۔ ثبوت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ انہوں نے اقرار کیا ہے' ایک مائیکرو فلم کے اندر وہ نقشہ ان کے پاس پہنچ گیا ہے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "جنرل کو جواب دینا چاہیے کہ وہ اہم نقشہ مرینا اور پارس کیسے لے گئے؟ جنرل نے مرینا سے دوستی کیوں کی؟ اگر کی تو اعلیٰ حکام سے اس دوستی کو کیوں چھپایا گیا؟ جنرل نے مرینا کی ٹیلی پیتھی سے ملک اور قوم کو فائدہ کیوں نہیں پہنچایا؟"

دوسرے حاکم نے کہا۔ "آپ فائدہ پوچھ رہے ہیں' جنرل نے بڑا نقصان پہنچایا ہے جتنا دشمن بھی نہیں پہنچاتے۔"

جنرل نے کہا۔ "شی تارا کی باتوں میں آ کر آپ لوگ مجھے دشمن سمجھ رہے ہیں؟"

"تم دشمن نہیں ہو تو بتاؤ' وہ نقشہ وہاں کیسے پہنچ گیا؟"

ایک نے کہا۔ "جب تک وہ نقشہ نیوی ہیڈ کوارٹر میں تھا' کوئی فکر نہیں ہوا۔ تمہارے ہاتھ آتے ہی وہ فرہاد کی فیملی میں پہنچ گیا۔"

دوسرے نے پوچھا۔ "کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ وہ نقشہ تمہارے ہاتھوں چوری نہیں ہوا ہے؟"

جنرل واسکوڈی بری طرح پھنس گیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے سے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ نقشہ اُسی دن چوری ہوا تھا جس دن وہ طیارے میں لے جایا جا رہا تھا۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "میری پُرزور اپیل ہے کہ مرینا سے سب کر دوستی کرنے اور نقشہ دشمنوں کے حوالے کرنے کے جرم میں جنرل واسکوڈی کو حراست میں لیا جائے۔"

اجلاس میں حاضر تمام عہدیداروں نے اس اپیل کی تائید کی۔ جنرل اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی وردی سے بیج اور تمغے اتار دیے۔ فوجی مسلح جوان اسے گرفتار کر کے وہاں سے لے گئے۔

اعلیٰ حاکم نے سپر باسٹر جان بلوشر سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے شی تارا کو دوست بنا کر اور جنرل کو بے نقاب کر کے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔"

سپر باسٹر نے کہا۔ "آپ لوگ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دوست بنانا بڑی بات سمجھتے ہیں پھر دوست بنا کر اس سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ آپ لوگوں کو یہ سن کر خوشی ہو گی کہ شی تارا دوست نہیں' میری بیٹی ہے۔"

سب نے چونک کر خوش ہو کر اس مسلح سپاہی کو دیکھا' جس کے دماغ میں شی تارا تھی۔ وہ بولی۔ "ہاں' میں محض آپ لوگوں کی نہیں اس ملک کی بھی دوست ہوں اور اس لیے دوست ہوں کہ اس ملک کے سپر باسٹر کی بیٹی ہوں۔"

سب نے خوش ہو کر سپر باسٹر کو گلے لگایا اور شی تارا سے کہا۔ "ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے یا تو مر گئے یا دشمنوں کے ہاتھ لگ گئے۔ ہم نے بڑے صدمے برداشت کیے ہیں لیکن تم نے بیٹی بن کر تمام صدمات کو بھلا دیا ہے۔ آج ہماری مسرتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "میں ہر پہلو سے آپ لوگوں کا اعتماد قائم رکھنا چاہتی ہوں۔ اس کے لیے میں نے سوچا ہے کہ واشنگٹن آ کر آپ لوگوں کے درمیان رہوں گی۔"

سب نے ایک ساتھ کہا۔ "ہپ ہپ ہُرّا۔ ہپ ہپ ہُرّا!"

اعلیٰ حکام نے کہا۔ "شی تارا تم نے صرف ہمارا اعتماد ہی نہیں' ہمارے دل بھی جیت لیے ہیں۔"

وہ بولی۔ "لیکن میری دو شرائط ہیں۔"

"ہمیں تمہاری ہزاروں شرائط منظور ہیں۔ بولو کیا چاہتی ہو؟"

"پہلی شرط یہ کہ جس طرح تم نے اپنے اکلوتے ٹیلی پیتھی جاننے والے وکی سول کو سخت پہروں اور پابندیوں میں رکھا ہے۔ وہ پہرے اور پابندیاں میرے مزاج کے خلاف ہیں۔"

سب نے یقین دلایا کہ وہ اس ملک میں آزاد رہے گی۔ اس پر کسی طرح کی پابندی عائد نہیں کی جائے گی۔

وہ بولی۔ "میری دوسری شرط یہ ہے کہ میں وہ بیٹی ہوں' جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے اور جب تک شادی نہیں ہو گی' میں اپنے باپ سپر باسٹر جان بلوشر کے گھر میں رہوں گی۔"

سب نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں۔ انہیں اس بات کا اطمینان تھا کہ وہ سپر باسٹر کے گھر میں نظروں کے سامنے ہی رہا کرے گی۔ ایسی خوشی کے موقع پر جناب علی اسد اللہ خبریزی کی پیش گوئی بھول گئے تھے کہ سات برسوں تک کوئی شی تارا کی اصل صورت نہیں دیکھ سکے گا اور نہ ہی اس کی اصل آواز اور لہجے کو سن سکے گا۔

ویسے بھی وہ ایک مسلمان عالم کی پیش گوئی کو اہمیت نہیں دے رہے تھے جب کہ دو پیش گوئیاں درست ہو چکی تھیں۔ ایک تو یہ کہ ٹرانسفارمر مشین غیر معینہ مدت کے لیے ناکارہ ہو گئی تھی دوسری پیش گوئی یہ تھی کہ سپر باسٹر اور امریکی اکابرین شی تارا اور مرینا کی ٹیلی پیتھی کے محتاج ہو جائیں گے۔ ابھی مرینا نہیں تھی لیکن شی تارا کے حوالے سے پیش گوئی درست ہو رہی تھی۔ وہ لوگ اس کے محتاج بن رہے تھے۔

اس نے سپر باسٹر اور اجلاس میں موجود تمام عہدیداروں سے کہا۔ "غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی اور

دماغی قوتوں کے حامل یوسف البرہان عرف پاشا میری مٹھی میں ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے پھر تو وہ فارمولے پاشا سے دوبارہ لکھوائے جاسکتے ہیں۔"

"نہیں۔ پاشا کو وہ فارمولے زبانی یاد نہیں ہیں۔ مکمل تحریری فارمولے بابا صاحب کے ادارے میں ہیں اور ان فارمولوں کے بارہ میں سے دس صفحات یہودیوں کے قبضے میں ہیں۔ ان دس صفحات میں چھ دواؤں کے نام تبدیل کیے گئے ہیں۔ اگر پاشا ان فارمولوں کو بڑھے گا تو غلط دواؤں کی جگہ اسے صحیح دواؤں کے نام یاد آجائیں گے۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہم پچھلے ایک ہفتے سے یہی سوچ رہے ہیں کہ یہودیوں سے وہ فارمولے کس طرح حاصل کیے جائیں اور اگر وہ مل بھی گئے تو ان میں لکھی ہوئی دواؤں کی تصدیق کیسے ہوگی۔ تمہاری باتوں سے حوصلہ مل رہا ہے۔ واقعی تم پاشا کے ذریعے ان فارمولوں کی غلطیاں درست کرا سکتی ہو۔"

وہ بولی۔ "ہمیں ذہین' چالباز اور تیز طرار جوانوں کی ایک ٹیم بنا کر جلد سے جلد انہیں اسرائیل روانہ کرنا چاہیے۔ پتا نہیں کتنی تنظیموں کے خطرناک لوگ وہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ میں اپنی ٹیم کے ذریعے صرف فارمولے حاصل نہیں کروں گی بلکہ یہودی خفیہ تنظیم کو بھی بے نقاب کروں گی۔"

وہ سب پہلے ہی اپنے بہترین سراغرسانوں کو اسرائیل بھیجنے کے معاملے پر غور کر رہے تھے۔ شی تارا کا تعاون حاصل ہوتے ہی تیزی سے پلاننگ کرنے لگے۔ بے حد ذہین' چالاک اور تیز طرار فوجی جوانوں کا انتخاب کرنے لگے۔ شی تارا کا مقصد پورا ہو رہا تھا۔ وہ ان فوجی جوانوں کے دماغوں میں جاسکتی تھی اور تل ابیب میں اپنی مرضی کے مطابق ان سے کام لے سکتی تھی۔ وہ سب یوگا کے ماہر تھے لیکن سپر ماسٹر کے حکم سے اس کے ماتحت اور تابعدار بن گئے تھے۔

یہ طے پایا کہ شی تارا دوسری صبح واشنگٹن آکر سپر ماسٹر کے گھر میں رہے گی اور اپنے سامنے سپر ماسٹر کی ٹیم کو اسرائیل روانہ کرے گی۔ خود نہیں جائے گی۔ وہیں سپر ماسٹر کے پاس رہ کر خیال خوانی کے ذریعے تل ابیب میں اس ٹیم سے کام لیتی رہے گی۔ جب کہ وہ حقیقتاً ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں آرام فرما رہی ہوگی۔

وہ تمام معاملات طے کرنے کے بعد اپنی ایک ڈی کے پاس آئی۔ اسے سپر ماسٹر اور دوسرے عہدیداران سے ہونے والی گفتگو تفصیل سے سنائی۔ ڈی نے کہا۔ "آپ اطمینان رکھیں۔ میں وہاں آپ کا رول بخوبی ادا کروں گی۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے مقامی ائرلائن کے دفتر میں گئی پھر اس نے ڈی شی تارا کے لیے ایک طیارے میں سیٹ مخصوص کرا دی۔ اس کے بعد مطمئن ہو کر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔

اسرائیل میں اس کی تین اہم مصروفیات کا آغاز ہونے والا تھا۔ ان تین میں سے ایک مصروفیت فارمولوں کے سلسلے میں تھی۔ دوسری یہ کہ وہ یہودی خفیہ تنظیم کو بے نقاب کرنا چاہتی تھی۔ تیسری یہ کہ اسے ایک خیال خوانی کرنے والی ہستی کی ضرورت تھی اس لیے وہ کسی طرح مرینا کو ڈھونڈ کر اسے اپنے قابو میں کرنا چاہتی تھی۔ ان سب کے علاوہ وہ عادل کو بھی اپنے زیرِ اثر رکھنا چاہتی تھی۔

ان مقاصد کے لیے لازمی ہو گیا تھا کہ وہ دن رات خیال خوانی کے ذریعے ان تمام ماتحتوں سے رابطہ رکھے' جو سپر ماسٹر کی ٹیم سے تعلق رکھنے والے تھے۔ وہ یقین سے سوچ رہی تھی کہ ذہانت' حاضر دماغی سے کام لے کر کامیاب ہوتی رہے گی۔ ویسے کامیابی کے سلسلے میں ایک بات کھٹکتی تھی کہ وہ پچھلے کئی معاملات میں ناکام رہی تھی اور ان تمام ناکامیوں کی صرف ایک وجہ تھی۔ وہ ہیروں سے محروی۔ وہ دو ہیرے اس کے سر کا تاج ہوں گے تو خوش بختی لائیں گے چونکہ وہ اب تک سر کا تاج نہیں بن پائے تھے اس لیے نحوست طاری تھی۔ ناکامیاں مقدر بن گئی تھیں۔ جوتش نے بھی یقین دلایا تھا کہ خوش بختی لانے کے لیے ان دو شبیہ ہیروں کو حاصل کرنا اور انہیں اپنے زلفوں کی زینت بنانا لازمی ہے۔

وہ ہیرے پاتال میں ہوتے تو وہ زمین کے اندر ہزاروں فٹ گہرائی میں جا کر لے آتی۔ سمندر کی تہ میں جاتی اور بند بکس اندر سے اسے نکال لاتی حتیٰ کہ جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے گزر کر انہیں حاصل کر لیتی لیکن وہ دو چشمی ہیرے پارس کے پاس تھے۔ پارس تک پہنچنے کے لیے وہ اپنی انا' غرور' ضد اور ہٹ دھرمی کے پل صراط سے گزر رہی تھی اور گزرنے کے دوران یہ پریشانی مسلط رہتی تھی کہ وہ اس کی زندگی میں آنے والا اس کا مزاج مذہب بدل دے گا۔

وہ تھکے ہوئے انداز میں بستر پر آکر لیٹ گئی۔ اس نے کمزوری کو وہ ابھی تک سمجھ نہیں پائی تھی کہ جب بھی پارس کے متعلق سوچتی تھی تو بستر پر آکر لیٹ جایا کرتی تھی' جیسے پارس اور وہ لازم و ملزوم ہوں۔"

وہ دو چشمی ہیرے حاصل کرنے کے لیے پارس سے برابر رابطہ رکھنا چاہتی تھی مگر ڈرتی بھی تھی کہ اس سے باتیں کرتے وقت اس کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ عقل کہتی تھی کہ وہ دل کی بات نہ جائے ورنہ ہیرے کبھی حاصل نہیں کر سکے گی۔ بہتر ہے کہ مضبوط رکھے اور جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہے تو رفتہ رفتہ دل سے پارس کی اہمیت کم ہوتی جائے گی۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے پاشا کے دماغ میں آئی۔ اس کے قریب ہی رہتا تھا۔ شی تارا نے جس کوٹھی میں قیام کیا اسی کوٹھی کی انیکسی میں پاشا رہا کرتا تھا۔ اس وقت وہ کوٹھی لان میں ٹہل رہا تھا۔ شی تارا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میں آ رہی ہوں۔ اس کی آواز سننے سے معلومات حاصل ہوتی رہیں گی۔ مجھے اس کی آواز سننا چاہیے اور میں ابھی سنوں گا۔"

"لیکن پارس تو اپنی آواز اور لہجہ بدلتا رہتا ہے۔ میں نے صومالیہ سے واپس آکر آخری بار پیرس میں اس کی جو آواز سنی تھی' وہی مجھے یاد ہے۔"

شی تارا نے وہی آواز سننے پر اسے مائل کیا۔ وہ سر جھکا کر پارس کا تصور کرنے اور اس کے لہجے کو ذہن میں دہرانے لگا۔ شی تارا اس کے اندر بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس نے پارس کی آواز سنی۔ وہ کسی سے کہہ رہا تھا "ہم نے سب سے پہلے مافیا تنظیم کی گاڈمدر کو ٹرانسپیرنٹ دیکھا۔ پہلی نظر میں ایسا ہی لگا جیسے گاڈمدر کی روح آگئی ہے لیکن نہ وہ روح تھی اور نہ وہ گاڈمدر خود وہاں آئی تھی۔"

کسی نے پوچھا۔ "اگر وہ روح نہیں تھی اور خود بھی نہیں آئی تھی تو پھر کیسے نظر آرہی تھی؟"

پارس نے کہا۔ "میں نے اور علی نے اس پر غور کیا تو جلد ہی سمجھ میں آگیا کہ گاڈمدر ایک ٹی وی کیمرے کے سامنے رہتی ہے۔ وہ کیمرا اس کے عکس کو دوسری جگہ منتقل کرتا ہے اس سلسلے میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ کیمرا تو عکس کو ٹی وی اسکرین تک لاتا ہے پھر گاڈمدر اسکرین سے باہر آکر کھلی فضا میں ٹہلتی ہوئی اس پولیس افسر کے کمرے میں کیسے پہنچ گئی تھی۔"

"ہاں۔ یہ بات نہ سمجھ میں آنے والی ہے۔"

"ہم سائنس کے انتہائی ترقی یافتہ دور میں ہیں اس لیے یہ نہ کہا جائے کہ کوئی بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ میں نے اور علی نے دن رات کی محنت سے یہ آلہ تیار کیا ہے۔ اس آلے کے ذریعے عکس کو اسکرین سے باہر لایا جا سکتا ہے۔ مافیا کی گاڈمدر کے پاس بھی ایسے منی کیمرے اور آلات موجود ہیں۔"

پارس کی باتوں کے دوران کوئی اور بھی بول رہا تھا پھر اس کے جواب میں بھی ایک اور شخص بولتا جا رہا تھا۔ شی تارا نے اندازہ لگایا کہ کچھ لوگ پارس کو ویڈیو فلم کے ذریعے کہیں بیٹھے دیکھ رہے ہیں یا اس کی آواز ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے سن رہے ہیں۔

شی تارا نے پاشا کی سوچ میں کہا۔ "مجھے پارس کے علاوہ اور کچھ لوگوں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں' مجھے ان بولنے والوں کی آوازوں کو گرفت میں لینا چاہیے۔"

پاشا نے ان آوازوں کی طرف توجہ دی تو وہ صاف سنائی دینے لگیں۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "تم ہمارے ملک کے نامور اور ذہین سراغرساں ہو۔ تم نے بڑی چالاکی سے پارس اور فرانس کے انٹیلی جنس کے چیف کی گفتگو ریکارڈ کی ہے۔"

سراغرساں کی آواز سنائی دی۔ "سر! میں نے چیف کے دفتر میں ڈی ٹیکٹو آلہ چھپا دیا تھا۔ مجھے زیادہ موقع نہیں ملا ورنہ میں وہاں منی کیمرا چھپا کر رکھتا تو ابھی آپ اسکرین پر پارس کے ساتھ آہر ہندوستانی فلمیں بہت دیکھنے لگا ہوں۔ مجھے اپنی قوتِ سماعت و بصارت کو بھی آزماتے رہنا چاہیے۔"

پاشا کی سوچ نے کہا۔ "وہ تو میں آزما رہا ہوں۔ پہلی بار ایک فلم میں ہیما مالنی کو دیکھا تو رشک گیا۔ کیا غضب کا حسن اور شباب ہے! اسکرین پر اس کی آواز سنتے ہی میں نے ٹی وی کی آواز بند کر دی پھر کان لگا کر سننے اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگا کہ ابھی ہیما کہاں ہوگی؟ کیا کر رہی ہوگی اور کیا بول رہی ہوگی؟

شی تارا اس کی سوچ کی لہروں کو سن رہی تھی اور یہ معلوم کر رہی تھی کہ پاشا تنہائی میں کیسی کیسی حرکتیں کرتا ہے۔ اس نے خالی میں ہیما مالنی کی آواز سن لی تھی۔ وہ فلم کے ایک پروڈیوسر سے کہہ رہی تھی۔ "شرما جی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں انڈین فلم انڈسٹری میں سب سے ناپ کے ہیروئن سمجھی جاتی ہوں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں آپ کی فلم میں ہیرو کی ماں کا کردار کروں؟"

پروڈیوسر کی آواز سنائی دی۔ "ہیما جی! آپ دس برس پہلے ٹاپ پر تھیں لیکن سری دیوی' جیا پرادا اور ریکھا کے سامنے آپ اسکرین پر کچھ زیادہ عمر والی لگتی ہیں۔ آپ کو پچھلے دس برس سے بک اپ کے ذریعے جوان لڑکی بنا کر پیش کیا جا رہا ہے مگر فلم دیکھنے والے ادھے نہیں ہیں۔ اب وہ نئی ہیروئنوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔"

ہیما مالنی نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مجھ جیسی عورتیں ہمیشہ اپنے آپ کو جوان سمجھتی ہیں۔ میں نے چودہ برس پہلے فلم محبوبہ میں کام کیا تھا۔ اس وقت کتنی جوان تھی اب بھی خود کو ویسی ہی جوان لڑکی سمجھتی ہوں۔"

ذرا دیر خاموشی رہی پھر وہ بولی۔ "میں نے بہت عمر گزارنے کے بعد بھی عقل نہیں سیکھی۔ دھرم (دھرمیندر) نے عشق کیا تو میں پھر خود کو کنواری چھوکری سمجھنے لگی۔ اس سے شادی کر لی۔ اس کی ایک بیٹی پیدا کی لیکن دھرم کا عشق سرد پڑ چکا ہے۔ فلم دیکھنے والے مجھے باہر سے دیکھتے ہیں۔ دھرم نے اندر سے میرے بڑھاپے کو دیکھ لیا ہے۔"

پھر وہ ذرا خاموش رہ کر بولی۔ "اچھی بات ہے شرما جی! میں آپ کی فلم میں ماں کا رول کروں گی۔"

پاشا نے ہیما کی آوازوں سے توجہ ہٹا لی پھر اس کی آواز سنائی نہیں دی۔ پاشا نے ناگواری سے سوچا۔ "یہ فلمی ہیروئنیں ہیرے کی طرح جگمگاتی ہیں۔ انہیں قریب سے دیکھو تو پتا چلتا ہے کہ یہ ہیرے نہیں کانچ کے ٹکڑے ہیں۔"

شی تارا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے کسی ہیروئن کے متعلق نہیں پارس کے بارے میں سوچنا چاہیے۔"

"اب میں پارس کے بارے میں سوچ کر اس کی آواز سن کر کیا کروں گا؟ مجھے اس سے دور رہنا چاہیے۔"

شی تارا نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔ "میں تو اس سے دور ہی ہوں۔ اس کی آواز سننے سے معلومات حاصل ہوتی رہیں گی۔ مجھے اس کی آواز سننا چاہیے اور میں ابھی سنوں گا۔"

ان آلات کو بھی دیکھ رہے ہوتے جو کسی کے بھی عکس کو منتقل کرنے کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔"

شی تارا پاشا کے ذریعے یہ گفتگو واضح طور سے سن رہی تھی اس نے محسوس کیا کہ سراغرساں کی آواز کچھ کمزور سی ہے پھر اس کی صفائی بھی ستائی دی۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچی تو پتا چلا وہ سراغرساں بیمار ہے اور اس وقت ماسک مین کے سامنے بیٹھا ہوا ایک کیسٹ کے ذریعے پارس کی باتیں سن رہا ہے اور ماسک مین کو سنا رہا ہے۔ اسی وقت ماسک مین نے ریکارڈر کو آف کردیا۔ پارس کی آواز بند ہوگئی۔

شی تارا پارس سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ اس سے رابطہ ہوتے ہی سلسلہ ماسک مین تک پہنچ گیا پھر دو اہم باتوں کا انکشاف ہوا۔ ایک یہ کہ پارس اور علی نے انسانی عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے کچھ جدید آلات تیار کیے ہیں اور ایسے آلات مافیا تنظیم والے بھی تیار کرچکے ہیں۔

دوسری اہم بات یہ تھی کہ ماسک مین اس وقت اپنی رہائش گاہ میں بیٹھا واڈکا پی رہا تھا یعنی اس کے دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ بڑے آرام سے اس کے اندر پہنچ گئی۔

وہ نیا ماسک مین تھا۔ اس سے پہلے جو ماسک مین تھا' وہ اپنی طبعی عمر پوری کرکے مرچکا تھا۔ موجودہ ماسک مین اگرچہ یوگا کا ماہر تھا لیکن ایک طویل عرصے سے دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے ٹکراؤ نہیں ہورہا تھا' کوئی دشمن اس کے ملک کا رخ نہیں کررہا تھا اس لیے وہ کبھی کبھی پینے لگا تھا۔ جس رات پتا چلا تھا اس کے تین دنوں تک اچھی خاصی ورزش کرکے یوگا کی مہارت کو بحال کرلیتا تھا۔

شی تارا کو بھلا اس سے اچھا موقع اور کیا ملتا؟ وہ ماسک مین کے ذریعے روس کے بہت سے معاملات میں سیاہ وسفید کی مالک بن سکتی تھی اور سب سے اہم بات یہ کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا تک پہنچ سکتی تھی۔

ماسک مین نے اس کی مرضی کے مطابق سراغرساں سے کہا۔ "ٹھیک ہے تم جاؤ۔ میں یہاں کے معروف سائنس دان اور مکینک کو پارس کا یہ کیسٹ سناؤں گا۔ وہ اس موضوع پر غور کریں گے کہ عکس کو اسکرین کے باہر اپنے مطلوبہ مقام تک کیسے منتقل کیا جاتا ہے۔"

سراغرساں وہاں سے چلا گیا۔ ماسک مین واڈکا کا آخری گلاس پی رہا تھا کیوں کہ اس کے بعد معمول اور تابعدار بن کر شراب چھوڑنے والا تھا۔ شی تارا نے گلاس ختم کرانے کے بعد اسے بستر پر پہنچا دیا پھر اس نے عمل کرنے کے دوران یہ معلوم کیا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو کس طرح ایک بہت بڑے محل میں نظر بند رکھا گیا ہے۔

اس محل میں اسے ہر طرح کا عیش و آرام تھا۔ وہاں اس کی ہر ضرورت پوری کی جاتی تھی صرف کسی انسان سے ملنے نہیں دیا جاتا تھا۔ محل کے باہر جو مسلح پہرے دار تھے وہ بھی اندر نہیں جاتے تھے۔ ایسے الیکٹرونک انتظامات تھے کہ کوئی پرندہ فضا میں پرواز کرتا ہوا محل کی چھت پر جانا چاہتا یا کیڑے مکوڑے زمین پر رینگ کر اندر پہنچنا چاہتے تو سیکوریٹی روم میں سگنل ملنے لگتا تھا۔ وہاں کے ایک درجن ٹی وی اسکرین پر محل کے ہر حصے کا منظر واضح ہوجاتا تھا۔ یوں رینگنے والے کیڑے مکوڑے بھی نظر آجاتے تھے وہاں کوئی کیڑا ہو یا انسان۔ وہ خودکار نظام کے ذریعے ہلاک کردیا جاتا تھا۔

صرف ماسک مین ہی ایوان راسکا سے ملاقات کرتا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ماسک مین سے تمام اہم معاملات پر مشورہ کرتا تھا لیکن جب وہ کسی حسینہ کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا تو ماسک مین ایک بیلی کاپٹر میں کسی حسینہ کو لے کر آتا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر محل کی چھت پر اترتا تھا' ماسک مین اندر آکر اس حسینہ کو ایوان راسکا کے پاس پہنچا کر سیکورٹی روم میں آجاتا تھا پھر وہ مختلف اسکرین پر انہیں دیکھتا رہتا تھا تاکہ وہ حسینہ اس کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اس سے پہلے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

شی تارا نے اس کے دماغ سے ان تمام اہم افسران کے نام اور فون نمبر معلوم کیے جو ایوان راسکا کی نگرانی اور حفاظت کے ذمے دار تھے پھر اس پر ضروری تنویمی عمل کرکے اسے سلا دیا۔

پاشا تابعدار تھا۔ شی تارا اس کی سوچ کے ذریعے اسے جو کچھ سونپ دیتی تھی وہ اسی کام سے لگا رہتا تھا۔ اس وقت بھی وہ کام لگائے بیٹھا تھا لیکن پارس کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس کی سوچ میں بولی۔ "مجھے عقل سے کام لینا چاہیے۔ اتنی دیر سے اس کی آواز نہیں آرہی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ملک میں ہے جہاں اس وقت رات زیادہ گزر چکی ہے اور وہ گہری نیند سو رہا ہے۔ اب میں چھ گھنٹے بعد اس کی آواز سنوں گا۔"

شی تارا دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ پاشا جس لہجے کو گرفت میں لے کر پارس کی گفتگو سنتا رہا تھا وہ اب پارس کا موجودہ لہجہ نہیں تھا' اگر ہوتا تو پاشا کیسٹ ریکارڈر والی گفتگو نہ سنتا۔ کہیں گہری نیند سونے والے پارس کے پاس پہنچتا۔ خیال خوانی کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں ثابت ہوگیا کہ پارس نے اپنی آواز اور لہجے کو بدل لیا ہے۔

وہ دو چشمی ہیرے کھٹک رہے تھے۔ انہیں حاصل کرنا لازمی ہوگیا تھا۔ آگے بڑے مسائل اس کے انتظار میں تھے۔ بڑے بڑے مرحلوں سے گزر کر اسے کامیابیاں حاصل کرنی تھیں اور یہ مبارک مواقع اس وقت حاصل ہوتے جب وہ دونوں ہیرے اسے حاصل ہوجاتے۔

وہ بڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے سونیا ثانی سے رابطہ کیا۔ ثانی نے پہلی بار سانس روک لی۔ ایک منٹ کے بعد اسے دوسری بار محسوس کرکے بولی۔ "کون ہو تم؟"

"میں شی تارا ہوں۔ پارس سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر پارس کے پاس جاؤ۔"

"میں نے کوشش کی تھی لیکن اس نے آواز اور لہجہ بدل لیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے' وہ تم سے باتیں کرنا نہ چاہے۔"

"تم میری انسلٹ کررہی ہو۔ میں کوئی ایسی ویسی نہیں ہوں کہ کوئی مجھ سے باتیں کرنے سے انکار کردے۔"

"وہ کوئی نہیں ہے' پارس ہے' وہ پارس جسے تم دشمن سمجھتی ہو۔ کیا اس سے صلح کرنے آئی ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔ پلیز اس سے باتیں کراؤ۔"

"تم اچھی بات ہے۔ دس منٹ کے بعد آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ صبح کے چار بجے تھے۔ ثانی' علی' صفورا اور پارس جھیل کے کنارے دوڑ لگا رہے تھے اور مختلف قسم کی ورزش کررہے تھے۔ شی تارا کے آنے اور جانے کے دوران ثانی ایک جگہ بیٹھ گئی تھی۔ اس نے پارس کو مخاطب کیا۔ "اے ہیرو! ادھر آؤ۔"

وہ بولا۔ "آج کا دن اچھا ہے۔ تم نے علی کو چھوڑ کر مجھے ہیرو بنالیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "لوگ ضرورت کے وقت گدھے کو بھی باپ بنالیتے ہیں اور تم ایسے گدھے ہو کہ ہیرو کہنے کے باوجود گدھے ہی رہو گے۔"

وہ قریب آتے ہوئے بولا۔ "کیا میں ایسا گدھا ہوں کہ کچھ بھی کہہ دو گی تو گدھا ہی رہوں گا۔"

وہ تنبیہ کے انداز میں ایک انگلی دکھا کر ہنستی ہوئی بولی۔ "خبردار آگے نہ کہنا۔ میں سمجھ گئی ہوں' تم مجھ سے کیا کہلواؤ گے کام کی بات کرو۔"

وہ جھیل کے کنارے گھاس پر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "کام کی بات کیا ہے؟"

"تمہاری وہ چہیتی ابھی آئی تھی۔"

"کیا کہہ رہی تھی؟"

"تم نے اس کا نام نہیں پوچھا۔"

"میں نے تمہارے آس پاس کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔ ظاہر ہے وہ دماغ میں آئی ہوگی اور یوں آنے والی صرف شی تارا ہے۔"

"کیا وہ بار بار نہیں ہو سکتی؟"

"تم نے چہیتی کہا ہے اور بار بار چہیتی بننا ہی نہیں چاہتی۔"

"بھئی الپا اور مرینا بھی تمہاری وہ رہی ہیں۔ وہ یعنی کہ وہ۔"

"وہ کبھی وہ تھیں مگر اب وہ نہیں ہیں۔ تم خواہ مخواہ وہ باتیں کر کے میرا موڈ بھی وہ کررہی ہو اور وقت بھی وہ کررہی ہو۔ اگر تم چار بار جلدی جلدی وہ وہ منہ اٹھا کر کہو گی تو بھونکتی ہوئی دکھائی دو گی۔"

وہ گھور کر اسے دیکھنے لگی۔ اسی وقت شی تارا آگئی۔ ثانی نے کہا۔ "شی تارا میرے پاس آئی ہے اب تمہارے پاس پہنچ رہی ہے۔"

پارس نے کہا۔ "وہ آئیں ہماری کھوپڑی میں خدا کی قدرت ہے۔ کبھی ہم ان کی سنیں گے کبھی ان کو سنائیں گے اور خوب سنائیں گے۔" شی تارا نے اس کے اندر آکر کہا۔ "بڑی زندہ دلی سے بول رہے ہو۔"

"میں ہمیشہ ہی زندہ دل رہتا ہوں۔ مردہ دل مجھے خاک نہیں سمجھتے۔"

"میں مردہ دلی اور خودغرضی پیچھے چھوڑ کر آئی ہوں۔"

"میکے واپس جاؤ گی تو پھر یہی بیماریاں لگ جائیں گی۔ قسم کھاؤ' واپس نہیں جاؤ گی۔"

"پلیز' سنجیدہ ہو جاؤ اور اس مسئلے پر غور کرو' آخر ہم کب تک جدا رہیں گے؟"

"جب تک ہمارا نکاح نہیں پڑھایا جائے گا۔ میری طرف سے شادی کے بعد بھی تمہارا دھرم سلامت رہے گا۔"

"باتیں بنا کر مجھے نہ الجھاؤ۔ مسجد کے اندر پوجا کی گھنٹیاں نہیں بجتیں۔ مسلمان کے گھر میں ہندو عورت کا دھرم کمزور ہوتا رہنے گا۔ اس حقیقت سے انکار نہ کرو۔"

"بے شک' قیامت آجائے' تب بھی مسجد میں گھنٹیاں نہیں بجیں گی۔ ہندوستان میں ہندو مسلمان کی شادیوں کی قانونی اجازت ہے۔ تم اپنے ملک کے قانون کا احترام کرو اور مجھ سے شادی کرکے میری گھنٹیاں بجاتی رہو۔"

"شادی کیا ضروری ہے۔ ہم اچھے دوست بن کر رہ سکتے ہیں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ بیوی بچوں کے اخراجات سے بچا رہوں گا۔"

"میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"اگر ملنے سے تمہاری مراد یہ ہے کہ میرے روبرو آنا چاہتی ہو تو میں کبھی یقین نہیں کروں گا۔"

"یقین نہ کرنے کی وجہ؟"

"مجھے جناب علی اسد اللہ تبریزی کی پیش گوئی پر اعتماد ہے۔ تم سات برس بعد ہی اصلی روپ میں ملو گی۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر پیش گوئی درست ہو۔ اگر میں شام تک تمہارے سامنے چلی آؤں تو؟"

"تو میں فراڈ کو سمجھ لوں گا۔ یہ تو یاد ہوگا کہ میں تمہاری مہک سے تمہیں پہچان سکتا ہوں؟"

وہ ہنس کر بولی۔ "اب نہیں پہچان سکو گے۔ میں نے اپنا آپریشن کرایا ہے جس کے نتیجے میں میرے بدن کی بو تبدیل ہوگئی

ہے۔"

"میں بھی اپنا آپریشن کرانے کے بعد تم سے ملوں گا۔ آپریشن کے نتیجے میں میرے اندر کا زہر ختم ہو جائے گا۔ وصال کے لمحات میں یہ شکایت نہ کرنا کہ میں وہ پارس نہیں ہوں' جس کی زہریلی کشش تمہیں دیوانہ بناتی ہے۔"

"یعنی تم اپنی ڈی کو میرے پاس بھیجو گے!"

"ظاہر ہے ڈی شی تارا سے پارس کی ڈی ہی ملاقات کرے گی۔"

"پارس! میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ....."

"فضول قسمیں کھا کر میرا اور اپنا وقت برباد نہ کرو۔ میں تمہاری مخصوص بو کے بغیر دنیا کی کسی شی تارا پر بھروسا نہیں کروں گا۔"

"میں نے تمہارا ایک اہم راز معلوم کیا ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔ معلومات میں اضافہ ہوتا رہنا چاہیے۔"

"تم مذاق سمجھ رہے ہو۔ میں نے وہ عکس مطلوبہ جگہ منتقل کرنے والی تکنیک معلوم کی ہے۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ آئندہ ہم تم عکس بن کر ایک دوسرے کی تنہائیوں میں آسکتے ہیں۔ عکس کا کوئی مذہب یا دھرم نہیں ہوتا۔ ہم عکسی شادی کریں گے اور عکسی سہاگ رات منائیں گے۔ اس طرح تمہارا دھرم تمہارے پاس محفوظ رہے گا۔"

"کیا تم یہ نہیں پوچھو گے کہ مجھے تمہارا یہ راز کیسے معلوم ہو گیا؟"

"یہ کوئی راز ہے ہی نہیں۔ ہم سے پہلے مافیا تنظیم کی گاڈ مدر ٹریسا کئی بار اس کا مظاہرہ کر چکی ہے۔"

"تم مجھے مایوس کر رہے ہو۔ میں تو تمہیں بتانے آئی تھی کہ تم کسی کے سامنے عکس کو منتقل کرنے والے آلات اور ان کے استعمال کے طور طریقوں پر گفتگو کر رہے تھے۔ یہ گفتگو ایک سراغرساں نے کیسٹ میں ریکارڈ کر کے ماسک مین تک پہنچائی ہے۔"

"اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ماسک مین تک پہنچی ہوئی ہو۔ تمہاری نظر اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا پر ہو گی۔"

شی تارا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اسے پارس کے سامنے اپنی کامیابیوں کا ذکر نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ بولی۔ "ہماری آج کی دنیا میں یہی ہو رہا ہے۔ جسے دیکھو وہی کسی نہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا غلام بنانے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ تم لوگوں کو موقع ملتا ہے تو تم بھی یہی کرتے ہو۔"

"ہم جسے ٹریپ کرتے ہیں' اسے آزادی سے زندگی گزارنے کے لیے رہا کر دیتے ہیں۔ بے چارہ ایوان راسکا ایک گوشے میں سکون سے ہے۔ اسے سکون سے رہنے دو۔ کیوں اسے ماسک مین کے محل سے نکالنے پر تلی ہوئی ہو۔ وہ باہر آئے گا تو پیشہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح خوار ہوتا رہے گا۔"

"تم کہاں کی باتیں لے بیٹھے؟ دوسری بات کرو۔"

"تم اتنی دیر سے باتیں کر رہی ہو مگر تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ دو چشمی ہیروں کا ذکر کیسے چھیڑا جائے۔"

"ان ہیروں کے لیے اطمینان ہے' تم نے پچھلی بار کہا تھا کہ دونوں ہیرے تمہارے پاس میری امانت ہیں۔"

"بے شک سات برسوں تک وہ میرے پاس امانت کے طور پر رہیں گے اور وہ تمہیں ہی ملیں گے۔"

"ہاں اس اطمینان کے باوجود مجھے ان سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔ وہ مجھے آج مل جائیں تو آج ہی سے میرے دن پھر جائیں گے۔ خوش بختی ایسی نصیب ہو گی کہ تمام نحوستیں دور ہو جائیں گی۔ پلیز پارس! مجھے اپنی کنیز سمجھ کر وہ ہیرے مجھے دے دو۔"

"دو چشمی ہیرے دو ہی صورتوں میں حاصل ہو سکتے ہیں کہ میں اپنی خوشی سے انہیں تمہارے حوالے کر دوں یا پھر تم کسی حکمت عملی سے انہیں مجھ سے چھین لو۔"

"جو کام محبت سے ہو سکتا ہے اسے عداوت سے نہیں کروں گی۔"

"تم میرے اندر رہ کر دیکھ رہی ہو کہ میں پیرس میں اس جھیل کے کنارے ہوں اور یہاں بنے ہوئے کاٹیجوں میں سے ایک کاٹیج میں ہوں۔ تم یہاں آؤ اور محبت سے انہیں لے جاؤ۔ وہ دونوں ہیرے ہمیشہ میرے پاس رہتے ہیں۔ خود نہ آنا چاہو تو کرائے کے قاتل بھیج دو۔ کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔ اب جاؤ۔"

اس نے سائس روک لی۔ وہ اپنی جگہ واپسی طور پر حاضر ہو گئی۔ اب اسے فیصلہ کرنا تھا کہ وہ محبت سے انہیں حاصل کرے گی یا کرائے کے قاتلوں کو بھیج کر عداوت کا راستہ اختیار کرے گی۔ مشکل تھی۔ دل عداوت پر راضی نہیں تھا اور یہی دل محبت سے ڈرتا بھی تھا۔

○☆○

بلیک آدم نے حوالات میں آ کر جے پرگولا کو بڑی خوش وار ننگ دی تھی۔ اس سے کہا تھا اگر وہ عکس منتقل کرنے اور بیک لوٹنے والوں کی نشاندہی نہیں کرے گا تو اسے ٹارچر سیل میں بھیج جائے گا پھر ایسی ایسی ذہنی اور جسمانی اذیتیں دی جائیں گی جنہیں وہ برداشت نہیں کر سکے گا اور مجرموں کی نشاندہی کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

بلیک آدم اسے ایک گھنٹے کی مہلت دے کر گیا تھا۔ ایک گھنٹے بعد حوالات میں آیا تو پتا چلا جے پرگولا آہنی سلاخوں کے دروازے سے نکل کر تھانہ انچارج کے ساتھ چلا گیا ہے۔ اس نے گارڈ سے پوچھا۔ "وہ کہاں گیا ہے؟ تھانہ انچارج کو یہ اختیار کس نے دیا؟"

وہ ایک ملزم کو اپنے ساتھ حوالات سے باہر لے جائے! تمام سپاہی سہمے ہوئے تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ایک انسپکٹر کو لے کر کہاں گیا ہے۔ بلیک آدم نے فون کے ذریعے ٹیری اسٹرلنگ سے کہا۔ "بک برادر! جے پرگولا قید سے نکل کر تھانہ انچارج کے ساتھ کہیں چلا گیا ہے۔"

ٹیری نے پوچھا۔ "کیا وہ تھانہ انچارج کو کسی دباؤ کے تحت لے گیا ہے؟"

"سپاہیوں کا بیان ہے کہ دونوں مسکراتے اور باتیں کرتے ہوئے تھانے کی کسی گاڑی میں بیٹھ کر گئے ہیں۔"

"پرگولا کے ساتھ جو وچ لیڈی تھی وہ کہاں ہے؟"

"وہ حوالات میں ہے۔"

"اس کے پاس جاؤ' باتیں کرو اور اس کی آواز سناؤ۔"

بلیک آدم نے حکم کی تعمیل کی۔ حوالات کے دوسرے کمرے میں وچ لیڈی ایلا کلانسی کے پاس آ کر بولا۔ "تمہارا ساتھی جے پرگولا یہاں سے فرار ہو گیا ہے۔ ہمیں بتاؤ' وہ کہاں گیا ہو گا؟"

"وہ کمینہ مجھے یہاں چھوڑ گیا ہے جب کہ وہ میرا مہمان تھا۔ میرے پاس رہ کر میرا نمک کھا رہا تھا۔ وہ شاید ابھی میرے گھر گیا ہو گا۔ مگر نہیں' وہ بہت چالاک ہے۔ ایسی کسی جگہ نہیں جائے گا' جہاں گرفتاری کا اندیشہ ہو۔"

ٹیری نے بلیک آدم سے کہا۔ "مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے۔ تم جا کر آرام سے بیٹھو' میں ابھی آتا ہوں۔" وہ وچ لیڈی کے دماغ میں آیا تو جے پرگولا کی حقیقت معلوم ہوئی۔ ایکسرے مین بھی اس کے چور خیالات سے معلوم کر رہا تھا کہ جے پرگولا نے واشنگٹن میں ایک خفیہ تنظیم بنائی ہے۔ اس تنظیم کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں جیری اور تھرہال دو خیال خوانی کرنے والے جوان ہیں۔ خود جے پرگولا شیطانی ہپناٹزم کا ماہر ہے۔ کمزور ارادوں والی عورتوں اور مردوں کو اپنی آنکھوں کے ذریعے ایک منٹ میں سحرزدہ کر دیتا ہے۔"

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نے مرینا کو بھی اپنی شیطانی چالوں سے پھانس لیا تھا لیکن وہ قتل ایبیب آ کر اس کے سحر سے نجات حاصل کر چکی تھی۔ وہ اس شہر میں اسے ڈھونڈنے آیا تھا۔ ساتھ ہی فارمولے بھی حاصل کر لینا چاہتا تھا۔

ٹیری آدم نے یہ تمام باتیں بلیک آدم کو بتائیں۔ ایکسرے مین اپنے ان ماتحتوں کے دماغوں میں چھپا ہوا ان کی باتیں سن رہا تھا اور اس سلسلے میں ان کی رائے معلوم کر رہا تھا۔ بلیک آدم نے کہا۔ "میں سب سے اہم بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ پرگولا محض ایک جادوگر نہیں ہے' اس کی دونوں مٹھیوں میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

ٹیری نے کہا۔ "اور وہ تیسری ٹیلی پیتھی جاننے والی مرینا کی تلاش میں ہے۔ اب ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے' کیا پرگولا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہیری کو ٹریپ کیا ہے؟"

"میں' اگر ہیری کا..... کر تابوت میں ہوتا تو پرگولا سمندر کے کنارے ہیری کا تعاقب نہ کرتا۔"

"تو پھر مرینا نے ہیری کو ٹریپ کیا ہے۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "ہیری کے فون پر میں نے جس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی باتیں سنی ہیں' ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مرد ہے اور اس سے پہلے بھی ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہیری کو اپنا تابعدار بنایا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے' ہمارے ملک میں اور خاص طور پر اس شہر قتل ایبیب میں ٹیلی پیتھی جاننے والی بے شمار بلائیں آ گئی ہیں۔"

"ٹیلی پیتھی کی بلاؤں کے علاوہ عکس منتقل کرنے والے بھی بلا کے خطرناک ہیں۔ اگرچہ انہیں بینک کی لوٹی ہوئی رقم نہ مل سکی تاہم انہوں نے اس سے بھی زیادہ اہم چیز یعنی کہ وہ فارمولے حاصل کیے ہیں۔ فارمولوں کے معاملے میں پہلی کامیابی اس نامعلوم گروہ کو ہوئی ہے۔"

ان کی باتوں کے دوران تھانے کا انچارج واپس آ گیا۔ بلیک آدم کو دیکھ کر گھبرایا' پریشان ہوا پھر بولا۔ "سر! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ کمبخت جادو جانتا ہے۔ مجھے کچھ پتا ہی نہ چلا کہ میں کہاں ہوں جب ہوش میں آیا تو تھانے کی جیپ میں ایک سرائے کے سامنے تھا۔ جے پرگولا جیپ سے اتر گیا تھا پھر کوئی جادوئی قوت مجھے وہاں سے یہاں واپس آنے پر مجبور کرتی رہی اور میں یہاں چلا آیا۔"

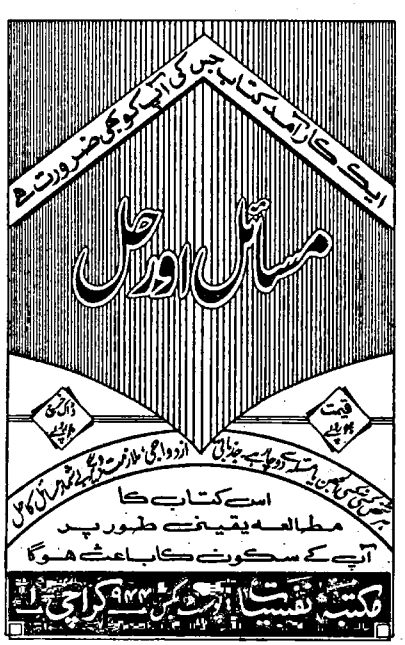

"تم نے کون سی سرائے کے سامنے پرگولا کو چھوڑا تھا؟"

"یہاں سے پچاس میل دور کیبوز سرائے کے سامنے۔"

"اس کا مطلب ہے' پرگولا یرو ظلم کی طرف گیا ہے لیکن وہ بھیس بدل کر پھر واپس آئے گا کیوں کہ فارمولے اسی شہر سے حاصل کرے گا اور مرینا بھی اُسے یہیں ملے گی کیوں کہ وہ بھی فارمولوں کے چکر میں ہوگی۔"

ٹیری آدم نے کہا۔ "وچ لیڈی ایلا کلانسی کو رہا کردو۔ اس کے خیالات سے پتا چلا ہے کہ وہ پرگولا کے ساتھ ایک قبرستان میں کالا عمل کرنے والی ہے۔ پرگولا کو یقین ہے کہ اس کالے جادو سے مرینا کھنچی چلی آئے گی اور پھر اس کی کنیز بن جائے گی۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "پرگولا اب محتاط رہے گا۔ کالا جادو کرنے کے لیے وچ لیڈی سے نہیں ملے گا۔"

ٹیری نے کہا۔ "لیکن میں وچ لیڈی کے اندر رہ کر اسے مجبور کروں گا کہ وہ کالے جادو کے ذریعے پرگولا کا سراغ لگائے۔ اگر ایسا نہ کر سکی تب بھی میں یقین سے کہتا ہوں کہ پرگولا ہر حال میں مرینا کو حاصل کرنا چاہے گا۔ اس کے لیے کسی قبرستان میں جا کر عمل کرے گا۔ ان کے شیطانی دستور کے مطابق کل کی اندھیری رات کالے جادو کے لیے نہایت موزوں ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو میں اس ملک کے ہر قبرستان میں اغیلی جنس والوں کا جال بچھا دوں گا۔"

فی الحال پرگولا کو گھیرنے اور پکڑنے کے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو وچ لیڈی تھی۔ اس کے ذریعے پرگولا تک پہنچنے کی توقع تھی۔ دوسرا یہ کہ وہ مرینا کو اپنے پاس بلانے کے لیے قبرستان میں کالا عمل کرنے آئے۔ ٹیری آدم اور بلیک آدم نے یہ طے کیا کہ وہ قبرستان میں آئے گا تو اسے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ چھپ کر تماشا دیکھا جائے گا۔ اگر کالا جادو واقعی کام کرے گا اور چھپی ہوئی مرینا کو قبرستان میں کھینچ لائے گا تو ایسے وقت جب پرگولا کے ساتھ مرینا بھی قابو میں آجائے گی۔ یوں یہودی خفیہ تنظیم میں ایک اور خیال خوانی کرنے والی کا اضافہ ہو جائے گا۔

○☆○

ریٹا اپنے بستر پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ ہوش میں آتے ہوئے آنکھیں کھولنے کے بعد اسے سب سے پہلے جسمانی تکلیف کا احساس ہوا تھا۔ سارا بدن پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ تب یاد آیا کہ اس ہوسناک درندے نے کس طرح اسے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر لہولہان کیا تھا اور ایک شیطان کی طرح فاتحانہ انداز میں قہقہے لگاتا رہا تھا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بیٹھنے سے بھی تکلیف ہو رہی تھی۔ سامنے ایک قدِ آدم آئینہ تھا جس میں وہ ہمیشہ اپنے حسن و شباب کو بصد ناز دیکھا کرتی تھی۔ اس وقت زخموں سے بھرے ہوئے بدن کو دیکھ کر حلق سے چیخ نکل گئی۔ آئینہ بتا رہا تھا کہ اس درندے نے اسے بالکل ہی کھنڈر بنا دیا ہے۔ وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ وہ کون ہے؟ کون ہے وہ؟"

وہ جے پرگولا کے نام سے اور اس کے کام سے واقف تھی۔ اس کے کام کا ایک چھوٹا سا نمونہ آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ رو رہی تھی۔ اس نے پہلی بار کیبوز سرائے کے سامنے اسے دیکھا تھا۔ اس نے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا تھا۔ "حسن صورت اور تمہارا بدن میری ہوس کو پکار رہا ہے اور جو چیز پسند آجاتی ہے' میں اسے نہیں چھوڑتا۔"

ریٹا نے اسے غرور اور نفرت سے دیکھا تھا پھر ایک طرف تھوک کر کہا تھا۔ "دیکھو میں نے ادھر تھوکا ہے۔ تم اس قابل نہیں ہو کہ میں اپنا تھوک تم پر ضائع کروں۔ جاؤ اور آئینے میں اپنی شیطانی صورت دیکھ کر خود پر تھوکتے رہو۔"

یہ کہہ کر وہ سرائے کے اندر جانا چاہتی تھی تب ہی دائیں طرف غائب ہو گئی۔ کبھی وہ دماغی طور پر حاضر ہو جاتی تھی۔ خود کو ڈرائیو کرتے دیکھتی تھی پھر غائب دماغ ہو جاتی تھی۔ آخر ایک بار اس نے خود کو اپنے بیڈ روم میں دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ بدصورت والا نظر آیا' وہ ایکدم سے چیخ پڑی۔ اس نے ایک نظر اس کو کر پوچھا۔ "کیا اب مجھے دیکھ کر نہیں تھوکو گی؟ تمہارا تھوک قیمتی ہے۔ اسے مجھ پر ضائع نہیں کرنا چاہتیں؟"

وہ سہم کر پیچھے ہٹی اور بولی۔ "تم کون ہو؟ مجھے یہاں کیسے آئے؟ کیا... کیا تم کوئی جادوگر ہو؟"

اس نے گریبان پکڑ کر ایک جھٹکے سے کھینچا۔ لباس دور تک پھٹتا چلا گیا۔ وہ بھاگ کر ذرا دور چلی گئی۔ اس نے پوچھا۔ "جاؤ گی؟ مجھے بھی تھوکنے کا موقع دو۔"

وہ دوڑتی ہوئی دروازے پر آئی پھر کمرے سے نکل کر ایک دوڑتی ہوئی اپنے بنگلے کے بیرونی دروازے پر جا کے رک گئی۔ وہاں سے پلٹ کر پھر دوڑتی ہوئی اپنے بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ اندر چیخنے لگی "میں نہیں جاؤں گی۔ اس شیطان کے پاس جاؤں گی۔"

مگر وہ شیطان کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا جب وہ سامنے آئی تو اس نے منہ پر تھوک دیا۔ وہ توہین کے احساس سے پاگل ہو گئی۔ اس کا منہ نوچنا چاہتی تھی مگر دونوں ہاتھ نہیں پا رہی تھی۔ شیطان نے کہا۔ اپنے حسن و شباب پر بہت ناز کرتی ہے۔ مجھ پر تھوکنا بھی اپنی توہین سمجھتی تھیں۔ آخ تھو۔

اس نے پھر منہ پر تھوک دیا۔ وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔ اپنے سر کے بالوں کو نوچ رہی تھی۔ اپنی بے بسی کو سمجھ رہی تھی۔ شیطان کے بس میں ہے۔ اپنے بچاؤ کی کوشش کرنے کے بھی قابل نہیں رہی ہے۔ وہ اسے نوچ رہا تھا' کھسوٹ رہا تھا۔ پیار بھی تھا۔ حقارت سے زخم بھی دے رہا تھا۔ اس نے اپنے کو بری طرح خوبصورت بدن سے لہو رستے ہوئے دیکھا۔ خود کو بری طرح

زخمی دیکھا پھر وہ ہوش و حواس سے بیگانی ہو گئی۔

اب ہوش میں آکر آئینے کے سامنے خود کو ایک کھنڈر کی دیوار میں دیکھ رہی تھی اور رو رہی تھی۔ اس لیے رونا آرہا تھا کہ سنجیدہ غور کرنے کے لیے کچھ نہیں بچا تھا۔ ڈاکو بھی لوٹ کر جاتے ہیں تو پیچھے کچھ چھوڑ جاتے ہیں اس نے تو بدن پر کپڑا تک نہیں چھوڑا تھا۔

دروازے پر آہٹ سی ہوئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہاں ایلا کلانسی کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک چھوٹا سا پیکٹ تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی بستر سے چادر اٹھا کر خود کو چھپاتے ہوئے بولی۔ "تم کون ہو؟"

"میں وہی ہوں' جس پر تھوکنا تم گوارا نہیں کرتی تھیں۔ بس ذرا سی پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا چہرہ بدل لیا ہے۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟"

"تم سے بہت کچھ چاہتا ہوں۔ چاہنے کی پہلی قسط وصول کر چکا ہوں۔ پلاسٹر پر لیٹ جاؤ۔ یہ میرا دستور ہے کہ میں زخم دینے کے بعد اپنے ہاتھوں سے مرہم لگاتا ہوں۔"

وہ پیکٹ کھول کر دوائیں نکالنے لگا۔ وہ بولی۔ "تم باہر جاؤ۔ میں خود ہی مرہم لگا لوں گی۔"

اس نے اچانک ہی ایک تھپڑ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی بستر پر گر پڑی۔ وہ بولا۔ "سؤر کی بچی! مجھے حکم دیتی ہے۔ میں باہر جاؤں گا تو پولیس اندر آئے گی کیوں کہ تمہاری کار کی سیٹ کے نیچے ہیروئن کے پیکٹس رکھے ہوئے ہیں۔"

وہ گھبرا کر بولی۔ "تن... نہیں تم پولیس کو اطلاع نہیں دو گے۔ تم نے تو میری بوٹیاں ہی نوچ لی ہیں' اب یہ ظلم نہ کرو۔"

"تو پھر آرام سے لیٹ جاؤ۔ زخم دینا اور مرہم لگانا میرا مشغلہ ہے۔"

وہ حکم کی تعمیل پر مجبور ہو گئی۔ خاموشی سے لیٹ گئی۔ وہ ایک ایک زخم پر مرہم لگانے لگا۔ یہ ایک ایک زخم کی تکلیف سے کراہنے لگی۔ اس نے کچھ دوائیں کھانے کو دیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ سو گئی۔

جیری نے پرگولا کے پاس آکر کہا۔ "باس! وہ سو گئی ہے۔"

پرگولا نے کہا۔ "تم جاؤ اور اس پر عمل کر کے اسے میری ہمدرد بنا دو۔"

وہ بیڈ روم سے باہر آکر ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا چہرہ اور حلیہ بدل لیا تھا۔ پولیس والے اسے اب پہچان نہیں سکتے تھے۔ وہ غور کرنے لگا کہ بھیس بدلنے میں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی ہے؟

غور کرنے سے غلطی کا سراغ ضرور ملتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ اسے جادوگروں جیسی کوئی حرکت نہیں کرنا چاہیے۔ ورنہ عمل بدلنے کے باوجود پولیس شبہ میں گرفتار کرلے گی۔

وہ مرینا کو بھول نہیں سکتا تھا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی پر دوبارہ قبضہ جمانا ضروری تھا اور اس کے لیے ایک بار کالے جادو کا عمل کرنا لازمی ہو گیا تھا۔ وہ ایسی جگہ چھپی ہوئی تھی کہ اس کے دو خیال خوانی کرنے والے بھی اسے ڈھونڈ نہیں سکتے تھے۔ یہی ایک کالے جادو کا سہارا رہ گیا تھا۔

اگلی رات چاندنی نہیں ہوگی۔ قبرستان میں گہری تاریکی چھائی رہے گی۔ کل کی رات کالے عمل کے لیے موزوں ہو گی۔ اسے پورا یقین تھا کہ مرینا کہیں بھی چھپی ہوگی تو کالے منتروں سے کھنچی چلی آئے گی۔

ایسے وقت وچ لیڈی ایلا کلانسی ہوگی تو کام آسان ہو گا لیکن وہ اسے حوالات میں چھوڑ آیا تھا۔ یہ اس کی خود غرضی تھی لیکن مجبوری بھی تھی۔ اگر ایلا کو ساتھ لاتا تو اس کی حماقتوں اور بے تکی اداؤں سے پولیس کی نظروں میں آجاتا۔ لہٰذا اس سے دور رہنے میں ہی اس کی سلامتی تھی۔

وچ لیڈی ایلا کے متعلق سوچتے ہوئے خیال آیا کہ حوالات میں اس کی پٹائی کی گئی ہوگی اور نتیجے میں بزدل وچ لیڈی نے پرگولا کی حقیقت اگل دی ہوگی۔ شاید یہ بھی بتایا ہو کہ مرینا کو حاصل کرنے کے لیے پرگولا کسی قبرستان میں شیطانی عمل کرنے والا ہے۔

اور پرگولا سوچ رہا تھا' ہو سکتا ہے ایلا کلانسی نے قبرستان والی بات نہ بتائی ہو لیکن دل میں اندیشے دھڑک رہے تھے۔ وہ پس و پیش میں تھا کہ کل رات شیطانی عمل کیا جائے یا اگلی کسی اندھیری رات کا انتظار کیا جائے؟

ایک تو مرینا کو دوبارہ حاصل کرنے کی بے چینی تھی۔ دوسری بے چینی ان ڈاکوؤں کو تلاش کرنے کی تھی' جو عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا جادوئی تماشا دکھا رہے تھے۔ اس کا خیال تھا کہ ایسا تماشا دکھانے والی مشین اس کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اپنے عکس کو اس جگہ منتقل کر سکے گا جہاں وہ فارمولے چھپا کر رکھے گئے ہیں۔

اس نے انا لانا اور وان لوئن کے ٹرانسپیرنٹ چہرے دیکھے تھے۔ وہ چہرے پوری طرح واضح نہیں تھے پھر بھی اس کا خیال تھا کہ وہ کہیں بھی دیکھے گا تو انہیں پہچان لے گا اور اگر اسے انا لانا اور وان لوئن کے نام معلوم ہوتے اور ان کی کوئی مخصوص شناخت ہوتی تو وہ ان دونوں کے ناموں کے پتلے بنا کر' ان پتلوں میں ان کی مخصوص شناخت رکھتا پھر شیطانی عمل کے ذریعے پتلوں میں سوئیاں چبھوتا تو وہ دونوں جہنم کی ناقابلِ برداشت تکلیف سے بے حال ہو کر قبرستان میں دوڑے چلے آتے لیکن وہ ان دونوں کے متعلق خاطر خواہ معلومات نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے ایسا عمل نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ تصور میں انا لانا کا چہرہ یاد کرنے لگا۔ اچھی طرح یاد نہیں آرہا تھا۔ اس بیک میں ایک نہایت ہی حسین اور کمسن لڑکی ٹرانسپیرنٹ نظر آئی تھی۔ سچ مچ کی کوئی نیک

روح لگ رہی تھی مگر وہ نیکی کرنے نہیں' ڈاکا ڈالنے آئی تھی۔ کاش! وہ پوری طرح واضح ہوتی لیکن اب تو گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ اس کے تصور سے بھی آج کل میں مٹنے والی تھی۔

○☆○

یہ اس رات کی بات ہے' جب وان لوئن نے سمندر کے کنارے ہیری رابسن کے جسم میں دو گولیاں پیوست کر دی تھیں پھر اس نے واکی ٹاکی کے ذریعے انالانا سے کہا تھا "میں نے کمبخت فراڈ ہیری کے جسم میں ایک نہیں' دو گولیاں اتار دی ہیں۔ واکی ٹاکی پھینک دو۔ اس کے ذریعے پکڑے جانے کا اندیشہ ہے۔ فوراً دوڑتی ہوئی ملیبو ہیون کے پیچھے آؤ۔ وٹس آل۔"

اتنا کہہ کر وان لوئن اپنا واکی ٹاکی پھینک کر بھاگتا ہوا ملیبو ہیون کی طرف چلا گیا تھا۔ اس کلب کے پیچھے دوسری بن مامیلا اپنی کار کے پاس بھائی بہن کا انتظار کر رہی تھی۔ وان لوئن نے قریب آکر ہانپتے ہوئے کہا۔ "میں نے ہیری کا کام تمام کر دیا ہے۔ اس سے بینک کی رقم ملنے کی ساری امیدیں ختم ہو چکی تھیں اور وہ کمبخت پولیس والوں کو ہمارے پیچھے لگا رہا تھا۔"

مامیلا نے کہا۔ "یہ تم نے اچھا ہی کیا۔ وہ زندہ رہتا تو ہمارے لیے اندیشے پیدا کرتا رہتا۔ انا کہاں ہے؟"

"میں نے واکی ٹاکی کے ذریعے اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ فوراً اس کلب کے پیچھے چلی آئے۔ وہ آرہی ہوگی۔"

وہ چھوٹی بہن کا انتظار کرنے لگے اور دور دور تک نظریں دوڑانے لگے۔ وہاں فائرنگ کی آوازیں گونجتی رہی تھیں جس کے نتیجے میں سنسنی سی پھیل گئی تھی۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے پھر رہے تھے کہ کس نے فائرنگ کی؟ کہاں وہ گولیاں چلائی گئیں؟ اس سلسلے میں طرح طرح کی باتیں ہو رہی تھیں۔

مامیلا نے کہا۔ "ہم نے بڑی حکمتِ عملی سے لاکھوں ڈالرز اور پونڈز لوٹے تھے۔ اتنی بڑی رقم کا ایک نوٹ بھی ہمارے ہاتھ میں نہیں آیا۔ مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے۔"

"سسٹر! یہ صدمہ دل سے نکال دو۔ آئندہ ہم اتنا بڑا ہاتھ ماریں گے کہ پچھلے نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔"

مامیلا نے اپنی رسٹ واچ دیکھ کر کہا۔ "پندرہ منٹ گزر چکے ہیں۔ انا ابھی تک کیوں نہیں آئی۔"

"آتی ہوگی۔ ابھی اس میں بچپنا ہے۔ وہ پوری طرح خطرات کا احساس نہیں کرتی ہے۔ رفتہ رفتہ پکی ہو جائے گی۔"

"ہاں برادر! ابھی وہ نادان ہے' میں صبح سے محسوس کر رہی تھی کہ وہ اس نوجوان ہیری سے متاثر ہو گئی ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں محبت کی چمک دیکھی تھی۔"

"یہ اچھا ہوا کہ میں نے ہیری کو جہنم میں پہنچا دیا۔ ہماری مافیا تنظیم میں عشق و محبت کو حماقت سمجھا جاتا ہے۔ اس کی موت کے بعد انا کے سر سے عشق کا بھوت اتر جائے گا۔"

اسی وقت دور سے انالانا آتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ تیز تیز چل رہی تھی اور مسکرا رہی تھی پھر وہ دوڑتی ہوئی آئی اور مامیلا کے گلے سے لگ کر ہنسنے لگی۔ مامیلا نے پوچھا۔ "اتنی دیر کر دی۔ کہاں رہ گئی تھی؟ اوہ گاڈ! تیرا دل کتنی تیزی سے دھڑک رہا ہے۔"

دل کو تیزی سے دھڑکنا ہی تھا۔ وہ ابھی عادل کے دھوکے میں ہوئے دل سے لگ کر آئی تھی۔ اس پر عجیب سا نشہ طاری تھا۔ دھڑکن پانے کے لیے وہ مامیلا کے سینے سے لگ گئی تھی جو چٹانی سینہ نہیں مل رہا تھا۔ وان لوئن نے پوچھا۔ "یہ تم پاگلوں کی طرح خواہ مخواہ کیوں ہنس رہی ہو؟ چلو گاڑی میں بیٹھو۔"

وہ تینوں کار میں بیٹھ گئے۔ وان لوئن نے اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں' تنظیم میں عشق و محبت کو حماقت سمجھا جاتا ہے۔ ہماری بہن انا تمہیں سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ ہیری کی موت سے خوش ہے"

انالانا نے اپنے اسکارف کو منہ پر رکھ لیا تاکہ ہنسی رک سکے یا ہنسنے کی آواز بھائی بہن تک نہ پہنچے۔ کار میں اندھیرا تھا اور وہ پیچھے بیٹھی ہوئی تھی اس لیے بڑی بہن اور بھائی اس کی حرکتیں نہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ جان بوجھ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی تاکہ تمہارے عادل کو تصور کی آنکھوں سے دیکھتی رہے اور وہ کار کے اندر تاریکی میں صاف نظر آرہا تھا۔

مامیلا نے کہا۔ "برادر آئندہ کوئی واردات کرنے سے پہلے کسی ایسے آلۂ کار کا بندوبست کرنا ہوگا جو تمہارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائے اور ہیری کی طرح دھوکا نہ دے۔"

وان لوئن نے کہا۔ "میں دوسری بار کسی پر بھروسا کر کے غلطی نہیں کروں گا۔ میں نے یہاں آنے سے پہلے فون پر کسی سے بات کی تھی۔ وہ ہماری بہن میکسی کے ساتھ کل رات تک یہاں پہنچنے کی کوشش کریں گی۔ ہماری فیملی کے پانچ ممبر بڑی سے بڑی واردات کے لیے کافی ہیں۔ ہم کسی باہر کے آدمی کے محتاج نہیں رہیں گے۔"

انالانا نے پوچھا۔ "برادر! آئندہ کسی واردات میں ہم سے کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوگا؟"

بھائی نے کہا۔ "کیا پاگل ہوئی ہو۔ وہ مر چکا ہے۔ کیا اس کی روح آکر گڑبڑ کرے گی؟"

اسے ہنسی آگئی۔ وہ ہنس کر بولی۔ "ہم روح کا تماشا کریں گے اگر سچ مچ کی روح آگئی تو؟"

مامیلا نے مسکرا کر کہا۔ "تمہارا بچپنا نہیں ختم ہوگا۔"

"اس میں بچپنے کی کیا بات ہے "میں نے نیپلز میں ایک فلم دیکھی تھی۔ اس میں ہیروئن ایک نوجوان سے محبت کرتی ہے۔ نوجوان جس گھر میں رہتا ہے اس میں آگ لگ جاتی ہے۔ نوجوان اندر ہی جل کر مر جاتا ہے۔ بڑا ٹریجڈی سین تھا۔"

وان لوئن نے کہا۔ "انا! تم ہماری بہن ہو۔ ایک عظیم مافیا

دنیا کی بیٹی ہو۔ یہ فلم اور محبت کی باتیں نہ کرو؟"

"کیوں نہ کروں؟ آپ لوگ کہتے ہیں ہیری مر چکا ہے۔ اس فلم کا ہیرو بھی جل کر مر گیا تھا لیکن مرنے کے بعد پھر اپنی محبوبہ کے پاس واپس آگیا تھا۔"

"میری پیاری بہن! تم بہت معصوم ہو لیکن ہماری تنظیم میں معصومیت نقصان پہنچاتی ہے۔ سنجیدگی اور عقل سے سمجھا کرو اور بولا کرو۔"

"میں عقل کی ہی بات کہہ رہی ہوں۔ دراصل وہ ہیرو جل کر نہیں مرا تھا۔ وہ گھر میں آگ لگنے سے پہلے ہی اپنے مہمان کے لیے بیکری سے کچھ لانے کے لیے گیا تھا۔ ایک کار سے ٹکر ہو گئی اور اسے اسپتال پہنچا دیا گیا۔ ادھر بیچارہ مہمان جل کر مر گیا۔ سب نے یہی سمجھا کہ ہیرو مر گیا ہے۔ جب ہیرو دو روز بعد اسپتال سے واپس آیا تو سب کو حقیقت معلوم ہوئی۔"

"ایسا فلموں میں ہوتا ہے۔ تمہاری عمر اب بچکانہ فلمیں دیکھنے کی نہیں رہی۔"

"برادر! کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسے ہم بچکانہ بات کہتے ہیں' وہ عجوبہ ثابت ہو جاتی ہے۔"

"آخر اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی پھر بولی۔ "ہو سکتا ہے تم نے جسے گولی ماری ہے' وہ ہیری نہ ہو۔ ہیری کے دھوکے میں کوئی اور مارا گیا ہو۔" وہ ہنس رہی تھی اور بول رہی تھی۔ "ہو سکتا ہے ہیری زندہ ہو اور آئندہ کوئی گڑبڑ کرنے آجائے۔"

وان لوئن کار کی اندرونی لائٹ آن کر کے عقب نما آئینے میں چھوٹی بہن کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "تمہارے دماغ میں یہ بات کیوں گھسی ہوئی ہے کہ ہیری مرا نہیں زندہ ہے؟ اور اس بات میں مزاح کا کون سا پہلو ہے کہ تم ہنستی ہی جا رہی ہو؟"

مامیلا نے سر گھما کر اسے دیکھا پھر پوچھا۔ "انا! سچ بتاؤ۔ کیا تم ہیری سے عشق کرنے لگی تھیں؟ کیا تم اس کی موت کا اثر لے رہی ہو؟ ایسی بے تکی ہنسی کا مطلب کیا ہے؟"

"مجھے یہ سوچ کر ہنسی آرہی ہے کہ مردہ زندہ ہو کر آئے گا تو سب لوگ اسے بھوت سمجھیں گے۔ بڑا مزہ آئے گا۔"

مامیلا نے پریشان ہو کر بھائی کو دیکھا پھر کہا۔ "برادر! میرا دل کہتا ہے کہ یہ ہیری کی موت کا اثر لے رہی ہے۔"

وان لوئن نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی پھر پچھلی سیٹ کی طرف گھوم کر کہا۔ "میری جان! تم ہم سب کی جان ہو۔ بیزنس سے کچھ نہ چھپاؤ۔ اگر تم اسے بے انتہا چاہتی تھیں تو اب کھل کر جاہت کا اظہار کرو۔ ورنہ اس کی موت کا صدمہ تمہارا ذہنی توازن بگاڑ دے گا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ دبا کر ہنستے ہنستے دوہری ہو گئی۔ لوگ اچھل کی موشٹ پر دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں۔ وہ ہنس ہنس کر بے حال ہو رہی تھی۔ دونوں بہن بھائی تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ کیوں کہ وہ خلافِ موقع ہنسی پاگل پن کی علامت تھی۔ مامیلا دروازہ کھول کر کار سے باہر آئی پھر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر انالانا کے پاس بیٹھ کر اسے محبت سے دونوں بازوؤں میں سمیٹ کر بولی۔ "میری جان! چپ ہو جاؤ۔ یوں نہ ہنسو اپنے دماغ کو قابو میں رکھو۔"

انالانا ہنستے ہنستے تھک گئی تھی اس نے بہن کے سینے پر سر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ وان لوئن نے پھر گاڑی آگے بڑھائی اور کہا۔ "ہماری انا ابھی گھر پہنچ کر گہری نیند سو جائے گی۔ صبح اٹھ کر خود کو بالکل نارمل محسوس کرے گی۔"

مامیلا نے اس کے رخسار کو چوم کر کہا۔ "ضرور نارمل ہو جائے گی۔ ہماری بہن بڑی حوصلے والی ہے۔ تمہیں یاد ہے انا! ممی نے نصیحت کی تھی کہ جو صدمہ' جو معاملہ دل اور دماغ کو نقصان پہنچاتا ہو' اسے اپنے اندر سے فوراً باہر تھوک دو۔"

وان لوئن نے ایک جگہ گاڑی روک کر کہا۔ "مامیلا! اپنے بائیں طرف والی اس پرانی کوٹھی کو دیکھو۔"

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ کوٹھی بہت ہی شکستہ حالت میں تھی۔ کئی جگہ سے دیواریں تڑخ گئی تھیں۔ یوں لگتا تھا ان کی مرمت نہ کی گئی تو گر پڑیں گی۔ مامیلا نے پوچھا۔ "یہ کوٹھی ہے یا بھوتوں کا مسکن؟"

توجہ کیجئے

اُن کے لیے جو دست شناسی کے فن کی تہہ میں اُترنا چاہتے ہیں

دست شناسی کے نئے رُخ

فرسودہ اور پرانی کتابوں سے بالکل مختلف
ماضی حال اور مستقبل کی اسرار کشا
دنیا کے عظیم پامسٹوں کی تازہ ریسرچ کا نچوڑ

نادر ساختہ

دست شناسی کی لغت

جس کے ذریعے کوئی بھی اپنے ہاتھ کو فوراً پڑھ سکتا ہے

قیمت:- ۲۰ روپے ڈاک خرچ:- ۱۰

مکتبہ نفسیات' پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

وان لوئن نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک ارب پتی یہودی کی ملکیت ہے۔"

"تعجب ہے۔ ایک ارب پتی ٹوٹے پھوٹے سے مکان میں رہتا ہے؟"

"اس کا نام جان داؤد ہے۔ بے حد کنجوس ہے۔ سنا ہے' وہ ایک ہی جیسے لباس میں بچے سے جوان ہوا اور جوان سے بوڑھا ہو گیا۔ سیاہ لباس اس لیے پہنتا ہے کہ وہ میلا نظر نہیں آتا۔ ایک آدھ مہینے میں دھوتا ہے' صابن کم خرچ ہوتا ہے۔ اس نے بڑی بڑی کمپنیوں کو قرضے کے طور پر بڑی رقمیں دی ہیں اور سود کے طور پر لاکھوں ڈالر وصول کرتا رہتا ہے۔ اس کی وہ کوٹھی تقریباً سو سال پرانی ہے اس کے باپ دادا بے حد کنجوس تھے۔ انہوں نے بھی اس کی نہ مرمّت کرائی اور نہ نئی کوٹھی تعمیر کرائی۔ ایک تہیں برس پرانی کار ہے' جو دھکوں سے چلتی ہے اور کسی دیوار یا بجلی کے کھمبے سے ٹکرا کر رکتی ہے۔"

"ایسی بھی کنجوسی کس کام کی۔ وہ اتنی دولت کیا کرتا ہو گا؟ کہاں چھپا کر رکھتا ہو گا؟"

"یہی ہمیں معلوم کرنا ہے۔ میرے ذہن میں ایک پلاننگ ہے۔ اس کے مطابق تم اس کوٹھی میں جاؤ گی اور وہاں مختلف کمروں میں خفیہ آلات رکھو گی جن کے ذریعے ہم اپنے گھر میں بیٹھ کر اس کے گھر کا حال معلوم کرتے رہیں گے۔"

"اس یہودی جان داؤد کے گھر میں کتنے افراد ہوں گے؟"

"وہ تنہا رہتا ہے۔ اس نے شادی اس لیے نہیں کی کہ بیوی آئے گی' بچے پیدا کرے گی تو اخراجات بڑھتے رہیں گے اور اگر اولاد ناخلف ہوئی تو دولت حاصل کرنے کے لیے اسے قتل کر دے گی۔"

"کیا دولت کے معاملے میں محتاط رہنے والا یہودی مجھے اپنے گھر میں گھسنے دے گا؟"

"وہ اپنے گھر کے دروازے پر کسی اجنبی کا سایہ بھی برداشت نہیں کرتا ہے لیکن دولت آئے تو دروازہ کھول دیتا ہے۔ تم ایک لاکھ امریکی ڈالر اپنے ساتھ لے جاؤ گی۔"

وہ منصوبے بناتے ہوئے اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئے۔ مامیلا نے انا لانا کو اس کے بیڈ روم میں پہنچا کر کہا۔ "لباس تبدیل کرو۔ کچن میں جا کر کچھ کھا پیو پھر لائٹ آف کر کے سو جاؤ۔"

وہ انا کو کمرے میں چھوڑ کر اپنے بیڈ روم میں آئی پھر عارضی میک اپ کا سامان لے کر آئینے کے سامنے بیٹھ گئی۔ اسے اپنے چہرے کو زیادہ تبدیل نہیں کرنا تھا بس اتنا ہی بدلنا تھا کہ وہ اپنے پاسپورٹ کی تصویر سے مختلف ہو جائے۔ یہ کام آدھے گھنٹے میں ہو گیا۔ وان لوئن کینوس کا ایک بڑا سا بیگ لے کر آیا پھر بولا۔ "میں نے ایک لاکھ ڈالر زاس میں رکھ دیے ہیں' تم اس رقم کے اوپر اپنے دو جوڑے اور ضرورت کا کچھ سامان رکھ لو پھر باہر آؤ۔ میں گیراج سے گاڑی نکال رہا ہوں۔"

ان کے پاس دو کاریں تھیں۔ ایک پورچ میں تھی' دوسری سیاہ رنگ کی گاڑی گیراج میں رہتی تھی۔ وہ اسے رات کو کسی واردات کے وقت استعمال کرتے تھے۔ اس نے گیراج سے گاڑی نکالی۔ مامیلا کینوس بیگ اٹھا کر اس کے برابر آ کر بیٹھ گئی۔ دونوں وہاں سے جانے لگے۔

انا لانا ایک کھڑکی کے قریب پردے کے پیچھے چھپی ہوئی انہیں دیکھ رہی تھی۔ جب وہ کار میں بیٹھ کر چلے گئے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے تو وہ خوشی سے اچھل کر ناچنے اور گنگنانے لگی۔ اس کا دل عادل سے ملنے اور باتیں کرنے کے لیے بے تاب ہو رہا تھا۔ وہ اسی انتظار میں تھی کہ تنہائی نصیب ہو اور وہ اپنے ہیری سے رابطہ کرے۔

اس نے ہیری سے رخصت ہوتے وقت اسے اپنی رہائش گاہ کا پتا نہیں بتایا تھا۔ یہ بات ذہن میں تھی کہ ہیری رابسن بہت بڑی شوز فیکٹری کا مالک ہے وہ اسے ڈھونڈ نکالے گی۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی بھائی کے کمرے میں آئی۔ وہاں ٹیلیفون ڈائریکٹری رکھی ہوئی تھی۔ اس نے اسے کھول کر جلدی جلدی اوراق الٹتے ہوئے ہیری رابسن کی شوز فیکٹری اور رہائش گاہ کے نمبر تلاش کیے۔ اسے تمام مطلوبہ نمبرز مل گئے۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہو گیا۔ پتا چل رہا تھا کہ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ وہ انتظار کرنے لگی۔ کوئی اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔ وہ سامنے دیوار کو گھونسا دکھاتے ہوئے بولی۔ "ہیری کے بچے! ریسیور اٹھاؤ۔ اپنی انا سے بات کرو۔ نہیں تو ناک توڑ دوں گی۔"

گھونسا دکھانے اور دھمکی دینے کے باوجود کسی نے نہیں اٹھایا۔ اس نے فیکٹری کے نمبر ڈائل کیے۔ اُدھر سے منیجر نے کہا۔ "یہ ہیری شوز کمپنی ہے' فرمایئے۔"

"میں مسٹر ہیری سے بات کرنا چاہتی ہوں؟"

"آپ ان کے گھر کے فون پر رابطہ کریں۔"

"میں رابطہ کر چکی ہوں۔ وہاں کوئی فون اٹینڈ نہیں کر رہا ہے کیا گھر میں کوئی ملازم بھی نہیں ہے؟"

"مسٹر ہیری ملازم نہیں رکھتے ہیں' وہ شاید کہیں تفریح کے لیے گئے ہیں۔ آپ صبح فون کر لیں۔"

انا نے ریسیور رکھ کر سوچا۔ "میں بھی کیسی نادان ہوں۔ ہیری کو اپنی جان کے لالے پڑے ہیں۔ وہ میرے برادر سے چھپتا پھرتا ہو گا۔ اپنے بنگلے میں نہیں آئے گا۔ پہلے یہ معلوم کرتا رہے گا کہ میرے برادر کو اس کی موت کا یقین ہو گیا ہے یا نہیں؟ جب تک اس کی موت کی تصدیق نہیں ہو گی' وہ چھپتا پھرے گا۔"

یہ بات پہلے اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ ورنہ وہ اپنے ہیری کو ضرور اپنا پتا بتا دیتی۔ اس بے چارے نے جیح کر پوچھا تھا۔ "لیلیٰ! تیرا محل کہاں ہے؟"

وہ دور جاتی ہوئی بڑے ہی دانشورانہ انداز میں بولی تھی۔ "خدا اور خوشبو کا جھوٹا کہیں سے بھی آ جاتا ہے۔"

اس نے سوچا تھا کہ وہ ٹیلیفون کے ذریعے خوشبو کے جھونکے کی طرح ہیری کے پاس پہنچ کر اسے حیران کر دے گی۔ اسے حیران کرنے والی اب خود پریشان ہو رہی تھی۔

وہ جھنجلا کر بھائی کے کمرے سے اپنی خواب گاہ میں آئی پھر دھڑام سے منہ بستر پر گر پڑی۔ بڑی بہن سمجھا گئی تھی کہ لباس بدل کر کچھ کھا پی لے پھر سو جائے۔ وہ بستر کے گدے کو گھونسے مارتے ہوئے بڑبڑانے لگی۔ "میں لباس نہیں بدلوں گی۔ میں نہیں کھاؤں گی۔ میں نہیں سوؤں گی۔ اوہ گاڈ! میرے ہیری تم کہاں ہو؟"

ادھر مامیلا اور وان لوئن اس کنجوس یہودی کے کھنڈر نما محل میں پہنچ گئے تھے۔ وہاں سے کچھ دور گاڑی روک کر دونوں کار سے باہر نکلے اور دور تک نظریں دوڑائیں۔ ایک کار سڑک کے موڑ سے آ رہی تھی پھر ان کے قریب سے گزر کر چلی گئی۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

بھائی نے بہن کو اشارہ کیا۔ بہن نے کار کے اندر جھک کر کینوس بیگ کو اٹھایا پھر یہودی جان داؤد کی شکستہ کوٹھی کی طرف جانے لگی۔ بھائی کچھ فاصلہ رکھ کر اس کے پیچھے چلنے لگا۔ جب وہ شکستہ کوٹھی کے ٹوٹے ہوئے گیٹ سے اندر گئی تو بھائی نے جیب سے ایک پستول نکالا اور اس کا نشانہ لیا۔ وہ دوڑنے لگی جیسے جان بچانے کے لیے بھاگ رہی ہو۔ اس نے ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ مامیلا نے چیخ ماری۔ لڑکھڑا کر گری' بیگ بھی گرا پھر وہ بیگ اٹھا کر بھاگنے لگی۔

بوڑھا یہودی اپنے تاریک کمرے میں سونے جا رہا تھا۔ فائرنگ اور چیخ کی آواز پر تیزی سے چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا باہر اندھیرا تھا' کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ویسے وہ تاریکی میں رہنے کا عادی تھا' ذرا دیر بعد اسے کھڑکی کے قریب کسی کا سایہ نظر آیا وہ اپنی جسامت اور گھنی زلفوں کے باعث لڑکی لگ رہی تھی پھر اس کی ہلکی ہلکی سسکیاں سنائی دیں' وہ رو رہی تھی۔

داؤد تھوڑی دیر تک اس کی آنسو بھری سسکیاں سنتا رہا پھر دبلی دبلی سی سرگوشی کے انداز میں بولا۔ "اے' تم کون ہو؟ جاؤ یہاں سے۔ میں اپنے احاطے میں کسی مصیبت کو آنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

مامیلا روتی ہوئی بولی۔ "فار گاڈ سیک۔ میری مدد کرو وہ بدمعاش مجھے تلاش کر رہا ہے۔"

وہ بولا۔ "اندھیرے سے فائدہ اٹھاؤ اور چھپتی ہوئی یہاں سے چلی جاؤ۔ جاؤ بھاگو یہاں سے۔"

وہ رو رو کر بولی۔ "میں چلی جاؤں گی مگر میرے ایک لاکھ ڈالر امانت کے طور پر رکھ لو نہیں تو وہ بدمعاش مجھ سے چھین لے گا۔"

یہودی بوڑھے نے گہری سانس کھینچ کر کہا۔ "ایک لاکھ ڈالر؟"

اس کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی تھی پھر وہ اپنی سانسیں بحال کرتے ہوئے بولا۔ "نہیں' تم جھوٹ کہتی ہو تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آ جائے گی وہ بھی اتنی رات کو۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ میرے اس بیگ میں رقم ہے۔"

"مجھے یقین دلاؤ۔ پہلے مجھے یقین دلاؤ۔"

وہ بیگ کھولتے ہوئے بولی۔ "میرے پاس پاکٹ ٹارچ ہے اس کی روشنی میں دیکھو۔"

اس نے بیگ سے کپڑے نکال کر کھڑکی کی چوڑی دیوار پر رکھے پھر ننھی سی ٹارچ روشن کر کے اس سے کہا۔ "دیکھو' بیگ کے اندر جھانک کر دیکھو۔ اس میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کو چھو کر پکڑ کر دیکھو۔"

بوڑھے یہودی کے دیدے پھیل گئے تھے۔ حیرت سے منہ کھل گیا تھا۔ اس نے کھڑکی کی جالی سے ایک ہاتھ باہر نکال کر بیگ میں ڈالا اس میں سے ایک گڈی نکالی اسے غور سے دیکھا پھر دوسری گڈی نکالی' مامیلا نے کہا۔ "اس طرح مجھے اور تمہیں وہ بدمعاش دیکھ لے گا۔ پلیز' مجھے پناہ دو۔ ورنہ یہ ایک لاکھ نہ میرے بیگ میں رہیں گے اور نہ تمہارے گھر میں۔ اسے وہ لے جائے گا۔"

"وہ نہیں لے جائے گا۔ فوراً اسے بند کرو۔ دروازے پر آؤ میں دروازہ کھول رہا ہوں۔"

اس نے بیگ میں کپڑے رکھے۔ اسے بند کیا پھر دروازے پر آ کر دستک دی۔ وہ کھل گیا۔ مامیلا نے اندر آ کر کہا۔ "لائٹ آن کرو۔"

وہ دروازہ بند کرتے ہوئے بولا۔ "میں مین سوئچ کو آف رکھتا ہوں۔ یہاں اندر اور باہر کہیں روشنی نہیں ہو گی۔"

"رات کے وقت روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اور تم مین سوئچ بند رکھتے ہو؟"

"بند نہ رکھوں تو بجلی کا بل آئے گا۔ خواہ مخواہ خرچ بڑھے گا۔ میں بچپن سے اندھیرے میں رہنے کا عادی ہوں۔"

"جب اندھیرے کے عادی ہو تو بجلی کی لائن کیوں لی ہے؟"

"کبھی ہنگامی حالات پیش آ سکتے ہیں۔ مثلاً ایک بار ایک چور تاریکی سے فائدہ اٹھا کر چوری کرنے آیا تو میں نے مین سوئچ آن کر دیا۔ جس کے نتیجے میں اسے بجلی کے جھٹکے لگے اور وہ بے ہوش ہو گیا۔"

"اسے بجلی کے جھٹکے کیسے لگے اور تم کیسے محفوظ رہے؟"

"یہاں تمام کمروں کی دیواروں میں بجلی کے ننگے تار بچھے ہوئے ہیں۔ جو بھی کسی دیوار کو ہاتھ لگاتا ہے وہ دیوار سے چپک جاتا ہے میں ایسے وقت دیواروں سے دور رہتا ہوں۔"

مامیلا نے ننھی سی ٹارچ روشن کی۔ اس کی روشنی میں دیکھا کمرا خالی تھا' کوئی سامان نہیں تھا۔ وہ اس کے ساتھ دوسرے

کمرے میں آئی۔ وہاں فرش پر ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ وہ بولی۔ "تمہارے گھر میں تو کوئی سامان نہیں ہے۔ نہ کرسی' نہ پلنگ اور نہ الماری اتنے بڑے مکان میں یہ ایک چٹائی اور پرانا سا ریڈیو دکھائی دے رہا ہے۔"

وہ بولا۔ "کرسی اور پلنگ فضول سی چیزیں ہیں۔ آدمی کو زمین پر بیٹھنا اور سونا چاہیے۔ کیوں کہ اسے ایک دن زمین میں جانا ہے۔ میں اس چٹائی پر سوتا ہوں تکیے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ ریڈیو سنتا بھی ہوں اور اسے تکیے کے طور پر بھی استعمال کرتا ہوں۔"

"اپنے کپڑے کس الماری میں رکھتے ہو؟"

"لباس میں نے پہنا ہوا ہے' دوسرا کوئی لباس نہیں ہے۔ ہر ماہ اسی کو دھوتا ہوں' ان کے دھوپ میں سوکھنے تک پرانا اخبار لپیٹ کر رہتا ہوں۔"

وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر اس کنجوس سیودی کو دیکھ رہی تھی آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس دنیا میں ایسے عجیب و غریب لوگ بھی رہتے ہیں۔ اس نے پوچھا۔ "کسی الماری یا صندوق کے بغیر رقم یا ضروری دستاویزات کہاں رکھتے ہو؟"

"میری جیب میں صرف دس شیکل ہیں۔ پچھلے ایک برس سے ایک شیکل بھی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اس ملک کے سیکڑوں بزنس مین میرے واقف ہیں۔ میں کسی نہ کسی کے ہاں کھانے کے وقت پہنچ جاتا ہوں اور یہ تم اخباری رپورٹر کی طرح مجھ سے ہی سوالات کیے جا رہی ہو' کچھ اپنے متعلق بتاؤ کون ہو؟ کہاں سے آ رہی ہو؟"

"میں اپنے بارے میں ابھی بتاؤں گی لیکن میں زندگی میں پہلی بار ایسے انسان کو دیکھ رہی ہوں جو کسی سامان کے بغیر زندگی گزار رہا ہے۔ پلیز! اتنا بتا دو کہ ضروری دستاویزات اور چیک بک وغیرہ کہاں رکھتے ہو۔"

"بینک کے لاکر میں رکھتا ہوں۔ اس کی ایک ہی چابی ہے۔ اس پرانے ریڈیو کے اندر اتنی گنجائش ہے کہ اس میں چابی اور کپڑے دھونے کا صابن چھپ جاتا ہے یہ ریڈیو بھی اس لیے رکھا ہے کہ روز بازار کے بھاؤ' کاٹن اور سونے کی چڑھتی اترتی قیمتوں کو سننا اور یاد رکھنا ہوتا ہے۔ اب زیادہ سوالات نہ کرو۔ اپنی بات بتاؤ۔"

مامیلا نے کہا۔ "تم نے سنا ہو گا' آج صبح بینک میں ڈاکا پڑا تھا؟"

"ہاں' سنا ہے۔ لوگ ڈاکے کے متعلق کچھ بے تکی باتیں کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں دو روحیں آئی تھیں اور وہ تمام رقم لوٹ کر لے گئیں۔"

"یہ سچ ہے۔ بے تکی بات نہیں ہے۔ اسی لوٹی ہوئی رقم کے یہ ایک لاکھ ڈالر میرے پاس ہیں۔"

"اچھا اچھا' تو یہ وہی رقم ہے؟ لیکن میں نے ریڈیو پر شام کی خبروں میں سنا ہے کہ کئی لاکھ شیکل' ڈالرز اور پونڈز وہ روحیں لوٹ کر لے گئی ہیں۔"

"تم نے درست سنا ہے۔ وہ روحیں ایک نوجوان ہیری کے ذریعے رقم سے بھرے ہوئے تین تھیلے لے گئی تھیں۔ ہیری میرا محبوب ہے۔ وہ اسی بات سے ڈر رہا تھا کہ لوگوں نے اور پولیس والوں نے اسے تھیلے لے جاتے دیکھا ہے بعد میں وہ پکڑا جائے لہٰذا بینک کی تمام رقم پولیس والوں کے حوالے کر دینا چاہیے تاکہ ہمیں شادی کرنے اور گھر بسانے کے لیے رقم کی ضرورت نہ ہو۔ اس نے وہ تمام رقم آئی جی کے حوالے کرنے سے پہلے اس میں سے ایک لاکھ مجھے دے دیے۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا ڈاکا ڈالنے والی روحوں نے ہیری کو واپس کرنے سے نہیں روکا؟"

"شاید روکا ہے اور شاید وہ روحیں ہیری کو سزا دے رہی ہیں اسی لیے میرا ہیری اب تک واپس نہیں آیا ہے۔ مجھے یہ بھی پتا نہیں ہے کہ اس نے رقم آئی جی کے حوالے کی ہے یا روحوں نے اس سے تمام رقم چھین کر اسے قتل کر دیا ہے۔ ہائے میرا ہیری! موت مارا گیا ہو گا۔"

کنجوس نے کہا۔ "صبر کرو اور شکر کرو کہ وہ مرنے سے ایک لاکھ کا فائدہ پہنچا گیا ہے۔ یہ بتاؤ یہاں تمہارا اور کون ہے؟"

"میرا کوئی نہیں ہے' میں اتنی بڑی دنیا میں اکیلی ہوں۔"

"پھر تو یہاں سے باہر نہ جاؤ۔ ایک نہیں کئی بدمعاش پیچھے جائیں گے۔"

"لیکن میں یہاں کیسے رہوں گی؟ یہاں تو زندگی گزارنے کا سامان نہیں ہے۔"

"صبح مجھے پانچ ہزار ڈالر دے دو۔ میں کسی کباڑیے سے تمہارے لیے پلنگ اور دوسرا سامان لے آؤں گا۔"

"مگر میں یہاں کب تک چھپی رہوں گی؟"

"مجھ سے شادی کر لو اور جیسے میں یہ جو ایک لاکھ لے کر آؤں مجھے دے دو۔ میں عمر بھر تمہیں چھپا کر رکھوں گا۔"

"مگر تم تو بہت بوڑھے ہو۔"

"بوڑھے کو نہ دیکھو' پولیس کو یاد رکھو۔ اگر میں یہ رقم دوں کہ تم ڈاکے کی رقم یہاں لائی ہو تو..."

وہ جلدی سے بولی۔ "نہیں نہیں' پولیس کو نہ بلانا۔ مجھے تک سوچنے کی مہلت دو پھر میں شادی کروں گی۔"

"ٹھیک ہے کل تک آرام سے یہاں رہو مگر تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ مجھے دھوکا دے کر کسی وقت بھی بھاگ سکتی ہو۔ تمام رقم ضمانت کے طور پر اپنے پاس رکھوں گا۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "اسے رکھو گے کہاں؟ نہ الماری نہ تجوری اور نہ لاکر۔ جہاں بھی رکھو گے' یہ رقم میرے تو نظروں کے سامنے رہے گی۔"

میں تمہارے اس بیگ کا تکیہ بنا کر صبح تک سر کے نیچے رکھوں گا اور کل جب تک شادی کے لیے ہاں نہیں کہو گی' میں اسے کشن بنا کر اس پر بیٹھا رہوں گا۔"

"اچھی بات ہے' میں اس چٹائی پر رات گزار لوں گی۔"

"ضرور' تم میری معزز مہمان ہو' میں اپنی چٹائی تمہیں پیش کرتا ہوں اس وقت کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں ہے ورنہ....."

"کوئی بات نہیں' ایک گلاس پانی ہی پلا دو۔"

وہ اٹھ کر پانی لانے اس کمرے سے باہر چلا گیا۔ مامیلا ننھی سی ٹارچ کی روشنی میں اس کمرے کو دیکھنے لگی پھر اس نے ٹارچ بجھا کر سوچا۔ "یہاں تو کوئی سامان نہیں ہے میں منی کیمرا اور آلات کہاں چھپاؤں؟ یہ شخص ارب پتی ہے لیکن کوئی اس کی دولت سے ایک نوٹ بھی نہیں چرا سکتا۔ کیسے چرائے گا یہاں چرانے کا کوئی سامان ہی نہیں ہے۔ چور کو خالی ہاتھ جانے سے پہلے ہی بجلی کے جھٹکے لگتے ہیں۔"

وہ پانی لے آیا۔ وہ اندھیرے میں گیا تھا اور اندھیرے میں ہی پانی لے آیا تھا۔ تاریکی میں برسوں سے رہنے کے باعث اس کی آنکھیں الو کی طرح سب کچھ دیکھ لیتی تھیں اس لیے ٹھوکر کھائے بغیر بالکل قریب آ کر پانی پیش کیا۔ مامیلا نے ٹٹول کر گلاس کو اپنے ہاتھوں میں لیا پھر پانی پیا تو عجیب بدمزہ سا لگا۔ اسے پیاس لگی تھی اس نے مجبوراً چند گھونٹ پیے پھر گلاس واپس کر دیا۔

اس نے کہا۔ "میں نے تمہارا بیگ اٹھا لیا ہے۔ دوسرے کمرے میں جا کر سو جاؤں گا۔ تم ریڈیو کا تکیہ بنا کر سو جاؤ۔" مامیلا نے میکسی پہنی ہوئی تھی جس کے اندر گھٹنوں کے پاس دو منی کیمرے اور آلات چھپا رکھے تھے۔ اب انہیں اس مکان میں چھپا کر رکھنے کا مسئلے تھا لیکن وہ اس مسئلہ پر غور نہ کر سکی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ غنودگی طاری ہو رہی تھی وہ چٹائی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ لیٹ گئی لیٹنے کے بعد کب آنکھ لگی یہ پتا ہی نہ چلا۔

مامیلا بڑے مضبوط ارادوں کی مالک تھی۔ جاگنے کا موقع ہو تو کبھی نہیں سوتی تھی۔ اس یہودی کے چند گھونٹ پانی نے یہ کمال دکھایا تھا کہ وہ صبح تک کے لیے بے خبر ہو گئی۔

وان لوئن نے دیکھا کہ بسن یہودی کے مکان میں داخل ہو گئی اور باہر نہیں آ رہی ہے تو سمجھ گیا کہ بسن کامیاب ہو گئی ہے۔ وہ یہ سوچ کر گھر روانہ ہو گیا کہ ٹی وی اسکرین پر اس یہودی کو اس کے مکان کے اندرونی حصوں کو دیکھ سکے گا۔

وہ واپس آ گیا۔ انا لانا کے کمرے میں روشنی تھی۔ اس نے دروازے پر آ کر پوچھا۔ "تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟"

وہ ناراضی سے بولی۔ "میں نہیں سوؤں گی۔"

"کیا بات ہے؟ ساحل سے واپس آتے وقت خوب ہنس رہی تھیں' اب منہ کیوں پھلائے بیٹھی ہو؟"

"جس کے لیے ہنس رہی تھی وہ گم ہو گیا ہے۔ میں اسے کہاں ڈھونڈوں؟"

بھائی نے پریشانی سے دیکھا پھر کہا۔ "پلیز انا! بے تکی باتیں نہ کرو' میں بہت مصروف ہوں۔ مامیلا اس یہودی کے گھر میں گھس گئی ہے۔ ہم بہت بڑا ہاتھ مارنے والے ہیں۔ میں ابھی اسکرین پر وہاں کا منظر دیکھوں گا' تم بہت پیاری سی بہن ہو۔ لباس تبدیل کر دو اور سو جاؤ۔"

"میں لباس نہیں بدلوں گی۔ جب تک وہ نہیں آئے گا یا اپنی آواز نہیں سنائے گا' میں لباس نہیں بدلوں گی۔"

"مامیلا درست کہہ رہی تھی۔ تمہارے ذہن پر ہیری کی موت کا اثر ہوا ہے۔ دیکھو تم اپنے بھائی سے محبت کرتی ہو تو لباس بدل لو' میں ضروری کام سے فارغ ہو کر آؤں گا پھر اپنی لاڈلی بہن کو تھپک کر سلاؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ انا اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس آئی پھر اسے زوردار آواز کے ساتھ بند کر دیا۔ یہ غصے کا اظہار تھا' وہ پاؤں پٹختی ہوئی کمرے کے وسط میں آئی' سامنے آئینے میں عکس نظر آ رہا تھا۔ بھائی کے الفاظ یاد آ رہے تھے کہ تم اپنے بھائی سے محبت کرتی ہو تو لباس بدل لو۔

وہ پاؤں پٹخ کر بڑبڑائی۔ "مجھے دیکھنے والا نہیں ہے' لباس بدل کر کیا کروں؟ وہ کون سا فون نمبر ہے جسے ڈائل کرنے سے اس کی دل میں اتر جانے والی آواز سنائی دے گی۔"

اسے اپنی ماں اور بھائی بہنوں سے بہت محبت تھی۔ اس نے سوچا۔ "میں لباس نہیں بدلوں گی اور برادر آئے گا تو اسے دکھ ہو گا کہ میں نے اس کی بات نہیں رکھی۔"

وہ اسکرٹ اور بلاؤز پہنے ہوئے تھی' آئینے کے سامنے اتارنے لگی۔ وہ لباس اس کے بدن پر سے پھسلتا ہوا قدموں میں فرش پر آ گیا۔ اس نے لباس کے اندر سے دونوں پیر نکالے پھر اسے اٹھانے کے لیے جھکی تو ٹھٹک گئی۔ لباس کے اندر جہاں زپ لگی ہوئی تھی وہاں ایک چھوٹا سا کاغذ زپ کے اندر کی طرف لگا ہوا تھا۔ اس نے بلاؤز کو اٹھا کر قریب سے دیکھا اس کاغذ پر ہیری کا نام پڑھتے ہی وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

"ہپ ہپ ہُرّا۔ ہیری! تو ڈاؤٹ یو آر مائی رئیل لور۔ (ہیری! بے شک تم میرے سچے عاشق ہو۔)

وہ مارے خوشی کے چیخ کر بول رہی تھی۔ بھائی نے اپنے کمرے میں اس کی آواز سنی پھر وہیں سے ڈانٹ کر کہا۔ "کیوں اتنی رات کو چیخ رہی ہو۔ وہ مر چکا ہے' واپس نہیں آئے گا۔"

اس نے اپنے کمرے میں رکھے ہوئے آلات کو آپریٹ کرنے کے بعد ٹی وی کو آن کیا تھا مگر دوسری طرف مامیلا' یہودی جان داؤد اور اس کے مکان کا منظر کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کی یہی وجہ سمجھ میں آ رہی تھی کہ ابھی مامیلا کو کیمرے اور دوسرے آلات چھپانے اور آن کرنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ جیسے ہی موقع

ملے گا ادھر اسکرین پر سب کچھ نظر آنے لگے گا۔"

وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔

انا اپنے بلاؤز کے پیچھے زپ کے پاس لگے ہوئے کاغذ کے ٹکڑے پر ہیری کا نام پڑھ رہی تھی۔ اس نام کے نیچے ایک کوڈ نمبر پھر ایک ٹیلیفون نمبر لکھا ہوا تھا۔ خوشی سے ناچتی ہوئی ٹیلیفون کے پاس آئی۔ عادل نے اپنے موبائل فون کا نمبر لکھا تھا۔ وہ ڈائل کرنے لگی۔

دوسرے کمرے میں اس کا بھائی آلات کو چیک کر رہا تھا تاکہ ان میں کوئی خرابی نہ ہو۔ چیکنگ کے بعد یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ رابطہ نہ ہونے کی وجہ یہی تھی کہ مامیلا کو اپنے آلات استعمال کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ اسے خبر نہیں تھی کہ بہن وہاں بے ہوشی کی نیند سو رہی ہے۔

وہ چھوٹی بہن کی چیخ سن کر چونک گیا وہ خوشی سے چیخی ہوئی کہہ رہی تھی۔ "او میری جان ہیری! یو آر فینٹاسٹک' تم نے کمال کر دیا! میں پریشان ہو رہی تھی کہ اب تمہاری آواز کیسے سنوں گی۔ تمہیں دوبارہ کیسے دیکھ پاؤں گی۔"

بھائی نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر دل میں کہا۔ "یہ لڑکی پاگل ہو گئی ہے' ایک مردے سے بات کر رہی ہے۔"

دوسری طرف سے عادل نے کہا۔ "انا! میری جان! اتنا کیوں چیخ رہی ہو؟ آہستہ بولو۔"

وہ بولی۔ "میں بہت خوش ہوں' مجھ سے خوشی برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ یہ بتاؤ تم نے وہ کاغذ کی پرچی کب لگائی تھی مجھے خبر بھی نہ ہوئی۔"

"جب تم ساحل پر مجھ سے گلے لگ رہی تھیں تب میں نے تمہارے بالوں سے ہیئر پن نکال کر وہ پرچی تمہارے بلاؤز میں ٹانک دی تھی۔"

"ہائے کتنا رومانٹک انداز ہے۔ میں اپنی زندگی میں تمہارے جیسا ہیرو چاہتی تھی اور تم مل گئے۔"

"میں نے اپنا نام بدل دیا ہے' اب تم مجھے عادل کہا کرو۔"

"یہ عادل کس قسم کا نام ہے' میں پہلی بار سن رہی ہوں۔ مجھے تو ہیری اچھا لگتا ہے۔"

"تم پہلی بار سن رہی ہو اس لیے یہ نام اجنبی سا ہے۔ اپنی زبان سے یہ نام لو۔ منہ مٹھاس سے بھر جائے گا۔"

"کیا عادل کے معنی مٹھاس کے ہیں؟ یہ کس زبان کا لفظ ہے؟"

"یہ اردو زبان ہے' میں اب ایک پاکستانی کے روپ میں آ گیا ہوں۔ عادل کے معنی یوں تو انصاف کرنے والا کے ہیں لیکن محبت کی ڈکشنری میں یہ آ۔ دل ہے۔ یعنی محبوبہ اپنے دلدار کو پکارتی ہے۔"

"آ۔ دل۔۔۔ آ دل۔"

"اس نام میں اتنا رومانس ہے تو پھر میں تمہیں عادل ہی کہوں گی۔ آ۔ دل۔ میرے آ۔ دل۔ میرے آدل۔"

وہ نام لیتی جا رہی تھی اور قہقہے لگاتی جا رہی تھی۔ دروازہ پر دستک سنائی دی پھر بھائی کی آواز آئی۔ "انا! فار گاڈ سیک یور پن بند کرو۔ پلیز اسے یاد نہ کرو' اس کی یادیں تمہیں پاگل بنا رہی ہیں۔"

وہ ہنستی ہوئی فون پر بولی۔ "بڑا مزہ آ رہا ہے۔ میری بہن بھائی یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں ہیری کی موت کے صدمے سے پاگل ہو گئی ہوں۔ ہاہاہا۔ ہاہاہا۔"

وہ پھر قہقہے لگانے لگی۔ بھائی نے دروازہ پیٹ کر کہا۔ "دروازہ کھولو۔ میں ابھی تمہیں مینٹل اسپتال لے جاؤں گا۔"

وہ ریسیور ایک طرف رکھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔ پھر رک گئی۔ یاد آیا کہ بدن پر لباس نہیں ہے۔ اس نے دوڑ کر الماری سے ایک لباس نکالا پھر اسے پہن کر دروازے کے پاس آئی اور دروازہ کھول دیا۔ وہ غصے سے اندر آ کر بولا۔ "تم ہمیں کیوں پریشان کر رہی ہو؟ کیوں ہیری کو پکار کر قہقہے لگا رہی ہو؟"

"برادر! اب میں ہیری کا نام نہیں لوں گی۔"

"شاباش! تمہیں نارمل رہنا چاہیے۔"

"میں عادل کو پکارا کروں گی۔"

"یہ عادل کون ہے؟"

"یہ ہیری کی روح ہے۔ مرنے کے بعد مسلمان ہو گئی ہے۔"

وہ غصے سے اچھل کر بولا۔ "تم پھر بہک رہی ہو۔ مرنے کے بعد روحیں دنیا میں نہیں آتی ہیں۔"

"آتی ہیں۔ آپ ریسیور اٹھا کر سنیں۔ اس کی روح بول رہی ہے۔"

بھائی نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا پھر ناگواری سے بولا۔ "کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں عالم ارواح سے بول رہا ہوں۔ خدا سے ڈرو قیامت کے دن سزا سے بچنا ہے تو ابھی توبہ کر اور مسلمان ہو جاؤ۔ تمہارا ہونے والا بہنوئی مسلمان ہو گیا ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟ تم کون ہو؟"

"ابھی تمہاری بہن نے بتایا ہے کہ میں مرنے سے پہلے ہیری تھا' اب میرا نام عادل ہے۔"

"تم کوئی مسخرے ہو' ہیری کی روح بن کر میری معصوم نادان بہن کو پاگل بنا رہے ہو۔"

انا نے کہا۔ "برادر' میں نادان نہیں ہوں۔ اپنے عادل کی آواز لاکھوں کی پہچان سکتی ہوں۔"

"یو شٹ اپ۔ یہ عادل کون ہے؟"

"آپ سے کتنی بار کہا جائے کہ عادل ہیری ہے۔ یعنی کہ ہیری عادل ہے۔"

"ہیری مر چکا ہے' میں نے اس کے جسم میں ایک نہیں دو گولیاں اتاری تھیں۔"

"برادر! میں گاڈمدر ٹریسا کی بیٹی ہوں۔ پولیس کی چالوں کو خوب سمجھتی ہوں۔ بینک میں ڈاکا پڑنے کے بعد وہ ہمیں جگہ جگہ تلاش کر رہے ہوں گے۔ کوئی چور راستوں سے ہماری مافیا فیملی میں گھسنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ میں یہ ساری باتیں سمجھتی ہوں آپ بھی سمجھ لیں اور مجھ پر بھروسا کریں وہ کوئی جاسوس یا دشمن نہیں ہے وہ میرا محبوب ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ ابھی تم بہت چھوٹی ہو۔ تمہیں بالغ ہونے کے بعد ایسی باتیں کرنی چاہئیں۔"

"برادر! شادی کے لیے بالغ ہونا ضروری ہے اور میں ابھی شادی نہیں صرف محبت کر رہی ہوں۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ تمہارے ذریعے ہمارے بہت سے راز معلوم کر لے گا۔"

"تمہاری تین بہنیں ہیں۔ کیا تینوں کبھی شادیاں نہیں کریں گی۔ کیا ان کے شوہروں کو ہماری مافیا فیملی اور عکس منتقل کرنے کے

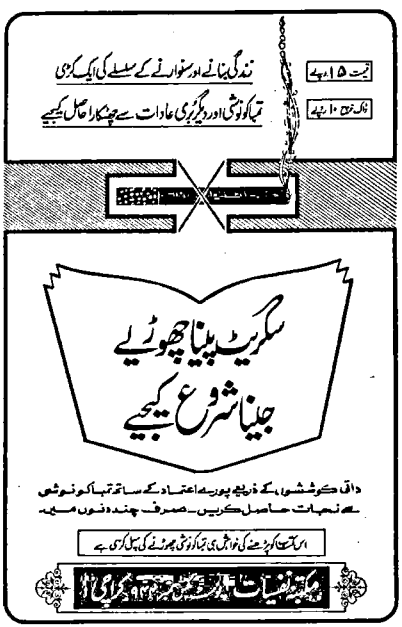

راز معلوم نہیں ہوں گے۔"

"جب تم تینوں کی شادیاں ہوں گی تب دیکھا جائے گا۔ ہماری ممی خوب چھان بین کرنے کے بعد اس فیملی میں داماد لائیں گی۔"

"چھاننے اور پھٹکنے کا وقت آگیا ہے۔ میں جسے پسند کر رہی ہوں آپ لوگ اسے پرکھ لیں' آزما لیں۔ آئندہ وہی میرا جیون ساتھی' تمہارا بہنوئی اور ممی کا داماد بننے والا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر ایک لمبی سانس چھوڑتے ہوئے بولا۔ "کل رات تک ممی اور میکسی آجائیں گی' وہی تمہارا دماغ درست کریں گی۔"

وہ ٹیلیفون اٹھا کر جانا چاہتا تھا' انا نے ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "اسے نہ لے جاؤ۔"

"میں لے جاؤں گا۔ ممی کے آنے کے بعد تم اس فریبی سے رابطہ کرو گی۔"

"برادر! میں ضد کی پکی ہوں۔ اگر تم اسے لے جاؤ گے تو میں باہر جا کر پبلک ٹیلیفون سے رابطہ کروں گی۔"

اس نے گھور کر اسے دیکھا پھر ٹیلیفون کو بستر پر پھینک کر چلا گیا۔ وہ دروازے کو اندر سے بند کر کے بستر پر آگئی پھر اس ٹیلیفون کو آپریٹ کرنے لگی۔ باہر اس کا بھائی بند دروازے سے کان لگائے سن رہا تھا۔ ٹیلیفون ڈائل کرنے کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دے رہی تھی پھر انا کی آواز آئی۔ "ہیلو ہیری! میں ہوں تمہاری انا لانا۔ ایس کیا کہا؟ اوہ ہاں' بھول ہو گئی' ہیری نہیں عادل۔ سوری اب نہیں بھولوں گی۔ عادل' میرے عادل' ہزار بار عادل' عادل' عادل زندگی کی آخری سانس تک عادل ہی عادل۔"

بھائی نے ایک گہری سانس لے کر دل میں کہا۔ "اچھا تو انا کے پاس اس فریبی کا فون نمبر ہے۔ وہ شخص فون نہیں کرتا ہے۔ انا اس سے رابطہ کرتی ہے۔ تعجب ہے اس نے عشق کا یہ سلسلہ کب سے شروع کیا؟ آخر وہ کون ہے' جسے وہ ہیری بھی کہتی ہے اور عادل بھی؟"

وہ سوچتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اسے مامیلا کی بھی فکر تھی وہ یا یہودی جان داؤد اسکرین پر نظر نہیں آرہے تھے وہ کمرے میں آکر پھر ٹی وی آلات میں سر کھپانے لگا۔

انا بند کمرے میں اپنے ملائم بستر پر لوٹ رہی تھی اور عادل سے بول رہی تھی۔ "سچ کہتی ہوں عادل! بڑا مزہ آرہا ہے۔ میرا خیال ہے مجھے تمہاری نئی زندگی کی حقیقت چھپانا چاہیے۔ ابھی برادر چکرا رہا ہے۔ کل میری ممی آنے والی ہیں وہ اور دونوں بہنیں بھی ہیری کی موت اور زندگی کے متعلق تذبذب میں رہیں گی تو اور مزہ آئے گا۔"

"اگر میں روح بن کر ان کے سامنے چلا آؤں تو؟"

"پھر تو کمال ہو جائے گا لیکن تم روح کیسے بنو گے؟"

"جیسے تم بن کر بینک میں آئی تھیں۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "وہ ایک سائنسی کمال ہے۔ ایسا سب نہیں سکتے۔ میرا بھائی ایک ذہین سائنس دان ہے۔ تم اسے بچوں کا نہ سمجھو۔"

"میرے سر پر جس عظیم ہستی کا سایہ ہے اس نے مجھے ہے' زندگی کو بچوں کا کھیل سمجھ کر کھیلتے رہو۔ بوڑھوں کا کھیل گے تو فکرمندی سے ساری عمر روتے رہو گے۔"

"تمہارے سر پر کس کا سایہ ہے؟"

"میں ابھی بتاؤں گا پہلے یہ بتاؤ' تمہارے پاس وہ منی کیمرا جس کے ذریعے میں تمہیں دیکھ سکوں۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "تم ایسے کیمرے کے متعلق کیا جا ہو؟"

"مجھ سے سوال نہ کرو۔ جواب دو۔ ایسا کیمرا اور آلات جن کے ذریعے میں اپنے ٹی وی اسکرین پر تمہیں دیکھ بھی سکوں تمہاری باتیں بھی سن سکوں؟"

"ہاں' میرے پاس میرے کمرے میں ایسے آلات ہیں لیکن مجھے حیران کر رہے ہو۔"

"تمہاری حیرانی کی عمر نہایت مختصر ہے۔ اپنے کمرے میں آلات ہیں انہیں آن کرو۔"

"اچھا آن کر رہی ہوں۔ فون نہ بند کرنا۔"

"نہیں میری جان! فون بند کر دو' اب اس کی ضرورت نہ پڑے گی۔"

وہ ریسیور رکھ کر بستر سے اٹھ گئی۔ اس کے اور مامیلا کے میں ایک بڑا سا لاکٹ رہتا تھا جس میں ننھے سے کیمرے اور مائ فون کو بڑی مہارت سے اسمبل کیا گیا تھا۔ اس نے اس بلیک الماری سے نکال کر ایک دیوار کی کیل پر لٹکا دیا پھر اسے آپ کرنے کے بعد اسے دیکھتی ہوئی الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگی۔ لمحے میں عادل کی آواز سنائی دی۔ "مجھ سے ٹکرا نہ جانا۔"

وہ چونک گئی۔ پیچھے کو گھوم کر دیکھا تو حیرت سے چیخ نکل گ ایک اجنبی شخص کھڑا ہوا تھا لیکن آواز ہیری کی تھی وہ مسکرا بولا۔ "میں تمہارا موجودہ عادل اور سابقہ ہیری ہوں۔"

وہ ہکلاتی ہوئی بولی۔ "کیسے یقین کروں؟"

"میری آواز سے پہچانو۔ میں نے ہی تمہارے دھڑکتے ہو دل کو اپنے دل سے لگاتے وقت اپنے موبائل فون کی پرچی با میں پن کر دی تھی۔"

عادل نے اسے آغوش میں لینے کے لیے دونوں بازو دے دیے۔ وہ بھی دونوں بانہیں پھیلائے گلے لگنے کو آگے بڑھی پھر کے عکس کے آر پار ہو کر اس کے پیچھے آگئی۔ عادل نے پیچھے کر اسے دیکھا پھر کہا۔ "محبوب نہ ہو تو اس کی آواز سننے کے دل تڑپتا ہے۔ آواز سنائی دے تو ملنے کے لیے بے چینی پیدا ہو ہے۔ اب میں ملنے آیا ہوں تو گلے لگنے کی بے چینی ہے۔ ہر خوا

ر بعد دوسری نئی خواہش پیدا ہوتی ہے اسی لیے کہتے ہیں کہ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

انا دونوں ہاتھوں کی قینچی بنا کر اپنے ہی سینے اور بازوؤں کو بھینچ بولی۔ "ہائے عادل! میں تم پر مرجاؤں' ہزار بار جیوں' ہزار بار تم پر ہوں۔ تم تو میرے برادر کی طرح ذہین سائنس دان ہو۔"

"میں تمہارے سائنس دان بھائی سے دو ہاتھ آگے ہوں اس کے پاس صرف دماغ ہے دل نہیں ہے۔ میرے پاس دماغ بھی ہے دل بھی ہے اور وہ دل تمہارے لیے ہے۔"

"تم نے درست کہا ہے' ایک خواہش کے بعد دوسری نئی خواہش پیدا ہوتی ہے اس وقت میری شدید خواہش ہے کہ تم میرا ہاتھ پکڑو جیسے ساحل پر اپنی دھڑکنوں سے لگایا تھا' ویسے ہی مجھے اپنے بازوؤں میں چھپا لو۔"

"اس کے بعد دل اور کچھ چاہے گا۔ دیوانے دل کی بات پر نہ دے۔ چنانچہ سن رہا ہے' اسی پر صبر کرو اور کام کی باتیں کرو۔ کیا تم یہاں اکیلی ہو؟"

"دوسرے کمرے میں میرا بھائی ہے۔"

"بھائی کا کوئی نام ہو گا۔"

"نام تو ہے لیکن ہم بڑی رازداری سے زندگی گزارتے ہیں۔"

"مجھ سے رازداری نہیں رہے گی۔ تم سب مافیا کی گاڈ مدر ٹریسا کی اولاد ہو۔"

وہ چونک کر بولی۔ "اوہ گاڈ! تم بہت پُراسرار اور خطرناک ہو۔ اری عکس منتقل کرنے والی تکنیک سے ہی واقف نہیں بلکہ ہمارے خلق اور بھی بہت کچھ جانتے ہو۔"

"مافیا کی گاڈ مدر کی بیٹی کو مجھ جیسا مرد ہی چاہیے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔ مجھے تم سے بہتر جیون ساتھی نہیں ملے گا لیکن ایک شوز فیکٹری کے مالک ہو کر ہمارے بارے میں اتنی معلومات ے رکھتے ہو۔"

"میں شوز فیکٹری کا مالک ہیری رابسن نہیں ہوں۔ یہ جو چہرہ کھ رہی ہو یہ میرا پیدائشی چہرہ نہیں ہے۔ میں رات کو ساحل پر ملنے لے ہیری کے بھیس میں تھا۔ اسی بھیس میں تم نے ڈاکا ڈالتے وقت ھے دیکھا تھا' اب یہ اصلی روپ دیکھ رہی ہو۔"

"کیا تم مسلمان ہو؟"

"الحمد للہ۔ تم عربی نہیں سمجھو گی۔ اس کے معنی ہیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں سلمان ہوں۔ ایک اور صرف ایک خدا اور آخری نبی پر میرا یمان ہے۔"

وہ بستر کے سرے پر بیٹھ کر بولی۔ "تم نے مجھ سے اپنی اصلیت کیوں چھپائی؟"

"مجھے اصلیت ظاہر کرنے کا موقع کب ملا۔ پہلی ملاقات میں م الجھا ہوئی تھیں۔ دوسری ملاقات ساحل پر ہوئی۔ وہاں میں مردہ تھا۔ جب تمہیں اپنی زندگی کا یقین دلایا تو شرما کر بھاگ گئیں۔ اب تیسری ملاقات میں تمہارے سامنے ہوں' اپنی اصلیت پیش کر رہا ہوں مگر قبولِ اُفتاد زہے عزو شرف۔"

وہ اٹھ کر اس کے قریب آئی پھر بولی۔ "کاش میں تمہیں چھو کر قسم کھا سکتی پھر بھی تمہارے عکس پر ہاتھ رکھ کر پورے یقین سے کہتی ہوں کہ میں صرف تمہارے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ تم ہزار رنگ بدلو میری محبت کا رنگ ایک ہی رہے گا۔"

"میری جان! میں تمہاری ماں سے تمہیں مانگنا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری ذہانت اور صلاحیتیں دیکھ کر میرا دل کہتا ہے کہ ممی تمہیں قبول کریں گی۔ انہیں ایسا ہی بے باک اور تیز و طرار داماد چاہیے لیکن انہیں متاثر کرنے کے لیے کوئی کارنامہ دکھانا ہو گا۔"

"ضرور دکھاؤں گا۔ بولو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

وہ ٹہلتے ہوئے سوچنے لگی پھر بولی۔ "تم لوٹا ہوا مال آئی جی کے حوالے کر کے میری ممی کی نظروں میں زیرو ہو گئے ہو تمہاری صلاحیتوں کو میں دیکھ رہی ہوں تم نے بڑی چالاکی سے برادر کو اُلو بنایا ہے۔ وہ کسی دوسرے کو گولی مار کر مطمئن ہے پھر یہ کہ تم برادر کے عکس کو منتقل کرنے والا ہنر جانتے ہو لیکن بینک ڈکیتی میں تم نے ہمیں جو نقصان پہنچایا ہے اس کی تلافی کرو۔ ممی کو اس سے کہیں زیادہ فائدہ پہنچاؤ۔"

"تم کہو تو اسرائیل کا اسٹیٹ بینک خالی کر دوں۔"

وہ پھر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگی دفعتاً چونک کر چٹکی بجاتے ہوئے بولی۔ "ہاں یاد آیا۔ یہاں ایک کنجوس ارب پتی یہودی ہے جسے مامیلا اور برادر لوٹنا چاہتے ہیں۔"

"یہ مامیلا کون ہے؟"

"میری ایک بہن کا نام مامیلا اور دوسری کا نام میکسی ہے اور برادر کا نام وان لوئن ہے۔ مامیلا عکس ٹرانسفر کرنے کے آلات لے کر اس یہودی کی شکستہ کوٹھی میں گئی ہے شاید اس نے وہ آلات وہاں چھپا دیے ہیں اور انہیں آن کر دیا ہے۔ برادر' یہودی کے مکان کو اندر سے دیکھ کر معلوم کر رہا ہو گا کہ اس کنجوس نے دولت کہاں چھپائی ہے۔"

"اگر تم ابھی یہاں سے نکل کر اس یہودی کا مکان دکھا دو اور میری ہدایات پر عمل کرو تو میں تمہارے برادر سے پہلے وہاں کا تمام مال تمہاری خوابگاہ میں پہنچا دوں گا۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟" وہ خوش ہو کر اس سے لپٹنے آئی پھر اس کے آر پار چلی گئی۔

وہ بولا۔ "مسرتوں پر قابو پاؤ۔ آئندہ اس سے زیادہ مسرتیں ملنے والی ہیں۔ برادر کے پاس جاؤ اور وہاں دیکھو کہ اسکرین پر کیا نظر آرہا ہے۔"

"ابھی جاتی ہوں۔ کیا تم بھی ساتھ رہو گے؟"

"میں ابھی تمہارے برادر کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا۔ مگر تم

اپنا یہ لاکٹ پہن کر جاؤ میں اپنے کیمرے کے پیچھے جا رہا ہوں۔ اس طرح میں نظر نہیں آؤں گا لیکن اپنے ٹی وی اسکرین پر تمہارے برادر کو دیکھ سکوں گا۔"

وہ دیوار کی کیل سے نیکلس اتار کر پہننے لگی۔ عادل کیمرے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اس کیمرے کے پیچھے میں کھڑا ہوا اسے آپریٹ کر رہا تھا۔ لیلیٰ ساؤنڈ مشین کو ہینڈل کر رہی تھی۔ ہم تینوں نے اپنے ٹی وی اسکرین کے سامنے آکر دیکھا۔ انا لانا اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر ایک کاریڈور کو عبور کر کے دوسرے کمرے کے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔ بھائی کی آواز سنائی دی۔ "انا! کیا تم ہو؟"

"ہاں' دروازہ کھولو۔"

دروازہ کھل گیا۔ وہ اندر آتے ہوئے بھائی سے بولی۔ "میں دیکھنے آئی ہوں' مامیلا یہودی کے گھر میں کیا کر رہی ہے۔"

وہ بولا۔ "یہ دیکھو اسکرین تاریک ہے۔ نہ مامیلا ہے' نہ یہودی اور نہ ہی اس کے گھر کا منظر ہے۔ یہ پریشانی کی بات ہے' کہیں اس یہودی نے ہماری بہن کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔"

"برادر! ہمیں فوراً وہاں جانا چاہیے۔"

"میں ابھی باہر جانے کے لیے جوتے پہن رہا تھا کہ تم آگئیں جاؤ تم آرام کرو میں ابھی لوٹ آؤں گا۔"

"نہیں برادر! میں ساتھ چلوں گی۔ ابھی آتی ہوں میرا انتظار کرو۔"

"وہ تیزی سے چلتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی۔ عادل ادھر کیمرے کے سامنے آگیا۔ ادھر انا کو دکھائی دینے لگا وہ بولی۔ "تم اس یہودی کا مکان دیکھنا چاہتے تھے۔ میں وہاں جا رہی ہوں کیا میرے ساتھ رہو گے؟"

"میرا عکس نہیں رہے گا لیکن میں تمہارے لاکٹ کے ذریعے تمہاری باتیں سنتا رہوں گا اور جہاں جہاں سے گزرو گی وہاں کے مناظر بھی دیکھتا جاؤں گا۔ یوں یہودی کا مکان دیکھ لوں گا۔"

"باہر اندھیری رات ہے یہ کیمرا کوئی منظر نہیں دکھا سکے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ صرف تمہاری آواز کافی ہے ایک بات یاد رکھو۔ دروازے پر جا کر یہودی کو ضرور مخاطب کرو۔ میں اس کی باتیں ضرور سننا چاہوں گا۔"

بھائی نے دروازے پر دستک دی۔ عادل کیمرے کے پیچھے جا کر انا کے کمرے سے غائب ہو گیا۔ وہ اسکرین پر نظر آ رہی تھی اپنے بھائی کے ساتھ اس بنگلے سے نکل کر کار میں بیٹھ رہی تھی۔ لیلیٰ نے مسکرا کر کہا۔ "بھئی عادل! تم تو زبردست عاشق نکلے' بیچاری انا کو پاگل بنا دیا ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "بھائی جان! میں کس قابل ہوں آپ اور بھائی جان مجھ جیسے ذرّے کو آفتاب بنا رہے ہیں۔"

میں نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "ہم خدا کے عاجز بندے ہیں۔ ہم کسی گدھے کو گھوڑا نہیں بنا سکتے۔ اگر تم ذرّے تو اللہ کی رضا سے آفتاب بن رہے ہو۔ ہم تو صرف راہنمائی کر رہے ہیں۔"

"بھائی جان! یہ میرے لیے کتنے فخر کی بات ہے کہ آپ میری خاطر آئے ہیں۔"

"تمہاری خاطر ضرور آیا ہوں لیکن تم یہاں جو کچھ بھی کر رہے ہو اس کے پیچھے ہمارے مقاصد ہیں۔ میں وقت آنے پر تمہیں بہت کچھ بتا سکوں گا۔"

میں نے اس وقت اسے نہیں بتایا میرا ایک مقصد یہ تھا اسرائیل میں جتنے ممالک کے جاسوس' خطرناک تخریبوں کے ماہر اور جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے آ رہے ہیں' ان سب کو بے نقاب کرنے کی کوشش کروں۔ پارس نے فارمولوں کا شوشا چھوڑ کر میرے لیے یہ بہترین موقع فراہم کیا تھا۔

میں نے عادل میں بہت سی خوبیاں دیکھی تھیں میں نے یہ اس کی پشت پر رہوں گا تو وہ بڑی عمدگی سے مشکل حالات سے گزر سیکھ لے گا اور میں بھی کسی گوشۂ عافیت میں آرام نہیں کروں کچھ تو میں آرام طلب نہیں ہوں کچھ میرے محبوب قارئین سے میدانِ عمل میں لو گرم رکھنے کا تقاضا کرتے ہیں۔

بہرحال ہم اپنے اسکرین پر ان بہن بھائی کو دیکھ رہے تھے کار کے اندر روشنی تھی باہر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اسٹریٹ لائٹس کے قریب سے گزرتے وقت وہ کچھ صاف طور سے نظر آنے لگتے تھے پھر وہ یہودی جان داؤد کی کوٹھی کے سامنے رک گئے۔ لوئن نے کار کے اندر کی لائٹ اور ہیڈ لائٹس بجھا دیں اس لیے ہمارے ٹی وی کا اسکرین بھی تاریک ہو گیا لیکن انا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

وہ بولی۔ "برادر! اس کنجوس کے مکان کے باہر اور اندر تاریکی ہے اس لیے مامیلا کے آلات کام نہیں کر رہے ہیں۔"

کار کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ وان لوئن نے کہا۔ "ہمیں مامیلا کی خبر لینا چاہیے جب تک اس کی خیر معلوم نہیں ہو گی' مجھے اطمینان نہیں ہو گا۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ سوکھے پتّوں کی ایسی آوازیں آئیں جیسے وہ بہن بھائی ان پر چلتے جا رہے ہو پھر دروازے پر دستک دی۔ دوسری دستک پر ایک اجنبی آواز سنائی دی۔ "کون۔ رات کے تین بج رہے ہوں گے۔ یہ بھی کوئی آنے کا وقت جاؤ یہاں سے....."

وہ بند دروازے کے پیچھے سے بول رہا تھا۔ رات کی خاموشی میں اس کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں نے خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا وہ یہودی جان داؤد گہری تاریکی میں بند دروازے کے پیچھے کھڑا سوچ رہا تھا رات کو چور بدمعاش یا پولیس والے آسکتے ہیں۔ اس شہر

چوروں کو معلوم ہے کہ میرے مکان کی دیواروں میں بجلی کی لہر دوڑتی رہتی ہے اس لیے وہ نہیں آئیں گے۔ پولیس آسکتی ہے اور اس لیے آسکتی ہے کہ یہاں ایک لڑکی بینک کے لوٹے ہوئے ایک لاکھ ڈالر لے کر آئی ہے۔

وہ سوچ رہا تھا اور مطمئن تھا کہ اس پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ اس نے مامیلا کے لائے ہوئے ایک لاکھ ڈالر چھپا دیے تھے۔ پولیس والے اس کے مکان کی تلاشی لینے کے بعد مایوس ہو جائیں گے۔ ناکامی گرامی چور بھی آج تک یہ سراغ لگانے میں ناکام رہے تھے کہ وہ اپنی دولت کہاں چھپا کر رکھتا ہے۔ میں نے پلک جھپکتے ہی معلوم کر لیا۔

اس کے پاس سونے کی اینٹوں کی شکل میں دولت تھی' اس نے نقد یہاں کروڑ ڈالر کا سونا اپنے مکان کی دیواروں میں چھپا رکھا تھا۔ کئی دیواریں ایسی تھیں جن کے اندر سونے کی اینٹیں رکھنے کے بعد انہیں اینٹوں اور گارے سے مستقل بند کر دیا گیا تھا۔ پچھلے پچیس برس سے وہ سونا وہاں رکھا ہوا تھا۔ پھر آج تک وہ جتنی دولت حاصل کرتا رہا تھا۔ اسے دوسرے کمروں کی دیواروں میں چھپاتا رہا تھا۔ بڑی بڑی ملوں اور فیکٹریوں میں اس کے لاکھوں پونڈز گردش کر رہے تھے جن سے ہر ماہ ہزاروں پونڈز سود کے طور پر وصول ہوتے رہتے تھے۔ اس کے چور خیالات نے بتایا' دولت اتنی بڑھتی جا رہی ہے کہ چھپانے کے لیے اس بڑی سی کوٹھی کی دیواریں کم پڑنے لگی ہیں۔

انا لانا اور وان لوئن دروازے کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔ ہر ایک کمرے میں ان کی بہن مامیلا بے ہوش پڑی ہوئی تھی اور یہودی دروازہ کھولنا نہیں چاہتا تھا۔ انا لانا نے کہا "مسٹر داؤد! میری بہن کوٹھی میں ہے' مجھے اس سے ملنے دو۔ دروازہ کھولو۔"

وہ دروازہ کبھی نہ کھولتا۔ لیکن میں نے اس کی زبان سے کہا "انتظار کرو۔ ابھی لائٹ آن کر کے دروازہ کھولتا ہوں۔"

اتنا کہتے ہی اس نے اپنے منہ کو دونوں ہاتھوں سے دبا کر چلایا۔ یہ میں نے کیوں کہا "میں ہرگز دروازہ نہیں کھولوں گا اور یہ لائٹ بھی آن نہیں کروں گا۔"

وہ ایسا کرنے سے انکار کرتا ہوا مین سوئچ کے پاس آیا پھر اسے آن کر دیا۔ کوٹھی کے اندر اور باہر روشنی پھیل گئی۔ وہ روشنی دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر مین سوئچ کو آف کرنا چاہا لیکن میں نے ہاتھ ہلانے نہیں دیا۔ اس نے کئی بار دوبارہ تجربہ کرنے کی کوششیں کیں پھر تیزی سے چلتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف گیا اور سوچا..... "کچھ بھی ہو جائے' میں دروازہ نہیں کھولوں گا۔"

وہ دروازے کے قریب آکر رک گیا۔ پھر اونچی آواز میں بولا "میں قدم رکھنے سے پہلے ایک وارننگ دیتا ہوں۔ اسے یاد رکھو۔ اس مکان کے اندر کی کسی دیوار کو ہاتھ نہ لگانا ورنہ بجلی کے نادیدہ تاروں سے چپک کر رہ جاؤ گے۔ جس کے نتیجے میں بے ہوشی بھی ہو سکتی ہے اور موت بھی۔"

یہ کہتے ہی اس نے پھر دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ دبا لیا۔ پھر اپنے منہ پر طمانچے مارتے ہوئے کہنے لگا "میں مر جاؤں۔ میرا منہ ٹوٹ جائے۔ میری زبان کٹ جائے۔ میں نے یہ راز کیوں بتا دیا۔ میں آنے والوں کو اسی طرح ہتھیاروں کے بغیر بے بس کرتا ہوں۔ اب تو یہ ہوشیار ہو گئے ہیں۔"

اب آخری کوشش یہی تھی کہ دروازہ نہ کھلے۔ میں چند سیکنڈ تک اس سے کھیلتا رہا۔ وہ وہاں سے پلٹ کر جانا چاہتا تھا' میں اسے واپس لے آتا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ پیچھے کر لیے تاکہ دروازہ نہ کھولے۔ لیکن اسے کھولنا ہی پڑا۔ دروازہ کھلتے ہی ہمیں انا کے لاکٹ کے ذریعے وہ یہودی اور مکان کے اندر کا کچھ منظر دکھائی دیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ مامیلا کی طرح پھر ایک لڑکی تنہا آئی ہے۔ کیونکہ تاریکی میں اب تک صرف انا ہی بول رہی تھی وہ یہودی انا کے ساتھ وان لوئن کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ خوف سے کھانستے ہوئے بولا "تت..... تم لوگ کون ہو؟ مجھ سے کیا کام ہے؟"

وان لوئن اسے دھکا دیتے ہوئے اندر آکر بولا "میری بہن کہاں ہے؟"

"کیا وہ تمہاری بہن ہے' جو میرے گھر میں سو رہی ہے۔"

"ہاں' وہی ہو گی۔ ہمیں اُدھر لے چلو۔"

علم و حیرت پر ایک بے حد کارآمد کتاب

ٹیلی پیتھی اور مستقبل بینی

ایک کتاب میں دو کتابیں

اپنا پیغام دوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور ان کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ

قیمت -/۱۲ روپے

وہ مامیلا کی طرف جانے لگے۔ انا نے پوچھا "جھوڑھے کنجوس! کیا یہ درست ہے کہ یہاں کی اندرونی دیواروں میں بجلی کے نادیدہ تار ہیں؟"

یہودی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں تم لوگوں کو چور ڈاکو سمجھ کر یونہی دھمکی دے رہا تھا۔ تاکہ اندر نہ آؤ۔"

وان لوئن نے کہا "تمہارے گھر میں بیٹھنے کے لیے ایک ٹوٹی ہوئی کرسی نہیں ہے۔ تم بجلی کے تار بچھانے میں کیا خاک رقم خرچ کرو گے؟"

"میں کہہ تو رہا ہوں کہ جھوٹ بول رہا تھا۔ تم کسی بھی دیوار کو ہاتھ لگا کر دیکھو۔ یہ عام سی دیواریں ہیں۔"

وان لوئن چلتے چلتے رک گیا۔ اس نے ایک قریبی دیوار کو دیکھا پھر اسے چھونے کے لیے ایک قدم بڑھایا یکبارگی اس کے سامنے عادل کے عکس نے آکر کہا "رک جاؤ۔"

وان لوئن اسے اچانک دیکھ کے ہی اچھل پڑا۔ شدید حیرانی سے سنبھل نہ سکا۔ اچھلتے ہی پیچھے فرش پر گر پڑا۔ یہودی خوف کے باعث تھر تھر کانپنے اور حلق سے عجیب و غریب آوازیں نکالنے لگا۔ وان لوئن فرش پر پڑا حیرانی اور بے یقینی سے عادل کو دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ عکس ٹرانسفر کرنے کی تکنیک کوئی اور بھی جانتا ہے۔

عادل نے کہا "یہاں کی کسی دیوار کو ہاتھ نہ لگانا۔ ان دیواروں میں چار سو چالیس وولٹ کی بجلی دوڑ رہی ہے۔" وان لوئن نے دیدے پھاڑ کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟"

انا فخریہ انداز میں مسکرا کر بولی "یہ میرا محبوب' میرا یار' دلدار اور کل کا ہیری اور آج کا عادل ہے۔"

عادل نے کہا "تم نے میرے جسم میں دو گولیاں اتاریں' مجھے مار ڈالا لیکن میں تمہیں ان دیواروں سے چپک کر مرنے سے بچا رہا ہوں اور اس لیے بچا رہا ہوں کہ جو گو کے بھائی کے لیے سات خون معاف ہوتے ہیں۔"

وان لوئن نے کہا "میں سمجھ گیا۔ انا نے ہمارے آلات چرا کر تمہیں دیے ہیں۔ تم ان آلات کے ذریعے یہاں نظر آرہے ہو۔"

"یہ آلات اور یہ تکنیک تمہارے باپ کی جاگیر نہیں ہیں۔ ہمارے پاس بھی ذہانت ہے۔ یہ دیکھو۔"

اس نے جیب سے ایک سرخ رنگ کا چشمہ نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "یہ میری ایجاد ہے۔ میں اسے آنکھوں سے لگا کر زمین کو دیکھتا ہوں تو اس کے اندر چھپے ہوئے خزانے نظر آتے ہیں۔ میں اسے پہن کر معلوم کر سکتا ہوں کہ اس کنجوس یہودی نے اپنی بے انتہا دولت کہاں چھپا رکھی ہے۔"

یہودی جان داؤد نے دونوں ہاتھ انکار میں ہلاتے ہوئے کہا "نہیں' میرے پاس دولت نہیں ہے۔ میں ایک غریب آدمی ہوں تمہارے اس چشمے سے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اسے آنکھوں سے لگا کر نہ دیکھو۔"

"مسٹر عادل! اگر تم اس چشمے کے ذریعے یہ بتا دو کہ بے تاج دولت کہاں چھپائی گئی ہے کہ تو میں تسلیم کرلوں گا کہ یہ عکس ٹرانسفر کرنے کے آلات بھی تم نے خود تیار کیے ہیں اور انا نے ہم سے دھوکا نہیں کیا ہے۔"

عادل نے کہا "میں اپنی انا پر الزام نہیں آنے دوں گا۔ ضرور بتاؤں گا کہ دولت کہاں چھپائی گئی ہے لیکن یہ ابھی نہیں کچھ رات کو بتاؤں گا۔"

"ابھی بتانے میں کیا حرج ہے؟"

"میں اپنے ہونے والی ساس یعنی تمہاری ممی کے سامنے اپنا کمال دکھاؤں گا تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تسلیم کرے کہ صرف ہی انا کا جیون ساتھی اور ایک گاڈ مدر کا داماد بن سکتا ہوں۔"

جان داؤد نے کہا "یہ بکواس کرتا ہے۔ میں احمق نہیں ہوں کہ اس خالی مکان میں دولت چھپا کر رکھوں۔ میری دولت امریکا اور یورپ کے کئی بینکوں میں محفوظ ہے۔ تم میں سے کوئی وہاں تک پہنچ نہیں سکے گا۔"

انا نے ایک کمرے میں جھانک کر کہا "برادر! مامیلا اس کمرے میں ایسی گہری نیند سو رہی ہے جیسی بے ہوش ہونا تو اس آواز پر اسے اٹھنا چاہیے تھا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ پہلے اس نے بہن کو آواز دی۔ پھر چٹائی پر گھٹنے ٹیک کر اس پر جھک کر اسے جھنجھوڑا۔ "مامیلا! اٹھو۔ دیکھو ہم آئے ہیں۔"

وہ گہری غفلت میں تھی۔ بھائی کی آواز بھی اسے جگا نہیں پا رہی تھی۔ وان لوئن نے اٹھ کر داؤد کا گریبان پکڑ لیا۔ پھر اسے جھنجھوڑ کر پوچھا "سچ بتا تو نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ بے ہوش کیسے ہو گئی؟"

"مم... میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔ یہ کہیں سے پریشان حال آئی تھی۔ میں نے اسے پناہ دی۔ اسے پیٹ بھر کر کھانا پلایا۔ تم مجھے نیکی کا یہ بدلہ دے رہے ہو۔"

وہ اسے جھنجھوڑ کر بولا "تو اور نیکی کرے گا۔ کبھی تیرے باپ نے بھی کسی کو مفت پانی نہیں پلایا ہوگا۔ اچھا یہ بتا جو ایک لاکھ ڈالر یہ لائی تھی وہ کہاں ہیں؟"

"کون سے ایک لاکھ ڈالر؟ ارے یہ کیا غضب ہے۔ ایک تو میں نے مہمان نوازی کی۔ اوپر سے چور بنایا جا رہا ہوں۔ یہ لڑکی یہاں ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں لائی تھی۔"

"تو نہایت ہی کمینہ اور مکار ہے۔ میری بہن کو بے ہوش کرنے کی کوئی دوا کھلائی ہے اور تھوڑی دیر پہلے جھوٹ بول کر اس دیوار کو چھونے کی ترغیب دے رہا تھا۔ اگر یہ عادل نہ آتا تو میں اب تک مر چکا ہوتا۔ میری بہن کو ابھی ہوش میں لا۔ ورنہ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے طیش میں آکر اسے گھونسا مارا۔ یہ نہیں سوچا کہ ایک بوڑھے کے قدم اکھڑ جائیں گے۔ وہ مار کھا کر پیچھے ہٹتا ہوا پیچھے والی دیوار سے لگ گیا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ دیوار سے لگا تڑپ رہا تھا۔ دوسری بار چیخنے کے لیے اس کا منہ نہیں رہا تھا۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔

انا نے بھائی کو جھنجھوڑ کر کہا "برادر! اسے بچاؤ۔ مین سوئچ کہاں ہے؟"

عادل نے کہا "اس کوٹھی کے پچھلے حصے میں ہے۔"

وان لوئن اُدھر دوڑتا ہوا گیا۔ مین سوئچ کو ڈھونڈنے میں تھوڑا وقت لگا۔ پھر اس نے اسے آف کر دیا۔ ایک دم سے ہر سو تاریکی چھا گئی۔ وہ جیبی ٹارچ نکال کر اس کی روشنی میں دونوں بہنوں کے پاس اس کمرے میں آیا۔ سوئچ آف ہوتے ہی داؤد دیوار سے الگ ہو کر فرش پر اوندھے منہ گر پڑا تھا۔ وان لوئن نے قریب آکر اس کی نبض ٹٹولی وہ تقریباً مردہ ہو چکا تھا۔ تاہم زندگی کے آثار تھے۔

عادل نے میرے مشورے کے مطابق کہا "اس بوڑھے کو اپنی گاڑی میں ڈال کر لے جاؤ۔ اسے زندگی دو مگر قیدی بنا کر رکھو۔ اور اس کی کوٹھی کے تمام دروازوں کو مقفل کر دو۔"

وان لوئن نے کہا "اس مصیبت کو ساتھ لے جانے کا مشورہ نہ دو۔ یہ صبح تک مر جائے گا۔ تم ہم سے دوستی کرو اور بتاؤ' اس نے دولت کہاں چھپائی ہے؟"

"میں کہہ چکا ہوں' گاڈ مدر کی موجودگی میں بتاؤں گا۔ بوڑھے داؤد کو یہاں سے نہیں لے جاؤ گے اور یہ اس مکان میں مر جائے گا تو پھر یہاں سرکاری کارندوں کا قبضہ ہو جائے گا۔"

انا نے کہا "برادر' سمجھنے کی کوشش کرو۔ عادل بڑی ذہانت کی باتیں کر رہا ہے۔ اسے فوراً گھر لے جا کر طبی امداد پہنچاؤ۔"

اس نے تھوڑی دیر سوچا پھر داؤد کو کاندھے پر اٹھا کر مکان سے باہر آیا۔ کار کے پچھلے دروازے کو کھول کر اسے سیٹ پر ڈال دیا۔ پھر مامیلا کو اٹھا کر لانے گیا۔ میں داؤد کے کمزور دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ وہ جیسے اب تب میں مرنے والا تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو مر چکا ہوتا لیکن اس کے دماغ میں یہ بات جم گئی تھی کہ وہ مرے گا تو اربوں ڈالرز سرکار کے خزانے میں چلے جائیں گے یا کوئی مکان کی دیواریں توڑ کر سونے کی اینٹیں لے جائے گا۔ اس لیے اسے مرنا نہیں چاہیے۔ زندگی کے لیے لڑنا چاہیے۔ وہ زبردست قوتِ ارادی کا مالک تھا اس لیے لڑ رہا تھا اور ابھی تک زندہ تھا۔

وان لوئن نے ڈرائیو کرتے ہوئے انا لانا سے کہا "میں نے پہلے دھیان نہیں دیا تھا۔ اب پتا چلا کہ تم نے یہ لاکٹ اس عادل کو بہلا پھسلا کے لیے پہنا ہے۔"

"بے شک اسی کے لیے پہنے ہوئے ہوں۔ لیکن تم نے آلات کی چوری کا الزام مجھ پر لگا کر میری توہین کی ہے۔ میں ممی سے شکایت کروں گی۔"

"انا! تم صرف ممی کی نہیں' ہم سب کی جان ہو۔ عادل کا عکس دیکھ کر فوراً ہی یہ خیال آیا تھا کہ اس نے میری تکنیک اور آلات چرائے ہیں اور اس چوری میں تم اس کے ساتھ ہو۔"

"کیا دنیا میں تم ہی ایک ذہین سائنس دان ہو؟"

"بالکل نہیں' مجھ سے بڑے بڑے سائنس دان ہیں۔ لیکن اپنی ایجاد کو دوسرے کے استعمال میں دیکھ کر میں نے الزام دیا تھا۔ اگر وہ سرخ چشمے کا کمال ثابت کردے گا اور یہودی کی بے انتہا دولت کا سراغ لگائے گا اور ہمیں اس دولت تک پہنچائے گا تو میں تسلیم کرلوں گا کہ وہ مجھ سے بڑا سائنس دان ہے۔ پھر میں اس کے سامنے تم سے معافی مانگ لوں گا۔"

"برادر! وہ اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے نہیں' مجھے حاصل کرنے کے لیے اپنے سرخ چشمے کی کرامت ضرور دکھائے گا۔"

"تم یہ تو بتا سکتی ہو کہ وہ کون ہے؟"

"اس کا پیدائشی نام عادل ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ یہاں ہیری رابسن کے بھیس میں تھا۔ اسی بھیس میں میری اور اس کی پہلی ملاقات ہوئی۔ پھر دوسری ملاقات ساحل پر ہوئی۔ وہاں تم نے کسی اور کو ہیری سمجھ کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد عادل نے ہیری کا چولا اتار دیا۔ ابھی تم نے اسے اصل روپ میں دیکھا ہے۔"

"یہ تم سرسری سی معلومات پیش کر رہی ہو۔ یہ بتاؤ' وہ کرتا کیا ہے؟ اس نے کس لیے ہیری کا روپ اختیار کیا تھا؟ وہ کس گینگ سے تعلق رکھتا ہے؟"

"میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی ہوں۔"

"کیا دھوکا کھانے کے لیے اندھی ہو کر اس سے عشق کر رہی ہو؟"

"جب دھوکا کھاؤں گی تو تمہارے سامنے شرمندہ ہو جاؤں گی۔"

"کیا یہ معمولی سا دھوکا تھا کہ ہماری لوٹی ہوئی بینک کی تمام رقم وہ ہڑپ کر گیا اور ظاہر یہ کر رہا ہے کہ اس نے بینک والوں کو رقم لوٹا دی ہے۔"

"میں فی الحال اتنا جانتی ہوں کہ اس سے کئی گنا زیادہ رقم وہ ممی کے قدموں میں لا کر ڈالے گا۔"

"اس یہودی کے کروڑوں ڈالر اور پونڈز چھپائے ہوں گے۔ کیا عقل تسلیم کرتی ہے کہ عادل اتنی دولت تمہارے عشق میں ہمارے حوالے کر دے گا؟"

"اگر تمہاری عقل یہ تسلیم نہیں کرتی ہے تو اس میں میرا نہیں' تمہاری عقل کا قصور ہے۔"

اس نے بہن کو گھور کر دیکھا۔ پھر جواباً خاموش ہی رہا۔ اپنی رہائش گاہ کے گیراج میں اس نے گاڑی روکی پھر داؤد اور مامیلا کو باری باری اٹھا کر بنگلے کے اندر لے گیا۔ مامیلا محض بے ہوش

تھی۔ داؤد کی حالت تشویش ناک تھی۔ وہ تمام بھائی بہنیں ابتدائی طبی امداد کے متعلق وسیع معلومات رکھتے تھے۔ صبح سات بجے تک وان لوئن کی مسلسل توجہ اور مؤثر دواؤں کے استعمال سے داؤد کی جان میں جان آئی۔ وہ سوگیا۔

انا، مامیلا کو اٹینڈ کرتی رہی۔ اس نے صبح پانچ بجے آنکھ کھول دی۔ پھر پریشان ہوکر بولی "میں تو یہودی کے مکان میں تھی۔ یہاں کیسے آگئی؟"

انا نے اسے تمام واقعات بتائے پھر کہا "تم آرام کرو۔ میں سونے جارہی ہوں۔"

وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ تمام رات جاگتی رہی تھی۔ اسے سو جانا چاہیے تھا لیکن اس نے عادل کے عکس سے ملاقات کرنے کے لیے کمرے کا دروازہ بند کرلیا۔ اپنے لاکٹ کو آپریٹ کیا مگر وہ نظر نہیں آیا۔ اس نے لاکٹ کو منہ کے قریب لاکر پکارا "عادل! کہاں ہو؟ آجاؤ۔ میں انتظار کررہی ہوں۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ پھر وہ ٹیلی فون کے پاس آئی۔ ریسیور اٹھایا۔ موبائل کے کوڈ نمبر اور فون نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہوگیا وہ بولی "ہیلو عادل! کیا سوگئے ہو۔"

میں نے کہا "ہاں بیٹی! وہ سو رہا ہے۔ اب تمہیں بھی سو جانا چاہیے۔"

"انا نے پوچھا "آ..... آپ کون ہیں؟"

"میں عادل کا بھائی جان ہوں۔ نیند صحت کے لیے ضروری ہے۔ میں بھی سو رہا ہوں۔ دن کے ایک بجے ملاقات ہوگی۔" میں نے فون بند کردیا۔ اسے بھی مجبوراً صبر کرنا پڑا۔ وہ بھی لباس بدل کر سوگئی۔ ادھر وان لوئن .... داؤد کے دونوں ہاتھ پاؤں پلنگ سے باندھ دینے کے بعد خود بھی سوگیا تھا۔

دن کے بارہ بجے تک اس بنگلے میں گہری خاموشی رہی۔ سب رات بھر کے تھکے ہوئے تھے۔ اپنی تھکن اتار رہے تھے سب سے پہلے مامیلا بیدار ہوئی۔ اس نے غسل کرکے لباس بدلنے کے بعد پھلوں کا جوس لیا پھر بھائی کے کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ بستر پر داؤد بندھا پڑا تھا۔ وہ جاگ رہا تھا مگر خاموش تھا۔

مامیلا اسے دیکھ کر چونک گئی۔ پھر اس کے قریب آکر بولی۔ "میرا بیگ اور ایک لاکھ ڈالر کہاں ہیں؟"

وہ اسے خاموشی سے دیکھنے لگا۔ وہ بولی "میں جانتی ہوں، میرا بھائی تمہیں پکڑ کر یہاں لایا ہے۔ میں شاید بے ہوش ہوگئی تھی۔ ہاں، مجھے یاد آرہا ہے۔ میں نے تمہارے ہاتھ سے پانی کے چند گھونٹ پیے تھے اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔"

وہ جواباً کچھ بولنے لگا۔ اس کے منہ سے عجیب سی دھیمی دھیمی آوازیں نکل رہی تھیں۔ لیکن وہ کوئی لفظ ادا نہیں کررہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہیں پارہا تھا۔ اس نے پوچھا "تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا بولنے کے قابل نہیں رہے؟ انا نے بتایا تھا کہ تمہیں بجلی کے زبردست جھٹکے پہنچے ہیں۔ ویسے تمہارا انجام یہی ہونا تھا اور یہ ہو رہا ہے؟"

وہ بے بسی سے اور رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگا۔ "لیکن تمہیں توانائی کی ضرورت ہے۔ میرا برادر! تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ میں نے ابھی پھلوں کا جوس پیا ہے۔ کیا تم بھی پیو گے؟"

وہ ہاں کے انداز میں جلدی جلدی سر ہلانے لگا۔ وہ کچن میں جاکر پھلوں کا جوس بنا کرلے آئی۔ اس کے دونوں ہاتھ کھول کر بولی۔ "اٹھو اور پیو۔"

وہ اٹھنے کی کوشش میں کمزوری سے کانپنے لگا۔ مامیلا نے اسے سہارا دے کر بٹھایا پھر اسے اپنے ہاتھوں سے پلایا۔ وان لوئن کمرے میں آکر کہا "دیکھو داؤد! میری بہن کتنی محبت کرنے والی ہے۔ تم نے اس کے ساتھ برا سلوک کیا لیکن یہ تمہاری زندگی اور توانائی کا سامان کررہی ہے۔"

وہ بڑی عاجزی سے ہاتھ اٹھا کر سلام کرنے لگا۔ وان لوئن نے کہا "ہمیں سلام نہ کرو، صرف اتنا بتاؤ دولت کہاں چھپائی ہے؟"

وہ منہ سے بے تکی آوازیں نکال کر کچھ بولا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا البتہ اس کے اشاروں اور حرکتوں سے یہ سمجھ میں آیا کہ وہ خود کو غریب اور مجبور انسان کہہ رہا ہے۔ مامیلا نے کہا "برادر! یہ بڑا ڈھیٹ ہے۔ کچھ نہیں بتائے گا۔"

پھر وہ داؤد سے بولی "گدھے کے بچے! یہ تو بتا دے میرا ایک لاکھ ڈالرز کہاں ہیں؟"

وہ پھر بے تکی آوازیں نکال کر اشاروں کی زبان میں بولا۔

"میرے پاس کسی کے ایک لاکھ ڈالر نہیں ہیں۔"

وان لوئن نے کہا "سسٹر! اس کے ساتھ سر نہ کھپاؤ۔ ایسا عاشق نے یقین دلایا ہے کہ وہ ہماری ممی کے سامنے اس کنجوس تمام دولت ظاہر کرے گا۔"

داؤد بڑی کمزوری سے ہنسنے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے رو رہا ہو لیکن وہ اس یقین سے ہنس رہا تھا کہ دیواروں میں چھپی ہوئی دولت کا سراغ کوئی نہیں لگا سکے گا۔ وہ بیمارسی ہنسی ہنس رہا تھا اور دکھا رہا تھا۔

مامیلا نے پریشان ہوکر کہا "برادر! یہ بڑا پُراعتماد ہے کہ ہم اس کی دولت تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ اس طرح ہمارے ایک لاکھ ڈوب جائیں گے۔"

"سسٹر! اطمینان رکھو۔ اسے میں اسی لیے اٹھا لایا ہوں کہ یہاں قید رہے گا اور میں اس کے خالی مکان میں آزادی سے دولت تمام فرش کھود کر دولت تلاش کرسکوں گا۔"

"ہی ہی ہی....." وہ ہنستے ہنستے نڈھال ہوکر لیٹ گیا پھر بار ٹھینگا دکھانے لگا۔

وان لوئن نے کہا "یہ بار بار ٹھینگا کیا دکھا رہے ہو۔ اگر دولت نہ ملی تو ہم تمہیں کھلا پلا کر خوب تگڑا کرتے رہیں گے اور

تمہارے جسم سے ایک بوتل خون نکال لیا کریں گے۔ تمہیں زندگی بھی دیتے رہیں گے اور مارتے بھی رہیں گے تم زندگی کی بھیک مانگتے رہو گے اور روز مرتے رہو گے۔"

داؤد نے آنکھیں بند کرلیں۔ مامیلا اور وان لوئن نے دوبارہ اس کے ہاتھوں کو پلنگ سے باندھ دیا۔ پھر انہوں نے انا کے دروازے پر آکر دستک دی۔ اندر خاموشی تھی۔ دوسری دستک پر انا کی آواز آئی۔ "میں غسل کررہی ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ انہوں نے آدھے گھنٹے بعد پھر آکر دستک دی۔ وہ اندر سے بولی "میں لباس بدل رہی ہوں۔"

ایسا کہتے وقت اس کی ہنسی سنائی دی۔ مامیلا نے پوچھا "یہ نہیں کس بات پر ہنسی آرہی ہے؟ فوراً لباس پہن کر دروازہ کھولو۔"

"مسز سسٹر! میں ابھی مصروف ہوں۔ تم اپنے کمرے میں رہو۔ میں خود آجاؤں گی۔"

بن بھائی نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر وہ دونوں ہی دروازے سے کان لگا کر سننے لگے۔ اندر باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ توجہ سے سننے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن اور ہونے والی گفتگو اتنی دھیمی تھی جیسے راز و نیاز کی باتیں ہورہی ہوں۔

وان لوئن، مامیلا کا بازو پکڑ کر اسے دروازے سے ذرا دور لے گیا۔ پھر سرگوشی میں بولا "عادل ہے۔"

مامیلا نے تعجب سے پوچھا "عادل ہے؟ مگر کہاں ہے؟"

"بھی سمجھا کرو۔ انا کے کمرے میں ہے۔"

"اچھا، ری عادل، جس سے وہ عشق کرتی ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ بھی عکس بن کر آتا ہے۔"

"ہاں، مگر یہ اچھی بات نہیں ہے۔ انہیں بند کمرے میں نہیں رہنا چاہیے۔"

"پہلی بات تو یہ کہ وہ بند کمرے میں ہماری بہن کا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ اس کے بدن کو چھو بھی نہیں سکے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم عادل کو یہاں آنے سے روک سکتے ہیں لیکن اس کے عکس کے سامنے کوئی دیوار حائل نہیں ہوسکے گی۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے مگر انا کا عشق ہمیں نقصان پہنچا رہا ہے۔ ہم چاہتا تھا، ابھی ہم دونوں داؤد کے گھر جاتے اور ڈیٹیکٹو آلے سے کھوج لگاتے کہ اس کنجوس یہودی نے تہ خانہ یا خفیہ مال خانہ کہاں بنایا ہے۔"

"بے شک! ابھی ہمیں یہ کام کرلینا چاہیے۔ یہودی یہاں قید رہے گا اور انا اس کی نگرانی کرتی رہے گی۔"

"مگر وہ توجہ اور ذمے داری سے نگرانی نہیں کرے گی۔ عادل سے راز و نیاز کرتی رہے گی۔ ایسے میں وہ قید سے نکل بھاگے گا۔"

"بہتر ہے تم اکیلے چلے جاؤ۔ میں اس کی نگرانی کروں گی۔"

انا کے کمرے سے زوردار قہقہے سنائی دیے۔ انا کے ساتھ ایک مردانہ قہقہے کی آواز واضح تھی۔ انہوں نے غصے سے اس کمرے کی طرف دیکھا پھر مامیلا قیدی کے کمرے میں گئی اور وان لوئن باہر آکر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ وہ داؤد کے گھر جارہا تھا۔

میں جانتا تھا، دوسری صبح وہ یہی کرے گا۔ دولت حاصل کرنے کی بے چینی اسے چین سے بیٹھنے نہیں دے گی۔ میں نے بابا صاحب کے ادارے کے دو جاسوس بلا لیے تھے ان میں سے ایک وہی تھا، جس کے بنگلے میں مرینا نے پناہ لی ہوئی تھی اور وہاں آرام و سکون سے رہ رہی تھی۔ اس جاسوس کا نام ٹام مورس تھا اور آج شام کو مرینا اس سے شادی کرنے والی تھی۔

میں نے دونوں جاسوسوں سے کہا تھا، آج بہت مصروف دن گزارنا ہے۔ پھر شام کے وقت ٹام مورس کو چھٹی دینا ہے تاکہ وہ شادی کرے اور اپنی دلہن کے ساتھ وقت گزارے۔ صبح کے وقت جب وان لوئن اپنی بہنوں اور قیدی یہودی کے ساتھ بے خبر سو رہا تھا تب ہی ٹام مورس نے اس کے بنگلے کے احاطے میں پہنچ کر اس کی دونوں کاروں کے بریک بے کار کردیے تھے۔ وان لوئن ان میں سے ایک کار ڈرائیو کررہا تھا۔

نتیجہ ظاہر تھا، ایک مصروف سڑک سے گزرتے وقت جب بریک لگانے کی ضرورت پڑی تو پتا چلا، بریک کام نہیں کررہا ہے۔ اس نے مصروف سڑک سے نکل جانے کے لیے ایک ذیلی سڑک پر مڑنا چاہا۔ ایسے ہی وقت حادثہ پیش آیا۔ وہ بری طرح زخمی ہوا۔ کچھ لوگوں نے اسے اسپتال پہنچا دیا۔ ہمارے جاسوس کا ایک ماتحت اس کا تعاقب کررہا تھا۔ اس نے ہمیں اطلاع دی۔ میں نے کہا "وہیں اسپتال میں رہو۔ اسے چار گھنٹے وہاں بستر ہی رہنا چاہیے۔"

ہمارے لیے راستہ صاف ہوگیا۔ مامیلا یہودی داؤد کی نگرانی کررہی تھی۔ عادل نے انا کو اس کے بیڈ روم میں مصروف رکھا تھا اور وان لوئن اسپتال پہنچ گیا تھا۔ میں ایک گاڑی میں دونوں جاسوسوں کے ساتھ داؤد کے مکان میں پہنچ گیا۔

ہمارے ساتھ ڈرل مشینوں کے علاوہ کدالیں بھی تھیں۔ ٹام مورس نے مین سوئچ آف کردیا پھر وہ دونوں میری نشاندہی کے مطابق دیواریں توڑنے لگے۔ میں بھی ان کے ساتھ محنت کررہا تھا۔ تمام دروازے اندر سے بند تھے۔ ناہید بجلی کے تار الگ کردینے کے بعد مین سوئچ آن کردیا تھا تاکہ دیواروں کو کھودنے کے لیے ڈرل مشینیں استعمال کی جاسکیں۔

پندرہ منٹ کی محنت کے بعد ہی دیواروں کے اندر سے سونے کی اینٹیں جھلکنے لگیں۔ کہیں کہیں سے ہیرے اور بیش قیمت موتی فرش پر گرنے لگے۔ ہم انہیں اٹھا کر تھیلیوں میں ڈالتے جارہے تھے۔

وہاں کی تمام کوٹھیاں ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھیں۔ ڈرل مشین ٹھہر ٹھہر کر چلائی جارہی تھی۔ شاید اس لیے دور تک

آواز نہیں جارہی تھی۔ یا پھر آواز سن کر بھی کوئی اس کنجوس کے مکان کی طرف نہ آنا چاہتا تھا۔ ویسے جو بھی آتا میں اور لیلیٰ اسے ٹیلی پیتھی کی بھول بھلیوں میں الجھا دیتے۔

کمبخت نے بڑی دولت جمع کی تھی۔ ہماری دیگین کار چھوٹی پڑ گئی تھی۔ اس دولت کو ہمارے خفیہ اڈے میں پہنچانے کے لیے دیگین نے تین پھیرے لگائے۔ اس نے دنیا کے بیش قیمت اور نایاب ہیرے ٹائلٹ کی دیواروں میں چھپائے تھے۔ تقریباً پچاس لاکھ برٹش پونڈز پلاسٹک کے تھیلوں میں حفاظت سے رکھے تھے کیونکہ سونے کی طرح برٹش پونڈز کی بھی قیمت بڑھتی رہتی تھی۔ بیس کروڑ ڈالر کا سونا کچھ کم نہیں ہوتا۔ یہ اٹھیس پچیس برس پہلے دیواروں میں چھپائی گئی تھیں۔ اس وقت وہ محض پانچ کروڑ کا سونا تھا۔ اب اس کی مالیت چار گنا ہوگئی تھی۔

وہاں سے اتنی دولت لے جانے میں چھ گھنٹے لگ گئے۔ وان لوئن ایک گھنٹے کے اندر ہی ہوش میں آگیا تھا لیکن زخم ایسے تھے کہ وہ شام سے پہلے اسپتال سے گھر نہ جاسکا۔ اس نے مامیلا کو حادثے کی اطلاع دینی چاہی' اسپتال کے کمرے میں فون کرنے کی سہولت پہنچائی گئی۔ اس کا ایک بازو بری طرح زخمی ہوا تھا۔ نرس نے اس کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کیے۔ لیکن فون انا کے کمرے میں رکھا ہوا تھا۔ عادل نے اس سے کہا تھا کہ ریسیور کو اٹھا کر کریڈل سے الگ رکھے تاکہ فون کی گھنٹی ان کے رومانس میں مداخلت نہ کرے۔ بے چارہ اسپتال سے فون کرتے کرتے تھک گیا۔ آخر شام کو ڈاکٹر نے کہا کہ وہ گھر جاسکتا ہے۔

پولیس نے تسلیم کیا کہ حادثے میں وان لوئن کی غلطی نہیں ہے۔ بریک ناکارہ ہوگیا تھا اس لیے اسے حراست میں نہیں لیا گیا۔ وہ گھر آیا تو مامیلا اسے پٹیوں میں دیکھ کر گھبرا گئی۔ اسے سہارا دے کر اپنے بستر پر لے آئی۔ وہ اسے بتا رہا تھا کہ کسی طرح اسپتال میں پڑا رہا اور بار بار فون کرتے رہنے کے باوجود رابطہ نہ ہوسکا۔

مامیلا نے دروازے پر دستک دے کر انا لانا کو بلایا پھر کہا "بے شرمی اور غیر ذمے داریوں کی حد ہوگئی ہے۔ تم اب تک دروازہ بند کیے اس آوارہ بدمعاش سے باتیں کررہی ہو۔"

انا نے کہا "اسے آوارہ بدمعاش نہ کہو۔ وہ جاچکا ہے' تم کمرے میں آکر دیکھ سکتی ہو۔"

"کیا خاک دیکھوں۔ تم نے اب تک وہ ریسیور الگ رکھا ہوا ہے' برادر زخموں سے چور اسپتال میں پڑا رہا' ہمیں فون کرتا رہا مگر تم یار کے ساتھ عیاشی میں مصروف رہیں۔"

وہ پریشان ہوکر دوڑتی ہوئی بھائی کے پاس آئی پھر اس سے لپٹ کر بولی "برادر مجھے معاف کردو۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسے حالات پیش آئیں گے۔ آئندہ میں کبھی فون ڈس کنکٹ نہیں کروں گی۔ میں شرمندہ ہوں برادر!"

وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولا "جو تقدیر میں تھا' اسے میں نے بھگت لیا۔ ہم سب کی بھلائی اسی میں ہے میری پیاری بہن کہ عادل کے چکر میں نہ پڑو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا' تم دونوں اس کے خلاف کیوں بولتے ہو۔ کیا عادل نے تمہیں اسپتال پہنچایا ہے؟"

"ہم تم سے بحث نہیں کرنا چاہتے۔ تم مامیلا کے کمرے کا ٹیلی فون پہنچا دو۔ اور جب تک عادل کے ساتھ رہو ہم سے رابطہ رہو۔ تین گھنٹے بعد ممی یہاں پہنچنے والی ہیں۔ وہی تم سے نمٹیں گی۔"

انا ٹیلی فون مامیلا کے کمرے میں لے آئی پھر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ مامیلا اور وان لوئن بے انتہا دولت حاصل کرنے کے لیے بے چین تھے لیکن داؤد کو اپنے گھر میں چھوڑ کر اس کے گھر نہیں جاسکتے تھے کیونکہ انا پر بھروسا نہیں تھا اور وان لوئن اب مامیلا کے سہارے کے بغیر کہیں جا نہیں سکتا تھا۔ خود ڈرائیو نہیں کرسکتا تھا۔ مامیلا ہی کار ڈرائیو کرکے اسے لے جاسکتی تھی۔

یہ سوال بھی ذہن میں تھا کہ کار کا بریک ناکارہ کیسے ہوگیا تو وہ کار مرمت کے لیے جاچکی تھی۔ مامیلا نے فون کرکے ایک مکینک کو بلایا اور کہا کہ دوسری کار کو اچھی طرح چیک کرے۔ اس نے چیک کیا اور بتایا کہ دوسری کار کا بریک بھی بے کار ہوچکا ہے یا بے کار کردیا گیا ہے۔

تب یہ تشویش پیدا ہوئی کہ ان سے کوئی دشمنی کررہا ہے۔ پھر عادل پر تھا۔ اس نے فون کا ریسیور الگ رکھوا دیا تھا تاکہ اسپتال سے اس کی کوئی خبر مامیلا تک نہ پہنچے۔ یہ بات بھی سمجھ میں آتی تھی کہ انہیں داؤد کے گھر تک جانے سے روکا جارہا ہے۔ وان لوئن نے کہا "سسز! ہمیں فوراً وہاں جانا چاہیے۔ عادل یا اس کے آدمی اس مکان میں ضرور کچھ کررہے ہیں۔"

وہاں جانا ضروری تھا لیکن ائرپورٹ جانا اس سے بھی زیادہ ضروری تھا۔ گاڈمدر آرہی تھی۔ مکینک نے بریک درست کیے اور کار کو پوری طرح چیک کرنے میں اتنا وقت صرف کیا کہ فلائٹ کی آمد میں صرف ایک گھنٹا رہ گیا۔ مامیلا نے کہا "کوئی بات نہیں ہم ممی کو ائرپورٹ سے داؤد کے مکان میں لے جائیں گے اور انہیں پوری روداد سنائیں گے۔ وہ اپنے تجربات سے بتائیں گی کہ چھپی ہوئی دولت تک کیسے پہنچا جائے۔"

انہوں نے داؤد کو اچھی طرح باندھ رکھا تھا۔ یہ اطمینان تھا کہ وہ ان بندشوں سے نجات حاصل نہیں کرسکے گا۔ انہوں نے اس دروازے کو باہر سے لاک کردیا پھر ائرپورٹ چلے آئے۔ وان لوئن زیادہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھا۔ وہ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ رہا مامیلا تنہا ویٹنگ ہال کی طرف چلی گئی۔

باہر سے آنے والے مسافروں کی سختی سے چیکنگ ہوتی تھی۔ ان دنوں بیرونی ممالک سے کئی خطرناک تنظیموں کے افراد اور ٹیلی پیتھی جاننے والے آرہے تھے اس لیے ہر فلائٹ کے مسافروں پر سخت نظر رکھی جاتی تھی۔ وہاں انٹیلی جنس کے دو ایسے جاسوس تعینات تھے جن کے دماغوں میں ٹیری ہارٹ موجود رہتا تھا۔ جن مسافروں پر شک ہوتا تھا' ان سے دونوں جاسوس باتیں کرتے تھے اور ان کی باتیں ٹیری کو سناتے تھے۔ یوں ٹیری ان کے اندر پہنچ کر شبہ دور کرتا تھا' ایسے عمل سے کتنے ہی اسمگلر اور بیرونی ممالک سے بھاگ کر آنے والے قاتل گرفتار ہوچکے تھے۔

ایسے بھی مسافر نظروں میں آئے تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ ٹیری کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے تھے۔ انہیں قانونی طور پر شہر میں داخل ہونے سے روکا نہیں جاسکتا تھا۔ ٹیری انہیں تل ابیب میں رہائش اختیار کرنے کی اجازت دیتا تھا لیکن ان کے پیچھے جاسوس لگا دیتا تھا۔ اس رات ٹیری ہارٹ خود ائرپورٹ پر آیا تھا۔ وہ دن رات اپنی خفیہ رہائش گاہ میں قید رہ کر خیال خوانی نہیں کرسکتا تھا۔ دل گھبرانے لگتا تھا۔ وہ کھلی فضا میں کچھ گھنٹے گزارنے آیا تھا۔ ارادہ تھا وہاں سے سمندر کے ساحل پر جائے گا پھر رات کا کھانا کھانے کے بعد واپس اپنی خفیہ پناہ گاہ میں چلا جائے گا۔

اگر مقدر کے اصولوں کے مطابق دیکھا جائے تو کوئی بے مقصد کہیں آتا جاتا نہیں ہے۔ تقدیر اپنا کھیل کھیلنے انسان کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پہنچا دیتی ہے۔ ٹیری چاہتا تو سیدھا سمندر کنارے چلا جاتا اور خیال خوانی کے ذریعے آنے والے مسافروں کو چیک کرلیتا لیکن نصیب عاشقاں اسے وہاں لے آیا۔ وہ عاشق مزاج نہیں تھا لیکن میکسی کو دیکھتے ہی کچھ سحر زدہ سا ہوگیا۔

وہ گاڈمدر ٹریسا کی بیٹی میکسی تھی۔ اپنی ممی کے ساتھ لگیج ہال سے باہر آرہی تھی۔ باہر مامیلا کھڑی ہوئی تھی۔ وہ تینوں ماں بیٹیاں گلے لگ کر خوشی کا اظہار کررہی تھیں اور ایک دوسرے سے کچھ بول رہی تھیں۔ ٹیری اپنے کسی جاسوس کے ذریعے ان ماں بیٹیوں کے دماغوں میں پہنچے اور ان کی باتیں سننے کا ارادہ کرسکتا تھا لیکن وہ ساری دنیا بھول کر میکسی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ دنیا کی حسین ترین لڑکی نہیں تھی لیکن دل جس پر آجائے' اس کے سامنے دنیا کی حسین ترین دوشیزائیں بھی ہیچ لگتی ہیں۔

ویسے میکسی حسین تھی۔ چہرے کے نقوش جاذب نظر تھے۔ جب وہ ماں اور بہن کے ساتھ جانے لگی تب وہ چونکا اور خیال آیا کہ وہ کہیں گم نہ ہوجائے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک جاسوس سے کہا "وہ دیکھو' ایک دوشیزہ نارنجی اور سیاہ رنگ کے اسکرٹ اور بلاؤز میں ہے اس کے شانے سے ایک سیاہ بیگ لٹک رہا ہے اور گورے مکھڑے پر سیاہ چشمہ ہے۔ اسے مخاطب کرو' مجھے اس کی آواز سناؤ۔"

"سر! میں اسے ابھی روک کر باتیں کرتا ہوں۔ لیکن میرے خیال سے یہ مسافر مشکوک ہے۔ آپ اس کی آواز سنیں۔"

پھر اس نے آواز سنوائی۔ ٹیری اس مسافر کے دماغ میں گیا۔ مسافر نے فوراً ہی سانس روک لی۔ اگر وہ محض اسمگلر یا کسی اور طرح کا مجرم ہوتا تو ٹیری اسے پولیس کے حوالے کرکے اس حسینہ کی آواز سننے چلا جاتا لیکن مسافر نے سانس روک کر اپنی اہمیت کا یقین دلایا تھا۔ ٹیری نے ایک انسپکٹر کے ذریعے پوچھا "تم نے یہ سانس روکنے کا ہنر کیوں سیکھا ہے۔ کیا تم نے اپنے اندر کوئی راز چھپا رکھا ہے؟"

وہ بولا "کوئی راز میرے اندر نہیں ہے۔ لیکن میرے ذاتی اور خاندانی معاملات ایسے ہیں' جنہیں میں دنیا سے چھپاتا ہوں۔ کیا قانون کو میرے ذاتی معاملات سے دلچسپی ہے؟"

"ہمیں اس بات سے دلچسپی ہے کہ ایک یوگا کا ماہر ہمارے ملک میں کیوں آیا ہے؟"

"یہ میرے کاغذات میں واضح طور سے لکھا ہوا ہے کہ میں خراد مشین کا کاریگر ہوں اور یہاں کی اسٹیل ملز میں اس سلسلے کی خدمات انجام دینے آیا ہوں۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم دس منٹ کے لیے اپنے دماغ میں مجھے آنے دو۔ میں تمہارے ذاتی معاملات میں دلچسپی نہیں لوں گا۔"

"سوری مسٹر! آپ صرف قانون کی حدود میں رہ کر مجھ سے احکامات کی تعمیل کرائیں۔"

"اچھی بات ہے۔ تم جاسکتے ہو۔"

وہ اپنے سامان کی ٹرالی کے ساتھ چلا گیا۔ ٹیری نے انسپکٹر سے کہا "اس کی نگرانی دن رات کی جائے۔ اگر وہ کچھ زیادہ ہی پُراسرار نظر آئے تو اسے کسی طرح زخمی کیا جائے یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کردیا جائے۔ پھر میں آسانی سے اس کی اصلیت معلوم کرلوں گا۔"

وہ مسافر دراصل سپر ماسٹرز کی اس ٹیم کا ایک اہم جاسوس تھا جس کی رہنمائی شی تارا کررہی تھی۔ اس نے ائرپورٹ پر اپنا راز کھلنے نہیں دیا تھا۔ آئندہ اس کے ساتھ کیا ہوگا' یہ بعد میں ہی معلوم ہوگا۔

ٹیری اس معاملے سے فرصت پاتے ہی اس جاسوس کے پاس گیا۔ پھر بولا "وہ دوشیزہ کہاں ہے؟"

"سر! میں نے اسے اور اس کی ماں بہن کو روک رکھا تھا ان کے کاغذات دیر تک چیک کرتا رہا لیکن آپ نہیں آئے۔ میں نے ان کاغذات سے ان کے نام اور یہاں کا رہائشی پتا نوٹ کرلیا ہے۔ پھر وہ تینوں جس کار میں گئے ہیں اس کا نمبر بھی لکھ لیا ہے۔"

کوئی مطلوب ہو اور دور ہی سے جھلک دکھا کر گم ہوجائے تو اس کی طلب اور چاہت شدید ہوجاتی ہے۔ ٹیری نے بڑی محبت سے میکسی کا نام' پتا اور گاڑی کا نمبر نوٹ کیا پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک ماتحت کو مخاطب کرتے ہوئے اسے میکسی کا پتا اور کار کا نمبر لکھوایا۔ اس کے بعد کہا "یہ جہاں قیام کرنے والی ہے' وہاں ٹیلی فون بھی ہوگا۔ اس ٹیلی فون کا نمبر معلوم کرکے بتاؤ۔"

فی الحال گاڈمدر ٹریسا کے حق میں یہ بہتر ہوا تھا کہ ٹیری

دوسرے معاملے میں الجھ گیا تھا ورنہ وہ اگر میکسی کی آواز سن کر اس کے دماغ میں جانا چاہتا تو وہ سانس روک لیتی۔ گاڈمدر اور مامیلا بھی یہی کرتیں۔ وہ سمجھ لیتا کہ تینوں خطرناک عورتیں ہیں پھر وہ ان کا تعاقب کرکے بہت کچھ معلوم کرسکتا تھا کیونکہ وہ تینوں یہودی داؤد کی کوٹھی کی طرف گئی تھیں۔

گاڈمدر اپنے بیٹے وان لوئن کو زخمی دیکھ کر بہت پریشان ہوئی تھی۔ بیٹے نے اسے تسلی دی کہ زخم تشویشناک نہیں ہیں۔ دو چار روز میں پٹیاں کھل جائیں گی۔ پھر اس نے اور مامیلا نے بینک ڈکیتی سے لے کر یہودی جان داؤد کی بے شمار دولت کو حاصل کرنے کی کوششوں تک کے تمام حالات سنائے۔ گاڈمدر نے کہا "تم نے داؤد کو قیدی بنا کر بہت اچھا کیا ہے۔ اب ہم آزادی سے اس کی کوٹھی میں گھستوں رہ کر چھپی ہوئی دولت کا سراغ لگا سکیں گے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے اس شکستہ کوٹھی کے احاطے میں پہنچ گئے پھر کار سے اتر کر دروازے پر پہنچے۔ وہ کھلا ہوا تھا وان لوئن نے کہا "کل رات میں تالا لگا کر گیا تھا۔ یہ کھل کیسے گیا؟"

وہ اندر پہنچ کر ٹھٹک گئے۔ تمام دیواریں اس طرح ٹوٹی ہوئی تھیں کہ اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھیں' صرف اندر سے کھوکھلی ہوگئی تھیں۔ وان لوئن نے کہا "اوہ ممی! کل رات کے پچھلے پہر تک یہ دیواریں بالکل سالم و ثابت تھیں' کہیں سے ایک ذرا ٹوٹی ہوئی نہیں تھیں۔ ان کی شکستگی بتا رہی ہے کہ یہودی نے تمام دولت ان تمام دیواروں میں چھپائی تھی۔"

مامیلا نے کہا "میں نے بھی کل رات بے ہوش ہونے سے پہلے تک یہاں کوئی ٹوٹ پھوٹ نہیں دیکھی تھی۔"

گاڈمدر نے کہا "اس کا مطلب ہے' تم سے پہلے کوئی دوسری پارٹی سارا مال لے گئی ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم نے بینک ڈکیتی کے بعد یہ دوسری بڑی چوٹ کھائی ہے۔"

مامیلا نے کہا "ممی! آپ یقین کریں۔ ہم انا کی وجہ سے یہ نقصان اٹھا رہے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ اپنی ناکامی کا الزام چھوٹی بہن کو نہ دو۔ اگر تم نے دیکھا تھا اور محسوس کیا تھا کہ اس کے ساتھ ایک فرہبی نوجوان ہے تو تمہیں اس فرہبی کو نظروں میں رکھنا چاہیے تھا لیکن تم لوگوں نے انا کے ساتھ ساتھ اس نوجوان کو بھی نظرانداز کیا۔ یہاں سے چلو اور مجھے بتاؤ کہ تم دونوں نے کیسی غلطیاں کی ہیں۔"

وہ کار میں آکر بیٹھ گئے۔ گھر کی طرف واپس جاتے ہوئے وان لوئن نے کہا "ممی! آپ موجود رہتی ہیں تو ہمیں عقل آتی ہے۔ اب یہ غلطی سمجھ میں آرہی ہے کہ ہم نے عادل کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی۔ یہ نہیں سوچا کہ جو عکس ٹرانسفر کرنے والی تکنیک چرا سکتا ہے وہ یہودی کی تمام دولت چرا کر لے جاسکتا ہے۔"

مامیلا نے کہا "عادل شروع ہی سے فراڈ ثابت ہوتا رہا ہے۔ لیکن ہمیں اتنا موقع ہی نہیں ملا کہ ہم اس فرہبی کو اپنی انا سے دور رکھتے۔"

وان لوئن نے کہا "دور رکھ ہی نہیں سکتے تھے۔ وہ عکس بن کر اس کے پاس چلا آتا ہے۔"

گاڈمدر نے کہا "انا کے پاس وہ لاکٹ نہیں رہنا چاہیے تھا۔ میں مانتی ہوں تم اس سے وہ لاکٹ زبردستی نہیں لے سکتے تھے۔ بہت صدی ہے' کوئی الٹی سیدھی حرکت کر بیٹھتی تو تم دونوں کو پریشانیاں اور بڑھ جاتیں۔"

وان لوئن نے کہا "مجھے غصہ آرہا ہے۔ اس ارب پتی یہودی کی تمام دولت ہمارے ہاتھوں سے نکل گئی ہے۔"

"میں نے کتنی بار سمجھایا ہے کہ دنیا کا کوئی شخص ہماری ہر بازی غصہ دکھا کر یا آنسو بہا کر نہیں جیت سکتا۔ دوبارہ جیتنے کے لیے یہ دیکھو کہ کون جیت کر گیا ہے۔ اگر وہ عادل ہے تو سمجھو بازی ادھوری ہے وہ ساری دولت ہمارے پاس واپس آئے گی۔"

"وہ کیسے ممی؟"

"اس پر ہم بعد میں باتیں کریں گے۔ پہلے اس یہودی کے متعلق سوچو جو ہمارے پاس قیدی ہے۔ اس کا تمام مال چوری ہوا ہے۔ وہ ہمارے پاس سے جب بھی جائے گا' چوری کا الزام ہم پر لگائے گا۔ اس کی وجہ سے ہم یہاں بے نقاب ہوسکتے ہیں۔"

"اسے قتل کرکے اس کی لاش اسی کی شکستہ کوٹھی میں ہمیشہ کے لیے دبا دی جائے گی۔"

"بیٹے! تم بری طرح زخمی ہو۔ ابھی قتل کا منصوبہ نہ بناؤ۔ اگر وہ کسی طرح بچ نکلے گا تو آفت آجائے گی۔"

مامیلا نے کہا "ممی! میں نے آپ کی سرپرستی میں دو قتل کیے ہیں' کیا میں اس بوڑھے کو ختم نہیں کرسکوں گی؟"

"تم کرسکتی ہو۔ مگر پہلے ہم عادل سے دو باتیں کریں گے۔ اس کے بعد بوڑھے کی زندگی اور موت کا فیصلہ ہوگا۔"

وہ اپنے بنگلے میں پہنچ گئے۔ ٹریسا نے اندر آکر آواز دی "میری جان انا! تم کہاں ہو؟ دیکھو میں آئی ہوں۔"

جواباً اس کی آواز آئی نہ وہ آئی۔ ماں نے ایک کمرا دکھایا میں داؤد بندھا پڑا تھا۔ وہ بولا "یہ کیا ظلم ہے' مجھے یہاں کب تک قیدی بنا کر رکھو گے۔"

گاڈمدر ٹریسا نے پوچھا "کیا تم نے تمام دولت دیواروں کے اندر چھپائی تھی؟"

وہ ایک دم سے چونک گیا پھر بولا "نہیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ میری دولت نہ دیواروں میں ہے' نہ زمین کے اندر ہے۔ تم لوگ اس سے ایک پھوٹی کوڑی بھی وصول نہیں کرسکو گے۔"

"واقعی ہمیں پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملی۔ کوئی دوسرا شخص سب کچھ لے گیا ہے۔ تمہاری کوٹھی کی تمام دیواریں ٹوٹ چکی ہیں۔"

"تو جھوٹ بولتی ہے بوڑھی چڑیل! میری کوٹھی کی دیواریں سلامت ہوں گی۔ ان دیواروں میں کچھ نہیں تھا۔"

مامیلا نے آکر کہا "انا کسی کمرے کے باتھ روم میں بھی نہیں ہے۔ اس کے تکیے پر یہ پرچی رکھی ہوئی تھی' جس پر ایک موبائل فون کا نمبر لکھا ہوا ہے۔"

گاڈمدر نے اس پرچی کو لے کر پڑھا۔ پھر ریسیور اٹھا کر کوڈ نمبر اور فون نمبر ڈائل کیے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہوگیا۔ انا لائنا کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو میں بول رہی ہوں۔ آواز سے پہچان لو۔"

بیٹی! میری جان! میں تمہاری ممی ہوں۔ کتنے افسوس کی بات ہے تم ماں کے استقبال کے لیے گھر میں موجود نہیں تھیں۔"

"ممی! میں آپ پر قربان۔ آپ افسوس نہ کریں۔ میں آپ کو بہت بڑی خوش خبری دینے والی ہوں۔ میں نے ایک لاکٹ پہنا ہوا ہے۔ آپ مجھے اسکرین پر دیکھیں گی' میں بھی اپنی پیاری ممی کو یہاں دیکھوں گی۔ آپ ریسیور رکھ دیں۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا وان لوئن اور مامیلا نے کیمرے اور دوسرے آلات کو آپریٹ کیا۔ اسکرین روشن ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی دیکھنے والوں کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ ایک بہت بڑا ہال نما کمرا نظر آرہا تھا۔ جس کے فرش پر سونے کی اینٹیں اتنی تعداد میں بھی ہوئی تھیں کہ فرش نظر نہیں آرہا تھا۔ انا ننگے پاؤں ان اینٹوں پر چلتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"ہیلو ممی! آپ فخر سے کہتی ہیں کہ دولت آپ کے قدم چومتی ہے۔ آج یہ تماشا دیکھ لیں' دولت آپ کی بیٹی کے قدموں تلے ہے۔ سچ بتائیں۔ کبھی ایک ساتھ آپ نے اتنی دولت دیکھی ہے؟"

گاڈمدر نے دونوں بانہیں پھیلا کر کہا "میری جان! تم نے تو کمال کردیا۔ ماں اور بھائی سے آگے نکل گئی ہو۔ ہم جس خزانے کے لیے پریشان ہو رہے تھے' وہ تمہارے قدموں میں ہے۔"

یہودی داؤد کے ہاتھ پاؤں پنگ سے بندھے ہوئے تھے۔ وہ نیچے سے سر اٹھائے ان سونے کی اینٹوں کو دیکھ رہا تھا اور تھر تھر کانپتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "یہ..... یہ سب میری دولت ہے۔ یہ جو میری دولت پر کھڑی ہے' میں نے اس لڑکی کو پچھلی رات اس عکس کے ساتھ دیکھا تھا۔ تم لوگوں نے مجھے لوٹ لیا ہے۔ میں..... میں..... دولت..... دولت..... دولت....."

کہتے کہتے اس کی آواز بند ہوگئی۔ وہ ایسے جھٹکے کھا رہا تھا جیسے اپنی سانسوں سے لڑ رہا ہو۔ دولت کی خاطر ابھی زندہ رہنا چاہتا ہو۔ لیکن یہ حقیقت زہریلی تھی کہ ساری دولت لٹ چکی ہے۔ یہ زہر جان لیوا ثابت ہوا۔ اس نے سانس لینے کی آخری کوشش کی پھر ایکدم سے ساکت ہوگیا۔ دیدے پھیل گئے' منہ کھلا رہ گیا۔

میکسی نے میڈیکل سائنس میں ڈگری حاصل کی تھی۔ اس نے بوڑھے یہودی کا معائنہ کیا۔ پھر اس کی موت کی تصدیق کردی۔ گاڈمدر نے اسکرین پر انا کو دیکھتے ہوئے کہا "اس کنجوس کی موت ایسے ہی لکھی تھی۔ بیٹے! اسے چھوڑو' ہم اپنی بات کریں۔"

اسکرین پر عادل نظر آیا۔ وہ انا کے قریب آکر بولا "میں انا کی ممی سے مخاطب ہوں۔ پہلے آپ لوگ اس لاش کی فکر کریں۔ ورنہ مصیبت میں پڑ جائیں گے۔ انا اور دولت آپ لوگوں سے دور نہیں ہے۔ ایک گھنٹے بعد ہماری ملاقات اسی اسکرین پر ہوگی۔ فی الحال خدا حافظ۔"

اسکرین تاریک ہوگیا۔ وان لوئن نے کہا "یہ کیا حرکت ہے۔ انا کو آپ کی بات سنے بغیر رابطہ ختم نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

ماں نے کہا "ناراض کیوں ہوتے ہو۔ رابطہ پھر ہوگا۔ مجھے اس نوجوان کا مشورہ پسند آیا' تم یہاں آرام کرو۔ میں' مامیلا اور میکسی یہ لاش لے جارہی ہیں۔"

"ممی! یہ میرے لیے شرم کی بات ہے کہ میں مرد ہو کر یہاں بیٹھا رہوں اور آپ....."

وہ ڈانٹ کر بولی "زیادہ مرد نہ بنو۔ تم اس وقت محض میرے زخمی بیٹے ہو۔"

مامیلا اور میکسی لاش کے بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں کھول رہی تھیں۔ فون کی گھنٹی سن کر سب ہی چونک پڑے۔ مجرمانہ اعمال کے نتیجے میں گھر کے اندر لاش پڑی ہو تو فون کی گھنٹی خوفزدہ کردیتی ہے۔ گاڈمدر نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے انا نے کہا "ممی! آپ میں سے کوئی بھی گھر سے نہ نکلے۔ عادل کے ایک ماتحت نے ابھی اطلاع دی ہے کہ انٹیلی جنس کا ایک افسر اپنی گاڑی میں ہماری رہائش گاہ کے سامنے آیا تھا۔ پانچ منٹ تک وہاں رکا رہا پھر چلا گیا۔"

"بیٹی! تم نے بروقت اطلاع دی ہے۔ ابھی ہم اس بوڑھے کو لے کر نکلنے ہی والے تھے۔"

"آپ انتظار کریں۔ عادل کے ماتحت آدھے گھنٹے تک حالات کا جائزہ لے کر ایک گاڑی میں آئیں گے اور اس بوڑھے کو لے جائیں گے۔ میں آپ لوگوں کو ایسا کوئی کام نہیں کرنے دوں گی۔"

"شاباش بیٹی! تم صحیح معنوں میں میری بیٹی ہو۔ عادل سے کہنا' میں اس سے خوش ہوں۔"

"تھینک یو ممی! گاڑی میں آنے والے یہ الفاظ کہیں گے' وی آر فار عادل اینڈ عادل فار انا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ وان لوئن نے پوچھا "آپ نے یہ کیوں کہا کہ آپ عادل سے خوش ہیں؟"

"کیا میں ناراضی ظاہر کرکے بیٹی کو باغی بنا دوں۔ حالات کے مطابق اپنے مزاج میں لچک پیدا کرنا سیکھو۔ ہمارے سامنے فی الحال تین ٹارگٹ ہیں۔ پہلا انا کو واپس لانا اور اسے باغی نہ ہونے دینا۔ دوسرا یہ کہ ہم نے جو دولت اس کے قدموں میں دیکھی ہے' اسے حاصل کرنا اور تیسرا ٹارگٹ عادل ہے۔ ہمیں اس کا تمام کچا چٹھا معلوم کرنے کے لیے اس کے قریب ہونا پڑے گا۔"

"میں آپ کی حکمتِ عملی اور تجربات کے آگے کچھ کہہ نہیں سکتا۔ لیکن عادل کی حرکتیں بتا رہی ہیں کہ وہ پکا فراڈ ہے۔ پہلے بینک

ڈیکتی کی رقم لے گیا اب داؤد کی تمام دولت ہتھیالی۔ آپ اندازہ کرسکتی ہیں وہ کتنے لاکھ یا کتنے کروڑ کا سونا ہوگا۔"

"بیٹے! ہمارے اندازے سے زیادہ دولت ہے۔ بے حساب دولت ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ نوجوان مکار اور فریبی ہے لیکن دنیا کا کوئی بھی چالباز ناگن سے اس کا ناگ اور شیرنی سے اس کی اولاد نہیں چھین سکتا۔ تم دیکھتے جاؤ کہ میں کیسی میٹھی چھری بن کر اس کا گلا کاٹوں گی۔"

پورا خاندان یوگا کا ماہر تھا اس وقت ان میں سے کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں زخمی وان لوئن کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہا ہوں۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ وہ آج رات سوئے گا تو لیلیٰ اسے اپنا معمول بنالے گی تاکہ وہ کبھی عادل کے لیے مصیبت نہ بنے۔

آدھے گھنٹے بعد کال بیل کی آواز سنائی دی۔ گاڈمدر نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ دو اجنبی کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا "وی آر فار عادل اینڈ عادل فار انا۔"

ٹریسا نے کہا "آل رائٹ۔ اندر آجاؤ اور اپنا سامان لے جاؤ۔"

وہ اندر گئے پھر داؤد کی لاش اٹھا کر باہر لائے۔ اسے گاڑی کے پچھلے حصے میں ڈالا پھر وہاں سے چلے گئے۔

ٹریسا نے اطمینان کی سانس لی۔ ایک بڑی مصیبت ٹل گئی تھی۔ وہ دروازہ بند کرکے اندر آئی۔ جس کمرے سے لاش لے جائی گئی تھی' وہاں جراثیم کش دوا اسپرے کی جارہی تھی۔ مامیلا اور میکسی ٹی وی کیمرا اور دیگر آلات دوسرے کمرے میں لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد انا نے فون پر بتایا کہ اب اسے اسکرین پر دیکھا جاسکتا ہے۔

انہوں نے ریسیور رکھ کر آلات کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر پھر وہی ہال نظر آیا' جس کے فرش پر سونے کی اینٹیں بچھی ہوئی تھیں وہاں اب ایک صوفے کا اضافہ ہوگیا تھا۔ اس پر انا اور عادل بیٹھے ہوئے تھے۔ عادل نے کہا "ممی! آپ نے انا سے کہا تھا کہ آپ مجھ سے خوش ہیں۔ کیا دل سے خوش ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "دل سے صرف خوش ہی نہیں ہوں' دل سے تم دونوں کو دعائیں دے رہی ہوں۔"

انا نے کہا "ممی! آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ میں آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔ آپ حکم دیں گی تو عادل کو چھوڑ کر آجاؤں گی لیکن اسے یاد کرتے کرتے' روتے روتے مرجاؤں گی۔"

"بیٹی! میں نے تمہیں بے موت مرنے کے لیے پیدا نہیں کیا ہے۔ یہ خیال دل سے نکال دو کہ میں تمہیں عادل سے جدا کروں گی۔ عادل مافیا کے اصولوں پر پورا اتر رہا ہے۔ میں اس خوبرو نوجوان کو اپنا داماد بناؤں گی۔"

مامیلا نے کہا "انا! ممی کے اس فیصلے سے ہم سب بہت خوش ہیں۔ لیکن تم جانتی ہو کہ قانون کی رُو سے تم بالغ نہیں ہو۔ دو برس بعد تمہاری شادی کی عمر ہوگی اور مافیا کے اصولوں کے مطابق لڑکیاں کم از کم بائیس برس تک ٹریننگ حاصل کرتی ہیں۔ اس حساب سے تم چار برس کے بعد عادل کی دلہن بن سکو گی۔"

"تم چار برس کہہ رہی ہو' میں چار سو برس تک عادل کا انتظار کروں گی اور جب تک شادی نہیں ہوگی ہم دوست کی حیثیت سے ملتے رہیں گے۔"

گاڈمدر نے کہا "تم دونوں کی دوستی پر کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔ کیا تم نے عادل کو بتایا ہے کہ ہماری فیملی میں شامل ہونے کے لیے شادی سے پہلے بڑے بڑے کارنامے انجام دینے ہوں گے۔"

عادل نے کہا "انا نے مجھے بتایا ہے۔ اس کے مطابق یہ پہلا بڑا کارنامہ ہے۔ یہ تقریباً بیس کروڑ ڈالر کا سونا ہے۔"

عادل نے ایک بڑے تھیلے کو کھول کر فرش پر الٹ دیا۔ پورا اسکرین پر بے شمار قیمتی ہیرے جواہرات جگمگانے لگے۔ وہ بولا "ان کی مالیت دس کروڑ ڈالر ضرور ہوگی۔ اس سے بھی زیادہ ہوسکتی ہے۔"

وہ سب ہیرے جواہرات کو جیسے دُم سادھے دیکھ رہے تھے۔ دنیا کی بدنام ترین مافیا تنظیم کے کرتا دھرتا ہونے کے باوجود وہ زندگی میں پہلی بار اتنی دولت ایک جگہ دیکھ رہے تھے۔

عادل نے ایک بڑے بیگ کی طرف اشارہ کرکے کہا "اس میں پچاس لاکھ پونڈز ہیں۔ یہ نقد رقم کل یہاں کے فلسطینی مجاہدین کے پاس پہنچ جائے گی۔ باقی تقریباً تیس کروڑ ڈالرز کا خزانہ ہے۔ یہ ممی یعنی میری ہونے والی ساس کے لیے ہے۔"

گاڈمدر نے مسکرا کر کہا "بیٹی کو شادی سے پہلے وہاں نہیں جانا چاہیے۔ خزانے کے ساتھ یہاں آجانا چاہیے۔"

انا نے کہا "میں ابھی آسکتی ہوں۔ لیکن آپ کے یہاں تو انٹیلی جنس والے اس بنگلے کے اطراف منڈلا رہے ہیں۔"

"عادل نے کہا "میرا خیال ہے' ائرپورٹ پر ممی' مامیلا اور میکسی پر کسی قسم کا شبہ کیا گیا ہے۔ یعنی یہ تینوں انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں ہیں۔"

وان لوئن نے پوچھا "کیا تم ایسی باتیں بنا کر خزانہ دینے کی بات ٹال رہے ہو؟"

"مجھے باتیں بنانے اور ٹالنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ویسے بھی تمہاری بہن کو واپس نہ کروں تو تم کیا بگاڑ لو گے میرا؟ میں وعدہ کرتا ہوں۔ آزاد اپنی بہن کے ساتھ یہ سارا خزانہ لے جاؤ۔"

گاڈمدر نے بیٹے سے کہا "تم نے بڑی بے تکی بات کہہ دی ہے۔ آئندہ میری موجودگی میں مجھ سے بڑھ چڑھ کر بولو گے تو دوں گی۔ تم میری زندگی میں چھوٹی بہن سے روشنی کررہے ہو؟"

وہ سر جھکا کر بولا "سوری ممی۔"

وہ عادل سے بولی۔ "تم جن خطرات کا ذکر کررہے ہو' انہیں کس طرح دور کیا جاسکتا ہے؟"

عادل نے کہا "مجھے یقین ہے کہ صرف آپ کا بیٹا انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں نہیں آیا ہے۔ حالانکہ یہ بھی ائرپورٹ گیا تھا لیکن اس کا آدھا چہرہ پٹیوں کے باعث چھپا ہوا ہے۔ اگر یہ ابھی ماں بہنوں سے الگ ہوجائے۔ یہاں سے نکل کر صبح تک کسی خفیہ رہائش گاہ میں چلا جائے تو صبح انا اس خزانے کے ساتھ بھائی کے پاس پہنچ جائے گی۔"

گاڈمدر نے کہا "تمہاری بات سمجھ میں آرہی ہے۔ تم چاہتے ہو' وان لوئن' انا اور خزانہ کسی دوسری جگہ محفوظ رہیں۔ اور میں مامیلا اور میکسی کے ساتھ یہاں حالات کا جائزہ لیتی رہوں۔ واقعی تم ہماری بہتری کی باتیں کررہے ہو۔"

عادل نے پوچھا "وان لوئن کا کیا خیال ہے؟"

وہ بولا "مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہارے متعلق غلط رائے قائم کی تھی۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم زخمی ہو۔ تنہا گاڑی ڈرائیو نہیں کرسکو گے اور ایسی حالت میں کوئی نئی خفیہ رہائش گاہ تلاش نہیں کرسکو گے۔ لہٰذا ایک اور مشورہ دیتا ہوں' تم یہاں انا کے پاس آجاؤ۔ یہاں بہن بھی ہے اور خزانہ بھی۔"

گاڈمدر سوچ میں پڑگئی۔ بیٹی ایک اجنبی کے ہتھے چڑھی ہوئی تھی۔ بیٹا بھی وہاں جاکر پھنس جائے گا تو وہ دونوں کو کہاں ڈھونڈتی پھرے گی۔ اسکرین پر صرف ایک ہال نظر آرہا تھا یہ پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ خزانے والی جگہ کہاں ہے؟

پھر دوسری سوچ یہ تھی کہ بیٹا مرد ہے۔ سمجھ دار ہے' وہاں پہنچے گا تو چھوٹی بہن کا سہارا بنے گا اور وہ خفیہ جگہ بھی دیکھ لے گا' وہ جگہ معلوم ہوجائے تو پھر ہاں اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے آندھی طوفان کی طرح پہنچ جائے گی۔

انا نے پوچھا "ممی! آپ کیا سوچ رہی ہیں۔ پلیز آپ عادل پر بھروسا کریں۔"

گاڈمدر نے سوچا' اگر باہر خطرات منڈلا رہے ہیں تو میرا بیٹا انٹیلی جنس کے چکر میں پھنس جائے گا۔ بہتر ہے وہ بہن اور خزانے کے پاس رہے۔ اس نے کہا "مجھے منظور ہے۔ یہ بتاؤ بھائی تمہارے پاس کیسے پہنچے گا؟"

انا نے کہا "عادل اپنی کار میں آرہے ہیں۔ وہ بنگلے کے اطراف اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد دروازے پر آئیں گے' آپ پہلی بیل پر دروازہ کھول کر برادر کو باہر جانے دیں۔ پھر مطمئن رہیں' آپ ایک گھنٹے کے اندر برادر کو میرے ساتھ اسکرین پر دیکھیں گی۔"

وہ اسکرین پر عادل کو دیکھ کر بولی "ٹھیک ہے عادل! میں صرف تم پر بھروسا کرتی ہوں۔ کوئی دوسرا آئے تو میں اپنے بیٹے کو اس کے حوالے نہیں کروں گی۔ تم چلے آؤ۔"

عادل انا کے پاس سے اٹھ گیا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا اسکرین سے آؤٹ ہوگیا۔ ماں نے بیٹی سے کہا "میں چند منٹ کے لیے کیمرا آف کررہی ہوں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ کچھ کھانے کے بعد تم سے باتیں کروں گی۔"

کیمرا آف ہوگیا۔ اسکرین بھی تاریک ہوگیا۔ ماں نے کہا "بیٹے! تم اور میکسی اندر کی ساری بتیاں بجھا دو اور کھڑکی کے پردوں کے پیچھے سے باہر دیکھو۔ کیا واقعی انٹیلی جنس والے یا مشکوک افراد ہماری کوٹھی کے اطراف میں ہیں؟"

وہ دونوں چلے گئے۔ کمروں کی بتیاں بجھنے لگیں۔ ماں نے بڑی بیٹی سے کہا "مامیلا! مجھے واقعی بھوک لگی ہے۔ کچن کی لائٹ آن کرو اور جلدی سے کچھ کھانے کو لاؤ۔"

مامیلا کچن میں گئی۔ ماں بھی مختلف کھڑکیوں کے پاس آکر پردوں کے پیچھے سے دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ رات اندھیری تھی۔ اسٹریٹ لائٹس کے باعث بنگلے کے آگے پیچھے والی گلیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ گلیاں ویران اور سنسان پڑی تھیں۔ کوئی انسان تو کیا کتا بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

میکسی اور وان لوئن نے آخر کہا "ممی! ہمیں تو کوئی نظر نہیں آرہا ہے۔"

وہ بولی "میری آنکھیں اس عمر میں بھی تیز ہیں۔ میں بھی کسی کو نہیں دیکھ رہی ہوں۔ یہ عادل بڑا چالباز ہے۔ اس نے کہا تھا کہ ہم تینوں ماں بیٹیاں انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں آگئی ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ ائرپورٹ سے ہمارا تعاقب کرتے اور ہمارے پیچھے داؤد کی کوٹھی میں پہنچ جاتے۔ ہم نے پوچھا جاتا کہ ہم وہاں کی تمام ٹوٹی ہوئی دیواریں کیوں دیکھنے آئے ہیں۔ داؤد سے ہمارا کیا تعلق ہے۔ پھر وہ ہمارے ساتھ یہاں آکر داؤد کو دیکھ لیتے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔"

بیٹے نے کہا "میں شروع سے کہہ رہا ہوں' وہ پکا بدمعاش ہے اور زبردست چالباز ہے۔ انا کے بعد مجھے قیدی بنا کر آپ کو مجبور کرنا چاہتا ہے۔ ہماری کمزوریاں معلوم کرکے ہمیں اپنا تابعدار بنانا چاہتا ہے۔"

"بیٹے' میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ عادل جیسے چھوکرے میرے سامنے کیا چالیں چلیں گے۔ ابھی میں اس کی ساری تیزی و طراری ناک سے نکال دوں گی۔"

مامیلا آملیٹ اور ڈبل روٹی لے آئی۔ وہ سب ایک میز کے اطراف بیٹھ کر کھانے اور نئے منصوبے بنانے لگے۔ ایک گھنٹے کے بعد کال بیل کی آواز سنائی دی۔ وہ پلاننگ کے مطابق الرٹ ہوگئے۔ وان لوئن دروازے سے دور ایک کرسی پر جاکر بیٹھ گیا۔ مامیلا اور میکسی دروازے کے پاس دیوار سے لگ کر کھڑی ہوگئیں۔ دونوں کے ہاتھوں میں دو سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور تھے۔ گاڈمدر نے دروازہ کھول کر عادل کو دیکھا۔ پھر مسکرا کر کہا

"تمہیں دیکھ کر اطمینان ہورہا ہے۔ میرے بیٹے کو لے جاؤ۔ وہ سامنے بیٹھا ہے۔ اسے سہارے کی ضرورت ہے۔"

وان لوئن کرسی سے یوں اٹھنے لگا جیسے واقعی سہارے کی ضرورت ہو۔ عادل اسے سہارا دینے کے لیے اندر آیا۔ گاڈمدر نے دروازہ بند کردیا۔ مامیلا اور میکسی نے شوٹنگ کی پوزیشن لے کر للکارا۔ "خبردار کوئی حرکت نہ کرنا۔"

وان لوئن نے بھی اپنا ریوالور نکال کر کہا "دونوں ہاتھ اوپر کرو۔ ہم سب کے ہتھیاروں میں سائیلنسر لگے ہوئے ہیں۔ فائرنگ کی آواز باہر نہیں جائے گی۔"

عادل دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑا رہا۔ گاڈمدر نے سخت لہجے میں کہا "کیا تم نے سنا نہیں؟ ہاتھ اوپر کرو۔"

"میں تمہاری بیٹی سے پوچھ کر ہاتھ اٹھاؤں گا۔ بائی دی وے اس حماقت کا مقصد کیا ہے؟"

گاڈمدر نے قریب آکر اس کی تلاشی لی پھر بولی "یہ ننھا ہے۔ کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

"یہ میں بھائی جان سے سیکھ رہا ہوں کہ ہتھیار کے بغیر کس طرح دشمنوں کے نرغے میں جیا جاتا ہے۔"

"کون ہے تمہارا بھائی جان؟"

"نام نہ پوچھو۔ چکرا کر گر پڑو گی۔"

"بکواس مت کرو۔ چلو اس کمرے میں۔"

وہ اسے ہتھیاروں کی زد میں لے کر کمرے میں آئے۔ کیمرے اور آلات کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر انا دکھائی دی۔ وہ اپنے سامنے ٹی وی اسکرین پر دیکھ کر چونک گئی۔ عادل تین عدد ریوالوروں کی زد میں نظر آرہا تھا۔ وہ پریشان ہوکر بولی۔ "ممی! یہ کیا ہورہا ہے؟"

وہ بولی "بیٹی! میں تمہیں اس مکار کا اصلی روپ دکھا رہی ہوں۔ ابھی تم کمسن ہو، نادان ہو۔ اِس فریبی کے فریب کو اُس وقت تک نہیں سمجھ سکو گی، جب تک میں اپنے تجربے سے تمہیں نہیں سمجھاؤں گی۔"

"عادل نے کیا دھوکا دیا ہے؟ آپ کو اس سے کیا تکلیف پہنچ رہی ہے؟"

"اس نے دولت کی چمک دکھا کر بڑی خوبصورتی سے تمہیں یرغمال بنایا تھا۔ اس بات کو تم سمجھ نہ سکیں۔ اس کی محبت میں اندھی رہیں۔ یہ تمہارے بعد میرے بیٹے کو اپنا قیدی بنانا چاہتا تھا۔"

"ممی! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ ماں کو غلط کہہ رہی ہو۔ یہ ہمیں اس بات سے خوفزدہ کررہا تھا کہ پولیس اور انٹیلیجنس والوں نے ہم ماں بیٹیوں کو ٹاٹرلیا ہے تاکہ میں خوفزدہ ہوکر بیٹے کی سلامتی اور حفاظت کے لیے اسے بھی اس فریبی کے پاس بھیج دوں۔"

"ممی! عادل نے فریب نہیں کیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ....."

"یہ جھوٹ ہے کہ ہمارے بنگلے کے اطراف میں انٹیلیجنس والے ہیں۔ ہم سب نے اچھی طرح دور تک دیکھا ہے۔ اِدھر کوئی نہیں ہے۔"

"ممی! یہ ضروری تو نہیں ہے کہ وہ تمام رات اس بنگلے کے اطراف رہیں۔ وقفے وقفے سے آسکتے ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتیں کہ مجرموں کو دھوکا دینے کے لیے عارضی طور پر پسپا ہٹا دیا جاتا ہے تاکہ وہ کسی واردات کے لیے نکلیں اور پھر پکڑے جائیں۔"

"تم بیٹی ہو، بیٹی رہو۔ ماں بن کر نہ سمجھاؤ۔ میری ہدایات پر فوراً عمل کرو۔ تمہارے اطراف جو مسلح گارڈز ہوں انہیں بلاؤ اور اسکرین پر انہیں دکھاؤ۔ ان کے پاس عادل کی زندگی موت میں بدلنے والی ہے۔ اگر وہ اس کی زندگی چاہتے ہیں تو تمہیں حفاظت سے خزانے سمیت یہاں پہنچا دیں۔"

"آپ کن مسلح گارڈز کی باتیں کررہی ہیں؟ یہاں کوئی نہیں ہے۔ میں دروازہ اندر سے بند کیے بیٹھی ہوں۔"

"بکواس نہ کرو۔ کیا اتنے بڑے خزانے کی حفاظت کے لیے کوئی مسلح پہریدار نہیں ہوگا۔ کیا میں اتنی نادان ہوں کہ تمہاری احمقانہ بات کا یقین کرلوں گی۔"

"آپ یقین کریں یا نہ کریں۔ یہاں کوئی گارڈ پیدا نہیں ہوگا۔"

"تو پھر یہ بتاؤ، تمہارے سامنے کیمرا اور دوسرے آلات کون آپریٹ کررہا ہے؟"

"یہ تمام آلات خودکار ہیں۔ ایک بار آن کرنے کے بعد اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ عادل کا کوئی ماتحت، کوئی آلۂ کار نہیں ہے؟"

"جی ہاں۔ یہ بالکل تنہا ہیں۔"

"جھوٹی مکار! یہ بتا کہ وہ دو آدمی کون تھے؟ جو داؤد کی لاش لے گئے تھے؟"

"وہ بھائی جان کے ماتحت تھے۔"

"ارے یہ بھائی جان کون ہے؟ اسے اسکرین پر بلا۔"

"کیسے بلاؤں؟ میں نے بھائی جان اور بھائی جان کی آوازیں سنی ہیں۔ انہیں دیکھا نہیں ہے۔ یہ بھی نہیں جانتی کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے اگر عادل کو گولی ماردی جائے تو وہاں ہوا کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

انا نے صوفے کے پاس رکھے ہوئے بیگ میں ہاتھ ڈال کر ایک پستول نکالا۔ پھر اس کے چیمبر سے گولیاں نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "اچھی طرح دیکھ لیں۔ یہ گولیاں ہیں، میں واپس چیمبر میں ڈال کر پستول لوڈ کررہی ہوں۔"

اس نے دوبارہ پستول لوڈ کرنے کے بعد اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگالی پھر کہا "عادل، مجھے اس اعتماد پر چھوڑ گیا ہے کہ میں اس کے ساتھ جیوں گی اور اسی کے ساتھ مروں گی۔"

گاڈمدر نے چیخ کر کہا "پاگل ہوئی ہے۔ پستول وہاں سے ہٹا گولی چل جائے گی۔ مرجائے گی۔"

"آپ اُدھر گولی ماریں، میں اسکرین پر دیکھ رہی ہوں۔ ساتھ ہی ادھر بھی گولی چلے گی۔"

ماں نے کہا "جوان بیٹی جذبات میں اندھی ہوجائے تو ماں کی تدبیریں اور ماں کے آنسو بھی اسے تباہی سے بچا نہیں سکتے۔ تو ہماری تمام تدبیروں پر پانی پھیر رہی ہے۔ بیٹی! میری جان! ذرا عقل سے کام لے۔ تجھے وہاں کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ ہمیں وہاں کا پتا بتادے۔ ہم عادل کو باندھ کر اس جگہ آئیں گے اور تجھے تمام خزانے کے ساتھ یہاں لے آئیں گے۔"

عادل نے کہا "واہ انا! تمہارے خاندان والے کتنے شریف اور اعلیٰ ظرف ہیں۔ اپنے داماد کو بھی لوٹ لیتے ہیں۔"

گاڈمدر نے کہا "خاموش رہو۔ مجھے اپنی بیٹی سے باتیں کرنے دو۔"

"باتیں کیا کرو گی؟ تم نے بیٹی کا بھی سر چکھا دیا ہے۔ کوئی چڑیل بھی اپنے داماد کا لہو نہیں پیتی۔ تم تو ڈریکولا کو بھی شرمندہ کررہی ہو۔"

انا نے کہا "آج معلوم ہوا کہ میرے خاندان میں عادل جیسے نیک اور شریف انسان کی قدر کبھی نہیں ہوگی۔ اچھا ہوا کہ میں آپ لوگوں کی گندی ذہنیت سے دور چلی آئی۔ اب کبھی واپس نہیں آؤں گی۔"

وان لوئن نے کہا "جب تم ہماری نہیں ہو اور ممی کی فرمانبردار نہیں ہو تو تمہارا جینا مرنا ہمارے لیے برابر ہے۔"

ماں نے بیٹے کو ڈانٹ کر کہا "بکواس مت کرو۔ کیا تم دیکھ سکو گے کہ اسکرین پر گولی چل رہی ہے اور بمن دم توڑ رہی ہے؟"

"ممی! انا ہماری جان ہے۔ ہم اس کے بدن پر ہلکی سی خراش بھی نہیں دیکھ سکتے۔ مگر یہ ہمیں غصہ دلا رہی ہے۔"

انا نے ماں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "آپ ساری رات اور ساری عمر عادل کو نرغے میں لیے بیٹھی رہیں گی تب بھی کچھ حاصل نہیں کرسکیں گی، نہ بیٹی ملے گی، نہ دولت۔"

"اچھی بات ہے۔ میں عادل کو رہا کردوں گی، تو یہاں چلی آ۔"

"آپ ابھی تک مجھے ننھی نادان بچی سمجھ رہی ہیں۔ میں کہہ چکی ہوں، بیٹی ملے گی نہ دولت۔ اگر اسکرین پر بیٹی کو زندہ دیکھنا چاہتی ہیں تو عادل کو فوراً رہا کردیں۔"

یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ عادل کو ہلاک کرکے بیٹی اور دولت دونوں ہی سے محروم ہوجائے گی اور عادل کے زندہ رہنے سے کچھ ملے یا نہ ملے، وہ بیٹی کو زندہ سلامت اور خوش حال دیکھ سکے گی۔"

اس نے کہا "اچھی بات ہے۔ میری ممتا مجھے ایک بہت بڑی بازی ہارنے پر مجبور کررہی ہے، میں اسے رہا کرتی ہوں۔"

انا نے کہا "مجھے رہائی کا یقین اس طرح آئے گا کہ آپ سب اسکرین پر نظر آتے رہیں گے اور عادل اسکرین سے آؤٹ ہوجائے گا اور جب تک وہ میرے پاس نہیں آئے گا۔ میں آپ لوگوں سے اسکرین پر باتیں کرتی رہوں گی۔"

گاڈمدر کے حکم سے وان لوئن، مامیلا اور میکسی نے سائیلنسر نکال کر اپنے اپنے ریوالور بستر پر پھینک دیے۔ عادل نے مسکرا کر انا کو دیکھتے ہوئے کہا "میں ابھی آرہا ہوں۔"

گاڈمدر نے عادل سے کہا "تم نے یہ سمجھ لیا کہ میں خودغرض اور موقع پرست ہوں۔ دنیا کا کوئی ہتھیار مجھے نہیں مار سکتا۔ اولاد کی محبت مجھے مار رہی ہے۔ جاؤ تم جیتے میں ہاری۔"

وہ مسکراتا ہوا اسکرین سے آؤٹ ہوگیا۔ ماں نے تھوڑی دیر بعد کہا "انا! وہ یہاں سے دور جاچکا ہوگا۔ اپنی کنپٹی سے پستول ہٹا لو۔"

وہ پستول ہٹا کر بولی "عادل کے ساتھ آپ کا سلوک دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ لیکن آپ کی ممتا پر مجھے فخر ہے۔ مجھے زندہ سلامت دیکھنے کے لیے آپ نے اتنا بڑا خزانہ چھوڑ دیا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار گاڈمدر کو ہارتے اور ایک مدر کو جیتتے دیکھا ہے۔"

وہ بولی "تم چاہو تو میں اب بھی خزانہ حاصل کرسکتی ہوں۔ عادل کو پھر ہمارا دوست بنادو۔"

"سوری ممی! دوستی نہیں ہوسکے گی کیونکہ آپ کے دل میں صرف اولاد کے لیے جگہ ہے۔ داماد کے لیے کبھی جگہ پیدا نہیں ہوگی۔ آپ کسی وقت بھی داماد کو اس لیے گولی ماردیں گی کہ دوسرا داماد آجائے گا۔ آپ نے اِسی طرح اپنی زندگی میں پانچ شوہر بدلے۔ آپ کی تعلیم ہے کہ بیٹیاں بھی شوہر کو آنی جانی چیز سمجھ کر قبول کریں۔ جب ضرورت نہ ہو تو اس سے نجات حاصل کرلیں۔ سوری ٹو سے، میں ایسا نہیں کرسکتی۔ میں آپ کے پیٹ سے پیدا ہوئی ہوں مگر ایک شوہر کے لیے ہوئی ہوں۔"

میں بڑی دیر سے وان لوئن کے اندر موجود تھا۔ اگر انا اپنی ماں کو عادل کے قتل سے باز نہ رکھ پاتی تو میں اسے وہاں سے نکال لے جاتا لیکن اتنی دیر اس لیے انتظار کیا کہ ان لوگوں پر ہماری ٹیلی پیتھی ظاہر نہ ہو۔

اگرچہ میں نے ظاہر نہیں کیا لیکن ٹیلی پیتھی کے چکر میں پڑنا ان کے مقدر میں تھا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وان لوئن نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے ٹیری ہارٹ نے کہا "میں انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے بول رہا ہوں۔"

"انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے؟" اس نے اپنی ماں کو دیکھ کر اونچی آواز میں کہا تاکہ ماں بہنوں کو معلوم ہوجائے کہ ان کا محاسبہ ہونے والا ہے۔

ٹیری نے کہا "جی ہاں۔ میں اس ڈیپارٹمنٹ کا چیف ہوں۔ آج تمہارے ہاں ایک بوڑھی خاتون اور ایک جوان لڑکی امریکا سے آئی ہیں۔ کیا وہ موجود ہیں؟"

"جی ہاں' ان میں سے ایک میری ماں اور دوسری بہن ہے۔"

"اور تمہاری بہن کا نام میکسی ہے۔ میں ایک انکوائری کے سلسلے میں اس سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اسے ریسیور دو۔"

وان لوئن نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا "ممی! انٹیلی جنس کا چیف ہے۔ میکسی سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

ٹیری خیال خوانی کی پرواز کرکے وان لوئن کے اندر چلا آیا تھا۔ اس کے ذریعے پورے خاندان کا حال معلوم کررہا تھا۔ گاڈمدر نے کہا "وہ میکسی سے کیوں باتیں کرنا چاہتا ہے۔ لاؤ ریسیور مجھے دو۔"

گاڈمدر ٹریسا نے ریسیور پکڑتے ہی سانس روک لی پھر کہا "بیٹے! خطرہ ہے۔ کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔"

میں ٹریسا کی بات سن کر پوری توجہ سے ان کے معاملات میں دلچسپی لینے لگا۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہوگیا تھا کہ ان کے درمیان کون خیال خوانی کرنے والا آرہا ہے؟

وہ ریسیور کان سے لگا کر بولی۔ "ہیلو میں ٹریسا بول رہی ہوں۔ اپنی بیٹی میکسی کے ساتھ امریکا سے آئی ہوں۔ آپ کس سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"بات کا تعلق جس سے ہے میں اسی سے کروں گا۔ ورنہ انکوائری کے سلسلے میں گھر کے اندر گھستا چلا آؤں گا۔"

"آپ یہاں آنے کی زحمت نہ کریں۔ میری بیٹی سے بات کریں۔"

ماں نے ریسیور بیٹی کی طرف بڑھایا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولی "ہیلو میں میکسی بول رہی ہوں۔"

"خوب بول رہی ہو۔ جتنی حسین ہو' اتنی ہی آواز بھی رس بھری ہے۔"

"مسٹر چیف! آپ کام کی باتیں کریں۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ تم لوگوں کے خلاف بڑی سختی سے انکوائری کا حکم ہے۔ میں چاہتا ہوں' تم لوگوں پر سختی نہ ہو۔ خاص کر میں تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتا۔"

"تمہارا شکریہ۔ یہ تو معلوم ہو کہ ہمارے خلاف انکوائری کیا ہے؟"

ایسا کہتے وقت میکسی نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پھر فوراً ہی سانس روک لی۔ ٹیری نے کہا "تمہاری ایک اور بہن وہاں بیٹھی ہوئی ہے' کیا اسے بھی یوگا میں مہارت حاصل ہے؟"

"جی ہاں' ہم سب یوگا کے ماہر ہیں۔ کیا تم ہی میری ممی کے اور پھر میرے دماغ میں آنے کی کوشش کررہے تھے؟"

"ہاں' بڑا زبردست خاندان ہے تمہارا۔ اگر تمہارا یہ بھائی زخمی نہ ہوتا تو مجھے یہاں جگہ ہی نہ ملتی۔"

"اس کا مطلب ہے تم انٹیلیجنس کے چیف نہیں ہو؟"

"مجھے تو اپنی بھی خبر نہیں رہی کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں؟ تمہارے عشق میں خود کو بھلا چکا ہوں۔ آج تمہیں ائرپورٹ پر دیکھا' قسم کھاتا ہوں کہ ایسا مقناطیسی حسن پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں بہت زیادہ خوبرو نہیں ہوں۔ لیکن قابلِ قبول صورت رکھتا ہوں۔ شاید تم مجھے ایک بار دیکھ کر پسند کرلو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں تمہیں بغیر دیکھے پسند کررہی ہوں۔ کیونکہ تم میں دو بڑی خوبیاں ہیں۔"

"تم نے مجھے خوش کردیا ہے۔ وہ دو خوبیاں کیا ہیں؟"

"ایک تو یہ کہ تم مرد ہو۔ دوسری خوبی یہ کہ ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ میری ممی اور میرے بھائی کو تم سے مل کر خوشی ہوگی۔"

"مجھے افسوس ہے' میں تمہارے خاندان کے کسی اور فرد سے ملنا گوارا نہیں کروں گا۔"

"کیوں گوارا نہیں کرو گے؟"

"اس لیے کہ میں قانون کا محافظ ہوں۔ مافیا تنظیم کو اپنے ملک میں پنپنے نہیں دوں گا۔ وہ سب جیل میں جائیں گے اور تم میرے گھر میں شریفانہ زندگی گزارنے آؤ گی۔"

"کیا تم جبراً مجھ سے محبت حاصل کرو گے؟"

"دل سے محبت کرو گی تو جبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ ٹھنڈے دماغ سے غور کرو' میں پھر رابطہ کروں گا۔"

اُدھر سے رابطہ ختم کردیا گیا۔ میکسی نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا "یہ نئی مصیبت گلے پڑ گئی ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے پھر کہ قانون کا محافظ ہے۔ کہتا ہے' مجھے اپنے گھر لے جائے گا اور تم سب کو جیل پہنچائے گا۔"

"آخر یہ ہے کون؟ تم کسی طرح اسے راضی کرو کہ ہم سے ملاقات کرے۔"

"وہ کسی سے ملنا گوارا نہیں کرتا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ اس کے پاس دو بڑی طاقتیں ہیں۔ ایک تو قانون کا محافظ ہے۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ ہم میں سے جسے چاہے' جب چاہے' کہیں بھی گھسیٹ کرلے جاسکتا ہے۔"

گاڈمدر نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ انا اپنی جگہ بیٹھی اپنے ٹی وی اسکرین پر ماں اور بھائی بہنوں کو دیکھ رہی تھی۔ ان کی باتیں سن رہی تھی اور انہیں ایک نئے عذاب میں مبتلا دیکھ رہی تھی۔

اس نے مخاطب کیا "ہیلو ممی!"

ماں تھوڑی دیر کے لیے بیٹی کو بھول گئی تھی۔ اس نے چونک کر اسکرین پر انا کو دیکھا۔ انا نے کہا "عادل نے پہلے ہی خطرے سے آگاہ کیا تھا۔ لیکن آپ لوگوں نے اسے جھوٹا اور فریبی قرار دیا۔ میں نے کہا تھا کہ برادر کو میرے پاس بھیج دیں۔ بیٹا محفوظ رہے گا۔ آپ سمجھ کر پچھان سکتا ہے۔ ویسے سمجھدار ہے۔ میرے اور تمہارے دماغ میں آنے کی حماقت نہیں کررہا ہے۔"

ٹیری نے وان لوئن کی زبان سے کہا "ہمت چمک رہے ہو۔ میں نے ابھی حکم صادر کیا ہے۔ قتل ابیب کے تمام مکانوں اور عمارتوں پر چھاپے مارے جائیں گے۔ چند گھنٹوں میں یہ خزانہ سرکاری تحویل میں اور تم دونوں حوالات میں پہنچ گے۔"

"تم اتنے وسیع پیمانے پر تلاشی کے لیے خواہ مخواہ پولیس اور فوج کو زحمت دے رہے ہو۔ میں دس منٹ کے بعد خود ہی یہاں کا پتا بتا دوں گا۔"

"کیا دس منٹ کے اندر یہ سارا خزانہ یہاں سے لے جاسکو گے؟"

"بالکل نہیں۔ میں اتنی دیر اسکرین پر خزانے کے ساتھ موجود رہوں گا۔ اس کے بعد ہم غائب ہوجائیں گے۔ صرف یہ مکان اور خزانہ رہ جائے گا۔"

"میں گھڑی دیکھ رہا ہوں۔ دس منٹ گزرنے سے پہلے یہ بتا دو تم کون ہو؟"

"یہ تو میں الپا کو بتاؤں گا۔"

"الپا کا برین....."

وہ روانی میں کہتے کہتے رک گیا۔ عقل آگئی۔ سنبھل کر بولا "یہ کیا بکواس ہے؟ تم کس الپا کی بات کررہے ہو؟"

میں نے عادل کے ذریعے قہقہہ لگایا پھر کہا "اُسی کی بات کررہا ہوں' جس کا برین واش کیا گیا ہے۔"

"ٹان سنس۔ کیا یہی بے تکی باتیں کرنے کے لیے دس منٹ کا وقت لے رہے تھے۔"

"میں نے سوچا تھا دس منٹ لگیں گے لیکن ایک منٹ کے اندر ہی میں نے معلوم کرلیا کہ یہودی خفیہ تنظیم میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوگئے ہیں اور کسی وجہ سے الپا فی الحال ناکارہ ہے۔ تم سنبھل کر رہو۔ تمہارا کوئی پرزہ ہمارے ہاتھ آئے گا تو تم بھی ناکارہ ہوجاؤ گے اور نئی یہودی تنظیم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بغیر یتیم ہوجائے گی۔"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ اب وان لوئن کی زبان نہیں بول رہی تھی۔ میں نے چپکے سے اس کے اندر جاکر دیکھا وہ نہیں بول رہا تھا۔ میں نے وان لوئن کی سوچ میں کہا "میرے دوست! ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی! تم اتنی دیر سے میرے ذریعے بول رہے ہو' میں چاہتا ہوں مجھے اپنا آلہ کار بنالو گے؟"

کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے پھر اسے جواب کے لیے اکسایا۔ وہ واقعی جاچکا تھا۔ اسے یہ فکر لاحق ہوگئی ہوگی کہ یہ عادل کون ہے' جس نے باتوں میں الجھا کر یہودی تنظیم سے اس کا تعلق معلوم کیا ہے اور یہ کمزوری بھی جان گیا ہے کہ فی الوقت اس تنظیم میں ایک ہی خیال خوانی کرنے والا رہ گیا ہے۔

"تم ٹہل کر چالیس چل سکیں گی۔"

"واقعی میرا بیٹا تمہارے پاس چلا جاتا تو محفوظ رہتا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے زخمی ہونے کا فائدہ نہ اٹھا سکتا۔ میں پوچھ رہی ہوں' کیا تم میرے بیٹے کے اندر ہو۔"

ٹیری نے کہا "ہاں' میں تمہارے بیٹے کی زبان سے بول رہا ہوں۔ اتنی دیر خاموش رہ کر اس کے چور خیالات پڑھتا رہا۔ پولیس اور ملٹری انٹیلیجنس کا پورا محکمہ ان بازیگروں کی تلاش میں ہے' جو علی بڑا تنسفر کرتے ہیں۔ آج میں بازیگروں تک پہنچ گیا ہوں۔"

گاڈمدر نے پریشان ہوکر پوچھا "کیا یہ معلومات میرے بیٹے کے دماغ سے حاصل ہورہی ہیں؟"

"ہاں' تم لوگوں نے پہلی بڑی واردات یہ کی کہ ہماری لیبارٹری کے دو ڈاکٹروں سے وہ غیر معمولی فارمولے چھین کرلے گئے۔"

"وہ فارمولے ہمارے کسی کام کے نہیں ہیں۔ ہم اسے تمہارے حوالے کردیں گے۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ فارمولے تمہارے بڑے کام آئیں گے۔ تمہاری بیٹی میکسی نے طبی سائنس میں بہت بڑی ڈگری حاصل کی ہے۔ وہ ان فارمولوں کو پڑھ کر غیر معمولی قوتیں حاصل کرنے کی دوائیں تیار کرسکتی ہے۔"

میکسی نے کہا "مجھ سے کہیں ملاقات کرو۔ ہم پیار محبت سے سارے معاملات طے کریں گے۔ میں تم سے شادی کرکے تمہارے لیے وہ غیر معمولی دوائیں تیار کروں گی۔"

"میں تمہاری اس بات پر غور کروں گا۔ لیکن تمہارے بھائی اور بہنوں نے بینک میں ڈاکا ڈالا۔ پھر تمہارے بھائی نے ساحل پر ہیری رابسن کو قتل کیا۔ جرائم کی فہرست طویل ہے۔ تم لوگوں نے داؤد کو آخری وقتوں میں جس بے جا میں رکھا۔ اگرچہ اسے قتل نہیں کیا لیکن اس کی لاش کو غیر انسانی طریقے سے کہیں پھنکوا دیا۔"

"وہ لاش ہم نے نہیں' عادل نے پھنکوائی ہے۔"

"میں نے تمہارے بیٹے کے دماغ سے عادل کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے اور اس کے ذریعے تمہاری چھوٹی بیٹی انا لانا کو اسکرین پر دیکھ رہا ہوں۔ وہ سونے کی اینٹوں یعنی دولت کے انبار پر بیٹھی ہے اور یہ سب داؤد سے چھینا ہوا خزانہ ہے۔"

انا نے اسکرین کے ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا "عادل! اس کیمرے کے سامنے نہ آؤ۔ دوسری طرف اسکرین پر دیکھ لیے جاؤ کہ وہاں میرے برادر کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔"

عادل نے اسکرین پر آکر کہا "فکر نہ کرو۔ مجھے بھائی جان نے بھیجا ہے۔ وہاں جو ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے' وہ خود اپنی آنکھوں سے نہیں بلکہ تمہارے بھائی کے ذریعے ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اس طرح وہ ہمارا حلیہ اور ناک نقشے کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرلے گا۔ کبھی ہمارے چہرے نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی آئندہ ہمیں کہیں دیکھ

میں نے عادل کی زبان سے کہا "گاڈ مدر! تم ایک محبت کرنے والی ماں ہو۔ تم نے میری انا کو پستول سے خودکشی کرنے سے بچالیا۔ اس احسان کے بدلے میں نے ابھی تمہارے بیٹے کے دماغ سے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو تھوڑی دیر کے لیے بھگا دیا ہے۔"

ماں نے خوش ہوکر پوچھا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ وہ میرے بیٹے کے دماغ سے چلا گیا ہے؟"

وہ اپنے بیٹے کے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے سینے سے لگا کر بولی "میرے بیٹے کو ٹیلی پیتھی کے عذاب سے بچالو۔ میں اس کی سلامتی کے لیے بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔"

وان لوئن نے کہا "ممی! واقعی وہ میرے دماغ سے چلا گیا ہے۔ اگر ہوتا تو عادل کے جواب میں ضرور کچھ بولتا۔"

گاڈ مدر نے اسکرین پر دیکھ کر کہا "بیٹے عادل! بائی گاڈ تم بہت کمال ہو۔ میں نے بڑی غلطی کی جو تمہاری قدر نہیں کی۔ تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ مجھے اپنی انا پر ناز ہے کہ اس نے جیون ساتھی کے لیے تمہارا انتخاب کیا ہے۔"

عادل نے کہا "گاڈ مدر! میں نے ایک ایک پل میں تمہیں گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے دیکھا ہے۔ اس لیے میری تعریف نہ کرو۔ فی الوقت تمہاری آخری خواہش یہی ہے کہ تمہارا بیٹا ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے ہمیشہ کے لیے محفوظ رہے۔"

"ہاں بیٹا! کسی طرح بھی اسے میرے بیٹے کے دماغ سے دور کردو۔"

عادل نے انا کا ہاتھ تھام کر پوچھا "تم کیا کہتی ہو؟"

"میرے عادل! وہ میرا ماں جایا ہے۔ میں اپنی ماں کا دکھ نہیں دیکھ سکوں گی۔ انہوں نے تمہیں جان سے مار ڈالنے کا پورا انتظام کرلیا تھا مگر تم ان کی جانیں بچالو۔ صرف اس لیے کہ اس ماں نے تمہاری انا کو پیدا کیا ہے۔"

عادل نے کہا "جاؤ میں انا کے صدقے تم لوگوں کو معاف کرتا ہوں اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے خلاف محاذ بناتا ہوں۔ وہ شاید تھوڑی دیر کے لیے وان لوئن کے دماغ میں آکر پریشان کرسکتا ہے۔ اس کے بعد میں اسے ہمیشہ کے لیے بھگا دوں گا۔"

مامیلا نے کہا "عادل! میں بھی تمہارے خلاف تھی۔ مگر اب دل سے تمہیں چاہتی ہوں۔ ایک بات بتاؤ۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا یہودی ہے۔ محبِ وطن ہے۔ تمہاری باتوں سے پتا چلا کہ یہودی تنظیم کا اہم فرد ہے۔ تم اس کے ملک میں رہ کر اس کے خلاف کیسے محاذ بناؤ گے۔ ہمیں کس طرح قانونی گرفت سے بچاؤ گے؟"

"میں کسی دشمن کی کمزوریاں معلوم کرلیتا ہوں تو پھر اسے نچلی کا ناچ نچاتا ہوں۔ جیسے ابھی اس کا ایک راز معلوم کرکے اسے یہاں سے بھاگنے اور سوچنے پر مجبور کرچکا ہوں۔ میرا خیال ہے میں اس کی دوسری کمزوری بھی سمجھ رہا ہوں اور اس کی تصدیق کے لیے میکسی سے پوچھ رہا ہوں' وہ فون پر کیا کہہ رہا تھا۔"

میکسی نے کہا "عادل! میں نے یہاں آتے ہی تمہارا نام ہیرو کی حیثیت سے سنا لیکن تم سے بڑا ہمارا دوست کوئی نہیں ہے۔ میں انا کو تمہارے انتخاب پر مبارکباد دیتی ہوں۔ تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ خیال خوانی کرنے والا دیوانہ وار مجھ سے محبت کا اظہار کررہا تھا۔ کہہ رہا تھا' آج پہلی بار مجھے ائرپورٹ پر دیکھ کر عاشق ہوگیا تھا۔ وہ قانون کا احترام کرتا ہے۔ اس لیے میری کار برادر اور سسٹر کو جیل میں پہنچائے گا لیکن مجھے اپنے گھر لے جائے گا۔"

"اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعی وہ تم پر مرمٹا ہے۔ اب میں وان لوئن سے کہتا ہوں وہ تھوڑی دیر کے لیے دوسرے کمرے میں چلا جائے۔ کیونکہ ہم جو باتیں کریں گے' وہ باتیں دشمن اس کے اندر چھپ کر سنے گا۔"

وان لوئن وہاں سے اٹھ گیا۔ پھر کمرے سے باہر چلا گیا۔ سانپ نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ اس کے بعد میں نے عادل کی زبان سے کہا "اگر اب بھی تم لوگوں نے میرے خلوص پر شبہ کیا تو میں کسی کو تباہی سے نہیں بچاسکوں گا۔ اور اگر میری ہدایات پر عمل کیا گیا تو یہاں کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران بھی تم میں سے کسی کو جیل نہیں پہنچا سکیں گے۔ قانون کے محافظ تمہارے قریب سے گزر جائیں گے مگر تمہیں ہاتھ نہیں لگائیں گے۔"

گاڈ مدر نے کہا "بیٹے عادل! اب میں تم پر اندھا اعتماد کروں گی۔ بولو کیا کہتے ہو؟"

میں نے عادل کے ذریعے سے کہا "ہم اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے عشق کے شعلوں کو بھڑکائیں گے۔ اس کا طریقہ یہ ہوا کہ میکسی کو انا کے پاس بھیج دو۔ کل صبح نو دس بجے تک ایک ڈاکٹر میکسی تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ تم اس ڈمی میکسی کو آزادانہ گھومنے پھرنے اور اس دیوانے سے عشق کرنے دو گی۔ وہ ڈاکٹر چوبیس گھنٹوں میں اس عاشق کا تخمہ کردے گی۔"

"تم صرف میکسی کو بھیجنے کے لیے کہہ رہے ہو' میں تمام ہیلو کو تمہاری پناہ میں بھیجنا چاہتی ہوں۔"

"ابھی تمہارا بیٹا آئے گا تو دشمن اس کے اندر چھپ کر ہماری خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ جائے گا۔ فی الحال آپ میکسی کو بھیجیں میں اسے لینے آرہا ہوں۔"

ان کے درمیان یہ معاملات طے ہوگئے۔ مجھے توقع تھی کہ ان معاملات سے نمٹنے کے دوران یہودی تنظیم کا کچھ حال معلوم کرلوں گا یا اس ٹیلی پیتھی جاننے والے تیری کو ٹریپ کرلوں گا۔

تیری اچانک ہی وان لوئن کے دماغ سے چلا گیا تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ ایکسرے مین اس کے اندر چھپا ہوا عادل سے ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ تیری گفتگو کی روانی میں ایک فاش غلطی کر بیٹھا ہے تو اس نے اسے وہاں سے چلے جانے پر مجبور کیا تاکہ وہ کوئی دوسری بڑی غلطی نہ کر بیٹھے۔

اس نے تیری کو حکم دیا کہ وہ تاحکمِ ثانی وان لوئن کے پاس باہر عادل سے مذاکرات نہیں کرے گا۔ ایکسرے مین کبھی خود کو ظاہر کرکے ایسے احکامات صادر نہیں کرتا تھا۔ آدم برادرز میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ کوئی ایکسرے مین ان کے دماغوں پر حکومت کررہا ہے اور ان کا ہی لہجہ اختیار کرکے اپنے کسی حکم کی تعمیل یوں کراتا ہے جیسے وہ آدم برادرز کسی کے حکم سے نہیں' بلکہ اپنی ہی سوچ اور فیصلوں کی تعمیل کررہے ہوں۔

ایکسرے مین نے تیری کو اس کی غلطی پر پچھتانے اور شرمندہ ہونے کے لیے چھوڑ دیا پھر سوچنے لگا یہ نوجوان عادل کون ہے؟ کہاں سے کیسی ہیرا پھیری سے معلوم کیا تھا کہ الپا کا برین واش کیا گیا ہے اور یہ کہ یہودی تنظیم میں فی الوقت ایک ہی خیال خوانی کرنے والا ہے۔

وان لوئن کے خیالات نے بتایا تھا کہ عادل نے داؤد کا خزانہ حاصل کیا تھا۔ عادل نے داؤد کی لاش ٹھکانے لگائی تھی۔ عادل گاڈ مدر کے گھر آکر تین ریوالوروں کے درمیان گھر جانے کے باوجود زندہ واپس چلا گیا تھا۔ عادل نے اسی شہر کی کسی خفیہ رہائش گاہ میں رات کا اپار لگایا تھا۔

جو کام تھا' وہ عادل کررہا تھا اور تنہا کررہا تھا۔ اس کے کسی گینگ یا کرائے کے آلہ کاروں کا کوئی نام و نشان نہیں تھا اور یہ شدید حیرانی اور بے حد پریشانی کی بات تھی کہ جو نوجوان تنہا بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہا ہو اور اپنی ذہانت سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھاگنے پر مجبور کررہا ہو' وہ کس قدر خطرناک ہوگا۔ ایسے خطرناک کی پوری ہسٹری اور جغرافیہ معلوم کرنا بہت ضروری ہوگیا تھا۔

اور معلومات کا ذریعہ فی الوقت گاڈ مدر کا خاندان تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر بلیک آدم کے نمبر ڈائل کیے۔ جب وہ کسی آدم برادر کو کسی اہم معاملے کی اطلاع دیتا تھا تو خود کو اس تنظیم کا ایک خفیہ افسار مظاہر کرتا تھا۔ اس نے رابطہ قائم ہونے کے بعد کہا "ہیلو مسٹر بلیک آدم! میں افسار مرزیرو ون بول رہا ہوں۔ کچھ نام اور ایڈریس نوٹ کرو۔"

اس نے گاڈ مدر ٹریسا' وان لوئن' مامیلا' میکسی اور انا لانا کے نام اور ان کی رہائش گاہ کا پتا اور فون نمبر نوٹ کرایا۔ پھر عادل کا نام لکھوا کر اس کے متعلق جو بھی جانتا تھا' وہ بتاتا رہا پھر کہا "اس خطرناک عادل کا سراغ گاڈ مدر کے ذریعے ہی لگایا جاسکتا ہے۔ ویسے وہ بھی عادل کا پتا ٹھکانا نہیں جانتی ہے۔ کسی حکمتِ عملی سے اس نوجوان تک پہنچنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ دیٹس آل۔"

یہ کہہ کر ایکسرے مین نے فون کا رابطہ ختم کیا پھر بلیک آدم کے اندر پہنچ گیا۔ بلیک آدم سوچ رہا تھا' وان لوئن زخمی ہے۔ تیری اس کے اندر جاکر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنائے۔ اس طرح وان لوئن کے ذریعے گاڈ مدر کے پورے خاندان کے افراد کی مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔ پھر ان میں سے کوئی نہ کوئی عادل سے ضرور ملاقات کرے گا۔ انا' عادل کے پاس ہے' وہ اپنے رشتے داروں سے ضرور ملے گی۔

اس نے یہ سوچ کر خفیہ فون نمبروں کے ذریعے تیری کو مخاطب کیا اور کہا "میرے پاس آؤ۔"

تیری نے اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "کیا بات ہے؟ خیریت تو ہے؟"

بلیک آدم نے پوچھا "کیا تمہیں عادل اور گاڈ مدر کی فیملی کے متعلق کچھ معلوم ہے۔"

"کچھ نہیں' بہت کچھ معلوم ہے۔ عادل بڑا چالباز بندہ ہے۔"

"تو پھر عادل تک پہنچنے کے لیے وان لوئن کو اپنا معمول بناؤ۔"

"میں نے یہی سوچا ہے۔ لیکن آج رات اس پر تنویمی عمل نہیں کرسکوں گا۔"

"ہاں' یاد آیا۔ جے پر گولا کے معاملے میں مختصر ہو' اس کے متعلق کسی وقت بھی اطلاع مل سکتی ہے۔"

"پر گولا بہت اہم ہے۔ ہم اس کے ذریعے مرینا کو پکڑ سکیں گے۔"

ایکسرے مین اور تیری کے لیے یہ مسئلہ تھا کہ ان میں سے کوئی وان لوئن پر تنویمی عمل کرتا اور ایسے وقت اطلاع ملتی کہ پر گولا کسی قبرستان میں کالا جادو کرنے میں مصروف ہے تو پھر انہیں تنویمی عمل ادھورا چھوڑ کر اُدھر جانا پڑتا۔

ایکسرے مین اس لیے تنویمی عمل نہیں کرسکتا تھا کہ وہ اسرائیل کے تقریباً پچیس قبرستانوں تک پھیلے ہوئے جاسوس اور پولیس افسران کے اندر جھانکتا پھر رہا تھا۔

پولیس والوں نے ایک قبرستان میں وچ لیڈی ایلا کلا نسی کو پہنچایا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ رات ایک بجے تک کسی قبرستان سے پر گولا کی گرفتاری کی اطلاع نہیں ملے گی تو وہ کالا عمل کرے گی اور اپنے منتروں اور جادوئی ہتھکنڈوں سے پر گولا کو وہاں آنے پر مجبور کردے گی۔

ایسے انتظامات کے باعث ایکسرے مین اور تیری کی مصروفیات میں اضافہ ہوگیا تھا۔ اس کا فائدہ وان لوئن کو پہنچ رہا تھا وہ ان کے تنویمی عمل سے محفوظ ہوگیا تھا۔ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں تھی۔ لیلیٰ نے سونیا ثانی کو مخاطب کرکے عادل اور گاڈ مدر کی مختصر ہسٹری سنائی پھر اسے وان لوئن کے دماغ میں پہنچا کر کہا "اس کا دماغ لاک کردو تاکہ کوئی دشمن اس کے اندر نہ آسکے۔ یہ صرف تمہاری آواز اور لہجے کا اسیر رہے۔"

پھر میں نے باربرا کو مخاطب کرکے اسے بھی عادل اور گاڈ مدر کی فیملی کے حالات بتائے پھر اسے تل ابیب کی ایک کال گرل کے دماغ میں پہنچا کر کہا "اس پر عمل کرو اور اسے مکمل میکسی بنا دو۔

عادل کے دماغ میں رہ کر اصل میکسی کی آواز اور لہجہ سنو' اس کی حرکات و سکنات کو دیکھو' اس کا کال گرل کو میکسی بنانے کے لیے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی کیونکہ دشمن خیال خوانی کرنے والا میکسی کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ وہ اسے دور ہی سے دیکھ کر عاشق ہو گیا تھا۔"

میں ان معاملات میں معروف تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ جے پرگولا کے عزائم کیا ہیں اور وہ کس طرح مرینا پر کالا جادو کرنے والا ہے۔ اور یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ یہودی تنظیم کے افراد اور پولیس والوں نے پچیس قبرستانوں میں کیسا نادیدہ جال بچھایا ہے۔

جال بچھانے والے شام کی تاریکی پھیلتے ہی اپنے شکار کا انتظار کرنے لگے تھے اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کرنے لگے تھے۔ اس انتظار میں بڑے بڑے افسران کو رات کا کھانا قبرستان میں کھانا پڑا۔ اس رات فقیروں' چرس اور ہیروئن کا نشہ کرنے والوں کی شامت آ گئی۔

چھپ کر نشہ کرنے والے پُراسرار سے لگتے ہیں۔ ان میں سے کتنوں کو جے پرگولا سمجھ کر گرفتار کیا گیا پھر حقیقت معلوم ہونے پر انہیں لات جوتے مار کر بھگا دیا گیا۔

جے پرگولا' رینا کی رہائش گاہ کی چھت پر بیٹھا دور تک پھیلی ہوئی تاریکی کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آج کی رات کالے جادو کے لیے نہایت مناسب ہے۔ قبرستان میں اور زیادہ تاریکی ہوگی۔ وہاں جا کر عمل کرنا اس لیے بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہاں عمل کرنے کے لیے مردوں کی ہڈیاں اور کھوپڑیاں ملتی ہیں۔

وہ سوچ رہا تھا آج مرینا واپس آ سکتی ہے۔ لیکن خطرہ ہے۔ اس کمینی وچ لیڈی نے پولیس کو اس کے شیطانی عزائم کے متعلق بتایا ہوگا۔ لہٰذا اس کی گرفتاری کے انتظامات ضرور کیے گئے ہوں گے۔ اس نے رات کے بارہ بجے تک قسم کھائی کہ آج چاردیواری سے باہر نہیں جائے گا۔

رات کے ایک بجے ٹیری آدم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک اعلیٰ افسر سے کہا "بہت انتظار ہو چکا۔ پرگولا نہیں آئے گا۔"

"نہیں سر' شاید اس کے کانوں میں بھنک پڑ گئی ہے کہ اس کا گرفتاری کے لئے خاصے انتظامات ہو چکے ہیں۔"

"وچ لیڈی سے کہو وہ اپنا عمل شروع کرے۔"

"یس سر! میں ابھی اسے حکم دیتا ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ وہ قبرستان کے ایک گوشے میں چند سپاہیوں کے ساتھ چھوٹی سی جیپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ماتحت نے جیپ اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا قبرستان کے درمیانی حصے میں آیا۔ وچ لیڈی ایلا کلانسی ایک ٹوٹی ہوئی قبر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ پولیس کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔

افسر نے جیپ سے اتر کر کہا "ایک بج چکا ہے۔ پرگولا ابھی تک کسی قبرستان میں دیکھا نہیں گیا ہے۔ وہ سیدھی طرح نہیں آئے گا۔ چل اسے اپنے منتروں سے بلا۔"

"حضور! میں اسے بلانے کی پوری کوشش کروں گی لیکن پہلے بھی کہہ چکی ہوں' وہ بھی میری طرح شیطان کا پجاری ہے۔ میں جو منتر پڑھوں گی اور عمل کروں گی' وہ ان کا توڑ کرے گا۔"

"ہم توڑ جوڑ کچھ نہیں جانتے۔ اسے یہاں آنا چاہیے۔"

"سرکار! غصہ نہ کریں۔ کچھ تو نرمی سے سوچیں' اگر کسی سے وہ نہ آیا تو۔۔۔۔"

"تو یہ سمجھا جائے گا کہ تو اپنے یار کو بچانے کے لیے کوئی جادو میں گڑبڑ کر رہی ہے۔"

ایک ماتحت افسر نے کہا "ایلا! ہمارے صاحب نے دھمکایا ہے' تو اسے گرفتار کرا دے گی تو تجھے رہا کر دیا جائے گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اور اسے بلانے میں ناکام رہی تو تجھے گولی مار دی جائے گی۔"

پھر اس نے سپاہیوں کو حکم دیا "دور جا کر درختوں اور قبروں کے پیچھے چھپے رہو۔ اگر پرگولا یہاں نہیں آئے گا اور یہ اپنی ناکامی ظاہر کرے گی تو اسے گولی مار دینا۔"

یہ حکم دینے کے بعد وہ جیپ میں بیٹھ کر چلا گیا۔ کئی سپاہی لیڈی کے آس پاس ذرا دور جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ وہ چاروں طرف سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ تاریکی میں سپاہی نظر نہیں آ رہے تھے لیکن تصور کی آنکھیں اپنے چاروں طرف رائفلوں کی نالیں دیکھ رہی تھیں۔

وہ زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کے سامنے جادو منتر کا بہت سا سامان رکھا ہوا تھا۔ ایک مٹی کے برتن میں ماش کی دال کا آٹا اور ایک برتن میں پانی تھا۔ اس کی فرمائش پر ایک جانور کا تازہ خون مہیا کر دیا گیا تھا۔ اس نے ایک ٹوٹی ہوئی قبر سے انسانی سر کا کاسہ نکال کر سامنے رکھ لیا تھا۔

پھر وہ کوئی گیت گانے کے انداز میں منتر پڑھنے لگی۔ پڑھنے کے دوران کبھی ماش کی دال اٹھا کر کاسے میں ڈالتی' کبھی تازہ خون چھڑک لے کر آٹے پر ڈال کے گوندھتی۔ وہ دیر تک یہ عمل کرتی رہی۔ اس نے پہلے سے جمع کی ہوئی سوکھی لکڑیوں میں آگ لگائی۔ رات کی گہری تاریکی ان شعلوں سے دور بھاگنے لگی۔

پھر اس نے گنگنانا شروع کیا۔ گوندھے ہوئے آٹے کو انگلیوں سے منتر پڑھتے ہوئے شیطان سے کہنے لگی۔ "میں تیری برسوں کی پجارن ہوں۔ تیرا نام لے کر ماش کا پرگولا بنا رہی ہوں۔"

وہ ماش کے آٹے کا پتلا بنا رہی تھی۔ ایک سر' ایک دھڑ' ہاتھ اور دو پاؤں' اس پتلے کو جے پرگولا سے منسوب کر رہی تھی۔ پرگولا کی گردن پر زخم کا بڑا سا نشان تھا۔ وہ ویسا ہی نشان پتلے کی گردن پر بنا کر کہہ رہی تھی۔ "جے پرگولا! جے پرگولا! آجا۔ آجا۔ تیرا جسم ہے۔ روح جہاں بھی ہے' اسے لے کر اس پتلے میں آ جا۔۔۔۔"

اس نے ایک سوئی نکالی۔ زور زور سے منتر پڑھتے ہوئے سوئی کو ہال دکھائی۔ جیسے ہی وہ گرم ہوئی' اس نے پتلے کے زخم کے نشان میں پیوست کر دیا۔

جے پرگولا اپنے بستر پر آرام سے سو رہا تھا۔ یک بیک چیخ مار کر اٹھ بیٹھا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے اپنے گردن کے نشان کو سہلانے لگا۔ پھر گرج کر بولا "کون ہے؟ مجھ سے کون دشمنی کر رہا ہے؟"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ رینا دوسرے کمرے سے دوڑتی ہوئی آئی۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟ اتنی رات کو کیوں چلا رہے ہو؟"

وہ کمرے سے باہر جاتے ہوئے بولا "رینا! کوئی مجھ پر جادو کر رہا ہے۔ جیری کو بلاؤ۔ تھرمال کو بلاؤ۔"

وہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی بولی "کون جیری؟ کون تھرمال؟ تم کہاں جا رہے ہو؟"

"ٹھوڑ کی بچی! مجھ سے پوچھتی ہے مگر روکتی نہیں۔ مجھے روک لے مجھے نہ جانے دے۔"

رینا اس کے سامنے آ کر اس سے لپٹ گئی۔ اس کا راستہ روکنے لگی۔

وچ لیڈی ایلا کلانسی نے دوسری سوئی نکالی۔ زور زور سے منتر پڑھتے ہوئے اسے آگ دکھائی۔ پھر اسے بھی پتلے کی گردن کے نشان میں پیوست کر دیا۔

پرگولا نے شدید تکلیف سے تڑپ کر چیخ ماری۔ لپٹی ہوئی رینا کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر ایک طرف پھینکا پھر دوڑتا ہوا باہر آ کر کار میں بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے بڑی تیزی سے آگے بڑھایا اور احاطے کے گیٹ کو توڑتا ہوا اندھا دھند ڈرائیو کرتا چلا گیا۔

وہ اپنے شیطانی عمل میں مصروف تھی۔ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر چیخ چیخ کر منتر پڑھ رہی تھی اور یقین سے کہتی جا رہی تھی۔ "وہ آ رہا ہے۔ میرا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ وہ آ رہا ہے۔۔۔۔"

دو گھنٹے بعد قبرستان کے احاطے کا گیٹ زوردار آواز سے ٹوٹ گیا۔ اس کی کار آندھی طوفان کی رفتار سے آ کر رک گئی۔ پھر وہ کار سے نکل کر وچ لیڈی کی طرف دوڑتا ہوا اور چیختا ہوا کہنے لگا۔ "نکال دے۔ ان سوئیوں کو نکال دے۔ کتے کی بچی! میں مر جاؤں گا سوئیاں نکال دے۔۔۔۔"

وہ دوڑتا ہوا لڑکھڑاتا ہوا ماش کے پتلے کے قریب آ کر اوندھے منہ گرا۔ ایلا نے پتلے سے ایک سوئی نکال دی۔ پرگولا نے ایک آہ کے ساتھ اطمینان کی سانس کھینچی۔ ایلا نے پتلے سے دوسری سوئی بھی نکال دی۔ وہ زمین پر چاروں شانے چت ہو کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگا پھر غراتے ہوئے بولا "تو دنیا کی بدترین چڑیل ہے۔ تو نے شیطان کے پجاری کو اذیتوں میں مبتلا کیا تھا۔ بتا تو نے ایسا کیوں کیا؟"

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات

صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ھَوَاجس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو نمو دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصّوں میں مکمل

قیمت فی حصہ ۲۵ روپے ★ ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز

"پرگولا! مجھے افسوس ہے میں مجبور تھی۔ مجھے دوست ہو کر دشمنی کرنی پڑی۔"

"ایسی کیا مجبوری تھی؟"

"پولیس والوں نے مجھے الٹا لٹکا کر مارا ہے۔ اب بھی ہڈیاں دکھ رہی ہیں۔ انہوں نے تیرے متعلق مجھ سے سب کچھ اگلوا لیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ میں کالے عمل کے ذریعے تجھے یہاں بلاؤں۔ اگر میں انکار کرتی تو وہ مجھے گولی مار دیتے۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا "اب میں تجھے اس ٹوٹی ہوئی قبر میں گھسا کر ماروں گا۔"

"یہاں چاروں طرف پولیس والے ہیں۔ مجھے ہاتھ لگائے گا تو وہ تجھے جوتے ماریں گے۔"

"جھوٹ مت بول سؤر کی بچی! اس ویرانے میں کوئی نہیں ہے۔"

وہ غصے سے آگے بڑھا' اسی وقت فائرنگ کی آواز کے ساتھ قدموں کے پاس تھوڑی سی مٹی اڑی۔ وہ اچھل کر ایلا سے دور ہو گیا۔ آگ کی زرد روشنی میں چھپے ہوئے سپاہی اور دو افسر اسے نشانے پر لیے آ رہے تھے۔ ٹیری آدم ان میں سے ایک افسر کے دماغ میں تھا۔ اس کی زبان سے بولا "ہمارے علاوہ تیس مسلح سپاہی تاریکی میں چھپے ہوئے ہیں۔ تم نے بھاگنے کی احمقانہ کوشش کی تو گولیوں سے چھلنی ہو جاؤ گے۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھائے کھڑا رہا۔ بری طرح پھنسنے کا یقین ہو گیا تھا۔ ٹیری نے کہا "ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرمال تمہارے زیر اثر ہیں۔ وہ تمہارے دماغ میں ہوں تو ان سے کہہ دو اپنی جگہ آرام سے رہیں۔ ان کی کوئی سازشی چال کامیاب نہیں ہو گی۔"

"وہ موجود نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو صبر کرتے۔ ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ میں پھر آہنی سلاخوں سے باہر آ جاؤں گا۔"

"ہم نے تمہیں دشمن سمجھ کر نہیں گھیرا ہے۔ ہم تو تمہیں دوست بنانا چاہتے ہیں۔"

"سرکار سے دوستی میرے لیے باعث فخر ہو گی۔ ویسے اس مہربانی کی وجہ کیا ہے؟"

"ہمیں تمہاری آزادی اور مرینا کی غلامی پسند ہے۔ اگر آزادی چاہتے ہو تو ابھی عمل کرو اور مرینا کو یہاں آنے پر مجبور کرو۔"

وہ ایک قہقہہ لگا کر بولا "ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی پر قبضہ جمانے کے لیے میں ہی کام آسکتا ہوں لیکن وہ اس ملک سے جا چکی ہے۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ مرینا اسی ملک اور اسی شہر میں ہے۔"

"میں پچھلی رات ہی اپنے کالے علم سے معلوم کر چکا تھا۔ تم یقین کرو یا نہ کرو' وہ جا چکی ہے۔"

ٹیری نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پرگولا کے دماغ میں پہنچ کر کہا "مجھے معلوم تھا کہ تیرے دماغ میں جگہ مل جائے گی اور تو فوراً ایسے ظاہر کرے گا جیسے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہے۔ ایک بار مرینا تیرے فریب میں آ کر تیری کنیز بن گئی تھی۔"

جے پرگولا نے ایلا کو گھور کر کہا "اس کتیا نے تمہیں بتایا ہے کہ میری شیطانی کھوپڑی کسی خیال خوانی کرنے والے سے ہار نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی مجھ پر تنویمی عمل کر سکتا ہے۔"

"ہاں' تیری ایسی تمام شیطانی قوتوں کا ہمیں علم ہے۔ ہم نے اسی کے مطابق تیرا بندوبست کیا ہے۔"

اسے ہتھکڑی پہنا کر ایک جیپ میں بٹھایا گیا۔ قبرستان کے احاطے کے گیٹ کے پاس دفتر نما چار دیواری تھی۔ اسے وہاں لے جا کر ایک بیڈ پر لٹایا گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے پھر اس کی دونوں کنپٹیوں پر بجلی کے ننگے تار کو ٹیپ سے چپکایا گیا۔

اب اس کی سمجھ میں آیا کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ وہ چیخنے لگا اور بندشوں سے رہائی پانے کے لیے جدوجہد کرنے لگا۔ افسر نے ایک بار سوئچ آن کیا تو بجلی کے جھٹکوں سے وہ زخمی کیے ہوئے بکرے کی طرح آوازیں نکالنے لگا۔ افسر نے سوئچ آف کر دیا۔ وہ وہ پہلے ہی جھٹکے سے نڈھال ہو گیا' رہائی کے لیے جدوجہد کرنا بھول گیا۔

ٹیری نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی دماغی حالت معلوم کی۔ اس کے اندر اب بھی شیطانی قوت باقی تھی۔ اس نے افسر کو پھر حکم دیا پھر اس کو بجلی کا جھٹکا پہنچایا گیا۔ اس بار دماغی تکلیف ناقابل برداشت تھی۔ اس کے جسم کی غلاظت باہر نکل آئی تھی۔ ٹیری نے دیکھا' دماغ صاف ہو گیا تھا۔ شیطانی جھوٹ ختم ہو گیا تھا اور اس کے خیالات سچ کہہ رہے تھے کہ مرینا اسی شہر میں ہے۔ اس نے جھوٹ کہا تھا کہ وہ ملک سے باہر گئی ہے۔

ٹیری نے پوچھا "جیری اور تھرمال تمہارے پاس کب آتے ہیں؟"

"وہ ہر ایک گھنٹے بعد باری باری آتے ہیں۔"

"کیا ابھی موجود ہیں؟"

"نہیں میں نے ساڑھے بارہ بجے سونے سے پہلے کہہ دیا تھا کہ نیند میں مداخلت نہ کی جائے۔ اب جیری صبح چھ بجے اور تھرمال سات بجے آئے گا۔"

"تمہارا دعویٰ ہے کہ کوئی عامل تم پر تنویمی عمل نہیں کر سکتا' کیا ابھی تم میرے معمول بنو گے؟"

"نن... نہیں مجھ پر عمل نہ کرو۔ میں شیطان ہوں' تمہارے تنویمی عمل کے شکنجے سے نکل جاؤں گا۔"

"ہمیں شیطان کے دماغ کو کچرا کرنا آتا ہے۔"

اسے پھر بجلی کا جھٹکا پہنچایا گیا۔ اس بار شدید تکلیف سے تڑپتے رہنے کے بعد اس پر نیم بے ہوشی طاری ہو گئی۔ ایسی حالت

ٹیری نے اس کے ذہن کو تھپک تھپک کر سلا دیا۔

بجلی کے کئی جھٹکوں نے دماغ سے شیطانی قوتوں کو دھو ڈالا تھا۔ نئی برین واش ہو چکا تھا۔ ٹیری نے اس پر عمل کرنا شروع کیا۔ وہ اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ جلد ہی ٹرانس میں آ گیا اور ایک معمول کی حیثیت سے اس کے سوالات کے جواب دینے لگا۔

ٹیری نے جو حکم دیا' وہ اس کے دماغ میں نقش ہو گیا۔ پہلا حکم تھا کہ صبح چھ بجے اور سات بجے جیری اور تھرمال اس کے پاس آئیں تو وہ انہیں حکم دے کہ پہلی فلائٹ سے اسرائیل آ جائیں۔

جے پرگولا کو اسی لیے شکنجے میں لیا گیا تھا کہ اس کے ذریعے صرف مرینا ہی نہیں' جیری اور تھرمال بھی خفیہ یہودی تنظیم میں آ جائیں۔ یہ طے تھا کہ جیری اور تھرمال کے یہاں پہنچتے ہی انہیں گرفتار کر کے ان کے برین واش کیے جائیں گے۔ مرینا کے ساتھ بھی یہی کیا جائے گا۔ یوں تین خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ ہو جائے گا۔ اس طرح آدم برادرز کی ٹولی میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مجموعی تعداد پانچ ہو جائے گی۔

اور ایسا ہونے والا تھا۔ یہودی تنظیم بہت بڑی طاقت بننے والی تھی۔ پارس نے غیر معمولی فارمولوں کا شوشہ چھوڑ کر مملکت اسرائیل کو میدانِ جنگ بنا دیا تھا۔ ان پر عذاب نازل کر دیا تھا اس کے برعکس انہیں فائدہ پہنچ رہا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد اچانک بڑھ گئی تھی۔ یہ یہودی عجب نصیب والے ہوتے ہیں۔

اگر میں وہاں ہوتا تو شاید صورتِ حال کچھ اور ہوتی۔

میں جس محاذ پر تھا' وہاں کامیابی حاصل ہو رہی تھی۔ عادل گاڈ ورڈی کی پوری ٹیم کے ساتھ محفوظ تھا۔ ایکسرے مین اور ٹیری آدم اس ملک میں وسیع اختیارات رکھنے کے باوجود ان میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔

کیا یہ ضروری ہے کہ میں جس محاذ پر رہوں' وہاں مجھے کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں؟

کیا میں نے کامیابیاں حاصل کرنے کا ٹھیکا لے رکھا ہے؟

نہیں' زلزلے کے ایک جھٹکے سے بلند و بالا پہاڑ گر پڑتے ہیں پھر میں کس گنتی میں ہوں؟

میری بھی شامت آ گئی۔ موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے اسے آپریٹ کیا۔ دوسری طرف سے بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس ٹام مورس کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "جناب! غضب ہو گیا۔ مرینا پر پاگل پن کا دورہ پڑا ہے۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی اور سر کے بال نوچتی ہوئی بنگلے سے باہر گئی۔ اس سے پہلے کہ میں روکتا وہ گارڈز کو دھکا دے کر کہیں چلی گئی۔"

میں نے کہا "اطمینان رکھو' میں دیکھتا ہوں' ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

میں نے فون بند کر کے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ مرینا کے دماغ میں پہنچا تو اس کی حالت عجیب سی تھی۔ وہ کار ڈرائیو کرنے کے قابل نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تاریکی تھی۔ اس تاریکی میں محض ایک راستہ نظر آ رہا تھا اور اس راستے کے اختتام پر وہ ایک قبرستان دیکھ رہی تھی۔

وہ محسوس کر رہی تھی کہ جیسے اس کے سر کے بالوں میں آگ لگی ہوئی ہے۔ جب وہ پرگولا کی داشتہ تھی' تب اس نے اس کے سر کے کچھ بال توڑ کر ایک چھوٹی سی ڈبیا میں رکھے تھے اور کہا تھا "کبھی تم مجھے دھوکا دے کر جاؤ گی تو میں کالا عمل کروں گا اور تمہارا ایک ایک بال آگ میں جلاؤں گا' تمہیں سر کے بالوں میں آگ سی لگی ہوئی محسوس ہو گی۔ پھر تم اس آگ میں جلتی ہوئی میرے پاس آؤ گی۔"

اور اب یہی ہو رہا تھا۔ میں مرینا کے خیالات پڑھتے ہی اپنی رہائش گاہ سے باہر آیا۔ پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اُدھر جانے لگا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کس قبرستان کی سمت جا رہی ہے لیکن میں راستہ معلوم کر رہا تھا۔ اس کے جنونی ہونے کے باوجود اسے ہیڈلائٹس کی روشنی میں دوڑتے دیکھنے پر مجبور کرتا تھا۔ کوئی مخصوص عمارت یا سائن بورڈ دیکھ کر معلوم ہو جاتا کہ وہ کن راستوں سے گزر رہی ہے۔

میرے ذہن میں یہی بات تھی کہ جے پرگولا قبرستان میں تنہا ہو گا یا اس کے دو چار چیلے ہوں گے۔ میں ان سے آسانی سے نمٹ لوں گا۔ میں خواب و خیال میں بھی یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ ایکسرے مین اور ٹیری آدم' جے پرگولا کے ذریعے مرینا کو ٹریپ کر رہے ہیں۔ جو جال اس کے لیے بچھایا گیا ہے' اس کے پیچھے بھاگتے بھاگتے میں بھی اس میں پھنسنے والا ہوں۔ اور جب شامت آتی ہے تو آدمی وہ نہیں کرتا' جو کرنا چاہیے۔

بلکہ وہ کرتا ہے' جو نہیں کرنا چاہیے۔

میں مرینا کے دماغ کو قابو میں کر کے اسے اپنے پاس آنے پر مجبور کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میری دانست میں پرگولا جیسے شیطان سے ٹکرانے کا یہی موقع تھا۔ پہلی بار ہمارا سامنا ہونے والا تھا اور میں اسے مات دے کر مرینا کو ہمیشہ کے لیے اس سے نجات دلانا چاہتا تھا۔

میں تو اسے ایک چھوٹا سا گڑھا سمجھ کر پھلانگتے جا رہا۔ کاش یہ معلوم ہوتا کہ گڑھے کے پیچھے گہری کھائی ہے۔

معاشرتی جبر کے خلاف آواز بننا قلم کا فریضہ ہے
ان کی کتاب
شیخ فرید
شائع ہو گیا
سسکیاں
صبر کرتے ہوئے ظلموں
کے لیے ان کی تحریریں
مرہم کا درجہ
رکھتی ہیں
اُردو افسانے میں
زاہدہ حنا
کا نام اور کام
کسی تعارف کے
محتاج نہیں
کا تیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا
کتابیات پبلی کیشنز

قصہ حاتم طائی میں ایک جگہ کوہِ ندا کا ذکر ہے۔ حسن بانو نے حاتم طائی سے جن سات سوالوں کے جواب طلب کئے تھے ان میں سے ایک مطالبہ یہ تھا کہ حاتم طائی جائے اور کوہِ ندا کی خبر لائے۔

حاتم ہزارہا صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے ایسے علاقے میں پہنچا' جہاں لوگوں نے بتایا کہ وہ جو سامنے پہاڑ ہے وہی کوہِ ندا ہے۔ وہاں سے آوازیں آتی ہیں۔ "یا الٰہی! یا الٰہی!"

وہ آواز جس شخص سے منسوب ہو جاتی ہے وہ شخص دیوانہ وار اس پہاڑ کی طرف بھاگتا چلا جاتا ہے۔ پوری بستی اسے روکنا چاہے تو وہ نہیں رکتا۔ اس میں اتنی قوت آجاتی ہے کہ وہ تمام دنیا والوں کی گرفت سے نکل کر اس آواز کی سمت جاتے جاتے پہاڑ پر پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ پھر کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔

تب حاتم پر یہ راز کھلا کہ وہ ندا یا صدا موت کی ہے۔ جس کے نام کی صدا آتی ہے' وہ موت کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے۔ اسے تمام دنیا والے بھی اپنی گرفت میں لے کر روکنا چاہیں تو روک نہیں سکتے اور وہ پہاڑ' زندگی اور موت کے درمیان ایک پردہ ہے۔ اس پہاڑ کے آگے زندگی اور پہاڑ کے پیچھے موت کی ندا' جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔

میں نے کوہِ ندا کا حوالہ اس لئے پیش کیا کہ میرے نام کی بھی صدا آرہی تھی۔ مجھے مرینا کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ کالے جادو کے زیرِ اثر تڑپ رہی تھی۔ اس کے بالوں میں جیسے آگ لگی ہوئی تھی اور وہ آگ بجھانے بے اختیار اس قبرستان کی طرف کار ڈرائیو کرتی جارہی تھی۔

میں اس کے اندر رہ کر وہ راستے معلوم کر رہا تھا' جہاں سے وہ گزر رہی تھی اور میں اس کے تعاقب میں کار ڈرائیو کرتا جارہا تھا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ جے پر گولا اس پر کالا جادو کر رہا ہے۔ اس کے سروں کے چند بال وہ ایک ننھی سی ڈبیا میں رکھتا تھا اور اسے تعویذ کی طرح گلے میں پہنتا تھا۔ اب وہ ایک ایک بال ڈبیا سے نکال کر منتر پڑھ رہا تھا اور اسے آگ میں جلا رہا تھا۔

میں مرینا کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے قبرستان جانے سے روک سکتا تھا لیکن روک دینے سے بالوں میں ہونے والی جلن کی شدت اور تکلیف کم نہ ہوتی۔ پھر جے پر گولا سے ٹکرانے کا بھی ارادہ تھا۔ ایسے وقت میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مرینا کو پر گولا اپنے لئے نہیں' خفیہ یہودی تنظیم کے لئے کالے عمل سے بلا رہا ہے اور وہاں قبرستان کی تاریکی میں بے شمار پولیس افسران چھپے بیٹھے ہیں اور ان افسران کے دماغوں میں ایکسرے مین اور ٹیری آدم موجود ہیں۔ وہ پر گولا کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کے بعد اب مرینا کو گرفت میں لینے کے لئے اس طرح بلا رہے ہیں۔ ایسے میں فرہاد علی تیمور بھی ان کی گرفت میں آئے گا تو یہودی قوم کی عید ہو جائے گی۔

ایسے ہی وقت کوہِ ندا کی مثال یاد آئی۔ میں شاید موت کی ندا سن کر اپنے آخری انجام کی طرف جارہا تھا لیکن حاتم طائی کے قصے میں موت کی صدا سن کر کوئی ایک ادھر جاتا تھا' دو افراد ادھر جاتے تھے جبکہ ہم دو جارہے تھے۔ ایک میں اور دوسری مرینا۔

پھر تو وہ موت میرے لئے نہیں تھی۔ مرینا کے لئے بھی نہیں تھی بلکہ محض دھمکی تھی۔ جیسے زندہ رہنے کے دوران کئی بار موت آتی ہے۔ پھر آتے آتے رہ جاتی ہے۔ دھمکی دے کر چلی جاتی ہے۔

میں تو کیا کوئی بھی یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ پیش آنے والی کسی مصیبت سے کیسے بچ جائے گا۔ جب ہماری عقل کام نہیں کرتی تو یہ مقدر اپنا تماشا دکھاتا ہے کہ دیکھو' تم بچو گے ایسے.....

اچانک ہی میں نے بریک لگاتے ہوئے اپنی کار کو روکا اور خیال خوانی کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے دیکھا' ادھر مرینا نے بھی اچانک اپنی گاڑی اس لئے روکی کہ اس کے سامنے دوسری گاڑی نے آکر راستہ روک لیا تھا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخی ہوئی بولی۔ "ہٹ جاؤ۔ میرا راستہ چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو۔"

راستہ روکنے والی گاڑی کے اگلے دو دروازے کھلے۔ ایک عورت اور ایک نوجوان باہر آئے۔ میں نے کہا۔ "مرینا! یہ پر گولا کے ایجنٹ ہو سکتے ہیں۔ کار سے نکل کر واپسی کے راستے پر بھاگو۔ میں آرہا ہوں۔"

میں نے اسی راستے کی طرف آنے کے لئے کار اسٹارٹ کی اور آگے بڑھاتے ہوئے مرینا کے پاس پہنچا۔ پتا چلا کہ اس جوان نے قریب آکر مرینا کو دونوں بازوؤں میں دبوچ لیا ہے۔ عورت نے سر کی آستین پھاڑ دی اور اس کے بازو میں انجکشن کی سوئی گھونپ دی ہے۔ اس کے بعد میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں کیونکہ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

بے ہوشی کے بعد احساسات تقریباً مردہ ہو جاتے ہیں اس لئے بڑے سے بڑے آپریشن کے وقت چیر پھاڑ کرنے کے باوجود مریض کو تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ پھر ایسے حالات میں مرینا کو اپنے بالوں میں جلن کی تکلیف بھلا کیسے محسوس ہوتی۔ وہ پرسکون ہو گئی تھی۔

اسے سکون پہنچانے والا وہ جوان عادل تھا اور عورت تھی لیلیٰ۔

لیلیٰ نے میرے اندر آکر کہا۔ "میں نے اور عادل نے اسے قابو میں کر لیا ہے۔ اب پر گولا کا جادو بے اثر رہے گا۔"

میں نے کہا۔ "یہ تم نے کیا کیا؟ میں پر گولا تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

"اور میں نہیں چاہتی تھی کہ آپ وہاں جائیں۔ تھوڑی دیر پہلے عادل نے مجھے بتایا تھا کہ سمندر کے کنارے جب ڈبی ہیلم کو گولی ماری گئی تھی' تو پولیس نے جے پر گولا کو گرفتار کیا تھا۔ یقیناً یہودی تنظیم والوں نے پر گولا کی اچھی طرح پٹائی کی ہوگی۔ اس کے دماغ میں ممس کربسٹ سی معلومات حاصل کرنے کے علاوہ یہ بھی معلوم کیا ہوگا کہ وہ جادوئی عمل سے مرینا کو بلا سکتا ہے۔"

میں نے قائل ہو کر کہا۔ "ہاں۔ درست کہتی ہو۔ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پر گولا کو ایسا کرنے پر مجبور کیا ہوگا۔ اس طرح صرف مرینا ہی نہیں دو اور ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور نہال بھی ان کی گرفت میں آنے والے ہوں گے۔ یوں سمجھ میں آتا ہے کہ قبرستان میں جے پر گولا تنہا نہیں ہوگا۔ یہودی تنظیم کے بڑے بڑے عہدیدار وہاں تاریکی میں ہتھیاروں کے ساتھ چھپے ہوں گے۔"

لیلیٰ نے مسکرا کر پوچھا۔ "مان گئے نا کہ میں نے بروقت جال میں پھنسنے سے روکا ہے؟"

میری کار ان کے قریب پہنچ گئی تھی۔ عادل نے مرینا کو اٹھا کر اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا تھا۔ اس کے بعد مرینا کی کار کی نمبر پلیٹ اکھاڑ رہا تھا کیونکہ ان نمبروں سے یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ کار ہام مورس کی ہے۔ انکوائری کرنے والا خیال خوانی کرتا تو معلوم ہوتا کہ ہام مورس نے مرینا سے شادی کی ہے۔ یوں دشمن پھر مرینا تک پہنچ جاتے۔

میں نے کہا۔ "شاباش عادل! تم بڑی حاضر دماغی سے کام کر رہے ہو۔ اپنی بھابی کے ساتھ جاؤ' میں بعد میں آؤں گا۔"

لیلیٰ نے پوچھا۔ "آپ کہاں جارہے ہیں؟"

"وہیں' جہاں تم نے جانے سے روکا ہے۔"

"آپ جان بوجھ کر خطرہ مول لینے کیوں جارہے ہیں؟"

"پہلے انجان بن کر جارہا تھا' اس لئے وہاں خطرہ تھا۔ اب تو ان کا سارا کھیل میرے سامنے ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ مرینا کا خیال رکھو۔"

عادل جانے کے لئے کار اسٹارٹ کر رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "اگر مرینا کے ہوش میں آنے کے بعد پر گولا نے پھر عمل کیا اور اسے تکلیف میں مبتلا کیا تو تم کیا کرو گے؟"

اسے جواب میں کہنا چاہئے تھا کہ وہ پھر اسے بے ہوشی کا انجکشن لگا دے گا لیکن اس نے کہا۔ "بھائی جان! جب بار بار وہی ایک تکلیف ہو تو اس تکلیف کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہئے۔ میں استرا تیار رکھوں گا' مرینا کا سر مونڈ ڈالوں گا۔ جب اس کے سر میں بال ہی نہیں رہیں گے تو پر گولا عمل کس پر کرے گا؟"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر اس کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر کہا۔ "جاؤ۔"

وہ لیلیٰ کے ساتھ مرینا کو لے کر چلا گیا۔ واقعی یہ بات قابلِ غور تھی کہ پر گولا کے پاس مرینا کے چند بال ہوں گے۔ جنہیں وہ آگ میں جلا کر اس کے سر کے بالوں میں آگ لگانے کا احساس پیدا کرتا تھا۔ جب مرینا کے سر پر بال ہی نہیں رہیں گے تو اس کا کالا عمل جلن کی تکلیف کہاں پیدا کرے گا؟ عادل کا جواب مرینا کے لئے شاید قابلِ قبول نہ ہوتا مگر بچاؤ کا آخری راستہ یہی تھا۔

میں نے اپنی کار آگے بڑھائی۔ یہ نہیں معلوم تھا کہ پر گولا کس قبرستان میں بیٹھا عمل کر رہا ہے۔ تل ابیب کے مضافات میں کئی قبرستان تھے۔ میں نے سوچا' کالا جادو مرینا کو جس راستے پر کھینچ رہا تھا' مجھے اسی راستے پر چلنا چاہئے۔ شاید راستے کے اطراف میں وہ مطلوبہ قبرستان نظر آجائے۔ میرے لئے اس کی پہچان یہی ہو سکتی تھی کہ وہاں دور کہیں آگ جل رہی ہوگی۔ اس آگ میں وہ مرینا کے بال جلا رہا ہوگا۔

ایک آدھ گھنٹے میں صبح ہونے والی تھی۔ جے پر گولا عمل کرتے کرتے تھک گیا۔ اس کی ڈبیا میں مرینا کے سر کے جتنے بال تھے' وہ اس نے ایک ایک کر کے سب ہی جلا دیے۔ لیکن وہ حاضر نہیں ہوئی۔ وہ پریشان ہو کر شیطان کو پکارنے لگا۔ اس کے پاس بیٹھی ہوئی ایلا نے کہا "پر گولا! تجھے ہوا کیا ہے؟ کیا منتر بھول گیا ہے؟ سارے بال جلا دیئے۔ ڈبیا خالی کر دی پھر وہ کیوں نہیں آرہی ہے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا گڑبڑ ہو گئی ہے۔ اسے چیختے چلاتے اور سر پٹختے ہوئے آنا چاہئے تھا مگر یہاں تو اس کی پرچھائیں بھی نظر نہیں آرہی ہے۔"

وہ بولی۔ "یہ پولیس والے تیری پٹائی کریں گے۔ یہی الزام دیں گے کہ تو نے مرینا کو ان سے دور رکھنے کے لئے بے اثر جادو کیا ہے۔"

وہاں کے سناٹے میں پولیس کی جیپ شور مچاتی آئی۔ ایک افسر نے جیپ سے اتر کر کہا۔ "میں تم دونوں کے خیالات پڑھتا آرہا ہوں۔ اگر تم زبان سے کہتے تو کبھی یقین نہ کرتا۔ مگر تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ تم نے فراڈ نہیں کیا ہے۔ پوری طرح اپنے کالے علم کو آزمایا ہے۔ پھر بھی وہ نہیں آئی۔"

پر گولا نے کہا "میری تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ مر چکی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ وہ زندہ ہو اور اس پر میرا جادو اثر نہ کرے۔"

افسر کے دماغ میں بیٹھے ہوئے ایکسرے مین نے کہا۔ "ہو سکتا ہے' وہ مردہ نہ ہو' بے ہوش ہو کیونکہ بے ہوشی میں بھی انسان کو بڑی سے بڑی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔"

"ہاں' یہ ممکن ہے۔ وہ بے ہوش ہوگی' تب ہی میرا عمل ناکام رہا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ کب تک بے ہوش رہے گی۔ اب تو صبح ہونے والی ہے۔ تم کل رات کو پھر یہاں آکر عمل کرو۔"

"جنابِ عالی! اب تو عمل نہیں ہو سکے گا۔ مرینا کے تمام بال ختم ہو چکے ہیں۔"

ایکسرے مین نے افسر کے ذریعے اسے ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ "گدھے کے بچے! تو نے سارے بال کیوں جلا ڈالے؟"

پر گولا توہین کے احساس سے تلملا گیا۔ وہ اتنا شہ زور تھا کہ

انسپکٹر کو دبوچ لیتا تو اس کا دل نکل جاتا لیکن اس کے اور سپاہیوں کے پاس ہتھیار تھے۔ وہ دانت پیس کر بولا۔ "انسپکٹر! مرد کا بچہ ہے تو ہتھیار پھینک کر میرے سامنے آ۔ میں تجھے اس قبر میں گھسادوں گا۔"

انسپکٹر نے پھر اسے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ پرگولا نے بڑی پھرتی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور ایک بازو میں اس کی گردن دبوچ لی۔ پھر اس سے پہلے کہ دوسرے سپاہی آگے بڑھتے' اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اس کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا۔ "خبردار! کوئی قریب آئے گا یا مجھ پر گولی چلائے گا تو میں مرتے مرتے اسے بھی مار ڈالوں گا۔"

سپاہی ذرا پیچھے ہٹ گئے۔ وہ بولا۔ "اور دور چلے جاؤ۔ میرا راستہ چھوڑو۔"

وہ سب اور پیچھے ہٹنے لگے۔ پرگولا اتنا اہم تھا کہ اسے قابو میں کرنے کے لئے ایک انسپکٹر کو مارا جاسکتا تھا لیکن وہ انسپکٹر ایکسرے مین کا سالا تھا۔ اس کی بیوی کا بھائی تھا۔ اس کی بیوی اور سالے وغیرہ بھی اسے ایکسرے مین کی حیثیت سے نہیں جانتے تھے۔ بہرحال ساری دنیا ایک طرف جورو کا بھائی ایک طرف کے مصداق وہ سالے کو قربان نہیں کرسکتا تھا۔

اس نے تیزی آدم کے دماغ میں یہ بات ڈالی کہ انسپکٹر کو نقصان نہ پہنچے۔ پرگولا کو حکمتِ عملی سے قابو میں کیا جائے۔ تیزی نے پرگولا کے دماغ میں کہا۔ "یہ مت بھولو کہ تم میرے معمول اور تابعدار رہو۔ میں ابھی تمہارے ہاتھ سے ریوالور گرادوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تم نے مجھے بجلی کے جھٹکے پہنچائے' میرے دماغ کو کمزور کرکے مجھ پر تنویمی عمل کیا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ میرا دماغ شیطانی ہے۔ مجھ پر تنویمی عمل تھوڑی دیر تک رہتا ہے پھر میں اس عمل سے آزاد ہوجاتا ہوں۔ تم میرے اندر زلزلہ پیدا کرو' میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

تیزی نے یہی کیا۔ اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ اس کا کچھ نہیں بگڑا۔ وہ انسپکٹر کو گن پوائنٹ پر رکھے ہوئے قبرستان کے بڑے گیٹ کی طرف جارہا تھا۔ تیزی نے اس کے دماغ کو چکرانے کی کوشش کی تاکہ وہ ذرا سا بھی لڑکھڑائے تو انسپکٹر اس سے ریوالور چھین لے۔ لیکن اس کی تمام کوششیں ناکام ہورہی تھیں۔

اس نے سوچا کہ انسپکٹر کی زندگی کو خطرے میں ڈال کر پرگولا کو گرفتار کیا جائے لیکن ایکسرے مین نے تیزی کی سوچ میں کہا۔ "مجھے انسپکٹر کی حفاظت کرتے ہوئے اسے گرفتار کرنا چاہئے۔ جلد بازی سے کام لینا ضروری نہیں ہے۔ آخر یہ بھاگ کر کہاں جائے گا؟ قبرستان کے باہر بھی مسلح سپاہی موجود ہیں۔"

قبرستان کے باہر والی سڑک پر میں نے کار روک دی تھی۔ کئی گاڑیاں اس سڑک پر سے گزر رہی تھیں۔ میں دور آگ کے شعلے دیکھ کر سوچ رہا تھا' شاید پرگولا اس قبرستان میں ہوگا۔ ایسے ہی وقت وہ انسپکٹر کو گن پوائنٹ پر رکھے باہر آیا۔ دور کھڑے ہوئے سپاہیوں نے اسے بھی نشانے پر رکھا ہوا تھا۔ وہ حکم کے منتظر تھے۔ افسران جیسے ہی فائرنگ کا حکم دیتے' وہ پرگولا کو گولیوں سے چھلنی کردیتے یا اسے زخمی کرکے فرار ہونے کے قابل نہ چھوڑتے لیکن ایکسرے مین اپنے سالے انسپکٹر کے ساتھ پرگولا کو بھی زندہ سلامت رکھنا چاہتا تھا۔

پرگولا ان کے لئے بہت اہم تھا۔ وہ قابو میں رہتا تو اس کے ذریعے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے یہودی تنظیم میں چلے آتے۔ ایک افسر نے دور سے للکارا۔ "پرگولا! تم بہت بڑی غلطی کررہے ہو۔ ایک افسر کو یرغمال بنا کر نہ اس علاقے سے اور نہ ہی اس ملک سے باہر جاسکو گے۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "پرگولا! اسے چھوڑ دو۔ ہم تمہیں حراست میں نہیں لیں گے۔ تم ہمارے دوست بن کر رہو گے۔"

پرگولا نے اچھی طرح انسپکٹر کی گردن دبوچ کر ریوالور سے اپنا نشانہ لیا۔ پھر سختی سے کہا۔ "جہاں بیٹھے ہو' وہیں رہو اور کار کا پچھلا دروازہ کھول دو۔"

میں نے بری طرح خوفزدہ ہونے کا تاثر دیا۔ خوف زدہ انداز میں دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "فار گاڈ سیک' گولی نہ چلانا۔ تم جو کہو گے' وہی کروں گا۔ کیا میں اپنی کار چھوڑ کر چلا جاؤں۔"

وہ کار کے قریب آتے ہوئے بولا۔ "خبردار! کار سے نہ نکلنا۔ تم اسے ڈرائیو کرو گے۔"

میں تو یہی چاہتا تھا کہ میرا شکار خود میرے ساتھ چلے۔ وہاں پولیس کے افسران دیکھ رہے تھے کہ پرگولا مجھے ریوالور دکھا کر مجبور کررہا ہے اور میں اپنی سلامتی کے لئے اس کے حکم کی تعمیل کررہا ہوں۔

وہ انسپکٹر کو کار کی پچھلی سیٹ پر دھکا دے کر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "گاڑی چلاؤ۔"

میں نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ ویسے تو کار میں چار تین تھے۔ اگلی سیٹ پر میں اور پچھلی سیٹ پر وہ دونوں لیکن مجھے چوتھے شخص کی موجودگی کا بھی یقین تھا۔ جو لوگ پرگولا کے ذریعے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حاصل کرنے کی فکر میں تھے' ان کا ایک خیال خوانی کرنے والا ضرور انسپکٹر کے اندر رہ کر یہ تماشا دیکھ رہا ہوگا۔

میں چاہتا تھا' وہ مجھے ایک عام سا شہری سمجھے۔ اس لئے میں نے پرگولا سے کہا۔ "برادر! تم قانون کے محافظ کو اغوا کررہے ہو۔ ساتھ ہی مجھے بھی مجرم بنا رہے ہو۔ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟"

میں نے پرگولا کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کی حرکتوں سے اندازہ ہورہا تھا کہ یہ وہی شیطان ہے۔ وہ مجھے جھڑک کر بولا۔ "خاموشی سے گاڑی چلاتا رہ۔ کچھ بولے گا تو گولی ماردوں گا۔"

پھر وہ انسپکٹر کو دیکھ کر بولا۔ "جو شخص تمہارے دماغ میں ہے

ہے' میں اس سے کہتا ہوں کہ ہمارا تعاقب کرنے والے سپاہیوں اور پولیس والوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہمارے تعاقب سے باز آجائیں۔ ورنہ یہ افسر انہیں زندہ نہیں ملے گا۔"

میں نے کہا۔ "برادر! تم کچھ بہکی بہکی سی باتیں کررہے ہو۔ پتہ نہیں کہہ رہے ہو کوئی اس کے دماغ میں چھپا بیٹھا ہے۔ بھلا کسی کے دماغ میں کیسے بیٹھ سکتا ہے۔"

وہ غصے سے بولا۔ "یو شٹ اپ' اب بولے گا تو گولی ماردوں گا۔"

"بے وقوف احمق ہو۔ مجھے مار ڈالو گے تو گاڑی کون چلائے گا؟ تم چلاؤ گے تو انسپکٹر کو کون سنبھالے گا۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "ابے کیوں بکواس کررہا ہے۔ مجھے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بکواس کرنے دے۔ بکواس نہیں بات کرنے دے۔"

پھر اس نے پیچھے والے شیشے کے پار دیکھ کر کہا۔ "پولیس والے تعاقب سے باز نہیں آرہے ہیں۔ میں پھر وارننگ دیتا ہوں۔ ہمارا پیچھا چھوڑ دو' اگیا تو میں تمہارے انسپکٹر کو....."

میں نے فوراً ہی بات کاٹ کر کہا۔ "انسپکٹر کو بھی گولی نہیں مار سکو گے۔ جب تک یہ زندہ رہے گا' پولیس والے تم پر ہاتھ نہیں ڈالیں گے۔"

وہ ایک دم سے پھٹ پڑا۔ "ابے گدھے کے بچے! کیوں میرے بیچ میں بول رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "گدھا ہوگا تو تیرا باپ' تیرا خاندان' ابھی گاڑی روک دوں تو پولیس والے گھیر لیں گے۔"

"خبردار! گاڑی نہیں روکنا۔"

"تو پھر بول کہ تو کتا ہے' تجھے جتنی گندی گالیاں یاد ہیں' وہ مجھے اپنے آپ کو دینا شروع کردے۔ اگر تو نے شروع نہ کیں تو تین تک گنتی ہوں گا' میں گاڑی روک دوں گا۔"

"گاڑی روکتے ہی میں تجھے گولی ماردوں گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے گالی یا گولی ایک....."

"ابے کیا کرتا ہے؟ کیا بیچ بیچ گاڑی روکے گا؟"

میں نے اونچی آواز میں کہا۔ "دو....."

میرے تین کہنے سے پہلے ہی وہ شروع ہوگیا۔ اپنے آپ کو گالیاں دینے لگا۔ ایسے ہی وقت میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لی۔ وہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والا' انسپکٹر کے اندر موجود تھا' اس نے میرے اندر آنے کی زحمت کی۔ مجھے اسے یہ بات پسند آئی ہوگی کہ میں پرگولا کو ریوالور رکھنے کے بجائے دے رہی اور جھنجلاہٹ میں مبتلا کررہا ہوں۔

وہ خود کو گالیاں دینے کے بعد غصے سے بولا "ابے او ٹیلی پیتھی جاننے والے! تو خود کو سمجھتا کیا ہے؟ پولیس والوں کو میرے پیچھے سے نہیں روک رہا ہے۔ میں دیکھوں گا کہ یہ کب تک میرا پیچھا کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "جب تک میری گاڑی کی ٹنکی میں پٹرول ہے۔ پھر یہ گاڑی خود ہی رکے گی تو تعاقب کا سلسلہ ختم ہوجائے گا۔"

وہ غصے اور عاجزی سے بولا۔ "ارے میرے باپ! میں تجھے تیرے خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ ہمارے بیچ میں مت بول۔ تو اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہ کیوں سنا رہا ہے کہ اس گاڑی کا پٹرول ختم ہوسکتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "کیا میرے نہ کہنے سے یہ گاڑی دو چار برس تک چلتی رہے گی۔ ہمیں کسی پیٹرول پمپ پر رکنا نہیں پڑے گا؟"

وہ دہاڑ کر بولا۔ "ابے چپ ہوجا۔ مجھے بچنے کی کوئی تدبیر سوچنے دے۔"

"تمہیں صرف میں ہی بچا سکتا ہوں۔"

"وہ پیچھے آنے والے پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ تو مجھے کیسے بچائے گا؟"

"بڑا آسان طریقہ ہے۔ وہ سامنے دریا کا پل آرہا ہے۔ اگر میں یہ گاڑی دریا میں گرادوں تو تم تیر کر کہیں سے کہیں نکل جاؤ گے۔ ان پولیس والوں سے دو چار گھنٹے کے لئے نجات مل جائے گی۔"

"کیا پاگل ہوگیا ہے؟ ہمیں گاڑی سمیت دریا میں گرائے گا اور خود بھی ڈوب مرے گا۔ میری جان پرنی ہے اور تو مذاق کررہا ہے۔"

میں نے رفتار اور زیادہ بڑھاتے ہوئے کہا "میں مذاق نہیں کررہا ہوں۔ دیکھو یہ پل آگیا ہے' سنبھل جاؤ۔"

وہ بولا۔ "ابے ڈرپوک! بزدل! تو موت سے ڈرتا ہے۔ اسی لئے میرے ریوالور سے ڈر کر گاڑی چلا رہا ہے۔ تیرے جیسا بزدل گاڑی سمیت دریا میں جانہیں سکتا۔"

کار تیز رفتاری سے دریا کے بیچ پل پر پہنچ گئی تھی۔ میں نے اپنے دروازے کا لاک کھولا پھر اچانک ہی پوری تیز رفتاری سے گاڑی کو ٹرن دیا۔ پھر جیسے قیامت آگئی۔ پیچھے بیٹھنے والوں کی چیخیں نکلیں۔ پل کی ریلنگ ایک دھماکے سے ٹوٹی۔ پھر ہماری گاڑی فضا میں اڑتی ہوئی دریا کے پانی کی طرف جانے لگی۔ میں پہلے سے تیار تھا۔ دروازہ کھول کر گاڑی کے ڈوبنے سے پہلے ہی چھلانگ لگادی۔

گاڑی کا وزن بہت زیادہ تھا۔ اس لئے وہ مجھ سے پہلے ڈوبی۔ میں چند ساعتوں کے بعد اس سے دور آکر پانی میں گرا۔ پھر ہاتھ پاؤں مار کر واپس اوپر کو آیا۔ دریا کی سطح پر ابھرتے ہی دیکھا' پرگولا بھی ابھرنے کے بعد تیر رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "پولیس والے پل پر کھڑے دیکھ رہے ہیں۔ ان سے چھپنا چاہتے ہو تو پانی کے اندر ہی اندر تیرتے رہو۔"

یہ کہتے ہی میں نے ڈبکی لگائی۔ پھر اندر ہی اندر تیرنے لگا۔ جو

یوگا میں مہارت رکھتے ہیں' وہ دور تک نظروں میں آئے بغیر پانی کے اندر سفر کرسکتے ہیں۔ میں نے تھوڑی دیر بعد پرگولا کو ایک ہاتھ کے فاصلے پر تیرتے ہوئے دیکھا۔ ہم دریا کے بہاؤ کے ساتھ جارہے تھے۔ اس لئے تیزی سے دور نکل رہے تھے۔

وہ دریا' سمندر میں آکر گرتا تھا۔ اگر ہم دو ڈھائی گھنٹے تک تیرتے رہتے تو سمندر میں پہنچ جاتے۔ میں ایک اندازے کے مطابق پون گھنٹے میں کنارے پر آگیا۔ ساحل کی مٹی پر چاروں شانے چت ہو کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ سر گھما کر اِدھر اُدھر دیکھا' تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر پرگولا پانی سے ابھر کر ساحل کی طرف آرہا تھا۔ پھر وہ بھی کنارے آکر گر پڑا تھا۔ وہاں دور تک ویرانی تھی۔ درخت اور چھوٹے بڑے پہاڑی ٹیلے دکھائی دے رہے تھے۔

دن نکل آیا تھا۔ پرگولا نے لیٹے ہی لیٹے سر اٹھا کر مجھے گھونسا دکھاتے ہوئے کہا۔ "میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں ابھی آرہا ہوں۔ تیری ہڈیاں توڑ دوں گا۔"

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ بولتے بولتے چپ ہوگیا تھا۔ میں نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ امید تو نہیں تھی کہ وہ اپنے دماغ میں آنے دے گا لیکن جگہ مل گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جیری اس کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ اس لئے وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہا تھا۔

جیری نے اس کے پاس آتے ہی کہا۔ "باس! آپ کا غلام جیری اپنے وقت پر حاضر ہے۔ کیا آپ خیریت سے ہیں؟"

"پچھلی رات سے مصیبتوں میں مبتلا ہوں۔ اب شاید پولیس والوں سے نجات مل گئی ہے۔ یہاں اس ویرانے میں ایک پاگل ہے۔ میں اس کی پٹائی کرنے جارہا ہوں۔ جب وہ سانس روکنے کے قابل نہ رہے تو اس کے دماغ میں گھس کر معلوم کرنا کہ آخر یہ جان پر کھیلنے والا شخص کون ہے۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "ایک بات اچھی طرح یاد رکھو۔ اگر میں تم سے اور تمہارے ساتھی سے یہاں آنے کو کہوں تو ہرگز اپنا خفیہ اڈا اور اپنا ملک چھوڑ کر نہ آنا۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا ہم آپ کے حکم سے انکار کر دیں؟"

"ہاں ایسے وقت سمجھ لینا کہ میں دشمنوں کے دباؤ میں آکر تم دونوں کو بلا رہا ہوں۔ تم لوگ آؤ گے تو میری طرح مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ یہودی تنظیم کی یہی کوشش ہے کہ وہ تم دونوں کو کسی طرح ٹریپ کرے۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر میری طرف آتے ہوئے بولا۔ "کیا تو پاگل خانے سے آیا ہے؟ تو نے اپنی گاڑی بھی ڈبوئی۔ ہمیں بھی ڈبونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور خود بھی یہ پریشانیاں اٹھا کر یہاں تک میرے ساتھ آگیا۔ کیا اس میں تیری کوئی مصلحت ہے؟ آخر تو ہے کون؟"

"مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی تو میری پٹائی کرکے مجھے سانس روکنے کے قابل نہیں چھوڑے گا تو جیری میرے دماغ میں آکر میری ہسٹری معلوم کرلے گا۔"

وہ میرے قریب آتے آتے ٹھٹک گیا۔ جیری نے کہا۔ "باس! یہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ ابھی آپ کے اندر آکر آپ کی باتیں سن رہا تھا۔"

میں نے کہا۔ "میں اب بھی سن رہا ہوں۔ تمہارا باس مجبور ہے۔ مجھے دماغ سے نکالنے کے لئے سانس روکے گا تو تم بھی باہر نکل جاؤ گے۔"

پرگولا نے تنبیہہ کے انداز میں انگلی دکھا کر کہا۔ "میں تجھے وارننگ دے رہا ہوں۔ سیدھی طرح اپنی اصلیت بتادے۔ ورنہ ابھی اپاہج بنادوں گا۔"

"پہلے یہ فیصلہ ہوجائے کہ کون کسے اپاہج بناتا ہے' آؤ اور اپنی حسرتوں کا نام کرو۔"

اس نے آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ ناکام ہوا۔ پھر حملہ کیا۔ میں نے جوابی ہاتھ نہیں دکھایا۔ اول تو ہم باپ بیٹے جیسی لڑائی میں پہل نہیں کرتے۔ دوم یہ کہ دشمن کے حملوں کو ناکام بناتے ہوئے اس کے لڑنے کے انداز کو بھی سمجھتے ہیں اور اسے چڑچڑاہٹ اور غصے میں بھی مبتلا کرتے ہیں۔

میدان مارنے کا سب سے بنیادی نسخہ یہ ہے کہ مقابل کو غصہ دلا دلا کر پاگل کردو۔ پھر وہ سوچ سمجھ کر لڑنے کے قابل نہیں رہے گا۔

ویسے بھی بیچارے نے پچھلی رات پولیس والوں کی بڑی مار کھائی تھی۔ اسے بجلی کے جھٹکے بھی پہنچائے گئے تھے۔ پھر میں اپنے آدمی سے کیا لڑتا جو پہلے ہی اندر سے ٹوٹا ہوا تھا۔ چونکہ اسے اپنی شیطانی طاقت پر ناز تھا اس لئے میں نے اسے حسرت پوری کرنے کا موقع دیا۔ اس نے کئی حملے کئے۔ دھوکے سے بھی غالب آنے کی کوششیں کیں۔ پھر اپنی ناکامیوں پر جھنجلاہٹ اور جنون میں آکر حملے کرنے لگا۔ ایسے ہی وقت لڑنے والا مار کھاتا ہے۔ میں نے اس کی اچھی طرح پٹائی کرکے زمین پر لٹا دیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا۔ "اے میرے باپ! اب تو بتادے تو کون ہے؟"

میں نے پوچھا۔ "کیا تجھے اپنے باپ کا نام معلوم ہے؟"

"نہیں' ہم جادوگروں کی عورتیں کسی سے شادی نہیں کرتیں۔ کسی سے بھی اولاد پیدا کرکے شیطان کے بت کے قدموں میں رکھ دیتی ہیں۔ جادوگروں کے مخصوص فنڈ سے ایسی اولاد کی پرورش ہوتی ہے۔ اس لئے مجھے اپنے باپ کا نام معلوم نہیں ہے۔"

"تو پھر تو مجھے باپ کہہ کر مجھ سے نام کیوں پوچھ رہا ہے؟"

"پلیز ٹیڈ ھا سا جواب دو۔ تم کون ہو؟"

"میں مرینا کا محافظ ہوں۔ تمہاری پٹائی کرنے قبرستان کی طرف گیا تھا۔"

"مگر تم نے تو مجھے پولیس والوں سے بچایا ہے۔"

"میں نہایت آسانی سے بچا سکتا تھا۔ مگر میں نے دریا میں ڈبو کر اس لئے بچایا ہے کہ اپنے ہاتھوں سے تمہاری دھلائی کروں۔ اب تمہاری سمجھ میں آرہا ہوگا کہ مرینا کو ٹریپ نہیں کرسکو گے اور یہاں نہیں کرو گے تو یہودی تنظیم کے لوگ تمہیں یہاں جینے نہیں دیں گے۔ یہاں سے بھاگنا ہوگا یا پھر یہودیوں کے غلام بن کر رہنا ہوگا۔"

"میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے دوست بنالو۔"

"شیطان کسی کا دوست نہیں ہوتا اور میں بھی آستین میں سانپ پالنے کی حماقت نہیں کرتا۔"

"تم مجھے ناقابلِ اعتماد دشمن سمجھ رہے ہو۔ اس کا مطلب ہے ابھی میرے ساتھ اور برا سلوک کروگے۔"

"میں کچھ نہیں کروں گا۔ تم آدھے مرچکے ہو۔ باقی آدھی موت یہودیوں کی چھاؤں میں ہوگی۔"

"میں ان کے سائے سے بھی دور رہوں گا۔ بھیس بدل کر شہر جاؤں گا۔ وہ مجھے نہیں پہچان سکیں گے۔"

"تم پچھلی شام تک بھیس بدل کر چھپے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے کیسے پہچان لیا؟"

"انہوں نے میری ایک جادوگر ساتھی کو حراست میں لے رکھا ہے۔ انہوں نے اسے مجبور کیا تھا تب اس نے کالے عمل کے ذریعے مجھے قبرستان میں آنے پر مجبور کیا تھا۔"

"آج رات بھی وہ تمہاری ساتھی کے ذریعے تمہیں قبرستان میں بلائیں گے۔ جاؤ بھیس بدلتے رہو۔"

میں پلٹ کر جانے لگا۔ اس نے آواز دی۔ "رک جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

میں تیز قدموں سے دریا کے کنارے کنارے چلتا ہوا' اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جیری کہہ رہا تھا۔ "باس! یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ کون تھا؟ مگر آپ کے لئے خطرے کی گھنٹی بجا گیا ہے۔ واقعی آج رات ایلا کلائی پھر مجبور ہو کر آپ کا پتا بتائے گی اور اس میں ٹوئیاں چبھو کر آپ کو پولیس کی حراست میں پہنچادے گی۔"

"ہاں' میں قبرستان سے فرار ہوتے وقت یہ بھول گیا تھا کہ وہ ایلا کے ذریعے پھر مجھے پکڑ سکتے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہوا کہ وہ کٹیا میرے لئے مصیبت بن جائے گی تو پہلی ہی اسے ختم کردیتا۔ اب تو اس سے نجات کا ایک ہی راستہ ہے۔ تم تہمال کو میرے پاس بھیج دو اور خود ایلا کے پاس جاؤ۔ اس کے دماغ میں رہ کر حالات کا جائزہ لو۔ پھر اس طرح ہلاک کردو کہ اسے یہودی خیال خوانی کرنے والا بچا نہ سکے۔"

"میں ابھی جارہا ہوں۔ آپ کچھ مرینا کے متعلق بتائیں کیا وہ آپ کے منتروں سے قابو میں آجائے گی؟"

"اب تو منتروں سے ممکن نہیں ہے۔ اس کے جتنے بال میرے پاس تھے' وہ میں نے جلا ڈالے ہیں۔ ویسے اب میں مرینا سے اس وقت تک دور رہوں گا جب تک اس کے اس اجنبی محافظ کے متعلق مکمل معلومات حاصل نہیں ہوں گی۔"

مجھے یہ سن کر اطمینان ہوا کہ پرگولا آئندہ کالے عمل کے ذریعے مرینا کو سحر زدہ کرکے اپنے پاس نہیں بلا سکے گا۔ میں نے لیلیٰ کو مخاطب کرکے اپنے موجودہ حالات مختصر طور پر سنائے پھر کہا۔ "یہ دریا' حیفہ سے پچیس میل دور سمندر میں گرتا ہے۔ نقشہ دیکھ کر معلوم کرو کہ ادھر کون سی سڑک پل کے ذریعے دریا پر سے گزرتی ہے۔ عادل سے کہو' وہ گاڑی لے کر اس پل پر آجائے۔"

عادل پچھلے دو دنوں سے اس قدر مصروف رہا تھا کہ اسے پوری نیند سونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ جب سے انالانا اس کی زندگی میں آئی تھی' تب سے الجھی ہوئی مصروفیات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔

یہی مصروفیت کیا کم تھی کہ انا اور عادل ایک دوسرے کے دیوانے ہوگئے تھے۔ ایسی صورت میں انا کی ماں گاڈمدر ٹریسا اور اس کے بھائی بہنوں کو یہودیوں کی گرفت سے بچائے رکھنے کی ذمے داری عائد ہوگئی تھی۔

انا کے بھائی وان لوئن کے زخمی ہونے سے ٹیری کو اسکے دماغ میں گھسنے کا موقع مل گیا تھا۔ یوں یہودی تنظیم والوں کو معلوم ہوگیا کہ مافیا کی گاڈمدر کی پوری فیملی تل ابیب پہنچی ہوئی ہے۔ دوسرا انکشاف یہ ہوا کہ عکس منتقل کرکے بینک لوٹنے والا یہ گروہ بے نقاب ہوگیا۔ ایکسرے مین پہلے ہی دن سے ان کی تلاش میں تھا۔

ان حالات میں گاڈمدر تی پوری فیملی جیل جانے والی تھی۔ لیکن وہ مقدر والے تھے انہیں اپنے بچاؤ کا تھوڑا سا وقت اس طرح مل گیا کہ ایکسرے مین اور ٹیری آدم خیال خوانی کے ذریعے پرگولا کے معاملے میں مصروف ہوگئے تھے۔ انہوں نے پرگولا کو گاڈ مدر سے زیادہ اہمیت دی کیونکہ اس کے ذریعے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے حاصل ہورہے تھے۔

جب تک وہ اُدھر مصروف رہے' اس عرصے میں سونیا ٹائی نے زخمی وان لوئن پر تنویمی عمل کیا اور اس کے دماغ کو لاک کردیا تاکہ ٹیری اسے نہ پاسکے۔

ٹیری آدم گاڈمدر کی دوسری بیٹی میکسی پر عاشق ہوگیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ میکسی کو بیوی بنا کر اپنے پاس رکھے گا۔ باقی اس کی ماں اور بھائی بہنوں کو جیل میں پہنچادے گا۔ میکسی کو اس سے نجات دلانے کے لئے باربرا نے قل ابیب کی ایک کال گرل کو ٹریپ کیا۔ اس پر عمل کرکے اسے گاڈمدر کی بیٹی میکسی بنادیا تاکہ وہ جزا اسے بیوی بنا کر خوش رہے۔ ایک کال گرل کے ساتھ زندگی گزارے اور اصل میکسی اس سے محفوظ رہے۔

صبح سات بجے تک بابا صاحب کے ادارے کے دو جاسوسوں اور میک اپ کے تین ماہرین نے گاڈمدر نرسا اس کے بیٹے وان لوئن اور اس کی بیٹیوں ماسیلا اور میکسی کے چہرے بدل دیے' ان کی رہائش گاہ بدل دی پھر ان سے کہا۔ "جاؤ آرام سے اور اطمینان سے پچھلی رات کی نیند پوری کرو۔"

انا لانا بھی سوگئی تھی۔ عادل کے مقدر میں نیند نہیں تھی۔ اس نے گاڈمدر کے تمام معاملات سونیا ثانی' ہاربرا اور ادارے کے جاسوسوں پر چھوڑ دیے تھے۔ خود لیلیٰ کے ساتھ مرینا کو پرگولا سے بچانے میں مصروف رہا تھا۔ اس کے بعد سونے کے لئے گیا تو میں نے لیلیٰ سے کہا۔ "اسے سونے نہ دو۔ اس کی قوتِ برداشت کو آزماؤ کہ وہ کب تک مسلسل جاگ کر حاضر دماغی سے کام کرسکتا ہے۔"

میں نے دریا کنارے چلتے چلتے عادل کو ہی گاڑی لانے کا حکم دیا تھا اور وہ اپنے بھائی جان کا ایسا سگا تھا کہ پندرہ منٹ بھی نہ سو سکا۔ لیلیٰ کی زبان سے میرا حکم سنتے ہی گاڑی لے کر چل پڑا تھا۔

عادل اس مقام پر پہنچ گیا تھا' جہاں اب یہودی تنظیم کا تمام سربراہ ایکسرے مین اس کے کارناموں سے پریشان ہوگیا تھا۔ اسے جو رپورٹ ملتی رہی' اس کے مطابق عادل نے بینک سے لوٹی ہوئی رقم مافیا تنظیم سے چھین کر آئی جی پولیس کے حوالے کی۔ عادل نے داؤد کا خزانہ لوٹا۔ عادل نے داؤد کی لاش ٹھکانے لگائی۔ عادل گاڈ مدر کے گھر آکر تین ریوالوروں کے درمیان گھر جانے کے باوجود زندہ واپس چلا گیا اور یہ عادل ہی تھا' جس نے ٹیری آدم کو باتوں میں الجھا کر یہ معلوم کرلیا کہ الپا کا برین واش کیا گیا ہے اور یہودی خفیہ تنظیم گاڈمدر کی فیملی کے پیچھے پڑ گئی ہے۔

جو کام تھا' وہ عادل کر رہا تھا اور تنہا کر رہا تھا۔ ایکسرے مین اس لئے بھی پریشان تھا کہ اس کے کسی گینگ یا کرائے کے آلہ کاروں کا نام و نشان نہیں مل رہا تھا۔ اس کی حیرانی اور پریشانی کے لئے ابھی اور بہت کچھ سامنے آنے والا تھا۔

جب میں نے پرگولا کو لے جاتے ہوئے گاڑی دریا میں ڈبودی تو ایکسرے مین حیران ہو کر سوچنے لگا۔ آخر گاڑی کون پاگل ڈرائیو کر رہا تھا؟ وہ گاڑی کے اندر خیال خوانی کے ذریعے موجود تھا۔ اس نے میری بات سنی تھی۔ میں نے گاڑی ڈبونے کی بات کہنے کے بعد اسے ڈبویا تھا اور اس کی دانست میں ایسا کوئی پاگل ہی کرسکتا ہے۔

پھر اس نے افسروں کے ذریعے پل پر سے مجھے اور پرگولا کو دریا کے اندر سے ابھر کر پھر پانی میں ڈوب کر تیرتے دیکھا تھا۔ انسپکٹر کو ایک غوطہ خور نے بچایا تھا۔ اس کا بھی یہی بیان تھا کہ گاڑی دریا میں گرانے والا کوئی پاگل ہی تھا۔

پولیس والوں نے اس گاڑی کا نمبر نوٹ کیا تھا۔ انکوائری سے پتا چلا کہ کسی عادل نامی نوجوان نے وہ گاڑی ایک کار ڈیلر سے خریدی تھی۔ ایکسرے مین جو اس قدر پُراسرار اور گمنام بنا ہوا تھا' گوشۂ گمنامی میں سر پٹخ کر سوچ رہا تھا' یہ عادل نامی طوفان کہاں سے آیا ہے؟ جہاں دیکھو' وہیں کچھ نہ کچھ کرتا اور ہمیں نقصان پہنچاتا دکھائی دیتا ہے۔ مگر اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی اب تک دکھائی نہیں دیا ہے۔ ایک بار اس کی صورت نظر آجائے تو وہ گرفت میں آجائے گا۔

اس نے پچھلی رات ہی انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران کو حکم دیا تھا کہ وہ جلد سے جلد عادل کا سراغ لگائیں۔ وہ تمام رات پرگولا اور مرینا کو پکڑنے کے لئے اپنے افسروں کے دماغوں میں جھانکتا رہا تھا۔ جب پرگولا ہاتھ سے نکل گیا تو اس نے ٹیری آدم کے ذریعے حکم دیا۔ "وچ لیڈی ایلا کلانسی کو حراست میں رکھا جائے۔ وہ آج رات پھر کالے عمل کے ذریعے پرگولا کو بلائے گی اور اسے گرفتار کرائے گی۔"

ٹیری آدم بھی تمام رات جاگتا رہا تھا۔ اب سونا چاہتا تھا۔ ایکسرے مین نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے گاڈمدر کے بیٹے وان لوئن پر تنویمی عمل کرنے کے بعد سونا چاہئے۔ ورنہ عادل اس کے بچاؤ کا راستہ نکال لے گا۔"

ٹیری نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وان لوئن کی آواز اور لہجہ کو گرفت میں لے کر راستہ تلاش کیا۔ لیکن اس کا دماغ نہیں ملا۔ سمجھ میں آگیا کہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کی پہلی آواز اور لہجہ کو ذہن سے مٹا کر اسے نئی آواز اور لہجہ دیا گیا ہوگا۔

ایکسرے مین کو پھر شاک پہنچا۔ اس نے پورے یقین سے سوچا کہ یہ بازی بھی عادل نے پلٹ دی ہے۔ گاڈمدر کی رہائش گاہ میں پولیس والوں کو بھیجا گیا۔ پتا چلا وہاں کے تمام پنچھی اڑ چکے ہیں۔ وہ بنگلا ایک خالی پنجرے کی طرح رہ گیا ہے۔

ایکسرے مین ہنسنے لگا۔ کئی ناکامیوں کا منہ دیکھنے کے بعد اسے غصے میں آنا چاہئے تھا۔ مگر وہ اپنے خالی مکان میں ہنستے ہوئے بڑبڑانے لگا۔ "کوئی بات نہیں۔ نوجوان بہت تیزی سے بھاگ رہا ہے۔ بھاگنے دو بھاگنے دو۔ سو کر اٹھوں گا تو اس تیز رفتار گھوڑے کو منہ کے بل گرا دوں گا۔"

وہ اپنے آرام دہ بستر پر آکر لیٹ گیا۔ تمام رات جاگنے کے باوجود پریشانیوں کا اتنا ہجوم تھا کہ نیند نہیں آسکتی تھی۔ اس نے اپنے دماغ کو سونے کا حکم دیا پھر دو بجے جاگنے کا وقت مقرر کرکے سوگیا۔

اس کی اور ٹیری آدم کی نیند کے دوران انٹیلی جنس کے تمام جاسوس عادل کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ چونکہ اسے صورت سے نہیں پہچانتے تھے اس لئے خصوصاً نوجوانوں کو تاڑ رہے تھے۔ جن پر شبہ ہوتا تھا' ان کا محاسبہ کرتے تھے۔ طرح طرح کے سوالات کرکے ان کے جواب سے مطمئن ہونے کے بعد ان کا پیچھا چھوڑتے تھے۔

وہ میرے لئے گاڑی لے کر آیا تھا۔ پھر ہم اپنی رہائش گاہ میں

پہنچ گئے تھے۔ اس کے بعد اپنے اپنے کمرے میں جاکر سوگئے تھے۔ وہیں ایک کمرا انالانا کے لئے مخصوص تھا۔ وہ سو رہی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ میں یہ بات نقش کی کہ وہ بیدار ہونے کے بعد شام تک عادل سے نہ ملے۔ اسے آرام سے نیند پوری کرنے دے۔

جیری ایلا کلانسی کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ وہ رات بھر قبرستان میں مصروف رہی تھی۔ لہٰذا وہ بھی سو رہی تھی۔ اس کے لئے حوالات میں آرام دہ بستر بچھا دیا گیا تھا۔ اس کے جادو منتر کا سامان ایک بڑے سے بیگ میں رکھا ہوا تھا۔ اس سے وعدہ کیا گیا تھا کہ وہ پرگولا کو گرفتار کرائے گی تو اسے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

پرگولا کے فرار ہونے کے بعد ایلا کو حوالات میں رکھ کر وہاں سخت پہرا لگا دیا گیا تھا۔ ایکسرے مین اور ٹیری آدم کو چاہئے تھا کہ ایلا کے دماغ کو لاک کردیتے لیکن دونوں تھکن سے چور ہو کر سوگئے تھے۔ ان کے اندر تھکن اتنی نہیں تھی' جتنی کہ مایوسیاں تھیں۔ وہ ہر مرحلے پر کامیاب ہوتے ہوتے عادل کے سبب ناکام ہوتے رہے تھے۔ ایسی مایوسی اور بیزاری میں انہوں نے نیند کو ترجیح دی۔

صبح نو بجے برین آدم نے لائن آف ایکشن پر نظر ثانی کی تو یہ غلطی اس کی سمجھ میں آئی۔ اس نے ساڑھے نو بجے ٹیلیفون کے ذریعے ٹیری آدم کو جگا کر کہا۔ "برادر! وہ پرگولا اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے ایلا کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "اوہ گاڈ برادر! ابھی ایک گھنٹے کی بھی نیند نہیں لی اور آپ نے جگا دیا۔ اگر الپا کو جلد ہی میدانِ عمل میں نہ اتارا گیا تو میں کام کی زیادتی سے مرجاؤں گا۔"

"مجھے اس بات کا احساس ہے۔ الپا چوبیس گھنٹوں کے اندر کام کرنے کے قابل ہوجائے گی۔ تھوڑی سی تکلیف اور اٹھالو۔ ابھی ایلا کے دماغ کو لاک کرنا بہت ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے' میں اس وچ لیڈی کے پاس جارہا ہوں۔"

ٹیری آدم بستر سے اٹھ کر باتھ روم میں گیا پھر منہ پر پانی کے چھپکے مارنے لگا تاکہ نیند کا خمار اترے تو وہ وچ لیڈی ایلا کلانسی کے پاس جاکر اس کے دماغ کو لاک کرے۔ اس کے تیار ہونے کے دوران جیری وہاں پہنچا ہوا تھا اور ایلا کے خوابیدہ ذہن کو پڑھ رہا تھا۔

اس کی سوچ نے بتایا کہ اسرائیلی سرکار نے اسے حوالات میں بڑے آرام سے رکھا ہے اور آج رات پھر اسے قبرستان لے جایا جائے گا۔ وہ پھر پچھلی رات کی طرح کالے جادو کے ذریعے پرگولا کو پولیس کی گرفت میں آنے پر مجبور کردے گی۔

جیری نے کہا۔ "تمہارے خیالات بتا رہے ہیں کہ تمہارے پاس جو بیگ ہے اس میں جادو منتر کا سامان ہے اور اس سامان میں ایک بڑا چمڑا بھی ہے۔ چلو اٹھو۔"

ایلا کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ جیری نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق عمل کرنے لگی۔ اپنے بیگ کو کھول کر اس میں رکھے ہوئے سامان کو نکال کر فرش پر پھینکنے لگی۔

آہنی سلاخوں کے باہر کھڑے ہوئے سپاہی نے پوچھا۔ "اے! یہ تو سامان کیوں پھینک رہی ہے؟"

ایلا نے پوچھا۔ "تیرے پاس آہنی دروازے کی چابی ہے۔"

"چابی صاحب کے کمرے میں کی بورڈ سے لٹک رہی ہے۔ تو یہاں سے باہر نہیں نکل سکے گی۔"

وہ اپنے بیگ سے چھرا نکال کر بولی۔ "مرنے کے بعد مجھے ضرور باہر نکالا جائے گا۔ جا اپنے صاحب سے بول میں خودکشی کر رہی ہوں۔"

"ارے یہ کیا پاگل پن ہے؟ صاحب! صاحب! جلدی آؤ۔ یہ پاگل کی بچی جان دے رہی ہے....."

انسپکٹر دوڑتا ہوا آیا۔ پھر ایلا کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے چھرے کے دستے کو تھامے ہوئے تھی۔ اس کے پھل کی نوک اپنے ہی سینے کی طرف تھی۔ انسپکٹر نے کہا۔ "ایلا! رک جاؤ' میں دروازہ کھول....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس نے چھرے کے پھل کو پوری قوت سے اپنے سینے میں پیوست کرلیا۔ انسپکٹر دوڑتا ہوا اپنے کمرے سے چابی لانے گیا۔ چھرے کا ایک ہی وار کافی تھا۔ وہ گرنے والی تھی لیکن جیری نے گرنے سے پہلے اس میں دماغی توانائی اور حوصلہ پیدا کیا۔ چھرے کو اس کے سینے سے نکالا۔ پھر اسے دل کی جگہ پیوست کیا۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔

تب جیری کو اطمینان ہوا کہ اب کوئی طبی امداد ایلا کو نہیں بچا سکے گی۔ انسپکٹر چابی لے کر دوڑتا ہوا آیا۔ تالا کھول کر اندر پہنچا تو وہ دم توڑ چکی تھی۔

ایسے ہی وقت ٹیری آدم نے خیال خوانی کی پرواز کی تو اسے ایلا کا دماغ نہیں ملا۔ اس نے پولیس اسٹیشن کے انچارج کو مخاطب کرکے پوچھا۔ "کیا ایلا زندہ ہے؟"

"نو سر! ابھی اس نے میرے سامنے خودکشی کی ہے۔"

"تم نے اسے روکا کیوں نہیں؟"

"سر! دروازہ لاک تھا میں اندر نہیں جاسکتا تھا۔ چابی لے کر آنے تک وہ مرچکی تھی۔"

ٹیری نے برین آدم سے رابطہ کرکے کہا۔ "بگ برادر! بہت بری خبر ہے۔ ایلا نے خودکشی کرلی۔"

"اوہ گاڈ! یقیناً پرگولا نے اپنے خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے اسے ختم کرایا ہے۔"

"جی ہاں۔ میں سونے جارہا ہوں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آئندہ حاضر دماغی سے کام کروں تو نیند ضروری ہے۔"

نیند سب کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ پچھلی رات کے جاگے

ہوئے تمام دشمن سو رہے تھے۔ دوست بھی سو رہے تھے۔ ہم بھی گہری نیند میں تھے۔ صرف گاڈمدر ٹریسا جاگ رہی تھی۔

ٹریسا نے کبھی ایک معمولی عورت کی حیثیت سے زندگی نہیں گزاری تھی۔ وہ کبھی کسی کے زیرِ اثر نہیں رہی۔ حتیٰ کہ اپنے کسی شوہر کو بھی خود سے برتر ہونے نہیں دیا۔ جب بھی کسی نے اس پر حاوی ہونا چاہا اس نے اسے قتل کردیا۔ پھر دوسرے کو شوہر بنالیا۔ وہ دولت کی دیوانی تھی۔ لیکن اس سے زیادہ اسے آزادی اور خودمختاری عزیز تھی۔

اس نے اپنے بیٹے اور بیٹیوں کی بھی تربیت ایسی ہی کی تھی۔ انہیں خودسر اور خودمختار رہنے والا مزاج دیا تھا۔ ان میں صرف ایک انالا نا ایسی تھی' جو عادل کی محبت میں ماں کے مزاج کے خلاف ہوگئی تھی ورنہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں بالکل ماں کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔

گاڈمدر نے سوچا تھا اسرائیل ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ وہاں وہ عکس منتقل کرنے والی تکنیک کی ذریعے مافیا تنظیم کو یہودی حکمرانوں پر حاوی کردے گی اور اس ملک میں بے تاج ملکہ بن کر رہے گی۔ اسے یہودی خفیہ تنظیم کی طاقت کا اندازہ نہیں تھا اور نہ ہی یہ معلوم تھا کہ ان دنوں تل ابیب میں دنیا کی تمام خطرناک تنظیموں اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا میلہ لگا ہوا ہے۔ وہ ہزار صلاحیتوں کے باوجود ان کے درمیان پس کر رہ جائے گی۔

اب یہی صورتِ حال سامنے تھی۔ اس کی آزادی اور خود مختاری کو خطرہ پہنچ رہا تھا۔ مامیلا اور وان لوئن بھی ماں کے ساتھ تھے۔ صرف انالا نا نے ماں کے پاس آنے سے انکار کردیا تھا۔ لیلیٰ کے پاس اگر اس کے گلے لگ گئی تھی کہ میں بھائی کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔

ٹریسا اسے عادل کی چال سمجھ رہی تھی۔ اس نے یقین سے یہ سوچ لیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے انالا نا کو اپنی طرف کرلیا گیا ہے۔ ماں نے انا کے پاس کروڑوں ڈالر کا سونا اور ہیرے جواہرات دیکھے تھے۔ ان میں سے اسے ایک بھی سونے کی اینٹ نہیں ملی تھی۔ یہ بات کھٹک رہی تھی کہ آئندہ بھی لوٹ کا جو مال آئے گا' وہ عادل کے ہی قبضے میں رہا کرے گا اور یہ ماں بچے اس کے محتاج رہا کریں گے۔

وہ بیٹے کی وجہ سے بہت مضبوط شکنجے میں آگئی تھی۔ اس شکنجے سے نکلنے کی تدبیر کرتی تو نکلتے ہی یہودیوں کے جال میں پھنس جاتی۔ لیکن کوئی تدبیر تو کرنی ہی تھی وہ عادل کے زیرِ اثر نہیں رہ سکتی تھی۔

ٹریسا کی سب سے پہلی خواہش تھی کہ بیٹے کی آزادی اور سلامتی ملے۔ اسے عادل کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے نتیجے عمل سے بھی نجات ملے۔ بیٹے کو نجات ملتی تو ماں پھر سے شیرنی بن جاتی۔

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ وہ گاڈمدر تین ایسے مسلح محافظ رکھتی تھی' جو سامنے نہیں آتے تھے چھپ کر اس کی حفاظت کرتے تھے اور دیگر احکامات کی تعمیل کرتے رہتے تھے۔ وہ تینوں مسلح گارڈز ہر ملک میں اس کے پیچھے سائے کی طرح لگے رہتے تھے۔

رابطہ ہونے پر وہ اپنی مقامی زبان میں بولنے لگی۔ ایک محافظ کو اپنا موجودہ پتا اور فون نمبر بتا کر اپنے حالات بیان کرنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔ "میں آج شام چھ بجے کے بعد مامیلا' میکسی اور وان لوئن کے ساتھ تفریح کے لئے نکلوں گی' تم لوگ بڑی رازداری سے وان لوئن کو اپنی خفیہ رہائش گاہ میں لے جاؤ گے۔"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "یس مادام! ہم بابا وان لوئن کو رازداری سے لے جائیں گے۔"

"شام سے پہلے ایک ہپناٹزم کے ماہر کو تلاش کرو۔ میں نے سنا ہے یہودیوں کا سب سے بڑا ہپناٹزم اور عملیات کا ماہر ہے۔ اگر وہ دستیاب ہوجائے تو اسے اغوا کرکے قیدی بنالو۔ اسے بعد میں مجبور کرلینا ہے کہ وہ تمہاری موجودگی میں وان لوئن پر تنویمی عمل کرے اور سابقہ عمل کو اس کے دماغ سے مٹا کر یہ بات ذہن میں نقش کر دے کہ وہ کسی بھی دوست یا دشمن کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر انہیں بھگا دیا کرے گا۔"

"یس مادام! آپ کے تمام احکامات کی تعمیل ہوگی۔"

"ایک اور اہم بات یہ ہے کہ تم تینوں میں سے ایک گارڈ یوگا ماہر نہیں ہے۔ اس سے کہو' وہ آج سے گونگا بن جائے۔ تمہاری ہی بھی دیواروں سے باتیں نہ کرے۔ یہاں قدم قدم پر کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے سابقہ پڑے گا۔ اگر وہ میرے حکم کے علاوہ گونگا نہ بنا اور میرے بیٹے کو نقصان پہنچا تو وہ حرام موت مرے گا۔"

"یس مادام! وہ تنہائی میں بھی اپنے آپ سے نہیں بولے گا۔"

"بلی کو قیدی بناتے ہی مجھے خبر کرنا۔ میں انتظار کروں گی۔ فون پر اپنی زبان میں گفتگو کیا کرو۔"

ٹریسا نے ریسیور رکھ دیا۔ اب اسے اس حد تک اطمینان ہوا کہ وہ گہری نیند سو سکتی تھی۔ وہ ٹیلی فون کو اپنے سرہانے رکھ کر سوگئی۔

○..☆..○

شی تارا کو یقین نہیں تھا کہ پارس نے اپنا جو پتا ٹھکانا بتایا ہے' درست ہوگا۔ بھلا کوئی اپنی خفیہ رہائش گاہ کسی کو بتاتا ہے؟ ہاں مگر خفیہ رہائش گاہ کسی جانِ تمنا کے لئے ہوتی ہے۔ اسے بتایا جاسکتا ہے۔

شاید اسی لئے پارس نے کہا تھا۔ "جانِ من! میں پیرس میں ہوں۔ جھیل کنارے دور تک جو کاٹیج بنے ہوئے ہیں' ان میں سات نمبر کا کاٹیج میرا ہے۔ دو چشمی ہیرے لینا چاہتی ہو تو اچھی طرح بن سنور کر چلی آؤ یا پھر اپنے آلہ کاروں کو اِدھر بھیج کر دشمنی کا راستہ اختیار کرلو۔"

وہ دو چشمی ہیروں سے محروم نہیں رہ سکتی تھی۔ اپنے راستے میں آنے والی نحوستوں کو ختم کرنے کے لئے وہ ہیرے اتنے ہی ضروری تھے' جتنے کہ زندہ رہنے کے لئے سانس لینا ضروری ہوتا ہے۔ وہ کوئی اور بلا تا تو اسے دھوکا دینا آسان ہوتا۔ وہ اپنی کسی ڈمی کو دانستہ گن پوائنٹ پر جیسا کہ ان دنوں اپنی ایک ڈمی کو سپر ماسٹر کی بیٹی بنا کر بھیج دیا تھا۔ [illegible] خوش تھے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی وہ شی تارا ان کی دوست اور وفادار بن کر ان کے درمیان آگئی ہے' جس کے متعلق جناب تمیزی صاحب نے فضول سی پیش گوئی کی تھی کہ سات برس تک شی تارا کو نہ کوئی دیکھ سکے گا اور نہ ہی اس کی اصل آواز سن سکے گا۔

وہ لوگ جناب تمیزی صاحب کو غلط پیش گوئی کرنے والا سمجھ کر شی تارا کی ڈمی سے بہل گئے تھے لیکن وہ پارس کو بہلا نہیں سکتی تھی۔ وہ اس کے بدن کی مخصوص بُو کو پہچانتا تھا۔ چند قدم کے فاصلے سے ہی کہہ سکتا تھا۔ "وہ جارہی ہے میری جانِ تمنا۔ حجاب میں ہے پر میرے لئے ہزارہا حجاب میں بھی بے حجاب ہے۔"

اس کے روبرو جانا تو دور کی بات ہے' اس کی گلی سے بھی گزرے گی تو ہوا کا کوئی جھونکا اسے بتادے گا کہ وہ چھپ کر جارہی ہے۔ پارس کی دوسری آفر یہ تھی کہ دشمنی کی راہ اختیار کرلو۔ ہیرے حاصل کرنے کے لئے اپنے غنڈے بھیج دو۔

اگر کامیابی کا ایک فیصد بھی یقین ہوتا تو ایسا ضرور کرتی۔ مگر شیروں کی کچھار میں جاکر کون زندہ آتا ہے۔ دنیا کے تمام بڑے ممالک' خطرناک تنظیمیں اور تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے پیرس کو قہار کا شہر کہتے تھے۔ کیونکہ وہاں میری فیملی کے کسی بھی فرد پر دشمن کا کوئی حملہ کامیاب نہیں ہوتا تھا۔ فرانس کی پولیس' فوج اور حکومت نے پیرس شہر سے بابا صاحب کے ادارے تک زبردست حفاظتی انتظامات کررکھے تھے۔

ابھی پچھلی بار الپا نے جو جو کو اغوا کرنے کی نادانی کی تھی اور ناکام رہی تھی۔ یہ ساری باتیں شی تارا کے علم میں تھیں۔ اس لئے وہ جھیل کنارے پارس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی حماقت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

دائی ماں اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ پھر اسے مسکرا کر دیکھنے لگی۔ شی تارا نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ تم بے وجہ نہیں مسکرا رہی ہو۔ تمہاری بوڑھی تجربہ کار آنکھوں میں شرارت ہے۔"

"میرا تجربہ کہتا ہے تم پارس کے بارے میں سوچ رہی ہو۔"

"یہ تو کوئی خاص تجربہ نہیں ہے تمہارا۔ تم پچھلے کئی دنوں سے مجھے دو چشمی ہیروں کے لئے پریشان دیکھ رہی ہو۔ ظاہر ہے' میں ہیروں کی وجہ سے پارس کو ہی یاد کروں گی۔"

"ہاں بیٹی! یہ یاد کرنے والی بات خوب کہی۔ تم سوچتی ہو ہیروں کے لئے لیکن یاد کرتی ہو پارس کو۔"

"خدا کا شکر ہے کہ میں ضدی ہوں۔ فولادی ارادے رکھتی ہوں۔ اس سے ملنے کی تمنا نہیں کرتی۔ صرف یادوں سے دل کو بہلا دیتی ہوں۔"

"بیٹی! یادوں کے پیچھے ملنے کی تمنا چھپی رہتی ہے۔"

"اماں! تم تو بال کی کھال نکالنے لگتی ہو۔ کچھ تم بھی سوچو کہ ہیرے کس طرح حاصل ہوسکتے ہیں؟"

"تم اس کے پاس جاؤ گی نہیں' وہ دے گا نہیں۔ کیا یہ یقین

ہے کہ روبرو جاؤگی تو وہ دھوکا نہیں دے گا اور تمہاری خوش بختی کے لئے وہ ہیرے تمہیں دے دے گا؟"

"بے شک وہ دشمن ہے۔ مگر زبان کا دھنی ہے۔ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا لیکن اس مسلمان سے دور رہنے میں دانشمندی ہے۔ میری سلامتی اسی خفیہ رہائش گاہ کی چار دیواری میں ہے۔"

"میں مانتی ہوں۔ اب تمہیں یہاں سے کہیں نہیں جانا چاہئے مگر وہ تو یہاں آسکتا ہے؟"

وہ چونک کر بولی۔ "کون' پارس؟"

"ہاں' تم اسے بلاؤگی تو وہ دوڑا چلا آئے گا۔"

"تم ہوش میں تو ہو؟ کیا میری شامت آئی ہے کہ میں اسے بلاؤں گی۔ وہ میری کوٹھی کے سامنے سے گزرتے ہی بُو پا کر ٹھٹک جائے گا۔ سیدھا اندر چلا آئے گا۔"

"کیا یہ تمہاری مخصوص بُو ختم نہیں ہوسکتی؟ یا تبدیل نہیں ہوسکتی؟"

"آج کے سائنسی دور میں کوئی بات ناممکن نہیں رہی ہے۔ مجھے اس سلسلے میں کسی ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہئے۔"

"تم ایک پھل دار درخت کے سائے میں رہ کر پھل خریدنے بازار جاؤگی؟"

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"بیٹی! تم اس قدر مصروف رہنے لگی ہو کہ اب ہر پہلو پر تمہاری نظر نہیں رہتی ہے۔ یہ تمہارا حکوم اور تابعدار پاشا علم الابدان کا ماہر ہے۔ انسانی بدن کے بارے میں اس سے زیادہ اور کون جانتا ہوگا۔ تم اس سلسلے میں اس سے بات تو کرو۔"

"واہ اماں! تم نے بہترین مشورہ دیا ہے۔ واقعی میں اپنے قریبی معاملات پر توجہ نہیں دے رہی ہوں اور دور بیٹھے ہوئے دشمنوں سے الجھتی رہتی ہوں۔"

"ایسی ہی غلطیوں کے باعث نقصان اٹھاتی ہو۔"

"یہ نقصان کیا کم ہے کہ اب تک ان ہیروں سے محروم ہوں۔ اگر اپنے بدن کی بُو کو تبدیل کرنے کے موضوع پر غور کرتی تو اب تک کچھ نہ کچھ بات بن چکی ہوتی۔ اب تم مجھے گرما گرم چائے پلاؤ۔ میں پاشا سے رابطہ کررہی ہوں۔"

وہ اٹھ کر بولی۔ "دس منٹ میں حاضر ہوجانا۔ ورنہ چائے ٹھنڈی ہوجائے گی۔"

"پہلے تم چائے تو لاؤ۔"

وہ چائے تیار کرنے گئی۔ شی تارا پاشا کے اندر پہنچ گئی۔ اسے مخاطب نہیں کیا۔ اپنی بات کہنے سے پہلے اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ جب سے عادل اس کے سحر سے نکلا تھا اور کہیں گم ہوگیا تھا' تب ہی سے اس نے پاشا کو حکم دیا تھا کہ وہ عادل کی آواز سننے کی کوششیں کرتا رہے لیکن چوبیس گھنٹوں تک اس کی آواز سنائی نہیں دی تو یقین ہوگیا کہ کسی عامل نے اس کی آواز اور لہجہ چرا لیا ہے۔

شی تارا نے ادھر سے مایوس ہو کر پاشا کو اپنی اس ڈائل کی آواز سنائی تھی' جو واشنگٹن میں سپر باسز کی وفادار دوست ہی نہیں بھی بنی ہوئی تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ واشنگٹن میں ڈی کسی وقت معاملے میں مجبور ہو کر خیال خوانی کرنا چاہتی تو نہیں کرسکتی تھی اصلی شی تارا کسی ڈی کو اپنا پتا اور فون نمبر نہیں بتاتی تھی بارہ اور رات کے بارہ بجے اپنی تمام ڈی اور اہم ماتحتوں سے کرتی تھی لیکن واشنگٹن میں ضروری ہوگیا تھا کہ وہ دن رات بار اپنی ڈی سے رابطہ کرے اور وہاں کسی کو شبہ نہ ہونے دے اصلی نہیں ہے۔

اس مسئلے کا حل یہ نکلا کہ جب بھی واشنگٹن میں ڈی کو خیال خوانی کے لئے اصلی شی تارا کی ضرورت ہوتی بند کرکے تنہائی میں بولنا شروع کرتی۔ "میں ہوں شی تارا خیال خوانی کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے شکتی چاہئے۔ مجھے خیال خوانی چاہئے۔"

پاشا اپنی ڈیوٹی کے مطابق ہر آدھے گھنٹے میں ڈی کی آواز کان لگاتا تھا۔ اس کی کالنگ سنتا تھا۔ پھر فون کا ریسیور اٹھا ڈائل کرتا تھا۔ شی تارا کی کوٹھی میں دو عدد فون تھے۔ اس کو دوسرے فون کا نمبر بتا کر کہا تھا کہ یہ اس کی ایک ماتحت ہے۔ وہ نمبر ڈائل کرتا تھا۔ شی تارا یا دائی ماں ریسیور اٹھا بدل کر اس سے مختصر سی گفتگو کرتی تھیں۔ پھر شی تارا اپنی پاس پہنچ جاتی تھی۔

فی الحال پاشا کی یہی ایک ڈیوٹی تھی۔ وہ ہر آدھے گھنٹے کی آواز پر کان لگاتا تھا۔ سپر باسز اور دوسرے اعلیٰ فونی افسران سے باتیں کرتے تھے تو ان کی باتیں بھی سن کر فون کے رسیور تارا یا دائی ماں کو رپورٹ دیتا رہتا تھا۔

شی تارا نے اسے صبح ایک گھنٹا اور شام کو دو گھنٹے باہر گھومنے پھرنے کی آزادی دی تھی۔ ایسے وقت وہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے پاشا کے اندر جاتی رہتی تھی تاکہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار کے قریب نہ آجائے۔

وہ پچھلے روز گاندھی پارک میں گیا تھا۔ وہاں ایک سیاسی جلسہ ہو رہا تھا۔ ایک عورت اسٹیج پر کھڑی تقریر کررہی پاشا کو بھلا سیاست سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی؟ لیکن وہ عورت کرسی سے اٹھ کر مائیک کے سامنے تقریر کرنے آئی تھی اس کے ساتھ والی کرسی پر زینت امان بیٹھی ہوئی تھی اور اس کی طرف کھینچ رہی تھی۔

ان دنوں وہ ویڈیو پر انڈین فلمیں دیکھا کرتا تھا۔ ان جذباتی حسن و شباب کا زبردست گرم مسالہ ہوا کرتا ہے پاشا کے مزاج کے عین مطابق تھیں۔ پچھلے دنوں وہ پھا

تھی ہوگیا تھا۔ پھر پتا چلا کہ ہیما کی عمر ڈھل گئی ہے۔ اب کوئی فلموں میں ہیروئن سائن نہیں کرتا ہے۔ پھر اس نے کئی فلموں زینت امان کے کئی ہوش رُبا' نیندیں اڑانے والے مناظر ان مناظر میں اس کی آواز کو سن کر ذہن نشین کیا۔ پھر ڈی کرکے جیتی جاگتی زینت امان کی آواز سننے کے لئے کان

تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک روتے ہوئے کو چپ کرا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "تم دور سے آوازیں رہا ہے۔ اتنا نہیں ہوتا کہ بچے کو گود میں لے کر دودھ پلاؤ۔"

پاشا دور سے آوازیں سن رہا تھا۔ اس نے چونک کر سوچا۔ زینت امان کو کیسے معلوم ہوگیا کہ میں یہاں سے اسے سن رہا اور میں کیسے دودھ پلاؤں؟ وہ بھی گود میں لے کر۔ کیا عجیب ہے' یہاں مرد بچوں کو دودھ پلاتے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد ایک جھنجلائے ہوئے مرد کی آواز سنائی دی۔ کہہ رہا تھا۔ "میں اسے فیڈر سے دودھ کیوں پلاؤں؟ تم اپنا کیوں نہیں پلاتی ہو؟ اب فلموں میں کوئی ہیروئن نہیں لیتا ہے۔ دو بچوں ماں بننے کے بعد یہ جسمانی حسن کی نمائش کا سلسلہ بند کردو۔"

پاشا نے مایوس ہو کر ان آوازوں پر سے توجہ ہٹالی۔ یہ سن کر اوکو ہوا کہ وہ دو بچوں کی ماں بن چکی ہے لیکن پچھلے روز گاندھی رک کے سیاسی اسٹیج پر زینت امان کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ ایک خوبصورت حسینہ تھی۔ تقریر کرنے والی عورت کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس سے پچاس گز کی دوری پر تھی لیکن پاشا کی قوتِ بصارت کے لئے فاصلے کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ حدِ نظر کی دوری پر بھی کی تو وہ اپنی غیر معمولی دوربین آنکھوں سے اس کے بدن کے ایک ایک عضو کو دیکھ سکتا تھا۔

اور وہ دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہیں اس حسینہ کے لباس کی طرح چپک گئی تھیں۔ وہ دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ اس کے آج تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ پھر توجہ سے دیکھنے کے اس سے وہ زینت امان کچھ پریشان نظر آئی۔ ایک شخص اس کی کے پیچھے آیا تھا۔ پھر وہ جھک کر اس کے کان کے بالکل قریب سرگوشی میں کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کی بات صرف وہی سن سکتی عوام اور ہزار تقریر کے شور میں کوئی دوسرا وہ سرگوشی سن نہیں تھا۔ لیکن پاشا نے سن لی۔

وہ حسینہ سے کہہ رہا تھا۔ "مس پوجا! ابھی نیتاجی آرہے ہیں۔ پاس بیٹھیں گے۔ جیسے سمجھایا ہے' ویسے ہی کرتی رہنا۔ مسکراتی رہنا جیسے نیتاجی کے لئے ہی مسکراتے رہنے کے لئے ہو۔ ان کی کسی بات کا یا حرکت کا برا نہ ماننا۔ ورنہ؟ ورنہ کو تم خود ہی سمجھدار ہو۔"

پاشا کو یہ سرگوشی سن کر دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ کا نام زینت امان نہیں پوجا ہے' دوسری بات یہ کہ وہ کسی

معاملے میں ڈرائی اور دھمکائی جارہی ہے۔ جلسے میں ہزاروں افراد تھے۔ وہ بھیڑ سے گزرتا ہوا اسٹیج کے قریب جانے لگا۔ وہ عورت تقریر کے دوران کہہ رہی تھی۔ "میری بہنو اور بھائیو! آپ جانتے ہیں کہ ہمارا پڑوسی ملک پاکستان ہماری آزادی کے پہلے ہی دن سے ہمارا دشمن ہے۔ پینتالیس برس سے خواہ مخواہ کشمیر کو ایک پیچیدہ مسئلہ بنا کر چیخ رہا ہے۔ جبکہ ہماری سورگباشی اندرا جی کہہ چکی ہیں کہ کشمیر ہمارا اٹوٹ انگ ہے۔ کشمیر کو ہم سے کوئی الگ نہیں کرسکتا۔ ہماری گردن کٹ جائے تو کٹ جائے لیکن کشمیر کو کوئی بھارت سے کاٹ نہیں سکے گا۔"

پورا مجمع جوش میں آکر تالیاں بجانے لگا۔ ایک اسٹیج سیکریٹری نے آکر مائیک کے سامنے کہا۔ "بہنو اور بھائیو! انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ ہمارے نیتا' آپ کے نیتا' ہم سب کے نیتا شری گنگا دھر پرساد تشریف لارہے ہیں....."

ایک موٹا بھدا سا شخص دھوتی کرتا پہنے' سر پر نہرو کیپ سجائے پرنام کرنے کے انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ کر سیکیورٹی گارڈز کے درمیان آرہا تھا۔ لوگ اس کے لئے زندہ باد اور جے ہند کے نعرے لگا رہے تھے۔ عورت کی تقریر رک گئی تھی۔ نیتاجی سیڑھیاں چڑھ کر اسٹیج پر آئے۔ کچھ بڑے صنعت کار اور جاگیردار انہیں پھولوں کے ہار پہنا رہے تھے۔ وہ ہار پہننے کے دوران پوجا کو کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر مسکراتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "نمستے۔"

نیتاجی نے ہزار جان سے مسکرا کر کہا۔ "نمستے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ تم کون ہو اور ہمارے جلسے کی رونق بڑھانے کہاں سے آئی ہو؟"

اس تقریر کرنے والی عورت نے کہا۔ "شریمان! یہ میری چھوٹی بہن پوجا ہے۔"

نیتا نے کہا۔ "بہت خوب۔ تمہارا نام شانتی اور اس کا نام پوجا۔ بھئی جب تک من میں شانتی نہ ہو پوجا نہیں ہوتی اور جب تک پوجا نہ کرو من کو شانتی نہیں ملتی۔"

اسٹیج پر موجود لوگ واہ واہ کرنے لگے۔ ان کے لئے ایک بڑی کرسی درمیان میں تھی۔ وہ بیٹھ گئے۔ پوجا مسکراتی ہوئی ان کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ انہوں نے کہا "شانتی دیوی! اپنی تقریر جاری رکھو۔"

بڑی بہن شانتی نے تقریر شروع کی۔ اپنی تقریر میں پھر پاکستان کے پیچھے پڑ گئی۔ ادھر نیتاجی اس کی چھوٹی بہن کے پیچھے پڑ گئے۔ اس کی طرف جھک کر سرگوشی میں بولے۔ "پوجا! کشمیر تم سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔ تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں پاکستان کے شہر کراچی میں رہتی ہوں۔ شانتی دیوی سے ملنے آئی ہوں۔"

"پھر تو ہم پاکستان کی حکومت سے کہیں گے' جاؤ کشمیر لے جاؤ' اور یہ پوجا ہمیں دیدو۔"

وہ جبراً مسکرانے لگی۔ اس کی بہن شانتی دیوی نے کہا تھا' ہمارے نیتا گنگا دھر پرساد پورے اتر پردیش کے سب سے بڑے اور سب سے کامیاب لیڈر ہیں۔ میں دہلی میں اپنے علاقے سے الیکشن لڑنا چاہتی ہوں۔ اگر نیتا جی مہربان ہوں گے تو مجھے الیکشن لڑنے کا ٹکٹ مل جائے گا۔ وہ آدمی اچھے ہیں مگر خوبصورت لڑکیوں پر مرتے ہیں۔

پوجا نے کہا۔ "پھر تو میں ان کے سامنے نہیں جاؤں گی۔"

"سامنا کرنے سے وہ تجھے کھا نہیں جائیں گے۔ میرا بھلا ہوگا۔ مجھے ضرور ٹکٹ مل جائے گا۔"

"آپ کو ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ آپ چھوٹی بہن کی عزت کو داؤ پر لگا کر سیاسی بازی جیتنا چاہتی ہیں؟"

شانتی دیوی نے اس سے بحث نہیں کی۔ اپنے ایک سیاسی مشیر کو تھانے میں بلا کر کہا۔ "تم نے پوجا کو دیکھا ہے اور نیتا جی کی نیت کو بھی خوب جانتے ہو؟"

"جی ہاں۔ میں سمجھ گیا۔ نیتا جی کی رال ٹپک جائے گی اور ٹکٹ آپ کو مل جائے گا۔"

"لیکن پوجا مانتی نہیں ہے۔ اسے راضی کیسے کیا جائے؟"

"یہ کون سی بڑی بات ہے۔ میں پولیس انکوائری بھیجتا ہوں۔ یہ پاکستان سے آئی ہے۔ کسی بھی کیس میں پھنسا کر اسے مجبور کیا جاسکتا ہے۔"

اسی شام ایک پولیس انسپکٹر دو سپاہیوں کے ساتھ آیا۔ اس نے کہا۔ "شانتی دیوی آپ کے گھر کوئی پاکستانی لڑکی آئی ہے۔ قانون کے مطابق اس کی آمد کی رپورٹ درج کرانا چاہئے تھا۔"

"یہ کل رات کو آئی تھی۔ دن کو مجھے فرصت نہیں ملی۔ میں اسے لے کر آپ کے پاس آنے والی تھی۔"

انسپکٹر نے پاسپورٹ اور ویزا طلب کیا۔ پوجا نے وہ کاغذات پیش کئے۔ انسپکٹر تھوڑی دیر تک پاسپورٹ کو غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تم نے یہ پاسپورٹ کہاں سے لیا تھا؟ پاسپورٹ کے دفتر سے یا کسی ایجنٹ سے؟"

پوجا نے کہا۔ "میں اکیلی لڑکی دفتروں کے چکر نہیں لگا سکتی تھی۔ ایک ایجنٹ نے میرے لئے بھاگ دوڑ کی تھی۔"

"کی ہوگی' یہ پاسپورٹ جعلی ہے۔"

"کیا؟" وہ گھبرا گئی۔ "نن..... نہیں۔ یہ جعلی کیسے ہو سکتا ہے اس پر حکومت پاکستان کی مہر لگی ہے اور اور یہ....."

وہ بولا۔ "مجھے نہ سمجھاؤ۔ مہریں بھی جعلی بن جاتی ہیں۔ میں تو اڑتی ہوئی چڑیا کے پر گن لیتا ہوں۔ تم فراڈ کر کے ہمارے دیس میں آئی ہو۔"

شانتی نے کہا۔ "انسپکٹر! یہ میری بہن بہت معصوم ہے۔ فراڈ نہیں ہے۔ کسی نے اس کے ساتھ فراڈ کیا ہے۔"

وہ بولا۔ "شانتی دیوی! آپ ایک بہت بڑی پارٹی کی مشہور لیڈر ہیں۔ سنا ہے چناؤ میں کھڑی ہونے والی ہیں۔ میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ مگر قانون سے مجبور ہوں۔ یہ معاملہ اوپر پہنچانا ہوگا۔"

"ابھی نہیں۔ کل ہمارے نیتا شری گنگا دھر پرساد آرہے ہیں۔ آپ کے اطمینان کے لئے وہ میری بہن کی ضمانت کیں گے۔"

"آپ کہتی ہیں تو کل تک کوئی کارروائی نہیں کروں گا لیکن نیتا جی نے ضمانت نہ لی تو یہ لڑکی پاکستانی جاسوسہ ہونے کے الزام میں اندر ہو جائے گی۔"

انسپکٹر پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ لے کر جانے لگا۔ شانتی دیوی اسے کوٹھی کے باہر چھوڑنے آئی۔ پھر اس کی جیب میں ایک ہزار روپے ٹھونس کر بولی۔ "مجھے چناؤ میں جیتنے دو پھر میں نیتا جی سے کہہ کر تمہاری ترقی کرادوں گی۔"

وہ خوش ہو کر چلا گیا۔ شانتی دیوی نے اندر آکر کہا۔ "پوجا! تمہاری ذرا سی حماقت سے میرا سیاسی کیریئر مٹی میں ملنے والا ہے۔ کل اگر نیتا جی نے تمہاری ضمانت نہ لی تو یہ بات پولیس والوں سے اخباروں تک پہنچے گی۔ جنتا تمہیں پاکستانی جاسوسہ اور مجھے پاکستانی ایجنٹ سمجھے گی۔ الیکشن میں کھڑا ہوا دور کی بات ہے' ہمیں کئی برس جیل میں رہنے کے لئے صرف جیل کی زمین ملے گی۔"

پوجا نے کہا۔ "دیدی! مجھے کیا معلوم تھا' وہ پاسپورٹ بنا کر دینے والا مجھ سے دھوکا کرے گا۔ اب میرا کیا بنے گا؟"

"اور کیا بنے گا۔ وہ دو چار راتیں حوالات میں رکھیں گے اور خوب تیری عزت سے کھیلیں گے۔ پھر کیس آگے بڑھا دیں گے بھگوان نے تجھے ایسی سندر تا دی ہے کہ آگے والے بھی تجھے نہیں چھوڑیں گے۔ تو ایک نیتا سے گھبرا رہی تھی۔ اب جتنے برس جیل کاٹے گی' اتنے برسوں کی ہر رات تجھ پر قیامت کی طرح گزرے گی۔"

وہ رونے لگی۔ شانتی دیوی نے کہا۔ "وہ پاسپورٹ لے گیا ہے تاکہ تو یہاں سے بھاگ کر پاکستان واپس نہ چلی جائے۔ پاکستانی جاسوسہ ہونے کے الزام میں تجھ پر مقدمہ چلے گا۔ تیرے ساتھ میں بھی مروں گی۔ اب میری عزت اور تیری واپسی اسی میں ہے کہ تو بنا کو قبول کرلے۔"

پوجا نے سر جھکا لیا۔ اس نے زبان سے اقرار نہیں کیا کہ پاکستان واپس جانے کے لئے گناہ کا راستہ اختیار کرے گی لیکن یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ وہ خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ کر دل ہی دل میں بھگوان سے پرارتھنا کرنے لگی کہ عزت آبرو سے واپس جانے کی کوئی صورت نکل آئے۔

جب اپنی سگی بہن اسمبلی میں پہنچنے کے لئے اس کی آبرو کا سودا کر رہی تھی تو اس دیس میں کوئی دوست کہاں سے ملتا؟ اپنے میں قدرتی عوامل ہی بگڑی کو بناتے ہیں اور کسی پاشا کو بھگتانے

ہوئے وہاں پہنچا دیتے ہیں۔

جلسہ ختم ہونے کے بعد پاشا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی نظر نیتا جی کی گاڑی پر تھی۔ نیتا جی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر آئے۔ ایک طرف شانتی اور دوسری طرف پوجا بیٹھ گئی۔ گاڑی سیکیورٹی گارڈز کی چار گاڑیوں کے درمیان چلنے لگی تو پاشا بھی ان کے پیچھے چل پڑا۔

وہ ڈرائیو کرتے ہوئے ان کی آوازیں سن رہا تھا۔ نیتا جی کہہ رہے تھے۔ "شانتی! یہ ہماری پوجا ہم سے شرما رہی ہے یا گھبرا رہی ہے؟"

"یہ آپ سے نہیں ایک مصیبت سے گھبرا رہی ہے۔"

"کیسی مصیبت؟ میرے ہوتے ہوئے میری پوجا کسی مصیبت سے گھبرائے؟ ہرگز نہیں۔ مجھے بتاؤ معاملہ کیا ہے؟"

شانتی دیوی نے بتایا کہ پوجا باقاعدہ پاسپورٹ کے ذریعے پاکستان سے آئی ہے مگر ایک افسر نے اس کا پاسپورٹ ضبط کرلیا ہے کیونکہ وہ جعلی ہے۔

"کون جعلی ہے؟ پاسپورٹ یا افسر؟"

"پاسپورٹ جعلی ہے۔ پوجا کو وہاں کسی ایجنٹ نے دھوکا دیا ہے۔ اب یہاں الزام لگ رہا ہے کہ یہ پڑوسی ملک کی جاسوسہ ہے۔"

"یہ تو بہت سخت الزام ہے۔ خاص طور پر کوئی پاکستانی پکڑا جائے تو اس کی ساری زندگی یہاں جیل میں گزر جاتی ہے۔ پھر یہ تو لڑکی ہے' حسین اور جوان' اسے تو بڑے افسر سے لے کر جیل کے سپاہی اور جمعدار تک کوئی بھی نہیں چھوڑے گا۔"

شانتی دیوی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "اسے تو آپ ہی بچا سکتے ہیں۔ نہیں تو یہ گھر کی رہے گی نہ گھاٹ کی۔"

نیتا جی نے کہا۔ "شانتی دیوی! یہ کوئی معمولی کیس نہیں ہے۔ پاکستان کا ایک بھی جاسوس پکڑا جائے تو اس کی رپورٹ پردھان منتری تک پہنچ جاتی ہے۔"

پوجا روتے ہوئے بولی۔ "میں جاسوسہ نہیں ہوں۔ یہ مجھ پر الزام ہے۔"

"تمہارے آنسوؤں سے الزام نہیں دھلے گا۔ تم کسی طرح بھی ثابت نہیں کرسکو گی کہ جاسوسہ نہیں ہو۔"

"آپ ہی اس کا کوئی اپائے کریں۔ آپ کی پہنچ تو پردھان منتری تک ہے۔"

"وہ تو ہے مگر میں کل تک بہت مصروف ہوں۔ ابھی الٰہ باد جارہا ہوں۔ کل واپسی ہوگی۔ کل رات پوجا کو میرے غریب خانے میں پہنچا دینا۔"

پاشا اس کے رونے کی آوازیں سن رہا تھا اور طیش میں آرہا تھا۔ وہ قافلہ ائرپورٹ تک گیا۔ نیتا جی وہاں تک پوجا کو ایک بار بھی دیکھ نہ سکے۔ نیتا جی وہاں سے بولے۔ "اتنی جلدی ائرپورٹ آگیا۔ کوئی بات نہیں۔ کل میں واپس آؤں گا۔ رات بھر تمہاری پوجا کروں گا۔ پرسوں تمہارا پاسپورٹ واپس دلا کر تمہاری تمام پریشانیاں دور کردوں گا۔"

وہ ان سے رخصت ہو کر چلا گیا۔ دونوں بہنیں اسی کار میں بیٹھ کر اپنی کوٹھی میں آئیں۔ پاشا ان کے تعاقب میں لگا رہا۔ کوٹھی میں وہ پولیس انسپکٹر ان کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میڈم! ہمیں نیتا جی کی طرف سے آرڈر ملا ہے کہ پوجا کا کیس ابھی اوپر تک نہ پہنچائیں۔ میں یہ بتانے آیا ہوں کہ پرسوں تک اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ آپ ذرا باہر تک چلیں۔ میں ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

شانتی دیوی اس کے ساتھ باہر آئی۔ انسپکٹر نے کہا۔ "آپ کے پروگرام کے مطابق میں نے یہ ڈراما کیا ہے۔ پجاری کا پاسپورٹ اصلی ہے اور ہم جعلی کہہ رہے ہیں۔ یہ بات پاکستانی سفیر تک پہنچ گئی تو معاملہ بگڑ جائے گا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ پوجا اسے جعلی سمجھ کر سہمی ہوئی ہے۔ خود کو مجرم سمجھ رہی ہے۔ اس لئے یہاں پاکستانی سفارت خانے میں شکایت کرنے نہیں جائے گی۔"

"تو پھر یہ پاسپورٹ آپ رکھ لیں۔"

"ابھی تم رکھو۔ پرسوں نیتا جی تم سے طلب کریں گے اور تمہیں انعام بھی دیں گے۔"

وہ اپنی جیب میں بیٹھ کر جانے لگا۔ پاشا اس کے پیچھے پیچھے پولیس اسٹیشن پہنچ گیا۔ جب وہ اپنے دفتری کمرے میں جا کر بیٹھا تو پاشا نے دروازے پر آکر پوچھا "کیا میں اندر آسکتا ہوں؟"

"کون ہو تم؟"

"یہ تو میں اندر ہی آکر بتا سکتا ہوں۔"

"اچھا تو آؤ اور جلدی بکو۔"

"کیا میٹھی زبان ہے تمہاری۔ ابھی معلوم ہو جائے کہ میں کون ہوں تو ادب سے بات کرو گے۔"

انسپکٹر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ قریب آکر میز پر جھک کر رازداری سے بولا۔ "مجھے نیتا جی نے بھیجا ہے۔ ابھی وہ ہیلی کاپٹر میں الٰہ باد گئے ہیں۔"

انسپکٹر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "سوری۔ میں نے آپ کی شان میں غلط زبان استعمال کی۔ تشریف رکھئے۔"

پاشا نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر دو ہزار روپے نکالے پھر کہا۔ "میں بیٹھ نہیں سکتا۔ نیتا جی کے سیکڑوں کام نمٹانے ہیں۔ انہوں نے یہ دو ہزار تمہیں انعام کے طور پر دیے ہیں اور کہا ہے پرسوں تم اپنا سروس ریکارڈ لے کر ان سے شام کو ملو۔ وہ تمہیں ڈی ایس پی کے عہدے پر پہنچا دیں گے۔"

انسپکٹر نے خوش ہو کر وہ روپے لئے پھر پوچھا۔ "میں آپ کی

کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"خدمت تو میں کر رہا ہوں۔ ان کے دو ہزار تمہیں پہنچائے اب تم سے وہ پاسپورٹ ویزہ وغیرہ لے کر ان کی کوٹھی میں پہنچاؤں گا۔ لاؤ وہ تمام کاغذات۔"

اس نے میز پر سے پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات اٹھا کر پاشا کو دیتے ہوئے پوچھا۔ "نیتاجی نے ان کے لئے کوئی چٹھی دی ہوگی؟"

"عقل کی بات کرو۔ کیا نیتاجی اس لڑکی کے معاملے میں بدنام ہونے کے لئے چٹھی لکھیں گے؟ کیا دو ہزار کے نوٹوں سے بڑی کوئی چٹھی ہو سکتی ہے؟ کیا میں اس لڑکی کا کوئی عاشق ہوں کہ اپنی جیب سے دو ہزار خرچ کر کے اسے پاکستان بھگا کر لے جاؤں گا؟"

"نن..... نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کہ آپ یہ کاغذات لے جائیں۔ یہ دو ہزار کی چٹھی کافی ہے۔"

پاشا وہ کاغذات لے کر دروازے تک آیا۔ پھر پلٹ کر بولا۔ "نیتاجی الہ باد پہنچ گئے ہوں گے۔ تم یہاں ایک گھنٹے تک انتظار کرو۔ میں ان کے پی اے سے فون کراتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "ہاں' یہ ٹھیک ہے میں دفتر ہی میں رہوں گا۔"

وہ پولیس اسٹیشن سے باہر آ کر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا شانتی دیوی کی کوٹھی کے سامنے آیا۔ ملازم سے خبر بھیجی کہ نیتاجی کا ایک خاص آدمی آیا ہے۔ شانتی دیوی یہ سنتے ہی دوڑی آئیں۔ پھر بولی۔ "آپ کون ہیں؟ کیسے آنا ہوا؟"

پاشا نے کہا۔ "آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ میں نیتاجی کا پرانا والا باڈی گارڈ ہوں۔ ابھی انہوں نے فون کیا ہے کہ میں آپ دونوں بہنوں سے ملاقات کروں اور پوجا کو تسلی دوں کہ اسے پاسپورٹ والی مصیبت سے نجات مل جائے گی۔"

پاسپورٹ والی بات سن کر شانتی کو یقین ہو گیا کہ آنے والا نیتاجی کا رازدار ہے۔ وہ اسے کوٹھی کے اندر لے آئی۔ اس نے ڈرائنگ روم میں اسے بٹھا کر پوجا کو آواز دی۔ "پوجا! ٹھنڈا شربت لے آ۔ مہمان آئے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹرے میں شربت کے دو گلاس بھر کر لائی۔ پاشا اسے بڑی چاہت سے دیکھنے لگا۔ اس نے ہندوستان آ کر ساری پہننے والی عورتیں دیکھی تھیں۔ ایسی ہی ایک خوبصورت سی ساڑی پوجا کے حسن و شباب کو نکھار رہی تھی۔ اس نے پاس آ کر سینٹر ٹیبل پر وہ ٹرے رکھی۔ شانتی نے کہا۔ "پوجا! یہ تمہارے لئے نیتاجی کا سندیسہ لے کر آئے ہیں۔"

پوجا نے ناگواری سے منہ بنا لیا۔ پاشا کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ پاشا نے پوچھا۔ "کیا تم ناراض ہو؟"

وہ غصہ سے بولی۔ "کیا مجھے خوش ہونا چاہئے؟ اور اگر ناراض بھی ہوں تو تم لوگوں کا کیا بگاڑ لوں گی؟"

شانتی نے کہا۔ "پوجا! تمیز سے باتیں کرو۔"

"جو شیطان میری عزت لوٹے گا' کیا وہ تمیز والا ہے۔"

پاشا نے کہا۔ "کوئی تمہاری عزت سے نہیں کھیلے گا۔ میں تمہیں یقین دلانے آیا ہوں۔ نیتاجی بھی تمہیں ہاتھ نہیں لگائیں گے۔"

شانتی کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ وہ بولی۔ "نیتاجی اسے ہاتھ نہیں لگائیں گے تو اس کا پاسپورٹ واپس نہیں ملے گا۔ یہ گرفتار ہو جائے گی۔"

"تم الیکشن لڑنے کے لئے نیتاجی سے ٹکٹ حاصل کرنا چاہتی ہو۔ اس کے لئے بہن کی رشوت پیش کر رہی ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ کون ہو تم؟ تم نیتاجی کے آدمی نہیں ہو۔"

"ہاں۔ میں پوجا کی مدد کرنے آیا ہوں۔ اسے تمہارے زریعے لٹنے اور برباد ہونے نہیں دوں گا۔"

شانتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ فون کی طرف جانے لگی۔ پاشا نے ریوالور نکال کر کہا۔ "آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

پوجا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "یہ..... یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولا۔ "مجھ پر بھروسا کرو۔ ابھی تمہیں اپنی بہن کا اصلی چہرہ دکھاؤں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پاسپورٹ جعلی نہیں ہے۔ تمہارے تمام کاغذات درست ہیں۔ اس شانتی دیوی نے انسپکٹر کو رشوت دے کر تمہارے ساتھ یہ ڈراما کیا ہے تاکہ تم جیل جانے کے خوف سے اپنی عزت ہارنے پر مجبور ہو جاؤ۔"

شانتی نے کہا "پوجا! یہ جھوٹ بولتا ہے۔ تمہارا پاسپورٹ جعلی ہے۔ اسی لئے انسپکٹر لے گیا ہے۔ اگر نیتاجی نے اس سے پاسپورٹ واپس نہ لیا تو....."

"تو کچھ نہیں ہو گا۔ میں پاکستانی سفارت خانے سے تصدیق کراؤں گا کہ تم بالکل صحیح پاسپورٹ پر یہاں آئی ہو اور پوجا! یہ ہے تمہارا پاسپورٹ۔"

اس نے لباس کے اندر سے اس کے تمام اہم کاغذات نکال کر دیئے۔ وہ انہیں لے کر دیکھتے ہوئے خوشی سے بولی۔ "ہاں' یہ میرا پاسپورٹ ہے' تمہیں کیسے مل گیا؟"

"جس طرح میں تمہاری بہن کو اُلّو بنا کر کوٹھی کے اندر آیا ہوں اسی طرح انسپکٹر کو گدھا بنا کر یہ پاسپورٹ لے آیا ہوں۔ اب بولو۔ کیا تمہیں یقین آیا کہ تمہاری سگی بہن اونچی کرسی پر پہنچنے کے لئے تمہیں ذلت کی پستیوں میں گرانا چاہتی تھی۔"

"ہاں۔ مجھے تو اب اسے دیدی کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اس نے پہلے تو کھل کر کہہ دیا تھا کہ میں اسے الیکشن میں ٹکٹ دلانے کے لئے نیتاجی کے پاس چلی جاؤں۔ میں نے اس کی بات نہیں مانی تو یہ مجھے جاسوسہ کے الزام میں پھنسانے اور پھر نیتاجی کے ذریعے اس الزام سے بری کرنے کا ڈراما کرنے لگی۔ تھو ہے تجھ پر۔"

شانتی دیوی نے غصے سے کہا۔ "تو مجھ پر تھوک رہی ہے۔ میں تیرے پورے بدن کو مردوں کے تھوک سے بھر دوں گی اور اجنبی تم! تم سمجھتے ہو' یہ ریوالور دکھا کر میرے خلاف یہ ثبوت حاصل کر لو گے۔"

"کیا تم انکار کرتی ہو کہ تم سیاسی فائدہ اٹھانے کے لئے اپنی بہن پوجا کو نیتاجی کے بیڈ روم میں بھیج رہی تھیں؟"

"میں اقرار کرتی ہوں مگر تم اسے ثابت کیسے کرو گے؟"

پاشا نے اپنے جیکٹ کی اوپری جیب کو تھپتھپا کر کہا "اس جیکٹ کے اندر ایک منی ریکارڈر یہ ساری باتیں ریکارڈ کر رہا ہے۔ پھر پوجا پریس میں تمہارے خلاف بیان دے گی۔ یہ بیان اخبار میں چھپتے ہی تمہاری سیاسی موت واقع ہو جائے گی۔"

شانتی دیوی کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "پوجا! مجھے معاف کر دو۔ میں پھر کبھی تمہاری ذلت کا سامان کر کے اپنی عزت اور شہرت کا راستہ اختیار نہیں کروں گی۔"

"میں یہاں رہوں گی تو تم کچھ کرو گی۔ میں تو واپس جا رہی ہوں۔"

پاشا نے کہا۔ "تم تنہا یہاں سے ائرپورٹ جانا چاہو گی تو راستے میں پھر یہ پاسپورٹ چھن جائے گا۔ اس کی جگہ ایک جعلی پاسپورٹ بنا کر تمہیں پھر گناہوں کی دلدل کی طرف لے جایا جائے گا۔"

وہ اس کے پاس آ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی "اجنبی! تم درست کہتے ہو۔ مگر تم ہو کون؟"

"میں ترکی کا باشندہ ہوں۔ میرا نام پاشا ہے۔ میں نے تمہیں بہت بڑی مصیبت سے بچایا ہے' کیا تم میری ایک بات مانو گی؟"

"ضرور مانوں گی۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم میری بھلائی چاہتے ہو۔"

"تم فی الحال واپس نہ جاؤ۔"

"کیا میں دشمنوں کے شہر میں رہوں؟"

"تم اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوست کو بھول رہی ہو۔ میں تمہارے ہاتھ اتنے مضبوط کر دوں گا کہ تم ان کے شہر میں رہ کر ان کی بدمعاشیوں کی سزا انہیں دے سکو گی۔"

وہ بولی۔ "تمہارا سہارا پا کر مجھے سب سے زیادہ غصہ اس بدمعاش نیتا پر آ رہا ہے۔ اس شیطان نے میرے بدن کو ہاتھ لگایا تھا' میں اس پر تھوکنا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر کل اسے واپس آنے دو۔ میں تمہیں اس پر تھوکنے کا موقع دوں گا۔"

"کیا تم یہاں میرے رہنے کا ٹھکانا بنا سکتے ہو؟"

"ضرور۔ ابھی اپنا ضروری سامان سمیٹو اور میرے ساتھ چلو۔ تمہارے آنے تک یہ شانتی دیوی میرے ریوالور کے سامنے شانتی سے بیٹھی رہے گی۔"

پوجا جانے لگی۔ شانتی دیوی نے کہا۔ "تم ایک اجنبی کے ساتھ جا کر پچھتاؤ گی۔"

وہ بولی۔ "تمہارے ساتھ رہ کر بھی پچھتا رہی تھی۔ تم نے میرے پیروں تلے کی زمین نکال دی۔ یہ اجنبی میرے قدم جما رہا ہے۔ اگر اس نے بھی مجھے دھوکا دیا تو کیا فرق پڑے گا۔ مقدر میں تباہی لکھی ہو گی تو کہیں بھی تباہ ہو جاؤں گی۔ ان حالات میں مجھے کسی پر بھروسا کرنا ہی پڑے گا۔"

وہ پلٹی اور پھر سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر اس کمرے میں گئی' جہاں اس کا قیام تھا۔ ایسے ہی وقت شی تارا نے اسے مخاطب کیا۔ "پاشا! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"آں؟" وہ چونک کر بولا۔ "وہ..... وہ یہاں ایک مظلوم لڑکی ہے۔ دشمن اسے گناہوں کی دلدل میں....."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "مجھے پتا ہے۔ میں تمہارے خیالات پڑھ کر تمام روداد معلوم کر چکی ہوں اور تمہاری نیت کو بھی سمجھتی ہوں۔ اسے گناہوں کی دلدل سے نکال رہے ہو۔ اس نیکی کے پیچھے تمہاری ہوس چھپی ہوئی ہے۔"

"ہاں' وہ تو ہے مگر میں اسے برباد نہیں کروں گا۔ اس سے شادی کروں گا۔"

"شادی کے بچے! تم نے دو گھنٹوں سے میری ڈی کی خبر نہیں لی ہے۔ تم اپنی ڈیوٹی سے غافل کیوں رہے؟"

"وہ بات یہ ہے کہ اس معاملے نے اتنا الجھا دیا تھا کہ....."

"میں نے سختی سے تاکید کی تھی کہ تم کسی معاملے میں نہیں الجھو گے۔ کسی ایسے فرد سے بھی زیادہ گفتگو نہیں کرو گے' جو بعد میں ہمارے لئے پرابلم بن جائے۔"

"مجھے یقین ہے یہ پوجا پرابلم نہیں بنے گی۔"

"سیاست کے ایک بہت بڑے پہاڑ گنگا دھر پرساد سے ٹکرا رہے ہو اور کہتے ہو پوجا پرابلم نہیں بنے گی۔ چلو اٹھو۔ فوراً واپس آؤ۔"

"میں ابھی سر کے بل آؤں گا' نہیں آنا چاہوں گا تو تمہاری ٹیلی پیتھی کھینچ کر یہاں سے لے جائے گی۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں' پوجا کو بیچ بھنور میں نہ چھوڑو۔ یہ ڈوب جائے گی۔"

"کیا میں نے ایسی لڑکیوں کو کنارے لانے کا ٹھیکا لیا ہے؟"

"میں تمہیں انسانیت کا واسطہ دیتا ہوں۔"

"میری مصروفیات کچھ کم نہیں ہیں۔ مشکل سے سونے کی فرصت ملتی ہے۔ مجھے انسانیت کا واسطہ نہ دو' چلے آؤ۔"

"میں تمہارے دھرم کا واسطہ دیتا ہوں۔ پوجا بھی تمہاری طرح ہندو ہے۔ تمہاری طرح بھگوان کی پوجا کرتی ہے۔"

شی تارا ذرا نرم پڑ گئی۔ اس سے بولی۔ "تم نے دھرم کا واسطہ دیا ہے تو یاد آیا کہ تم مسلمان ہو اور یہ میرا فرض ہے کہ میں تمہیں ایک ہندو لڑکی کو ہاتھ لگانے کی بھی اجازت نہ دوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "یہ... یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ میں اس کے لیے اتنے پاپڑ بیل رہا ہوں۔ وہ مجھے نہیں ملے گی تو میں تمہارا جو کام کروں گا' بے دلی سے اور بے پروائی سے کروں گا۔"

شی تارا سوچ میں پڑ گئی۔ ابھی وہ بدن کی مخصوص بُو کے مسئلے پر اس سے گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ اگر پیدائشی بُو میں تبدیلی کے امکانات ہوں گے تو وہ دل لگا کر ایا طبّی تجربہ نہیں کرے گا۔ وہ اسے ہر لحظہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے قابو میں نہیں رکھ سکتی تھی۔ دانشمندی یہی تھی کہ اس کی یہ چھوٹی سی ضد مان لی جائے۔

پوجا ایک اپنی اٹھا کر اوپری منزل سے سیڑھیاں اتر کر آنے لگی۔ شی تارا نے کہا۔ "میں ایک شرط پر پوجا کو تمہارے ساتھ رہنے کی اجازت دوں گی۔"

"مجھے ہر شرط منظور ہے۔ بولو کیا شرط ہے؟"

"اس کے ساتھ کار میں بیٹھو اور اپنی انیکسی میں آؤ۔ میں ابھی بتا رہی ہوں۔"

اس نے پوجا سے وہ بھاری اٹیچی لی پھر شانتی دیوی سے بولا۔ "تم بھی چلو۔"

وہ ریوالور کے سامنے انکار نہ کر سکی۔ ان کے ساتھ چلنے لگی۔ شی تارا نے کہا۔ "تم اسے ساتھ لے جا کر کسی ویرانے میں چھوڑنا چاہتے ہو تاکہ ابھی یہ فون کے ذریعے پولیس والوں کو تمہارے پیچھے نہ لگائے۔"

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں۔"

"اسے ساتھ نہ لے جاؤ۔ یہیں چھوڑ دو میں نمٹ لوں گی۔"

پاشا نے پوجا کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر کہا۔ "ہم جا رہے ہیں تم بڑے شوق سے اپنے یاروں کو آوازیں دیتی رہو۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے چلا گیا۔ شانتی دیوی دوڑتی ہوئی کوٹھی کے اندر آئی۔ ڈرائنگ روم میں پہنچتے ہی اوندھے منہ قالین پر گری۔ شی تارا نے اس پر مکمل قبضہ جما کر اسے غائب دماغ بنا دیا۔ پھر اسے بیڈ روم میں لے گئی۔ وہاں اس کے پرس میں کار کی چابی تھی۔ اس نے چابی نکال کر الماری کے پیچھے پھینک دی۔ پھر ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہاں فون کا ریسیور اٹھایا۔ اس کے ماؤتھ پیس کا کور کھولا۔ اس کے اندر سے آواز نشر کرنے والا مائیک نکالا۔ پھر اس کا کور دوبارہ لگا دیا۔ اس مائیک کو کمرے کے ایک گوشے میں قالین کے نیچے چھپا دیا۔ پھر شی تارا نے شانتی کو قالین پر اسی جگہ اوندھے منہ گرا کر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

شانتی دیوی نے چونک کر سر اٹھایا۔ اسے یوں لگا جیسے ابھی گری تھی اور دوسرے ہی لمحے میں سر اٹھا کر اس کمرے کو دیکھ رہی ہے۔ وہ جلدی سے اٹھ کر فون کے پاس آئی۔ ریسیور اٹھا کر انسپکٹر کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے کے بعد انسپکٹر کی آواز آئی۔ "ہیلو کون ہے؟"

وہ بولی "ہیلو میں شانتی دیوی بول رہی ہوں۔ یہاں غضب ہو گیا ہے۔ ایک اجنبی یہاں آیا تھا وہ....."

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ دوسری طرف سے انسپکٹر چیخ چیخ کر رہا تھا اور پوچھ رہا تھا "کون ہے؟ کوئی بولتا کیوں نہیں ہے؟"

"میں بول رہی ہوں' شانتی ہوں شانتی۔ کیا میری آواز سنائی نہیں دے رہی ہے؟"

دوسری طرف سے انسپکٹر نے گالیاں دے کر فون بند کر دیا۔ ریسیور کو گھور کر دیکھنے لگی۔ اُدھر سے آواز آ رہی تھی۔ اِدھر سے آواز نہیں جا رہی تھی۔ وہ ریسیور رکھ کر اٹھ گئی۔ اب رابطے کی صورت یہی رہ گئی تھی کہ وہ خود انسپکٹر اور اپنے سیاسی مشیر کے پاس جائے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی بیڈ روم میں آئی۔ وہاں سے اپنا پرس اٹھایا۔ پھر اسی تیزی سے باہر آئی۔ ایک طرف اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے پرس کھول کر دیکھا۔ اس میں چابی نہیں تھی۔

پرس میں دو خانے تھے۔ دونوں میں اچھی طرح چابی ڈھونڈی پھر جھنجلا کر بڑبڑاتی ہوئی کار سے نکلی۔ دوبارہ کوٹھی کے اندر آئی۔ بیڈ روم میں پہنچ کر الماری کے اندر' دراز میں' تکیے اور چادر کے نیچے' سنگار میز پر' ہر جگہ چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ لیا۔ چابی کو نہیں ملنا تھا' نہیں ملی۔

وہ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی کمرے سے جاتے ہوئے سوچنے لگی۔ اب کسی رکشا ٹیکسی میں جائے گی۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی کوٹھی سے باہر آئی۔ پھر احاطے کے باہر آ کر کسی رکشا ٹیکسی کا انتظار کرنے لگی۔ سڑک کے کنارے بھکاری بیٹھا صدا لگا رہا تھا۔ "بھگوان کے نام پر ایک روٹی کھلا دو دیدی! صبح سے بھوکا ہوں۔"

شی تارا نے شانتی کے ذریعے بھکاری سے کہا "میرے پرس میں ڈھائی ہزار روپے ہیں۔ میں ایک شرط پر تمہیں یہ ساری رقم دے دوں گی۔"

"بھگوان تمہارا بھلا کرے گا۔ شرط کیا ہے؟"

وہ تمام رقم اسے دیتے ہوئے بولی۔ "وہ ٹیکسی چلی آ رہی ہے۔ آج اس میں بیٹھ کر اپنے گھر جاؤ۔"

بھکاری فوراً ہی اچھل اچھل کر آنے والی ٹیکسی کو ہاتھ دکھاتے ہوئے رکنے کا اشارہ کرنے لگا اور کہنے لگا۔ "کبھی میرا بھی ٹیکسی میں نہیں بیٹھا۔ بھگوان پتا نہیں کیسے کیسے ڈھنگ سے دولت دیتا ہے۔"

ٹیکسی قریب آ کر رک گئی۔ بھکاری دروازہ کھول کر بیٹھنے لگا۔ ڈرائیور نے کہا۔ "اے اپنی اوقات دیکھ کہاں گھسا آ رہا ہے؟"

شانتی دیوی نے ڈپٹ کر کہا۔ "اسے بیٹھنے دو۔ کیا یہ ہماری طرح انسان نہیں ہے۔ میں منسٹر بننے کے بعد بھکاریوں کے لیے ٹیکسی کی سواری فری کر دوں گی۔ مگر یہ ابھی تمہیں پورا کرایہ دے گا۔"

ڈرائیور نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "دھن ہو شانتی دیوی!

میں ہمیشہ آپ کی تقریر سنتا ہوں۔ آپ غریبوں کے لئے جیسا سوچتی ہیں' ویسا کرتی بھی ہیں۔ شانتی دیوی زندہ باد۔"

وہ نعرہ لگا کر بھکاری کو لے گیا۔ اس تمام عرصے میں شانتی دیوی اندر ہی اندر پریشان رہی کہ کسی بھکاری کو کیوں اتنی بڑی رقم دے کر ٹیکسی میں بٹھا رہی ہے۔ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی مگر کر رہی تھی اور جب کر چکی اور ٹیکسی دور چلی گئی تو شی تارا نے اسے آزاد کر دیا۔ وہ تڑپ کر بولی۔ "نہیں' یہ نہیں ہو سکتا۔ ٹیکسی' او ٹیکسی والے واپس آؤ....."

وہ اس کی آواز سے بہت دور نکل گیا تھا۔ وہ پرس کو زور سے سڑک پر پٹخ کر چیخ پڑی۔ "میں پاگل نہیں ہوں۔ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں پاگل نہیں ہوں تو ایسی حرکت کیوں کی۔ وہ ڈرائیور کہہ رہا تھا۔ میں غریبوں کے لئے جیسا سوچتی ہوں' ویسا کرتی بھی ہوں۔"

وہ دونوں مٹھیاں بھینچ کر کوٹھی کی طرف دوڑتی ہوئی چیخنے لگی۔ "میں پاگل نہیں ہوں۔ میں شانتی دیوی ہوں۔ شانتی دیوی زندہ باد۔ شانتی دیوی زندہ باد....."

وہ دوڑتی ہوئی کوٹھی کے اندر گئی۔ شی تارا' پاشا کے پاس آئی۔ وہ پوجا کو اپنی انیکسی میں لے آیا تھا اور اسے بتا رہا تھا کہ وہ ایک بہت دولتمند عورت کا باڈی گارڈ ہے۔ وہ ملک سے باہر گئی ہے اور یہ انیکسی کے ساتھ والی کوٹھی میں اس کی مالکہ کی سہیلی رہتی ہے۔

پاشا حقیقتاً یہی سمجھتا تھا کہ وہ شی تارا کی سہیلی سمترا کی کوٹھی والی انیکسی میں رہتا ہے۔ شی تارا نے ٹیلیفون کے ذریعے پاشا کو مخاطب کیا پھر کہا۔ "میں اسی کوٹھی سے سمترا بول رہی ہوں۔ یہ تم کس لڑکی کو یہاں لائے ہو۔"

وہ بولا۔ "شریمتی سمترا جی! میں اسے اپنی مالکہ کے حکم سے یہاں لایا ہوں۔"

"میں کہہ چکی ہوں۔ میری انیکسی میں تم کسی عورت کو نہیں لاؤ گے۔ اگر میری سہیلی نے ایسا حکم دیا ہے تو لڑکی کو میرے پاس بھیج دو اور میری سہیلی سے یعنی اپنی مالکہ سے کہو' وہ مجھ سے بات کرے۔"

"ابھی وہ مجھ سے رابطہ کرنے والی ہیں۔ میں آپ سے بھی ان کی بات کراؤں گا۔"

"میری بات سمجھا کرو۔ جب تک بات نہیں ہو گی وہ لڑکی یہاں میرے پاس رہے گی۔ آس پاس کی کوٹھیوں والے تمہارے ساتھ لڑکی دیکھ کر ہمیں بدنام کریں گے۔ اسے فوراً یہاں چھوڑ جاؤ۔"

وہ فون رکھ کر پوجا سے بولا۔ "سمترا جی کہہ رہی ہیں کہ تمہیں ان کے پاس رہنا چاہئے۔ ابھی تم جاؤ میں ایک آدھ گھنٹے میں تم سے ملاقات کروں گا۔"

وہ پوجا کی اٹیچی اٹھا کر اسے شی تارا کی کوٹھی کے اندر لے آیا۔ شی تارا نے پہلی بار پوجا کو روبرو دیکھا تو اس کے حسن اور دلکش سراپا کو دیکھ کر بے اختیار بولی۔ "ایک عورت کسی دوسری عورت کی تعریف نہیں کرتی۔ میں تعریف کرنے پر مجبور ہوں۔ تم حسن کا شاہکار ہو۔ آؤ اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھو۔"

پاشا وہاں سے انیکسی میں آ گیا۔ اسی وقت شی تارا نے اس کے اندر آ کر پوچھا۔ "کیا پوجا کو لے آئے؟"

"لے آیا ہوں مگر یہاں تمہاری سہیلی نے پابندی لگائی ہے کہ میرے ساتھ انیکسی میں کوئی لڑکی نہیں رہے گی۔"

"یہ پابندی غلط نہیں ہے۔ ہمارے دیس میں کسی عورت کے ساتھ رہنے سے پہلے اس سے رشتہ قائم کرنا پڑتا ہے اور ابھی اس سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"تم بھی ایسا کہو گی تو پوجا کو یہاں لانے کا فائدہ کیا ہو گا؟"

"تم بھول رہے ہو۔ میں نے پوجا کو ساتھ رکھنے کی ایک شرط پیش کی تھی۔"

"مجھے یاد ہے۔ میں وہ شرط ضرور پوری کروں گا۔ آخر تم چاہتی کیا ہو؟"

"میرا ایک کام ہے۔ جس دن وہ کام پورا کر دو گے' اسی دن تمہیں پوجا مل جائے گی۔"

"کیا وہ کام بہت لمبا ہے؟ میں کتنے دنوں تک اس سے دور رہوں گا۔"

"اس کا انحصار تمہاری طبّی صلاحیتوں پر ہے۔ تم علم الابدان کے ماہر ہو۔ اسی سلسلے کا ایک کام ہے۔"

"پھر تو میں اسے جلد ہی نمٹا سکوں گا۔ بولو وہ کام کیا ہے؟"

"ہر انسان کے بدن کی بُو دوسرے سے مختلف اور مخصوص ہوتی ہے۔ پہلے یہ بتاؤ یہ بُو کیسے پیدا ہوتی ہے؟"

"دنیا کی ہر چیز میں مہک ہوتی ہے۔ لکڑی' لوہے اور پتھر کی بُو بہت کم لوگ محسوس کرتے ہیں۔ پیڑ' پودوں' پھولوں اور پھلوں کی بُو واضح ہوتی ہے اور سب کی الگ الگ ہوتی ہے۔ یہ خدا کی قدرت کا کمال ہے کہ اس نے ہر انسان کی صرف صورت ہی الگ نہیں کی' اس کے بدن کی بُو کو بھی ایک دوسرے سے الگ رکھا ہے۔ جب پسینہ نکلتا ہے' تب انسان کی یہ بُو واضح ہوتی ہے۔"

"کیا تم میرے پسینے کا طبّی تجزیہ کر کے میرے بدن کی مخصوص بُو کو تبدیل کر سکتے ہو؟"

"میں نے اس سلسلے میں کبھی کوئی تجرباتی کوشش نہیں کی ہے۔ کیا تم اپنے بدن کی بُو تبدیل کرنا چاہتی ہو؟"

"ہاں میں چاہتی ہوں' یہ پیدائشی بُو تبدیل ہو جائے۔"

"کسی کے بھی بدن کی بُو پیدائشی نہیں ہوتی۔ یہ بو اس کے ماحول' وہاں کی آب و ہوا' اس کی غذا کے اثرات سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس بُو پر تمہارے مزاج' تمہاری نفسیات اور تمہارے ہارمونز کی کمی بیشی کے اثرات غالب آتے ہیں۔ تب وہ بُو تمہاری

اپنی مخصوص ہوتی ہے۔"

"میں زیادہ ٹیکنیکل باتیں نہیں سمجھ سکوں گی۔ تم سے صرف دو باتوں کا جواب چاہتی ہوں۔ ایک تو یہ کہ میری بُو تبدیل ہو سکے گی یا نہیں؟ دوسری بات یہ کہ میری مخصوص بُو کسی دوسری لڑکی میں منتقل کی جا سکے گی یا نہیں؟"

"اگر ہم اس طریقۂ کار کو مدِ نظر رکھیں کہ لباس پر زیادہ خوشبو اسپرے کر لینے سے مخصوص بُو عارضی طور پر کم ہو جاتی ہے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مخصوص بُو کا توڑ ہو سکتا ہے لیکن یہ ممکن نظر نہیں آتا کہ تمہاری مخصوص بُو کسی دوسری لڑکی میں منتقل کی جا سکے۔"

"پہلے تم میری بُو تبدیل کرنے کا کامیاب تجربہ کرو۔ ہو سکتا ہے ایسے تجربے کے دوران میرے پسینے کا کوئی مخصوص انجکشن تیار کر سکو اور انجکشن کے ذریعے کسی دوسری لڑکی میں میری مخصوص بُو پیدا کر سکو۔"

"میں تمہارے دونوں مقاصد پورے کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔"

"پھر تو یقین کر لو' پوجا تمہارے لئے رکھی ہوئی ہے۔ جس دن میرا کام ہو جائے گا اُسی دن وہ ہمیشہ کے لئے تمہاری ہو جائے گی۔"

اس سلسلے میں پاشا کے لئے ایک لیبارٹری کی ضرورت تھی شی تارا نے کہا۔ "یہاں ایک بوڑھے تجربہ کار ڈاکٹر کی ایک ذاتی لیبارٹری ہے۔ میں اس ڈاکٹر کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لوں گی۔ تم وہاں اطمینان سے اپنا کام کر سکو گے۔"

شی تارا دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ وہ اس رات بوڑھے ڈاکٹر کو ٹریپ کر کے لیبارٹری کا مسئلہ حل کرنے والی تھی۔ اب وہ پوجا کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ وہ غیر معمولی حسن و شباب کی حامل تھی اور پارس حسن پرست تھا۔ یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ پوجا کو تنویمی عمل کے ذریعے شی تارا بنا دیا جائے اور اپنی مخصوص بو اس میں منتقل کر دی جائے تو پارس کسی شبہ کے بغیر اسے شی تارا سمجھ کر قبول کرے گا۔ پوجا اپنا دھرم چھوڑ کر اسلام قبول کرے گی تو وہ یہی سمجھے گا کہ شی تارا اس کے پیار میں ڈوب کر اس کی ہم مذہب ہو گئی ہے۔ وہ اس پر قربان ہو کر دو چشمی ہیرے اس کے حوالے کرے گا۔ تب وہ ہیرے بہ آسانی پوجا سے حاصل کر لے گی۔

○-☆-○

سب سو رہے تھے۔ ایکسرے مین ایک گوشۂ گمنامی میں گہری نیند کے مزے لے رہا تھا۔ ٹیری آدم اپنی خفیہ رہائش گاہ میں خواب دیکھ رہا تھا اور خواب میں میکسی دکھائی دے رہی تھی۔ نیند کا دوسرا مطلب ہے غفلت' یعنی آنکھ بند کرنا۔ گویا چار چھ گھنٹے دنیا کو نہ دیکھنا۔ اپنے جسم کے ساتھ دماغ کو بھی سلا دینا گویا دوستوں اور دشمنوں سب ہی سے غافل ہو جانا۔ ایسی غفلت میں کوئی بھی شب خون مار سکتا ہے۔ دنیا کے کتنے ہی بڑے بڑے شہ زور غفلت ہی میں مارے گئے۔

ویسے ابھی ایکسرے مین اور ٹیری آدم کی شامت نہیں آئی تھی اس لئے وہ زندہ اور محفوظ تھے۔ انہوں نے برین آدم اور دوسرے تمام برادرز کو حکم دیا تھا کہ وہ کسی بھی طرح شام تک مطلوبہ کا سراغ لگائیں اور اس کے لئے انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کے ارکان جاسوس لگا دیے۔

یہودی خفیہ تنظیم کے تمام برادر اور انٹیلی جنس والے ایبب سے حیفا تک ہر اس جوان کا محاسبہ کر رہے تھے' جن پر انہیں ذرا سا بھی شبہ ہوتا تھا۔ ایسی سختیوں کے باعث وہ تمام لڑکے پریشان ہو گئے تھے' جو وہاں فارمولے چُرانے آئے تھے۔ ان میں سے ایک سپر اسٹر کی ٹیم تھی' جسے شی تارا کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس کا ایک نوجوان قتل ایبب سے اور دوسرا حیفا سے گرفتار ہوا تھا۔

ان دونوں جوانوں کو پہلے وارننگ دی گئی کہ وہ اپنے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتا دیں۔ وہ لوگ باقاعدہ پاسپورٹ کے ذریعے ایبب اور حیفا کی امریکن کمپنیوں میں ملازمت کرنے آئے تھے۔ اس بات پر بضد رہے کہ یہی ان کی اصلیت ہے۔ تب انہیں تاریک سیل میں پہنچا دیا گیا۔

شی تارا کو یہ گوارا نہ تھا کہ اس کی ٹیم کا کوئی فرد تاریک سیل میں جا کر اذیتیں برداشت کرے۔ انہیں رہائی دلانے کے لئے اسرائیلی حکام پر دباؤ ڈالنا ضروری ہو گیا۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ اس معاملے میں اس کا نام آئے۔

اس نے پاشا کے خیالات پڑھ کر جہاں بہت سی معلومات حاصل کی تھیں' وہاں یہ بھی معلوم کیا تھا کہ پاشا کا ایک استاد نما وہ یہودی تھا اور اس کا نام جافری ہیرالڈ تھا۔ پاشا نے اس کے ساتھ لیبارٹری میں ایک بندر پر کامیاب تجربہ کیا تھا۔ پھر جافری نے پاشا سے کہا تھا "پہلے میں یہ دوائیں استعمال کروں گا۔ بندر کی طرح مجھ انسان پر بھی یہ اثر دکھائیں گی اور میں غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل ہو جاؤں گا تو تمہیں بھی یہ دوائیں استعمال کرا دوں گا۔"

پاشا کو استاد کی نیت پر شبہ تھا اس لئے وہ تمام دواؤں کو ان کے مرکبات کے فارمولوں کو یاد رکھتا تھا۔ پھر رات کو سونے سے پہلے انہیں اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیا کرتا تھا۔ اس طرح وہ استاد سے پہلے غیر معمولی قوتِ سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی قوت کا مالک بن گیا۔ یہودی جافری ہیرالڈ نے اس سے فائدہ محسوس کیا پھر چپکے سے تمام فارمولے اور لیبارٹری کا ضروری سامان لے کر کہیں چلا گیا۔ تقریباً چار برس گزر گئے تھے اور وہ اب تک کہیں نظر نہیں آیا تھا۔

شی تارا نے سوچا' اب یہودیوں کے سامنے نیا شوشہ چھوڑا جائے اور انہیں یہ یقین دلایا جائے کہ یہاں ایک ایسی تنظیم ہے' جس کا سربراہ ایک غیر معمولی سماعت و بصارت رکھنے والا یہودی جافری ہیرالڈ ہے۔ ایک فرضی جافری کے ذریعے اپنی ٹیم کے دونوں جوانوں کو تاریک سیل سے رہائی دلائی جائے۔

وہ سپر اسٹر کی ٹیم کے لیڈر سے بولی۔ "موبائل فون کے ذریعے کسی حاکم سے رابطہ کرو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ کسی بھی حاکم سے بہ آسانی رابطہ نہیں ہوتا۔ اس حاکم کے پی اے نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ اپنا پیغام ریکارڈ کراؤ۔ وہ پیغام بڑے صاحب کو پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ بولا۔ "جن فارمولوں کی وجہ سے تمہارا یہ شہر میدانِ جنگ بنا ہوا ہے۔ میں اس کا ایک ایسا حل پیش کرنا چاہتا ہوں' جس پر عمل کرنے سے تمام دشمن یہاں سے بھاگ جائیں گے۔"

پی اے نے کہا۔ "ہولڈ آن کرو۔"

ٹیم کا لیڈر فون کو کان سے لگائے انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ایک حاکم کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا۔ "تم کون ہو' نام بتاؤ؟"

"میں ایک یہودی ہوں۔ میرا نام جافری ہیرالڈ ہے۔ میں غیر معمولی فارموں کے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں۔"

"تو پھر بیان کرو' کیا جانتے ہو؟"

"میں آپ کے ذریعے کسی ایسے اعلیٰ فوجی افسر یا خفیہ تنظیم کے عہدیدار سے بات کرنا چاہتا ہوں' جس کا تعلق فارمولوں کے معاملات سے ہے۔ یہ شعبہ آپ کا نہیں ہے۔"

"تو پھر مجھے کیوں فون کیا ہے؟"

"میں نے کہا نا' آپ کے ذریعے ان سے رابطہ چاہتا ہوں' مجھے ان میں سے کسی کا بھی فون نمبر معلوم نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنا فون نمبر دو۔ تم سے ابھی رابطہ کیا جائے گا۔"

"سوری' میں اپنا نمبر نہیں دوں گا۔"

"تو پھر تم سے کوئی بات نہیں ہو گی۔"

"میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔ آپ کے اس شہر میں خطرات منڈلا رہے ہیں۔ پریشان اور فکر مند آپ ہوں گے۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر آواز آئی۔ "اچھی بات ہے۔ دس منٹ کے بعد پھر فون کرو۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ شی تارا حاکم کے اندر پہنچ چکی تھی۔ وہ فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کر رہا تھا۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد اس نے افسر کو جافری ہیرالڈ کے متعلق بتایا۔ وہ اعلیٰ افسر برین آدم کو ملٹری انٹیلی جنس کا چیف سمجھتا تھا۔ اس نے برین آدم کو جافری کے بارے میں بتایا۔ وہ بولا۔ "اسے میرا نمبر دو۔"

ٹیم کے لیڈر نے دس منٹ کے بعد فون کیا تو اسے برین آدم سے رابطے کا نمبر معلوم ہوا۔ ایک منٹ کے اندر اس سے بھی رابطہ ہو گیا۔ لیڈر نے شی تارا کی ہدایات کے مطابق کہا۔ "میں جافری ہیرالڈ کا خاص ماتحت ہوں۔ میں پہلے اپنے باس جافری ہیرالڈ کا تعارف کرا دوں۔ وہ آپ کی طرح یہودی ہے اور یوسف البرہان عرف پاشا کا استاد ہے۔ اس طرح آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہمارا باس غیر معمولی قوتِ سماعت و بصارت کا حامل ہے۔"

برین آدم نے پوچھا۔ "یہ پاشا کا استاد کہاں سے پیدا ہو گیا؟"

"دنیا میں بے شمار عجیب و غریب لوگ پیدا ہو چکے ہیں۔ اور پیدا ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی پیدا ہوتے رہیں گے۔ آپ ان کے متعلق اسی وقت معلوم کر سکتے ہیں' جب آپ کو بتایا جائے اور میں آپ کو بتا رہا ہوں۔"

"تمہارا وہ باس کہاں ہے؟"

"سخت زخمی ہے۔ اسے ایک حادثہ پیش آیا ہے۔ ورنہ وہ خود آپ سے باتیں کرتا۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ وہ پاشا کا استاد ہے اور غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے؟"

"ہمارا باس ایک گوشے میں بیٹھ کر یہاں کے حکمرانوں اور فوج کے اعلیٰ افسروں کی بات اپنی قوتِ سماعت سے سنتا ہے۔ وہ افسران یوگا کے ماہر ہوتے ہیں۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر نہیں جا سکتا اور نہ ہی ان کی خفیہ گفتگو سن سکتا ہے۔ ایسا صرف ہمارا باس کرتا ہے۔"

"ہمیں معلوم تو ہو کہ اس نے کون سی خفیہ گفتگو سنی ہے؟"

"تو پھر سنو۔ تم لوگ فرانس سے وہ میزائل حاصل کرنا چاہتے تھے' جو فضا میں مار نہیں کرتا' بلکہ سمندر کی سطح پر سے گزرتا ہوا بحری جہازوں کو تباہ کرتا ہے اور کسی ریڈار کی زد میں نہیں آتا لیکن حکومت فرانس نے تمہیں وہ میزائل نہیں دیا۔ چلی کی حکومت کو دیا اور اب تمہارے جاسوس چلی کی حکومت سے اس میزائل کا نقشہ حاصل کرنے گئے ہیں۔"

برین آدم نے کہا۔ "ہوں' واقعی یہ راز ہمارے صرف ان افسروں کو معلوم ہے جو یوگا کے ماہر ہیں۔ میں یقین کرنے پر مجبور ہوں کہ یہ خفیہ باتیں غیر معمولی سماعت کے ذریعے سنی گئی ہیں۔"

"ہمارے باس نے ان دو جاسوس کی آوازیں بھی سنی ہیں' جو چلی گئے ہیں۔ ہم چاہیں تو وہ دونوں چلی سے میزائل کا نقشہ لیکر واپس نہیں آ سکیں گے۔"

"اچھا تو کس معاملے میں بلیک میل کر رہے ہو؟"

"ظاہر ہے تم اپنے دو جاسوسوں کی زندگی اور وہ نقشہ چاہو گے اور ہم اپنے ان دو آدمیوں کی رہائی چاہتے ہیں جنہیں آج تاریک سیل میں پہنچایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک کا نام راجرا سمتھ اور دوسرے کا نام رابرٹ ہے۔ یہ بیچارے جاسوس نہیں ہیں۔ تمہاری حکومت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے ہیں۔"

"تمہارے یہ دونوں بیچارے امریکن فرم میں ملازمت کرنے یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"کیا یہاں آ کر امریکن فرم میں ملازمت کرنا غیر قانونی ہے؟"

"تمہارے باس نے غیر معمولی صلاحیتوں سے نہ جانے ہمارے کتنے راز معلوم کئے ہیں۔ تم تمام لوگوں کی یہاں موجودگی غیر قانونی ہے۔"

"ہم نے اب تک تمہارے ملک کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ شاید اس لئے کہ ہمارا باس یہودی ہے۔ ہماری تنظیم امریکیوں کے خلاف ہے۔ اس لئے وہ جوان امریکن فرم میں ہمارے لئے جاسوسی کررہے ہیں۔ انہیں فوراً رہا کردو اور ہم سے دشمنی کے بجائے دوستی کی راہ اختیار کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی ان کی رہائی کا حکم دیتا ہوں۔ کیا تمہارا باس ہمارا ایک کام کرے گا؟"

"ضرور کرے گا۔ کام بولو۔"

"ہمارے باس کو اس کی آواز سناؤ۔ وہ اسے فوراً ڈھونڈ نکالے گا۔"

"اگر اس کا فون آئے گا یا کسی کے ذریعے اس سے رابطہ ہوگا تو ہم اس کی آواز ٹیپ کرنے کی کوشش کریں گے۔"

شی تارا خود ہی عادل کی تلاش میں تھی۔ برین آدم کو اس کے لئے بے تاب دیکھ کر اپنی ٹیم کے لیڈر کی زبان سے پوچھا۔ "تمہیں عادل کی تلاش کیوں ہے؟"

جواب میں برین آدم نے بتایا کہ وہ مافیا والوں کے ساتھ ہے۔ پہلے اس نے بینک لوٹا پھر ایک یہودی کا بہت بڑا خزانہ لوٹ لیا اور اب ٹیلی پیتھی کے ذریعے مافیا کو تحفظ فراہم کررہا ہے۔

اس نے لیڈر کے ذریعے کہا "ہمارا باس عادل کی آواز پہلے سنا کرتا تھا لیکن اب اس لئے نہیں سن پاتا کہ اس نے اپنی آواز اور لہجہ بدل لیا ہے۔"

"یعنی تمہارا باس عادل کو پہلے سے جانتا ہے؟"

"ہاں۔ یہ وہی ہیری رابسن ہے' جو یہاں کی ایک بڑی شوز کمپنی کا مالک تھا۔"

"اوہ گاڈ! اس ہیری نے تو ہمیں کئی معاملات میں پریشان کیا تھا۔ تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ یہ عادل وہی ہیری ہے۔ اپنے باس سے کہو' ہمیں کسی طرح عادل تک پہنچادے۔ ہم بھی تمہارے کام آئیں گے۔ ابھی تمہارے آدمی رہا کئے جارہے ہیں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ لیڈر نے کہا۔ "میڈم! آپ نے تو کمال کر دیا۔ کتنی آسانی سے آپ نے ہمارے آدمیوں کو رہائی دلائی ہے۔"

"یہ معمولی سی کامیابی ہے۔ میں اس ناکامی سے پریشان ہوں' جو عادل کے سلسلے میں ہے۔ وہ اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس والے بھی پریشان ہو کر اسے تلاش کررہے ہیں۔"

"میڈم! اسے کیسے تلاش کیا جاسکتا ہے؟ اس کا کوئی تو سراغ ملنا چاہئے۔"

"میں اسی مسئلے پر غور کررہی ہوں۔ تم لوگ بھی کوئی راستہ نکالو۔ میں پھر آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ ادھر برین آدم رابطہ ختم کرکے عادل کے متعلق غور کرنے لگا۔ پھر اس نے انٹیلی جنس کے ایک افسر سے کہا۔ "وہ دو جوان راجر اور رابرٹ جو ٹارچر سیل میں ہیں' انہیں فوراً رہا کردو۔ ان سے کوئی سوال نہ کیا جائے۔ معذرت چاہی جائے کہ انہیں غلطی سے گرفتار کیا گیا تھا۔ ہمارے دو جاسوس سادہ لباس میں رہ کر ان کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ وہ جہاں جائیں اور جن افراد سے ملتے رہا کریں' ان افراد کے متعلق چھان بین کی جائے۔"

برین آدم کا خیال تھا کہ وہ راجر اور رابرٹ کی نگرانی کرتا رہا اس غیر معمولی سماعت و بصارت کے حامل جاسوس ہیرالڈ تک پہنچ سکے گا۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر ریسیور اٹھا کر بلیک آدم کے نمبر ڈائل کئے۔ جیسے ہی رابطہ قائم ہوا وہ اپنی ایک انگلی ریسیور کے ماؤتھ پیس پر یوں بجانے لگا جیسے دستک دے رہا ہو۔ یوں تین بار انگلی سے دستک دینے کے بعد بولا۔ "اپنے تمام برادرز سے کہہ دو کہ جب بھی ان کے فون کی گھنٹی بجے' وہ خاموشی سے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف کی آواز سنیں' اپنی آوازیں نہ سنائیں۔ برادرز میں سے جو بھی کچھ کہنا چاہئے وہ تحریر کے ذریعے یا ٹیلی گرافک طریقہ کار کے ذریعے بات کرے۔"

ادھر سے بلیک آدم نے اپنے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر "ٹک" کی آواز کے ساتھ ایک انگلی بجائی یہ اشارہ تھا کہ برین آدم ہولڈ آن کرے۔

تھوڑی دیر بعد برین آدم کو ٹیلی گرافک اشاروں کی زبان سنائی دی۔ "ٹارے ٹکا۔ ٹکا ٹکا۔ ٹارے ٹارے۔ ٹکا ٹارے۔۔۔"

بلیک آدم اس اشارتی زبان سے پوچھ رہا تھا۔ "ایسی احتیاط کیوں کی جارہی ہے؟"

برین آدم نے کہا۔ "ایک ایسے شخص کے خاص ماتحت نے مجھ سے فون پر رابطہ کیا ہے' جو پاشا کا استاد ہے اور غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل ہے۔ اگرچہ وہ خود مجھ سے باتیں نہیں کررہا تھا مگر میں سمجھتا ہوں' وہ دوسرے ریسیور سے میری آواز سن رہا ہوگا۔ آئندہ وہ میرے ذریعے تم سب کی آوازیں سنے گا اس لئے احتیاط لازمی ہے۔"

بلیک آدم نے اشاروں کی زبان میں پوچھا۔ "وہ پاشا کا استاد کون ہے اور اس نے کیوں رابطہ کیا تھا؟"

"اس کا نام جافری ہیرالڈ ہے۔ ہماری طرح یہودی ہے۔ اس نے غیر معمولی سماعت کے ذریعے ہمارے کئی اہم راز معلوم کئے ہیں۔ چلی کیس کے بارے میں بھی پوری تفصیل جانتا ہے۔ اگر اس کے دو جوانوں راجر اور رابرٹ کو رہا نہ کرتا تو وہ چلی میں ہمارے دو اہم جاسوسوں کو نقصان پہنچا کر حکومت فرانس کو میزائل کے نقشے کی چوری کی خبر پہنچا سکتا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ آئندہ بھی دوسرے تمام رازوں کے حوالے سے ہمیں بلیک میل کرے گا۔"

"وہ پتا نہیں کب سے یہ تمام راز جانتا ہے۔ اس نے پہلے کبھی بلیک میل نہیں کیا۔ آج اس نے مجبوراً ایسا کیا ہے۔ وہ یہاں امریکیوں کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ بہرحال ہمیں اس جافری ہیرالڈ کو ڈھونڈ نکالنا ہوگا۔"

"اس مقصد کے لئے راجر اور رابرٹ کی کڑی نگرانی کرنی ہوگی۔"

"میں نے نگرانی کے لئے احکامات صادر کئے ہیں۔ جافری کے ماتحت سے یہ معلوم ہوا ہے کہ عادل دراصل ہیری رابسن' شوز فیکٹری کا مالک ہے۔ شوز فیکٹری میں اپنے آدمی لگا دو اور فون کالز ٹیپ کراتے رہو۔"

اس نے ہدایات دے کر فون بند کردیا۔ جافری ہیرالڈ ایک نئی صعیبت بن کر اعصاب پر چھا رہا تھا۔ وہ اور پاشا ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے زیادہ خطرناک تھے۔ خیال خوانی کی لہروں سے یوگا کے ذریعے محفوظ رہا جاسکتا تھا لیکن وہ دونوں قوتِ سماعت سے ایک ٹیلیفون کے ذریعے کسی ایک کی آواز سنتے۔ پھر اس کے ذریعے دوسروں کی آوازیں اور اہم گفتگو سنتے چلے جاتے۔ جیسا کہ ابھی جافری نے چلی کیس کا راز بیان کرکے اپنی کارکردگی ثابت کی تھی۔

ایسا جافری نے نہیں' شی تارا نے کیا تھا۔ اس نے جافری بن کر دھوکا دیا تھا۔ جھوٹ کہا تھا کہ وہاں کسی جافری ہیرالڈ کا وجود ہے۔ لیکن بچپن میں یہ سبق پڑھا تھا کہ کبھی جھوٹ بھی سچ بن جاتا ہے۔ شیر آیا شیر آیا کہنے سے کبھی سچ مچ شیر آجاتا ہے۔

فون کی گھنٹی بجی۔ برین آدم نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔ اس نے ناگواری سے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تھوڑی دیر پہلے کسی بہروپئے جافری نے تمہ سے بات کی تھی۔ اس نے میرے متعلق جھوٹ کہا تھا۔ میں سچ بن کر آگیا ہوں۔"

"کیا مطلب؟ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ ذرا وضاحت سے کہو۔"

"ابھی جس نے فون کیا تھا' وہ میرا خاص ماتحت نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ کون ہے۔ جس نے تمہارے بہت سے راز معلوم کئے ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ غیر معمولی قوتِ سماعت کا حامل نہیں ہے اور اگر ہے تو پھر وہ پاشا ہے۔ پتا نہیں کس مصلحت سے اپنا نام چھپا کر میرا نام اختیار کررہا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "آخر یہ کیا چکر چلایا جارہا ہے؟ اگر وہ جافری نہیں تھا تو پاشا ہے۔ صاف صاف کہو کیا تم جافری ہو؟ کیا تم ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتے ہو؟"

"بے شک' یہ فارمولے میں نے ہی تیار کئے تھے۔ پاشا نے میرے ساتھ لیبارٹری میں کام کرنے کے دوران ان فارمولوں کی ایک نقل اپنے پاس رکھ لی تھی اس طرح وہ میرے مقابلے میں شیر ہیرن گیا تھا۔ یہ چار برس پہلے کی بات ہے۔ ان دنوں میں اسّی سال کا بوڑھا تھا۔ پاشا کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ اس لئے روپوش ہوگیا تھا۔"

"اب ظاہر ہورہے ہو۔ اس کا مطلب ہے' پاشا کے مقابلے میں شیر ہیرو ہوگئے ہو؟"

"ہاں پیدائش کے حساب سے میں چوراسی برس کا ہوگیا ہوں لیکن دواؤں کے استعمال کے بعد اب تیس برس کا بھرپور جوان لگتا ہوں۔ یہ صرف ظاہری جوانی نہیں ہے۔ جسمانی طور پر ایسا طاقتور ہوں کہ لکڑی کے دروازے توڑ سکتا ہوں۔ لوہے کی سلاخیں موڑ سکتا ہوں۔ کسی پہلوان کو ایک ہاتھ ماردوں تو وہ زمین سے اٹھ نہ پائے۔ گہری تاریکی میں دور تک صاف طور سے دیکھ لیتا ہوں۔ ہزاروں میل بیٹھے ہوئے کسی شخص کی آواز پر توجہ مرکوز کرکے اس کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سن لیتا ہوں۔"

"تم نے میری آواز کیسے سنی؟ مجھے کب سے جانتے ہو؟"

"تھوڑی دیر پہلے تمہیں نہیں جانتا تھا۔ کل سے میری نظر الفریڈ پر تھی۔"

"کون الفریڈ؟"

"وہی جو تھوڑی دیر پہلے میرا خاص ماتحت بن کر تم سے فون پر باتیں کررہا تھا۔ کل میں نے الفریڈ کے ساتھ ایک حسینہ دیکھی۔ میرے منہ میں پانی آگیا۔ میں نے اس سے دوستی کرنی چاہی۔ الفریڈ میرے سامنے دیوار بن گیا۔ میں ایک بہت ہی معزز شخص کی حیثیت سے زندگی گزار رہا ہوں۔ سرعام اس سے لڑائی نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے اس وقت صبر کیا۔ پھر وقتاً فوقتاً اس کی آواز سن کر اس کی اصلیت اور کمزوریاں معلوم کرتا رہا۔"

"کیا مجھے اس کی اصلیت بتانا پسند کروگے؟"

"بے شک' میں یہودی ہوں۔ میرے ملک کو جو نقصان پہنچانے آئے گا' میں اسے ضرور بے نقاب کروں گا۔"

"ہمیں تمہاری حُبّ الوطنی اور قوم پر ستی پر ناز ہے۔ یہ الفریڈ کون ہے؟"

"ایک خفیہ تنظیم کا لیڈر ہے۔ یہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ امریکا سے آیا ہے۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے اور پچھلی رات اُسے اپنے ساتھیوں کو فون کے ذریعے پیغام دیتے ہوئے سنا۔ مختلف پیغامات سننے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ سب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا کے ماتحت ہیں۔"

برین آدم نے چونک کر کہا۔ "مسٹر جافری! تم ایک خطرناک عورت کی سرگرمیوں پر سے پردہ اٹھا رہے ہو۔ تم نے ہمارا دل' ہمارا اعتماد جیت لیا ہے۔ میں تمہیں ایک بہت بڑی آفر دیتا ہوں۔ کیا تم ملٹری انٹیلی جنس میں ایک بہت بڑا عہدہ قبول کروگے؟"

"ان تکلفات کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے اپنے ملک سے' اپنی قوم سے محبت ہے۔ میں خاموشی سے کام کررہا ہوں۔ عہدہ قبول

کرکے سرکاری پابندیوں میں کیوں رہوں۔ میں آزاد رہوں گا' مجھ سے کوئی سا بھی کام لیتے رہو۔ میں کبھی انکار نہیں کروں گا۔"

پھر وہ اپنی آواز بدل کر بولا۔ "یہ میں اپنی اصل آواز میں بول رہا ہوں۔ تم منہ سے آواز نہ نکالنا ورنہ پاشا سن رہا ہوگا تو تمہارے ذریعے میری یہ دوسری آواز اور لہجہ بھی سن لے گا۔ جواب میں صرف ہوں' ہاں' یا نہ کہو۔"

برین آدم نے صرف ہوں کہا۔ جافری نے کہا۔ "یہ میں جانتا ہوں کہ تم بھی اپنی آواز تبدیل کروگے۔ مجھے کوئی ایسا نمبر دو' جس پر میں کسی روک ٹوک کے بغیر تم سے رابطہ کروں۔ تم یہ نمبر انٹیلی جنس کے مسٹر نیلسن کو بتادو۔ میں اس سے بعد میں پوچھ لوں گا۔ میں رابطہ ختم کررہا ہوں۔ آئندہ کوئی بات اسی نمبر پر ہوگی۔"

جافری ہیرالڈ نے موبائل فون کو آف کردیا پھر مسکرا کر بندر کو دیکھا۔ اس بندر کا نام ہیرو تھا۔ یہ وہی تھا' جس پر جافری اور پاشا نے پہلی بار دوائیں آزمائی تھیں۔ لیکن اب اس کی ہیئت بدل چکی تھی۔ پہلے اس کا قد ڈھائی فٹ تھا اور وہ چار پیروں سے چلتا تھا۔ جافری اس پر ابتدائی تجربہ کرنے کے بعد بھی پچھلے دو برسوں سے مزید تجربات کرتا آرہا تھا۔ ان کامیاب تجربات کے نتیجے میں اس کا قد ساڑھے پانچ فٹ ہوگیا تھا۔ اب وہ پچھلے دو پیروں پر سیدھا کھڑا ہو کر چلتا تھا اور باقاعدہ پتلون شرٹس اور کوٹ وغیرہ پہنتا تھا۔ پتلون کے پیچھے ایک سوراخ ہوتا تھا جس میں سے اس کی دم باہر نکالی جاتی تھی۔ اب وہ عام انسانوں کی طرح ایستادہ آور ہوگیا تھا کہ اسے ننگا نہیں رکھا جاسکتا تھا۔

بندر اور انسان میں بڑی مماثلت ہوتی ہے۔ اس کی صورت بندروں جیسے انسان کی ہوگئی تھی۔ یعنی نصف انسان ہونے کے باوجود نصف بندر تھا۔ جسم پر بال بھرے ہوئے تھے۔ جافری ان دنوں اس کے چہرے' گردن اور ہاتھوں سے بال جھڑنے کے انجکشن لگا رہا تھا۔

جہاں تک جسمانی قوت کا تعلق تھا' وہ کسی گوریلے سے زیادہ طاقتور تھا۔ کسی بھی مقابل کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر سر سے بلند کرکے دور پھینک دیتا تھا۔ جسے بازوؤں میں دبوچ لیتا تھا' اس کے لئے رہائی پانا مشکل ہوجاتا تھا۔ اس کی بصری اور سمعی قوتوں کو پہلے ہی مرحلے میں آزمایا جاچکا تھا۔ وہ پاشا سے زیادہ قوتِ سماعت و بصارت کا حامل تھا۔

چونکہ پیدائشی جانور تھا اس لئے اس میں انسانوں سے زیادہ سونگھنے کی حس تھی۔ جافری نے تجربات کے دوران اس حس کو بھی بڑھایا تھا۔ اسے کسی شخص کی مخصوص بُو پر توجہ مرکوز کرنے کو کہا جاتا تو وہ اسے ذہن نشین کرکے اس مخصوص بو والے شخص کو ڈھونڈ نکالتا تھا۔

اس وقت وہ ایک کرسی پر بیٹھا کھانے کی میز پر جھکا ہوا تھا۔ بڑے اطمینان سے لقمے چبا رہا تھا۔ جافری نے پوچھا۔ "ڈیل ہیرو۔ تم نے باتیں سنیں؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر پھر کھانے میں مصروف ہوگیا۔ ابھی فون پر برین آدم سے جو گفتگو ہوتی رہی تھی اسے ہیرو نے واضح طور سے سنا تھا۔ آئندہ وہ کسی بازار میں تفریح گاہ میں یا کسی ہوٹل میں یہی آواز سن لیتا تو برین آدم کو پہچان لیتا کہ یہی وہ فون پر گفتگو کرنے والا شخص ہے۔

ہیرو میں ایک بڑی خامی یہ تھی کہ وہ انسان کی طرح بول نہیں پاتا تھا۔ گفتگو سمجھ کر اشاروں میں جواب دیتا تھا۔ جس طرح گونگے اور بہرے افراد کو حروف سمجھا کر لکھایا پڑھایا جاتا ہے۔ اس طرح ہیرو کو پہلے ٹائپ رائٹر کے ذریعے حروف' الفاظ اور فقرے ٹائپ کرنا سکھائے گئے۔ چونکہ غیر معمولی ذہانی توانائی حاصل تھی۔ اس لئے بڑی تیزی سے یہ سب کچھ سیکھتے ہوئے اب وہ کمپیوٹر کے ذریعے سوالوں کے جواب دینے لگا تھا۔

وہ کھانے سے فارغ ہو کر کرسی سے اٹھ گیا۔ دو پیروں سے چلتا ہوا واش بیسن کے پاس گیا۔ چلتے وقت اس کے دونوں ہاتھ کہنیوں تک جھولتے رہتے تھے یا پھر وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر چلتا تھا۔ اس نے نلکے کو کھول کر کلی کی' پیسٹ لے کر دانتوں کو برش کیا' منہ کو اندر سے صاف کیا' چہرے کو اوپر سے دھویا پھر تولیے سے ہاتھ خشک کرکے دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں سے پورٹیبل کمپیوٹر اٹھا کر لے آیا۔ کھانے کی میز پر سے برتنوں کو ایک طرف سرکادیا۔ پھر وہاں کمپیوٹر کو رکھ کر کرسی پر بیٹھ کر اسے آپریٹ کرنے لگا۔

اس کی چھوٹی اسکرین پر الفاظ ابھرنے لگے۔ ہیرو نے سوال کیا۔ "جافری! میرے دوست! تم مجھے کب تک بندر سمجھ کر پابند بنائے رکھوگے؟"

جافری نے کہا۔ "تم آزادی سے زندگی گزار رہے ہو۔ ہاں ضرور ہے کہ تمہیں باہر تنہا جانے سے روکتا ہوں۔ تم انسانوں کے درمیان تماشا بن جاؤگے۔ اسی لئے کار کے اندر بٹھا کر گھماتا ہوں۔ چڑھا کر گھماتا پھراتا رہتا ہوں۔ تم یہاں سے حیفا تک تمام راستے اور علاقوں کو پہچان گئے ہو۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا۔ "ٹھیک ہے' میں تنہا نہ سہی تمہارے ساتھ سڑکوں پر چل سکتا ہوں۔ ابتدا میں کچھ دنوں تک لوگ مجھے عجوبہ سمجھ کر دیکھیں گے۔ میرے چرچے ہوں گے پھر رفتہ رفتہ میں ایک عام سا نظارہ بن جاؤں گا۔"

"ہیرو! بات صرف اتنی ہی نہیں ہے۔ یہاں کی حکومت میرے پیچھے پڑ جائے گی کہ میں اس ملک میں تمہیں کہاں لے آیا ہوں۔ پھر تمہاری حرکتوں اور صلاحیتوں کو دیکھ کر یہ مطمئن ہوجائے گا کہ میں ہی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا جافری ہیرالڈ ہوں۔"

"تم نام بدل کر آزادی سے گھومتے ہو۔ ایسی آزادی مجھے نصیب نہیں ہوگی۔ بہتر ہے کہ ہم علیحدہ رہائش اختیار کریں۔ یہاں کی حکومت میرا محاسبہ کرے گی تو تم میرے ساتھ نظر نہیں آؤگے۔"

"کیسی باتیں کررہے ہو؟ میں نے تمہیں بندر سے انسان بنایا ہے اور تم ساتھ چھوڑ کر جانا چاہتے ہو؟"

"اگر انسان بننے سے آزادی ختم ہوجاتی ہے تو مجھے بندر ہی رہنے دیتے۔ علیحدگی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں تم سے دوستی ختم کررہا ہوں۔ ہم ایک ہی شہر میں رہیں گے۔ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے رابطہ رکھیں گے۔ رات کی تاریکیوں میں ملاقاتیں کریں گے۔ مصیبت کے وقت فوراً ایک دوسرے کی مدد کے لئے حاضر ہوجایا کریں گے۔"

"ہیرو! مجھے تمہاری جدائی قبول نہیں ہے۔"

"صاف صاف بولو کہ میری آزادی منظور نہیں ہے۔ تم مجھے دوست نہیں' تابعدار بنائے رکھنا چاہتے ہو۔"

"پلیز' تم مجھے غلط نہ سمجھو۔"

"پلیز' تم مجھے غلط سمجھنے پر مجبور نہ کرو۔"

"تم دیکھ رہے ہو کہ تم پر تجربات جاری ہیں۔ آج میں ایک نیا انجکشن لگانے والا ہوں۔"

"سوری' اب میں کسی تجربے سے نہیں گزروں گا۔ اور یہ نیا انجکشن کس سلسلے میں ہے؟"

"اس کے اثر سے تمہارے جذبات قابو میں رہیں گے۔ میں پچھلے دو برسوں سے دیکھ رہا ہوں' تم کسی بندریا میں دلچسپی نہیں لے رہے ہو۔ ظاہر ہے بندر سے انسان بن گئے ہو' اب عورتوں سے دلچسپی لوگے۔ انہیں جبراً اٹھا کر اپنے بیڈ روم لاؤگے اور....."

ہیرو نے ہاتھ اٹھا کر اسے آگے کہنے سے روک دیا۔ پھر کمپیوٹر کے ذریعے جواب دیا۔ "تم میری فطرت کو سمجھتے ہو۔ میں نے آج تک کسی عورت پر جبر نہیں کیا۔ میں تمہاری طرح عیاش نہیں ہوں۔ تم اپنی ڈائری کھول کر دیکھو۔ ایک جگہ تم نے لکھا ہے کہ میں نہایت سنجیدہ اور نارمل زندگی گزار رہا ہوں۔ پھر کیوں الزام دے رہے ہو کہ میں خواہ مخواہ عورتوں کے معاملے میں ہنگامے کروں گا؟"

جافری نے کہا "میرے دوست! تم میرے خلوص کو نہیں سمجھ رہے ہو۔ میں دوستی کے جذبے سے سمجھا رہا ہوں کہ انسانوں کی دنیا میں تنہا نکلوگے تو قدم قدم پر فریب کھاؤگے اور مصیبتیں اٹھاؤگے۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا۔ "انسان عقلمند ہوتا ہے۔ لیکن بندر ہالاک اور مکار ہوتا ہے۔ تم نے مجھے انسانی ذہانت دی اس کے باوجود میرے اندر ایک بندر کی پیدائشی چالاکیاں اور مکاریاں ہیں۔ یہ ورست ہے کہ ابتدا میں مشکلات پیش آئیں گی۔ لیکن میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

جافری پھر کچھ کہنا چاہتا تھا' ہیرو نے پھر ہاتھ اٹھا کر اسے کہنے سے روک دیا۔ کمپیوٹر کے ذریعے بولا۔ "بس کرو جافری! تمہاری باتوں میں اور دلائل میں کوئی جان نہیں ہے۔ بہتر ہے ہم دوستانہ فضا میں علیحدہ ہوجائیں اور دور رہ کر بھی دوستی قائم رکھیں۔"

"پھر تو صاف بات یہ ہے ہیرو کہ تم احسان فراموش ہو۔ انسان اپنی بہتری کے لئے محنت کرتا ہے۔ میں نے دن رات تم پر محنت کی۔ تمہیں بندر سے قد آور گوریلا اور نصف انسان بنایا تاکہ تم میرے محافظ بن کر رہو لیکن تم میرے لئے پرابلم بن رہے ہو۔"

ہیرو نے پوچھا "اگر میں تمہارے لئے مسئلہ بن رہا ہوں تو بتاؤ یہ مسئلہ کیسے حل کروگے؟"

وہ گھونسا دکھا کر بولا۔ "میں طاقت میں تم سے کم نہیں ہوں۔ مقابلہ ہوگا تو ہم دونوں زخمی ہوں گے۔ ہم میں سے کوئی مر بھی سکتا ہے اور میں مرنا نہیں چاہتا۔ بتاؤ علیحدگی کیسے ہوگی؟ میں یہ بنگلا چھوڑ کر جاؤں گا یا تم؟"

"میں جاؤں گا تو نئی رہائش گاہ کا انتظام کرنے میں دشواری ہوگی۔ تم مکمل انسان ہو' کہیں بھی جاکر اپنا دوسرا ٹھکانا بنا سکتے ہو۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔ میں کوئی دوسرا بنگلا خرید لوں گا لیکن یہاں ایک کمرے میں میری لیبارٹری ہے۔"

"اپنی لیبارٹری کو لاک کرکے جاؤ۔ جب بنگلا خرید لو تو لیبارٹری کو ادھر منتقل کردینا۔"

دونوں میں یہ طے پاگیا کہ جافری شام کو باہر جائے گا اور جائداد کی خرید و فروخت کرنے والے ادارے سے رجوع کرے گا۔ ایک دو روز میں نیا بنگلا خرید لے گا۔ ہیرو نے کمپیوٹر کو بند کیا۔ پھر مسکرا کر اس سے مصافحہ کرنے کے بعد آرام کرنے کے لئے اپنے بیڈ روم میں چلا گیا۔

جب اس نے کمرے میں جاکر دروازے کو بند کرلیا تو جافری نے حقارت سے بند دروازے کو دیکھا پھر اپنے بیڈ روم میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا' الماری کی دراز کو کھول کر اس میں سے ایک ریوالور نکالا۔ اسے چیک کیا۔ وہ پوری طرح لوڈ تھا۔

کوئی گھوڑا اس لئے نہیں خریدتا اور اس لئے اسے نہیں کھلاتا پلاتا تاکہ ایک دن وہ اپنی پیٹھ پر تابعداری کی زین کسنے نہ دے اور اگر زین کس دی جائے تو وہ اپنے مالک کو پیٹھ پر سے گرادے۔ ایسے گھوڑے کو گولی ماردی جاتی ہے۔

وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا۔ "تراشیدم' پرودرم' شکستم....."

میں نے اسے تراشا' میں نے اس کی پرورش کی اور اب میں اسے توڑ پھوڑ دوں گا۔

○..☆..○

وہ تینوں مسلح گارڈز اپنی گاڈمدر کے حکم پر جان دیتے تھے۔ اب اس کا حکم تھا کہ کسی سپیشلسٹ کے ماہر کو تلاش کریں تاکہ گاڈمدر ٹریسا

کے بیٹے وان لوئن پر تنویمی عمل کیا جائے اور اس کے دماغ کو لاک کر کے خیال خوانی کرنے والوں سے اسے نجات دلائی جائے۔

ٹریسا نے کہا تھا کہ یہاں یہودیوں کا ربی تنویمی عمل کا ماہر ہے۔ اسے اغوا کیا جائے۔ وہ تینوں وفادار حیفا میں تھے۔ وہاں سے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر تل ابیب کی طرف روانہ ہوئے تاکہ ربی کے مکان میں گھس کر اسے بیہوش کر کے اپنے خفیہ اڈے میں لے جائیں۔

وہ صبح ناشتا کئے اور چائے پئے بغیر چل پڑے تھے اس لئے راستے میں ایک اسنیک بار کے سامنے رک گئے۔ وہاں جے پرگولا موجود تھا۔ وہ دریا کنارے چلتے چلتے راستہ بدل کر ادھر آنکلا تھا۔ جیری اور تھرہال ہر آدھے گھنٹے بعد اس کے دماغ میں حاضری دیتے رہتے تھے۔ اس وقت تھرہال اس کے اندر موجود تھا۔ اس نے تھرہال سے کہا تھا۔ "میں کسی آبادی میں پہنچ کر کسی سے بات کروں تو تم اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنا آلۂ کار بنالینا۔ پھر میں اس کے ذریعے ایک گاڑی بھی حاصل کروں گا اور چوروبدلنے کے لئے میک اپ کا سامان بھی....."

وہ چلتے چلتے کسی بستی میں نہیں پہنچا۔ اسی سڑک پر نکل آیا' جہاں وہ تینوں گاڑی روک کر اسنیک بار کے کاؤنٹر پر سینڈوچز کھا رہے تھے اور چائے پی رہے تھے۔

اس نے تھرہال سے کہا۔ "میں ان سے جا کر باتیں کروں گا تم ان میں سے کسی کے اندر جا کر معلوم کرو گے کہ وہ کون ہیں اور ہمارے کام آسکتے ہیں یا نہیں؟"

وہ تھکے ہوئے انداز میں چلتا ہوا بار کے کاؤنٹر کے پاس آیا۔ اپنے لئے چائے کا آرڈر دے کر ایک سے بولا۔ "شاید تم لوگ تل ابیب جارہے ہو؟"

"ہاں اور تم کہاں سے آرہے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے؟"

وہ بولا۔ "میری حالت سے اندازہ کرو۔ لٹا پٹا آرہا ہوں ایک دشمن نے مجھے دریا میں گرادیا تھا۔ بڑی مشکلوں سے جان بچا کر یہاں تک آیا ہوں۔ کیا مجھے شہر تک لفٹ ملے گی۔"

"ضرور لیکن ہم تم سے مطمئن ہو کر لفٹ دیں گے۔ تمہارے پاس کوئی ہتھیار ہو تو ہمیں دے دو۔"

"میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

انہوں نے اس کی تلاشی لی۔ اس کے لباس کے اندر کوئی ہتھیار نہیں تھا لیکن گلے میں انسانی کھوپڑیوں کی ایک مالا پہنی ہوئی تھی۔ وہ آدھے آدھے انچ کی کھوپڑیاں تھیں۔ وہ انہیں گلے میں پہن کر لباس کے اندر چھپائے رکھتا تھا۔ ایک نے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

"میں ایک عامل ہوں۔ اس لئے یہ مالا پہنتا ہوں۔"

تینوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ تھرہال نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "باس! کیا میں اس کے دماغ میں جاؤں؟"

پرگولا نے کہا "ذرا صبر کرو۔ یہ تینوں باؤی بلڈر ہیں۔ ہوسکتا ہے' یوگا کے ماہر ہوں۔ میرے حکم کا انتظار کرو۔"

ان میں سے ایک نے پوچھا۔ "کیا تم کالا جادو جانتے ہو؟"

"میں کالا اور سفید ہر رنگ کا جادو جانتا ہوں۔"

ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا "یہ وہ عامل نہیں ہے۔ جادو اور پینانزم میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔"

پرگولا نے کہا "میں پینانزم جانتا ہوں۔ مجھے شہر پہنچا دو تو تمہارے بھی کام آؤں گا۔"

ان میں سے ایک گارڈ' پرگولا کا بازو تھام کر اس کے ساتھ چلتا ہوا گاڑی کے پاس آیا پھر بولا۔ "کیا واقعی تم تنویمی عمل جانتے ہو؟"

"میں زبان سے کیسے یقین دلاؤں۔ مجھے آزما کر دیکھ لو۔"

"تمہاری آواز اور تمہاری آنکھیں غضب ناک ہیں۔ انہیں دیکھ کر کسی حد تک یقین ہوتا ہے۔ اگر تم ہمارا کام کر سکو گے تو منہ مانگا معاوضہ ملے گا۔"

"میں حاضر ہوں۔ بتاؤ کیا کرنا ہے؟"

پرگولا معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔ اگر وہ اپنے لئے خطرہ محسوس کرتا تو ان سے کترا جاتا۔ اس گارڈ نے پوچھا۔ "کیا تم تنویمی عمل کے ذریعے کسی کے دماغ کو اس طرح لاک کر سکتے ہو کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہ آسکے؟"

پرگولا کی دلچسپی بڑھ گئی۔ ٹیلی پیتھی کے ذکر سے سمجھ میں آیا کہ معاملہ گمبھیر بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ وہ انہیں مزید کریدنے کے لئے بولا۔ "میں تنویمی عمل کے ذریعے تم تینوں کے دماغوں کو لاک کر سکتا ہوں۔"

"ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ہم دیوگا کے ماہر ہیں اور وہ تیرا گونگا اور بہرا ہے۔ ہمارے اندر کوئی نہیں آسکے گا۔ ہم ایک نوجوان کے دماغ کو لاک کرانا چاہتے ہیں۔"

یوں پرگولا اور تھرہال کو معلوم ہوگیا کہ ان تینوں کے دماغوں کو چھیڑنا نہیں چاہئے۔ وہ بولا "میں اس جوان پر ایسا عمل کروں گا کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے کبھی پریشان نہیں کرے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم یہاں ٹھہرو' میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر کے آتا ہوں۔"

وہ اسے گاڑی کے پاس چھوڑ کر اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس گیا۔ تھرہال نے پرگولا سے کہا۔ "باس! کچھ اندازہ کریں' جوان کون ہوسکتا ہے' جس کے دماغ میں خیال خوانی کرنے والے آتے ہیں اور وہ ان سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"اس جوان کی بڑی اہمیت ہوگی' تب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے پریشان کررہے ہیں۔"

"مجھے اندیشہ ہے' آپ کسی نئی مصیبت میں نہ پھنس

جائیں۔"

"میں نے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے کتے پال رکھے ہیں۔ اگر میں کسی مصیبت میں گرفتار ہوجاؤں تو کیا تم دونوں تماشا دیکھو گے؟"

"ہم آپ کے لئے جان لڑانے کو تیار رہتے ہیں لیکن دو گھنٹے پہلے دریا کے کنارے ایک اجنبی آپ کی پٹائی کررہا تھا اس کے مقابلے میں آپ کی شیطانی طاقت کام نہیں آئی۔ آپ کے دماغ میں جیری تھا اسے آپ کی خدمت کرنے' آپ کی حفاظت کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ میں بھی ہوتا تو کچھ نہ کرسکتا۔ ہم کتنے ہی سہی' لیکن جب مصیبتیں نازل ہوتی ہیں تو کتے اور انسان کی وفاداری بھی کام نہیں آتی۔"

"پتا نہیں وہ کون خبیث تھا' جو مجھے دریا میں لے ڈوبا تھا۔ ایسا زور اور بالکل تھا کہ میری ایک نہ چلی۔ میں نے زندگی میں پہلی بار ایسی شکست کھائی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شکست میرا مقدر بن جائے گی اور آئندہ زندگی میں بھی ایسی ہی مصیبت گلے پڑے گی۔"

وہ تینوں گاڑی کے پاس آئے۔ ایک نے پرگولا سے کہا "مسٹر! ہم تم پر بھروسا کر کے ایک جگہ لے چلتے ہیں لیکن یاد رکھو' ہمیں دھوکا دینے کی احمقانہ کوشش کرو گے تو ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم تین ہو' پوری طرح مسلح ہو۔ ڈرنا تو مجھے چاہئے' تم لوگ مجھ سے ڈر رہے ہو۔"

"ہم ڈرپوک نہیں ہیں۔ تمہاری ہڈیاں توڑ کر رکھ دیں گے۔"

"تو پھر توڑ دینا۔ لیکن میں جانتا ہوں' تم لوگ میرے کام سے خوش ہو کر انعام دو گے۔"

وہ چاروں گاڑی میں بیٹھ کر واپس حیفا آئے۔ وہیں ان کا ایک خفیہ اڈا تھا۔ اس اڈے میں پہنچ کر ایک نے پرگولا سے کہا "یہاں ہمارا ایک آدمی تمہارے ساتھ رہے گا۔ ہم جارہے ہیں۔ اندھیرا ہونے کے بعد اس جوان کو لے کر آئیں گے۔ جیسے ہی ہم اسے لائیں' تم اس پر عمل شروع کرو گے۔"

وہ بولا "میں سمجھ رہا ہوں۔ جلد ہی تنویمی عمل نہیں ہوگا تو کوئی خیال خوانی کرنے والا شیطان اس جوان کے اندر گھس کر میرے عمل کو ناکام بنادے گا۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ تم اس سلسلے میں بہت کچھ جانتے ہو۔ واقعی ہمارے کام کے آدمی ہو۔"

انہوں نے پرگولا کو ایک کمرے میں بند کردیا۔ ایک مسلح گارڈ دروازے کا باہر نہیں تھا اور گونگا بنا ہوا تھا' اسے پہرے داری کے لئے وہاں چھوڑ دیا گیا کیونکہ پرگولا کے ذریعے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آمد کی توقع نہیں تھی۔ یوگا جاننے والوں کی وہاں ضرورت تھی جہاں سے وہ وان لوئن کو لانے والے تھے۔ لہٰذا وہ دونوں یوگا جاننے والے پھر تل ابیب کی طرف روانہ ہوگئے۔

ان کے جانے کے بعد پرگولا کچھ دیر تک خاموشی سے ایک کمرے میں قیدی کی طرح بیٹھا رہا اور پسپردار پر غالب آنے کی تدبیر سوچتا رہا۔ تھرہال اور جیری اس کے پاس باری باری آتے رہتے تھے۔ اس وقت جیری بھی آیا تھا۔ تھرہال اسے صورت حال سے آگاہ کررہا تھا۔

جیری نے کہا۔ "باس! یہ تھرہال کہتا ہے کہ یہاں جو پسپردار ہے' وہ گونگا اور بہرا ہے۔ تنہا ہے اس کے علاوہ یہاں کوئی نہیں ہے۔"

پرگولا نے کہا۔ "ہاں یہ درست ہے۔ اسے قابو میں کرنے کی تدبیر سوچو۔"

جیری نے کہا۔ "باس! وہ گونگا اور بہرا نہیں ہے۔ آپ توجہ سے سنیں' یہاں کسی کمرے سے گیت اور میوزک کی آواز آرہی ہے۔ وہ بہرا ہے تو پھر کون موسیقی سن رہا ہے؟"

پرگولا نے سر ہلا کر کہا۔ "ہاں' یہ بات قابلِ غور ہے۔ وہ گونگا بہرا نہیں ہے یا پھر اس کے علاوہ بھی....."

بات پوری ہونے سے پہلے ایک نسوانی قہقہہ سنائی دیا۔ کوئی ہنس رہی تھی اور کچھ بول رہی تھی۔ جیری نے کہا۔ "آپ اور زیادہ توجہ سے سنیں' ہم اس عورت کا ایک چھوٹا سا فقرہ بھی سن لیں گے تو بازی پلٹ دیں گے۔"

وہ دروازے کے پاس آگیا۔ کان لگا کر سننے لگا۔ چونکہ موسیقی اونچی آواز میں گونج رہی تھی اس لئے عورت کی باتیں واضح طور سے سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ تھرہال نے کہا۔ "آپ آواز دیں اپنی کسی ضرورت کے لیے بلائیں۔"

پرگولا نے دروازے پر دستک دی۔ پھر زور زور سے ہاتھ مارنے لگا۔ اچانک ریڈیو یا ریکارڈر بند ہوگیا۔

وہ بولا۔ "یہ ظلم ہے۔ مجھے بھوکا پیاسا بند کر دیا گیا ہے۔ دروازہ کھولو یا مجھے کھانے کو دو۔"

وہ چپ ہو کر پھر دروازے سے کان لگا کر سننے لگا۔ باہر دھیمے دھیمے سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں پھر وہ دروازے کے قریب آکر رک گئی۔ پرگولا نے کہا۔ "اگر مجھے بھوکا پیاسا رکھا جائے گا تو میں اس جوان پر تنویمی عمل نہیں کروں گا اور اگر زبردستی کرو گے تو جو عمل کروں گا غلط کروں گا۔ بعد میں تم لوگوں کو نقصان پہنچے گا۔"

دھیمی سی سرگوشیاں سنائی دیں۔ عورت کہہ رہی تھی۔ "اسے بھوکا رکھ کر نقصان اٹھاؤ گے۔ کچھ کھانے پینے کو دے دو۔"

وہ عورت کو دروازے سے دور لے گیا۔ پھر اس کے کان میں بولا۔ "یہاں کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ باہر سے لانا ہوگا۔"

عورت نے اس کے کان میں کہا۔ "تو پھر جا کر لے آ۔ باہر سے دروازے کی چٹخنی لگی ہے۔ وہ اندر سے کھول کر باہر نہیں آسکے گا۔ میں تمہارے آنے تک دروازے کے سامنے بیٹھی رہوں

گی۔"

"تم منہ سے کچھ بولو گی تو گڑبڑ ہو جائے گی۔"

"میں کچھ نہیں بولوں گی۔ تمہاری مالکہ نے تمہیں گونگا بننے کے لئے کہا ہے۔ تم مجھے بھی خواہ مخواہ گونگی بنا رہے ہو۔ جاؤ جلدی کھانے کو کچھ لے آؤ۔"

اس دوران پرگولا ایک کرسی پر چڑھ کر روشندان سے باہر انہیں ایک دوسرے کے کانوں میں بولتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ گارڈ اسے اپنا ریوالور دے کر چلا گیا۔ وہ ایک کمرے میں گئی پھر ایک اسٹول لا کر کاریڈور میں بند دروازے کے سامنے بیٹھ گئی۔

پرگولا روشندان سے اتر آیا۔ سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگا پھر وہ دروازے کے قریب سوئچ بورڈ کے قریب آیا۔ ایک دم سے چیخیں مارنے لگا۔ "آہ! میں مر گیا۔ بجلی' بجلی... بجلی کا جھٹکا لگ رہا ہے۔ مم... مین سوئچ آف کرو..."

وہ دوڑتی ہوئی مکان کے اس حصے میں گئی جہاں مین سوئچ تھا۔ اس نے اسے آف کر دیا۔ دن کا وقت تھا۔ سوئچ آف کرنے سے کوئی فرق نہ پڑا۔ البتہ پرگولا کی چیخیں بند ہو گئیں۔ وہ دوڑتی ہوئی واپس آئی۔ دروازے کے قریب پہنچی۔ اسے کراہیں سنائی دے رہی تھیں۔ "پانی' پانی..." وہ پانی مانگ رہا تھا۔

وہ پھر دوڑتی ہوئی دوسرے کمرے میں آئی۔ وہاں سے ایک گلاس میں پانی لیا پھر اسی رفتار سے اس کمرے کی کھڑکی کے پاس آئی۔ وہ کھڑکی سے پانی دینا چاہتی تھی۔ مگر وہاں سے وہ دروازے کے پاس چاروں شانے چت پڑا نظر آیا۔ اب نہ تو کراہیں سنائی دے رہی تھیں اور نہ ہی اس کا جسم حرکت کر رہا تھا۔ ایسے میں یہی خیال آیا کہ شاید وہ مر چکا ہے۔ اور اگر زندہ ہے تو اسے فوری طبی امداد کے ذریعے بچایا جا سکتا ہے۔ وہ فوراً ہی دروازے کے پاس آئی۔ اس کی چٹخنی ہٹائی۔ اسے کھول کر دیکھا۔ وہ اسی طرح فرش پر پڑا ہوا تھا۔ وہ اس کی زندگی یا موت کی تصدیق کرنے قریب آئی۔ اس پر جھکی تو پرگولا نے ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا پھر اسے بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ بے اختیار چیخ پڑی تھی پھر ایسے اچانک حملے سے بوکھلا کر بولنے لگی۔ "چھوڑو' مجھے چھوڑ دو... بدمعاش مکار..."

پھر یک بیک ہنسنے لگی۔ جیری کی مرضی کے مطابق بولنے لگی۔ "بس کرو باس! میرا دماغ تمہارے جیری کے قابو میں آ گیا ہے۔"

"تو بہت تنگ کرتی ہے۔ چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔"

تھرہال نے کہا۔ "باس! اپنی ہوس پر قابو پائیں۔ ورنہ کام بگڑ جائے گا۔"

جیری نے کہا۔ "اس عورت کا یار آتا ہوگا۔ فوراً اٹھ جائیں۔"

اسے مجبوراً اٹھنا پڑا۔ جیری نے کہا۔ "اس سے یہ ریوالور لے کر کمرے سے نکلیں۔ سامنے والے کمرے میں جائیں۔ وہ اسی کمرے سے گزر کر آئے گا۔"

پرگولا اس سے ریوالور لے کر چلا گیا۔ تھرہال اس عورت کے دماغ میں رہا۔ اس نے اس کے ذریعے پھر اس کمرے کے دروازے کی چٹخنی باہر سے لگا دی۔ اسے اسٹول پر دروازے کی طرف منہ کر کے بٹھا دیا۔ ایسا کرنے کے دس منٹ بعد ہی وہ آ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں کھانے کا پیکٹ تھا۔ اس نے کاریڈور میں پہنچ کر اپنی معشوق کو دیکھا' جو دروازے کی طرف منہ کئے جیسے مستعدی سے ڈیوٹی دے رہی تھی۔

وہ مسکراتا ہوا قریب آیا۔ پھر ٹھٹک گیا۔ معشوق کے ہاتھ میں ریوالور نہیں تھا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی طرف منہ کر کے مسکرا کر بولی۔ "ہمارا کھیل ختم ہو گیا۔ پرگولا کا کھیل شروع ہو گیا۔"

وہ اس کے کان کے پاس جھک کر بولا۔ "یہ کیا بک رہی ہو؟ یہ پرگولا کون ہے؟"

اس بار کان میں بولنے والی بات سرگوشی نہ رہی۔ دماغ کے اندر تھرہال بیٹھا تھا اور اس کا ایک ایک لفظ سن رہا تھا۔ بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں بھی پہنچ گیا۔ اس کے اندر بولا۔ "پرگولا تمہارے باپ کا نام ہے۔"

پہریدار نے گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟ مم... میرے اندر کوئی بول رہا ہے۔"

تھرہال نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "دیکھو' کیسا معجزہ ہوا ہے' تم گونگے تھے' اب بولنے لگے ہو۔"

پرگولا اس کے سامنے ریوالور لے کر آیا تو وہ سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے کہا۔ "ڈرو نہیں۔ یہ ریوالور تمہارا ہے۔ اسے اپنے ہی پاس رکھو۔"

پرگولا نے ریوالور پیش کیا۔ اس نے جھجکتے ہوئے اسے لیا۔ پھر اس کے چیمبر کو چیک کیا۔ وہ بھرا ہوا تھا۔ یہ دیکھتے ہی اس نے للکارا۔ "خبردار! حرکت نہ کرنا۔ گولی مار دوں گا۔"

پرگولا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ابے گدھے! ریوالور کی نال اپنی پیشانی سے لگا کر مجھے گولی مارنا چاہتا ہے۔"

تب اس نے اپنے پیدے اوپر کئے۔ ریوالور کی نال کو اپنی پیشانی سے لگا دیکھ کر وہاں سے ہٹانا چاہا لیکن ریوالور اور اس کے ہاتھ وہاں سے نہیں ہٹ رہے تھے۔ پھر اس نے بڑی کوشش کی تو منہ کھل گیا۔ ریوالور کی نال اس کے منہ کے اندر آ کر گھس گئی۔ اس نے منہ سے نکالنے کی ناکام کوششیں کیں۔ پرگولا نے کہا۔ "جب تک تیرے اندر ٹیلی پیتھی گھسی رہے گی۔ ریوالور بھی گھسا رہے گا۔ چل اندر جا کر بستر پر لیٹ جا۔"

وہ اپنے ہی منہ میں ریوالور کی نال ٹھونس کر کاریڈور سے چلتا ہوا کمرے میں آیا پھر بستر پر لیٹ گیا۔ جیری نے کہا۔ "تیرے خیالات بتا رہے ہیں کہ تیری مالکہ نے تجھے گونگا بہرا بن کر رہنے کی ہدایت کی تھی۔ تجھے تنہائی میں دیوار سے بھی بولنے کو منع کیا تھا۔ مگر تُو نے معشوق کے کان میں بول کر ہمارا کام بنایا اور اپنی مالکہ کا کام بگاڑ دیا۔ سچ ہے' جسے کوئی نہیں ڈیوٹا' اسے عورت کی ایک سرگوشی ڈبو دیتی ہے۔"

پرگولا نے اس کے منہ سے ریوالور نکال کر کہا۔ "اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دے۔ آرام سے آنکھیں بند کر کے سو جا۔ جب بیدار ہو گا تو میرا غلام بن چکا ہو گا۔"

تھرہال اس عورت کے اندر چلا گیا تاکہ وہ کوئی گڑبڑ نہ کرے۔ جیری نے اس کے یار کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک کر سلا دیا۔ پھر اس کے دماغ سے ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا۔ ان تمام ضروری کاموں سے فارغ ہو کر پرگولا سے کہا۔ "یہ مافیا کے لوگ ہیں؟"

پرگولا نے پوچھا۔ "کون سی مافیا؟ دنیا کی سب سے پہلی مافیا تنظیم اٹلی میں پیدا ہوئی۔ پھر کئی ملکوں میں اسی نام کی تنظیمیں قائم ہونے لگیں۔ اب تو منشیات کے اسمگلر بھی ڈرگ مافیا کہلاتے ہیں۔"

"باس! یہ اٹلی کی نسل در نسل چلی آنے والی مافیا ہے۔ اس کی موجودہ سربراہ ایک گاڈ مدر ہے۔ اس کا نام ٹریسا ہے۔ بڑی خطرناک عورت ہے۔ اس کا ایک جوان بیٹا اور تین حسین جوان بیٹیاں ہیں۔"

"ہائے' ایسی ہی حسین معلومات فراہم کیا کرو۔ میں پہلے سے زیادہ جوان ہو جاتا ہوں۔"

"باس! آپ نے اس گروہ کو بینک میں ڈاکا ڈالتے دیکھا تھا۔ جو لڑکی رہوڈ بن کر بینک میں آئی تھی' وہ گاڈ مدر کی سب سے چھوٹی بیٹی ہے۔"

"واہ' کیا حسین چھوکری تھی۔ مجھے ابھی تک یاد ہے۔ میں ایسی صورتیں نہیں بھولتا۔"

"لیکن اس چھوکری کو ایک نوجوان بھگا کر لے گیا ہے۔"

"لعنت ہے۔ ایسی خبریں نہ سنایا کرو۔ چلو کوئی بات نہیں' باقی دو تو ہیں۔"

"گاڈ مدر اور اس کے بیٹے بیٹیاں سب ہی یوگا کے ماہر تھے لیکن بیٹا وان لوئن زخمی ہونے کے باعث ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا شکار ہو گیا ہے۔ آج رات اسی پر آپ تنویمی عمل کریں گے۔"

"ضرور کروں گا پھر اس کے ذریعے پوری فیملی کو اپنا تابعدار بنا لوں گا۔ آج کا دن ہمیشہ یاد رہے گا۔ ایک تو مافیا کی ٹیم میرے زیر اثر آ رہی ہے۔ دوسری سب سے بڑی خوشی یہ ہے کہ عکس منتقل کرنے والے تمام آلات میرے قبضے میں آ جائیں گے۔ میرے پاس کالے جادو کی طاقت ہے۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دو بازو ہیں۔ اس دنیا میں طاقت اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے اور کیا کیا کرنا پڑتا ہے؟ کچھ نہیں۔ میرے پاس سب کچھ ہے۔ ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ اب میں گاڈ فادر بن کر ساری دنیا پر چھا جاؤں گا۔"

وہ بول رہا تھا اور قہقہے لگا رہا تھا۔ فی الوقت یہ ایک حقیقت تھی کہ وہ زبردست مردِ میدان بن رہا تھا۔

○☆○

انالانا اپنی لیلیٰ بھابی کے ساتھ سو رہی تھی اس لئے مجھے دوسرے کمرے میں سونا پڑا۔ جب آنکھ کھلی تو سات بج چکے تھے۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر کچن میں آیا۔ وہاں لیلیٰ اور انا کھانا تیار کر رہی تھیں۔ میں نے پوچھا۔ "کیا عادل سو رہا ہے؟"

لیلیٰ نے کہا۔ "جی ہاں۔ آپ نے بیچارے کو بہت تھکایا ہے۔ وہ سب سے آخر میں آ کر سویا ہے۔ اسے سونے دیں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے کہا۔ "ہم جتنی دیر سوتے رہے' بس اتنا ہی آرام ہمارے نصیب میں تھا۔ سنو خطرے کی گھنٹی بج رہی ہے۔"

میں فون کی طرف جانے لگا۔ لیلیٰ نے کہا۔ "کوئی ضروری تو نہیں کہ مصیبتیں آپ ہی کے گھر کا راستہ دیکھتی رہیں۔"

میں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "کون؟"

گاڈ مدر ٹریسا کی آواز سنائی دی۔ "میں عادل سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"عادل سو رہا ہے۔ کیا انا سے بات کریں گی؟"

"ہاں ہاں۔ فوراً اسے فون دو۔"

"ہولڈ کرو۔" میں نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر آواز دی۔ "انا! تمہاری ممی کا فون ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ میں نے کہا۔ "بیٹی! اگر میں تمہارے دماغ میں رہ کر گفتگو سنو تو تمہیں اعتراض ہو گا؟"

"بھائی جان! آپ مجھے بیٹی کہتے ہیں جبکہ میں آپ کے قدموں کی دھول ہوں۔ بس دماغ میں آ کر اتنا بتا دیا کریں کہ آپ ہیں کہاں تاکہ دشمنوں سے دھوکا نہ کھاؤں۔"

میں اسے ریسیور دے کر اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بولی۔ "ہیلو ممی! آپ کیسی ہیں؟"

"میری بات چھوڑو۔ یہ بتاؤ' تم کن لوگوں کے ساتھ رہ رہی ہو؟ یہ ابھی فون پر کون بول رہا تھا؟"

"ممی! یہ میرے بھائی جان ہیں۔"

"یہ بھائی جان آخر ہے کون؟ عادل بھی بھائی جان بھائی جان کرتا رہتا ہے۔ یہ بتاؤ یہ کس زبان کا لفظ ہے۔ عادل جس انداز میں ذکر کرتا ہے' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عادل کا باس ہے۔"

"نہیں ممی! بھائی جان بڑے برادر کو کہتے ہیں۔ یہ اردو زبان کے الفاظ ہیں۔"

"اری کمبخت! اپنے بڑے بھائی وان لوئن کو چھوڑ کر دوسروں کو بڑا بھائی بناتی پھر رہی ہے۔ تجھے کچھ خبر ہے کہ نامعلوم

دشمنوں نے تیرے بھائی کو اغوا کرلیا ہے۔ ہائے میں کیا کروں۔ رو رو کر میرا برا حال ہورہا ہے۔"

انا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "ممی! یہ کب ہوا؟ جلدی بتائیں' برادر کو کہاں سے اغوا کیا گیا ہے؟"

"جہنم سے اغوا کیا گیا ہے۔ اب پوچھ کر کیا کرے گی؟ تُو نے تو کسی کو بڑا بھائی بنالیا ہے۔ میں کسی دوسرے کو بیٹا نہیں بنا سکتی۔ اپنا بیٹا ہی اپنا ہوتا ہے۔ ہائے میں اسے کہاں تلاش کروں؟"

"آپ حوصلہ رکھیں۔ یہ بتائیں انہیں کہاں سے اغوا کیا گیا ہے اور ان بدمعاشوں کے حلیے بیان کریں۔"

"مجھے اتنا ہوش کہاں تھا کہ میں انہیں غور سے دیکھتی۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ وہ اردو زبان میں بول رہے تھے۔"

"اردو زبان؟"

"ہاں جس سسرال میں جا کر آباد ہوئی ہے انہی کی زبان بول رہے تھے۔ ابھی ان کی مکاریاں تیری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ عادل اور تیرا بھائی جان میٹھی چھری ہیں۔ بظاہر ہمیں تحفظ دے رہے ہیں لیکن اندر ہی اندر جڑیں کاٹ رہے ہیں۔ تم سب میری اولاد ہو۔ میری جڑیں ہو۔ وہ پہلے تمہیں چھین کر لے گیا' اب اس نے میرے بیٹے کو غائب کردیا ہے۔ انا! تجھے کب عقل آئے گی؟"

"ممی! یہ عادل اور اس کے خاندان کی برائی کرنے کا وقت نہیں ہے۔ آپ برادر کی بات کریں۔"

"بیٹی! تیرے اور وان لوئن کے بعد ماملیا اور میکسی کی باری آئے گی۔ اپنے عادل سے کہہ دینا' اب یہ گاڈ مدر اس سے دھوکا نہیں کھائے گی۔ میں اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ روپوش ہو رہی ہوں۔"

اُدھر سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ لیلیٰ کچن سے آگئی تھی۔ میں نے اس سے کہا "وان لوئن کا پتا کرو۔ وہ کہاں ہے؟"

لیلیٰ نے سونیا ثانی کا لہجہ اختیار کیا۔ کیونکہ ثانی نے ہی وان لوئن پر عمل کیا تھا اور دوسری تمام سوچ کی لہروں کے لئے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ لیلیٰ نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر واپس آکر بولی۔ "وان لوئن کا دماغ کسی دوسرے نے لاک کردیا ہے۔"

میں نے انا کو دیکھا۔ وہ پریشان ہو کر ہمیں دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر پوچھا۔ "کیا تمہیں بھی اپنی ممی کی طرح ہم پر شبہ ہے؟"

"نہیں بھائی جان! آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ میں صرف برادر اور وان لوئن کے لئے پریشان ہوں۔"

"تمہارا بھائی اغوا نہیں ہوا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ممی جھوٹ بول رہی ہیں؟"

"تمہاری ماں کو جھوٹا کہنے سے تمہیں دکھ پہنچے گا۔ لیکن ماں کا جھوٹ ثابت ہوجائے اور بھائی محفوظ ہو تو تمہیں کتنی خوشی ہوگی۔"

"ہاں بھائی جان! مجھے بہت خوشی ہوگی۔"

"تو پھر میری باتیں غور سے سنو۔ جس ماں کا بیٹا اغوا ہوجائے وہ فون کرتے ہی پہلے اغوا کی خبر سنا کر روئے گی۔ لیکن تمہاری ممی نے یہ بحث چھیڑ دی کہ بھائی جان کون ہے اور یہ کس زبان کا لفظ ہے؟ کیا یہ بات ماں کی ممتا کے خلاف نہیں ہے؟"

"جی ہاں۔ یہ ماں کی فطرت کے کچھ خلاف ہے۔"

میں نے کہا "غور کیا جائے تو جھوٹا خود اپنی زبان سے خود کو جھوٹا کہہ جاتا ہے۔ تمہاری ماں نہیں جانتیں کہ اردو زبان کیا ہوتی ہے۔ اس نے چند سیکنڈ پہلے پوچھا کہ بھائی جان کس زبان کے الفاظ ہیں۔ پھر چند سیکنڈ بعد ہی کہا کہ وان لوئن کو اغوا کرنے والے اردو بول رہے تھے۔"

انا چونک کر بولی۔ "واقعی میں نے اتنے صاف اور کھلے جھوٹ پر غور نہیں کیا تھا۔"

"تمہاری ماں کے جھوٹ کا ایک اور اہم ثبوت یہ ہے کہ تمہاری بھابی نے خیال خوانی کے ذریعے وان لوئن کے اندر پہنچنا چاہا اور ناکام ہوگئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری ممی نے کسی ہپناٹزم کے ماہر سے وان لوئن پر عمل کرایا ہے۔ ہم نے جو عمل کیا تھا' اسے مٹا دیا ہے۔ اس طرح وہ ماملیا اور میکسی کو بھی ساتھ لے کر روپوش ہوگئی ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا۔ "انا! شاید تمہیں یہ نہیں معلوم ہے کہ خوابی عمل کرنے میں کم از کم ایک گھنٹا ضرور صرف ہوتا ہے۔ پھر ہم نے جو بنگلا انہیں رہائش کے لئے دیا تھا' اسے بھی چھوڑنے اور وہاں سے اپنا سامان سمیٹنے میں کچھ وقت لگا ہوگا۔ تمہاری ممی نے روپوش ہونے کے تمام انتظامات کرنے کے بعد تمہیں بھائی کے اغوا کی خبر سنائی ہے۔"

انا نے کہا۔ "مجھے یہ یقین کرتے ہوئے بہت دکھ پہنچ رہا ہے کہ ممی جھوٹ بول کر مجھے دھوکا دے رہی ہیں۔"

"سچ کا زہر پینا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن بیٹی! میرے ساتھ لا کر یہ زہر پینا ہوگا۔ تمہیں اپنی ممی کا موبائل نمبر معلوم ہے۔ ابھی ابھی یہ نمبر ڈائل کرو۔ میں تمہارے دماغ میں رہوں گا اور تمہاری زبان میری مرضی کے مطابق بولتی رہے گی۔"

اس نے میری ہدایت کے مطابق اپنی ممی گاڈ مدر سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف ماں کی آواز سن کر بڑے رازدارانہ انداز میں بولی۔ "ممی! میں ہوں آپ کی انا۔ تھوڑی دیر پہلے میں آپ سے فون پر کسی بات نہیں کہہ سکتی تھی۔ کیونکہ عادل کا وہ بھائی یہاں موجود تھا۔ میرے کہنے پر وہ برادر اور وان لوئن کو تلاش کرنے گیا ہے۔ عادل اپنے کمرے میں سو رہے ہیں اور میں ڈرائنگ روم میں ہوں۔ اب ہماری باتیں سننے والا کوئی نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ رونے لگی۔ میں نے اسے اسی طرح رونے مجبور کیا۔ تڑپانے پریشان ہو کر کہا۔ "میری بیٹی! میری جان! کیوں روتی ہو؟ چپ ہوجاؤ۔ اپنے دل کی بات بولو۔"

"کیا بولوں ممی! آج صبح ہی عادل کی خود غرضی ثابت ہوگئی۔ اس نے ان سے کہا کہ وہ کروڑوں ڈالر کا سونا ہے۔ آدھا میری ممی کو دے دیں۔ دیگر انہوں نے کہا' دولت ان کے پاس رہے گی اور وہ آپ کو اپنے دو دیگر انہوں نے کہا' دولت ان کے پاس رہے گی اور وہ آپ کو اپنے دو بھائیوں کے ذریعے تھوڑی سی رقم دے دیا کریں گے۔ کوئی میری ماں کو مانگنے والی عورت سمجھے' یہ میں کبھی برداشت نہیں کروں گی۔"

"شاباش بیٹی! آخر تیری زبان سے ماں کا خون اور محبت بول رہی ہے۔"

"ممی! میں آپ کی توہین کرنے والے کے پاس نہیں رہوں گی۔ کیا میں واپس آؤں تو آپ۔۔۔ آپ۔۔۔"

یہ کہتے کہتے وہ پھر رونے لگی۔ ماں نے کہا۔ "نہ رو میری بچی! ابھی آجا۔ اس ٹھور کر کے بعد تو پھر کبھی کسی مرد سے دھوکا نہیں کھائے گی۔"

"میں آؤں گی لیکن قسم کھاتی ہوں' برادر اور وان لوئن کو تلاش کرکے اسے ساتھ لے کر آپ کے قدموں میں آؤں گی۔"

"بیٹی! بھائی کی فکر نہ کر۔ بس تُو چلی آ۔"

"نہیں ممی! میری وجہ سے برادر لاپتا ہوگیا ہے' میں آپ کی قسم کھاتی۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "اری پگلی! قسم نہ کھا۔ میں جانتی ہوں تُو اپنے برادر سے کتنا پیار کرتی ہے۔ تُو چلی آ۔ تجھے بھائی مل جائے گا۔"

"آپ کیوں بچی سمجھ کر پھسلا رہی ہیں۔"

وہ ہنس ہنس کر بولی۔ "میری نادان بیٹی! اسے اغوا نہیں کیا گیا ہے۔ میرا بیٹا' تیرا بھائی میرے پاس ہے۔"

وہ ہنس ہنس کر بولی۔ "سچ ممی؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ آپ برادر سے بات کرائیں۔"

"وہ ابھی خوابی نیند سو رہا ہے۔ میں نے اس پر عمل کرا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اسے دور کردیا ہے۔ اب عادل اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ پر اور میرے بیٹے پر کبھی حکومت نہیں کرسکیں گے۔ میں مرتے دم تک گاڈ مدر رہوں گی' میرے بعد تیرا بھائی گاڈ فادر بنے گا۔"

"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ برادر آپ کے پاس صحیح سلامت ہے۔ مجھے آپ کے جھوٹ اور فراڈ پر غصہ آنا چاہئے لیکن آپ نے برادر کی خیریت کی خبر سنائی ہے اس لئے معاف کرتی ہوں اور آپ کو یہ حقیقت بتاتی ہوں کہ آپ بہت بدنصیب ہیں۔"

"میں بدنصیب ہوں؟ یہ کیا کہہ رہی ہے؟"

"اصل بات یہ ہے کہ آج صبح میں نے عادل سے کہا کہ وہ سونا اور ہیرے جواہرات میری ممی کو دے دو۔ اس نے کہا کہ وہ آپ کو دے چکا ہے۔"

"وہ جھوٹ بولتا ہے۔"

"پہلے آپ میری پوری بات سنیں۔ اس نے جو بنگلا آپ کو رہائش کے لئے دیا تھا' اس کے ہر کمرے کی چھتیں دُہری ہیں۔ یعنی ایک چھت کے اوپر دوسری چھت ہے اور دونوں چھتوں کے درمیان جو خلا ہے' وہاں کروڑوں ڈالرز کا سونا اور ہیرے جواہرات رکھے ہوئے ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ اس نے تجھ سے جھوٹ کہا اور تُو نے یقین کرلیا۔"

"میرا عادل جھوٹا نہیں ہے۔ آپ کل رات دو بجے سے آج شام تک دولت کے سائے میں رہیں۔ آپ کے سر پر سونے اور ہیرے جواہرات کی چھت تھی اور آپ بے خبر تھیں۔"

"اگر یہ سچ ہے تو تُو نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

"عادل نے کہا تھا۔ ابھی یہ دولت کسی کے کام نہیں آسکے گی۔ یہودی جاسوس لوٹے ہوئے خزانے کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ یہ خزانہ چھپا رہے گا' تب بھی تمہاری ممی کا ہوگا اور ظاہر ہوگا تب بھی تمہاری ممی ہی اسے خرچ کریں گی۔"

"دیکھ انا! تو اتنے بڑے خزانے کی ایسی باتیں کرکے میرا سر گھما رہی ہے۔ میں کیسے یقین کرلوں کہ یہ سچ ہے۔"

"آپ روپوش ہوچکی ہیں۔ دوبارہ اس بنگلے میں تصدیق کرنے نہیں آئیں گی۔ آپ کی روپوشی کا مطلب یہی ہے کہ آپ اپنی اولاد کے ساتھ عادل کی نظروں سے چھپی رہیں۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے کسی معمولی آلۂ کار کو اس بنگلے میں بھیج دیں۔ وہ وہاں جا کر اپنی آنکھوں سے خزانہ دیکھ کر آپ کو بتائے گا۔"

"مگر وہاں تو ایک ہی چھت دکھائی دیتی ہے۔ وہ خزانہ کیسے دیکھے گا؟"

"اس بنگلے میں تین اٹیچ باتھ روم ہیں۔ ایک باتھ روم کے ٹائلز پنک کلر کے ہیں۔ وہاں فلش کی ٹنکی میں میلے رنگ کا گندہ سا پانی بھرا رہتا ہے۔"

"ہاں وہ گندا پانی دیکھ کر ہم نے اس باتھ روم کو استعمال نہیں کیا تھا۔"

"اسی لئے پانی ایسا رکھا گیا ہے کہ کوئی اسے استعمال نہ کرے۔ فلش کی ٹنکی کا ڈھکن اٹھا کر اندر ہاتھ ڈالنے سے ایک چھوٹی سی گول چرخی محسوس ہوگی۔ اسے ذرا طاقت سے ایک طرف گھمایا جائے تو باتھ روم کی سلائیڈنگ چھت ایک طرف سرک جاتی ہے اور ایک چھوٹی سی آہنی سیڑھی نیچے آجاتی ہے۔ اس کے ذریعے اوپر جا کر چھتوں کے درمیان دور تک بکھرا ہوا خزانہ دیکھا جاسکتا ہے۔"

"تم مجھے یہ راز بتا رہی ہو۔ کیا تمہارا خیال ہے' میں وہ خزانہ نہیں لے جاسکوں گی؟"

"وہ خزانہ آپ ہی کا ہے۔ آپ جب چاہیں لے جاسکتی ہیں۔

اس کی حفاظت کی ذمے داری بھی آپ پر ہے۔ آپ کسی غیر ذمے دار شخص کو وہاں بھیجیں گی تو وہ خزانے کا راز کسی دوسرے تیسرے کان میں پھونک دے گا۔"

"میں ایسی نادان نہیں ہوں۔ اپنے طور پر تصدیق کروں گی۔ ویسے تو نے ابھی رونے اور میرے پاس واپس آنے کی ایکٹنگ کیوں کی تھی؟"

"سچ اگلوانے کے لئے کی تھی۔ آخر میں بھی ایک فراڈ ماں کی بیٹی ہوں۔"

ادھر سے ماں نے فون بند کر دیا۔ انا ریسیور رکھ کر اٹھ گئی۔ اس نے میرے پاس آکر میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ پھر کہا "آپ عجیب و غریب انسان ہیں۔ پل بھر میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتے ہیں۔ میرا یہ مان ٹوٹ گیا کہ ماں کم از کم مجھ سے جھوٹ نہیں بولے گی۔ یہ مان ٹوٹنے سے مجھے دکھ ہوا۔ کیا آپ یہ دکھ دور کریں گے؟"

"ہاں ضرور' ہر قیمت پر تمہارا دکھ دور کروں گا۔"

وہ مجھ سے الگ ہو کر لیلیٰ کے پاس گئی پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "آج میری ایک ماں ہمیشہ کے لئے گم ہو گئی ہے۔ میں آپ کو بھائی نہیں ممی کہوں گی؟"

لیلیٰ نے مسکرا کر کہا۔ "میرے دو بیٹے پارس اور علی تیمور مجھے امی کہتے ہیں۔ اردو زبان میں ماں کو امی کہا جاتا ہے۔"

میں نے قریب آکر اسے چوم کر کہا۔ "اور میں ہوں تمہارا پاپا....."

وہ اتنی خوش ہو رہی تھی جیسے ابھی پیدا ہوئی ہو اور ابھی اپنے ماں باپ کو پہچان رہی ہو۔

○-☆-○

ایکسرے مین شام پانچ بجے تک سوتا رہا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ ایک طویل عرصے سے تنہا زندگی گزار رہا تھا۔ اس کا کوئی رشتے دار' کوئی دوست نہیں تھا۔ حتیٰ کہ کوئی دشمن بھی نہیں تھا کیونکہ وہ بظاہر ایک شریف اور بزدل انسان کی طرح زندگی گزار رہا تھا۔ کوئی اسے گالیاں دیتا تو وہ خاموشی سے سن لیتا۔ کوئی اسے مارتا تو چپ چاپ مار کھا لیتا۔ اس نے بظاہر کبھی جوابی کارروائی نہیں کی۔

کوئی ہر پہلو سے محفوظ ہو اور زندگی کے ہر شعبے میں طاقتور ہو اور ایک بہت بڑی خفیہ تنظیم کا سربراہ ہو وہ کسی کی چھوٹی سی بات برداشت نہیں کرتا۔ جس پر غصہ آئے اسے کچل کر رکھ دیتا ہے۔ ایکسرے مین بھی اپنی توہین کبھی برداشت نہیں کرتا تھا۔ وہ بظاہر گالیاں اور مار کھا کر سر جھکا لیتا تھا مگر بعد میں ان پر مصیبتیں نازل کر دیتا تھا۔ کسی کو حادثے سے دوچار کر کے اپاہج بنا دیتا تھا' کسی کو مہلک دوائیں کھلا کر اس کا دماغی توازن بگاڑ دیتا تھا اور کوئی جان نہیں پاتا تھا کہ یہ کسی کی انتقامی کارروائی ہے یا مقدر کی خرابی؟

وہ اِن ڈور گیمز میں بلیرڈ اور آؤٹ ڈور میں گولف کا شوقین تھا۔ اسے ریس کے گھوڑوں سے دلچسپی تھی۔ وہ کلبوں میں اور گرم ناچ گانوں کی محفلوں میں نہیں جاتا تھا۔ عورتوں سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ چالیس برس کا تھا۔ اب تک شادی نہیں کی تھی۔ اور نہ ہی آئندہ بیوی بچوں کو پالنے کا ارادہ تھا۔

وہ کسی ایسی جگہ نہیں جاتا تھا' کوئی ایسا کام نہیں کرتا تھا جس سے بے نقاب ہونے کا اندیشہ ہو۔ اس میں خود کو نمایاں کرنے کی کبھی خواہش پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس نے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حرام موت مرتے یا کسی شہ زور کی بدترین غلامی کرتے دیکھا تھا اور یہ سبق حاصل کیا تھا کہ گمنام رہنے میں سلامتی ہے۔ یوں عمر طوالت اختیار کرتی رہے گی۔

اور وہ گمنامی کے خوش کن نتائج دیکھ رہا تھا۔ پچھلے کئی برسوں سے اس پر کوئی مصیبت نہیں آئی تھی۔ آدمی ہی آدمی پر مصیبت لاتا ہے۔ اور اس کی زندگی میں کوئی مرد' عورت یا بچہ نہیں تھا جو مصیبت یا پریشانی کا سبب بنتا۔ خدا نے انسان کو محتاط اور محفوظ رہنے کے لئے جو ذہانت دی ہے وہ اس ذہانت سے پوری طرح کام لے رہا تھا۔

اور خدا کی قدرت کچھ ایسی بھی ہے کہ جس کے آگے تمام انسانی ذہن بے بس ہو جاتا ہے۔ دوبار اسے حادثہ پیش آیا اور وہ زخمی ہو کر اسپتال میں کئی دنوں تک رہا۔ کبھی وہ کسی بیماری میں مبتلا ہوا۔ ان حالات میں کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر آکر اسے اپنا غلام بنا سکتا تھا۔ ایسے وقت اس کی کوئی احتیاطی تدبیر کام نہ آتی۔ لیکن وہ مقدر میں سکندری لکھوا کر آیا تھا۔

ایک اور قدرتی آفت آتی ہے' جس کے آگے آدمی بے بس ہو جاتا ہے۔ اور وہ ہے محبت۔ یہ قدرتی جذبہ ہے۔ دل میں پیدا ہو جائے تو دھڑکا لگا رہتا ہے۔ ایک نوجوان حسینہ سارہ رابن اس کے دل و دماغ پر چھا گئی تھی۔ اس نے پہلی بار اسے دیکھا تو دل نے کہا' اور ایک بار دیکھیے۔ وہ ریس کے گھوڑے پر کافی رقم لگا چکی تھی اور ریٹنگ کے پاس کھڑی ہوئی گھوڑوں کو دوڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس کا گھوڑا تیسرے نمبر پر تھا اور وہ اچھل اچھل کر اسے اوّل آنے کے لئے کہہ رہی تھی۔ اس کی آواز' اس کی ادائیں اور اس کی شخصیت دل کو بھا رہی تھی۔ وہ گھڑ دوڑ بھول کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

اسے احساس ہوا کہ غلطی کر رہا ہے۔ یہ جذبہ تباہی کی طرف لے جائے گا۔ وہ فوراً ہی پلٹ کر جانے لگا۔ دل مچل رہا تھا کہ واپس جائے' اس حسینہ سے بات کرے۔ اس سے دوستی کرے۔ لیکن اس نے کبھی کسی لڑکی سے بات نہیں کی تھی۔ وہ ایک اسٹیک بار میں آکر بیٹھ گیا۔ جب اسے دل سے نہ نکال سکا تو تسلی کے لئے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

اس کا نام سارہ رابن تھا۔ وہ ایک ارب پتی یہودی مسمی رابن کی بیٹی تھی۔ اس کے دو سوتیلے بھائی تھے' جو اس کے دشمن

تھے۔ وہ اپنے باپ کی دولت کی ایک حصہ دار چاہتے تھے لہ وہ مرجائے تاکہ باپ کی دولت کی ایک حصہ ختم ہو جائے۔ وہ خوش حال بھی تھی اور بدحال بھی۔ بھائیوں کی وجہ سے پریشان رہتی تھی۔ اس نے کئی بار سوچا کہ کہیں بھاگ جائے یا اپنی جان دے دے لیکن اس کی ایک وفادار ملازمہ تھی۔ ایک بار اس نے اپنے کو کوشش کی' ملازمہ نے بروقت آکر اس سے زہر کی شیشی چھین لی۔ وہ بولی۔ "مریم! مجھے مرجانے دو۔ مجھے ایسی زندگی نہیں چاہئے۔"

مریم نے کہا۔ "تم کیوں مرو گی؟ تمہارے دشمن مریں گے۔ تجھے زندگی ایک ہی بار جینے کے لئے دی ہے۔ اسے ختم نہ کر۔ اپنے جینے کا حق حاصل کرو۔"

"کیسے حاصل کروں؟ باپ کو کاروبار سے فرصت نہیں۔ بھائیوں کو دشمنی کے سوا کچھ نہیں آتا ہے۔ میں کس سے اپنے حق کا مطالبہ کروں؟"

"اپنے شوہر سے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ میری شادی نہیں ہوئی ہے۔ شوہر کہاں سے لاؤں؟"

"جلد سے جلد کسی کو پسند کرو۔ شادی کرو' جو نیا شخص تمہاری زندگی میں آئے گا' وہ تمہارا محافظ ہوگا۔ تم سے محبت کرے گا۔ تمہیں اتنی خوشیاں دے گا کہ تم مرنے کا خیال دل سے نکال دو گی۔"

وہ مریم کی بات پر غور کرنے لگی۔ مریم نے زہر کی شیشی اس سنگار میز کی دراز میں رکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اسے یہاں رکھا ہے۔ تم میرے مشورے پر عمل کرو۔ اگر تمہیں کوئی پسند کا ساتھی نہ ملے' باپ اور بھائیوں کی طرح ایک محبوب سے بھی مایوس ملیں تو پھر بے شک یہ زہر نکال کر پی لینا مگر کم از کم ایک ماہ میرے مشورے پر عمل کرو۔"

اور وہ عمل کر رہی تھی۔ تفریحی مقامات پر جاتی تھی اور کوئی جوان ذرا اچھا لگتا تو اس کے متعلق سوچتی تھی' کیا دوستی کرے؟ نارمل پوری طرح مائل نہیں ہوتا تھا۔ وہ ریس کورس میں بھی مقصد کے لئے آئی تھی۔ بظاہر گھوڑوں میں دلچسپی لے رہی تھی' لیکن کی مردمیں دلچسپی لینے کا ارادہ تھا۔

ایکسرے مین اس کے یہ تمام خیالات پڑھ رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ دل ہزار بہلانے کے باوجود نہیں بہل رہا ہے۔ جذبات مچلا رہے ہیں۔ وہ جذبات کو کچلتے ہوئے ریس کورس سے لوٹ آیا۔ اپنی یہودی تنظیم کے مختلف معاملات میں خود کو مصروف رکھنے لگا۔ اہم معاملات پر اتنی توجہ مرکوز کرنی پڑتی ہے کہ اس میں کوئی جذبہ پاس نہیں پھٹکتا۔ اس نے بڑی کامیابی سے سارہ کو بھلا دیا لیکن رات کو سوتے وقت وہ پھر نگاہوں کے سامنے آنے لگی۔ وہ تھوڑی دیر تک کروٹیں بدلتا رہا پھر اس نے گہری نیند سونے کے لئے دماغ کو ہدایات دیں ایسے وقت پھر سارہ دماغ سے نکل گئی اور نیند آگئی۔

آدمی زمین کی تہ میں اور سمندر کی گہرائیوں میں سرنگ بناتا ہے' محبت خوابیدہ دماغ میں سرنگ بناتی ہے۔ سارہ خواب میں آگئی۔ وہ صبح اٹھ کر بڑا پریشان ہوا۔ کبھی کوئی لڑکی اس کے خوابوں میں نہیں آئی تھی۔ پہلی بار سارہ نے آکر سمجھا دیا کہ وہ اس کی زندگی میں آکر رہے گی اور اس کے تمام اصولوں کی ایسی کی تیسی کر دے گی۔

جب اس کے اندر کوئی خواہش کبھی مچلتی تھی تو وہ اپنی ایک ڈائری کھول کر پڑھتا تھا۔ اس ڈائری میں بے شمار سنہری اصول لکھے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ ہدایات بھی لکھی ہوئی تھیں۔ ایک جگہ لکھا ہوا تھا "خواہش کوئی سی بھی ہو' وہ پُرکشش لگتی ہے۔ جب وہ پوری ہو جاتی ہے تو کشش کھو دیتی ہے۔"

دوسرے صفحے پر لکھا ہوا تھا۔ "عورت کو پالینے کی خواہش میں صرف کشش ہی نہیں ہوتی' دیوانگی بھی ہوتی ہے۔ اگر یہ اس حد تک دماغ میں سما جائے کہ قوتِ ارادی کو اور خصوصی اصولوں کو متزلزل کر دے تو دانشمندی یہی ہے کہ اپنی تباہی سے پہلے دل پر جبر کر کے اس عورت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دے۔"

اس نے ڈائری بند کر دی۔ یہی طریقہ کار اس کے حق میں بہتر تھا۔ سارہ اس دنیا میں تھی اس لئے اس کے خوابوں اور خیالوں میں گھسی آرہی تھی۔ جب اس کا وجود مٹ جائے گا اور اس کا حسن و شباب سے بھرپور بدن نہیں رہے گا تو دل کے طلب کرے گا؟ کس کے لئے تڑپے گا؟ یہ قصہ ہی ختم ہو جائے گا۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

اس نے دوسری رات سارہ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ کہیں باہر جانے کے لئے تیار تھی۔ اس نے سنگار میز کی دراز سے زہر کی وہ شیشی نکالی۔ پھر اسے پرس میں رکھ کر اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ وہ کسی کلب میں جانے کا ارادہ کر کے نکلی تھی لیکن خیال خوانی کے زیرِ اثر تھی۔ ایک بڑے ہوٹل میں آکر ایک بستر پر لیٹ گئی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اسے سارہ کے ساتھ دیکھے۔ اس لئے اس نے سارہ کو ایسے مصروف ہوٹل میں بلایا تھا' جہاں آنے جانے والوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ وہاں کوئی اسے خاص طور پر پہچان نہیں سکتا تھا۔

وہ اس کمرے میں آگیا۔ سارہ ایک اجنبی کو دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔ پھر بولی۔ "تم کون ہو؟"

وہ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد پلٹ گیا۔ اس کے قریب آتے ہوئے بولا۔ "تم کسی کلب میں جانے والی تھیں۔ میرے جادو کے اثر سے یہاں آگئی ہو۔ تمہارے حسن و شباب نے مجھے پاگل بنا دیا ہے۔"

وہ بستر سے اتر کر بولی۔ "میں یہاں کیسے چلی آئی' یہ نہیں جانتی یقیناً یہ جادو ہی ہے۔ مجھے بتاؤ تمہاری نیت کیا ہے؟"

"میں تمہارے حسن و شباب سے کھیلوں گا۔ پھر تمہیں وہ زہر پی کر مرنے پر مجبور کردوں گا جو تمہارے پرس میں ہے۔"

"اوہ گاڈ! تم یہ بھی جانتے ہو کہ میرے پرس میں کیا ہے؟ میں سمجھ گئی ہوں' میری سوتیلے بھائیوں نے مجھے ہلاک کرنے کے لئے تمہیں بھاری رقم دی ہے۔ کیا تم ایسے درندے ہو کہ مجھے کسی دشمنی کے بغیر جان سے مار ڈالو گے۔"

"تم میری بہت بڑی دشمن ہو' زندہ رہو گی تو میرے اعصاب پر سوار رہو گی۔ ختم ہو جاؤ گی تو تمہیں طلب کرتے رہنے کا جنون بھی ختم ہو جائے گا۔"

وہ آگے بڑھا۔ سارہ پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ابھی تمہارے دماغ پر قبضہ جماؤں گا تو خود بخود میری آغوش میں چلی آؤ گی۔"

"میں جب جادو کے اثر میں نہیں رہوں گی' اپنی عزت کو بچائے رکھنے کی کوشش کروں گی۔"

اس نے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کی آغوش میں چلی آئی۔ اس نے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ پہلی بار ایک حسینہ اس سے آکر لگی تھی۔ پہلی بار پتا چلا کہ حسن و شباب کو چھونے سے کیسے رگ رگ میں بجلی دوڑتی ہے اور آدمی ایک عجیب و غریب طلسم کدے میں پہنچ جاتا ہے۔

وہ الگ ہو گئی' پھر پریشان ہو کر بولی۔ "میں تم سے بچ سکتی ہوں۔ تمہارے جادو سے بچ نہیں پاؤں گی۔"

وہ بولا "دانشمندی یہی ہے کہ دل سے راضی ہو جاؤ۔"

وہ گہری سانس لے کر بولی۔ "مجھے ماننا ہی پڑے گا۔ کیا میں باتھ روم جا سکتی ہوں؟"

"ضرور جاؤ لیکن اپنا پرس یہاں رکھ کر جاؤ۔ میں ہوس پوری کرنے سے پہلے تمہیں خودکشی کرنے نہیں دوں گا۔"

سارہ ایک صوفے پر اپنا پرس پھینک کر جانے لگی۔ وہ بولا۔ "پندرہ منٹ میں باہر نہیں آؤ گی تو میں جادو کے زور سے باتھ روم کا دروازہ کھلوا لوں گا۔"

اس نے باتھ روم میں جا کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ وہ اب تک حسن کی نزاکت کو اور اس کے بدن کی حرارت کو محسوس کر رہا تھا۔ اس پر عجیب سا نشہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ عورت کے وجود میں ایسی جادوگری بھری ہوئی ہے تو میں چالیس برس تک کنوارا نہ رہتا۔ اب سارہ کو ہلاک نہیں کروں گا۔ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بناؤں گا۔ پھر جب بھی اس کی ضرورت ہو گی' اسے اپنے پاس بلا لیا کروں گا۔"

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا۔ باتھ روم کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا تھا۔ پھر وہ چیخ کر بولی۔ "شیطان جادوگر! میں تجھ پر تھوکتی ہوں۔ میرے دشمن بھائیوں نے مجھ پر بدچلنی کا الزام لگایا مگر مجھ میں پارسائی ہے۔ مجھے صرف وہی چھو سکتا تھا' جسے میں چاہتی مگر آہ!

اب وہ میری زندگی میں کبھی نہیں آئے گا۔ میں نے زہر پی لیا ہے میں جا رہی ہوں۔"

وہ باتھ روم سے باہر آئی۔ پھر لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑی۔ وہ گر گیا۔ فوراً اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا پتا چلا کہ سارہ نے زہر کی شیشی پہلے ہی پرس سے نکال کر اپنے گریبان میں چھپا لی تھی۔ وہ دھوکا کھا گیا تھا۔ اس نے نادانستگی میں اسے باتھ روم کے اندر جا کر زہر پینے کا موقع دے دیا تھا۔

اس کی دماغی حالت بتا رہی تھی کہ سرسری طرح چکرا رہا ہے۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا ہے اور ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا جا رہا ہے۔ وہ فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس کے کمرے سے نکل آیا۔ اب کسی کی نظروں میں آکر ایک مرڈر کیس میں ملوث نہیں ہونا چاہتا تھا۔ ہوٹل سے باہر آتے ہی اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔

اس رات اسے نیند نہ آئی لیکن دماغ کو ہدایات دینے کے بعد نیند آگئی۔ پھر وہی ہوا' وہ خواب میں آئی۔ اس کا چہرہ تو نظر نہیں آیا لیکن وہ نیند میں آنچ دینے والے ملائم بدن کو محسوس کرتا رہا۔

اس نے سوچا تھا کہ اسے مار ڈالے گا تو قصہ تمام ہو جائے گا لیکن وہ موت کے بعد بھی اپنے وجود کی حرارت یاد دلا کر اس کا سکون غارت کرنے لگی۔ اس کے ذہن میں یہ نقش ہو گیا کہ وہ بدن حاصل کرنے سے ہی سکون حاصل ہو گا۔

اب تو وہ بدن نہیں رہا تھا... وہ دوسری حسیناؤں کو گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ ان میں سارہ کو تلاش کرنے لگا۔ ان میں سارہ نہیں ملی مگر اس کی جھلک ملنے لگی۔ وہ اصولوں کا پابند تھا۔ عورت کی قوت کو تباہی کا پیش خیمہ سمجھتا تھا مگر اس کی ایک غلطی نے عورت کو اس کے لئے سب سے زیادہ اہم بنا دیا تھا۔

اس نے ایک حسینہ سے دوستی کی۔ دوسری صبح اس سے بیزار ہو گیا۔ دوسری حسینہ سے دوستی کی' تیسری صبح اس سے دل بھر گیا۔ وہ سب شراب کے عارضی نشے کی طرح تھیں۔ رات کو پیو تو صبح نشہ اتر جاتا تھا جبکہ سارہ کا نشہ سر چڑھ کر بولتا تھا۔ اس کی موت کے بعد بھی وہ نشہ نہیں اتر رہا تھا۔

یہ اُس شام کا ذکر ہے' جب ایکسرے مین' ٹیری آدم اور پولی یہودی تنظیم پر گولا کو قبرستان میں گھیرنے کی کوششوں میں مصروف تھی۔ اس رات ایکسرے مین ایک ریستوران میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے ٹیری آدم اور برین آدم وغیرہ کے دماغوں میں پہنچ کر ان کی ہی سوچ میں انہیں ہدایات دے رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ ریستوران کے باہر دیکھ کر چونک گیا۔ اسے سارہ نظر آئی تھی۔

وہ حیرت سے کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا لیکن وہ کار میں بیٹھ کر سامنے والی سڑک پر جا رہی تھی۔ ریستوران سے باہر آنے تک وہ کار نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ وہ ان چار دنوں میں کئی بار اپنے کمرے میں اور بازاروں میں اس کی جھلک دیکھ چکا تھا۔ اس وقت بھی اس کا وجود' فریبِ نظر لگ رہا تھا۔ وہ اپنی میز پر واپس آکر بیٹھ گیا۔ دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا کہ وہ فریبِ نظر نہیں ہے۔ زندہ ہے۔ اس کے لئے ابھی تک زندہ ہے۔

اس نے سارہ کی آواز اور لہجہ کو گرفت میں لیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کر کے منزل تک پہنچا تو حیرانی سے اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔ وہ زندہ تھی۔ اس کے جی میں آیا' خوشی سے اچھل پڑے لیکن ریستوران میں تماشا بننے والی بات تھی۔ اس نے خوشی پر قابو پاتے ہوئے سوچا۔ "یہ اچھا ہوا کہ ریستوران کے باہر اس سے سامنا نہیں ہوا' وہ مجھے دیکھ کر بدک جاتی۔ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ مجھے جادوگر سمجھ کر میرے جادو سے بچنے کے لئے پھر خودکشی کر سکتی ہے لیکن یہ زہر پینے کے بعد زندہ کیسے رہ گئی؟"

اس نے سارہ کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا اس کی ملازمہ میری نے زہر کی وہ شیشی سنگار میز کی دراز میں سارہ کے سامنے رکھی تھی۔ پھر اس کی عدم موجودگی میں اس شیشی کا زہر پھینک کر اسے اچھی طرح دھو کر اس میں ایسی دوا بھری تھی' جسے پینے کے بعد سارہ پر بیہوشی طاری ہو گئی تھی۔ اس پر یہ نفسیاتی اثر تھا کہ وہ زہر پی چکی ہے۔ اس لئے ذہن میں یہی تکرار تھی کہ زہر اثر دکھا رہا ہے اور وہ موت کی تاریکیوں میں ڈوب رہی ہے۔

ایکسرے مین نے یہی خیالات پڑھے تھے اور ایک مجرم کی طرح گھبرا گیا تھا اور وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ چونکہ یہ یقین تھا کہ وہ زہر کھا کر مر چکی ہے' اس لئے اس نے پریشانی اور اس سے محرومی کے باعث اس کے دماغ میں جا کر اس کی موت کی تصدیق نہیں کی تھی۔ اب اس نے فیصلہ کیا کہ اسے ہاتھ سے جانے نہیں دے گا۔ اس کے دماغ میں چپ چاپ رہا کرے گا۔ اس کی ہی سوچ میں اسے اپنی طرف مائل کرتا رہے گا پھر پرگولا گرفتار ہو جائے گا۔ اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرمال بھی قابو میں آجائیں گے تب وہ اطمینان سے سارہ کا سامنا کرے گا۔ اس دوران وہ اس کی طرف مائل نہ ہوئی تو تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی معمولہ بنا لے گا۔

پھر وہ صبح تک پرگولا کے سلسلے میں پریشان رہا۔ وہ گرفت سے نکل بھاگا تھا۔ دوسری طرف عادل نے اسے پریشان کر رکھا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ شام تک سو کر اٹھے گا تو یہودی تنظیم کے ذہین ہارورڈ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے پرگولا اور عادل کو گرفتار کر چکے ہوں گے۔

اس نے شام کو بیدار ہوتے ہی برین آدم کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ اب تک دونوں کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی ہے۔ ان کا سراغ نہیں مل رہا ہے کہ وہ کہاں روپوش ہو گئے ہیں؟

برین آدم کے خیالات پڑھنے سے ایک نئی بات یہ معلوم ہوئی کہ اسرائیل میں باشا کی طرح غیر معمولی قوتِ سماعت و بصارت رکھنے والا یہودی ہے۔ اس کا نام جافری ہیرالڈ ہے۔ وہ یہودی وطن پرست اور قوم پرست ہے اور ہر طرح کی پابندی سے آزاد رہ کر یہودی تنظیم کے کام آتا رہے گا۔

ایکسرے مین نے برین آدم کی سوچ میں کہا۔ "ہمیں جافری پر اس وقت تک بھروسا نہیں کرنا چاہئے جب تک وہ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کے زیرِ اثر نہ آئے۔ یہ بڑے کام کا آدمی ہے۔ ہمیں اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر کے اس پر قابو پانا چاہئے۔ پھر اس کے ذریعے ادھورے فارمولے مکمل کرائے جا سکتے ہیں۔"

ایک اور ناکامی یہ ہوئی تھی کہ مانیا کی گاڈمدر اپنی تمام اولاد کے ساتھ کہیں روپوش ہو گئی تھی۔ عادل اور پرگولا سمیت جتنے روپوش ہونے والے ہیں' ان میں سے کوئی دوسری رات تک نہ مل سکا تو یہ خیال قائم کیا گیا کہ یہ لوگ اسرائیل کے دوسرے شہروں میں چلے گئے ہیں۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں نے انہیں تلاش کرنے کی مہم کو دوسرے بڑے شہروں تک پھیلا دیا تھا۔ جبکہ اندھیرا چراغ تلے تھا۔ سب کے سب تل ابیب اور حیفا میں موجود تھے۔

ایکسرے مین اتنی ساری الجھنوں میں گرفتار تھا کہ سارہ کی طرف دھیان دینے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ پھر بھی دل کہہ رہا تھا' سارہ اس کے بازوؤں میں آئے گی' اپنے حسن و شباب کی گرمی سے اس کے دماغ کی برف پگھلائے گی تو وہ تمام دشمنوں کے خلاف کارآمد تدابیر سوچنے کے قابل ہو جائے گا۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ رات کے گیارہ بجنے والے تھے۔ تل ابیب کے ایک مضافاتی علاقے میں اس کا ایک چھوٹا سا بنگلا تھا۔ اس نے یہ طے کیا کہ ابھی وہاں جائے گا۔ پھر سارہ کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اسے وہاں بلائے گا۔ یہ رات اس حسینہ پر بھاری ہو گی۔ دوسری صبح وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بن جائے گی۔

○-☆-○

جافری ہیرالڈ کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ دوسرا بریف کیس ہیرو کے ہاتھ میں تھا۔ اس میں ہیرو کا پورٹیبل کمپیوٹر رکھا ہوا تھا۔ جافری کے بریف کیس میں ضروری کاغذات کے ساتھ اس کی ایک اہم ڈائری رکھی رہتی تھی لیکن اس رات اس میں سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کا اضافہ ہو گیا تھا۔

وہ دونوں بنگلے سے نکل کر پورچ میں کھڑی ہوئی گاڑی کے پاس آئے۔ ہیرو اسٹیرنگ سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھنے لگا۔ جافری نے کہا۔ "میرے دوست! تم نے ڈرائیونگ سیکھی ہے لیکن ڈرائیونگ لائسنس حاصل نہیں کیا ہے۔ کم آن' مجھے ڈرائیو کرنے دو۔"

ہیرو نے اشارے سے کہا "میں ہی ڈرائیو کروں گا۔ تم ساتھ والی سیٹ پر آؤ۔"

وہ بولا۔ "کہیں راستے میں ٹریفک پولیس کے کسی افسر نے

روک لیا تو ایک بندر سے کار ڈرائیو کرانے کے جرم میں دونوں ہی اندر ہو جائیں گے۔"

ہیرو نے اسے گھور کر دیکھا' پھر اپنا بریف کیس لے کر پچھلی سیٹ پر آگیا۔ جافری نے کہا۔ "اب تم ناراض ہو گئے ہو۔ میرے ساتھ نہیں بیٹھو گے۔ کوئی بات نہیں۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ کل تک میں اپنی الگ رہائش اختیار کرلوں۔"

اس نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھادی۔ اس کی تمام کھڑکیوں میں کلر ڈ شیشے تھے۔ باہر والوں کو اندر بیٹھا ہوا ہیرو نظر نہیں آتا تھا۔ جافری نے تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔ "تم میرے ساتھ قل ابیب سے حیفا تک کئی بار سفر کر چکے ہو۔ ابھی جافہ کی طرف جا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہاں مجھے اپنے لئے ایک بنگلا مل جائے اور تمہاری علیحدہ رہنے کی خواہش پوری ہو جائے۔"

ہیرو کی طرف سے خاموشی تھی۔ کیونکہ وہ کمپیوٹر کے بغیر جواب نہیں دے سکتا تھا۔ اس لئے صرف اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اگرچہ کھڑکی کے باہر تاریکی تھی۔ شہر سے باہر نکل آنے کے بعد تاریکی اور گہری ہو گئی تھی تاہم وہ اپنی غیر معمولی قوتِ بصارت سے دور تک صاف دیکھ رہا تھا۔ کہیں ویران سا میدانی علاقہ تھا۔ کہیں پہاڑیاں اور درخت دکھائی دے رہے تھے۔ جافری نے ایک جگہ گاڑی موڑ دی۔ ہائی وے کو چھوڑ کر ایک چھوٹے سے راستے پر چلنے لگا۔ ہیرو نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔

پھر گاڑی کی رفتار دھیمی ہونے لگی تو ہیرو نے آہستگی سے اپنا بریف کیس کھولا۔ اس میں پورٹیبل کمپیوٹر کے ساتھ ایک سائیلنسر لگا ہوا ریوالور تھا۔ جیسے ہی گاڑی رکی۔ اس نے ریوالور اٹھا کر اس کی نال جافری کی کھوپڑی سے لگادی۔

جافری نے سر گھما کر دیکھا۔ پھر دم بخود رہ گیا۔ اس نے جو چال سوچی تھی' وہی چال ہیرو اس پر آزما رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "میرے دوست! اس حرکت کا مطلب کیا ہے؟"

وہ مسکرایا پھر ہاتھ کے اشارے سے بولا۔ "اپنا بریف کیس مجھے دو۔"

جافری نے پوچھا۔ "تم میرا بریف کیس کیوں مانگ رہے ہو؟ کیا تم مجھے گولی مار کر احسان فراموش کہلانا چاہتے ہو؟"

ہیرو نے ریوالور کی نال اس کی پیشانی سے لگائی۔ وہ سہم کر اپنا بریف کیس اٹھا کر دیتے ہوئے بولا۔ "اسے لے کر کیا کرو گے؟ اس میں کچھ نہیں ہے۔"

وہ بریف کیس لے کر گاڑی سے باہر آگیا۔ پھر اسے نشانے پر رکھ کر باہر نکل آنے کا اشارہ کیا۔ جافری نے عیش و عشرت کی طویل زندگی گزارنے کے لئے بڑے کامیاب تجربات کئے تھے۔ بوڑھے سے جوان ہو گیا تھا ایک غیر معمولی انسان بن گیا تھا۔ اب اتنی آسانی سے مرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ ہیرو کے حکم کی تعمیل کرتا ہوا باہر آگیا۔ گھن پوائنٹ پر چلتا ہوا گاڑی کے بونٹ کے پاس آیا۔ ہیرو نے بریف کیس کو بونٹ پر رکھ کر اشاروں سے پوچھا۔ "نمبر بتاؤ؟"

اسے نمبر بتانا پڑا۔ ان نمبروں کے مطابق بریف کیس کھل گیا۔ اندر سے سائیلنسر لگا ہوا ریوالور برآمد ہو گیا۔ جافری نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "یہ' اسے میں نے اپنی حفاظت کے لئے رکھا ہے۔"

ہیرو کے دو ہاتھوں میں دو ریوالور تھے۔ اس نے جافری کے ریوالور سے اس کے قدموں کی طرف گولی چلائی۔ پہلے ایک گولی' پھر دوسری گولی۔ اس کے قدموں کے پاس مٹی اڑتی گئی۔ وہ اچھل اچھل کر بولا۔ "یہ۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ کیا اپنے محسن کو مارو گے؟"

اس نے اور چار گولیاں اس کے دائیں بائیں چلائیں۔ پھر ریوالور خالی ہوتے ہی اس کی طرف اچھال دیا۔ جافری نے اسے کیچ کیا۔ مگر وہ اب اس کے کام کا نہیں رہا تھا۔ ہیرو نے اشاروں کی زبان سے کہا۔ "یہ وہی ریوالور ہے' جس سے تم مجھے ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ لو اب گولیاں چلاؤ۔"

وہ عاجزی سے بولا۔ "تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تمہیں ہلاک کرنا نہیں چاہتا تھا۔"

ہیرو نے اپنے ریوالور کی بھی پانچ گولیاں چلائی۔ پھر ہر گولی کے ساتھ اشاروں میں کہتا گیا۔ "اقرار کرو کہ مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔"

دوسرے ریوالور کی بھی پانچ گولیاں ضائع ہو گئیں۔ ہیرو نے ریوالور کے چیمبر سے آخری گولی نکال کر اپنی جیب میں رکھی۔ جیسے ہی وہ خالی ہوا' جافری نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اسے گھونسے مارتا ہوا پیچھے لے گیا۔ پھر وہ اچانک انسان سے بندر کی خصلت پر آگیا۔ یکبارگی فضا میں اچھل کر مقابل کے سر پر سے گزر کر پیچھے آیا پھر اس کے پلٹتے ہی ایک لات اس کے منہ پر ماری۔ دونوں شہ زور تھے۔ غیر معمولی جسمانی قوتوں کے حامل تھے۔ جافری کی یہ بدبختی تھی کہ وہ بندر نہیں تھا۔ فضا میں قلابازیاں نہیں کھا سکتا تھا اور فلائنگ کک نہیں مار سکتا تھا۔ اس لئے مارنے سے زیادہ مار کھا رہا تھا۔

پندرہ منٹ کے مقابلے میں جافری لہولہان ہو گیا۔ لڑکھڑاتے ہوئے کہنے لگا۔ "رک جاؤ۔ کیا مجھے جان سے مارو گے؟"

ہیرو نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر اس کی پٹائی کی۔ وہ کبھی اٹھ رہا تھا' کبھی ہاتھ اور لات کھا کر گر رہا تھا۔ اگر جسمانی طور پر کمزور ہوتا تو اتنی مار کھانے کے بعد مر چکا ہوتا۔ یہ بات ہیرو بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ صرف لات اور گھونسوں سے نہیں مرے گا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا گاڑی کے بونٹ کے پاس آیا۔ وہاں زمین پر پڑے ہوئے اپنے ریوالور کو اٹھایا۔ جب اپنی جیب سے آخری گولی نکال کر چیمبر میں ڈالنے لگا تو جافری گڑگڑایا۔ "نہیں ہیرو! فار گاڈ سیک' مجھے گولی نہ مارنا۔ میں تمہارا خالق ہوں۔ تم بندر تھے۔ میں نے تمہیں انسان بنا دیا۔ آج میں تم سے اپنے احسانات کا بدلہ چاہتا ہوں۔ مجھے ان تمام احسانات کے بدلے زندگی دیدو۔"

ہیرو نے اس کا نشانہ لیا۔ پھر ایک ہاتھ کے اشارے سے بولا۔ "اقرار کرو کہ مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔"

وہ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر کہہ رہا تھا۔ "ہاں ہاں میں اقرار کرتا ہوں میں بہت بڑی غلطی کر رہا تھا۔ تمہیں مار ڈالنا چاہتا تھا۔ مگر اب۔۔۔۔"

بات پوری ہونے سے پہلے آخری گولی اس کے سینے میں پیوست ہو گئی۔ وہ زمین پر مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔ ایسے وقت کمزور افراد خوش نصیب ہوتے ہیں۔ گولی کھاتے ہی ان کا دم نکل جاتا ہے۔ جافری کے لئے غیر معمولی جسمانی قوت عذاب بن گئی تھی۔ آسانی سے نہیں نکل رہی تھی۔

چونکہ ہیرو خود ایسی قوتوں کا حامل تھا اس لئے خوب سمجھتا تھا کہ جافری ہاتھوں اور لاتوں سے تھوڑا مرے گا' ریوالور کی گولی سے آدھا مرے گا۔ اور۔۔۔

اس نے گاڑی کی ڈکی سے پٹرول کا کین نکالا پھر اس پر پٹرول چھڑک کر آگ لگادی۔

وہ واپسی میں گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے پاس ڈرائیونگ لائسنس نہیں تھا۔ جس کا لائسنس تھا' جس کی گاڑی تھی' وہ جل کر کوئلہ ہو گیا تھا۔ کوئی اس کا لائسنس اور تصویر دیکھ کر بھی اسے نہیں پہچان سکتا تھا۔

جافری اپنی ہی دشمنی کے نتیجے میں ہلاک ہوا۔ ہیرو اسے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے اتنی بڑی دنیا میں ایک اچھے ساتھی کی ضرورت تھی۔ اگر جافری چاہتا تو رفتہ رفتہ اسے انسانوں کی دنیا میں متعارف کرا سکتا تھا۔ لیکن وہ اسے ہمیشہ چار دیواری میں قید رکھنا چاہتا تھا۔

ہیرو نے اپنی جان تو بچالی تھی لیکن اب بھی وہی مسئلہ تھا کہ کسی اچھے ساتھی کے بغیر انسانوں کے درمیان آئے گا تو تماشا بھی بنے گا اور لوگ اسے پریشان بھی کریں گے۔ پھر یہ کہ جب تک منظر عام پر نہیں آئے گا' تب تک پہلے کی طرح چار دیواری میں چھپا رہے گا۔ اور چھپا رہے گا تو زندگی کی ضروریات کیسے پوری کرے گا؟

اس مسئلے کا حل ایک ہی تھا کہ کوئی قابلِ اعتماد ساتھی یا کوئی وفادار ملازم ملے۔ لیکن یہ وفادار اور قابلِ اعتماد لوگ کہاں ملتے ہیں؟ انسانوں کی دنیا میں تو بڑی مشکل سے ملتے ہیں۔ ہیرو کی زندگی میں بڑا مشکل وقت آیا۔

اس نے بنگلے کے پورچ میں گاڑی روک دی۔ بنگلے کے اندر تاریکی تھی۔ وہ اندھیرے میں گھر کے اندر کا ایک ایک تنکا دیکھ لیتے تھے۔ ویسے دنیا والوں کو دکھانے کے لئے ایک یا دو کمروں کی لائٹس آن رکھتے تھے۔

اس نے اندر آکر جافری کے کمرے کی تلاشی لی۔ اس کے سیف سے تمام رقم نکال کر ایک اٹیچی میں رکھ لی۔ پھر وہ اس کمرے میں آیا' جسے لیبارٹری بنایا گیا تھا۔ جافری نے غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی قوتیں حاصل کرنے کی دوائیں اور انجکشن تیار کر کے وہاں ایک سیف میں رکھے تھے۔ اسے اندیشہ تھا کہ کبھی اچانک کسی وجہ سے بوڑھا یا کمزور ہو گا تو پھر وہ دوائیں استعمال کرے گا۔

ہیرو نے وہ تمام دوائیں نکال کر ایک چھوٹی سی اٹیچی میں اپنے کپڑوں کے درمیان رکھ لیں۔ وہ ڈائری بھی رکھی' جس میں دواؤں کے استعمال کا طریقہ لکھا ہوا تھا۔ دواؤں کے فارمولے کہیں لکھے ہوئے نہیں تھے کیونکہ وہ جافری کو زبانی یاد تھے اور اب وہ فارمولے اسی کے ساتھ نابود ہو گئے تھے۔

وہ ایک جگہ بیٹھا' تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ دو باتیں اہم تھیں ایک تو یہ کہ اسے وہ جگہ چھوڑ دینا چاہئے اور کوئی نئی رہائش گاہ تلاش کرنا چاہیے لیکن شاید کوئی نصف بندر اور نصف انسان کو کرائے پر مکان نہ دے۔ انسان بے شک بندر پالتا ہے مگر کوئی اسے پالنے کے لئے تیار نہ ہو گا۔

وہ اٹیچی اور پورٹیبل کمپیوٹر اٹھا کر پھر گاڑی میں آگیا۔ ڈکی سے کین نکال کر پٹرول کی ٹنکی فل کی۔ ایک اور راستہ یہ تھا کہ وہ شہر سے دور کسی ایسے ویرانے میں چلا جائے' جہاں دو چار مکانات ہوں۔ لوگ زیادہ نہ ہوں وہ کم لوگوں کے درمیان تھوڑی دیر عجوبہ بن کر ان سے دوستی کر سکے گا۔

○-☆-○

پرگولا نے وان لوئن پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اسے چند گھنٹوں کے لئے سلا دیا تھا۔ عمل کرنے سے پہلے ٹریسا کے ایک گارڈ نے کہا تھا۔ "تم ہمارے سامنے عمل کرو گے تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ تم دھوکا نہیں دے رہے ہو۔"

پرگولا نے کہا "تنویمی عمل تماشائی میں ہوتا ہے۔ کسی تیسرے کی مداخلت نہیں ہونی چاہئے۔"

دوسرے گارڈ نے کہا۔ "ہم عمل کے دوران بالکل خاموش رہیں گے۔ تم وان لوئن کے دماغ کو صرف لاک کرو گے۔ دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روکنے کی باتیں نقش کرو گے تو ہم مداخلت نہیں کریں گے۔ لیکن کوئی اور بات اس کے دماغ میں ٹھونسنا چاہو گے تو ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔"

وہ بولا۔ "اچھی بات ہے۔ میں تمہارے سامنے عمل کر رہا ہوں۔"

وان لوئن ایک بستر پر آکر لیٹ گیا۔ جیری نے پوچھا۔ "باس!

اب کیا کیا جائے؟"

"تم وان لوئن کے دماغ پر قبضہ جمائے رہو۔ میں عمل کے دوران جو بولوں گا' اس کا جواب تم وان لوئن کی زبان سے دو گے۔ میں اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دوں گا۔ تم اس کی آنکھیں بند کر دو گے۔"

جیری نے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ ایک گارڈ وہاں موجود تھا۔ پرگولا اس کے سامنے بڑے رعب اور دبدبے سے تنویمی عمل کرتا رہا۔ کچھ سوالات کرتا رہا' جن کے جوابات وان لوئن کی زبان سے جیری دیتا رہا۔

پرگولا نے حکم دیا کہ وہ آئندہ برائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کے گا پھر دشمنوں کو بھگا کر سانس لیا کرے گا۔ وان لوئن نے کہا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ وہ تنویمی نیند سو جائے۔ اس کے ساتھ ہی وان لوئن نے آنکھیں بند کر لیں۔

نگرانی کرنے والا گارڈ مطمئن ہو کر پرگولا کے ساتھ کمرے سے باہر آگیا۔ اس کمرے کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا گیا تاکہ وان لوئن آرام سے سوتا رہے۔ دونوں گارڈز اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ اب ان کی مالکہ کے بیٹے کے پاس کوئی نہیں جا رہا ہے۔ جبکہ جیری اس کے اندر تھا۔ اسے تھپک تھپک کر سلانے کے بعد اسے پرگولا کا معمول اور تابعدار بنا رہا تھا۔

ٹریسا کے تین گارڈز تھے۔ پرگولا ایک کو پہلے ہی تابعدار بنا چکا تھا۔ اس نے اس تابعدار کو بازار بھیج کر اعصاب کو کمزور کرنے والی دوا منگوائی تھی۔ ایک گھنٹے بعد ٹریسا اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ آگئی۔ جو گارڈ پرگولا کا تابعدار تھا۔ اس کے ذریعے تھرمال نے چائے بنوائی اور اس میں وہ دوا حل کرائی۔ ٹریسا اپنے بیٹے کو تنویمی نیند سوتے دیکھ کر مطمئن ہو گئی تھی۔ اس نے پرگولا سے کہا۔ "اگر تمہارا یہ عمل کامیاب رہے گا اور میرا بیٹا ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہے گا تو میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گی۔"

وہ بولا۔ "میرا سب سے بڑا انعام یہی ہو گا کہ میں آپ کی خدمت آئندہ بھی کرتا رہوں۔"

سب کے سامنے چائے کی پیالیاں پہنچ گئیں۔ میکسی غسل کرنے گئی تھی۔ ٹریسا اور ماسیلا وہ چائے پینے لگیں۔ باہر بیٹھے ہوئے دو گارڈز کے ہاتھوں میں بھی پیالیاں تھمادی گئیں۔ وہ بھی تھکے ہوئے آئے تھے۔ چائے کو نعمت سمجھ کر پینے لگے۔

میکسی غسل سے فارغ ہو کر کمرے میں آئی۔ پھر آئینے کے سامنے گیلے بالوں کو تولیے سے خشک کرنے لگی۔ آئینے کے قریب دروازہ تھا۔ اس بند دروازے کے دوسری طرف سے اس نے اپنی ماں کی آواز سنی۔ وہ اپنے گارڈ سے غصے میں پوچھ رہی تھی۔ "یہ چائے کیسی تھی؟ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ سچ سچ بتاؤ کیا تم نے اس میں کچھ ملایا ہے؟"

میکسی آئینے کے سامنے سے ہٹ کر دروازے کے قریب آئی۔ اسے اپنی بہن ماسیلا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ممی! میرا بھی دل گھبرا رہا ہے۔ میں کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ کچھ گڑبڑ ہے ممی!"

پرگولا کا قہقہہ سنائی گیا۔ پھر وہ بولا۔ "چائے تو حلق سے اتر گئی تم میں سے کوئی اگل نہیں سکے گا۔ گاڈمدر! میں نے تیرے بیٹے کو اپنا غلام بنالیا۔ تم سب کے دماغوں کو بھی اس لئے کمزور بنایا ہے کہ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اب تیرے پورے خاندان کو میرا تابعدار بنائیں گے۔"

میکسی بند کمرے میں تن کر کھڑی ہو گئی۔ فوراً یہ سمجھ میں آگیا کہ پورا خاندان اس ہپناٹزم جاننے والے کے جال میں پھنس گیا ہے۔ اور اب اس کی باری ہے۔ وہ بچاؤ کی تدبیر سوچ رہی تھی اور پرگولا کا یہ دعویٰ سن رہی تھی کہ اس نے تینوں مسلح گارڈز کو بھی اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ گویا وہ کسی گارڈ پر بھی بھروسا نہیں کر سکتی تھی۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی پچھلے دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھول کر دیکھا۔ مکان کے پچھلے حصے میں کوئی نہیں تھا۔ اس نے اپنا پرس اٹھایا۔ پھر دروازے سے باہر آکر تیزی سے چلتی ہوئی احاطے کی دیوار کے پاس آئی۔ معمول بن جانے والے گارڈ نے دور سے اسے دیکھ کر للکارا۔ "رک جاؤ۔ یہاں سے جاؤ گی تو تمہاری ماں اور بھائی زندہ نہیں رہیں گے۔"

وہ اچھل کر دیوار پر چڑھ گئی۔ گارڈ دوڑتا آرہا تھا۔ وہ دیوار کے دوسری طرف کود کر بھاگنے لگی۔ اپنے ہی مسلح گارڈ کی للکار نے ثابت کر دیا تھا کہ جن محافظوں پر بھروسا کرنا چاہئے وہ بلاشبہ اس ہپناٹزم جاننے والے شیطان کے وفادار بن گئے ہیں۔

اس نے دور جانے کے بعد پلٹ کر اس مکان کی طرف دیکھا۔ گارڈ اس کا تعاقب نہیں کر رہا تھا۔ وہ ایسے علاقے میں تھی' جہاں لوگوں کی اور ٹریفک کی چہل پہل تھی۔ وہ سوچنے لگی کہ کہاں جائے؟ کس سے مدد حاصل کرے؟ پولیس والوں سے مدد حاصل کرنی تو بعید' کھل جاتا کہ وہ مافیا کی گاڈمدر کی بیٹی ہے۔ وہ ہپناٹزم جاننے والا دشمن ان کا بھید کھول دیتا۔ وہ زبردست ماں کی بیٹی تھی۔ بڑی طاقتور تنظیم کی اہم فرد تھی مگر اچانک تمام طاقتوں سے محروم ہو گئی تھی۔ ذہن خالی خالی سا ہو گیا تھا۔ وہ کچھ سوچنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

مصیبت کے وقت صرف اپنے ہی یاد آتے ہیں۔ اسے یاد آیا۔ ایک اپنی ہے' جو ایسے وقت بڑے سے بڑے دشمن کو منہ توڑ جواب دے سکتی ہے اور پوری فیملی کو پچھلی رات کی طرح آج رات بھی مصیبتوں سے نکال سکتی ہے۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی ایک بوتھ میں آئی۔ دروازے کو بند کیا۔ پرس میں سے ٹیلیفون کارڈ نکال کر ریسیور اٹھایا۔ کارڈ کو کھانچے میں فٹ کیا۔ پھر انا لانا کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے میں دیر نہیں لگی۔ ٹیلیفون کی گھنٹی سن کر میں نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے وہ بولی۔ "میں میکسی بول رہی ہوں۔ انا لانا کی بہن ہوں۔ فوراً انا لانا اور عادل کو فون دو۔"

میں عادل کو ریسیور دے کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ادھر سے میکسی کہہ رہی تھی۔ "ہیلو کون عادل؟ ہاں میں ہوں میکسی۔ ہم بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ ایک ہپناٹائز کرنے والے نے برادر وان لوئن کو اپنا تابعدار بنالیا ہے۔ میری ممی اور ماسیلا کو دماغی کمزوریوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اب ممی اور ماسیلا کو بھی معمولہ اور تابعدار بنا لیں گے۔ فار گاڈ سیک' اس شیطان سے انہیں نجات دلاؤ۔"

عادل نے پوچھا۔ "تم ابھی کہاں ہو؟"

"حیفا میں انڈسٹریل ایریا کی سپر مارکیٹ میں ہوں۔ پلیز' جلدی آؤ۔ وہ مکان یہاں سے قریب ہے' جہاں ممی' برادر اور ماسیلا کو قیدی بنایا گیا ہے۔"

میں نے عادل کی زبان سے کہا۔ "ہم تل ابیب میں ہیں' وہاں تک پہنچنے میں ڈیڑھ گھنٹا لگے گا۔۔۔۔ تب تک وہ شیطان انہیں لے کر کہیں چلا جائے گا۔ پھر ہم انہیں تلاش نہیں کر سکیں گے۔ تم انہیں بچانا چاہتی ہو تو میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے دماغ میں آنے دو۔ پھر وہ جیسا کہیں' ویسا کرتی جاؤ۔"

"میں اپنے دماغ میں انہیں آنے دوں گی۔ انہیں جلد میرے پاس بھیج دو۔"

میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ "سانس نہ روکنا۔ میں عادل کی طرف سے آیا ہوا ریسیور رکھ دو اور فوراً اس مکان کی طرف چلو۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولی۔ "میں وہاں جاؤں گی تو وہ مجھے بھی پکڑ لیں گے۔"

"مجھ پر بھروسا کرو اور چلو۔"

وہ بوتھ سے نکل کر تیزی سے ادھر جانے لگی۔ میں نے کہا۔ "یاد رکھو۔ جب میں یا میرے ساتھی تمہارے پاس آئیں گے وہ کوڈ ورڈز کے طور پر کہیں گے 'وی آر فار عادل' میں صرف چند سیکنڈ کے لئے جا رہا ہوں۔ ابھی آؤں گا۔"

میں نے لیلیٰ کے پاس آکر کہا۔ "ٹانی اور باربرا کو میرے پاس بھیج دو۔ تم عادل اور انا کا خیال رکھو۔"

میں پھر میکسی کے پاس آیا۔ وہ سانس روکنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "وی آر فار عادل۔"

وہ مطمئن ہو کر بولی "وہ سامنے مکان ہے۔ کیا اندر جاؤں؟"

"بے دھڑک جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"ہم مگر ممی نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ اپنے کسی سگے کو نجات دلانے کے لئے کبھی دشمن کے اڈے میں نہیں جانا چاہئے۔ ورنہ ایک سگے کے ساتھ دوسرا سگا بھی جال میں پھنس جائے گا۔"

"تو پھر یہیں کھڑی رہ کر انتظار کرو۔ تمہارے سگوں کی لاشیں جلد ہی دیکھنے کو ملیں گی۔"

"ایسی منحوس باتیں نہ کرو۔"

"منحوس تو تم ہو' تمہارا پورا خاندان ہے۔ ہم نے کل رات تم سب کو یہودیوں سے بچایا۔ تمہیں محفوظ پناہ گاہ دی مگر تم لوگ خود کو بہت چالاک اور طاقتور سمجھتے ہو۔ آزادی کے لئے ہم سے دور بھاگے اور یہاں غلامی کی زنجیریں پہن لیں۔ جبکہ ہم نے تمہیں غلام نہیں بنایا تھا۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کے دماغ میں اچانک زلزلہ پیدا کیا پھر اسے منہ کھولنے نہیں دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنا چاہتی تھی لیکن منہ نہیں کھول سکتی تھی۔ زمین پر گر کر تڑپ رہی تھی۔ مکان کے پچھواڑے رات کی تاریکی میں اسے کوئی دیکھنے اور سنبھالنے والا نہیں تھا۔

میں نے ایسا مجبوراً کیا تھا کیونکہ وہ میرے منہ سے سخت باتیں سن کر سانس روکنے والی تھی۔ میں اس کے دماغ سے نکل جاتا تو اس کی فیملی کو بچانے کا یہ ایک راستہ رک جاتا۔ مجھے اس فیملی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں صرف انا کی خاطر ان کے لئے کچھ کوشش کرنے آگیا تھا۔

میں نے کہا۔ "فوراً سنبھلنے کی کوشش کرو اور اٹھ کر مکان کے اندر جاؤ۔ ورنہ وہ دشمن یہاں سے بھاگ جائیں گے۔"

وہ تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ اس کا سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ فوراً ہی سنبھل نہیں سکتی تھی۔ میں نے اس میں توانائی پیدا کی۔ اسے اٹھنے پر مجبور کیا۔ وہ اٹھ کر ڈگمگانے لگی۔ احاطے کی دیوار کو پکڑ کر ایک طرف چلنے لگی۔ اس میں اتنی طاقت نہیں رہی تھی کہ وہ دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف احاطے میں جاتی۔ میں اسے چلاتے ہوئے گیٹ کی طرف لایا۔ وہ گیٹ سے داخل ہو کر مکان کی طرف جانے لگی تو ایک گارڈ نے کہا۔ "وہ دیکھو' میکسی واپس آرہی ہے۔"

میں آواز سنتے ہی اس گارڈ کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے دیکھا۔ پرگولا تیزی سے چلتا ہوا برآمدے میں آگیا تھا۔ میکسی کو دیکھتے ہی خوش ہو کر بولا۔ "آؤ آؤ میری جان! کیا تم سے چلا نہیں جا رہا ہے؟ کہاں سے ٹوٹ پھوٹ کر آرہی ہو؟"

میں گارڈ کے ذریعے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وان لوئن پر بہت پہلے ہی عمل ہو چکا ہے۔ گاڈمدر ٹریسا اور ماسیلا بستر پر غافل پڑی ہوئی ہیں۔ اس بات سے میں نے اندازہ لگایا کہ جیری اور تھرمال ان ماں بیٹی پر تنویمی عمل کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ دو گارڈز بھی مضر چائے پی کر بیماروں کی طرح مکان کے ایک اندرونی حصے میں پڑے ہیں۔ میں تیسرے گارڈ کے دماغ میں تھا۔

پرگولا نے میکسی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ پھر اسے

بازوؤں میں جکڑ کر بولا۔ "تُو پولیس کی مدد نہیں لے سکتی تھی پھر بھاگ کر کہاں گئی تھی؟ کیا اپنے کسی یار کو بلانے گئی تھی؟"

میں نے گارڈ کی زبان سے کہا۔ "یار کو نہیں مددگار کو بلانے گئی تھی۔ وہ آگیا ہے تمہارے پیچھے ہے۔"

اس نے فوراً ہی میکسی کو چھوڑ کر پیچھے گھوم کر گارڈ کو دیکھا پھر غصے سے پوچھا۔ "تُو کیا بک رہا ہے؟"

میں نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ پیچھے جا کر دیوار سے ٹکرا گیا۔ غصے اور جنون میں گارڈ پر حملہ کرنے کا ارادہ تھا مگر اس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر گڑبڑا گیا۔ میں گارڈ کی جیب سے سائلنسر نکال کر ریوالور میں لگا رہا تھا۔ وہ حیرانی سے بولا۔ "تم تم مجھے مارو گے؟ نہیں تم میرے تابعدار ہو۔"

میں نے کہا۔ "اس تابعدار کے دماغ پر میرا قبضہ ہے۔"

وہ بے یقینی سے بولا۔ "تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ یہاں کون تمہارے دماغ پر قبضہ جمانے آئے گا؟"

"وہی جس نے صبح منہ اندھیرے تمہیں دریا میں ڈبویا تھا۔ پھر دریا سے باہر لا کر تمہاری پٹائی کی تھی۔"

وہ شدید حیرانی اور پریشانی سے گارڈ کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "تت..... تم وہ دریا کنارے والے ہو؟"

"ہاں' یقین نہ کرو' تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ابھی تم اپنے انجام کے متعلق سوچو۔"

وہ بے بسی سے بولا۔ "برادر! تم کون ہو؟ کیوں صبح سے میرے پیچھے پڑے ہو۔"

"میں چاہتا تو تمہیں دریا میں ڈبونے کے بعد نکلنے نہیں دیتا۔ لیکن جب خدا شیطان کو نہیں مارتا' اسے ڈھیل دیتا ہے تو پھر میں تمہیں کیسے مارتا؟ میں بھی تمہیں ڈھیل دے کر وہاں سے چلا آیا تھا۔ اب بولو تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"تم یہاں پچھتاؤ گے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس گارڈ کے ہاتھ سے ریوالور گرا دیں گے۔"

"کیسے گرائیں گے؟ جیری اور تھرہال ان ماں بیٹی پر عمل کرنے میں مصروف ہیں۔ انہیں خبر نہیں ہے کہ تم پر کیا گزر رہی ہے؟"

"وہ ایک قریبی کمرے میں ہیں۔ میری آواز سنتے ہی عمل چھوڑ کر چلے آئیں گے۔"

میں نے گارڈ کے ذریعے گولی چلائی۔ وہ گولی پرگولا کی ران کا گوشت ادھیڑتے ہوئے گزر گئی۔ وہ لڑکھڑا کر برآمدے کے فرش پر گر پڑا۔ میں نے فوراً ہی اس کے اندر پہنچ کر اس کا منہ بند کر دیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ چیخ مار کر جیری اور تھرہال تک اپنی آواز پہنچانا چاہتا ہے۔

"اپنی آواز ان دونوں کو نہیں سنا سکو گے۔ میں نے سنا ہے' تم شیطانی دماغ رکھتے ہو۔ خیال خوانی کرنے والے تمہارے دماغ پر اثر انداز ہونے میں ناکام رہتے ہیں مگر یاد رکھو' کسی شیطانی طریقے سے مجھے یہاں سے نکالو گے تو میں گارڈ کے اندر پہنچ کر دوسری گولی چلا دوں گا۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "مجھے فوری طبی امداد پہنچاؤ۔ میرے اندر سے گولی نکالو۔"

"بکواس مت کر۔ گولی آر پار ہو گئی ہے۔ کیا دوسری سینے کے آر پار کر دوں؟"

"نن..... نہیں۔ گولی نہ چلانا۔ تمہارا کوئی خدا ہو گا تو میں اس کا واسطہ دیتا ہوں۔ مجھے اتنا بتا دو کہ مجھ سے کیا دشمنی ہے۔ کیا میں نے کبھی تمہیں کوئی نقصان پہنچایا ہے؟"

"کیا مرینا نے کبھی تمہیں نقصان پہنچایا تھا؟ کیا گاڈمدریا اس کی کسی اولاد نے تمہارا کچھ بگاڑا تھا؟ کیا جیری اور تھرہال اپنی مرضی سے تمہارے غلام بن گئے ہیں؟ ہرگز نہیں' تم نے انہیں جبراً اسیر کر رکھا ہے۔"

"میں ایسی شیطانی حرکتوں سے فائدے حاصل کرتا رہتا ہوں۔ تمہیں میری دشمنی سے کیا حاصل ہو رہا ہے؟"

"شیطان پر غالب آنے کی مسرتیں حاصل ہو رہی ہیں۔"

ایسے وقت جیری کی آواز سنائی دی۔ "باس! یہ آپ کس سے باتیں کر رہے ہیں؟ آپ کی سوچ بتا رہی ہے کہ اس شخص نے آپ پر گولی چلائی ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں' تمہیں خوش ہونا چاہئے۔ اگر میں اسے گولی مار دوں تو تمہیں غلامی سے نجات مل جائے گی۔"

جیری نے کہا۔ "نہیں مسٹر اجنبی! ہمیں باس کی زندگی اور اپنی غلامی عزیز ہے۔ ہم سے سمجھوتا کرو۔"

"کیا سمجھوتا کرنا چاہتے ہو؟"

"ہم گاڈمدر اور اس کی فیملی کو آزاد کر دیں گے۔ تم باس کو یہاں سے جانے دو۔"

"ٹھیک ہے' جب اس فیملی کو پہلی جیسی آزادی ملے گی تو پرگولا یہاں سے جائے گا۔"

"سمجھو آزادی مل گئی۔ ہم انہیں چھوڑ کر باس کو لے جا رہے ہیں۔"

"ابھی دودھ پیتے بچے ہو۔ چالاک نہ بنو۔ میں اور میرے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اگلے بارہ گھنٹوں تک اس فیملی کی آزادی کا یقین کریں گے۔ اس دوران تم نے اور تھرہال نے کوئی مکاری دکھائی تو میں تمہارے اس شیطان باس کو جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم ابھی یقین دلاتے ہیں۔ اپنے خیال خوانی کرنے والوں سے کہو' ٹریسا' وان لوئن اور مامیلا کے دماغوں میں آ کر دیکھیں۔ ہم ابھی اپنے تخریبی عمل کو توڑ کریں گے۔"

"تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میرے لوگ توڑ کر چکے ہیں۔ ابھی تم دونوں ٹریسا اور مامیلا پر عمل کر رہے تھے۔ ایسے وقت میرے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ تم دونوں اتنی دیر تک ماں بیٹی کے پاس جھک مارتے رہے ہو۔"

تھوڑی دیر پہلے ٹائنی نے مجھے یہ بات آگہ کرتا ئی تھی کہ وہ باربرا اور سلمان ان تینوں ماں بچوں کے اندر جا رہے ہیں اور دشمنوں کے عمل کا توڑ کرنے والے ہیں۔

میں نے کہا۔ "پرگولا! زندہ رہنا چاہتے ہو تو جیری اور تھرہال کو حکم دو کہ وہ ان تینوں کے دماغوں میں نہ جائیں۔ تم بارہ گھنٹے تک یہاں قید رہو گے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میرا زخم گہرا ہے۔ مجھے ڈاکٹر اور علاج کی ضرورت ہے۔"

"میکسی ڈاکٹر ہے۔ یہ تمہاری مرہم پٹی کرے گی۔"

گارڈ پرگولا کو فرش پر گھسیٹتا ہوا ایک خالی کمرے میں لے گیا۔ میں نے میکسی کے پاس آ کر پوچھا۔ "تمہاری کھوپڑی سلامت ہے یا نہیں؟"

وہ شرمندہ سی ہو کر بولی۔ "میں نے آپ پر بھروسا نہیں کیا۔ اس کی آپ نے خوب سزا دی ہے۔ میرا سر ابھی تک دکھ رہا ہے۔ مگر میں بہت خوش ہوں۔ آپ لوگوں نے آج دوسری بار ہمارے پورے خاندان کو تباہی سے بچایا ہے۔"

"تم ڈاکٹر ہو' پرگولا کی مرہم پٹی کرو۔"

"کیا اس ٹپناٹائز کرنے والے شیطان کا نام پرگولا ہے؟"

"ہاں' اس سے یہی سمجھوتا ہوا ہے کہ میں اسے زندہ چھوڑوں گا اور وہ تم لوگوں کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بارہ گھنٹے بعد یہاں سے چلا جائے گا۔"

"یہاں بارہ گھنٹے کیوں رہے گا؟ میں اس کی صورت نہیں دیکھنا چاہتی ہو۔"

میں نے اسے وضاحت سے سمجھایا کہ جب تک اس کی ماں' بھائی اور بہن کے دماغوں سے اس کے خیال خوانی کرنے والوں کے اثرات ختم نہیں ہوں گے' پرگولا کو یرغمال بنا کر رکھا جائے گا۔

وہ خوش اور مطمئن ہو کر اس کی مرہم پٹی کے لئے جانے لگی۔ ممی نے کہا۔ "پہلے انا کو فون پر اپنی خیریت سے آگاہ کرو۔"

میں نے ٹائنی کے پاس آ کر کہا۔ "بیٹی! یہاں دو گارڈ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہیں۔ جیری اور تھرہال ان کے ذریعے کوئی شیطانی چال چل سکتے ہیں۔ ان کا بھی کچھ علاج ضرور کرنا۔"

"اوکے پاپا! آپ جائیں آرام کریں۔"

میں دائمی طور پر حاضر ہو گیا۔ میرے آس پاس لیلیٰ' انا اور عابل بیٹھے ہوئے تھے۔ انا نے بے تابی سے پوچھا۔ "پاپا! وہ خیریت سے ہیں؟"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "ریسیور اٹھاؤ اور میکسی سے باتیں کرو۔" اس نے فوراً ہی میرے پاس آ کر ریسیور لیا پھر بولی۔ "ہیلو میکسی! تم سب خیریت سے ہو؟"

وہ میکسی کی باتیں سننے لگی۔ پہلے خوش ہوئی پھر مسکرا کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی باتیں سنتی رہی پھر بولی۔ "ممی سے کہنا' میں نے بیٹی کی محبت سے مجبور ہو کر دوسری بار بھی بچا لیا مگر تیسری بار دل پتھر کر لوں گی۔ آئندہ وہ بیٹے کے ساتھ ذلتیں اٹھاتی پھریں گی۔ بہتر ہے اب مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھو۔ اپنے اعمال درست رکھو' ایسی مصیبتیں نہیں آیا کریں گی۔"

وہ ریسیور رکھنا چاہتی تھی' میکسی نے کہا۔ "ذرا ایک منٹ فون بند نہ کرنا۔ اتنا بتا دو' یہ جو میرے دماغ میں آئے تھے' کیا یہی تمہارے بھائی جان ہیں؟"

"ہاں' پہلے بھائی جان تھے۔ اب یہ بھائی نہیں' میرے باپ ہیں۔ میرے پاپا ہیں۔"

"تو پھر میرے بھی پاپا ہوئے۔"

"ایسے رشتے اچھے خاندانوں میں قائم ہوتے ہیں۔ میں نے وہ جرائم پیشہ خاندان چھوڑنے کے بعد یہاں عزت پائی ہے۔ کیا تم ممی' برادر اور مامیلا کو چھوڑ سکتی ہو؟"

"نہیں۔ کوئی اپنی بنیاد سے الگ نہیں ہوتا۔"

"بنیاد ٹیڑھی ہو تو دیوار اسی طرح جھکتی اور گرتی جاتی ہے جس طرح تم سب گرتی جا رہی ہو۔"

"اپنے پاپا سے کہو' ہمیں آخری بار سہارا دیں۔ پرگولا اور اس کے خیال خوانی کرنے والوں نے ہمیں پہچان لیا ہے۔ آئندہ بھیس بدل کر ہمیں پھر اپنا تابعدار بنا سکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ پاپا ہمارا حلیہ بدل دیں۔ ہمارے نئے شناختی کارڈز اور کاغذات تیار کرا دیں ورنہ....."

"ورنہ کیا؟"

"تم تو ممی کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہو۔ تمہارے پاپا نے پرگولا سے جو سمجھوتا کیا ہے' اس پر وہ عمل نہیں کریں گی۔ پرگولا کو مار ڈالیں گی۔"

"بکواس مت کرو۔ پاپا کے فیصلوں کے سامنے کوئی دم نہیں مارتا۔ ممی ان کے سمجھوتے کے خلاف پرگولا کو ہلاک کریں گی تو بہت ہی برے انجام سے دوچار ہوں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا پھر مجھ سے کہا۔ "پاپا! میں اپنے خاندان والوں کو مصائب سے نکالنے کے لئے بار بار آپ کو اور عادل کو پریشان کرتی رہی ہوں۔ اب وہ سمجھوتے کے خلاف کوئی حرکت کریں گی تو مجھے بڑی شرمندگی ہو گی۔"

میں نے کہا۔ "تم کیوں شرمندہ ہو رہی ہو؟ جو جیسا کرتا ہے' ویسا بھرتا ہے۔ تمہاری محبت اور شرافت ہماری نظروں میں ہے۔ اس لئے تم ہم سب کے دلوں میں ہو۔"

وہ اپنی ماں کی فطرت کو اچھی طرح جانتی تھی۔ گاڈمدر کسی سے شکست کھاتی تھی تو اس سے ضرور انتقام لیتی تھی۔ پھر پرگولا تو اسی گھر میں زخمی پڑا ہوا تھا۔ وہ اسے سامنے پا کر ضرور اپنے غصے کو

ٹھنڈا کرنے کے لئے اسے گولی مار سکتی تھی۔

اب وہ جو بھی کرے۔ میں بار بار اس کی جھوٹی برتری سے اسے روکنے کی خدمات انجام نہیں دے سکتا تھا۔ انا شرمندہ سی تھی لیکن شرمندگی کو چھپائے ہم سے باتیں کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "بھئی تمہارے چہرے پر تھوڑی دیر پہلے والی رونق نہیں ہے۔ جب تم ہنستی مسکراتی ہو تو تمہارے رخسار ٹماٹر کی طرح سرخ ہو جاتے ہیں۔ ذرا ہنسو تو۔"

وہ ہنسنے لگی' اس کے ساتھ سب ہی قہقہے لگانے لگے۔ میں نے لیلیٰ سے کہا۔ "میں تھوڑی دیر کے لئے باہر جا رہا ہوں۔"

وہ بولی۔ "مجھے آپ کی تھوڑی دیر معلوم ہے۔ آپ صبح کریں گے۔"

"میں کسی معاملے میں مصروف رہنے کے لیے نہیں جا رہا ہوں۔ وعدہ کرتا ہوں' رات تک واپس آجاؤں گا۔"

میں لباس تبدیل کر کے بنگلے سے باہر آیا پھر کار میں بیٹھ کر ایک طرف چل پڑا۔ میں بھی گاڈ مدر کے مزاج کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ اگر وہ پرگولا کو انتقاماً قتل کرنا چاہتی تو ناکامی کا زیادہ چانس تھا۔ کیونکہ وہ شیطانوں کا شیطان تھا۔ آسان موت مرنے والوں میں سے نہیں تھا۔

مجھے دوبارا سے آسانی سے مار ڈالنے کا موقع ملا۔ مگر میں نے اسے زندہ چھوڑ دیا۔ جناب علی اسد اللہ تیرہزی کی ہدایات تھیں کہ دشمن کو جان سے نہ مارو۔ وہ پریشان کرے تو اسے عبرت ناک سزائیں دے کر زندہ رہنے دو۔ اس میں دو مصلحتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ دشمن طرف والا ہو گا تو تم سے زندگی بھر تمہارا احسان مند رہے گا۔ اگر کم ظرف ہوا تو غیر شعوری طور پر متاثر اور مرعوب رہے گا۔

اسے زندہ چھوڑنے میں دوسری مصلحت یہ ہے کہ تمہارے اطراف اور کئی دشمن ہیں۔ یہ دشمن صرف تم سے ہی نہیں ایک دوسرے سے بھی ٹکراتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے ہاتھوں فنا ہوتے رہتے ہیں۔ جسے تم زندہ چھوڑو گے' وہ آگے چل کر دوسرے دشمنوں کے ہاتھوں مرے گا یا انہیں مارے گا۔ یوں خود بخود دشمن فنا ہوتے رہیں گے اور تم کسی کو قتل کرنے سے باز رہو گے۔

میں نے ایک اسٹیک بار کے سامنے کار روک دی۔ چائے کی طلب ہو رہی تھی۔ میں بار سے چائے لے کر پھر کار میں آکر بیٹھ گیا۔ چائے کی ایک چسکی لی۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کر کے میکسی کے پاس پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں اس کی دماغی توانائی بحال ہو گئی تھی۔ میں نے دوسری بار اس کے پاس پہنچتے ہی کوڈورڈز ادا کئے۔ "وی آر فار انا....."

پھر بھی اس نے سانس روک لی۔ یہ غصہ دلانے والی بات تھی۔ خود غرضی کی بھی حد ہوتی ہے۔ وہ ماں' بیٹا اور بیٹیاں کام نکلتے ہی طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیتی تھیں۔ میں پرگولا کے پاس پہنچا' پتا چلا وہ بیہوش پڑا ہے۔ پھر میں گارڈ کے پاس آیا اور اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

اس کی سوچ نے بتایا کہ ٹریسا اور مامیلا ایک گھنٹے بعد نیند سے بیدار ہو گئی تھیں۔ وان لوئن ان سے پہلے تخمینی نیند میں تھا اس لئے وہ بھی بیدار ہو گیا تھا۔ میکسی نے انہیں بتایا کہ ان کی نیند کے دوران کیا ہوتا رہا تھا۔ پرگولا نے انہیں تابعدار بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن عادل کے بھائی جان نے پھر ایک بار انہیں مصیبتوں سے نجات دلائی ہے۔

میکسی نے بازار سے دوائیں منگوا کر ان دو گارڈز کو کھلائی تھیں' جو اعصابی کمزوری کے باعث نیم بے ہوشی کی حالت میں تھے۔ پچھلے ایک گھنٹے سے ان کی بھی توانائی اس حد تک بحال ہوئی تھی کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تھے۔ گاڈ مدر ٹریسا نے ان تینوں کو بلا کر کہا۔ "تم لوگ فی الحال قابل اعتماد نہیں رہے ہو۔ پرگولا کے آدمی تمہارے ذریعے ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے چھٹی کرو۔ فوراً اس مکان سے بہت دور چلے جاؤ۔"

وہ تینوں اس مکان سے نکل گئے۔ جس وقت میں گارڈ کے خیالات پڑھ رہا تھا اس وقت وہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اس مکان سے دور نل ایب چلا آیا تھا۔ اب گاڈ مدر اپنی اولاد کے ساتھ کیا کھچڑی پکا رہی تھی' یہ میں گارڈ کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے ثانی کے پاس آکر کوڈورڈز ادا کئے۔ وہ سوچ کے ذریعے بولی۔ "میں گاڈ مدر کے دماغ میں ہوں۔"

ثانی' باربرا اور سلمان نے ان تینوں ماں بیٹے اور بیٹی پر خوبی عمل کر کے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔ اب جیری اور تھرمال وغیرہ انہیں پریشان نہیں کر سکتے تھے لیکن ثانی وغیرہ نے اپنے لئے راستہ کھلا رکھا تھا۔ اس راستے سے ہم ان کی بے مروتی اور احسان فراموشی دیکھ رہے تھے۔

ٹریسا نے اپنے بیٹے اور دونوں بیٹیوں کو پاس بٹھا کر کہا۔ "ہماری زندگی میں ایسا برا وقت پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ یہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اور ہپناٹائز کرنے والوں سے سابقہ پڑا ہے۔ اب ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم اپنی برتری قائم رکھنے کی جنگ لڑتے رہیں یا کسی بڑی طاقت کے تابعدار بن کر ذلت کی زندگی گزاریں؟"

وان لوئن نے کہا۔ "ممی! آپ ہمیشہ سر اٹھا کر زندگی گزارتی رہی ہیں۔ ہم آپ کا سر جھکنے نہیں دیں گے۔"

مامیلا نے کہا۔ "اب ہم نارمل ہیں۔ سانس روک سکتے ہیں' کسی کو اپنے اندر نہیں آنے دیں گے جو غلطیاں ہم سے ہو چکی ہیں وہ دوبارہ نہیں ہوں گی۔"

ٹریسا نے کہا۔ "شاباش میرے بچو! مجھے فخر ہے کہ تم سب ے ہم مزاج ہو۔ پتا نہیں ایک انا ہم سے مختلف کیوں ہو گئی

میکسی نے کہا۔ "وہ فون پر کہہ رہی تھی کہ ہم سمجھوتے کے کوئی قدم نہ اٹھائیں۔ پرگولا کو جان سے نہ ماریں ورنہ اس کا بہت برا ہو گا۔"

ماں نے کہا۔ "وہ نادان ہے۔ اتنا نہیں سمجھتی کہ پرگولا کے اس کے خیال خوانی کرنے والے پیچھے رہتے ہیں۔ اگر ہم پرگولا ختم کر دیں گے تو خیال خوانی کرنے والوں کو ہمارے درمیان دور رہنے کے لئے کسی کا دماغ نہیں ملے گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اپنے بچوں کے ساتھ چلتی ہوئی اس ے میں آئی' جہاں پرگولا فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے قریب سے حقارت سے دیکھا۔ پھر اس پر تھوک دیا۔ وہ غصے سے پاگل ہو کر بولا۔ "یہ کیا حرکت ہے۔ ہمارے درمیان سمجھوتا ہو چکا ہے۔ تم نے مجھ پر تھوک کر یہ سمجھوتا توڑ دیا ہے۔ تم مجھے کمزور نہ پاؤ میں تم سب کو جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

وان لوئن نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری پھر کہا۔ "کتے کے بچے! تو خدائی کا گاڈ فادر بننا چاہتا تھا۔ کتا کبھی مالک نہیں بنتا۔"

ٹریسا نے کہا۔ "میں تجھے ہمیشہ کتا بنا کر رکھتی لیکن تیرے خیال کرنے والوں سے خطرہ ہے۔ تیری موت کے بعد وہ ادھر نہیں جائیں گے۔ انہیں کسی کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔"

وان لوئن نے ریوالور نکالا۔ اس میں سائینسر لگایا۔ پھر اسے اپنے ہاتھ میں دیا۔ اس دوران جیری اور تھرمال اپنے باس کو بچانے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ کبھی ٹریسا اور وان لوئن کے دماغوں میں اور کبھی مامیلا اور میکسی کے دماغوں میں جانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن انہیں جگہ نہیں مل رہی تھی۔

ٹریسا نے پرگولا کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "وہ تیرے دونوں کتے ے اندر آکر بھونکنا چاہتے ہیں۔ مگر اب انہیں بھونکنے کی کہیں نہیں ملے گی۔ لے' اب تیرا دماغ بھی بجھ رہا ہے۔"

اس نے صحیح نشانہ لے کر گولی چلائی۔ لیکن وہ ادھر سے اُدھر گئی اور پریشان ہو کر بولی۔ "بیٹے! پتا نہیں کیا بات ہے۔ میرا ہاتھ ہ رہا ہے۔"

میں نے پرگولا کے اندر چپکے سے کہا۔ "کہو پرگولا! کیا میں وعدہ نبھا رہا ہوں۔ سمجھوتے پر عمل کر رہا ہوں؟"

وہ چونک کر بولا۔ "ارے تم کون ہو بھائی؟"

"وہی ہوں جس نے تمہیں گولی مار کر اپاہج بنا دیا۔"

"اور اب جان بچانے آئے ہو۔ یہ کون سا اسٹائل ہے

ٹریسا نے وان لوئن کو ریوالور دیتے ہوئے کہا "بیٹے! میں کچھ ہو گئی ہوں۔ تم اسے گولی مارو۔"

بیٹے نے ریوالور لیا۔ پھر نشانہ لگایا۔ پرگولا نے گھبرا کر سوچ کے ذریعے کہا۔ "اے مہربان بھائی! تو میرے دماغ میں کیوں ہے؟ اس گولی مارنے والے کے دماغ میں جا کر اس کا ریوالور چھین لے۔"

سائینسر کی وجہ سے فائرنگ کی آواز باہر نہیں جا رہی تھی۔ وان لوئن نے سامنے والی دیوار پر گولی چلائی۔ پھر پریشان ہو کر صحیح نشانہ لگاتے ہوئے ٹریگر دبایا۔ وہ گولی ماں کے قدموں کے پاس قالین کو ادھیڑتی ہوئی فرش میں دھنس گئی۔ گاڈ مدر چیخ مار کر اچھلتی ہوئی پیچھے گئی پھر بولی۔ "بیٹے! یہ کیا کر رہے ہو۔ ابھی مجھے گولی لگ جاتی تو؟"

مامیلا نے بھائی سے ریوالور چھین کر کہا۔ "پتا نہیں' تمہیں اور ممی کو کیا ہو گیا ہے؟ ہم میں سے کسی کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا ہے۔ دیکھو گولی پہلے چھت پر مارو۔ وہ واپس آکر نیچے لیٹے ہوئے دشمن کے اندر گھسے گی۔"

اس نے یکے بعد دیگرے دو فائر کئے۔ گولیاں چھت میں جا کر گم ہو گئیں۔ پرگولا نے کہا۔ "واہ' کمال ہو گیا۔ چھ گولیاں ضائع ہو گئیں۔ ریوالور خالی ہو گیا۔ اب مجھے قتل کرنے کے لئے چاقو لاؤ۔"

وان لوئن اسے ٹھوکر مارنے کے لیے آگے بڑھا مگر گھوم کر میکسی کو لات ماردی۔ وہ لات کھا کر چیختی ہوئی ماں کے اوپر آئی پھر اس کے ساتھ فرش پر پرگولا کے پاس آگری۔ وان لوئن نے کہا۔ "سوری ممی! میں اس بدمعاش کو لات مارنا چاہتا تھا۔"

وہ ماں اور بہن کو اٹھانے کے لئے جھکا۔ پھر خود ہی ان کے قریب اوندھے منہ گر پڑا۔ مامیلا کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ وہ بھی انہیں اٹھانے کے لئے جھکی اور پرگولا کے پاس گر پڑی۔ پرگولا اپنی تکلیف بھول کر قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "آخر گرے زمین پر' اونچی اڑان والے!!!!!!....!!!!!...."

وہ ماں' بیٹے اور بیٹیاں فرش پر اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ میں نے پرگولا کی زبان سے کہا "بوڑھی گاڈ مدر! تو کسی کے زیر اثر نہیں رہنا چاہتی' جو تجھ پر احسان کرے اس کے احسان کا بوجھ بھی برداشت نہیں کرتی۔ مجھے مار ڈالنا چاہتی تھی اب بتا کیسے مارے گی؟"

وہ ماں بچے ایک دوسرے کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔ اب یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ سب ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں ہیں۔ ٹریسا نے سہم کر پوچھا۔ "پرگولا! کیا تیرے آدمی ہمارے دماغوں میں ہیں؟"

جیری نے کہا۔ "نہیں باس! میں اور تھرمال ان کے اندر جانے میں ناکام ہوتے رہے۔ ہمیں اس وقت وہاں جگہ ملتی ہے' جب تمہارے اجنبی مہربان کا کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہوتا ہے۔"

پرگولا نے ٹریسا سے کہا۔ "میرا کوئی آدمی تم میں سے کسی کے اندر نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا' یہ کون خدائی فوجدار ہے۔ ہم سب کو کھٹ پتلیوں کی طرح نچا رہا ہے۔ میں نے تمہیں نقصان پہنچایا تو اس

نے مجھے سزا دیتے ہوئے اپاہج بنادیا۔ تم لوگ مجھے مارنا چاہتے ہو تو وہ مجھے بچارہا ہے اور تمہارے احساسِ برتری کو جوتے مار رہا ہے۔"

میکسی نے کہا۔ "ممی! یہ وہی عادل کا بھائی اور انا کا باپ ہے۔"

ماں نے کہا۔ "کیا بکتی ہے؟ تمہارا اور ان کا باپ مرچکا ہے۔"

"ممی! یہ نیا باپ ہے۔ انا اسے پاپا کہتی ہے۔"

وان لوئن بڑبڑایا۔ "اس کا مطلب ہے ہم ابھی تک اس کے جال میں ہیں۔"

میکسی نے کہا "ہاں اور اس کے جال سے نکل آنے کی خوش فہمی میں ہم نے سمجھوتے کے خلاف پرگولا کو ہلاک کرنا چاہا اور وہ سمجھوتے کے مطابق اسے ہمارے ہاتھوں سے بچارہا ہے۔"

وہ سب چپ ہوگئے۔ اپنے اپنے طور پر سوچنے لگے۔ پرگولا بھی سوچ رہا تھا۔ ان میں سے کسی کی جیت نہیں ہوئی تھی۔ اور کوئی مکمل طور پر ہارا ہوا بھی نہیں تھا۔ پرگولا اپاہج اور بے بس تھا مگر گاڈ مدر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ پرگولا کے پاس دو خیال خوانی کرنے والوں کی طاقت تھی۔ مگر وہ دونوں گاڈ مدر اور اس کی اولاد کے اندر نہیں پہنچ سکتے تھے۔

وان لوئن نے کہا "میکسی! انا کو فون کرو۔"

"کس منہ سے فون کروں۔ ہم اس کی نظروں میں انتہائی کمینے اور کم ظرف ہوگئے ہیں۔"

گاڈمدر نے کہا۔ "تم نمبر ملاؤ۔ میں بات کروں گی۔ آخر وہ میری بیٹی ہے۔ میں اسے بچھلانا جانتی ہوں۔"

وہ سب اٹھ کر وہاں سے چلتے ہوئے دوسرے کمرے میں آئے۔ سینٹر ٹیبل پر فون رکھا ہوا تھا۔ ان میں ایک میکسی ایسی تھی، جس کے دماغ میں ہم نہیں جاسکتے تھے۔ ویسے اشد ضرورت ہوتی تو ہم راستہ بنالیتے۔ میں نے وان لوئن کے اندر رہ کر اس کے ذریعے فون کو اٹھایا۔ اس کے تار کو ایک جھٹکے سے الگ کیا۔ پھر ریسیور کو دیوار پر مار کر توڑ دیا۔ اس دوران میکسی اسے روکنے آئی تھی تو اسے دھکا دے کر گرادیا۔

ایسا کرنے کے بعد وان لوئن نے بوکھلا کر ٹوٹے ہوئے فون اور تار کو دیکھا پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ ماں اور بہنیں بھی مختلف صوفوں پر بیٹھ گئیں۔ پھر ٹریسا نے بیٹے کے سر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم کون ہو؟ اگر عادل کے بھائی اور میری بیٹی کے پاپا ہو تو مجھ سے باتیں کرو۔"

انہیں قہقہہ سنائی دیا۔ ان سب نے دروازے کی طرف دیکھا۔ پرگولا زخمی ٹانگ اٹھائے فرش پر گھسٹتا ہوا آیا تھا اور ہنستے ہنستے کہہ رہا تھا۔ "کسے آواز دے رہی ہو؟ وہ کمینوں سے بات کرنا چاہتا تو ٹیلیفون کو کیوں توڑ دیتا۔"

وان لوئن نے پرگولا کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ "ممی! یہ شیطان تو ہمارے گلے پڑگیا ہے۔ ہم نہ اسے اپنے سامنے برداشت کرسکتے ہیں، نہ اسے مار سکتے ہیں۔"

پرگولا نے کہا۔ "یہی معاملہ میرے ساتھ بھی ہے۔ نہ تم مجھ سے کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہوں، نہ زخمی ٹانگ لے کر یہاں سے جاسکتا ہوں۔ یہودی میرے پیچھے پڑے ہیں۔ باہر نکلا تو بچاتے ہی پڑے دوسری ٹانگ بھی زخمی کردیں گے۔ مجھے مجبوراً یہاں رہنا پڑے اور تمہاری اس ڈاکٹر بیٹی کو میرا علاج کرنا ہوگا۔"

"میں تمہارا علاج نہیں کروں گی۔ میں تم پر تھوکتی ہوں۔"

"تمہاری ماں نے بھی مجھ پر تھوکا تھا۔ اس کا نتیجہ دیکھ لو۔ اس مدر کی طاقت صفر ہوگئی ہے۔"

میکسی نے کہا۔ "تم میرے ہاتھوں مروگے۔ میں تمہارے زخم میں زہر بھردوں گی۔"

وہ بولا۔ "وان لوئن اگر تمہاری ڈاکٹر بہن مجھے نقصان پہنچائے گی تو تم کیا کروگے؟"

اس نے کہا۔ "میں دیوار سے سر ٹکرا ٹکرا کر مرجاؤں گا۔"

"ذرا نمونہ دکھاؤ، کیسے مروگے؟"

وان لوئن اپنی جگہ سے اٹھ کر دوڑتا ہوا گیا پھر دھڑام کی زوردار آواز کے ساتھ دیوار سے سر ٹکرادیا۔ دوسرے ہی لمحے چکرا کر گر پڑا۔ ماں اور بہنیں ہائے ہائے کرتی ہوئی اس کے پاس پہنچیں۔ ماں نے بیٹے کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا۔ پھر اس کی پیشانی سہلاتی ہوئی بولی۔ "پرگولا کا علاج ہوگا۔ بالکل صحیح علاج ہوگا۔ میرے بیٹے کو سزا نہ دو۔ اری میکسی! تو خاموش کیوں ہے؟ کچھ بولتی کیوں نہیں؟"

وہ بولی "ہاں ہاں، میں وعدہ کرتی ہوں پرگولا کو دواؤں کے ذریعے نقصان نہیں پہنچاؤں گی، میں دن رات اس کے زخم کی مرہم پٹی کرتی رہوں گی۔"

وہ دوڑتی ہوئی گئی، دواؤں کا بیگ اٹھا کر لے آئی۔ تین مرہم پٹی کھول کر زخم کا معائنہ کرکے پھر مرہم پٹی کرکے انجکشن بھی لگا دیا تاکہ زخم جلد سے جلد بھرے اور وہ یہاں سے جانے کے قابل ہوجائے۔

پرگولا نے آرام محسوس کرتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا "اے مہربان بھائی! مانتا ہوں، یہ تمہاری ہی کھوپڑی ہے جو دشمنوں کو ایک ہی چھت کے نیچے رہنے پر مجبور کررہی ہے۔ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو نقصان بھی نہیں پہنچا سکے گا۔"

میں نے کہا۔ "جیری اور تھرمال ابھی تمہارے پاس ہیں۔ میری آواز اور لہجے کو سن رہے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں جب بھی گاڈ مدر کی طرف سے پرگولا کو خطرہ پیش آئے، وہ میرے دماغ میں آکر مجھے اطلاع دیں۔ میں فوراً آکر اسے بچاؤں گا اور تم تینوں پر ہاتھ

یاد رکھنا کہ تم میں سے کسی نے گاڈ مدر اور اس کی اولاد کو کوئی نقصان پہنچایا یا انہیں ٹریپ کرنا چاہا تو میں چشم زدن میں پرگولا کی موت میں بدل دوں گا۔"

یہ دھمکیاں دے کر میں اسنیک بار کے سامنے اپنی کار میں ظاہر ہوگیا۔ چائے کی پیالی خالی ہوچکی تھی۔ میں نے کار کو اسنیک بار کی روشنی سے دور ایک درخت کے سائے میں روکا تھا اور تاریکی میں خیال خوانی کررہا تھا۔ میں کار سے نکل کر دکان میں آیا۔ پیالی واپس کی۔ چائے کی قیمت ادا کی۔ پھر واپس آکر اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار اسٹارٹ کرتے ہی ایک ریوالور کی نال میری گردن سے لگی۔ کسی نے سرد لہجے میں کہا۔ "انجن چالو رکھو۔ مگر گاڑی نہ بڑھاؤ۔ انتظار کرو۔"

میں نے حکم کی تعمیل کی اور حکم دینے والے کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اکیلا تھا۔ اسے اپنے ساتھی کا انتظار تھا۔ اس کا نام جونی تھا۔ اس کا ساتھی ٹونی پانچ منٹ کے بعد آگیا۔ پچھلی سیٹ پر جونی کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔

"یار! پرابلم ہوگیا۔ اس بوتھ کا ٹیلی فون خراب ہے۔ اب الان روبن سے کیسے رابطہ کریں۔"

جونی نے ریوالور کی نال سے میری گردن کو ٹھونکا دیتے ہوئے کہا۔ "اے آگے چلو، آگے پرنسٹن روڈ کے ٹیلیفون بوتھ کے سامنے گاڑی روکو۔"

میں نے کہا۔ "بوتھ میں جانا ضروری نہیں ہے۔ میرے پاس موبائل فون ہے۔"

ٹونی نے میری طرف جھک کر کہا "شاباش، کام کی آدمی ہو۔ کہاں ہے فون؟"

"ڈیش بورڈ کے اس خانے میں۔ کیا نکالوں؟"

"خبردار! چالاکی نہ دکھاؤ۔ کیا وہاں سے ہتھیار نکالنا چاہتے ہو؟ یا تم وہ خانہ کھولو۔"

ٹونی نے پچھلی سیٹ سے اگلی سیٹ کی طرف جھک کر اس خانہ کو کھولا۔ اندر اچھی طرح دیکھا۔ پھر موبائل فون نکال کر بولا۔ "یہاں ہتھیار نہیں ہے۔"

"اس کا لباس چیک کرو۔"

ٹونی بچارے بڑے محتاط تھے۔ وہ اگلی سیٹ پر جھک کر آیا۔ مجھے اچھی طرح چیک کیا پھر مطمئن ہوکر پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔ ابھی تک میرے خیالات پڑھ کر اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ دونوں پیشہ ور قاتل ہیں۔ ابھی ایک لڑکی کو قتل کرنے والے ہیں، جس کا نام سارہ روبن ہے۔ سارہ کے دو سوتیلے بھائیوں نے ان قاتلوں کو دس ہزار امریکی ڈالر دیئے ہیں۔ لڑکی کا کام تمام کرنے کے بعد انہیں مزید دس ہزار ڈالر ملیں گے۔

ٹونی نے رابطہ کیا۔ پھر کہا "ہیلو مسٹر الان! میں ٹونی بول رہا ہوں۔"

الان روبن کی آواز سنائی دی۔ "میں بڑی دیر سے انتظار کررہا ہوں۔ کہاں چلے گئے تھے؟"

"مسٹر! ہمیں کچھ انتظامات کرنے تھے۔ پھر ایک جگہ سے فون کرنا چاہا تو وہ فون آؤٹ آف آرڈر تھا۔"

"اب کہاں ہو؟"

"ایک کار میں ہیں۔ جونی نے کار والے کو گن پوائنٹ پر رکھا ہے۔"

"کیا تم اس کار والے کی موجودگی میں مجھ سے باتیں کررہے ہو؟"

"جی ہاں۔ آپ کام کی بات کریں۔"

"کیا خاک باتیں کروں۔ تم اس اجنبی کے سامنے میرا نام لے رہے ہو۔ کیا مجھے پھنسانا چاہتے ہو؟"

"ہم اتنے نادان نہیں ہیں۔ کام ہوتے ہی سارے ثبوت اور گواہ مٹادیتے ہیں آپ یہ بتائیں، وہ گھر سے کب نکل رہی ہے؟"

"ابھی اپنے کمرے میں ہے۔ شاید باہر جانے کے لئے تیار ہو رہی ہے۔ دس منٹ بعد پھر فون کرو۔ اگر اس کار میں کوئی فون ہے تو اس کا نمبر بتاؤ۔"

ٹونی نے مجھ سے موبائل کا نمبر پوچھا۔ پھر الان روبن کو بتا کر کہا۔ "اب تم ہمیں فون کروگے۔ ہم انتظار کررہے ہیں۔"

اس نے فون بند کردیا۔ میں الان روبن کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے سامنے ایک جوان شخص بیٹھا ہوا تھا۔ پتا چلا وہ بڑا بھائی سولان

ہے۔ الان نے اس سے کہا۔ "برادر! جونی اور ٹونی بالکل تیار بیٹھے ہیں۔ پتا نہیں وہ سُوئر کی بچی کب اپنے کمرے سے نکلے گی؟"

بڑے بھائی سولان نے کہا۔ "اسے سُوئر کی بچی نہ کہو۔ ہمارے باپ کو گالی پڑتی ہے۔"

الان قریب آکر بیٹھ گیا پھر آہستگی سے بولا۔ "ہم نے اسے اس قدر بدنام کیا کہ ایک بازاری عورت بھی اس قدر بدنام نہیں ہوتی ہوگی۔ تم کہتے تھے' وہ رسوائیوں سے گھبرا کر خودکشی کرلے گی مگر بڑی ڈھیٹ ہے۔ ہمیں کرائے کے قاتلوں سے کام لینا پڑ رہا ہے۔"

سولان نے کہا۔ "تم بھول رہے ہو..... کچھ روز پہلے وہ بہت پریشان اور زندگی سے بیزار ہوگئی تھی۔ مجھے کیمسٹ نے بتایا تھا کہ وہ زہر کی شیشی خرید کرلے گئی ہے۔ پھر ایک دن ہسپتال کے ایک ڈاکٹر نے فون کیا تھا کہ اس نے اعصابی کمزوری کی دوا پی لی تھی۔ ہوٹل والوں نے اسے اسپتال پہنچایا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے۔ اس شیشی میں زہر نہیں تھا۔"

"ہاں' اس کے مقدر میں کسی قاتل کے ہاتھوں مرنا لکھا ہے۔ اس لئے اسے زہر نصیب نہیں ہوا۔"

اس نے جونی اپنی بات ختم کی' اسے اپنے ہی دماغ میں ایک قہقہہ سنائی دیا۔ میں بھی خیال خوانی کرتے کرتے چونک گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک لڑکی کے قتل کی جو سازش ہو رہی ہے اس سلسلے میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی دلچسپی لے رہا ہے۔

میں ابھی یہ نہیں جانتا تھا کہ کوئی ایکسرے مین ہے' جو سارہ کا دیوانہ ہوگیا ہے اور جس کا دیوانہ ہے اسے حاصل کرنے کے بعد اسے مار ڈالنا چاہتا ہے۔ ایک بار اسے مار ڈالنے کی کوشش کرچکا ہے اور ناکام رہا ہے۔ اب پہلے سے زیادہ اس کا دیوانہ ہو کر اسے آج رات حاصل کرنے والا ہے۔

وہ سولان کے دماغ میں قہقہہ لگا کر کہہ رہا تھا۔ "اسے زہر نہ مار سکا' قاتل بھی نہیں مار سکیں گے۔"

سولان گھبرا کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔ "الان! میرے اندر کوئی ہنس رہا ہے اور بول رہا ہے کہ وہ نہیں مرے گی۔"

الان نے اس کے قریب آکر اس کے دونوں بازو کس کو تھام کر پوچھا۔ "تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

اس بار الان نے اپنے اندر وہ آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "ٹھیک نہیں۔ اب تم بھی ٹھیک نہیں رہو گے۔"

وہ گھبرا کر صوفے پر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "برادر! میرے اندر بھی کوئی بول رہا ہے۔"

پھر آواز سنائی دی "ہاں' اسے ٹیلی پیتھی کہتے ہیں۔ جب یہ کسی کے اندر جاتی ہے تو اس کی ساری بدمعاشیاں باہر نکال دیتی ہے۔"

سولان نے اچانک ہی الان کو تھپڑ مارا۔ دوسرے ہی لمحے الان نے سولان کے منہ پر گھونسا رسید کیا۔ پھر دونوں بھائی باری باری ایک دوسرے کو مارنے اور کپڑے پھاڑنے لگے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ خیال خوانی کرنے والا کبھی ایک کے اور کبھی دوسرے کے دماغ میں جا رہا ہے اور انہیں پاگلوں کی طرح ایک دوسرے کو نوچنے کھسوٹنے پر مجبور کر رہا ہے۔ آخر وہ لڑتے لڑتے اور کپڑے پھاڑتے پھاڑتے ننگے ہوگئے۔ تھک ہار کر فرش پر گر پڑے۔

میں نے سولان کے دماغ میں سنا' وہ اجنبی کہہ رہا تھا۔ "آج کے لئے اتنی ہی وارننگ کافی ہے۔ آئندہ سارہ کے پیچھے قاتل لگاؤ گے تو وہ قاتل آکر تمہیں قتل کردیں گے۔ سارہ ابھی گھر سے نکلنے والی ہے۔ اس کا راستہ روکنے کی حماقت نہ کرنا۔"

پھر خاموشی چھاگئی۔ چند سیکنڈ کے بعد میں خیال خوانی سے چونک گیا۔ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ ٹونی کہہ رہا تھا۔ "جونی! میرے سر میں کچھ ہو رہا ہے۔"

جونی نے پوچھا۔ "کیا ہو رہا ہے؟"

"میرے اندر کوئی ہنس رہا ہے۔"

میری گردن سے ریوالور کی نال ہٹ گئی۔ وہ ریوالور جونی کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ وہ اپنا سر پکڑ کر کہہ رہا تھا۔ "ہاں' میرے اندر بھی کوئی قہقہے لگا رہا ہے۔ یہ..... یہ کیا ہو رہا ہے۔"

ٹونی نے کہا۔ "میرے اندر کوئی کہہ رہا ہے کہ میں کار سے نکل کر بھاگوں۔ ورنہ تم مجھے گولی مار دو گے۔"

جونی نے گرا ہوا ریوالور اٹھا کر کہا۔ "ہاں تمہیں قتل کردوں؟ مگر یہاں نہیں' باہر چلو۔"

"یار جونی! یہ کیا کر رہے ہو؟ گولی چل جائے گی۔"

"خیریت چاہتے ہو تو فوراً باہر نکلو۔"

وہ موبائل فون سیٹ پر پھینک کر اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکلتے ہی بھاگنے لگا۔ جونی نے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اس کے پیچھے دوڑ لگائی۔ یہ میری زندگی میں پہلا موقع تھا کہ نہ دشمنوں سے لڑنا پڑا اور نہ ہی خیال خوانی کرنی پڑی۔ کوئی اجنبی اپنی خیال خوانی کے زور پر ان دونوں کو اڑا لے گیا تھا۔

میں نے جونی کے اندر رہ کر دیکھا۔ وہ دونوں بہت دور تک دوڑتے ہوئے گئے۔ تقریباً ایک کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے اپنے ساتھی ٹونی کو گولی ماردی پھر ریوالور کو اپنی کنپٹی سے لگا کر ٹریگر دبادیا۔

قصہ تمام ہوگیا۔ میں نے باہر نکل کر پچھلی سیٹ کے دونوں دروازوں کو بند کردیا۔ پھر اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ لیکن کار اسٹارٹ نہیں کی۔ ٹونی اور جونی کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا تھا کہ سامنے جو گلی نظر آرہی ہے' سارہ اسی گلی سے اپنی سہیلی کے گھر میں نکلے گی۔

میں نے اپنی کار اسٹارٹ نہیں کی۔ مجھے اس کا انتظار تھا۔

○..☆..○

ہیرو نے ہائی وے کے ایک ویران حصے میں گاڑی روک دی۔ ایک طرف میلوں دور تک سپاٹ میدان تھا۔ کئی میل دور ایک جگہ چھوٹی سی روشنی کا دھبّا سا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے غیر معمولی قوتِ بصارت سے دیکھا' وہاں ایک مکان تھا۔ روشنی اس مکان کی کھڑکی سے آرہی تھی۔ اس نے گاڑی ادھر موڑ دی۔ ہیڈلائٹس بجھادیں۔ اسے روشنی کی ضرورت نہیں تھی۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف ایک ساتھی کی ضرورت تھی۔ اگر کوئی بھروسے کا بندہ مل جاتا تو اس کے بہت سارے مسائل حل ہوجاتے۔

وہ ڈرائیو کرتا ہوا آیا۔ پھر اس مکان سے تقریباً ایک ہزار گز کے فاصلے پر گاڑی روک کر اتر گیا۔ اس نے سوچا' اس مکان میں عورتیں اور بچے ہوں گے تو رات کے وقت اسے دیکھ کر ڈر جائیں گے۔ لہٰذا دبے قدموں جاکر وہاں کے مکینوں کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہئے۔

اس نے دبے قدموں آگے بڑھتے ہوئے دور تک نظریں دوڑائیں۔ وہاں حدِ نظر تک کوئی دوسری چار دیواری نہیں تھی۔ اس چھوٹے سے مکان کے اطراف خوبصورت سا باغیچہ تھا اور کئی گھنے درخت تھے۔ احاطے کی دیواریں اونچی تھیں۔ بڑا سا آہنی گیٹ کھلا ہوا تھا۔ جیسے آنے والے کو خوش آمدید کہہ رہا ہو۔

یہ عجیب سی بات تھی۔ اس ویرانے میں احاطے کے گیٹ کو بند رہنا چاہئے تھا لیکن وہ کھلا ہوا تھا۔ شاید کسی کی آمد کی توقع تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ چوری سے آنے والوں کو پھانسنے کے لئے اسے کھلا چھوڑا گیا ہو۔

وہ گیٹ سے کترا کر دوسری طرف گیا پھر ایک جگہ اچھل کر احاطے کی دیوار پر کھڑا ہوگیا۔ وہاں سے چھلانگ لگا کر ایک درخت کی شاخ سے لٹک گیا۔ اس شاخ سے جھولتا ہوا فضا میں قلابازی کھاتا ہوا دوسری شاخ پر آکر لٹکنے لگا۔ پھر اس درخت سے چھلانگ لگا کر دوسرے درخت کی شاخوں پر بھی یہی کرتب دکھانے لگا۔ یہ اس کی پیدائشی عادت تھی۔ وہ اپنے فطری طریقۂ کار کے مطابق مکان کے بالکل قریب ایک درخت پر پہنچ گیا۔

وہاں ایک ہی کمرے میں روشنی تھی۔ باقی کمرے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اگر کھڑکیوں پر پردے پڑے نہ ہوتے تو وہ اندر تاریکی میں دیکھ لیتا۔ جس کمرے میں روشنی تھی صرف اس کی کھڑکی کا پردہ ہٹا ہوا تھا۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ کسی آنے والے کے لئے وہ کھڑکی روشن رکھی گئی ہے۔

وہ کان لگا کر سننے لگا۔ اگر اندر کوئی سرگوشی میں بول رہا ہوتا یا خرّاٹے لے رہا ہوتا تو وہ فوراً سن لیتا۔ کوئی آواز نہیں تھی۔ پھر بھی اس کی حس بتا رہی تھی کوئی ہے یا کوئی آنے والا ہے۔

وہ درخت سے چھلانگ لگا کر مکان کی دیوار کے پاس آکھڑا ہوا۔ پھر وہاں سے ایک تاریک کھڑکی سے کان لگا کر سننے لگا۔ آدمی جب سانس لیتا ہے تو خود اسے اپنی سانسوں کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ یہ غیر معمولی قوتِ سماعت کا کمال تھا کہ وہ کھڑکی کے باہر سے کسی کے سانس لینے کی آواز سن رہا تھا۔ کوئی تاریک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا یا لیٹا ہوا تھا مگر جاگ رہا تھا۔ سونے اور جاگنے کے وقت سانسوں کے اتار چڑھاؤ میں فرق ہوتا ہے۔ ہیرو اس فرق کو خوب سمجھتا تھا۔

اس تاریک کمرے میں ایکسرے مین بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مکان اور آس پاس کی زمین اسی کی ملکیت تھیں۔ وہ اس وقت بڑی خاموشی اور انہماک سے خیال خوانی کر رہا تھا۔ سارہ کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس پر پوری طرح قبضہ جما کر اسے اپنے اس مکان کی تنہائی میں آنے پر مجبور کر رہا تھا۔

وہ اپنے آپ سے غافل تھی۔ ایکسرے مین اس کے اندر رہ کر اس کے ذریعے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کار چلاتی ہوئی کن راستوں سے گزر رہی ہے۔ جب وہ ہائی وے کو چھوڑ کر سپاٹ میدانی راستے پر آگئی تو اس نے دماغ کو تھوڑی ڈھیل دی۔ وہ بریک لگا کر دور تک تاریکی اور ویرانی کو دیکھنے لگی۔ پھر خوف سے چیخنا چاہتی تھی مگر ایکسرے مین نے چیخنے نہیں دیا۔ ہنس کر بولا۔ "میری جان! وہ سامنے دیکھو۔ دور ایک روشن کھڑکی ہے۔ میں اس

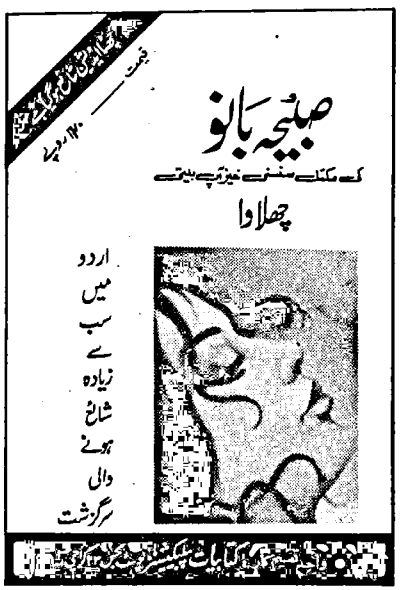

مکان میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ آجاؤ۔"

"نہیں' میں نہیں آؤں گی۔ میں واپس جاؤں گی۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ ریورس گیئر کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ لیکن گاڑی کو پیچھے لے جاکر موڑ نہیں سکی۔ بے اختیار آگے ڈرائیو کرنے لگی۔ اپنے اندر چیخنے لگی۔ "میں نہیں جاؤں گی۔ شیطان کے بچے! میں نے اتنے دنوں میں معلوم کرلیا ہے کہ تو جادو نہیں ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میں تیرے قابو میں نہیں آؤں گی۔ اپنی جان دے دوں گی۔"

وہ بولا۔ "اس بار غلطی نہیں کروں گا۔ تمہیں خودکشی کا موقع نہیں دوں گا۔ تم وہی کروگی' جو میں چاہتا ہوں اور دیکھ لو کہ تم وہی کر رہی ہو۔ وہ سامنے بڑا گیٹ کھلا ہوا ہے۔ اندر چلی آؤ۔"

اس ویرانے میں دور تک کوئی اس کی فریاد سننے والا نہیں تھا اس لئے اس نے سارہ کو بولنے اور بڑبڑانے کی ڈھیل دیدی۔ اُدھر ہیرو کھڑکی سے لگا' سانسوں کی آواز سننے کے بعد سوچ رہا تھا کہ دروازے پر جاکر دستک دے۔ شاید اس مکان میں کوئی مہمان مل جائے۔

وہ ادھر سے چلتا ہوا مکان کے سامنے والے حصے کی طرف جارہا تھا پھر ٹھٹک گیا۔ ایک کار دکھائی دی۔ وہ بڑے گیٹ سے گزر کر احاطے میں داخل ہو رہی تھی اور اس کار سے کسی لڑکی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ "چھوڑ دو مجھے' مجبور نہ کرو۔ تمہیں خدا کا واسطہ دیتی ہوں' مجھے واپس جانے دو۔"

ہیرو نے سمجھا۔ شاید کچھ لوگ کسی لڑکی کو زبردستی پکڑ کر لارہے ہیں لیکن وہ کار مکان کے سامنے آکر رکی اور صرف سارہ باہر آئی تو ہیرو شدید حیرانی سے دیکھنے لگا۔ اسے کسی نے پکڑا نہیں تھا مگر وہ جھنجلا کر کہہ رہی تھی۔ "مجھے چھوڑ دو۔ میں مکان کے اندر نہیں جاؤں گی۔"

لیکن وہ رک رک کر یوں جارہی تھی۔ جیسے نادیدہ لوگ اسے کھینچ کھینچ کر لے جارہے ہوں۔ پھر وہ دروازے کے سامنے پہنچی۔ وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ ہاتھ لگاتے ہی کھل گیا۔ اس نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ کھڑکی کے پردے کو برابر کر دیا۔ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن بے اختیار تھی۔

وہ تاریک کمرے سے نکل کر روشن کمرے میں آگئی۔ مسکرا کر بولا۔ "یہاں تک آنے کے بعد تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ نہ تمہاری کوئی تدبیر کام آئے گی' نہ ضد کام آئے گی اور نہ ہی تمہارے لئے اس ویرانے میں غیبی امداد پہنچے گی۔ میرا نیک مشورہ ہے' عقل سے کام لو۔"

وہ اسے غصے سے دیکھ کر بولی۔ "ہاں' میں اپنی مجبوری اور بے بسی کو اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ پھر بھی آخری وقت تک اپنی عزت بچانے کی کوششیں کرتی رہوں گی۔"

"سارہ! میں برا اور بدکار نہیں ہوں۔ تمہیں دل سے چاہتا ہوں۔ تم سے شادی کروں گا۔"

"شادی کرنے والے ایسی زبردستی نہیں کرتے۔"

"میں تمہارے خیالات کو بڑی گہرائی تک پڑھ چکا ہوں۔ یہ جانتا ہوں کہ مجھ سے شدید نفرت کرتی ہو۔ اگر میں ایک بار تمہیں حاصل کرلوں تو پھر تم میں اتنی شرافت ہے کہ کسی دوسرے کو اپنی زندگی میں آنے نہیں دوگی۔ مجھ سے شادی کرنے پر مجبور ہوجاؤ گی۔"

"اگر تم نے زبردستی کی تو میں تم پر تھوک کر خودکشی کرلوں گی۔"

وہ ہنس کر بولا۔ "تم نے میرے اندر ہوس کا دھواں بھر دیا ہے۔ یہ دھواں نکال دو۔ پھر خودکشی کرلو۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔"

اس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑلیا۔ اس نے چھڑانے کی کوشش کی مگر وہ شہ زور یہ کمزور تھی۔ اسی وقت دستک کی آواز سنائی دی۔ اس نے ایک دم سے گھبرا کر سارہ کو چھوڑ دیا۔ اسے خوش فہمی تھی کہ اس ویرانے میں کوئی تیسرا نہیں آئے گا۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے۔ سارہ دستک سنتے ہی چیخ پڑی۔ "ہیلپ' پلیز ہیلپ می۔ مجھے بچاؤ۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کی آواز روک کر بولا۔ "خاموش رہو۔ مجھے معلوم کرنے دو' کون آیا ہے؟"

دوسری بار دستک سنائی دی اس نے پوچھا۔ "کون ہے؟ اپنا نام اور کام بتاؤ؟"

باہر سے غُرانے کی آواز سنائی دی۔ جیسے کوئی گوریلا اپنے حلق سے آواز نکال رہا ہو۔ ایکسرے مین نے جیب سے ریوالور نکال کر کہا۔ "کسی جانور کی طرح نہ غُراؤ۔ زبان سے بولو۔"

پھر غُرانے کی آواز سنائی دی' وہ بولا۔ "میں سمجھ گیا۔ تم سمجھ گئے ہو کہ تمہاری آواز سنتے ہی میں تمہارے دماغ پر قبضہ جمالوں گا۔ بستر سے' واپس چلے جاؤ۔ میرے پاس ریوالور ہے۔ فوراً چلے جاؤ۔ ورنہ گولی ماردوں گا۔"

ہیرو دروازے کے کی ہول سے آنکھ لگا کر دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ سیدھا کھڑا ہوگیا۔ ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد اچانک اچھل کر دروازے پر ایک فلائنگ کک ماری۔ رات کے سناٹے میں زوردار دھماکا سا ہوا۔ دروازہ ٹوٹ کر ایکسرے مین پر آیا۔ وہ بچتے بچتے بھی زخمی ہو کر دور جا گرا۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر دروازے کے نیچے چلا گیا۔

پھر ایک دم سے خاموشی چھاگئی۔ سارہ اپنی پریشانیوں کو بھول کر اور ایکسرے مین اپنے زخموں کو بھول کر اس عجوبے کو تکنے لگے۔ ان کے سامنے ٹوٹے ہوئے دروازے کے اوپر ایک انسان بیٹھ' شرٹ' نکٹائی اور جیکٹ پہنے کھڑا تھا لیکن گردن سے اوپر بندر دکھائی دے رہا تھا۔ بندر بھی ایسا کہ جس کے چہرے پر انسانی ناک نقشے کی جھلکیاں تھیں جیسے وہ ترقی کرتا ہوا بندر سے انسان بننے کے مرحلے پر آچکا ہو۔

اس نے سارہ کو دیکھ کر دونوں ہاتھ کے اشاروں سے تسلی دی پھر ایک ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر سر کو یوں جھکایا جیسے کہہ رہا ہو' خادم حاضر ہے۔ فکر نہ کرو۔

ایکسرے مین فرش پر سے اٹھ رہا تھا۔ ہیرو نے آگے بڑھ کر اس کے گریبان کو پکڑا۔ پھر اسے فرش پر سے اٹھا کر سر سے بلند کیا۔ وہ چیخنے لگا۔ "چھوڑ دو' مجھے معاف کردو۔ تم کون ہو؟ مجھ سے دشمنی کرو۔"

سارہ یکایک ہنسنے اور رونے لگی۔ ایک ہوس پرست سے بچنے کا یقین ہوتے ہی اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے تھے۔ ہیرو نے اسے اٹھا کر دیوار پر دے مارا۔ وہ روتے ہوئے بولی۔ "اور مارو' کمینے' بدمعاش کو اتنا مارو کہ یہ پھر کبھی میرے دماغ میں آنے کی جرأت نہ کرے۔"

ایکسرے مین سمجھ گیا تھا کہ بری طرح پھنس گیا ہے۔ مقابل حیرت انگیز جسمانی طاقت رکھتا ہے۔ اگر وہ وہاں سے فرار نہیں ہوگا تو یہودی خفیہ تنظیم کا بھید کھل جائے گا۔ وہ دیوار سے ٹکرا کر گرتے ہی اٹھ کر بھاگا۔ دروازہ قریب ہی تھا۔ دوسرے کمرے میں گھستے ہی اس نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔

سارہ خوب ہنس رہی تھی۔ ہنستے ہنستے بولی۔ "گدھے کے بچے نے دروازہ بند کرلیا ہے۔ جبکہ دیکھ چکا ہے کہ یہ غیبی مدد دروازہ توڑ دیتی ہے۔ تو ڈر دو میرے محسن! دروازہ توڑ دو۔"

ہیرو نے مسکرا کر سارہ کو دیکھا۔ وہ بیک وقت ہنستے اور روتے ہوئے بہت پیاری لگ رہی تھی۔ وہ بولی۔ "میرا منہ کیا تک رہے ہو؟ اسے جانے نہ دو۔ دروازہ توڑ دو۔"

اس نے ایک دھکے میں اسے توڑ دیا۔ اندر آکر دیکھا۔ وہ نہیں تھا۔ سارہ بھی دوڑتی ہوئی اس کے پیچھے آئی۔ اس کمرے میں باہر کی طرف کھلنے والا کوئی دروازہ نہیں تھا۔ سارہ نے کہا۔ "وہ باتھ روم میں ہوگا۔"

ہیرو نے باتھ روم میں آکر دیکھا۔ وہ نہیں تھا۔ کمرے میں سامان کم تھا' کہیں چھپنے کی گنجائش نہیں تھی۔ وہ بولی۔ "اسٹور روم بھی دیکھو۔"

وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے اسٹور روم میں آئے۔ وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ وہ نہ زمین کھود کر گیا تھا اور نہ چھت توڑ کر پرواز کر گیا تھا۔ مگر غائب ہوچکا تھا۔ آخر ایک بہت بڑی تنظیم کا سرغنہ کتنا تھا۔ اپنے فرار کا چور دروازہ رکھے بغیر کسی رہائش گاہ میں نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ چور دروازہ اسٹور روم میں تھا' جس کا سراغ وہ نہ لگا سکے۔

تب سارہ کو احساس ہوا کہ وہ ایک بندر نما انسان کے ساتھ اکیلی ہے۔ اسے کچھ خوف سا آنے لگا۔ وہ محسن تھا۔ اس نے جان بھی بچائی تھی اور عزت بھی۔ اس کے باوجود وہ اجنبی تھا۔

وہ پیچھے ہٹ کر بولی۔ "تم کون ہو؟"

وہ پیچھے ہٹ کر اشاروں کی زبان میں سمجھانے لگا' میں دوست ہوں۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ آؤ باہر چلو۔

اس نے باہر جانے کے لئے راستہ دیا' وہ بولی۔ "تم آگے چلو۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ مگر تمہیں دیکھ کر پریشان ہو رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی مکان کے باہر آئی۔ پھر وہ دونوں ٹھٹک گئے۔ احاطے کے باہر ایک تیسری گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔

ایک گاڑی میں ہیرو آیا تھا۔ دوسری میں سارہ وہاں پہنچی تھی۔ تیسری میں کون آیا تھا؟ ہیرو نے غیر معمولی بصارت سے تیسری گاڑی کے اندر دیکھا۔ پھر دور تک نظریں دوڑائیں کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے غیر معمولی سماعت کے ذریعے سنا' کسی تیسرے کی آہٹ سنائی نہیں دے رہی تھی۔

تیسرا جہاں تھا' وہاں ہیرو اسے دیکھ سکتا تھا' نہ سن سکتا تھا۔ وہ تیسری کار میری تھی۔

اپنے اندر مقناطیسی قوت پیدا کریں اور دوسروں کو اپنے طابع کریں

کتاب مقناطیسیت

قیمت: ۲۰ روپے علاوہ محصول ۷۰ روپے

کتاب کے چند عنوانات

- مقناطیسیت کیا ہے؟
- ہپناٹزم کے کرشمات۔
- وقت کے خزانے
- مخفی مقناطیسی توانائیاں
- ذہنی مقناطیسیت
- تنہائی کی خوفناک ہیبت
- خیالات کا پڑھنا
- تصور کی طاقت
- مراقبہ
- ٹیلی پیتھی
- ٹیلی پیتھی کا نظام۔
- مقناطیسی تعلیمات
- جسمانی مقناطیسی توانائیاں
- انسان کی حفاظت
- آپ بھی اپنے اندر مقناطیسیت پیدا کرسکتے ہیں۔

ہر شخص میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جو اس کو شخصیت (پرسنالٹی) بخشتی ہے۔ یہ خلاصہ ہوتا ہے اس توانائی کا جو اس کے اندر سے نکلتی ہے۔ اس قوت سے فائدہ اٹھانے کے لیے کسی قسم کی مشق یا ریاضت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

صرف چند اصول بتانا ہیں اور ان کے مطابق زندگی بسر کیجئے پھر آپ کے لیے کوئی بات ناممکن نہیں رہے گی۔ آپ کی شخصیت میں ایسی دلکشی پیدا ہوجائے گی کہ لوگ آپ کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ آپ کی ہر خواہش پوری ہوگی۔ آپ کی ہر بات مانی جائے گی۔ آپ کی ہر تجویز پر عمل کیا جائے گا۔ آپ کی ہر رائے کو اہمیت دی جائے گی۔ آپ کی ہر تنقید کو سراہا جائے گا۔ آپ کی ہر تعریف کی جائے گی۔ آپ کی ہر خوبی کو تسلیم کیا جائے گا۔ آپ کی ہر کمزوری کو نظر انداز کردیا جائے گا۔ آپ کی ہر غلطی کو معاف کردیا جائے گا۔ آپ کی ہر خامی کو چھپا لیا جائے گا۔ آپ کی ہر ناکامی کو کامیابی میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر شکست کو فتح میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر ہار کو جیت میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر مایوسی کو امید میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر اداسی کو خوشی میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر تکلیف کو راحت میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بیماری کو صحت میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر کمزوری کو طاقت میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر غربت کو دولت میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر محرومی کو فراوانی میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر تنہائی کو محفل میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر اجنبیت کو اپنائیت میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر دشمنی کو دوستی میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر نفرت کو محبت میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بدصورتی کو خوبصورتی میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بدنامی کو نیک نامی میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر رسوائی کو عزت میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر ذلت کو عزت میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بے عزتی کو عزت میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بے توقیری کو توقیر میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بے وقعتی کو وقعت میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بے حیثیتی کو حیثیت میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بے مائیگی کو مائیگی میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بے بضاعتی کو بضاعت میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بے بسی کو بسی میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بے چارگی کو چارگی میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بے کسی کو کسی میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بے نوائی کو نوائی میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بے سہارا کو سہارا میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بے آسرا کو آسرا میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بے یار و مددگار کو یار و مددگار میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کی ہر بے یار و مددگار کو یار و مددگار میں بدل دیا جائے گا۔

اس کتاب حاصل کرنے کے لیے آج ہی رابطہ قائم کیجئے

مکتبہ نفسیات بوٹ بیس، سہراب گوٹھ، کراچی ۱۴

میں چھت کے سرے پر لیٹا ہوا تھا۔ ٹھیک میرے نیچے اس مکان کا برآمدہ تھا' جہاں سارہ اور ہیرو کھڑے ہوئے تھے اور میری دور کھڑی ہوئی کار کو دیکھ کر سوچ رہے تھے کہ اس ویرانے میں وہ تیسری گاڑی کس کی ہے؟

سارہ نے ہیرو سے کہا "وہاں ایک کار میری ہے۔ دوسری تمہاری ہوگی۔ کیا وہ تیسری بھی تمہاری ہے؟"

ہیرو نے انکار میں سرہلایا۔ اشاروں کی زبان میں کہا "وہ نہیں جانتا کہ تیسری کار میں کون آیا ہے؟

میں اب تک ان دونوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ صرف سارہ کے بارے میں اتفاق سے معلوم ہوا تھا کہ اس کے دو سوتیلے بھائی اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ پھر یہ معلوم ہوا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا سارہ پر عاشق ہے۔ میں یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ عاشق ایکسرے مین ہے۔

ابھی میں نے چھت پر لیٹ کر سارہ کی آواز سنی تھی۔ اگر دس پندرہ منٹ پہلے اس کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچتا تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا عاشق یہودی خفیہ تنظیم کا جگ پاس ایکسرے مین ہے۔ وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے سے روک نہیں سکتا تھا کیونکہ ہیرو نے جب اسے اٹھا کر دیوار پر دے مارا تھا تو وہ زخمی ہو گیا تھا۔

ایکسرے مین کے مقدر میں ابھی گمنام اور پُراسرار بن کر رہنا تھا۔ اس لیے وہ میرے ہتے چڑھنے سے پہلے ہی نکل بھاگا تھا۔ میری دلچسپی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے تھی اسی لیے میں سارہ کا تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچا تھا۔ مجھے اس ہیرو کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ آدھا بندر اور آدھا انسان ہے۔

سارہ کی آواز سن کر اُس کے دماغ میں پہنچا۔ اس کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ وہ جس ہستی کے ساتھ برآمدے میں کھڑی ہوئی ہے وہ بنیا کا آنھواں عجوبہ ہے۔ وہ بندر تھا لیکن انسان کی طرح سیدھا کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پتلون شرٹ اور جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ پتلون کے نیچے ایک سوراخ تھا جہاں سے اس کی دم باہر نکلی ہوئی تھی۔ وہ حیرت انگیز جسمانی قوتوں کا مالک تھا۔ اس نے دو دروازے توڑ دیئے تھے۔ ایکسرے مین جیسے صحت مند آدمی کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر سر سے بلند کر کے پٹخ دیا تھا۔

میں یہ سب کچھ سارہ کی سوچ پڑھ کر معلوم کر رہا تھا۔ وہ اس کی قہرت سے سہمی ہوئی تھی اور مطمئن بھی تھی کیونکہ اس نیم انسان اور نیم حیوان نے اس کی عزت بچائی تھی۔ وہ بولی "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ یہاں کوئی اور بھی موجود ہے۔"

ہیرو نے اشارے سے اسے تسلی دی' فکر نہ کرو۔

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی' مکان کے برآمدے سے نکلی۔ پھر اپنی کار کے پاس آئی۔ ہیرو چاروں سمت دور تک نظریں دوڑا رہا تھا۔ پھر وہ اشارے سے بولا "تنہا اپنی کار میں نہ جاؤ۔ ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ سارہ کو وہاں چھوڑ کر احاطے کے باہر اپنی گاڑی کی سمت جانے لگا۔ پہلی بار جب باربرا نے ایک جزیرے میں پاشا کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا تو اس پر تنویمی عمل کرنے کے دوران یہ معلوم ہوا تھا کہ پاشا کا ایک یہودی استاد جافری تھا۔ ان دونوں نے غیر معمولی دواؤں کا تجربہ ایک بندر پر کیا تھا اور تجربہ کامیاب رہا تھا۔ وہ میلوں دور کی آوازیں سن لیتا تھا۔ رات کی گہری تاریکی میں حد نظر تک دیکھ لیتا تھا اور یہی اندازہ تھا کہ اس بندر کا قد رفتہ رفتہ بڑھے گا' اور حیرت انگیز جسمانی قوتوں کا حامل ہو گا۔

ہم نے پاشا کے خیالات سے یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ ہم جافری اور اس بندر کو ڈھونڈنا نہیں چاہتے تھے کہ وہ دنیا کے کس حصے میں ہیں۔ ہم نے سوچا' جہاں بھی ہے' ہماری زندگی رہی تو ایک دن ان سے ضرور سامنا ہو گا۔ اب میں سارہ کے ساتھ اسے دیکھ کر یقین سے سوچ رہا تھا کہ یہ وہی تجرباتی مراحل سے گزر کر آنے والا بندر ہے۔

میں بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ وہ غیر معمولی سماعت سے میری ہلکی سی آہٹ بھی سن سکتا تھا۔ وہ زمین پر تھا اور میں زمین و آسمان کے درمیان۔ وہ چھت اونچی تھی۔ اس کی نظر مجھ تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ ورنہ درخت پر چڑھ کر دیکھتا تو میں گہری تاریکی میں بھی اس سے چھپ نہ سکتا۔

وہ احاطے کے باہر اپنی گاڑی کے پاس آیا۔ دروازہ کھول کر ایک بریف کیس لیا۔ پھر سارہ کے پاس واپس آیا اور برآمدے کے فرش پر بیٹھ کر اشارے سے بولا "یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔"

وہ ذرا دور ہی رہنا چاہتی تھی لیکن اس ویرانے میں اس کے رحم و کرم پر تھی۔ اس کی بات ماننے پر مجبور تھی۔ لہٰذا اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

اس نے بریف کیس کھول کر اندر سے ایک پورٹیبل کمپیوٹر نکالا۔ اس میں سیل ڈالے۔ پھر اسے آپریٹ کیا۔ سارہ حیرانی سے دیکھ رہی تھی اور دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ کمپیوٹر کو ہینڈل کرنا اور اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا جانتا ہے۔

وہ کمپیوٹر اسکرین پر الفاظ کے ذریعے بولا "ہیلو۔ میرا نام ہیرو ہے۔ اگرچہ میں عجوبہ ہوں۔ تاہم تمہیں انسانیت کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے اپنی طرح انسان سمجھو۔ اپنے دل سے ڈر نکال دو۔ تمہیں میری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

سارہ نے کہا "تمہاری ان باتوں سے مجھے حوصلہ مل رہا ہے۔ اب میں خوفزدہ نہیں ہوں۔ میرا نام سارہ روبن ہے۔"

"میں ابھی تمہیں بخیریت گھر پہنچا دوں گا۔ کیا تم جانے سے پہلے تھوڑی دیر مجھ سے باتیں کرو گی؟"

"ہاں۔ میں تمہارے متعلق جاننا چاہتی ہوں' تم ایسے کیوں ہو؟"

"میں پیدائشی طور پر بندر ہوں۔ ایک علم الابدان کے ماہر نے ... عجیب و غریب تجربات کیے اور مجھے تقریباً انسان بنا دیا۔ مکمل انسان بننے میں جو کمی رہ گئی ہے' اس کا مجھے افسوس نہیں ہے کیونکہ میں نے اپنی زندگی میں آج تک کوئی مکمل انسان نہیں دیکھا ہے۔"

میں نے سارہ کی زبان سے سوال کیا۔ "جس نے تم پر تجربہ کیا ہے' وہ کہاں ہے؟"

"وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس کی موت کے بعد میرے لیے یہ مسئلہ ہے کہ میں کہاں رہوں؟"

"اب تک کہاں رہتے تھے؟"

"اسی شہر تل ابیب کے ایک بنگلے میں رہتا تھا۔ وہ مجھے دنیا والوں سے چھپا کر رکھتا تھا۔ راتوں کو مجھے سیر کرانے لے جاتا تھا۔ میری گاڑی کے شیشے کلرڈ ہیں۔ میں باہر والوں کو نظر نہیں آتا تھا۔ اب منظرِ عام پر آؤں گا تو تماشا بن جاؤں گا۔ پولیس گرفتار کر لے گی۔ پوچھا جائے گا کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں؟"

سارہ نے کہا "بے شک' تمہارے لیے یہ مسئلہ ہے۔ یہاں کے اخلاقی جنس والے تمہیں سائنسی عجوبہ سمجھیں گے' یہ شبہ کریں گے کہ تم غیر ملکی ایجنٹ ہو اور یہاں جاسوسی کے لیے آئے ہو۔"

"مجھ میں بڑی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ میں ان صلاحیتوں کا مظاہرہ کروں گا تو یہاں کی حکومت مجھے خطرناک قرار دے کر آہنی سلاخوں کے پیچھے ڈال دے گی۔"

"یوں سوچا جائے تو تم دنیا کے جس ملک میں بھی جاؤ گے' وہاں تمہارے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا۔"

"جیسا کہ تم سمجھ سکتی ہو' میری فطرت بندروں جیسی ہے۔ وہ بنگلے میں آزادی کے ساتھ ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں لگاتے پھرتے ہیں۔ میں شہر شہر نگر نگر گھومنا چاہتا ہوں۔ میں نے تجرباتی مراحل سے گزرنے کے دوران برسوں قیدی کی زندگی گزاری ہے۔ اب چار دیواری کی گھٹن برداشت نہیں ہوتی ہے۔"

"تم انسانوں کی دنیا میں کس طرح آزادی سے رہ سکتے ہو' یہ بھی کوئی بات ہے۔ ابھی تو یہ مسئلہ ہے تم کہاں رہائش اختیار کرو گے؟ اور جہاں بھی رہو گے' وہاں ایک ساتھی کی ضرورت ہو گی۔ ایسا ساتھی جو باہر کی دنیا میں فی الحال کسی سے تمہارا ذکر نہ کرے اور تمہارے کھانے پینے کا خیال رکھے۔ تمہاری اہم ضروریات کا سامان بازار سے لا کر تمہیں دیا کرے۔"

"مختصر یہ کہ میں تمہارے بغیر زندگی نہیں گزار سکوں گا اور جو میرا ساتھ دے گا' مجھے پناہ دے گا' وہ پولیس اور قانون کی گرفت میں آئے گا۔"

"ہیرو! میں محسوس کر رہی ہوں کہ ہماری دوستی ہو سکتی ہے۔ شاید کچھ روز تمہیں چھپا سکتی ہوں۔"

"تم مجھ سے دوستی کر کے مصیبتوں کو دعوت دو گی۔"

"مصیبتیں یوں بھی اٹھا رہی ہوں۔ تم نے ابھی دیکھا ہے' ایک شخص کتنی آسانی سے میری عزت دو کوڑی کی کرنے والا تھا۔ تم نہ آتے تو میں خودکشی کر لیتی۔"

"تم اپنے مسائل بتاؤ۔ میں تمہارے کام آنے کی کوشش کروں گا۔ یہ ٹیلی پیتھی والا کون تھا؟"

"پتا نہیں کون تھا اور کیوں مجھ پر عاشق ہو گیا ہے۔ دنیا میں اور بھی حسین لڑکیاں ہیں۔"

"بے شک ہیں۔ مگر تمہارا جواب نہیں ہے۔ میں دروازہ توڑ کر کمرے میں آیا تو تمہارے حسن و جمال کو دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولی "کیا تمہارے اندر بھی عشقیہ جذبات پیدا ہوتے ہیں؟"

"بندر جیسے اپنی بندریا سے گرانگاؤ رکھتا ہے' ویسا لگاؤ اب بھی مجھ میں ہے۔ پہلے سے زیادہ شدید ہے چونکہ انسان بھی ہوں' اس لیے سارے جذبات کسی حسینہ کے لیے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا تم میرے لیے پرابلم بن جاؤ گے؟"

"ہرگز نہیں' میں تمہاری رضامندی کے بغیر کبھی کوئی ایسی بات نہیں کروں گا' جس سے ہماری دوستی پر حرف آئے۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ ہماری دوستی بڑے مسائل پیدا کرے گی لیکن میں مسائل سے نمٹ لوں گی۔ مجھے تمہارے جیسے شہ زور ساتھی کی ضرورت ہے۔"

"تم مجھ پر اعتماد کرو گی تو میں ساری دنیا سے تمہارے لیے لڑتا رہوں گا۔ تمہاری طرف بڑھنے والے پولیس اور قانون کے ہاتھوں کو توڑ ڈالوں گا۔"

"یہاں سے دس میل کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا بنگلا ہے۔ میری ماں کے انتقال کے بعد اب وہ میری ملکیت ہے۔ اس بنگلے کے اطراف بہت بڑا باغ ہے۔ احاطے کی دیواروں پر خاردار تار بچھے ہوئے ہیں۔ کوئی بھی چپکے سے اندر آ کر تمہیں دیکھ نہیں سکے گا۔"

"تم وہاں کب تک مجھے چھپا کر رکھو گی اور کب تک شہر سے اتنی دور میری ضروریات کا سامان پہنچاتی رہو گی؟"

"تم میری آبرو کے محافظ ہو۔ تم نے ایک عیاش شخص سے مجھے بچایا ہے۔ میں تم پر بھروسا کروں گی اور تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

اس نے خوش ہو کر سارہ کو دیکھا۔ پھر اسکرین کے ذریعے کہا "میں قسم کھاتا ہوں' تمہارے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔ ہم اچھے اور سچے دوست بن کر رہیں گے لیکن یہ بتاؤ' میرے ساتھ رہنے پر تمہارے والدین اعتراض نہیں کریں گے؟"

"میری ماں سگی تھی' وہ مر چکی ہے۔ باپ میری سوتیلی ماں کے سحر میں جکڑا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ اکثر ملک سے باہر رہتا ہے۔ دو سوتیلے بھائی مجھے کسی طرح مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ یوں دیکھا جائے تو

میں بھی تمہاری طرح لاوارث ہوں۔"

"تو پھر چلو' باقی باتیں راستے میں ہوں گی۔ مگر نہیں' ہم تو الگ الگ گاڑیوں میں چلیں گے۔"

"کوئی بات نہیں' یہاں سے پندرہ منٹ کی ڈرائیو ہے۔ تم میری گاڑی کے پیچھے آؤ۔"

"میں کمپیوٹر بند کرنے سے پہلے یہ سمجھا دوں کہ یہاں کسی تیسرے کی موجودگی سے غافل نہ رہنا۔ وہ ضرور ہمارا تعاقب کرے گا۔ تم محتاط رہنا۔ کوئی شبہ ہو تو تین بار ہارن بجا دینا۔"

وہ بولی "ہم ایک اہم بات بھول رہے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن پھر میرے دماغ میں آسکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ اب بھی موجود ہو اور ہماری یہ تمام باتیں سن رہا ہو۔"

"فکر نہ کرو' وہ جلد ہی تمہارے اندر سے بھاگ جائے گا۔ میرے پاس دماغی توانائی کی نہایت ہی مؤثر دوا ہے۔ اس کے استعمال کے بعد کوئی تمہیں پریشان کرنے نہیں آئے گا۔ تم بے اختیار سانس روک لیا کرو گی۔"

اس نے کمپیوٹر کو آف کیا۔ پھر اسے بریف کیس میں بند کیا۔ اس کے بعد اپنی کلرڈ شیشوں والی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ سارہ اپنی کار ڈرائیو کرتی ہوئی آگے جانے لگی۔ وہ پیچھے چلنے لگا۔ میں نے سوچا تھا' دونوں سے دور رہوں گا اور سارہ سے اندر رہ کر ہیرو کو ہر پہلو سے اچھی طرح سمجھتا رہوں گا۔ پھر کبھی دوستی کا موقع ملے گا تو ضرور اسے دوست بناؤں گا۔

اب پتا چلا اس کے پاس دماغی توانائی کی دوا ہے جسے سارہ استعمال کرنے کے بعد خیال خوانی کی لہروں کو اندر نہیں آنے دے گی۔ یعنی میرا بھی راستہ بند ہو جائے گا۔ ظاہر ہے میں ایسا ہرگز نہ ہونے دیتا۔ ویسے ہیرو کی اس بات سے معلوم ہوا کہ اس کے پاس ایسی غیر معمولی دوائیں یا ان کے نسخے رکھے ہوئے ہیں' جنہیں حاصل کرنے کے لیے کتنی ہی خطرناک تنظیمیں تل ابیب میں جمع ہو گئی ہیں۔

وہ دونوں آگے پیچھے اس بنگلے میں پہنچ گئے۔ سارہ نے کار سے اتر کر بنگلے کے دروازے اور کھڑکیاں کھولیں۔ ان کے پردے برابر کیے تاکہ باہر سے گزرنے والوں کو اندر ہیرو نظر نہ آئے۔

ویسے شہر کے اس مضافاتی علاقے میں بہت کم لوگوں کا گزر ہوتا تھا۔ سارہ نے کہا "فریج میں کھانے کا اتنا سامان ہے کہ دو دنوں تک باہر نہیں جانا پڑے گا۔ میرا خیال ہے میری طرح تم بھی بھوکے ہو؟"

ہیرو نے اقرار میں گردن ہلائی۔

اس نے فریج سے کھانے کا سامان نکالا۔ پھر گرم کرنے کچن میں آئی۔ ہیرو نے کچن میں آکر اسے سمجھایا "میں تنہا کمرے میں کیوں رہوں؟ یہاں تمہارا ہاتھ کیوں نہ بٹاؤں؟"

وہ مسکرا کر بولی "تو پھر ڈائننگ ٹیبل صاف کرو۔ وہاں برتن اور پانی وغیرہ لے جا کر رکھو۔"

ہیرو کو ایک من پسند حسینہ کے ساتھ گھریلو زندگی کی خوشیاں مل رہی تھیں۔ جب وہ دونوں کھانے کے لیے بیٹھے تو اس نے کہا "آج میں بہت خوش ہوں اور چاہتا ہوں کہ یہ خوشیاں قائم رہیں۔"

"میں بھی راحت اور سکون محسوس کر رہی ہوں۔ میں نے بڑی مصیبتوں کے دن گزارے ہیں۔"

میں بڑی دیر تک چھت پر رہا۔ خیال تھا کہ شاید ایکسرے مین میدان صاف دیکھ کر واپس آئے گا لیکن ایک گھنٹے تک کوئی نہیں آیا۔ میں چھت سے اتر کر مکان کے اندر آگیا۔ وہاں تین کمرے تھے۔ میں ہر کمرے کے سامان کو توجہ سے دیکھنے لگا۔ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا مکان تھا۔ وہاں کے سامان سے شاید اس شخص پر کچھ روشنی پڑ سکتی تھی۔

سارہ کے خیالات سے معلوم ہوا تھا کہ وہ ایک کمرے میں جا کر گم ہو گیا تھا۔ میں نے ہر کمرے اور باتھ روم کو اچھی طرح دیکھا۔ وہاں کہیں چور دروازہ تھا' جہاں سے وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوا تھا۔

چور دروازے کیسے بنائے جاتے ہیں اور ان دروازوں کو کھولنے کی خفیہ تکنیک کیا ہوتی ہے' یہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں نے ایک اسٹور روم میں آکر دیکھا۔ وہاں کا تھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ ایک پرانی سی الماری دیوار سے لگی ہوئی تھی۔ میں نے الماری کو کھولا۔ اس میں میلے اور پرانے کپڑے تھے۔ میں نے ان کپڑوں کو باہر نکال کر پھینکا۔ پھر اس کی آہنی چادروں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ ایک خانے کی چادر کے نیچے ایک ہک پر میرا ہاتھ پڑا۔ میں نے اسے کھینچا تو الماری کی پچھلی آہنی دیوار ایک طرف سرکنے لگی۔ ایک دروازہ سا بن گیا۔ دروازے کے دوسری طرف گہری تاریکی تھی۔

وہاں ایک اندھے کی طرح قدم رکھنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے اسٹور روم اور دوسرے کمروں میں روشنی کے لیے ماچس لائٹر' لالٹین یا ٹارچ تلاش کی۔ بڑی تلاش کے بعد ایک ٹارچ مل گئی۔ میں نے چور دروازے پر آکر دوسری طرف روشنی ڈالی۔ ایک زینہ دکھائی دیا جو ایک تہ خانے میں گیا تھا۔

یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ فرار ہونے والا اب ہاتھ نہیں آئے گا۔ پھر بھی یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ تہ خانہ اسے کہاں لے گیا ہو گا۔ اس کی کسی منزل کا پتا چل سکتا تھا۔

میں نے تہ خانے میں آکر دیکھا۔ وہاں بڑی بڑی الماریاں' میزیں اور کرسیاں تھیں۔ ٹی وی' وی سی آر اور ویڈیو لائبریری تھی۔ دیوار پر ایک سوئچ بورڈ تھا۔ میں نے ایک بٹن کو دبایا۔ روشنی ہو گئی۔ یوں دو چار بٹن دبانے سے تمام بلب روشن ہو گئے۔ میں نے ایک ایک ویڈیو کو پڑھا۔ ان پر دنیا کے خطرناک سیاسی اور سائنسی لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ دو ویڈیو کیسٹ ایسے تھے جن پر میرا اور سونیا کا نام لکھا ہوا تھا۔

میں نے ٹی وی اور وی سی آر کو آن کیا۔ سونیا کے نام کا کیسٹ لگایا۔ پھر اسے ریوائنڈ کرنے کے بعد دیکھا اسکرین پر سونیا نظر آنے لگی۔ اس کی متحرک تصویر کے ساتھ تحریر بھی نظر آرہی تھی۔ اس کا قد' اس کے بدن کا ناپ اور اس کا وزن وغیرہ بیان کیا گیا تھا۔ اس میں اُنیس سو پچاسی کی سونیا کو پیش کیا گیا تھا۔

آگے چل کر اُس کے ہنسنے بولنے' چلنے پھرنے کے انداز دکھائے گئے تھے۔ اس نے ۱۹۸۵ء سے پہلے جتنی چالاکیوں اور عیاریوں سے دشمنوں کو زیر کیا تھا اور بڑے ممالک کو ننگی کا ناچ نچایا تھا' اس کی تفصیل تحریر اور کمنٹری کے ذریعے پیش کی گئی تھی۔ میں نے اپنے' سونیا کے اور دیگر جتنے ضروری ویڈیو کیسٹس تھے انہیں ایک بیگ میں رکھ لیا۔ پھر الماریوں کو کھول کر دیکھا۔

وہاں جتنی سیکرٹ فائلیں اور مائیکرو فلمیں رکھی ہوئی تھیں' ان کے بارے میں صاف پتا چل گیا کہ ان تمام ٹاپ سیکرٹ چیزوں کا تعلق یہودی خفیہ تنظیم سے ہے۔ اسی تنظیم کا ٹیلی پیتھی جاننے والا سارہ پر متعین ہوا ہے۔

میں اتنی اہم چیزوں کو دیکھنے میں اس قدر مصروف رہا کہ بڑی دیر تک سارہ کو بھولا رہا۔ پھر اس کے پاس پہنچا تو وہ ایک بیڈ روم میں گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے لیلیٰ کے پاس آکر کہا "مجھے محسوس ہے۔ تمہیں نیند سے جگا رہا ہوں۔ اگر خیال خوانی کا موڈ نہ ہو تو سو جاؤ۔ میں ثانی یا باربرا کو بلاؤں گا۔"

"جی نہیں۔ میں نیند کی متوالی نہیں ہوں۔ آپ کام بتائیں۔"

"میرے دماغ میں آؤ۔ تمہیں ایک لڑکی کے پاس پہنچا رہا ہوں۔ اس کے خیالات پڑھ کر تمہیں بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بناؤ۔"

"وہ تو میں بنا لوں گی۔ آپ کہاں ہیں؟ کیا کرتے پھر رہے ہیں؟"

"تمہارے پوچھنے کا انداز ایسا ہے جیسے مجھے اپنی سوکن کے بارے میں محسوس کر رہی ہو۔"

"جس بیوی کا آدھا بستر خالی ہوتا ہے' وہ یہی محسوس کرتی ہے اور غلط نہیں کرتی۔ سچ بتائیں آپ کہاں ہیں؟ کیا اکیلے ہیں؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "بھئی آکر دیکھ لو۔"

وہ میرے پاس آگئی۔ پھر بولی "یہ کون سی جگہ ہے۔ آپ ان بڑی بڑی الماریوں کے درمیان کیا کر رہے ہیں؟"

"یہاں یہودی خفیہ تنظیم اور اسرائیلی حکومت کی ٹاپ سیکرٹ دستاویزات اور فلمیں رکھی ہوئی ہیں۔ میں انہیں سمیٹ رہا ہوں۔"

میں نے اسے سارہ کے پاس پہنچا دیا۔ تہ خانے میں کئی خالی بکس رکھے ہوئے تھے۔ میں نے تمام دستاویزات اور تمام مائیکرو فلمیں رکھ لیں۔ ایسی چیزیں بڑی بڑی حکومتوں کا سیاسی سرمایہ ہوتی ہیں۔ میں تمام سرمائے پر جھاڑو پھیر کر تہ خانے سے باہر آگیا۔ چار عدد بھرے ہوئے تھیلوں کو اپنی کار میں رکھا اور ڈکی کھول کر پٹرول کا کین نکالا۔ پھر دوبارہ تہ خانے میں آکر ہر طرف پٹرول چھڑک دیا۔ اس کے بعد آگ لگا کر باہر آگیا۔ اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے دور نکلتا چلا گیا۔ میرا خیال ہے' یہودی خفیہ تنظیم کو اس سے بڑا نقصان کبھی نہیں پہنچا ہو گا۔

اس تہ خانے کے اندر بھی کوئی ایسا چور دروازہ ہو گا' جہاں سے ایکسرے مین گزر کر گیا ہو گا۔ چونکہ وہ مکان اور تہ خانہ ویران علاقے میں تھا۔ اس لیے اندازہ یہ تھا کہ تہ خانے کا دوسرا سرا کسی جنگلی جھاڑی میں ہو گا۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ ویسے حقیقت یہی تھی۔ ایکسرے مین' ہیرو کے ہاتھوں زخمی ہو کر پہلے اس تہ خانے میں گیا تھا۔ پھر وہاں کے ایک چور دروازے سے نکل کر ایک سرنگ میں آیا تھا۔ وہ سرنگ اسے ایک کلومیٹر دور لے گئی۔ پھر وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا ایک گڑھے سے باہر نکلا تو درختوں کے جھنڈ میں اس کی ایک کار موجود تھی۔

ہیرو نے اسے اٹھا کر اس بری طرح دیوار پر دے مارا تھا کہ اس کی ہڈیاں چیخ گئی تھیں۔ کھوپڑی کی ہڈی پر بھی ایسی چوٹ لگی تھی کہ وہ چکرا گیا تھا۔ اگرچہ اٹھنے کا حوصلہ نہیں رہا تھا لیکن اپنی جان بچانے اور اپنی شخصیت کو راز میں رکھنے کا اہم مسئلہ تھا۔ وہ اپنی آخری تمام قوتوں کو سمیٹ کر وہاں سے بھاگا تھا اور کسی طرح گرتے پڑتے تہ خانے میں پہنچ گیا تھا۔

وہاں پہنچ کر اسے اطمینان ہوا۔ پھر وہ فرش پر گرتے ہی بے ہوش ہو گیا۔ بے ہوشی مختصر سی تھی۔ کمزوری کے باعث اس پر غفلت طاری ہو گئی تھی۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ آدھا گھنٹا گزر گیا تھا۔ وہ اٹھ کر چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا دوسرے چور دروازے سے سرنگ میں آگیا۔

یہ وہی وقت تھا' جب میں تہ خانے میں داخل ہوا تھا۔ ایکسرے مین کی بری حالت تھی۔ کمزوری غالب آرہی تھی۔ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ پھر بھی وہ تہ خانہ بہت اہم تھا۔ وہاں مملکتِ اسرائیل اور یہودی خفیہ تنظیم کے تمام اعمال نامے تھے اور دوسرے بڑے ممالک کے چرائے ہوئے اہم سائنسی' سیاسی اور فوجی راز حفاظت سے رکھے ہوئے تھے۔

وہ دعا مانگ رہا تھا کہ وہ بندر نما انسان تہ خانے تک نہ پہنچ جائے لیکن دعا قبول نہیں ہوئی۔ اس نے چور دروازے کے پیچھے سے کسی کے قدموں کی آہٹیں سنیں۔ پھر اسے ٹی وی آن ہونے کی آواز سنائی دی۔ اس نے سونی کی آوازیں سن کر سمجھ لیا کہ تہ خانے میں جو بھی ہے' وہ سونیا کی ویڈیو فلم دیکھ رہا ہے۔

اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ ایک تو یہ پریشانی کہ وہ بندر نما انسان ملک کے اہم رازوں تک پہنچ گیا ہے۔

دوسرے یہ گھبراہٹ کہ وہ دوسرے چور دروازے کو بھی دریافت کرکے اسے دبوچ لے گا۔ وہ پھر گرتا پڑتا سرنگ سے باہر آگیا۔ جنگل کی گھاس پر رینگتا ہوا کار میں آکر بیٹھ گیا۔ پھر اسے اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرتا ہوا شہر کی طرف جانے لگا۔ اب اسے خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ کر ہی اطمینان و سکون حاصل ہو سکتا تھا۔

اس نے تہ خانے کے اہم رازوں کے سلسلے میں خود کو تسلی دی کہ ایک بندوان پر نظر ڈال کر ان کی اہمیت کو سمجھ نہ سکے گا۔ وہ مجھے تلاش کرنے میں ناکام ہونے کے بعد وہاں سے چلا جائے گا۔

اس نے تہ خانے کے معاملے میں صرف برین آدم اور بلیک آدم کو رازدار بنایا تھا اور ان کے دماغوں میں یہ نقش کردیا تھا کہ وہ دونوں چوبیس گھنٹوں میں ایک بار وہاں ضرور جایا کریں۔

کسی بھی آدم برادر کو یہ نہیں معلوم تھا کہ کوئی ایکسرے مین ان کے دماغوں پر حکومت کرتا ہے۔ وہ سب یہی جانتے تھے کہ برین آدم ان کا بگ برادر ہے۔ اور برین آدم یہ سمجھتا تھا کہ اس نے ہی اپنی محنت سے اس تہ خانے میں خفیہ ریکارڈ روم قائم کیا ہے' اسی کی ذہانت سے خفیہ یہودی تنظیم کی سرگرمیاں جاری رہتی ہیں۔

پچھلی رات ایکسرے مین نے برین آدم اور بلیک آدم کے دماغوں میں یہ حکم نقش کردیا تھا کہ وہ چوبیس گھنٹوں تک اس خفیہ ریکارڈ روم اور خفیہ مکان میں نہیں جائیں گے۔ اس طرح اس نے دونوں بھروسے کے ماتحتوں کو اس مکان سے دور رکھا تھا اور مطمئن ہوگیا تھا کہ وہاں سارہ کے ساتھ ایک رنگین رات گزار سکے گا۔

وہ اس کے لیے قیامت کی رات بن گئی تھی۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ اپنی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچنے کے بعد وہ سب سے پہلے برین آدم اور بلیک آدم کو اس تہ خانے کی طرف بھیجنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ بلیک آدم جیسا شہ زور ماتحت اس بندر نما انسان کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر رکھ دے گا۔

وہ اپنے کمرے میں پہنچتے ہی بستر پر گر کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ پھر اس نے برین آدم کے پاس جانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی تو ناکام رہا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ کمزوری اتنی تھی کہ پرائی سوچ کی لہروں کو بھی اندر آنے سے نہیں روک سکتا تھا۔ اگر وہ گمنامی کی زندگی نہ گزارتا اور کھل کر میدانِ عمل میں رہتا تو اب تک کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اسے اپنا غلام بنا چکا ہوتا۔

وہ تھوڑی دیر تک بستر پر پڑا اپنے اندر حوصلہ پیدا کرتا رہا۔ پھر اس نے اٹھ کر فریج میں سے دماغی اور جسمانی توانائی حاصل کرنے کی دوائیں نکالیں۔ انہیں پانی کے ساتھ حلق سے اتارا۔ پھر موبائل فون لے کر بستر پر لیٹ گیا۔ برین آدم سے رابطہ کرکے بولا "مخبر زیرو ون بول رہا ہوں۔ میں ریکارڈ روم والے مکان کے قریب ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں۔ اب وہ مکان میں داخل ہو رہا ہے۔ آپ فوراً بلیک آدم کو مسلح ہو کر جانے کا حکم دیں۔ شاید مقابلہ ہونے کے امکانات ہیں۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ جب بھی وہ فون کے ذریعے رابطہ کرتا تھا تو خود کو ایک مخبر ظاہر کرتا تھا۔ پھر رابطہ ختم ہونے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے یہ دیکھتا تھا کہ اس کے ماتحت رپورٹ کے مطابق کس طرح عمل کر رہے ہیں۔ فی الوقت وہ اس قابل نہیں رہا تھا۔ ویسے یقین تھا کہ بلیک آدم ایکشن میں آچکا ہوگا۔

بلیک آدم اس تنظیم کا سب سے شہ زور اور خطرناک برادر تھا۔ کسی دشمن کی گردن اس کے ہاتھوں میں آجائے تو وہ ضرور ٹوٹ کر رہتی تھی۔ پتا نہیں اس کا مقابلہ ہیرو سے یا مجھ سے ہوتا' کون اپنے آخری انجام کو پہنچتا؟ اس رات کسی سے مقابلہ نہیں ہوا۔ وہ ریکارڈ روم والے خفیہ مکان کے سامنے پہنچا تو دور ہی سے آگ کے شعلے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

میں تہ خانے میں آگ لگا کر چلا آیا تھا۔ اب اس کے بھڑکتے ہوئے شعلے باہر چلے آئے تھے۔ پورا مکان آگ کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ بلیک آدم نے حیرانی اور پریشانی سے کہا "مائی گاڈ! تمام انتہائی اہم راز تباہ ہوگئے ہیں۔"

اس نے فون کے ذریعے برین آدم سے کہا "بگ برادر! ہم تباہ ہوگئے ہیں۔ وہ مکان آگ کی لپیٹ میں ہے' اس طرح جیسے جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہوں۔ اب تک سارا ریکارڈ روم جل چکا ہوگا۔"

برین آدم نے حیرانی اور بے یقینی سے کہا "نہیں۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اس مکان کے متعلق کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کے تہ خانے میں ہمارے کتنے گہرے راز پوشیدہ ہیں۔ پھر وہاں کون آگ لگانے آئے گا؟"

"بگ برادر! خود آکر دیکھ لو۔ ہم بری طرح تباہ ہوگئے ہیں۔ یہاں کچھ نہیں بچا ہوگا۔"

برین آدم نے ٹیری آدم سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "تم خیال خوانی کے ذریعے تمام برادرز کو بتاؤ کہ تل ابیب سے پچیس میل دور جنوب میں ہائی وے کے دائیں طرف دیکھیں۔ دور سے ایک جلا ہوا مکان نظر آئے گا۔ ہمارا کوئی برادر فائر بریگیڈ کے پورے عملے کے ساتھ فوراً وہاں پہنچے۔"

ٹیری آدم نے پوچھا "وہ جلتا ہوا مکان کس کا ہے؟"

"ہمارا ہی تھا۔ مزید سوالات نہ کرو۔ فائر بریگیڈ کو بھیجو۔ شاید کچھ سامان جلنے سے بچ جائے۔"

اس تنظیم کے تمام برادر حرکت میں آگئے۔ ایک گھنٹے کے اندر ملٹری انٹیلی جنس والے بھی اس مکان کے پاس پہنچ گئے۔ ہائی وے سے گزرنے والے کتنے ہی لوگ اپنی گاڑیوں میں ادھر چلے آئے تھے۔ فائر بریگیڈ والے مستعدی سے اپنا فرض ادا کر رہے تھے۔ اس کے باوجود آگ بجھتے بجھتے صبح ہوگئی۔

برین آدم ملٹری انٹیلی جنس کے چیف کی حیثیت سے وہاں آگ بجھنے کے بعد وہاں دھواں ہی دھواں رہ گیا تھا۔ وہ ماسک کرتہ خانے میں گیا۔ پھر سر جھکا کر واپس آگیا۔ وہاں کچھ نہیں تھا۔ سب جل کر راکھ ہوگیا تھا۔

اتنے بڑے نقصان کے پیشِ نظر اسرائیلی حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو ملٹری ہیڈ کوارٹر میں طلب کیا گیا۔ برین آدم' بلیک آدم' ٹیری آدم فوجی افسران کی حیثیت سے اس میٹنگ میں شریک ہوئے۔ وہاں اس ریکارڈ روم کی تفصیلات پیش کی گئیں۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اس ریکارڈ روم میں ہمارے ملک کے اہم رازفائلوں' مائیکرو فلموں کی صورت میں رکھے ہوئے تھے۔ پھر بڑے ممالک کی بڑی کمزوریاں اور ان کے سیاسی اور فوجی راز بھی وہاں چھپا کر رکھے گئے تھے۔ کسی نے ماچس کی ایک جلتی ہوئی تیلی دکھائی اور سب کچھ جلا کر راکھ کردیا۔"

ایک حاکم نے کہا "ہم ان نقصانات کا ماتم تو کرتے ہی رہیں گے مگر یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ وہ آگ لگانے والا کون تھا؟ وہ ہمارے انتہائی سیکرٹ ریکارڈ روم کا پتا کیسے چلا؟"

دوسرے حاکم نے کہا "اس ریکارڈ روم کے انچارج مسٹر برین آدم ہیں۔ یہی ان سوالات کے جواب دے سکتے ہیں؟"

"میں کیا جواب دوں؟ میں خود حیران ہوں کہ یہ سیکرٹ کس طرح آؤٹ ہوگیا؟ اور وہ آگ لگانے والا شخص کون ہے' اس کا سراغ لگانے میں کچھ وقت لگے گا۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "مسٹر برین آدم! آپ سے کہیں نہ کہیں یا کوئی ایسی غلطی ہوئی ہے جس کے نتیجے میں کسی کو اس مکان اور تہ خانے کا علم ہوگیا تھا۔"

برین آدم نے کہا "میں غور کر رہا ہوں کہ مجھ سے کب اور کہاں غلطی ہوئی ہے۔"

"کیا آپ کے غور کرنے سے اتنا بڑا نقصان پورا ہو جائے گا؟ کیا آپ سزا کے مستحق نہیں ہیں؟"

بلیک آدم نے کہا "بگ برادر نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ انہوں نے اس مکان میں آگ نہیں لگائی ہے۔ جرم تب ہوتا' جب وہ تمام اہم راز جلا کر اپنے پاس رکھ لیتے۔"

"یہ ممکن ہے۔ وہ تمام راز پہلے چرا کر دوسری جگہ منتقل کیے گئے ہوں بعد میں مکان کو آگ لگائی گئی ہو۔"

برین آدم نے پوچھا "آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ کیا میں ایسا کروں گا؟"

"اگر وہ آگ لگانے والا گرفتار نہ ہوا تو یہی سمجھا جائے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "میں پورے یقین سے کہتا ہوں' مکان کو آگ لگانے سے پہلے اہم راز چرائے گئے ہیں۔"

"بے شک' ہمیں یہ سوچ کر دل کو تسلی نہیں دینا چاہیے کہ وہ تمام راز ہمارے پاس نہیں رہے تو کسی اور کے ہاتھ بھی نہیں لگے اور سب جل چکے ہیں' یہ جھوٹی تسلی ہوگی۔ وہ آگ لگانے والا سب کچھ سمیٹ کر لے گیا ہوگا۔"

"میرا مشورہ ہے کہ برین آدم کو چوبیس گھنٹوں کی مہلت دی جائے۔ وہ آگ لگانے اور راز چرانے والا اس ملک سے باہر نہیں گیا ہوگا۔ مسٹر آدم اسے گرفتار کریں۔"

دوسرے حاکم نے کہا "وہ گرفتار ہوگا تو تمام چرائے ہوئے راز بھی واپس مل جائیں گے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اگر وہ چوبیس گھنٹوں کے اندر گرفتار نہ ہوا تو مسٹر برین آدم کو فوج سے برطرف کرکے اس پر مقدمہ قائم کیا جائے گا۔"

وہ میٹنگ برخاست ہوگئی تھی۔ برین آدم نے اپنے بنگلے میں تنظیم کے تمام برادرز کو طلب کیا۔ الپا بھی فرائض انجام دینے کے قابل ہوگئی تھی۔ وہ بھی میٹنگ میں شریک ہوئی۔ برین آدم نے کہا۔ "ہمیں خوشی ہے کہ الپا صحت یاب ہو کر پھر ہمارے درمیان آگئی ہے۔ ابھی جو مجھ پر برا وقت آیا ہے' اس سلسلے میں الپا اور ٹیری آدم ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے بہت کام آئیں گے۔"

الپا نے کہا "میں ریکارڈ روم کی ٹریجڈی کے متعلق سن چکی ہوں۔ آپ کو کب اور کیسے پتا چلا کہ اس مکان میں آگ لگ گئی ہے؟"

"مجھے پچھلی رات ایک بج کر چالیس منٹ پر اس مخبر نے اطلاع دی جو خود کو زیرو ون کہتا ہے۔"

ٹیری نے کہا "اس نے پچھلے دنوں مجھے بھی اہم اطلاعات فراہم کی تھیں۔ آخر یہ زیرو ون کون ہے؟ اس کی سرکاری حیثیت کیا ہے؟ اسے کس نے ہمارا مخبر بنایا ہے؟"

برین آدم نے کہا "میرے ذہن میں کئی بار یہ سوالات ابھرے۔ پھر میں بھول گیا کہ مخبر زیرو ون کے سلسلے میں چھان بین کرنا چاہیے۔"

بلیک آدم نے کہا "تعجب ہے' میں نے بھی کئی بار سوچا کہ اس مخبر کے بارے میں سرکاری ریکارڈ سے کچھ معلوم کروں لیکن میں نے معلوم نہیں کیا۔ دوسری مصروفیات میں بھول گیا۔"

ٹیری نے کہا "پھر تو مجھے بھی تعجب کا اظہار کرنا چاہیے۔ کیونکہ مخبر سے اطلاعات حاصل کرنے کے بعد بھی میں اسے بھول جاتا ہوں۔"

الپا نے کہا "یہ تشویش ناک بات ہے اور اہم سوال ہے کہ ہم سب اس مخبر کو کیوں بھول جاتے ہیں۔ کیا اس کے پاس ایسی طاقت ہے کہ وہ جب چاہے ہمارے ذہنوں سے خود کو فراموش کرا دیتا ہے اور جب چاہتا ہے' ہمیں اطلاعات فراہم کرکے ان اطلاعات کے مطابق ہم سے عمل کراتا ہے۔"

الپا کی یہ بات غور طلب تھی۔ سب ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ پھر ٹیری نے کہا "بگ برادر! سوچو تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ مخبر ہماری طرح ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے ہم

سب کے دماغوں پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔"

بلیک آوم نے کہا "اگر ایسا ہے کہ تو ہم نے اب تک اس تشویشناک پہلو پر غور کیوں نہیں کیا۔ آج اس کے بارے میں ایسا کیوں سوچ رہے ہیں؟"

برین آوم نے کہا "شاید اس لیے کہ ابھی وہ ہمارے درمیان نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو مجھ سے اپنی مرضی کے مطابق باتیں کراتا اور تم سب مجھے بگ برادر مان کر وہ باتیں تسلیم کرتے رہتے۔"

"گویا ہم آج تک آپ کی نہیں' اس مخبر کی ہدایات اور احکامات پر عمل کرتے رہے ہیں؟"

"ہم جس پہلو سے گفتگو کر رہے ہیں' اس سے یہی یقین ہو رہا ہے۔ اگر اس پہلو کو نظر انداز کریں تو اس سوال کا جواب نہیں ملے گا کہ ہم اس مخبر کے متعلق تحقیقات کیوں نہیں کرتے ہیں اور عام حالات میں اسے بھول کیوں جاتے ہیں۔"

الپا نے کہا "ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ وہ ہم سب پر بھاری ہے۔ ہم اس کے محکوم ہیں۔"

برین آوم نے کہا "اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ہم اس کے محکوم رہ کر اپنے ملک و قوم کی خدمت کر رہے ہیں۔ گویا جب سے یہ خفیہ تنظیم قائم ہوئی ہے' تب سے ہم اس کے زیر اثر ہیں اور تب سے اس ملک کو ہماری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے بلکہ ہم ملک و قوم کی ترقی اور خوشحالی کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔"

"ہم جس پہلو سے گفتگو کر رہے ہیں' اس سے یہی یقین ہو رہا ہے۔ اگر اس پہلو کو نظر انداز کریں تو اس سوال کا جواب نہیں ملے گا کہ ہم اس مخبر کے متعلق تحقیقات کیوں نہیں کرتے ہیں اور عام حالات میں اسے بھول کیوں جاتے ہیں۔"

الپا نے کہا "ہم اس حقیقت سے بھی انکار نہ کریں کہ ہم اس کے محکوم رہ کر اپنے ملک و قوم کی خدمت کر رہے ہیں۔ گویا جب سے یہ خفیہ تنظیم قائم ہوئی ہے' تب سے ہم اس کے زیر اثر ہیں اور تب سے اس ملک کو ہماری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ بلکہ ہم ملک و قوم کی ترقی و خوش حالی کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔"

"یہی بات سمجھ میں آتی ہے لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا راہنما یا سربراہ کون ہے؟"

ٹیری نے کہا "اس کے طریقۂ کار سے پتا چلتا ہے کہ وہ بہت محتاط رہنے کا عادی ہے۔ اس طرح کوئی دشمن کبھی اسے نہ پہچان سکے گا' نہ کبھی اسے نقصان پہنچا سکے گا۔"

"بے شک ایسی احتیاط لازمی ہے لیکن اس سے نقصان بھی پہنچتا ہے۔ مثلاً ابھی وہ ہمارے درمیان نہیں جبکہ ہمیں راہنمائی کی سخت ضرورت ہے۔ ہم اس سے کسی طرح رابطہ بھی نہیں کر سکتے۔"

"ہو سکتا ہے' وہ بیمار ہو۔"

"اسی لیے گمنامی اور حد سے زیادہ رازداری نقصان پہنچاتی ہے۔ ہمیں اس کا پتا ٹھکانا معلوم ہوتا تو ہم اسے طبی امداد پہنچا سکتے تھے۔"

"اور اگر وہ کسی دشمن کی قید میں ہوتا تو ہم اسے قید سے رہائی دلاتے۔"

"وہ مخبر زیرو ون ون یا ہمارا لیڈر ضرور کسی پرابلم میں ہے۔ ورنہ وہ بگ برادر پر مصیبت نہ آنے دیتا۔ کسی کی یہ مجال نہ ہوتی کہ ہمارے بگ برادر کو مجرم کہتا اور اسے چوبیس گھنٹوں کی مہلت دے کر مقدمہ قائم کرنے کی دھمکی دیتا۔"

برین آوم نے کہا "ایک اور بات سمجھ میں آتی ہے' جب وہ کسی وجہ سے خیال خوانی نہیں کرتا ہے تو مخبر بن کر فون کے ذریعے اطلاعات فراہم کرتا ہے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ برین آوم نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو میں چیف بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں ہوں مخبر زیرو ون....."

"مسٹر! ابھی ہم تمہارے ہی متعلق گفتگو کر رہے ہیں۔ کیا تم ہم سے تفصیلی گفتگو کرو گے؟"

"مسٹر برین آوم! پہلے یہ بتاؤ' کیا ابھی تنہا ہو؟"

"یہاں میرے پاس تمام برادرز موجود ہیں۔"

"ایک اور سوال کا جواب دو' کیا ریکارڈ روم کے سلسلے میں تمہارا محاسبہ کیا جا رہا ہے؟"

"ہاں' مجھے چوبیس گھنٹوں کی مہلت دی گئی ہے۔ اگر میں نے اس آگ لگانے والے کو گرفتار نہ کیا تو مجھے فوج سے خارج کر دیا جائے گا پھر میرے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔"

"مسٹر آدم! اطمینان رکھو تمہارے خلاف کچھ نہیں ہوگا۔ میں اس مجرم کی نشاندہی کر رہا ہوں' غور سے سنو۔ وہ ایک عجوبہ ہے۔ دنیا کا آٹھواں عجوبہ۔ شاید تم لوگوں کو یقین نہ آئے۔ وہ نصف انسان اور نصف بندر ہے۔"

"کیا واقعی؟ کیا ایسی کوئی مخلوق ہے؟"

"ہاں۔ ہمارے ملک میں پتا نہیں وہ کہاں سے آیا ہے۔ غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوتوں کے فارمولے اس پر یقیناً آزمائے گئے ہوں گے' وہ بندر سے آدمی بنا گیا ہے۔ آدمی کی طرح سیدھا کھڑا ہوتا ہے۔ آدمی کی طرح لباس پہنتا ہے۔ بے پناہ طاقت ور ہے۔ اس نے مکان کے مضبوط دروازوں کو ایک دھکے میں توڑ دیا تھا اور مجھے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر دیوار پر دے مارا تھا۔ میں نے بڑی مشکلوں سے اپنی جان بچائی ہے۔"

"مسٹر زیرو ون ون! تم کوئی بھی ہو' ہم تم پر اس لیے بھروسا کرتے ہیں کہ تم نے آج تک کبھی ہمیں گمراہ نہیں کیا۔ ہمیشہ اہم اور درست معلومات فراہم کرتے رہے۔ آج ہمیں حقیقت بتا دو کہ تم کون ہو؟"

"میں صرف تمہیں اور بلیک آوم کو بتاؤں گا۔ اور مشورہ دوں گا کہ اس سلسلے میں کسی اور برادر پر بھروسا نہ کرنا۔ خصوصاً ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری آوم اور الپا کو میری اصلیت نہ بتانا کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی نہ کبھی کسی دشمن کے چنگل میں آ جاتے ہیں اور تمام راز ان کے دماغوں سے معلوم کر لیے جاتے ہیں۔ البتہ ان سے یہ کہہ سکتے ہو کہ یہ مخبر اس تنظیم کا کمانڈر سربراہ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اسی حد تک سب کو بتاؤں گا۔"

"ان سب کو اس بندر آدمی کا حلیہ بتا کر اسے تلاش کرنے کا کہو۔ وہ لباس پہنتا ہے لیکن لباس کے پیچھے سے اس کی دُم باہر نکلی رہتی ہے۔ اس طرح وہ دور سے پہچانا جا سکتا ہے۔ باقی جسم انسانوں جیسا ہے لیکن صورت بندر جیسی ہے۔ تمام برادرز کو یہ تفصیلات بتانے کے بعد انہیں رخصت کر دو۔ پھر جو پتا بتا رہا ہوں' وہاں صرف بلیک آوم کے ساتھ آؤ۔ کیا میں بھروسا کروں کہ میری اس ہدایت پر سختی سے عمل کرو گے۔"

"جی ہاں۔ آپ بھروسا کریں۔"

ایکسرے مین نے اپنی رہائش گاہ کا پتا بتا کر رابطہ ختم کر دیا۔ برین آوم نے تمام برادرز سے کہا "آج اس راز پر سے پردہ اٹھ گیا ہے کہ مخبر زیرو ون ون ہماری تنظیم کا سربراہ ہے۔ اس نے یہ ظاہر کرنے کے باوجود کہا ہے کہ ہم میں سے کسی کے روبرو نہیں آئے گا۔ ہمیشہ گمنام اور لاپتا رہے گا۔"

الپا نے پوچھا "کیا وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"آئندہ رابطہ ہوگا تو پوچھوں گا۔ ویسے وہ جانتا ہوگا۔ اس نے ایک عجیب و غریب انسان کے متعلق بتایا ہے۔ کیا تم لوگ یقین کرو گے کہ ہمارے ملک میں دنیا کا ایک آٹھواں عجوبہ ہے۔ وہ آدھا آدمی اور آدھا بندر ہے۔"

"بگ برادر! تم ایسا کہہ رہے ہو' اس لیے ہم اسے مذاق نہیں سمجھیں گے۔"

"ان غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوتوں کے فارمولوں کو پیش نظر رکھو تو یہ واضح ہو جائے گا کہ ان دواؤں کو ایک بندر پر استعمال کیا گیا ہوگا۔ جن کے اثر سے وہ نصف انسان بن گیا ہے۔"

سب نے تائید میں سر ہلایا۔ اس پہلو سے وہ آٹھواں عجوبہ سمجھ میں آ رہا تھا۔ برین آوم نے اس بندر آدمی کا مکمل حلیہ بیان کیا۔ پھر کہا "وہ انسان کی طرح ملبوس رہنے کے باوجود اپنی دُم سے پہچانا جائے گا۔ پھر اس کا چہرہ بھی مکمل آدمی کا سا نہیں ہے۔ وہ بندر لگتا ہے۔"

ایک برادر نے کہا "تعجب ہے۔ ایسا عجوبہ ہمارے ملک میں کہاں چھپا ہوا ہے کہ آج تک ہمیں نظر نہیں آیا۔"

"وہ بندر آدمی قتیل ابیب یا اس کے اطراف میں کہیں چھپا رہتا ہے۔ فضائی' سمندری اور خشکی کے راستوں کی ناکا بندی کر دی جائے گی۔ فاریورافغار میشن اسی بندر آدمی نے ریکارڈ روم میں آگ لگائی ہے۔"

"کیا واقعی؟" سب حیرانی سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔

"کیا وہ بندر آدمی بولتا ہے؟"

"کیا وہ انسانوں کی طرح ہماری سیکرٹ فائلیں پڑھ لے گا۔"

برین آوم نے کہا "ابھی اس کے متعلق زیادہ تفصیل سے معلوم نہیں ہوا ہے۔ اگر وہ نہ بھی پڑھتا ہو' تب بھی اس نے ایک آلۂ کار کے طور پر ہمارے راز کسی کے لیے چرائے ہوں گے۔"

بلیک آوم نے کہا "ایسے عجوبے کو ڈھونڈ نکالنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔ وہ یقیناً دن کے وقت کسی چار دیواری یا تہ خانے میں چھپا رہتا ہوگا۔"

برین آوم نے کہا "میرا خیال ہے اب آپ لوگ جائیں اور چوبیس گھنٹوں کے اندر اس عجوبے کو ڈھونڈ نکالیں۔ آپ کی کوششوں سے یہ الزام مجھ پر سے ختم ہو جائے گا کہ میں نے اپنے فرائض میں کوتاہی کی ہے۔"

وہ سب اٹھ کر جانے لگے۔ برین آوم نے کہا "برادر بلیک! تم رک جاؤ۔ مجھے تم سے ضروری کام ہے۔"

وہ بیٹھ گیا۔ دوسرے چلے گئے۔ تب برین آوم نے کہا "ابھی ہم اپنی خفیہ تنظیم کے اصل سربراہ سے ملاقات کریں گے؟"

"کیا وہ یہاں آ رہا ہے؟"

"نہیں' ہم جا رہے ہیں۔ وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ میں ہمارا انتظار کر رہا ہے۔"

"تم نے یہ بات دوسرے برادرز سے کیوں چھپائی ہے؟"

"یہ بگ باس کا حکم ہے۔ وہ صرف ہم دونوں پر بھروسا کرتا ہے۔ آؤ چلیں۔"

انہوں نے بنگلے کے باہر آ کر دیکھا۔ الپا اور تمام برادرز جا چکے تھے۔ وہ دونوں ایک کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ بلیک آوم نے کہا "بگ برادر! کیا ہمیں بھروسا کرنا چاہیے کہ جس سے ہم ملاقات کرنے جا رہے ہیں' وہ حقیقتاً ہمارا اصل باس ہے۔"

"ہمیں بھروسا کرنا چاہیے کیونکہ وہ ہم پر بھروسا کر رہا ہے۔ اگر وہ فراڈ ہوتا تو کم از کم تمہارے سامنے نہ آتا۔ اسے یہ علم ہے کہ تم کیسے درندے ہو۔ دھوکا برداشت نہیں کرو گے۔ اس کی گردن توڑ دو گے۔"

ایکسرے مین اپنی رہائش گاہ میں ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ پچھلی رات زخمی ہونے کے بعد تقریباً بارہ گھنٹے تک آرام کرتا رہا تھا۔ ہڈیوں کا درد دور کرنے اور جسمانی و دماغی توانائی حاصل کرنے کی دوائیں استعمال کرتا رہا تھا۔ آدھا گھنٹا پہلے برین

آدم سے گفتگو کرنے کے بعد فون بند کیا تو اپنے اندر توانائی سی محسوس کی۔ اِدھر اُدھر چل پھر کر دیکھا۔ کمزوری کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔

وہ خوش ہوا اور بستر پر آکر لیٹ گیا۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ اس نے آنکھیں بند کرکے برین آدم کا تصور کیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ بڑی کامیابی سے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بلیک آدم کے ساتھ دروازے کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ ایکسرے مین نے سوچ کے ذریعے کہا "چلے آؤ' دروازہ کھلا ہے۔"

وہ تمام براورز کے دماغوں میں جا کر ان کی ہی سوچ میں بولتا تھا۔ اور وہ سب اسے اپنی ہی سوچ سمجھ کر عمل کرتے تھے۔ اس وقت اُس نے پہلی بار اپنی آواز اور لہجے میں کہا تو برین آدم نے چونک کر کہا "برادر بلیک! میں اپنے اندر مخبر زیرو ون ون کی آواز سن رہا ہوں۔"

ایکسرے مین نے اس بار بلیک آدم کے اندر آکر کہا "ہاں میں تمہارا زیرو ون ون ہوں۔ دروازہ کھلا ہوا ہے' بے خوف و خطر چلے آؤ۔"

بلیک آدم نے کہا "ہاں بگ برادر! میرے دماغ میں بھی وہی آواز ہے۔ آؤ اندر چلیں۔"

وہ دروازہ کھول کر ایک کوریڈور میں آئے۔ ایکسرے مین ان کی رہنمائی کر رہا تھا کہ انہیں کہاں سے گزر کر کہاں آنا چاہیے۔ وہ دونوں اس کے مطابق چلتے ہوئے ایک بیڈ روم میں پہنچ گئے۔ ایکسرے مین نے بستر سے اٹھ کر کہا "ویلکم مائی ڈیئر براورز! میں تم لوگوں کو ایک عرصے سے جانتا ہوں۔ آج تم بھی مجھے دیکھ لو اور پہچان لو۔"

وہ ان سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "میرا اصل نام مارٹن رسل ہے۔ میں ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار ہوں۔ پیدائشی یہودی ہوں۔ اسی لیے ٹیلی پیتھی کی دھوپ چھاؤں سے گزر کر یہاں آیا ہوں۔"

برین آدم نے کہا "پلیز' آپ ہمیں یقین دلائیں کہ آپ اس تنظیم کے بانی اور سربراہ ہیں۔"

"ابھی یقین آجائے گا۔ تم دونوں صوفوں پر بیٹھو اور مجھے آرام سے لیٹنے کی اجازت دو۔ میں ذرا کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

"بے شک آپ آرام سے لیٹ جائیں۔"

وہ دونوں بیٹھ گئے۔ مارٹن بستر پر لیٹ کر بتانے لگا کہ اس نے کس طرح پچھلے چھ برسوں کے دوران اس خفیہ تنظیم کو قائم کرنے کے لیے دن رات محنت کی ہے۔ برین آدم' بلیک آدم اور دوسرے براورز کو اچھی طرح آزمانے کے بعد تنظیم میں شامل کیا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسرائیلی حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کی کمزوریاں دستاویزی صورت میں حاصل کرکے انہیں خفیہ تنظیم کے آگے جھکنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ ایک ایک واقعے کی تفصیل بتا رہا تھا۔ اور ایک ایک راز کے متعلق وہ تمام اہم نکات بیان کر رہا تھا جنہیں صرف تنظیم کا سربراہ ہی بتا سکتا ہے۔

پھر اس نے کہا "سب سے اہم اور آخری ثبوت یہ ہے کہ میں تم سب کے دماغوں پر حکومت کرتا ہوں۔ جو لکیر میں کھینچ رہا ہوں' اس سے آگے تنظیم کا کوئی برادر نہیں جا سکتا۔ کوئی شبہ ہو تو یہاں سے اٹھ کر جاؤ۔ میں تم دونوں کو یہاں واپس آنے پر مجبور کردوں گا۔"

دونوں برادرز نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر ایک نے کہا "جی ہاں' یہ تو ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہمارے جیسے یوگا کے ماہرین کے دماغوں میں آپ چلے آتے ہیں۔"

مارٹن نے کہا "میری محبت اور میرا اعتماد دیکھو کہ میں تم دونوں کو کتنا چاہتا ہوں۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر برین آدم کے دماغ میں جاؤں گا تو تم میری گردن دبوچ لوگے۔ ایسے میں خیال خوانی نہیں کر سکوں گا۔ پھر بھی یہ خطرہ مول لے کر تمہارے روبرو آیا ہوں۔"

"سر! آپ ایسا نہ سوچیں۔ آپ کے لیے ہماری جان بھی حاضر ہے۔"

"آپ ہمیں چاہتے ہیں۔ ہم پر اعتماد کرتے ہیں' یہ ہمارے لیے بڑے فخر کی بات ہے۔"

ایکسرے مین مارٹن نے کہا "پچھلی رات اس بندر آدمی سے اچانک سامنا ہو گیا تھا۔ مسٹر بلیک! تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ کس قدر طاقتور ہے۔ اس کے ہاتھوں زخمی ہو کر عقل آئی کہ مجھے کم از کم تم دونوں پر بھروسا کرنا چاہیے تاکہ ایسی مصیبت کے وقت کوئی تو میرا اپنا میرے پاس ہو۔"

"سر! کیا اس دنیا میں آپ کا کوئی اپنا نہیں ہے؟"

"اب تک کوئی نہیں تھا۔ آج سے تم دونوں میرے ہو۔ میں چاہتا ہوں' تم سے کوئی جھوٹ نہ بولوں تاکہ تم دونوں بھی میرے ساتھ سچے رہو۔ یہ جو ریکارڈ روم میں آگ لگی ہے۔ اس میں تھوڑی سی میری حماقت کا دخل ہے۔ میں نے ایک لڑکی سے عشق کرنے کی حماقت کی تھی۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کرکے اس مکان میں بلایا تھا۔ اس کے پیچھے وہ بندر آدمی بھی چلا آیا۔"

"کیا وہ بندر آدمی اس لڑکی کا ساتھی ہے؟"

"لڑکی کی حیرت سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بھی پہلی بار اس عجوبے کو دیکھ رہی ہے لیکن جس طرح اس عجوبے نے اسے میری ہوس سے بچایا ہے' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس کی احسان مند ہوگی۔"

برین آدم نے کہا "اور وہ لڑکی اس عجوبے سے ضرور رابطہ کرے گی۔ وہ دوست بن کر ایک دوسرے کا پتا اور فون نمبر بھی معلوم کر سکتے ہیں۔"

بلیک آدم نے کہا "اگر ہم اس لڑکی کو گرفتار کریں یا دور سے

اس کی نگرانی کریں تو ہم اس کے ذریعے اس بندر آدمی تک ضرور پہنچ جائیں گے۔"

ایکسرے مین مارٹن نے کہا "اس کا نام سارہ ہے۔ ذرا ایک منٹ' میں ابھی معلوم کرتا ہوں' وہ کہاں ہے؟"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سارہ کے پاس پہنچا۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس آکر بولا "تعجب ہے۔ وہ سانس روک لیتی ہے۔ کل تک ایسی بات نہیں تھی۔ وہ خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔"

برین آدم نے کہا "اگر اب اس کا دماغ حساس ہو گیا ہے تو پھر صاف ظاہر ہے کہ کسی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔"

بلیک آدم نے ایکسرے مین سے پوچھا "سر! کیا سارہ کے شناساؤں میں کوئی پتا ٹائز کرنے یا ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے؟"

"نہیں اس کا ایک مختصر سا خاندان ہے۔ اس کا ارب پتی باپ اس کی سوتیلی ماں کے ساتھ ملک سے باہر گیا ہے۔ دو سوتیلے بھائی اس کی جان کے دشمن ہیں۔ گھر سے باہر اس کی کوئی سہیلی یا دوست نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ بندر آدمی کے ساتھ کسی ایسے گروہ میں پہنچ گئی ہے' جہاں پتا ٹائز کرنے والے یا ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اسی گروہ نے ہمارے تمام راز چرائے ہوں گے۔"

ایکسرے مین مارٹن نے کہا "جب میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنے پاس بلا رہا تھا تب اس کی گاڑی میں ایک موبائل فون رکھا ہوا تھا۔ میں نمبر بتا رہا ہوں' تم رابطہ کرو۔"

برین آدم نے ریسیور اٹھا کر نمبر سنے پھر انہیں ڈائل کیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی پھر کسی نے ریسور اٹھایا۔ برین آدم نے اپنے ریسیور سے ایسی آوازیں سنی جیسے کوئی درندہ سانسیں لے رہا ہو۔ وہ بولا "ہیلو! کیا مس سارہ موجود ہیں؟"

دوسری طرف سے ہلکی سی غراہٹ سنائی دی۔ پھر سارہ کی آواز آئی۔ "کس کا فون ہے ہیرو؟ لاؤ مجھے دو۔" پھر اس کی آواز آئی۔ "ہیلو' میں سارہ بول رہی ہوں۔"

برین آدم نے کہا "ہیلو مس سارہ! میں تمہارے ڈیڈی کا نیا پی اے بول رہا ہوں۔ تمہارے ڈیڈی سر رابن تمہاری خیریت دریافت کر رہے ہیں۔"

"میں خیریت سے ہوں۔ ڈیڈی کہاں ہیں؟"

"ابھی ہم پیرس میں ہیں۔ وہ ایک بزنس میٹنگ میں مصروف ہیں۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہاری مصروفیات کے سلسلے میں معلوم کروں کہ ابھی تم کہاں ہو؟ کیونکہ میٹنگ ختم ہوتے ہی تم سے بات کریں گے۔"

"ڈیڈی سے کہو' مجھ سے میرے موبائل پر رابطہ کریں۔"

"انہوں نے یہ بھی پوچھا ہے کہ ابھی تمہاری رہائش کہاں ہیں؟"

"ان سے کہو' میں یمسن ویلی میں ہوں۔"

"مس سارہ! تم یمسن ویلی میں کہاں ہو؟ اپنی موجودہ رہائش گاہ کا نمبر بتاؤ۔"

"میں جو کہہ رہی ہوں' وہی ڈیڈی سے کہہ دو۔ وہ سمجھ لیں گے' میں کہاں ہوں۔ ویسے ڈیڈی نے اپنے مزاج کے خلاف میری خیریت دریافت کی ہے۔ ان سے کہنا میں حیران بھی ہوئی اور مسرور بھی اور میں شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

برین آدم نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایکسرے مین مارٹن نے کہا۔ "میں تمہارے اندر رہ کر سارہ کی ساری باتیں سن رہا تھا اور میں نے ہلکی سی غراہٹ سنی ہے۔ پچھلی رات وہ دروازہ توڑنے سے پہلے اسی طرح غرا رہا تھا۔"

برین آدم نے کہا "جی ہاں' مجھے ریسیور سے کسی درندے کے سانس لینے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ سارہ نے اسے ہیرو کہہ کر مخاطب کیا تھا۔"

"مسٹر برین! معلوم ہوتا ہے' اس نے بندر کو اپنا ہیرو بنا لیا ہے۔ یہ اچھا ہوا کہ ہمیں جلد ہی ان دونوں کا ٹھکانا معلوم ہو گیا۔"

"اس بات کی تصدیق کرنی ہوگی کہ وہاں دونوں تنہا ہیں یا کسی گروہ کے ساتھ؟"

"مسٹر بلیک! ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ وہاں ابھی مسلح پولیس فورس بھیجی جائے۔ وہ اس رہائش گاہ کو چاروں طرف سے اس طرح گھیر لیں گے کہ وہ بندر آدمی وہاں سے نکل کر فرار نہیں ہو سکے گا۔"

برین آدم فون کے ذریعے پولیس کمشنر سے رابطہ کرنے لگا۔

ہیرو' سارہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمپیوٹر کے پاس لایا۔ پھر اسے آپریٹ کیا۔ اسکرین پر الفاظ ابھرنے لگے۔ ہیرو کہہ رہا تھا۔

"سارہ! تم دھوکا کھا گئیں۔ وہ فون تمہارے ڈیڈی کے پی اے کا نہیں' اسی عیاش کے ساتھی کا تھا جس نے تمہیں اپنے مکان میں آنے پر مجبور کیا تھا۔"

اس نے پوچھا "ہیرو! تمہیں یہاں بیٹھے بیٹھے یہ معلومات کیسے حاصل ہو گئیں؟"

"تم بھول رہی ہو' میں نے پچھلی رات تمہیں اپنی غیر معمولی سماعت و بصارت کے متعلق بتایا تھا۔ میں ابھی یہاں بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ ابھی.... پولیس فورس اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیرنے والی ہے۔"

"مائی گاڈ! اب کیا ہوگا؟"

"میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا' مجھے پناہ دو گی تو گویا مصیبتوں کو دعوت دو گی۔ ویسے پریشانی دل سے نکال دو۔ آنے والوں کو شبہ ہے کہ میں یہاں موجود ہوں۔ انہوں نے میری صرف غراہٹ سنی

ہے۔ میں فی الحال چلا جاتا ہوں۔ وہ یہاں آکر مجھے نہیں پائیں گے تو تم سے صرف سوالات کریں گے۔ کسی جرم یا ثبوت کے بغیر تمہیں گرفتار نہیں کریں گے۔"

وہ بولی "تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں یہاں آنے والوں سے خوفزدہ اور پریشان ہوں۔ تم نے جیوان ہو کر میری آبرو بچائی۔ کیا میں انسان ہو کر مصیبت میں تمہارا ساتھ چھوڑ دوں؟ اور تمہیں یہاں سے جانے دوں؟"

"بُرے وقت کو سمجھو سارہ! مجھے یہاں سے جانا ہوگا۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

"میرے ساتھ کہاں بھٹکو گی۔ پتا نہیں اب جہاں پہنچوں گا' وہاں پناہ ملے گی یا کوئی نئی مصیبت؟ دشمنوں سے مقابلہ ہوگا تو اپنے بچاؤ کیلئے لڑتے وقت تمہیں کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"کیا نقصان پہنچے گا؟ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ مرجاؤں گی۔ تم مجھے یہ نئی زندگی نہ دیتے تو کل ہی مرچکی ہوتی۔ یہ زندگی تمہارے نام ہے۔ میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔"

خوشی کی شدت سے ہیرو کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا "تم اتنی محبت اور عزم سے ساتھ دینا چاہتی ہو۔ میں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم کھاتا ہوں کہ اپنی آخری سانس تک تمہیں کوئی نقصان پہنچنے نہیں دوں گا۔"

اس نے کمپیوٹر کو بند کیا۔ سارہ نے ایک الماری کھول کر ایک ریوالور اور گولیاں اسے دیں۔ ایک بیگ میں کچھ ضروری سامان رکھا۔ ہیرو نے اپنی وہ اٹیچی اٹھالی جس میں اس کے ضروری سامان کے علاوہ غیر معمولی دوائیں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ پھر انہوں نے باہر آکر بنگلے کے دروازے کو لاک کیا۔ اس کے بعد گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چل پڑے۔

یہ اندازہ تھا کہ پولیس فورس ہائی وے سے آئے گی اس لیے وہ یمسن ویلی کی پہاڑیوں کی سمت جارہے تھے۔ یوں دیکھا جائے تو ان کے لیے بچاؤ کا راستہ کوئی نہیں تھا۔ ایکسرے مین مارٹن اور برین آدم پورے ملک کی پولیس اور ملٹری کے اعلیٰ افسران تک بندر آدمی کی خیالی تصویر پہنچا رہے تھے۔ یہ تصویر کمپیوٹر کے ذریعے بنائی گئی تھی اور اسے فیکس کے ذریعے ہر جگہ پہنچایا جارہا تھا۔

پھر اس تنظیم کے تین خیال خوانی کرنے والے ایکسرے مین' الپا اور ٹیری آدم اس انتظار میں تھے کہ سارہ اور بندر آدمی کو کسی طرح زخمی کیا جائے گا تو ان کے دماغوں میں جگہ مل جائے گی۔ پھر وہ خود ہی اسیر ہو کر گرفتاری کے لیے چلے آئیں گے۔

ان کے لیے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا لیکن مارنے والے سے بچانے والا بڑا ہوتا ہے۔ خدا جدوجہد کرنے والوں کے لیے کوئی نہ کوئی سہارا بھیج دیتا ہے۔ اس معبود نے پچھلی رات مجھے ان کے پیچھے لگا دیا تھا۔ میں لیلیٰ کے ذریعے سارہ کے دماغ کو لاک کر کے مطمئن ہوگیا تھا اور اپنی رہائش گاہ میں آکر سو گیا تھا۔

صبح اٹھ کر میں نے عادل اور لیلیٰ کے سامنے وہ تمام ذخیرہ تھیلوں سے نکالا جو ریکارڈ روم سے سمیٹ کر لایا تھا۔ میں نے لیلیٰ اور عادل سے کہا "ہم یہ تمام مائیکرو فلمیں چھپا کر رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اتنے بڑے بڑے فائلوں کو چھپانا ممکن نہیں ہے۔ تم دونوں ان کی مائیکرو فلمیں بنا کر تمام فائلوں کو جلا ڈالو۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگے۔ میں اسرائیلی حکومت سے تعلق رکھنے والی دستاویزات پڑھنے لگا۔ مجھے توقع تھی کہ ان کے ذریعے یہودی خفیہ تنظیم تک پہنچا جاؤں گا۔

لیکن وہ بہت محتاط تھے۔ انہوں نے اپنی تنظیم کی کوئی بات تحریر کی صورت میں نہیں رکھی تھی۔ کسی بھی دستاویز میں کسی تو'م برادر کا نام درج نہیں تھا۔ البتہ یہ تمام برادر پولیس اور ملٹری کے اعلیٰ افسران کی حیثیت سے سرکاری کاغذات میں تھے اور انہیں پڑھ کر یہ اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہی لوگ خفیہ تنظیم کے سرگرم رکن ہیں۔

ان دستاویزات سے اسرائیلی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کی بہت سی سیاسی اور ذاتی کمزوریوں کا ثبوت ملتا تھا۔ میں نے ملٹری انٹیلیجنس کے چیف برین آدم کا نام پتا اور فون نمبر نوٹ کیا۔ کیونکہ کئی کاغذات میں اور کئی اہم معاملات میں اس کا ذکر اور اس کے دستخط موجود تھے۔ پھر ایک دستاویز.... میں اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ بلیک آدم کا ذکر تھا۔ اس میں یہ درج تھا کہ اس نے اور الپا نے پیرس میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری نامی شخص کو ٹریپ کیا تھا۔ جو جو کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہے تھے۔ یہ دستاویزات ایک معاہدہ تھا کہ بلیک آدم نے ٹیری کا برین واش کرنے کے لیے اسے سرکاری ڈاکٹروں کے حوالے کیا ہے۔ برین واشنگ کے بعد ٹیری پھر بلیک آدم کے حوالے کردیا جائے گا۔

یہ پڑھ کر دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ الپا کے بعد خفیہ تنظیم میں جس دوسرے خیال خوانی کرنے والے کا اضافہ ہوا تھا' اس کا نام ٹیری آدم ہے۔ دوسری بات یہ کہ بلیک آدم کا تعلق ضرور خفیہ تنظیم سے ہے۔ میں نے اس کا نام پتا اور فون نمبر معلوم کرلیا۔

مجھے کسی ایکسرے مین مارٹن رسل کے وجود کا علم نہیں تھا۔ اس لیے میں نے غلط اندازہ لگایا کہ سارہ پر عاشق ہونے والا اور اسے خفیہ مکان میں بلانے والا وہی ٹیری آدم ہے۔

لیلیٰ نے میرے پاس آکر کہا "عادل مائیکرو فلم تیار کر رہا ہے۔ میں ابھی سارہ کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ ہیرو نے اپنی قوت سماعت سے سن کر یہ بتایا ہے کہ دشمنوں کو سارہ اور ہیرو کی موجودہ رہائش گاہ کا علم ہوگیا ہے۔ وہاں پولیس فورس پہنچنے والی ہے۔"

"کیا ہیرو نے غیر معمولی سماعت سے یہ سنا کہ وہ دشمن ہیں؟"

"جی ہاں۔ تین اشخاص ایک کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے باتوں کے دوران ایک دوسرے کو مسٹر برین اور مسٹر بلیک کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اور ان میں سے جو تیسرا شخص ہے' وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ برین اور بلیک اس شخص کو تنظیم سے سرکہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔"

میں نے کہا۔ "بہت کچھ معلوم ہوچکا ہے۔ یہ برین آدم اور بلیک آدم خفیہ تنظیم کے اہم افراد ہیں۔ میں یہ غلط اندازہ لگا رہا تھا کہ ٹیری آدم سارہ کو ٹریپ کر کے اپنے پاس بلا رہا تھا لیکن اس تنظیم میں کوئی تیسرا خیال خوانی کرنے والا بھی ہے اور وہ سب کا ہیڈ ہے' سربراہ ہے۔"

لیلیٰ نے پوچھا "کیا وہ سربراہ ٹیری آدم نہیں ہوسکتا؟"

"نہیں' خفیہ تنظیم قائم ہونے کے بعد ابھی حال ہی میں ٹیری کو پیرس سے پھانس کر لایا گیا ہے اور اس کا برین واش کر کے اسے وفادار بنایا گیا ہے۔ ایسے شخص کو کوئی سربراہ تسلیم نہیں کرے گا۔ برین آدم اور بلیک آدم جس شخص کو سرکہہ کر مخاطب کررہے ہیں' وہی ان کا سربراہ ہے۔"

"اب سارہ اور ہیرو کا کیا بنے گا؟ وہ اپنی پناہ گاہ سے نکل گئے ہیں اور ہائی وے کی مخالف سمت میں جارہے ہیں۔"

"یہ ہیرو کی عقلمندی ہے۔ پولیس فورس ہائی وے کے راستے آئے گی۔ اس لیے پہاڑیوں کی طرف جارہا ہے۔"

"لیکن وہ سارہ کے ساتھ کہاں جائے گا؟ وہ تو ایسا عجوبہ ہے کہ جہاں جائے گا پکڑا جائے گا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ اب تک پورے ملک کی پولیس اور ملٹری حرکت میں آگئی ہوگی۔ ان دونوں کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ ایسے برے وقت میں کوئی ہیرو کی مدد نہیں کرسکے گا۔ مدد کرنے والی سارہ بھی بری طرح پھنس رہی ہے۔"

"کیا ہم بھی ان کے کام نہیں آسکیں گے؟"

"کام آنے کے لیے تو سارہ کے دماغ میں جگہ بنائی ہے۔ لیکن ابھی ہم تماشا دیکھیں گے۔"

"ان کی جان پر بنی ہوئی ہے اور آپ تماشا دیکھیں گے؟"

"یہ سمجھو کہ ہیرو غیر معمولی سماعت و بصارت اور جسمانی اور دماغی قوتوں کا حامل ہے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ وہ کس طرح اپنی ذہانت سے کام لے کر اپنی اور سارہ کی بقا کا راستہ نکالتا ہے؟"

"کیا مجھے سارہ کے پاس رہنا چاہیے؟"

"مسلسل رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے جایا کرو۔"

"وقفے کے دوران دشمنوں نے اگر انہیں گولی ماردی تو؟"

"وہ زیادہ سے زیادہ زخمی کریں گے۔ ہیرو کو ہر حال میں زندہ گرفتار کریں گے۔ صرف اس لیے نہیں کہ وہ ایک عجوبہ ہے بلکہ اس لیے بھی کہ وہ غیر معمولی دواؤں کی پیداوار ہے۔ دشمن چاہیں گے کہ اس بندر آدمی کے ذریعے وہ غیر معمولی فارمولے مکمل ہوجائیں جو ان کے پاس ادھورے پڑے ہیں۔"

میں پھر ایک دستاویز پڑھنے میں مصروف ہوگیا۔ میں وہ تمام دستاویزات اور مائیکرو فلمیں لے آیا تھا۔ میں نے اس ریکارڈ روم میں آگ لگائی تھی۔ اسرائیلی حکام' فوجی افسران اور یہودی خفیہ تنظیم کے برادرز اس آگ میں جل بھن رہے تھے۔ بیچارے اس بندر آدمی کو ملزم گردان کر اُس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔

میرے حق میں اچھا کررہے تھے۔ میں آرام سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ اور یہ تماشا ضروری تھا۔ معلوم تو ہو کہ وہ بندر آدمی "ہیرو" کتنے پانی میں ہے۔

○☆○

پاشا کے سرپرپوجا کو حاصل کرنے کی دُھن سوار تھی اور شی تارا نے وعدہ کیا تھا کہ جس دن وہ بدن کی مخصوص بُو تبدیل کرنے کا کامیاب تجربہ کرے گا' اس دن پوجا اس کے حوالے کردی جائے گی۔

اس تجربے کے لیے پاشا کو ایک لیبارٹری کی ضرورت تھی جس میں جدید آلات اور ہر طرح کی سہولتیں مہیا ہوں۔ دہلی میں ایک بوڑھے تجربہ کار ڈاکٹر کی ایسی ایک ذاتی لیبارٹری تھی۔ شی تارا نے اس ڈاکٹر کو ٹریپ کیا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔ پھر پاشا کو وہاں مصروف رہنے کا حکم دیا۔

پاشا نے کہا "تم صرف میرے دماغ میں آتی ہو' سامنے نہیں آؤ گی تو تجربہ کیسے کروں گا؟"

اس نے پوچھا "سامنے آنا کیوں ضروری ہے؟"

"مجھے تمہارے خون اور پسینے وغیرہ کی ضرورت ہے۔ میں تمہارے ہارمونز وغیرہ کی کمی بیشی کا حساب رکھوں گا' تب تمہاری مخصوص بو کا تجزیہ کرسکوں گا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اپنے اصول کے خلاف کسی دوست یا دشمن کے سامنے نہیں آنا چاہتی تھی۔ اگرچہ پاشا اس کا معمول اور تابعدار تھا۔ اس کے حکم پر جان دے سکتا تھا۔ تاہم وہ محتاط رہنے کی عادی تھی۔ اس سے بھی دور رہتی تھی لیکن اب مجبوری آن پڑی تھی۔

پارس نے وہ دو چشمی ہیرے اپنے پاس رکھ کر اسے بڑی آزمائشوں میں مبتلا کردیا تھا۔ ان ہیروں کو حاصل کرنے کے لیے پارس سے صرف دوستی ہی نہیں اس کی قوت بھی ضروری تھی اور اس کی قوت سے بچنے کے لیے اب پاشا کے سامنے جانا ضروری ہوگیا تھا۔

وہ اپنی بو تبدیل کر کے پارس کو اچھی طرح الّو بنا سکتی تھی۔ اُس نے اسے الو بنانے کے لیے پوجا جیسی حسین لڑکی کا انتخاب کیا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ اپنی بو پوجا میں منتقل ہوجائے تاکہ پارس اسے شی تارا سمجھ کر قبول کرے اور دو چشمی ہیرے اس کے حوالے کردے۔

وہ بولی "پاشا! تم میرے تابعدار ہو۔ اس کے باوجود میں کسی پر

بھروسا نہیں کرتی ہوں۔ ہاں' بہت زیادہ بے بسی کی صورت میں بھروسا کرنے پر مجبور ہو جاتی ہوں۔"

"تم میری مالکہ ہو۔ میرا دماغ تمہارے قبضے میں ہے۔ تم جب چاہو' میری روح قبض کر سکتی ہو۔"

"ہاں' ایسا کر سکتی ہوں۔ لیکن تم میڈیکل ٹیسٹ کے دوران غلط انجکشن یا دوا کے ذریعے مجھے دماغی مریضہ بنا سکتے ہو۔ ایسے میں میری احتیاطی تدابیر دھری کی دھری رہ جائیں گی۔"

"تمہارے وفادار ماتحت مجھے گن پوائنٹ پر رکھ کر مجھے دھوکا بازی سے باز رکھ سکتے ہیں۔"

"بے شک وہ تمہیں فریب اور مکاری سے باز رکھیں گے اور تم مجھے کوئی نقصان پہنچاؤ گے تو وہ تمہیں گولی مار دیں گے۔ لیکن اس وقت تک تو مجھے نقصان پہنچ چکا ہو گا۔ تمہارے حرام موت مرنے کے بعد بھی میں پھر وہی خیال خوانی کرنے والی شی تارا نہیں بن سکوں گی۔"

"میں اپنی وفاداری کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں' تمہیں میری ذات سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ اب تم یقین نہ کرو تو تمہاری مرضی ہے۔"

"اس کا ایک اور حل ہے۔ تم جتنے میڈیکل ٹیسٹ لینا چاہتے ہو' وہ لکھ کر دے دو۔ میں کسی تجربہ کار ڈاکٹر سے وہ ٹیسٹ کراؤں گی۔ تم اس کی رپورٹ کے مطابق میری بُو تبدیل کرنے کا تجربہ کر سکو گے۔"

پھر طریقۂ کار کے مطابق کام ہونے لگا۔ شی تارا نے اس بوڑھے ڈاکٹر سے تمام ضروری ٹیسٹ کرائے جو لیبارٹری کا مالک اور اس کا تابعدار تھا۔ ایسے ٹیسٹ کے دوران پاشا کو لیبارٹری سے دور رکھا جاتا تھا۔ جب شی تارا وہاں سے چلی آتی تب خیال خوانی کے ذریعے حکم دیتی۔ "جاؤ اور رپورٹ کے مطابق کام کرو۔"

وہ بوجا کی خاطر دن رات مصروف رہنے لگا۔ ادھر شی تارا نے بوجا پر عمل کر کے اس کی آواز تبدیل کر دی تھی تاکہ پاشا فرصت کے وقت اپنی غیر معمولی سماعت سے اس کی آواز بھی نہ سن سکے۔

پھر اس نے دوسری لڑکی کو بوجا کا روپ' اس کی آواز اور لہجہ دیا... تاکہ پاشا مطمئن رہے کہ وہ اپنی بوجا کی آواز سن رہا ہے اور اسی کو مٹھی میں موجود ہے جس کی انکیسی میں وہ رہتا ہے۔

اس کے بعد اُس نے بوجا کے بھی وہی میڈیکل ٹیسٹ کرائے اور اس مقصد کے لیے اسے پاشا کے سامنے پیش کیا اور کہا "اس لڑکی کی میڈیکل رپورٹ کے مطابق اس کے بھی پسینے اور بو کا بھی تجزیہ کرو۔"

اس نے پوچھا "تم کسی دوسری لڑکی کی مخصوص بو کیوں تبدیل کرانا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں' جب تمہارا تجربہ کامیاب ہو تو میری بو اس کے بدن میں منتقل کی جائے۔ میں کچھ روز اس کامیاب تجربہ کو آزماؤں گی۔ اس کے بعد اپنے بدن کی بو تبدیل کراؤں گی۔"

یوں بوجا کی مخصوص بو پر بھی کام ہونے لگا۔ بوجا کئی بار میڈیکل ٹیسٹ کے لیے پاشا کے سامنے لیبارٹری میں آتی رہی۔ لیکن وہ اسے پہچان نہ سکا۔ شی تارا نے عارضی میک اپ کے ذریعے اس کا چہرہ بدل دیا تھا۔ آواز اور لہجہ بھی بدل دیا تھا۔ اس کے ذہن سے پاشا کو فراموش کرا دیا تھا۔ اس لیے بوجا اسے قریب سے دیکھ کر بھی یاد نہ کر سکی کہ یہ وہی محسن ہے جو اسے ایک سیاستدان کے عیش کدہ سے بچا کر لایا تھا۔

بہرحال شی تارا بڑے سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت بڑی چالاکی سے کام لے رہی تھی لیکن وہ بے انتہا مصروفیات سے پریشان ہو گئی تھی۔ اس نے سپر ماسٹر سے دوستی کی ہوئی تھی۔ امریکا پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاوی رہنے کے لیے سپر ماسٹر جان بلوشرکی بیٹی بن گئی تھی اور اپنی ایک مخصوص ڈی کو سپر ماسٹر کے پاس بھیج کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ سچ مچ بیٹی بن کر سپر ماسٹر پر بھروسا کر کے اس ملک میں رہنے چلی آئی ہے۔

سپر ماسٹر کے علاوہ وہاں کے حکام اور فوجی افسران بھی اس پر بھروسا کر رہے تھے۔ انہوں نے اس کی راہنمائی میں اپنے ذہین جاسوسوں کی ایک ٹیم اسرائیل بھیج دی تھی تاکہ وہ غیر معمولی فارمولے حاصل کیے جائیں اور یہودی خفیہ تنظیم کی جڑوں تک پہنچا جائے۔

اب شی تارا کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ تنہا اتنی ساری ذمے داریاں نہیں نباہ سکے گی۔ دن رات کی خیال خوانی سے سر دُکھنے لگا تھا۔ دائی ماں نے کہا "اگر زندہ رہنا چاہتی ہے تو تمام مصروفیات ختم کر دے۔ اگر ختم نہیں کر سکتی ہے تو کچھ کم کر دے ورنہ خیال خوانی کرتے کرتے پاگل ہو جائے گی۔"

اگر دوسروں کے اندر جا کر صرف ان کے خیالات پڑھنے کی بات ہوتی تو کوئی بات نہ تھی لیکن خیالات پڑھنے کے بعد ان کے مطابق ذمے داریوں سے اور اچھے برے حالات سے نمٹنا ہوتا تھا۔ ان سب کے نتیجے میں تھکن اور پریشانیاں بڑھ جاتی تھیں۔

وہ بولی "دائی ماں! یہ سمجھ میں نہیں آتا' کون سی مصروفیت ختم کروں۔ ساری ہی مصروفیات اہم ہیں۔"

"وہاں سپر ماسٹر کی بیٹی بن کر رہنا کیا ضروری ہے؟"

"میں اس انتظار میں ہوں کہ وہاں جو ٹرانسفارمر مشین خراب ہو گئی ہے۔ اس کی مرمت ہو جائے۔ وہ لوگ دوسری مشین تیار کر لیں۔ میں وہاں ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاوی رہوں گی تو اس مشین کے ذریعے جو خیال خوانی کرنے والے پیدا ہوں گے' انہیں میں ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بناتی رہوں گی۔"

"بیٹی! پتا نہیں وہ مشین کب کار آمد ہو گی۔ تو اس کے انتظار میں بیمار پڑ جائے گی۔ اگر بیمار پڑے گی اور خیال خوانی کے ذریعے اپنی ڈی کے پاس نہیں پہنچ سکے گی تو یہ بعید عمل جائے گا کہ وہاں تو نہیں ہے اور اپنی ڈی کے ذریعے سپر ماسٹر وغیرہ کو فریب دے رہی ہے۔"

"ہاں ماں جی! آثار تو یہی نظر آ رہے ہیں۔ اگر آرام نہیں

ہوں گی تو واقعی بیمار ہو جاؤں گی۔"

"میرا مشورہ مان لے۔ امریکا اور اسرائیل کے تمام معاملات مٹی ڈال۔ جان ہے تو جہان ہے۔ تجھے ایک آرام دہ زندگی گزارنے کے لیے ایک خیالی خوانی کرنے والے ماتحت کی ضرورت ہے۔ تو اسک مین سے ایوان راسکا کو تھین کر لے آ۔"

"میں کئی دن سے سوچ رہی ہوں۔ مگر ایوان راسکا کو وہاں سے وہاں لانے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔"

"میں کس زبان میں سمجھاؤں کہ موقع تب ملے گا جب مصروفیات کم کرے گی۔ تو ان کی ٹرانسفارمر مشین سے فائدہ حاصل کرنے کی بات دماغ سے نکال دے۔ تجھے یہودیوں کی خفیہ تنظیم سے بھی کچھ نہیں لینا ہے۔ واپس آ جا۔ آرام سے سو جا۔ تو نے میری ساری نیندیں اڑا دی ہیں۔ جی چاہتا ہے' ننھی بچی کی طرح تیری پٹائی کر دوں۔"

شی تارا نے ہنستے ہوئے دائی ماں کو گلے لگا کر کہا "تم میری سگی ماں سے بڑھ کر ہو۔ اب میں تمہاری پٹائی سے ڈر گئی ہوں۔ وعدہ کرتی ہوں' اپنی ڈی کو سپر ماسٹر کی رہائش گاہ سے غائب کر کے وہاں کے تمام معاملات ختم کر دوں گی۔"

"یہ نہ کہو کہ ختم کر دو گی۔ ابھی اور اسی وقت اپنی ڈی کو وہاں سے نکالو۔"

"اچھی بات ہے۔ ابھی جا رہی ہوں۔"

اس کی ڈی شی تارا اور سپر ماسٹر کی بیٹی بن کر مکمل اعتماد حاصل کرنے کے لیے سپر ماسٹر کی رہائش گاہ میں رہتی تھی۔ شی تارا خیال خوانی کی پرواز کر کے ڈی کے اندر پہنچی تو پتا چلا بازی پلٹ گئی ہے۔ اس کی ڈی کو گرفتار کر کے ملٹری ہیڈ کوارٹر میں پہنچا دیا گیا تھا۔

شی تارا نے ڈی سے پوچھا "معاملہ کیا ہے؟"

وہ بولی "میڈم! آپ جانتی ہیں' اس ملک میں ایک ہی خیال خوانی کرنے والا وِکی سول رہ گیا ہے۔ ہم نے اسے اہمیت نہیں دی لیکن وہ میری نوہ میں رہتا تھا۔ مجھے اصلی شی تارا سمجھ کر مار ڈالنا چاہتا تھا۔"

ڈی کے بیان کے مطابق وِکی سول نے سپر ماسٹر کے باورچی کو پٹا لیا تھا۔ اس نے اس کے ذریعے ڈی کے کھانے میں اعصابی بیماری کی دوا ملا دی تھی۔ جب ڈی دماغی طور پر کمزور ہوئی تو وِکی سول اس کے اندر آ گیا۔ پھر اس کے خیالات پڑھ کر بولا "اچھا تو تم تارا نہیں ہو؟"

ڈی نے چونک کر پوچھا "تم کون ہو؟ میرے اندر سے جاؤ۔"

"تم تو سانس روک لیا کرتی ہو۔ مجھے بھگا دو۔"

مگر وہ ایسا نہ کر سکی۔ آدھے گھنٹے کے اندر فوج کے دو اعلیٰ افسر مسلح جوانوں کے ساتھ آ گئے۔ سپر ماسٹر کو بھی بلایا گیا۔ پھر کہا گیا "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی رپورٹ ہے کہ آپ شی تارا نہیں ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "وِکی سول میرے خلاف آپ لوگوں کو بھڑکا رہا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ میں یہاں سپر ماسٹر کی بیٹی بن کر رہوں اور اس سے زیادہ میری پذیرائی ہوتی رہے۔"

"آپ ابھی خود کو شی تارا ثابت کریں۔ میرے دماغ میں آ کر گفتگو کریں۔"

وہ ہچکچائی پھر بولی "میں بیمار ہوں۔ ابھی خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں ہوں۔"

"تم بیمار نہیں ہو۔ دراصل شی تارا ابھی تمہارے اندر موجود نہیں ہے۔ اس لیے تم خیال خوانی کا فراڈ نہیں کر سکو گی۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم ساری حقیقت بیان کر دو۔"

وہ مرجھائی' تب بھی خود کو ڈی نہ کہتی لیکن وِکی سول نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اقرارِ جرم پر مجبور کیا۔ وہ بولی "میں اقرار کرتی ہوں کہ میں ڈی ہوں۔ شی تارا میرے اندر آ کر خیال خوانی کرتی ہے تو تم سب مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا سمجھ لیتے ہو۔"

اقبالِ جرم کے بعد اسے گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر پہنچایا گیا تھا اور اصلی شی تارا کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ اصل نے اپنی ڈی سے تمام حالات معلوم کرنے کے بعد فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا۔ "میں آ گئی ہوں۔ اصل شی تارا بول رہی ہوں۔ تم لوگوں نے میری ڈی کو باہر سردی میں کھڑا کیا ہے۔ اسے اندر بلاؤ اور آتش دان کے قریب بٹھاؤ۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "شی تارا! ہمیں حکم نہ دو۔ ہم تمہاری ڈی کے ساتھ وہی برتاؤ کر رہے ہیں جو..."

وہ بات کاٹ کر بولی "بکواس مت کرو۔ فوراً اسے گرمی اور آرام پہنچاؤ۔"

ایک فوجی جوان نے اچانک اپنی گن سیدھی کی۔ پھر اعلیٰ افسر کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "میں شی تارا ہوں۔ ابھی تمہیں گولی مار دوں گی۔"

افسر نے گھبرا کر حکم دیا "اس ڈی کو یہاں اندر لاؤ۔"

حکم کی تعمیل ہوئی۔ ڈی کو اندر لا کر آتشدان کے پاس بٹھایا گیا۔ وہ بولی "شکریہ مادام! آپ میری حفاظت کے لیے آگئی ہیں لیکن میرے اندر وِکی سول کہہ رہا ہے کہ یہاں آپ کسی افسر کو نقصان پہنچائیں گی تو یہ مجھے مار ڈالے گا۔"

شی تارا نے کہا "وِکی سول اول درجے کا گدھا ہے۔ اس لیے آج تک اس ملک کے لیے کوئی کارنامہ انجام نہ دے سکا۔ آفیسر! تم اپنی عقل سے اسے سمجھاؤ۔ یہ صرف میری ایک ڈی کو مارے گا' میں ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے ذریعے لاشوں کے ڈھیر لگا دوں گی۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "وِکی سول! تم احمقانہ چیلنج نہ کرو۔ میں شی تارا سے پوچھتا ہوں' اسے ہم سے کیا دشمنی ہے۔ ہم نے اس پر اندھا اعتماد کیا۔ اس نے ہمیں دھوکا کیوں دیا؟"

"میرے پاس کسی سوال کا جواب دینے کا وقت نہیں ہے۔ میں آخری بات کہتی ہوں۔ ابھی کسی پہلی فلائٹ سے میری ڈی کو یورپ کے کسی بھی ملک میں جانے دو۔ فوراً ایئرپورٹ کے انکوائری کاؤنٹر سے رابطہ کرو۔ کسی بھی مسافر کی سیٹ کینسل کرکے ڈی کی سیٹ کنفرم کرو۔ کم آن ہری اپ۔"

اس کے احکامات کی تعمیل ہونے لگی۔ یہ بات موٹی سی عقل میں آتی تھی کہ وہاں کے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کے دماغوں میں گھس کر انہیں خودکشی پر مجبور کرسکتی تھی اور تنہا خیال خوانی کرنے والا وہی سول اُسے ایسا کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔

بہرحال وہ اپنی ڈی کو وہاں سے بخیریت نکال لائی۔ دماغی طور پر حاضر ہوکر اطمینان کی سانس لے کر بولی "دائی ماں! میں بڑی بڑی مصروفیات سے نجات حاصل کرچکی ہوں۔ واقعی یوں لگ رہا ہے جیسے پلک جھپکتے ہی میرے سر سے پہاڑ اتر گیا ہے۔"

وہ خوش ہوکر بولی "تو نے میرے مشورے پر عمل کرکے ثابت کردیا کہ مجھے اپنی ماں سمجھتی ہے۔ اب کان کھول لے کہ آئندہ صرف دو ہیرے حاصل کرنے کی مصروفیت رہے گی۔"

"ہاں' وہ دو چشمی ہیرے میری خوش بختی کے لیے لازمی ہیں۔ بس ایک بار وہ حاصل ہوجائیں' اس کے بعد میں پارس کو اپنے خیالوں سے نوچ کر پھینک دوں گی۔"

دائی ماں ہنسنے لگی۔ شی تارا نے کہا "دیکھو دائی ماں! ایسے وقت تم ہنستی ہو تو مجھے غصہ آتا ہے۔ پارس کون سا افلاطون ہے؟ تم غلط سوچتی ہو کہ میں اسے اپنے دل سے نہیں نکال سکوں گی۔ بس وہ ہیرے مل جائیں۔ پھر میں ادھر مُنہ بھی نہیں کروں گی' جدھر سے ہوا پارس کو چھو کر آئے گی۔ تم کیوں مسکرا رہی ہو؟ کیا میں جھوٹ کہہ رہی ہوں؟"

"اے بٹی! اب تُو مسکرانے پر بھی پابندی لگائے گی۔ اب میں تیری دیوانگی کو کیا کہوں؟ میری مسکراہٹ کے پیچھے بھی تجھے پارس کی جھلک مل رہی ہے۔"

اس نے ایک گہری سانس کھینچی۔ جیسے ہوا اُس چھیلے کو چھو کر آئی ہو۔ پھر وہ بستر پر گر پڑی۔ اوندھی ہوکر دائی ماں سے مُنہ چھپالیا۔ بعض اوقات عورت کچھ نہیں کہتی۔ اس کی ادائیں سب کچھ کہہ دیتی ہیں۔ دائی ماں اسے تنہا چھوڑ کر چلی گئی۔ بڑھیا جانتی تھی کہ ابھی اسے تنہا چھوڑ دینا چاہیے۔

وہ سوچتے سوچتے سو گئی۔ مصروفیات کے ختم ہوتے ہی وہ ہلکی پھلکی سی ہوگئی تھی۔ پتا نہیں کتنے عرصے بعد وہ دماغ کو ہدایات دیئے بغیر گہری نیند میں ڈوب گئی۔

وہ دوپہر دو بجے سوئی تھی۔ رات کے نو بجے بیدار ہوئی۔ دائی ماں نے اس کی بلائیں لے کر کہا "آج ایک مدت کے بعد میری بٹی نے خوب نیند پوری کی ہے۔ بھگوان نے چاہا تو اب صحت بھی اچھی رہے گی اور دماغ کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی تر و تازہ رہا کرے گا۔"

وہ اٹھ کر بولی "میں غسل کرنے جارہی ہوں۔ آدھے گھنٹے کے اندر روٹی کھلا دو۔ بہت بھوک لگ رہی ہے۔"

اس نے شاور کے نیچے آکر اسے کھولا۔ پھر پانی کی پھواروں میں بھیگنے اور سوچنے لگی۔ اس نے پوجا کی خبر لی۔ اسے جس مکان میں رکھا گیا تھا' وہاں وہ خیریت سے تھی۔

پھر اس نے پاشا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے خیال نے بتایا کہ وہ کامیاب ہورہا ہے اور اگلے چوبیس گھنٹوں میں شاید کوئی خوشخبری سنا سکے گا۔ وہ موجودہ مصروفیت سے ذرا فارغ ہوکر ایک صوفے پر لیٹ گیا تھا اور غیر معمولی قوتِ سماعت کے ذریعے پوجا کی باتیں سن رہا تھا۔

وہ جس کی آواز سن رہا تھا' وہ اصل نہیں تھی مگر پوجا کی آواز اور لہجے میں ایک ملازمہ سے باتیں کررہی تھی اور اس سے کہہ رہی تھی۔ "میں تنہائی سے بیزار ہوگئی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا' مصروف رہنے کے لیے کیا کروں؟"

ملازمہ نے کہا "کسی سے عشق کرو۔ وقت بڑے مزے سے گزرتا رہے گا۔"

"عشق کرنے کے لیے مجھے ایک ہی شخص پسند آیا تھا۔ پتا نہیں' وہ کہاں گم ہوگیا ہے؟"

پاشا یہ سن کر خوش ہوگیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ پوجا اسے یاد کررہی ہے۔ جبکہ وہ ڈی اپنے ایک محبوب کو یاد کررہی تھی' وہ محبوب اس سے بچھڑ گیا تھا اور بچھڑنے کے بعد اب تک اس کی خبر نہیں لی تھی۔

شی تارا نے طے کیا تھا کہ وہ مسلسل زیادہ دیر تک خیال خوانی نہیں کیا کرے گی۔ اس لیے وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر تولیے سے بدن پونچھنے لگی۔ دائی ماں کھانے کے لیے آوازیں دے رہی تھی۔

ادھر پاشا عشق میں ڈوبا ہوا تھا اور بڑی توجہ سے اپنی پوجا کی رس بھری باتیں سن رہا تھا۔ ملازمہ پوجا سے پوچھ رہی تھی۔ "تم نے جسے پسند کیا' وہ تمہیں چھوڑ کر کیوں چلا گیا؟"

وہ بولی "وہ کمبخت ہرجائی تھا۔"

پاشا نے کہا "نہیں میری پوجا! میں ہرجائی نہیں ہوں۔"

پھر اسے خیال آیا کہ پوجا اس کی آواز نہیں سن سکے گی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "پتا نہیں یہ مردول دُکھانے کے لیے کیوں دل لگاتے ہیں؟"

وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔ "آہ! میں کیسے بتاؤں کہ اس کی خاطر دن رات محنت کررہا ہوں۔ میری محنت کامیاب ہوگی تو وہ مجھے انعام کے طور پر ملے گی۔ مجھے یقین ہے کہ کل تک کامیابی حاصل ہوجائے گی۔"

ملازمہ کہہ رہی تھی۔ "شاید وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو۔ اسی لیے تمہارے پاس نہیں آسکا۔"

پاشا نے ملازمہ کو شاباشی دی۔ وہ اس کی حمایت میں بول رہی

ں پوجا نے کہا "وہ کسی کے ذریعے خبر بھیج سکتا تھا۔ مجھے خط لکھ نا تھا۔"

وہ بڑبڑایا۔ "اب شی تارا آئے گی تو میں کہوں گا کہ وہ میرا یام پوجا تک پہنچادے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میں اُس کے تی میں پہاڑ کاٹ کر جوئے شیر لا رہا ہوں۔"

ملازمہ نے کہا "مجھے اپنے محبوب کا پتا بتاؤ۔ میں اس کی خیریت علوم کرکے آؤں گی۔"

پاشا نے کہا "ہاں' پوجا کو معلوم ہے کہ میں کوٹھی نمبر ستاسی ا انکیسی میں رہتا ہوں۔ ملازمہ آئے گی تو میں دل کھول کر اپنی ت کا اظہار کردوں گا۔ اور....."

وہ آگے نہ سوچ سکا۔ ادھر پوجا کہہ رہی تھی۔ "میرا ساجن یلوے اسٹیشن کے پاس ست نرائن کی گلی میں رہتا ہے۔ اس کا ئی مکان نمبر ہے۔ وہ ایک گیراج میں رہتا ہے۔"

پاشا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "ارے پوجا! یہ کیا کہہ رہی ں میں یہاں انکیسی میں رہتا ہوں۔ تم ملازمہ کو میرا غلط پتا کیوں بتا ی ہو؟ وہ کسی دوسرے کے پاس چلی جائے گی۔ جبکہ میں تمہارا ساجن ہوں۔"

اتنا بڑبڑانے کے بعد اسے پھر یاد آیا کہ یہ قدرتی ٹیلی فون یک طرفہ ہے۔ اُدھر کی آواز سن سکتا ہے۔ اِدھر کی آواز سنا نہیں سکتا۔ جھنجلا کر بیٹھ گیا۔

ملازمہ کہہ رہی تھی "مجھے اپنے ساجن کا حلیہ بتاؤ۔ میں ابھی ے پکڑ کر تمہارے پاس لاؤں گی۔"

پوجا کی آواز آئی۔ "حلیہ کیا بتاؤں اس کا رنگ سانولا ہے۔"

وہ بولا "نہیں پوجا! میں سانولا نہیں ہوں۔ میرا رنگ سرخ و فید ہے۔"

وہ بولی "اس کا قد ساڑھے پانچ فٹ ہے۔ وہ ایک دبلا پتلا سا وان ہے۔ اس کا وزن بیماری کے باعث....."

وہ غصہ سے میز پر گھونسا مار کر بولا "پاگل کی بچی! تو نے میرا رنگ اور حلیہ بھی بدل دیا ہے۔ میں سوا چھ فٹ کا اونچا پہاڑ ہوں۔ میرا وزن چار من ہے۔ تو اپنی بہن شانتی کی کوٹھی سے میرے ساتھ یہاں تک آئی تھی اور اتنی جلدی میرا حلیہ بھول گئی ہے؟"

پھر وہ سوچنے لگا۔ "کہیں میں غلطی سے کسی دوسری عورت کی آواز تو نہیں سن رہا ہوں؟ ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا' اور اگر میں پوجا سے ملتی جلتی آواز سن رہا ہوں تو پھر پوجا کہاں چلی گئی ہے؟ کیا اُسی کی وہ خاموش ہے' کہیں سو رہی ہیں۔"

فی الحال وہ اس پہلو سے سوچ رہا تھا کہ صحیح آواز سننے میں کچھ گڑبڑ ہورہی ہے۔ شی تارا پر شبہ نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ فراڈ کررہی ہے' چونکہ وہ اس کا معمول اور تابعدار تھا۔ اس لیے اُس کے خلاف نہیں سوچ رہا تھا۔

شی تارا رات کے کھانے سے فارغ ہوکر ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھ گئی تھی اور خیال خوانی کے ذریعے ماسک مین کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے پچھلے دنوں ماسک مین پر عمل کرکے اسے اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا پر ابھی تک ہاتھ ڈالنے کا موقع نہیں ملا تھا کیونکہ اس کے دماغ میں اسے جگہ نہیں ملی تھی۔

ماسکو میں ابھی رات ہوئی تھی۔ ماسک مین کی سوچ نے بتایا کہ وہ ابھی ایوان راسکا کا کھانا لے کر اُس محل میں جائے گا' جہاں اسے نظر بند رکھا جاتا تھا۔ یہ ذکر پہلے ہوچکا ہے کہ اسے کتنی پابندیوں اور سخت پہروں میں رکھا جاتا ہے۔ خود ماسک مین کو بھی اس کے روبرو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ محل کے ایک ایسے کمرے میں آکر بیٹھ جاتا تھا جہاں چاروں طرف ٹی وی اسکرین تھے۔ ہر اسکرین پر ایوان راسکا اپنے کمرے میں یا محل کے دوسرے اندرونی حصوں میں گھومتا پھرتا نظر آتا تھا۔

ماسک مین اور ایوان راسکا رات کا کھانا اسکرین کے سامنے بیٹھ کر کھاتے تھے اور ایک دوسرے کو اسکرین پر دیکھ کر ان معاملات پر گفتگو کرتے تھے' جن کے سلسلے میں ایوان راسکا خیال خوانی کے ذریعے مصروف رہتا تھا۔ شی تارا نے ماسک مین کے دماغ میں یہ نقش کردیا کہ ابھی جو کھانا وہ لے کر جائے اس میں صرف اتنی سی مقدار میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائے کہ وہ برائے نام کمزوری محسوس کرے۔ اگر اس کی کمزوری یا بیماری ظاہر ہوگئی تو ماسک مین پر شبہ کیا جائے گا اور وہ اپنے مقصد میں ناکام رہے گی۔

ماسک مین ایوان راسکا کے معاملات کا انچارج تھا۔ پھر اس ملک میں اس کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی طرح تھی۔ شی تارا نے اتنے اہم شخص کو اپنا تابعدار بنا رکھا تھا۔ اس نے اُس کے احکامات کی تعمیل کی اور رات کے کھانے کے ذریعے ایوان راسکا کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کردیا۔ اس کے لیے دماغ کے دروازے کھول دیئے۔

شی تارا نے اس کے اندر آکر پوچھا "ہیلو راسکا! کیا کمزوری محسوس کررہے ہو؟"

وہ چونک کر بولا "کون ہے؟ میرے اندر کون بول رہا ہے؟"

"بول رہا ہے نہیں' بول رہی ہوں۔ تمہاری دوست ہوں۔"

"میری اندر یہ کمزوری تم نے پیدا کی ہے؟"

"مجھے افسوس ہے۔ تمہارے پاس پہنچنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ اگر تم دوستی نہیں کرنا چاہو گے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔ واپس چلی جاؤں گی۔"

"پہلے یہ تو بتاؤ' تم کون ہو؟"

"میں شی تارا ہوں۔ کبھی مریتا سے تمہاری دوستی تھی۔ اس نے میرا ذکر کیا ہوگا؟"

"ہاں' وہ تمہاری سہیلی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان ایک بڑی طاقت بن کر ابھر رہی ہو۔ تم

وہی شی تارا ہونا؟"

"میں وہی ہوں۔ میں نے یہ عزم کیا ہے کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کسی تنظیم یا کسی ملک کا غلام نہ بننے دوں۔ میری فہرست میں ایسے بہت سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام ہیں' جو دوسروں کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ ان میں تمہارا نام سرفہرست ہے۔"

"میرا نام سرفہرست کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ تم ایک طویل عرصے سے روس کے غلام بنے ہوئے ہو اور کوئی تمہیں اس قید سے رہائی دلانے کی کوشش نہیں کررہا ہے۔ کیا تم رہائی چاہتے ہو؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ میں برسوں سے اس محل کی چار دیواری میں رہ کر بیزار ہوگیا ہوں۔ اگر زندگی سے پیار نہ ہوتا تو خودکشی کرلیتا۔"

"میں تمہیں آزادی سے زندگی گزارنے کا موقع دوں گی۔"

"محل کے اطراف اتنا سخت پہرا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے یہاں سے نکال نہیں سکو گی۔"

"میں سب جانتی ہوں۔ محل کے دائیں' بائیں' آگے پیچھے اور نیچے سے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ان اطراف میں کوئی کیڑا بھی رینگ کر گزرے گا تو خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں۔ محل کی چھت پر ہر رات صرف ماسک مین کا ہیلی کاپٹر آتا ہے۔ چھت پر سیکورٹی گارڈز ہیں۔ ماسک مین ان کے سامنے ہیلی کاپٹر سے اتر کر چھت کی سیڑھیوں سے اندر اس کمرے میں آتا ہے' جہاں چاروں طرف ٹی وی اسکرین ہیں اور ہر اسکرین پر تم نظر آتے ہو۔"

ایوان راسکا نے کہا "محل کے چاروں طرف پہرا دینے والے اپنے اپنے کیبن میں بیٹھ کر اسکرین پر مجھے دیکھتے رہتے ہیں۔"

"میں نے کہا نا' میں سب جانتی ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں تمہیں بخیریت یہاں سے نکال لے جاؤں گی۔"

"اگر تم ناکام ہوئیں تو مجھے فرار ہونے کی سخت سزائیں دی جائیں گی۔"

"مرد ہو کر سزاؤں سے ڈرتے ہو؟ آزادی حاصل کرنے کے لیے کچھ تو زخم کھانے پڑتے ہیں۔ ویسے مجھ پر بھروسا کرو۔ میں بڑی ٹھوس پلاننگ پر عمل کروں گی۔ ناکامی کا چانس ایک فیصد بھی نہیں رہے گا۔"

"میں کمزوری محسوس کررہا ہوں۔"

"بہت معمولی سی دوا تمہارے حلق سے اتری ہے۔ صبح تک توانائی بحال ہوجائے گی۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں تمہیں سلادوں گی۔" وہ اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ کینے کے بعد دوسری صبح بیدار ہوا تو شی تارا کا معمول اور تابعدار بن چکا تھا۔

اُس نے اس کے ذہن میں یہ گرہ باندھ دی کہ جب تک شی تارا نہ چاہے' وہ محل سے باہر نکلنے اور آزادی حاصل کرنے کی بات کبھی نہ سوچے۔ ماسک مین کے ملک کا جو کام وہ کرے گا' اس کے پیچھے اب وہ رہا کرے گی اور اس سے اپنا ذاتی کام بھی لیا کرے گی۔

اگر وہ ایوان راسکا کو وہاں سے نکال کر اپنے پاس لے آتی تو اسے جس ملک میں رکھتی' وہاں اس کی حفاظت اور نگرانی کا مسئلہ درپیش رہتا۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ ایوان راسکا اس کے تمام خفیہ بند توڑ کر بھاگ جائے۔ وہ روسی محل بہت مضبوط قلعہ اور قید خانہ تھا۔ وہ اب تک وہاں سے باہر نہیں نکل سکا تھا۔ شی تارا نے بڑی عیاری سے سوچا کہ قید خانہ روسیوں کا رہے اور قیدی اس کے اختیار میں رہا کرے۔ دانہ پانی اس ملک سے حاصل کرے اور کام اس کا کرتا رہے۔ اس نے طے کرلیا۔ قیدی' قیدی ہی رہے گا اور قید خانہ میں رہ کر ہزاروں میل دور اس کے کام آتا رہے گا۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ دائی ماں جاگ رہی تھی۔ گڑی دیکھ کر بولی "رات کے دو بج چکے ہیں۔ تم پھر لمبی خیال خوانی کرنے لگی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں نے ایوان راسکا کو اپنے قابو میں کرلیا ہے۔ اب میری مصروفیات اور کم ہوجائیں گی۔ میں خیال خوانی کا کام اس سے لیا کروں گی۔"

"شاباش بیٹی! اب تم صحیح طریقۂ کار اختیار کررہی ہو۔ کچھ کھاؤ گی یا پیو گی؟"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ فریج سے پھل نکالو اور ایک گلاس دودھ لے آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ شی تارا نے پاشا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سو رہا تھا۔ اس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا کہ تجربہ بڑی حد تک کامیاب رہا ہے۔ اس نے ایسی دوائیں تیار کی ہیں جنہیں ایک ہفتہ تک استعمال کرتے رہنے سے جسم کے اندر وہ تمام حصے متاثر ہوں گے' جن کی کارکردگی سے خون اور پسینہ بنتا ہے' ان کے متاثر ہونے سے بو تبدیل ہوجائے گی۔

اس نے شی تارا کے خون اور پسینے کا تجزیہ کرکے ایسا انجکشن تیار کیا تھا کہ وہ انجکشن کسی دوسری لڑکی کو لگایا جاتا تو آئندہ پندرہ بیس گھنٹوں تک اس کے بدن سے شی تارا کی مخصوص مہک ابھرتی رہتی۔

اس نے پاشا کے خوابیدہ دماغ کو حکم دیا۔ "کل سے تم ان دواؤں کو اس لڑکی پر آزماؤ گے۔ جس کی میڈیکل رپورٹ کے مطابق تم یہ تجربہ کرتے رہے ہو۔ ایک ہفتے میں اس لڑکی کی مخصوص بو ختم ہونے لگے تو تم میری مخصوص بو کا انجکشن اسے لگاؤ گے۔"

اس نے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ دائی ماں پھل اور دودھ لے آئی۔ "ماں جی! پاشا بو کے سلسلے میں کامیاب تجربہ کررہا ہے۔ کل سے بو چار پر وہ دوائیں آزمائی جائیں گی۔"

"بیٹی! یہ کیسے معلوم ہوگا کہ تمہاری مخصوص مہک پوجا میں

خفل ہوگئی ہے؟"

"آزمائش کا طریقہ یہ ہوگا کہ میری مخصوص مہک کا انجکشن پہلے ایک خرگوش کو لگایا جائے گا۔ اس خرگوش کو ایک پنجرے میں بند کردیا جائے گا۔ تم میرے بدن کا اتارا ہوا ایک کپڑا ہمارے بلڈ ہاؤنڈ کو سونگھاؤ گی۔"

"بیٹی! کیا کہہ رہی ہو؟ وہ خونخوار کتا تمہارا اتارا ہوا لباس سونگھتے ہی تم پر جھپٹنے کے لیے دوڑا آئے گا۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ ماں جی! جس وقت تم بلڈ ہاؤنڈ کے سامنے میرا کپڑا رکھو گی۔ اس وقت سے میں اپنے بدن پر تھوڑی تھوڑی خوشبو اسپرے کرتی رہوں گی۔"

"اچھا اب سمجھ رہی ہوں۔ بلڈ ہاؤنڈ کو تمہاری طرف سے بو نہیں ملے گی تو وہ خرگوش کی طرف لپکے گا۔"

"ہاں۔ پاشا کا تجربہ کامیاب رہا تو وہ ضرور خرگوش پر لپکے گا۔"

اس نے ایک سیب اٹھا کر اسے دانتوں میں دبایا۔ پھر اس کا ایک ٹکڑا نوچ کر چباتی ہوئی بولی "یہ مرد بڑے بلڈ ہاؤنڈ ہوتے ہیں' عورت کی بو پاتے ہی لپکتے ہیں۔ پارس بھی پوجا کی طرف لپکتا آئے گا۔"

کامیابی کا خیال بڑا خوش کن ہوتا ہے۔ ہنسنے کو جی چاہتا ہے۔ وہ ہنسنے لگی۔ خوب دل کھول کر ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے کہنے لگی۔ "پارس' پوجا کے آگے رہے گا۔ میں پوجا کے پیچھے۔ وہ اسے شی تارا سمجھ کر دو پشمی ہیرے دے گا۔ میری تابعدار پوجا وہ ہیرے مجھے دے دے گی۔"

وہ ہنستے ہنستے' بولتے بولتے چپ ہوگئی کیونکہ دائی ماں اپنے مخصوص انداز میں مسکرا رہی تھی اور پتا نہیں کیوں اس کی مسکراہٹ کے پیچھے پارس جھلکتا رہتا تھا۔ وہ بولی "ماں جی! تم پھر اسی انداز میں مسکرا رہی ہو۔ کیا تمہارا خیال ہے' میں اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہوسکوں گی؟"

"بیٹی! ضرور کامیاب ہوگی۔ تو خوب سوچ سمجھ کر چالیں چل رہی ہے۔ پارس' پوجا کے پاس آکر ضرور دھوکا کھائے گا۔ لیکن....."

"لیکن کیا؟ اپنی بات پوری کرو۔"

"میں نے کوئی ایسی محبت کرنے والی عورت نہیں دیکھی جو اپنا مرد کسی دوسری عورت کے حوالے کردے۔ میں وہ منظر دیکھوں گی کہ تو خود اپنی مرضی سے پوجا کو اس کی آغوش میں برداشت کرے گی۔"

وہ چند لمحوں تک ساکت رہی۔ بات دل کو لگتی تھی۔ کامیابی کی خوشی میں بھول گئی تھی کہ پارس کے گلے میں اپنی گھنٹی نہ باندھ کر دوسری گھنٹی کیسے باندھے گی۔ اس کے لیے راتوں کو کروٹیں بدلنے والی اپنی جگہ۔ دوسری کو کیسے دے گی؟ کس دل سے دے گی؟

پھر وہ بولی "ایسی کوئی بات نہیں ہے ماں جی! وہ کیا صرف میرا دیوانہ ہے؟ وہ تو ہر جائی بھونرا ہے۔ پتا نہیں کس کس پر منڈلاتا رہتا ہے۔ کیا میں اسے دیکھنے اور روکنے جاتی ہوں؟"

"مرد نظروں سے اوجھل ہو کر کیا کرتے پھرتے ہیں' اس کا حساب عورت نہیں کرتی یا کرتی ہے تو لڑ جھگڑ کر غصہ اتار لیتی ہے لیکن آنکھوں دیکھی مکھی کبھی نہیں نگلتی۔ آنکھوں کے سامنے کبھی سوکن کو برداشت نہیں کرتی۔ میں دیکھوں گی کہ تم کتنے حوصلے والی ہو۔"

وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی "ماں جی! تم پر بہت غصہ آتا ہے۔ مگر تمہاری بات پتھر کی طرح لگتی ہے اور دل پر اثر کرتی ہے۔ مجھے اس پہلو پر غور کرنا ہوگا کہ پوجا اس کے پاس جائے گی تو گویا میں اس کے قریب جاؤں گی کیونکہ پوجا کے دماغ میں رہوں گی۔ میں چاہوں گی' میرا پارس مجھے آغوش میں لے۔ مگر وہ پوجا کو آغوش میں لے گا۔ میرے لیے تو صرف حقوق وہ وصول کرے گی اور میں اپنی آگ میں جلتی رہوں گی۔"

"میں اسی لیے مسکرا رہی تھی۔ اب تیری سمجھ میں بات آگئی ہے۔ پہلے سے سنبھل جا۔ عین وقت پر کوئی جذباتی غلطی کرے گی تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ پارس کو فراڈ کا پتا چلے گا تو تجھے وہ ہیرے پھر کبھی نہیں ملیں گے۔"

دائی ماں اسے ایک نئی الجھن میں مبتلا کرکے چلی گئی۔ وہ پھل کھانا اور دودھ پینا بھول گئی۔ جوانی ستاتی رہے تو بچوں کی طرح دودھ پینے کو جی نہیں چاہتا۔ جی اسے چاہتا ہے' جسے جذبے مانگتے رہتے ہیں۔

وہ بستر پر کروٹیں بدلنے لگی۔ اکثر راتوں کو ایسا ہوتا تھا' جب دل کو قرار نہ آتا تو وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے پارس کے پاس پہنچ جاتی تھی۔ اس رات بھی اس نے یہی کیا۔ اس کے پاس پہنچ کر بولی۔ "میں آؤں؟"

وہ بولا "اچھا تو نیند نہیں آرہی ہے؟"

"کیسے آئے گی؟ تم مجھے سونے نہیں دیتے ہو۔"

"یہی شکایت مجھے ہے' تم نے میری نیندیں چرالی ہیں۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ ہرجائی! بے وفا! مکار! دغا باز! تمہارے ساتھ ضرور کوئی چڑیل ہے۔"

"تم ہفتے میں ایک دو بار آتی رہتی ہو اور ایسے خطابات سے نوازتی رہتی ہو۔ یہ بتاؤ' کبھی تم نے میرے ساتھ کسی چڑیل یا حسینہ کو دیکھا ہے؟"

"وہ تو میں رات کے وقت آتی ہوں لیکن تم جہاں ہوتے ہو' وہاں دن ہوتا ہے اور دن کو تو تم شریف زادے بن کر رہتے ہو۔"

"تو پھر رات کو آکر چیک کیا کرو۔ جیسے آج آئی ہو۔ دیکھو رات ہے اور میں تمہاری یاد میں تنہا ہوں۔ اس وقت تین بجنے میں پندرہ منٹ رہ گئے ہیں اور تم دیکھ رہی ہو کہ میرا بستر خالی ہے۔ تارا! تارا! پکار رہا ہے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ پھر چونک کر بولی "ابھی کیا کہا تم نے؟ کیا تمہاری گھڑی میں پونے تین ہوئے ہیں؟"

"ہاں' اور تمہاری گھڑی میں بھی یہی وقت ہے؟"

"نن نہیں۔ میری گھڑی میں بارہ بجے ہیں۔"

"مجھے قریب پاکر تمہارے بارہ بج رہے ہیں۔ تمہاری گھبراہٹ اور چونکنے کے انداز سے ثابت ہوگیا ہے کہ ہم ایک ہی ملک ہندوستان میں ہیں۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو' میں ہندوستان میں نہیں ہوں اور ایسی نادان بھی نہیں ہوں کہ جہاں ہوں' اس ملک کا نام بتادوں۔"

"میری جان! میں مذاق کررہا تھا۔ اس وقت میری گھڑی میں گیارہ بج کر پچیس منٹ ہوئے ہیں اور میں استنبول میں ہوں۔ ایک تو تمہیں ویسے بھی نیند نہیں آرہی ہے۔ میں اپنے جھوٹ سے تمہیں پریشان نہیں کروں گا۔ ویسے یہ بات اچھی نہیں ہے۔"

"کون سی بات؟"

"یہی بے خوابی والی بات۔ تم زیادہ سے زیادہ دس گیارہ بجے تک جاگو۔ اس کے بعد نیند نہ آئے تو خواب آور گولیاں کھا کر یا دماغ کو ہدایات دے کر سوجایا کرو۔ یوں پونے تین بجے تک جاگنا اچھی بات نہیں ہے۔"

"اب تو تین سے اوپر ہوگئے ہیں۔ پھر چار بجیں گے۔ پھر پانچ اور پھر صبح ہوجائے گی۔"

"اور پھر آنکھ کھلے گی تو معلوم ہوگا کہ تم ہندوستان میں ہو۔"

وہ ایک دم سے گھبرا گئی۔ پارس نے گھما پھرا کر اگلوا لیا کہ اس وقت اُس کی گھڑی میں تین سے کچھ اوپر ہوئے ہیں۔ وہ بولا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ہم دونوں کی گھڑی میں ایک ہی وقت ہوا ہے اور ہم ایک ہی ملک میں ہیں۔"

وہ پریشان ہوکر اُس کے دماغ سے نکل آئی۔ دل بری طرح دھڑکنے لگا تھا۔ ذہن میں سوالات چیخ رہے تھے۔ وہ ہندوستان میں ہے تو کس شہر میں ہے؟ کیا دہلی میں ہے؟

اب یہ معلوم کرنا ضروری ہوگیا تھا۔ اگر وہ دہلی میں ہوتا تو یہ شہر چھوڑ کر بھاگنے میں ہی اس کی خیریت تھی۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر سنگار میز کے پاس آئی۔ پھر ایک پرفیوم کی شیشی اٹھا کر اپنے لباس پر زیادہ سے زیادہ خوشبو اسپرے کرنے لگی تاکہ بدن کی مخصوص مہک ختم ہوجائے اور وہ شکاری اسے نہ پاسکے۔

اس حد تک احتیاطی تدبیر کرنے کے بعد اسے ہر حال میں یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ دہلی میں ہے یا کسی اور شہر میں؟

وہ پھر اس کے پاس آئی۔ پارس نے ایک لمبی سانس کھینچتے ہوئے کہا "کتنی پیاری خوشبو ہے۔"

وہ حیرت سے بولی "کیا مطلب؟ کک..... کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ اتنی زیادہ خوشبو انڈیلنے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ اس کے دماغ سے چیخ مار کر واپس آگئی۔ دائی ماں دوڑتی ہوئی آئی۔ "کیا ہوا بیٹی؟ خیریت تو ہے؟"

شی تارا اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر بولی "وہ ماں جی! وہ میرے قریب آگیا ہے۔ اس کو ٹھنڈی میں ہے یا باہر کھڑا ہے۔"

"بیٹی! گھبراتی کیوں ہو؟ حوصلہ کرو۔ یہ بتاؤ تمہیں یہاں اس کی موجودگی کا علم کیسے ہوا؟"

"وہ..... وہ میں نے یہ خوشبو اسپرے کی تو اسے معلوم ہوگیا کہ میری مخصوص مہک پر خوشبو حاوی ہورہی ہے۔ ماں جی! میں کیا کروں؟ خود کو اس سے کیسے چھپاؤں؟ وہ یہاں آگیا ہے۔"

دائی ماں نے انٹرکام کا ریسیور اٹھا کر ایک بٹن دبایا۔ دوسری طرف سے سیکورٹی گارڈ کی آواز سنائی دی۔ "یس مادام؟"

دائی ماں نے پوچھا "کتنے گارڈز جاگ رہے ہیں؟"

"میڈم! رات کو ہم پانچ ہوتے ہیں۔ پانچوں کوٹھی کے چاروں طرف ہیں۔"

"اچھی طرح چیک کرو' کوئی احاطے میں داخل ہوا ہے؟ یا احاطے کے باہر کوئی مشکوک شخص ہے؟"

"ہم ابھی معلوم کرتے ہیں۔"

دائی ماں نے ریسیور رکھ کر پوچھا "کیا تم نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تھا؟"

"ہاں' میری اور اس کی گھڑی میں ایک ہی وقت ہوا ہے۔ اس طرح میں نے سمجھ لیا کہ ہم ایک ہی ملک میں ہیں۔"

"اسے کیسے معلوم ہوا کہ تمہاری گھڑی بھی اُس کی گھڑی کا وقت بتا رہی ہے؟"

"میں کیا کہوں؟ اس نے باتوں ہی باتوں میں مجھ سے معلوم کرلیا۔ بعد میں مجھے غلطی کا احساس ہوا۔"

"تمہیں ہزار بار سمجھایا ہے کہ اس سے باتیں کرتے وقت ہوش میں رہا کرو۔ مگر تم تو اس کے پاس جاتے ہی اپنے حواس میں رہنا بھول جاتی ہو۔"

"ماں جی! یہ کوئی نصیحت کرنے کا وقت نہیں ہے۔ وہ یہاں آگیا ہے۔"

"اگر وہ یہاں تک آگیا ہے تو تمہیں فیصلہ کرنا ہوگا' اسے روکو گی' آنے دو گی یا یہاں سے بھاگنا چاہو گی؟"

"وہ یہاں آچکا ہے تو اس کے پاس دو چشمی ہیرے ہوں گے میں ہر قیمت پر انہیں حاصل کروں گی۔"

"تو پھر اسے گولی مارنی ہوگی۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا میں اسے جان سے مارنے کو کہہ رہی ہوں؟"

"تم کیا کہہ رہی ہو' کچھ معلوم تو ہو۔"

"انٹیلی میں پاشا ہے۔ میں اسے حکم دوں گی کہ وہ اسے جان سے نہ مارے' صرف زخمی کرے۔ یہ اچھا موقع ہے' وہ زخمی ہوگا تو میں اس پر عمل کرکے اسے اپنا تابعدار بنا سکوں گی۔"

"تو نے موت کے جزیرے میں علی تیمور اور پاشا کا مقابلہ دیکھا ہے اور تو اس فیملی کی ہسٹری جانتی ہے۔ دونوں بھائی ایک ہی استاد والٹیر وسکی کے چیلے ہیں۔ یہ پارس بھی پاشا سے زمین چٹوا دے گا تب کیا کرے گی؟"

وہ پاؤں پٹخ کر رونے کے انداز میں بولی "مرجاؤں گی اور کیا کروں گی؟ بڑی دائی ماں بنتی ہو۔ ایسے برے وقت میں میرے کام نہیں آرہی ہو۔"

انٹرکام سے اشارہ ملا۔ دائی ماں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہاں کیا رپورٹ ہے؟"

"میڈم! احاطے کے اندر اور باہر کوئی نہیں ہے۔ ہم نے اس علاقے میں گشت کرنے والے نائٹ چوکیدار سے بھی پوچھا ہے۔ اس نے بھی یہاں دور تک کسی کو نہیں دیکھا ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولی "تیرا وہم ہے۔ وہ یہاں نہیں آیا ہے۔ کیا جادو جانتا ہے کہ اسے تیرا پتا معلوم ہوجائے گا۔"

"ماں جی! میں سچ کہتی ہوں۔ اس نے میرے لباس سے اٹھنے والی خوشبو سونگھی ہے۔"

"یہ کیسے کہہ سکتی ہے کہ اس نے یہی خوشبو پائی ہے۔ اس سے پوچھ کر دیکھ کہ وہ کس پرفیوم کی مہک پا رہا ہے؟"

"کیا پھر اس کے پاس جاؤں؟"

"کیا وہ تجھے پکڑ لے گا؟ پاگل ہوگئی ہے۔ اس کے بغیر رہ بھی نہیں سکتی۔ اس کی آہٹ ملے تو ڈرتی بھی ہے۔ بھگوان ہی تیرا بیڑا پار کرے گا۔"

وہ پھر اس کے پاس آئی۔ پارس سونے کے لیے اپنے دماغ کو ہدایات دے رہا تھا۔ اسے محسوس کرتے ہی بولا "میں سمجھ رہا تھا' اب نہیں آؤ گی۔ مجھ سے دور رہنے کے لیے بھاگ رہی ہوگی۔"

"تم خوشبو پاکر بھی بستر پر لیٹے ہو۔ اب سونے جارہے تھے۔ میرے پاس کیوں نہیں آئے؟"

"خیال خوانی کے ذریعے سختی ہو کہ میں آگیا ہوں تو بھاگ جاتی ہو۔ سچ سچ آؤں گا تو کیا کرو گی؟"

"میری بات کا جواب دو' خوشبو پاکر میرے پاس کیوں نہیں آئے؟"

"بھئی کون سی خوشبو؟"

"یہی جو میں نے اپنے لباس پر اسپرے کی ہے۔ بتاؤ اس پرفیوم کا نام کیا ہے؟"

"کوئی خوشبو یہاں تک آئے گی تو نام بتاؤں گا۔"

"تم نے تھوڑی دیر پہلے تو کہا تھا کہ میں نے اپنے اوپر خوشبو انڈیل لی ہے۔ ایسا کیوں کہا تھا۔"

"شی تارا! تم بہت جلد پاگل ہوجاؤ گی۔ کبھی عقل سے بھی کام لیا کرو۔ ہم ذہانت اور اندازوں سے بات کہتے ہیں۔ جب تمہیں معلوم ہوا کہ ہماری گھڑیوں میں ایک ہی وقت ہے اور ہم ایک ہی ملک میں ہیں تو تم اچانک میرے دماغ سے بھاگ گئیں۔ ایسے میں پہلا خیال یہی آئے گا کہ تم مجھ سے اپنی مخصوص مہک چھپا کر فوری طور پر چھپنا چاہو گی۔ تم دوسری بار واپس آئیں تو میں نے صحیح اندازے سے وہی کہا' جو تم نے کیا تھا۔ اس بات پر تم چیخ مار کر پھر بھاگ گئیں۔"

وہ ایک دم ہنسنے لگی۔ اسے یہ خوشی ملی کہ پارس کو ابھی اس کا پتا نہیں ملا ہے۔ وہ ہنستے ہنستے بولی "یو چیٹ! دھوکے باز' تم نے تو چند منٹوں کے لیے بوکھلا کر رکھ دیا۔ میں یہ جگہ چھوڑ کر جانے والی تھی۔"

"ہوسکتا ہے' تم وہ جگہ چھوڑ کر دوسرے شہر میں آتیں اور اسی شہر میں ہمارا سامنا ہوجاتا۔"

"تمہیں میری جان کی قسم ہے' سچ بتاؤ کس شہر میں ہو؟"

"میں جس شہر کا نام بتاؤں گا' وہاں تم رہو گی تو تمہارا سکون غارت ہوجائے گا۔"

"ایسے بھی سکون غارت ہورہا ہے۔ پلیز بتادو۔"

"میں بتا رہا ہوں' وعدہ کرو کہ تم اس شہر میں ہو تو زیادہ سے زیادہ شہر چھوڑ دو گی لیکن ہندوستان سے باہر نہیں جاؤ گی۔"

"وعدہ کرتی ہوں۔ صرف شہر چھوڑوں گی' ملک نہیں چھوڑوں گی۔"

"تو پھر سنو....."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے کہا "ابھی بتاتا ہوں۔ ذرا دیکھوں تو اتنی رات کو کون مجھے یاد کررہا ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے کسی مرد کا قہقہہ سنائی دیا پھر وہ بولا "مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو تو پہچان لو۔ میں نے آخر تمہیں ڈھونڈ نکالا ہے۔"

"اے بھائی ڈھونڈنے والے' تم نے اتنی رات کو رانگ نمبر کیوں ڈائل کیا ہے۔ نان سینس۔"

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ شی تارا نے کہا "یہ کون ہوسکتا ہے' اس کی آواز کچھ جانی پہچانی ہے۔"

"تعجب ہے۔ رانگ نمبر ڈائل کرنے والے کی آواز تمہیں شناسا لگ رہی ہے۔"

پھر گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "کیوں بھائی! سونے نہیں دو گے؟"

"آرام سے سونا چاہتے ہو تو وہ دو چشمی ہیرے میرے حوالے کردو۔"

یہ سنتے ہی شی تارا اور پارس دونوں چونک گئے۔ ایک دم سے یاد آیا۔ وہ مصر کا بونا لاثانی تھا۔ اس کے پاس یک چشمی ہیرا تھا اور دوسرا ایک چشمی ہیرا شی تارا کے پاس تھا۔ پارس نے دونوں سے وہ

ہیرے چھین لیے تھے۔ مصر کے اس آقا لاٹانی کو کئی معروف نجومیوں نے بتایا تھا کہ وہ ایک ایک چشمی ہیرے یکجا ہو کر دو چشمی ہیرے بنیں گے اور جس کے سر پر رہیں گے وہ دنیا کا سب سے دولتمند شخص ہوگا۔ زندگی کی تمام آزمائشوں میں کامیاب رہے گا۔ ان ہیروں کی موجودگی سے تمام نحوستیں دور ہو جائیں گی۔

شی تارا کا علمِ نجوم بھی یہی کہتا تھا۔ اسی لیے وہ پارس کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ وہ آواز سن کر بولی "پارس! یہ تو وہی بونا لاٹانی ہے۔ تم اسے کہاں سے پیچھے لگا لائے ہو؟"

"میرے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ میری ٹوہ میں لگا ہے۔"

فون پر اس کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا "مسٹر پریم کمار! خاموش کیوں ہو؟ کیا مجھے پہچان گئے ہو؟"

شی تارا نے کہا "تم نے مصر میں اسے اور مجھے اپنا نام پریم کمار بتایا تھا۔ وہ تمہیں اسی نام سے پکار رہا ہے۔"

پارس نے کہا "ہاں' تمہیں پہچان رہا ہوں۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ اتنے دنوں تک لاپتا رہے۔ اپنے ساتھ اپنی بہن کو بھی لے گئے۔ ارے کم از کم بہن کو تو چھوڑ جاتے۔"

"کیا بک رہے ہو؟ کس بہن کی بات کر رہے ہو؟"

"تجب ہے اپنی بہن کو بھول رہے ہو۔ ایک ہیرا تمہارے پاس تھا۔ دوسرا تمہاری بہن کے پاس۔ تم دونوں نے وہ ہیرے مجھے دے دیئے۔ تمہیں ذرا بھی غیرت نہیں آئی۔ اپنی بہن کے ساتھ تاریک تہ خانے میں چھوڑ کر چلے گئے۔"

"بکواس مت کرو۔ وہ میری بہن نہیں تھی۔ تم ہیروں کی بات کرو۔"

"بات کیا کرنا ہے۔ ایک ہاتھ سے بہن کو دو' دوسرے ہاتھ سے ہیرے لے جاؤ۔"

"ابے تو کس کھوپڑی کا آدمی ہے۔ خواہ مخواہ اسے میری بہن بنا رہا ہے۔"

"وہ تمہاری بہن نہیں ہے؟"

"نہیں ہے۔ ہزار بار نہیں ہے۔"

"تو پھر ہیرے بھی نہیں ہیں۔"

"تیری موت آئی ہے۔ تو مجھ سے مقابلہ کر کے دیکھ چکا ہے۔ میں ربر کا پتلا ہوں۔ تو نے کئی بار مجھے اچھال کر چھت سے ٹکرایا۔ کئی بار زمین پر دے مارا۔ مگر مجھے چوٹ نہیں لگی۔ جب میں اپنے داؤ آزماؤں گا تو تجھے دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔"

"ترائی جھگڑے اور خون خرابے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ امن و امان سے اپنی بہن دے اور ہیرے لے۔"

"اوہائی گاڈ! میں تیرے لیے بہن کہاں سے پیدا کروں؟"

"جہاں سے اس رات پیدا کیا تھا۔ اسے میرے پاس تاریکی میں چھوڑ گیا۔ ہائے وہ رنگین تاریکی ابھی تک یاد آتی ہے۔"

شی تارا نے کہا "اے بدمعاش! شرم نہیں آتی ایسی باتیں کرتے ہوئے؟"

"اپنی عورت سے مرو کو اور اپنے مرد سے عورت کو شرم نہیں آتی۔"

ادھر سے لاٹانی نے پوچھا "یہ تو کیا بول رہا ہے؟"

"تمہاری بہن سے بول رہا ہوں۔ یہ اچانک ہمارے درمیان میں آگئی ہے۔"

"دیکھ پریم کمار! تو ہندو ہے۔ میں تجھے بھگوان کا واسطہ دیتا ہوں' بہن کی بات نہ کر۔ مجھے غصہ آئے گا تو میں ابھی ہوٹل کے کمرے میں آکر تجھے گولی مار دوں گا۔"

"اس دھمکی کے بعد بھی میں اسی کمرے میں رہوں گا اور تم گولی نہیں مارو گے۔ میری موت سے پہلے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ہیرے کہاں ہیں؟"

"مجھے بتاؤ' کہاں ہیں وہ ہیرے؟"

"تمہاری بہن کے پاس۔"

وہ ایک دم سے بھڑک کر گالیاں دینے لگا۔ پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ شی تارا نے کہا "وہ اپنے ہیرے کے ساتھ میرا ہیرا بھی وصول کرنے آیا ہے۔ اگرچہ وہ تین چار فٹ کا بونا ہے۔ مگر خطرناک ہے۔ بات بڑھنے سے پہلے وہ ہیرے میرے حوالے کر دو۔"

پھر گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "کیا گالیوں کا اسٹاک ختم ہو گیا؟"

"تیرے کمرے کے آس پاس میرے آدمی ہیں۔ میرا حکم پاتے ہی تجھے جان سے نہیں ماریں گے' اپاہج بنا دیں گے۔ مجھے جب تک ہیرے نہیں ملیں گے' میں تجھے زندہ رکھوں گا۔ تو میرا طریقۂ کار نہیں جانتا ہے۔ میرے شکنجے میں آنے والے موت کی بھیک مانگتے ہیں۔ مگر میں انہیں سسکا سسکا کر زندہ رکھتا ہوں۔"

"ابے سالے! میں تجھے کیسے یقین دلاؤں کہ تیری گمشدہ بہن مل گئی ہے۔"

"لعنت ہے تجھ پر' میری بہن مل گئی ہے تو تُو اسے رکھ لے اور ہیروں کی بات کر۔"

"پہلے تو اپنی بہن سے بات کر۔"

شی تارا نے کہا "میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ آقا لاٹانی کے اندر پہنچی۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "ٹھہرو' میں تمہاری بہن ہوں۔"

وہ جھنجلا کر بولا "یہ کیا بکواس ہے؟"

وہ بولی "یاد کرو۔ اس رات بھی میں تمہارے دماغ میں آئی تھی' تم نے سانس روک کر واپس کر دیا تھا۔ اب بھی یہی کروں گی تو میں تمہیں وہ ہیرے حاصل نہیں کرنے دوں گی۔"

"میں عورتوں کی بات نہیں سنتا اور تم دھمکی سنا رہی ہو۔"

"اسے محض دھمکی سمجھتے ہو تو اپنے آدمیوں کو پریم کمار کے کمرے میں بھیجو اور ان کا انجام دیکھو۔"

اس نے سانس روک لی۔ شی تارا نے پارس کے پاس آکر کہا۔ "میں نے اس کے اندر تھوڑی دیر رہ کر معلوم کیا ہے' تم دونوں بہنیں کے تاج محل ہوٹل میں ہو۔"

پارس نے مسکرا کر پوچھا "تم نے میرے اندر رہ کر یہ کیوں نہیں معلوم کیا؟"

"تم بڑا زہریلا اور شیطانی دماغ رکھتے ہو۔ میں کئی بار کوشش کر چکی ہوں' کبھی چور خیالات کے خانے میں نہ پہنچ سکی۔ تم نے یہ کیا کون سا عمل کیا ہے کہ میں چور خیالات پڑھنے میں ناکام رہتی ہوں۔"

"یہ میرا نہیں' جناب علی اسد اللہ تبریزی کا روحانی عمل ہے۔ نہ کوئی میرے چور خیالات پڑھ سکتا ہے' نہ میرے ذہن کو کمزور بنا کر کچھ پر تنویمی عمل کر سکتا ہے۔"

پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو! پریم کمار بول رہا ہوں۔"

کسی اجنبی کی آواز سنائی دی۔ "ہم آقا لاٹانی کے بندے ہیں۔"

"لعنت ہے تم پر کہ خدا کے بندے نہیں ہو۔"

"بکواس نہ کرو اور سنو تمہارے بند دروازے کے باہر میرے ساتھی ہیں۔ ان کے پاس سائلنسر لگے ہوئے ریوالور ہیں۔ اگر تم نے دروازہ نہیں کھولا تو ریوالور کی گولی سے لاک ٹوٹے گا۔"

شی تارا نے کہا "پارس! مجھے ان سے نمٹنے دو۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولا "یہ میرا کھیل ہے۔ مجھے کھیلنے دو۔"

"میں جانتی ہوں۔ تم آنے والوں کا حلیہ بگاڑ دو گے۔ مگر ہوٹل میں گولیاں چلیں گی۔ پولیس کیس بنے گا۔ کیوں خواہ مخواہ تھانے پولیس کے چکر میں پڑنا چاہتے ہو؟"

وہ سر ہلا کر بولا "یہ بات ماننے والی ہے۔ چلو میں ان کی آواز سنتا ہوں۔"

وہ دروازے کے پاس آکر بولا "کیا باہر کوئی ہے۔"

آواز آئی "ہاں ہم ہیں۔ دروازہ کھولو۔"

پارس نے پوچھا "کیا کہہ رہے ہو۔ ذرا زور سے بولو۔"

ذرا اونچی آواز میں دروازہ کھولنے کا حکم دیا گیا۔ شی تارا حکم دینے والے کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے ذریعے پتا چلا' اس کے دو ساتھی پیچھے کھڑے تھے۔ صرف ایک کے پاس سائلنسر لگا ہوا ریوالور تھا۔ باقی دو نہتے تھے۔ ان کے خیال میں پارس کو دھمکی دینے کے لیے ایک ہی ہتھیار کافی تھا۔ وہ اسے نشانے پر رکھ کر اس کی پٹائی کرنے اور اس کے سامان کی تلاشی لے کر ہیرے برآمد کرنے آئے تھے۔

وہ پارس کے پاس آکر بولی۔ "وہ تین ہیں۔ صرف ایک کے پاس ریوالور ہے۔ دروازہ کھول دو۔"

پارس نے دروازہ کھولا۔ ریوالور والے نے دونوں ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا۔ پھر پارس کو ریوالور دے کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "واپس چلو۔"

ایک ساتھی نے غصے سے پوچھا "تم نے اسے اپنا ریوالور کیوں دے دیا؟"

پارس نے کہا "جب دے ہی چکا ہے تو غصہ دکھا کر کیا کرو گے؟ واپس جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

وہ ہتھیار کے سامنے دم نہ مار سکے۔ واپس جانے لگے۔ شی تارا نے کہا "وہ بونا لاٹانی تیسری منزل کے کمرا نمبر تین سو چھ میں ہے۔ یہ تینوں وہیں جا رہے ہیں۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ تینوں سیڑھیاں اتر کر تیسری منزل پر آئے۔ دروازے پر دستک دی۔ لاٹانی نے دروازہ کھولا پھر پوچھا۔ "کیا ہوا؟ بڑی جلدی واپس آگئے؟"

وہ اندر گئے۔ ایک نے کہا "میں نے اپنا ریوالور اسے دے دیا۔ اس طرح اُس کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ ہم واپس چلے آئے۔"

وہ غصے سے پیچھے ہٹ کر بولا "سؤر کے بچے! تم نے اسے ریوالور کیوں دیا؟"

لمبے تڑنگے غنڈے نے تنبیہ کے انداز میں انگلی دکھا کر کہا۔ "ابے او بونے! مینڈک کے بچے! مُنہ سے گالی نہ نکالنا۔ ہم کرائے کے غنڈے ضرور ہیں مگر غیرت مند ہندوستانی ہیں۔ گالی برداشت نہیں کریں گے۔"

بونے لاٹانی نے اچانک فضا میں اچھل کر فضا ہی میں گول گھومتے ہوئے اس کے مُنہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ پھر دوسرے ہی لمحے پلنگ پر آیا اور دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ ٹھوکر کھانے والے کو یوں لگا تھا جیسے مُنہ پر ہتھوڑا پڑا ہو۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگا کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔

اس کے دونوں ساتھیوں نے لاٹانی پر حملہ کیا۔ اسے دبوچنے کے لیے آگے بڑھے۔ وہ پلنگ پر سے اچھل کر ان کے سروں پر سے ہوتا ہوا پیچھے آیا۔ فرش پر پاؤں رکھتے ہی پھر اچھل کر میز پر کھڑا ہوا۔ وہ دونوں پلنگ کے پاس سے پلٹے تو انہیں پتا ہی نہ چلا کہ وہ بجلی کی طرح کہاں سے کہاں پہنچا پھر وہاں سے اڑتا ہوا ان کے مُنہ پر ایک ایک لات مارتا ہوا دوسری بار پلنگ پر آیا اور دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

وہ دونوں فرش پر گر پڑے تھے۔ دونوں کی ناک اور باچھوں سے لہو رس رہا تھا۔ انہوں نے سوچا تھا کہ وہ ساڑھے تین فٹ کا بونا ہے' اسے چٹکی سے اٹھا کر جیب میں ڈال لیں گے لیکن اس نے آدھے منٹ کے اندر تین بہادر جیسے غنڈوں کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔

وہ بولا۔ "کرائے کے غنڈے نہ ہندوستانی ہوتے ہیں' نہ

جاپانی' صرف شیطانی ہوتے ہیں اور میں جب کھرا معاوضہ دیتا ہوں تو کھرا کام بھی لیتا ہوں۔ جو میرے کام میں ناکام رہتا ہے' اسے ٹھوکروں میں اڑا دیتا ہوں اور اپنی دی ہوئی رقم واپس چھین لیتا ہوں۔"

ایک نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "مسٹر لاٹانی وہ کمرا نمبر چار سو بیس والا کوئی جادوگر ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں نے بے اختیار ریوالور اس کے حوالے کیوں کر دیا تھا؟"

"بکواس مت کرو۔ میں کسی جادو کو نہیں مانتا۔ پہلے وہ نہتا تھا۔ تم نے اسے ریوالور دے کر میرے لیے خطرہ پیدا کر دیا ہے۔"

شی تارا نے ایک غنڈے کے ذریعے کہا "موٹے شیطان! اس غنڈے کی زبان سے تیری بہن بول رہی ہے۔ کیا یہ جادوگری نہیں ہے؟"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا "ہاں' میں بھول گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ ریوالور چھیننا گیا تھا۔"

وہ بولی "تم نے قاہرہ سے بمبئی تک آنے کی خواہ مخواہ زحمت کی ہے۔ وہ ہیرے تمہیں نہیں ملیں گے۔"

"وہ ہیرے میری جان' میری زندگی ہیں۔ میں ان کے لیے دنیا کے آخری سرے تک پریم کمار کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم جانتے ہو' ان میں سے ایک چشمی ہیرا میرا ہے۔ اسے تو میں پریم کمار سے لے ہی لوں گی۔ دوسرا تمہارا ہے۔ اسے میں پریم کمار سے شادی کر کے حاصل کر لوں گی۔"

"اسی لیے تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد کر رہی ہو۔"

"اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ وہ بہت شہ زور اور مکار ہے۔ نہ میں اسے ذہانت سے زیر کر سکتی ہوں' نہ تم اپنی طاقت اور بازی گری سے اسے شکست دے سکتے ہو۔"

"میں کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ اس کا پہلو گرم کر کے اپنا مقصد حاصل نہ کرو۔ میری دوست بن جاؤ میرے پاس ذہانت اور جسمانی طاقت ہے۔ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ہے۔ ہمارے اتحاد کے سامنے اس کے قدم اکھڑ جائیں گے۔ ہم اس سے ہیرے چھین لیں گے۔"

"چھین لینے کے بعد کیا ہو گا؟"

"وہ دو چشمی ہیرے ہم دونوں کے پاس رہیں گے۔"

"وہ کس طرح بیک وقت ہم دونوں کے پاس رہیں گے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ مجھ سے شادی کر لو۔ میں سہاگ رات میں تمہیں ہیروں کا تاج پہناؤں گا۔"

"آگے نہ بولو۔ میں خود کو تمہاری بہن کہہ چکی ہوں۔"

"شادی سے پہلے دنیا کی ہر لڑکی بہن ہوتی ہے۔ پھر ان میں سے کوئی ایک بیوی بن جاتی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ دنیا کی کوئی عورت تمہارے جیسے مرد کو چھوڑ کر بالشت بھر کے بونے سے شادی نہیں کرے گی۔"

"مجھے ایسے وقت بہت غصہ آتا ہے جب حسین عورتیں مجھے چھوٹا دیکھ کر کھوٹا سمجھ لیتی ہیں۔ مجھے قبول کر لو۔ میں دنیا کی تمام دولت تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دوں گا۔"

"وہ دو چشمی ہیرے حاصل کر لوں گی تو دولت خود ہی میرے قدموں میں آ جائے گی۔"

"تم مجھے بھی قدموں میں رکھ لو۔ میں اتنا مختصر سا ہوں کہ تمہاری جوتیوں میں پڑا رہوں گا۔ میں ان ہیروں سے دور نہیں رہوں گا۔ اگر تم اس سے شادی کرو گی تو میں جہیز میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ اسے کہو مجھے سالا بنا لے۔ سالا بننے کے بعد بھی ہیرے نہ ملے تو میں تمہیں اور پریم کمار کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

شی تارا نے پارس کے پاس آ کر کہا "وہ دو چشمی ہیروں کے لیے پاگل ہو گیا ہے۔ کبھی مجھے بیوی اور کبھی بہن بنا رہا ہے۔ تمہارا سالا بننے اور میری جوتیوں میں رہنے کو تیار ہے۔ ہمیں جان سے مارنا بھی چاہتا ہے۔ وہ پاگل کا بچہ تمہیں اس ہوٹل میں سکون سے نہیں رہنے دے گا۔"

"میں یہی سوچ رہا ہوں۔ کیوں نہ تمہارے پاس آ جاؤں؟"

"زیادہ نہ پھیلو۔ تم سے دور کی دوستی اچھی ہے۔"

"مجھ سے دور کیسے رہو گی؟ ہاتھ بڑھا کر ہیرے لینے کے لیے تو سامنے آنا ہی ہو گا۔"

"پارس! کیوں مجھے ترسا رہے ہو؟"

"یہ شکایت مجھے ہے کہ تم ترسا رہی ہو۔ ایک ہی ملک میں رہ کر خود تڑپ رہی ہو' مجھے بھی تڑپا رہی ہو۔"

"تم میری تڑپ اور بے قراری کو سمجھتے ہو پھر بھی محبت سے موجودہ مسئلے کا حل نہیں نکال رہے ہو۔"

"حل ایک ہی ہے۔ شادی کر لو۔"

"شادی کی بات سے پھر مذہب اور دھرم کی بحث چھڑ جائے گی۔"

"تو میں کیا کروں؟"

"یہ بتاؤ تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟"

"میری چاہت سمندر سے زیادہ گہری ہے۔ میں تم سے اتنی محبت' اتنی محبت کرتا ہوں کہ اتنی کسی نے نہیں کی ہو گی۔"

"جب اتنی محبت کرتے ہو تو کیا میرا دھرم قبول نہیں کر سکتے؟"

"یعنی اسلام چھوڑ دوں؟"

"عشق کرنے والے دنیا چھوڑ دیتے ہیں۔"

"واقعی عشق میں دنیا چھوڑ سکتے ہیں تو کیا اسلام نہیں چھوڑ سکتے۔ ٹھیک ہے میں چھوڑ دوں گا۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا "کب چھوڑو گے؟"

"جب مجھے پاگل کتا کاٹ لے گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ جھنجلا کر اپنی جگہ حاضر ہوئی۔ پھر اس کے پاس جا کر بولی "یہ کیا بکواس ہے' تم سنجیدگی سے باتیں نہیں کرو گے؟"

"میں تمہارے لیے دنیا چھوڑ سکتا ہوں۔ اپنے خدا اور رسولؐ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ تم نے چھڑوانے کی کوشش کی۔ اس کی سزا یہ ہے کہ تم چوبیس گھنٹوں تک مجھ سے رابطہ نہیں کر سکو گی۔"

"میرے لیے یہ کوئی سزا نہیں ہے۔ میں تم سے دور رہ کر مر نہیں جاؤں گی۔"

"مجھ سے نہ سہی' ہیروں سے دور رہ کر مرتی رہو گی۔ ہو سکتا ہے ان چوبیس گھنٹوں میں بونا لاٹانی کسی حکمتِ عملی سے وہ ہیرے لے جائے۔ اب جاؤ اور دور رہنے کی سزا پاؤ۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ حاضر ہوئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ وہاں بونا پارس کے سر پر سوار ہے۔ وہ کسی طرح توڑ جوڑ سے یا پارس سے گٹھ جوڑ کر کے ہیرے لے کر فرار ہو سکتا ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں وہ ہیرے پارس کے ہاتھ سے نکل جائیں گے تو وہ بونے کو کہاں ڈھونڈتی پھرے گی؟

وہ پھر آئی۔ مگر پارس نے سانس روک لی وہ پھر دوسری تیسری بار آئی۔ اس سے کہتی رہی ایک بار میری بات سن لو لیکن اس کے کچھ سنانے سے پہلے وہ سانس روک کر اسے بھگا رہا تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گئی۔ دو چشمی ہیرے اس سے زیادہ دور نہیں تھے۔ اس کے اپنے بھارت دیس میں تھے۔ یہ دہلی میں تھی وہ ہیرے بمبئی میں تھے۔ زیادہ فاصلہ نہیں تھا لیکن وہ فاصلہ اور کم کرنے اور انہیں حاصل کرنے کے لیے وہاں نہیں جا سکتی تھی۔ ابھی اس کی مخصوص بو تبدیل نہیں ہوئی تھی۔

اس نے خیال خوانی کا راستہ بند کر دیا تھا۔ اس کے پاس جانے اور ہیروں کی خبر رکھنے کا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ بونے لاٹانی کے پاس آئی۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ "ٹھہرو' میں دوستی کرنے آئی ہوں۔"

"یہ اچانک ٹیڑھی پنسڑی کیوں بدل رہی ہو؟"

"وہ ہیرا پھیری کی باتیں کر رہا ہے۔ ہیرے نہ مجھے دے گا' نہ تمہیں۔ ہم دونوں مل کر ہی اس سے چھین سکتے ہیں۔"

"اب تمہیں عقل آئی ہے۔ بولو اسے کیسے ٹریپ کیا جائے؟"

"تم ایک بار ملو۔ اس سے دوستی کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے پاس جانے سے پہلے معلوم کرو' وہ کمرے میں ہے یا نہیں؟"

اس نے ریسیور اٹھا کر کمرے کے ایکسچینج کا نمبر ڈائل کیا۔ آواز آئی "یس پلیز؟"

لاٹانی نے کہا "کمرا نمبر چار سو بیس سے رابطہ کرائیں۔"

اس نے انتظار کیا۔ پھر ایکسچینج سے کہا گیا۔ "سر! فون ڈس کنکٹ ہے۔ شاید وہ صاحب سو رہے ہیں۔"

شی تارا ٹیلی فون آپریٹر کے دماغ میں آئی پھر اس کے ذریعے منیجر اور کاؤنٹر گرل کے پاس پہنچی۔ اسے بونے پر بھروسا نہیں تھا اسی لیے وہ دوسروں کو اپنا آلۂ کار بنا رہی تھی۔

پھر وہ لاٹانی کے پاس آئی۔ وہ چار سو بیس نمبر کے دروازے پر پہنچ کر دستک دے رہا تھا۔ شی تارا نے کہا "وہ سو رہا ہے۔ اسے سونے دو۔"

"ہماری نیندیں اڑی ہوئی ہیں۔ ہم اسے کیوں سونے دیں۔"

وہ جیب سے ایک تار نکال کر لاک کھولنے کی کوشش کر رہا تھا اور محتاط نظروں سے دائیں بائیں کوریڈور میں دور تک دیکھتا جا رہا تھا۔ اب صبح ہونے والی تھی۔ ایسے میں وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ بونا بڑا کاریگر تھا۔ اس نے ایک منٹ کے اندر ہی دروازہ کھول لیا۔

اس نے بڑی احتیاط سے پہلے سر اندر کیا پھر دھڑ اندر کیا۔ اس کے بعد دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ سامنے بستر خالی تھا۔ کمرا خالی تھا۔ باتھ روم کا دروازہ نصف کھلا تھا۔ وہ دبے قدموں چلتا ہوا دروازے کے قریب آیا۔ کان لگا کر سنا کوئی آہٹ نہیں مل رہی تھی۔ اس نے باتھ روم میں آ کر دیکھا۔ پارس وہاں بھی نہیں تھا۔

کمرے میں فون کا ریسیور الگ رکھا ہوا تھا۔ لاٹانی نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر دیکھا۔ باہر نیچے سوئمنگ پول پر کافی روشنی تھی۔ ہوٹل میں قیام کرنے والے کئی جوان اور بوڑھے صبح کی ورزش میں مصروف تھے۔ ان میں پارس بھی نظر آ رہا تھا۔

شی تارا نے کہا "میں بھول گئی تھی۔ وہ روز صبح جوگنگ اور ورزش کرنے کا عادی ہے۔ یہاں سے نکل چلو۔ بعد میں آ کر اس سے ملاقات کر لو۔"

وہ بولا "اس سے اچھا موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔ وہ مختصر سے لباس میں ورزش کے لیے گیا ہے اور ورزش کرتے وقت ہیرے اپنے پاس نہیں رکھے گا۔"

وہ اس کے سامان کی تلاشی لینے لگا۔ شی تارا پریشان ہو گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ہیرے اس بونے کے ہاتھ لگ جائیں۔ اس نے بونے کے دماغ سے نکل کر پارس کو مخاطب کیا لیکن اس نے سانس روک لی۔ وہ چند سیکنڈ کے بعد آئی مگر پھر واپس ہونا پڑا۔ وہ اتنا کہنے کا بھی موقع نہیں دے رہا تھا کہ لاٹانی اس کے سامان کی تلاشی لے رہا ہے۔ وہ اپنی دانست میں شی تارا کو سزا دے رہا تھا۔ چوبیس گھنٹے گزرنے کے بعد ہی اس کے لیے دماغ کا دروازہ کھولنے کا ارادہ تھا۔

وہ واپس لاٹانی کے پاس آئی۔ وہ بونا اس وقت تک تمام سامان الٹ پلٹ کر دیکھ چکا تھا۔ بستر کے تکیے' چادر اور گدے سب الٹ کر دیکھ لیے۔ وہ ہیرے نظر نہیں آئے۔ شی تارا کو اطمینان ہوا۔ اس کی پہلی اور آخری خواہش یہی تھی کہ ہیرے اس کے ہاتھ نہ لگیں۔ وہ مایوس ہو کر جانے لگا۔

پھر وہ جاتے جاتے دروازے پر رک گیا وہاں سے پلٹ کر سوچتی ہوئی نظروں سے جوتوں کو دیکھا پھر تیزی سے چلتا ہوا جوتوں کے پاس آیا۔ ان کے اندر سے جرابیں نکالیں تو وہ کچھ وزنی لگیں۔ اس نے چٹکی سے پکڑ کر الٹا کیا تو ایک دم سے آنکھیں روشن

ہو گئیں۔ دو چشمی ہیرے جرابوں میں سے نکل کر فرش پر جگمگا رہے تھے۔

شی تارا فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر منیجر کے پاس آئی اس کے ذریعے ہوٹل کے سیکیورٹی افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "ہری اَپ! کمرا نمبر چار سو بیس میں ڈاکا پڑا ہے۔ کمرا نمبر تین سو چھ کے ایک بونے مسافر نے وہاں سے ہیرے چرائے ہیں۔ اس بونے کو ہوٹل سے باہر نہ جانے دو۔"

وہ افسر وائی ٹاکی کے ذریعے تمام گارڈز کو حکم دینے لگا کہ کسی بھی بونے شخص کو ہوٹل سے باہر نہ جانے دیا جائے۔ ہوٹل کا تمام عملہ حرکت میں آگیا۔ تیسری منزل پر لاٹانی کا کمرا دیکھا گیا۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ چوتھی منزل میں پارس کا کمرا کھلا ہوا تھا۔ وہاں تمام سامان الٹا پڑا تھا۔ پارس کو سو ٹمنگ پول سے بلایا گیا۔ اس نے کہا۔ "میرے پاس دو قیمتی نایاب ہیرے تھے۔ اس بونے کو ہر حال میں گرفتار ہونا چاہیے۔"

شی تارا نے پھر اس کے اندر آنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ جھنجلا کر اپنے آپ سے بولی "اب پارس کے پاس جا کر کیا کروں؟ ہیرے تو اب لاٹانی سے ہی مل سکتے ہیں۔"

وہ لاٹانی کے پاس آئی تو اس نے بھی سانس روک لی۔ اب اسے شی تارا سے کیا لینا تھا۔ جو لینا تھا' وہ اپنی ہی کوششوں سے مل گیا تھا۔ وہ ہوٹل کے منیجر اور سیکیورٹی افسر کے دماغوں میں جھانکتی پھر رہی تھی۔ یہی معلوم ہو رہا تھا کہ ہوٹل کا وہ بونا مسافر گرفتار نہیں ہوا ہے اور کہیں نظر بھی نہیں آرہا ہے۔ شاید کسی طرح چھپ کر نکل بھاگا ہے۔

اس کے نکل بھاگنے سے شی تارا کی خوش بختی بھی دور بھاگ رہی تھی۔ ابھی شکار ہاتھ سے نہیں نکلا تھا۔ ہندوستان ہی میں تھا۔ اسے سرحد پار کرنے سے روکا جا سکتا تھا۔

شی تارا ہوٹل کی انتظامیہ کے اندر گھس کر بمبئی کے ریلوے اسٹیشن' ایئرپورٹ اور بندرگاہ کی پولیس کو الرٹ کر رہی تھی۔ پورے شہر کی ناکا بندی کرا رہی تھی۔ اس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ جب تک گرفتار نہ ہوتا' اسے سکون نصیب نہ ہوتا۔ اس کا سونا جاگنا' کھانا پینا سب حرام ہو گیا تھا۔

دائی ماں نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ صبح ہونے کو ہے اور تو اب تک جاگ رہی ہے۔ کیا پھر مصروفیات کی دلدل میں دھنس رہی ہے۔"

"ماں جی! غضب ہو گیا ہے۔ وہ دو چشمی ہیرے ایک مصری بدمعاش چرا کر لے گیا ہے۔"

"وہ ہیرے پارس کے پاس تھے۔ کیسے چوری ہو گئے؟"

اس نے چوری کا مختصر سا واقعہ سنایا۔ دائی ماں نے پوچھا۔ "پارس اس سلسلے میں کیا کر رہا ہے؟"

"پتا نہیں' وہ مجھ سے ناراض ہے۔ میں نے اسے اپنا مذہب چھوڑ کر اپنا دھرم قبول کرنے کو کہا تو اس نے چوبیس گھنٹے کے لیے اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیے ہیں۔"

"پیاری ناراضگی اچھی ہوتی ہے۔ وہ چور کو جانے نہیں دے گا۔ تو فکر نہ کر۔"

"کیسے فکر نہ کروں؟ میری ترقی اور خوشحالی کے لیے وہ ہیرے لازمی ہیں۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ پارس انہیں دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کیا کر رہا ہے۔"

دائی ماں نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں تاج محل ہوٹل بمبئی کے فون نمبر دیکھے۔ پھر موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا اور ہوٹل انکوائری سے کہا "میں کمرا نمبر چار سو بیس کے مسافر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

چند سیکنڈ کے بعد رابطہ ہوا۔ پارس کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو! فرمایئے؟"

شی تارا نے دائی ماں سے کہا "یہ پارس کی آواز ہے۔"

دائی ماں نے کہا "بیٹے! تم شاید مجھے نہیں جانتے۔ میں شی تارا کی دائی ماں ہوں۔"

وہ بولا "آداب ماں جی! میں نے آپ کا ذکر سنا تھا۔ آج آواز سن رہا ہوں۔ اس بے وقوف لڑکی نے آپ کو فون کرنے پر مجبور کیا ہو گا۔"

شی تارا نے کہا "وہ مجھے بے وقوف کہہ رہا ہے۔ اسے منہ توڑ جواب دو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تم نے اسے بے وقوف کہا۔ یہ کہہ رہی ہے' میں تمہیں منہ توڑ جواب دوں۔"

"ماں جی! اسے تھوڑی سی عقل دیں۔ میں نے آج تک اس سے یہ نہیں کہا کہ وہ اپنا دھرم چھوڑ دے اور میرے مذہب میں چلی آئے۔ یہ سراسر نادانی ہے کیونکہ انسان دل سے' دماغ سے اور روح کی گہرائیوں سے خدا' رسول' بھگوان اور دیوتاؤں کو مانتا ہے۔ اس سے جبراً اُس کا عقیدہ تبدیل نہیں کرایا جا سکتا۔"

"تم درست کہتے ہو۔ شی تارا نے تم سے ایسا کہہ کر غلطی کی ہے۔ اب اسے چوبیس گھنٹے کی سزا نہ دو۔"

"آپ میری بھی ماں جی ہیں۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں نے اسے معاف کیا۔"

وہ دائی ماں سے ریسیور لے کر بولی "بڑے آئے معاف کرنے والے۔ یہ یاد رکھنا کہ میں نے تم سے معافی نہیں مانگی ہے۔"

"تو پھر دماغ کے دروازے بند رکھوں؟"

"تم باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو اور وہ بونا بدمعاش ہیرے لے کر سرحد پار چلا جائے گا۔"

"کون سے ہیروں کی بات کر رہی ہو؟"

"ارے وہی دو چشمی ہیرے' جو وہ چُرا کر لے گیا ہے۔"

"کیا وہ چوری ہو گئے ہیں؟"

"بکواس مت کرو۔ میں نے اس بونے کو پکڑوانے کے لیے پورے بمبئی شہر کی ناکا بندی کرا دی ہے۔"

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا ہے۔ ناکا بندی ختم کرا دو۔ جو اس کے نصیب میں تھے' وہ لے گیا ہے۔ تمہارے دو چشمی ہیرے میرے پاس موجود ہیں۔"

"کیا؟" وہ خوشی سے چیخ کر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ میری امانت تمہارے پاس ہے؟"

"ہاں' ذرا سوچو۔ کوئی لڑائی جھگڑا یا خون خرابا کیے بغیر اسے کتنے امن و امان سے ٹال دیا ہے۔ اسے خوشی خوشی قاہرہ واپس جانے دو۔ ناکا بندی ختم کرا دو۔"

شی تارا اور دائی ماں دونوں ہنسنے لگیں۔ شی تارا نے خوشی سے جھوم کر کہا "پارس! آئی لو یو اینڈ آئی مین اِٹ۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ تم میری نظروں میں کتنے بلند ہو گئے ہو اور کس طرح میرے حواس پر چھا گئے ہو۔"

"میری ایک بات مانو گی؟"

"ہاں بولو۔ میں بہت خوش ہوں۔"

"ابھی جا کر بستر پر لیٹ جاؤ۔ اور دماغ کو ہدایات دے کر کم از کم چھ گھنٹوں تک سوتی رہو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ اپنا موبائل فون بند کر کے بولی۔ "ماں جی! اس کا حکم ہے کہ میں سو جاؤں اور میں سونے جا رہی ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "بیٹی! ایسے مرد نصیب والیوں کو ملتے ہیں اور نوڑی نصیبوں والی ہے۔"

وہ بستر پر آکر لیٹ گئی۔ دل ہی دل میں مسکرا کر بولی "جو تم نے کہا' وہی کر رہی ہوں۔"

اس نے آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایات دیں۔ پھر چھ گھنٹے کے لیے سو گئی۔

دوسرے دن پاشا نے خوشخبری سنائی کہ تجربہ کامیاب رہا ہے۔ اس نے شی تارا کی مخصوص بو پیدا کرنے کے لیے جو انجکشن تیار کیا تھا' اسے ایک خرگوش پر آزمایا گیا۔ شی تارا کا اتارا ہوا کپڑا بلڈ ہاؤنڈ کو سونگھایا گیا۔ اسی وقت شی تارا خوشبو میں نہا گئی۔ نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ وہ کتا دوڑتا ہوا شی تارا کی مخصوص بو کی تلاش میں اس خرگوش تک پہنچ گیا تھا۔

اس نے اپنے معمول اور تابعدار ڈاکٹر کو حکم دیا کہ وہ اس کے مخصوص بو کے انجکشن کا فارمولا ذہن نشین کر لے تاکہ آئندہ بھی ایسے انجکشن تیار کیے جا سکیں۔ پوجا کو روز ایک گھنٹے کے لیے لیبارٹری بھیجا جانے لگا۔ وہاں اس کا چیک اپ ہوتا تھا اور دوائیں کھلائی جاتی تھیں۔

پاشا نے لیبارٹری میں اس لڑکی کے چیک اپ کے دوران یہ اچھی طرح سمجھ لیا کہ وہ ماسک میک اَپ میں ہے۔ اس لڑکی کا اصل چہرہ چھپایا جا رہا ہے۔ اسے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ اس کی محبوبہ پوجا ہے۔ ایک بار شی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ "جو دوائیں اس لڑکی کو استعمال کرائی جا رہی ہیں' کیا اس کا نتیجہ ایک ہفتہ بعد ظاہر ہو گا؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ ایک ہفتے سے پہلے ہی اس لڑکی کی مخصوص بو ختم ہو جائے گی۔ پھر میں اسے آپ کی مخصوص بو کا انجکشن لگا دوں گا۔ ویسے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ یہ لڑکی کون ہے؟"

"تم اپنے کام سے کام رکھو۔ اگر لڑکی کو ظاہر کرنا ہوتا تو اسے ماسک میک اَپ میں کیوں چھپایا جاتا؟ یاد رکھو' کبھی ماسک کے پیچھے نہ دیکھنا۔ تمہاری جو حد ہے' اس سے باہر نہ جانا۔"

شی تارا کی یہی کوشش تھی کہ پاشا ماسک کے پیچھے پوجا کو دیکھنے نہ پائے۔ پوجا کے دماغ سے اس کی پچھلی زندگی بھلا دی گئی تھی۔ اگر اسے کچھ یاد ہوتا تو وہ ماسک میں رہنے کے باوجود پاشا کو اپنی پہچان کرا دیتی۔

شی تارا کی دوسری کوشش یہ تھی کہ پارس بمبئی تک آگیا ہے تو کم از کم ایک ہفتہ وہاں رہے' تاکہ پوجا پر تجربہ مکمل ہو جائے۔ اس نے پارس سے پوچھا "تم ہندوستان کیوں آئے ہو؟"

وہ بولا "اس دیس سے تمہارے آنچل کی ہوا آتی تھی۔ مجھے پکارا کرتی تھی۔ اس لیے چلا آیا۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ تم خواہ مخواہ ایک ملک سے دوسرے ملک جا کر تفریح کرنے والوں میں سے نہیں ہو۔ ضرور کسی خاص مقصد سے آئے ہو۔"

"مجھے تو کسی خاص مقصد کا علم نہیں ہے۔ کبھی تمہیں معلوم ہو تو بتا دینا۔"

"تمہارے یہاں آنے سے میری عجیب حالت ہو گئی ہے۔"

"کسی اچھے سے ڈاکٹر سے کنسلٹ کرو۔"

"میرے ڈاکٹر تو تم ہو۔ دور رہتے تو کوئی بات نہیں تھی۔ صبر کرنا سیکھ رہی تھی۔ جب سے پتا چلا ہے کہ بمبئی میں ہو تو دن رات بہک رہی ہوں۔ تمہاری ہی طرف دھیان لگا رہتا ہے۔"

"کیا یہاں سے چلا جاؤں؟"

"نہیں پارس! نہ جاؤ۔ میرے دیس کی آب و ہوا میں رہو۔"

"تم بیمار ہو۔ تمہیں میری آب و ہوا میں آکر رہنا چاہیے۔"

"سچ پوچھو تو اب میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ تم یہاں سے نہ جانا۔ میں شاید دو چار روز میں کھنچی چلی آؤں۔"

"میں اس شہر سے کسی دوسرے شہر جانے والا تھا۔ تم کہتی ہو تو یہاں قیامت تک تمہارا انتظار کروں گا۔"

وہ پہلے ہی اس ہوٹل کے منیجر اور وہاں کی انتظامیہ کو اپنے قابو میں کر چکی تھی۔ اس نے منیجر کے دماغ میں یہ حکم نقش کر دیا کہ آج کے بعد دوسرے دن سے کمرا نمبر چار سو بیس کے دائیں اور بائیں

والے دو کمرے ریزرو رہیں گے اور وہ دونوں کمرے کسی مسافر کو نہیں دیئے جائیں گے۔

جس دن سے کمرے ریزرو ہوئے' وہ پوجا پر تجربہ کا پانچواں دن تھا۔ اس کی اپنی مخصوص بو ختم ہو چکی تھی اور انجکشن کے ذریعے اس میں شی تارا کی بو منتقل کر دی گئی تھی۔ پاشا نے کہا "میڈم! میں نے کامیاب تجربہ کیا ہے۔ اب آپ اپنا وعدہ پورا کریں اور پوجا کو میرے حوالے کریں۔"

وہ بولی "دو دن اور صبر کرو۔ میں ضروری کام سے بمبئی جا رہی ہوں۔ واپس آؤں گی تو پوجا تمہاری ہوگی۔"

وہ پوجا اور دائی ماں کے ساتھ بمبئی کے ہوٹل میں آ گئی۔ ہوٹل میں داخل ہونے سے پہلے اس نے اپنے لباس پر اچھی طرح خوشبو اسپرے کر لی۔ پھر کمرا نمبر چار سو بیس کے بائیں طرف والے کمرے میں آ گئی اس کے بعد دائی ماں پوجا کے ساتھ پارس کے بائیں طرف والے کمرے میں پہنچ گئی۔

اس وقت پارس اپنے کمرے میں نہیں تھا۔ اس کی پڑوسن بن کر اُس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ منصوبہ تو یہ تھا کہ پارس کے سامنے پوجا جائے گی تاکہ پارس کی نیت میں کھوٹ ہو اور وہ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اپنے باپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے معمولہ اور تابعدار بنانے کی غلطی کرے تو پوجا اس کے ہاتھ آئے اور اصل شی تارا فرہاد کی فیملی میں پھنسنے سے بال بال بچ جائے۔

لیکن ہمیشہ تدبیر کے مطابق نہیں ہوتا۔ کبھی تدبیر کے خلاف' دل کی مرضی سے بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔ دل دھڑک دھڑک کر اُس سے کہہ رہا تھا۔ وہ تیرا مرد ہے' تجھے ہی اس کے پاس جانا ہے۔ عورت اپنے حقوق کسی دوسری عورت کو نہیں دیتی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے دائی ماں سے کہا "میں کیا کروں ماں جی؟ وہ میرا ہے۔ میں اس سے نہ ملی تو مر جاؤں گی۔"

"میں پہلے ہی جانتی تھی۔ میں نے پوجا پر خوشبو اسپرے کی ہے کیونکہ ابھی ابھی پارس اپنے کمرے میں آیا ہے۔ جا بیٹے! کوئی گڑبڑ ہوگی تو میں سنبھال لوں گی۔"

"مجھے جوتش ودیا یاد آ رہی ہے۔ اس ودیا نے صاف طور پر کہا ہے کہ میں اس کے سائے میں رہ کر مسلمان ہو جاؤں گی۔"

"بیٹی! کوئی زبردستی کسی کا دھرم نہیں بدل سکتا۔"

"مگر مجھ پر تنویمی عمل کر کے میرے اندر سے میرے دھرم کو مٹایا جا سکتا ہے اور اس کا باپ فرہاد علی تیمور ایسا کر سکتا ہے۔"

"تو پانی میں اتر گئی ہے۔ ڈوبنے سے ڈر رہی ہے۔ میں کہتی ہوں' ڈوب جا۔ پھر مگرمچھ کر نکل آنا یہاں سے نامراد جائے گی تو جذبات کی آگ میں جل کر مر جائے گی۔ جا بیٹی جا....."

وہ سیلنگ فین کے نیچے لٹکتی ہوئی تھی تاکہ پرفیوم لباس سے اڑ جائے۔ پھر اس نے غسل کر کے لباس تبدیل کیا۔ تھوڑی دیر آئینے کے سامنے بناؤ سنگار میں مصروف رہی۔ اس دوران اس نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے مخاطب کیا "ہیلو پارس! میں آ گئی ہوں۔"

"ہاں' میرے اندر بول رہی ہو تو یقیناً آ ہی گئی ہوگی۔"

"خیال خوانی کے ذریعے نہیں' سچ مچ آ گئی ہوں۔"

"کیا واقعی؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"اُٹھو۔ دروازہ کھولو۔ یقین آ جائے گا۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر دروازے کے پاس آیا۔ پھر اسے کھول کر دیکھا۔ کوئی نہیں تھا۔ اس نے پوچھا "یہ کیا مذاق ہے؟"

"مذاق نہیں ہے۔ دروازہ کھلا رکھو اور کمرے میں جاؤ۔"

وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر کمرے میں آیا۔ پھر بولا "اور کوئی حکم؟"

"اپنی پشت دروازے کی طرف کرو۔ پھر مجھے آنکھوں سے نہیں میری مخصوص مہک سے پہچانو۔"

وہ ادھر پشت کر کے ... کھڑا ہو گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس نے اپنی محبوبۂ دل نواز کی مہک محسوس کی۔ وہ مہک ہوا کے جھونکے کی طرح اندر آئی تھی۔ پھر دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا "کیا میں گھوم کر دیکھوں؟"

جواب نہیں ملا۔ مگر پارس نے اس کے ہاتھوں کا لمس محسوس کیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اس کی پشت سے لپٹ کر رونے لگی۔ وہ گردن گھما کر بولا "اپنا مکھڑا تو دیکھنے دو۔ ذرا یہ بھی دیکھوں کہ آنسو بہاتے وقت کیسی حسین لگتی ہو۔"

وہ گھوم گیا۔ شی تارا نے روتے روتے اپنا منہ اس کے سینے میں چھپا لیا۔ وہ پہلے ایک جان دو قالب تھے۔ پھر ایک جان ایک قالب ہو گئے۔ قالب' قالب میں ڈھل گیا۔ دریا' سمندر میں اتر گیا۔

دائی ماں نے فون کے ذریعے اپنے کمرے میں کھانا لانے کا آرڈر دیا۔ رات دس بجے کھانے کے بعد پوجا سے کہا "بیٹی! تم سو جاؤ۔ میں ابھی جاگتی رہوں گی۔"

رات کے ایک بجے شی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "ماں جی! میں خیریت سے ہوں۔"

"بیٹی! تم نے تو انتظار کراتے کراتے میرا خون سکھا دیا ہے۔ کیا صرف خیریت کی اطلاع دے کر نہیں جا سکتی تھیں۔"

"ماں جی! تم سے کوئی بات چھپی نہیں ہے۔ تم جانتی ہو' یہ کیسا زہریلا ہے۔ میں دو گھنٹے تک خیال خوانی کے قابل نہیں رہی تھی۔ اچھا پھر آؤں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ ہوٹل کا ملازم کھانے کی پلیٹیں سمیٹ کر لے جا رہا تھا۔ اس کے جانے کے بعد پارس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر لائٹ بجھا دی۔ کمرے میں تاریکی چھا گئی۔ صرف کھڑکی سے ایک نیون سائن کی جلتی بجھتی' آتی جاتی روشنی تھی۔ اس نے پوچھا "جانتی ہو' میں نے کمرے میں اندھیرا

کیوں کیا ہے؟"

"کیا تم پہیلی بجھوا رہے ہو؟ یا تاریکی میں کوئی تماشا دکھا رہے ہو؟"

"ہاں تماشا' یہ دیکھو۔"

اس نے ذرا قریب آ کر دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں کھولیں۔ شی تارا کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ پارس کی دونوں ہتھیلیوں پر دو نیلی ہیرے جگمگا رہے تھے۔ وہ خوشی سے کھل گئی۔ دونوں ہیروں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر دیکھنے لگی۔ انہیں کبھی اپنے رخساروں سے کبھی اپنی آنکھوں سے لگانے لگی۔ انہیں ہونٹوں سے چومنے لگی۔ اس کی خوشی اور دیوانگی قابلِ دید تھی۔ پارس اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔

وہ اس کی آغوش میں چھپ کر بولی "میں ان ہیروں کے لیے پاگل تھی مگر تمہارے پاس آتے ہی انہیں بھول گئی' تم جادوگر ہو۔ ساری دنیا بھلا دیتے ہو۔ بیچاری دائی ماں کو بھی بھول گئی تھی۔ ابھی اسے خیریت کی اطلاع دی ہے۔"

"ایک بات یاد رکھو۔ اسے نہ بھولنا۔"

"وہ بات کیا ہے؟"

"ان دو چشمی ہیروں کی ایک دو نقل بنوا لینا۔ جس طرح دل میں چھپا رہتا ہے اسی طرح اصلی ہیروں کو چھپا کر رکھنا۔"

"میں نے بولے لاٹانی کو جو ہیرے چرانے کا موقع دیا تھا' وہ اصلی ہیرے تھے لیکن اصل دو چشمی ہیرے یہ ہیں۔ میں نے ان اصلی ہیروں کو تراش کر دو چشمی بنانے کا آرڈر دیا تھا۔ لندن میں اس کا ایک ماہر کاریگر ہے۔ یونا لاٹانی جوہری ہے' وہ اصل ہیرے پہچان کر' ان کے دو چشمی ہونے کا یقین کر کے انہیں لے گیا ہے۔"

وہ خاموش رہی۔ وہ بھی خاموش رہا۔ اس رات زبان سے کم باتیں بہت کم تھیں۔ خاموشی سے بولنے کے لیے ہزار داستان تھی۔ کتاب الف لیلیٰ اسی طرح مرتب ہوئی۔ بانو شہرزاد ہر رات داستان سناتی تھی اور سناتے سناتے صبح کر دیتی تھی۔ شی تارا نے بھی رات کی صبح کر دی۔

پارس نے کہا "میں چاہوں گا' تم کبھی نہ جاؤ۔ کیا مجھے چھوڑ کر جاؤ گی؟"

"تم میری دیوانگی کو سمجھتے ہو۔ میرے اختیار میں ہو تو کبھی نہ جاؤں۔ مگر مجبوری ہے۔"

"تم کب تک جوتش ودیا کی بکواس پر بھروسا کر کے وصال کے بعد جدائی کا صدمہ اٹھاتی رہو گی۔"

"جوتش ودیا بکواس نہیں ہے پارس!"

"اچھا یہ بتاؤ۔ مجھ سے شادی کرو گی تو دھرم کیسے بدل جائے گا؟ میں زبردستی تمہیں مسلمان بناؤں گا؟"

"تم نہیں بناؤ گے مگر تمہارے بڑے مجبور کریں گے یا میں تم سے پیار کرتے کرتے مجبور ہو جاؤں گی۔ ایسی مثال تمہارے خاندان میں موجود ہے۔ تمہاری ماما رسونتی بہت عرصہ تک اپنے دھرم پر قائم رہیں۔ مگر آخر تم لوگوں کے رنگ میں رنگ گئیں۔ آج وہ آمنہ فرہاد کہلاتی ہیں۔"

"میرے پاپا نے ماما کو مجبور نہیں کیا تھا۔ وہ تو خود بخود دینِ اسلام کی طرف مائل ہوئی ہیں۔"

"یعنی میں بھی رفتہ رفتہ خود بخود مائل ہو جاؤں گی۔ میرے بابا بہت بڑے جوتش ودیا کے گیانی تھے۔ انہوں نے کہا تھا' بیٹی! تم بہت اونچی ذات کے برہمن ہیں۔ برہمن جاتی پر کبھی حرف نہ آنے دینا۔ اپنے دھرم پر قائم رہنے کا ایک ہی اپائے ہے اور وہ یہ کہ فرہاد علی تیمور اور اس کی فیملی سے دور رہا کرنا۔ آہ! میرا نصیب! میں تمہارے عشق میں گرفتار ہو کر کہیں کی نہیں رہی۔"

"چلو یہ اچھا ہے کہ تم مضبوط ارادوں کی مالک ہو۔ اپنے دھرم پر قائم رہو۔ میں تمہیں اپنی طرف مائل کرنے والی کوئی بات نہیں کروں گا۔"

"آہ! جب محبت مائل کرتی ہے تو ساری تدابیر دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ پھر بھی اگر میں کوشش کروں کہ تم سے نہ ملوں تو کیا تم مجھے مجبور کرو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ آج بھی تم اپنی مرضی سے آئی ہو۔ میں نے تمہیں مجبور نہیں کیا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ تم کہاں رہتی ہو اور کب جگہ بدلتی ہو۔ مجھے تمہارا کوئی فون نمبر بھی معلوم نہیں ہے۔ تم خود ہی خیال خوانی کے ذریعے میری خوابیدہ محبت کو جگانے آتی ہو۔"

"ایسا نہ کہو' مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں ہی باؤلی ہوں۔ تمہارے پیچھے آتی ہوں اور تمہیں مجھ سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔"

"میں اپنی محبت اور دیوانگی بیان کروں گا تو پھر الزام دو گی کہ تمہیں اپنی طرف مائل کر رہا ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "اب جاؤں گی۔"

"میں کیا کہوں؟ اگر کہوں گا کہ ابھی دل نہیں بھرا ہے تو پھر تمہیں محبت سے مجبور کرنے کا الزام آئے گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں جا کر سوچوں گی کہ مجھے پھر آنا ہے یا نہیں؟ اب دروازے سے منہ پھیر لو۔"

"کیوں؟ میری آنکھوں کے سامنے نہیں جاؤ گی؟"

"نہیں۔ میں اسی ہوٹل میں ہوں۔ مگر مجھ سے کمرا نمبر نہ پوچھنا۔"

وہ دروازے کی طرف پشت کر کے بولا "نہیں پوچھوں گا۔ جاؤ۔ خدا حافظ۔"

خاموشی چھا گئی۔ جانے والی کے قدموں کی آہٹ بھی سنائی نہیں دی۔ جب اسے مخصوص مہک نہ ملی تو وہ سمجھ گیا کہ جدائی کے لمحات شروع ہو چکے ہیں۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ جا چکی تھی۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔

شی تارا نے دائی ماں سے کہا "میں اپنے کمرے میں آ چکی ہوں۔

اب نیند پوری کروں گی۔"

"یہ بتاؤ کامیابی ہوئی؟"

"ہاں' وہ دو چشمی ہیرے میرے پاس ہیں۔ ان ہیروں کو میرے سر پر رہنا چاہیے۔ میں انہیں ساڑھی کے آنچل میں سر سے باندھ کر سو جاؤں گی۔"

"بیٹی! ان ہیروں کو پرکھنا ضروری ہے۔ اس نے لالٹانی کو نقلی ہیرے دیئے۔ تمہیں بھی اسی طرح دھوکا دے سکتا ہے۔"

"ماں جی! وہ زبان کا دھنی ہے۔ جو کہتا ہے' وہ کرتا ضرور ہے۔ محبت اگر دل کی گہرائیوں سے ہو تو پھر دل سے جھوٹ اور فریب نکل جاتا ہے۔ میں بو تبدیل کرانے کے لیے پاشا سے دن رات محنت کراتی رہی اور پارس کو دھوکا دینے کے منصوبے بناتی رہی۔ اس مقصد کے لیے پوجا کو یہاں تک لے آئی لیکن اپنی اور پارس کی محبت میں کسی تیسری کو شریک نہیں ہونے دیا۔ یہ دو چشمی ہیرے جو میرے پاس ہیں' وہ اصلی ہیں۔"

"ٹھیک ہے بیٹی! آرام سے سو جاؤ۔"

وہ سونے کے لیے چلی گئی۔ دائی ماں کو پوجا سے بھی لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ شی تارا نے اس کے خیالات پڑھ کر بتایا تھا کہ وہ پاکستان میں اپنے بوڑھے ماں باپ کے ساتھ رہتی تھی اور کراچی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ پانچ برس پہلے ماں کا انتقال ہوا۔ پھر دو ماہ پہلے باپ کی آنکھیں بھی ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔ وہ ایک نئی زندگی گزارنے اور پناہ حاصل کرنے کے لیے اپنی بڑی بہن شانتی کے پاس آئی تو وہ اس کی آبرو کا سودا کرنے لگی تھی۔ ایسے میں پاشا اسے شی تارا کے پاس لے آیا تھا۔

جب شی تارا نیند سے بیدار ہوئی تو دائی ماں نے کہا "اتنی بڑی دنیا میں پوجا کا کوئی نہیں ہے۔ تو اسے ڈھال بنا کر پارس سے ہیرے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ میں چاہتی ہوں' پوجا ہمارے پاس رہے۔ تو ہر ملک میں اپنی ڈمی بنا کر رکھتی ہے۔ اپنے گھر میں بھی اسے ڈمی بنا کر رکھ لے۔ اسے اچھی طرح ٹریننگ دے۔ یہ تیرا رول اچھی طرح ادا کرے گی۔ اگر کبھی تیرے دشمن ہماری رہائش گاہ تک پہنچ جائیں تو اسے شی تارا سمجھ کر ٹرپ کریں گے اور تجھے پوجا سمجھ کر نظر انداز کر دیں گے۔"

"ماں جی! تم بہت اچھے مشورے دیتی ہو۔ میں یہی کروں گی۔ پوجا کو مکمل شی تارا بنا دوں گی۔"

"ہم دہلی سے ریٹرن ٹکٹ لے کر آئے ہیں۔ ہمیں ایک گھنٹے میں ایئرپورٹ پہنچنا چاہیے۔"

"ہاں' پہنچنا تو چاہیے مگر۔۔۔"

"مگر کیا؟ واپس جانے کا ارادہ نہیں ہے؟"

"ہاں' جاؤں گی مگر اس کے دل نہیں بھرا ہے۔"

"اب یہ تیری نادانی ہو گی۔ تو اب مستقل مُردہ پوشی کے باعث محفوظ ہے۔ پارس کے سوا کوئی تجھ تک پہنچ نہیں پایا۔ اس نے بھی اب تک تیری اصلی صورت نہیں دیکھی ہے۔ نہ اصل آواز اور لہجے کو سنا ہے۔ ایک بار اسلام آباد میں تیری روپوشی ناکام رہی تو تجھے عادل سے نقصان پہنچا تھا۔ اب پارس کے ساتھ دوسری رات بھی رہنا چاہے گی تو بعد میں پچھتائے گی۔"

وہ بڑی دیر تک چپ رہی۔ دائی ماں نے کہا "میں سمجھ رہی ہوں۔ جذبات بادلے ہو رہے ہوں تو بوڑھی نصیحتیں اثر نہیں کرتیں۔ تو نہیں مانے گی۔"

"مجھے پارس کے سائے میں ایسا لگتا ہے جیسے تمام آفات سے محفوظ ہو گئی ہوں۔ مجھے کچھ نہیں ہو گا ماں جی! تم پوجا کے ساتھ دہلی چلی جاؤ۔ میں کل آجاؤں گی۔"

اس کے حواس پر پارس چھایا ہوا تھا۔ وہ پچھلی رات سے ساری دنیا کو بھولی ہوئی تھی۔ اپنی تمام مصروفیات کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ چونکہ دائی ماں کے ساتھ ایک ہی ہوٹل میں تھی اس لیے خیال خوانی کے ذریعے دائی ماں کو اپنی خیریت سے آگاہ کر دیتی تھی۔ ورنہ دوسرے تمام معاملات میں خیال خوانی نہیں کر رہی تھی۔ حتیٰ کہ وقتی طور پر پاشا کو بھی بھلا دیا تھا۔

پاشا اس سے کچھ بدظن ہو گیا تھا۔ دن رات کی محنت اور کامیاب تجربہ کرنے کا صلہ اسے ملنا چاہیے تھا لیکن شی تارا نے اس کی محنت اور کامیاب تجربے کی قدر نہیں کی تھی۔ وعدے کے مطابق پوجا کو اس کے حوالے نہیں کیا تھا۔ ایسے میں وفادار غلام باغی ہو جایا کرتے ہیں۔ اگر وہ تنویمی عمل کے اثر میں نہ رہتا تو کب کا باغی ہو چکا ہوتا۔

بغاوت نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آدمی بزدل ہے یا اس کے اندر کوئی جذبہ نہیں ہے۔ پاشا کے اندر جذبات بھڑک رہے تھے۔ وہ پوجا کو حاصل کرنے کے لیے کچھ کر گزرنا چاہتا تھا۔ شی تارا کی وعدہ خلافی کے خلاف اپنے غم و غصے کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ بس ایک ہی رکاوٹ تھی۔ اس کے آگے تنویمی عمل کی دیوار کھڑی تھی۔

شی تارا جب بمبئی چلی گئی تو پاشا نے سوچا۔ چار دیواری سے نکل کر تفریح کے لیے جانا چاہیے۔

اجازت حاصل کرنے کے لیے کبھی شی تارا نہیں ہوتی تھی تو فون کے ذریعے کوئی دوسری عورت بات کرتی تھی۔ وہ دراصل دائی ماں ہوتی تھی۔ اس نے باہر جانے کے لیے فون کیا تو کوئی جواب نہ ملا۔ اچانک اس کے دماغ میں بات آئی کہ فون نمبر کے ذریعے کوٹھی کا پتا معلوم کرنا چاہیے۔

وہ سوچنے لگا۔ پھر ٹیلی فون ڈائریکٹری کھول کر نمبر تلاش کرنے لگا۔ نمبر کے پہلے دو بعد چھ اور چار تھے۔ دہلی کے مختلف علاقوں کے مختلف دو ابتدائی مخصوص نمبر ہوتے تھے' ان کے مطابق ورق گردانی کرتے وہ ٹیلی فون نمبر مل گیا جس پر وہ شی تارا اور دائی ماں سے رابطہ کرتا تھا۔ ڈائریکٹری میں جو پتا لکھا ہوا تھا' اسے پڑھ کر وہ

حیران رہ گیا کیونکہ وہ اسی کوٹھی کا پتا تھا جس کی انیکسی میں وہ رہتا آرہا تھا۔

اب اسے پتا چلا کہ شی تارا اتنے عرصے سے دوسری عورت کے روپ میں اس کے قریب ہی رہتی تھی۔ وہ انیکسی سے باہر آیا۔ اس کوٹھی کے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ اس کے تمام دروازے مقفل تھے۔ کھڑکیاں اندر سے بند تھیں۔ اس نے ایک کھڑکی کے شیشے کو توڑ دیا۔ رات کے سناٹے میں وہ آواز دور تک گئی۔ کوٹھی کے نائٹ چوکیدار نے للکارتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟ ادھر کون ہے؟"

پاشا ایک دیوار کی آڑ میں چلا گیا۔ چوکیدار حملہ کرنے کے انداز میں لاٹھی اٹھائے آرہا تھا۔ جب وہ قریب سے گزرا تو پاشا نے اسے دبوچ لیا۔ وہ خود کو چھڑانے کے لیے تڑپنے اور مچلنے لگا لیکن وہ ایک حیرت انگیز جسمانی قوت رکھنے والے کی گرفت میں تھا۔ اس کا ایک گھونسا سر پر پڑا تو اس کی آنکھوں کے سامنے قمقمے جلنے بجھنے لگے۔ وہ چکرا کر اس کی گرفت میں پھسلتا ہوا زمین بوس ہو گیا۔

پاشا نے ٹوٹی ہوئی کھڑکی کے اندر ہاتھ ڈال کر چٹخنی ہٹائی۔ اس کے پٹ کھولے۔ آگے آہنی جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ وہ لوہے کی جالیوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جھٹکے دینے لگا۔ کھڑکی کی چوکھٹ سے ان جالیوں کا الگ ہونا ناممکن تھا۔ لیکن کوئی بلڈوزر دھکے مارے تو یہ ممکن ہو جاتا ہے۔ آخر وہ جالیاں کھڑکی کی چوکھٹ سے الگ ہو گئیں۔

وہ کھڑکی سے گزر کر اندر آیا۔ اندر گہری تاریکی تھی۔ وہ سوئچ بورڈ تلاش کر کے روشنی کر سکتا تھا۔

وہ کوٹھی کے ایک حصے سے گزرتا ہوا ایک بیڈ روم میں آیا۔ وہاں کی ایک ایک چیز کو صاف طور سے دیکھ رہا تھا۔

وہ کوٹھی کے ایک ایک حصے سے گزرتا ہوا ایک بیڈ روم میں گیا۔ وہاں کی کسی چیز سے یہ سراغ نہیں مل رہا تھا کہ وہاں شی تارا رہتی ہے اور وہ ایسی نادان نہیں تھی کہ وہاں کی دیواروں پر اپنی تصویریں لگاتی یا اپنی کوئی شناخت دوسروں کے لیے چھوڑ جاتی۔ وہ مایوس ہو گیا۔ جالیاں توڑ کر اندر آنے کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا تھا۔

وہ واپس جانے لگا۔ پھر رک گیا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ وہ پلٹ کر ٹیلی فون کے پاس آیا۔ اس ٹیلی فون کے ساتھ ایک ریکارڈر منسلک تھا۔ ریکارڈر کا ٹیپ چلتے ہی فون کی گھنٹی بند ہو گئی۔ ایک نسوانی آواز ریکارڈر سے ابھری۔ "یس پلیز۔ میں موجود نہیں ہوں۔ اپنا ضروری پیغام ریکارڈ کر سکتے ہو۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ ٹیپ چل رہا تھا۔ کوئی پیغام ریکارڈ ہو رہا تھا جب ٹیپ رک گیا تو پاشا نے اس کا کنکشن ٹیلی فون سے الگ کیا۔ پھر اسے ریوائنڈ کر کے سنا۔ اسے پوجا کی آواز سنائی دی۔

"میڈم! مجھے خبر ملی ہے کہ میرا ساجن بہت بیمار ہے۔ گیراج میں پڑا ہے۔ میں اس سے ملنے جا رہی ہوں۔ اگرچہ آپ نے سختی سے منع کیا ہے لیکن آپ ایک عورت کے دل سے سوچیں ایسے وقت کوئی عورت اپنے مرد سے دور نہیں رہتی۔ آپ میری یہ نافرمانی معاف کریں۔ میں جلد ہی لوٹ آؤں گی۔۔۔۔"

آواز بند ہو گئی۔ پاشا نے ریکارڈ کو آف کیا۔ اس کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگی تھیں۔ وہ اس پوجا کی آواز پہلے بھی سن چکا تھا۔ وہ اپنی ملازمہ سے اپنے ساجن کا ذکر کر رہی تھی اور اس کا ساجن ریلوے اسٹیشن کے پیچھے ست نرائن کی گلی کے ایک گیراج میں رہتا تھا۔

پاشا نے پہلی بار اس پوجا کی آواز سن کر سوچا تھا۔ شاید پوجا کی کسی ہم آواز عورت کی گفتگو سن رہا ہے۔ جبکہ پہلے بھی ایسا دھوکا نہیں ہوا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ شی تارا اس سے رابطہ کرے گی تو وہ دوسری پوجا کے سلسلے میں بات کرے گا۔

شی تارا نے بعد میں رابطہ کیا تو وہ جلدی میں تھی پھر یقین دلا رہی تھی کہ دوسرے دن بمبئی سے واپس آکر پوجا کو اس کی جھولی میں ڈال دے گی۔

اب فون ٹیپ کی آواز سے پتا چلا کہ اس دوسری پوجا کی آواز والی سے شی تارا کا تعلق ہے اور شی تارا اسے اب تک اصل نہیں نقلی پوجا کی آواز سناتی آرہی ہے۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا کھڑکی کے راستے سے باہر آیا۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ پوجا اپنے ساجن سے ملنے جا رہی ہے اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ احاطے میں کار کھڑی ہوئی تھی۔ نائٹ چوکیدار بے ہوش پڑا تھا۔ وہ میں گیٹ کھولنے کے بعد کار میں آیا۔ اسے اسٹارٹ کیا۔ پھر ریلوے اسٹیشن کی طرف چل پڑا۔

وہ پوجا بھی ایک دیسی ماڈل کی کار میں آئی تھی۔ وہ کار ایک گیراج کے سامنے کھڑی تھی۔ گلی میں اِکا دُکا گزرنے والے دکھائی دیئے۔ پاشا نے قریب ہی کار روک دی۔ کار سے اتر کر دبے قدموں چلتا ہوا گیراج میں آیا۔ وہاں ایک چارپائی پر ایک شخص لیٹا ہوا تھا اور ایک دبلی پتلی سی عورت اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہہ رہی تھی۔ "بھگوان کے لیے اپنی ضد چھوڑو اور میری کوٹھی میں چل کر رہو۔"

بیمار شخص نے کہا "نہیں کامنی! میں اپنی محنت سے تمہارے لیے ایک کوٹھی بناؤں گا۔ تب ہم ساتھ رہیں گے۔"

"اور تب تک تم یہاں بیمار پڑے رہو گے۔ چلو اٹھو۔ باہر گاڑی ہے۔ ڈاکٹر کے پاس چلو۔"

وہ بڑی نقاہت سے اٹھنے لگا۔ پھر وہ دونوں پاشا کو دیکھ کر چونک گئے۔ ساجن نے پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ بولا "تمہاری کامنی جانتی ہے۔ تم سے اتنا پیار کرتی ہے کہ کوٹھی چھوڑ کر گیراج میں آتی ہے اور مجھ جیسے بیمار کرنے والے کو

پوجا کی آواز سنا کر دھوکا دیتی ہے۔"

کامنی گھبرائی ہوئی تھی۔ پریشان ہو کر بولی "تم؟ تم یہاں کیسے آگئے؟"

"کیوں؟ تمہاری میڈم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ میں ہزاروں میل دور کی آواز سن لیتا ہوں لہٰذا تمہیں پوجا کی آواز میں بولتے رہنا چاہیے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "ہاں' میں میڈم کے لیے کام کرتی ہوں۔ مجھے آواز بدلنے میں مہارت حاصل ہے لیکن میڈم کو یہ معلوم ہوگا کہ تم پر یہ راز کھل گیا ہے تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گی۔"

"میں نے ابھی تمہاری فون کال سنی تھی۔ ابھی جا کر ٹیپ سے تمہاری آواز مٹا دوں گا۔ شی تارا کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ تم اپنے ساجن سے ملنے آئی تھیں۔ جاؤ اپنے ساجن کو ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔"

وہ گیراج سے باہر آکر کار میں بیٹھ گیا۔ کوٹھی کی طرف واپس جانے لگا۔ شی تارا کا فراڈ کھل کر سامنے آگیا تھا۔ یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ وہ اصل پوجا کو کبھی اس کے حوالے نہیں کرے گی۔ وہ غلام بنا ہوا ہے' اسے غلام ہی بنا کر رکھے گی۔ کبھی آزادی کے ساتھ کسی سے محبت بھی نہیں کرنے دے گی۔

اب وہ غلامی سے رہائی حاصل کرنے کے لیے بے چین ہوگیا۔ غیر معمولی صلاحیتیں اور قوتیں رکھنے کے باوجود وہ تخویفی عمل کے اثر سے نہیں نکل سکتا تھا۔ کیا ایسا کوئی راستہ ہے کہ اس کے دماغ پر حکمرانی کرنے والی کو پتا نہ چلے اور وہ اس کے سحر سے نکل آئے؟

کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ پھر کھڑکی کے راستے سے کوٹھی کے اندر آگیا۔ وہاں اپنے وعدے کے مطابق اس نے ٹیپ میں سے کامنی کی آواز مٹا دی۔ پھر زیرِ لب بڑبڑانے لگا۔ "یا خدا! میں ایک پیار کرنے والی کے کام آیا ہوں' تو میرے کام آ۔ مجھے شی تارا کی غلامی سے نجات دلا۔ میری تمام صلاحیتیں اور قوتیں کسی کام نہیں آرہی ہیں۔ ایسے میں کوئی معجزہ ہی ہوگا تو اس سے نجات ملے گی۔"

وہ بے چینی سے تاریک کمرے میں ٹہلنے لگا۔ جھنجلاہٹ میں مبتلا ہونے لگا۔ جو چیز سامنے آتی تھی اسے ٹھوکروں میں اڑا دیتا پھر شی تارا کے بستر پر آکر بیٹھ گیا۔ سرہانے کی میز پر ایک ڈائری رکھی تھی۔ اُسے اس خیال سے اٹھایا کہ شاید شی تارا کی کوئی کمزوری ہاتھ آجائے۔

وہ شی تارا تھی۔ اپنے پیچھے اپنی کمزوری چھوڑ کر جانے والوں میں سے نہیں تھی۔ ڈائری کی ورق گردانی سے پتا چلا' اس میں بے شمار اہم فون نمبر درج ہیں۔

وہ جھنجلا کر اسے پھینکنا چاہتا تھا کہ اچانک ہی اس کے دماغ میں بجلی سی کوندی۔ جیسے دعا قبول ہوگئی ہو۔ جو صفحہ کھلا ہوا تھا' اس پر بابا صاحب کے ادارے کے دس ٹیلی فون نمبر درج تھے۔ دماغ نے کہا "یہیں سے شی تارا کے تخویفی عمل کا طلسم ٹوٹے گا۔"

وہ ڈائری لے کر ٹیلی فون کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر پیرس کے کوڈ نمبر کے ساتھ ڈائری میں لکھے ہوئے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ ہوگیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "اٹ از بابا فرید واسطی آرگنائزیشن۔"

وہ بولا "میں یوسف البرہان عرف پاشا بول رہا ہوں۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی سے صرف دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

پوچھا گیا "وہ دو باتیں کیا ہیں؟"

"ایک یہ کہ تخویفی عمل کے شکنجے میں ہوں۔ دوسری بات یہ کہ نجات چاہتا ہوں۔"

"پلیز' ہولڈ آن۔"

وہ ریسیور کان سے لگائے انتظار کرنے لگا۔ ایسے ہی وقت پرانی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا پھر سوچا' معلوم کرنا چاہیے کہ کون ہے۔ شاید اس آنے والے کے ذریعے نجات مل جائے۔

سونیا ثانی کی آواز سنائی دی۔ "نجات کیوں چاہتے ہو؟"

وہ چونک کر بولا "تم؟ تم سونیا ثانی ہو۔ میں تمہیں نہیں بھول سکتا۔ تم پہلی لڑکی ہو جس نے سب سے پہلے میرے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ ہی ہی ہی تم پہلی مہربان ہو' جس نے غلام بنانے کے بعد آزاد کر دیا تھا۔ ہی ہی ہی ہی....."

وہ ڈانٹ کر بولی "گدھے کی طرح دانت مت نکالو۔ ریسیور رکھو۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولا "مجھ پر رحم کرو۔"

"رحم خدا کرتا ہے' جسے تم بھولے ہوئے ہو۔"

"نہیں بھولا ہوں۔ خدا کی قسم تھوڑی دیر پہلے خدا کو یاد کیا تھا۔"

"جیسے ہر بے ایمان مصیبت کے وقت یاد کرتا ہے۔"

"ہی ہی ہی ہی۔ یہ خدا کی شان ہے کہ وہ بے ایمان کی بھی سن لیتا ہے۔ میرے خدا نے تمہیں میرا نجات دہندہ بنا کر بھیجا ہے۔"

"میں نے پہلا سوال یہی کیا تھا' نجات کیوں چاہتے ہو؟ تم اپنی حرکتوں سے کسی نہ کسی کے پنجوں میں پھنستے رہو گے۔"

"ایک بار نجات دلا دو۔ پھر کوئی مائی کا لال مجھے اسیر نہیں کر سکے گا۔"

"شرم کرو پاشا! تمہیں بابا صاحب کے ادارے سے بہت بڑی آفر دی گئی تھی کہ یہاں آؤ اور اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے انسانیت کی خدمت کرو لیکن تمہیں عیاشی اور آوارگی کا چسکا پڑ گیا ہے۔"

"اب کیا اس ادارے کا پابند رہنے کی شرط رکھو گی' تب شی تارا سے نجات دلاؤ گی؟"

"لعنت ہے تم پر۔ اب سے پہلے میں نے اپنے ہی تخویفی عمل سے تمہیں نجات دی تھی۔ کیا تمہیں ادارے کا پابند بنایا تھا؟"

"نہیں۔ تم بہت اچھی ہو۔ میں قسم کھاتا ہوں' کبھی تمہارے بھی کام آؤں گا۔ مرد کا بچہ ہوں۔ زبان کا سچا ہوں۔"

"مرد کے بچے! تمہاری مردانگی یہی ہے کہ مجھ لڑکی کے سامنے گڑگڑا رہے ہو۔ یہ بات یاد رکھو کہ ہم میں سے کوئی تم پر رحم کرنے والا نہیں تھا لیکن تبریزی صاحب کا حکم ہے کہ تمہیں شی تارا سے نجات دلائی جائے اور تم پر اس لیے رحم کھایا جا رہا ہے کہ تم ٹھوکریں کھاتے کھاتے ایک دن بابا صاحب کے ادارے میں آؤ گے۔"

"ٹھیک ہے جب وہ دن آئے گا تو آجاؤں گا ابھی جلدی کرو' کہیں شی تارا نہ آجائے۔"

"جاؤ' بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ بستر پر آگر لیٹ گیا۔ اب اس کے دن بدلنے والے تھے۔

ادھر شی تارا نے سوچا دائی ماں اور پوجا دہلی جانے کے لیے طیارے میں سوار ہو جائیں گی تو وہ پارس سے رابطہ کرے گی اور خوشخبری سنائے گی کہ وہ پھر اس کے کمرے میں آنے والی ہے۔

ابھی وہ دائی ماں کے پاس تھی اور دائی ماں اپنا اور پوجا کا سامان ٹرالی میں رکھے چیکنگ اور بورڈنگ کارڈز کے لیے اندر جانے والی تھیں۔ تب ہی پارس کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

اس نے شی تارا کے پاس پارس کی تصویر دیکھی تھی۔ اس لیے اُسے پہچان گئی لیکن پارس نے کبھی دائی ماں کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ اُس سے کترا کر جا سکتی تھی مگر یہ مشکل آپڑی تھی کہ پوجا شی تارا کے روپ میں تھی۔ اگر اس کی ہم شکل نہ ہوتی تب بھی پارس اس کی مخصوص مہک سے اسے شی تارا ہی سمجھتا۔

وہ پوجا کے سامنے آکر بولا "ہیلو تارا! دیکھو کیسا حسین اتفاق ہے' میں یہاں اپنی سیٹ کنفرم کرانے آیا تھا۔ سیٹ تو نہ ملی' تم مل گئیں۔"

کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا مسلسل خیال خوانی نہیں کر سکتا۔ کسی نہ کسی ضرورت سے یہ سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک جھٹکا بھی آجائے تو خیال خوانی کرنے والا دماغی طور پر حاضر ہو جاتا ہے۔ شی تارا ہوٹل کے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دو چشمی ہیروں کو اپنے سر پر رکھنے کے لیے سوئی دھاگے سے ایک ہیر بیلٹ تیار کر رہی تھی اور وقفے وقفے سے دائی ماں کے پاس بھی جا رہی تھی۔ تب پارس اور پوجا کا سامنا ہوا تو اس کی توجہ ہیر بیلٹ پر مرکوز تھی۔ سوچ رہی تھی' دائی ماں پوجا کے ساتھ خیریت سے طیارے میں سوار ہو جائے گی۔ اس سے پہلے ہی وہ ہیر بیلٹ کے ٹانکے مکمل کر کے پھر دائی ماں کے پاس پہنچ جائے گی۔

پارس کے سلسلے میں پوجا کو کوئی ٹریننگ نہیں دی گئی تھی۔ شی تارا کا خیال تھا کہ وہ پوجا کے دماغ میں رہے گی اور وہ پارس سے تنہائی میں ملے گی تو پوجا بالکل شی تارا کی طرح بولے گی اور ادائیں دکھائے گی اور جب تک وہ نہیں چاہے گی' پوجا پارس کے سامنے نہیں جا سکے گی۔

وہ چاہتی یا نہ چاہتی۔ مگر تقدیر تو یہی چاہتی تھی۔ یہ تقدیر پوجا کو پارس کے روبرو لے آئی۔ جب اس نے اُسے تارا کہہ کر مخاطب کیا تو وہ ذرا پریشان ہوئی۔ اس نے دائی ماں کو دیکھا۔ دائی ماں سوچ کے ذریعے شی تارا کو پکار رہی تھی۔ پارس نے حیرانی سے پوچھا "کیا بات ہے تارا! کیا تم مجھے یہاں دیکھ کر پریشان ہوگئی ہو؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "آ... آپ کون ہیں؟ مجھ دیدی سمجھ کر کیوں مخاطب کر رہے ہیں۔"

"دیدی؟ یعنی بڑی بہن؟ کیا شی تارا تمہاری بڑی بہن ہے اور تم اُس کی....."

دائی ماں کو بات بنانے کا موقع مل گیا۔ وہ جلدی سے بولی۔ "ہاں..... یہ اس کی چھوٹی بہن پوجا ہے۔"

پارس نے کہا "اور آپ شاید دائی ماں ہیں؟"

"ہاں بیٹے! میں تمہیں پہچانتی ہوں۔"

"اور وہ۔ وہ شی تارا کہاں ہے؟"

"وہ یہیں ہے۔ تم سے ملنے ہوٹل گئی ہوگی اور تم یہاں ہو۔"

"مگر اس نے تو کہا تھا کہ یہ شہر چھوڑ کر' مجھے چھوڑ کر جا رہی ہے۔"

"وہ باؤلی ہے۔ اس نے ارادہ بدل دیا ہے۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ آپ بھی ارادہ بدل دیں۔ میں آپ کو اور پوجا کو نہیں جانے دوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ ہمارا جانا ضروری ہے۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ میں پہلی بار اپنی ہونے والی سالی کو دیکھ رہا ہوں اور حیران ہو رہا ہوں' یہ تو بالکل شی تارا لگ رہی ہے۔ میں اپنی سالی کو پورے بمبئی کی سیر کراؤں گا۔"

دائی ماں نے کہا "ضد نہ کرو۔ ہم شی تارا کی مرضی کے بغیر یہاں نہیں رک سکیں گے۔"

"بس اتنی سی بات ہے۔ ابھی چلو' میں اس کی زبان سے کہلواؤں گا کہ میری سالی میری مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں جائے گی۔"

"ہمیں معلوم نہیں ہے کہ شی تارا ابھی کہاں ہوگی۔"

"جہاں بھی ہوگی' ہم سے رابطہ کرے گی۔ ابھی ہوٹل چلو اور شی تارا سے رابطے کا انتظار کرو۔"

دائی ماں نے کہا "مجھے افسوس ہے۔ تم راستہ چھوڑ دو۔ جب شی تارا واپس آنے کو کہے گی تو ہم لوٹ آئیں گے۔"

پارس نے کہا "مجھے بھی افسوس ہے دائی ماں! میں تمہیں تو

جانے دوں گا لیکن اپنی سالی کو نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم پوجا کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"اس لیے کہ کل رات سے مجھے دھوکا دیا جا رہا ہے۔"

"ہم نے کوئی دھوکا نہیں دیا ہے۔ تم غلط سمجھ رہے ہو۔"

"کیا غلط ہے اور کیا صحیح' اس کا فیصلہ اُس وقت ہو گا جب شی تارا رابطہ کرے گی۔"

دائی ماں نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "اچھا' تم یہاں پوجا کے پاس ٹھہرو۔ میں ابھی فون پر اُس سے بات کرتی ہوں۔"

وہ ایئرپورٹ کے پی سی او میں آئی۔ وہاں سے ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر شی تارا کے کمرے کا نمبر بتایا۔ پھر شی تارا کی آواز سنائی دی۔ دائی ماں نے کہا "وہاں کیا کر رہی ہو؟ یہاں پارس سے ہمارا سامنا ہو گیا ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر دائی ماں کے پاس آئی۔ پارس سے سامنا ہونے کے سلسلے میں ساری باتیں معلوم کیں۔ پھر کہا "چلو' میں اس کی غلط فہمی دور کر دوں گی۔"

پھر وہ پارس کے پاس آ کر بولی "ہیلو' میں آ گئی ہوں۔ یہ تم پوجا اور دائی ماں کو جانے سے کیوں روک رہے ہو؟"

"میرے اندر رہ کر نہ بولو۔ پوجا کی زبان سے باتیں کرو۔"

دوسرے ہی لمحے پوجا مسکرائی۔ پھر بولی "میں ہوں تمہاری شی تارا لیکن یہ بدن پوجا کا ہے۔ اسے جانے دو۔"

وہ بولا "جلدی کیا ہے؟ پہلے یہ تو معلوم ہو کہ پچھلی رات کون سا بدن میرے پہلو میں تھا۔"

پوجا نے کہا "پارس' میں تمہارے پاس تھی۔"

"یعنی پوجا تھی؟"

"نہیں یہ پوجا نہیں کہہ رہی ہے۔ میں شی تارا کہہ رہی ہوں کہ میں تمہارے پاس تھی۔"

"میں ثابت کر دوں گا کہ تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"کیسے ثابت کرو گے۔ جبکہ میں سچ بول رہی ہوں۔"

"دیکھو شی تارا' تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں تمہاری مخصوص بو پہچانتا ہوں اور ابھی یہ بو مجھے اس کے بدن سے مل رہی ہے۔ جسے پوجا کہا جا رہا ہے۔ ایک ہی بو رکھنے والے دو انسان نہیں ہوتے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے شکلیں الگ الگ بنائی ہیں اسی طرح بو الگ الگ رکھی ہے۔ اگر اتفاق سے دو ہم شکل ہوں تو ان دونوں کی بو ضرور مختلف ہوتی ہے۔"

اس نے پوجا کی زبان سے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں شی تارا ہوں؟"

"ہاں' تم پوجا کے روپ میں مجھ سے چھپ کر جا رہی ہو۔ مجھے تمہارے چھپ کر جانے پر اعتراض نہیں ہے۔ میں نے تو آج صبح ہی تمہیں اپنے کمرے سے الوداع کہہ دیا تھا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ہوٹل میں آؤ۔ میں تمہیں کمرے میں ملوں گی۔"

"یعنی تمہارے بدن کی بھی یہی بو ہو گی؟"

"ہاں۔ اگرچہ یہ ناقابلِ یقین بات ہے لیکن علم الابدان کے ماہر میرے تابعدار پاشا نے یہ کمال کر دکھایا ہے۔ میری بو پوجا میں منتقل کر دی ہے۔"

"اچھا۔ اب تمہارا گیم سمجھ میں آیا۔ تم نے پوجا کے بدن میں اپنی بو منتقل کرائی۔ اسے اپنی ہم شکل بنایا اور کل رات اسے میرے پاس بھیج دیا اور میں دھوکا کھا گیا۔ تمہیں شی تارا سمجھ کر ہیرے پوجا کے حوالے کیے۔ بعد میں تم نے وہ ہیرے پوجا سے لے لیے۔"

"پارس! میری یہی پلاننگ تھی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے دھوکا نہیں دیا۔ کل میں ہی تمہارے پاس تھی۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا تم نے گھر میں سجانے کے لیے یہ ڈمی بنائی تھی؟ بو تبدیل کرنے کے سلسلے میں پتا نہیں تم نے پاشا کے ساتھ کتنی محنت کی ہے۔ کتنی رقم خرچ کی ہے۔ کتنے ہفتے اور مہینے لگائے ہیں۔ اس کے بعد یہ کامیابی حاصل کی۔ اسے دبئی سے بمبئی کے ہوٹل میں میرے پاس پہنچایا۔ اور اب بھید کھلنے کے بعد انکار کر رہی ہو۔ کیا میں اتنا احمق ہوں کہ تمہارے فراڈ کو کھلے ثبوت کے باوجود نہیں سمجھوں گا۔"

"کبھی کبھی ٹھوس ثبوت بھی جھوٹ ثابت ہوتے ہیں۔ تم پوجا اور دائی ماں کے ساتھ ہوٹل میں آؤ۔ میں ثابت کر دوں گی کہ تم جو سمجھ رہے ہو' وہ غلط ہے اور جو نہیں سمجھ رہے ہو' وہی درست ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آ رہا ہوں۔"

وہ پوجا اور دائی ماں کے ساتھ کمرے میں آیا۔ اس کے ایک منٹ کے بعد ہی شی تارا آ گئی۔ پارس کبھی اسے اور کبھی پوجا کو دیکھنے لگا۔ دونوں کی صورتیں ایک تھیں اور بدن کی مہک بھی ایک ہی تھی۔ وہ بولی "میں کل سے تمہارے ساتھ والے کمرے میں ہوں۔ اب پوجا اور دائی ماں کو میرے کمرے میں جانے دو۔ پھر باتیں ہوں گی۔"

وہ دونوں چلی گئیں۔ شی تارا نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر پاس آ کر بولی "میں اپنی ڈمی کو اسی وقت کسی کے سامنے پیش کرتی ہوں' جب اس سے خطرہ ہوتا ہے یا اس شخص پر بھروسا نہیں ہوتا۔ میں تو کل بھی پورے بھروسے کے ساتھ اس کمرے میں تھی۔ اب بھی ہوں۔ سیدھی سی بات ہے کہ میں تمہارے پاس کسی ڈمی کو برداشت نہیں کر سکتی۔ کل میں نے یہی چاہا تھا لیکن میرے اندر کی عورت راضی نہ ہوئی اور میں تمہارے پاس چلی آئی۔"

پارس نے اسے اپنے بازوؤں میں چھپا لیا۔ وہ بولی "کتنے نرم ہو رہے تھے۔ اب کیسی محبت جتا رہے ہو۔ کیا فون کر کے بولوں کہ

کمرا نمبر چار سو بیس کے گرم مسافر کو ٹھنڈا کرنے کے لیے برف لے آؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "ٹھنڈا کرنے کے لیے تم ہی کافی ہو۔ بائی دی وے۔ میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی شبہ کرتا کہ تم نے ڈی کے ذریعے فراڈ کیا ہے۔"

"میں تمہارے خلاف بہت سوچتی ہوں لیکن تمہارے خلاف کچھ کرنے سے پہلے ہی محبت سے ہار جاتی ہوں۔"

"ہاں' تمہاری محبت دیکھ رہا ہوں۔ آج صبح مجھے چھوڑ کر جاری تھیں اور شام ہوتے ہوتے واپس آگئی ہو۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا۔ پھر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

ایک غراہٹ سنائی دی۔ "ریسیور شی تارا کو دو۔"

پارس نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا "کوئی جانور کی طرح غراتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ ریسیور تمہیں دوں۔"

وہ ریسیور لے کر بولی "ہیلو' کون ہے؟"

"تمہارا باپ' جسے تم نے غلام بنایا تھا' اب آزاد ہو گیا ہے۔"

"پاشا! کیا تمہاری شامت آئی ہے؟"

یہ کہتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچی پھر واپس آگئی۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ وہ حیرانی سے بولی "مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ تم میرے خلاف کیسے ہو گئے؟"

"مجھے پچھلی رات ہی نجات مل گئی تھی۔ صبح بیدار ہونے کے بعد میں وقفے وقفے سے تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔ ایک بار معلوم ہوا کہ تم ہوٹل تاج محل میں ہو۔ ابھی تم کہہ رہی تھیں کہ کمرا نمبر چار سو بیس میں اس کے لیے برف منگائی جائے۔ اس طرح میں تم سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔"

"میری گرفت سے آزاد ہونے کے بعد کیا چاہتے ہو۔ دوستی یا دشمنی؟"

"یہ تمہاری صوابدید پر ہے۔ دوستی چاہتی ہو تو پوجا کو میرے حوالے کردو۔"

"میری پابندیوں میں رہو گے تو تمہیں پوجا ملے گی۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں تمہاری پابندیوں پر۔ آج سے میں آزاد شیر ہوں۔ تمہاری کوٹھی میں بیٹھا ہوا ہوں۔ یہاں آؤ۔ تمہارے ساتھ تمہاری بڈھی دائی ماں کو بھی زندہ گاڑ دوں گا۔"

شی تارا نے ریسیور رکھ دیا۔ پارس نے پوچھا "پاشا کیا کہہ رہا ہے؟"

"وہ پاگل کا بچہ میری گرفت سے نکل گیا ہے۔ وہاں میرا انتظار کررہا ہے۔ مار ڈالنے کی دھمکی دے رہا ہے۔"

پارس ہنسنے لگا۔ وہ بولی "تم ہنس رہے ہو؟ میری جو تشویدیا کہتی تھی کہ یہ دو چشمی ہیرے میرے پاس رہیں گے تو تمام نحوستیں ٹل جائیں گی۔ ناکامیاں' کامیابیوں میں بدل جائیں گی۔ مگر یہ ہیرے ملتے ہی وہ ہاتھی زنجیر توڑ کر نکل گیا ہے۔"

"پاشا کو آج نہیں تو کل آزاد ہونا ہی تھا کیونکہ اس کی غیر معمولی دماغی توانائی کام آئی ہوگی۔"

"کچھ بھی ہو۔ وہ ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ کیا یہ میرا نقصان نہیں ہے؟"

"نہیں۔ اس پہلو سے سوچو کہ دو چشمی ہیروں نے تمہیں دلی واپس نہیں جانے دیا۔ اگر چلی جاتیں تو وہ ہاتھی تم ماں بیٹی کو روچ کر مار ڈالتا۔"

"ہاں' اس پہلو سے یہ ہیرے میرے لیے اچھے رہے۔"

"پھر یہ سوچو کہ پاشا گیا۔ مگر پارس سے دوستی مضبوط ہوئی۔ یہ خوش بختی ہے یا بد بختی؟"

"خوش بختی۔ مگر پارس! دہلی کی وہ کوٹھی میرے لیے اہم ہے۔ میں اس ہاتھی کو کیسے بھگا دوں؟"

پارس نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ اپنی غیر معمولی سماعت کے ذریعے ابھی ہماری باتیں سن رہا ہے۔ اسے بھگانے کے لیے نہ طاقت کی ضرورت ہے' نہ کسی صلاحیت کی بس ذرا عقل کی ضرورت ہے۔"

"کیا تم اسے بھگا دو گے؟"

"ہاں کل شام چھ بجے تک وہ کوٹھی چھوڑ کر چلا جائے گا۔"

"معلوم تو ہو کہ خود بخود کیسے جائے گا؟"

"بھئی' میں ابھی اپنی ایک ماں کو فون کرتا ہوں۔ وہ پیرس میں ہے اور اس کا نام مریم ہے۔ بیچاری اپنے شوہر کو ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔ میں بتا دیتا ہوں گا تو وہ اس کوٹھی میں کل تک پہنچ جائے گی۔"

اس نے شی تارا کو آنکھ مار کر چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ دس منٹ کے اندر ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے کہا "یہ پاشا ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "کون؟ کیا تم ہو پاشا بھائی؟"

وہ گرجتے ہوئے بولا "میں تمہارا بھائی نہیں ہوں۔ سامنے آؤ۔ تمہارا منہ توڑ دوں گا۔ خبردار! مریم کو میرا پتا نہ بتانا اور تم کیا؟ تمہارے فرشتے بھی میرا نام و نشان نہیں پائیں گے۔ میں جارہا ہوں۔ وہ آئے گی تو بھٹکتی رہے گی۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ شی تارا پارس کے اندر رہ کر سن رہی تھی۔ ہنستی ہوئی بولی "تم کمال کے آدمی ہو۔ تمہارے سامنے لاٹانی ہو یا پاشا' کسی کو بھی خون خرابے کے بغیر میدان چھوڑنے پر مجبور کردیتے ہو۔"

"تم بھی تو کمال کرتی ہو۔ میرے سامنے آکر مجھ سے ملتی بھی ہو اور چھپتی بھی ہو۔"

"میں تو نہیں چھپ رہی ہوں۔"

"تو پھر شی تارا کی اصلی صورت دکھاؤ۔ اصلی آواز اور لہجہ سناؤ۔"

وہ مسکراتی ہوئی سوئچ بورڈ کے پاس گئی۔ پھر بٹن دبا کر کمرے کی تاریکی پھیلا دی۔ اشاروں کی زبان سے سمجھا دیا کہ اصلیت اندھیرے میں چھپی رہتی ہے اور چھپی رہا کرے گی۔

○☆○

ایک آسمان کے نیچے کئی دشمن رہتے ہیں۔ ایک چھت کے نیچے دو دشمن نہیں رہ سکتے۔ لیکن میں نے گاڈمدر ٹریسا اور جے پر گولا کو ایک ہی چھت کے نیچے رہنے پر مجبور کردیا تھا۔

پچھلے باب میں بیان کرچکا ہوں کہ جے پر گولا نے گاڈمدر اور ان کے بیٹے بیٹیوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کی کوشش کی تھی اور اس کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پھر میں نے پر گولا کو دشمنی کرکے بازی پلٹ دی تھی۔

جب وہ زخمی ہوا اور گاڈمدر کا پلڑا بھاری ہوا تو اس نے اور ان کے بیٹے بیٹیوں نے پر گولا کو جان سے مار ڈالنے کی کوششیں کیں۔ اس پر ریوالور سے چھ گولیاں چلائیں لیکن میں ان کے اندر خانہ بکاتا رہا۔ تب ان کی سمجھ میں آیا کہ پر گولا کی طرح وہ بھی بے مار ہیں۔ اپنی انتقامی خواہش کے باوجود نہ پر گولا کو ہلاک کرسکیں نہ پر گولا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے گاڈمدر اور اس کی بیٹی کو نقصان پہنچا سکیں گے۔

اب ان کی پوزیشن یہ تھی کہ وہ جس چھت کے نیچے اور چار دیواری کے اندر تھے۔ اس سے باہر نہیں جاسکتے تھے۔ وہاں کی پولیس اور یہودی تنظیم کے برادرز کو ان کی تلاش تھی۔ وہ اپنا اپنا حلیہ بدل کر اس مکان سے نکل سکتے تھے لیکن پر گولا زخمی تھا۔ باہر جانے کے قابل نہیں تھا۔ گاڈمدر کی بیٹی میکسی ڈاکٹر تھی۔ میں نے کہہ دیا تھا کہ وہ پر گولا کے زخم کا علاج کرے گی۔ اگر علاج کرنے سے انکار کرے گی یا علاج کے بہانے اس کے زخم کو ناسور بنائے گی تو میں ان سب کو زخمی کرکے اس مکان کو اسپتال بنا دوں گا۔

ان حالات میں بدترین دشمنی رکھنے والی دو پارٹیاں ایک چھت کے نیچے رہنے پر مجبور ہو گئی تھیں۔ پر گولا یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ میں کون ہوں؟ دشمنی بھی کر رہا ہوں' دوستی بھی کر رہا ہوں۔ دشمنی یہ کہ فرار ہونے کے دوران اسے کار سمیت جھیل میں ڈبو دیا۔ پھر کنارے لگنے کے بعد اس بری طرح پٹائی کی کہ صرف جان سے مارنا باقی رہ گیا تھا۔ ایسے میں یہ دوستانہ ادا دکھائی کہ اسے زندہ چھوڑ کر چلا گیا۔

پھر اس مکان میں آکر یہ دشمنی کی کہ ایک گولی مار کر اسے زخمی کردیا۔ اور دوستی یہ کرتا رہا کہ گاڈمدر اور اس کے بیٹے بیٹیوں کو خونخوار دشمنی سے اسے بچاتا رہا۔ وہ حیران اور پریشان تھا۔ مجھ سے خوفزدہ تھا اور میرا شکر گزار بھی تھا۔

گاڈمدر ٹریسا' وان لوئن' مامیلا اور میکسی کو ایک بار میں نے یہودی تنظیم کے چنگل سے نکالا لیکن اس گاڈمدر نے ہمیں دھوکا دیا۔ ہم پر حاوی ہونے کے لیے پر گولا کا سہارا لیا۔ پھر پر گولا کے چنگل میں پھنس گئی۔ میں نے ایک بار پھر اسے اور اس کے بیٹے بیٹیوں کو مصیبت سے نجات دلائی۔ پر گولا کی گرفت سے آزاد کیا۔ نتیجہ پھر وہی سامنے آیا۔ گاڈمدر پھر میری مرضی کے خلاف پر گولا کو جان سے مار ڈالنے پر تل گئی۔ آخر میں نے اسی پر گولا کے ساتھ اسے ایک چھت کے نیچے رہنے پر مجبور کردیا۔

میکسی مجبور ہو کر اپنی فیملی کے جانی دشمن پر گولا کی مرہم پٹی کرنے اور دوائیں کھلانے لگی۔ وہ ایک بار انکار کرکے دیکھ چکی تھی۔ میں نے اس کے بھائی وان لوئن کو دیوار سے سر ٹکرانے پر مجبور کردیا تھا۔

وہ ایک رات انہوں نے بڑی بے چینی سے گزاری۔ گاڈمدر نے اب تک کسی سے کمتر ہو کر زندگی نہیں گزاری تھی لیکن میرے آگے بے بس ہو گئی تھی۔ اس نے اپنے بیٹے وان لوئن اور بیٹی مامیلا اور میکسی سے کہا "میں زندگی میں پہلی بار اتنی بے بس اور مجبور ہو گئی ہوں۔ وہ شخص ہمیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجبور کررہا ہے۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے لیکن ٹیلی پیتھی کی کاٹ کرنے کے لیے ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کا علم نہیں ہے۔"

میکسی نے کہا "ہمارے پاس یہ علم تھا۔ ہماری چھوٹی بہن انا نے جسے بھائی جان یا پاپا بنایا ہے۔ وہ ہمارے کام آرہا تھا۔ اگر ہم اس کی مرضی کے خلاف کام نہ کرتے تو وہ ہمیں اس طرح بے بس اور مجبور بنا کر ہرگز نہ جاتا۔"

گاڈمدر نے کہا "اگر ہم اس کی مرضی کے مطابق عمل کرتے تب بھی اس کے آگے مجبور رہتے۔ پہلے بھی ہمارے دماغ اس کی مٹھی میں تھے۔ اب بھی اس کے قبضے میں ہیں۔"

وان لوئن نے کہا "ممی! اب یہ ہمارے مقدر میں لکھا جاچکا ہے کہ ہمارے دماغ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا کسی ہپناٹائز کرنے والے کے زیر اثر رہیں گے۔"

میکسی نے کہا "ہم انا کے بھائی جان کی ٹیلی پیتھی سے نجات حاصل کرنے کے لیے کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پاس جائیں گے تو وہ ہمیں اس سے نجات ضرور دلائے گا لیکن ہمیں اپنا اسیر بنا لے گا۔"

مامیلا نے کہا "یہ ٹیلی پیتھی کی بلا ہم سے چمٹ گئی ہے۔ اب دماغی آزادی ممکن نظر نہیں آرہی ہے۔"

وان لوئن نے کہا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں کیا کیا جائے؟ کیا ہم اس بھائی جان کے غلام بنے رہیں؟"

گاڈمدر نے کہا "ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم اپنے وطن الٹی واپس چلے جائیں یا پھر کسی بڑی طاقت سے گٹھ جوڑ کریں۔ گٹھ جوڑ کرنے کے لیے ہماری اہمیت دو طرح سے ہوگی۔ ایک تو ہم عکس منتقل کرنے کی تکنیک سے واقف ہیں۔ دوسرے وہ غیر معمولی قوتیں حاصل کرنے کے فارمولے ہمارے پاس ہیں۔"

"ممی! کوئی بڑی طاقت ہمارے دماغوں سے بھائی جان کی ٹیلی پیتھی مٹائے گی اور ہمارے چور خیالات پڑھے گی تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ وہ کروڑوں ڈالرز کے سونے اور ہیرے جواہرات کس مکان کی دہری چھت میں چھپا کر رکھے گئے ہیں۔"

"ہاں' خزانے کا یہ راز اس پارٹی کو ضرور معلوم ہوگا' جو ہم سے گٹھ جوڑ کرے گی۔ ہم بہت نقصان میں رہیں گے۔ اوہ گاڈ! کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔"

دوسرے دن پرگولا نے گاڈمدر سے کہا "بہت پریشان نظر آتی ہو۔ بولو میں تمہاری کوئی خدمت کرسکتا ہوں۔"

"میں تیرے جیسے شیطان پر تھوکتی ہوں۔"

"ایک بار مجھ پر تھوک کر دیکھ چکی ہو۔ نتیجے میں یہ غلامی اور ذلتیں مل رہی ہیں۔ میں نے تم لوگوں پر عمل کیا تھا' کیا برا کیا تھا؟ یہی اب کوئی دوسرا کررہا ہے۔"

"تو میری جوان بیٹیوں کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ اب بھی غلامی سہی مگر عزتیں تو محفوظ ہیں۔"

"آزادی حاصل کرنے کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اگر تو اپنی ایک بیٹی مجھ پر قربان کردے تو میں تم سب کو ٹیلی پیتھی کے سحر سے آزاد کرادوں گا۔"

"خبردار! میری کسی بیٹی کا نام زبان پر نہ لانا۔ ورنہ میں اس شخص کو بلاؤں گی' جو ہمارے دماغوں پر حکمرانی کررہا ہے۔"

"اسے بلانے کے لیے ٹیلی فون کی ضرورت ہے اور کل رات وہ فون ٹوٹ پھوٹ کر ناکارہ ہوگیا ہے۔ اس مہربان دشمن کو میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی بلا سکتے ہیں۔"

"تم اسے مہربان دشمن کہہ رہے ہو۔ کیا اس کا نام نہیں جانتے؟"

"تم اسے انا کا بھائی جان کہتی ہو۔ یہ انا کون ہے اور بھائی جان کا مطلب کیا ہوا؟"

"انا میری سب سے چھوٹی بیٹی کا نام ہے۔ وہ ایک مسلمان نوجوان عادل کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔ اسی عادل کا بھائی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"پھر تو وہ مسلمان فیملی ہے۔ میری معلومات کے مطابق ٹیلی پیتھی کا علم ایک ہی مسلمان فیملی جانتی ہے اور وہ ہے فرہاد علی تیمور کی فیملی۔"

گاڈمدر اور وان لوئن نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر گاڈمدر نے کہا "جب ہم نے اٹلی میں عکس منتقل کرنے کا مظاہرہ کیا تھا اور میں عکس بن کر ایک پولیس افسر کو قتل کرنے گئی تھی تو پہلی بار ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرا راستہ روکا گیا تھا اور میں اس افسر کو قتل کرنے میں ناکام رہی تھی۔ اس سلسلے میں بھی ہم نے فرہاد کا نام سنا تھا۔"

وان لوئن نے کہا "ممی! شاید اس فیملی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اٹلی ہی سے ہمارا پیچھا کرتے رہے ہیں۔"

پرگولا نے کہا "تم ماں بیٹے کی باتوں سے ثابت ہورہا ہے کہ ہم فرہاد کے قیدی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو سمجھ لو' قبر میں جانے تک رہائی نہیں ملے گی۔ اسے دوست ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ اور دشمن ٹیلی پیتھی کے شیطانوں کا شیطان کہتے ہیں۔ دعا کرو' ہمارے دماغوں میں شیطان آجائے مگر فرہاد نہ آئے۔"

"تم ہمیں اور زیادہ گھبراہٹ میں مبتلا کررہے ہو۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر وان لوئن کے ساتھ اپنے بیڈروم میں آئی۔ پھر بولی "بیٹے! اگر فرہاد ہمارے اندر آتا جاتا ہے تو ہم نے اسے ناراض کرکے اپنی مصیبتوں میں اضافہ کیا ہے۔"

"ممی! مصیبتیں واقعی بڑھتی جارہی ہیں۔ وہ فرہاد کل رات سے ہمارے پاس نہیں آیا ہے۔"

"اسے بلایا جاسکتا ہے۔ اس ٹوٹے ہوئے فون کی مرمت کرو یا باہر جاکر انا سے رابطہ کرو۔"

"ممی! وہ تین بار ہمیں معاف کرچکا ہے۔ اب اس سے کوئی امید نہ رکھیں۔"

"انا تمہیں دل و جان سے چاہتی ہے۔ اس کی محبت سے فائدہ اٹھاؤ۔ تم ایک بار فون پر آہ وبکا کروگے تو وہ تڑپ جائے گی۔"

وان لوئن نے بہن سے کہا "میکسی! تمہارے پاس انا کا فون نمبر ہے۔ مجھے بتاؤ۔"

میکسی نے اپنی اٹیچی سے ڈائری نکالی۔ اسے کھول کر دیکھا تو وہ صفحہ پھٹا ہوا تھا' جس پر فون نمبر لکھا ہوا تھا۔ میں نے ان کی لاعلمی میں مامیلا کے ذریعے وہ ورق پھاڑ کر ضائع کرادیا تھا تاکہ وہ مجھ سے معافی مانگنے کے لیے بار بار انا کے معصوم جذبات سے نہ کھیلیں۔ وہ نمبر ان کے دماغوں سے بھی مٹایا جاچکا تھا۔ گاڈمدر ٹریسا سرپکڑ کر رہ گئی۔

پرگولا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مشورے کررہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ "میرا زخم دو چار روز میں بھر جائے گا اب بھی ایسی کوئی خاص تکلیف نہیں ہے۔ یہ میکسی اچھا علاج کررہی ہے اور ہے بھی بہت اچھی۔ کوئی ایسی تدبیر کرو کہ یہ پورا خاندان ہمارے اثر میں آجائے۔"

"باس! بغاوت والی بات نہ کرو۔ وہ فرہاد سن رہا ہوگا۔"

"اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہم اس کے خوف سے آزادی حاصل کرنے کا منصوبہ نہ بنائیں۔ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

جیری نے کہا "میں اور تھرہال کوشش کررہے ہیں۔ میں ابھی میکسی کے پاس جارہا ہوں۔"

گاڈمدر کی فیملی میں ایک میکسی ایسی تھی' جو کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اثر میں نہیں تھی۔ جیری اس کے پاس آیا تو اس نے سانس روک لی۔ جیری نے چند سیکنڈ کے بعد آکر کہا "پلیز' میری ایک بات سن لو۔"

مگر وہ خیال خوانی کرنے والوں سے خوفزدہ تھی۔ اس نے جیری سے بات نہیں کی۔ وہ دماغ کو چھوتے ہی سانس روک لیتی تھی۔ جیری نے پرگولا کے دماغ میں رہ کر میری آواز سنی تھی۔ وہ میری آواز اور لہجہ اختیار کرکے مامیلا کے اندر پہنچا۔ اس نے محسوس نہیں کیا۔ وہ اس کے اندر رہ کر اُس کی سوچ میں کہنے لگا۔ "کاش ایسا ہو تاکہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے میری دوستی ہوجاتی اور وہ میرے عشق میں گرفتار ہوکے ہمیں اس مصیبت سے نجات دلاتا۔"

جیری اسی قسم کے خیالات مامیلا کے اندر پکانے لگا۔ ادھر تھرہال نے میری آواز اور لہجہ اختیار کیا۔ پھر وان لوئن کے اندر آکر بولا "ہیلو' کیا بہت پریشان ہو؟"

وان لوئن نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں اب تک ایک خاموش تماشائی تھا۔ کبھی فرہاد کو اور کبھی پرگولا کے خیال خوانی کرنے والوں کو تم سب کے دماغوں میں آتے جاتے دیکھ رہا تھا۔ بڑا دلچسپ تماشا ہورہا ہے۔"

"کیا تمہارا فرہاد اور پرگولا سے کوئی تعلق نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں۔ کل میں نے اتفاق سے میکسی کو دیکھا۔ وہ مجھے اتنی اچھی لگی کہ اس سے دوستی کی خواہش ہوئی لیکن وہ سانس روک لیتی ہے۔ پھر میں نے اس کے ذریعے تم لوگوں کو دیکھا اور تم سب کے دماغوں میں آیا تو مجھے آسانی سے جگہ مل گئی۔"

"اگر تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے تو پلیز ہماری مدد کرو۔"

"میں میکسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ مجھے پسند کرے گی تو میں تم سب کو ٹیلی پیتھی کی دلدل سے نکال دوں گا۔"

وان لوئن نے اپنی ماں سے کہا "ممی! ہمیں ایک غیبی امداد مل رہی ہے۔ ایک خیال خوانی کرنے والا میکسی پر عاشق ہوگیا ہے۔ وہ کہتا ہے اگر وہ شادی کرنے پر راضی ہوجائے تو ہم سب کو اس عذاب سے نکال دے گا۔"

گاڈمدر نے کہا "اس سے کہو' میرے پاس آئے۔"

تھرہال نے اس کے پاس آکر یہی باتیں کیں۔ وہ بولی "ہم کیسے یقین کریں کہ تم ہمارے ساتھ مخلص ہو؟ یہ دشمنوں کی کوئی چال ہوسکتی ہے۔"

"یقین تو کرنا ہوگا۔ ان حالات میں کسی نہ کسی پر بھروسا تو کرنا ہی پڑے گا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ میں نے ان سب کو ایک چھت کے نیچے بچھڑتے وقت یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ وہ سب آزادی اور خودمختاری کے لیے طرح طرح کی چالیں چلیں گے اور میری آواز اور لہجے سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیں گے۔ میں نے جو سوچا تھا۔ تقریباً وہی ہورہا تھا۔

گاڈمدر نے میری مرضی کے مطابق کہا "اگر تم ہمارے بننا چاہتے ہو تو پرگولا کو موت کے گھاٹ اتار دو۔"

تھرہال نے کہا "یہ بھی ہوجائے گا۔ اگر میکسی میری تابعدار بن جائے گی تو میں پرگولا کو یہیں ختم کردوں گا۔"

ان میں یہ بحث شروع ہوگئی کہ پہلے میکسی تھرہال کی ہوگی یا پہلے پرگولا مارا جائے گا۔

جیری اور تھرہال' جب پرگولا کے معمول اور تابعدار تھے۔ یعنی پرگولا نے ان پر تنویمی عمل کرکے انہیں اپنا تابعدار بنایا تھا۔ تنویمی عمل کے لیے آواز اور لہجہ اہم ہوتا ہے۔ میرے لیے پرگولا کی آواز اور لہجہ اختیار کرنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ پھر بھی میں نے پرگولا کے اندر رہ کر جیری اور تھرہال کی آواز اور لہجے کو سنا تھا۔

وہ دونوں خوش تھے کہ میرا لہجہ اختیار کرکے وان لوئن اور گاڈمدر کے دماغوں میں جارہے تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی خوش فہمی کے پیچھے میں کیا کرتا پھر رہا ہوں۔ میں نے سلمان کو پرگولا کی آواز سنائی تھی۔ پچھلی رات جب تھرہال اور جیری گہری نیند میں تھے۔ تب ہم نے ان کے شیطانی باس کا انداز اپنایا اور ان کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گئے تھے۔

اس کے بعد انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنانے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی۔ ہم نے ان کے دماغوں سے پرگولا کی آواز' لہجہ اور دوسرے جادوئی اثرات کو مٹا دیا۔ اپنی آوازوں اور لہجوں کو مستحکم کردیا اور حکم دیا کہ وہ عارضی طور پر پرگولا کو اپنا باس سمجھتے رہیں لیکن جب ہم حکم دیں تو اس کی تابعداری سے باز آجائیں۔

یہی وجہ تھی کہ جب گاڈمدر نے تھرہال سے کہا کہ وہ پرگولا کو ختم کردے تو تھرہال نے ایک تابعدار کی طرح پرگولا کے لیے کوئی لگاؤ محسوس نہیں کیا۔ اس نے یہ شرط رکھی کہ پہلے میکسی اس کی تابعدار بن جائے۔

مجھے اس حقیقت کا بخوبی اندازہ تھا کہ گاڈمدر جب ہر طرف سے جکڑی جائے گی اور نجات کا کوئی راستہ نہیں دیکھے گی تو ہم مسلمانوں پر یہودیوں کو ترجیح دے گی اور خفیہ یہودی تنظیم سے جاملے گی۔ میں چاہتا تھا یہودی تنظیم کے خلاف مافیا تنظیم کا ایک نیا محاذ قائم ہو اور اس محاذ کو مضبوط بنانے کے لیے جیری اور تھرہال مافیا میں شامل ہوجائیں۔

بہرحال تھرہال اور گاڈمدر کی بحث جاری تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ہم سے دوستی کا یقین دلانے کے لیے پرگولا کو ختم کردو۔ پھر میکسی تمہاری ہوگی۔"

تھرہال نے کہا "مادام ٹریسا! میں تمہارے مزاج کو خوب سمجھتا ہوں اور کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم اس کی نہیں ہوتیں' جس سے کروڑوں کا خزانہ حاصل ہوتا ہے۔"

اس نے پوچھا "کیا تم عادل کو جانتے ہو؟"

"میں ایسے تمام لوگوں کو جانتا ہوں جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ تم اپنی بات کرو۔ تمہارے سلسلے میں صاف

بات یہی ہے کہ تم قابلِ اعتماد نہیں ہو۔"

"مسٹر! تم میری انسلٹ کررہے ہو۔"

"عقل سے کام نہیں لوگی تو دشمن اس سے زیادہ انسلٹ کریں گے۔ تمہیں نجات حاصل کرنے کے لیے اپنا مزاج اور رویّہ بدلنا ہوگا۔ تم مجھے داماد بنا کر اپنی مافیا تنظیم کو مستحکم کرسکتی ہو۔"

وہ اپنے بیٹے سے اس سلسلے میں باتیں کرنے لگی۔ بیٹے نے کہا۔ "ممی! ہم پہلے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمنی مول لے کر اتنی مصیبتیں اور ذلتیں اٹھا رہے ہیں۔ آپ اپنے رویّے میں لچک پیدا کریں۔"

تھرہال نے کہا "وان لوئن! تم سمجھ دار ہو۔ نئے زمانے کے مطابق نیا ذہن رکھتے ہو۔ اپنی ماں کو سمجھاؤ، مجھ سے دوستی کرو۔ تم فائدے میں رہو گے۔ میرا ایک اور ساتھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہ بھی تم سے دوستی اور رشتے داری چاہتا ہے۔"

وان لوئن اپنی ماں اور بہنوں سے بولا "ہم نئے ساتھیوں پر بھروسا کرکے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی قوتیں حاصل کرسکتے ہیں۔ ہمیں موجودہ حالات میں ان پر اعتماد کرنا ہی ہوگا۔"

ماسیلا نے کہا "میرے دماغ میں بھی یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارا دوست ہو۔ میں بھی یہی چاہوں گی کہ ان سے دوستی کی جائے۔"

میکسی نے کہا "تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ ہم ان پر بھروسا کریں گے تو انہیں بھی خود کو بھروسے کے قابل بنانا ہوگا۔ وہ ہماری دو شرائط پوری کریں۔ پھر دوستی ہوجائے گی۔"

تھرہال نے کہا "صرف دوستی نہیں، رشتے داری بھی۔"

وہ بولی "مجھے اپنے جیون ساتھی کے انتخاب کا حق ہے۔ لہٰذا پہلے میں تمہیں دیکھوں گی۔ تمہیں سمجھوں گی۔ پھر فیصلہ سناؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنی دو شرائط سناؤ۔"

"پہلی شرط یہ ہے کہ ہمارے سامنے آؤ اور ہمارے ساتھ رہو۔"

"ہم کل دن کے بارہ بجے تک تمہارے سامنے ہوں گے۔ دوسری شرط کیا ہے؟"

"یہ کہ پرگولا کو ختم کردو اور اگر ہماری شادی کے بعد ختم کرنا چاہتے ہو تو اسے کم از کم نقصان پہنچاؤ۔ اسے سزا دو اور یہاں سے بھاگنے پر مجبور کرو۔"

"وہ یہاں سے جائے گا تو پولیس والوں کو تمہارے پیچھے لگا دے گا۔ پہلے بھیس اور اپنی شناخت بدلو۔ یہ مکان چھوڑ کر دوسری جگہ رہائش اختیار کرو۔"

گاڈمدر نے کہا "تم درست کہتے ہو۔ ہم یہاں محفوظ نہیں ہیں لیکن مکان چھوڑنے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور ہمارے دماغوں میں آتا رہے گا۔"

"وہ اب کبھی نہیں آئے گا۔ میں نے اور میرے ساتھی نے پچھلی رات تم سب کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔ آئندہ کوئی تمہیں پریشان نہیں کرے گا۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو۔ کیا واقعی ہمارے دماغوں کو لاک کیا گیا ہے؟"

"ہاں، خود ہی سوچو کل رات سے اب تک بیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ فرہاد کیوں نہیں آیا۔ اس لیے کہ اُس کا راستہ بند ہوچکا ہے۔"

وہ سب خوش ہوکر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ میکسی نے کہا۔ "لیکن دماغوں کو لاک کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم دونوں نے ہم پر تنویمی عمل کیا ہے اور ہمیں تابعدار بنایا ہے۔"

تھرہال نے کہا "اگر تابعدار بنایا ہوتا تو تمہاری ماں اور بھائی سے تمہارا رشتہ نہ مانگتا۔ تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر تمہیں اپنے پاس آنے پر مجبور کردیتا۔"

میکسی نے قائل ہوکر کہا "میں مانتی ہوں۔ تم دوستی کے صحیح طریقوں پر عمل کررہے ہو۔ ابھی ہم میک اَپ کے ذریعے حلیے بدل لیں گے۔ یہ مکان بھی چھوڑ دیں گے لیکن ہمارے اطمینان کے لیے پرگولا کو تھوڑی سی سزا دو۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کے کمرے میں چلو۔ میں وان لوئن کے ذریعے اس سے باتیں کروں گا تاکہ تم سنتی رہو۔"

وہ سب اس کمرے سے اٹھ کر پرگولا کے کمرے میں آئے۔ وہ بولا "خیریت تو ہے۔ پوری فیملی آئی ہے۔"

گاڈمدر نے کہا "تمہارے لیے ایک بری خبر ہے اور وہ یہ کہ ہم نے فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی سے نجات حاصل کرلی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیوں مذاق کررہی ہو؟"

یہ کہتے ہی وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کراہنے لگا۔ تھرہال نے کہا "پرگولا! کیا حال ہے؟ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے تابعداروں کو آواز دو۔"

پرگولا نے سر کی تکلیف برداشت کرتے ہوئے حیرانی سے وان لوئن کو دیکھا۔ پھر کہا "تم تم تھرہال کی آواز میں بول رہے ہو۔ کیا تم تھرہال ہو؟"

اس بار جیری نے وان لوئن کے ذریعے کہا۔ "ہاں، وہ تم نے تھرہال کی آواز سنی تھی۔ یہ جیری کی آواز ہے۔ ہمارے دماغوں پر سے تمہارا جادو ختم ہوچکا ہے۔"

"کیا بکواس کرتے ہو؟ کیا اپنے آقا پرگولا سے بغاوت کررہے ہو؟"

"کیا اب بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا؟ چلو اپنے منہ پر تھپڑ اور سر پر گھونسے مارو۔"

پرگولا نے محسوس کیا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے اور بے اختیار اپنے منہ پر طمانچے اور گھونسے مار رہا ہے۔ گاڈمدر، وان لوئن، ماسیلا اور میکسی قہقہے لگا رہے تھے۔ ان سب کو ایک نئی زندگی مل رہی تھی۔ وان لوئن نے آگے بڑھ کر اُس کے منہ پر ایک گھونسا مارا۔ پھر کہا "یہ گھونسا اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم آزاد ہوگئے ہیں اور آئندہ ہم پر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا حکومت نہیں کرسکے گا۔"

ماسیلا نے اپنا سینڈل اتار کر کہا "تو نے مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے میری عزت کو خاک میں ملانا چاہا تھا۔"

وہ اسے سینڈل سے مارنے لگی۔ وہ سر جھکائے مار کھاتا رہا۔ بیٹی اور تھرہال اسے ہٹنے نہیں دے رہے تھے۔ ماسیلا اسے مارتے مارتے تھک گئی۔ پھر پیچھے ہٹ گئی۔ پرگولا غصے سے کانپتے ہوئے کہہ رہا تھا "میں تم سب کو نہیں چھوڑوں گا۔ میرے ساتھ جو کررہے ہو۔ اس سے زیادہ برا سلوک کروں گا۔ تم سب کو ننگا کرکے شاہراہوں پر دوڑاؤں گا۔"

وہ غصے کی شدت سے مزید گرجنا چاہتا تھا لیکن جیری نے اس کا منہ بند کردیا۔ گاڈمدر کی فیملی دوسرے کمرے میں آگئی۔ وہ سب میک اَپ کا سامان لے کر ہر کمرے کے آئینے کے سامنے بیٹھ گئے اور نئی زندگی کے لیے نیا روپ اختیار کرنے لگے۔

پرگولا کا غصہ کچھ کم ہوا تو اسے اپنی بدبختی اور برے حالات کا احساس ہوا۔ اس نے سوچ کے ذریعے آواز دی۔ "جیری! تھرہال! میرے وفادارو! کیا میں کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں؟"

جیری نے کہا "اتنے جوتے کھانے کے بعد بھی یقین نہیں آرہا ہے۔ ہمیشہ احساسِ برتری میں رہنے والے کو بعض حالات میں اپنی کمتری کا احساس نہیں ہوتا۔"

تھرہال نے کہا "پرگولا! ابھی اور جوتے کھاؤ گے۔ تم نے ہمیں بدترین غلام بنا کر رکھا تھا۔"

"یہ تو سوچو۔ غلام بنا کر دشمنوں سے محفوظ رکھا تھا۔ آخر تم دونوں میری گرفت سے کیسے نکل گئے؟"

"اس کا سیدھا سا جواب ہے کہ یہ ہماری خوش نصیبی اور تمہاری بدنصیبی ہے۔"

جیری نے کہا "تم حسین دوشیزاؤں کو دیکھ کر للچاتے ہو۔ ماسیلا اور میکسی پر بھی تمہاری نیت خراب تھی۔"

"میں ان دونوں حسیناؤں کو تمہارے حوالے کردوں گا۔ میرے پاس آجاؤ۔"

"تم سے بغاوت کرنے کے صلے میں وہ خود ہی ہمیں حاصل ہورہی ہیں، ہم ان سے شادی کرنے والے ہیں۔"

"میں تم دونوں کو جہنم میں پہنچادوں گا۔"

"میکسی اور ماسیلا کی شرط یہی ہے کہ ہم شادی سے پہلے تمہیں جہنم میں پہنچادیں۔"

"کیا؟ یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا مجھے قتل کروگے؟"

"ہم کرنا نہیں چاہتے۔ مگر نہیں کریں گے تو شادی نہیں ہوگی۔"

"تو پھر کرو شادی اور کرو مجھے قتل۔ دیر کس بات کی ہے؟"

"وہ بات یہ ہے کہ ہم تمہاری طرح حرام زادے شیطان نہیں ہیں۔ مارنے سے پہلے سوچ رہے ہیں تمہارے ساتھ بہت عرصہ رہ چکے ہیں۔ لحاظ مروّت بھی کوئی چیز ہے۔"

تھرہال نے کہا "ہم تمہیں بچاؤ کا ایک موقع دیں گے۔ ایسا کرو کہ یہاں سے بھاگو۔ ایسی پناہ گاہ تلاش کرو، جہاں ہم تمہاری موت بن کر نہ آسکیں۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو؟ میں اپنی قبر کھود کر چھپوں گا تو وہاں بھی تم دونوں آجاؤ گے۔"

"کسی تالے چابی والے کے پاس جاؤ اور اپنے دماغ کو مقفل کراؤ۔ اسی میں تمہاری سلامتی ہے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "میں زخمی ہوں۔ پھر بھی کوشش کروں گا کہ کسی پیناٹائز کرنے یا خیال خوانی کرنے والے تک پہنچ جاؤں۔"

"گاڈمدر کی فیملی بھیس بدلنے میں مصروف ہے۔ وہ لوگ بھی یہ جگہ چھوڑ کر جارہے ہیں۔ تم اس طرح جاؤ کہ انہیں خبر نہ ہو۔"

اس نے اپنا مختصر سا سامان ایک تھیلے میں رکھا۔ پھر لنگڑاتے ہوئے مکان کے پچھلے حصے سے جانے لگا۔ گاڈمدر، وان لوئن، ماسیلا اور میکسی دو گھنٹے تک میک اَپ کرنے اور اپنا ضروری سامان پیک کرنے میں مصروف رہے۔ وان لوئن نے کہا "میں پرگولا کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کرکے آتا ہوں تاکہ وہ ہمارا تعاقب نہ کرسکے۔"

وہ اس کمرے میں آیا۔ بستر خالی تھا۔ کمرا خالی تھا۔ اس نے آواز دی۔ باتھ روم میں بھی جاکر دیکھا۔ اس کے بعد تیزی سے چلتا ہوا آکر ماں سے بولا "ممی! وہ نہیں ہے۔"

"کون نہیں ہے؟"

"میں پرگولا کی بات کررہا ہوں۔ وہ یہاں سے بھاگ گیا ہے۔"

میکسی نے کہا "جیری اور تھرہال کہاں ہوں گے؟ کیا وہ اس کے فرار سے بے خبر ہیں؟"

"ہوسکتا ہے، وہ اپنی جگہ مصروف ہوں اور ابھی خیال خوانی نہ کررہے ہوں۔"

گاڈمدر نے کہا "مجھے خطرہ محسوس ہورہا ہے۔ وہ دونوں پرگولا کے غلام تھے۔ شاید اب بھی اس کے لیے کام کررہے ہوں اور وہ تینوں مل کر ہمیں دھوکا دے رہے ہوں۔"

"ممی! آپ نے عادل پر بھی شبہ کیا۔ فرہاد کو بھی دشمن بنالیا۔ اب ذرا محتاط رہیں۔ کسی ثبوت کے بغیر ان دونوں پر شبہ نہ کریں۔ ان کو آنے دیں۔ پھر باہر ہوگی۔"

"اب پتا نہیں وہ کب آئیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم یہاں سے نکلتے ہی پھنس جائیں۔"

تھوڑی دیر بعد ہی جیری نے آکر مخاطب کیا۔ گاڈمدر نے پوچھا۔

"تم اتنی دیر کہاں غائب رہے؟"

"میں اور تھرہال واشنگٹن کے ایئرپورٹ پر تھے۔ اب طیارے میں سوار ہو کر آرام سے بیٹھنے کا موقع ملا ہے تو میں رابطہ کر رہا ہوں۔"

"کیا تمہیں پتا ہے کہ پرگولا فرار ہو گیا ہے؟"

"کیا واقعی؟ یہ تو بہت برا ہوا۔ تم لوگ فوراً یہاں سے نکلو۔ وہ انتقام لینے کے لیے پولیس والوں کو تمہارے پیچھے لگا سکتا ہے۔"

وہ اس مکان سے اپنا اپنا سامان اٹھا کر گاڑی میں رکھنے لگے۔ جیری نے کہا "میں معلوم کرتا ہوں کہ پرگولا کہاں ہے؟"

وہ گاڈمدر کے اندر خاموش رہا۔ پرگولا کے پاس نہیں گیا۔ کیونکہ تھرہال اس کے پاس تھا اور اسے انتقامی کارروائی سے روک رہا تھا۔ جیری نے تھوڑی دیر بعد گاڈمدر سے کہا۔ "پرگولا! ہماری گرفت سے نکل گیا ہے۔ میں اس کے پاس جاتا ہوں تو وہ سانس روک لیتا ہے۔ اس نے کسی ہپناٹائز کرنے والے سے اپنے دماغ کو لاک کرایا ہے۔"

"پھر تو وہ ہمارے لیے مصیبت بن کر آئے گا۔"

"گھبراتی کیوں ہو؟ تم لوگوں کا حلیہ بدل چکا ہے۔ وہ پہچان نہیں سکے گا اور کسی خیال خوانی کرنے والے کو تمہارے دماغوں میں بھیج نہیں سکے گا۔"

وہ سب گاڑی میں بیٹھ کر کسی نئی منزل کی سمت جانے لگے۔

پرگولا ایک فٹ پاتھ پر لنگڑاتا ہوا چل رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کہاں جائے؟ کیا کرے؟ وہ اچانک ہی کھوکھلا ہو گیا تھا۔ زخمی ہونے کے بعد پہلے جیسی جسمانی توانائی نہیں رہی۔ جادو منتر کے لیے حالات سازگار نہیں تھے۔ فٹ پاتھ پر چلتا ہوا سوچ رہا تھا کہ پہچانا جائے گا تو پکڑا جائے گا۔ آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا جائے گا۔

ایسے ہی وقت میں نے مخاطب کیا۔ "ہیلو پرگولا! کس حال میں ہو؟"

وہ چونک کر رک گیا۔ پھر بولا "تم؟ تم وہی مہربان دشمن ہو۔ دیکھو! میرا کیا حال ہو رہا ہے؟"

"کیا ہو رہا ہے۔ کچھ بتاؤ تو سہی؟"

"دھوبی کا کتا بن گیا ہوں۔ نہ گھر کا رہا ہوں نہ گھاٹ کا۔ گاڈمدر نے سمجھوتے کے خلاف مجھ پر ظلم کیا ہے۔ میں وہاں سے بھاگ کر آ رہا ہوں۔"

"اب کہاں جا رہے ہو؟"

"تمہاری تلاش میں نکلا ہوں۔ مجھے سہارا دو۔ گاڈمدر کو سزا دو۔"

"کیوں سزا دوں؟ کیا تم بہت معصوم ہو۔ تمہاری بدمعاشیوں اور شیطانی حرکتوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ تمہیں اپنی طاقت اور اپنے جادو پر بہت غرور تھا۔ اب اس کی سزا پاؤ۔"

"میں نے بہت لمبی سزا پائی ہے۔ گاڈمدر نے مجھ پر تھوکا ہے۔ اس کی بیٹی نے مجھے سینڈل سے مارا ہے۔ میں اپنی بے عزتی کا انتقام ضرور لوں گا۔ ایک بار مجھے سہارا دو۔ پھر میں اپنی تمام کھوئی ہوئی طاقتیں حاصل کر لوں گا۔"

"تمہیں پتا ہے، میں مسلمان ہوں۔ کسی شیطان کی مدد نہیں کروں گا۔"

"تم نے پہلے بھی تو میری مدد کی تھی۔ کیا تب مسلمان نہیں تھے؟"

"تمہیں اس حال کو پہنچانے کے لیے پہلے مدد کی تھی۔ اب تمہارے کام آؤں گا تو تمہاری بگڑی ہوئی حالت سنبھل جائے گی۔ تم عیش و آرام سے کھوئی ہوئی طاقتیں حاصل کرو گے۔"

"خدا تمہارا بھلا کرے گا۔ بس مجھے سنبھلنے کا موقع دے دو۔"

"لیکن تم دیکھ چکے ہو کہ میری ہر مدد کے پیچھے وہ دشمنی ہوتی ہے جو شیطان سے ہونی چاہیے۔"

"ہاں، تم نے دریا میں ڈوبنے سے بچایا۔ پھر گاڈمدر کی انتقامی کارروائی سے محفوظ رکھا۔ اور میری حفاظت کرتے کرتے مجھے تمام قوتوں سے خالی کر کے فٹ پاتھ پر پہنچا دیا۔"

"کیا اب بھی چاہتے ہو کہ میں تمہاری مدد کروں؟"

"ہاں اس حد تک کرو کہ میرا زخم بھر جائے اور میں پہلے جیسا شہ زور بن جاؤں۔"

"تو پھر میرے مشورے پر عمل کرو۔ یہودیوں کے پاس جاؤ۔ ان سے معافی مانگ کر دوست بن جاؤ۔"

"کیا کہتے ہو، وہ مجھے گولی مار دیں گے۔"

"نہیں ماریں گے۔ تم ان کے لیے بہت اہم ہو۔ وہ تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔"

"میری اہمیت ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری، تھرہال اور مرینا کے باعث تھی۔ تینوں میرے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ میں ان کے لیے خالی ڈبے کی طرح ہوں۔"

"مرینا، جیری اور تھرہال تمہیں واپس مل جائیں گے۔"

"کیا؟" وہ چونک کر خلاء میں تکنے لگا۔ پھر بولا "وہ..... وہ تینوں مجھے واپس مل جائیں گے؟ کیا کہہ رہے ہو میرے بھائی! میری باپ! میں تمہارے قدموں کی خاک بن کر رہوں گا۔ ایک بار پھر بولو۔"

"میں ایک بار بولتا ہوں۔ پھر اس پر عمل کر کے دکھاتا ہوں۔ ابھی تمہارے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس آ رہے ہیں۔"

وہ بے یقینی سے خلاء میں تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "بگڑنے میں دیر نہیں لگتی لیکن بگڑی بنانے میں برسوں لگ جاتے ہیں اور یہاں تو پلک جھپکتے ہی مجھے پہلے جیسی قوتیں اور صلاحیتیں مل رہی ہیں۔ کیا یہ یقین کرنے کی بات ہے؟ کیا ایسا ممکن ہے؟"

اسے جیری کی آواز سنائی دی۔ "ایسا ممکن ہے، اس لیے میں آ گیا ہوں۔ میں نے تھوڑی دیر پہلے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا

...اس پر شرمندہ ہوں۔ مجھے معاف کر دو باس!"

وہ خوشی سے سینہ تان کر بولا "کوئی بات نہیں، انسان سے ہی ...لی ہوتی ہے۔ میں بھی غلطی پر تھا۔ تمہیں غلام سمجھتا تھا۔ آج ...تم میرے چھوٹے بھائی ہو۔"

تھرہال کی آواز سنائی دی۔ "باس! میں بھی شرمندہ ہوں۔ کس ...سے معافی مانگوں؟"

وہ بڑی فراخ دلی سے بولا "ارے کوئی بات نہیں۔ جو ہوا اسے ...ل جاؤ۔ صبح کا بھولا شام کو لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ ...ہے تم بھی میرے چھوٹے بھائی ہو۔"

...پھر مرینا کی آواز سنائی دی۔ "میں بھی بہت پچھتانے کے بعد ...ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔"

وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ راستہ چلنے والے رک کر حیرانی سے ...دیکھ رہے تھے۔ وہ جوش میں آ کر اونچی آواز سے بول رہا تھا۔ ...تمہیں بھی معاف کرتا ہوں۔ آج سے تم بھی میری بہن ہو۔"

مرینا نے کہا "باس! تو بڑا کتا ہے۔ میری عزت کی دھجیاں اڑا ...مجھے بہن کہہ رہا ہے۔"

"وہ..... وہ میں مسرتوں کی مستی میں ایسا کہہ گیا۔ اب میں ...یں میلی نظروں سے نہیں دیکھوں گا۔"

"میں نظر آؤں گی تو دیکھو گے۔"

"کیا تم میرے پاس نہیں آؤ گی؟"

"میں نے اپنا سر منڈوا لیا ہے۔ میرے سر میں ایک بھی بال ...ہے۔ میں آؤں گی تو تمہیں ایک بال بھی نہیں ملے گا۔ اور تم ...لے جادو سے مجھے لونڈی بنا کر نہیں رکھ سکو گے۔"

"پلیز، مجھے معاف کر دو۔ پچھلی باتیں بھول جاؤ۔ مجھے یقین دلاؤ ...میری دوست بن کر رہو گی۔"

"ہاں، ہماری دوستی رہے گی۔ میں تمہارے دماغ میں آ کر ...مارے احکامات کی تعمیل کرتی رہوں گی۔"

جیری اور تھرہال نے بھی کہا کہ اب ان سے کبھی سامنا نہیں ...گا۔ لیکن وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے اس کے کام آتے رہیں ...گے۔

وہ خوشی سے لنگڑا لنگڑا کر فرش پر ناچنے لگا۔ مرد، عورتیں اور ...چے ہنس رہے تھے اور تالیاں بجا رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "تم سب ...باگل سمجھ رہے ہو۔ ہاں پاگل سمجھو اور تالیاں بجاؤ۔ میں کل ...تک تم لوگوں پر راج کروں گا۔ کہاں ...تمہارے یہودی حکام اور پولیس والے؟ وہ آئیں اور مجھے ...گرفتار کریں۔"

وہ بول رہا تھا اور قہقہے لگا رہا تھا۔ وہاں بہت زیادہ بھیڑ دیکھ کر ...کس والے آ گئے اور اسے پکڑ کر تھانے لے آئے۔ انسپکٹر نے ...پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "میں وہ آدمی ہوں جسے گرفتار کرنے پر تمہیں حکومت سے انعام ملے گا اور تمہیں ترقی بھی ملے گی۔ ریسیور اٹھاؤ اور ملٹری انٹیلی جنس کے چیف کا نمبر ڈائل کر کے بولو کہ تم نے جے پرگولا کو گرفتار کیا ہے۔"

انسپکٹر حیرت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "کیا تم جے پرگولا ہو؟ ہاں، حلیہ تو کچھ ایسا ہی ہے۔"

اس نے رابطہ کیا اور پرگولا کی گرفتاری کی خوشخبری سنائی۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "پرگولا سے بات کراؤ۔"

وہ ریسیور لے کر بولا "ہاں، میں پرگولا بول رہا ہوں۔ میری ٹانگ میں گولی لگی تھی۔ میں زخمی ہوں۔ اپنے افسروں سے کہو، مجھے آرام سے اسپتال پہنچائیں۔"

"ابے جادوگر کے بچے! ہمیں حکم دے رہا ہے۔"

"ہاں، ابھی حکم دے رہا ہوں۔ اگر مجھے اسپتال پہنچانے کوئی چھوٹا افسر آئے گا تو میں اپنی توہین سمجھ کر اسے خود اپنے ریوالور سے خودکشی کرنے پر مجبور کر دوں گا۔ تمہارے بڑے جانتے ہیں کہ میرے پاس تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ مرینا، جیری اور تھرہال ہاہاہا۔"

یہودیوں کے لیے یہ تین نام اتنے بڑے تھے کہ فوج اور انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران دوڑے چلے آئے۔ تھانے کے سامنے کئی فوجی گاڑیاں آ کر کھڑی ہو گئیں۔ افسران نے پرگولا کے سامنے پہنچتے ہی اسے سلیوٹ کیا اور اسے بڑی عزت سے فوجی اسپتال میں لے آئے۔ بڑے ڈاکٹروں نے اسے اٹینڈ کیا۔ اس کے لیے تازہ پھل آ گئے اور اس کی خدمت کے لیے خوبصورت نرسیں پہنچا دی گئیں۔ شباب اور شراب کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے اسکاٹ لینڈ کی مہنگی بوتلیں وہاں لا کر رکھ دی گئیں۔

میں نے دل ہی دل میں کہا، موج کر و بیٹا! قربانی سے پہلے بکرے کی اسی طرح پذیرائی ہوتی ہے۔

○☆○

سیمسن ویلی میں کئی چھوٹی بڑی پہاڑیاں تھیں۔ ایک پہاڑی کی بلندی صرف بیس فٹ ہو گی۔ ہیرو نے اس کے پیچھے آ کر گاڑی روک دی۔ پھر کان لگا کر سننے لگا۔ سارہ نے پوچھا "کیوں رک گئے؟ کیا سن رہے ہو؟"

اس نے اشاروں سے سمجھایا کہ ہائی وے کی طرف بہت سی گاڑیوں کا شور ہے۔ میں پہاڑی پر چڑھ کر دیکھنے جا رہا ہوں۔ وہ گاڑی سے باہر نکلتی ہوئی بولی "میں بھی اوپر چلوں گی۔"

وہ ریوالور ہاتھ میں لے کر اوپر چڑھنے لگی۔ اس کی گردن سے ایک دوربین لٹکی ہوئی تھی۔ ہیرو کو دوربین کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بندر کی طرح اچھلتا اور دوڑتا ہوا سارہ سے بہت آگے نکل کر پہاڑی کی بلندی پر پہنچ گیا۔ پھر اوندھے منہ لیٹ کر ایک بڑے سے پتھر کی آڑ سے دیکھنے لگا۔ دور بہت دور فوجی گاڑیاں چھوٹے چھوٹے کھلونوں کی طرح متحرک دکھائی دے رہی تھیں۔ جو بنگلا وہ چھوڑ

آئے تھے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا۔

سارہ نے دوربین سے دیکھ کر کہا "وہ لوگ میرے بنگلے میں داخل ہو رہے ہیں۔"

ہیرو پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ وہ ایکسرے مین مارٹن' برین آوم اور بلیک آوم کی آوازیں سن چکا تھا اور اب پھر انہیں سننے کے لیے توجہ اُدھر مرکوز کر رہا تھا۔

برین آوم ہیڈ کوارٹر کے کنٹرولنگ روم میں تھا۔ وہاں بیٹھا ٹیلی فون اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے فوج کے ان افسران سے رابطہ کر رہا تھا جو چھوٹے چھوٹے فوجی دستوں کی راہنمائی کر رہے تھے۔ تین فوجی دستے سارہ کے بنگلے کے اطراف پھیل گئے تھے۔ ایک دستہ ہائی وے پر تھا اور دو دستے سمسن ویلی کی پہاڑیوں کی سمت آنے والے تھے۔ اور ابھی اپنے اعلیٰ افسران کے حکم کے منتظر تھے۔

ایکسرے مین مارٹن اپنی خفیہ رہائش گاہ میں بیٹھا ہوا ٹیلی فون' ٹرانسمیٹر اور خیال خوانی کے ذریعے برین آوم اور بلیک آوم کو گائیڈ کر رہا تھا۔ اس کے سامنے قل ابیب' جافا اور سمسن ویلی کا ایک بہت بڑا نقشہ ایک بڑی سی میز پر بچھا ہوا تھا۔

بلیک آوم تمام فوجی دستوں کا کمانڈر تھا۔ وہ تمام فوجی دستے اس کے احکامات پر عمل کر رہے تھے۔ بلیک آوم اس وقت سارہ کے بنگلے کے اندر گیا ہوا تھا اور وہاں سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے برین آوم سے کہہ رہا تھا۔ "وہ بندر آدمی یہاں نہیں ہے۔ یہاں سامان کی ابتری سے پتا چلتا ہے' اس کے ساتھ سارہ بھی ہے۔ دونوں عجلت میں یہ جگہ چھوڑ کر گئے ہیں۔ زنانہ لباس کی الماری کھلی ہوئی ہے۔ اور چولہا ہلکا سا گرم ہے۔"

ایکسرے مین مارٹن نے کہا "اس کا مطلب ہے' وہ دونوں زیادہ دور نہیں گئے ہیں۔ تم سمسن ویلی کی طرف جاؤ۔"

یہ سنتے ہی ہیرو نے سارہ کو پہاڑی سے اترنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں دوڑتے ہوئے گاڑی کے پاس آئے۔ ہیرو نے سارہ کو گاڑی ڈرائیو کرنے کا کہا۔ پھر اس کے پاس بیٹھ کر کمپیوٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے سارہ کو بتانے لگا کہ برین آوم اور بلیک آوم کس طرح انہیں تلاش کر رہے ہیں اور اب ان پہاڑیوں کی طرف آ رہے ہیں۔

سارہ نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا "میں جدھر جا رہی ہوں' ادھر دس میل آگے ایٹامک پلانٹ ہے۔ یہ پلانٹ ایک مربع میل کی وسعت میں ہے۔ میں اس راستے سے کترا کر یروشلم کے راستے پر چلوں گی۔"

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا "کیا ہم نظروں میں آئے بغیر پلانٹ کے پچھلے حصے میں نہیں پہنچ سکتے؟"

"ہاں' ایک لمبا چکر کاٹ کر جا سکتے ہیں۔"

"تو پھر تیزی سے چلو۔"

وہ گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے بولی "فوجی سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ ہم جدھر جائیں گے۔ ادھر بھی ان کی خاصی تعداد ہو گی۔ ہمارے کھانے پینے اور پیٹرول حاصل کرنے کے تمام راستے مسدود کیے گئے ہوں گے۔ کیا یہ ساری باتیں تمہارے ذہن میں ہیں؟"

"ہاں۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ ہم کہیں نہ کہیں ان کے محاصرے میں آ جائیں گے۔"

"جب گرفتار ہونا ہی ہے تو یوں فرار ہونے کا مقصد کیا ہے؟"

"یہی کہ ناکامیوں کے اندر سے کامیابیوں کے راستے نکلتے ہیں۔ تم چلتی رہو۔"

وہ ڈرائیو کرتی رہی۔ بہت دور ایٹمی پلانٹ کی عمارت اور اس کے احاطے کی وسیع و عریض چار دیواری نظر آ رہی تھی۔ احاطے کی دیواروں پر خاردار تار بچھے ہوئے تھے۔ سامنے بہت بڑے گیٹ پر فوجی پہریدار تھے۔ سارہ دور ہی سے راستہ بدل کر اس کے پچھلے راستے کی طرف آ گئی۔ پھر اس نے ایک ٹیلے کے پیچھے گاڑی روک دی۔

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "میں اس عمارت کے اندر جاؤں گا۔ تم یہاں میرا انتظار کرو گی۔"

"تم اندر کیسے جاؤ گے۔ بہت سخت پہرا ہے۔"

"انسانوں کے لیے پہرا ہے اور میں بندر بھی ہوں۔"

"لیکن وہاں جا کر کیا حاصل ہو گا؟"

"وہاں مملکتِ اسرائیل کے بڑے بڑے سائنس داں ہیں۔ میں ان میں سے ایک دو کو یرغمال بناؤں گا تو وہ ہم دونوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ پھر ہم اپنی سلامتی کے سلسلے میں مطالبات پیش کر سکیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولی "ہیرو! تم بہت ذہین ہو۔ میں تمہیں بہت پسند کرنے لگی ہوں۔"

اس نے کمپیوٹر کو بند کیا۔ اس کے ہینڈل سے لگی ہوئی زنجیر کو گلے میں ڈال کر اس پورٹیبل کمپیوٹر کو سامنے کی طرف لٹکا لیا۔ ڈیش بورڈ سے ریوالور نکال کر اس میں سائلنسر لگایا۔ اس کی فاضل گولیاں جیب میں بھر لیں۔ پھر گاڑی سے باہر نکل کر اسے ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا۔ "اطمینان سے بیٹھی رہو۔ میں جلد ہی آؤں گا۔"

وہ وہاں سے دوڑتا ہوا احاطے کی دیوار کے پاس آیا۔ وہ دیوار دس فٹ اونچی تھی۔ سیدھی دیوار پر چڑھنا مشکل تھا۔ سارہ دیکھ رہی تھی اگر وہ چڑھ بھی جاتا تو اوپر بچھے ہوئے خاردار تاروں سے آگے نہ جا پاتا۔

وہ بھول گئی تھی کہ صرف ایک انسان کے ساتھ نہیں' بندر کے ساتھ بھی ہے یکلخت وہ فضا میں اچھلا۔ دس فٹ کی بلندی تک اچھلتا ہوا تار کانٹوں پر جا کھڑا ہوا۔ اس نے موٹے سول کی چڑی جوتے پہنے ہوئے تھے۔ وہاں وہ صرف پانچ سیکنڈ تک کھڑا رہا۔ پھر احاطے کے اندرونی حصے پر نظر ڈالتے ہی چھلانگ لگا کر زمین پر آ کر کھڑا ہو گیا۔

ذرا فاصلے پر ایک کیبن تھا جس میں ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ عمارت کے ایک طرف دو مسلح گارڈز باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو وہ دوڑتا ہوا کیبن کی طرف آیا۔ قدموں کی آواز سن کر گارڈ پوچھتا ہوا باہر نکلا۔ "کون ہے؟"

اس کے باہر نکلتے ہی مُنہ پر ایک فولادی ہاتھ پڑا۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ اس حیرت انگیز جسمانی قوت رکھنے والے کا ایک ہی ہاتھ کافی تھا۔ وہ کیبن کی چار دیواری کے اندر آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہاں سے دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ وہاں سے عمارت پچیس گز کے فاصلے پر تھی۔ دیوار کے ساتھ ایک پائپ تھا' جو اوپر چھت تک گیا تھا۔ عمارت کی چند کھڑکیاں کھلی تھیں۔ ان پر کلر شیشے تھے۔ باہر سے اندر کا منظر دکھائی نہیں دیتا تھا لیکن وہ قوتِ بصارت سے دیکھ رہا تھا۔

ان کھڑکیوں کے پیچھے آفس نما کمرے تھے۔ ان کمروں میں کوئی میز پر جھکا ہوا تھا۔ کوئی الماری کی دراز کھول کر کچھ نکال رہا تھا اور کوئی دیوار پر لگے ہوئے بڑے سے سوئچ بورڈ کے بٹن آف اور آن کر رہا تھا۔ ہیرو کو جب یقین ہو گیا کہ کوئی کھڑکی کے باہر نہیں دیکھ رہا ہے تو اس نے کیبن سے باہر چھلانگ لگائی۔ دوڑتا ہوا عمارت کی دیوار کے پاس آیا۔ پائپ کے ذریعے اوپر چڑھنے لگا۔ اس کی پھرتی قابلِ دید تھی۔ ایک بندر کی طرح تیزی سے چھت پر پہنچ گیا تھا۔

کھڑکی کی طرف آنے والا ایک شخص چونک گیا۔ اس نے جلدی سے کھڑکی کا ایک پٹ کھول کر قریب سے گزرنے والے پائپ کو دیکھا۔ پھر گردن باہر نکال کر چھت کی طرف نظر کی۔ اسے ہیرو کی ایک جھلک ملی۔ پھر وہ چھت پر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ایک شخص نے پوچھا۔ "ویل ڈاکٹر! کھڑکی کے باہر کیا دیکھ رہے ہو؟"

وہ بولا "میں نے کسی کو پائپ کے ذریعے چھت پر جاتے دیکھا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں۔ مگر یقین نہیں آ رہا ہے۔ اس آدمی کی ایک دُم تھی۔ جیسے بندر کی ہوتی ہے۔"

اس کے دو ساتھی اس بات پر ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا "ذرا غور سے دیکھنا چاہیے تھا اس کے سر پر سینگ بھی ہوں گے۔"

"بھئی میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔"

دوسرے ساتھی نے کہا "ڈاکٹر! آج تم صبح سے آپ سیٹ ہو۔ تمہیں چھٹی لے کر آرام کرنا چاہیے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ یہ بات ناقابلِ یقین اور مضحکہ خیز تھی کہ کسی آدمی کی دُم دیکھی گئی ہے۔ پھر بھی اس نے ریسیور اٹھا کر چھت پر رہنے والے سیکیورٹی افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "مجھے شبہ ہے کہ کوئی پائپ کے ذریعے چھت پر گیا ہے۔ پلیز' بی الرٹ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ چھت پر ایک بڑا سا کمرا تھا۔ اس میں ایک افسر اور دو گارڈز تھے۔ ہیرو چھت پر آتے ہی اس کمرے کی چھت پر پہنچ گیا تھا۔ وہاں سے کان لگا کر سن رہا تھا۔ سیکیورٹی افسر کہہ رہا تھا۔

"سر! ہمیں چھت پر کوئی نظر نہیں آیا ہے۔ پھر بھی میں دیکھتا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر دونوں ماتحت گارڈز سے بولا "باہر نکل کر دیکھو۔ کیا چھت پر کوئی ہے؟"

وہ دونوں باہر گئے۔ چھت پر سے ایک زینہ نیچے عمارت کے اندر گیا تھا۔ انہوں نے دیکھا' وہاں چھت پر بہت بڑا راڈ اور ایک ڈش انٹینا نصب کیا گیا تھا۔ وہ گارڈز ہر طرف چیک کر کے کمرے میں آئے تو ان کا افسر فرش پر بے ہوش پڑا تھا۔ ان میں سے ایک خطرے کی گھنٹی بجانے کے لیے دوڑتا ہوا گیا لیکن بٹن تک پہنچنے سے پہلے ہی گولی کھا کر گر پڑا۔ تیسرے نے گھوم کر دیکھا تو اس عجوبے کو چند ساعتوں تک دیکھتا ہی رہ گیا۔

ہیرو نے اسے نشانے پر رکھ کر کمپیوٹر کو کھولا۔ اسے آپریٹ کیا۔ گارڈز نے اس کی اسکرین پر پڑھا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "جس نے بھی فون پر چیک کرنے کو کہا تھا۔ اسے کہو' یہاں کوئی نہیں ہے۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اس نے متعلقہ کمرے کے ڈاکٹر سے

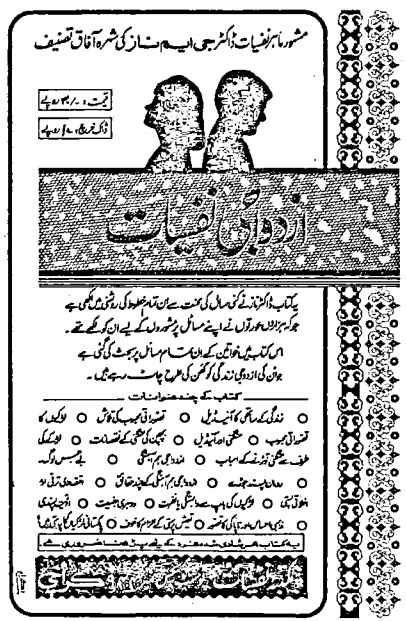

رابطہ کرکے کہا۔ "سر! یہاں کوئی نہیں ہے۔ ہم نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔"

دوسری طرف سے "ٹھیک ہے۔" کہہ کر رابطہ ختم کردیا گیا۔ گارڈ نے پلٹ کر ہیرو کو دیکھا۔ گلے سے لٹکے ہوئے کمپیوٹر کی اسکرین پر لکھا تھا "یہاں جو بڑے سائنس دان موجود ہیں۔ ان کے نام اور حلیے بتاؤ۔"

اس نے کہا "یہاں سب سے سینئر اور تجربہ کار سائنس دان کا نام بینجمن گولڈ اسٹائن ہے۔ اس کے سر پر سفید بال ہیں۔ پیشانی چوڑی اور ابھری ہوئی ہے۔ اس کی ناک کے دائیں طرف ایک بڑا سا سیاہ داغ ہے۔"

وہ کس فلور پر ہے؟ اس کے کمرے کی نشاندہی کرو۔"

"تیسرے فلور پر ایک وسیع و عریض لیبارٹری ہے۔ اس لیبارٹری کے ساتھ ہی ایک بڑے سے دفتری کمرے میں وہ رہتا ہے۔"

"لیبارٹری میں کتنے افراد ہیں؟ اور وہاں سیکیورٹی کا کیا انتظام ہے؟"

"سیکیورٹی کا نظام صرف زمین پر اور چھت پر ہے۔ عمارت کے اندر ہم گارڈز کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ انٹرکام کے ذریعے ہم سے رابطہ رہتا ہے۔ لیبارٹری میں چھ ماتحت سائنس دان معروف ہیں۔"

"اپنے سائنس داں ڈاکٹر گولڈ اسٹائن سے رابطہ کرو۔ مگر اسے اپنی آواز نہ سناؤ۔"

اس نے پھر حکم کی تعمیل کی۔ رابطہ ہونے پر ہیرو نے ریسیور کو کان سے لگایا۔ کوئی دوسری طرف سے پوچھ رہا تھا۔ "ہوں۔ بولو۔ کیا بات ہے؟"

ہیرو نے رابطہ ختم کیا۔ پھر اس آواز پر توجہ مرکوز کی۔ وہ جھنجلا کر کہہ رہا تھا۔ "وہاٹ نان سنس۔ یہ کس نے کال کی تھی؟"

پھر ایک دوسری آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "سر! میرے دفتر کا بھی انٹرکام کچھ گڑبڑ ہے۔ میں اپنے اسسٹنٹ سے کہہ دوں گا۔ وہ ابھی آکر اسے چیک کرلے گا۔"

ڈاکٹر گولڈ اسٹائن کی آواز سنائی دی۔ "ہوں۔ تو میں کیا کہہ رہا تھا؟"

"سر! آپ فرما رہے تھے کہ ایٹم بم کا جو بنیادی کیپسول تیار ہوگیا ہے۔ اس کے بعد ہمارے اسٹاک میں یورینیم کی کمی ہوگئی ہے۔ ایٹم بم کو مکمل کرنے کے لیے مزید یورینیم کی ضرورت ہے۔"

"میں سر! میں نے نوٹ کرلیا ہے۔ فوج کے متعلقہ افسران سے ابھی بات کروں گا۔"

"وہ کیپسول لیبارٹری میں شیشے کے باکس کے اندر محفوظ ہے۔ میں یہ خطرناک کیپسول یہاں بارہ گھنٹے سے زیادہ نہیں رکھوں گا۔ اسے جلد سے جلد انڈر گراؤنڈ ایئر کنڈیشنڈ اسٹور میں پہنچا دیا جائے۔"

تھوڑی دیر بعد آواز آئی۔ "یس سر! میں نے نوٹ کرلیا ہے۔ اس کیپسول کو جلد ہی یہاں سے منتقل کیا جائے گا۔"

"میری طرف سے چھٹی کی ایک درخواست ٹائپ کرو۔ میں ایک ہفتہ سوئٹزرلینڈ میں گزارنا چاہتا ہوں۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر ابھرنے والی تحریر نے گارڈ سے پوچھا "کیا تم کبھی تیسرے فلور پر گئے ہو؟"

وہ بولا "ہر صبح پانچ بجے صفائی کے دوران ہم صفائی کرنے والوں پر نظر رکھنے جاتے ہیں۔ پھر ان کے ساتھ باہر آجاتے ہیں۔"

"کیا تیسرے فلور پر پہنچنے کے راستے میں رکاوٹ ہے؟"

"جی ہاں۔ کاؤنٹر پر اپنی شناخت پیش کرنے اور مخصوص انٹری کارڈ دکھانے کے بعد کاؤنٹر کا سیکیورٹی گارڈ ایک بٹن دبا کر دروازہ کھولتا ہے۔"

"میرے آگے چلو اور مجھے تیسری منزل پر پہنچاؤ۔ کوئی چالاکی دکھاؤ گے تو تمہارے ساتھ یہ ہوگا۔"

اس نے ریوالور کا رخ سیکیورٹی افسر کی طرف کیا۔ وہ فرش پر پڑا تھا۔ ہوش میں آرہا تھا۔ ہیرو نے اسے ہوش میں آنے سے پہلے ہی گولی ماردی۔ گارڈ نے سہم کر تھوک نگلتے ہوئے کہا "میں وہی کروں گا جو تم چاہتے ہو۔"

وہ کمرے سے باہر آئے اور آگے پیچھے چلتے ہوئے زینے تک پہنچے۔ پھر زینے سے نیچے اتر کر تیسری منزل کے کاؤنٹر پر آئے۔ کاؤنٹر کا مسلح گارڈ ہیرو کو دیکھتے ہی چونکا۔ پھر اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکالنا چاہا۔ اس سے پہلے ہی ہیرو نے اسے گولی ماردی۔ پھر گارڈ کو اشارے سے مخاطب کیا "دروازہ کھولو۔"

اس نے کاؤنٹر کے پیچھے جاکر ایک بٹن کو دبایا۔ کوریڈور کا سلائیڈنگ دروازہ کھلنے لگا۔ وہ پھر کاؤنٹر سے باہر آیا۔ ایک بٹن کو دبایا۔ وہ دروازہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہوکر کھلتا گیا۔

دوسری طرف ایک وسیع و عریض لیبارٹری کا منظر تھا۔ قریب ہی شیشے کی دیواروں سے بنا ہوا ایک کمرا تھا۔ ہیرو نے غیر معمولی تیز نظروں سے شیشے کے کمرے میں بیٹھے ہوئے ڈاکٹر گولڈ اسٹائن کو پہچان لیا۔ اس کی واضح پہچان یہی تھی کہ اس کی ناک کے دائیں طرف ایک بڑا سا سیاہ داغ تھا۔

جب ہیرو لیبارٹری میں داخل ہوا تو تمام ماتحت سائنس دان کام روک کر اسے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ ڈاکٹر گولڈ اسٹائن کرسی سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ وہ وہاں سے خطرے کے الارم تک پہنچنا چاہتا تھا اس سے پہلے ہی ہیرو نے دوڑتے ہوئے چھلانگ لگائی۔ پھر شیشے کی دیوار کو توڑتا ہوا ڈاکٹر کے سامنے پہنچ گیا۔ ڈاکٹر ہکا بکا سا ہکلا کر بولا "کک۔۔۔ کون ہو تم؟"

ہیرو نے اسے دھکا دے کر کرسی پر بٹھادیا۔ اسے ریوالور کے نشانے پر رکھ کر تمام ماتحت سائنس دانوں کو اشارے میں سمجھایا کہ اپنے ماسٹر سائنس دان کی زندگی چاہتے ہو تو اپنے دونوں ہاتھ سروں پر رکھ لو۔

سب نے یہی کیا۔ ہیرو دور تک لیبارٹری کے ہر حصے کو قوتِ بصارت سے دیکھ رہا تھا۔ اسے دور وہ شیشے کا باکس نظر آیا۔ اس باکس کے اندر ایک شیشے کی ڈبیا رکھی ہوئی تھی اور اس ڈبیا کے اندر وہ کیپسول دکھائی دے رہا تھا۔

ڈاکٹر گولڈ اسٹائن اسے دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ "میں سمجھ رہا ہوں' تم نے چہرے پر بندر کا ماسک چڑھایا ہوا ہے اور پیچھے بندر کی دُم لگا رکھی ہے۔ لیکن تم غلطی کررہے ہو۔ اس طرح نہ چھپ سکو گے۔ نہ گرفتاری سے بچ سکو گے۔"

اس نے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر ابھرنے والی تحریر کہنے لگی "ڈاکٹر گولڈ اسٹائن! تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں پیدائشی بندر ہوں۔ اس گارڈ سے پوچھ لو۔ میں ابھی ایک سیکیورٹی افسر اور دو سیکیورٹی گارڈز کو قتل کرکے یہاں آیا ہوں۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل میں دیر کی تو وقت ضائع نہیں کروں گا' گولی ماردوں گا۔"

ڈاکٹر نے سہم کر گارڈ کو دیکھا۔ گارڈ نے بے بسی سے کہا "یس سر! یہ جھوٹ سے نہیں بولتا ہے۔ کمپیوٹر سے بھی کم بولتا ہے۔ گولیاں زیادہ چلاتا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے تین قتل کرچکا ہے۔"

ڈاکٹر نے خوفزدہ ہوکر پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

ہیرو نے اسکرین کی طرف اشارہ کیا' وہاں لکھا تھا "شیشے کے باکس میں ایٹم بم کا جو بنیادی کیپسول رکھا ہوا ہے اسے یہاں لانے کو کہو۔"

ڈاکٹر نے پریشان ہوکر کہا "وہ بہت خطرناک ہے۔ یہاں اسے مخصوص ٹمپریچر کے مطابق رکھا گیا ہے۔"

"میں اسے باہر نہیں لے جاؤں گا۔ اپنے اسسٹنٹ سے کہو' کیپسول یہاں میز پر لاکر رکھ دے۔"

ڈاکٹر نے ایک ماتحت کو حکم دیا۔ ماتحت نے باکس کو کھول کر شیشے کی ڈبیا نکالی۔ پھر اسے لاکر ہیرو اور ڈاکٹر کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ کمپیوٹر کی اسکرین پر تحریر نے پوچھا۔ "تفصیل بیان کرو کہ یہ کن معنوں میں خطرناک ہے۔"

وہ بولا "تم بندر ہو۔ میں تمہیں یہ سائنسی باتیں کیسے سمجھاؤں۔"

اسکرین کی بدلتی ہوئی تحریر نے کہا "تمہارا پہلا خیال درست تھا۔ میں نے چہرے پر بندر کا ماسک پہنا ہے اور پیچھے دُم لگائی ہے۔ میں اصل میں انسان ہوں اور تمہاری طرح سائنس دان۔ اب بولو۔"

اس نے کہا "یہ ایٹم بم کا بنیادی کیپسول ہے۔ اس کیپسول میں تباہ کن ذرّات ہیں۔ ابھی یہ پازیٹو ہے۔ اس کے ساتھ ایک نیگیٹو کیپسول منسلک رہتا ہے۔ جب اس پر نیگیٹو کی ضرب لگتی ہے تو یہ بلاسٹ ہوتا ہے۔"

کمپیوٹر کی اسکرین نے پوچھا "اگر میں اپنے ریوالور سے اس پر گولی چلادوں تو کیا ہوگا؟"

وہ گھبرا کر بولا "فار گاڈ سیک! ایسی حماقت نہ کرنا۔ یہاں سے تل ابیب کے مغربی ساحل تک ایسی تباہی پھیلے گی کہ ایک بھی انسان اور جانور زندہ نہیں بچے گا۔ ہیروشیما اور ناگاساکی کے بعد یہ تیسری بدترین بلاسٹنگ ہوگی۔"

"اس کے ٹمپریچر کے متعلق بتاؤ۔"

"جب تم سائنس داں ہو تو سمجھ سکتے ہو کہ اس لیبارٹری کا ٹمپریچر کیا ہوسکتا ہے۔"

"یہاں تو نارمل کولنگ ہے۔"

"ہاں' میں نے غلط کہا تھا کہ اس کے لیے مخصوص ٹمپریچر ہوتا ہے۔"

"آئندہ کوئی غلط بات کہو گے تو اس کا نقصان میرے ساتھ تمہیں بھی ہوگا۔ یہ بتاؤ آج کل اسرائیل کا موسم اس کے لیے کیسا ہے؟"

"مناسب ہے۔ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے باہر لے جایا جاسکتا ہے۔ اسے زیادہ تر ایئر کنڈیشنر کمرے یا اسٹور میں رکھنا چاہیے۔"

"اب ریسیور اٹھاؤ اور اپنی سیکیورٹی سے کہو کہ احاطے کے باہر پچھلے حصے میں ایک ٹیلے کے پیچھے ایک گاڑی ہے۔ اس میں مس

سارہ بیٹھی ہیں۔ انہیں عزت سے یہاں لے آئیں۔"

ڈاکٹر نے حکم کی تعمیل کی ایک سیکیورٹی افسر کو سارہ کے متعلق بتایا۔ پھر کہا "ہم نے یہ کیپسول بڑی رازداری سے بنایا ہے۔ دنیا کے کسی ملک نے اتنا چھوٹا سا ایٹم بم تیار نہیں کیا ہے۔ امریکا جیسی سپرپاور کو یہ خبر ملے گی تو اسے پسینہ آجائے گا۔ کیا یہ بتاؤ گے کہ تم کس ملک کے لیے کام کررہے ہو؟"

"میں ایک نئی دنیا کے لیے کام کررہا ہوں۔ اس نئی دنیا کا نام ہے سارہ۔ میں اسے شاد و آباد رکھنے کے لیے اتنی محنت کررہا ہوں۔"

"ایک لڑکی سے عشق کرنے اور اس کے ساتھ وقت گزارنے کے لیے یہ کیپسول کیوں ضروری ہے؟"

"میرے نصیب میں لکھا ہے کہ میں ڈنڈے کے زور پر عشق قائم رکھ سکوں گا۔"

سارہ دو گارڈز کے درمیان لیبارٹری میں داخل ہوئی۔ پھر ہیرو کو دیکھ کر اُس کی طرف دوڑی اور بولی "کیا تم خیریت سے ہو۔ تمہارے ہاتھ کا ریوالور بتا رہا ہے کہ گرفتار نہیں ہوئے ہو۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا "ہم ان پر حاوی ہیں۔ یہ جو میز پر شیشے کی ڈبیا رکھی ہوئی ہے۔ اس کے اندر کا یہ ننھا سا کیپسول اسرائیل کے ایک حصے کو پوری طرح نیست و نابود کردے گا۔ کوئی ہمارے قریب آکر ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اور اگر پہنچائے گا تو ہمارے ساتھ وہ بھی تباہ ہوجائے گا۔"

"صرف وہ نہیں، یہاں سے تل ابیب تک کوئی زندہ نہیں بچے گا۔ تل ابیب کھنڈر بن جائے گا۔"

وہ خوش ہو کر قریب آئی۔ پھر ہیرو کے بازو سے لگ کر بولی "تم نے تو پورے اسرائیل کی دُکھتی ہوئی رگ پکڑلی ہے۔ واہ ہیرو! آئی رئیلی لو یو۔ تم واقعی ہیرو ہو۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا "میری ساری جدوجہد کا انعام تمہاری ایک مسکراہٹ ہے۔ اب ملٹری انٹیلیجنس کے چیف سے رابطہ کرو اور کہو کہ وہ ہمیں گرفتار کرنے آئے۔"

وہ آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ ٹیلی فون کو اپنے قریب کیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ رابطہ قائم ہونے میں کچھ دیر لگی۔ پھر برین آدم کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو، کیا رپورٹ ہے؟"

وہ بولا "رپورٹ یہ ہے کہ میں سارہ بول رہی ہوں۔ جسے تم لوگ بندر آدمی کہتے ہو۔ وہ میرا ہیرو ہے۔"

وہ بولا "سارہ عقل سے کام لو۔ اس بندر آدمی کو ہمارے حوالے کردو۔ بتاؤ تم کہاں ہو؟"

"اسے بندر آدمی نہیں، ہیرو کہو۔"

"ٹھیک ہے، ہیرو کہتا ہوں۔ وہ چند گھنٹوں میں گرفتار ہو کر زیرو ہوجائے گا۔ کیا تم اتنی نادان ہو؟ اتنا نہیں سمجھ سکتیں کہ وہ عجوبہ چھپ نہیں سکے گا۔ سرحد پار کرنے سے پہلے ہی گرفتار ہوجائے گا۔"

"تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ اسے اپنی گرفتاری کا ذرا خوف نہیں ہے۔ وہ میرے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے بقا کی جنگ لڑ رہا ہے اور میدان مار رہا ہے۔"

ہیرو اسے محبت سے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی "مسٹر آدم! اب تک تمہاری انٹیلیجنس نے یہ معلوم کرلیا ہوگا کہ میں ایٹمی پلانٹ کی عمارت میں ہوں اور ڈاکٹر گولڈ اسٹائن کے فون پر بول رہی ہوں۔"

"ہاں، معلوم ہوچکا ہے۔ اب تم دونوں اس عمارت سے باہر نہیں جاسکو گے۔ فوج اسے چاروں طرف سے گھیر رہی ہے۔"

"مسٹر آدم! تم ابھی رپورٹ پوچھ رہے تھے۔ یہ لو ڈاکٹر گولڈ اسٹائن کی رپورٹ سنو۔"

اس نے ریسیور بڑھایا۔ ڈاکٹر نے اسے کان سے لگا کر کہا "چیف! میں ڈاکٹر بول رہا ہوں۔ میں نے پچھلے روز ایٹم بم کے بنیادی کیپسول کی تفصیلی رپورٹ بھیجی تھی۔ کیا آپ نے پڑھی تھی؟"

"جی ہاں۔ مگر آپ ان دشمنوں کے سامنے اس کیپسول کا ذکر نہ کریں۔"

"آپ ذکر کرنے سے روک رہے ہیں؟ جناب! وہ کیپسول بندر آدمی کے قبضے میں ہے؟"

برین آدم نے چیخ کر پوچھا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ کیپسول اس کے قبضے میں کیسے چلا گیا؟"

"میں خود حیران ہوں کہ اسے کیپسول کی اہمیت کا علم کیسے ہوگیا تھا۔ اب تو صورتِ حال یہ ہے کہ یہ سیمسن دلی، جاقا اور پورا تل ابیب بارود کے ڈھیر پر ہے۔ ایک تیلی دکھانے کی دیر ہے۔ یہ کیپسول کو گولی مارنے کی بات کررہا ہے۔"

برین آدم پر سکتہ سا طاری ہوگیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک آدمی جو نصف بندر ہے، وہ پورے ملک کو ایک چٹکی میں پکڑ لے گا، چٹکی میں صرف پکڑا جاسکتا ہے اس نے تو بکڑلیا تھا۔

ایکسرے مین مارٹن اس کے اندر رہ کر ساری باتیں سن رہا تھا اور اب ڈاکٹر گولڈ اسٹائن کے اندر آکر اُس کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ سارہ کیپسول والی شیشے کی ڈبیا اٹھا کر اپنے بلاؤز کے گریبان میں رکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

"یہ ایک پل میں لاکھوں افراد کو موت کی نیند سُلانے والا کیپسول ہے۔

"اسے میں نے اپنے دھڑکتے ہوئے دل کے قریب رکھ لیا ہے۔ اور میں قسم کھاتی ہوں۔ آج سے اس بھیانک موت کے سائے میں میرا دل صرف اپنے ہیرو کے لیے دھڑکتا رہے گا۔

"کوئی مائی کا لال آئے اور اس موت اور محبت کو میرے سینے سے الگ کرکے دکھائے۔"

برین آدم پر سکتہ سا طاری تھا۔ ایکسرے مین مارٹن خیال کے ذریعے ڈاکٹر گولڈ اسٹائن کے دماغ میں آکر اس لیبارٹری کا دیکھ رہا تھا۔ ہیرو سامیگنسر لگا ہوا ریوالور پکڑے وہاں کے سب بڑے اور معروف سائنس دان گولڈ اسٹائن کے پاس ہی کھڑا تھا۔ اگر سیکیورٹی گارڈز اسے بچانے کی ذرا سی بھی کوشش کرتے تو سائنس دان کو گولی مار دیتا۔

بات محض ایک سائنس دان کی زندگی اور موت کی نہیں تھی۔ وہاں سے لے کر تل ابیب کے مغربی ساحل تک لاکھوں افراد کی زندگی اور موت کے دہانے پر کھڑے تھے۔ وہ ایک کیپسول جو موت کی طرح تباہی لانے والا تھا، اسے سارہ نے اٹھا کر اپنے بلاؤز میں رکھ لیا تھا۔

اس سے پہلے ہیرو نے کہا تھا کہ کیپسول کو ریوالور کی گولی سے نشانہ بنائے گا پھر دنیا ہیرو شیما اور ناگاساکی کی تباہی کا منظر اسرائیل میں بھی دیکھے گی۔

یہ ایسا چیلنج تھا جسے مملکتِ اسرائیل کا کوئی یہودی قبول نہیں کرسکتا تھا۔ برین آدم ریسیور کان سے لگائے بڑی دیر تک سکتے کے عالم میں بیٹھا رہا پھر ڈاکٹر سے بولا۔ "ریسیور اس بندر آدمی کو دو۔"

ڈاکٹر سائنس دان گولڈ اسٹائن نے ریسیور ہیرو کی طرف بڑھایا۔ اُسے سارہ نے لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیرو ان سے نہیں بولتا ہے۔ کمپیوٹر کے ذریعے گفتگو کرتا ہے۔ جو کہنا ہے، مجھ سے کہو۔"

"سارہ! تم یہودی ہو۔ کیا لاکھوں یہودیوں کو تباہ کروگی؟"

"میرے پیچھے پوری فوج کو دوڑاتے وقت یہ خیال کیوں نہیں آیا کہ میں یہودی ہوں۔"

"ہم تمہیں نہیں، ہیرو کو حراست میں لینا چاہتے ہیں۔ اس نے ریکارڈ روم میں آگ لگا کر ہمارے ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔"

"یہ غلط الزام ہے۔ وہاں ہیرو نے نہیں کسی اور نے آگ لگائی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم الزام واپس لیتے ہیں۔ وہ کیپسول واپس کردو۔ تمہارے ہیرو کو اس ملک کی شہریت دی جائے گی۔"

"کیپسول واپس کرنے کے بعد ہمیں کال کوٹھڑی دی جائے گی۔ ہمیں نادان سمجھ کر باتیں نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے، تم دونوں کو صحیح سلامت سرحد پار پہنچا دیا جائے گا۔"

سارہ نے ہیرو کو دیکھا۔ وہ غیر معمولی سماعت سے برین آدم کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "میں ایک عجوبہ ہوں۔ دوسرے ملکوں میں بھی میرا محاسبہ ہوگا۔ میری غیر معمولی صلاحیتوں کے پیشِ نظر تمام ممالک اس تشویش میں مبتلا رہیں گے کہ میں ان کے انتہائی اہم راز معلوم کررہا ہوں۔ لہٰذا جب تک میں اپنے طور پر کسی ملک کا اعتماد حاصل نہیں کروں گا، تب تک یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

سارہ یہ باتیں فون کے ذریعے برین آدم کو سنانے لگی۔ ایکسرے مین خیال خوانی کے ذریعے ہیرو کو کمپیوٹر کے ذریعے گفتگو کرتے دیکھ رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ ہیرو اپنی غیر معمولی سماعت سے دور بیٹھے برین آدم کی باتیں سن رہا ہے اور کمپیوٹر کے ذریعے سارہ کو سمجھا رہا ہے کہ اسے برین آدم کو کیا جواب دینا چاہیے۔

اب ایکسرے مین کے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ ہیرو نے برین آدم کے علاوہ اور کتنے اہم افراد کی آوازیں سنی ہیں۔ وہ برین آدم کے دماغ میں آکر بولا "ہیرو ٹیلی فون کے بغیر غیر معمولی قوتِ سماعت سے تمہاری باتیں سن رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے، وہ ہم میں سے کچھ اور لوگوں کی آوازیں سنتا رہا ہے۔"

برین آدم نے کہا "ہاں، اب سمجھ میں آیا کہ اس نے سارہ کے بنگلے میں رہ کر یہ سن لیا تھا کہ ہم اسے گرفتار کرنے آرہے ہیں۔ اسی لیے ہمارے پہنچنے سے پہلے وہ سارہ کے ساتھ نکل بھاگا تھا۔"

ایکسرے مین نے کہا "اس وقت میں، تم اور بلیک آدم بیٹھے اسے گرفتار کرنے کی پلاننگ کررہے تھے۔ ایسے وقت میں اس نے تمہارے ساتھ ہماری آوازیں بھی سنی ہیں۔"

"میں ابھی تصدیق کرتا ہوں کہ ہیرو نے تمہاری آواز سنی ہے یا نہیں؟"

وہ فون کے ذریعے سارہ سے بولا "میرا ایک ساتھی تمہارے ہیرو سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہے۔ اس سے کہو اس کی آواز سنے۔"

سارہ نے پوچھا "کیا ہیرو نے پہلے کبھی تمہارے ساتھی کی آواز سنی ہے؟"

"شاید سنی ہے۔ ہم تین ساتھی تمہیں اور اسے حراست میں لینے کی پلاننگ کررہے تھے۔ ایسے وقت اس نے میری آواز سنی ہے تو میرے باقی دو ساتھیوں کو بھی وہ دور سے سن سکتا ہے۔"

ہیرو کے کمپیوٹر نے کہا "اس سے پوچھو، وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ میں سننے کی کوشش کروں گا۔"

پھر وہ کان لگا کر سننے لگا۔ ایکسرے مین اپنے کمرے میں بیٹھا خلا میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "ہیلو ہیرو! میں تم سے مخاطب ہوں۔ تم عجوبہ ہو۔ مگر با کمال ہو۔ کیا ہم سے دوستی کروگے؟"

ایکسرے مین اتنا کہہ کر ڈاکٹر کے دماغ میں آیا۔ پھر اس کے ذریعے کمپیوٹر اسکرین کو پڑھنے لگا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "ہاں میں یہ آواز سن رہا ہوں۔ یہ شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ اس کے دو ساتھیوں میں سے ایک کا نام برین آدم اور دوسرے کا نام بلیک آدم ہے۔"

ہیرو کی یہ معلومات ان کے لیے دھماکا تھی۔ وہ بندر آدمی یہودی خفیہ تنظیم کے سربراہ کی آواز سن چکا تھا۔ اس کے دونوں خاص ماتحت برین آدم اور بلیک آدم کو..... وہ کسی وقت بھی اہم راز

کی باتیں کرتے ہوئے سن سکتا تھا۔

ایکسرے مین نے خیال خوانی کے ذریعے برین آدم سے کہا "یہ بندر آدمی اس کیپسول کی طرح خطرناک ہے۔ آج سے میں اپنی آواز تبدیل کرکے بولا کروں گا۔ تمہیں اور بلیک آدم کو بھی یہی کرنا چاہیے۔"

برین آدم نے کہا "میں فون کی یہ گفتگو ختم کرنے کے بعد اپنی آواز بدل لوں گا۔ آپ بلیک آدم کو بھی خطرے سے آگاہ کردیں۔"

سارہ ریسیور کان سے لگائے بیٹھی تھی۔ انتظار کرنے کے بعد بولی "مسٹر آدم! تمہاری خاموشی سمجھ میں آرہی ہے۔ تمہیں یہ فکر لاحق ہوگئی ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا عیاش جو مجھے برباد کرنا چاہتا تھا' اس کی آواز کو ہیرو نے ذہن میں محفوظ کرلیا ہے۔ اپنے اس عیاش ساتھی سے کہہ دو کہ اس کی زندگی بہت مختصر رہ گئی ہے۔"

"ہم فکرمند نہیں ہیں۔ آج سے ہماری آوازیں تبدیل ہورہی ہیں۔ تم کیپسول کی بات کرو۔"

"کیپسول کے متعلق آخری بات سن لو۔ یہ میرے سینے سے لگا رہے گا۔ اگر تم میں سے کوئی اسے حاصل کرنے کے لیے میرے قریب آئے گا تو ہیرو میرے سینے میں ٹھیک اسی جگہ گولی پیوست کرے گا' جہاں یہ کیپسول رکھا ہوا ہے۔"

"وہ بندر تمہارا عاشق ہے۔ کیا وہ تمہیں گولی مارے گا؟"

"اپنے خیال خوانی کرنے والے ساتھی سے کہو کہ وہ ہیرو کا جواب کمپیوٹر اسکرین پر پڑھ لے۔"

اسکرین پر لکھا تھا۔ "سارہ نے محبت اور حوصلے کی شدت بیان کی ہے۔ ایسا اسی وقت ہوگا' جب ہمارے سامنے زندہ رہنے کے سارے راستے مسدود کردیئے جائیں گے۔ جب تمہارے ہاتھوں مرنا ہی ٹھہرے گا تو میں سارہ کے سینے پر اس لیے گولی ماروں گا کہ اس کے ساتھ مجھے بھی مرنا ہے اور ہمارے ساتھ تم سب کو بھی۔"

"ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اسرائیلی حکومت سے تمہیں تحفظ حاصل ہوگا۔"

"ہمیں اس بات کی ضمانت چاہیے کہ ہمیں پرامن شہری اور گھریلو زندگی گزارنے کا موقع دیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ بولو کیسی ضمانت چاہتے ہو؟"

"یہی کہ ضمانت کے طور پر یہ کیپسول ہمارے پاس رہے گا؟"

"کیسی بچکانہ بات کہہ رہے ہو۔ یہ خطرناک ہے۔ اسے کہاں کہاں لیے پھرو گے۔ یہ تمہاری ذرا سی غلطی سے بلاسٹ ہوجائے گا۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا "میرے پاس بندر کی مکاری اور انسان کی ذہانت ہے۔ تم لوگ اسے انڈر گراؤنڈ لے جاکر نارمل کولنگ میں رکھنے والے تھے۔ ہم بھی اسے انڑکنڈیشنڈ مکان میں رکھیں گے۔ باہر نکلیں گے تو انڑکنڈیشنڈ کار میں رہیں گے۔ حتیٰ کہ جن ہوٹلوں' کلبوں اور تفریح گاہوں میں جائیں گے' وہاں بھی نارمل کولنگ رہا کرے گی۔"

"پھر بھی راستے میں کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔"

"حادثہ صرف راستے میں نہیں' گھر میں بھی پیش آجاتا ہے۔ جس تہ خانے میں تم اسے محفوظ رکھنا چاہتے ہو' وہاں زلزلہ آسکتا ہے۔"

"پھر بھی قانون کی رُو سے کسی شہری کو ایسا خطرناک ہتھیار نہیں رکھنا چاہیے جس سے لاکھوں افراد کی جان جانے کا اندیشہ ہو۔"

"ہماری بات پتھر پر لکیر ہے۔ یہ کیپسول ہمارے پاس رہے گا۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر برین آدمی نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہم تمہاری بات پر غور کررہے ہیں۔ اگلے ایک گھنٹے بعد رابطہ کریں گے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کنٹرول روم میں اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران آچکے تھے۔ وہ برین آدم اور سارہ کے درمیان ہونے والی گفتگو اسپیکر فون کے ذریعے سن رہے تھے۔ پھر الپا اور ٹیری آدم خیال خوانی کے ذریعے ہیرو کے تحریری جوابات سنا رہے تھے۔

برین آدم نے کہا۔ "آپ حضرات کے سامنے تمام حالات واضح ہوچکے ہیں۔ ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتے کہ وہ بندر ہمارے لیے ملک الموت بن چکا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اور اس کی ضد سے ظاہر ہے کہ وہ کیپسول اپنے ہی پاس رکھے گا۔"

ایک حاکم نے کہا "کیوں نہیں رکھے گا۔ اس کے پیچھے پوری فوج دوڑا دی گئی۔ اسے اپنی جان کی امان اسی ایک کیپسول سے ملے گی۔"

ایک اور نے کہا۔ "سب سے پہلے تو ان فوجیوں کو بیرک میں واپس بھیجا جائے۔ بیرونی ممالک کے اخباری رپورٹر اور نیوز ایجنسی والے ہمارے ہنٹر آف انفارمیشن کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ طرح طرح کے سوالات کررہے ہیں کہ وہ بندر آدمی کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اور وہ اتنا خطرناک کیسے ہوگیا کہ اسے گرفتار کرنے کے لیے پولیس کے بجائے فوج کو شہر میں لایا گیا ہے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا "ہماری سیاست کے لیے سب سے نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ جس کیپسول کو ہم نے انتہائی راز میں رکھا تھا' وہ دنیا والوں پر ظاہر ہوجائے گا۔"

برین آدم نے کہا۔ "ہنٹر آف انفارمیشن کو میرا مشورہ ہے کہ وہ ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ کے ذریعے یہ اعلان کرے کہ ہم نے بندر آدمی کو بے حد خطرناک سمجھ کر دبوچ لینے پر اس کی تلاش شروع

کردی تھی۔ لیکن وہ خطرناک نہیں ہے۔ وہ حیرت انگیز صلاحیتیں رکھنے والا نصف بندر اور نصف انسان ہے۔ اسے ٹی وی کے ذریعے جلد ہی عوام کے سامنے پیش کیا جائے گا۔"

"کیپسول کو کس طرح راز میں رکھا جائے؟ یہ کسی ملک کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ہم نے دنیا کا سب سے چھوٹا اور تباہ کن بم تیار کیا ہے۔"

برین آدم نے کہا "میں کوشش کررہا ہوں۔ یہ راز ہمارے بجلی پلانٹ سے باہر نہیں جائے گا۔ وہ بندر آدمی اس کیپسول کو راز میں رکھنے پر راضی ہوجائے گا۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ اس سے کیپسول کس طرح واپس لیا جائے؟"

ایکسرے مین نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "کوئی صورت نہیں ہے۔ وہ دونوں ہم پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔ فی الحال ان کی بات مان لی جائے۔ ہم اس سے کسی دوسری حکمتِ عملی سے وہ کیپسول لیں گے۔"

"سر! جب تک وہ ان کے پاس رہے گا۔ وہ ہمارے اختیار سے باہر رہیں گے۔"

"ان سے یہ طے کرو کہ وہ کیپسول کے ساتھ شہری آبادی میں نہیں رہیں گے۔ ہم کسی ویرانے میں ان کی رہائش کا انتظام کریں گے۔ وہاں ان کی تمام ضروریات پوری کی جائیں گی۔"

برین آدم نے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے اس سلسلے میں شورے کیے پھر ریسیور اٹھا کر رابطہ کیا۔ ایٹمی پلانٹ میں انٹیلی جنس اور انفارمیشن کے چند افسران پہنچ گئے تھے۔ ہیرو نے انہیں زہب آنے کی اجازت نہیں دی۔ ان کے کیمرامین دور ہی سے ان کی تصویریں اتار رہے تھے اور ویڈیو فلم رپورٹ تیار کررہے تھے۔

برین آدم نے فون پر کہا "ہیلو سارہ! کیا تمہارا ہیرو میری آواز سن رہا ہے؟"

سارہ نے کمپیوٹر اسکرین کو پڑھ کر کہا "ہاں سن رہا ہے۔"

"میں تم دونوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ایک بات ہم تمہاری مانتے ہیں' ایک بات تم ہماری مانو۔"

"تمہاری بات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا تو ہم ضرور مانیں گے۔"

"تم دونوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور شہری آبادی بھی محفوظ رہے گی۔ ہم ایک ویرانے میں تمہارے لیے پرتعیش رہائش کا انتظام کردیں گے۔ وہاں تمہاری ہر ضرورت پوری ہوتی رہے گی۔"

"ہمیں کس ویرانے میں پہنچانا چاہتے ہو؟"

"ہمارے خیال میں صحرائے سینائی مناسب جگہ ہے۔"

"وہ تو ایسا ریگستان ہے جہاں میلوں دور تک انسان تو کیا جانور بھی دکھائی نہیں دیتا ہے۔ پھر بھی ہم ایک شرط پر وہاں رہیں گے۔"

"تمہاری ہر شرط منظور ہوگی۔ بولو کیا چاہتی ہو؟"

"اس ریگستان میں برین آدم' بلیک آدم اور ان کا خیال خوانی کرنے والا ساتھی ہمارے پڑوسی بن کر رہیں گے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے! ہمیں اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے بڑے شہروں میں رہنا پڑتا ہے۔"

"تو پھر ہمیں انسان سمجھ کر انسانوں جیسا برتاؤ کرو' ہم ریگستان میں کیسے رہیں گے؟"

"اچھا تو ایسا کرو۔ غزہ کی پٹی کے قریب رہو۔"

سارہ نے کہا "وہاں صرف فلسطینی مسلمان آباد ہیں۔ کبھی یہ کیپسول بلاسٹ کرے گا تو وہ تمام مسلمان نابود ہوں گے اور یہ ہمیں منظور نہیں۔"

"سارہ! تم یہودی ہو۔ تمہیں مسلمانوں سے ہمدردی کیوں ہے؟"

"سوال ان سے ہمدردی کا نہیں ہے۔ بلکہ یہودیوں سے دشمنی کا ہے۔ تم ہماری جان کے دشمن ہو اور ہم تمہاری جان کے۔ لہٰذا ایسی جگہ رہیں گے جہاں کیپسول کی بلاسٹنگ سے تم سب ہمارے ساتھ باجماعت مرو۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "سمسن ویلی' تل ابیب سے تقریباً تیس میل دور ہے اور سارہ کا بنگلا پچیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ ہم اسی بنگلے میں رہیں گے۔ یہ ہمارا حتمی فیصلہ ہے۔"

"ہولڈ کرو۔ میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

برین آدم نے اپنے اطراف میں بیٹھے ہوئے یہودی اکابرین سے کہا۔ "آپ لوگوں نے سن لیا۔ وہ دونوں اپنی ہی باتیں منوا رہے ہیں۔"

ایسا کہتے ہی اس نے سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر ایک کاغذ پر لکھنے کے بعد انہیں وہ کاغذ دکھایا۔ اس پر لکھا تھا۔ "بندر غیر معمولی قوتِ سماعت سے ہم سب کی باتیں سن رہا ہے۔ اس کے اور سارہ کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے۔ ہم خاموشی سے اس کیپسول کو ان کی تحویل سے نکال لائیں گے۔"

پھر اس نے بلند آواز سے پوچھا "ہاں تو آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟"

وہ اکابرین ایک ایک کرکے کہنے لگے کہ سارہ اور ہیرو کا مطالبہ مان لیا جائے۔ ہیرو کو یہاں کی شہریت دے کر اسے دوست بنایا جائے۔

برین آدم نے پھر فون پر کہا۔ "سارہ! تم دونوں جیت گئے۔ ایک گھنٹے کے اندر تمہارے بنگلے میں ضرورت کا تمام سامان پہنچا دیا جائے گا۔ تم ہیرو کے ساتھ وہاں بے خوف و خطر رہ سکو گی۔"

سارہ نے ہیرو کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس کے کمپیوٹر نے کہا "میں ابھی اپنی طاقت کا مظاہرہ کرکے ان مہربانوں سے کچھ کہوں گا۔ پہلے وہ میری جسمانی قوت دیکھیں۔"

اس نے ایک مٹھی فضا میں بلند کی پھر ایک بڑک لگا کر وہ گھونسا

میز پر مارا۔ اس کے ساتھ ہی ایک دھماکے سے وہ مضبوط میز ٹوٹ کر درمیان سے دوہری ہوگئی۔ پیچھے ایک اسٹیل کی الماری تھی۔ اس نے گھوم کر بریک لگاتے ہوئے اسے گھونسا مارا۔ وہ ٹوٹی نہیں' لیکن اس لوہے کی چادر پر گمراڈینٹ پڑ گیا۔ پھر وہ پلٹ کر کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔

کمپیوٹر کہہ رہا تھا۔ "یہ میری جسمانی قوت کا معمولی سا مظاہرہ ہے۔ اس مظاہرے سے یہ اندازہ کرو کہ کیپسول کو ایک گولی مار کر یا پتھر پار کر بلاسٹ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں اسے ایک مٹھی میں دبا دوں گا۔ یا دانتوں سے چبا دوں گا تو میرے دبانے یا چبانے کی غیر معمولی قوت سے ہی یہ بلاسٹ ہو جائے گا۔ یہ ہماری آخری وارننگ ہے کہ غافل سمجھ کر ہمیں دبوچنے کی حماقت نہ کرنا۔"

سارہ نے کہا۔ "کمپیوٹر کی تحریر جو کہہ رہی ہے' اسے تمہارا خیال خوانی کرنے والا تمہیں پڑھ کر سنا رہا ہے۔ بنگلے میں ہمارے کھانے پینے کی جو چیزیں پہنچائی جا رہی ہیں اس میں دیرپا اثر یا زود اثر زہر بھی ہو سکتا ہے۔ ایسی حماقت کرتے وقت یہ یاد رکھنا کہ غیر معمولی قوت رکھنے والے فوراً ہی نہیں مرتے۔ ہیرو مرتے مرتے بھی کیپسول چبا جائے گا۔"

برین آدم نے کہا "ہم کوئی حماقت نہیں کریں گے۔ تم سے ایک گزارش ہے کہ ایک یہودی ہونے کے ناتے اپنے وطن سے محبت کرو۔ وہ کیپسول انتہائی رازداری سے تیار کیا گیا ہے۔ اگر تم دونوں کسی سے اس کا ذکر کر دو گے تو یہ ہمارے لیے بہت بڑی سیاسی غلطی ہوگی۔"

سارہ نے کہا "مجھے اپنے وطن اسرائیل سے محبت ہے۔ ہم کسی سے اس کا ذکر نہیں کریں گے۔"

"ہم آج رات ٹی وی پر تمہارے ہیرو کی فلم رپورٹ اور انٹرویو پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ لوگ ہیرو کو تخریب کار یا خطرناک نہ سمجھیں اور اس سے مانوس ہو جائیں۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ہیرو تمہاری دُکھتی ہوئی رگ پکڑے ہوئے ہے اور تم اسے دوست بنا کر پیش کرنا چاہتے ہو؟"

"اس طرح تمہیں اور ہیرو کو ہماری صاف دلی اور دوستی کا یقین ہو جائے گا۔"

"نہیں کوئی اور بات ہے۔ تم لوگ بہت شاطر ہو۔ ہیرو کی کوئی فلم رپورٹ پیش نہیں کی جائے گی۔"

"سارہ! اس میں تم دونوں کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ بیرونی ممالک کے اخباری رپورٹرز کو یہ یقین دلانا ہے کہ ہیرو ہمارے لیے کوئی پرابلم نہیں ہے اور نہ ہی ایٹمی پلانٹ کا کوئی راز وہ جانتا ہے۔"

اس وضاحت کے بعد وہ راضی ہوگئی۔ ایک گھنٹے بعد کہا گیا کہ وہ دونوں اپنے بنگلے میں جا سکتے ہیں۔ ان کی گاڑی جو عمارت کے پیچھے ہے' اسے اگلے حصے میں لایا گیا۔ ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "سارہ' وہ کیپسول مجھے دو۔"

اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر شیشے کی چھوٹی سی ڈبیا نکال کر اسے ہیرو کے حوالے کر دی۔ وہ اسے مٹھی میں لے کر کمپیوٹر کے ذریعے بولا۔ "اب یہ ڈبیا ہمیشہ میری مٹھی میں یا میرے منہ میں رہے گی۔"

سامنے کھڑے ہوئے مسلح گارڈز' انٹیلی جنس اور انفارمیشن کے افسر نے پیچھے ہٹ کر انہیں جانے کا راستہ دیا۔ سارہ نے ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے کہا۔ "میرے بنگلے میں فلم رپورٹ تیار کرنے کے لیے صرف ایک کیمرامین اور ایک ڈائریکٹر آئے گا۔ کسی تیسرے کو احاطے کے اندر قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔"

وہ ہیرو کے ساتھ چلتی ہوئی عمارت سے باہر آئی پھر گاڑی میں بیٹھ کر اپنے بنگلے کی طرف جانے لگی۔

سارہ کے دماغ کو لاک کرنے کے بعد صرف ہم اس کے اندر جا سکتے تھے۔ میں نے لیلیٰ کو سمجھا دیا تھا کہ اس کے اندر مسلسل نہ رہنا ورنہ یہودی خیال خوانی کرنے والے چھپ کر آئیں گے تو یہ معلوم کر لیں گے کہ سارہ اور ہیرو کی پشت پر خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔

لیلیٰ میری ہدایت کے مطابق کبھی کبھی سارہ کے پاس جاتی تھی پھر واپس آ کر کہتی تھی۔ "آپ نے درست کہا تھا کہ ہمیں سارہ اور ہیرو کی مدد نہیں کرنا چاہیے اور چپ چاپ تماشا دیکھنا چاہیے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "مجھے اندازہ ہے' ہیرو اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہا ہوگا۔"

"آپ ذرا سارہ کے پاس جا کر دیکھیں۔ مجھے دونوں پر بڑا پیار آ رہا ہے۔"

وہ بار بار جا رہی تھی اور واپس آ کر مجھے وہاں کے حالات سنا رہی تھی۔ میں نے کہا "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہیرو سرزمین اسرائیل میں زلزلے کی طرح دہشت بن گیا ہے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟ اس کیپسول کو واپس لینے کے لیے یہودیوں کی حکمتِ عملی کیا ہوگی؟"

"یقین سے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ ہیرو تنہا ہونے کے باوجود ہر پہلو سے تگڑا ہے۔ کوئی اس کیپسول کو چرانے کتنے ہی دبے قدموں سے آئے' وہ آہٹ سن لے گا۔"

"واقعی تاریکی میں بھی کوئی چھپ کر نہیں آ سکے گا۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ یہودیوں کے سامنے فی الوقت ایک ہی راستہ ہے۔"

"یعنی آپ کی کھوپڑی میں بات آ گئی کہ وہ کیپسول کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟"

"ہاں' اگر ہم سارہ کے دماغ پر قبضہ جما لیں تو وہ ہماری مرضی کے مطابق عمل کرے گی اور کیپسول ہیرو سے کسی بہانے لے لے گی۔ اسے دھوکا دے کر کیپسول ہمارے ہاتھوں میں لا کر رکھ دے گی۔"

"ہاں' میں اتنے زبردست تماشے میں گم ہو کر بھول گئی تھی کہ دشمن ایسا کر سکتے ہیں۔"

"ایسا ہی کریں گے۔ وہ سارہ کے مقفل دماغ میں کسی طرح گھسنے کا راستہ ضرور نکالیں گے۔"

"بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں میں اعصابی کمزوری کی دوا اتنی کم مقدار میں ملائی جائے گی کہ شہ زور ہیرو پر وہ دوا اثر نہیں کرے گی لیکن نازک اندام سارہ کمزور ہو جائے گی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ ہیرو کو اپنی کمزوری کے متعلق کچھ بتائے' دشمن اس کے دماغ پر قبضہ جما لیں گے۔"

میں نے کہا "اور ہم چوبیس گھنٹے اس کے دماغ میں نہیں رہ سکتے۔ ہماری عدم موجودگی میں وہ سارہ پر قبضہ جماتے ہی چند منٹوں میں اسے بنگلے کے باہر بلائیں گے اور وہ کیپسول اُڑا لے جائیں گے۔"

"تو پھر آپ اتنے اطمینان سے کیوں بیٹھے ہیں؟ کیا پھر کوئی نیا تماشا دیکھنا چاہتے ہیں؟"

"تم پریشان کیوں ہوتی ہو۔ اسے اپنے بنگلے میں پہنچنے دو۔"

وہ سارہ کے پاس گئی پھر واپس آ کر بولی۔ "وہ دونوں بنگلے میں پہنچ گئے ہیں اور وہاں کی فلیک ایک چیز کو توجہ سے چیک کر رہے ہیں۔ ہیرو کھانے پینے کی چیزوں کو سونگھ کر دیکھ رہا ہے۔"

میں نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہوگیا۔ سارہ کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو کون؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں۔ پہلے کیمرامین اور ڈائریکٹر کو باہر بھیج دو اور ہیرو سے کہو میری باتیں سنے۔"

ہیرو سن رہا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ سارہ نے دونوں سے کہا "تم دونوں تھوڑی دیر کے لیے باہر جاؤ۔"

وہ چلے گئے۔ میں نے کہا "پچھلی رات ہیرو نے تمہیں اس تماش سے بچایا تھا۔ تم دونوں نے اس مکان سے باہر آ کر جو تیسری گاڑی دیکھی تھی' وہ میری تھی۔"

سارہ نے پوچھا "تم کون ہو؟"

میں نے کہا "پہلے میری بات پوری ہونے دو۔ تمہارے وہاں سے جاتے ہی میں نے اس مکان میں آگ لگا دی۔ وہ لوگ ہیرو کو آگ لگانے کا مجرم سمجھ رہے ہیں۔"

"تم نے مکان کو آگ کیوں لگائی؟"

"وہاں بڑے بڑے ممالک کے سیاسی اور فوجی راز فائلوں اور مائیکرو فلموں کی صورت میں تھے۔ اسرائیلی حکومت کے بھی بہت سے راز میرے ہاتھ میں آئے۔ میں وہ سب سمیٹ کر لے گیا پھر آگ اس لیے لگائی کہ یہودیوں کو اندازہ نہ ہو سکے کہ ان کا راز چوری ہو گیا ہے یا جل کر راکھ ہو چکا ہے۔"

سارہ نے کہا "اچھا تو تم نے میرے ملک اور قوم کو نقصان پہنچایا ہے۔ کیا تم نے اپنا کارنامہ بیان کرنے کے لیے فون کیا ہے؟"

"نہیں یہ بتانے کے لیے کہ تم دونوں وہاں خطرے میں ہو۔"

"میرے ملک سے دشمنی کرنے کے بعد مجھ سے دوستی اور ہمدردی کیوں کر رہے ہو؟"

میں نے سخت لہجے میں کہا "زیادہ جذباتی نہ بنو۔ اپنے ریسیور کا ماؤتھ پیس کھول کر دیکھو۔"

ہیرو نے فوراً ہی آگے بڑھ کر اس سے ریسیور لیا پھر اس کے ماؤتھ پیس کو کھول کر دیکھا۔ اس میں ایک ننھا سا ڈکٹا فون تھا۔ اس نے اسے ریسیور سے الگ کیا۔ پھر ماؤتھ پیس لگا کر سارہ کو دیا۔ کمپیوٹر کے ذریعے سوال کیا۔ "مسٹر! تمہارا شکریہ۔ تمہیں اس ریسیور کے متعلق کیسے معلوم ہوا؟"

"میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ تمہیں زیر کرنے اور وہ کیپسول حاصل کرنے کے لیے دشمنوں کے پاس چند اوچھے ہتھکنڈے ہیں۔ میں نے پچھلی رات سارہ کو عیاش خیال خوانی کرنے والے سے بچانے کے لیے اس کا دماغ لاک کر دیا تھا؟"

"کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"ہاں' اسی لیے تم دونوں اب تک محفوظ ہو۔ اگر سارہ کا دماغ لاک نہ ہوتا تو دشمن خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر رہ کر اسے کیپسول سمیت تم سے دور کر دیتا۔ مثلاً وہ باتھ روم میں جانے کے بہانے تم سے دور ہو کر وہ کیپسول تمہارے دشمنوں کو دے دیتی۔ کیا تم میری بات سمجھ رہے ہو؟"

"بہت اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ یہ انجان مددگار کہاں سے پہنچ گیا ہے۔"

"بعد میں حیران ہونا۔ اب ان کا دوسرا ہتھکنڈا سنو۔ وہ ہر ممکن طریقے سے سارہ کے دماغ میں گھسنے کی کوشش کریں گے۔ تم غیر معمولی شہ زور ہو۔ بلکی مقدار میں دی جانے والی کمزوری کی دوا کا اثر نہیں لو گے۔ لیکن سارہ ایسا کوئی کھانا یا پانی استعمال کر کے جیسے ہی کمزور ہوگی وہ اس کے دماغ پر قبضہ جما لیں گے۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا "دوست! پھر ایک بار تمہارا شکریہ۔ تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں نے اس پہلو پر توجہ نہیں دی تھی۔"

میں نے پوچھا "کیا اس بنگلے میں جانور ہیں؟"

سارہ نے فون پر جواب دیا۔ "ہاں' مجھے خرگوش پالنے کا شوق ہے۔"

"میرا مشورہ ہے اپنا کھانا اور پانی پہلے ایک خرگوش کو کھلاؤ پلاؤ۔ اگر وہ کمزوری ظاہر کرے تو پھر اس کھانے کو ہاتھ نہ لگانا۔"

"شکریہ' میں یہی کروں گی۔"

"ان کی ایک اور چال ہوگی۔ اسے بھی ذہن میں رکھو۔ رات کے وقت تم دونوں محوِ خواب ہو گے تو ایسی دھیمی دھیمی سی گیس

کمروں میں پہنچائی جائے گی' جو تمہیں بے ہوش کردے گی۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "میری سونگھنے کی حس بہت تیز ہے اور میری قوتِ برداشت بھی غیر معمولی ہے لیکن وہ سارہ کو بے ہوشی میں ٹریپ کریں گے۔ پلیز اب تو بتا دو تم کون ہو؟"

"بتا دوں گا۔ پہلے کھانے پینے کی چیزوں کو آزماؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔"

میں نے فون بند کردیا۔ لیلیٰ نے پوچھا "کیا ہمیں اس شہر میں رہنا چاہیے؟"

"ضرور رہنا چاہیے۔"

"لیکن وہ کیپسول کسی وقت بھی دھوکے سے بلاسٹ ہو سکتا ہے۔"

"اگر اللہ تعالیٰ کو ہماری موت اسی طرح منظور ہوگی تو کیا تم اس کی رضا سے انکار کردو گی؟"

"نہیں' پھر بھی احتیاط لازم ہے۔ انسان کو متوقع خطرے سے بچنے کی تدبیر کرنی چاہیے۔"

"یہ تم نے درست کہا۔ ہماری تدبیر ایسی ہونی چاہیے کہ ہمارے ساتھ لاکھوں انسان محفوظ رہیں۔ اگرچہ یہاں سب یہودی ہیں مگر انسان ہیں۔ ان میں ممتا کا سمندر رکھنے والی مائیں ہیں۔ پھول جیسے پیارے پیارے بچے ہیں' کیا ہم انہیں چھوڑ کر چلے جائیں؟"

وہ سر جھکا کر بولی۔ "آپ نے تو مجھے شرمندہ کردیا۔ ہم یہاں رہ کر اس کیپسول کو بلاسٹ نہیں ہونے دیں گے۔"

میں نے اس کے قریب ہو کر کہا "شرمندہ ہونا ہے تو سینے سے لگ کر ہوتی رہو۔ دھڑکنوں کو آسودگی ملے گی۔"

وہ جلدی سے پیچھے ہٹ کر بولی "کیا کرتے ہیں آپ؟ انا اور عادل اچانک کمرے میں گھس آتے ہیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے ریسیور اٹھایا پھر رابطہ کیا۔ سارہ نے میری آواز سنتے ہی کہا "اوہ برادر! تم کون ہو؟ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

میں نے پوچھا "کیا خرگوش بیمار ہوگیا ہے؟"

"ہاں' خرگوش کے بیمار ہوتے ہی میں نے دماغ میں عجیب سی بے چینی محسوس کرکے سانس روک لی۔ یہ سمجھ گئی کہ دشمن مجھے بیمار سمجھ کر آنا چاہتا ہے۔"

پھر وہ ہیرو کے کمپیوٹر اسکرین کو پڑھنے لگی۔ ہیرو کہہ رہا تھا۔ "دوست! تم نے ثابت کردیا ہے کہ تم ہماری لاعلمی میں پچھلی رات سے ہماری حفاظت کرتے آرہے ہو۔"

"میں یہی چاہتا تھا کہ پہلے میرے خلوص کا یقین ہوجائے پھر میں خود کو ظاہر کروں۔ میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ میں' میری بیوی' میری بہویں اور دو چار عزیز ترین رشتے دار ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

اس کے کمپیوٹر نے کہا "ابھی میں اپنی قوتِ سماعت سے تم میاں بیوی کی باتیں سن رہا تھا۔ تمہاری بیوی نے کسی انا اور عادل کا نام لیا تھا۔"

"ہاں' یہ دونوں میرے عزیز ہیں۔ قتل ابیب میں میرے ساتھ ہیں۔"

"تم اتنے قریب ہو تو میرے پاس آجاؤ۔ مجھ جیسے عجوبے کو تمہارے جیسے مخلص دوست کی ضرورت ہے۔"

"ہم ضرور ملیں گے۔ ابھی حالات کا تقاضا ہے کہ میں روپوش رہ کر تمہارے کام آتا رہوں۔ پہلے ان یہودیوں سے تمہاری مستقل اور محفوظ رہائش کی ضمانت حاصل کرنا ضروری ہے۔"

"درست کہتے ہو۔ پہلے انہیں چالبازیوں سے باز رکھنا ہوگا۔ ویسے میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔"

"تم دوسروں سے کمپیوٹر کے ذریعے بولتے ہو۔ اگر مناسب سمجھو تو مجھے اپنے دماغ میں آنے دیا کرو۔ اس طرح ہم رازداری سے گفتگو کرسکیں گے۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میرے دماغ میں کیسے آؤ گے؟"

"ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کی آنکھوں میں جھانک کر یا اس کی آواز اور لہجے کو سن کر دماغ میں آتے ہیں۔ تمہاری کوئی آواز اور لہجہ نہیں ہے۔ میں تمہاری آنکھوں میں ایک بار جھانک کر تمہارے اندر پہنچوں گا۔"

"پھر تو یہ ملاقات کے وقت ہی ممکن ہے۔"

"یہ لوگ تمہیں ٹی وی کے ذریعے عوام کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تمہاری تصویر آج نشر ہوگی' ٹی وی اسکرین پر تمہاری آنکھوں کا کلوزاپ دکھایا جائے گا تو میں تمہارے اندر چلا آؤں گا۔"

سارہ نے کہا "تو پھر اس کیمرامین اور ڈائریکٹر کو ہم اندر بلاتے ہیں۔"

"ضرور بلاؤ۔ اور ان سے باتیں کرو۔ میں ان کے اندر پہنچ کر اپنی مرضی کے مطابق فوٹوگرافی کراؤں گا۔"

سارہ نے ریسیور رکھ کر انہیں بلایا اور کہا "تمہیں جو فلم رپورٹ تیار کرنی ہے' جلد کرو۔ ہم آرام کرنا چاہتے ہیں۔"

ڈائریکٹر نے کہا "مس سارہ! ہماری کوشش ہوگی کہ جلد از جلد رپورٹ تیار ہوجائے۔"

انہوں نے دو چار جگہ لائٹس لگس کیں۔ پھر کیمرا آن کرکے ڈائریکٹر نے ہیرو سے سوال کیا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے جواب دیا۔ "بندر کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ مداری اسے کوئی نام دے دیتا ہے' میرا نام ہیرو ہے۔"

ڈائریکٹر نے کیمرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ناظرین! آپ اس عجوبے کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ یہ کمپیوٹر آپ سے کرنا جانتا ہے۔ یہ زبان سے نہیں بولتا بلکہ سوالوں کا جواب کمپیوٹر اسکرین پر تحریر کی صورت میں دیتا ہے۔ ہم اس کے تمام جوابات آپ کو اسکرین پر دکھاتے رہیں گے۔"

پھر وہ ہیرو کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ "مسٹر ہیرو! تم پیدائشی ایسے ہو یا کسی طبی اور سائنسی تجربات کے نتیجے میں ایسے بن گئے ہو؟"

"علم الابدان کے ایک یہودی ڈاکٹر جافری ہیرالڈ نے مجھ پر تجربہ کیا تھا۔ میں ایک چھوٹے قد کا بندر تھا۔ اب میرا قد دیکھ لو' ایک انسان کی طرح قد آور ہوں۔ میرا جسم' میرا دماغ انسانی ہے۔ صرف چہرہ اور دُم کو تبدیل نہیں کیا جاسکا۔ ویسے یہ چہرہ بھی نصف انسانی ہے۔ مجھے جو دوائیں کھلائی گئی ہیں اور جیسے انجکشن لگائے گئے ہیں' امید ہے کہ ان کے نتیجے میں چہرہ مکمل انسانی ہوجائے گا۔ دُم بھی شاید رفتہ رفتہ ختم ہوجائے۔"

"علم الابدان کا ماہر ڈاکٹر جافری ہیرالڈ کہاں ہے؟"

"اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"کب اور کہاں اس کی موت واقع ہوئی تھی؟"

"مرنے والے کی بات نہ کرو۔ میں رنجیدہ ہوجاتا ہوں۔ کوئی دوسرا سوال کرو۔"

"کیا اسرائیل کی کسی میڈیکل لیبارٹری میں تم پر تجربہ کیا گیا تھا؟"

"یہ تجربہ استنبول کی لیبارٹری میں ہوا تھا؟"

"تم وہاں سے کیسے چلے آئے؟"

"میں تجربات کے دوران اکثر غافل رہا کرتا تھا۔ یوں لگتا تھا' نیند میں چل رہا ہوں' نیند میں کھا پی رہا ہوں اور نیند میں زندگی گزار رہا ہوں۔ ان حالات میں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اسرائیل کیسے پہنچ گیا۔"

"تم پر تجربہ کرنے والے ڈاکٹر جافری نے کچھ بتایا ہوگا؟"

"یہ کہا تھا کہ وہ یہودی ہے۔ اس لیے یہودی قوم کی خدمت کے لیے مجھے یہاں لے آیا ہے۔"

"یہ ہمارے لیے نہایت خوشی کی بات ہے کہ ڈاکٹر جافری تمہیں یہودی قوم کی خدمت کے جذبے سے یہاں لایا تھا۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا۔ ہمارے ملک اور قوم کے لیے تمہارے کیا جذبات ہیں؟"

"تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اگر تمہاری حکومت اور تمہارے لوگ مجھے انسان سمجھ کر اپنے درمیان عزت اور سکون سے رہنے دیں گے تو میں بھی ان کے کام آتا رہوں گا۔"

"کیا ناظرین کو بتاؤ گے کہ تم میں کیا صلاحیتیں ہیں اور تم کس طرح ہمارے کام آسکتے ہو؟"

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "میں دورِ جدید کا یہ کمپیوٹر استعمال کررہا ہوں۔ اس سے میری ذہانت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ میں جسمانی طور پر ایسا شہ زور ہوں کہ ہاتھی کو ٹکر مار کر گرا سکتا ہوں اور شیر کے جبڑے چیر سکتا ہوں۔ میں غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل ہوں۔ میں گہری تاریکی میں دیکھ لیتا ہوں اور دور کی آواز صاف طور سے سن لیتا ہوں۔ میں محکمۂ سراغ رسانی کے بہت کام آسکتا ہوں۔ اس ملک میں چھپے ہوئے دشمنوں کو ڈھونڈ کر ظاہر کرسکتا ہوں۔ جنگ کے زمانے میں ہزاروں میل دور سے آنے والے جنگی طیاروں کی نشاندہی کرسکتا ہوں۔ یہ بتا سکتا ہوں کہ کس گھر میں کتنے آدمی بیٹھ کر کس قسم کی سازش کررہے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت کچھ کرسکتا ہوں۔ وقت آنے پر اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کو پیش کرتا رہوں گا۔"

"یہاں کے یہودی عوام دوستانہ جذبات رکھتے ہیں اس لیے ہمیشہ تم سے محبت سے پیش آیا کریں گے۔ ہماری حکومت تمہیں یہاں کی شہریت دے رہی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حکومت تمہاری نیک نیتی اور نیک چلنی پر بھروسا کرتی ہے۔ ابھی تم نے کہا تھا' تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اب تم اپنی وفاداری کا یقین دلاؤ۔"

"تم نے زبانی محبت اور دوستی کا یقین دلایا ہے۔ میں اس کا عملی ثبوت چاہوں گا۔ اس سلسلے میں ابھی شرقِ ابیب جارہا ہوں۔ کیونکہ بھوک لگ رہی ہے۔ کسی بڑے ہوٹل میں کھانے پینے پھر ذرا تفریح کرنے کے بعد اپنی رہائش گاہ میں واپس آجاؤں گا۔"

"مسٹر ہیرو! یہاں تمہارے کھانے پینے کا تمام سامان موجود ہے۔ تمہیں فی الحال شہر نہیں جانا چاہیے۔"

"تمہاری حکومت نے کھانے پینے کا جو سامان مہیا کیا ہے' وہ ضرر رساں ہے۔ تم لوگ چیخ چیخ کر اپنی دوستی کا راگ الاپتے ہو اور ساری دنیا کو سناتے ہو لیکن درپردہ کھانے میں زہر دیتے ہو۔ تم لوگ بڑے میٹھے زہریلے ہو۔"

انہوں نے کیمرا اور لائٹس کو بند کردیا پھر ڈائریکٹر نے کہا۔ "مسٹر ہیرو! آپ حکومت کے خلاف بول رہے ہیں۔ انٹرویو کا یہ حصہ نشر نہیں ہوگا اور جب تک ٹی وی کے ذریعے آپ کو عوام کے سامنے پیش نہیں کیا جائے گا' آپ شہر نہیں جائیں گے۔"

"میں تو ابھی یہاں سے جاؤں گا۔ تم لوگ فوراً یہاں سے نکلو۔ ورنہ کیمرے کے ساتھ تم دونوں کو باہر پھینک دوں گا۔"

وہ جلدی جلدی اپنا سامان سمیٹنے لگے۔ پھر باہر چلے گئے۔ سارہ نے ریسیور اٹھا کر برین آدم سے رابطہ کیا دوسری طرف سے جواب ملا۔ "وہ موجود نہیں ہیں۔ میں ان کا ایک ماتحت بول رہا ہوں۔"

وہ بولی۔ "اپنے بڑوں کو اطلاع دے دو کہ میں ہیرو کے ساتھ پندرہ منٹ کے بعد یہاں سے نکل کر تل ابیب جاؤں گی۔ مجھ سے دوبارہ رابطہ دس منٹ کے بعد کرو۔ کیونکہ میں لباس بدل رہی ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر لباس بدلنے کمرے میں چلی گئی۔ ہیرو دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ باہر جانے والا ڈائریکٹر بھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے

اپنے بڑوں کو بتا رہا تھا کہ دونوں نے کھانے کو مُسترد کیا ہے۔ انہیں بھوک لگ رہی ہے' اس لیے وہ شہر کی طرف آنے والے ہیں۔

دس منٹ کے بعد فون کی گھنٹی بجی۔ سارہ نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔ میں سارہ بول رہی ہوں۔"

"مس سارہ! میں برین آدم بول رہا ہوں۔ ابھی اطلاع ملی ہے کہ تم ہیرو کے ساتھ شہر آ رہی ہو۔ کیا یہ درست ہے؟"

"ہاں' جو کھانا تم لوگوں نے یہاں پہنچایا ہے اسے کھانے کے بعد میرا ایک خرگوش بیمار پڑ گیا ہے۔ کیا یہ تم لوگوں کی کمینگی کا ثبوت نہیں ہے۔"

"خرگوش کسی دوسری وجہ سے بھی بیمار پڑ سکتا ہے؟"

"تو پھر میں وہی کھانا دوسرے خرگوش کو کھلاؤں گی۔ وہ بھی بیمار پڑے گا تو ہیرو شہر آ کر تمہارا حلیہ بگاڑ دے گا۔ تم لوگ اپنے پیدائشی کمینے پن سے باز کیوں نہیں آتے ہو؟"

"جس افسر نے یہ کھانا سپلائی کیا ہے' اسے ہم تمہارے سامنے گولی مار یں گے۔"

"یعنی ہمیں دوسرے افسر اور دوسرے کھانے پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

"بے شک' اب ایسا نہیں ہوگا۔"

"ایسا ہو یا نہ ہو' ہم شہر آ رہے ہیں۔"

"پلیز نو' ایسا نہ کرو۔ امنِ عامّہ خطرے میں پڑ جائے گا۔"

"ہیرو کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"لیکن لوگ اسے بندر سمجھ کر پتھر ماریں گے تو وہ مشتعل ہو کر ان پر حملے کرے گا۔"

"تو پھر لوگوں کو روکنے اور انہیں شرافت کے دائرے میں رکھنے کا انتظام کرو۔"

"اس کے لیے کچھ وقت لگے گا۔"

"ہم سے بھوک برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ ہم ابھی نکل رہے ہیں۔ تم ہمارے آگے پیچھے مسلح فوجیوں کی گاڑیاں لگا دو۔"

"ہم ایسا کر سکتے ہیں لیکن بیرونی ممالک کی ایجنسیاں طرح طرح کے سوالات کریں گی کہ ایک بندر آدمی کے آگے پیچھے فوج کیوں ہے؟ اگر اس سے خطرہ ہے تو اسے گرفتار کیوں نہیں کیا جاتا اور اگر خطرہ نہیں ہے تو یہ تماشا کیا ہے؟"

"سیدھا سا جواب دے سکتے ہو کہ تمہاری بدمعاشیوں کے باعث دوست بھی دشمن بن جاتے ہیں۔"

سارہ نے ریسیور رکھ دیا۔ آئینے کے سامنے آ کر بالوں کو برش کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ضروری سامان کی اٹیچی اٹھا کر باہر آئے پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ سارہ نے اسے ڈرائیو کیا۔ جب وہ احاطے سے باہر ذرا دور آئے تو ان کے آگے پیچھے فوجی گاڑیاں چلنے لگیں۔

شام کے گہرے سائے تاریکی میں بدل رہے تھے۔ وہ تل ابیب

میں داخل ہوئے تو رات ہو گئی۔ سارہ ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے باپ کی عالیشان کوٹھی میں آ گئی۔ گاڑی روک کر ہیرو کے ساتھ باہر آئی۔ مسلح فوجی ان کے چاروں طرف آ گئے۔ ہیرو نے شیشے کی ڈبیا کو منہ میں دانتوں کے درمیان اس طرح رکھا تھا کہ ڈبیا کے اندر سے سیاہ رنگ کا کیپسول جھلک جھلک رہا تھا۔ سارہ نے کہا "یہ میرے باپ کی کوٹھی ہے۔ اندر کوئی فوجی جوان نہیں آئے گا۔ میرے حکم کی تعمیل کی جائے۔"

ایک فوجی افسر ٹرانسمیٹر کے ذریعے برین آدم سے رابطہ کرنے لگا۔ سارہ ہیرو کے ساتھ کوٹھی کے اندر آ گئی۔ وہاں سب سے پہلے گورنس سے ملاقات ہوئی۔ اس نے گورنس کو گلے لگایا پھر ہیرو سے کہا۔ "یہ میری گورنس ہے۔ میرے اپنوں سے بڑھ کر ہے۔ میں حالات سے مجبور ہو کر مرنا چاہتی تھی لیکن اس نے مجھے خودکشی سے باز رکھا۔"

گورنس ہیرو کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ ہیرو اسے دیکھ کر دوستانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ اس نے پوچھا "سارہ' یہ کون ہے؟ انسان ہے یا.....یا.....؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تم اسے بندر بھی کہہ سکتی ہو۔ یہ برا نہیں مانے گا۔ لیکن مجھے برا لگے گا۔ میں اس کے متعلق تمہیں بہت کچھ بتاؤں گی۔ مگر بھوک لگی ہے۔ کچن چلو۔"

کچن کی طرف جاتے وقت دو سوتیلے بھائیوں سے سامنا ہوا۔ وہ ایک قد آور بندر کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ ایک نے کہا "اچھا تو یہ وہی بندر ہے' جس کی وجہ سے انٹیلی جنس والے ہمیں پریشان کر رہے ہیں۔"

دوسرے بھائی نے کہا "ڈیڈی اور ممی کو پیرس سے یہاں آنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہے ہیں۔ میں ابھی انہیں اطلاع دیتا ہوں۔"

سارہ نے کہا۔ "تم دونوں بڑی شرافت سے باتیں کر رہے ہو۔ کیا مجھے قتل کرنے کی پلاننگ پر عمل نہیں کرو گے؟"

ایک نے کہا "کل رات کسی نے ہم دونوں کے دماغوں میں آ کر ہمیں بہت پریشان کیا ہے۔ کیا یہ تمہارا دوست ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تم نے بڑی زبردست طاقت حاصل کی ہے۔ ہم آئندہ تمہارے خلاف کچھ نہیں کریں گے۔"

وہ دونوں زینے پر چڑھتے ہوئے اپنے باپ کے کمرے کی طرف جانے لگے۔ وہ ہیرو اور مریم کے ساتھ کچن میں آ گئی۔ اس کے بعد کھانا گرم کر کے پہلے ہیرو کو دیا پھر خود پلیٹ لے کر وہ تینوں کھانے کی میز پر آ گئے۔ کھانے کے دوران اس کا باپ اس کی سوتیلی ماں کے ساتھ وہاں آ گیا۔

دونوں نے پہلے ہیرو کو حیرانی سے دیکھا پھر باپ نے پوچھا "تم نے اتنے عرصے بعد مجھے دیکھا اور روش نہیں کیا؟"

وہ کھاتے ہوئے بولی۔ "میں مرجاتی تو کون آپ کو روش کرتا۔

آپ اپنے کاروبار اور جوان بیوی میں مگن رہتے۔ آپ کے دونوں بیٹوں نے مجھے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ مجھے اس بندر نے نئی زندگی دی ہے۔"

باپ نے کہا "یہ آخر ہے کیا چیز؟ حکومت نے مجھے سختی سے کہا ہے کہ تم اس کا ساتھ نہیں چھوڑو گی تو میرا تمام کاروبار اور بینک بلنس ضبط کر لیا جائے گا۔ میں یہاں کا ارب پتی تاجر ہوں۔ ساری وجہ سے کنگال ہو جاؤں گا۔"

سارہ نے کہا۔ "ہونا تو یہی چاہیے۔ آپ نے مجھے سوتیلے جلاد بھائیوں کے حوالے کر دیا۔ بیٹی کو خسارے کی چیز سمجھ کر مجھ سے زائل ہو گئے۔ مجھے انتقاماً تم سب کو کنگال کر دینا چاہیے۔"

"ہوش میں تو ہو؟ کیا اپنے باپ کے غضب کو بھول گئی ہو؟"

"آپ بھول رہے ہیں کہ پوری اسرائیلی حکومت مجھ سے خوفزدہ ہے۔ دھیمی آواز میں بات کریں۔ اور تم! میری سوتیلی ممی! تم مجھے دیکھ کر تیور بدل لیتی تھیں۔ آج سہمی ہوئی سی چپ کیوں ہو؟"

ہیرو نے اس کی سوتیلی ماں کو غُرا کر دیکھا۔ وہ اپنے شوہر کے پیچھے جا کر بولی "یہاں سے چلیں۔"

سارہ نے کہا "ہاں' یہاں سے جانے کے لیے صرف ایک سفری بیگ اٹھا لو۔ اور دس منٹ کے اندر کوٹھی سے نکل جاؤ۔"

باپ نے کہا "یہ میری کوٹھی ہے۔ تم اس بندر کے ساتھ یہاں سے جاؤ۔ پھر کبھی نہ آنا۔"

سارہ نے گورنس سے کہا۔ "میرے کمرے سے موبائل فون لے آؤ۔"

گورنس فون لے آئی۔ سارہ نے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا۔ "مسٹر برین! میں چاہتی ہوں میری سوتیلی ماں کو دس منٹ کے اندر اس کوٹھی سے نکال دیا جائے۔ دو سوتیلے بھائیوں کو بھی اس طرح نکالا جائے کہ ان کے بدن پر صرف ایک ایک نیکر ہو۔"

اس نے کوئی جواب سنے بغیر فون بند کر دیا۔ پانچ منٹ کے اندر ہی ایک فوجی افسر دو سپاہیوں کے ساتھ اندر آ کر بولا۔ "مس سارہ! وہ سوتیلی ماں اور بھائی کون ہیں؟"

سارہ نے اشارے سے بتایا۔ دو سپاہیوں نے ان بھائیوں کے بدن کا لباس پھاڑتے ہوئے کہا۔ "فوراً ننگے ہو جاؤ۔"

آفیسر نے اس کی سوتیلی ماں سے کہا۔ "اگر تم لباس میں رہنا چاہتی ہو تو فوراً کوٹھی سے باہر جاؤ۔"

وہ جاتے ہوئے پلٹ پلٹ کر شوہر کو دیکھتے ہوئے باہر چلی گئی۔ شوہر نے کہا "یہ ظلم ہے' یہ کوٹھی میری ہے۔ یہ سب کچھ قانون کے خلاف ہو رہا ہے۔"

وہ بولی۔ "ڈیڈی! جس کے ہاتھ میں طاقت ہوتی ہے' قانون اس کے حق میں ہوتا ہے۔ اب آپ سے کہتی ہوں' صرف اپنا سفری بیگ لے کر یہاں سے جائیں اور یہ یاد رکھیں کہ آپ اپنے دونوں بیٹوں کی مالی مدد کریں گے اور انہیں کپڑے پہنانا چاہیں گے تو کنگال ہو جائیں گے۔ اگر ان سے قطع تعلق کریں گے تو آپ کا کاروبار اور بینک بیلنس سلامت رہے گا۔"

وہ کھانے میں مصروف ہو گئی۔ باپ اوپر اپنے کمرے میں گیا۔ پھر اپنا سفری بیگ اٹھا کر نیچے آیا۔ ایک نظر بیٹی پر ڈالی۔ اس کے بعد باہر چلا گیا۔

سارہ کھانے کے دوران گورنس کو اپنے تمام حالات سنانے لگی۔ وہ بولی۔ "تم نے اچھا کیا یہاں چلی آئیں۔ یہاں تمہارے کھانے میں کوئی مضر دوا نہیں ملائے گا۔"

"تم نہیں جانتیں۔ ہمارا کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر تمہیں مجبور کر دے گا۔"

"ہاں! ایسا ہوا تو میرے ہاتھ سے تمہیں نقصان پہنچے گا۔ آئندہ تم کیا کرو گی؟"

"فی الحال ہم یہاں رہیں گے۔ یہاں کھانے کا سامان کافی ہے۔ تم ابھی یہاں سے چلی جاؤ تاکہ وہ تمہارے ذریعے ہمیں نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

وہ اٹھ کر بولی۔ "تمہیں اس مصیبت کے وقت چھوڑ کر جانے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر میرے چلے جانے میں تمہاری بہتری ہے۔"

وہ چلی گئی۔ سارہ نے کھانے کے بعد ہیرو سے کہا۔ "میرے کمرے میں چلو اور چار چھ گھنٹے کے لیے سو جاؤ۔ میں جاگتی رہوں گی۔ آدھی رات کے بعد میں سوؤں گی' تم جاگتے رہنا۔"

وہ کوٹھی کے باہر آ کر افسر سے بولی۔ "بہت ضروری کام ہو تو پہلے بیل بجانا۔ میں دروازہ اندر سے بند کر رہی ہوں۔ کیا تمہارا کوئی آدمی اندر ہے؟"

"کوئی نہیں ہے۔ آپ اپنا موبائل نمبر بتائیں۔ چیف نے پوچھا ہے۔"

اس نے نمبر بتا کر دروازے کو اچھی طرح اندر سے بند کر دیا۔ ہیرو نے ہر کمرے' باتھ روم اور اسٹور روم میں گھس کر دیکھا اور لاک کر دیا۔ پھر سارہ اس کے ساتھ اپنے بیڈ روم میں آ گئی۔ اس سے بولی "تم اس کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے سو جاؤ۔ میں دوسرے کمرے میں رہوں گی' کوئی خطرہ ہو گا تو دستک دوں گی۔"

وہ باہر آ گئی۔ ہیرو نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ شیشے کی ڈبیا کو سرہانے رکھا پھر دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا۔

دوسرے کمرے میں وہ جاگ رہی تھی۔ فون پر اشارہ پا کر اسے آپریٹ کیا پھر بولی "ہیلو' سارہ بول رہی ہوں۔"

"میں برین ہوں۔ تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اسے لے کر کسی بڑے ہوٹل اور کلب میں نہیں گئیں۔"

"میں کوئی ہنگامہ نہیں چاہتی تھی۔ یہاں کھانے کا سامان کافی ہے۔ کچھ روز گزارا ہو جائے گا۔ اس کے بعد کیا ہو گا؟"

"ہیرو کہاں ہے؟"

"آرام کررہا ہے۔ میری بات کا جواب دو۔"

"سارہ! دوست بن جاؤ۔ ہمیں اس جان لیوا عذاب سے نکالو۔"

"دوستی اب کبھی نہیں ہوگی۔ تم لوگوں پر کبھی بھروسا نہیں ہوگا۔"

"ایک بار اور آزما کر دیکھو۔ ایک موقع اور دو۔"

"دوسری بات کرو۔"

"پلیز سارہ! صرف ایک موقع ہمیں دو پھر....."

وہ سخت لہجے میں بولی۔ "میں کہہ چکی ہوں' دوسری بات کرو ورنہ فون بند کردوں گی۔"

وہ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔ "ٹھیک ہے۔ تم بھی آرام کرو۔ صبح باتیں ہوں گی۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ برین آدم اسے قائل کرنے کے لیے مزید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اطلاع ملی کہ جے پر گولا نے روپوشی ترک کردی ہے۔ خود کو ظاہر کردیا ہے۔ وہ زخمی ہے اور اسے ملٹری اسپتال میں پہنچادیا گیا ہے۔

اس نے اسپتال میں پر گولا سے رابطہ کیا۔ "ہیلو پر گولا! میں انٹیلی جنس کا چیف بول رہا ہوں۔ میرے سوالات کا جواب دو۔"

وہ بولا۔ "پہلے یقین دلاؤ کہ تم واقعی چیف ہو اور فراڈ نہیں ہو۔"

"وہاں جو افسر ہے اسے ریسیور دو۔"

"وہ کمرے کے باہر ہے۔ تم کہو گے میں اسے کمرے میں بلاؤں۔ مگر نہیں بلاؤں گا کیونکہ میرے پہلو میں ایک خوبصورت نرس ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پانچ منٹ کے بعد دروازے پر دستک ہونے لگی۔ وہ گرج کر بولا۔ "کون بدتمیز ہے؟"

آواز آئی۔ "سر! میں ایک افسر ہوں۔ انٹیلی جنس کے چیف کا فون ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں ابھی کمبل سے لپٹا ہوا ہوں۔"

"آپ کمبل چھوڑ دیں۔"

"افسوس' کمبل مجھے نہیں چھوڑتا ہے۔ اس سے کہو۔ آدھے گھنٹے بعد فون کرے۔"

گاڈمدر کے گھر سے ذلیل ہو کر فٹ پاتھ پر لنگڑا کر چلنے اور اپنی ساری طاقت کھو دینے کے بعد اسے اب عقل سے کام لینا چاہیے تھا لیکن دوبارہ طاقت حاصل کرنے کے بعد وہ پھر مغرور اور خودسر ہوگیا تھا۔ یہودی خفیہ تنظیم کے بگ برادر کو گھاس نہیں ڈال رہا تھا۔

برین آدم نے آدھے گھنٹے بعد فون کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہاں' کلیجے میں ٹھنڈک پڑ گئی ہے۔ اب بولو۔"

برین آدم نے کہا "بڑے بڑے طاقتور ایک دوسرے سے تہذیب کے دائرے میں گفتگو کرتے ہیں۔ لیکن تم حد سے زیادہ بدتمیز ہو۔"

"ارے بڑے بھائی! ناراض کیوں ہوتے ہو۔ کام کی بات کرو۔ تم بھی مصروف رہتے ہو اور مجھے بھی نرسیں نہیں چھوڑتی ہیں۔"

"میں تمہیں یہاں سے اٹھوا کر اسپتال کے سب سے تھرڈ کلاس کمرے میں پھنکوا رہا ہوں۔ وہاں فرش پر سویا کرو گے اور وہاں کالی کلوٹی بوڑھی نرسوں کے رحم و کرم پر رہو گے۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا۔ "تم ایسا نہیں کرسکو گے۔ میرے پاس تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

"ہمارے پاس بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ تمہارے زخم میں مرہم کی جگہ زہر ٹپکا دیا جائے تو وہ تین خیال خوانی کرنے والے تمہیں نہیں بچاسکیں گے۔"

"وہ تینوں تمہارے ملک میں ایسی تباہی پھیلائیں گے کہ تم توبہ کرتے پھرو گے۔ میرا کیا ہے۔ میری ایک جان ہے' وہ تم لے لو۔ تم میرے بعد وہ تینوں وفادار تمہاری نیندیں اڑادیں گے۔"

"مجھے دھمکیاں نہ دو۔ یہاں نہ جانے کتنے خیال خوانی کرنے والے دشمن آگئے ہیں۔ میں ہر ایک سے نمٹتا رہتا ہوں۔ تمہارا بھی کوئی علاج ڈھونڈ نکالوں گا۔ کوئی برا وقت آنے سے پہلے انسان بن جاؤ۔"

"چلو بن گیا۔ آگے بولو۔"

"تمہارے وہ تینوں خیال خوانی کرنے والے کہاں ہیں؟ ابھی ان سے باتیں کراؤ۔ مجھے اپنی طاقت کا یقین دلاؤ۔"

وہ ذرا پریشان ہوا۔ اس نے سوچ کے ذریعے مرینا' جیری اور تھرمال کو پکارا۔ وہ اس کے تابعدار نہیں تھے اور نہ ہی اس کے اندر موجود تھے۔ اس لیے جواب نہیں ملا۔ وہ بولا۔ "مسٹر چیف! میرے خیال خوانی کرنے والے ایک گھنٹے کے وقفے سے آتے ہیں۔ ان میں سے کوئی آئے گا تو میں بات کراؤں گا۔"

"مجھے صحیح وقت بتاؤ۔ میں فون پر رابطہ کروں گا۔ اسے اپنے ماتحت کی آواز سناؤں گا۔ وہ ماتحت کے اندر آکر مجھ سے بات کرے گا۔"

"مجھ سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد رابطہ کرو۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ اس کی پریشانی بڑھ گئی۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر تینوں میں سے کسی نے ایک گھنٹے کے اندر رابطہ نہ کیا تو کیا ہوگا؟ اس نے سوچ کے ذریعے مجھے بھی آواز دی۔ "فرہاد علی تیمور! تم کہاں ہو؟"

میں ہیرو کے معاملے میں مصروف تھا۔ یہ دیکھ چکا تھا کہ اس کی ویڈیو فلم تیار ہوگئی ہے۔ سارہ اور ہیرو وہ بنگلا چھوڑ کر جاچکے ہیں اب وہ کیرامین اور ڈائریکٹر رہ گئے تھے۔ ڈائریکٹر نے کہا "فلم مجھے دو۔ میں اسٹوڈیو میں لے جاکر اس کی ایڈیٹنگ کروں گا۔ بندر نے

ہماری حکومت کے خلاف جو کہا ہے' وہ حصہ کاٹ کر نکال دوں گا۔"

وہ ایڈیٹنگ کے لیے ویڈیو کیسٹ لے کر وہاں سے روانہ ہوا۔ میں نے عادل سے کہا "کار ڈرائیو کرو۔"

وہ ڈرائیو کرنے لگا۔ میں ڈائریکٹر کے دماغ میں تھا۔ وہ جن راستوں سے گزر رہا تھا ان کے مطابق میں عادل کو گائیڈ کررہا تھا۔ اس طرح اس راستے پر آگیا جہاں سے وہ بھی گزر رہا تھا۔ میں نے اسے گاڑی روکنے پر مجبور کیا پھر عادل سے کہا۔ "وہ سامنے سفید رنگ کی کار ہے۔ اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر جو شخص بیٹھا ہے۔ وہ تمہیں ایک ویڈیو کیسٹ دے گا۔ اسے لے آؤ۔"

عادل نے ہدایت پر عمل کیا۔ کار سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا سفید کار کے پاس پہنچا۔ میں ڈائریکٹر کے دماغ میں تھا۔ اس نے وہ کیسٹ عادل کے حوالے کیا۔ اسی وقت ایک شخص دوڑتا ہوا آیا پھر عادل کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "ہالٹ! وہ کیسٹ مجھے دو۔"

وہ انٹیلی جنس کا سراغرساں تھا۔ ڈائریکٹر کی نگرانی کرنا اور اسے تحفظ دینا اس کی ڈیوٹی تھی لیکن وہ اپنا فرض ادا نہ کرسکا۔ میں اس کی آواز اور لہجہ سن کر اس کے اندر پہنچا پھر اس کی زبان سے بولا۔ "عادل! اب یہ سفید کار لو اور اس میں بیٹھ کر جاؤ۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ نگرانی کرنے والے اور کتنے ہیں۔"

پھر میں نے ریوالور والے جاسوس کی زبان سے ڈائریکٹر کو مخاطب کیا۔ "اے فوراً گاڑی سے اترو۔ ورنہ گولی ماردوں گا۔ کم آن' ہری اپ۔"

وہ سہم کر باہر آگیا۔ عادل نے اس سفید کار کی اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا ایک سمت جانے لگا۔ میں توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ کوئی دوسری کار اس کے تعاقب میں نہیں تھی۔ میں نے نگرانی کرنے والے جاسوس کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "یہ کیا ہوا؟ میں نے تو اس سے کیسٹ واپس لینے کے لیے ریوالور نکالا تھا۔"

ڈائریکٹر نے کہا "پریشان ہو کر کیا کرو گے۔ یہ ٹیلی پیتھی کا تماشا تھا۔ ہم دونوں مجبور تھے۔"

جاسوس نے ٹرانسمیٹر نکال کر کہا۔ "ہیلو ہیلو۔ میں جیمز بانڈ زیرو زیرو سیون بول رہا ہوں۔"

ڈائریکٹر نے کہا۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم جیمز بانڈ ہو اور یہ کیا حماقت ہے۔ ٹرانسمیٹر آن کیے بغیر بول رہے ہو؟"

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ "ہم اس کے خلاف کچھ نہیں کرسکیں گے۔ شاید ٹیکسی میں بیٹھ کر ہیڈ کوارٹر تک جاسکیں۔"

میں نے انہیں چھوڑ کر گاڑی آگے بڑھائی پھر عادل سے کہا۔ "اپنی گاڑی روکو اور انتظار کرو۔ میں آرہا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے سفید کار چھوڑ دی۔ کیسٹ لے کر میرے پاس آگیا۔ ہم دونوں اپنے بنگلے میں واپس آگئے۔

عادل نے ٹی وی اور وی سی آر کو آن کیا۔ اس میں کیسٹ لگایا لیلیٰ اور انا بھی آگئیں۔ ہم سب مختلف صوفوں پر بیٹھ گئے۔ ابتدا میں ایٹمی پلانٹ کی لیبارٹری کا منظر دکھائی دیا۔ ہیرو' سارہ اور سائنس دان ڈاکٹر گولڈ اسٹائن نظر آرہے تھے۔ پھر ہیرو کا انٹرویو سنائی دیا۔ اسکرین پر بار بار ہیرو کا کلوز اپ دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے کیرامین کو مجبور کیا تھا کہ وہ ہیرو کی آنکھوں کا کلوز اپ زیادہ پیش کرے۔ اس لیے اس کی بڑی بڑی آنکھیں بار بار اسکرین پر آرہی تھیں۔ میں ان میں جھانکتے جھانکتے اس کے دماغ میں پہنچا تو اس نے بے چینی ظاہر کی' نیند میں کسمسایا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

بیدار ہونے کے بعد عقل میں بات آئی کہ دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں ہیں۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "ٹھہرو۔ میں فرہاد ہوں۔ میں نے تمہاری وہ ویڈیو فلم حاصل کرلی ہے۔ ابھی تمہیں اسکرین پر دیکھ رہا ہوں۔"

"پلیز کوڈ ورڈز مقرر کرو تاکہ آئندہ کوئی دشمن آکر دھوکا نہ دے سکے۔"

"ہاں' ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس تمہاری فوٹو گرافس پہنچ گئے ہوں گے۔ میں ابھی کوڈ ورڈ مقرر نہیں کروں گا۔ صبح پہلے سارہ کے ذریعے کہوں گا کہ تمہارے پاس آرہا ہوں پھر میں آؤں گا۔ اس سے پہلے کوئی بھی آئے تو فوراً سانس روک لینا۔"

"میں یہی کروں گا۔"

ایک اور بات' کوڈ ورڈز سارہ کو بھی نہ بتانا۔ دشمن کبھی دھوکے سے اسے ٹریپ کرکے فرہاد بن کر تمہارے پاس آسکتے ہیں۔"

"درست کہتے ہو' میں اسے نہیں بتاؤں گا۔"

"اب آرام سے سو جاؤ۔ میں جارہا ہوں۔"

میں اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ عادل کیسٹ کو ریوائنڈ کررہا تھا۔ اس نے کہا "بھائی جان! یہ بندر آدمی تو عجیب چیز ہے۔"

میں نے اسے اور انا کو ہیرو کے حالات اختصار سے سنائے پھر کہا "جاؤ۔ آرام کرو۔"

وہ بولا۔ "ادھر دو دنوں سے مسلسل آرام کررہا ہوں۔ مجھے کوئی کام دیں۔"

"اپنی ہونے والی سسرال کی طرف دھیان دو۔ میں نے انا کے خیال سے پھرا نہیں مصیبت سے نکالا ہے۔"

وہ بولی۔ "پاپا! آپ میری ماں اور بھائی بہنوں کی مدد کرتے ہیں تو میں ممنون بھی ہوتی ہوں اور شرمندہ بھی۔"

"تمہیں ممنون نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہماری بیٹی ہو۔ شرمندہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ تمہارے سسلے والے اپنی کرنی کی سزا پاتے رہتے ہیں۔ اب بھی نہیں سمجھنا چاہیں گے تو پھر جانتی ہو کیا ہوگا؟"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا ہو گا پاپا؟"

اس کے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔ اسے پریشان دیکھ کر دکھ ہوا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا "کچھ نہیں ہو گا۔ میری انا کے میکے والوں پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ میں ایک شرط پر ان کی مدد کرتا رہوں گا۔"

"وہ شرط کیا ہے پاپا؟"

"یہ کہ تم ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہا کرو گی۔ میرے گھر میں پھول کھلے لگتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "یو آر گریٹ پاپا!"

وہ عادل کے ساتھ ڈرائنگ روم سے چلی گئی۔ لیلیٰ کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ اداس تھی۔ مجھ سے اداسی چھپانے کے لیے وہ اٹھ کر کمرے میں چلی آئی۔

میں اس کے جذبات کو سمجھ رہا تھا۔ میں نے انا کو بیٹی کہہ کر اپنا یہ احساس بیان کیا تھا کہ اس کے ہنسنے مسکرانے سے پھول کھلنے کا احساس ہوتا ہے۔

لیلیٰ یہ سوچ کر اداس ہو گئی کہ وہ ماں نہیں بن سکے گی۔ اگر اس کی اولاد ہوتی تو میں اپنی اور اس کی اولاد کے لیے ایسے ہی احساسات کا اظہار کرتا۔ اب میں کیا کر سکتا تھا؟ اسے ازدواجی زندگی کی مسرتیں دے رہا تھا۔ اولاد نہیں دے سکتا تھا۔ یہ میرے بس میں نہیں تھا۔

میں نے پرانی سوچ کی لہریں محسوس کیں پھر جیری نے کوڈ ورڈز ادا کر کے کہا۔ "سر! میں ابھی پرگولا کے پاس گیا تھا۔"

"ہاں' میں بھی بہت پہلے اس کے پاس گیا تھا۔ وہ اسپتال میں عیش کر رہا تھا۔"

"اب وہ پریشان ہے۔ اس نے برین آدم سے کہا ہے کہ ایک گھنٹے بعد اس کا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس سے رابطہ کرے گا تو وہ برین آدم کو ثبوت دے گا کہ اس کے ہم تین خیال خوانی کرنے والے اس کے پاس حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ اب ایک گھنٹے کی مہلت ختم ہو رہی ہے اور وہ بار بار سوچ کے ذریعے ہمیں پکار رہا ہے۔"

میں نے کہا "اسے پکارنے دو۔ مرینا اور تھرمال سے بھی کہہ دو اس سے ابھی بات نہ کریں' چپ چاپ تماشا دیکھیں۔"

ایک گھنٹے کی مہلت ختم ہو گئی۔ برین آدم نے فون کے ذریعے پوچھا۔ "ہیلو پرگولا! کہاں ہیں تمہارے خیال خوانی کرنے والے؟"

"وہ ابھی نہیں ہیں۔ تھوڑی دیر میں آنے والے ہیں۔"

"کیا وہ تینوں تمہارے پابند نہیں ہیں؟ کیا وقت کی پابندی سے تمہارے پاس نہیں آتے ہیں؟"

"وہ میرے پابند ہیں۔ کہیں مصروف ہوں گے۔ آتے ہی ہوں گے۔"

"صاف صاف کہو۔ میں کب تک انتظار کروں؟"

"بس تھوڑی دیر۔ یہی کوئی ایک گھنٹے میں کوئی ایک ضرور میرے پاس آئے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ ایک گھنٹا مزید ائر کنڈیشنڈ کمرے میں رہو۔ اس کے بعد کال کوٹھڑی میں پھنکوا دوں گا۔"

برین آدم نے اس سے رابطہ ختم کیا پھر الپا کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر کہا "میرے پاس آؤ۔"

وہ ریسیور رکھ کر آ گئی۔ "بگ برادر! میں حاضر ہوں۔"

"سسٹر! ہماری مصروفیات اتنی بڑھ گئی ہیں کہ ہم ایک دوسرے کی خیریت بھی معلوم نہیں کر سکتے۔ تم کل اسپتال سے فارغ کی گئی تھیں' اب کیسی ہو؟"

"بالکل پرفیکٹ ہوں۔ زیادہ سے زیادہ مصروف رہنے کے موڈ میں ہوں۔"

"تو پھر ایک کام کرو۔ پرگولا زخمی ہے۔ تم اس کے دماغ میں چپ چاپ جا کر اس کے چور خیالات پڑھو اور مجھے رپورٹ دو۔"

الپا نے اسپتال کا فون نمبر معلوم کیا پھر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد پرگولا کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو' کون ہے؟"

الپا نے جواب نہیں دیا۔ ریسیور رکھ کر اس کے اندر پہنچ گئی۔ بڑی دیر تک اس کے چور خیالات پڑھتی رہی پھر برین آدم کے پاس آ کر بولی۔ "بگ برادر! وہ پرگولا تقریباً کھوکھلا ہو چکا ہے۔ میں اس کے حالات بتانے سے پہلے ایک حیرت انگیز انکشاف کرتی ہوں' کبھی کبھی فرہاد علی تیمور اس کے پاس آتا ہے۔"

برین آدم آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ چونک کر سیدھا ہو گیا۔ پھر بولا "فرہاد علی تیمور؟ کیا وہ اس شیطان کے پاس آتا ہے؟"

"ہاں' پرگولا کے خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ نہ دوست ہے' نہ دشمن۔ پچھلے روز اس نے پرگولا کو قبرستان میں گرفتار ہونے سے پہلے بچایا تھا پھر اسے کار سمیت دریا میں ڈبو دیا تھا۔ اس کے بعد دریا سے نکل کر اس کی پٹائی کی تھی۔"

"الپا! تمہارے بیان سے پتا چلتا ہے کہ فرہاد یہاں ہمارے ملک میں موجود ہے۔"

"جی ہاں۔ پرگولا کے چور خیالات یقین سے کہہ رہے ہیں کہ وہ یہاں تل ابیب میں موجود ہیں۔"

"اوہ گاڈ! ہم پر کیسی کیسی آفات نازل ہو رہی ہیں۔ بائی دی وے' یہاں اس کی موجودگی کا کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ جو دشمن یہاں آ رہے ہیں' ان کا مقصد غیر معمولی فارمولے حاصل کرنا ہے اور پارس کے پاس مکمل فارمولے موجود ہیں۔ پھر اس کا باپ یہاں کیوں آئے گا؟"

"اس کی آمد نے ایسی تشویش میں مبتلا کر دیا ہے کہ اب ہماری نیندیں اُڑی رہیں گی۔"

"الپا! میں بہت اپ سیٹ ہوں۔ تم پندرہ منٹ کے بعد آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ اس نے فون کے ذریعے ٹیری آدم سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "اب الپا نے پرگولا کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اس کے

حالات بتا رہے ہیں کہ فرہاد علی تیمور تل ابیب میں موجود ہے۔ الپا غلط نہیں کہے گی۔ پھر بھی تصدیق کرنا چاہتا ہوں تم بھی چپ چاپ الپا کے خیالات پڑھ کر آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں اس نے بھی آ کر تصدیق کر دی۔ برین آدم نے کہا "ٹیری! ہماری تنظیم بڑے ہی آزمائشی دور سے گزر رہی ہے۔ پہلے غیر معمولی فارمولے حاصل کرنے والے دشمن آئے۔ پھر عکس منتقل کرنے والی مافیا پہنچ گئی۔ مافیا کے بعد کسی عادل نے تہلکہ مچایا۔ اس کے بعد پرگولا مصیبت بن گیا۔ پیراسٹر کی ٹیم آئی۔ مرینا یہاں پہنچی ہوئی ہے۔ یہ تمام آفات کیا کم تھیں کہ فرہاد دھمکا ہے۔ اس کی آمد کی خبر سے ہی دم رکتا ہوا سا لگ رہا ہے۔"

"بگ برادر! پتا نہیں وہ کب سے یہاں ہے اور آج ہمیں معلوم ہو رہا ہے۔ جب تک بخار نہیں آتا' تب تک آدمی اس سے انکار کرنے کے پتن کرتا ہے جب آ ہی جاتا ہے تو تنگ آ دیجنگ آ دے مصداق بخار سے لڑنا ہی پڑتا ہے۔ دنیا کے ہر بخار کا علاج ہے۔ فرہاد ملیریا بخار ہے۔ چڑھتا اترتا رہتا ہے لیکن اس کا بھی علاج ممکن ہوتا ہے۔"

"ہاں' اب تو اس سے بھی نمٹنا ہو گا۔ معلوم کرو' وہ کہاں ہے اور کس بھیس میں ہے؟"

ٹیری آدم چلا گیا۔ برین آدم نے فون کے ذریعے ایکسرے مین مارٹن کو میرے متعلق بتایا۔ وہ بھی سن کر سکتے میں رہ گیا۔ سارہ کے حادثے میں وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر بہت بڑا نقصان اٹھا رہا تھا۔ بے نقاب ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔ پھر ہیرو جیسے عجوبے نے ایک خطرناک کیپسول کے ذریعے ان سب کی گردنوں کو دبوچ رکھا تھا۔ اس لیے میں میری موجودگی کی اطلاع نے اس کی حالت ایسی کر دی جیسے غبارے سے ہوا نکلنے لگی ہو۔ اگر مجھے فوراً ہی اسرائیل سے نہ ہٹایا گیا تو ان سب کے غباروں سے ہوا نکل جائے گی اور وہ طاقت کے زعم میں پھولے ہوئے لوگ پچک کر رہ جائیں گے۔

ایکسرے مین مارٹن نے شکستہ سی آواز میں کہا۔ "اوہ برادر برین! یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ پرگولا اور بندر آدمی سے بڑا شیطان یہاں کیوں آ گیا ہے؟ یہ ہماری لاعلمی میں کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

سر! اس خطرناک کیپسول سے لاکھوں افراد مریں گے۔ تل ابیب کھنڈر ہو جائے گا۔ اس کے باوجود ہم زیادہ خوفزدہ نہیں ہیں کیونکہ کسی حکمت عملی سے کیپسول حاصل کر لیں گے۔ لیکن فرہاد سے کیسے نجات حاصل کی جائے؟"

"سب سے زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ فرہاد کو اس کیپسول کی ہوا لگنے جائے۔ اس کے کانوں میں بھنک پڑے گی تو اس کیپسول کو حاصل کرنے کے لیے وہ ہماری جڑوں میں گھس آئے گا۔"

ایکسرے مین نے ریسیور رکھ دیا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے باتیں کر رہا تھا اس کے ساتھ ہی اپنی ایک خاص ڈائری کھول کر پڑھ رہا تھا۔ اس نے زندگی گزارنے اور مشکل حالات سے نمٹنے کے زرّیں اصول لکھ رکھے تھے۔ ایک صفحے پر لکھا ہوا تھا۔ "کیا کرتے ہو؟ کیوں پریشان ہو؟ دنیا کی کوئی پریشانی اور مصیبت آدمی کو جان سے نہیں مارتی ہے۔ صرف ہلکان کرتی ہے۔ کیوں تمہارا دم نکلا جا رہا ہے؟ اس ہدایت پر فوراً عمل کرو۔ آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ۔ آنکھیں بند کر لو۔ اگر کسی دشمن کے متعلق سوچ رہے ہو تو اسے تصور میں دیکھ کر مسکراؤ۔ اسے آفت جاں نہ سمجھو۔ وہ تمہاری طرح انسان ہے۔ تمہاری طرح اس کی بھی کچھ کمزوریاں اور اہم ضرورتیں ہوں گی۔ سوچو کہ ان کمزوریوں سے کیسے کھیل سکتے ہو۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آئے تو اس سے دوستی کرو۔ کیونکہ آدمی دشمن بن کر دور رہتا ہے اور دوست بن کر شہ رگ کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ یوں سوچنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے آدھے گھنٹے تک بالکل خاموش رہو۔ کچھ نہ سوچو۔ ذہن کو خالی رکھنے کی کوشش کرو۔ آدھے گھنٹے کے بعد موجودہ مسئلے پر غور کرو۔"

ایکسرے مین مارٹن نے ڈائری بند کر دی پھر برین آدم سے کہا۔ "میرے مشورے پر عمل کرو۔ آدھے گھنٹے تک کسی سے رابطہ نہ کرو۔ کسی مسئلے پر غور نہ کرو۔ آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ اور ذہن کو خالی رکھنے کی کوشش کرو۔ پھر فرہاد کے بارے میں سوچو کہ اس کا کیا کیا جائے۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر یہی عمل کرنے لگا۔ آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھنے کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ کے دروازے بند کرنے کے بعد ذہن کو تمام خیالات سے خالی کرنے لگا۔ اگرچہ ذہن کبھی سوچ سے خالی نہیں رہتا ہے پھر بھی کوشش کرتے رہنے سے فکر و تردد سے بڑی حد تک نجات مل جاتی ہے۔ وہ دماغ جو پریشانی سے سوچتے سوچتے تھکنے لگتا ہے' اسے یک گونہ سکون مل جاتا ہے۔ تھکن مٹ جاتی ہے پھر ذہن تازہ دم ہو کر سوچنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

وہ آدھے گھنٹے تک خالی الذہن اور پُرسکون حالت میں بیٹھے رہنے کی کوشش کرتا رہا پھر پندرہ منٹ تک میرے مسئلے پر غور کرتا رہا۔ اس کے بعد برین آدم کے پاس آ کر بولا۔ "فرہاد سے دوستانہ انداز اختیار کرو۔ ایک طویل عرصے سے ہمارے اور اس کے درمیان کوئی نیا اختلاف پیدا نہیں ہوا ہے۔ ہماری طرف سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ ایسے میں دوستانہ ماحول پیدا ہو گا۔ اگر اسے ہم سے کوئی شکایت ہو گی تو ہم بڑی فراخدلی سے فوراً اسے دور کریں گے۔"

"اس سے رابطہ کیسے کیا جائے؟ پتا نہیں وہ اس شہر میں کہاں ہے؟"

"فرانسیسی ملٹری انٹیلی جنس کے چیف سے رابطہ کرو۔ فرہاد کے متعلق معلومات حاصل ہو جائیں گی۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ ہاٹ لائن پر رابطہ ہو گیا۔ اس نے اپنا تعارف کرایا کہ وہ اسرائیلی ملٹری انٹیلی جنس کا چیف ہے

اور مسٹر فرہاد علی تیمور سے بات کرنا چاہتا ہے۔ جواب میں بتایا گیا کہ مسٹر فرہاد پیرس میں ہیں۔ مجھ سے رابطے کے لیے اسے میرا فون نمبر بھی بتا دیا گیا۔

فرانسیسی انٹیلی جنس کے چیف نے رابطہ ختم کرنے کے بعد ڈی فرہاد سے رابطہ کیا۔ پوپی نے ریسیور اٹھایا۔ چیف نے کہا "میڈم! اسرائیلی انٹیلی جنس کا چیف مسٹر فرہاد سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ میں نے ہدایات کے مطابق یہ نمبر دے دیا ہے۔ آپ مسٹر ڈی فرہاد کو انفارم کریں۔ شکریہ۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ پوپی نے ریسیور رکھ کر آواز دی۔ "ڈی! تم کہاں ہو؟ کم اوور ہیر۔"

میں پچھلے کسی باب میں پوپی اور ڈی فرہاد یعنی ڈی فرہاد کے متعلق بیان کر چکا ہوں۔ جناب تیمرزی صاحب نے پوپی کو ہدایت کی تھی کہ اسے شادی کر کے ازدواجی زندگی گزارنا چاہیے۔ وہ میرے سوا کسی دوسرے کو قبول کرنا نہیں چاہتی تھی۔ بزرگ نے سمجھایا۔ تم ڈی فرہاد کے ساتھ چھوٹی بڑی مہمات میں حصہ لیتی ہو پھر تمہارا دل اس کی طرف مائل ہو گا تو شادی کر لینا۔

وہ ایک طویل عرصے تک ڈی فرہاد کے ساتھ رہی پھر اس سے متاثر ہو کر شادی کر لی۔ اب وہ دونوں ایک بنگلے میں رہنے لگے تھے۔ ڈی نے کمرے میں آ کر پوچھا۔ "ویل پوپی! کیا بات ہے؟"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پوپی نے کہا۔ "اسرائیلی انٹیلی جنس کا چیف تم سے باتیں کرے گا۔ تمہیں جو ہدایات دی گئی ہیں۔ اس پر عمل کرو۔" وہ فون کے پاس آیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر بولا "ہیلو؟ کون؟"

"میں اسرائیلی انٹیلی جنس کا چیف ہوں۔ مسٹر فرہاد علی تیمور سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ فرہاد سے بات کر رہے ہیں۔"

برین آدم نے صاف طور سے میری آواز اور میرے لہجے کو سمجھا اور یقین کیا کہ میں ہی بول رہا ہوں۔ پھر بھی اس نے پوچھا۔ "آ..... آپ بول رہے ہیں؟ کیا آپ پیرس میں ہیں؟"

ڈی نے بالکل میرے انداز میں پوچھا۔ "آپ کے خیال میں مجھے کہاں ہونا چاہیے؟"

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ تل ابیب میں ہیں۔"

"آپ کی معلومات غلط ہیں۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کن ذرائع سے وہاں میری موجودگی کا یقین ہو رہا ہے؟"

"جی ہاں۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں نے پرگولا کے چور خیالات پڑھے تھے۔"

"یہ پرگولا کیا چیز ہے؟"

"میں جے پرگولا کی بات کر رہا ہوں۔ وہ بڑا ہی شیطان جادوگر ہے۔ اس کے قبضے میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ آج کل وہ زخمی ہے اس لیے آسانی سے اس کے چور خیالات پڑھے گئے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ چور خیالات سے صحیح معلومات حاصل ہوتی ہیں۔"

"اس کے چور خیالات نے کیا کہا ہے؟"

"یہی کہ فرہاد پرگولا کا دوست ہے نہ دشمن۔ مگر وہ اس کے پاس آ کر کبھی اسے نقصان پہنچاتا ہے اور کبھی اسے بڑی مصیبتوں سے نکالتا ہے۔"

"وہ کوئی مسخوٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ فرہاد بن کر پرگولا کے دماغ میں آتا ہے۔"

"پلیز! آپ ہماری مشکل آسان کر دیں۔ ہمیں ذہنی الجھنوں سے نکال دیں۔"

"میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"دیکھیے۔ کوئی آپ کے نام سے یہاں واردات کر رہا ہے۔ آپ کو بدنام کر رہا ہے۔ آپ....."

ڈی نے بات کاٹ کر کہا۔ "مجھے کوئی بدنام نہیں کر سکتا۔ میری فکر نہ کرو۔ اپنی بات کرو۔"

"اپنی بات یہ ہے کہ پلیز کسی طرح ثابت کر دیں کہ آپ اصلی ہیں اور پرگولا کے پاس آنے والا فراڈ ہے۔"

"یہ ثابت کرنا کون سی بڑی بات ہے۔ تم اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے سے کہو کہ وہ میری آواز اور لہجے کو گرفت میں لے۔ یہ وہی آواز اور لہجہ ہے جو تم لوگوں کے ریکارڈ روم میں محفوظ ہے۔ تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا جس کے دماغ میں پہنچے گا' وہی اصلی فرہاد ہو گا۔"

"ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کی آواز سن رہا ہے اور ابھی آپ کے پاس آ رہا ہے۔"

ڈی فرہاد نے ریسیور رکھ دیا۔ ٹیری نے آ کر کہا "سر! میں اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔"

"میں تمہارا آقا یا تم سے بڑا عہدیدار نہیں ہوں۔ مجھے سر کیوں کہہ رہے ہو؟"

"سر! آپ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب سے بزرگ اور سب سے زیادہ تجربہ کار ہیں' میں احتراماً سر کہہ رہا ہوں۔"

"کیا تم نے پرگولا کے دماغ میں کسی فرہاد کو بولتے سنا ہے؟"

"تو سر! صرف اس کے چور خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہاں بھی کوئی فرہاد موجود ہے۔"

"کیا ایک کام کرو گے؟"

"سر! آپ حکم دیں۔"

"جب کبھی تم اس فرہاد کو پرگولا کے اندر بولتے ہوئے سنو تو فوراً مجھے اطلاع دو۔ میں اس کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"آل رائٹ سر! میں آپ کو فوراً اطلاع دوں گا۔"

"اب جاؤ۔" ڈی فرہاد نے سانس روک لی۔ ٹیری نے برین

آدم کے پاس آ کر ڈی فرہاد سے ہونے والی گفتگو سنائی پھر کہا "بگ برادر! مجھے یقین ہے کہ میں زندگی میں پہلی بار اصل فرہاد کے اندر رہ کر آیا ہوں۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس کی شخصیت میں کتنا رعب اور دبدبہ ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "ہاں اس کی باتوں سے پتا چلتا ہے کہ وہ بھی کسی نقلی فرہاد کو پرگولا کے دماغ میں آ کر پکڑنا چاہتا ہے۔"

"جی ہاں۔ اگر ہم نقلی فرہاد سے رابطہ کر لیں اور اس سے گفتگو کے دوران اصل فرہاد کو بلا کر لے آئیں تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

"تم جاؤ اور سوچو کہ پرگولا کے پاس آنے والے فرہاد سے کیسے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ آدھے گھنٹے بعد آؤ۔"

ٹیری آدم چلا گیا۔ اس نے فون کے ذریعے ایکسرے مین مارٹن لوتھیری اور ڈی فرہاد کی گفتگو سنائی۔ ایکسرے مین مارٹن نے کہا۔ "مجھے بھی وہ پیرس والا فرہاد اصلی لگ رہا ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں والا فرہاد اصلی ہو اور پیرس سے وہ اصلی بن کر بول رہا ہو۔ ہم اپنے طور پر اصل کو پرکھنے کے بعد ہی مطمئن ہوں گے۔"

"پرابلم یہ ہے کہ جو فرہاد یہاں ہے' اس سے کیسے رابطہ کیا جائے؟"

"ایک راستہ ہے۔ ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے اعلان کیا جائے کہ ہم اس سے دو باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

"سر! ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات میں فرہاد علی تیمور کا نام آئے گا تو یہودی خوفزدہ ہوں گے۔ سپر پاور امریکا نہیں چاہے گا کہ ہم فرہاد سے دوستانہ رویہ رکھیں۔ سپر ماسٹر اور دوسری خطرناک تنظیمیں اپنے طور پر چالیں چلیں گی۔"

"ہم اعلان میں یہ نہیں کہیں گے کہ فرہاد سے ملنا چاہتے ہیں۔ بلکہ یہ شائع کیا جائے گا کہ مسٹر ایف اے ٹی سے ملنا چاہتے ہیں یہ ایف اے ٹی' فرہاد علی تیمور کا مخفف ہے۔ پھر یہ ظاہر نہیں ہو گا کہ ہم ملنا چاہتے ہیں۔ ایک فون نمبر شائع کیا جائے گا۔ فرہاد اس نمبر پر ضرور رابطہ کرے گا۔"

"آل رائٹ سر! میں اس تدبیر پر ابھی عمل کراتا ہوں۔"

"وہ فون کے ذریعے اپنے ماتحتوں کو اس اعلان کے بارے میں ہدایات دینے لگا۔ ایکسرے مین نے کہا۔ "اصلی اور ڈی فرہاد کے مسئلے میں الجھنے سے کیپسول کا مسئلہ ویسے کا ویسا ہی ہے۔"

"سر! فی الوقت تو یہی بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ سارہ اور ہیرو کوٹھی کے اندر ہیں۔ وہ ایک ہی کمرے میں یا دو الگ الگ کمروں میں سو رہے ہوں گے۔ ان کمروں میں ایسی زود اثر گیس چھوڑی جائے کہ انہیں بیدار ہونے کا موقع نہ ملے اور وہ بے ہوش ہو جائیں یا مر جائیں۔"

"نہیں مسٹر برین! ہیرو کی قوتِ برداشت بہت زیادہ ہے۔ وہ فوراً ہی بے ہوش نہیں ہو گا۔ غفلت طاری ہونے سے پہلے اس کیپسول کے ذریعے قیامت برپا کر دے گا۔"

اوٹ کسی کروٹ نہیں بیٹھ رہا تھا۔ لاکھوں افراد کی جان جانے والی تھی۔ سارہ اور ہیرو بیداری یا آرام سے سو رہے تھے۔ یہودی اکابرین کی نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے وہ کیپسول بم عرب ممالک اور دوسرے اسلامی ممالک کو تباہ کرنے کے لیے بنایا تھا اور جو گڑھا کھودا تھا' اس میں وہ خود گرنے والے تھے۔

دوسری صبح میں نے سارہ کے دماغ میں جھانک سے آ کر دیکھا۔ دونوں ناشتے کی میز پر تھے۔ میں نے موبائل فون کا نمبر معلوم کیا پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے بھی سارہ سے باتیں کر سکتا تھا لیکن اسے احساس نہیں دلانا چاہتا تھا کہ وہ دماغی طور پر ہماری مکلوم ہے۔ رابطہ قائم ہونے پر میں نے کہا "فرہاد بول رہا ہوں۔ تم دونوں خیریت سے ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "ابھی تک تو خیریت ہے۔ تم سے باتیں کر کے احساس ہوتا ہے کہ ہم تنہا نہیں ہیں۔"

"ہیرو سے کہو' میں اس کے دماغ میں آ رہا ہوں۔"

سارہ نے ہیرو سے کہا۔ اس نے مسکرا کر سر ہلایا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر کہا "ہیلو ہیرو! میں فرہاد ہوں۔ ہمارے درمیان یہ کوڈ ورڈز رہیں گے۔ حیات انسانی مبارک ہو۔ مبارک ہو۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولا۔ "بڑے تعمیری کوڈ ورڈز ہیں۔ ان سے میرا حوصلہ بڑھے گا کہ مجھے زیادہ سے زیادہ انسان بننے رہنا ہے۔ بائی دی وے' ایک گھنٹا پہلے دو بار کسی نے میرے اندر آنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے ہر بار سانس روک لی۔"

"تم نے اچھا کیا۔ وہ لوگ تمہارا فوٹو گراف دیکھ کر تمہارے اندر آنا اور جگہ بنانا چاہتے ہیں۔"

"اب تک ان کی سمجھ میں آ جانا چاہیے کہ ہم وہ کیپسول کبھی ان کے حوالے نہیں کریں گے۔ اتنے انکار کے باوجود وہ پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ وہ کیپسول انتہائی خطرناک ہے۔ تمہیں بھی سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کہ اسے کب تک اپنے پاس رکھو گے؟"

"جب تک ہمیں محفوظ اور پرامن زندگی کی ضمانت نہیں ملے گی۔"

"اگر میں ضمانت دوں کہ تم دونوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا تو؟"

"کیا تم چاہتے ہو کہ یہ کیپسول ان کے حوالے کر دیا جائے؟"

"میں کبھی یہ نہیں چاہوں گا۔ ہاں لاکھوں افراد کی جانیں بچانے کے لیے اس کیپسول بم کو ناکارہ بنانا چاہوں گا۔"

"کیا تم اسے بے ضرر بنا سکتے ہو؟ پھر اس کے بے ضرر ہونے کے بعد ہمیں کس طرح تحفظ حاصل ہو گا؟"

"تمہارے پاس ویسی ہی شیشے کی ڈبیا رہے گی اور اس میں ویسا

ہی ہو بہو نقلی کیپسول رہے گا۔ یہودی اکابرین اسے اصل سمجھتے ہوئے ہمیشہ خوفزدہ اور تابعدار رہیں گے۔"

"سچ پوچھو تو میں بھی یہ خطرناک چیز سارہ کے قریب رکھنا نہیں چاہتا۔ اس کے حسن کو' معصومیت کو اور محبت کو دیکھ کر دل کہتا ہے' یہ دنیا بہت خوبصورت ہے۔ اسے کیپسول سے تباہ نہیں ہونا چاہیے۔"

ہیرو کمپیوٹر کے ذریعے سارہ کو بتا رہا تھا کہ ہمارے درمیان کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ سارہ نے پوچھا "مسٹر فرہاد! آپ کیپسول اور شیشے کی ڈبیا کی نقل کیسے تیار کریں گے۔ یہ چیزیں آپ نے دیکھی نہیں ہیں۔"

"میں دیکھ لوں گا۔ ہماری پاس ایسے آلات ہیں' جو کسی کے عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں۔ میں چاہوں تو میرا عکس تم لوگوں کے پاس آسکتا ہے اور تم لوگوں کا عکس میرے پاس پہنچ سکتا ہے۔"

سارہ نے کہا۔ "یہ عکس والی بات میں نے اخبارات میں پڑھی تھی۔ ایک حسین لڑکی کا عکس ایک بینک میں آیا تھا اور بینک لوٹ کر چلا گیا تھا۔"

میں نے کہا "اس لڑکی کا نام انالانا ہے۔ وہ اپنے محبوب عادل کے ساتھ تمہارے پاس آئے گی۔ پھر عکس منتقل کرکے جیسے تماشے دکھائے جاتے ہیں' وہ دونوں ویسے ہی تماشے دکھائیں گے۔"

"وہ دونوں کب آرہے ہیں؟"

"تم برین آدم سے کہو وہ دونوں تمہارے پاس آرہے ہیں۔ انہیں روکا نہ جائے اور نہ ہی ان کے سامان کی تلاشی لی جائے۔"

اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا "مسٹر برین! میرے دو مہمان کوٹھی میں مجھ سے ملنے آرہے ہیں۔ اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ کوئی انہیں نہ روکے اور نہ ہی ان کے سامان کی تلاشی لے۔ ایسا ہوا تو بہت برا ہوگا۔"

"تم جیسا چاہتی ہو ویسا ہی ہوگا۔ کیا پوچھ سکتا ہوں کہ وہ دو مہمان کون ہیں؟"

"کوٹھی کے احاطے میں آکر کھڑے ہو جاؤ۔ انہیں دیکھ لو گے۔"

"میرے ماتحت ان کی تصویریں اتار لیں گے۔ میں ان کی تصاویر دیکھوں گا۔"

سارہ نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "نہیں مسٹر! ان کی ایک بھی تصویر نہیں اتاری جائے گی۔ آپ اپنے ماتحتوں کو یہ باتیں اچھی طرح سمجھا دیں۔ وہ ایک گھنٹے کے اندر یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ یہ بات تمام اعلیٰ' حکام فوجی افسران اور آدم برادرز تک پہنچ گئی کہ سارہ کے دو مہمان اس سے ملنے آرہے ہیں۔ کوٹھی کے احاطے میں اور گیٹ پر دیکھتے ہی دیکھتے خفیہ کیمرے نصب ہو گئے۔ جب انا اور عادل ایک کار میں بیٹھ کر وہاں آئے' احاطے میں داخل ہوئے اور سامان اٹھا کر کوٹھی کے اندر گئے تو انہیں پتا نہ چلا کہ ان کی متعدد تصاویر اتاری جا چکی ہیں۔

انا نے سارہ سے اور عادل نے ہیرو سے مصافحہ کیا۔ وہ ایک دوسرے سے اپنا تعارف کرانے لگے۔ سارہ نے مسکرا کر پوچھا۔ "انا! تم وہی ہو نا جس نے بینک میں ڈاکا ڈالا تھا؟"

انا نے عادل کے بازو سے لگ کر کہا۔ "ہاں' وہیں میرے محبوب سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے بینک لوٹا' عادل نے میرا دل لوٹ لیا۔"

سارہ نے ہیرو کے پاس آکر اس کے بازو سے لگ کر کہا۔ "جب میرے اپنے سگے میرے لیے درندے بن رہے تھے اور ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان میری آبرو لوٹنا چاہتا تھا تب میرے ہیرو سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اپنے جسم و جان کے جملہ حقوق اپنے ہیرو کے نام کر دیے ہیں۔"

وہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی باتیں بتاتے رہے۔ ہنستے بولتے اور بے تکلف ہوتے رہے۔ پھر عادل نے ایک باکس کھولتے ہوئے کہا۔ "ہیرو! تم کمپیوٹر آپریٹ کرتے ہو۔ جدید ٹیکنالوجی کو سمجھتے ہو۔ اس لیے عکس منتقل کرنے والے ان آلات کو آسانی سے سمجھ لو گے۔"

وہ باکس میں سے آلات نکال کر ان کی تفصیلات بیان کرنے لگا۔ ہیرو انہیں غور سے دیکھ رہا تھا۔ عادل کی باتیں توجہ سے سن رہا تھا اور عکس منتقل کرنے کی تکنیک کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

پھر انہوں نے ایک بڑے سے ٹی وی کے قریب لائٹس آن کی۔ انا ساؤنڈ مشین کے پاس بیٹھ کر سارہ کو اس مشین کے متعلق سمجھانے لگی۔ عادل نے کیمرا ہیرو پر فوکس کرکے اسے آن کیا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے عادل سے کہہ دیا تھا کہ میں اپنی جگہ تیار ہوں' وہ کیمرا آن کرے۔

لیلیٰ گلے میں لاکٹ پہنے میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ کیمرا آن ہوتے ہی ہیرو عکس کی صورت میں ہمارے سامنے حاضر ہو گیا۔ میں نے کہا "خوش آمدید ہیرو! اس وقت تم میرے سامنے ہو اور اپنے کمرے کے ٹی وی اسکرین پر مجھے دیکھ سکتے ہو۔"

اس نے مسکرا کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے کہا "افسوس' تم یہاں سرے پاؤں تک حاضر رہنے کے باوجود کسی سے مصافحہ نہیں کر سکو گے۔ کسی چیز کو پکڑ نہیں سکو گے۔"

وہ میز کے پاس آیا۔ وہاں رکھے ہوئے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ اپنی تحریر سے بولا۔ "مسٹر فرہاد! یہ تو کمال کی تکنیک ہے۔ میں کسی بھی چار دیواری میں محفوظ رہ کر پورے تل ابیب کی سیر کر سکتا ہوں۔ تمام شہری مجھے دیکھیں گے مگر مجھے چھو نہیں سکیں گے۔ مجھے پتھر یا گولی نہیں مار سکیں گے۔"

"بے شک' یہ تکنیک تمہارے بہت کام آئے گی۔ ابھی میں

بھی تمہارے کمرے میں تم سب کے درمیان آنے والا ہوں۔"

"مے آر موسٹ ویلکم مسٹر فرہاد! آپ آئیں۔ ہم یہاں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

"میں آنے سے پہلے اس شیشے کی ڈبیا اور کیپسول کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم انہیں کیمرے کے سامنے اپنی ہتھیلی پر رکھو۔ میں ان کی تصاویر اتاروں گا۔"

اس نے یہی کیا۔ انہیں جیب سے نکال کر ہتھیلی پر رکھا وہ ڈبیا اور کیپسول میری نگاہوں کے بالکل قریب تھے۔ میں نے ساکت کیمرے سے کئی تصاویر اتاریں پھر کہا "شکریہ' انہیں جیب رکھ لو۔"

پھر میں نے انا سے کہا "اب تم لاکٹ پہن لو۔ میں آرہا ہوں۔"

اس نے پرس سے ایک لاکٹ نکال کر پہن لیا۔ اوھر ہمارا کیمرا پہلے ہی آن تھا۔ لیلیٰ نے اپنا لاکٹ گلے سے اتار کر اپنی مٹھی میں چھپا لیا تھا۔ یوں ہم دونوں انا' سارہ' ہیرو اور عادل کے درمیان پہنچ گئے۔

سارہ اور ہیرو ہمیں دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ سارہ اپنی زبان سے اور ہیرو اپنے کمپیوٹر سے بے انتہا مسرتوں کا اظہار کر رہے تھے۔ سارہ نے کہا۔ "یہ تو ایسا جادو ہے کہ میں اور ہیرو کبھی تنہا نہیں رہیں گے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو ایک بڑے خاندان کے درمیان دیکھتے رہیں گے۔"

لیلیٰ نے کہا۔ "پھر تو یہ طے کر لو کہ ہمارے درمیان ایسا مضبوط اتحاد قائم رہے گا' جس کے نتیجے میں ہم ایک ہی خاندان کے افراد کہلاتے رہیں گے۔"

ہیرو ہنسنے لگا۔ اس کا کمپیوٹر کہہ رہا تھا۔ "مجھے اس بات پر ہنسی آرہی ہے کہ باہر سخت پہرا لگا ہے۔ کسی کو خبر نہیں ہے کہ دو مہمانوں کے بعد آپ دونوں بھی یہاں تشریف لے آئے ہیں اور جب میں یہاں سے جاؤں گا تب بھی انہیں خبر نہیں ہوگی۔ ان کے افسران انہیں اطلاع دیں گے کہ میں شہر میں گھوم رہا ہوں۔"

سارہ نے کہا "میں بھی اپنے ہیرو کے ساتھ باہر جاؤں گی۔"

میں نے کہا "ابھی نہیں۔ دن کے وقت شہر میں نکلو گے تو سورج کی روشنی میں دھندلے سے نظر آؤ گے۔ آج رات کو تفریح کے لیے جاؤ۔ اور یہودی اکابرین کو اپنے پروگرام سے آگاہ کر دو۔"

سارہ نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر اٹیلی جنس کے افسر کی آواز سنائی دی۔ وہ بولی۔ "مسٹر برین آدم کو بلاؤ۔ میں سارہ بول رہی ہوں۔"

ایک کمرے میں برین آدم اور بلیک آدم کے علاوہ فوج کے دو بہت بڑے افسر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے میز پر انا اور عادل کی بے شمار تصویریں بکھری ہوئی تھیں۔ برین آدم کہہ رہا تھا۔ "یہ وہی لڑکی ہے' جس نے بینک میں ڈاکا ڈالا تھا اور یہ نوجوان بینک سے لوٹی ہوئی رقم واپس کرنے آیا تھا۔ اس نے اپنا نام ہیری بتایا تھا۔ یہ دونوں اس بندر آدمی سے ملنے سارہ کی کوٹھی میں گئے ہیں۔ پتا نہیں کوٹھی کے اندر کیا کھچڑی پک رہی ہوگی؟"

افسر نے کمرے میں آکر کہا۔ "سر! سارہ کا فون ہے۔"

برین آدم نے سامنے رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو سارہ! میں برین بول رہا ہوں۔"

وہ بولی۔ "ہماری ایک رات خیریت سے گزری۔ ہم یہ دوسرا دن گزار رہے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کب تک ہوتا رہے گا؟"

"ہمیں بھی یہی فکر اور پریشانی ہے۔ ہم پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ دل اور دماغ میں یہ خوف سما گیا ہے کہ وہ کیپسول کسی بھی وقت ایک معمولی سی غلطی سے پھٹ پڑے گا۔"

"یہ پریشانی تو ہمیں بھی ہے۔ خاص طور پر میں نہیں چاہتی کہ میرا... ملک اور میری قوم تباہ ہو جائے۔"

"سارہ! ہم تمہیں خدا کا واسطہ دیتے ہیں' اس کیپسول کو جلد از جلد ائرکنڈیشنڈ اسٹور میں پہنچا دو۔"

"پھر ہمارا کیا بنے گا؟"

"تم پورے ملک اور قوم کو تباہی سے بچاؤ گی۔ تمہیں انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ پوری قوم تمہیں اور ہیرو کو سر آنکھوں پر بٹھائے گی۔ ہم سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔ دوسری غلطی نہیں ہوگی۔ ہم تم دونوں سے انصاف کریں گے۔ ہمیں ایک موقع دو۔"

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہیرو غیر معمولی ذہانت کا حامل ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس معاملے پر غور کر رہا ہے کہ کس طرح میرے ملک اور قوم کو کیپسول کے خطرے سے محفوظ رکھا جائے۔"

"ہیرو اپنے کن ساتھیوں کے ساتھ اس معاملے پر غور کر رہا ہے۔ کیا وہی دو مہمان جو تمہاری کوٹھی میں آئے ہیں؟"

ان کے علاوہ ہمارے اور کئی ساتھی ابھی یہاں ہمارے سامنے موجود ہیں۔"

"یہ تو تم سفید جھوٹ بول رہے ہو۔ ہمارے پہریداروں نے دو کے بعد کسی تیسرے کو اندر جاتے نہیں دیکھا ہے۔"

"تم بھول رہے ہو مسٹر برین! ایک نوخیز دوشیزہ نے یہاں کے ایک بینک میں ڈاکا ڈالا تھا اور وہ ڈاکا ڈالنے خود نہیں آئی تھی' اس کا عکس آیا تھا۔"

"ہاں' وہ لڑکی اس نوجوان ہیری کے ساتھ..... تمہاری کوٹھی میں آئی ہے۔"

"مسٹر برین! وہ یونہی تو نہیں آئی۔ اپنے ساتھ عکس منتقل کرنے والی تکنیک لائی ہے اور اس تکنیک کے ذریعے ابھی میرے اور ہیرو کے آس پاس کئی ساتھی عکس بن کر آگئے ہیں۔ کیا اب بھی کہو گے کہ یہ سفید جھوٹ ہے؟"

"اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا کہ وہ لڑکی تمہارے پاس عکس منتقل کرنے والے آلات لائی ہوگی۔"

برین آدم ریسیور کان سے لگائے بول رہا تھا۔ حیرانی اور پریشانی سے دیدے پھیلائے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے افسران کو دیکھ رہا تھا۔ ایکسرے مین مارٹن اس کے اندر موجود تھا اور وہ بھی کچھ کم حیران اور پریشان نہ تھا۔

میں نے سارہ کی زبان سے کہا۔ "تم بہت زیادہ اپ سٹ ہوگئے ہو۔ ورنہ موٹی عقل سے یہ بھی سمجھ لیتے کہ ہیری ہی دراصل وہ عادل ہے' جسے تمہاری پولیس اور انٹیلی جنس تلاش کررہی ہے۔"

اس انکشاف سے یہودی اکابرین کے دماغوں میں دھماکے ہی دھماکے ہورہے تھے۔ کیپسول ابھی بلاسٹ نہیں ہوا تھا۔ اس سے پہلے ہی دماغوں کے پرخچے اڑ رہے تھے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے رہی تھیں۔

ان کے خیال میں عادل بہت ہی شاطر تھا۔ اس نے گاڈمدر کی پوری فیملی کو ٹیری آدم کی ٹیلی پیتھی سے بچایا تھا۔ پھر ایک یہودی ارب پتی کا سارا خزانہ لوٹ کرلے گیا تھا۔ اب اس نے بندر آدمی سے دوستی کی تھی۔ عادل اور ہیرو کا گٹھ جوڑ کیپسول بم سے کچھ کم خطرناک نہ تھا۔

برین آدم نے کہا۔ "سارا! اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے ہیرو کے ساتھیوں پر بم کا راز کھول دیا ہے؟"

"ہمارے ساتھی دوغلے اور دغاباز نہیں ہیں۔ کیپسول کا راز اس چاردیواری سے باہر نہیں جائے گا۔"

"راز اسی طرح ایک سے دوسرے اور دوسرے سے ہزاروں لاکھوں تک پہنچ کر راز نہیں رہ جاتا۔ راز اسی وقت راز رہتا ہے' جب وہ ایک کے بعد دوسرے کو معلوم نہ ہو۔"

"کیپسول کا راز صرف سائنس دان گولڈ اسٹائن تک محدود نہیں تھا۔ تم بھی جانتے تھے اور فوج کے چند اعلیٰ افسران کو بھی اس کے متعلق بہت کچھ معلوم تھا۔ پھر تو یہ راز نہ رہا۔"

"بات سمجھا کرو۔ ہم محبانِ وطن ہیں۔ ہمارے درمیان رازداری کا مکمل اعتماد قائم ہے۔"

"اسی طرح یہاں جو ہمارے ساتھی ہیں' ان کے اور ہمارے درمیان رازداری کا مکمل اعتماد قائم ہے۔"

"فار گاڈ سیک' بحث نہ کرو۔ امن وسلامتی کی بات کرو۔ ہمیں سکون سے نظام حکومت چلانے دو۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں' کل تک تمہاری یہ پریشانی ختم ہوجائے گی۔ میری وہ بات تو بیچ ہی میں رہ گئی جس کے لیے میں نے فون کیا تھا؟"

"خدا کے لیے کوئی اور اعصاب شکن بات نہ کہنا۔"

"میرا خیال ہے اگر میرا ہیرو شہر میں گھومنے پھرنے نکلے گا تو تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی؟"

"کیوں نہیں ہوگی۔ کمزور عورتیں اور بچے اسے دیکھ کر خوفزدہ ہوں گے۔ دوسرے لوگ اسے تماشا بنالیں گے۔"

"تم ابھی سے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے شہریوں کو بتاؤ کہ ہیرو کیا چیز ہے۔ اسکرین پر اس کی تصاویر دکھاؤ۔ جو ویڈیو فلم رپورٹ تیار کی گئی تھی' وہ عادل لے آیا ہے۔ میں اسے تمہارے افسر کے حوالے کررہی ہوں۔ یہ فلم شہریوں کو دکھاؤ گے اور یقین دلاؤ گے کہ ہیرو سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا تو پھر کوئی خوفزدہ نہیں ہوگا۔"

"ہاں' اس طرح خوف دور کیا جاسکتا ہے لیکن ہیرو وہ کیپسول لے کر باہر آئے گا اور اگر کوئی حادثہ....."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "ہیرو کوٹھی کی چاردیواری میں کیپسول کے ساتھ رہے گا۔ صرف اس کا عکس میرے ساتھ نکلے گا۔"

"سارہ! یہ سب ضروری نہیں ہے۔"

"ضروری ہے۔ اب ہیرو کو دنیا والوں کے سامنے آنا اور متعارف ہونا چاہیے تاکہ لوگ اس سے مانوس ہوں۔ تم آج رات آٹھ بجے تک اسے ٹی وی اسکرین پر شہریوں کے سامنے پیش کرتے رہو اور اعلان کرتے رہو کہ وہ آج رات آٹھ بجے کے بعد اپنی محبوبہ سارہ کے ساتھ شہر کے اہم مقامات پر دیکھا جائے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ برین آدم ریسیور ہاتھ میں پکڑے تھوڑی دیر تک گم صم رہا۔ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے اکابرین بھی گہری سوچ اور پریشانیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان سب نے اسپیکر فون سے سارہ کی تمام باتیں سنی تھیں۔

برین آدم نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر کہا۔ "لعنت ہے۔ ایک بندر ہمارے قابو میں نہیں آرہا ہے۔"

ایکسرے مین نے اس کے اندر کہا۔ "ہم اسے بندر سمجھ رہے ہیں' اس لیے مات کھا رہے ہیں۔ وہ غیر معمولی ذہانت کا حامل انسان ہے۔"

"سر! میں نے غصے میں اسے بندر کہا ہے۔ یقیناً اس نے خود کو ایک غیر معمولی ذہانت کا حامل انسان ثابت کیا ہے۔"

سامنے بیٹھے ہوئے فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "فرہاد اور اس کے دونوں بیٹے وقتاً فوقتاً یہاں بڑی تباہیاں لاتے رہے ہیں۔ لیکن یہ بندر ان سے زیادہ عذاب جان بن گیا ہے۔ یہ تو ہمارے دماغوں میں دھماکے کررہا ہے۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "ہمیں ٹی وی کے ذریعے شہریوں کو اس کے متعلق بتانا چاہیے۔ یہ اعلان ضروری ہے ورنہ آٹھ بجے کے بعد وہ شاہراہوں اور تفریحی مقامات پر نمودار ہوگا تو بھگدڑ مچ جائے گی۔"

سب نے تائید کی کہ لوگوں کو پہلے سے بندر آدمی کے بارے میں معلومات فراہم کی جائے اور یقین دلایا جائے کہ وہ بندر آدمی بے ضرر ہے اس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔

برین آدم نے ایک ماتحت کو بلا کر یہی حکم صادر کیا پھر اس کے جانے کے بعد بولا "سارہ یقین دلا رہی ہے کہ کل تک ہماری ساری پریشانیاں ختم ہوجائیں گی۔ خدا کرے ایسا ہوجائے۔ ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ عادل کے علاوہ بندر آدمی کے اور کتنے دوست ہیں۔"

ایک افسر نے کہا۔ "سارہ اور ہیرو تنہا رہتے تو جلد ہی ہمارے سامنے ٹھنے ٹیک دیتے۔ اس عکس منتقل کرنے والی تکنیک نے ہیرو کے لیے بہت سی سہولتیں فراہم کردی ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "وہ کہتی ہے کل تک ہماری پریشانیاں ختم ہوجائیں گی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے وہ ہماری پریشانیاں کیسے ختم کرے گی؟ کیا وہ کیپسول واپس کردے گی؟"

"شاید واپس کردے۔"

"ناممکن ہے۔ وہ دونوں جانتے ہیں کہ کیپسول ان کے ہاتھوں سے نکلے گا تو ہم انہیں کتوں کی موت ماریں گے۔"

"ہوسکتا ہے' وہ دونوں تحفظ حاصل کرنے کا کوئی اور راستہ ڈھونڈ نکالیں۔ پھر اس طرح محفوظ رہ کر کیپسول واپس کردیں۔"

"بہرحال کل تک انتظار کرنا ہوگا۔ اونٹ کسی کروٹ بیٹھنے کے آثار پیدا ہوگئے ہیں۔"

برین آدم نے کہا۔ "ہم کل سے جاگ رہے ہیں۔ اب تھوڑی دیر کے لیے سونا چاہیے۔ شام پانچ بجے ملاقات ہوگی۔"

وہ اس کمرے سے اٹھ گئے جس عمارت میں انٹیلی جنس کے دفاتر تھے۔ اس کے ایک کمرے میں سونے چلے گئے۔ ایکسرے مین مارٹن نے برین آدم اور بلیک آدم کے دماغوں کو خیال خوانی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلایا۔ پریشانیوں کا اتنا ہجوم تھا کہ وہ خیال خوانی کی لوری کے بغیر سو نہیں سکتے تھے۔ پھر ایکسرے مین بھی سونے چلا گیا۔

میں عکس کی صورت میں سارہ اور ہیرو کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں کافی کا دور چل رہا تھا۔ سارہ' ہیرو' انا اور عادل کافی کی چسکیاں لے رہے تھے۔ پہلے وہ پینا نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ میں اور لیلیٰ عکس کی صورت میں تھے۔ ان کی پیش کی ہوئی کافی کی پیالی کو پکڑ سکتے تھے اور نہ پی سکتے تھے۔ سارہ نے کہا تھا۔ "یہ اچھا نہیں لگے گا کہ ہم پیتے رہیں اور آپ دونوں منہ دیکھتے رہیں۔"

لیلیٰ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "ہم منہ نہیں دیکھیں گے۔ تمہارے ساتھ پئیں گے۔ میں اِدھر اور تم اُدھر کافی تیار کرو۔"

یوں ہم سب گرما گرم کافی کا مزہ لے رہے تھے۔ ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا۔ "کیپسول کا کیا بنے گا؟"

عادل نے کہا "یار ہیرو! کھاتے پیتے وقت کمپیوٹر کو معاف رکھا کرو۔"

اس کے کمپیوٹر نے کہا۔ "میرے اندر بے چینی ہے۔ میں اپنی سارہ کے قریب موت لیے پھر رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "ہمیں احساس ہے۔ ہم تمہاری دلی کیفیات کو سمجھ رہے ہیں۔ میری کوشش ہوگی کہ آج ہی رات کو یہ کیپسول ہم سب سے دور ہوکر کہیں سمندر میں غرق ہوجائے یا اسے ناکارہ بنادیا جائے۔"

"اسے ناکارہ بنادینا زیادہ مناسب ہوگا۔"

"ہماری یہی کوشش ہوگی۔ اب ہم جارہے ہیں۔ شام کو پھر یہاں آئیں گے۔ اچھا سو فار خدا حافظ۔"

لیلیٰ نے اٹھ کر کیمرے اور لائٹس کو آف کردیا۔ اس کے ساتھ ہی ہمارا عکس ان کے درمیان سے غائب ہوگیا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا۔ "جناب تمیزی صاحب کے پاس جاؤ اور اس کیپسول کے متعلق انہیں بتاؤ۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس آئی۔ پھر انہیں کیپسول کے بارے میں تمام واقعات تفصیل سے سنانے لگی۔ انہوں نے کہا۔ "انسان طاقت کے گھمنڈ میں فرعون بن جاتا ہے۔ انسانوں کے خلاف ایسے تباہ کن ہتھیار بناتا ہے۔ وہ کیپسول یہاں بھی آئے گا تو اس کے پھٹ پڑنے کا خطرہ رہے گا۔ دنیا کے کسی حصے میں اسے لے جاؤ' تباہی لازمی ہوگی۔"

لیلیٰ نے پوچھا۔ "پھر کیا کیا جائے؟"

"ہمارے ادارے سے ماہرین جائیں گے اور اس کیپسول کو ناکارہ بنادیں گے۔ میں آج ہی انہیں روانہ کررہا ہوں۔"

میں ایک نقلی کیپسول تیار کرنے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ لیلیٰ نے آکر کہا۔ "ہمارے ادارے سے ماہرین آرہے ہیں۔ شاید کل صبح تک پہنچ جائیں۔ وہ کیپسول بم کو ناکارہ بنادیں گے۔"

میں نے کہا۔ "کیپسول بم کسی بھی ملک میں پہنچے گا تو تباہی لائے گا۔ اسے واقعی ناکارہ بنادینا چاہیے۔"

"اب کیا پلاننگ ہے؟ کیا ہیرو کے پاس نقلی کیپسول رہے گا؟"

"میرے خیال میں نقلی کیپسول کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

"یہودی اکابرین پوچھیں گے کہ وہ کیپسول کہاں ہے؟"

"ان سے کہا جائے گا کہ اسے ایک محفوظ جگہ چھپا کر رکھا گیا ہے۔ اب ہیرو تنہا نہیں رہا ہے۔ یہودی یہی سوچیں گے کہ عادل نے یا ہیرو کے دوسرے نامعلوم ساتھیوں نے اس کیپسول کو چھپا کر رکھا ہے۔ اگر سارہ اور ہیرو کو گرفتار کیا جائے تو پھر اس کیپسول کو منظر عام پر لاکر اسے بلاسٹ کیا جائے گا۔"

شام ہی سے ٹی وی اسکرین پر ہیرو کی تصویریں دکھائی جارہی تھیں۔ اخبارات نے اس کی تصاویر کے ساتھ خصوصی ضمیمے شائع کیے۔ اس بندر آدمی کو انسان دوست کی حیثیت سے پیش کیا گیا تاکہ لوگ اسے درندہ سمجھ کر خوف زدہ نہ ہوں۔ سات بجے ہیرو کا انٹرویو پیش کیا گیا۔ پورے شہر نے اپنے گھروں میں بیٹھ کر ایک بندر انسان کو کمپیوٹر کے ذریعے سوالات کے جوابات دیتے ہوئے

دیکھا۔ آٹھ بجتے ہی لوگ گھروں سے باہر آگئے اور انتظار کرنے لگے کہ وہ بندر آدمی کس شاہراہ پر یا کس تفریح گاہ میں نظر آئے گا۔

ٹھیک آٹھ بجے سارہ اپنی کوٹھی کے دروازے سے باہر آئی۔ پہرا دینے والے سپاہیوں اور ان کے افسران نے اس کے ساتھ ہیرو کو دیکھا پھر ایک افسر نے ایک فون کے ذریعے اپنے بڑوں کو اطلاع بھیجی دی۔ "سر! سارہ اور ہیرو کوٹھی سے باہر آئے ہیں اور اب کار میں بیٹھ کر جارہے ہیں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "کیا ہیرو خود سارہ کے ساتھ ہے یا صرف اس کا عکس ہے؟"

"سر! وہ سچ مچ گوشت پوست کا لگتا ہے لیکن جب وہ ایک لائٹ کے سامنے سے گزرا اور وہ لائٹ اس کے پیچھے ہوئی تو وہ ٹرانسپیرنٹ دکھائی دیا۔ وہ ہیرو کا عکس ہے جناب!"

"اس کا مطلب ہے کہ اصل ہیرو کوٹھی کے اندر موجود ہے صرف سارہ باہر گئی ہے۔"

"جی ہاں' سارہ کے وہ دو مہمان بھی ہیرو کے ساتھ کوٹھی کے اندر ہیں۔ کیا ہمیں اندر جانا چاہیے؟"

"نہیں۔ ایسی غلطی نہ کرنا۔ پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کیپسول سارہ کے پاس ہے یا ہیرو کے پاس؟"

سارہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے سے باہر آئی تو اس کے آگے مسلح فوجیوں کی چھ گاڑیاں چلنے لگیں۔ ہیرو کا عکس کار کے اندر سے نکل کر چھت پر کھڑا ہوگیا تھا۔ شہر کے ہر علاقے اور ہر سڑک پر انسانوں کا میلہ سا لگا ہوا تھا۔ جب انہیں ہیرو نظر آیا تو وہ سب کار کے آگے پیچھے دائیں بائیں دوڑنے لگے۔ سارہ نے کار کی رفتار سست کردی تھی۔ فوج کا ایک افسر میگافون کے ذریعے لوگوں سے کہہ رہا تھا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! آپ اسی طرح ہنگامہ جاری رکھیں گے تو ایک دوسرے کو کچلتے جائیں گے۔ ہیرو کار کی چھت پر ہے۔ آپ اسے دور سے بھی دیکھ سکتے ہیں۔"

سمجھانے کے باوجود لوگ ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہوئے اور انہیں گراتے اور روندتے ہوئے قریب آکر ہیرو کو دیکھنا چاہتے تھے۔ فوجی مجبور ہو کر ہوائی فائر کرنے لگے۔ اس طرح کچھ لوگ ڈر کر بھاگے اور کچھ سہم کر کھڑے رہ گئے۔ پھر بھی بھیڑ کم نہ ہوئی۔ ایکسرے مین اور تمام آدم برادرز کو ایک ایک پل کی رپورٹ مل رہی تھی کہ لوگ کس طرح باؤلے ہو کر ہیرو کو دیکھنے کے لیے دوڑ لگا رہے ہیں۔

اچانک ایکسرے مین کو ایک تدبیر سوجھی۔ اس نے برین آدم سے کہا۔ "یہ سارہ کو ٹرپ کرنے کا اچھا موقع ہے۔ لوگوں پر آنسو گیس چھوڑنے کا حکم دو۔ سارہ کی کار کی کھڑکی کے قریب زیادہ مقدار میں گیس چھوڑی جائے۔ وہ جیسے ہی متاثر ہو' ٹیری سے کہو' اس کے دماغ پر قبضہ جمالے۔ میں بھی اس کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"

برین آدم نے فوراً ہدایات پر عمل کیا۔ اس فوجی افسر سے رابطہ کیا جو سارہ کے پیچھے والی گاڑی میں تھا۔ پھر اسے حکم دیا کہ بھیڑ لگانے والوں پر ٹیئر شیل کی شوٹنگ کی جائے۔ سارہ کی کھڑکی کے قریب گیس کی مقدار زیادہ چھوڑی جائے۔

آنسو گیس کی شیلنگ ہونے لگی۔ فوجی افسر نے برین آدم سے کہا۔ "سر! سارہ نے کار کی کھڑکیوں کے شیشے چڑھا لیے ہیں۔ شاید یہ گیس کار کے اندر نہ پہنچی ہو۔"

برین آدم نے ٹیری سے کہا "جاؤ اور دیکھو شاید اس کے اندر جگہ مل جائے۔"

ٹیری نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر سارہ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کسی کمزوری میں مبتلا نہیں تھی۔ ٹیری کو اس لیے جگہ مل گئی کہ لیلیٰ پہلے ہی وہاں موجود تھی وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا "ہیلو سارہ! تم نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے' تمہارا دماغ آنسو گیس سے متاثر ہوا ہے۔"

سارہ نے پوچھا "کیا میں دماغی کمزوری میں مبتلا نظر آرہی ہوں؟"

"نہیں تم نارمل ہو۔ لیکن کیا بات ہے کہ مجھے اپنے اندر موجود پاکر بھی سانس نہیں روک رہی ہو۔"

"میں چاہتی ہوں' تم اچھی طرح دیکھ لو کہ تم لوگوں کا آنسو گیس والا حربہ ناکام ہوگیا ہے۔ اوّل تو کھڑکی کے شیشے چڑھے ہوئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ میں نے احتیاطاً اپنے منہ میں ایک پنکھی نمک رکھ لیا ہے۔ گیس کسی طرح اندر آئے بھی تو مجھ پہ اثر نہیں کرے گی۔"

لیلیٰ نے کہا "سارہ! میں جارہی ہوں۔ تم سانس روک کر اس کتے کو بھگاؤ۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس نے سانس روک لی۔ ٹیری آدم دماغی طور پر حاضر ہو کر جھنجلانے لگا۔ کیونکہ اسے کتا کہا گیا تھا اور سارہ نے بُش کہہ کر سانس روکی تھی۔ پھر وہ برین آدم کے پاس آکر بولا "بگ برادر! وہ نارمل ہے۔ اس پر آنسو گیس کا اثر نہیں ہوا ہے۔ اس کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والی تھی۔ اس کتیا نے مجھے کتا کہا ہے۔ ایک بار مجھے مل جائے تو۔۔۔"

برین آدم نے سخت لہجے میں کہا۔ "برادر ٹیری! غصہ اور جذبات سے پرہیز کرو۔ عقل سے کام لو۔ ان کی کوئی اور کمزوری تلاش کرو۔"

ٹیری چلا گیا۔ ایکسرے مین مارٹن نے کہا "مسٹر برین! میں بھی اس وقت سارہ کے اندر تھا۔ میں نے بھی کسی خیال خوانی کرنے والی کی آواز سنی ہے۔ یہ ہمارے لیے بڑی تشویش کی بات ہے کہ سارہ اور ہیرو ایسے لوگوں کو دوست بنا چکے ہیں' جو ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں' وہ خیال خوانی کرنے والی کون ہوسکتی ہے؟"

"سر! وہ جو بھی ہوگی' کسی سپر پاور یا کسی دشمن تنظیم کی آلۂ کار ہوگی۔ یہ واقعی تشویش کی بات ہے کہ وہ کیپسول ہمارے کسی بڑے دشمن کے ہاتھ لگنے والا ہے۔"

"تم سارہ سے رابطہ کرو۔ اسے سمجھاؤ کہ وہ دشمنوں کے ہاتھوں میں کھلونا نہ بنے۔"

برین آدم فون کے ذریعے رابطہ کرنے لگا۔ تل ابیب کی سب سے بڑی شاہراہ میں لوگوں کا ہجوم ایسا تھا کہ دور تک انسانوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ آنسو گیس کی شیلنگ کے بعد لوگ دور چلے گئے تھے۔ ہیرو چھت پر کھڑا ہوا وہاں سے آگے جارہا تھا۔ آگے دکانوں کی پھر بھیڑ لگ رہی تھی۔

سارہ نے موبائل فون پر اشارہ پاکر اسے آن کیا پھر پوچھا "ہیلو کون؟"

"میں برین بول رہا ہوں۔"

"تم نے خواہ مخواہ اپنا نام برین رکھا۔ تمہاری کھوپڑی میں برین نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر میں ہیرو کو یہ بتادوں کہ آنسو گیس کی شیلنگ لوگوں کو بھگانے کے لیے نہیں' میرے دماغ پر قبضہ کرنے کے لیے کی گئی تھی تو جانتے ہو' وہ کیا کرے گا؟ کیوں بھول رہے ہو کہ کیپسول اس کے منہ کے اندر رہتا ہے؟"

"تم دیکھ رہی ہو کہ لوگ کس طرح فوجیوں کے کنٹرول سے باہر ہو رہے ہیں۔ انہوں نے مجبور ہو کر شیلنگ کی ہے۔ ہمارے خلوص پر شبہ نہ کرو۔ ہمارا خیال خوانی کرنے والا ابھی تمہاری خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔"

"اب تم کیا معلوم کرنے آئے ہو؟"

"کیا تم یقین کروگی کہ اب ہمیں کیپسول سے زیادہ تمہاری فکر ہے؟"

"یہ نئی فکر کیوں لاحق ہوگئی؟"

"یہ دیکھ کر کہ تم کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے گروہ کے ہتھے چڑھ گئی ہو۔ اپنے ملک کا اہم راز ان کے حوالے کررہی ہو۔"

"یہ تمہارا اپنا خیال ہے۔ ورنہ وہ کیپسول ابھی تک ہیرو کے پاس ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔"

"ہمارے اطمینان کے لیے اتنا بتادو کہ کل ہمیں کس طرح پریشانیوں سے نجات دلاؤ گی؟"

"مجھے افسوس ہے' میں کل سے پہلے کچھ نہیں بتاسکوں گی۔ کیا تمہارے اطمینان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ میرے ساتھ جو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' وہ میرے ملک اور قوم کو کوئی نقصان نہیں پہنچارہے ہیں۔ اس کیپسول کے ذریعے کوئی ہمارے یہودی اکابرین کو بلیک میل نہیں کررہا ہے۔ تم لوگوں کو نہایت اطمینان سے کل تک سوتے رہنا چاہیے۔"

"تمہاری اس بات سے انکار نہیں ہے کہ واقعی ہمیں اور

ہمارے ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے مگر ہم سیاست کو خوب سمجھتے ہیں۔ دشمن میٹھا زہر بن کر رگوں میں اترتے ہیں اور خبر تک نہیں ہوتی کہ زہر دیا جا رہا ہے۔ جب زہر اچانک اثر کرتا ہے' تب سمجھ میں آتا ہے کہ میٹھا زہر کیا ہوتا ہے۔ ابھی میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

"کل تک کے لیے اس بحث کو اٹھا رکھو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایک بہت بڑے نائٹ کلب کے سامنے کار روک دی۔ دوسری فوجی گاڑیاں بھی رک گئیں۔ مسلح جوان لوگوں کو دور ہٹا رہے تھے۔ سارہ کار سے باہر آئی۔ ہیرو چھت سے اتر آیا۔ اس کے ساتھ چلتا ہوا کلب کے دروازے پر آیا۔ وہ دروازہ صرف امیر کبیر ممبران کے لیے کھلتا تھا۔ سارہ کے ساتھ فوجیوں کو دیکھ کر دروازہ کھول دیا گیا۔

اندر وسیع و عریض فلور تھا۔ ایک طرف بار تھا۔ اس سے کچھ فاصلہ پر اسٹیج بنا ہوا تھا۔ ایک جانب بڑا سا سوئمنگ پول تھا۔ جہاں تیز روشنی میں حسین عورتیں مختصر سا لباس پہنے بلندی سے پانی میں چھلانگیں لگا رہی تھیں اور جل پریوں کی طرح تیر رہی تھیں۔ ہیرو کو دیکھتے ہی سب پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ آرکسٹرا کی آواز کو بریک لگ گیا۔ اسٹیج پر رقص کرنے والے حسین جوڑے ایک دم سے ساکت ہو گئے۔ پول کے شفاف پانی میں تیرنے والی جل پریاں کنارے آ کر حیرت سے اس عجوبے کو دیکھنے لگیں۔ شراب پینے والوں کے جام ان کے ہاتھوں ہی میں رہ گئے' لبوں تک نہیں آئے۔ وہاں کا تمام متحرک منظر ساکت ہو کر رہ گیا تھا۔

ہیرو کا عکس سارہ کے ساتھ اسٹیج پر آیا۔ پھر سارہ نے مائیک کے سامنے آ کر کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! یہ ایک عجوبہ ہے۔ ہمارے سرپرائزوزٹ نے آپ لوگوں کو حیران و پریشان کر دیا ہے۔ بے شک حیرانی کی بات ہے لیکن آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ یہ میرا ساتھی' میرا ہیرو کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے۔ یہ میرا' آپ کا اور آپ سب کا دوست ہے۔"

وہ سب ڈرتے ڈرتے قریب آ کر اسے دیکھنے لگے۔ ہیرو ہاتھ ہلا کر انہیں وش کر رہا تھا۔ ایک شخص نے کہا "آج تم نے اسے ٹی وی ... پر دیکھا ہے۔ یہ کمپیوٹر کے ذریعے جواب دے رہا تھا۔ کیا ہمارے سوالوں کے جواب دے سکتا ہے؟"

ہیرو کو عکس کے اندر ٹی وی کے اسکرین پر اس کلب کا منظر دیکھ رہا تھا اور لوگوں کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے گلے سے لٹکے ہوئے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ تحریر ابھرنے لگی۔ کلب کے لوگوں نے دیکھا۔ کمپیوٹر اسکرین پر لکھا تھا۔ "سوال کرو۔"

ایک نے پوچھا۔ "کیا تم ہیوانائی ایسے ہو؟"

اسکرین پر جواب ابھرا۔ "میں اس سوال کا جواب ٹی وی انٹرویو میں دے چکا ہوں۔"

دوسرے نے سوال کیا "تم خود کو بندر سمجھتے ہو یا انسان؟"

کمپیوٹر نے کہا "ہم سب جسمانی طور پر انسان ہیں لیکن عادتوں اور خصلتوں میں بندر ہیں۔ اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر چھلانگیں لگانا بندر کی فطرت ہے۔ یہ جل پریاں اور ان کے مرد ابھی سوئمنگ پول میں یہی کر رہے تھے۔ بندر کبھی ایک جگہ چین سے نہیں رہتا۔ ادھر سے ادھر اچھلتا اور ٹھمکتا رہتا ہے۔ ابھی حسین جوڑے اسٹیج پر یہی کر رہے تھے اور اسے رقص کا نام دے رہے تھے۔ ڈارون کی تھیوری کے مطابق ہم نے بندر کی ہر عادت کو مہذب رنگ دے کر اسے انسانی تہذیب بنایا ہے۔"

ایک نے پوچھا۔ "کیا تم ہماری انسلٹ کرنے آئے ہو۔"

"جواب سیدھا اور سچا ہو گا تو پتھر کی طرح لگے گا۔ پتھر کھانے کی عادت نہ ہو تو سوچ سمجھ کر سوال کرو۔"

ایک نے سوال کیا "تم عکس بن کر آئے ہو۔ یوں لگتا ہے تم نے چہرے پر بندر کا ماسک پہنا ہے اور پیچھے دُم لگائی ہے اور یہاں دلچسپ تماشا کرنے آئے ہو۔"

"میں تماشا نہیں ہوں اور یہ بندر کا بہروپ نہیں ہے۔ ویسے تمہاری جگہ میں ہوتا تو میں ایسے عکس کو دیکھ کر یہی شبہ کرتا۔ میں شاید کل تک سچ مچ تم لوگوں کے درمیان آؤں گا۔ ابھی خود کو متعارف کرنے اور دوستی کرنے کے لیے عکس کی صورت میں آیا ہوں۔ کیا ہماری دوستی ہو سکتی ہے؟ کیا مجھے انسانی معاشرے میں قبول کیا جا سکتا ہے۔"

سب ہی ایک ساتھ کہنے لگے۔ ایک نے کہا "بے شک تمہیں قبول کیا جائے گا۔"

دوسرے نے کہا "تمہارے اندر آدھا حیوان ہے۔ جبکہ ہم انسانوں کے اندر پورا حیوان چھپا رہتا ہے۔ میرا خیال ہے تم انسانوں سے کم خطرناک ہو۔"

تیسرے نے کہا "تمہیں ہمارے ملک میں ضرور رہنا چاہیے۔ تم دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو۔ دنیا کے ہر ملک سے لوگ تمہیں دیکھنے آیا کریں گے۔ ہماری حکومت بے حساب زرمبادلہ کمائے گی۔"

ایک عورت نے پوچھا "اس حسین دوشیزہ سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟"

ہیرو نے سارہ کو مسکرا کر دیکھا پھر اسکرین پر جواب ابھرا۔ "اس سے محبت اور اعتماد کا رشتہ ہے۔ آئندہ ازدواجی رشتہ قائم ہو سکتا ہے۔"

کسی نے کہا "لنگور کے پہلو میں حور' خدا کی قدرت....."

سارہ نے مسکرا کر کہا "مجھے غصہ نہیں آ رہا ہے۔ کیونکہ لنگور تمہیں نظر آ رہا ہے۔ میں نے اب تک کی زندگی انسان نما بندروں میں گزاری ہے۔ اس لیے میرا یہ ساتھی مجھے مکمل انسان نظر آتا ہے۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "بندروں کی عادت ہے کہ دوسروں پر خنخیاتے' دانت نکوستے اور آنکھیں دکھاتے ہیں۔ ایسے

بندر دوسروں کو تکلیف پہنچا کر راحت محسوس کرتے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ میرے اندر کے بندر کو نہ جگاؤ۔ یہ جاگ گیا تو تم میں سے کوئی یہاں نظر نہیں آئے گا۔"

ایک شخص نے اسٹیج پر آ کر کہا۔ "بڑے افسوس کی بات ہے۔ جسے آپ جانور سمجھتے ہیں' وہ ایک مہذب انسان کی طرح گفتگو کر رہا ہے اور آپ انسان ہو کر اپنی باتوں سے تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ یہ شخص آپ کا مہمان ہے۔ ہمارے کلب میں پہلی بار آیا ہے' کیا آپ اسے ویلکم نہیں کریں گے؟ میزبانی کا فرض ادا نہیں کریں گے۔"

ایک نے کہا۔ "ضرور کریں گے۔ ہم سب کی طرف سے دعوت ہے' یہاں کی شراب اور کھانا حاضر ہے۔"

سارہ نے کہا "مہمان نوازی کا شکریہ۔ ہیرو کا عکس کھانے پینے کی کسی چیز کو چھو نہیں سکے گا اور میں محتاط رہنے پر مجبور ہوں۔ صرف اپنے گھر کی چار دیواری میں کھاتی ہوں۔ مجھے افسوس ہے میں یہاں ایک گلاس پانی بھی نہیں پیوں گی۔"

وہ اسٹیج سے اتر کر جانے لگی۔ عورتیں اس سے پوچھ رہی تھیں' کیا وہ جا رہی ہے؟ اگر جا رہی ہے تو کیا دوبارہ آئے گی؟ اور کیا آئندہ ہیرو گوشت پوست کے بدن کے ساتھ آئے گا؟

وہ تمام سوالات کے مختصر سے جوابات دیتی ہوئی باہر اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ لیلیٰ اس کے پاس آتی جاتی رہتی تھی۔ اس نے کہا۔ "اتنی جلدی واپس نہ آؤ۔ سمندر کے ساحل پر جا کر ایک گھنٹا گزارو۔ پھر آؤ۔"

ہم نے سارہ کو سیر و تفریح میں اس لیے لگایا تھا کہ یہودی خفیہ تنظیم اور وہاں کی انتظامیہ کی ساری توجہ اس پر رہے اور کوٹھی کے اطراف صرف چند نگرانی کرنے والے رہ جائیں۔ میں نے کوٹھی کے چاروں طرف گھوم پھر کر دیکھ لیا۔ احاطے کے باہر ایک فوجی گاڑی کھڑی تھی۔ احاطے کے اندر جو فوجی افسر تھا وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ اب اس کی ڈیوٹی بدلنے والی تھی۔ وہاں دوسرا افسر آنے والا تھا۔ ہمیں اسی کا انتظار تھا۔ اسی لیے لیلیٰ نے سارہ سے کہا تھا کہ وہ کچھ اور وقت سمندر کے کنارے گزارے۔

جب گیارہ بجنے میں پانچ منٹ رہ گئے تو میں نے عادل سے کہا۔ "وہ کیپسول باہر لے آؤ۔ دروازے پر جو سیکیورٹی افسر ہے' اسے اس کے حوالے کر دو۔"

پھر میں اس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے دروازے کے پاس لے آیا۔ عادل نے دروازہ کھول کر وہ کیپسول افسر کی جیب میں رکھا پھر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ ٹھیک گیارہ بجے دوسرا افسر آ گیا۔ ڈیوٹی بدل گئی۔ میرا آلۂ کار افسر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا احاطے کے باہر آیا پھر میری مرضی کے مطابق ایک سمت چلنے لگا۔ میں وہاں سے نصف کلومیٹر کے فاصلے پر اپنی کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا میرے قریب آ کر رک گیا۔

اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر شیشے کی ڈبیا نکالی پھر کار کی کھڑکی سے ہاتھ نکال کر اسے میری طرف بڑھایا۔ میں نے اپنی کار کی کھڑکی سے ہاتھ بڑھا کر لے لیا۔ اس کے بعد وہ ڈرائیو کرتا ہوا آگے چلا گیا۔

○☆○

پارس صبح دیر تک بستر پر پڑا رہا۔ شی تارا صبح ہونے سے پہلے ہی بڑے پیار سے رخصت ہو گئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد بھی پیار سے گزاری ہوئی دو راتوں کا نشہ اس پر طاری رہا۔ اس لیے وہ دیر تک بستر پر پڑا رہا۔

کسی کے آنے سے کہانی شروع نہیں ہوتی اور جانے سے قصہ تمام نہیں ہوتا۔ شی تارا کے جانے کے بعد قصہ نئے موڑ پر آ رہا تھا۔ پارس کو یہ اندازہ تھا کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ اس نے شی تارا سے کہا تھا۔ "یہاں سے دہلی واپس نہ جاؤ۔ کم از کم دو دنوں کے لیے کسی دوسرے شہر چلی جاؤ۔"

شی تارا نے پوچھا۔ "مجھے دہلی جانے سے کیوں منع کر رہے ہو؟"

"وہاں پاشا تمہاری تاک میں ہو گا۔"

"مگر تم نے تو اس کی بیوی مریم کا حوالہ دے کر اسے میری کوٹھی سے بھگا دیا ہے۔"

"ہاں' کوٹھی سے بھگا دیا ہے۔ دہلی شہر سے نہیں بھگایا ہے۔

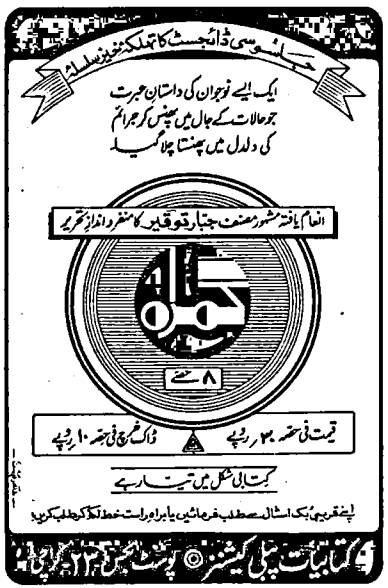

وہ کہیں چھپ کر رہے گا۔ جیسا کہ تم نے بتایا ہے کہ وہ پوجا کا دیوانہ ہے تو پھر سمجھ لو اس حسینہ کو حاصل کرنے کے لیے اچانک ہی کہیں سے آکر تمہاری گردن دبوچ لے گا۔"

"یہ پاشا تو میرے لیے مصیبت بن گیا ہے۔ میں کیا کروں؟"

"میں اس مصیبت کو دہلی سے باہر بھگا دوں گا۔ آج رات وہاں جاؤں گا۔ اسی لیے کہتا ہوں تم وہاں نہ جاؤ۔"

"نہیں جاؤں گی۔ ویسے تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ ہندوستان کس چکر میں آئے ہو؟"

"جناب علی اسد اللہ تبریزی نے ہدایات دی تھیں کہ وہ دوچشمی ہیرے تمہیں دے دوں۔ دوسری ہدایت یہ ہے کہ پاشا کی نگرانی کروں اور اسے یہاں کے شمالی علاقے میں نہ رہنے دوں۔"

"کیا اتنے معمولی سے کام کے لیے آئے ہو؟"

"یہ معمولی کام ہوتا تو جناب تبریزی صاحب مجھے یہاں نہ بھیجتے۔"

"معلوم ہوتا ہے' میرے دیس کے خلاف کوئی سیاسی چال چلنے یا کوئی بڑا ہاتھ مارنے آئے ہو اور مجھ سے چھپا رہے ہو۔"

"میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ یقین کرنا چاہو تو کرلو۔ جناب تبریزی صاحب نے مجھے اندھیرے میں رکھا ہے اور ہم میں سے کوئی ان سے سوال نہیں کرتا ہے۔ وہ جو ہدایت دیتے ہیں ہم اس پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ عمل کے دوران معلوم ہوتا رہتا ہے کہ ہم کتنے سنگین معاملات میں الجھتے جا رہے ہیں اور خود کو مکڑی کے جال سے نکالتے جا رہے ہیں۔"

"میں تم سے رابطہ کرتی رہوں گی۔ وعدہ کرو' مجھ سے کچھ نہیں چھپاؤ گے۔ مجھے بتاتے رہو گے کہ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"جب میں وعدہ کرتا ہوں تو ضرور پورا کرتا ہوں۔ اس لیے وعدہ نہیں کروں گا۔"

"یعنی کوئی ایسا اہم معاملہ میرے دیس کے خلاف ہے' جس کا ذکر کرو گے تو میں راستے کی رکاوٹ بن جاؤں گی۔"

وہ مسکرا کر بولا "میری جان! میں چاہوں گا کہ تم رکاوٹ بننے کے ہی بہانے میرے پاس آتی جاتی رہو۔"

"تو پھر اسی بہانے بتا دو۔ میں آتی جاتی رہوں گی۔"

"تم بارہا آزما چکی ہو کہ میں جھوٹ نہیں بولتا ہوں۔ اس سے زیادہ سچ کیا ہو گا کہ مجھے سچ معلوم ہوتا تو میں صاف کہہ دیتا کہ بابا صاحب کے ادارے کا معاملہ ہے' میں نہیں بتاؤں گا۔"

"تو پھر صاف کہہ دو کہ مجھے غیر سمجھتے ہو بلکہ دشمن سمجھتے ہو اور یہاں میرے ملک سے دشمنی کرنے آئے ہو۔"

"اگر دشمن سمجھتا تو کیا تمام رات تم میرے بستر پر ہوتیں؟ کھڑکی سے باہر نہ پھینک دیتا۔ دو راتیں گزر چکی ہیں اور میں تمہیں کلیجے سے لگاتا آزماتا ہوں۔ پھر بھی میری محبت پر شبہ کرتی ہو؟"

"تم اپنے کسی اہم راز پر محبت کا شہد لگا کر مجھ سے نہ چھپاؤ۔ جب تم کچھ بتانا نہیں چاہتے ہو تو اسی طرح باتیں بناتے ہو۔ ٹھیک ہے' میں ہی پاگل ہو رہی تھی تمہارے پیچھے۔ تمہارے لیے اپنی روپوشی کا اصول توڑ دیا۔ اب ایسی غلطی نہیں کروں گی۔ میں جا رہی ہوں پھر کبھی تمہاری زندگی میں نہیں آؤں گی۔"

وہ اسے بازوؤں میں سمیٹ کر بولا۔ "کیوں خواہ مخواہ ناراض ہو رہی ہو؟"

وہ خود کو چھڑا کر الگ ہو گئی۔ بستر سے اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کر کے جانے لگی۔ پارس نے راستہ روک کر کہا۔ "اتنے رنگین لمحات گزارنے کے بعد موڈ خراب کر کے نہ جاؤ۔"

وہ اس کے سینے پر نازک سا گھونسا مار کر بولی۔ "اپنا سب کچھ ہار چکی ہوں۔ اب مجھ میں ایسی بات نہیں رہی' جس سے تمہیں للچاؤں اور اپنی باتیں منواؤں۔"

"میری جان! تمہارے حسن و شباب میں چار سو چالیس وولٹ کا کرنٹ ہے۔ تمہارے تو ایک ایک جلوے سے جھٹکے لگتے ہیں۔ میں تمہیں ناراض ہو کر جانے نہیں دوں گا۔"

"تو پھر بتاؤ وہ اہم معاملہ کیا ہے؟"

پارس نے ایک سرد آہ بھری پھر کہا "بتانا ہی پڑے گا۔ وعدہ کرو' تم میرے لیے مشکلات پیدا نہیں کرو گی۔"

"وعدہ کرتی ہوں۔ میری ضرورت پڑی تو تمہارا ساتھ دوں گی۔"

"تم بڑی چالاکی سے بات بدل کر وعدہ کر رہی ہو۔ میرا ساتھ دینے کا نہیں' میرے راستے میں مشکلات پیدا نہ کرنے کا وعدہ کرو۔"

"ٹھیک ہے' اصل بات بتاؤ۔"

"اب بھی تم صاف لفظوں میں وعدہ نہیں کر رہی ہو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرے معاملے میں تم کس حد تک زبان کی پابند رہتی ہو۔"

وہ دل ہی دل میں بولی۔ "میں صرف تمہارے معاملے میں زبان کی پابند رہوں گی لیکن اپنے دیس کے معاملے میں زبان کی پابند نہیں رہوں گی۔" پھر وہ زبان سے بولی۔ "میں صاف لفظوں میں وعدہ کر رہی ہوں کہ تمہارے لیے مشکلات نہیں پیدا کروں گی۔ اب بولو۔"

وہ بولا "تمہارے ملک میں جو یہودی سفیر آیا ہے' میں اس کی چھٹی کرنے آیا ہوں۔"

"اس سے تمہاری کیا دشمنی ہے۔ جبکہ وہ ہمارے دیس کی بھلائی کے لیے آیا ہے۔"

"تمہارے دیس کی بھلائی اور کشمیری مسلمانوں کی تباہی کے لیے آیا ہے۔ وہ یہاں بیٹھا کشمیر کے معاملے میں بین الاقوامی رائے عامہ کو بھارت کے حق میں ہموار کر رہا ہے۔ پاکستان کے چند سیاستدانوں کو اقتدار کا لالچ دے کر خرید رہا ہے اور کشمیری مجاہدین کو ملنے والی بیرونی امداد سے محروم کر رہا ہے۔"

"تمہیں کشمیر سے کیا لینا ہے؟"

"کشمیر کا قرض ہم پر اور ہمارے باپ دادا پر ہے۔ وہ قرض اتارنا ہے۔ اب سے ستر برس پہلے میرے دادا کشمیر سے آکر پنجاب کے ایک علاقے شاہ کوٹ میں آباد ہوئے تھے۔ وہاں میرے پاپا فرہاد علی تیمور پیدا ہوئے۔ اب تم سمجھ سکتی ہو کہ ہماری رگوں میں جو لہو دوڑ رہا ہے' وہ جنتِ ارضی کشمیر سے آیا ہے۔"

"کیا اب تک یہ لہو تمہاری رگوں میں منجمد تھا۔ اب کشمیر کے معاملے میں لہو کیوں گرم ہو رہا ہے؟"

"تمہارے اس سوال کا جواب مجھ پر قرض ہے۔ پہلے میں جناب تبریزی صاحب سے سوال کروں گا کہ وہ کشمیر' افغانستان اور بوسنیا وغیرہ کے معاملات میں خاموش کیوں رہے؟ دراصل جب تک ہمیں ان سے ہدایات نہیں ملتی ہیں' تب تک پاپا بھی ایسے کسی معاملے میں نہیں پڑتے ہیں۔"

"کیا یہ تمہارے بزرگ تبریزی صاحب کی بے حسی نہیں ہے کہ وہ مسلمان مجاہدین کی طرف توجہ نہیں دیتے ہیں۔"

"نہیں' جناب تبریزی صاحب کی گہری خاموشی اور حکمتِ عملی کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ جب میں سوال کروں گا اور وہ جواب دیں گے تو وضاحت ہو جائے گی کہ کشمیری یا کسی بھی اسلامی ملک کے مجاہدین سے غافل رہنے میں کیا مصلحت رہی ہے۔"

"میں تم سے رابطہ رکھوں گی اور تمہارے بزرگ کی مصلحت انڈیٹ کو سمجھوں گی۔ اب جا رہی ہوں۔"

وہ بڑے پیار سے رخصت ہو گئی۔ اس کے جانے کے بعد پارس نے روم سروس کو کال کیا۔ بستر دلانے اور کمرے کی صفائی کا حکم دیا پھر باتھ روم میں چلا گیا۔

جناب تبریزی صاحب نے اسے نہ تو کسی یہودی سفیر کے خلاف ایکشن کے لیے بھیجا تھا اور نہ ہی یہ فرمایا تھا کہ وہ کشمیر کے معاملے میں کوئی رول ادا کرے۔ صرف یہ ہدایات تھیں کہ ہندوستان جاؤ۔ وہ دوچشمی ہیرے شی تارا کو دے دو اور پاشا کو بھارت کے شمالی علاقوں میں نہ رہنے دو۔ یا پھر ان علاقوں میں اس کی مصروفیات کو ناکام بناتے رہو۔ انہوں نے اس سے زیادہ ہدایات نہیں دی تھیں۔

لیکن ہدایات کے پیچھے چھپے ہوئے مقاصد کی نشاندہی ہو جایا کرتی تھی۔ شمالی علاقہ صرف دہلی نہیں تھا۔ کشمیر بھی تھا۔ پھر وہ ... مگر پاشا حسین عورتوں کے چکر میں کشمیر کی طرف جا سکتا تھا۔

میری اور میری فیملی کو دنیا جہان کے مسائل میں مصروف رہنا پڑتا ہے۔ جس ملک میں جاتے ہیں ادھر کے مسائل اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ پھر دوسرے اسلامی ممالک کی طرف دھیان نہیں جاتا۔ یا پھر جناب تبریزی صاحب کی ہدایات نہیں ہوتی۔ وہ صرف اتنا فرماتے ہیں کہ فلاں ملک چلے جاؤ۔ مقصد بیان نہیں کرتے لیکن وہاں پہنچ کر تمام مقاصد خود بخود واضح ہوتے جاتے ہیں۔

پارس بھی ہندوستان آیا تو سب سے پہلے کشمیر نے اسے اپنی طرف کھینچا۔ پھر دادا کے خون کی کشش اور دینی جذبہ بھی کارفرما تھا۔ دراصل افغانستان کی کامیاب جدوجہد اور سپر پاور روس کے خاتمے کے بعد امریکا اس تشویش میں مبتلا ہو گیا ہے کہ افغانستان اسلامی جذبے سے آزاد ہوا ہے اور اسے روس کے چنگل سے نکالنے کے لیے کتنے ہی اسلامی ممالک متحد ہو گئے تھے۔ آئندہ یہ اسلامی ممالک امریکا کے خلاف بھی متحد ہو سکتے ہیں۔

امریکا کی کوشش ہے کہ کشمیر کی تحریک آزادی پروان نہ چڑھے۔ لیکن ۱۹۸۷ء سے لے کر ۱۹۹۳ء تک کشمیری مسلمانوں کی نئی نسل نے جن نئے عزائم سے مسلح ہو کر جدوجہد جاری رکھی ہے' یہ عزائم' یہ جذبات افغانستان کی کامیاب جدوجہد سے حاصل ہوئے ہیں۔ آج کے کشمیری جوانوں کا عزم ہے کہ افغانی روس کو پسپا کر سکتے ہیں تو وہ بھارت کے سیاسی عزائم کو کچل کر آزادی ضرور حاصل کر سکتے ہیں۔

پارس غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر پھر بستر پر آکر لیٹ گیا۔ بستر اور کمرا صاف ستھرا ہو گیا تھا۔ وہ رات بھر کا جاگا ہوا تھا۔ نیند پوری کرنے کے بعد وہ ہوٹل چھوڑ کر جانے والا تھا۔

ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو

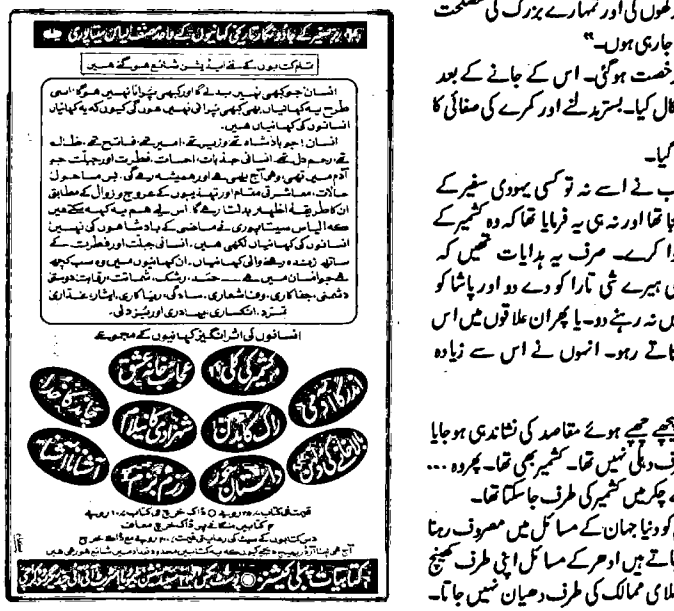

پریم کمار بول رہا ہوں۔"

"جناب! چار بجے والی دہلی کی فلائٹ میں سیٹ ہوگئی ہے۔ میں یہاں ٹکٹ کے ساتھ موجود رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے' میں وقت پر آجاؤں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ چاروں شانے چت لیٹ کر چھت تکنے لگا اور تصور میں جناب علی اسد اللہ تبریزی کو دیکھنے لگا۔ انہیں دیکھتے دیکھتے آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

تب وہ خواب کی دنیا میں مجسم ہو کر آئے۔ انہوں نے کہا۔ "ہاں' اس سوال کا جواب قرض ہے کہ ہم اسلامی ممالک میں جا کر ان کے کام کیوں نہیں کرتے ہیں؟ جبکہ بابا صاحب کا ادارہ علوم و فنون اور غیر معمولی صلاحیتوں کا ممکن ہے۔ ہم سپر پاور سے کم نہیں ہیں۔ ہمیں مسلمانوں کے کام آنا چاہئے۔

"لیکن اللہ تعالیٰ سے بڑی کوئی طاقت نہیں ہے۔ کیا تم سوال کروگے کہ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کے کام کیوں نہیں آتا؟ نہیں' خدا سے سوال کروگے تو جواب نہیں ملے گا۔ اس معبود نے عقل دی ہے کہ جواب خود سمجھو۔

"تم خدا کو ماننے اور سمجھنے والی زندگی گزار رہے ہو۔ پھر خدا کی قدرت کو' انسانی عمل اور ردِعمل کو اور سزا و جزا کے قدرتی اصولوں کو کیوں نہیں سمجھتے؟ کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ دین پر قربان ہونے والے' آزادی کے لیے مرمٹنے والے مجاہدین سر سے کفن باندھ کر جہاد کرتے ہیں اور بڑے بڑے اسلامی ممالک دور سے ان کے شہید ہونے' ان کے گھروں کے جلنے اور مسلمان عورتوں کی آبرو لٹنے کا تماشا کیوں دیکھ رہے ہیں؟

"ایسی کیا بات ہے کہ وہ مجاہدین کو زکوٰۃ دیتے ہیں مگر فوجی امداد نہیں دیتے۔ ان کے لیے راشن اور دوائیں بھیجنے سے پہلے امریکا سے اجازت طلب کرتے ہیں۔ ماضی میں اسلامی ممالک افغانستان کے جہادِ آزادی کے لیے متحد نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ امریکا کے حکم سے روس کو بھگانے کے لیے ایک پلیٹ فارم پر آئے تھے۔ یہ اتحاد کشمیر کے لیے نہیں ہوا' بوسنیا کے لیے نہیں ہوا۔ آج تک فلسطین کی آزادی کے لیے بھی نہیں ہوا۔

"یہ عام مسلمان جو امیر کبیر نہیں ہیں غریب ہیں' ایمان اور آزادی کے لیے صرف اپنے حوصلوں سے لڑ رہے ہیں۔ ان کے حوصلوں سے شرمندہ ہو کر امیر کبیر اسلامی ممالک ان کی تھوڑی بہت مدد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم کیا کرسکتے ہیں؟ ہم ایک طرف سے مدد کرتے ہیں۔ دوسری طرف سے مسلمانوں میں منافق پیدا ہوجاتے ہیں۔ مسلمان راہنما' سیاستداں اور حکمراں اپنے اپنے ملک اور قوم کا سودا کرتے ہیں اور مجاہدین کی قربانیوں پر پانی پھیرتے رہتے ہیں۔

"ہر عمل کا حساب ہوتا ہے جلد یا بدیر قدرت کی طرف سے سزا ملتی ہے۔ ہم اللہ والے اسی ربِّ کریم کے فیصلے کے منتظر رہتے ہیں اور اتنی ہی جدوجہد کرتے ہیں' جتنی لازمی ہوتی ہے۔ اگر فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے ساری دنیا پر حکمرانی کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔ پوری دنیا پر صرف خدا کی حکمرانی ہے اور رہے گی۔ اگر فرہاد چاہے کہ وہ کسی سپر پاور کے فوجی اور ایٹمی راز ظاہر کردے تو وہ ایسا کر نہیں سکتا۔ کیونکہ بھیدوں کا کھولنے والا وہی ایک ہے۔

"پارس! اسی لیے میں تمہارے باپ کو اور اپنے عام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایسی تمام انتہائی اقدامات سے روکتا ہوں' جو حد سے بڑھنے والے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہر عمل کی ایک حد ہے' اس حد کے بعد اللہ کی رضا پر راضی رہنا چاہئے۔ لہٰذا تم شمالی بھارت میں رہ کر کشمیر کے مجاہدین کے کام آؤ گے لیکن اپنی حد سے تجاوز نہیں کروگے۔ ہوسکے تو مجاہدین کے ساتھ رہو اور بڑے اسلامی ممالک کو اپنے عمل سے شرمندہ ہونے اور سوچنے پر مجبور کرو۔ میری طرف سے اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی موقع پر تمہاری مدد کے لیے آئیں۔ کشمیری جوان یوں جہاد کر رہے ہیں کہ بعض اوقات ان کے پاس ہتھیار بھی نہیں ہوتے۔ میں نے تمہیں بھی تمام ہتھیاروں سے خالی کرکے یہاں بھیجا ہے۔ تم کشمیری ہو' لہٰذا بے یار و مددگار کشمیری ہی کی طرح وہاں رہو۔

"تمہارا دماغ مقفل ہوچکا ہے۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا یا والی نہیں آئے گی۔ تمہاری آواز اور لہجہ بدل چکا ہے۔ تمہاری لاعلمی میں پاشا تمہاری گفتگو نہیں سن سکے گا۔ میں جارہا ہوں۔ فی امان اللہ۔"

پارس کی آنکھ کھل گئی۔ صبح نو بجے اس کی آنکھ لگی تھی۔ وہ دوپہر دو بجے بیدار ہوگیا۔ جاگنے کے بعد تھوڑی دیر تک ہاتھ پاؤں پھیلا کر بستر پر لیٹا رہا اور جناب تبریزی صاحب کی باتوں کو یاد کرکے ان پر غور کرتا رہا پھر فون کی گھنٹی سن کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے شی تارا کی آواز آرہی تھی۔ "ہیلو' ہیلو پریم کمار! میں تارا بول رہی ہوں۔"

اس نے پوچھا۔ "تم کون تارا ہو جی؟ کس کو مانگتی ہو؟"

"اوہ پریم! آواز بدل کر مذاق نہ کرو۔ میں نے ہوٹل سے معلوم کیا ہے۔ تم نے کمرا چھوڑا نہیں ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا لیکن تمہاری آواز اور لہجے کے مطابق تمہارے دماغ میں جگہ نہیں ملی۔ بلکہ تمہارا دماغ ہی نہیں ملا۔ اس کا تو یہی مطلب ہوا کہ تم نے آواز اور لہجہ تبدیل کرلیا ہے۔"

"اے مائی! تم کیا کہہ رہی ہو۔ کبھی کہتی ہو' میرے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے۔ کبھی کہتی ہو' میرا دماغ نہیں ہے۔ میرے کو معلوم پڑتا ہے' تمہارا دماغ نہیں ہے۔"

پارس نے گفتگو کے دوران اسے اپنے اندر محسوس کیا۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ دوسری آواز میں بولنے والا کون ہے۔ مگر جناب تبریزی صاحب نے اس پر ایسا روحانی عمل کیا تھا کہ کوئی

خیال خوانی کرنے والا اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ شی تارا کو اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ پارس نہیں کوئی اجنبی ہے۔

وہ بولی۔ "تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم ہو رہا ہے کہ تم وہ پریم کمار نہیں ہو مگر تمہارا نام بھی پریم کمار ہے۔"

"تم نے ہوٹل والوں سے پریم کمار کے کمرے کا فون طلب کیا ہے تو ظاہر ہے مجھ سے ہی بات کروگی۔ ویسے مائی! تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟"

وہ غصے سے بولی۔ "شٹ اپ! میں مائی نہیں ہوں۔"

"کیا جوان چھوکری ہو؟"

شی تارا نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ مدراس کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں تھی۔ سوچ رہی تھی۔ "یہ پارس کہاں گم ہوگیا ہے؟ میں نے کہا تھا کہ اس سے رابطہ رکھوں گی۔ پھر میری خیال خوانی کی گرفت سے اس کا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟"

ایک شبہ تھا کہ وہ جان بوجھ کر غائب ہوگیا ہے اور دل کہتا تھا' ایسے درمیان کوئی کشیدگی نہیں ہے۔ پھر وہ اپنی تارا سے کیوں ناراض ہوگا؟

وہ کشمکش میں تھی۔ اپنے دل میں اس کے لیے بے انتہا محبت پانے کے باوجود یہ تشویش تھی کہ وہ اس کے دیس کو نقصان پہنچانے آیا ہے۔ اگر اس نے پارس کے راستوں میں رکاوٹیں پیدا کیں تو وہ یہودی سفیر کو قتل کردے گا یا اسے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کردے گا اور ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

اس نے دائی ماں سے کہا "میری ڈائری نکالو اور انٹیلی جنس کے نمبر ڈائل کرو۔"

دائی ماں نے اٹیچی سے ڈائری نکالی۔ اس میں انٹیلی جنس کے افسر کے نمبر دیکھے پھر موبائل پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے پوچھا۔ "ہیلو کون؟ اپنا نام اور کام بتائیں؟"

شی تارا نے دائی ماں کی زبان سے کہا "میں چیف سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"دیدی جی! آپ اپنا نام اور کام پہلے نوٹ کروائیں۔"

وہ لائحہ کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے اس کی مرضی کے مطابق نام کے ذریعے صاحب سے کہا۔ "آپ کا ایک بہت ضروری ہے۔ اٹینڈ کرلیں۔"

صاحب نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو' میں بول رہا ہوں۔"

شی تارا نے کہا۔ "میں بھی بول رہی ہوں۔ دہلی میں جو یہودی سفیر آیا ہے' اس کی جان خطرے میں ہے۔ قاتل آج رات کی وقت دہلی پہنچنے والا ہے۔"

"تم کون ہو اور یہ سب کچھ کیسے جانتی ہو؟"

"شریمان! میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ اس وِدیا کے ذریعے میں نے لوگوں کے دماغوں میں گھس کر ان کے خطرناک ارادوں کو پڑھ لیتی ہوں۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟ اس رگھوناتھ نے کس پاگل سے بات کرنے کو کہہ دیا ہے؟"

وہ ریسیور رکھ کر غصے سے ماتحت کو بلانا چاہتا تھا۔ اسی وقت اپنے دماغ میں آواز سنی۔ "ٹیلی پیتھی بکواس نہیں ہے۔ ماتحت کو نہ بلاؤ۔ میں نے اس بے چارے کو رابطہ کرنے پر مجبور کیا تھا۔ تم بھی مجبور ہو' میری مرضی کے بغیر کسی کو کمرے میں نہیں بلاؤ گے۔"

وہ اپنی کرسی سے اٹھنا چاہتا تھا۔ اٹھ نہ سکا۔ وہ بولی۔ "میں ٹیلی پیتھی ہے۔ تم میری مرضی کے بغیر اٹھ نہیں سکو گے۔"

"تم کون ہو؟ کیا چاہتی ہو؟"

"میں دیس بھگت ہوں۔ اپنا نام بتا کر نام نہیں کرنا چاہتی۔ مجھ پر بھروسا نہیں کروگے تو میں خیال خوانی کے ذریعے ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ کیا تم اسرائیلی سفیر کی جان بچا کر اپنے سروس ریکارڈ میں ایک کارنامے کا اضافہ نہیں کروگے؟"

"میں ایسا کروں گا۔ مجھے بتاؤ اسرائیلی سفیر کا دشمن کون ہے؟ اس کی نشاندہی کروگی تو اسے گرفتار کیا جاسکے گا۔"

"وہ مسلمان ہے۔ پیرس سے آیا ہے۔ اسے کشمیر کے مسلمانوں سے دلچسپی ہے۔ وہ ان مسلمانوں کی اچھی خاصی مدد کرے گا۔ اس کا قیام کسی بڑے ہوٹل میں ہوگا۔"

"اس کا نام اور حلیہ بتاؤ۔"

"وہ اپنا نام اور حلیہ بدلتا رہتا ہے۔ آج دوپہر سے جتنے ملکی اور غیر ملکی مسافر ہوٹلوں میں قیام کررہے ہیں' ان پر نظر رکھو گے تو شاید وہ نظروں میں آجائے گا۔"

"کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم سے تعاون کرتی رہو گی؟"

"بے شک' میں تمہارے پاس آتی جاتی رہوں گی۔ ابھی جارہی ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ دائی ماں نے پوچھا۔ "یہ تو نے کس قاتل کے بارے میں اطلاع دی ہے؟"

"پارس ایک یہودی سفیر کو قتل کرنا چاہتا ہے۔"

دائی ماں نے حیرانی سے پوچھا "کیا تو پارس کو گرفتار کرائے گی؟"

"ماں جی! آج تک ہوا کو کسی نے قید کیا ہے؟"

"ہوا غبارے میں قید ہوجاتی ہے۔"

"پھر رفتہ رفتہ غبارہ پچکنے لگتا ہے۔ ہوا آخر آزاد ہوجاتی ہے۔"

"جب تو جانتی ہے کہ وہ گرفت میں نہیں آئے گا تو پھر اس کے خلاف اطلاع کیوں دے رہی ہے؟"

"میں چاہتی ہوں' اس کے راستے میں اتنی دشواریاں پیدا ہوں کہ وہ سفیر کو نہ قتل کرسکے نہ یہاں سے بھاگ سکے۔ وہ کوششیں کرتا رہے گا۔ ناکام ہوتا رہے گا اور مجھے معلوم ہوتا رہے گا کہ مجھ

سے چھپنے والا کیا کرتا پھر رہا ہے۔"

"کیا اس نے یہ نہیں بتایا کہ ہمارے ملک میں کیا کرنے آیا ہے؟ کیا صرف قتل کا منصوبہ ہے؟ قتل کرے گا اور چلا جائے گا؟"

"نہیں جائے گا۔ وہ کشمیری ہے۔ کشمیر میں مسلمانوں کے لیے کچھ کرنے آیا ہے۔ وہ آدھی بات بتاتا ہے اور آدھی پیٹ میں رکھتا ہے۔ مگر میں بھی ضدی ہوں' پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ دیکھوں گی کہ ہماری بھارتی پالیسی کے خلاف کشمیریوں کے لیے کیا کرے گا۔ اسے ناکام ہو کر جانا پڑے گا۔"

"تارا! تیری مت ماری گئی ہے۔ جس کی آغوش میں کھیلتی ہے اور ہارتی ہے' اسی سے جیتنا چاہتی ہے۔"

"وہاں میں شوق سے ہارتی ہوں۔ یہاں میں اپنے دیس کی خاطر اسے شکست دوں گی۔"

"بیٹی! وہ بہت پہنچا ہوا ہے۔ کیا تو اندازہ کر سکتی ہے کہ وہ اب تک کیسی چالیں چل چکا ہو گا۔"

واقعی یہ شی تارا کی آتما اور پرماتما کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ صبح اسے رخصت کرتے وقت ہی چال چل چکا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ دہلی نہ جائے۔ دو دنوں تک دہلی والی کوٹھی سے دور رہے کیونکہ پاشا اس کی اور پوجا کی تاک میں ہو گا اور پوجا کو حاصل کرنے کے لیے اس کی گردن دبوچ لے گا۔

یہ شی تارا کے تحفظ کے لیے نیک مشورہ تھا۔ اس لیے وہ مدراس چلی گئی تھی اور نیک مشورہ دینے والے کو پریشانی میں مبتلا کرنے کے لیے انٹیلی جنس کے چیف سے کہا تھا کہ وہ مسلمان قاتل کسی بڑے ہوٹل میں قیام کرے گا۔ جبکہ وہ شی تارا کو دہلی سے دور بھیج کر اسی کی کوٹھی میں رہنے کا ارادہ کر چکا تھا۔

اصل ارادہ یہ تھا کہ اس کوٹھی میں رہ کر پاشا کو ٹریپ کرے گا۔ یقین تھا کہ وہ پوجا کی خاطر شی تارا کی تاک میں ہو گا۔ اگر کسی عورت کو اس کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھے گا تو ضرور اس کی گردن دبوچنے آئے گا۔

وہ دہلی کی فلائٹ میں سوار ہونے کے لیے ایک گھنٹا پہلے ائرپورٹ پہنچا۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کا ایک جاسوس موجود تھا۔ اس کے ساتھ ایک حسین عورت تھی۔ جاسوس نے اسے ٹکٹ دیا پھر حسینہ سے تعارف کرایا "سر! یہ حیدر آباد کی طوائف آفت جان ہے۔ مجھے شی تارا اور پوجا کی جو جسامت اور قد بتایا گیا تھا اس کے مطابق میں اسے لایا ہوں۔ کیا یہ چلے گی؟"

وہ پارس کو مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر بولا "ٹھیک ہے' اس کی خوبیاں بتاؤ؟"

وہ بولی۔ "اے میاں! سرِ عام کیا پوچھتے ہو۔ خوبیاں دیکھنی ہوں تو کوٹھے میں آؤ۔ جلوے دیکھو گے تو غش پہ غش کھاؤ گے۔ ویسے سچی بولتی ہوں میاں! تم ہو بڑے چکنے۔ میرے کو تو پسند آ گئے ہو۔"

پارس نے کہا "پلیز کام کی بات کرنے دو۔ میں خوبیاں معلوم کرنا چاہتا ہوں اور خوبیوں کا تعلق تمہارے حسن و شباب سے نہیں ہے۔ کیا تم ایکٹنگ کر سکتی ہو؟"

"ہائے کیا سوال مارتے ہو میاں! اپن کا پیشہ یہی ہے۔ جس مزاج کا گاہک ہوتا ہے' اسی مزاج کے مطابق میں ناچتی ہوں۔"

پارس نے اٹیچی سے ایک ننھا سا کیسٹ ریکارڈر نکال کر پوچھا "اس میں ایک عورت کی آواز ہے۔ کیا یہ آواز سن کر تم بالکل اسی طرح بول سکتی ہو؟"

آفت جان نے ریکارڈر لیا۔ ہیڈ فون کو کانوں سے لگایا پھر اسے آن کر کے سننے لگی۔ پارس نے پچھلی رات اس ریکارڈر کو سرہانے چھپا کر رکھا تھا۔ رات کو جب بھی شی تارا بولتی رہی۔ اس کی آواز ریکارڈ ہوتی رہی۔ آفت جان نے مسکراتے ہوئے کہا "ہائے میاں! یہ تو بڑے جذباتی انداز میں بول رہی ہے۔ کیا بستر میں ریکارڈنگ کی ہے؟"

وہ جھینپ کر بولا "پلیز! اس عورت کے بولنے کے انداز پر غور کرو۔"

"غور کیا کرنا ہے' بستر پہ لیٹے بولتی ہوں۔"

وہ جاسوس سے بولا۔ "تم اسے کہاں سے پکڑ لائے ہو۔ یہ تو صرف اپنے انداز دکھاتی رہے گی۔"

جاسوس نے کہا "یہ غضب کی نقال ہے۔ کئی کرداروں کی آوازیں نکال کر ریڈیو کے ڈرامے کرتی ہے۔"

پھر اچانک ہی شی تارا کی آواز سن کر پارس چونک گیا۔ آفت جان بالکل اسی آواز اور لہجے میں بول رہی تھی۔ "ہائے پارس! تم نے کیا جادو کر دیا ہے۔ تم سے دور رہ کر بستر پر کروٹیں بدلتی رہتی ہوں۔ اسی زہریلے نشے کی طلب ہوتی ہے تو میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے پاس پہنچ جاتی ہوں۔ ویسے میاں! یہ خیال خوانی کیا بلا ہے؟"

پارس نے اس سے ریکارڈر چھین کر کہا "میں مطمئن ہوں۔ تم بہترین نقال ہو۔ چلو فلائٹ کا وقت ہو رہا ہے۔"

جاسوس نے کہا "سر! وہ دوسری عورت دہلی والی کوٹھی میں پہنچ جائے گی۔ آپ کا نیا پاسپورٹ اور نئے شناختی کاغذات بھی وہیں ملیں گے۔"

وہ جاسوس سے رخصت ہو کر آفت جان کے ساتھ چلتا ہوا کاؤنٹر پر آیا۔ وہاں سے دو بورڈنگ کارڈ حاصل کیے۔ آفت جان اس سے لگی ہوئی تھی۔ چلتے وقت اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چل رہی تھی۔ پارس نے کہا "تمہیں میرے ساتھ چیک کر رہنے کا معاوضہ ادا نہیں کیا گیا ہے۔ تم ذرا دور بھی رہ سکتی ہو؟"

وہ بولی "واہ چکنے میاں! کیا دور رہنے کے مجھے تیس ہزار روپے دیے گئے ہیں؟"

"تمہیں صرف ایکٹنگ کرنی ہے۔ تم نے کیسٹ کے ذریعے جو آواز سنی ہے اسی آواز اور لہجے میں بولتی رہو۔"

وہ شی تارا کے انداز میں بولنے لگی۔ دونوں طیارے میں آ کر بیٹھ گئے۔ جب طیارہ فضا میں پرواز کرنے لگا تو وہ بولی۔ "کیا میں قابلِ نفرت ہوں؟"

اس نے پوچھا "ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟"

"کیوں نہ سوچوں؟ میں تم پر ہاتھ رکھتی ہوں۔ تو میرا ہاتھ ہٹا دیتے ہو۔ کیا میں گندی ہوں؟"

"تم فضول باتیں سوچتی ہو۔ ذرا فاصلہ رکھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم قابلِ نفرت ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "تو پھر میں قابلِ محبت ہوں۔"

"ہاں تم بہت اچھی ہو۔ اگر میرے مشوروں پر عمل کرو تو اور اچھی لگو گی۔"

"میولو میاں! میں ساری عمر تمہارے مشوروں پر عمل کرتی رہوں گی۔ سچی بولتی ہوں چکنے! تمہاری طرف دل کھنچا جا رہا ہے۔ میرے سینے پر ہاتھ رکھ کے دیکھو۔ دل کتنی تیزی سے دھگڑ دھگڑ کر رہا ہے۔"

"دھگڑ دھگڑ نہیں' دل دھک دھک کرتا ہے۔"

"ہندی میں اپنے یار کو دُھگڑ کہتے ہیں۔ یہ دل تمہیں دُھگڑ دھگڑ کہہ رہا ہے۔"

پارس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "یا اللہ! میری آبرو خطرے میں ہے۔ وہ کمبخت کہاں سے یہ مال اٹھا لایا ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تم مجھے مشورے دے رہے تھے۔"

"میرا پہلا اور آخری مشورہ ہے کہ اپنی گفتگو اور چال ڈھال میں بازاری انداز اختیار نہ کرو۔ یا پھر مجھے بازاری مال سمجھ کر نہ کھیلو۔"

وہ پھر ہنسنے لگی۔ پھر اس کے قریب جھک کر سرگوشی میں بولی۔ "یہ چکر کیا ہے۔ ٹکٹ پر تمہارا نام پریم کمار ہے۔ وہ کیسٹ والی نہیں پارس کہہ رہی تھی اور دہلی پہنچ کر تمہارا نیا پاسپورٹ اور نئی شناخت کے کاغذات ملنے والے ہیں۔"

پارس نے بھی سرگوشی میں پوچھا۔ "کیا تمہیں ڈر نہیں لگ رہا ہے؟ تم ایک ایسے شخص کے ساتھ ہو' جو اپنا نام اور اپنی شناخت بدل کرتا رہتا ہے۔"

وہ پھر سرگوشی میں بولی "اور تمہیں ڈر نہیں لگ رہا ہے کہ میں تمہارے بارے میں مخبری کروں گی تو تم غیر ملکی جاسوس سمجھے جاؤ گے اور گرفتار کر لیے جاؤ گے۔"

"آفت جان! جس شخص نے تمہیں تیس ہزار دیے ہیں اور اسے آج ایک رات کا سودا کیا ہے' وہ ہمارا بہت ہی تجربہ کار جاسوس ہے۔ اس نے سودا کرنے سے پہلے تمہاری پوری ہسٹری بھی معلوم کی ہو گی۔"

"ہاں میاں! ہر سودا کرنے والے کو یہ خوش فہمی ہوتی ہے کہ اس نے بازاری عورت کو سمجھ لیا ہے۔ مگر نہیں' کوئی نہیں سمجھ پاتا۔"

"تو پھر تم سمجھا دو کہ تمہیں کیسے سمجھا جائے؟"

"میرے چکنے! یہ جو بازاری عورت ہوتی ہے' یہ گھریلو عورت سے گہری اور پارسا عورت سے زیادہ معصوم ہوتی ہے۔ بازار میں اس کی آبرو لٹ جاتی ہے مگر اس کی روح کی معصومیت برقرار رہتی ہے۔ جوانی کے پہلے احساس کے ساتھ وہ جس نوجوان کو چاہتی ہے' وہ نوجوان جب تک اس کا گھونگھٹ اٹھانے نہیں آتا' تب تک وہ ہر رات لٹنے کے باوجود کنواری رہتی ہے۔ آبرو اس مسرور جذبے کا نام ہے' جو عورت اپنے محبوب کو دیتی ہے اور آج تک میں نے یہ آبرو کسی کو نہیں دی ہے۔"

"تم عجیب عورت ہو۔ تھانے میں مخبری کی بات کرتے کرتے جذباتی باتوں میں ڈوب رہی ہو۔"

"مخبری کیا کرنا ہے میاں! زندگی صرف دو دن کی ہے۔ ان دو دنوں میں دشمنی کر لو یا دوستی۔ میں تو دوستی اور محبت کرتی رہتی ہوں۔"

بڑی دلچسپ ہم سفر تھی۔ سفر کی طوالت کا احساس نہیں ہونے دیا۔ وہ دہلی پہنچ گئے۔ ائرپورٹ پر پولیس والے خاصی تعداد میں نظر آ رہے تھے۔ وہ مختلف شہروں سے آنے والے مسلمان مسافروں کو روک رہے تھے۔

پارس کو یہ بات کھٹک گئی۔ دماغ میں بات آئی' شی تارا دشواریاں پیدا کرنے کی ابتدا کر چکی ہے؟ یا اور کوئی بات ہے؟

وہاں بھی بابا صاحب کے ادارے کا ایک جاسوس موجود تھا۔ اس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "سر! ہم نے کوٹھی کے پرانے چوکیدار کو غائب کر دیا ہے۔ اب چوکیدار کی جگہ ہمارا آدمی ہے۔ کوٹھی کے مقفل دروازے کھول دیے گئے ہیں۔"

پارس نے پوچھا "کیا پاشا ادھر دیکھا گیا ہے؟"

"سر! ہمیں اب تک پاشا کی کوئی تصویر نہیں ملی۔ ہم اسے صورت سے نہیں پہچانتے ہیں لیکن جیسا حلیہ اور ڈیل ڈول بتایا گیا ہے۔ ایسا پہاڑ جیسا شخص دو بار کوٹھی کے سامنے سے گزر کر گیا ہے۔"

"پھر تو مرغا پھنسنے کے لیے خود ہی بے قرار ہے۔ یہ پولیس والے مسلمان مسافروں کو کیوں روک رہے ہیں؟"

"پتا نہیں سر! آج ہی مسلمان مسافروں کے ساتھ سختی ہو رہی ہے۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"ایک کام کرو۔ اپنے کسی آدمی سے کہو' وہ اسرائیلی سفارت خانے جائے اور معلوم کرے کہ وہاں بھی پولیس کا ایسا ہی ہجوم ہے یا نہیں؟"

"سر! میں دو گھنٹے پہلے وہاں سے گزرا تھا۔ آپ کو اسرائیلی سفارت خانہ کیوں یاد آیا سر! وہاں بھی پولیس کا ہجوم ہے۔"

"ہوں' بات سمجھ میں آ گئی۔ چلو یہاں سے۔"

وہ تینوں باہر آکر کار میں بیٹھ گئے۔ کار آگے بڑھنے لگی۔ آفت جان اچانک کراہنے لگی۔ پارس کے بازو کو دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر بولی "پلیز! مجھے فوراً کسی قریبی اسپتال میں لے چلو۔ بہت تکلیف ہو رہی ہے۔"

جاسوس ایک قریبی اسپتال کے احاطے میں کار لے آیا۔ آفت جان نے ہینڈ بیگ اٹھا کر کہا "ہم..... میں تمہارے لیے مسئلہ نہیں بنوں گی۔ ابھی ٹریٹمنٹ سے ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

وہ پارس کے سہارے چلتی ہوئی ڈاکٹر کے چیمبر میں آگئی۔ تکلیف سے کراہتی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر نے کہا "بیڈ پر آکر لیٹ جاؤ اور پلیز آپ لوگ باہر جائیں۔"

پارس جاسوس کے ساتھ ڈاکٹر کے چیمبر سے باہر آگیا پھر آہستگی سے بولا "کہیں یہ فراڈ تو نہیں کر رہی ہے؟"

جاسوس کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پارس نے کہا "جیکی نے آفت جان کا انتخاب کیا تھا اور جیکی کبھی دھوکا نہیں کھاتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے ہومر؟"

جاسوس ہومر نے چونک کر سر اٹھایا پھر پوچھا "سر! آپ نے کچھ کہا؟"

پارس نے پوچھا "تم کہاں کھو گئے ہو؟ کیا تمہیں خطرے کا احساس ہے؟"

"کیسا خطرہ سر؟"

"ڈاکٹر نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا ہے۔ کیا وہ ہمارے خلاف بیان نہیں دے رہی ہوگی؟"

ہومر ہنسنے لگا۔ ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ بولا "سر! بمبئی میں جیکی نے آپ کو اس کے بارے میں یعنی کہ آفت جان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا؟"

"صرف اتنا بتایا تھا کہ آفت جان کام آنے والی عورت ہے اور بہترین رفاقت ہے۔"

"سر! وہ بہت بڑی اداکارہ بھی ہے۔ ہنستے ہنستے اپنی ذات کو دلچسپ بناتے ہوئے مر رہی ہے۔ وہ مر رہی ہے۔ اسے بلڈ کینسر ہے سر!"

"کیا؟" پارس نے شدید حیرانی اور بے یقینی سے ہومر کو دیکھا۔

ہومر نے کہا "ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو اس کے بدن کا تمام خون نکال کر اسے نیا خون دیا جاتا ہے اور وہ ہر ماہ نئے خون کے لیے تیس ہزار روپے دیتی ہے۔ ہم نے اسی لیے آج ایک رات کے معاوضے کے طور پر اسے تیس ہزار دیے ہیں۔"

پارس کی آنکھوں کے سامنے آفت جان کا مسکراتا ہوا چہرہ گھومنے لگا۔ اس کی باتیں یاد آنے لگیں۔ اس نے کہا تھا "مخبری کیا کرنا ہے میاں! زندگی صرف دو دن کی ہے۔ ان دو دنوں میں دشمنی کر لو یا دوستی۔ میں تو دوستی اور محبت کرتی رہتی ہوں۔"

پارس نے ایک ہاتھ سے سر کو پکڑ کر کہا "اوہ خدایا! یہ ہنستی کھیلتی زندگی کیسے اچانک مرنے کی دھمکی دینے لگتی ہے۔ اسے سلامتی دے خدایا! اس بیچارے کو جوانی کی ابتدا سے سب نے لوٹا ہے۔ اسے زندگی کی تھوڑی سی ہی خوشی دے دے آمین!"

تقریباً ایک گھنٹے تک چیمبر کا دروازہ کبھی کھلتا کبھی بند ہوتا رہا۔ نرسیں آتی رہیں' جاتی رہیں۔ پھر ڈاکٹر نے آکر کہا "شی از آل رائٹ۔ میں نے اس کے کاغذات پڑھے ہیں۔ ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو خون تبدیل کیا جاتا ہے۔ آج گیارہ تاریخ ہے آپ چار دن بعد اسے لے آئیں۔"

پارس نے اندر آکر دیکھا۔ وہ بیڈ پر آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی۔ اتنی معصوم اور بے داغ لگ رہی تھی جیسے اب تک کوئی داغ نہ لگا ہو۔ اس نے سفر کے دوران پارس سے کہا تھا۔ "آبزرو اس مسرور جذبے کا نام ہے' جو عورت اپنے محبوب کو دیتی ہے اور آج تک میں نے یہ آبزرو کسی کو نہیں دی ہے۔"

وہ قریب آیا۔ اس کے چہرے پر جھک کر سرگوشی میں بولا "اے لڑکی! تمہیں پتا ہے' تم زندہ رہو گی۔"

اس نے دھیرے سے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ پارس کو اپنے چہرے کے اوپر اپنی سانسوں کے اتنے قریب دیکھ کر بڑی کمزوری سے مسکرائی۔ وہ بولا "تم نے پوچھا تھا' کیا تم قابلِ نفرت ہو؟ میرا جواب ہے' نہیں' تم محبت سے بھرپور ہو۔"

اس نے جھک کر اسے چوم لیا۔ مارے خوشی کے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ مسکراتے مسکراتے رونے لگی۔ روتے روتے مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ "کیوں میاں! مرنے والی ہوں' اس لیے پیار آرہا ہے۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "تم نہیں مرو گی۔ موت اور زندگی دینے والا اللہ ہے۔ میں نے دعا مانگی ہے۔ وہ تمہیں زندگی دے گا۔ میں تو صرف محبت کی دوا دے رہا ہوں۔"

"کیا میری آخری سانس تک دوا دیتے رہو گے؟"

"ہاں' میں چوبیس گھنٹوں کے اندر تمہیں پیرس پہنچا دوں گا۔ وہاں تمہارا بلڈ ٹرانسفر ہوگا اور تمہیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ ملے گا۔"

"محبت ہندوستان میں کر رہے ہو۔ دوا پیرس میں کرو گے۔ میرے پاس اب اتنا وقت کہاں ہے میاں!"

ڈاکٹر نے پارس سے کہا۔ "مسٹر! پلیز یہاں میرے پاس آکر بیٹھیں میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

پارس اس کے سامنے میز کے دوسری طرف آکر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "ڈاکٹر! یہ مرض کس اسٹیج پر ہے؟"

ڈاکٹر نے کہا۔ "دعا کے اسٹیج پر ہے۔ کیا آپ چمتکار یعنی کہ معجزہ پر یقین رکھتے ہیں؟"

"ہاں' کبھی کبھی ایسا واقعہ رونما ہو جاتا ہے' جس کی توقع نہیں کی جاتی۔ کبھی ناممکن سی بات ممکن ہو جاتی ہے۔ اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں۔"

"میں میڈیکل سائنس سے تعلق رکھنے والا ڈاکٹر ہوں لیکن ایسی علاج کا بھی قائل ہوں۔ دو برس پہلے میرے بیٹے کو بھی بلڈ کینسر ہوا تھا۔ میں اس کا علاج کرتا تھا اور بلڈ ٹرانسفر کے لیے امریکا لے جاتا تھا۔ یہاں ایک جوگی ہے۔ وہ کینسر کے مریضوں کو زہریلے سانپوں سے ڈسوا کر ان کا علاج کرتا ہے۔"

پارس نے پوچھا "کیا علاج ہو جاتا ہے؟ کینسر ختم ہو جاتا ہے؟"

"پہلے میں اسے بکواس سمجھتا تھا۔ مگر ڈوبنے والے تنکے کا بھی سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ میری بیوی اسے جوگی کے پاس لے گئی۔ جوگی نے کئی طرح کے منتر پڑھنے کے بعد ایک زہریلے سانپ کو ڈسنے کے لیے میرے بیٹے پر چھوڑ دیا۔ اس کے ڈسنے کے بعد میرا بیٹا بیہوش ہو گیا پھر ایک گھنٹے بعد ہوش میں آیا۔ میں کیا بتاؤں مسٹر! چمتکار ہو گیا۔ آج وہ زندہ سلامت ہے اور میڈیکل کا اسٹوڈنٹ ہے۔"

"آپ میڈیکل سائنس کے نقطۂ نظر سے اس معجزانہ علاج کو کیا کہیں گے؟"

"زہریلے سانپ سے ڈسوانے کی منطق یہ ہے کہ مریض کی رگوں میں جو خون دوڑتا ہے' وہ رفتہ رفتہ زہریلا ہوتا جاتا ہے۔ یعنی لہو میں ایسے زہریلے جراثیم پیدا ہوتے ہیں' جنہیں ختم کرنے کے لیے اب تک کوئی دوا ایجاد نہ ہو سکی۔ ان زہریلے جراثیم کو' ڈسنے والے سانپ کا زہر مارتا ہے۔ یوں بات سمجھ میں آتی ہے کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔"

"کیا آپ مجھے اس جوگی کا ایڈریس دیں گے۔"

وہ ایک کاغذ پر پتا لکھتے ہوئے بولا "ایک بات بتا دوں کہ ہر مریض اچھا نہیں ہوتا۔ میری معلومات کے مطابق اب تک سات مریض اس جوگی کے پاس گئے۔ جن میں سے تین مر گئے۔ باقی چار آج بھی زندہ ہیں۔"

"کیا آپ نے تحقیق کی کہ وہ تین کیوں مر گئے؟"

"کچھ تو یہ سمجھ میں آیا کہ ایک ہی سانپ سے ایک ہی دن میں بار بار ڈسوایا جائے تو اس کے زہر میں پہلے والی شدت اور قدرتی مقدار نہیں رہتی۔ اس طرح دو مریضوں کا خاطر خواہ علاج نہ ہو سکا اور تیسرا مریض زہریلے سانپ کی دہشت سے مر گیا تھا۔"

پارس نے جوگی کا پتا لے کر ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا پھر آفت جان کے پاس آکر مسکرا کر بولا "تمہاری شخصیت اچانک بدل گئی ہے۔ آج سے کبھی خود کو بازاری نہ کہنا۔ تمہارا پیدائشی نام کیا ہے؟"

"میرا نام آفرین بدر ہے لیکن اچھا نام کوئی واشنگ پاؤڈر نہیں ہوتا کہ اس سے داغ دُھل جائے۔"

وہ بولا "مردی داغ لگاتا ہے اور مردی اسے دھو سکتا ہے۔"

وہ لیٹی ہوئی تھی' اٹھنا چاہتی تھی۔ پارس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر کہا "میں باہر کار تک تمہیں بازوؤں میں اٹھائے سینے سے لگائے لے جاؤں گا تو داغ دھلتے رہیں گے۔"

وہ اسے گلدستے کی طرح اٹھا کر کمرے سے باہر آیا اور اسپتال کے کوریڈور سے گزرنے لگا۔ قریب سے گزرنے والی نرسیں وارڈ بوائز' ڈاکٹر اور مریض انہیں دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ وہ خوشی سے کھل رہی تھی۔ اب تک جو بھی اس کے پاس آیا' وہ رات کی تاریکی میں چھپ کر بند کمرے میں اسے اپنانے آیا۔ اب پہلی بار ایک مرد اسے دنیا والوں کے سامنے اپنا کر لے جاتے ہوئے ثابت کر رہا تھا کہ وہ محبت کے قابل ہے اور ڈنکے کی چوٹ پر اسے عزت دی جا رہی ہے۔

اس نے کار کی پچھلی سیٹ پر لا کر اسے بٹھا دیا۔ وہ بولی۔ "بس چند ہی لمحوں میں اتنی ساری مسرتیں مل گئی ہیں کہ اب لمبی زندگی نہیں چاہیے۔ میں ان چند لمحوں میں تمہارے ساتھ صدیاں گزار آئی ہوں۔"

پارس نے ہومر کو جوگی کا پتا بتایا' وہ کار اسی طرف لے گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ جوگی کسی مضافاتی بستی میں گیا ہے۔ آدھی رات کے بعد واپس آئے گا۔ پارس نے کہا "شی تارا کی کوٹھی کی طرف چلو۔ ہم آدھی رات کے بعد یہاں آئیں گے۔ آفرین کو زندہ رکھنے کے لیے ہم جوگی کا علاج بھی آزمائیں گے۔"

کار کوٹھی کی طرف جانے لگی۔ پارس نے کہا "ہومر! بابا صاحب کے ادارے سے آج رات رابطہ کرو۔ کل تک آفرین کو ضرور پیرس پہنچایا جائے گا۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ "میں پیرس نہیں جاؤں گی۔ میری زندگی کے شاید ایک یا دو دن رہ گئے ہیں۔ مجھے یہ دو دن اپنے ساتھ گزار لینے دو۔"

"آفرین! خدا پر بھروسا رکھو۔ تم پیرس سے خون تبدیل کرانے اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی نگرانی میں رہنے کے بعد صحت مند ہو کر آؤ گی۔"

"میری آخری خواہش سمجھ کر میری یہ بات مان لو۔ اپنے ساتھ دو دن رہنے دو۔ پھر پیرس چلی جاؤں گی۔"

"تم ہماری معصومیت کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ کشمیری مجاہدین کی جدوجہد کو کمزور اور ناکام بنانے کے لیے بھارت اور اسرائیل کا گٹھ جوڑ ہو چکا ہے۔ ہم یہود اور ہنود کی سازشوں کو ناکام بنانے میں مصروف ہیں۔ ایسے میں تمہاری بیماری اور موجودگی پرابلم بن جائے گی۔"

وہ بولی۔ "کشمیر؟ کیا تم کشمیری مسلمانوں کی حمایت میں جہاد کرنے یہاں آئے ہو؟ میں..... میں بھی کشمیری ہوں۔ جب چودہ برس کی تھی تو بھارتی فوجی ہمارے گھر میں گھس آئے تھے۔ انہیں پتا چلا تھا کہ ایک روز پہلے ہم نے دو مسلمانوں کو پناہ دی تھی۔ وہ انہیں تلاش کرتے ہوئے آئے اور انہیں پناہ دینے کے جرم میں میری امی اور ابا کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔"

پارس نے پوچھا۔ "تم کہاں کی رہنے والی ہو؟"

"میں اس اسلام آباد کی رہنے والی ہوں' جسے کشمیری ہندو اننت ناگ کہتے ہیں۔ ان بھارتی سورماؤں نے چودہ برس کی عمر میں میرے بدن کو نوچ ڈالا۔ جب میں بیہوش ہوگئی تو وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ ایک خنڈا مجھے وہاں سے اٹھا کر لے گیا۔ اس نے بمبئی کے ایک دلال سے ہزار روپے لے کر مجھے اس کے حوالے کردیا۔ اس دلال نے مجھے حیدر آباد کے کوٹھے میں پہنچادیا۔"

اس نے ایک لمبی سانس کھینچی پھر آہستہ آہستہ سانس چھوڑتی ہوئی بولی۔ "میں نے پانچ برس ایسے جہنم میں گزارے ہیں کہ میرے اندر کینسر کے جہنم گو آخر دکھنا ہی تھا۔ کیا اتنے عذابوں کے بعد مجھے تمہارے ساتھ دو دن کی خوشیاں نہیں ملیں گی؟"

پارس نے اسے اپنے قریب کرلیا۔ اس کا سر اپنے سینے پر رکھ لیا پھر اسے تھپک کر کہا "اگر جوگی کا علاج کامیاب نہ ہوا تو تمہیں پیرس جانا ہی ہوگا تاکہ وہاں سے تم تازہ خون لے کر آزاد اور کشمیری مجاہدہ بن کر میرے ساتھ رہو۔ کشمیر میرا ہے' تمہارا ہے' ہم سب کا ہے۔ تم اپنے ساتھ ہونے والے مظالم کا بدلہ ضرور لوگی۔"

"میں بہت کمزور تھی۔ اکثر ٹیلیفون میں آکر سوچتی تھی کہ انہوں نے مجھے کشمیر کی جنت سے نکال کر چکلے میں پہنچایا۔ میں انہیں جہنم میں پہنچادوں گی۔ میں ایسا سوچ کر رہ جاتی تھی۔ مگر تمہارے چٹان جیسے سینے پر سر رکھ کر دور تک دیکھ رہی ہوں۔ ان ظالموں کے سر میرے قدموں میں نظر آرہے ہیں۔"

ان کی کار کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوگئی۔ پارس کی ہدایت کے مطابق آفرین اب شی تارا کی آواز اور لہجے میں گفتگو کر رہی تھی۔ وہ کوٹھی کے اندر آگئے۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ایک جوان نے ان کا استقبال کیا۔ پارس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "سر! میرا نام راجر میٹ ہے۔ میں آپ کے ساتھ ایک فوٹو گرافر کی حیثیت سے کشمیر جاؤں گا۔ آپ نئے پاسپورٹ اور نئے شناختی کاغذات کے مطابق لندن کے ایک مشہور روزنامے کے رپورٹر ہیں۔ آپ کا نام ژان کارلو ہے۔"

وہ سب مختلف صوفوں پر بیٹھ گئے۔ پارس نے اپنے نئے پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات کا مطالعہ کرنے لگا۔ راجر میٹ نے کہا "شام چھ بجے ایک پاڑ جیسا آدمی کوٹھی کے سامنے آیا تھا۔ اس نے نئے چوکیدار سے پوچھا تھا کہ اس کوٹھی کے لوگ کہاں ہیں؟ چوکیدار نے ہماری ہدایت کے مطابق اس سے کہہ دیا کہ رات آٹھ بجے یہاں رہنے والی دیوی جی بمبئی سے آئیں گی۔"

پارس نے گھڑی دیکھی' نو بج رہے تھے۔ وہ لوگ اسپتال جانے کے باعث دیر سے کوٹھی میں آئے تھے۔ پاشا کے انتظار اور صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی تو پارس نے آفرین کو ریسیور اٹھانے کا اشارہ کیا۔ وہ ریسیور اٹھا کر شی تارا کی آواز میں بولی۔ "کیا مصیبت ہے۔ ابھی سفر سے تھک کر آئی ہوں اور یہ فون آنے شروع ہوگئے۔ ہیلو' کون ہو تم؟"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ وہ بولی۔ "ہیلو بولتے کیوں نہیں؟ اگر گونگے ہو تو ٹیلیفون ڈائل کیوں گھمایا تھا؟"

پھر بھی جواب نہ ملا۔ آفرین نے ریسیور رکھ دیا۔ پارس نے سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کرکے آفرین سے کہا۔ "شی تارا! تمہیں فون پر اپنی اصلی آواز میں نہیں بولنا چاہئے تھا۔"

اس نے پوچھا۔ "کیوں نہیں بولنا چاہئے تھا؟"

"تم جانتی ہو کہ پاشا غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل ہے۔ وہ گہری تاریکی میں دیکھ لیتا ہے اور ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتا ہے۔ وہ کمبخت تمہاری ناک میں ہوگا۔ تمہاری آواز سنتے ہی یہاں چلا آئے گا۔"

وہ بولی "میں پاشا کو بھول گئی تھی۔ اب اپنی اصل آواز میں نہیں بولوں گی۔"

پندرہ منٹ کے بعد ہی چوکیدار نے انٹر کام کے ذریعے کہا۔ "جناب! وہ پہاڑ جیسا آدمی آرہا ہے۔"

یہ معلوم ہوتے ہی ہومرادر راجر میٹ وہاں سے اٹھ کر ایک کمرے میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی ڈرائنگ روم کا دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ کھلا۔ یقیناً اسے لات مار کر کھولا گیا تھا۔ اگر وہ مقفل ہوتا تو پاشا کے ایک دھکے سے ٹوٹ کر چوکھٹ سے الگ ہوجاتا۔

آفرین نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ دروازے پر ایک اونچا پہاڑ' انسان کی صورت میں کھڑا تھا۔ وہ اندر آیا اور آفرین کو دیکھ کر بولا "شی تارا! تم چہرہ بدل کر چھپ سکتی ہو۔ مگر میں تم سے زیادہ چالاک ہوں۔ ابھی میں نے فون کے ذریعے تمہاری آواز سنی تھی اور یہ تمہارا ساتھی تمہیں غلطی کا احساس دلا رہا تھا کہ تم فون پر اصل آواز میں بول کر پاشا کو یہاں اپنی موجودگی کا یقین دلا چکی ہو۔"

پارس نے صوفے سے اٹھ کر پوچھا۔ "اچھا تو تم پاشا ہو؟ تمہیں دیکھ کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔"

پاشا نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر کہا "خوشی ہو رہی ہے تو آؤ مصافحہ کرو۔"

وہ ایک دم پیچھے ہٹ کر بولا "تم سے دور کی دوستی اچھی ہے۔ میرے پاس یہی دو ہاتھ ہیں' میں انہیں ضائع نہیں کرنا چاہتا۔"

"اتنے ہی سمجھ دار ہو تو خاموش رہو۔ مجھے اس عورت سے بولنے دو۔"

پھر وہ آفرین سے بولا۔ "تمہیں اپنی ٹیلی پیتھی پر بڑا ناز ہے مجھے پاکستان سے غلام بنا کر یہاں لے آئیں۔ اب میں آزاد ہوں۔ اب میں تمہارے فریب میں نہیں آؤں گا۔ بولو زندگی چاہتی ہو یا موت؟"

آفرین نے سوالیہ نظروں سے پارس کو دیکھا۔ پارس نے کہا "موٹے برادر! یہ زندگی چاہتی ہے۔"

وہ اسے گھور کر بولا "شٹ اپ! میں نے تمہیں بولنے سے منع کیا ہے۔ اب بولو گے تو سر توڑ دوں گا۔"

پھر وہ آفرین سے بولا۔ "زندہ رہنا چاہتی ہو تو ابھی پوجا کو میرے حوالے کردو۔ ورنہ....."

پارس نے پوچھا۔ "بس اتنی سی بات ہے۔ میں پوجا کو....."

وہ گرج کر بولا "ابے تو پھر بول رہا ہے۔ پہلے میں تیرا منہ توڑ کر خاموش کروں گا۔"

وہ پکڑنے آیا۔ پارس اچھل کر صوفے پر کھڑا ہوگیا۔ پھر بولا "ابے بلڈوزر! دوڑ تو سکتا نہیں ہے' پکڑے گا کیسے؟"

پاشا نے اس پر چھلانگ لگائی۔ وہ اچھل کر دور گیا۔ بلڈوزر صوفے پر آکر گرا تو صوفہ ٹوٹ پھوٹ کر فرش کے برابر ہوگیا۔ پارس نے کہا "ہرگز نہیں۔ جب صوفہ کا یہ حشر ہوا ہے تو پوجا کا کیا بنے گا۔ ہرگز نہیں' وہ تمہیں نہیں ملے گی۔"

وہ اٹھتا اور... گرجتے ہوئے بولا "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تمہارا خون پی جاؤں گا۔"

وہ بولا۔ "یہ جو حسینہ بیٹھی ہے۔ اسے بلڈ کینسر ہے اس کا خون پی جاؤ اللہ بھلا کرے گا۔"

وہ اس پر حملہ کرنے کے لیے لپکا۔ پھر ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ مریم دونوں ہاتھ کمر پر رکھے پوچھ رہی تھی۔ "یہ تم کہاں آوارہ گردی کرتے رہتے ہو؟ میں تمہارے پیچھے استنبول سے جنوبی امریکا گئی۔ وہاں سے موت کے جزیرے میں تمہیں پکڑا۔ مگر پھر مجھے چکر دے کر غائب ہوگئے۔ تب سے مگر مگر گھوم رہی ہوں۔ تمہیں کہاں کہاں' تلاش نہیں کیا؟ کل پارس نے فون پر بتایا کہ تم دہلی میں ہو اور اس کوٹھی میں آنے والے ہو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ پارس نے آفرین کے کان میں کہا "یہ ایسا شہ زور ہے کہ دیوار کو ٹکر مارے تو وہ ٹوٹ کر گر پڑے مگر بیوی کے سامنے بھیگی بلی بن گیا ہے۔"

پاشا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر پوچھا۔ "مریم! میری زندگی کی پہلی اور آخری بھول! کیا میرا پیچھا کبھی نہیں چھوڑے گی؟"

مریم نے قریب آتے ہوئے کہا "میں نے چھوڑنے کے لیے نکاح نہیں پڑھوایا تھا۔ تمہیں شرم نہیں آتی' بیوی کو اس بڑھاپے میں بے یار و مددگار چھوڑ جاتے ہو؟"

"میں جب چھوڑ کر جاتا ہوں' تمہارے لیے بے انتہا دولت بنکوں میں رکھ دیتا ہوں۔"

"مجھے اس عمر میں دولت نہیں' شوہر کا ساتھ چاہئے۔ تم اتنے شہ زور ہو' میرا گلا دبا کر مار کیوں نہیں دیتے؟ ہمیشہ کے لیے مجھ سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔ پھر آزادی اور بے فکری سے گناہگاروں کی طرح منہ کالا کرتے رہنا۔"

وہ سر جھکا کر بولا "تم میری زندگی کی پہلی عورت ہو۔ جب ہم بہت غریب تھے تو تم نے میرے ساتھ فاقے کیے' دکھ بیماریوں میں میرا ساتھ دیا' میرا دل تمہاری محبت اور وفاداری کی قسمیں کھاتا ہے۔ میں نے درجنوں حسیناؤں سے دوستی کی۔ جب انہیں چھوڑ کر گیا تو کوئی میرے پیچھے نہیں آئی۔ تم تیس برس سے میرا پیچھا کر رہی ہو۔ تھکتی نہیں ہو۔ تمہاری محبت آج بھی تازہ دم ہے۔ میں نے بے شمار جرائم کیے۔ بے شمار قتل کیے لیکن میں تمہیں پھول کی چھڑی سے بھی نہیں مار سکتا۔"

مریم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "چلو اٹھو' میں نے میز پر کھانا لگادیا ہے۔ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ کم آن ایوری باڈی۔"

بڑی سی میز پر مختلف کھانوں کی ڈشیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ سب اس کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔ پارس نے مریم سے کہا "ممی! آپ بھی ہمارے ساتھ کھائیں۔"

"نہیں بیٹے! میں اپنے پاشا کو پاکر بہت خوش ہوں۔ تم سب کو کھلاؤں گی' بعد میں کھاؤں گی۔"

پاشا نے کہا "اچھا تو تم پارس ہو؟ یہ تم نے اور علی نے میری بیوی کو ماں بنا کر مجھے عذاب میں ڈال دیا ہے۔"

مریم نے پوچھا۔ "اچھا تو میں عذاب ہوں؟"

"بھئی' میں تمہیں نہیں کہہ رہا ہوں۔ اپنے مقدر کو کوس رہا ہوں۔"

"پاشا! آج میرے بیٹے کے سامنے فیصلہ کرو۔ میرے ساتھ رہو گے یا پھر مجھے دھوکا دے جاؤ گے؟"

وہ بولا۔ "تمہارے دونوں بیٹے پارس اور علی سمجھ دار ہیں۔ انہیں مشورہ دینا چاہئے کہ تم آرام سے ایک جگہ رہ کر اپنا بڑھاپا گزارو۔"

"میں ایک شرط پر ایک جگہ آرام سے رہوں گی اور کبھی تمہارا پیچھا نہیں کروں گی۔"

"ایسی بات ہے تو میں تمہاری ایک نہیں ہزاروں شرطیں ماننے کو تیار ہوں۔"

"تو پھر سنو! پارس یہاں چند اہم معاملات میں مصروف ہے اور ان معاملات میں اسے تمہاری ضرورت ہے۔ اگر تم اس کے کام آؤ گے۔ اس کے راز کو راز رکھو گے اور کسی مرحلے پر اسے دھوکا نہیں دو گے تو میں کل یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

پاشا نے کہا "میں تمہیں اتنی جلدی نہیں جانے دوں گا۔ تمہارے ساتھ دو چار دن گزاروں گا۔"

اس بات پر سب نے تالیاں بجائیں۔ پاشا نے کہا "مریم! میری محبت کو سمجھو۔ میں تمہیں مصیبت سمجھ کر تم سے پیچھا نہیں چھڑاتا ہوں بلکہ تمہارے بڑھاپے کو دیکھ کر تمہیں کسی ایک شہر میں

آرام سے رہنے کا مشورہ دیتا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں' تم مجھے دل و جان سے چاہتے ہو۔ فی الحال میری شرط کے بارے میں بات کرو۔"

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں' موجودہ مہم میں پارس کا ساتھ دوں گا۔ اسے کسی مرحلے پر دھوکا دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اچھی طرح جانتا ہوں' یہ کتنا بڑا شیطان ہے۔ میں لاکھ چھپنا چاہوں گا لیکن یہ مجھے اپنی حکمتِ عملی سے ڈھونڈ نکالے گا اور تمہارے سامنے پہنچادے گا۔"

سالن کی ڈش خالی ہوئی تو مریم اور سالن لانے کے لیے کچن میں گئی۔ پاشا نے کہا "دیکھو پارس! میں اپنا وعدہ نباہوں گا مگر شی تارا سے پہلے تنہائی میں باتیں کروں گا۔"

پارس نے کہا "یہ شی تارا نہیں ہے۔ اس کا نام آفرین بدر ہے۔"

"یہ شی تارا ہے' مجھے اُلّو نہ بناؤ۔"

"میں کیا بناؤں گا' تم خود بن رہے ہو۔ میں نے تمہیں پھانسنے اور ممی کے سامنے حاضر کرنے کے لیے یہ چال چلی ہے۔"

آفرین نے اچانک مریم کی آواز اور لہجے میں کہا۔ "پارس کی بات کا یقین کرلو۔ میں زبردست نقال ہوں۔ تم میرے منہ سے اپنی بیوی کی آواز سن رہے ہو۔ کیا شی تارا ایسی نقالی کرتی ہے؟"

"میں مان گیا۔ تم بہترین نقال ہو۔ محترمہ تارا اور پوجا کہاں ہیں؟"

پارس نے کہا "پوجا پاکستان واپس چلی گئی ہے۔ شی تارا لاپتا ہے۔ کبھی وہ تم سے ملے گی بھی تو تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میرا مشورہ ہے' انہیں نظرانداز کردو۔"

کھانے کے بعد پاشا نے پارس کو ایک طرف لے جاکر کہا۔ "ایک بات صاف کہہ دیتا ہوں' تم نے مریم کو ہاں تو بنالیا ہے مگر مجھ سے کوئی رشتہ نہیں رہے گا۔ میں تمہارے کام آؤں گا لیکن شی تارا کو اس کے فریب کی سزا ضرور دوں گا۔"

"جانتے ہو' وہ ابھی تک اس کوٹھی میں کیوں نہیں آئی ہے؟ اس لیے کہ تمہارے خلاف پوری تیاریوں کے ساتھ آئے گی تاکہ ہم سب کے لیے مصیبت بن جائے گی کیونکہ یہ اس کا ملک ہے۔ وہ بہت وسیع ذرائع کی مالک ہے۔"

"تو پھر تم یہاں کیوں ہو؟ کیا تمہیں اس سے خطرہ نہیں ہے؟"

"ابھی نہیں ہے۔ وہ کل رات سے پہلے یہاں نہیں آئے گی۔ ہم صبح چلے جائیں گے۔"

"تم یہاں کن معاملات میں مصروف ہو؟"

"ابھی تو میں فون پر تمہیں ایک آواز سناؤں گا پھر تم قوتِ سماعت سے سنو گے کہ وہ اپنی چار دیواری میں کتنے افراد سے مل رہا ہے اور ان سے کیا کہہ رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کی آواز سناؤ۔"

"ابھی سنو گے لیکن تمہارے مطلب کی ایک اہم اور دلچسپ بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"وہ اہم اور دلچسپ بات کیا ہے؟"

پارس نے ایک نیا شوشہ چھوڑا۔ "ایک نہایت حسین و جمیل دوشیزہ ہے۔ تم اس کے حسن و شباب کا اندازہ یوں لگا سکتے ہو کہ اسے پچھلے سال مقابلۂ حسن میں مس ایشیا ہونے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔"

پاشا کی آنکھوں میں لالچ اور شوقِ دید کی چمک پیدا ہوگئی تھی۔ اس کا منہ یوں کھل گیا تھا جیسے دوشیزہ کو چبانے کے لیے تیار ہو۔ پارس نے کہا۔ "منہ بند کرو۔ رال ٹپک جائے گی۔"

اس نے منہ بند کیا پھر کھول کر کہا "پارس بھائی! آگے بولو۔"

"کیا بولوں؟ وہ دو دنوں سے لاپتا ہے۔ اس کی ماں رو رو کر اندھی ہورہی ہے' باپ پاگل ہونے والا ہے۔"

"وہ کیسے لاپتا ہوگئی ہے؟ میں اسے تلاش کروں گا۔ کیا وہ اغوا کی گئی ہے؟"

"ہاں' اغوا کی گئی ہے۔ تم نے دنیا کے نامی گرامی پہلوان سینڈو آئرن مین کا نام سنا ہوگا؟"

"نہیں سنا ہے۔ ہوگا کوئی پہلوان' تم حسینہ کی بات کرو۔"

"اسی کی بات کررہا ہوں۔ پہلوان سینڈو آئرن مین نے اسے اٹھا کرلے گیا ہے۔"

"میں اس پہلوان کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔ مجھے بتاؤ وہ ملکۂ حسن کو کہاں لے گیا ہے؟"

"اس نے ملکۂ حسن کے باپ کو فون پر کہا تھا کہ اس نے حسینہ کو ایک جگہ قید کررکھا ہے۔ وہ شادی کے لیے راضی نہیں ہورہی ہے۔ پہلوان سے کہہ رہی ہے کہ پہلے وہ اپنا وزن کم کرائے۔"

"پارس بھائی! میں دیکھنے میں پہاڑ ہوں مگر میرا وزن زیادہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ حسینہ ملے گی تو کہہ دوں گا۔ لیکن پہلے وہاں تک پہنچنا ہوگا۔"

"کہاں تک؟ کوئی پتا ٹھکانا معلوم تو ہو؟"

"ہاں' پہلوان آئرن مین نے فون پر اس کے باپ سے کہا ہے کہ وہ وزن کم کرنے کے لیے صبح شام دوڑ لگا رہا ہے۔ کل شام تک وزن کم ہوجائے گا تو وہ ہنی مون منانے کے لیے حسینہ کو کشمیر لے جائے گا۔"

وہ اپنا سینہ ٹھونک کر بولا "میں بھی کشمیر جاؤں گا۔"

پارس نے کہا "خدا کا شکر ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "تم کس لیے شکر ادا کررہے ہو؟"

"اس لیے کہ گاڑی اب صحیح پٹڑی پر چلے گی۔ تم غیرت مند ہو' اس حسینہ کی آبرو لٹنے نہیں دوگے۔ اسے اپنے لیے بچالوگے۔"

"بے شک' میں اس مظلوم حسینہ کو ظالم سماج کے پنجے سے چھڑالوں گا۔ چلو ہم ابھی کشمیر کے لیے روانہ ہوں گے۔"

"کیا دماغ چل گیا۔ وہ سینڈو آئرن مین اسے پرسوں صبح وہاں لے جائے گا۔ ہم ابھی سے جاکر کیا پکڑیں گے۔ پھر تم نے میرا کام کرنے کا وعدہ ممی سے کیا ہے۔ پہلے یہ کام ہوگا پھر کل رات کی فلائٹ سے ہم وہاں جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ کل تک سینے پر صبر کی سل رکھوں گا۔ اپنا کام بتاؤ۔"

پارس نے کہا۔ "راجر میٹ! یہاں آؤ اور موبائل کے ذریعے اسرائیلی سفیر سے رابطہ کرو۔"

راجر نے موبائل فون آپریٹ کیا۔ رابطہ ہونے پر اسے پارس کی طرف بڑھایا۔ اس نے فون لے کر کہا "ہیلو' میں سفیر صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "تم کون ہو؟"

"میں سفیر صاحب کا ذاتی مخبر ہوں۔ ایک اہم خبر دینا چاہتا ہوں۔"

ہولڈ کرنے کے لیے کہا گیا پھر ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی "ہیلو' میں انڈین انٹیلی جنس کا چیف بول رہا ہوں۔ سفیر صاحب کا کوئی ذاتی مخبر نہیں ہے۔ تم کون ہو؟"

"یہ نہ پوچھو' میں کون ہوں۔ میں ضروری نہیں ہوں۔ جو خبر سنانا چاہتا ہوں' وہ ضروری ہے۔"

اِنہی لمحات میں پارس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر سانس روک کر دوبارہ سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی سے کہو' اس کی یہ ادا پسند آئی۔ اس سے کہو میرے راستے میں چاہے جیسی بھی دشواریاں پیدا کرے۔ میں اب سے ایک گھنٹے بعد یعنی ٹھیک بارہ بجے سفیر کی خواب گاہ میں آؤں گا۔ میرے ہاتھ میں بھرا ہوا ریوالور ہوگا۔ کیا خیال خوانی کی لہریں میرا راستہ روکیں گی؟"

اس نے فون بند کردیا۔ پاشا فون کے اسپیکر سے چیف کی باتیں سن چکا تھا۔ اب وہ ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ کر چیف اور سعودی سفیر کی باتیں سن رہا تھا۔ اس وقت چیف کہہ رہا تھا۔ "وہ فون صرف دہشت زدہ کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔ آپ کے بنگلے کے اطراف سخت پہرا ہے۔ آپ کے بیڈروم کے باہر مسلح گارڈز چوکس ہیں اور وہ پاگل کا بچہ دعویٰ کرتا ہے کہ ٹھیک بارہ بجے اس کمرے کے اندر آجائے گا۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھاگئی۔ پھر پاشا نے سنا۔ چیف کہہ رہا تھا۔ "مس! آپ کہتی ہیں وہ پاگل کا بچہ نہیں ہے۔ زبان کا پکا ہے۔ بیڈروم میں ضرور آئے گا لیکن کیسے آئے گا؟"

پھر خاموشی رہی۔ پھر چیف نے کہا "آپ نہیں جانتیں' وہ کیسے آئے گا لیکن دعویٰ ہے کہ وہ آئے گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس شخص کو اچھی طرح سے جانتی ہیں۔"

پاشا نے پارس کو بتایا کہ وہاں کیا باتیں ہورہی ہیں اور چیف سے کوئی خیال خوانی کرنے والی بول رہی ہے۔ وہ ضرور شی تارا ہوگی۔

پارس نے کہا "ہاں' وہی ہے۔ اسے کسی وقت بھی شبہ ہوسکتا ہے کہ ہم سب اسی کی کوٹھی میں قیام کررہے ہیں۔ ہم اچانک یہاں سے جانے پر مجبور ہوسکتے ہیں۔"

پاشا نے کہا "میں نے ایک بنگلا کرائے پر لے رکھا ہے۔ شی تارا کے سحر سے آزاد ہونے کے بعد وہیں رہتا ہوں۔ تم سب میرے ساتھ وہاں چلو۔"

ہومر اور راجر میٹ عکس منتقل کرنے والے آلات اور کیمرے ایک کمرے میں رکھ کر بارہ بجنے کا انتظار کررہے تھے۔ پارس نے کہا "پہلے ہم سب کا سامان پاشا کے بنگلے میں منتقل کیا جائے۔ پاشا' ممی اور آفرین تینوں ابھی چلے جائیں۔ ہم ایک بجے تک آجائیں گے۔"

وہ تینوں تمام سامان لے کر چلے گئے۔ بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس تقریباً ہر ملک میں ہیں۔ بھارت میں یہ جاسوس کٹر متعصب ہندوؤں اور سیوریوں پر نظر رکھتے ہیں۔ جب یہ خفیہ اطلاع ملی کہ دہلی میں ایک ایسا یہودی سفیر آرہا ہے' جو کشمیر اور پاکستان کے خلاف اہم اقدامات کرنے والا ہے تو اس کی آمد سے پہلے ایک جاسوس نے ٹی وی لہروں کو کیچ کرنے والا آلہ سفیر کے بیڈروم میں رکھ دیا تھا۔

پارس نے ریڈی میڈ میک اپ کے سامان کے ذریعے اپنا حلیہ بدل لیا۔ ٹھیک بارہ بجے کیمرے کے سامنے آگیا پھر لائٹس اور کیمرا آن ہوتے ہی سفیر کے بیڈروم میں پہنچ گیا۔ وہاں سفیر اور چیف دو آرام دہ کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھے باتیں کررہے تھے۔ سفیر کے پیچھے ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ ان سے ذرا دور ایک عورت ٹیلی فون کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔

سب سے پہلے اسی عورت نے پارس کو دیکھ کر چیخ ماری۔ گارڈ نے فوراً گن سیدھی کرلی۔ سفیر اور چیف نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ پھر دیکھتے ہی اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ گارڈ نے للکار کر کہا۔ "خبردار! رک جاؤ۔ دونوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

پارس نے کہا "میرے ہاتھ اٹھ گئے تو تم سب کا حلیہ بگڑ جائے

گا۔"

چیف نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم..... تم بند کمرے کے اندر کیسے آگئے؟"

سفیر نے کہا "مم..... میں سمجھ رہا ہوں۔ یہ حقیقت نہیں ہے ایک عکس ہے۔ قل ابیب میں ایسے ہی ایک عکس نے بینک میں ڈاکا ڈالا تھا۔ یہ ایک نئی سائنسی تکنیک ہے۔"

ٹیلی فون کے پاس بیٹھی ہوئی عورت نے کہا۔ "ہیلو مسٹر عکس! میں ایک خیال خوانی کرنے والی' اس عورت کی زبان سے بول رہی ہوں کیا تم سمجھ رہے ہو؟"

پارس نے کہا "خوب سمجھ رہا ہوں۔ میں صرف آدھے گھنٹے کے لیے آیا ہوں۔ یہودی سفیر سے پوچھ رہا ہوں کہ موت اس سے کتنی دور ہے؟ کیا حفاظتی تدابیر اور سیکڑوں مسلح سپاہی تمہیں بچا سکیں گے؟"

"نہیں' کوئی کسی کو موت سے نہیں بچا سکتا۔ اور..... اور تم بھی مجھے نہیں مار سکتے کیونکہ تم محض ایک سایہ ہو۔ ایک عکس ہو۔ میرے بیڈ روم میں عکسی لہروں کو کیچ کرنے والا آلہ چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "میرا کوئی آدمی یہاں کوئی چیز چھپا کر رکھ سکتا ہے تو ہلاکت خیز بم بھی یہاں رکھا جا سکتا ہے۔ مجھے یہاں آنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ میں بہت دور بیٹھے بیٹھے تمہاری موت کی خبر سن لیتا۔"

"تم ایک عکس ہو۔ ایک خیال ہو۔ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ پھر کیوں آئے ہو؟"

"پہلے موت کا خیال آتا ہے پھر موت آتی ہے۔ ابھی میں آیا ہوں۔ ٹھیک بارہ گھنٹے بعد تمہاری موت آئے گی۔ یقین نہ ہو تو اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی سے پوچھ لو۔ وہ بتائے گی کہ کس طرح موت خیال خوانی کے راستے دماغ میں گھسے گی اور تمہیں خودکشی پر مجبور کردے گی۔"

شی تارا نے اسے عورت کی زبان سے کہا۔ "میں سفیر صاحب کے دماغ کو تخریبی عمل کے ذریعے لاک کردوں گی۔"

"تمہارا کوئی سا بھی عمل ناکام رہے گا۔ میرے جاتے ہی تمام خیال خوانی کرنے والے باری باری آتے رہیں گے۔ وہ اپنی موجودگی ظاہر نہیں کریں گے۔ بڑی خاموشی سے تمہارے تخریبی عمل کو ناکام بنادیں گے۔"

"مجھے تھوڑی دیر کے لیے اپنے دماغ میں آنے دو۔ میں ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم سے اب کوئی ضروری بات نہیں رہی۔ تم ایک سیکنڈ کے لیے بھی میرے پاس نہیں آسکو گی۔"

سفیر نے پوچھا۔ "تم مجھے کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہو؟ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"تمہیں کشمیری مسلمانوں سے کیا دشمنی ہے؟ تمہارے اور تمہارے باپ امریکا کے پاس مسلمانوں کو کمزور بنانے کا ایک آزمودہ نسخہ ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کا بنیادی محاذ Base Camp کون سا ہے۔ فلسطین کو آزاد کرانے کے لیے مسلمانوں کا بنیادی محاذ عرب ممالک تھے۔ تم نے عرب کو عراق سے اور عراق کو ایران سے لڑا کر ان ممالک کو اپنے اپنے مسئلوں میں الجھا دیا۔ کشمیری مسلمانوں کی جنگِ آزادی کا بنیادی محاذ Base Camp پاکستان ہے۔ تم دہلی میں بیٹھ کر پاکستانی سیاستدانوں کو خریدنے اور اس ملک میں انتشار اور خلفشار پیدا کرنے آئے ہو۔ یہ جو ہر پندرہ یا بیس مہینوں کے بعد پاکستان میں حکومتیں بدل رہی ہیں' سیاسی و اقتصادی بحران پیدا ہو رہا ہے' وہاں کا خزانہ خالی ہو رہا ہے تو اس کے پیچھے تمہاری بھارت کی اور امریکا کی شیطانی چالیں ہیں۔"

یہودی سفیر نے کہا "مسٹر! ہم صرف ایسے مسلمانوں کو خریدتے ہیں' جو اپنا ضمیر بیچنے آتے ہیں۔ تمہیں اسلامی ممالک میں جا کر ان سیاسی راہنماؤں کا محاسبہ کرنا چاہئے' جو اقتدار کے لالچ میں اپنے ملک اور اپنی قوم کا سودا کرتے رہتے ہیں۔"

"سودا پاکستان کے اندر نہیں ہو رہا ہے۔ تم لوگوں نے ان کی ضمیر فروشی کے لیے دہلی' قل ابیب اور واشنگٹن میں دکانیں سجا رکھی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں پاکستان کی ایک بڑی سیاسی شخصیت کا ایجنٹ آیا ہوا ہے۔ کل اس سے تمہاری میٹنگ ہے' جو نہیں ہوگی کیونکہ وہ پاکستان فروش ایجنٹ زندہ نہیں رہے گا اور بارہ گھنٹے کے اندر تم بھارت چھوڑ کر نہ گئے تو تمہارے بھی دماغ کے اندر ٹیلی پیتھی کا بم بلاسٹ ہوگا۔"

سفیر نے کہا "میں چلا جاؤں گا لیکن یہ تو سوچو کہ میری جگہ دوسرا سفیر آئے گا۔ ہمارے سفارتی تعلقات بہرحال رہیں گے۔ تم کتنوں کو یہاں سے بھگاتے رہو گے؟"

پارس نے کہا "تمہارے مُوم دبا کر بھاگنے سے آئندہ تمہارے حکمران کسی سازشی سفیر کو نہیں بھیجیں گے۔ جو بھی یہاں آئے گا وہ مسلمانوں کے لیے متوازن رویہ اختیار کرے گا۔ ایسا نہیں کرے گا تو اسے بھی یہاں سے بھاگنا پڑے گا۔"

پھر وہ ٹیلی فون کے پاس بیٹھی ہوئی عورت کو دیکھ کر بولا۔ "میں جانے سے پہلے تم سے بھی دو باتیں کرلوں۔ تم عشق و محبت کے معاملے میں میری وفادار ہو۔ میں نے تمہیں آج دہلی نہ آنے کا مشورہ دیا تھا' تم نے اس پر عمل کیا۔ اب میرا کام ہو گیا ہے۔ تم چلی آؤ۔ میں تمہاری دہلی والی کوٹھی میں انتظار کر رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس کا عکس غائب ہو گیا۔ انہوں نے کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ سفیر نے کہا "وہ جا چکا ہے۔ پلیز آپ میری حکومت سے رابطہ کر کے یہاں کے حالات بتائیں اور صبح کی پہلی فلائٹ سے مجھے جانے دیں۔"

چیف نے ٹیلیفون کے پاس بیٹھی ہوئی عورت کے قریب آکر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا "میں ٹیلی پیتھی جاننے والی سے مخاطب ہوں۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم ہندو ہو' دیس بھگت ہو۔ کیا تمہارا یہ دعویٰ درست ہے؟"

شی تارا نے پوچھا۔ "کیا تمہیں میرے ہندو ہونے اور دیس بھگت ہونے پر شبہ ہے۔"

"کیا شبہ نہیں ہونا چاہئے؟ تم ہندو ہو تو اس شخص سے کیسے عشق کر رہی ہو' جو یہاں مسلمانوں کے لیے لڑنے آیا ہے؟ دشمن سے محبت بھی کرتی ہو اور دیس بھگتی کا دعویٰ بھی کرتی ہو۔"

وہ بولی۔ "محبت میرا ذاتی معاملہ ہے۔ میں دیس کے معاملے میں تم سے تعاون کرنے آئی ہوں۔"

"واہ' اس تعاون کا جواب نہیں ہے۔ یہاں اس کے خلاف ہمارے پاس آئی ہو اور وہاں اپنی کوٹھی میں اسے پناہ دی ہوئی ہے۔"

"میں سچ کہتی ہوں۔ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ وہ میری کوٹھی میں ہے۔"

"اگر تم سچی ہو اور ہمارے کام آنا چاہتی ہو تو فوراً اپنی کوٹھی کا پتا بتاؤ۔"

وہ تذبذب میں پڑ گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ پارس اس کے دیس کی مخالفت میں ناکام رہے مگر اس کی گرفتاری منظور نہیں تھی۔ وہ بولی۔ "مجھے افسوس ہے۔ میں کسی پر ظاہر نہیں ہوتی اس لیے اپنا نام اور پتا کسی کو نہیں بتاتی ہوں۔"

"صاف لفظوں میں کہہ دو' اس دیس سے زیادہ اپنے یار کو چاہتی ہو۔ ہمیں بیوقوف بنا رہی ہو۔ عکسی لہروں کو کیچ کرنے کا آلہ تم نے ہی رکھ کرایا ہے یار کو یہاں بلایا ہے۔"

وہ اس الزام سے مشتعل ہو گئی۔ اس نے اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا الٹ کر فرش پر گرا اور تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔

سفیر اس کے پاس آکر اس پر جھکا' کہ اسے سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ "یہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا ہے۔ ذرا ایک منٹ' میں ابھی گارڈز کو بلاتا ہوں۔"

شی تارا نے اس عورت کی زبان سے کہا "تم کسی کو نہیں بلاؤ گے۔ یہ ابھی ٹھیک ہو جائے گا اسے ذرا تڑپنے دو۔"

"یہ غیر انسانی سلوک ہے۔ اسے طبی امداد پہنچانے دو۔"

"کیا تمہیں بھی دماغی عذاب میں مبتلا کردوں۔"

وہ چیف کے پاس سے ہٹ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "تم سے امید تھی کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری حفاظت کرو گی لیکن تم اپنے ہی دیس کے ذمے دار افسر کو دماغی مریض بنا رہی ہو۔ میں تو پھر بھی غیر ہوں۔ کان پکڑتا ہوں۔ یہاں نہیں رہوں گا۔"

شی تارا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا "ماں جی! مجھے چائے پلاؤ۔ سر میں درد ہو رہا ہے۔"

"چائے تو پلا دوں گی۔ پر سر کا درد نہیں جائے گا۔ میں دیکھ رہی ہوں' تو پھر زیادہ سے زیادہ خیال خوانی کرنے لگی ہے۔"

"کیا کروں ماں جی! پارس نے میرے دیس کے ذمے دار لوگوں کی نظروں میں مجھے مشکوک بنا دیا ہے۔"

"ایسی کیا بات ہو گئی۔ آج صبح تک تم دونوں لیلیٰ مجنوں تھے۔ پھر وہ تمہارے خلاف حرکتیں کیوں کر رہا ہے؟"

"وہ ہمارے دیس کے خلاف بہت کچھ کرنے آیا ہے۔ مجھ سے چاہتا ہے کہ میں اس کے راستے میں رکاوٹیں پیدا نہ کروں لیکن میں نے ایسا کیا۔ ابھی اس کا راستہ روکنا چاہا تو اس نے صرف دو باتیں کہہ کر اخلاقی جنس کے چیف اور یہودی سفیر کو یہ جتا دیا کہ میں ایک مسلمان سے عشق کرتی ہوں اور میں نے اسے اپنی کوٹھی میں پناہ دی ہوئی ہے۔"

"کیا وہ دہلی پہنچ گیا ہے؟"

"ہاں اور وہ ہماری کوٹھی میں ہے۔ پولیس اور اخلاقی جنس والے اسے ہوٹلوں میں تلاش کر رہے ہیں۔"

"اور تو اس کی باتوں میں آکر مدراس چلی آئی۔ اسے گرفتار کرادے۔ اس کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔"

"کس دل سے گرفتار کراؤں؟ میں تو خود اس کی حراست میں ہوں۔"

"تو پھر عقل سے کام لے۔ اس کے راستے میں خود رکاوٹیں پیدا نہ کر۔"

"کیا اپنے دیس کے خلاف اس کی کارروائیوں کو خاموش تماشائی بن کر دیکھتی رہوں۔"

"بیٹی! تو اپنے معمول اور تابعدار ایوان راسکا کو بھول رہی ہے۔ تو اس سے کام لے۔ اس کے ذریعے پارس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر۔ اس سلسلے میں اپنا نام نہ آنے دے۔ اس طرح پارس سے دوستی بھی رہے گی اور اس کی راہ میں رکاوٹیں بھی پیدا کرتی رہے گی۔"

"واہ ماں جی! کیا سیاسی چال سمجھائی ہے۔ اندرا گاندھی کے بعد آپ کو یہاں کی پردھان منتری ہونا چاہئے تھا۔"

دائی ماں نے اسے گرم چائے لا کر دی۔ وہ چائے پینے کے دوران سوچتی رہی اور منصوبہ بناتی رہی پھر پیالی خالی کرنے کے بعد خیال خوانی کی پرواز کر کے ایوان راسکا کے پاس پہنچ گئی۔

پارس اپنی پوری ٹیم کے ساتھ باشا کے بنگلے میں آگیا۔ اس نے ہومر سے کہا "آفرین کی طبیعت پھر کسی وقت بگڑ سکتی ہے' اسے جوگی کے پاس لے چلو۔"

وہ آفرین کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ہومر ڈرائیو کرنے لگا۔ آفرین نے پارس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "میں دیکھ رہی ہوں کہ تم کئی معاملات میں مصروف ہو۔ اتنی مصروفیات کے

باوجود تمہیں میری بیماری اور علاج کی فکر ہے۔ آج تک کسی نے میری فکر نہیں کی۔ یوں لگتا ہے' تمہاری توجہ سے میری تمام بیماریاں دور ہوگئی ہیں۔"

"آفرین! میں تمہارے پیچھے تمہارے ماں باپ کو دیکھ رہا ہوں' جنہیں کشمیر کی جنت میں گولیوں سے چھلنی کردیا گیا۔ تمہارے پیچھے سیکڑوں عزت دار خواتین کو دیکھ رہا ہوں' جن کی عصمتیں لوٹ لی گئیں۔ نہ جانے تمہاری جیسی کتنی دوشیزاؤں کو ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے چکلوں میں پہنچا دیا گیا ہے۔ ان ہندو بنیوں کی شامت آگئی ہے۔"

"وہ پاشا' جو موٹا' پہاڑ جیسا ہے،" کہہ رہا تھا کہ وہ بھی کشمیر جائے گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ماں بیچارہ ایک بیچاری ملکۂ حسن کی تلاش میں جائے گا اور میرے کام آتا رہے گا۔"

"دیکھئے اس کی نیت اچھی نہیں ہے۔ اپنی بیوی کی نظریں بچا بچا کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ اگرچہ میں پارسا نہیں ہوں پھر بھی اب یہ نہیں چاہوں گی کہ تمہارے سوا کوئی مجھے ہاتھ لگائے۔"

"دیکھو آفرین! میں سختی سے سمجھاتا ہوں۔ آئندہ یہ ہرگز نہ کہنا کہ تم پارسا نہیں ہو۔ تم چودہ برس کی عمر میں اغوا کی گئی تھیں۔ تم نے پانچ برس ہندوستان میں گزارے۔ اب تم انیس برس کی ایک عزت دار دوشیزہ ہو۔"

اس نے خوش ہو کر اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیا پھر کہا "بس تم' صرف تم مجھے عزت دو۔ اس کے بعد میں دنیا کو نہیں جانتی۔ میں کچھ اور نہیں چاہتی۔"

ان کی کار جوگی کے مکان کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ وہ ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ رات کے ڈھائی بجے وہاں سناٹا چھا جانا چاہئے تھا لیکن بستی والے جاگ رہے تھے۔ تمام گھروں میں روشنی تھی اور وہ تمام گھروں والے اپنی اپنی چھتوں پر چڑھ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ جوگی کی چھت پر بھی دو افراد چار عورتوں کے ساتھ نظر آئے۔ پارس نے کار سے نکل کر چھت کی طرف سر اٹھا کر پوچھا۔ "یہ بستی والے چھتوں پر کیوں چڑھے ہوئے ہیں؟ جوگی مہاراج کہاں ہیں؟"

چھت پر سے ایک شخص نے کہا "ہم مہاراج کے چیلے ہیں۔ مہاراج ناگ دیوتا کو پکڑنے گئے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "بابو صاحب! گاڑی کے اندر چلے جائیں۔ دروازے کھڑکیاں بند کرلیں۔ نہیں تو ناگ دیوتا ڈس لیں گے۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا تمہارے ناگ دیوتا بستی میں چہل قدمی کررہے ہیں؟"

دوسری چھت سے ایک نے کہا "یہ مذاق نہیں ہے بابو! نہ جانے وہ پٹارے سے کیسے نکل گئے تھے اور کہاں گم ہوگئے ہیں۔ آپ بین کی آواز سن رہے ہیں نا؟ مہاراج اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔"

دور کہیں سے بین کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ آفرین نے کار سے باہر آکر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "اندر چلو' وہ ناگ تمہیں ڈس لے گا۔"

وہ مسکرا کر بولا "میرے لیے باہر چلی آئیں' یہ بھول گئیں کہ تمہیں بھی ڈس لے گا۔"

"اللہ کرے مجھے ہی ڈس لے۔ باتیں نہ بناؤ۔ اندر چلو۔"

"تم جاکر بیٹھو' میں اس ناگ کو پکڑ کر لاتا ہوں۔"

"کیا؟ کیا کہہ رہے ہو؟ جانتے ہو ناگ کتنا زہریلا ہوتا ہے؟ میں نہیں جانے دوں گی۔"

"جانے دو۔ وہ قابو میں نہیں آئے گا تو تمہارا علاج کیسے ہوگا؟"

"مجھے علاج نہیں کرانا ہے۔ واپس چلو۔ نہیں چلوگے تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

اس نے اسے اپنی طرف کھینچ کر کمر میں ہاتھ ڈالا پھر کہا "تمہیں سانپ ڈس لے تو کوئی بات نہیں۔ ہم اسی لیے تو آئے ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ بین کی آواز کی سمت جانا چاہتا تھا۔ دو قدم چل کر رک گیا۔ دور سے جوگی آتا دکھائی دیا۔ وہ بین بجاتا ہوا الٹے قدموں چلتا ہوا اپنے مکان کی طرف آرہا تھا اور ناگ بین کے سامنے لہراتا ئل کھاتا زمین پر رینگتا ہوا چلا آرہا تھا۔ چھت پر بیٹھی ہوئی عورتیں' مرد' بچے اور بوڑھے ناگ کو دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑ رہے تھے اور سر جھکا رہے تھے۔ کیونکہ ان کے دھرم میں ناگ اور سانپ کو دیوتا مانا جاتا ہے اور ان کی پوجا کی جاتی ہے۔

وہ ناگ زمین پر رینگتے رینگتے رک گیا۔ اپنا پھن اٹھا کر یوں دیکھنے لگا جیسے فضا میں دوسرے سانپ کی بو سونگھ رہا ہو۔ جوگی جھوم جھوم کر بین بجا رہا تھا اور بین کو حرکتیں دے کر اسے اپنے ساتھ مکان کے اندر چلنے کا اشارہ کررہا تھا مگر ناگ جہاں رک گیا تھا' وہاں سے آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔

جوگی نے بین روک دی۔ سانپ کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "ہے شنکر بھگوان کے گلے کی مالا! ہے ناگ دیوتا! تیرے سیوک سے بھول ہوگئی ہو تو چھما کردے۔ گھر چل' تجھے کٹورا بھر دودھ پلاؤں گا۔"

سانپ نے اپنا پھن گھما کر ادھر دیکھا' جدھر پارس کھڑا ہوا تھا۔ پھر وہ اپنا پھن زمین پر رکھ کر رینگنے لگا۔ پارس کی طرف جانے لگا۔ جوگی نے ہاتھ اٹھا کر کہا "بابو صاحب! سامنے سے ہٹ جاؤ۔ دور چلے جاؤ۔ آج ناگ دیوتا کرودھ (غصہ) میں ہیں۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات تیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں
جو کہ ۱۵ ستمبر ۱۹۹۴ء کو شائع ہوگا۔

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

دیوتا

نواں حصہ

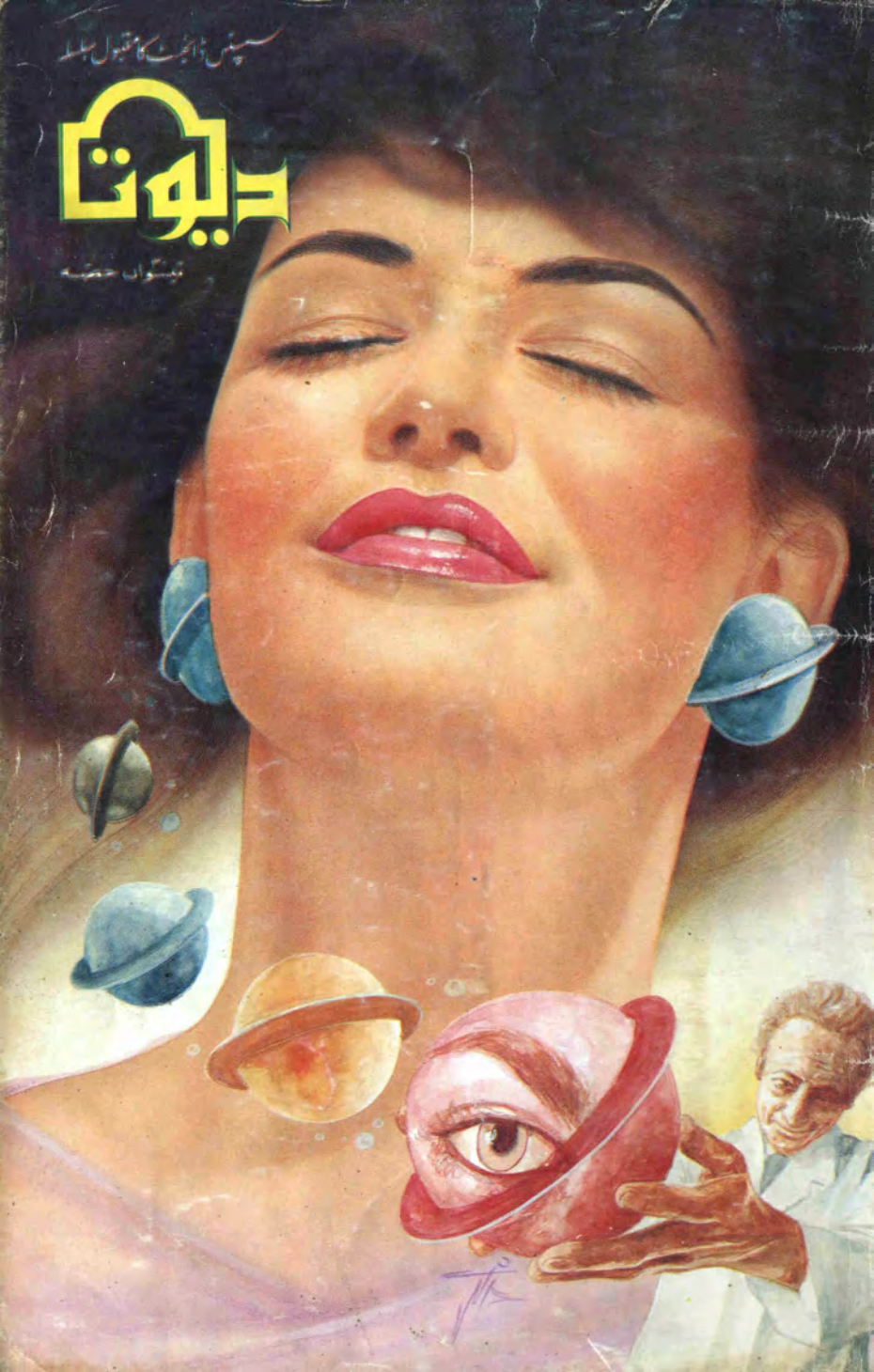

ایک دراز دست شخص کی سرزمین ... سمانی اور سحر انگیز ... ہی کشمو
ایک دن اس نے جب چاہا فتح کر لیا اور جب چاہا کئی کرامات دی۔ خیال خوانی
روز اس نے جب چاہا معمی متعارف کرانے والے شخص کی جولانی طبع کی ضو کاری
ایک نیا جہان اس کی شہرت چار دانگ پھیل چکی ہے

سسپنس کا مقبول ترین سلسلہ

آفرین نے پارس کے بازو کو جھنجھوڑ کر کہا "یہاں کیوں جم گئے ہو؟ یہاں سے چلو، پلیز! تمہیں کیا ہو گیا ہے پارس؟"

پارس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ پلکیں نہیں جھپک رہا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ گھٹنے ٹیک دیے۔ زمین پر دوزانو ہو گیا۔ سانپ رینگتا ہوا اس کے سامنے آکر پھن اٹھا کر پھر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا تھا۔

پوری بستی کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ لوگ چھتوں کے کنارے آکر جھک جھک کر ایک سانپ اور ایک انسان کو روبرو دیکھ رہے تھے۔ جوگی شدید حیرانی سے پارس کو دیکھ رہا تھا اور اسے دیوتا کا اوتار سمجھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر پوچھ رہا تھا۔ "مہاراج! آپ کون ہیں؟"

پارس کی آنکھیں ناگ کو گھور رہی تھیں۔ آفرین نے کہا۔ "جوگی مہاراج! یہ میرا آدمی ہے۔ مجھے آپ کے پاس علاج کے لیے لایا ہے۔ مجھے بلڈ کینسر ہے۔ مگر یہ سانپ میرے آدمی کو ڈس لے گا۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اسے پکڑ کر پٹارے میں بند کر دیں۔"

جوگی بدستور ہاتھ جوڑے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "بیٹی! تیرے ساتھ ناگ دیوتا کا اوتار ہے۔ میں اس کے سامنے خاک دھول ہوں۔ یہی تیرا علاج کرے گا۔"

یہ بات پارس کے کانوں تک پہنچی۔ اس نے سوچا "ہاں میں علاج کر سکتا ہوں لیکن شاید میرے اندر زہر کی شدت پہلی جیسی نہیں رہی۔ آفرین کو نئی زندگی دینے کے لیے مجھے اپنے زہر میں شدت پیدا کرنی ہوگی۔

پھر وہ مسکرا کر ناگ سے بولا "دوست! تمہاری ہی برادری کا ہوں۔ ہم دونوں کے درمیان زہریلا رشتہ ہے۔ یہ لڑکی تم سے ڈر رہی ہے۔ مجھ سے نہیں ڈرے گی۔ اپنی تھوڑی سی شدت مجھے دے دو۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ ناگ کی طرف بڑھایا۔ آفرین نے چیخ کر کہا "نہیں! ایسا نہ کرو۔ تم کیوں مرنا چاہتے ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ناگ نے اس کی الٹی ہتھیلی پر ڈس لیا۔ پارس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے ناگ کو پھن سے پکڑ لیا۔ جوگی نے پٹارا کھولا۔ اس نے اسے پٹارے میں رکھ کر کہا "جوگی مہاراج! تمہارا شکریہ۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "مہاراج تو آپ ہیں۔ آپ ہمارے دیوتا ہیں۔ صرف انسان ہوتے تو اس ناگ دیوتا کے ڈستے ہی تڑپنے لگتے۔ سیاہ پڑ جاتے۔ مہاراج! اس غریب کی کٹیا میں چلیں۔ مجھے سیوا کا موقع دیں۔"

وہ نشے میں جھومتے ہوئے بولا "پھر کبھی موقع دوں گا۔ ابھی میرا جانا ضروری ہے۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا پھر ڈگمگاتے ہوئے آفرین کا سہارا لے کر کہا "ہو مرا واپس چلو۔"

آفرین اسے کار کی پچھلی سیٹ پر لے آئی۔ بستی والے اپنی چھتوں پر سے اتر گئے تھے اور سب کے سب دونوں ہاتھ جوڑے کار

کے چاروں طرف سے آرہے تھے۔ جھک جھک کر کار کی کھڑکی کے اندر دیکھتے ہوئے سر جھکا رہے تھے۔ زمین پر ڈنڈوت کر رہے تھے۔ یعنی اوندھے منہ زمین پر لیٹ کر سجدہ کر رہے تھے۔ ہومر نے جوگی سے کہا "آپ انہیں راستے سے ہٹائیں' صاحب کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ میں انہیں فوراً اسپتال پہنچاؤں گا۔"

جوگی سب کو ایک طرف ہٹانے لگا۔ بڑی مشکلوں سے آگے بڑھنے کا راستہ ملا۔ ہومر نے کار کی رفتار تیز کر دی۔ پارس نے نشے میں جھومتے ہوئے آفرین کو بازوؤں میں بھر کر کہا "یہ اپنا ہومر سمجھ رہا ہے کہ ہسپتال پہنچائے گا۔ ناگ کا زہر مجھے مار ڈالے گا.... ہاہاہا! کیا نشہ ہے؟ کیا مزہ آرہا ہے؟"

وہ روتی ہوئی بولی۔ "یہ تم نے کیا کیا؟ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو اپنی جان دے دوں گی۔ وہ جوگی کہہ رہا تھا کہ ناگ بہت زہریلا ہے۔ اس کے ڈسنے ہی آدمی تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "دیکھ لو کہ میں زندہ ہوں۔ شاید آدمی نہیں ہوں۔ ہوتا تو مر جاتا۔ ارے ہاں' نشے میں یہ کہنا بھول گیا' ہومر! کسی شاندار ہوٹل میں میرے اور میری جان کے لیے ابھی سوئٹ حاصل کرو۔ سوئٹ نہ ملے تو کمرا لے لو۔ ہم وہاں رات گزاریں گے۔ تم پاشا کے بنگلے میں رہو گے۔"

ہومر نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "سر! میں حیران ہوں۔ مجھے اپنا خادم سمجھ کر حیرانی دور کریں ورنہ زہریلے ناگ نے آپ کو ڈسا ہے' نیند کیسے نہیں آئے گی۔"

"میری فکر نہ کرو۔ بس اتنا سمجھ لو کہ اندر سے ایک زہریلا آدمی ہوں۔ مجھے ڈسنے کے بعد وہ ناگ بھی مستی میں آگیا ہے۔ اس وقت پٹارے کے اندر سو رہا ہو گا۔"

"کمال ہے جناب! ہم نے بابا صاحب کے ادارے میں تعلیم حاصل کرنے اور ٹریننگ حاصل کرنے کے دوران آپ کے پاپا' آپ کی ماما' اور مادام سونیا کے بڑے حیرت انگیز کارنامے ریکارڈ کیے ہیں۔ میں وہاں کے ریکارڈ روم میں تھا لیکن آپ تو اپنے والد سے زیادہ حیرت انگیز اور باکمال ہیں۔"

"کیا تم نے ریکارڈ میں یہ نہیں دیکھا کہ میرے پاپا بھی زہریلے ہیں؟"

"دیکھا ہے سر! پڑھا بھی ہے لیکن اجنبی لڑکی جو شام کو ملی جس سے کوئی رشتہ نہیں ہے' جسے دنیا نے اپنی ٹھوکروں میں رکھا' اس کے لیے آپ نے اپنے اندر تازہ زہر بھر لیا جبکہ علاج کے ذریعے آپ کو نارمل کر دیا گیا تھا۔ اتنی بڑی قربانی دینا' اتنا بڑا خطرہ مول لینا' بہت حوصلے کی بات ہوتی ہے۔"

اس نے ایک ہوٹل کے احاطے میں کار روک دی۔ ہمیں پچھلی سیٹ پر چھوڑ کر ہوٹل میں گیا۔ سوئٹ تو نہ ملا۔ اس نے ڈبل روم حاصل کر لیا پھر آکر کہا۔ "چلئے' روم مل گیا ہے۔"

ہم باہر آئے۔ میں ہوش میں تھا اور کچھ مدہوش بھی۔ اپنی لڑکھڑاہٹ کو چھپانے کے لیے آفرین کی کمر میں ہاتھ ڈال کر چلنے لگا۔ رات کے ساڑھے تین بجے تھے۔ ہوٹل میں خاموشی اور ویرانی سی تھی۔ وہاں کے ملازموں نے مجھے دیکھ کر یہی سمجھا کہ میں کوئی عیاش شرابی ہوں۔ اپنی معشوق کے سہارے چل رہا ہوں۔

ہومر نے ایک ملازم کو ایک ہزار روپے دیے۔ پھر کہا "تم دروازے کے پاس بیٹھے رہو گے تاکہ ضرورت کے وقت فوراً خدمت کے لیے حاضر ہو سکو۔"

وہ ملازم کو پاشا کے بنگلے کا ٹیلیفون نمبر دے کر ان دونوں کو کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا۔ آفرین نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد کہا "میں سمجھ گئی ہوں کہ تم نے میری خاطر آج اپنی زندگی داؤ پر لگائی ہے۔"

وہ اسے آغوش میں سمیٹ کر بولا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے یقین تھا کہ اس کا زہر مجھے نہیں مارے گا۔ ہاں' بس ایک خرابی ہوئی کہ میں نارمل نہیں رہوں گا۔ مجھے پھر باقاعدگی سے مخصوص انجکشن لینے ہوں گے۔ یہ بعد کی بات ہے' آؤ۔"

وہ اس کے ساتھ جھومتے ہوئے ڈگمگاتے ہوئے بستر پر آکر گر پڑا۔

اس ملازم کو ایک ہزار روپے کی ٹپ شاید پہلے کسی نے نہیں دی ہو گی۔ اس کی ڈیوٹی ختم ہو رہی تھی۔ وہ گھر جا کر سونے والا تھا مگر اس کی نیند اڑ گئی تھی۔ وہ ایک اسٹول لے کر دروازے کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

انتظار تھا کہ میم صاحب یا صاحب دروازہ کھول کر کچھ کھانے کا آرڈر دیں گے یا فون کے ذریعے آرڈر دیا ہو گا تو دوسرا ملازم حکم کی تعمیل کے لیے آئے گا۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اندر ایسی خاموشی رہی جیسے دونوں سو گئے ہوں۔

وہ سوئی نہیں تھی دوا کی پہلی خوراک سے ہی بیہوش ہو گئی تھی۔ اسپتال کے ڈاکٹر نے کہا تھا کہ جوگی کے پاس جو کیسر کے مریض جاتے ہیں' وہ سانپ کے ڈسنے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے بیہوش ہو جاتے ہیں۔ وہ تقریباً گھنٹے بھر تک بیہوش پڑی رہی۔ پھر آنکھ کھلی تو سوچنے لگی۔ کہاں ہے؟

سر چکرا رہا تھا۔ عجیب سا خمار تھا۔ در و دیوار آہستہ آہستہ گھومتے ہوئے سے' ڈولتے ہوئے سے لگ رہے تھے۔ اسے بڑا مزہ آرہا تھا۔ وہ بڑی دیر تک سرور میں رہی پھر اس نے کروٹ لے کر پارس کو دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ نشے کی زیادتی نے اسے سلا دیا تھا۔ تاہم سونے سے پہلے اس نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ وہ تین گھنٹے بعد بیدار ہو جائے گا۔

وہ خوابیدہ محبوب کو دیکھ رہی تھی۔ اس پر اتنا پیار آرہا تھا کہ اس کے سینے پر سر رکھ کر مر جانا چاہتی تھی۔ ایسے چاہنے والے نصیب والیوں کو ہی ملتے ہیں' جو اپنی زندگی داؤ پر لگا کر اپنی معشوق کو نئی زندگی دیتے ہیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ سانپ کے ڈسنے کے بعد کینسر کا موذی مرض ختم ہو گیا یا نہیں؟ مگر اس زہریلے پر مرمٹنے کو جی چاہ رہا تھا۔

وہ اس کے سینے پر سر رکھنا چاہتی تھی پھر خیال آیا' وہ تھکا ہوا ہے۔ گہری نیند میں خلل نہیں ڈالنا چاہئے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اس نے فریج سے آدھا گلاس پانی پیا۔ بھوک اور کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ وہ دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولا تو ملازم فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "یس میڈم! حکم کریں۔"

وہ بولی۔ "دو گلاس دودھ' مکھن' بریڈ اور ہاف فرائی انڈے لے آؤ۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ ناشتے اور دودھ کے انتظار میں پارس کے پاس آکر لیٹ گئی۔ دس منٹ کے بعد ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ملازم اتنی جلدی واپس نہیں آسکتا تھا۔ اس نے دروازے کے قریب آکر پوچھا۔ "کون؟"

باہر سے آواز آئی۔ "پولیس....."

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس بار دروازے کو پیٹ کر گرجدار آواز میں کہا گیا۔ "میں انڈین انٹیلی جنس کا چیف حکم دے رہا ہوں۔ دروازہ کھولو۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یو پارس سن آف فرہاد علی تیمور! یو آر انڈر ارریسٹ....."

آفرین نے پریشان ہو کر بستر کی طرف دیکھا۔ وہ گرفتار ہونے والا گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔

○☆○

میں خیال خوانی کے ذریعے ان ماہرین سے اسی وقت رابطہ کر چکا تھا' جب وہ بابا صاحب کے ادارے سے روانہ ہوئے تھے۔ دوسری صبح وہ میرے پاس آئے۔ میں نے وہ کیپسول ان کے حوالے کر دیا۔ ایک ماہر نے اس کا معائنہ کرتے ہوئے کہا۔ "اللہ رحم کرے۔ یہ بہت ہی خطرناک ہے۔ اور آپ اسے اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں؟"

میں نے کہا "اور میں کیا کرتا؟ اسے کہیں ادھر اُدھر زمین میں دفن کر کے یا سمندر میں پھینک کر مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ کہیں بھی ہلاکت ہو سکتا تھا۔"

"بے شک' ایسا کہیں بھی ہو سکتا ہے۔ دعا کرو کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں اور نصف اسرائیل کی انسانی آبادی تباہی سے بچ جائے۔"

وہ تین ماہرین تھے۔ کیپسول لے کر چلے گئے۔ میں ان کے چور خیالات سے ان کے اندر کے خوف کو سمجھ رہا تھا۔ انہیں پورا یقین تھا کہ وہ اپنے ساتھ لاکھوں افراد کی موت لے جا رہے ہیں۔ اگر کیپسول کو ناکارہ بنانے کے دوران ذرا سی بھول چوک ہوئی تو موت انہیں بھی نہیں بخشے گی۔

میں نے سونیا ثانی کو مخاطب کیا "بیٹی! مجھے تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی پر بہت بھروسا ہے۔ تم اس ماہر کے اندر رہو گی' جو کیپسول کو اپنے ہاتھوں سے ناکارہ بنائے گا۔ باقی دو ماہرین کے پاس میں رہوں گا۔"

وہ بولی۔ "پاپا! یہ آپ کی محبت ہے کہ مجھ پر اتنا بھروسا کرتے ہیں۔ میں اپنی تمام توجہ اس پر مرکوز رکھوں گی۔"

وہ تینوں ماہرین قتل ادیب شہر سے دور ایک ویرانے میں چلے گئے۔ ان کے پاس اس سلسلے کا ضروری سامان موجود تھا۔ وہ اسے ناکارہ بنانے میں مصروف ہو گئے۔ میں اس واقعہ کو مختصر طور پر بیان کر رہا ہوں۔ اگرچہ اسے ناکارہ بنانے میں صرف دس پندرہ منٹ لگے لیکن ماہرین نے ہمیں تقریباً تین گھنٹوں تک بے چینی اور گھٹن میں رکھا۔ وہ خود اتنے خوفزدہ تھے کہ ایک ایک عمل کے بعد آدھے گھنٹے کے لیے رک جاتے تھے۔ اس کیپسول کے اندر جو کچھ تھا' اس کے متعلق ایک دوسرے سے بحث کرتے تھے۔ پھر دوسرا عمل کرتے تھے۔ میں اور ثانی بڑے کرب میں مبتلا رہے۔ آخر اس بتاہ کن کیپسول بم سے نجات مل گئی۔ تینوں ماہرین خوشی سے اٹھ کر ناچنے لگے۔ میں نے ثانی کو خیال خوانی کے ذریعے چوم کر کہا "جاؤ بیٹی! ہمیں ایک بہت بڑی بلا سے نجات مل گئی ہے۔"

پھر میں نے ہیرو کے پاس آکر کورنش بجا لا کے اور کہا "مبارک ہو۔ تمہاری محبت تمہاری سارہ کے سر سے موت ٹال گئی ہے۔ وہ کیپسول بم ناکارہ ہو چکا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "شکریہ دوست! وہ کیپسول اگرچہ ہماری سلامتی کی ضمانت تھا مگر ہر لمحہ مجھے اپنی سارہ نابود ہوتی دکھائی دیتی تھی۔ پھر ایک بار تمہارا شکریہ۔"

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے سارہ' انا اور عادل کو یہ خوشخبری دی۔ وہ تینوں مطمئن بھی ہوئے اور خوش بھی۔ سارہ نے پوچھا۔ "اب کیا ہو گا؟ ہمارے پاس کوئی ڈھال نہیں رہی۔"

عادل نے کہا۔ "دشمنوں کو یہ معلوم ہی نہیں ہو گا کہ تم دونوں نہتے ہو۔"

وہ بولی۔ "انہیں دکھانے اور دھوکا دینے کے لیے نقلی کیپسول ہمارے پاس ہونا چاہئے۔"

"انہیں دکھانا ضروری نہیں ہے۔ اتنا کہہ دیا جائے کہ کیپسول ایک نہایت محفوظ مقام پر رکھا گیا ہے۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "عادل درست کہتا ہے۔ ہمیں انہیں دکھانے کے لیے وہ شیشے کی ڈبیا کب تک اپنے منہ میں یا مٹھی میں لیے پھرتا؟ یہ کہنا بہتر ہو گا کہ ہم نے اسے کہیں رکھ دیا ہے۔ ہماری مرضی ہے' ہم وہ جگہ نہیں بتائیں گے۔ وہ اپنے طور پر ڈھونڈتے پھریں۔"

سارہ نے گزشتہ روز برین آدم سے وعدہ کیا تھا کہ دوسرے دن ان کی تمام پریشانیاں ختم ہو جائیں۔ لہٰذا وہ کیپسول کی فکر نہ کریں

اور صبر و سکون سے دوسرے دن کا انتظار کریں۔

وہ دوسرا دن آگیا تھا۔ برین آدم نے صبح فون کیا تھا اور کہا تھا "سارہ! اپنا وعدہ پورا کرو۔ ہماری پریشانی ختم کرو۔"

اس نے جواب دیا تھا۔ "دوسرے دن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں صبح سویرے ہی وعدہ پورا کروں۔ دوپہر کو بات ہوگی۔"

دوپہر دو بجے پھر اس کا فون آیا "سارہ! خدا کے لیے اپنے ملک اور اپنی قوم کو آنے والی تباہی سے نجات دلاؤ۔ اسے ہمارے حوالے کردو۔ وہ ہمارے پاس محفوظ رہے گا۔"

وہ بولی "میں تم لوگوں کو نجات دلا چکی ہوں۔ اب وہ کیپسول کبھی بلاسٹ نہیں ہوگا۔"

"نادان بچیوں جیسی بات نہ کرو۔ اسے بلاسٹ ہونے کے لیے ہی بنایا گیا ہے۔"

سارہ نے میری مرضی کے مطابق کہا "ہم نے اس کیپسول کو ایک ویرانے میں بڑی حفاظت سے چھپایا ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے وہاں کئی ماہرین کی ڈیوٹی لگادی ہے۔"

"تم نے کن ماہرین کو اس کی حفاظت پر مامور کیا ہے؟ ہمیں ہر بات وضاحت سے بتاؤ۔"

"سوری مسٹر برین! میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گی۔ تم اپنے اطمینان کے لیے میری کوٹھی کی اور ہماری تلاشی لے سکتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آرہا ہوں۔"

"آنے سے پہلے اپنے لوگوں کو سمجھا دو کہ یہاں عکس منتقل کرنے کے جو آلات رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں کوئی ہاتھ نہ لگائے۔"

"ہمیں پتا ہے۔ وہ سامان گاڈ مدر ٹرسیا کی بیٹی انالانا کا ہے اور اس کے ساتھ جو نوجوان ہے اس کا نام عادل ہے۔ کیا ہماری یہ معلومات غلط ہیں؟"

"بالکل درست ہیں۔ ہمیں بھی یہ پتا ہے کہ تمہیں یہ معلومات جے پرگولا سے حاصل ہوئی ہیں۔"

سارہ نے فون بند کردیا۔ ایک گھنٹے کے اندر انٹیلی جنس کے کئی افسران اور سراغرساں آگئے۔ ان میں برین آدم اور بلیک آدم بھی تھے۔ ایکسرے مین مارٹن "الپا اور ٹیری آدم مختلف افسران کے پاس خیال خوانی کے ذریعے موجود تھے۔

وہ سب کوٹھی کے ایک ایک کمرے اور ایک ایک گوشے کی تلاشی لیتے رہے۔ ان کے ساتھ آئے ہوئے ملازم وہاں الٹ پلٹ ہونے والے سامان کو پھر سلیقے سے رکھتے جارہے تھے۔ وہ ڈیٹیکٹر آلات کے ذریعے بھی تلاش کرتے رہے۔ وہاں کیپسول ہوتا تو ملتا۔ چونکہ نہیں تھا' اس لیے نہیں ملا۔

برین آدم نے سارہ اور ہیرو کے روبرو بیٹھ کر کہا "وہ یہاں نہیں ہے۔ اس سے ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ تم نے اسے ہمارے کسی دشمن کے حوالے کردیا ہے۔"

سارہ نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "یہ بات تم سمجھ رہے ہو۔ اور یہ ضروری نہیں ہے جو تم سمجھو وہی درست ہو۔"

ایکسرے مین مارٹن نے سوچ کے ذریعے کہا "مسٹر برین! میں الپا اور ٹیری کو کچھ ہدایات دوں گا۔ ان سے کہو' وہ اپنا اپنا فون اٹینڈ کریں۔"

برین نے اونچی آواز میں کہا۔ "الپا اور ٹیری! تم دونوں میری آواز سن رہے ہو۔ ابھی یہاں سے جاؤ اور اپنے اپنے فون اٹینڈ کرو۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ بلیک آدم نے کہا "سارہ! میں انا اور عادل سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "سوری' انا اور عادل سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم ہم سے باتیں کرو۔"

اس نے کہا "کیپسول اس کوٹھی میں نہیں ہے۔ باہر احاطے میں بھی تلاش کیا جارہا ہے۔ اگر وہاں بھی نہ ہوا تو پھر وہ تم دونوں سے دور کہیں ہے۔ اگر ہم تمہیں گرفتار کریں تو کس طرح اپنا بچاؤ کروگے؟"

"گرفتار کرکے دیکھ لو۔ پتا چل جائے گا کہ ہم کتنے پانی میں ہیں اور تم سب کیسی دلدل میں دھنس رہے ہو۔"

برین آدم نے کہا "سارہ! تم خود اپنی باتوں پر غور کرو۔ تم نے پریشانی کم نہیں کی ہے اور بڑھادی ہے۔"

"کیا تمہارا یہ افسر ہماری گرفتاری کی بات کرکے پریشانیوں کو دعوت نہیں دے رہا ہے؟"

بلیک آدم نے کہا "میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیپسول سے محروم ہونے کے بعد اپنا دفاع کیسے کروگی؟ ہم تمہیں اور ہیرو کو گرفتار کیوں کریں گے؟ ہمیں کیا حاصل ہوگا ہم تو دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

برین آدم نے پوچھا۔ "کیا تم نہیں چاہو گی کہ ہیرو کی غیر معمولی صلاحیتوں سے تمہارے ملک کو فائدہ پہنچے؟"

"بے شک میں چاہتی ہوں۔ ہیرو کی غیر معمولی صلاحیتوں سے پوری یہودی قوم کو فائدہ پہنچے گا لیکن یہ اُسی وقت ہوگا جب ہمیں یقین ہوجائے کہ ہم اس ملک کے آزاد شہری ہیں اور مشکوک افراد کی فہرست میں ہمارا نام نہیں ہے۔"

"تم پہلے ہی یہاں کی شہری ہو۔ ہیرو کو کل یہاں کی باقاعدہ شہریت مل جائے گی۔ لوگوں کو معلوم ہوچکا ہے کہ ہیرو اس کوٹھی میں رہتا ہے۔ باہر عورتوں' بچوں اور مردوں کا میلہ لگا ہوا ہے۔ وہ ہیرو کو دیکھنے اور اس سے ملنے کے لیے اندر آنا چاہتے ہیں۔ چند سپاہی انہیں نہیں روک سکیں گے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ تم دونوں ہمارے ساتھ چلو۔ ہم تمہارے ساتھ انا اور عادل کو بھی لے چلیں گے۔"

"معلوم تو ہو' کہاں لے جانا چاہتے ہو؟"

"تم لوگوں کے لیے ملٹری ہیڈ کوارٹر زیادہ محفوظ رہے گا۔ وہاں کوئی پریشان کرنے نہیں آئے گا۔"

"اور ہم مسلح نوجیوں کے سائے میں قیدی بن کر رہیں گے؟"

"کیوں ہمارے خلوص پر شبہ کرتی ہو؟ کیا دوستوں کو قیدی بنایا جاتا ہے؟"

"دوست سمجھتے ہو تو ہمیں اپنی مرضی سے یہیں رہنے دو۔ لوگوں کو ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے سمجھاؤ کہ وہ ہیرو کی رہائش گاہ کی طرف نہ جائیں۔ وہ شام تک نہ مانیں تو ہمارے علاقے میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی جائے۔ اس طرح یہاں بھیڑ نہیں لگی گی۔"

برین آدم سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ الپا اس کے اندر آکر ایک رپورٹ پیش کررہی تھی۔ اسے سننے کے بعد اس نے کہا "تمہاری کوٹھی کی باہر ڈیوٹی دینے والے جتنے افسران اور سپاہی ہیں ان کی ڈیوٹی کے اوقات بدلتے رہتے ہیں۔ ہماری ایک خیال خوانی کرنے والی نے اس افسر کے چور خیالات پڑھے ہیں جو کل رات گیارہ بجے ڈیوٹی سے فارغ ہوکر جانے والا تھا۔"

عادل نے مسکرا کر کہا "اس کے چور خیالات نے بتایا ہوگا کہ وہ یہاں سے اپنی گاڑی میں جاتے وقت کئی منٹ تک غائب دماغ رہا تھا۔"

برین آدم نے کہا "بالکل ہی غائب دماغ نہیں تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ جس شیشے کی ڈبیا میں وہ کیپسول رکھا ہوا تھا وہ ڈبیا تم نے افسر کی جیب میں رکھ دی۔ وہ خاموشی سے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر یہاں سے گیا۔ بہت دور تک ڈرائیو کرنے کے بعد اس نے ایک دوسری کار کے قریب اپنی گاڑی روک دی۔ اس کار سے کسی شخص نے باہر ہاتھ نکالا۔ اس افسر نے جیب سے ڈبیا نکال کر کیپسول سمیت اسے دے دیا پھر ڈرائیو کرتا ہوا آگے چلا گیا۔ اس بے چارے نے کئی بار کوششیں کیں کہ ایسا نہ کرے لیکن دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا' وہ بے اختیار تمہارا آلۂ کار بنا رہا۔"

عادل نے پوچھا "یہ معلومات اتنی دیر سے کیوں حاصل ہوئیں۔ کیا تمہارے خیال خوانی کرنے والے سو رہے تھے؟"

"وہ مختلف معاملات میں الجھے رہے۔ اس لیے کوٹھی کے باہر پہرا دینے والوں کو یاد نہ رکھ سکے۔"

"جہاں حاضر دماغی نہ ہو' یا کوئی چھوٹی سی بات آدمی یاد نہ رکھے تو غلطی کا انجام سامنے آنے کے بعد وہی چھوٹی سی بات بھیانک غلطی کہلاتی ہے۔"

"کیا اس شخص کے متعلق کچھ بتا سکتے ہو' جو ہمارے افسر سے کیپسول لے گیا ہے؟ وہ کہاں ہے؟"

"تمہارے آخری سوال کا جواب دیا جاسکتا ہے۔ وہ یہاں نہیں ہے۔ کیپسول کو اس ملک کی سرحد کے پار لے گیا ہے۔ سارہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے ملک کو نقصان پہنچے۔ لہٰذا یہاں کبھی تباہی نہیں آئے گی۔"

بلیک آدم نے غصے سے سارہ کو دیکھ کر کہا "یہ تمہاری حُبّ الوطنی نہیں' حماقت ہے۔ یہاں کے لاکھوں افراد کی جانیں بچانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنے ملک کا اہم راز سرحد پار بھیج دو۔"

سارہ نے کہا۔ "میں تم سے زیادہ وطن پرست ہوں۔ اس راز سے کوئی دوسرا ملک فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔"

"کیا ہم تمہاری جیسی نادان لڑکی کی بات کا یقین کرلیں؟"

"نہ یقین کرو۔ میں نے وعدے کے مطابق پریشانی دور کردی ہے۔ اسے سرحد پار بھیج دیا ہے۔ اب جان جانے کا دھڑکا نہیں رہے گا۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے بلیک آدم سے کہا۔ "اے مسٹر! میری سارہ سے نرم لہجے میں بولو۔ یوں آنکھیں نہ دکھاؤ۔ نظریں نیچی رکھو۔ تم نے اس کی حُبّ الوطنی کو حماقت کہا ہے۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرو۔ اور سوری کہو ورنہ آگے بات نہیں ہوگی۔"

بلیک آدم نے کہا "مسٹر بندر آدمی! یوں حاکمانہ انداز میں مجھ سے نہ بولو۔ تمہیں میری جسمانی قوت کا اندازہ نہیں ہے۔ میرے بازوں نے مجھے پابندیوں میں رکھا ہے۔ ورنہ میں تمہاری ہڈیاں توڑ کر پنجرے میں ڈال دیتا۔"

اس کے کمپیوٹر نے کہا "میں تمہارے بازوں سے کہتا ہوں کہ تم پر سے پابندیاں اٹھالی جائیں اور تمہیں میری ہڈیاں توڑنے اور مجھے پنجرے میں ڈالنے کی اجازت دی جائے۔"

برین آدم نے کہا "میں تم دونوں کو سمجھاتا ہوں' ٹیلی پیتھی میں آکر ایک دوسرے کو چیلنج نہ کرو۔ یہاں دوستانہ ماحول میں گفتگو ہوگی۔"

کمپیوٹر نے کہا "اب تو میری ہڈیاں ٹوٹیں گی تب ہی دوستانہ ماحول پیدا ہوگا۔"

برین آدم نے کہا۔ "سارہ! اپنے ہیرو کو سمجھاؤ۔ غصے میں نرم

سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے

مفرور — طالوت

صدیوں کا بیٹا

کتابی شکل میں تیار ہیں

آج ہی خط لکھ کر طلب فرمائیں یا اپنے قریبی بک اسٹال سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ۵ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی نمبر ۱

گرم باتیں ہو ہی جاتی ہیں۔"

بلیک آدم نے کہا "بلیک برادر! تم ان لوگوں کو نہ سمجھاؤ۔ میں اس بندر کو چیلنج کرتا ہوں کہ یہ مجھ سے مقابلہ کرے۔ سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا۔ میں ٹیڑھی انگلی سے اس کے پیٹ کی انتڑیاں باہر نکال دوں گا۔"

ایکسرے مین مارٹن نے اس کے اندر آکر کہا "مسٹر بلیک! یہ کیا نادانی ہے؟ تم ہم سے مشورہ لیے بغیر اسے چیلنج کر رہے ہو؟"

"سر! اس میں مصلحت ہے۔ میں اس سے لڑنے کے دوران سونیا کا طریقۂ کار آزماؤں گا۔ میری انگلی میں ایک انگوٹھی ہوگی۔ میں مقابلے کے دوران اعصابی کمزوری کی دوا اس میں انجکٹ کردوں گا۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ تم نے اچھی تدبیر سوچی ہے لیکن کیپسول اب بھی ان کے قبضے میں ہے۔"

"سر! وہ سرحد کے پار ہے۔ دوبارہ اسے یہاں لانے تک ہم اس بندر کو کمزور بنا کر زنجیروں میں جکڑ دیں گے۔ اس کے اور سارہ کے دماغوں پر قبضہ جمالیں گے تو پھر یہ ہمارے خلاف نہیں رہیں گے۔ وہ کیپسول خود ہی یہاں منگوا کر ہمارے حوالے کردیں گے۔"

"واقعی تدبیر معقول ہے۔ اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ میں برین کے پاس جارہا ہوں۔"

اس نے برین آدم کے پاس آکر اسے بلیک آدم کی حکمتِ عملی سمجھائی۔ برین آدم نے کہا۔ "بے شک اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ آپ بلیک سے کہہ دیں کہ میں اسے سمجھا رہا ہوں لیکن وہ مقابلے کے لیے بضد رہے۔"

پھر اس نے یہی کیا۔ بظاہر بلیک کو سمجھاتا رہا کہ وہ مقابلے کے ارادے سے باز آجائے لیکن وہ بضد رہا۔ اس نے آخر میں کہا "اگر مجھے اس بندر سے مقابلے کی اجازت نہ دی گئی تو میں استعفا دے دوں گا۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "میرا بھی یہی فیصلہ ہے کہ دوستی اسی وقت ہوگی جب یہ میری ہڈیاں توڑے گا۔ اور اگر خود ٹوٹ پھوٹ جائے گا تو دوستی کے امکانات ختم ہوجائیں گے۔"

دوستی وہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اسے غلام بنانا مقصود تھا۔ اس مقصد کے لیے بلیک آدم کی حکمتِ عملی معقول تھی۔ برین آدم نے کہا "تم دونوں ہی بضد ہو تو دو گھنٹے بعد شام چھ بجے مقابلہ ہوگا۔ اسی کوٹھی کے باہر لان میں۔"

ہیرو کے کمپیوٹر نے کہا "ہرگز نہیں! لاکھوں افراد کی آنکھوں کے سامنے یہ مقابلہ یہاں کے اسٹیڈیم میں ہوگا۔"

برین نے کہا۔ "یہ ہماری آپس کی بات ہے۔ اسے عوام کے سامنے نہیں آنا چاہیے۔"

کمپیوٹر نے کہا "آنا چاہیے' اس مقابلے کو ٹیلی کاسٹ بھی کیا جائے گا۔ میں یہاں کے غنڈوں' بدمعاشوں اور جرائم پیشہ پہلوانوں کو اپنی شہ زوری دکھانا چاہتا ہوں۔"

اس بات پر تھوڑی دیر بحث ہوتی رہی۔ چونکہ یہودیوں کو اپنی کامیابی نظر آرہی تھی اس لیے انہوں نے اسٹیڈیم میں مقابلے کی بات مان لی اور یہ بھی وعدہ کیا کہ ٹی وی سے یہ مقابلہ براہِ راست دکھایا جائے گا۔

برین آدم نے وہیں بیٹھے بیٹھے ریڈیو اور ٹی وی حکام کو ہدایات دیں کہ وہ اپنے پروگراموں میں فوراً تبدیلی کریں اور وقفے وقفے سے اناؤنس کرتے رہیں کہ آج شام سات بجے نیشنل اسٹیڈیم میں اسرائیل کے ایک شہ زور مسٹر بلیک آدم اور بندر آدمی ہیرو کے درمیان جان لیوا فری اسٹائل کشتی ہوگی۔

اسٹیڈیم میں صرف وہی طلبا و طالبات' پریس رپورٹرز اور سرکاری ملازمین آئیں گے' جن کے پاس شناختی کارڈز ہوں گے۔ باقی لوگ ٹی وی پر ٹھیک سات بجے یہ مقابلہ دیکھیں گے۔ برین آدم نے یہ تمام ہدایات دے کر ہیرو سے کہا۔ "ہم جارہے ہیں۔ باہر جو گارڈز کھڑے ہوئے ہیں' یہ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ساڑھے چھ بجے اسٹیڈیم پہنچادیں گے۔"

وہ سب اس کوٹھی سے چلے آئے۔ ایکسرے مین مارٹن نے فون کے ذریعے الپا اور ٹیری آدم سے کہہ دیا تھا کہ وہ دونوں ائرپورٹ' بندرگاہ اور سرحدی چوکیوں کے فوجی افسران کے پاس جائیں اور ان سے کہہ دیں کہ جب تک وہ دونوں خیال خوانی کرنے والے ان افسران کے دماغوں میں نہ آئیں اور ملک سے باہر جانے والوں کے چور خیالات نہ پڑھیں' تب تک کسی مسافر کو سرحد پار نہ جانے دیں۔

وہ سارہ کی زبان سے سن چکے تھے کہ کیپسول کو سرحد کے پار پہنچادیا گیا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید اسے سرحد پار لے جانے کا موقع نہ ملا ہو اور اب وہ کسی راستے سے ملک کے باہر لے جانے والے ہوں تو ایسے میں مسافروں کو چیک کرتے وقت وہ کیپسول لے جانے والا شخص نظروں میں آجائے گا۔

اس کیپسول کی خاطر الپا اور ٹیری آدم کو بڑی محنت کرنی پڑی۔ ایک بندرگاہ کے کسٹم آفیسر کے اندر رہتی تھی اور بحری سفر کرنے والوں کے دماغوں کو ٹٹولتی رہتی تھی۔ دوسرا ائرپورٹ کے مسافروں کے دماغوں کو کھنگالتا جارہا تھا۔ ایسی ہی مسلسل کوششوں کے دوران ٹیری ان تین ماہرین میں سے ایک ماہر کے اندر پہنچ گیا' جس نے کیپسول بم کو ناکارہ بنایا تھا۔

وہ تینوں پانچ بجے والی فلائٹ سے واپس جارہے تھے۔ ایک کے چور خیالات پڑھتے ہی یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے سے آیا ہے۔

پاسپورٹ سے پتا چلا آج صبح کی فلائٹ سے آیا تھا۔ ٹیری نے اس کی سوچ میں کہا "ایسا بھی کیا آنا اور کیا جانا۔ اگر میں ایک دن تل ابیب میں رہ کر یہاں کی سیر کرلیتا تو کیا فرق پڑ جاتا؟"

اس کی سوچ نے کہا "میں بارہا یہ شہر دیکھ چکا ہوں۔ جس کام سے آیا تھا' اسے کامیابی سے انجام دے چکا ہوں اب یہاں رہ کر کیا کروں گا۔"

یہ تجسس رہ گیا کہ وہ کس کام سے آیا تھا۔ ٹیری نے اس کی سوچ میں بڑی تھکن سے کہا۔ "آہ! اس کام نے تو تھکا ڈالا ہے۔"

ماہر کی سوچ نے کہا "صرف تھکایا ہی نہیں آدھی جان بھی نکال لی تھی۔ کسی بھی خطرناک یا معمولی بم سے کھیلنا گویا موت کو دعوت دینا ہوتا ہے۔"

وہ سوچ رہا تھا اور تصور میں دیکھ رہا تھا کہ کس طرح ایک ننھے سے کیپسول نما بم کو احتیاط سے پکڑ کر اسے ناکارہ بنا رہا ہے۔ بس اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ اس نے برین کے پاس آکر کہا "بلیک برادر! تین ایسے ماہرین نظروں میں آئے ہیں' جنہوں نے آج اس کیپسول بم کو ناکارہ بنایا ہے۔"

"کیا تم پورے وثوق سے ان کے خیالات پڑھ کر آرہے ہو؟"

"جی ہاں۔ ہم انہیں گرفتار کرکے دیگر بہت سی معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔ سب سے چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ وہ تینوں بابا صاحب کے ادارے سے آئے ہیں۔"

"اوہ گاڈ! اس بندر کے پیچھے بہت بڑی طاقت ہے اور اس کے ساتھ بے شمار خیال خوانی کرنے والے ہیں۔"

ٹیری نے کہا "اگر ہم ان تینوں کو گرفتار کریں گے تو فرہاد اور اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو پتا چل جائے گا کہ تینوں کو ملک سے باہر جانے سے روک دیا گیا ہے۔"

برین نے کہا "ٹیری! ہم نے جے پرگولا کی بات کو جھوٹ سمجھا تھا۔ سچ یہی ہے کہ پرگولا کے دماغ میں فرہاد آتا رہا ہے اور فرہاد شاید اس شہر میں موجود ہے۔"

"بلیک برادر! عذاب اور بڑھ گیا ہے۔ میں ابھی ان تینوں کے خیالات پڑھ کر فرہاد کی موجودگی کے متعلق معلوم کرتا ہوں۔"

"ہاں' ضرور معلوم کرو۔ ان تینوں کو اس طرح روکا جائے کہ دشمن کو شبہ نہ ہو۔ وہ یہی سمجھیں کہ تینوں نے اتفاقاً سفر ملتوی کردیا ہے اور ابھی وہ تل ابیب میں رہیں گے۔"

"لیکن وہ تینوں نہیں رکیں گے۔ ان کی فلائٹ پینتالیس منٹ کے بعد جانے والی ہے۔"

"فلائٹ نہیں جائے گی۔ اعلان کرادو کہ طیارے میں کوئی ٹیکنیکل خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ لہٰذا پرواز غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کی جارہی ہے۔ وہ تمام مسافر شاید دوسری صبح جاسکیں گے۔"

ٹیری چلا گیا۔ ایکسرے مین بھی چپکے سے ٹیری کے دماغ میں آگیا۔ الپا' ٹیری اور دوسرے تمام آدم برادر یوگا کے ماہر تھے۔ صرف ایکسرے مین مارٹن کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتے تھے۔ وہ ٹیری کے ذریعے ایک ماہر کے اندر پہنچا پھر اس کے خیالات پڑھتے ہی وہاں میری موجودگی کی تصدیق ہوگئی۔

اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ میری رہائش گاہ میں گیا تھا۔ اس نے مجھ سے کیپسول بم لیا تھا پھر اسے میلوں دور ایک ویرانے میں لے جاکر ناکارہ بنا دیا تھا۔

ایکسرے مین نے اس کے دماغ سے میرا موجودہ رہائشی پتا معلوم کیا پھر دفاعی طور پر حاضر ہوکر اپنے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ میرا پتا ٹھکانا کسی دشمن کو معلوم نہیں ہوتا۔ اسے معلوم ہوگیا تھا۔ پوری طرح تصدیق ہوگئی تھی۔ ماہر کی سوچ نے بتایا تھا کہ میں اس کی لیلیٰ بھابی کے ساتھ وہاں رہتا ہوں۔ اتنی ٹھوس معلومات کے بعد اس کا دل دھڑک دھڑک کر حلق میں آرہا تھا۔ وہ چشمِ زدن میں وہاں پہنچ کر میری گردن پکڑ لینا چاہتا تھا۔

وہ فوراً ہی اپنی ڈائری اٹھا کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اس ڈائری میں ایسے سنہری اصول لکھے ہوئے تھے' جنہیں پڑھنے سے اور ان پر عمل کرنے سے شدید جذبات قابو میں آتے تھے' کسی بھی مرحلے میں ناکامی کے امکانات ختم ہوجاتے ہیں اور ذہانت کو ایک نئی تازگی ملتی تھی۔

ڈائری کے ایک صفحے پر لکھا تھا "یہ تمہارے اندر ہلچل کیوں مچی ہے؟ کیوں جوش میں ہو؟ ہوش میں آؤ۔ یاد رکھو۔ جلد بازی سے ناکامی یقینی ہوجاتی ہے۔ کسی کو حاصل کرنے کی بے چینی جتنی بڑھے گی' اتنی ہی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں کم ہوں گی۔ کہیں جانا ہو' کچھ حاصل کرنا ہو تو خود نہ جاؤ۔ کسی معمولی دشمن کا بھی سامنا نہ

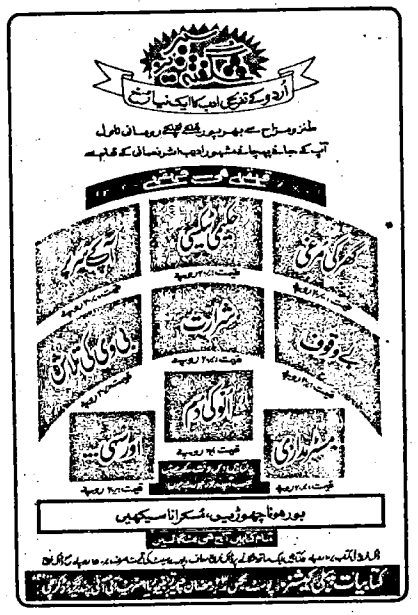

کرو۔ دشمن کمزور ہوگا۔ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا تو جھنجلا کر تمہارے منہ پر تھوک دے گا۔ کیوں چاہتے ہو کہ وہ تمہارے منہ پر تھوکے؟! اسے دور سے زیر کرو۔"

وہ ڈائری بند کر کے بیٹھ گیا۔ آنکھیں بند کر کے تمام خیالات کو دماغ سے نکالنے کی کوششیں کرنے لگا۔ میرے بارے میں اس پہلو سے سوچنے لگا کہ میں ناقابلِ شکست ہوں۔ کئی بار دشمنوں کو یقین ہوا کہ میں شکست کھا چکا ہوں پھر پتا چلا کہ وہ خود فریبی تھی اور میں ان پر غالب آچکا ہوں لہٰذا ڈائری میں لکھی ہوئی ہدایات کے مطابق اسے میرا سامنا نہیں کرنا چاہئے۔ میری رہائش گاہ سے دور رہ کر مجھے زیر کرنا یا ختم کرنا چاہئے۔

تھوڑی دیر پہلے جو دل دھڑک رہا تھا اور جو بے چینی تھی' وہ ختم ہوگئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر رابطہ کیا پھر کہا "زیرو ون ون بول رہا ہوں۔ اپنی ٹیم کو فوراً الرٹ کرو۔"

"آل رائٹ باس۔ تمام ساتھی دس منٹ میں حاضر ہو جائیں گے۔"

"اسٹیفن اسٹریٹ پر بنگلا نمبر تھری او تھری کو بڑی خاموشی سے گھیر لو۔ اس بنگلے کے مکینوں کو محاصرے کا شبہ نہ ہو۔ میں مزید ہدایات ٹرانسمیٹر کے ذریعے دوں گا۔ وہیں قریب ہی سیاہ رنگ کی ہنڈا اکارڈ میں رہوں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ٹرانسمیٹر اور ایک ریوالور کو جیب میں رکھ کر وہاں سے باہر آیا پھر دروازے کو لاک کرنے کے بعد اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ وہاں سے میری رہائش گاہ کی طرف آتے ہوئے پوری طرح مطمئن تھا کہ نہ مجھ سے سامنا ہوگا اور نہ ہی مجھ سے کوئی نقصان پہنچے گا۔

اس نے اسٹیفن اسٹریٹ کے موڑ پر اپنی کار روک دی پھر اپنے ماتحت کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا اور اشاروں سے انہیں محاصرے کی ہدایت دے رہا تھا۔ ایکسرے مین کو دور سے میرا بنگلا نظر آرہا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ماتحت سے کہا۔ "اپنے کسی ہوشیار آدمی کو احاطے میں جانے کے لیے کہو اور معلوم کرو کہ بنگلے کے اندر کتنے افراد ہیں؟"

"باس آپ اجازت دیں۔ میں خود جاؤں گا۔"

وہ اجازت پاکر احاطے میں داخل ہوا۔ پہلے کھڑکیوں کی طرف جا کر دیکھا۔ وہ اندر سے بند تھیں۔ پردے پڑے ہوئے تھے اس لیے اندر کا منظر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ دبے قدموں چلتا ہوا بنگلے کے سامنے دروازے پر آیا۔ وہ مقفل تھا یعنی اندر کوئی نہیں تھا۔

اور واقعی ہم نہیں تھے۔ سات بجے ہیرو اور بلیک آدم کا مقابلہ شروع ہونا تھا اس لیے میں لیلیٰ کے ساتھ اسٹیڈیم کی طرف چلا گیا تھا وہ لوگ خالی میدان میں آئے تھے۔

پانے والے خالی میدان میں بھی بہت کچھ پالیتے ہیں۔

ایکسرے مین نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہا۔ "لاک کھولو۔ یا توڑ' کسی طرح اندر جاؤ۔"

وہ جیب سے ایک تار نکال کر لاک کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایکسرے مین مارٹن اس کے اندر رہ کر دیکھ رہا تھا۔ وہ دروازہ کھل گیا۔ اس نے اندر آکر دیکھا۔ ہر کمرے میں جھانکتے ہوئے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہا۔ "باس! یہاں کوئی نہیں ہے۔"

اس نے حکم دیا۔ "تمام الماری اور الماریاں کھول کر دیکھو۔ اس مکان کے مکینوں کی تصویریں ملیں تو انہیں لے آؤ۔ مجھے بتاتے رہو کہ تم وہاں کیا پا رہے ہو۔"

حالانکہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی' وہ اس کے اندر رہ کر سب کچھ دیکھ رہا تھا لیکن اس پر ظاہر نہیں کر رہا تھا کہ اس کا باس ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس ماتحت نے الماری کھولی اس میں بہت سی فائلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک فائل کو پڑھا تو ایکسرے مین خوشی سے کھل گیا۔ وہ تہ خانے کے خفیہ ریکارڈ روم سے چرائی جانے والی فائل تھی پھر وہ ماتحت فائلوں کے عنوانات پڑھتا گیا۔ وہاں اور بہت سی دستاویزات اور ویڈیو فلمیں رکھی ہوئی تھیں۔

ماتحت ٹرانسمیٹر کے ذریعے ان کے متعلق بتا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "وہ تمام فائلیں اور ویڈیو فلمیں وغیرہ اٹھا کر سیاہ ہنڈا اکارڈ کے پاس لے آؤ۔"

پھر اس نے برین آدم کو مخاطب کیا۔ وہ بولا "سر! آپ کہاں ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد مقابلہ شروع ہونے والا ہے۔ مقابلے کے سلسلے میں کچھ ضروری باتیں ہیں۔"

وہ بولا "مسٹر برین! میں بہت خوش ہوں' مقابلے کی فکر نہ کرو۔ اس میں ابھی ڈیڑھ گھنٹا باقی ہے بس سے خوشی کی بات یہ ہے کہ میں فرہاد علی تیمور کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا ہوں۔ دوسری خوشی کی بات یہ ہے کہ ہمارے خفیہ ریکارڈ روم کے تمام خفیہ دستاویزات مجھے یہاں مل گئی ہیں۔"

"سر! یہ تو معجزہ ہوگیا۔ جس طرح آپ تمام دستاویزات آسانی سے حاصل کر رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرہاد وہاں موجود نہیں ہے۔"

"ہاں' کہیں گیا ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ فرہاد سے کوئی مقابلہ نہ ہو اور وہ مر جائے۔"

"سر! ایسا ہو جائے تو بعد میں سونیا اور اس کے دونوں بیٹے ہم پر الزام نہیں لگا سکیں گے۔ ہمیں اس کا قاتل ثابت نہیں کر سکیں گے۔"

"یہی میں چاہتا ہوں۔ اس نے ہمارے ریکارڈ روم کو آگ لگائی تھی' میں اس کی رہائش گاہ میں اسے بم کے دھماکوں سے اڑا دوں گا۔"

اس کا ماتحت تمام خفیہ فائلیں اور ویڈیو فلمیں لا کر کار کی ڈکی میں رکھ رہا تھا۔ برین آدم کہہ رہا تھا "سر! وہ شیطانوں کا شیطان ہے۔ آج تک سیکڑوں دشمنوں نے اسے موت کے گھاٹ اتارنا چاہا لیکن وہ آج بھی شیطان کی طرح زندہ ہے۔ اسے اس کے بنگلے میں ختم کرنے سے پہلے تمام فائلیں اور مائیکرو فلمیں وہاں سے نکال لیں۔"

مائیکرو فلموں کے ذکر سے وہ چونکا۔ اس نے ماتحت سے پوچھا۔ "کیا تم وہاں سے مائیکرو فلمیں بھی لائے ہو؟"

وہ بولا "نو باس! وہاں ایک بھی مائیکرو فلم نہیں ہے۔ کیا میں تلاش کروں؟"

"نہیں وقت نہیں ہے۔ وہ کسی وقت بھی آسکتا ہے۔ تم فوراً جاؤ اور اندر ڈائنامائٹ بچھا کر اسے پہلے کمرے کے سوئچ بورڈ سے منسلک کر دو۔ وہ آئے گا مکان میں تاریکی دیکھے گا اور سوئچ آن کرے گا تو چشم زدن میں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

وہ پھر حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ جیسا کہ میں پچھلے باب میں بیان کر چکا ہوں' میں نے یہودیوں کی تمام خفیہ دستاویزات کی مائیکرو فلمیں بنالی تھیں اور انہیں بابا صاحب کے ادارے میں بھیج چکا تھا۔ وہ فائلیں اور ویڈیو فلمیں اس لیے رکھی ہوئی تھیں کہ قتل ایبب سے جاتے وقت انہیں جلا ڈالوں گا۔ اب وہ چیزیں اسے واپس مل رہی تھیں اور وہ بہت خوش ہو رہا تھا۔

وہ میرے بنگلے سے دور اپنی کار میں بیٹھا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ ماتحت بڑی دیر لگا رہا تھا۔ بہرحال وہ آگیا۔ اس نے بتایا کہ اندر ڈائنامائٹ لگا دیا گیا ہے اور اسے سوئچ بورڈ سے منسلک کر دیا گیا ہے۔ دروازے کو دوبارہ لاک نہیں کیا گیا کیونکہ لاک کرنے کے لیے چابی نہیں تھی اور دروازے کا لاک خودکار نہیں تھا۔

ایکسرے مین نے ماتحت سے کہا "اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس جاؤ' میں یہاں دشمن کا انتظار کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ ایکسرے مین نے برین آدم کو مخاطب کر کے کہا "یہاں تمام کارروائیاں مکمل ہوگئی ہیں۔ صرف اس کے آنے کی دیر ہے۔ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ مقابلے میں آدھا گھنٹا رہ گیا ہے۔"

بلیک آدم فری اسٹائل مقابلے کے لیے تیار تھا۔ اس نے کہا "سر! میں نے اپنی لنگوٹ میں انگوٹھی چھپا رکھی ہے۔ جب ریفری کے اندر ریفری مجھے چیک کرے گا تو میں اس کی نظریں بچا کر انگلی میں پہن لوں گا اور اس بندر کی شامت لے آؤں گا۔"

ایکسرے مین نے اس کے اندر آکر کہا۔ "ہمیں تمہاری جسمانی قوت پر ناز ہے۔ تم اب تک کتنے ہی پہلوانوں اور باڈی بلڈروں کی گردنیں توڑ چکے ہو۔ یہ تمہارا مخصوص داؤ ہے پھر بھی اس انگوٹھی سے کام بن جائے تو اسے زیادہ زخمی نہ کرنا۔ وہ ہمارا معمول اور تابعدار بن کر ہمارے بہت کام آئے گا۔"

"آل رائٹ سر! میری کوشش ہوگی کہ جلد سے جلد آپ کو اس کے دماغ میں پہنچا دوں۔"

"مقابلہ کرنے سے پہلے تمہیں ایک خوشخبری سنا دوں تاکہ تمہارا حوصلہ بڑھے۔ ہمیں اپنے ریکارڈ روم کی تمام خفیہ دستاویزات واپس مل گئی ہیں۔"

"یہ تو بہت بڑی خوشخبری ہے سر! یہ سب کچھ کہاں سے واپس ملا ہے؟"

"فرہاد علی تیمور نے وہ ساری اہم چیزیں چرائی تھیں اور یہاں اپنے بنگلے میں انہیں چھپا کر رکھا تھا۔ میں نے اس بنگلے کے اندر ڈائنامائٹ رکھوا دیا ہے۔ ہمیں جلد ہی اس کی موت کی خبر ملنے والی ہے۔"

وہ میری موت کا جشن منانے والے تھے۔ میں لیلیٰ کے ساتھ اسٹیڈیم کے قریب ایک ریستوران میں آگیا تھا۔ وہاں ہم ایک کیبن میں تھے۔

ہمارے لیے کیبن ضروری تھا۔ وہاں ہماری خیال خوانی کے دوران کوئی مداخلت کرنے نہ آتا۔ ہم اسٹیڈیم کے اندر نہیں جا سکتے تھے کیونکہ وہاں صرف طلبا و طالبات' پریس رپورٹرز اور ان سرکاری ملازمین کو جانے کی اجازت تھی' جن کے پاس شناختی کارڈز تھے۔

ہمیں وہ مقابلہ دیکھنے کے لیے ٹی وی کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے ہیرو سے کہہ دیا تھا کہ مقابلے کے وقت میں اس کے اندر رہوں گا اور یہ بات بھی سمجھ میں آنے والی تھی کہ بلیک آدم کے دماغ میں الپا اور ٹیری ضرور موجود رہیں گے۔

لیلیٰ نے کیبن میں آکر بیٹھنے کے بعد کہا "میرے سر میں درد ہو رہا ہے' پلیز کافی پلائیں۔"

میں نے دو پیالی کافی کا آرڈر دیا پھر کہا "تمہیں میرے ساتھ نہیں آنا چاہئے تھا۔ گھر میں آرام کر لیتیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "آپ کے ساتھ رہنے سے آدھی بیماری دور ہو جاتی ہے۔ معمولی سا درد ہے کافی پینے سے ختم ہو جائے گا۔"

تھوڑی دیر بعد ویٹر کافی لے آیا۔ میں نے اپنی پیالی سے ایک چسکی لی پھر ہیرو کے پاس پہنچ کر کوورڈز ادا کیے۔ اس نے مسکرا کر سوچ کے ذریعے کہا "اسٹیڈیم سے میرا نام پکارا جا رہا ہے۔ میں عادل کے ساتھ جا رہا ہوں۔"

میں نے کہا "اللہ مالک ہے۔ جاؤ' میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

وہ عادل کے ساتھ گرین روم سے نکل کر ایک کوریڈور سے گزرنے لگا پھر اسٹیڈیم کے کھلے حصے میں پہنچ گیا۔ اسے دیکھتے ہی تماشائی تالیاں بجانے لگے۔ وہ مقابلہ دیکھنے کے لیے چاروں طرف ہزاروں کی تعداد میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ انا اور سارہ رنگ کے قریب موجود تھیں۔ وہ بھی جوشیلے انداز میں تالیاں بجا رہی تھیں۔

اناؤنسر کی آواز اسپیکر کے ذریعے گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "حاضرین و ناظرین یہ وہی بندر آدمی ہے' جسے آپ نے پچھلی

رات اپنے شہر میں دیکھا تھا۔ اس کے ساتھی اسے ہیرو کہتے ہیں۔ آج مقابلے کے بعد فیصلہ ہوگا کہ یہ ہیرو ہے یا زیرو؟"

ہیرو رنگ کے اندر آگیا تھا اور پُرجوش تالیوں کے جواب میں دونوں ہاتھ اٹھا کر گھومتا ہوا چاروں طرف بیٹھے ہوئے تماشائیوں کے سامنے سر جھکاتا جارہا تھا۔

اناؤنسر کہہ رہا تھا۔ "یہ شاید کبھی مکمل بندر تھا۔ مگر آج نہ تو مکمل بندر ہے' نہ مکمل انسان۔ بظاہر بندر سے زیادہ انسان نظر آرہا ہے اور ایک طاقتور انسان کو چیلنج کررہا ہے۔ اس کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ یہ عجوبہ نہیں ہے' بہروپیا ہے۔ چہرے پر بندر کا ماسک پہن کر اور پیچھے دُم لگا کر عوام کے لیے دلچسپ تماشا بن رہا ہے۔

لیکن ناظرین! ایسی بات نہیں ہے۔ یہ حقیقتاً ایک عجوبہ ہے۔ علم الابدان کے ایک ماہر کے سائنسی تجربے کا نتیجہ ہے۔ اس سے مقابلہ کرنے والا پہلوان بلیک آدم تصدیق کررہا ہے کہ یہ انسان ہے اس لیے اس سے مقابلہ کیا جارہا ہے۔ تو ناظرین اب آرہا ہے' آپ کے ملک اسرائیل کا سب سے شہ زور پہلوان بلیک آدم....."

بلیک آدم فاتحانہ انداز میں چلتا ہوا آرہا تھا۔ چاروں طرف تالیوں کا شور گونج رہا تھا اور اناؤنسر اس کی شان میں قصیدے پڑھ رہا تھا۔ یوں دیکھا جائے تو مقابلہ ضروری نہیں تھا اور مقابلے کے بہانے ہیرو کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا بھی لازمی نہیں تھا کیونکہ اب یہودی اکابرین کو کیپسول کے حوالے سے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔

اس کیپسول نے ہی انہیں ایک بندر کے سامنے جھکنے پر مجبور کردیا تھا۔ یہ حقیقت جب کھل گئی کہ اسے ناکارہ بنا دیا گیا ہے تو وہ بہ آسانی ہیرو کو گن پوائنٹ پر گرفتار کرسکتے تھے اور اس کے دماغ کو کمزور بنا کر اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا سکتے تھے۔

لیکن وہ اس مقابلے کے پیچھے میرا انجام دیکھنے کے منتظر تھے۔ اگر ہیرو کو ابھی گرفتار کرلیا جاتا تو ان کا خیال تھا کہ میں اسے بچانے کے لیے ان کی طرف چلا آؤں گا جبکہ وہ مجھے مارڈالنے کے لیے اُس بنگلے میں بھیجنا چاہتے تھے۔ بس اسی بات کا انتظار تھا کہ اُدھر سے دھماکے کی اطلاع ملے اور اِدھر ہیرو کو حراست میں لے لیا جائے۔ ایک طرف میرے چیتھڑے اڑ جائیں اور دوسری طرف ہیرو کے نام غلامی لکھ دی جائے۔

بلیک آدم نے رِنگ میں آکر حقارت سے ہیرو کو دیکھا پھر اناؤنسر سے مائیک لے کر کہا۔ "میں ہوں' شہ زوروں کا شہ زور بلیک آدم۔ ہم سب آدم زاد ہیں' انسان ہیں اور انسان اتنا طاقت ور ہوتا ہے کہ شیر جیسے درندے کا جبڑا چیر دیتا ہے۔ یہ بندر کیا چیز ہے۔ میں ابھی آپ کے سامنے اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ دوں گا۔ مگر افسوس اس کی موت کے بعد کون اس کے لیے روئے گا؟ ہم انسان نہیں روئیں گے کیونکہ اس کی موت انسانی نہیں ہوگی۔ بندر بھی نہیں روئیں گے کیونکہ یہ بندروں کی برادری سے خارج ہوچکا ہے۔"

اس بات پر بہت سے لوگ ہنسنے لگے۔ اناؤنسر مائیک لے کر رِنگ سے باہر چلا گیا۔ ریفری نے دونوں پہلوانوں کو چیک کیا تاکہ کسی نے کوئی ہتھیار چھپا کر رکھا ہو تو اس سے لے لیا جائے۔ بلیک آدم کی انگوٹھی میں وہ اعصاب شکن انگوٹھی چھپی ہوئی تھی۔ ٹیری ریفری کے دماغ پر حاوی رہا۔ اس لیے ریفری اس انگوٹھی کو دیکھنے کے باوجود نہ دیکھ سکا اور اس نے مقابلہ شروع کرادیا۔

مقابلے کی ابتدا کرنے کے لیے ہیرو کے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ بلیک آدم نے حقارت سے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا۔ پھر ایک طرف تھوک دیا۔ ہیرو اس کی طرف سے پلٹ گیا۔ یہی سمجھ میں آیا کہ وہ شرمندہ ہو کر منہ پھیر رہا ہے۔ لیکن اس نے گھومتے ہی دُم کو لہرا کر منہ پر ایک ضرب لگائی۔ بلیک آدم کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بندر آدمی کی دُم میں اتنی طاقت ہوگی۔ اسے دم سے لوہے کی سلاخ کی طرح چوٹ لگی تھی۔

وہ چکرا کر پیچھے گیا پھر سنبھلنا چاہا تو دم دوسری طرف سے آکر منہ پر لگی۔ وہ پھر لڑکھڑایا۔ اس کے ساتھ ہی محسوس کیا کہ وہ دُم گردن سے پھندے کی طرح لپٹ گئی ہے اور وہ پھندا ایسا مضبوط تھا کہ اس سے ہاتھوں کی قوت سے نجات حاصل نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے لنگوٹ میں ہاتھ ڈال کر انگوٹھی نکالی۔ اس کے ننھے سے بٹن کو دبا کر اس میں سے سُوئی نکالی۔ اس سوئی کو دم میں انجکٹ کرتے ہی ہیرو ڈھیلا پڑ جاتا۔ لیکن اس سے پہلے دُم نے لہراتے ہوئے اس کی گردن کو کھینچ کر اسے رِنگ کے باہر پھینک دیا۔

وہ رِنگ کی رسیوں پر سے ہوتا ہوا دور نیچے جاکر گرا تو یوں لگا جیسے کمر کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو۔ چاروں طرف سے تالیوں کا شور اور حیرت و مسرت کی چیخیں گونجنے لگیں۔ بلیک آدم کو سنبھلنے میں کچھ وقت لگا۔ سنبھلتے ہی خیال آیا کہ رِنگ سے باہر گرتے ہی انگوٹھی ہاتھ سے نکل گئی ہے۔

وہ پریشان ہو کر چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتے ہوئے فرش پر انگوٹھی تلاش کرنے لگا۔ اسی وقت منہ پر ٹھوکر لگی۔ وہ پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ ہیرو اچھل کر اپنے پورے وزن کے ساتھ اس کے سینے پر آیا تو ایک دم سے بلیک آدم کے منہ سے خون ابل پڑا۔ ہیرو نے اسے اٹھا کر رِنگ کے اندر پھینکا۔ پھر رِنگ کے اندر آکر اس کی گردن میں دونوں ہاتھوں کی قینچی بنالی۔ بلیک آدم نے نہ جانے کتنے شہ زوروں کی گردنیں اسی طرح توڑی تھیں۔ اس نے تڑپ کر اس داؤ سے نکلنا چاہا لیکن قینچی کی گرفت اور مضبوط ہوگئی۔ وہ تڑپنے لگا۔

مقابلہ انتہائی دلچسپ تھا۔ ایسے ہی وقت لیلیٰ نے کہا "میرا سر درد سے پھٹا جارہا ہے۔ مجھے دوا کی ضرورت ہے۔"

میں نے کہا "بہتر ہے گھر چلی جاؤ۔ وہاں فرسٹ ایڈ بکس میں دوائیں ہیں۔ سردرد کی گولیاں کھا کر آرام کرو۔"

میں اس کے ساتھ ریستوران سے باہر جاتے ہوئے بولا۔ "ہیرو اس پر حاوی ہو رہا ہے۔ یہودی اکابرین یہ شکست برداشت نہیں کریں گے۔ ہیرو کے لیے مصیبت بنیں گے۔ میرا یہاں رہنا ضروری ہے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔ آپ ہیرو اور عادل کے قریب رہیں۔"

میں کار کے پاس پہنچ کر رک گیا۔ بابا صاحب کے ادارے سے جو تین ماہرین آئے تھے' ان میں سے ایک نظر آیا۔ میں نے اسے مخاطب کرکے پوچھا۔ "آپ واپس نہیں گئے؟"

وہ بولا۔ "ہم میں سے کوئی نہیں گیا۔ طیارے میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی تھی۔"

اس نے بتایا کہ دو ماہرین ائرپورٹ میں اگلی فلائٹ کے منتظر ہیں۔ وہ شہر میں گھومنے آیا ہے۔ میں نے کہا۔ "آپ کو زحمت نہ ہو تو لیلیٰ کے ساتھ گھر تک چلے جائیں۔ یہ درد کے باعث ڈرائیو نہیں کرسکے گی۔"

وہ بولا "زحمت کی کیا بات ہے؟ میں خود کہیں آرام کرنا چاہتا تھا۔ چلو بھابی گھر چلیں۔"

وہ دونوں کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔ میں نے کیبن میں واپس آکر ایک کافی کا آرڈر دیا۔ اس کے بعد خیال خوانی کے ذریعے ہیرو کے پاس آیا۔ اس نے قصہ تمام کرکے مقابلہ تمام کردیا تھا۔ بلیک آدم کی گردن توڑ دی تھی۔ وہ رِنگ کے اندر مردہ پڑا ہوا تھا۔

اس کے دماغ میں رہنے والے ٹیری نے پہلے ہی برین آدم کو بتادیا تھا کہ برادر بلیک کے ہاتھ سے وہ انگوٹھی نکل گئی ہے۔ اس مقابلے کو روکا جائے۔

برین آدم نے چار فوجی افسران کو حکم دیا کہ مسلح فوجی جوان کو لے جاکر پہلے رِنگ کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے پھر ہیرو کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنائی جائے۔

وہ سب گنیں لیے دوڑتے ہوئے اسٹیڈیم تک آئے لیکن رِنگ تک پہنچنے سے پہلے ہی ہیرو یہودی خفیہ تنظیم کے ایک برادر کو جہنم میں پہنچا چکا تھا۔

ان کا سربراہ ایکسرے مین مارٹن اتنے بڑے نقصان سے بے خبر تھا۔ وہ میرے بنگلے سے دور گلی کے موڑ پر اپنی کار کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے صرف اتنا ہی معلوم کیا تھا کہ ہیرو بلیک آدم پر حاوی ہو رہا ہے۔ لیکن امید تھی کہ انگوٹھی کے ذریعے اسے زیر کرلے گا۔

پھر وہ دلچسپ مقابلہ نہ دیکھ سکا۔ اس کی توجہ میرے بنگلے کی طرف ہوگئی۔ وہاں ایک کار آکر رکی تھی۔ اس میں سے لیلیٰ اس ماہر کے ساتھ باہر آرہی تھی۔ چونکہ ایکسرے مین دور تھا اور بنگلے کے اندر اور باہر تاریکی تھی اس لیے ایکسرے مین نے سمجھا کہ لیلیٰ اپنے فرہاد کے ساتھ آئی ہے۔

افسوس کون انہیں اندر جانے سے روک سکتا تھا؟

اجل آئے تو کوئی روک تھام کرنے والا نہیں ہوتا۔ دروازہ کھول کر سوئچ کا بٹن دباتے ہی قیامت کا ایک دھماکا ہوا۔ دیواروں' دروازوں اور انسانی جسموں کے ٹکڑے فضا میں اُڑے۔ پورے علاقے سے چیخیں گونجنے لگیں۔ ایکسرے مین مارٹن نے خوشی سے چیخ کر کہا۔ "ہپ ہپ ہُرا۔ فرہاد از نو مورد وہ ہزڑائی سول۔۔۔"

"آہ! لیلیٰ!"

اُللہ باقی

کُلُّ مَنْ عَلَیہا فانٍ

ہیرو نے بلیک آدم کی گردن توڑ کر حالات کو بہت زیادہ سنگین بنا دیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میرے حالات اس سے زیادہ سنگین ہو گئے ہیں۔ میرا گھر لٹ گیا ہے۔ میں اپنی لیلیٰ سے بے خبر تھا اور لیلیٰ وہاں بے خبری میں ماری گئی تھی۔

ہے غنیمت کہ اسرارِ ہستی سے ہم
بے خبر آئے ہیں بے خبر جائیں گے

آہ! ہم زندگی کے ہزارہا رموز سے واقف ہوتے رہتے ہیں لیکن موت سے بے خبر رہتے ہیں۔ کبھی خبر نہیں ملتی کہ وہ کب آ رہی ہے؟ کہاں آ رہی ہے؟ اس کا کوئی وقت، کوئی جگہ مقرر نہیں ہے۔ ابھی میری جان مجھ سے رخصت ہو کر گئی تھی اور میں موت کو اتنا بے رحم نہیں سمجھتا تھا کہ وہ اسے دردِ سر کے بہانے اپنے پاس بلائے گی۔

اگر میں اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتا تو اس کی عدم موجودگی کا علم ہوتا۔ لیکن میں ہیرو کے معاملے میں مصروف ہو گیا تھا۔ مسلح فوجی اسٹیڈیم میں آ گئے تھے۔ انہوں نے ہیرو کو چاروں طرف سے گھیر کر اس کی طرف بندوقیں تان لی تھیں۔ عادل دوڑتا ہوا پرنگ کے اندر ہیرو کے پاس جانا چاہتا تھا۔ فوجیوں نے اسے بھی گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ سارہ نے چیخ کر پوچھا۔ "یہ کیا دھاندلی ہے؟ یہ فوج نے ہمیں کیوں گھیر لیا ہے؟"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "تم سب کی خیریت اسی میں ہے کہ چپ چاپ خود کو قانون کے حوالے کر دو۔ اس بندر کو سمجھاؤ کہ یہ مصیبت نہ بنے۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پیروں میں بیڑیاں پہن لے۔ ورنہ اس کے ہاتھوں اور پیروں کو گولیوں سے زخمی کر کے بے دست و پا بنا دیا جائے گا۔"

میں نے کہا "ہیرو! مصلحت سے کام لو۔ خود کو ان کے حوالے کر دو۔"

اس نے کہا۔ "یہ لوگ زبان سے پھر رہے ہیں۔ جب ان سے انصاف کی توقع نہیں ہے تو کیوں نہ لڑ مریں۔"

"تم تو بہت ذہین ہو ہیرو! ذہانت سے کام لو۔ تمہیں زخمی نہیں ہونا چاہیے۔ میں تمہیں رہائی دلاؤں گا۔"

عادل نے فوجی افسر سے کہا۔ "برین آدم کو بلاؤ۔ اس سے پوچھو کیا وہ لاکھوں افراد کی تباہی اور موت چاہتا ہے؟"

اس افسر کی باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کیپسول بم سے نہیں ڈر رہے ہیں۔ شاید انہیں کیپسول کے ناکارہ ہونے کا علم ہو گیا تھا۔ سارہ نے پوچھا۔ "کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ وہ کیپسول بم بلاسٹ ہو جائے؟"

جواب ملا۔ "اگر تم چاہتی ہو کہ تمہارا ملک اور تمہاری یہودی قوم تباہ ہو جائے تو اسے بلاسٹ کراؤ۔"

"میں ایسا نہیں کروں گی۔ اس لیے کہتی ہوں، میرے ہیرو کو گرفتار نہ کرو۔ یہ بھی میری طرح اس ملک کا وفادار بن کر رہے گا۔"

"اس کی وفاداری ثابت کرنے کے لیے وہ کیپسول پیش کرے۔"

یہودی اکابرین جانتے تھے کہ کیپسول ناکارہ ہو چکا ہے۔ وہ وفاداری کا ثبوت پیش نہیں کر سکے گی۔ اس نے کہا۔ "جب ہمیں تم سے انصاف ملتا رہے گا تو میں کسی دن اسے پیش کر دوں گی۔"

"آج تمہارا ہیرو ہمارے جوتوں تلے آیا ہے۔ آج ہی اس ہاتھ دو اور اس ہاتھ لے لو۔"

میں نے سارہ کے پاس آ کر کہا۔ "اپنی ضد پر قائم رہو کہ کیپسول بعد میں دیا جائے گا۔"

وہ بولی۔ "کہاں سے دیا جائے گا؟ انہیں دھوکا دینے کے لیے اس کی نقل بھی نہیں ہے۔ میرا ہیرو تمہاری باتوں میں آ کر پھنس گیا ہے۔"

"سارہ! مجھے الزام نہ دو۔ میں نے ہیرو کی مرضی سے اسے ناکارہ بنایا ہے۔ اس کی نقل اس لیے نہیں بنائی کہ یہ فوراً ہی اپنے سائنس دانوں سے اس کے نقلی ہونے کی تصدیق کرا لیتے۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ میرے ہیرو کو رہائی دلاؤ۔"

"میرا وعدہ ہے، اسے رہائی ملے گی۔ ذرا صبر کرو۔"

ہیرو کے ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پیروں میں بیڑیاں ڈالی جا رہی تھیں۔ ادھر ایکسرے مین مارٹن نے برین آدم کے پاس آ کر خوش خبری سنائی۔ "مسٹر برین! ہماری تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خوش خبری سنو، فرہاد مر چکا ہے۔"

"کیا؟" برین آدم نے چونک کر خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا واقعی؟ کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے اسے مرتے دیکھا ہے؟"

"میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میں نے اس بنگلے میں جو ڈائنامائٹ لگوایا تھا اس کے دھماکے سے ان کے چیتھڑے اڑ گئے ہیں۔"

"سر! آپ پوری یہودی قوم کے لیے اور سپر پاور امریکا کے لیے خوش خبری سنا رہے ہیں۔"

وہ خوشی کے بعد یکدم اداس ہو گیا۔ ایکسرے مین نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"سر! بہت المناک رپورٹ ہے۔ ہمارا برادر بلیک آدم مقابلے میں مارا گیا ہے۔"

"اوہ گاڈ! یہ بہت برا ہوا۔ مگر ہمیں جذبات سے نہیں عقل سے کام لینا ہوگا۔ وہ بہت شہ زور تھا۔ اس کی کمی یہ بندر پوری کرے گا۔ میں اسے معمول اور تابعدار بناؤں گا۔"

"جی ہاں۔ یہ ہیرو ہی اس کا متبادل ہے۔ ہمیں اپنے برادر کا افسوس رہے گا۔ ہمارا ایک بندہ مرا لیکن آپ نے ٹیلی پیتھی کی سپر پاور کو مار کر یہودی تنظیم کے لیے سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔"

"کیا ہیرو اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے؟"

"جی ہاں! انہیں یہاں لایا جا رہا ہے۔ وہ سارہ جس انداز میں ہمارے افسران سے گفتگو کر رہی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے اور عادل وغیرہ کو فرہاد کی موت کا ابھی پتا نہیں چلا ہے۔"

مجھے خود اپنی موت کا پتا نہیں تھا۔ میں سوچ رہا تھا، ہیرو اور عادل وغیرہ کو رہائی دلانے کے لیے مجھے خود کو ان یہودیوں پر ظاہر کرنا ہوگا۔ تاکہ وہ میری انتقامی کارروائی سے خوفزدہ ہو کر دشمنی سے باز آ جائیں۔

ایسے ہی وقت آمنہ اور رسونتی نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "آمنہ! تم؟ کیا تم گوشہ نشینی سے نکل آئی ہو؟"

"نہیں، تھوڑی دیر کے لیے آئی ہوں۔ کلمہ پڑھو۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔ ایک نہیں ہزار بار کلمہ پڑھوں گا مگر ابھی کیوں پڑھا رہی ہو۔"

"خدارا! کلمہ پڑھو۔"

میں نے سر جھکا کر کلمہ پڑھا۔ وہ بولی۔ "اِنا للہ وَاِنا الیہ راجعون۔ ہماری لیلیٰ خدا کے پاس جا چکی ہے۔ اللہ تمہیں صبر دے۔"

میں نے چونک کر بے یقینی سے سر اٹھایا۔ آمنہ جا چکی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ "لیلیٰ! لیلیٰ! کہاں ہو تم؟ میرے آتے ہی تم دماغ کے دروازے کھول دیا کرتی تھیں۔ مجھے اپنے پاس آنے دو۔۔۔۔"

میری خیال خوانی کی لہریں بھٹک کر واپس آ گئیں۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ یہ کیا ہو گیا تھا؟ کیسے ہو گیا تھا؟ آمنہ نے صرف موت کی خبر سنائی تھی۔ یہ نہیں بتایا تھا کہ طبعی موت ہوئی تھی یا حادثاتی؟

میں ریستوران کے ایک کیبن میں بیٹھا ہوا تھا۔ صدمے سے بری طرح نڈھال تھا۔ فولادی حوصلہ رکھنے کے باوجود لیلیٰ کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ آمنہ کے سوا کوئی دوسرا یہ خبر سناتا تو میں کبھی یقین نہ کرتا۔ اس کے دماغ میں جگہ نہ ملتی تو یہی سوچتا کہ کسی دشمن نے اسے ٹریپ کر کے اس کے دماغ سے اس کی آواز اور لہجے کو بھلا دیا ہے اس لیے وہ نہیں مل رہی ہے۔

میرا دل ڈوب رہا تھا۔ ایسے وقت سونیا ہی سہارا دیتی تھی۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ بولی۔ "فرہاد! نہ تم نادان ہو کہ صبر کی تلقین کی جائے۔ نہ کمزور ہو کہ ایک صدمے سے ہار جاؤ۔ مجھے اور تمہیں بھی جانا ہے۔ صدمہ برداشت کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ خود کو مختلف معاملات میں الجھا لو۔ معلوم کرو وہ کیسے زندگی ہار گئی؟"

"آمنہ اور جناب تمیزی صاحب روحانی ٹیلی پیتھی کے حامل ہیں۔ انہوں نے بہت کچھ معلوم کیا ہوگا لیکن مجھے صرف اس کی موت کی اطلاع دی۔ آمنہ دوسری معلومات بھی فراہم کر سکتی تھی۔"

"جناب تمیزی صاحب نے اجازت نہیں دی ہوگی۔ ویسے یہاں قرآن خوانی ہو رہی ہے۔ تم کہاں ہو؟"

"میں ایک ریستوران میں ہوں۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹے پہلے لیلیٰ میرے ساتھ تھی۔ اس کے سر میں درد ہو رہا تھا۔ وہ آرام کرنے کے لیے یہاں کی رہائش گاہ میں گئی تھی۔ میں ابھی وہیں جا رہا ہوں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کافی کا بل ادا کیا پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر بنگلے کی طرف جانے لگا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ صرف لیلیٰ کا تصور کروں اور اس کے متعلق سوچتا رہوں لیکن میرے عزیز ترین ساتھی بڑی مصیبت میں تھے۔ میرا فرض تھا کہ میں ان کی خبر گیری کرتا رہوں اور سونیا نے بھی مجھے مصروف رہنے کا مشورہ دیا تھا۔

ہیرو، سارہ، عادل اور انا کو ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا گیا تھا۔ وہاں ایک بڑے سے ہال میں برین آدم دوسرے آدم براورز اور اعلیٰ فوجی افسران کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ میرے وہ چاروں ساتھی مجرموں کی طرح ان کے درمیان کھڑے تھے۔

میں سارہ کے اندر تھا۔ وہ مجھے محسوس نہیں کر رہی تھی۔ برین آدم کہہ رہا تھا۔ "میں تم چاروں کو یہ خوش خبری سنا دوں کہ اب فرہاد تم لوگوں کے دماغ میں نہیں آئے گا۔ ہاں، اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے شاید آئیں گے اور جب آئیں گے، یہ بری خبر سنائیں گے کہ وہ اپنی بیوی لیلیٰ کے ساتھ جہنم میں پہنچ گیا ہے۔"

عادل نے تڑپ کر کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ میرے بھائی جان اور بھابی جان زندہ ہیں۔ تمہارے منہ میں خاک' وہ زندہ ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تو پھر آواز دو اپنے بھائی جان اور بھابی جان کو۔ ذرا ہم بھی سنیں کہ مُردے کیسے بولتے ہیں؟"

اس نے بے چین ہو کر آواز دی۔ "بھائی جان! آپ ہم میں سے کسی کے اندر ہیں تو دشمن کی خوش فہمی ختم کردیں۔"

میں دماغی طور پر ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہو گیا۔ میرے اندر آندھیاں سی چلنے لگی تھیں۔ برین آدم کو یقین تھا کہ میں لیلیٰ کے ساتھ فنا ہو چکا ہوں۔ میرے ذہن میں تیزی سے حقائق واضح ہونے لگے۔ لیلیٰ کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کا ایک ماہر بنگلے میں گیا تھا۔ یقیناً وہ بے چارہ میرے دھوکے میں مارا گیا ہے۔

سوچنے کے دوران ہی ٹیکسی اسٹیفن اسٹریٹ کے موڑ پر پہنچ گئی۔ وہاں دور تک لوگوں کی بھیڑ تھی۔ پولیس والے لوگوں کو دور ہٹا رہے تھے۔ میں نے ٹیکسی سے باہر نکل کر دیکھا۔ ہمارا وہ بنگلا کھنڈر ہو چکا تھا۔ میرے دماغ کے اندر دھماکے ہونے لگے۔ سمجھ میں آگیا' دشمنوں نے میری لیلیٰ کو کس بے رحمی سے مارا ہے اور اب اپنے لیے کتوں کی موت مرنے کے راستے کھول چکے ہیں۔

میں اس کھنڈر کے قریب جا کر لیلیٰ کی لاش نہیں دیکھ سکتا تھا آس پاس کے بنگلے والے مجھے پہچان لیتے پوں میں پولیس والوں کے ذریعے یہودی تنظیم والوں کی نظر میں آجاتا۔ میں نے ایک پولیس مین سے بات کی۔ اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پھر اسے کھنڈر کی سمت دوڑایا۔ اس کے ذریعے معلوم ہوا کہ انسانی جسموں کے اتنے ٹکڑے ہوئے ہیں کہ ان سب کو یکجا نہیں کیا جاسکتا' نہ ہی ایسی کوئی کوشش کی جا رہی تھی۔

میں نے سپاہی کے ذریعے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے مجبور کیا کہ وہ دونوں لاشوں کے تمام ٹکڑے یکجا کرے۔ وہ میری مرضی کے مطابق سپاہیوں سے یہی کام لینے لگا۔ میں نے سلمان کو بلایا۔ اس نے میرے پاس آکر کہا۔ "میں نے یہ المناک خبر سلطانہ کو نہیں سنائی ہے۔ ابھی دو گھنٹے پہلے اس نے ایک بیٹی کو جنم دیا ہے۔ وہ بہت کمزور ہے۔ یہ صدمہ برداشت نہیں کرسکے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی اسے یہ خبر نہ سناؤ۔ اس پولیس افسر کے پاس رہو اور دونوں لاشوں کو یکجا کراؤ اور انہیں بڑے احترام سے ایک جگہ رکھواؤ۔ یہاں ان کی آخری رسومات ادا کی جائیں گی۔"

میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔ "سمندر کے ساحل پر لے چلو۔"

اس نے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ میں سارہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ایک مسلح فوجی جوان کو مخاطب کر کے بولی۔ "اے! تم مجھے آنکھ کیوں مار رہے ہو؟"

اس نے بوکھلا کر بڑے افسران کو دیکھا۔ پھر کہا "تو سرا! یہ جھوٹ ہے۔ میں نے اسے آنکھ نہیں ماری ہے۔"

مسلح جوان کی آواز سنتے ہی میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی گن سیدھی کی۔ چشم زدن میں برین آدم کے بائیں بازو کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔

ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی اس ہال میں زلزلہ سا آگیا۔ برین آدم کرسی پر سے اچھل کر پیچھے کی طرف گرا۔ ایک افسر نے فوراً ہی ریوالور نکال کر گولی چلانے والے مسلح جوان کے ہاتھ میں گولی ماری۔ اس کے ہاتھ سے گن گرادی۔ دوسرے فوجی جوانوں نے اسے حراست میں لے لیا۔

مجھے برین آدم کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ میں ایکسرے مین مارٹن سے واقف نہیں تھا لیکن اس کی آواز سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مسٹر برین! خطرہ ہے۔ فوراً کہیں پناہ لو۔"

دو اعلیٰ افسران اسے فرش سے اٹھا رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا۔ "ہم نے اسے گرفتار کرلیا ہے۔ آپ کو میڈیکل ایڈ کی ضرورت ہے۔"

اس کے بائیں بازو سے خون رس رہا تھا۔ اس نے دائیں ہاتھ سے اپنا ریوالور نکالا۔ پھر تڑا تڑ تین گولیاں چلائیں۔ چوتھی نہ چلا سکا۔ ایکسرے مین نے اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا دیا۔ لیکن دو اعلیٰ افسران زخمی ہو کر گر پڑے تھے۔

میں نے ان کے خیال خوانی کرنے والوں کو جوابی کارروائی کا موقع نہیں دیا۔ جس افسر نے برین آدم سے کہا تھا کہ اسے میڈیکل ایڈ کی ضرورت ہے۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر گولیاں برسائیں۔ کتنے ہی فوجی فائرنگ کی زد میں آکر گرے۔ باقی ہال سے باہر بھاگنے لگے۔ وہ افسر بھی زخمی ہو کر گرا جس نے ہیرو کو ہتھکڑی اور بیڑیاں پہنائی تھیں۔ عادل نے جھک کر اس کی جیبیں ٹٹولیں اور چابیاں نکال لیں پھر ہیرو کو ہتھکڑی اور بیڑیوں سے آزاد کرا دیا۔

میں پھر برین آدم کے پاس آگیا۔ وہ بھی ہال سے باہر

جا رہا تھا۔ ایک ہاتھ سے زخمی بازو پکڑے کراہ رہا تھا۔

ایکسرے مین کہہ رہا تھا۔ "مسٹر برین! میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔ فوراً زخم کی مرہم پٹی کراؤ۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کردوں گا۔ وہ دشمن تمہیں ٹریپ نہیں کرسکے گا۔"

وہ چلتے ہوئے تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "آخر یہ کمبخت ہے کون؟"

"صاف ظاہر ہے فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی موت کا انتقام لینے آئے ہیں۔ جس انداز میں ہمارے کئی افسران نے فائرنگ کی ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ کئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بیک وقت حملہ کیا ہے۔"

"سر! ہماری الپا اور ٹیری کہاں ہیں؟"

"میں ابھی جا کر انہیں دیکھ رہا ہوں۔ جوابی کارروائی کے لیے لازمی ہے کہ جلد از جلد ہیرو اور عادل کے دماغوں کو کمزور بنا کر انہیں اپنا تابعدار بنا لیا جائے۔"

میں نے برین کی زبان سے کہا۔ "نہیں سر! پلیز جلدی نہ کریں یہ سوچیں کہ آپ ٹیلی پیتھی جاننے والے تین ہیں اور وہ تین سے زیادہ ہیں' وہ ہیرو اور عادل کے دماغوں پر مسلط رہیں گے اور آپ کے تنویمی عمل کو ناکام بنائیں گے۔"

"درست کہتے ہو۔ کمبخت نے ایسا اچانک حملہ کیا ہے کہ عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ فی الحال ان قیدیوں کو سخت نگرانی میں رکھنا ہوگا۔" وہ برین کے دماغ سے گیا۔ میں نے برین کو پھر پلٹا دیا۔ اسے واپس ہال کی طرف لے جانے لگا۔

ہال میں ہیرو' عادل' سارہ اور انا نے زخمی سپاہیوں اور افسروں کے ہتھیار لے لیے تھے۔ کھڑکیوں اور دروازوں کو اندر سے بند کرلیا تھا۔ میں نے ہیرو کے پاس آکر مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے۔ "حیات انسانی مبارک ہو۔ مبارک ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "مسٹر فرہاد! آپ زندہ ہیں؟ یقیناً آپ ہی نے یہ بازی پلٹی ہے۔"

"ہاں مگر ابھی کسی پر یہ راز ظاہر نہ کرو۔ ویسے بھی تمہارے پاس بولنے کے لیے کمپیوٹر نہیں ہے۔ ابھی اپنے سامنے والا دروازہ کھولو۔ میں برین آدم کو پکڑ کر لے آیا ہوں۔"

اس نے آگے بڑھ کر اپنی گن سنبھالتے ہوئے دروازے کو کھولا۔ میں برین کو اندر لے آیا۔ اس نے دوبارہ دروازے کو بند کردیا۔ اب اس ہال میں برین کے علاوہ تین اعلیٰ افسران اور چار سپاہی تھے۔ سب کے سب زخموں کی تکلیف سے پریشان تھے۔

میں نے سارہ کے ذریعے کہا۔ "زخموں کی مرہم پٹی کرانا چاہتے ہو تو باہر والوں سے رابطہ کرو۔ ان سے کہو۔ یہاں دروازے کے پاس بڑی گاڑی بھیج دو۔ تم سب ہمارے ساتھ ہیڈ کوارٹر سے باہر جاؤ گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کراہتے ہوئے کہا۔ "یہاں چھ فوجی ڈاکٹر ہیں پہلے ہماری مرہم پٹی ہو جانے دو پھر ہمیں یرغمال بنا لینا۔"

"نہیں' تم سب کی مرہم پٹی ہیڈ کوارٹر کے باہر کسی اسپتال یا کلینک میں ہوگی۔ کم آن' رابطہ کرو۔"

ایک افسر کراہتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گیا پھر ریسیور اٹھا کر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز سننے کے بعد بولا۔ "میں کرنل سولارز بول رہا ہوں۔ ہم یہاں چار افسران اور چار سپاہی زخمی ہیں۔ ہمیں فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

"سر! چار ڈاکٹر ہال کے قریب موجود ہیں۔ آپ دروازہ کھولیں۔"

"ہم خود دروازہ کھول نہیں سکتے۔ ہم قیدی ہیں۔ یہ لوگ ہمیں یرغمال بنا کر یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں ہیڈ کوارٹر سے باہر لے جا کر ہماری مرہم پٹی کرائیں گے۔ بارہ افراد کے لیے بڑی گاڑی بھیجو۔ دیر نہ کرو۔"

ایکسرے مین مارٹن نے برین کے پاس واپس آکر پوچھا۔ "تم ڈاکٹر کے پاس جا رہے تھے یہاں کیوں آگئے؟"

"سر! میں آیا نہیں ہوں۔ لایا گیا ہوں۔ بہتر ہے' مجھے گولی مار دیں۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والے میرے چور خیالات پڑھ کر نہ جانے کیسے کیسے راز معلوم کر رہے ہوں گے۔"

"یہ مجبوری ہے کہ ہم انہیں چور خیالات پڑھنے سے روک نہیں سکیں گے۔ الپا اور ٹیری یہاں زخمی کرنل اور میجر کے پاس ہیں۔ میں بھی ہوں۔ ہم سب کچھ نہ کچھ کریں گے۔"

ٹیری نے کرنل کے ذریعے کہا۔ "مسٹر عادل! عقل سے کام لو اور ہتھیار پھینک دو۔ تمہارا بہت بڑا ہیرو فرہاد مارا جا چکا ہے۔ ہمارے حکم کی تعمیل نہیں کرو گے تو تم چاروں بھی مارے جاؤ گے۔"

عادل نے کہا۔ "اگر تم سمجھتے ہو کہ ہم تم سے ہمدردی کی توقع رکھ کر ہتھیار پھینکیں گے تو تم گدھے ہو۔"

"گدھے تو تم ہو۔ اتنا نہیں سمجھ رہے ہو کہ بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔ ہم تمہیں سرحد پار کرنے نہیں دیں گے۔ یہاں جس علاقے میں رہو گے' وہاں ہم تم پر مسلط رہیں گے۔"

سارہ نے کہا۔ "تم بحث میں وقت ضائع کرکے اپنے زخمی افسران کی تکالیف بڑھا رہے ہو۔"

"ہم وقت ضائع نہیں کررہے ہیں۔ ہمارے اکابرین دوسری جگہ بیٹھے فیصلہ کررہے ہیں کہ تم لوگوں کو یہاں سے جانے کا موقع دیا جائے یا اپنے آٹھ افراد کی قربانی دے کر تم چاروں کو یہاں قید رکھا جائے۔"

"کب تک یہاں قید رکھو گے؟"

"کب تک اس بند ہال میں بھوکے پیاسے رہو گے؟"

"تم کیا سمجھتے ہو' ہماری طاقت صرف بند کمرے میں ہے؟ تھوڑی دیر بعد معلوم ہوگا کہ ہمارے نو خیال خوانی کرنے والے کس طرح ہیڈ کوارٹر میں سرنگ بنا رہے ہیں۔"

"اتنا سفید جھوٹ نہ بولو۔ تمہارے پاس نو خیال خوانی کرنے والے کہاں سے پیدا ہوگئے؟"

"میں یقین دلانے کے لیے ان نو افراد کے نام ظاہر نہیں کروں گی۔ ایک سر منڈوانے والے نے حجام سے پوچھا کہ میرے سر پر کتنے بال ہیں۔ حجام نے کہا' سر جھکائے بیٹھے رہو۔ ابھی اُسترا چلے گا تو سارے بال سامنے ہی گریں گے۔"

دشمنوں کو ہماری طاقت کا علم نہیں تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں میرے اور آمنہ کے علاوہ سلمان' سلطانہ' سونیا ثانی' جو جو اور باربرا تھیں۔ لیلیٰ کا انتقال ہوچکا تھا اور ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرمال میرے تابعدار تھے۔ اس طرح ہم تعداد میں نو ہوگئے تھے۔

سلمان تجسینو تنظیم کے سلسلے میں مصروف تھا۔ میں نے جیری اور تھرمال کو بلا کر انہیں برین آدم اور دوسرے زخمی افسران کے پاس پہنچا دیا۔ سلطانہ میٹرنٹی ہوم میں تھی۔ آمنہ کسی خاص موقع پر گوشۂ تنہائی سے نکلتی تھی۔ سونیا ثانی' جو جو اور باربرا اپنے اپنے موبائل فون کے ذریعے اسرائیلی فوج کے اعلیٰ افسران سے رابطے کررہی تھیں۔ ان کی آوازیں سن کر ان کے دماغوں میں جگہ بنا رہی تھیں پھر ان افسران کے ذریعے دوسرے اہم اور مطلوبہ افسران کے اندر پہنچ رہی تھیں۔

مطلوبہ افسران میں وہ لوگ شامل تھے' جو اسلحہ اور گولہ بارود کے گوداموں کے انچارج تھے اور فضائی افواج کے کمانڈر وغیرہ تھے۔ وہ تینوں اُدھر مصروف تھیں۔ اِدھر میں برین آدم کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا کہ وہ سات برادرز ہیں۔ ان میں الپا اور ٹیری آدم بھی شامل ہیں۔ وہ سب آدم برادرز کہلاتے ہیں اور یہی خفیہ تنظیم کی جڑیں ہیں۔ لیکن ان جڑوں کو مضبوطی سے اپنی گرفت میں رکھنے والی ایک زمین ہے۔ وہ ایکسرے مین مارٹن ہے۔ وہ ان کا گمنام اور پُراسرار سرغنہ ہے۔

برین کے خیالات نے بتایا کہ وہ اور بلیک آدم ایک بار اپنے سرغنہ سے مل چکے ہیں۔ یہ وہ وقت تھا' جب میں نے ان کے تہ خانے والے خفیہ ریکارڈ روم میں آگ لگا دی تھی گویا میں ایک بار ایکسرے مین کے قریب اس مکان تک گیا تھا اور ہیرو نے مکان کے اندر اس کی پٹائی کی تھی اور وہ جان بچا کر چور دروازے سے فرار ہوگیا تھا۔

ایکسرے مین اس لیے اب تک محفوظ تھا اور پُراسرار کہلاتا تھا کہ دوسرے آدم برادرز کو اس کے وجود کا علم نہیں تھا۔ اس نے سب کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا تھا۔ ایک بلیک آدم جو اس کی حقیقت جانتا تھا' وہ ہیرو کے ہاتھوں ہلاک ہوچکا تھا۔ اس کی حقیقت جاننے والا دوسرا شخص برین آدم تھا جو اب بری طرح زخمی تھا اور خفیہ تنظیم کے سلسلے میں میری معلومات کا ذریعہ بن گیا تھا۔

اس کے زخمی ہوتے ہی ایکسرے مین نے سب سے پہلے اپنی رہائش گاہ چھوڑ دی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والا برین کے دماغ سے سرغنہ کا پتا ٹھکانا معلوم ہوتے ہی اس پر حملہ کرنے آئے گا۔ پھر اس نے دوسرے آدم برادرز کو حکم دیا کہ وہ فوراً اپنی اپنی رہائش گاہ چھوڑ کر دور چلے جائیں۔ اور برین آدم کے کسی بھی حکم کی تعمیل نہ کریں۔ کیونکہ وہ زخمی ہوکر دشمن کا معمول و محکوم ہوچکا ہے۔

اپنی اور دوسرے آدم برادرز کی حفاظتی تدابیر پر عمل کرنے کے بعد وہ زخمی برین آدم کے پاس آیا اور بولا۔ "مسٹر برین! مجھے افسوس ہے کہ تم دشمنوں کے شکنجے میں آگئے ہو۔ تمہارے دماغ میں آنے والے نے ہماری خفیہ تنظیم کے بہت سے راز معلوم کرلیے ہوں گے۔ اس کے باوجود ہم سب محفوظ ہیں۔ صرف تمہاری فکر ہے۔"

"سر! میری فکر نہ کریں۔ میرے پاس کوئی ہتھیار ہوتا تو میں خودکشی کرلیتا۔ آپ سے التجا ہے کہ مجھے خیال خوانی کے ذریعے مار ڈالیں۔"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ دشمنوں کو جو معلوم کرنا تھا' وہ معلوم کرچکے ہیں۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں جان سکیں گے۔ میری تنظیم اور میرے تمام برادرز راز میں رہیں گے۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ تم دشمنوں کے شکنجے سے نکل آؤ۔"

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "لوٹرنی سن آف دی جیوز! تم نے میری شریکِ حیات کو ہلاک کرکے اپنے لیے قبر کھودی ہے۔ تم زیادہ دنوں تک روپوش نہیں رہ سکو گے۔ میں تل

ابیب کی شاہراہوں پر تمہیں ننگا کرکے دوڑاتا جاؤں گا اور زخم لگاتا جاؤں گا۔ ہر زخم کے ساتھ تم موت مانگو گے لیکن تمہیں زخمی کراہتی ہوئی زندگی ملتی رہے گی۔"

ایکسرے مین نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ میں تمہاری شریکِ حیات کو جانتا بھی نہیں ہوں۔"

"لیلیٰ! میری جان' میری زندگی' میری شریکِ حیات تھی اور میں تمہارا باپ فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ فرہاد میری آنکھوں کے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ اس بنگلے میں جاتے ہی دھماکے سے نابود ہوگیا تھا۔ تم کوئی اور ہو۔ فرہاد بن کر بول رہے ہو۔"

"بنگلے میں میری بیوی کے ساتھ داخل ہونے والا وہ بم ڈسپوزل کا ماہر تھا جو کیپسول کو ناکارہ بنانے آیا تھا۔ کیا تم نے میرا چہرہ دیکھا تھا؟ کیا تم جانتے ہو کہ میں کس بہروپ میں ہوں؟ تم نے اس ماہر کو محض اس لیے فرہاد سمجھ لیا کہ وہ ایک خاتون کے ساتھ آیا تھا۔ بہرحال وہ میری شریکِ حیات تھی۔ تمہارا نصف حملہ درست رہا اور نصف تمہارے گلے میں اٹک گیا ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولا۔ "اوہ نو۔ میں کبھی یقین نہیں کروں گا کہ فرہاد زندہ ہے۔ وہ مرچکا ہے۔ وہ مرچکا ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "سر! اس بات میں وزن ہے کہ آپ نے فرہاد کے موجودہ بہروپ کو نہیں دیکھا ہے۔ آپ نے ایک خاتون کے ساتھ آنے والے ماہر کو فرہاد سمجھ لیا ہے۔"

ایکسرے مین ان تین ماہرین کے دماغوں میں پہلے بھی جا چکا تھا۔ وہ تصدیق کے لیے پھر تینوں کے پاس گیا۔ ان میں سے دو کے اندر جگہ ملی۔ تیسرے کا دماغ ہی نہیں ملا۔ یہ تسلیم کرنا پڑا کہ وہی تیسرا لیلیٰ کے ساتھ ہلاک ہوگیا ہے۔

وہ برین آدم کے پاس آکر بولا۔ "ہاں' میں دھوکا کھا گیا۔ ان تینوں میں سے ایک ماہر نابود ہے۔ یہ ــــ یہ تمہارے اندر فرہاد بول رہا ہے۔ اوہ گاڈ! یہ ثابت ہونے کے بعد بھی یقین نہیں آرہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اب سے پہلے بھی تمہارے کئی باپ دادا میری موت کا جشن منا چکے ہیں' تم نے بھی تھوڑی دیر منا لیا۔ اب تیرا کیا بنے گا ایکسرے مین مارٹن رسل؟"

"مم ــــ میں ــــ میں تم سے کم تر اور خوفزدہ نہیں ہوں۔ تم آخری سانس تک میرے سائے کو بھی چھو نہیں سکو گے۔"

"تم اپنے بل میں رہ کر چند سانسیں لے لو۔ فی الحال میری انتقامی کارروائی دیکھو۔ اب سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد تمہارے ملک کا سب سے بڑا ایٹمی پلانٹ تباہ ہوجائے گا۔"

"یو شٹ اپ! کیا تم نے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنا بچوں کا کھیل سمجھ لیا ہے؟"

"ہاں' بچوں کے کھیل پر یاد آیا۔ گودام نمبر دو میں جہاں اسلحہ اور گولہ بارود رکھا ہوا ہے' وہاں کا ایک انچارج افسر اپنے ماتحت کے ساتھ ایک ڈائنامائٹ لیے بچوں کا کھیل کھیل رہا ہے۔ جاؤ اسے فوراً روکو ورنہ وہ کھیل بٹوں کا سنجیدہ گیم بن جائے گا۔"

ایکسرے مین نے فوراً ہی ٹیری آدم کے اندر پہنچ کر کہا۔ "فوراً گودام نمبر دو کے انچارج کے پاس چلو' وہ گودام تباہ ہونے والا ہے۔"

ٹیری نے اپنا سر پکڑ کر کہا "تم کون ہو؟ میرے دماغ میں کیسے بول رہے ہو؟"

ایکسرے مین کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کوئی آدم برادر اسے اپنے سرغنہ یا باس کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔ وہ چپ چاپ ان کے اندر آکر ان کی ہی سوچ کے ذریعے اپنے احکامات کی تعمیل کرایا کرتا تھا۔

ٹیری آدم نے سانس روک کر اپنے انجانے باس کو بھگا دیا۔ باس نے سوچا کہ اس بار چپ چاپ اس کے اندر جائے اور ہمیشہ کی طرح اس کی ہی سوچ میں بولے۔ لیکن کچھ بولنے سے پہلے ہی ایک قیامت خیز دھماکا ہوا۔ ہال کے در و دیوار لرز گئے۔ اس کے بعد دوسرے تیسرے دھماکے سنائی دیے۔ دو نمبر گودام کا اسلحہ تباہ ہورہا تھا۔ وہاں رکھے ہوئے بم پھٹ رہے تھے۔ ہیڈ کوارٹر میں بھگدڑ شروع ہوگئی تھی۔ ٹیلی فون کے تار ٹوٹ گئے تھے۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اعلیٰ حکام اور دوسرے فوجی افسران سے رابطے ہورہے تھے۔ میں نے ہیرو اور عادل سے کہا۔ "یہاں سے نکلو اور کسی گاڑی میں ہیڈ کوارٹر سے باہر جاؤ۔"

وہ چاروں دروازہ کھول کر باہر آگئے۔ کئی فوجی جوان گاڑیوں میں سوار ہوکر وہاں سے جارہے تھے۔ وہ چاروں بھی ایک فوجی ٹرک میں سوار ہوگئے۔ جیری اور تھرمال' میری آواز اور لہجہ اختیار کرکے سارہ اور ہیرو کے دماغوں میں آگئے۔ ٹرک میں بیٹھے ہوئے ایک افسر نے کہا۔ "یہ چاروں ہمارے قیدی ہیں۔ یہاں سے فرار ہونا چاہتے ہیں۔ ان سے ہتھیار چھین لو۔"

ان چاروں نے ان پر ہتھیار تان لیے۔ جیری نے سارہ کے ذریعے کہا۔ "تم چھ ہو' ہم چار ہیں۔ ہتھیار تمہارے پاس

بھی ہیں۔ ہم ایک دوسرے پر فائرنگ کرکے ہلاک ہوجائیں گے۔ اس ٹرک میں کوئی زندہ نہیں بچے گا۔"

تھرمال اس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر دو جوانوں سے بولا۔ "اس ٹرک سے باہر چھلانگ لگادو۔"

ایک نے حیرانی سے کہا۔ "سر! آپ ایسا حکم کیوں دے رہے ہیں۔"

وہ ڈانٹ کر بولا۔ "شٹ اپ۔ او بے مائی آرڈر۔"

وہ حکم کے بندے تھے۔ دونوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر تیز رفتار ٹرک سے باہر چھلانگ لگادی۔ افسر نے باقی جوانوں سے کہا۔ "دیکھا تم نے؟ ایسے سپاہیوں کو فرمانبردار کہا جاتا ہے۔ اب تم تینوں بھی باہر چھلانگ لگاؤ۔"

تینوں نے احکامات کی تعمیل کی اور تیز رفتار ٹرک سے باہر چھلانگ لگادی۔ آخر میں افسر نے کہا۔ "اگر میں بھی چلا جاؤں تو اس ٹرک پر سے وزن کچھ کم ہوجائے گا۔"

وہ بھی بڑی تابعداری سے ٹرک چھوڑ کر چلا گیا۔ گودام سے ابھرنے والے دھماکے ختم ہوگئے تھے۔ آگ دور تک پھیلتی جارہی تھی۔ فوجی جوان آگ کو قابو میں کرنے اور اسے بجھانے میں مصروف ہوگئے تھے۔

برین آدم زخمی بازو کو تھامے ہال سے نکل کر دوڑتا ہوا دور چلا آیا تھا۔ ایکسرے مین نے کہا۔ "ہمارے اعلیٰ حکام امریکا، فرانس اور بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کررہے ہیں۔ فرہاد پاگل ہوگیا ہے۔ اسے جلد ہی بین الاقوامی قوانین کی پابندیوں میں لایا جائے گا۔"

کسی ملک کے فوجی ہیڈکوارٹر میں ایسا قیامت خیز دھماکا ہونا کوئی بچکانہ بات نہ تھی۔ ابھی یہ بات دنیا کے تمام چھوٹے بڑے ممالک تک پہنچنے والی تھی کہ فرہاد علی تیمور نے ایک طویل عرصے بعد اپنی پرانی انتقامی روش اختیار کی ہے۔

حکومت اسرائیل اور امریکا کی طرف سے حکومت فرانس کو کہا گیا کہ فرہاد کو فوراً اسرائیل سے بلایا جائے۔ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا فرعون بن گیا ہے۔ اس نے تل ابیب ہیڈکوارٹر میں کروڑوں ڈالرز کا اسلحہ تباہ کیا ہے اور درجنوں فوجی جوانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ اس کے تیور بتا رہے ہیں کہ وہ آئندہ پورے ملک میں ایسی ہی تباہیاں لاتا رہے گا۔

فرانس کی ملٹری انٹیلیجنس کے اعلیٰ افسر نے جواباً کہا۔ "آپ کس فرہاد کی شکایت کررہے ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد یہاں پیرس میں ہے۔"

"یہ غلط ہے۔ وہ فرہاد تل ابیب میں ہے۔ وہاں دھماکوں پر دھماکے کررہا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "آپ امریکی اور اسرائیلی سفیروں کو یہاں بھیج دیں۔ وہ فرہاد صاحب سے یہاں میرے آفس میں ملاقات کرکے اپنی غلط فہمی دور کرلیں گے۔"

سپرماسٹر نے اسرائیلی حاکم سے کہا۔ "آپ لوگ فرہاد پر جھوٹا الزام کیوں لگا رہے ہیں۔ وہ تو پیرس میں ہے۔"

اعلیٰ حاکم نے برین آدم سے پوچھا۔ "یہ ماجرا کیا ہے؟ فرہاد تو پیرس میں ہے۔"

ایکسرے مین نے برین آدم کے ذریعے کہا۔ "وہاں فرہاد کی ڈی ہے۔ یہاں اصل فرہاد اپنی بیوی لیلیٰ کے ساتھ تھا۔ ہم نے لیلیٰ کو ہلاک کردیا ہے۔ وہ اس کا انتقام لے رہا ہے۔"

"تم نے اس کی بیوی کو کیوں مار ڈالا؟"

"اس لیے کہ اس نے بندر آدمی کے ذریعے ہمارے کیپسول بم کو حاصل کیا پھر اسے ناکارہ بنا دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ کیپسول بم کروڑوں ڈالر کی لاگت سے تیار ہوا تھا۔"

"لیکن کیا ثبوت ہے کہ وہ کیپسول حاصل کرنے اور اسے ناکام بنانے والا فرہاد ہے؟"

"ثبوت یہ ہے کہ اس کی بیوی لیلیٰ کی لاش کے ٹکڑے یہاں پڑے ہیں اور وہ چھپتا پھر رہا ہے۔ اگر وہ پیرس میں ہے تو اس کی بیوی کی لاش یہاں کیسے ہے؟"

"کیوں میاں کے بغیر بیوی دوسرے ملکوں میں نہیں جاتی؟ اور کیسے ثابت کروگے کہ وہ لاش فرہاد کی بیوی لیلیٰ کی ہے؟"

"جناب! وہ بہت بڑا شاطر ہے۔ ایسی چالیں چل رہا ہے کہ ہم اس کے خلاف کوئی ثبوت پیش نہیں کرسکیں گے۔"

"پھر اتنی اونچی سطح پر اس کے خلاف باتیں کرنے سے کیا حاصل ہوگا؟"

"ہم چاہتے ہیں کسی طرح اس کی انتقامی کارروائی رک جائے۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ ایک گھنٹے کے بعد ہمارا ایٹمی پلانٹ تباہ کردیا جائے گا اور اب ایک گھنٹا پورا ہونے والا ہے۔"

"مائی گاڈ! اسے کیسے روکا جائے۔ اس سے ہماری بات کراؤ۔ یا کسی طرح صبح تک کے لیے اسے انتقامی کارروائی سے باز رکھو۔"

ایکسرے مین نے سوچ کے ذریعے برین کے اندر پوچھا۔ "کیا فرہاد موجود ہے؟"

میں نے کہا "ہاں، میرا وجود ہے۔ تم نے نصف گھنٹے پہلے

کہا تھا کہ ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ میں نے تمہارے ہیڈکوارٹر کے ایک اہم حصے کو تباہ کردیا ہے۔ جبکہ یہاں ہزاروں مسلح سپاہی موجود ہیں۔ ایٹمی پلانٹ کے اطراف تو صرف دو درجن گارڈز ہوتے ہیں۔"

"ہم مانتے ہیں کہ تمہارے لیے ہر خطرناک کھیل بچوں کا کھیل ہوتا ہے۔ مگر فار گاڈ سیک اور انتقام نہ لو۔ یہ بھیانک تباہی بہت زیادہ ہے، ہم اور نقصان برداشت نہیں کریں گے۔"

"مجھ سے بھی اپنی لیلیٰ کی دائمی جدائی برداشت نہیں ہورہی ہے۔"

"دیکھو، ہم دونوں کا حساب برابر ہوگیا ہے۔ اب یہ دشمنی ختم کردو۔"

"دشمنی تو صرف ایک ہی شرط پر ختم ہوگی اور شرط یہ ہے کہ لیلیٰ کا قاتل خود کو میرے سامنے پیش کردے۔"

"میں کیا پاگل کا بچہ ہوں کہ تمہارے سامنے آؤں گا۔ کوئی دوسری شرط رکھو۔"

"دوسری یہ ہے کہ میری لیلیٰ مجھے واپس کرو۔"

"یہ بچکانہ باتیں ہیں۔ تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ ہم پر بڑے سے بڑا جرمانہ کرکے ہماری خطا معاف کردو۔"

"تمہاری سزا یہی ہے کہ جب تک تم خود کو پیش نہیں کرو گے۔ تمہارے ملک کو گاہے گاہے نقصان پہنچتا رہے گا۔"

"پلیز! ایسا ظلم نہ کرو۔ بڑے سے بڑے جرم کی سزا بھی ایک حد میں رہ کر دی جاتی ہے۔"

"لیلیٰ کے قاتل کی سزا لامحدود ہے۔ میں نے کہا تھا، ایک گھنٹے بعد ایٹمی پلانٹ کو تباہ کیا جائے گا۔ اب میں تمہیں اور تمہارے اکابرین کو سوچنے کی تھوڑی مہلت دیتا ہوں۔ لیلیٰ کو قبر میں اتارنے سے پہلے تم سامنے آجاؤ گے تو پھر تمہارے ملک کی خیر ہے۔ ورنہ اُدھر وہ لمحہ میں سُلگائی جائے گی، اِدھر ایٹمی پلانٹ تباہ ہوتا رہے گا۔"

ہیڈکوارٹر کے اسی ہال میں اعلیٰ حکام، بحری، بری اور فضائی افواج کے اعلیٰ افسران جمع ہونے لگے۔ یہ بحث شروع ہوگئی کہ اتنی بڑی مصیبت اور تباہی کی ابتدا کیسے ہوئی؟

برین آدم نے تفصیلی حالات بتائے "ایک بندر آدمی سے اس کی ابتدا ہوئی۔ پہلے شبہ ہوا کہ بندر آدمی ہیرو نے ہمارے اہم خفیہ ریکارڈ روم کو آگ لگائی ہے۔ ہم نے اسے گرفتار کرنا چاہا تو سارہ نامی دوشیزہ نے اسے پناہ دی۔ ہیرو سارہ کے ساتھ فرار ہوکر ایٹمی پلانٹ کی لیبارٹری میں پہنچ گیا۔ وہاں سے اس نے کیپسول بم کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

"ہیرو کے ہاتھ میں ایسی طاقت آگئی تھی کہ ہم اسے گرفتار نہیں کرسکتے تھے۔ اسی دوران پتا چلا کہ سارہ اور ہیرو کی پشت پر فرہاد علی تیمور ہے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے ٹیری آدم نے یہ بھی معلوم کرلیا کہ فرہاد اپنی بیوی لیلیٰ کے ساتھ اسٹیفن اسٹریٹ کے ایک بنگلے میں ہے۔

یہ توقع تھی کہ اس بنگلے سے فرہاد کو گرفتار کرلیا جائے گا لیکن اس کی رہائش گاہ کا محاصرہ کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ اور اس کی بیوی وہاں موجود نہیں ہیں۔ ان کی عدم موجودگی میں وہاں کی تلاشی لی گئی تو ہمارے ریکارڈ روم سے چرائی جانے والی تمام فائلیں، دستاویزات اور ویڈیو فلمیں وہاں سے برآمد ہوئیں۔

ہم نے سوچا، فرہاد کبھی گرفت میں نہیں آتا ہے لہٰذا اس کے لیے موت کا جال بچھا دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے اس کے بنگلے میں ایک ڈائنامائٹ رکھ دیا گیا اور اس کے تار کو ایک سوئچ سے منسلک کردیا گیا۔ فرہاد قسمت کا دھنی ہے۔ وہ بنگلے میں نہیں آیا۔ لیلیٰ اس ماہر کے ساتھ آئی جس نے کیپسول بم کو ناکارہ بنایا تھا۔ اس بنگلے میں ماہر کے ساتھ اس کے جسم کے چیتھڑے اُڑ گئے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ فرہاد بچ نکلے گا۔ اس کی یہ نئی زندگی ہمارے لیے وبالِ جان بن گئی ہے۔

"اب وہ کہتا ہے کہ اس نے ہیڈکوارٹر میں اپنے انتقام کا نمونہ دکھایا ہے۔ اگر اس کی بیوی لیلیٰ کی لاش کو قبر میں اتارنے تک اس کا قاتل سامنے نہیں آئے گا تو ایٹمی پلانٹ کو تباہ کردیا جائے گا۔"

بحری فوج کے کمانڈر نے پوچھا۔ "لیلیٰ کا قاتل کون ہے؟"

"ہمارے ملک کا بہت اہم شخص ہے۔ یہودی خفیہ تنظیم کا روحِ رواں ہے۔ اسے فرہاد کے سامنے پیش نہیں کیا جاسکتا۔"

فضائی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اس روحِ رواں کا کوئی نام تو ہوگا۔"

برین آدم نے کہا۔ "کوئی نام نہیں ہے۔ ہم اسے ایکسرے مین کہتے ہیں۔ وہ روپوش رہ کر ایکسرے مشین کی طرح ہمارے اندر کی تمام باتیں معلوم کرلیتا ہے۔ وہ ہمارے ملک اور ہماری قوم کے لیے بہت اہم ہے۔"

ایک حاکم نے پوچھا۔ "کیا اتنا اہم ہے کہ اس کی خاطر ملک میں آنے والی تباہیوں کو قبول کیا جاسکتا ہے؟"

"اس اہم شخص ایکسرے مین کو فرہاد کے انتقام سے بچانے کے لیے کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

ایک حاکم نے پوچھا۔ "ایٹمی پلانٹ کو کس طرح بچایا جاسکتا ہے؟"

"حفاظتی تدابیر پر عمل کیا جارہا ہے۔ وہاں پچاس عدد مسلح جوانوں کی ڈیوٹی ہے۔ سب کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ گونگے بنے رہیں۔ اس طرح کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا ان کے ذریعے لیبارٹری وغیرہ کے اندر بم نہیں رکھوا سکے گا۔ مصروف رہنے والے سائنس دانوں کو اس عمارت سے دور بھیج دیا گیا ہے۔"

"لیلیٰ کو کہاں اور کس وقت سپردِ خاک کیا جائے گا؟"

"فرہاد کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ میّت کو قبرستان پہنچایا جارہا ہے۔ لیلیٰ کو فرہاد کی یہودی محبوبہ شیبا کے قریب دفن کیا جائے گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک گھنٹے کے اندر سپردِ خاک کی جائے گی۔ فرہاد جو کہتا ہے کر گزرتا ہے۔ حفاظتی تدابیر کے باوجود غور کرو کہ وہ اس پلانٹ کو کس چالبازی سے تباہ کرے گا؟"

"اس کے پاس کوئی فوج یا طیارہ نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی طیارے سے بمباری کرائے گا۔ کیا اس کے پاس راکٹ لانچر ہوگا؟"

"ایٹمی پلانٹ کے چاروں طرف فوج میلوں دور تک گشت کررہی ہے۔ دو ہیلی کاپٹر وقفے وقفے سے پرواز کررہے ہیں۔" ایک افسر نے مطمئن ہوکر کہا۔ "پھر تو یقین ہے کہ فرہاد اپنے چیلنج میں ناکام رہے گا۔"

ایک نے پوچھا۔ "وہ بندر اور اس کے ساتھی کہاں ہیں؟ کیا ہم انہیں یرغمال نہیں بنا سکتے؟"

"ان کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔ وہ ہمارے فوجیوں کو گاڑیوں سے باہر پھینک کر قبرستان گئے ہیں۔"

ایک اور نے کہا۔ "مسلمانوں میں یہ دستور ہے کہ وہ تدفین کے بعد اپنے عزیزوں کی قبر پر مٹی ضرور ڈالتے ہیں۔ کیا فرہاد اپنی بیوی کی آخری رسومات کے وقت مٹی ڈالنے نہیں آئے گا۔"

"آسکتا ہے۔ ہمارے سراغ رساں قبرستان میں موجود ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ وہ ہماری گرفت میں آجائے۔"

میں نے ایک مسلح فوجی جوان پر قبضہ جمایا۔ وہ اپنے ہتھیار پھینک کر شان سے چلتا ہوا ہال میں داخل ہوا۔ پھر بولا۔ "ہیلو ایوری باڈی! فرہاد علی تیمور تمہارے سامنے ہے۔"

وہ سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "یہ کیا مذاق ہے؟ تم تو ہمارے سپاہی ہو۔"

میں نے کہا۔ "میں ہتھیار پھینک کر آیا ہوں۔ سپاہی کیسے ہوسکتا ہوں۔ میری سب سے پہلی پہچان یہ ہے کہ میں اپنے پاس کبھی کوئی ہتھیار نہیں رکھتا۔ میرا کوئی مخصوص چہرہ اور مخصوص آواز نہیں ہے۔"

میں نے اپنے آلۂ کار سپاہی کو ایک کرسی پر بٹھا کر کہا۔ "اب میں اپنا نام اپنی زبان پر نہیں لاؤں گا۔ کیونکہ اس سامنے بیٹھے ہوئے افسر نے ریکارڈنگ کا بٹن آن کردیا ہے۔ پتا نہیں تم لوگ میری آواز ریکارڈ کرکے مجھے کیا ثابت کرنا چاہتے ہو۔"

اس افسر نے کہا۔ "مسٹر! ابھی تم نے زبان سے اعتراف کیا تھا کہ تم فرہاد علی تیمور ہو۔"

میں نے کہا۔ "توبہ کرو۔ کہاں فرہاد اور کہاں میں' کہاں ہیرا' کہاں پتھر؟ کیوں خواہ مخواہ مجھے فرہاد بنا رہے ہو۔"

"کیا ابھی تمہاری شریکِ حیات لیلیٰ کی تدفین ایک قبرستان میں نہیں ہورہی ہے؟"

"پھر تو مجھے اپنی بیوی کے پاس آخری رسومات کے لیے رہنا چاہیے۔ جبکہ میں آپ حضرات کے سامنے ہوں۔"

"تم خیال خوانی کے ذریعے یہاں ہو اور جسمانی طور پر قبرستان میں۔"

"پھر تو تمہارے سراغ رسانوں کے لیے بڑی آسانی ہے۔ اس وقت قبرستان میں جو شخص گم صم کھڑا ہوگا یا بیٹھا ہوگا وہی خیال خوانی کے ذریعے آپ کے درمیان ہوگا۔ آپ رابطہ کریں۔ فوراً اسے گرفتار کرائیں۔"

پھر میں نے برین آدم کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو اس ریکارڈر کو بند کراؤ اور اسے اپنی تحویل میں رکھو تاکہ آئندہ میری کوئی بات ریکارڈ نہ کی جائے۔"

برین آدم اپنی جگہ سے اٹھ کر اس افسر کے پاس آیا اور ریکارڈر کو آف کیا پھر اسے اپنے قبضے میں لے کر کہا۔ "فرہاد اس ریکارڈنگ سے ناراض ہے۔ اگر یہ جاری رہی تو پھر کسی نئی مصیبت کو دعوت دینے والی حماقت ہوگی۔"

وہ اپنی جگہ واپس آکر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔ "میّت کو قبر کے کنارے لاکر رکھ دیا گیا ہے۔ اب یا تو قاتل سامنے آجائے

یا پھر پلانٹ کی تباہی کی رپورٹ سننے کے لیے تم سب تیار رہو۔ میں اس قاتل کو صرف ایک منٹ کا وقت دے رہا ہوں۔"

ہال میں گہری خاموشی چھا گئی۔ سب ہی اپنی اپنی گھڑی دیکھنے لگے۔ آدھے منٹ کے بعد ہی ہال کے دوسرے دروازے سے ایک جوان داخل ہوا۔ اس نے میرے آلۂ کار سپاہی کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔ "ہیلو فرہاد! میں حاضر ہوں۔ میں ہوں تمہاری بیوی لیلیٰ کا قاتل۔۔۔۔"

میں نے سپاہی کی زبان سے پوچھا۔ "تم مجھے فرہاد کیوں کہہ رہے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' تم سب مجھے فرہاد علی تیمور کیوں ثابت کرنا چاہتے ہو؟"

آنے والے نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! ہم دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے کھل جانا ہے۔ میں آج تک روپوش رہا لیکن آج میں بھی خود کو ظاہر کررہا ہوں۔ تم بھی ظاہر ہوجاؤ۔"

میں نے کہا۔ "تم کہہ رہے ہو تو مجھے اپنا نام بتانا ہی ہوگا۔ میرا نام مارٹن رسل ہے۔"

وہ ایک دم چونک کر بولا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ بکواس ہے۔ مارٹن رسل میرا نام ہے۔"

میں نے کہا۔ "مسٹر برین! تم تھوڑی دیر پہلے کہہ چکے ہو کہ یہودی خفیہ تنظیم کے روحِ رواں کا نام ایکسرے مین ہے۔"

یہ کہتے ہی میں نے برین کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی زبان سے کہا۔ "جی ہاں' تنظیم کے روحِ رواں کا نام مارٹن رسل نہیں' ایکسرے مین ہے۔"

ایکسرے مین مارٹن نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "مسٹر برین! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

میں نے کہا "ابھی برین نے نہیں میں نے کہا تھا۔ زیادہ چالاک نہ بنو۔ تمہاری جیب میں منی ریکارڈر آن ہے۔ جب تک اسے بند نہیں کرو گے' میں تمہیں الجھاتا رہوں گا۔ تمہارا باپ بھی مجھے فرہاد ثابت نہیں کرسکے گا۔"

میں سپاہی کے اندر واپس آگیا۔ دور کھڑا ہوا ایکسرے مین جیب سے ننھا سا ریکارڈر نکال کر اسے آف کررہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "فرہاد! میں تمہارے سامنے۔۔۔۔"

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "اگر مجھے مارٹن رسل کے نام سے مخاطب کرو گے تو بات ہوگی۔ ورنہ واپس جاؤ۔"

وہ بولا۔ "اوکے مسٹر مارٹن! میں اسی نام سے مخاطب کروں گا۔ لیکن تم مجھے واپس جانے کو کیوں کہہ رہے ہو۔ میں تمہاری بیوی کا قاتل ہوں۔ تمہارے سامنے ہوں۔ مجھے گولی مار دو۔"

"ایکسرے مین! پہلی بات تو یہ کہ میری کوئی بیوی نہیں ہے۔ تم نے جسے قتل کیا' وہ میرے ایک دوست کی شریکِ حیات تھی۔ اس کا شوہر وہاں قبرستان میں موجود ہے۔"

سب ہی اس بات پر چونک گئے۔ سب ہی نے یہ سوچا کہ فرہاد اپنی بیوی کی آخری رسومات کے وقت قبرستان میں ہے اور اس سپاہی کے اندر فرہاد کا دوسرا خیال خوانی کرنے والا بول رہا ہے۔

وہ ان معاملات میں بری طرح الجھ رہے تھے۔ ایکسرے مین نے کہا۔ "مسٹر مارٹن! تم پیچیدگیاں پیدا کرتے جارہے ہو۔ یہ بتاؤ۔ مجھ قاتل کو کیوں بلایا ہے؟"

"میں نے خیال خوانی کے ذریعے نہیں' جسمانی طور پر طلب کیا ہے؟"

"میں جسمانی طور پر حاضر ہوں۔ تمہاری طرح میرا بھی کوئی مخصوص چہرہ اور مخصوص آواز نہیں ہے۔ تم میرے دماغ میں آکر میرے چور خیالات پڑھ سکتے ہو۔"

"ایکسرے مین! ابھی بچے ہو۔ تمہیں پتا ہی نہیں ہے کہ میں ابھی کیا کرتا رہا ہوں۔"

"کیا کرتے رہے ہو؟ کیا مجھ پر نفسیاتی داؤ پیچ آزما رہے ہو؟"

"وہ تو آزما چکا ہوں۔ جب میں بولتا ہوں تو اس سپاہی کے اندر رہتا ہوں۔ جب تم بولتے ہو تو میں تمہاری اس ڈی کے اندر پہنچ جاتا ہوں۔ تم نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ تم اس کے اندر رہتے ہو اس لیے یہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔"

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ "ابھی میں نے برین آدم کو اپنی حمایت میں بولنے پر مجبور کیا۔ اس نے جیسے ہی کہا کہ تمہارا نام مارٹن رسل نہیں ہے تو تم نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ یہاں تمہاری ڈی کا دماغ خالی ہوا تو میں نے اس کے اندر جانے کی کوشش کی۔ لیکن اس نے سانس روک لی۔ اگر تم اصل ایکسرے مین ہوتے تو اپنی باتوں کے دوران مجھے اپنے اندر محسوس کرلیتے۔"

وہ ذرا چپ رہا پھر بولا۔ "تم زبردست چالباز ہو۔ مجھے برین کی طرف دوڑا کر الو بنا دیا۔"

میں نے سونیا ثانی کو مخاطب کیا۔ "بیٹی! اپنا کام شروع کرو۔"

ہم تمام خیال خوانی کرنے والوں نے فوج کے اہم افراد

کے دماغوں میں جگہ بنالی تھی۔ ثانی خیال خوانی کی پرواز کرکے فضائیہ کے ایک پائلٹ کے اندر پہنچی۔ اس نے پہلے ہی اس پائلٹ کو پرواز کے لیے تیار کررکھا تھا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جماتے ہی وہ تیزی سے چلتا ہوا ان طیاروں کے پاس آیا جو قطاروں میں کھڑے تھے۔ وہ ایک طیارے میں سوار ہوگیا۔ تمام طیارے ہمیشہ پرواز کرنے کی پوزیشن میں رکھے جاتے تھے۔ اس نے انجن اسٹارٹ کیا۔ اسے آرڈر میں لایا پھر کسی سگنل کے بغیر اسے آگے بڑھادیا۔

جب وہ رن وے پر دوڑنے لگا تو ملٹری کنٹرول ٹاور سے کالنگ ہونے لگی۔ "ہیلو ہیلو تم کون ہو؟ یور آئیڈین ٹیٹی پلیز۔۔۔"

ثانی نے پائلٹ کے ذریعے آواز بند کی۔ طیارہ فضا میں بلند ہوکر پرواز کرنے لگا۔ ٹیلی فون اور ٹرانسمیٹرز کے ذریعے متعلقہ افسران کو اطلاع دی جانے لگی کہ فضائیہ کا ایک طیارہ اجازت کے بغیر پرواز کررہا ہے۔

اس طیارے کو روکنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ دوسرے طیارے اس کے تعاقب میں جائیں اور اسے گھیر کر واپس لائیں لیکن اتنا وقت نہیں تھا۔ وہاں سے ایٹمی پلانٹ تک صرف دس منٹ کی پرواز تھی۔

پلانٹ کی عمارت کے اطراف پہرا دینے والے پچاس مسلح سپاہیوں نے اوپر پرواز کرنے والے دو ہیلی کاپٹروں کے سواروں نے ایک طیارے کو آتے دیکھا۔ چونکہ وہ اپنی ہی فضائیہ کا تھا اس لیے پہلے تو سب نے نظرانداز کیا پھر وہ بوکھلا گئے۔ طیارہ بہت بلندی سے تیر کی طرح آیا پھر عمارت کی چھت کو توڑتا ہوا اندر گھس گیا۔

ایک دل ہلا دینے والا دھماکا ہوا۔ پھر کئی دھماکوں کے ساتھ عمارت کی اینٹیں فضا میں اڑنے لگیں۔ آگ کے لپکتے ہوئے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ ثانی نے میرے پاس آکر کہا۔ "پاپا! آئی ہیوڈن بٹ فار ٹیٹ۔۔۔"

سپاہی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "ویل ایوری باڈی! مرحومہ کو سپردِ خاک کردیا گیا ہے اور ایٹمی پلانٹ کو خاک میں ملادیا گیا ہے۔ اب سوچو کہ اپنی عزیز ترین چیز کو خاک میں ملاتے وقت کتنی تکلیف ہوتی ہے؟"

میں سپاہی کو چھوڑ کر چلا آیا۔

☆☆☆

چالبازیوں میں باپ سیر تو بیٹا سوا سیر تھا۔ شی تارا پہلے تو اس کی چال سمجھ نہیں پائی۔ اس کی باتوں میں آکر مدراس چلی گئی۔ بعد میں پتا چلا کہ پارس دہلی جاکر اسی کی کوٹھی میں موجود بھارت کے سیاسی مفادات کے خلاف حرکتیں کررہا ہے اور اس کی کوٹھی سے عکس منتقل کرنے والا ڈراما پیش کررہا ہے۔

پارس نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ وہ اس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا نہیں کرے گی۔ لیکن وہ خلافِ وعدہ دشواریاں پیدا کرنے لگی۔ یہودی سفیر کو اس کے حملے سے بچانے کے لیے پیش پیش رہی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کہ پارس کی جوابی کارروائی اسے بڑی مہنگی پڑے گی۔

پارس نے یہودی سفیر اور بھارتی انٹیلیجنس کے چیف کے سامنے کہہ دیا کہ شی تارا اس کی محبوبہ ہے اور وہ اپنی محبوبہ کی کوٹھی میں رہتا ہے۔ ایسے میں شی تارا پر سے چیف کا بھروسا اٹھ گیا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ وہ ہندو ہوکر مسلمان سے عشق کرتی ہے۔ ایک طرف قانون کا ساتھ دیتی ہے اور دوسری طرف بھارت کے ایک دشمن کو اپنی کوٹھی میں چھپا کر رکھتی ہے۔

شی تارا نے یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ دیس بھگت ہے لیکن چیف نے اس پر بھروسا نہیں کیا۔ پارس نے ایسی چال چلی تھی کہ وہ چاروں شانے چت ہوگئی تھی۔

پھر دائی ماں نے سمجھایا کہ وہ کھل کر پارس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا نہ کرے۔ اس سے دوستی اور محبت رکھے لیکن اسے دیس کے خلاف چالیں چلنے سے روکتی رہے اور روک ٹوک کے لیے اپنے تابعدار ایوان راسکا کو استعمال کرے۔

تب وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ایوان راسکا کے پاس پہنچی۔ وہ بے چارہ برسوں سے ایک روسی محل میں قید تھا۔ وہ بڑے عیش و آرام کی زندگی گزارتا تھا لیکن محل سے باہر تفریح کے لیے کھلی فضا میں نہیں جاسکتا تھا۔

شی تارا اس کے دماغ میں آئی تو وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکا کیونکہ اس کا تابعدار تھا۔ پہلے وہ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھتی رہی۔ وہ بہت اداس تھا۔ مایوس تھا کہ کبھی محل کی چاردیواری سے باہر نہیں جاسکے گا۔

اگر وہ باہر کی دنیا نہ دیکھتا تو وہیں کنوئیں کا مینڈک بن کر زندگی گزار دیتا۔ لیکن وہ ٹی وی اسکرین پر دنیا کی سیر کرتا تھا۔ ایشیا، یورپ اور امریکا کے شہروں اور لوگوں کو دیکھ کر حسرت سے سوچتا تھا۔ کاش! مجھے ٹیلی پیتھی کا علم نہ آتا۔ میں ایک عام سا آدمی ہوتا تو مجھے کوئی یوں قید نہ کرتا اور میں آزاد پرندے کی طرح نگر نگر گھومتا پھرتا۔

اسکرین پر اسے ہر ملک کی عورتیں نظر آتی تھیں۔ وہ انہیں بڑی دلچسپی سے دیکھتا تھا۔ اگرچہ حسن و شباب کا بھوکا

نہیں تھا۔ وہ جب بھی عورت کی تمنا کرتا تھا، اس کے پاس کوئی حسینہ پہنچا دی جاتی تھی۔ اس قدر عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے باوجود وہ مطمئن نہیں تھا۔ اسے قیدی ہونے کا احساس ستاتا رہتا تھا۔

قید میں رہنے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ اس نے اتنے برسوں میں انگریزی، فرانسیسی، روسی، چینی، عربی، اردو اور جاپانی زبانیں سیکھ لیں۔ ان ممالک کے ٹی وی پروگرام دیکھ کر وہاں کی تمام باتیں سمجھ لیا کرتا تھا۔ اس روز اس نے ایک پاکستانی دستاویزی فلم دیکھی تھی۔ اس فلم میں ایک حسینہ نظر آئی۔ اسے دیکھتے ہی دل کا عجب حال ہوگیا۔ اس میں کیا بات تھی، یہ سمجھ نہ سکا۔ مگر دل اس کی طرف کھنچتا چلا گیا۔

اس نے بڑی توجہ سے اسے دیکھا۔ اس کی دو چار باتیں سنیں پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔ اسے ایسی خوشی ہوئی جیسے بہ نفسِ نفیس محبوبہ کے روبرو پہنچ گیا ہو۔ اس نے فوراً ہی وی سی آر کو ٹی وی سے منسلک کیا اور اس پروگرام کو ریکارڈ کرنے لگا۔

وہ ایک گھنٹے کی دستاویزی فلم میں پندرہ منٹ تک نظر آئی۔ ایوان راسکا کی ویڈیو میں دس منٹ دیکھی جاسکتی تھی۔ اس کا اتنا ہی جلوہ کافی تھا۔ باقی تو وہ خود اس کے اندر حاضر رہنے لگا تھا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا نام فرحانہ ہے۔ وہ لاہور کے ایک علاقے بھگوان پورہ میں رہتی ہے۔ اس نے دسویں جماعت پاس کی ہے۔ آگے پڑھنا چاہتی ہے مگر کچھ مجبوریاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے والدین اس کے حسن و شباب کو دیکھ کر پریشان ہوتے تھے۔ تنہا باہر نہیں جانے دیتے تھے۔ بھائی نمبری بدمعاش تھا۔ اس کے خوف سے کوئی بہن کو محلے میں تو نہیں چھیڑتا تھا لیکن کالج میں پڑھنے کے لیے محلے سے باہر جانا ضروری تھا اس لیے گھر والے آگے پڑھنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔

بوڑھے باپ کی محدود کمائی سے گھر کا چولہا جلتا تھا۔ بھائی شیرو دادا گیری سے جو حاصل کرتا تھا، وہ شراب اور جوئے میں ہار جاتا تھا۔

ایوان راسکا نے سوچا۔ بس اتنے سے مسائل ہیں؟ اس کے لیے حسین دوشیزہ پریشان ہے؟ پچھلے دنوں باپ بیمار تھا۔ اچھی خاصی رقم کی سخت ضرورت تھی تو اس نے اس دستاویزی فلم میں سیدھا سادہ رول ادا کیا تھا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے کام آئے گا۔ اس سے باتیں کرے گا تو محل کی بند چاردیواری میں وقت اچھا گزر جایا کرے گا۔ لیکن وہ اپنی سوچ پر عمل نہ کرسکا۔ ایسے وقت شی تارا نے مخاطب کیا۔ "ہیلو راسکا! کیسے ہو؟"

وہ خیالات سے چونک کر بولا۔ "اوہ تم؟ مادام تم ہو؟"

"ہاں، تم کسی فرحانہ نامی لڑکی کے خیالوں میں گم ہو۔ کیا عشق ہوگیا ہے؟ کیا اس کی طلب ہے؟"

"نہیں مادام! ہوس ہو تو طلب ہوتی ہے۔ یہ پہلی لڑکی ہے جسے دیکھ کر نیت میلی نہیں ہوئی۔ اسے حاصل کرلینے کا ارادہ نہیں ہوا۔ بس ایک عجیب سی کشش ہے اس میں۔ جی چاہتا ہے، اسے دیکھتے رہو اور باتیں کرنے کے بہانے اس کی رس بھری آواز سنتے رہو۔"

"اچھا اب عشق و محبت کے چکر سے نکل آؤ۔ تم سے ایک ضروری کام لینا چاہتی ہوں۔"

"میں حاضر ہوں۔ کاش میں آزاد ہوتا اور تمہارے روبرو حاضر ہوجاتا۔"

"وہ دن جلد آئے گا۔ میں تمہیں یہاں سے رہائی دلاؤں گی۔ فی الحال میں چاہتی ہوں، تم ایک شخص کی نگرانی کرو۔ اس کے متعلق جو ہدایات دوں، اس پر عمل کرتے رہو۔"

"وہ شخص کون ہے؟ دشمن یا دوست؟ کیونکہ عورتیں اپنے دوست یا شوہر کی نگرانی ضرور کرتی ہیں یا کراتی ہیں۔"

"کافی سمجھدار ہو۔ وہ میرا دوست بھی ہے اور دشمن بھی۔ صرف دشمن اس لیے نہیں کہہ سکتی کہ وہ میرا محبوب بھی ہے۔"

"عجیب محبت ہے تمہاری۔ عجیب محبوب ہے تمہارا۔ اس کا نام کیا ہے؟"

"اس نے مجھے چھو کر سونا بنادیا ہے۔ اس کا نام پارس ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔"

"خدا رحم کرے۔ کہاں پھنس گئی ہو مادام! سنا ہے اس خاندان کے لوگ پکڑ لیتے ہیں تو پھر جکڑ لیتے ہیں اور جکڑنے کا مطلب ہے کبھی نہ چھوڑنا۔"

"میں یہی چاہتی ہوں کہ وہ مجھے کبھی نہ چھوڑے۔ پر المیہ یہ ہے کہ تم پارس پر نظر کیسے رکھو گے۔ وہ اپنے دماغ میں آنے نہیں دے گا۔ کیا تم باتیں بنا کر اس سے دوستی کرسکتے ہو؟"

"تم کہتی ہو تو کوشش کروں گا۔ میرے پاس فرہاد کے تمام فیملی ممبرز کی تصویریں اور ویڈیو فلمیں ہیں۔"

"تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچ سکو تو بہتر ہے کیونکہ وہ آواز اور لہجہ بدلتا رہتا ہے۔"

"یہ بتاؤ مادام کہ مجھے کرنا کیا ہے؟"

"وہ میرے بھارت دیس کے خلاف سرگرمی دکھا رہا ہے۔ میں چاہتی ہوں' اسے کامیابی نہ ہو۔ اس کی راہوں میں رکاوٹیں پیدا ہوتی رہیں لیکن اسے نقصان نہ پہنچے۔"

"واہ' کیا عشق ہے مادام! ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ دشمنی سے نہیں محبت سے رکاوٹیں پیدا کررہی ہیں تو پھر آپ خود ہی کیوں نہیں کررہی ہیں؟"

"وہ میری دیس بھگتی نہیں سمجھے گا۔ ناراض ہوجائے گا۔ تم اسے کسی طرح بھارت سے جانے پر مجبور کردو۔"

"اچھی بات ہے' یہی کروں گا۔"

"یہاں بہت رات ہوگئی ہے۔ میں سونے جارہی ہوں۔ کل صبح مجھے کوئی اچھی خبر سناؤ۔"

وہ چلی گئی۔ ایوان راسکا اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک الماری کے پاس آیا۔ اسے کھول کر ایک البم نکالی۔ اس البم پر فہاد لکھا ہوا تھا۔ اس میں میری فیملی کے تمام افراد کی تصویریں تھیں۔ وہ ایک صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ اس کا دل فرحانہ کی طرف لگا تھا۔ اس کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن شی تارا کا معمول اور تابعدار تھا' پہلے فرض ادا کرنے پر مجبور تھا۔

وہ البم کھول کر پارس کی تصویر دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ یوں جھانکتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا تھا لیکن یہ ایوان راسکا کی خوش نصیبی تھی کہ اس نے محسوس نہیں کیا۔

یہ ایک اتفاق تھا کہ راسکا ایسے وقت پارس کے اندر پہنچا تھا' جب ناگ نے اسے ڈس لیا تھا اور وہ زہریلے نشے کے باعث مدہوش ہو رہا تھا۔ ایوان راسکا اس کے اندر پہنچ کر وقتی طور پر بھول گیا کہ کیوں آیا ہے۔ وہ جوگی اور آفرین کی باتیں سن کر حیران ہو رہا تھا کہ ناگ کے ڈسنے کے بعد بھی وہ زندہ ہے۔ راسکا نے اس کے ریکارڈ میں یہ نہیں پڑھا تھا کہ وہ زہریلا ہے۔ شاید وہ ریکارڈ اس وقت کا ہو' جب پارس کے زہریلے ہونے کا چرچا نہیں ہوا تھا۔

راسکا اس کی اندرونی کیفیت کو سمجھ رہا تھا۔ زہر اسے مار نہیں رہا تھا' اسے انتہائی نشہ پہنچا رہا تھا۔ جس طرح خالص شراب حلق سے اترتے وقت آگ کی طرح جلاتی رہتی ہے' اسی طرح وہ زہر پارس کی رگوں میں پگھلی ہوئی آگ بن کر دوڑ رہا تھا۔ وہ آفرین سے لپٹ کر لڑکھڑاتا ہوا کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا تھا۔ راسکا اس کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔

یہ بھی حیرانی کا مقام تھا کہ پارس کے دماغ کے تہ خانے سے چور خیالات نہیں ابھر رہے تھے۔ کوئی راز کی بات نہیں معلوم ہو رہی تھی۔ شی تارا نے بتایا تھا کہ وہ بھارت کے خلاف سرگرم رہنے کے لیے آیا ہے لیکن اس کا دماغ یہ نہیں بتا رہا تھا کہ وہ کیا کچھ کرنے آیا ہے' ان لمحات میں وہ جو کچھ سوچ رہا تھا' وہی راسکا کو معلوم ہو رہا تھا۔

وہ نشے میں مست ہو کر صرف آفرین کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس کے حسن و جمال پر قربان ہو رہا تھا۔ آفرین اس پر محبت سے قربان ہو رہی تھی کیونکہ پارس نے اس کا علاج کرنے کے لیے خود کو سانپ سے ڈسوایا تھا۔ راسکا بھی یہ معلوم کرکے پارس سے متاثر ہو رہا تھا۔ سوچ رہا تھا' میں بھی فرحانہ سے اسی طرح ٹوٹ کر محبت کروں گا۔ اس قید خانے میں میری زندگی کسی کام کی نہیں ہے۔ اب یہ زندگی فرحانہ کے کام آیا کرے گی۔

پارس آفرین کے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں چلا گیا تھا۔ راسکا جب اس کے چور خیالات نہ پڑھ سکا تو اس نے آفرین کے دماغ میں جانا چاہا لیکن اس نے بے چینی محسوس کرتے ہوئے سانس روک لی۔ اس نے خاص طور پر یوگا میں مہارت حاصل نہیں کی تھی لیکن ایک رقاصہ تھی۔ ہر رات مجرا کرتی تھی۔ گھنٹوں رقص کرنے کے باعث اس کی سانس قابو میں رہتی تھی۔ دماغ اتنا حساس ہوگیا تھا کہ فوراً ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا تھا۔

راسکا ان دونوں سے کچھ معلوم نہ کرسکا۔ اس نے سوچا' کچھ معلوم کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ مادام کا حکم ہے کہ میں اسے انڈیا سے باہر جانے پر مجبور کردوں۔ میں پولیس یا انٹیلی جنس کے کسی بڑے افسر کو اس کے پیچھے لگا دوں اور اس پر جھوٹے الزامات بھی لگادوں تو قانون کے محافظ اسے انڈیا چھوڑنے پر مجبور کردیں گے۔

اس نے سوچا' ابھی یہ محبت کرنے والے ہوٹل کے کمرے میں گئے ہیں' انہیں محبت میں مست رہنے کا موقع دینا چاہئے پھر یہ تھوڑی دیر سوئیں گے۔ میں صبح آکر پولیس کو ان کے پیچھے لگا دوں گا۔

وہ فرحانہ کے پاس پہنچنے کے لیے بے چین تھا۔ اس نے البم کو الماری میں رکھ دیا۔ ویڈیو فلم کو وی سی آر میں رکھا پھر اسے ریوائنڈ کرکے ٹی وی کو آن کیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ حسینہ اسکرین پر نظر آنے لگی۔ وہ بے خودی کے عالم میں اسے دیکھتا رہا۔ جب اسکرین پر دستاویزی فلم کے دوسرے مناظر دکھائی دینے لگے تو اس نے اسٹاپ کرکے پھر فلم کو ریوائنڈ کیا۔ پھر فرحانہ کا دیدار کرنے لگا۔ وہ دوسری بار اسکرین سے آؤٹ ہوئی تو اس نے ٹی وی اور ویڈیو کو آف کردیا پھر آرام سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر اس کے پاس پہنچ گیا۔

وہ ابھی پارس کے پاس دہلی میں تھا۔ وہاں رات تھی چار بجنے والے تھے۔ ادھر لاہور میں بھی رات کا وقت تھا۔ ایسے وقت سب ہی گہری نیند میں ہوتے ہیں۔ لیکن فرحانہ جاگ رہی تھی۔ اس کے والدین بھی آنگن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے بھائی شیرو کو پولیس والے قتل کے کیس میں پکڑ کر لے گئے تھے۔

وہ آدھی رات کے بعد کہیں سے ہانپتا کانپتا آیا تھا۔ اس کا تمام لباس بھیگا ہوا تھا۔ باپ نے پوچھا "اتنی رات کو کہاں سے غسل کرکے آرہے ہو؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "وہ ابا! وہ میں پھسل کر نہر میں گر پڑا تھا۔ اس لیے بھیگ گیا ہوں۔ ابھی ایک ضروری کام سے پنڈی جارہا ہوں۔"

وہ ایک بیگ میں اپنا ضروری سامان رکھنے لگا۔ ماں نے کہا "اتنی رات کو جانا کیا ضروری ہے' صبح چلے جانا۔"

"نہیں۔ ابھی جانا ہوگا۔ پولیس میرے پیچھے ہے۔ میرے جانے کے بعد کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ میں۔۔۔"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ دروازے کو باہر سے پیٹا جارہا تھا۔ باپ نے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی "پولیس' دروازہ کھولو۔ شیرو' تم اندر ہو۔ ہمیں پتا ہے۔ دروازہ کھولو۔"

باپ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ تھانیدار سپاہیوں کے ساتھ دندناتا ہوا اندر آیا۔ شیرو نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "حضور میں تو ابھی آپ کے قدموں میں حاضر ہونے والا تھا۔"

تھانیدار نے کہا "اپنی ماں کے خصم! ہم سے اُڑتا ہے۔ میں بڑا پہنچا ہوا بندہ ہوں۔ اُڑتے ہوئے پرندوں کو شکار کرلیتا ہوں۔ اسے پکڑلو۔"

حوالدار آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنانے لگا۔ ماں نے ہاتھ جوڑ کر پوچھا "داروغہ صاحب! میرے بیٹے نے کیا کیا ہے؟ اس کا قصور کیا ہے؟"

"تیرے بیٹے نے قتل کیا ہے۔ اپنے لباس سے لہو کے دھبے مٹانے کے لیے نہر میں ڈبکی لگا کر آیا ہے۔"

شیرو نے کہا "داروغہ صاحب! میں اپنی ماں کی قسم کھا کر کہتا ہوں' میں نے قتل نہیں کیا ہے' یہ مجھ پر جھوٹا الزام ہے۔"

تھانیدار نے ایک زور کا طمانچہ اس کے منہ پر رسید کیا۔ اسی وقت فرحانہ کمرے سے نکل کر آنگن میں آئی اور بولی "انسپکٹر! آپ ہاتھ اٹھائے اور گالیاں دیئے بغیر بھی اصل مجرم تک پہنچ سکتے ہیں۔"

تھانیدار اسے اور مارنا چاہتا تھا مگر فرحانہ کو دیکھتے ہی پلکیں جھپکانا بھول گیا۔ وہ بلاشبہ اتنی حسین اور پُرکشش تھی کہ دو فلم پروڈیوسر اسے آفر دے چکے تھے۔ ڈرامے اسٹیج کرنے والے اس کے پاس آتے رہتے تھے۔ وہ تھانیدار بلا کا عیاش تھا۔ اس نے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا "بھئی کمال ہے۔ گدڑی میں لعل ہے۔ اب تو جینا محال ہے۔"

وہ بولی "میرا بھائی ماں کی قسم کھا کر کہہ رہا ہے کہ اس نے قتل نہیں کیا ہے۔ آپ قسم کا اعتبار کریں۔"

وہ مونچھوں کا سرا موڑتے ہوئے مسکرایا اور آہستگی سے بولا "تمہاری قسم اس دل پر ہاتھ رکھ کر کہو گی تو اعتبار آجائے گا۔"

"آپ کی گفتگو کا انداز مناسب نہیں ہے۔"

"اپنے بھائی کے جرم کو دیکھو تو مناسب لگے گا۔ یہ سیدھا پھانسی کے تختے پر چڑھنے والا ہے۔"

ماں چھاتی پیٹ کر رونے لگی۔ باپ تھانیدار کے قدموں میں بیٹھ کر گڑگڑانے لگا۔ فرحانہ نے کہا "عدالت ثبوت کے بغیر سزائے موت نہیں دے گی۔"

"یہ تمہارا بھائی آدھی رات کو غسل کرکے نہیں خون کے دھبے دھو کر آرہا ہے۔ یہ ایک معمولی سا ثبوت ہے ہم اس سے بڑے بڑے ثبوت پیدا کرنا جانتے ہیں۔ سمجھ لو کہ جب تک معاملہ میرے ہاتھ میں ہے' یہ محفوظ ہے۔ پھندے سے اس کی گردن میں ہی چھڑا سکتا ہوں اور اگر یہ معاملہ عدالت تک گیا تو پھر اپنے بھائی کا کفن ابھی سے خرید کر رکھ لو۔"

ماں نے تڑپ کر کہا "نہیں' میرے بیٹے کے لیے ایسی بات زبان پر نہ لاؤ۔ تم بڑے افسر ہو۔ اختیار والے ہو۔ میرے بچے کو چھوڑ دو۔ خدا تمہیں ترقی دے گا۔ مولا تمہارا گھر دولت سے بھر دے گا۔"

اس نے حوالدار سے کہا "اسے لے جاکر حوالات میں بند کرو۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

حوالدار اور سپاہی شیرو کو وہاں سے لے گئے۔ ماں رو رہی تھی۔ تھانیدار نے کہا "یہ سچ ہے کہ شیرو نے قتل کیا ہے۔ ہمارے پاس ثبوت اور گواہ موجود ہیں۔ اسے سزا لازمی ہوگی۔ عمر قید یا سزائے موت لیکن میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی

پیا ہے۔ بے گناہ کو مجرم اور مجرم کو بے گناہ ثابت کرنا جانتا ہوں۔"

باپ نے اس کے پیروں کو پکڑ کر کہا "ہم آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھولیں گے۔ آپ شیرو کو الزام سے بری کرادیں۔ ہمارے پاس نقدی نہیں ہے۔ یہ مکان بیچ کر جو رقم ملے گی، آپ کے قدموں میں رکھ دیں گے۔"

"رقم تو ضرور لوں گا۔ کیونکہ مجھے اوپر والوں کا بھی منہ بند کرنا پڑے گا۔ لیکن ابھی پیشگی نذرانہ کیا ملے گا؟"

ماں نے آنچل کی گرہ کھولتے ہوئے کہا "یہ دس روپے بارہ آنے ہیں، صبح ناشتے کے لیے رکھے تھے، آپ لے جائیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "دس روپے بارہ آنے میں بیٹے کی زندگی خرید رہی ہو۔ بڑی بھولی ہو۔ تمہاری اس بیٹی کا جواب نہیں ہے۔ کیا کھا کے پیدا کیا تھا؟ یوں لگتا ہے، آنگن میں چاند اتر آیا ہے۔"

فرحانہ نے کہا "میرے بھائی کی گردن پھنسی ہوئی ہے اس لیے ایسی بے ہودہ باتیں کررہے ہو۔"

"گردن پھنسی ہوتی ہے تب ہی ہم شیر ہوتے ہیں۔ میں سیدھی سی بات کہتا ہوں، صرف تم ہی بھائی کو سزائے موت سے بچا سکتی ہو۔ اسے گھر واپس لاسکتی ہو۔"

ماں نے پریشان ہو کر پہلے تھانیدار کو دیکھا پھر بیٹی کو دیکھا۔ باپ کی گردن شرم سے نہیں اٹھ رہی تھی۔ فرحانہ کی گوری اور گلابی رنگت غصے سے سرخ ہو رہی تھی لیکن وہ غصہ دکھا کر تھانیدار کو دشمن نہیں بنا سکتی تھی۔

وہ فاتحانہ انداز میں چلتا ہوا دروازے تک گیا پھر پلٹ کر بولا "تھانے کے پیچھے میرا ایک کمرا ہے۔ اگر تم صبح سے پہلے اکیلی آؤ گی تو واپسی میں بھائی کو ساتھ لے جاؤ گی۔"

وہ پلٹ کر دروازے سے باہر چلا گیا۔ باپ زمین پر گر کر اپنا سر فرش پر مارنے لگا۔ روتے ہوئے کہنے لگا۔ "یہ پولیس والے فرعون کیوں بن جاتے ہیں۔ کیا ہماری کوئی عزت نہیں ہے۔ میں بیٹی کی گالی کیسے برداشت کروں؟ کہاں جاکر مرجاؤں؟ یا میرے مالک، تو غریب کی بیٹیوں کو جوان کیوں کرتا ہے؟"

فرحانہ نے فرش پر بیٹھ کر باپ کو تھاما اور کہا "سر پٹخنے سے تھانیدار انسان نہیں بن جائے گا۔ جھوٹے ثبوت اور جھوٹی گواہیاں ختم نہیں ہوں گی۔ ماں کی آہوں اور باپ کے آنسوؤں سے تبدیلی آتی تو یہ دنیا بہت پہلے ہی جنت بن چکی ہوتی۔ ہمیں اسی جہنم میں رہنا ہے۔ چپ ہوجاؤ ابا۔"

وہ سب چپ ہی تھے۔ دل ہی دل میں تھانیدار کو گالیاں دے رہے تھے لیکن یہ مسئلہ اپنی جگہ قائم تھا کہ بھائی کو حوالات سے کیسے واپس لایا جائے؟

ایوان راسکا نے اس کے تمام خیالات پڑھنے کے بعد سرگوشی کے انداز میں اسے مخاطب کیا "فرحانہ۔۔۔۔"

فرحانہ دیوار سے ٹیک لگائے فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔ چونک کر سوچنے لگی "کیا ابھی میں نے اپنے اندر اپنا نام سنا ہے؟ یوں جیسے کسی مرد نے سرگوشی میں مجھے پکارا ہو؟"

پھر سرگوشی ابھری "ہاں، میں تمہیں مخاطب کررہا ہوں۔ میں تمہارا دوست ہوں۔"

وہ دیوار سے لگی ہوئی تھی۔ الگ ہو کر سیدھی بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر گھبرا کر سوچنے لگی "یہ۔۔۔۔ یہ آواز میرے اندر ہے۔ یہ میرے اندر کیا ہو رہا ہے؟"

"گھبراؤ نہیں۔ اس آواز سے نہ ڈرو۔ یہ ایک مددگار کی آواز ہے۔ میں تمہاری تمام مصیبتیں دور کرنے آیا ہوں۔"

"کیا تم کوئی روح ہو؟ جن۔۔۔۔ مگر روح تو بولتی نہیں ہے۔ تم میرے اندر کیسے بول رہے ہو؟"

"فرحانہ! تم ایک طالبہ ہو۔ تمہیں ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ تو معلوم ہوگا؟"

"آں؟" اس نے چونک کر سوچا پھر کہا "ہاں، میں گھبراہٹ میں بھول گئی تھی۔ تم یقیناً ٹیلی پیتھی کے علم سے بول رہے ہو۔"

"ہاں۔ میں یہ علم جانتا ہوں۔ میں نے تمہیں ایک دستاویزی فلم میں دیکھا تھا اور فوراً ہی اس فلم کی ایک ویڈیو کاپی بنالی۔ اب دن رات ٹی وی اسکرین پر تمہیں دیکھتا رہتا ہوں۔ میں کیا کہوں کہ خدا نے تمہیں کیسا بنایا ہے۔ بار بار دیکھنے کے بعد بھی تم نئی لگتی ہو۔"

"پلیز، خدا کے لیے میری ایسی تعریفیں نہ کرو۔ یہ سچ ہے کہ عورت اپنی تعریف سے خوش ہوتی ہے لیکن مجھ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ ایسے میں اپنی تعریف زہر لگ رہی ہے۔"

"بھول جاؤ کہ تم پر کوئی مصیبت آئی ہے۔ تمہارا بھائی حوالات سے ایسے گھر آئے گا جیسے مکھن سے بال نکل آتا ہے۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا "سچ کہہ رہے ہو؟ تم بھائی کو قتل کے الزام سے بری کراسکتے ہو؟"

"تمہیں ٹیلی پیتھی کی قوت کا علم نہیں ہے۔ میں تھانیدار کو مرغا بنادوں گا۔ اس نے تمہیں صبح سے پہلے آ۔

کو کہا ہے۔ اٹھو! تھانے چلو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

وہ فرش پر سے اٹھ گئی پھر دو قدم چل کر بستر پر گر کر رونے لگی، بڑبڑانے لگی۔ "میں بھی پاگل ہوں۔ اس مصیبت سے پریشان ہو کر کسی غیبی مدد کے لیے سوچتے سوچتے ٹیلی پیتھی کے متعلق سوچنے لگی۔ کسی سے اپنے اندر بولنے لگی۔ اب یوں اٹھ کر جانے لگی تھی جیسے سچ مچ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھائی کو تھانے سے چھڑالاؤں گی۔"

ایوان راسکا نے کہا "تم پاگل نہیں ہو، خواب و خیال میں کسی کی آواز نہیں سن رہی ہو۔ میں سچ مچ بول رہا ہوں۔ تمہیں ٹیلی پیتھی کا سہارا مل چکا ہے۔ آنسو پونچھو۔ پورے ہوش و حواس کے ساتھ مجھے محسوس کرو۔"

وہ بستر اوندھی پڑی ایوان راسکا کی باتیں سن رہی تھی پھر بیٹھ کر آنسو پونچھتے ہوئے بولی "ہاں، مجھے یقین آرہا ہے۔ میں نے دو یا تین برس پہلے ٹیلی پیتھی کے متعلق ایک رسالے میں پڑھا تھا۔ تم بالکل اسی طرح میرے دماغ کے اندر آکر بول رہے ہو۔ کیا واقعی تم میری مدد کرو گے؟"

"ہاں، میں تمہارا دوست ہوں۔ تم یہاں سے نکلو۔ تھانے چلو۔ تمہیں یقین آجائے گا۔"

"دیکھو دوست! تم اجنبی ہو۔ اچانک ایک جادوگر کی طرح آئے ہو۔ اس وقت میں ڈوب رہی ہوں اس لیے تمہارے جیسے اجنبی پر بھروسا کرکے گھر سے اکیلی نکل رہی ہوں۔"

اس نے..... ایک چادر اٹھا کر اپنے بدن پر لپیٹی پھر کمرے سے نکل کر آنگن میں آئی۔ ماں باپ نے اسے سر اٹھا کر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی "بھائی کو لانے جارہی ہوں۔"

باپ نے دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر روتے ہوئے کہا "میں بیٹے کو بچانے کے لیے یہ بے غیرتی برداشت نہیں کروں گا۔ تیرے واپس آنے سے پہلے میں خودکشی کرلوں گا۔"

وہ باپ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "ابا! تیری بیٹی مرجائے گی پر عزت نہیں دے گی۔ تو خودکشی نہ کرنا۔ میں جیسی پاک دامن جارہی ہوں۔ ویسی ہی بھائی کے ساتھ واپس آؤں گی۔"

وہ بدن پر چادر سنبھالتی ہوئی مکان سے باہر آگئی۔ دور تک تاریکی اور گہرا سکوت تھا۔ لوگ آخر شب کی نیند میں گم تھے۔ وہ گلی سے نکل کر سڑک پر آئی۔ اسٹینڈ پر دو تانگے کھڑے ہوئے تھے۔ تین افراد اپنے سروں سے چادریں لپیٹے ایک جگہ بیٹھے سگریٹ پی رہے تھے۔ پینے کا انداز ایسا تھا جیسے چرس کا دم لگا رہے ہوں۔

وہ تینوں ایک نوجوان حسینہ کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔ ایک نے کہا "آؤلی بی! کدھر جانا ہے؟"

وہ تانگے کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بولی "تھانے چلو۔"

ایک ہٹے کٹے اٹو کے پیچھے نے سگریٹ کا دم لگاتے ہوئے قریب آکر سرگوشی میں کہا "اتنی رات کو اکیلی کہاں سے آرہی ہو جان من! ہمیں بھی اپنے پہلو میں بٹھالو۔"

ایوان راسکا نے کہا "تم آرام سے بیٹھی رہو۔ یہ تمہارے ساتھ بیٹھ نہیں سکے گا۔"

وہ شخص پائدان پر پاؤں رکھ کر تانگے پر آیا پھر فرحانہ کی طرف جھکتے ہی الٹ کر پیچھے سڑک پر گر گیا۔ وہ اتنے مصائب اٹھاتی آرہی تھی۔ ہنسنا بھول گئی تھی۔ پہلی بار بے اختیار ہنسنے لگی۔

وہ اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے سڑک پر سے اٹھ کر تیزی سے پھر تانگے پر چڑھا اور چڑھتے ہی الٹ کر پھر سڑک پر آگیا۔ وہاں خالی سڑک پر خالی ڈرم کی طرح لڑھکتا ہوا جانے لگا۔ وہ اٹھنا چاہتا تھا مگر اٹھنے کے بجائے بے اختیار لڑھکتا ہی چلا جارہا تھا۔ اسی کا ایک ساتھی اس کے پیچھے دوڑتا جارہا تھا اور کہتا جارہا تھا "رک جاؤ استاد! لوگ سڑک پر چلتے ہیں اور تم لڑھک رہے ہو؟"

فرحانہ دل کھول کر قہقہے لگا رہی تھی۔ پھر اس نے تانگے والے سے کہا "چلو دیر نہ کرو۔"

تانگہ سڑک پر دوڑنے لگا۔ راسکا نے اس کے پاس آکر پوچھا "خوش ہو؟"

"بہت خوش ہوں۔ ایسا لگتا ہے، مجھ کمزور لڑکی کو بہت بڑی طاقت مل گئی ہے۔ اب کوئی مجھے ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کرسکے گا۔ مجھے بتاؤ، کیا تھانیدار کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرو گے؟"

"میری جان! اطمینان رکھو اور آگے آگے دیکھو، ہوتا ہے کیا۔"

"اوہ میں تو بھول گئی۔ امی سے پیسے نہیں لیے۔ تانگے کا کرایہ کیسے دوں گی؟"

"فکر نہ کرو۔ واپسی میں تمہاری پاس نوٹ ہی نوٹ ہوں گے۔ آج سے دنیا کی ہر تجوری تمہارے لیے کھلی رہے گی۔"

وہ تھانے کے سامنے اتر کر تانگے والے سے بولی "انتظار کرو۔ میں واپس جاؤں گی۔"

ایک آدھ گھنٹے میں صبح ہونے والی تھی۔ ابھی اندھیرا

تھا۔ تھانے کے برآمدے میں ایک سپاہی اسٹول پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ فرحانہ نے پاس آکر آواز دی تو وہ نیند سے ہڑبڑا کر جاگتے ہوئے اسٹول پر سے گرپڑا پھر جلدی سے اٹھتے ہوئے بولا "کون ہے؟ تم تم کون ہو؟"

"میں شیرو کی بہن ہوں۔ جاؤ تھانیدار کو بلا کر یہاں لاؤ۔"

"تھانیدار تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہے۔"

راسکا نے فرحانہ کے ہاتھ کو حرکت دی۔ وہ اسے زور دار طمانچہ مار کر بولی "آئندہ میرے باپ کا نام نہ لینا۔ جا' اور اپنے تھانیدار باپ کو بلا کر لا۔"

راسکا نے سپاہی کو تھانے کے پچھلے حصے کی طرف دوڑا دیا۔ پیچھے ایک کوارٹر میں وہ سو رہا تھا۔ سپاہی نے جاتے ہی اسے لات ماری۔ وہ بھی ہڑبڑا کر اٹھا۔ سپاہی نے اسے دوسری لات مار کر پوچھا "گدھے کے بچے' نائٹ ڈیوٹی کے وقت کیوں سو رہا ہے؟ کیا حرام کی تنخواہ لیتا ہے؟"

تھانیدار غصے سے بپھر کر بولا "ذلیل! کتے! تو نے مجھے لات ماری ہے۔ میں تجھے مار ڈالوں گا۔"

راسکا نے اس کے اندر پہنچ کر اسے مار پیٹ سے باز رکھا۔ تھانیدار وردی پہننے لگا اور راسکا اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا اس بار قومی اسمبلی کے لیے ایک جاگیردار مقدر علی الیکشن لڑنے والا ہے۔ مقدر علی کی کچھ کمزوریاں اور کچھ سیاسی جرائم کے دستاویزی ثبوت ایک شخص کے پاس تھے۔ اگر وہ دستاویز منظر عام پر آجاتی تو مقدر علی کا سیاسی کیریئر ختم ہو جاتا اور وہ لمبی مدت کے لیے جیل چلا جاتا۔

مقدر علی کے ایک دستِ راست نے اس شخص کو قتل کرنے اور اس سے دستاویز حاصل کرنے کے لیے ایک کرائے کے قاتل طوبیٰ شاہ سے سودا کیا۔ اور اسے پچاس ہزار دیے۔ طوبیٰ شاہ نے شیرو اور شیدے کو دو دو ہزار دیے تاکہ واردات کے وقت اس کے ساتھ رہیں۔

واردات ہوگئی طوبیٰ شاہ نے اس شخص کو قتل کیا۔ اس کی الماری توڑ کر تمام دستاویزات نکالیں پھر کہا "شیرو! میں یہ کاغذات لے جا رہا ہوں۔ تم اور شیدے ہوشیاری سے جاؤ۔ تم دونوں کے کپڑوں پر خون کے دھبے ہیں۔ اگر پکڑے گئے تو میں تم دونوں کو بیان دینے سے پہلے ہی ختم کر دوں گا۔"

طوبیٰ نے وہ دستاویزات لے جا کر مقدر علی کو دیں۔ تھانیدار اُس سیاستداں کا چچا تھا۔ اس نے اس واردات کے سلسلے میں سہولتیں پیدا کی تھیں۔ سیاستداں مقدر علی نے اسے دس ہزار روپے دیے تھے۔ پانچ ہزار اس نے طوبیٰ شاہ سے وصول کیے تھے۔ اب اس نے شیرو اور شیدے سے بھی کچھ وصول کرنے کے لیے دونوں کو حوالات میں بند کر دیا تھا۔

ایوان راسکا نے اس کے خیالات پڑھنے کے بعد وہ پندرہ ہزار اس کی وردی کی جیبوں میں رکھوائے پھر اسے فرحانہ کے سامنے لے آیا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر بولی "تو نے مجھے صبح سے پہلے یہاں آنے کو کہا تھا۔ لے میں آگئی۔ میرے بھائی کو چھوڑ دے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "پہلے تمہارے خوبصورت بدن سے ٹیکس وصول کروں گا پھر اسے چھوڑوں گا۔"

"تو بہت بڑی کرسی پر بیٹھا ہے۔ تیرے پاس اتنی طاقت ہے کہ تو ہم جیسوں کو پاؤں کی جوتی بنا کر پہنتا ہے۔ کیا تیرے اندر صرف شیطان ہے۔ تھوڑا سا بھی انسان نہیں ہے۔"

"بکواس مت کر اور میرے ساتھ کمرے میں چل۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے روبرو آئی پھر ایک زور دار طمانچہ رسید کرتے ہوئے بولی "تو نے ماں کا دودھ پیا ہے تو میرا ہاتھ پکڑ کے دکھا۔"

اس نے جوابی حملہ کرنے کے لیے ہاتھ اٹھانا چاہا مگر نہ اٹھا سکا۔ دوسرا ہاتھ بھی کوشش کے باوجود ذرا سی جنبش نہیں کر رہا تھا۔ وہ بولی "چند گھنٹے پہلے میرے بھی ہاتھ پاؤں تیری طرح کمزور ہوگئے تھے۔ تجھ پر نہیں اٹھ رہے تھے۔ ہم پر خوف طاری تھا۔ تجھے گالیاں دینے کی ہمت نہیں کر رہے تھے۔ اب تو میں تیرے منہ پر تھوک سکتی ہوں۔"

اس نے آخ تھو کہہ اُس کے منہ پر تھوک دیا۔ وہ غصے سے لرز گیا مگر اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔ غصے کے برعکس بے اختیار کہنے لگا۔ "تم نے مجھ پر تھوک کر میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اس خوشی میں تمہیں یہ پندرہ ہزار دے رہا ہوں۔"

اس نے دو جیبوں سے پڑے بڑے نوٹ نکال کر اس کے سامنے پیش کیے۔ وہ لینا نہیں چاہتی تھی' وہ بولا "لے لو۔ یہ رشوت کے روپے ہیں۔ ہم ایسی رشوتیں لے کر قانون کا چہرہ بگاڑتے ہیں۔ تم انہیں واپس لے کر قانون کی حکمرانی قائم کرو۔"

فرحانہ نے وہ نوٹ لے کر چادر میں چھپا لیے پھر اسے حکم دیا۔ "حوالات کا دروازہ کھولو۔"

وہ چابیاں لے کر تھانے کے دوسرے حصے میں جانے لگا۔ فرحانہ اس کے پیچھے تھی۔ شیرو نے بہن کو دیکھ کر پوچھا "تو۔ تو یہاں کیوں آئی ہے؟"

تھانیدار تالا کھول رہا تھا۔ وہ بولی "تجھ میں ذرا بھی شرم اور غیرت ہے تو ڈوب مر' تیری بہن حسن و شباب کی رشوت دے کر تجھے رہائی دلانے آئی ہے۔"

شیرو سر جھکا کر شیدے کے ساتھ سلاخوں سے باہر آیا۔ تھانیدار نے فرحانہ کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہا "بھائی کو شرم دلانے کے لیے جھوٹ نہ بولو۔ میں تمہیں اپنی چھوٹی بہن سمجھتا ہوں۔ مجھ سے جو زیادتی ہوئی ہے اس کے لیے مجھے معاف کر دو۔"

وہ معافی مانگتا ہوا اس کے قدموں میں گر پڑا۔ شیرو اور شیدے حیرانی سے تھانیدار کی عاجزی اور انکساری دیکھ رہے تھے۔ شیرو نے پوچھا "فرحانہ! تم نے ایسا کیا کیا ہے کہ کسی کے سامنے نہ جھکنے والا تمہارے قدموں میں جھک رہا ہے؟"

راسکا نے فرحانہ کے پاس آکر کہا "کسی کو لیلیٰ پیتھی کے متعلق نہ بتاؤ۔ سب ہی کو تجسس میں رہنے دو۔"

وہ بولی "بھائی! کوئی کسی کمزور کے سامنے نہیں جھکتا۔ ہمیشہ طاقت جھکاتی ہے۔ میرے اندر بھی کوئی طاقت ہے۔ میں اس طاقت کی وضاحت نہیں کر سکوں گی۔ تم بھی نہ پوچھو۔ صرف اس کا تماشا دیکھو۔"

وہ فرحانہ سے باتیں کرنے کے لیے تھانیدار کے دماغ سے نکلا تو وہ چونک کر فرحانہ کے قدموں سے اٹھ گیا۔ جھینپ کر بولا "وہ میں نے زیادہ پی لی تھی اس لیے گر پڑا تھا۔ فرحانہ میں تنہائی میں تم سے کچھ بولنا چاہتا ہوں۔"

فرحانہ نے بھائی سے کہا' وہ باہر جا کر تانگے میں بیٹھے۔ شیدے بھی اس کے ساتھ چلا گیا۔ تھانیدار نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "میں بڑی دیر سے سمجھ رہا ہوں کہ میرا دماغ اور میرے ہاتھ پاؤں میرے اپنے بس میں نہیں ہیں۔ میں جو چاہتا ہوں وہ نہیں کر رہا ہوں اور جو نہیں چاہتا ہوں' وہ کرتا جا رہا ہوں۔ میں نے اپنے مزاج کے خلاف تمہارا تھوک برداشت کیا۔ میں جو اپنے باپ کو بھی ایک روپیہ نہیں دیتا' تمہیں پندرہ ہزار دے دیے۔ شیرو اور شیدے سے کچھ وصول کیے بغیر انہیں رہا کر دیا۔ تم کیسی بلا بن کر آئی ہو؟ تم نے چند گھنٹوں میں کیسا جادو سیکھ لیا ہے کہ خود بااختیار بن کر مجھے بے اختیار بنا دیا ہے۔"

"تمہارے تمام سوالات کا ایک ہی جواب ہے۔ طاقت کی کوئی حد نہیں ہے اور کوئی سمجھ نہیں ہے۔ میری طاقت تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ تم سوچتے رہو اور کڑھتے رہو۔ آئندہ میرے گھر تو کیا میری گلی میں بھی نہ آنا۔"

وہ منہ پھیر کر شان بے نیازی سے جانے لگی۔ تھانیدار نے سوچا۔ اس کی پشت میری طرف ہے۔ یہ نہیں دیکھ رہی ہے اگر میں ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ضرب لگاؤں تو یہ چکرا کر گر پڑے گی اس کا سارا جادو خاک میں مل جائے گا۔

اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکالا۔ اسے نال کی طرف سے پلٹ کر پکڑا اس کے سر پر ضرب لگانے کے لیے بڑھا۔ لیکن بے اختیار اپنی ہی پیشانی پر ضرب لگائی۔ فرحانہ چلتے چلتے رک گئی۔ پلٹ کر اسے دیکھا۔ اس کی پیشانی سے لہو بہہ رہا تھا۔

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "مجھے معاف کر دو' میں تمہیں بے خبر اور غافل سمجھ کر حملہ کرنا چاہتا تھا۔"

وہ سرد لہجے میں بولی "جس ہاتھ سے حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اسے گولی مارو۔"

وہ انکار نہیں کر سکتا تھا۔ راسکا اس پر حاوی تھا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے ریوالور کو پکڑا پھر دائیں ہاتھ کو گولی مار کر تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔ دائیں ہاتھ کی کہنی اور کلائی کی درمیانی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ ریوالور زمین پر گر پڑا تھا اور وہ ایک ہاتھ سے دوسرا ہاتھ تھام کر ادھر سے اُدھر لڑھکڑا رہا تھا۔

فرحانہ پھر شان بے نیازی سے چلتی ہوئی باہر آئی اور تانگے کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی پھر بھائی سے بولی "کوئی غنڈا موالی میرے ساتھ نہیں بیٹھے گا۔ تم بھائی ہو۔ میں تمہیں سنبھلنے کا موقع دیتی ہوں۔ عادتیں نہیں بدلو گے تو رشتے کا لحاظ کیے بغیر تھانیدار کی طرح تمہیں بھی سزا دوں گی۔"

تانگہ چل پڑا۔ وہ اور شیدے اسے حیرانی سے دیکھتے رہے پھر شیدے نے کہا "یار! تیری بہن نے کوئی جادو سیکھ لیا ہے۔ ذرا سنبھل کر گھر جانا۔"

"وہ چھوٹی ہو کر مجھے ڈانٹ کر چلی گئی ہے۔ جب تھانیدار اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا تو ہم کس کھیت کی مولی ہیں۔ ویسے معلوم کرنا ہوگا کہ یہ غضب ناک بلا کیسے بن گئی ہے۔"

ایوان راسکا نے فرحانہ کے پاس آکر کہا "میری جان! میں تمہیں میری جان کہہ رہا ہوں۔ کیا مجھے یہ حق دو گی؟"

وہ خوش ہو کر بولی "میں اپنی ساری زندگی تمہارے نام کر دوں گی۔ مگر معلوم تو ہو کہ تم کون ہو؟"

"میں اپنے متعلق سب کچھ بتاؤں گا۔ ابھی ایک اور معاملے میں مصروف ہوں۔ مجھے جانے کی اجازت دو۔ میں شاید ایک آدھ گھنٹے کے بعد آؤں گا۔"

"میں تمہارے جانے کے بعد بے یار و مددگار ہو جاؤں گی۔ اگر تھانیدار انتقامی کارروائی کرے گا تو؟"

"وہ اب تمہارے خلاف کچھ نہیں کرے گا۔ وہ اپنے ہی ہاتھ سے اپنے اوپر گولی چلا کر بری طرح خوف زدہ ہے۔ قسم

کھا رہا ہے کہ تمہارا نام بھی زبان پر نہیں لائے گا۔ ویسے میں اپنی ہزار مصروفیات کے دوران وقفے وقفے سے تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔ کبھی مصیبت آئے اور میں نہ رہوں تو مایوس اور خوفزدہ نہ ہونا۔ حوصلے سے میرا انتظار کرتی رہنا۔"

وہ اس سے رخصت ہو کر اس ہوٹل کے ملازم کے پاس آیا جو پارس اور آفرین کے کمرے کے سامنے ایک اسٹول پر بیٹھا تھا۔ اس وقت آفرین دروازہ کھول کر اسے دودھ اور ناشتا لانے کا حکم دے رہی تھی۔ ملازم حکم کی تعمیل کے لیے چلا تو ایوان راسکا اسے لفٹ کے ذریعے نیچے کاؤنٹر پر لایا پھر کاؤنٹر گرل سے بولا "انٹیلی جنس کے چیف کو فون کرو۔ یہاں ایک کمرے میں ایک پُراسرار شخص ایک حسین عورت کے ساتھ ہے۔"

کاؤنٹر گرل نے پوچھا "وہ پُراسرار شخص اور حسینہ کون ہیں اور کس کمرے میں ہیں؟"

"تم پولیس والی بن کر ایسے سوال نہ کرو۔ جس کا کام ہے اسے کرنے دو۔ چیف کو فون کرو۔"

وہ بولی "اسے فون کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود صبح سویرے یہاں آدھمکا ہے۔ مجھ سے پوچھ رہا تھا' اس ہوٹل میں مسلمان مسافر کتنے ہیں؟"

راسکا ملازم کے دماغ سے نکل آیا۔ ملازم چونک کر سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگا "میں ناشتا لانے چلا تھا۔ ادھر کیوں آگیا؟"

وہ تیزی سے کچن کی طرف چلا گیا۔ راسکا کاؤنٹر گرل کے اندر آیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ چیف ہوٹل کے منیجر کے کمرے میں بیٹھا ہے۔ اس نے انٹر کام کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا۔ اسی وقت چیف آتا ہوا دکھائی دیا۔ لڑکی نے اسے مخاطب کیا۔ "سر! ایک ملازم کہہ رہا تھا کہ کمرا نمبر چار سو سات میں ایک پُراسرار شخص ہے۔"

وہ بولا "رجسٹر دیکھ کر اس کا نام بتاؤ۔"

لڑکی نے رجسٹر دیکھا پھر کہا "اس کا نام پریم کمار ہے اور وہ بمبئی سے آیا ہے۔"

چیف نے خوشی سے کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر کہا "ہیر ہی از۔ مجھے اسی مجرم کی تلاش تھی۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا لفٹ کے پاس آیا پھر لفٹ کے ذریعے چوتھی منزل پر پہنچا۔ وہاں پہنچ کر خیال آیا کہ وہ تنہا ہے اور مجرم زبردست ہے۔ اگر اس نے جوابی حملہ کیا تو؟

یہ سوچ کر اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ وہ پچھلی رات پارس کو منتقل ہونے والے عکس کے ذریعے دیکھ چکا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ شی تارا اس کی دیوانی ہے۔ اس بات پر اس نے شی تارا کو ویس دشمن کہا تو اس نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ چیف کو ابھی تک وہ دماغی تکلیف یاد تھی۔ وہ بڑی دیر تک سفیر کے کمرے میں درد سے تڑپتا رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے بڑوں سے رابطہ کر کے یہ کہہ دیا تھا کہ ایک خیال خوانی کرنے والی خود کو ویس بھگت کہہ کر دھوکا دے رہی ہے اور ویس کے خلاف ایک مسلمان کی مدد کر رہی ہے۔ یہودی سفیر نے اس بیان کی تائید کی تھی۔

انٹیلی جنس کا چیف پانچ بجے صبح تک اپنے ماتحت سراغرسانوں کو ہدایات دیتا رہا۔ اس نے انہیں پارس کا حلیہ بتایا اور کہا "وہ شی تارا کی ایک کوٹھی میں چھپا ہوا تھا لیکن ہمیں یہ بتانے کے بعد کوٹھی میں نہیں رہے گا۔ اسے کسی ہوٹل میں تلاش کرو۔"

زلزلے کے بعد اس کے سر میں ایسی تکلیف پیدا ہوئی تھی کہ رہ رہ کر ٹیسیں اٹھتی تھیں۔ وہ ہوٹل میں آکر منیجر کے دفتری کمرے میں بیٹھ کر شراب پیتا رہا تھا۔ اب کاؤنٹر گرل کی رپورٹ سنتے ہی لفٹ کے ذریعے پارس کے کمرے کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ ایوان راسکا نے اس کے ذریعے دروازے پر دستک دی اندر سے آفرین نے پوچھا "کون؟"

اس نے بڑے رُعب سے کہا "پولیس۔"

اندر خاموشی چھا گئی۔ وہ دروازے کو پیٹ کر گرج دار آواز میں بولا "میں انڈین انٹیلی جنس کا چیف حکم دے رہا ہوں۔ دروازہ کھولو۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یو پارس سن آف فرہاد علی تیمور! یو آر انڈر اریسٹ۔"

بند دروازے کے پیچھے کمرے کے اندر آفرین پریشان ہوگئی۔ اس نے سر گھما کر بستر کی طرف دیکھا۔ وہاں پارس گہری نیند میں تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی نیند میں خلل پڑے۔ کوئی اور ہوتا تو اسے ٹال دیتی لیکن وہاں تو پولیس معاملہ تھا اور پولیس ٹلنے والی نہیں تھی۔

وہ دروازے کے قریب آکر دھیمی آواز میں بولی "آر کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہاں کوئی پارس نام کا آدمی نہیں ہے۔ میرے پتی سو رہے ہیں۔ پلیز شور نہ مچائیں۔"

وہ بولا "اگر یہاں مجرم نہیں ہے تو کوئی بات نہیں۔ ہم اپنی تسلی کریں گے۔ دروازہ کھولو۔"

وہ فکرمندی سے سوچنے لگی پھر ایک کرسی اٹھا دروازے کے پاس لے آئی۔ اس پر چڑھ کر اس روشندان سے جھانک کر دیکھا۔ وہاں پولیس نظر نہیں آ

تھی۔ صرف ایک شخص سادے لباس میں ایک ریوالور لیے کھڑا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ انٹیلی جنس والے سادہ لباس میں رہتے ہیں پھر بھی اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

چیف نشے میں جھوم رہا تھا۔ سوال سن کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ وہ بولی "میں اوپر سے بول رہی ہوں' تمہارے سر پر ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بولا "اوہ تم! تم پھر دھوکا دینے کے لیے میرے دماغ میں آئی ہو۔ چلی جاؤ۔ تم ویس بھگت نہیں ہو۔ ایک مسلمان سے عشق کرتی ہو۔ چلی جاؤ۔"

اس کے دماغ میں ایوان راسکا تھا۔ اس نے کہا "عجیب گدھا چیف ہے۔ مجھے عورت سمجھ رہا ہے۔ ابے میں مرد ہوں۔"

وہ بولا "پہلے تم ویس بھگت بن کر دھوکا دے رہی تھیں۔ اب مرد بن کر دھوکا دے رہی ہو۔ میں فریب میں نہیں آؤں گا۔"

"تم نے اتنی شراب کیوں پی ہے؟ اب تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ میں ہی تمہیں اس کمرے کے سامنے لایا ہوں اور میں عورت نہیں ہوں۔"

آفرین نے روشندان سے کہا "اے شرابی! یہ تُو مرد عورت کی کیا باتیں کر رہا ہے' کیا میری آواز تجھے مرد جیسی لگ رہی ہے؟"

چیف نے پھر اپنے سر کو تھام کر کہا "دیکھو دیکھو' تم پھر مرد کی آواز چھوڑ کر عورت کی آواز میں بول رہی ہو۔"

ایوان راسکا نے کہا "لعنت ہے تم پر۔ ارے اوپر روشندان کو دیکھو۔ تمہاری بہن بول رہی ہے۔ وہ اُدھر ہے' میں اِدھر ہوں۔"

وہ سر اٹھا کر روشندان کی طرف دیکھتے ہوئے توازن قائم نہ رکھ سکا۔ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر دور فرش پر چلا گیا۔ آفرین یہ دیکھتے ہی فوراً کرسی سے اتر گئی۔ اسے ایک طرف ہٹا کر دروازہ کھولتے ہی لپک کر ریوالور کے پاس گئی۔ پھر اسے اٹھا کر بولی "خبردار! منہ سے آواز نہ نکالنا۔ ورنہ گولی مار دوں گی۔ اندر کمرے میں چلو۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ لڑکھڑاتا ہوا کمرے میں آیا۔ آفرین نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا پھر دھیمی آواز میں کہا "میرا پتی تھکا ہوا ہے۔ اسے آرام سے سونے دو۔ اگر تمہاری وجہ سے اٹھے گا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

راسکا نے کہا "میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا' اس شرابی افسر کے اندر ہوں۔ اگر میں تم دونوں کو جیل پہنچانا چاہوں تو دوسرے پولیس افسران اور سپاہیوں کو یہاں بلا سکتا ہوں۔"

وہ بولی "بلانے سے پہلے یاد رکھنا میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔ اس افسر کے ساتھ دوسرے افسروں کو بھی ختم کر دوں گی۔"

"میں جانتا ہوں' تم پارس کے لیے ہزاروں قتل کر دو گی کیونکہ اس نے تمہاری خاطر خود کو سانپ سے ڈسوایا ہے۔ تمہیں کینسر کے موذی مرض سے نجات دلانے کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگائی تھی۔ میں تم دونوں سے۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہی۔ پارس نے کروٹ بدلتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟"

وہ جلدی سے قریب آکر بولی "کوئی نہیں ہے۔ تم آرام سے سوتے رہو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آفرین کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر بولا "کمال ہے۔ کیا تم نے افسر سے ریوالور چھین لیا ہے؟"

وہ بولی "یہ نشے میں ہے لیکن اس کے اندر ایک خیال خوانی کرنے والا ہے۔ اس کمبخت کے بولنے سے تمہاری آنکھ کھل گئی۔"

راسکا نے کہا "اچھا ہے آنکھ کھل گئی۔ مجھے پارس سے باتیں کرنے دو۔ تم ایک افسر کو پکڑ کر کیا کرو گی؟ ریوالور کی چھ گولیاں ختم ہونے کے بعد پارس کو کیسے بچاؤ گی؟ مسٹر پارس! میں دشمنی کر رہا ہوں مگر تمہارا دوست ہوں۔"

پارس نے پوچھا "یہ کیسی دوستی کا دعویٰ ہے کہ دشمنی بھی کر رہے ہو؟"

"بالکل اسی طرح جیسے مادام تم سے محبت بھی کرتی ہیں اور دیس کی خاطر تھوڑی دشمنی بھی۔"

"اچھا اب سمجھا' تم ایوان راسکا ہو۔"

"جی ہاں۔ تم نے خوب پہچانا۔ بھئی تم بڑے خوش نصیب ہو۔ تمہیں مادام بھی دل و جان سے چاہتی ہیں اور یہ آفرین بھی تمہارے لیے پولیس والوں سے لڑ پڑتی ہے۔"

"پہلے اپنی مادام کی باتیں کرو۔ کیا اس نے تمہیں میری نگرانی پر مامور کیا ہے؟"

"جی ہاں۔ تاکید کی ہے کہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے اور تم یہاں سے پریشان ہو کر دوسرے ملک چلے جاؤ۔"

"اچھا تو تم اس چیف کے ذریعے مجھے پریشان کرنے

آئے ہو؟ تمہارا خیال ہے پولیس والوں کے ذریعے رکاوٹیں پیدا کرتے رہو گے تو میں یہ دیس چھوڑ کر چلا جاؤں گا؟"

"میں تو نہیں سمجھتا کہ فرہاد کا بیٹا ایسی پریشانیوں سے بھاگ جائے گا۔ مادام کو بھی ایسا نہیں سمجھنا چاہئے۔ ویسے میری عقل کہتی ہے کہ بات کچھ اور ہے۔"

"ذرا مجھے بھی بتاؤ' تمہاری عقل کیا کہتی ہے؟"

"یہ کہ میرے ذریعے وہ تمہاری معصومیات کا علم رکھنا چاہتی ہیں۔ یہ جانتی ہیں کہ تم مضبوط ارادے کے مالک ہو۔ جو سوچ کر آئے ہو' وہ کر کے جاؤ گے لیکن اپنے یہ معاملات مادام سے چھپاتے رہو گے اور خود چھپتے رہو گے۔ وہ محبت کرنے والی تمہیں اپنی نظروں میں رکھنا چاہتی ہے۔"

"ایسا میں نہیں چاہتا۔ آئندہ میں تمہیں بھی اپنے قریب نہیں آنے دوں گا۔"

"میں دوست بن کر تم سے رابطہ رکھنا چاہتا ہوں۔"

"تم اس کے معمول اور تابعدار ہو۔ میرے دوست سے زیادہ اس کے وفادار رہو گے۔ دوستی تمہارے اختیار میں نہیں رہے گی۔"

"سچ کہتے ہو لیکن میں تمہیں بہت چاہتا ہوں۔ تم نے آفرین کی خاطر خود کو ناگ سے ڈسوا کر میرے اندر محبت کی آگ بھڑکا دی ہے۔ میں ایک لڑکی سے محبت کرتا ہوں۔ تمہاری طرح قربان ہو جانے والی محبت کرتا ہوں۔ اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں تم سے کبھی دھوکا نہیں کروں گا۔ کیا تم میرے جذبوں کو سمجھتے ہوئے مجھے تنویمی عمل کے سحر سے نکال سکتے ہو؟"

"میں چاہوں تو تمہیں اس روسی محل کی قید سے بھی نکال لاؤں لیکن ہم اپنے بزرگ جناب تبریزی صاحب کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ تم ان سے رجوع کرو۔ اللہ نے چاہا تو تمہیں جسمانی اور دماغی دونوں قید سے رہائی مل جائے گی۔"

"میں ضرور ان سے رجوع کروں گا۔ فی الحال مشورہ دو' تمہارے سلسلے میں مادام سے کیا کہوں؟"

"سیدھی سے بات کہہ دو۔ میں تمہاری سوچ کی لہروں کو اپنے اندر آنے نہیں دیتا ہوں اور تم خیال خوانی کے بغیر میرا سراغ نہیں پاؤ گے۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ تم اس شرابی افسر کو یہاں سلا دو۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو؟"

"سر! میں ہومر بول رہا ہوں۔ کل رات میں نے ہوٹل کے ایک ملازم کو آپ کی خدمت کے لیے دروازے پر بٹھایا تھا۔ اس نے ابھی فون پر بتایا ہے کہ آپ نیند سے بیدار ہو گئے ہیں۔ میرے لائق کوئی خدمت؟"

"میرے اور آفرین کے لیے لباس اور گاڑی لے آؤ۔ نیچے انتظار کرو۔ میں بلا لوں گا۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولا "راسکا' پروگرام بدل گیا۔ اس ایم کو یہاں سے لے جاؤ۔ ہم بعد میں جائیں گے۔"

وہ انٹیلی جنس کا چیف وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے ساتھ ایوان راسکا بھی چلا گیا۔ پارس دروازے کو اندر سے بند کر کے آفرین کے پاس آیا پھر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔

کمرے میں ریڈیو ریکارڈر سے موسیقی آن ہو کر گونجنے لگی۔ پارس کی باتیں' گھاتیں اور آفرین کی مترنم ہنسی وہاں کی محدود فضا میں گونجنے لگی۔

ذرا دیر بعد آفرین دوبارہ بیہوش ہو گئی تھی۔

اس نے ریسیور اٹھا کر کاؤنٹر گرل سے رابطہ کیا پھر کہا "میرے ایک ملاقاتی مسٹر ہومر وہاں ہیں' انہیں بھیج دو۔"

وہ ریسیور رکھ کر ایک کاغذ پر ضروری دواؤں کے نام لکھنے لگا۔ پھر دروازے پر دستک ہوئی اس نے دروازہ کھولا۔ ہومر نے ایک بیگ اسے دیتے ہوئے کہا "اس میں لباس کے علاوہ شیونگ کا اور میک اپ کا بھی سامان ہے۔ میں نے سوچا کل رات آپ کا عکس دیکھا گیا ہے۔ شاید آپ چہرہ بدلنا چاہیں گے۔"

وہ بیگ لے کر بولا "شاباش ہومر! تم بہت سمجھ دار ہو۔ یہ پرچی لو اور ابھی دوائیں لے آؤ۔"

وہ پرچی لے کر چلا گیا۔ پارس شیو کرنے لگا۔ آفرین کے دوسری بار بے ہوش ہونے سے یہ اچھی طرح سمجھ میں آ گیا تھا کہ وہ ایب نارمل ہو گیا ہے۔ ناگ کے زہر کا توڑ کرنے کے لیے صرف اسے ہی نہیں آفرین کو بھی دواؤں کی ضرورت ہے۔

اس بار بیہوشی کا وقفہ کم رہا۔ آدھے گھنٹے میں ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پارس نے قریب آ کر کہا۔ "میں تم پر ظلم کر رہا ہوں۔"

وہ بڑی کمزوری سے مسکرا کر بولی "مریض کا علاج کرنے کے لیے ڈاکٹر کو کبھی کبھی ظالم بننا پڑتا ہے۔ اللہ کرے میں تمہاری خدمت کے لیے زندہ رہوں۔"

"میں ایک خانہ بدوش ہوں۔ میرے متعلق زیادہ نہ سوچو۔ ہم اچانک ملے ہیں۔ اچانک بچھڑ بھی سکتے ہیں۔"

"یعنی میں پھر بے یار و مددگار ہو جاؤں گی۔ مجھے پھر محتاجی اور مجبوری سے زندگی گزارنی ہو گی۔"

"ایسا نہیں ہو گا۔ تمہارے پاس اتنی دولت ہو گی کہ دوسرے تمہارے محتاج رہیں گے۔ تم ایک شاندار کوٹھی میں رہو گی اور تمہاری حفاظت کے لیے مسلح گارڈز رہا کریں گے۔"

ملازم ناشتا اور گرم دودھ لے آیا۔ وہ ناشتا کرنے کے بعد میک اپ کے ذریعے چہرے پر معمولی تبدیلیاں لانے لگا۔ آفرین نے غسل کیا پھر لباس بدل کر آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہومر بہت سمجھ دار ہے۔ بالکل میرے ناپ کا لباس لایا ہے۔ کیسی لگ رہی ہوں؟"

وہ اسے دھڑکنوں سے لگا کر بولا "بہت خوبصورت ہو۔ میں کوشش کروں گا کہ تم سے بچھڑنے نہ پاؤں۔"

"میں تمہیں یہ نہیں کہوں گی کہ بیوی بناؤ۔ کنیز بنا کر تو ہمیشہ رکھ سکتے ہو؟"

"ہم نہیں جانتے کہ آئندہ ہمارے مقدر میں کیا لکھا ہے۔ فی الحال میں ایک پاکستانی سے ملنے جا رہا ہوں۔"

"میں بھی چلوں گی۔"

"وہاں تمہارا کوئی کام نہیں ہے۔ پھر بھی میں چاہوں گا کہ میری آفرین میرے ساتھ رہے اور لوگ حسن کی مورت کو میرے ساتھ دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرتے رہیں۔"

وہ اپنی تعریفیں سن کر خوش ہو رہی تھی۔ دنیا کی ہر عورت اپنی تعریفیں سن کر خوش ہوتی ہے اور آفرین کا حسن و جمال صحیح معنوں میں مستحق تھا کہ اس اداؤں بھری حسینہ پر خوب خوب شاعری کی جائے۔

وہ ہوٹل سے باہر آ کر کار میں بیٹھ گئے۔ ہومر نے کار آگے بڑھائی۔ پارس نے کہا "ملک بشیر کے پاس چلو۔"

ہومر نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "راجر اس کے بنگلے کی نگرانی کر رہا ہے۔ اس کی رپورٹ کے مطابق بنگلے میں ملک بشیر کے علاوہ ایک مسلح گارڈ اور ایک گھریلو ملازم ہے۔"

"وہاں پہنچتے ہی راجر کو بلا کر مسلح گارڈ کو خاموشی سے ٹھکانے لگا دو۔ ملازم کو کسی کمرے میں بند کر دو۔ اس دوران کسی کی آواز بنگلے سے باہر نہ جائے۔"

"آل رائٹ سر! رپورٹ کے مطابق ایک سیاسی ایجنٹ دھرم راج اس سے ملاقات کے لیے آ رہا تھا۔ ہمارے آدمیوں نے اس کا راستہ روک دیا ہے۔ اب آپ دھرم راج ملاقات کے لیے آ رہا ہے۔ اس نے گیٹ کھول دیا۔ کار پورچ میں آ کر رک گئی۔ وہ تینوں کار سے باہر آئے۔ مسلح گارڈ نے بنگلے کا دروازہ کھول کر ان کا سواگت کیا۔ انہیں اندر ڈرائنگ روم میں لے کر آیا پھر کہا "آپ یہاں بیٹھیں۔ ملک صاحب آ رہے ہیں۔"

وہ چلا گیا۔ ڈرائنگ روم قیمتی سامان آرائش سے سجا ہوا تھا۔ پارس نے زیر لب کہا "آفرین! ہم پاکستانیوں کی عزت کرتے ہیں۔ میرے پاپا پیدائشی پاکستانی ہیں۔ لیکن اس ملک میں حرام خوروں کی کمی نہیں ہے۔ ابھی ہم ایک ایسے ہی۔"

بات ادھوری رہ گئی۔ وہ حرام خور ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "نمستے دھرم راج جی!"

پارس نے کہا "نمستے! ویسے آپ مسلمان ہو کر نمستے کہہ رہے ہیں۔ آپ کو کسی ہندو سے مل کر آداب کہنا چاہئے۔"

"دھرم جی! کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہندو مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ہم ویڈیو پر ہندوستانی فلمیں دیکھتے ہیں۔ آپ لوگوں کے رسم و رواج اور آپ کی تہذیب ہمیں بہت اچھی لگتی ہے۔"

وہ سامنے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ پارس نے کہا "مجھے تو مسلمانوں کی تہذیب بالکل اچھی نہیں لگتی۔ اگر میں یہ کہوں کہ پاکستانی بیہودہ ہوتے ہیں تو کیا آپ برا مان جائیں گے؟"

وہ دانت نکال کر ہنستے ہوئے بولا "اچھے برے تو ہر جگہ ہوتے ہیں۔ ہاں مگر ہمارے ملک میں کچھ زیادہ ہیں۔ ویسے ہمیں کام کی باتیں کرنا چاہئیں۔"

"آپ بتائیں! کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

ملک بشیر نے کہا "میں یہودی سفیر سے ملاقات کر چکا ہوں اور میں نے اپنے پارٹی لیڈر کا پیغام انہیں دے دیا ہے۔"

"ہم بھی تو سنیں پیغام کیا ہے؟"

"یہی کہ امریکا سے ہمارے معاملات طے ہو گئے ہیں۔"

پارس نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ ہومر نے سگنل دے کر ڈرائنگ روم کے دروازے کو بند کر دیا تھا۔ ملک بشیر نے کہا۔ "میں بھارت کے ساتھ یہ تحریری معاہدہ کرنے آیا ہوں کہ ہماری حکومت پاکستان میں ایٹم بم نہیں بنائے گی۔ میں یہ

مطالعہ کو فہ استعداد شخصیت نکھارنے اور دلت بڑھانے کیلئے ایک بے حد کارآمد نفسیاتی کتاب
خود اعتمادی کا میٹھا پانی حاصل کیجئے
قیمت 150 روپے ڈاک خرچ 10 روپے
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۱۹۴۳ کراچی نمبر ۱

معاہدہ یہاں سے سوئزرلینڈ لے جاؤں گا۔ وہاں اس پر ہمارے پارٹی لیڈر کے دستخط ہو جائیں گے۔"

پارس نے پوچھا۔ "علامہ اقبال نے جو ایک خوددار شاہین کے حوالے سے پاکستان کا خواب دیکھا تھا' وہ درست تھا یا تم لوگوں کی موجودہ سیاست درست ہے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "دھرم جی! آپ سے کیا چھپا ہے؟ ہم اقبال اور جناح کو کب مانتے ہیں۔ انہوں نے پاکستان بنایا' ہندوؤں کا دل دکھایا۔ ہم ہندوؤں کو دل سے لگا رہے ہیں۔ ہم آپ لوگوں کو دوست بنا کر ہی پاکستان میں ہندو دوست حکومت قائم کر سکتے ہیں۔"

"تم کیا سمجھ کر امریکا' اسرائیل اور بھارت سے ایسے معاہدے کر رہے ہو۔ کیا پاکستان تمہارے باپ کا ہے؟"

وہ چونک کر سیدھا بیٹھ گیا پھر بولا "دھرم جی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

پارس نے کہا "اگر تم زمین کا کوئی ٹکڑا بیچنے آؤ تو میں کیا ساری دنیا پوچھے گی' کیا وہ زمین تمہارے باپ کی ہے؟ تمہیں زمین کے کاغذات دکھا کر ثابت کرنا ہوگا کہ تم اسے بیچنے کے حقدار ہو۔"

"پاکستان میں بہت سارے سیاستدان' وڈیرے اور جاگیردار ہیں۔ وہاں کی زمینوں کے مالک ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی زمینیں کسی کے پاس بھی گروی رکھ سکتے ہیں یا بیچ سکتے ہیں۔"

"وہ زرعی اعتبار سے جاگیرداروں اور وڈیروں کی زمینیں ہیں لیکن سیاسی اور مذہبی اعتبار سے وہ کلمہ پڑھنے والے عوام کا ملک ہے جسے تمام جاگیرداروں نے ۱۹۴۷ء میں تسلیم کیا۔ وہ اپنی زمینوں میں فصل اگا سکتے ہیں' محل بنا سکتے ہیں' ملیں لگا سکتے ہیں لیکن یہ زمین کسی غیر ملکی کو نہیں بیچ سکتے۔"

"دھرم جی! یہ آپ کہاں کی بحث لے کر بیٹھ گئے۔ ایسا لگتا ہے آپ کے اندر کسی محبِ وطن پاکستانی کی روح سما گئی ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا "حقیقت یہی ہے۔ ان لمحات میں میرا باپ میرے اندر سمایا ہوا ہے۔"

اس نے گھوم کر اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ صوفے پر سے لڑھکتا ہوا زمین پر گرا پھر جلدی سے اٹھ کر منہ پر ہاتھ رکھ کر دیکھا۔ اس کے منہ سے لہو رسنے لگا تھا۔ بڑی زبردست ٹھوکر تھی جبڑے بری طرح دکھ رہے تھے۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا "یہ ـــــ یہ کیا حرکت ہے۔ میں بھارتی وزارتِ خارجہ سے تمہاری شکایت کروں گا۔"

"اگر شکایت کرنے کے قابل رہو تو اپنے ہندو' یہودی اور عیسائی باپوں کے پاس ضرور جانا۔"

اس نے ایک ہاتھ منہ پر رسید کیا۔ وہ فولادی ہاتھ ہتھوڑے کی طرح پڑا تھا۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ اگرچہ جسمانی طور پر صحت مند تھا۔ مقابل کوئی عام سا آدمی ہوتا تو وہ لڑ پڑتا لیکن منہ پر پڑنے والی ایک ٹھوکر اور ہتھوڑے نے اسے پیروں میں کھڑے ہونے کے قابل نہیں چھوڑا۔

پارس نے اس کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں ڈال کر کہا "تم اس ہاتھ سے معاہدہ تحریر کرتے ہو۔ پاکستان اور وہاں کے عوام کی قسمت کا فیصلہ لکھتے ہو۔ اب کبھی نہیں لکھ پاؤ گے۔"

اس نے پنجے میں جکڑ لیا۔ وہ چیخنے لگا۔ یوں لگ رہا تھا لوہے کی سلاخوں میں انگلیاں پھنس کر ٹوٹ رہی ہیں پھر پارس نے ایک جھٹکا دیا تو چاروں انگلیوں کی ہڈیاں کڑکڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ٹوٹ گئیں۔ وہ اسے چھوڑ کر الگ ہو گیا۔ ملک بشیر فرش پر پڑا تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔

پارس نے کہا "تم جیسے لوگوں نے ہی پاکستان کا ایک بازو توڑا تھا۔ چار انگلیوں کے بغیر تمہارا بھی ایک بازو ناکارہ ہو چکا ہے۔ میں نے یہودی سفیر کو مہلت دی تھی۔ وہ جا چکا ہے۔ تمہیں بھی بارہ گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ پاکستان جاؤ اور خود کو قانون کے حوالے کر دو۔ ورنہ جہاں بھی رہو گے' وہاں موت لازمی آئے گی۔ تمہارے پارٹی لیڈر کا بھی ایک بازو توڑ دیا جائے گا۔"

وہ دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم سے بیڈ روم میں آیا۔ وہاں تمام سامان کی تلاشی لینے کے دوران اس کے بیوی بچوں کی تصویریں اور چند اہم دستاویزات ملیں۔ اس کی بیوی لاہور میں تھی۔ بچے کینیڈا میں تھے۔ وہ اپنی بیوی کے لحاظ سے ماہ بچوں سے ملنے کے لیے کینیڈا جاتا تھا۔ پاکستان کو کمزور بنا کر پوری فیملی عیش کر رہی تھی۔ پتا نہیں ایسے کتنے سیاسی دلال پوری فیملی کے ساتھ یورپ اور امریکا میں عیش کر رہے تھے۔

وہ اہم دستاویزات کو جلانے لگا۔ آفرین نے کہا "اسے جلانا نہیں چاہئے۔ اسے پاکستان کے کسی ذمے دار سیاستدان کے پاس بھیج دینا چاہئے۔"

"ایسا کوئی سیاستدان ان دستاویزات کے ذریعے سخت اقدامات کرنا چاہے گا تو امریکا کو ناگوار گزرے گا۔ امریکا ایک سیاسی ملک الموت ہے۔ یہ ہمیشہ اپنے ناپسندیدہ سیاستدانوں کی روحیں قبض کرتا ہے۔ جب وہ پاکستان کے کلیدی فیصلوں پر اثر انداز ہو سکتا ہے تو یہ دستاویزات کیا چیز ہیں۔"

وہ انہیں جلا کر آفرین کے ساتھ باہر آیا پھر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ہومر نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا "سر! ابھی راجر نے بتایا ہے' شام چار بجے کی فلائٹ میں ہماری سیٹیں ہو گئی ہیں۔ ہم ایک گھنٹے میں سری نگر پہنچ جائیں گے۔"

آفرین کا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ وہ چودہ برس کی عمر میں گھر سے بے گھر اور وطن سے بے وطن ہوئی تھی۔ اب پانچ برس بعد کشمیر کی زمین پر قدم رکھنے والی تھی۔ ہومر انہیں ایک اسپتال میں لے آیا۔ وہاں ڈاکٹر نے آفرین کا معائنہ کیا۔ پارس نے ڈاکٹر سے کہا "اسے سانپ نے ڈس لیا تھا۔ زہر کے توڑ کے لیے یہ دوائیں اور انجکشن لایا ہوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ انجکشن لگا دیں۔"

ڈاکٹر نے کہا "پرفیکٹ دوائیں ہیں۔ تم نے ایسی دواؤں کے متعلق کہاں سے معلومات حاصل کی ہیں؟"

"یہ میرا مشغلہ ہے۔ میں دواؤں کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہتا ہوں۔"

اس نے آفرین کو انجکشن لگایا اور پارس کی لائی ہوئی دوائیں کھانے کی ہدایات کیں پھر وہ اسپتال سے پاشا کے بنگلے میں آ گئے۔ وہاں ہومر نے پارس کو وہ انجکشن لگایا جس کے ذریعے وہ پہلے کی طرح رفتہ رفتہ نارمل ہو جاتا۔

وہ لندن کے ایک مشہور اخبار کا صحافی بن کر کشمیر جا رہا تھا۔ اپنے نئے پاسپورٹ کے مطابق میک اپ کرنے لگا۔ پاشا اسی اخبار کے ایک فوٹوگرافر کی حیثیت سے میک اپ کر کے تیار بیٹھا تھا۔ اسے ملکۂ حسن مس ایشیا کی فکر تھی۔ وہ اس کی تلاش میں کشمیر پہنچنے کے لیے بے چین تھا۔

اس نے کہا "پارس بھائی! ہمیں جانے سے پہلے اس حسینہ کے ماں باپ سے مل لینا چاہئے۔"

"کیوں مل لینا چاہئے؟ اسے اغوا کرنے والے پہلوان کے پنجے سے چھڑا کر لانے سے پہلے رشتہ مانگو گے تو اس کے ماں باپ کبھی تمہیں داماد نہیں بنائیں گے۔"

"میں اپنی بہادری کا کارنامہ دکھانے سے پہلے رشتہ نہیں مانگوں گا۔ صرف اس کی تصویر طلب کروں گا۔ ہم اسے تصویر کے بغیر کیسے پہچانیں گے؟"

"اوّل تو اس کے ماں باپ بمبئی میں ہیں۔ ملاقات نہیں ہو سکے گی۔ دوسری بات یہ کہ ملکۂ حسن مس ایشیا کو عقل سے پہچان سکتے ہو۔ عقل وہاں جسے کہہ دے کہ وہ سب سے زیادہ حسین ہے' وہی ملکۂ حسن ہوگی۔ ایک اور پہچان یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی قد آور پہلوان ہوگا۔ وہی اغوا کا مجرم اور تمہارا رقیب ہوگا۔"

"درست کہتے ہو۔ میں اسے عقل سے پہچانوں گا اور طاقت سے حاصل کروں گا۔ بس تم مجھے گائیڈ کرتے رہو۔"

اسی وقت پارس نے پرائی سوچ کی لہریں محسوس کیں۔ ایوان راسکا کی آواز سنائی دی "پلیز سانس نہ روکنا۔ میں دو چار ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر وہ باتیں شی تارا کے متعلق ہوں گی تو میں سانس روک کر تمہیں بھگا دوں گا۔"

"پلیز مسٹر پارس! تم مادام کو دل و جان سے چاہتے ہو۔ وہ بھی تمہیں چاہتی ہیں اور ـــ"

میں نے بات کاٹ کر کہا "اس سے کہو اپنا موبائل نمبر دے۔ میں رابطہ کروں گا۔"

اس کے اندر ایوان راسکا کی موجودگی کا فائدہ اٹھا کر وہ بھی موجود تھی۔ کہنے لگی "پکے شیطان ہو۔ اتنی دیر سے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کر رہی ہوں مگر تمہاری مصروفیات کے متعلق کچھ معلوم ہی نہیں ہو رہا ہے۔"

"فوراً موبائل نمبر بتاؤ ورنہ سانس روک لوں گا۔"

وہ نمبر بتا کر بولی "مطلبی! ہرجائی! خون چوسنے والا بھونرا' بھونرا نہیں ڈریکولا۔ میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

پارس نے مسکرا کر سانس روک لی پھر موبائل کے ذریعے رابطہ کرنے کے بعد بولا "تم خیال خوانی کے ذریعے یا فون کے ذریعے منہ نہیں توڑ سکو گی اس لیے کام کی بات کرو۔"

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے ایک پاکستانی ایجنٹ کو بری طرح زخمی کیا ہے اور اس کے باڈی گارڈ کو گولی مار دی ہے۔"

"کیا تم اطلاع کی تصدیق کر رہی ہو؟"

"میں پورے یقین کے ساتھ جانتی ہوں۔ یہ واردات تم نے کی ہے۔"

"یہ تمہاری نظروں میں واردات اور میری نظروں میں جہاد ہے۔ ویسے اب تم تمام فکروں سے آزاد ہو جاؤ' میں تمہارے دیس سے جا رہا ہوں۔"

"جھوٹ بول رہے ہو۔ مجھے پتا ہے' آج کل میں کشمیر جانے والے ہو۔"

"تم یقین کرو۔ مجھے یہاں سے جانے کے لیے تمہاری ٹیلی پیتھی کی ضرورت ہے۔ میں کل صبح کی فلائٹ سے پیرس جانا چاہتا ہوں لیکن مجھے سیٹ نہیں مل رہی ہے۔"

"میں سمجھ گئی تم چاہتے ہو' میں خیال خوانی کے ذریعے کسی کی سیٹ کینسل کرا کے وہ تمہیں دلا دوں۔ یہ کام چٹکی...

بجلاتے ہو جائے گا۔"

"میں اپنے ایک آدمی کو چار بجے اپنا پاسپورٹ دے کر انڈین ایئرلائن کے دفتر میں بھیجوں گا۔"

"تم خود کیوں نہیں آؤ گے؟"

"اس لیے کہ تم نے دوستی کے بعد دشمنی شروع کر دی ہے۔ میں اس شرط پر آؤں گا کہ تم ملو گی۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو' میں نے دشمنی نہیں کی ہے۔ میں دوستی کا یقین دلانے کے لیے آج رات تمہارے پاس آسکتی ہوں۔"

"میری جان! ابھی آجاؤ۔ میں دن کو رات بنالوں گا۔"

"میں مدراس میں ہوں رات آٹھ بجے دہلی پہنچوں گی۔ تم میرے دیس سے جا رہے ہو' میں پیار سے رخصت کروں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اپنے آدمی کے ہاتھ پاسپورٹ بھیج رہا ہوں اور رات کے آٹھ بجے تم سے ائرپورٹ پر ملوں گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ پاشا نے کہا "پارس بھائی! یہ اچھی بات نہیں ہے۔ تم کل صبح پیرس نہیں جاؤ گے۔ میرے ساتھ ابھی کشمیر جاؤ گے۔"

"میں ابھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔"

"اور ابھی جو فون پر کہہ رہے تھے؟"

پارس نے کہا "شی تارا کو یقین تھا کہ میں آج کل میں کشمیر جا رہا ہوں۔ وہ یہاں کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کرا سکتی تھی۔ اس کی رپورٹ پر ابھی پولیس والے ائرپورٹ پر ہمیں گھیر سکتے تھے۔ اب اسے اطمینان ہو گیا ہے۔ وہ چار بجے انڈین ایئرلائن کے افسر کو ٹپ کر کے میرے پاسپورٹ کا انتظار کرے گی اور اس وقت ہم اپنی منزل کی طرف پرواز کر رہے ہوں گے۔"

آفرین نے زیرِ لب کہا "اے مادرِ وطن! اے جنتِ ارضی! ہم آرہے ہیں۔"

○☆○

ایوان راسکا چپکے سے فرحانہ کے پاس آیا۔ وہ سو رہی تھی۔ پچھلی تمام رات جاگنے کے بعد اس نے تھوڑی دیر تک راسکا کی واپسی کا انتظار کیا تھا پھر اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔

اس کی خوابیدہ سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اب تک تنگ دستی اور محتاجی کی زندگی گزارتی رہی' دوسروں سے ڈرتی اور مرعوب ہوتی رہی لیکن ایک اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی زندگی میں آکر پہلی بار اسے فکر مندی' خوف و ہراس اور احساس کمتری سے نجات دلائی تھی اور وہ پہلی بار بڑی بے فکری سے گہری نیند سو رہی تھی۔

اب بھی اس کے لاشعور میں یہ خوف باقی تھا کہ شاید تھانیدار واپس آکر اس کے بھائی کو گرفتار کر لے اور بمن کے ہاتھوں جو بے عزتی اٹھائی ہے' اس کا بدلہ لینا شروع کر دے۔ ایوان راسکا نے اسے یقین دلایا تھا کہ اب وہ فرعون پولیس افسر اس کے گھر آنے یا اسے چھیڑنے کی جرأت نہیں کرے گا لیکن اکثر لوگ بڑے ڈھیٹ ہوتے ہیں۔ طرح طرح کی ذلتیں اٹھانے اور اپنی ہڈیاں تڑوانے کے باوجود انتقامی کارروائی سے باز نہیں آتے۔

راسکا نے سوچا۔ دشمن کی خبر لینا چاہیے۔ کبھی توقع کے خلاف بہت کچھ ہو جاتا ہے۔ یہ سوچ کر وہ تھانیدار کے دماغ میں پہنچا۔ وہ تھانیدار اسپتال پہنچا ہوا تھا۔ ظاہر ہے ریوالور کی گولی سے زخمی ہوا تھا۔ اس نے اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر گولی ماری تھی جس کے نتیجے میں اس ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

اس کے اعلیٰ افسر نے سوال کیا تھا "انسپکٹر! تم اپنے ہی ریوالور سے کیسے زخمی ہو گئے؟"

تھانیدار سوچ میں پڑ گیا کہ کیا جواب دے؟ کیونکہ ٹیلی پیتھی کے حربے کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ اسے کالے جادو جیسا کوئی نہ سمجھ میں آنے والا عمل سمجھ رہا تھا۔ اگر وہ اپنے بڑے افسر سے کہتا کہ جادو کے ذریعے ریوالور سے گولی چلا گئی تھی تو اس بات پر یقین نہیں کیا جاتا۔ افسر اسے جاہل اور توہم پرست کہتا اور اسے پولیس کی ملازمت کے قابل نہ سمجھتا۔

اور اگر وہ کہتا کہ اس علاقے میں ایک لڑکی اللہ والی ہے اور وہ کرامات دکھاتی ہے۔ تھانیدار جیسے بااختیار کو بے اختیار بنا دیتی ہے' تب بھی کوئی اس بات کا یقین نہ کرتا۔ یقین کرانے کے لیے وہ اپنے افسر کو فرحانہ کے گھر لے جاتا تھا لیکن اب اتنا حوصلہ نہیں پا رہا تھا کہ اس کے گھر جائے اور پھر اس کا سامنا کرے۔ وہ اس تھانے سے تبادلہ کرانے کا ارادہ کر چکا تھا۔

اعلیٰ افسر نے پوچھا "خاموش کیوں ہو؟ جواب دو! اپنی ہی ریوالور سے کیسے زخمی ہو گئے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "سر! وہ میں ــــ میں ریوالور صاف کر رہا تھا' غفلت میں گولی چل گئی۔"

افسر نے کڑک کر کہا "میں سب سمجھتا ہوں تم بہت جھوٹ بولنے لگے ہو۔ کسی دن نشے میں خود کو گولی مار لو گے۔ کیا تمہیں اس ملازمت کے لیے نااہل قرار دے دوں؟"

اس نے التجا کی "سر! اس بار مجھے معاف کر دیں اور ایک مہربانی کریں۔ کسی دوسرے تھانے میں میرا تبادلہ کر دیں۔"

"تم تبادلہ چاہتے ہو؟ کیوں؟ اس تھانے میں بڑی اندھی کمائی ہے اور تم یہاں سے جانا چاہتے ہو؟"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اندھی کمائی چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ مگر جان ہے تو جہان ہے۔ یہاں رہنے سے جان نہیں رہے گی تو پھر کمائی بھی نہیں رہے گی۔ کسی کم آمدنی والے تھانے میں جا کر زندہ تو رہ سکے گا۔ اس نے آنکھیں کھول کر کچھ کہنا چاہا' لیکن اس کا بڑا افسر جا چکا تھا۔

اس علاقے کا سب سے بڑا غنڈا اور قاتل طوبیٰ شاہ کمرے میں آیا پھر بولا "میں باہر کھڑا سن رہا تھا۔ آپ بڑے صاحب سے تبادلے کے لیے کہہ رہے تھے۔ آخر بات کیا ہے؟"

تھانیدار نے پوچھا "تم اسپتال میں کیسے آئے؟ کیا یہاں تمہارا کوئی بیمار ہے؟"

"جنابِ عالی! کیا آپ میرے نہیں ہیں؟ آپ کے دم قدم سے ہماری بادشاہی چلتی ہے۔ جیسے ہی پتا چلا کہ آپ کو کسی نے گولی ماری ہے' میں منہ کا لقمہ چھوڑ کر آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا ہوں۔ وہ کون مائی کا لال ہے جس نے آپ پر گولی چلائی ہے؟ آپ اس کا نام پتا بتائیں۔ میں اس کی بوٹی بوٹی کر دوں گا۔"

"ڈی آئی جی صاحب نے بھی یہی سوال کیا تھا۔ مگر میں نے جھوٹ کہہ دیا کہ گولی میرے ہی ہاتھ سے چل گئی تھی۔ جبکہ یہ جھوٹ بھی ہے اور سچ بھی ہے۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا جناب کہ یہ جھوٹ بھی ہے اور سچ بھی ہے؟"

"میں سچ کہوں گا تو کسی کو یقین نہیں آئے گا۔ مگر تم یقین کر لو یا نہ کرو' سچ یہ ہے کہ وہ لڑکی اللہ والی ہے۔"

"کون لڑکی؟ یہاں ایسی کون اللہ والی ہے۔ میں سب ولیوں کو جانتا ہوں۔"

"اسے گالی نہ دو۔ اس نے سن لیا تو تمہاری شامت آجائے گی۔ وہ بہت خطرناک بن گئی ہے۔"

"آخر وہ ہے کون' جس سے آپ جیسا زبردست تھانیدار ڈرنے لگا ہے؟"

"وہ تمہارے دوست شیرو کی بہن ہے۔ اس کا نام فرحانہ ہے۔"

وہ پچھلی رات کے تمام واقعات طوبیٰ شاہ کو سنانے لگا۔ وہ سننے کے بعد حیرانی سے بولا "جناب! کوئی اور کہتا تو میں کبھی یقین نہ کرتا۔ اس ہاتھ کی ٹوٹی ہوئی ہڈی بتا رہی ہے کہ ایسا ہوا ہے۔ پھر کوئی مرد ایک لڑکی سے طمانچہ نہیں کھاتا جبکہ آپ اس کا اقرار کر رہے ہیں۔"

"صرف اتنا ہی نہیں' وہ میرے پندرہ ہزار روپے بھی لے گئی ہے۔ میری اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ رقم واپس لے سکوں۔"

"کیا آپ اس ایک لڑکی کے خوف سے تبادلہ چاہتے ہیں؟ کیا ہم اسے ٹھکانے نہیں لگا سکتے؟"

"تم اس کی پُراسرار قوتوں کے متعلق سننے کے بعد بھی حوصلہ رکھتے ہو تو جاؤ اسے ٹھکانے لگا دو۔"

"میرا خیال ہے آپ اس کے روبرو تھے۔ وہ آپ کو دشمن سمجھتی تھی۔ اس لیے آپ پر کسی طرح کا جادوئی عمل کرتی تھی۔ اگر میں اس کے سامنے نہ جاؤں اور چھپ کر حملہ کروں تو وہ میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گی۔ میں جا رہا ہوں اور ابھی اس کا کام تمام کر کے واپس آؤں گا۔ پھر آپ کو یہ تھانہ چھوڑ کر جانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا اسپتال سے باہر آیا پھر اپنے گھر پہنچا۔ پچھلی شام وہاں کے ایک سیاستداں کو قتل کرانے اور خفیہ دستاویزات منتقل کے گھر سے لانے کے لیے طوبیٰ شاہ کو پچاس ہزار روپے دیے تھے۔ جس میں سے طوبیٰ نے دو ہزار شیرو کو اور دو ہزار شیدے کو دیے تھے۔ ایک ہزار خود خرچ کیے تھے۔ باقی پینتالیس ہزار اپنے صندوق میں رکھے تھے۔ اس نے وہ پینتالیس ہزار ایک بڑے سے رومال میں لپیٹے۔ ایک چاقو جیب میں رکھا پھر فرحانہ کے گھر کی طرف چل پڑا۔

وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ ورنہ اتنی بڑی رقم لے کر ایسے وقت نہ نکلتا' جب کسی کو قتل کرنے کا ارادہ ہو۔ اس نے دروازے پر آکر دستک دی۔ دوسری دستک پر فرحانہ کی ماں نے دروازہ کھولا پھر طوبیٰ شاہ کو دیکھ کر بولی "تو نے میرے بیٹے کو آوارہ بدمعاش بنا دیا ہے۔ کل تھانیدار اسے قتل کے الزام میں پکڑ کے لے گیا تھا۔ پتا نہیں میری بیٹی اسے کیسے رہائی دلا کر لے آئی ہے۔ میں تجھ سے التجا کرتی ہوں۔ میرے بیٹے کا پیچھا چھوڑ دے۔"

اندر سے شیرو کی آواز آئی "امی! کون آیا ہے؟"

وہ آنگن میں دروازے کی طرف آیا پھر طوبیٰ شاہ کو دیکھتے ہی چونک کر بولا "پہلوان جی! آپ ہیں۔ اندر آئیں۔ میں خود آپ کے پاس آنے والا تھا۔ تھانیدار ہمیں پکڑ کر لے گیا تھا۔ وہ آپ سے رقم بھی لیتا ہے اور ہمیں ــــ"

طوبیٰ شاہ نے بات کاٹ کر کہا "مجھے ساری باتیں معلوم ہوگئی ہیں۔ میں تیری بہن سے ملنے آیا ہوں۔"

"وہ۔ وہ تو سو رہی ہے۔ آ۔۔۔۔ آپ کو اس سے کیا کام ہے؟ مجھ سے بات کریں۔"

اس نے رومال کھول کر رقم دکھائی پھر وہ رقم اس کی ماں کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا "جب وہ تھانیدار سے رقم وصول کرسکتی ہے تو مجھ سے بھی وصول کرنے آئے گی۔ اس سے پہلے ہی میں یہ پینتالیس ہزار دے رہا ہوں۔ اور یہ چاقو اس دروازے پر چھوڑ کر جارہا ہوں۔ ایک نیام میں دو تلواریں ایک ملک میں دو بادشاہ اور ایک محلے میں دو غنڈے نہیں رہ سکتے۔"

وہ پلٹ کر جانے لگا۔ اسی وقت راسکا نے اس کے دماغ کو ذرا ڈھیل دی۔ وہ چلتے چلتے ٹھٹک گیا۔ گلی کے لوگ دور کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ پھر پلٹا اور فرحانہ کے گھر کی طرف دیکھ کر سوچنے لگا۔ میں اس لڑکی کا مزاج درست کرنے آیا تھا لیکن اتنی بڑی رقم اس کی ماں کو دے کر جارہا ہوں۔ کیا میں پاگل ہوگیا ہوں؟ اور وہ چاقو جس سے سارا محلہ ڈرتا ہے۔ اسے اس کی چوکھٹ پر چھوڑ آیا ہوں۔

دروازے پر فرحانہ کی ماں اور اس کا بھائی شیرو حیرانی سے کھڑے طوبیٰ شاہ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ گرج کر بولا "اے بوڑھی مائی! تو نے میرے پینتالیس ہزار روپے لے لیے کیا یہ تیرے باپ کا مال ہے؟"

وہ تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ ماں نے گھبرا کر نوٹوں کی گڈیاں اس کی طرف پھینک دیں۔ وہ گڈیاں گلی میں زمین پر بکھر گئیں۔ طوبیٰ نے چوکھٹ پر رکھے ہوئے چاقو کو اٹھا کر اسے کھولتے ہوئے کہا "میں تیری بیٹی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

گلی کے لوگ نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر قریب آرہے تھے۔ طوبیٰ کے ہاتھ میں چاقو کھلتے دیکھ کر دور بھاگنے لگے۔ اس نے جھک کر نوٹوں کی ایک گڈی اٹھائی پھر اسے فضا میں لہراتے ہوئے کہا۔ "لوگو! کوئی چیز کسی کو دے کر واپس نہیں لینا چاہیے۔ میں تھوک کر چاٹنے والوں میں سے ہوں۔ یہ دیکھو میں تھوک رہا ہوں۔"

اس نے زمین پر جھک کر تھوکا اور پھر اوندھا لیٹ کر تھوک اور مٹی چاٹنے لگا۔ جو لوگ ڈر کر دور ہوگئے تھے، وہ رک کر حیرانی سے اس قاتل غنڈے کو دیکھنے لگے۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے دایاں ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا "میں نے اس ہاتھ سے دی ہوئی رقم اٹھائی اس لیے اس ہاتھ کو سزا دے رہا ہوں۔"

اس نے بائیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے چاقو کی نوک دائیں بازو میں پیوست کردی پھر بازو کے گوشت کو دور تک چیر ڈالا۔ عورتیں یہ نظارہ دیکھ کر چیخ پڑیں۔ وہ گلی میں پڑے ہوئے روپے اٹھا اٹھا کر فرحانہ کی ماں کے قدموں میں پھینک رہا تھا اور قہقہے لگا رہا تھا۔ اس کے بازو سے خون ابل رہا تھا۔ لباس سرخ ہو رہا تھا۔ وہ تمام رقم مکان کے اندر پھینکنے کے بعد بولا "میں توبہ کرتا ہوں، اب ادھر نہیں آؤں گا۔"

وہ پھر پلٹ کر جانے لگا۔ راسکا نے پھر اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ تب وہ بازو کی تکلیف محسوس کرنے لگا۔ بازو کا گوشت کٹ کر باہر کی طرف الٹ گیا تھا۔ اس نے سہم کر گوشت کی سرخ بوٹیوں کو دیکھا۔ پھر انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا "نہیں، نہیں میں توبہ کرتا ہوں۔ کان پکڑتا ہوں ادھر کبھی نہیں آؤں گا۔ میں علاقہ چھوڑ کر جارہا ہوں۔"

وہ دوڑتا ہوا گرتا پڑتا..... وہاں سے چلا گیا۔ گلی کی عورتوں اور مردوں نے فرحانہ کی ماں سے پوچھا "یہ قصہ کیا ہے؟ کیا یہ پاگل ہوگیا ہے؟ اس نے تم لوگوں کو اتنی دولت کیوں دی ہے؟"

ماں نے کہا "میرے پاس تم لوگوں کے کسی سوال کا جواب نہیں ہے۔ جاؤ اپنا اپنا کام کرو۔"

اس نے دروازہ بند کرلیا۔ شیرو نے فرش پر پڑی ہوئی گڈیاں اٹھا کر کہا "امی! کل سے ہمارے ساتھ عجیب و غریب تماشے ہو رہے ہیں۔ فرحانہ نے تھانیدار کو اپنا بازو توڑنے پر مجبور کیا تھا، ابھی طوبیٰ یہاں سے اپنا بازو زخمی کرکے گیا ہے۔ کیا تم سمجھ رہی ہو کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

"بیٹے! میں حیران ہوں کہ یہ کیا ہو رہا ہے، عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ اتنا ہی سمجھ میں آتا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد مل رہی ہے۔"

بوڑھا باپ چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا "یہ بات ہے۔ میری بیٹی یہاں سے پار سدھائی تھی اور تھانے سے پار سدھا واپس آئی، اس وقت اپنے کمرے میں آرام سے سو رہی ہے اور اس علاقے کا سب سے بڑا غنڈا اس چوکھٹ پر تھوکا چاٹ کر اور خود اپنے ہاتھوں سے زخمی ہو کر پلٹا ہے۔ میری بیٹی پر کسی کا سایہ ہے۔ اسے اب کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

شیرو نے کہا "میں چھوٹی بڑی رقم چراتا آیا ہوں۔ اب میرے ہاتھوں میں فرحانہ کے یہ ہزاروں روپے ہیں۔ میری جرأت نہیں ہو رہی ہے کہ اس میں سے ایک نوٹ بھی نکال کر اپنے پاس چھپالوں۔"

"میری بیٹی بڑی نیک بخت ہے۔ جاؤ یہ روپے رکھ دو۔ وہ سو کر اٹھے گی تو اسے دے دینا۔"

ایوان راسکا خوابیدہ محبوبہ کے پاس آیا۔ اس کی خاطر باہر پنگے ہوتے رہے اور اسے خبر نہ ہوئی۔ وہ اپنے محافظ کی نگرانی میں نیند کے مزے لے رہی تھی۔ وہ کہنے لگا۔ "جب تم آنکھیں کھولو گی تو طوبیٰ شاہ جیسے قاتل کا حال معلوم ہونے کے بعد تمہارا حوصلہ بڑھے گا۔ پھر تم کسی سے خوف زدہ نہیں ہوا کرو گی۔"

اس کی خوابیدہ سوچ نے کہا "میرے مہربان! پتا نہیں مجھ سے کب کیسی نیکی ہوگئی جس کے انعام میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے پاس بھیج دیا ہے۔ میں دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی ہوں۔"

"اب تم اس چھوٹے سے مکان میں نہیں رہو گی۔ کسی عالیشان محل میں رہا کرو گی۔ قیمتی ائرکنڈیشنڈ کاروں میں بیٹھا کرو گی۔ تم آج ہی سے کوئی عالیشان محل پسند کرو اور اسے ہر قیمت پر خرید لو۔ تمہارے پاس کروڑوں روپے پہنچتے رہا کریں گے۔ فی الحال آرام سے سوتی رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

وہ پھر طوبیٰ شاہ کے پاس پہنچا۔ وہ بھی تھانیدار کی طرح اسپتال پہنچ گیا تھا۔ اس کے بازو کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔ اس نے اس کے ذہن سے سیاستدان مقدر علی کا فون نمبر معلوم کیا پھر ڈاکٹر کے ذریعے وہ نمبر ڈائل کرائے۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ ہوا۔ کسی مرد کی آواز سنائی دی۔ ڈاکٹر نے پوچھا "کیا مسٹر مقدر علی ہیں؟"

"جی ہاں۔ مگر آپ کون ہیں؟"

راسکا ڈاکٹر سے ریسیور رکھوا کر دوسری طرف بولنے والے کے اندر پہنچ گیا۔ وہ مقدر علی کا سیکریٹری تھا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ مقدر علی نے الیکشن لڑنے کے لیے اپنی کچھ زمینیں بیچ دی ہیں۔ ان زمینوں کے پچاس لاکھ روپے نقد اس کے پاس ہیں۔ یہ رقم وہ اپنے بیڈ روم میں رکھتا ہے۔

وہ پھر فرحانہ کے پاس آیا۔ اس کے خوابیدہ دماغ سے بولا "تمہیں تمہاری توقع سے زیادہ دولت ملتی رہے گی۔ وعدہ کرو کہ خوشی سے پاگل نہیں ہوگی۔"

خوابیدہ سوچ نے کہا "میں وعدہ کرتی ہوں، ہوش و حواس میں رہوں گی اور اپنے جذبات کو قابو میں رکھوں گی۔"

"تمہیں ایک شخص سے پچاس لاکھ روپے ملنے والے ہیں۔ تم بتاؤ کہ وہ شخص یہ رقم لے کر کہاں آئے؟"

"واقعی میں کبھی اتنی بڑی رقم کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔ کیا وہ میرے دروازے پر رقم پہنچائے گا؟"

"پہنچا سکتا ہے لیکن وہ بہت بڑا لیڈر ہے۔ اسے محلے والے پہچان لیں گے۔ وہ لیڈر دماغی طور پر غائب رہ کر آئے گا۔ بعد میں محلے والوں سے اسے معلوم ہوجائے گا کہ وہ بریف کیس لے کر تمہارے دروازے پر آیا تھا۔"

"تو پھر اسے لال پل کے قریب لے آؤ۔ وہاں میرا بھائی اس سے بریف کیس لے لے گا۔"

ایوان راسکا اس کے بھائی شیرو کے اندر آیا پھر اسے چارپائی سے اٹھا کر بہن کے کمرے کے اندر لے آیا۔ اس نے بہن کو گہری نیند میں دیکھا۔ راسکا اس کی زبان سے بولا "بھائی! میں جو کہہ رہی ہوں۔ اس پر عمل کرو۔ آدھے گھنٹے بعد لال پل سے سو گز کے فاصلے پر سڑک کے کنارے جاکر انتظار کرو۔ ایک شخص کار میں آئے گا اور تمہیں ایک بریف کیس دے کر چلا جائے گا۔ تم اس بریف کیس کے سلسلے میں کسی سے کچھ نہیں بولو گے، اسے یہاں لے آؤ گے۔ اب جاؤ۔"

شیرو کو یقین ہوگیا تھا کہ بہن اللہ والی ہے۔ اس نے کوئی سوال نہیں کیا۔ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔

راسکا کے لیے اگلا مرحلہ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ اس نے سیکریٹری کے ذریعے مقدر علی کے دماغ میں پہنچ کر قبضہ جمایا۔ مقدر علی بریف کیس اٹھا کر کوٹھی سے باہر آیا اور کار میں بیٹھ گیا۔ وہ مسلح گارڈ کے ساتھ باہر نکلتا تھا لیکن اس نے گارڈ کو ساتھ آنے سے روک دیا۔ تنہا ڈرائیو کرتا ہوا لال پل سے سو گز آگے پہنچا پھر وہاں کار روک دی۔

کار کے پاس سڑک کے کنارے ایک جوان کھڑا ہوا تھا۔ راسکا نے مقدر علی کی زبان سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولا "میرا نام شیرو ہے۔ کیا تم بریف کیس لائے ہو؟"

مقدر علی نے پاس والی سیٹ پر رکھا ہوا بریف کیس اٹھا کر اسے دیتے ہوئے کہا "یہ بھول جاؤ کہ مجھ جیسے بڑے سیاستدان نے یہ بریف کیس دیا تھا۔ کبھی میں اس کے متعلق پوچھوں تو صاف انکار کردینا کہ تم نے مجھ سے کچھ لیا تھا یا یہاں مجھے دیکھا تھا۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی۔ اسے واپسی کے راستے پر موڑا پھر ڈرائیو کرتا ہوا اپنی کوٹھی کے احاطے میں پہنچ گیا۔ کار سے اتر کر کوٹھی کے اندر آیا پھر اپنے بیڈ روم میں پہنچ کر

کرسی پر بیٹھا تب راسکا نے اسے آزاد کردیا۔ وہ چونک کر سوچنے لگا ابھی وہ کس عالم میں تھا؟ سو رہا تھا یا جاگ رہا تھا؟ غافل کیسے ہوگیا تھا؟

اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اسے یہ یاد نہیں آیا کہ وہ بریف کیس لے کر کہیں گیا تھا اور خالی ہاتھ واپس آیا تھا۔

راسکا نے فرحانہ کے پاس آکر کہا "اب آنکھیں کھولو۔ تمہاری نئی زندگی کی صبح ہوچکی ہے۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک بھرپور انگڑائی لینے کے بعد اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے پوچھا "ہیلو کیسی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "بہت اچھا لگ رہا ہے۔ خود کو ہلکی پھلکی محسوس کررہی ہوں۔ میں نے تمہیں خواب میں دیکھا تھا مگر تمہارا چہرہ واضح نہیں تھا۔ تم کسی بریف کیس کے متعلق کہہ رہے تھے۔"

"ہاں وہ پچاس لاکھ روپے سے بھرا بریف کیس تمہارے کمرے میں رکھا ہوا ہے۔ طوبیٰ شاہ تمہاری ماں کو پینتالیس ہزار ڈالر کے اس علاقے سے ہمیشہ کے لیے چلا گیا ہے۔ آئندہ تم کسی سے خوفزدہ نہیں رہوگی۔ جب تک کوئی عالیشان محل نہ خریدو' تب تک کوئی شاندار کوٹھی کرائے پر حاصل کرکے رہو۔ بہترین کار خریدو اور زندگی گزارنے کا ڈھنگ بدل لو۔"

وہ دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر بولی "میرے اجنبی عاشق! تم میرے لیے جو کررہے ہو' وہ فرہاد بھی اپنی شیریں کے لیے نہ کرسکا۔ نامراد وہ کرونیا سے چلا گیا۔"

"شاید میں بھی اس کی طرح دودھ کی نہر لاتے لاتے دنیا سے چلا جاؤں۔"

"خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کرو۔ اب تو میں تمہارے بغیر ادھوری رہوں گی۔ میں نہیں جانتی تم کون ہو اور کیسے ہو؟ جیسے بھی ہو' میں نے تمہیں اپنے جسم و جان کا مالک بنالیا ہے۔ پلیز! اپنے متعلق بتاؤ؟"

"میرا نام ایوان راسکا ہے۔ میں عیسائی ہوں۔ یہ تمہیں معلوم ہوچکا ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں؟"

"کیا تم واقعی عیسائی ہو؟"

"ہاں کیا تمہیں اعتراض ہے؟"

"اعتراض نہیں ہے۔ مگر میں تذبذب میں پڑ گئی ہوں۔ کیونکہ میں مسلمان ہوں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یورپ اور امریکا میں مسلمان عورتیں عیسائی مردوں سے اور عیسائی عورتیں مسلمان مردوں سے شادی کرتی ہیں۔"

"کرتی ہوں گی۔ ان کی اپنی مجبوریاں ہوں گی۔ یا ان کا مذہبی عقیدہ کمزور ہوگا۔ میں نہ تو کمزور ہوں اور نہ مجبور ہوں۔ میں تم سے دوستی کرسکتی ہوں۔ تم پر جان دے سکتی ہوں۔ مگر تمہیں کبھی جیون ساتھی نہیں بنا سکوں گی۔"

"تم جان دینے کی حد تک دوستی کروگی۔ یہی میرے لیے بہت ہے کیونکہ میں جیسی زندگی گزار رہا ہوں ویسی زندگی میں دنیا کی کسی لڑکی کو شریک حیات نہیں بنا سکوں گا۔"

"ایسی کیا بات ہے؟ تم کیسی زندگی گزار رہے ہو؟"

"میں ایک قیدی ہوں۔ ایک عالیشان محل کی چار دیواری میں قید رہتا ہوں۔ محل کے اندر اور باہر اتنا سخت پہرا ہے کہ ایک چیونٹی بھی فرش پر رینگتی ہوئی آئے تو خطرے کا الارم بجنے لگتا ہے۔"

"اوہ خدایا! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ میرے لیے خوش قسمتی کے دروازے کھولنے والا ایک مجبور قیدی ہے۔"

وہ تفصیل سے بتانے لگا کہ کس طرح برسوں پہلے روسیوں کے ہتھے چڑھ گیا تھا اور اب تک ان کی قید میں ہے۔ اس کے پاس جو ٹیلی پیتھی کا علم ہے' وہ روسیوں کے کام آتا ہے۔ اپنے کام نہیں آتا۔

وہ بولی "تم نے مجھے بے حد و بے حساب مسرتیں دے کر بری طرح اداس کردیا ہے۔ مجھے بتاؤ کیا میں کسی طرح تمہارے کام آسکتی ہوں؟"

"کوئی میرے کام نہیں آسکے گا۔ پنچھی قفس میں رہے تو رفتہ رفتہ قفس کا عادی ہوجاتا ہے۔ میں بھی حوصلہ ہار کر بیٹھا ہوا تھا۔ ایسے میں تم میری نظروں میں آگئیں۔ نظروں سے دل میں سما گئیں۔ اب یہ خواہش تڑپا رہی ہے کہ تمام زنجیریں توڑ کر تمہارے پاس چلا آؤں۔"

"تم مرد ہو۔ حوصلہ قائم رکھو۔ زنجیریں ٹوٹ جائیں گی۔ اب میں دن رات خدا سے تمہاری رہائی کے لیے دعائیں مانگتی رہوں گی۔"

"فرحانہ یہاں فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ مجھے دماغی طور پر حاضر رہنا پڑے گا۔ فرصت ملتے ہی پھر آؤں گا۔ گڈبائی۔"

وہ اپنی جگہ پر حاضر ہوگیا۔ فون کی گھنٹی اسے پکار رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو!"

دوسری طرف سے فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "ہیلو راسکا! میں جنرل بول رہا ہوں۔ کیسے ہو؟"

"ایسا ہی ہوں جیسے ایک پرندہ اپنے پنجرے میں رہتا ہے اور کھلی فضا میں اڑنے کے لیے پھڑپھڑاتا رہتا ہے۔"

"تم ایک مدت کے بعد آزادی سے اڑنے کی خواہش

بیان کررہے ہو۔ اچانک یہ تحریک کیوں پیدا ہورہی ہے؟"

"یہ تحریک انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ میں بھی انسان ہوں۔ کیا آپ حضرات مجھے تھوڑی آزادی نہیں دیں گے؟"

"اب سے دو برس پہلے تم نے آزادی کا مطالبہ کیا تھا۔ ہم نے تمہارا برین واش کیا اور تمہارے اندر سے آزادی کی خواہش مٹادی۔ کیا پھر تمہارا برین واش کیا جائے؟"

برین واش کرنے کا مطلب ہوتا کہ وہ پچھلی تمام باتیں اور تمام جذبے بھول جاتا۔ اپنی فرحانہ کو بھی بھول جاتا اور اب وہ اسے بھلا کر جینا نہیں چاہتا تھا۔ اب اس قیدی کی زندگی فرحانہ کے تصور ہی سے روشن رہتی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں بار بار برین واشنگ کی تکلیف برداشت نہیں کروں گا۔ تم لوگ بڑا ظلم کرتے ہو۔ بجلی کے جھٹکے پہنچا کر توبہ کرنے پر مجبور کرتے ہو۔ مجھے آزادی منظور نہیں ہے۔ میں تم لوگوں کا غلام ہوں۔ حکم کریں آقا؟"

جنرل نے ہنستے ہوئے کہا "شاباش! اسی فرمانبرداری نے تمہیں زندہ رکھا ہے۔ اب ایک کام کی بات سنو' پیرس میں ہمارے ایک جاسوس نے ایک ایسے طالب علم سے دوستی کی ہے' جو بابا صاحب کے ادارے میں تعلیم حاصل کررہا ہے۔ تم اپنا ٹی وی آن کرو اور اسے محل کے ریکارڈنگ روم سے منسلک کرو۔ تم ہمارے جاسوس کو اسکرین پر دیکھ سکو گے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر ہدایات پر عمل کرتے ہوئے۔ ٹی وی کو آن کیا پھر صوفے پر آکر ریسیور اٹھا کر بولا "یس سر! ٹی وی آن ہے۔ آپ جاسوس کو پیش کریں۔"

تھوڑی دیر بعد اسکرین پر ایک شخص نظر آیا۔ وہ بول رہا تھا۔ راسکا۔ اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے رہا تھا اور اسکرین پر نظر آنے والی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ پھر وہ اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس جاسوس نے اسے محسوس نہیں کیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ایک ریستوران میں ہے اور میز کے دوسری طرف بابا صاحب کے ادارے کا طالب علم بیٹھا ہوا ہے۔ جاسوس کہہ رہا تھا "دوست! تم سے صرف دو دنوں کی ملاقات رہی' کیا آج ہی ادارے میں واپس چلے جاؤ گے؟"

"ہاں تم سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔ ہمیں سال میں صرف پندرہ دنوں کی چھٹی ملتی ہے۔ زندگی رہی تو اگلے سال ملاقات ہوگی۔ ویسے تم فون پر کسی بھی وقت رابطہ کرسکتے ہو۔ مجھے خط لکھ سکتے ہو۔ میں برابر تمہارے خطوط کا جواب دیا کروں گا۔"

جاسوس کے خیالات نے بتایا کہ وہ نوجوان کچھ بیمار سا ہے۔ سانس نہیں روک سکے گا۔ راسکا اس جوان کے اندر گیا تو تصدیق ہوگئی کہ وہ بیمار ہے اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہا ہے۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ ریسیور اس کے کان سے لگا ہوا تھا۔ اس نے کہا "ہیلو سر! میں اس جوان کے اندر جگہ بنا چکا ہوں۔ وہ ابھی بابا صاحب کے ادارے میں جارہا ہے۔"

جنرل نے کہا "اس جوان کے ساتھ رہو۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالو۔ اس کے ذریعے ادارے میں گھس کر دوسروں کے اندر بھی جگہ بناتے رہو۔ خاص طور پر وہاں کے اہم افراد کو ٹریپ کرنے کی کوشش کرو۔"

"آل رائٹ سر! میں آپ کے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔ اب میں اس جوان کے پاس جارہا ہوں۔"

جنرل نے رابطہ ختم کردیا۔ اس نے بھی ریسیور رکھ کر ٹی وی کو آف کیا پھر صوفے کے پاس رک شکست خوردہ انداز میں اس پر گر پڑا۔ فرحانہ کو یاد کرکے تڑپنے اور سوچنے لگا' کیا اسے کبھی روبرو دیکھنے کے لیے پاکستان جاسکے گا۔ موجودہ زنجیریں ٹوٹتی ہوئی دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ اسے محبت مل رہی تھی' آزادی نہیں مل رہی تھی۔

پھر یاد آیا کہ فرحانہ سے وہ محبت نہیں ملے گی جس کے نتیجے میں ازدواجی زندگی گزاری جاتی ہے۔ وہ صرف دوست بن کر رہے گی کیونکہ ان کے درمیان مذہب آڑے آگیا ہے۔

آہ! یہ مذہب کیا ہوتا ہے؟ وہ برسوں قید میں رہ کر اپنے مذہب کو بھلا چکا تھا۔ بس اتنا یاد تھا کہ عیسائی ہے لیکن اس نے کبھی عبادت نہیں کی۔ کبھی گلے میں صلیب نہیں پہنی۔ اس قید میں عیسائی رہنا یا نہ رہنا اس کے لیے برابر تھا۔ برہور کی دعاؤں نے اثر نہیں کیا تھا۔ خداوند یسوع مہربان نہیں ہوا تھا۔ اس کے لیے عبادت سے اور دعاؤں پر سے ایمان اٹھ گیا تھا۔ خدا کو نہ ماننے والے روسیوں نے اسے بھی مذہب سے خالی کردیا تھا اور یہ ثابت کردیا تھا کہ خدا کسی قیدی یا غلام کی مدد نہیں کرتا ہے۔

وہ تھوڑی دیر کے لیے فرحانہ کے پاس اس کی خیریت معلوم کرنے گیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ ایک اسٹیٹ ایجنسی کے ذریعے ایک شاندار محل نما کوٹھی تلاش کرنے میں مصروف تھی۔ اس کا بھائی شیرو ایک محافظ کی طرح اس کے ساتھ تھا اور پوچھ رہا تھا "فرح! سچ بتاؤ کیا تم پر کسی کا سایہ ہے؟"

اس نے جواباً پوچھا "تمہیں کیا لگتا ہے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے اسی لیے پوچھ رہا ہوں۔ امی اور ابا کہتے ہیں' تم پر کوئی جن سوار ہے مگر میں نہیں مانتا۔"

"کیوں نہیں مانتے؟"

"اس لیے کہ جن عورتوں پر جنات آتے ہیں ان پر حال آتا ہے۔ وہ سر دُھنتی ہیں اور ان کے حلق سے مردانہ آوازیں نکلتی ہیں۔ تمہارے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تمہیں کیا پتا کہ بند کمرے کے اندر مجھ پر کس طرح حال آتا ہے اور میں کس قدر جنون میں مبتلا رہتی ہوں؟"

"ہاں' یہ میں نے نہیں دیکھا ہے۔"

"اور کوئی دیکھ بھی نہیں سکے گا۔ مجھ پر ایک جن عاشق ہوگیا ہے۔ ذرا عقل سے سوچو کوئی انسان مجھے یک مشت پچاس لاکھ روپے دے سکتا ہے؟"

وہ قائل ہو کر بولا "بے شک کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی اتنی بڑی مدد نہیں کرتا۔ یہ سب جناتی کرامات ہیں۔"

وہ دونوں ایک ایجنٹ کے ساتھ کار میں بیٹھ کر گلبرگ میں آئے۔ وہاں ایک بہت ہی وسیع و عریض کوٹھی میں پہنچے۔ وہ کوٹھی جدید طرز کا محل تھی۔ اس کے اطراف ہزاروں گز کا وسیع و عریض باغ تھا۔ وہ کوٹھی ایک بہت بڑے اسمگلر کی تھی۔ اسمگلر گرفتار ہونے کے بعد مقدمے بازی میں الجھا ہوا تھا۔ اسے کئی اعلیٰ عہدیداران کو کئی لاکھ روپے رشوت دینے کے لیے بڑی رقم کی ضرورت تھی۔ اس لیے اپنی کوٹھی فروخت کررہا تھا۔ اس کوٹھی کی تعمیر اور سجاوٹ پر تقریباً نوّے لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔ وہ ستّر لاکھ میں فروخت کرنے کو تیار تھا۔

راسکا نے فرحانہ کے ذریعے اس اسمگلر کی باتیں سنیں پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے قائل کیا کہ وہ چالیس لاکھ میں کوٹھی فروخت کرے گا۔ ایک تو وہ اپنے برے حالات سے پریشان تھا۔ دوسرے ضرورت مند تھا۔ تیسرے یہ کہ ٹیلی پیتھی کے زیر اثر تھا۔ اس نے اسٹیٹ ایجنٹ کو چالیس لاکھ روپے کے عوض کوٹھی فروخت کرنے کا معاہدہ تیار کرنے کو کہہ دیا۔ ایجنٹ نے کہا کل صبح کورٹ میں رجسٹری ہوجائے گی۔ رقم اسمگلر کو ادا کی جائے گی اور کوٹھی فرحانہ کے حوالے کردی جائے گی۔

وہ فرحانہ کا یہ مسئلہ حل کرکے اس جوان کے پاس آیا۔ تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا تھا اور اب اپنے ہوسٹل کے کمرے کی طرف جارہا تھا۔ وہاں راسکا اسے سلا کر اس پر تنویمی عمل کرسکتا تھا لیکن اس نے طے کرلیا تھا کہ روحی آقاؤں کے لیے بظاہر کام کرے گا مگر کام بگاڑتا رہے گا۔ اس جوان کے سلسلے میں جنرل کو رپورٹ دے گا کہ جوان تو معمول بن چکا ہے لیکن ادارے کے دوسرے تمام لوگ حساس دماغ رکھتے ہیں اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتے ہیں۔ اس لیے کسی کام کے آدمی کو ٹریپ کرنے میں کافی عرصہ لگے گا۔

اس نے جوان کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ جناب علی اسد اللہ تیمرزی کا حجرہ کہاں ہے؟ پھر وہ اسے حجرے کی طرف لے آیا۔ اس نے وہاں کھڑے ہوئے مسلح محافظوں سے کہا۔ "میں حضور سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

ایک محافظ نے کہا "حضور نے ہم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم آرہے ہو' تمہارا راستہ روکا نہ جائے۔ تم جاسکتے ہو۔"

جوان آگے بڑھ کے چھوٹے سے دروازے پر آیا پھر سر جھکا کر داخل ہوتے ہوئے کہا "السلام علیکم!"

جناب تیمرزی صاحب نے کہا۔ "وعلیکم السلام! ایوان راسکا' آؤ۔ بیٹھ جاؤ۔"

راسکا ایک دم سے گھبرا کر خیال خوانی بھول گیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ یا حیرت! بزرگ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ میں اس نوجوان کے اندر ہوں۔

اسے اپنے اندر وہی آواز سنائی دی۔ "چلے کیوں آئے؟ آؤ! آجاؤ!"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس جوان کے اندر آیا۔ بزرگ نے کہا "یہ نہ سوچو کہ میں تمہاری موجودگی اور عدم موجودگی کو کیسے سمجھ لیتا ہوں۔ علوم اور آگہی کی کوئی حد نہیں ہے۔ تم جتنا سوچو گے اتنا الجھو گے۔

"جو لوگ میرے پاس آتے ہیں' میں ان کی نیت کو پہلے سمجھتا ہوں۔ اگر تم دشمنی کی نیت رکھتے تو اس نوجوان کے اندر نہ آسکتے۔ یہ بیمار نہیں ہے۔ میں حکم دوں تو یہ سانس روک کر تمہیں رخصت کردے گا۔

"تم طویل عرصے سے ایک عالیشان محل میں ایک قیدی کی زندگی گزار رہے ہو۔ تم نے دو بار بغاوت کی' تمہارے آقاؤں نے دو بار تمہارا برین واش کیا اور تمہارے ذہن سے بغاوت کے جذبات ختم کردیے۔ اب پھر تم اس قید سے رہائی چاہتے ہو۔"

وہ بولا "محترم بزرگ! آپ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ آپ میری نیت کو بھی سمجھ رہے ہیں۔ میں اس قید سے رہائی پاکر ایک سیدھی سادی ازدواجی گھریلو زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔"

"بندہ بہت کچھ چاہتا ہے' یہ نہیں جانتا کہ اللہ کیا چاہتا ہے۔ اور کوئی جان بھی نہیں سکتا۔ ویسے مقاصد نیک رہیں تو مقدر بنتا جاتا ہے۔

"دوسروں سے نیکیاں کرتے رہو اور یہ ایمان رکھو کہ نیکیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں۔ یہ پھل دیتی ہیں خواہ دیر سے دیں۔ خدا پہلے صبر آزماتا ہے' نیکی اور راستی پر پہلے بندے کی پختگی دیکھتا ہے پھر انعام دیتا ہے۔ تمہیں بھی انعام ملے گا۔ لیکن ابھی آزمائشوں سے گزرنا ہے مستقل مزاجی سے گزرتے رہو۔"

"محترم بزرگ! میں نے قیدی کی زندگی گزارنے کے دوران مذہب کو یکسر بھلا دیا۔ شاید اس لیے کہ مجھے مذہب نے' خدا نے اور دعاؤں نے قید سے رہائی نہیں دلائی۔"

"اے بندے! خدا قید اور رہائی نہیں دیتا۔ عمل کی توفیق دیتا ہے۔ گرفتاری کا عمل کروگے' زنداں میں جاؤ گے۔ رہائی کا عمل کروگے' رہائی پاؤ گے۔

"تم دو مذاہب کے درمیان ہو۔ اپنے آباواجداد کی تہذیب اور عقائد کو اپنائے رکھو گے تو یہ تمہارا اپنا عمل ہوگا اور محبت کے سائے میں چلو گے تو دین اسلام تک پہنچو گے۔

"مجھ سے یہ توقع نہ رکھو کہ میں تمہیں دین اسلام قبول کرنے کا مشورہ دوں گا۔ کیونکہ مشورے کم عقل کو دیے جاتے ہیں اور میں نہیں چاہوں گا کہ کوئی کم عقل مسلمان ہو۔

"یہ سمجھو کہ تمہیں فرحانہ کی طرف کسی نے مائل کیا یا تم خود مائل ہوئے۔ جب آدمی دل سے قائل ہوتا ہے' تب خود بخود مائل ہوتا ہے۔ اسلام بھی دل کا سودا ہے۔ یہ سودا جب سر میں سمائے اور دل میں دھڑکے تب اِدھر آنا ورنہ جہاں ہو' وہیں بھلے ہو۔"

"میرے سر میں عشق کا سودا سمایا ہے۔ فرحانہ کافر ہو تو میں کافر' فرحانہ مسلمان رہے تو میں مسلمان۔ محترم بزرگ' ہم نے خدا کو نہیں دیکھا مگر اس معبود کو پیغمبروں کے ذریعے پہچانا اور مانا۔ عورت پیغمبر نہیں ہوتی مگر پیامبر ہوتی ہے۔ محبت کا پیام دے کر کسی کو کافر بناتی ہے کسی کو مسلمان۔ فرحانہ مجھے مسلمان بنا رہی ہے اور میں بن رہا ہوں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "میں آپ کے سامنے شاید زیادہ بول رہا ہوں۔ اب نہیں بولوں گا۔ بس آخری بات کہتا دل' وہ ہے تو میں ہوں۔ میں نہیں جانتا' آدمی کافر سے مسلمان کیسے ہوتا ہے لیکن میں فرحانہ کے عشق میں اوّل مسلمان ہوں' آخر مسلمان ہوں۔"

وہ چپ ہوگیا۔ حجرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ جناب تیمرزی صاحب چند لمحوں تک سر جھکائے بیٹھے رہے پھر انہوں نے کہا "الحمدللہ جاؤ غسل کرو۔ پاک ہوجاؤ۔ صاف ستھرا لباس پہنو پھر آؤ۔ میں کلمہ پڑھاؤں گا۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔

○☆○

پارس نے فراڈ کیا تھا۔ شی تارا سے جھوٹ کہا تھا کہ وہ دہلی چھوڑ کر پیرس جارہا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کہتا تو وہ کشمیر جانے کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرتی۔ انٹیلی جنس والوں کو مجبور کرتی کہ وہ کشمیر جانے والی فلائٹ کو چیک کریں اور مشکوک افراد کو وہاں جانے سے روک دیں۔

شی تارا آسانی سے اس کی بات کا یقین نہ کرتی لیکن پارس نے یقین دلانے کے لیے ایک چال یہ چلی کہ پیرس جانے کے لیے اس نے شی تارا ہی سے دوسری صبح کی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کرانے کو کہا۔ وعدہ کیا کہ اس کا آدمی انڈین ائرلائن کے دفتر میں اس کا پاسپورٹ لے کر آئے گا۔ دوسرا وعدہ یہ کیا کہ وہ ساری رات شی تارا کے ساتھ گزارے گا۔

دنیا کی ہر عورت یہ ناز کرتی ہے کہ اس کا محبوب اس کے حسن و شباب کا دیوانہ ہے۔ شی تارا کو بھی یہ ناز تھا کہ پارس اس کے ساتھ دو راتیں گزارنے کے بعد اس کے لیے پاگل ہو رہا ہے اس لیے تیسری رات بھی ضرور گزارے گا۔ بغیر ہتھکڑی بغیر بیڑی کا قیدی ہے' پیار کے نازک دھاگوں سے بندھا رہے گا۔ کشمیر نہیں جائے گا۔ مگر پنچھی اُڑ گیا۔ شی تارا چار بجے شام کو انڈین ائرلائن کے ایک افسر کے دماغ میں آئی۔ اس کے ذریعے ٹکٹ انچارج سے بولی "کیا پیرس جانے والی صبح کی فلائٹ میں کوئی سیٹ ہے؟"

انچارج نے افسر سے کہا "سر! ایک بھی سیٹ نہیں ہے۔"

"لیکن ایک سیٹ کسی طرح خالی کرانی ہوگی۔ مسافروں کی لسٹ دیکھو اور طے کرو کے کس مسافر کو ڈراپ کیا جاسکتا ہے۔"

"آل رائٹ سر! میں ابھی لسٹ چیک کرکے آپ کو بتاؤں گا۔"

"بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر حال میں ایک مسافر کو ڈراپ کرو۔ ہمارا ایک اہم آدمی جائے گا۔ اپنے ماتحت اسٹاف سے کہو' ایک شخص مسٹر پریم کمار کا پاسپورٹ لے کر

آئے گا۔ اس کے کاغذات دیکھ کر وہ سیٹ اس کے نام کردی جائے۔ جب کوئی شخص مسٹر پریم کمار کا ٹکٹ لینے آئے تو مجھے اطلاع دینا۔"

شی تارا یہ سارے احکامات صادر کرنے کے بعد دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ پھر پندرہ بیس منٹ کے وقفوں سے بار بار جاکر افسر کے ذریعے معلوم کرنے لگی کہ پریم کمار کے نام سیٹ ریزرو ہوئی ہے یا نہیں؟

پانچ بج گئے۔ ساڑھے پانچ ہوگئے۔ کوئی پارس عرف پریم کمار کا پاسپورٹ لے کر نہیں آیا اور پاسپورٹ کے بغیر بیرونی ممالک جانے والی کسی فلائٹ میں سیٹ ریزرو نہیں ہوسکتی تھی۔ شی تارا کو تشویش ہوئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے پوچھنا چاہا کہ اس کا پاسپورٹ لانے والا آدمی کہاں رہ گیا ہے؟

پارس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ وہ کشمیر پہنچ گیا تھا اور طیارے سے اتر رہا تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ شی تارا ایسے وقت دماغ میں آکر اسے دیکھے۔

وہ ایک بار ناکام ہوکر دوسری بار آئی اور آتے ہی بولی "میں ہوں شی تارا۔ تم کہاں ہو؟"

اس نے کہا "آدھے گھنٹے بعد آؤ۔" پھر یہ کہتے ہی سانس روک لی۔ شی تارا اپنی جگہ حاضر ہوکر جھنجلا گئی۔ یہ جھنجلاہٹ اس بات پر تھی کہ پارس کے چور خیالات پڑھے نہیں جاتے تھے۔ اگر دماغ میں تھوڑی دیر رہنے کا موقع ملتا تو اتنا ضرور معلوم ہوجاتا کہ وہ کہاں ہے اور ایسا کیا کرتا پھر رہا ہے کہ اسے آدھے گھنٹے بعد آنے کو کہہ رہا ہے؟

وہ اس کی مصروفیات کے متعلق معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوگئی۔ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ پارس پچھلی رات سفیر کے پاس عکس بن کر آیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ عکس منتقل کرنے والی ٹیم اس کے ساتھ ہے۔ وہ سوچنے لگی اگر اس ٹیم کے کسی فرد کے دماغ میں جگہ مل جائے تو وہ پارس کے متعلق بہت کچھ معلوم کرسکے گی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایوان راسکا کو مخاطب کیا پھر اس سے پوچھا "پچھلی بار تم پارس کے پاس گئے تو کیا وہ تنہا تھا؟ یا اس کے ساتھی بھی تھے؟"

وہ بولا "مادام! وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک کشمیری حسینہ تھی۔"

"کیا؟" وہ ایک دم سے بھڑک کر بولی "تم نے پہلے اس حسینہ کا ذکر کیوں نہیں کیا؟"

"مادام! آپ کا حکم ہے کہ جتنا پوچھا جائے اتنا ہی بولو۔ پہلے آپ نے ساتھیوں کے متعلق نہیں پوچھا تھا۔ اب آپ نے پوچھا ہے تو بول رہا ہوں۔"

"تم گدھے ہو۔ اس کشمیری عورت کے دماغ میں تم نے جگہ کیوں نہیں بنائی؟"

"اس کے دل اور دماغ میں صرف پارس کے لیے جگہ ہے۔ اس نے مجھے جگہ نہیں دی۔ سانس روک لی۔"

"اگر وہ یوگا کی ماہر ہے تو پھر بابا صاحب کے ادارے سے آئی ہے اور کشمیری حسینہ کے بھیس میں ہے۔"

"نہیں مادام! وہ بیچاری کینسر کی مریضہ ہے۔ پارس نے اس کا یہ موذی مرض ختم کرنے کے لیے خود کو ناگ سے ڈسوالیا تھا۔ اپنی جان کا خطرہ مول لیا تھا۔ وہ جس طرح آپ کو دل و جان سے چاہتے ہیں' اسی طرح اس کشمیری حسینہ کو بھی۔"

وہ بات کاٹ کر بولی "یو شٹ اپ نان سنس! کیا تم نہیں جانتے کہ دل و جان سے کسی ایک کو چاہا جاتا ہے۔ وہ مکار ہے۔ ہرجائی ہے۔ بھونرے کی طرح ادھر سے اُدھر جاتا ہے۔ وہ کیا جانے کہ سچی محبت کیا ہوتی ہے۔"

وہ آگے نہ کہہ سکی۔ دماغی طور پر حاضر ہوکر رونے لگی۔ رونا اس بات پر آیا کہ ابھی اڑتالیس گھنٹے پہلے اس پر اپنا سب کچھ نچھاور کردیا تھا۔ محبت کے نام پر اس کی کسی آرزو کو تشنہ نہیں چھوڑا تھا۔ پھر بھی وہ ہرجائی بمبئی چھوڑ کر دہلی پہنچتے ہی کسی دوسری کا ہوگیا تھا۔

ایسے وقت عورت صدمے سے سوچتی ہے کہ میں نے اس کی کون سی بات نہیں مانی تھی۔ مجھ میں کیا کمی رہ گئی تھی کہ وہ کمی دوسری جگہ پوری ہو رہی تھی۔

پھر اس نے وعدہ کیا تھا کہ پیرس جانے سے پہلے آج رات اس کے ساتھ گزارے گا لیکن کیسے گزارتا؟ شی تارا بھاؤ گرانے والی کوئی کشمیری حسینہ آگئی تھی۔ پارس کو اس الوداعی رات سے چھین کرلے گئی تھی۔ ایک سوکن مقابلے میں شی تارا کا بھاؤ گر گیا تھا اور اس سے یہ توہین برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ روتے روتے چیخ پڑی "میں سمجھ گئی ہوں' وہ اس کشمیرن کے ساتھ کشمیر گیا ہے۔ میں اس عورت کو زندہ نہیں چھوڑوں گی اور پارس کو سکون سے رہنے نہیں دوں گی۔ اچھا ہوا کہ میں نے اسے اپنی صرف دو راتیں دیں اور اس سے شادی نہیں کی۔ آج یقین ہوگیا ہے کہ ایسے مسلمان سے نباہ نہیں ہوگا۔ یہ مسلمان بے ایمان اور دغاباز ہوتے ہیں۔ میں پارس کو کسی نہ کسی طرح گھیر کر اپاہج بنا کر

اور اسے اپنے قدموں میں غلام بنا کر رکھوں گی۔"

وہ غصے سے چیخ چیخ کر بول رہی تھی۔ دائی ماں ایک طرف کھڑی سن رہی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ ایسے غصے اور جنون کے وقت کوئی نصیحت کام نہیں آئے گی۔ وہ اپنے اندر کا سارا غبار نکال لے تو بہتر ہے۔

وہ روتے روتے پارس سے دشمنی کی قسمیں کھاتے کھاتے تھک ہار کر نڈھال سی ہوگئی۔ صوفے پر لیٹ کر اسے اپنا آلۂ کار بنانے کی کوشش کروں گی۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے اس کے اندر آئی پھر بولی "تم نے آدھے گھنٹے بعد آنے کو کہا تھا۔ میں ایک گھنٹے بعد آئی ہوں۔ کیا تم دہلی میں ہو؟"

"نہیں تمہیں یہ سن کر دکھ نہیں پہنچنا چاہئے کہ میں تمہیں دھوکا دے کر کشمیر آیا ہوں۔ ایسا نہ کرتا تو تم یہاں آنے والی تمام فلائٹس کو چیک کراتیں۔ تم نے میرے خلاف یہودی سفیر اور بھارتی انٹیلی جنس کے چیف کا ساتھ دے کر خود کو ناقابلِ اعتماد بنالیا ہے۔"

"ہاں' میں ناقابلِ اعتماد ہوں۔ مگر تم مجھ سے زیادہ جھوٹے' فریبی اور مکار ہو۔ تم نے میری آج کی رات کسی دوسری عورت کو دے کر میرے اندر کی عورت کو بری طرح زخمی کیا ہے۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ آئندہ تمہارے سائے سے بھی دور رہوں گی۔ کبھی رات گزارنے پر مجبور ہوئی تو اس سے پہلے خودکشی کرلوں گی۔ تم کبھی میرے بدن کو چھو نہیں سکو گے۔"

"تم اپنی مرضی کی مالک ہو۔ کوئی بھی فیصلہ کرسکتی ہو لیکن خدا گواہ ہے کہ میں نے تمہاری یہ رات کسی کو نہیں دی ہے اور نہ ہی کسی کے مقابلے میں تمہیں کم تر کیا ہے۔ ایک کینسر کی مریضہ اچانک میری زندگی میں آئی ہے۔ ہوسکتا ہے' وہ جی جائے اور وہ بیچاری جی نہ سکی تو ایک دن تمہیں بھی افسوس ہوگا۔ اس لیے اس بدنصیب کا ذکر برے الفاظ میں نہ کرو۔ اسے کچھ عرصے ہنسی خوشی جی لینے دو۔ باقی رہی مجھ سے دشمنی کی بات تو جو چاہو کرو۔ مجھے آستین میں سانپ پالنے کی عادت ہے اور تم تو بہت ہی خوبصورت ناگن ہو۔"

وہ واپس آگئی۔ اتنی دیر اس کے اندر رہنے کے باوجود یہ معلوم نہ کرسکی کہ وہ کشمیر کے کس علاقے میں ہے۔ دہلی سے فلائٹ چار بجے روانہ ہوئی تھی' وہ سری نگر گئی تھی۔ وہ یہ سوچ رہی تھی کہ پارس اسی فلائٹ سے گیا ہے۔

اس نے ریسیور اٹھا کر ایک فوجی افسر سے رابطہ کیا۔ اس کی آواز سن کر ریسیور رکھ دیا۔ اس کے خیالات پڑھے' اس سے پتا چلا کشمیر میں جو بھارتی فوج کا کمانڈر ہے وہ آج دہلی آیا ہوا ہے۔ کل سری نگر جائے گا۔ افسر نے شی تارا کی مرضی کے مطابق کمانڈر کی رہائش گاہ کے فون پر رابطہ کیا۔ کمانڈر نے پوچھا "کون ہو تم؟"

شی تارا نے اس سے ریسیور رکھوا دیا پھر کہا "میں ایک دیس بھگت ہوں۔ تمہارے دماغ میں بول رہی ہوں۔"

وہ پریشان ہوکر خلا میں تکتے ہوئے بولا "تم وہی عورت ہو' جو یہودی سفیر اور انٹیلی جنس کے چیف کو دیس بھگت بن کر دھوکا دے رہی تھیں اور دیس کے ایک دشمن کو اپنی کوٹھی میں چھپایا ہوا تھا۔"

وہ بولی "یہ جھوٹ ہے۔ مجھ پر الزام ہے۔ میں نے اپنی کوٹھی میں کسی دشمن کو نہیں چھپایا تھا۔"

"تم اسے دشمن نہیں کہو گی۔ کیونکہ تم اس مسلمان سے عشق کرتی ہو۔"

"کرتی تھی۔ اب نہیں کرتی ہوں۔ میں اس کے خلاف اہم اطلاع دینے آئی ہوں۔ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس ہے اور اس وقت سری نگر پہنچا ہوا ہے۔"

"یعنی تم فرہاد کے بیٹے سے محبت کرتی تھیں۔ کل تک اسے اپنی کوٹھی میں رکھا تھا۔ آج اسے دشمن کیوں کہہ رہی ہو؟"

"دوستی کسی وقت بھی دشمنی میں بدل جاتی ہے۔ تم مجھ پر بھروسا کرو۔"

"کیسے بھروسا کروں؟ جو دوستی آج دشمنی میں بدلی ہے یہی دشمنی کل دوستی میں بدل جائے گی۔ عشق کرنے والے عارضی طور پر جھگڑتے ہیں پھر گلے مل جاتے ہیں۔"

"کمانڈر! تم فضول باتوں میں وقت ضائع کررہے ہو۔ میں جو کہہ رہی ہوں' اس پر عمل کرو ورنہ۔۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا "ورنہ تم نے جس طرح یہودی سفیر کے کمرے میں چیف کو دماغی تکلیف میں مبتلا کیا تھا اسی طرح میرے دماغ میں زلزلے پیدا کرو گی۔ کیا یہی تمہاری دیس بھگتی ہے۔ دیس کی رکھشا کرنے والے سپاہیوں کو نقصان پہنچاتی ہو۔"

"میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ مجھے بتاؤ تم کس طرح میری نیک نیتی پر بھروسا کرو گے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ تم روپوش نہ رہو۔ ہمارے سامنے آکر دیس کی بھلائی کے لیے لیلیٰ چتھی کو ہتھیار بناؤ۔"

"اچھی بات ہے' میں تمہارا اعتماد حاصل کرنے اور دیس کو ایک دشمن سے محفوظ رکھنے کے لیے ابھی آرہی ہوں۔"

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دائی ماں اور پوجا کو آواز دی۔ وہ دونوں حاضر ہو گئیں۔ اس نے کہا "پوجا! تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولی "میں آپ کی چھایا ہوں۔ میرا نام شی تارا ہے۔ اور میں جب موڈ میں ہوتی ہوں تو خیال خوانی کرتی ہوں۔"

"شاباش' ایک بیگ میں اپنا مختصر سا ضروری سامان رکھو اور کمانڈر کے بنگلے میں جاؤ۔ میں تمہارے اندر رہوں گی اور تمہیں گائیڈ کرتی رہوں گی۔ دائی ماں! پوجا کو باہر تک چھوڑ کر آؤ اور مجھے چائے پلاؤ۔"

وہ دونوں چلی گئیں۔ شی تارا پوجا کے دماغ میں تھی۔ وہ کار ڈرائیو کر رہی تھی اور شی تارا کی مرضی کے مطابق راستوں پر مڑتی جا رہی تھی۔ پھر کار کمانڈر کے بنگلے کے سامنے پہنچ گئی۔ وہاں مسلح فوجیوں نے اسے روکا۔ وہ کمانڈر کے اندر پہنچ کر بولی "میں آ گئی ہوں۔ گیٹ پر مجھے روکا جا رہا ہے۔"

کمانڈر نے وائی ٹاکی کے ذریعے کہا "گیٹ کھول دو اور کار والی کو آنے دو۔"

گیٹ کھول دیا گیا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی پورچ میں آئی۔ دروازے پر ایک ملازم ایک دس برس کے لڑکے کے ساتھ تھا۔ پوجا نے کار سے نکل کر لڑکے سے پوچھا "ہیلو ہینڈسم بوائے! کیا تم کمانڈر صاحب کے بیٹے ہو؟"

"جی ہاں' میں ان ہی کا بیٹا ہوں۔ آپ کیسے جانتی ہیں؟"

"میں نے ایک اندازے سے پوچھا اور یہ درست نکلا کیا اپنے ڈیڈی تک گائیڈ کرو گے؟"

ملازم نے کہا "میرے ساتھ آئیں' صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ اندر آئی۔ ڈرائنگ روم میں کمانڈر ایک اور فوجی افسر کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ وہ دونوں پوجا کے حسن و جمال کو دیکھ کر چند لمحوں کے لیے ساکت رہ گئے۔ وہ جتنی حسین تھی' نشے میں مست ہونے والوں کو اس سے بھی زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ وہ دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ پوجا نے کہا "میں وہی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہوں۔"

دونوں نے آگے بڑھ کر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا "تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ تم اس قدر حسین ہو گی۔"

پوجا نے مصافحہ نہیں کیا۔ دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "آؤ بیٹھو' یوں لگتا ہے اندر سبھا کی اپسرا ہمارے گھر آئی ہے۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ کمانڈر نے پوچھا "کیا تمہارے لیے پیگ بناؤں۔ یہاں طرح طرح کی فارن وہسکی ہے' کیا پیو گی؟"

"میں تم دونوں کا خون پیوں گی۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا "بھئی خوب مذاق کرتی ہو۔ تم اتنا حسن لے کر کہاں چھپی ہوئی تھیں۔ پہلے کیوں نہیں آئیں؟"

"پہلے تمہاری موت نہیں آئی تھی۔ اس لیے نہیں آئی۔ آج آئی ہوں۔ چلو اٹھو اور یہ گلاس اور بوتلیں یہاں سے ہٹا دو۔"

اعلیٰ فوجی افسر نے ہنستے ہوئے کہا "ایسے حکم دے رہی ہو' جیسے ہماری گھر والی ہو۔ آؤ میرے پہلو میں آؤ۔"

پوجا نے اسے گھور کر دیکھا۔ شی تارا نے اس افسر کو اچھل کر کھڑا ہونے پر مجبور کیا پھر افسر نے شراب سے بھرا ہوا گلاس کھینچ کر کمانڈر کے منہ پر مارا۔ کمانڈر غصے سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور بولا "جیت سنگھ! کیا شراب چڑھ گئی ہے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کمانڈر نے اپنا شراب سے بھرا ہوا گلاس اپنے ہی سر پر مارا پھر چکرا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ اعلیٰ افسر نے بوتل اٹھا کر اپنے ایک گھٹنے پر زور سے ماری پھر چیخ مار کر لنگڑاتا ہوا دوسرے صوفے پر گر پڑا۔ بوتل کا کانچ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر قالین پر بکھر گیا تھا۔

ایک اپنا سر پکڑ کر' دوسرا اپنے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ نشہ ہرن ہو گیا تھا۔ دونوں پوجا کو دیکھ رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ اس حسین لڑکی نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے۔ وہ بولی "کیا میں اندر سبھا کی اپسرا لگ رہی ہوں؟"

کمانڈر نے ہچکچاتے ہوئے کہا "تم نے آتے ہی دشمنی کی ہے۔"

"اور تم اپنے دیس کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ ڈیوٹی چھوڑ کر کشمیر سے دو تین راتیں گزارنے دہلی آتے ہو۔ بیوی میکے بھیج دیا ہے۔ تمہارا وہ دس برس کا بیٹا بھی ماں کے ساتھ ہی ہے۔ یہاں دو حسینائیں تم دونوں کے لیے آئے ہیں۔ کیا تمہیں احساس ہے کہ اپنے دیس سے کیسی دشمنی کر رہے ہو؟"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم دیس کے لیے جان کی بازی لگاتے ہیں۔ گولے' بارود اور موت سے لڑتے ہیں۔ ہماری زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔ ابھی یہاں بیٹھے پی رہے ہیں۔ کل صبح محاذ پر جا کر مر جائیں گے۔ جو تھوڑی سی زندگی ہماری ہے' اس میں ہمیں عیش و عشرت سے رہنے کا حق ہے۔"

"عیش و عشرت میں چند گھنٹے گزارنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ڈیوٹی چھوڑ کر آؤ۔ تم چھٹی لے کر اپنا ہر شوق پورا کرو۔ مجھ جیسی لڑکیاں دیس کی بھلائی کے لیے تم سے تعاون کریں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کی عزت سے کھیلنا شروع کر دو۔ میرے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار نہ ہوتا تو تم دونوں ابھی میری عزت سے کھیلتے رہتے۔"

کمانڈر نے کہا "ٹھیک ہے' ہمیں غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ یہاں شراب اور شیشے کے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں' آؤ دوسرے کمرے میں چلیں۔"

اس نے ملازم کو بلا کر ڈرائنگ روم کی صفائی کرنے کو کہا پھر وہ تینوں دوسرے کمرے میں آ گئے۔ پوجا نے کہا "اگر پچھلی رات مجھے دیس بھگت تسلیم کیا جاتا اور میری رپورٹ کے مطابق عمل کیا جاتا تو وہ یہودی سفیر خوفزدہ ہو کر ہمارے ملک سے واپس نہ جاتا اور پاکستانی ایجنٹ بھی زخمی ہو کر نہ بھاگتا۔ ہم سب مل کر فرہاد کے بیٹے پارس کو یہاں سے بھگا دیتے۔"

کمانڈر نے کہا "مجھے تم پر شبہ تھا مگر اب پورا بھروسا کرتا ہوں۔ کیا پارس اب بھی ہمارے دیس میں ہے؟"

"وہ سری نگر پہنچا ہوا ہے' جہاں سے تم ڈیوٹی چھوڑ کر آئے ہو۔"

"مجھے اور شرمندہ نہ کرو۔ میں صبح کشمیر پہنچ جاؤں گا۔ ابھی یہاں سے پارس کو گرفتار کرنے کے احکامات صادر کرتا ہوں۔"

"وہاں پارس کو ڈھونڈ نکالنا آسان نہ ہو گا۔ فوری طور پر یہ معلوم کیا جائے کہ شام کی فلائٹ سے وہاں پہنچنے والے مسافر کون کون تھے؟ ان کے نام اور پتے کیا ہیں اور وہ کہاں قیام کر رہے ہیں؟"

کمانڈر نے اپنا بریف کیس کھول کر ایک ٹرانسمیٹر نکالا۔ اس کے ذریعے سری نگر میں میں موجود ایک میجر کو حکم دیا کہ فلائٹ کے تمام مسافروں کے متعلق چھان بین کی جائے۔ پھر اس نے شی تارا کے مشورے کے مطابق حکم دیا کہ سری نگر' سوپور اور اننت ناگ میں جتنی غیر ملکی ایجنسیاں' غیر ملکی نمائندے' پریس رپورٹرز اور فوٹوگرافرز ہیں' ان سب پر پابندیاں عائد کی جائیں۔ انہیں ان کی رہائش گاہ کی چار دیواری سے باہر نہ نکلنے دیا جائے۔

پارس نے تو یہی سوچا تھا کہ غیر ملکی پریس رپورٹر بن کر رہے گا لیکن اس کے سری نگر پہنچتے ہی شی تارا نے اس کے اندر آ کر کھلی دشمنی کی قسم کھائی تو اس نے پاشا اور ہومر سے کہا "ہمیں پھر بھیس بدلنا ہو گا۔ شی تارا رکاوٹ میں پیدا کر رہی ہے۔ یہاں افغانی اور سوڈانی خاندان بڑی تعداد میں برسوں سے آباد ہیں۔ میں بڑی حد تک پشتو زبان بول لیتا ہوں۔ اس لیے افغانی بن کر رہوں گا۔ ہومر سوڈان کا ایک باشندہ بن کر رہ سکتا ہے۔ پاشا تم ایک گونگے کشمیری بن جاؤ اور اپنے چہرے سے یہ میک اپ اتار دو۔"

پاشا نے پوچھا "آفرین کا کیا بنے گا؟"

"وہ ایک کشمیری عورت ہے اور وہ سفر کے دوران ہم سے دور رہی ہے اس لیے ہماری ساتھی نہیں سمجھی جائے گی۔ اب ہم نئے بھیس میں رہیں گے تو وہ ہمارے ساتھ رہ سکے گی۔"

وہ سب سری نگر کے ریسٹ ہاؤس میں تھے۔ انہوں نے فوراً اپنے اپنے چہرے سے میک اپ صاف کیے پھر اپنا سامان اٹھا کر ریسٹ ہاؤس چھوڑ دیا۔

بھارتی فوج کا افسر ایک ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے سراغرسانوں سے فرداً فرداً رابطہ کر رہا تھا۔ شیخ عبداللہ کی طرح وہاں کچھ غدار اور بے ضمیر مسلمان بھی تھے' جو کشمیری مجاہدین کے خلاف سراغرسانی کرتے تھے۔ کچھ ہندو کشمیری تھے جو مسلمانوں کے پڑوسی یا محلے دار تھے یا دوست بن کر پیٹھ پیچھے دشمنی کرتے تھے اور ان کی خبریں بھارتی فوج تک پہنچاتے تھے۔ ایسے تمام سراغرسانوں کو یہ اطلاع دی جا رہی تھی کہ پارس نامی ایک دہشت گرد اور بھارت دشمن مخریب کار سری نگر یا اس کے مضافات میں ہے۔ اس کے ساتھ ایک کشمیری لڑکی ہو گی۔ اس کے اور بھی ساتھی ہوں گے۔ ویسے وہ عموماً تنہا رہتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ سانپ کی طرح زہریلا ہے۔ اس پر کسی سانپ کا زہر اثر نہیں کرتا ہے۔ دوسری بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ سانپ کی طرح آنکھیں کھلی رکھتا ہے۔ پلکیں نہیں جھپکتا ہے۔ وہ ہزار بھیس میں رہے' اپنی مسلسل کھلی آنکھوں کی وجہ سے پہچانا جا سکتا ہے۔

پارس' آفرین' پاشا اور ہومر سری نگر سے دو میل کے فاصلے پر ایک گاؤں میں آ گئے تھے۔ آفرین نے مردانہ لباس پہنا تھا۔ پارس نے کہا "پہلے تم گاؤں میں جاؤ۔ تمہیں مقامی زبان آتی ہے۔ معلوم کرو اس گاؤں میں مسلمانوں کے کتنے گھر ہیں اور ہم مختلف مسلمانوں کے گھروں میں رات گزار سکتے ہیں یا نہیں۔"

وہ ایک پہاڑی چٹان کے پیچھے چھپے رہے۔ پارس نے کہا "پاشا! تم یہاں سے اس گاؤں تک تاریکی میں دیکھ سکتے ہو۔ اس لیے آفرین پر نظر رکھو۔ کوئی دشمن اس پر اچانک حملہ کر سکتا ہے۔"

پاشا اسے دیکھنے لگا۔ وہ ڈھلان سے اتر رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پیٹرومیکس ٹارچ تھی۔ جسے وہ کبھی کبھی روشن کر کے تاریکی میں راستہ دیکھتی تھی پھر اسے بجھا کر آگے بڑھتی رہتی تھی۔ بیس منٹ تک چلتے رہنے کے بعد وہ ایک گاؤں میں داخل ہو گئی۔ وہ ایک درخت کی آڑ میں چھپ کر دور تک دیکھنے لگی۔ مکانوں کے اندر سے آنے والی روشنیوں کے باعث پہلے جیسی تاریکی نہیں رہی تھی۔ وہ پہلے دیکھنا چاہتی تھی کہ گاؤں میں مسجد کہاں ہے' جہاں ہو گی اس کے اطراف مسلمانوں کے گھر ہوں گے۔ وہ سیدھی اسی طرف جانا چاہتی تھی۔

عموماً گاؤں کی مسجدوں کے مینار اور گنبد نہیں ہوتے۔ صرف چار دیواری اور پکی چھت ہوتی ہے۔ اس لیے مختلف مکانوں اور دکانوں کی آڑ میں آفرین کو مسجد نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر قسمت نے ساتھ دیا۔ اسی وقت عشا کی اذان ہونے لگی۔ آواز سنتے ہی وہ اس سمت بڑھنے لگی۔

اگرچہ ابتدائی شب تھی۔ اس کے باوجود گاؤں میں خاموشی اور ویرانی تھی۔ لوگ شدید سردی کے باعث باہر نہیں نکلتے تھے۔ اذان کی آواز پر صرف نمازی نکل رہے تھے۔ وہ مسجد کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے کمبل کو اچھی طرح لپیٹ رکھا تھا۔ سر اور نصف چہرے کو بھی چھپا لیا تھا۔ نمازی اسے دیکھ کر ذرا ٹھٹکتے پھر آگے بڑھ کر مسجد میں چلے جاتے تھے۔

ایک نمازی نے اس کے قریب آ کر پوچھا "کیا تم یہاں اجنبی ہو؟"

وہ بولی "ہاں میں ایک مسافر ہوں۔ پناہ چاہتی ہوں۔"

پاشا چٹان کے پیچھے بیٹھا پارس سے کہہ رہا تھا "آفرین سے گاؤں کا ایک باشندہ بول رہا ہے اور حیران ہو رہا ہے کہ وہ عورت ہے اور تنہا ہے۔ اس سے پوچھ رہا ہے کہ وہ کہاں سے آئی ہے اور تنہا کہاں جائے گی؟ آفرین کہہ رہی ہے کہ اسے کسی گھر میں پناہ ملے گی تو وہ اپنے متعلق صرف اپنے میزبان کو بتائے گی۔ اب وہ اجنبی ایک مکان کی نشاندہی کر رہا ہے اور آفرین کو میں یہاں سے دیکھ رہا ہوں' وہ ایک مکان کی طرف جا رہی ہے۔"

پارس نے کہا "تم اس اجنبی کی آواز پر بھی توجہ دیتے رہو۔ آفرین سے جو بھی ملے اس کی آواز اور لہجے کو یاد رکھو۔"

وہ بولا "میں اس اجنبی کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ وہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد کی طرف جا رہا تھا لیکن آفرین کو ایک مکان کی طرف روانہ کرنے کے بعد خود کہیں اور جا رہا ہے۔"

"کیا وہ نماز پڑھنے مسجد میں نہیں جا رہا ہے؟"

"نہیں۔ اس نے راستہ بدل دیا ہے۔ مکانوں کے پیچھے گم ہو گیا ہے۔ ہاں ذرا ایک منٹ۔۔۔ وہ۔ وہ کسی سے کچھ کہہ رہا ہے۔ میں مقامی زبان نہیں سمجھ سکتا۔ دوسرا شخص بھی مقامی زبان بول رہا ہے۔"

"پاشا! پھر تو کچھ گڑبڑ ہے۔ چلو اٹھو۔ گاؤں کے قریب چلو۔ اور اب آفرین کے آس پاس بولنے والوں پر پوری توجہ رکھو۔"

وہ تینوں چٹان کے پیچھے سے نکل کر گاؤں کی طرف جانے لگے۔ تاریکی میں پاشا کو صاف راستہ دکھائی دے رہا تھا اس لیے پارس اور ہومر نے ٹارچ روشن نہیں کی۔ پاشا کی توجہ آفرین پر تھی۔

پھر وہ رک گیا اور بولا "ذرا ایک منٹ۔ مجھے آفرین اور اس کے میزبان کی باتیں سننے دو۔"

آفرین نے ایک بند دروازے پر دستک دی۔ کسی نے دروازے کے پیچھے سے پوچھا "کون ہے؟"

وہ بولی "میں ہوں۔ ایک مسافر عورت ہوں اور بالکل تنہا ہوں۔ کیا مجھے پناہ ملے گی؟"

ایک خاتون نے دروازہ کھولا۔ لالٹین کی روشنی میں اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ روتی رہی ہے۔ اس نے کہا "اندر آ جاؤ۔ آرام سے بیٹھو۔ میں قہوہ بنا کر لاتی ہوں۔"

آفرین نے کہا "خاتون! تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں رات کو تنہا کیوں بھٹک رہی ہوں؟"

وہ بولی "بیٹی! خدا تم پر رحم کرے۔ ایسے سوالات کرنے والے یہاں موجود ہیں۔"

اسی وقت بھاری بھرکم فوجی بوٹوں کی آوازیں سنائی دیں۔ کمرے کے دو مختلف دروازوں سے ایک فوجی افسر اور دو مسلح سپاہی آئے۔ افسر نے کہا "ہاں تو جواب دو۔ کہاں سے آئی ہو اور کہاں جاؤ گی؟ تمہارے ساتھی کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

وہ اپنے چہرے سے کمبل ہٹا کر بولی "میرا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ میں دلی سے آئی ہوں اور انبالہ ناگ جاؤں گی۔ یہ ہیں میرے شناختی کاغذات اور ابھی شام کی فلائٹ کا ٹکٹ!"

افسر نے ٹکٹ اور کاغذات کو توجہ سے دیکھا پھر پوچھا "تم سری نگر میں رات گزار سکتی تھیں۔ یہاں کیوں آئی ہو؟"

وہ بولی "سری نگر محفوظ نہیں ہے۔ تم لوگوں کے ساتھ مجاہدین کی جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں۔"

"سری نگر محفوظ نہیں ہے تو وہاں لاکھوں افراد کیسے زندگی گزار رہے ہیں؟"

"وہ لاکھوں افراد گولہ بارود کی آوازوں اور تباہ کاریوں کے عادی ہو گئے ہیں۔ میں ایک پُرامن شہر سے آئی ہوں۔ اس لیے سکون سے گاؤں میں رات گزارنا چاہتی ہوں۔"

"تم باتیں خوب بناتی ہو۔ میں تمہیں سچ بولنے کا موقع دیتا ہوں۔ نہیں بولو گی تو ٹارچر سیل میں سب کچھ اگل دو گی۔"

خاتون نے کہا "بیٹی! جو سچ ہے' وہ بتا دو۔ انہوں نے میری چودہ برس کی بیٹی کو ساتھ والے کمرے میں بند کیا ہے۔ یہاں کتنے ہی گھروں میں یہ ظلم ہو رہا ہے۔ انہیں پارس نامی کسی دشمن کی تلاش ہے۔ یہ کہتے ہیں اگر آج ہم نے کسی بھی مسلمان مسافر کو پناہ دی تو یہ ہماری جوان لڑکیاں لے جائیں گے اور گھروں کو آگ لگا دیں گے۔"

آفرین نے کہا "ٹھیک ہے' آپ پارس کو یا کسی مسلمان مسافر کو پناہ نہ دیں' یہ آپ کی لڑکی کو چھوڑ دیں گے۔ ویسے آفیسر! تمہارا وہ ٹارچر سیل کہاں ہے' جہاں مجھے لے جاؤ گے؟"

"اس مکان کے پیچھے چند قدم کے فاصلے پر ہم نے ایک مکان کو عقوبت خانہ بنایا ہے۔ بستی کے پیچھے ہمارے فوجی ٹرک موجود ہیں۔ چار ٹرکوں میں تیس مسلح جوان ہیں۔ ہم نے بستی کے ہر گھر میں اپنے دو تین مسلح سپاہی پہنچا دیے ہیں۔ تم ایک گھنٹے تک اس مکان میں اس عورت کی بیٹی کے ساتھ قید رہو گی۔ اگر تمہارے ساتھی ہیں' تو وہ تمہیں تلاش کرنے ضرور آئیں گے۔"

سپاہیوں نے افسر کے حکم سے آفرین کو دوسرے کمرے میں پہنچا کر دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ لالٹین کی مدھم سی روشنی میں اس نے ایک خوبصورت سی لڑکی کو دیکھا۔ وہ سہمی ہوئی تھی۔ آفرین نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "میری یہی عمر تھی جب ان کتوں نے میرے گھر پر حملہ کیا تھا۔ میرے ماں باپ کو گولیوں سے چھلنی کیا تھا اور میری آبرو کی دھجیاں اڑائی تھیں۔"

وہ لڑکی آفرین سے لپٹ کر بولی "مجھے بچا لو۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ مجھے کہیں چھپا دو۔"

وہ اسے سینے سے لگا کر تھپکتے ہوئے بولی "اب یہ چودہ برس کی لڑکی دوسری بار نہیں لٹے گی۔ پارس سن رہا ہے۔"

پارس نے آفرین کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ دشمنوں سے سامنا ہو تو ان سے ایسی باتیں کرنا' جن کے جواب میں وہ ڈینگیں مار کر اپنے متعلق بتائیں کہ ان کی حکمتِ عملی کیا ہے۔

ابھی آفرین نے جس انداز میں گفتگو کی تھی اس کے جواب میں آفیسر نے بتا دیا تھا کہ اس کا ٹارچر سیل کہاں ہے اور ان کے ٹرک اور سپاہی بستی میں کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔

پارس نے یہ ساری معلومات پاشا کے ذریعے حاصل کیں پھر وہ تینوں اُدھر گئے جہاں ٹرک کھڑے ہوئے تھے۔ پاشا نے دور سے تاریکی میں کھڑے ہوئے چاروں ٹرک دیکھے اور پارس سے کہا "وہاں چار مسلح سپاہی نظر آ رہے ہیں۔ جبکہ یہاں تیس عدد سپاہیوں کو ہونا چاہئے۔"

پارس نے کہا "باقی چھبیس سپاہی گاؤں کے مختلف گھروں میں چھپے ہوئے ہیں۔ ہمارے پاس ایروشوٹر ہیں۔ یہ تیر خاموشی سے ان کا کام تمام کر دیں گے لیکن تاریکی میں صرف تم ہی نشانہ لگا سکتے ہو۔"

پاشا نے کھلے ہوئے ایروشوٹر کے مختلف آہنی حصوں کو جوڑا پھر چار عدد تیر اپنے گریبان میں رکھے۔ اس کے بعد زمین پر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں سے رینگتے ہوئے ٹرکوں کی سمت جانے لگا۔ پارس اور ہومر بھی اس کے پیچھے تھے۔ پارس نے پہلے ہی یہ طے کیا تھا کہ پاشا اندھیروں کا شہنشاہ ہے' کشمیر میں بڑا کام آئے گا اس لیے ایک ملکۂ حسن کا چارا ڈال کر اسے لے آیا تھا۔

وہ ٹرک سے کوئی بیس گز کے فاصلے پر آ کر رک گیا۔ اُدھر صرف ایک ہی مسلح سپاہی دکھائی دیا۔ باقی تین دوسرے ٹرکوں کے پیچھے تھے۔ پاشا نے شوٹر میں تیر لگا کر نشانہ لگایا پھر ٹریگر دبا دیا۔ تیر شٹ کی آواز کے ساتھ گیا اور اس سپاہی کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ وہ چیخ نہ سکا۔ کراہتا ہوا زمین پر گر کر ساکت ہو گیا۔

وہ تینوں پھر رینگتے ہوئے جگہ بدل کر دوسرے ٹرک کے پاس گئے۔ وہاں دو سپاہی کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک سگریٹ پی رہا تھا۔ پارس نے کہا "میں سلگتی ہوئی سگریٹ کے اندازے پر نشانہ لگاؤں گا۔ تم اس دوسرے کو

ٹھکانے لگاؤ۔"

دونوں نے ایک ایرو شوٹر کو سنبھالا۔ پارس نے ایک ذرا انتظار کیا۔ جب کش لگاتے وقت سگریٹ کی آگ ذرا تیز ہوئی تو پارس نے آگ سے ایک ذرا اوپر شوٹ کیا۔ تیر سنسناتا ہوا گیا۔ پھر پیشانی میں پیوست ایسے ہوا کہ نوک کھوپڑی کے پیچھے سے نکل آئی۔ وہ اوندھے منہ گرا۔ پاشا کا شکار بھی ختم ہو چکا تھا۔ چوتھے سپاہی کی آواز آئی "یہ آواز کیسی ہے۔ شنکر! تم لوگ وہاں کیا کر رہے ہو؟"

وہ بڑبڑاتا ہوا مرنے والوں کی طرف آیا۔ اسی وقت ایک تیر نے اسے بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ سُلا دیا۔ وہ تینوں تیزی سے ٹرکوں کی طرف آئے۔ ان کے پچھلے حصے میں کافی اسلحہ تھا۔ ٹائم بم اور ہینڈ گرینیڈ بھی رکھے ہوئے تھے۔ وہ تینوں ان ٹرکوں کو ڈرائیو کرتے ہوئے بستی سے دور لے گئے۔ پھر ان ٹرکوں کو بھی ایک دوسرے سے دور لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اسی طرح چوتھا ٹرک بھی لے آئے۔ ان میں سے ایک ایک تھیلا لے کر ان میں ہینڈ گرینیڈ رکھا۔ سیون ایم ایم رائفلیں لیں۔ پھر ایک ایک ٹائم بم کو ہر ٹرک میں آن کر دیا۔ ہر ایک کی بلاسٹنگ کا وقت مختلف رکھا۔ پھر وہاں سے دوڑتے ہوئے بستی کی طرف آ گئے۔

پارس کی ہدایات کے مطابق آفرین تھوڑے تھوڑے وقفے سے کچھ نہ کچھ بول رہی تھی۔ دوسرے کمرے سے افسر نے ڈانٹ کر کہا "اے خاموش رہو۔ کیوں خواہ مخواہ بول رہی ہو۔"

وہ بولی "مجھے دن رات بولنے کی عادت ہے۔ جب بولنے کو کچھ نہ رہے تو گانے لگتی ہوں۔"

پھر وہ کشمیری زبان میں ایک گیت گانے لگی۔ پاشا نے دور ایک مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "آفرین وہاں ہے، مقامی زبان میں کوئی گیت گا رہی ہے۔"

وہ چھپ چھپ کر اس مکان کی طرف بڑھنے لگے۔ پارس نے گھڑی کے ریڈیم ڈائل کو دیکھ کر کہا "پہلی بلاسٹنگ ہونے والی ہے۔ دھماکے کی آواز پر سپاہی بے اختیار باہر نکلیں گے۔ کوشش کرنا کہ اس مکان سے نکلنے والا ایک بھی سپاہی زندہ نہ رہے۔"

تینوں نے اس مکان کو آگے پیچھے سے گھیر لیا۔ پھر یکبارگی ایسا دل ہلا دینے والا دھماکا ہوا کہ پوری بستی کے مرد، عورتیں اور بچے چیخنے لگے۔ آفرین جس مکان میں تھی، اس کے دونوں اگلے پچھلے دروازے کھلے۔ فوجی افسر اور دو مسلح سپاہی اپنی گنیں سنبھالتے ہوئے باہر آئے۔ آگے سے پارس نے پیچھے سے پاشا اور ہومر نے انہیں گولیوں سے بھون کر رکھ دیا۔

پھر دوسرے گھروں سے نکلنے والے سپاہیوں سے ٹھن گئی۔ کاؤنٹر فائرنگ ہونے لگی۔ اسی وقت دوسرا دھماکا ہوا۔ مسلسل دھماکوں نے سپاہیوں کو سوچنے پر مجبور کیا کہ مجاہدین نے بڑی زبردست تیاریوں کے ساتھ حملہ کیا ہے۔ وہ بستی چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ بھاگنے کے دوران کئی سپاہی گولیاں کھا کر گرے۔ پتا چلا کہ دوسری طرف سے مجاہدین آ گئے ہیں۔ بھارتی فوجی دو طرفہ حملوں کی زد میں آ کر میدان چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

یکے بعد دیگرے چار زبردست دھماکوں نے سری نگر کے بھارتی مورچوں میں کھلبلی پیدا کر دی تھی۔ ان کے ٹیلیفون کھڑکھڑا رہے تھے۔ ٹرانسمیٹر پر کئی اعلیٰ افسران ایک دوسرے سے بول رہے تھے۔ دہلی کے ملٹری ہیڈ کوارٹر میں پوری فوج کو الرٹ رہنے کا حکم دیا جا رہا تھا۔ انہیں اس اندیشے نے گھیر لیا تھا کہ چین نے یا پاکستان نے اچانک ہی حملہ کر دیا ہے۔ کیونکہ دھماکے غیر معمولی نوعیت کے تھے۔

شی تارا کمانڈر کے دماغ میں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی "غلط سمجھو گے تو اور نقصان اٹھاؤ گے۔ یہ حملے چین اور پاکستان نے نہیں، فرہاد کے بیٹے نے کیے ہیں۔ یہ باپ بیٹوں کی روایت ہے، وہ چھوٹے موٹے حملے نہیں کرتے۔ دل ہلا دینے والے دھماکے کرتے ہیں اور اپنے مخالفین کے اعصاب توڑ پھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔"

کمانڈر نے کہا "مس پوجا! ہماری تمہاری بات کون مانے گا۔ کوئی یقین نہیں کرے گا کہ ایک پارس نے تنہا ایسے قیامت کے دھماکے کیے ہیں۔ رپورٹ آئی ہے کہ چار ٹرکوں میں گولہ بارود بھرا ہوا تھا۔ وہ سب تباہ ہو گیا۔ دو فوجی افسر اور دس سپاہی مارے گئے ہیں۔ پتا نہیں زخمی کتنے ہوئے ہیں۔"

شی تارا پوجا کے دماغ میں آئی۔ پوجا اپنے کمرے سے نکل کر کمانڈر کے کمرے میں آئی پھر بولی "تمام اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کہو کہ وہ عالمی سطح پر واویلا کریں اور اس حملے کی ذمے داری پاکستان پر ڈالیں لیکن خفیہ طور پر پارس کو صبح ہونے تک گھیر لیں۔ وہ گرفتار نہ ہوا تو سری نگر سے ہماری فوج کے قدم اکھاڑ دے گا۔ وہ ابھی اس گاؤں میں یا گاؤں کے اطراف کہیں ہو گا۔"

پوجا سر پکڑ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ دوسرے لفظوں میں شی تارا نے سر پکڑ لیا تھا۔ یہ بات سمجھ رہی تھی کہ فوج جتنا پارس سے ٹکرائے گی، پارس اتنا ہی آتش فشاں بنتا جائے

گا۔ اس کے ایکشن اور اس کی تیز رفتاری کو روکنے کے لیے کوئی اور ہی تدبیر کرنی پڑے گی۔ سوچتے سوچتے وہ پھر پوجا کے پاس آئی۔ اس کے ذریعے کمانڈر سے بولی "سری نگر اور آس پاس کے علاقے میں ہمارے جتنے مسلمان مخبر ہیں، تم ان سے ٹیلیفون یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ کرو۔ میں تمہارے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچوں گی۔ اور ایک نئی چال چلوں گی۔"

"پوجا تم دیکھ رہی ہو کہ میں آرام کرنے آیا تھا۔ اب وردی پہن کر بیلی کاپٹر کے ذریعے سری نگر جا رہا ہوں۔ میرے پاس ان سراغرسانوں سے رابطہ کرنے کا وقت نہیں ہے۔"

وہ غصے سے بولی "جاتے ہو تو جاؤ۔ مگر وہاں جا کر کون سا تیر مارو گے؟ پارس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکو گے۔ جو کہتی ہوں، وہ کرو ورنہ لٹو کی طرح نچاؤں گی۔"

"ناراض کیوں ہوتی ہو۔ ویسے ہی دوسرے اعلیٰ افسران الزام دے رہے ہیں کہ میں محاذ چھوڑ کر دہلی عیش کرنے آیا ہوں۔"

"میری ہدایات پر عمل کرو۔ تمہارے سر سے الزام ٹل جائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم میرے اندر رہو، میں سفر کے دوران ٹرانسمیٹر کے ذریعے سراغرسانوں کی آوازیں تمہیں سناتا رہوں گا۔"

پوجا نے سر جھکا لیا۔ اس کے اندر شی تارا سوچنے لگی۔ پارس بہت چالاک ہے۔ وہ جانتا تھا کہ سری نگر میں بھارتی فوج کے مورچے بہت مضبوط ہیں اس لیے شہر سے دور گاؤں میں فوجیوں پر حملے کر کے انہیں ہراساں کر رہا ہے۔ وہ ابھی چھوٹے چھوٹے علاقوں میں ہی ایسی واردتیں کرتا رہے گا۔ شہر میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرے گا۔

یہ شی تارا کی سوچ تھی جبکہ پارس کی ٹھٹی میں یہ بات تھی کہ وہ موقع اور حالات کے مطابق حکمتِ عملی بدلتا رہتا تھا۔ وہ ایسے وقت سوچتا تھا کہ دشمن کیا سوچ رہا ہو گا اور کیا لائحہ عمل تیار کر رہا ہو گا۔ اور اگر فوج شی تارا کی ٹیلی پیتھی کی انگلی پکڑ کر چلنے لگی ہو گی تو پھر یہ ضرور سوچے گی کہ پارس اپنی تمنائی اور محدود وسائل کے مطابق شہر سے دور رہ کر چھوٹے علاقوں میں فوج کو ہراساں کرے گا۔ شہر میں کبھی نہیں آئے گا۔

اس نے طے کر لیا کہ اب سری نگر میں ہی جہاد کا مزہ آئے گا۔ وہ پاشا اور ہومر کے ساتھ اس مکان میں تھا جہاں آفرین پناہ کے لیے آئی تھی۔ کچھ مجاہدین بھی آ گئے تھے۔ پارس وغیرہ سے گلے مل کر ایک دوسرے سے متعارف ہو رہے تھے۔

پارس نے پوچھا "کیا آپ لوگ پیدائشی کشمیری ہیں؟"

ایک نے کہا "جی ہاں۔ ہم یہیں کے باشندے ہیں۔ آپ کہاں سے آئے ہیں؟"

پارس نے کہا "میں رنگوں اور خوشبوؤں کے شہر پیرس سے آیا ہوں۔ پیرس میں ایسی رنگینیاں ہیں کہ انہیں دیکھ کر آنکھیں حیران رہ جاتی ہیں۔ دنیا کی جتنی مشہور ترین خوشبویات ہیں، وہ سب پیرس میں تیار ہوتی ہیں۔ میں رنگوں اور خوشبوؤں کو چھوڑ کر آگ اور دھوئیں کے ماحول میں آیا ہوں کیونکہ میرے دادا کی زمین جل رہی ہے۔ میں بھی کشمیری ہوں۔"

آفرین اسے بڑی محبت سے مسکرا کر دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں قربان ہو رہی تھی۔ کشمیرن کو کشمیری ملا تھا۔

ایک کمرے میں بڑا سا دسترخوان بچھا تھا۔ میزبان بہت غریب تھا مگر دسترخوان سبزی، گوشت کی ڈشوں اور روٹیوں سے بھر گیا تھا۔ پوری بستی کے مسلمان اپنے اپنے گھر کا کھانا لے آئے تھے اور مجاہدین کی میزبانی کرتے ہوئے خوشی سے کھلے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے مجاہدین کا اتنا بڑا حملہ کبھی کسی شہر میں نہیں ہوا۔ اب ہمارے گاؤں کا نام دور تک روشن ہو گا۔

پارس نے کھانے کے دوران افغانی اور کشمیری لباس کی فرمائش کی تھی۔ ایسے درجنوں لباس مہیا کر دیے گئے۔ کھانے کے بعد پارس افغانی اور پاشا کشمیری بن گیا۔ مجاہدین نے انہیں اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ پارس نے کہا۔ "میں جلد ہی آپ لوگوں سے دوبارہ ملوں گا۔ فی الحال میری منزل دوسری ہے۔"

وہ مجاہدین سے مصافحہ کر کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گاؤں سے باہر آ گیا۔ ہومر نے پوچھا "سر! اب کیا ارادہ ہے؟"

اس نے کہا "ہم یہ رات سری نگر میں گزاریں گے۔"

وہ حیرانی سے بولا "سر! آپ دشمنوں کے گھر میں جا کر سونا چاہتے ہیں؟"

"جب دشمن ہر جگہ تلاش کر رہے ہوں تو پھر دشمن ہی کے گھر میں چھپنا چاہیے۔ کیونکہ وہ اپنے گھر میں ہماری موجودگی کی توقع نہیں کرے گا۔"

پاشا نے کہا "تمہاری بات سمجھ میں آتی ہے۔ پھر بھی سری نگر ہی جانا کیوں ضروری ہے؟"

"میں صرف تمہاری خاطر جا رہا ہوں۔ کیونکہ تمہاری

جانِ بہار' جانِ تمنا' وہ ملکۂ حسن اسی شہر میں ہوگی۔"

وہ عقیدت سے لپٹ کر بولا "پارس بھائی! تم کتنے اچھے ہو۔ میں تم پر قربان ہوجاؤں گا۔"

"تم اس طرح لپٹے رہوگے تو میں ہی خواہ مخواہ قربان ہوجاؤں گا۔"

آفرین اور ہو مرمٹنے لگے۔ پاشا نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر وہ چھوٹا سا قافلہ سری نگر کی سمت جانے لگا۔ آفرین نے کہا۔ "میں بھارتیوں اور کشمیریوں کے تنازعہ کے متعلق پڑھتی رہی ہوں۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ سری نگر میں لال چوک ایسا علاقہ ہے' جہاں مسلمانوں کی خاصی آبادی ہے اور مجاہدین کی پوزیشن کسی حد تک مضبوط ہے۔ بھارتی فوجی اس علاقے میں بے دھڑک داخل نہیں ہوتے ہیں۔ بڑی تیاریوں کے بعد وہاں دو چار دفعہ ۴۴ نافذ کرکے گھروں کی تلاشی لیتے ہیں۔"

پارس نے کہا "پھر تو ہم اسی علاقے میں چلیں گے لیکن یہ کیسے معلوم ہوگا کہ شہر میں وہ علاقہ لال چوک کہاں ہے؟ کسی سے پوچھیں گے تو اس کی نظروں میں مشکوک ہوجائیں گے۔ بات دور تک پہنچے گی کہ تین اجنبی ایک حسینہ کے ساتھ شہر میں آئے ہیں۔"

ان میں سے کسی نے پورا کشمیر تو کیا وہاں کا ایک شہر بھی نہیں دیکھا تھا۔ آفرین چودہ برس کی عمر تک اننت ناگ میں تھی۔ اس نے بھی سری نگر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پارس نے کہا "ہمیں ایک گائیڈ کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اس گاؤں سے کسی کشمیری جوان کو ساتھ لے آتے تو بہتر ہوتا۔"

ہو مرنے کہا "ہم شہر میں داخل ہونے سے پہلے کسی کام کے قابل اعتماد آدمی کو تلاش کرلیں گے۔ اگر اس پر بھروسا ہوگا تو اس کی راہنمائی قبول کریں گے۔"

ان کے سامنے ایک منزل تھی مگر منزل تک پہنچنے کا محفوظ راستہ نہیں تھا۔ ان حالات میں تقدیر کے بھروسے پر آگے بڑھنا پڑتا ہے۔ وہ چاروں بھی پیش آنے والے حالات سے نمٹنے کے لیے کچھ تقدیر اور کچھ تدبیر پر بھروسا کر رہے تھے۔

شی تارا تدبیر پر عمل کر رہی تھی۔ کمانڈر سفر کے دوران ایک ایک سراغرساں سے رابطہ کرتا رہا اور وہ ایک ایک سراغرساں کے اندر جھانک کر ان کی آواز اور لہجے کی نقل ایک کیسٹ میں ریکارڈ کرتی رہی۔ کمانڈر کا ہیلی کاپٹر سری نگر پہنچ گیا۔ اس وقت تک شی تارا نے پندرہ مسلمان اور پچیس ہندو مخبروں کی آوازیں ریکارڈ کرلیں۔ ان میں چند نوجوان لڑکیاں بھی تھیں۔ کمانڈر نے تمام مخبروں سے کہہ دیا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ان کے دماغوں میں آیا کرے گی۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے۔ اس کا نام بوجا ہے۔

شی تارا نے پہلے مسلمان مخبروں کی طرف توجہ دی۔ معلوم ہوا' وہ غریب تھے۔ روٹی اور لباس کو ترستے تھے۔ بیوی بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے تحریک آزادی کے خلاف ہوگئے۔ ان میں سے کچھ نشے کے عادی تھے۔ منگے نشے کی طلب پوری کرنے کے لیے زیادہ رقم کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے اس لیے وہ اپنے ہی بھائیوں کے خلاف مخبر بن گئے۔

اس نے ان کے دماغوں میں جاکر پہلے یہ معلوم کیا کہ ان میں سے کون مخبر اس گاؤں سے تعلق رکھتا ہے جہاں ابھی زبردست دھماکے ہوئے تھے۔ ایسے دو مخبر سامنے آئے۔ ایک کی سوچ نے بتایا کہ وہ اناج خریدنے شہر آیا ہوا تھا۔ دھماکے کے وقت گاؤں میں نہیں تھا۔ مگر دوسرا وہاں تھا۔

دوسرے کی سوچ نے بتایا' وہ بھارتی فوجی افسر کے حکم کے مطابق بستی کے ایک ایک مسلمان پر کڑی نظر رکھ رہا تھا۔ ایسے وقت اسے نشے کی طلب ہو رہی تھی لیکن ڈیوٹی کا خیال تھا پھر عشا کی اذان ہونے لگی تھی۔ وہ مسجد کی طرف جانے لگا۔ تب اس نے ایک اجنبی کو مسجد کے سامنے دیکھا۔ اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ جب اس نے جواب دیا تو پتا چلا کہ وہ عورت ہے اور بستی کے کسی گھر میں پناہ چاہتی ہے۔

شی تارا نے پوچھا "وہ عورت کیسی تھی؟ اس کا حلیہ بتاؤ۔"

"وہ کمبل میں لپٹی ہوئی تھی۔ اپنا منہ بھی کمبل سے چھپا رکھا تھا۔ میں نے ایک مکان کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسے وہاں پناہ مل جائے گی۔ میں جانتا تھا' وہاں ہمارے افسر صاحب دو سپاہیوں کے ساتھ موجود تھے۔ جب وہ گئی تو وہاں اسے پکڑ لیا گیا۔ میں دوسرے افسر کے پاس جاکر رپورٹ دینے لگا۔"

"یہ بتاؤ کہ دھماکوں کے بعد جب فوجی بھاگ گئے تو کیا تم وہاں تھے؟"

"جی ہاں' میں بستی کا آدمی ہوں۔ مجھے کوئی دشمن اور مخبر کی حیثیت سے نہیں جانتا ہے' میں وہیں تھا۔"

"پھر تو تم نے کمبل میں لپٹی ہوئی عورت اور اس کے ساتھیوں کو گاؤں سے جاتے دیکھا ہوگا۔"

"میں نے نہیں دیکھا۔ مجھے نشہ ہوگیا تھا۔"

شی تارا نے غصے سے کہا "گدھے کے بچے! تم ڈیوٹی کے وقت نشہ کرتے ہو؟ کیا اس لیے تمہیں بڑی رقمیں دی جاتی ہیں۔"

"دیکھو مادام! تمہارے کتے کا بچہ کہنے کے بعد بھی میں آدمی کا بچہ رہوں گا۔ میں نشے کی خاطر ڈیوٹی کرتا ہوں۔ نشے کی خاطر کشمیریوں کی تحریک آزادی کے خلاف آپ لوگوں کی تابعداری کرتا ہوں۔ اس لیے آئندہ مجھے گالی نہ دینا۔"

وہ غصے سے بولی "ذلیل! کتے! دو ٹکے کے مخبر! گالی دوں گی تو کیا گاڑلے گا۔"

"میں بڑے سرور میں ہوں۔ تمہیں بھی بڑے سرور میں گالیاں دوں گا۔ کتی! کمینی! حرام کی پلی۔"

شی تارا نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ وہ چیخیں مار کر زمین پر تڑپنے لگا۔ ایک ہی دماغی جھٹکے میں نشہ ہرن ہوگیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر کراہ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے شانے پر سر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو سر میں دماغ ہے یا نہیں؟

وہ بڑی دیر تک عذاب میں مبتلا رہا پھر تکلیف کم ہوتی گئی۔ وہ اٹھ کر ٹہلتے ہوئے بولا "اری تو کیسی چڑیل ہے؟ کہاں سے میرے دماغ میں گھس آئی ہے؟"

لیکن شی تارا کسی دوسرے مخبر کے پاس جاچکی تھی۔ وہ بولتا رہا۔ "تم نے میرے دماغ کو پھوڑا بنا دیا۔ کوئی بات نہیں برداشت کر رہا ہوں۔ مگر تم نے میرا نشہ ہرن کردیا۔ میں دوسری پڑیا کہاں سے لاؤں؟"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر ایک طرف چلتے ہوئے بولا "پڑیا نہ جیب میں ہے' نہ گھر میں اور یہ چیز گاؤں میں ملتی نہیں ہے۔ اب رات کے وقت شہر جانا ہوگا۔ ورنہ نیند نہیں آئے گی۔ صبح تک نشے کی طلب مار ڈالے گی۔"

وہ ڈگمگاتا ہوا بستی سے باہر آگیا۔ شہر وہاں سے صرف دو میل کے فاصلے پر تھا۔ وہ ادھر جانے لگا۔ ایسی طلب کے وقت اسے اپنی محبوبہ بہت یاد آتی تھی۔ اس سے جدائی کے سارے زخم تازہ ہوجاتے تھے۔ یہی فوجی اسے اٹھا کرلے گئے تھے۔ پھر پتا نہیں کہاں مار کر پھینک دیا تھا۔ یہ بے بسی اور مظلومیت جب بہت زیادہ تڑپانے لگی تو وہ صدمہ بھلانے کے لیے نشے کا عادی بن گیا تھا۔

آج ایسا عادی ہوگیا تھا کہ طلب پوری کرنے کے لیے اپنا ضمیر بیچ رہا تھا۔ جو ظالم اس کی محبت کو اور اس کی منگیتر کو اٹھا کرلے گئے تھے' ان کی تابعداری کر رہا تھا۔ اس کے بڑے ابا نے کہا تھا۔ میری بیٹی ابھی کمسن ہے' دو برس بعد اسے تیری دلہن بنا دوں گا۔ آج وہ اس دلہن کو بھلانے کے لیے نشہ خرید رہا تھا اور کشمیر کا لہو بیچ رہا تھا۔

وہ شہر کے پہلے محلے میں داخل ہوگیا۔ اس محلے میں کشمیر کی مشہور شالیں تیار ہوتی تھیں۔ شال بافی کے لیے گھروں میں کھڈیاں اور ملوں میں مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ وہاں رات کو بھی کام ہوتا رہتا تھا۔ ایک کھڈی والے نے اسے دیکھ کر کہا "اے صمدو بھائی! ادھر رات کے وقت کیسے آگئے؟"

وہ اپنے بدن کو ایک ہاتھ سے دابتے ہوئے بولا "نشے کی طلب بری ہوتی ہے۔ پڑیا ختم ہوگئی۔ لینے آیا ہوں۔"

"کیا ابھی تم پڑیا خریدنے بٹ مالو جاؤ گے؟"

"ہاں' تم تو جانتے ہو' نشہ اسی علاقے میں ملتا ہے۔ مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

وہ قریب آکر سرگوشی میں بولا "میرے گھر میں چار اجنبی مہمان ہیں' وہ مسلمان ہیں۔ اس لیے میں نے چھپالیا ہے۔ وہ لال چوک جانا چاہتے ہیں۔ تم لال چوک سے گزر کر ہی بٹ مالو جاؤ گے۔ کیا انہیں پہنچاتے ہوئے جاسکتے ہو؟"

مخبر صمدو کے کان کھڑے ہوگئے تھے۔ گاؤں میں آکر دھماکے کرکے فوجیوں کو بھگانے اور وہاں سے کہیں جانے والے بھی چار مسلمان تھے۔ صمدو نے سرگوشی میں پوچھا "کیا وہ چاروں مرد ہیں؟"

سہمے ہوئے میزبان نے کہا "ایک عورت اور تین مرد ہیں۔ صمدو بھائی! یہاں آس پاس ہندو زیادہ ہیں۔ کسی نے فوج کو خبر کردی تو میرے بیوی بچے مارے جائیں گے۔"

صمدو خلا میں تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ اگر وہ فوج کو زبردست نقصان پہنچانے والے مجرم کی نشاندہی کرے گا' ایک نہیں چار مجرموں کو گرفتار کرائے گا تو انعام میں خاصی بڑی رقم ملے گی۔

وہ مسکرا کر سوچنے لگا۔ "ابھی جن مجرموں کی خاطر اس ٹیلی پیتھی جاننے والی چڑیل نے مجھے گالیاں دی تھیں اور مجھے ذہنی عذاب میں مبتلا کیا تھا' وہ مجرم میرے ہاتھ آگئے ہیں۔ میں انہیں بڑے صاحب کے حوالے کرکے کہوں گا' میں ٹیلی پیتھی والی سے بڑا دماغ رکھتا ہوں۔ آئندہ اس چڑیل کو میرے پاس کبھی نہ بھیجنا۔"

میزبان نے پوچھا "صمدو بھائی! کیا سوچ رہے ہو؟ میں جانتا ہوں راستے میں خطرہ ہے۔ گشت کرنے والے سپاہی تمہارے ساتھ چار اجنبیوں کو دیکھ کر شبہ کریں گے۔ مگر اجنبی مہمانوں کے پاس ہتھیار بھی ہیں اور بڑی رقمیں بھی۔ تم سپاہیوں کو رشوت دے کر انہیں لال چوک پہنچا سکتے ہو۔"

وہ اس کے شانے کو تھپک کر بولا "دوست! فکر نہ کرو میں مسلمان ہوں۔ ان مسلمانوں پر آنچ نہیں آنے دوں

گا۔"

"آؤ' میں تمہیں ان سے ملاتا ہوں۔"

صمدو اس کے ساتھ چلتا ہوا اس کے مکان میں آیا۔ مکان کے اگلے حصے میں شال بافی کے لیے کھڈیاں لگی ہوئی تھیں' پچھلے حصے میں رہائش تھی۔ وہاں ایک کمرے میں پارس' پاشا اور ہومر بیٹھے ہوئے تھے۔ میزبان نے صمدو کو ان سے متعارف کرایا پھر کہا "یہ ہمارا صمدو بھائی سری نگر کے چپے چپے سے واقف ہے۔ یہ تمہیں لال چوک تک پہنچا دے گا۔"

صمدو نے کہا "تم تینوں کے پاس اسلحہ ہے۔ اسے یہیں چھپا کر جانا ہوگا۔ سنا ہے تم لوگوں کے پاس بہت رقم ہے۔ یہ اچھا ہے۔ سپاہیوں کو رشوت دے کر منزل تک پہنچ جاؤ گے۔"

پاشا نے کہا "ہم کہاں پہنچیں گے۔ تم پہنچاؤ گے۔"

"ہاں' میں ہی پہنچاؤں گا مگر گاڑی کا بندوبست کرنا ہوگا۔ میں ابھی جاکر کسی ایسے گاڑی والے کو لاتا ہوں' جو مسلمان ہو۔ مجھے دو سو روپے دو۔"

پارس نے کہا "دو سو نہیں۔ پانچ سو لے جاؤ۔"

وہ پارس سے نوٹ لے کر گنتے ہوئے سوچنے لگا۔ سیدھا یہاں سے تھانے جاؤں گا اور فون کے ذریعے میجر صاحب کو مسلح سپاہیوں کے ساتھ بلاؤں گا۔ یہ احمق مجاہدین خود ہی میری ٹھوکروں میں آگئے ہیں۔

وہ نوٹوں کو جیب میں رکھ کر جانے لگا لیکن دروازے تک پہنچ کر ٹھٹک گیا۔ اسے گم شدہ محبوبہ کی آواز سنائی دی۔ اس نے چونک کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ مگر وہ صدا دے رہی تھی "صمدو!"

اگرچہ بچھڑے ہوئے پانچ برس گزر گئے تھے مگر آواز میں وہی ترنم' وہی اپنائیت تھی۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "صمدو! یہ تم ہو؟"

اس نے فوراً پلٹ کر دیکھا۔ وہ اندرونی کمرے کے دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ اب وہ پہلی جیسی لڑکی نہیں تھی۔ چودہ برس کی کچی کلی نہیں تھی۔ اُنیس برس کی عمر میں بھرپور عورت لگ رہی تھی۔ مگر ناک نقشہ وہی تھا' وہی مسکراتی آنکھیں تھیں۔ وہ تڑپ کر بولا "آفرین! یہ تم ہو؟"

پارس دونوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ آفرین نے کمرے میں آکر کہا "میں اس دروازے کے پیچھے سے تمہیں دیکھ رہی تھی اور پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ تم تو بہت بدل گئے ہو۔"

"ہاں' تمہاری جدائی نے مجھے بدل ڈالا ہے۔ میں تمہیں بھلانے کے لیے دن رات نشے میں ڈوبا رہتا ہوں۔ پھر بھی تمہیں بھلا نہیں پاتا۔"

آفرین نے جھینپ کر پارس کو دیکھا پھر کہا "صمدو! میں تمہاری کیا لگتی تھی کہ تم نے میرے لیے یہ حالت بنالی؟"

"تم مجھ سے پوچھ رہی ہو۔ کیا بھول گئیں کہ تمہارے ابا میرے ساتھ تمہاری شادی کرنے والے تھے۔ مگر تم کمسن تھیں۔ اس لیے شادی کی بات ٹل گئی تھی۔"

"تم خود ہی کہتے ہو میں کمسن تھی۔ مجھے بھی یاد ہے' چودہ برس کی عمر میں مجھے اغوا کیا گیا تھا۔ میں حیران ہوں کہ تم اس وقت سے مجھے دیوانہ وار چاہتے ہو۔ میں اس عمر میں تمہاری چاہت کو سمجھ نہیں سکتی تھی اور اب سمجھ رہی ہوں تو دیر ہو چکی ہے۔"

"کیوں دیر ہو چکی ہے؟ تم اب تک کہاں تھیں؟ اس گھر میں کہاں سے آئی ہو؟"

وہ پارس' پاشا اور ہومر کی طرف اشارہ کرکے بولی "یہ میرے ساتھی ہیں' میرے محسن ہیں۔ مجھے میرے وطن میں لائے ہیں۔"

صمدو نے کہا "اوہ خدایا! تم وہی عورت ہو' جو گاؤں کی مسجد کے سامنے کمبل میں لپٹی ہوئی تھیں اور میں وہاں تمہیں پہچان نہ پایا۔ میں نے جان بوجھ کر تمہیں فوجیوں کے حوالے کرنے کے لیے اس مکان میں بھیجا تھا۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا۔ اس کی ہنسی زوردار قہقہوں میں بدلنے لگی۔ آفرین نے پوچھا "کیوں ہنس رہے ہو؟"

"اپنی کم بختی پر ہنسی آرہی ہے۔ میں تم سے ملنے کی دعائیں دن رات مانگتا رہا اور تم ملیں تو میں تمہیں پھر ایک بار بھارتی فوج کے حوالے کرنے والا تھا۔ ابھی تمہارے ساتھی سے پانچ سو روپے لے کر میجر سکسینہ کو اطلاع دینے والا تھا کہ تباہی مچانے والے چار مسلمان اس گھر میں چھپے ہوئے ہیں۔"

آفرین نے بے یقینی سے پوچھا "کیا واقعی تم ایسا کرنے والے تھے؟"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولا "ہاں ایسا کرنے والا تھا۔ تمہاری جدائی نے مجھے نشے کا عادی بنا دیا اور نشے کی طلب نے بھارتی فوج کا دلال بننے پر مجبور کر دیا۔ آج تمہیں آنکھوں کے سامنے دیکھ کر یہ سچائی معلوم ہو رہی ہے کہ میں ضمیر فروش ہوں۔ میں بزدل ہوں۔ جو فوجی تمہیں اٹھا کر لے گئے' میں ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا تو ان کا کتا بن گیا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے

والی میرے دماغ میں آکر مجھے کتا کہہ رہی تھی۔ ٹھیک ہی کہہ رہی تھی۔"

پارس نے چونک کر صمدو کو دیکھا۔ یہ سمجھ گیا کہ اس کے اندر شی تارا آئی ہوگی۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "آفرین! یہ مبارک موقع ہے کہ برسوں کے بعد اپنے کزن سے تمہاری ملاقات ہوئی لیکن اس کے دماغ میں شی تارا آتی ہے۔ شاید اب بھی موجود ہو اور ہماری گرفتاری کے لیے جال بچھا چکی ہو۔"

صمدو نے ہاتھ اٹھا کر کہا "مسٹر! ذرا ایک منٹ۔ ابھی نہ جاؤ۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ اب وہ میرے اندر نہیں آتی ہے۔"

"صمدو! تم نشے کے عادی ہو۔ اسے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر رہے ہو۔"

"آپ میری پوری بات سنیں۔ میں نے اسے گالیاں دی تھیں۔ اس نے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا' کیا اتنی دشمنی کے بعد بھی آئے گی؟"

"کیا تم نے واقعی اسے گالیاں دی تھیں؟"

"ہاں میں نے اسے کتی' کمینی اور حرام کی پلّی کہا تھا۔ کیونکہ اس نے مجھے کتے کا بچہ کہا تھا۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "میں اس مغرور کے مزاج کو خوب سمجھتا ہوں۔ اتنی گالیاں سن کر اس نے تمہیں سزا دی ہے۔ شاید اب نہیں آئے گی لیکن کسی وجہ سے آبھی سکتی ہے۔ اگر تم آفرین کی سلامتی چاہتے ہو تو ہم سے دور ہو جاؤ اور ہمیں دوسرا راستہ اختیار کرنے دو۔"

"میں جس کے لیے دن رات دعائیں مانگتا رہا ہوں' اسے نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ تم سب میرے ساتھ ہتھیار لے کر چلو۔ میں تم لوگوں کو لال چوک پہنچا کر ایسی چال چلوں گا کہ دشمنوں کو کبھی تمہارا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہوگا۔"

پارس نے کہا "میں آفرین کے لیے تمہارے جذبات سمجھتا ہوں۔ تم واقعی اس پر اور ہم پر آنچ نہیں آنے دو گے لیکن ٹیلی پیتھی کے سامنے بے بس ہو جاؤ گے۔ وہ تمہارے دماغ میں گھس کر ہمارا ٹھکانا معلوم کر لے گی۔"

صمدو نے اچانک ریوالور نکال کر اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگا کر کہا "نہیں گھسے گی۔ میرے دماغ میں کبھی نہیں گھس پائے گی۔ آج میں بھارتی فوج کا دلال نہیں اپنی آفرین کا دیوانہ ہوں۔ میں آفرین کی قسم کھا کر کہتا ہوں' تم سب کو لال چوک پہنچاتے ہی خود کشی کر لوں گا۔"

آفرین نے کہا "پاگل ہوئے ہو۔ ریوالور کنپٹی سے ہٹاؤ۔"

"نہیں ہٹاؤں گا۔ مجھ میں یہ حوصلہ اس وقت ہوتا جب تمہیں اغوا کیا جا رہا تھا تو میں سپاہیوں سے لڑتے لڑتے مر جاتا۔ آج تمہاری حفاظت کرنے والے یہ تین ساتھی ہیں۔ میں اس اطمینان سے مروں گا کہ آئندہ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

پارس نے کہا "ٹھیک ہے۔ تم شی تارا کا راستہ روکنے کے لیے ہم سب کو سلامت رکھنے کے لیے اپنی جان دو گے لیکن پہلے ہمیں لال چوک تو پہنچاؤ۔ پہلے یقین تو کرو کہ آفرین ایک محفوظ مقام تک پہنچ گئی ہے۔"

اس نے کنپٹی سے ریوالور ہٹا کر جیب میں رکھ لیا پھر کہا "میرا انتظار کرو۔ میں گاڑی لے کر ابھی آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ پارس نے پاشا کو اشارہ کیا۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر صمدو کی طرف دھیان دینے لگا۔ انتظار کرنے لگا کہ وہ باہر جاکر کسی سے باتیں کرے تو اس کی گفتگو سنتا رہے۔

آفرین نے پارس کے قریب آکر اس کے بازو کو تھام کر پوچھا "کیا تمہیں یقین ہے کہ میں صمدو کے عشق اور اس کی دیوانگی سے قطعی بے خبر تھی؟"

"ہاں مجھے یقین ہے۔ تم انجانے میں اس کی دیوانگی کا سبب بنتی رہی ہو اور مجھے یقین ہے کہ تم نے ہوش سنبھالنے کے بعد کسی کو دل سے چاہا ہے تو وہ میں ہوں۔"

وہ بہت خوش ہو رہی تھی۔ اس کے لبوں پر تبسم تھا' آنکھوں میں ممنونیت اور چہرے پر گلاب کی سی تازگی تھی اور یہ سب میرے لیے تھی۔ پاشا نے کہا "صمدو نے ایک گاڑی کرائے پر حاصل کر لی ہے۔ ڈرائیور مسلمان ہے میں اس کی باتیں بھی سن رہا ہوں۔ اس پر بھروسا کیا جا سکتا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد گاڑی آگئی۔ پارس نے چپکے سے کہا۔ "آفرین! تم صمدو کے ساتھ بیٹھو۔ اس بیچارے کا دل رکھو۔"

"نہیں پارس! اس طرح اس کی غلط فہمی بڑھے گی وہ مجھ سے کچھ زیادہ ہی توقعات رکھنے لگے گا۔"

"تم اس کے ساتھ رہ کر سمجھاؤ کہ تم اس کی بہت اچھی دوست ہو۔ وہ تمہیں محبوبہ ضرور سمجھے لیکن محبت کسی کو پا لینے کا نام نہیں ہے۔"

وہ سب گاڑی میں بیٹھنے لگے۔ آفرین صمدو کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ جب گاڑی چل پڑی تو وہ بولا "یہ سب کچھ خواب سا لگ رہا ہے۔ یوں لگتا ہے آنکھ کھلے گی تو تم ہمیشہ کی طرح گم ہو جاؤ گی۔"

وہ بولی "اپنی دیوانگی پر قابو رکھو۔ تم نے ملنے کی تمنا کی'

تقدیر نے ہمیں ملا دیا۔ ہم آئندہ بھی ملتے رہیں گے لیکن صرف دوست بن کر' میں تمہارے باؤ کی بیٹی ہوں اور تمہاری بہترین دوست ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ اور نہ سوچو۔ کچھ اور نہ چاہو۔"

وہ سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا پھر بولا "ان پانچ برسوں میں کسی نے تمہیں مجھ سے چھین لیا ہے۔"

"کسی نے جبراً نہیں چھینا ہے۔ میں محبت اور عقیدت سے اس کی ہو گئی ہوں۔ وہ میرا ڈاکٹر ہے۔ میرے کینسر کا علاج کر رہا ہے۔"

صمدو نے چونک کر اسے دیکھا پھر بے یقینی سے پوچھا "کیا مذاق کر رہی ہو؟"

"نہیں۔ میرے کسی بھی ساتھی سے پوچھ لو۔ میں موت کے ساتھ ساتھ چل رہی ہوں۔ تم یا کوئی بھی مجھ سے کتنی محبت کر سکتا ہے؟ اتنی کہ مجھے موت سے نہ بچا سکا تو خود میرے لیے مر سکتا ہے لیکن میرا ڈاکٹر نہ خود مرے گا نہ مجھے مرنے دے گا۔ وہ میری موت سے لڑ رہا ہے اور مجھے نئی زندگی دیتا جا رہا ہے۔ شاید میں طبعی عمر جی سکوں۔"

وہ بولا "پھر تو میں اس ڈاکٹر کو سلام کرتا ہوں۔ میری محبت کا تقاضا ہے کہ تم زندہ رہو۔ وہ ڈاکٹر کون ہے؟"

"وہ جو پیچھے بیٹھا ہے۔ پارس' میرا محبوب' میرا ڈاکٹر' میری زندگی... میری مسرتوں کا محور اور مرکز۔"

گاڑی رکنے لگی۔ سامنے سڑک کے کنارے فوجیوں کا ایک ٹرک کھڑا ہوا تھا۔ ایک مسلح فوجی گاڑی کو رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ پارس وغیرہ نے ہتھیاروں کو قدموں کے نیچے چھپا رکھا تھا۔ گاڑی رکتے ہی صمدو نے اتر کر اپنا آئیڈنٹٹی کارڈ افسر کو دکھایا۔ افسر نے اسے پڑھ کر مطمئن ہونے کے بعد کہا "اچھا تو تم کمانڈر صاحب کے خاص مخبر ہو۔ یہ تمہارے ساتھ کون لوگ ہیں؟"

"وہ جو سامنے بیٹھی ہے' کمانڈر صاحب کی سالی ہے۔ پیچھے ان کے رشتے دار ہیں۔ آپ ان سے پوچھ کر تسلی کر لیں۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔"

وہ گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ گاڑی آگے چل پڑی۔ سب نے اطمینان کی سانس لی۔ پارس نے کہا "بھائی صمدو! تم نے تو کمال کر دیا۔ مقابلے کی نوبت نہیں آئی۔ ہمیں صاف بچا کر لے آئے۔"

اس نے محبت سے آفرین کو دیکھا پھر کہا "میں نہیں چاہتا تھا کہ گولیاں چلیں اور کوئی گولی آفرین کی طرف آئے۔ مسٹر پارس! میں تمہاری طرح اس کی خطرناک بیماری سے لڑ نہیں سکتا۔ اس کے دشمنوں سے تو لڑ سکتا ہوں۔ یا اسے لڑائی سے دور رکھ سکتا ہوں۔"

پارس نے کہا "تم بہت اچھے ہو۔ مگر بہت جذباتی ہو۔ کہ لال چوک میں قیام کے لیے کوئی ہوٹل ہے؟"

"میرے ایک دوست کا مکان ہے۔ وہ خالی پڑا رہتا ہے کیونکہ وہ تنہا ہے۔ کاروبار کے سلسلے میں دہلی جاتا آتا رہتا ہے۔ آج کل یہاں ہے۔ تم سب اس پر بھروسا کر سکتے ہو۔"

وہ لال چوک پہنچ گئے۔ گاڑی بازار سے گزرتی ہوئی رہائشی محلے میں آئی پھر ایک مکان کے سامنے رک گئی۔ صمدو نے گاڑی سے اتر کر اس مکان کے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھل گیا۔ ایک شخص نظر آیا۔ صمدو اس سے مصافحہ کرتے ہوئے اندر چلا گیا۔ پاشا اس پر توجہ دے رہا تھا۔

اس محلے میں بڑی رونق تھی۔ گلی کے موڑ پر ایک مکان کی دیواروں پر رنگ برنگے قمقمے روشن تھے۔ عورتوں کے گیت گانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس گھر میں یقیناً شادی کی تقریب ہو گی۔ اس لیے اتنی چہل پہل تھی۔

سردی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ کھلی فضا میں کہر کی دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس دھند میں رنگین قمقمے دھندلے دکھائی دے رہے تھے۔ صمدو میزبان کے ساتھ مکان سے باہر آیا۔ میزبان نے گاڑی کا دروازہ کھول کر کہا "تشریف لائیے آپ سب کی آمد میرے لیے باعثِ مسرت ہے۔"

اس نے ہر ایک سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میرا نام مراد علی ہے۔ صمدو نے آپ کے مختصر حالات بتائے ہیں۔ میں یقین دلاتا ہوں آپ میرے مکان میں محفوظ رہیں گے۔ یہ سب ہی مسلمان ہیں۔ کوئی ایک دوسرے کے خلاف خفیہ نہیں کرتا۔"

وہ سب باتیں کرتے ہوئے مکان کے اندر آئے۔ مراد علی کھانے کا انتظام کرنا چاہتا تھا۔ پارس نے منع کر دیا کہ وہ گاؤں سے کھا کر چلے تھے۔ آفرین قہوہ تیار کرنے کے صمدو کے ساتھ باورچی خانے میں گئی۔ پارس' مراد علی اس شہر کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔

آفرین ایک ٹرے میں قہوے سے بھری کیتلی اور پیالے لے آئی۔ وہ سب قہوہ پینے کے دوران یہ طے کرتے رہے کہ کبھی فوجیوں نے آ کر پوچھ گچھ کی تو ہم مراد علی سے کیسی رشتے داری ظاہر کریں گے۔ مراد نے کہا "میں ابھی جا رہا ہوں محلے والوں کو آپ لوگوں کے متعلق سمجھاؤں گا۔ آپ موجود ہیں۔ مجھے اور صمدو کو ملا کر ہم پانچ ہو گئے ہیں۔ ایک

میں پانچ مرد ہوں تو فوجی مجاہدین کا شبہ کرتے ہیں۔ ہم سب مختلف گھروں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ یہاں کے مسلمان مجاہدین کو اپنے ہاں مہمان رکھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔"

وہ اور صمدو باہر جانے لگے تو پارس نے کہا "صمدو اپنا ریوالور مجھے دو۔ ہمیں تمہاری زندگی چاہئے۔"

وہ بولا "میں اپنے فیصلے پر عمل کروں گا۔ ورنہ میری زندگی تم سب کے لیے مصیبت بن جائے گی۔"

مراد علی کو صمدو کے فیصلے کے متعلق بتایا گیا۔ مراد نے کہا "اگر کوئی عورت دماغ میں آتی ہے' تو یہ تشویش کی بات ہے۔ وہ صمدو کے ذریعے یہاں کا ٹھکانا معلوم کر لے گی۔"

پارس نے کہا "مجھے یقین ہے' وہ دوبارہ صمدو کے دماغ میں نہیں آئے گی اور اگر آئے گی تو میں اس سے نمٹ لوں گا لیکن ہم میں سے کوئی صمدو کی خودکشی گوارا نہیں کرے گا۔"

وہ بولا "مجھے آفرین کی زندگی اور سلامتی عزیز ہے۔ میں یہاں سے دور جا کر اپنے فیصلے پر عمل کروں گا۔"

پارس نے اپنی گن سیدھی کی پھر آفرین کو نشانے پر رکھ کر بولا "میں اسے نئی زندگی دے رہا ہوں تو موت بھی دے سکتا ہوں۔ جب بھی مجھے تمہاری موت کی خبر ملے گی' میں اسے مار ڈالوں گا۔"

صمدو غصے سے لرز کر بولا "آفرین پر سے گن ہٹا لو ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔"

"میں کہہ رہا ہوں۔ تم خودکشی کرو گے تو اچھا نہیں ہو گا۔ تمہارے بعد آفرین نہیں رہے گی۔"

آفرین نے کہا "صمدو! میں تمہیں چاہتی ہوں اور قسم کھاتی ہوں کہ خودکشی کروں گی تو میں بھی اپنی جان دے دوں گی۔"

وہ اسکے محبوبانہ انداز سے سرشار ہو کر بولا "کیا میں اتنا خوش نصیب ہوں کہ تم میرے لیے جان دے سکتی ہو؟"

"ہاں۔ میں قسم کھا چکی ہوں۔ تم بحث نہ کرو' ریوالور پارس کو دے دو۔ ہم سب مل کر اس پہیلی بیٹھی جاننے والی سے نمٹیں گے۔"

اس نے اپنی جیب سے ریوالور نکالا۔ آفرین اس کے قریب آئی اس نے محبت سے مسکرا کر اسے دیکھا پھر وہ ریوالور اس سے لے کر پارس کو دے دیا۔

○☆○

رات کا ایک بج رہا تھا۔ شی تارا نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ وہ تمام مجبوں کے خیالات پڑھنے اور انہیں اس گاؤں سے سری نگر تک دوڑانے میں مصروف تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ پارس ابھی ان ہی اطراف میں ہو گا۔ اس کے تمام مخبر سری نگر کے آس پاس کے تمام علاقوں میں گاڑیاں دوڑاتے پھر رہے تھے۔ وہ صرف ایک غلطی کر رہی تھی کہ سری نگر میں پارس کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ پارس ان مضافات سے نکل نہیں پائے گا۔

دائی ماں نے کہا "بیٹی! ایسی بھی کیا معصوفیات ہیں' روٹی تو کھا لے۔"

"بس تھوڑی دیر اور ماں جی! وہ کہیں نہ کہیں گرفت میں آ جائے گا۔ اگر مجھ سے ذرا سی کوتاہی ہو گی تو وہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"رات کا ایک بج چکا ہے۔ تو کھاتے کھاتے بھی خیال خوانی کر سکتی ہے۔ میں سالن گرم کر کے لا رہی ہوں۔"

وہ کچن میں گئی۔ شی تارا نے کمانڈر کے پاس پہنچ کر پوچھا "کوئی خبر ملی؟"

"ہاں' وہ شاید سری نگر میں کہیں ہے۔"

"کیا تم اندازے سے کہہ رہے ہو؟"

"اندازہ بھی کہہ سکتی ہو۔ ہماری پیٹرولنگ فورس نے بٹ مالو کے راستے میں ایک گاڑی روکی تھی۔ اس میں سے ایک شخص نے اپنا ڈیوٹی کارڈ نکال کر دکھایا۔ وہ میرا ایک مخبر تھا۔ اس نے آرمی کے آفیسر کو بتایا کہ گاڑی میں کمانڈر کی سالی اور رشتے دار بیٹھے ہیں جبکہ میری کوئی سالی اور رشتے دار اس شہر میں نہیں ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ جھوٹ بول کر اور فراڈ کر کے کشمیری باغیوں کو کہیں لے گیا ہے۔ اگر ان کے ساتھ صرف ایک عورت تھی تو پھر اس عورت کے ساتھ ضرور پارس ہو گا۔"

"وہ مخبر بھی کوئی فراڈ ہی تھا۔ بٹ مالو سے لال چوک کی سمت جا رہا تھا۔ لال چوک میں مسلمانوں کی خاصی آبادی ہے۔ وہاں اکثر باغی پناہ لیتے ہیں۔"

"تم اس علاقے کو چاروں طرف سے گھیر کر تمام گھروں کی تلاشی کا حکم دو۔"

"وہاں تلاشی کا کام شروع کرنے سے پہلے کریک ڈاؤن کرنا ہو گا۔ جبکہ ہم دفعہ ۱۴۴ نافذ نہیں کر سکتے۔ اس علاقے کے تین گھروں میں شادیاں ہو رہی ہیں۔ ایسے میں فوجی کارروائی مناسب نہیں ہو گی۔ سارے مسلمان گھروں سے نکل آئیں گے۔"

"اگر میں انہیں کسی گھر سے ڈھونڈ نکالوں تو فوج وہاں جا کر انہیں گرفتار کر سکے گی؟"

"بے شک مجرم پائے گئے تو پھر اس گھر تک ہمارے سپاہی جاسکیں گے۔"

اس نے چار مخبوں کو خیال خوانی کے ذریعے باری باری مخاطب کیا۔ ان میں سے دو عورتیں اور دو مرد تھے۔ ان چاروں کو حکم دیا کہ وہ لال چوک کے رہائشی علاقے میں جاکر معلوم کریں کہ آج کس گھر میں نئے مہمان آئے ہیں۔ عورتیں شادی والے گھروں میں بھی جاکر بہت سی معلومات حاصل کرسکتی تھیں۔

دائی ماں نے اس کے سامنے میز پر کھانے کی پلیٹیں رکھتے ہوئے کہا "اب رات کے دو بجنے والے ہیں۔ بھگوان کے لیے خیال خوانی بند کرو اور زندہ رہنے کے لیے کچھ کھاؤ۔"

شی تارا نے مسکرا کر روٹی کا ایک لقمہ منہ میں رکھا۔ وہ بہت خوش تھی۔ اسے یقین تھا کہ کھانا ختم ہوتے ہوتے لال چوک کے کسی مکان میں پارس کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے گا۔

○☆○

عادل خون کے گھونٹ پی رہا تھا۔ اسے اپنی لیلیٰ بھابی سے بہت محبت تھی۔ اسے سپردِ خاک کرتے وقت وہ قبرستان میں تھا۔ غصے اور جنون میں وہاں کھڑے ہوئے مسلح سپاہیوں پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن ہیرو نے اسے جکڑ لیا تھا۔ سارہ اور انا نے سمجھایا تھا "صبر کرو، بھابی کے قاتلوں کو ان کی قبروں تک دوڑایا جائے گا اور انہیں زندہ دفن کیا جائے گا۔ پہلے اپنے بھائی جان سے رابطہ ہونے دو۔ دیکھو کہ وہ اس سلسلے میں کیا کررہے ہیں۔"

پھر میں نے ایٹمی پلانٹ تباہ کرنے کے بعد اس سے رابطہ کیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میں نے کہا "میری فیملی میں کوئی اس طرح نہیں روتا ہے خواہ کیسی ہی قیامت گزر جائے۔ فوراً جذبات پر قابو پاؤ ورنہ میری فیملی سے خارج ہوجاؤ گے۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے کہا "دل کو پتھر بنانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ میں جارہا ہوں۔ پھر آؤں گا۔ میرے آنے تک تمہیں پتھر ہوجانا چاہئے۔"

وہ سب سارہ کی کوٹھی میں آگئے تھے۔ میں نے ہیرو کے دماغ میں آکر کہا "میں پیرس واپس جارہا ہوں۔ میرا مشورہ ہے، تم بھی چلے آؤ۔ تمہیں وہاں کی شہریت مل جائے گی۔ یہاں رہو گے تو سودی پیچھے پڑے رہیں گے۔"

وہ بولا "مسٹر فرہاد! لیلیٰ بھابی کے سلسلے میں میرے پاس تعزیت کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ تعزیت کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ میں قاتل کو زندہ نہ چھوڑوں۔ اور میں قسم کھاتا ہوں کہ۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا "رک جاؤ۔ کوئی قسم نہ کھانا۔ میں دشمنوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا چکا ہوں۔ اگرچہ قاتل زندہ ہے، روپوش ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی میں واپس جارہا ہوں اور تمہیں بھی یہاں سے جانے کا مشورہ دے رہا ہوں۔"

"میں حیران ہوں۔ تم اسے زندہ چھوڑ کر کیوں جارہے ہو؟"

"میں اور میری فیملی بابا صاحب کے ادارے کی پابند ہیں۔ جناب علی اسد علی تیمرزی کی ہدایات پر کسی حیل و حجت کے بغیر عمل کرتے ہیں۔ ان کی ہدایت ہے کہ قاتل کو ڈھیل دی جائے۔ جو انتقامی کارروائی ہوچکی ہے، وہ بہت ہے۔ اس کے بعد میں کچھ کروں گا تو وہ فرعونیت ہوگی۔"

"یہ ہدایات دل کو لگتی ہیں۔ تعجب ہے آپ بے پناہ ذہانت اور طاقت کے مالک ہوکر بھی کسی کے پابند ہیں۔"

"ذہانت اور طاقت اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ پابندیوں میں نہ رہے اور اپنے عاقل و دین دار بزرگ کے تابع فرمان نہ رہے تو وہ طاقت والا شیطان بنتا چلا جاتا ہے۔"

"آپ نے میرے انتقامی جوش و جنون کو ٹھنڈا کردیا ہے۔ خدا نے مجھے بھی غیر معمولی صلاحیتیں اور بے پناہ جسمانی قوت دی ہے۔ آپ نے یہ بہت اچھی بات کہہ دی۔ مجھے بھی خود کو پابندیوں میں رکھنا چاہئے۔"

"اسی لیے پیرس جانے کو کہہ رہا ہوں۔ جناب تیمرزی صاحب سے ملاقات کروگے تو دل میں نور پیدا ہوگا اور تمہاری ذہانت کو ایسی نئی تازگی ملے گی جس کے متعلق تم ابھی سوچ بھی نہیں سکتے۔ تم ابھی سارہ سے مشورے کرو، میں پھر آؤں گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پورٹیبل کمپیوٹر کو اٹھا کر وہاں سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں سارہ انیٹلی جنس کے ایک افسر سے باتیں کررہی تھی، اسے دیکھ کر بولی "آؤ ہیرو! یہاں بیٹھو اور سنو۔ اس افسر سے پتا چلا ہے کہ مسٹر فرہاد نے ملٹری ہیڈ کوارٹر کے اس حصے کو تباہ کردیا ہے جہاں گولا بارود کا ذخیرہ تھا۔ کروڑوں ڈالرز کا اسلحہ تباہ ہوچکا ہے۔"

ہیرو مسکرانے لگا۔ وہ بولی "تم مسکرا رہے ہو۔ اس کے بعد مسٹر فرہاد نے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کردیا ہے۔ کیا تم ہمارے ملکی اور قومی نقصان کا اندازہ کرسکتے ہو؟"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "یہ قسمت کا کھیل ہے کہ اس بنگلے میں لیلیٰ بھابی گئیں۔ یاد کرو ہمارا پروگرام تھا کہ

اسٹیڈیم سے واپسی پر ہم ان کے ہاں جائیں گے۔ اگر چلے جاتے تو ہم دونوں کے چیتھڑے اڑ جاتے۔ پھر تم قومی نقصان کا رونا کہاں روتیں؟"

وہ بولی "لیلیٰ بھابی کے یا ہمارے ہلاک ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پورے ملک کو تباہ کردیا جائے۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو۔ میں تو اس ملک کو آگ لگا دینا چاہتا تھا۔ مجھے مسٹر فرہاد نے ایسا کرنے سے باز رکھا ہے۔"

افسر نے کمپیوٹر اسکرین کو پڑھ کر کہا "مسٹر ہیرو! یہ بات ناقابلِ یقین ہے کہ جو ہمیں اتنا زبردست نقصان پہنچا رہا ہے، وہ تمہیں ایسا کرنے سے باز رکھے گا۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ ہمارا ہمدرد بن گیا ہے۔"

"نہیں، تم لوگوں کا ہمدرد تو شیطان ہی ہوگا۔ وہ ایک انسان ہے۔ اپنی بیوی کے قاتل کو زندہ چھوڑ کر واپس جارہا ہے۔"

افسر نے خوش ہو کر کہا "کیا واقعی وہ یہاں سے جارہا ہے۔ ہمیں کسی طرح یقین دلادو کہ وہ جارہا ہے۔ پھر ہم دل پر پتھر رکھ کر اتنی تباہی و بربادی کو برداشت کرلیں گے۔"

"وہ نہ بھی جائے تو برداشت کروگے۔ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکو گے۔ ویسے یہ سچ ہے کہ وہ جارہا ہے۔ آئندہ یہاں کوئی ہنگامہ اور غریب کاری نہیں ہوگی تو تم لوگوں کو یقین آجائے گا۔"

وہ اٹھ کر بولا "میں ابھی اپنے اعلیٰ افسران کو یہ خوش خبری سناؤں گا۔ سارہ میں باہر جارہا ہوں۔ کیا آپ میرے ساتھ آکر دروازہ اندر سے بند کرنے کی زحمت کریں گی؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر افسر کے ساتھ چلتی ہوئی ڈرائنگ روم سے باہر آئی۔ افسر نے کاریڈور سے گزرتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا "فرہاد واپس جانے کا ڈراما کرکے ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔ کیا تمہاری عقل تسلیم کرتی ہے کہ اتنی تباہیاں مچانے والا جنونی شخص ایک قاتل کو زندہ چھوڑ کر چلا جائے؟"

"نہیں، میری عقل نہیں مانتی۔ تم درست کہتے ہو۔ ہیرو کا اور میرا دوست بن کر میرے ملک کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔"

"مس سارہ! اس کی گہری سازشوں کو سمجھنا چاہتی ہو تو ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بات کرو۔ تمہیں پتا چلے گا کہ اس ملک کو تم ہی بچا سکتی ہو۔ اور یہ تمہارے لیے بڑا اعزاز ہوگا۔"

"میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کیسے باتیں کروں؟"

"تم تنہائی میں مسٹر برین کو فون کرو اور کہو کہ اس سے گفتگو کرنا چاہتی ہو۔ وہ تمہارے دماغ میں آجائے گا۔"

"میں پرائی سوچ کی لہریں محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوں۔ لیکن اب نہیں روکوں گی۔ اس سے باتیں کروں گی۔"

افسر باہر چلا گیا۔ سارہ نے دروازہ بند کرلیا۔ ذہانت اسے کہتے ہیں کہ آدمی کسی تدبیر پر عمل کرتے وقت ہر پہلو پر نظر رکھے۔ لیکن اکثر لوگ کامیابی کا یقین کرتے ہوئے بالکل سامنے کی بات بھول جاتے ہیں۔ وہ دونوں رازداری سے باتیں کرتے وقت یہ بھول گئے تھے کہ ہیرو غیر معمولی سماعت کے ذریعے ان کی باتیں سن رہا ہوگا۔

جب وہ واپس آئی تو ہیرو سینٹر ٹیبل پر رکھے ہوئے کمپیوٹر کو یوں چیک کرنے لگا جیسے کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہو اور اس کمپیوٹر کے ساتھ لگے رہنے کے باعث اس نے ان کی گفتگو نہ سنی ہو۔ اس طریقۂ کار نے سارہ کو مطمئن کردیا۔ وہ اس کے قریب بیٹھ کر بولی "کیا اس میں کوئی خرابی ہوگئی ہے؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ بولی "میں ضروری باتیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن تم جواب کیسے دو گے؟"

اس نے اشارے سے پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس نے کمپیوٹر کو اس کے ہاتھوں سے لے کر میز پر رکھ دیا۔ پھر اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر پوچھا "تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟"

وہ اسے سمیٹ کر زبان بے زبانی سے اپنی چاہت کے ڈھیر سارے ثبوت پیش کرنے لگا۔ وہ بولی "یہاں نہیں، دوسرے کمرے میں انا اور عادل ہیں، وہ ادھر آجائیں گے۔"

وہ اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر اس کے بیڈ روم میں آگیا۔ دروازہ اندر سے بند ہوگیا۔ وہ بولی "ہمیں اپنی ازدواجی زندگی کے متعلق اہم فیصلے کرنے چاہئیں۔ میں جانتی ہوں تم میرے دیوانے ہو۔ میں جو کہوں گی، وہی کرو گے۔ میں درست کہہ رہی ہوں نا؟"

ہیرو نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ اس نے کہا "دیکھو ابھی تک تمہارا کوئی مذہب نہیں ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم اپنی سارہ کے مذہب کو قبول کروگے۔ ہاں یا نہ میں جواب دو۔"

اس نے اشارے سے ہاں کہا۔ وہ خوش ہو کر اس پر قربان ہونے لگی پھر بولی "میری ایک اور بات مانو گے؟"

ہیرو نے تابعداری سے سر جھکایا۔ اس نے کہا "ایک مذہب والا دوسرے مذہب کا دوست کبھی نہیں ہوتا۔ اگر دوست بن بھی جائے تو دوستی کی آڑ میں دشمنی کرتا ہے۔

خاص طور پر ایک مسلمان کبھی یہودی سے دوستی نہیں کرتا ہے۔"

ہیرو نے اس کا منہ بند کردیا۔ وہ چپ رہی۔ محبت سے سرشار ہوتی رہی پھر بولی "ہماری یہودی اکابرین نے بارہا فرہاد سے دوستی کرنی چاہی لیکن اس نے انکار کردیا۔ وہ بڑا چالباز ہے۔ اس نے ہم سے دوستی کی تاکہ میرے کاندھے پر بندوق رکھ کر میری ہی یہودی قوم کو نشانہ بنائے۔"

وہ دوبارہ چپ ہوئی ہیرو کو نشانے پر رکھتی رہی پھر بولی "مجھے اس کی بیوی کی موت کا افسوس ہے لیکن یہ سمجھ کر اسے ہلاک نہیں کیا گیا کہ وہ فرہاد کی بیوی ہے۔ یہودی جاسوس نے اس بنگلے سے ہمارے ملک کی اہم دستاویزات، فائلیں اور ویڈیو فلمیں حاصل کی تھیں اور اسے کسی غیر ملکی سیکرٹ ایجنٹ کا بنگلا سمجھ کر ڈائنامائٹ رکھ دیا تھا۔ کیا اتنے سارے راز چرانے کی سزا ایک مجرم کو نہ دی جاتی؟ تم ہی انصاف سے کہو؟"

وہ خاموشی سے انصاف کررہا تھا۔ اسے ایک حسین لڑکی کا پیار مل رہا ہے۔ وہ انصاف سے پیار لے رہا تھا اور انصاف سے پیار دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسے چپ سی لگ گئی۔ وہ پریشان ہوگئی۔ دیوانے کا پیار ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ مشکل میں پڑ گئی۔ اس نے کہا۔ "اب جاؤ۔ آج ہم سمندر کے کنارے جائیں گے، وہاں خوب پیار کریں گے۔"

وہ کمپیوٹر کے بغیر گونگا تھا۔ بول نہیں سکتا تھا۔ مگر بہرا بھی ہوگیا تھا۔ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ سارہ کا سر چکرا رہا تھا۔ در و دیوار گھومتے ہوئے، ڈولتے ہوئے سے لگ رہے تھے۔ پھر اسے ہوش نہ رہا۔ وہ غفلت کی گہری تاریکیوں میں ڈوبتی چلی گئی۔

انٹیلی جنس کے اس افسر نے کوٹھی کے باہر جاکر فون کے ذریعے برین آدم سے رابطہ کیا پھر کہا "سر! ہیرو کا بیان ہے کہ فرہاد یہ ملک چھوڑ کر جارہا ہے۔ مجھے تو یقین نہیں ہے لیکن وہ پورے یقین سے کہہ رہا ہے۔ آئندہ یہاں کوئی تخریبی کارروائی نہیں ہوگی۔"

برین آدم کی آواز آئی۔ "مجھے بھی یقین نہیں ہے۔ ویسے آٹھ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس کی طرف سے کوئی انتقامی کارروائی نہیں ہوئی ہے۔ دیکھتے ہیں آج یا کل تک کیا ہوتا ہے؟"

"سر! سارہ ایک محبِ وطن یہودی ہے۔ میں نے اسے شیشے میں اتار لیا ہے۔ وہ کسی وقت آپ کو فون کرے گی اور ہمارے خیال خوانی کرنے والے کو اپنے دماغ میں آنے کی دعوت دے گی۔"

"یہ تم نے خوش خبری سنائی ہے۔ سارہ قابو میں آئے گی تو اس کے ساتھ ہیرو بھی ہماری مٹھی میں چلا آئے گا۔ میں یہاں میٹنگ میں مصروف ہوں۔ کوئی اہم بات ہو تو پھر رابطہ کرنا۔"

برین آدم نے ریسیور رکھ دیا۔ اسے زخمی ہونے کے بعد اسپتال میں ہونا چاہئے تھا لیکن وہ ایک کانفرنس ہال میں تھا۔ اس کے زخم کی مرہم پٹی ہوگئی تھی اور ایک تجربے کار ڈاکٹر اسے ہمہ وقت اٹینڈ کرنے کے لیے وہاں موجود تھا۔ اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران بھی وہاں موجود تھے۔ دو زبردست دھماکوں اور تباہیوں نے یہودی اکابرین کے اعصاب کمزور کر دیئے تھے۔ ایٹمی پلانٹ کی تباہی نے ثابت کردیا تھا کہ وہ مجھے کسی بھی طرح انتقامی کارروائیوں سے روک نہیں سکیں گے۔

چند اکابرین برین آدم کے خلاف ہوگئے تھے۔ غصے میں پوچھ رہے تھے کہ ایکسرے مین سامنے کیوں نہیں آتا؟ کیا اسے فرہاد سے چھپا کر ملک اور قوم کی تباہی و بربادی کا تماشا دیکھا جاسکتا ہے؟

برین آدم نے کہا "آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ آٹھ گھنٹے گزر چکے ہیں اور اس نے مزید انتقامی کارروائی کا مظاہرہ نہیں کیا ہے۔ آپ یقین کریں یا نہ کریں، وہ یہاں سے واپس جارہا ہے اور یہ خبر ابھی مجھے فون پر ملی ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "وہ کہہ رہا تھا کہ لیلیٰ کا قاتل سامنے آجائے گا تو وہ اسے سزائے موت دینے کے بعد انتقامی کارروائی سے باز آجائے گا۔ کیا ایکسرے مین نے خود کو اس کے سامنے پیش کردیا ہے؟"

"ایکسرے مین نے کوئی جرم نہیں کیا۔ ہمارے بے شمار راز چرانے کی سزا اسے دی تھی۔ آپ حضرات نہیں جانتے ہمارا ایکسرے مین کتنا ذہین ہے۔ اس نے کیسی حکمتِ عملی سے فرہاد کو واپس جانے پر مجبور کردیا ہے۔"

"ہم سب کی دعا ہے کہ وہ کسی بھی طرح چلا جائے۔ اسے موت آجائے۔"

ایک نے طنزیہ انداز میں کہا "ہم اس کے سامنے ایٹ بے دست و پا اور کمزور ہوگئے ہیں کہ کمزور عورتوں کی طرح ات کوس رہے ہیں۔ اگر وہ جارہا ہے تو ہماری لمر توڑ لرجا ہے۔ کیا بین الاقوامی عدالت میں اس کے خلاف کارروا نہیں ہوسکتی؟"

"ہم یہ ثابت نہیں کرسکیں گے کہ فرہاد نے یہ تخریبی کارروائیاں کی ہیں۔"

"کیا فرہاد کے ساتھ وہ بندر آدمی بھی یہاں سے جا گا؟"

"ہم ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ وہ نہ جائے۔ ہم اسے تابعدار بنا کر اہم سراغرسانی کے کام لے سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے پاس غیر معمولی سماعت و بصارت کے فارمولے ہوں۔ بہرحال وہ ہمارے بہت کام آئے گا۔"

"کیا فرہاد سے رابطہ نہیں ہوسکتا۔ ہم چاہتے ہیں، وہ اپنی زبان سے یہ ملک چھوڑنے کا یقین دلائے۔"

"اس کی طرف سے مسلسل خاموشی ہے۔ وہ میرے دماغ میں آتا تھا مگر مجھے بھی مخاطب نہیں کررہا ہے۔ میں چاہتا ہوں، اب یہ اجلاس برخاست ہو۔ میں تھک گیا ہوں۔ زخم سے ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔ میں ذرا آرام کروں گا۔"

وہ سب جانے لگے۔ ڈاکٹر نے پٹی کھول کر اس کے زخم کو صاف کیا۔ مرہم لگایا پھر پٹی باندھ کر ایک انجکشن لگایا۔ اس کے بعد برین آدم اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ایکسرے مین نے کہا "مسٹر برین! فرہاد چال چل رہا ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ مجھے اس کے جانے کا یقین ہوجائے اور میں جوابی کارروائی ترک کردوں۔ عمل کرتم لوگوں کے ساتھ کام کروں تاکہ وہ کسی موقع پر مجھے آکر دبوچ لے۔"

"شاید وہ یہی چاہتا ہے۔ میری ایک درخواست ہے، جب آپ میرے پاس آکر اس کے متعلق باتیں نہ کریں۔ سنتا ہے وہ ابھی میرے اندر ہو۔ آپ مجھے تنظیم سے خارج کردیں۔"

"برین! تم میرا دماغ ہو۔ میرا بہت مضبوط بازو ہو۔ میں بازو الگ نہیں کروں گا۔ یہ درست ہے کہ فرہاد تمہارے لیے تنظیم کے دوسرے برادرز تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ تمام برادرز کی بھلائی کے لیے تم تنظیم سے الگ ہوجاؤ۔ لیکن میرے لیے اسی طرح کام کرتے رہو۔ تمہارا زخم ٹھیک ہوجائے گا تو میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں فرہاد کی خیال برائی سے نجات دلاؤں گا۔"

ایکسرے مین مارٹن اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس نے ان سب کی نیندیں اڑا دی تھیں۔ وہ سونا بھی چاہتا تو اس کے پاس نیند نہ آتی۔ اب اس کی زندگی کی پہلی اور آخری خواہش یہی تھی کہ میں اس ملک سے چلا جاؤں۔

وہ پچھلی بار برین آدم کے دماغ میں اور ہیڈ کوارٹر کے کانفرنس ہال میں مجھ سے گفتگو کرچکا تھا۔ میری آواز اور لہجہ اس کے ذہن میں تھا۔ اس نے میرے دماغ پر دستک دی۔ "میں ایکسرے مین۔"

میں نے پوچھا "کیا نیند نہیں آرہی ہے؟"

"ہاں۔ میں نے اپنی زندگی میں سب سے بڑی غلطی کی ہے۔ مجھے کوئی ایسی سزا دو کہ میں برداشت کرسکوں۔"

"سزا اور جزا دینے والا خدا ہے۔ ہم انسان چھوٹے موٹے تماشے کرتے ہیں، جن کے نتیجے میں خدا یاد آجاتا ہے۔ ویسے تمہارا آخری وقت نہیں آیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کے محترم بزرگ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قتل نہ کروں اور یہ ملک چھوڑ دوں۔ اس لیے میں جارہا ہوں۔"

"تم نے جناب تبریزی صاحب کا حوالہ دیا ہے تو مجھے یقین ہو رہا ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں، کبھی مجھے موقع ملے گا تو میں بھی تم پر ایسا ہی احسان کروں گا۔"

"یہ خیال دل سے نکال دو کہ میں نے احسان کیا ہے۔ میں صرف اپنے بزرگ کی ہدایت پر عمل کررہا ہوں۔ وہ اللہ والے ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ تمہاری موت ابھی نہیں ہوگی اور میرے ہاتھوں سے نہیں ہوگی۔ ہر ایک دن ہوگی۔ تم عمر پتہ لکھوا کر نہیں آئے ہو۔ جاؤ اور ابھی زندگی کی بے شمار سانسیں لیتے رہو۔"

میں نے سانس روک لی۔ بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا اور اپنی روانگی کے سلسلے میں متعلقہ عہدیدار سے مشورے کرنے لگا۔ ہیرو کے سلسلے میں بھی گفتگو کی اور کہا کہ اسے جلد از جلد فرانس کی شہریت دلائی جائے اور اسے پیرس لانے کے لیے خصوصی طیارہ روانہ کیا جائے۔

ایکسرے مین اس بات کا منتظر تھا کہ سارہ کسی یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں بلائے گی تو وہ خود جائے گا۔ وہ پہلے اس کی معشوق تھی مگر پھسل کر ہیرو کے پاس چلی گئی تھی۔ اب پھر اسے قابو میں کرنے کا موقع ملنے والا تھا۔

وہ اس افسر کے پاس آیا، جو سارہ کی کوٹھی کے باہر ڈیوٹی پر تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ سارہ دو گھنٹے سے کوٹھی کے اندر ہی ہے۔ وہ نہ کہیں باہر گئی تھی اور نہ ہی وعدے کے مطابق برین آدم سے رابطہ کیا تھا۔ ایکسرے مین نے سوچا پہلے وہ سانس نہیں روکتی تھی۔ فرہاد نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اسے فرہاد کا لب و لہجہ اختیار کرکے اس کے اندر جانا چاہئے۔

اس نے یہی کیا۔ اس کے اندر پہنچا تو معلوم ہوا وہ اپنے طور پر بھی اس کے دماغ میں رہ سکتا ہے۔ وہ سانس نہیں روکے گی۔ بہت کمزور ہوگئی ہے۔ اس کی سوچ نے بتایا وہ بیہوش ہوگئی تھی۔ ہیرو اس کے چہرے پر پانی چھڑک کر اسے ہوش میں لایا تھا پھر کمپیوٹر کے ذریعے شرمندگی کا اظہار

کررہا تھا۔ وہ نقاہت کے باعث بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ بڑی مشکل سے بولی "مجھے تنہا چھوڑ دو۔ باہر جاکر دروازہ بند کردو۔"

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ پھر آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ جاچکا تھا۔ وہ سر پکڑ کر سوچنے لگی۔ "اس کے ساتھ کیسے گزارہ ہوگا۔ میں انسان ہوں۔ یہ حیوان ہے۔ اگرچہ انسان کی طرح ہے لیکن اس کی سرشت میں حیوانیت ہے۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ ایسا ہوگا۔"

ایسا سوچتے وقت پھر سر چکرا رہا تھا۔ گھبراہٹ سی ہورہی تھی۔ ایکسرے مین اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کررہا تھا کہ وہ ایک نئے مسئلے میں الجھ گئی ہے۔ اس نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو سارہ! میں تمہارا نیا مودی دوست ہوں۔ تمہارا مسئلہ حل کرنے آیا ہوں۔ کیا مجھ پر بھروسا کروگی؟"

"تم کون ہو؟"

"میں برین آدم کا ساتھی ہوں۔ میرا نام ٹیری آدم ہے۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے اپنے پاس بلاؤ گی جب تم نے نہیں بلایا اور بہت دیر ہوگئی تو میں تشویش میں مبتلا ہوکر تمہاری خیریت معلوم کرنے چلا آیا۔"

"تم نے اچھا کیا کہ چلے آئے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ میں ہیرو کا برا نہیں چاہتی۔ وہ دل کا بہت اچھا ہے۔ اس سے دُور کی دوستی ہوسکتی ہے مگر ازدواجی رشتہ نہیں ہوسکتا۔"

"تم نے چھوٹی سی بات کو بہت بڑا مسئلہ بنالیا ہے۔ میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ تمہارا مسئلہ حل کرنے آیا ہوں۔"

"تم کیسے حل کروگے؟"

"تم ابھی تھکی ہوئی ہو۔ بہت کمزور ہو۔ ابھی سوجاؤ۔ بیدار ہونے کے بعد تمہاری ساری پریشانیاں ختم ہوجائیں گی۔"

ایکسرے مین نے اسے آنکھیں بند کرنے پر مجبور کیا پھر تھپک تھپک کر سلادیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تو اس کے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ وہ سحرزدہ ہوکر اس کی معمول بنتی چلی گئی۔ تب اس نے پوچھا "سارہ! میں کون ہوں؟"

اس کی سحرزدہ سوچ نے کہا "تم میرے عامل ہو۔"

"ہاں اور تمہارا وہ عاشق بھی ہوں، جسے تم نے ایک بندر آدمی کے لیے ٹھکرا دیا۔ میں انسان ہوں۔ اس کی طرح جانور نہیں ہوں۔ تمہارا ہم مذہب ہوں۔ ہم وطن ہوں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ مجھ سے عشق کرو اور میری دیوانی بن کر صرف میری تمنا کرو۔"

"میں تمہاری تابعدار ہوں۔ تم سے عشق کروں گی اور تمہاری دیوانی ہوکر صرف تمہاری ہی تمنا کروں گی۔"

"تم ہیرو کو آدمی نہیں جانور سمجھو گی۔ دل میں اسے حقیر سمجھو گی لیکن بظاہر محبت جتاؤ گی۔"

اس نے وعدہ کیا کہ وہ یہی کرے گی۔ وہ بولا "تم اسے محبت سے ہماری طرف مائل کروگی اور اپنے ملک و قوم کا وفادار بناؤ گی۔"

"میں اسے آپ کی طرف مائل کروں گی اور اسے اپنے ملک و قوم کا وفادار بناؤں گی۔"

"مجھے بتاؤ کہ ہیرو کے پاس کیا سامان ہوتا ہے؟ اور کیا تم نے کبھی اس کے سامان کی تلاشی لی؟"

"ہیرو کے پاس ایک بریف کیس ہے، جس کے اندر ایک کمپیوٹر اور کچھ کاغذات رکھتا ہے۔"

"کیا تم نے وہ کاغذات پڑھے ہیں؟"

"مجھے کبھی پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔"

"وہ یقیناً غیر معمولی دواؤں کے فارمولے ہوں گے۔ تم جلد سے جلد ہیرو کی لاعلمی میں وہ کاغذات پڑھو گی۔ اگر وہ دواؤں کے فارمولے ہوئے تو انہیں باہر کھڑے ہوئے انٹیلی جنس کے افسر کے حوالے کردو گی۔"

اس نے وعدہ کیا کہ وہ ایسا ہی کرے گی۔ ایکسرے مین نے پوچھا "کیا تم نے اس کے پاس ایسی دوائیں دیکھیں ہیں جنہیں وہ بڑی حفاظت سے رکھتا ہو؟"

"ہاں، کچھ دوائیں، انجکشن اور سرنج اس کی اٹیچی میں ہیں۔"

"پھر تو یہ بے شک ہماری مطلوبہ دوائیں ہیں۔ تم تنویمی نیند سے بیدار ہوتے ہی یہ کوشش کروگی کہ ہیرو کسی طرح اپنے کمرے سے غیر حاضر رہے۔ پھر اس کی عدم موجودگی میں تم بریف کیس سے تمام کاغذات اور اٹیچی سے تمام دوائیں نکال لاؤ گی۔"

اس نے یہی کرنے کا وعدہ کیا۔ ایکسرے مین نے حکم دیا کہ وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گی اور سانس روک لیا کرے گی۔ خود اپنے عامل کو بھی اس وقت تک دماغ میں نہیں آنے دے گی جب تک وہ مخصوص کوڈ ورڈز ادا نہیں کرے گا۔ اور کوڈ ورڈز ہوں گے "تم میری ہو اور ہمیشہ میری رہوگی۔"

پھر اس نے آدھے گھنٹے تک اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

میں نے عادل کے پاس آکر کہا "اب یہاں سے دانہ پانی اٹھ گیا ہے۔ روانگی کی تیاری کرو۔ اگر ہیرو اور سارہ یہاں سے جانے کے لیے راضی ہوں گے تو تم ان کے ساتھ پیرس جاؤ گے۔"

"بھائی جان! میرے ساتھ انا بھی جائے گی؟"

"ضرور جائے گی، تم اس کی مرضی پوچھ لو۔ میں ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں اس کے دماغ سے چلا گیا۔ اس نے انا سے کہا "ہم یہاں سے جارہے ہیں۔ تم میرے ساتھ چلوگی؟"

"ہم کہاں جائیں گے؟"

"پیرس۔ وہاں بھائی جان کی تقریباً تمام فیملی ہے۔ پھر میں فیملی سے دور کیسے رہ سکتا ہوں۔"

"یہ بات تو میں بھی کہہ سکتی ہوں کہ اپنی ماں، بھائی اور بہنوں سے دور کیسے رہ سکتی ہوں؟"

"دنیا کی تمام لڑکیاں میکا چھوڑ کر اپنے شوہر کے ساتھ جاتی ہیں۔ تم چاہو تو پورے میکے والوں کو جہیز میں لے آؤ۔ میرے منہ سے اف نہیں نکلے گی۔"

وہ ہنستی ہوئی اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی "میرے میکے والے قابل اعتبار نہ رہے۔ میں ان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی لیکن بہت دور جانے کو جی نہیں چاہتا۔ ہر وقت ان کی فکر رہے گی کہ پتا نہیں وہ کن مسائل اور مصائب سے گزر رہے ہیں۔"

"اپنی ماں سے کہو مسائل اور مصائب کو دعوتیں نہ دیں۔ یہ ملک چھوڑ دیں۔"

"تم نے تجوس یہودی ارب پتی کا جو خزانہ چھپا کر رکھا ہے۔ ممی اسے لیے بغیر نہیں جائیں گی۔"

"ہم نے خزانے کی نشاندہی کردی ہے۔ انہیں وہ خزانہ لے جانے کی اجازت بھی دے دی ہے لیکن وہ لے جا نہیں سکیں گی۔"

"ہاں، وہ صرف کرنسی نوٹ نہیں ہیں کروڑوں ڈالرز کی سونے کی اینٹیں ہیں اور بے شمار ہیرے جواہرات ہیں۔ اتنا خزانہ ملک سے باہر لے جانا ممکن نہیں ہے۔"

"کیا تمہیں پتا ہے، تمہاری بہنیں بھی آج کل عشق کررہی ہیں؟"

"کیا واقعی؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"بھائی جان نے بتایا ہے۔ جیری مامیلا کے اور تھرہال میکسی کے دام میں آگیا ہے اور وہ دونوں عشق کرنے کے لیے فل ایب آپہنچے ہیں۔"

"یہ جیری اور تھرہال کون ہیں؟"

"دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ پہلے جے پر گولا کے غلام تھے۔ اب آزاد ہوگئے ہیں۔"

"یعنی ممی کے ہونے والے دونوں داماد خیال خوانی کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے میری ممی گاڈ مدر کی پوزیشن بہت مضبوط ہوگئی ہے؟"

"ہاں، یہ سب کچھ اس لیے بتا رہا ہوں کہ تم ان کی طرف سے بے فکر رہا کرو اور مطمئن ہوکر میرے ساتھ چلو۔"

وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر بولی "اب تو میں تمہارے ساتھ دنیا کے آخری سرے تک چلوں گی۔"

وہ دونوں بند کمرے میں تھے۔ اس کمرے کے باہر کیا ہو رہا تھا اس سے بے خبر تھے۔ دوسرے کمرے میں سارہ تنویمی نیند سے بیدار ہوگئی تھی۔ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اگرچہ اب بھی کمزوری محسوس کررہی تھی۔ تاہم اپنے عامل کے حکم کی تعمیل کے لیے توانائی آگئی تھی۔

پھر یہ کہ ایکسرے مین اس کے اندر آگیا تھا اور اسے توانائی پہنچا رہا تھا۔ وہ بستر سے اتر کر چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ کاریڈور میں کوئی نہیں تھا۔ سامنے والے کمرے میں انا اور عادل تھے۔ ان کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ہیرو کے کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ وہ نہیں تھا۔ کمرا خالی تھا اور وہ اسے خالی چاہتی تھی۔

اس نے ایک طرف بڑھ کر ڈرائنگ روم کے دروازے کو آہستگی سے کھول کر دیکھا وہاں ایک صوفے پر ہیرو بے خبر سو رہا تھا۔ اس کے خراٹے بتا رہے تھے کہ وہ گہری نیند میں ہے۔ سب ہی پچھلی رات کے جاگے ہوئے تھے ایسی گہری نیند لازمی تھی۔

وہ مطمئن ہوکر ہیرو کے بیڈ روم میں آگئی۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کرکے سب سے پہلے بریف کیس کو کھولا۔ اس میں رکھے ہوئے کاغذات نکالے۔ اس کے اندر چھپا ہوا ایکسرے مین ان کاغذات کو پڑھنے لگا اور خوش ہونے لگا۔ وہ غیر معمولی دواؤں کے فارمولے تھے۔

سارہ نے ان تمام کاغذات کو تہ کرکے اپنے گریبان میں ٹھونس لیا۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی اٹیچی کے پاس آئی۔ اس میں ہیرو کے لباس اور دیگر ضروری چیزوں کے علاوہ کچھ دوائیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایکسرے مین نے اسے پڑھنے میں وقت ضائع نہیں کیا۔ اسے حکم دیا "تمام دوائیں اور کاغذات لے کر اپنی کار میں بیٹھو اور ڈرائیو کرتی ہوئی چلی آؤ۔ میں قریب ہی تمہارا انتظار کررہا ہوں۔"

پھر کوٹھی کے سامنے پہرا دینے والے سیکیورٹی افسر کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے حکم دیا "سارہ تنہا باہر جارہی ہے۔ اسے نہ روکا جائے۔ گارڈ سے کہو، مین گیٹ کھول دے۔"

وہ کار میں آکر بیٹھی اور ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے کے مین

گیٹ سے باہر آگئی۔ اپنے عامل کی مرضی کے مطابق ایک سمت جانے لگی۔

ہیرو اگرچہ گہری نیند میں تھا لیکن عادت کے مطابق ہلکی آہٹ سے اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اس وقت اسے سارہ کے لباس کی ایک جھلک نظر آئی تھی۔ سارہ اسے ڈرائنگ روم کے صوفے پر گہری نیند میں دیکھ کر اس کے بیڈ روم میں گئی تھی۔

ہیرو نے سوچا وہ مجھے دیکھ کر گئی ہے۔ اس نے مجھے صوفے سے اٹھ کر بستر پر سونے کے لیے نہیں کہا۔ بھلا کیوں کہے گی؟ مجھ سے ناراض ہے۔ میں نے حرکت ہی ایسی کی تھی۔ سوچتا ہوں تو ندامت ہوتی ہے۔ میں اس کا سامنا کیسے کروں؟

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ دل نے کہا "وہ ناراض ہے مگر محبت کرتی ہے۔ اسی لیے مجھے یہاں دیکھنے آئی تھی۔ اب آئے گی تو میں ..... دونوں بازوؤں میں اٹھا کر اسے منالوں گا۔"

وہ دروازے کو دیکھنے لگا۔ دوبارہ اس کے آنے کا انتظار تھا۔ اسی وقت کوٹھی کے پورچ سے کار کے اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی۔ اس نے تعجب سے سوچا۔ گھر کے تمام افراد اندر ہیں پھر باہر کون ہے جو کار لے جارہا ہے؟

آواز سے اندازہ ہو رہا تھا' وہ اسٹارٹ ہو کر دور ہوتی جارہی ہے۔ وہ صوفے سے اٹھ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ کار جاچکی تھی۔ اس نے گارڈ سے اشاروں کی زبان میں پوچھا "کون گیا ہے؟"

وہ بولا "مس سارہ گئی ہیں۔"

اس نے پھر اشاروں کی زبان سے پوچھا "کہاں گئی ہیں؟"

گارڈ نے کہا "ہم نہیں جانتے۔ مس نے ہمیں کچھ نہیں بتایا ہے۔"

ہیرو مین گیٹ کی طرف دیکھ کر سوچنے لگا۔ "کہاں گئی ہے؟ کیا پریشان ہوگئی ہے' تازہ ہوا کھانے گئی ہے؟"

وہ سر جھکا کر کوٹھی کے اندر آکر سوچنے لگا۔ "یہی بات ہے۔ وہ تازہ ہوا کھانے اور مجھ سے ناراضی ظاہر کرنے گئی ہے۔ جلد ہی واپس آجائے گی۔"

وہ کاریڈور سے گزرتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آیا۔ خیال تھا کہ اس کی واپسی تک اپنے بستر پر سوتا رہے گا۔ لیکن اپنے بیڈ روم میں پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ ایک طرف بریف کیس کھلا ہوا تھا۔ دوسری طرف اٹیچی کھلی پڑی تھی۔ اٹیچی میں رکھے ہوئے لباس اور دوسری چیزیں یوں باہر بکھری پڑی تھیں جیسے کسی نے تلاشی لی ہو۔

اس نے قریب آکر دیکھا تو اس میں رکھی ہوئی دوائیں نظر نہیں آئیں۔ بریف کیس سے وہ فارمولے اور کاغذات بھی غائب تھے۔ بات سمجھ میں آگئی۔ غیر معمولی دواؤں اور فارمولوں کے لیے ڈاکا پڑا تھا۔

اسے یقین نہیں آیا کہ ایسا سارہ نے کیا ہے۔ ایسے وقت اسے یاد آیا کہ جب سارہ انٹیلی جنس کے چیف کے ساتھ باہر والے دروازے تک گئی تھی تو چیف سے رازدارانہ انداز میں گفتگو کررہی تھی اور اس سے کہا تھا کہ برین آدم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں بلائے گی۔

پھر وہاں سے سارہ واپس آئی تو اس سے بیڈ روم میں باتیں کرتے وقت فرہاد اور مسلمانوں کے خلاف بولتی رہی تھی اور ہیرو جذبات کی شدت میں اس کی کچھ باتیں سنتا رہا تھا اور کچھ اَن سنی کرتا رہا تھا۔

وہ اپنا کمپیوٹر اٹھا کر سارہ کے بیڈ روم میں آیا۔ اسے باتھ روم میں دیکھا۔ کوٹھی کے مختلف حصوں میں ڈھونڈا۔ یقین ہوگیا کہ وہی تمام چیزیں چرا کر لے گئی ہے۔

اس نے عادل کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی "ابھی کھول رہا ہوں۔"

دروازہ فوراً ہی نہیں کھلا۔ کچھ دیر لگی۔ عادل نے دروازہ کھول کر اسے دیکھا پھر مسکرا کر پوچھا "ہیرو' خیریت ہے؟"

اس کے کمپیوٹر نے کہا "خیریت نہیں ہے۔ میرے کمرے میں آؤ۔"

وہ اس کے ساتھ چلتا ہوا کمرے میں آیا۔ پھر وہاں کا ہوا سامان دیکھ کر بولا "یہ انتشار کیسا ہے۔ ایسا لگتا ہے تمہارے سامان کی تلاشی لی گئی ہے۔"

کمپیوٹر نے کہا "میرے پاس غیر معمولی دوائیں اور ان کے فارمولے تھے۔ سب چوری ہوگئے۔"

عادل نے کہا "تم نے ہمیں کیوں نہیں بتایا کہ تمہارے پاس اتنی اہم چیزیں ہیں اور تم انہیں کھلی اٹیچی میں رکھتے تھے؟"

"اس لیے کہ چوری کا اندیشہ نہیں تھا۔ اندر سب اپنے ہیں۔ باہر سے کوئی آنہیں سکتا تھا۔ یہ توقع نہیں تھی کہ ہم اپنوں سے ہی دھوکا ہوگا۔"

عادل نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم میں سے کسی نے چرایا ہے؟"

اسی وقت انا بھی آگئی۔ اس نے بھی کمپیوٹر اسکرین پر پڑھا۔ وہاں لکھا ہوا تھا "ہاں سارہ نے چرایا ہے۔"

عادل نے بے چینی سے پوچھا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟ سارہ ایسا کیوں کرے گی؟"

انا نے پوچھا "معاملہ کیا ہے؟"

اسے معاملہ بتایا گیا۔ ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "وہ یہ چیزیں لے کر یہاں سے کہیں چلی گئی ہے۔"

انا نے کہا "وہ بے وفا نہیں تھی۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا ہوگا۔"

اسکرین پر تحریر ابھری۔ "اسے کسی نے ٹریپ نہیں کیا ہے۔ اس نے خود ایک یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں بلایا ہے اور وہی اسے کہیں لے گیا ہے۔"

"لیکن وہ اچانک کیوں بدل گئی۔ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ پھر اس نے کسی یہودی کو کیوں بلایا؟"

ہیرو نے جواب پیش کیا "اس لیے کہ وہ یہودی ہے اور صرف یہودی خیال خوانی کرنے والے پر بھروسا کرتی ہے۔ وہ مجھ سے مسٹر فرہاد اور مسلمانوں کے خلاف بہت کچھ بولتی رہی تھی۔ اس وقت میں نے ایسی باتوں کو اہمیت نہیں دی تھی۔ وہ غیر معمولی دوائیں چرا کر یہودیوں کے پاس لے گئی ہے۔ اسے اپنے لوگ اتنے عزیز ہیں کہ وہ میرے ہی مال پر ہاتھ صاف کرگئی۔"

عادل نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "ہیرو! تم سارہ کی آواز سننے کے لیے بالکل تیار رہو۔ وہ چرایا ہوا مال کسی کو دینے کے لیے باتیں کرے گی تو ممکن ہے اس کی کسی بات سے معلوم ہوجائے کہ وہ کہاں ہے؟ اور کن لوگوں کے ساتھ ہے؟"

"اس سے پہلے ہمیں کوٹھی سے باہر جانا ہوگا اور سیکیورٹی گارڈز ہمیں جانے نہیں دیں گے۔"

عادل نے کہا "انا! تم باہر جاؤ اور سیکیورٹی افسر سے کہو' اندر آئے ہم کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ تینوں ڈرائنگ روم میں آئے۔ انا بیرونی دروازہ کھول کر سیکیورٹی افسر سے بولی "اندر آؤ۔ ہیرو تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

افسر اس کے ساتھ اندر آیا۔ اندر آتے ہی ایک ریوالور کی نال اس کی گردن سے لگ گئی۔ عادل نے کہا "کسی حیل وحجت کے بغیر بتادو' سارہ کہاں گئی ہے؟"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں' میں سارہ کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہوں۔ ہمیں ان کے کسی پروگرام کا علم نہیں تھا۔ وہ اچانک ہی کوٹھی سے نکل کر گئی ہیں۔"

"ہم یہاں ہم سب کو روکنے کے لیے ڈیوٹی پر ہو پھر اسے جانے کیوں دیا؟"

"مجھے ٹرانسمیٹر کے ذریعے حکم دیا گیا تھا کہ ہم اسے جانے دیں اور احاطے کا مین گیٹ کھول دیں۔"

"واکی ٹاکی کے ذریعے اپنے گارڈ سے کہو کہ وہ بڑی ویگن کار پورچ میں لے آئے۔"

افسر نے ماتحت کو حکم دیا۔ ایک منٹ کے اندر گاڑی پورچ میں آگئی۔ عادل اور ہیرو' افسر کو گن پوائنٹ پر باہر لے آئے۔ تمام گارڈز انہیں دیکھتے ہی اپنے گنیں سیدھی کرنے لگے۔ عادل نے کہا "کوئی حماقت نہ کرنا' ورنہ تمہارا پیارا افسر مارا جائے گا۔"

وہ اسے لے کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ انا نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی پھر حکم دیا "احاطے کا گیٹ کھولو۔"

گیٹ کھل گیا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے کے باہر آئی پھر ایک سمت چلنے لگی۔ عادل نے سیکیورٹی افسر سے کہا "اپنے ٹرانسمیٹر کے ذریعے برین آدم اور دوسرے اعلیٰ افسران سے کہو۔ ہم جھگڑا بڑھانا نہیں چاہتے صرف سارہ کو تلاش کرنے نکلے ہیں۔ اسے ڈھونڈ کر کوٹھی میں واپس آجائیں گے۔"

وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ کرنے لگا۔ ایسے وقت میں عادل کے پاس آیا۔ وہ مجھے سارہ' فارمولوں اور دواؤں کے متعلق بتانے لگا۔ میں نے ہیرو کے پاس آکر پوچھا "کیا تمہیں سارہ کی آواز سنائی دے رہی ہے؟"

"نہیں دوست! ابھی تک خاموشی ہے۔ وہ مجھ سے بدظن ہوگئی ہے۔ ہم ایک دوسرے کے محب دیوانے تھے۔ دیوانگی کی یہ داستان پہلے ہی موڑ پر دم توڑ چکی ہے۔"

"آخر بات کیا ہوگئی؟ فلسفہ میں اس کے خیالات پڑھ کر آتا ہوں۔"

میں اس کے پاس آیا تو اس نے سانس روک لی۔ مجھے خیال آیا' ایکسرے مین نے اس پر عمل کیا ہوگا۔ میں ایکسرے مین کی آواز اور لہجہ اپنا کر گیا تب بھی اس نے سانس روک لی۔ اس طرح میں دھوکا کھا گیا کہ ایکسرے مین سارہ کو ٹریپ نہیں کررہا ہے۔ میں نے میری آدم اور الپا کی آوازوں اور لہجوں کو اپنا کر اس کے اندر جانا چاہا اور ناکام رہا۔

میں نے ہیرو کے پاس آکر کہا "تم کہتے ہو۔ وہ کسی یہودی خیال خوانی کرنے والے کو بلانے والی تھی جبکہ اس کے دماغ پر کسی یہودی نے تخویی عمل نہیں کیا ہے۔ میں تینوں یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آوازوں کے سہارے اس کے اندر جانے میں ناکام رہا ہوں۔"

ہیرو نے پوچھا "پھر کس نے اسے ٹریپ کیا ہے؟"

"سپر ماسٹر کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ پھر شی تارا ہے۔ کوئی دوسرا ہی اس معاملے میں آکودا ہے۔"

"مسٹر فرہاد! وہ تمہارے اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگل رہی تھی اور یہودیوں کی حمایت میں کسی یہودی کو ہی اپنے دماغ میں بلانا چاہتی تھی۔"

"ہو سکتا ہے' ایکسرے مین وغیرہ کوئی نئی چال چل رہے ہوں۔ تم سارہ کی آواز پر توجہ دیتے رہو۔ ان دواؤں اور فارمولوں کو کسی یہودی کے ہاتھ نہیں لگنا چاہئے۔"

ایکسرے مین چاہتا تو کوٹھی سے چند گز کے فاصلے پر رہ کر سارہ کو اپنے پاس بلاتا اور تمام اہم چیزیں اس سے لے لیتا لیکن وہ محتاط تھا۔ یہ خوف تھا کہ وہ لمبے راستے پر چلتی رہے اور وہ حکم کے مطابق لمبی ڈرائیو میں مصروف ہو گئی تھی۔

وہ اس کے تعاقب میں تھا اور یقین کر رہا تھا کہ میں ان کے درمیان ہوں یا نہیں؟ وہ اس کے دماغ میں بھی نہیں جا رہا تھا کیونکہ اس طرح مجھے سارہ کے اندر جگہ مل جاتی۔

وہ واقعی بڑی ہوشیاری سے اسے ٹریپ کر کے لے جا رہا تھا۔ پھر اس نے چند سیکنڈ کے لیے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کیے "تم میری ہو اور ہمیشہ میری رہو گی۔"

وہ بولی "میں تمہاری ہوں مگر تم سے کہاں آکر ملوں؟"

"کیا تمہارے دماغ میں کسی نے آنے کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں' میں نے وقفے وقفے سے تین بار پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا اور سانس روک لی تھی۔"

"پھر تو خطرہ ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ ابھی موبائل فون پر گفتگو ہو گی۔"

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اس کے موبائل فون کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر وہ بولی "ہیلو میں ہوں سارہ۔"

"سارہ! میں ہوں تمہارا عادل' تمہارا دوست۔ تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ عقب نما آئینوں پر نظر رکھو۔ تعاقب کا شبہ ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔ میں نظر رکھ رہی ہوں۔"

"ایک بات یاد رکھو۔ اگر یقین ہو جائے کہ تعاقب کیا جا رہا ہے تو کسی مصروف شاپنگ سینٹر میں چلی جانا۔ وہاں ان اہم چیزوں کو چھپا دینا۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ وہ چیزیں کسی کے ہاتھ نہ لگیں۔"

"میں یہی کروں گی۔ یہ چیزیں کسی کے ہاتھ لگنے نہیں دوں گی۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی دائیں بائیں اور پیچھے نظر رکھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد شبہ ہوا کہ ایک زرد رنگ کی کار مسلسل پیچھے آ رہی ہے۔ وہ موبائل کے ذریعے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ایک ہاتھ سے موبائل کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا "ہاں' میں بول رہی ہوں۔ ایک زرد رنگ کی کار بہت دیر سے پیچھے چلی آ رہی ہے۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم کس راستے پر ہو؟"

وہ بولی "اے! تم کون ہو؟"

"میں عادل بول رہا ہوں۔ ہیرو تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔ پلیز بتاؤ تم کہاں ہو؟"

اس نے موبائل فون کو آف کر دیا۔ عادل اور ہیرو دیگن کار میں بیٹھے سیکیورٹی افسر کے موبائل فون کے ذریعے باتیں کر رہے تھے لیکن باقاعدہ بات شروع ہونے سے پہلے سارہ نے فون بند کر دیا تھا۔

عادل نے کہا "وہ فون پر کسی سے کہہ رہی تھی ایک زرد رنگ کی کار اس کے تعاقب میں ہے۔ ہمیں ایسی کسی کار پر نظر رکھنا چاہئے۔"

ادھر ایکسرے مین بھی اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا۔ ادھر اُدھر نظریں دوڑا رہا تھا۔ سارہ کے بتانے پر وہ بھی زرد رنگ کی کار تلاش کر رہا تھا۔ وہ سارہ سے پوچھنا بھول گیا تھا کہ وہ کس علاقے میں ہے اور کس راستے سے گزرتی جا رہی ہے؟

وہ پھر سارہ سے فون پر رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ اسی وقت غلطی کا احساس ہوا کہ فون پر باتیں ہوں گی تو ہیرو غیر معمولی سماعت سے سن لے گا اور شاید پہلے فون والی بات بھی اس نے سن لی ہو۔

وہ مشکل میں پڑ گیا۔ فون پر بات کرتا تو ہیرو سن لیتا اور سارہ کے اندر جا کر بولتا تو وہاں میرے پہنچنے کا امکان تھا۔ اس نے سوچا کہ چند سیکنڈ کے لیے سارہ کے پاس جائے اور اسے تاکید کرے کہ آئندہ فون پر آواز بدل کر بولے۔ وہ بھی اپنی آواز بدل رہا ہے۔

خیال خوانی کرتے وقت دماغی طور پر غائب رہنا پڑتا ہے۔ ایسے میں ڈرائیونگ نہیں ہو سکتی۔ ایکسرے مین پہلی بار بھی کار ایک طرف روک کر اس کے دماغ میں گیا تھا اور دوسری بار بھی یہی کرنے کے لیے اس نے کار کو بڑی شاہراہ سے چھوٹے راستے پر لا کر روکنا چاہا۔ ایسے ہی وقت ایک بڑے ٹرک سے تصادم ہو گیا۔

ایک زوردار دھماکے کے ساتھ اس کی کار دائیں بائیں گول گھوم گئی۔ گھومنے کے دوران دوسری کار سے ٹکر لگی۔ اس بار وہ کار الٹ گئی۔ پھر چھت کے بل شاہراہ پر پھسلتی ہوئی دور تک چلی گئی۔ جب وہ ایک جگہ جا کر رکی تو لوگوں نے دوڑتے ہوئے جا کر اس کے اندر سے ایکسرے مین کو کھینچ کر نکالا۔ وہ بری طرح زخمی ہوا تھا اور ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکا تھا۔

اس بدبختی کے باوجود یہ اس کی خوش نصیبی تھی کہ کوئی اسے یہودی خفیہ تنظیم کے سربراہ ایکسرے مین کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔

ایک ایمبولینس آ گئی تھی اور اسے اسپتال کی طرف لے جا رہی تھی۔ وہ غیر معمولی قوتِ بصارت و سماعت اور بے پناہ جسمانی قوتوں کا حامل بننے والا تھا۔ کیسی روشن منزل تھی اور کیسے اندھیروں میں ڈوب کر منزل سے دور جا رہا تھا۔

سارہ ڈرائیو کرتی ہوئی اس کی منتظر تھی کہ وہ پھر رابطہ کرے گا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی اسی شاہراہ پر آئی' جہاں حادثے کے باعث ٹریفک جام ہو گیا تھا۔ اسے گاڑی کو روکنا پڑا۔ پیچھے بھی گاڑیاں آ کر رک رہی تھیں۔ اب نہ وہ آگے جا سکتی تھی' نہ پیچھے ہو کر راستہ بدل سکتی تھی۔

غیر معمولی دوائیں اور فارمولے ایک چھوٹے سے کپڑے کے بیگ میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ بیگ اٹھا کر کار سے باہر آئی۔ پیچھے بہت دور زرد رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ پلٹ کر دوسری سمت دوڑتی ہوئی جانے لگی۔

عادل اور ہیرو کی گاڑی اسی شاہراہ پر مخالف سمت سے آ کر رک گئی تھی۔ وہ بھی آگے پیچھے گاڑیوں کے درمیان پھنس گئے تھے۔ عادل کار سے نکل کر جائزہ لینے لگا کہ اس بھیڑ سے نکلنے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

ایسے ہی وقت دور سارہ کی صورت نظر آ گئی۔ اس نے چیخ کر آواز دی۔ "سارہ! ادھر آؤ۔"

وہ ٹھٹک گئی۔ آواز کی سمت دیکھا تو عادل نظر آیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ پیچھے زرد رنگ کی کار میں کون لوگ تھے اور آگے سے عادل کہاں آ ٹپکا ہے۔

اب وہ پیدل تھی مگر نہ آگے بھاگ سکتی تھی نہ پیچھے۔ وہ تیسری سمت بھاگنے لگی۔ عادل اس کی سمت دوڑنے لگا۔ وہ ایک معمولہ تھی۔ اس کے دماغ میں اپنے عامل کا حکم گونج رہا تھا۔ "ان چیزوں کو کہیں چھپا دو۔ کوئی ایسی تدبیر کرو کہ یہ چیزیں کسی کے ہاتھ نہ لگیں۔"

وہ دوڑتی جا رہی تھی۔ دائیں بائیں نظریں دوڑاتی جا رہی تھی کہ شاید ان اہم چیزوں کو کہیں چھپانے کی جگہ مل جائے۔ مگر ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

اب وہ ایک ضمنی سڑک پر نکل آئی تھی۔ اُدھر بچوں کے کھیلنے کا پارک تھا۔ پارک کے گیٹ کے پاس ایک مختص گیس کے غبارے بیچ رہا تھا۔ بڑے بڑے سائز کے رنگ برنگے غبارے دھاگوں سے بندھے ہوئے تھے۔ وہ ان غباروں کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ ایک دم سے اس کے ذہن میں ایک تدبیر ابھری۔ اس نے سر گھما کر دیکھا' عادل دوڑا چلا آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے ہیرو بھی دکھائی دیا۔

وہ عجوبہ اچانک منظرِ عام پر آ گیا تھا۔ اس لیے لوگوں کی بھیڑ لگ گئی تھی۔ لوگ سیکڑوں کی تعداد میں اس بندر آدمی کے پیچھے دوڑتے چلے آ رہے تھے۔

سارہ نے سمجھ لیا کہ کسی تدبیر پر عمل نہیں کرے گی تو وہ اہم چیزیں پھر ہیرو کے ہاتھ لگ جائیں گی۔ اس نے فوراً ہی پچاس ڈالر نکال کر غبارے والے کو دیے۔ اس کے پاس پھولے ہوئے پندرہ غبارے تھے۔ اس نے تمام غباروں کے دھاگوں کے آخری سروں کو پکڑا۔ کپڑے کے چھوٹے سے بیگ کو ان تمام سروں سے مضبوطی کے ساتھ باندھا۔ پھر انہیں فضا میں چھوڑ دیا۔

پندرہ بڑے سائز کے غباروں کی قوت اس بیگ کو لے کر آسمان کی بلندیوں کی طرف جانے لگی۔

عادل دوڑتے دوڑتے رک گیا۔ ہیرو بھی اس کے پاس آ کر سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔

وہ غیر معمولی دوائیں اور فارمولے آسمان کی بلندیوں پر پرواز کر رہے تھے۔ وہ غبارے پھٹ مارنے کی رینج سے دور ہو گئے تھے۔ رائفل شوٹنگ نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ ایک بہت اونچی عمارت کے پیچھے اس بیگ کو لیے جا رہے تھے۔

وہ کٹی ہوئی پتنگ کی طرح بجلی کے تاروں سے یا درختوں کی شاخوں سے نہیں الجھ سکتے تھے۔ ایسی تمام الجھنوں سے وہ بلند ہوتے جا رہے تھے۔

اب وہ کہاں جائیں گے؟

وہ سرحد پار بھی جا سکتے تھے اور وہ سمندر کی سمت بھی پرواز کر سکتے تھے۔

وہ سمندر میں ڈوب سکتے تھے یا کسی دوسرے ملک کی سرحد میں غروب ہو سکتے تھے۔

آدمی کو تقدیر دوڑاتی ہے۔

بیگ کو ہوا اڑا رہی تھی۔

تقدیر کو کس نے سمجھا ہے اور ہوا کا رخ کس نے جانا ہے۔

لیکن ایک بات اٹل ہے۔ جب غباروں کی ہوا نکلنے لگے گی' تب وہ بیگ آسمان سے ایک انعام کی طرح زمین پر اترے گا۔ خدا جانتا ہے کہ یہ انعام کس کی گود میں آ کر اترے گا۔

آدمی کوئی نظریہ قبول کرنے سے پہلے اسے توجہ اور دانائی سے سمجھتا ہے۔ جب اچھی طرح سمجھ لیتا ہے تو پھر اس نظریے کو قبول کرلیتا ہے لیکن ایوان راسکا نے دینِ اسلام کو سمجھے بغیر اسے قبول کرلیا تھا۔

اس کی کئی وجوہات تھیں' پہلی وجہ تو یہ کہ وہ عیسائی گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود عیسائیت کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا تھا کیونکہ اسے مذہب سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا۔

وہ سوچتا تھا' جب خدا نے عیسیٰ ابن مریمؑ کو صلیب پر ہونے والے ظلم سے نہیں بچایا تو وہ اسے روسیوں کی اس طویل غلامی سے کیا بچائے گا۔ اُس کی زندگی اسی مخمل کے قید خانے میں تمام ہوجائے گی۔

انسان کی زندگی میں صرف ایک چیز ایسی ہے' جسے وہ سوچے سمجھے بغیر اپناتا ہے اور اسے دل سے قبول کرتا ہے اور وہ ہے محبت۔ یہ جو محبت ہے' وہ بے اختیار وحی کی طرح دل میں اترتی ہے۔ ایوان راسکا نے بے شمار حسن و شباب کے شاہکار دیکھے تھے لیکن صرف فرحانہ کی محبت اس کے دل و دماغ پر نقش ہوئی تھی۔

ایوان راسکا کو فرحانہ سے محبت تھی۔ فرحانہ اس کی پہلی اور آخری خواہش تھی۔ فرحانہ کی جو پسند تھی' وہ اس کی پسند تھی۔ وہ جدھر کا رخ کرتی' وہ بھی ادھر کا رخ کرتا۔ اس نے دیکھا کہ وہ کس سمت سجدہ کرتی ہے' اس نے جناب تبریزی صاحب کے ہاتھوں اسلام قبول کرکے اسی سمت سجدہ کیا کہ عشق کا تقاضا یہی تھا۔

ہم کچھ پانے کے لیے ہی جھکتے ہیں۔ ہمارے سجدوں میں کچھ پانے کی غرض پوشیدہ ہوتی ہے' جسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ راسکا نے دینِ اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی دل میں یہ اعتماد پیدا کیا تھا کہ میں فرحانہ کے خدا کو سجدہ کروں گا تو وہ ضرور حاصل ہوگی۔ اب کوئی معجزہ تو ہونے سے رہا تھا کہ وہ فوراً ہی حاصل ہوجاتی۔ اس کے لیے صبر و تحمل کی ضرورت تھی۔

ویسے قید سے رہائی پانے اور فرحانہ تک پہنچنے کے آثار پیدا ہوگئے تھے۔ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد پہلے دو رکعت نماز پڑھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ نماز کیسے پڑھی جاتی ہے مگر اس کے دماغ کے اندر ہدایات حاصل ہوتی رہیں۔ اس نے صحیح نماز ادا کی۔ دعا مانگنے کے بعد دل میں کہا۔ "یہ دو رکعت کبھی نہیں بھولوں گا۔ کیونکہ یہ فرحانہ کی طرف جانے کا پہلا عمل ہے۔ کوئی زور دے کر کچھ حاصل کرتا ہے۔ کوئی دانائی سے کسی کو حاصل کرتا ہے۔ میں دین کے راستے پر اسے حاصل کروں گا۔"

پھر اسے اپنے اندر ایک ٹھنڈی میٹھی نسوانی آواز سنائی دی۔

"میں بیگم آمنہ فرہاد بول رہی ہوں۔ دینِ اسلام مبارک ہو۔"

"آپ؟" وہ خوش ہو کر بولا "آپ مجھ ناچیز کے پاس آئی ہیں۔ بخدا اسلام قبول کرنے کی خوشی دوبالا ہوگئی ہے۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ میرا حوصلہ کتنا بڑھ گیا ہے۔"

"میں زیادہ دیر دنیاوی معاملات میں نہیں رہتی۔ تم سے بھی زیادہ نہیں بولوں گی۔ تمہیں مبارکباد دینے کے بعد یہ خوشخبری سنا جارہی ہوں کہ جن لمحات میں تم نے پہلا کلمہ طیبہ پڑھا تھا' انہی لمحات میں تمہارا برین واش ہوگیا تھا۔ یہ کیسے ہوا' تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ مختصراً یہ سمجھ لو کہ ایسا روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے سے ہوا۔ اس کے نتیجے میں تمہارا دماغ لاک ہوچکا ہے۔ تمہارے پاس صرف دو سو اجازت حاصل کرکے آئیں گے۔ کوئی دوسرا تمہارے اندر نہیں آسکے گا۔ تم شی تارا کی تابعداری سے نجات حاصل کرچکے ہو۔"

اس سے خوشی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ بولا "میری سمجھ میں نہیں آتا میں کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔"

اسے آمنہ کے آخری الفاظ سنائی دیے "خدا حافظ" پھر خاموشی چھاگئی۔ وہ تھوڑی دیر تک خلا میں تکتا رہا۔ پھر بولا "آپ جاچکی ہیں؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ اس کی پشت سے ٹیک لگا کر بڑی آسودگی سے سوچنے لگا۔ خود کو اس قدر ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا جیسے دل و دماغ پر جتنا بھی نامعلوم سا بوجھ تھا' سب اتار چکا ہے۔ بلاشبہ وہ خود کو ایک ایسا نیا انسان سمجھ رہا تھا' ابھی ابھی پیدا ہوا ہو۔

پھر وہ صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس بار میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو' ساجد علی!"

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے اسے یہ اسلامی نام دیا تھا۔ چونک کر بولا "ہیلو' آپ کون ہیں؟ اور میرا یہ نیا نام کیسے جانتے ہیں؟"

"میرے عزیز! میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

یہ سنتے ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ میں نے کہا "بیٹھ جاؤ۔ میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔"

"سر! آپ آئے ہیں۔ میرے گھٹنے کانپ رہے ہیں۔ مجھے چکر تو ہو رہا ہے مگر خواب جیسا لگ رہا ہے۔"

"پہلے بیٹھ جاؤ۔ پھر بولو۔"

وہ بیٹھ گیا۔ پھر بولا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسلام کی دولت ملے گی تو اس دولت میں آپ اور مادام آمنہ جیسے ہیرے جواہرات مجھے ملیں گے۔"

میں نے کہا "مجھ سے اور آمنہ سے بھی بڑھ کر ایک جگمگاتا ہیرا ہے' جس کا نام میری ہسٹری میں اور میری فیملی میں سب سے پہلے آتا ہے اور وہ ہے سونیا۔ میرے دماغ میں آؤ۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا میرے پاس آیا۔ میں اسے سونیا کے پاس لے آیا۔ وہ بولی "ساجد! میرے عزیز! میں تمہیں اسلام قبول کرنے پر مبارکباد دیتی ہوں۔"

وہ مسرتوں کی انتہا کو پہنچ کر رونے لگا۔ میں نے اور سونیا نے حیرانی سے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولا "یہ مجھے کیسی مسرتیں مل رہی ہیں؟ ایسی تو خوابوں میں بھی نہیں ملتیں۔ سوچ تو خیالوں میں بھی اتنا سارا خزانہ حاصل نہیں ہوتا۔ مادام! میں آپ کے دماغ میں آیا ہوں' جبکہ آپ کے قدموں کی خاک ہوں۔"

"تم میرے پاس آئے ہو۔ پہلی بار آئے ہو۔ اس لیے تمہیں ایک تحفہ دے رہی ہوں۔ میں ابھی کچھ عرصہ اپنے دونوں بچوں کے ساتھ مصروف رہوں گی۔ اس لیے عملی طور پر وہاں آکر تمہیں تحفہ نہیں دے سکوں گی۔ یہ تمہیں فرہاد کے ذریعے ملے گا۔"

"مادام! کیا آپ میری طرف سے دونوں بچوں کو پیار کریں گی؟"

اس نے پہلے کبریا فرہاد کو اٹھا کر چوما پھر اعلیٰ بی بی ثانی کو اٹھا کر چومتے ہوئے بولی "خوش ہو؟"

"بہت خوش ہوں مادام! شاید اس کے بعد مزید کسی خوشی کی تمنا نہیں رہے گی۔"

"ایک اور خوشی ہے اور وہ ہے میرا تحفہ۔ اب جاؤ اور فرہاد سے وہ تحفہ وصول کرو۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ میں نے پوچھا "تمہارے دل کی دھڑکنوں کا کیا حال ہے؟"

"سر! میں قابو پانے کی کوشش کررہا ہوں۔ ایک ساتھ اتنی خوشیاں مل رہی ہیں کہ میری جگہ کوئی کمزور آدمی ہوتا تو یہ خوشیاں بارود بن کر اس کا سینہ پھاڑ دیتیں۔"

"بے شک تم کمزور نہیں ہو۔ مگر اتنے شہ زور بھی نہیں ہو کہ اس کے بعد مزید کوئی خوشی برداشت کرسکو۔"

"آپ ایسا سمجھتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی سمجھتے ہیں۔ مگر وہ مادام کا تحفہ کیا ہے؟"

"وہ بھی ایک خوشی ہے۔ ابھی نہ سنو تو بہتر ہے۔ پہلے دل کو مضبوط کرنے کی مشقیں کرلو۔"

"سر! اسی طرح تو میں تجسس میں مبتلا رہوں گا۔ آپ یقین کریں' میرا دل بہت مضبوط ہے۔"

"تو پھر سنو۔ سونیا تمہیں آزادی کا تحفہ دے رہی ہے۔ اسیری سے رہائی کا تحفہ۔"

"ہپ ہپ ہرا۔" وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

میں نے کہا۔ "وہ خود تمہیں رہائی دلانے کے لیے یہاں آسکتی تھی لیکن اس کی کچھ مجبوریاں ہیں۔ اس لیے یہ کام میں کروں گا۔ اور اللہ نے چاہا تو چوبیس گھنٹوں کے اندر تمہیں ماسکو کے اس قید خانے سے نکال کر لاہور میں تمہاری فرحانہ کے پاس پہنچا دوں گا۔"

وہ خوشی سے اچھل کر فرش پر آیا۔ پھر قالین پر قلابازیاں لگانے لگا۔ کیسٹ ریکارڈر آن کرکے فاسٹ میوزک پر تیزی سے ناچنے' اچھلنے کودنے لگا۔ میں نے ہنستے ہوئے سوچا۔ اس کے اندر مسرتیں گیس کی طرح بھر گئی ہیں۔ وہ اسی طرح اچھل کود کر یہ غبار نکالے گا۔

میں پندرہ منٹ کے بعد دوبارہ اس کے پاس آیا تو وہ قالین پر چاروں شانے چت پڑا ہانپ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ فرحانہ کے پاس جاکر یہ خوشخبری سنائے گا۔ میں نے کہا "ماسک مین رات کا کھانا کھانے تمہارے پاس محل میں آتا ہے۔ میں اُسی وقت تمہارے پاس آؤں گا۔"

"سر! وہ رات کو آتا ضرور ہے لیکن میرے روبرو کبھی نہیں آتا ہے۔ یہاں کے ایک کمرے میں چاروں طرف ٹی وی لگے ہوئے ہیں۔ یہاں کے ٹی وی پر محل کا ہر حصہ نظر آتا رہتا ہے۔ ماسک مین ایک ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر کھاتا ہے۔ میں اپنے ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر کھاتا ہوں۔ اس طرح ہم کھانے کے دوران ایک دوسرے کو اسکرین پر دیکھتے اور ضروری باتیں کرتے رہتے ہیں۔"

میں نے کہا "ہمیں معلوم ہے کہ شی تارا نے تم سے پہلے ماسک مین کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ اب میری بیٹی سونیا ثانی اس کی آواز اور لہجہ اختیار کرکے ماسک مین کے اندر جاتی رہتی ہے۔ ہم وہاں کے سخت انتظامات کے بارے میں بہت کچھ جان گئے ہیں اور وہاں اپنا کام شروع کرچکے ہیں۔ اب جاؤ اپنی فرحانہ کے پاس۔ میں پھر آؤں گا۔"

میں اس کے پاس سے چلا گیا۔ وہ اسی طرح قالین پر پڑا رہا۔ خلا میں تکتا رہا مسکراتا رہا۔ آنکھوں کے سامنے فرحانہ مسکرا رہی تھی۔ وہ بڑے پیار سے بولا "میری جان! تمہاری محبت نے میری زندگی کا نقشہ ہی بدل ڈالا ہے۔ نیکی کبھی رائیگاں نہیں جاتی' سچائی ضرور انعام پاتی ہے۔ میں نے تمہیں سچے دل سے چاہا۔ تمہاری زندگی کو بہترین بنانے کے لیے تم سے نیکی کی تو اس نیکی نے میری تقدیر بدل ڈالی ہے۔"

وہ اس کے تصور سے باتیں کرتے کرتے اس کے پاس آگیا۔ وہ ایک عالیشان محل نما کوٹھی میں تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار بہت ہی قیمتی سوٹ پہنا تھا اور آئینے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی اور اپنے مہربان کو یاد کررہی تھی۔ یہ سوچ کر اداس ہو رہی تھی کہ اس کے حسن کی آب و تاب دیکھنے والا سامنے نہیں ہے۔

اس کا دل یہ سوچ کر دکھ رہا تھا کہ وہ کس طرح اسے اتنی

شہر پور بنک کی ویلوٹ جیسے قیمتی چیزیں گراں قدر معاوضہ پر چراتا ہے

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوریاں

وہ نوجوان جو بینک کی تجوری کھولنے کا ماہر تھا

قیمت ۱۲۵ روپے | فاضلہ ۱۲ روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

دولت اور خوشحالی دے رہا ہے لیکن ہزاروں میل دور کسی قید خانے میں ہے۔ وہ ہمہ وقت سوچتی رہتی تھی کہ کس طرح اُس کے کام آسکتی ہے؟ کس طرح اسے قید سے رہائی دلا سکتی ہے؟ لیکن کوئی تدبیر سجھائی نہیں دیتی تھی۔ تھک ہار کر اُس کی رہائی کے لیے اور اس سے ملنے کے لیے دعائیں مانگتی رہتی تھی۔

اس نے مخاطب کیا "ہیلو۔" وہ چونک گئی۔ پھر خوش ہو کر آئینے سے لپٹ گئی۔ "تم؟ تم آگئے ہو؟"

"ہاں' میں تمہارے اندر ہوں۔ کیا دیر سے آنے کی شکایت کروگی؟"

وہ آئینے سے الگ ہو کر اپنے عکس کو دیکھ کر بولی "کیا شکایت نہ کروں؟ پولیس والے مجھے پریشان کررہے ہیں۔"

"فکر نہ کرو سب سیدھے ہوجائیں گے۔ پہلے خوشخبری سنو۔ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔"

وہ خوشی سے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی "سچ کہہ رہے ہو؟ کیا واقعی تم نے اسلام۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر بولی "جھوٹ بول رہے ہو؟ اپنی فرحانہ کو دھوکا دے رہے ہو؟"

"میں تمہیں دھوکا دینے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اس سے پہلے مرجانا پسند کروں گا۔"

"تو پھر بتاؤ قید خانے میں رہ کر کیسے اسلام قبول کیا؟ وہاں تمہارے پاس کون مولوی یا عالم آیا تھا۔"

"یہ کیوں بھول رہی ہو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے کے ایک بہت بڑے عالم نے مجھے کلمہ پڑھایا ہے۔ میرا موجودہ اسلامی نام ساجد علی ہے۔"

"ہاں' میں بھول گئی تھی کہ ایسا ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ میں اس سچائی پر یقین کرتی ہوں اور تمہیں مبارکباد دیتی ہوں۔ تم میرے سچے محبوب ہو۔ تم نے ہمارے درمیان کی ایک بہت بڑی دیوار گرادی ہے۔ میں صدقِ دل سے دعا کرتی ہوں کہ تمہیں قید کرنے والی دیواریں بھی گر جائیں اور تم میرے پاس چلے آؤ۔"

"اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول کررہا ہے۔ اس پاک پروردگار کی مرضی ہوئی تو کل شام تک تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"وہ خدایا! یہ میں کیا سن رہی ہوں۔ پھر ایک بار بولو۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"یقین کرو۔ میں آرہا ہوں۔ میں آرہا ہوں۔ اللہ نے چاہا تو کل شام تک آجاؤں گا۔"

وہ رقص کے انداز میں گھومتی ہوئی بستر پر آکر گر پڑی۔ جب وہ بے حد غریب تھی' تب بھی غیر محفوظ تھی۔ دولت مند ہوجانے کے بعد اور زیادہ غیر محفوظ ہوگئی تھی۔ چور ڈاکوؤں کا خطرہ تو رہتا ہی ہے۔ پولیس والے بھی پیچھے پڑ گئے تھے کہ ایک غریب لڑکی اچانک دولتمند کیسے بن گئی ہے؟

ایسے وقت وہ سوچتی تھی اور دعا کرتی تھی کہ اس کا مہربان اس کے ساتھ دن رات رہا کرے۔ پھر کوئی اس کی طرف انگلی نہیں اٹھا سکے گا۔ اب یہ دعا قبول ہو رہی تھی۔

وہ بولا "میں تمہارے اندر رہ کر تمہاری دلی مسرتوں کو سمجھ رہا ہوں۔ مگر ایک بات یاد رکھو۔ ابھی کسی سے میرا ذکر نہ کرو۔ میں وہاں پہنچ کر کسی ہوٹل میں قیام کروں گا۔"

"یہ اتنا بڑا محل تمہارا ہے۔ کیا تم اپنے گھر نہیں آؤ گے؟"

"ضرور آؤں گا' پہلے ہم کہیں دوسری جگہ ملاقات کریں گے۔ آئندہ کے پروگرام مرتب کریں گے۔ تمہیں ایک اہم بات بتادوں کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی منظرِ عام پر نہیں آتے۔ پردہ پوش رہتے ہیں۔ ایسا نہ کریں تو کوئی بھی ہمیں چھپ کر قتل کرسکتا ہے۔ اس لیے تم کسی کو نہیں بتاؤ گی کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کسی سے تمہارا ذکر نہیں کروں گی۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بولی "کون ہے؟ آجاؤ۔"

اس کا بھائی شیرو دروازہ کھول کر آیا۔ اس نے بھی عمدہ لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ بولا "فرح! وہ پولیس افسر بار بار پوچھ رہا ہے کہ تم کہاں ہو؟ اگر ملنے نہیں آؤ گی تو وہ تمہارے بیڈ روم میں گھس آئے گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر اطمینان سے چلتی ہوئی بالکونی میں آئی۔ نیچے ڈرائنگ روم میں ایک پولیس افسر صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مخاطب کیا۔ "ویل آفیسر! کیا بات ہے؟"

اس نے سر اٹھا کر بالکونی کی طرف دیکھا پھر کہا "میں یہاں پندرہ منٹ سے بیٹھا انتظار کررہا ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی زینے کے اوپری حصے میں آئی۔ پھر بولی "ابھی میں نہ آتی تو کیا تم میرے بیڈ روم میں گھس آتے؟"

"میں مجرم کو گرفتار کرنے اور تلاشی لینے کے لیے مکان کے کسی بھی حصے میں داخل ہوسکتا ہوں۔"

"کیا تلاشی اور گرفتاری کا وارنٹ لائے ہو؟"

"مجھے کسی مکان میں گھسنے کے لیے سرچ وارنٹ کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

وہ زینے سے اترتے ہوئے بولی "یہ تمہارے باپ کا مکان نہیں ہے کہ آسانی سے میرے بیڈ روم میں گھس آؤ گے۔ مجھے معلوم ہو تا کہ غیر ذمے داری سے گفتگو کرنے والا افسر آیا ہے تو تمہیں کوٹھی کے اندر ہی نہ آنے دیتی۔ چلو اٹھو باہر جاؤ۔ اجازت لے کر آؤ۔"

وہ غصے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر بولا "دو ٹکے کی ذلیل لڑکی

کل بیک فٹ پاتھ پر گھٹیا چپلیں پہن کر چلتی تھی اور بسوں میں سفر کرتی تھی۔ آج تو میرے باپ تک پہنچ رہی ہے۔ میں تجھے یہاں سے گھسیٹتے ہوئے تھانے لے جاؤں گا۔"

"جس کے پاس طاقت نہیں ہوتی' وہ دو ٹکے کا ذلیل انسان ہوتا ہے۔ کل تک میری کوئی اوقات نہیں تھی۔ آج میرے سامنے تیری کوئی اوقات نہیں ہے۔ تو نے میری شان میں سستے الفاظ ادا کیے۔ اس لیے میں تجھے طمانچے مارتی ہوں۔"

وہ اس سے دس گز کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ اس نے زینے پر سے ہی فضا میں ہاتھ بلند کرکے طمانچہ مارا۔ ساجد علی نے اس کے دماغ میں بہت ہی ہلکا سا جھٹکا دے کر اس کے اندر طمانچہ کھانے کا احساس پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر یوں گھوم گیا جیسے چھپڑ کھا کر مُنہ گھوم گیا ہو۔ اس نے دوسرا ہاتھ فضا میں بلند کرکے ہوا میں دوسرا طمانچہ مارا۔ اسے دوسرے گال پر طمانچے کا احساس ہوا اور اس کی تکلیف دماغ نے محسوس کی۔ وہ چیخ مار کر دوسری طرف گھوم گیا۔ پھر اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ صوفوں کے درمیان قالین پر گر پڑا۔ وہ بولی "تم وہاں سے اٹھ نہیں سکو گے۔ کوشش کرکے دیکھ لو۔"

وہ کوشش کرنے لگا۔ کسی بھی عمل کے لیے دماغ توانائی سپلائی کرتا ہے تب آدمی متحرک ہو کر کچھ کرپاتا ہے۔ اسے فرش پر سے اٹھنے کے لیے توانائی نہیں مل رہی تھی۔ اس کا دماغ ساجد کی مٹھی میں رہ کر سمجھ نہیں پارہا تھا کہ کس طرح زمین سے اٹھا جاتا ہے۔ اس نے پریشانی کے عالم میں سر اٹھا کر فرحانہ کو دیکھا۔

فرحانہ اس کے قریب آکر بولی "تجھے بدکلامی کی سزا مل گئی۔ تو نے دوسری گستاخی یہ کی کہ مجھے یہاں سے گھسیٹ کر تھانے لے جانے کا دعویٰ کیا۔ اب تو جیسا فرش پر پڑا ہوا ہے' اسی طرح گھسٹتا ہوا باہر جائے گا۔"

وہ بے اختیار گھسٹتا ہوا وہاں سے دروازے کی طرف جانے لگا۔ اس نے پہلے تو پوری کوششیں کیں کہ اس طرح خود کو نہ گھسیٹے۔ لیکن سمجھ میں آگیا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر یونہی سڑکوں پر گھسٹتا ہوا تھانے تک جائے گا تو تماشا بن جائے گا۔ ساری افسرانہ شان خاک میں مل جائے گی۔

وہ گڑگڑا کر بولا "مجھے معاف کردو۔ مجھے اس طرح تھانے پہنچا کر ذلیل نہ کرو۔ میں آئندہ گستاخی نہیں کروں گا۔"

"اس سے یہ ثابت ہوا کہ آدمی طاقت کے نشے میں گستاخی کرتا ہے۔ تم اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرکے بے قصور افراد کو تھانے تک ذلیل کرتے ہوئے لے جاتے ہو؟"

"ہاں' میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہم پولیس والے اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ ایک بار مجھے معاف کردو۔ میں آئندہ کبھی تمہارے سامنے سر اٹھا کر بات نہیں کروں گا۔"

"اس لیے کہ میرے سامنے بے بس ہو اور جس کے سامنے زبردست ہو' اس بے قصور کو ذلیل کروگے۔"

"میں توبہ کرتا ہوں کسی کو ذلیل اور کم تر نہیں سمجھوں گا۔ دیکھو میں دروازے تک پہنچ گیا ہوں۔ اسی طرح باہر جاؤں گا تو بڑی بے عزتی ہوگی۔"

"چلو اٹھ جاؤ۔" فرحانہ کے کہتے ہی توانائی مل گئی۔ پہلے وہ اٹھ کر فرش پر بیٹھا۔ پھر کھڑا ہوگیا۔

فرحانہ نے کہا "اس ملک کے قانون نے تمہیں اس لیے اختیارات نہیں دیے ہیں کہ تم غنڈوں اور بدکار سرمایہ داروں کی سرپرستی کرو' شریف اور بے قصور شہریوں کا جینا حرام کردو۔ جاؤ اور یہ سبق یاد کرتے جاؤ کہ آئندہ ٹھوس ثبوت حاصل کیے بغیر کسی کو کم تر اور ذلیل نہیں سمجھو گے۔"

وہ دونوں کانوں کو پکڑ کر بولا "میں ہمیشہ یہ سبق یاد رکھوں گا اور اپنے اختیارات کی حدود میں رہوں گا۔"

وہ ایک ہاتھ سے کان پکڑے رہا۔ پھر دوسرے ہاتھ سے دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

فرحانہ نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کی امی اور ابا زینے کے قریبی دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک کچے مکان سے اس شاندار کوٹھی میں آنے تک اپنی بیٹی کی نہ سمجھ میں آنے والی قوتوں کو دیکھا تھا۔ اب وہ اس سے کچھ نہیں پوچھتے تھے۔ وہ ہر سوال کے جواب میں ایک ہی بات کہتی تھی۔ "خدا مجھ پر مہربان ہے۔ اس سے زیادہ نہ پوچھو۔"

وہ زینے پر چڑھے ہوئے بولی "میں اپنے کمرے میں جارہی ہوں۔ بھائی! آئندہ کسی کو میری اجازت کے بغیر کوٹھی میں داخل نہ ہونے دینا۔ خواہ وہ کتنا ہی بڑا افسر کیوں نہ ہو۔"

وہ سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔ باپ نے جوان بیٹے کو دیکھ کر کہا "ہر باپ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ بیٹا جوان ہو کر کچھ کمائے اور اپنی کمائی باپ کے ہاتھ پر لا کر رکھے۔ مگر ہم بیٹی کی کمائی کھا رہے ہیں۔"

بوڑھی ماں نے کہا "آپ کیسی باتیں کررہے ہیں؟ بیٹی کی کمائی بے غیرت کھاتے ہیں اور بیٹی کے پاس جو دولت آرہی ہے' وہ ایسے راستوں سے نہیں آرہی ہے' جن پر بیٹی کے چلنے سے ہمارا سر شرم سے جھک جائے۔"

"میں جانتا ہوں' ہماری فرح غیرت مند ہے۔ کبھی ہمارا سر جھکنے نہیں دے گی لیکن معلوم تو ہو کہ یہ دولت جائز ہے یا ناجائز' ہم حلال کھا رہے ہیں یا حرام؟"

شیرو نے کہا "ابا! تیرا یہ بیٹا جو کما کر لاتا' وہ جوئے اور چوری بدمعاشی کی کمائی ہوتی کیونکہ میرے پاس تعلیم ہے' نہ ہنر اور اگر تو میری کمائی نہ کھاتا تو بھوکوں مرجاتا۔ یہ میرے لیے ندامت کی بات ہے کہ فرح میری کمی پوری کررہی ہے اور یہ ہم سب کے لیے فخر کی

بات ہے کہ وہ نیک چلن ہے، گمراہ نہیں ہے۔"

"بیٹے! فرح کب تک ان پولیس والوں کو بھگائے گی۔ کب تک دنیا والوں کا منہ بند رکھے گی؟"

"ابا! غریب کے پاس کچھ زیادہ رقم آجائے تو سب تجسس میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ امیر اور امیر بنتا جاتا ہے' عالیشان کوٹھیاں اور فلک بوس پلازا تعمیر کراتا رہتا ہے تو کوئی نہیں پوچھتا کہ بے انتہا دولت کہاں سے آرہی ہے۔ اب میری بہن بھی دولت مندی کی اس اونچی سطح پر پہنچ رہی ہے' جہاں کوئی قانون کا محافظ اس کا محاسبہ کرنے نہیں آئے گا۔"

فرحانہ شاہانہ طرز کے وسیع و عریض پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کوٹھی کا اور خصوصاً اس کی خوابگاہ کا ہر سامان شاہانہ قدر و قیمت کا حامل تھا۔ اس نے کینیوں اور ملازموں کے لیے اور سیکورٹی گارڈز کے لیے اخبارات میں اشتہار شائع کروایا تھا اور کوٹھی کا نگراں اور منتظم اپنے بھائی کو مقرر کیا تھا۔

اس نے کسی بہت بڑے ملک کی شہزادی کی طرح ایک نئی زندگی کی ابتدا کی تھی۔ اس کا مزاج اور سوچنے کا انداز ایسا تھا کہ اب تک مفقود نہیں ہوئی تھی۔ صرف دشمنوں سے اور غلط عناصر سے تیور بدل کر بولتی تھی۔ بار بار خدا کا شکر ادا کرتی تھی اور اپنے ساجد علی پر قربان ہوتی جاتی تھی۔

وہ بستر پر لیٹ کر بہت دیر تک ساجد سے پیار و محبت کی باتیں کرتی رہی۔ پھر دروازے پر دستک سن کر اٹھ گئی۔ ساجد نے کہا۔ "جب میں آؤں گا اور اسی طرح بار بار دروازے پر دستک ہوگی تو تم مجھے بار بار چھوڑ کر چلی جایا کروگی۔"

وہ مسکرا کر بولی "تم دنیا سے نرالے محبوب ہو۔ کمرے میں چھوڑ کر جایا کروں گی تو دماغ میں آکر رہا کروگے۔ تم سے کبھی پیچھا نہیں چھوٹے گا اور نہ ہی میں تمہارا پیچھا چھوڑوں گی۔"

اس نے دروازہ کھولا۔ شیرو نے کہا "پولیس کے بہت بڑے افسر اور کئی لوگ آئے ہیں۔ میں نے دروازہ نہیں کھولا ہے۔"

"ٹھیک ہے' انہیں اندر بلاؤ اور ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔ میں آرہی ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ ساجد علی نے کہا "جو افسر یہاں سے خوار ہو کر گیا تھا وہ اپنے بڑوں کو لے کر آیا ہے۔"

اس نے آئینے کے سامنے آکر لباس کو درست کیا۔ پھر بالوں کو درست کرتی ہوئی بولی "کیا تم میرے اندر رہ کر مجھے آئینے میں دیکھ سکتے ہو؟"

"میں اپنی آنکھوں سے اتنی دور نہیں دیکھ سکتا۔ تمہاری دماغی آنکھوں سے تمہارا پورا سراپا واضح ہوجاتا ہے۔ چونکہ ٹی وی اسکرین پر تمہاری صورت دیکھی ہے۔ اس لیے میں تمہارے چہرے اور خدوخال کے ساتھ تمہیں دیکھتا ہوں۔ پھر بھی دیکھنے کی پیاس نہ جاتی ہے۔ روبرو دیدار کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔"

وہ مسکراتی ہوئی خواب گاہ سے باہر آئی۔ پھر بالکونی سے نیچے دیکھا۔ نیچے ڈرائنگ روم میں پولیس کا اعلیٰ افسر صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ خوار ہو کر جانے والا افسر اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ سامنے صوفے پر دو سفید پوش تھے۔ ان میں سے ایک جوان اور ایک بوڑھا تھا۔ ایک اور صوفے پر سیاستداں مقدر علی نظر آرہا تھا۔

جب وہ زینے کی بلندی پر آئی تو سب نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ زینے سے اترتی ہوئی بولی "آپ حضرات میرے دروازے پر آئے تو میں نے مایوس نہیں جانے دیا۔ یہاں بلا کر ملاقات کررہی ہوں۔ آئندہ یہاں آنے سے پہلے ٹیلیفون کے ذریعے ملاقات کا وقت ضرور مقرر کیا کریں۔"

اعلیٰ افسر نے پیچھے کھڑے ہوئے ماتحت کی طرف اشارہ کرکے کہا "ہمارے اس افسر نے تمہارے متعلق جو رپورٹ دی ہے' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم کوئی کالا علم جانتی ہو یا شاید ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ کیا اپنے بارے میں تفصیل سے کچھ بتانا پسند کروگی؟"

وہ ایک صوفے پر آکر بیٹھ گئی پھر بولی "دنیا کا ہر شخص' ہر ملک اپنا راز دوسروں سے چھپاتا ہے۔ کوئی ملک اپنے مہلک ہتھیاروں اور ایٹم بموں کا راز کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ آپ میں سے ہر شخص اپنی رشوت کی کمائی چھپاتا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "مائنڈ یور لینگویج تم ہمیں رشوت خور کہہ رہی ہو۔"

ساجد علی اس افسر کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ فرحانہ کے پاس آکر اس کی زبان سے بولا "تم جونیئر افسر تھے ایک برسراقتدار سیاستداں کے حکم سے تم نے اپوزیشن کے دو اہم بندے پولیس مقابلے میں مروادیے یوں تمہاری ترقی ہوگئی۔"

وہ بھڑک کر بولا "تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"مجھ سے اس انداز میں گفتگو کروگے تو الٹا لٹکا دوں گی۔ کیا اپنے ماتحت سے کوئی عبرتناک سبق سیکھ کر نہیں آئے ہو۔"

وہ ذرا ٹھنڈا پڑ گیا۔ پھر بولا "تم دھمکیاں دے کر میری زبان بند کرسکتی ہو لیکن میرا جرم ثابت نہیں کرسکوگی۔"

"بے شک بعض مجرم بڑے مکار ہوتے ہیں۔ اپنے جرائم کے ثبوت اور گواہ نہیں چھوڑتے۔ آنے کا مقصد بتاؤ۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہ ہمارے بہت بڑے سیاستداں مقدر علی صاحب ہیں۔ ان کے پچاس لاکھ روپے اچانک ہی چوری ہوگئے ہیں۔ اس سے پہلے طوبیٰ شاہ کے پینتالیس ہزار روپے غائب ہوگئے اور اس سے بھی پہلے تھانیدار کی جیب سے تقریباً پندرہ ہزار روپے نکل گئے۔ یہ سب کچھ دس بارہ گھنٹوں میں ہوا اور تم اڑتالیس گھنٹوں میں بھگوان پورہ کے ایک شکستہ مکان سے نکل کر اس عالیشان کوٹھی میں آگئی ہو بلکہ نوے لاکھ روپے کی اس کوٹھی کی مالکہ بن گئی ہو۔ ہمیں بتاؤ یہ کیا جادوگری ہے؟"

ساجد نے فرحانہ کی زبان سے کہا "تم ایک اعلیٰ افسر ہو۔ تمہاری تنخواہ دیگر الاؤنسز ملا کر زیادہ سے زیادہ سات ہزار روپے ہے مگر تمہاری ایک بیٹی اور بیٹا لندن میں پڑھتے ہیں اور وہاں کے ایک بینک میں تمہارے تین لاکھ چالیس ہزار پونڈز جمع ہیں۔ میں تمہارا بینک اکاؤنٹ دیکھ سکتا ہوں۔ تم بتاؤ کہ یہ کیا جادوگری ہے۔ سات ہزار کمانے والے کے بچے لندن میں رہتے ہیں۔ میں بھگوان پورہ سے گلبرگ آئی ہوں تو تمہیں کھٹک رہی ہوں۔"

اعلیٰ افسر حیران پریشان ہو کر اسے دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ وہ صحیح بینک اکاؤنٹ بتا رہی تھی۔ وہ بولی "یہاں لاہور میں تمہاری بیوی کے اکاؤنٹ میں ستر لاکھ روپے ہیں اور لاکرز میں چالیس لاکھ کی جائیداد کے دستاویزات ہیں۔ اب کہو تو تمہاری اندھی کمائی کی تمام تفصیلات بیان کروں۔"

وہ گھبرا کر بولا "نو! نو۔ نہیں۔ میں تمہیں کوئی الزام دینے نہیں آیا ہوں۔ کوئی تمہیں الزام دے گا تو میں کہہ دوں گا کہ تمہیں یہ عالیشان کوٹھی اور بے شمار دولت باپ دادا سے ورثے میں ملی ہے۔ پھر وہ سیاستداں مقدر علی کی جانب رخ کرکے بولا "تم نہایت ہی گھٹیا قسم کے سیاسی لیڈر ہو۔ ایک شریف زادی پر پچاس لاکھ روپے کی چوری کا الزام لگا رہے ہو؟ تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ کوئی گواہ ہے؟"

وہ بولا "جناب عالی! تھانیدار اور طوبیٰ شاہ جیسے موالی آپ کے جوتوں میں رہتے ہیں۔ اب وہ گواہی نہیں دیں گے۔ ثبوت میرے پاس کوئی نہیں ہے۔ میں سچویشن سمجھ گیا ہوں۔ آپ پنسری بدل چکے ہیں۔ میں جارہا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر سلام کرکے چلا گیا۔ فرحانہ نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے دو سفید پوش افراد کی طرف اشارہ کرکے پوچھا "ان حضرات کی تعریف کیا ہے؟"

ان میں سے ایک عمر رسیدہ شخص نے کہا "میں اس علاقے کا ڈی سی ہوں۔ تمہارے بارے میں جو رپورٹ سنی اس سے اندازہ ہوا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ یہاں آکر تصدیق ہوگئی۔"

"میں سننا چاہوں گی کہ کیسے تصدیق ہوگئی؟"

"تم نے ہماری پولیس کے اس اعلیٰ افسر کے خیالات پڑھ کر اس کے ملکی اور غیر ملکی بینک بیلنس کی صحیح تفصیلات بتادی ہیں۔ میری درخواست ہے کہ میری پرائیویٹ زندگی کا کوئی راز زبان پر نہ لاؤ۔ میں تمہارا احسان مند رہوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں وعدہ کرتی ہوں تمہاری کوئی بات میری زبان پر نہیں آئے گی اور میں اس اعلیٰ افسر کا راز بھی کسی اور کے سامنے بیان نہیں کروں گی۔"

ڈی سی اور اعلیٰ افسر اس کا احسان ماننے اور اس کا شکریہ ادا کرنے لگے۔ سفید پوش جوان نے کہا "میں انٹیلی جنس کا ایک افسر ہوں۔ میں بھی تمہیں دیکھنا اور تمہاری طاقت معلوم کرنا چاہتا تھا۔ سو معلوم کرچکا ہوں۔"

ساجد نے فرحانہ کی زبان سے پوچھا "تمہارے دو جاسوس میری کوٹھی کے اطراف ہیں۔ کیا تم انہیں زندہ دیکھنا چاہو گے یا ان کی لاشیں اٹھواؤ گے۔"

وہ فوراً ہی جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر بولا "ہم۔ میں ابھی انہیں یہاں سے جانے کا حکم دے رہا ہوں۔"

وہ ٹرانسمیٹر آن کرکے دونوں ماتحت کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دینے لگا۔ ڈی سی نے کہا "مس فرحانہ! ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیں۔ ہم آپ سے بہترین تعلقات رکھنا چاہتے ہیں۔"

"میں یہاں سیکیورٹی گارڈز رکھنے والی ہوں۔ اس وقت تک چاہتی ہوں کہ آپ چند مسلح سپاہی یہاں....."

"بس سمجھ گیا۔ آپ ہمیں چائے پلائیں۔ پیالی خالی ہونے تک آپ کی کوٹھی کے اطراف مسلح سپاہی پہنچ جائیں گے اور وہ سب ہمارے نہیں آپ کے تابعدار ہوں گے۔"

ڈی سی کے حکم پر اعلیٰ افسر نے ریسیور اٹھا کر فون کیا پھر حکم دیا کہ فوراً بارہ مسلح سپاہی وہاں بھیجے جائیں۔ تھوڑی دیر بعد پُرتکلف لوازمات کے ساتھ چائے آگئی۔ وہ سب کھانے پینے اور ہنسنے بولنے لگے۔ آنے والوں کی ہنسی اور خوش اخلاقی بتا رہی تھی کہ انہوں نے اپنے مقابلے میں فرحانہ کو سپر پاور تسلیم کرلیا ہے۔

میں نے ساجد کے پاس آکر کہا۔ "میاں مجنوں! واپس آجاؤ۔ تمہاری رہائی کا آپریشن آخری مرحلے پر ہے۔"

اس نے کہا "سر! میں ابھی دماغی طور پر حاضر ہوجاؤں گا مگر آپ پہلے فرحانہ کی موجودہ پوزیشن سمجھ لیں۔ وہ ابھی ایسے دشمنوں کے درمیان ہے جو ٹیلی پیتھی کے سامنے بے بس ہو کر اس کے دوست بن گئے ہیں۔ ایسے لوگوں پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا۔"

"درست کہتے ہو' میں باربرا کو تمہارے پاس پہنچا رہا ہوں' فرحانہ سے اس کا تعارف کراؤ۔ وہ تمہاری عدم موجودگی میں فرحانہ پر آنچ نہیں آنے دے گی۔"

باربرا کی مستقل رہائش بابا صاحب کے ادارے میں تھی۔ وہ وہاں ذہانت کو چلا بخشنے والی تعلیم اور جسم کو بجلی کی طرح پھرتیلا رکھنے والی تربیت حاصل کررہی تھی۔ میں نے اس کے پاس آکر کہا "بیٹی! بہت عرصے سے خیال خوانی نہیں کررہی ہو۔"

"سمجھ گئی پاپا! میری کہیں ضرورت ہے۔ ایم آئی رائٹ؟"

"یس مائی بے بی! تم ایوان راسکا کے متعلق سن چکی ہو۔ وہ مشرف بہ اسلام ہوچکا ہے اور اب اس کا نام ساجد علی ہے۔"

"جی ہاں' مجھے جوجو نے بتایا تھا۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔"

"تم میرے پاس آؤ' میں تمہیں ساجد کے پاس پہنچا رہا ہوں۔ تم اسے مبارکباد دو اور اس کی محبوبہ فرحانہ کے پاس رہو۔ اس کے حالات معلوم کرو۔ پھر اس کی حفاظت کرتی رہو۔ کسی مجبوری کے باعث اس کے دماغ سے جانا ہو تو اپنی جگہ۔ وہاں جوجو کو بھیج دینا۔"

باربرا میرے دماغ میں آئی۔ میں نے اسے ساجد کے پاس پہنچا

دیا۔ وہ بولی "ہیلو ساجد! میں باربرا ہوں۔ تمہیں دینِ اسلام قبول کرنے پر مبارک باد دے رہی ہوں۔ خدا تمہیں ایمان، امان، صحت، ذہانت اور سلامتی دے۔"

"تمہاری دعاؤں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ تم پچاس برس کی بوڑھی خاتون ہو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "کیا فرحانہ سے کہوں کہ تم باتیں بنا کر میری اصل عمر پوچھ رہے ہو؟"

"خدا کے لیے یہ غضب نہ کرنا۔ اگرچہ وہ مجھ پر بہت بھروسا کرتی ہے۔ تاہم عورت ذات ہے۔ دل میں شک و شبہ کا ایک نقطہ پیدا ہو جائے گا۔"

"چلو ایسا غضب نہیں کروں گی۔ اپنی فرحانہ سے ملاؤ۔"

اس نے فرحانہ کو مخاطب کیا۔ "میں اپنی رہائی کے سلسلے میں جا رہا ہوں لیکن تمہیں ان دشمنوں کے درمیان تنہا چھوڑنا نہیں چاہتا۔"

وہ بولی "تمہاری رہائی ضروری ہے۔ میری فکر نہ کرو۔ تم جاؤ۔"

"میں نے تھوڑی دیر پہلے بیڈ روم میں تمہیں بتایا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے تمام خیال خوانی کرنے والے میرے دوست بن گئے ہیں۔ ان میں سے ایک لڑکی باربرا ہے۔ وہ اس وقت تمہارے دماغ میں آ چکی ہے۔ اس سے باتیں کرو۔ یہ تمہاری حفاظت کرے گی۔ میں جا رہا ہوں۔"

باربرا نے اسے مخاطب کیا "ہیلو فرحانہ! ہم تمہیں دشمنوں کے درمیان تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ میں اپنا مکمل تعارف کراؤں گی لیکن پہلے تمہارے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی باتیں سن کر ان کے خیالات پڑھوں گی۔ تم ان سے باتیں کرتی رہو۔"

ساجد علی دماغی طور پر محل کی چار دیواری میں حاضر ہو گیا۔ میں نے اور سونیا ٹائی نے صبح سے بہت کام کیا تھا۔ ماسک مین کے دماغ میں رہ کر انٹرپورٹ کے ان اہم افسران کے دماغوں میں جگہ بنائی جو وہاں کے اعلیٰ حاکم کے خصوصی طیارے کے نگران تھے۔ پھر اعلیٰ حاکم کے دماغ پر تنویمی عمل کر کے اسے اس بات کا تابعدار بنایا تھا کہ وہ رات کے گیارہ بجے اپنے خصوصی طیارے سے پولینڈ کے شہر وارسا جائے گا۔

پھر اس کے دماغ میں یہ باور کرایا کہ طیارے میں اس کے ساتھ صرف ایک پرسنل سیکریٹری اور دو باڈی گارڈز سفر کریں گے۔

میں نے جیری اور تھرہال کو دونوں باڈی گارڈز کے اندر پہنچا دیا اور ماسکو کے وقت کے مطابق انہیں رات دس بجے سے ان گارڈز کے اندر مستعد رہنے کی تاکید کر دی۔

سلمان، سلطانہ اور جوجو کو بھی ان افسران کے اندر پہنچا دیا تھا، جو سفر کے ضروری کاغذات چیک کرنے والے تھے۔ یہ روز کا معمول تھا کہ ماسک مین رات کا کھانا اس محل میں کھاتا تھا۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ دو گھنٹوں تک ساجد علی کی تنہائی دور کرے۔ اس سے سرکاری فرائض کے متعلق گفتگو کرے اور اس محل کے حفاظتی انتظامات کا معائنہ کرے۔

اس محل کے اندر جانے کے لیے خشکی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ایسے الیکٹرونک انتظامات تھے کہ چیونٹی بھی احاطے میں ریینگتی ہوئی پہنچے تو خطرے کے الارم بجنے لگتے تھے۔ وہاں قدم رکھنے والا اندھی فائرنگ سے چھلنی ہو کر رہ جاتا تھا۔

ماسک مین کا ہیلی کاپٹر محل کی چھت پر آ کر اترتا تھا۔ اس رات بھی ماسک مین ہیلی کاپٹر لے کر چھت پر آیا تو میں اس کے اندر تھا۔ وہ کھانے کا سامان اٹھائے سیڑھیوں سے اتر کر محل کے اندر اس کمرے میں آیا جہاں چاروں طرف ٹی وی رکھے ہوئے تھے اور ان کے اسکرین پر محل کا ایک ایک حصہ نظر آتا رہتا تھا۔

محل کا وہ کمرا بھی نظر آ رہا تھا جہاں ساجد علی اس وقت کمبل اوڑھے خفیہ ٹی وی کیمرے سے منہ موڑ کر لیٹا ہوا تھا۔ ساجد کو سمجھا دیا گیا تھا کہ وہ اس رات کچھ نہیں کھائے گا اور پیٹ کی خرابی کا بہانہ کر کے لیٹا رہے گا۔

اس ٹی وی والے کمرے میں معمول کے مطابق ایک سیکیورٹی افسر کی ڈیوٹی تھی۔ ماسک مین نے کمرے میں داخل ہو کر اس سے مصافحہ کیا۔ میں نے اس کے اندر رہتے ہوئے اپنی قوت سے افسر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ جیسے ہی وہ قریب ہوا میں نے دوسرے ہاتھ سے سرنج کی سوئی اس کی گردن میں پیوست کر دی۔ وہ ذرا سا تڑپا پھر ایک دم سے ٹھنڈا ہو گیا۔

میں نے اسے کھینچ کر ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ سرنج کی دوا اتنی مہلک تھی کہ چشم زدن میں اس کی جان نکل گئی تھی۔ میں نے مردے کو اس طرح بٹھایا کہ وہ ادھر اُدھر ڈھلک نہ سکے۔ پھر مائیک کے پاس آ کر مخاطب ہوا۔ "ہیلو ایوان راسکا! آج بے وقت لیٹے ہوئے کیوں ہو؟"

اس نے جواب دیا "میرے پیٹ میں تکلیف ہے۔ میں آج نہیں کھاؤں گا۔"

میں نے سوال کیا "کیا تم نے دوا لی ہے؟"

"ہاں، ابھی دوا کھائی ہے۔ جلد ہی تکلیف دور ہو جائے گی۔ آپ فکر نہ کریں۔ مجھے افسوس ہے، آج آپ کے ساتھ نہیں کھا سکوں گا۔"

"کوئی بات نہیں آرام کرو۔ مجھے بھی ضروری کام نمٹانے ہیں۔ میں بھی جلدی واپس جا رہا ہوں۔"

محل کے دوسرے حصے میں ایک ٹی وی تھا۔ اس کے سامنے بیٹھا ہوا گارڈ ساجد کے کمرے میں اسے دیکھتا رہتا تھا۔ جب ساجد ٹائلٹ کی طرف جاتا تھا تو اسکرین سے غائب ہو جاتا تھا۔ تھرکو تشویش کی بات نہ ہوتی۔ گارڈ کو یہ یقین رہتا تھا کہ وہ ٹائلٹ سے کمرے میں واپس آئے گا۔ باہر کبھی نہیں جا سکے گا۔

ماسکو میں شدید برف باری ہو رہی تھی۔ ساجد سر پر کمبل لپیٹ کر بستر سے اٹھا اور اسکرین سے غائب ہوا تو گارڈ نے سمجھ لیا کہ پیٹ خراب ہے، وہ ٹائلٹ گیا ہے۔ مگر وہ کمرے سے نکل کر کاریڈور میں آ گیا۔ سامنے ایک دروازہ مقفل تھا۔ اس کے دوسری طرف ماسک مین یعنی کہ میں تھا۔ لاک کو ایک تار کے ذریعے کھول رہا تھا۔ وہ آدھے منٹ میں کھل گیا۔ وہ دونوں آمنے سامنے ہو گئے۔

ماسک مین نے ساجد سے کمبل لے کر اسے سر اوڑھ لیا۔ یہ تمام مناظر مختلف ٹی وی اسکرین پر نظر آ رہے تھے لیکن ان تمام مناظر کو مرد سیکیورٹی افسر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ماسک مین کمبل لپیٹ کر ساجد کے کمرے میں آیا تو ٹی وی کے سامنے بیٹھے ہوئے گارڈ نے اسے دیکھا اور یہی سمجھا کہ ایوان راسکا ٹائلٹ سے واپس آ کر پھر بستر پر لیٹ گیا ہے۔

اسی وقت ٹائی ماسک مین کے اندر آ گئی۔ اسے شی تارا کی آواز اور لہجے میں حکم دیا کہ وہ آنکھیں بند کر کے صبح تک سوتا رہے۔ وہ بیچارہ تابعدار تھا، سو گیا۔

ساجد نے اس دروازے کو بند کیا۔ پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا چھت کی طرف جانے لگا۔ چھت پر چار مسلح گارڈز مستعد کھڑے تھے۔ ساجد کے وہاں آتے ہی ان چاروں نے الرٹ ہو کر اسے سلیوٹ کیا۔ ان چاروں کے دماغ یقین سے کہہ رہے تھے کہ وہ اپنے ماسک مین کو سلیوٹ کر رہے ہیں کیونکہ ان چاروں کے اندر میرے علاوہ سلمان، جیری اور تھرہال گھسے ہوئے تھے۔

ساجد علی نے ایک طویل مدت کے بعد چھت پر آ کر کھلی فضا میں سانس لی تھی۔ میں اس کے اندر پہنچا اور ہیلی کاپٹر کو وہاں سے اڑا کر لے گیا۔ جیری اور تھرہال اعلیٰ حاکم کے باڈی گارڈز کے اندر چلے گئے۔ وہ ہیلی کاپٹر سرکاری ہیلی پورٹ میں آ کر اترا۔ ماسک مین کا ڈرائیور کار قریب لے آیا۔ ساجد ہیلی کاپٹر سے اترا اور کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہاں دو افسران کھڑے ہوئے تھے ان کے دماغوں پر میں نے اور ٹائی نے پردہ ڈال دیا تھا۔

ساجد وہاں سے کار میں روانہ ہو کر انٹرپورٹ پہنچا۔ تھوڑی دیر تک کار میں بیٹھا رہا۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تمام افسران کے اندر جا رہے تھے، جن کے سامنے سے ساجد کو گزرنا تھا۔ وہ سات افسران تھے اور ہم وہاں آٹھ تھے۔ میں، سونیا ٹائی، جوجو، سلمان، سلطانہ، جیری، تھرہال اور ساجد علی۔ ہم نے طے کر لیا کہ کسی افسر کے اندر رہنا ہے۔ ایسے وقت صرف ساجد خیال خوانی نہ کرے۔

پھر میں نے ساجد کو سگنل دیا "چلے آؤ۔"

وہ کار سے نکل کر عمارت کے اس حصے میں آیا، جو اہم لوگوں کے لیے مخصوص تھا۔ اس نے اوور کوٹ کے کالر کھڑے کر لیے تھے۔ فیلٹ ہیٹ کو پیشانی پر جھکا لیا تھا۔ اس طرح چہرہ کافی حد تک چھپ گیا تھا۔

وہ اس افسر کے پاس سے گزرا جو سفری کاغذات چیک کرتا تھا۔ میں نے افسر کو اس کی پشت والج پر جھکایا۔ وہ کلائی سے گھڑی اتار کر وقت درست کرنے لگا۔ ٹائی نے اس کے پاس بیٹھے ہوئے افسر کو میز پر رکھے ہوئے کاغذات پر جھکا دیا۔ ان دونوں کو ساجد کی طرف سے غافل کر دیا۔ وہ کسی روک ٹوک کے بغیر گزرتا چلا گیا۔

آگے سامان چیک کرنے والے افسران اور دو سپاہی تھے۔ ان سب کا دھیان بھی اسی طرح ساجد کی طرف سے ہٹایا گیا۔ وہ آخری ایجنٹ ڈور سے گزر کر رن وے کی سمت جانے لگا۔ اس سے پہلے ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان مسلح گارڈز کے اندر پہنچ گئے تھے، جو طیارے کے پاس کھڑے تھے۔ ہم نے کسی کی گردن میں کھجلی پیدا کی۔ کسی کو جوتے کا فیتہ باندھنے کے لیے جھکایا۔ کسی کو اپنی گن چیک کرنے پر مجبور کیا۔ ان کی غفلت کے دوران ساجد سیڑھیاں چڑھتا ہوا طیارے کے اندر پہنچ گیا۔

اس کے اندر پہنچتے ہی ہم اندر بیٹھے ہوئے لوگوں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ طیارے میں اعلیٰ حاکم کے علاوہ اس کا پرسنل سیکریٹری اور دو باڈی گارڈز تھے۔ ایک ہوسٹس اور ایک اسٹیورڈ تھا۔ پائلٹ اپنے کیبن میں تھا۔ وہاں کل سات مسافر تھے۔ انہوں نے آٹھویں مسافر ساجد کے اضافہ کو نہیں سمجھا۔ سیڑھیاں ہٹالی گئیں۔ دروازے لاک ہو گئے۔ آدھے گھنٹے کے اندر وہ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو کر پرواز کرنے لگا۔

میں نے ساجد کی رہائی کی روداد چند پیراگراف میں بیان کی ہے۔ جبکہ اس کے لیے کئی صفحات درکار تھے۔ ہم نے چوبیس گھنٹوں میں مسلسل اتنی محنت کی تھی، جو چوبیس مہینوں تک جاری رہتی، تب شاید کامیابی کے امکانات پیدا ہوتے۔ اس کامیابی میں اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل تھی۔ پھر ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج نے بڑا کام کیا تھا۔ آخر کار ساجد چار دیواری سے نکل کر کھلی فضا میں نکل آیا تھا۔

ویسے ابھی آخری مرحلہ باقی تھا۔ وہ طیارہ ابھی روس کی حدود میں تھا۔ ساجد کے فرار کا بھید کھلتے ہی روسی فوج کے تیز رفتار طیارے اس اغوا کیے جانے والے طیارے کو گھیر کر سرحد پار کرنے سے روک سکتے تھے۔ ایسے ہی نازک موقع پر شی تارا کو اپنے معمول اور تابعدار ایوان راسکا (ساجد علی) کی ضرورت پیش آئی۔ وہ اپنی اور ایوان راسکا کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پارس کے گرد گھیرا تنگ کرنا چاہتی تھی۔ پارس اب اس کی گرفت میں آنے ہی والا تھا۔ ایسے وقت وہ ایوان راسکا کے دماغ میں آئی تو حیران رہ گئی۔ اسے مخاطب کرتے ہی اس نے فوراً سانس روک لی تھی۔ ان چند لمحات میں اس نے سمجھ لیا کہ وہ طیارے میں سفر کر رہا ہے اور اس کے سانس روکنے کے عمل نے سمجھا دیا کہ اب وہ اس کا معمول اور تابعدار نہیں رہا ہے۔ اس کی گرفت سے نکل چکا ہے۔

یہ ناکامی وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اپنے معمول اور تابعدار کی رہائی اسے منظور نہیں تھی۔ فوراً ہی یہ خیال آیا کہ اگر وہ فرار ہو رہا ہے اور وہ طیارہ ابھی روس کی سرحد سے باہر نہیں گیا ہے تو پھر وہ دوبارہ اسے گرفتار کرا کے اسی محل میں پہنچا سکتی ہے۔

یا پھر راستگا کے پاس جا کر یہ سمجھوتا کر سکتی ہے کہ وہ بدستور اس کا تابعدار رہے اور ابھی فوراً ہی پارس کو گرفتار کرانے میں اس کی مدد کرے تو وہ اسے روس کی سرحد پار کرنے دے گی۔

اور جب تک یہ سمجھوتا نہ ہو اس طیارے کو روس کے اندر ہی کہیں اتارا جائے اور شی تارا کو پائلٹ کی آواز سنائی جائے تاکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق طیارے کو اپنے قابو میں رکھے۔

وہ ہماری کامیابی کے آخری لمحات میں زبردست رکاوٹ بن گئی تھی۔ اس رکاوٹ سے جو نئے حالات پیدا ہوئے' اس کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا۔ ابھی یہ بیان کر دوں کہ وہ کشمیر میں پارس کے لیے کیسا زبردست مسئلہ بن گئی ہے۔

○☆○

کمانڈر نے شی تارا کو بتایا تھا کہ پارس شاید سری نگر میں ہے۔ شی تارا نے پوچھا "کیا یہ بات تم اندازے سے کہہ رہے ہو؟"

"اسے اندازہ کہہ سکتی ہو۔ مجھے رپورٹ ملی ہے کہ ہماری ایک پٹرولنگ فورس نے بٹ مالو کے راستے پر ایک گاڑی روکی تھی۔ اس گاڑی سے ایک شخص باہر آیا اور اپنا ڈیوٹی کارڈ نکال کر دکھایا۔ اس کارڈ کی رو سے وہ میرا مخبر تھا۔"

"اس مخبر کا نام کیا ہے؟"

"پٹرولنگ فورس کے افسر نے یہ کوتاہی ہوئی کہ اس نے مخبر کا نام اور کارڈ نمبر وغیرہ نوٹ نہیں کیا۔"

شی تارا نے طنزیہ کہا۔ "یہ ہمارے بھارتی فوجی ہیں۔ ڈیوٹی کے دوران شراب پیتے ہیں اور باغیوں کو نکل نکل کر جانے کا موقع دیتے ہیں۔ بہرحال آگے بولو۔"

"اس مخبر نے آرمی آفیسر کو بتایا کہ گاڑی میں کمانڈر صاحب کی سالی اور رشتے دار بیٹھے ہیں جبکہ میری کوئی سالی اور رشتے دار اس شہر میں نہیں ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ جھوٹ بول کر اور فرار کروا کے کشمیری باغیوں کو کہیں لے گیا ہے؟"

کمانڈر نے کہا "تم نے مجھے بتایا تھا کہ پارس کے ساتھ ایک عورت ہے۔ اس گاڑی میں بھی ایک ہی عورت تھی۔ اسی لیے میں شبہ کر رہا ہوں کہ پارس اس شہر میں ہے۔"

"میں نے سنا ہے' لال چوک میں مسلمانوں کی خاصی آبادی ہے اور وہاں اکثر باغی پناہ لیتے ہیں؟"

"یہ درست ہے۔ ان کی گاڑی بھی بٹ مالو سے لال چوک کی طرف گئی تھی۔ وہاں انہیں گھیرا جا سکتا ہے۔"

وہ بولی "فوج اُن علاقے کو چاروں طرف سے گھیر کر گھروں کی تلاشی لے سکتی ہے۔ چھپے ہوئے باغی ظاہر ہو جائیں گے۔"

"وہاں تلاشی کا کام شروع کرنے سے پہلے تحریک ڈاکٹر ہوگا جبکہ ہم دفعہ ۱۴۴ نافذ نہیں کر سکتے۔ اس علاقے کے تین گھر میں شادیاں ہو رہی ہیں۔ تین دولہا اور تین دلہنوں یعنی چھ گھر میں مردوں عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کی آمدورفت لگی ہوگی۔ ایسے میں فوجی کارروائی مناسب نہیں ہوگی۔"

"اگر میں پارس اور اس عورت کو کسی گھر سے ڈھونڈ نکالوں فوج وہاں جا کر اسے گرفتار کر سکتی ہے؟"

"بے شک' مجرم پائے جائیں گے تو پھر اس گھر میں فوجی جا کر انہیں گرفتار کر سکیں گے۔"

تب شی تارا نے چار مخبروں کو خیال خوانی کے ذریعے باری باری مخاطب کیا۔ ان میں دو عورتیں اور دو مرد تھے۔ ان چاروں کو حکم دیا کہ وہ لال چوک کے رہائشی علاقے میں جا کر معلوم کریں آج کس گھر میں نئے مہمان آئے ہیں؟ اور ایسا کون مہمان ہے جو ایک خوبصورت کشمیری عورت کے ساتھ اس محلے میں آیا ہے۔

مخبری کرنے والی عورتوں کو خاص طور پر تاکید کی گئی کہ شادی والے گھروں میں جائیں اور عورتوں کی بھیڑ میں اس کشمیری عورت کا سراغ لگائیں۔ اس عورت کی ایک پہچان ہو سکتی ہے کہ وہ جس مرد میں دلچسپی لے رہی ہوگی' وہ کشمیری نہیں جانتا ہوگا اور اپنی پلکیں نہیں جھپکتا ہوگا۔

پارس کی ٹیم میں آفرین کے علاوہ پاشا اور ہومر تھے اور ٹیم کی راہنمائی صمد کر رہا تھا۔ وہی ان چاروں کو لال چوک علاقے میں لایا اور اپنے ایک دوست مراد علی کے گھر میں ٹھہرایا تھا۔ یعنی اس رات مراد علی کے گھر میں پانچ مہمان تھے پاشا' ہومر' صمد اور خود مراد علی۔ ایک گھر میں اتنے زیادہ اور مسلح ہوں تو ان پر مجاہدین ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ اس نے کہا "ہم پانچوں کو مختلف گھروں میں رہنا چاہیے۔ کشمیری مسلمان باہر سے آنے والے مجاہدین کو بوجھ نہیں سمجھتے انہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور انہیں اپنے گھروں میں پناہ دیتے ہیں۔"

سب اس بات پر متفق ہو گئے۔ آفرین نے کہا "میں طویل مدت کے بعد اپنے وطن اور اپنے لوگوں میں آئی ہوں۔ سے ڈھولک کی آواز اور ساگ کے گیت سن کر ان عورتوں جانے کو جی چاہتا ہے۔"

پارس نے کہا "اپنی زمین پر آ کر یہ ساری خوشیاں حاصل کرنا چاہئیں۔ میں بھی یہاں کی شادی اور رسم و رواج چاہتا ہوں۔ کیوں مسٹر مراد! ہمارے وہاں جانے سے کوئی

ہوگا؟"

"ہرگز نہیں۔ اس گھر کے لوگ بہت خوش ہوں گے۔ چلو میں تم دونوں کو وہاں پہنچا دوں۔"

صمدو نے کہا "میں آفرین اور پارس کو شادی والے ایک گھر میں لے جاؤں گا۔ مراد! تم پاشا اور ہومر کو دوسرے شادی والے گھروں میں پہنچا دو۔ اس طرح ہم سب کی یہ رات جاگتے یا سوتے ہوئے ان گھروں میں گزر جائے گی۔"

وہ سب مراد کے مکان سے باہر آگئے۔ شدید سردی کے باعث سفید کہر کی دھند چھائی ہوئی تھی۔ سب نے اوور کوٹ اور اونی ٹوپیاں پہنی ہوئی تھیں یا پھر کمبل میں لپٹے ہوئے تھے اور اپنے لباس کے اندر انہوں نے ہتھیار چھپا رکھے تھے۔ مراد علی اپنے دروازے پر تالا لگا کر پاشا اور ہومر کے ساتھ چلا گیا۔

صمدو نے آفرین اور پارس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا "تم لوگوں نے میرا ریوالور لے لیا ہے اگر کہیں فائرنگ کی نوبت آئی تو میں نہتا رہوں گا۔"

آفرین نے کہا "تمہیں ریوالور دیا جائے گا تو تم خود کشی کرلو گے۔"

وہ اس لیے خودکشی کرنا چاہتا تھا کہ شی تارا اس کے ذریعے آفرین اور پارس وغیرہ کو نقصان پہنچا سکتی تھی۔ وہ ایک بار اس کے دماغ میں آئی تھی چونکہ وہ کمانڈر کا خاص مخبر تھا۔ اس لیے وہ اس سے کام لینا چاہتی تھی لیکن پھر اس سے ناراض ہو کر اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر کے چلی گئی تھی۔

تب سے دوبارہ نہیں آئی تھی۔ پارس کو یقین تھا کہ وہ صمدو کے پاس دوبارہ نہیں آئے گی۔ اسے بیکار آدمی سمجھ کر اسے سزا دے کر جا چکی ہے لیکن اندیشہ تھا کہ وہ آ بھی سکتی ہے۔ اور صمدو کے چور خیالات پڑھ کر ان سب کو بھارتی فوج کے حوالے کر سکتی ہے۔

صمدو برسوں سے آفرین کا دیوانہ تھا۔ اس کے لیے جان پر کھیل جانا چاہتا تھا۔ اس کی ضد تھی کہ وہ اپنی جان دے دے گا تو پھر شی تارا نہ اس کے دماغ میں آسکے گی اور نہ ہی آفرین کو نقصان پہنچا سکے گی۔ اس کی ضد دیکھ کر پارس نے اس کا ریوالور لے لیا تھا اور اسے سمجھایا تھا کہ اول تو شی تارا اب اس کے پاس نہیں آئے گی۔ اگر آئے گی تو اس سے نمٹ لیا جائے گا۔

صمدو نے ریوالور انہیں دے دیا تھا۔ اب شکایت کر رہا تھا کہ دشمنوں سے مقابلہ ہوگا تو وہ نہتا رہے گا۔ پارس نے کہا "فکر نہ کرو۔ ایسا برا وقت آئے گا تو میں اپنی گن تمہیں دے دوں گا۔"

وہ شادی والے گھر میں پہنچے۔ صمدو نے دلہن کے باپ سے ان کا تعارف کرایا۔ اس بزرگ نے پارس کو گلے لگا کر خوش آمدید کہا۔ آفرین کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں۔ پھر اپنی بیوی اور بیٹیوں کو بلا کر کہا "مہمان خدا کی رحمت ہوتا ہے۔ ہمارے گھر میں رحمت آئی ہے۔ اس بیٹی کو اندر لے جاؤ۔"

آفرین ان کے ساتھ چلی گئی۔ پارس مردوں میں آ کر ان سے متعارف ہونے لگا۔ سب لوگ اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس گھر میں خاصی چہل پہل تھی۔ عورتیں مردوں میں آ جا رہی تھیں۔ مرد عورتوں میں کسی کام سے چلے جاتے تھے۔ پردے کی بہت زیادہ سختی نہیں تھی۔ صمدو نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ آفرین پارس کو دل دے بیٹھی ہے۔ جو بچپن سے اپنی تھی' وہ پرائی ہوگئی ہے۔ اب اسے کبھی حاصل نہیں ہوگی۔ اس کے باوجود دل نہیں مانتا تھا۔ آنکھیں اسے دیکھتے رہنا چاہتی تھیں۔ کوئی ضرورت نہیں کہ پھول اپنی شاخ سے ٹوٹ کر ہاتھوں میں آئے۔ دور سے بھی نظارہ ہو سکتا ہے اور آنکھوں کی پیاس بجھائی جا سکتی ہے۔

وہ بار بار اٹھ کر اُس حصے میں جاتا تھا' جہاں عورتیں ناچ رہی تھیں۔ ڈھولک پر ساگ کے گیت گائے جا رہے تھے۔ ہندو ستانی فلموں نے ان عورتوں میں خاصی بے باکی پیدا کر دی تھی۔ اس لیے وہ رقص بھی کر رہی تھیں اور دولہا دلہن کے سروپ میں کچھ تماشے بھی کر رہی تھیں۔ صمدو دور سے آفرین کو ہنستے کھلکھلاتے دیکھ رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا۔

پھر وہ مردوں کی محفل میں واپس آیا لیکن محفل میں پہنچنے سے پہلے ٹھٹک گیا۔ وہ سری نگر اور اس کے اطراف میں معروف رہنے والے تمام بھارتی مخبروں کو جانتا تھا۔ ایسا ہی ایک مخبر وہاں مردوں کی محفل میں نظر آ رہا تھا۔

صمدو نے دلہن کے باپ کو اشارے سے اپنی طرف بلایا۔ پھر سرگوشی میں بولا "یہاں ایک بھارتی مخبر ہے۔ آپ اپنے مہمان پارس کے پاس جا کر چپ چاپ کہہ دیں کہ وہ ادھر میرے پاس آئے اور آفرین کو۔۔۔"

بزرگ نے کہا "پارس اور آفرین کی فکر نہ کرو۔ وہ میرے مہمان ہیں۔ ان کی حفاظت مجھ پر لازم ہے۔ تم جاسوس کی نشاندہی کرو۔"

وہ انگلی اٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے بولا "وہ جو الاؤ کے سامنے سفید اور نیلی دھاری والا کمبل لپیٹے بیٹھا ہے اس کا نام ہری داس ہے۔ وہ یہاں یقیناً ایک مسلمان کے سروپ میں آیا ہے۔"

بزرگ تھوڑی دیر تک اس جاسوس کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے رہے پھر بولے "میں اپنی بیٹی کی شادی میں خون خرابا نہیں کروں گا اور یہ بھی نہیں چاہوں گا کہ میرے مہمانوں پر آنچ آئے۔ تم پارس کے پاس جا کر بیٹھو میں اس جاسوس کا انت کرتا ہوں۔"

صمدو پارس کی طرف جانے لگا۔ بزرگ نے اپنے نوجوان بیٹے کو بلایا۔ پھر انہیں ایک طرف لے جا کر کچھ سمجھانے لگے۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں بیٹے ٹرے میں چھوٹی چھوٹی پلیٹیں لے کر آئے۔ ہر پلیٹ میں بھنے ہوئے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے رکھے ہوئے تھے۔ وہ ہر مہمان کے سامنے ایک پلیٹ اور قورمہ

ایک پیالی رکھتے جا رہے تھے۔ انہوں نے اس جاسوس کے سامنے بھی ایک پلیٹ اور ایک پیالی رکھی۔ بزرگ نے اٹھ کر کہا۔ "معزز مہمانو! آپ نے اتنی شدید سردی میں یہاں آ کر مجھے میزبانی کا موقع دیا ہے۔ بھنا ہوا گوشت اور گرما گرم قورمہ حاضر ہے۔ اس سردی میں آپ گائے کا گوشت کھائیں گے تو بدن میں حرارت پیدا ہوگی۔"

جاسوس ہری داس گوشت اٹھا کر کھانے ہی والا تھا' بزرگ کا آخری فقرہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے گوشت چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔ ہندو گائے کو گاؤ ماتا کہہ کر اُس کی پوجا کرتے ہیں۔ اس کا گوشت کھانا تو دور کی بات ہے اسے ہلاک بھی نہیں کرتے۔ اسے کوئی نقصان پہنچنے نہیں دیتے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ یہ ہماری اتنی بڑی دنیا گائے کے ایک سینگ پر ٹھہری ہوئی ہے۔ ایک گائے نے پوری دنیا کا توازن برقرار رکھا ہوا ہے۔ اس لیے وہ عقیدت سے ہر گائے کے ماتھے پر سندور لگاتے ہیں۔ گیندے کے پھولوں کی مالا پہناتے ہیں۔ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ گائے انہیں سینگ مارے کوئی بات نہیں' وہ گائے کو کبھی نہیں مارتے۔ اسی لیے کوئی ہندو کبھی گائے کا گوشت نہیں کھاتا۔ پھر بھلا جاسوس ہری داس کیسے کھا سکتا تھا؟

بزرگ نے پوچھا "کیوں نہیں کھاؤ گے' کیا تم مسلمان نہیں ہو؟"

"مسلمان تو ہوں مگر وہ۔ دراصل بات یہ ہے کہ میرے پیٹ میں کچھ گڑبڑ ہے۔ میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔"

"لیکن تم تو کھانے والے تھے۔ تم نے گوشت اٹھایا تھا اسے منہ تک لے جا رہے تھے۔"

"ہاں' مگر پھر خیال آگیا کہ پیٹ میں خرابی ہے۔ مجھے نہیں کھانا چاہیے۔"

"نہیں' تم نے یہ سن لیا تھا کہ یہ گائے کا گوشت ہے۔ ابھی لیے یہ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اب اس محفل میں حاضرین کو بتا دو کہ تم ہندو ہو یا مسلمان؟ مسلمان ہو تو گوشت کیوں نہیں کھاتے؟ ہندو ہو تو بن بلائے مسلمانوں کی محفل میں کیوں آئے ہو؟"

وہ بولا "بڑے میاں! تم بہت چالاک ہو۔ مجھ پر شبہ تھا تو چپ چاپ مجھ سے کہہ دیتے میں چلا جاتا۔"

"چپ چاپ چلے جاتے تو لال چوک کے مسلمانوں کو کیسے معلوم ہوتا کہ تمہاری بھارتی فوج وعدے کی خلاف ورزی کر رہی ہے۔ ہم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ لال چوک کے رہائشی علاقے میں فوج داخل نہیں ہوگی اور ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اس علاقے سے مجاہدین کبھی حملہ نہیں کریں گے۔ ہم ایک عرصے سے اپنے وعدے پر قائم ہیں۔ پھر تم لوگ یہاں کیوں گھس آئے ہو؟"

ہری داس نے کہا "ہمیں اطلاع ملی ہے کہ یہاں کچھ باغیوں نے پناہ لے رکھی ہے۔"

"وہ باغی نہیں مجاہدین ہیں۔ ہم مسلمان مہمان نواز ہیں۔ ہمارے دروازے پر جو آتا ہے۔ ہم دوست اور دشمن کی تمیز کیے بغیر اسے پناہ دیتے ہیں۔ مگر کسی مہمان کو یہ اجازت نہیں دیتے کہ وہ اس علاقے سے بھارتی فوج کے کسی جوان کو نقصان پہنچائے۔ اگر یہاں کوئی مجاہد موجود ہوتا تو تمہارے آگے گوشت کی پلیٹ نہ رکھی جاتی۔ وہ تمہیں گولی سے اڑا دیتا۔"

بزرگ کے جوان بیٹے نے کہا "تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ اس علاقے سے چلے جاؤ کیونکہ جاسوس کی حیثیت سے ظاہر ہو گئے ہو۔ اگر کوئی مجاہد تمہیں دیکھ رہا ہوگا تو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ہم یہاں شادی کے گھر میں خون خرابا نہیں چاہتے۔ پلیز' چلے جاؤ۔ ہمارے دو آدمی تمہیں اس علاقے سے باہر چھوڑ آئیں گے۔"

وہ کمبل اچھی طرح لپیٹتے ہوئے جانے لگا۔ دو مسلمان اس کے پیچھے جانے لگے۔ صمدو پارس کو بتا رہا تھا کہ دراصل اس نے ہندو مخبر کو پہچانا تھا۔ پھر بزرگ نے اپنی حکمتِ عملی سے اسے بے نقاب کر کے وہاں سے جانے پر مجبور کر دیا۔ پارس نے بزرگ کے پاس آ کر کہا "آپ جیسے کشمیری مہمان نواز پر آفرین ہے۔ آپ نے مہمان کو خبر نہیں ہونے دی اور اس کے دشمن کو میدان چھوڑ کر جانے پر مجبور کر دیا۔ میں آپ کے جذبۂ میزبانی کو سلام کرتا ہوں۔"

اسی علاقے میں دلہا والوں کے گھر میں اور گلی میں بھی بڑی رونق تھی۔ وہاں بھی خوب کھیل تماشے اور ناچ گانے ہو رہے تھے۔ وہاں بھی لوگوں نے پاشا کو بڑی گرم جوشی سے خوش آمدید کہا تھا اور اسے عزت سے اپنے درمیان بٹھایا تھا۔ ہومر نے مراد سے کہا "میں تھک گیا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں۔ میرا کہیں ٹھکانا بنا دو۔"

مراد نے کہا "میرے مکان میں آفرین اور پارس قیام کریں گے۔ چلو' تمہیں دوسرے گھر میں جگہ مل جائے گی۔"

وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔ پاشا وہاں تنہا رہ گیا۔ اس کے اطراف سب ہی اجنبی تھے۔ لیکن اتنی محبت اور عزت دے رہے تھے کہ بالکل اپنے لگ رہے تھے۔ عورتیں اور جوان لڑکیاں ادھر سے گزرتے وقت پاشا کو دیکھ کر ٹھٹک جاتی تھیں۔ وہ اپنے قد اور پہاڑ جیسی جسامت کے باعث پوری محفل میں نمایاں اور منفرد تھا۔ بیٹھے رہنے کے باوجود سب سے اونچا دکھائی دے رہا تھا۔

اس نے کشمیر کے حسن کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ اب کشمیر آکر آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہاں جو دوشیزہ نظر آ رہی تھی' اپنی مثال آپ لگ رہی تھی۔ کوئی گوری اور گلابی رنگت میں پھول کی طرح کھلی ہوئی تھی اور کوئی ناک نقشے میں تصویرِ حیرت نظر آ رہی تھی۔ پاشا انہیں دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کشمیر میں کیوں پیدا نہیں ہوا۔ خواہ مخواہ اتنی عمر یورپ اور امریکا میں ضائع کر دی۔

وہ کشمیری لباس میں تھا اور پارس کی ہدایت کے مطابق گونگا بنا ہوا تھا کیونکہ وہ کشمیری زبان نہیں جانتا تھا۔ اب یہ بے زبانی

اسے ناگوار لگ رہی تھی۔ سوچ رہا تھا کہ کشمیری حسینہ کو کیسے اپنی طرف متوجہ کرے۔ یوں تو سبھی آرمی تھیں اور بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ کر جا رہی تھیں۔ ایسے میں وہ کچھ بول کر ان سے لفٹ لے سکتا تھا۔

مگر کیسے بولتا؟ وہاں سب ہی مقامی زبان بول رہے تھے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو ملی جلی ہندی اردو زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ وہ کافی عرصہ دہلی میں رہ کر بڑی حد تک ہندی سمجھنے اور بولنے لگا تھا۔

وہاں مختلف میزوں پر طرح طرح کے کھانوں کی ڈشیں رکھ دی گئی تھیں۔ لوگ ان میزوں کے اطراف جا کر اپنی پسند کے کھانے پلیٹ میں لے کر گھومتے پھرتے کھا رہے تھے۔ پاشا بھی ایک پلیٹ اٹھائے ایسے حصے میں آیا جہاں عورتوں کی آمدورفت تھی۔ ایسے ہی وقت ایک لڑکی نے اسے مخاطب کیا "اے سنو!"

اس نے گھوم کر دیکھا۔ اس کمسن لڑکی کے ساتھ دو حسین عورتیں بھی کھڑی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک نے ہندی زبان میں کہا "ہم نے سنا ہے 'تم گونگے ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟"

پاشا نے مایوسی سے سر جھکا لیا۔ اسے غصہ آ رہا تھا۔ وہ ہندی زبان بول سکتا تھا۔ مگر گونگا بننے کے باعث ایک حسین عورت سے دو باتیں نہیں کر سکتا تھا۔

دوسری عورت نے کہا "بیچارہ' کیسا زبردست پہاڑ جیسا مرد ہے۔ مگر پہاڑ کے منہ میں زبان نہیں ہے۔"

وہ دونوں اس کے قد اور جسامت کی تعریفیں کرتی ہوئی اس کمسن لڑکی کے ساتھ چلی گئیں۔ اگر وہ باتیں کرتا تو یقیناً وہ نہ جاتیں۔ گفتگو کے بہانے اس کی ذات میں دلچسپی لیتی رہتیں لیکن ایک گونگے اور ایک دیوار سے کون سر پھوڑتا ہے اس لیے وہ چلی گئیں۔ اس کی خوراک بہت زیادہ تھی۔ پلیٹ خالی ہوئی تو اس نے مختلف کھانوں سے پھر اسے بھر لیا۔ ارادہ تھا کہ پھر اسی طرف جائے گا جہاں کمسن نہ کسی حسینہ کا دیدار ہوتا رہتا تھا۔ اسی وقت وہ ایک نہایت حسین عورت کو دیکھ کر چونک گیا۔

چونکنے کی کئی وجوہات تھیں۔ ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ کشمیری' ہندوستانی یا ایشیائی نہیں تھی۔ گرم اونی پتلون' سوئٹر اور فر والے کوٹ میں تھی۔ اونی ٹوپی سے جھانکنے والے بال سنہری اور آنکھیں نیلی تھیں۔ وہ کوئی مغرب کا شاہکار تھی۔ ایک طرف زنان خانے میں کشمیری حسن تھا' دوسری طرف مغربی اور دونوں طرف کا حسن کہہ رہا تھا۔

اُدھر جاتا ہے دیکھو' یا اِدھر پروانہ آتا ہے

پاشا کے چونکنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ پارس کی باتیں یاد آ گئی تھیں۔ پارس نے کہا تھا کہ ایک باڈی بلڈر پہلوان ایک ملکۂ حسن کو اغوا کر کے کشمیر لے گیا ہے۔ اس ملکۂ حسن کے ماں باپ بیٹی کی جدائی میں رو رو کر اندھے ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ جو جوانمرد اس باڈی بلڈر پہلوان کے شکنجے سے ان کی بیٹی کو چھڑا کر لائے گا۔ وہ اس حسین بیٹی کی شادی اسی جوانمرد سے کر دیں گے یہ سنتے ہی پاشا ثم ٹھونک کر کشمیر چلا آیا تھا۔

اس کے چونکنے کی تیسری وجہ یہ تھی کہ اس ملکۂ حسن کے ساتھ ایک قد آور باڈی بلڈر پہلوان نظر آ رہا تھا۔ اب پاشا کے لیے شبہ کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ اس کی کھوپڑی نے کہا 'یہی وہ ملکۂ حسن ہے جس کی تلاش میں یہاں آیا ہوں اور یہی وہ اغوا کا مجرم پہلوان ہے' جس کی گردن میرے ہاتھوں سے ٹوٹے گی۔

اب اللہ ہی ان دونوں پر رحم کرنے والا تھا۔ وہ باڈی بلڈر اپنے ہاتھوں میں ویڈیو کیمرا لیے ہوئے تھا۔ حسینہ کے ہاتھوں میں ایک ریکارڈر اور مائیکروفون تھا۔ وہ ٹوٹی پھوٹی ہندی میں بول رہی تھی۔ "میں اور میرا یہ فرینڈ آپ کا کشمیر میں آنا ہیں۔ آپ کا کلچر دیکھنا مانگتے ہیں۔ آپ کو آبجیکشن نہیں ہونے سے ہم اس فنکشن کو پکچرائز کریں گے۔"

ان سے کہا گیا کہ کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ وہ ویڈیو فلم بنا سکتے ہیں۔ باڈی بلڈر ایک ماسٹر لائٹ تان کر کے ویڈیو کیمرا آپریٹ کرنے لگا۔ وہ حسینہ مائیکروفون اپنے منہ کے قریب رکھ کر انگریزی زبان میں کہنے لگی "ابھی ہم سری نگر کے ایسے علاقے میں ہیں' جس کا نام لال چوک ہے۔ یہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے۔"

وہ انگریزی بولتے بولتے اچانک عبرانی زبان میں بولنے لگی۔ "یہ لال چوک کشمیری مسلمانوں کی سیاسی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ تحریکِ آزادی کے مجاہدین' جنہیں ہم باغی کہتے ہیں' وہ اکثر اس علاقے میں آ کر پناہ لیتے ہیں۔ یہ شناخت نہیں ہو پاتی کہ کون پُرامن شہری ہے اور کون باغی ہے۔ یہ بھارتی فوجیوں پر جوابی حملہ کرتے ہیں پھر کہیں گم ہو جاتے ہیں۔"

پاشا ابھی ان کی نگاہوں میں نہیں آیا تھا۔ وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ حسینہ انگریزی زبان میں کمنٹری کرتے کرتے اچانک عبرانی کیوں بول رہی ہے؟

علم الابدان کا ماہر یہودی جافری ہیرالڈ اس کا استاد تھا۔ پاشا نے اس سے عبرانی زبان سیکھی تھی۔ حسینہ جو کہہ رہی تھی' اسے وہ سمجھ رہا تھا لیکن یہ سازش نہیں سمجھ رہا تھا کہ حکومتِ اسرائیل کے لیے وہ ویڈیو رپورٹ تیار کی جا رہی ہے۔ جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے اور جہاں مجاہدین کو کھانا' پانی' ہتھیار اور پناہ ملتی ہے۔ وہاں کے علاقوں کی ایک ایک گلی اور اہم مقام کی فلم رپورٹ وہ حسینہ تیار کر رہی تھی۔

پاشا سوچنے لگا۔ یہ حسینہ بمبئی شہر سے اغوا کی گئی تھی۔ پھر عبرانی کیسے بول رہی ہے۔ پارس بھائی نے یہ نہیں بتایا تھا کہ ملکۂ حسن یہودی ہے۔ کوئی بات نہیں یہودی ہے تو کیا ہوا' اسے سیٹ آئرن مین کے پنجے سے چھڑانا اور اس سے شادی کرنا میرا اخلاقی فرض ہے۔

حسینہ کمنٹری کرتے کرتے پاشا کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ اپنے ساتھی سے بولی "اس پہاڑ کو پکچرائز کرو۔ وہاٹ اے ہورریبل اینڈ فینٹاسٹک مین ہی از۔"

اس کے ساتھی نے پاشا کی طرف کیمرے کا رخ کیا۔ وہ عبرانی میں بولنے لگی "ہمیں غلط رپورٹ دی گئی ہے کہ کشمیری مسلمان غریب اور جسمانی طور پر کمزور ہوتے ہیں۔ آپ اسکرین پر ایک قد آور مسلمان کو دیکھ رہے ہیں۔ میں نے سری نگر میں پانچ کروڑ دوسرے کشمیریوں کو دیکھا ہے۔ اگرچہ وہ ایسے پہاڑ نہیں ہیں مگر صحت مند اور مضبوط جسم کے مالک ہیں۔ بھارتی فوجی اس خوش فہمی میں رہتے ہیں کہ وہ کمزور کشمیریوں کو کچل رہے ہیں۔ اس خوش فہمی میں وہ توانا اور حوصلہ مند مجاہدین سے پسپا ہوتے رہتے ہیں۔"

وہ پاشا کے ذرا قریب آ کر بولی "اب میں اس پہاڑ سے ایسے سوالات کر رہی ہوں جس کے جواب سے کشمیری مسلمانوں کی اصل صورت واضح ہو سکتی ہے۔"

پھر اس نے پاشا سے پوچھا "میں ہندی نہیں بولنے سکتے ہیں' کیا تم انگریزی جانتے ہیں؟"

وہ خاموشی سے اس کے حسن و شباب کو دیوانہ وار دیکھ رہا تھا۔ ایک شخص نے کہا "یہ گونگا ہے۔"

پھر حسینہ کو اشارے سے سمجھایا گیا' وہ بولی "آہ بیچارہ گونگا ہے۔ خدا نے اسے اس قدر مردانہ وجاہت دے کر اس سے زبان چھین لی ہے۔"

اپنی مردانہ وجاہت کی بات آئی تو اس نے حسینہ کو متاثر کرنے کے لیے کچھ بولنا چاہا پھر منہ کھول کر چپ رہ گیا۔ حسینہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے اپنے ساتھی سے عبرانی میں بولی "دنیا کے ہر ملک میں تحریکِ آزادی ہو یا باغیانہ تحریک ہو۔ ہر تحریک کے پیچھے خواتین ضرور ہوتی ہیں۔ اب ہم مکان کے اندر جا کر کشمیری عورتوں کو پکچرائز کریں گے اور ان سے سوالات کے ذریعے اگلوائیں گے کہ وہ پس پردہ رہ کر کشمیری مجاہدین کے کس طرح کام آتی ہیں۔ ان کے ہمدرد اور ہیرائن آف ایکشن پر نظر رکھنے کے بعد ہی ان کی تحریک کو آسانی سے کچلا جا سکتا ہے۔"

وہ اپنے ساتھی کے ساتھ زنان خانے میں جا رہی تھی۔ پاشا ایک جگہ بیٹھ کر سوچنے لگا۔ یہ تو معاملہ ہی کچھ اور ہے۔ یہ حسینہ تحریکِ آزادی کو کچلنے کی بات کر رہی ہے۔

میں جس کی تلاش میں آیا ہوں' یہ وہ ملکۂ حسن نہیں ہے اگر وہ ہوتی تو اغوا کیے جانے پر اعتراض کرتی رہتی' یوں دستاویزی فلم بنانی نہ پھرتی۔ یہ کوئی اور ہے۔ مگر یہ بھی ملکۂ حسن ہے۔ اس پر بھی دل آ گیا ہے۔ میں کیا کروں؟ اگر اس باڈی بلڈر نے اسے اغوا نہیں کیا ہے تو کیا میں اسے اٹھا کر کہیں لے جاؤں؟

عقل نے سمجھایا 'ایسی الٹی سیدھی باتیں سوچنے سے بہتر ہے کہ حسینہ کی آواز پر توجہ دی جائے اور ان دونوں کی گفتگو سنی جائے۔ وہ وہاں سے اٹھ گیا کیونکہ وہاں کافی لوگ تھے۔ دور کی گفتگو سننے کے لیے وہ تمامی چاہتا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس مکان کے وسیع و عریض احاطے سے باہر آیا۔ گلی کے ایک موڑ پر ایک بڑی سی ویگن کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ حسینہ اپنے ساتھی کے ساتھ اسی گاڑی میں آئی تھی۔

وہ تاریکی میں کھڑی ہوئی گاڑی کے پاس آ کر رک گیا۔ تاریکی اور کہر کی دھند میں قریب کی چیز بھی واضح طور سے دکھائی نہیں دیتی تھی لیکن اسے گاڑی کے اندر کی ہر چیز صاف طور سے نظر آ رہی تھی۔ وہاں کھانے پینے کی کچھ چیزیں' بند ڈبوں میں پیک کی ہوئی رکھی تھیں۔ ایک چھوٹی 'اٹیچی' ایک بڑا سوٹ کیس تھا۔ کچھ ویڈیو فلمیں تیار کرنے کا سامان رکھا ہوا تھا۔ دو سیٹوں کے نیچے سے کلاشنکوف اور سیون ایم ایم کی رائفلیں جھانک رہی تھیں۔ ایک اور سیٹ کے نیچے پلاسٹک کا بڑا سا بیگ تھا۔ جس میں یقیناً اہم چیزیں رکھی ہوں گی۔

پاشا نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا کہ وہ دونوں اسرائیلی ایجنٹ ہیں۔ وہاں دستاویزی فلمیں بنانے والوں کے بھیس میں آئے ہیں۔ پورے کشمیر کا سروے کرنے والے ہیں۔ بھارت کے تعاون سے ایسے مقامات کی فلمیں تیار کر رہے ہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے اور جہاں مجاہدین کی آمدورفت ہے۔

اگر وہ گاڑی کسی دوسری جگہ ہوتی تو وہ اس پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دیتا۔ وہاں آس پاس مسلمانوں کے مکانات تھے۔ گاڑی کی آگ سے دوسرے مکانوں کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ پھر وہاں کی مسلمان آبادی پر الزام آتا کہ انہوں نے غیر ملکی مہمانوں کی گاڑی جلا دی ہے۔

وہ وہاں سے چلا آیا۔ شادی والے گھر کے احاطے میں آ کر وہ ایک چھت کے نیچے کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر حسینہ کی آواز پر توجہ دینے لگا۔ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہی تھی "یہ کشمیری عورتیں دیکھنے میں ناداں سی لگتی ہیں مگر بڑی چالاک ہیں۔ میں نے گھما پھرا کر کتنے سوالات کیے لیکن انہوں نے اپنے جوابات سے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ ادھر مجاہدین آیا کرتے ہیں۔"

اس کے ساتھی نے کہا "ان کے مکانوں میں کمروں کے اندر کمرے اور چھپانچیں بنی ہوئی ہیں۔ یہاں چھپنے والوں کو ڈھونڈنا بہت مشکل ہوتا ہوگا۔"

وہ دونوں زنان خانے سے نکل کر مکان کے بیرونی حصے میں آئے۔ حسینہ ایک جگہ رک کر دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ ساتھی نے پوچھا "کیا دیکھ رہی ہو؟"

"وہ پہاڑ نظر نہیں آ رہا ہے؟"

"اس! تمہاری یہ عادت بری ہے کسی مجرے مرد کو دیکھ کر پھسل جاتی ہو۔"

83

"تمہیں میری عادت پر تنقید کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تم صرف یہ دیکھو کہ میں کامیابی سے فرائض انجام دیتی رہتی ہوں۔"

"تمہارے ایسے عاشقانہ انداز نے کام میں کبھی رکاوٹ بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ پچھلے ہفتہ جب ہم ایران میں تھے' تو تم ایک ایرانی پہلوان پر مرمٹی تھیں' اگر میں اس سے مقابلہ کرکے اسے ہلاک نہ کرتا تو وہ اپنے امام کو بتادیتا کہ ہم اسرائیلی جاسوس ہیں۔"

"مجھے پتا ہے کہ تم زبردست بھی ہو اور خطرناک بھی۔ تمہاری گرفت میں آنے والا زندہ نہیں بچتا مگر اس گونگے پہلوان سے چھیڑ نہ کرنا۔ وہ تم سے ٹکرا ہے۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ وہ گونگا نہیں ہے۔"

وہ بولا "یہ بات مجھے بھی کھٹک رہی ہے۔ میں نے بارہا آزمایا ہے کہ تمہاری چھٹی حس جو کہتی ہے وہ بات درست نکلتی ہے۔ وہ یقیناً کشمیری باغی ہے۔ بھارتی فوج سے چھپنے کے لیے یہاں پناہ لے رہا ہے۔"

"تمہارا اندازہ غلط ہے' میری پیش گوئی یاد رکھو' وہ کشمیری نہیں ہے۔ یہاں کی زبان نہیں جانتا ہے۔ اس لیے گونگا بنا ہوا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"میرے گاڈ نے مجھے اس قدر پُرکشش بنایا ہے کہ میں نظربازی کرنے والوں کی آنکھیں پڑھ لیتی ہوں۔ وہ میرے حسن اور شباب سے متاثر ہو کر تھوڑی دیر پہلے کچھ بولنا چاہتا تھا۔ پھر چپ ہی رہا۔ میں نے بھی اسے نظرانداز کردیا۔"

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ اس کی زبان کھلوانے سے اس کی اصلیت معلوم ہوجاتی۔"

میزبان نے انہیں قہوہ پیش کیا تھا۔ دونوں پی رہے تھے اور عبرانی میں بول رہے تھے۔ میزبان کشمیری یہ زبان نہیں سمجھ رہے تھے۔ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ یہ عبرانی زبان ہے اور وہ دونوں یہودی ہیں۔

ارینا نے کہا "میں نے اسے بولنے پر مجبور نہیں کیا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ میرے پاس آئے گا' میں اپنے دیوانوں کو خوب پہچانتی ہوں۔"

"ارینا! بہت زیادہ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی وہ یہاں سے جاچکا ہے۔"

"شرط لگاؤ۔ اگر وہ آئے گا تو میں اسے اپنے کمرے میں لے جاؤں گی۔"

"میں تمہاری نیت کو خوب سمجھتا ہوں۔ تم اس کے ساتھ ضرور وقت گزارو گی۔ میں تم سے بیزار ہوگیا ہوں۔"

"میری نیت کو نہ دیکھو۔ یہ سمجھو کہ میں تنہائی میں گونگے کو بولنے پر مجبور کردوں گی۔"

"اگر تم میری بیوی ہوتیں تو تمہیں الٹا لٹکا کر پٹائی کرتا یا تمہیں طلاق دے دیتا مگر مجبوری ہے' تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ ہم سرکاری فرائض ایک دوسرے کے تعاون سے ادا کرتے آرہے ہیں۔ آئندہ میں تمہارے ساتھ کسی مشن پر کام نہیں کروں گا۔"

پاشا یہ سن رہا تھا کہ وہ تنہائی میں اس کی زبان کھلوانا چاہتی ہے۔ اس کے باوجود اُس کی عیاری پر دھیان نہیں دے رہا تھا۔ سارا دھیان اس کے جادوئی بدن کی طرف تھا۔ یہ خیال گدگدا رہا تھا کہ وہ پہلے ہی اس سے تنہائی میں ملنے کا ارادہ کیے بیٹھی ہے۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر شامیانے میں آیا' جہاں وہ اپنے ساتھی اور مہمانوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے قہوے کی خالی پیالی میز پر رکھ کر پاشا کو دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں تو وہ مسکرائی۔ یہ بھی مسکرانے لگا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بڑے ناز و انداز سے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ پھر بولی "مجھے افسوس ہے کہ تم بول نہیں سکتے۔ مگر اشاروں کی زبان سمجھ سکتے ہو۔ کیا مجھ سے دوستی کروگے؟"

ارینا نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے ندیدوں کی طرح دونوں ہاتھوں میں اس کا ہاتھ لے لیا۔ وہ بولی "میں نے جب سے تمہیں دیکھا ہے' یہ دل تمہاری طرف کھنچا جارہا ہے۔"

پاشا کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ احمقانہ انداز میں ہاں ہاں کے طور پر سر ہلا رہا تھا۔ وہ بولی "میں یہاں ایک فوراسٹار ہوٹل میں ہوں۔ کیا میرے ساتھ چلوگے؟ میں اپنی گاڑی میں تمہیں واپس پہنچادوں گی۔"

وہ پھر ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگا۔ وہ اپنے ساتھی کی طرف ہاتھ ہلا کر بولی "ہیری! میں نے کشمیری جوان کو دوست بنائے ہیں۔ یہ میرے ساتھ ابھی جائیں گے۔ پھر ہم اس کو ادھر میں واپس ڈراپ کردیں گے۔"

اس نے یہ بات ہندی میں کہی تاکہ سب ہی سن لیں۔ میزبان نے قریب آکر پاشا سے کہا۔ "برادر! تم ہمارے مہمان ہو۔ تمہیں مراد علی ہمارے پاس چھوڑ گیا ہے۔ ہم اسے کیا جواب دیں گے؟"

وہ اشاروں کی زبان میں بولا "اطمینان رکھو۔ میں واپس آجاؤں گا۔"

وہ ارینا کا ہاتھ تھام کر اُس کے ساتھ چلتا ہوا گاڑی کے پاس آگیا۔ ارینا کا ساتھی ہیری اسے ناگواری سے دیکھتا ہوا اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ وہ پاشا کے ساتھ گاڑی کے پچھلے حصے میں چلی گئی۔ دروازے بند ہوگئے پھر وہ گاڑی وہاں سے چل پڑی۔

یہ پاشا کی تلوّن مزاجی تھی کہ وہ کہیں ایک جگہ ٹک کر نہیں رہتا تھا۔ اپنی بیوی مریم سے دور بھاگتا رہتا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے سے اسے آفر ملی تھی کہ وہ آئے اور ادارے کے اصولوں کا پابند رہ کر انسانیت کی خدمت کرے لیکن اس بدبخت نے عاقبت سنوارنے والی وہ پیشکش قبول نہیں کی۔ سونیا ٹائی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو جناب تیزی صاحب نے کہا "بیٹی! اسے آزاد چھوڑ دو۔ اس کے مقدر میں گمراہی اور خواری ہے۔"

پھر یہی ہوا۔ ٹائی نے اسے آزاد کیا تو وہ شی تارا کے دام میں آگیا۔ کچھ عرصہ اس کا غلام بنا رہا پھر وہاں سے بھی زنجیریں توڑ کر نکل گیا۔ اس کے بعد پارس اسے قابو میں کرکے کشمیر لے آیا۔ اگر پارس کی موجودگی میں ارینا آتی تو وہ پاشا کو ہنسنے نہ دیتا۔ اسے چکر دے کر ارینا کے سحر سے نکال دیتا۔

اسے کنٹرول کرنے والا نہیں تھا۔ اس لیے وہ ہوس کا مارا اس کے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں پہنچ گیا۔ ہیری کا کمرا دوسرا تھا۔ وہ وڈیو کیمرا ارینا کے کمرے میں رکھتا ہوا بولا۔ "جتنی جلدی ممکن ہو' اس گدھے کی اصلیت معلوم کرو۔ اگر یہ کام کا آدمی ہوا تو اچھی بات ہے ورنہ اسے بھگادو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے پیچھے دوسرے لگے ہوں اور وہ سب ہمارے پیچھے پڑجائیں۔"

ارینا نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ پھر پاشا کے پاس آکر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم نے پہلی ہی نظر میں مجھے بے چین کردیا ہے۔ تم مجھے محسوس کررہے ہو کہ میں آگ ہوں۔ میری آگ میں جلنا چاہتے ہو تو پکے دوست بن جاؤ۔ مجھ سے خود کو نہ چھپاؤ۔ اپنی زبان کھولو۔"

وہ بولنے کے دوران ایسی شرارتیں کررہی تھی کہ وہ پیدائشی گونگا ہوتا' تب بھی بول پڑتا۔ وہ عبرانی زبان میں بولا "میری جان! تم سر سے پاؤں تک قیامت ہو۔ میں تمہارے سامنے ریکارڈ کی طرح بولتا رہوں گا۔"

وہ چونک کر بولی "تم ہماری زبان جانتے ہو؟ اوہ گاڈ! پھر تو ہم میں سے ہو۔ سچ بولو کون ہو تم؟"

"تمہارا عاشق ہوں۔ دیوانہ ہوں۔ تم رشوت دیتی رہو' میں بولتا رہوں گا۔"

"رشوت کی کیا بات ہے؟ میں تمہاری ہوں۔ یہ جسم تمہارا ہے۔ تم میرے ہو۔ اس لیے اصلیت نہیں چھپاؤ گے۔"

"میں نے اپنے ساتھی ہیری سے کہا تھا کہ تنہائی میں میری زبان کھلواؤں گی۔ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تم اپنی رشوت پیش کررہی ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی "تم کیسے جانتے ہو کہ میں نے ہیری سے ایسی بات کہی تھی۔ کیا تم ہمارے قریب چھپے ہوئے تھے؟"

"نہیں' میں بہت دور تھا اور تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ تم یقین نہیں کروگی لیکن میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کروں گا تو حیران رہ جاؤ گی۔"

"تو پھر مجھے حیران کردو۔ مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا بنالو۔"

"پہلے ہم محبت کریں گے۔ پھر باتیں کریں گے۔"

وہ الگ ہوگئی۔ اس سے دور جاکر بولی "تم عورت کو اتنا نہیں جانتے ہو۔ میں تمہیں عقل سکھاتی ہوں۔ عورت اس سے متاثر ہوتی ہے' جو غیر معمولی ہوتا ہے لہٰذا پہلے غیر معمولی صلاحیتوں سے مجھے متاثر کرو۔"

وہ فخر سے سینہ تان کر بولا "میں غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل ہوں۔ ہزاروں میل دور کی آوازیں کسی آلے کے بغیر سن لیتا ہوں اور گہری تاریکی میں ہر چیز کو صاف طور سے دیکھ لیتا ہوں۔"

وہ بے یقینی سے بولی "اگر میں کمرے کی تمام لائٹس بجھادوں تو تم مجھے دیکھ سکو گے؟"

"سوئچ بورڈ کو آنچ کیا ہے؟ بجھا کر دیکھ لو۔"

اس نے سوئچ بورڈ کے پاس آکر تمام لائٹس بجھادیں۔ کمرے میں ایسی گہری تاریکی چھاگئی کہ وہ خود اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ پاشا نے کہا "تم سنبھل سنبھل کر میرے بائیں جانب صوفے کے پاس جارہی ہو۔ ٹھہرو۔ رک جاؤ۔ ورنہ صوفے سے ٹکرا جاؤ گی۔"

وہ رک گئی۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کیا۔ پاشا نے کہا "تم اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر ایک انگلی دکھا رہی ہو۔ اور اب تین انگلیاں دکھا رہی ہو۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی "اوہ گاڈ! تم تو بڑے باکمال ہو۔ اب بتاؤ میں کیا کررہی ہوں؟"

وہ بولا "تم نے میری طرف اپنی پشت کی ہے۔ اب اپنے بلاؤز کی زپ نیچے سرکا رہی ہو۔"

"ذرا غور سے دیکھ کر کچھ اور بتاؤ۔"

"غور سے دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تمہاری پشت پر ایک ننھا سا سیاہ تل ہے۔"

وہ تاریکی میں دونوں بانہیں پھیلا کر بولی "ہائے میں تم پر قربان جاؤں۔ تم میرے اتنے کام کے آدمی ہو کہ اب میں زندگی بھر تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔"

پاشا نے آکر اسے بازوؤں میں اٹھالیا۔ ایک حسینہ اس کی دیوانی ہو رہی تھی۔ وہ خود کو فاتح اعظم سمجھ کر خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ اس نے سوئچ بورڈ کے پاس آکر لائٹس آن کردیں۔ وہ گلے کا ہار بن رہی تھی اور پاشا کھوپڑی سے باہر ہوتا جارہا تھا۔

اس نے بستر کے سرہانے رکھے ہوئے ٹیلیفون کے پاس اسے پہنچایا پھر کہا "تم فون پر ہیری سے باتیں کرو۔ میں باتھ روم میں جاکر دروازے کو اندر سے بند کرلوں گا۔ جب تم فون بند کروگی تو میں باتھ روم سے نکل کر بتاؤں گا کہ ہیری تم سے فون پر کیا کہہ رہا تھا۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ پاشا نے باتھ روم کے دروازے پر پہنچ کر کہا "ہیری کو میری غیر معمولی صلاحیتوں کے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ میں اسے رازدار نہیں بناؤں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "تم میرے لیے بہت بڑا سرمایہ ہو۔ میں تمہیں ساری دنیا سے چھپا کر رکھوں گی۔"

اس نے باتھ روم کے اندر آکر دروازے کو بند کرلیا۔ وہاں

ایک دیوار سے ٹیک لگا کر ارینا کی آواز پر توجہ دیتا رہا اور فون پر ہونے والی گفتگو سنتا رہا۔ ہیری پوچھ رہا تھا "ہیلو تم نے بڑی جلدی فون کیا ہے۔ کیا اسے بھگا دیا ہے؟"

"نہیں' وہ باتھ روم میں گیا ہے۔ تمہیں صرف یہ بتانے کے لیے فون کر رہی ہوں کہ میرا خیال درست نکلا۔ وہ گونگا نہیں ہے۔ یورپ کے کسی ملک کا باشندہ ہے۔"

"تم نے اس سے کیوں نہیں پوچھا کہ کس ملک سے اس کا تعلق ہے اور وہ کیوں گونگا بنا ہوا ہے۔"

"میں ساری باتیں معلوم کرلوں گی۔ تم کیا کر رہے ہو؟"

"ابھی جو ویڈیو فلم تیار کی تھی۔ اسے اسکرین پر دیکھ رہا ہوں۔ تم اسے کب تک بھگاؤ گی؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ ہو سکتا ہے' میں خود اس کے ساتھ بھاگ جاؤں۔"

"ایسی حماقت نہ کرنا۔ میں اس پیاڑ کو ریزہ ریزہ کر کے اس کا ملبہ ہوٹل کے باہر پھینک دوں گا۔"

"اچھا زیادہ ڈینگیں نہ مارو۔ میں اب صبح فون کروں گی۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ پاشا نے باتھ روم سے باہر آ کر کہا "تمہارا وہ سینڈو ساتھی مجھ پیاڑ کو ریزہ ریزہ کر کے میرا ملبہ ہوٹل کے باہر پھینک دے گا۔"

وہ حیرانی سے اٹھ کر بولی "واقعی وہ بالکل یہی کہہ رہا تھا۔"

وہ ہیری کی دوسری باتیں بھی بتانے لگا۔ وہ دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی۔ حیرت ئے مسرت سے کہنے لگی۔ "بائی گاڈ' تم دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو' تمہیں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے کام لینا نہیں آتا۔ میں تمہارے ذریعے ساری دنیا میں تہلکہ مچا دوں گی۔ پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ کہ یہاں کیا کرتے پھر رہے ہو۔ پھر میں تمہیں سمجھاؤں گی کہ تمہیں کیا کرنا چاہئے۔"

اس نے پیاڑ کو دھکا دے کر بستر پر گرا دیا۔ پیاڑ دو طرح سے گرتا ہے' زلزلے سے یا عورت سے۔ اور جب گر جاتا ہے تو پھر وہ پیاڑ نہیں رہتا۔

دوسرے کمرے میں ہیری کھلی ہوئی کھڑکی کے پاس کھڑا ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہہ رہا تھا "میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ارینا کے ساتھ کام نہیں کروں گا۔ مجھے کوئی مرد ساتھی دیا جائے یا پھر مجھے واپس بلا لیا جائے۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "آخر بات کیا ہو گئی؟ کیا ارینا نااہل ہے؟ کوئی کام بگاڑ رہی ہے؟"

"میں اس کی نااہلی کی شکایت نہیں کر رہا ہوں۔ وہ نہایت ذہین اور تیز طرار ہے۔ جس کام میں ہاتھ ڈالتی ہے' اس میں کامیابی حاصل کرتی ہے لیکن وہ کبھی کبھی مسائل بھی پیدا کر دیتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ کیسی جذباتی عورت ہے۔"

"ہم ارینا کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ وہ جذبات میں بہنے کے دوران بھی کوئی کارنامہ دکھا دیتی ہے۔ ہمیں یہ بتاؤ' وہ ہمارے محسن کو کیا نقصان پہنچا رہی ہے؟"

"وہ ایک ایسے شخص کو اپنے کمرے میں لے گئی ہے' جو نہایت پُراسرار ہے' وہ ایک گونگے کشمیری کے بھیس میں تھا۔ ظاہر ہے' وہ اکیلا نہیں ہو گا۔ اس کے آگے پیچھے کچھ اور پُراسرار لوگ ہوں گے جو اس ہوٹل تک آ چکے ہوں گے اور آئندہ ہمارے لیے مسائل پیدا کریں گے۔"

"تم کمرے سے باہر جاؤ اور دیکھو کہ تمہارا شبہ کس حد تک درست ہے؟ کیا مشکوک افراد تم دونوں کی نگرانی کر رہے ہیں؟ اگر ایسا ہو گا تو ہم ارینا سے پوچھیں گے کہ وہ ایسا خطرہ کیوں مول لے رہی ہے؟"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ ہیری نے ناگواری سے ٹرانسمیٹر کو دیکھ کر اسے آف کر دیا۔

رات گزرنے ہی والی تھی۔ چار بج چکے تھے۔ ایک آدھ گھنٹے کے بعد تاریکی چھٹنے والی تھی۔ صبح کا نور پھیلنے والا تھا۔ شی تارا کی نیند اڑی ہوئی تھی۔ اسے امید تھی کہ لال چوک کے کسی مکان سے جلد ہی پارس کو گرفتار کر لیا جائے گا لیکن ابھی تک ایسی کوئی خوشخبری نہیں مل رہی تھی۔

اس نے ایک مخبر کے پاس آ کر پوچھا "تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ ایک چھوٹے سے علاقے میں مطلوبہ شخص کی نشاندہی ہو چکی ہے اور وہاں سے تم اس شخص کو برآمد نہیں کر رہے ہو؟"

"میڈم! میں نے سراغ لگایا تھا کہ مراد علی نام کا ایک شخص اپنے مکان میں ایک عورت اور چار مردوں کو مہمان بنا کر لایا ہے۔ میں ادھر گیا تو کوئی نہیں تھا۔ اس مکان کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ میں پورے رہائشی علاقے میں گشت کر رہا ہوں لیکن ان کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔"

وہ دوسرے مخبر کے پاس آئی۔ وہ بولا "میڈم! میں شادی والے ایک گھر میں مسلمان بن کر گیا لیکن انہوں نے میرے سامنے گائے کا گوشت رکھا تو میں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ میرا بھید کھل گیا۔ انہوں نے وارننگ دی کہ میں اس علاقے سے نہ گیا تو ـــ"

وہ بات کاٹ کر بولی "تو وہ گولی مار دیں گے اور تم دُم دبا کر بھاگ آئے۔"

"میڈم! لال چوک کے مسلمان پُرامن رہتے ہیں اور بھارتی فوج سے تعاون کرتے ہیں۔"

"ایسے تعاون کرتے ہیں کہ باغیوں کو اپنے گھروں میں چھپا کر رکھتے ہیں؟"

"جب کوئی باغی ان کے گھروں سے پکڑا جائے گا' تب انہیں الزام دیا جائے گا۔ فی الحال سری نگر میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے لال چوک کے مسلمانوں کو پُرامن شہری کہنا ہی پڑے گا۔"

شی تارا اُدھر سے مایوس ہو کر ایک مخبر عورت کے پاس آئی۔ وہ ایک شادی والے گھر میں تھی اور خواتین کی محفل میں تانڑے کی کوشش کر رہی تھی کہ یہاں وہ کشمیری عورت کون ہے' جو چار باغیوں کے ساتھ آئی ہے۔"

عورتیں پیٹ کی ہلکی ہوتی ہیں۔ ایک کے کان سے دوسری کے کان تک ہوتی ہوئی یہ بات جاسوسہ کے کان تک پہنچی کہ وہ جو سرمئی رنگ کے لباس میں حسین عورت بیٹھی ہے' وہ کہیں باہر سے آئی ہے اور اس کے ساتھ ایک مرد ہے' جو مردوں کی محفل میں موجود ہے۔

شی تارا نے جاسوسہ سے کہا "اس کشمیرن کے پاس جاؤ اور اس سے باتیں کرو۔ یہ تصدیق کرو کہ اس کا نام آفرین ہے اور اس کے ساتھ جو آیا ہے' اس کا نام پارس ہے۔"

جاسوسہ آفرین کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ پھر کان کے قریب بولی۔ "برادر پارس نے کہا ہے' اگلی گلی میں ایک جاسوس اور چار فوجی آئے ہوئے ہیں۔ تم چپ چاپ پچھلی گلی میں جاؤ۔ پارس ادھر آ رہا ہے۔"

آفرین نے پریشان ہو کر پوچھا "پچھلی گلی کدھر ہے؟"

"میرے ساتھ چلو۔ میں پہنچا دوں گی۔"

وہ جاسوسہ کے ساتھ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر وہاں سے جانے لگی۔ شی تارا نے پوری طرح تصدیق کر لی کہ وہ آفرین ہے تب ہی پارس کی ہدایت پا کر پچھلی گلی کی طرف جا رہی ہے۔

وہ پارس کی دشمن تھی مگر جان لینا نہیں چاہتی تھی۔ اسے گرفتار کرانے کے بعد اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کر کے اسے اپنے زیر اثر رکھنا چاہتی تھی لیکن آفرین سوکن تھی۔ اسے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ آفرین اور پارس کے ساتھ کس طرح سلوک کرنا چاہئے۔

صمد ایک عجیب دیوانہ تھا۔ اسے مردوں کی محفل میں سکون نہیں مل رہا تھا۔ وہ بار بار اس حصے میں آتا تھا۔ جہاں خواتین شادی کی خوشیاں منا رہی تھیں۔ وہ ایک طرف کھڑا رہ کر آفرین کو دیکھتا رہتا تھا۔ وہ بہار آفرین تھی۔ اسے دیکھتے رہنے سے صمد کے دل میں بہار کے جھونکے آتے رہتے تھے۔

اس بار آ کر اس نے دیکھا تو چونک گیا۔ آفرین اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک عورت کے ساتھ کہیں جا رہی تھی۔ وہ وہاں کے تمام جاسوس مردوں اور عورتوں کو پہچانتا تھا۔ وہ آفرین کے ساتھ شامیانے کے سائے میں چلتی ہوئی اسے مکان کے پچھواڑے لے جا رہی تھی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا مردانہ محفل سے گزرتا ہوا مکان کے دوسری طرف سے پچھلی گلی کی طرف جانے لگا۔

پارس میزبان کے رشتے داروں کے درمیان بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ اس کی نظر صمد پر گئی۔ وہ جس انداز میں تیزی سے جا رہا تھا اس سے اُس کی بدحواسی اور پریشانی عیاں تھی۔ وہ بھی میزبان سے معذرت چاہتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

جاسوسہ آفرین کو ساتھ لے کر پچھلی گلی میں آ گئی۔ گلی دور تک ویران تھی۔ آفرین نے پوچھا "پارس کہاں ہے؟"

وہ اچانک ریوالور نکال کر ایک قدم پیچھے گئی پھر اسے نشانے پر رکھ کر بولی "میں تم سے پوچھتی ہوں کہ پارس کہاں ہے اور یہاں کس بھیس میں ہے؟"

آفرین نے اسے حقارت سے دیکھ کر پوچھا "اچھا تو تم موت کی دھمکی دے کر میری جان کا پتا پوچھ رہی ہو۔"

جاسوسہ کی زبان سے شی تارا بول رہی تھی۔ "تو اسے اپنی جان کہہ رہی ہے' گولی چلے گی۔ تو تیری جان نکل جائے گی۔"

آفرین نے کہا "اس کے بعد تو کسی سے اس کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکے۔"

"جب گولی چلنے کی آواز دور تک جائے گی تو تیری لاش کے پاس بہت سے لوگوں کے ساتھ تیرا یار بھی یہاں آئے گا۔ جو تیری لاش کے ساتھ زیادہ اپنائیت کا اظہار کرے گا' وہی پارس ہو گا۔"

وہ پریشان ہو گئی کہ مرنے کے بعد بھی اس کے محبوب کا سراغ مل جائے گا۔ شی تارا نے ہنستے ہوئے کہا "تیری موت یقینی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ پارس کی آنکھوں کے سامنے تجھے گولی ماروں اور اس ہرجائی اور خود غرض کو یہ جتا دوں کہ وہ مجھ سے دغا کر کے کسی بھی حسینہ کے ساتھ سکون سے نہیں رہ سکے گا۔"

آفرین نے کہا "اچھا اب سمجھی۔ تم شی تارا ہو۔ یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے کہ مجھے سوکن سمجھ کر مارنے آئی ہو' اس طرح یہ تسلیم کر رہی ہو کہ میں پارس کی چہیتی ہوں۔"

"جو شٹ اپ! ابھی ساری بہادری ختم ہو جائے گی۔ اگر تم چاہتی ہو کہ گولی کھا کر پارس کی آغوش میں دم توڑو' تو بتاؤ' وہ کس بھیس میں ہے۔ میں اسے یہاں آنے پر مجبور کر دوں گی۔"

"ہر چاہنے والی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کی آغوش میں جان دے لیکن میں اپنی یہ آخری خواہش خود ہی پوری ہونے نہیں دوں گی۔"

"تو پھر لے اور مرحرام موت ـــ"

اس نے نشانہ لیا اسی وقت صمد اچھل کر ان کے درمیان آ گیا۔ آفرین کے آگے ڈھال بن کر جاسوسہ سے بولا "پاود! رک جاؤ۔ گولی نہ چلاؤ۔"

جاسوسہ پاود نے کہا "صمد! سامنے سے ہٹ جاؤ۔ یہ باغیوں کی ساتھی ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ بہت عرصہ بعد یہاں آئی ہے۔"

"اگر یہ تمہاری رشتے دار ہے تو پارس سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

اس گفتگو کے دوران خبیث تارا صمد کے دماغ میں آ گئی تھی۔

اس کے خیالات پڑھتے ہی معلوم ہوگیا کہ یہ کمانڈر کا وہی مخبر ہے جس سے اس نے گاؤں میں رابطہ کیا تھا اور غصہ آنے پر اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔

اب اس کے خیالات نے بتایا کہ وہی پارس' آفرین' پاشا اور ہومر کو لال چوک کے علاقے میں لایا ہے۔ وہ پارو کے دماغ میں واپس آکر صدو کی طرف غصے سے تھوکتی ہوئی بولی "کتے! تو انہیں یہاں لایا ہے۔ مجھ سے بڑی بھول ہوئی کہ میں نے تجھے نظرانداز کر دیا تھا۔ دوبارہ تیرے دماغ میں آتی تو مجھے ساری رات جاگنا نہ پڑتا۔ بہت پہلے ہی تم سب کا کام تمام کر دیتی۔ لے پہلے تو ہی مر۔ تیرے بعد یہ کتیا مرے گی۔"

اس نے ٹھائیں سے گولی چلادی۔ صدو گولی کھا کر لڑکھڑایا۔ پارو اب آفرین کا نشانہ لے رہی تھی۔ وہ گرنے سے پہلے پلٹ کر آفرین سے لپٹ گیا۔ دوسری گولی بھی اس کے جسم میں پیوست ہوگئی۔ آفرین نے چیخ کر کہا "صدو! مجھے چھوڑ دو۔ میرے صدمے کی موت قبول نہ کرو۔"

پارو نے تیسری بار آفرین کا نشانہ لیا۔ اسی وقت پارس پہنچ گیا تھا۔ اس نے پارو کو گولی ماردی۔ آفرین صدو کے ساتھ زمین پر گر پڑی۔ اس کا سر اپنے بازو میں لے کر بولی "آہ صدو! یہ تم نے کیا کیا!" ہر چاہنے والے کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کی آغوش میں جان دے۔ صدو نے اس کی آغوش میں مسکرا کر جان دے دی۔

پارو گولی کھا کر زمین پر گری تھی۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ وہ آخری سانس پوری کرنے سے پہلے اس ریوالور کی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھی۔ پارس نے آکر اس ریوالور کو اٹھالیا۔ وہ اٹک اٹک کر بولی۔ "پارس! مم...میں تمہیں ضرر...ضرور گرف...گرفتار کراؤں گی۔"

وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی لیکن پارو نے دم توڑ دیا۔ وہاں شادی کے تمام گھر والے دوڑے چلے آئے تھے۔ آفرین صدو پر جھکی ہوئی رو رہی تھی۔ پارس نے صدو کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "یہ تمہارا سچا عاشق تھا۔ آخر اس نے ضد پوری کرلی۔ تمہارے لیے جان دے دی۔"

میزبان نے قریب آکر کہا "میرے عزیز مہمانو...! تم دونوں کے لیے خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ شہید صدو کی آخری رسومات ہم ادا کریں گے۔ تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ خدا کے لیے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔"

پارس نے آفرین کو ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ پھر کچھ کہے بغیر اسے کھینچتے ہوئے ایک طرف تیزی سے جانے لگا۔ ایسے وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ شی تارا کہہ رہی تھی۔ "میں تمہیں سری نگر سے باہر نہیں جانے دوں گی۔ زندہ رہنا چاہتے ہو تو خود کو میرے حوالے کردو۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"کیا میں نے کئی بار خود کو تمہارے حوالے نہیں کیا اور کئی بار تمہیں اپنی شریکِ حیات بنانا نہیں چاہا؟"

"تم اس قابل نہیں ہو کہ میرے جیون ساتھی بن سکو۔ میں تمہیں غلام بنا کر رکھوں گی۔ اگر انکار کروگے تو اس شہر کے کسی راستے یا گلی میں فوجی تمہیں گولی مار کر زخمی کریں گے۔ پھر میں تم پر تنویمی عمل کرکے تم پر حکومت کروں گی۔"

"تم یہ خواب دیکھتے دیکھتے بوڑھی ہونے لگی ہو۔ جاؤ کمرا بند کرکے آئینہ دیکھو۔ پتا چلے گا کہ میں نے تمہیں سیکنڈ ہینڈ بنا دیا ہے۔"

یہ کہہ کر اُس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر غصے سے کھڑی ہوگئی۔ پارس نے اسے سیکنڈ ہینڈ کہہ کر طیش دلایا تھا۔ سچ بات زہر لگتی ہے اور یہ سچ تھا کہ وہ اپنی دوشیزگی کھو چکی ہے۔ پارس کے سامنے غرور دکھانے کے لیے اس کے پاس کیا تھا۔ وہ کمانڈر کے پاس آکر بولی "لال چوک میں تمہارے ایک مخبر صدو اور دوسری مخبر پارو کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ پارس انہیں قتل کرکے وہاں سے فرار ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ایک کشمیری عورت ہے۔ سری نگر کے تمام علاقوں میں گشت کرنے والے فوجیوں کو حکم دو کہ کشمیری عورت کو دیکھتے ہی گولی ماردیں اور پارس کو زخمی کرکے گرفتار کرلیں۔ فوراً حکم صادر کرو۔"

کمانڈر ٹرانسمیٹر کے ذریعے شہر میں گشت کرنے والے تمام فوجیوں کو یہی حکم دینے لگا۔ شی تارا اس کے اندر رہ کر دوسرے فوجی افسروں کے پاس پہنچتی رہی اور ان کی مستعدی دیکھتی رہی۔ لیکن وہ بارہا آزما چکی تھی کہ پارس ایک گیلے صابن کی طرح ہے۔ بند مٹھی سے بھی پھسل جاتا ہے۔

وہ سوچنے لگی "میں غصے میں بہت غلطیاں کرنے لگی ہوں۔ میں نے صدو کو خواہ مخواہ گولی ماری۔ اگر میں خاموشی سے اس کے اندر رہتی تو وہ پارس وغیرہ کے ساتھ رہتا اور میں اس کے اندر رہ کر بڑے صبر و تحمل سے پارس کو زخمی کرکے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیتی۔ پتا نہیں مجھے کیا ہوجاتا ہے۔ میں پارس ہی کے معاملات میں غلطیاں کر بیٹھتی ہوں پھر بعد میں پچھتاتی ہوں۔"

ایک اور مسئلہ تھا کہ پارس کے دماغ میں زیادہ دیر رہنے کے باوجود اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ وہ آفرین کا ہاتھ پکڑ کر کہیں جارہا ہے۔ اس کی اگلی منزل کہاں ہے یہ معلوم نہ ہوسکا۔

ایک تدبیر سوجھی کہ اگر وہ اپنے معمول اور تابعدار ایوان راسکا کو بلائے اور اسے تاکید کرے کہ وہ پارس کو باتوں میں الجھائے رکھے گی۔ ایسے وقت راسکا اس کے چور خیالات پڑھتا رہے گا۔ اس طرح اُس کے آئندہ منصوبوں کا علم ہوتا رہے گا۔

یوں بھی وہ ساری رات کی جاگی ہوئی تھی۔ ایوان راسکا کو اپنی جگہ خیال خوانی کے لیے چھوڑ کر دو چار گھنٹے آرام سے سونا چاہتی تھی۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ساجد علی (ایوان راسکا) کے دماغ میں پہنچی۔ ساجد نے سوچا' ہم میں سے کوئی خیال خوانی کرنے والا آتا ہے لیکن شی تارا کے مخاطب کرتے ہی اس نے سانس روک لی۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر چند لمحوں تک سکتے میں رہی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ راسکا نے اپنی مالکہ کے آنے پر اسے سانس روک کر بھگایا ہے۔ انہی چند سیکنڈ میں اس نے معلوم کرلیا کہ وہ طیارے میں سفر کر رہا ہے۔ یہ اور حیرانی اور بے یقینی کی بات تھی۔ روسی آقا اسے محل کی چار دیواری سے کبھی باہر نہیں جانے دیتے تھے۔ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ فرار ہو رہا ہے۔ کسی نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے سحر سے نجات دلائی ہے اور اب اسے اپنا تابعدار بنا کر لے جارہا ہے۔

وہ یہ ناکامی برداشت نہیں کرسکتی تھی کہ اس کا معمول کسی دوسرے کے زیرِ اثر رہ کر آزادی حاصل کرے۔ دماغ میں فوراً یہ بات آئی کہ ابھی وہ فرار ہونے والا روسی سرحد میں ہے تو اس کا راستہ روکا جاسکتا ہے۔ روسی اکابرین کو اطلاع دے کر اسے گرفتار کرایا جاسکتا ہے۔

وہ دوسری بار اس کے دماغ میں آکر بولی "ٹھہرو۔ سانس نہ روکنا۔ ورنہ میں تمہارے فرار کے راستے روک دوں گی۔"

اس نے پوچھا "کیا چاہتی ہو؟ کیا میری رہائی سے تمہیں کوئی نقصان پہنچ رہا ہے؟"

"کیا یہ نقصان نہیں ہے کہ تم میرے تنویمی عمل سے نکل کر دوسرے سے سحرزدہ ہوگئے ہو؟"

"میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی نے سحرزدہ نہیں کیا ہے۔"

"یہ تم مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کیوں کہہ رہے ہو؟ گاڈ یا خدا یا یسوع کیوں نہیں کہہ رہے ہو؟"

"میں نے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ کلمۂ حق پڑھا ہے۔ ایوان راسکا کی زندگی تمام ہوچکی ہے۔ میرا نام ساجد علی ہے۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی "یہ کیا بک رہے ہو؟ کیا مجھے باتوں میں الجھا کر روس کی سرحد پار کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں تین گھنٹے سے پہلے طیارہ سرحد پار نہیں کرسکے گا۔ میں تمہیں الجھا نہیں رہا ہوں۔ میں تمہیں اجازت دے رہا ہوں' میرے خیالات پڑھ لو۔"

وہ خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ واقعی وہ اسلام قبول کرچکا ہے۔ اس کا نام ساجد علی ہے اور اس کی پشت پر فرہاد کے خیال خوانی کرنے والوں کی پوری ٹیم ہے۔

اس نے سوچا تھا کہ ساجد علی کو دھمکیاں دے کر اُس کے ذریعے طیارے کے پائلٹ تک پہنچ کر طیارے کو واپس ماسکو لے آئے گی لیکن میرا نام سن کر سمجھ گئی کہ اس طیارے کے پائلٹ اور مسافروں پر میرے کئی خیال خوانی کرنے والوں کا قبضہ ہے اور وہ تنہا ساجد کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔

وہ فوراً ہی ماسک مین کے پاس پہنچی۔ وہ محل کے اندر ساجد کے کمرے میں اس کے بستر پر کمبل اوڑھ کر سو رہا تھا۔ اس نے جھنجھوڑ کر اسے جگایا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کہنے لگا۔ "میں کہاں ہوں؟"

"تم محل کے اندر ایوان راسکا کے بستر پر ہو۔ وہ تمہیں یہاں سُلا کر فرار ہوگیا ہے۔ اس کا طیارہ ابھی ملک کی حدود میں ہے۔ فوراً ائیرفورس سے رابطہ کرو۔ اس طیارے کو روکو۔"

ماسک مین وہاں سے اٹھ کر دوڑتا ہوا اس کمرے میں آیا' جہاں چاروں طرف ٹی وی اسکرین پر محل کے ہر حصے کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ وہاں کا انچارج سیکیورٹی افسر ایک کرسی پر مردہ بیٹھا ہوا تھا۔ ماسک مین نے ٹیلیفون کے ذریعے فضائیہ کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "میں ماسک مین بول رہا ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "تم ماسک مین بول رہے ہو تو میں کیا کروں؟ تمہارے مُنہ میں زبان ہے بولتے رہو۔"

ماسک مین نے گرج کر پوچھا "کیا بکواس کررہے ہو۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا ایک طیارے میں فرار ہو رہا ہے۔"

"ماسک مین! تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے اس طیارے میں ایوان راسکا نہیں ساجد علی جارہا ہے۔"

شی تارا اس کے دماغ میں تھی۔ فوراً ہی بولی "وقت ضائع نہ کرو۔ اس کا موجودہ نام ساجد ہے۔ اپنے فائٹر طیاروں کو اس کے پیچھے لگاؤ تاکہ وہ اس طیارے کو گھیر کر اسکو واپس لے آئیں۔"

"وہ کیسے واپس لاسکتے ہیں؟ تم ماسک مین کے اندر بول رہی ہو۔ میں فضائیہ کے افسر کے اندر بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولی "کون ہو تم؟"

"پارس کا باپ۔"

میں نے جیسے لاحول پڑھا ہو۔ وہ سنتے ہی بھاگ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ ساجد کو وہاں سے رہائی دلاتے وقت ہم روسی ائرفورس کو شاید نظرانداز کریں گے لیکن ہم نے فضائیہ کے ہر بڑے افسر کے دماغ میں پہنچنے کی گنجائش بنا رکھی تھی۔ وہاں کے حکام کے دماغوں میں بھی پہنچ سکتے تھے۔ مگر ساجد کا طیارہ پرواز کرنے لگا تو ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والے طیارے کے پائلٹ' اٹرہوسٹس' اسٹیو رڈ اور ایک اعلیٰ حاکم کے دو باڈی گارڈز کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ شی تارا نے ساجد کے پاس آکر اُس کی رہائی کو چیلنج کرنے کی غلطی کی۔ چیلنج کرتے وقت اسے معلوم نہیں تھا کہ ساجد کی پشت پر ہم ہیں۔ میں نے اس کا چیلنج سنتے ہی ائرفورس کے افسر کو قابو میں کیا تھا۔ اس طرح شی تارا کی ناکامی ہوئی تھی۔

ویسے وہ بیچاری بڑی ضدی اور ہٹ دھرم تھی' قسم کھا چکی تھی کہ ساجد اس کے زیر اثر نہیں رہے گا تو پھر روسیوں کی ہی قید میں رہے گا۔ اس نے حساب لگایا کہ میرے کتنے خیال خوانی کرنے والے ہوسکتے ہیں اور وہ سب طیارے میں یا ائرفورس کے افسران کے اندر ہوں گے' لہٰذا ایک آدھ روسی حاکم سے رابطہ کرنا چاہئے۔

وہ ایک حاکم کے پاس پہنچ گئی۔ اس پر قبضہ جما کر معلوم کیا کہ روسی فضائیہ کے دوسرے اڈے کہاں ہیں؟ گرودنو شہر روس کی مغربی سرحد پر ہے۔ اس شہر کے بعد پولینڈ کا پہلا شہر وارسا ہے۔ شی تارا نے حاکم کے ذریعے گرودنو کے فوجی اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ حاکم اس کی مرضی کے مطابق بولا "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو اغوا کیا جارہا ہے۔ اس کے اغوا کے ذمے دار فرہاد اور اس کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے افراد ہیں۔ انہوں نے ماسکو کی فضائیہ کے افسران کے دماغوں پر قبضہ جمایا ہوا ہے تاکہ اس طیارے کو روکا نہ جاسکے جس میں اسے اغوا کیا جارہا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے پوچھا "اس طیارے نے کب پرواز کی ہے اور وہ کس طرف جارہا ہے؟"

"ہم ماسکو کے ائرپورٹ کے ٹاور سے یہ معلوم نہیں کرسکیں گے۔ ٹاور کے اہم افراد پر بھی فرہاد کا قبضہ ہوگا۔ ویسے عقل کہتی ہے فرار ہونے والے کے لیے سب سے قریبی سرحد یہی گرودنو کی ہے۔ یہ سرحد پار کرکے وہ پولینڈ چلے جائیں گے۔"

اسی وقت اعلیٰ افسر کے ماتحت نے کہا "سر! ہاٹ لائن پر ماسک مین ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے دوسرا فون اٹھا کر کہا "ہیلو مسٹر ماسک مین! فرمایئے۔"

وہ بولا "یہاں غضب ہوگیا ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس طیارے میں اغوا کیا جارہا ہے جس میں ہمارے اعلیٰ حاکم سفر کررہے ہیں۔ میں اور میرے جیسے اعلیٰ عہدیدار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے قبضے میں ہیں۔ اگر وہ میرے ذریعے تمہارے دماغ میں پہنچیں گے تو تم بھی اس طیارے کو روک نہیں سکو گے۔ پھر بھی میں تمہیں رپورٹ دے رہا ہوں۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔"

اس وقت ہم میں سے کوئی ماسک مین کے پاس نہیں تھا۔ اس لیے گرودنو کے اعلیٰ افسر نے ائرفورس کے کمانڈوز کو احکامات صادر کیے۔ آدھے گھنٹے کے اندر کئی فائٹر طیارے مقررہ ائرپورٹ سے پرواز کرتے ہوئے اس اغوا ہونے والے طیارے کی طرف آنے لگے۔

شی تارا کا اصل ٹارگٹ پارس تھا۔ وہ ساجد کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرکے ادھر چلی گئی۔

ہم سب خیال خوانی کے ذریعے طیارے کے اندر محتاط تھے۔ کبھی کبھی ماسکو کے تمام افسر اور حکام کے اندر جھانک کر پلٹ آتے تھے۔ ثانی نے کہا "پاپا! ایک حاکم نے گرودنو ائرفورس سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہاں سے کئی طیارے پرواز کرچکے ہیں۔ جلد ہی اس طیارے کا محاصرہ ہونے والا ہے۔"

میں نے سلمان سے کہا "تم پائلٹ کے دماغ میں جم کر رہو تاکہ وہ محاصرے سے متاثر نہ ہو۔"

جیری اور تھرمال نے دونوں باڈی گارڈز کی گنیں خالی کرادیں۔ تمام کارتوس ٹائلٹ کے کموڈ میں پھنکوادیے۔ پھر ان کے دماغوں میں بولنے لگے۔ جو جو اعلیٰ حاکم کے اندر اور سلطانہ اس کے سیکریٹری کے اندر بولنے لگیں۔ "تم سب ٹریپ کے گئے ہو لہٰذا یہاں جیسے بھی حالات پیدا ہوں' تم سب سکون سے بیٹھے رہو گے۔ اپنے اپنے سیٹ بیلٹ باندھ لو۔"

ایک باڈی گارڈ نے اپنی گن سیدھی کرکے کہا "کون میرے اندر بول رہا ہے؟ سامنے آؤ۔"

ساجد نے کہا "گدھے ہو۔ سامنے بلا کر کیا کرو گے؟ تمہاری گن خالی ہے۔"

دونوں باڈی گارڈز نے اپنی گنوں کو چیک کیا تو یوں لگا گئے۔ انہیں پتا ہی نہ چلا کہ وہ کب ٹائلٹ میں گئے تھے۔ لوگ پیٹ خالی کرکے آتے ہیں وہ گنیں خالی کرکے آگئے تھے۔

ایک باڈی گارڈ نے آگے بڑھ کر ساجد سے پوچھا "تم طیارے میں کہاں سے آگئے؟"

وہ ساجد کا گریبان پکڑنے والا تھا لیکن دماغ کو ایسا جھٹکا لگا کہ وہ گر کر تڑپنے لگا۔ ہوسٹس اور اسٹوارڈ وغیرہ سہم کر سیٹ پر بیٹھے رہے۔ پھر وہ تڑپنے والا باڈی گارڈ بھی اپنی سیٹ پر بیلٹ باندھ کر شرافت سے بیٹھ گیا۔

پہلے ان سب کے دماغ ہمارے قبضے میں تھے۔ موجودہ حالات کے تحت انہیں آزاد کیا گیا۔ تب انہیں معلوم ہوا کہ ساجد اس طیارے میں ایک اضافی مسافر ہے اور وہ سب اغوا کیے جارہے ہیں۔ پھر انہوں نے کھڑکیوں سے باہر دیکھا۔ کئی روسی فوجی طیارے دائیں بائیں پرواز کررہے تھے۔ میں' ثانی' جیری اور تھرمال پائلٹ کے دماغ میں آگئے۔ اس نے وائرلیس آن رکھا تھا۔ اس کے کانوں سے جو ہیڈ فون لگا ہوا تھا اس کے ذریعے آواز آرہی تھی۔ "ہیلو ہیلو مسٹر پائلٹ! کیا تمہیں علم ہے کہ تمہارے طیارے کی پرواز غیر قانونی ہے۔"

سلمان نے پائلٹ کی زبان میں کہا "جب یہ طیارہ ماسکو سے چلا تو اس کی پرواز قانونی تھی۔ ماسکو ٹاور سے پوچھ لو۔"

"پوچھ لیا جائے گا۔ یہاں سے ورشا کا ہوائی اڈا قریب ہے۔ طیارے کو وہاں اتارو۔"

"سوری یہ طیارہ ورشا نہیں' پولینڈ کے شہر وارسا جارہا ہے۔ یہ سوویٹ یونین کا طیارہ ہے۔ سرحد پار پولینڈ نہیں جائے گا۔ ہم وارننگ دیتے ہیں۔ اگر اسے ورشا میں نہ اتارا گیا تو ہم اسے تباہ کردیں گے۔"

"اس طیارے میں تمہارے ملک کا اعلیٰ حاکم' اس کا پی اے' ہوسٹس' اسٹوارڈ اور بہت ہی قابل پائلٹ ہے۔ باقی ہم خیال خوانی کے ذریعے یہاں ہیں۔ طیارہ تباہ ہوگا تو ہم گھر پہنچیں گے اور تمہارے لوگ جہنم میں۔"

دوسرے طیارے سے جو پائلٹ بول رہا تھا' اس کے اندر ثانی پہنچی ہوئی تھی۔ وہ اس کی زبان سے بولی۔ "اچھی بات ہے۔ ہم واپس جارہے ہیں۔"

وہ اپنے طیارے کا رخ پھیرنے لگا اور پریشان ہونے لگا کہ محاصرہ چھوڑ کر واپس کیوں جارہا ہے۔ دوسرے طیارے سے پوچھا "ہیلو کامریڈ! تم ہمیں واپس کیوں لے جارہے ہو؟"

وہ ثانی کی مرضی کے مطابق بولا "اس طیارے میں ہمارے ملک کے اہم افراد ہیں۔ ہم انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاسکیں گے اور نہ ہی ان خیال خوانی کرنے والوں سے اپنی کوئی بات منوا سکیں گے۔ پھر خواہ مخواہ ان کا محاصرہ اور تعاقب کیوں کیا جائے؟"

وہ تمام طیارے واپس جارہے تھے۔ گرودنو کی فضائیہ کے اعلیٰ افسر نے پوچھا "واپس کیوں آئے ہو؟"

ثانی نے اس کے اندر آکر کہا "تمہارے وہ تمام طیارے مجھے یہاں لے کر آئے ہیں۔ میں تمہارے دماغ کے رن وے پر اتر چکی ہوں۔ آرام سے بیٹھے رہو۔"

اب ان کے پاس ساجد کو روکنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ ساجد اس ملک سے کیا نکل رہا تھا' وہاں کے حکمرانوں کا کلیجا نکل رہا تھا۔ انہوں نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو برسوں دنیا والوں سے چھپا کر قید کر رکھا تھا۔ اب وہ اسے رہائی پانے سے روکنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ اس لیے صبر کررہے تھے۔

وہ طیارہ وقتِ مقررہ پر وارسا پہنچ گیا۔ ائرپورٹ پر طیارے سے اترنے کے بعد ساجد نے اعلیٰ حاکم سے کہا "تم لوگوں نے یرغمال بن کر مجھے یہاں پہنچایا ہے۔ اب چاہو تو اپنے ملک واپس جاسکتے ہو۔ یہاں سے میری منزل دوسری ہے۔"

دوسرے دن رن وے پر فرانس کا ایک خصوصی طیارہ ساجد کا منتظر تھا۔ وہاں سے وہ پیرس جاکر جناب علی اسد اللہ تبریزی کے مجمعے میں حاضری دینے والا تھا۔ اس کے بعد لاہور جانے والا تھا۔

○☆○

وہ کپڑے کا بیگ کہاں جارہا ہے؟ وہ غبارے غیر معمولی دواؤں اور کارتوسوں کو کہاں لے جارہے ہیں؟ عادل اور ہیرو سر اٹھا کر بلندی پر جلنے والے بیگ کو دیکھ رہے تھے۔ سارہ خوشی سے اچھل رہی تھی۔ اس نے اپنے عامل کی ہدایت کے مطابق ان دواؤں اور کارتوسوں کو ہیرو کے پاس واپس نہیں جانے دیا تھا۔

انا نے سارہ کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا "تم پاگل ہوگئی ہو۔ ہوش میں آؤ۔ تم دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دوستی کرکے اپنے ہیرو سے دشمنی کررہی ہو۔"

وہ خوشی سے تالیاں بجاتی ہوئی بولی "میرے دوست! میرے عامل! اگر تم میرے دماغ میں ہو تو دیکھ رہے ہو گے کہ میں نے اس بیگ کو قوتِ پرواز دی ہے۔ تمہارے ذرائع وسیع ہیں' تم بیلی کاپٹر کے ذریعے جاکر ان غباروں کو قابو میں کرو اور وہ بیگ حاصل کرلو۔ تم موجود ہو نا؟ بولو بولتے کیوں نہیں؟"

ہیرو آسمان کی طرف سر اٹھائے ان غباروں کو ایک اونچی عمارت کے پیچھے جاتے دیکھ رہا تھا۔ عادل نے کہا "ہیرو! سارہ کو قابو میں کرو۔ بھائی جان اس وقت موجود ہوتے تو معلوم کرتے کہ سارہ کے اندر وہ عامل یہ تماشا دیکھ رہا ہے یا نہیں؟ شاید نہیں ہے۔ اسی لیے وہ اپنے عامل کو پکار رہی ہے۔"

اس بندر آدمی کو دیکھنے کے لیے سیکڑوں ہزاروں لوگ جمع ہوتے جارہے تھے۔ اس نے سارہ کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا پھر اپنے پنجے میں اس کی دونوں کنپٹیوں کو جکڑ لیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ ڈھیلی پڑ گئی۔ اس پر بیہوشی طاری ہوگئی۔ ہیرو نے اسے اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔ پھر مین شاہراہ کی طرف چلنے لگا۔ اس کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہزاروں لوگ چل رہے تھے۔ اچھل اچھل کر دور سے دیکھ رہے تھے۔ جب دیکھ نہیں پاتے تھے تو بھیڑ میں گرتے پڑتے جارہے تھے۔ جو لوگ ہیرو کے راستے میں گرتے پڑتے آتے تھے' وہ انہیں معمولی دھکوں سے دور پھینکتا جاتا تھا۔ ایسے وقت پولیس والے آکر لوگوں کو دور بھگانے لگے۔

عادل نے ہیرو کو صحیح مشورہ دیا تھا کہ سارہ کو فوراً قابو میں کیا جائے۔ اس کا خیال تھا کہ اگر وہ عامل ابھی نہیں ہے تو کسی اگلے لمحے میں آجائے گا۔ اس بیگ کے متعلق معلوم کرے گا۔ پھر ٹیلی کاپٹر میں جاکر اس بیگ کو حاصل کرلے گا۔

ایک پولیس افسر نے بھیڑ میں چلتے ہوئے ہیرو سے کہا "مسٹر! تم اس بیہوش عورت کو ہمارے ساتھ اسپتال لے چلو۔ ہمیں بیان دو کہ یہ معاملہ کیا ہے؟"

وہ ایک پولیس کی گاڑی میں آگئے اور اس کے اندر بیٹھ گئے۔ جب ایک سپاہی اسے ڈرائیو کرنے لگا تو عادل نے کہا "انسپکٹر! گاڑی شہر کے مشرقی حصے کی طرف لے چلو۔"

عادل نے غباروں کی پرواز سے ہوا کا رخ سمجھ لیا تھا۔ وہ غبارے جنوب مشرق کی سمت جارہے تھے۔ اگر پولیس کی گاڑی سفر کے لیے نہ ملتی تو وہ ہزاروں کے مجمع میں اپنی کار تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اب وہ چاہتا تھا کہ ان غباروں کا تعاقب کیا جائے۔

انسپکٹر نے تحت لہجے میں کہا "بکواس مت کرو۔ پہلے بیہوش

عورت اسپتال پہنچائی جائے گی۔ پھر تم سب تھانے چل کر بیان دو گے۔"

عادل نے اپنا ریوالور اچانک ہی نکال کر اُس کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا "اپنے ہولسٹر کی طرف ہاتھ بڑھاؤ گے تو گولی مار دوں گا۔"

انا نے اگلی سیٹ کی طرف جھک کر اُس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ عادل نے گاڑی ڈرائیو کرنے والے سپاہی سے کہا "اپنے افسر کی سلامتی چاہتے ہو تو مشرق کی سمت شہر سے باہر چلو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ وہ بڑی سی ویگن کار تھی۔ ہیرو نے سارہ کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیا تھا۔ وہ اور انا دائیں بائیں طرف کی کھڑکیوں سے سر نکال کر آسمان کی طرف دیکھتے جا رہے تھے۔ وہ غبارے نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ قل ابیب میں فلک بوس عمارتیں تھیں' جو اُن کے اور غباروں کے درمیان حائل ہو رہی تھیں۔ اسی لیے عادل گاڑی کو شہر سے باہر لے جانے کا حکم دے رہا تھا۔

دو گھنٹے کی تیز رفتار ڈرائیونگ کے بعد وہ شہر سے نکل آئے۔ ایک جگہ سڑک کے کنارے گاڑی رکوا دی۔ گاڑی سے باہر نکل کر دور تک آسمان کو تکنے لگے۔

سامنے میلوں دور تک چٹیل میدان اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں۔ آسمان پر جیل کوّے اڑ رہے تھے۔ غباروں کا نام و نشان نہیں تھا۔ جب سارہ نے انہیں فضا میں چھوڑا تھا تو وہ جنوب مشرق کی سمت جا رہے تھے۔ عادل اسی حساب سے ادھر آیا تھا۔ مگر وہ نظر نہیں آ رہے تھے۔

اس نے جھک کر اپنے قدموں کے پاس سے مٹھی بھر ریت اٹھائی۔ پھر سیدھا ہو کر ہاتھ بلند کر کے تھوڑی تھوڑی سی ریت کو مٹھی سے گرانے لگا۔ ریت کے ذرّات مشرق کی سمت جا رہے تھے۔ یعنی ادھر ہوا کا رخ ذرا بدل گیا تھا۔ وہ بولا "یار ہیرو! میں سمجھ رہا تھا' غبارے بحرِ مردار کی طرف جائیں گے مگر ان کی سمت بدل گئی ہے۔"

انسپکٹر نے ناگواری سے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم لوگ کیسے بے حس اور سنگدل ہو۔ ایک بیہوش عورت کو اسپتال پہنچانے کے بجائے غباروں کے پیچھے شہر سے باہر چلے آئے ہو۔"

عادل 'انا اور ہیرو اس کی بات سنی اَن سنی کر رہے تھے اور دور دور تک آسمان کو تک رہے تھے۔ یہ امید تھی کہ شاید کسی پہاڑی کے پیچھے سے ان غباروں کی جھلک نظر آ جائے گی۔

انسپکٹر نے پوچھا "کیا ان غباروں کو دیکھ رہے ہو' جو وہاں ہزاروں کے مجمع میں چھوڑے گئے تھے؟"

کسی نے جواب نہیں دیا۔ وہ جھنجلا کر بولا "کچھ تو جواب دو۔ آخر ان غباروں میں کیا خاص بات ہے؟"

عادل نے کہا "تم خود عقل سے سوچ نہیں سکتے کہ غباروں سے بڑوں کو نہیں بچوں کو دلچسپی ہوتی ہے۔"

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں۔ آپ بچے نہیں ہیں پھر کیوں دلچسپی لے رہے ہیں؟"

"انسپکٹر! میں نے وہ غبارے بچوں کے لیے خریدے تھے۔ بلکہ ہی میری شادی اس حسینہ سے ہونے والی ہے۔"

اس نے انا کو ایک بازو کے حصار میں لے لیا۔ وہ شرما کے مسکرانے لگی۔ انسپکٹر نے پہلے تو تائید میں سر ہلایا پھر چونک کر پوچھا "کیا کہا تم نے؟ اس حسینہ سے شادی ہونے والی ہے؟"

"ہاں ابھی ہوئی نہیں ہے۔ ہونے والی ہے۔"

وہ گرج کر بولا "ابھی شادی نہیں ہوئی۔ بچے نہیں ہوئے اور تم نے وہ غبارے بچوں کے لیے خریدے تھے۔ کیا مجھے الو سمجھے ہو؟ یا مجھے اُلو بنا رہے ہو؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ شادی سے پہلے بچے پیدا ہو گئے ہیں؟"

"انسپکٹر تمہاری سمجھ کا پھیر ہے۔ میں نے کب کہا ہے کہ وہ غبارے اپنے بچوں کے لیے خریدے تھے؟ کیا وہ محلے کے بچوں کے لیے نہیں خریدے جا سکتے تھے۔"

وہ بیوقوف بن کر غصے سے پیچ و تاب کھانے لگا۔ پھر بولا "یہاں کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔ اس بیچاری کو طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

عادل نے کہا "وہ بیچاری ہوش میں آئے گی تو ہم اسے پھر بیہوش کر دیں گے۔ ورنہ سب سے پہلے تمہیں کاٹے گی۔ بڑی خطرناک ہے۔ کیا تم چودہ انجکشن لگوانا چاہتے ہو؟"

ہیرو نے سر گھما کر دیکھا۔ بہت دور سے فوجی گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ ان میں بیٹھے ہوئے فوجی اتنی دور سے نظر نہیں آ سکتے تھے اس نے غیر معمولی قوتِ بصارت سے دیکھتے ہوئے عادل کو اشارہ میں سمجھایا کہ فوج آ رہی ہے۔ عادل نے کہا "انا! انسپکٹر کا ریوالور واپس کر دو۔"

پھر اس نے اپنا ریوالور بھی اسے دے دیا۔ انسپکٹر نے انا سے اور سپاہی ڈرائیور نے عادل کا ریوالور لیتے ہی شیروں کی طرح دہاڑتے ہوئے کہا "خبردار! کوئی حرکت نہ کرنا۔ چلو گاڑی میں بیٹھو۔"

"عجیب احمق ہو۔ کہتے ہو کوئی حرکت نہ کرنا۔ حرکت نہیں کریں گے تو گاڑی کے اندر کیسے پہنچیں گے؟"

اتنے میں فوجی گاڑیاں قریب آ کر رک گئیں۔ مسلح جوان گاڑیوں سے چھلانگیں لگا کر پوزیشن لینے لگے۔ ان کے ساتھ ایک سیکیورٹی افسر تھا۔ جسے عادل اور ہیرو گن پوائنٹ پر رکھ کر سارہ کی کوٹھی سے فرار ہوئے تھے۔

انسپکٹر نے فوج کے اعلیٰ افسر کو سلیوٹ کرتے ہوئے فخریہ کہا "سر! میں نے جان پر کھیل کر انہیں گرفتار کیا ہے۔ یہ ایک بیچاری کو بیہوش کر کے کہیں لے جا رہے تھے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہ وہ بندر آدمی ہے جس نے بلیک آدم جیسے شہ زور کی گردن توڑ دی۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اتنی فوجی گنوں کے سامنے ہاتھ نہیں اٹھا رہے ہیں۔ تم اتنے ہی دلیر ہو تو ان کے ہاتھ اوپر اٹھواؤ۔"

دو فوجی جوان گاڑی کے اندر سارہ کے پاس گئے تھے اور فوری طبی امداد دے کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ انسپکٹر نے ہیرو کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "ہینڈز اپ فوراً دونوں ہاتھ اٹھاؤ۔"

ہیرو نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ پھر اس کی طرف پشت کر کے اپنی دم کو لہراتے ہوئے انسپکٹر کی کلائی پر ضرب لگائی۔ چشمِ زدن میں دوسری ضرب سپاہی ڈرائیور کی کلائی پر پڑی۔ دونوں کے ہاتھوں سے ریوالور چھوٹ گئے۔ انہوں نے جھک کر اٹھانا چاہا تو دم آہنی سلاخ کی طرح منہ پر پڑی۔ دونوں تکلیف سے کراہتے ہوئے دور زمین پر جا گرے۔

عادل نے کہا "اکثر منہ زور کسی مشکل کام کے لیے کہتے ہیں' یہ تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے لیکن ہیرو کے لیے یہ دُم کا کھیل ہے۔ کوئی دشمن اس کی دُم کے آگے دَم نہیں مار سکتا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے دوستانہ انداز میں کہا "مسٹر ہیرو اور مسٹر عادل! ہمیں اوپر سے تاکید کی گئی ہے کہ ہم آپ کو ناراض نہ کریں اور دوست بن کر آپ کو اسرانِ بالا کے سامنے پیش کریں۔"

عادل نے کہا "ہم بے شمار گنوں کی زد میں ہیں۔ کیا یہ دوستی کا ثبوت دے رہے ہو؟"

"دوست بن کر چلو گے تو یہ گنیں ہٹالی جائیں گی۔ ہمیں اوپر سے دوسری تاکید یہ کی گئی ہے کہ آپ مقابلہ کریں یا فرار ہونا چاہیں تو فائرنگ کے ذریعے آپ لوگوں کو زخمی کیا جائے۔"

"تو پھر بہترین آدم سے یا کسی اور بڑے عہدیدار سے ابھی بات کراؤ۔ میں تمہاری یہ تمام گنیں ابھی خالی کرا دوں گا۔"

"ہم آپ کو اعلیٰ اکابرین کے پاس لے جا رہے ہیں۔"

"میں کہتا ہوں' ابھی رابطہ کراؤ۔ ورنہ ہم آرمی ہیڈ کوارٹر میں دھماکے کر سکتے ہیں تو تم اور تمہارے یہ دو درجن فوجی کس گنتی میں ہیں۔ کیا ابھی حرام موت چاہتے ہو؟"

افسر نے اپنے ماتحت سے موبائل فون لیا۔ پھر رابطہ کرنے کے بعد کہا "سر! مسٹر عادل آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے دوسری طرف کی بات سنی۔ پھر فون عادل کو دیا۔ اس نے اسے لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "میں نہیں جانتا' تم کون ہو؟ میں نے تمہارے افسر سے صرف اتنا سنا ہے کہ ہمیں گولی مار کر زخمی کیا جائے گا۔ کیا تم قل ابیب میں پھر کوئی بڑی تباہی چاہتے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو کہ فرہاد بھائی جان یہاں سے نہ جائیں؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "وہ... وہ اس افسر نے غلط کہا ہے۔ ہم نے تم میں سے کسی پر گولی چلانے کا حکم نہیں دیا ہے۔ اگر اس نے غلطی سے بھی ایسا کہا ہے تو ہم اسے سزا دیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس دوستوں کی طرح آئیں۔"

"ہم بے شک آئیں گے۔ مگر فوج کے ساتھ نہیں' کسی ایک افسر کی راہنمائی میں آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ فون اسے دیں۔"

عادل نے فون اسے دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر یس سر یس سر کرتا رہا۔ پھر فون بند کر کے مسلح جوانوں کو حکم دیا کہ وہ واپس جا کر اپنی گاڑیوں میں بیٹھ جائیں۔ پھر عادل سے کہا "میری گاڑی حاضر ہے۔ آپ لوگوں کے ساتھ صرف ایک سپاہی ڈرائیور جائے گا۔"

"ابھی ہم اس گاڑی میں جا کر بیٹھیں گے۔ پہلے تمام فوجیوں کو رخصت کرو۔ ہمیں یہ برات پسند نہیں ہے۔"

وہ انہیں فوراً ہی جانے کا حکم دینے لگا۔ اسی وقت سارہ ہوش میں آ گئی۔ پہلے تو وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آس پاس دیکھتی رہی پھر بولی "میں کہاں ہوں اور وہ غبارے کہاں ہیں؟"

سارہ نے سر گھما کر انا' عادل اور ہیرو کو دیکھا۔ پھر کہا "میرے بیگ میں غیر معمولی دوائیں اور فارمولے تھے۔ یہ ہیرو اس بیگ کو مجھ سے چھین لینا چاہتا تھا۔ میں نے اس بیگ کو غباروں کے ساتھ باندھ کر ہوا میں اڑا دیا۔"

افسر نے کہا "وہ گاڈ! اتنی اہم چیزیں ہوا میں اڑ گئیں؟ غبارے کدھر گئے تھے؟"

"یہی تو میں پوچھ رہی ہوں' وہ غبارے کدھر گئے ہیں؟ میں اگر زیادہ دیر تک بیہوش نہیں رہی ہوں تو وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے' ہمارے ملک کی سرحد میں ہی ہوں گے۔"

افسر نے فوراً ہی موبائل فون کے ذریعے کہا "سر! سارہ ہمارے لیے جو دوائیں اور فارمولے لا رہی تھی' اسے ہیرو وغیرہ چھین لینا چاہتے تھے۔ ان سے بچانے کے لیے سارہ نے دواؤں کا بیگ غباروں کے ساتھ باندھ کر فضا میں اڑا دیا ہے۔ آپ فوراً ہیلی کاپٹرز اور طیاروں کو اس بیگ کی تلاش میں روانہ کریں۔"

ہیرو اور عادل یہ باتیں سن کر مسکرا رہے تھے۔ تقریباً تین گھنٹے گزرنے والے تھے۔ وہ غبارے پتا نہیں سرحد پار کس ملک میں چلے گئے ہوں گے؟ یا ہوا نکلنے کے بعد اس بیگ کو کس سمندر یا دریا میں ڈبو چکے ہوں گے؟

ادھر ہیڈ کوارٹر میں ہلچل مچ گئی تھی۔ فوراً ہیلی کاپٹرز کے پائلٹوں کو پرواز کا حکم دیا جا رہا تھا۔

تمام حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔ اس بیگ کو غباروں کے ذریعے ہوا میں اڑانے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا یہ بچوں کا کوئی کھیل ہے؟

ایک افسر نے کہا "وہ بچاؤ کا کوئی راستہ نہ دیکھ کر ایسا کر بیٹھی ہے۔ ورنہ ہیرو اس سے دوائیں اور فارمولے چھین لیتا۔"

"چھین لیتا تو اس سے دوبارہ چھین لینے کے امکانات رہتے۔

اگر وہ غبارے سرحد پار چلے جائیں گے تو پھر ہمارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔"

"سارہ نے اتنی دور تک نہیں سوچا۔ ایک عورت کی عقل جتنا کام کرسکتی ہے' اتنا ہی کام اس نے دکھادیا۔"

سارہ' انا' عادل اور ہیرو کو ہیڈ کوارٹر میں پہنچایا گیا۔ سارہ کو ان سے الگ رکھا گیا تھا۔ اب وہ ہیرو کو اپنا دشمن سمجھ رہی تھی۔ ایک تو اس پر یہودیت غالب تھی۔ دوسرے یہ کہ تنویمی عمل کے زیر اثر تھی۔ ہیرو کو مسلمانوں کا ساتھی سمجھ کر اُس سے کترا رہی تھی۔ فوج کے افسران اس سے طرح طرح کے سوالات کررہے تھے۔ برین آدم اگرچہ خفیہ یہودی تنظیم سے الگ ہوچکا تھا تاہم اعلیٰ جنس کے چیف کی حیثیت سے وہاں موجود تھا۔

سارہ نے کہا "مسٹر برین! میں نے تم سے فون پر کہا تھا کہ میرے پاس کسی خیال خوانی کرنے والے کو بھیجا جائے۔ جسے تم نے بھیجا تھا' وہ میرے دماغ میں آیا تھا۔ اس نے مجھ پر عمل کرکے میرے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اب فرہاد یا اور کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا میرے اندر نہیں آسکے گا۔"

برین آدم کو یہ تشویش تھی کہ ایکسرے مین نے کئی گھنٹوں سے اس سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ اہم دوائیں اور فارمولے غبارے کے ذریعے کہیں چلے گئے تھے۔ وہ اس سلسلے میں رابطہ نہیں کررہا تھا۔ برین آدم نے پوچھا۔ "سارہ! تمہارا عامل کہاں ہے؟ اس سے آخری بار کب رابطہ ہوا تھا؟"

"میں فارمولوں اور دواؤں کا بیگ لے کر اپنے عامل کی طرف جارہی تھی۔ وہ مجھے کبھی خیال خوانی کے ذریعے اور کبھی موبائل فون کے ذریعے گائیڈ کررہا تھا۔ پھر میں ایک شاہراہ پر ٹریفک کے ہجوم میں پھنس گئی۔ اس کے بعد اب تک عامل نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' ٹریفک کے ہجوم میں کوئی گڑبڑ ہوئی اور رابطہ ختم ہوگیا۔ وہاں ہجوم کیوں تھا؟"

"ایک کار کسی ٹرک سے ٹکرا کر الٹ گئی تھی۔ جس کے باعث دونوں طرف کا ٹریفک۔۔۔۔"

برین نے بات کاٹ کر پوچھا "کس کی کار الٹ گئی تھی؟ کیا تم نے اس کار والے کو دیکھا تھا؟"

"ہیرو اور عادل میرے پیچھے پڑے تھے' میں کچھ نہ دیکھ سکی اور وہ بیگ لے کر وہاں سے بھاگنے لگی۔"

اس نے موبائل کے ذریعے اپنے ماتحت کو حکم دیا کہ تقریباً چار گھنٹے پہلے جس شاہراہ پر کار الٹ گئی تھی اس کار کے مالک کے متعلق معلوم کرو کہ وہ کون ہے؟ حادثہ میں بچ گیا ہے یا نہیں۔ اگر بچ گیا ہے تو کس اسپتال میں ہے؟

پھر اس نے سارہ سے کہا "تم اپنی رہائش گاہ میں جاکر آرام کرو۔ وہاں سپاہیوں کا پہرا رہے گا۔ ہیرو ادھر نہیں آئے گا۔"

وہ ایک سپاہی کے ساتھ چلی گئی۔ برین آدم چند اعلیٰ افسران کے ساتھ اس کمرے میں آیا' جہاں عادل' انا اور ہیرو علیحدہ صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ برین آدم نے کہا "مسٹر عادل! ہمیں کہا گیا تھا کہ مسٹر فرہاد اس ملک سے جارہے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ تم بھی یہ ملک چھوڑ دیتے؟"

عادل نے کہا "جی ہاں۔ ہم تمہاری بہتری کے لیے اس ملک سے جارہے ہیں۔ ہم سے مراد میں' انا اور ہیرو۔"

"ہماری دلی خواہش ہے کہ ہیرو ہمارے ملک میں رہے۔ ہم اسے یہاں کی شہریت اور اعلیٰ مقام دے رہے ہیں۔"

انا نے کہا "ہیرو کا کمپیوٹر کوٹھی والے سیکیورٹی افسر کے پاس رہ گیا ہے۔ آپ اسے منگوائیں تاکہ یہ جواب دے سکے۔"

ہیرو کے لیے کمپیوٹر لانے کا حکم دیا گیا۔ ایک افسر نے پوچھا "کیا مسٹر فرہاد یہاں سے جاچکے ہیں؟"

"شاید جاچکے ہیں۔ مجھ سے رابطہ ہوگا تو تمہاری تسلی کے لیے پوچھ لوں گا۔"

"بائی دی وے' آپ کی روانگی کب ہے؟"

"فرانس سے ایک مخصوص طیارہ ہیرو کے لیے آرہا ہے۔ میں اور انا اسی طیارے میں جائیں گے۔"

کمپیوٹر آگیا۔ برین آدم نے کہا "مسٹر ہیرو! میں اور میرے اعلیٰ حکام تم سے محبت اور دوستی کی توقع رکھتے ہیں۔ ہم تمہاری توقعات سے زیادہ تمہیں عزت اور مرتبہ دیں گے۔ ہمیں امید ہے کہ تم یہاں سے نہیں جاؤ گے۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "میں جاؤں گا اور اپنے ساتھی سارہ کو بھی لے جاؤں گا۔"

"سارہ یہودی ہے۔ اس ملک کی شہری ہے۔ تم اس کی مرضی کے خلاف اسے لے جاؤ گے تو یہ غیر قانونی حرکت ہوگی جبکہ تم اس ملک میں پیدا ہوئے ہو۔"

"میں ترکی کے شہر انقرہ میں پیدا ہوا تھا۔ جافری ہیرالڈ مجھے تجربات کے دوران مجھے یہاں لے آیا۔"

برین نے کہا "یعنی تم ہمارے ملک میں آکر رفتہ رفتہ انسان بنے۔ تمہاری انسانی پیدائش اسرائیل میں ہوئی۔ پھر یہ کہ ایک یہودی نے تم پر یہ احسانات کیے ہیں۔ کیا تم یہاں سے جاکر احسان فراموش کہلاؤ گے؟"

"وہ یہودی انسان بنانے کے بعد مجھے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اس کی اس غیر انسانی حرکت نے تمام احسانات کو خاک میں ملادیا۔ تم یہودیوں کے درمیان نہیں رہوں گا۔"

"سارہ بھی یہودی ہے۔ پھر اسے کیوں چاہتے ہو؟"

"میں نے ایک وقت سارہ کی عزت بچائی۔ اس نے میری مدد کی۔ اس طرح ہم ایک دوسرے کو چاہنے لگے۔"

"اب وہ تمہارے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتی ہے۔"

"ہاں' تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی کھوپڑی کھادی ہے۔ اس لیے اُس نے میری اہم چیزیں چرائیں اور اب مجھ سے کترا رہی ہے۔"

"تمہارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے ساتھ ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ وہ سچ مچ تم سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہے۔ اگر تم اسے دل و جان سے چاہتے ہو تو اس ملک میں رہ جاؤ۔ ہم اسے راضی کریں گے اور پھر تمہاری شریک حیات بنادیں گے۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا "اور اگر وہ میرے ساتھ جانے پر راضی ہوجائے تو اسے روکنا غیر قانونی ہوگا۔"

"ہم اس سے اچھی طرح معلوم کرچکے ہیں۔ وہ تمہارے مانے بھی جانے سے انکار کرے گی۔"

کمپیوٹر نے کہا "جب فرہاد آئے گا اور سارہ کے دماغ میں تمہارے خیال خوانی کرنے والے کا توڑ کرے گا تو وہ راضی خوشی میرے ساتھ جائے گی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ فرہاد جبراً سارہ کو سحر زدہ کرے گا اور اسے تمہارے حق میں راضی کرے گا؟"

"بالکل اسی طرح جیسے تمہارے خیال خوانی کرنے والے نے سارہ کو جبراً سحر زدہ کر رکھا ہے۔"

برین نے کہا "اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس ملک کا قانون سارہ کو جانے کی اجازت نہیں دے گا۔ اگر تم اسے دل و جان سے چاہتے ہو تو یہاں رہ جاؤ۔"

ہیرو نے کہا "میں آخری بات کہتا ہوں۔ سارہ کے دماغ سے تنویمی عمل کا اثر ختم کیا جائے گا۔ پھر اس کے دماغ میں ہمارے اور تمہارے خیال خوانی کرنے والے موجود رہیں گے۔ وہ ان کی موجودگی میں جو فیصلہ سنائے گی اس پر ہم عمل کریں گے۔"

عادل نے کہا "ہیرو نے بڑی دانشمندی کی بات کی ہے۔ اگر تم لوگوں نے قانون کی بات کی اور ہم نے ٹیلی پیتھی کا حربہ استعمال کیا تو ہم سے زیادہ تمہیں نقصان پہنچے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم اس معاملے پر غور کریں گے۔ جب تک کوئی فیصلہ نہ ہو تم لوگ یہاں ہیڈ کوارٹر میں رہو گے۔"

"ہم یہاں کس حساب میں رہیں گے؟"

"تم تینوں ہمارے معزز مہمان بن کر رہو گے۔"

"قیدیوں کو بھی سرکاری مہمان کہا جاتا ہے۔ ہم میں سے کوئی یہاں کا کھانا نہیں کھائے گا۔ حتیٰ کہ پانی بھی نہیں پیئے گا۔ ہم اصلی کنزریوں میں جتلا کرنے والے ہتھکنڈوں کو خوب سمجھتے ہیں۔"

"ہم اتنے کم ظرف نہیں ہیں کہ تمہیں مہمان بنا کر نقصان پہنچائیں۔"

"تم لوگ بڑے اعلیٰ ظرف کے حامل ہو لیکن ہم اس شہر میں آزاد رہیں گے۔ کھانے کا وقت ہوگا تو اچانک کسی ہوٹل کے کچن میں گھس کر کھائیں گے۔ کسی ویٹر سے نہیں منگوائیں گے کیونکہ کچن سے ہمارے پاس کھانا پہنچنے تک اس میں ملاوٹ ہوسکتی ہے۔ اس طرح ہم پانی بھی اچانک ہی کسی جگہ سے حاصل کرکے پئیں گے۔"

"مسٹر عادل! تم ہیرو کے ساتھ شہر میں نکلو گے تو ٹریفک کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ جدھر سے گزروگے ادھر کے راستے بند ہوجائیں گے۔ لوگ ہیرو کو نقصان بھی پہنچاسکتے ہیں۔"

"آپ شہر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کریں۔ ہیرو کی وجہ سے کہیں بھیڑ نہیں لگی گی۔"

برین آدم اعلیٰ افسران سے اس سلسلے میں مشورہ کرنے لگا۔ وہ لوگ مجھ سے دو ایسے زبردست نقصانات اٹھا چکے تھے کہ اب میرے کسی ساتھی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاسکتے تھے۔ انہوں نے عادل' انا اور ہیرو کو جانے کی اجازت دی اور ان کے لیے ایک گاڑی فراہم کی۔ جب وہ تینوں اس گاڑی میں روانہ ہوئے تو ان کے آگے پیچھے ایک درجن گاڑیاں چلنے لگیں۔

وہ تینوں مزے سے گھومتے پھرتے رہے اور میرا انتظار کرتے رہے۔ میں دوسری جگہ مصروف تھا۔ وہ آرام کرنے کے لیے ایک ہوٹل کے دو کمروں میں آگئے۔ کچھ فوجی کمرے کے باہر اور باقی ہوٹل کے اندر اور باہر مستعد کھڑے رہے۔

کھانے کا وقت ہوا تو وہ تینوں ہوٹل سے باہر آئے۔ اگرچہ اس ہوٹل میں بھی پیٹ بھر سکتے تھے لیکن وہ ایک دوسرے ہوٹل کے سامنے گاڑی اچانک روک کر تیزی سے چلتے ہوئے اندر گئے۔ وہاں کے لوگ ہیرو کو دیکھ کر چونک گئے۔ اسے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے اس کے قریب جانا چاہتے تھے مگر وہ تینوں کچن میں جاگھسے اور پلیٹیں اٹھا کر اپنی پسند کا کھانا لے کر کھانے لگے تھے۔

ہوٹل کی انتظامیہ نے فوجی افسر سے شکایت کی' افسر نے کہا۔ "یہ نامناسب حرکتیں برداشت کرلو۔ ان کے سامنے جاکر روک ٹوک کروگے تو ہوٹل میں زلزلہ آجائے گا۔ یہ چپ چاپ کھا کر چلے جائیں گے۔"

کچن کی طرف لوگوں کی بھیڑ لگنے والی تھی لیکن فوجی جوان سب ہی کو وہاں سے جانے کی ہدایات کررہے تھے۔ جو بزرگ آدمی کو دیکھنے کی ضد کررہے تھے' انہیں دھکے دے کر بھگا رہے تھے۔ وہ تینوں نہایت اطمینان سے پیٹ بھرنے کے بعد ہوٹل سے باہر آکر گاڑی میں بیٹھ گئے۔

فوجی افسر نے پوچھا "اب آپ لوگ کہاں تشریف لے جائیں گے؟"

انا نے کہا "پیٹ بھرنے کے بعد سمندر کے کنارے ٹہلنے کو جی چاہتا ہے۔"

"فار گاڈ سیک۔ آپ لوگ ادھر نہ جائیں سمندر کے کنارے ہم ہزاروں افراد کو کنٹرول نہیں کرسکیں گے۔ ہماری درخواست ہے

کہ آپ گاڑی کے اندر ہی رہ کر پورے شہر میں گھومتے رہیں۔"

اسی وقت موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ عادل نے اسے آپریٹ کرکے پوچھا "ہیلو! میں عادل بول رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"میں برین آدم بول رہا ہوں۔ ابھی اطلاع ملی ہے کہ فرانس کا ایک مخصوص طیارہ تم لوگوں کے لیے آپہنچا ہے۔"

میں نے عادل کے پاس آکر پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟"

"برین آدم ہمیں اطلاع دے رہا ہے کہ فرانس کا طیارہ ہمارے لیے آپہنچا ہے۔ ہیرو' سارہ کو ساتھ لے جانا چاہتا ہے جبکہ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کے زیر اثر رہ کر ہماری دشمن بنی ہوئی ہے۔ ہیرو چاہتا ہے کہ آپ سارہ کے دماغ پر تنویمی عمل کا توڑ کریں تاکہ وہ اپنے آپ میں رہ کر ہیرو کے ساتھ جانے کے لیے راضی ہو جائے۔"

برین آدم نے فون پر پوچھا "مسٹر عادل! خاموش کیوں ہو؟"

"اب مجھے خاموش ہی رہنا چاہئے۔ بھائی جان تمہاری کھوپڑی میں پہنچ رہے ہیں۔"

اس نے فون بند کردیا۔ میں نے برین کے پاس آکر کہا "سارہ سے کہو' مجھے اپنے اندر آنے دے۔ میں تنویمی عمل کا توڑ کروں گا۔"

اس نے فون کے ذریعے سارہ سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "مسٹر فرہاد تمہارے دماغ میں آرہے ہیں' تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے اس کا وہ توڑ کریں گے۔"

"مجھے یہ منظور نہیں ہے۔ میں فرہاد کو اپنے اندر نہیں آنے دوں گی۔"

"سارہ! انکار کروگی تو فرہاد کے لیے چیلنج بن جاؤگی اور تم چیلنج بننے والوں کا انجام دیکھ چکی ہو۔"

اس نے کہا "اچھی بات ہے۔ میں فرہاد کا راستہ نہیں روکوں گی۔"

میں نے اس کے اندر آکر کہا "جتنی سمجھداری سے مجھے آنے دیا ہے' اتنی ہی سمجھداری سے بستر پر لیٹ جاؤ۔"

وہ بستر پر لیٹ کر بولی "میں نے اپنی مرضی سے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بلایا تھا۔ تم توڑ کرکے جاؤ گے' میں پھر اسے بلالوں گی۔ تمہارے زیر اثر نہیں رہوں گی۔"

"میں جانتا ہوں' تم متعصب ہو۔ ہم مسلمانوں کی محبت اور خلوص کو کبھی اہمیت نہیں دوگی۔ میں صرف ہیرو کی تسلی کے لیے تمہیں تنویمی عمل سے نجات دلا کر یہ چاہتا ہوں کہ اپنے آپ میں رہ کر اس کی سچی محبت کا احساس کرکے اپنا آخری فیصلہ سناؤ۔"

میں نے اسے سلا دیا۔ اسے اپنی معمولہ بنا کر سابقہ تنویمی عمل کا توڑ کیا۔ پھر کہا "میں پوری سچائی کے ساتھ تمہیں اپنے عمل سے بھی آزاد کر رہا ہوں۔ جب تم آدھے گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہوگی تو کسی کے زیر اثر نہیں رہوگی۔"

وہ گہری نیند سو گئی۔ میں اس کے اندر موجود رہا تاکہ کوئی دشمن وہاں موجود ہو تو آدھے گھنٹے کے اندر ظاہر ہو جائے لیکن ایسا نہیں تو کسی اسپتال میں پڑا ہوا تھا۔ برین آدم نے الپا اور ٹیری کو سارہ سے دور رکھا تھا۔ اس لیے جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوئی تو بالکل اپنے آپ میں تھی۔ کسی کی بھی معمولہ اور تابعدار نہیں تھی۔

برین آدم نے میری فرمائش کے مطابق اسے ہیڈ کوارٹر بلایا۔ میں نے عادل اور ہیرو کو بھی وہاں جانے کے لیے کہا۔ دوسرے ایک گھنٹے کے اندر بریم آدم اور چند اعلیٰ افسران کے سامنے گئے۔ میں نے ہیرو کے اندر آکر کہا "سارہ کسی کے زیر اثر نہیں ہے۔ اب وہ جو بھی فیصلہ سنائے' تم اسے فراخدلی سے تسلیم کرلینا تاکہ یہاں سے جلد پیرس جاسکو۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے سارہ سے کہا "چونکہ مسٹر فرہاد یقین دلایا ہے کہ تم کسی کی بھی معمولہ اور تابعدار نہیں ہو۔ اس لیے میں یقین کرتا ہوں کہ تم میری محبت کی قدر کروگی اور میرے ساتھ پیرس چلوگی۔"

وہ بولی "میں تمہیں چاہتی ہوں۔ تم نے ایک بدکار سے میری عزت بچائی تھی۔ اس لیے تمہاری عزت کرتی ہوں لیکن محبت کرنے اور عزت کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اپنا ملک چھوڑ دوں۔ تمہارا اپنا کوئی ملک نہیں ہے اس لیے تم میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔ اگر تم مجھے دل و جان سے چاہتے ہو تو میرے ملک کو اپنا ملک سمجھو۔ میرے ساتھ یہاں عزت سے زندگی گزارو۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا "یہ ملک کیا چیز ہے' تم مجھے اپنے ساتھ جہنم میں رہنے کو کہوگی تو رہوں گی لیکن تم نے اختلاف کیا ہے۔ تم نے خود اپنی مرضی سے ایک یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بلایا تھا اور ایسا کرتے وقت بھول گئی تھیں کہ میں تم سے ڈرائنگ روم میں بیٹھا اپنی قوت سماعت سے سن رہا ہوں۔"

"ہاں' میں چاہتی تھی کہ میرا دماغ لاک ہو جائے۔ میرے فرہاد یا اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ آئے۔ کیا دشمنوں سے محفوظ رہنے کی کوشش کرنا جرم ہے؟"

"مسٹر فرہاد سے تمہاری دشمنی ایک ذاتی مسئلہ ہے لیکن یہودی خیال خوانی کرنے والے کی تابعدار بن کر مجھ سے بھی دشمنی کی۔ میری اپیچی اور بریف کیس کھول کر اہم چیزیں چرانے کی کوشش کی۔ تم سے نفرت کرتی رہیں اور مجھ سے کتراکر تھا اپنی کوٹھی میں آئندہ بھی تمہارا دماغ پھرے گا تو مسٹر فرہاد اور عادل جیسے سارے کے جانے کے بعد تم اور بدمزاجی دکھاؤ گی۔ جو عورت اپنے دوسرے کے حوالے کرکے اس کی تابعدار بن سکتی ہے۔ وہ ساری زندگی کے لیے تابعدار بنا دے گی۔"

"جب میں اتنی ہی بری ہوں اور اعتبار کے قابل نہیں

پھر جاؤ' میں تمہارے ساتھ زندگی نہیں گزاروں گی۔"

ہیرو نے اسے بڑے دکھ سے دیکھا۔ پھر کہا "اگر مسٹر فرہاد جیسے ساتھی نہ ملتے تو میں انسان بن کر پچھتاتا۔ انسان بننے کے بعد جس شخص نے پہلا دھوکا دیا' وہ میرا استاد جافری ہیرالڈ تھا۔ میری بدقسمتی کہ وہ بھی یہودی تھا' تم بھی یہودی ہو۔ مجھے تم میں سے کسی کے سائے میں امان اور محبت نہیں ملی۔"

کمپیوٹر کے وہ الفاظ مٹ گئے۔ دوسرے الفاظ ابھرنے لگے "اب میں مسلمانوں کے سائے میں جارہا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہاں میرے نصیب میں کیا لکھا ہے۔ جانے سے پہلے اتنا کہہ دوں کہ ان یہودی اکابرین کی نظروں میں تمہاری اہمیت صرف میری وجہ سے ہے۔ وہ تمہارے ذریعے مجھے اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ میرے جانے کے بعد انہیں جو ناکامی ہوگی اس کا عذاب تم پر نازل ہوگا۔ تم بہت پچھتاؤ گی۔"

اسکرین پر وہ الفاظ بھی مٹنے اور دوسرے الفاظ ابھرنے لگے۔ "چونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اس لیے تمہاری بھلائی کے لیے ان یہودی اکابرین سے کہتا ہوں کہ میرے جانے کے بعد کوئی تم پر ظلم نہ کرے۔ مسٹر فرہاد کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا چوبیس گھنٹوں میں ایک بار تمہارے پاس آکر خیریت معلوم کرے گا۔ اگر کوئی تمہیں دشمنی سے ہاتھ بھی لگائے گا تو یہاں گزرے ہوئے دو دھماکوں کا سلسلہ تیسرے دھماکے سے پھر جاری ہو جائے گا۔"

برین آدم نے کہا "یہ بات نامناسب ہے۔ اگر کوئی ہماری لاعلمی میں سارہ کو نقصان پہنچائے گا تو تم لوگ اس کا الزام ہمیں دوگے۔"

سارہ نے کہا "ہیرو! مجھ سے دکھاوے کی محبت نہ جتاؤ۔ تمہیں پتا ہے کہ میرے دو سوتیلے بھائی میرے جانی دشمن ہیں۔ اگر وہ مجھے نقصان پہنچائیں گے تو تم اس ملک کے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ افسران کو الزام دوگے۔ مجھے یہ منظور نہیں ہے۔ لہٰذا اپنی محبت رہنے دو اور یہاں سے چلے جاؤ۔"

ہیرو نے مایوس ہو کر اسے دیکھا پھر کمپیوٹر کو بند کرکے پلٹ گیا۔ سر جھکا کر بڑے دکھ کے ساتھ جانے لگا۔ انا اور عادل اس کے ساتھ چلتے ہوئے باہر آئے۔ پھر ایک گاڑی میں بیٹھ کر ائرپورٹ جانے لگے۔

میں احتیاطاً برین آدم کے پاس موجود رہا۔ ان کے جانے کے بعد برین نے خلا میں تکتے ہوئے پوچھا۔ "مسٹر فرہاد! کیا آپ موجود ہیں؟ ہمیں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی۔ ایسے وقت وہ بھول گیا تھا میں اس کے اندر چھپے ہوئے چور خیالات پڑھ سکتا ہوں اور سے جاسکتا ہوں۔ وہ اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے بہت سے فائدے اٹھا سکتے تھے۔ وہ ہیرو کو یہاں سارہ کا دیوانہ بنا کر روکنا چاہتے تھے۔ بعد میں اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اسے تابعدار بنانا چاہتے تھے۔

ایک اعلیٰ افسر نے سارہ سے کہا "تم کیسی محب وطن ہو۔ تمہیں اپنے ملک کی بہتری کے لیے ہیرو کو روکنا چاہئے۔"

"میں کیسے روک سکتی ہوں۔ فرہاد نے اسے سحر زدہ کر رکھا ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ وہ تمہارا دیوانہ ہے۔ تم اسے روک سکتی ہو۔"

"آپ لوگوں نے پہلے یہ بات کیوں نہیں سمجھائی؟"

"کیسے سمجھاتے؟ پتا نہیں فرہاد ہم میں سے کس کے اندر تھا اور تمہارے اندر ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہیں یہ باتیں سمجھاتا تو وہ ہیرو سے جاکر کہہ دیتا کہ تم محبت سے نہیں مطلب سے اسے روکنا چاہتی ہو۔"

"کیا میں اسے جاکر روکوں؟"

"فوراً اس کے پیچھے جاؤ۔ وہ خوش ہو جائے گا کہ اس کی محبت میں دیوانی ہو کر آئی ہو۔"

"وہ اب ہم پر بھروسا نہیں کرتا ہے۔ ابھی کہہ رہا تھا کہ میں اپنی طرح اسے بھی یہودی خیال خوانی کرنے والے کا غلام بنادوں گی۔ وہ نہیں رکے گا تو میں کیا کروں گی؟"

"تم اس کے ساتھ چلی جاؤ۔ صرف یہ شرط رکھو کہ تمہارے دماغ میں فرہاد کا کوئی آدمی نہ آئے۔ اس طرح ہمارا خیال خوانی کرنے والا تمہارے پاس آکر تمہیں گائیڈ کرتا رہے گا۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ برین آدم نے ایک افسر کو دیکھ کر پوچھا "ٹیری! تم موجود ہو؟"

ٹیری آدم نے اس افسر کی زبان سے کہا "میں موجود ہوں۔"

"سارہ کے اندر چپ چاپ موجود رہو اور اسے ہیرو کے ساتھ جانے پر مجبور کرتے رہو۔ اس کے دماغ میں فرہاد ہو سکتا ہے۔ اسے اپنی موجودگی کا احساس نہ ہونے دینا۔"

وہ ایک فوجی افسر کی کار میں آکر بیٹھ گئی تھی اور اسے ڈرائیو کرتی ہوئی ائرپورٹ جارہی تھی۔ آگے وہ راستہ بدل کر ائرپورٹ کی مخالف سمت جانے لگی تو ٹیری آدم نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا "میں کہاں جارہی ہوں؟ یہ غلط رستہ ہے۔ ائرپورٹ ادھر رہ گیا ہے۔"

وہ ایک لمبا ٹرن لے کر پھر ائرپورٹ کے راستے پر آئی مگر ایک اسپتال کے احاطے میں آکر رک گئی۔ ٹیری نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا "میں یہاں کیوں آئی ہوں؟"

میں نے سارہ کی سوچ میں کہا "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں؟ میرے سر میں خرابی ہے۔ میں دوا لینے آئی ہوں۔"

ٹیری نے کہا "تھوڑی دیر ہو جائے گی۔ ہیرو طیارے میں بیٹھ کر

چلا جائے گا۔ میں بعد میں دوا لے سکتی ہوں۔"

میں نے کہا "میرے سر کی تکلیف بڑھتی رہے گی تو میں مسکرا کر ہیرو کو قائل نہیں کر سکوں گی۔"

وہ جھنجلاہٹ میں خود کو ظاہر کرتے ہوئے بولا "بکواس' تمہارے سر میں تکلیف نہیں ہے۔ میں تمہارے اندر رہ کر سمجھ رہا ہوں۔ تمہیں وہم سا ہو گیا ہے۔"

میں نے کہا "میری وہم تو تم لوگوں کو ہو گیا ہے۔ ہیرو نے ابھی تمہارے اکابرین کے سامنے کہا تھا کہ اسے انسان بننے کے بعد یہودیوں کے سائے میں امان اور محبت نہیں ملی۔ اب وہ مسلمانوں کے سائے میں جا رہا ہے اور دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کے نصیب میں وہاں کیا لکھا ہے۔ لہٰذا ہماری کوشش ہو گی کہ ہمارے سائے میں اسے کہیں سے فریب نہ ملے۔ میں فریب دینے والی تمہاری اس آلۂ کار کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر اسپتال پہنچا رہا ہوں۔"

ٹیری کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ سارہ اسپتال کے اندر آئی۔ اس نے برین اسکیننگ کے شعبے میں آکر کہا "ڈاکٹر! میرے دماغ میں اسلام دشمنی شور مچا رہی ہے۔ پلیز ابھی اسکیننگ کریں اور اس شور و غل کو باہر نکالیں۔"

ڈاکٹر اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کا جواب سنے بغیر اسکیننگ مشین کے بیڈ پر آکر لیٹ گئی۔

○☆○

ارینا گل کا تعلق جیوز سنڈیکیٹ یعنی یہودی تنظیم سے تھا۔ یہ ایک آزاد خفیہ تنظیم تھی۔ اس کا کوئی تعلق اسرائیلی حکومت سے نہیں تھا۔ نہ ہی اس جیوز سنڈیکیٹ کے افراد ایکسرے مین کی خفیہ تنظیم سے کوئی واسطہ رکھتے تھے۔

اس سنڈیکیٹ میں جتنے جرائم پیشہ افراد تھے' وہ سب یہودی کاز کے لیے کام کرتے تھے۔ یہودی سرمایہ داروں سے یا اسرائیلی حکومت سے اچھا خاصا معاوضہ لے کر مشکل سے مشکل کام کر گزرتے تھے۔

جیوز سنڈیکیٹ کے سرغنہ کا نام یہودہ گل تھا۔ ارینا گل اس کی بھتیجی تھی۔ چچا بھتیجی نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ مکار اور خطرناک مجرموں کی کمزوریاں معلوم کر کے انہیں اپنا پابند بنا کر رکھا جائے۔ وہ اس سلسلے میں بڑی حد تک کامیاب ہوتے رہتے تھے۔ اس تنظیم میں ایسے زبردست مکار اور فریبی تھے کہ جو آنکھ سے سُرمہ چرا کر لے جاتے تھے لیکن خود ان کے خلاف بھیانک قتل اور دیگر جرائم کے جو دستاویزی ثبوت یہودہ گل کے پاس تھے اسے چُرانے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتے تھے۔ پتا نہیں یہودہ ایسے اہم دستاویزات کہاں چھپا کر رکھتا تھا۔ مجرموں کو ان کی بو تک نہیں ملتی تھی۔

مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے کئی سائنس دان' ڈاکٹر اور پینٹاگون کے ماہرین یہودہ گل کے غلام تھے۔ اس کے ماتحت ایسے خطرناک فائٹر تھے' جو مقابلے کے اختتام میں حریف کو کبھی زندہ نہیں چھوڑتے تھے۔ ان میں سے ایک خطرناک فائٹر ہیری سمسن تھا۔ ارینا کے ساتھ سری نگر آیا ہوا تھا۔

یہ چچا بھتیجی برلن کے رہنے والے تھے۔ تنظیم کا ہیڈ کوارٹر اسی شہر میں تھا۔ اسرائیلی حکومت نے یہودہ گل کو منہ مانگی رقم دے کر اسے یہ کام سونپا تھا کہ وہ کشمیر کے ان تمام علاقوں کی ویڈیو فلمیں تیار کریں' جہاں مجاہدین اپنے مضبوط مورچے بنا چکے ہیں۔ جہاں وہ آکر چھپتے ہیں۔ بھارتی فوج پر حملے کرتے ہیں۔ پھر روپوش ہو جاتے ہیں۔

اسرائیل کی طرف سے ارینا اور ہیری سمسن کو ایسے شناختی کاغذات دیے گئے تھے' جنہیں دیکھ کر بھارتی فوجی ان سے ہر طرح کا تعاون کرتے تھے اور تمام سہولتیں فراہم کرتے تھے۔

یہودی کسی کے نہیں ہوتے۔ جس کی مدد کرتے ہیں' اس کی بھی جڑیں کھودتے رہتے ہیں۔ ارینا اور ہیری کو تاکید کی گئی تھی کہ وہ بھارتی فوج کے اعلیٰ افسران اور بھارتی حکومت کے کلیدی عہدیداران کی کمزوریاں دستاویزی صورت میں حاصل کریں۔

ارینا اس مقصد کے لیے دہلی جانے والی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے پاشا جیسا غیر معمولی ہتھیار مل گیا تھا۔ وہ پاشا کی فطرت اور اس کے مزاج کو سمجھ کر اسے دیوانہ بنا رہی تھی۔ حسن اور شباب بے شمار عورتوں کے پاس ہوتا ہے لیکن شبانی اداؤں کو ہتھیار بنانے کا ہُنر ارینا جیسی عورتیں ہی جانتی ہیں۔ جس مرد کو تاڑ لیتی ہیں' اسے اپنے پیچھے دُم ہلانے والا کتا بنا کر ہی دم لیتی ہیں۔

پاشا نے صبح تک اسے اپنی تمام ہمدردی سنا دی۔ صرف اتنا نہیں' یہ بھی بتا دیا کہ وہ پارس کے ساتھ سری نگر آیا ہے۔ ارینا چونک کر پوچھا "کیا تم فرہاد کے بیٹے کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں' وہ میرا دوست ہے۔ بہت اچھا ہے۔ یہاں میری مدد کرنے آیا ہے۔"

"وہ یہاں تمہاری کیا مدد کرے گا؟"

"دراصل ایک ملکۂ حسن ہے۔ اسے ایک باڈی بلڈر راجہ کر کے یہاں لے آیا ہے۔ میں اس حسینہ کی آبرو بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

ارینا نے ہنس کر کہا "تم اور کسی حسینہ کی آبرو بچاؤ گے؟ کیا لطیفہ سنا رہے ہو۔ بائی دی وے اس سلسلے میں پارس تمہاری مدد کیسے کرے گا؟"

"وہ حسینہ کو جانتا ہے۔ مجھے اس حسینہ اور پہلوان کے پاس پہنچائے گا' میں اس پہلوان کی گردن توڑ کر اس حسینہ کو اس کے والدین تک پہنچا دوں گا تو وہ میری دلیری سے خوش ہو کر اس کی شادی مجھ سے..... ہی ہی ہی۔"

"ابھی تو تم جذبات میں دیوانے ہو رہے تھے۔ قسمیں کھا رہے تھے کہ آخری سانس تک میرے رہو گے۔"

"میں تم سے ملنے سے پہلے کی بات بتا رہا تھا۔ اب تو میں پہچانتا ہوں اس ملکۂ حسن پر۔ تم سے زیادہ حسین کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ تم مجھ سے شادی کرو گی نا؟"

"غلطی نہیں کروں گی۔ شادی کے بعد حسین سے حسین عورت بھی گھر کی مرغی کی طرح ہو جاتی ہے۔"

"واہ کیا زبردست بات کہہ دی ہے تم نے۔ تم بہت اچھی ہو بلکہ ہر وہ عورت اچھی ہے جو شادی کرتی ہے' شادی نہیں کرتی۔"

"کام کی بات کرو۔ میں فرہاد علی تیمور کی پوری فیملی کی ہسٹری جانتی ہوں۔ وہ بہت خطرناک لوگ ہیں۔ اگرچہ میں بھی کم نہیں ہوں لیکن خواہ مخواہ ان سے نہ دشمنی کرنا چاہتی ہوں اور نہ دوستی۔ اس لیے فیصلہ سناؤ' میرے دوست بن کر رہو گے یا پارس کے؟"

"تم میری جان ہو۔ پارس کیا چیز ہے۔ لوگ صدقے میں کالا بکرا قربان کرتے ہیں میں تمہاری جان کے صدقے میں پارس کو قربان کر سکتا ہوں۔"

"پھر میں بھی تم پر ہزاروں حسیناؤں کو قربان کرتی رہوں گی۔ جو حسینہ پسند آئے' اس کی طرف ایک اشارہ کرو گے تو میں اسے تمہارے پاس پہنچا دوں گی۔ شرط یہ ہے کہ تم ہمیشہ میرے وفادار رہو گے۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں' ہمیشہ تمہارا وفادار رہوں گا۔ بے وفائی کروں گا تو مجھے کتا کاٹے گا۔"

"میں کاٹوں گی۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گی۔"

"کیا کرو گی؟"

"جب ایسا وقت آئے گا تو زبان سے نہیں کہوں گی۔ عملی مظاہرہ کروں گی۔ فی الحال ہم پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ ابھی سوئیں گے۔ پھر شام کی فلائٹ سے دہلی جائیں گے۔"

وہ فون اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس نے پوچھا "دہلی کیوں جائیں گے؟"

"میں نیند پوری کرنے کے بعد سمجھاؤں گی کہ ہمیں وہاں جا کر کیا کرنا ہے۔"

رابطہ قائم ہونے پر وہ بولی۔ "ہیلو' شام کی فلائٹ میں دلّی کے لیے دو سیٹیں حاصل کرو۔ مجھے چھ گھنٹے تک ڈسٹرب نہ کرنا۔ میں سونے جا رہی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر بیڈ لیمپ کو آف کر دیا۔

پاشا نے کوٹ لے کر اس پر ہاتھ رکھا۔ وہ ہاتھ ہٹا کر بولی۔ "شرافت سے سو جاؤ۔ ورنہ دھکا دے کر نیچے گرا دوں گی۔ چلو ادھر مُنہ کرو۔"

وہ تابعدار دوسری طرف مُنہ کر کے بولا "تمہارا حکم سر آنکھوں پر مگر نیند نہیں آئے گی۔"

"میرے پاس ایسی دوا ہے جسے پیشانی پر لگانے سے نیند آجاتی ہے۔ میں لے کر آتی ہوں۔"

اس نے بیڈ لیمپ کا بٹن دبایا۔ کمرے میں روشنی ہو گئی۔ وہ بستر سے اٹھ کر اپنی اٹیچی کے پاس آئی۔ وہ اپنے لباس میں دو طرح کی دوائیں چھپا کر رکھتی تھی۔ وہ دوائیں پلاسٹک کی نلکیوں میں ہوتی تھیں۔ رات کو سونے سے پہلے ان نلکیوں کو اٹیچی میں رکھ دیا کرتی تھی۔

ان میں سے ایک دوا سر میں لگانے والے بام کی طرح تھی۔ نزلہ زکام کے وقت پیشانی اور سینے پر بام لگایا جائے تو قدرے آرام آتا ہے۔ ایسی کئی دوائیں ہیں' جو دماغ پر اثر انداز ہوتی ہیں اور خاطر خواہ نتائج پیدا کرتی ہیں۔ اس نے ایک نلکی کھول کر اس میں سے ایک دوا اپنی دو انگلیوں کے پور میں لگائی۔ نلکی اور اٹیچی کو بند کیا پھر بستر پر آکر اس پر جھک گئی۔ اس سے بولی "میں دوا لگا رہی ہوں۔ جب تک نیند نہ آئے' میری آنکھوں میں دیکھتے رہو۔"

وہ خوش ہو کر اُس کی خوبصورت آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ وہ اپنی انگلیوں سے اس کی پیشانی پر دوا لگاتے ہوئے بولی "تم میرے دیوانے ہو۔ دیوانے رہو گے۔ میرے بغیر بے چین رہا کرو گے۔"

وہ دھیمی دھیمی سرگوشی میں یہ الفاظ بار بار یوں دہرا رہی تھی جیسے منتر پڑھ رہی ہو۔ پیشانی سے لگی ہوئی دوا پر اس کی دو انگلیاں ہولے ہولے پھسل رہی تھیں۔ وہ دوا ہلکی ہلکی حرارت کے ساتھ اس کے دماغ کو متاثر کر رہی تھی۔ اس پر عجیب طرح کا نشہ طاری ہو رہا تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ ارینا اس کے حواس پر چھا رہی ہے۔ اس کے پہاڑ جیسے وجود کو اپنی خوبصورت آنکھوں میں قید کر رہی ہے۔

یہ ایک طرح کا تنویمی عمل تھا جس وقت دوا اثر انداز ہوتی رہتی تھی' اس وقت معمول آنکھوں کے سامنے جسے دیکھتا رہتا تھا اور جس کی باتیں سنتا رہتا تھا' اس کی شخصیت سے متاثر ہوتا چلا جاتا تھا۔ پاشا کی آنکھوں کے سامنے ارینا کا حسین چہرہ تھا اور اس کی بڑی بڑی غزالی آنکھیں تھیں۔ وہ معمول کی حیثیت سے زیرِ لب بڑبڑایا۔ "میں تمہارا دیوانہ ہوں۔ دیوانہ رہوں گا اور ہمیشہ تمہارے بغیر بے چین رہا کروں گا۔"

ہولے ہولے بڑبڑانے کے دوران اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ سو گیا۔ یہ دوا کی خاصیت تھی کہ ایک بار لگانے سے معمول کئی ہفتوں تک اپنے عامل کی شخصیت سے متاثر رہتا تھا۔ ہمیشہ اس کے قریب رہنا اور اس سے محبت کرنا چاہتا تھا۔ اسے اپنے عامل کے بغیر سکون نہیں ملتا تھا۔ ارینا نے سوچ لیا تھا کہ پاشا غیر معمولی جسمانی اور دماغی قوتوں کا حامل ہے۔ لہٰذا وہ مسلسل تین راتوں تک سونے سے پہلے اس کی پیشانی پر وہ دوا لگایا کرے گی۔

عورتوں کا حسن ان کے ناخنوں میں بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ لانبے ناخن رکھتی ہیں۔ انہیں خوبصورتی سے تراش کر نیل پالش سے چمکاتی ہیں۔ ارینا کے ناخن لانبے لیکن مصنوعی تھے۔ وہ اپنی انگلیوں میں پلاسٹک کے خوبصورت ناخن چڑھائے رکھتی تھی۔ ان

میں سے دو ہاتھوں اور دو پیروں کے ایک ایک ناخن میں ایک مہلک رسان دوا چھپی رہتی تھی۔ وہ دوا معمولی سی مقدار میں جس کے جسم پر لگاتی تھی' وہ بے چین ہو جاتا تھا اور بڑی وحشت سے اپنے تمام بدن کو کھجانے لگتا تھا۔ وہ دشمنوں کی جان نہیں لیتی تھی۔ انہیں عذاب میں مبتلا کر دیتی تھی۔

دوسرے ہاتھ کے ناخن میں جو دوا تھی' وہ پہلی دوا کا توڑ تھی۔ اس دوسرے ہاتھ کی دوا جسم پر لگتے ہی کھجلی ختم ہونے لگتی تھی۔ کھجانے والے کو قرار آجاتا تھا لیکن وہ کئی منٹ تک بے حس رہتا تھا۔ ہاتھ پاؤں کو حرکت نہیں دے سکتا تھا۔

وہ واش روم میں آئی۔ اس نے صابن سے ہاتھوں کو دھویا پھر تولیے سے پونچھا۔ کمرے میں آکر دیکھا وہ گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے اپنچی سے ایک موبائل فون نکالا۔ کھڑکی کے پاس آکر پردے کو ہٹایا۔ باہر دور تک تاریکی تھی۔ کہیں کہیں ٹمٹماتے روشن نظر آرہے تھے۔ سری نگر میں جھیل ڈل کا سماں دیکھ کر لوگ کشمیر کو جنت ارضی کہتے تھے۔ یہاں بیرونی ممالک سے آنے والے سیاحوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ رات کو بھی دن کا گمان ہوتا تھا۔ تحریکِ آزادی کے متوالوں نے بھارتی فوج کو ایسا ہراساں کیا تھا کہ اب یہ شہر تاریکیوں میں ڈوبا رہتا تھا۔ کئی علاقوں میں کرفیو اور کئی علاقوں میں کریک ڈاؤن ہوتا رہتا تھا۔

اس نے موبائل کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ پھر اپنے چچا سیودہ بگل سے کہا "ہیلو انکل! کیسے ہو؟"

"فائن تھینک یو۔ تم سناؤ' کیا ابھی سو کر اٹھی ہو؟ صبح ہو رہی ہے۔"

"سونا نصیب نہیں ہوا۔ میں نے ایک ایسے شخص کو اپنی مٹھی میں کیا ہے جس کے متعلق سن کر تم حیران رہ جاؤ گے۔"

"مجھے یقین ہے' میری بیٹی نے ضرور کوئی کارنامہ انجام دیا ہے۔"

"انکل! وہ ایک غیر معمولی انسان ہے۔ اس کی بصارت اتنی تیز ہے کہ گہری تاریکی میں ایک ننھے سے نقطے کو بھی دیکھ لیتا ہے۔ کیا تم یقین کرو گے؟"

"کیا تم نے اس کی بصارت کو آزمایا ہے؟"

"آزمانے کے بعد ہی تم سے کہہ رہی ہوں۔ اس میں دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ میلوں دور کی آواز صاف طور پر سن لیتا ہے۔"

"اگر تم اس کی سماعت کو بھی آزمانے کے بعد کہہ رہی ہو تو میں یقین کر رہا ہوں۔ یہ تو دنیا کا انوکھا عجوبہ ہے۔"

"اس میں تیسری خوبی یہ ہے کہ وہ غیر معمولی جسمانی اور دماغی قوتوں کا حامل ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ مضبوط دروازے کو گھونسا مار کر توڑ سکتا ہے۔ اس کے دماغ کو کوئی ٹیلی پیتھی یا ہپناٹزم جاننے والا متاثر نہیں کر سکتا۔ میں نے اس کی پیشانی پر دوا لگائی ہے' وہ مجھ سے متاثر ہو کر سو گیا ہے لیکن اس کا دماغ فولادی ہے۔ میں دو چار بار وہ دوا لگاؤں گی تب وہ پوری طرح میرے قبضے میں رہے گا۔"

"مجھے تم پر ناز ہے۔ یہ شخص ہمارے بہت کام آئے گا۔ رات کی تاریکی میں اہم وستاویزات چرا کر لا سکے گا۔ اندھیرے میں چھپے ہوئے دشمنوں سے ہمیں بچائے گا اور دور بیٹھے ہوئے مخالفین کی گفتگو ہمیں سنا سکے گا۔"

"انکل' وہ ہمارے لیے اور بھی حیرت انگیز کارنامے انجام دے گا۔ میں شام کی فلائٹ سے اس کے ساتھ دہلی آرہی ہوں۔ آپ ائرپورٹ پر گاڑی لے آئیں۔ اب میں سونے جا رہی ہوں۔"

وہ فون آف کرنا چاہتی تھی پھر بولی "ایک اہم بات بتانا بھول گئی۔ اس شخص کا نام پاشا ہے اور یہ فرہاد کے بیٹے پارس کے ساتھ یہاں آیا ہے۔ کیا پارس ہمارے لیے پرابلم بنے گا؟"

"اس کا باپ بھی پرابلم بنے گا تو ہم پاشا کو ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔ ویسے پارس وہاں کیا کر رہا ہے؟"

"وہ مسلمان ہے' یقیناً کشمیر کے مسلمان باغیوں (مجاہدین) کی مدد کرنے آیا ہوگا۔ رات کے ابتدائی حصے میں سری نگر کے قریب زبردست دھماکے ہوئے۔ چار فوجی ٹرک تباہ ہوئے چند فوجی افسر اور سپاہی مارے گئے۔ فوجی جوانوں کو اس گاؤں سے بھاگنا پڑا۔"

"تم شام تک دہلی آرہی ہو۔ اس طرح پاشا کو پارس سے دور لے آؤ گی۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ شام سے پہلے ہی پارس یہاں ہوٹل کے کمرے میں آپہنچے۔ میں پاشا کو لال چوک کے رہائشی علاقے میں لائی ہوں۔ پارس بھی وہیں کہیں چھپا ہوگا۔"

"اگر وہاں ہے تو ہمارے آدمی اسے ہوٹل تک نہیں آنے دیں گے۔ میں اسے گرفتار کرانے کے فوراً انتظامات کرتا ہوں۔"

سیودہ نے اپنی بھتیجی سے رابطہ ختم کیا۔ پھر فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کرنے کے بعد پوچھا "کیا آپ جانتے ہیں کہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس سری نگر میں موجود ہے؟"

"ہاں۔ ہم جانتے ہیں۔ وہ لال چوک میں تھا۔ کوئی دو گھنٹے پہلے وہاں سے فرار ہو گیا ہے۔"

"وہ جہاں بھی ہوگا۔ میرے آدمی اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ آپ اس کا موجودہ حلیہ بتا سکتے ہیں؟"

"وہ بڑا شاطر ہے۔ پل پل میں حلیہ بدلتا رہتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ سانپ کی طرح آنکھیں کھلی رکھ کر سوتا ہے۔ پلکیں نہیں جھپکتا ہے۔ دوسری پہچان یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک حسین کشمیری عورت ہے۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں جانتے۔"

"اتنی ہی معلومات کافی ہیں۔ آپ کا شکریہ۔ ہم یہودی ہرقل

پر آپ کے ساتھ ہیں۔"

اس نے فون بند کیا۔ پھر نمبر ڈائل کیے۔ ہیری سمسن اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ فون کی گھنٹی نے اس کی آنکھیں کھول دیں۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو مسٹر سمسن اسپیکنگ۔"

"کیا تم سو رہے تھے؟"

"یس باس! رات کے تین بجے سونے کا موقع ملا تھا۔"

"خبردار تیار ہو جاؤ۔ اس شہر میں فرہاد کا بیٹا پارس ہے۔ اسے اپنے آدمیوں کے ساتھ تلاش کرو۔"

"اوکے رائٹ باس! کیا وہ کسی بھیس میں ہے؟"

سیودہ نے پارس کی خاص پہچان بتائی۔ پھر کہا "تم اسے دیکھتے ہی گولی مار سکتے ہو۔ اگر تم اسے قتل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو تمہیں پچیس ہزار ڈالر ملیں گے۔"

"تھینک یو باس! آپ نے ہمیشہ آزمایا ہے کہ میرے ہاتھوں سے کبھی کوئی شکار بچ کر نہیں جاتا ہے۔ میں شام تک آپ کو خوش خبری سناؤں گا۔"

سیودہ بگل نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر دہلی میں آنے والے نئے اسرائیلی سفیر سے رابطہ قائم کیا پھر کہا "میں جیوز سنڈیکیٹ کے حوالے سے سیودہ بگل تم سے مخاطب ہوں۔ کیا مجھے پہچانتے ہو؟"

"مسٹر بگل! میرے پاس اہم افراد کی جو فہرست ہے اس میں تمہارا نام پہلے نمبر پر ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارے آدمی کشمیر میں ہمارے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی کہ تم میرے متعلق جانتے ہو۔ میں چاہتا ہوں تم فوراً اپنے اعلیٰ حکام سے رابطہ کرو۔ ان سے کہو کہ جس پارس نے پچھلے اسرائیلی سفیر کو انڈیا سے بھاگنے پر مجبور کیا تھا' وہ سری نگر میں ہے۔ اگر میں آج شام تک انہیں پارس کی لاش دکھاؤں تو کیا وہ میرے لندن کے بینک اکاؤنٹ میں دس لاکھ پونڈز جمع کرا دیں گے؟"

"مسٹر سیودہ بگل! دس لاکھ پونڈز اتنی بڑی رقم ہے کہ اسے دیکھ کر اکثر لوگ بیہوش ہو جاتے ہیں۔"

"اور فرہاد کا بیٹا ایسا بخار ہے کہ دس ارب پونڈز میں بھی یہ بخار نہیں اترتا۔ میں تو صرف دس لاکھ کا مطالبہ کر رہا ہوں۔ تم اپنے بڑوں سے باتیں کرو۔ میں آدھے گھنٹے بعد پھر فون کروں گا۔"

آدھے گھنٹے کے اندر ہی وزیر خارجہ نے اس سے فون پر رابطہ کیا اور کہا "فرہاد نے تل ابیب کے قریب ایٹمی پلانٹ کو تباہ کیا۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر اسلحہ کے گودام کو دھماکوں سے اڑایا۔ اتنے نقصانات کا صدمہ ناقابلِ برداشت ہے۔ اگر تم پارس کو موت کے گھاٹ اتار دو تو ہم تمہیں دس لاکھ پونڈز سے بھی زیادہ دیں گے۔ تم کی طرح ہمارا کلیجا ٹھنڈا کر دو۔"

"سمجھ گیا کہ کلیجا ٹھنڈا ہو گیا۔ ہماری کامیابی کی صرف ایک ہی شرط ہے کہ پارس ہمیں نظر آجائے۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ اچانک ہی سیودہ کو یاد آیا کہ وہ پارس کو آسانی سے تلاش کر سکتا ہے۔ پاشا اگر توجہ سے پارس اور اس کے ساتھیوں کی آواز سنے تو ان کی گفتگو سے پتا چل سکتا ہے کہ اس نے کشمیری عورت کے ساتھ کہاں پناہ لی ہے؟

اس نے گھڑی دیکھی۔ ایک گھنٹا پہلے اپنی بھتیجی ارینا سے گفتگو ہوئی تھی اور وہ سونے جا رہی تھی۔ سیودہ نے سوچا' وہ سو رہی ہوگی۔ اسے اپنی بھتیجی کی عادات کا پتا تھا' وہ کام کے معاملے میں جتنی تیز طرار تھی۔ اتنی ہی سونے کے معاملے میں بڑی آرام طلب تھی۔ چھ گھنٹے ضرور سوتی تھی۔ جتنا بھی اہم معاملہ درپیش ہو' وہ نیند میں مداخلت برداشت نہیں کرتی تھی۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ ہوٹل کے فون کا پلگ نکال کر اور موبائل فون کی بیٹری الگ کر کے سو رہی ہوگی۔

وہ مجبوراً اس کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے سنڈیکیٹ میں جتنے چالاک اور خطرناک ماتحت تھے وہ سب اس کے محکوم اور تابعدار تھے۔ اس کے حکم پر آدھی رات کو بھی نیند سے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک یہی بھتیجی تھی' جو ضدی اور سرکش تھی۔ نیند کے معاملے میں اپنے باس انکل کی بھی بات نہیں مانتی تھی۔ وہ اسے بہت چاہتا تھا۔ اس لیے اس کی نیند کے دوران لاکھوں کا نقصان بھی برداشت کر لیتا تھا۔

ویسے یہ اطمینان تھا کہ ہیری سمسن بڑی تندہی سے پارس کو ڈھونڈ رہا ہوگا۔ پھر چھ گھنٹے کی نیند کے بعد یعنی دوپہر ایک بجے ارینا بیدار ہوگی تو پاشا کو پارس کا سراغ لگانے کا کہے گی۔ پھر منٹوں میں وہ اس کی آواز سن کر اس کی نشاندہی کر دے گا۔

دوسری طرف شی تارا حیران تھی کہ پارس کہاں غائب ہو گیا ہے؟ وہ گشت کرنے والے فوجیوں کی نظر میں نہیں آیا۔ کوئی جاسوس اس کے سائے تک نہ پہنچ سکا۔ یوں لگتا تھا سلیمانی ٹوپی پہن کر دنیا والوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے جبکہ ایسا ممکن نہیں تھا۔

شی تارا سمجھ رہی تھی کہ وہ اپنی ذہانت کا کمال دکھا رہا ہے۔ وہ سوچنے لگی "میرے پاس بھی وہی انسانی ذہن ہے۔ اگر میں سری نگر میں پارس کی جگہ ہوتی اور جاسوسوں اور فوجیوں سے چھپنا پڑتا تو کیا کرتی؟"

- یہ بات وہ جانتی تھی کہ میں اور میرے بیٹے نفسیاتی حربے استعمال کرتے ہیں۔ ڈھونڈنے والوں کی ناک کے نیچے رہتے ہیں۔ دشمنوں کی بغل میں چھپے رہتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔

سب ہی یہ سمجھ رہے تھے کہ صمد اور جاسوسہ پاروشا کے قتل ہونے کے بعد پارس لال چوک میں نہیں رہے گا وہاں سے دور کہیں چلا جائے گا۔ شی تارا نے بھی آخری بار اس کے دماغ میں آکر دیکھا تھا کہ وہ آفرین کا ہاتھ پکڑ کر اس علاقے سے جا رہا ہے۔ اس کے

بعد اس نے سانس روک لی تھی۔

اب وہ سوچ رہی تھی' پارس نے دھوکا دیا ہے۔ وہ آفرین کا ہاتھ پکڑ کر محلے سے باہر نہیں گیا ہے۔ وہیں کسی مکان میں چھپ گیا ہے۔ مراد علی کے مکان کے دروازے پر تمام رات تالا پڑا رہا۔ جاسوس یہی سمجھتے رہے' اندر کوئی نہیں ہے جبکہ وہ مکار پارس باہر سے تالا لگا کر اندر آفرین کے ساتھ آرام سے سو رہا ہوگا۔

اس نے کمانڈر کے ذریعے فوجی افسر کو حکم دیا کہ وہ تالا توڑ کر اندر جائے اور صمد اور پارو کے قاتل کو گرفتار کرے۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ تالا توڑ کر اندر جانے کے بعد مکان خالی نظر آیا۔ ادھر پارس نہیں تھا۔

شی تارا نے جھنجلا کر کمانڈر سے پوچھا "یہ تمہارے فوجیوں اور جاسوسوں نے کیسی ٹریننگ حاصل کی ہے؟ سب کے سب پورے شہر میں دندناتے پھر رہے ہیں۔ مگر صرف ایک شخص کو صرف ایک شخص کو پکڑ نہیں پا رہے ہیں۔ یہ تم لوگوں کے لیے ڈوب مرنے کی بات ہے۔"

وہ تھک ہار کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ نڈھال سی ہو کر بستر پر گر پڑی۔ پارس نے تھکا مارا تھا۔ گدھے کے سینگ کی طرح غائب ہوگیا تھا۔ سری نگر سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کردی گئی تھی۔ اس بات پر تمام افسران متفق تھے اور شی تارا بھی مانتی تھی کہ وہ سری نگر کے باہر نہیں گیا ہے۔ شہر کے اندر ہی ہے۔

شی تارا کا سر چکرا رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں بند کیں تو تھکن اور کمزوری سے نیند آگئی۔

نیند تو سب ہی کو آتی ہے۔ فوج کے سپاہی بھی چوبیس گھنٹے نہیں جاگتے۔ سونے اور آرام کرنے کے لیے ڈیوٹی بدلتی رہتی ہے۔ وہاں بھی صبح چھ بجے دوسرے سپاہی اور افسران ڈیوٹی پر آرہے تھے اور رات کو جاگنے والے سونے جارہے تھے۔ نئے آنے والوں کو پارس کے متعلق تفصیلات بتادی گئی تھیں اور ہر شی تارا اور کمانڈر سوگئے تھے۔ سختی سے تاکید کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس لیے صبح ڈیوٹی پر آنے والے زیادہ مستعد نہیں رہے۔

ان میں سے دو افسران ایک درجن مسلح جوانوں کے ساتھ اس شادی کے گھر میں آئے' جس کی پچھلی گلی میں صمد اور پارو قتل ہوئے تھے۔ ان افسران کو یہ بتایا گیا تھا کہ انہیں قتل کرنے والا پارس ایک کشمیری عورت کے ساتھ فرار ہوگیا ہے۔ ایسے میں ظاہر ہے کہ وہ اسے تلاش کرنے اس گھر اور اس گلی سے دور جاتے۔ کیونکہ کوئی بھی قاتل جائے واردات پر ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہرتا۔ وہاں سے ضرور بھاگتا ہے۔

جب شی تارا نے تصدیق کردی تھی کہ وہ جائے واردات سے کہیں دور چلا گیا ہے تو اسے دور جا کر ہی تلاش کیا جارہا تھا۔ مراد علی کے گھر میں جھانک کر بھی دیکھ لیا گیا تھا کہ پارس وہاں نہیں ہے۔

ان حالات میں کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ آفرین کے ساتھ جائے واردات پر واپس آجائے گا۔

میزبان نے اسے دیکھ کر حیرانی سے پوچھا "برادر! تم واپس کیوں آئے ہو؟"

"اس لیے کہ ہمیں پہچاننے والی جاسوسہ پارو مرچکی ہے۔ کوئی فوجی ہمیں یہاں اجنبی مہمانوں کی حیثیت سے نہیں جانتا ہے۔ آفرین سراپا کشمیری ہے اور میں بھی شادی میں شریک ہونے والا مقامی مہمان سمجھا جاؤں گا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو وہ مجھے حراست میں لے لیں گے۔ آفرین پھر بھی محفوظ رہے گی میں دشمنوں سے نمٹ لوں گا۔"

میزبان اور اس کے تمام قریبی عزیز وہاں حاضر رہنے والے تمام مقامی مہمانوں کو سرگوشیوں میں سمجھانے لگے کہ تفتیش کے دوران کوئی پارس اور آفرین کو باہر سے آنے والے اجنبی مہمان نہ کہیں' سب ان سے قریب اور دور کی رشتے داری ظاہر کریں۔

ویسے اس کی نوبت نہیں آئی۔ فوجیوں نے دونوں لاشوں کو اٹھوانے کے بعد میزبان کو دھمکیاں دیں کہ اس نے قاتل کو وہاں سے فرار کرایا ہے۔ اگر اس کا پتا ٹھکانا نہ بتایا گیا تو میزبان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی اور اس گھر میں رہنے والی شادی روک دی جائے گی۔

یہ محض دھمکیاں تھیں۔ لال چوک کے مسلمانوں کو مذہبی اور سماجی فرائض کی ادائیگی سے روکا جاتا تو پورا علاقہ مشتعل ہوجاتا۔ مجاہدین پہلے ہی ان کے لیے دردِ سر بنے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ پُرامن رہنے والے مسلمانوں کو اشتعال دلا کر اپنے مسائل میں اضافہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔

پارس نے میزبان کی پناہ میں رہ کر یہ سنا کہ فوجیوں نے مراد علی کے گھر کا تالا توڑ دیا ہے' انہیں شبہ تھا کہ پارس اور آفرین باہر سے تالا لگا کر اندر سو رہے ہیں۔ ان کا شبہ دور ہوگیا۔ افسر نے پڑوسیوں سے پوچھا تھا "مراد علی کہاں گیا ہے؟"

پڑوسیوں نے جواب دیا۔ وہ صبح سے سوپور گیا ہوا ہے۔ شاید کل تک آئے گا۔ پھر یہ کہ کسی پڑوسی اور محلے والے نے مراد علی کے گھر میں کسی مہمان کو آتے نہیں دیکھا ہے۔ جب تالا لگا ہوا تھا اور مالک مکان سوپور گیا ہوا تھا تو پھر مہمان کہاں سے آجاتے؟

مراد علی نے پاشا اور ہومر کو دوسرے دو شادیوں والے گھروں میں پہنچایا تھا۔ اس کے بعد اپنے مکان سے ان مہمانوں کا سامان اٹھا کر لے گیا تھا۔ اس طرح فوجیوں کو کسی اجنبی مہمان کا سامان گھر میں نہیں ملا تھا۔ پھر مراد علی کو پتا چلا کہ ایک جاسوسہ نے صمد کو گولی ماردی ہے اور پارس نے اس جاسوسہ کو قتل کردیا ہے۔

اس علاقے کے مسلمان ایک گھر سے دوسرے گھر اور ایک گلی سے دوسری گلی میں تمام مسلمانوں کو تازہ ترین اطلاعات پہنچاتے رہتے تھے۔ خصوصاً لال چوک کے نوجوان اپنے علاقے

آنے والے مجاہدین کی حفاظت کے لیے دور تک ایک دوسرے کو تازہ صورتِ حال سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔

پھر مراد علی کو خبر ملی کہ پارس فرار نہیں ہوا ہے۔ اسی شادی والے گھر میں موجود ہے۔ وہ پارس اور آفرین کا سامان لے کر ان سے ملنے آیا۔ پھر کہا "آپ نے یہاں موجود رہ کر بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ یہاں پھر کوئی خبر اگر آپ دونوں کو تاڑ لے گا۔"

پارس نے کہا "بے شک یہ خطرہ ہے لیکن باہر بھی خطرات کم نہیں ہیں۔ ویسے میزبانوں کے لیے پرابلم نہیں بنوں گا۔ اچھا ہوا تم ہمارا سامان لے آئے۔ اب ہم حلیہ بدل کر یہاں سے جاسکیں گے۔"

وہ اٹیچی سے میک اپ کا سامان نکالتے ہوئے بولا "ہم چہروں پر معمولی سی تبدیلی پیدا کریں گے۔ مسٹر مراد! یہ بتاؤ کہ لاری اڈا یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"بالکل قریب ہے۔ لال چوک کے بعد بٹ مالو ہے۔ وہاں جموں سے بھی بسیں آتی ہیں۔"

"پھر تو ہم ہندو بن کر اس لاری اڈے سے کسی ہوٹل میں جاکر قیام کریں گے۔ آفرین کے پاس ساڑیاں ہیں۔ صرف سندور کی کمی ہے۔ یہ ماتھے پر ٹیکا اور مانگ میں سندور بھر کر میری پتنی بن جائے گی۔"

آفرین نے مسکرا کر کہا "یہاں سندور مل جائے گا۔ میں ابھی میزبان عورتوں سے معلوم کرتی ہوں۔"

وہ کمرے سے گئی۔ پارس نے کہا "مسٹر مراد! کوئی مشورہ دو۔ ہمیں کون سا ہندو نام اختیار کرنا چاہیے۔ کیا کشمیر کے مختلف علاقوں سے آنے والوں کے پاس ثبوت کے طور پر بسوں کے ٹکٹ ہوتے ہیں؟"

"ہاں' ٹکٹ ضروری ہیں وہ میں حاصل کرلوں گا۔ فوجی راستوں میں روک کر پوچھتے ہیں کہ کہاں سے آرہے ہو؟ جہاں کا نام لوگے' وہاں کا ٹکٹ دیکھتے ہیں۔ میں جب سوپور آتا جاتا ہوں تو ایسے ٹکٹ سنبھال کر رکھتا ہوں۔ آپ نے ابھی کہا کہ ہندو بن کر یہاں سے جائیں گے تو مجھے ایک بات یاد آگئی۔ آپ کا کام بن جائے گا۔"

وہ بتانے لگا کہ سوپور میں ایک ہندو عورت مالنی دیوی تھی۔ اس کا چھ ماہ کا بچہ پہاڑی سے گر کر لاپتا ہوگیا تھا۔ ظاہر تھا کہ گہری کھائی میں گرنے والا بچہ زندہ نہیں ہوگا لیکن ماں پاگل ہوگئی تھی۔ ایک بڑے سائز کی گڑیا کو سینے سے لگا کر رکھتی تھی اور کہتی تھی میری شالنی زندہ ہے۔ یہ کبھی مر نہیں سکتی۔ جب تک میں اسے لاڈ پیار کرتی رہوں گی' یہ زندہ رہے گی۔"

مالنی کے شوہر اجے کمار سے مراد علی کے کاروباری تعلقات تھے اور اچھی خاصی دوستی بھی تھی۔ وہ سوپور سے مالنی کے دماغی علاج کے لیے سری نگر آتا تو مراد علی کے مکان ہی میں قیام کرتا تھا۔ اس کے علاج سے تعلق رکھنے والے کاغذات اور ایکسرے وغیرہ مراد کے ہی گھر میں رہتے تھے۔ دو ہفتے پہلے مالنی سوپور گئی تو اس کا دیہانت ہوگیا۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہی۔ اجے کمار ان صدمات کو بھلانے کے لیے اپنے رشتے داروں کے ہاں الٰہ آباد چلا گیا تھا۔

مراد نے پوچھا "مسٹر پارس! اگر میں اجے کمار اور مالنی کی تصویریں دوں تو آپ ان کا روپ دھار سکتے ہیں؟"

"بے شک میں ایسا کرسکتا ہوں۔ پلیز' وہ تصویریں لے آؤ۔"

مراد علی چلا گیا۔ فوجیوں نے اس کے مکان کی تلاشی لینے کے بعد اس کے دروازے پر اپنا تالا ڈال دیا تھا۔ وہ اپنے پڑوسی کے پاس گیا پھر اس کی چھت پر چڑھ کر اپنی چھت پر آیا اور آنگن میں کود گیا۔ اپنے کمرے میں جاکر اس نے مالنی اور اجے کمار سے تعلق رکھنے والی تمام چیزیں نکالیں پھر انہیں لے کر اسی طرح چھت کے راستے نکل آیا۔

یہ چیزیں پارس اور آفرین کے لیے ایک سرمایہ ثابت ہوئیں۔ جب وہ دونوں ڈیڑھ گھنٹے بعد بٹ مالو کے لاری اڈے پر پہنچے تو وہ اجے کمار تھا۔ آفرین ساڑی اور زیورات پہنے' سندور لگائے ایک بڑے سائز کی گڑیا کو سینے سے آنچل کے اندر اس طرح چھپائے ہوئے تھی جیسے زندہ بچی کو دودھ پلا رہی ہو۔ اچھی ساڑی اور زیورات پہننے کے باوجود اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ نیم پاگل سی دکھائی دے رہی تھی۔

مراد نے انہیں دیکھ کر کہا "مسٹر پارس! آپ نے تو کمال کردیا ہے۔ یہ بالکل مالنی بن گئی ہے اور آپ مکمل اجے کمار لگ رہے ہیں۔ آپ نے میرے دوست اور مُنہ بولی بہن مالنی کی یاد میں تازہ کردی ہیں۔"

وہ ان کے ساتھ لاری اڈے تک آیا تھا۔ مراد نے بتایا کہ پاشا ایک انگریز عورت کے ساتھ گیا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ جلد واپس آئے گا لیکن اب تک نہیں آیا ہے۔

پارس نے کہا "بہتر ہے تم سوپور چلے جاؤ اور ہومر کو ساتھ لے جاؤ۔ میں پاشا کو ڈھونڈ لوں گا۔"

وہ دونوں مراد سے رخصت ہوئے اور ایک ٹیکسی میں آکر بیٹھ گئے۔ ڈرائیور کو کسی فورا اسٹار ہوٹل میں چلنے کے لیے کہا گیا۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کرکے چلنے لگا۔ راستے میں توقع کے مطابق فوج کی ایک مختصر سی ٹیم نے انہیں روکا۔ پہلے ڈرائیور سے پوچھا "انہیں کہاں سے لا رہے ہو؟"

وہ بولا "بٹ مالو کے لاری اڈے سے لا رہا ہوں۔"

پھر پارس سے مطالبہ کیا گیا "ٹکٹ دکھاؤ۔"

ٹکٹ پر تاریخ لکھی نہیں ہوتی تھی۔ مراد نے دو ہفتے پہلے کی ٹکٹیں دی تھیں۔ پارس نے وہ دکھادیں۔ افسر نے ٹیکسی کے اندر جھانک کر دیکھا۔ آفرین گڑیا کو ساڑی میں چھپائے اسے یوں سینے

سے لگائے ہوئے تھی جیسے دودھ پلا رہی ہو۔ افسر مطمئن ہوگیا۔ اسے دودھ پلانے والی ہندو ماں کی نہیں' ایک کشمیری مسلمان عورت اور پارس کی ضرورت تھی۔ آفرین نے گڑیا کو اس طرح ساڑی میں چھپایا تھا کہ افسر نے اسے ایک زندہ بچہ سمجھا اور انہیں جانے کی اجازت دے دی۔

اس وقت دن کی روشنی پھیل چکی تھی۔ ڈرائیور نے انہیں ایک ہوٹل میں پہنچا دیا۔ وہ دونوں ریسپشن پر آئے — پارس' اجے کمار کے شناختی کاغذات اور بس کے ٹکٹ دکھا کر ایک کمرا حاصل کرنے لگا۔ آفرین نے گڑیا کو اسی طرح ساڑی کے سائے میں سینے سے لگا رکھا تھا۔ پھر ہوٹل کا ملازم ان کا سامان اٹھا کر لفٹ کے ذریعے چوتھی منزل پر لے جانے لگا۔

چوتھی منزل پر لفٹ رکی۔ دروازہ کھلا تو سامنے ہیری سیمسن کھڑا ہوا تھا۔ یہ وہی وقت تھا جب یسودھ گپل نے فون کے ذریعے اسے نیند سے جگا کر کہا تھا کہ وہ پارس کو تلاش کرنے جائے۔ پھر اسے دیکھتے ہی گولی مار دے۔ اگر وہ پارس کی لاش دکھائے گا تو اسے پچیس ہزار ڈالر زدیئے جائیں گے۔

پارس آفرین اور ملازم کے ساتھ لفٹ سے باہر آگیا۔ وہ کسی ہیری سیمسن کو نہیں جانتا تھا۔ ہیری لفٹ کے اندر آگیا۔ دروازہ بند ہوگیا۔ وہ پارس کی تلاش میں نیچے جا رہا تھا۔

وہ صحیح معنوں میں دشمنوں کی ناک کے نیچے آگیا تھا۔ ملازم نے اس کے لیے چوتھی منزل کا جو کمرا کھولا۔ ٹھیک اس کے سامنے والے کمرے میں ارینا اور پاشا سو رہے تھے۔

تقدیر عجیب آنکھ مچولی کا کھیل کھلا رہی تھی۔ پارس نے دروازہ بند کرکے کہا "ہمیں فوراً سونے کی کوشش کرنا چاہئے۔ خدا جانے پھر کب ہمیں آرام کا موقع ملے گا۔"

آفرین نے گڑیا کو صوفے پر ڈال دیا۔ پھر ساڑی اتار کر شب خوابی کا لباس پہن کر بستر پر آگئی۔ پارس لیٹا ہوا چھت کو تک رہا تھا اور کچھ سوچ رہا تھا۔ آفرین نے کہا "اس طرح سوچتے رہو گے تو نیند نہیں آئے گی۔"

وہ بولا "جب کوئی بات کھٹکنے لگتی ہے تو میں بے چین ہو جاتا ہوں۔ جب سے میں نے سنا ہے کہ پاشا کسی انگریز عورت کے ساتھ کہیں گیا ہے' تب سے میرے اندر بے چینی سی ہے۔ اب یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ وہ تھائی کا بیگن ہے' حسین عورت کے سامنے ہمارا راز اگل سکتا ہے۔ کمبخت بھروسے کے قابل نہیں ہے۔"

"اب تمہیں اطمینان ہونا چاہئے۔ کہیں سامنا ہوگا تو وہ ہمیں نہیں پہچان سکے گا۔"

"تم بھول رہی ہو۔ وہ ہماری آواز میلوں دور سے سن لے گا۔ ہم ہوٹل والوں سے باتیں کریں گے تو وہ سمجھ لے گا کہ ہم کسی ہوٹل میں مالنی اور اجے کمار بنے ہوئے ہیں۔"

"واقعی اس کی غیر معمولی صلاحیتیں ہمارے لیے مسئلہ بن جائیں گی۔ اگر ہم اپنی آواز بدل لیں تو؟"

"یہی میں کہنے والا تھا۔ یہ طے کرلو کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہم بدلی ہوئی آواز اور لہجے میں بولا کریں گے۔" دونوں نے یہ طے کیا۔ پھر سو گئے۔

شی تارا چار گھنٹے تک سوتی رہی۔ اس نے سونے سے پہلے دماغ کو ہدایات نہیں دی تھیں۔ یونہی مایوسی اور تھکن سے نڈھال ہو کر سو گئی تھی۔ نیند میں بھی پارس اسے اپنے پیچھے دوڑا رہا تھا۔ دور جا کر اسے ٹھینگا دکھا رہا تھا اور مذاق اڑا رہا تھا کہ وہ اسے کبھی پکڑ نہیں پائے گی۔ وہ خواب میں بھی اپنی توہین محسوس کر رہی تھی۔

جب آنکھ کھلی تو سمجھ میں نہیں آیا کہ سو رہی تھی یا پارس سے جھگڑا کر رہی تھی۔ وہ ایک جونک کی طرح اس کی زندگی سے چمٹ گیا تھا۔ جتنا اس سے پیچھا چھڑاتی تھی' اتنا ہی وہ اس کے تن اور من سے چمٹ جاتا تھا۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو وہ اس سے نہیں لپٹ رہا تھا۔ وہ خود ہی اسے اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے تھی۔

وہ ہرگز یہ نہیں چاہتی تھی کہ پارس گرفتار ہو کر بھارت سرکار کا قیدی بنے۔ وہ اسے اپنا قیدی بنائے رکھنے کے لیے بھارتی فوج کو آلۂ کار بنا رہی تھی۔ آنکھ کھلنے کے بعد اس نے دل ہی دل میں دعا مانگی بھگوان کرے وہ گرفتار ہو چکا ہو۔ مجھے یہ خوشخبری ملے کی تو میں کرشن بھگوان کی مورتی کو سونے کا مکٹ پہناؤں گی۔

اس نے دعا مانگنے کے بعد خیال خوانی کی پرواز کی۔ کمانڈر کے پاس پہنچی۔ وہ سو رہا تھا۔ اس نے دوسرے اعلیٰ افسر کے پاس آکر کہا "میں پوجا بول رہی ہوں۔ کیا وہ گرفتار ہوگیا ہے؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "وہ کون؟"

وہ غصے سے بولی "تمہارا باپ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے کل سے صرف پارس کو تلاش کر رہی ہوں؟"

"میڈم! آپ کو انڈین آرمی کے اتنے بڑے عہدیدار سے اس انداز میں نہیں بولنا چاہئے۔"

"شٹ اپ۔ تمہیں بھی حاضر دماغی سے سمجھنا چاہئے کہ میں پارس کے متعلق پوچھ رہی ہوں۔ تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ ابھی تک گرفتار نہیں ہوا ہے۔ تم لوگ حرام کی تنخواہیں لیتے ہو۔ صرف سری نگر میں ہزاروں مسلح فوجی اور دوسرے افسران ہیں۔ اور یہ سب مل کر صرف ایک شخص کو گرفتار کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ تمہیں صرف نہتے کشمیریوں پر ظلم کرنا اور اپنا فوجی رعب اور دبدبہ دکھانا آتا ہے۔"

وہ ذرا چپ رہی۔ پھر بولی "سنو کے بچے! تم چپکے چپکے مجھے گالیاں دے رہے ہو اور سمجھ رہے ہو کہ میں وہ چھپی ہوئی گالیاں نہیں پڑھ رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اُس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ کر فرش پر گرا۔ پھر تڑپنے لگا۔ تکلیف ایسی شدید تھی کہ ایک کے بعد دوسری چیخ نہ نکل سکی۔ چند سیکنڈ تک تڑپنے کے بعد وہ بیہوش ہوگیا۔

وہ آرمی انٹیلی جنس کے چیف کے پاس آئی۔ پھر بولی "کتو! کمینو! حرام کی کھانے والو! تم اپنے ایک باپ کو نہیں پکڑ سکتے ہو۔ آخر تم سب کس مرض کی دوا ہو؟"

"میڈم! یہ گالیاں ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہیں۔ ہم اپنے اوپر والوں سے شکایت کریں گے۔"

شی تارا نے اوپر والوں کو بھی زبردست گالیاں دیں پھر چیف کے اندر بھی زلزلہ پیدا کرکے دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ بستر سے اٹھ کر آئینے کے سامنے آئی۔ آئینے نے بتایا کہ زلفیں بکھر گئی ہیں۔ حسین چہرے پر زردی چھا گئی ہے اور آنکھوں میں آنسو آگئے ہیں۔ واپس لوٹ کر جانے والا کہیں نہ ملا تو آنسو بن کر آنکھوں میں آگیا۔

وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ بڑی دیر تک شاور کے نیچے ٹھنڈے پانی میں بھیگتی رہی اور اپنے آپ کو سمجھاتی رہی کہ وہ کیوں پارس کے پیچھے بھاگ رہی ہے؟ شاید اس لیے کہ وہ اس کے جسم و جان کا مالک بن گیا ہے؟

یہ میں نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی جو اسے اپنے حواس پر مسلط کرلیا لیکن جسے سر پر چڑھایا جاسکتا ہے' اسے اتارا بھی جاسکتا ہے۔ یہ نظر آرہا ہے کہ میں اسے سر سے اتار کر قدموں میں نہیں لا سکتی مگر اپنے دل اور دماغ سے دور تو کر سکتی ہوں۔

ایک ساحر کے سحر کا توڑ کرنے کے لیے دوسرے ساحر کی خدمات حاصل کرنی پڑتی ہیں۔ دماغ میں یہ بات سما رہی تھی کہ پارس جیسا کوئی جواں مرد اسے پسند آجائے اور وہ اس سے شادی کرلے تو ہمیشہ کے لیے پارس کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔ بہت عرصہ پہلے اس نے ایسی ہی کوشش کی تھی۔ ایک راجپوت کو اپنا جیون ساتھی بنا کر پارس کو ہمیشہ کے لیے بھلانا چاہا تھا لیکن وہ راجپوت بہت غیرت مند تھا۔ اس نے شی تارا کا معمول اور تابعدار بن کر رہنا گوارا نہیں کیا اور شادی کی رات خودکشی کرلی۔ یوں مقدر کی ٹھوکر کے مطابق اس کے جملہ حقوق پارس کے لیے محفوظ رہ گئے۔

اس نے غسل کے بعد ناشتا کرنے کے دوران دائی ماں سے کہا۔ "میں جلد ہی شادی کرلوں گی۔"

دائی ماں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا پارس مل گیا ہے؟"

"میں پارس سے نہیں کسی اور سے شادی کروں گی۔ جب اس کے جیسا جواں مرد میرے جسم و جان کا مالک بنے گا تو وہ ہمیشہ کے لیے میرے دماغ سے مٹ جائے گا۔"

دائی ماں خاموش رہی۔ اس نے پوچھا "خاموش کیوں ہو۔ کیا میں غلط فیصلہ کر رہی ہوں؟"

"ہاں۔ وہ تمہارے ہاتھ آتے آتے پھسل رہا ہے۔ تم ٹیلی پیتھی اور بھارتی فوج کے تمام ذرائع استعمال کر رہی ہو پھر بھی وہ نہ تمہارے حواس پر چھا گیا ہے۔ تم اس بات سے انکار کروگی لیکن یہ نہیں سمجھ پاؤ گی کہ تمہارے اندر اس کی جڑیں بہت مضبوطی سے جم گئی ہیں۔"

"میں جلد ہی شادی کرکے یہ جڑیں اکھاڑ پھینکوں گی۔"

"شادی تب کروگی' جب پارس جیسا حواس پر چھا جانے والا ملے گا۔"

"کیا اتنی بڑی دنیا میں وہی ایک جواں مرد ہے؟"

"اتنی بڑی دنیا میں جواں مرد بہت ہیں۔ پارس صرف ایک ہے اور تمہاری دنیا میں ایک ہی رہے گا۔"

دائی ماں برتن سمیٹ کر لے گئی۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے کمانڈر کے پاس آئی۔ وہ بولا "مس پوجا! تم نے دو اعلیٰ افسران کو دماغی عذاب میں مبتلا کرکے اچھا نہیں کیا۔"

"میں نے نااہل افراد کو سزائیں دی ہیں۔ تمہارے جیسے بڑے افسران ہمیشہ سزاؤں سے بچ جاتے ہیں۔"

"نااہل افسران بے شمار ہیں۔ تم کتنے لوگوں کو سزا دوگی؟"

"ان تمام افسران کو جو پارس کو ڈھونڈ نکالنے میں ناکام رہیں گے۔"

"مگر تمہارے اس رویے پر بھارتی فوج کے تمام افسران احتجاج کر رہے ہیں۔ بحری' بری اور فضائی افواج میں بے چینی پھیل گئی ہے کہ تم ان کے دماغوں میں بھی آکر حکمرانی کروگی۔"

"وہ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔"

"میں کتنوں کو سمجھاؤں گا کہ وہ غلط سمجھ رہے ہیں۔ کیا تم سیکڑوں افسران کے دماغوں میں جاکر ان کی یہ غلط فہمی دور کروگی کہ تم پارس کی دیوانی ہو اور اسے حاصل کرنے کے لیے کشمیر میں بھارتی فوج کو آلۂ کار بنا رہی ہو۔"

"یہ جھوٹ ہے' میں اپنے دیس کی بھلائی کے لیے پارس کو اس کے مقاصد میں ناکام بنانا چاہتی ہوں۔"

"تمہاری حب الوطنی مشکوک ہو چکی ہے۔ اگر تم واقعی دیس کی بھلائی چاہتی ہو تو پارس کا معاملہ فوج پر چھوڑ دو۔ وہ جہاں بھی نظر آئے گا' فوجی اسے گولی مار دیں گے۔"

"میں کہہ چکی ہوں' اسے ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ صرف زخمی کیا جائے گا۔"

"مگر تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کا حکم ہے کہ اسے ختم کر دیا جائے کیونکہ وہ یہاں باغیوں کی مدد کرنے اور تخریبی کارروائیاں کرنے آیا ہے۔"

"کمانڈر! تمام اعلیٰ افسران سے کہہ دو کہ یہ حکم واپس لیں۔ پارس میرا مجرم ہے' میں اسے اپنا تابعدار بناؤں گی۔"

"تم اس طرح ضد کروگی تو اسے تمہارا عشقیہ کھیل سمجھا جائے گا۔ تمہاری حب الوطنی کا دعویٰ غلط ثابت ہوگا۔"

"میں صرف ایک بات جانتی ہوں کہ پارس کو زندہ رہنا

چاہئے۔ تمام اعلیٰ افسران سے کہو' اگر وہ چاہتے ہیں کہ میں ان کے دماغوں میں نہ آؤں اور انہیں پریشان نہ کروں تو وہ پارس کو مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں اسے کشمیر سے جانے پر مجبور کردوں گی۔"

"ہم فوجی اس معاملے سے الگ ہو جائیں گے پھر بھی شاید وہ زندہ نہیں رہ پائے گا۔ جیوز سینڈیکیٹ کے سرغنہ کا دعویٰ ہے کہ وہ آج شام تک یا رات تک دنیا والوں کو پارس کی لاش دکھائیں گے۔"

وہ چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ پھر بولی "یہ جیوز سنڈیکیٹ کا آتا کون ہے؟ اس سے رابطہ کرو۔"

"ہمارا اس سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ ہمیں اس کے متعلق یہودی سفیر نے بتایا ہے۔"

"تو پھر سفیر سے رابطہ کرو۔ میں تمہارے ذریعے اس کی آواز سنوں گی۔"

کمانڈر نے رابطہ کیا۔ شی تارا آواز سنتے ہی یہودی سفیر کے اندر پہنچ کر خاموشی سے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ جیوز سینڈیکیٹ کا سرغنہ یہودہ گل اسرائیلی حکومت سے لاکھوں پونڈز لے کر پارس کو قتل کروانے والا ہے۔

سفیر یہ نہیں جانتا تھا کہ پارس یہودہ گل کی نظروں میں آگیا ہے یا نہیں؟ ویسے اتنا بڑا دعویٰ کیا گیا تھا۔ شی تارا پریشان ہوگئی تھی کہ یہودہ کو ضرور پارس کا ٹھکانا معلوم ہو چکا ہے اور شام تک وہ اپنا دعویٰ پورا کر دکھائے گا۔

اس نے سفیر کو مجبور کیا کہ وہ یہودہ سے فون پر بات کرے۔ اس نے فون پر یہودہ کو مخاطب کیا پھر پوچھا "ہیلو مسٹر گل! دن کے بارہ بج گئے ہیں۔ پاس تک کب پہنچ رہے ہو؟"

"میرے آدمی اسے تلاش کر رہے ہیں۔ وہ دو چار گھنٹوں میں کہیں نہ کہیں نظر آجائے گا۔"

"کیا یہ تمہاری خوش فہمی نہیں ہو سکتی؟"

"ہرگز نہیں۔ میرے پاس ایک ایسا عجیب و غریب شخص ہے' جو میلوں دور کی آوازیں سن لیتا ہے۔ وہ پارس کی آواز سن کر اس کی نشاندہی کرے گا۔"

شی تارا سمجھ گئی کہ پاشا جیوز سینڈیکیٹ میں پہنچ گیا ہے۔ سفیر نے شی تارا کی مرضی کے مطابق پوچھا "تمہارے پاس ایسا آدمی ہے تو وہ پارس کی آواز کیوں نہیں سن رہا ہے؟"

"اس وقت وہ سو رہا ہے۔ ایک بجے تک بیدار ہونے والا ہے۔ وہ کرائے کے قاتل کو چشم زدن میں پارس کے پاس پہنچا دے گا۔"

اتنی بات سن کر وہ سفیر کے پاس سے پرواز کر کے یہودہ گل کے اندر آئی تو اس نے سانس روک لی۔ پھر فون پر سفیر سے کہا "مسٹر! تمہارے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ وہ ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا لیکن میں نے سانس روک کر اسے بھگا دیا ہے۔ اب وہ پھر تمہارے پاس پہنچ کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔"

وہ سفیر کی زبان سے بولی "ہاں' میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی بول رہی ہوں۔"

یہودہ نے پوچھا "تمہارا کوئی نام تو ہوگا؟"

"میرا نام پوچا ہے۔ میں بھارت کی رہنے والی ہوں اور پارس کو یہاں سے بھگانے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"میری معلومات کی کتاب میں پوچا نام کی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی نہیں ہے۔ بھارت میں صرف ایک شی تارا ہے۔ مجھ سے جھوٹ کیوں بول رہی ہو؟"

"تمہاری معلومات درست ہیں۔ میں یہاں نام اور حلیہ بدل کر رہتی ہوں۔ ہم دونوں کے عزائم ایک ہیں۔ میں پارس کو بھارت اور کشمیر سے بھگانا چاہتی ہوں اور تم اسے قتل کرنا چاہتے ہو؟"

"تم اسے صرف بھگانا کیوں چاہتی ہو۔ قتل کرنا کیوں نہیں چاہتیں؟"

شی تارا جانتی تھی کہ یہودی میرے اور میری فیملی کے جانی دشمن ہیں۔ اس لیے وہ بھی دشمن بن کر بولی۔ "دراصل میں پارس کے قتل کا الزام اپنے سر لینا نہیں چاہتی۔ میں ایک تنہا خیال خواں کرنے والی ہوں اور فراڈ کے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ سب میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

یہودہ نے کہا "تم میرا ساتھ دو۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پارس تک پہنچنے میں ہم سے تعاون کرو۔ ہم اس کے قتل کے معاملے میں تمہارا ذکر نہیں آنے دیں گے۔"

"ایسی بات ہے تو میں راضی ہوں۔ یہ بتاؤ' تم سے مسلسل رابطہ کیسے رہے گا؟"

"ایک بجے کے بعد فون پر رابطہ کرو۔ میری بھتیجی سو کر اٹھے تو اس شخص کو پارس کی آواز سننے کے لیے کہے گی۔"

"یہ تمہاری بھتیجی کون ہے؟"

"اس کا نام ارینا گل ہے۔ بڑی باکمال ہے۔ شیر کو لگام دے کر اس پر سوار ہو جاتی ہے۔ ہم چچا بھتیجی کے دماغوں میں تمہیں نہیں ملے گی۔ ہمیشہ فون کے ذریعے رابطہ رہے گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ شی تارا' سفیر کے دماغ سے واپس آ سوچنے لگی' یہ چچا بھتیجی فی الحال میری پہنچ سے دور ہیں۔ یہ نہ ان کا کرائے کا جو قاتل ہے۔ شاید اس کے دماغ میں جگہ جائے۔ اگر وہ بھی بوگا کا ماہر ہوا تو پارس کو ان سے نہیں بچا سکے گی۔ یہ لوگ سری نگر میں ہوں گے۔ یہ معلوم کرنا چاہئے کہ ان قیام کہاں ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تک اس معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور کرتی رہی۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کر کے پاشا کے اندر پہنچی۔ وہ سو رہا تھا۔ خوابیدہ دماغ نے پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تو اس

آنکھ کھل گئی۔ وہ بولی "سانس نہ روکنا۔ تمہارے محسن پارس کی زندگی خطرے میں ہے۔"

وہ ناگواری سے بولا "میرا کوئی محسن نہیں ہے۔ تم کون ہو؟"

"تم کیسے احسان فراموش ہو؟ سونیا ٹانی نے تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر آزاد چھوڑ دیا تھا اور مجھے یقین ہے کہ میرے تنویمی عمل سے بھی انہی لوگوں نے تمہیں نجات دلائی تھی۔"

"اچھا سمجھ گیا' تم شی تارا ہو۔ تمہاری جیسی مکار اور خود غرض عورت مجھے احسان فراموش کہنے آئی ہے۔ جاؤ بھاگ جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ جانتی تھی کہ پاشا اسے پہچانتے ہی بات نہیں کرے گا۔ سانس روک کر بھگا دے گا۔ اسی لیے وہ آواز اور لہجہ بدل کر بول رہی تھی اور اسے باتوں میں الجھا کر چور خیالات پڑھ رہی تھی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ایک فور اسٹار ہوٹل کے کمرا نمبر چار سو ستر میں ارینا کے ساتھ ہے۔ وہ پارس کے ساتھ کشمیر آیا تھا۔ اب اس کا ساتھ چھوڑ کر ارینا کا دیوانہ ہو گیا ہے۔

اس نے ایک فوجی افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اسے ایک جیپ میں بیٹھ کر فور اسٹار ہوٹل کی سمت جانے پر مجبور کیا۔ فی الوقت یہی تدبیر سوجھی کہ پارس کو زندہ رکھنے کے لیے اس افسر کے ذریعے پاشا کو زخمی کرے گی اور اسے پارس کی آواز سننے نہیں دے گی۔ یوں کوئی قاتل پارس تک نہیں پہنچ پائے گا۔

ادھر پاشا اٹھ کر بیٹھا تو ارینا کی بھی آنکھ کھل گئی۔ وہ ایک بھرپور انگڑائی لیتی ہوئی بولی "سر جھکائے کیوں بیٹھے ہو؟"

وہ اس کے پاس لیٹ کر بولا "شی تارا آئی تھی۔ مجھے احسان فراموش کہہ رہی تھی۔"

ارینا نے چونک کر پوچھا "کیا ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں' میں گہری نیند سو رہا تھا۔ اس کے آنے سے آنکھ کھل گئی۔ اگر وہ تمہاری آواز سنے گی تو تمہارے اندر بھی پہنچ جائے گی۔"

"میں بھی سانس روک لیتی ہوں۔ اسے آنے نہیں دوں گی۔ ایسے وہ کیوں آئی تھی؟ کیا کہہ رہی تھی؟"

وہ شی تارا سے ہونے والی گفتگو سنانے لگا۔ ارینا نے کہا "اس کا مطلب ہے' وہ کچھ دیر تمہارے اندر رہی تھی۔"

"ہاں' مگر میں نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔"

"اس کی باتوں سے پتا چلتا ہے وہ پارس کو کسی خطرے سے بچانے کے لیے تمہارا تعاون چاہتی تھی۔ اس نے کچھ دیر تمہارے اندر رہ کر یہ ضرور معلوم کیا ہوگا کہ تم ابھی یہاں اس ہوٹل میں ہو۔"

"معلوم کر کے کیا کرے گی۔ یہاں آئے گی تو اس کی گردن توڑ ڈالوں گا۔"

"عقل کی بات کرو۔ وہ نہیں آئے گی۔ اپنے کسی آلۂ کار کو بھیجے گی اور تمہیں مجھ سے چھین کر لے جائے گی۔"

"میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

"میں بھی تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔ ہمیں چار گھنٹے بعد دہلی کی

دنیا کے حیرت انگیز فن

تحریر شناسی

ماہرین دنیا کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھ لیتے ہیں

اردو میں پہلی بار

تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب

تحریر اور شخصیت

یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ...

- یہ شخص کس کام کے لیے موزوں ہے؟
- کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟
- کیا اسے جلد غصہ آتا ہے؟
- کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے؟
- کیا اس کے ساتھ شادی کی جا سکتی ہے؟
- کیا اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟
- کیا یہ ایمان دار اور ہمدرد ہے؟
- اس کا جنسی رویہ کیسا ہے؟
- اس میں برائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں؟
- اور ایسی دوسری بہت سی باتیں۔

قیمت ۱۵ روپے

ڈاک خرچ ۲ روپے

ہر شخص کے لیے یکساں طور پر کارآمد کتاب۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

فلائٹ سے جانا ہے۔ چلو اٹھو۔ ہم یہ چار گھنٹے سیرو تفریح میں گزاریں گے۔"

وہ دونوں بستر سے اٹھ گئے۔ ارینا نے اسے مُنہ ہاتھ بھی نہیں دھونے دیا۔ وہ خطرہ محسوس کر رہی تھی۔ پاشا کی غیر معمولی صلاحیتوں سے محروم نہیں ہونا چاہتی تھی۔ فوراً اٹیچی میں سامان رکھ کر کمرے سے باہر جانا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔

دونوں نے چونک کر دروازے کو دیکھا۔ ارینا نے سرگوشی میں کہا "کوئی دشمن ہو سکتا ہے۔ بڑی ہوشیاری سے دروازہ کھولو۔ اگر کوئی مسلح شخص ہوگا تو اسے ہتھیار استعمال کرنے کا موقع نہ دینا۔"

وہ دونوں دبے قدموں چلتے ہوئے دروازے کے پاس آئے۔ پاشا ایک طرف دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ دوسری بار دستک سنائی دی۔ ارینا نے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی "میں آرمی افسر ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

ارینا کو ذرا اطمینان ہوا کہ کوئی دشمن نہیں ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ افسر دروازے کو دھکا دیتا ہوا اندر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے پوچھا "تمہارا ساتھی کہاں ہے؟"

ساتھی نے پیچھے سے آکر ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔ دوسرے ہاتھ سے ریوالور والے ہاتھ کو جکڑ لیا۔ ارینا فوراً ہی فرش پر لیٹ گئی تاکہ گولی چلے تو محفوظ رہے۔

افسر نے گولی چلا دی۔ اس سے پہلے ہی پاشا نے اسے دوسری طرف کمرے کے باہر گھما دیا۔ باہر کاریڈور کے سامنے دوسرا کمرا تھا۔ گولی اس کمرے کے دروازے پر جا کر لگی۔ اس کمرے میں آفرین اور پارس سو رہے تھے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔

انہوں نے سمجھا کہ انہیں تلاش کرنے والے فوجی سر پر آپہنچے ہیں۔ پارس نے آفرین سے کہا "باتھ روم میں جاؤ اور فوراً ساڑی پہنو یاد رکھو، ہم آواز اور لہجہ بدل کر بولا کریں گے۔"

وہ اپنا لباس اٹھا کر باتھ روم میں چلی گئی۔ پارس دیوار کے ساتھ لگ کر دروازے کے قریب آیا پھر پاشا کی آواز سن کر چونک گیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "شی تارا! تم اس آدمی کے اندر آئی ہو۔ مجھے زخمی کر کے پھر مجھے غلام بنانا چاہتی ہو۔ اب میں تمہارے جال میں نہیں پھنسوں گا۔ یہ لو، میں نے اسے بیہوش کر دیا ہے۔"

پھر فرش پر کسی کے دھپ سے گرنے کی آواز آئی۔ پارس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ ایک آرمی کا افسر کاریڈور کے فرش پر چاروں شانے چت پڑا تھا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور فرش پر چلا گیا تھا۔ گولی چلنے کی آواز سن کر ہوٹل کا منیجر اور دوسرے بہت سے لوگ آگئے تھے۔ منیجر نے پاشا سے پوچھا "کیا آپ نے افسر پر حملہ کیا ہے؟"

ارینا نے کہا "ہم نے نہیں اس افسر نے آکر ہم پر گولی چلائی تھی۔ میرا ساتھی اس پر قابو نہ پاتا تو یہ ہمیں گولی مار دیتا۔ اب ہم اس ہوٹل میں نہیں رہیں گے۔"

پارس دیکھ رہا تھا کہ ارینا کی باتوں کے دوران منیجر فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کی طرف جا رہا تھا۔ وہ شی تارا کی رگ رگ سے واقف تھا۔ سمجھ رہا تھا کہ اب وہ منیجر کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ اب وہ بیچارہ گولی چلانے والا ہے۔

اس نے جیسے ہی فرش پر سے ریوالور اٹھا کر پاشا کا نشانہ لیا۔ پارس نے قریب کھڑے ہوئے شخص کو دھکا دے کر اُس پر گرا دیا۔ گولی چلی۔ گرنے والا شخص زخمی ہوا۔ پاشا بچ گیا۔

وہاں بھگدڑ شروع ہو گئی۔ پاشا نے منیجر پر چھلانگ لگا کر اُس سے ریوالور چھین لیا۔ ارینا نے کہا "یہاں سے بھاگ چلو۔ وہ تمہارے پیچھے پڑ گئی ہے۔ تمہیں مجھ سے چھین لینا چاہتی ہے۔"

وہ پکے عاشقانہ انداز میں بولا "مجھے کوئی تم سے جدا نہیں کر سکتا۔ میں تمہارا ہوں اور مرنے کے بعد بھی تمہارا رہوں گا۔"

پارس نے ارینا سے کہا "یہ تمہارا سچا اور پکا عاشق ہے مرنے کے بعد بھی اپنی لاش تمہارے پاس رکھے گا۔"

وہ فخر سے سینہ تان کر بولا "پیارے بھائی! تم سچے عاشقوں کو پہچانتے ہو۔ میں تمہارے سامنے قسم کھا کر ارینا سے کہتا ہوں کہ مرنے کے بعد بھی اپنی لاش....."

وہ کہتے کہتے چونک گیا۔ پھر بولا "اے سالے بھائی! میری لاش ارینا کے ساتھ کیسے رہے گی؟ میں تمہارا مُنہ توڑ دوں گا۔"

ارینا کمرے کے اندر سے اٹیچی لے کر آئی۔ پھر بولی "چلو۔"

پارس نے کہا "یہاں سے جا کر غلطی کرو گی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی باہر کس کس کو آلۂ کار بنا کر حملہ کرے گی، یہ تم نہیں جانتی ہو۔ اس کے برعکس بند کمرے میں محفوظ رہو گی۔ یہاں آنے والا کوئی ایک آلۂ کار ہوگا جس سے تمہارا ساتھی نمٹ لے گا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پارس نے کہا "افسر کا ریوالور خالی کر کے اس کے پاس رکھ دو۔ یہ ہوش میں آرہا ہے۔"

پاشا نے فوراً ریوالور خالی کر کے فرش پر پھینک دیا۔ افسر کراہ رہا تھا۔ پارس نے اس پر جھک کر اُس کے گالوں کو تھپتھپا کر کہا "ہیلو آفیسر! ہوش میں آؤ۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا "یں... میں یہاں....."

پارس نے کہا "ہاں سوچو۔ تم یہاں کیسے آگئے ہو؟"

اس نے قریب پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھا لیا۔ پھر کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ "مجھے یاد آرہا ہے۔ میں بے اختیار اپنی جیپ میں بیٹھ کر یہاں آیا تھا۔ اگرچہ آنا نہیں چاہتا تھا پھر میں اس پہلوان کو گولی چلانا چاہتا تھا۔ اوہ گاڈ! کیا میں پاگل ہو گیا تھا؟"

پاشا نے کہا "پاگل نہیں ہوئے تھے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا نے آلۂ کار بنا کر تمہیں قتل کرنا چاہتی تھی۔"

منیجر حیران پریشان ابھی تک فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔ "میں بھی اپنی مرضی کے خلاف ادھر آیا اور ریوالور اٹھا کر خواہ مخواہ اس پہلوان کو گولی مارنا چاہتا تھا۔ ٹیلی پیتھی کی بات سن کر اصل بات سمجھ میں آرہی ہے۔"

شی تارا منیجر کو بھی آلۂ کار بنا کر پاشا کو زخمی کرنے میں ناکام رہی تو سمجھ گئی کہ پاشا ہوشیار ہو گیا ہے۔ اس لیے کامیابی نہیں ہوگی۔ وہ منیجر کے اندر خاموش رہ کر ان کی باتیں سن رہی تھی۔ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ پاشا اسی ہوٹل میں رہے گا یا باہر کہیں جائے گا۔

ایسے ہی وقت ارینا پاشا کا ہاتھ پکڑ کر کمرے کے اندر گئی۔ پھر دروازے کو بند کر لیا۔ وہ پارس کے مشورے پر وہیں رہ گئی تھی۔ شی تارا نے پارس کا یہ مشورہ سنا تھا۔ جب بھیڑ چھٹ گئی تو وہ پارس کو اپنی سمجھ کر اس کے اندر آئی۔ اس نے سانس روک لی اور اپنے سر کو تھام کر منیجر سے کہا "معلوم ہوتا ہے، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی ابھی تک یہاں موجود ہے۔ ابھی وہ میرے پاس آئی تھی۔ اسے پتا نہیں تھا کہ میں یوگا کا ماہر ہوں۔"

منیجر نے کہا "پتا نہیں یہ کیسی بلا ہے۔ ہوٹل کے مسافر خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ یہ ہمارے ہوٹل کے لیے بہتر ہوا کہ اس نے آرمی افسر کو آلۂ کار بنایا۔ ورنہ پولیس والے یقین نہ کرتے کہ یہ سب ٹیلی پیتھی کے باعث ہو رہا ہے۔"

وہ افسر کے ساتھ جانے لگا۔ پارس نے کمرے میں آکر دروازہ بند کرتے ہوئے آفرین سے کہا "باہر شی تارا اپنے آلۂ کار بنا رہی ہے۔ بڑا دلچسپ تماشا ہو رہا ہے۔ پاشا ایک حسینہ کے ساتھ سامنے والے کمرے میں ہے اور ہم اس سے چھپنے کے لیے آواز بدل کر بول رہے ہیں۔ شی تارا بھی ہمارے بالکل قریب ہے۔"

"کیا اس نے تمہارے پاس آنے کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں، ایک اجنبی سمجھ کر کوشش کی تھی۔ ناکام ہو کر چلی گئی۔ ویسے تمہارے پاس آئے گی تو گڑبڑ ہو جائے گی کیونکہ تم بھی سانس روکو گی۔ جبکہ تم ایک نیم پاگل عورت کی ایکٹنگ کر رہی ہو اور نیم پاگل پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتے ہیں۔"

"پھر تو ہمیں کسی دوسرے ہوٹل میں قیام کرنا چاہیے۔"

"فی الحال تم اسی چار دیواری میں رہو۔ میں دیکھوں گا کہ وہ کیا کرتا پھر رہی ہے۔"

دوسرے کمرے میں ارینا نے فون کے ذریعے یسودہ بگل سے رابطہ کیا۔ وہ بولا "بیٹی! یہ تمہاری بہت بری عادت ہے۔ سوتی ہو تو چوکنوں کے لیے اپنے انکل سے بھی رابطہ ختم کر دیتی ہو۔ میں تم سے اہم بات کہنے کے لیے بے چین ہو رہا ہوں۔"

"مجھے بھی ایک اہم مسئلہ درپیش ہے۔ پہلے آپ بولیں، کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"بیٹی! ہمیں دس لاکھ پونڈز سے زیادہ رقم ملے گی۔ اس کے لیے تھوڑی سی محنت کی ضرورت ہے۔ پارس کو قتل کرنا ہوگا۔ وہ سری نگر میں ہے۔ پاشا اس کی آواز سن کر بتا سکتا ہے کہ وہ کس علاقے میں ہے؟"

"ہوں۔ کام تو آسان لگ رہا ہے۔ پاشا منٹوں میں اس کی آواز سن کر اُس کا پتا ٹھکانا معلوم کر لے گا لیکن ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا پاشا کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے پاشا پر حملے کیے تھے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ شی تارا میرے پاس آئی تھی۔ پارس کو قتل کرنے کے سلسلے میں ہم سے تعاون کرنا چاہتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے اسے آپ کے ذریعے معلوم ہوا کہ پاشا ہمارے پاس ہے۔ ایک طرف وہ آپ کو تعاون کا یقین دلا رہی ہے، دوسری طرف پاشا کو زخمی کر کے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ہم سے چھین لینا چاہتی ہے۔"

"درست کہتی ہو۔ وہ ہم سے مکاری کر رہی ہے۔ تم فوراً پاشا کی قوت سماعت سے کام لو۔ پارس کا سراغ لگاؤ۔ پھر پاشا کو کشمیر اور بھارت سے دور لے جاؤ۔"

"ابھی تو وہ کسی نہ کسی کو آلۂ کار بنا کر ہماری نگرانی کر رہی ہو گی۔ میں ایسے ہی کسی آلۂ کار کو دھوکا دے کر یہاں سے جاؤں گی۔"

اس نے پاشا سے کہا۔ "میں اپنے انکل سے باتیں کر رہی ہوں۔ وہ پارس سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں، وہ کہاں ہوگا؟"

"وہ جگہ بدلتا رہتا ہے۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ وہ کہاں ہوگا؟"

"تم اس کی آواز سن کر اُس کا سراغ لگا سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی سننے کی کوشش کرتا ہوں۔"

اس نے سر جھکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ پارس کی آواز پر توجہ دینے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی توجہ آفرین کی آواز پر تھی۔ وہ جانتا تھا کہ آفرین اور پارس جہاں بھی ہوں گے، ایک ساتھ ہوں گے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے مایوس ہو کر کہا "میں پارس اور آفرین دونوں کی آوازوں پر توجہ دے رہا ہوں، مگر دونوں مسلسل خاموش ہیں۔ شاید وہ دونوں سو رہے ہیں۔"

ارینا نے فون پر کہا "انکل! پارس کی طرف سے مسلسل خاموشی ہے۔ پاشا کا خیال ہے کہ وہ کہیں سو رہا ہے۔"

"بیٹی! اس کے دوسرے ساتھی جاگ رہے ہوں گے۔ اس سے پوچھو پارس کے ساتھ کتنے لوگ ہیں؟"

وہ بولی "پاشا! تم نے کہا تھا کہ پارس کے ساتھ تمہارے اور آفرین کے علاوہ کوئی اور بھی تھا۔ شاید وہ جاگ رہا ہو۔ پلیز، اس کی آواز سنو۔"

وہ ہو مر کی آواز پر توجہ دینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کی

آواز سنائی دی۔ وہ ارینا سے بولا "میں اسے سن رہا ہوں۔ وہ کسی سے کہہ رہا ہے کہ یہ جگہ بہت خوبصورت ہے۔ جی چاہتا ہے کہ یہاں ساری زندگی گزار دوں۔"

ارینا خوش ہو کر بولی "انکل! میرا پاشا ونڈر فل ہے۔ یہ پارس کے ایک ساتھی کی آواز سن رہا ہے۔"

پھر وہ پاشا کے گلے میں اپنی ایک بانہہ ڈالتی ہوئی بولی "آئی لو یو ودودھ مائی ہارٹ اینڈ سول مائی ڈیئر! جس طرح تم اس کی آواز سن رہے ہو' کیا اس طرح اسے اپنی آواز سنا کر پوچھ نہیں سکتے کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟"

وہ اس کی قربت سے سحرزدہ ہو رہا تھا۔ دوسری طرف یسودہ نے فون پر کچھ گڑبڑانے والی جذباتی آوازیں سنیں۔ پھر جھینپ کر بولا۔ "مان سنس! تم دونوں مجھے کیا سنا رہے ہو؟ پارس کی آواز سنو۔"

ارینا نے اسے پھر آواز سننے کی ڈیوٹی پر لگا دیا۔ وہ سننے لگا اور بتانے لگا کہ ہو مر کسی عورت سے فرنچ زبان میں بول رہا ہے۔ وہ عورت کیمرے سے وہاں کے حسین مناظر کی تصویریں اتار رہی تھی۔ وہ دونوں دنیا جہان کی باتیں کر رہے تھے لیکن کسی بات سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اس عورت کے ساتھ کس علاقے میں ہے۔ وہ پارس اور آفرین کا ذکر بھی نہیں کر رہا تھا۔ ارینا نے بیزار ہو کر کہا "انکل! میں ریسیور رکھ رہی ہوں۔ جب کام کی باتیں معلوم ہوں گی تو میں فون کروں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کر کے پھر پیار بھرا انداز اختیار کیا اور کہا۔ "تمہیں میری جان کی قسم ہے۔ پارس کا سراغ لگاؤ۔"

اس نے پھر پارس کی آواز سننے کی ناکام کوششیں کیں۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ شاید پارس نے اپنی آواز میں تبدیلی کی ہے۔ وہ بہت چالاک ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا ہے تو وہ کبھی اس کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکے گا اور معلوم نہ کر سکا تو اس پر فدا ہونے والی حسینہ کی نظروں میں اہمیت کم ہو جائے گی۔

وہ دل ہی دل میں پارس کو کوسنے لگا اور ارینا کو یہ کہہ کر تسلی دینے لگا کہ وہ سو رہا ہے۔ جاگنے کے بعد ضرور اس کی آواز سنائی دے گی اور شاید اس کی پناہ گاہ کا بھی علم ہو جائے گا۔

دوسری طرف پارس نے ہوٹل کے ریسپشن میں جا کر کاؤنٹر گرل سے دوستی کی۔ پھر پوچھا "کمرا نمبر چار سو سترہ میں وہ پہلوان کون ہے' جس کی وجہ سے فائرنگ ہوئی تھی؟"

وہ بولی "وہ کمرا اس پہلوان کے نام پر نہیں' ایک جرمن دوشیزہ ارینا گل کے نام پر ہے۔ وہ پہلوان کو کہیں سے پکڑ کر لائی ہے۔"

"کیا وہ عیسائی دوشیزہ ہے؟"

"نہیں۔ ہمارے رجسٹر میں اس نے یسودی مذہب لکھا ہے۔"

پارس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج گئی۔ اس نے پوچھا "کیا وہ تنہا آئی ہے۔"

"ایک یسودی شخص اس کے ساتھ آیا ہے۔ وہ کمرا نمبر چار سو اٹھارہ میں ہے۔ اس کا نام ہیری سیمسن ہے' وہ صبح سے کہیں گیا ہوا ہے۔"

پارس نے کاؤنٹر گرل کا شکریہ ادا کیا۔ پھر ہوٹل کے باہر آ گیا۔ اس نے ایک طرف چلتے ہوئے۔ جیب سے دو ننھے سے اسپرنگ نکالے پھر ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے دونوں نتھنوں میں اسپرنگ کو رکھا تو ناک پھیل گئی۔ اُس نے اسی طرح آگے بڑھتے ہوئے ناک کے نیچے ہاتھ رکھا تو مونچھوں کا اضافہ ہو گیا۔ پھر اس نے بائیں آنکھ سکیڑ لی جیسے ایک آنکھ پیدائشی طور پر ایسی ہو۔ چہرہ اس حد تک تبدیل ہو گیا تھا کہ اسے کوئی اجنبی کہہ نہیں سکتا تھا۔ اس نے جنرل پوسٹ آفس میں آ کر دہلی میں یسودی سفیر کے نام کال بک کرائی۔ آدھے گھنٹے کے اندر رابطہ ہو گیا۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا "تم کون ہو؟ اور سفیر صاحب سے کیا کہنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا "میں ڈیٹیکٹو زیرو نائن فرام جیوز سیکرٹ مشن ہوں۔ اگر تم میرا پرابلم حل کر دو تو میرا سفیر صاحب سے بات کرنا ضروری نہیں ہو گا۔"

"پرابلم کیا ہے؟"

"میں نے فرہاد کے بیٹے پارس کا خفیہ ٹھکانا معلوم کیا ہے۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ کامیابی ہوتے ہی میں متعلقہ شخص کو اطلاع دوں۔ مجھے معلوم ہونا چاہئے کہ متعلقہ شخص کا فون نمبر اور کوڈ نمبر کیا ہے۔"

اسے ہولڈ کرنے کے لئے کہا گیا تھوڑی دیر بعد سفیر کی آواز سنائی دی "ہیلو! تم کون ہو؟"

"میں بتا چکا ہوں' میرا تعلق جیوز سیکرٹ مشن سے ہے۔ میرا کوڈ نمبر زیرو نائن ہے۔ میں نے پارس کا موجودہ خفیہ ٹھکانا معلوم کیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک حسین عورت ہے۔"

سفیر نے کہا "مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

"سوری سر! ہمارے سروں پر فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے منڈلاتے رہتے ہیں۔ میں جلد سے جلد یہاں متعلقہ افراد سے مل کر اس خفیہ ٹھکانے کا محاصرہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ایسے افراد کو مجھے پہنچائیں جو یوگا کے ماہر ہوں تاکہ فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارا راستہ روکنے میں ناکام رہے۔"

"میں ایسے افراد سے واقف نہیں ہوں۔ ویسے ایک نمبر نوٹ کرو اور مسٹر یسودہ گل سے رابطہ کرو۔ پارس کا معاملہ اس کے ہاتھوں میں ہے۔"

اس نے یسودہ گل کا نمبر نوٹ کرنے کے بعد رابطہ ختم کر دیا۔ پارس نے اس نمبر پر کال بک کرائی۔ پھر سوچنے لگا کہ ہو مر کے کمرے میں ارینا گل ہے اور ابھی وہ کسی یسودہ گل سے بات کر رہا تھا۔ کیا ان دونوں میں قریبی رشتے داری ہے؟ رشتے دار نہ بھی ہو تو یہ دونوں ایک ہی مشن سے تعلق رکھتے ہیں اور مشن کے

داد کے بیٹے کو ڈھونڈ نکالنا۔ ظاہر ہے' ڈھونڈ نکالنے کے بعد وہ پیار میں کریں گے' اسے گولی مار دیں گے۔

دوسری طرف شی تارا کی حرکتیں سوچنے پر مجبور کر رہی تھیں کہ وہ یہودیوں کے خلاف ہے اور پاشا کو ان سے چھین لینا چاہتی ہے۔ پاشا پھر اس کا تابعدار بن جاتا تو اپنی غیر معمولی قوتِ سماعت کے ذریعے اسے پارس تک پہنچا دیتا۔

یسودہ گل سے رابطہ ہو گیا۔ اس نے پوچھا "ہیلو تم کون ہو؟"

"میں جو بھی ہوں' تم مجھے نہیں جانتے ہو مگر میں تمہارے لیے ت اہم ہوں کیونکہ پارس کے موجودہ ٹھکانے سے واقف ہوں۔"

"پھر تو واقعی تم میرے لیے میرے باپ سے بھی بڑھ کر ہو۔ س کا پتا بتاؤ۔ میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔"

"مال مجھے کہاں ملے گا؟ اور کتنا ملے گا؟"

"تم جہاں کہو گے وہاں بھارتی ایک لاکھ روپے پہنچ جائیں لے۔"

پارس نے خوش ہو کر پوچھا "کیا واقعی تم اتنی بڑی رقم ادا روگے؟"

"یہ رقم تمہارے لیے بڑی ہے۔ ہمارے لیے کچھ نہیں ہے۔ ام کی بات کرو۔"

"پہلی کام کی بات یہ ہے کہ تمہارے جو آدمی پارس کے ٹھکانے کا محاصرہ کرنے جائیں گے' انہیں یوگا کا ماہر ہونا چاہئے۔ رنہ تم جانتے ہو' اس کے باپ کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ج ہے۔ وہ تمہارے آدمیوں کے دماغوں میں زلزلے پیدا کر دیں لے۔"

"تمہاری بات معقول ہے لیکن پارس کو قتل کرنے کے لیے ہر ایک ہی آدمی کافی ہے۔ اس کا نام ہیری سیمسن ہے اور وہ یوگا ماہر ہے۔ آج تک اس کے ہاتھ سے کوئی شکار بچ کر نہیں گیا۔"

"تمہیں اپنے آدمی پر اتنا بھروسا ہے تو میں اسے وہاں تک نچاؤں گا لیکن پہلے ایک لاکھ روپے لوں گا۔"

"ہیری سیمسن تمہیں ایک ایک روپیہ اچھی طرح گن کر دے ا۔ تم ملنے کی جگہ بتاؤ۔"

"میں ہیری سیمسن سے ہوٹل لیک ویو میں ملاقات کروں گا۔"

"عجیب ہے۔ تم اسی ہوٹل میں ملاقات کرنا چاہتے ہو' جہاں ری سیمسن کا قیام ہے۔"

"میری چند شرائط ہیں۔ ان میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ ہماری لاقات ہوٹل کی چھت پر ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔ چھت پر ملاقات ہو گی۔ دوسری شرط کیا ہے؟"

"دوسری شرط یہ ہے کہ ہیری سیمسن ٹھیک چار بجے شام کو ست پر جائے گا۔ جب میں مطمئن ہو جاؤں گا کہ وہ تنہا ہے اور رے ساتھ کوئی فراڈ نہیں ہو رہا ہے تو میں بھی چھت پر آ جاؤں

"ہمیں یہ بھی منظور ہے مگر ہم بھی تمہاری طرف سے مطمئن ہونا چاہتے ہیں۔ اپنے متعلق بتاؤ۔ تم کون ہو؟ تمہارا نام اور کام کیا ہے؟"

"تمہارے اطمینان کے لیے میرا نام ہی کافی ہے۔ میں بھارتی فوج کا میجر کیدار شرما ہوں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا ہم سب کے پیچھے پڑی ہوئی ہے کہ ہم پارس کو کہیں سے بھی زندہ گرفتار کریں۔ میں ایک فوجی کی حیثیت سے یہ فرض انجام دے سکتا تھا لیکن آج کل مالی مشکلات میں گرفتار ہوں۔ مجھے ڈیڑھ لاکھ روپے کی سخت ضرورت ہے۔ تم ایک لاکھ دے رہے ہو۔ اتنا سہارا بھی کافی ہے۔ کیا میں امید کروں کہ میرے حکام کے سامنے تم میرا ذکر نہیں کرو گے؟"

"تم بھروسا کرو۔ اس سلسلے میں تمہارا نام نہیں آئے گا اور اب تمہیں ڈیڑھ لاکھ روپے دیے جائیں گے۔ تم ایک کام کرو۔ ہوٹل لیک ویو کے کمرا نمبر چار سو سترہ میں ہمارے ایک آدمی سے کہہ دو کہ وہ ہیری سیمسن کو ٹھیک چار بجے چھت پر بھیج دے۔ تم پندرہ منٹ بعد اس آدمی سے گفتگو کرو۔"

"میں آدھے گھنٹے بعد اس سے رابطہ کروں گا۔ ابھی ایک فوجی نوعیت کی رپورٹ تیار کر رہا ہوں۔"

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ یسودہ گل چاہتا تھا کہ وہ کمرا نمبر چار سو سترہ میں بیٹھے ہوئے پاشا سے بات کرے تاکہ پاشا اس کی آواز پر توجہ دیتے ہوئے اس کی مصروفیات کی رپورٹ یسودہ کو پہنچاتا رہا۔

پوسٹ آفس کی دیوار پر ایک پوسٹر چسپاں تھا۔ جس پر لکھا تھا۔ "باغیوں کو کچلنے کے لیے بھارتی سینا سے تعاون کریں اور باغیوں کی نشاندہی کریں۔"

فوج سے رابطہ کرنے کے لیے دو عدد فون نمبر درج کیے گئے تھے۔ پارس نے ایک نمبر پر رابطہ کیا۔ پھر کہا "میں میجر کیدار شرما کو ایک ضروری رپورٹ دینا چاہتا ہوں۔ پلیز ان سے بات کرائیں۔"

اسے میجر کا فون نمبر بتایا گیا۔ پارس نے اس نمبر پر رابطہ کیا۔ پھر کہا "سر! میں ہوٹل لیک ویو کا ایک ویٹر بول رہا ہوں۔ میں آپ کو پارس تک پہنچا سکتا ہوں۔ مگر آپ سے التجا کرتا ہوں کہ ہوٹل کے مالک کو میری مخبری کے بارے میں آپ کچھ نہ بتائیں۔"

"تم ڈرو نہیں۔ ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ تم پارس کو کیسے جانتے ہو؟"

"میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ آج صبح ہوٹل کے مالک کو ایک اجنبی سے باتیں کرتے ہوئے سنا۔ وہ اجنبی سے کہہ رہا تھا۔ مسٹر پارس! ہوٹل کی چھت بہت محفوظ جگہ ہے۔ وہاں آپ کو تلاش کرنے کوئی فوجی نہیں آئے گا۔"

میجر نے تائید کی۔ "واقعی ہم میں سے کسی نے کسی ہوٹل کی چھت کی طرف دھیان نہیں دیا۔ کیا وہ ابھی چھت پر ہے؟"

"ابھی نہیں ہے۔ ہوٹل کے مالک سے کہہ کر گیا ہے کہ چار

بجے چھت کے اسٹور روم میں جاکر سوئے۔ اس کے ساتھ ایک حسین عورت بھی ہے۔ وہ اس عورت کو کسی دوسری جگہ لے گیا ہے۔"

"ویٹر! تم بھارتی مینا کے ساتھ بہت بڑا تعاون کررہے ہو۔ تمہیں بہت بڑا انعام دیا جائے گا۔"

"سر! میں نے سنا ہے۔ وہ مجرم پارس بہت چالاک ہے۔ آپ اگر سادے لباس میں چپ چاپ آئیں گے تو وہ دھوکا کھا جائے گا۔ چھت ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں سے بھاگنے کا راستہ اسے نہیں ملے گا۔"

"میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم بہت سمجھ دار ہو۔ میں سادے لباس میں صرف دو جوانوں کے ساتھ آؤں گا۔"

"سر! میری ڈیوٹی کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ میں بھی آپ کو سادے لباس میں لفٹ کے پاس نظر آؤں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ پھر ہوٹل واپس آتے وقت ریڈی میڈ میک اَپ سے نجات حاصل کرلی۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر آفرین سے پوچھا "خیریت ہے؟ کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟"

"میں خیریت سے ہوں۔ تم کہاں گئے تھے؟"

"اپنے قاتلوں سے ملیک سلیک میں مصروف تھا۔ ابھی میں پاشا سے باتیں کررہا ہوں۔ تم خاموش رہوگی۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر کمرا نمبر چار سو سترہ سے رابطہ کیا۔ پھر آواز بدل کر بولا "میں مجبر بول رہا ہوں۔ مجھے مسٹر یہودہ نے کہا ہے کہ میں آپ سے بات کروں۔"

ارینا نے کہا "ہیلو مجبر! ہمیں آپ ہی کا انتظار تھا۔ آپ ہمارے آدمی سے بات کریں۔"

پھر پاشا کی آواز سنائی دی۔ پارس نے کہا "مسٹر یہودہ نے تاکید کی ہے کہ آپ مسٹر ہیری سمسن کو ٹھیک چار بجے اسی ہوٹل کی چھت پر بھیج دیں۔"

پاشا نے کہا "اچھی بات ہے۔ وہ وقت پر وہاں پہنچ جائے گا۔"

پاشا نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر ارینا سے کہا "اب میں اس کی آواز سنوں گا اور معلوم کرلوں گا کہ واقعی وہ مجبر ہے یا نہیں؟"

ادھر پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر فون کا ڈائل یونہی گھمانے لگا۔ ریسیور اسی طرح کریڈل پر رکھا ہوا تھا۔ پھر وہ بولا "ہیلو' ہیلو مسٹر پارس! میں تمہارا بنیادی مجبر بول رہا ہوں۔"

وہ اتنا کہہ کر اپنی اصلی آواز میں بولا "ہاں میں پارس بول رہا ہوں۔ کیا تم نے کاپیا پی سے مجبر کی ایکٹنگ کی ہے؟"

پھر وہ مجبر کی آواز میں بولا "میں سو فیصد کامیاب رہا ہوں۔ وہ ہیری سمسن جو تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا' وہ ٹھیک چار بجے ہوٹل کی چھت پر جائے گا۔"

پارس نے اپنی آواز میں کہا۔ "پھر تو ہیری سمسن کا آخری وقت آگیا ہے۔ میں سادے لباس میں میجر کیدار شرما بن کر اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ چھت پر پہنچتے ہی اسے گولی مار دوں گا۔ اپرا اوکے؟"

دوسرے کمرے میں پاشا خوشی سے اچھل کر بولا "پارس مل گیا ہے۔ اپنے انکل سے رابطہ کرو۔"

ارینا نے موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ پاشا نے کہا "میری ارینا کے پیارے انکل! پارس کا پتا چل گیا ہے۔"

یہودہ نے خوش ہوکر پوچھا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ وہ کہاں ہے؟"

"پیارے انکل! ابھی جو میجر بن کر بول رہا تھا' وہ فراڈ تھا۔ پارس کا ایک آلۂ کار تھا۔"

"اوہ گاڈ! کیا تم نے اس کی آواز سن کر اُس کا فراڈ معلوم کیا ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ مجھ سے فون پر باتیں کرنے کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہا تھا پھر اس نے فون پر پارس سے رابطہ کیا۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ پارس میجر کیدار شرما بن کر چھت پر آئے گا اور ہیری سمسن کو گولی مار دے گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ پارس ہمارے منصوبوں سے باخبر تھا۔ وہ اپنی سلامتی کے لیے ہمارے ہیری کو ختم کرنے آئے گا۔"

"جی ہاں' یہی بات ہے۔ میری ارینا کہے گی تو میں چھت پر جاکر پارس کے دو ٹکڑے کردوں گا۔"

"نہیں پاشا! تم ہمارا سرمایہ ہو۔ ہم تمہیں اس آگ میں کودنے نہیں دیں گے۔ چھت پر ہیری سمسن تنہا نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ چار گن مین میں رہیں گے۔ پارس خود ہی حرام موت مرنے آرہا ہے۔"

"آپ مجھے بھی کوئی کام دیں۔ میں آپ کو اور ارینا کو دکھانا چاہتا ہوں کہ میں کتنا شہ زور ہوں۔"

"ہم دیکھے بغیر یقین کرتے ہیں کہ تم زبردست ہو اور سب کو زیردست کرسکتے ہو۔ تم کمرے سے باہر نہیں جاؤ گے۔ موبائل فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ رکھو گے۔ پارس کی آواز سنتے رہو گے اور مجھے اس کے بارے میں بتاتے رہو گے۔ میں تمہاری رپورٹ کے مطابق ہیری سمسن کو پارس کی آمد سے باخبر رکھوں گا۔"

سامنے والے کمرے میں پارس نے آفرین کو بازوؤں میں بھر کر کہا "اب ہم مالنی اور اجے کمار کی آواز میں بول سکتے ہیں۔"

وہ بولی "میں حیران ہوں کہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔ کچھ مجھے بھی سمجھاؤ۔"

وہ اسے اپنے منصوبے کی تفصیل بتانے لگا۔ وہ بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی اور اس پر اپنا پیار نچھاور کرتی جارہی تھی۔ پھر اس نے کہا "ایک طرف فوجی تمہارے دشمن ہیں۔ دوسری طرف یہودہ تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے اور تم کتنی ذہانت سے دونوں دشمنوں کو آپس میں لڑانے والے ہو۔"

"میں کوشش کرتا ہوں کہ ہتھیار کے بغیر دشمنوں کو زیر کروں۔ میدان سے باہر رہوں اور میدان مارلوں۔"

"واقعی تم یہی کررہے ہو۔ کیا اوپر فائرنگ ہوتی رہے گی اور ہم یہاں بیٹھے رہیں گے؟"

"تم یہاں رہوگی۔ میں احتیاطاً ایک ریوالور چھپا کر لفٹ کے پاس رہوں گا۔ دو میں سے کوئی ایک دشمن زندہ چھت سے اترے گا۔ میں اسے زندہ نہیں جانے دوں گا۔"

اس نے اجے کمار کے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کی۔ ریوالور کو لباس میں چھپایا۔ پھر کہا "اب میں ذرا بڑبڑاؤں گا اور تم خاموش رہوگی۔"

پھر وہ اپنی اصلی آواز میں بولا "مسٹر شہباز! چار بجنے والے ہیں۔ ہوٹل چلو۔"

پھر وہ فرضی شہباز کی آواز میں بولا "برادر پارس! آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا ہیری سمسن چھت پر اکیلا ہوگا۔"

اس نے کہا "دشمن کو کبھی اکیلا اور کمزور نہیں سمجھنا چاہئے۔ چلو دیر نہ کرو۔"

اس نے مسکرا کر آفرین کو دیکھا۔ پھر دروازہ کھول کر کمرے سے باہر کاریڈور میں آگیا۔ پاشا اور ارینا کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ وہ اپنی اصلی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے جانے لگا۔ "پتا نہیں وہ گدھا پاشا کس حسینہ کے چکر میں پڑا ہے۔ اگر وہ میرے ساتھ ہوتا تو چھت پر پہنچ کر ہیری سمسن کی گردن توڑ دیتا۔"

پھر وہ ایک ذرا توقف سے بولا "پاشا واقعی شہ زور ہے مگر الّو ہے۔ عورت کا کتا ہے بلکہ کتے کا بچہ ہے۔ حرام کا پلّا ہے۔ میں اس پر تھوکتا ہوں۔ آخ تھو۔۔۔"

وہ ارینا کے پاس بیٹھا سن رہا تھا۔ غصے سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ ایک مکا فضا میں لہراتے ہوئے بولا "تو ہے کتا۔ میرے سامنے آ۔ میں تیرا تھوکنے والا مُنہ توڑ دوں گا۔ بزدل! گالیاں دینے والے تیرے مُنہ میں کیڑے پڑیں گے۔"

ارینا اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی بولی "پاشا! کیا پاگل ہوگئے ہو؟ ہوش میں آؤ۔ کسے گالیاں دے رہے ہو؟"

"گالیاں میں نہیں دے رہا ہوں۔ وہ سالا پارس گالیاں دے رہا ہے اور میرے مُنہ پر تھوک رہا ہے۔"

"پاشا! عقل سے کام لو۔ لوگ تو بادشاہ کو بھی پیٹھ پیچھے گالیاں دیتے ہیں۔ یہ سوچ کر صبر کرو کہ یہ اس کی زندگی کی آخری بدکلامی ہے۔ ابھی وہ چھت پر مارا جائے گا۔"

پاشا نے اچانک سانس روک لی۔ پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "میں غصے میں تھا اسے محسوس نہ کرسکا۔ پتا نہیں وہ کتنی دیر سے تھی۔"

ارینا نے پوچھا "کیا شی تارا آئی تھی؟"

وہ سانس لیتے ہوئے بولا "وہی ہوگی۔ پتا نہیں کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

شی تارا پھر ایک چانس لینے اور پاشا کو سمجھانے آئی تھی کہ وہ پارس کی آواز نہ سنے اور اس کی نشاندہی کرکے دشمنوں کو اس کے ٹھکانے تک نہ پہنچائے لیکن وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ جس وقت اس کے اندر پہنچی' وہ غصے سے پاگل ہو کر پارس کو گالیاں دے رہا تھا۔ اس پاگل پن میں اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔

ایسے میں شی تارا کو چور خیالات پڑھنے کا موقع مل گیا۔ پاشا کے خیالات نے بتایا کہ پارس میجر کیدار شرما بن کر ہوٹل کی چھت پر ہیری سمسن کو قتل کرنے آرہا ہے اور سمسن اسے قتل کرنے کے لیے اپنے چار گن مین کے ساتھ اوپر اس کا منتظر ہے۔

اور اب وقت بھی نہیں رہا تھا۔ چار بج چکے تھے۔ وہ فوراً ہی پارس کے دماغ میں آکر بولی "سانس نہ روکنا۔ پاشا نے تمہارے دشمنوں کو بتادیا ہے کہ تم میجر بن کر چھت پر جارہے ہو۔"

اس نے پوچھا "تم کیا چاہتی ہو' میں اوپر نہ جاؤں۔ میرے اوپر جانے کے بعد تم دنیا میں تمہارہ جاؤ گی۔"

"بات کو مذاق میں نہ ٹالو۔ تمہیں گولیوں سے چھلنی کردیا جائے گا۔"

"پچھلے چوبیس گھنٹوں سے تم بھی فوجیوں کو میرے پیچھے دوڑا رہی ہو اب محافظ بننے کیوں آئی ہو؟"

"ہے بھگوان! میں تمہارے ذریعے دیکھ رہی ہوں۔ یہ وہی ہوٹل ہے جہاں پاشا کا قیام ہے۔ نہیں' نہیں واپس جاؤ۔ پارس! میرا تمہارا جھگڑا اور ہے۔ میں کسی دشمن کو تمہاری ہوا بھی نہیں لگنے دوں گی۔"

اس نے سانس روک لی کیونکہ لفٹ کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اسی وقت میجر کیدار شرما اپنے دو جوانوں کے ساتھ لفٹ کی طرف آیا۔ پارس نے میجر کے قریب ہو کر کہا "سر! میں وہی ویٹر ہوں جس نے آپ کو انفارم کیا تھا۔"

میجر نے کہا "شاباش میں ابھی پارس کا کام تمام کرکے تم سے ملوں گا۔"

وہ دو جوانوں کے ساتھ لفٹ کے اندر گیا۔ شی تارا نیچر کو آلۂ کار بنا کر دو ڈاٹی لا رہی تھی مگر اس کے پہنچنے سے پہلے لفٹ کا دروازہ بند ہوگیا۔ لفٹ اوپر جانے لگی۔

شی تارا نے آلۂ کار کو دوسری اور تیسری لفٹ کی طرف دوڑایا مگر ان کے بھی دروازے بند تھے۔ وہ اسے سیڑھیوں پر دوڑانے لگی۔ ہوٹل کی چھت پر ہیری سمسن اپنے آدمیوں کے ساتھ تیار کھڑا تھا۔ میجر کو دیکھتے ہی بولا "اوہ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائرنگ شروع کردی۔ میجر اور دو جوان بھی جوابی فائرنگ کرنے لگے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو پارس سمجھ کر اندھا دھند فائرنگ کررہے تھے۔ چھت پر کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں سے چھپ کر گولیاں چلائی جاتیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میجر کے گن

سے نکلی ہوئی دو گولیاں ہیری سیمسن کے سینے میں اتریں اور ہیری کے آومیوں نے میجر کو گولیوں سے چھلنی کردیا۔ آخر میں ہیری کا ایک آدمی زندہ بچا۔ وہ بھی بری طرح زخمی ہوا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھنے اور رینگنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔

شی تارا اپنے آلٹہ کار کو دوڑاتی ہوئی چھت پر لائی۔ پھر میجر کی لاش کو دیکھ کر آلٹہ کار کے حلق سے چیخ پڑی۔ "پارس! نہیں، تم نہیں مرسکتے۔ نہیں، نہیں، نہیں۔۔۔۔"

وہ دائی طور پر حاضر ہو کر دوڑتی ہوئی دیوار کے پاس آئی۔ پھر دیوار سے سر ٹکرا کر رونے لگی دائی ماں نے اسے پکڑ کر دیوار کے پاس سے ہٹایا۔ وہ دائی ماں سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ دونوں ہاتھوں کی کلائیوں کو ایک دوسرے سے ٹکرا کر چوڑیاں توڑنے لگی۔ وہ بن بیاہی تھی۔ مگر بیوہ کے آنسو رو رہی تھی۔ مسلسل فائرنگ کی آواز نے ہوٹل کے اطراف گشت کرنے والے سپاہیوں کو چونکا دیا تھا۔ وہ سب دوڑتے ہوئے ہوٹل کے اندر آئے تھے اور اب چھت کی طرف جارہے تھے۔

یسودھ گپل نے ہیری سیمسن سے یہ طے کیا تھا کہ وہ اپنا موبائل فون آن رکھے گا اور پارس کو ہلاک کرتے ہی اسے خوشخبری سنائے گا لیکن اسے کوئی خبر نہیں مل رہی تھی۔ وہ فون کے ذریعے فائرنگ کی آوازیں سن رہا تھا۔ پھر سناٹا چھا گیا تھا۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ کر ہیری کو آوازیں دے رہا تھا مگر جواب سے محروم تھا۔

پھر اس نے ارینا سے رابطہ کرکے کہا "ہیری کی طرف سے جواب نہیں مل رہا ہے جبکہ اس کا فون آن ہے۔ پاشا سے کہو وہ ہیری اور پارس کی آوازیں سننے کی کوشش کرے۔ میرا خیال ہے دونوں ہی مرچکے ہیں۔"

ارینا نے پوچھا "پاشا! کیا تم ہیری اور پارس کی آوازیں سن رہے ہو؟"

وہ ایک لمبا سانس کھینچ کر بولا "ہاں وہ گیت گا رہا ہے۔"

"کیا کیا کررہے ہو؟ کون گیت گا رہا ہے؟"

"پارس گا رہا ہے 'چھوڑ گئے بالم۔ میرا دل توڑ گئے بالم۔ موت سے ناتا جوڑ گئے بالم۔ میری کمر توڑ گئے بالم۔"

"یہ تم بالم بالم کی کیا رٹ لگا رہے ہو؟ اس کا مطلب کیا ہے؟"

"بالم کا مطلب ہے ہیری سیمسن' وہ چھوڑ گیا ہے۔ دل توڑ گیا ہے۔ تمہارے انکل کی کمر توڑ گیا ہے۔"

"اوہ گاڈ! وہ مرچکا ہے اور پارس زندہ ہے؟ کیا واقعی زندہ ہے؟ کیا تم اس کی آواز سن رہے ہو؟"

"ہاں۔ کہہ تو رہا ہوں کہ وہ میز پر طبلہ بجا کر گا رہا ہے۔ اب خاموش ہوگیا ہے۔"

ارینا نے فون پر کہا "انکل! وہ چھت سے اتر کر نیچے آرہا ہوگا۔ میں پاشا کے ساتھ جارہی ہوں۔ وہ نظر آئے گا تو پاشا اسے مار ڈالے گا۔"

"جاؤ۔ مگر محتاط رہو۔ چھت پر اتنی زبردست فائرنگ ہوئی ہے کہ ہوٹل کو فوج نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہوگا۔ پارس ہوٹل کے باہر نہیں جاسکے گا۔"

وہ فون کو آف کرکے بولی "چلو پاشا! پارس گراؤنڈ فلور پر ضرور آئے گا اور روک ٹوک کرنے والے فوجیوں سے ضرور باتیں کرے گا۔ ایسے میں تم اس کی نشاندہی کرکے اسے گرفتار کراسکتے ہو کیونکہ اتنی بھیڑ میں اسے گولی نہیں مار سکو گے۔"

"کیوں نہیں مار سکوں گا۔ پارس یہاں ایک مجرم اور کئی فوجیوں کا قاتل ہے۔ اسے گولی ماروں گا تو مجھے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔"

وہ دونوں کمرے سے نکل کر لفٹ میں آئے۔ ارینا نے کہا "میں گولی چلانے سے اس لیے منع کررہی ہوں کہ بھیڑ میں نشانہ چُوک جائے گا اور اسے فرار ہونے کا موقع مل جائے گا۔"

وہ دونوں ہوٹل کے گراؤنڈ فلور پر آئے۔ وہاں فوجی جوان باہر جانے والوں کو روک رہے تھے اور بڑی سختی سے پوچھ گچھ کررہے تھے۔ پارس نے دور سے ارینا اور پاشا کو آتے دیکھا۔ پاشا کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ توجہ سے آواز سننے کی کوشش کررہا ہے۔

پارس نے مسکرا کر اپنے منہ کے سامنے دونوں ہتھیلیاں رکھ کر کہا "آفیسر! آپ خواہ مخواہ میری تلاشی لے رہے ہیں' میں یہاں کا ایک ہندو شہری ہوں۔ میرا نام رام لال ہے۔"

پاشا نے ایک ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے کہا۔ "میں تمام چیک کرنے والے افسران اور سپاہیوں سے کہتا ہوں۔ ابھی چیکنگ کے دوران جو شخص اپنا نام رام لال بتا رہا ہے' اسے گرفتار کیا جائے' وہ مفرور مجرم پارس ہے۔"

وہاں کھلبلی سی پیدا ہوگئی۔ کئی افسران سپاہیوں سے پوچھتے پھر رہے تھے کہ کس نے اپنا نام رام لال بتایا ہے۔ پارس مسکراتے ہوئے لفٹ کے ذریعے اوپر جانے لگا۔

ہوٹل سے باہر جانے کے دو راستے تھے۔ دونوں بڑے دروازوں پر کھڑے ہوئے سپاہی کہہ رہے تھے کہ ابھی تک ہمارے سامنے کوئی رام لال نامی شخص نہیں آیا ہے۔ ایک افسر نے پاشا کے پاس آکر سختی سے پوچھا "مسٹر! تم ہمیں مس گائیڈ کیوں کررہے تھے؟ کون ہو تم؟"

ارینا نے اپنے پرس میں سے آئیڈینٹی کارڈ نکال کر دکھایا پھر کہا "ہم اسرائیلی ہیں اور یہاں بھارتی فوج کے لیے کام کررہے

ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں خصوصی اجازت نامہ دیا گیا ہے۔"

اس نے اجازت نامہ نکال کر دکھایا۔ افسر نے مطمئن ہو کر پاشا کے متعلق پوچھا "یہ کون ہے؟"

"یہ میرا معاون ہے۔ پارس کی آواز اچھی طرح پہچانتا ہے۔ ابھی اس سے پہچاننے میں کچھ غلطی ہوگئی تھی۔"

افسر چلا گیا۔ ارینا نے ناگواری سے پوچھا "تمہیں پارس کے متعلق چیخنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں نے صاف طور سے اس کی آواز سنی تھی۔ اس کی بات سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ چیکنگ سے گزر کر باہر چلا جائے گا۔ میں نے سوچا اس کے جانے سے پہلے ہی چیخ کر افسران کو ہوشیار کردینا چاہئے۔ تم یقین رکھو' وہ مکار باہر جاچکا ہے۔"

چھت پر پڑی ہوئی لاشیں نیچے لائی جارہی تھیں۔ ارینا نے ہیری سیمسن کی لاش دیکھی۔ دوسری لاش کے قریب فوجی جوان اور افسران ادب سے الرٹ ہوگئے تھے۔ کیونکہ وہ میجر کیدار شرما کی لاش تھی۔

ارینا نے سرگوشی میں کہا "پاشا! تم نے کہا تھا کہ پارس میجر کیدار شرما بن کر چھت پر جارہا ہے۔ اب بتاؤ' یہ میجر ہے یا پارس؟ اگر میجر کے بھیس میں پارس مردہ ہوچکا ہے تو ابھی تم نے اس کی آواز کیسے سنی تھی؟"

وہ اپنا سر سہلاتے ہوئے بولا "شاید آواز سننے میں بھول ہوگئی تھی۔ یہ پارس کی لاش ہے۔ یہ تمام فوجی اسے میجر کی لاش سمجھ رہے ہیں۔"

"کیا بکواس کررہے ہو۔ تم نے اوپر کمرے میں کہا تھا کہ وہ میز پر طبلہ بجا کر گا رہا ہے۔ کیا مردے گاتے ہیں؟"

"ارینا! تم یقین نہیں کروگی۔ فرہاد کی فیملی میں لوگ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ خود فرہاد کئی بار مرچکا ہے۔ مگر پھر بھی زندہ ہے۔"

وہ اسے تشویش بھری نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی "مجھے تمہاری ذہنی حالت پر شبہ ہے۔ اوپر چلو۔"

پارس نے اوپر پہنچتے ہی کمرا نمبر چار سو سترہ کے دروازے کو ایک مار کی مدد سے کھولا۔ پھر اندر آکر ارینا کے سامان کی تلاشی لی۔ پہلے تو بظاہر کچھ نظر نہیں آیا لیکن اس نے لپ اسٹک کے کور کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک مائیکرو فلم کا ایک ننھا سا رول نظر آیا۔ دو اور لپ اسٹک کے خول سے مائیکرو فلمیں برآمد ہوئیں۔ پتا نہیں ان فلموں میں کتنے ممالک کے اہم راز پوشیدہ تھے۔ اس نے تینوں فلموں کے رول اپنی جیب میں رکھ لیے۔

پھر اس نے لپ اسٹک سے بستر کی اجلی چادر پر لکھا "شکر کرو کہ میں آیا تھا۔ میری جگہ بندوق کی گولیاں آتیں تو تم بھی ہیری کے پاس پہنچ جاتیں۔ بائی۔"

وہ کمرے سے نکل کر کاریڈور میں آیا۔ سامنے اپنے کمرے کا دروازہ تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

ارینا نے پاشا کے ساتھ لفٹ میں آکر چوتھی منزل کا بٹن دبایا۔ پھر بولی "میں اس نتیجے پر پہنچ رہی ہوں کہ پارس ہمارا ہتھیار ہم پر آزما رہا ہے۔ ہم تمہاری غیر معمولی قوتِ سماعت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں' اس نے بھی تمہاری اس صلاحیت سے فائدہ اٹھا کر تمہیں یہ بات سنائی کہ وہ میجر کیدار شرما بن کر آرہا ہے۔ اس طرح اس نے اپنے ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر اپنے دو دشمنوں کو ایک دوسرے سے لڑنے پر مجبور کردیا۔"

وہ لفٹ سے باہر چوتھی منزل پر پہنچے۔ پاشا نے کہا "تم صحیح تجزیہ کررہی ہو۔ اس مکار شیطان نے یہی حرکت کی ہے۔"

وہ کاریڈور سے گزرتے ہوئے اپنے کمرے کے سامنے آئے۔ پھر دروازے کو کھلا دیکھ کر چونک گئے۔ ارینا نے سرگوشی میں کہا۔ "ہم دروازہ لاک کرکے گئے تھے۔ اندر ضرور کوئی ہے۔"

پاشا ریوالور نکال کر دبے قدموں چلتا ہوا دروازے کے اندر جھانکنے لگا۔ کمرے میں کوئی نظر نہیں آیا۔ اس نے اندر آکر خالی کمرے کو دیکھا۔ پھر ریوالور کا رخ باتھ روم کی طرف کرتے ہوئے للکار کر کہا۔ "باتھ روم میں جو بھی ہے باہر آجائے۔"

وہ باتھ روم کے دروازے کے پاس آیا اور کان لگا کر سننے لگا۔ اندر کوئی ہوتا تو وہ غیر معمولی سماعت کے ذریعے اس سانس لینے والے کی آواز بھی سن لیتا۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ پھر مطمئن ہو کر بولا "ارینا! آجاؤ۔ کوئی نہیں ہے۔"

وہ اندر آئی۔ پھر بکھرا ہوا سامان دیکھ کر چیخ پڑی۔ سب سے پہلے تین عدد لپ اسٹک کے خول پر نظر پڑی کیونکہ ان میں ایسی اہم مائیکرو فلمیں تھیں' جنہیں اس کا انکل لاکھوں پونڈز اور ڈالرز میں فروخت کرسکتا تھا۔

وہ دوڑتی ہوئی آئی۔ پھر انہیں اٹھا اٹھا کر بولی "یہ سب خالی ہیں۔"

پاشا نے کہا "ان کی سرخیاں ختم ہوگئی تھیں۔ ایسے میں یہ ضرور خالی ہوں گی۔"

"یو شٹ اپ۔ ان میں بہت ہی اہم مائیکرو فلمیں رکھی ہوئی تھیں۔ کوئی چرا کرلے گیا ہے۔"

پھر وہ دوسرا سامان دیکھنے کے لیے فرش پر سے اٹھی۔ اس کی نظر بستر پر گئی۔ اس کی اجلی چادر پر لکھے ہوئے الفاظ پڑھ کر وہ تھوڑی دیر تک ساکت رہ گئی۔ پاشا نے کہا "یہ پارس نے لکھا ہے۔ دیکھو آخر میں 'پی' لکھا ہوا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "اس کا مطلب ہے' اس نے نیچے گراؤنڈ فلور پر اپنی آواز تمہیں سنا کر وہاں ہمیں الجھایا پھر یہاں آیا اور

اہم چیزیں چرا کر لے گیا۔"

"وہ پکا بدمعاش ہے۔ میں اس کی ہڈیاں توڑ کر تمہاری لپ اسٹک واپس لے آؤں گا۔"

"تم گدھے ہو۔ کیا میں بازار سے اور لپ اسٹک نہیں خرید سکوں گی؟ وہ ماسٹر فلمیں لے گیا ہے۔ تم شہ زور ہو' دلیر ہو مگر عقل سے خالی ہو۔ یہ بستر کی تحریر درست کہہ رہی ہے۔ وہ مجھے گولی بھی مار سکتا تھا۔ پھر تم اس کا کیا بگاڑ لیتے؟ کیا مجھے پھر سے زندہ کر دیتے؟"

پاشا غصے سے پاؤں پٹخ پٹخ کر ٹہلنے لگا۔ وہ بولی "فرش ٹوٹے گا تو چوتھی منزل سے تیسری منزل کے کمرے میں پہنچو گے۔ میرا موبائل فون اٹھاؤ اور انکل سے میری بات کراؤ۔"

وہ بکھرے ہوئے سامان میں موبائل فون تلاش کرنے لگا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پاشا نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا پھر بولا "ہیلو کون ہے؟"

پارس کی آواز سنائی دی "اپنے باپ کو اس کی آواز سے پہچانو۔"

وہ پوری قوت سے دہاڑ کر بولا "میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔ میری جانِ حیات کی لپ اسٹک واپس کرو۔"

ارینا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ تیزی سے قریب آئی اور اس سے ریسیور چھین کر بولی "ہیلو' تم پارس ہو نا؟"

"ہاں' مجھے موبائل فون کی ضرورت تھی۔ تمہارے کمرے سے لے آیا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "ڈرتے اٹھا کر لے گئے۔ آفتاب چھوڑ گئے۔ کبھی آؤ' مجھے بھی لے جاؤ۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ تمہارا ہاتھی غصے میں جھوم رہا ہو گا۔"

ارینا نے پاشا کو دیکھا پھر ہنستے ہوئے کہا "واقعی مجھے غرا کر دیکھ رہا ہے اور غصے میں جھوم رہا ہے۔ تم اس ہاتھی کی رگ رگ سے واقف ہو۔"

"کیا تم اتنی زندہ دل ہو کہ مائیکرو فلمیں جانے کا بھی تمہیں صدمہ نہیں ہے؟"

"تم سے دوستی کرنے کے لیے میں لاکھوں پونڈز کی فلمیں چھوڑ سکتی ہوں۔ میں نے تمہارے ریکارڈز میں تمہاری چالاکیوں اور مکاریوں کے بہت سے قصے پڑھے تھے اور انہیں قصے کہانیاں سمجھتی رہی تھی لیکن پچھلی رات سے اب تک تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم قصے کہانیوں کا کردار نہیں ہو۔ بے شک شیطان سے زیادہ مکار ہو۔"

"مجھے وہ گدھا نہ سمجھو' جو تمہارے پاس کھڑا ہے۔ میں کسی حسینہ کی زبان سے تعریفیں سن کر خوش نہیں ہوتا۔"

پاشا نے گرج کر کہا "اے تم مجھے گدھا کہہ رہے ہو؟ مرد کے بچے ہو تو سامنے آؤ۔"

ارینا نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا "کیوں خواہ مخواہ گرج رہے ہو؟ کیا تم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ میں چکنی چپڑی باتوں سے اسے پھانس کر تمہارے سامنے لانا چاہتی ہوں تاکہ تم اس کی گردن توڑ سکو۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم بہت اچھی ہو۔ اسے دل کھول کر پھانسو۔ میں بیچ میں نہیں بولوں گا۔"

وہ ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا کر بولی "سوری پارس! میں پاشا کا غصہ ٹھنڈا کر رہی تھی۔ یقین کرو' میں تم سے بہت متاثر ہوں۔ تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"تم بستر پر لکھی ہوئی تحریر کو مذاق سمجھ رہی ہو۔ تم نے ایک گھنٹے کے اندر یہ ہوٹل اور یہ شہر نہ چھوڑا تو اس بار تمہارے کمرے میں میرے ریوالور کی صرف ایک گولی آئے گی اور وہ تمہارے نام ہو گی۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ ہیلو ہیلو کہتی رہی۔ پھر ریسیور رکھ کر بولی "تم نے اپنی قوتِ سماعت سے سنا؟ اس کے لہجے میں موت بول رہی تھی۔ میں دیکھ چکی ہوں کہ وہ نہ سمجھ میں آنے والی چالیں چلتا ہے۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔"

وہ جلدی جلدی سامان سمیٹ کر اٹیچی میں رکھنے لگی۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ خوف سے یوں اچھل پڑی جیسے ریوالور کی گولی آگئی ہو۔ پاشا نے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی "آرمی....."

وہ اطمینان کا سانس لے کر بولی "کسی سے مائیکرو فلموں کا ذکر نہ کرنا۔ دروازہ کھولو۔"

اس نے دروازہ کھولا۔ کاریڈور میں ایک افسر چار سپاہیوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس نے اندر آکر کہا "مس ارینا! ہمارے میجر کیدار شربا کو قتل کرنے والا اور خود قتل ہونے والا تمہارا ساتھی تھا۔ وہ تمہارے ساتھ یہاں آیا تھا۔ کیا تمہیں اس حقیقت سے انکار ہے؟"

وہ بولی "بے شک وہ میرا ساتھی تھا۔ اس کے گن سے چلنے والی گولیوں سے میجر ہلاک ہوا لیکن میرے ساتھی کے دماغ میں پارس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے گھسے ہوئے تھے۔ میجر کا مرڈر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوا ہے۔"

"جب تک تمہارے اس بیان کی تصدیق نہیں ہو گی' تم اپنے اس ساتھی کے ساتھ حراست میں رہو گی۔"

ارینا نے کہا "یہی میرے لیے بہتر ہے کہ میں فوجیوں کی پناہ میں رہوں ورنہ پارس مجھے گولی مار دے گا۔ اس بستر کی تحریر پڑھ لو۔"

افسر نے بستر کے پاس آکر وہ تحریر پڑھی پھر پوچھا "کیا ثبوت ہے کہ یہ پارس کی تحریر ہے اور اس نے تمہیں قتل کرنے کی دھمکی دی ہے؟"

"ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ہم راضی خوشی تمہاری حراست میں رہیں گے۔"

پاشا نے ایک تابعدار کی طرح ارینا کی اٹیچی اٹھائی۔ پھر اس کے ساتھ سپاہیوں کے درمیان جانے لگا۔ پارس اپنا دروازہ کھول کر کھڑا ہوا تھا اور ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اندر آکر دروازے کو بند کر لیا۔ موبائل فون پر اشارہ مل رہا تھا۔ اس نے اسے اٹھا کر آپریٹ کیا۔ دوسری طرف سے یسودہ گل کی آواز سنائی دی "ہیلو ارینا! میں ہوں تمہارا انکل۔"

وہ بولا "ہیلو یسودہ! تمہاری بھتیجی اپنا یہ موبائل فون اور تین مائیکرو فلمیں میرے پاس چھوڑ گئی ہے۔"

"تم کون ہو اور ارینا کہاں ہے؟"

"میجر سیمسن نے میجر کیدار شربا کو قتل کیا تھا اور میری ارینا کا ساتھی تھا۔ اس لیے فوجی افسر ارینا اور پاشا کو گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔ تمہاری بھتیجی نے گرفتار ہونے سے پہلے وہ مائیکرو فلمیں مجھے دی تھیں اور تاکید کی تھی کہ میں انہیں تمہارے پاس پہنچا دوں۔"

"یہ اچھا ہوا کہ میں دہلی سے یہاں آگیا ہوں۔ وہ فلمیں بہت اہم ہیں۔ میں جگہ بتاتا ہوں۔ انہیں میرے پاس لے آؤ۔"

"اب وہ فلمیں میرے پاس نہیں ہیں۔ مجھے بھی اپنے گرفتار ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے ارینا جیسے ہی فوجیوں کے ساتھ گئی' میں نے اس کے خالی کمرے میں جا کر تینوں مائیکرو فلموں کو وہاں کے روشندان میں رکھ دیا ہے۔"

"یوں نان سنس! تم نے یہ کیا حماقت کی ہے۔ اس کمرے میں کوئی دوسرا مسافر آئے گا تو....."

پارس نے بات کاٹ کر کہا "تو وہ خواہ مخواہ روشندان پر نہیں چڑھے گا۔ مجھے نان سنس نہ کہو۔ تمہاری بھتیجی نے مجھے سمجھدار سمجھ کر ہی پانچ ہزار روپے میں میری خدمات حاصل کی تھیں۔"

"ارینا کمرا نمبر چار سو سترہ میں تھی۔ کیا وہ کمرا ابھی خالی ہو گا؟"

"ہوٹل میں فون کر کے معلوم کر لو۔ خالی ہو تو اپنے لیے بک کرا لو۔ پھر وہاں جا کر وہ فلمیں حاصل کر لو۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ پارس مسکرانے لگا۔ آفرین نے پوچھا "کیا یسودہ کو ٹریپ کر رہے ہو؟"

"ہاں' وہ ابھی اس ہوٹل میں فون کر رہا ہو گا۔ ہمارے سامنے والا کمرا حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"ہو سکتا ہے' وہ خود نہ آئے اپنے کسی بھروسے کے آدمی کو بھیجے؟"

"فلمیں اتنی اہم ہیں کہ وہ کسی پر بھروسا نہیں کرے گا۔ ویسے خود نہ آئے تب بھی مجھ سے نہیں بچے گا۔"

اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر ہوٹل کے رینٹ اے کار سے

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو جلدوں میں

تاریک براعظم کے پراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور شعبدے کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت —— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا —— شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اچھالا جاتا تھا عجیب و اخلاقت اور خوفناک ذبیحاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا —— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

کتابی شکل میں پہلی بار مفت حاصل کیجئے

قیمت فی حصہ -/۲۰ روپے، علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

رابطہ کیا "میں کمرا نمبر چار سو تیس سے اجے کمار بول رہا ہوں۔ مجھے ایک اچھی کنڈیشن کی کار چاہئے۔ میں ابھی نیچے آکر ادائیگی کردوں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا "تم آرام کرو۔ مجھے واپسی میں شاید دیر ہوجائے۔"

"میں تو جب سے یہاں آئی ہوں' آرام کررہی ہوں۔ تمہیں سکون نہیں ہے۔ بھاگتے پھر رہے ہو۔ تمہیں خطرات سے کھیلتے دیکھ کر فکر بھی کرتی ہوں اور ڈرتی بھی ہوں۔ تمہاری سلامتی کی لیے دعائیں مانگتی رہتی ہوں۔"

وہ مسکراتا ہوا باہر آگیا۔ ہوٹل کی عمارت میں رینٹ اے کار کا بھی ایک کاؤنٹر تھا۔ پارس نے وہاں جاکر پیشگی کرایہ ادا کیا اور ایک کار حاصل کرلی۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کے اطراف ایک چکر لگایا۔ اس کی رننگ کنڈیشن سے مطمئن ہوا۔ پھر اسے ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں لاکر کھڑا کردیا۔

ریسپشن کاؤنٹر کے سامنے ویٹنگ ہال تھا۔ وہ وہاں آکر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ کاؤنٹر کے پیچھے بڑا سا کی بورڈ تھا۔ اس بورڈ پر ہوٹل کے تمام کمروں کے نمبر لکھے ہوئے تھے اور نمبروں کے ساتھ ان کمروں کی چابیاں لٹک رہی تھیں۔ کمرا نمبر چار سو سترہ کی بھی چابی دکھائی دے رہی تھی۔

وہ انتظار کرنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ یسودہ وہ کمرا حاصل کرنے آئے گا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ آدمی جو سوچے' وہی ہوتا رہے۔ اس نے تھوڑی دیر بعد ایک ہندوستانی کو دیکھا۔ وہ کاؤنٹر پر آکر باتیں کررہا تھا۔ پھر ایک رجسٹر پر کچھ لکھتا رہا تھا۔ اس کے بعد کاؤنٹر گرل نے کی بورڈ سے کمرا نمبر چار سو سترہ کی چابی نکال کر اسے دی۔

یہ پتا چل گیا کہ وہ اس کمرے سے مطلوبہ فلمیں حاصل کرنے جارہا ہے لیکن وہ ہندوستانی تھا جبکہ یسودہ گل اور ارینا گل جرمنی سے تعلق رکھنے والے یہودی تھے۔ وہ اس ہندوستانی کے چہرے کو اچھی طرح دیکھ کر باہر آگیا۔ پارکنگ ایریا میں آکر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ اس نے اندازہ کیا وہ کمرا نمبر چار سو سترہ میں اب پہنچ رہا ہوگا۔ اس اندازے کے مطابق اس نے موبائل فون کے ذریعے ہوٹل کے ایکسچینج سے رابطہ کیا۔ پھر مطلوبہ کمرے سے رابطہ کرانے کو کہا۔

رابطہ ہوگیا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ پھر کسی نے ریسیور اٹھایا' پارس نے یسودہ کی آواز اور لہجے میں کہا "ہیلو تم وہاں پہنچ گئے ہو؟"

وہ بولا "جی حضور! ابھی ہوٹل کا ملازم باہر گیا ہے' میں دروازہ بند کرکے روشندان تک چڑھ کر۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا "اب روشندان تک جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس شخص نے دھوکا دیا ہے۔ فوراً واپس آؤ۔ میں تمہارا انتظار کررہا ہوں۔"

"جی حضور! ابھی آرہا ہوں۔"

پارس فون بند کرکے آنے والے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یسودہ گل کہاں بیٹھا ہوا ہے؟

اب تک ارینا اور پاشا کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ پارس کہاں بیٹھا ہوا تھا؟

یہی چال یسودہ کی تھی۔ اس نے ہیری سیمسن کی موت سے یہ رائے قائم کی تھی کہ پارس اسی ہوٹل لیک ویو میں کہیں موجود ہے۔ اس لیے وہ فرضی نام سے اس ہوٹل کی تیسری منزل کے ایک کمرے میں آگیا تھا۔

پارس نے اسے مائیکرو فلموں کے متعلق فون پر بتایا تو اسے شبہ ہوا کہ ٹریپ کیا جارہا ہے لہٰذا اس نے ایک ہندوستانی آلۂ کار کو حکم دیا کہ وہ مسافرین کر ہوٹل میں آئے اور کمرا نمبر چار سو سترہ حاصل کرکے وہاں کے روشندان سے فلمیں نکال کر پرس ہوٹل کے کمرا نمبر ایک سو چھ میں لے آئے۔

یسودہ آلۂ کار کو یہ حکم دے کر پارکنگ ایریا میں آیا اور اپنی کار میں بیٹھ گیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ آلۂ کار مائیکرو فلمیں لینے اس کمرے میں جائے گا تو پارس اس پر حملہ کرے گا۔

لیکن پارس ٹھیک اسی کی طرح پارکنگ ایریا میں آکر اپنی رینٹڈ کار میں بیٹھ گیا تھا۔ یعنی وہ دونوں اسی جگہ اپنی اپنی کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان کوئی پانچ گاڑیاں حائل تھیں۔ اس لیے انہوں نے ایک دوسرے کو نہیں دیکھا تھا۔ اگر دیکھ بھی لیتے تو ایک دوسرے کو دشمن کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتے تھے۔

یسودہ کا خیال تھا کہ پارس اس کے آلۂ کار پر کمرے میں حملہ نہیں کرے گا تو پھر آلۂ کار کا تعاقب کرتا ہوا پرنس ہوٹل کے کمرا نمبر ایک سو چھ میں ضرور جائے گا۔ اسی وقت اسے گولی مار کر دس لاکھ پونڈ سے زیادہ حاصل کیے جاسکیں گے۔

اور پارس واقعی اس کا تعاقب کرکے اس چوہے دان میں پہنچنے والا تھا۔

میرا بیٹا آخری مکار نہیں تھا۔ اس سے بھی بڑے ہماری دنیا میں موجود ہیں۔

○☆○

اُس کا نام جمیلہ رازی تھا۔

وہ سوداگر عبداللہ رازی کی بیٹی تھی۔ تین بھائیوں کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ عبداللہ رازی کو بیٹی ذات سے نفرت تھی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ عیاش تھا۔ دوسروں کی بہو بیٹیوں کو دیکھ کر للچاتا تھا۔ انہیں دولت سے حاصل کرنے کی کوششیں کرتا رہتا تھا۔ ان سے شادیاں کرتا تھا۔ جب دل بھر جاتا تو طلاق دے دیتا تھا۔ جب اپنے گھر بیٹی پیدا ہوئی تو اسے بڑی شرم محسوس ہوئی۔ دنیا کا ہر عیاش اپنی بیٹیوں کو دیکھ کر سوچتا ہے کہ دوسرے مرد بھی ان کی بیٹیوں کا حسن و جمال دیکھ کر للچائیں گے اور انہیں اپنی خواب گاہ میں لے جائیں گے۔

اگر جمیلہ رازی طلوعِ اسلام سے پہلے پیدا ہوتی تو باپ اسے زندہ دفن کردیتا لیکن پیغمبرِ اسلام نے عورتوں کا احترام کرنا سکھایا تھا۔ اسلامی قوانین نے عورتوں کو مکمل انسانی حقوق دیے تھے۔ اس لئے عبداللہ رازی بیٹی کی پیدائش پر کڑھ کر رہ گیا۔ جو لوگ بیٹیوں سے نفرت کرتے ہیں اور ان کا گلا گھونٹ کر مار نہیں سکتے۔ وہ انہیں روز نفرت سے مارتے رہتے ہیں۔ عبداللہ شدید نفرت کے باعث اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔

بیچاری ماں طعنے سنتی رہی اور اس کی پرورش کرتی رہی۔ عبداللہ نے بیوی سے کہا "بیٹی پیدا کرنے کی سزا یہ ہے کہ آئندہ تجھ سے ازدواجی تعلق نہیں رکھوں گا کیونکہ تو آئندہ بھی بیٹی پیدا کرسکتی ہے۔"

وہ گڑگڑا کر بولی "مجھے ایسی سزا نہ دو۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔ ایک ہی چھت کے نیچے تم سے دور نہیں رہ سکوں گی۔"

"اگر ازدواجی تعلق رکھوگی اور دوسری بیٹی پیدا کروگی تو طلاق دے دوں گا۔"

وہ طلاق کے نام پر سہم گئی۔ وہ بولا "ازدواجی تعلقات قائم رکھنے کی دوسری شرط یہ ہے کہ جمیلہ کو یہاں سے دور لے جاکر کہیں چھوڑ آؤ یا اسے مار ڈالو۔"

ماں ایسا نہیں کرسکتی تھی۔ نہ اولاد کا گلا گھونٹ سکتی تھی' نہ شوہر سے طلاق لے سکتی تھی۔ اس لیے اُس نے عبداللہ سے ملجھوگی اختیار کرلی۔ بیٹی کو لے کر الزرقا شہر میں آگئی۔ عبداللہ نے اس کی کفالت کے لیے ایک رقم مخصوص کردی اور دھمکی دی کہ بیٹی کو باپ کے نام سے منسوب نہ کرے۔ بیوی نے کہا "تمہارا نام اسے نہیں ملے گا تو یہ ناجائز کہلائے گی۔"

"اسے میرا نام دینے کی ایک ہی شرط ہے کہ یہ جوان ہوکر شادی نہ کرے۔ کوئی شخص داماد بنے گا تو مجھے شرم آئے گی اور یہ جوان ہوکر کسی سے عشق نہیں کرے گی۔ میں اس کے عاشقوں کے ساتھ اسے بھی گولی ماردوں گا۔"

اس بیچاری نے وعدہ کیا کہ اس طرح بیٹی کی پرورش کرے گی کہ یہ کبھی کسی سے شادی کرے گی نہ کسی کے عشق میں مبتلا ہوگی۔

ان حالات میں جمیلہ رازی نے پرورش پائی۔ وہ صرف حسین نہیں تھی' ذہین بھی تھی۔ اسکول میں نمایاں پوزیشن حاصل کرتی رہی۔ ماں نے اسے میڈیکل کالج میں داخل کردیا۔ بچپن سے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کرتی رہی کہ مرد خودغرض ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ کبھی شادی نہ کرے۔ جوان ہوئی تو اسے سمجھانے لگی کہ کسی سے عشق نہ کرے۔

فطری تقاضوں کے آگے کوئی بند نہیں باندھ سکتا۔ وہ جوان ہو کر ایسا شاداب پھول بنی کہ اس کی خوشبو دور دور تک پھیلنے لگی۔ اس کے تین بھائی اس سے پہلے جوان ہوچکے تھے اور باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پکے عیاش اور بدمعاش ہوگئے تھے۔ عمان کے بہت بڑے سوداگر اور رئیسِ اعظم کہلاتے تھے۔ ہر خوبصورت پھول کو اس کی شاخ سے توڑ لینا چاہتے تھے۔ جب بہن کے حسن و شباب کا چرچا کانوں تک پہنچا تو وہ شرم اور غیرت سے مضطرب ہوگئے۔ غصے سے تلملانے لگے۔ بڑے بھائی حشمت اللہ رازی نے باپ سے کہا "جب بیٹی پیدا کرنی تھی تو ہمیں کیوں پیدا کیا؟ ایک شاعر اس کے حسن کے قصیدے لکھ کر رسالوں میں شائع کراتا ہے۔"

دوسرے بھائی عظمت اللہ رازی نے پوچھا "کیا تمہیں کسی کو داماد اور ہمیں کسی کو بہنوئی کہتے شرم نہیں آئے گی۔"

باپ نے کہا "میں نے تمہاری ماں سے قسم لی ہے۔ وہ جمیلہ کی شادی نہیں کرے گی۔"

تیسرے بھائی رغبت اللہ نے کہا "وہ ڈاکٹری پڑھ رہی ہے۔ بے پردہ کالج جاتی ہے۔ وہ شادی نہیں کرے گی تو کوئی اسے اٹھا کر لے جائے گا۔"

ایک دن یہی ہوا کالج آنے جانے کے دوران ایک بدمعاش بدو کی نظر اس پر پڑ گئی۔ ایک روز موقع دیکھ کر بدو نے اسے اغوا کرلیا۔ قبل اس کے کہ وہ اپنے ارمان پورے کرتا' ایک خریدار کی نظر جمیلہ پر پڑ گئی۔ اس نے منہ مانگے دام دے کر اسے خرید لیا لیکن شاید جمیلہ کی قسمت میں عزت اور اس کے طلب گاروں کے مقدر میں حسرت رقم تھی۔ ریاست کے ایک بہت بڑے رئیس جو اس روز جمیلہ کے خریدار کا مہمان تھا' جھلک دیکھتے ہی بے تاب ہوگیا۔ اس نے اپنے دوست سے جمیلہ کو مانگا تو وہ میزبان اپنے بااثر اور بے انتہا دولت مند کے مالک دوست کی خواہش رد نہ کرسکا۔ یوں جمیلہ مختلف ہاتھوں سے ہوتی ہوئی اس رئیس کے حرم میں پہنچ گئی۔

وہاں اس نے رہائی کے لیے جدوجہد کی مگر نازک اندام تھی۔ کسی مرد سے اپنی کلائی نہیں چھڑا سکتی تھی۔ حرم سرا میں دو چھ فٹ کی تگڑی عورتیں تھیں۔ امریکا میں عورتوں کی ریسلنگ کا ادارہ ہے' جہاں قد آور عورتیں سخت محنت اور ورزش کے لیے جسمانی قوتوں میں ایسا اضافہ کرتی ہیں کہ پھر وہ نازک اندام نہیں رہتیں اور بھاری معاوضے لے کر کشتی لڑتی ہیں۔ پس نے وہاں سے دو پہلوان عورتوں کو بلا کر بھاری معاوضہ پر حرم سرا میں ملازمت دی تھی۔ ان میں سے ایک مین ٹکر کہلاتی تھی۔ اتنی خطرناک فائٹر تھی کہ تعداد چار مردوں کو زمین چٹا دیتی تھی۔ جب تک ان کا لہو نہیں گراتی تھی' انہیں میدان سے بھاگنے نہیں دیتی تھی۔

دوسری کا نام آئرن راؤ تھا۔ وہ لوہے کی طرح سخت تھی۔ اس کے بدن پر کتنے ہی سخت حملے کرو' وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی تھی۔ اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ پھر وہ جوابی حملہ کرتی، تو مقابل ٹوٹ

پھوٹ کر رہ جاتا تھا۔ ان کی موجودگی میں حرم سرا کی عورتیں سر جھکا کر رہتی تھیں۔ اس محل سے باہر جھانکنے اور دوسرے مردوں کو دیکھنے کی جرات نہیں کرتی تھیں۔ صرف شیخ کی وفادار بن کر رہتی تھیں۔ جمیلہ رازی وہاں رونے اور فریاد کرنے لگی تو لیڈی آئرن راڈ نے اس کی کھوپڑی کو ایک ہاتھ کے پنجے سے جکڑ لیا۔ جمیلہ کو اس پہلوان عورت کی پانچوں انگلیاں یوں لگیں جیسے وہ لوہے کا شکنجہ ہو۔ وہ تکلیف کی شدت سے گونگی ہوگئی۔ فریاد کرنا بھول گئی۔

اسے ایک بڑے سے ٹی وی اسکرین پر ایک ویڈیو فلم دکھائی گئی۔ وہ فلم ایک حسین عورت کی تھی' جو اس حرم سرا میں رہتی تھی۔ اس نے وہاں سے فرار ہونے کے لیے محل کے باہر پہرا دینے والے ایک سیکیورٹی افسر سے دوستی کی تھی۔ وہ افسر اسے محل سے بحفاظت نکال لانے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ دونوں پکڑے گئے۔ ان کی گرفتاری کے بعد انہیں جو سزائیں دی گئیں' ان کی وہ ویڈیو فلم تیار کی گئی تھی۔

جمیلہ نے اسکرین پر دیکھا۔ لیڈی مین بکر اس سیکیورٹی افسر کو مقابلے کی دعوت دے رہی تھی۔ افسر بہت تگڑا تھا۔ مگر لیڈی مین بکر سے مقابلے میں ہار رہا تھا۔ اس کے حملوں سے لہولہان ہو رہا تھا۔ بھاگنا چاہتا تھا مگر وہ بھاگنے نہیں دے رہی تھی۔ ایسی پٹائی کر رہی تھی کہ اس کے زخموں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

پھر اسکرین پر لیڈی آئرن راڈ نے آکر اس کے ایک ہاتھ کی ہڈی توڑ دی۔ اس کے پاس ہڈیاں توڑنے کا کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے جسمانی قوت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ پھر اس نے اُس کی ایک ٹانگ توڑ دی۔ وہ ذبح ہونے والے بکرے کی طرح چلا رہا تھا۔ معافیاں مانگ رہا تھا لیکن شیخ معافی کے معنی نہیں جانتا تھا۔ وہ خوش ہو کر یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ پھر لیڈی آئرن راڈ نے اپنی دو آہنی انگلیوں سے اس کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

آنکھیں اس لیے پھوڑی گئیں کہ اس نے رئیس کی داشتہ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا۔ ہاتھ اس لیے توڑا گیا کہ داشتہ کو سہارا دے رہا تھا۔ ٹانگ اس لیے توڑی گئی کہ اسے حرم سرا سے بھاگ کر لے جانا چاہتا تھا۔

پھر اسکرین پر اس حسین داشتہ کو دکھایا گیا' جو فرار ہوتے وقت پکڑی گئی تھی۔ اس کے اطراف چھ کالے اور بدصورت حبشی غلام تھے جو اس کا لباس نوچ رہے تھے۔ اس کے ساتھ طرح طرح کی زیادتیاں کر رہے تھے۔ جمیلہ رازی ایسے شرمناک مناظر نہ دیکھ سکی۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ پھر کتوں کی آوازیں سن کر اس نے آنکھیں کھولیں' دیکھا تو وہ چھ حبشی غلام جا چکے تھے اور خونخوار کتے اس حسینہ کی بوٹیاں نوچ رہے تھے۔

ایسے ظالمانہ مناظر دیکھنے کے بعد کوئی حسینہ اس حرم سرا سے باہر قدم رکھنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔ جمیلہ رازی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس کے سامنے دو سنگدل پہلوان عورتیں تھیں۔ جن کی ایک ٹھوکر سے اس کا دم نکل جاتا۔ حرم سرا کے باہر ننگی تلواریں لیے حبشی غلام تھے۔ محل کے احاطے میں مسلح سیکیورٹی گارڈز تھے۔ لیڈی مین بکر اس کے لیے نیا لباس لا کر بولی "اسے پہن لے اور اپنا لباس ہمیں دے دے۔"

وہ لباس نہیں اُتارنا چاہتی تھی۔ لیڈی آئرن راڈ نے اس کے بدن سے لباس نوچ لیا۔ پھر کہا "تیرا یہ لباس خونخوار کتوں کے سامنے ڈالا جائے گا۔ وہ تیرے بدن کی بو کو پالیں گے اور تیری بوٹیاں نوچ ڈالیں گے۔"

وہ اس کا لباس اٹھا کر لے گئی۔ اس حرم سرا میں بیس حسینائیں تھیں' جو مختلف ممالک سے لائی گئی تھیں۔ رئیس اپنے دسترخوان پر ہر ملک کی ڈش رکھتا تھا۔ جب دل بھر جاتا تو انہیں واپس کر دیتا تھا اور نئی ڈشیں منگوا لیتا تھا۔ وہاں رہنے والی داشتاؤں نے جمیلہ کو سمجھایا "حالات سے سمجھوتا کرلو تو زندہ رہو گی جب رئیس تم سے بیزار ہو جائے گا تو تمہیں بے تحاشا دولت دے کر یہاں سے رخصت کر دے گا۔"

اپنی زندگی سب کو پیاری ہوتی ہے۔ جمیلہ رازی بھی زندہ رہنا چاہتی تھی لیکن اپنی عزت بھی پیاری تھی۔ پھر وہ تعلیم یافتہ تھی۔ عورت پر جبر و تشدد کے خلاف تھی۔ کوئی اس کی مرضی کے خلاف اسے ہاتھ لگائے' یہ گوارا نہ تھا لیکن اس کے گوارا نہ کرنے کی کسے پروا تھی۔ وہاں سب ہی قربان گاہ کی طرف لے جانے والے تھے کوئی بچانے والا نہ تھا۔

اگرچہ وہ خوف زدہ تھی۔ تاہم یہ ضد تھی کہ عزت نہیں دے گی۔ اسے زندگی سے پیار تھا لیکن وہ حرم سرا میں جانور کی طرح استعمال نہیں ہونا چاہتی تھی۔

چار کنیزیں اسے دودھ سے نہلانے اور خوشبوؤں میں بسانے کے لیے آئیں تو وہ انکار کرنے اور ان سے لڑنے لگی۔ لیڈی آئرن راڈ نے اس کی زلفوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ پھر اسے گھسیٹتے ہوئے بڑے سے ٹی وی اسکرین کے سامنے لا کر بولی "دیکھ! جو راضی نہیں ہوتی' اس کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔"

اس نے اسکرین پر دیکھا' ایک حسینہ کے دونوں ہاتھوں کو پلنگ کے دونوں طرف باندھ دیا گیا تھا اور اسے ہر طرح سے بے بس کر کے اس سے زیادتی کی جا رہی تھی۔ جمیلہ درانی سر جھکا کر ان کنیزوں کے درمیان چلتی ہوئی محل کی چھت پر آئی۔ وہاں ایک بڑا سا حوض تھا۔ جس میں خالص دودھ بھرا ہوا تھا۔ دودھ کی سطح پر گلاب کی سرخ پتیاں تھرک رہی تھیں۔ جمیلہ نے سوچا' یہ قدرت کی طرف سے عزت بچانے کا اچھا موقع ملا ہے۔ اگر میں محل کی اس بلندی سے چھلانگ لگاؤں گی تو نیچے گر کر مر جاؤں گی۔ کوئی بات نہیں' آبرو تو رہ جائے گی۔

پھر اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ سامنے چلنے والی دو کنیزوں کو دھکا دے کر چھت کے سرے کی طرف دوڑنے لگی۔ کئی کنیزیں حوض کے کنارے کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ سب اسے پکڑنے کے لیے دوڑیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ سب اسے پکڑتیں' اس

نے چھت کی ریلنگ پر چڑھ کر دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔

وہ ایک اندھی چھلانگ تھی۔ موت یقینی تھی لیکن جسے اللہ رکھے' اسے کون چکھے' کے مصداق اس کے مقدر میں زندگی تھی۔ محل کے پچھلے حصے میں ایک دریا بہتا تھا جو ان دنوں چڑھا ہوا تھا۔ وہ چھلانگ لگا کر سیدھی پانی میں پہنچی پھر اس کے بہاؤ میں بہتی ہوئی جانے لگی۔

محل میں اطلاعی سائرن گونجنے لگے۔ پہریدار عورتیں اور مرد انٹرکام' ٹیلی فون اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے محل کے اندر اور باہر دور تک یہ خبر پہنچانے لگے کہ جمیلہ رازی نے محل کی چھت سے دریا میں چھلانگ لگا دی ہے۔

یہ رئیس کی توہین تھی کہ اس کے مُنہ کا لقمہ چھن جائے۔ وہ سارے غلام اپنے آقا کے غضب سے واقف تھے۔ اس لیے بڑی پرتی سے گاڑیاں اور گنیں لے کر دریا کی طرف دوڑ پڑے۔ خونخوار کتوں کے ٹرینر نے ان کتوں کے آگے جمیلہ کے اتارے ہوئے لباس کو پھینکا۔ انہیں مغرور حسینہ کی بو سے آشنا کیا پھر ان کی زنجیریں تھام کر دریا کے کنارے کنارے دوڑنے لگے۔ وہ دریا میں بہنے والی کہیں تو ساحل سے لگنے والی تھی۔

اس پر مصیبت ایک طرف سے نہیں آ رہی تھی۔ دریا کے دوسرے ساحل پر اس کے تینوں بھائی گنیں لیے آنکھوں سے دور بین لگائے محل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان سے یہ بے غیرتی برداشت نہیں ہو رہی تھی کہ بمن رئیس کی حرم سرا میں رہے..... وہ رئیس کی طاقت سے اچھی طرح واقف تھے۔ نہ محل میں داخل ہو سکتے تھے نہ اس کی فوج سے مقابلہ کرسکتے تھے۔ باپ نے حکم دیا تھا' دریا کی سمت چھپے رہو۔ جمیلہ بالکونی یا کسی کھڑکی سے نظر آئے تو اسے گولی مار دو۔

دو بھائیوں کے پاس گنیں تھیں۔ تیسرے بھائی کے پاس راکٹ لانچر تھا۔ وہ دریا کے دوسرے ساحل سے بمن کو نشانے پر رکھ کر مار سکتے تھے۔ اس طرح اپنی غیرت کو تسکین پہنچا سکتے تھے۔

انہوں نے دور بین سے بمن کو محل کی چھت پر دیکھا تھا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا نشانہ لگاتے' وہ دریا میں کود پڑی تھی۔ وہ تینوں بھی اپنی جیپ میں بیٹھ کر دریا کے بہاؤ کی طرف جانے لگے۔

اسے تیرنا آتا تھا۔ وہ لہروں میں ڈوبتی ابھرتی تیرتی جا رہی تھی۔ کہیں ڈوب کر مر بھی سکتی تھی۔ موت پانی میں بھی تھی اور موت دونوں کناروں پر بھی اس کے تعاقب میں چل رہی تھی۔

ویسے تعاقب کرنے والوں کے راستوں میں چند دشواریاں تھیں۔ دریا کا کٹاؤ کہیں زیادہ چوڑا تھا۔ انہیں بہت دور سے گھوم کر آنا پڑتا تھا۔ کہیں ساحل پر پہاڑیاں تھیں۔ انہیں پہاڑیوں کے دوسری طرف سے چکر لگانا پڑتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب بہت پیچھے رہ گئے اور وہ اتنی دور نکل گئی کہ پھر دور بین سے بھی نظر نہیں آئی۔

کتے جس سمت منہ اٹھا کر بھونک رہے تھے' ادھر دلدل تھی' گاڑیاں آگے نہیں جا سکتی تھی۔ جب قدرت نہ چاہے تو ظالم تمام طاقت اور تمام اختیارات کے باوجود بے بس ہو جاتا ہے۔ دوسرے ساحل پر تینوں بھائیوں کے راستے میں دلدل نہیں تھی لیکن جیپ کا ایک پہیہ پنکچر ہو گیا تھا اور ان کے پاس فاضل پہیہ نہیں تھا۔

تیرنے والی آخر کتنی دیر تک اور کتنی دور تک خود کو پانی کی سطح پر رکھ سکتی تھی۔ اس کی سانس پھول رہی تھی۔ بازو شل ہو رہے تھے۔ وہ ساحل کی طرف جانے لگی۔ اب اس میں تیرنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ کنارے لگتے ہی خشکی پر لڑکھڑاتی ہوئی آئی۔ پھر بے دم ہو کر گر پڑی۔ اس کے سر کی طرف اونچی پہاڑی اور آسمان چکرا رہا تھا۔ اپنے ہانپتے ہانپتے اس پر نیم بیہوشی طاری ہوگئی۔

اس کے ذہن میں یہ خوف تھا کہ دشمن آ رہے ہوں گے لیکن وہ کیا کر سکتی تھی۔ اس میں اب اٹھ کر بیٹھنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ ہوش میں ہے یا یہ سب کچھ خواب میں ہو رہا ہے۔ کتے بھونکتے ہوئے قریب آ رہے ہیں یا محض دہشت کے باعث کانوں میں ان کی آوازیں گونج رہی ہیں۔

ان لمحات میں اس کے دل سے دعا نکلنے لگی۔ "یا خدا! رحم کر... میرے مالک! میرے خالق! یہ تو نے کیسی زندگی دی ہے؟ پیدا ہوتے ہی باپ کی نفرت ملنے لگی۔ جوان ہوئی تو بھائیوں کے لیے غیرت کا مسئلہ بن گئی۔ میرے گھر میں دشمن تھے۔ مجھے اتنا حسن' اتنی کشش کیوں دی کہ گھر کے باہر بھی دشمن پیدا ہو گئے۔

"ابھی میں ساحل سے آگ لگی ہوں لیکن کہاں جاؤں گی؟ جہاں جاؤں گی' وہاں شکاری ملیں گے۔ اس دنیا میں وہی عزت اور شان و شوکت سے جیتا ہے' جس کے پاس طاقت ہوتی ہے۔

"یا اللہ! یہ جان تیری دی ہوئی ہے' اسے تو لے لے یا پھر مجھے اتنی طاقت دے کہ میں دشمنوں کی دنیا میں آبرو سے جی سکوں۔ تو کُن کہتا ہے اور دنیا وجود میں آجاتی ہے۔ تجھے تیری شانِ کریمی کا واسطہ دیتی ہوں' ایک کُن میرے لیے بھی کہہ دے اور مجھے کمزور سے شہ زور بنا دے۔ بنا دے میرے مالک! تو سچا رب ہے۔ مجھے شہ زور بنا دے۔ تو چھپر پھاڑ کر دولت دیتا ہے۔ آسمان پھاڑ کر مجھے میرے حصے کا انعام دے۔"

دعا قبول ہوگئی۔

اس کے لیے آسمان سے' سچے رب کا انعام اترنے لگا۔

غباروں سے ہوا نکل چکی تھی۔ قوتِ پرواز ختم ہو چکی تھی۔ وہ نیچے آ رہے تھے۔ نیچے آ رہے تھے۔ ہاں' آسمان سے اتر رہے تھے۔

پھر ان غیر معمولی دواؤں اور فارمولوں کا تھیلا آکر اُس کے سینے پر ٹھہر گیا۔

بے شک اللہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے' جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ اس کی شانِ کریمی وہی جانتا ہے۔

ٹرانسفارمر مشین میں جو خرابی پیدا ہوگئی تھی' وہ دُور ہوگئی۔ فوج کے ایک ماہر مکینک نے اس کی مرمت کی تھی۔ وہ مکینک فوج میں میجر تھا۔ اس کا نام داؤد منڈولا تھا۔ سب اسے میجر منڈولا کہتے تھے۔

میجر منڈولا کا حافظہ اتنا تیز اور پختہ تھا کہ وہ جس مشین کا تفصیلی نقشہ ایک بار دیکھ لیتا تھا' وہ تمام جزئیات کے ساتھ اس کے ذہن میں نقش ہو جاتا تھا۔

اس کی اس صلاحیت کے سب معترف تھے۔ بری' بحری اور فضائیہ کے چھ بڑے افسران نے ایک خفیہ میٹنگ میں سر جوڑ کر سوچا کہ ایک عرصہ گزر چکا ہے۔ ملک کے بڑے بڑے ماہرین سے مشین کو درست کرانے کی کوشش کی گئیں لیکن جو نقص پیدا ہو گیا تھا وہ قائم رہا۔ کوئی اسے دور نہ کر سکا۔

چیف آف آرمی اسٹاف نے کہا "اس کی خرابی صرف میجر منڈولا دور کر سکتا ہے۔ ہمیں اس پر بھروسا کرنا ہوگا۔"

بحریہ کے کمانڈر نے کہا۔ "یہی تو بنیادی مسئلہ ہے۔ ہم اس پر بھروسا نہیں کر سکتے۔ کم بخت کا دماغ ایک کیمرا ہے۔ وہ مرمت کرنے کے دوران مشین کا نقشہ دیکھتا رہے گا تو وہ پورا نقشہ اس کے ذہن میں نقش ہو جائے گا۔"

تیسرے بڑے افسر نے کہا۔ "میجر منڈولا اپنے ملک اور قوم کا ایک وفادار فوجی افسر ہے۔ وہ نقشے کو ذہن نشین کرنے کے بعد اسے خفیہ طور سے دوسرے کاغذ پر نہیں اتارے گا اور نہ ہی کسی ملک سے اس کا سودا کرے گا۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ وہ محبِ وطن ہے اور ایک وفادار فوجی ہے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ یہودی ہے۔"

تھوڑی دیر کے لیے سب کو چپ لگ گئی۔ پھر ایک نے کہا۔ "ہم شیطان پر بھروسا کر سکتے ہیں لیکن یہودی پر نہیں کریں گے۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہم اسرائیل کو تمام اسلامی ممالک کے لیے دہشت بنا رہے ہیں۔ اسے ہر طرح سے نواز رہے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ہمارے لیے ناقابلِ اعتماد ہے۔ کوئی سپیرا اپنے پالتو سانپ پر بھروسا نہیں کرتا کیونکہ وہ زہریلا جس کا دودھ پیتا ہے اسے بھی ڈس لیتا ہے۔"

چیف آف آرمی اسٹاف نے کہا۔ "ہم نے اس پر بھروسا نہ کیا تو مشین کبھی درست نہیں ہوگی میں ایک سوال کرتا ہوں' آپ سب اس کا جواب دیں۔ مشین اہم ہے یا منڈولا؟"

سب نے باری باری کہا۔ "مشین اہم ہے کیونکہ ہمارا ملک ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خالی ہو گیا ہے۔"

"ہمارے پاس ایک ہی خیال خوانی کرنے والا رہ گیا ہے۔ اس نے آج تک کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا ہے۔ ہم اسے سخت نگرانی میں رکھتے ہیں۔ اگر دشمنوں نے کبھی اسے اغوا کر لیا تو ٹرانسفارمر مشین درست ہونے کے بعد بھی کام نہیں آئے گی۔"

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے' وہ ٹرانسفارمر مشین ایک شخص کی دماغی صلاحیتیں دوسرے شخص کے دماغ میں منتقل کرتی ہے۔ اس مشین کے ساتھ دو آپریشن بیڈ منسلک ہوتے ہیں۔ ایک بیڈ پر اس شخص کو لٹایا جاتا ہے جس کے اندر پہلے سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ دوسرے بیڈ پر اسے لٹایا جاتا ہے جو ٹیلی پیتھی کے علم سے خالی ہوتا ہے۔ مشین کو آپریٹ کرنے کے بعد ایک کی ٹیلی پیتھی دوسرے میں منتقل ہو جاتی ہے۔"

ان تینوں افواج کے بڑے افسران کو یہی فکر تھی کہ ان کے ملک میں ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو' اس کی خیال خوانی اپنے چند اہم افراد میں منتقل کر دی جائے ورنہ وہ اکلوتا خیال خوانی کرنے والا کبھی باغی یا اغوا ہو جائے گا یا مر جائے گا تو باہر سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پکڑ کر لانا ہوگا اور کسی کو ٹریپ کر کے لانا اتنا آسان نہیں تھا۔

چیف آف آرمی اسٹاف نے کہا۔ "ہم نے وقت ضائع کیا ہے کبھی سونیا ثانی کی ٹیلی پیتھی پر بھروسا کر کے دھوکا کھایا ہے اور کبھی مرینا اور شی تارا نے دھوکا دیا ہے۔ اب جبکہ آپ سب اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ مشین سب سے اہم ہے تو پھر ہمیں منڈولا کو اہمیت نہیں دینا چاہیے۔"

پھر وہ میز پر جھک کر دھیمی آواز میں رازداری سے بولا۔ "ہم ایک میجر منڈولا کو قربان کر کے اپنے ملک کی بہتری کے لیے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر سکتے ہیں۔"

"آپ کی بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ پھر بھی وضاحت سے بیان کریں۔"

"صاف لفظوں میں میرا مشورہ یہ ہے کہ مشین کی مرمت ہو جائے اور وہ خاطر خواہ کام کرنے لگے تو میجر منڈولا کو رازداری سے گولی مار دی جائے۔"

خاموشی چھا گئی۔ وہ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ پھر ایک نے کہا۔ "سچ پوچھو تو میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

دوسرے نے کہا۔ "ملک اور قوم کی بہتری کے لیے لازمی ہے کہ ایک کے خون سے درجنوں ٹیلی پیتھی کے چراغ جلائے جائیں۔"

"تو پھر یہ فیصلہ ہو گیا اور ہم سب اس پر متفق ہیں۔"

سب نے ایک ذہن سے' ایک زبان سے کہا کہ وہ میجر منڈولا کسی جنگ میں مارا جاتا تو اب تک قومی ہیرو کہلاتا۔ قوم کی خاطر اسے رازداری سے مارا جائے گا تو تب بھی وہ ان کی نظروں میں ہیرو رہے گا۔"

ایک بڑے افسر نے کہا۔ "اب ہمیں اس کے دوسرے پہلوؤں پر غور کرنا چاہیے۔ جب مشین کی مرمت ہو جائے گی تو پہلے اس کی کارکردگی آزمائی جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اچھی کارکردگی دکھاتے دکھاتے پھر خراب ہو جائے۔"

سب نے تائید کی کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ صحت مند آدمی چلتے پھرتے اچانک بیمار ہو جاتا ہے۔ مشین پھر مشین ہے کسی وقت پھر خراب ہو گی تو انہیں میجر منڈولا جیسا کاریگر دوبارہ نہیں ملے گا۔

یہ ایک اہم نکتہ تھا۔ اگر اسے گولی مار دیتے تو مشین میں کوئی خرابی پیدا ہو جانے کے بعد وہ ایسا دوسرا کاریگر پیدا نہیں کر سکتے تھے۔

ایک نے کہا۔ "اسے زندہ رکھنا ہوگا لیکن ایک قیدی بنا کر۔"

"نہیں' اسے قیدی بنایا جائے گا تو اس کے اندر ہمارے خلاف زہر بھر جائے گا۔ پھر وہ کبھی بگڑی ہوئی مشین کو درست نہیں کرے گا۔"

"اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ اسے دوست بنا کر پابندیوں میں رکھا جائے۔ وہ پابندیاں قبول نہیں کرے گا۔"

ایک نے مشورہ دیا۔ "اگر مشین درست ہو جائے اور منڈولا کو کھانے پینے کی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا کھلا کر اسے اسپتال پہنچا دیا جائے تو ایک ہفتے کے اندر ہم دو چار ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر لیں گے۔"

دوسرے نے پوچھا۔ "اگر اچانک مشین میں نقص پیدا ہو گیا تو کیا منڈولا اسپتال سے اسے درست کرنے آ سکے گا؟"

وہ سب سوچ میں پڑ گئے۔ کوئی سگار سلگانے لگا۔ کوئی پائپ سے دھواں چھوڑنے لگا۔ پھر ایک نے چٹکی بجا کر کہا۔ "ہیر از دی آئیڈیا! اگر ہم ایک آسان سی بات کو مسئلہ بنا ڈالیں تو پھر وہ ناقابلِ حل مسئلہ بن جاتا ہے۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ ہم منڈولا جیسا دوسرا کاریگر پیدا کر سکتے ہیں۔"

سب نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک نے پوچھا۔ "ایسا دوسرا کاریگر کہاں سے آئے گا؟"

اس نے جواب دیا۔ "ہماری فوج میں یوں تو کئی مکینک ہیں ان سب میں جان ولسن زیادہ ذہین اور تجربہ کار ہے۔ اگرچہ وہ ٹرانسفارمر مشین کی مرمت کرنے میں ناکام رہا ہے لیکن آئندہ ناکام نہیں رہے گا۔"

اس نے مسکرا کر اپنے ساتھی افسران کو دیکھا پھر کہا۔ "میجر منڈولا مشین کو درست کرنے میں کامیاب رہے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ مشین کے ذریعے اپنی ذہنی صلاحیتیں جان ولسن میں منتقل کرے۔"

ایک نے تائید کی۔ "واقعی یہ عمدہ طریقہ کار ہے۔ اس طرح جان ولسن کی صورت میں دوسرا ذہین منڈولا پیدا ہو جائے گا۔"

دوسرے نے کہا۔ "جان ولسن عیسائی ہے۔ کٹر امریکی ہے اور وہ یہودیوں سے نفرت کرتا ہے۔ جب منڈولا کی صلاحیتیں اس میں منتقل ہو جائیں گی تو میجر منڈولا کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے گا۔"

"اس سلسلے میں ایک اور اہم نکتہ ہے' کہیں منڈولا کا یہودی مذہب جان ولسن میں منتقل نہ ہو جائے۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ اس مشین میں ایک ایسا بٹن ہے جسے آف کر دیا جائے تو ایک کا مذہب دوسرے میں منتقل نہیں ہوتا۔ جب سونیا ثانی کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کی گئی تو ہم اس وقت ثانی کو عیسائی سمجھ رہے تھے۔ اس لیے مذہب والا بٹن آف رکھا تھا۔ کیونکہ ایک عیسائی کے دماغ سے اس میں ٹیلی پیتھی منتقل کی گئی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ثانی کے اندر ٹیلی پیتھی کا علم آ گیا لیکن عیسائی مذہب نہیں آیا۔ وہ مسلمان تھی' مسلمان ہی رہی۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ منڈولا کی صلاحیتیں جان ولسن میں منتقل کرتے وقت اس مذہبی بٹن کا خاص خیال رکھا جائے گا اور اس بٹن کو سب سے پہلے آف کر دیا جائے گا۔"

انہوں نے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور کیا۔ پھر میجر منڈولا کو طلب کر کے کہا۔ "ہم نے تمہیں ایک بہت بڑی ذمے داری سونپنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

منڈولا نے کہا۔ "یہ میری خوش قسمتی ہے سر! میں احسن طریقے سے ذمے داری پوری کروں گا۔"

"ہم چاہتے ہیں کہ تم ٹرانسفارمر مشین کو اچھی طرح چیک کرو اور اس کی خرابی دور کرو۔"

"میں پوری کوشش کروں گا سر! مجھے اس کا مکمل نقشہ فراہم کیا جائے؟"

"کیا نقشہ ضروری ہے؟ کیا مشین کو دیکھ کر اس کی خرابی معلوم نہیں کر سکو گے؟"

"سر! نقشے میں تمام پارٹس کی تفصیلی کارکردگی درج ہوتی ہے۔ انہیں پڑھنا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن یاد رکھو' یہ ایک اہم ملکی راز ہے۔ تم جب تک اس کی اسٹڈی کرو گے تب تک ہیڈ کوارٹر سے باہر نہیں جاؤ گے۔ تمہاری رہائش ائرکنڈیشنڈ تہ خانے میں مشین کے پاس رہے گی۔"

"آل رائٹ سر! میں اپنے ملک کی خاطر ہر پابندی قبول کروں گا۔"

چیف آف آرمی اسٹاف نے کہا۔ "مشین کے درست ہونے کے بعد اس کی آزمائش کا مسئلہ رہے گا۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمہاری عمدہ صلاحیتیں ہمارے دوسرے کاریگروں میں منتقل ہو جائیں۔"

"میں سمجھ گیا سر! میری صلاحیتیں کسی دوسرے کے دماغ میں منتقل کر کے مشین کی کارکردگی آزمائی جائے گی۔ مجھے منظور ہے سر!"

"کیپٹن جان ولسن تمہارے ساتھ رہے گا اور تمہیں اسٹ کرے گا۔ تم چاہو تو اور کسی کا انتخاب کر سکتے ہو۔"

"نو سر! آپ کا فیصلہ مناسب اور قابلِ قبول ہے۔ جان ولسن بہت اچھا کاریگر ہے۔"

اسی دن میجر منڈولا اور جان ولسن کو اس تہ خانے میں بھیج دیا

گیا' جہاں وہ ناکارہ مشین رکھی ہوئی تھی۔

حکم کی تعمیل کے سلسلے میں میجر منڈولا کی زبان پر "یس سر یس سر" تھا مگر دماغ کے اندر "تو سر" نقش ہوگیا تھا۔ وہ ایک عرصے سے سنتا آرہا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین بڑے بڑے تجربہ کار ماہرین سے درست کرائی جارہی ہے لیکن اس کی خدمات حاصل نہیں کی جارہی ہیں۔ کیونکہ وہ یہودی ہے اور اس پر بھروسا نہیں کیا جارہا ہے۔

فوج کے امریکی عیسائی اعلیٰ افسران کو ماضی میں تلخ تجربات ہوئے تھے۔ الپا اور مارٹن رسل وغیرہ جیسے یہودیوں کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر انہیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا گیا تھا۔ بعد میں وہ سب اسرائیلی حکومت کے وفادار ہوگئے تھے۔

منڈولا سمجھ رہا تھا کہ اب وہ اہم معاملات میں کسی یہودی افسر اور کاریگر پر بھروسا نہیں کریں گے اور اسے کبھی مشین کے قریب جانے نہیں دیں گے لیکن مقدر سے کون لڑ سکتا ہے؟ اور ہاتھ آنے والی مشین کا راستہ کون روک سکتا ہے؟ تمام کاریگر ناکام ہوئے تو مشین کے ساتھ اس کا نقشہ بھی منڈولا کے ہاتھ آگیا۔

اب سے پہلے کسی کاریگر کو نقشہ نہیں دکھایا گیا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ نقشے کی تفصیلات نوٹ کرلیں گے۔ جتنے بھی آئے' سب نے مشین کو کھول کر چیک کیا۔ اس کے نقص کو دور کرنے کی کوششیں کیں اور ناکام رہے۔

منڈولا کے لیے کام آسان ہوگیا۔ نقشے کے ذریعے خرابی سمجھ میں آگئی۔ اس نے یہ طے کرلیا کہ اس مشین سے یہودیوں کو فائدہ پہنچانا چاہیے۔ لہٰذا اس نے بڑی کامیابی سے مشین کو درست کیا۔ جان ولسن کو وہ مشین اچھی طرح چیک کرنے دی تاکہ امریکی عیسائی افسران کو یقین ہوجائے کہ اس نے کوئی گڑبڑ نہیں کی ہے۔ بعد میں اس نے مشین کو صاف کرتے اور دوبارہ آزماتے وقت ایک بٹن میں ایسی خرابی پیدا کردی جسے جان ولسن سمجھ نہ سکا۔ اس نے اعلیٰ افسران کے سامنے اوکے کہہ دیا۔

پھر اسے عملی طور پر آزمایا گیا۔ مشین سے منسلک رہنے والے ایک بیڈ پر میجر منڈولا کو اور دوسرے بیڈ پر جان ولسن کو لٹایا گیا۔ مشین آپریٹ کرنے والے نے تمام افسران کے سامنے سب سے پہلے مذہب والا بٹن آف کیا تاکہ منڈولا کا یہودی مذہب جان ولسن میں منتقل نہ ہو۔ لیکن منڈولا نے اسی بٹن میں نادیدہ خرابی پیدا کی تھی۔ وہ بٹن آف ہونے کے بعد بھی آن رہا۔ پھر جہاں منڈولا کی تمام ذہنی صلاحیتیں جان ولسن میں منتقل ہوئیں وہاں یہودی مذہب بھی منتقل ہوگیا۔ صرف اتنا ہی نہیں' وہ مکاری بھی منتقل ہوئی کہ زبان پر کچھ رہے اور ذہن میں کچھ۔

جب جان ولسن مشین آپریشن کے بعد اٹھ کر بیٹھا تو اس کی زبان پر عیسائیت تھی اور ذہن میں یہودیت۔ وہ اعلیٰ افسران کے سامنے اپنے تاثرات بیان کرتے وقت جان ولسن تھا لیکن اپنے دل اور دماغ کے اندر میجر داؤد منڈولا بن چکا تھا۔

تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کو جان ولسن کے پکے عیسائی اور کٹر امریکی ہونے کا پورا یقین تھا۔ انہوں نے تیسرے دن جان ولسن کو پھر اس ٹرانسفارمر مشین سے گزارا اور اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا علم اس میں منتقل کردیا۔ اس سے پہلے منڈولا نے مذہب والے بٹن کو درست کردیا تھا اس طرح وہ بٹن آف رہا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے کا عیسائی مذہب جان ولسن میں منتقل نہیں ہوا۔ وہ بدستور یہودی ذہنیت کا حامل رہا۔

ان تمام افسران نے جان ولسن کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو آزمایا اور خوش ہوگئے۔ اس نے بڑی کامیابی سے ان سب کے خیالات پڑھ کر سنائے۔ اس طرح یقین ہوگیا کہ مشین درست ہوگئی ہے۔

انہوں نے آئندہ ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے کے لیے فوج کے تین جوانوں کا انتخاب کیا۔ وہ تینوں باڈی بلڈر اور بہترین گوریلا فائٹر تھے۔ ان میں سے ایک کا نام ڈی ہاروے' دوسرے کا نام ڈی کرین اور تیسرے کا نام ڈی مورا تھا۔ ان تینوں کے ناموں میں ڈی مشترک تھا۔ اس لیے ان کا کوڈ نیم "تھری ڈی" رکھا گیا۔

جان ولسن نے افسران سے کہا۔ "ان تینوں کے دماغوں میں میرے ذہن سے ٹیلی پیتھی منتقل کی جائے۔"

اعلیٰ افسران نے کہا۔ "تم دو بار مشین سے گزر چکے ہو۔ بار بار یہ مناسب نہیں ہے۔"

جان ولسن نے یہودی ذہنیت سے یہ سوچ کر کہا تھا کہ ان تینوں میں بھی یہودی مذہب منتقل ہوجائے گا۔ لیکن اعلیٰ افسران نے اس پہلے عیسائی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے "تھری ڈی" میں خیال خوانی کا علم منتقل کیا۔

ان کے حساب سے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوگیا تھا۔ مشین کے فعال ہونے کا یقین ہوگیا تھا۔ تب انہوں نے میجر منڈولا کو ایک بحری جہاز میں طلب کیا۔ اس سے کہا۔ "ہمیں یقین ہے کہ مشین کا نقشہ تمہارے ذہن میں نقش ہوگیا ہے۔ کیا ہمارا یقین درست نہیں ہے؟"

"تو سر! آج کل میں بہت زیادہ پینے لگا ہوں۔ جس کے نتیجے میں میرا حافظہ کمزور ہوگیا ہے۔"

"ہوسکتا ہے' تمہاری بات درست ہو مگر ہم دودھ کے جلے ہیں۔ اہم معاملات میں کسی یہودی پر بھروسا نہیں کریں گے۔ تم ٹرانسفارمر مشین کا ایک چلتا پھرتا نقشہ ہو۔ تمہیں اب چلنا پھرنا نہیں چاہیے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے اسے گولی ماردی۔ پھر اس کی لاش سمندر میں پھینک دی۔ یہ انسانی خوش فہمی ہے کہ آدمی شیطان کو اپنے اندر سے مار کر ختم کردیتا ہے جبکہ وہ کبھی نہیں مرتا' دوسری صورت میں زندہ رہتا ہے۔ میجر منڈولا بھی جان ولسن کی صورت میں زندہ

تھا۔

جان ولسن کے اندر یہ تڑپ اور بے چینی تھی کہ وہ اپنوں میں جائے۔ وہ امریکی عیسائی پرائے اور دشمن لگ رہے تھے۔ اسرائیل نے لیے بے پناہ کشش تھی۔ اس کے دماغ میں یہ شور برپا رہتا تھا کہ وہ یہودی ہے اور اسے اپنے یہودیوں کے درمیان رہ کر اسرائیلی مفادات کے لیے کام کرنا چاہیے۔

ان دنوں وہ سخت پابندیوں میں تھا۔ اسے واشنگٹن سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس تہ خانے کو بھی لاک کردیا گیا تھا' جہاں وہ ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی تھی۔ اس سے کہا گیا تھا کہ جب مشین کی کارکردگی میں فرق آئے گا تو اس کی مرمت کے لیے اسے طلب کیا جائے گا۔ پھر اسے تہ خانے میں مشین کے قریب جانے کی اجازت دی جائے گی۔

سپر اسٹرجان بلوشر نے شی تارا پر بھروسا کرکے اور اسے بیٹی بنا کر بہت بڑی حماقت کا ثبوت دیا تھا اس لیے اسے عہدے سے ہٹا دیا گیا تھا۔ ریچ کارڈ نامی ایک آرمی افسر کو سپر اسٹرینایا گیا تھا۔ یوں تو وہ بہت سے اہم معاملات میں مصروف ہوگیا تھا لیکن یہودی خفیہ تنظیم کو بہت زیادہ اہمیت دے رہا تھا۔ اس نے جان ولسن عرف داؤد منڈولا اور تھری ڈی سے کہا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے یہودی تنظیم کے افراد کو بے نقاب کریں۔

یہ وہی وقت تھا' جب ایکسیرے مین مارٹن کار کے حادثے میں اسپتال پہنچا ہوا تھا۔ برین آدم تنظیم سے الگ ہوکر گوشہ گمنامی میں چلا گیا تھا۔ عادل' انا اور ہیرو مل ابیب سے پیرس چلے آئے تھے۔ باقی تمام آدم برادر زنے کچھ عرصہ تک خاموشی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ انہیں یہ شبہ تھا کہ میں ابھی تک قتل ابیب میں ہوں اور انہیں بے نقاب کرسکتا ہوں۔

ان حالات میں سپر اسٹر ریچ کارڈ کا کوئی خیال خوانی کرنے والا یہودی تنظیم کے کسی آدم برادر تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ایسے وقت جان ولسن عرف داؤد منڈولا کو اچانک ہی اس یہودی تنظیم تک پہنچنے کا موقع مل گیا۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے' برین آدم کا ایک جڑواں بھائی تھا۔ وہ دونوں ہم مزاج تھے اور ایک دوسرے کے صدمات کو اور مسرتوں کو ایک ساتھ محسوس کرتے تھے۔ اگر ایک کے سر میں درد ہوتا تھا تو دوسرا بھی دردِ سر محسوس کرتا تھا۔ اگر امریکا والا برین آدم کسی بات پر قہقہہ لگاتا تو اسرائیل والے برین آدم کو مسرتوں کا احساس ہوتا تھا اور وہ سمجھ لیتا تھا کہ اس کا بھائی امریکا میں بہت خوش ہے۔

پچھلی بار وہ برین آدم نیویارک سے تل ابیب آیا تو عادل سے اس کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ عادل نے اسے سمندر کے کنارے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے بے ہوش کردیا تھا جس کے نتیجے میں دوسرے برین آدم پر بھی بے ہوشی طاری ہوگئی تھی۔

اس بار میں نے لیلیٰ کے قتل کا انتقام لینے کے لیے جب ہیڈ کوارٹر کے اسلحہ گودام میں دھماکا کیا تھا تو ایسے وقت ایک آلۂ کار فوجی کے ذریعے برین آدم پر بھی گولی چلا کر اسے زخمی کیا تھا۔

اُدھر قتل ابیب میں برین آدم کے بازو پر گولی لگی تھی۔ اِدھر نیویارک میں برین آدم اپنے بازو میں تکلیف محسوس کرنے لگا تھا اگرچہ قتل ابیب میں بھائی کے زخم کی مرہم پٹی ہوچکی تھی پھر بھی کبھی کبھی زخم سے ٹیسیں اٹھتی رہتی تھیں اور وہ نیویارک والا بھائی تکلیف سے پریشان ہوجاتا تھا۔

اس پریشانی میں وہ نیویارک سے واشنگٹن آگیا تھا۔ وہاں اس کی ایک محبوبہ تھی۔ وہ اس کے ساتھ وقت گزار کر اپنے بھائی کے زخم سے ملنے والی تکلیف کو بھلانا چاہتا تھا۔ وہ محبت کا مرہم حاصل کرنے وہاں پہنچا تھا تو اسے ایک اور صدمہ پہنچا۔ وہ اچانک وہاں پہنچ کر اپنی محبوبہ کو سرپرائز دینا چاہتا تھا لیکن اسے حیران نہ کرسکا۔ اسے غیر کی بانہوں میں دیکھ کر خود حیران رہ گیا۔

ایک تو بازو کی تکلیف تھی۔ دوسرا ذہنی صدمہ ملا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ غم غلط نہیں کرے گا تو نہ نیند آئے گی نہ چین آئے گا اس لیے وہ ایک نائٹ کلب میں آکر شراب پینے لگا۔ اگرچہ قتل ابیب والے بھائی نے اسے پینے سے منع کیا تھا لیکن اس رات اس نے خوب پی۔ گھر واپسی پر اس کی کار داؤد منڈولا (جان ولسن) کی کار سے ٹکرائی۔

منڈولا نے غصے سے گالیاں دیں۔ پھر اپنی کار سے نکل کر اس کے پاس آتے ہوئے کہا۔ "تم یقیناً نشے میں گاڑی چلا رہے ہو۔ میں ابھی تمہیں حوالات میں....."

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ برین آدم کو دیکھ کر چونک گیا۔ اسرائیلی انٹیلی جنس کے جتنے اہم افسران تھے' ان کی تصاویر اور ہسٹری امریکی انٹیلی جنس والوں کے پاس تھی۔ داؤد منڈولا نے اسے دیکھ کر سوچا۔ یہ اسرائیلی انٹیلی جنس کا چیف برین آدم واشنگٹن میں کیا کررہا ہے؟"

وہاں پولیس والے آگئے تھے۔ منڈولا نے اپنا آرمی کا کارڈ دکھا کر ایک پولیس افسر سے کہا۔ "اس شخص کو میری گاڑی میں پہنچا دو۔ میں اسے اسپتال لے جاؤں گا۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ دو پولیس والے برین آدم کو سہارا دے کر منڈولا کی کار کی اگلی سیٹ پر لے آئے۔ وہ گاڑی کو ڈرائیو کرکے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "ہیلو مسٹر برین! تم یہاں کب آئے ہو؟"

وہ نشے میں مست ہوکر بولا۔ "یہ پوچھو کہ کب جارہے ہو؟ یہ ایک بے وفا کا شہر ہے۔ میں یہاں نہیں رہوں گا۔ اس حسین بلا نے میرا دل توڑ دیا ہے۔ میرے دوست! کیا تم نے کسی سے محبت کی ہے اور محبت میں کبھی فریب کھایا ہے؟"

اس نے سڑک کے کنارے ایک اسنیک بار کے قریب گاڑی

روک دی۔ ملازم کو کافی کا آرڈر دے کر برین آدم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ سے پہلی حیران کن بات یہ معلوم ہوئی کہ اسرائیلی انٹیلی جنس کے چیف برین آدم کا ایک جڑواں ہم شکل بھائی اس کے قریب بیٹھا ہوا ہے۔

پھر پتا چلا کہ تل ابیب میں برین آدم کو کسی نے گولی ماری ہے اور وہ زخمی ہوگیا ہے۔ یہ بات منڈولا کے لیے دلچسپی کا باعث تھی اور جذباتی لگاؤ تھا کہ کسی دشمن نے اس کے یہودی بھائی کو گولی ماری ہے۔ اس ٹرانسفارمر مشین نے جان ولسن کو بچ بچ ایسا داؤد منڈولا بنا دیا تھا جیسے مقتول منڈولا کی روح اس کے اندر سرایت کر گئی ہے۔ وہ خود کو داؤد منڈولا کہلوانا چاہتا تھا لیکن اس کی طرح قتل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اپنے یہودی جذبات پر قابو پا رہا تھا۔

اس نے شرابی برین آدم کی سوچ سے معلوم کیا کہ وہ کس طرح ایک دوسرے کی خیریت معلوم کرتے ہیں۔ اس کی سوچ نے جواب دیا' اس کے دماغ میں آپ ہی آپ یہ بات آتی ہے کہ اسے اپنے بھائی سے فون پر رابطہ کرنا چاہیے یا پھر اسرائیل جا کر اس سے ملاقات کرنا چاہیے۔

داؤد منڈولا نے اس کے اندر سوال کیا۔ "بھائی وہاں زخمی ہے' کیا تم نے معلوم کیا تھا کہ وہ کیسے زخمی ہوا تھا؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "میں نے کئی بار سوچا کہ فون کے ذریعے معلوم کروں مگر میرے اندر کوئی تحریک پیدا نہ ہو رہی تھی۔ کبھی کبھی میں حیران ہوتا ہوں کہ ارادہ کرنے کے بعد بھی بھائی سے رابطہ کیوں نہیں کرتا ہوں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم دونوں بھائیوں کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا آتا ہے۔ تم دونوں کسی کے زیرِ اثر ہو۔ تم ابھی اپنے بھائی سے رابطہ کرو۔"

اس نے ڈیش بورڈ کے خانے سے موبائل فون نکال کر اس کے ذہن سے رابطہ نمبر معلوم کیا۔ پھر فون کو آپریٹ کرنے لگا۔ ایک منٹ کے اندر اندر رابطہ ہوگیا۔ دوسری طرف سے ویسے ہی برین آدم کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو کون ہے؟"

اُدھر سے بھائی نے نشے میں کہا۔ "میں ہوں تمہارا بدنصیب بھائی' آج ایک بے وفا نے میرا دل توڑ دیا ہے۔"

برین آدم نے حیرانی سے پوچھا۔ "برادر! کیا تم نے شراب پی ہے؟ ہاں یقیناً پی ہے۔ اسی لیے میں اپنے ذہن پر بوجھ محسوس کر رہا ہوں۔"

"میں بھی تمہارے زخم کی ٹیسیں برداشت کر رہا ہوں۔"

"پلیز برادر! مجھ سے وعدہ کرو اب نشہ نہیں کرو گے۔ ہوش و حواس میں رہو گے۔ میں بڑی مصیبت سے گزر رہا ہوں۔ فرہاد علی تیمور نے ہمارے ہی ایک فوجی کو آلۂ کار بنا کر مجھ پر گولی چلائی ہے اور اب مجھے زخمی کر کے میرے اندر آتا رہتا ہے۔"

داؤد منڈولا میرا نام سن کر چونک گیا۔ سوچنے لگا۔ "جب فرہاد نے اسے زخمی کیا ہے اور اس کے اندر آ کر اس کے چور خیالات پڑھ رہا ہے تو پھر برین آدم کے اندر بہت سے اہم راز چھپے ہوں گے۔"

وہ فون پر اس کی آواز سننے کے بعد دونوں بھائیوں کی آوازوں کا موازنہ کر رہا تھا۔ دونوں کی آواز اور لہجہ تقریباً ایک جیسا تھا لیکن دماغ کی تہوں میں گھسنے والے معمولی سے فرق کو سمجھ لیتے ہیں۔ منڈولا معمولی سے فرق کا سہارا لے کر تل ابیب میں برین آدم کے اندر پہنچ گیا۔

اسنیک بار کا ملازم چائے لے کر آگیا تھا۔ منڈولا نے ایک پیالی برین آدم کو پکڑاتے ہوئے کہا۔ "اسے پیو' نشہ کم ہوگا۔ تمہیں بھائی کی خاطر ہوش میں رہنا چاہیے۔"

پھر اس نے دوسری پیالی سے کافی کی ایک چسکی لی اور تل ابیب پہنچ گیا۔ جب مقدر ساتھ دیتا ہے تو کامیابی کے دروازے آپ ہی آپ کھلتے جاتے ہیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اچانک یہودی خفیہ تنظیم کی جڑوں تک پہنچ جائے گا۔

برین آدم کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ خفیہ تنظیم کا جگ برادر ہے۔ اس کے علاوہ چھ اور برادر تھے جو آدم برادرز کہلاتے تھے۔ ان میں سے ایک نہایت شہ زور برادر بلیک آدم ایک بندر آدمی کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ اب پانچ برادر رہ گئے ہیں۔ ان میں سے ایک ٹیری آدم ہے جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس تنظیم میں دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا ہے۔

یہ الپا اور پانچ برادرز نہیں جانتے کہ ایکسرے مین مارٹل رسل ان کا سرغنہ ہے اور ان سب کے دماغوں پر خاموشی سے حکومت کرتا ہے۔

پھر اس کی سوچ نے کہا۔ "اب یہ بات فرہاد کو بھی معلوم ہوگئی ہے۔ اس نے میرے دماغ میں رہ کر بہت کچھ معلوم کیا ہے لیکن ہمارے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ایکسرے مین' الپا اور ٹیری آدم فرہاد کی پہنچ سے دور ہیں۔"

منڈولا نے اس کی سوچ میں سوال اٹھایا۔ "ہمارا سرغنہ ایکسرے مین مارٹن کہاں ہے؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "وہ پچھلے چار گھنٹوں سے خاموش ہے۔ ابھی میرے سامنے یہ مسئلہ ہے کہ بندر آدمی ہیرو کو کس طرح پیرس جانے سے روکوں۔ وہ عادل اور انا کے ساتھ ائرپورٹ کی طرف گیا ہے۔ سارہ اسے روکنے گئی ہے۔ اسی وقت ہمارے باس ایکسرے مین کو میرے پاس آنا چاہیے تھا مگر وہ لاپتا ہے۔"

اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ تھوڑی دیر پہلے ایک شاہراہ پر کار کا حادثہ ہوا ہے۔ اس شاہراہ پر سارہ' عادل اور انا وغیرہ بھی

برین آدم نے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا تھا کہ کار کے مارنے کے متعلق معلوم کرے کہ کون زخمی ہوا ہے اور کس اسپتال میں پہنچایا گیا ہے۔

ایسے ہی وقت اس کے ماتحت نے فون پر کہا۔ "سر! میں نے معلوم کیا ہے۔ اس زخمی کا نام ایم رسل ہے اور وہ ڈیوڈ اسپتال میں ہے۔"

یہ سنتے ہی برین آدم اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ہیڈ کوارٹر کے اس بنگلے سے نکل کر کار میں آیا۔ اگرچہ اس کا زخمی بازو دکھ رہا تھا تاہم وہ خود ادھر ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ ایم رسل' ایکسرے مین مارٹن رسل ہے۔ گوشہ گمنامی میں رہتا ہے اس لیے وہ اپنے ساتھ کسی فوجی ڈرائیور کو بھی نہیں لے گیا۔

داؤد منڈولا خاموشی سے' اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اور یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں بھی اس کے اندر موجود ہوں یا نہیں؟ اور میں نہیں تھا۔ اس وقت اسرائیلی سرحد پار کر کے پیرس جا رہا تھا۔

برین آدم نے اسپتال پہنچ کر ایکسرے مین مارٹن کو دیکھا۔ کار کا حادثہ بڑا تھا مگر چوٹیں کم آئی تھیں۔ زخموں کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ وہ آرام سے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "مسٹر برین! میں خیال خوانی کے ذریعے تمہیں اپنے حالات بتانا چاہتا تھا۔ پتا چلا کہ ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ اچھا ہوا تم آگئے۔"

برین آدم نے کہا۔ "شاید ابھی فرہاد میرے اندر نہیں ہے۔ ہوگا تو تمہارے کمزور دماغ میں آجائے گا۔ پھر تو غضب ہو جائے گا۔ وہ تمہیں تسخیر کرنے کے بعد ہماری خفیہ تنظیم کے تمام افراد کے دماغوں پر چھا جائے گا۔"

ایکسرے مین نے کہا۔ "ہاں۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم میرے حالات سے باخبر رہو۔ اب چلے جاؤ۔ جب تک میری دماغی توانائی بحال نہ ہو اور میں تمہیں مخاطب نہ کروں میرے پاس نہ آنا۔"

برین آدم وہاں سے چلا گیا۔ داؤد منڈولا اسے چھوڑ کر ایکسرے مین مارٹن کے اندر آگیا۔ خاموشی سے یہ معلوم کرنے لگا کہ میں بھی اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا کر اس سرغنہ کے اندر پہنچا ہوا ہوں یا نہیں؟

میں نہیں تھا۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ وہ خفیہ یہودی تنظیم کے سرغنہ تک پہنچنے کا سنہری موقع تھا۔ میں پہنچ جاتا تو اس تنظیم کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتا۔ لیکن یہ قدرت کو منظور نہیں تھا اس لیے تقدیر مجھے اس ملک کی سرحد سے نکال رہی تھی۔

ایکسرے مین سوچ رہا تھا۔ "اگر ابھی فرہاد نہیں ہے تو بعد میں برین آدم کے اندر آ کر معلوم کرلے گا کہ میں ڈیوڈ اسپتال میں ہوں۔ وہ پھر برین آدم کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے یہاں لے آئے گا اور میرے اندر پہنچ جائے گا۔ مجھے ابھی اس اسپتال سے چلے جانا چاہیے۔"

وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اگرچہ وہ کمزور تھا تاہم چلنے پھرنے کے قابل تھا۔ اسپتال سے باہر آکر ایک ٹیکسی تک چل کر آگیا۔ ڈرائیور سے بولا۔ "مجھے حیفہ لے چلو۔"

وہ تل ابیب سے نکل کر حیفہ کے ایک معمولی سے ہوٹل میں آگیا۔ داؤد منڈولا بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ ایسی جگہ رہے' جہاں چند گھنٹوں تک کوئی دشمن نہ پہنچ سکے۔

یہ چند گھنٹے منڈولا کے لیے بہت تھے۔ اس نے ایکسرے مین مارٹن کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک کر سلا دیا پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔

ہر کمال کو زوال ہے۔ آدمی اپنے علم سے' طاقت سے' دولت سے یا مکاری سے کتنا ہی بلند مقام حاصل کرلے۔ جب زوال کی گھڑی آتی ہے تو وہ بلندی کے گراف سے نیچے چلا جاتا ہے۔ ایکسرے مین مارٹن نے زبردست پلاننگ سے گمنام اور پراسرار حکمران کا مقام حاصل کیا تھا۔ اس مقام پر داؤد منڈولا پہنچ گیا۔ مارٹن رسل کو گراف کے ایک خانہ سے نیچے پہنچا دیا۔ اس کے باوجود یہودی قوم نقصان میں نہیں رہی۔ منڈولا نے مارٹن رسل کے دماغ کو لاک کر کے ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خفیہ تنظیم تک جانے سے روک دیا۔

یہ اہم کام کرنے تک وہ اسنیک بار کے سامنے سڑک کے کنارے کار میں بیٹھا رہا۔ شرابی برین آدم کافی پینے کے بعد سو گیا تھا۔ منڈولا نے دوسری پیالی منگا کر کافی پی۔ پھر برین آدم کے پاس آگیا۔ وہ معلوم کر چکا تھا کہ برین آدم نہایت ذہین اور معاملہ فہم شخص ہے۔ خفیہ یہودی تنظیم کو بڑی ذہانت سے قائم رکھے ہوئے ہے۔ ایسے لوگ تنظیم کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس نے برین آدم پر بھی عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کر دیا۔

جان ولسن نے داؤد منڈولا بن کر یہودی ہونے کا حق ادا کر دیا تھا۔ اب کوئی اس تنظیم کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ صرف منڈولا' ایکسرے مین مارٹن کی آواز اور لہجہ اختیار کر کے تمام برادرز اور الپا پر حکمرانی کر سکتا تھا اور اپنے ملک اور قوم کے مفادات کے لیے کام کر سکتا تھا۔

اس نے موبائل فون کے ذریعے نئے سپر ماسٹر رجز کارڈ سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "سر! ایک نیا انکشاف ہوا ہے۔ اسرائیل کی ملٹری انٹیلی جنس کے چیف برین آدم کا ایک جڑواں بھائی ہے۔"

سپر ماسٹر رجز کارڈ نے پوچھا۔ "یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"سر! وہ جڑواں بھائی اس وقت میری کار میں میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ آپ فون کے ذریعے اس کے خراٹے سن رہے ہوں گے۔"

"اسے جگاؤ۔ مجھ سے باتیں کراؤ۔"

"سوری سر! یہ نشے کی زیادتی کے باعث مدہوش ہے اور غفلت کی نیند سو رہا ہے۔ میں نے کافی پلائی تھی پھر بھی یہ سو گیا۔"

"اسے ہیڈ کوارٹر میں لے آؤ اور بتاؤ کہ اس کے چور خیالات کیا کہہ رہے ہیں؟"

وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "میں اسے لا رہا ہوں۔ میں نے اس کے چور خیالات پڑھے تھے۔ پتا چلا دونوں جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ یہ یہاں نیویارک میں رہتا ہے اور اسرائیلی ملٹری انٹیلی جنس کا چیف برین آدم یعنی اس کا بھائی قتل ابیب میں ہے۔"

"کیا تم انٹیلی جنس کے چیف برین آدم کے دماغ میں جا سکتے ہو؟"

"میں نے کوشش کی تھی لیکن وہ یوگا کا ماہر ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا ہے۔"

وہ شرابی برین آدم کو لے کر ہیڈ کوارٹر میں آ گیا۔ دو سپاہی اس مدہوش کو ایک اسٹریچر پر ڈال کر لے گئے۔ منڈولا نے سپرنٹنڈنٹ کے پاس آ کر کہا۔ "اس نے بہت عرصہ بعد آج شراب پی ہے۔ مجھے شبہ تھا کہ یہ یہاں رہ کر سیودیوں کے لیے جاسوسی کر رہا ہے لیکن اس کے خیالات نے بتایا ہے کہ یہ جاسوس نہیں ہے۔ نیویارک میں ایک عام شہری کی طرح زندگی گزار رہا ہے۔"

"یہ ذہن تسلیم نہیں کر رہا ہے کہ اسرائیلی سراغرساں ادارے کے چیف کا جڑواں بھائی یہاں شرافت سے زندگی گزار رہا ہے۔ کیا تم سے چور خیالات پڑھنے میں غلطی نہیں ہو سکتی؟"

"ہو سکتی ہے۔ میں اسے ایک وجہ سے یہاں لایا ہوں۔ ان دونوں جڑواں بھائیوں کے دماغوں میں کوئی آتا ہے اور یہ اس آنے والے سے بے خبر رہتا ہے۔"

"کیا تم اس کا سراغ لگا سکتے ہو؟"

"اگر کبھی اس خیال خوانی کرنے والے کو اس کے اندر بولتے سنوں گا تو شاید معلوم ہو جائے کہ وہ کون ہے۔"

اسی وقت وہاں "تھری ڈی" پہنچ گئے۔ یعنی ڈی ہاروے' ڈی کرین اور ڈی مورا۔ انہوں نے داؤد منڈولا سے مصافحہ کیا۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں نے شرابی برین آدم کے چور خیالات صحیح طور پر پڑھنے کے لیے تھری ڈی کو بلایا ہے۔ شاید یہ تینوں اس چھپے ہوئے خیال خوانی کرنے والے کو پہچان لیں۔"

منڈولا نے کہا۔ "میں کوشش کر چکا ہوں۔ اب سونے جا رہا ہوں۔ صبح اٹھ کر کوئی خوشخبری سننا چاہوں گا۔"

منڈولا اپنے کوارٹر میں آ گیا۔ اسے یقین تھا کہ اب تھری ڈی تو کیا' تھری ہنڈرڈ ڈی بھی قتل اہیب والے برین آدم اور ایکسرے مین مارٹن تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

آئندہ یہودی خفیہ تنظیم کا بے تاج بادشاہ وہی داؤد منڈولا رہے گا۔

○☆○

انڈر گراؤنڈ جیوز سنڈیکیٹ کے سرغنہ یہودہ گل نے پارس کو قتل کرنے کا معاوضہ دس لاکھ پونڈز طلب کیا تھا اور اسرائیلی حکومت اسے دس لاکھ پونڈز سے زیادہ رقم دینے والی تھی۔

یہودہ کو یقین تھا کہ وہ پاشا کی غیر معمولی قوتِ سماعت کے ذریعے پارس کی شہ رگ تک پہنچ جائے گا پھر اس کا سب سے زور دار ہیری سمسن ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دے گا۔

موت کے کھیل کا وہ پہلا راؤنڈ لیک ویو ہوٹل کی چھت پر کھیلا گیا۔ پارس نے بھی پاشا کی غیر معمولی سماعت کو حربہ بنا کر یہودہ گل کی بازی پلٹ دی۔ اس کا سب سے شہ زور ہیری سمسن چھت پر حرام موت مارا گیا۔

پارس نے یہ نقصان پہنچانے کے بعد مقابلے کے دوسرے راؤنڈ میں ارینا کے کمرے سے تین اہم مائیکرو فلمیں چرا لیں۔ وہ فلمیں اتنی اہم تھیں کہ انہیں حاصل کرنے کے لیے خود یہودہ میدانِ عمل میں آ گیا۔

پارس نے کہا تھا کہ وہ تینوں مائیکرو فلمیں کمرا نمبر چار سو ستر کے روشن دان میں رکھی ہوئی ہیں۔ یہودہ اتنا نادان نہیں تھا کہ خود وہ فلمیں لینے آتا۔ اس نے ایک ہندوستانی آلۂ کار کو فلمیں لانے کے لیے اس کمرے میں بھیجا تھا۔

اس تیسرے اور شاید آخری راؤنڈ میں پارس اور یہودہ بڑی مکاری سے چالیں چل رہے تھے۔ یہودہ نے اپنے آلۂ کار سے کہا تھا کہ وہ فلمیں لے کر پرنس ہوٹل کے کمرا نمبر ایک سو چھ میں آئے۔

اسے امید تھی کہ پارس اس آلۂ کار کا پیچھا کرتا ہوا پرنس ہوٹل کے کمرے میں جائے گا تو وہ پیچھے سے آ کر اسے گولی مار دے گا۔ وہ اس پارکنگ ایریا میں اپنی کار کے اندر بیٹھا ہوا انتظار کر رہا تھا کہ آلۂ کار ہوٹل کے باہر فلمیں لے کر آئے گا پھر پرنس ہوٹل کی طرف اپنی گاڑی میں جائے گا تو اس کا تعاقب کرنے والا پارس ہی ہو گا۔

یہودہ کے اندازے کے مطابق پارس بھی اس پارکنگ ایریا میں ایک کار کے اندر بیٹھا تھا۔ پارس اور یہودہ کی کاروں کے درمیان پانچ گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اگر دیکھ بھی لیتے تو ایک دوسرے کو دشمنوں کی حیثیت سے پہچان نہ پاتے۔

پارس کی ایک ہی پہچان تھی کہ وہ ہندوستانی آلۂ کار کا تعاقب کرتے ہوئے پرنس ہوٹل میں پہنچے گا۔ گویا اس ہوٹل کا کمرا نمبر ایک سو چھ اس کے لیے چوہے دان ثابت ہونے والا تھا۔

انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں۔ آلۂ کار ہوٹل سے باہر آ کر ایک کار میں بیٹھ رہا تھا۔ پارس نے اس کے پیچھے جانے کے لیے اپنی کار اسٹارٹ کی۔ ادھر پانچ گاڑیوں کے پیچھے یہودہ نے دیکھا کہ اس کے آلۂ کار کے پیچھے ایک گاڑی چل پڑی ہے۔ اس نے بھی اپنی کار اسٹارٹ کرنے کے لیے چابی گھمائی۔ گاڑی کا انجن بیدار

ہوا پھر سو گیا۔

اچانک ہی تین افراد اس کی گاڑیوں کے دروازے کھول کر اگلی اور پچھلی سیٹوں پر آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں گنیں تھیں۔ ایک نے کہا۔ "گاڑی بند نہ کرو۔ صرف اپنی زبان بند رکھو اور ہوٹل کے احاطے سے نکلو۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "تم لوگ کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

ایک نے سرد لہجے میں کہا۔ "کوئی سوال نہ کرو۔ چلتے رہو۔ ہم راستہ بتا رہے ہیں۔"

وہ جو راستہ بتانے لگے' وہ شہر کے باہر ویرانے کی سمت جاتا تھا جبکہ اسے پرنس ہوٹل جانا تھا۔ اس نے ایک تعاقب کرنے والی گاڑی سے اندازہ لگایا تھا کہ پارس اس آلۂ کار کے پیچھے گیا ہے۔

یہودہ کی پلاننگ بڑی کامیاب رہی تھی۔ سب کچھ وہی ہو رہا تھا جو وہ چاہتا تھا۔ یہ بات بعد میں سمجھ آئی کہ سب کچھ وہی نہیں ہوتا جو آدمی چاہتا ہے۔ شکاری خود شکار ہو کر دوسری سمت جا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں تم لوگوں کے حکم کے مطابق چل رہا ہوں۔ بتاؤ تو بتا دو مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

آگے بیٹھا ہوا شخص ڈیش بورڈ کے خانے کھول کر وہاں سے ایک ریوالور اور نوٹوں کی گڈیاں نکال رہا تھا۔ پھر پاسپورٹ اور ضروری کاغذات دیکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے بولا۔ "اویا رود! یہ کم بخت یہودی ہے۔ اس سے موٹا مال وصول ہو سکتا ہے۔"

یہودی نے کہا۔ "میں یہودی ہوں۔ شاید تم لوگ کشمیری پنڈت ہو۔ ہم یہودی تمہارے دوست ہیں اور تمہاری تحریکِ آزادی کی حمایت کرتے ہیں۔"

اسے گاڑی روکنے کا حکم دیا گیا۔ اس نے ویران سی سڑک کے کنارے گاڑی روکی۔ ایک نے اس کے منہ پر تھپڑ مار کر کہا۔ "کشمیری مسلمان جہالت کے اندھیرے میں نہیں ہیں۔ ہم بھرپور سیاسی معلومات رکھتے ہیں۔ اپنے دوستوں اور دشمنوں کو خوب پہچانتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "تو بھارتی دلال ہے۔ یہاں سے جا کر بھارت کی حمایت میں ہمارے خلاف زہر اگلے گا۔ کیوں نہ تیری زبان ہمیشہ کے لیے بند کر دی جائے؟"

وہ گڑگڑا کر بولا۔ "نن..... نہیں۔ مجھے نہ مارو۔ میں یہودی ہوں اور سارے یہودی دشمن نہیں ہوتے۔ مجھے جانے دو۔ مجھے زندہ چھوڑنے کی جو قیمت چاہو وصول کر لو۔"

ایک نے نوٹوں کی گڈیاں گن کر کہا۔ "یہ پچاس ہزار روپے ہیں۔ ہم تمہاری رقم سے ہتھیار خرید کر یہود اور ہنود سے جنگ لڑیں گے۔ اور جتنی رقم ہے نکالو۔"

وہ بولا۔ "میرے پاس صرف یہی پچاس ہزار روپے ہیں۔ پلیز مجھے چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو۔"

ایک شخص کار کی چابی لے کر کار کے پیچھے گیا۔ پھر ڈکی کھولی۔ اس میں ایک سیون ایم ایم کی رائفل' ایک کلاشنکوف' کارتوس سے بھری ہوئی دو پیٹیاں اور ایک بریف کیس تھا۔ اسے کھول کر دیکھا گیا تو اس میں امریکی ڈالرز کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔

انہوں نے تمام مال پر قبضہ جما کر دو فائر کیے۔ دو پیسے بیکار کیے۔ پھر کہا۔ "ہم تمہیں زندہ چھوڑ رہے ہیں۔ یہاں سے پیدل جاؤ۔"

اتنا کہہ کر وہ چلے گئے۔ اندھیری سرد رات میں کہیں گم ہو گئے۔ اگر چاندنی رات ہوتی تب بھی کمرکی دُھند میں راستہ دکھائی نہ دیتا۔ وہ کوٹ پر اوور کوٹ اور اونی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ چھوٹی سی ٹارچ کی روشنی میں ہانپتا کانپتا شہر کی طرف جانے لگا۔

ہندو بنئے اور یہودی بخیل بڑی سے بڑی مصیبتوں میں بھی ڈوبنے والی رقومات کا حساب رکھتے ہیں۔ وہ چلتے چلتے حساب کرنے لگا۔ وہ پارس کو قتل کر کے دس لاکھ پونڈز سے کچھ زیادہ حاصل کرنے والا تھا۔ اس سے پہلے پارس تقریباً پندرہ لاکھ ڈالرز کی اہم مائیکرو فلمیں لے گیا تھا اور وہ تینوں اجنبی بھارتی کرنسی کے حساب سے چھ لاکھ روپے اور اسلحہ و کارتوس لے گئے تھے۔ پارس کے قتل کا منصوبہ بڑا مہنگا پڑ رہا تھا۔

وہ رات کے گیارہ بجے شہر پہنچا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پرنس ہوٹل آیا۔ تقریباً تین گھنٹے گزر چکے تھے امید نہیں تھی کہ پارس وہاں موجود ہو گا۔ اس نے کمرا نمبر ایک سو چھ کو اس کے لیے چوہے دان بنایا تھا۔ اب خود وہاں جاتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ کہیں پارس اس کی تاک میں نہ ہو۔

پھر یہ کہ وہ تینوں اجنبی تمام اسلحہ کے ساتھ اس کا ریوالور بھی لے گئے تھے۔ وہ نہتا تھا اس نے کاؤنٹر پر آ کر پوچھا۔ "کمرا نمبر ایک سو چھ میں کوئی ہے؟"

کاؤنٹر مین نے پوچھا۔ "آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟"

"میں دیال شنکر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر کہا۔ "مسٹر شنکر! آپ سے کوئی صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔"

پھر اس نے ریسیور یہودہ کو دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولا۔ "میں ہوں' کیا وہ تینوں فلمیں لے آئے ہو؟"

شنکر کی آواز آئی۔ "جناب! کیسی فلمیں؟ میں کمرا نمبر چار سو ستر میں گیا تو اس وقت آپ نے مجھے فون کیا تھا اور کہا تھا کہ روشن دان میں فلمیں نہیں ہیں۔ اس شخص نے دھوکا دیا ہے۔ فلمیں اس ہوٹل میں آ جائیں۔"

وہ بولا۔ "شنکر! میں نے تمہیں فون نہیں کیا تھا۔ تمہیں فون پر میری آواز پہچاننا چاہیے تھی۔"

"میں نے آپ کی آواز پہچانی تھی۔ آپ ہی بول رہے تھے اور اب آپ ہی انکار کر رہے ہیں۔"

"بحث نہ کرو۔ میں اس کی چال سمجھ گیا ہوں۔ نیچے آؤ۔ میں انتظار کررہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر انتظار کرنے لگا۔ دیال شنکر آگیا۔ وہ ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ یسودہ نے پوچھا۔ "تم نے ہوٹل لیک ویو سے یہاں آتے وقت کسی کار کو اپنے تعاقب میں دیکھا تھا؟"

"ایک کار میرے پیچھے ہوٹل کے احاطے کے باہر آئی تھی۔ پھر وہ دوسری طرف چلی گئی۔ پھر میں نے کسی کار کو یہاں آنے تک نہیں دیکھا۔"

وہ میلوں دور سے پیدل آیا تھا۔ سردی میں ٹھٹھر تا رہا تھا۔ اب شراب منگوا کر پی رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "مجھ سے اندازے کی غلطی ہوئی ہے۔ اس نے تمہارا تعاقب نہیں کیا۔ اپنے وعدے کے مطابق روشن دان میں وہ فلمیں نہیں رکھیں۔ اس کا مطلب ہے اسے فلموں کی اہمیت اندازہ ہوگیا ہے۔ وہ انہیں واپس نہیں کرے گا۔"

آلۂ کار دیال شنکر نے پوچھا۔ "میرے لیے کیا حکم ہے جناب؟"

"کیا تمہارے پاس ریوالور یا پستول وغیرہ ہے؟"

"نہیں۔ صرف ایک چاقو ہے۔"

یسودہ نے اس سے چاقو لے کر لباس کے اندر چھپا لیا پھر دو بیگ کا بل ادا کر کے بولا۔ "تم اسی ہوٹل میں رہو۔ ضرورت ہوگی تو بلا لوں گا۔"

وہ باہر آکر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ اس کا قیام ہوٹل لیک ویو کی تیسری منزل پر تھا۔ وہ تین اجنبی اس کا موبائل فون بھی لے گئے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا ہوٹل پہنچ کر فون کے ذریعے کسی آرمی افسر سے رابطہ کرے گا۔ اسے اپنے لٹنے کی داستان سنائے گا پھر ارینا اور پاشا کی رہائی کے لیے سفیر صاحب سے رابطہ کرے گا۔

○☆○

دائی ماں حیران اور پریشان تھی۔ پہلے تو اس نے شی تارا کی چیخ سنی تھی۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ چیخ کسی صدمے کے باعث تھی یا بے انتہا مسرت کی وجہ سے تھی۔ کیونکہ وہ بعض اوقات خوشی سے بھی چیخ پڑتی تھی۔

پھر اس کے رونے اور کچھ بڑبڑانے کی آواز آئی۔ وہ کچن سے دوڑتی ہوئی کمرے میں آئی تو گھبرا سی گئی۔ شی تارا دیوار سے سر ٹکرا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "نہیں نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ ایسا ہوا تو میں مرجاؤں گی۔ میں مرجاؤں گی۔"

دائی ماں نے لپک کر اس کے بازو کو پکڑا پھر اسے دیوار کے پاس سے کھینچتی ہوئی بولی۔ "پاگل ہوئی ہے؟ دیوار سے سر کیوں پھوڑ رہی ہے؟"

پوجا اپنے کمرے سے دوڑتی ہوئی آئی اور شی تارا کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ وہ دائی ماں سے لپٹ کر دھاڑیں مار کر رو رہی تھی اور اپنی دونوں کلائیوں کو ایک دوسرے سے ٹکرا کر چوڑیاں یوں توڑ رہی تھی جیسے بیوہ ہوگئی ہو۔

پوجا نے پاس آکر اس کے ہاتھوں کو تھام کر پوچھا۔ "دیدی! کیوں رو رہی ہو؟ یہ چوڑیاں کیوں توڑ رہی ہو؟"

وہ دائی ماں سے الگ ہوگئی۔ روتے روتے فرش پر بیٹھ گئی پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بین کرنے لگی۔ "ہائے میں لٹ گئی۔ میں برباد ہوگئی۔ وہ مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"

پوجا نے پوچھا۔ "کیا تم پارس کی بات کررہی ہو؟"

"ہائے ہائے' میں اور کس کی بات کروں گی۔ وہی تو میری زندگی تھا۔ میری دنیا تھا۔ ہائے وہ چلا گیا اور میں اسے روک نہ سکی۔"

دائی ماں نے ناگواری سے پوچھا۔ "وہ تجھے کل چھوڑ کر گیا تھا۔ آج کیوں رونا آرہا ہے؟"

"آہ! میں کیسے سمجھاؤں' وہ کل نہیں مجھے آج چھوڑ کر جارہا ہے۔"

دیکھ تارا! تجھے کئی بار سمجھا چکی ہوں' دن رات خیال خوانی نہ کر ایک دن پاگل ہوجائے گی۔ ذرا ہوش کر وہ کب چھوڑ کر گیا ہے اور اب رو رہی ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولی۔ "پاگل تم ہو۔ بڈھاپے میں تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ چھوڑنے کا مطلب تمہاری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ میں کس منہ سے کہوں کہ وہ مرچکا ہے؟"

"کیا؟" پوجا اور دائی ماں نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔ پھر ایک نے پوچھا۔ "کیا تو اس کے دماغ میں گئی تھی؟"

"ہاں گئی تھی اس نے سانس روک لی تھی۔ میں اسے روکنا چاہتی تھی کیونکہ وہ چھت پر جارہا تھا اپنے دشمنوں کو غافل سمجھ رہا تھا۔ وہ خود کو زندگی بھر سپرمین سمجھتا رہا۔ آخری وقت میری بات بھی نہیں سنی۔ آخر ایک معمولی دشمن کے ہاتھوں مارا گیا۔"

پوجا نے پوچھا۔ "دیدی! کیا تم نے اس کی لاش دیکھی تھی؟"

"ہاں میں ہوٹل کے منیجر کو آلۂ کار بنا کر اسے چھت پر لے گئی۔ میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ گولیوں سے چھلنی ہوگیا تھا۔ میں نے منیجر کے ذریعے اس کی لاش دیکھی ہے۔"

دائی ماں نے پوچھا۔ "تو نے اس کی لاش کو کیسے پہچانا؟ کیا وہ اصلی روپ میں تھا؟"

"نہیں' ایک بھارتی فوجی افسر بن کر دشمن کو دھوکے سے مارنے گیا تھا مگر دشمن اس کی چال سمجھ گیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے تو نے کسی فوجی افسر کی لاش دیکھی ہے؟ تجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ کیا تو اس کے دماغ میں گئی تھی؟"

"جب وہ مرچکا ہے تو اس کے دماغ میں کیسے جاؤں؟ کیا جم مرجائے تو دماغ زندہ رہتا ہے؟"

"تو کچھ بوکھلائی ہوئی ہے۔ میرے کہنے سے ایک بار اس کے دماغ میں جاکر موت کی تصدیق کرلے۔"

وہ رو رو کر بولی۔ "میں صدمے سے نڈھال ہورہی ہوں۔ خیال خوانی کرنے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ آہ! میں کس دل سے اس کے مردہ دماغ میں جاؤں۔"

پوجا نے کہا۔ "ماں جی کی بات مان لو دیدی! ایک بار اس کے پاس جاکر دیکھ تو لو۔"

اس نے دونوں کی بات مان کر آنکھیں بند کیں پھر پارس کو تصور میں دیکھا۔ اس کے دماغ میں جانا چاہا ایسے ہی وقت روحانی ٹیلی پیتھی آڑے آگئی۔

جناب علی اسد اللہ تیمرزی اس کے اور پارس کے درمیان آگئے۔ اس کی سوچ کی لہریں بھٹک گئیں۔ اسے پارس کا دماغ نہیں ملا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ اس کے رونے کے انداز نے دائی ماں اور پوجا کو بھی پارس کی موت کا یقین دلا دیا۔ وہ شی تارا کو تھپکنے اور تسلیاں دینے لگیں۔

وہ بڑی دیر تک ماتم کرتی رہی اس طرح فرش پر بیٹھی بار بار کہتی رہی کہ اس نے پارس کی زندگی میں اس کی قدر نہیں کی مرنے کے بعد اس کی اہمیت معلوم ہورہی ہے۔ اس کے بغیر وہ ادھوری ہوگئی ہے۔ کبھی مکمل نہیں ہوسکے گی۔

دائی ماں نے کہا۔ "ہماری دنیا میں یہی ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد انسان کی قدر ہوتی ہے۔ صبر کر بیٹی! اپنے ذہن کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کر۔"

وہ دائی ماں کی گود میں سر رکھ کر فرش پر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کرکے پارس کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھنے لگی۔ اب اس کی ایک ایک بات' ایک ایک شرارت یاد آرہی تھی۔ اس کے پیار کرنے کا انداز دل کو تڑپا رہا تھا اور بند آنکھوں سے آنسو بہتے جارہے تھے۔ دائی ماں نے کہا۔ "اسے تو تم نیند میں بھی روتی رہو گی۔ کسی دوسری طرف دھیان دو گی تو صدمہ کم ہوگا۔"

وہ آنکھیں کھول کر بولی۔ "کیا وہ منّی کا کھلونا تھا کہ اس کے ٹوٹنے کے بعد اسے بھول جاؤں اور دوسری طرف دھیان لگاؤں؟"

"میں اسے بھولنے کو نہیں کہہ رہی۔ تم اسے یاد رکھو۔ اس کے حق میں ایسا کام کرو جس سے تمہارا دل کو اطمینان ہو۔"

"میری عقل کام نہیں کررہی ہے۔ تم بتاؤ میں کیا کروں؟"

"تم کتنے ہی معاملات میں اس کی مخالفت کرتی رہتی تھیں۔ اگر وہ دشمن تھا تو اسے بھول جاؤ۔ دوست تھا تو پھر دوست کے قاتلوں سے انتقام لو۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا میں اپنی بھارتی فوج سے انتقام لوں؟"

"ابھی تم نے کہا تھا کہ وہ بھارتی فوجی افسر بن کر چھت پر گیا تھا۔ ظاہر ہے اسے ہمارے کسی بھارتی نے نہیں' کسی دوسرے ہی دشمن نے قتل کیا ہے؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بولی۔ "ہاں' میں نے اس پہلو پر دھیان نہیں دیا تھا۔ میں نے یہ معلوم کیا تھا کہ پارس میجر کیدار شرما بن کر کسی بیری سمسن کو قتل کرنے جارہا ہے اور وہ بیری سمسن' پارس کی اس چال کو سمجھ گیا تھا۔ یعنی اس کا قاتل بیری سمسن ہے۔"

"تو پھر معلوم کرو' بیری سمسن کون ہے' کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے؟ تم اس گروہ کو تباہ کردگی تو اطمینانِ قلب حاصل ہوگا۔"

شی تارا خلا میں تکتی ہوئی سوچنے لگی اس نے بیری کے متعلق پاشا کے چور خیالات سے معلوم کیا تھا' اس وقت پاشا غصے میں تھا۔ ایسے وقت اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکا تھا اس لیے شی تارا بیری اور ارینا کے متعلق بھی معلوم کرچکی تھی کہ وہ سب ایک ہی ہوٹل میں ہیں لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا تھا کہ ارینا اور بیری کون ہیں؟ اور وہاں کس مقصد سے ہیں؟

وہ اس ہوٹل کے منیجر کو پہلے آلۂ کار بنا چکی تھی۔ اب پھر اس کے اندر گئی۔ منیجر اس کی مرضی کے مطابق ہوٹل کا رجسٹر دیکھنے لگا۔ رجسٹر میں لکھا تھا کہ وہ دونوں یسودی ہیں اور جرمنی سے آئے ہیں۔

جب یہ معلوم ہوا کہ وہ یسودی ہیں تو وہ دہلی میں مقیم اسرائیلی سفیر کی کھوپڑی میں پہنچ گئی۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ انڈر گراؤنڈ جیوز سنڈیکیٹ کے ایک سرغنہ یسودہ گل نے سفیر سے رابطہ کیا تھا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ شام تک پارس کو اپنے آدمیوں کے ذریعے قتل کرادے گا۔ حکومت اسرائیل نے اس سلسلے میں اسے بھاری معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔

شی تارا نے اندازے سے سوچا کہ یسودہ نے ہی بیری کے

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

نوناگناک پجاری

قیمت -/۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ -/۵ روپے

ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مرچکا تھا لیکن اس کی روح مندر کے تہہ خانے میں ابھی تک موجود تھی۔

سرنگلمٹ کے ہاتھ سے اس نوناگناک پجاری کی پُراسرار طاقتوں کی حرکت میں آنے کا وہ ہیجان انگیز آغاز جس نے پورے ضلع کو کالی جادو کی طاقتوں کا خوف اپنی گرفت میں لے لیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کرلیں۔

وہ طاقتور ترین شخص بن گیا جس کے ایک اشارے سے بھی زبردست ہستی بڑی کی طاقتیں کانپتیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟

ایک خوفناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

اژدہا — قسط وار ناول، ۲۰ قسطیں — قیمت ۲۵ روپے، ڈاک خرچ ۵ روپے

اقابلا — قسط وار ناول، ۲۰ قسطیں — قیمت ۲۰ روپے، ڈاک خرچ ۵ روپے

غلام روحانی — قسط وار ناول، ۱۰ قسطیں — قیمت ۱۵ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۸۲۳ کراچی ۱

ذریعے اسے قتل کرایا ہے۔ لہٰذا جب ارینا اور ہیری ہوٹل لیک ویو میں ہیں تو یسودہ گل بھی اسی ہوٹل میں ہوگا۔

وہ پھر فیجر کے پاس آئی۔ اسے پھر رجسٹر دیکھنے پر مجبور کیا تو معلوم ہوگیا کہ یسودہ اسی ہوٹل کی تیسری منزل کے ایک سو ایک نمبر کمرے میں قیام کرنے آیا ہے لیکن ابھی کمرے میں موجود نہیں ہے۔

بہرحال اطمینان ہوگیا کہ پارس کے قتل کا معاوضہ دس لاکھ پونڈز کا مطالبہ کرنے والا وہاں ہے۔ رات کے کسی حصے میں ضرور واپس آئے گا۔ ہیری سمسن کے بارے میں تصدیق ہوگئی کہ وہ بھی مقابلے میں مارا گیا ہے۔ فوجی بعد میں ارینا اور پاشا کو گرفتار کرکے لے گئے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہیری سمسن 'ارینا کا ساتھی تھا۔ لہٰذا میجر کیدار شرما کے قتل میں ارینا اور پاشا کا بھی ہاتھ ہے۔

منیجر کی سوچ شی تارا کو کیدار شرما کی موت کے بارے میں بتا رہی تھی لیکن شی تارا پورے یقین سے سمجھ رہی تھی کہ ہوٹل والے اور تمام فوجی دھوکا کھا رہے ہیں۔ وہ سب پارس کی لاش کو میجر کیدار شرما سمجھ کر وہاں سے لے گئے ہیں۔

یسودہ گل رات کے ایک بجے ہوٹل لیک ویو پہنچا۔ منیجر کی سوچ نے بتایا کہ وہی یسودہ ہے اور تیسری منزل کے کمرا نمبر ایک سو ایک میں رہتا ہے۔ اس نے کاؤنٹر کے پاس آکر اپنے کمرے کی چابی لی پھر ملازم سے کہا۔ "میں کمرے میں جا رہا ہوں۔ میرے لیے فارن کی وہسکی اور گلاس لے آؤ۔"

وہ لفٹ میں داخل ہوکر تیسری منزل پر جانے لگا۔ شی تارا اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی جو بتا رہے تھے کہ پارس زندہ ہے۔

وہ اس کی سوچ میں بولی۔ "وہ ایک دہشت تھا' اپنی موت کے بعد بھی دہشت بن کر میرے اندر زندہ ہے۔"

اس کی سوچ جو اُبا کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کا دھیان بھٹک گیا۔ لفٹ کا دروازہ تیسری منزل پر کھلا۔ سامنے ایک جوان عورت کھڑی ہوئی تھی۔ وہ لفٹ کے ذریعے نیچے جانے والی تھی لیکن ایک گاہک کو دیکھ کر مسکرانے لگی۔ یسودہ نے کہا۔ "تمہاری مسکراہٹ دعوت دے رہی ہے۔"

"مجھے ایک آدمی اپنے کمرے میں لے گیا تھا۔ رات بھر کی بکنگ تھی مگر وہ نشے میں لڑھک گیا ہے۔"

اس نے جیب سے چند نوٹ نکال کر دیے پھر کہا۔ "چلی آؤ۔"

وہ رقم لے کر اس کے ساتھ چلتی ہوئی بولی۔ "تم بھی کچھ نشے میں ہو' کیا لڑھکنے والے ہو؟"

وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔ "میں شراب پیتا ہوں۔ شراب مجھے کبھی نہیں پیتی۔"

وہ دونوں کمرے میں آگئے۔ یسودہ نے ریسیور اٹھا کر اپنے ایک ماتحت سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "روشو! تین باغیوں نے مجھے ایک ویرانے میں گھیر لیا تھا۔ میرے لاکھوں روپے اور اسلحہ چھین کر لے گئے۔ کار کے دو پہیے بیکار کردیے ہیں اس غضب کی سردی میں کئی میل پیدل چل کر آیا ہوں۔"

"باس! تمہیں اس اجنبی ملک میں تنہا نہیں گھومنا چاہیے۔ میں تمہارے لیے رقم اور اسلحہ لے کر آرہا ہوں۔ کیا تم نے ان قاتلوں کا حلیہ حاصل کرلیا ہے؟"

"نہیں۔ پارس ان فلموں کی اہمیت کو سمجھتا ہے۔ انہیں صرف چار اپنا کر مجھ تک پہنچانا چاہتا ہے۔"

"کیا وہ تمہاری ناک میں ہے؟ کیا وہ تمہیں پہچانتا ہے؟"

"صورت سے نہیں پہچانتا ہے۔ شاید اسی لیے بھٹک رہا ہے۔ اسے میرے آلہ کار کے پیچھے آنا چاہیے تھا لیکن اس نے اس آلہ کار کا بھی تعاقب نہیں کیا۔ پتا نہیں کیوں اس کی طرف سے مسلسل خاموشی ہے۔ تم فوراً چلے آؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے اٹھ کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

باہر ہوٹل کا ملازم تھا۔ دروازہ کھولنے پر ایک ٹرے میں شراب اور سوڈے کی بوتلیں اور گلاس لے کر آیا تھا۔ وہ تمام چیزیں میز پر رکھ کر چلا گیا۔ یسودہ نے دروازے کو اندر سے بند کرکے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولی۔ "میرے نام سے کیا لینا ہے؟ مجھے صرف ایک پھول کہہ سکتے ہو' جو ہر صبح باسی اور ہر شام تازہ ہو جاتا ہے۔"

شی تارا انہیں چھوڑ کر روشو کے پاس آئی تو اس نے پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ سوچنے لگا کیا یہ ٹیلی پیتھی والا معاملہ ہے؟ مجھے سانس روک کر آزمانا چاہیے۔

اس نے سانس روکی۔ پھر چند سیکنڈ کے بعد سانس لیتے ہوئے محسوس کرنے لگا کہ اب دماغ پر بوجھ سا نہیں ہے۔ یقیناً کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا تھا۔

وہ ایک بریف کیس میں پچاس ہزار روپے' ریوالور اور گولیاں رکھ کر اپنی کار میں آگیا تھا۔ اسے اسٹارٹ کرنا چاہتا تھا مگر رک گیا وہ پھر پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "دوست! تم کون ہو؟"

وہ بولی۔ "تم نے دوست کہا ہے تو پھر دوست ہوں۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گی' گاڑی چلاتے رہو اور مجھے چور خیالات پڑھنے دو۔"

وہ کار اسٹارٹ کرکے اسے ڈرائیو کرتے ہوئے بولا۔ "میں سانس نہیں روکوں گا۔ پوری آزادی سے میری ہسٹری معلوم کرو۔ اس سے پہلے یہ کہہ دوں کہ گاڈ نے میری دعا سن لی ہے۔ میں دعائیں مانگتا رہتا تھا کہ مجھے کوئی ایسی غیبی طاقت حاصل ہو جائے جس کے ذریعے میں یسودہ کی بلیک میلنگ سے نجات حاصل کرسکوں۔"

"اچھا تو اس نے تمہیں بلیک میلنگ کے ذریعے اپنا تابعدار بنایا ہے؟"

"صرف یہی نہیں' اس کے سنڈیکیٹ میں درجنوں خطرناک مجرم ہیں جو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ان سب کی کمزوریاں اس کے ہاتھوں میں ہیں۔ اس کا دعویٰ ہے کہ ہم میں سے کوئی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا تو اس کی موت کے بعد بھی ایسے انتظامات ہیں کہ ہم سب کی کمزوریاں منظرِعام پر آجائیں گی۔ پھر ہمیں کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ ہم جہاں جائیں گے وہاں ہمیں سزائے موت ملے گی۔"

"فکر نہ کرو' میں تمہیں اس کے چنگل سے نجات دلاؤں گی۔ اب خاموش رہو۔"

وہ خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگا۔ شی تارا معلومات حاصل کرنے لگی کہ یسودہ گل کے جیوز سنڈیکیٹ میں کتنے خطرناک مجرم ہیں؟ یسودہ کے مقاصد کیا ہیں؟ اور کس طرح وہ یہودی مفادات کے لیے کام کرتا ہے۔ اس کے عوض وہ اسرائیلی حکومت سے اور عرب پتی یہودی سرمایہ داروں سے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتا رہتا ہے۔

یسودہ اپنے کمرے میں پی رہا تھا۔ وہ جوان عورت اس کی فرمائش کے مطابق ریکارڈ سے ابھرنے والی موسیقی پر رقص کر رہی تھی۔ پھر وہ ناچتے ناچتے رک گئی۔ اس نے ریکارڈر کو آف کردیا۔ وہ بولا۔ "کیا ہوا؟ تھک گئی ہو؟"

وہ پاس آکر رازداری سے بولی۔ "میں پارس کی روح کو دیکھ رہی ہوں۔"

وہ چونک کر بولا۔ "یہ کیا بکواس ہے۔ کیوں میرا نشہ بھنگ کر رہی ہو؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں نے ابھی اسے بند دروازے سے گزر کر یہاں آتے دیکھا ہے۔"

وہ اِدھر اُدھر سہم کر دیکھتے ہوئے بولا۔ "کہاں ہے؟ وہ کہاں ہے؟ نہیں' جب وہ زندہ ہے تو زندہ ہی آئے گا۔ اس کی روح نہیں آئے گی۔ اس کی روح نہیں آئے گی۔ تو جھوٹ بولتی ہے۔ میں تیرا سر اُڑا دوں گا۔"

اس نے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ ایسا لگا جیسے کسی نے ہاتھ پکڑا ہو۔ اٹھا ہوا ہاتھ نہیں ہل رہا تھا۔ فضا میں بھٹکا ہوا سارہ گیا تو شی تارا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ہاں' کوئی ہے۔ کسی نے تمہارے ہاتھ کو پکڑ لیا ہے۔"

وہ بولا۔ "چھوڑو۔ میرے ہاتھ کو چھوڑو۔ کون ہو تم؟ اگر پارس ہو تو زندہ ہو۔ پھر نظر کیوں نہیں آرہے ہو؟"

وہ عورت پریشان ہوکر اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی۔ "معلوم ہوتا ہے تمہیں بھی چڑھ گئی ہے۔ لعنت ہے تم لوگوں پر' کمرے میں ناچتے ہوئے رقمیں دیتے ہو پھر نشے میں لڑھک جاتے ہو۔"

وہ پلٹ کر دروازے کے پاس آئی پھر جانے کے لیے اسے کھولا۔ سامنے روشو کھڑا تھا۔ اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ تمہیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ جاؤ بھاگ جاؤ۔"

وہ تیزی سے باہر آئی۔ پھر دوڑتی ہوئی لفٹ کی طرف چلی گئی۔ روشو نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ یسودہ نے کہا۔ "اچھا ہوا تم آگئے۔ ابھی میرا ہاتھ کسی نے پکڑ لیا تھا۔ کیا تمہیں کوئی نظر آرہا ہے؟"

وہ اس کے سامنے آکر صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "مجھے تو تمہاری موت نظر آرہی ہے۔"

وہ پاس کی حیثیت سے ڈانٹ کر بولا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو۔ میں یہ گلاس تمہارے منہ پر ماروں گا۔"

اس نے گلاس پکڑ کر مارنے کے لیے فضا میں ہاتھ بلند کیا تو پھر وہ ہاتھ فضا میں جکڑ کر رہ گیا۔ اس نے ہاتھ نیچے کرنے کی کوشش کی لیکن اسے ہلا بھی نہ سکا۔ روشو نے ایک بھری ہوئی بوتل میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یقین آیا کہ موت تمہارے پاس ہے؟"

وہ گھبرا کر بولا۔ "ہاں۔ یقین آگیا ہے۔ مجھے بچاؤ۔ تماشا دیکھو گے اور میں مرجاؤں گا تو تم بھی زندہ نہیں رہو گے۔"

"یسودہ! اب تم مجھے بلیک میل نہیں کرسکو گے۔ تم نے میرے جیسے پندرہ خطرناک مجرموں کے خلاف ٹھوس دستاویزی ثبوت اپنے ایک پارٹنر یسودہ شمعون کے پاس رکھے ہیں۔"

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ میرا کوئی پارٹنر نہیں ہے۔ تم کیوں اس کو رہے ہو۔"

یہودہ شمعون میکنم میں ایک کروڑ پتی یہودی کی حیثیت سے بظاہر شریفانہ زندگی گزار رہا ہے۔ ہم جیسے شاطر مجرموں نے شمعون کو بارہا دیکھا ہے لیکن کبھی ہمیں شبہ تک نہیں ہوا کہ وہ جیوز سنڈیکیٹ میں تمہارا پارٹنر ہے۔"

"یہ۔۔۔۔ یہ تمہیں کیسے معلوم ہو گیا؟"

"وہ موت جو تمہارے دماغ کے اندر ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے۔ اسی موت کے حکم سے میں یہ بھری ہوئی بوتل لایا ہوں۔ تم پہلے اپنی تو ہمی بوتل پینے کے بعد یہ پوری بوتل بھی پیو گے اور اس کمرے میں مرجاؤ گے۔"

اس کا اٹھا ہوا ہاتھ آزاد ہو گیا۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "مت۔۔۔ تم میرے تابعدار روشو نہیں ہو۔ تم پارس ہو اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں رہ کر میرے پارٹنر شمعون کے خلق معلومات حاصل کر رہے ہیں۔"

شی تارا نے اس کے اندر کہا۔ "ڈیل کیمنے! تو نے دس لاکھ پونڈز کے لیے میرے پارس کو مار ڈالا ہے۔ وہ اس دنیا میں نہیں ہے تو بھی نہیں رہے گا۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ سہم کر بولا۔ "تم کون ہو؟ میں نے پارس کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ وہ زندہ ہے۔ میری تین اہم مائیکرو فلمیں چرا کر لے گیا ہے۔ ہوٹل کی چھت پر جو مارا گیا ہے' وہ میجر کیدار شرما ہے۔"

"تم سب دھوکا کھا رہے ہو۔ بھارتی فوجی میجر کیدار شرما سمجھ کر پارس کی لاش لے گئے ہیں۔ میری سوچ کی لہریں پارس کے مردہ دماغ سے واپس آگئی ہیں۔"

"تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی موت کی تصدیق کی ہوگی لیکن پاشا نے غیر معمولی قوتِ سماعت سے اس کی توانیوں سنی ہیں۔ جب میجر کی لاش لے جائی جا رہی تھی تب ہی پاشا نے پارس کو نیچے ہال میں بولتے سنا تھا۔"

"پاشا غیر معمولی قوتوں کا حامل ہے لیکن عقل سے پیدل ہے۔ میری خیال خوانی مجھے دھوکا نہیں دے گی۔ چلو پہلے یہ تو ہمی بوتل اٹھاؤ اور اپنے منہ سے لگاؤ۔"

وہ بوتل کو ہاتھ نہیں لگانا چاہتا تھا مگر بے اختیار اسے اٹھا کر منہ سے لگا کر پانی یا سوڈے کے بغیر غٹا غٹ پینے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بوتل خالی ہو گئی۔ اندھوں کے ہاتھوں سے چھوٹ کر فرش پر گر پڑی۔ وہ تیزی سے پینے کے باعث ہانپ رہا تھا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ روشو نے کہا۔ "ذرا دم لو۔ ابھی پوری ایک بوتل باقی ہے۔"

اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دو دو چار چار روشو دکھائی دے رہے تھے اور وہ تمام روشو ہنستے ہوئے کہہ رہے تھے۔ "افسوس' موت تجھے اتنی مہلت نہیں دے رہی ہے کہ اپنے پارٹنر یہودہ شمعون سے دو باتیں کر سکے۔ اسے اور اپنی بھتیجی ارینا کو پیش آنے والے خطرات سے آگاہ کر سکے۔ چل' یہ بوتل بھی اٹھا لے۔"

وہ پوری طرح ہوش میں نہیں تھا۔ شی تارا نے اس میں مزاحمت پکڑنے کی توانائی پیدا کی۔ اس نے اسے کھول کر منہ سے لگایا اور تپ تپ پینے لگا۔

وہ بھری ہوئی بوتل بھی خالی ہو گئی۔ ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ اس نے ابکائی سی لی پھر صوفے سے گر کر تڑپنے لگا۔ روشو نے اسے ایک لات ماری۔ وہ چاروں شانے چت ہو گیا پھر روشو قریب آکر اس کے نرخرے پر ایک پاؤں رکھ کر دبانے لگا۔ پھر شراب منہ سے پچکاری کی طرح نکلی۔ باقی اندر رہ گئی۔ دم باہر ہو گیا۔ وہ ذرا تڑپ کر ساکت ہو گیا۔ اس کے دیدے پھیل کر بے نور ہو گئے۔

یہ کام پارس کا تھا لیکن جب وہ یہودہ کے ہندوستانی آلۂ کار کا تعاقب کر رہا تھا تب ہی جناب تبریزی صاحب کی طرف سے ہدایت ملی تھی کہ وہ کمرے میں جا کر آرام کرے۔ شی تارا اسے مردہ سمجھ رہی ہے اور آئندہ بھی اسے مرحوم سمجھتی رہے گی۔

وہ آفرین کے ساتھ آرام سے سو رہا تھا اور وہ جو دشمن جاں تھی وہ پارس کے دشمنوں کی جان سے کھیل رہی تھی۔

اس نے کمانڈر کے پاس آکر کہا۔ "تم سب جسے میجر کیدار شرما کی لاش سمجھ رہے ہو وہ دراصل پارس کی لاش ہے۔" کمانڈر نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں' اس لاش کو ہمارے دھرم کے مطابق جلایا نہیں جائے گا۔ اسے بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا جائے گا۔"

"تم یہ چونکا دینے والی بات کہہ رہی ہو۔ لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے لے جایا گیا ہے۔ میں ابھی فون پر کہتا ہوں کہ اس لاش کے چہرے پر میجر کا میک اپ ہے تو اسے واش کر کے حقیقت معلوم کی جائے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے رابطہ ہونے پر ایک ماتحت افسر سے کہا۔ "ہمیں شبہ ہے کہ وہ میجر کیدار شرما کی لاش نہیں ہے۔ تم خود جاؤ اور اس کے چہرے کا میک اپ چیک کرو۔"

اُدھر سے کہا گیا۔ "سر! ابھی میں آپ سے رابطہ کرنے والا تھا۔ یہ بتانا تھا کہ مسلمان باغیوں نے کیمپ کو بم سے اڑا دیا ہے۔ وہاں میجر کیدار شرما اور میری سمیت وغیرہ کی لاشیں رکھی ہوئی تھیں' ان سب کے چیتھڑے اڑ گئے ہیں۔ یہ پہچاننا ممکن نہیں رہا ہے کہ وہ لاشیں کن مرنے والوں کی ہیں۔"

شی تارا کمانڈر کے اندر رہ کر یہ سن رہی تھی۔ بڑبڑا کر بولی۔ "ہے بھگوان! یہ کیا ہو گیا؟ اس کے ماں باپ اور رشتے دار آخری وقت اس کا چہرہ بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ اگر فراد علی نے بیٹے کا مطالبہ کر دیا تو کیا ہو گا؟"

کمانڈر نے کہا۔ "پارس یہاں اصل نام اور پاسپورٹ سے نہیں آیا تھا۔ ہمیں اس سلسلے میں انجان بن کر رہنا چاہیے۔"

"ہم لاکھ انجان بن کر رہیں مگر اب تو جانتا ہے کہ بنیا یہاں آیا تھا اور آکر پیٹ کے لیے گم ہو گیا ہے۔ ہم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے مردہ دماغ کو چھو نہیں سکے گا۔ باپ سمجھ لے گا کہ یہاں اس کے بیٹے کی زندگی سے کھیلا گیا ہے۔"

"سمجھنے دو۔ وہ ثبوت کے بغیر ہمیں الزام نہیں دے سکے گا۔ ہمیں اپنے دیس کی بھلائی کی خاطر انجان بن کر رہنا چاہیے۔"

وہ داؤدی طور پر حاضر ہو کر سوچ میں پڑ گئی۔ ایک تو پارس کی ابدی جدائی کا دکھ تھا۔ اس پر مجرمانہ خاموشی لازمی ہو گئی تھی۔ یہ خبر تمام ممالک تک پہنچ گئی تھی کہ میں نے لیلیٰ کی موت کی ہلاکت کا انتقام لینے کے لیے ہیڈ کوارٹر اور ایٹمی پلانٹ میں کیسی زبردست تباہی مچائی ہے۔ شی تارا اپنے دیس کو اتنا بڑا نقصان نہیں پہنچنے دینا چاہتی تھی اس لیے مجبوراً خاموش رہی۔

○☆○

داؤد منڈولا نے جس برین تومم کو ہیڈ کوارٹر میں پہنچایا تھا اس کا نشہ اتر چکا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری ڈی اس کے چور خیالات کو اچھی طرح پڑھ رہے تھے۔ انہیں پتا چلا کہ اسرائیلی انٹیلی جنس کا چیف برین تومم اس کا جڑواں بھائی ہے لیکن اس سے شاذ و نادر ہی رابطہ ہوتا ہے۔ انہوں نے شرابی برین تومم کو رابطہ کرنے پر مجبور کیا۔ جب رابطہ ہو گیا تو انہوں نے فل ایبب کے برین تومم کی توازن کر اس کے اندر جانا چاہا لیکن اس نے سانس روک لی۔ پھر فون کے ذریعے اپنے بھائی سے کہا۔ "برادر! تمہارے دماغ میں کوئی چھپا ہوا ہے' وہ میرے اندر آنا چاہتا تھا مجھ سے ابھی باتیں نہ کرو۔"

تھری ڈی کے ایک ڈی کرین نے شرابی برین تومم کی زبان سے کہا۔ "برادر! فون بند نہ کرنا۔ ورنہ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔"

"مائی گاڈ! تم کہاں پھنس گئے ہو؟ تمہارے اندر کون ہے؟ اس سے کہو مجھ سے باتیں کرے۔"

"وہ کہتا ہے تمہارے دماغ میں آکر باتیں کرے گا۔"

"اس سے کہو میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ نہ چاہنے کے باوجود بے اختیار سانس روک لیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ جب تک تم کسی کے توہمی عمل سے نجات نہیں پاؤ گے یہ لوگ تجھے قیدی بنا کر رکھیں گے۔ جب کبھی اپنے دماغ کے دروازے کھولنا چاہو تو سپر ماسٹر سے رابطہ کر لینا۔"

فون کا رابطہ ختم کر دیا گیا۔ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری ڈی نے سپر ماسٹر کے پاس آکر کہا۔ "سر! انٹیلی جنس کا وہ چیف کسی نہ کسی توہمی عمل کے زیر اثر ہے۔ ورنہ وہ اپنے بھائی کی رہائی کی خاطر ضرور اپنے دماغ میں آنے دیتا۔"

اسی وقت ائیر کام پر اشارہ موصول ہوا۔ سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

لیڈی سیکریٹری نے کہا۔ "سر! اسرائیلی انٹیلی جنس کا چیف آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے انٹر کام آف کر کے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا پھر پوچھا۔ "ہیلو چیف! کیا بھائی کی یاد آرہی ہے؟"

برین تومم نے پوچھا۔ "میرے بھائی کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔"

"وہ ملٹری ہیڈ کوارٹر میں گھس آیا تھا۔ کیا ہم ایک جاسوس کو خوش آمدید کہتے؟"

"تم جھوٹا الزام لگا رہے ہو۔ وہ جاسوس نہیں قانون کا احترام کرنے والا شہری ہے۔"

"الزام جھوٹا نہیں ہے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں نے اس چور کے چور خیالات پڑھے ہیں۔"

"ہمارے پاس بھی خیال خوانی کرنے والے ہیں اور وہ اس الزام کو جھوٹا ثابت کر سکتے ہیں۔ تم نے سپر ماسٹر ہو۔ میں مشورہ دیتا ہوں خواہ مخواہ دو ملکوں کے دوستانہ تعلقات میں گڑبڑ نہ کرو۔ ورنہ اسلامی ممالک کے خلاف ہمارے تمہارے درمیان جو سمجھوتا ہے اس پر ہمیں نظر ثانی کرنی پڑے گی۔"

سپر ماسٹر سوچ میں پڑ گیا۔ ابتدا سے امریکی پالیسی یہ رہی ہے کہ بظاہر اسلامی ممالک کا دوست اور ہمدرد رہے اور درپردہ اسرائیل کو عذاب بنا کر ان مسلمان حکمرانوں پر مسلط رکھے۔ امریکا اور اسرائیل برسوں سے ایسی پالیسیوں پر عمل کرتے آرہے ہیں۔

سپر ماسٹر نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں اس شرط پر تمہارے بھائی کو رہا کر رہا ہوں کہ وہ فوراً یہ ملک چھوڑ دے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر تھری ڈی سے کہا۔ "اس پر توہمی عمل کر کے اسے اپنا تابعدار جاسوس بناؤ۔ وہ اپنے بھائی کے پاس تل ابیب جائے گا تو تم اس کے اندر رہ کر بہت کچھ معلوم کر سکو گے۔"

تھری ڈی میں سے ایک ڈی نے کہا۔ "سر! میں اس پر عمل کروں گا پھر ہم تینوں میں سے کوئی بھی اس کے اندر جا کر اسرائیلی انٹیلی جنس کے راز معلوم کرتا رہے گا۔"

ڈی کرین وہاں سے چلا گیا۔ سپر ماسٹر نے ایک قاتل ڈی ہاوے کو دیتے ہوئے کہا۔ "مسٹر ہاوے! یہ مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک کی فائل ہے۔ تم انہیں پڑھ کر یہ معلوم کر سکو گے کہ کس اسلامی ملک کے سربراہ میں کون کون سی کمزوریاں ہیں اور وہاں کی بااثر شخصیات کو کس طرح ہمارے مفادات کے مطابق استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

ڈی ہاوے نے وہ فائل لے کر کہا۔ "مل رائٹ سر! میں فائل کی اسٹڈی کرنے کے بعد ٹپ سے لائن آف ایکشن کی منظوری لوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ سپر ماسٹر نے تیسرے ڈی کو ایک قاتل' ویڈیو فلمیں اور آڈیو کیسٹس دے کر کہا۔ "پاکستان اور بھارت جب سے آزاد

ہوئے ہیں تب سے وہ کشمیر پر اپنا حق جتانے کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے آرہے ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ دو جانور ہمیشہ ایک ہڈی کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے رہیں گے اور ہم انہیں لڑاتے رہیں گے لیکن پچھلے برسوں سے کشمیر کے عوام نے آزادی کے لیے جہاد شروع کردیا ہے۔ یہ تحریکِ آزادی دنیا کے تمام ممالک کو متوجہ کر رہی ہے۔"

"سر! ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا ہے؟"

"پاکستان میں بدترین سیاسی و معاشی حالات پیدا کرنے ہوں گے۔ اس طرح پاکستانی حکومت اور وہاں کے عوام اپنے مسائل میں الجھتے رہیں گے۔ جب وہ اپنی ذاتی مصیبتیں دور کرنے کے سلسلے میں پریشان رہا کریں گے تو کشمیری مسلمانوں کا بھرپور ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ صرف زبانی حمایت کرتے رہیں گے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "مسٹر ڈی مورا! تم اردو ہندی اچھی طرح سمجھ اور بول لیتے ہو۔ وہاں چاروں صوبوں کی زبانیں مختلف ہیں۔ ان چاروں صوبوں کے مسلمان صرف مذہب کے باعث ایک ہیں۔ ورنہ زبان، تہذیب اور ثقافت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ تم ان عوام کو ذریعہ بنا کر لسانی فسادات کرا سکتے ہو۔ پاکستان کی ڈرگ مافیا تمہارا بھرپور ساتھ دے گی۔ اس ڈرگ مافیا میں بھارتی جاسوس ہیں۔ تم انہیں ویڈیو کیسٹوں میں دیکھ سکو گے۔ یہ فائل اور کیسٹس لے جاؤ۔"

ڈی مورا میز پر سے وہ تمام چیزیں اٹھا کر وہاں سے اپنے بنگلے میں چلا آیا۔ ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی رہائش ملٹری ہیڈ کوارٹر میں تھی۔ ڈی مورا نے اپنے کمرے میں آرام سے بیٹھ کر پہلے فائل کو توجہ سے پڑھا پھر وی سی آر میں کیسٹ لگا کر ٹی وی اسکرین پر ان بھارتی سراغرسانوں کو دیکھنے لگا جو لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں مسلمان بن کر رہ رہے تھے۔ ایسے پاکستانی افسران اور بڑے عہدیداران بھی تھے جو ڈرگ مافیا کے ہاتھوں اپنا ضمیر بیچ چکے تھے۔

وہ سب باری باری اسکرین پر آرہے تھے۔ اپنا کوڈ نمبر اور کوڈ ورڈ بتا کر اپنا مختصر سا تعارف کرا رہے تھے۔ ڈی مورا ان میں سے ایک ایک کو دیکھتا تھا۔ ان کی باتیں سنتا تھا۔ پھر وی سی آر آف کرکے دماغ میں پہنچ کر پاکستان کے موجودہ حالات اور اس جاسوس کی کارکردگی کے متعلق معلومات حاصل کرتا تھا پھر وی سی آر آن کرکے دوسرے جاسوس یا پاکستان کی دلالی کرنے والے کو دیکھتا تھا۔

ایسے ہی وقت اس نے لاہور کے ایک علاقے کے ڈپٹی کمشنر کو دیکھا۔ وہ اپنا کوڈ ورڈ بتا کر کہنے لگا۔ "پہلے میں ڈرگ مافیا کا ایک معمولی ایجنٹ تھا۔ پھر میں نے مافیا کے تعاون سے اپنے علاقے کے ایک سیاستدان کے لیے بڑی محنت کی۔ الیکشن میں اس کی ہونے والی ہار کو جیت میں بدل دیا۔ اسے اسمبلی میں پہنچا دیا۔ اس سیاستدان نے وزیر بنتے ہی مجھے یہاں کا ڈی سی بنا دیا ہے۔"

ڈی مورا نے ڈی سی آر کو آف کرکے ڈی سی کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ اس کی سوچ نے کہا "یہاں کی پوری پولیس فورس میرے احکامات کی پابند ہے۔ میں سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کرتا رہتا ہوں لیکن اب میری راہ میں مشکلات پیدا ہونے والی ہیں۔"

ڈی مورا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے ان مشکلات کے متعلق وضاحت سے سوچنا چاہیے۔"

ڈی سی نے کہا۔ "قریبی علاقے میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی پیدا ہوگئی ہے۔"

یہ ایک چونکا دینے والی بات تھی۔ ڈی مورا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا پھر کوڈ ورڈز ادا کرکے بولا۔ "ابھی میں تمہارے دماغ کے اندر بول رہا ہوں۔ کیا وہ بھی اسی طرح تمہارے اندر آتی ہے؟"

ڈپٹی کمشنر نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"دوست ہوں۔ اسی لیے تمہارے کوڈ ورڈز جانتا ہوں۔ میرا تعلق امریکا کے اس سپر سٹرکچر سے ہے جو تمہارے ہاں ڈرگ مافیا کے ہاتھ مضبوط کرتا ہے۔ مجھے بتاؤ، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کون ہے؟"

"ایک متوسط لڑکی ہے۔ اس کا نام فرحانہ ہے۔ وہ دو ہفتے پہلے تک نہایت ہی غریب اور کمزور سی لڑکی تھی۔ ایک نہایت ہی پسماندہ بستی میں رہتی تھی پھر اچانک ہی اسے عروج حاصل ہوگیا۔ اب وہ لاہور کے ایک مہنگے علاقے میں ایک شاندار محل نما کوٹھی میں رہتی ہے اور وہ ہم سب کے دھکے چھپے راز جانتی ہے۔"

وہ بولا۔ "مسٹر ڈی سی! فی الوقت دنیا میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں، ان سب کے نام ہماری فہرست میں درج ہیں لیکن فرحانہ کا نام اس فہرست میں نہیں ہے پھر تم کہتے ہو، وہ پاکستانی ہے اور لاہور کی رہنے والی ہے۔"

"بے شک وہ لاہور کے ایک علاقے بھگوان پورہ میں پیدا ہوئی تھی۔ وہیں جوان ہوئی اور وہیں تعلیم حاصل کی ہے۔"

"پھر تو تمہیں کسی طرح کا دھوکا ہو رہا ہے۔ یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ فرہاد علی تیمور کے بعد پاکستان میں پھر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی پیدا نہیں ہوئی ہے۔"

"لیکن وہ جانتی ہے اور دماغ کے اندر چھپے ہوئے راز پوری تفصیل سے بتا دیتی ہے۔"

"تم نے اس سے کب ملاقات کی تھی؟"

"میں پولیس کے ایک اعلیٰ افسر اور انٹیلی جنس کے ایک نوجوان افسر کے ساتھ کل اس کی کوٹھی میں گیا تھا۔ اس نے ہم سے ڈرائنگ روم میں ملاقات کی تھی۔ ہم سے پہلے ایک پولیس افسر اسے گرفتار کرنے گیا تھا مگر اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکا تھا۔ اس کے سامنے زمین پر حقیر کیڑے کی طرح رینگتا ہوا باہر چلا گیا تھا۔ ہم

نے اس سے نرم لہجہ اختیار کیا تو وہ بھی نرمی سے بولتی رہی۔"

"وہ پولیس افسر اسے کیوں گرفتار کرنا چاہتا تھا؟ اور تم اس سے کیوں ملنے گئے تھے؟"

"ہمیں شبہ تھا کہ وہ کوئی بڑی واردات کرکے اچانک دولت مند بن گئی ہے۔ جب ایک انسپکٹر اس کے سامنے کیڑے کی طرح رینگنے لگا تو شبہ ہوا کہ وہ کوئی پُراسرار علم جانتی ہے اور جب اس نے ہم سے یہ کہا کہ ہم اس سے بھی بڑی وارداتیں کرتے ہیں تو ہم چونک گئے۔ وہ ہماری وارداتوں کی تفصیل بتانے لگی۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ہمارے اندر کی چھپی ہوئی باتیں جانتی ہوگی۔ ہم اسے گرفتار نہ کرسکے۔ چپ چاپ واپس چلے آئے۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ کسی اور پُراسرار ذریعے سے اس نے تم سب کا کچا چٹھا معلوم کیا ہوگا۔ اگر ٹیلی پیتھی جانتی تو تمہارے اندر آکر ایسے ہی بولتی جیسے میں ابھی بول رہا ہوں۔"

"شاید تم درست کہہ رہے ہو۔ وہ تمہاری طرح ہم میں سے کسی کے اندر نہیں بول رہی تھی۔"

"تم اس سے فون پر بات کرو۔ میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ وہ کون سا پُراسرار علم جانتی ہے۔ ہوسکتا ہے وہ اپنے علم کے ذریعے آگے چل کر ہمارے لیے مصیبت بن جائے۔"

ڈی سی نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر شیرو کی آواز سنائی دی۔ ڈی سی نے کہا۔ "اپنی بہن سے کہو، میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اسے ہولڈ کرنے کے لیے کہا گیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے انتظار کرنے لگا۔ ڈی مورا، شیرو کے اندر آگیا۔ وہ بہن کے کمرے کے پاس آکر دروازے پر دستک دے کر کہہ رہا تھا۔ "فرح! ڈی سی صاحب تم سے فون پر باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ بولی۔ "اس کے لیے دروازے پر آنا کیا ضروری تھا۔ وہیں سے فون پر کہنا چاہیے تھا۔ ٹھیک ہے۔ ادھر ریسیور رکھ دو۔"

فرحانہ نے بیڈ پر کروٹ بدل کر سرہانے رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھایا۔ اسی وقت پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ پھر سانس لیتے ہوئے ریسیور کان سے لگا کر بولی۔ "کون ہو تم؟"

"میں ہوں، ڈی سی دلدار حسین۔۔۔۔"

"میں تمہیں نہیں، اسے پوچھ رہی ہوں جو تمہارے اندر چھپا ہوا ہے اور میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "میں ڈی سی دلدار حسین کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تم سے تعارف حاصل کرنا چاہتا ہوں اور تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"پہلے اپنے ہسٹری پیش کرو اور یہ بتاؤ کہ مجھ سے دوستی کرنا کیوں چاہتے ہو؟ تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

اُردو ادب کا نیا رُخ

آپ کے جانے پہچانے مشہور ادیب اثر نعمانی کے قلم سے

طنز و مزاح سے لبالب بھرپور رومانی ناولوں کے دلچسپ سلسلے کی چار کتابیں

گھر کی مُرغی

قیمت ۲۰/- روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/- روپے

حکیمی ٹیکسی

قیمت ۲۰/- روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/- روپے

بے وقوف

قیمت ۲۰/- روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/- روپے

آپ کے سر پر

قیمت ۲۰/- روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/- روپے

آرڈر بھیجیے۔ یہ ناول آج ہی حاصل کیجیے

کتابیات پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

تمہیں ایک امریکی ہوں۔ مجھے ایشیائی لوگ پسند ہیں۔ تم دیکھ رہی ہو کہ میں تمہارے ملک کی زبان بول رہا ہوں اس سے اندازہ کر سکتی ہو کہ مجھے تمہاری زبان سے اور تمہارے ملک سے کتنی محبت ہے۔"

وہ بولی۔ "لیکن مجھے پاکستان سے زیادہ دولت کمانے سے مطلب ہے اسی لیے میں ڈی سی دلدار حسین کو دوست سمجھتی ہوں۔"

"پھر تو ہماری دوستی پکی ہوگی کیونکہ میں بھی دولت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہوں۔ مجھے ڈی سی نے بتایا ہے کہ تم اچانک ہی امیر کبیر ہو گئی ہو۔ ہمارے لیے کام کرو گی تو اور زیادہ بے حساب دولت حاصل کرتی رہو گی۔"

"میں دولت کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ بولو مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو؟"

"تمہاری صلاحیتوں کے مطابق تمہیں کام دیا جائے گا۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارے پاس کون سا پُراسرار علم ہے۔ ہمارے درمیان کوئی پردہ نہیں رہنا چاہیے۔"

"میں مسلمان لڑکی ہوں۔ میرا مذہب پردے میں رہنا سکھاتا ہے اس لیے میں پردے میں رہوں گی۔"

"خوب باتیں بناتی ہو۔ مسلمان عورتیں چہرے کو اور بدن کو چھپاتی ہیں اور تم اپنا علم چھپا رہی ہو۔"

"ہمیں ہر وہ بات چھپانے کا حکم ہے جسے ہمارا مجازی خدا چھپانے کو کہتا ہے۔"

"تمہارا مجازی خدا کون ہے؟"

"میں کیسے بتاؤں؟ میں نے ابھی تک اسے دیکھا نہیں ہے۔ تم یقین نہیں کرو گے مگر میں یہ بات قسم کھا کر کہتی ہوں۔"

"تم قسم کھا رہی ہو تو یقین کرتا ہوں۔ اب یہ سمجھا دو کہ تم نے اسے دیکھا نہیں ہے تو وہ تمہارا شوہر کیسے ہو گیا؟"

"میں نے صرف اس کی آواز سنی ہے۔ ہمارا نکاح ٹیلی فون پر ہوا تھا۔ کچھ سمجھ میں آیا؟"

ان باتوں کے دوران ساجد علی (ایوان راسکا) اس کے اندر آگیا تھا اور دوسری طرف کی آواز اور لہجہ کو توجہ سے سن رہا تھا پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ڈی مورا نے سانس روک لی۔

ساجد واپس فرحانہ کے پاس آگیا۔ ڈی مورا' ڈی سی کی زبان سے فون پر کہہ رہا تھا۔ "آخر تم نے میرے اندر پہنچنے کی ناکام کوشش کر کے اپنی خیال خوانی کے علم کو ظاہر کر ہی دیا۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ مجھے یہ علم نہیں آتا۔ اگر ابھی کوئی تمہارے پاس آیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے درمیان صرف ڈی سی دلدار حسین ہی نہیں کوئی اور بھی ہے۔ ابھی چند لمحے پہلے میں نے بھی سانس روک لی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ تم پھر میرے دماغ میں آنے کی حماقت کر رہے ہو۔"

ڈی مورا نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی میں تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔ کیا آج سے پہلے بھی تم پر ایسی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک لیا کرتی تھیں؟"

"ہاں' ایسا کئی بار ہو چکا ہے۔ ابھی میرے سانس روکنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اجنبی ڈی سی کے پاس گیا ہو گا۔ وہاں تمہاری آواز سنی ہو گی۔ یوں تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کی ہو گی۔"

"اس کا مطلب ہے وہ ناکام ہو کر پھر ڈی سی کے اندر چلا گیا ہے اور ہماری گفتگو سن رہا ہے۔ میں ابھی رابطہ ختم کرتا ہوں پھر کسی وقت تم سے باتیں کروں گا۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ ساجد نے کہا۔ "ویل ڈن فرحانہ! تم نے بڑی خوبصورتی سے باتیں بنائیں ہیں' میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ فرحانہ مسکرانے لگی۔ وہ ڈی مورا سے گفتگو کرتے وقت ساجد کو محسوس کر چکی تھی۔ ساجد نے اپنی آمد کا وہی وقت مقرر کر رکھا تھا۔ وہ فون پر باتیں بنا کر ڈی مورا سے اسی لیے گفتگو کو طول دے رہی تھی کہ ساجد آکر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے اجنبی کو سن لے۔

ساجد ڈی سی دلدار حسین کے پاس آگیا تھا۔ وہاں ڈی مورا اس سے کہہ رہا تھا۔ "مسز دلدار! آپ کیا تم نہیں جانتے کہ کوئی اجنبی خیال خوانی کرنے والا تمہارے اندر چھپا رہتا ہے؟"

"ہمیں تو صرف فرحانہ پر شبہ تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

"وہ ابھی گفتگو کے دوران میرے اندر نہیں آئی تھی کیونکہ فون پر اس کی باتوں کے دوران کسی نے میرے اندر آنے کی کوشش کی تھی۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں کوئی دوسرا پُراسرار علم جانتی ہے۔"

"پھر یہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا کون ہے۔ ابھی میرے اندر ہے تو پلیز بولے۔ ہم سے دوستی کرے۔"

ساجد نے اپنے خاموشی توڑی آواز اور لہجہ بدل کر بولا۔ "ڈی سی میں تم سے کبھی دوستی نہیں کروں گا کیونکہ تم میرے کسی کام کے نہیں ہو۔ ہاں' یہ جو تمہارے اندر بول رہا ہے اس سے ایک شرط پر دوستی ہو سکتی ہے۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "مجھے پاکستان میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دوست مل جائے اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ میرے دوست! اپنی شرط پیش کرو۔"

ساجد نے کہا۔ "میں فرحانہ پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا ہوں۔ میں نے پہلی بار اس کے پاس جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار اسے ٹیلی فون پر مخاطب کیا اور حال دل بیان کیا تو اس نے کہا' وہ اپنے بچپن کے ساتھی کو چاہتی ہے۔ اس نے فون پر نکاح ہو چکا ہے تب سے میں رقابت کی آگ میں جل رہا ہوں۔ جو شخص اس کا محبوب ہے میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا کیونکہ وہ کوئی پُراسرار علم جانتی ہے اور اپنے محبوب کی حفاظت

کرتی ہے۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "یہی میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون سا پُراسرار علم جانتی ہے۔ میں نے اس سے فون پر گفتگو کرنے سے پہلے اس کے بھائی شیرو کے ذریعے اس کی آواز سنی تھی۔ کیا تم نے اس کے بھائی کو آلۂ کار بنا کر اسے ٹریپ کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"میں ہر طرح سے کوشش کر چکا ہوں۔ تم بھی کر کے دیکھ لو۔ میری تمہاری دوستی کی شرط یہی ہے کہ فرحانہ کو کسی طرح قابو میں کر کے اسے میرے حوالے کر دو۔ پھر میں اس ملک میں تمہارا دست راست بن کر رہوں گا۔"

"میں اس ملک میں دشمن نہیں دوست پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ تم سے بھی دوستی کرنے کے لیے اسے ضرور ٹریپ کروں گا یہ بتاؤ' تمہارا نام کیا ہے؟ اور آئندہ تم سے رابطہ کیسے ہو گا؟"

"ہم اسی ڈی سی کی کھوپڑی میں آکر ملاقات کا وقت مقرر کر لیا کریں گے۔ تم میرے نام سے واقف ہو۔ سپر ماسٹر کے ریکارڈ میں دیکھو۔ میرا نام جے مورگن ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "وہ گاڈ! پھر تو تم امریکی ہو۔ میرے دوست میرے بھائی۔ میں نے ریکارڈ میں پڑھا تھا کہ اسرائیل میں تمہارا برین واش کیا گیا تھا اور انہوں نے تمہیں سخت پابندیوں میں رکھا تھا۔"

"یہ بہت پرانی بات ہو چکی ہے۔ میں زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گیا ہوں۔ ارادہ تھا کہ امریکا واپس چلا جاؤں گا لیکن ٹی وی پر ایک دستاویزی فلم میں فرحانہ کو دیکھ کر دیوانہ ہو گیا اور اب اس کے لیے لاہور میں بھٹک رہا ہوں۔"

"مسٹر مورگن! میں ہر حال میں فرحانہ کو تمہارے لیے ٹریپ کروں گا لیکن میری بھی ایک شرط ہے کہ تم اپنے ملک اور قوم کے لیے کام کرو گے۔"

"میں محبِ وطن امریکی ہوں۔ فرحانہ کا معاملہ ایک الگ سی چیز ہے لیکن امریکا کے لیے میں کسی شرط کے بغیر کام کروں گا۔"

"واہ دوست! تم نے دل خوش کر دیا ہے۔ میں پاکستان کے عوام کو اور حکمرانوں کو سیاسی اور معاشی مسائل میں اس طرح الجھانے آیا ہوں کہ یہ لوگ کشمیر کے مسئلے کی طرف توجہ نہیں دے سکیں گے۔ ان پاکستانیوں کے اپنے مسائل ہی ان کے لیے پہاڑ بن جائیں گے۔"

"منصوبہ اچھا ہے۔ مجھے بھی کوئی ذمے داری دو اور بتاؤ کہ کام کس طرح شروع کیا جائے؟"

"میں پہلی بار یہاں ڈی سی کے دماغ میں آیا ہوں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہاں آتے ہی ہم امریکی ایک دوسرے سے متعارف ہو گئے ہیں۔ میرا نام ڈی مورا ہے۔ ہم پہلے لاہور' اسلام آباد اور کراچی کے حالات کا جائزہ لیں گے۔ اگلے ماہ اس ملک میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہو رہے ہیں۔ یہ چالیں چلی جا رہی ہیں کہ یہاں ہماری مرضی کی حکومت قائم ہو اور ایسا ضرور ہو گا۔ پھر ہمارے اشاروں پر چلنے والی حکومت آئندہ پانچ برس کے لیے کشمیر اور ایٹمی پروگرام کو سرد خانے میں ڈال دے گی۔"

"اس ملک میں یہی ہوتا آیا ہے اور یہی ہوتا رہے گا۔ آئندہ رابطے کا وقت مقرر کرو۔"

اس نے دوسرے دن اسی وقت ڈی سی کی کھوپڑی میں ملاقات کا وعدہ کیا۔ پھر ساجد' فرحانہ کے پاس آیا۔ وہ بولی "کیا اس سے لمبی گفتگو ہو رہی تھی؟"

ساجد اسے بتانے لگا کہ اس کا نام ڈی مورا ہے اور وہ پاکستان میں کسی منصوبے پر عمل کرنے آیا ہے۔ فرحانہ نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ "کانٹا تھا سا ہوتا ہے مگر چبھتا ہے تو بڑی تکلیف دیتا ہے۔ پاکستان ہمارے لیے گلشن ہے اور مخالفین کے لیے کانٹا ہے۔ یہ چھوٹا سا ملک بڑے ملکوں کی آنکھ میں چبھتا رہتا ہے۔ اللہ اسے نظرِ بد سے بچائے۔"

ساجد نے کہا۔ "اور اللہ بچا رہا ہے۔ روس جیسا سپر پاور اس ملک کو مٹانے کی کوشش کرتے کرتے خود مٹ رہا ہے۔ بھارت بھی چراغِ سحری ہے' بجھنے سے پہلے بہت زیادہ بھڑک رہا ہے۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی شیرو کی آواز آئی۔ "فرح! دروازہ کھولو۔ تمہیں ابا بلا رہے ہیں۔"

ساجد نے کہا۔ "ابھی دروازہ نہ کھولنا میں ابھی آتا ہوں۔"

اس نے شیرو کے اندر آکر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک اٹھ کر آیا ہے اور اپنی مرضی کے خلاف دستک دے کر ابا کے بلانے والی بات جھوٹ کہہ رہا ہے۔

وہ فرحانہ کے پاس آگیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولی۔ "بھائی! ڈرائنگ روم میں جاؤ اور انٹرکام پر بات کرو۔"

ساجد نے کہا۔ "وہ ڈرائنگ روم میں جا رہا ہے۔ اب وہ انٹرکام کے پاس پہنچ رہا ہے۔"

اسی وقت انٹرکام پر اشارہ موصول ہوا۔ فرحانہ نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "جو میرے بھائی کے اندر چھپا بیٹھا ہے' میں اسے کہہ رہی ہوں۔ لاہور' اسلام آباد اور کراچی میں جتنے اس کے آلۂ کار ہیں' میں ان سب کو باری باری ختم کر دوں گی تاکہ تم آئندہ کسی کو جیسا کبھی بنا کر میرے دروازے پر نہ آسکو۔ ابھی تمہارے پہلے چچیرے ڈی سی دلدار حسین کو قتل کر رہی ہوں۔ اسے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "ٹھہرو فرحانہ! میں نے کسی دشمنی کے لیے تمہارے بھائی کو آلۂ کار نہیں بنایا ہے۔ ہماری جو باتیں ادھوری رہ گئی تھیں انہیں مکمل کرنے آیا ہوں۔ ہیلو۔ ہیلو فرحانہ۔ ہیلو۔ ہیلو۔"

پتا چلا دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا ہے۔ وہ خیال خوانی

کی پرواز کرتا ہوا ڈی سی دلدار حسین کے پاس آیا لیکن ذرا دیر ہوگئی۔ ساجد نے اس سے پہلے آکر ڈی سی کے ذریعے باہر کھڑے ہوئے سپاہی کو بلایا۔ اِدھر سپاہی نے آکر پوچھا۔ "یس سر! آپ نے بلایا ہے۔"

اُدھر ڈی مورا نے آکر کہا۔ "مسٹر دلدار حسین! کسی کو کمرے میں نہ آنے دو۔ تمہاری جان خطرے میں ہے۔ ارے ارے یہ سپاہی کیوں آیا ہے؟"

اس سے پہلے کہ سپاہی کو روکا جاتا اس نے رائفل سیدھی کرکے گولی چلا دی۔ ڈی سی اپنی کرسی پر سے اچھل کر دوبارہ بیٹھ گیا۔ جب وہ اچھلا تو زندہ تھا۔ بیٹھا تو مردہ ہوچکا تھا۔ ڈی مورا کی سوچ کی لہریں باہر نکل گئی تھیں۔

اس نے پھر شیرو کو آلۂ کار بنا کر انٹرکام کے ذریعے کہا۔ "مس فرحانہ! یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ اس طرح تم نے بے حساب دولت جمع نہیں کرسکو گی بلکہ بے حساب دشمن بناتی رہو گی۔"

"میں خود کو دولت کا لالچی کہہ رہی تھی جبکہ دولت کو ٹھکراتی ہوں۔ میں خود کو وطن فروش ظاہر کرکے تمہارا جغرافیہ معلوم کررہی تھی۔ اب اپنے سپراسٹرکچر کو کہو کہ وہ تم سے ہاتھ دھولے۔ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پاکستان کی زمین راس نہیں آئے گی۔"

"تم نے جس چُھرّی سے ایک سپاہی کے ذریعے دلدار حسین کو قتل کرایا ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

"ہاں' جانتی ہوں جاؤ اور سر پکڑ کر سوچو کہ ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی لاہور کے ایک چھوٹے سے علاقے جگووان پورہ میں کہاں سے پیدا ہوگئی جبکہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تم لوگوں نے پیدا کرنے کا ٹھیکا لے رکھا ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ساجد نے کہا۔ "وہ شیطان تمہارے اندر آسکتا ہے۔ اس لیے جارہا ہوں۔ ابھی آجاؤں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس وقت وہ ایک طیارے میں سفر کررہا تھا۔ پیرس سے کراچی اور پھر کراچی سے لاہور جانے والا تھا۔ وہ پیرس سے بہت سی یادگار مسرتیں لے کر جارہا تھا۔ وہاں جھیل کے کنارے جو خوبصورت کاٹیج بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک کاٹیج میں اس کی ملاقات سونیا ثانی اور علی تیمور سے ہوئی تھی۔ انہوں نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا تھا۔ اس سے بڑی محبت سے پیش آئے تھے۔

اسی شام وہ ایک میٹرنٹی ہوم میں سلطانہ اور سلمان سے ملاقات کرنے گیا۔ وہ ایک بیٹی کے والدین بن گئے تھے پھر سلمان اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے گیا۔ وہاں سونیا نے بڑے پیار سے اس کا استقبال کیا۔ اس نے کبریٰ فرہاد اور اعلیٰ پی پی ثانی کو گود میں لے کر پیار کیا۔ بڑی دیر تک سونیا سے باتیں کرتا رہا پھر وہاں جوجو' باربرا اور صفورا آگئیں۔ وہ خوشی سے کِھلا جارہا تھا۔ وہ ایک ایسی فیملی میں پہنچ گیا تھا جہاں قدم رکھنے کا تصور بھی وہ پہلے نہیں کرسکتا تھا۔

باربرا نے کہا۔ "ساجد! میں تمہاری عدم موجودگی میں فرحانہ کے پاس جاتی رہتی ہوں۔ جناب تمیزی صاحب کی ہدایت ہے کہ تم دونوں کا نکاح ٹیلی فون پر پڑھا دیا جائے۔"

ساجد نے کہا۔ "محترم بزرگ کی ہدایت سر آنکھوں پر۔ شاید اس طرح نکاح پڑھانے میں کوئی مصلحت ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "وہاں دشمن تمہارے لیے اتنے مسائل پیدا کریں گے کہ لاہور تمہارے لیے کانٹوں کا شہر بن جائے گا۔ اس شہر کو پھولوں کی سیج بنا کر یہاں سے جاؤ۔ وہاں تمہیں نکاح پڑھانے کی بھی فرصت نہیں ملے گی۔"

وہ سونیا' سلمان' جوجو' صفورا اور باربرا کے ساتھ جناب تمیزی کے حجرے میں آیا۔ ان کی قدم بوسی کی' اسے ایک نئی زندگی دینے کا شکریہ ادا کیا پھر آمنہ فرہاد کو مؤدبانہ سلام کرکے عقیدت سے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ جناب تمیزی صاحب نے فرمایا۔ "کوئی کسی کو مسلمان' عیسائی اور یہودی نہیں بناتا۔ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دیتا ہے اسے راستی اور تعمیری راستہ ملتا رہتا ہے۔ میری دعا ہے کہ تمہیں ایسے ہی سچائی اور نیکی کے راستے ملتے رہیں اور گمراہی تم سے دور رہے۔"

لاہور میں فرحانہ سے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ قائم ہوگیا۔ جناب تمیزی صاحب نے اسے بھی دعائیں دیں۔ اس کے والدین سے گفتگو کی۔ ان سے نکاح کی اجازت لے کر فرحانہ اور ساجد کو ازدواجی رشتے میں منسلک کردیا۔

ایسے وقت اس کے بھائی شیرو کو اس کوٹھی سے دور رکھا گیا۔ آمنہ فرہاد نے کہا۔ "فرحانہ! اس وقت ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے پاس موجود ہیں۔ تمہارے والدین بھی ہیں۔ دشمن آئندہ شیرو کو آلۂ کار بناتے رہیں گے۔ اس لیے اسے تمہاری شادی کے وقت دور رکھا گیا ہے۔"

سونیا نے ٹیلی فون کے ذریعے فرحانہ کو مبارکباد دی پھر مشورہ دیا۔ "کچھ عرصے کے لیے خاموشی سے لاہور چھوڑ کر اسلام آباد چلی جاؤ۔ اپنے بھائی اور والدین کو بھی کسی دوسری جگہ منتقل کردو۔"

علی تیمور اور صفورا نے بھی اسے ٹیلی فون کے ذریعے مبارکباد دی۔ باقی ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکیاں اس کے پاس آتی رہیں اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرتی رہیں۔ اسی صبح ساجد ایک طیارے میں لاہور کے لیے روانہ ہوگیا۔ ابھی سفر جاری تھا۔ وہ آرام سے اپنی سیٹ پر بیٹھا کبھی میرے تمام فیملی ممبران کو یاد کررہا تھا اور کبھی تمام تصور سے فرحانہ کو دلہن کے روپ میں دیکھ رہا تھا۔

○☆○

ڈی مورا دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچ میں پڑ گیا کہ پاکستان میں ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کہاں سے پیدا ہوگئی؟ کیا اسے یہ علم

قدرتی طور پر حاصل ہوا ہے؟ یا وہ کوئی امریکی لڑکی ہے جو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے علم حاصل ہونے کے بعد پاکستان پہنچی ہوئی ہے۔

ماضی میں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے کئی لڑکیوں نے یہ علم حاصل کیا تھا۔ پھر ان میں سے کوئی اپنے ملک میں نہیں رہی' سب مرے اُڑ گئی تھیں۔ کچھ مرچکی تھیں' کچھ ایسی تھیں جن کے مرنے جینے کی کوئی رپورٹ نہیں تھی۔ ان میں سے مرینا' الپا' باربرا اور سونیا ثانی منظرِ عام پر تھیں۔ حیرانی یہ تھی کہ فرحانہ کہاں سے ٹپک پڑی ہے؟

ڈی مورا نے ڈی سی کی موت سے پہلے اس کے دماغ سے یہ بھی طرح معلوم کرلیا تھا کہ فرحانہ ایک پاکستانی لڑکی ہے۔ چند روز پہلے بہت غریب تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ نہ وہ کبھی امریکا گئی اور نہ ہی کبھی ٹرانسفارمر مشین سے گزری ہے۔ فرہاد علی تیمور کے بعد دوسری پاکستانی ہستی ہے جس نے اپنی محنت اور قدرت کی منشا سے یہ علم سیکھا ہوگا۔

وہ اپنے بنگلے سے نکل کر سپراسٹرکچر کے دفتری کمرے میں آیا۔ پھر اس نے فرحانہ کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ اس نے بھی سن کر کہا۔ "واقعی یہ حیرانی اور تشویش کی بات ہے کہ پاکستان میں ایک نئی خوانی کرنے والی پیدا ہوگئی ہے۔"

"اور اس نے میرے پہلے آلۂ کار دلدار حسین کو قتل کردیا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ میں پاکستان میں جس ضمیر فروش کو بھی بدلوں گا' وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"ہوں۔ پہلے ہی مرحلے پر مضبوط مخالفت کا مظاہرہ ہوچکا ہے۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ تنہا ہے یا اس کی پشت پر اور بھی کتنے ہیں۔"

"مسٹر! مجھے مورگن اس پر عاشق ہے۔ وہ کہتا ہے' کسی طرح فرحانہ کو قابو میں کرکے اس کے حوالے کیا جائے گا تو وہ اسے لے امریکا چلا آئے گا۔"

"نان سنس۔ جب ہم فرحانہ کو قابو میں کرلیں گے تو پھر مجھے مورگن کا احسان کیوں لینا۔"

"سر! اس میں ایک نکتہ ہے۔ اگر فرحانہ' مجھے مورگن کو کسی طرح پھانس لے گی تو اس کی طاقت بڑھ جائے گی۔ اسی لیے میں نے مورگن سے وعدہ کیا ہے کہ اس کے لیے فرحانہ کو ٹریپ کروں گا۔ مورگن حیرتستان میں مجھے مورگن کو پھانس کر اسے پھر سے اپنے وفادار بناؤں گا۔"

"فی الحال اپنی توجہ فرحانہ پر مرکوز کرو۔ تمہیں یہ معلوم ہے کہ اس نے کس علاقے میں کس کوٹھی میں رہتی ہے۔ اس کوٹھی کا خاکہ بنا کر دو کہ وہ وہاں سے نکل نہ پائے۔ وہ جوابی کارروائی کرے گی تو پتا چل جائے گا کہ اس کی پشت پر اور کتنے اہم لوگ ہیں۔ جوابی کارروائی شروع کرنے سے پہلے مخالف کی پوری قوت کو صحیح طرح

وہ پھر اپنے ہیڈ کوارٹر والے بنگلے میں آگیا۔ فرحانہ کے متعلق کچھ معلوم کرنے کے لیے اس نے پہلے شیرو کو آلۂ کار بنایا۔ شیرو اس وقت اپنے والدین کے ساتھ ایک گاڑی میں سفر کررہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اپنے ننھیال ایک چند میں جارہا ہے اور وہیں اپنے والدین کے ساتھ ایک طویل عرصہ تک رہے گا۔

اس نے شیرو کی سوچ میں سوال کیا۔ "فرحانہ جوان لڑکی ہے' ہم اسے تنہا لاہور میں کیوں چھوڑ کر جارہے ہیں؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "وہ خودمختار ہے اس پر کسی جن کا سایہ ہے۔ ہم اس کا حکم ماننے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔"

"کیا وہ اتنی بڑی کوٹھی میں تنہا رہے گی؟"

"نہیں وہ بھی شہر چھوڑ کر کہیں جانے والی ہے۔"

شیرو اور اس کے والدین کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں جانے والی ہے۔ ڈی مورا' پولیس کے اس اعلیٰ افسر کے پاس آیا جو ڈی سی دلدار حسین کے ساتھ فرحانہ کی کوٹھی میں جاکر اس سے ملاقات کرچکا تھا۔

اس افسر کا نام ملک جاوید حیات تھا۔ وہ دلدار حسین کے قتل کے سلسلے میں اس سپاہی کو پکڑ کرلے گیا تھا جس نے گولی چلائی تھی۔ وہ بے چارہ قسمیں کھا رہا تھا کہ اس نے ہوش و حواس میں رہ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ گولی چلانے کے بعد اسے ہوش آیا اور پتا چلا کہ اس نے اپنے ڈی سی کو مار ڈالا ہے۔

اس کے بیان پر کوئی یقین نہیں کررہا تھا۔ ڈی مورا نے اعلیٰ افسر سے کہا۔ "مسٹر ملک! یہ درست کہہ رہا ہے۔"

ملک جاوید حیات نے اپنے سر کو تھام کر سوچا۔ "یہ میرے اندر کیسی آواز آئی ہے جیسے کوئی بول رہا ہو۔"

"ہاں' میں بول رہا ہوں۔ میرا نام ڈی مورا ہے۔ اپنے پولیٹیکل مافیا کے سپرایجنٹ سے میرے بارے میں تصدیق کرسکتے ہو۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے تمہیں تحفظ دینے آیا ہوں۔"

اس نے ایک کمرے میں آکر دروازے کو بند کیا پھر فون کے ذریعے پولیٹیکل مافیا کے ایک سپرایجنٹ سے رابطہ کرکے پوچھا۔ "کیا آپ کسی ڈی مورا کو جانتے ہیں جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"ہاں وہ ہماری مدد کرنے کے لیے پاکستان آیا ہے۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ڈی مورا نے کہا۔ "اب سنو۔ وہ لڑکی فرحانہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اس نے سپاہی کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ذریعے ڈی سی کو قتل کیا ہے؟"

"اوہ گاڈ! قانون تو ثبوت مانگتا ہے۔ میں اسے قاتل کیسے ثابت کروں گا؟"

"ان معاملات میں قانون کو بالائے طاق رکھو۔ پہلے اپنے بڑوں کو اور عوام کو یقین دلاؤ کہ اس شہر میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے

والی فلاں علاقے اور فلاں کوٹھی میں رہتی ہے۔ وہ یہاں دہشت پھیلانے کے لیے ذمے داران افسران کو قتل کررہی ہے اور تخریبی کارروائیاں کررہی ہے۔"

"جب وہ دوسرا تیسرا قتل کرے گی اور تخریبی کارروائی کرے گی تب اس پر الزام رکھا جاسکے گا۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "تمہارے جیسے گھاس چرنے والوں کو یہاں افسر بنا دیا جاتا ہے۔ ذرا عقل سے سوچو' جو افسران ہماری پولیٹیکل مافیا کے خلاف ہیں مجھے ان کی آوازیں سناؤ۔ میں انہیں قتل کروں گا اور الزام فرحانہ پر آیا کرے گا۔ ایسی دو اساز کمپنیوں کے مالکان کا نام بتاؤ جو ڈرگ مافیا کا مال ریفائن کرنے سے انکار کرتے ہیں' ان کی فیکٹریوں میں بم کے دھماکے ہوں گے اور یہ تخریب کاری فرحانہ کے نام جائے گی۔"

"ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ تم بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا کرسکتے ہو۔ تم ہماری مدد اور تحفظ کے لیے آئے ہو اس لیے اتنا یقین دلا دو کہ وہ مجھے بلیک میل نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ میرا کچا چٹھا جانتی ہے۔"

"تم دو چار دنوں کے لیے چھٹی پر رہو اور مجھے اس افسر کے دماغ میں پہنچا دو جو تمہارا مخالف ہے اور ہماری مافیا والوں کے خلاف کارروائی کرتا رہتا ہے۔"

اس نے کہا۔ "ایک ڈی ایس پی محمد اقبال ہے۔ وہ ہم جیسے پولیس افسران کا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ نہ رشوت لیتا ہے اور نہ رشوت لینے دیتا ہے۔ میں بڑے صاحب کو فون کرتا ہوں۔ تم انہیں قائل کرو کہ ڈی سی دلدار حسین کا کیس ڈی ایس پی اقبال کے سپرد کیا جائے۔"

اس نے اپنے افسر سے فون پر رابطہ کیا پھر کہا "سر! ابھی میرے پنڈ سے فون آیا ہے۔ میری والدہ فوت ہوگئی ہیں۔ مجھے فوراً والدہ کی تجہیز و تکفین کے لیے جانا ہوگا۔ میں صدمے سے نڈھال ہوں۔ واپس آکر چھٹی کی درخواست لکھ دوں گا۔"

افسر نے کہا۔ "تمہاری والدہ کی وفات کا ہمیں افسوس ہے۔ تم جاؤ میں وہاں دوسرے افسر کو بھیج رہا ہوں۔"

"سر! جانے سے پہلے ایک اہم رپورٹ دینا چاہتا ہوں۔ شاید آپ یقین نہ کریں' ہمارے شہر میں فرحانہ نامی ایک لڑکی ہے۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سپاہی جان محمد کو سحرزدہ کرکے اس کے ذریعے گولی چلا کر ڈی سی صاحب کو قتل کیا ہے؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور سے میری اچھی واقفیت رہی ہے۔ اگر یہاں ایسی کوئی دشمن لڑکی ہے تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔ اس کا پتا نوٹ کراؤ۔"

وہ پتا نوٹ کرانے کے بعد بولا۔ "سر! ڈی ایس پی محمد اقبال بہت قابل افسر ہیں۔ وہ فرحانہ سے نمٹ سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس معاملے پر غور کررہا ہوں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ ڈی مورا افسر کے خیالات پڑھنے لگا اور اسے قائل کرنے لگا کہ ڈی ایس پی اقبال کو فرحانہ کا محاسبہ کرنے کی ذمے داری دی جائے۔

وہ قائل ہوگیا۔ اس نے فون پر ڈی ایس پی اقبال کو حکم دیا کہ وہ ڈی سی دلدار حسین کے مرڈر کیس کو اپنے ہاتھ میں لے اور فرحانہ کا محاسبہ کرے۔ اسے بتایا گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور شاید ملک دشمن عناصر کے لیے کام کررہی ہے۔

ڈی ایس پی نے اچانک سانس روک لی۔ پھر سانس لیتے ہوئے بولا۔ "سر! اس وقت کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے درمیان ہے اور ہماری باتیں سن رہا ہے۔"

افسر نے پوچھا۔ "یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟ کیا وہ تمہارے اندر بول رہا ہے؟"

"نو سر! میں یوگا کا ماہر ہوں۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہوں۔ اس کی سوچ کی لہریں میرے اندر آئی تھیں لیکن سانس روکتے ہی وہ چلی گئیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ فرحانہ ہوگی؟"

"وہ جو بھی ہے اس وقت آپ کے دماغ میں موجود ہے۔ میں اس سے کہتا ہوں میرے پاس آئے۔ میں سانس نہیں روکوں گا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر افسر نے پوچھا۔ "ہیلو! کیا وہ تمہارے پاس آئی ہے؟"

"نو سر! مجرمانہ خاموشی ہے۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔ ابھی اس کی کوٹھی کا محاصرہ کرنے جارہا ہوں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ ڈی مورا کی مرضی کے مطابق کام ہورہا تھا لیکن اسے ایک فکر لاحق ہوگئی تھی۔ افسر نے کہا تھا کہ میری اس سے اچھی واقفیت ہے یعنی کسی موقع پر وہ مجھ سے رجوع کرتا تو میں اپنی حکمتِ عملی سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیتا۔

دوسری پریشانی یہ تھی کہ وہ یوگا کے ماہر ڈی ایس پی کے ذہن میں نہیں رہ سکتا تھا اور اسے آلۂ کار بنا کر اپنی مرضی کا کھیل نہیں کھیل سکتا تھا۔ اس نے ملک جاوید حیات کے پاس آکر کہا۔ "دو باتیں ہمارے خلاف ہیں۔ ایک تو یہ کہ افسر کی واقفیت فرہاد سے ہے۔ کسی وقت بھی فرہاد کو ہمارے معاملات میں مداخلت کے لیے بلا لے۔"

"یہ تو بہت ہی تشویش کی بات ہے۔ اسے ہمیشہ کے لیے خاموش کرنا ہوگا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ یہی کروں گا اور اس کے قتل کا الزام بھی فرحانہ پر آئے گا۔"

"ہمارے خلاف دوسری بات کیا ہے؟"

"وہ ڈی ایس پی یوگا کا ماہر ہے میں اس کے اندر رہ کر اسے آلۂ کار نہیں بنا سکوں گا۔ یہ معلوم کرو کہ ڈی ایس پی کا اسسٹنٹ کون ہے؟ مجھے اس کی آواز سناؤ۔"

میں جانتا ہوں۔ انسپکٹر جیلانی اس کا قابلِ اعتماد اسسٹنٹ ہے۔ میں ابھی اس کی آواز سناتا ہوں۔"

اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر ڈائل کیا پھر رابطہ قائم ہونے پر کسی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو! کون بول رہا ہے؟"

ملک جاوید خاموش رہا۔ ڈی مورا نے کہا۔ "ٹھیک ہے ریسیور رکھ دو۔ میں اس کے پاس جارہا ہوں۔"

وہ انسپکٹر جیلانی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے کہہ رہا تھا۔ "ہیلو ہیلو کون ہے؟"

پھر اس نے دروازے پر کھڑے ہوئے ڈی ایس پی اقبال کو دیکھ کر ریسیور رکھ دیا۔ فوراً ہی اٹھ کر سیلوٹ کیا۔ ڈی ایس پی نے اسے اشارے سے اپنے کمرے میں آنے کو کہا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے سینئر کے پیچھے کمرے میں آیا۔ اس نے پوچھا۔ "فون پر کسی نے جواب نہیں دیا؟"

"میں سر! دوسری طرف خاموشی تھی۔"

وہ اپنی کرسی پر آکر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "اب جو کیس ہمارے ہاتھ میں آیا ہے' اس میں ایسے ہی تماشے ہوں گے۔"

"سر! کیسے تماشے؟ میں نہیں سمجھا۔"

"ہمارے شہر میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے۔ میرے دماغ میں آنا چاہتی تھی۔ ناکام ہوکر تمہارے اندر پہنچی ہوئی ہے۔"

انسپکٹر جیلانی نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر پوچھا۔ "سر! کیا واقعی؟"

وہ اٹھ کر بولا۔ "ہاں تم ایسا کرو۔ ایک گھنٹے کے لیے اس عمارت سے باہر چلے جاؤ اور واپس آکر رپورٹ دو کہ اس عرصے میں تم نے اپنی مرضی کے خلاف کیا کچھ کیا ہے۔ تم باہر جانے تک میرے کسی سے ایک لفظ نہیں بولو گے۔ اب جاؤ۔"

وہ سیلوٹ کرکے چلا گیا۔ ڈی ایس پی نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اسے فرحانہ کا نام پتا اور فون نمبر بتایا گیا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیا۔ رابطہ ہونے پر فرحانہ کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا۔ "میں مس فرحانہ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "جی ہاں۔ میں فرحانہ بول رہی ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

"تعجب ہے۔ آپ مجھے نہیں جانتیں؟ ابھی آپ نے میرے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی اور ابھی یہ فون اٹینڈ کرنے سے پہلے میرے اسسٹنٹ کے اندر پہنچی ہوئی تھیں۔"

"سر! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ آخر آپ کون ہیں؟"

"پہلی بار میں نے سانس روک لی۔ وعدہ کرتا ہوں' اب نہیں روکوں گا۔ میرے دماغ میں آکر معلوم کرو میں کون ہوں؟"

وہ تھوڑی دیر تک سوچ میں پڑ گئی پھر بولی۔ "کیا آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں کہ تھوڑی دیر پہلے کوئی آپ کے اندر آیا تھا یا آئی تھی؟"

"تمہارا یہ سوال کہہ رہا ہے کہ اس سلسلے میں تم انجان ہو۔ یا انجان بن رہی ہو۔"

"اگر آپ کوئی ذمے دار شخص ہیں تو میں آگے بات کروں گی۔ ورنہ فون بند کردوں گی۔"

"میں ڈی ایس پی محمد اقبال ہوں۔ کیا مجھے ایک ذمے دار شخص تسلیم کرتی ہو؟"

"سب ہی پولیس والے اپنی ذمے داریوں کا احساس نہیں کرتے ہیں۔ اگر آپ واقعی ایک محبِ وطن پولیس افسر ہیں تو میں آپ کی بہن بن کر خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں کہ پہلی بار آپ کی آواز سن رہی ہوں۔ اس سے پہلے نہ آپ کے دماغ میں آئی تھی اور نہ ہی آپ کے کسی اسسٹنٹ کو جانتی ہوں۔"

"کیا ایک بہن کی زبان سے بھائی کے چند سوالوں کے جواب دو گی؟"

"اگر آپ نے دل سے بھائی بننا قبول کیا ہے تو فون پر کوئی سوال نہ کریں۔ میرے پاس آجائیں۔ باہر میرے لیے خطرہ ہے ورنہ میں آپ کے پاس آجاتی۔"

"کوئی بات نہیں' میں آرہا ہوں۔"

"ایک بات اور ہے ویرا؟ میں بہن بن کر دروازہ کھولوں گی مگر کوئی دھوکا ہوگا اور کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کے دماغ میں ہوگا تو اسی لمحے میں پولیس کا شعبہ آپ سے ہمیشہ کے لیے محروم ہوجائے گا۔"

"میں بھی خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ یوگا کا ماہر ہوں۔ میرے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے؟ میں بالکل تنہا آرہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر اٹھ گیا۔ دوسری طرف ڈی مورا نے ملک جاوید حیات کے پاس آکر کہا۔ "تم نے کس کمبخت ڈی ایس پی کو فرحانہ کے پیچھے لگایا ہے۔ وہ ہماری توقع کے خلاف بہت چالاک ہے۔ اس نے سمجھ لیا ہے کہ میں اس کے اسسٹنٹ کے ذریعے اس کے قریب رہ کر اس کے طریقۂ کار کو دیکھتا رہوں گا۔"

"کیا اس نے تمہیں پہچان لیا ہے؟"

"نہیں' یہی ایک بات ہمارے حق میں ہے کہ وہ مجھے فرحانہ سمجھ رہا ہے لیکن مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اب وہ کیا کرنے والا ہے؟"

"وہ فرحانہ کی کوٹھی کا محاصرہ کرے گا تو محاصرہ کرنے والے جتنے سپاہی ہوں گے ان سب کے دماغوں میں تم جاسکو گے۔"

ڈی مورا افسر کے دماغ میں آیا۔ اس نے اس کی مرضی کے مطابق ریسیور اٹھا کر ڈی ایس پی اقبال کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف دیر تک فون کی گھنٹی بجتی رہی پھر ایک سپاہی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو کون؟"

"ڈی ایس پی کہاں ہے؟"

"سر! وہ ابھی کہیں باہر گئے ہیں۔"

"کیا اپنے ساتھ سپاہیوں کو لے گیا ہے۔"

"نہیں جناب۔ اکیلے گئے ہیں۔ میں ان کی جیپ کا ڈرائیور ہوں' مجھے بھی ساتھ نہیں لے گئے۔"

"وہ جیسے ہی آئے مجھ سے بات کرنے کو کہو۔"

افسر نے ریسیور رکھ دیا۔ ڈی مورا نے سوچا شاید ڈی ایس پی اپنے قابلِ اعتماد اسسٹنٹ انسپکٹر جیلانی سے کہیں جا کر ملے گا۔ وہ جیلانی کے دماغ میں آیا مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ وہ ایک پارک میں بیٹھا اپنے بڑے صاحب کے حکم کے مطابق ایک گھنٹا گزار رہا تھا۔

فرحانہ کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔ پردے کی آڑ سے باہر دیکھ رہی تھی۔ پولیس کی ایک جیپ احاطے میں داخل ہوئی تھی۔ اس میں ایک ہی افسر بیٹھا ہوا خود ڈرائیو کرتا آرہا تھا۔ وہ جیپ پورچ میں آکر رکی تو اس نے دروازہ کھول دیا۔ ڈی ایس پی نے اندر آکر اس کے ہاتھوں میں ریوالور دیکھا پھر مسکرا کر کہا۔ "میں وردی میں ہوں مگر ہتھیار جیپ میں چھوڑ کر آیا ہوں تاکہ تم پوری طرح مجھ پر بھروسا کرسکو۔"

وہ جواباً مسکرا کر بولی۔ "شکریہ! پلیز آپ دروازے کو اندر سے بند کردیں۔"

وہ دروازے کو بند کرنے کے بعد اطمینان سے چلتا ہوا ایک صوفے پر آکر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "اگر تم اپنے ریوالور سے مجھے زخمی کردو گی تو تمہیں دماغ میں جگہ مل جائے گی۔"

"آپ زبان کے سچے ہیں۔ واقعی بھائی بن کر آئے ہیں۔ میں آپ سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گی۔ سچ بات یہ ہے میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں۔ یہ علم میرے مجازی خدا جانتے ہیں۔"

"وہ صاحب کہاں ہیں؟"

"میرے اندر ہیں۔ آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں' کیا آپ اجازت دیں گے؟"

"بے شک' بہن کے لیے دل کا دروازہ کھولا ہے۔ بہنوئی کے لیے دماغ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔"

"تو پھر آپ لوگ باتیں کریں میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ ساجد نے اس کے اندر آکر سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ "وعلیکم السلام۔"

ساجد نے کہا۔ "میرا نام ساجد علی ہے۔ میرا سابقہ نام ایوان راسکا تھا اور میں عیسائی تھا۔ میں نے جناب علی اسد اللہ تبریزی سے اسلام قبول کیا ہے۔ شاید آپ جانتے ہوں یہ بابا صاحب کے ادارے کے ایک کامل بزرگ ہیں۔"

"میں نے ان کا ذکر سنا ہے۔ فرہاد علی تیمور صاحب کے حوالے سے اس ادارے کو جانتا ہوں اور آپ کو دینِ اسلام قبول کرنے پر مبارک باد دیتا ہوں۔"

ساجد اپنے اور فرحانہ کے مختصر حالات سنانے لگا۔ اس دوران وہ ایک ٹرالی میں ناشتا اور چائے لے آئی۔ ڈی ایس پی نے ایک بسکٹ اٹھا کر اسے دانتوں سے تھوڑا سا کاٹ کر چباتے ہوئے پوچھا۔ "اچھا تو تم وہ 'دلہن ہو' جس نے ابھی تک اپنے دُولہا کو نہیں دیکھا ہے۔"

وہ شرمانے لگی۔ وہ بولا۔ "تم کتنی معصوم اور مہذب ہو۔ شرمانے کی بات پر بے اختیار شرما رہی ہو اور اس کوٹھی کے باہر تمہیں دہشت گرد سمجھا جارہا ہے۔"

فرحانہ نے کہا۔ "میں نے اور ساجد نے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دوستی کا جھانسا دے کر اس سے حقیقت اگلوائی ہے۔ اس کا تعلق امریکا سے ہے۔ اس کا نام ڈی مورا ہے۔ وہ پاکستان کے پرامن ایٹمی پروگرام اور کشمیر کے مسئلے کو کھٹائی میں ڈالنے آیا ہے۔ وہ ایک سپر پاور کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ یقیناً بہت بااختیار اور وسیع ذرائع کا مالک بن کر آیا ہوگا۔"

ڈی ایس پی نے کہا۔ "ہمارے ملک کے خلاف بڑی گہری سازشیں ہورہی ہیں اور ایسی سازشوں میں ہمارے ملک کے بڑے بڑے لالچی عہدیدار شریک رہتے ہیں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے تمہارے جیسی بہن اور ساجد صاحب جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا محبِ وطن پاکستان مل گیا ہے۔ ہم سب مل کر ان کی سازشوں کو ناکام بنانے کی کوشش کریں گے۔"

ساجد نے کہا۔ "ابھی ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ فرحانہ یہاں محفوظ نہیں ہے۔ میں رات کے آٹھ بجے تک یہاں پہنچنے والا ہوں۔ میں بھی اس کوٹھی میں داخل ہونے کے بعد باہر نہیں نکل سکوں گا۔"

"ہوں۔ باہر پولیس والے کھڑے ہیں۔ ڈی مورا ان سب کو آلۂ کار بنا کر حملے کرسکتا ہے۔ تم دونوں کو اسی طرح روپوش رہنا چاہیے کہ کوئی دشمن تمہارے سائے تک نہ پہنچ سکے۔"

فرحانہ نے کہا۔ "اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ میں ساجد کے آنے سے پہلے یہ کوٹھی' یہ شہر چھوڑ دوں۔ پھر میں جہاں جا کر روپوش ہوں گی وہاں ساجد پہنچ جائیں گے۔"

"تو پھر یہاں سے چلنے کی تیاری کرو۔ اپنا مختصر سا ضروری سامان لے آؤ۔ تب تک میں ساجد سے باتیں کررہا ہوں۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ ڈی ایس پی نے کہا۔ "ڈی مورا میرے اندر آنے کی کوشش کررہا تھا اور میں اسے فرحانہ سمجھ رہا تھا۔ بہرحال اب وہ معلوم کرتا پھر رہا ہوگا کہ میں کہاں ہوں اور کیا کررہا ہوں۔"

"یعنی وہ ناکامی کی صورت میں تمہارے بڑے افسران کو آلۂ کار بنا کر یہاں لاسکتا ہے اور فرحانہ کا راستہ روک سکتا ہے؟"

"ہاں۔ وہ ایسا کرسکتا ہے ہمیں اس کی مصروفیات کا پتا ہونا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔ جب تک میں لائن نہ کروں فرحانہ کو کوٹھی سے باہر نہ لے جانا۔"

وہ ڈی ایس پی کے دماغ سے نکل کر ڈی مورا کے پاس آیا۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ چند سیکنڈ کے بعد دوبارہ آکر بولا۔ "سانس نہ روکنا۔ میں ہے مور گن ہوں۔"

"مسٹر ہے مور گن! تم کہاں رہ گئے تھے؟ میں نے سپر باسٹر کو تمہارے مختصر حالات بتائے ہیں۔ وہ تمہاری واپسی پر بہت خوش ہوگا۔ ہمارے درمیان رابطے کے لیے کوئی کوڈ ورڈز مقرر ہونے چاہئیں۔"

"میں تم سے رابطہ کرنے کے لیے ڈی سی دلدار حسین کے دماغ میں آیا تھا۔ پتا چلا اس کا دماغ مردہ ہوچکا ہے۔"

"تمہارے جانے کے بعد اس کمبخت فرحانہ نے بڑی چالاکی سے اسے قتل کردیا تھا۔"

ساجد نے کہا۔ "میں تمہارے اندر اتنی ہی دیر رہنے کی مہلت لایا تھا۔ تم نے یہ مہلت دے دی۔"

یہ کہتے ہی اس نے دماغ کو ایک زبردست جھٹکا پہنچایا۔ پورے دماغ کی دنیا میں زلزلہ آگیا۔ وہ اپنے بنگلے کے ایک صوفے سے اچھل کر چیخیں مارتا ہوا فرش پر گرا پھر تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔

اس کی چیخیں سن کر کتنے ہی مسلح فوجی اور افسران دوڑتے ہوئے اندر آئے۔ اسے فرش پر سے اٹھاتے ہوئے پوچھنے لگے۔ "تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کیا تکلیف ہے تمہیں؟"

سپر باسٹر بھی دوڑا چلا آیا۔ اس نے قریب آکر اس پر جھک کر پوچھا۔ "ڈی مورا! کیا بات ہے؟"

ڈی مورا نے دیدے پھیلا کر سپر باسٹر کو دیکھا پھر اپنا تھرتھراتا ہوا ہاتھ اس کی طرف سہارے کے لیے بڑھایا۔ سپر باسٹر نے اس کے ہاتھ کو تھام کر پوچھا۔ "کیا تمہیں کوئی ٹریپ کررہا ہے؟"

اس کے ہونٹ لرزنے لگے۔ سر کی تکلیف ایسی شدید تھی کہ منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ساجد نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا۔ یہ انتہا تھی۔ وہ برداشت نہ کرسکا۔ ایک ذرا تڑپ کر بے ہوش ہوگیا۔

ساجد نے ڈی ایس پی اقبال کے پاس آکر کہا۔ "راستہ صاف ہے۔ میری دُلہن کو لے جاؤ۔"

○☆○

تھری ڈی میں سے ایک ڈی عارضی طور پر ناکارہ ہوگیا تھا۔ اسے ہیڈ کوارٹر سے اسپتال میں پہنچا دیا گیا تھا۔ آرمی کے دو ڈاکٹر اسے اٹینڈ کررہے تھے اور برین اسکیننگ کے ذریعے اس کی دماغی حالت کی مشینی رپورٹ پڑھتے جارہے تھے۔

سپر باسٹر کے دفتری کمرے میں اس کے سامنے دو ڈی یعنی ڈی کرین اور ڈی ہارولڈ بیٹھے میڈیکل رپورٹ کا انتظار کررہے تھے۔ ڈاؤ منڈولا بھی وہاں آگیا۔ اس نے کہا۔ "میں ڈاکٹر سے مل کر آیا ہوں۔ وہ کہتا ہے بہت بڑا شاک پہنچا ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد شاید اس کا ذہنی توازن برقرار نہیں رہے گا۔"

"شٹ اپ۔" سپر باسٹر نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "کیا ہم جدوجہد کرنا چھوڑ دیں اور تقدیر کے قائل ہوجائیں؟"

ڈی ہارولڈ نے پوچھا۔ "ایسی کیا بات ہے سر؟"

"ایسی ہی بات ہے۔ ایک طویل مدت سے وہ نرانے فار مرمشین ہمارے ملک میں ہے۔ اس کے ذریعے یہاں پچاسوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوچکے ہیں۔ لیکن اس ملک کو ان سے کیا فائدہ پہنچا ہے؟ کچھ نہیں۔ کوئی فائدہ نہیں بلکہ نقصان پہنچا ہے۔ ان میں سے کچھ یہودیوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں' کچھ فرہاد کے ہتھے چڑھ گئے' کچھ مرگئے' کچھ لاپتا ہوگئے۔"

وہ میز پر گھونسا مار کر بولا۔ "تم چاروں میں سے ڈی مورا کا انجام بھی کچھ ایسا ہی نظر آرہا ہے۔ اس کے بعد تم تین رہ جاؤ گے۔ تم تینوں کیا کرو گے؟ اپنے ملک کے لیے کون سا بڑا کارنامہ انجام دو گے؟ جن یہودیوں کو ہم دودھ پلاتے ہیں وہی ہمیں ڈستے ہیں۔ کیا اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان سے چھین کر واپس لاؤ گے؟ کیا تم میں سے کوئی فرہاد کا سرکاٹ کر لائے گا؟ فرہاد تو بہت بڑا پہاڑ ہے۔ ڈی مورا کو تو کل کی چھوکری نے الٹا دیا ہے۔"

وہ تینوں سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے۔ سپر باسٹر نے انہیں باری باری دیکھا پھر کہا۔ "ان حالات میں انسان تقدیر کا قائل ہوجاتا ہے۔ ہم اپنی تدبیر سے کوئی قابلِ ذکر ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہ کرسکے۔ مدتوں بعد ایک ذہین اور معاملہ فہم جان لیوا پیدا ہوا تھا وہ بے چارہ مارا گیا۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ سپر باسٹر نے گرج کر پوچھا۔ "کیا میں پاگل ہوں؟ دیواروں سے باتیں کررہا ہوں؟ یا تم لوگوں کے منہ میں زبان نہیں ہے۔"

ڈی کرین نے کہا۔ "سر! آپ طیش میں آکر بول رہے ہیں ایسے وقت ہماری باتیں آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔"

سپر باسٹر نے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ کر اسے دیکھا پھر اٹھ کر فریج کے پاس آیا۔ اسے کھول کر ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالی پھر اسے کھول کر پیا۔ اس کے بعد بولا۔ "اب میں طیش میں نہیں ہوں۔ میرا دماغ ٹھنڈا ہوگیا ہے۔ اب بولو۔"

ڈی کرین نے کہا۔ "سر! ہمیں اپنی ناکامیوں کے اسباب کو سمجھنا چاہیے۔"

ڈی ہارولڈ نے کہا۔ "جو ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیل میں ہیں وہ ہماری ہی مشین کی پیداوار ہیں وہ سب یہاں سے گئے ہیں پھر کیا بات ہے کہ وہ یہاں کچھ نہ کرسکے اور وہاں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کررہے ہیں۔"

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں۔ ہمارے لوگ دوسروں کے غلام بن کر رہنا کیوں گوارا کرتے ہیں؟"

ڈاؤ منڈولا نے کہا۔ "یہی بات آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ وہ یہاں سے ٹرپ ہوکر جاتے ہیں لیکن کسی کے غلام نہیں رہتے۔

فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے جتنے لوگوں کو ٹریپ کیا بعد میں انہیں آزاد چھوڑ دیا۔ آپ ایک بھی مثال ایسی نہیں دے سکتے کہ وہاں اب تک کوئی غلام بن کر رہا ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن اسرائیلی حکام کیا ان کے برین واش کرکے انہیں یہودی نہیں بناتے ہیں؟"

"بناتے ہیں مگر کام کرنے کی آزادی دیتے ہیں۔ انہیں چار دیواری اور ہیڈ کوارٹر میں قید نہیں کرتے ہم قید رہ کر صرف سوچ کی لہروں کے ذریعے اپنے آلۂ کار کو سمجھتے ہیں اور آلۂ کار سے حاصل ہونے والی معلومات پر بھروسا کرتے ہیں۔"

داؤد منڈولا نے کہا۔ "اس کے برعکس وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف بھیس میں دوستوں اور دشمنوں کے آس پاس رہتے ہیں اور ان کے عمل اور ردِعمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں سمجھتے ہیں' پھر ان حالات کے مطابق بروقت فیصلہ کرکے جوابی کارروائی کرتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "کیا تم تینوں آزادی حاصل کرنے کی قسم کھا کر آئے ہو؟"

داؤد منڈولا نے کہا۔ "آپ غصے میں جو سوالات کر رہے تھے ہم اس کا مدلل جواب دے رہے ہیں۔ آپ لوگوں کا یہ خیال نہایت ہی ناقص ہے کہ ہم ہیڈ کوارٹر میں قید رہ کر دشمنوں سے محفوظ رہ سکیں گے۔ کیا آپ نے ڈی مورا کو دشمنوں سے بچالیا ہے؟"

ڈی کرین نے کہا۔ "فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں ساری دنیا میں گھومتی ہیں۔ انہیں آج تک کسی نے ٹریپ نہیں کیا۔"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "آپ کہیں گے فرہاد کی اسٹیپ شمنٹ میں بڑی پختگی ہے لیکن شی تارا کے آگے پیچھے کوئی حفاظتی دیوار نہیں ہے پھر وہ کیسے آج تک آزادی سے دنیا گھومتی ہوئی زندگی گزار رہی ہے۔ کوئی اسے پکڑ کر کہیں نہیں لے جاتا؟ کیا پکڑنے والے شی تارا سے زیادہ ہمیں حسین سمجھتے ہیں؟"

"ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ اس ملک میں جان لیوڈا نے کارنامے انجام دیے ہیں تو پھر غور کریں۔ اسے کس طرح ہر معاملے میں آزادی دی گئی تھی۔ وہ بھی دنیا گھومتا تھا اور کھلے ذہن سے کام کرکے ہمارے ملک کو فائدہ پہنچایا کرتا تھا۔"

سپر ماسٹر نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "تم تینوں کے دلائل بہت مضبوط ہیں۔ میں اعلیٰ افسران سے اس سلسلے میں گفتگو کروں گا۔"

ڈی کرین نے کہا۔ "آپ میری طرف سے یہ بھی کہہ دیں کہ میں ڈی مورا کی طرح ناکامی کا الزام نہیں اٹھاؤں گا۔ اس سے بہتر ہے کہ میرے ذہن سے ٹیلی پیتھی کا علم واش کردیا جائے۔"

دوسرے دن سپر ماسٹر نے اس معاملے کو اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے سامنے رکھا۔ ان تینوں کے تمام دلائل پیش کیے۔ ان کے سامنے مثالیں تھیں کہ کس طرح آزاد رہ کر کام کرنے والے کامیاب ہوتے ہیں۔ بار بار میری اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مثالیں پیش کی گئیں پھر سب سے بڑی مثال شی تارا کی تھی جو کبھی کسی کی گرفت میں نہیں آتی تھی۔ ایک تنہا عورت کی مثال شرم دلانے کے لیے کافی تھی۔ وہ اس نتیجے پر پہنچ کر انہوں نے اپنے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پابند رکھنے کے باوجود کھو دیا' اب ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آزادی دے کر ان کی کارکردگی آزمائی جائے۔ شاید بہتر نتیجہ نکل آئے۔

تینوں نے جب یہ فیصلہ سنا تو خوش ہو کر کہا۔ "اب ہم کارنامے دکھائیں گے جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے اس کے علاوہ ہم اپنے تمام چھینے ہوئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دشمنوں سے چھین کر واپس لائیں گے۔"

منصوبوں کے مطابق ڈی کرین نے شرابی برین آدم کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ برین آدم قتل اجیب جا چکا تھا۔ ڈی کرین بھی اس کے پیچھے اسرائیل چلا گیا۔

اگرچہ داؤد منڈولا اپنی یہودی قوم میں پہنچنا چاہتا تھا لیکن سپر ماسٹر نے کہا۔ "ڈی مورا فی الحال ناکارہ ہے۔ اس کی جگہ داؤد منڈولا پاکستان جائے گا۔"

تیسرے منصوبے کے مطابق ڈی ہاروے مشرقِ وسطیٰ چلا گیا۔ داؤد منڈولا نے سوچا پہلے وہ پاکستان جائے گا۔ سپر ماسٹر کو خوش کرنے کے لیے ایک آدھ کارنامہ انجام دے گا پھر بھیس بدل کر چپ چاپ اسرائیل پہنچ جائے گا۔

داؤد منڈولا بڑا معاملہ فہم اور چالاک تھا۔ بہت سے کارنامے انجام دے سکتا تھا لیکن اس میں سب سے بڑی کمی یہ تھی کہ وہ پاکستان میں بولی جانے والی کوئی زبان نہیں جانتا تھا۔ صرف انگریزی' عربی اور عبرانی بولنے والوں کے دماغوں میں پہنچ سکتا تھا۔

اس کی اس کمی پر سپر ماسٹر نے دھیان نہیں دیا اور منڈولا نے بھی اس کے سامنے بیان نہیں کیا۔ اگر کرتا تو یہ کہتا کہ ایک چٹا ٹرم کا ماہر اس پر عمل کرکے اردو زبان اس کے دماغ میں منتقل کرائے گا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اسے معمول بنائے اور اس کے اندر کا یہ بھید معلوم کرے کہ وہ بظاہر جان ولسن ہے لیکن باطن میں ایک یہودی داؤد منڈولا ہے۔

اس نے سوچا پاکستان میں جتنے ضمیر فروش پولیٹیکل مافیا سے منسلک ہوں گے وہ بلاشبہ انگریزی جانتے ہوں گے کیونکہ ان کا تعلق امریکی پولیٹیکل مافیا سے ہوتا ہے اور ان سب سے رابطے کی زبان انگریزی ہوتی ہے۔ اگر کسی ایسے شخص کو آلۂ کار بنانا پڑا تو خیال خوانی کے بجائے اسے اچھی خاصی رقم سے خرید لے گا پھر اس سے اپنی مرضی کے مطابق کام لیتا رہے گا۔

وہ واشنگٹن سے نیویارک آیا پھر وہاں سے پاکستان کے لیے روانہ ہوا۔ اس طیارے نے لندن پہنچ کر پرواز ملتوی کی۔ وہاں

ایک گھنٹے بعد پرواز کرنے والا تھا۔ لندن کے مسافر اتر گئے تھے اور نئے جانے والے نئے مسافر خالی سیٹوں پر آنے لگے۔ ایسے میں داؤد منڈولا نے دو جوانوں کو دیکھا۔ وہ شوخ رنگ کی جینز اور جیکٹ پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہاں آتے ہی ایک ائیر ہوسٹس کو چھیڑا۔ وہ مسکراتی ہوئی ان سے کترا کر چلی گئی۔ وہ دونوں منڈولا کے سامنے والی سیٹوں پر آکر بیٹھ گئے۔

وہ ہوسٹس پھر پلٹ کر ان کے پاس آئی اور بولی۔ "آپ نے مجھے بلایا۔"

ایک جوان نے کہا۔ "نہیں ہم نے کالنگ بٹن کو ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔"

دوسرے جوان نے کہا۔ "شاید ہماری آواز تمہارے دل میں دھڑک رہی ہے۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ ہوسٹس اپنی ڈیوٹی کے مطابق مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ وہ تھوڑی دور جا کر رک گئی۔ داؤد منڈولا نے محسوس کیا کہ وہ ہوسٹس کشمکش میں ہے۔ وہ فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا دماغ ضد کر رہا تھا کہ پھر ان جوانوں کے پاس جائے۔ روبا رہے ہیں۔

اور وہ خود کو روک رہی تھی۔ اپنے آپ سے کہہ رہی تھی۔ "وہ نہیں بلا رہے ہیں پھر ان کے پاس جاؤں گی تو وہ میرا مذاق اڑائیں گے۔ اوہ گاڈ! مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں کیوں ان کے پاس جانا چاہتی ہوں؟"

منڈولا نے اس کے اندر توانائی پیدا کی تو اس نے خود کو سنبھال لیا۔ تیزی سے چلتی ہوئی اسٹیورڈ کے پاس آئی پھر بولی۔ "شاید سیٹ نمبر ایف چالیس اور اکتالیس کے مسافر بلا رہے ہیں؟"

اسٹیورڈ سیٹ نمبرز کے بورڈ کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "نہیں' چالیس اور اکتالیس نمبروں کی لائٹیں بجھی ہوئی ہیں۔"

منڈولا نے سامنے بیٹھے ہوئے جوانوں کو دیکھا' ان کے سر اور شانے کا پچھلا حصہ کچھ کچھ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ان کی سیٹ کی طرف جھک گیا۔ اس وقت ایک جوان دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ "بے چاری کو پریشان نہ کرو۔"

دوسرے نے کہا۔ "یار! یہ تو دیکھو' پریشانی میں وہ اور زیادہ حسین اور پُرکشش لگ رہی ہے۔"

"یار ٹالبوٹ! میں تمہاری شوخیوں اور شرارتوں سے گھبرانے لگا ہوں۔ کتنی بار سمجھاؤں کہ یوں خواہ مخواہ اپنے علم کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔"

ٹالبوٹ نے کہا۔ "یار مونارو! میں جو شرارت کر رہا ہوں' اس کے کسی کو ٹیلی پیتھی کا شبہ نہیں ہوگا۔ یہ حسین ہوسٹس بھی سمجھے گی کہ اس کا دل آپ ہی آپ ہماری طرف کھنچا آ رہا ہے۔"

مونارو نے کہا۔ "تمہاری یہ شرارت کسی نئی مصیبت کو دعوت دے سکتی ہے۔ اب بس کرو۔ وہ حسینہ مجھے بھی پسند ہے۔ اس کی سوچ نے بتایا ہے کہ اس کی ڈیوٹی استنبول میں ختم ہو جائے گی۔ ہم بھی وہیں اتر جائیں گے۔ پھر بڑی رازداری سے خیال خوانی کے ذریعے اسے اپنے بیڈ روم میں آنے پر مجبور کردیں گے۔"

داؤد منڈولا ان کی باتیں سن کر اپنی سیٹ پر سیدھا بیٹھ گیا۔ جہاز پرواز کرنے والا تھا۔ اس لیے سیٹ بیلٹ باندھنے لگا۔ اس کے دماغ میں مونارو اور ٹالبوٹ کے نام گونج رہے تھے۔ اس نے واشنگٹن میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ریکارڈ پڑھے تھے ان میں مونارو اور ٹالبوٹ کی بھی فائلیں تھیں۔

وہ دو فائلیں سونیا ثانی کی ایک فائل سے منسلک تھیں۔ ماضی کی مختصر سی روداد یہ تھی کہ جان لیوڈا سونیا ثانی کو ایک محبِ وطن امریکی لڑکی سلوانا سمجھتا تھا۔ اس نے ثانی کی ذہانت اور حاضر دماغی سے متاثر ہو کر اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا۔ ان دنوں اور کئی لوگ ٹرانسفارمر مشین سے گزرے جن میں مونارو اور ٹالبوٹ بھی تھے۔ ان دونوں کو سونیا ثانی کا ماتحت بنایا گیا تھا۔

جب ثانی وہاں سے فرار ہوئی تو اپنے ساتھ مونارو اور ٹالبوٹ کو بھی لے آئی تھی۔ دونوں اس کے زیرِ اثر تھے پھر ایک دن جناب تبریزی صاحب نے ہدایت کی۔ "بیٹی! وہ دونوں غیر سنجیدہ ہیں۔ انہیں آزاد کردو اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔"

وہ ایک ماہ پہلے آزاد ہوئے تھے۔ ایک تو انہیں آزادی کی نعمت ملی۔ دوسری ٹیلی پیتھی کی دولت تھی' خیال خوانی کے ذریعے جہاں چاہتے تھے اپنے لیے بے انتہا رقم پیدا کرلیتے تھے۔ وہ چلتے پھرتے بینک تھے۔ پیرس اور لندن کے مہنگے سے مہنگے ہوٹلوں میں مہنگی سے مہنگی شراب پیتے تھے اور حسین ترین عورتوں کو ایک ایک رات کے لیے خرید لیتے تھے۔ زندگی اتنی رنگین اور حسین پہلے کبھی نہ تھی اور ان کی ٹیلی پیتھی یہ ضمانت دے رہی تھی کہ وہ اسی طرح ہمیشہ عیش و عشرت کی زندگی گزارتے رہیں گے۔

انہوں نے یورپ کے دو چار شہروں میں خاصی تفریح کرنے کے بعد سوچا کہ ساری دنیا کی سیر کرنے کے لیے پہلے وہ جاپان جائیں گے۔ وہاں سے ایک ایک ملک کی سیر کرتے ہوئے آخر میں اپنے ملک امریکا پہنچیں گے۔

وہ دنیا کے گرد پورا ایک چکر لگانے کے لیے جاپان جا رہے تھے۔ لیکن ان میں مستقل مزاجی نہیں تھی۔ اس طیارے میں ایک حسین ہوسٹس کو دیکھ کر نیت بدل گئی تھی۔ اب وہ اس کے ساتھ استنبول میں دن رات گزار کر جانا چاہتے تھے۔

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سانس روکنے اور دماغ کو ہمیشہ حساس رکھنے کے لیے نشہ نہیں کرتے ہیں۔ یہ دھوکا لگا رہتا ہے کہ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا ان کے اندر گھس کر انہیں اپنا معمول اور تابعدار نہ بنالے گا۔ ان دونوں نے یہ طے کیا تھا کہ کبھی کسی خیال خوانی کرنے والے سے نہیں ٹکرائیں گے۔ کسی تنظیم سے رابطہ نہیں رکھیں گے۔ کسی کے معاملے میں نہیں پڑیں گے۔

اپنی ایک الگ ہنستی کھیلتی زندگی گزاریں گے۔ جب بہت ضرورت پیش آئے گی تو خیال خوانی کریں گے ورنہ لوگوں کے سامنے ایک عام انسان کی طرح رہا کریں گے۔

بعد میں ٹالبوٹ کچھ زیادہ ہی منچلا ہوگیا اور حسین عورتوں کو چھیڑنے کے لیے خیال خوانی کے علم کا مظاہرہ کرنے لگا۔ یہ بات مونارو کو پسند نہیں تھی۔ اگرچہ وہ بھی حسن پرست تھا تاہم ٹالبوٹ کو سمجھاتا رہتا تھا کہ وہ سرِعام خیال خوانی سے پرہیز کرے۔

اب سمجھانے کا وقت گزر چکا تھا۔ وہ دونوں منڈولا کی نظروں میں آگئے تھے اور منڈولا کی تو چاندی ہوگئی تھی ٹیلی پیتھی کے دو ہتھیار اس کے ہاتھوں میں آرہے تھے۔

جب جہاز پرواز کرنے لگا اور سیٹوں کے درمیان راہداری سے شراب کی ٹرالی گزرنے لگی تو دونوں نے وہسکی کے ڈبل پیگ لے پھر اپنے اپنے جام سے ہلکی ہلکی سی چُسکی لینے لگے۔ ٹالبوٹ نے کہا۔ "یار! یہ دنیا کتنی خوبصورت ہے۔ دلکش نظارے، رنگین ملبوسات، مسحور کن خوشبوئیں، دلفریب مسکراہٹیں، چاند اور گلاب جیسے حسین چہرے پھر کھانوں میں طرح طرح کی لذتیں ہیں، رنگ ہے، نور ہے، کنکناتے ہوئے لمحات ہیں۔ لوگ جنت کی آرزو میں عبادتیں کرتے کرتے مرجاتے ہیں اور یہ جان نہیں پاتے کہ دنیا کی حسین ترین جنت سے محروم رہ کر منوں مٹی کے تلے دب گئے ہیں۔"

مونارو نے کہا۔ "درست کہتے ہو اس دنیا کی جنت کے مزے صرف وہ لوٹتے ہیں جو بے حد دولت مند ہوتے ہیں یا پھر ہماری طرح خیال خوانی کرنے والے ہوتے ہیں۔"

"ہاں۔ مگر سب ہی خیال خوانی کرنے والے ہماری طرح بے باک اور دلیر نہیں ہوتے۔ وہ سہمے ہوئے رہتے ہیں، عورت کو دیکھ کر ترستے ہیں۔ اس ڈر سے قریب نہیں جاتے کہ کوئی دشمن، عورتوں کو آلۂ کار بنا کر انہیں نقصان پہنچائے گا۔ اس خوف سے شراب کو منہ نہیں لگاتے کہ پھر دماغ حساس نہیں رہے گا اور مدہوشی میں پرائی سوچ کی لہریں محسوس نہیں ہوں گی۔"

داؤد منڈولا بڑی خاموشی سے اس کے اندر چلا آیا۔ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا مونارو کہہ رہا تھا۔ "ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ ڈرتے ڈرتے جینا بھی کوئی جینا ہے؟ میں پینے سے پہلے احتیاطاً سوچتا ہوں کہ پینا نہیں چاہیے۔ کسی دشمن کے لیے اپنے دماغ کا دروازہ نہیں کھولنا چاہیے لیکن پینا شروع کرتے ہی سارا خوف مٹ جاتا ہے۔ شراب جرأت پیدا کرتی ہے۔"

منڈولا اس جرأت مند کے اندر بھی پہنچ گیا۔ ان کے دستی بیگ میں ایک بھری ہوئی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ اس نے دونوں کو اور زیادہ پینے پر مائل کیا۔ جب خاصا نشہ طاری ہونے لگا تو اس نے دونوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ کھانے کی ٹرالی ان کے قریب سے گزری۔ اس وقت وہ گہری نیند میں تھے۔ ہوسٹس نے انہیں جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ آگے بڑھ کر ٹرالی منڈولا کے پاس لے آئی۔ اس نے اپنے لیے ایک پلیٹ میں برائے نام کھانے کی کچھ چیزیں لیں۔ ہوسٹس نے مسکرا کر کہا "یہ دونوں بڑی زندہ دلی دکھا رہے تھے۔ دو پیگ میں ہی لڑھک گئے ہیں۔"

منڈولا نے کہا۔ "آدمی اپنے اعمال سے لڑھکنے کے راستے پر آتا ہے۔ اسے تقدیر اسی راستے پر لڑھکا دیتی ہے۔"

ہوسٹس آگے چلی گئی۔ منڈولا نے پیٹ کی تسلی کے لیے کچھ کھایا۔ ایک کپ کافی پی پھر تازہ دم ہو کر ٹالبوٹ کے اندر پہنچ گیا۔ خود اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ تاکہ مسافر یا ہوسٹس وغیرہ اسے گہری نیند میں سمجھ کر اسے مخاطب نہ کریں۔

اس طرح اس نے نہایت سکون و اطمینان سے پہلے ٹالبوٹ، پھر مونارو پر تنویمی عمل کیا۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنایا پھر کامیابی کی مسرتوں سے سرشار ہو کر خود بھی سوگیا۔ کامیابی اس پہلو سے بھی تھی کہ مونارو اور ٹالبوٹ بیشتر ایشیائی زبانیں جانتے تھے۔ اردو اچھی خاصی بول لیتے تھے۔ انہوں نے منڈولا کی ایک بڑی کمی کو پورا کردیا تھا۔

○☆○

ساجد نے ڈی مورا کو اس بری طرح آؤٹ کیا تھا کہ اب چند گھنٹوں تک فرحانہ کے راستے میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا رکاوٹ نہیں بن سکتا تھا۔

اس نے ڈی ایس پی اقبال کے پاس آکر کہا۔ "میں نے اس دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بیرک میں واپس پہنچا دیا ہے۔ ابھی وہ کئی دنوں تک زیرِ علاج رہے گا۔ فرحانہ کے لیے راستہ صاف ہے۔ آپ اسے جلد ہی یہاں سے لے جائیں۔"

ڈی ایس پی نے کہا۔ "جب دشمن ناکارہ ہوگیا ہے تو پھر عجلت میں یہاں سے نہیں جانا چاہیے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے چھٹی نہیں ملے گی۔ فرحانہ اسلام آباد جانا چاہتی ہے۔ اسے کیسے لے جاؤں؟ اپنی بہن کو تنہا نہیں جانے دوں گا۔"

"یہ تنہا نہیں رہے گی۔ میں اس کے اندر موجود رہوں گا۔ پھر کوئی ایسی مصیبت آئی کہ قانونی سہارے کی ضرورت پڑے تو آپ سے رابطہ کروں گا۔"

ساجد یہ باتیں فرحانہ کی زبان سے کہہ رہا تھا تاکہ وہ بھی سنتی رہے۔ اس نے کہا۔ "اقبال بھائی! آپ ان پولیس والوں میں سے ہیں جو صرف اپنی تنخواہ پر گزارہ کرتے ہیں اور حرام کی کمائی کو ہاتھ نہیں لگاتے لیکن میں آپ کا بھائی ہوں اور ایک بھائی کی دولت پر دوسرے بھائی کا حق ہوتا ہے۔"

"بس آگے نہ کہو۔ میں سمجھ گیا جو بات میرے مزاج کے خلاف ہے اسے بڑی خوبصورتی سے بنا کر بول رہے ہو۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بات نہیں بنا رہا ہوں۔ کیا آپ اپنے بھائی کی کمائی کو حرام کی کمائی سمجھتے ہیں۔"

"دیکھو ساجد! ابھی فرحانہ کو فوراً یہاں سے لے جانا ہے، تم یہ غیر ضروری باتیں نہ کرو۔"

"یہ غیر ضروری نہیں ہے۔ فرحانہ ابھی یہ کوٹھی اور سیف میں لاکھوں روپے چھوڑ کر جارہی ہے۔ اگر آپ نے یہاں کی چابیاں نہ لیں تو یہ چوڑا کوئوں کے لیے سب کچھ کھلا چھوڑ جائے گی۔"

فرحانہ نے چابیاں اس کے ہاتھ پر رکھ کر کہا۔ "آپ انکار کریں گے تو واقعی میں سیف اور کوٹھی کو کھلا چھوڑ جاؤں گی۔"

دونوں نے اسے مجبور کیا۔ فرحانہ نے کہا۔ "آئندہ میں یہاں آؤں تو بھابی اور بچوں کو دیکھوں۔ مجھے یہ خوشی ملنی چاہیے کہ میں اپنے میکے اپنے بھائی کے گھر آئی ہوں۔"

وہ ڈی ایس پی بھائی کے ساتھ کوٹھی سے باہر آکر اپنی کار میں بیٹھی۔ بھائی سے بولی۔ "آپ مجھے تنہا نہ سمجھیں۔ میرے ساتھ ساجد رہیں گے۔ کوئی مصیبت آئے گی تو ضرور آپ سے رابطہ کروں گی۔"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی کوٹھی کے احاطے سے باہر آئی پھر ایک سڑک پر مناسب رفتار سے گاڑی چلانے لگی۔ اس نے صرف دو ہی دن گاڑی چلانے کی ٹریننگ حاصل کی تھی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ساجد نے اسے ڈرائیونگ لائسنس دلا دیا تھا۔ وہ اناڑی ہونے کے باوجود اس لیے اعتماد سے ڈرائیو کررہی تھی کہ ساجد اس کے اندر موجود تھا۔ ٹریننگ میں جو کمی رہ گئی تھی اسے پوری کرتا جارہا تھا۔

اس نے لاہور سے اسلام آباد کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں اپنے لیے ایک سوئٹ ریزرو کرائی تھی۔ اپنی میں تین لاکھ روپے تھے۔ ضرورت کے وقت تین کروڑ اور تین ارب روپے بھی پیدا ہوسکتے تھے۔ اسے دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی کہا جاسکتا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے دولت لٹاتی رہتی، تب بھی دولت یہی شکایت کرتی کہ اسے خرچ نہیں کیا جارہا ہے۔

وہ بڑے مزے سے ہائی وے پر ڈرائیو کرتی جارہی تھی۔ ساجد نے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ جب کوئی اندیشہ محسوس ہوتا وہ ڈرائیونگ کے سلسلے میں اسے سمجھاتا کہ کس طرح گاڑی کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ نارمل ڈرائیونگ اسی وقت ممکن ہے جب ڈرائیو کرنے والا پورے حواس میں رہے۔

جہلم کے قریب سڑک کے کنارے ایک کار رکی ہوئی تھی۔ اس کار کا بونٹ اٹھا ہوا تھا جس سے ظاہر تھا کہ اس کار میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ وہاں ایک مرد اور دو عورتیں کھڑی ہوئی ملیں۔ انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے فرحانہ کو رکنے کے لیے کہا۔ چونکہ عورتیں تھیں اس لیے فرحانہ نے قریب پہنچ کر گاڑی روک لی۔

ایک جوان عورت نے کار کی کھڑکی پر جھک کر کہا۔ "آپ کا شکریہ کہ گاڑی روکی۔ ورنہ ہائی وے پر ڈاکوؤں کے خوف سے کوئی گاڑی نہیں روکتا ہے۔ آپ کا پھر ایک بار شکریہ۔"

ایک جوان لڑکی نے قریب آکر کہا۔ "یہ میری بھابی ہیں اور وہ میرے بھائی جان ہیں۔ گاڑی میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے وہ نہ جانے کب تک ٹھیک ہو، چھ بجے سے پہلے میرا پنڈی پہنچنا ضروری ہے۔ کیا آپ صرف مجھے لفٹ دیں گی۔ بھائی اور بھابی بعد میں آجائیں گے۔"

فرحانہ نے کہا۔ "تم ایک لڑکی ہو اس لیے لفٹ مل سکتی ہے۔ آجاؤ۔"

"تھینکس اے لاٹ۔ آپ بہت اچھی ہیں۔ آپ کو ڈکی کھولنے کی زحمت کرنی ہوگی۔ میں اپنا سوٹ کیس رکھوں گی۔"

فرحانہ نے ڈکی کھولی۔ لڑکی کے بھائی نے اپنی گاڑی کی ڈکی سے ایک بڑا اور بھاری سوٹ کیس نکال کر اس ڈکی میں لاکر رکھ دیا۔ فرحانہ نے ڈکی کو لاک کردیا۔ اس کے بھائی نے بھی شکریہ ادا کیا۔ لڑکی فرحانہ کے پاس اگلی سیٹ پر آگئی پھر وہ گاڑی چل پڑی۔

اس دوران ساجد اس اس مرد اور دونوں عورتوں کے خیالات پڑھتا رہا تھا اور فرحانہ کو بتاتا رہا تھا کہ اس سوٹ کیس میں سونے کے بسکٹ ہیں۔ جن کی مالیت پچاس لاکھ روپے ہے۔

فرحانہ نے پوچھا۔ "یہ سوٹ کیس میری کار میں کیوں رکھا جارہا ہے؟"

"اس شخص کو تھوڑی دیر پہلے موبائل فون پر اطلاع ملی تھی کہ جہلم کی فوجی چوکی پر گاڑیوں کو چیک کیا جارہا ہے۔ مال وہاں سے واپس نہیں ہوسکے گا۔"

فرحانہ نے پوچھا۔ "کیا اب میں پھنسنے والی ہوں؟"

"اس شخص کو پچاس لاکھ کے مال پر پانچ لاکھ روپے کمیشن ملیں گے۔ وہ اتنی بڑی رقم چھوڑنا نہیں چاہتا۔ ایک رسک لے رہا ہے کہ شاید مال نکل جائے۔ نہ نکل سکا تو وہ اور اس کی بیوی محفوظ رہیں گے آفت تم پر اور اس لڑکی پر آئے گی۔"

فرحانہ نے کہا۔ "یہ لڑکی اپنی گرفتاری کے خیال سے خوفزدہ نہیں ہے۔"

اس کی سوچ بتا رہی ہے کہ ایک بار اس نے ایک بڑے افسر کو مسکراہٹوں کے جال میں پھنسا کر مال نکال لیا تھا۔ شاید اس بار بھی کامیاب ہوجائے۔ اس لڑکی کو پانچ لاکھ میں سے ڈیڑھ لاکھ ملیں گے۔"

اس وزنی سوٹ کیس کو ڈکی میں رکھنے تک ساجد نے فرحانہ کو تمام حقائق بتا دیے تھے۔ جب وہ گاڑی ڈرائیو کرنے لگی تو لڑکی نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

فرحانہ نے کہا۔ "میں نے تمہارا نام نہیں پوچھا۔ تم بھی نہ پوچھو۔ تھوڑی دور کے سفر میں اجنبی رہیں تو بڑا تجسس پیدا ہوتا رہتا ہے۔ مجھے تمہارے متعلق سوچنے دو اور تم میرے بارے میں سوچتی رہو۔"

لڑکی بھی یہی چاہتی تھی کہ خاموش رہے۔ یوں پیش آنے

والے حالات کے متعلق سوچنے کا موقع مل رہا تھا۔ اس کے پاس ایک چھوٹی سی اٹیچی بھی تھی جو اس کے قدموں کے پاس رکھی ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ گرفتاری کی بات آئے گی تو اس سوٹ کیس کی ملکیت سے انکار کردے گی۔ یہ بیان دے گی کہ وہ اپنی چھوٹی سی اٹیچی اٹھائے سڑک کے کنارے کھڑی تھی تو اس کار والی نے اسے پنڈی پہنچانے کی لفٹ دی تھی۔

وہ چوکی سامنے آگئی۔ سپاہیوں نے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔ اس نے گاڑی روک دی۔ دو سپاہی کار کے دونوں طرف آکر کھڑکیوں سے اندر جھانکنے لگے۔ پچھلی سیٹ پر فرحانہ کی اٹیچی رکھی ہوئی تھی۔ دونوں سپاہی پوچھ رہے تھے کہ اندر گاڑی میں کیا رکھا ہے؟ وہ دونوں کون ہیں اور کہاں جارہی ہیں؟"

فرحانہ ڈکی کی چابی لے کر کار سے نکلی۔ پھر سیدھی افسر کے پاس آکر بولی۔ "میں بلند مرتبے والوں سے بات کرتی ہوں۔ میری گاڑی صرف آپ چیک کریں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔"

افسر نے مسکرا کر کہا۔ "میں آپ کے مزاج کے مطابق ہی کروں گا۔"

ساجد اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے سپاہیوں سے کہا۔ "تم سب جاؤ۔ میں چیک کرلوں گا۔"

سپاہی وہاں سے ہٹ گئے۔ افسر نے پوچھا۔ "گاڑی کے اندر کیا ہے؟"

فرحانہ نے کہا۔ "ہم لڑکیوں کا سامان ہے۔ مردوں کو نہیں دیکھنا چاہیے۔"

اس نے نہیں دیکھا۔ وہ پیچھے ڈکی کی طرف گیا۔ لڑکی کا خون خشک ہورہا تھا۔ وہ اگلی سیٹ پر گھوم کر پیچھے والی ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہی تھی۔ ڈکی کا اوپری حصہ اٹھ گیا تھا اس کے بعد سوٹ کیس کو کھولا جارہا ہوگا۔ راز کھلنے والا تھا۔ گرفتاری لازمی ہونے والی تھی۔ اسی وقت ڈکی بند ہوگئی۔

ساجد نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمار کھا تھا۔ اس کے اندر یہ یقین پیدا کررہا تھا کہ وہ سوٹ کیس کھول کر دیکھ چکا ہے۔ کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے۔ اس نے چابی فرحانہ کو واپس کرکے جانے کی اجازت دی۔ وہ چابی لے کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آئی۔ کار اسٹارٹ کرنے لگی۔ لڑکی نے پوچھا۔ "کیا اس نے جانے کی اجازت دے دی ہے؟"

وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔ "کیا ہمیں اجازت نہیں ملنی چاہیے۔ کیا گاڑی میں سونا اسمگل ہورہا ہے؟"

"ن... نن... نہیں۔ میرے پاس تو بس یہی سونا ہے جو میں نے پہنا ہوا ہے۔"

"تم کچھ گھبرائی ہوئی سی ہو؟"

"نہیں۔ میں بھلا کیوں گھبراؤں گی۔"

"وہ لوگ پیچھے آرہے ہیں؟"

لڑکی نے ایک دم سے گھبرا کر پیچھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کون آرہے ہیں؟"

پھر وہ خوش ہو کر بولی۔ "ارے وہ تو بھائی جان کی گاڑی ہے۔ ٹھیک ہوگئی ہے۔ تم ایک طرف گاڑی روک دو۔ میں اس گاڑی میں چلی جاؤں گی۔"

"میرے ساتھ چلنے میں کیا حرج ہے؟ تم میری تنہائی دور کررہی ہو۔"

پیچھے والی کار تیزی سے چلتی ہوئی برابر آگئی۔ اس میں بیٹھی ہوئی عورت نے کہا۔ "تمہاری گاڑی ٹھیک ہوگئی ہے۔ رک جاؤ۔ اب ہم تمہیں زحمت نہیں دیں گے۔"

اس نے سڑک کے کنارے اپنی گاڑی روک دی۔ دوسری کار آگے جاکر رکی۔ عورت اور مرد باہر آئے۔ وہ لڑکی بولی۔ "تمہارا شکریہ۔ چابی دو۔ میں اپنا سوٹ کیس نکالوں گی۔"

فرحانہ نے چابی دے دی۔ وہ تینوں تیزی سے ڈکی کے پاس آئے۔ پہلے لڑکی نے کی ہول میں چابی ڈال کر اسے کھولنا چاہا مگر چابی ہول میں نہیں جارہی تھی۔ اس شخص نے لڑکی سے چابی لے کر اسے کھولنا چاہا لیکن چابی اندر جانے سے پہلے ترچھی ہو کر اٹک جاتی تھی۔ پھر دوسری عورت نے چابی لے کر کوشش کی۔

جس کے ہاتھ میں چابی ہوتی تھی ساجد اس کے دماغ میں پہنچ جاتا تھا پھر چابی گھومنے سے پہلے اس کا دماغ تھما دیتا تھا۔ فرحانہ نے آکر پوچھا۔ "تم لوگ اتنی دیر سے کیا کررہے ہو۔ چابی مجھے دو۔"

وہ بھی الٹی چابی ہول میں ڈالنے لگی۔ عورت نے کہا۔ "یہ الٹی ہے۔"

فرحانہ نے اسے چابی دے کر کہا۔ "تم سیدھی کرو۔"

عورت نے پھر کوشش کی لیکن اس ڈکی کو نہیں کھلنا تھا۔ اس لیے نہیں کھل رہی تھی۔ کوشش کرتے کرتے ایک گھنٹا گزر گیا۔ فرحانہ نے پوچھا۔ "تم لوگوں نے یہ کیا مصیبت لاکر رکھ دی ہے۔ چابی اندر نہیں جارہی ہے اور مصیبت باہر نہیں آرہی ہے۔"

"پہلے تو اسی چابی سے ڈکی کھل گئی تھی۔ اب کیوں نہیں کھل رہی ہے؟"

فرحانہ نے کہا۔ "مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ میں کیا فراڈ کررہی ہوں؟ اب میں یہاں نہیں رکوں گی۔ اندھیرا پھیلنے والا ہے۔ یہاں سے چلو۔ اسے پنڈی چل کر کھولا جائے گا۔"

وہ عورت اس لڑکی کے ساتھ اگلی کار میں چلی گئی۔ وہ شخص فرحانہ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر دونوں گاڑیاں آگے پیچھے چلنے لگیں۔ اس شخص نے کہا۔ "اگر پنڈی پہنچ کر ڈکی نہ کھلی تو اسے توڑنا ہوگا۔"

وہ بولی۔ "دنیا کے کسی لاک بریکر سے ڈکی کا لاک نہیں ٹوٹے گا اسے تو صرف راجر دلسن ہی کھول سکتا ہے۔"

وہ ایک دم چونک کر بولا۔ "تم راجر صاحب کو کیسے جانتی ہو؟"

"اس قسم کے کسی بھی سوال سے ڈکی نہیں کھلے گی۔ جبراً کھولنا چاہو گے تو میں اسے تھانے میں لے جاکر کھڑی کردوں گی۔"

اس نے غصے سے دیکھا پھر پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں صرف اپنے مرتبے والوں سے متعارف ہوتی ہوں۔ پرل کے سوٹ نمبر دون زیرو سکس میں میرا قیام ہے۔ یہ کار پرل کے پارکنگ ایریا میں کھڑی رہے گی۔ اس کے قریب جاؤ گے اور ڈکی کھولنے کی حماقت کرو گے تو اس سے پہلے ہی پولیس پہنچ جائے گی۔"

اس نے دانت پیستے ہوئے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "میں ابھی تمہیں قتل کرسکتا ہوں۔"

"پھر تو قیامت تک ڈکی نہیں کھلے گی اور نہ ہی پچاس لاکھ روپے کے سنہرے بسکٹ ملیں گے۔"

وہ پھر ایک بار چونک کر بولا۔ "تم کیسے جانتی ہو کہ اس میں سونے کے بسکٹ ہیں؟"

"تمہیں کسی سوال کا جواب نہیں ملے گا۔ راجر سے کہو۔ مجھ سے بات کرے۔ یہ تمہارا موبائل فون کس کام آئے گا؟"

وہ پس و پیش میں تھا۔ پریشانی سے سوچتا رہا پھر بولا۔ "میں راجر کو یہ باتیں بتاؤں گا اور اسے معلوم ہوگا کہ مال تمہارے پاس ہے تو وہ پنیری بدل دے گا۔ ہمارا کیشن ختم کردے گا۔ وہ کمیشن نہیں دے گا۔"

"تم ایسی پارٹی کے لیے ملکی مفادات کے خلاف کام کرتے ہو جو زراسی بات پر تمہارے پانچ لاکھ کا منافع چھین لیتی ہے۔"

"عجب ہے، تم کیسے جانتی ہو کہ مجھے پانچ لاکھ ملنے والے تھے؟"

"میں کہہ چکی ہوں تمہیں کسی سوال کا جواب نہیں ملے گا۔"

"پھر تو میں اپنا منافع نہیں چھوڑوں گا۔ یہ مال لے کر ہی جاؤں گا۔ یہ نہ ملا تو گرفتار ہونے سے پہلے تمہیں قتل کردوں گا۔"

اس نے ریوالور نکال لیا۔ پھر غیر ارادی طور پر اپنی طرف کے دروازے کو کھولا۔ ساجد نے کہا۔ "فرحانہ! اسے ایک ہاتھ سے سنبھالو۔ زور لگانا ضروری نہیں ہے۔"

اس نے ہولے سے ایک ہاتھ اس کے شانے پر مارا۔ ساجد نے اس کے اندر رہ کر اسے سیٹ پر سے باہر کی طرف اچھال دیا۔ وہ چیختی مارتا ہوا چلتی گاڑی سے باہر سڑک پر گر پڑا۔ پھر ڈھلان پر لڑھکتا ہوا دور چلا گیا۔

اس کی ساتھی عورتوں نے گاڑی روک لی۔ فرحانہ نے ہمت اور جرأت کرکے گاڑی روکی۔ اسے سخت چوٹیں آئی تھیں۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا سڑک کی طرف چڑھائی چڑھنے لگا۔ ایک طرف موبائل فون پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے اٹھالیا۔ ریوالور بھی کہیں گر پڑا تھا۔ ساجد نے اس کے ذہن سے ریوالور کو بھلا دیا۔ وہ اوپر سڑک کے کنارے آیا تو اس کی بیوی نے پوچھا۔ "کیسے گر پڑے تھے؟"

وہ کراہتے ہوئے بولا۔ "وہ کوئی نارزن کی بیٹی ہے۔ اس نے مجھ جیسے ڈیل ڈول والے کو ایک دھکے میں باہر پھینک دیا۔ وہ ہمارے مال کے بارے میں سب کچھ جانتی ہے۔ ہمارا وہ سوٹ کیس واپس نہیں کرے گی۔"

ان تینوں نے دیکھا فرحانہ اپنی کار سے باہر نکل کر کھڑی ہوئی تھی۔ بیوی نے پوچھا۔ "رانا! کیا تم اس لڑکی سے مال واپس نہیں لے سکو گے؟"

"وہ کہتی ہے ہم زبردستی کریں گے تو مال تھانے لے جائے گی اور یہاں راستے میں زبردستی کی گئی تو پولیس والے آجائیں گے۔ اب میں اسے قتل بھی نہیں کرسکتا۔ پتا نہیں ریوالور کہاں چلا گیا ہے۔ شاید میرے باہر گرتے وقت وہ اسی کار کے اندر رہ گیا ہے۔"

نوجوان لڑکی نے کہا۔ "یعنی ہتھیار بھی اس کے پاس ہے اور مال بھی اس کے قبضے میں ہے تو ہمیں پانچ لاکھ پر فاتحہ پڑھ لینا چاہیے۔"

"ہرگز نہیں، میں اتنی بڑی رقم نہیں چھوڑوں گا۔ وہ وہاں کھڑی ہوئی ہے۔ چاہتی تو بھاگ جاتی مگر میرا انتظار کررہی ہے۔ شاید وہ کوئی سمجھوتا کرے گی۔"

وہ لنگڑاتا اندر کراہتا ہوا فرحانہ کے پاس آیا۔ وہ بولی۔ "افسوس اب تمہارے پاس ہتھیار بھی نہ رہا۔ مجھے قتل نہیں کرسکو گے، پلیز شرافت سے گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

وہ سر جھکا کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر کار اسٹارٹ کرتی ہوئے بولی۔ "جب ظالم ہتھیار اور طاقت سے خالی ہوجاتا ہے تو بڑا معصوم اور مسکین بن جاتا ہے۔"

وہ بولا۔ "پلیز، سمجھوتا کرلو۔ میں مال کمانے کے لیے جان کی بازی لگا دیتا ہوں یا پھر دوسروں کی جان لے لیتا ہوں۔"

"تم پھر مجھے مار ڈالنے کی دھمکی دے رہے ہو۔ کیا پھر نیچے گراؤں؟ اس بار زندہ نہیں بچ گے۔"

"میں دھمکی نہیں دے رہا ہوں۔ دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم نے ایک منٹ کے اندر راجر دلسن سے رابطہ نہیں کیا تو میں تمہارا موبائل فون چھین کر تمہیں باہر پھینک دوں گی۔"

وہ غصے سے اس پر جھپٹ پڑنا چاہتا تھا لیکن اس نے پہلے کی طرح بے اختیار اپنی طرف کا دروازہ کھولا۔ فرحانہ نے ایک ہاتھ رسید کیا۔ وہ چیختی مارتا ہوا پھر چلتی گاڑی سے باہر جا گرا۔ موبائل فون اندر رہ گیا۔

فرحانہ نے کار کو روک کر پیچھے دیکھا۔ پیچھے دوسری گاڑی رک گئی تھی۔ دونوں عورتیں اس شخص کو واپس لانے کے لیے نشیب کی طرف دوڑتی جارہی تھیں۔ ساجد نے اس کے دماغ سے راجر کا فون نمبر معلوم کیا تھا۔ فرحانہ نے وہ نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ ہونے پر کار آگے بڑھانے لگی۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "ہیلو، تم کون

ہو؟ کس سے بات کرنا چاہتے ہو؟"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی بولی۔ "میں وہ ہوں جسے راجر نہیں جانتا ہے مگر جان جائے گا۔ اس سے کہو' پچاس لاکھ کے بسکٹ میرے پاس ہیں۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی پھر دوسری آواز سنائی دی۔ "ہیلو' تم کون ہو اور یہ تم کس قسم کے بسکٹ کی باتیں کر رہے ہو؟"

"وہی جن کی مالیت پچاس لاکھ روپے ہے اور جسے رانا سرفراز لا رہا تھا' اب وہ میرے پاس ہیں۔"

"یہ رانا سرفراز کون ہے؟ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم بسکٹ اور رانا کا حوالہ نہیں سمجھ رہے ہو۔ شاید میں رانگ نمبر پر بول رہی ہوں۔ سوری۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ ساجد' راجر کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ وہ بہت محتاط تھا۔ فون پر اعتراف نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ اسمگلنگ کا مال اس کا ہے۔ اس نے رانا سرفراز کا موبائل نمبر ڈائل کیا۔ رابطہ ہونے پر پھر اسے فرحانہ کی آواز سنائی دی۔ وہ بولی۔ "میں جانتی تھی تم کال بیک کرو گے۔"

"یہ موبائل فون رانا سرفراز کے پاس تھا۔ رانا کہاں ہے؟"

"وہ جہاں ہے وہاں کی خبر مجھے نہیں معلوم۔ تمہیں مال کی ضرورت ہو تو ہوٹل پرل کے سوئٹ نمبر ون زیرو سکس میں ایک گھنٹے بعد آ کر ملو۔ ویٹس آل۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ راجر ولسن نے اپنے ماتحت سے کہا۔ "معلوم کرو پرل کے سوئٹ نمبر ون زیرو سکس میں کون ہے۔ وہ انٹیلی جنس والے بھی ہو سکتے ہیں۔ کوئی خطرہ نہ ہو تو ایک گھنٹا بعد اس کمرے میں رہنے والی سے ملو اور اپنا نام راجر ولسن بتاؤ۔ ہمارا مال اس کے قبضے میں ہے۔ اس سے کوئی سمجھوتا کرنا ہوگا۔"

پھر اس نے دوسرے ماتحت سے کہا۔ "معلوم کرو' رانا سرفراز کہاں مر گیا ہے۔ وہ اس فون کرنے والی کے متعلق صحیح معلومات فراہم کرے گا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ راجر نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو کون ہے؟"

فرحانہ کی آواز آئی۔ "میں ہوں' میں تمہارے چہرے' آواز اور لہجے کو اچھی طرح پہچانتی ہوں۔ تمہارا ماتحت راجر بن کر آئے گا تو مال کبھی نہیں ملے گا۔"

فون بند ہو گیا۔ اس نے ہیلو ہیلو کہہ کر آوازیں دیں پھر ریسیور رکھ کر حیرانی سے بولا۔ "تعجب ہے اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ میرا ماتحت راجر بن کر ملنے والا ہے؟ آخر یہ کیا بلا ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟"

"آدھے گھنٹے بعد ماتحت نے فون پر بتایا کہ پرل کا وہ سوئٹ ساجد علی اور مسز فرحانہ ساجد کے نام پر بک ہے۔ فرحانہ ابھی تنہا اس سوئٹ میں گئی ہے۔"

راجر نے پوچھا۔ "کیا اس کے ساتھ ایک بڑا سوٹ کیس ہے؟"

"نہیں باس! وہ اپنے ساتھ ایک اٹیچی اور کچھ چھوٹا سامان لے گئی ہے۔"

راجر نے رابطہ ختم کر کے وہاں کے ڈی آئی جی سے فون پر بات کی۔ اس سے کہا۔ "ہمارا پچاس لاکھ کا مال آ رہا تھا۔ کسی فرحانہ ساجد نے اس مال پر قبضہ جما لیا ہے۔ اس فرحانہ کی اصلیت کا کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ پتا نہیں اس کا تعلق کسی تنظیم سے ہے یا انٹیلی جنس والوں سے ہے۔"

ڈی آئی جی نے کہا۔ "مسٹر راجر! اگر وہ ہمارے ملک کی لیڈی اسپائی ہوئی اور اس کا تعلق پولیس یا فوج سے ہوا تو میری وردی اتر جائے گی۔ پہلے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون ہے؟"

"وہ اس وقت پرل میں ہے۔ سوئٹ نمبر ون زیرو سکس۔ آپ اس پر کسی طرح کا شک کریں اور اپنے طور پر انکوائری کریں۔ اس کی اصلیت سامنے آئے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں۔"

ڈی آئی جی نے انٹیلی جنس افسر سے رابطہ کر کے کہا۔ "تم سے ایک کام آ پڑا ہے۔ ہوٹل پرل میں ایک فرحانہ ساجد نامی کوئی عورت ہے۔ اس کے بارے میں معلوم کرنا ہے' کہیں وہ تمہارے شعبے سے تعلق نہ رکھتی ہو۔"

افسر نے کہا۔ "اس نام کی کوئی عورت ہمارے شعبے میں نہیں ہے۔ اگر وہ کسی دوسرے شہر سے آئی ہوگی تو میں ابھی معلوم کر لوں گا۔ ہو سکتا ہے' وہ فرضی نام سے ہوٹل میں آئی ہو۔"

اس افسر نے پرل کی انتظامیہ سے رابطہ کر کے اپنا تعارف کرایا پھر کہا۔ "میں بڑی رازداری سے معلومات چاہتا ہوں۔ سوئٹ نمبر ون زیرو سکس والی کون ہے اور کہاں سے آئی ہے؟"

اس نے رجسٹر دیکھ کر نام اور لاہور کا پتا بتا دیا۔ افسر نے کہا۔ "فرحانہ سے رابطہ کراؤ۔ اس سے کہو کہ انٹیلی جنس کا ایک افسر اس سے بات کرے گا۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اسے بتایا گیا کہ اس سے کون بات کرنے والا ہے۔ اس سے پہلے ساجد اسے تمام حالات سے آگاہ کرتا جا رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ راجر نے ڈی آئی جی سے اور ڈی آئی جی نے انٹیلی جنس کے افسر سے تعاون کی درخواست کی ہے۔ وہ ریسیور اٹھا کر بولی۔ "ہیلو' میں مسز ساجد بول رہی ہوں۔"

افسر نے پوچھا۔ "کیا تم لاہور سے تنہا یہاں آئی ہو؟"

"آپ مجھے تم نہیں آپ کہیں۔ پھر جواب دوں گی۔"

"اگر تم وی آئی پی میٹر میں سے ہو تو صحیح شناخت پیش کرو۔ پھر آپ سے مخاطب کروں گا۔"

"وی آئی پی ہونا ضروری نہیں ہے۔ شریف اور تعلیم یافتہ زادہ ایک دوسرے سے ادب کے دائرے میں گفتگو کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ میرے سوالات کا جواب دیں۔ آپ یہاں کیوں ہیں؟ شوہر کہاں ہیں جن کا نام ہوٹل کے رجسٹر میں لکھا ہوا ہے۔ یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟"

"اس ہوٹل میں بے شمار مسافر ہیں۔ کیا سب سے ایسے سوالات کیے جا رہے ہیں؟ اور اگر آپ کسی شبے کی بنا پر صرف مجھ سے سوال کر رہے ہیں تو پہلے شبہ کی نوعیت بیان کریں۔"

"ہمارے ملک اور معاشرے میں اکیلی عورت کی آزادی پر شبہ کیا جاتا ہے۔ آپ قانون کے اس محافظ سے تعاون کریں۔ اپنے خلاق بچ نہ سکیں گی تو بہت سی مصیبتوں سے محفوظ رہیں گی۔"

"میرا شناختی کارڈ اور ہوٹل کا رجسٹر جو کہتا ہے وہی سچ ہے۔ میں قانون کا احترام کرنے والی شہری ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ اگر یہ سچ نہ ہوا تو تم بری طرح پچھتاؤ گی۔"

"آخر پھر آپ نے تم کہہ دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا آپ کیوں مجھ پر جھنجلا رہے ہیں؟ مجھ سے کھل کر بات کریں۔ آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ شرط یہ ہے کہ آپ کا تعلق بھی ہمارے شعبے سے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "میرا تعلق اور آپ کے شعبے سے؟ کیا آپ مجھے کوئی جاسوسہ سمجھ رہے ہیں؟"

اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر مدستور ہنستی ہوئی بولی۔ "اچھا سمجھی' آپ یہی شبہ کر رہے ہیں۔ واہ' آپ نے کون سی عقل سے یہ سوچا ہے؟ کیا ہمارا ملک اتنا امیر ہے کہ پرل جیسے مہنگے ہوٹل کے سوئٹ میں اپنی ایک جاسوسہ کے رہنے کے اخراجات پورے کرے؟ مسٹر! اس وقت میرے اٹیچی میں تین لاکھ روپے ہیں اور میں لاکھوں روپے کے ہیرے موتیوں سے جڑے ہوئے سونے کے زیورات پہنتی ہوں۔ کیا لاہور یا اسلام آباد میں اتنے امیر کبیر عقلی جاسوس پائے جاتے ہیں؟"

افسر نے ڈی آئی جی کو اس کی امارت کے متعلق بتایا۔ ڈی آئی جی نے راجر ولسن سے کہا۔ "اتنی امیر کبیر عورت پاکستانی جاسوسہ نہیں ہو سکتی۔ تم وہاں جاؤ اور اس سے اپنا مال واپس لو۔ میں تمہاری پشت پر ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد راجر نے ہوٹل میں آ کر اس کے دروازے پر دستک دی۔ وہ بولی۔ "آ جاؤ۔"

اس نے اندر آ کر فرحانہ کو دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ میں راجر ولسن ہوں؟"

"ہاں' میں تمہیں پہچانتی ہوں۔ تمہارے دھندے سے واقف ہوں۔ تم کراچی کی ایک پارٹی کو پچاس لاکھ کا سونا دے کر اس کے بدلے تھائی لینڈ سے اسلحہ حاصل کرو گے۔ پھر وہ اسلحہ اسلام آباد' لاہور اور کراچی میں اپنے تمام آلہ کاروں کے درمیان تقسیم کرو گے۔"

وہ حیرانی سے اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ فرحانہ نے کہا۔ "یہاں ایک پولیٹیکل مافیا قائم ہوئی ہے۔ اس مافیا کے افراد سیاسی بے چینی پیدا کرنے کے لیے منشیات کی وبا کو عام کر رہے ہیں۔ تم اسلحہ سپلائی کرنے والے ایجنٹ ہو اور جان کارٹر منشیات کی ترسیل آسان بنانے کے لیے یہاں رہتا ہے۔ میں اس پولیٹیکل مافیا کے جان لیزی اور میلی بروکس کو بھی جانتی ہوں۔ یہ دونوں پلان میکر ہیں۔ تم سب ان کے اشاروں پر چلتے ہو۔"

راجر نے فوراً ہی پستول نکال کر کہا۔ "تم بہت خطرناک عورت ہو۔ زندہ رہنا چاہتی ہو تو اپنی اصلیت بتا دو۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "بھولے بادشاہ! تیرا پستول خالی ہے۔"

اس نے بے یقینی سے اپنے پستول کو دیکھا۔ اسے چیک کیا۔ وہ واقعی خالی تھا۔ وہ تیزی سے پلٹ کر دروازے کے پاس آیا پھر اسے کھول کر ڈی آئی جی سے بولا۔ "پلیز' آپ آ جائیں۔ یہ بہت خطرناک عورت ہے۔"

ڈی آئی جی اس کے ساتھ اندر آیا۔ پھر فرحانہ کو دیکھ کر پولیس والے رُعب اور دبدبے سے بولا۔ "اے! اٹھ کر کھڑی ہو جاؤ اور بتاؤ یہاں کیا تماشا کر رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "تماشا تو تمہارے جیسے بے غیرت اپنے ہی ملک میں کر رہے ہیں۔ اپنے بیوی بچوں کو یورپ اور امریکا میں عیش کرانے کے لیے اپنے ملک کو کھوکھلا کر رہے ہو۔"

"شٹ اپ۔ بکواس کرو گی تو حوالات میں پہنچا دوں گا۔ وہاں ایسے جوتے پڑیں گے کہ سارا غرور دھرا رہ جائے گا۔"

راجر نے کہا۔ "یہ بہت خطرناک ہے۔ ہماری پوری پولیٹیکل مافیا کے اہم عہدیداروں کو جانتی ہے۔"

"میں یہ بھی جانتی ہوں کہ مال واپس کروں گی تو تم لوگ پہلے مجھے قتل کرو گے۔ اس لیے میرے آدمی نے راجر کا پستول خالی کر دیا تھا۔"

ڈی آئی جی نے لباس کے اندر چھپا ہوا ریوالور نکالا۔ پھر اس میں ایک سائلنسر لگاتے ہوئے بولا۔ "مجھ سے کیسے بچو گی؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تمہارا بھی ریوالور خالی ہے۔ اسے اپنے سر پر مار لو۔"

ساجد نے پہلے ہی دونوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر خود ان کے ہی ہاتھوں ان کے ہتھیار خالی کرا دیے تھے۔ ڈی آئی جی نے چونک کر اپنے ریوالور کو دیکھا پھر اسے خالی پا کر فرحانہ کے منہ پر اس ریوالور کو مارنا چاہا مگر بائیں جانب گھوم کر راجر کے منہ پر مار دیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ پھر اس زیادتی کی شکایت کرنا چاہتا تھا لیکن ساجد نے اس کے اندر پہنچ کر اس کا پستول ڈی آئی جی کے منہ پر دے مارا۔

پھر یہ سلسلہ چل پڑا۔ وہ دونوں کے اندر باری باری جاتا رہا

اور انہیں ایک دوسرے پر حملہ کرنے پر مجبور کرتا رہا۔ وہ ایک دوسرے کو مارتے مارتے زخمی اور نڈھال ہو کر فرش پر گر پڑے۔ پھر سہمی ہوئی نظروں سے فرحانہ کو دیکھنے لگے۔ وہ آرام دہ صوفے پر شاہانہ انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ڈی آئی جی نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کون ہیں؟"

وہ بولی۔ "تمہیں مجرموں کی اصلاح کے لیے قانون کا محافظ بنایا گیا ہے۔ مجھے تمہاری اصلاح کے لیے خدا نے بھیجا ہے۔ کیا تمہارا یہ ایمان ہے کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے؟"

"ہاں میں پورے ایمان سے کہتا ہوں کہ وہ بے آواز لاٹھی مجھ پر برس رہی ہے۔ میں ہتھیار سے' طاقت سے اور اختیارات سے خالی ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے مجھے عبرت حاصل کرنے اور توبہ کرنے کا موقع دے رہا ہے۔ میں توبہ کرتا ہوں۔"

راجر نے کہا۔ "آفیسر! تم ذرا سی بات پر سہم گئے ہو۔ تم پر خدائی مار نہیں پڑ رہی ہے۔ یہ بگواس کر رہی ہے' یہ لڑکی فرحانہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ ہمارے دماغوں میں گھس کر ہمیں بے بس اور بے اختیار بنا رہی ہے۔"

ڈی آئی جی نے کہا۔ "غور کرو' معلوم ہوگا کہ خدا نے اس لڑکی کو ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔ اس کے علم کی آگ روشنی بھی دیتی ہے اور جلاتی بھی ہے۔ یہ آگ مجھے روشنی دے رہی ہے اور تمہیں جلا رہی ہے۔ تم جلتے رہو۔"

فرحانہ اٹھ کر ڈی آئی جی کے پاس آ کر دو زانو ہو گئی۔ پھر اس کے قدموں کو چھو کر بولی۔ "آپ میرے بزرگ اور قابل احترام افسر ہیں۔ میں نے جو سلوک کیا اس کی معافی چاہتی ہوں۔"

ڈی آئی جی اسے کھینچ کر گلے لگاتے ہوئے بولا۔ "تم میری بیٹی ہو۔ تم نے مجھے گمراہی سے بچایا ہے۔ میرے ساتھ جو بھی برا سلوک ہوا' وہ خدا کی طرف سے تھا۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

فرحانہ نے الگ ہو کر اسے کار کی چابی دیتے ہوئے کہا۔ "پارکنگ ایریا میں کار نمبر ایل ایچ فور نائن فور نائن کی ڈی کن میں بڑا سوٹ کیس ہے۔ آپ اسے لے جائیں اور قانونی کارروائی کریں۔"

وہ اٹھ کر دروازے کے پاس گیا۔ پھر اسے کھول کر اپنے ماتحت انسپکٹر اور سپاہیوں کو بلا کر کہا۔ "راجر کو ہتھکڑی لگا کر حوالات میں پہنچاؤ۔ وہاں سے بارہ مسلح سپاہیوں کی ایک ٹیم لے کر فوراً ہوٹل کے سامنے آؤ۔"

انسپکٹر' راجر کو ہتھکڑی پہنانے لگا۔ راجر نے کہا۔ "مسٹر ڈی آئی جی! یہ تم اپنے بیوی بچوں کے لیے قبریں کھود رہے ہو۔"

وہ بولا۔ "میں قبر کے عذاب سے ہی ڈر کر گمراہی سے نکل آیا ہوں۔ بیوی بچوں کو خدا پر چھوڑ رہا ہوں۔"

انسپکٹر اسے دھکے دے کر باہر لے گیا۔ فرحانہ نے ڈی آئی جی سے کہا۔ "مجھے معلوم ہے آپ کے بیوی بچے لندن میں ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں ان کی حفاظت کروں گی۔ بچے وہاں بدستور اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے رہیں گے۔ آپ قانون کی بالادستی قائم رکھنے کے لیے ان غیر ملکی کتوں کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیں۔"

ڈی آئی جی نے ریسیور اٹھا کر آئی جی سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "سر! میں پولیٹیکل مافیا کے دو بڑے لیڈر جان لیزی اور مِیل بروکس کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس ان کے خلاف ثبوت ہیں۔"

آئی جی نے پوچھا۔ "کیا ثبوت ہیں؟"

"وہ پچاس لاکھ کا سونا اسمگل کر کے یہاں لائے ہیں اور سونے کے عوض بے شمار اسلحہ خریدنے والے ہیں۔ میں سونے کے ذخیرے کے ساتھ ان دونوں کی تصویریں کھینچوں گا۔"

"تم جانتے ہو' ان کا تعلق امریکی سفارت خانے سے ہے۔ ہم پر الزام عائد کریں گے کہ ہم نے انہیں زبردستی پکڑ کر سونے کے ذخیرے کے ساتھ ان کی تصویریں لی ہیں۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں' ان کے تحریری اور دستاویزی علمی ثبوت حاصل کیے جائیں۔"

"اس سے بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلے گا۔ انہیں صرف اتنی سزا ملے گی کہ وہ پاکستان سے چلے جائیں گے۔ ہم انہیں اپنے قوانین کے مطابق سزا نہیں دے سکیں گے۔ جان لیزی اور مِیل بروکس کی جگہ دوسرے آ جائیں گے۔ جب تک یہ سفارت خانہ ہے' یو ایس مافیا کے ایجنٹ آتے رہیں گے۔"

"سر! ہم پاکستانی پولیس والے پھر کس کام کے لیے ہیں؟ کیا ہم اپنے گھر والوں کو پکڑتے رہیں اور باہر والوں کو چھوڑتے رہیں۔"

"مجبوری ہے۔ تم نے پچاس لاکھ کا سونا پکڑا' یہی بڑا کارنامہ ہے۔ اس سونے کے ساتھ کسی مقامی آدمی کو پکڑ کر اندر کر دو۔ تمہاری ترقی ہو جائے گی۔"

ڈی آئی جی نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر مایوسی سے فرحانہ کو دیکھا۔ ساجد اسے فون پر ہونے والی گفتگو سنا رہا تھا۔ وہ ساجد کی ہدایت کے مطابق بولی۔ "میرا مشورہ ہے' آپ بغیر ہارمان جائیں۔ میری کار کی ڈی کن سے سونا نکال کر لے جائیں۔ تھانے جا کر راجر سے دوستی کر لیں اور وہ سونا اس کے حوالے کر دیں۔"

"بیٹی! یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ ایمان کی روشنی دکھا کر بے ایمانی کے لیے کہہ رہی ہو؟"

"یہ بغیر بے ایمانی ہوگی۔ اس کے پیچھے ایمان کارفرما ہے گا۔ آپ اپنے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام کے پابند رہیں گے۔ ملک سونے سمیت ملک دشمن عناصر کو جنم میں پہنچا دوں گی۔"

وہ کمرے سے چلا گیا۔ فرحانہ نے دروازے کو اندر سے بند کر کے کہا۔ "یہ ہمارے ملک کے اکابرین ہیں۔ سپر پاورز کے سامنے پابہ زنجیر غلاموں کی طرح بے بس اور مجبور ہیں۔ میں سوچتی ہوں تو بڑی شرم آتی ہے۔"

"صرف تمہیں نہیں' بے شمار حساس پاکستانیوں کو بھی شرم آتی ہے۔ غصہ آتا ہے مگر خون کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں۔ جب میں جناب تیمرزی صاحب کے حجرے میں گیا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا' ابوداؤد کریم نے فرعون اور نمرود کو نہیں چھوڑا' وہ آج کی سپر پاورز کو بھی چھوڑے گا۔ ہر کمال کو زوال ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ظالم کی رسی ڈھیلی چھوڑتا ہے تو پھر ہم جیسے بندوں کو صبر و تحمل سے اس ظالم کی فرعونیت کا تماشا دیکھنا پڑتا ہے۔ لیکن ظلم برداشت کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ جہاد کا حکم ہے۔ جہاد کرتے رہنے سے لوہے پر لوہے کی ضرب لگاتے رہنے سے فرعونیت کا بت ٹیڑھا ہونے اور ٹوٹنے لگتا ہے۔ بندوں کے پاس سچائی' جرأت اور جہاد جیسی تین قوتیں ہوں تو ظالم کو آہستہ آہستہ خدا کے کیڑے چاٹنے لگتے ہیں۔

جناب تیمرزی صاحب نے فرمایا تھا' سانپ ڈسنے کو آئے تو کچل دو۔ اگر کترا کر جا رہا ہے تو اسے جانے دو۔ آگے کہیں اس کی موت ہوگی۔ آگے والے اس کے زہر کو ماریں گے۔ پھر انہوں نے فرمایا۔ دشمن کو جان سے نہ مارو۔ اپنی جان پر بن آئے تو معاف نہ کرو۔ کوشش یہ ہو کہ اسے عبرت ناک سزا دے کر چھوڑو۔ وہ زندہ رہے گا اور ظرف والا ہوگا تو احسان مند رہے گا۔ کم ظرف و ناقابل غیر شعوری طور پر تم سے متاثر اور مرعوب رہے گا۔

اس لیے فرحانہ! تمہیں اور تمام حساس پاکستانیوں کو اپنے اکابرین کی غلط پالیسیوں پر شرمندہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ تم سے زندگی کا کوئی عمل سرزد نہیں ہوا ہے۔ ہاں مگر خاموش بھی نہیں رہنا چاہیے۔ سچائی' جرأت اور جہاد کو عملی طور پر اپنانا چاہیے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں' تم جہاد جاری رکھو۔"

فرحانہ نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے' تم کراچی پہنچ گئے ہو۔"

"ہاں' اسلام آباد کی فلائٹ کا انتظار ہے۔ لاؤنج میں بیٹھا خیال خوانی میں مصروف ہوں۔"

وہ لاؤنج کے ایک صوفے پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت ایک اور طیارہ رن وے پر آیا تھا۔ اس کے مسافر امیگریشن کاؤنٹر اور کسٹم ہال سے گزر رہے تھے۔ جنہیں اسلام آباد جانا تھا وہ کسٹم فلائٹ میں سیٹیں کنفرم کرکے لاؤنج میں آ رہے تھے۔ ان مسافروں میں داؤد منڈولا اور اس کے تابعدار مونارو اور ٹالبوٹ بھی تھے۔ یعنی چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک جہت کے سپرد ہو گئے تھے۔

وہ تینوں ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گئے۔ منڈولا نے کہا۔ "تم طیارہ پر گھنٹے تک سوتے رہے' کیا زیادہ سونے کے عادی ہو؟"

مونارو نے کہا۔ "نہیں' نیند کی زیادتی سے نیند آ گئی تھی۔ میں نے ٹالبوٹ کو کئی بار سمجھایا ہے کہ اس لعنت کو چھوڑ دے مگر یہ ٹس سے مس نہیں ہوتا ہے تو میں بھی مجبور ہو کر پینے لگتا ہوں۔"

"شکر یہ پاکستان ہے۔ یہاں نہ شراب خانے ہیں نہ کسی چھوٹے بڑے ہوٹل میں پینے کی اجازت ہے۔ یہاں تمہیں کسی چار دیواری میں چھپ کر پینے کو ملے تب بھی منہ نہ لگانا۔ میں تم دونوں کے ساتھ کوئی سا بھی نشہ برداشت نہیں کروں گا۔ بہت بری طرح پیش آؤں گا۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو بے بسی سے دیکھا پھر ٹالبوٹ نے کہا۔ "ہم سمجھ رہے ہیں کہ تم نے ہم پر تنویمی عمل کیا ہے مگر مسٹر منڈولا! تمہیں سرِعام اس طرح نہیں ڈانٹنا چاہیے۔"

"ڈانٹ کھانے کے کام نہ کرو پھر دیکھو میں تمہیں دوست بنا کر رکھوں گا۔ تابعدار بن کر رہنے سے بہتر ہے کہ دوست بن کر میرے کام آتے رہو۔"

مونارو نے پوچھا۔ "تم ہم سے کیا کام لینا چاہتے ہو؟"

"جو بھی کام لوں گا۔ اس سے تمہیں بھی فائدہ پہنچا رہوں گا۔ تم دونوں آئندہ بھی عیش و عشرت کی زندگی گزارو گے لیکن ذرا پابندیوں میں رہ کر۔ یہ عقل تمہیں آ گئی ہوگی کہ بے لگام رہو گے تو میری طرح کوئی دوسرا بھی تمہیں ٹرپ کر سکتا ہے۔"

"جی ہاں! آئندہ ہم محتاط رہیں گے۔ اب بتاؤ' یہاں ارادے کیا ہیں؟"

قریب ہی ایک ویٹر چائے کی ٹرے لیے جا رہا تھا۔ سامنے ایک چھ برس کا بچہ دوڑتا ہوا آیا۔ ویٹر نے اس بچے سے کترا کر جانے کی کوشش کی تو ذرا سا ڈگمگا گیا۔ ایسے میں ایک پیالی کی چائے چھلک کر منڈولا کے قیمتی سوٹ پر گری۔ وہ غصے سے اٹھ کر بولا۔ "یو ایڈیٹ' نان سنس! کیا تم اندھے ہو؟"

وہ گڑگڑا کر بولا۔ "صاحب! معافی چاہتا ہوں۔ وہ بچہ مجھ سے ٹکرانے والا تھا۔ اس لیے۔۔۔۔"

منڈولا اردو زبان نہیں سمجھتا تھا۔ ویٹر بچے کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہہ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "یو سن آف اے وچ! چائے تم نے گرایا اور بچے کو الزام دیتا ہے۔"

اس نے تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ ساجد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔ "کیا تم اس کی زبان سمجھ رہے ہو کہ یہ بے چارہ اپنی صفائی میں کیا کہہ رہا ہے؟"

منڈولا نے ساجد کو گھور کر دیکھا۔ پھر اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا۔ پتا چلا کہ گرفت بہت مضبوط ہے۔ ساجد نے ویٹر سے جانے کے لیے کہا۔ جب وہ شکریہ ادا کر کے چلا گیا تو اس نے ہاتھ چھوڑ کر کہا۔ "وہ بے چارہ غریب ہے۔ معافی مانگ رہا تھا۔ اگر تمہیں اس بات کا غصہ ہے کہ قیمتی سوٹ پر دھبا لگ گیا ہے اور تم اسے معاف نہیں کرو گے تو سوٹ کی قیمت مجھ سے لو اور آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

داؤد منڈولا نے اچانک ہی مسکرا کر کہا۔ "سوری' مجھے خواہ مخواہ غصہ آ گیا تھا۔ کوئی بات نہیں' میں ابھی سوٹ بدل لوں گا۔"

اس نے پلٹ کر اپنے سوٹ کیس سے ایک جوڑا نکالتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے مونارو اور ٹالبوٹ سے باری باری کہا۔

"خبردار! اس شخص کے دماغ میں نہ جانا۔"

مونارو نے کہا۔ "اس نے آپ سے بدتمیزی کی ہے۔ آپ کا ہاتھ پکڑا ہے۔"

"اس کی مضبوط گرفت نے ہی مجھے سمجھایا ہے کہ وہ شہ زور ہے۔ یقیناً حساس ذہن کا مالک ہوگا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی ہم لوگوں پر خیال خوانی کا شبہ کرے گا۔ ذرا سی بات پر غصے میں آکر خیال خوانی کرنا حماقت ہے۔"

وہ ایک جوڑا لے کر واش روم میں چلا گیا۔ ساجد ان سے دور جاکر اپنے سامان کے پاس بیٹھ گیا۔ اناؤنسر کی آواز آرہی تھی کہ اسلام آباد جانے والی فلائٹ ایک گھنٹا لیٹ ہے۔ ساجد نے اخبار پڑھنے کے انداز میں اس کے کھلے ہوئے صفحات کو اپنے چہرے کے سامنے رکھا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ڈی آئی جی اور راجر ولسن کے پاس پہنچ گیا۔

اس وقت ڈی آئی جی تھانے میں تھا۔ راجر کو حوالات سے باہر نکال کر اس سے معافی تلافی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میں نے تمہیں دشمن سمجھ کر ہتھکڑی نہیں لگوائی تھی۔ یہ میری ایک چال تھی۔ میں اس لڑکی فرحانہ کا اعتماد حاصل کرکے پچاس لاکھ کا سونا لے آیا ہوں۔"

راجر نے خوش ہوکر کہا۔ "آپ اس لڑکی کو گلے لگا کر یوں رو رہے تھے کہ میں سمجھ ہی نہ سکا کہ وہ مگرمچھ کے آنسو ہیں۔ مانتا ہوں۔ آپ نے کمال کی اداکاری دکھائی ہے۔"

ڈی آئی جی نے کہا۔ "میں نے وہ سوٹ کیس تمہاری گاڑی میں رکھوا دیا ہے۔ جہاں چاہو' اسے لے جاؤ۔"

وہ جانا چاہتا تھا۔ ساجد نے اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ پہلے پولیٹکل مافیا کے پلان میکر جان لیزی اور میل بروکس کو اطلاع دینا چاہیے کہ پچاس لاکھ کا سونا واپس مل گیا ہے اور وہ اسلحہ کے اسمگلروں سے لین دین کے لیے جارہا ہے۔ راجر اس خیال کے مطابق تھانے کے فون کا ریسیور اٹھا کر جان لیزی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

ادھر داؤد منڈولا واش روم سے لباس تبدیل کرکے آیا پھر مونارو اور ٹالبوٹ کے درمیان بیٹھ کر کہا۔ "جہاز لیٹ ہے۔ میں تھوڑی دیر خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

اس نے ایک انگریزی رسالہ کھول کر منہ کے سامنے کرلیا۔ اس کے ٹھیک سامنے دس فٹ کے فاصلے پر ساجد بھی اسی طرح خیال خوانی میں مصروف تھا۔ منڈولا بھی پرواز کرتا ہوا جان لیزی کے پاس پہنچ گیا۔

اس وقت جان لیزی ریسیور کان سے لگائے کہہ رہا تھا۔ "پچاس لاکھ کا سونا واپس مل گیا! یہ واقعی اچھی خبر سنا رہے ہو لیکن وہ مسز فرحانہ ساجد کون ہے؟ اس نے رانا سرفراز کو الو بنایا۔ تمہیں اور ڈی آئی جی کو گھن چکر بنایا۔ آخر وہ چاہتی کیا تھی؟ اس کی اصلیت معلوم کرو۔"

راجر نے کہا۔ "مسٹر لیزی! وہ عورت ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

یہ بات سن کر صرف جان لیزی ہی نہیں' اس کے اندر بیٹھا ہوا داؤد منڈولا بھی چونک گیا۔ لیزی نے پوچھا۔ "کیا بکواس کررہے ہو؟ تم نے کیا نام بتایا؟ کیا ابھی تم نے فرحانہ کہا ہے نا؟"

"ہاں۔ اس کا نام فرحانہ ساجد ہے۔ وہ لاہور سے آئی ہے۔"

"اوہ گاڈ! پھر تو یہ وہی ہے جس نے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی مورا کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔ کیا وہ تمہارے دماغ میں آئی تھی۔"

"ہاں' آئی تھی۔ اس نے مجھے اور ڈی آئی جی کو آپس میں لڑنے پر مجبور کردیا تھا۔"

جان لیزی نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "یو بلڈی فول! تمہیں مجھ سے فون پر بات کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ میرے دماغ میں بھی آچکی ہوگی۔ اب میں کیسے معلوم کروں کہ وہ میرے اندر چھپی ہوئی ہے یا نہیں؟"

"مسٹر لیزی! آپ خواہ مخواہ پریشان ہورہے ہیں۔ ڈی آئی جی نے اس سے بیٹی کا رشتہ قائم کرکے اسے الو بنایا ہے۔ اس نے جذبات میں آکر پچاس لاکھ کا مال واپس کیا ہے۔ اب وہ دشمنی نہیں کرے گی۔"

"وہ جذبات میں نہیں آئی۔ تم سب الو بن رہے ہو۔ وہ تمہارا پیچھا کرتی ہوئی اسلحے کے اسمگلروں تک پہنچے گی۔ اس طرح دور تک ہمارے پھیلے ہوئے آلہ کاروں کے اندر جگہ بناتی جائے گی۔"

راجر نے کہا۔ "اگر تمہیں یہ شبہ ہے تو ابھی میں اسلحے کی ڈیلنگ نہیں کروں گا۔ انتظار کروں گا اور اس کی دوستی یا دشمنی کو سمجھنے کی کوشش کروں گا۔"

"میرا بھی یہی مشورہ ہے۔ انتظار کرو۔ ہمارا ایک نیا خیال خوانی کرنے والا یہاں آرہا ہے۔ وہ فرحانہ سے نمٹ لے گا۔"

اُدھر راجر ولسن نے ریسیور رکھا۔ اِدھر منڈولا نے کہا۔ "مسٹر لیزی! میں تمہارے پاس موجود ہوں۔"

وہ خوش ہوکر بولا۔ "میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ ویسے تم مجھے کیسے جانتے ہو؟ کیا پہلے میری آواز سنی تھی؟"

"نہیں۔ سپر ماسٹر نے تمہاری تصویر دکھائی تھی۔ تب سے کئی بار تمہارے اندر آکر دیکھ چکا ہوں۔"

"یہ ٹیلی پیتھی بھی کیا جادو ہے۔ تم میرے پاس آتے رہے اور مجھے خبر نہ ہوئی۔ ویسے یہاں کب تک پہنچ رہے ہو؟"

"کراچی آیا ہوں۔ اسلام آباد کی فلائٹ ایک گھنٹا لیٹ ہے۔ شاید رات کے ایک بجے تک پہنچوں گا۔"

ساجد نے چونک کر اپنے سامنے سے اخبار ہٹایا اور لاؤنج میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگا۔ اس نے ابھی جان لیزی کے اندر یہ کرنا تھا کہ اس کا کوئی خیال خوانی کرنے والا یہاں موجود ہے۔ وہ بھی اسی فلائٹ سے جانے والا تھا جو ایک گھنٹا لیٹ ہے۔

وہ کون ہے؟ کہاں ہے؟ وہاں تقریباً دو سو مسافر تھے۔ ان میں تو بہت سے زیادہ غیر ملکی تھے۔ امریکا اور یورپ کے مختلف ممالک سے تعلق رکھتے تھے۔ ساجد یہ تاڑنے کی کوشش کررہا تھا کہ ان میں سے کون خلا میں تک رہا ہے یا آنکھیں بند کیے بیٹھا ہے یا پھر اخبار یا رسالے پر نظریں جمائے ہوئے ہے۔ ایسے ہی کسی شخص پر ٹیلی پیتھی جاننے والے کا شبہ ہوسکتا تھا۔

داؤد منڈولا' جان لیزی کے دماغ سے واپس آگیا تھا۔ اپنے منہ کے سامنے سے رسالہ ہٹا کر مونارو اور ٹالبوٹ سے باتیں کررہا تھا۔ اس لیے ساجد اسے نظرانداز کررہا تھا۔ باقی مختلف سیٹوں پر چار مسافر آنکھیں بند کیے بیٹھے تھے یا سونے کے انداز میں آدھے بیٹھے اور آدھے لیٹے ہوئے تھے۔ کئی مسافر اخبار اور رسالے پڑھ رہے تھے۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ٹہلنے کے انداز میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان افراد کو توجہ سے دیکھنے لگا جن پر شبہ ہورہا تھا۔ ایک امریکی حسینہ خلا میں تک رہی تھی اور زیرلب مسکرا رہی تھی۔ وہ اس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ وہ تھوڑی دیر بعد خیالات سے چونک گئی' پھر ساجد کو دیکھ کر بولی۔ "کیا بات ہے؟"

وہ بولا۔ "یہی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ بات کیا ہے؟ تم مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھیں لہٰذا وجہ جاننے کے لیے کھڑا ہوگیا۔"

وہ جھینپ کر بولی۔ "مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ مسکرا رہی ہوں۔ وہ بہت شریر ہے' خیالوں میں آکر ہنساتا رہتا ہے۔"

ساجد وہاں سے اپنی سیٹ کی طرف واپس آتے ہوئے حسینہ کے اندر پہنچا۔ پتا چلا وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ اپنے بوائے فرینڈ کو تصور میں دیکھ رہی تھی اور اس کی زندہ دلی یاد کرکے مسکرا رہی تھی۔

وہ اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا فرحانہ کو بتا دینا چاہیے کہ ڈی مورا کے جانے کے بعد دوسرا دشمن خیال خوانی کرنے والا یہاں آگیا ہے اور اسلام آباد پہنچنے والا ہے۔ یہ سوچ کر وہ خیال خوانی کرنے لگا۔

داؤد منڈولا نے سوچا' ابھی فرصت میں ہوں' مجھے اس خیال خوانی کرنے والی کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ راجر کے پاس پہنچا۔ اسے مخاطب کیے بغیر فرحانہ سے رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ رابطہ ہونے پر راجر نے کہا۔ "مسز فرحانہ ساجد! میں راجر بول رہا ہوں۔"

"ہاں بولو۔ سن رہی ہوں۔"

"تمہارے رویّے نے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ پہلے تو تم خاصی بدترین دشمن تھیں پھر تم نے دوستوں کی طرح وہ مال واپس کیوں کیا ہے۔"

"میں پہلے بھی دوست تھی۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم دونوں کی دُھنائی کرکے اپنی طاقت کا مظاہرہ کررہی تھی۔"

داؤد منڈولا' راجر کے اندر رہ کر فرحانہ کی آواز اور لہجے کو ذہن نشین کررہا تھا۔ اس نے سوچا اب اس کے دماغ میں جائے گا اگر وہ سانس روکے گی تو اس سے دو چار باتیں کرنے کی اجازت چاہے گا۔"

یہ سوچ کر وہ اس کے اندر پہنچا تو جگہ مل گئی۔ فرحانہ نے سانس نہیں روکی۔ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو اس لیے محسوس نہیں کیا کہ وہاں پہلے سے ساجد موجود تھا۔

فون پر راجر پوچھ رہا تھا۔ "ہم تمہاری طاقت اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کے قائل ہوگئے ہیں۔ کیا ہمارے لیے کام کروگی؟"

"کام کرنا ہوتا تو پچاس لاکھ کا مال جان لیزی کے پاس خود پہنچاتی اور اپنا حصہ وصول کرتی۔ اب مجھے فون نہ کرنا۔ میں بہت مصروف ہوں۔"

فرحانہ نے ریسیور رکھ کر ساجد سے کہا۔ "تمہارے آتے ہی اس کمبخت کا فون آگیا۔ ہاں تو تم کیا کہہ رہے تھے۔ کیا دوسرا خیال خوانی کرنے والا یہاں آرہا ہے؟"

"ہاں' یہ عجیب اتفاق ہے۔ وہ بھی اسی فلائٹ سے اسلام آباد پہنچے گا۔ ابھی اسی لاؤنج میں کہیں موجود ہے۔ میں اسے تاڑنے کی کوشش کررہا ہوں لیکن وہ نظروں میں نہیں آرہا ہے۔"

داؤد منڈولا ایک دم گھبرا کر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ فرحانہ کے دماغ میں جانے والا جو اسی لاؤنج میں موجود ہے' وہ اسے خیال خوانی کی حالت میں دیکھ لے۔

منڈولا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر وہاں بیٹھے ہوئے مسافروں کو دیکھنے لگا پھر مونارو اور ٹالبوٹ سے سرگوشی میں بولا۔ "میاں ہمارا ایک خیال خوانی کرنے والا دشمن موجود ہے اور ہمیں ڈھونڈ رہا ہے۔ اس سے پہلے ہم تینوں اسے پہچان لیں اور اس سے محتاط رہیں تو بہتر ہے۔"

ان دونوں نے بھی حالت کی نزاکت کو سمجھ لیا۔ اگر دشمن انہیں پہچان لے گا تو خود کو کامیابی سے چھپا سکے گا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ پہچانے جائیں۔ وہ تینوں اٹھ کر ٹہلنے کے انداز میں آہستہ آہستہ مختلف سمتوں میں چلنے لگے۔ خاموش بیٹھنے والوں' سونے والوں یا اخبارات پڑھنے والوں کو غور سے دیکھنے لگے۔

ادھر فرحانہ نے ساجد سے کہا تھا۔ "جب دشمن وہاں موجود ہے تو تمہیں خیال خوانی نہیں کرنی چاہیے۔ فوراً واپس جاؤ۔"

وہ واپس دماغی طور پر حاضر ہوگیا تھا۔ اس لیے پہچانا نہیں جارہا تھا۔ عجب آنکھ مچولی کا کھیل شروع ہوگیا تھا۔ دو خیال خوانی کرنے والوں کو ایک دوسرے کی موجودگی کا علم ہوگیا تھا لیکن وہ ایک دوسرے کو پہچان نہیں پارہے تھے۔

آخر منڈولا نے ایک تدبیر آزمائی۔ لاؤنج کے ایک گوشے میں

جاکر بیٹھ گیا۔ اس نے وہاں کی اناؤنسر کی آواز سن کر اس کے دماغ میں جگہ بنائی پھر اسے بولنے پر مجبور کیا۔ "اٹینشن مسٹر ساجد! آپ کی ایک ٹیلی فون کال ہے۔ پلیز نیماں آکر اٹینڈ کریں۔"

ساجد نے اس اناؤنسمنٹ کو سنا۔ اناؤنسر نے کئی بار ٹیلی فون کال کے بارے میں ساجد کو پکارا۔ پاکستان میں اسے صرف ایک فرحانہ ہی جانتی تھی۔ اس نے فرحانہ کے دماغ میں آکر دیکھا۔ اس نے اسلام آباد سے فون نہیں کیا تھا۔ تب اس نے اناؤنسر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ اندر سے کچھ پریشان تھی۔ سوچ رہی تھی کہ وہ ایسی بات کیوں کہہ رہی ہے؟ کسی ساجد کو کیوں پکار رہی ہے؟

پھر اس نے دیکھا ایک شخص نیند سے اٹھ کر آنکھیں ملتا ہوا اس کاؤنٹر کی طرف جارہا تھا جہاں اناؤنسر کھڑی ہوئی تھی پھر اوپر جج کے گوشے سے منڈولا اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ اگرچہ وہ اناؤنسر کے دماغ میں موجود تھا لیکن ذرا قریب ہوکر ساجد کو اس کے چہرے سے اچھی طرح پہچاننا چاہتا تھا۔

اس نے ساجد کو پہچاننے کے لیے جو تدبیر آزمائی تھی' اس میں کامیاب ہورہا تھا۔ وہ شخص اناؤنسر کے پاس آکر کہہ رہا تھا۔ "میرا نام ساجد ہے۔ میں فون اٹینڈ کروں گا۔"

اناؤنسر نے منڈولا کی مرضی کے مطابق کہا۔ "سوری' آپ نے آنے میں دیر کردی۔ دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوچکا ہے۔"

وہ ساجد نامی شخص اپنی سیٹ کی طرف واپس جانے لگا۔ منڈولا اسے دیکھ رہا تھا لیکن اس کے دماغ میں نہیں جارہا تھا۔ کیونکہ وہ اسے ٹیلی پیتھی جاننے والا ساجد سمجھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس کے دماغ میں جائے گا تو وہ سانس روک لے گا اور اپنے آس پاس دشمن کی موجودگی سے اور زیادہ محتاط ہوجائے گا۔ اس کے لیے یہ بات باعث اطمینان تھی کہ اس نے ساجد کو پہچان لیا ہے۔

اس کے برعکس ساجد نے اسے دیکھ لیا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "یہ تو وہی ہے' جو ویٹر کو ٹھانچہ مارنا چاہتا تھا اور میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ یہ کمبخت تھا نہیں ہے۔ اس کے دو ساتھی بھی ہیں۔"

اب اناؤنسر کہہ رہی تھی کہ طیارہ پرواز کے لیے تیار ہے۔ لہٰذا مسافر حضرات طیارے میں تشریف لے جائیں۔ وہ بیچارہ جو ساجد کا ہم نام تھا اس کی شامت آگئی تھی' منڈولا' مونارو اور ٹالبوٹ اس کے دائیں بائیں اور پیچھے چل رہے تھے۔ طیارے میں بھی اتفاق سے اس کی سیٹ ان تینوں کے قریب تھی۔

ساجد نے سیٹ بیلٹ باندھ کر آرام سے بیٹھنے کے بعد فرحانہ کو مخاطب کیا۔ "میں جہاز میں ہوں۔ سفر شروع ہورہا ہے۔ اللہ نے چاہا تو ایک یا دو بجے تک پہنچ جاؤں گا۔"

وہ بولی۔ "انشاء اللہ ایک بجے سے پہلے ہی پہنچ گے۔ جہاز اتنا لیٹ نہیں ہوگا۔"

"وہ لیٹ نہیں ہوگا لیکن دشمن لیٹ ہونے پر مجبور کردیں گے۔ میں نے انہیں تاڑ لیا ہے۔" انہوں نے بھی مجھے تاڑ لیا ہے۔"

"اللہ خیر کرے۔ وہ تعداد میں کتنے ہیں؟"

"تین ہیں مگر ایک عجیب بات ہورہی ہے اسے اللہ تعالیٰ کی مدد کہنا چاہیے۔ اس طیارے میں میرا ایک ہم نام ہے۔ وہ تینوں اسے ٹیلی پیتھی جاننے والا ساجد سمجھ رہے ہیں۔"

وہ کھلکھلا کر ہنستی ہوئی بولی۔ "پھر تو تم محفوظ ہو۔"

"ہاں' مگر ہمیں اس پہلو پر غور کرنا چاہیے کہ دشمن کو یہاں میری موجودگی کا علم کیسے ہوا؟"

"شاید اس نے ڈی آئی جی یا راجر وغیرہ کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہوگا کہ میں یہاں اپنے شوہر کا انتظار کررہی ہوں جو کسی بیرونی ملک سے آنے والا ہے۔"

"لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں اسی طیارے سے آرہا ہوں؟ میرا خیال ہے جب میں پچھلی بار تم سے باتیں کررہا تھا تو وہ تمہارے دماغ میں آیا تھا۔"

یہ کہہ کر ساجد دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ پھر چند سیکنڈ گزارنے کے بعد اس کے پاس آکر بولا۔ "کیا میرے جاتے ہی تم نے پرائی سوچ کی لہریں محسوس کی تھیں؟"

"نہیں۔ میں سوچ رہی تھی تم اچانک کیوں چلے گئے ہو۔ تمہاری واپسی کا انتظار کررہی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ ابھی ہمارے درمیان نہیں ہے۔ تم اکثر مجھے تصور میں دیکھتی ہو اور میں تمہیں اپنی صورت شکل کے متعلق بتاتا رہتا ہوں۔ اب تک میں نے جو کچھ بتایا ہے اس میں دو چیزوں کا اضافہ کرلو۔ ایک تو یہ کہ میری بڑی بڑی مونچھیں ہیں اور دائیں طرف کی مونچھ کے اوپر ناک کے قریب ایک بڑا سا مسّا ہے۔"

"توبہ ہے' کیسے بھیانک لگ رہے ہوگے۔"

"یہ میرا تو نہیں اس بیچارے بھیانک کا حلیہ ہے جو میرا ہم نام ہے۔ تم آئندہ مونچھوں اور مسّے کے ساتھ میرا تصور کیا کروگی۔ کبھی کوئی پوچھے تو میرا یہی حلیہ بتاؤ گی۔"

"کیا وہ دشمن تمہارے ہم نام ساجد کے دماغ میں نہیں جارہا ہوگا۔"

"شاید نہیں جارہا ہے۔ اسی لیے وہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اکثر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح اسے یوگا کا ماہر سمجھ رہا ہے۔ پھر یہ کہ میرا وہ ہم نام ساجد دوسرے مسافروں کی طرح سگریٹ نہیں پی رہا ہے۔"

ساجد دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہوگیا۔ جہاز بلندی پر پرواز کررہا تھا۔ وہ ٹوائلٹ جانے کے بہانے اٹھ گیا۔ دشمنوں کے قریب سے گزرتا ہوا گیا۔ اس کا ہم نام ساجد آرام سے آنکھیں بند کیے اپنی سیٹ پر سو رہا تھا۔ شاید وہ سونے کا عادی تھا۔ کیونکہ لاشعور بھی یہی کررہا تھا۔ اس کی یہ عادت ساجد کے حق میں تھی۔ دشمن سمجھ رہے تھے کہ وہ آنکھیں بند کرکے سونے کے بہانے خیال خوانی کرنے میں مصروف ہے۔

منڈولا اور اس کے دونوں ماتحت یہی سمجھ رہے تھے۔ ان کے پاس اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرنے والی دوا تھی۔ منڈولا نے ایک ایئر ہوسٹس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس مُضر دوا کی ایک ننھی سی گولی اس کے ہاتھ میں پکڑا دی تھی۔ ہوسٹس نے اس گولی کو اپنے گریبان میں چھپا لیا تھا۔ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ صرف تین یا چار سیکنڈ میں غائب دماغ رہ کر وہ گولی چھپائی ہے۔ اس کے بعد وہ نارمل ہوکر اپنی ڈیوٹی میں مصروف رہی۔ اس نے منڈولا کی مرضی کے مطابق مونچھوں والے ساجد کے پاس جاکر پوچھا۔ "کیا آپ کوئی مشروب لینا پسند کریں گے۔"

اس نے انکار کیا۔ وہ بولی۔ "تو پھر چائے یا کافی نوش کریں۔"

وہ بولا۔ "شکریہ۔ ابھی میں سونا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ منڈولا ہوسٹس کے اندر رہ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر ٹالبوٹ سے سرگوشی میں بولا۔ "وہ کمبخت آسانی سے قابو میں نہیں آئے گا۔ کچھ کھانے پینے سے انکار کررہا ہے۔ آنکھیں بند کرلی ہیں لیکن یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے' وہ سو نہیں رہا ہے خیال خوانی کررہا ہے۔"

ٹالبوٹ نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے وہ فرحانہ کے پاس پہنچا ہوا ہے۔ تم بھی فرحانہ کے اندر جاسکتے ہو۔"

"ہاں میں جاکر دیکھتا ہوں' وہ دونوں ہمیں ٹریپ کرنے کے منصوبے بنا رہے ہوں گے۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتا تھا۔ اسی لمحے تھری ڈی کے ایک ڈی کرین نے اسے مخاطب کیا۔ پھر کوڈ ورڈز ادا کرکے بولا۔ "سپر باسٹر کے حکم سے بڑی اہم معلومات فراہم کررہا ہوں۔ ماسکو کی سابقہ ماسک مین کو گولی ماردی گئی ہے کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا اس کی قید سے فرار ہوگیا ہے۔"

منڈولا نے کہا۔ "دلچسپ اطلاع ہے۔ حیرانی یہ ہے کہ اتنے سخت پہرے سے کیسے نکل بھاگا ہے؟"

"فرار اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے یہ کمال دکھایا ہے۔ ایوان راسکا ماسکو سے پیرس پہنچا تھا۔ سپر باسٹر نے بابا صاحب کے ادارے میں جناب تیرہی صاحب سے رابطہ کرکے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا ہے کہ ایوان راسکا نے اپنی مرضی سے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ اس کا نام ساجد علی ہے۔"

داؤد منڈولا چونک کر سیدھا بیٹھ گیا پھر بولا۔ "کیا؟ تم نے کیا کہا ہے؟"

لڑکی کرین نے ہنس کر کہا۔ "میں جانتا تھا' تم چونک پڑو گے۔ اور میرے ساتھی ڈی مورا کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے لگا تھا کہ وہ جے مور گن ہے اور فرحانہ کا عاشق ہے۔ جبکہ وہ سابقہ ایوان راسکا اور موجودہ ساجد علی ہے۔"

"اچھا تو اب تک ایوان راسکا ہمیں گمراہ کرتا آرہا ہے۔ یہ بدبخت ابھی میری نظروں کے سامنے ہے۔ ہم ایک ہی فلائٹ سے اسلام آباد پہنچنے والے ہیں۔ اس کی محبوبہ پرل میں اس کا انتظار کررہی ہے۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا۔ "یہ مُعمّا حل ہوگیا کہ یہ ساجد علی کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے لیکن فرحانہ کی اصلیت معلوم نہیں ہورہی ہے۔ یہ کوئی نئی خیال خوانی کرنے والی ہے یا کوئی پرانی ہے اور نام بدل کر ہمارے سامنے آرہی ہے۔"

"ہمارے سپر باسٹر نے فرحانہ کے متعلق جناب تیرہی صاحب سے سوال کیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ وہ ایک مسلمان عورت ہے۔ نامحرم ہے اور ہم دو مردوں سے نامحرم کی باتیں نہیں کرتے۔"

"کیا مشکل ہے۔ وہ اپنا راز کسی نہ کسی طریقے سے راز ہی رکھتے ہیں۔ بہرحال یہ بہت بڑی بات معلوم ہوئی کہ موجودہ ساجد علی تنہا نہیں ہے۔ اس کے پیچھے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک فوج ہے۔ میں محتاط رہوں گا۔"

ڈی کرین اس کے دماغ سے چلا گیا۔ وہ اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے ٹالبوٹ اور مونارو کو ساجد علی کی پوری ہسٹری بتانے لگا پھر بولا۔ "اس لمحے سے خیال خوانی کے سلسلے میں محتاط رہو۔ پتا نہیں فرہاد کے کتنے خیال خوانی کرنے والوں نے اس فلائٹ کے کتنے مسافروں کو آلۂ کار بنایا ہوگا۔ ان کے ذریعے ہمیں تاڑنے کی کوشش کررہے ہوں گے۔ اگر ہم خیال خوانی بالکل نہ کریں تو وہ ہمیں کبھی پہچان نہیں سکیں گے۔"

ان تینوں نے سفر کے دوران خیال خوانی کرنے سے توبہ کرلی۔ پنڈی کے ائیرپورٹ پر پہنچنے کے بعد وہ دور ہی سے مونچھوں والے ساجد کو دیکھتے رہے۔ اس کے استقبال کے لیے ایک عورت آئی تھی۔ انہوں نے سمجھا وہی فرحانہ ہے۔ وہ جس طرح مونچھوں والے سے محبت ظاہر کررہی تھی۔ اس سے اندازہ یقین میں بدل رہا تھا۔

وہ کئی مسافروں کے درمیان پارکنگ ایریا میں آئے۔ مونارو نے کہا۔ "وہ دونوں کار میں جارہے ہیں۔ کیا ہم ٹیکسی میں پیچھا کریں گے؟"

منڈولا نے کہا۔ "پیچھا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ فرحانہ پرل میں ٹھہری ہوئی ہے۔ وہ دونوں اسی سوئٹ میں رات گزریں گے۔ سوچنا یہ ہے کہ اس رات کو ان کی زندگی کی آخری رات کیسے بنایا جائے؟"

وہ تینوں وہاں سے ایک ٹیکسی میں روانہ ہوئے۔ فرحانہ اپنے ساجد سے ملنے اور اسے آنکھوں سے دیکھنے کے لیے بے چین تھی۔ اس کے استقبال کے لیے ائیرپورٹ آنا چاہتی تھی لیکن ساجد نے منع کردیا تھا۔ حالات سازگار نہیں تھے۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں

ہی محدود کر زیادہ محفوظ رہ سکتی تھی۔

لیکن دل کی بے چینی نے اسے چین سے نہیں رہنے دیا۔ وہ ہوٹل کے نچلے حصے میں آئی۔ دروازے کے قریب رہ کر محبوب کا انتظار کرنے لگی۔ اسے صورت سے نہیں پہچان سکتی تھی۔ صرف ایک ہی پہچان تھی کہ وہ تنہا آئے گا۔

ہوٹل کے دروازے پر کبھی کوئی ٹیکسی آکر رک رہی تھی، کبھی ہوٹل کی کاریں آرہی تھیں۔ لیکن ان میں سے مرد عورتیں اور بچے اتر کر ہوٹل کے اندر جارہے تھے۔ پھر ایک ٹیکسی سے ایک تنہا نوجوان باہر آیا۔ اسے دیکھ کر بے اختیار دل دھڑکنے لگا۔ وہ اکثر اپنا حلیہ جیسا بتایا کرتا تھا، کچھ ویسا ہی لگ رہا تھا۔ ٹیکسی کا کرایہ ادا کر رہا تھا۔ ہوٹل کا ملازم سامان اندر لے جارہا تھا۔ پھر وہ شیشے کا دروازہ کھول کر اندر آیا تو کچھ فاصلے پر شناسا حسن کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

دونوں کی نظریں ٹکرائیں۔ دونوں کی نظروں میں ایک سوال تھا۔ ایک شناسائی سی تھی جو اجنبیت سے منکر تھی۔ اس نے ایک ذرا خیال خوانی کی پرواز کی تو جانِ حیات کو روبرو پایا پھر چند قدموں کا فاصلہ طے کر کے قریب آکر بولا۔ "تم سے رہا نہ گیا۔ آخر باہر چلی آئیں؟"

اس نے ایک دم شرما کر سر پر آنچل رکھ لیا۔ ساجد کے جی میں آیا اس شرمیلی کو بازوؤں میں بھر لے۔ پھر خیال آیا، یہ پاکستان ہے یہاں سرِعام رومانس کی یا جذبات میں بہنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ سر جھکا کر بولی۔ "آ..... آپ دشمنوں سے غافل تو نہیں ہیں نا؟"

"میں انہیں پہچانتا ہوں۔ وہ تعاقب کرتے ہوئے دکھائی نہیں دیے۔ یہاں بھی نظر نہیں آرہے ہیں۔ یہاں سے فوراً چلو۔"

وہ دونوں کاؤنٹر پر آئے۔ فرحانہ نے اپنے سوئٹ میں ساجد کے نام کی انٹری کرائی پھر وہ لفٹ کے ذریعے اوپر آئے۔ ملازم نے فرحانہ سے چابی لے کر دروازے کو کھولا۔ سامان اندر رکھا پھر بخشش لے کر چلا گیا۔

دروازہ بند ہوگیا۔ وہ دلہن کے روایتی لباس میں نہیں تھی لیکن سرخ جوڑے میں تھی۔ اس نے دوپٹے کو گھونگٹ بنا کر چہرے کو چھپایا تو کانچ کی چوڑیاں گنگنائیں جیسے جذبوں نے سرگوشی کی ہو۔ ساجد نے زندگی میں پہلی بار یہ مشرقی انداز اور دونوں ہاتھوں میں بھری ہوئی چوڑیاں دیکھی تھیں۔ ہتھیلیوں پر اور انگلیوں پر مہندی کی رنگت اس کے گورے اور گلابی رنگ کو اور ابھار رہی تھی۔ وہ مقناطیس کے سامنے کھنچا چلا آیا۔ اس کے ہاتھ کو تھام کر حنائی حسن کو دیکھنے لگا۔ پھر اس کی ہتھیلی کو اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر رکھ کر بولا۔ "میں بیان نہیں کر سکتا کہ تمہیں صرف دیکھ کر کتنی مسرت میرے اندر بھر گئی ہے۔ میں نے خیالوں میں تمہاری کئی تصویریں بنائیں مگر یہ مشرقی انداز ان تمام تصویروں سے زیادہ حسین اور پُرکشش ہے۔ ایک بات کہوں؟"

اس نے شرما کر دوپٹے کو ذرا اور گھونگٹ بنا لیا۔ وہ بولا۔ "خیال خوانی کے دوران جب ہم گفتگو کرتے تھے تو تم مجھے تم کہا کرتی تھیں۔ ابھی پہلی ملاقات میں مجھے آپ کہہ کر مخاطب کیا تو مجھے اچھا لگا۔ انگریزی زبان میں یو یعنی تم ہے اور واؤ یعنی تو ہے۔ آپ کے لیے کوئی لفظ نہیں ہے۔ تم نے آپ کہہ کر مجھے ایک نئے انداز سے اپنایا ہے۔ میں چاہتا ہوں، مجھے اسی انداز سے مخاطب کرو۔"

وہ ذرا چپ رہی پھر بولی۔ "خدا کے بعد آپ میری جان کے مالک ہیں۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔"

اس نے گھونگٹ اٹھا کر گلابی مکھڑے کو دیکھا۔ پھر اپنی ہتھیلیوں کے گلدان میں مکھڑے کو سجا کر بولا۔ "کاش! میں شاعر ہوتا، میرے پاس لفظوں کا خزانہ ہوتا تو آپ پر پھولوں کی طرح نچھاور کرتا۔ فی الوقت اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ آپ خوابوں کی طرح حسین ہیں۔"

وہ ہنس پڑی۔ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر بولی۔ "آپ بڑے ہیں، بڑے چھوٹوں کو تم کہتے ہیں۔"

وہ بولا۔ "چھوٹوں سے صرف محبت ہی نہیں کی جاتی، عزت بھی کی جاتی ہے۔ میں آپ سے محبت بھی کرتا ہوں اور آپ کی عزت بھی کرتا ہوں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ دونوں نے چونک کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔ یہ وہ سہاگ رات تھی جہاں کوئی تیسری آواز سنائی نہیں دیتی۔ کوئی مداخلت کرنے نہیں آتا مگر آگیا تھا۔

وہ ناگواری سے فون کے قریب آیا۔ اسے دیکھ کر کچھ سوچتا رہا۔ گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ پھر اس نے اچانک ہی مسکرا کر ریسیور اٹھایا۔ اسے منہ کے پاس لا کر کہا۔ "بھئی میری مونچھیں بڑی ہیں تو میں کیا کروں۔ مانتا ہوں تمہیں گدگدی ہوتی ہے مگر میں انہیں چھوٹی نہیں کروں گا۔ او۔ ہاں۔ ہیلو کون ہے؟ ہیلو۔ ہیلو....."

اس نے ریسیور اٹھاتے ہی ایسا کیوں کہا؟ یہ بات پہلے فرحانہ کی سمجھ میں نہیں آئی۔ پھر دو باتیں سمجھ میں آئیں۔ ایک تو یہ کہ آدھی رات کے بعد کسی دشمن نے ہی فون کیا ہوگا اور ساجد کی بھی فون کرنے والے کو یہ جتا رہا ہے کہ وہ وہی مونچھوں والا ساجد ہے۔

لیکن دوسری بات جو فرحانہ کی سمجھ میں آئی، اس نے شرم سے گنگنا کر دیا۔ یہ سمجھ میں آیا کہ مونچھوں سے گدگدی کیسے ہوتی ہے۔ اس نے شرما کر دونوں ہتھیلیوں سے اپنے چہرے کو چھپا لیا۔

ساجد ریسیور کان سے لگائے کہہ رہا تھا۔ "تم اتنی رات کو فون کرنا کہاں کی شرافت ہے۔ میں ریسیور الگ رکھ کر سو رہا ہوں۔"

اس نے کریڈل پر ہاتھ رکھ کر رابطہ ختم کیا۔ ریسیور کو کریڈل سے الگ رکھ دیا پھر وہ دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر "ڈونٹ

ڈسٹرب" کی تختی لگائی۔ پھر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

سہاگ رات میں پھول کھلتے ہیں۔ باہر سیون ایم ایم رائفل' کا شگوف اور ریوالوروں میں گولیاں بھری جارہی تھیں۔

وہ کیا تھی؟ ایک غریب بے بس اور محتاج لڑکی تھی۔ اسے ایک دل والے نے بے تاج ملکہ بنا دیا تھا۔ دنیا کے ہر ملک، ہر شہر اور ہر بینک کی تجوری اس کے لیے کھل چکی تھی۔

اس کے محبوب نے اس کے سر پر آسمان روشن کر دیا تھا اور زمین پر پھولوں کی سیج بچھا دی تھی۔ وہ اپنے محبوب کو خراجِ عقیدت پیش کر رہی تھی۔ بلا سے دروازے کے باہر موت کھڑی ہو۔ اندر جنتی بھی سانسیں تھیں، وہ اپنے دل والے کے نام تھیں۔

○☆○

دو آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔

دو آنکھوں نے اسے دیکھا کہ وہ ایک کمزور سی بے یار و مددگار لڑکی تھی اور اپنی پیدائش کے پہلے لمحے سے بدنصیب تھی۔ جب وہ پیدا ہوئی تو باپ نے اس سے نظریں پھیر لیں اور اس کی ماں کو گالیاں دیں کہ اس نے بیٹی کیوں پیدا کی؟

ماں نے کہا۔ "اب سے پہلے میں نے تین بیٹے پیدا کیے۔ ہر بیٹے کی پیدائش پر تم نے خدا کا شکر ادا کیا۔ بیٹی کی پیدائش پر ناشکری کیوں کر رہے ہو؟ عطائے خداوندی سے انکار کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ بیٹی شرمندگی لے کر آتی ہے۔ باپ اور بھائیوں کے سر جھکا دیتی ہے۔ ہم کسی سے آنکھیں نہیں ملا سکتے۔"

"تم دوسروں کی بیٹیوں اور بہنوں کو عیاشی کا مال سمجھتے ہو۔ اس لیے اپنی بیٹی کو دیکھ کر پرائی بیٹی کا بدن یاد آتا ہے اور پرائی بیٹی کو ننگی آنکھ سے دیکھتے ہی اپنی بیٹی یاد آنے لگتی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ اسے یہاں سے اپنے میکے لے جاؤ۔ میں اس کا وجود اس گھر میں اور اس شہر میں برداشت نہیں کروں گا۔"

"کیا تم مجھ سے علیحدگی اختیار کرنا چاہتے ہو۔ کیا خدا کی رحیمی اور کریمی سے مایوس ہوگئے ہو؟ کیا یہ سمجھتے ہو کہ آئندہ بیٹا پیدا نہیں ہوگا؟"

"اور آئندہ بھی بیٹی پیدا ہوئی تو؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ آئندہ تم میری خواب گاہ میں نہیں آؤ گی اور اگر آنا چاہتی ہو تو یہ لکھ کر دو کہ آئندہ بیٹی پیدا کرو گی تو طلاق ہو جائے گی۔"

"نہیں، میں طلاق نہیں لوں گی۔ ایک عورت کے لیے طلاق سے بڑی گالی کوئی نہیں ہوتی۔"

"اگر تو طلاق نہیں لے گی۔ میکے بھی نہیں جائے گی تو میں تمہاری بیٹی کا گلا دبا کر مار ڈالوں گا۔"

اس نے بیٹی کی خاطر علیحدگی اختیار کر لی۔ شوہر نے بیوی اور بچی کے لیے ماہانہ رقم مقرر کر دی اور یہ وارننگ دی کہ بیٹی کو باپ کا نام نہ دیا جائے۔ وہ اس کا باپ کہلانا پسند نہیں کرے گا۔ اگر باپ کا نام دیا جائے تو کبھی اس کی شادی نہ کی جائے۔ وہ کسی کو اپنا داماد بناتے ہوئے شرم اور غیرت سے ڈوب مرے گا۔

بیوی نے وعدہ کیا کہ وہ بیٹی کی شادی کبھی نہیں ہونے دے گی۔ شوہر نے کہا اگر وہ کسی سے عشق کرے گی تو اس کے عاشق کے ساتھ اسے گولی مار دے گا۔

ان حالات میں وہ لڑکی پرورش پا کر جوان ہوئی۔ چونکہ ذہین تھی اس لیے حالات کی مار نے اس کے اندر یہ عزم پیدا کیا کہ وہ اپنی ذات کی اہمیت کو منوائے گی اور اسکول سے لے کر میڈیکل کالج کے آخری سال تک ہر امتحان میں اوّل آتی رہی۔ دور دور تک اس کے حسن اور اس کی ذہانت کے چرچے ہونے لگے۔

○☆○

دو آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔

ہاں دو آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔ لیکن وہ آنکھیں کس کی ہیں؟ دیکھنے والی آنکھیں گواہ کہلاتی ہیں۔

دو آنکھوں نے اسے دیکھا کہ اس کی ذہانت کے قائل اور اس کے حسن کے شیدائی جگہ جگہ تھے۔ شاعر اس کے حسن کے قصیدے لکھتے تھے اور ہر محفل میں اس کے ناز و انداز کے چرچے ہوتے تھے۔

اس کے تین مگرّے اور خونخوار بھائی عیاشوں کی جس محفل میں جاتے تھے وہاں اپنی بہن کے حسن کی مثال ضرور سنتے تھے اور بہن کے حسن و شباب کی تعریفیں کرنے والوں کو اسپتال یا قبرستان پہنچا دیتے ہیں۔

انہوں نے باپ سے جھگڑا کیا کہ کیوں ایک بیٹی پیدا کی؟ اسے کوئی نہ کوئی ہاتھ لگائے گا۔ اس خیال سے ہی ہمیں شرم آتی ہے۔

باپ نے کہا۔ "ہم اس کی شادی نہیں ہونے دیں گے۔"

بیٹوں نے کہا۔ "شادی نظروں میں آتی ہے۔ گناہ چھپ کر ہوتا ہے۔ وہ چھپ کر جو کرے گی اس کا حساب کون کرے گا؟"

"اس کے گناہگار ہونے کی بھنک کانوں میں پڑے گی تو ہم اسے گولی مار دیں گے۔"

"جب یہ بدنامی کے چھینٹے ہمارے دامن پر آہی جائیں گے تو اس کے خون سے بھی یہ دھبے نہیں مٹیں گے۔ دانش مندی یہ ہے کہ اسے کسی ویرانے میں لے جا کر گولی مار دی جائے۔"

چاروں باپ بیٹے سر جوڑ کر قتل کا منصوبہ بنانے لگے۔ وہ اتنی حسین و جمیل تھی کہ اس کا داغ دار ہونا لازمی تھا اور وہ داغ باپ اور بھائیوں کے دامن پر لگنے والا تھا۔ پھر اس کے اغوا کا شرمناک واقعہ پیش آیا۔ اور وہ شرم و حیا کی ماری رئیس کے حرم تک جا پہنچی۔

وہ رئیس کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے لہٰذا یہ فیصلہ کیا کہ سر شرم سے جھکنے سے پہلے ہی اس بدبخت لڑکی کو جو ایک بیٹی اور تین کی بہن ہے اسے عزت آبرو سے قتل کر دیا جائے۔

اس لڑکی کو اپنے بدترین حالات کا علم تھا۔ اس نے فیصلہ کیا

کہ باپ اور بھائیوں سے دور کسی دوسرے ملک چلی جائے گی۔ لیکن اس سے پہلے ہی اسے اغوا کر کے رئیس کی حرم سرا میں پہنچا دیا گیا۔

○☆○

دو آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔

ہاں! دو آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔ لیکن وہ آنکھیں کس کی ہیں؟ کیا وہ مقدر کی آنکھیں ہیں؟

دو آنکھوں نے اسے دیکھا کہ وہ جس محل سرا میں پہنچائی گئی' وہ کروڑوں روپے کی لاگت سے تیار کیا گیا تھا۔ اس کے در و دیوار پر اصلی سونے اور چاندی کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ وہاں کا فرش شیشے کا بنا ہوا تھا کیونکہ اس پر نازک حسینائیں اپنے خوبصورت سے نازک سے پاؤں رکھ کر چلتی تھیں۔

ایک مسلمان رئیس نے صرف در و دیوار اور فرش پر جو کثیر رقم خرچ کی تھی وہ رقم صومالیہ کے مسلمانوں کو پہنچائی جاتی تو وہ فاقوں اور بیماریوں سے محفوظ رہ کر ایک مسلم سیاسی قوت بن کر ابھرتے۔

اس حرم سرا میں بیس حسین کنیزیں تھیں۔ کسی کو جاپان سے' کسی کو چین سے' کسی کو ہندوستان سے' کسی کو پاکستان سے' کسی کو امریکا اور یورپ کے ممالک سے چھانٹ چھانٹ کر لایا گیا تھا۔ یہ سب دنیا کی مہنگی ترین حسینائیں تھیں۔ بیس کو اپنے دسترخوان پر ہر ملک کا لذیذ کھانا مرغوب تھا۔ جس نے دل بھر جانا تھا' اسے ایک لاکھ درہم دے کر رخصت کر دینا تھا۔ اس کی جگہ دوسری حسینہ خرید کر لائی جاتی تھی۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا تھا کہ وہاں آنے والی کسی بھی حسینہ کو رئیس سے پہلے کسی نے ہاتھ نہ لگایا ہو۔

وہاں سال بھر میں تقریباً پچاس حسیناؤں کی آمد اور رخصتی ہوتی رہتی تھی۔ اس حساب سے حرم سرا میں ایک وقت میں صرف بیس حسینائیں ہوتی تھیں۔ ان پچاس عورتوں پر سالانہ ایک کروڑ درہم خرچ ہوتے تھے۔ اس کروڑ درہم سے یونیسیا کے پچاس ہزار خاندانوں کو خوراک دوائیں اور جہاد کے لیے ہتھیار پہنچائے جا سکتے تھے لیکن ایسی قوم پر ستی صرف عیسائیوں اور یہودیوں میں ہوتی ہے۔ مسلمانوں میں صرف ہوس پرستی ہوتی ہے۔

اس محل کے اطراف جو پہرے دار بنے ہوئے تھے' ان میں پچیس ہزار مسلح سپاہی تھے۔ وہ سپاہی اسلام دشمنوں سے لڑنے کے لیے نہیں' صرف رئیس کی حفاظت اور حسین اور مہنگی کنیزوں کی پہرے داری کے لیے تھے۔

پچیس حبشی مگرمچھ غلام محل سرا کے باہر ننگی تلواریں لیے کھڑے رہتے تھے۔ وہ صرف لنگوٹ پہنتے تھے ان کے سیاہ جسم اور ننگی تلواریں روشنی میں چمکتی رہتی تھیں۔ محل سرا کی کنیزیں انہیں دیکھتے ہی سہم جاتی تھیں۔

پچیس عدد خونخوار کتے تھے۔ انہیں جس کے بدن کی بو سنگھائی جاتی تھی وہ اس پر درندگی سے جھپٹ پڑتے تھے۔ پھر اس بغاوت کرنے والی حسینہ کے بدن پر گوشت نہیں رہتا تھا صرف ہڈیاں رہ جاتی تھیں۔

حرم سرا کے اندر دو امریکی پہلوان عورتیں تھیں۔ وہ اتنی زبردست تھیں کہ مقابلے میں تنہا چار مردوں پر بھاری پڑتی تھیں۔ ان میں سے ایک مین کلر اور دوسری آئرن راڈ کہلاتی تھی۔ وہ نئی آنے والی کنیزوں کو رئیس کی خواب گاہ کے لیے تیار کرتی تھیں۔ جو راضی نہیں ہوتی تھیں انہیں زبردست ذہنی اذیتیں پہنچاتی تھیں۔ ٹی وی اسکرین پر ایسے ایسے شرمناک اور دہشت ناک مناظر دکھائی جاتیں کہ وہ سہم کر خواب گاہ میں چلی جاتی تھیں۔

وہ بدبخت لڑکی آسمان سے گری اور کھجور میں اٹکی۔ باپ اور بھائیوں کی نفرت اور دشمنی سے بچنے کے لیے ملک سے باہر جانے کا سوچا تو ظالموں نے اسے حرم سرا میں پہنچا دیا۔

رئیس نے وہاں سے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں رکھا تھا لیکن دنیا میں آنے کا راستہ ہے تو جانے کا بھی راستہ ہے۔ محل سرا کے ظالم درندے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اپنی آبرو کی سلامتی کے لیے محل کی چھت سے چھلانگ لگا دے گی۔

وہ دریا کے تیز دھارے میں بہتی ہوئی گئی تو دریا کے دونوں کناروں پر دشمن ہی دشمن اس کے تعاقب میں تھے۔ ایک طرف تین قاتل بھائی رائفلیں اور راکٹ لانچر لیے ہوئے تھے دوسرے کنارے پر مسلح سپاہی پندرہ عدد خونخوار کتوں کو لیے دوڑ لگا رہے تھے۔

جب مصائب چاروں طرف سے گھیرتے ہیں اور بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا تو صرف مایوسی یا موت رہ جاتی ہے۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ جدوجہد کرنے والے آخر کار مر جاتے ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ غیبی امداد پہنچ جاتی ہے۔ ایک کنارے پر دوڑنے والے سپاہیوں اور کتوں کی راہ میں دلدل آ گئی۔ دوسری سمت قاتل بھائیوں کی جیپ کا پہیہ پنکچر ہو گیا اور وہ ان کی دست رس سے بہت دور نکل گئی۔

وہ بہتے بہتے' منہ زور لہروں کی مار کھاتے کھاتے بے جان سی ہو کر ساحل پر آ گئی۔ چاروں شانے چت ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگی۔ یا اللہ! یہ جان تیری دی ہوئی ہے اسے تو لے لے یا مجھے اتنی طاقت دے کہ میں دشمنوں کی دنیا میں آبرو سے جی سکوں۔

وہ بڑی دیر تک دعائیں مانگتی رہی تب دعا قبول ہوئی۔ اس کے لیے آسمان سے سچے رب کا انعام اترنے لگا۔

غباروں سے ہوا نکل چکی تھی۔ غیر معمولی دواؤں اور فارمولوں کا تھیلا آ کر اس کے سینے پر ٹھہر گیا تھا۔

بے شک اللہ جسے چاہتا ہے' عزت دیتا ہے' جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ اس کی شانِ کریمی وہی جانتا ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوا تھا۔ وہ چند لمحوں تک

ساکت پڑی رہی۔ اپنے سینے پر آ کر اترنے والے تھیلے اور چپکے ہوئے غباروں کو حیرانی سے دیکھتی رہی پھر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ چاروں طرف دیکھنے لگی کہ وہاں اور کون ہے۔ یہ چیزیں کون اس پر پھینک کر تماشا دیکھ رہا ہے؟

وہاں کوئی تماشائی نہیں تھا۔ دور تک کوئی انسان اور حیوان نہیں تھا۔ تب اسے یاد آیا کہ وہ چیزیں سیدھی آسمان سے آئی ہیں۔ جیسے دعائیں شرف قبولیت حاصل کر کے انعام کے طور پر آتی ہیں۔ اس نے تھیلے کو اٹھا کر اپنے دھڑکتے ہوئے سینے سے لگایا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس میں کیا ہے۔ یہ ایمان تھا کہ جو کچھ بھی خدا کا عطیہ ہے۔

وہ اسے سینے سے لگائے کھڑی ہو گئی۔ اگرچہ تھکن سے چور تھی۔ ساحلی زمین پر اٹھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ لیکن غیبی امداد نے توانائی پیدا کر دی تھی۔ وہ چاروں طرف محتاط نظروں سے دیکھتی ہوئی پہاڑی کے دامن میں ایک پھیلی ہوئی چٹان کے سائے میں آ کر بیٹھ گئی تاکہ آس پاس سے گزرنے والوں کی نظروں میں نہ آ سکے۔

اس نے تھیلے کو کھول کر دیکھا۔ اوپر امریکن ڈالرز کی گڈیاں تھیں۔ وہ تقریباً پچاس ہزار ڈالرز تھے۔ اس نے انہیں نکال کر ایک طرف رکھ دیا۔ اس صحرا اور ویرانے میں وہ نوٹ ایک وقت کی روٹی پیدا نہیں کر سکتے تھے اور اس کے اطراف حفاظتی چار دیواری اٹھا نہیں سکتے تھے۔

پھر اس نے ہاتھ ڈال کر پلاسٹک کی بوتلیں نکالیں۔ کسی پلاسٹک کی دنیا میں کھانے کی' کسی بوتل میں پینے کی دوائیں تھیں۔ ایک پلاسٹک کے بڑے ڈبے میں انجکشن کی ننھی شیشیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ان پر دواؤں اور انجکشنوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ وہ ایک ڈینٹل میڈیکل اسٹوڈنٹ تھی لیکن پہلی بار ایسی دواؤں کے نام پڑھ رہی تھی۔

وہ ظلم کی ماری ہوئی زندگی سے ہاری ہوئی سوچ رہی تھی۔ میں بیمار نہیں ہوں ان دواؤں سے مجھے کیا حاصل ہو گا؟ پتا نہیں اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ مجھے کیوں دیا ہے؟

وہ مایوس ہو کر انہیں تھیلے سے نکال کر ایک طرف رکھنے لگی۔ اب اس کے اندر کاغذات کے پلندے اور ایک ڈائری رکھی ہوئی تھی۔ اس نے پہلے ڈائری نکالی۔ پھر اسے کھول کر دیکھا۔ پہلے صفحے پر لکھا تھا۔ "انکریڈیبل' ان بی لیو فزیکل پاور" (حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین جسمانی قوت۔)

اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس نے ڈائری کو دھڑکتے ہوئے سینے سے لگایا پھر دوڑتی ہوئی چٹان کے سائے سے نکل کر آسمان کو یوں تکنے لگی جیسے اپنے رحیم و کریم کو دیکھ رہی ہو۔ وہ اپنے خدا سے ایسی ہی توانائی مانگ رہی تھی اور وہ آسمان سے اتر کر اس کے ہاتھوں میں آ گئی تھی۔

وہ اس تحریر کو پڑھنے لگی۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "خدا نے توانائی کی کوئی حد مقرر نہیں کی ہے۔ انسان جتنا طلب کرتا ہے' اتنا اسے دیتا ہے لیکن طلب ذہانت سے ہو اور عمل سے ہو۔ میں نے ذہانت اور عمل سے ایسی دوائیں اور انجکشن تیار کیے ہیں جو انسانی جسم میں غیر معمولی توانائی پیدا کرتے ہیں۔ ایسی توانائی کہ آدمی پتھر کو ٹھوکر مارے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ فولاد کو موڑے تو وہ اکڑ بھول کر ٹیڑھا ہو جائے۔ دنیا کا بڑے سے بڑا شہ زور اس کے قدموں میں تڑپنے لگے۔"

اس نے صفحہ الٹ کر پڑھا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "انکریڈیبل' ان بی لیو ایبل برین پاور" (حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین دماغی توانائی)

نیچے لکھا ہوا تھا۔ "میں نے ایسی دوائیں تیار کی ہیں جو دماغ کو غیر معمولی توانائی عطا کرتی ہیں۔ انسانی یادداشت حیرت انگیز ہو جاتی ہے۔ آدمی ایک بار پڑھ کر یا ایک بار دیکھ کر اس بات کی یا اس منظر کی تفصیل کبھی نہیں بھولتا۔ کمپیوٹر کی سی تیزی سے سوچنا سمجھنا اور چشم زدن میں صحیح حساب پیش کرنا ہے۔ اس کے ذہن پر کسی صدمے' نزلے یا دھماکے کا اثر نہیں ہوتا۔ جسمانی اور ذہنی توانائی کی جو دوائیں ہیں وہ منفی اثر بھی دکھاتی ہیں اگر یہ توانائیاں حاصل کرنے کے بعد آدمی نشہ کرے تو اس کے اندر حماقتیں بھر جاتی ہیں۔ اس سے انکار نہیں کہ گراہی سے بڑھ کر اور کوئی حماقت نہیں ہوتی۔"

تیسرے صفحے پر لکھا تھا۔ "انکریڈیبل' ان بی لیو ایبل ہیرنگ پاور" (حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین قوتِ سماعت)

چوتھے صفحے پر غیر معمولی قوتِ بصارت کے متعلق لکھا ہوا تھا۔

پانچویں صفحے پر درج تھا۔ "میں نے یہ دوائیں تیار کرنے میں برسوں گزار دیے۔ یوسف البرہان عرف پاشا نامی علم الابدان کے ماہرنے اس سلسلے میں میری بڑی مدد کی۔ ہم نے ان دواؤں کو پہلے ایک بندر پر آزمایا تو سو فیصد خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ ہم نے اس بندر کا نام ہیرو رکھا۔ وہ ہزاروں میل دور کی آواز سن لیتا تھا۔ گہری تاریکی میں صاف طور سے دیکھ لیتا تھا۔ اس کی بندر کی ذہانت انسانی ذہانت میں تبدیل ہو رہی تھی۔ اس کی ابتدائی جسمانی قوت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ آئندہ چند برسوں میں وہ ہاتھی سے زیادہ طاقتور ہو گا۔ اس کامیابی سے خوش ہو کر میں نے وہ دوائیں آزمائیں۔ اگرچہ پاشا نے اس سلسلے میں بھرپور مدد ساتھ دیا تھا لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ ایک مسلمان ایسی غیر معمولی قوتیں حاصل کرے۔ میں نے اسے ٹالنے کے لیے کہا' یہ دوائیں ہم نے ایک جانور پر آزمائی ہیں۔ اب میں ایک انسان کی حیثیت سے خود پر آزماؤں گا۔ خاطر خواہ کامیابی ہو گی تو تمہیں بھی ایک غیر معمولی انسان بنا دوں گا۔ پاشا نے کہا' میں تمہارا محتاج نہیں ہوں اور نہ ہی ایک یہودی پر بھروسا کر سکتا ہوں۔ تجربات کے پہلے دن سے ہی میں دواؤں کی کامیابی اور ناکامی

کی رپورٹ اور ان دواؤں کے اوزان نوٹ کرتا رہا ہوں اور اپنے لیے علیحدہ دوائیں تیار کرتا رہا ہوں۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں انہیں استعمال بھی کر رہا ہوں۔

"مجھے پاشا کی طرف سے خطرہ محسوس ہوا۔ میں اس کے مقابلے میں بہت پوز دھا تھا۔ اگرچہ دوائیں مجھے طاقتور بنا رہی تھیں تو پاشا کو بھی مجھ سے زیادہ طاقتور اور جوان بنائی جا رہی تھیں۔ میں دواؤں کے فارمولے لے کر ایک رات چپ چاپ وہاں سے نکل بھاگا پھر گھر گھر بھٹکتا ہوا اپنے ملک اسرائیل پہنچ گیا۔"

یہودی جافری ہیرالڈ نے پوری تفصیل سے اپنی داستان لکھی تھی۔ بندر آدمی ہیرو کے بارے میں آخری صفحات پر لکھا تھا "اب وہ ساڑھے پانچ فٹ کا انسان بن گیا ہے۔ مہذب انسانوں کی طرح لباس پہنتا ہے۔ صرف زبان سے بول نہیں سکتا ہے۔ کمپیوٹر کے ذریعے گفتگو کرتا ہے۔ اب وہ بندر آدمی ہیرو مجھ سے باغی ہو رہا ہے۔ میں اسے اپنا تابعدار بنا کر رکھنا چاہتا ہوں لیکن وہ آزادی کا تقاضا کر رہا ہے۔ میں نے اس پر اتنی محنت اس لیے نہیں کی ہے کہ وہ آزادی کے نام پر کسی دوسرے کے جال میں پھنس جائے اور اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے دوسرے فائدہ اٹھائیں۔ ہمارا گھوڑا ہمیں اپنی پیٹھ پر سواری نہ کرنے دے تو اسے گولی مار دینا چاہیے۔ آج رات میں اسے تفریح کے بہانے کسی ویرانے میں لے جاؤں گا۔ پھر اسے گولی مار دوں گا۔ اب مجھے قتل کی تیاری کرنی ہے۔ اس کا کام تمام کرنے کے بعد یہ صفحہ مکمل کروں گا....."

تحریر ختم ہو گئی تھی۔ وہ صفحہ مکمل نہیں ہوا تھا۔ جمیلہ رازی نے دوسرے صفحات الٹ کر دیکھے۔ سب سادے تھے۔ وہ ڈائری لکھنے والا یہودی جافری ہیرالڈ واپس آکر صفحہ مکمل نہیں کر سکا تھا۔ اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ پھر اپنی ڈائری کے پاس آنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

اس نے ڈائری کو بھی ایک طرف رکھ دیا۔ پھر بیگ کے اندر سے کاغذات کا پلندا نکالا۔ سرسری طور سے دیکھنے پر معلوم ہو گیا کہ وہ غیر معمولی دواؤں کے فارمولے ہیں اور اس میں ترکیب استعمال بھی لکھی ہوئی تھی۔

وہ ان تمام کاغذات کو توجہ سے پڑھنے لگی۔ میڈیکل کی تعلیم کام آ رہی تھی۔ وہ تمام طبی اصطلاحات کو سمجھتی جا رہی تھی۔ تمام نکات کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد اس نے جسمانی توانائی کی دوا کی ایک ڈبیا اٹھائی۔ چٹان کے سائے سے باہر کھلے آسمان کے نیچے آئی پھر رب پر دوزانو ہو کر اس نے سجدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کا شکر ادا کرتے کرتے روتی رہی پھر سجدے سے اٹھ کر اس نے ڈبیا کھولتے ہوئے کہا۔ "یہ پہلی خوراک شروع کرتی ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ہے اور نہایت رحم والا ہے۔"

اس نے وہ پہلی خوراک حلق سے اتار لی۔

○☆○

دو آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔

ہاں وہ آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔ لیکن وہ آنکھیں کس کی ہیں؟ وہ آنکھیں میری ہیں۔

جی ہاں میں اپنی داستان کا آپ راوی ہوں۔ میری دو آنکھیں دیکھ رہی ہیں تب ہی میں یہ سب کچھ بیان کر رہا ہوں۔

سوال پیدا ہوتا ہے میں یہ سب کچھ کیسے دیکھ رہا ہوں؟ کیا جمیلہ رازی اور اس کے دشمنوں کی نظروں سے اوجھل ہوں اور غائب رہ کر سارا تماشا دیکھ رہا ہوں؟

نہیں میرے پاس غیب کا کوئی علم نہیں ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ عادل' انا اور ہیرو کو فرانس کے خصوصی طیارے سے رخصت کرنے کے بعد میں بھی اسرائیل کی سرحد پار کرنا چاہتا تھا۔ جناب علی اسد اللہ تمیزی نے ہدایت دی کہ میں اسرائیل کی شمال مشرقی سرحد عبور کروں۔ اب مجھے کچھ عرصے مشرق وسطیٰ کے ممالک میں رہنا ہے۔

جب میں سرحد کی طرف روانہ ہوا تو میرے ساتھ کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کا کافی سامان تھا اور میرے مزاج کے خلاف میرے پاس ہتھیار اور کارتوس کا ذخیرہ بھی تھا۔ زندگی میں پہلی بار میں اتنے سامان کے ساتھ سفر کر رہا تھا کیونکہ یہ تمیزی صاحب کا حکم تھا۔

راستے میں کوئی خاص رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ سرحدی چوکی پر برائے نام فوجی تھے۔ میں نے ایک افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر ایک جعلی کارڈ دکھایا۔ خود کو ایک آرمی افسر ثابت کیا۔ افسر نے میری گاڑی کی تلاشی لینے سے سپاہیوں کو منع کر دیا پھر مجھے سیلوٹ کر کے کہا۔ "آپ کی اجازت ہو تو میں دریا کے ساحل تک آپ کو چھوڑ آؤں۔"

میں نے کہا۔ "بے شک تم میرے ساتھ تنہا آ سکتے ہو۔"

وہ میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔ دوسرے لفظوں میں اسے میں نے اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کیا تاکہ میرے آگے بڑھ جانے کے بعد وہ پیچھے رہ کر کوئی گڑبڑ نہ کرے۔ وہ ساحل تک میرے ساتھ آیا۔ موٹر بوٹ والے کو حکم دیا کہ صاحب دریا میں آگے جانا چاہتے ہیں ان کا سامان بوٹ میں رکھو۔

تمام سامان بوٹ میں رکھ دیا گیا۔ میں نے افسر سے الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں میری گاڑی میں بیٹھ کر انتظار کرو میں جلد ہی واپس آؤں گا۔"

اسی وقت سونیا ثانی نے آکر کہا۔ "پاپا! میں اسے قابو میں رکھوں گی۔ آپ جائیں۔"

میں بوٹ میں آکر بیٹھ گیا۔ جب وہ دریا کی لہروں پر آگے بڑھی تو میں لیٹ گیا۔ یہ جناب تمیزی صاحب کی ہدایت تھی کہ میں سو جاؤں۔ اس ہدایت کے مطابق میں نے زندگی میں پہلی بار اصول کے خلاف دماغ کو سونے جاگنے کی ہدایت نہیں دی۔ ذرا سی دیر میں سو گیا اپنی ذات سے غافل ہو گیا۔

تب میں نے دیکھا کہ میں سو رہا ہوں لیکن میری آنکھیں جاگ رہی ہیں اور یہ دو آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔

میں نے جمیلہ رازی کو دیکھا کہ وہ پیدائش کے پہلے لمحے سے نفرت اور عداوت کا شکار ہوتی آ رہی تھی۔ میں نے جو کچھ دیکھا' وہ بری کوئی غیر معمولی قوت بصارت نہیں تھی۔ یہ تمیزی صاحب کی روحانی ٹیلی پیتھی تھی۔ جس نے میری دو آنکھوں کو وہ مناظر دکھائے تھے اور میرے سامنے اس کی پوری ہسٹری پیش کی تھی۔

پھر میری آنکھ کھل گئی۔ موٹر بوٹ دریائی لہروں کو چیرتی ہوئی ایک سمت بڑھتی جا رہی تھی۔ شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ رات کی تاریکی پھیلنے والی تھی۔ جناب تمیزی صاحب کی ہدایات نے مجھے بوٹ کے ڈرائیور سے بھی غافل رکھا تھا۔ میں نے اب تک اس سے بات نہیں کی تھی۔ میں نے پہلی بار اسے مخاطب کیا۔ "منوایہ ہم کہاں سے گزر رہے ہیں؟"

اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ میں نے اپنا سوال دُہراتے ہوئے پوچھا۔ "تم یہ عربی زبان ضرور سمجھتے ہو گے؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر ذرا قریب ہو کر منہ سے زبان نکال کر دکھائی۔ اس کی زبان کا اگلا حصہ کٹا ہوا تھا۔ وہ بول نہیں سکتا تھا' سمجھ سکتا تھا لیکن بول نہیں سکتا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دماغ میں پہنچنے کی راہ بنائی۔ اس کے خیالات پڑھے۔ وہ عمان کا ایک باشندہ تھا۔ یہودیوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ دریا کے جس ساحل پر میں بوٹ میں سوار ہوا تھا وہ عمان کا ہی ساحل تھا۔

میں نے بائیں سمت دیکھا تو آگے وہی پہاڑی اور وہی پھیلی ہوئی چٹان کا سایہ نظر آیا جہاں میری دو آنکھوں نے جمیلہ رازی کو دیکھا تھا۔ وہ نظر نہیں آ رہی تھی مگر جگہ وہی تھی۔ ڈرائیور نے میرے حکم کے مطابق بوٹ ساحل سے لگا دی۔ میرا سامان اتار کر ریت پر لے آیا۔ میں نے اسے پانچ ہزار ڈالر دیے تو وہ بڑا حیران ہوا۔ میں نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔ "اسے انعام کو کر رکھ لو اور کسی سے میرا ذکر نہ کرنا۔"

وہ مشکور و ممنون ہو کر سلام کر کے چلا گیا۔ جب اس کی بوٹ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے پھیلی ہوئی چٹان کے قریب جاتے ہوئے آواز دی۔ "جمیلہ! تم کہاں ہو؟"

میری آواز اس ویرانے میں دور تک گونجتی ہوئی گئی۔ مجھے جواب نہیں ملا۔ میں نے پھر آواز دی پھر خاموشی رہی۔

آخر میں نے کہا۔ "مجھے اجنبی سمجھ کر مجھ سے خوف نہ کھاؤ۔ میں تمہارا بزرگ ہوں۔ تمہارا باپ ہوں' آجاؤ۔"

"نہیں۔" اس کی ایک زوردار چیخ سنائی دی۔ پھر وہ رو رو کر کہنے لگی۔ "میں سمجھ گئی تھی تم میرے باپ ہو' بھیس بدل کر آئے ہو۔ نہیں خدا کا واسطہ دیتی ہوں' مجھے قتل نہ کرو۔"

تب مجھے یاد آیا کہ وہ باپ اور بھائی سے خوفزدہ ہے۔ میں نے اسے بیٹی اور خود کو باپ کہہ کر اسے اور زیادہ خوفزدہ کر دیا تھا۔ میں نے کہا۔ "جمیلہ! تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں تمہارا اپنا باپ نہیں ہوں۔ نہ ہی بھیس بدل کر آیا ہوں۔ دنیا کے سب ہی باپ اپنی بیٹیوں سے نفرت اور عداوت نہیں رکھتے۔ ان سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔ تمہیں اپنے باپ کی محبت نہیں ملی۔ میں تمہیں بیٹی بنا کر باپ کی محبت دینے آیا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔ میں نے اس کے اندر حوصلہ پیدا کیا۔ اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ اجنبی سچا لگتا ہے۔ ویسے بھی مجھے اس پر بھروسا کرنا ہو گا۔ میں کب تک چھپی رہوں گی۔ وہ یہاں قریب آجائے گا تو میں اس کا کیا بگاڑ لوں گی۔"

اس سوچ نے اسے سامنے آنے پر مائل کیا۔ وہ پتھر کے پیچھے سے سہمی ہوئی سی نکل آئی۔ اسے ساحل پر آئے دو گھنٹے سے زیادہ ہو گئے تھے۔ لباس ابھی تک نم تھا۔ سرد ہوا کے باعث وہ ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔ میں نے ایک اپیل اٹھا کر اس کے قریب رکھتے ہوئے کہا۔ "تم بھیگی ہوئی ہو۔ فوراً اس میں سے کوئی سا لباس نکال کر پہن لو ورنہ بیمار پڑ جاؤ گی۔ اس اپیل میں ایک بھرا ہوا ریوالور بھی ہے۔ اپنے پاس رکھو۔ پتھر کے پیچھے چلی جاؤ۔ میں تھوڑی دیر کے لیے دور جا رہا ہوں۔"

میں اس سے منہ پھیر کر ساحل پر دور جانے لگا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس نے سب سے پہلے اپیل سے ریوالور نکالا تھا اور اب بڑی حد تک خود کو محفوظ سمجھ رہی تھی۔ جب وہ ایک لباس نکال کر بڑے سے پتھر کے پیچھے گئی تو میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

اس وقت تاریکی پھیل چکی تھی۔ کوئی دس منٹ کے بعد میں نے دور آسمان کی طرف دیکھا۔ بہت بلندی پر ایک لائٹ جلتی بجھتی آ رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر کی دھیمی سی آواز تھی۔ میں ریت پر سے باقی سامان اٹھا کر چٹان کے سائے کی طرف دوڑتے ہوئے بولا۔ "جمیلہ! وہیں چھپی رہو۔ کوئی ہیلی کاپٹر آ رہا ہے۔"

میں تمام سامان سمیت دوڑتا ہوا چٹان کے سائے میں آیا۔ وہاں چھپنے کی اور کوئی جگہ نہیں تھی۔ اگر کوئی سامنے سے یا دائیں بائیں سے ساحل پر آتا تو ہمیں دیکھ لیتا۔ لیکن بلندی سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ بڑی سی چٹان چھت کی طرح دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

ہیلی کاپٹر بالکل قریب آگیا تھا۔ سرچ لائٹ کی روشنی ساحل پر اور پہاڑیوں پر ریگتی ہوئی جا رہی تھی۔ وہ روشنی دو بار اس چٹان پر سے بھی گزری جس کے سائے میں ہم چھپے ہوئے تھے۔ پھر وہ ہیلی کاپٹر ایک لمبا ٹرن لیتا ہوا واپس چلا گیا۔ اس کی آواز دور جاتے جاتے معدوم ہو گئی۔

میں نے اس کے خیالات سے معلوم کیا۔ وہ تاریکی میں میری

طرف دیکھ رہی تھی اور مجھ سے پوچھنا چاہتی تھی کہ میں کون ہوں اور ادھر کیسے چلا آیا ہوں؟ اس سے پہلے ہی میں نے کہا۔ "دشمن پھر آسکتے ہیں۔ اگر وہ تعداد میں زیادہ ہوئے تو ادھر بھی کیمپ ہیلی کاپٹر اتار کر ہمیں ڈھونڈ نکالیں گے۔ یہاں چھپنے کی کوئی دوسری جگہ تلاش کرنی ہوگی۔"

اس نے پوچھا۔ "ہم اس تاریکی میں کہاں بھٹکیں گے؟"

"میرے پاس بہت سامان ہے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے کے علاوہ لائٹ چارجر اور ٹارچ بھی ہے۔"

میں نے ایک بیگ میں سے ایک ٹارچ نکال کر اسے دی۔ سامان کی کٹ اپنی پشت پر باندھی۔ اس نے ایک بیگ اپنی پشت پر باندھ لیا۔ غیر معمولی دواؤں کا تھیلا شانے سے لٹکا لیا۔ میں دونوں ہاتھوں میں دو بڑی اٹیچیاں اٹھا کر ٹارچ کی روشنی میں چلنے لگا۔

ہم بڑی دیر تک ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی کی سمت بھٹکتے رہے۔ آخر ایک چھوٹا سا غار نظر آیا۔ ہم نے قریب پہنچ کر ٹارچ کی روشنی میں دیکھا۔ غار گہرا نہیں تھا۔ ایک حجرے کی طرح اندر جگہ بنی ہوئی تھی۔ سامنے ایک بڑا سا پتھر تھا جو اس غار کو چھپا رہا تھا۔ کوئی جانور یا سانپ نہیں تھا۔ کچھ ننھے منھے حشرات الارض تھے۔ میں نے سامان سے جراثیم کش دوا نکال کر ہر طرف اسپرے کردیا۔ دوا کی تیزی ناقابل برداشت تھی۔ ہم کھلی فضا میں آگئے۔

وہ مجھے دیکھ کر بولی۔ "ہم ابھی تک اجنبی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "مگر ایک جھوٹے غیرت مند باپ کی نفرت کو تھوڑی دیر کے لیے بھول کر یہ یقین کرلو کہ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں تو تم میری بیٹی ہو اور میں تمہارا باپ ہوں۔ اس کے بعد ہم اجنبی نہیں رہیں گے۔"

"میرے مہربان بزرگ! تم نے مجھے جمیلہ کہہ کر پکارا تھا۔ میرا نام کیسے جانتے ہو؟"

"میں تمہاری المناک داستان جانتا ہوں۔ کیا تم جان سکتی ہو کہ غیر معمولی دواؤں کا تھیلا آسمان سے تمہارے پاس کیسے چلا آیا؟"

"نہیں۔ میں اسے خدا کی دین سمجھتی ہوں اور خدا کسی طرح بھی دے دیتا ہے۔"

"اسی طرح خدا نے تمہارے کام آنے کے لیے مجھے بھیج دیا ہے۔ دراصل ہم انسان قدرتی عوامل کو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو اچھی طرح سمجھ نہیں پاتے۔ اس تھیلے نے قتل ابیب سے پرواز کی تھی۔ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ تمہارے پاس آئے گا۔ جو برگزیدہ بزرگ ہوتے ہیں انہیں کسی حد تک آگہی حاصل ہوتی ہے۔ ایک محترم بزرگ کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارہ ملا۔ انہوں نے مجھے مشرقِ وسطیٰ کے مختلف ملکوں میں رہنے کی ہدایت کی اور میں ادھر چلا آیا۔"

"مجھے یہ سن کر حوصلہ مل رہا ہے کہ تم ان علاقوں میں رہو گے اور یہاں کے مسلمان امرا و کبرا کا غرور اور ان کی بے حسی اور ان کی شرمناک حرکتیں دیکھ سکو گے۔"

"مقدر نے مجھے ایسے وقت بھیجا ہے، جب تم انتقام کی آگ میں تپ رہی ہو۔ تم نے غیر معمولی قوتیں حاصل کرنے کی پہلی خوراک کھائی ہے۔ انشاء اللہ تمہیں قوتیں حاصل ہوں گی۔ صبر و تحمل سے میں جیسا کہوں وہی کرتی جاؤ۔"

وہ میرے قریب آگئی۔ دونوں ہاتھوں سے میرے بازو کو تھام کر بولی۔ "میں خدا سے پوچھتی تھی، کیا مجھے کبھی باپ کی محبت نہیں ملے گی۔ آج میرے خدا نے میری تمام آرزوئیں پوری کردی ہیں۔ میں تمہیں کیسے مخاطب کروں؟"

"میری منہ بولی بیٹیاں اور بہوئیں مجھے پاپا کہتی ہیں۔"

اس نے پاپا کہہ کر میرے سینے پر سر رکھ دیا۔ پھر فرطِ مسرت سے رونے لگی۔ اس کی مسرتوں کو اور آنسوؤں کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو بچپن سے ہی تمام رشتوں کی محبتوں سے محروم رہے ہوں۔ پھر اچانک انہیں سگے رشتوں سے زیادہ گہری محبت مل گئی ہو۔ ایسے میں سینہ سمندر بن کر مسرتوں کے آنسو چھلکاتا ہے۔

میں نے اسے تھوڑی دیر خوب رونے دیا پھر اس کے سر کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ چلو پیٹ بھر کر کھاؤ اور آرام سے سو جاؤ۔"

ہم حجرے نما غار میں آگئے۔ وہاں میں نے چار جر لائٹ آن کرکے تین کے ڈبوں میں پیک کیا ہوا کھانا نکالا۔ پھر پہلا لقمہ اس کے منہ میں رکھا تو اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ وہ ایک ٹک مجھے تکنے لگی۔ میں نے اس کی سوچ پڑھی۔ وہ میری جگہ اپنے باپ عبداللہ رازی کو دیکھ رہی تھی۔ ہر محبت کرنے والا باپ اپنی چھوٹی سی بچی کو ڈانٹ پر بٹھا کر روٹی کھلاتا ہے۔

وہ میرے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اٹھ کر میرے بائیں پہلو میں آگئی۔ میرا بایاں ہاتھ اپنی گردن میں حمائل کرکے مجھ سے لگ کر لقمہ چبانے لگی۔ پھر اس نے ایک لقمہ مجھے کھلایا۔ یوں ہم نے بڑے پیار سے خوب سیر ہو کر کھایا۔ پھر میں نے کٹ میں سے ایک کمبل نکال کر بچھایا۔ دوسرا کمبل اسے اوڑھنے کے لیے دیا پھر کہا۔ "ہم باری باری سوئیں گے اور پہرا دیں گے۔ تم ابھی سو جاؤ۔ رات کے تین بجے بیدار ہو جاؤ گی۔ اس کے بعد میں نیند پوری کروں گا۔"

وہ کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی۔ میں نے دوا کے وقت کے مطابق اس کے بازو میں ایک انجکشن لگایا پھر اس کے اندر نہ کرائے فوراً ہی سُلا دیا۔ جب وہ گہری نیند سو گئی تو میں نے اس پر خوفی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کردیا تاکہ غیر معمولی دماغی توانائی حاصل کرنے تک کوئی دشمن اس کے اندر نہ آسکے۔

پھر میں غار سے باہر آکر دور تک دیکھنے لگا۔ جہاں تک ٹارچ کی روشنی جارہی تھی وہاں تک ریگستان اور پہاڑیوں کے دامن بھی

پہاڑی نظر آرہی تھی۔ ورنہ بہت ہی خشک علاقہ تھا۔ اطراف کے علاقوں کے متعلق میری معلومات نہ ہونے کے برابر تھیں۔ جمیلہ رازی ہی بتا سکتی تھی کہ یہاں قریب ترین آبادی کون سی ہے۔

ویسے ہم اس بات سے ابھی بے خبر تھے کہ رئیس کے سپاہی اور جاسوس آس پاس کی آبادیوں میں جمیلہ کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ دریا میں تیرتی ہوئی دونوں کناروں کی کسی بستی میں جاکر چھپی ہوئی ہے چونکہ وہ دلدل پار کرکے ہماری موجودہ جگہ کی طرف نہیں آسکتے تھے۔ اس لیے ایک بار ہیلی کاپٹر میں پھر لگا کر جا چکے تھے۔ باقی دوسری بستیوں میں خونخوار کتے لے کر آرہے تھے تاکہ کسی گھر میں جھانکنا نہ پڑے۔ وہ کتے دور ہی سے جمیلہ کی نشاندہی کرسکتے تھے۔

اور وہ کررہے تھے۔ ان کے ٹریٹر انہیں بستیوں کی طرف لے جانا چاہتے تھے اور وہ شمال مغرب کی طرف بھونکتے جارہے تھے۔ دوسری بار بھی وہ انہیں دلدل کی طرف لے آئے۔ تب انہوں نے انٹیلیجنس کے ذریعے محل کے فوجی افسر سے رابطہ کیا اور کہا۔ "کتے بیکار دلدل کی طرف ہمیں لارہے ہیں۔ وہ لڑکی یقیناً دلدل کے اس پار رہے۔ ہمیں ایک لمبا چکر کاٹ کر اُدھر جانا ہوگا۔"

"تو پھر قباحت کیا ہے۔ فوراً جاؤ۔ آقا غصے میں گرج رہے ہیں۔ اگر وہ صبح سے پہلے حاضر نہ کی گئی تو ہم میں سے بہت سوں کی گردن اڑا دی جائے گی۔ ایسا قہر نازل ہوگا کہ ہمارے لیے یہاں کی زمین تنگ ہوجائے گی۔"

"مسئلہ پھر اشکال یہ ہے کہ دلدل کے اُدھر دو میل کے بعد ملک شام کی سرحد ہے۔ ہم بھاری اسلحہ استعمال کریں گے تو وہاں کی سرحدی چوکیوں غلط فہمی میں ہم پر جوابی حملے کریں گی۔"

"ایک لڑکی کو گرفتار کرنے کے لیے بھاری اسلحہ استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ وہ خود ہی گھٹنے ٹیک دے گی۔"

"قتل رائٹ سر! ہم ابھی جارہے ہیں۔"

ان کے پاس تین ٹرک تھے۔ دو ٹرکوں میں مسلح سپاہی تھے اور تیسرے ٹرک میں پندرہ بیس خونخوار کتے بھونک رہے تھے۔ انہیں دلدل کے دوسری طرف پہنچنے کے لیے تقریباً پچیس میل کا ایک لمبا راستہ طے کرنا پڑا کیونکہ دلدل کے اطراف پہاڑیوں کا سلسلہ بھی تھا۔

آدھی رات کے بعد میں نے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں۔ وہ آوازیں بہت دور سے آرہی تھیں۔ میں نے غار میں آکر لائٹ روشن کرتے ہوئے جمیلہ کو جگایا۔ "اٹھو۔ دشمن آرہے ہیں۔"

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ وہ پریشان ہوگئی تھی۔ میں نے کہا۔ "کتوں کی خونخواری ان کا مقابلہ کرسکتا ہوں لیکن تمہیں سوتے جاگتے اچانک جیسے حالات کا مقابلہ کرنا اور زخم کھانا سکھاؤں گا۔ کیا تم میرے ساتھ ایم ایم چلا سکتی ہو؟"

"میں نے اسکول میں رائفل شوٹنگ کی تربیت حاصل کی تھی لیکن یہ سیون ایم ایم میرے لیے نئی چیز ہے۔"

"میں نے اسے استعمال کا طریقہ بتایا۔ پھر ایک ریوالور دے کر کہا۔ "دشواری ہو تو کتوں کو ریوالور سے ہلاک کرسکو گی۔ یہاں پتھر کے پیچھے سے فائرنگ کرو گی۔"

"میں نے صرف دس منٹ میں اسے مختصر طور سے سمجھایا۔ باقی ارادہ تھا کہ اس کے دماغ میں رہ کر اس کے ہاتھوں سے سیون ایم ایم چلاؤں گا۔ میں نے اسے اینٹی ڈارک گوگلس پہننے کے لیے دیا پھر ٹارچ بجھا دی۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ "میں تاریکی میں دور تک دیکھ سکتی ہوں۔"

بہت دور سے تین گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس دکھائی دینے لگیں۔ میں نے رائفل کو شانے سے لٹکایا۔ ریوالور کو جیب میں رکھا۔ راکٹ لانچر کو ایک کاندھے پر لاد لیا۔ پھر اینٹی ڈارک گوگلس پہن کر کارتوس کی بڑی پیٹی اٹھا کر وہاں سے دوڑتا ہوا دور چلا گیا۔

میں چاہتا تھا۔ ہمارے جوابی حملوں سے انہیں معلوم ہوجائے کہ جمیلہ رازی تنہا نہیں ہے۔ میں نے ذرا دور آکر ایک چٹان کے پاس مورچہ بنا لیا۔ تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر گاڑیاں رک گئی تھیں۔ ایک ٹرک سے کتوں کو نکالا گیا تھا۔ وہ غار کی سمت دیکھ کر دیوانہ وار بھونک رہے تھے۔ ان کے ٹریٹران کی زنجیروں کو تھامے انہیں غار کی سمت جانے سے روک رہے تھے۔ ایک افسر میگافون کے ذریعے عربی زبان میں کہہ رہا تھا۔ "جمیلہ رازی! چھپنے کی نادانی نہ کر۔ کتوں نے تیری نشاندہی کردی ہے۔ اگر ہم ان کی زنجیریں کھولیں گے تو یہ تیرے پاس آکر تیری بوٹیاں نوچ لیں گے۔ تیری بہتری اسی میں ہے کہ تو خود سامنے چلی آ۔"

بولنے والا خاموش ہوگیا۔ میں اس کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ بڑی مشکل ہے۔ ہم فائرنگ کرکے اسے دھمکیاں نہیں دے سکتے۔ ادھر شام کی سرحد سے فائرنگ شروع ہوجائے گی۔

اس کے خیالات سے مجھے پتا چلا کہ ہم ایک اور ملک کی سرحد کے قریب ہیں۔ انہوں نے ایک ٹرک کے اوپر سے ایک بڑی سرچ لائٹ آن کردی تھی۔ اس کی روشنی غار تک پہنچ رہی تھی۔ میں تھوڑے فاصلے پر تھا۔ وہ روشنی گھومتی ہوئی میری طرف بھی آسکتی تھی اور یہ مجھے منظور نہیں تھا۔ افسر نے کہا۔ "ہم آخری وارننگ دیتے ہیں۔ تو خود کو گرفتاری کے لیے پیش نہیں کرے گی تو ہم آنسو گیس پھینکیں گے۔ تجھے مجبوراً پناہ گاہ سے باہر آنا پڑے گا۔"

مجھے منظور نہیں تھا کہ ہم آنسو گیس کی زد میں آئیں۔ میں نے لانچر کو کاندھے پر رکھ کر سرچ لائٹ والے ٹرک کا نشانہ لیا پھر راکٹ فائر کیا۔ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ وہ سرچ لائٹ پورے ٹرک کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضا میں اُڑنے لگی۔ اندھیری رات میں شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔

وہ ایک منتی لڑکی سے اتنے بڑے حملے کی توقع کر ہی نہیں سکتے تھے۔ دوسرے دو ٹرک تیزی سے گھوم کر واپس جانے لگے۔ وہ افسر اپنے سپاہیوں سے کہہ رہا تھا۔ "سرحدی سپاہیوں نے حملہ کیا ہے۔ فوراً یہاں سے دور نکلو۔"

وہ دور جا رہے تھے لیکن زبردست دھماکے کے باعث ٹرینر کے ہاتھوں سے کتوں کی زنجیر چھوٹ گئی تھیں۔ وہ بھونکتے ہوئے غار کی سمت دوڑ لگا رہے تھے۔ جمیلہ نے ریوالور سے پسلا فائر کیا۔ میں نے سیون ایم ایم سے تڑاتڑ فائرنگ شروع کی۔ یکے بعد دیگرے چھ کتے گرے پھر دو ڈٹا تو کیا رینگنے کے قابل بھی نہیں رہے۔ میں نے جمیلہ کے اندر رہ کر اس کے ہاتھ میں رائفل پکڑائی وہ بڑی کامیابی سے نشانے پر گولیاں چلانے لگی۔ اس کے قریب آتے آتے ایک کتا بھی دوڑنے اور چلانگیں لگانے کے قابل نہ رہا۔ کوئی مر گیا کوئی زخمی ہو کر زمین پر پڑا ہانپنے لگا۔ پندرہ عدد کتے تھے۔ جن میں نصف سے زیادہ مر گئے اور باقی زخمی ہو کر ناکارہ ہو گئے۔

اس میگافون والے افسر نے اپنے سینئر سے کہا۔ "سر! وہ لڑکی نہ تو منتی ہے اور نہ تنہا ہے۔ کسی مسلح گروہ یا سرحدی فوجیوں کا تعاون اسے حاصل ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دو میل دور سرحد سے چھوٹی توپیں چلنے لگیں۔ گولے آکر ٹرکوں کے پاس اور پہاڑیوں کے پاس گر کر پھٹنے لگے۔ وہ دو ٹرک فوراً ہی اسٹارٹ ہو کر وہاں سے بھاگتے چلے گئے۔ میں دوڑتا ہوا جمیلہ کے پاس آیا پھر بولا۔ "فوراً سامان اٹھاؤ اور یہاں سے چلو۔ سرحدی فائرنگ سے ہمیں نقصان پہنچے گا۔ دوسرے ملک کے جاسوس حالات کا جائزہ لینے اِدھر آئیں گے۔"

وہ بڑی پھرتی سے کمبل وغیرہ لپیٹ کر کٹ میں رکھنے لگی۔ میں نے راکٹ لانچر کے حصے کھول کر انہیں اٹیچی میں رکھا۔ اپنے ریوالور جیب میں رکھے رائفلیں شانوں سے لٹکائیں۔ کچھ سامان پشت پر لادا کچھ ہاتھوں میں لیا۔ پھر وہاں سے چل پڑے۔ میں نے چلتے ہوئے پوچھا۔ "کوئی اندازہ ہے کہ ہم کہاں پہنچیں گے؟"

وہ بولی۔ "رئیس کے سپاہی جدھر سے آئے تھے اُدھر ہی جانا ہوگا۔ کیونکہ ایک طرف دریا ہے اور دوسری طرف شام کی سرحد ہے۔"

ہم جہاں سے گزر رہے تھے وہاں زخمی کتے کراہ رہے تھے۔ کچھ دم توڑ رہے تھے۔ کچھ مر چکے تھے۔ دھماکے سے تباہ ہونے والے ٹرک کے پاس سات سپاہیوں کے لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ لانچر کے ایک ہی راکٹ نے بڑی تباہی مچائی تھی۔ وہ لاشوں اور ملبوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی بولی۔ "پاپا! تم نے مجھے زندگی گزارنے کا ایک نیا انداز دیا ہے۔ رئیس کے اتنے سپاہیوں اور بوٹیاں نوچنے والے کتوں کو مردہ دیکھ کر میرا کلیجہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ حوصلہ بڑھ رہا ہے کہ میں رئیس کی حرم سرا کو بھی کھنڈر بنا دوں۔"

میں نے کہا۔ "تمہاری ٹریننگ شروع ہو چکی ہے۔ اسی طرح ایکشن میں رہو گی، حالات کے ہر پہلو پر توجہ رکھا کرو گی تو کبھی مات نہیں کھاؤ گی۔ مثلاً موجودہ حالات میں سوچنے اور سمجھنے کے لیے ایک پہلو یہ ہے کہ تم ابھی جس انجانی منزل کی طرف جا رہی ہو، وہ جگہ تمہارے لیے کس حد تک محفوظ ہوگی اور کیسے خطرات پیش آسکتے ہیں۔"

وہ اس پہلو پر غور کرنے لگی۔ میں نے کہا۔ "بیک وقت کئی پہلوؤں پر غور کرنا پڑتا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ واپس جانے والے دشمن اتنا نقصان اٹھانے کے بعد تمہارے متعلق کیا رائے قائم کر رہے ہوں گے اور اب ان کا ردِعمل کیا ہوگا؟"

"ہاں۔ مجھے اس پہلو پر بھی سوچنا چاہیے۔"

"تیسرا پہلو یہ ہے کہ ابھی سرحد کے قریب زبردست دھماکے، فائرنگ اور گولہ باری ہوئی ہے۔ دونوں ملکوں کے فوجی وائرلیس کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کر رہے ہوں گے۔ شام کے فوجیوں سے درخواست کی جائے گی کہ ایک مفرور ملزمہ جمیلہ رازی کو سرحد پار آنے نہ دیا جائے۔ پھر اس کا مطلب یہ سمجھ میں آئے گا کہ تم اسی علاقے میں کہیں چھپتی پھر رہی ہو۔"

"پھر تو اس علاقے کی کسی بھی بستی میں پناہ نہیں ملے گی۔ میں نے حرم سرا میں سنا تھا کہ وہاں پچیس خونخوار کتے ہیں۔ ہم نے یہاں پندرہ کو ختم کیا ہے۔ ابھی دس باقی ہیں۔ انہیں میرے اتارے ہوئے لباس کی بُو سنگھائی گئی ہوگی۔"

"تم سوچو کہ کم سے کم خطرہ کہاں ہے۔ میں بھی سوچ رہا ہوں۔"

میں میگافون پر بولنے والے افسر کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے ٹرانسیٹر کے ذریعے سرحد پر ہونے والی فائرنگ اور گولہ باری کی رپورٹ دی تھی۔ اب کہہ رہا تھا۔ "ہمارے سات سپاہی اور پندرہ کتے مارے گئے ہیں۔ ایک ٹرک تباہ ہو گیا ہے۔ وہ لڑکی اب خطا نہیں ہے۔ پہلے ہم نے سمجھا تھا کہ اسے شام کے سرحدی فوجیوں کی حمایت حاصل ہو گئی ہے لیکن وہ سرحدی فوجی ہمارے علاقے میں دھماکا ہونے کے بعد گولہ باری کرنے لگے تھے۔ اور وہ دو میل دور تھے۔ جبکہ وہ لڑکی صرف دو سو گز کے فاصلے پر مقابلہ کر رہی تھی۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "اس لڑکی کے پاس راکٹ لانچر کہاں سے آگیا؟"

"اسے کسی نامعلوم گروہ کی حمایت حاصل ہو گئی ہے۔ ہم بھی جواباً بھاری اسلحہ استعمال کرتے تو سرحدی جنگ شروع ہو جاتی۔ آپ پہلے پڑوسی ملک کی یہ غلط فہمی دور کریں کہ ہم نے سرحد کے قریب دھماکے نہیں کیے ہیں۔ یہ کوئی غیر ملکی ایجنسی کے لوگ ہیں۔ ہم انہیں گرفتار کرنے کے لیے اپنے طور پر کارروائی کرنے والے ہیں۔"

"تم وہیں ٹھہرو۔ میں ابھی پڑوسی ملک سے رابطہ کرنے کے بعد تم سے بات کروں گا۔"

ان کا رابطہ ختم ہو گیا۔ میں محل کے انچارج افسر کے اندر پہنچ گیا۔ جب اس نے پڑوسی ملک کے سرحدی فوجی افسر سے رابطہ کیا تو میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر درشت لہجے میں کہا۔ "ہیلو! یہ کیا دھاندلی ہے۔ تم لوگوں نے ہماری زمین پر گولے کیوں برسائے ہیں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "سرحدی چھیڑ چھاڑ تمہاری طرف سے ہوئی ہے۔ تمہارے ہاں سے فائرنگ اور دھماکے شروع ہوئے تھے۔ اس کے بعد ہم نے گولے برسائے ہیں۔"

میں نے افسر کی زبان سے کہا۔ "تم لوگوں کو اپنی فوجی طاقت پر بہت گھمنڈ ہے۔ ابھی وہاں ہماری فوج آکر حملہ کرنے والی ہے۔ سنبھل جاؤ۔"

یہ کہتے ہی میں نے رابطہ ختم کرایا۔ پھر میگافون والے افسر سے رابطہ کرا کے بولا۔ "ہماری بات ہو گئی ہے۔ پڑوسی ملک کے فوجی مداخلت نہیں کریں گے۔ تم جا کر اس لڑکی کو گرفتار کرو۔"

وہ بولا۔ "ہو سکتا ہے لڑکی نے وہ جگہ چھوڑ دی ہو۔ ہمیں اسے ڈھونڈنے کے لیے مزید کتوں کی ضرورت ہے۔"

"میں ابھی ٹرینر کو حکم دیتا ہوں۔ وہ باقی دس کتے اور مزید دس سپاہی لے کر ابھی پہنچے گا۔"

محل کے انچارج افسر نے ٹرینر کو بلایا پھر کہا۔ "جمیلہ رازی کی اترن لے جا کر باقی کتوں کو اس کی بُو سے آشنا کرو اور سپاہیوں کے ساتھ جاؤ۔ دلدلی گھاٹی کے پاس مزید فوجی تمہارے منتظر ہیں۔"

ٹرینر نے کہا۔ "یس سر! میں ابھی کتوں کو اس کی بُو سنگھاتا ہوں۔"

میں ٹرینر کے اندر آیا۔ وہ وہاں سے چلتا ہوا محل سرا کے دروازے پر آیا۔ پھر وہاں کی انچارج لیڈی پہلوان آئرن راڈ کو بلا کر بولا۔ "جمیلہ رازی کی اترن چاہیے۔ اس کے پیچھے مزید کتے بھیجے جائیں گے۔"

لیڈی راڈ نے انٹرکام کے ذریعے انچارج افسر سے پوچھا۔ "کیا ٹرینر کو جمیلہ کی اترن دی جائے؟"

"جی ہاں۔ مزید کتے بھیجے جائیں گے۔"

"وہ پندرہ کتے کیا ہوئے؟"

"وہ سب مارے گئے ہیں۔ سات سپاہی بھی ہلاک ہو چکے ہیں۔ جمیلہ تنہا نہیں ہے۔ اس نے کسی گروہ کی حمایت حاصل کر لی ہے۔ ہمیں شبہ ہے کہ وہ یہودی تخریب کاروں سے مل گئی ہے۔"

"پھر تو ہمارے یہ باقی دس کتے بھی مار ڈالے جائیں گے۔ کیا وہ پاگل ہو رہی ہے؟"

"شاید ایسا کر رہی ہے۔ میرا خیال ہے اسے ڈھونڈنے کے لیے صرف دو کتے بھیجے جائیں۔"

"ہاں۔ یہ مناسب ہے۔ میں ٹرینر سے کہہ دیتی ہوں۔"

وہ رابطہ ختم کر کے حرم سرا کے اندر گئی پھر ایک الماری کے خانے سے جمیلہ کا لباس لا کر ٹرینر کو دیتے ہوئے کہا۔ "افسر کا حکم ہے صرف دو کتے لے جاؤ۔"

ٹرینر لباس لے کر وہاں سے چلا۔ محل کے پیچھے ایک بڑے سے کیچ میں دس عدد کتے بھونک رہے تھے۔ اس نے محل سے باہر آتے ہی ایک سگریٹ منہ میں رکھا۔ لائٹر کے ننھے سے شعلے کو بھڑکا کر سگریٹ سلگانے لگا۔ سگریٹ تو چشم زدن میں سلگ جاتا ہے مگر وہ سلگاتا رہا۔ جب بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے اس کے ہاتھ کو جلانے لگے تو اس نے گھبرا کر اس لباس کو دور پھینک دیا۔ تب پتا چلا کہ وہ سگریٹ نہیں سلگا رہا تھا اس لباس کو جلا رہا تھا۔

وہ دیدے پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا کہ آگے بڑھ کر جوتے سے آگ بجھائے۔ پھر باقی ماندہ کپڑوں کو کتوں کے پاس لے جائے۔ میں نے اسے ایسا سوچنے دیا لیکن آگے بڑھنے نہیں دیا۔ آخر وہ لباس جل کر راکھ ہو گیا۔

میں جمیلہ کے ساتھ چلتے چلتے ایک جگہ رک کر بیٹھ گیا تھا اور خیال خوانی میں مصروف رہ کر محل کے اندرونی حالات معلوم کر رہا تھا اور اس کا لباس جلا کر راکھ کر رہا تھا۔ جمیلہ نے پوچھا۔ "پاپا! یہاں بیٹھے رہنے میں کوئی مصلحت ہے؟"

"ہاں بیٹے! میں نے تمہارا وہ لباس جو کتوں کے لیے محل میں محفوظ رکھا گیا تھا، اسے جلا دیا ہے۔ اب تم محفوظ ہو۔ وہ تمہیں آئندہ کتوں کے ذریعے تلاش نہیں کر سکیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "تم سچ کہہ رہے ہو پاپا؟ مگر مگر تم تو میرے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔ وہ لباس وہاں کیسے جل گیا؟"

"بیٹی! میں اپنے بارے میں رفتہ رفتہ بتاتا رہوں گا۔ ابھی وقت نہیں ہے۔ اتنا سمجھ لو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور خیال خوانی کے ذریعے میں نے محل میں پہنچ کر وہ لباس جلا دیا ہے۔ اب کوئی چار دیواری مل جائے تو میں چار جرلائٹ کی روشنی میں تمہارا میک اپ کر کے چہرہ بدل دوں گا۔ پھر تمہیں جمیلہ کی حیثیت سے کوئی نہیں پہچان سکے گا۔"

وہ میرے شانے پر سر رکھ کر بولی۔ "اوہ پاپا! آپ کتنے کمالات جانتے ہیں۔ بے شک میرا خدا مجھ پر مہربان ہے۔"

"تم ذرا سوچو کہ آگے ہمیں کہاں جانا ہے۔ میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔"

میں نے ٹرینر کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ تکلیف سے چیخیں مار رہا تھا۔ لیڈی آئرن راڈ اس کی پٹائی کرتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔ "بتا، تو نے اس کا لباس کیوں جلا ڈالا؟ کیا تو جمیلہ پر عاشق ہو گیا ہے؟"

وہ اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر میں نے اسے قہقہہ لگا کر کہنے پر مجبور کیا۔ "ہا ہا! میں اس کا عاشق ہوں، دیوانہ ہوں۔ جب ہمارا آقا اس کے پیچھے اُلو بن سکتا ہے تو میں کیوں نہیں بن سکتا۔ ہا ہا ہا ہا ہا۔"

لیڈی راؤ نے حبشی غلاموں کو حکم دیا کہ اسے تلواروں سے زخم لگاؤ۔ اس ٹریٹر نے کتوں کو کتنی ہی کینیوں کا گوشت کھلایا ہے آج اسے کتوں کے بیچ میں پھینک دو۔ یہ اپنا گوشت بھی انہیں کھلائے گا۔"

میں نے محل کے انچارج افسر کے خیالات پڑھے۔ اس نے میگافون والے افسر کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع دی "اب کتے جمیلہ کی بُو نہیں پاسکیں گے۔ ٹریٹر کی غلطی سے وہ لباس جل گیا ہے۔ بہرحال مزید مسلح سپاہی تین ٹرکوں میں آرہے ہیں۔ پڑوسی ملک سے ہماری بات ہوگئی ہے۔ تم وہاں بھاری اسلحہ استعمال کرسکتے ہو۔"

افسر نے میری مرضی کے مطابق یہ باتیں کہہ کر رابطہ ختم کردیا۔ اسی وقت انٹرکام سے اشارہ موصول ہوا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ پھر دوسری طرف سے آقا کی آواز سنتے ہی ادب سے اٹھ کھڑا ہوگیا پھر بولا۔ "حضور کا اقبال بلند ہو۔ غلام حاضر ہے۔"

آقا نے گرج کر پوچھا۔ "غلام کے بچے جمیلہ کہاں ہے؟ رات کے تین بج رہے ہیں۔ میں سونے جارہا ہوں۔ صبح خوشخبری نہ ملی تو تم سب کو عبرتناک سزائیں ملیں گی۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ انچارج افسر خوف سے تھرتھر کانپ رہا تھا اور جمیلہ کو گالیاں دے رہا تھا۔ میں نے رئیس کے اندر آکر دیکھا۔ وہ سونے جارہا تھا۔ میں نے اسے جانے دیا۔ وہ شطرنج کی بساط کا شاہ تھا۔ میں ابھی اسے مات دے دیتا تو بازی ختم ہوجاتی۔ میں نے اسے اس لیے ڈھیل دی کہ وہ جمیلہ کا شکار تھا۔ صرف وہی نہیں، محل سرا میں اور بھی جتنے ظالم اور شہ زور تھے، ان سب سے وہ حساب لینے والی تھی اور میں اسے یہ عملی ٹریننگ دینے والا تھا۔

اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "پاپا! یہاں سے دس میل کے فاصلے پر شہرالزرقا ہے۔ وہاں اسپتال کی ایک نرس میری سہیلی ہے۔ وہ ایک کوارٹر میں تنہا رہتی ہے۔ ہمیں وہاں چھپنے کی جگہ مل جائے گی۔"

میں اس کے ساتھ اٹھ کر چلنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ "محل میں کیا ہورہا ہے؟"

"وہ ٹریٹر جو بغاوت کرنے والی حسیناؤں کا گوشت کتوں کو کھلاتا تھا، آج کتوں نے اس کا گوشت کھایا ہے۔ رئیس تمہارے گرفتار نہ ہونے پر انگاروں پر لوٹ رہا ہے۔ اس نے محل کے افسران کو وارننگ دی ہے کہ صبح تک تمہیں گرفتار نہ کیا گیا تو ان سب کی شامت آجائے گی۔"

وہ سن رہی تھی اور خوش ہورہی تھی پھر سنجیدگی سے بولی۔ "میں نے محل سرا کے ٹی وی اسکرین پر ایک فرار ہونے والی حسینہ کو دیکھا ہے۔ وہ فرار ہوتے وقت پکڑی گئی تھی۔ اس بے چاری کے ساتھ ایسا غیرانسانی سلوک کیا گیا کہ سوچ تو شرم آتی ہے۔ پھر کتے اسے بھنبھوڑ بھنبھوڑ کر کھا گئے تھے۔ میں پکڑی جاؤں گی تو میرے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہوگا۔ پھر دوسری عزت دار لڑکیوں کی طرح میرا بھی قصہ ختم ہوجائے گا مگر میرے اللہ کو یہ منظور نہیں ہے۔ وہ معبود مجھے حوصلہ، قوت اور میرے پاپا کا سہارا مجھے دے رہا ہے۔ میں ان ظالموں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے کہا۔ "ابھی ذہن کو اس معاملے پر مرکوز کرو کہ الزرقا پہنچ کر کیا ہوگا اور کیسے حالات پیش آسکتے ہیں۔ میں پھر تھوڑی دیر خاموش رہوں گا۔"

میں میگافون والے افسر کے پاس آگیا۔ وہاں مسلح سپاہیوں سے بھرے مزید تین ٹرک آگئے تھے اور وہ پانچوں ٹرک اس سمت جارہے تھے جہاں ہم سے پہلے مقابلہ ہوچکا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر راستہ بدل دیا۔ تمام سپاہی اور ماتحت افسران کی کمانڈ میں تھے اس لیے اس کے حکم کے مطابق پڑوسی ملک کی سرحد کے قریب پہنچ گئے۔ اس نے مارٹر گن اور راکٹ لانچر زوغیرہ کے ذریعے حملہ کرنے کا حکم دیا۔

ایک ماتحت افسر نے کہا۔ "سر! آگے پڑوسی ملک کے سرحدی فوجی ہیں۔"

وہ گرج کر بولا۔ "کیا اپنے کمانڈر کو نالائق سمجھتے ہو۔ ہماری ان فوجیوں سے بات ہوچکی ہے۔ وہ ادھر نہیں ہیں۔ ادھر جمیلہ غیرملکی ایجنٹوں کے ساتھ چھپی ہوئی ہے۔ فائر کرو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ مارٹر گنوں، راکٹ لانچروں اور رائفلوں کے ذریعے تمام سپاہیوں نے چھوٹی سی پہاڑی کی طرف فائرنگ اور دھماکے شروع کردیے۔ دوسری طرف کے فوجی پہلے ہی تیار تھے انہوں نے ان سے بڑا حملہ کیا۔ کتنے ہی سپاہی مرنے اور پیچھے ہٹنے لگے۔ پڑوسی ملک کے فوجی زبردست حملے کرتے ہوئے سرحد پار کرکے انہیں رگیدتے ہوئے دلدل تک لے آئے۔ اس کے بعد واپس چلے گئے۔ کیونکہ وہ پانچوں ٹرک کے سپاہی مارے گئے تھے۔ میرا آلۂ کار افسر زندہ تھا مگر زخمی۔ زمین پر رینگتا ہوا ٹرانسمیٹر تلاش کررہا تھا تاکہ افسرانِ بالا کو اپنی حالتِ زار بیان کرے۔ میں اسے چھوڑ کر دفاعی طور پر حاضر ہوگیا۔

ہم شہرالزرقا کے قریب پہنچ رہے تھے۔ جمیلہ نے کہا۔ "مجھے اس شہر سے بہت محبت ہے۔ جب میں پیدا ہوئی اور میرے باپ نے میری ماں کو گھر سے اور شہر سے نکال دیا تو وہ مجھے لے کر الزرقا میں آگئی۔ یہاں میرا ننھیال ہے۔ مگر میں ماں کے پاس ابھی جاؤں گی تو وہ مصیبت میں گرفتار ہوجائے گی۔ رئیس کے آدمی اس تاک میں ہوں گے کہ شاید میں ماں کے پاس آؤں گی پھر وہ مجھے گرفتار کرلیں گے۔"

"درست کہتی ہو، تمہیں اپنی ماں سے دور رہنا چاہیے۔ اب ہم شہر میں داخل ہورہے ہیں۔ وہ دیکھو تمہارے بائیں طرف والی کوٹھی میں تاریکی ہے۔ چار بجنے والے ہیں۔ سب ہی سو رہے ہوں گے۔ کیوں نہ ہم ایک ایک کوٹھی میں جھانکتے چلیں۔ شاید کوئی خالی مل جائے۔"

"ویسے تو کئی کوٹھیاں خالی مل سکتی ہیں۔ یہاں کے امیر کبیر لوگ ہنٹوں اور مہینوں کے لیے عیاشی کی غرض سے یورپ کے ملکوں میں جاتے رہتے ہیں۔ وہ کوٹھیاں مقفل رہتی ہیں۔ احاطے میں مالی اور چوکیدار رہتے ہیں۔"

ہم اس تاریک کوٹھی کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں ایک مسلح چوکیدار گیٹ کے کیبن میں موجود تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا تمہارا آقا فرہاد علی تیمور کوٹھی میں موجود ہے؟"

وہ بولا۔ "تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ یہاں کوئی فرہاد علی تیمور نہیں رہتا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "تم دونوں تھکے ہوئے مسافر ہو۔ میرے کوارٹر میں چل کر آرام کرو۔ کوٹھی مقفل ہے۔ ورنہ میں دروازہ کھول دیتا۔"

میں چند لمحوں کے لیے اسے چھوڑ کر سلمان کے پاس آیا پھر اس سے بولا۔ "سلطانہ کے ساتھ میرے اندر آؤ۔ عربی بولنے والوں سے پالا پڑا ہے۔"

میں پھر مسلح چوکیدار کے پاس آیا۔ وہ بول رہا تھا۔ "تم دونوں ابھی تک یہاں کھڑے ہو؟ جاؤ چلے جاؤ۔"

میں نے پھر اس پر قبضہ جمایا وہ چپ ہوگیا۔ سلمان اور سلطانہ نے کہا۔ "ہم موجود ہیں۔"

میں نے کہا۔ "میں اس کوٹھی میں پناہ لوں گا۔ یہاں جو ملازمین ہیں ان کی تعداد معلوم کرو اور انہیں اپنا معمول بناؤ تاکہ مجھے آقا سمجھ کر میری اطاعت کریں۔ میں کوٹھی میں جارہا ہوں۔"

میں چوکیدار کو سلمان اور سلطانہ کے حوالے کرکے جمیلہ کے ساتھ احاطے سے گزر کر کوٹھی کے دروازے پر آیا۔ ایک اٹیچی میں سے ایک تار نکالا۔ پھر اس کے ذریعے دروازے کو کھول لیا۔ جمیلہ حیرانی اور دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ میں اس شاندار کوٹھی کے ایک شاہانہ بستر پر آکر گر پڑا۔ وہ بولی۔ "پاپا! تم تھک گئے ہو۔ تمہیں آرام سے سو جانا چاہیے۔"

"تمہاری بھی نیند ادھوری رہ گئی ہے لیکن نہ میں سوؤں گا نہ تمہیں سونے دوں گا۔ یہ بھی ٹریننگ کا ایک حصہ ہے۔ جب تک مکمل تحفظ کا یقین نہ ہو، تب تک نہ آنکھ بند کرنا چاہیے نہ غافل رہنا چاہیے۔"

میں نے اٹیچی میں سے میک اپ کا سامان نکالا۔ اسے ایک سنگار میز کے آئینے کے سامنے بٹھایا پھر اس کا میک اپ کرنے لگا۔ سلطانہ نے آکر پوچھا۔ "بھائی جان! یہ کون ہے؟"

"میری ایک نئی بیٹی ہے۔ مجھے اس کے ساتھ مشرقِ وسطیٰ کے کئی ممالک میں رہنا ہے۔ تم اپنی رپورٹ سناؤ۔"

اس نے کہا۔ "اس کوٹھی کے مالک کا نام حسام بن زید ہے۔ رئیس ابن رئیس ہے۔ سال میں دو چار مہینے پیرس اور لندن میں گزارتا ہے۔ پچھلے ہفتے گیا ہے۔ جلدی واپسی کی توقع نہیں ہے۔ اس کے کمرے میں دیوار پر اس کی تصویر لگی ہے، آپ تصویر کے ذریعے اس کی کھوپڑی میں پہنچ سکتے ہیں۔"

"یہاں ملازم کتنے ہیں؟"

"تین ہیں۔ چوکیدار، مالی اور باورچی۔ سلمان چوکیدار پر عمل کررہے ہیں۔ میں نے ثانی کو مالی کے پاس پہنچا دیا ہے۔ اب میں باورچی پر عمل کرنے جارہی ہوں۔"

"ان تینوں کے دماغ میں یہ نقش کردینا کہ ان کا آقا حسام بن زید واپس کوٹھی میں آگیا ہے۔ میں حسام کے میک اپ میں رہوں گا۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے جمیلہ کا میک اپ ادھورا چھوڑ کر کہا۔ "پہلے کچھ ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں پھر صرف تمہارا ہی نہیں میرا بھی میک اپ ہوگا۔"

میں نے ایک اور بیڈروم کھول کر دیکھا۔ وہاں دیوار پر ایک ادھیڑ عمر کے شخص کی بڑی سی تصویر لگی تھی۔ میں اس تصویر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گیا پھر جمیلہ سے کہا۔ "یہاں فیملی البم ہوگا اسے تلاش کرو۔"

یہ کہہ کر میں پھر حسام بن زید کے اندر آیا۔ وہ سو رہا تھا۔ اس کے چور خیالات اس کی پوری ہسٹری شیٹ پیش کرنے لگے۔ میں اس کی زندگی کے تمام چور گوشوں سے واقف ہوگیا۔

جمیلہ ایک البم تلاش کرکے لائی۔ اس میں ایک نوجوان لڑکی کی بڑی خوبصورت سی تصویر تھی۔ میں نے کہا۔ "حسام نے کبھی شادی نہیں کی لیکن لندن میں اس کی ایک کھیل ہے جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ اس بیٹی کو اپنی بیٹی نہیں مانتا ہے۔ شاید یہ اسی کی تصویر ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سو رہی تھی۔ اس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا کہ وہ اسپتال میں ہے۔ کسی نے اس پر گولی چلائی تھی۔ وہ اپنی ماں اور باپ کے جھگڑے میں زخمی ہوکر اسپتال پہنچی ہوئی تھی۔ جب سے وہ پیدا ہوئی تھی تب سے ماں نے حسام کو کہا تھا کہ اسے بیٹی تسلیم کرو اور اسے باپ کا نام دو۔

حسام نے کہا تھا۔ "میں عزت دار رئیس ابن رئیس ہوں ایک رکھیل کی اولاد کو اپنا نام نہیں دوں گا۔"

یہ بات انیس برس پرانی ہوگئی تھی۔ وہ بیٹی انیس برس کی ہوگئی تھی۔ ماں نے اس کا نام ڈی لائلہ رکھا تھا اور حسام سے کہلا بھیجا تھا کہ اگر وہ لندن آکر بیٹی کو قانونی طور پر نہیں اپنائے گا اور اسے اپنا نام نہیں دے گا تو وہ اس کی بیٹی کو عرب کے ایک رئیس کی رکھیل بنادے گی۔

یہ حسام کی غیرت کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج تھا کہ اس کی بیٹی مشرقِ وسطیٰ کے کسی مسلمان رئیس کی رکھیل بن کر آئے۔ ڈی

لائلہ کی ماں کے پاس کچھ ایسے ثبوت تھے جن سے کسی حد تک وہ حسام کی بیٹی ثابت ہو جاتی تھی۔ بیٹی ہونا ثابت ہو یا نہ ہو۔ یہی کیا کم تھا کہ بیٹی ہونے کا شبہ شہرت پانے لگتا۔

اس نے فون پر کہا تھا کہ وہ ڈی لائلہ کو بیٹی تسلیم کرنے آرہا ہے لیکن جس دن وہ لندن پہنچا' اسی شام کسی نے ڈی لائلہ کو گولی ماری۔ آپریشن تھیٹر میں گولی اس کے جسم سے نکال دی گئی تھی۔ اس سے پوچھا جارہا تھا کہ کس نے گولی ماری ہے لیکن وہ خاموش تھی۔ دانی طور پر ایب نارمل ہونے کا بہانہ کرکے باپ کے خلاف بیان نہیں دے رہی تھی۔

جب میں نے جمیلہ کے چہرے پر ڈی لائلہ کا میک اپ کرتے ہوئے اسے یہ تمام داستان سنائی تو وہ رونے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ آنسو پونچھو۔ میک اپ خراب ہو جائے گا۔"

وہ آنسو پونچھ کر بولی۔ "پاپا! ڈی لائلہ کی داستان مجھ سے مختلف نہیں ہے۔ فرق اتنا ہے کہ باپ نے اپنی عزت اور جھوٹی غیرت کے لیے اسے گولی ماردی۔ میرے باپ کو ابھی تک مجھے گولی مارنے کا موقع نہیں ملا ہے۔"

جہاں عیاشی اور ہوس پرستی زیادہ ہوگی' وہاں جھوٹے غیرت مند زیادہ ہوں گے۔ میں نے جمیلہ کو مکمل ڈی لائلہ بنا دیا۔ وہ ڈی لائلہ کی تصویر کو اور خود کو آئینے میں دیکھ کر حیران ہوتی رہی پھر بولی۔ "پاپا! تم نے جمیلہ کی ہستی گم کردی ہے۔ مجھے عجیب سا لگ رہا ہے کہ میں گم ہو گئی ہوں۔"

میں نے اپنے چہرے پر حسام بن زید کا میک اپ کرتے وقت ایک بار ڈی لائلہ کے پاس جاکر دیکھا۔ حسام آدھی رات کے بعد بیٹی سے ملنے چپ چاپ اسپتال میں آیا تھا۔ وہ بول رہی تھی۔ "ڈیڈی! میں ایب نارمل نہیں ہوں۔ پورے ہوش و حواس میں ہوں۔ آپ کے خلاف بیان دے سکتی ہوں لیکن اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ جیسے لوگوں کے پاس بہت دولت ہے۔ آپ عدالت کا فیصلہ خرید لیں گے مگر مجھے باپ کا نام پھر بھی نہیں ملے گا۔ اس لیے سوچتی ہوں کیوں آپ کو قاتل کہوں؟"

وہ بولا۔ "جو کچھ ہوا' اسے بھول جاؤ اور اپنی زبان بند رکھو۔ تمہیں عیش و آرام سے زندگی گزارنے کے لیے ہر ماہ پندرہ ہزار پونڈ ملتے رہا کریں گے۔"

"تو ڈیڈی! مجھے آپ کی یہ مہربانی نہیں چاہیے۔"

"پھر کیا چاہتی ہو؟"

"ریوالور کی ایک گولی چاہتی ہوں۔ پہلی ڈاکٹروں نے نکال دی۔ انہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ مجھے ناجائز کہلانے کے لیے پھر سے زندہ کردیا ہے۔ آپ مسلمان ہیں' آپ کو خدا کا واسطہ ایک گولی اور ماریں۔ میں قسم کھاتی ہوں' ڈاکٹروں کے پہنچنے سے پہلے مر جاؤں گی۔"

وہ غصے سے بولا۔ "تم ماں بیٹی بہت ضدی ہو۔ کسی نہ کسی طرح مجھے پھانسنا چاہتی ہو۔ میں ایسا پاگل نہیں ہوں کہ یہاں تمہیں قتل کروں اور گرفتار ہو جاؤں۔ میں جانے سے پہلے کہہ دوں کہ تمہاری ماں تمہیں کسی کی داشتہ بنانے کی حماقت کرے گی تو میں تمہیں داشتہ بننے سے پہلے ہی گولی ماردوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ اسپتال کے کمرے سے چلا گیا۔ بیٹی دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ سلمان نے مجھے مخاطب کرکے کہا۔ "بھائی جان! وہ چوکیدار تو یہی نیند سو رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "حسام بن زید کے اندر پہنچو۔ اس کی پوری ہسٹری معلوم کرو۔ اس کی بیٹی ڈی لائلہ کے اندر حوصلہ اور عزائم پیدا کرو پھر آؤ۔ ہم حسام کے متعلق کچھ سوچیں گے۔"

وہ چلا گیا۔ میں اپنے چہرے پر حسام کا میک اپ کرنے لگا اور یہ معلوم کرنے لگا کہ شہر الزرقا اور عمان میں وہ کس طرح معروف رہتا ہے اور اس کے خاص دوستوں اور رشتے داروں میں کون کیا ہے اور کہاں ہے؟

وہ آدم بیزار تھا۔ بہت کم افراد سے اس کے تعلقات تھے۔ ان کی تصویریں البم میں تھیں۔ ایک اور یہودی حسینہ کی تصویر تھی۔ جس سے ان دنوں اس کا رومانس چل رہا تھا۔ وہ اسے انگلی پکڑنے دیتی تھی مگر پہنچے تک پہنچنے نہیں دیتی تھی اور اسے اپنا دیوانہ بناتی رہتی تھی۔ اس حسینہ کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم کرنا تھا لیکن ایسی جلدی بھی نہیں تھی۔ ارادہ تھا کہ نیند پوری کرنے کے بعد اُدھر دھیان دوں گا۔

میں نے میک اپ مکمل کرلیا۔ جمیلہ نے پیچھے سے آکر گلے میں بانہیں ڈال کر کہا۔ "پاپا! تم لاجواب ہو۔ اگر میں آنکھوں کے سامنے یہ روپ بدلتے نہ دیکھتی تو تمہیں حسام بن زید ہی سمجھتی۔ پاپا کبھی تسلیم نہ کرتی۔"

میں نے کہا۔ "اچھا اب جاؤ اور سو جاؤ۔ ابھی تمہارے سامنے بڑے بڑے چیلنج ہیں۔"

وہ دوسری خواب گاہ میں چلی گئی۔ میں حسام کے بستر پر آکر لیٹ گیا۔ بتیاں بجھا دیں۔ پھر سونے سے پہلے سوچا کہ رئیس کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ کر جمیلہ کو اس کے لیے ایک دہشت بنا دوں تاکہ اس کی نیند حرام ہو جائے اور وہ جمیلہ کو ڈھونڈتا پھرے۔

یہ سوچ کر میں اس کے دماغ میں پہنچا تو ایک نیا انکشاف ہوا۔ کوئی اس کے اندر بول رہا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "الکبیر! میری آواز اور میرا لہجہ تمہیں متاثر کررہا ہے۔ تمہارے حواس پر چھا رہا ہے اور تم میرے معمول بنے جارہے ہو۔"

رئیس کے خوابیدہ دماغ نے کہا۔ "ہاں' تمہاری آواز اور تمہارا لہجہ مجھے متاثر کررہا ہے۔ میرے حواس پر چھا رہا ہے۔ میں تمہارا معمول بن رہا ہوں۔"

"میں تمہارا عامل ہوں۔ تمہیں حکم دیتا ہوں کہ خود کو گالیاں دینے رہو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا' خود کو گالیاں دینے لگا۔ عامل نے کہا۔ "خاموش ہو جاؤ۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ عامل نے کہا۔ "میں حکم دیتا ہوں تم ہمیشہ کی طرح سپر ماسٹر اور ہمارے ملک کے وقادار رہو گے اور کسی بھی ملامی ملک کو ہم پر ترجیح نہیں دو گے۔"

اس نے اس حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ عامل نے کہا۔ "تم اپنی ٹیم سراکی انچارج لیڈی آئرن راڈ اور لیڈی مین کلر کو زیادہ اہمیت اور عزت دو گے اور ان دونوں کے مشوروں پر عمل کرتے رہو گے۔"

الکبیر نے معمول کی حیثیت سے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ عامل نے کہا۔ "میں حکم دیتا ہوں کہ تمہارا دماغ حساس رہے گا۔ تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر ان لہروں کو بھگا دو گے۔ صرف میری سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کرو گے۔"

اس طرح اس عامل نے رئیس الکبیر کے دماغ کو لاک کردیا پھر کہا۔ "میں جارہا ہوں۔ تم چھ گھنٹے تک تنویمی نیند سوتے رہو گے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ عامل سمجھ رہا تھا کہ عامل ابھی اس کے اندر موجود ہے اور اس کی گہری نیند سے مطمئن ہو رہا ہے۔

پھر وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی الکبیر کے خوابیدہ دماغ نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور اپنے عامل کے حکم کے مطابق سانس روک لی۔ سانس رکتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ سوچنے لگا۔ اچانک سانس کیوں رک رہی تھی؟ وہ کیسا خواب دیکھ رہا تھا۔ کوئی اس سے کچھ بول رہا تھا اور آقا کی طرح احکامات کا پابند بنا رہا تھا۔

اس اجنبی عامل نے الکبیر پر جو تنویمی عمل کیا تھا وہ بے شک کامیاب رہا تھا۔ اگر وہ تنویمی نیند پوری کرلیتا تو عامل کا ایک معمول ذہنی طور پر ناہموار بن جاتا لیکن تنویمی نیند میں گڑبڑ ہوتے ہی سارا طلسم ٹوٹ گیا۔ اب وہ معمول نہیں رہا تھا۔

عامل جاچکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ معمول چھ گھنٹے تک اس کے حکم کے مطابق سوتا رہے گا۔

الکبیر نے گھنٹی کے ذریعے ملازم کو طلب کرکے پھر بستر پر لٹا دیا۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہپناٹائز کرکے سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تو اسے جمیلہ راذی کی شکل دی۔ وہ بلاشبہ حسین و جمیل تھی۔ خواب میں اور زیادہ دلکش اور دلنشین لگ رہی تھی۔

وہ دونوں بازو پھیلا کر بولا۔ "تم کہاں گم ہو گئیں تھیں؟ میری آغوش میں آجاؤ۔"

وہ غصہ لگا کر بولی۔ "اپنے خونخوار کتوں کو بھیج دو۔ وہ مجھے تمہارے پاس لے آئیں گے۔"

"میں تمہارے سامنے کتا بننے کو تیار ہوں۔ میرے پاس چلی آؤ۔"

"تم تو شاہ ہو۔ گداگروں کی طرح کیوں بانگ رہے ہو؟ لاکھوں درہم لٹاؤ۔ میں خریدی نہیں جاؤں گی۔ مسلح فوج سے حملے کراؤ۔ میں زیر نہیں ہو سکوں گی۔ تم ایک حرم سرا بنا کر اس کے خدا بن گئے۔ وہاں مجبور لڑکیوں کی زندگی اور موت کے مالک بن گئے۔ ان کی آبرو کے کھلاڑی بن گئے۔ کوئی تمہارے خلاف بغاوت کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ مگر اب دیکھو' میں بغاوت کرکے تمہاری عزت کو' طاقت کو اور غرور کو خاک میں ملا رہی ہوں۔"

"جمیلہ! میری طاقت کو چیلنج نہ کر۔ میرے سر پر سپر پاور امریکا کا ہاتھ ہے۔ وہ ہاتھ تجھے ایک چٹکی میں چیونٹی کی طرح پکڑ کر میری حرم سرا میں پہنچا دیں گے۔"

میں نے اسے نیند کی حالت میں اٹھایا۔ اس نے بستر سے اٹھ کر الماری کے پاس آکے ایک خنجر نکالا۔ پھر اسے لاکر اپنے تکیے میں پیوست کردیا۔ اس کے بعد بستر پر آکر تکیے پر خنجر کے پاس سر رکھ کر لیٹ گیا۔ وہ بدستور گہری نیند میں تھا۔ جہاں سے وہ خواب ادھورا رہ گیا تھا' وہاں سے میں نے پھر شروع کیا۔ اس نے دیکھا۔ جمیلہ کہہ رہی تھی۔ "اچھا تو تیرا سپر پاور مجھے ایک چٹکی میں پکڑ کر تیری حرم سرا میں پہنچا دے گا... تو پھر پکار اپنے سپر پاور کو۔ میں تیرا کام تمام کرتی ہوں۔"

اس نے خواب میں دیکھا۔ جمیلہ غصے سے اس کی الماری کے پاس گئی۔ اسے کھول کر ایک آبدار خنجر نکالا۔ اسے اپنی مٹھی میں جکڑا پھر بجلی کی طرح کڑک کر بولی۔ "سنبھل جا' سپر پاور کی اولاد! میں تجھے زیر و پاور کررہی ہوں۔"

وہ چیختی مارتی ہوئی فضا میں خنجر لہراتی ہوئی اچھل کر بستر پر آئی۔ پھر اس خنجر کے تیز پھل کو اس کے سینے میں پیوست کردیا۔ سینے سے خون کی ایک پھوار نکلی۔ الکبیر چیخیں مارتا ہوا نیند سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ "بچاؤ۔ بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔ اس نے مجھے مار ڈالا ہے....."

دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ دو مسلح سپاہی رائفلیں لیے دو حبشی غلام ننگی تلواریں لیے خواب گاہ میں آگئے۔ ان کے ساتھ وہاں کی انچارج لیڈی آئرن راڈ اور لیڈی مین کلر بھی تھیں۔ الکبیر گرج رہا تھا۔ "تم سب کہاں مر گئے تھے۔ جمیلہ آئی تھی۔ اس نے مجھ پر خنجر سے حملہ کیا تھا۔ وہ..... وہ دیکھو میں بال بال بچ گیا۔ حملہ چوک گیا۔ خنجر میرے تکیے میں پیوست ہے۔"

سب حیران تھے کہ اتنے سخت پہرے کے باوجود جمیلہ کیسے آگئی؟

پورے محل میں بھگدڑ شروع ہو گئی۔ آقا کہہ رہا تھا کہ جمیلہ آئی تھی۔

اگر نہیں آئی تھی تو وہ خنجر نشانے سے چوک کر تکیے میں کیسے پیوست ہو گیا تھا۔ کس نے خنجر چلایا تھا؟

رئیس الکبیر کا بڑا رعب اور دبدبہ تھا۔ محل کے مکین اُس کی آہٹ سن کر تھرتھراتے تھے۔ تمام ماتحت اور غلام اس کا سامنا کرتے ہوئے گھبراتے تھے۔ کوئی اس کے سائے کے قریب سے گزر نہیں سکتا تھا۔ کجا یہ کہ اس درندہ صفت کے تکیے میں کوئی آب دار خنجر گھونپ کر چلا گیا تھا۔

پورے محل میں بھگدڑ ہو رہی تھی۔ اس بدمعاش کو تلاش کیا جا رہا تھا جو رئیس کو قتل کرنے آیا تھا۔ شاید نشانہ چُوک گیا تھا۔ اس لیے خنجر رئیس کے جسم میں نہیں تکیے میں پیوست ہو گیا تھا۔

پرانی کہاوت کے مطابق کوئی پرندہ بھی اس محل میں پَر نہیں مار سکتا تھا۔ کوئی چیونٹی رینگ کر نہیں جا سکتی تھی شاید ڈی ڈی ٹی اسپرے کی جاتی ہوگی۔ گویا اتنا سخت پہرا تھا کہ وہاں کوئی غیر ضروری ہستی داخل نہیں ہو سکتی تھی اس کے باوجود موت اس رئیس کی شہ رگ کے قریب آکر ختم گئی تھی۔

محل کے سیکیورٹی گارڈز' ننگی تلواریں لیے ہوئے حبشی' وہاں کے چند جاسوس' نرسیں کے مشیر اور حرم سرا کی انچارج لیڈی مین کلر اور لیڈی آئرن راڈ یہ سب ہی حیران و پریشان تھے کہ قاتل وہاں داخل کیسے ہوا؟ رئیس الکبیر پورے یقین سے کہہ رہا تھا۔ "داخل ہوا نہیں ہوئی تھی۔ وہ جیلہ رازی تھی۔"

محل کے گارڈز' سپاہی اور دیگر لوگ کبھی یقین نہیں کر سکتے تھے کہ جیلہ جیسی نازک اندام حسینہ تن تنہا محل میں داخل ہو کر قاتلانہ حملہ کرنے کی جرأت کر سکے گی۔ لیکن محل کا کوئی بندہ اپنے رئیس کی بات کو جھٹلا نہیں سکتا تھا جب آقا کہہ رہا تھا تو غلام یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے کہ آقا کی آنکھوں نے دھوکا کھایا ہے۔

اس سے پہلے جیلہ نے میرے تعاون سے ان پچیس خونخوار کتوں میں سے پندرہ کو ہلاک کر دیا تھا۔ میں نے اس کا اترا ہوا وہ لباس کتوں کے ٹرینر کے ذریعے جلوا دیا تھا جس لباس کی بُو سُونگھ کر کتے جیلہ کا پیچھا کرتے تھے۔ پھر میں نے جیلہ کے ساتھ رہ کر تین فوجی ٹرک اور اسلحے کے ذخیرے تباہ کرا دیئے تھے۔

دشمنوں کو یقین ہو گیا تھا کہ ایک تنہا لڑکی اتنی تباہیاں نہیں پھیلا سکے گی۔ وہ کسی گروہ سے مل گئی ہے یا کسی یہودی ٹیم میں شامل ہو گئی ہے تب ہی جم کر مقابلہ کر رہی ہے اور انہیں نقصانات پہنچاتی جا رہی ہے۔

جیلہ کی ان کامیابیوں نے محل کے تمام افراد کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ جو لڑکی اس قدر دلیری سے مقابلہ کر سکتی ہے وہ اپنے گروہ کی مدد سے محل میں داخل ہو کر قاتلانہ حملہ بھی کر سکتی ہے۔

لیکن سیکیورٹی گارڈز یہ تسلیم کر لیتے کہ وہ محل میں کسی طرح داخل ہو گئی تھی تو رئیس الکبیر انہیں ملازمت سے خارج کر دیتا یا سب کو ایک قطار میں کھڑا کرنے کے بعد گولی مارنے کا حکم دے دیتا۔ اس لیے سب یہ ثابت کر رہے تھے کہ وہ رات کو جاگتے رہے اور ڈیوٹی پر ہمیشہ کی طرح محتاط رہے۔ ویسے کوئی ایسا سراغ نہیں مل رہا تھا کہ جیلہ زمین پر چل کر یا محل کی چھتوں پر سے گزر کر رئیس کی خواب گاہ میں داخل ہوئی تھی۔

اس محل کا ایک امریکی جاسوس رئیس الکبیر سے طرح طرح کے سوالات کر رہا تھا کہ جیلہ کس طرح کمرے میں داخل ہوئی تھی؟ کیسے خنجر نکالا تھا اور کیسے حملہ کیا تھا؟ رئیس الکبیر نے خود کو بچانے کی جدوجہد کیوں نہیں کی؟

رئیس نے کہا۔ "میں خود حیران ہوں کہ میں نے اُس نازک اندام لڑکی پر حاوی ہونے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ میں خود کو بے دست و پا محسوس کر رہا تھا۔ شاید اس نے مجھ پر کوئی عمل کیا تھا۔"

حرم سرا کی انچارج لیڈی آئرن راڈ یہ باتیں سن رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ سپرماسٹر نے ایک نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی ہاروے کو پچھلی رات حکم دیا تھا کہ وہ رئیس الکبیر کے دماغ پر قبضہ جمائے اور اس رئیس کو لیڈی آئرن راڈ اور لیڈی مین کلر کا مطیع فرمانبردار بنا کر رکھے۔

پچھلی رات ڈی ہاروے لیڈی آئرن راڈ کے پاس آیا تھا اور اسے بتایا تھا کہ وہ رئیس الکبیر پر تنویمی عمل کر چکا ہے۔ آئندہ وہ ہمارے اشاروں پر چلے گا۔

یہ بات ابھی ان لوگوں کو معلوم نہیں تھی کہ میں نے ڈی ہاروے کے تنویمی عمل کو ناکام بنا دیا ہے۔ اس کے عمل کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہی رئیس الکبیر نے جیلہ کی آمد کا اور اس کے قاتلانہ حملے کا شور مچا دیا تھا۔

لیڈی آئرن راڈ اپنے کمرے میں آگئی۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر ایک ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے کسی ایجنٹ کو مخاطب کیا پھر کہا۔ "سپرماسٹر سے کہو پانچ منٹ کے اندر ڈی ہاروے کو میرے پاس بھیج دے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر کے ایک جگہ چھپا دیا۔ ڈی ہاروے نے پانچ منٹ سے پہلے ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا۔ "ہیلو۔ کیا بات ہے؟"

لیڈی آئرن راڈ اسے پوری تفصیلات بتانے لگی کہ کس طرح رئیس الکبیر پر ناکام قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ اور رئیس کا دعویٰ ہے کہ اس کی خواب گاہ میں جیلہ نے تنہا آکر اس پر حملہ کیا تھا۔

ڈی ہاروے نے کہا۔ "تم جو وقت بتا رہی ہو اس کے مطابق میں نے صرف آدھا گھنٹا پہلے رئیس الکبیر پر تنویمی عمل کیا تھا اور اسے تنویمی نیند سُلا کر چلا گیا تھا۔ میرے عمل کے مطابق اسے چھ گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہونا چاہیے تھا لیکن وہ آدھے گھنٹے بعد کیسے بیدار ہو گیا۔ کیا جیلہ نے آکر اسے جگایا تھا؟"

"شاید یہی بات ہوگی۔ ایسا ہے تو وہ کتنی دلیر ہے کہ دشمن کو جگا کر حملہ کرتی ہے۔"

"تم اس بات پر حیران ہو اور میں یہ سوچ کر مایوس ہو رہا ہوں کہ جیلہ نے اسے جگا کر میرے تنویمی عمل کو ناکام بنا دیا ہے۔ اب

وہ میرا معمول رہے گا اور نہ ہی تمہاری لیڈی مین کلر کے زیر اثر رہے گا۔"

"واقعی تنویمی عمل کے سلسلے میں تمہیں ناکامی ہوئی ہے۔ پہلے تم پھر دوسری رات اس پر عمل کر سکتے ہو۔ لیکن یہ حیرانی کی بات ہے کہ جیلہ یہاں آکر صرف موت کی دھمکی دے کر کیسے واپس چلی گئی اور کسی نے اسے نہیں دیکھا۔

"ہاں۔ یہ حیرانی کی بات ہے۔ اس کا سراغ لگانا چاہیے۔"

"میں نے اسی لیے تمہیں بلایا ہے۔ رئیس الکبیر سہما ہوا بھی ہے اور غصے سے گرج بھی رہا ہے۔ ایسی حالت میں وہ کس قدر صحیح فیصلہ دے رہا ہے' یہ تم ہی اس کے اندر جا کر اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتے ہو۔"

"ہاں کچھی بات ہے۔ میں ابھی جا کر اس کے اندر کی باتیں معلوم کرتا ہوں۔"

ڈی ہاروے اس سے رخصت ہو کر رئیس الکبیر کے اندر آیا اور پچھلی رات کے تمام خیالات پڑھنے لگا۔ رئیس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ رات کو عجیب و غریب خواب دیکھتا رہا۔ کوئی نامعلوم شخص اس کے حواس پر چھا جانے کے لیے اس پر کسی طرح کا عمل کر رہا تھا اور اسے حکم دے رہا تھا کہ وہ آئندہ لیڈی آئرن راڈ اور لیڈی مین کلر کے زیر اثر رہے گا اور ان کے مشوروں کو تسلیم کرتا رہے گا۔

پھر اس نامعلوم شخص نے مجھے گہری نیند سونے کا حکم دیا۔ میں اس سے نہیں کہہ سکتا کہ کتنی دیر تک سوتا رہا۔ اچانک ہی جیلہ نے میری خواب گاہ میں آکر مجھے چونکا دیا۔

ڈی ہاروے نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ جیلہ خواب میں نظر آئی ہو؟"

رئیس کی سوچ نے کہا۔ "ہرگز نہیں۔ اگر وہ خواب میں آتی تو پھر میرے تکیے میں کس نے پیوست کیا تھا؟"

اس حقیقت کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ وہ خنجر اس بات کا ثبوت تھا کہ اس کی خواب گاہ میں جیلہ آئی تھی۔ ڈی ہاروے یہ سوچ سکتا تھا کہ شاید کسی دشمن نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسی فضا پیدا کی ہو لیکن سپرماسٹر اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی جاسوسی رپورٹ میں یہ درج نہیں تھا کہ کوئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ان مسلم ممالک میں کہیں ہے۔ اور یہ تو وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ فرہاد علی تیمور وہاں موجود ہوگا کیونکہ میں اپنی غذا ٹیلی پیتھی والی زندگی سے لے کر اب تک کبھی مشرق وسطیٰ کی طرف نہیں گیا تھا۔

ڈی ہاروے نے لیڈی آئرن راڈ کے پاس آکر کہا۔ "اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ جیلہ آئی تھی۔"

وہ بولی۔ "کیا وہ چھلاوہ ہے یا جادو گرنی بن گئی ہے کہ محل میں کسی کو نظر آئی؟ آخر کہاں سے آئی تھی اور کس چور راستے سے غائب ہو گئی تھی؟"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ جیلہ نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دوست بنا لیا ہو؟"

"ہماری معلومات ناقص نہیں ہیں۔ یہاں کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ سپرماسٹر کے پاس فرہاد اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فہرست موجود ہے اور اس میں درج ہے کہ کون کس ملک میں مصروف ہے۔ آج کل ان کے اکثر ٹیلی پیتھی جاننے والے ادارے میں یا پیرس میں ہیں۔"

"جب جیلہ کو جبراً حرم سرا میں لایا گیا تھا تو اس کی تصویریں اتاری گئی تھیں۔ میں اس کی چند تصاویر بھیج رہی ہوں۔"

"یہ بہتر ہوگا' میں تصویر کے ذریعے اس کے اندر پہنچ کر معلوم کر سکوں گا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے۔"

ڈی ہاروے چلا گیا۔ لیڈی آئرن راڈ اور لیڈی مین کلر کے علاوہ دوسرے خاص مشیروں اور محافظوں کے لیے رئیس الکبیر ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ اپنی خواب گاہ میں بیٹھا ہوا تھا مگر سونا نہیں چاہتا تھا۔ پچھلی رات سے جاگ رہا تھا اور ایک ایک سے پوچھ رہا تھا "میں کیسے سو سکتا ہوں۔ لاکھوں ڈالر کے اس محل میں میری زندگی خطرے میں ہے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میرے سوتے ہی جیلہ پھر نہیں آئے گی۔ تم لوگ حرام کی تنخواہیں لیتے ہو اور حرام کھاتے ہو۔ وہ مجھے قتل کر کے چلی جائے گی تو تم لوگوں کا کیا بگڑے گا؟ تم لوگ کسی اور آقا کے غلام بن جاؤ گے۔"

اسے تسلیاں دی جا رہی تھیں کہ اب ایک چیونٹی بھی خواب گاہ میں داخل نہیں ہو سکے گی۔ خواب گاہ کے چاروں طرف مسلح محافظ کھڑے رہیں گے۔ چھت پر بھی گارڈز موجود رہیں گے۔ خطرے کا الارم آن رکھا جائے گا۔ کوئی بھی چُھپ کر آنا چاہے گا تو خود کار گھنٹیاں بجنے لگیں گی۔

رئیس الکبیر کو جاگنے کی عادت نہیں تھی۔ نیند پھر غالب آ رہی تھی۔ وہ جاگتے رہنے کی ضد کے باوجود آخر سو گیا۔

میں تو بہت پہلے ہی نیند کی آغوش میں چلا گیا تھا۔ جیلہ بھی تھکن سے چُور تھی۔ دوسری خواب گاہ میں سو رہی تھی۔ ہم باپ بیٹی نے اپنے چہرے اور حلیے بدل لیے تھے۔ میں حسام بن زید بن گیا تھا اور جیلہ' حسام کی بیٹی ڈی لائلہ بنی ہوئی تھی۔

میں نے پچھلے باب میں بیان کیا ہے کہ جیلہ اور ڈی لائلہ کے حالاتِ زندگی تقریباً یکساں تھے۔ وہ دونوں لڑکیاں اپنے اپنے باپ کی محبت اور شفقت سے محروم تھیں۔ جیلہ کے باپ عبداللہ رازی کو بیٹی ذات سے نفرت تھی اور وہاں کا بے انتہا دولت مند رئیس حسام بن زید یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی رکھیل سے پیدا ہونے والی ڈی لائلہ اس کی اپنی بیٹی کہلائے۔ وہ اسے باپ کا نام نہیں دینا چاہتا تھا۔ جب اس نے بلیک میل کرنا چاہا تو حسام نے اپنی ہی بیٹی کو گولی مارنے کی کوشش کی تاکہ وہ نہ رہے تو ولدیت کا جھگڑا ہی ختم

ہو جائے۔

ڈی لائلہ گولی کھا کر اسپتال پہنچی۔ ابھی زندگی باقی تھی اس لیے آپریشن تھیٹر میں بچالی گئی۔ اس نے پولیس کو باپ کے خلاف بیان نہیں دیا۔ تنہائی میں باپ کو بلا کر کہا کہ وہ ایسی زندگی سے موت کو بہتر سمجھتی ہے۔ ڈاکٹروں نے اسے ایک بار بچالیا۔ مگر اس بار باپ سے التجا ہے کہ وہ اسے گولی مار دے۔ وہ زندہ رہنا نہیں چاہتی ہے۔

حسام بن زید اسپتال میں اسے گولی مار کر قانون کی گرفت میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ اس لیے بیٹی کو اسپتال میں چھوڑ کر چلا گیا۔

کچھ ایسا ہی قصہ عبداللہ رازی اور اس کے دو جوان بیٹوں کا تھا' وہ چاہتے تھے جمیلہ کسی طرح مر جائے۔ وہ ایک بیٹی کا باپ اور ایک بہن کے دو بھائی نہ کہلائیں۔ جو لوگ عیاش ہوتے ہیں ان کے سوچنے کا انداز کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ کوئی دوسرا اُن کی بیٹی اور بہن کے ساتھ بھی وہی سلوک کرے لہٰذا بیٹی اور بہن پیدا ہی نہ ہو تو بہتر ہے۔ ایسے عیاشوں کی یہ بڑی احمقانہ خواہش ہوتی ہے۔

دوسرے دن بارہ بجے میری آنکھ کھل گئی۔ غسل کرنے کے بعد پچھلی رات کی ساری تھکن اتر گئی۔ جمیلہ ابھی تک گہری نیند میں تھی۔ میں نے اسے جگا کر کہا۔ "کم سے کم سونے کی کوشش کرو۔ ابھی تمہارے سامنے بڑے بڑے چیلنج ہیں۔"

اُس نے مجھے سلام کیا پھر ایک لباس لے کر باتھ روم میں چلی گئی۔ پچھلی رات سلمان اور سلطانہ وغیرہ نے حسام بن زید کی کوٹھی کے چوکیدار' مالی اور دوسرے ملازمین پر عمل کر کے یہ سمجھا دیا تھا کہ ان کا آقا اپنی انگریز بیٹی کے ساتھ لندن سے آگیا ہے۔ ملازم نے مجھ سے ناشتے کے لیے پوچھا۔ میں نے کہا "بے بی کو غسل سے فارغ ہونے دو پھر کچھ کھایا پیا جائے گا۔"

وہ چلا گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اپنے آقا کا بہت منہ چڑھا ملازم ہے اور آقا کی عیاشیوں کے متعلق بہت کچھ جانتا ہے۔ اس یہودی حسینہ کے بارے میں بھی جانتا ہے جو آج کل اس کے آقا کے حواس پر چھائی رہتی ہے۔ میں نے پچھلی رات والی وہ البم نکالی۔ اس میں اس حسینہ کی ایک پوسٹ کارڈ سائز کی تصویر تھی۔ میں اس کی آنکھوں میں جھانکتے جھانکتے اس کے اندر پہنچ گیا۔

اس کا نام کیل رافیل تھا۔ اسرائیلی انٹیلی جنس کی بہت ہی تیز طرار حسینہ سمجھی جاتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ میں گیلے صابن کو مٹھی سے پھسلنے نہیں دیتی۔ مرد کی کیا مجال ہے کہ میرے ہاتھوں سے پھسل جائے۔ ان دنوں اسے حسام بن زید کے پیچھے لگا دیا گیا تھا اور اب اس مکار حسینہ نے حسام کو اپنے حسن و شباب کے پیچھے لگا رکھا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی بنیاد پرستی ختم کی جائے۔ اس علاقے میں چند ایسے مسلمان امیر کبیر لوگ تھے جو اسلامی اصولوں کے سختی سے پابند تھے۔ وہ کہتے تھے کہ پہلے اپنے گھر کو کافروں سے بچایا جائے۔ ان سے تجارتی رابطے کم سے کم ہوں اور سب سے اہم بات یہ کہ کسی مسلمان کو ایک عیسائی یا یہودی عورت سے شادی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ گھر کا نظام اور بچوں کی تربیت عورت کے ذمے ہی ہوتا ہے۔ اگر یہودی عورت کو بیوی بنا کر لاؤ گے تو تمہاری اولاد کو یا تو مکمل یہودی بنا دے گی یا پھر یہودیوں سے محبت اور دوستی پر مجبور کر دے گی۔

ایک عرصے سے مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک میں یہی ہو رہا تھا۔ مسلمان امیر کبیر لوگ عیاشی کے لیے یورپ اور امریکا جاتے تھے۔ وہاں عیسائی یا یہودی حسینائوں پر مرمٹتے تھے۔ اُن سے شادیاں کرتے تھے یا ان سے اپنی اولادیں پیدا کر کے انہیں اپنا نام اور دولت کا کچھ حصہ دینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

حسام بن زید کے جس عیسائی عورت سے تعلقات تھے' اب اس سے ہونے والی بیٹی' ڈی لائلہ کا باپ کہلانے سے انکار کر رہا تھا۔ دشمن چاہتے تھے کہ اسلامی ممالک میں عیسائی اور یہودی بچوں کا اضافہ ہو۔ باپ مسلمان ہو کوئی بات نہیں مگر بچوں کی تربیت تو مسلمانوں جیسی نہیں ہوگی۔ وہ آدھے تیتر اور آدھے بٹیر ہوں گے اور ان کی مائیں انہیں قابو میں رکھا کریں گی۔

کیل رافیل کا مقصد بھی یہی تھا۔ اس نے حسام کو دیوانہ بنا رکھا تھا۔ اسے انگلی پکڑنے دیتی تھی' پہنچے تک نہیں پہنچنے دیتی تھی۔ کہتی تھی' جو میرا شوہر ہوگا وہی میرے جسم و جان کا مالک ہوگا۔

کیل نے پتا نہیں کتنوں کو اس طرح اُلو بنایا ہوگا۔ حسام بھی اُلو بن کر یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ ایک کنواری حسینہ ہے۔ یہ نہ ملی تو سمجھو دنیا میں کچھ نہیں ملا۔ کس کام کی ایسی دولت جو کیل جیسی دوشیزہ کو حاصل نہ کر سکے۔

اسے حاصل کرنے کے لیے ہی وہ ڈی لائلہ کو بیٹی بنانے سے انکار کر رہا تھا۔ اس کی راہ میں دو رکاوٹیں تھیں ایک ڈی لائلہ اور دوسرے وہ مسلمان جنہوں نے یہ تنظیم بنائی تھی اور عہد کیا تھا کہ کسی غیر مسلم عورت سے شادی نہیں کریں گے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ایسا کرنے سے باز رکھیں گے۔" کیل کا جادو کچھ ایسا سر چڑھ کر بول رہا تھا کہ اس نے بیٹی کو راستے سے ہٹانے کے لیے اسے گولی ماردی۔

میں نے کیل کے خیالات پڑھتے پڑھتے سوچا کہ ڈی لائلہ کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس کے پاس جانا چاہا تو ناکام رہا۔ اس کا دماغ مردہ ہو چکا تھا۔ مجھے بہت دکھ پہنچا۔ ڈاکٹروں نے اسے بچالیا تھا۔ پھر وہ کیسے مر گئی؟

میں نے حسام بن زید کے اندر پہنچ کر معلوم کیا۔ پچھلی رات" بیٹی سے ملنے اسپتال گیا تھا اور بیٹی نے آخری فرمائش کی تھی کہ باپ اسے دوسری گولی مارے لیکن وہ بے رحم اسپتال میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے وہاں سے چلا گیا۔ دوسری صبح وہ اپنے بستر مردہ پائی گئی تھی۔ ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق بے بندوق کی گولی

مار کسی اُسے کسی صدمے نے مار دیا تھا۔

بے شک کسی غیر مسلم سے نہ شادی کرنا چاہیے نہ اولاد پیدا کرنا چاہیے اور اگر ایسا ہو جائے تو ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس کے جائز حقوق ادا کرے پھر یہ کہ تمام غیر مسلم دشمن نہیں ہوتے۔ ڈی لائلہ تو باپ کا نام حاصل کرنے کے لیے اسلام قبول کرنے پر راضی تھی لیکن حسام کی کھوپڑی پر کیل ناچ رہی تھی۔

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ جمیلہ راز غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر تازہ دم ہو گئی تھی۔ میرے پاس آکر بولی۔ "میں نے ایک خوراک غیر معمولی دوا کھائی ہے۔ اب بھوک لگ رہی ہے۔"

میں نے ملازم کو بلا کر کھانا لگانے کو کہا پھر جمیلہ کو حسام' ڈی لائلہ اور کیل کے متعلق بتایا۔ اس نے ڈی لائلہ کی موت پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا۔ "پاپا! حسام اور کیل کو سزا ملنی چاہیے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "حسام بن زید تمہارے سامنے بیٹھا ہے۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "اور میرے سامنے ڈی لائلہ بیٹھی ہے۔ لہٰذا یہ بھول جاؤ کہ وہ مر چکی ہے۔ وہ تمہارے روپ میں زندہ ہے۔"

وہ اداسی سے سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "اب کیا ہوا؟"

"سوچ رہی ہوں اپنے باپ اور بھائیوں سے سامنا ہوتا تو وہ بھی مجھے زندہ نہ چھوڑتے یا میں ان کی جھوٹی غیرت دیکھ کر خود ہی صدمے سے مر جاتی۔"

"مرتا وہی ہے جس کی موت آتی ہے۔ وہ ڈی لائلہ کچھ نہ کرتی۔ صدمے سے مر گئی۔ مگر خدا تمہارے ساتھ ہے۔ تمہیں دائیں کے ذریعے توانائی حاصل ہو رہی ہے اور میں تمہیں گائیڈ کر دوں۔ ہنستی بولتی رہا کرو۔"

ملازم نے میز پر کھانا لگایا۔ کھانے کے دوران میں نے جمیلہ کو کہ رات کو سونے سے پہلے میں نے رئیس الکبیر کو کس طرح ت زدہ کیا ہے۔ صبح ہونے تک پورے محل میں لوگ جمیلہ کو تلاش کرتے رہے۔ یہ نہ تو ان کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کس راستے سے رئیس کی خواب گاہ میں آکر غائب ہو گئی۔ ہن رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ اس نے کہا "وہ خنجر اس سینے میں پیوست ہو جاتا تو اچھا ہوتا۔"

میں نے کہا۔ "اس طرح وہ فوراً مر جاتا۔ ایسے عیاش دشمن کو ت میں جتلا کرتے رہنا چاہیے۔ پھر یہ کہ وہ تمہارا شکار ہے۔ تم ایکسٹن اس سے نمٹو گی۔"

میں نے اس سے کہا کہ وہ تھوڑی دیر مجھے مخاطب نہ کرے۔ خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔ ہم کھانے کے بعد اپنے پنے کمرے میں چلے گئے۔ میں کیل کے پاس پہنچ گیا۔ وہ حسام کے ساتھ ایک ریستوران میں بیٹھی ہوئی تھی اور حسام اپنی مجبوریاں بیان کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میں تمہاری ہر خواہش پوری کرنے کو تیار ہوں مگر تم سے شادی نہیں کر سکوں گا۔ میرے علاقے کے مسلمان اکابرین مجھ سے ناراض ہو جائیں گے۔"

وہ بولی "تم سب مسلمان بہت ہی پسماندہ اور دقیانوسی خیالات کے حامل ہو۔ خاص طور پر یہودیوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہو۔ دنیا کی تمام قومیں اپنا اپنا ایک علیحدہ ملک بناتی ہیں۔ اگر ہم یہودیوں نے ایک چھوٹا سا ملک اسرائیل قائم کیا ہے تو دنیا کے تمام مسلمان ہماری مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ بیت المقدس صرف مسلمانوں کا نہیں' یہودیوں اور عیسائیوں کا بھی ہے۔ اور ہم مسلمانوں کو وہاں زیارت کے لیے جانے اور نماز پڑھنے سے روکتے نہیں ہیں۔"

"تم درست کہتی ہو مگر یہ مذہبی اور سیاسی باتیں ہیں۔ تمہاری جیسی حسینہ سے صرف رومانس کی باتیں اچھی لگتی ہیں۔"

"میں بھی یہی کہتی ہوں۔ میری محبت کو دیکھو۔ کیا میں بے وفا اور فریبی نظر آتی ہوں۔"

"بات بے وفائی کی نہیں ہے۔ میں تمہیں شریک حیات بنا کر اپنے علاقے میں نہیں لے جا سکوں گا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میری دُلہن بن کر یہاں لندن میں رہا کرو۔"

"یہاں رہ کر مجھے کیا حاصل ہوگا؟ کیا تم سے ہونے والے بچے قانونی طور پر تمہاری دولت اور جائداد کے وارث ہوں گے؟"

"بے شک میں یورپ کے کسی ملک میں بھی ان بچوں کے لیے جائداد خریدوں گا۔"

"باپ مشرق وسطیٰ میں رہے گا اور اس سے ہونے والی اولاد کو یورپ میں جائداد ملے گی۔ یہ تو سراسر ناانصافی ہے۔"

"میں مجبور ہوں۔ وہاں مسلمانوں کی اکثریت نے پابندیاں عائد کی ہیں کہ یہودی عورتوں سے پیدا ہونے والے بچوں کے نام مشرق وسطیٰ کی زمین کا ایک انچ ٹکڑا بھی نہ لکھا جائے۔ ورنہ یہودی رفتہ رفتہ یہاں کے مالک بن جائیں گے۔"

"تم لوگ بڑے متعصب ہو۔ جب مجھ جیسی یہودی عورت اپنا حسن و شباب اور پوری زندگی دینے کو تیار ہے تو تم اپنے ملک کی زمین کا ایک ٹکڑا اس اولاد کو نہیں دے سکتے جو صرف ہماری نہیں ہوتی' تمہاری بھی ہوتی ہے۔"

"یوں سوچا جائے تو ہم متعصب نظر آتے ہیں لیکن دانائی سے سمجھا جائے تو یہ یہودی سیاست ہے۔ آئندہ چند نسلوں میں یہاں کی زمینیں یہودیوں کی ملکیت کہلائیں گی۔"

"پھر تو میری تمہاری شادی کبھی نہیں ہو سکے گی۔ تم مجھے دیکھ دیکھ کر للچاتے ہی رہو گے۔"

"بلیز دل توڑنے والی بات نہ کرو۔ میں تمہیں حاصل کر کے رہوں گا۔"

"کیا زبردستی حاصل کرو گے؟ کیا مجھے یہاں سے اغوا کرانے کا

ارادہ ہے؟"

"تم میری طلب اور ضد کو نہیں جانتی ہو۔ میری مطلوبہ چیز محبت سے یا دولت سے حاصل نہ ہو تو میں اسے جبراً حاصل کرلیتا ہوں۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "میں جانتی ہوں' تم بڑے ضدی ہو۔ اگر مجھے زبردستی بھی حاصل نہیں کرسکو گے تو کسی دن اپنی بیٹی ڈی لائلہ کی طرح مجھے گولی مار دو گے۔"

اُس نے چونک کر کیلی کو دیکھا پھر پوچھا۔ "یہ کیا بکواس ہے۔ میری کوئی بیٹی نہ ہے نہ کبھی تھی۔ اور نہ ہی میں نے کبھی کسی پر گولی چلائی ہے۔"

کیلی نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک ویڈیو کیسٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "اسے اپنے بنگلے میں جاکر دیکھو۔ جب تم ڈی لائلہ پر گولی چلا رہے تھے اُس وقت کے مناظر اس میں نظر آئیں گے۔"

وہ کیسٹ کو لے کر حیرانی اور پریشانی سے کیلی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی۔ "اس میں اُس وقت کا منظر بھی ہے جب تم اس بے چاری سے اسپتال میں ملنے گئے تھے اور اس نے کہا تھا کہ وہ تمہارے خلاف کوئی بیان نہیں دے گی۔ اس نے خواہش کی تھی کہ تم اسے پھر ایک گولی مارو۔ وہ تمہارے ہاتھوں مرنا چاہتی ہے۔"

وہ سن رہا تھا اور اسے گھور کر دیکھ رہا تھا پھر بولا۔ "اس کا مطلب ہے تم مجھ سے محبت نہیں کرتی ہو۔ مجھے بلیک میل کرنے کا سامان کرچکی ہو۔"

"میں ایسا جوتا نہیں پہنتی جو میرا پاؤں کاٹے۔ تم نے ابھی ابھی اپنی زبان سے کہا ہے کہ مجھے جبراً حاصل کرسکتے ہو۔ کیا مجھے خطرات سے نمٹنے کے لیے تمہاری کوئی کمزوری اپنے پاس نہیں رکھنا چاہیے؟ کیا ایک بے وقوف عورت کی طرح اغوا ہوکر تمہاری خواب گاہ میں پہنچ جانا چاہیے۔"

وہ خاموشی سے کافی پینے اور سوچنے لگا۔ ایسی حسینہ کو حاصل کرے یا نہ کرے' مگر اب اس سے اختلاف نہیں رکھ سکتا تھا۔ دوستی میں ہی بھلائی تھی۔

وہ بولی۔ "میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔ صرف اپنے بچاؤ کے لیے تمہاری ایک کمزوری اپنے پاس رکھی ہے۔ میرے بس میں ہوتا تو دل چیر کر دکھا دیتی کہ کس طرح تمہاری دیوانی ہوں۔"

"میں بھی دیوانہ ہوں۔ کاش کہ تم مسلمان ہوتیں۔ میں ابھی نکاح پڑھوالیتا۔"

"تو پھر سمجھ لو کہ میں مسلمان ہوں۔ میرا کوئی اسلامی نام رکھ دو۔ اپنے علاقے کے مسلمان اکابرین کو مطمئن کردو کہ تم نے ایک مسلمان لڑکی سے شادی کی ہے۔"

اس نے خوش ہوکر پوچھا۔ "کیا تم اسلام قبول کروگی؟"

اس نے پوچھا۔ "کیا تم یہودیت قبول کروگے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں اپنے دین سے نہیں پھر سکتا۔"

"پھر تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں اپنے مذہب سے پھر جاؤں گی؟ تمہارے مسلمان اکابرین کے سوالات سے تمہیں بچانے کے لیے صرف دکھاوے کے لیے مسلمان بن کر رہا کروں گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اسے ہر صورت سے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور وہ ایسا راستہ دکھا رہی تھی کہ اسے ساری دنیا کے سامنے شریکِ حیات بنا کر زندگی گزارنی پڑتی۔ اس سے ہونے والے بچے اس کی جائداد کے وارث ہوتے۔ چونکہ وہ اندر سے یہودی رہتی اس لیے اپنے بچوں کو وہی بنا کر رکھتی۔"

دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین عورتیں ہیں لیکن ایک عیاش کو جو حسینہ نہیں ملتی' وہ اسی کے پیچھے پاگل ہوجاتا ہے۔ ایک تو کیلی کے لیے دیوانگی تھی دوسرے یہ کہ ایک کمزوری کیلی کے ہاتھ آگئی تھی۔ وہ قائل ہوکر بولا۔ "آئیڈیا اچھا ہے۔ تم مسلمان بیوی بن کر میرے ساتھ رہ سکتی ہو۔ ہماری شادی پر کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔"

وہ بولی "شادی سے پہلے ایک معاہدہ ہوگا کہ تم کبھی دوسری شادی نہیں کرو گے۔ اور صرف مجھ سے ہونے والے بچے ہی تمہاری دولت اور جائداد کے وارث ہوں گے۔"

"ایسا معاہدہ تو میرے ملک کے عدالتی کاغذ پر ہوسکے گا۔ ہمیں وہاں جانا ہوگا۔"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم آج شام تک کسی بھی فلائٹ کے ذریعے جاسکتے ہیں۔"

وہ راضی ہوگیا۔ دونوں پلاننگ کرنے لگے کہ آئندہ کیلی رافیل کا اسلامی نام کیا ہوگا اور حسام اسے اپنی سوسائٹی میں مسلمان اکابرین سے کس طرح متعارف کرائے گا۔ میں کافی دیر تک اُن کے منصوبوں سے آگاہ ہوتا رہا پھر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔

اسی حسام بن زید کی کوٹھی میں حاضر ہوگیا' جہاں وہ اسی رات کیلی کے ساتھ آنے والا تھا۔ میں اپنے بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ کیونکہ حسام لندن سے فون کررہا تھا۔ رابطہ قائم ہونے پر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر اس کے ڈرائیور کی آواز میں کہا۔ "ہیلو' میں آقا حسام بن زید کا ڈرائیور بول رہا ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

ادھر سے حسام نے کہا۔ "میں تمہارا آقا ہوں۔ آج رات آٹھ بجے کارائرپورٹ پر لے آؤ۔ میں آرہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "یس سر! کارائرپورٹ پر لے آؤں گا۔"

اُدھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بھی ریسیور رکھتے ہوئے دروازے کی جانب دیکھا۔ وہاں جیلہ رازی تھی۔ میرے قریب صوفے پر آکر بولی۔ "میں فون کی گھنٹی سن کر آئی ہوں۔ آپ آواز بدل کر بول رہے تھے۔"

"ہاں اس کوٹھی کا مالک حسام آج رات یہاں آرہا ہے۔ اسی کا فون تھا۔"

وہ پریشان ہوکر بولی۔ "پھر تو گڑبڑ ہوجائے گی۔ آپ اس حسام کے بھیس میں ہیں۔"

"کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔ میں تمہیں جیسی ہدایات دے رہا ہوں' اس پر عمل کرتی رہنا۔ وہ کمبخت اپنی محبوبہ کیلی رافیل کے ساتھ یہاں شادی کرنے آرہا ہے۔"

میں اسے ہدایات دینے لگا۔ وہ توجہ سے سنتی رہی۔ جو بات سمجھ میں نہیں آتی تھی' مجھ سے بار بار پوچھ لیتی تھی۔ پھر میں نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ "چار بجنے والے ہیں۔ وہ رئیس الکبیر سو رہا ہوگا بیدار ہونے کے بعد پھر محل کے پہریداروں سے تمہارے متعلق پوچھ رہا ہوگا۔"

"میں اس شیطان کا نام سنتی ہوں تو تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔"

"بیٹی! انسان کی سب سے بڑی خوبی اور کامیابی یہ ہے کہ وہ غصے میں کبھی نہ آئے۔ خواہ کیسی ہی طیش دلانے والی بات ہو' ایسے وقت دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرو۔"

"پاپا! یہ تو بہت مشکل کام ہے۔ غصہ تو بے اختیار آجاتا ہے۔"

"بے شک غصہ اچانک ہی آتا ہے لیکن اس پر قابو پانا ناممکن نہیں ہے' مشکل ضرور ہے۔ لیکن مشکل کو تو آخر انسان ہی آسان بناتا ہے۔"

"آپ بہت اچھی باتیں کرتے اور سمجھاتے ہیں۔ میں آپ کی ہدایات پر عمل کروں گی۔"

میں نے رئیس الکبیر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بیدار ہوگیا تھا اور اپنے باڈی گارڈ سے کہہ رہا تھا کہ ابھی وہ صرف خواب گاہ سے نکلنے کے بعد محل کے چور راستوں کا معائنہ کرے گا اور وہاں سخت پہرا لگائے گا۔ اس کا خیال تھا کہ جیلہ نے وہ دونوں چور راستے دیکھ لیے ہیں۔"

میں نے جیلہ کو اس کے متعلق بتایا پھر اس کا ذاتی فون نمبر معلوم کیا۔ جیلہ نے ریسیور اٹھا کر وہ نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر بولی۔ "میں رئیس الکبیر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

باڈی گارڈ نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں جو بھی ہوں۔ جیلہ رازی کے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

باڈی گارڈ نے کہا۔ "آقا! کسی عورت کا فون ہے۔ وہ آپ سے جیلہ رازی کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہے۔"

رئیس الکبیر نے گارڈ کے ہاتھ سے ریسیور لپک لیا۔ فوراً ہی اسے کان سے لگا کر بولا۔ "میں رئیس ابن رئیس الکبیر بول رہا ہوں۔ تم کون ہو؟ جیلہ کے متعلق کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"یہی کہ موت کا فرشتہ نذر کرتا ہے۔ مگر موت مونث ہوتی ہے..... جیلہ نے اس فرشتے سے یہ طے کرلیا ہے کہ تم ملک الموت کے ہاتھوں نہیں' ملکۂ موت کے ہاتھوں مروگے۔"

وہ غصے سے دہاڑ کر بولا۔ "کیا بکواس کررہی ہو؟ تم؟ تمہاری آواز تو وہی لگ رہی ہے۔ تم وہی ہو۔ ہاں ضرور وہی ہو۔ اب میں تمہیں پہچان رہا ہوں۔"

"پہچان کر کیا کرو گے؟ دیکھو اس وقت میں تمہارے کتنے قریب ہوں۔ ریسیور کے ذریعے تمہارے کان کے اندر گھسی ہوئی ہوں۔"

"تم ابھی کہاں ہو؟ کہاں سے بول رہی ہو؟"

"بتا دوں گی تو تم پہنچ نہیں پاؤ گے۔ اور پہنچ جاؤ گے تو تمہارا وہی حشر ہوگا جو پچھلی رات تمہارے درجنوں مسلح سپاہیوں اور پندرہ کتوں کا ہوا۔ کیا کتوں کی موت مرنا چاہتے ہو؟"

جیلہ کی باتوں کے دوران رئیس ایک کاغذ پر گارڈ کو یہ لکھ کر ہدایت دے رہا تھا کہ یہ فون کہاں سے کیا جارہا ہے اسے ٹریس آؤٹ کیا جائے۔ گارڈ وہاں سے چلا گیا۔

رئیس نے جیلہ کو باتوں میں الجھانے کے لیے پوچھا۔ "تم کل رات میری جان لے سکتی تھیں لیکن خنجر کو تکیے میں گھونپ کر چلی گئیں۔ تم نے میری جان کیوں بخش دی؟"

"ایک عورت نو مہینے تک بچے کو پیٹ میں رکھتی ہے۔ اسے رفتہ رفتہ مکمل کرکے پیدا کرتی ہے۔ وہی بچہ جوان ہوکر عورتوں کی آبرو سے کھیلنے کے لیے حرم سرا قائم کرتا ہے۔ تمہاری ماں نے تمہیں نو مہینے اپنے وجود کے اندر رفتہ رفتہ مکمل کرکے پیدا کیا' میں تمہیں نو مہینے تک رفتہ رفتہ مارتی رہوں گی۔ کل صرف یہ ثبوت دے کر گئی کہ جب چاہوں ہزار پہرے داری کے باوجود تمہاری خواب گاہ میں آسکتی ہوں۔ آج پھر آؤں گی اور تمہارے کسی ہاتھ کی کوئی انگلی کاٹ کرلے جاؤں گی۔ ہر رات تمہارے جسم کا تھوڑا تھوڑا حصہ کٹے گا۔ یوں تمہاری موت رفتہ رفتہ ہوگی۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ رئیس نے پکارا۔ "ہیلو ہیلو۔ ہیلو جیلہ! ہیلو....."

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے ریسیور کو پٹخ کر گارڈ کو آواز دی۔ کئی گارڈز دوڑتے ہوئے آئے پھر ادب سے کھڑے ہوگئے۔ رئیس نے پوچھا۔ "کیا ایکسچینج والوں نے بتایا؟"

گارڈ نے کہا۔ "نہیں آقا! آپریٹر کے پیٹ میں اچانک درد شروع ہوگیا تھا۔ دوسرے آپریٹر اسے وہاں سے اٹھا کر لے گئے تھے۔ میں وہاں پہنچا تو آپ کی گفتگو ختم ہوچکی تھی۔"

رئیس الکبیر نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "تمام آپریٹرز کو جوتے مار کر محل سے نکال دو۔ آخر وہاں ڈیٹیکٹو آلات کیوں رکھے گئے ہیں؟ تین میں سے کسی ایک آپریٹر کو وہاں رہنا چاہیے تھا۔ جاؤ یہاں سے نکل جاؤ' سب چلے جاؤ۔"

جمیلہ اور اس کی گفتگو کے دوران میں نے خیال خوانی کے ذریعے کسی بھی آپریٹر کو ڈیٹیکٹو آلات استعمال کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ رئیس الکبیر لیڈی مین کلر اور لیڈن آئرن راڈ کو بلا کر انہیں بتا رہا تھا۔ "جمیلہ رات کو پھر آئے گی۔ وہ مجھے آہستہ آہستہ مارنا چاہتی ہے۔ کہہ رہی تھی کہ آج میرے کسی ہاتھ کی ایک انگلی کاٹ کر جائے گی۔"

لیڈی آئرن راڈ نے کہا۔ "پھر تو وہ یہاں سے واپس نہیں جا سکے گی۔ آج دیکھا جائے گا کہ وہ کہاں سے آتی ہے۔"

ایک مشیر نے کہا۔ "میرا مشورہ ہے کہ آقا اپنی خواب گاہ بدل دیں۔ وہ دھوکا کھائے گی۔ یہاں خواب گاہ میں آئے گی تو گرفتار ہو جائے گی۔"

رئیس نے تائید کی۔ "بہت عمدہ مشورہ ہے۔ آج رات میں محل کے کسی دوسرے کمرے میں رہوں گا۔ فی الحال مسلح گارڈز کا انتظام کرو۔ میں باہر جا رہا ہوں۔"

لیڈی مین کلر سیکیورٹی افسر کے پاس انتظامات کے لیے چلی گئی۔ لیڈی آئرن راڈ نے اپنے کمرے میں آکر ٹرانسمیٹر کے ذریعے ڈی ہاروے سے کہا۔ "میرے پاس آؤ۔"

ٹرانسمیٹر آف ہو گیا۔ ڈی ہاروے نے آکر پوچھا۔ "کوئی خاص مسئلہ ہے؟"

"ہاں کچھ دیر پہلے جمیلہ رازی نے رئیس سے فون پر بات کی تھی۔ لیکن یہ ٹریس نہ ہو سکا کہ وہ کس فون نمبر سے بول رہی تھی۔ جس وقت سراغ لگانے کے لیے کہا گیا۔ اس وقت اچانک ایک آپریٹر بیمار ہو گیا۔ باقی دو آپریٹر اسے اٹھا کر وہاں سے لے گئے۔"

"کیا ایکسچینج کے تمام آپریٹر چلے گئے تھے؟ وہاں ڈیٹیکٹو آلات کو استعمال کرنے والا کوئی نہیں تھا؟"

"وہاں صرف تین آپریٹرز کی ڈیوٹی تھی۔ ایک بیمار کو صرف ایک آپریٹر اٹھا کر نہیں لے جا سکتا۔ اس لیے دونوں اسے اٹھا کر لے جانے پر مجبور تھے۔"

"کیا ایسا نہیں لگتا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے پیٹ میں تکلیف محسوس کرائی ہو؟ اور کسی کو ڈیٹیکٹو آلہ استعمال کرنے کا موقع نہ دیا ہو۔"

"ایسا سوچا جا سکتا ہے۔ ابھی میڈیکل رپورٹ ملے گی کہ اس کے پیٹ میں واقعی تکلیف ہو رہی تھی یا نہیں؟ ویسے باقی دو آپریٹر کا اس کے ساتھ جانا ایک فطری امر ہے۔ ہم ان پر شبہ نہیں کر سکتے اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بیک وقت تین آپریٹرز سے اپنی مرضی کے مطابق عمل نہیں کرا سکتا۔"

"تم درست کہتی ہو۔ بائی دی وے، جمیلہ نے فون کیوں کیا تھا؟"

"اس نے چیلنج کیا ہے کہ وہ جب چاہے رئیس الکبیر کی خواب گاہ میں آسکتی ہے۔ پچھلی رات وہ یہ ثبوت پیش کر گئی ہے آئندہ وہ نو ماہ تک اس کے جسم کا تھوڑا تھوڑا ٹکڑا ہر رات کو کاٹا کرے گی۔ پورے نو ماہ بعد اس کے جسم کے تمام اعضا الگ ہو جائیں گے اور وہ اس عرصے میں تڑپ تڑپ کر جیتا اور مرتا رہے گا۔ اس کی زندگی نو ماہ میں تمام ہو گی۔"

"یہ تو بہت وحشیانہ اور دلیرانہ چیلنج ہے۔ اس لڑکی کے پیچھے کئی مضبوط ہاتھ ہوں گے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے، وہ بہت منظم ہو کر ایسا چیلنج کر رہی ہے۔ پھر بھی ایسا چیلنج تو کبھی ملک الموت نے نہیں کیا ہے کہ وہ نو ماہ تک کسی کو ٹارچر کر کے مارے گا۔ وہ لڑکی کسی طاقت کے سہارے بڑی باتیں بنا رہی ہے۔"

ڈی ہاروے نے کہا "آج رات معلوم ہو جائے گا کہ وہ اپنے چیلنج کے مطابق کیسے آئے گی اور رئیس پر ٹارچر کی جرأت کیسے کرے گی۔ ویسے میں نے تمہاری ارسال کی ہوئی جمیلہ کی تصویریں دیکھی ہیں۔ اس کے اندر جانے کی کوشش کی تو پتا چلا وہ حساس دماغ رکھتی ہے۔ اس نے سانس روک لی تھی۔"

"تم رئیس کے پاس جا کر دیکھو۔ کیا اس آپریٹر کی میڈیکل رپورٹ آگئی ہے؟"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد آکر بولا۔ "محل کے ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کر کے رپورٹ دی ہے کہ وہ السر کا مریض ہے۔ کبھی کبھی اچانک اس مرض کا حملہ اس پر ہوتا ہے۔"

لیڈی آئرن راڈ نے کہا۔ "اس سے ثابت ہو گیا کہ ٹیلی پیتھی کا کوئی چکر نہیں تھا۔ آج کی رات بہت اہم ہے۔ تم مختلف لوگوں کے اندر جا کر دیکھتے رہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس محل کے کچھ لوگ جمیلہ کی مدد کر رہے ہوں۔"

"میں یہاں کے ہر فرد کے دماغ کو ٹٹولتا رہوں گا۔"

رئیس الکبیر اپنی قیمتی کار میں بیٹھا شکار گاہ کی سمت جا رہا تھا۔ اس کے آگے پیچھے مسلح گارڈز کی گاڑیاں تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا، آج رات شکار گاہ کے بنگلے میں گزارے۔ اپنی گاڑی میں بڑی رازداری سے ایک شخص کو اپنی ڈی بنا کر محل واپس بھیج دے۔ وہ ڈی محل پہنچ کر اس کی خواب گاہ میں بند رہے۔ محل کے بھی کسی فرد سے ملاقات نہ کرے۔ اس طرح جمیلہ بھی دھوکا کھا کر وہاں آئے گی اور گرفتار ہو جائے گی۔

اس نے اس سلسلے میں اپنے مشیر سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا۔ "یہ آئیڈیا اچھا ہے۔ آج آپ کو محل سے دور رہنا چاہیے۔ لیکن اس معاملے میں لیڈی مین کلر اور لیڈی آئرن راڈ کو رازدار بنانا ہو گا۔ وہ دونوں کسی اور کو آپ کی خواب گاہ میں جانے نہیں دیں گی۔"

انہوں نے شکار گاہ کے بنگلے میں پہنچ کر ٹیلی فون کے ذریعے دونوں لیڈیز سے باتیں کیں۔ انہوں نے بھی تائید میں کہا کہ رئیس الکبیر کو محل سے دور رہنا چاہیے۔ رات کو شکار گاہ کے بنگلے میں

پرانی نظر آنی چاہیے۔ اگر وہاں مسلح گارڈز ہوں گے تو جمیلہ سمجھ لے گی کہ رئیس محل چھوڑ کر اس بنگلے میں سپرداروں کے درمیان رات گزار رہا ہے۔

اس پلاننگ کے مطابق اس بنگلے کے آس پاس سے مسلح گارڈز کو ہٹا دیا گیا لیکن انہیں قریب ہی درختوں اور جھاڑیوں میں چھپ کر رہنے کی تاکید کی گئی۔

میں خیال خوانی کے ذریعے یہ تمام معلومات حاصل کرتا جا رہا تھا اور جمیلہ کو بتاتا جا رہا تھا کہ وہ رئیس الکبیر کس طرح اپنے لیے حفاظتی انتظامات کر رہا ہے۔ جمیلہ نے کہا۔ "میں اندازہ کر سکتی ہوں کہ آپ کس طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرا کیا ہوا چیلنج پورا کریں گے۔ لیکن آج اس کمبخت کے پاس بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود رہے گا۔"

"تمہارا کیا ہوا چیلنج ضرور پورا ہو گا۔ بس ایک قباحت ہے کہ ڈی ہاروے کو ہماری ٹیلی پیتھی کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ یہی ظاہر ہونا چاہیے کہ تم نے خود وہاں جا کر پہلا انتقام لیا ہے۔"

"یہ کیسے ہو گا پاپا؟"

"فکر نہ کرو۔ ابھی تو رات شروع ہو رہی ہے۔ صبح سے پہلے بہت کچھ ہو سکتا ہے۔"

میں نے سلمان کو مخاطب کر کے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے، نئے سپرماسٹر نے ٹرانسغارمر مشین کی مرمت کرا لی ہے اور نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام ڈی ہاروے ہے۔ اس نے کل رات رئیس الکبیر پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن میں نے حالات ایسے پیدا کیے کہ وہ عمل ناکام رہا۔ آج رات بھی وہ اس کے دماغ میں موجود رہے گا۔"

"کیا وہ جانتا ہے کہ جمیلہ کے ساتھ آپ یا کوئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے؟"

"یہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا ہے اور جب تک ہماری ٹیلی پیتھی والی بات چھپی رہے تو بہتر ہے۔"

سلمان نے کہا۔ "پاکستان میں بھی ساجد سے خیال خوانی کرنے والے ٹکرا رہے ہیں۔ ہمارا خیال تھا وہ یہودی تنظیم سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ یہ خیال غلط ہو سکتا ہے۔ وہ بھی سپرماسٹر سے تعلق رکھتے ہوں گے۔"

"میں نے لیلیٰ کی وفات کے بعد یہودی تنظیم اور وہاں کے حکام کو جیسی سزائیں دی ہیں ان کے پیش نظر وہ ابھی ہمارے کسی ساتھی سے ٹکرانے کی جرأت نہیں کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ٹرانسغارمر مشین سے پیدا ہونے والے ہمارے مقابلے پر آرہے ہیں۔ تم اس سلسلے میں معلومات حاصل کرو۔ دیکھو کہ فی الحال کتنے خیال خوانی کرنے والے پیدا کیے گئے ہیں اور وہ سب کہاں، کیا کرتے پھر رہے ہیں؟"

پھر میں نے سونیا ثانی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی۔ "یس پاپا! حاضر ہوں۔"

میں اسے جمیلہ رازی اور رئیس الکبیر کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ ڈی ہاروے کی مصروفیات بھی بتائیں۔ پھر اسے محل کے دو چار ایسے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچایا، جو یوگا کے ماہر نہیں تھے۔ وہ بولی۔ "میں کوشش کروں گی کہ ڈی ہاروے کو ہماری خیال خوانی کا علم نہ ہونے پائے اور جمیلہ کا کیا ہوا چیلنج پورا ہو جائے۔"

میں نے کہا۔ "اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو ہماری ٹیلی پیتھی کی طرف ان کا دھیان جانے سے پہلے ہی تم جمیلہ رازی بن جاؤ۔ انہیں یقین دلاؤ کہ جمیلہ نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیا ہے۔ انہیں الجھاؤ کہ جمیلہ نے یہ علم کیسے حاصل کیا ہے۔"

وہ تمام ہدایات سن کر چلی گئی۔ میں نے شام ہی کو ڈرائیور سے کہہ دیا تھا کہ میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ آٹھ بجے والی فلائٹ سے میری ایک مہمان لندن سے آرہی ہے۔ میں اس کے استقبال کے لیے وہاں رہوں گا۔ وہ گاڑی لے کر ائرپورٹ آجائے۔

اس ڈرائیور نے حکم کی تعمیل کی۔ ٹھیک وقت پر وہاں گاڑی لے کر پہنچ گیا۔ اس نے اپنے آقا حسام بن زید کو ایک حسینہ اور سامان کے ساتھ دیکھا اور یہی سمجھا کہ میں اس حسینہ کے استقبال کے لیے پہلے سے وہاں پہنچا ہوا تھا۔ اس نے تمام سامان ڈکی میں رکھا۔ حسام کیلی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا پھر وہ کار کوٹھی کی طرف چل پڑی۔

میں حسام کے اندر تھا۔ میرا خیال تھا، وہ ڈرائیور سے کچھ باتیں کرے گا تو میں باتوں کا رخ بدل دوں گا تاکہ وہ میرے اور جمیلہ کے متعلق کچھ معلوم نہ کر سکے لیکن حسام ایسا آقا تھا جو ملازموں سے بہت کم بولتا تھا۔ وہ راستے میں کیلی سے پیار بھری باتیں کرتا رہا۔

کار کوٹھی کے پورچ میں رک گئی۔ وہ دونوں کار سے نکل کر کوٹھی کے اندر آئے۔ حسام نے اپنے خاص ملازم سے کہا۔ "یہ تمہاری ہونے والی مالکہ ہیں۔ انہیں یہاں کے کمرے دکھاؤ جو انہیں پسند آئے اس کی دوبارہ صفائی کراؤ۔"

کیلی اس ملازم کے ساتھ چلتی ہوئی اس عالیشان کوٹھی کو اندر سے دیکھنے لگی۔ حسام دوسرے ملازم کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آیا۔ پھر اندر قدم رکھتے ہی ٹھٹک گیا۔ ایک لڑکی اس کی طرف پشت کیے سنگھار میز کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ذرا اور آگے بڑھ کر دیکھا۔ سنگھار میز کے آئینے میں اسے اپنی بیٹی ڈی لائلہ کا عکس نظر آیا۔ یہ ایک ناممکن سی بات تھی۔ کچھ حیرانی اور کچھ پریشانی کے باعث اس کے ہاتھ سے بریف کیس چھوٹ کر فرش پر گر پڑا۔ اس نے حیرانی سے سخت لہجے میں پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

ملازم سامان رکھ کر پہلے ہی جا چکا تھا۔ جمیلہ نے سنگھار میز کی طرف سے پلٹ کر حسام کو دیکھا پھر پوچھا۔ "پاپا! آپ بیٹی سے پوچھ

رہے ہیں کہ میں کون ہوں؟"

وہ شدید حیرانی سے ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔ "نن۔ نہیں۔ تم ڈی لائلہ نہیں ہو۔ وہ مر چکی ہے۔"

"کیا آپ بیٹی کی آخری رسومات میں شریک ہوئے تھے؟ کیا آپ نے مجھے دفن ہوتے دیکھا تھا؟ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ لندن کے کس قبرستان میں میری قبر کہاں ہے؟"

"نن۔۔۔ نہیں۔ میں یہ سب کچھ نہیں جانتا لیکن اسپتال کی میڈیکل رپورٹ تمہیں مردہ ثابت کرے گی۔"

"جب میں زندہ ہوں تو دنیا کی کوئی بھی رپورٹ مجھے مردہ کیسے کہے گی؟"

"تم کوئی فراڈ ہو۔ سوپیا ہو۔ کیا بیٹی بن کر دولت حاصل کرنے آئی ہو؟"

"میں نے اسپتال میں کہا تھا مجھے گولی مار دیں۔ ایک بار ڈاکٹروں نے بچا لیا تھا لیکن میں آپ کی گولی سے مرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے میری بات نہیں مانی۔ مجھے اسپتال میں گولی نہیں ماری۔ اب مجھے زندہ چھوڑ کر کہہ رہے ہیں کہ میں مر چکی ہوں۔ نو پاپا! نیور۔ میں صرف آپ کے ہاتھوں سے مروں گی۔ آپ اسپتال میں خوفزدہ تھے اس لیے گھر آگئی ہوں۔ یہاں آپ آسانی سے مجھے گولی مار سکتے ہیں۔"

اسپتال کی تنہائی میں باپ بیٹی کے درمیان جو باتیں ہوئی تھیں وہ ساری باتیں سنا رہی تھی۔ ثابت کر رہی تھی کہ زندہ ہے اور اگر مرے گی تو صرف باپ کے ہاتھوں سے۔ وہ اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک ڈی لائلہ تھی۔ اس کی اپنی بیٹی تھی مگر ایک قانونی بیٹی نہیں تھی اس لیے کنٹر تھی یا توہین کا سبب بن سکتی تھی۔

اس نے جھک کر قالین پر پڑے ہوئے بریف کیس کو کھولا۔ پھر اس میں سے ریوالور نکال کر بولا۔ "چونکہ تم میرے ہی ہاتھوں مرنے آئی ہو اس لیے تمہیں ڈی لائلہ تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے اسپتال سے تمہاری موت کی غلط رپورٹ ملی تھی۔ بہرحال میں تمہاری آخری خواہش ضرور پوری کروں گا۔"

"کیسے پوری کریں گے؟ فائرنگ کی آواز دور تک جائے گی۔ ریوالور میں سائلنسر لگائیں۔ کیونکہ وہ عورت کسی قریبی کمرے میں ہے جو ایک ویڈیو کیسٹ کے ذریعے آپ کو بلیک میل کر رہی ہے۔ وہ میرے قتل ہونے اور آپ کے قاتل ہونے کی چشم دید گواہ بن جائے گی۔"

ریوالور پر حسام کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ جمیلہ نے مسکرا کر کہا۔ "اگر میں زندہ رہوں گی تو وہ ویڈیو کیسٹ آپ کو میرا قاتل ثابت نہیں کر سکے گا۔ جسے آپ وکلن بنانے لائے ہیں' اس کے ہاتھ میں آپ کی کوئی کمزوری نہیں رہے گی۔"

"تم کیلی کے متعلق کیا جانتی ہو؟"

"ابھی تو اتنا جانتی ہوں کہ آپ مجھے گولی ماریں گے تو وہ عورت تمام ہر بلیک میلنگ سے آپ کو مارتی رہے گی۔"

یہ بات تو وہ جانتا تھا کہ کیلی اس کی کمزوری سے زندگی بھر کھیلتی رہے گی لیکن ہوس غالب تھی۔ اس کا حسن و شباب اور ناز و ادا اسے کھینچتی رہتی تھی۔ وہ ہر قیمت پر اسے حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن نگاہوں کے سامنے بیٹی نے زندہ ہو کر یہ سمجھا دیا تھا کہ اب وہ کیلی سے کسی بھی معاملے میں مرعوب اور مغلوب نہیں رہے گا۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں ایک صوفہ پر بیٹھ گیا۔ جمیلہ نے دروازہ اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں چاہتی کہ کیلی مجھے یہاں دیکھے۔ پہلے آپ اس کشمکش سے نکلیں کہ محکوم بنانے والی بیوی چاہیے یا حاکم بنانے والی بیٹی؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔ "پلیز مجھے تنہا چھوڑ دو۔ مجھے سوچنے کا موقع دو۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ تنہائی میں اپنے حالات پر غور کریں۔ جب بھی میری ضرورت ہو' مجھے بلا لیں۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آگئی اور کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرنے لگی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے کوڈ ورڈز ادا کر کے اسے بتایا کہ کیلی رائفل فلاں کمرے میں ہے۔ جمیلہ سیدھی وہاں پہنچی۔ پھر اس نے دستک دی' اندر سے کیلی کی آواز آئی۔ "آجاؤ۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی۔ کیلی آرام سے بستر پر پھیل کر لیٹی ہوئی سفر کی تھکن دور کر رہی تھی۔ پہلے تو اس نے جمیلہ پر بوندھی سی ایک نظر ڈالی پھر دوسری بار چونک کر دیکھا۔ ہڑبڑا کر بیٹھ گئی۔ گھبرا کر بولی۔ "کون ہو تم؟"

"تعجب ہے پہچان کر بھی پوچھ رہی ہو کہ میں کون ہوں؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "نہیں۔ تم ڈی لائلہ نہیں ہو سکتیں۔ وہ مر چکی ہے۔"

"کیا تم نے مجھے مرتے ہوئے یا تابوت میں جاتے ہوئے دیکھا تھا؟ کیا تم کسی اسپتال سے میری موت کا سرٹیفکیٹ لا سکتی ہو؟"

"نہیں۔ مگر میرے پاس جو ویڈیو کیسٹ ہے اس میں صاف صاف طور سے ثابت ہوتا ہے کہ۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "کہ میرے باپ نے مجھے گولی ماری اور میں اسپتال پہنچ گئی۔ پھر بھی زندہ ہوں اور یہ بیان دے سکتی ہوں کہ میرے باپ نے مجھ پر گولی نہیں چلائی تھی۔ ویڈیو کیسٹ سراسر فراڈ ہے۔"

"تم باپ کو بچانے کے لیے ایسا کہہ رہی ہو۔ اس نے تم پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ یہ ویڈیو فلم سے ثابت ہوتا ہے۔"

"تم سلمیٰ زیاد کے پاسپورٹ پر یہاں آئی ہو اور بظاہر مسلمان بن کر میرے باپ سے شادی کرنا چاہتی ہو۔ میں ثابت کر دوں گی کہ تمہارا نام کیلی رائفل ہے اور تم کٹر یہودی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "تم میرے بارے میں اور کیا جانتی ہو؟"

"کیا اتنا ہی جاننا کافی نہیں ہے کہ تم پیدائشی یہودی ہو۔ لیکن یہاں کے مسلمان اکابرین کو دھوکا دینے اور میرے باپ سے شادی کرنے کے لیے سلمیٰ زیاد کے فرضی نام سے اور فرضی پاسپورٹ سے آئی ہو۔"

وہ بستر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے قریب آکر بولی۔ "ہمارے جاسوسوں کی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی۔ ان کی رپورٹ کے مطابق ڈی لائلہ مر چکی ہے۔ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

"سچ وہی ہوتا ہے جو نظروں کے سامنے ہوتا ہے۔ اگر تم مجھے فراڈ ثابت کرنے کی کوشش کرو گی تو میں بھی تمہارا فراڈ ثابت کروں گی۔ یہ منصوبہ ناکام ہو گا کہ تم ایک مسلمان سے یہودی بچے پیدا کرو اور یہاں کی زمینیں یہودی قوم کے نام کر دو۔"

"کیا تم اس مسلمان باپ سے ہمدردی کرو گی جو تمہاری جان لینا چاہتا تھا اور شاید اب بھی تمہیں بیٹی تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ کیا وہ تمہیں قبول کر رہا ہے؟"

"نہیں۔ میں غیر قانونی اولاد ہوں۔ میرا باپ مجھے بیٹی کہنے میں اپنی انسلٹ سمجھتا ہے۔"

"یہ مسلمان بہت خود غرض ہوتے ہیں۔ اس نے تمہیں ذلت کی زندگی گزارنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ ایسے باپ کے لیے جذباتی نہ بنو۔ میں یہودی ہوں۔ تم عیسائی ہو۔ ہم دونوں مل کر اس کا سب کچھ اس سے چھین لیں گے۔"

"لوٹنے اور چھیننے والے دو ہوں تو مال آدھا آدھا تقسیم ہوتا ہے۔ تم میرے باپ سے اولاد پیدا کر کے ان بچوں کے نام تمام نئن جائداد لکھواؤ گی اور میں بھی اس باپ کی اولاد ہوں۔ لہٰذا تو بھی نئن اور جائداد میرے نام لکھوا دو۔ اس کے بعد مسلمان کما کر میرے باپ سے شادی کر لو۔"

کیلی اسے گھور کر دیکھ رہی تھی پھر بولی۔ "میں ابھی حسام کی زمینیں تمہارے نام نہیں لکھوا سکوں گی مگر اسرائیلی حکومت سے ان زمینوں کی آدھی قیمت دلا سکتی ہوں۔ اسرائیلی حکومت کے لیے یہاں کی زمینیں اہم ہیں۔ تم بتاؤ ڈالرز یا پونڈ کیا لو گی؟"

"مجھے سوچنا ہو گا کہ یہاں کی زمینیں اہم ہیں یا نقد رقم؟ میں جا رہی ہوں۔ بعد میں سوچ کر آؤں گی۔"

وہ دروازہ کھول کر کمرے سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی کیلی نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ یہودی جاسوس محل کے قریب ہیں۔ کیلی پر کوئی مصیبت آئے گی تو وہ فوراً اس کی مدد کو پہنچ جائیں گے۔ اس نے اپنا سوٹ کیس کھول کر ایک ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر ان میں سے کسی ایک سے رابطہ کیا۔ وہ کسی کو بتانا چاہتی تھی کہ لندن والے جاسوس نے دھوکا کھایا ہے اور ڈی لائلہ کی موت کی غلط رپورٹ پیش کی ہے۔ وہ زندہ ہے اور حسام کی کوٹھی میں موجود ہے۔ حسام کی آدھی زمینیں حاصل کرنے کے چکر میں ہے۔

اگر وہ زندہ رہے گی تو بڑے مسائل پیدا کرے گی۔ اس ویڈیو کیسٹ کو حسام کی کمزوری بنا کر انہیں رکھا جا سکے گا۔ لہٰذا ڈی لائلہ کی موت لازمی ہے۔ ہو سکے تو آج ہی رات اسے وہاں سے اغوا کر کے قتل کر دو اور لاش چھپا دو۔

لیکن وہ یہ سب کچھ نہ کہہ سکی۔ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "میں کیلی بول رہی ہوں۔ حسام کی کوٹھی میں خیریت سے ہوں۔ کل صبح اس سے کورٹ پیپر پر معاہدہ کروں گی کہ حسام بن زید کبھی دوسری شادی نہیں کرے گا اور مجھ سے پیدا ہونے والے بچے اس کی تمام جائداد کے مالک ہوں گے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "ہم تمہاری ہی کال کا انتظار کر رہے تھے۔ کوئی بھی پرابلم ہو ہم سے فوراً رابطہ کرو۔"

کیلی کی سوچ نے بتایا کہ دوسری طرف سے بولنے والا یوگا کا ماہر ہے۔ شراب بھی نہیں پیتا۔ وہاں ایک پکا مسلمان بن کر رہتا ہے۔ کیلی نے میری مرضی کے مطابق پوچھا۔ "اگر میں تم سے ملنا چاہوں تو کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"تم مجھ سے ملاقات نہیں کر سکو گی۔ یہاں پردے کا رواج ہے۔ مسلمان عورتیں کسی غیر سے ملاقات کرنے کہیں نہیں جاتی ہیں۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ رابطے کے لیے یہ ٹرانسمیٹر کافی ہے۔"

"کافی نہیں ہے۔ ابھی اس میں خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ میں اسے درست کر کے بول رہی ہوں۔ کسی مصیبت کے وقت کہاں مل سکتی ہوں۔ بائی دی وے' تم مجھ سے کترا رہے ہو۔ میری معلومات کے مطابق مسلم ممالک کے لوگ اب بڑے ماڈرن ہو گئے ہیں۔ یہاں بے شمار ہوٹل اور تفریح گاہیں ہیں۔ مقامی اور غیر مقامی عورتیں آزادی سے گھومتی ہیں۔"

"یہ سچ ہے کہ میں صرف تم سے ہی نہیں یہاں رہنے والے اپنے تمام یہودی سراغ رسانوں سے کبھی ملاقات نہیں کرتا ہوں۔ ان سب کا گماشتہ اور نادیہ لیڈر بن کر ان کی راہنمائی کرتا ہوں۔ اسی طرح تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

"کیا ٹرانسمیٹر سے رابطہ نہ ہو سکے تو میں کسی مصیبت میں ماری جاؤں؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں دو افراد کے نام اور پتے بتا رہا ہوں۔ تم ان کے پاس جا کر اپنا نام اور کوڈ ورڈز بیان کرو گی تو وہ ہر طرح سے تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے معاملات مجھ تک پہنچائیں گے۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے کیلی کو غائب دماغ بنایا ہوا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کیا کہہ رہی ہے۔ پھر میں نے اس کے ہاتھوں سے ٹرانسمیٹر میں کچھ خرابیاں پیدا کر دیں۔ جب اس کے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی تو وہ ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنے لگی۔ بار بار کوشش کرنے سے پتا چلا کہ اس میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ

اس کی مرمت کرنا نہیں جانتی تھی۔ اس نے غصے سے اسے بستر پر پٹخ دیا۔ وہ جس لیڈر سے بات کر چکی تھی' وہ اتنا محتاط تھا کہ اپنی رہائش گاہ کا فون نمبر بھی اپنے ساتھیوں کو نہیں بتاتا تھا۔

اب وہ اپنے لیڈر یا کسی دوسرے یہودی ساتھی سے رابطہ نہیں کر سکتی تھی اور نہ ہی کسی کا پتا ٹھکانا جانتی تھی۔ اس نے اب تک غائب دماغ رہ کر جو باتیں کی تھیں ان سے بالکل بے خبر تھی۔

میں اس کوٹھی میں چھپا ہوا تھا اور اب کیلی سے ملنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے سوچنے پر مجبور کیا تو وہ یہ سوچنے لگی۔ "اپنے لیڈر یا کسی یہودی ساتھی سے ملنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ میں حسام کے ساتھ اس شہر کی تفریح گاہوں میں جاؤں۔ ہمارا کوئی یہودی جاسوس حسام کے ساتھ مجھے دیکھ کر اندازہ کر لے گا کہ میں ہی کیلی رافیل ہوں۔ وہ مجھے کوڈ ورڈز کے ذریعے پہچان لے گا۔ مجھے آج ہی رات کو ڈی لائلہ کے اغوا اور اس کی موت کا بندوبست کرنا چاہیے۔"

اسے ایسا سوچنے پر مجبور کر کے میں نے اس کے دروازے پر دستک دی۔ اس نے چونک کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

"میں ہوں حسام' دروازہ کھولو۔"

وہ جلدی سے دروازہ کھول کر بولی۔ "میں ابھی تمہارے پاس آنے والی تھی۔ یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے۔ میں کھلی فضا میں کوٹھی سے باہر جانا چاہتی ہوں۔"

"میں بھی تم سے یہی کہنے آیا ہوں۔ ہم ذرا باہر تفریح کر کے آئیں گے۔"

وہ باتوں کے دوران مجھے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ مجھے یعنی حسام کو یہاں ڈی لائلہ کی موجودگی کا علم ہے یا نہیں؟ اگر علم نہیں ہوگا تو اسے چپ چاپ ٹھکانے لگا دیا جائے گا اور اگر ڈی لائلہ نے باپ سے بھی ملاقات کی ہوگی تو میں بیٹی کا ذکر اس سے ضرور کروں گی۔

چونکہ وہ انجان بنی ہوئی تھی اس لیے میں بھی تغافل عارفانہ سے کام لے رہا تھا۔ میرے پاس ایک بیگ تھا اُس میں ریڈی میڈ میک اَپ کا سامان تھا۔ میں آئینے کے سامنے اپنا حلیہ بدلنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "میں کبھی کبھی حلیہ بدل کر کوٹھی سے باہر جاتا ہوں۔ اس طرح ملازمین سمجھتے ہیں کہ میں کوٹھی میں موجود ہوں۔ میری موجودگی کے خوف سے وہ تمام رات جاگ کر ڈیوٹی پر چاق و چوبند رہتے ہیں۔"

میں نے حلیہ بدل کر انٹرکام کے ذریعے گیٹ کے چوکیدار اور گارڈ سے کہا۔ "میری مہمان خاتون ابھی باہر جا رہی ہیں۔ ان کے لیے گیٹ کھول دو۔"

میں یہ حکم دے کر کیلی کے ساتھ پورچ میں آیا۔ اس سے بولا۔ "میں کسی کی نظروں میں آنا نہیں چاہتا۔ اس لیے تم ڈرائیو کرو۔"

ہم دونوں اگلی سیٹ پر آئے۔ میں سیٹ کے نیچے دبک گیا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی کھلے پھاٹک سے گزر کر باہر مین روڈ پر آئی۔ میں اٹھ کر آرام سے سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ بولی۔ "جب ملازموں سے چھپنا ہی تھا تو حلیہ بدلنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"مجھے صرف ملازموں سے ہی نہیں دوسروں سے بھی چھپنا ہے۔ میں نے تمہیں کوٹھی میں نہیں بتایا۔ اب بتا رہا ہوں کہ ڈی لائلہ میری بیٹی زندہ ہے۔ کیا تم یقین کرو گی؟"

وہ بولی۔ "اوہ گاڈ! یہی بات میں تم سے کہنے والی تھی۔ وہ زندہ ہے۔ میرے کمرے میں آئی تھی۔"

میں نے کہا۔ "وہ ابھی کہیں باہر گئی ہے۔ اسی لیے میں نے حلیہ بدلا ہے۔ وہ کہیں نظر آئے گی اور میں اس حلیے میں اسے قتل کروں گا تو مجھ پر یعنی حسام بن زید پر قتل کا الزام نہیں آئے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "تم نے بڑی اچھی تدبیر سوچی ہے۔ اسے ختم کرنا ہوگا' ورنہ وہ ہماری شادی نہیں ہونے دے گی۔"

"فکر نہ کرو۔ ہم ابھی شہر میں کہیں نہ کہیں اسے تلاش کر لیں گے۔"

میں اسے تھوڑی دیر شہر میں گھماتا رہا۔ پھر ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں لے آیا۔ وہاں بڑی رونق تھی۔ رئیس' رئیس زادے اور رئیس زادیاں نظر آ رہی تھیں۔ ایک رئیس زادی لفٹ کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے کیلی کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے سوچنے پر مجبور کیا کہ لفٹ کی طرف جانے والی ڈی لائلہ ہے۔ کیلی نے جلدی سے میرے بازو کو جھنجوڑ کر کہا۔ "حسام! وہ دیکھو۔ ڈی لائلہ اُدھر جا رہی ہے۔"

میں نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کہاں ہے؟"

اس وقت تک وہ رئیس زادی لفٹ کے اندر چلی گئی تھی۔ اس لفٹ میں اور بھی لوگ تھے۔ کیلی مجھے کھینچ کر ادھر لے جانے لگی۔ لیکن ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی دروازہ بند ہو گیا۔ لفٹ اوپر جانے لگی۔ ہم دروازے کے اوپر جلتے بجھتے نمبروں کو دیکھنے لگے۔ لفٹ ہر منزل پر رکتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ وہ ساتویں منزل تک چلی گئی۔ میں نے کیلی سے پوچھا۔ "تم نے جسے دیکھا کیا وہ سچ مچ ڈی لائلہ تھی؟"

"بے شک' میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔ وہ اوپر کسی منزل پر گئی ہے۔"

"شاید وہ اسی ہوٹل میں قیام کر رہی ہے۔ میں نے اپنے ملازموں سے پوچھا تھا ان کے بیان کے مطابق وہ آج پہلی بار ہماری کوٹھی میں آئی تھی اور ہمیں دہشت زدہ کر گئی ہے۔"

کیلی نے کاؤنٹر پر آ کر معلوم کیا کہ وہاں کوئی ڈی لائلہ نام کی کوئی لڑکی قیام کرتی ہے؟ رجسٹر میں ایسا کوئی نام نہیں تھا۔ میں نے کہا۔ "عقل سے سوچو۔ وہ ہماری شادی روکنے اور ہم دونوں کے لیے نہ جانے کیسے کیسے مسائل پیدا کرنے آئی ہے۔ اس لیے یہاں

مل نام سے نہیں فرضی نام سے قیام کرے گی۔"

وہ بولی۔ "ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس کمرے میں قیام کر ی ہے۔"

"ہم ہر منزل کے کمرے میں جا کر نہ دستک دے سکتے ہیں اور ی اس کے متعلق کسی سے دریافت کر سکتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم بھی یہاں ایک کمرا کرائے پر حاصل کریں۔ رات یہاں گزاریں۔ صبح تک ہم اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں ر موقع ملے تو اسے قتل کر سکتے ہیں۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی۔ "ٹھیک ہے۔ تم کمرا حاصل کرو۔"

میں نے کہا۔ "تم اپنے نام سے کمرا لو۔ میں نے بھیس بدل کھا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی مجبوری سے پھر بھیس بدلنا پڑے۔"

اس نے اپنے نام سے ایک کمرا حاصل کیا۔ ہم اس کمرے ں آ گئے۔ وہ بولی۔ "اب بتاؤ اسے کیسے تلاش کیا جائے؟"

میں نے کہا۔ "یہاں رات ایک بجے تک ورائٹی پروگرام وتے ہیں۔ ڈی لائلہ ضرور وہ پروگرام دیکھنے آئے گی۔"

میں نے اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ وہ تھکی ہوئی ہے اسے نسل کرنا چاہیے۔ وہ اس سوچ کے مطابق باتھ روم میں چلی گئی۔ س کے لیڈر نے اپنے دو یہودی جاسوسوں کے نام پتے اور فون نمبر ے بتائے تھے تاکہ وہ مصیبت کے وقت ان سے مدد حاصل کر سکے۔ میں نے ریسیور اٹھا کر ایک شخص کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر آواز بدل کر پوچھا۔ "کیا ارسلان صاحب موجود یں؟"

اس یہودی شخص نے جواب دیا۔ "یہاں کوئی ارسلان نہیں ہے۔ آپ نے غلط نمبر ڈائل کیا ہے۔"

میں ریسیور رکھ کر اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا نام وزف تھا۔ ایک مسلمان یوسف بن کر وہاں رہتا تھا۔ اس کے دوسرے ساتھی جیکب نے یعقوب کا نام اختیار کر کے اس علاقے میں رائش اختیار کی تھی۔ یعقوب وہاں سے نکلنے والے تیل کی رفائنری پروجیکٹ میں انجینئر تھا۔ اس کے ماتحت کام کرنے والوں میں کچھ یہودی تھے۔ وہ ان کا خالص پٹرول زیر زمین پائپ کے ذریعے ایک پڑوسی ملک میں پہنچاتے تھے۔ اس طرح تیل کی آدھی سے زیادہ دولت پر ہاتھ صاف کر رہے تھے۔ اس شہر میں تقریباً بارہ یہودی تھے اور وہ اپنے ایک لیڈر کے منصوبوں پر عمل کیا کرتے تھے۔

میں جوزف کے دماغ سے معلومات حاصل کر رہا تھا پھر میں نے اس کا جیکب سے رابطہ کرایا۔ اس طرح ایک کے بعد ایک کے دماغ میں پہنچتا ہوا ان بارہ یہودیوں کے نام پتے اور فون نمبر معلوم ہوا تھا۔ ان میں سے کوئی مسلمان' کوئی عیسائی اور امریکی ماہر بنا ہوا تھا۔ دوسرے جو لاطینی امریکی ماہرین تھے' انہیں بھی دوست بنا لیا گیا تھا۔ وہ تمام ماہرین تیل نکال کر اسے ریفائن کرتے تھے اور زیر زمین پائپ لائن بچھا کر اسے اس ملک کے دوسرے شہر کے ایک مقام تک پہنچاتے تھے۔ چونکہ اہم کام کرنے والے امریکی یا اسرائیلی ماہرین تھے اس لیے کوئی یہ نہ جان سکا کہ زیر زمین بچھائی جانے والی پائپ لائنوں کا ایک حصہ اسمگلنگ کے لیے پڑوس ملک تک پہنچایا گیا ہے۔

وہ پڑوسی ملک بھی مسلمانوں کا تھا لیکن اس ملک کا سربراہ اسرائیلی حکومت کے زیر اثر تھا۔ بظاہر یہودیوں کے خلاف تھا لیکن درپردہ کئی معاملات میں اسرائیلی حکومت سے تعلقات تھے۔ وہ جانتا تھا کہ پڑوسی اسلامی ملک سے تیل کی دولت چُرائی جاتی ہے لیکن انجان بن کر اپنی زبان بند رکھتا تھا۔ اس منافقت سے ظاہر تھا کہ اسلامی ممالک.... ایک دوسرے سے اچھے تعلقات رکھنے کے باوجود امریکا اور اسرائیل کے ہاتھوں میں کٹھ پتلیاں بنے رہتے ہیں اور بڑی طاقتوں سے صرف اپنے تحفظ اور مفادات کو اہمیت دیتے ہیں۔

کیلی رافیل غسل سے فارغ ہو کر آ گئی پھر بولی۔ "ڈی لائلہ کو جلد از جلد تلاش کرنا چاہیے۔ ہم وقت برباد کر رہے ہیں۔"

"وقت برباد نہیں ہوگا۔ ہم صبح تک اسے ضرور ٹریپ کریں گے۔ بلکہ ختم کر دیں گے۔ تم ذرا انتظار کرو۔ میں بھی باتھ روم سے ہو کر آتا ہوں۔"

میں نے اسے کمرے میں چھوڑ کر باتھ روم میں آ کر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ریسیور اٹھا کر جوزف سے رابطہ کیا' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "تم کون ہو؟"

کیلی نے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "میں کیلی رافیل ہوں۔ یہاں سلمٰی زیاد کے نام سے آئی ہوں۔"

جوزف نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ ایک گھنٹا پہلے باس نے بتایا تھا کہ تم یہاں پہنچ گئی ہو۔ باس نے تمہیں میرا اور جیکب کے نام پتے اور ٹیلی فون نمبر بتائے ہیں۔ کیا ہم سے تعاون چاہتی ہو؟"

"ہاں' حسام کی خبر قانونی بیٹی ہمارا پیچھا کرتی ہوئی یہاں آ گئی ہے۔ وہ میری اور حسام کی شادی میں رکاوٹ بنے گی۔ میں ہوٹل الحمرا کے چار سو ستائیس نمبر کے کمرے میں ہوں۔ فوراً جیکب کو بھی ساتھ لے کر آؤ۔ کچھ ایسی باتیں ہیں جنہیں میں فون پر نہیں بتا سکتی اور ہاں ریوالور ضرور لے کر آنا۔ وہ لڑکی اسی ہوٹل کے کسی کمرے میں ہے۔ پلیز جلدی آؤ۔"

جوزف نے فوراً پہنچنے کا وعدہ کیا۔ پھر رابطہ ختم کر کے اس نے فون پر جیکب کو صورتِ حال بتائی۔ اسے فوراً ہوٹل پہنچنے کی تاکید کی پھر ریسیور رکھ کر ایک ریوالور نکال کر اسے لوڈ کرنے لگا۔

کیلی بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے باتھ روم میں تھوڑا وقت ضائع کیا پھر کمرے میں آ کر بولا۔ "کیلی! میں کمرے سے باہر جاتا ہوں۔ ڈی لائلہ کو تلاش کروں گا۔"

"میں یہاں تنہا بور ہو جاؤں گی۔ میں بھی چلوں گی۔"

"میری بات سمجھو اگر ڈی لائلہ تمہیں دیکھ لے گی تو بدک جائے گی۔ ہوشیار ہو کر اپنا تحفظ کرے گی۔ میں میک اپ میں ہوں۔ وہ مجھے نہیں پہچانے گی۔"

وہ قائل ہو کر کمرے میں رہی۔ میں باہر آگیا۔ وہ اگر قائل نہ ہوتی تب بھی میں اسے سحر زدہ کر کے وہیں چھوڑ جاتا۔ گراؤنڈ فلور میں پہنچ کر میں ایک ٹائلٹ کے اندر آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد ایک آئینے کے سامنے آگیا۔ اس میں خود کو دیکھ کر چہرے پر سے ریڈی میڈ میک اپ کی مونچھیں' ہلکی سی ڈاڑھی اور آنکھوں سے لینسز نکال لیے پھر آنکھوں کے کناروں کو سکیڑنے والے پلاسٹک ٹیپ نکال لیے۔ میری صورت بالکل بدل گئی۔ میں میک اپ کی ان چیزوں کو اپنی جیبوں میں ٹھونس کر ٹائلٹ سے باہر نکل آیا۔ پھر ہوٹل کے لان میں آکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ لان میں کتنے ہی حسین جوڑے میزوں کے اطراف بیٹھے مسکرا کر باتیں کر رہے تھے۔

میں بار بار جاکر جوزف اور جیکب کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک کار میں ہوٹل کے قریب پہنچ گئے تھے۔ ایک ویٹر میرے سامنے آکر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ میں نے اسے فروٹ جوس لانے کا آرڈر دیا۔ وہ چلا گیا' جوزف اور جیکب پارکنگ ایریا میں آگئے تھے۔ کار سے اتر کر ہوٹل کے اندر جا رہے تھے۔ پھر وہ لفٹ کے ذریعے اوپر جانے لگے۔ میں نے کیلی کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے کی کال بیل سنائی دی۔ وہ بستر سے اٹھ کر دروازے کے قریب آکر بولی۔ "کون ہے؟"

آواز آئی۔ "جوزف اور جیکب۔" انہوں نے کوڈ ورڈز بھی ادا کیے۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ پھر ان کے اندر آنے کے بعد دروازہ بند کر کے بولی۔ "حسام کی بیٹی ڈی لائلہ اسی ہوٹل میں ہے۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ میں حسام کی جائداد کا نصف حصہ اسے نہیں دوں گی تو وہ یہ بھید کھول دے گی کہ میں ایک مسلمان سلمٰی زیاد نہیں بلکہ ایک یہودی کیلی رائفل ہوں۔"

جوزف نے پوچھا۔ "کیا پتا چلا کہ وہ یہاں کس کمرے میں ہے؟"

وہ بولی۔ "پتا چل جائے گا۔ کیا ریوالور لائے ہو؟"

جوزف نے لباس کے اندر سے ریوالور نکالا۔ کیلی نے اس سے لے کر اس کے چیمبر کو چیک کیا۔ پورے چھ بلٹس تھے۔ وہ ان سے ذرا دور ہو کر دونوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولی۔ "تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے ذرا بھی ہلے گا تو گولی مار دوں گی۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھا پھر پوچھا۔ "کیلی! یہ کیا مذاق ہے۔"

وہ بولی۔ "میں کیا بتاؤں کہ یہ کیا مذاق ہے۔ ہم عیاش مسلمان امیروں کبیروں سے مذاق کرتے ہیں۔ انہیں الّو بنا کر ان کی جڑوں میں گھس رہے ہیں۔ آج اس ریوالور کی گولیاں ہماری تمہاری جڑوں میں گھسیں گی۔"

جیکب نے کہا۔ "مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم اس معاملے میں سنجیدہ ہو۔ لاؤ یہ ریوالور واپس کرو۔"

اس نے ریوالور لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ کیلی نے اس کے ہاتھ پر گولی ماری۔ وہ چیخ پڑا۔ وہ بولی۔ "اپنا خون دیکھو اور یقین کرلو کہ یہ مذاق نہیں ہے۔ تم اس شعبے کے انچارج ہو' جس کے تحت زیر زمین پائپ لائن بچھاتے ہیں۔ وہ فاضل پائپ لائن جس کے ذریعے تیل کی دولت اسرائیل پہنچاتے ہو' وہ اب کٹ جائے گی۔ ختم ہو جائے گی۔ اس سے پہلے تمہیں ہمیشہ کے لیے ختم ہو جانا چاہیے۔"

یہ کہتے ہی اس نے جیکب کے سینے پر گولی ماری۔ وہ ٹھیک طرح ریوالور پکڑنا نہیں جانتی تھی لیکن میں اس کے اندر رہ کر صحیح نشانہ لگا رہا تھا۔ وہ گولی کھا کر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جاکر گرا۔ ہوٹل کے چوتھے فلور پر دو بار فائرنگ کی آوازیں گونجی تھیں۔ اس فلور کا انچارج فون کے ذریعے منیجر کو اطلاع دے رہا تھا۔ آس پاس کے کمروں سے لوگ نکل پڑے تھے۔

جوزف نے اپنے ساتھی جیکب کو سینے پر گولی کھا کر مرتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ اب اس کی باری ہے۔ کوئی عورت کیلی رائفل بن کر انہیں ہوٹل میں بلا کر ختم کر رہی ہے۔ یہ سمجھتے ہی وہ دروازے کی طرف بھاگا۔ میں نے اسے بھاگنے دیا۔ جب وہ کمرے کا دروازہ کھول کر جانے لگا تو میں نے کیلی کے ذریعے گولی چلائی۔ وہ چیخ مار کر اچھلا پھر دروازے کے باہر کوریڈور میں گر کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

مردوں اور عورتوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اس فلور کے لوگ لفٹ اور سیڑھیوں کی طرف بھاگ رہے تھے۔ میں کیلی کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر فروٹ جوس پینے لگا۔ پہلے تو اس نے چونک کر اپنے ہاتھوں میں ریوالور کو دیکھا پھر کمرے میں پڑی ہوئی ایک شخص کی لاش دیکھی۔ وہ جیکب اور جوزف کو نہیں پہچانتی تھی۔ مگر یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ قاتل سمجھی جائے گی۔ کیونکہ ہاتھوں میں ریوالور اور کمرے میں لاش ہے۔

وہ خوف کے مارے چیخ پڑی۔ پہلے تو اس نے چیخ کر حسام کو آواز دی پھر گھبرا کر دروازے کی طرف بھاگی۔ وہاں پہنچ کر دوسری لاش دیکھ کر جیسے ہاتھ پاؤں میں جان نہ رہی۔ وہ ڈگمگا کر گر پڑی۔ وہ سمجھنا چاہتی تھی کہ یہ سب کیا ہوا ہے؟ کیسے ہوا ہے؟ اور یہ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔

اس نے کوریڈور میں پڑی ہوئی لاش کے پاس سے اٹھنا چاہا مگر ہاتھوں اور پیروں میں جیسے جان نہیں رہی تھی۔ وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ ایسی کمزوری کے باوجود میں نے اس کے ہاتھ میں ریوالور پکڑا رکھا تھا تاکہ وہ آلۂ قتل کے ساتھ پکڑی جائے۔

پولیس والے آگئے تھے۔ وہ کوریڈور کے دونوں اطراف اپنی گنیں سیدھی کیے اسے نشانے پر رکھے کھڑے تھے۔ افسر نے کہا

تمہیں مارنا یا زخمی نہیں کرنا چاہتے۔ اپنی خیریت چاہتی ہو تو ریوالور دور پھینک دو۔"

اس نے ریوالور دور پھینک دیا۔ سپاہیوں نے آگے بڑھ کر ہتھکڑیاں لگا لیا۔ میں نے جوس ختم کر کے ویٹر کو ایک سو ڈالر کا نوٹ دے کر کہا "اسے رکھ لو۔ کیونکہ اس کے بعد تمہیں ٹپ نہیں ملے گی۔ ہوٹل میں ایسی گڑبڑ ہوئی ہے کہ گاہک یہاں سے قتل ہو رہے ہیں۔"

وہ شکریہ کہہ کر چلا گیا۔ میں نے جمیلہ رازی کو مخاطب کیا۔ "کیا کر رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "آپ کا انتظار۔ میں نے ابھی تک کھانا بھی نہیں کھایا ہے۔ بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔"

"تم جو غیر معمولی دوائیں استعمال کر رہی ہو' ان کا تقاضا یہی ہے کہ وقت پر کھایا کرو۔ چلو ابھی کھانا گرم کر کے کھاؤ۔ میرا انتظار کرو۔ تمہارے کھانے تک میں تمہیں دلچسپ کہانی سناتا ہوں۔"

میں اسے کیلی' جوزف اور جیکب کے بارے میں بتانے لگا۔ وہ بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی پھر اس نے پوچھا۔ "کیلی کو آپ نے کیوں مروا ڈالا؟"

"اس کا انجام ابھی سامنے آئے گا۔ فی الحال میں نے ایسے دو دشمنوں کو ختم کیا ہے' جو تمہارے ملک کے تیل کی دولت چرا رہے تھے۔ ابھی اور ایسے ہیں میں ان سے بھی نمٹنے والا ہوں۔"

"ہائیا! میرے وطن کے دشمنوں کو جیسی سزائیں دے رہے ہیں۔ اس کی جزا اللہ تعالیٰ آپ کو دے رہا ہے اور دیتا رہے گا۔ آپ کی خیال خوانی نے بتایا ہے کہ رئیس الکبیر کے محل میں بھی کیلی اور اسرائیلی ایجنٹ گھسے ہوئے ہیں اور وہاں کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا بھی ہے۔"

"فکر نہ کرو بیٹے! اس دشمن خیال خوانی کرنے والے سے بھی ایک بیٹی سونیا نمٹ لے گی۔ وہ حسام کیا کر رہا ہے؟"

"اپنی خواب گاہ میں ہے۔ ملازم نے دروازے پر دستک دے کر کھانے کے لیے پوچھا تھا۔ اس نے کھانے سے انکار کر دیا ہے۔"

میں حسام بن زید کے اندر پہنچا۔ وہ بند کمرے میں پریشانی سے ٹہل رہا تھا۔ اسے بھی حرام موت مرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ اس نے ڈی لائلہ جیسی معصوم اور بے قصور بیٹی پر گولی چلائی تھی۔ وہ بے موت گولی سے نہ مری۔ باپ کا نام پانے کے لیے اسلام قبول کرنا چاہتی تھی۔ تب بھی اس عیاش نے کیلی کو حاصل کرنے کے لیے اپنی بیٹی نہ مان کر صدمے سے اسے مار دیا۔ وہ صرف قاتل ہی نہیں تھا' ایک ایسا برائے نام مسلمان تھا جس نے بیٹی کو بھی اسلام قبول کرنے کا موقع نہیں دیا۔ ایسے ظالم کے لیے بھی سزا تھی لیکن ابھی نہیں تھی کیونکہ جمیلہ کو وہاں ابھی ڈی لائلہ بن کر رہنا تھا۔ حسام میرے اور جمیلہ کے لیے ایک اچھی پناہ گاہ تھی۔

وہ بند کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ فون کی گھنٹی سن کر رک گیا۔ اس نے ٹیلی فون کی طرف دیکھا پھر آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں ہوٹل الحمرا سے ایک پولیس افسر بول رہا ہوں۔ مسٹر حسام بن زید سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی ہاں۔ میں حسام ہی بول رہا ہوں۔ فرمایئے؟"

"یہاں ایک نیم پاگل عورت نے دو افراد کو قتل کر دیا ہے۔ وہ کبھی ہنستی ہے کبھی روتی ہے۔ کبھی خود کو مسلمان اور کبھی یہودی کہتی ہے۔ وہ آپ کا نام بھی لیتی ہے کہ آپ سے شادی کرنے والی ہے۔"

حسام نے کہا۔ "میں حیران ہوں کہ وہ پاگل کون ہے جو میرا نام لے رہی ہے' اس کا نام کیا ہے؟"

"یہی تو ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ وہ کبھی خود کو سلمٰی زیاد اور کبھی کیلی رائفل کہتی ہے۔"

حسام کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹنے والا تھا۔ اس نے مضبوطی سے پکڑ کر پوچھا۔ "کیا میں اس عورت سے فون پر بات کر سکتا ہوں؟"

"بہتر ہوگا' آپ پولیس اسٹیشن تشریف لے آئیں۔ اگر اس سے آپ کا کوئی تعلق ہے تو ہمیں معلومات فراہم کریں۔ اب یہ بتائیں کہ آپ آرہے ہیں یا ہم آپ کو لینے آئیں۔"

"میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے نکلا۔ پھر اس کمرے میں آیا' جہاں کیلی رائفل نے قیام کیا تھا؟ وہاں اس کا تمام سامان رکھا ہوا تھا مگر وہ نہیں تھی۔ اس نے ملازم کو بلا کر پوچھا۔ "میری مہمان کہاں ہے؟"

"آقا وہ کوئی دو گھنٹے پہلے کار میں بیٹھ کر تنہا کہیں گئی ہیں؟"

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"آپ ہی نے تو انٹرکام پر گیٹ کے چوکیدار اور گارڈ سے کہا تھا کہ وہ تنہا جا رہی ہیں' گیٹ کھول دو۔"

حسام نے اسے تھپڑ مار کر کہا۔ "جھوٹے مکار! میں نے کب ایسا کہا تھا۔"

حسام کو جمیلہ کی آواز سنائی دی۔ "اگر آپ مصیبت سے بچنا چاہتے ہیں تو میرے پاس آئیں۔ میں کھانے میں مصروف ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ڈائننگ روم میں آیا۔ جمیلہ نے لقمہ چباتے ہوئے کہا۔ "وہ جو دو قتل ہوئے ہیں' آپ کے گلے بھی پڑ سکتے ہیں۔ وہ مکار عورت آپ کو پھانسی کے پھندے تک پہنچائے گی۔"

وہ اس کے پاس کرسی پر بیٹھ کر بولا۔ "یہ باتیں فون پر ہوئی تھیں۔ تم کیسے جانتی ہو؟"

"آپ پولیس' عدالت اور پھانسی سے بچنا چاہتے ہیں یا مجھ سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔"

"تم مجھے کیسے بچا سکتی ہو؟"

"آپ پولیس کو بیان دیں کہ سلمیٰ زیاد سے ایک دو ماہ پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ آپ اسے مسلمان سمجھ کر شادی کرنا چاہتے تھے۔ وہ آپ سے ملنے آج آٹھ بجے والی فلائٹ سے تنہا آئی تھی۔"

"لیکن میرے پاسپورٹ سے ظاہر ہو جائے گا کہ آج میں بھی اس کے ساتھ آیا تھا۔"

"نہیں۔ آپ کل رات سے اپنی اس کوٹھی میں ہیں۔ آپ کل آئے تھے۔ کیلی آج آئی ہے یقین نہ ہو تو دونوں کے پاسپورٹ اٹھا کر یہاں آمد کی تاریخیں دیکھ لیں۔"

حسام تیزی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا' سوٹ کیس سے پاسپورٹ نکال کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس کی آمد کی پچھلے دن کی تاریخ درج تھی اور یہ خیال خوانی کے ذریعے لندن اور الزرقا کے امیگریشن کاؤنٹر پر ہوا تھا۔

پھر حسام نے کیلی کے کمرے میں آکر اس کا پاسپورٹ دیکھا تو آج کی تاریخ تھی۔ اس کا سر چکرانے لگا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ مگر اپنے بچاؤ کا راستہ بھی سجھائی دے رہا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا جمیلہ کے پاس آیا پھر بولا۔ "کیا تم جادو جانتی ہو؟ واقعی پاسپورٹ کے مطابق کیلی یہاں تنہا آئی ہے اور میں کل آیا تھا۔"

"میں جادو نہیں جانتی ہوں۔ ایک بیٹی اپنے باپ کو بچانا چاہتی ہے۔ آپ یہ موبائل فون اٹھائیں اور پولیس اسٹیشن فون کریں۔ انہیں یہاں بلا کر کیلی کا سامان اور پاسپورٹ دکھائیں اور یہ بیان دیں کہ آپ اسے ایک مسلمان عورت سلمیٰ زیاد سمجھتے آرہے ہیں۔ وہ چند گھنٹے پہلے اپنے کسی رشتے دار سے ملنے کے بہانے باہر آگئی تھی۔ آپ نہیں جانتے کہ اس نے دو افراد کو قتل کیوں کیا ہے؟"

حسام جمیلہ کی ہدایات کے مطابق عمل کرنے لگا۔ پندرہ منٹ کے اندر پولیس والے کیلی کو حراست میں لے کر حسام کی کوٹھی میں آئے۔ اس کے پاسپورٹ کو دیکھا۔ اس کے سامان کی تلاشی لی۔ میں کیلی کے اندر رہ کر اسے سنجیدہ بنائے ہوئے تھا۔ وہ ہوٹل میں نیم پاگل سی تھی۔ اب سنجیدگی سے کہہ رہی تھی کہ اس کا تعلق ایک یہودی تنظیم سے ہے اور وہ مسلمان بن کر حسام بن زید کو دھوکا دے رہی تھی۔ آج حسام سے ملنے تنہا لندن سے آئی تھی۔ لیکن یہودی تنظیم کے ایک گمنام اور پُراسرار لیڈر نے اسے ہوٹل الحمرا آنے کا حکم دیا تھا۔

وہ وہاں پہنچی تو دو مسلمان یوسف اور یعقوب اس کے کمرے میں آئے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ بھی یہودی ہیں اور ان کے نام جوزف اور جیکب ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ شادی کے بعد حسام بن زید کی دولت اور جائداد میری اور میرے بچوں کی ہوگی تو اسرائیلی حکومت مجھ سے حسام کی زمینیں لے لے گی۔ وہاں دوسرے یہودیوں کو آباد کیا جائے گا۔ اگلے بیس پچیس برسوں میں اسلامی ممالک کے اندر یہودیوں کی تعداد زیادہ ہو جائے گی۔

کیلی نے آگے بیان دیا کہ وہ یہودی قوم کے لیے سب کچھ کر سکتی ہے لیکن اپنے بچوں کے نام ہونے والی زمینیں کسی کو نہیں دے گی۔ اس بات پر جوزف اور جیکب طیش میں آگئے۔ اس پر تشدد کرنے لگے تو اس نے اپنے بچاؤ کے لیے انہیں زخمی کرنا چاہا لیکن دونوں ہی گولی لگنے سے مر گئے۔

کیلی نے یہ تحریری بیان دیا۔ اپنے دستخط کیے۔ پولیس والے اسے تھانے لے گئے۔ وہاں کے مسلمان اکابرین نے حسام بن زید کو ایک یہودی عورت کے فریب سے نجات پانے کی مبارک باد دی اور اسے ضمانت پر رہا کرا لیا۔

اب وہ حوالات میں بیٹھی سوچ رہی ہوگی کہ وہ کیا کرنے آئی تھی اور کیا ہو گیا؟ اور جو کچھ ہوا جیسے بھی ہوا' یہ تمام باتیں کبھی اس کی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ وہ تو دو قتل کرنے کے بعد یوں بھی پاگل سی ہو گئی تھی۔ ہوٹل میں الٹے سیدھے بیانات دیتی رہی تھی۔ مزید پاگل بنانے کے لئے وہ دو پاسپورٹ تھے۔ وہ حسام کے ساتھ ایک ہی دن ایک ہی فلائٹ میں آئی تھی لیکن دونوں پاسپورٹس میں آمد کی تاریخیں مختلف تھیں۔

اب وہ پاگل ہوگی یا ہوش مند رہے گی؟ یہ بعد کی باتیں تھیں۔ میرے پاس اب اس کے خیالات پڑھنے کا وقت نہیں تھا۔

میں نے ثانی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی۔ "یس پاپا! آپ ہی کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے رئیس الکبیر کے دماغ میں ایک خیال خوانی کرنے والے کو بولتے سنا تھا۔ رئیس الکبیر خوفزدہ تھا اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ گمنام شخص اس کے دماغ کو تھپک تھپک کر سُلا رہا تھا۔ پھر اس نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ آپ نے اس عمل کرنے والے کی آواز پچھلی رات سنی ہوگی؟"

"ہاں پچھلی رات میں نے اس کے تنویمی عمل کو ناکام بنا دیا تھا۔ کیا تم نے بھی یہی کیا ہے؟"

"نو پاپا! اسے ناکام بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ اس عمل کرنے والے کی آواز اور لہجہ اختیار کر کے کسی بھی وقت رئیس الکبیر کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔"

"بیٹی! تم نے اچھا کیا جو اس دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کامیاب تنویمی عمل کرنے دیا۔"

وہ بولی۔ "دشمن کو خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہیے۔ وہ رئیس الکبیر کے ذہن میں یہ نقش کر رہا تھا کہ اسے لیڈی مین نکلر اور لیڈی آئرن راڈ کے زیر اثر رہنا چاہیے۔ یہ دونوں عورتیں امریکی ایجنٹ ہیں اور بڑی خطرناک ہیں۔"

"اس شکار گاہ کے بنگلے کے متعلق بتاؤ۔ وہاں کیا انتظامات ہیں؟"

"بظاہر وہ بنگلا ویران سا نظر آرہا ہے۔ ہر کمرے میں اندھیرا ہے جہاں رئیس الکبیر سو رہا ہے' وہاں بھی تاریکی ہے لیکن بنگلے کے پیچھے دس مسلح گارڈ جھاڑیوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ چار بنگلے کی چھت پر ہیں اور چار سامنے والے گھنے درختوں کی شاخوں میں چھپے بیٹھے ہیں۔ ایک کمرے میں لیڈی مین کلر جاگ رہی ہے۔"

"اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی وہاں آتا جاتا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ وہ ضرور محتاط ہوگا اور صبح تک وقتاً فوقتاً رئیس کے ذہن و دماغ میں جھانکتا رہے گا۔"

"یعنی انہوں نے رئیس الکبیر تک جمیلہ کے پہنچنے کے تمام راستے بند کر دیئے ہیں۔ وہاں کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکے گا۔"

ثانی نے ہنس کر کہا۔ "پاپا! آپ کی لغت میں ناممکن کا لفظ نہیں ہے۔ جب آپ کی بیٹی وہاں پہنچنے کے ہتھکنڈے استعمال کر سکتی ہے تو پھر آپ تو ہمارے باپ ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "اچھا اب جاؤ۔ آرام کرو۔"

ہمارا رابطہ ختم ہو گیا۔ یہ میں تو کیا سبھی جانتے تھے کہ ثانی دوسری سونیا ہے۔ ایسی ذہین اور تیز طرار ہے کہ ناممکن کو ممکن بنا سکتی ہے۔ کوئی راستہ نہ ملے تو سوئی کے ناکے سے گزر کر سارا کام تمام کر کے واپس آسکتی ہے۔ چونکہ میں اس شہر میں موجود تھا اس لیے اس سے کام لینا مناسب نہیں تھا۔ اس لیے اسے رخصت کر دیا۔

میں محل کے چند اہم افراد تک پچھلے ہی دن پہنچ گیا تھا تاکہ اُن سے کام لے سکوں۔ ان میں محل کے چند فوجی افسر تھے۔ میں نے ایک ٹیلی فون بوتھ سے ایک افسر کو مخاطب کیا پھر کہا۔ "میں بنگلے سے بول رہا ہوں۔ فی الحال خیریت ہے پھر بھی کچھ اور سیکیورٹی کی ضرورت ہے۔ تم چھ عدد گارڈز اور لے آؤ اور جو سامان کہا جا رہا ہے وہ ضرور ساتھ لاؤ۔"

میں نے مختصر سے سامان کی فہرست لکھوائی پھر فون بند کر کے اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ افسر دوسرے افسر سے کہہ رہا تھا کہ بنگلے سے اہم پیغام آیا ہے۔ ہمیں چھ گارڈز کے ساتھ ابھی جانا ہوگا۔ دوسرے افسر نے فہرست پڑھ کر کہا۔ "واقعی سیکیورٹی کے اس پہلو کی طرف توجہ نہیں دلائی گئی تھی۔ جمیلہ اپنے ساتھیوں کی مدد سے بے ہوشی کی دوا اسپرے کر سکتی ہے اور ہمارے آقا تک پہنچ سکتی ہے۔ وہاں آقا اور دوسرے گارڈز کے پاس گیس ماسک ہونا چاہیے۔"

ساتھی افسر نے کہا۔ "اور جوابی کارروائی کے لیے ہمارے پاس بھی بے ہوشی کی دوا کا اسٹاک ہونا چاہیے۔"

انہوں نے فوراً ہی چھ گارڈز کو طلب کیا۔ تین گاڑیاں لیں۔ خود کچھ میں نے لکھوایا تھا وہ سب کچھ گاڑیوں میں رکھا پھر وہاں سے شکار گاہ کے بنگلے کی سمت روانہ ہو گئے۔

میں نے سوچا تھا کہ تنہا یہ کام کر جاؤں گا اور شاید کر بھی جاتا لیکن کسی کی وجہ سے کام بگڑتا تو بعد میں افسوس ہوتا۔ میں نے ثانی سے کہا۔ "بیٹے! آجاؤ اور اپنے ڈیڈی سلمان کو بھی بلاؤ۔"

وہ دونوں میرے پاس آئے۔ میں نے انہیں اپنی پلاننگ بتائی۔ ان باپ بیٹی کو دو افسروں اور گارڈز کے دماغوں تک پہنچایا۔ ان چھ گارڈز اور دو افسران کا قافلہ بنگلے کی سمت جا رہا تھا۔ میں نے ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی ہاروے کی آواز اور لہجے کو اپنایا پھر رئیس الکبیر کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا۔ اگر اپنی سوچوں کی لہروں کے ساتھ جاتا تو وہ تنویمی عمل کے مطابق سانس روک لیتا اور بیدار ہو جاتا۔

میں نے اسے خواب میں جمیلہ کا چہرہ دکھایا۔ وہ نیند میں کسمسانے لگا۔ خواب میں بڑبڑانے لگا۔ "تم؟ تم کیوں آئی ہو؟ یہاں سخت پہرا ہے۔ تم زندہ نہیں جا سکو گی۔"

خواب میں نظر آنے والی جمیلہ نے کہا۔ "تمہارے سخت پہرے کے باوجود میں خواب گاہ میں آگئی ہوں اور جیسے آئی ہوں ویسے ہی بخیریت چلی جاؤں گی۔"

اسی وقت رئیس کے دماغ میں ڈی ہاروے کی سوچ کی لہریں سنائی دیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "رئیس! یہ تم خواب میں جمیلہ کو کیوں دیکھ رہے ہو۔ میں تمہارا عامل ہوں۔ تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جمیلہ کو نہ دیکھو۔"

میں نے ڈی ہاروے کے حکم کے مطابق جمیلہ کو رئیس کے خواب سے گم کر دیا۔ ڈی ہاروے یقیناً خوش ہو گیا ہوگا کہ اس کا عمل کامیاب رہا ہے اور معمول نے اس کے حکم کے مطابق جمیلہ کو خواب میں دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔

دو افسران اور چھ گارڈز کا قافلہ بنگلے کے قریب پہنچنے والا تھا۔ ایسے وقت ثانی اور سلمان دونوں افسروں کے درمیان' دماغوں پر چھا گئے۔ ان افسروں نے حکم دیا "گاڑیوں کو یہیں روک دو' ہم یہاں سے دبے قدموں بنگلے تک جائیں گے۔ اس سے پہلے گیس ماسک پہن لو۔"

چونکہ افسران کا حکم تھا اس لیے سب نے اس کی تعمیل کی۔ پھر حکم دیا گیا کہ جن گنوں کے ذریعے بے ہوشی کی دوا اسپرے کی جاتی ہے ان گنوں کو تھام لو۔ یوں سمجھو کہ گوریلا فائٹ لڑنے والے ہو۔ جب جھینگروں کی آوازیں سنائی دیں تو دوا اسپرے کرنا شروع کر دو۔"

ایک گارڈ نے سوال کیا۔ "سر! دوا اسپرے کرنے سے بنگلے کے گارڈز بے ہوش ہو جائیں گے۔"

سلمان نے ایک افسر کی زبان سے کہا۔ "یو ایڈیٹ! کیا تم ہمیں اناڑی سمجھتے ہو؟ ہمیں اطلاع مل چکی ہے کہ بنگلے کے اطراف دشمن پھیل رہے ہیں۔"

میں نے دوسرے افسر کی زبان سے کہا۔ "اگر ہمارے چار چھ گارڈز بے ہوش ہوتے ہیں تو ہونے دو۔ ہم سب نے ماسک پہن رکھے ہیں۔ ہم اپنے آقا کی حفاظت کریں گے۔"

ہم نے انہیں مطمئن کر دیا۔ اگر کوئی مطمئن نہ ہوتا تو اس کے

دماغ میں چھلانگ لگا کر اپنا کام نکال لیتے۔ میں ایک افسر اور دو گارڈز کو بنگلے کے پیچھے جھاڑیوں کے پاس لے گیا۔ ثانی ایک افسر اور ایک گارڈ کو لے کر بنگلے کے سامنے گھنے درختوں کی طرف گئی۔ سلمان باقی تین گارڈز کو کنٹرول کرتا ہوا چھت پر جانے کی کوشش کرنے لگا۔ ہم نے انہیں زمین پر لٹا دیا تھا اور وہ آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے جا رہے تھے۔ یوں بنگلے کے آگے پیچھے جھاڑیوں اور گھنے درختوں کے قریب پہنچنے کا موقع مل گیا۔ پھر وہ جھینگروں کی آوازیں سنتے ہی بے ہوشی کی دوا اسپرے کرنے لگے۔ کھلی فضا میں دوا ذرا دیر سے اثر کرتی ہے۔ ذرا دیر بعد ہی درختوں سے چار گارڈز اپنی شاخوں پر بے ہوش ہوئے۔ بے ہوشی کے بعد شاخوں پر لیٹنے کی جگہ نہیں ہوتی اس لیے وہ نیچے گر پڑے۔

اسی طرح جھاڑیوں میں ہلچل سی مچی وہاں بھی چھپے ہوئے گارڈز بے ہوش ہو کر گر رہے تھے۔ سلمان نے تین گارڈز کو بنگلے کے قریبی درخت پر چڑھا دیا تھا۔ وہ گارڈز وہاں سے چھت کی طرف اسپرے کر رہے تھے۔ چھت والے گارڈز کمزوری اور بے ہوشی کا احساس کرتے ہوئے نیچے جانا چاہتے تھے مگر بے ہوشی غالب آ رہی تھی اور وہ سیڑھیوں پر سے لڑھک رہے تھے۔

اندر ایک کمرے سے لیڈی مین کلر نے چیخ کر پوچھا۔ "یہ کیسی آوازیں ہیں؟ سیڑھی پر کون ہے؟"

اس نے ایک گن لے کر کھڑکی کھولی۔ پھر گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ ہوا بدل گئی تھی۔ سر چکرانے لگا تھا۔ وہ کھڑکی کو بند کرنے کے لیے آگے بڑھی۔ مگر چکرا کر گر پڑی۔ ثانی نے اسے سنبھالا۔ فرش پر سے اٹھایا پھر تیزی سے دوسرے کمرے میں لے گئی۔ وہاں بے ہوشی کی دوا کا اثر نہیں تھا۔

لیڈی مین کلر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک لیتی تھی۔ اس وقت ثانی کو اپنے اندر آنے سے نہ روک سکی۔ دوا نے اس حد تک اثر دکھایا تھا کہ وہ اپنے اندر کسی کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔ ثانی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے رئیس الکبیر کی خواب گاہ میں لے آئی۔

لیڈی مین کلر نے اپنے چہرے کو نقاب میں چھپا لیا تاکہ پہچانی نہ جا سکے۔ پھر اس نے جمیلہ رازی کی آواز اور لہجے میں چیخ کر کہا۔ "اے رئیس! اٹھ خوابِ غفلت سے، تیری موت آئی ہے۔"

رئیس الکبیر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کمرے میں تاریکی تھی۔ مگر دوسرے کمرے سے ہلکی سی روشنی آ رہی تھی۔ وہ خوف سے تھرتھراتے ہوئے بولا۔ "کون ہو تم؟"

"کیا تم جمیلہ رازی کی آواز کو بھول گئے ہو۔ میں اپنے چیلنج کے مطابق تمہارے ایک ہاتھ کی ایک انگلی کاٹنے آئی ہوں۔"

ڈی ہاروے، رئیس کے اندر تھا۔ اس نے فوراً ہی آواز اور لہجے کے مطابق خیال خوانی کی چھلانگ لگائی تو اس کے مطابق جمیلہ کے دماغ میں پہنچا۔ جمیلہ نے فوراً ہی سانس روک لی۔

ڈی ہاروے نے سمجھا کہ رئیس کے کمرے میں آنے والی نیلا نے سانس روکی ہے۔ اس نے رئیس الکبیر کے اندر کہا "میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ مرد بنو، جمیلہ جیسی نازک لڑکی کی ہڈیاں پسلیاں توڑ دو۔"

وہ معمول تھا اس نے عامل کے حکم کے مطابق اپنی دشمن پر چھلانگ لگائی مگر کرائے کا ایک ہاتھ کھا کر پیچھے چلا گیا۔ اس کے اندر رہ کر ڈی ہاروے بھی مقابلے پر آمادہ تھا لیکن ایک تو وہ درحقیقت لیڈی مین کلر تھی پھر اس کے اندر ثانی تھی۔ اس نے رئیس کی پٹائی کرتے کرتے اس کا حلیہ بگاڑ دیا۔

آخر وہ بے جان سا ہو کر فرش پر گر پڑا۔ لیڈی مین کلر نے اپنی جیب سے چاقو نکال کر اسے کھولا۔ وہ گڑگڑا کر بولا۔ "مجھے معاف کر دو۔ میں آئندہ کبھی تم سے دشمنی نہیں کروں گا۔"

وہ جمیلہ کی آواز میں بولی۔ "کیا تم نے کبھی حرم سرا کی کسی معصوم لڑکی پر ترس کھایا تھا۔ میں وہاں سے بچ کر نہ نکلتی اور شہ زور نہ بنتی تو تم مجھ سے بھی جانوروں جیسا سلوک کرتے۔"

یہ کہہ کر اس نے اس کی بائیں کلائی پکڑ لی۔ رئیس نے چھڑانے کی آخری کوشش کی۔ لیکن اس نے چاقو کے تیز پھل سے اس کا ایک انگوٹھا کاٹ کر الگ کر دیا۔

وہ چیخ رہا تھا۔ تڑپ رہا تھا مگر تمام پہریدار بے ہوش پڑے تھے۔ جو گارڈز اور دو افسران کیس ماسک پہن کر آئے تھے وہ اپنے آقا کی چیخ و پکار سن رہے تھے۔ اس کی مدد کے لیے جانا چاہتے تھے لیکن ہم نے جانے نہیں دیا۔ جب تک ہماری خیال خوانی کا بھید چھپ سکتا تھا اسے چھپائے رکھنا تھا۔

انہوں نے دوا اسپرے کرنے والی گنیں پھینک دیں۔ جتنے پہرے داروں کو بے ہوش کیا تھا۔ انہیں گولیوں سے چھلنی کرنے لگے۔ آخر میں اپنے ماسک اتار کر ایک دوسرے پر گولیاں برسائیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو کمزوروں پر اور خصوصاً حرم سرا کی عورتوں پر ظلم کرنے کے لیے رئیس الکبیر کی غلامی کرتے تھے۔ ان کمزوروں کو کوئی ان سے بچا نہیں سکتا تھا۔ آج ان شہ زوروں کو بھی حرام موت مرنے سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔

سب کے سب فنا ہو گئے۔ ان لاشوں کے درمیان صرف ایک انگوٹھا کٹا ہوا رئیس الکبیر زندہ رہ گیا تھا۔ کیونکہ اسے نو ماہ تک زندہ رہنا تھا اور تھوڑا تھوڑا سا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مرنا تھا۔

○☆○

کچھ لوگ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں اور اپنی خوش نصیبی کے ساتھ بڑے بدنصیب بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ وہ داؤد منڈولا تھا۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین کی مرمت کی تھی۔ چونکہ وہ یہودی تھا اس لیے سپر ماسٹر اور دوسرے امریکی حکام اس پر بھروسا نہیں کرتے تھے۔ مشین کی مرمت ہونے اور اسے اچھی طرح آزمانے کے بعد یہودی داؤد منڈولا کو گولی مار دی گئی تھی۔

آخر وہ یہودی بچہ تھا۔ یہ جانتا تھا کہ اس پر اعتماد نہیں کیا جارہا ہے۔ اس کے ساتھ ایک امریکی عیسائی کمینک جان ولسن کو لگایا گیا تھا تاکہ جان ولسن مشین کی خرابیوں کو اچھی طرح سمجھ لے اس کے بعد پھر کبھی منڈولا کی ضرورت پیش نہ آئے۔

ادھر منڈولا کو اپنے انجام کی فکر نہیں تھی۔ وہ اپنی یہودی قوم کو ٹرانسمارمر مشین سے فائدے پہنچانا چاہتا تھا۔ اس مشین سے صرف یہ نہیں ہوتا تھا کہ ایک شخص کی ٹیلی پیتھی دوسرے شخص میں منتقل ہوجاتی تھی بلکہ ایک کی ذہانت دوسرے میں اور ایک کا مذہب بھی دوسرے کے اندر منتقل ہوجاتا تھا۔ داؤد منڈولا نے مشین کی مرمت کے بعد اسے آزمانے کے دوران کچھ ایسی چال چلی کہ اس کا یہودی مذہب جان ولسن میں منتقل ہوگیا۔ وہ جان ولسن جو عیسائی تھا' کٹر یہودی بن گیا۔ خود کو داؤد منڈولا سمجھنے لگا۔ اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ گیا کہ اگر وہ سپر ماسٹر اور امریکی حکام کو اپنے اندر کی داؤد منڈولا والی شخصیت بتائے گا اور خود کو یہودی ظاہر کرے گا تو وہ لوگ اسے بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

داؤد منڈولا نے گولی کھا کر مرنے سے پہلے کیسی کیسی چالیں چلی تھیں اور کس طرح عیسائی جان ولسن کو یہودی داؤد منڈولا بنا دیا تھا اس کا تفصیلی ذکر پچھلے باب میں ہوچکا ہے۔ لہٰذا اس داستان میں وہ جان ولسن نہیں رہا۔ مزاج بدل گیا' شخصیت بدل گئی اور مذہب بدل گیا تو اب وہ یہودی داؤد منڈولا کہلا رہا ہے۔

اس پس منظر میں دیکھا جائے تو داؤد منڈولا بڑا بدنصیب تھا جو سزائے موت پاکر مرگیا مگر وہ بڑا خوش بخت بھی تھا کہ اس نے اسرائیل اور یہودی قوم کی بھلائی کے لیے دوسرا داؤد منڈولا پیدا کردیا تھا۔

جو لوگ اپنے مذہب اور اپنی قوم کے لیے جان پر کھیل جاتے ہیں' خوش نصیبی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ یہودی تنظیم بہت پُراسرار سمجھی جاتی تھی۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اس کے اندر نہیں پہنچ پایا تھا اور نہ یہ کبھی جان سکا تھا کہ اس کا سربراہ اور اس کے ممبران کون لوگ ہیں؟ لیکن داؤد منڈولا کا مقدر اسے یہودی تنظیم تک لے گیا۔

میں نے پچھلے دنوں لیلیٰ کی موت کا انتقام لینے کے لیے یہودی تنظیم کے بگ برادر برین آدم کو زخمی کیا تھا۔ لیکن پوری طرح اس کے چور خیالات کو پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ میں انتہائی کارروائیوں میں مصروف رہا۔ البتہ سرسری طور پر معلوم ہوا تھا کہ وہ برین آدم یہودی تنظیم کا بگ برادر ہے۔ اس میں جتنے افراد ہیں وہ آدم برادرز کہلاتے ہیں۔ ان میں الپا اور ٹیری آدم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔

لیکن تنظیم کے ان تمام آدم برادرز کا ایک پُراسرار سربراہ ہے۔ پہلے اس کے متعلق کوئی نہیں جانتا تھا بعد میں برین آدم اور بلیک آدم کو معلوم ہوا کہ وہ سربراہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ ایکسرے مین کہلاتا ہے اور اس کا اصل نام مارٹن رسل ہے۔

ایکسرے مین مارٹن رسل تک کوئی پہنچ نہیں سکتا تھا۔ میں نے سوچا تھا' انتقامی کارروائیاں کرنے کے بعد میں اس ایکسرے مین تک پہنچنے کی کوشش کروں گا لیکن تب تک دیر ہوچکی تھی۔ مجھ سے پہلے داؤد منڈولا کو اس کے اندر پہنچنے کا موقع مل گیا تھا اور اس نے میری معلومات کے تمام راستے بند کردیے تھے۔ کوئی ایسا راستہ نہیں چھوڑا تھا جہاں سے گزر کر میں یہودی تنظیم کے اندر تک پہنچ سکتا۔

ایکسرے مین اپنے حالات کسی کو نہیں بتاتا تھا۔ برین آدم کی ذہانت کے باعث اسے بہت پسند کرتا تھا۔ لیکن اس سے بھی اپنی پچھلی اور موجودہ ہسٹری چھپاتا آرہا تھا۔ یہی ظاہر کرتا تھا کہ دنیا میں بالکل تنہا ہے نہ بیوی ہے' نہ بچہ اور نہ ہی کوئی رشتے دار ہے۔ وہ صرف اپنے ملک اور قوم کی خاطر تنہا زندگی بسر کررہا ہے۔

جب داؤد منڈولا کو ایکسرے مین مارٹن رسل کے اندر پہنچنے کا موقع ملا تو پتا چلا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ اس کی ایک بیوی ہے اور ایک سالا پولیس افسر ہے لیکن ان رشتے داروں کو اس کی ایکسرے مین والی اصلیت معلوم نہیں ہے۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ کبھی اس کا بھید کھلے گا تو دشمن اس کی بیوی اور بچے وغیرہ کے ذریعے اس کے جذباتی رشتوں سے کھیلیں گے۔ کسی طرح کی بھی بلیک میلنگ سے بچنے کے لیے اس نے بیوی بچے کی رہائش لندن میں رکھی تھی۔ ان سے سال میں ایک آدھ بار ملنے جاتا تھا۔ تل ابیب میں رہنے والے پولیس افسر سالے سے بھی سامنا نہیں کرتا تھا۔ سامنا ہوتا تب بھی سالا اس کے سروپ کے باعث یہ نہیں جان سکتا تھا کہ بنولی اسرائیل میں تو بے شمار تل ابیب میں نہیں ہے۔ اسے حسین عورتوں سے دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن ایک بار سارہ کے حُسن کا دیوانہ ہوگیا تھا اور نامراد رہا تھا۔ کیونکہ بندر آدمی ہیرو اس حسینہ کو اس سے چھین کرلے گیا تھا۔

تب ہی سے ایکسرے مین کی بدقسمتی کا آغاز ہوا تھا۔ اس نے خود کو گمنام اور پُراسرار رکھنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن کار کے ایک حادثے میں اسپتال پہنچ گیا تھا۔ داؤد منڈولا وہیں برین آدم کے ذریعے ایکسرے مین کے اندر بھی پہنچ گیا تھا پھر اس پر اور برین آدم پر عمل کرکے گویا پوری یہودی تنظیم کا سربراہ بن گیا تھا۔

ایکسرے مین مارٹن رسل کا طریقۂ کار یہ تھا کہ اس نے تمام آدم برادرز کے دماغوں پر تنویمی عمل کرکے انہیں اپنا تابعدار بنا رکھا تھا۔ لیکن تنظیم کے کسی برادر کو یہ معلوم نہیں ہونے دیتا تھا کہ وہ ایک نامعلوم سربراہ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری آدم اور الپا کو معلوم نہیں تھا کہ وہ لاعلمی میں کس سربراہ ایکسرے مین کے زیر اثر ہیں۔ اس نے تنظیم کے تمام آدم برادرز کو خوش فہمی میں مبتلا رکھا تھا کہ وہ آزاد ہیں۔ اور صرف بگ برادر برین آدم کے احکامات کی تعمیل کیا کرتے ہیں۔

داؤد منڈولا نے بھی یہی طریقۂ کار اختیار کیا اور فیصلہ کیا کہ ایکسرے مین مارٹن رسل پہلے کی طرح ان کا نامعلوم سربراہ رہے گا اور حالات کے مطابق مختلف آدم برادرز سے اپنے احکامات کی تعمیل کرائے گا۔ کبھی اس سے کوئی غلطی ہوگی یا وہ کوئی غلط فیصلہ کرے گا تو منڈولا اس کی تصحیح کیا کرے گا۔

اس طرح وہ نگراں کی حیثیت سے یہودی تنظیم پر نظر رکھنا چاہتا تھا' دوسرے یہ کہ اس تنظیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا صفایا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

اس سلسلے میں بھی وہ خوش قسمت ثابت ہوا۔ امریکا سے پاکستان جانے کے دوران اسے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مونارو اور ٹالبوٹ مل گئے۔ وہ دونوں پہلے سونیا ٹانی کے ماتحت تھے۔ پھر ٹانی نے جناب تبریزی صاحب کے حکم سے انہیں آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ دونوں آزادی ملتے ہی بے لگام ہوگئے تھے اور خوب عیاشیاں کرتے پھر رہے تھے۔ منڈولا نے ہوائی سفر کے دوران انہیں پہچان لیا پھر ان پر عمل کرکے انہیں اپنا ماتحت بنالیا۔

سپر ماسٹر رچ کارڈ پاکستان میں سیاسی تبدیلیاں لانا چاہتا تھا۔ وہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ اسلام آباد میں اس کی پولیٹیکل مافیا زبردست کام کررہی تھی۔ اس پولیٹیکل مافیا کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ اس نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی مورا کو وہاں بھیجا تو پتا چلا کہ لاہور میں فرحانہ نامی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی رہتی ہے جو پولیٹیکل مافیا کے اہلکار کو نقصان پہنچا رہی ہے۔

سپر ماسٹر کا ڈی مورا شکست کھا کر بری طرح ذہنی مریض بن کر واپس آگیا تھا۔ اس لیے سپر ماسٹر نے داؤد منڈولا کو پولیٹیکل مافیا کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے اسلام آباد جانے کا حکم دیا تھا۔

پچھلے باب میں ان تمام تفصیلات کو بیان کیا گیا ہے۔ منڈولا کو معلوم ہوچکا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ساجد پہلے ایوان راسکا تھا۔ اس نے اسلام قبول کرکے فرحانہ سے شادی کی ہے۔ وہ دونوں اسلام آباد کے ایک ہوٹل کے سوئٹ نمبر ون زیرو سکس میں سہاگ رات منانے والے ہیں۔

منڈولا بھی اپنے دونوں ماتحتوں مونارو اور ٹالبوٹ کے ساتھ اسلام آباد پہنچ گیا تھا۔ اس کی آمد سے پہلے ہی پولیٹیکل مافیا کے اہم افراد راجر ولسن اور میل بروکس وغیرہ فرحانہ کے دشمن ہوگئے تھے۔ کیونکہ فرحانہ نے ان کے ایک آلۂ کار رانا سرفراز سے پچاس لاکھ کا سونا چھین لیا تھا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ فرحانہ نے دلہن بنتے ہی دشمن بنا لیے تھے۔ پولیٹیکل مافیا کے خطرناک قاتلوں' منڈولا اور میل بروکس نے فرحانہ ہوٹل کے سوئٹ نمبر ون زیرو سکس میں اپنے شوہر ساجد کے ساتھ سہاگ رات منا رہی ہے۔

ایسی سہاگ رات شاید کسی نے نہ منائی ہو کہ چار دیواری کے اندر ازدواجی زندگی کی مسرتیں حاصل ہورہی ہوں اور باہر قدم قدم چلتی ہوئی موت ان کے قریب آرہی ہو۔

سہاگ رات میں پھول کھلتے ہیں۔ باہر رائفل سیون ایم ایم' کلاشنکوف اور ریوالوروں میں گولیاں بھری جارہی تھیں۔

ڈی آئی جی دلدار حسین بھی پہلے راشی تھا۔ ملک دشمن پولیٹیکل مافیا سے بڑی بڑی رقمیں حاصل کرتا تھا لیکن پھر وہ صراط مستقیم پر آگیا۔ فرحانہ کو بیٹی بنا کر گلے لگالیا۔ وہ بھی جانتا تھا کہ بیٹی فرحانہ پہلی بار دلہن بنی ہے اور ہوٹل کے اس سوئٹ میں اس کا دولہا آنے والا ہے۔

پہلے تو ڈی آئی جی نے پولیٹیکل مافیا پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ فرحانہ کا حمایتی ہے۔ فرحانہ جو پچاس لاکھ کا سونا چھین کر لائی تھی وہ سونا ڈی آئی جی نے مافیا کے ایجنٹ کو دے دیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا تو اس کی ملازمت چلی جائے گی یا تبادلہ ہوجائے گا کیونکہ وہ پولیٹیکل مافیا والے بہت اوپر تک پہنچے ہوئے تھے۔ وہ حکمران بدل سکتے تھے۔ بے چارہ ڈی آئی جی کس گنتی میں تھا۔

یعنی ڈی آئی جی دونوں طرف تھا۔ فرحانہ کا حمایتی بھی تھا اور مافیا کا تابعدار بھی لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ فرحانہ سوئٹ میں اپنے دولہا کے ساتھ ہے اور پولیٹیکل مافیا کے خطرناک قاتلوں نے اس سوئٹ کو اور اس ہوٹل کو محاصرے میں لے رکھا ہے تو وہ پریشان ہوگیا۔

اس نے مافیا کے ایک اہم پلان میکر سے کہا۔ "فرحانہ نے بے شک پچاس لاکھ کا سونا چھین لیا تھا لیکن میں وہ واپس لاکر دے چکا ہوں۔ پھر آپ لوگ اس پہلی رات کی دلہن کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اسے معاف کردیں۔"

پلان میکر جان لیزی نے کہا۔ "بات محض سونے کی ہوتی تو ہم اسے معاف کردیتے لیکن آپ نہیں جانتے کہ اس کا دولہا کون ہے؟"

"کون ہے؟ اگر وہ آپ لوگوں کا دشمن ہے تو مجھے تھوڑی سی مہلت دیں۔ میں اس کو آپ کا دوست بنا دوں گا۔"

"وہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہے۔ تم اسے دوست کیسے بناؤ گے؟"

"جیسے میں نے فرحانہ کو راضی کیا تھا اور اس سے سونا لے کر آگیا تھا۔ اسی طرح اسے بھی دوست بنا دوں گا۔"

وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھا مافیا کے دو پلان میکر جان لیزی اور میل بروکس سے باتیں کررہا تھا۔ اسی وقت مونارو اور ٹالبوٹ وہاں آئے۔ ٹالبوٹ نے کہا۔ "ڈی آئی جی دلدار حسین! تم ڈبل گیم کھیل رہے ہو۔ فرحانہ نے وہ سونا اس لیے واپس کیا ہے کہ وہ ہماری جڑوں تک پہنچنا چاہتی ہے۔ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا دولہا ساجد

مافیا والوں کے دماغوں میں گھس کر یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہم پاکستان کی کتنی اہم شخصیتوں کو خرید رہے ہیں۔"

دلدار حسین نے کہا۔ "نن..... نہیں آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں ڈبل گیم نہیں کھیل رہا ہوں۔"

پلان میکر نے کہا۔ "مسٹر دلدار حسین! تم نہیں جانتے کہ یہ مسٹر ٹالبوٹ ہیں اور یہ مسٹر مونارو ہیں اور یہ دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ انہوں نے تمہارے دماغ کے اندر گھس کر تمہاری دوغلی چالوں کو سمجھا ہے۔ تم نے فرحانہ کو بیٹی بنایا ہے اور یہ نہیں چاہتے کہ وہ سہاگ کی پہلی رات بیوہ ہو جائے۔"

جان لیزی نے کہا۔ "ہم اس مافیا کے پلان میکر ہیں۔ ہم نے یہاں کئی برس رہ کر دیکھا ہے کہ یہاں کے حکمران تو بک جاتے ہیں لیکن پاکستانی عوام کی حب الوطنی کو خریدنا بہت مشکل ہے۔ یہ مشکل آسان کرنے کے لیے ہم نے یہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلایا ہے۔ یہ دو خیال خوانی کرنے والے تمہارے سامنے ہیں۔ ان کا گرو کنشال تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے کمرے میں آرام کر رہا ہے۔"

مونارو نے کہا۔ "ہمارا ماسٹر اپنی تھکن اتار رہا ہے۔ وہ ابھی ساجد کو مجبور کرے گا کہ وہ اپنی دلہن کو لے کر سویٹ سے باہر آئے اور اگر وہ باہر نہ نکلا تو ورنہ گن مین دروازہ توڑ کر اندر گھس جائیں گے۔"

دلدار حسین نے کہا۔ "یہ تو کھلی قانون شکنی اور دہشت گردی ہے۔ میں ڈی آئی جی ہوں۔ میرا فرض ہے کہ میں ہوٹل میں جا کر قانون سے کھیلنے والوں کو روکوں۔"

وہ لوگ قہقہے لگانے لگے۔ ایک نے کہا۔ "تمہارے کس بڑے شہر میں قانون شکنی اور دہشت گردی نہیں ہوتی؟ تم پولیس والے ہو۔ پہلے کی طرح تعاون کرو گے تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔ فرض شناسی دکھاؤ گے تو رشوت سے بھی جاؤ گے اور شاید جان سے بھی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی داؤد منڈولا وہاں آیا پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر بولا۔ "رات کے تین بجنے والے ہیں۔ وہاں ہوٹل میں دیر کیوں ہو رہی ہے؟"

پلان میکر جان لیزی نے کہا۔ "میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر ہوٹل کے منیجر سے کہا۔ "مسٹر راجر کو فون پر بلاؤ۔"

منیجر نے کہا۔ "جناب! راجر صاحب یہاں سے جا چکے ہیں۔"

"وہ کہاں گئے ہیں؟"

"جناب! مجھ سے تو صرف اتنا ہی کہا کہ وہ ہمارے ہوٹل میں کوئی ہنگامہ کرنا نہیں چاہتے۔ پھر یہ کہہ کر اپنے تمام گن مین کو لے کر یہاں سے چلے گئے۔"

جان لیزی نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "یہ کیا بکواس ہے۔ وہ ہم سے مشورہ کیے بغیر وہاں سے کیوں چلا گیا۔"

داؤد منڈولا نے کہا۔ "فون پر غصہ نہ دکھاؤ۔ ریسیور رکھ دو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ منڈولا نے پوچھا۔ "کیا تم نے اس راجر کو وہاں بھیجا تھا جو آج شام اس ڈی آئی جی کے ساتھ فرحانہ کے سویٹ میں گیا تھا؟"

"جی ہاں۔ یہ راجر بہت کام کا آدمی ہے۔ ہمارے اسلحے کے شعبے سے تعلق رکھتا ہے۔"

منڈولا نے کہا۔ "تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ فرحانہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ شام کو راجر کے دماغ سے کھیل چکی ہے اور وہ اب بھی اس کے اندر جا کر اسے ہوٹل چھوڑنے پر مجبور کر سکتی ہے۔"

"وہ رانا سرفراز کے دماغ میں بھی جا چکی تھی۔ ہمارے پاس تیسرا کوئی وفادار نہیں تھا۔"

ایک ملازم نے کہا۔ "سر! مسٹر راجر اپنے گن مین کے ساتھ آئے ہیں۔"

داؤد منڈولا نے اٹھ کر کہا۔ "مونارو اور ٹالبوٹ یہاں سے چلو۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ دولہا اور دلہن سہاگ کی سیج پر ہم سب کی موت کا ڈراما کھیل رہے ہیں۔"

وہ تینوں فوراً ہی ڈرائنگ روم سے چلے گئے۔ پلان میکر نے ملازم سے کہا۔ "صرف راجر کو اندر بھیج دو۔"

ملازم چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد راجر آیا۔ اس کے پیچھے کئی گن مین تھے۔ ان کی آمد سے ڈرائنگ روم بھر گیا تھا۔ پلان میکر جان لیزی نے کہا۔ "میں نے ملازم کو حکم دیا تھا کہ صرف تمہیں اندر آنے دے۔"

راجر نے کہا۔ "ملازم نے آپ کا حکم سنایا تھا۔ مگر آپ نے یہاں خالی ہاتھ رہ کر حکم دیا تھا اور میرے پیچھے آنے والوں کے ہاتھوں میں ہتھیار ہیں۔ حکم تو اسی کا چلتا ہے، جس کے ہاتھ میں ہتھیار ہو۔"

پلان میکر میل برکس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا تمہارے دماغ میں فرحانہ یا ساجد ہیں؟"

راجر نے کہا۔ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں، دونوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ وہ سہاگ کی سرمستیوں میں گم ہیں۔ انہیں دنیا کی کوئی خبر نہیں ہے۔"

"تم نے اور تمہارے گن مین نے ان دونوں کو قتل کیوں نہیں کیا؟"

"ان کے سویٹ کے دروازے پر ایک تختی لگی ہوئی تھی۔ اس پر لکھا تھا۔ "نیو لی میرڈ۔ پلیز ڈونٹ ڈسٹرب۔" (ابھی شادی ہوئی ہے۔ پلیز مداخلت نہ کریں۔)

جان لیزی نے غصے سے اٹھ کر کہا۔ "یہ کیا بکواس ہے۔ تم ایک تختی کی بات کر رہے ہو۔ میں نے کہا تھا وہ باہر نہ آئیں تو

دروازہ توڑ کر اندر گھس جانا۔"

"سر! کوئی آپ کے والدین کے کمرے کا دروازہ توڑ کر گھس جاتا تو آپ کیسے پیدا ہوتے؟"

وہ دہاڑتے ہوئے بولا۔ "یو شٹ اَپ! تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم اس ڈی آئی جی دلدار حسین کی طرح باغی ہو گئے ہو۔ اس بغاوت کی تمہیں سنگین سزا ملے گی۔"

"سر! میں باغی نہیں ہوں۔ مافیا کا وفادار ہوں۔ آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ ہم نے ان دولہا دلہن کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا تھا لیکن ایک پہلو کو بھول گئے۔"

"کون سے پہلو کو؟"

"یہی کہ دولہا دلہن اکیلے نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ براتی بھی ہوتے ہیں۔"

"اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟"

"مطلب یہ کہ آپ کو ان دونوں کی نکاح خوانی کا حال معلوم نہیں ہے۔ ان کا نکاح ٹیلی فون پر بھی ہوا اور خیال خوانی کے ذریعے بھی ہوا ہے۔ اور جناب علی اسد اللہ حیدری نے ان کا نکاح پڑھایا ہے۔"

دوسرے پلان میکر میل برکس نے پوچھا۔ "اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"ذرا آگے سنئے۔ دستور کے مطابق براتی آتے ہیں پھر نکاح کے بعد کھا پی کر چلے جاتے ہیں۔ لیکن ان کے براتیوں کو حکم تھا کہ دولہا دلہن کو تنہا نہ چھوڑا جائے۔"

راجر نے کہا۔ "آدمی اوپر سے کچھ ہوتا ہے اور اندر سے کچھ۔ میں بھی ان کے نکاح میں شریک تھا۔ کیونکہ میں اوپر سے راجر ہوں اور اندر سے سلمان۔"

دوسرے گن مین نے کہا۔ "میں بھی براتی ہوں اور میرا نام سونیا ثانی ہے۔"

تیسرے نے کہا۔ "نکاح کے وقت میں خیال خوانی کے ذریعے دلہن کے پاس تھی۔ میرا نام باربرا ہے۔"

چوتھے گن مین نے کہا۔ "مجھے بی جی تھرمال کہتے ہیں۔"

پانچویں گن مین نے کہا۔ "مجھے جیری کہتے ہیں۔ شاید تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہم جیسے خیال خوانی کرنے والوں کے نام معلوم ہوں۔"

چھٹے گن مین نے کہا۔ "اور جو جو کا نام تو کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ یہ ہم بچے ہیں جو اپنا اپنا نام بتا رہے ہیں۔ اگر کہیں ہمارا باپ آ گیا تو تمہارا کیا بنے گا۔"

سلمان نے راجر کی زبان سے کہا۔ "ہم ابھی تم لوگوں کو گولیوں سے چھلنی کر سکتے ہیں۔ لیکن حکومتی سطح پر تم لوگوں کا تعلق کرنل سفارت خانے سے ہے۔ تمہارے قتل ہونے سے حکومت پاکستان کو جواب دہ ہونا پڑے گا۔ لہٰذا وارننگ دی جاتی ہے کہ کل شام تک اپنے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ یہ ملک چھوڑ دو۔ ورنہ ہم ایسی موت ماریں گے کہ قتل کا الزام نہیں آئے گا۔ میڈیکل رپورٹ بتائے گی کہ تم سب طبعی موت مرے ہو۔"

راجر اباؤٹ ٹرن ہو کر جانے لگا۔ اس کے پیچھے دوسرے گن مین بھی جانے لگے۔ دونوں پلان میکر جان لیزی اور میل برکس دیدے پھاڑ پھاڑ کر خالی دروازے کو دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ دونوں دھپ سے صوفوں پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئے۔

ڈی آئی جی دلدار حسین کی آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے بھیگ گئی تھیں اور وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر کہہ رہا تھا۔ "اے ربّ العالمین! پاکستان کو تو ہی بچائے رکھ سکتا ہے۔"

○☆○

میرے بعض معزز قارئین کو یہ شکایت ہے کہ میری داستانِ حیات میں کردار بہت زیادہ ہیں اور آئندہ بھی نئے کردار آتے جا رہے ہیں۔

یہی شکایت ملک کے حکمرانوں کو اور معاشیات کے ماہرین کو ہے کہ ملک کی آبادی بہت زیادہ ہے اور آئندہ بھی آبادی بڑھتی ہی جائے گی۔

میں نے اپنی داستان کو بہت سمیٹ کر لکھا ہے۔ اس کے باوجود یہ داستان کے تسلسل کا اٹھارواں سال ہے۔ اگر میں پوری تفصیلات کا حساب کروں، جنہیں میں نے نہیں لکھا ہے تو یہ داستان کم از کم پچیس برس کا احاطہ کرے گی۔ ویسے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پچیس برس پہلے میں تنہا تھا۔ میری زندگی میں نہ سونیا آئی تھی اور نہ ہی آمنہ (رسونتی) جب آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو کردار اسی طرح بڑھنے لگے جیسے دنیا کی آبادی بڑھتی ہے۔ پچیس برس پہلے دنیا کی آبادی اتنی نہیں تھی، جتنی آج ہے۔ بیٹے، بیٹیاں، بہوئیں، عزیز رشتے دار، دوست اور دشمن اس داستان میں اگر بڑھتے جا رہے ہیں تو حالات کے تحت گم یا فنا بھی ہوتے جا رہے ہیں۔

معزز قارئین کہتے ہیں کہ کردار اتنے زیادہ ہیں کہ بعض اوقات وہ بعض کرداروں کے نام بھول جاتے ہیں۔ میں اس داستان کا راوی ہوں اور مصنف محی الدین نواب ہیں۔ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ آبادی میں اضافے کے باعث اتنے بچے اور رشتے دار ہو گئے ہیں کہ جب وہ کسی کے گھر ملاقات کرنے جاتے ہیں تو انہیں بھی ان کے بچوں کے نام یاد نہیں رہتے۔

یہ بڑا سنجیدہ اور تشویش ناک مسئلہ ہے۔ ہر شخص سوچتا ہے کہ میرے ہاں ایک اور بچہ پیدا ہو جائے گا تو بڑھتی ہوئی آبادی کے مسئلے میں فرق نہیں آئے گا۔ جبکہ آبادی قطرہ قطرہ کر کے سمندر بن رہی ہے۔

ایک پیچیدہ داستان میں کردار کا اضافہ کر کے اسے فنا کر سکتا ہے۔ کیا ہم حقیقی زندگی میں بچے پیدا کر کے انہیں مار سکتے ہیں؟ اگر

نہیں تو پھر ہم انہیں ایک دو وقت بھوکا رکھتے ہیں یا لنڈے بازار کے کپڑے پہناتے ہیں اور پھر انہیں جاہل رکھ کر جرائم پیشہ بناتے ہیں۔

میرے عزیز رشتے دار اتنے زیادہ ہیں کہ میں ان سب کو بیک وقت ایک ہی قسط میں پیش نہیں کرسکتا۔ زیادہ سے زیادہ دو چار کردار کو لے آتا ہوں۔ باقی غیر حاضر رہتے ہیں۔ ان کی غیر حاضری کی بھی معقول وجوہات ہوتی ہیں۔ تمام قارئین سونیا کو بہت زیادہ چاہتے ہیں۔ سونیا کی غیر حاضری انہیں گراں گزرتی ہے۔ لیکن اس کی مجبوریاں بھی سب جانتے ہیں کہ وہ اپنے دونوں بچوں کبریا فرہاد اور اعلیٰ بی بی ثانی کی پرورش میں مصروف ہیں۔ یہ بچے ابھی بہت چھوٹے ہیں۔ ذرا انہیں ساتویں برس تک پہنچنے دیں۔ جب یہ اپنے بچوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر آپ کے سامنے آئے گی تو آپ کی تمام شکایتیں دور ہو جائیں گی۔

آمنہ فرہاد روحانیت میں گم ہے۔ علی تیمور اور پارس کی غیر حاضری بھی قارئین کرام کو گراں گزرتی ہے۔ اس لیے انہیں باری باری کسی مہم میں مصروف رکھتا ہوں۔ آج کل پارس ایکشن میں ہے۔ اس وقت علی تیمور کتابوں کا کیڑا بنا رہتا ہے اور عملی سائنسی تجربات میں سونیا ثانی کے ساتھ مصروف رہتا ہے۔ اکثر مجھے ثانی کی ضرورت پڑتی ہے تو اسے بلاتا ہوں۔ پھر واپس بھیج دیتا ہوں۔ ثانی' جے مورگن کو ٹریپ کرکے لے آئی تھی۔ جناب تمیزی صاحب نے جے مورگن سے کہا تھا۔ "کچھ عرصہ ادارے میں رہو۔ اگر یہاں تمہیں ایک عملی اور تعمیری زندگی کا راستہ ملے تو رہ جاؤ۔ اگر یہاں کا ماحول تمہارے مزاج کے خلاف ہو تو چلے جاؤ۔ ہم نے کبھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا تابعدار نہیں بنایا۔ تمہیں بھی نہیں بنائیں گے۔"

جے مورگن وہاں کچھ عرصہ رہ کر جناب تمیزی صاحب کا عقیدت مند بن گیا تھا۔ اب وہاں باربرا اور زہریلی صفورا کے ساتھ کئی طرح کی ٹریننگ حاصل کر رہا ہے۔

فی الوقت پارس' آفرین' شی تارا' یسودہ گل وغیرہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ اس لیے داستان کے اس حصے کا تعلق کشمیر سے ہے۔

میں کشمیر کے متعلق جو جانتا ہوں' اسے چند الفاظ میں بتا دوں کہ یہ صدیوں سے مظلوم مسلمانوں کی زمین رہی ہے آج بھی ہے اور تا قیامت رہے گی۔ یہ جو بھارتی فوج کی یلغار ہو رہی ہے اور بے گناہ مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے تو یہ وہ سیاسی شرمناک تماشا ہے جو ساری دنیا کی نام نہاد امن پسند تنظیموں کے لیے باعث شرم بھی ہے اور ان کی بے حسی کا ناقابل انکار ثبوت بھی ہے۔

فلسطین' لبنان' لیبیا' بوسنیا' صومالیہ' ایران' عراق اور کشمیر وغیرہ کئی اسلامی ممالک ہیں' جہاں غیر مسلموں نے اور خصوصاً امریکا اور اسرائیل نے مظالم کی اور مختلف سیاسی ہتھکنڈوں کی انتہا کردی۔ دنیا کے نقشے میں اور بھی کئی اسلامی ممالک ہیں جو امریکا کے زیر اثر رہ کر خود کو محفوظ رکھتے ہیں اور مسلمان ہو کر دوسرے اسلامی ممالک پر ہونے والے مظالم کا تماشا دیکھتے ہیں۔

ہمیں ایک آیت یاد ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو۔ اس کا مطلب آپس کا اتحاد ہے۔ جو طاقت اتحاد میں ہے وہ انتشار اور ٹیلی پیتھی میں نہیں ہے۔ میں نے برسوں کی سلسلہ وار داستان میں سیکڑوں بار ایسے واقعات پیش کیے ہیں کہ ٹیلی پیتھی کا توڑ بھی ہو جاتا ہے۔ کبھی ہم اور کبھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود ناکام رہتے ہیں۔ لیکن اللہ کی رسی نہ کمزور ہوتی ہے اور نہ کبھی ٹوٹتی ہے۔ یہ بات اسلامی ممالک کے سربراہوں کی سمجھ میں کبھی نہیں آئی۔

ہم تیل کی دولت اور ٹیلی پیتھی کی طاقت سے کچھ نہیں کرسکیں گے۔ چونکہ مسلمانوں میں اتحاد نہیں ہے اس لیے پارس ہماری ٹیلی پیتھی کے بغیر کشمیر میں سرگرم عمل ہے۔ اور بات واضح کردوں کہ کشمیری مسلمانوں کے حوصلوں نے مجھے مجبور کیا کہ میں پارس کو اُدھر روانہ کروں۔ مجھے اسلامی ممالک سے شکایت ہے۔ اس کے باوجود جناب تمیزی صاحب کی ہدایات پر میں خود جملہ رازی کی مدد کے لیے مشرق وسطیٰ پہنچا ہوا ہوں۔

جناب اسد اللہ تمیزی کی ہدایات ہیں کہ ہم اگر ان اسلامی ممالک میں کوئی بہت بڑا کارنامہ نہ کرسکے' تب بھی اپنے پڑھنے والے مسلمانوں کو یہ بتائیں گے کہ دشمن کیسی کیسی چالیں چل رہے ہیں۔

مثلاً بھارت عالمی انسانی حقوق کی تنظیم اور دنیا کی صحافی برادری کو کشمیر میں جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ ایسا کرنے سے بھارتی جارحیت اور کشمیری مسلمانوں کی مظلومیت کی سچائی سامنے آجائے گی۔ لیکن میں اپنی داستان میں یہ اشارے دے رہا ہوں کہ یہی بھارت ارینا اور یسودہ گل کے ذریعے ویڈیو فلموں کے بہانے یہودیوں سے کس طرح جاسوسی کرا رہا ہے کہ کشمیری مجاہدین کی نشاندہی ان یہودیوں کے ذریعے ہو رہی ہے۔

سمجھنے والوں کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے اسی لیے میں نے اسلام آباد میں پوسینکل مافیا کو پیش کیا۔ یہ مافیا پاکستان میں اپنی پسند کی حکومت قائم کرنا چاہتی ہے تاکہ جو چیچے حکمران آئیں' وہ محض زبانی کشمیریوں کی حمایت کریں لیکن پاکستان کے عوام کے ارادے کشمیریوں کے لیے ایسے فولادی ہیں کہ یہاں دشمن کی ہر تدبیر ناکام ہو جاتی ہے۔

اور عیاش مسلمان کس طرح یہودی حسیناؤں سے شادی کرکے ان سے ہونے والی آئندہ مسلمان نسل کو نصف یہودی یا یہودیوں کا حامی بنا رہے ہیں۔

شاید کچھ لوگ میری داستان کو خیالی کہہ دیں مگر یہ صرف سمجھ کا پھیر ہوگا۔ ورنہ اس میں حقائق کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں۔

ایک حقیقت یہ ہے کہ بھارتی فوجی افسران کو مسلمان

کشمیریوں نے کبھی اتنی بددعا نہیں دی ہوگی جتنی کہ شی تارا نے انہیں گالیاں دی تھیں۔ وہ چاہتی تھی کہ پارس کو ہلاک نہ کیا جائے' صرف زخمی کیا جائے تاکہ وہ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنا محکوم اور تابعدار بنا سکے۔ لیکن پارس کہیں نظر آتا تو اسے زخمی کیا جاتا۔ اسی بات پر شی تارا کو غصہ آیا کہ وہ ایک حسین کشمیری عورت آفرین کے ساتھ ایک شہر میں ہے اور صرف ایک شہر میں ہزاروں فوجی اسے تلاش کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ اس نے جھنجلا کر فوج کے ایک اعلیٰ افسر کو گالیاں دیں۔ افسر نے جواباً غصہ دکھایا تو اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کردیا۔ پھر اس نے انٹیلی جنس کے ایک چیف اور فوج کے ایک کمانڈر کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا۔ اس کے بعد بحری' بری اور فضائی فوج کے تمام افسران اس کے خلاف ہو گئے۔

ایک نے کہا۔ "یہ عورت محب وطن نہیں ہے۔ اسے اپنے بھارت سے نہیں پارس سے عشق ہے۔ اسی لیے ہمیں حکم دیتی ہے کہ ہم اسے گولی نہ ماریں۔ صرف زخمی کرکے عاشق کو معشوق کے حوالے کردیں۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اسے اپنے دماغ میں آنے سے کس طرح روکیں؟"

تیسرے نے کہا۔ "ہم شراب پینے والے اسے نہیں روک سکیں گے۔ ٹیلی پیتھی کی لہروں کو روکنے کے لیے یوگا میں مہارت لازمی ہے۔"

بری فوج کے افسر نے کہا۔ "وہ ہمارے ملک میں رہتی ہے۔ کسی طرح اس کا سراغ لگانا چاہیے۔ اس نے اپنے دیس کے فوجیوں کی بہت بے عزتی کی ہے۔ جس دن وہ میرے ہاتھ آئے گی' میں اس کا قیمہ بنا ڈالوں گا۔"

"سوچنے سے تو کبھی ہاتھ نہیں آئے گی۔ اس کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون ہے؟ کیسی ہے؟ اس کی کوئی شناخت ملے گی تو بات بنے گی۔"

وہاں کی تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کے اجلاس میں یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ ایسے وقت اطلاع ملی کہ ان کا جو فوجی افسر کیدار شرما ہوٹل کی چھت پر مارا گیا تھا' وہ دراصل پارس ہے۔ یسودہ گل کے ایک ماتحت سیمسن نے پارس کو ہلاک کیا ہے اور خود بھی اس کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔

کیدار شرما اور ہیری سیمسن کی لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے اسپتال بھیجا گیا تھا۔ ایک افسر نے کہا۔ "اسپتال فون کرکے ڈاکٹر سے کہو کہ کیدار شرما کے چہرے اور گردن کو چیک کرے تب معلوم ہوگا کہ وہ اصلی ہے یا نقلی۔ ماسک میک اپ ہوگا تو پارس نظر آجائے گا۔"

ایک ماتحت نے اسپتال فون کیا تو معلوم ہوا کہ.....

اس اسپتال کا وہ خانہ' دھماکوں سے اُڑا دیا گیا ہے۔ وہاں پڑی ہوئی تمام لاشوں کے چیتھڑے اُڑ گئے ہیں۔ یہ پہچاننا ممکن نہیں رہا کہ ان میں کیدار شرما یا پارس کون ہے؟

ایک افسر نے کہا۔ "اگر پارس مر چکا ہے تو کیدار شرما کو زندہ رہنا چاہیے۔ وہ کہاں ہے؟"

کیدار شرما کی تلاش شروع ہوئی۔ وہ کہیں نہیں ملا۔ اس سے کسی طرح بھی رابطہ نہیں ہو سکا۔ تب یہ یقین ہونے لگا کہ پارس زندہ ہے اور ان کا اپنا افسر مر چکا ہے۔ لیکن چند گھنٹوں کے بعد شی تارا نے ایک کمانڈر سے رابطہ کیا اور کہا۔ "آخر تم لوگوں نے ایک یسودی سیمسن کے ذریعے پارس کو مار ڈالا۔ وہ کیدار شرما کے بھیس میں ہوٹل کی چھت پر گیا تھا۔"

کمانڈر نے کہا۔ "یہ غلط ہے۔ ہمارا افسر کیدار شرما مارا گیا ہے۔"

"میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ کسی کے بھی دماغ میں گھس کر اس کی زندگی اور موت کا پتا چلا سکتی ہوں۔ میں پارس کے دماغ میں گئی تھی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس کا دماغ مردہ ہو چکا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ کمانڈر نے پوچھا۔ "تمہاری ٹیلی پیتھی غلط نہیں کہے گی۔ پارس مر چکا ہوگا لیکن ہمارا افسر کیدار شرما کہاں ہے؟"

وہ جھنجلا کر بولی۔ "جہنم میں ہوگا تمہارا افسر۔ کسی مجاہد نے اسے مار ڈالا ہوگا۔ مجھے اس سے کیا لینا ہے۔ میں تو یسودہ گل اور اس کے ساتھیوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ انہوں نے میرے پارس کو مارا ہے' وہ سب کتوں کی موت مریں گے۔"

"آج تم خلل کر کہہ رہی ہو کہ پارس سے تمہیں عشق تھا۔ تم اپنے دیس کی بھلائی کے لیے نہیں' پارس کی بھلائی کے لیے ہم فوجیوں کا ساتھ دے رہی تھیں۔"

"میں بحث نہیں کروں گی۔ پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ ایک ہندوستانی ہوں اور ہندوستان کی بھلائی کی خاطر پارس کو اپنا تابعدار بنا کر دوسرے ملک لے جانا چاہتی تھی۔"

"تمہیں یہ تو یقین ہو گیا ہے کہ اسے ہم فوجیوں نے نہیں یسودیوں نے مارا ہے۔ اب تو بھگوان کے لیے ہمارے دماغوں میں نہ آؤ۔ ہمیں اپنا کام کرنے دو۔"

"ہاں اب میں تم لوگوں سے رابطہ نہیں کروں گی۔ یسودہ گل اور اس کے انڈر گراؤنڈ جیوز سنڈیکیٹ والوں کی شامت آگئی ہے۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ کمانڈر نے تمام افسران کو یہ خوشخبری سنائی کہ شی تارا سے ان کا پیچھا چھوٹ گیا ہے۔ اب وہ کبھی ہمارے دماغوں میں نہیں آئے گی۔

جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ انڈر گراؤنڈ جیوز سنڈیکیٹ کے دو پارٹنر تھے۔ ایک یسودہ گل اور دوسرا یسودہ

شمعون۔ ارینا ان کی دست راست تھی۔ باقی اس سنڈیکیٹ میں سولہ ایسے خطرناک مجرم تھے جو مجبور اور بے بس ہو کر اس سنڈیکیٹ کے لیے کام کر رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی بڑی بڑی کمزوریاں دستاویزی ثبوت کے ساتھ یسودہ گل کے پاس تھیں۔ جن کے ذریعے وہ انہیں بلیک میل کرتا تھا اور اپنے مفادات کے لیے ان سے مجرمانہ نوعیت کے کام لیتا تھا۔ وہ سولہ مجرم صرف یسودہ گل کو جانتے تھے۔ شی تارا نے ان میں سے ایک مجرم روشو کو اپنے اعتماد میں لیا اور وعدہ کیا کہ وہ اسے یسودہ گل کی بلیک میلنگ سے بچائے گی۔

پھر اس نے یہی کیا۔ روشو کے ذریعے یسودہ گل کو ہمیشہ کے لیے ختم کروایا۔ بھارتی فوج کے کمانڈر نے اس سے التجا کی تھی کہ پارس کی موت کی اطلاع اس کے ماں باپ کو یا بابا صاحب کے ادارے کو نہ دے۔ فرہاد یہی سمجھے گا کہ ہم نے پارس کو ہلاک کیا ہے۔

شی تارا کو یہ معلوم تھا کہ میں نے لیلیٰ کی موت کا انتقام کس بھیانک طریقے سے لیا ہے۔ کمانڈر کی یہ التجا درست لگی کہ مجھے یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میرا بیٹا بھی مارا گیا ہے۔ میں خود کبھی رابطہ کروں گا تو مجھے پارس کی موت کا علم ہو جائے گا لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ بیٹا کس طرح مارا گیا ہے۔ حقیقت چھپی رہے گی تو میں اسرائیل کی طرح بھارت کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔

وہ ہم سے یہ بات چھپا کر پارس کے قاتلوں سے انتقام لے رہی تھی۔ یسودہ گل کو ختم کرنے کے بعد ارینا کو بھی ختم کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کمانڈر کو مخاطب کیا پھر کہا۔ "تم لوگ چاہتے ہو کہ میں کبھی فوج کے کسی افسر کے پاس نہ آؤں تو میں ایک شرط پر نہیں آؤں گی۔ شرط یہ ہے کہ ارینا اور پاشا کو رہا کر دو۔"

کمانڈر نے کہا۔ "یہ معمولی شرط ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ انہیں کہاں حراست میں رکھا گیا ہے۔ بائی دی وے 'ان کی رہائی کیوں چاہتی ہو؟"

وہ بولی۔ "ہوٹل لیک ویو کی تیسری منزل کے کمرا نمبر ایک سو ایک میں جاؤ۔ وہاں یسودہ گل کی لاش ملے گی۔ پارس کی ہلاکت پر دس لاکھ پونڈ وصول کرنے والا مر چکا ہے۔ اب اس کی بھتیجی ارینا کی باری ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔ میں ابھی انہیں رہا کراتا ہوں۔"

کمانڈر نے معلومات حاصل کیں پھر حکم دیا۔ "ارینا اور پاشا کو رہا کر دو۔"

شی تارا کمانڈر کے اندر تھی۔ وہ بولی۔ "اور اسے یہ بھی بتا دو کہ میں نے یسودہ گل کو ختم کر دیا ہے اب اس کی باری ہے۔ اس کے بعد پاشا کو پھر اپنا غلام بناؤں گی۔"

کمانڈر نے رہائی کے وقت فون پر ارینا کو یہی بات بتائی۔ وہ اپنے چچا یسودہ گل کی موت پر رنجیدہ ہوئی پھر بولی۔ "شی تارا نے میرے انکل کی شراب نوشی سے فائدہ اٹھایا ہوگا ورنہ وہ یوگا کے ماہر تھے۔ میں دیکھوں گی کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ ذرا میرے پاس ایک بار آئے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

ایسا کہتے وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پھر سانس روکنے کے بعد دوسری بار سانس لے کر بولی۔ "شی تارا! میں تمہیں اپنے دماغ میں نہیں' روبرو بلا رہی ہوں۔ تم کمانڈر کے ریسیور کے ذریعے میری باتیں سن رہی ہو۔ ایک باپ کی بیٹی ہو تو کسی کو آلۂ کار نہ بناؤ۔ خود میری زندگی سے کھیلو۔ کچھ مجھے بھی کھیلنا آتا ہے۔"

شی تارا نے کمانڈر کی زبان سے فون پر کہا۔ "میں کسی کو آلۂ کار نہیں بناؤں گی۔ خود تمہاری موت بنوں گی۔ یہیں کشمیر یا ہندوستان میں تمہاری موت ہوگی۔"

"ویسے پوچھ سکتی ہوں کہ تم اچانک ہماری دشمن کیوں بن گئی ہو؟"

پاشا نے کہا۔ "میں ساری باتیں غیر معمولی سماعت سے سن رہا ہوں۔ ارینا! شی تارا صرف مجھے غلام بنانے کے لیے تمہارے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

یہ بات وہ ریسیور کے قریب بول رہا تھا۔ شی تارا نے کمانڈر کے ذریعے یہ سن کر کہا۔ "گدھے کے بچے! میں تمہیں غلام بنانے کے لیے دشمنی نہیں کر رہی ہوں۔ پارس کی موت کا انتقام لے رہی ہوں۔"

ارینا نے فون پر تعجب سے کہا۔ "یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ پارس مر چکا ہے؟ کیا تم پاگل ہو گئی ہو؟ وہ زندہ ہے۔"

"میں خیال خوانی کے ذریعے تصدیق کر چکی ہوں۔ اُس کا دماغ مردہ ہو چکا ہے۔"

"نہیں شی تارا! میں موت سے ڈرنے والی نہیں ہوں۔ مجھے شک مجھ سے ٹکراؤ۔ تمہارا پسینہ نکال دوں گی۔ لیکن یہ یقین سے کہتی ہوں کہ تمہاری خیال خوانی تمہیں دھوکا دے رہی ہے۔ پارس کوئی چال چل رہا ہے۔ میں نے اور پاشا نے ہیری نیسن اور کیدار شرما کی موت کے بعد اس کی آوازیں سنی ہیں۔ وہ ہمیں طبلہ بجا کر گانا گا رہا تھا۔ کیا تم نہیں جانتی ہو کہ وہ کتنا زبردست مکالمہ ہے۔"

شی تارا سوچ میں پڑ گئی۔ پارس سے محبت کرنے والا دل دہل مانگ رہا تھا کہ ارینا کی بات سچ نکلے اور مردہ زندہ ہو جائے۔ وہ بولی "کیا یہ سچ نہیں ہے کہ یسودہ گل نے اسے قتل کرنے کے لیے دو لاکھ پونڈ کا مطالبہ کیا تھا؟"

"یہ سچ ہے لیکن میرے انکل اور ہمسایہ شہ زور نیسن اسے قتل نہ کر سکے۔ میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟"

"میری خیال خوانی نے یقین دلایا ہے۔ اگر تم اس کے زندہ رہنے کا دعویٰ کرتی ہو تو ایک بار مجھے اس کی آواز سنوا دو۔ میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گی۔"

"مجھ سے دو دن تک دشمنی نہ کرو۔ میں پاشا کی مدد سے اُسے ڈھونڈ نکالوں گی۔"

"میں تمہیں دو ہفتے کی مہلت دیتی ہوں۔ یہ نہ سمجھنا کہ بھیس اور آواز بدل کر روپوش ہو جاؤ گی۔ میں تمہیں قبر سے بھی نکال لاؤں گی۔"

"اتنی زحمت نہیں کرنی ہوگی۔ میں تمہاری نظروں میں رہوں گی۔ اسی لیک ویو ہوٹل میں جا رہی ہوں' جب چاہو گی ہوٹل کے فون پر رابطہ کر سکو گی۔ تم نے منہ مانگا انعام دینے کو کہا ہے۔ ابھی سے سن لو۔ انعام میں پاشا کو اپنے ساتھ رکھوں گی۔ تم اسے نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔"

"وعدہ کرتی ہوں۔ پاشا تمہیں انعام میں ملے گا۔"

"ایک سوال کا جواب چاہتی ہوں۔ سچ بولو گی تو مجھے اپنے معاملات میں سنجیدہ پاؤ گی۔"

"پوچھو۔ میں سچ بولوں گی۔"

"تم خیال خوانی جانتی ہو۔ اس لیے میرے انکل کے سامنے خود اسے قتل کرنے نہیں گئی ہوگی۔ پھر یہ کہ انکل کا صرف ایک ماتحت یہاں ہے۔ اس کے سوا کوئی انکل کی کسی پناہ گاہ کو نہیں جانتا۔ اب بتاؤ تم نے قتل کے لیے کسے آلۂ کار بنایا تھا۔"

شی تارا ذرا الجھن میں پڑ گئی۔ اس نے روشو سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے انڈر گراؤنڈ جیوز سنڈیکیٹ کے مالکان کی بلیک میلنگ سے نجات دلائے گی۔ لیکن پارس کو زندہ پانا اس کی زندگی کی پہلی اور آخری خواہش تھی۔ اگرچہ وہ اس کی سماگن نہیں تھی مگر اس کے جی اٹھنے سے جیسے وہ بیوہ سے سماگن بن جاتی۔

ارینا نے پوچھا۔ "خاموش کیوں ہو گئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جس کے متعلق سوچ رہی ہوں' اسی کو تم نے آلۂ کار بنایا تھا۔"

"میں کیسے سمجھ سکتی ہوں کہ تم کس کے متعلق سوچ رہی ہو۔ اپنی سوچ پڑھنے دو تو معلوم کروں گی۔"

"یہ تو میں کہہ چکی ہوں کہ تمہیں اپنے دماغ میں آنے نہیں دوں گی۔ تم نے سچ بولنے کا وعدہ کیا ہے' سچ بولو۔"

"سچ تو یہ ہے کہ ابھی تم نے وعدہ پورا نہیں کیا ہے۔ پارس کی زندگی کا ثبوت نہیں دیا۔ کوئی کام کیا جائے تو اس کا معاوضہ یا انعام ملتا ہے۔ پاشا کو تمہیں سونپ دینے کا وعدہ کر چکی ہوں۔ اگر تم میرے کسی آلۂ کار کو جانتی ہو تو اس سے اپنے انکل کے قتل کا انتقام ضرور لو۔"

"اسے تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ لیکن تمہاری زبان سے ہم اُن لوں تو اس کی نشاندہی ہو جائے گی ورنہ میرے اندھے انتقام سے ایک بے گناہ شخص مارا جائے گا۔"

شی تارا نے کہا۔ "اور جو آلۂ کار میرے لیے بڑے کارنامے انجام دیتا ہے' میں اسے بچاتی ہوں۔ کسی کے ہاتھوں مرنے کے لیے نہیں چھوڑتی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں تم سے کیا ہوا وعدہ تو ضرور پورا کروں گی اور انعام میں پاشا کو لوں گی۔ لیکن میں اگر روشو کو ختم کروں تو پھر یہ میرا ذاتی معاملہ ہوگا۔"

"تم دوبار کسی روشو کا نام لے چکی ہو۔ پتا نہیں کس بے چارے کی شامت آئی ہے۔ میں تمہارے اس ذاتی معاملے میں کچھ نہیں بولوں گی۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ارینا اور پاشا رہا ہو کر باہر آئے۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر عبرانی زبان میں گفتگو کرنے لگے تاکہ ڈرائیور نہ سمجھ سکے۔ پاشا نے کہا۔ "تم کسی روشو کو اپنے انکل کا قاتل سمجھ رہی ہو جبکہ شی تارا اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتی ہے۔"

"وہ روشو کو اچھی طرح جانتی ہے۔ مگر انجان بن رہی ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"ایسے کہ اس نے میرے انکل کے دماغ میں گھس کر جہاں بہت سی معلومات حاصل کی ہیں' وہاں یہ بھی معلوم کیا ہوگا کہ انکل کا ایک خاص ماتحت روشو ہے اور اس سے کس طرح رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ پھر اس نے فون وغیرہ کے ذریعے رابطہ کرتے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہوگا۔"

"تمہیں روشو پر بہت غصہ آ رہا ہے۔ مگر یہ تو سوچو کہ قتل اس نے نہیں کیا۔ وہ سحر زدہ ہوگا۔ شی تارا اس کے اندر بیٹھی سب کچھ کر رہی ہوگی۔"

"تم روشو کی حمایت کیوں کر رہے ہو؟"

"حمایت نہیں کر رہا ہوں۔ حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ جس نے قتل کیا ہے' اس سے انتقام لو۔"

"تم کیا سمجھتے ہو۔ میں شی تارا کو چھوڑ دوں گی؟ جانتے ہو میں اُسے کیسے تڑپا تڑپا کر ماروں گی؟ پہلے میں اسے پارس کی زندگی کا ثبوت دوں گی لیکن کبھی اسے پارس کے سائے تک پہنچنے نہیں دوں گی۔ اگر وہ کسی ہتھکنڈے سے پہنچے گی تو میں پارس کو گولی مار دوں گی۔"

پاشا نے تعجب سے پوچھا۔ "یہ کیا بات ہوئی۔ تمہارے انکل کو قتل شی تارا نے کیا ہے اور تم پارس کو ختم کرو گی؟"

"تم عورت کی فطرت کو نہیں سمجھتے ہو۔ میں شی تارا کی تڑپ اور بے چینی کو سمجھ گئی ہوں۔ وہ اسے مردہ سمجھ رہی ہے۔ وہ مردہ زندہ ہو کر اس کے پاس آئے گا اور میں اسے مار ڈالوں گی تو شی تارا جیتے جی مر جائے گی۔ پھر ایسی ادھ مری عورت کو مارنا میرے لیے آسان ہو جائے گا۔"

ٹیکسی ہوٹل کے دروازے پر آ کر رکی۔ ہوٹل کے ملازم نے تیزی سے آ کر دروازہ کھولا۔ ارینا اور پاشا ہوٹل کے اندر گئے۔ ملازم نے ڈرائیور سے کہا۔ "ڈکی کھولو۔ میں سامان لے جاؤں

گا۔"

ڈرائیور نے کہا۔ "کیسا سامان؟ یہ سامان والے مسافر نہیں ہیں۔ میں انہیں فوجی چوکی سے لا رہا ہوں۔"

ڈرائیور اپنی گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ شی تارا اس کے اندر سے نکل کر ملازم کے اندر آ گئی۔ وہ کمانڈر کے ذریعے اس فوجی چوکی کے ایک افسر کے پاس آئی تھی' جہاں ارینا اور پاشا حراست میں تھے۔ جب انہیں رہا کیا جا رہا تھا تو اس نے افسر کے اندر رہ کر مجبور کیا تھا کہ وہ خود کسی سپاہی کے ذریعے ان کے لیے ٹیکسی والے کو بلائے۔ اس نے یہی کیا۔ سپاہی حکم کے مطابق ٹیکسی لے آیا۔ یوں شی تارا اس سپاہی کے ذریعے پہلے ڈرائیور تک پہنچ چکی تھی۔

اسے ارینا کے عزائم معلوم ہو چکے تھے کہ وہ کس طرح سچ مچ پارس کو زندہ ثابت کر کے اسے گولی مارے گی۔ اس کے سامنے دشمن کے جان لیوا ارادے کی اہمیت نہیں تھی۔ اس کے برعکس دل کو کچھ اطمینان ہو رہا تھا کہ وہ سچ مچ پارس کو زندہ ثابت کرے گی۔

وہ ملازم کے ذریعے ہوٹل کے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچ گئی۔ اگرچہ پہلے بھی منیجر وغیرہ کے اندر پہنچ چکی تھی لیکن ہوٹل کا جتنا عملہ تھا' ان کی ڈیوٹی کے اوقات بدلتے رہتے تھے۔ بہرحال ارینا اور پاشا پھر اسی کمرے میں آئے۔ اس کمرے کی صفائی ہو چکی تھی۔ بستر کی چادر وغیرہ بھی بدل دی گئی تھی۔ پاشا نے صاف ستھری چادر کو دیکھ کر کہا۔ "اس سے پہلے جو چادر بچھی ہوئی تھی اس پر پارس تمہاری لپ اسٹک سے لکھ کر گیا تھا "شکر کرو میں آیا تھا۔ میری جگہ بندوق کی گولیاں آتیں تو تم بھی ہیری سیسن کے پاس پہنچ جاتیں۔"

ارینا نے کہا۔ "ہاں میں ہیری سیسن کی موت سے گھبرا گئی۔ نہیں' میں گھبرانا نہیں جانتی۔ یوں سمجھو کہ میں اپ سیٹ ہو گئی۔ فوری طور پر دماغ میں کوئی تدبیر نہیں آ رہی تھی۔"

"اب کیا تدبیر سوچ کر آئی ہو؟"

"یہی کہ پارس نے مجھے بھی موت کی دھمکی دی ہے۔ اگر دھمکی کا مقصد مجھے یہاں سے صرف بھگانا نہیں تھا بلکہ وہ ارادے کا بھی پکا ہے تو وہ مجھے بھی قتل کرنے یہاں ضرور آئے گا۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولی۔ "تم کہتے ہو کہ غیر معمولی دماغی قوت کے حامل ہو۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر خیال خوانی کا زلزلہ پیدا نہیں کر سکتا۔"

"بے شک میرا دماغ بھی میرے جسم کی طرح فولاد ہے۔ تم آزما سکتی ہو۔"

"کیا خاک آزماؤں؟ جب وہ کمانڈر کے ذریعے فون پر بول رہی تھی تو تم اسے اپنے اندر بلا کر مجھ سے گفتگو کرا سکتے تھے۔"

"جب دو عورتیں باتوں میں الجھتی ہیں تو کسی مرد کو بولنے کا موقع نہیں دیتیں۔ ادھر کمانڈر چپ تھا' ادھر میں خاموش رہا۔ تم جانتی ہو کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ تمہاری اجازت کے بغیر بولتا نہیں ہوں۔"

ارینا نے ٹیلی فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھایا۔ پھر کمانڈر سے رابطہ کر کے بولی۔ "میں شی تارا کو پارس کی آواز کیسے سناؤں گی۔ میرا اس سے رابطہ کیسے ہو گا۔"

"تم اس ہوٹل کے منیجر اور دو چار خاص ماتحتوں سے فون پر کہہ دو کہ شی تارا نام کی کوئی عورت آئے تو اسے فوراً تمہارے کمرے میں بھیج دے۔"

"وہ کبھی روبرو نہیں آتی ہے' پھر میرے کمرے میں کیسے آئے گی؟"

"کسی ملازم کے اندر رہ کر تو آ سکتی ہے۔"

ارینا نے رابطہ ختم کر کے ہوٹل کے منیجر اور دو چار خاص ماتحتوں سے رابطہ کیا پھر ان سے یہی کہا کہ شی تارا نام کی کوئی عورت ملنے آئے تو اسے فوراً ہی کمرے میں بھیج دیا جائے۔ پھر اس نے اسرائیلی سفارت خانے سے رابطہ کر کے اسے یہودہ گل کے متعلق بتایا اور کہا۔ "میرے انکل کی لاش کو جلد سے جلد بلجیم پہنچانے کے انتظامات کر دیں۔"

سفیر نے کہا۔ "تمہارے انکل نے پارس کی لاش کا سودا کیا تھا۔ اس کا کیا بنا؟"

"مسٹر! میرے صرف انکل قتل ہوئے ہیں۔ ابھی جوز سنڈیکیٹ زندہ ہے۔ سودا پکا ہے۔ آپ لوگوں کو پارس کی موت کا یقین دلانے کے لیے اس کی لاش بھی دکھا دی جائے گی۔ میں جو کہہ رہی ہوں۔ آپ وہ کریں۔ ورنہ میں یکسوئی سے کام نہیں کر سکوں گی۔ اپنے انکل کی آخری رسومات میں الجھ جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ تمہاری انکل کی لاش کو آج ہی شام تک بلجیم بھیج دیا جائے گا۔"

ارینا نے ریسیور رکھ دیا۔ پاشا اس کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ وہ ایسا بھی تابعدار اور عورت کا غلام نہیں تھا کہ اپنی پہاڑ جیسی ہستی کو بھول کر ایک چیونٹی کے بس میں آ جاتا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ارینا کے پاس ایک آدھ ایسی دوا تھی جسے کسی بھی فولادی مرد پر استعمال کیا جائے تو وہ اس کا تابعدار ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پاشا اپنے مزاج کے خلاف ارینا کے قدموں میں تھا اور کسی عورت میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی۔ پاشا نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی۔ "میں ہوں شی تارا....."

ارینا اور پاشا چونک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ شی تارا کی آواز آئی۔ "تم مجھے اپنے اندر آنے نہیں دیتی ہو اس لیے ایک ملازم کے اندر آئی ہوں۔ یہ تمہارے لیے چائے لایا ہے۔"

"مجھے چائے کی نہیں صرف تمہاری ضرورت ہے۔ اگر واقعی

تم ہو تو پاشا کے پاس چلی آؤ۔"

دوسرے ہی لمحے میں وہ پاشا کی زبان سے بولی۔ "لو آ گئی؟"

پاشا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "میں اسے اپنے اندر محسوس کر رہا ہوں۔"

ارینا نے کہا۔ "جس وقت ہوٹل کی چھت پر ہیری اور کیدار شرما ایک دوسرے کو غلط فہمی کے باعث قتل کر رہے تھے' اس وقت پارس میرے اس کمرے میں آیا تھا۔ میری کچھ چیزیں چرا کر لے گیا تھا اور جانے سے پہلے اس بستر پر بچھی ہوئی ایک چادر پر یہ دھمکی لکھ گیا تھا کہ میں یہ کمرا یا ہوٹل چھوڑ کر نہ گئی تو ہیری سیسن کی طرح ماری جاؤں گی۔"

شی تارا نے کہا۔ "یعنی تم جان بوجھ کر اس کمرے میں آئی ہو۔ اپنی زندگی کو داؤ پر لگا رہی ہو؟"

"اس کے بغیر میں تمہیں اس کی زندگی کا ثبوت نہیں دے سکوں گی۔ تمہارا بھی ایک فرض بنتا ہے۔"

"اگر میرا کوئی فرض ہے تو ضرور پورا کروں گی۔"

"میری حفاظت کے لیے پاشا کافی نہیں ہے۔ تمہیں بھی خیال خوانی کے ذریعے میری حفاظت کرنا چاہیے۔"

"وعدہ کرتی ہوں۔ اگر واقعی پارس اس دنیا میں ہے اور وہ تمہیں قتل کرنے آئے گا تو میری بات مان کر واپس چلا جائے گا۔ تم نہیں جانتیں' وہ ہزار عداوتوں کے باوجود میری کسی التجا کو نہیں ٹھکراتا ہے۔"

"پھر تو میں مطمئن رہوں گی۔ تم جب تک چاہو' پاشا کے اندر رہ سکتی ہو۔"

"مسلسل خیال خوانی گراں گزرتی ہے۔ میں آتی جاتی رہوں گی۔"

"لیکن ابھی تمہیں موجود رہنا چاہیے۔ وہ بڑا باخبر رہتا ہے۔ اسے معلوم ہو چکا ہو گا یا ابھی معلوم ہو جائے گا کہ میں اس کی دھمکی کے باوجود اسی کمرے میں آ گئی ہوں۔"

"میں بھی سمجھتی ہوں کہ وہ بہت چالاک ہے۔ بشرطیکہ زندہ ہو۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ....."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سب نے چونک کر فون کو دیکھا۔ پھر ارینا نے آگے بڑھ کر ریسیور کو اٹھایا۔ اسے کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو۔ یس ہیلو۔ میں ارینا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم اپنا نام نہ بتاتیں' تب بھی ہمارے ہوٹل کے رجسٹر میں تمہارا نام دیکھ لیا ہے۔ تم پھر اسی کمرا نمبر ۱۰۱ سوتر میں آ گئی ہو۔"

پاشا دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز صاف سن رہا تھا۔ اسی طرح شی تارا اس کے اندر رہ کر اس بولنے والے کی آواز سن رہی تھی۔ اور وہ آواز پارس کی نہیں تھی۔

وہ آواز اور لہجہ بدل کر بول رہا تھا۔ ارینا نے کہا۔ "مسٹر! میں فون اٹینڈ نہیں رکھ سکتی۔ ایک ضروری کال آنے والی ہے۔ فون کرنے کا مقصد بتاؤ۔ ورنہ فون بند کر دوں گی۔"

"تعجب ہے' تم مجھے نہیں پہچان رہی ہو۔ میں وہی ہوں جو تمہاری تین عدد مائیکرو فلمیں چرا کر لے گیا تھا۔"

ارینا نے خوش ہو کر کہا۔ "اچھا تم پارس ہو۔ مگر یہ تمہاری آواز کو کیا ہو گیا ہے۔ اپنی اصلی آواز میں بولو۔"

شی تارا جو آواز اور لہجہ سن رہی تھی۔ اسے بوری طرح گرفت میں لینے کے بعد اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ لیکن اس بولنے والے نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ وہ پھر پاشا کے دماغ میں چلی آئی۔

اس وقت ارینا فون پر پوچھ رہی تھی۔ "تم خاموش کیوں ہو گئے۔ پلیز پارس' میں تمہاری آواز سننے کے لیے ترس گئی ہوں۔ تم نے میری محبت کو ٹھکرا دیا۔ کوئی بات نہیں' ہم دوست بن کر رہ سکتے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "تمہاری جیسی عورت کسی کی دوست نہیں رہ سکتی۔ ابھی تم نے مجھے پھانسنے کے لیے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھیجا تھا۔ میں نے فوراً ہی سانس روک لی۔ ویسے میں نے وہ مائیکرو فلمیں دیکھی ہیں۔ اس میں پارس کی کئی تصویریں ہیں۔ میں دیکھ کر حیران ہوا کہ وہ مجھ سے کس حد تک مشابہت رکھتا ہے۔ شائد اسی لیے تم مجھے پارس کی جگہ دینا چاہتی ہو۔"

وہ بگڑ کر بولی۔ "تم جھوٹے ہو۔ مکار ہو۔ تینوں میں سے کسی مائیکرو فلم میں تمہاری کوئی تصویر نہیں ہے۔"

"میں کب کہتا ہوں کہ میری تصویر ہے۔ میں تو پارس کی بات....."

وہ غصے سے چیخ کر بولی۔ "یو شٹ اپ۔ کیا تم نے بستر کی چادر پر میرے نام موت کی دھمکی نہیں لکھی تھی؟"

"بے شک۔ میں نے لکھی تھی۔"

"کیا تم نے اس دھمکی کے ساتھ پارس کا پہلا حرف "پی" نہیں لکھا تھا؟"

"لکھا تھا' لیکن تمہارے دماغ پر پارس سوار ہو گیا ہے۔ میرا نام پیارے جان ہے۔ اسی لیے پی لکھا تھا۔"

وہ جھنجلا کر بولی۔ "اگر تم میرے سامنے ہوتے تو میں تمہیں گولی مار دیتی۔"

"وہ تو میں ماروں گا۔ تم نے چادر کی تحریر کو محض دھمکی سمجھا۔ پھر ایک ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ساتھ لے آئیں۔ اس کے باوجود ایک گولی تمہارے نام کی آنے والی ہے۔ رہ گیا تمہارا پہاڑ جیسا گدھا تو پہاڑ کو ڈائنامائٹ سے اڑا دیا جاتا ہے۔ اور وہ میرے پاس نہیں ہے۔"

پاشا نے غصے سے دہاڑ کر کہا۔ "ابے او بزدل چھپنے والے! مجھے

گدھا کہتا ہے۔ میں تیرے پورے خاندان کو....."

ارینا نے کہا۔ "خاموش رہو۔ باتیں کرنے دو۔ ہیلو۔ ہیلو پارس! ہم خواہ مخواہ دشمنی کر رہے ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ کشمیر میں یہودیوں کے ایجنٹ نہ رہیں تو میں آج رات یا کل صبح تک چلی جاؤں گی۔ لیکن ہم کسی دوسرے ملک میں جا کر دوست بن سکتے ہیں۔ ہیلو۔ تم خاموش کیوں ہو۔ ہیلو۔ ہیلو۔ ہیلو....."

وہ پکارتے پکارتے تھک گئی۔ شی تارا نے پاشا کی زبان سے کہا۔ "خواہ مخواہ حلق پھاڑ رہی ہو۔ ادھر سے فون بند ہو چکا ہے۔ اگر تم کو امرود کھو گی وہ امرود نہیں بن جائے گا۔"

وہ غصے سے ریسیور پٹخ کر بولی۔ "کیا میں جھوٹ کہہ رہی ہوں! وہ مکاری دکھا رہا ہے۔ ہریات کا اعتراف کر رہا ہے کہ اس نے مائیکرو فلمیں چرائی ہیں۔ اس نے بستر کی چادر پر موت کی دھمکی لکھی ہے۔ وہ بڑے دوررس نتائج کو سامنے رکھتا ہے اسی لیے اپنے نام کا صرف پہلا حرف لکھ کر گیا۔ اب خود کو پیارے جان کہہ رہا ہے۔"

"مجھے پیارے جان نہیں' پارس چاہیے۔ میں نے پاشا کے اندر رہ کر اس کی آواز سنی۔ تم خود کہتی ہو کہ وہ پارس کی آواز نہیں تھی۔ میں نے تصدیق کے لیے خیال خوانی کی تو پیارے جان نے سانس روک لی۔ میں بار بار پارس کی اصلی آواز کو گرفت میں لے کر اسے تلاش کر چکی ہوں۔ خیال خوانی کی لہروں سے کوئی چھپ نہیں سکتا۔ صرف مُردوں کا دماغ ہی مردہ ہوتا ہے۔"

"شی تارا! تم نے خیال خوانی کرنے کی غلطی کی۔ وہ ہوشیار ہو گیا ہے۔ تم ایسا نہ کرتیں تو میں اسے اصل آواز میں بولنے پر مجبور کر دیتی۔ کیا تم نے نہیں سنا' وہ کہہ رہا تھا میرے نام کی ایک گولی آنے والی ہے۔"

"ہاں میں نے جتنی باتیں سنی ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیارے جان کوئی کشمیری ہے اور بہت وسیع معلومات رکھتا ہے۔ خاص طور پر تم یہودیوں سے دشمنی کر رہا ہے۔"

"شی تارا! تمہیں ہم پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

شی تارا نے کہا۔ "مجھے اپنے دیس سے محبت ہے لیکن میں اپنے پارس کو ہلاک کرنے والوں کی دوست نہیں بن سکوں گی۔ کسی پیارے جان کی طرف سے آنے والی گولی سے پہلے میں تمہیں ختم کر سکتی ہوں۔ صرف اس لیے ڈھیل دے رہی ہوں کہ تم میرے محبوب کو زندہ کہہ رہی ہو۔ افسوس کہ پہلے مرحلے پر تم اپنی سچائی ثابت نہ کر سکیں۔"

پاشا نے فون کے پاس سے اٹھ کر کہا۔ "میں نے بڑے بڑے فولادی مردوں کو اپنی ایک انگلی پر نچایا ہے۔ پارس مکاری دکھانے کا جو راستہ اختیار کر رہا ہے وہ بہت کچا راستہ ہے۔ اگر وہ مجھے ہلاک کرنے آ رہا ہے تو پھر یہاں رہ کر تماشا دیکھو۔ تمہیں اصل پارس نظر آئے گا۔ اگر کسی بہروپ میں ہو گا تو اسے کسی طرح زخمی کر کے تم اُس کے دماغ میں پہنچ سکو گی۔"

"بہتر ہے۔ میں ابھی پانچ منٹ میں آ جاؤں گی۔"

دوسرے لمحے میں پاشا نے کہا۔ "میں اسے محسوس نہیں کر رہا ہوں۔ وہ جا چکی ہے۔"

"تم محتاط رہو۔ کسی کے لیے دروازہ نہ کھولنا اور اپنی گن اچھی طرح چیک کر لو۔ میں اپنے پستول سے اسے ہلاک کروں گی۔ دیکھتی ہوں وہ بند کمرے میں کیسے آئے گا۔"

ان کے سامنے والے کمرے میں پارس آفرین کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھا' ارینا اور پاشا کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ دونوں جب تک فوجیوں کی حراست میں رہے تب تک پارس کو بہت کچھ کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس نے ارینا کے کمرے میں ایک جاسوسی کا آلہ چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے ارینا کی آواز آ رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ایک بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ وہ اپنی آواز بدل کر کیوں بول رہا تھا؟ کیا وہ شی تارا سے چھپ رہا ہے اور خود کو مردہ ظاہر کر رہا ہے؟"

پاشا نے کہا "اس کی کوئی چال سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ کرتا کچھ ہے' ہوتا کچھ ہے۔ جب ہوتا کچھ ہے تو نتیجہ وہ سامنے آتا ہے جس کی توقع نہیں کی جاتی۔"

پارس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر پاشا کی آواز آئی۔ "کون ہے؟"

اس نے کہا۔ "لاحول ولا قوۃ میں انسان کا نمبر ملا رہا تھا۔ یہ جانور کا نمبر کیسے لگ گیا؟"

وہ گرجنے لگا۔ "ابے جانور ہو گا تُو' تیرا پورا خاندان! میں آواز سے تجھے پہچان گیا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں ارینا کی آواز آئی۔ "ہیلو پارس! کیا تم ہو؟"

"ہاں تمہاری جرأت کی داد دینے کے لیے فون کر رہا ہوں۔ تم موت کی دھمکی کے باوجود آ گئیں۔"

"اس سے اندازہ کر لو کہ تمہیں کس طرح دل و جان سے چاہتی ہوں۔ جہاں گی تو تمہارے ساتھ' مروں گی تو تمہارے ہی ہاتھوں سے۔"

"اچھا تو مجھ سے محبت کرنے کے لیے ہیری سیمسن کو ہوٹل کی چھت پر بھیجا تھا؟"

"یہی تمہاری غلط فہمی ہے۔ یہودہ گل نامی شخص نے جو میرا چچا تھا' اس نے یہ حرکت کی تھی۔ شی تارا نے میرے انکل یہودہ گل کو ہلاک کر دیا ہے۔ شی تارا کی بات پر یاد آیا' پہلے تم آواز بدل کر کیوں بول رہے تھے؟"

اسی وقت پاشا نے دھیمی آواز میں کہا۔ "ارینا! یہ میرے پاس آ گئی ہے۔"

ارینا نے اسے آنکھ مار کر منہ پر ایک انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کو کہا۔ ادھر پارس اور آفرین نے ڈیلیٹ آلے کے

ذریعے پاشا کی بات سن لی تھی۔ پارس ریسیور پکڑے اچانک کھانسنے لگا۔ چند سیکنڈ تک کھانستے کھانستے آواز بدل کر بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنی پیدائشی آواز چھوڑ کر تمہارے مائیکرو فلم والے پارس کی آواز میں کیسے بولوں۔"

ارینا نے کہا۔ "دیکھو ابھی تم اپنی اصل آواز میں بول رہے تھے۔ تمہیں کس طرح پتا چل گیا ہے کہ وہ پاشا کے اندر رہ کر ہماری تمہاری گفتگو سننے آ گئی ہے۔"

"اچھا تو میں کوئی جادوگر ہوں یا پھر میں نے بھی تمہاری طرح کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔ مگر تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے کہ پاشا کے اندر کوئی آئی ہے۔ یعنی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کوئی عورت ہے؟ کیا یہ سچ ہے؟"

"ہاں سچ ہے۔ تم پر جان دینے والی شی تارا ہے۔ وہ ایک بار تمہاری آواز سن لے گی تو اسے ایک نئی زندگی مل جائے گی۔"

وہ بولا۔ "بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ جس شی تارا نام کی عورت کو میں نے کبھی دیکھا نہیں ہے' وہ مجھ پر جان کیسے دیتی ہے۔ کیا اُس نے مجھے پہلے کہیں دیکھا ہے۔ کیا تم مجھے کسی نئے جال میں پھانس کر اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتی ہو۔ میں تمہارے اُلّو کی طرح اُلّو نہیں ہوں۔"

پاشا نے گرج کر کہا۔ "میں خوب سمجھتا ہوں۔ وہ مجھے اُلّو کہہ رہا ہے۔"

ارینا نے پاشا کو ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اپ۔ مجھے بات کرنے دو۔"

شی تارا نے پاشا کی زبان سے کہا۔ "تم کیا بات کرو گی۔ پہلے بھی آئی تو تم اس اجنبی سے باتیں کر رہی تھیں۔ ابھی آ کر پھر اس کی آواز سن رہی ہو۔ اس اجنبی نے تمہاری مائیکرو فلمیں چرائی تھیں تو یہ تمہارا مسئلہ ہے۔ اگر تم وعدے کے مطابق پارس کی زندگی کا ثبوت دو گی تو میں اس اجنبی کو تمام فلموں کے ساتھ پکڑ کر تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

"شی تارا! میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ کوئی اجنبی نہیں تمہارا پارس ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنی اصل آواز میں بول رہا تھا۔ تمہارے آتے ہی اس نے آواز بدل دی۔"

شی تارا نے پوچھا۔ "اسے کیسے معلوم ہوا کہ میں پاشا کے اندر آ گئی ہوں۔"

"پارس کی فیملی میں بھی کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

"یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ کشمیر میں داخل ہونے سے پہلے جناب تیمرزی صاحب نے پارس سے کہہ دیا تھا کہ ان کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا' حتیٰ کہ اس کا باپ بھی اس کی مدد کو نہیں آئے گا۔ وہ دونوں بھائی پارس اور علی تیمورلوں بھی ٹیلی پیتھی کے کبھی محتاج نہیں رہتے۔ میں پورے یقین سے کہتی ہوں کہ فرہاد اور اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا رشتے دار پارس کے پاس کبھی نہیں آتا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ یہاں تنہا مارا آیا ہے۔"

پاشا نے کہا۔ "میں تمہاری اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ یہاں پارس کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ساتھی نہیں ہے۔ تم بھی میری بات مان لو۔ میں غیر معمولی سماعت کا حامل ہوں۔ میں نے کیدار شرما کی موت کے بعد اسے میز پر طبلہ بجا کر گاتا گاتا ہے اور ابھی تمہاری دوبارہ آمد سے چند لمحے پہلے ارینا سے ہونے والی گفتگو میں اس کی آواز صاف طور سے سنتا رہا ہوں۔"

شی تارا نے کہا۔ "میں تمہاری غیر معمولی سماعت اور دوسری غیر معمولی صلاحیتوں کو مانتی ہوں۔ اس اجنبی سے کہو' مجھ سے آ کر ملے۔ گرفتار ہونے کا اندیشہ ہو تو صرف مجھ سے گفتگو کرے۔"

پاشا نے کہا۔ "ارینا! تم اس شخص کو شی تارا کا پیغام پہنچاؤ۔"

"کیا خاک پہنچاؤں' اس نے فون بند کر دیا ہے۔"

شی تارا دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ میں بڑی دیر تک پاشا کے دماغ میں رہی۔ اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ اس نے واقعی کیدار شرما کی موت کے بعد بھی پارس کی آواز سنی ہے۔ اور انسانی دماغ میں چھپے ہوئے خیالات غلط نہیں ہوتے۔ زبان لاکھ جھوٹ بولے' دماغ سچ کہتا ہے۔ پھر یہ کہ خیال خوانی بھی جھوٹ نہیں بولتی۔ دماغ میں گھس کر انسان کے اندر چھپے ہوئے جھوٹ کو پڑھ لیتی تھی۔ اس کی خیال خوانی نے بتایا تھا کہ پارس کا دماغ مردہ ہو گیا ہے۔

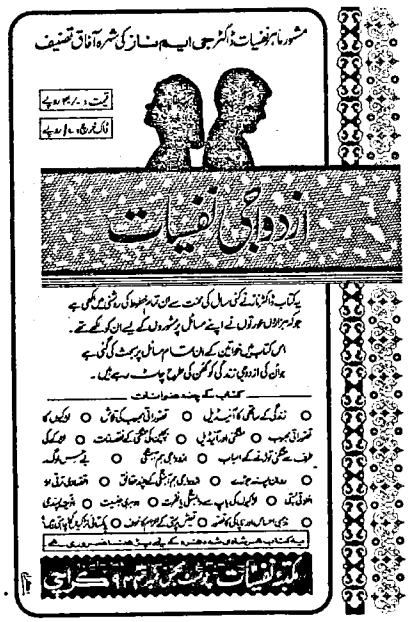
مشہور ماہر نفسیات ڈاکٹر سی ایم ناز کی شہرہ آفاق تصنیف
قیمت ۲۰/- روپے
فارن کرنسی ۱۰ روپے
ازدواجی نفسیات
یہ کتاب ڈاکٹر صاحب نے کئی سال کی محنت سے ان تمام مسائل کی روشنی میں لکھی ہے جو مرد اور عورت کو ازدواجی زندگی میں پیش آتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مسائل پر مشورہ کے لیے ان کے خط لکھے۔ اس کتاب میں خواتین کے ہر قسم کے ازدواجی مسائل پر بحث کی گئی ہے جو ان کی ازدواجی زندگی کی تلخی کی وجہ بنے ہوئے ہیں۔
کتاب میں شامل چند عنوانات
زندگی کے ساتھی کا انتخاب
تعارف کے بعد کیا کریں
لڑکیوں کو تعلیم دینا کیوں ضروری ہے
شادی سے پہلے آزمائش
بچہ کی پیدائش کے بعد
بچہ کی تعلیم و تربیت
ماں کی طرف سے بچے کو تحفظ کے اسباب
بچہ کی بیماری
بچہ کی نفسیات
ملازمت پیشہ
بچہ کی پرورش کیسے کریں
اقتصادی مسائل
ہنی مون
لڑکیوں کی جہیز سے بے اعتنائی
بچہ کی پرورش
بچہ کی بیماری
بچہ کی تعلیم
بچہ کی تربیت
بچہ کی نفسیات
بچہ کی پرورش

اسے اپنی خیال خوانی پر اعتماد تھا۔ اور وہ پاشا کی غیر معمولی سماعت سے بھی انکار نہیں کرسکتی تھی۔ وہ دوراہے پر آگئی تھی۔ ایک راہ پر پارس کی قبر تھی' دوسری راہ پر وہ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ دونوں فریب نظر تھے اور دونوں حقیقت بھی لگتے تھے۔

اس الجھن سے نکلنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ وہ میرے اور میری فیملی کے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کے پاس آکر پارس کے بارے میں انجان بن کر حقیقت معلوم کرے۔ اس نے کچھ دیر تک سوچا پھر مجھے مخاطب کیا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی میں نے سانس روک لی۔ پھر دوبارہ سانس لینے پر اس نے کہا۔

"مم..... ہیں ہوں شی تارا۔"

میں نے ناگواری سے کہا۔ "یو ڈرٹی گرل! تم نے اور تمہاری قوم نے یہودیوں کو اپنا بنا کر ہماری دنیا اجاڑ دی۔ گیٹ آؤٹ۔ پھر کبھی نہ آنا۔"

میں نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ میں نے پارس کے متعلق ایک لفظ نہیں کہا تھا۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ لوگ اپنے جذبات اور احساسات کے مطابق ایک بات کو مختلف معنی پہنا دیتے ہیں۔ میری بات کا مطلب یہ تھا کہ میری لیلیٰ کو جن یہودیوں نے ہلاک کیا' انہیں شی تارا اور اس کی قوم اپنا بنا رہی ہے۔ شی تارا نے یہ سمجھا کہ اس کے دیس والوں نے یہودیوں کو اپنا بنا کر ان کے ہاتھوں پارس کو ہلاک کردیا ہے۔

ایک باپ کی زبان سے ایسی باتیں سن کر اسے یقین آگیا۔ ایک آخری تصدیق کے لیے وہ پارس کو جنم دینے والی ماں کے پاس گئی۔ آمنہ فرہاد نے کہا۔ "تم کچھ نہ بولو۔ جاؤ تمہاری دلی مراد پوری ہوچکی ہے۔ تم اس سے دور بھاگتی تھیں۔ اب وہ تم سے دور ہوچکا ہے۔ جاؤ ماتم نہ کرو۔ خوشیاں مناؤ۔ مراد پوری ہو تو کبھی کے چراغ جلائے جاتے ہیں۔"

آمنہ فرہاد نے سانس روک لی۔ وہ پھر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اس بار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کیونکہ پارس کی ماں اور باپ دونوں سے اس کی موت کی تصدیق ہوچکی تھی۔

دائی ماں نے آکر اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ "تو اس طرح روتے روتے مرجائے گی۔ کیا کوئی مرنے والے کے ساتھ مرجاتا ہے؟ یا رونے سے مرنے والا واپس آجاتا ہے؟ بس چپ ہوجا۔ صبر کر۔ ہم میں سے ہر ایک کو دنیا سے جانا ہے۔"

وہ بولی۔ "ماں جی! مجھے ایک ہی طریقے سے صبر آسکتا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ صبر کا وہی طریقہ اختیار کر۔ ویسے کیا چاہتی ہے؟"

"پارس کے قاتلوں سے انتقام لوں گی۔ کشمیر میں کسی یہودی کو نہیں چھوڑوں گی۔ انہیں مرنا ہوگا یا وہاں سے بھاگنا ہوگا۔"

"تیرے لیے ایسا کرنا کون سی بڑے بات ہے۔ جو چاہے کر' کسی بھی طرح صبر کر۔"

جب وہ میرے اور آمنہ کے پاس آئی تھی تب پارس' آفرین کو کچھ ہدایات دے رہا تھا۔ وہ ان ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر ارینا کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو۔ میں ارینا بول رہی ہوں۔"

آفرین کو آواز بدلنے میں مہارت حاصل تھی۔ اس نے مریم کی آواز میں کہا۔ "میں پاشا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم کون ہو؟"

"میں اس کی شریکِ حیات مریم ہوں۔"

"ایک منٹ ہولڈ کرو۔" ارینا نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر پاشا سے کہا۔ "کوئی عورت خود کو تمہاری بیوی کہہ رہی ہے۔"

"وہ بکواس کر رہی ہے۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ بیوی تھی' مرگئی ہے۔ اب تمہارے سوا دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔"

"تو پھر لو ریسیور اور اس بکواس کرنے والی سے پوچھو' وہ کیا چاہتی ہے؟"

اس نے ریسیور لے کر کہا۔ "یس' میں پاشا بول رہا ہوں۔"

"اور میں تمہاری شریکِ حیات بول رہی ہوں۔"

مریم کی آواز سنتے ہی اس کے ہوش اڑ گئے۔ وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔ "تت..... تم؟ تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

"کشمیر ہر مسلمان کی آبرو ہے اور ہر مسلمان کشمیر کے لیے ہے۔ میں مسلمان ہوں۔ تم آئے تو میں بھی آگئی۔"

"مگر تم تو دہلی سے واپس چلی گئی تھیں؟"

"جو جہاز لے جاتا ہے' وہ کیا واپس نہیں لاتا؟"

"میں خوب سمجھتا ہوں' اس شیطان کے بچے نے تمہیں پھر میرے پیچھے لگا دیا ہے۔"

"تم نے شیطان کا بچہ کہاں سے دیکھ لیا؟"

"میں پارس کی بات کر رہا ہوں۔ وہ پکا بدمعاش ہے۔ وہ میری خوشیاں دیکھ نہیں سکتا۔ اس کی آنکھوں میں کیڑے پڑیں گے۔"

"کیڑے تمہارے دماغ میں پڑے ہیں' تب ہی جوان چھوکریوں کے ساتھ رہ کر اپنے بڑھاپے کو بھول جاتے ہو۔"

"تمہیں اسی نے بتایا ہوگا کہ میں اس ہوٹل میں ہوں؟"

"کیا ساری باتیں فون پر کرو گے؟ تم نیچے آؤ گے یا میں اوپر آؤں؟"

"نن..... نہیں تم ادھر نہ آنا۔ لاؤنج میں بیٹھو۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"

"تھوڑی دیر کا مطلب یہ ہوا کہ اس حسینہ کو سمجھا منا کر آؤ گے۔"

"تم تو خواہ مخواہ بحث کرنے لگتی ہو۔ پلیز میرا انتظار کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں لاؤنج میں رہوں گی۔ جلدی آنے کی کوشش کرو۔"

پاشا نے ریسیور رکھ دیا۔ ارینا اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "وہ..... وہ مریم ہے۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ بیوی مرچکی ہے؟"

"ہاں' ہمرے پیر تک مرچکی تھی۔ میں تم سے سچی محبت کرتا ہوں۔ میں نے سچ کہا تھا' وہ مرچکی تھی۔"

"بکواس کرتے ہو۔ مجھے الو بناتے ہو۔ وہ مرنے کے بعد زندہ کیسے ہوگئی؟"

"وہ۔ دراصل بات یہ ہے کہ....." اس نے اچانک ہی بات بنائی۔ "تم خود یہ تماشا دیکھ رہی ہو کہ پارس بھی مرنے کے بعد زندہ ہوگیا ہے۔ مگر شی تارا کو یقین نہیں آرہا ہے۔ اسی طرح تمہیں یقین نہیں آئے گا کہ مردے کبھی کبھی زندہ ہوجاتے ہیں۔"

"پارس مرا ہی کب تھا؟ وہ اپنے فراڈ کے باعث زندہ ہے۔"

"وہ مریم کہاں کہتا ہے۔ کیا اس نے اپنی طرح فراڈ کرکے اپنی ماں کو زندہ نہیں رکھا ہوگا؟"

وہ کچھ سوچ کر بولی۔ "اس کا مطلب ہے وہ مریم کے ذریعے ہمارے خلاف کوئی چال چل رہا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ اسی لیے اس نے میری مردہ بیوی کو میرے پیچھے لگا دیا ہے۔"

"وہ مردہ نہیں' زندہ ہے۔ ریوالور لے کر نیچے جاؤ اور اسے ہمیشہ کے لیے مردہ بنا دو۔"

"یہ..... یہ کیا کہہ رہی ہو۔ مم۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک نہیں کرسکتا۔"

"کیوں نہیں کرسکتے؟ کیا اب بھی اس سے محبت کرتے ہو؟"

"نن..... نہیں۔ محبت تو صرف تم سے کرتا ہوں۔ مگر وہ میری زندگی کی پہلی عورت ہے۔ پہلی دُلہن ہے۔ جب میں بہت غریب تھا' تب بھی وہ میرے برے وقت میں' میری دکھ بیماری میں میری خدمت کرتی رہی۔"

"زیادہ بیوی پرستی نہ دکھاؤ۔ بعد میں تم نے بھی اسے بہت دولت دی ہوگی اور اسے عیش و آرام سے رکھا ہوگا۔"

"ہاں مگر وہ ایک طرف پڑی ہے تو پڑی رہنے دو۔ بوڑھی ہوگئی ہے۔ تھوڑی سی زندگی گزار کر خود مرجائے گی۔"

"کوئی اور موقع ہوتا تو میں تمہاری بات مان لیتی لیکن پارس اس کے ذریعے کوئی چال چل رہا ہے۔ تمہارے ساتھ میں بھی بری طرح پھنسوں گی۔ فلہٰذا اسے ختم کردو۔"

وہ عاجزی سے بولا۔ "میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ وہ عورت میرے لیے کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی بہت کچھ ہے۔ اس نے بیوی بن کر محبت کی۔ ایک ماں کی طرح مصیبت میں کام آتی رہی اور ایک

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و
تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص
کی آپ بیتی، ھُوَ جس کی دوست
تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر
تھا، آگ اس کے بدن کو نمود دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے
کے ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں
ڈائیٹا

پانچ حصوں میں مکمل

قیمت فی حصہ ۲۵ روپے * ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز

نرس بن کر میری بیماریاں دور کرتی رہی۔ بعض بیویاں ایسی ہوتی ہیں' جنہیں مرد دھوکا دے کر بھی ان سے گہری عقیدت رکھتا ہے۔"

ارینا اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "یہاں آؤ اور میرے روبرو بیٹھو۔"

وہ اس کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ وہ بولی۔ "میری آنکھوں میں دیکھو۔"

وہ دیکھنے لگا۔ ان بڑی بڑی ہلکی سرخ آنکھوں میں ڈوبنے لگا۔ ارینا کے پاس ایک ٹیوب تھا' جس میں ایک دوا تھی' وہ دوا ہم کی طرح پیشانی پر لگائی جاتی تھی۔ ایک رات ارینا نے اس کی پیشانی پر اسے لگاتے ہوئے کہا تھا۔ تم میرے دیوانے ہو اور دیوانہ اپنی محبوبہ کا تابعدار بن کر رہتا ہے۔ آئندہ تم میرے تابعدار بن کر رہو گے۔

اس دوا کا اثر کئی ہفتوں تک رہتا تھا۔ پاشا پچھلی رات سے اس کا طلب گار اور تابعدار بنا ہوا تھا۔ اس وقت وہ اسے روبرو بٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "تم مجھ سے بحث نہیں کرو گے؟"

وہ سحرزدہ سا ہو کر بولا۔ "میں تم سے کوئی بحث نہیں کروں گا۔"

"تم اپنے لباس میں ریوالور چھپا کر مریم سے نیچے لاؤنج میں جا کر ملاقات کرو گے۔ اسے یہاں سے کہیں دور تفریح کے بہانے لے جاؤ گے پھر کسی ویرانے میں لے جا کر اسے گولی مار دو گے۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ سحرزدہ ہو کر اس کے سامنے سے اٹھ گیا۔ ارینا کے سوٹ کیس سے ریوالور نکال کر اسے اپنے لباس میں چھپا کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ اسے جاتے ہوئے فاتحانہ شان سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر وہ ایک صوفہ پر بیٹھ کر سوچنے لگی۔

"میری یہ مہم بری طرح ناکام ہو رہی ہے۔ وہ تین مائیکرو فلمیں بہت اہم تھیں' انہیں پارس لے گیا۔ اس نے ہیری سیمسن جیسے ناقابلِ شکست کام کے آدمی کو مار ڈالا۔ شی تارا نے انکل یہودہ گل کو ہلاک کر دیا ہے۔ اہم مشن پر آنے والے اہم یہودی افراد ایک ایک کر کے مارے جا رہے ہیں۔ اگرچہ شی تارا ہماری قوم کی دشمن نہیں ہے لیکن ہمیں پارس کا قاتل سمجھ کر ہماری دشمن بن گئی ہے۔ اس نے فون کے پاس آکر اسرائیلی سفیر سے رابطہ قائم کیا۔ اسے تمام حالات بتاتے ہوئے کہا۔ "آپ چاہیں تو بھارتی حکومت کے ذریعے ہمیں شی تارا کی دشمنی سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ ورنہ ہمارے خلاف دو طرف سے محاذ کھلے ہوئے ہیں۔ ایک طرف شی تارا ہے اور دوسری طرف پارس۔"

سفیر نے کہا۔ "اگر ہم کسی طرح پارس کو زندہ ثابت کر دیں تو شی تارا تمہاری ہماری دشمنی سے باز آجائے گی۔ کیونکہ ہم اس کے دیس بھارت کے لیے ہی کام کر رہے ہیں۔ میں تم سے دو گھنٹے بعد رابطہ کروں گا۔"

فون بند ہو گیا۔ دروازے پر دستک سنائی دی۔ وہ ریسیور رکھ کر تیزی سے دروازے کے پاس آئی اور پوچھا۔ "کون ہے؟"

پاشا کی آواز سرگوشی میں سنائی دی۔ "میں ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

"کیا اتنی جلدی کام ہو گیا؟"

"ہاں۔ مجھے ہتھیار کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ جس کار میں آئی تھی' اس میں بیٹھنے کے بعد میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ وہ اسی ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں اپنی کار کے اندر مردہ پڑی ہے۔"

پاشا کی گرفت سے بڑے بڑے شہ زور نہیں نکل سکتے تھے اس بوڑھی بیوی نے تو ایک آدھ منٹ میں ہی دم توڑ دیا ہو گا۔ ارینا مطمئن ہو کر دروازہ کھول دیا۔ جیسے ہی وہ ذرا سا کھلا پھر پوری طرح کھلتے ہی اس کے منہ پر لگا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے گئی۔ اس کے سامنے ایک قد آور شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس کا حلیہ کسی پنڈا جیسا تھا۔ سر کے بڑے بڑے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی داڑھی مونچھیں تھیں۔ آنکھوں پر سیاہ چشمہ اور ایک ہاتھ میں ریوالور تھا۔ ریوالور نے ارینا کو خاموش رہنے پر مجبور کیا تھا۔ ورنہ وہ چیخنا شروع کر دیتی۔ وہ گھبرا کر بولی۔ "کون ہو تم؟"

وہ بولا۔ "میں نے وارننگ دی تھی کہ اس کمرے میں دوبارہ نہ آنا۔ آؤ گی تو موت بھی آئے گی۔"

وہ مجبوراً خوشی ظاہر کرتی ہوئی بولی۔ "اوہو تو تم پارس ہو۔ میں تمہیں دل و جان دے چکی ہوں۔ بے شک میری جان لے لو۔ مگر ایک بار شی تارا سے باتیں کر لو۔"

"یہی تو سارا کھیل ہے۔ بھارت تم لوگوں سے کام لے رہا ہے اور وہ بھارتی' یوی میری خاطر تمہارے تمام یہودی جاسوسوں کی جان کی دشمن بن گئی ہے۔ اسے کہتے ہیں سیاست کہ میں کچھ کروں یا نہ کروں' وہ تم لوگوں کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دے گی۔"

"جب وہ ہمیں بھاگنے پر مجبور کر دے گی تو تم یہ سائلنسر لگا ہوا ریوالور کیوں لے کر آئے ہو؟"

"میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گا۔ تم چلتے وقت خوب اٹھلا کر چلتی ہو۔ ایسا لگتا ہے پورا شباہی بدن رقص کر رہا ہے۔"

"تم ایک بار میرے بدن کو ہاتھوں میں لے کر دیکھو۔ تمہیں یہیں جنت مل جائے گی۔"

"مرو ایسی ہی جنت کے دھوکے میں جہنم تک پہنچ جاتے ہیں۔ اگر چلتے وقت تمہارا بدن رقص کرتا ہوا محسوس نہ ہو اور تم لنگڑانے ہو جاؤ تو کوئی تمہاری طرف نہیں دیکھے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے اس کے ایک پیر میں گولی ماری۔ وہ چیختی مارتی ہوئی اچھل کر فرش پر گری۔ پارس نے آگے بڑھ کر اس کے حلق پر پیر رکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے سائلنسر اسی لیے لگایا ہے کہ

آواز نہ ہو۔ اس لیے چیخنے کی حماقت نہ کرو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ دبا کر اپنی چیخیں روکنے لگی۔ وہ بولا۔ "تم میری چال سمجھ گئی ہو کہ میں خود کو مقتول ظاہر کر کے شی تارا کو تم سب کے خلاف میدانِ عمل میں لے آیا ہوں۔ اب تم زخمی ہو' اسے اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکو گی۔ تمہارے چور خیالات اسے بتائیں گے کہ ایک بیرونی اجنبی نے تمہیں گولی ماری اور تم یقین سے اسے پارس کہو گی۔ لیکن اسے یقین نہیں آئے گا کیونکہ میں جسے موت کی دھمکی دیتا ہوں اسے زندہ نہیں چھوڑتا بلکہ تمہیں صرف لنگڑی بنا کر جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اس سے دور ہٹ گیا۔ پھر پلٹ کر وہاں سے چلا گیا۔ اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ اسے دوسروں سے بھی چھپنے میں کتنی دیر لگ سکتی تھی۔ کمرا تو بالکل ہی سامنے صرف دو قدم کے فاصلے پر تھا۔ وہ اس دروازے سے نکل کر اس دروازے کے پیچھے چلا گیا۔ کوریڈور میں ویرانی سی تھی۔ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔

وہ ایک گولی اس کے پیر میں دھنس گئی تھی۔ اس لیے اس پر بے ہوشی طاری ہو رہی تھی۔ وہ اپنی پوری قوتِ ارادی سے گھنٹی ہوئی ٹیلی فون کی طرف بڑھنے لگی۔ لہو تیزی سے بہہ رہا تھا اور قالین پر پھیلتا اور جذب ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر رکتی ہوئی سانسوں کے درمیان بولی۔ "ہیلپ... روم نمبر فور ون سیون۔ پلیز جلدی آؤ۔ میں مر رہی ہوں۔"

ایسا کہتے کہتے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا اور وہ فرش پر ڈھلک کر بے ہوش ہو گئی۔ ہوٹل کے چند ملازمین جلد ہی وہاں پہنچ گئے۔ تب انہیں پتا چلا کہ کسی نے اس کے پیر میں گولی ماری ہے۔ فوراً ہی ایمبولنس طلب کی گئی۔ اسے اسپتال پہنچایا گیا۔

پاشا نیچے جا کر مریم کو لاؤنج میں تلاش کر رہا تھا۔ جب ارینا کو ایمبولنس میں لے جایا جا رہا تھا تب ہی اسے پتا چلا کہ اس کے کمرے سے نکلتے ہی واردات ہو گئی ہے وہ بھی اسی ایمبولنس میں اس کے ساتھ اسپتال پہنچا۔ پولیس افسر پوچھ رہا تھا۔ "اسے گولی کس نے ماری ہے؟"

وہ بولا۔ "میں کیا بتا سکتا ہوں۔ فنگر پرنٹس وغیرہ گواہ ہیں کہ میں نیچے لاؤنج میں تھا۔"

آپریشن تھیٹر میں اس کے پیر سے گولی نکال دی گئی۔ وہ کئی گھنٹوں تک بے ہوش رہی۔ آدھی رات سے پہلے اسے ہوش آیا۔ اس نے بیان دیا کہ اس کے کمرے میں پارس آیا تھا' وہی اس کے پیر میں گولی مار کر گیا ہے۔

پولیس افسر نے ایک فوجی اعلیٰ افسر سے فون پر رابطہ کر کے کہا۔ "سر! کیدار شرما اور پارس کا معاملہ الجھتا جا رہا ہے۔ دونوں میں سے کون گم ہو گیا ہے اور کون مر چکا ہے۔ اس کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔"

فوجی اعلیٰ افسر نے کہا۔ "تصدیق ہو چکی ہے۔ شی تارا کی سوچ کی لہروں نے پارس کے مردہ ہونے کی تصدیق کر دی ہے۔"

"تو سر! جیوز سنڈیکیٹ کی ارینا اسپتال میں ہے۔ اس کا بیان ہے کہ پارس نے اس کے کمرے میں آکر اسے ریوالور کی ایک گولی سے زخمی کیا تھا۔"

"کیا ارینا نے پارس کو اچھی طرح دیکھا تھا؟"

"دیکھا نہیں تھا۔ پہچانا تھا۔ وہ بھیس بدل کر آیا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا کہ ایک بھی یہودی اور امریکی ایجنٹ کو کشمیر میں رہنے نہیں دے گا۔"

"ایسی باتیں دوسرے مسلمان بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس سے پارس کے وجود کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔"

"لیکن سر! وہ بھیس میں رہنے کے باوجود پارس کو پہچان رہی تھی۔ اس کا ساتھی پاشا بھی پورے یقین سے اسے پارس کہہ رہا ہے۔"

"صرف کہنے سے نہیں' اسے دیکھنے سے یا کہیں اس کی موجودگی کا کوئی ٹھوس ثبوت پیش کرنے سے تصدیق ہو گی۔"

فون بند کر دیا گیا۔ پھر اس کی گھنٹی بجنے لگی۔ پولیس افسر نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے پارس نے کہا۔ "میں مسٹر پاشا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

پاشا وہیں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ افسر نے اسے ریسیور دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولا۔ "میں پاشا ہوں۔"

"ابے چپ' پاشا ہے یا زن مرید؟ میں کسی عورت کے غلام سے بولنا نہیں چاہتا۔"

وہ غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا۔ "ابے زن مرید ہو گا تو اور

تیرا پورا خاندان۔ مرد کا بچہ ہے تو سامنے آ۔ تو نے میرے جاتے ہی میری عورت کو گولی ماری ہے۔ میں تجھے بھی گولی ماروں گا۔"

"ٹیلی فون کے ریسیور سے گولی نہیں چلتی' نکڑی عورت کے نکڑے آم!"

افسر پاشا کو جھنجوڑ کر پوچھ رہا تھا۔ "یہ تم فون پر کسے غصہ دکھا رہے ہو؟ تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ پارس سے بول رہے ہو؟"

"جی ہاں جناب! یہ وہی بدمعاش ہے۔ آپ خود اس کی آواز سن لیں۔"

افسر نے ریسیور لے کر پوچھا۔ "کیا تم واقعی پارس بول رہے ہو؟"

"تم کون ہو؟"

"میں ایک پولیس افسر بول رہا ہوں۔ تمہاری بھلائی کے لیے سمجھتا ہوں کہ اگر پارس ہو تو خود کو قانون کے حوالے کردو۔"

"اول تو میں کوئی مجرم نہیں ہوں۔ اپنا نام پارس رام رکھنا کوئی جرم نہیں ہے۔ دوم یہ کہ... کوئی ایسا مجرم دیکھا ہے جو خود کو قانون کے حوالے کرتا ہے؟ خود کو قانون کے حوالے کرنے والا جرم ہی کیوں کرے گا؟ آپ کو کس گدھے نے پولیس میں نوکری دی ہے۔"

افسر نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "میو شٹ اپ۔ تمہارا نام پارس رام ہے تم یہاں حاضر ہو جاؤ۔"

پاشا نے کہا۔ "وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اس کا نام پارس علی ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ وہ سیدھی طرح یہاں حاضر نہیں ہوگا۔ آپ مجھے اس سے باتیں کرنے دیں۔"

اس نے ریسیور لے کر پوچھا۔ "تم کیوں ہمارے پیچھے پڑ گئے ہو؟"

"میں فون بند کر رہا ہوں۔ تم اپنی قوت سماعت سے میری باتیں سنو۔"

فون بند ہو گیا۔ پاشا نے ہیلو ہیلو کہہ کر پکارا۔ پھر ریسیور رکھ کر پارس کی آواز پر توجہ دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "پاشا! تم کیا ہو؟ اس بات پر غور کرو کہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے سے آدمی طاقتور نہیں ہوتا۔ کتنے ہی افراد نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا مگر وہ کوئی اچھا کام کرنے سے پہلے ہی خاک ہو گئے کیونکہ چھوٹی بڑی صلاحیتوں کو کام میں لانے کے لیے ذہانت اور ارادوں کی پختگی لازمی ہے اور یہ تم میں نہیں ہے۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "اچھا میں ناکارہ ہوں؟ تم استاد بن کر سبق نہ پڑھاؤ۔"

پھر اسے غلطی کا احساس ہوا کہ وہ فون پر نہیں بول رہا ہے اور پارس اس کی کوئی بات نہیں سن سکتا ہے۔ کیونکہ وہ غیر معمولی سماعت کا حامل نہیں ہے۔

اُدھر سے پارس نے کہا۔ "تم عقل کی کوئی بات سمجھو یا نہ سمجھو' مگر آخری بات سن لو۔ تم ارینا سے نجات پاؤ گے تو شی تارا پھر تمہیں غلام بنا لے گی کیونکہ تم خود اپنے کام نہیں کر سکتے۔ دوسرے تم سے بھرپور کام لے سکتے ہیں۔ لہٰذا عورتوں کی غلامی سے نجات چاہتے ہو تو فوراً کشمیر سے چلے جاؤ۔ بس اب تم میری آواز نہیں سنو گے۔"

ادھر سے وہ خاموش ہو گیا۔ پاشا اس کی آواز سننے کے لیے توجہ دیتا رہا اور ایک کرسی پر بیٹھا اپنی بے بسی پر پیچ و تاب کھاتا رہا۔ ارینا اسے اپنا باڈی گارڈ یعنی حسین جسم کا محافظ سمجھتی تھی اور وہ اس کی حفاظت نہیں کر سکا تھا۔

اب پارس کی چالاکی اس کی سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہاں کوئی مریم نہیں آئی تھی۔ پارس نے اسے اُلو بنا کر ہوٹل کے نیچے بھیجا تھا اور اوپر کمرے میں آ کر اپنا کام کر گیا تھا۔ اب وہ دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا کہ جسمانی طاقت اور دوسری صلاحیتیں' عقل کی محتاج ہوتی ہیں۔ اس کے پاس کئی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں لیکن پارس جیسی ذہانت یا چالاکی نہیں ہے۔

دوسری صبح شی تارا نے پوجا کو اپنی ڈی بنا کر سری نگر بھیج دیا۔ جن دنوں پاشا اس کا غلام تھا ان دنوں اس نے اپنی جسمانی بُو پوجا میں منتقل کرائی تھی اور اپنے بدن کی بُو میں بھی تبدیلی کرائی تھی لیکن اتنی محنت کے باوجود پارس اس کی تنہائی میں پہنچ گیا تھا۔ یعنی جو بُو تبدیل کی گئی تھی اس سے بھی آشنا ہو گیا تھا۔

اب اس کی موت کا یقین ہونے کے بعد بھی وہ خود سری نگر نہیں آئی' پوجا کو میدان عمل میں بھیج دیا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ ہوٹل لیک ویو میں جا کر ارینا کو اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اس نے پارس کو زندہ ثابت کرنے کے لیے دو دنوں کی مہلت مانگی تھی۔ اس لیے اسے زندہ چھوڑ دیا گیا تھا۔

اس بار پوجا کسی طرح ارینا کو زخمی کرنے والی تھی تاکہ شی تارا اس کے چور خیالات پڑھ سکے۔ پھر یہ کہ وہ پوجا کو آلۂ کار بنا کر یہودیوں اور امریکی ایجنٹوں کو وہاں سے بھگانا چاہتی تھی۔ وہ ہوٹل پہنچی تو پتا چلا گزشتہ شام کو پارس نے ارینا پر گولی چلائی تھی۔ اب وہ اسپتال میں ہے۔

وہ اسپتال میں ارینا کے پاس آئی پھر بولی۔ "یہ ہماری پہلی ملاقات ہے لیکن تم نے مجھے آواز سے پہچان لیا ہوگا؟"

ارینا نے چونک کر پوچھا۔ "تم؟ شی تارا ہو؟ تمہاری آواز بالکل ویسی ہی ہے۔"

"ہاں۔ میں بالکل وہی شی تارا ہوں۔"

"کیا تمہیں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ میں تمہیں ٹریپ کر سکتی ہوں۔ یہاں میرے بڑے ذرائع ہیں۔"

"کتنی خوش فہمی ہے تمہیں؟ ٹیلی پیتھی کے جال میں پھنس کر مجھے پہچاننے کی بات کرتی ہو۔ کیا تم مجھے اپنے دماغ میں تڑپتے

روک سکتی ہو؟"

گولی کھانے کے بعد ارینا کا رنگ پہلے ہی اُڑا ہوا تھا۔ اس بات نے رہا سہا رنگ بھی اُڑا دیا کہ شی تارا اب اس کے اندر بھی گھس آئی ہے۔ یہ بات وہ بھول گئی تھی کہ زخمی ہونے کا سب سے بڑا نقصان یہی ہے اور پارس کا طریقۂ کار بھی سمجھ میں آیا کہ اس نے اسے جان سے کیوں نہیں مارا؟ یہ زندگی موت سے بھی بدتر تھی کہ وہ شی تارا کی مٹھی میں آ گئی تھی۔

شی تارا نے پوجا کے ذریعے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم درست سوچ رہی ہو۔ ٹیلی پیتھی کے جال میں پھڑپھڑاتی رہو گی۔ لیکن نکل نہیں پاؤ گی۔"

"شی تارا! تم مجھے دوست بنا لو تو بہتر ہے' کنیز نہ بناؤ۔ میں یہ توہین برداشت کرنے سے پہلے خودکشی کر لوں گی۔"

"یہی تو مشکل ہے کہ اب تم اپنی مرضی سے مر بھی نہیں سکو گی۔ یقین نہ ہو تو سرہانے پھل کاٹنے کا چاقو رکھا ہے۔ اٹھاؤ اور اسے اپنے سینے میں گھونپ لو۔ زندہ رہو گی تو میرے اشاروں پر ناچتی رہو گی۔"

ارینا نے سر گھما کر پھلوں کے پاس رکھے ہوئے چاقو کو دیکھا۔ پھر اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن ہاتھ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا۔ اس نے دوسری بار پھر ویسی ہی ناکام کوشش کی پھر پلٹ کر پوجا کو دیکھا' وہ مسکرا کر بولی۔ "اچھا۔ اٹھا لو چاقو۔"

اس بار اس کے ہاتھ نے حرکت کی۔ اس نے چاقو کو اٹھا لیا۔ پوجا نے کہا۔ "لیکن تم اسے استعمال نہیں کر سکو گی۔"

ارینا کسی کے بھی زیر اثر رہنے کو اپنی توہین سمجھتی تھی۔ پھر ٹیلی پیتھی تو ایسی ظالم گرفت تھی کہ آئندہ شاید ہی وہ شی تارا سے نجات حاصل کر پاتی۔ اس نے چاقو کے تیز اور جان لیوا پھل کو اپنے سینے میں پیوست کر لینا چاہا۔ لیکن اچانک ہی بے اختیار اس چاقو کو دور ایک طرف پھینک دیا۔

پوجا نے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ تم اپنی مرضی سے مر بھی نہیں سکو گی۔ اب خاموش پڑی رہو اور اپنے چور خیالات پڑھنے دو۔"

وہ کچھ بولنا چاہتی تھی لیکن بول نہ سکی۔ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ چپ چاپ پڑی رہی۔ شی تارا اس کے خیالات پڑھتی ہی اور حیران ہوتی رہی۔ کسی بدترین جھوٹے کے چور خیالات بھی جھوٹ نہیں بولتے کیونکہ سچ دماغ کے اندر چھپا رہتا ہے۔

ارینا کے اندر چھپے سچ نے بتایا کہ کیدار شرما کی موت کے بعد پاشا نے اس کی آواز سنی تھی۔

پھر پچھلے دن وہ قاسم کے دماغ میں تھی اور ارینا جس اجنبی سے فون پر باتیں کر رہی تھی' وہ اصل میں پارس ہی تھا اور آواز بدل کر دھوکا دے رہا تھا۔

پچھلی رات وہ ایک پہنی کے بھیس میں آیا تھا اور اپنی چال بازی بتا رہا تھا کہ وہ خود کو مردہ ظاہر کر کے شی تارا کی محبت اور دشمنوں کے خلاف جذبۂ انتقام کو بھڑکا رہا ہے۔ اب شی تارا اپنے محبوب پارس کے قتل کا انتقام لینے کے لیے یہودیوں اور امریکی ایجنٹوں کو کشمیر سے بھگائے گی۔

دماغ کے اندر چھپی ہوئی ان سچائیوں نے شی تارا کے اندر پھر ایک بار امیدوں کے لاکھوں چراغ روشن کر دیئے۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر خوشی سے بستر پر لوٹ پوٹ ہونے لگی۔ اگرچہ اس کے اندر یہ سوال چیخ رہا تھا کہ اس کی سوچ کی لہروں کو پارس کا دماغ کیوں نہیں ملتا ہے؟

اب اس کا جواب سمجھ میں آ رہا تھا کہ شاید تنویمی عمل کے ذریعے پارس کی آواز اور لہجے کو بدل دیا گیا ہے۔ اس لیے پہلی آواز اور لہجہ ختم ہو چکا ہے اور اس انتقام کو وہ پارس کی موت سمجھ رہی ہے۔

پھر ایک سوال پیدا ہوا کہ وہ پہلے والی آواز پاشا اور ارینا کو اب بھی کیسے سنائی دیتی ہے جبکہ وہ ختم کر دی گئی ہے؟

اس کا جواب سمجھ میں آیا کہ پارس کے سابقہ لہجے اور آواز کو صرف خیال خوانی کرنے والوں کے لیے ختم کیا گیا ہے۔ صرف شی تارا ہی نہیں' کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا سابقہ آواز اور لہجے سے پارس کو نہیں پا سکے گا۔

دائی ماں کمرے میں آئی تو وہ بستر سے چھلانگ لگا کر دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی۔ وہ بے چاری گرتے گرتے بچی۔ اس طرح بچی کہ شی تارا نے اسے سمیٹ رکھا تھا۔ وہ بولی۔ "اری کیا ہو گیا؟ ایسے لپٹ رہی ہے کہ میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"ماں جی! وہ زندہ ہے۔ پارس زندہ ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "کیا کہہ رہی ہے؟ کیا تو نے اس سے رابطہ کیا ہے؟ بات کی ہے؟"

"میں نے براہِ راست اس سے بات نہیں کی ہے۔ وہ ارینا اور پاشا سے چھپ کر رابطہ کرتا ہے۔ میں نے ارینا کے دماغ میں گھس کر ساری حقیقت معلوم کر لی ہے۔ وہ میری محبت اور جذبات سے کھیل رہا ہے۔ میرے ذریعے اپنے دشمنوں کو کشمیر سے بھگانا چاہتا ہے۔"

وہ بول رہی تھی۔ ہنس رہی تھی اور ہنستے ہنستے ناچ رہی تھی۔ دائی ماں نے کہا۔ "بھگوان تجھے دنیا کی ساری خوشیاں دے۔ تیری محبت کو سلامت رکھے۔ تو نے فریب کھا کر ہاتھوں کی چوڑیاں توڑ ڈالی تھیں۔ میں ابھی جا کر نئی چوڑیاں لاتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ شی تارا نے پوجا کے پاس آ کر پوچھا۔ "خیریت ہے؟ کوئی کام تو نہیں بگڑا؟"

"نہیں۔ یہ ارینا بڑی دیر سے آنکھیں بند کیے پڑی ہے۔ اس لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔"

شی تارا نے اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ کمزوری کے باعث

سوگئی تھی۔ اس نے پوجا کے پاس آکر اسے پارس کے بارے میں خوش خبری سنائی۔ پوجا نے کہا۔ "مبارک ہو دیدی! اس خوشی کے موقع پر میری ایک بات مان لیں۔ آپ اس کے بغیر نہیں رہ سکیں گی۔ اب وہ کہیں ملے تو اس سے شادی کرلیں۔"

"پوجا! میری جان اُس کے لیے ہے۔ لیکن میں برہمن ہوں ایک مسلمان سے شادی نہیں کرسکتی۔"

"تو پھر اُس روز تم نے اپنی چوڑیاں کیوں توڑی تھیں۔ ایک بیوہ کی طرح سفید ساری کیوں پہن لی تھی؟ کیوں اپنے آپ کو فریب دے رہی ہو دیدی؟ اپنا حسن و شباب سب کچھ تو دے چکی ہو۔ اب ذات پات کہاں رہی؟"

"میں یہ سب کچھ مانتی ہوں۔ ہم سارے انسان ہزار گناہ کرنے کے باوجود اپنی اپنی جگہ ہندو' مسلمان' یہودی اور عیسائی ہوتے ہیں۔ میں ہر طرح پارس کی ہونے کے باوجود ایک ہندو برہمن ہوں اور مرتے دم تک رہوں گی۔ وہ میرا دل' میری جان اور میرا بدن لے سکتا ہے۔ مگر دھرم نہیں لے سکے گا۔"

"یہ تمہاری اپنی سوچ ہے۔ میں بحث نہیں کروں گی۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"میں نے پوری طرح تمہیں اپنی ڈی بنا دیا ہے۔ میری جتنی ڈی عورتیں ہیں' وہ سب میری ماتحت ہیں۔ مگر تم میری چھوٹی بہن ہو۔ میں تمہیں حکم نہیں دیتی ہوں۔ تمہیں ٹریننگ دے رہی ہوں۔"

"تم بہت اچھی ہو دیدی! بولو اب کیا کرنا ہے؟"

شی تارا نے کہا۔ "ہوٹل لیک ویو بہت اہم ہوگیا ہے۔ پارس کی موت وہاں کی چھت پر ہونے والی تھی مگر اسے مارنے والے دشمن اور گرفتار کرنے والے فوجی وہاں مارے گئے۔ اسی ہوٹل کے کمرے سے مائیکرو فلمیں چرائی گئیں اور وہیں ارینا کو زخمی کرکے اسپتال پہنچایا گیا۔ تم بتاؤ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔"

پوجا نے کہا۔ "اس سے یہ بات میری سمجھ میں آتی ہے کہ پارس کو وہاں واردات کرنے میں کچھ آسانیاں میسر آتی ہیں۔ آسانیوں سے مراد یہ ہے کہ اسے ہوٹل میں چھپنے کی کوئی جگہ مل جاتی ہے۔"

"تم تقریباً صحیح اندازہ لگا رہی ہو۔ میرا ذہن کہتا ہے کہ وہ اسی ہوٹل کے کسی کمرے میں رہتا ہے۔ چونکہ بھیس بدلا ہوا ہوگا اس لیے پہچانا نہیں جارہا ہے۔ اب تمہیں بھی وہاں ایک کمرا حاصل کرکے رہنا چاہیے۔"

"میں بالکل تمہاری ہم شکل بن کر آئی ہوں۔ وہ مجھے دور سے ہی دیکھ کر محتاط ہوجائے گا۔"

"ایک اور بات بھول رہی ہو کہ میں نے اپنے بدن کی مہک تمہارے اندر منتقل کی تھی۔ اور میں نے اپنے اندر جو مہک تبدیل کرائی تھی اس سے بھی وہ آشنا ہے۔ لہٰذا پہلے تو وہ دور سے تمہیں دیکھ کر شی تارا سمجھے گا لیکن قریب سے گزرے گا تو سمجھ لے گا کہ تم پوجا ہو۔"

"دیدی! تم نے بھی کس مرد سے دل لگایا ہے۔ اس سے تو بچنا مشکل ہی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم اپنی گاڑی میں بیٹھ کر کلر ڈ شیشے چڑھاؤ تاکہ باہر سے گزرنے والے تمہیں دیکھ نہ سکیں۔ پھر تم چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کرو۔ یوں تم پر میرا گمان نہیں ہوگا۔"

"اور بدن کی مہک کے لیے کیا کروں؟"

"زیادہ سے زیادہ پرفیوم استعمال کرو۔ بہترین پرفیوم کی کئی شیشیاں خرید کر رکھ لو۔ جب بھی کمرے سے باہر نکلو۔ اپنے لباس پر اسپرے کرلیا کرو۔ اس طرح تمہارے بدن کی قدرتی مہک خوشبو میں گم ہوجایا کرے گی۔ باہر کی کھلی فضا میں یہ اندازہ کرلیا کرو کہ وہ پرفیوم کتنی دیر تمہارے بدن کی مہک کو چھپائے رکھتا ہے۔ اسی حساب سے باربار لباس پر اسے اسپرے کرتی رہو۔"

وہ اسپتال سے باہر آگئی۔ اپنی کار میں بیٹھ کر اس کے کلر ڈ شیشے چڑھا دیئے۔ پھر شی تارا کی ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ چہرے پر اچھی خاصی تبدیلی کرنے کے بعد وہ ایک بڑے جنرل اسٹور میں آئی اور پرفیوم کی کئی شیشیاں خرید لیں۔ لیک ویو ہوٹل پہنچنے کے بعد کار سے باہر آنے سے پہلے اس نے لباس پر خوشبو اسپرے کی پھر ہوٹل کے اندر آئی۔ اس دوران شی تارا نے منیجر کے اندر رہ کر پوجا کے لیے اسی چوتھی منزل پر ایک کمرا ریزرو کرا دیا تھا جہاں پارس اور ارینا آمنے سامنے والے کمرے میں رہتے تھے۔

پارس کبھی اجے کمار کے روپ میں باہر نکلتا تھا تو آفرین اس کی دھرم پتنی کی حیثیت سے ایک گڑیا کو سینے سے لگائے اس کے ساتھ صبح دس بجے کمرے سے نکلتی تھی۔ اس عرصے میں ہوٹل کا تمام عملہ سمجھ گیا تھا کہ وہ بے چاری ذہنی مریضہ ہے۔ اس کی بچی مر گئی تھی' تب سے وہ گڑیا کو سینے سے لگائے کہتی تھی کہ میری بیٹی زندہ ہے۔ اس کا پتی اجے کمار یعنی پارس اسے روز صبح ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہے۔

پوجا اسی چوتھے فلور پر رہ کر وہاں کے ہر کمرے میں آنے جانے والے مسافروں کے متعلق معلومات حاصل کرتی رہتی تھی۔ یوں اس نے آفرین کو بھی ایک ستم رسیدہ نیم پاگل سمجھ کر نظرانداز کیا تھا لیکن آفرین کو شبہ ہوا۔ اس نے پارس سے کہا۔ "وہ جو کمرا نمبر چار سو اکیس میں جوان لڑکی رہتی ہے۔ اس کے بارے میں تم نے کوئی خاص بات نوٹ کی ہے؟"

"ہاں۔ وہ خوشبو کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی؟"

"تمہیں اس پر کیا اعتراض ہے؟"

"کل راجیو گاندھی کو بم کے دھماکے سے ہلاک کردیا گیا۔ پورے بھارت میں سوگ منایا جارہا ہے۔ لیکن اس نے کل بھی خوشبو لگائی تھی۔ آج بھی لگائی ہے' کیا وہ سکھ عورت ہے جو راجیو گاندھی کی ہلاکت پر خوشبو لگا کر خوشیاں منا رہی ہے؟"

"واقعی میں نے اس پہلو سے اس نوجوان لڑکی کے متعلق نہیں سوچا تھا۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے موبائل فون کو آپریٹ کیا اور ہوٹل کی کاؤنٹر گرل سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "میں تھانیدار منگل داس بول رہا ہوں۔"

کاؤنٹر گرل نے کہا۔ "جی فرمایئے۔"

"دہلی میں جو اتنی بڑی واردات ہوئی ہے اس سلسلے میں انکوائری ہو رہی ہے۔ تم فوراً بتاؤ تمہارے ہوٹل کے چوتھے فلور کے کمرا نمبر چار سو اکیس میں کون لڑکی ہے؟ نام کیا ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور یہاں آنے کا مقصد کیا لکھوایا ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے رجسٹر دیکھ کر کہا۔ "اس کا نام نرملا اوبناس ہے۔ دہلی سے آئی ہے۔ ایک رائٹر ہے اور کشمیر کے حالات پر مضامین لکھنے آئی ہے۔"

"نام سے معلوم ہوتا ہے وہ کوئی سکھنی نہیں ہے۔ اس کے باوجود آنجہانی راجیو گاندھی کی ہلاکت پر سوگ منانے کے بجائے سکھوں کی طرح خوشیاں منا رہی ہے اور لباس پر خوشبو لگا رہی ہے۔"

"سر! میں اس سلسلے میں کیا کرسکتی ہوں؟"

"بڑی رازداری سے اس کی اصلیت معلوم کرو۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گا۔"

اس نے فون بند کرکے آفرین سے کہا۔ "وہ لڑکی اگر نام اور بھیس بدل کر آئی ہے تو موجودہ حالات میں خوشبو لگا کر خود کو مشکوک کیوں بنا رہی ہے؟"

آفرین نے کہا۔ "اس کی کوئی مجبوری ہوگی یا وہ کوئی نفسیاتی مریضہ ہوگی۔"

"نہیں آفرین! تم نے اس لڑکی کی خوشبو پسندی کا ذکر کرکے مجھے چونکا دیا ہے۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ ایک بار کوئی لڑکی میری خفیہ ایجنسی میں آجائے تو میں اس کے بدن کی قدرتی مہک سے اسے لاکھوں میں پہچان لیتا ہوں۔"

"ہاں ایک بار تم نے ذکر کیا تھا۔ کیا وہ ایسی کوئی لڑکی ہے جو تم سے اپنے بدن کی قدرتی مہک چھپانے کے لیے ایسا کر رہی ہے؟"

"اب تو مجھے یہی سمجھنا چاہیے۔ ایک شی تارا ہی ایسی ہے جو مجھ سے اس طرح کی آنکھ مچولی کھیلتی ہے۔"

"یعنی اسے شبہ ہے کہ تم زندہ ہو اور وہ خوشبوؤں میں چھپ کر تمہیں یہاں تلاش کرنے آئی ہے۔"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ اس نے زخمی ارینا کے چور خیالات پڑھ کر میرے بارے میں بہت کچھ معلوم کرلیا ہوگا۔ اور اسے شبہ ہوگا کہ میں اسی چوتھے فلور کے کسی کمرے میں چھپا رہتا ہوں۔"

"پھر تو وہ یہاں کے ہر کمرے کے رہنے والوں کے دماغوں میں جھانکتی ہوئی ہم تک پہنچے گی۔"

"پہنچنے دو۔ تم پر جو خوبی عمل کیا گیا ہے اس کے مطابق تم ذہنی مریضہ ہو۔ تمہارے چور خیالات بھی یہی کہیں گے اور وہ جب بھی میری طرف آئے گی تو ہمارے درمیان روحانی ٹیلی پیتھی حائل ہوجائے گی۔ وہ میرے چور خیالات پڑھے گی اور اجے کمار سمجھ کر چلی جائے گی۔"

دوسرے ہوٹل کے سوئمنگ پول پر حسب معمول رونق تھی۔ کچھ عورتیں اور مرد غسل کر رہے تھے اور کچھ پول کے کنارے بچھی ہوئی میزوں کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ پوجا بھی اسی طرف آرہی تھی۔ پول میں تیرنے کو جی چاہتا تھا مگر وہ مجبور تھی۔ غسل کا مختصر سا لباس پہن کر پانی میں غوطے لگاتی تو بدن کا رہا سہا پرفیوم بھی دُھل کر رہ جاتا۔

مگر پارس یہی چاہتا تھا۔ اسی کی پلاننگ کے مطابق آفرین چلتے چلتے پوجا سے ٹکرا گئی۔ جس کے نتیجے میں گڑیا ہاتھوں سے چھوٹ کر گر پڑی۔ وہ روتی اور چیختی ہوئی گڑیا کو اٹھاتی ہوئی بولی۔ "ہائے ہائے اس کلموہی نے میری بچی کو ٹکرمار کر گرا دیا ہے۔ ہائے میری بچی کیسی لہولہان ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر کو بلاؤ' جلدی بلاؤ۔"

پارس نے گڑیا کو اس سے لے کر کہا۔ "فکر نہ کرو۔ ہماری بچی خیریت سے ہے۔"

"کیا خاک خیریت سے ہے۔ اس عورت کو میری بچی سے دشمنی ہے۔ یہ اسے مار ڈالنا چاہتی ہے۔"

یہ کہتے ہی آفرین نے تڑاخ کی زوردار آواز کے ساتھ پوجا کو طمانچہ مارا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اپنی مداخلت میں کچھ کرتی' آفرین نے زوردار دھکا دے کر اسے سوئمنگ پول میں گرا دیا۔ پارس نے کہا۔ "ارے ارے یہ کیا کرتی ہو۔"

اس نے گڑیا کو اس کے ہاتھوں میں دے کر پول میں چھلانگ لگا دی۔ پوجا گہرے پانی میں چلی گئی تھی۔ وہاں سے تیرتی ہوئی اوپر پانی کی سطح پر آرہی تھی۔ پارس نے سطح پر اس کے قریب آکر کہا۔ "میں اپنی دھرم پتنی کی طرف سے معافی چاہتا ہوں۔ شاید تم نہیں جانتیں کہ وہ ذہنی مریضہ ہے۔"

وہ تیرتی ہوئی کنارے کے زینے کی طرف آتی ہوئی بولی۔ "میں نے سنا ہے کہ وہ پاگل ہے۔ میں اس کے خلاف رپورٹ کروں گی۔ پاگل کو ہوٹل میں قیام کرنے کی اجازت نہیں ملنا چاہیے۔"

پارس نے سیڑھی کی طرف آکر اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔ "وہ خطرناک پاگل نہیں ہے۔"

وہ بولی۔ "راستہ چھوڑو۔ مجھے پانی سے نکلنے دو۔"

"تم میری بیوی کو پاگل کہتی ہو۔ تم بھی کیا پاگل نہیں ہو؟ سارا ہندوستان سوگ منا رہا ہے اور تم ایسے میں خوشبو لگا کر گھومتی ہو۔"

اسے اچانک احساس ہوا کہ ایک پگلی نے اسے پانی میں گرا کر

OTS

اس کے لباس کی خوشبو اُڑا دی ہے۔ اب اسے سیدھی یہاں سے اپنے کمرے میں جاکر لباس بدل کر دوسرا پرفیوم اسپرے کرنا چاہیے۔ وہ بولی۔ "مجھ سے بحث نہ کرو۔ مجھے جانے دو۔ میں تمہاری بیوی کی کوئی شکایت نہیں کروں گی۔"

"یہ ہوئی ناکام کی بات۔ ایک پاگل دوسرے پاگل کی شکایت نہیں کرتا۔ اب تم جاسکتی ہو۔"

وہاں اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ بیشتر افراد آفرین کو ذہنی مریضہ کی حیثیت سے جانتے تھے اس لیے بات نہیں بڑھی۔ پوجا تیزی سے چلتی ہوئی اپنے کمرے میں جانے لگی۔ شی تارا کہہ رہی تھی۔ "میں نے دونوں کے خیالات پڑھے ہیں وہ واقعی ذہنی مریضہ ہے اور دوسرا اس کا شوہر اجے کمار ہے۔"

وہ بولی۔ "دیدی! یہ بڑی مجبوری آپڑی ہے۔ دوسرے سوگ منا رہے ہیں اور میں خوشبو لگانے پر مجبور ہوں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں دو روز تک کمرے سے باہر نہ نکلوں؟"

"یہی بہتر ہے۔ پہلے تو میں نے یہی سمجھا تھا کہ پارس نے تمہاری اصلیت معلوم کرنے کے لیے اپنی ساتھی آفرین کے ذریعے تمہیں پانی میں گرایا ہے۔ لیکن وہ واقعی ذہنی مریضہ ہے اور وہ شخص اس کا شوہر ہے۔"

پوجا لفٹ کے پاس پہنچ کر رک گئی۔ وہاں ایک نوجوان نے اس کا راستہ روک کر پوچھا۔ "ابھی ساون رت نہیں آئی ہے۔ پھر کہاں سے بھیگ کر آرہی ہو۔"

وہ اس سے کترا کر لفٹ کے اندر آئی۔ وہ بھی آگیا۔ شی تارا نے پوچھا سے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ یہ اگر پارس ہوگا تو سانس روک لے گا۔ مسکراؤ اور اس سے دوستی کرو۔"

وہ مسکرانے لگی۔ وہ ذرا قریب ہو کر بولا۔ "تمہاری مسکراہٹ حوصلہ دے رہی ہے۔ کیا آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ گی؟"

"پہلی ہی ملاقات میں کھانے کی دعوت دے رہے ہو۔ مجھ میں ایسی کیا بات ہے؟"

"یہ تمہارے لیے پہلی ملاقات ہے۔ لیکن میں تین دن سے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے لباس سے اٹھنے والی خوشبو مجھے دور ہی سے متوجہ کرلیتی ہے۔ ویسے سچ کہتا ہوں۔ ابھی تم خوشبو کے بغیر اور زیادہ پُرکشش لگ رہی ہو۔ میں چاہتا ہوں آج رات ڈنر پر تم پرفیوم کے بغیر آؤ۔"

شی تارا پوجا کے اندر رہ کر یہ تمام باتیں سن رہی تھی۔ گفتگو کا انداز اور مفہوم بتا رہا تھا کہ وہ پارس ہے۔ پوجا نے چوتھی منزل میں پہنچ کر کہا۔ "آج رات میں یہاں کے ڈانسنگ ہال میں رہوں گی۔"

لفٹ کا دروازہ بند ہوگیا۔ وہ اجنبی جوان اوپر کی کسی منزل کی طرف چلا گیا۔ پوجا نے کمرے میں پہنچ کر کہا۔ "دیدی! کسی طرح تصدیق کرو کہ وہی پارس ہے۔"

"جلدی کرنے سے وہ بدک جائے گا۔ تم انجان اور معصوم بنی رہو۔ میں اس کے آس پاس رہنے والوں کے اندر جگہ بنا کر اس پر نظر رکھوں گی۔"

"ویسے دیدی! اگر وہ پارس ہے تو میرے بدن کی مہک سے مجھے پہچان گیا ہوگا۔"

"پہچاننے دو۔ وہ سمجھے گا کہ میں اس کی ہلاکت کا انتقام لینے کے لیے تمہیں آلۂ کار بنا کر یہاں لے آئی ہوں۔ اسے اسی خوش فہمی میں رکھنے کے لیے آج رات ڈانسنگ ہال میں تمہارے ذریعے میں کسی امریکی یا اسرائیلی ایجنٹ کو نقصان پہنچاؤں گی۔"

"پھر تو مزہ آجائے گا۔ پارس بڑا چالاک سمجھا جاتا ہے۔ میری دیدی بھی اس سے کم نہیں ہے۔"

"ارینا اسپتال سے واپس آگئی ہے۔ وہ اب اس ہوٹل میں رہنا نہیں چاہتی تھی لیکن میں نے اسے یہاں قیام کرنے پر مائل کردیا ہے۔ میں ابھی اُس کے پاس جارہی ہوں۔"

وہ ارینا کے پاس آئی۔ جب وہ اسپتال میں تھی تب اس نے ارینا کو اپنی معمولہ در تابعدار بنا لیا تھا اور یہ بات اس کے دماغ سے مٹا دی تھی کہ شی تارا اس کے اندر آسکتی ہے۔ وہ اس کی خیال خوانی کی لہروں کو اب محسوس نہیں کرتی تھی۔ اس وقت بھی اس نے محسوس نہیں کیا کہ پاشا کے علاوہ بھی کوئی اس کے قریب ہے۔ اس کی سوچ نے کہا۔ کوئی آدھا گھنٹا پہلے پارس نے فون کیا تھا اور کہا تھا۔ "میں نے تمہیں لنگڑا کر یہاں آتے دیکھا تھا۔ تمہاری چال میں جو حُسن تھا' وہ فنا ہوچکا ہے۔"

وہ بولی۔ "تم نے بڑا ظلم کیا ہے۔ حُسن کو سنوارا جاتا ہے' بگاڑا نہیں جاتا۔"

"میں بھی حسن کو چار چاند لگانے کا قائل ہوں۔ لیکن تم نے میری دھمکی کو مذاق سمجھا تھا۔ اس کا نتیجہ تمہیں مل گیا۔ میں تمہیں معذور بنا کر کشمیر سے جانے پر مجبور کر رہا تھا۔ لیکن تم مرنا چاہتی ہو۔ اس لیے آج رات پھر تمہارے سامنے آؤں گا۔ یہ ہمارا آخری آمنا سامنا ہوگا۔"

"تم بڑے دلیر ہو۔ دشمن کو ہوشیار کرکے آتے ہو۔ جب اتنا بتایا ہے تو یہ بھی بتا دو' کیا اسی کمرے میں آؤ گے؟"

"ہاں۔ یہ چار سو سترہ نمبر کا کمرا تمہارے لیے منحوس ہے۔ شاید اس میں تم آخری سانس لوگی۔ اور اگر میری پلاننگ کے مطابق کمرے میں نہیں رہو گی کہیں حفاظتی انتظامات کرتی رہو گی تو پھر وہیں تمہیں قتل کروں گا۔ زندگی صرف ایک ہی صورت میں مل سکتی ہے کہ فوراً سامان پیک کرو اور کشمیر سے نکل جاؤ۔"

اتنا کہنے کے بعد اس نے رابطہ ختم کردیا تھا۔ پاشا ٹیلی فون سے دور کھڑا یہ باتیں سن رہا تھا۔

اس نے کہا۔ "اب میں اس کی چال میں نہیں آؤں گا۔ اس کمرے میں تمہیں تنہا چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

"یعنی تم چاہتے ہو کہ میں اسی کمرے میں رہوں اور تم پر

حملہ آور ہوسکا کے مرجاؤں؟"

"تمہیں بھروسا کرنا چاہیے۔ تم نے میری طاقت اور غیر معمولی صلاحیتیں دیکھی ہیں۔ میں اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ دوں گا۔"

"تم اسے پکڑو گے تب توڑ پھوڑ کرو گے۔ اس نے اگر چھپ کر گولی چلائی تو کیا کرو گے؟"

"میں اس کا تعاقب کرکے اسے پکڑوں گا۔"

"میرے مرجانے کے بعد اسے پکڑو گے تو کیا میں زندہ ہوجاؤں گی؟"

"ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ پھر بھی وہ اس کمرے میں کیسے چھپ کر آئے گا۔ ہم آج شام کے بعد ہوٹل کے کسی ملازم کو بھی اندر نہیں آنے دیں گے۔"

"وہ ہم یہودیوں کو کشمیر سے بھگانا چاہتا ہے۔ اگر ہم آج ہی رات یہاں سے چلے جائیں تو وہ مجھے گولی نہیں مارے گا۔ چلو اٹھو۔ سامان پیک کرو۔"

شی تارا اس کے یہ تمام خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ارینا اس ہوٹل سے جائے۔ اس کے وہاں رہنے سے ہی وہ پارس کو ٹریپ کرسکتی تھی۔ وہ اس کے اندر رہ کر رفتہ رفتہ اس کا ارادہ بدل رہی تھی۔ اسے اس بات سے قائل کرنے لگی کہ وہ ہوٹل کے محدود ماحول میں محفوظ رہے گی۔ باہر پارس کہیں سے بھی جھپٹ کر اسے گولی مارے گا تو ایک تو وہ جان سے جائے گی۔ دوسرے پارس گرفتار نہیں ہوسکے گا۔

آخر کار اس نے اسی ہوٹل میں رہنے کا فیصلہ کرلیا۔ پوجا نے رات کے کھانے کے وقت اس اجنبی نوجوان سے ملاقات کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ شی تارا نے سوچا' ٹھیک اسی وقت وہ ارینا کو بھی ڈانسنگ ہال میں لے جائے گی۔ پوجا سے ملاقات کرنے والا اجنبی اگر پارس ہوگا تو ڈانسنگ ہال میں ارینا کی موجودگی سے ایک نیا ڈراما پلے کیا جاسکے گا۔

اُدھر آفرین نے پوچھا۔ "کیا واقعی آج رات بھیس بدل کر ارینا کے کمرے میں جاؤ گے۔"

"امید تو نہیں ہے کہ وہ لنگڑی ہونے کے بعد جان بھی دینے کے لیے کمرے میں رہے گی۔"

"اگر وہ سخت حفاظتی انتظامات میں وہاں رہے' تب کیسے جاؤ گے؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "سانپ کو بل سے نکالنا مجھے آتا ہے۔ اسے فون کروں گا کہ اس کے کمرے میں ایک ٹائم بم رکھا ہوا ہے۔ میں نے ایک الیکٹرونک آلے کے ذریعے اسے آن کردیا ہے۔ اب وہ ایک منٹ میں پھٹنے والا ہے۔"

آفرین نے مسکرا کر کہا۔ "پھر تو وہ چیخیں مارتی ہوئی کمرے سے نکلے گی۔ اب دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ پبلک پلیس میں ہوگی تو اپنا چیلنج کیسے پورا کرو گے؟"

"میں ابھی باہر جارہا ہوں۔ ایک کرائے کے قاتل سے سودا ہوچکا ہے۔ پچھلی بار جس طرح میں پنڈی کے بھیس میں گیا تھا اس بار وہ اسی بھیس میں جائے گا تاکہ ارینا کے اندر رہنے والی شی تارا کو یقین ہوجائے کہ ارینا کے پیر میں گولی مارنے والا پنڈی ہی اس بار اس کی جان لینے آیا ہے اور وہ اپنا پارس ہے۔"

دیسے پارس کو یہی توقع تھی کہ ارینا اپنے کمرے میں نہیں رہے گی۔ رات کے ساڑھے آٹھ بجے ارینا کمرے سے نکل کر نیچے ڈانسنگ ہال کی طرف جانے لگی۔ پارس نے ایک دو سراہی چکر چلایا تھا۔ اس کی تفصیل بعد میں کسی نئے باب میں پیش کی جائے گی۔ اس وقت کرائے کا قاتل ایک پنڈی کے بھیس میں اپنے کمرے سے نکل کر اسی ڈانسنگ ہال کی طرف جانے والا تھا۔

پارس نے موبائل فون کے ذریعے کاؤنٹر گرل سے کہا۔ "وہاں ڈانسنگ ہال میں مسٹر پاشا ہیں' پلیز انہیں فون پر بلائیں۔ بہت ضروری بات ہے۔"

ہوٹل کا ایک بوائے ایک پلے کارڈ اٹھائے ڈانسنگ ہال میں گھنٹی بجاتا ہوا آیا۔ کارڈ پر لکھا ہوا تھا۔ "مسٹر پاشا کا فون ہے۔ پلیز وہ کاؤنٹر پر جاکر اٹینڈ کریں۔"

پاشا نے ارینا سے کہا۔ "یہاں میرا کوئی شناسا نہیں ہے۔ ضرور اس بدمعاش پارس کا فون ہوگا۔"

ارینا اس کا ہاتھ پکڑ کر کاؤنٹر کی طرف چلتی ہوئی بولی۔ "فون دوست کا ہو یا دشمن کا' تم اٹینڈ کرو۔ دیکھو کہ کس نے فون کیا ہے اور وہ تم سے کیا چاہتا ہے۔"

پاشا نے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو۔ تم کون ہو؟"

پارس نے کہا۔ "تمہارا باپ۔ میں اسی پنڈی کے بھیس میں ڈانسنگ ہال کے اندر آرہا ہوں۔ میں تمہاری ارینا کو گولی مارنے آیا ہوں۔ تمہیں بتا دیا ہے کہ کس بھیس میں رہوں گا۔ ارینا بھی مجھے اس بھیس میں پہچانتی ہے۔ اگر تم ایک باپ کے بیٹے ہو تو مجھے گولی مار کر ارینا کے دل میں اور جگہ بناؤ۔ ورنہ شرم سے ڈوب مرو۔"

وہ بولا۔ "بزدل ڈوب کر مرتے ہیں۔ اچھا ہوا تم نے مجھے پہچان بتا دی۔ تم ڈانسنگ ہال میں آؤ۔ میں تمہیں دیکھتے ہی گولی مار دوں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر ارینا کو پارس کی باتیں سنانے لگا۔ اس وقت شی تارا اسے چھوڑ کر پوجا کے پاس آئی تھی۔ اس کے لیے ڈانسنگ ہال میں ایک میز ریزرو تھی۔ وہ وہاں بیٹھ کر اس اجنبی کا انتظار کررہی تھی۔

شی تارا یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ اجنبی بھی پارس ہے تو وہ بیک وقت پوجا اور ارینا کا سامنا کیسے کرے گا؟"

جب وہ اجنبی پوجا کے پاس آیا اور میز کے دوسری طرف بیٹھنے لگا تو پوجا کے ساتھ شی تارا بھی چونک گئی۔ کیونکہ وہ ایک پنڈی تھا۔

پوجا نے پوچھا۔ "کون ہو تم؟ تمہیں میری اجازت کے بغیر یہاں نہیں بیٹھنا چاہیے تھا۔"

وہ بولا۔ "آج دن کو تم نے یہاں میری دعوت قبول کی ہے۔ میں وہی اجنبی دوست ہوں۔ ایک ضروری کام سے بھیس بدلا ہوا ہوں۔"

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ وہ ضروری کام کیا ہے جس کے لیے منہ چھپا رہے ہو؟"

"کیا یہ ضروری ہے کہ پہلی ملاقات میں تم میرے متعلق سب کچھ جان لو۔"

"اگر اپنا سمجھتے ہو تو مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ صاف صاف بتا دو۔"

"میں کرائے کا قاتل ہوں۔ اس دھندے میں ہزاروں لاکھوں کماتا ہوں۔ آج ارینا نام کی ایک لڑکی کو قتل کروں گا تو مجھے ایک لاکھ روپے ملیں گے۔"

"تم آدھا سچ اور آدھا جھوٹ بول رہے ہو؟"

"تم یقین کرو۔ میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"ارینا کی حد تک سچ کہہ رہے ہو مگر تم کرائے کے قاتل نہیں ہو۔ اتنے زبردست ہو کہ ناممکن کو بھی ممکن بنانے کے لیے کسی کرائے کے بدمعاش سے کام نہیں لیتے ہو۔ تمہارے سامنے ارینا کی ہستی ہی کیا ہے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ارینا تیزی سے چلتی ہوئی ان کے قریب آئی۔ پھر پستول سے پوسی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گی۔ تمہیں بھی اپنی طرح لنگڑا بنا دوں گی۔"

شی تارا اس وقت ارینا کے اندر تھی۔ اسے صرف زخمی کر کے اس کے چور خیالات پڑھ کر فاتحانہ انداز میں کہنا چاہتی تھی۔ "پارس! تم بہت دنوں تک آزاد رہے ہو۔ آؤ اب میرے تابعدار بن جاؤ۔"

ارینا نے اس کی مرضی کے مطابق اجنبی پوسی کے ایک پیر میں گولی ماری۔ وہ کرسی سمیت پیچھے الٹ گیا پھر اپنے لباس سے ریوالور نکال کر ارینا کو ہلاک کرنا چاہتا تھا کہ اسی لمحہ میں پاشا نے اپنے ریوالور کی گولیاں یکے بعد دیگرے اس کے سینے میں اتار دیں اور یہ کہتا گیا "دیکھ پارس! میں ایک باپ کا بیٹا ہوں۔ تو نے مجھے چیلنج کیا تھا' میں نے اسے پورا کیا۔ میں ارینا کی زندگی کا ہیرو ہوں۔"

شی تارا اس زخمی پوسی کے دماغ میں پہنچ کر پارس کو پانے والی تھی لیکن پاشا نے اسے گولیوں سے چھلنی کر کے مردہ بنا دیا۔ اب وہ اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔ اس خیال نے ہی اسے لرزہ دیا کہ دوبارہ زندہ ہونے والا پارس ایک احمق کی حماقت سے ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا ہے۔ اس نے غصے سے تلملا کر ارینا کے ذریعے ایک الٹا ہاتھ پاشا کے منہ پر رسید کیا پھر کہا۔ "گدھے کے بچے! تو نے اسے کیوں مار ڈالا؟"

"اس نے مجھ سے بہت بڑی بات کہہ دی تھی۔ مجھے ایک باپ کا بیٹا نہیں سمجھتا تھا۔ میں نے اسے ہلاک کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ایک باپ کا بیٹا ہوں۔"

شی تارا چاہتی تو پاشا کو گولیوں سے چھلنی کر دیتی لیکن اس نے ارینا کے پستول سے اسے زخمی کیا۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ شی تارا اس کے دماغ میں آ کر بولی۔ "کتے! آئندہ تو ہمیشہ میرا کتا بنا رہے گا۔ ارینا کی سوچ بتا رہی ہے کہ کچھ دیر پہلے پارس نے تجھے فون پر چیلنج کیا تھا اب تیرا دماغ جھوٹ نہیں بولے گا۔ کیا وہ سچ مچ پارس تھا؟"

پاشا تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "خدا کی قسم! یہ میرے سامنے پارس کی لاش پڑی ہے۔ اس نے مجھے چیلنج کیا تھا۔"

پاشا نے تصدیق کی کہ وہ پارس کی لاش ہے۔ ارینا کے دماغ نے کہا کہ یہ وہی پوسی ہے جو کمرے میں آ کر اس کے پیر میں گولی مار کر گیا تھا اور ابھی ڈائننگ ہال میں اسے ہلاک کرنے آیا تھا۔

اب اس سے زیادہ تصدیق کیا ہو سکتی تھی۔ پارس تو بہت پہلے ہی کیدار شرما کے روپ میں مر چکا تھا۔ صرف ارینا اور پاشا اس کی زندگی کی قسمیں کھا رہے تھے اور آج وہ دونوں بھی اس کی موت کا یقین دلا رہے تھے۔

شی تارا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ایک چیخ ماری پھر فرش پر گر کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی اور ہاتھوں کی چوڑیاں توڑنے لگی۔

دائی ماں نے اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر پوچھا۔ "یہ کیا کر رہی ہے۔ برسوں ہی یہ نئی چوڑیاں لا کر پہنائی تھیں اور تو نے ساگن کی طرح شرما کر پہنی تھیں' اب پھر انہیں توڑ رہی ہے۔"

"آہ ماں جی! میرے نصیب میں نہ چوڑیاں ہیں نہ یہ چوڑیاں دیکھنے والا۔ وہ مر چکا ہے۔"

دائی ماں ہکا بکا سی رہ کر اس کا منہ تک رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ شی تارا اور پارس کے متعلق کیا رائے قائم کرے؟ وہ ساگن نہیں تھی پر ساگن تھی اور مرد بھی اسے ایسا ملا تھا جو کبھی مرجاتا تھا کبھی جی اٹھتا تھا۔ اب پھر مر چکا ہے۔ پتا نہیں پھر کس دن جی اٹھے گا؟

ادھر ہوٹل میں جیسی فائرنگ ہوئی تھی' اس کے نتیجے میں ڈائننگ ہال کے اندر شور برپا ہو گیا تھا۔ مرد' عورتیں' بوڑھے اور بچے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ ان بھاگنے والوں میں پوجا بھی شامل ہو گئی تھی تاکہ گولیاں چلانے والے اور وہ مرنے والا پارس اس کے ساتھی نہ سمجھے جائیں۔

پارس اور آفرین لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آفرین نے گڑیا کو اپنے بچے کی طرح سینے سے لگا رکھا تھا۔ وہ وہاں ڈائننگ ہال میں ہونے والا تماشا دیکھ رہے تھے۔

آفرین نے پارس کو بڑے فخر سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم ایک

عجیب سے ٹھنڈے سے دشمن ہو۔ تمہارے ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہیں ہے مگر دشمن تمہاری مرضی کے مطابق مر رہے ہیں۔ تم... ر بیٹھے انہیں کٹھ پتلیوں کی طرح نچا رہے ہو۔"

"میں نے اس کرائے کے قاتل کو دس ہزار دیئے تھے۔ وہ دس ہزار اس کی جیب میں ہیں مگر اس کے تن میں زندگی نہیں ہے۔ دراصل میں نے وہ رقم اسی کے اپنے قتل کے معاوضے کے طور پر دی تھی۔ اب شی تارا اور پوجا کو پورا یقین ہو گیا ہے کہ میں اس جہان فانی سے کوچ کر گیا ہوں۔ اب شی تارا کے اندر انتقام کی آگ اور بھڑکے گی اور وہ پاشا زخمی ہونے کے بعد کچھ عرصہ تک پھر شی تارا کا تابعدار بن کر رہے گا۔ ارینا خوش ہے کہ اس نے اپنے بہت بڑے دشمن کو ہلاک کر دیا ہے۔"

پولیس والے وہاں پہنچ گئے تھے۔ ارینا نے انہیں للکار کر کہا۔ "خبردار! کوئی ڈائننگ ہال کے اندر نہیں آئے گا۔ آئے گا تو جان سے جائے گا۔"

پولیس افسر نے کہا۔ "ہتھیار پھینک دو۔ خود کو قانون کے حوالے کرو۔ تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟"

ارینا نے کہا۔ "میں کوئی بھی ہوں مگر میرے اندر پارس کی ہلاکت کا انتقام بول رہا ہے۔ اگرچہ میں یہودی ہوں لیکن آج کے بعد سے کوئی یہودی کشمیر کی زمین پر قدم نہیں رکھے گا۔ میں نے قدم رکھا ہے اس لیے میں اس جنتِ ارضی میں اپنے ناپاک وجود کو مٹا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے کنپٹی سے پستول کو لگایا پھر ٹریگر دبا دیا۔ ابھی زندہ تھی۔ ابھی لاش بن کر فرش پر گر پڑی۔ پارس نے کہا۔ "اب شی تارا کسی کو نہیں چھوڑے گی۔ یہودہ گِل کے بعد ارینا کا قصہ تمام کیا۔ ان یہودیوں کے ساتھ امریکی ایجنٹوں کی بھی شامت آ گئی ہے۔"

پھر وہ مسکرا کر بولا۔ "کیا بہری ہو گئی ہو؟ ہماری بیٹی اتنی دیر سے رو رہی ہے۔ اسے دودھ پلاؤ۔"

آفرین نے شرماتے اور مسکراتے ہوئے پارس کو دیکھا پھر گڑیا کو ساڑھی کے آنچل کا سایہ دے کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ ایک پولیس انسپکٹر اس کی طرف آ رہا تھا پھر رک کر سپاہیوں سے بولا۔ "ارے یہ تو ذہنی مریضہ ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔ اسے چھوڑو۔ "دوسرے لوگوں سے بیانات لو کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا ہے؟"

کھیل ایسا بھی ہوتا ہے کوئی کھلاڑی کی طرف نہیں آ رہا تھا۔ سب کے سب کھیل کے تجسس میں مبتلا تھے۔

○☆○

اب وہ معاملہ رئیس الکبیر تک نہ رہا۔ یہ خبر اس ملک کے شاہ تک پہنچ گئی۔ شاہ کی انٹیلی جنس کے ایک جاسوس نے رپورٹ دی کہ جمیلہ رازی نام کی ایک لڑکی اغوا کر کے رئیس الکبیر کے محل میں لائی گئی تھی لیکن اپنی عزت آبرو بچا کر چلی گئی تھی۔ پھر خطرناک انتقام بن کر واپس آئی ہے۔

وہ لڑکی پہلی رات رئیس الکبیر کی خواب گاہ میں آ کر اس کے تکیے میں خنجر گھونپ کر اسے موت کی دھمکی دے کر چلی گئی تھی۔ اس نے کہا ہے کہ عورت نو ماہ تک بچے کو پیٹ میں رکھ کر جنم دیتی ہے۔ رئیس کی ماں نے بھی اسی طرح اسے جنم دیا ہو گا۔ لیکن وہ عیاش عورت کا احترام کرنا بھول گیا ہے۔ لہٰذا جمیلہ نو ماہ تک اس کے بدن کا تھوڑا تھوڑا حصہ کاٹ کر یہ عمل جاری رکھ کر اسے مار ڈالے گی۔

اس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ دوسری رات کو بھی آئے گی اور اس کی ایک انگلی کاٹ کر لے جائے گی۔

رئیس الکبیر کے پاس جدید ہتھیار اور تربیت یافتہ مختصر سی فوج ہے لیکن محل کے سیکیورٹی گارڈز یہ پتا چلانے میں ناکام رہے کہ جمیلہ رازی کس چور راستے سے محل میں داخل ہوتی ہے۔

دوسری رات رئیس نے شکار گاہ کے بنگلے میں پناہ لی تھی اور خفیہ حفاظتی انتظامات کیے تھے اس کے باوجود جمیلہ رازی اپنے چیلنج کے مطابق رئیس الکبیر کے ایک ہاتھ کا ایک انگوٹھا کاٹ کر لے گئی اور کہہ گئی ہے کہ تیسری رات وہ ایک اور انگلی کاٹ کر لے جائے گی۔

شاہ نے تفصیلی رپورٹ سن کر کہا۔ "اگر یہ کہانی ہے تو بے حد دلچسپ ہے اور اگر حقیقت ہے تو بہت بھیانک ہے۔ ہم اس لڑکی جمیلہ رازی سے ملنا چاہتے ہیں۔"

جاسوس نے کہا۔ "آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن وہ روپوش رہتی ہے۔ کوئی اس کا پتا ٹھکانا نہیں جانتا ہے۔"

"اخبارات' ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اس لڑکی کو مخاطب کرو اور یقین دلاؤ کہ وہ شاہ کی پناہ میں رہے گی اور اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ وہ ہم سے فون کے ذریعے بھی رابطہ کر سکتی ہے۔"

رئیس الکبیر کو بھی حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔ وہ دو دنوں میں برسوں کا مریض نظر آنے لگا تھا۔ کٹے ہوئے انگوٹھے والے ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے آداب بجا لا کر کہا۔ "میں حضور سے التجا کرتا ہوں کہ اخبارات اور ٹی وی وغیرہ میں میرا نام شائع نہ کرایا جائے۔ ایک عورت سے مات کھانے کی بات لوگوں کو معلوم ہو گی تو میری بڑی سبکی ہو گی۔ میرا تمام رعب و دبدبہ ختم ہو جائے گا۔"

شاہ کی حمایت کرنے والوں میں ایسے کئی امیر کبیر لوگ تھے جن کی وجہ سے شاہ کی حکومت مستحکم رہتی تھی۔ اس نے کہا۔ "تمہارا نام نہیں آئے گا لیکن عقل تسلیم نہیں کر رہی ہے کہ ایک معمولی سی لڑکی نے تمہارے محل کی دیواریں ریت کی طرح گرا دی ہیں اور ہزار پہرے داری کے باوجود تمہاری خواب گاہ میں چلی آتی ہے۔"

رئیس نے کہا۔ "وہ جتنی حسین ہے' اتنی ہی ضدی بھی ہے۔ میرے ساتھ ایسے پُراسرار واقعات پیش نہ آتے تو میں بھی یقین نہ

کرتا۔ میری عقل بھی تسلیم نہیں کرتی کہ وہ اس قدر پُراسرار اور خطرناک ہے جو کہتی ہے' وہ کر گزرتی ہے۔"

اگر ایسا ہے تو آج رات وہ اپنا چیلنج پورا نہیں کر سکے گی۔ تمہاری دوسری انگلی نہیں کاٹ سکے گی۔ کیونکہ آج کی رات تم میرے محل میں گزارو گے۔ یہاں میری اجازت کے بغیر کوئی پرندہ بھی پر نہیں مارتا۔ تم محل کے جس حصے میں رہو گے' وہاں صرف مسلح سپاہیوں کا پہرا ہی نہیں رہے گا بلکہ تمہارے کمرے کے اطراف ایسے نادیدہ بجلی کے تار ہوں گے جو اس پُراسرار حسینہ کو نظر نہیں آئیں گے۔ وہ ان تاروں سے چپک کر تڑپ تڑپ کر مر جائے گی۔"

وہ خوش اور مطمئن ہو کر بولا۔ "میں حضور شاہ کی اس مہربانی اور کرم فرمائی کو تمام عمر یاد رکھوں گا۔ آپ کسی بھی طرح اس لڑکی سے میرا پیچھا چھڑا دیں۔"

شام کو میں نے جمیلہ سے کہا۔ "وہ یقیناً تمہارا نام سنتے ہی اب دہشت سے آدھا مر جاتا ہوگا۔ اسے یقین ہوگا کہ تم موت کی طرح اٹل ہو۔ آج رات کو بھی آدمی اور اس کا دوسرا انگوٹھا کاٹ کر لے جاؤ گی۔"

جمیلہ نے کہا۔ "پاپا! میں تو کچھ بھی نہیں ہوں' یہ سب آپ کا کمال ہے۔"

"ایسا نہ کہو' تم غیر معمولی دواؤں کے ذریعے باکمال بنتی جا رہی ہو۔ آنے والا وقت جلد ہی بتائے گا کہ تم کیا سے کیا ہو جانے والی ہو۔ یہ جو کچھ ہے' تمہارے لیے تربیت ہے کہ ناقابلِ شکست دشمن کو کیسے ہراساں کرنا چاہیے اور کیسے اپنا چیلنج پورا کرنا چاہیے۔"

"پاپا! آج تو وہ حفاظتی انتظامات کی انتہا کر دے گا۔ پتا نہیں وہ کیا کر رہا ہوگا۔"

"آج دوپہر ہی سے وہ شاہ کا مہمان بنا ہوا ہے۔ شاہ تم سے ملنا یا فون وغیرہ کے ذریعے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ آج رات اس کے محل کے اندر اور باہر فوجی جوان چوکس رہیں گے۔ محل کے جس حصے میں وہ رئیس رات گزارے گا اس حصے میں مسلح فوجی بھی نہیں جا سکیں گے کیونکہ وہاں نادیدہ بجلی کے تاروں کا جال بچھا ہوا ہے۔ جو بھی اُدھر سے گزرے گا وہ اُن نادیدہ تاروں سے چپک کر مر جائے گا۔"

"واقعی سخت حفاظتی انتظامات ہیں۔ میرا خیال ہے' آپ ان نادیدہ تاروں کا سوئچ آف کر دیں گے۔"

"کرنا تو یہی ہوگا لیکن یہ معلوم کرنا ہوگا کہ اس محل میں صرف مرد ہی رہیں گے یا کنیزیں بھی؟ میں وہاں عورتوں کی موجودگی چاہتا ہوں تاکہ انہیں یقین ہو کہ جمیلہ رازی ان عورتوں میں بھیس بدل کر چھپی ہوئی تھی اور اپنا کام کر گئی ہے۔"

"پچھلی رات شکار گاہ کے جنگلے پر چھپے ہوئے محافظوں میں ایک لیڈی مین کلر بھی تھی۔ آپ نے اسے جمیلہ بنا کر چیلنج کیا تھا۔ یعنی رئیس الکبیر کو خود اس بات کا چشم دید گواہ ہونا چاہیے کہ اس کی خواب گاہ میں کوئی عورت آتی ہے اور وہ جمیلہ رازی ہی ہوتی ہے۔"

"بے شک۔ ایسا ہونے سے ہی اُس کے دل پر تمہاری دہشت طاری رہے گی۔ یہ ظاہر نہیں ہونا چاہیے کہ تمہارے پیچھے میرا ہاتھ ہے۔"

"کیا مجھے شاہ سے بات کرنا چاہیے؟"

"ہاں۔ مگر پہلے انجان بن کر رئیس الکبیر کے محل میں فون کرو۔"

رئیس الکبیر کے محل میں فون کالیں ریکارڈ بھی کی جا رہی تھیں اور سراغ بھی لگایا جا رہا تھا کہ خصوصاً جمیلہ کس فون نمبر سے بول رہی ہے۔ وہ میری ہدایت کے مطابق حسام کی کوٹھی سے دور ایک فون بوتھ میں گئی پھر رئیس الکبیر سے رابطہ کیا۔ جواب میں لیڈی آئرن راڈ کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو۔ تم کون ہو؟"

جمیلہ نے کہا۔ "زیادہ عرصہ نہیں ہوا' جب مجھے اغوا کر کے اس محل میں لایا گیا تھا۔ تمہیں میری آواز پہچان لینا چاہیے۔"

وہ غرا کر بولی۔ "اچھا تو تم جمیلہ ہو۔ جی تو چاہتا ہے کہ تمہیں خوب گالیاں سناؤں تم نے میری ساتھی لیڈی مین کلر کو مار ڈالا ہے۔ لیکن آقا کا حکم ہے کہ تم سے نہ الجھا جائے اور شاہ کا فون نمبر دیا جائے تاکہ تم ایک بار شاہ سے گفتگو کر سکو۔"

اس نے شاہ کا فون نمبر بتایا۔ جمیلہ نے کہا۔ "تمہاری ساتھی کو اپنی جسمانی قوت اور پہلوانی داؤ پیچ پر بڑا ناز تھا۔ اس نے کتنے ہی مرد پہلوانوں کی ہڈیاں توڑی تھیں۔ اس لیے مین کلر کہلاتی تھی۔ اور تم آئرن راڈ ہو' یعنی لوہے کی سلاخ۔ تمہیں بھی اپنے لوہے جیسے بدن پر ناز ہوگا۔"

"ایک بار میرے سامنے آؤ۔ میں تمہاری ہڈیوں کا سُرمہ بنا دوں گی۔"

"میں تو سامنے آتی ہی ہوں۔ آج بھی وہاں آؤں گی جہاں وہ عیاش رئیس ہوگا۔ تمہیں آئرن راڈ ہونے پر ناز ہے تو آج رئیس کے قریب رہو۔ مجھ سے ضرور ٹکراؤ ہوگا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہاں سے کار میں بیٹھ کر دوسرے فون بوتھ پر گئی۔ وہاں سے شاہ کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہو گیا۔ دوسری طرف سے شاہ کے پرسنل سیکریٹری نے پوچھا۔ "ہیلو فرمایئے۔"

"میں تم سے نہیں شاہ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ میرا نام جمیلہ رازی ہے۔"

"پلیز ہولڈ کریں۔ ابھی آپ سے گفتگو ہوگی۔"

سیکریٹری ریسیور ایک طرف رکھ کر تیزی سے چلتا ہوا' دوسرے فون کے پاس آیا۔ پھر انٹیلی جنس کے ایک افسر سے رابطہ ہوتے ہی بولا۔ "ٹائن زیرو ٹائن سیون ون پر گفتگو کرتی رہے گی۔

ڈائریکٹ کرو' وہ کس فون نمبر سے بول رہی ہے۔"

میں نے جمیلہ سے کہا۔ "ریسیور رکھ کر جاؤ اور آرام کرو۔"

وہ فون بوتھ کا ریسیور رکھ کر چلی گئی۔ ادھر پرسنل سیکریٹری نے شاہ کے پاس آ کر ادب سے کہا۔ "شاہ حضور کی عمر دراز ہو' ٹائن زیرو ٹائن سیون ون پر جمیلہ آپ کی منتظر ہے۔"

شاہ کے قریب بھی اسی نمبر کا فون رکھا ہوا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر شاہانہ رعب و دبدبے سے پوچھا۔ "کیا تمہیں اب فرصت ملی ہے۔ ہمارے ملک کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے ہر پندرہ منٹ کے بعد اعلان کرایا جا رہا ہے کہ تم شاہ کے سیکریٹری سے فون پر رابطہ کرو۔"

میں شاہ کے اندر پہنچ چکا تھا۔ میں نے جمیلہ کی آواز اور لہجہ بنا کر کہا۔ "بے چارہ سیکریٹری کیا چیز ہے۔ گفتگو تو آپ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اعلانیہ مجھ سے گفتگو کرنے میں سبکی محسوس کر رہے تھے۔"

شاہ میری مرضی کے مطابق سمجھ رہا تھا کہ وہ جمیلہ کی آواز ہے اور ریسیور سے آ رہی ہے۔ اس نے کہا۔ "بے شک۔ میں ایک ملک کا بادشاہ ہوں۔ اس لیے کمتر افراد سے گفتگو نہیں کرتا۔"

"مگر حضور کر رہے ہیں۔"

"مجبوری ہے۔ سنا ہے تم رئیس! بن رئیس یعنی رئیس الکبیر کو نقصان پہنچا رہی ہو۔"

"ابھی تو ابتدا ہوئی ہے۔ کل ایک انگوٹھا کاٹا گیا۔ آج دوسرا کاٹا جائے گا۔ یہ سلسلہ نو ماہ تک جاری رہے گا۔"

"تم کسی پاگل خانے سے آئی ہو۔ آج کے بعد کوئی رئیس الکبیر کو ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ وہ میری پناہ میں ہے۔ جانتی ہو' میرے محل میں کوئی پرندہ بھی میری اجازت کے بغیر پَر نہیں مار سکتا۔ تم یہاں قدم نہیں رکھ سکو گی۔"

میں نے کہا۔ "آج رات میں ناکام ہو جاؤں گی تو آپ کا رعب و دبدبہ اور بڑھ جائے گا لیکن میں اس کا دوسرا انگوٹھا چیلنج کے مطابق لے جاؤں گی۔ اس کے نتیجے میں آپ کی جو توہین ہوگی' اس کا اندازہ کریں۔ دنیا کہے گی کہ شاہ جیسا میزبان اپنے ایک مہمان کی حفاظت نہ کر سکا۔"

"درست کہہ رہی ہو۔ مجھے ناکامی کے پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن مجھے اپنی فوجی طاقت کا اندازہ ہے۔ میرے زمین سراغ رساں تمہاری دال نہیں گلنے دیں گے۔"

"اور اگر دال گل گئی تو؟"

"تو میں تمہیں ایک خطرناک جادوگرنی سمجھوں گا۔"

"میں مسلمان ہوں اور خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ جادو یا کوئی غیر معمولی علم نہیں جانتی ہوں۔"

"میں تمہیں نیک مشورہ دیتا ہوں' رئیس الکبیر سے سمجھوتا کر لو۔"

"یعنی اُس کی حرم سرا میں چلی جاؤں؟"

"میرا یہ مقصد نہیں ہے۔ وہ آئندہ تمہارے سائے سے بھی دور رہے گا۔"

"وہ میرے سائے سے دور رہے گا لیکن اس کے بدمعاش دوسری لڑکیوں کو اغوا کر کے اس کے عیش کدے میں پہنچاتے رہیں گے۔"

"تمہیں دوسروں سے کیا لینا ہے؟"

"میں آپ کو دوسرا نہیں سمجھتی۔ اگر آپ کے شاہی خاندان کی کوئی لڑکی میری طرح اغوا کی گئی تو؟"

وہ غصے سے گرج کر بولا۔ "یو شٹ اپ۔ تم سامنے ہوتیں تو تمہاری زبان کھینچ لیتا۔ تمہیں میرے خاندان کی بات کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

"کیوں عزت صرف شاہی خاندان کی لڑکیوں کی ہوتی ہے۔ کیا ہم انسان اور قابلِ عزت نہیں ہیں؟"

"تم اونٹ کی طرح سر اٹھائے چل رہی ہو۔ آج رات پہاڑ کے نیچے آؤ گی تو میرے قد کا پتا چلے گا۔"

گفتگو کے دوران پرسنل سیکریٹری نے ایک کاغذ شاہ کے سامنے رکھا۔ اس پر لکھا تھا۔ "ڈیٹیکٹو آلات بتا رہے ہیں کہ اس نے ایک ٹیلی فون بوتھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ ہمارے جاسوس وہاں پہنچے تو وہ بوتھ خالی تھا۔ جمیلہ وہاں نہیں ہے۔"

شاہ نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر غصے سے کہا۔ وہ وہاں نہیں ہے تو کیا میں تمہاری ماں سے باتیں کر رہا ہوں۔"

"حضور! یہاں کے تمام ٹیلی فون ایکسچینج کا عملہ مستعد ہے۔ بڑی تندہی سے سراغ لگا رہا ہے لیکن وہ کسی ٹیلی فون لائن سے نہیں بول رہی ہے۔"

"تو پھر لو یہ ریسیور اور اس کی آواز سنو۔"

سیکریٹری نے ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "جمیلہ! کیا تم بول رہی ہو؟"

"ہاں۔ میں ہوں اور صرف شاہ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"حضور سگار سلگانے میں مصروف ہیں۔ اس لیے میں پوچھ رہا ہوں تم کہاں سے بول رہی ہو؟"

"زبان سے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بولنے کے لیے ہی زبان دی ہے۔"

"میرے سوال کا مقصد یہ ہے کہ تم کس فون نمبر سے بول رہی ہو؟"

"یہ سوال مجھ سے نہیں' اپنے جاسوسوں سے یا جاسوسی آلات سے کرو۔"

سیکریٹری نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھا۔ شاہ نے پوچھا۔ "وہ کیا کہہ رہی ہے؟"

"وہ کہتی ہے کہ اس کا فون نمبر ہم اپنے جاسوسوں سے یا

جاسوسی آلات سے معلوم کریں۔"

شاہ نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ "رئیس الکبیر نے بھی جاسوسی آلات سے تمہارا فون نمبر معلوم کرنا چاہا تھا مگر وہاں کے تین آپریٹرز ان آلات کو استعمال نہ کرسکے۔ ہمارے جاسوس تمام آلات استعمال کر رہے ہیں۔ پھر بھی تمہارے فون نمبر کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ کیا یہ جادو نہیں ہے؟"

"میں قسم کھا چکی ہوں کہ جادو یا کوئی غیر معمولی علم نہیں جانتی ہوں۔ آج رات جب رئیس الکبیر کا دو سر اانگوٹھا کاٹا جائے گا تب بھی آپ مجھے جادوگرنی کہیں گے۔ آپ کی مرضی ہے۔ میرے متعلق کوئی بھی رائے قائم کرلیں۔ لیکن کل کا آفتاب طلوع ہونے کے بعد آپ کی توہین کا آغاز ہوگا۔"

"ایک خیال یہ آتا ہے کہ تم میری پناہ میں آئے ہوئے رئیس الکبیر کو میری توہین کا سبب بنانے کی دھمکی دے رہی ہو۔ تاکہ میں اسے پناہ دینے سے انکار کردوں لیکن بادشاہ اپنی زبان سے نہیں پھرتے۔"

"میں محض دھمکی نہیں دے رہی ہوں۔ آپ کو واقعی اپنی زبان پر قائم رہ کر اسے پناہ دینا چاہیے۔"

"ایک اور خیال آتا ہے کہ جو لڑکی جاسوسی آلات کے ذریعے گرفت میں نہ آرہی ہو' وہ ضرور پُراسرار علوم کی حامل ہوگی۔ میں تذبذب میں ہوں' کیا تم اپنی اصلیت نہیں بتاؤ گی؟"

"اصلیت یہ ہے کہ میں اپنے وطن سے محبت کرنے والی اور آپ کی عزت کرنے والی لڑکی ہوں۔ کل رات میں نے ہی اس یہودی جاسوس عورت کا بھید کھولا تھا کہ وہ حسام بن زید کو دھوکا دے کر اس سے شادی کرنے کے لیے سلمیٰ زیادبن گئی ہے۔"

شاہ نے چونک کر پوچھا۔ "کیا واقعی تم نے اس یہودی کیلی رافیل کو بے نقاب کیا تھا؟"

"صرف اُسے نہیں' جوزف اور جیکب کی اصلیت بھی بتائی تھی۔ میں نے کیلی رافیل کو اس طرح مجبور کیا تھا کہ وہ یہودی سازشوں کا ذکر نہ کرتی تو میرے ہاتھوں ماری جاتی۔"

"پھر تو جمیلہ تم قابلِ عزت ہو۔ انعامات کی مستحق ہو۔"

"میں صرف خود کو ہی نہیں دوسری تمام عورتوں کو قابلِ عزت تسلیم کرانا چاہتی ہوں۔ میں نے ثابت کردیا ہے کہ زیرِ زمین تیل کی پائپ لائن بچھانے والے یہودی اور امریکی ماہرین کس طرح ایک لائن پڑوسی ملک تک لے گئے ہیں۔ اس طرح لاکھوں بیرل تیل چُرا کر اسرائیل پہنچایا جارہا ہے۔"

"اگر تم نے میرے ملک کی دولت کی چوری کا سراغ لگایا ہے تو میں تمہیں سلام کرتا ہوں۔"

"میں نے ایک معمولی لڑکی ہو کر تیل کی دولت کو چوری سے بچایا ہے۔ آپ بادشاہ ہو کر اپنے ملک کی عزت دار لڑکیوں کو اغوا ہونے سے بچا سکتے ہیں۔"

"تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ اب کسی عورت کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔"

"عورت امیر کبیر مسلمانوں کی کمزوری ہے۔ اسی لیے تو حسین یہودی عورتیں مسلمانوں سے شادی کرکے جو بچے پیدا کر رہی ہیں' وہ بچے اپنی ماں کے سائے میں پروان چڑھ کر یہودیت نواز ہوں گے۔"

"اسی لیے تو میں نے اپنے ملک کے لوگوں پر پابندیاں عائد کی ہیں کہ وہ کسی بھی غیر مسلم عورت سے شادی نہ کریں۔"

"وہ غیر مسلم عورتیں کیلی رافیل کی طرح سلمیٰ زیاد بن کر آجاتی ہیں۔ پابندیاں عائد کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ جس طرح ایک ملک کا مسلمان اپنے مذہب سے عقیدت رکھتا ہے' اپنے ملک کی مٹی سے محبت کرتا ہے اسی طرح صرف اپنے ملک کی مسلمان عورت سے محبت اور شادی کرے۔ یورپ اور امریکا جا کر فریب نہ کھائے۔ اپنی محل نما کوٹھیوں میں ایسی حرم سرا قائم نہ کرے جہاں یہودی حسیناؤں کو پناہ لینے اور جاسوسی کرنے کے مواقع ملتے ہیں۔"

"تم درست کہتی ہو مگر ہم تمام دولت مند مسلمانوں کو گمراہی سے روک نہیں سکتے۔"

"تمام لوگوں کو روک نہیں سکتے لیکن ان کے لیے عبرت کا سامان پیدا تو کرسکتے ہیں۔ آپ ایک گمراہ کو پناہ دینے سے انکار کرسکتے ہیں۔ میں اس شیطان کی حرم سرا کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دوں گی۔ دوسرے عیاش مسلمانوں کو وارننگ دوں گی کہ وہ گمراہی سے باز نہ آئے تو رئیس الکبیر جیسا انجام ان کا بھی ہوگا۔"

شاہ خاموش رہا۔ سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے کہا۔ "میں جانتی ہوں' یہاں کے چند امیر کبیر لوگ آپ کی بادشاہت کے ستون ہیں۔ ان میں میرا باپ عبداللہ رازی بھی شامل ہے۔ میں اپنے باپ کو بھی سزا دوں گی۔"

"میری سمجھ میں آگیا ہے کہ تم ایک سچی' وطن پرست اور عورتوں کی عزت رکھنے والی لڑکی ہو۔ تم نے دولت مند مسلمانوں کے بارے میں جو حقائق بیان کیے ہیں' میں انہیں تسلیم کرتا ہوں۔ مگر یہ چاہتا ہوں کہ اب رئیس کی کوئی انگلی نہ کاٹو۔ کسی اور طرح دھمکیاں دے کر اس کی حرم سرا اور عیاشی ختم کردو۔"

"وہ ہر رات اپنی حرم سرا کی ایک کنیز کو اپنی خواب گاہ میں بلاتا تھا۔ پچھلی دو راتوں سے اس پر موت کا خوف طاری ہے۔ وہ دو راتوں سے عورت اور عیاشی کو بھول چکا ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کے جسم کو آئندہ کوئی نقصان نہ پہنچے اور وہ نو ماہ کے بعد بھی زندہ رہے تو پھر میری ایک شرط ہے۔"

شاہ نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری شرط مان لے گا۔ مجھے بتاؤ کیا شرط ہے۔"

"یہ ہے کہ وہ چالیس دنوں تک کسی بھی خواب گاہ یا کسی بھی

بستر پر نہیں سوئے گا۔ جس طرح بڑے لوگ اپنی زندگی میں ہی اپنی قبر یا عالیشان مقبرے کے لیے زمین خرید لیتے ہیں۔ اسی طرح رئیس الکبیر نے بھی..... زمین کا ایک بڑا حصہ اپنے مقبرے کے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔ میری شرط یہ ہے کہ وہ اپنی اس زمین پر اپنی قبر کی کھدائی کرائے۔ اپنی پکی قبر بنائے اور چالیس راتیں اس قبر میں تنہا گزارے۔"

"یہ تم کیسی عجیب اور بے تکی شرط پیش کر رہی ہو؟"

"یہ شرط بے تکی نہیں ہے۔ تک یہ ہے کہ انسان زندگی کی ہوس میں گم ہو کر موت کو بھول جاتا ہے۔ رئیس الکبیر یہ بھول گیا ہے کہ قبر میں کسی رات کوئی عورت اس کے ساتھ نہیں سوئے گی۔ اسے زندگی میں ہی اپنی قبر میں سو کر معلوم ہوگا کہ قبر کتنی تنگ ہوتی ہے۔ کسی دوسرے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ وہاں بیڈ روم کی طرح زیرو پاور کا بلب بھی نہیں ہوتا۔ قبر کی گہری تاریکی میں کسی کو پکارو تو اپنا خون بھی نہیں آتا۔ پھر یہ کہ اُس کی پختہ قبر ہر رات اوپر سے بھی ڈھانپ دی جائے گی اور صبح کھول دی جائے گی۔"

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہو۔ قبر ہر طرف سے بند رہے گی تو وہ اُس کے اندر مر جائے گا۔"

"وہ زندہ رہے گا۔ مرنے کے بعد آدمی کے ساتھ کچھ نہیں جاتا۔ اس کے ساتھ گیس ماسک جائے گا۔ ایک سلنڈر کے ذریعے اسے آکسیجن پہنچتا رہے گا۔ وہ ہر صبح اپنی قبر سے زندہ اٹھے گا۔"

"وہ چالیس راتیں بڑے عذاب میں گزارے گا۔"

"حرم سرا کی عورتیں اس سے بھی زیادہ عذاب میں راتیں گزارتی ہیں۔"

"میں اسے راضی کروں گا کہ وہ حرم سرا کی تمام عورتوں کو آزاد کردے۔"

"میں صرف عورتوں کا نہیں' راتوں کا بھی حساب کر رہی ہوں۔ میں آپ کے کہنے سے اسے جسمانی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ مگر یہ سبق ضرور سکھاؤں گی کہ انسانی زندگی میں ایسی راتیں بھی آتی ہیں جیسی وہ گزارنے والا ہے۔"

"میں ابھی رئیس الکبیر سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔"

میں نے کہا۔ "میرا خیال ہے ہم نے کچھ زیادہ ہی باتیں کرلی ہیں۔ آخری بات کہہ کر فون بند کر رہی ہوں کہ وہ میری شرط تسلیم کرے گا تو آج رات آپ کے محل میں آؤں گی اور اس کا سر انگوٹھا لے جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہوگیا۔ شاہ نے کہا۔ "ذرا ایک منٹ۔ فون بند نہ کرنا۔ ہیلو۔ ہیلو جمیلہ! جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں' میں تمہاری عزت کرتا ہوں' اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ لیکن میرے محل میں مجرمانہ ارادے سے آؤ گی تو میرا رویہ بدل جائے

وہ ذرا خاموش ہوا۔ اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر ہیلو ہیلو کہہ کر جمیلہ کو مخاطب کیا۔ پھر ریسیور رکھ دیا۔ اپنے پرسنل سیکریٹری کو حکم دیا۔ "ہمارے تمام رئیس اکابرین کو پیغام پہنچاؤ کہ وہ ایک گھنٹے کے اندر یہاں آکر مجھ سے ملاقات کریں۔ خاص طور پر جمیلہ رازی کے باپ عبداللہ رازی کو ضرور حاضر ہونے کے لیے کہا جائے۔"

آدھے گھنٹے بعد عبداللہ رازی نے فون پر شاہ سے کہا۔ "آپ کا پیغام مل چکا ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ رئیس الکبیر نے میری بیٹی کو اغوا کرایا تھا اور اسے حرم سرا میں قید کرنا چاہا تھا۔ اس نے میری غیرت کو للکارا تھا۔"

شاہ نے کہا۔ "میں نے اس واقعہ پر رئیس الکبیر سے ناراضی ظاہر کی تھی۔ اس نے قسم کھا کر کہا تھا کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ جمیلہ تمہاری بیٹی ہے۔ اس میں تمہارا بھی قصور ہے' تم نے کبھی اپنی زبان سے یہ نہیں کہا کہ تمہاری کوئی بیٹی بھی ہے اور وہ اپنی ماں کے ساتھ دوسرے شہر میں رہتی ہے۔"

"اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ہم امیر کبیر لوگ اپنے ہی ملک کی شریف زادیوں کو بدمعاشوں سے اٹھواتے رہیں؟"

"ہاں۔ یہ ایک اخلاقی جرم ہے۔ اس کی سزا اُسے کافی مل چکی ہے۔ اگر ابھی اجلاس میں نہیں آؤ گے تو یہی سمجھا جائے گا کہ تم بیٹی سے مل کر رئیس الکبیر سے انتقام لے رہے ہو۔"

"میں بیٹی کا حمایتی نہیں ہوں۔ اسے پیدا ہوتے ہی گھر سے نکال دیا تھا۔ میرے دو بیٹے بھی یہی چاہتے ہیں کہ جمیلہ ہمارے ہاتھوں سے ماری جائے۔ بیٹی کو ہم لعنت سمجھتے ہیں۔ پھر ایسی بیٹی جو رئیس الکبیر کی حرم سرا سے گزر چکی ہے۔ وہ لاکھ پاکباز ہو' دنیا تو اُسے آبرو باختہ سمجھے گی۔ ہم اسے گولی مار کر ہی یہ ثابت کرسکتے ہیں کہ ہماری غیرت نے ایک بدنام بیٹی کو برداشت نہیں کیا ہے۔"

"ہاں۔ جمیلہ نے انتقام لینے کا جو انداز اپنایا ہے' اس سے یقین کی حد تک شبہ ہوتا ہے کہ وہ بے آبرو ہو چکی ہے اور رئیس الکبیر سے اسی بات کا انتقام لے رہی ہے۔"

"یہی وجہ ہے کہ میں اور میرے دونوں بیٹے اُسے مار ڈالنے کے لیے تلاش کر رہے ہیں۔ پتا نہیں' وہ کہاں چھپی بیٹھی ہے۔ ہمیں یہ سن کر بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ وہ ناگن بن کر رئیس الکبیر کو ہر رات ڈسنے آتی ہے۔"

"آج بھی آئے گی۔ تم اپنے بیٹوں کے ساتھ میرے محل میں چھپے رہو تو اس سے سامنا ہو جائے گا۔"

"غیرت کا تقاضا ہے کہ صرف بیٹی کو ہی نہیں' بیٹی کو بدنام کرنے والے کو بھی گولی ماری جائے۔ ہم دولت میں رئیس الکبیر سے کم نہیں ہیں لیکن اس کے پاس ہتھیار اور سیکیورٹی گارڈز زیادہ ہیں۔ اس لیے وہ ہم سے بچا ہوا ہے۔ کیا آپ چاہیں گے کہ ہم آپ کے محل میں آئیں اور جمیلہ کے ساتھ رئیس کو بھی گولی سے اُڑا دیں۔"

"وہ میری پناہ میں ہے۔ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اگر وہ واقعی رات کو تمہیں بیٹی کی لاش مل جائے گی۔"

شاہ نے فون بند کردیا۔ اس ملک کے دوسرے امیر کبیر لوگ ڈرائنگ روم میں آچکے تھے۔ ان میں رئیس الکبیر بھی تھا۔ شاہ نے کہا۔ "جمیلہ سے فون پر میری طویل گفتگو ہوچکی ہے۔ یہ ایک عام مقولہ ہے کہ دشمن کو کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ جمیلہ کو بھی ہم محض ایک معمولی لڑکی سمجھ رہے ہیں۔ لیکن وہ ایک بہت ہی طاقتور اور پُراسرار لڑکی ہے۔"

ایک نے کہا۔ "ہوسکتا ہے' وہ پُراسرار نہ ہو۔ کسی کے ذریعے طاقت حاصل کررہی ہو۔"

"ہم بھی دولت کے ذریعے جدید ہتھیار خریدتے ہیں اور فوج بناتے ہیں۔ وہ بھی ایسا کررہی ہوگی۔ اس کے باوجود میں اسے پُراسرار کہہ رہا ہوں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ رئیس الکبیر کے آپریٹر یہ معلوم کرنے سے قاصر رہے کہ وہ کس فون سے باتیں کرتی ہے۔ ابھی ایک گھنٹا پہلے میری انٹیلی جنس والے اور میرے جاسوسی آلات یہ معلوم نہ کرسکے کہ وہ کہاں رہتی ہے اور کس کا فون استعمال کرتی ہے۔"

رئیس الکبیر نے کہا "میں بھی مانتا ہوں کہ وہ پُراسرار علوم کے ذریعے میری خواب گاہ میں چلی آتی ہے۔ میں نے اچانک شکارگاہ کے بنگلے میں رات گزارنے کا فیصلہ کیا اور میرے اس فیصلے کا علم اُسے ہوگیا تھا۔"

ایک رئیس نے پوچھا۔ "اس سے فون پر کیا باتیں ہوئی تھیں؟"

"وہ کہہ رہی تھی' میرے محل میں خواہ کتنا ہی سخت پہرا ہو۔ وہ ضرور آئے گی اور رئیس الکبیر کا دوسرا انگوٹھا کاٹ کرلے جائے گی۔"

رئیس الکبیر نے بے اختیار اپنی انگلیوں سے اکلوتے انگوٹھے کو جلدی سے پکڑ لیا جیسے جمیلہ ابھی آکر چیلنج پورا کرنے والی ہو۔ پھر اس نے کہا۔ "حضور! وہ ایسا کہہ کر آپ کی توہین کررہی تھی کہ میں آپ کے محل میں بھی محفوظ نہیں رہوں گا۔"

شاہ نے کہا۔ "جب ہم دونوں اسے پُراسرار کہہ رہے ہیں تو اسی پہلو سے سوچو کہ اس نے کسی پُراسرار طریقے سے تمہیں نقصان پہنچایا تو پھر واقعی میری توہین ہوگی۔"

"آپ درست فرماتے ہیں۔"

"میں نے اُس سے کہا تھا کہ رئیس الکبیر کو مزید سزا نہ دے۔ اس نے کہا۔ میں ایک شرط پر انتقامی کارروائی سے باز آسکتی ہوں۔"

شاہ اُس کی شرط بیان کرنے لگا جسے سن کر سب ہی امیر کبیر لوگ مشتعل ہوگئے۔ ایک نے کہا۔ "وہ لڑکی ہمیں عیاشیوں سے باز رکھنے کے لیے رئیس الکبیر کو چالیس راتوں تک قبر میں سُلانا چاہتی ہے تاکہ ہم بھی عبرت حاصل کریں۔ وہ اپنی اوقات سے زیادہ بول رہی ہے۔ اسے کسی طرح گرفتار کرنا چاہیے۔"

دوسرے نے کہا۔ "جب تک اس کے ذرائع اور اس کی طاقت کا علم نہیں ہوگا' تب تک اسے گرفتار کرنے کی بات ایسی ہی ہے جیسے ہم ہوا کو مٹھی میں پکڑ رہے ہوں۔"

تیسرے نے کہا۔ "یہ شاہ کا محل ہے۔ اندر اور باہر مسلح فوجی موجود رہیں گے۔ پھر ایک اور خفیہ حفاظتی انتظام بھی ہے۔ آج اسے ضرور گرفتار کیا جاسکے گا۔"

ایک نے کہا۔ "وہ خفیہ انتظام یہ ہے کہ جس خواب گاہ میں رئیس الکبیر رہے گا اس کے اطراف نادیدہ بجلی کے تاروں کا جال بچھا ہوگا۔ لیکن جو لڑکی فون پر گفتگو کرتے وقت جاسوسی آلات کو بے کار بنا سکتی ہے وہ بجلی کے نظام میں بھی گڑبڑ کرسکتی ہے۔ بجلی فیل ہوگئی تو نادیدہ تار جمیلہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

شاہ نے کہا۔ "یہ پہلو میری نظروں میں ہے۔ اگر وہ کسی طرح بجلی فیل کرے گی تو محل کا جنریٹر آن ہوجائے گا۔ وہ اس جنریٹر کو بھی ناکارہ بنانا چاہے گی تو دوسرا جنریٹر آن ہوجائے گا۔"

"بے شک ایسے ہی انتظامات ہونے چاہئیں۔ آج وہ کسی طرح بچ کر نہیں جاسکے گی۔"

وہ رات سب کے لیے اہم تھی۔ شاہ کے علاوہ اس کے امیر و کبیر صاحبان کی عزت اور وقار کا سوال تھا۔ وہ صاحبان بھی اس رات محل کے مختلف کمروں میں رات گزارنے آئے تھے اور اس لڑکی کو گرفتار کرتے دیکھنا چاہتے تھے' جو اُن کے وقار اور ان کی مردانگی کو ٹھیس پہنچانے کے لیے آنے والی تھی۔

چونکہ وہ بڑے لوگ تھے' اس لیے تمام رات نہیں جاگ سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے خاص ملازمین کو حکم دیا تھا کہ وہ تمام رات ان کے دروازوں پر جاگتے رہیں۔ جب شاہ کے مسلح فوجی جمیلہ کو گرفتار کریں تو انہیں فوراً نیند سے جگا کر یہ خوش خبری سنائی جائے یا پھر وہ نادیدہ تاروں سے چپک کر زندگی کی آخری چیخیں مارے گی تو وہ چیخیں خود ہی خوشخبری بن کر انہیں جگا دیں گی۔

رئیس الکبیر کے لیے جو خواب گاہ تھی اس میں وہ بالکل تنہا تھا۔ بند دروازے کے باہر دو مسلح سپاہی تھے۔ ان کے آگے کچھ فاصلے پر نادیدہ بجلی کے تار لگے ہوئے تھے۔ ان تاروں کے اس پار قدم قدم پر محل کے کوریڈور اور مختلف گزرگاہوں پر مسلح فوجی الرٹ کھڑے تھے۔ ان انتظامات کے پیش نظر یقین سے کہا جاسکتا تھا کہ ایک چیونٹی بھی رئیس الکبیر کی خواب گاہ میں داخل نہیں ہوسکے گی۔

یہ اُن کے حفاظتی انتظامات تھے۔ میں نے اور سونیا ثانی نے بھی بہت کچھ کیا تھا اور ثانی کو شاہ کے ذریعے بیگم شاہ کے اندر پہنچایا تھا۔ بیگم اور شاہ رات گیارہ بجے سے پہلے سو جانے کے عادی

تھے۔ وہ دونوں معمول کے مطابق سو گئے۔ ایسے وقت ثانی نے بیگم کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لاکر اسے اپنی معمولہ بنالیا۔

وہ معمولہ رات کے دو بجے تک تنویمی نیند پوری کرکے اٹھ بیٹھی۔ اس کے پہلو میں شاہ سو رہا تھا۔ وہ بستر سے اٹھ کر ایک الماری کے پاس گئی۔ وہاں اس نے شب خوابی کا لباس اتارا پھر الماری سے دوسرا لباس پہن کر اس لباس کے اندر ایک چاقو چھپایا پھر خواب گاہ سے باہر آگئی۔

چونکہ وہ شاہ کی رہائش کا حصہ تھا۔ اس لیے مسلح گارڈز وہاں سے ذرا دور پہرا دیتے تھے تاکہ ان کے چلنے پھرنے سے بھاری بھرکم بوٹوں کی آواز سے شاہ کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ بیگم محل کے اس حصے سے نکل کر ادھر گئی جہاں مہمان رئیس الکبیر کا قیام تھا۔ وہاں قدم قدم پر کھڑے ہوئے مسلح فوجی اسے دیکھ کر ایڑیاں بجاتے ہوئے سیلیوٹ کرنے لگے۔ اس نے ایک اعلیٰ فوجی افسر سے پوچھا۔ "کیا ہمارا مہمان بخیریت ہے؟"

افسر نے ادب سے جواب دیا۔ "جی ہاں۔ ملکہ عالیہ! وہ بخیریت ہے۔"

وہ بولی۔ "شاہ نے کہا ہے کہ ہمیں ایک میزبان کا فرض ادا کرنے کے لیے مجھے خود جاکر اسے یہ حوصلہ دینا چاہیے کہ اس کے لیے صرف ہمارے فوجی نہیں بلکہ شاہ اور بیگم بھی جاگ رہے ہیں۔"

"آپ اور شاہ حضور بہت نیک دل ہیں۔ تشریف لائیں۔"

اس نے ایک ماتحت افسر کو حکم دیا کہ نادیدہ بجلی کے تاروں کا کرنٹ آف کیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ سوئچ آف کرتے ہی بجلی کے بجھے ہوئے تار دوسری روشنیوں میں دکھائی دینے لگے۔ بیگم اس اعلیٰ افسر کے ساتھ ان تاروں کے درمیان سے گزر کر دروازے پر آئی۔ وہاں کھڑے ہوئے سپاہیوں نے اسے سلام کیا۔ اعلیٰ افسر نے دروازے پر دستک دی۔ بند دروازے کے پیچھے سے رئیس الکبیر نے پوچھا۔ "کون ہے۔"

"میں کرنل عماد بول رہا ہوں۔ ملکہ عالیہ آپ کی خیریت معلوم کرنے آئی ہیں۔ دروازہ کھولیں۔"

رئیس الکبیر دروازے میں لگے ہوئے ایک ننھے سے شیشے سے ہلکا کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی ہاروے موجود تھا۔ رئیس ملکہ اور کرنل عماد کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ کرنل اچھا خاصا صحت مند تھا اور اس کا دماغ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا تھا۔ اب ڈی ہاروے کو انتظار تھا کہ ملکہ کچھ سوچے گی تو وہ اس کے اندر پہنچے گا۔

رئیس الکبیر نے دروازہ کھول دیا۔ بیگم نے کرنل کو باہر رہنے کا اشارہ کیا پھر تنہا اندر آکر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "صبح تک مہمان کی خیریت معلوم کرتے رہنا میزبان کا فرض ہے۔ کیوں معزز مہمان؟"

وہ اس سلسلے میں ملکہ کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ اسی وقت ملکہ نے سانس روک لی پھر سانس لیتے ہوئے کہا۔ "میں نے ابھی اپنے اندر بے چینی محسوس کی تو بے اختیار سانس رک گئی تھی۔ میرے مہمان کیا تم سانس روک سکتے ہو؟"

ڈی ہاروے کے علاوہ میں بھی رئیس الکبیر کے اندر تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق سانس روکی تو میرے ساتھ ڈی ہاروے بھی اس کے دماغ سے نکل گیا۔ میں نے ثانی سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اسی بہانے ہم ڈی ہاروے کو اس کے دماغ سے ایک یا دو منٹ کے لیے بھگا سکتے ہیں۔ اتنی دیر میں اسے اپنا کام کرلینا چاہیے۔

ثانی ایک بجلی تھی۔ اور بجلی جہاں گرتی ہے وہاں کے توکوں کو جلا کر راکھ کردیتی ہے یا بے ہوش کردیتی ہے۔ ایک منٹ کے اندر ہی ڈی ہاروے اپنے معمول رئیس الکبیر کے دماغ میں آیا تو پتا چلا' وہ بے ہوش ہے۔ بڑا تعجب ہوا کہ کوئی سانس روکتے ہی بے ہوش کیسے ہوسکتا ہے؟

اس کی سانس چل رہی تھی مگر ہوش سے بیگانہ دماغ کی سوچ کی لہریں اس قدر کمزور ہوگئی تھیں کہ جو ابا اپنے عامل ڈی ہاروے کو کچھ بتا نہیں پارہی تھیں لیکن ہاروے نے سمجھ لیا کہ جمیلہ بھیس بدل کر ملکہ بن کر آئی ہے۔ وہ شاید جانتی ہے کہ رئیس کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا رہتا ہے۔ اسے بھگانے کے لیے ہی اس نے رئیس سے پوچھا تھا کہ کیا وہ سانس روک سکتا ہے اور اس بے وقوف رئیس نے سانس روکی تھی۔ جبکہ حقیقتاً وہ بے وقوف نہیں تھا میں نے اسے مجبور کیا تھا۔

بہرحال..... وہ خطرہ محسوس کرتے ہی کرنل عماد اور اس کے

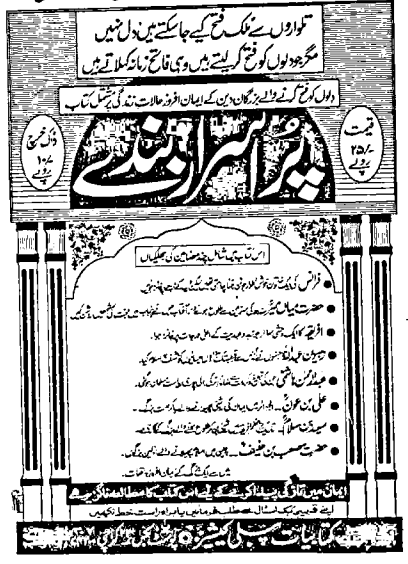

ماتحت کے دماغ میں جاکر انہیں ملکہ کی اصلیت بتانا چاہا تھا مگر انہوں نے سانس روک لی تھی۔ اس نے لیڈی آئرن راڈ کے پاس آکر کہا۔ "غضب ہوگیا۔ جمیلہ وہاں شاہ کی ملکہ بن کر پہنچ گئی ہے اور تمام مسلح فوجی اسے ملکہ سمجھ کر سلام کر رہے ہیں۔ شطرنج کی بساط پر چالیں چلتے وقت مات کھانے کا کوئی نہ کوئی پہلو رہ جاتا ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ شاہ کی ملکہ کے بھیس میں آسکتی ہے۔ تم فوراً شاہ سے فون پر رابطہ کرکے ان سب کو خطرے سے آگاہ کرو۔"

وہ نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولی۔ "کیا تم نے شاہ کے دماغ میں جگہ نہیں بنائی تھی۔"

وہ بولا۔ "میں نے شاہ کے خیالات پڑھے تھے۔ پتا چلا کہ وہ معمول کے مطابق رات کو گیارہ بجے تک سو جائے گا۔ وہ میرے کام کا آدمی نہیں تھا' میں نے ایک اہم فوجی افسر کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ وہ افسر محل کے اس حصے کا انچارج تھا جہاں رئیس قیام کر رہا ہے مگر ابھی پتا چلا کہ وہ افسر ایک حادثے کے نتیجے میں اسپتال پہنچ گیا ہے۔ اس کی جگہ کرنل عماد آیا ہوا ہے اور وہ یوگا کا ماہر ہے۔"

لیڈی آئرن راڈ نے کئی بار نمبر ڈائل کیے۔ تب رابطہ ہوا۔ شاہ کے سیکریٹری نے پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟"

"میں آئرن راڈ بول رہی ہوں۔ شاہ حضور کو فوراً جگاؤ اور بتاؤ کہ جمیلہ ان کی ملکہ کے بھیس میں رئیس تک پہنچ گئی ہے۔ فوجی افسران سے کہو کہ اسے ملکہ نہ سمجھیں۔ وہ جمیلہ ہے اسے فوراً گرفتار کریں۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "یہاں محل میں سکون اور سناٹا ہے۔ رئیس الکبیر ذرا سا بھی خطرہ محسوس کرتا تو وہ اپنی خواب گاہ سے خطرے کا الارم بجا دیتا اور شور مچا کر ہمارے فوجیوں کو متوجہ کرتا۔"

"وہ ایسا کچھ نہیں کرسکے گا۔ کیونکہ جمیلہ نے اسے بے ہوش کردیا ہے۔"

"تم اتنی دور بیٹھی یہ کیسے معلوم کر رہی ہو کہ ہمارا معزز مہمان بے ہوش کردیا گیا ہے؟"

"تم سوالات میں وقت ضائع نہ کرو۔ شاہ حضور سے میری گفتگو کراؤ یا تم خود جاکر آقا رئیس الکبیر کی خیریت معلوم کرو۔ پلیز دیر نہ کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی مہمان کے پاس جا رہا ہوں۔"

ڈی ہارو سیکریٹری کے دماغ میں آگیا تھا۔ وہ اسے دوڑاتا ہوا رئیس کی خواب گاہ تک لے گیا پھر اس کی زبان سے کرنل عماد کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ملکۂ عالیہ معزز مہمان کی خواب گاہ میں ہیں؟"

کرنل نے کہا۔ "نہیں وہ اپنے رہائشی حصے میں واپس چلی گئی ہیں۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "تم سب دھوکا کھا گئے ہو۔ وہ ملکہ نہیں تھیں' جمیلہ تھی۔ بھیس بدل کر آئی تھی۔"

کرنل نے کہا۔ "آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ کیا ہم اپنی ملکہ کو نہیں پہچانتے ہیں؟"

"ہمیں یہ بحث کرنے کے بجائے کمرے میں جاکر دیکھنا چاہیے۔"

کرنل کے حکم سے نادیدہ بجلی کے تاروں کے سوئچ کو آف کردیا گیا پھر سیکریٹری نے دروازے پر آکر دستک دی۔ اندر خاموشی تھی۔ دوسری دستک پر بھی جواب نہیں ملا۔ سیکریٹری نے ڈی ہارو کی مرضی کے مطابق دروازے کے ہینڈ کو دبا کر کھولا تو وہ کھل گیا۔

اس لیے کھل گیا کہ اسے اندر سے بند کرنے والا فرش پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ کی ہتھیلی لہولہان تھی۔ کیونکہ ایک ہاتھ کی طرح دوسرے ہاتھ کا انگوٹھا بھی غائب ہوگیا تھا۔

وہ سب اُس کے قریب آگئے۔ کسی نے اسے جھنجوڑ کر پکارا۔ کسی نے اس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ اس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ پہلے چند لمحوں میں اسے تکلیف کا احساس ہوا۔ پھر وہ خون آلود ہتھیلی کو دیکھتے ہی چیخ پڑا۔ اس ہتھیلی میں بھی صرف چار انگلیاں دیکھ کر وہ ہذیانی انداز میں چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "آہ! وہ لے گئی۔ وہ میری پیشانی پر لکھی ہوئی تقدیر ہے۔ جو کہتی ہے' وہ کر گزرتی ہے۔ وہ ایسی بلا ہے' جو مجھے جہنم میں پہنچا کر رہے گی۔"

کرنل عماد دوڑتا ہوا دروازے پر آیا پھر فوجی جوانوں سے بولا۔ "وہ ہماری ملکہ کے بھیس میں آئی تھی۔ خطرے کا سائرن بجاؤ۔ محل کے تمام دروازے بند کرادو۔"

رئیس الکبیر نے کٹے ہوئے انگوٹھے والے ہاتھ کو تھام کر کہا۔ "یکوا اس مت کرو۔ شاہ کا محل بھی محفوظ نہیں رہا۔ میں اتنی بڑی دنیا میں ایک ہی جگہ میں محفوظ رہوں گا۔ وہ زبان کی پکی ہے۔ اس لیے میں اُس کی شرط تسلیم کرتا ہوں۔"

اس نے اپنے خاص ملازم سے کہا۔ "جاؤ اور میری مخصوص کی ہوئی زمین پر مقبرے کی دیواریں اٹھاؤ اور آج ہی میری قبر کھود کر تیار کرو۔ میں اس قبر میں چالیس راتیں گزاروں گا۔"

"آہ! مرنے کے بعد چالیسواں ہوا کرتا ہے۔ میں زندہ رہ کر اپنی قبر میں اپنا چالیسواں کروں گا تو آئندہ مجھے زندگی ملتی رہے گی اور وہ میرے ٹکڑے نہیں کرے گی۔"

وہ چیخ چیخ کر بولتے بولتے پھر بے ہوش ہوگیا۔ ہماری دنیا میں ایسے تماشے بھی ہوتے ہیں اور اگر نہیں ہوتے تو یہ ضرور ہونا چاہیے کہ ظالموں کو ان کی زندگی میں قبر کے اندر ایک دو راتوں کے لیے سلایا جائے تاکہ یاد رہے کہ ڈبل بیڈ پر سونے والوں کو تا قیامت مٹی کے سنگل بیڈ پر سونا پڑتا ہے جہاں حرم سرا کی کوئی کنیز تھوکنے بھی نہیں آئے گی۔

موت صرف جگیوں میں نہیں آتی' محلوں میں بھی آتی ہے ہزار ہا پہرے داروں کے درمیان سے گزر کر آتی ہے۔ جمیلہ ری بھی موت کا نمونہ بن کر شاہ کے محل میں آسانی سے آئی اور انی سے چلی گئی۔ وہ پوری موت نہیں تھی رئیس الکبیر کا صرف ٹھاکاٹ کرلے گئی تھی اس لیے ابھی محض موت کا نمونہ تھی۔

اگرچہ جمیلہ نے خود یہ واردات نہیں کی تھی' وہ ابھی میرے ے میں زیر تربیت تھی۔ ہماری چالیں دیکھ رہی تھی۔ ہمارے کام نے کا انداز سمجھ رہی تھی اور روزانہ مجھ سے جوڈو کراٹے کے پیچ سیکھ رہی تھی اور لڑنے کے دوران حاضر دماغی کے مختلف وں کو سمجھ رہی تھی۔

میں نے اسے ٹریننگ دیتے وقت محسوس کیا تھا کہ اب وہ ل بدن نہیں رہی ہے۔ غیر معمولی دوائیں اپنا اثر دکھا رہی ں۔ اسے میرے حملوں سے چوٹیں لگتی تھیں لیکن وہ مسکرا کر قابلے لیے ڈٹ جاتی تھی۔ مجھے یقین تھا' وہ کچھ عرصے میں غیر دلی سماعت وبصارت اور حیرت انگیز جسمانی ودماغی قوتوں کی مالک بن جائے گی۔

بہرحال جمیلہ نے رئیس کو جو چیلنج کیا تھا' اسے سونیا ثانی پورا رہی تھی اور میں ثانی سے تعاون کر رہا تھا۔ ابھی تک ہماری کیلی ل مخالفین پر ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ لیڈی آئرن راڈ اور ٹیلی پیتھی نے والا ڈی ہارو اور دوسرے یہی سمجھ رہے تھے کہ جمیلہ ری اپنی ذہانت اور حکمت عملی سے رئیس الکبیر کی انگلیاں کاٹ چلی جائے گی۔

شاہ کے محل میں سب ہی کو یہ پورا یقین تھا کہ وہاں اجازت بغیر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ انہوں نے حفاظتی انتظامات میں کر کر نہیں چھوڑی تھی مگر اس پہلو کو نظر انداز کرگئے کہ وہ محل کی ملازمہ کے بھیس میں آسکتی ہے۔ اگر آتی تو ملازمہ یا کسی نے دار خاتون کو بھی اس حصے میں نہ جانے دیا جاتا' جہاں رئیس پناہ لے رکھی تھی لیکن وہ بیگم شاہ یعنی ملکہ بن کر آئی تھی کوئی فوجی افسر ملکہ کو اپنے مہمان رئیس الکبیر سے ملاقات کرنے نہیں روک سکتا تھا۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکا ہوں' ثانی کو ملکہ کا بھیس بدلنے کی ورت نہیں پڑی۔ اس نے تخریبی عمل سے ملکہ کو اپنی معمولہ ا تھا۔ کوئی بھی فوجی افسر یا محل کے اعلیٰ عہدے داران یہ بھی کر نہیں کرسکتے تھے کہ خود ملکہ نے اپنی خواب گاہ سے آکر یہ دات کی ہوگی پھر اپنی ملکۂ عالیہ پر یہ ایک سنگین الزام ہوتا اس سب کی متفقہ رائے یہی تھی کہ جمیلہ رازی ملکہ بن کر تمام ے داروں کو اور فوجی افسران کو بہت بڑا فریب دے چکی ہے۔

جو کچھ ہوچکا تھا' اس کی اطلاع شاہ کو دینا ضروری تھا کیونکہ وہ بان تھا اور مہمان اس کے محل میں محفوظ نہیں رہا تھا۔ شاہ کے لئے ایک بہت ہی خوب صورت انٹرکام رکھا ہوا تھا جب اسے کسی خاص خبر کے لیے نیند سے جگانا ہوتا تو پرسنل سیکریٹری اس انٹرکام کو استعمال کرتا تھا۔ شاہ کے سرہانے موسیقی کی بہت میٹھی دھن ابھرنے لگتی تھی۔

اس رات بھی جب شاہ کے کانوں میں مخصوص موسیقی سنائی دی تو آنکھ کھل گئی۔ اس نے انٹرکام کا بٹن دبایا۔ موسیقی بند ہوگئی۔ اس نے پوچھا "ہیلو' کیا بات ہے؟"

پرسنل سیکریٹری کی آواز سنائی دی "شاہ حضور! منحوس خبر سنانے کی معافی چاہتا ہوں۔ جمیلہ آپ کے مہمان کا دوسرا انگوٹھا کاٹ کرلے گئی ہے۔"

شاہ نیند کے خمار میں تھا۔ یہ بات سنتے ہی رہا سہا خمار بھی اتر گیا۔ وہ گرج کر بولا "کیا بکواس کرتے ہو؟ وہ ایسا ہرگز نہیں کرسکتی۔ کیا وہ جادوگرنی یا چھلاوہ ہے کہ میرے محل سے اتنی بڑی واردات کرکے گزر گئی اور میرے تمام پہرے دار سوتے رہے؟"

"حضور! سب جاگ رہے تھے اور اپنی اپنی جگہ مستعد تھے لیکن وہ ملکۂ عالیہ کا بھیس بدل کر آئی تھی۔"

شاہ نے سر گھما کر اپنے پاس گہری نیند سونے والی بیگم کو دیکھا پھر پوچھا "کیا بکتے ہو؟ صرف بھیس بدلنے سے وہ میری بیگم نہیں بن سکتی' کیا اس کے فراڈ کو کسی نے نہیں سمجھا؟ کیا اتنا نہیں سوچا کہ میری بیگم' میرے کسی مہمان سے ملنے کیوں جائے گی؟"

"حضور! ہم میں سے کس کی مجال ہے کہ ملکۂ عالیہ سے کوئی سوال کرتا۔ ہم تو حکم کے بندے ہیں۔ انہوں نے کرنل عماد سے مہمان کا دروازہ کھولنے کو کہا۔ کرنل نے بے چون وچرا حکم کی تعمیل کی۔"

"میرے خاص گارڈز کو یہاں بھیجو۔ میں ابھی مہمان سے ملنے آرہا ہوں۔ کیا اسے طبی امداد پہنچائی جارہی ہے؟"

"جی حضور! کٹے ہوئے انگوٹھے کی جگہ مرہم پٹی ہوچکی ہے۔"

شاہ نے انٹرکام کو آف کرکے شب خوابی کے لباس کو اتارا۔ پھر دوسرا لباس پہن لیا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ باہر سے چار مسلح گارڈز نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ شاہ نے باہر آکر خواب گاہ کے دروازے کو لاک کیا پھر رئیس الکبیر کی خواب گاہ کی طرف جانے لگا۔

ثانی نے مختصر سے وقت کے لیے ملکہ پر عمل کیا تھا۔ اس کے ذہن میں نقش کیا تھا کہ وہ کس طرح جاکر واردات کرے گی۔ پھر واپس خواب گاہ میں آکر شب خوابی کا لباس پہن کر بستر پر لیٹے گی تو اسے نیند آجائے گی۔

اس نے عمل کے ذریعے ملکہ کے ذہن کو حساس بنادیا تھا تاکہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے اور ایسے وقت رئیس الکبیر سے بھی پوچھے کہ وہ سانس روک سکتا ہے یا نہیں؟ وہ ملکہ کی فرمائش پر سانس روکے گا تو وہ اچانک رئیس الکبیر سے لپٹ کر بے ہوشی کی دوا انجکٹ کردے گی۔ اس کے بعد اپنے

لباس سے چاقو نکال کر اس کا انگوٹھا کاٹ کر چاقو سے لہو پونچھے گی پھر دوبارہ اسے اپنے لباس میں چھپا کر کمرے سے باہر آجائے گی اور کرنل عماد سے کہے گی کہ مہمان آرام فرما رہا ہے۔ کوئی کمرے میں نہ جائے۔ یہ کہہ کر وہ محل کے اپنے حصے میں آئے گی اور خواب گاہ میں آکر لباس تبدیل کرکے چاقو کو اس کی جگہ رکھے گی۔ پہلے کی طرح شب خوابی کا لباس پہنے گی پھر شاہ کے پہلو میں آکر سو جائے گی۔

اس کے بعد ثانی نے اسے حکم دیا تھا کہ سو کر اٹھے گی تو خنوبی عمل سے آزاد ہو جائے گی۔ یہ بھول جائے گی کہ کسی نے اس پر عمل کیا تھا پھر اس کا دماغ بھی حساس نہیں رہے گا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔

ابھی رات کا پچھلا پہر تھا مگر محل کے اندر اور باہر کی تمام روشنیاں یوں جاگ رہی تھیں جیسے دن نکل آیا ہو۔ خطرے کا سائرن بھی چیخ رہا تھا۔ اسپیکر کے ذریعے احکامات صادر کئے جا رہے تھے کہ محل سے باہر جانے والے تمام راستے اور کھڑکیاں بند کردیے جائیں، کسی کو باہر جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ ان حالات میں کہا جاتا ہے کہ سانپ نکل چکا تھا۔ اب لکیریں پیٹی جا رہی تھیں۔

ایسے وقت شاہ مہمان خانے میں پہنچا۔ نادیدہ بجلی کے تاروں کا سوئچ پہلے ہی آف کردیا گیا تھا کیونکہ جسے گرفتار کرنا تھا، وہ اپنا کام کرکے جا چکی تھی۔

شاہ کمرے میں آیا۔ وہاں پرسنل سیکریٹری، فوج کے چار افسران اور ایک ڈاکٹر نے اسے دیکھتے ہی سلام کیا۔ ڈاکٹر نے کہا "میں نے مرہم پٹی کردی ہے مگر معزز مہمان جنون میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اپنے لیے قبر کھودنے کا کہہ رہے تھے۔ یہاں سے بھاگ کر اپنی قبر میں سونا چاہتے تھے۔ میں نے نیند کا انجکشن دے دیا ہے۔ یہ بیدار ہوں گے تو یہاں ہونے والی واردات کی دہشت ان کے اندر کچھ کم ہو جائے گی۔"

شاہ نے کہا "شکریہ ڈاکٹر! مگر ایک بات یاد رکھو۔ یہاں جو کچھ ہوا ہے، اس کا ذکر باہر کسی سے نہ کرنا۔ اپنے بیوی بچوں سے بھی اس سلسلے میں کچھ نہ کہنا، اب جاؤ۔"

ڈاکٹر چلا گیا۔ شاہ نے فوجی افسران سے کہا "تم لوگوں نے شاہی وقار کو مجروح کیا ہے۔ دنیا کہے گی کہ میرے محل میں ایک مہمان کو تحفظ نہ مل سکا۔ میں کسی سے آنکھیں ملا کر بات نہیں کرسکوں گا۔ سب یہی کہیں گے کہ میری فوج میں کند ذہن افسران ہیں جو اپنی عقل سے اتنا بھی نہیں سوچ سکتے کہ میرے یہاں ہوتے ہوئے میری بیگم مہمان کی خیریت معلوم کرنے کیوں آئے گی؟"

وہ غصے میں بولتا رہا۔ وہ سب سر جھکائے ڈانٹ پھٹکار سنتے رہے۔ پھر اس نے کہا "جمیلہ، اسی شہر میں ہے۔ اس کے باپ اور بھائی اسے پہچانتے ہیں۔ رئیس الکبیر کی حرم سرا والوں نے بھی اسے دیکھا ہے۔ اس کی تصویریں بھی ہوں گی۔ اس کے باوجود ہماری فوج، ہماری پولیس اور انٹیلی جنس والے اتنا بھی معلوم نہ کرسکے کہ اس نے کہاں پناہ لے رکھی ہے؟ میں بارہ گھنٹے کے اندر اسے زنجیروں میں جکڑی ہوئی اپنے سامنے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

کرنل عماد نے کہا "حضور! لیڈی آئرن راڈ نے آپ کے سیکریٹری صاحب کو فون پر اطلاع دی تھی کہ اس کا آقا رئیس الکبیر اپنی خواب گاہ میں بے ہوش ہو گیا ہے اور جمیلہ ملکۂ عالیہ کے بھیس میں اس کے پاس پہنچ گئی ہے۔"

"لیڈی آئرن راڈ نے اتنی دور رئیس کے محل میں بیٹھ کر یہ کیسے معلوم کرلیا؟"

"یہی حیرانی کی بات ہے۔ سیکریٹری صاحب کو اس کی بات پر یقین نہیں آیا پھر بھی یہ مہمان کی خیریت معلوم کرنے ہمارے ساتھ یہاں آئے تو واقعی اپنے مہمان کو ادھر فرش پر بے ہوش پایا۔"

سیکریٹری نے کہا "میں نے لیڈی آئرن راڈ سے پوچھا تھا کہ اسے اتنی دور سے یہ سب باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟ اس نے جواب دیا۔ ابھی سوال وجواب میں وقت ضائع نہ کرو، آقا رئیس الکبیر کو بچاؤ۔ فوراً ان کے کمرے میں جاؤ۔"

شاہ نے کہا "اس لیڈی سے ابھی فون پر پوچھو کہ اس کی معلومات کے ذرائع کیا ہیں؟"

سیکریٹری نے رابطہ کیا پھر لیڈی آئرن راڈ سے کہا "تم نے جو معلومات فراہم کی تھیں، وہ درست نکلیں۔ جمیلہ اپنا کام کرگئی ہے۔ میں اپنے شاہ کے حکم سے پوچھ رہا ہوں، تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ جمیلہ ہماری ملکۂ عالیہ کے بھیس میں آئی تھی؟"

ٹیلی فون سیٹ کا اسپیکر آن تھا۔ اس میں سے لیڈی آئرن راڈ کی آواز سنائی دی، وہ کہہ رہی تھی "میرے اکثر خواب سچ ثابت ہوتے ہیں۔ میں اپنے آقا کے لیے فکرمند تھی۔ بستر پر لیٹی ہوئی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں جمیلہ کو دیکھا۔ وہ ماسک میک اپ کے ذریعے اپنے چہرے کو بدل رہی تھی اور ہمارے شاہ کی بیگم کا چہرہ اپنا رہی تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ ہمارے آقا رئیس الکبیر کے پاس پہنچ گئی ہے اور وہاں پہنچ کر اسے بے ہوش کر چکی ہے۔ اتنا دیکھتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میں اپنے آقا کی خیریت معلوم کرنا چاہتی تھی اس لیے فون پر تم سے وہی کہہ دیا جو خواب میں دیکھا تھا۔"

لیڈی آئرن راڈ اس حقیقت کو چھپا رہی تھی کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی ہارڈے، آقا رئیس الکبیر کو اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہے اور اکثر اس کے اندر چھپا رہتا ہے۔ شاہ نے کہا "وہاٹ نان سنس! وہ ایک رات پہلے یہ خواب دیکھ لیتی تو کیا بگڑ جاتا۔ یہ سب بکواس ہے کہ خواب دیکھا تھا۔ مجھے تو کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے۔ جمیلہ کی دوستی لیڈی آئرن راڈ اور رئیس الکبیر کے محل کے اہم افراد سے ہے جب وہ یہاں سے واردات کرکے چلی گئی، تب اس

ڈی نے ہمارے سیکریٹری کو انفارم کیا تھا۔"

کرنل عماد نے کہا "شاہ حضور! آپ صحیح سمت ہماری راہنمائی کررہے ہیں۔ اب ہمارے جاسوس لیڈی آئرن راڈ اور وہاں کے دوسرے اہم افراد پر نظر رکھیں گے۔"

ڈی ہارڈے لیڈی آئرن راڈ کے ذریعے پرسنل سیکریٹری کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا جب سیکریٹری نے انٹرکام کے ذریعے شاہ کو مخاطب کیا اور واردات کی اطلاع دی تو وہ شاہ کے دماغ میں آکر بیٹھ گیا۔ تب سے وہ شاہ کے احکامات سن رہا تھا۔ اب شاہ کہنے والا تھا کہ لیڈی آئرن راڈ پر نظر رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسے پکڑ کر یہاں لے آؤ اور اس سے حقیقت اگلواؤ۔ لیکن ڈی ہارڈے نے اسے ایسا کہنے نہیں دیا۔ شاہ نے اس کی مرضی کے مطابق کہا۔ "ہمارے سراغ رسانوں سے کہو کہ اس لیڈی سے دور رہیں۔ اسے شبہ نہ ہونے دیں کہ اس کی نگرانی ہو رہی ہے۔ چپ چاپ اس کی فون کالوں کو ٹیپ کیا جائے۔ وہ محل سے باہر جا کر جن عورتوں اور مردوں سے ملاقات کرے تو ان سب کے متعلق معلومات حاصل کرو۔ اسی طرح جمیلہ تک پہنچا جاسکتا ہے۔"

شاہ مزید احکامات صادر کرکے واپس اپنی خواب گاہ میں آگیا۔ ڈی ہارڈے نے اس کے ذریعے اس کی بیگم کو خواب غفلت میں دیکھا۔ اسے شبہ تھا کہ جمیلہ رازی کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا والی ہے جو ملکہ کو خنوبی عمل کے ذریعے تابعدار بنا کر اسے واردات کے لیے رئیس الکبیر کے پاس لے گئی تھی۔ ورنہ ایک ازک اندام ملکہ بھلا سانس کیا روکے گی؟ جبکہ واردات کرنے والی نے ڈی ہارڈے کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔

ڈی ہارڈے نے سوچا، اس کے دماغ میں جا کر دیکھنا چاہیے کہ اس پر عمل کیا گیا ہے تو یہ سانس روک کر نیند سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے گی۔ اس نے ملکہ کی آواز اور لہجے کو یاد کیا تو اسے یاد نہیں آیا کیونکہ اس نے ملکہ کی زبان سے ایک آدھ فقرہ ہی سنا تھا۔ پھر اسے حیلہ سمجھ کر بھلا دیا تھا۔

اس نے شاہ کو مائل کیا کہ بیگم کو نیند سے جگائے۔ شاہ نے بے اختیار ملکہ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آواز دی۔ دوسری آواز میں اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے نیند کے خمار میں پوچھا "جی۔ آپ جاگ رہے ہیں؟ کیا صبح ہو گئی ہے؟"

"صبح ہونے ہی والی ہے مگر ایک معمولی سی لڑکی نے مجھے بہت بری بات دی ہے۔ وہ ہمارے مہمان کا انگوٹھا کاٹ کر لے گئی ہے۔"

ملکہ حیرانی سے اٹھ کر بیٹھ گئی اور پوچھنے لگی کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ لیکن ڈی ہارڈے حیران تھا کیونکہ اسے ملکہ کے دماغ میں جگہ نہیں مل گئی تھی۔ اس نے واردات کرنے والی کی طرح سانس نہیں روکی تھی۔

اس نے ملکہ کے چور خیالات پڑھے۔ پتا چلا، وہ واقعی اس قسم کی واردات سے بالکل بے خبر ہے اور تقریباً رات گیارہ بجے سے بستر پر سو رہی ہے۔

اس نے لیڈی آئرن راڈ کے پاس آکر کہا "ہمارا شبہ غلط ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ملکہ کو معمولہ اور تابعدار بنا کر جمیلہ نے اپنا چیلنج پورا کیا ہے۔ ملکہ اس معاملے سے بالکل بے خبر ہے۔ نہ ہی کسی نے اسے ٹریپ کیا ہے اور نہ ہی وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتی ہے۔ میں اس کے تمام چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔"

لیڈی آئرن راڈ نے کہا "اس کا مطلب ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا جمیلہ کی مدد نہیں کررہا ہے اور وہ خود ملکہ کا بھیس بدل کر آئی تھی۔ آخر وہ کتنی ذہین یا مکار ہے کہ تنہا ہمارے محل سے شاہ کے محل تک اپنی طاقت اور پُراسراریت کی دھاک جمارہی ہے۔ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ وہ شاہ کے محل میں بھی آسانی سے آکر واپس چلی گئی اور کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔"

ڈی ہارڈے نے کہا "ویسے ایک اسرائیلی ایجنٹ سے اطلاع ملی ہے کہ اس شہر میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔"

"کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے بارے میں کچھ جانتا ہے؟"

"اگر جمیلہ نے اس سے دوستی کی ہوگی تو شاید ہم اس سے چھپے ہوئے نہ ہوں۔ شاید وہ خاموشی سے ہماری مصروفیات دیکھ رہا ہو؟"

"وہ کون ہے؟ اسرائیلی ایجنٹ اس کے متعلق کیا کہہ رہا

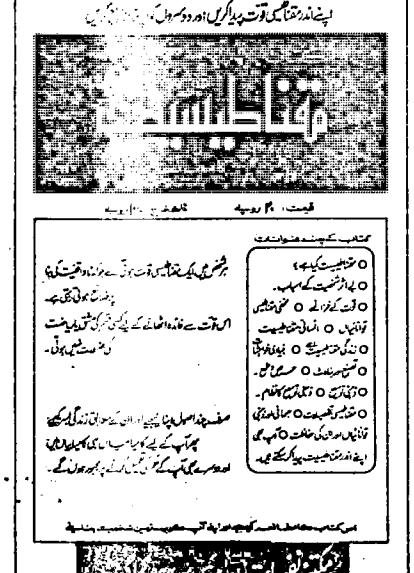

ہے؟"

"یہاں حسام بن زید ایک بہت ہی امیر و کبیر شخص ہے۔ اسے پھانسنے اور اس سے شادی کرنے کے لیے ایک یہودی حسینہ کیلی رافیل ایک مسلمان سلمٰی زیاد بن کر یہاں آئی تھی۔ اس نے اپنے ایک لیڈر سے فون پر کہا تھا کہ وہ اس سے ایک ضروری کام کے سلسلے میں ملنا چاہتی ہے۔ لیڈر نے کہا کہ وہ کسی کے روبرو نہیں آتا ہے۔ لہٰذا وہ اس کے ماتحتوں جوزف اور جیکب سے مل سکتی ہے۔

"کیلی رافیل نے ان دونوں کو ہوٹل الحمرا کے ایک کمرے میں بلا کر ہلاک کردیا۔ ابھی پولیس کی حراست میں ہے۔ میں نے کیلی رافیل کی آواز اس ایجنٹ کے ذریعے سنی۔ پھر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا' وہ عجیب الجھن میں ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اس نے جوزف اور جیکب کو کیوں اپنے کمرے میں بلا کر انہیں قتل کیا۔ دوسری حیرانی کی بات یہ ہے کہ حسام کی ایک جوان بیٹی ڈیلا کلہ لندن میں مرچکی تھی مگر وہ زندہ ہو کر حسام کی کوٹھی میں آگئی ہے۔ حسام اسے اپنی بیٹی تسلیم نہیں کرتا ہے۔ تیسری مزید حیرانی کی بات یہ تھی کہ کیلی رافیل پچھلی رات آٹھ بجے لندن سے حسام کے ساتھ یہاں آئی تھی۔ دونوں نے جہاز کے اندر شانہ بشانہ بیٹھ کر سفر کیا تھا اور اپنی شادی کا پروگرام بناتے رہے تھے لیکن حسام نے بیان دیا ہے کہ اس نے کیلی رافیل (سلمٰی زیاد) کے ساتھ سفر نہیں کیا تھا۔ اس سے ایک دن پہلے ہی لندن سے یہاں چلا آیا تھا۔

"پولیس نے حسام اور سلمٰی زیاد (کیلی رافیل) کے پاسپورٹ وغیرہ کو چیک کیا تو ان میں درج شدہ تاریخوں کے مطابق دونوں نے ایک تاریخ میں ایک ہی جہاز میں سفر نہیں کیا تھا۔ تاریخ کے حساب سے حسام ایک دن پہلے اپنی کوٹھی میں اپنی بیٹی کے ساتھ آیا تھا۔"

ڈی ہاروے نے لیڈی آئرن راڈ سے کہا "میں کیلی رافیل کے چور خیالات اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔ انسان کے اندر چھپے ہوئے خیالات جھوٹ نہیں بولتے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ حسام اس کے ساتھ بھیس بدل کر ہوٹل الحمرا گیا تھا لیکن جب کیلی نے اپنے ہی یہودی ساتھیوں جوزف اور جیکب کو قتل کیا تو وہ وہاں سے غائب ہوگیا تھا۔ یعنی اس نے کیلی رافیل کو پھانسنے کے لیے ایسی حرکت کی تھی۔"

"ہاروے! کیا تم نے حسام بن زید کے خیالات پڑھے ہیں؟"

"ہاں' میں اس کے دماغ میں بھی پہنچ گیا تھا۔ وہ خود اندر ہی اندر حیران تھا کہ جس کیلی رافیل پر ہزار جان سے فدا تھا اور اسے ایک اسلامی نام دے کر اس سے شادی کرنے والا تھا' اچانک ہی اس کے خلاف کیوں ہوگیا ہے اور کیلی نے دو نامعلوم افراد کو ہوٹل میں جا کر کیوں قتل کیا ہے۔ اس کے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ بھیس بدل کر کیلی کے ساتھ ہوٹل الحمرا نہیں گیا تھا۔"

وہ بولی "یہ تو عجیب الجھاوا ہے۔ فی الحال یہی سمجھ میں آرہا ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کیلی رافیل کے ساتھ بھیس بدل کر گیا تھا۔ اس نے اسے دو افراد کو قتل کرنے پر مجبور کرایا اور اسے یہاں کی پولیس کسٹڈی میں پہنچا دیا۔"

"حسام بن زید کی سوچ بتا رہی تھی کہ جو لڑکی اس کی بیٹی ڈیلا کلہ بن کر اس کی کوٹھی میں ہے' اس کی اپنی بیٹی نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ بڑی پراسرار لگ رہی ہے۔ کوٹھی کے ملازم بھی یہی سمجھ رہے ہیں کہ بیٹی اپنے باپ کے ساتھ کیلی رافیل سے ایک روز پہلے وہاں آئی ہے جبکہ یہ غلط ہے۔ حسام کے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ کیلی کے ساتھ آیا تھا اور اپنی کوٹھی میں ڈیلا کلہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔"

لیڈی آئرن راڈ نے کہا "ڈی ہاروے! کچھ حقائق سمجھ میں آرہے ہیں۔ حسام اپنی ہونے والی دلہن کے ساتھ آیا تھا لیکن کوٹھی کے ملازمین نے حسام اور اس کی بیٹی ڈیلا کلہ کو ایک رات پہلے کوٹھی میں آتے دیکھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فیلی پیتھی جاننے والا ایک رات پہلے حسام بن کر کسی لڑکی کو اپنی بیٹی ڈیلا کلہ بنا کر اس کوٹھی میں گیا تھا۔"

"ہاں بات تو یہی سمجھ میں آرہی ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جس لڑکی کو وہ ڈیلا کلہ بنا کر لایا ہے' وہ جمیلہ رازی ہے۔"

"ہیرا زدی پوائنٹ۔ میں بھی یہی سمجھ رہی ہوں کہ وہ ڈیلا کلہ نہیں ہے تو پھر جمیلہ رازی ہے۔ تم پھر ایک بار شاہ کے خیالات پڑھو اور معلوم کرو کہ اس کی انٹیلی جنس کے افسران نے جوزف اور جیکب کے قتل کی کوئی اطلاع دی تھی اور یہ کہ کسی یہودی حسینہ کیلی

ایک تجسس بھرپور نوجوان کی داستانِ حیات جسے یہ کردہ گناہوں نے تباہی کے راستے پر ڈال دیا۔ ایک منفی خیال حیرت انگیز انجام تک۔ اس کا جنون کبھی کبھی اتنا سچا لگتا ہے کہ پھول مہکنے لگتے ہیں۔ کبھی ہمالیہ کی وادیوں میں۔ اس سنسنی خیز ماجرا میں ایک روز چاند چھو اس کے ہاتھ لگ گیا تو ایک دنیا اس کے پیچھے پڑ گئی۔ حیرت کے ہر لمحے میں اس کے تعاقب میں رہتے۔ کبھی وہ ہندوستان میں چھپا رہا اور کبھی سرزمینِ عرب پر۔ متلاشی کرتا رہا۔ بالآخر اسرائیل میں جا پھنسا۔ اس خیال کو اپنا ایجنٹ بنانا چاہا۔ کیا وہ اس کا آلۂ کار بن گیا؟ وہ اپنے صرف طاقت کے مرکز کے ہی دیوانے تھے۔ قدم قدم پر اس کی ذہانت و فطانت کو پرکھا۔ ایک آزمائش درپیش تھی۔ ہر موڑ پر ان کے پیغام اجل کے ساتھ اس کے منتظر تھے۔

اس طویل داستان کی ہر سطر ایک واقعہ ہے۔ ایک کشمکش، تجسس، تحیر اور عبرت انگیز واقعات سے بھرپور یہ لازوال کہانی کئی قسطوں میں سلسلہ وار جاسوسی ڈائجسٹ میں شائع ہو رہی ہے۔ آج ہی اپنا کاپی کنفرم کرائیں۔

سفر در سفر

(پہلی قسط میگزین) ——— قیمت فی قسط ۲۵ روپے ——— ڈاک خرچ فی قسط ۱۰ روپے

ادارہ کتابیات پبلی کیشنز ۲۴ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

رافیل کا ذکر کیا تھا؟"

وہ شاہ کے اندر آیا۔ ملکہ پھر سو گئی تھی مگر وہ اپنی توہین کے خیال سے جاگ رہا تھا۔ صبح ہو رہی تھی۔ اب اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ کسی بھی طرح جمیلہ کو گرفتار کرکے بدترین سزا دینا چاہتا تھا۔ ڈی ہاروے اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور خیالات کہہ رہے تھے کہ پچھلی رات جمیلہ نے فون پر اس سے کہا تھا کہ وہ محبِ وطن ہے' یہاں اسرائیلیوں اور امریکیوں کو جاسوس بن کر رہنے نہیں دے گی اس لیے اس نے یہودی کیلی رافیل کو گرفتار کرایا ہے۔ اس یہودی حسینہ نے خود اپنے دو یہودی ساتھیوں جوزف اور جیکب کو قتل کیا تھا اور یہاں سلمٰی زیاد بن کر آئی تھی۔"

یہ معلومات بہت اہم تھیں۔ اس نے لیڈی آئرن راڈ کو شاہ کے یہ خیالات بتائے پھر کہا "اب اس میں شبہ نہیں رہا کہ ڈیلا کلہ اور جمیلہ ایک ہی ہستی کے نام ہیں۔ کیلی رافیل کو گرفتار کرانے والی جمیلہ ہے اور یہ کام وہ اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کی مدد سے کر رہی ہے جو اس کا باپ حسام بن زید بن کر اس کوٹھی میں آیا تھا۔"

لیڈی آئرن راڈ یہ سنتے ہی ریسیور اٹھا کر شاہ کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ ڈی ہاروے نے پوچھا "کیا کر رہی ہو؟"

"شاہ کو انفارم کر رہی ہوں۔ وہ ابھی ڈیلا کلہ یعنی جمیلہ کو گرفتار کرے گا۔"

"ذرا ٹھہرو۔ شاہ تم پر یقین نہیں کرتا ہے۔ اپنے ماتحت سیمول کو بلاؤ۔ وہ شاہ سے بات کرے گا۔ دوسرے لفظوں میں' میں سیمول کی زبان سے بولوں گا۔"

سیمول کو بلایا گیا۔ اس نے ہدایات کے مطابق نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے پرسنل سیکریٹری نے پوچھا "تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

سیمول نے ڈی ہاروے کی مرضی کے مطابق کہا "میرا کوئی نام نہیں ہے۔ میں گمنام ہوں مگر ابھی جمیلہ رازی کو گرفتار کرا سکتا ہوں۔"

"مجھے بتاؤ۔ وہ دشمن لڑکی کہاں ہے؟"

"سوری۔ میں اس سلسلے میں صرف شاہ سے گفتگو کروں گا ورنہ فون بند کردوں گا۔"

"پلیز ایک منٹ ہولڈ کرو۔ میں ابھی گفتگو کراتا ہوں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ ڈی ہاروے سیکریٹری کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا۔ وہ انٹرکام پر شاہ کو اس فون کے متعلق بتا رہا تھا۔ شاہ نے فوراً ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو اجنبی! کیا تم جمیلہ کا ٹھکانا جانتے ہو؟"

"جی ہاں' میں ابھی بتاتا ہوں لیکن آپ کو بڑی رازداری سے کام لینا ہوگا تاکہ وہ وہاں سے فرار نہ ہوجائے۔ آپ اپنے بہت ہی قابلِ اعتماد افسران اور سپاہیوں کو حسام بن زید کی کوٹھی کا محاصرہ کرنے کا حکم دیں۔ اس کوٹھی میں حسام کی داشتہ کی ایک بیٹی ڈیلا کلہ رہتی ہے۔ دراصل وہی جمیلہ رازی ہے۔"

"یہ باتیں تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟ تمہاری معلومات کے ذرائع کیا ہیں؟"

"آپ کو اپنے ہر سوال کا جواب مل جائے گا۔ آپ ڈیلا کلہ کو گرفتار کرا کے اس کے چہرے کا میک اپ اتروائیں' پھر آپ کے سامنے جمیلہ رازی عیاں ہوجائے گی۔"

یہ کہہ کر سیمول' ڈی ہاروے کی مرضی سے ریسیور رکھ کر چلا گیا۔ ڈی ہاروے شاہ کے اندر تھا اور لیڈی آئرن راڈ کو وہاں کے حالات بتا رہا تھا۔ شاہ نے فوراً ہی چار قابلِ اعتماد فوجی افسران کو طلب کیا تھا اور ان سے کہہ رہا تھا "میں کل سے حسام بن زید کا نام سن رہا ہوں۔ ایک یہودی حسینہ مسلمان بن کر اس کی کوٹھی میں آئی تھی۔ اب وہ پولیس کسٹڈی میں ہے۔ تم لوگ بہترین مسلح سپاہیوں کو لے جا کر چپ چاپ پہلے حسام کی کوٹھی کا محاصرہ کرو۔ تاکہ وہاں سے ایک پرندہ بھی اڑ کر فرار نہ ہوسکے۔ پھر وہاں تمہیں حسام اور اس کی بیٹی ڈیلا کلہ نظر آئے گی۔ ان دونوں کو گرفتار کرکے یہاں لے آؤ۔"

صبح ہوچکی تھی۔ آفتاب اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ چار افسران نے پچیس مسلح فوجی جوانوں کے ذریعے حسام بن

سسپنس، جاسوسی، ایڈونچر اور خوفناک کہانیوں کا بہترین انتخاب

انعام یافتہ کہانیاں

قیمت فی ۲۰ روپے | ڈاک خرچ فی ۱۰ روپے

شکیل انجم کی ان تمام کہانیوں کا پے در پے شامل انتخاب جنہیں مختلف ڈائجسٹوں نے اوّل انعام کا مستحق قرار دیا ——— آج ہی طلب فرمائیں۔

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

زید کی کوٹھی کا محاصرہ کرایا پھر وہ چند سپاہیوں کے ساتھ کوٹھی میں داخل ہوئے۔ حسام بن زید نے پوچھا "آپ لوگوں کے اس طرح آنے کا مقصد کیا ہے؟"

ایک افسر نے کہا "سوال تم نہیں کرو گے۔ ہم کریں گے۔ یہاں کتنے افراد ہیں؟"

"میں ہوں اور ڈیلا کلہ ہے۔"

"یہ ڈیلا کلہ کون ہے؟"

"ایک اجنبی لڑکی ہے۔ خواہ مخواہ خود کو میری بیٹی کہتی ہے۔"

"اسے یہاں بلاؤ۔" ڈی ہاروے نے اس افسر کی زبان سے سپاہیوں کو حکم دیا۔ "جاؤ اور پوری کوٹھی کی تلاشی لو اگر کوئی اور اجنبی نظر آئے تو اسے بھی پکڑ کر لے آؤ۔"

ڈی ہاروے سمجھ رہا تھا کہ شاید کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی بھیس میں وہاں چھپا ہوا ہے لیکن میں نے تو حسام کے آتے ہی کوٹھی چھوڑ دی تھی۔ ضرورت کے وقت جاتا تھا۔ پھر چلا آتا تھا۔

چند سپاہی جمیلہ کو گرفتار کر کے لے آئے۔ اسے میں نے ایسی تربیت دی تھی کہ وہ برے حالات میں پریشان نہیں ہوتی تھی' ایک افسر نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں ڈیلا کلہ بنت حسام ہوں اور یہ جو کھڑے ہوئے ہیں' میرے فادر ہیں۔"

حسام نے کہا "یہ جھوٹ بولتی ہے۔ میری کوئی بیٹی نہیں ہے۔ یہ کوئی پُراسرار لڑکی ہے۔ مجھے خواہ مخواہ پریشان کر رہی ہے۔"

"آپ نے اس لڑکی کے خلاف رپورٹ درج کیوں نہیں کرائی۔"

"میں پہلے ہی ایک یہودی عورت کیلی رافیل کے کیس میں پریشان ہوں۔ وہ ایک مسلمان لڑکی سلمیٰ زیادہ بن کر میرے گھر آئی تھی اور ہوٹل السرا میں جا کر دو افراد کو قتل کر دیا تھا۔"

فوجی افسران دونوں کو گرفتار کر کے محل میں شاہ کے سامنے لے آئے۔ شاہ نے حکم دیا اس لڑکی کے چہرے سے میک اپ کو دھویا جائے۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ چہرے سے میک اپ اتارا گیا تو سامنے جمیلہ کھڑی ہوئی تھی۔ شاہ نے گھورتے ہوئے کہا "اچھا تو تم ہو جمیلہ؟ تم میری بیگم کا بھیس بدل کر آئی تھیں۔ تم نے میرے محل کو دعوت کا گھروندا سمجھ لیا تھا۔ دیکھ لیا تم نے کہ میں نے صبح ہوتے ہی تمہیں گرفتار کرا لیا ہے۔ تم اپنی قبر میں بھی چھپی رہتی تو میں وہاں سے بھی تمہیں نکلوا کر تمہیں عبرتناک سزائیں دیتا اور اب بھی تم میرے قہر و غضب سے نہیں بچو گی۔"

جمیلہ نے کہا "شاہ حضور! آپ کی دی ہوئی ہر سزا سر آنکھوں پر مگر میرا قصور کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں' میں ملکہ عالیہ کا بھیس بدل کر آئی تھی جبکہ میں اپنی خواب گاہ میں سو رہی تھی۔ کیا میرے خلاف کوئی ثبوت ہے؟"

شاہ نے حکم دیا "جاؤ' رئیس الکبیر کو دیکھو۔ وہ ہوش میں آگیا ہو تو اسے لے آؤ۔"

حکم کی تعمیل ہوئی۔ ایک افسر ایک سپاہی کے ساتھ رئیس الکبیر کی خواب گاہ میں آیا۔ وہ ہوش میں آگیا تھا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا' جن میں صرف چار چار انگلیاں رہ گئی تھیں۔ افسر نے کہا "معزز مہمان! آپ کو شاہ حضور نے ابھی طلب کیا ہے۔ آپ پر ظلم کرنے والی مجرمہ گرفتار کر لی گئی ہے۔"

وہ سہم کر بولا "نن... نہیں۔ وہ گرفتار نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک بلا ہے۔ وہ کسی کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ میرے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے گی۔"

"آپ خوف زدہ نہ ہوں۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ آپ اسے دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔"

"گولی کیسے ماروں گا' ریوالور کا دستہ ہو یا کوئی اور ہتھیار' اسے پکڑنے کے لیے انگوٹھا لازمی ہے۔ میں تو اس لڑکی کو گھسیٹا بھی نہیں دکھا سکوں گا۔"

"اسے آپ نہ سہی' ہم سزائے موت دیں گے۔ پلیز' آپ چلیں۔"

وہ اسے سمجھا مناکر شاہ کے سامنے لائے۔ وہاں جمیلہ کو دیکھتے ہی رئیس الکبیر بھاگنا چاہتا تھا۔ سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا۔ شاہ نے کہا "معزز مہمان! اپنے دل و دماغ سے سارا خوف نکال دو۔ اب یہ لڑکی بے بس ہے' ہم نے کہا تھا کہ ہمارے محل میں تم محفوظ رہو گے اور مجرمہ گرفتار کی جائے گی۔ ہم پہلا وعدہ پورا نہ کر سکے لیکن اسے گرفتار کر کے دوسرا وعدہ پورا کر رہے ہیں۔ تم جس طرح چاہو اس سے انتقام لے سکتے ہو۔"

رئیس الکبیر نے جھجکتے ہوئے جمیلہ کو دیکھا۔ جمیلہ نے پوچھا "قسم کھا کر کہو' کیا میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچانے آئی تھی؟"

"نن... نہیں۔ ملکہ عالیہ آئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے لپٹ کر کوئی سوئی چبھوئی تھی پھر میں بے ہوش ہو گیا تھا۔"

شاہ نے ناگواری سے کہا "کیا بکتے ہو۔ میری بیگم تمام رات میرے ساتھ رہیں۔ یہ ملکہ بن کر آئی تھی۔"

جمیلہ نے کہا "یہ ایک مفروضہ ہے۔ کیا کسی نے مجھے بھیس بدلتے ہوئے دیکھا ہے یا بھیس بدلنے کے بعد پہچانا ہے کہ وہ میں ہی تھی؟"

"تم بھیس بدلنے میں مہارت رکھتی ہو اسی لیے حسام کی بیٹی ڈیلا کلہ بنی ہوئی تھیں۔ تم انصاف حاصل کرنے کے لیے آج کی واردات سے انکار کر سکتی ہو لیکن اس سے پہلے تم نے شکارگاہ کے بنگلے میں آکر ایسی ہی ایک واردات نہیں کی تھی؟"

"ہرگز نہیں۔ میں نے شکارگاہ کا بنگلا آج تک نہیں دیکھا ہے۔ کیوں آقا! تم نے اس بنگلے میں مجھے دیکھا تھا؟"

رئیس الکبیر نے ہچکچاتے ہوئے کہا "میں نے چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ چہرے پر نقاب تھا چونکہ تم نے چیلنج کیا تھا اس لیے وہ تم ہی ہو سکتی تھیں۔"

"نہیں شبہ ہے۔ یقین نہیں۔ میں تو غصے میں محض دھمکیاں دیا کرتی تھی مگر کبھی تمہیں نقصان نہیں پہنچایا۔ تم خود کہتے ہو کہ دونوں انگوٹھے کسی عورت نے کاٹے اور وہ میں نہیں تھی۔ تم چشم دید گواہ ہو کہ تم نے مجھے واردات کے وقت روبرو نہیں دیکھا تھا۔"

پھر وہ شاہ سے بولی "حضور عالی! مدعی اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ اس نے مجھے روبرو نہیں دیکھا اور نہ ہی میں نے اسے کوئی نقصان پہنچایا ہے۔ پھر میرا قصور کیا ہے؟"

اس بار ڈی ہاروے نے رئیس کی زبان سے کہا "قصور یہ ہے کہ تم میرے محل سے لاکھوں کروڑوں کے ہیرے جواہرات لے کر فرار ہو گئی تھیں اور مجھ پر الزام لگا رہی تھیں کہ میرے آدمی تمہیں اغوا کر کے محل میں لے آئے تھے۔"

"یہ سچ ہے کہ مجھے اغوا کر کے تمہاری حرم سرا میں پہنچایا گیا تھا لیکن یہ جھوٹ ہے کہ میں نے تمہارے محل سے کچھ چرایا تھا۔"

ڈی ہاروے نے پھر کہا "حضور شاہ! یہ کہتی ہے کہ صرف دھمکیاں دیتی رہی جبکہ سچ مچ میرے دو انگوٹھے کاٹے گئے ہیں۔ اگر یہ آزاد رہے گی تو آج رات کوئی انگلی کٹ جائے گی۔ آپ سے درخواست ہے کہ یہ میری مجرمہ ہے۔ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اسے اپنے محل میں لے جا کر قید کر سکوں۔ یہ قید میں رہے گی اور میری تیسری انگلی سلامت رہے گی تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ بے قصور نہیں ہے۔ اگر انگلی کاٹی جائے گی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کی آڑ میں کوئی اور دشمنی کر رہا ہے۔"

شاہ نے کہا "ہم تمہیں پناہ دے کر تمہیں نقصان سے نہیں بچا سکے لیکن جمیلہ رازی کو اس لیے تمہارے حوالے کرتے ہیں کہ اس کی بے گناہی خود معلوم کر لو گے۔"

"آپ سے دوسری درخواست ہے کہ یہ بہت خطرناک ہے۔ آپ کے فوجی اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں پہنا کر اسے میرے محل میں پہنچا دیں۔"

آج تک مجھ سے کوئی مجرم جیسا سلوک نہ کر سکا سوائے علی تیمور' پارس اور میرے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ بھی کسی کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ ہم میں سے کسی کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کرے۔ گمایہ بھی گوارا نہ کرتا کہ جمیلہ کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے لیکن اس وقت میرے پاس جمیلہ سے کہہ دیا تھا کہ یہ تمہاری پہلی عملی تربیت ہے۔ میں تمہارے پاس رہوں گا لیکن جب تک تمہاری جان پر نہ بن آئے' اس وقت تک تمہاری کوئی مدد نہیں کروں گا۔ اس لیے عملی تربیت کے پہلے مرحلے میں اپنے طور سے حالات کا سامنا کرو گی۔

وہ بولی "اگر حضور عالی! کا یہی حکم ہے کہ مجھے پھر حرم سرا کے جلادوں کے درمیان بھیج دیا جائے تو مجھے انکار نہیں ہے۔ میں پھر اس حرم سرا میں جاؤں گی لیکن میری گزارش ہے کہ جب تک میرا قصور ثابت نہ ہو تب تک مجھ سے مجرموں جیسا سلوک نہ کیا جائے۔ مجھے ہتھکڑی اور بیڑیاں نہ پہنائی جائیں۔"

رئیس الکبیر نے ڈی ہاروے کی مرضی کے مطابق کہا "تاکہ تم محل سے نکلتے ہی سپاہیوں کو دھوکا دے کر فرار ہو جاؤ۔ میں حضور شاہ سے گزارش کرتا ہوں کہ اسے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ضرور پہنائی جائیں۔"

شاہ نے یہی حکم دیا "ایک ماتحت افسر نے آکر جمیلہ کے دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنائیں۔ جب وہ ہتھکڑیوں میں اچھی طرح چابی لگا کر اسے جیب میں رکھنے لگا تو جمیلہ نے کہا "ٹھہرو افسر! یہ ہتھکڑیاں بھی جیب میں رکھ لو۔"

یہ کہتے ہی اس نے دونوں ہاتھوں کو ایک ذرا جھٹکا دیا۔ شاہ حیرانی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سب نے بے یقینی سے دیکھا کیونکہ انہوں نے ایسی غیر معمولی جسمانی قوت کبھی نہیں دیکھی تھی۔ دونوں ہاتھوں کی ہتھکڑیاں ٹوٹ کر کنگن کی طرح جمیلہ کی کلائیوں میں رہ گئی تھیں۔ اب وہ ایک ایک کڑا کی ہتھکڑی کو متقل ہونے کے باوجود انہیں توڑ کر اس ماتحت افسر کے ہاتھوں پر رکھ رہی تھی۔

پھر وہ شاہ سے بولی "آپ میرے ملک کے بادشاہ ہیں اور میں

جاسوسی ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز ناول
ایک ایسے نوجوان کی داستانِ عبرت
جو حالات کے جال میں پھنس کر جرائم
کی دلدل میں پھنستا چلا گیا۔
اٹھارہ یافتہ مشہور مصنف جناب قوقیر کا منفرد انداز تحریر
آٹھ حصے
قیمت فی حصہ ۲۵ روپے ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰ روپے
کتابی شکل میں تیار ہے
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست خط لکھ کر طلب کریں
کتابیات پبلی کیشنز ۞ پوسٹ بکس ۲۳۰ کراچی

ے اور اپنے بادشاہ سے بہت محبت کرتی ہوں اور اب
ہوں کہ میرا کوئی جرم ثابت ہو جائے گا تو آپ کے حکم
ٹکڑیاں اور بیڑیاں ضرور پہن لوں گی اور جب تک جرم
ہو گا' تب تک کوئی زمینی طاقت مجھ سے مجرموں جیسا
ر سکے گی۔"

سکتہ طاری تھا۔ سب گم صم تھے۔ اُدھر ڈی ہاروے
اڈ سے کہہ رہا تھا "تم نے تو کہا تھا کہ جمیلہ رازی ایک
م حسینہ ہے مگر اس نے تو ہاتھوں میں پہنائی ہوئی لوہے کی
معمولی ہتھکڑے سے توڑ دیا ہے۔"

ائی گاڈ! وہ نازک اندام ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے
رفت سے آزاد ہو سکتی ہے۔"

نے رئیس الکبیر کے دماغ میں رہ کر یہ حیرت انگیز اور
اشا دیکھا ہے' وہ نازک اندام نہیں فولاد ہے۔"

ا! پھر تو وہ جمیلہ نہیں ہے۔ کوئی اور ہے اور وہ جو کوئی
ے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔ اسے کسی طرح یہاں محل
یہاں اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑنے کے لیے میں ہوں'
ں' خونخوار کتے ہیں۔"

بات ہے' میں کوشش کرتا ہوں۔"

رئیس الکبیر کے اندر آگیا۔ اس وقت شاہ کے قریب
ی بج رہی ہے۔ پرسنل سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر پوچھا

نے لیڈی آئرن راڈ کی آواز بنا کر کہا "میں آئرن راڈ
ے آقا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

ن نے رئیس الکبیر سے کہا "آپ کے لیے فون ہے۔
راڈ بات کرنا چاہتی ہیں۔"

ں نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ کی چار انگلیوں سے بمشکل
تھام کر اسے کان سے لگا کر کہا "ہیلو لیڈی! میں تمہارا آقا
بول رہا ہوں۔"

میں نے اس بار جمیلہ کی آواز بنا کر کہا "مجھے آواز بدلنے میں
مہارت حاصل ہے۔ بے چارہ سیکریٹری لیڈی آئرن راڈ کی آواز
پہچانتا ہے اس لیے اس کے کان میں لیڈی کی آواز پہنچے گی۔ اب
اصل آواز میں بول رہی ہوں جسے جمیلہ سمجھ کر گرفتار کیا گیا ہے۔
اسے اپنے محل میں لے جاؤ لیکن آج رات میں ضرور آؤں گی اور
تمہاری کوئی انگلی بڑی آسانی سے لے جاؤں گی۔"

جمیلہ کے اندر ایک لمحے کے لیے آیا۔ اس نے سانس
روک لی تھی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ڈی ہاروے ضرور جمیلہ کی آواز
اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر آنے کی کوشش کرے
گا۔ وہ ناکام ہو کر پھر رئیس کے اندر آیا۔ وہ سہم کر بول رہا تھا
"نن... نہیں جمیلہ! میں دشمنی ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمہاری
شرط پوری کروں گا۔ میں آج سے چالیس راتیں اپنی قبر میں
گزاروں گا۔"

میں نے کہا "مگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہیں مجبور کرے گا
کہ تم ایسا نہ کرو اور کسی طرح مجھے گرفتار کرو۔ ابھی وہ میرے اندر
آنا چاہتا تھا۔ میں نے سانس روک کر اسے بھگا دیا ہے۔"

"نہیں۔ میرے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ میں
کسی کا تابعدار نہیں ہوں۔ تمہاری شرط ضرور پوری کروں گا۔"

"تو پھر شرط پوری کرو اور طبعی عمر تک زندہ رہو۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ رئیس الکبیر نے بھی ریسیور رکھ کر شاہ سے کہا۔ "حضور شاہا! ہم سے غلطی ہو رہی ہے۔ آپ کے سپاہیوں نے جمیلہ کے دھوکے میں اسے گرفتار کیا ہے۔ ابھی فون پر جمیلہ مجھ سے بول رہی تھی۔ وہ نازک اندام ہے اور یہ فولادی ہے۔ یہ جو کوئی بھی ہو' وہ فون کرنے والی جمیلہ آج رات میری کوئی انگلی لے جائے گی اس لیے میں اس کی شرط پوری کروں گا۔ میں آج رات سے اپنی قبر میں سویا کروں گا۔"

سیکریٹری نے کہا "لیکن مجھے تو کہا گیا تھا کہ وہ لیڈی آئرن راڈ بول رہی ہے۔"

رئیس نے کہا "وہ آواز بدلنے کی ماہر ہے۔ اب تو جو کچھ بھی ہو۔ میں کسی پر بھروسا نہیں کروں گا۔ میں اپنے دو انگوٹھے ضائع کرنے کے بعد باقی پورے جسم کے ساتھ زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

شاہ نے کہا "ابھی تم اسے اپنے محل میں لے جا کر قید کرنا چاہتے تھے۔ اب تمہیں انکار ہے تو کوئی بات نہیں۔ ہم اس حسین فولادی لڑکی سے معلوم کرنا چاہیں گے کہ اس کی اصلیت کیا ہے؟"

وہ بولی "میں نہیں جانتی کس جمیلہ نے ابھی رئیس سے فون پر بات کی تھی۔ میری اصلیت یہی ہے کہ میں عبداللہ رازی کی بیٹی جمیلہ رازی ہوں۔ میرے باپ کو بلا کر تصدیق کی جا سکتی ہے۔ پھر لیڈی آئرن راڈ اور رئیس الکبیر کے محل کے بیشتر افراد مجھے پہچانتے ہیں اور میں اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے رئیس کی حرم سرا میں ضرور جاؤں گی۔"

شاہ نے حکم دیا کہ جمیلہ رازی کو بیٹھنے کے لیے کرسی دی جائے اور اس کے باپ اور لیڈی آئرن راڈ کو فوراً یہاں حاضر کیا جائے جب جمیلہ رازی ایک کرسی پر بیٹھ گئی تو شاہ نے پوچھا "کیا تم نے ہی اس یہودی کیلی رافیل کو گرفتار کرایا تھا اور یہ انکشاف کرایا تھا کہ ہمارے ملک سے تیل چوری کیا جا رہا ہے؟"

"جی ہاں' میں حسام بن زید کی بیٹی ڈیلائلہ بن کر اس کی کوٹھی میں چھپی ہوئی تھی اور چپ چاپ معلومات حاصل کر رہی تھی کہ یہ اسرائیلی اور امریکی ایجنٹ اسلامی ملکوں میں کیسی کیسی چالیں چل رہے ہیں۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ کیلی رافیل ایک اسلامی نام اختیار کر کے حسام کی کوٹھی میں آنے والی ہے؟"

"حضورِ عالی! کیا آپ نہیں جانتے کہ ہمارے سچے مسلمان
ش رئیس کی طرح فریب میں آ کر یا جان بوجھ کر یہودی یا عیسائی
رتوں سے شادیاں کر لیتے ہیں۔ آئندہ ہمارے اسلامی ملکوں میں جو
ں جوان ہو گی وہ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر ہو گی۔ ان کی مائیں انہیں
ہر مسلمان بنائے رکھیں گی لیکن ان کے ذہنوں میں یہودیت
ں کریں گی۔"

"تم درست کہتی ہو۔ ہم اس معاملے میں سختی برت رہے ہیں۔
ں کسی مسلمان کو کسی غیر مسلم عورت سے شادی کرنے کی
ازت نہیں ہے۔"

وہ بولی "اس کے باوجود کیلی رافیل کی طرح کسی یہودی عورت
پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ یہودی حسینائیں دکھاوے کے لیے
لمان بن کر یہاں نہ معلوم کتنے مسلمان رئیسوں کے ساتھ
دواجی زندگیاں گزار رہی ہیں اور اندر ہی اندر جڑیں کاٹنے کے
ے آئندہ نسل کو مسلمان ہونے کے باوجود یہودی نواز بنا رہی ہیں۔
ں ایسی عورتوں کو یہاں باری باری بے نقاب کروں گی۔ اگر ان
ے خلاف کوئی ثبوت نہ ملا اور کوئی قانونی کارروائی نہ ہو سکی تو میں
عدالت میں انہیں سزائے موت دوں گی۔"

"بے شک تم محبِ وطن ہو لیکن قانون کے مطابق سزا دینے
لا میں ہوں۔ لہٰذا تم قانون کو ہاتھ میں نہیں لو گی۔"

"معاف کیجیے گا حضورِ عالی! آپ کو برا تو لگے گا لیکن حقیقت یہ
ہے کہ آپ رئیس الکبیر جیسے امراء و رؤسا کی غیر قانونی حرکتوں کو
نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ ان کی حمایت سے آپ کی بادشاہت
سلامت رہتی ہے۔"

شاہ نے ناگواری سے کہا "تم حد سے بڑھ رہی ہو۔ ایک لوہے
کی ہتھکڑی توڑ کر خود کو اس قدر طاقتور سمجھتی ہو کہ ہم پر حاوی
ہو جاؤ گی۔"

"میں آپ کی اونی کنیز ہوں چونکہ آپ حقیقت تسلیم نہیں کرنا
چاہتے اس لیے میں اور کچھ نہیں بولوں گی۔ آپ حکم دیں' میں
عمل کروں گی۔"

"تم میں گستاخی بھی ہے اور خاکساری بھی۔ بہتر ہے کہ تم
ہمارے معزز مہمان رئیس الکبیر کے محل میں چلی جاؤ مگر ہم سے
رابطہ رکھو۔ تمہاری نظروں میں ملک دشمن عناصر آئیں تو ان کے
خلاف ثبوت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ تمہیں ایک اجازت
نامہ اور دیا جائے گا جسے دکھا کر جب چاہو گی یہاں آ کر ہم سے
ملاقات کر سکو گی۔ تم ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے بغیر ہمارے فوجیوں
کے ساتھ رئیس الکبیر کے محل میں چلی جاؤ۔"

میں نے کہا "جمیلہ! اس محل میں خونخوار کتے شاید دس بارہ
ہیں۔ اگر وہ تم پر چھوڑے گئے تو بیک وقت ان سب سے مقابلہ
نہ کر سکو گی اس لیے میں انہیں ٹھکانے لگانے جا رہا ہوں۔"

رئیس الکبیر کے محل میں ایسے کئی افراد تھے' جن کے دماغوں
ے سے پہلے ہی میں جگہ بنا چکا تھا۔ خونخوار کتوں کا پسلائہ
ی وجہ سے مارا گیا تھا۔ اب ایک نیا ٹرینر آیا ہوا تھا۔ میں
کے ایک شخص کے ذریعے اس کی آواز سنی۔ پھر اس کے
گیا۔ کچھ دیر تک اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ اسی دو
آئرن راڈ نے اسے اپنے کمرے میں طلب کیا پھر کہا "میں
رازی پہنچنے والی ہے۔ ہمیں شبہ ہے کہ وہ جمیلہ نہیں ہے
دیکھوں گی کہ وہ کس قدر فولادی عورت ہے۔ اگر وہ آقائے
ہم پر حاوی ہونا چاہے گی تو میں کسی طرح اس کے بدن کا
کر تمہیں دوں گی۔ تم لباس کا وہ ٹکڑا کتوں کو سونگھا دو گے۔
فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ ٹیلی فون کی طرف جاتے ہ
"اب تم جاؤ۔"

وہاں بستر پر لیڈی آئرن راڈ کا اُترا ہوا لباس رکھا ہوا
نے میری مرضی کے مطابق لیڈی کا ایک اسکارف ا
اپنے لباس میں چھپا لیا۔ فون کی طرف جاتے وقت لیڈ
ٹرینر کی طرف تھی اس لیے وہ یہ حرکت دیکھ نہیں سکی۔

ٹرینر نے اپنے کمرے میں آ کر اس اسکارف کو ایک
کے تھیلے میں ڈال کر اسے اچھی طرح بند کر کے رکھ دیا
گیارہ بجے جمیلہ فوجیوں کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ
میں آئی۔ رئیس الکبیر اپنی کار میں آیا تھا۔ اس نے لیڈ
کو دیکھ کر کہا "اسے دیکھو' یہ بالکل جمیلہ کی ہم شکل ہے
نہیں ہے۔ میں نے اس کی موجودگی میں جمیلہ سے فون

ہے۔ اسے رہائش کے لیے مہمان خانے میں پہنچایا جائے۔"

پھر وہ اپنے سیکریٹری کے ساتھ اپنی خواب گاہ کی طرف جاتے ہوئے بولا "کیا میری قبر تیار ہو رہی ہے؟"

سیکریٹری نے کہا "جی ہاں آقا! مقبرے کی چار دیواری اٹھائی جا رہی ہے اور ایک قبر کھود دی گئی ہے۔ کیا واقعی جب آپ قبر میں رہیں گے تو اسے اوپر سے بھی بند کیا جائے گا؟"

"بے شک جو حکم دے چکا ہوں' اس پر عمل کیا جائے۔ قبر چاروں طرف سے اور اوپر سے بند رہے گی۔ صبح اس قبر کے اوپر سے پتھر کی سل ہٹا دی جائے گی۔ میں باہر آ جایا کروں گا۔ اب جاؤ' میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔ ڈی ہاروے نے لیڈی آئرن راڈ سے کہا "تمہارے سامنے جو جیلہ ہے میں اس کی غیر معمولی جسمانی قوت دیکھ چکا ہوں۔ اسے کسی طرح زخمی کرو تاکہ میں اس کے اندر پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کر سکوں۔"

لیڈن آئرن راڈ نے سوچ کے ذریعے کہا "تم اسے فولادی کہہ رہے ہو جبکہ یہ وہی نازک اندام جیلہ دکھائی دے رہی ہے۔ میرا ایک ہاتھ پڑتے ہی چکرا کر گر پڑے گی۔"

پھر وہ جیلہ سے بولی "سنا ہے تم نے لوہے کی ہتھکڑی توڑی تھی۔ کیا تم کوئی جادو وغیرہ سیکھ کر آئی ہو؟"

وہ بولی "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں وہی پہلے والی جیلہ ہوں۔ یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ میں اس محل میں دوبار آ کر جا چکی ہوں۔ پہلی بار مجھے جزالایا گیا تھا۔ دوسری بار میں رئیس کے تکیے میں خنجر پیوست کر کے گئی تھی۔"

وہ دونوں باتیں کرتی ہوئی حرم سرا کے باہر اس حصے میں آئیں جہاں ایک باغیچہ تھا۔ باغیچے کے ایک طرف دو آہنی کٹہرے تھے' جن میں پانچ خونخوار کتے غرا رہے تھے یا بھونک رہے تھے۔ لیڈی آئرن راڈ نے کہا "تم اعتراف کر رہی ہو کہ تم نے آقا کے تکیے میں خنجر پیوست کیا تھا پھر تو دونوں انگوٹھے بھی تم نے ہی کاٹے ہیں۔"

"ہاں۔ میں جو بولتی ہوں' وہ کر گزرتی ہوں۔"

"لیکن تم نے شاہ کے سامنے کہا تھا کہ صرف دھمکیاں دیتی ہو۔ آقا سے دشمنی کوئی اور کرتا ہے۔ کیا وہاں تم نے جھوٹ کہا تھا؟"

"تمہارے اور رئیس کے دماغ میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود رہتا ہے۔ وہ تمہیں پل بھر میں اُدھر کی بات اِدھر بتا دیتا ہے۔"

"ہاں بتا دیتا ہے اب جبکہ تم وہی جیلہ ہو اس لیے یہاں سے واپس نہیں جا سکو گی۔"

"ایک بار تم نے فون پر کہا تھا کہ مجھ سے سامنا ہو گا تو میری ہڈیاں پسلیاں توڑ ڈالو گی۔ بالکل ان کتوں کی طرح بھونک رہی تھیں۔ کیا میں تمہیں کتیا کہوں؟"

لیڈی آئرن راڈ نے اچانک ہی حملہ کیا۔ جیلہ نے حملے کو روک کر ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گئی۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ ایک ہی ہاتھ میں پتا چل گیا تھا کہ وہ فولادی ہے۔ اس نے سنبھلنے سے پہلے دوسرا ہاتھ رسید کیا۔ لیڈی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ گھوم کر گھاس پر گری۔ پھر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔

جیلہ نے کہا "آئرن راڈ کے معنی ہیں لوہے کا ڈنڈا یا سلاخ مگر آج تم موم کی سلاخ بن کر رہ جاؤ گی۔"

حرم سرا کی کھڑکیوں' دروازوں اور بالکونیوں سے حسین کنیزیں یہ تماشا دیکھ رہی تھیں۔ ان تمام کنیزوں نے لیڈی بگلر اور لیڈی آئرن راڈ سے بری طرح مار کھائی تھی اور خونخوار کتوں سے سہم کر رئیس الکبیر کی خواب گاہ میں جانے پر مجبور ہوتی رہی تھیں جب انہیں پتا چلا کہ جیلہ نے لیڈی مین بگلر کو ختم کر دیا ہے تو انہیں یقین نہیں آیا کہ ایک مرد مار عورت کو جیلہ جیسی لڑکی نے مارا ہو گا۔ اب اپنی آنکھوں سے وہ کنیزیں دیکھ رہی تھیں کہ لیڈی آئرن راڈ جیسی ناقابل شکست فائٹر کو جیلہ کس طرح دوہی ہاتھ میں زمین چٹا رہی ہے۔

اسی باغیچے میں چھ حبشی ننگی تلواریں لیے آ گئے تھے اور لیڈی آئرن راڈ کے حکم کے منتظر تھے۔ اس کا اشارہ پاتے ہی وہ تلواروں سے جیلہ کی بوٹی بوٹی الگ کر دیتے پھر مسلح گارڈز بھی آ گئے تھے۔ جیلہ کو گولیوں سے چھلنی کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔

لیڈی آئرن راڈ جی دار تھی۔ پھر مقابلے کے لیے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی ناک سے اور باچھوں سے لہو رس رہا تھا۔ ڈی ہاروے اس کے اندر کہہ رہا تھا "وقت ضائع نہ کرو۔ اس کا لباس پھاڑ کر ٹریزر کو بلاؤ اور اس پر کتے چھوڑ دو۔ تمہارے ماتحت تمہیں مار کھاتے دیکھ رہے ہیں۔ تمہاری انسلٹ ہو رہی ہے یا پھر کسی کو کہو کہ وہ اسے تلوار یا گولی سے زخمی کرے۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی "میں ایک بار پھر حملہ کروں گی۔ ناکام ہوئی تو میرا کوئی ماتحت اسے زخمی کرے گا۔"

میں نے ٹریزر کو کٹہرے کے پاس پہنچا دیا تھا۔ وہ لیڈی کے اسکارف کو پھاڑ کر دو حصوں میں تقسیم کر کے دونوں کتوں کے درمیان پھینک چکا تھا۔ کتے اسکارف کے ٹکڑوں کو سونگھ رہے تھے' انہیں دانتوں سے پکڑ کر نوچ رہے تھے' پھاڑ رہے تھے۔

وہاں بہت زیادہ شور برپا ہو رہا تھا۔ رئیس الکبیر نے اپنی خواب گاہ کی کھڑکی سے جھانک کر لیڈی آئرن راڈ کو جیلہ سے مقابلہ کرتے ہوئے دیکھا پھر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے حکم دیا تھا کہ اس جیلہ کو مہمان خانے میں پہنچا دیا جائے۔"

لیڈی نے بلند آواز سے کہا "اس نے اعتراف کیا ہے کہ یہ وہی جیلہ ہے جس نے آپ کے دونوں انگوٹھے کاٹے ہیں۔ یہ مہمان نہیں دشمن ہے۔"

جیلہ نے کہا "ہاں رئیس الکبیر! تم بھی یہ اعتراف سن لو۔ میں نے شاہ کے سامنے اس لیے جھوٹ کہا تھا کہ وہ تمہارے جیسے رئیسوں کی بے جا حمایت کرتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ میں ہی تمہارے جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر رہی ہوں اور کرتی رہوں گی۔"

ڈی ہاروے نے رئیس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی زبان سے مسلح گارڈز کو حکم دیا "تم سب منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ جیلہ کو جان سے نہ مارو۔ صرف زخمی کرو۔ میں اسے زندہ اپنی قید میں رکھنا چاہتا ہوں۔"

ایک گارڈ نے جیلہ کا نشانہ لیا لیکن گولی نہ چلا سکا۔ اسی وقت لیڈی آئرن راڈ نے جیلہ پر حملہ کیا تھا۔ ایک فلائنگ کک مارنے کی کوشش کی تھی۔ ایسے میں گولی لیڈی کو بھی لگ سکتی تھی اس لیے وہ انتظار کرنے لگا۔ جیلہ نے اس کی فلائنگ کک کو ناکام بنا کر پھر اسے گرا دیا۔ پھر اس کے اٹھنے سے پہلے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

میں نے کہا "جیلہ! بھاگو اور حرم سرا کے کسی کمرے میں بند ہو جاؤ۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق ایک سمت بھاگی۔ ایک گارڈ نے گولی چلائی مگر اس سے پہلے ہی دوسرے گارڈ نے میری مرضی کے مطابق اسے گولی ماردی۔ مرنے والے کی رائفل سے نکلی ہوئی گولی ایک حبشی غلام کو لگی۔ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

ادھر ٹریزر نے میری مرضی کے مطابق دونوں کٹہروں کا دروازہ کھول دیا۔ وہ کتے بھوکے درندے کی طرح لیڈی آئرن راڈ کی طرف لپکے۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا لیکن کتوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ اپنی تکلیف بھول کر محل کے اندر جانا چاہتی تھی مگر کئی کتے اس پر پل پڑے۔ اسے کاٹنے اور بھنبھوڑنے لگے۔ وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہی تھی۔ کتوں سے لڑ رہی تھی اور لہولہان ہوتی جا رہی تھی۔

عجیب سچویشن تھی۔ مسلح گارڈز ان کتوں کو اس طرح سنبھل کر گولی مار رہے تھے کہ گولی لیڈی کو نہ لگے۔ ادھر میں اپنے معمول گارڈز کے اندر جا کر ایک دوسرے پر فائرنگ کرانے لگا۔ رئیس الکبیر کھڑکی کی آڑ سے حیران پریشان ہو کر دیکھ رہا تھا اور پوچھ رہا تھا "کیا پاگل ہو گئے ہو۔ ایک دوسرے کو ہلاک کر رہے ہو؟ کیا نامعلوم دشمن گارڈز بن کر میرے محل میں آ گئے ہیں؟"

ڈی ہاروے آخری بار لیڈی آئرن راڈ کے دماغ میں رہا کیونکہ اس کی ٹیلی پیتھی کتوں پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی اور وہ کتے لیڈی کے بدن سے بڑی بڑی بوٹیاں نوچ کر کھا رہے تھے اور کھانے کے دوران مسلح گارڈز کی گولیوں سے مرتے جا رہے تھے۔

اب یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ آئرن راڈ نہیں بچے گی۔ اسی لیے اندھا دھند کتوں پر گولیاں چلا رہے تھے اور انہیں ہلاک کرتے جا رہے تھے۔ خواب گاہ کی کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے رئیس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ وہ تصور میں دو مختلف بھیانک منا ظر دیکھ رہا تھا۔ ایک تو یہ کہ کتے آئرن راڈ کی بوٹیاں نوچ رہے تھے۔ بدن سے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر یا نوچ کر الگ کیے جائیں تو کیسی جہنمی تکلیف پہنچتی ہے؟ دوسرا بھیانک منظر یہ تھا کہ جیلہ بھی اس کے بدن سے تھوڑا تھوڑا سا گوشت کاٹ رہی تھی۔ دونوں مناظر میں کچھ زیادہ فرق نہیں تھا۔ اُدھر کتے نوچ رہے تھے۔ اِدھر جیلہ اس کے جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ رہی تھی۔

چونکہ دو انگوٹھے پہلے ہی کٹ چکے تھے اس لیے لیڈی اور کتوں کا منظر دیکھ کر رئیس الکبیر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کی سہمی ہوئی عقل سمجھا رہی تھی کہ وہ پورے محل میں ہنگامہ برپا کر رہی ہے۔ پھر نہ جانے تماشائی میں اور کیسی سزائیں دے گی۔

وہ خواب گاہ کی کھڑکی سے جھانک کر دونوں ہاتھ اٹھا کر چیختے ہوئے کہہ رہا تھا "فائرنگ بند کرو۔ میں حکم دیتا ہوں فائرنگ بند کرو۔"

چند لمحوں کے بعد ہی خاموشی چھا گئی۔ فائرنگ بند ہو گئی۔ وہ چیخ کر بولا "یاد رکھنا' مس جیلہ رازی ہماری معزز مہمان ہے۔ اسے نقصان پہنچانا تو دور کی بات ہے' کوئی اس سے گستاخی بھی نہ کرے۔ وہ جیسا بھی جائز یا ناجائز حکم دے گی' تم سب اس کی تعمیل کرو گے۔ جو میرے حکم کے خلاف کوئی حرکت کرے گا' اسے گولی ماردی

جائے گی۔"

وہ جمیلہ کے حق میں طرح طرح کے احکامات صادر کرکے کھڑکی کے پاس سے پلٹا تو خواب گاہ کے دروازے پر اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ پھر خوف سے کانپتے ہوئے بولا۔ "میں تمہاری حمایت میں بول رہا تھا۔ تت... تم نے سنا ہوگا۔ میں آقا نہیں ہوں۔ تمہارا غلام ہوں۔ اس محل کے اندر اور باہر سب تمہارے غلام ہیں۔ تمہارے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ تم آزما کر دیکھ لو۔"

"مجھے یقین ہے' تم سچ بول رہے ہو لیکن تم نہیں جانتے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تمہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا ہے۔ وہ کسی وقت بھی تمہارے ذریعے مجھ پر جان لیوا حملہ کرسکتا ہے یا یہاں کے کسی مسلح گارڈ کے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے گولی مار سکتا ہے۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا علم نہیں ہے۔"

"مجھے پتا ہے۔ تم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ لیڈی مین کلر اور آئرن راڈ امریکی ایجنٹ تھیں اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا جو اس وقت بھی تمہارے اندر رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہے' وہ سپر ماسٹر کا چمچہ ہے اور اب وہ ضرور مجھ سے انتقام لینا چاہے گا۔"

"مم... میں تمہارے لیے کیا کرسکتا ہوں؟ اس نادیدہ شخص سے تمہیں کس طرح محفوظ رکھ سکتا ہوں؟ مجھے بتاؤ' کیا کرنا چاہیے؟"

"تم کچھ نہ کرو۔ تمہارے اندر چھپنے والا بھی زندہ نہیں بچے گا۔ وہ واشنگٹن میں ہے اور میرے آدمی جلد ہی اسے گھیر کر مارنے والے ہیں۔"

یہ سنتے ہی ڈی ہارورے' رئیس الکبیر کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوگیا تھا۔ میں نے اسے بھگانے کے لیے ہی جمیلہ سے ایسے فقرے ادا کرائے تھے۔ میں رئیس کے اندر ڈی ہارورے کا لہجہ اختیار کرکے جایا کرتا تھا کیونکہ تنویمی عمل کے مطابق وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا تھا۔ میں نے ڈی ہارورے کی عدم موجودگی کی تصدیق کرنے کے لیے اپنے لہجے میں خیالی خوانی کرکے رئیس الکبیر کے اندر جانا چاہا تو اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ اب ڈی ہارورے موجود نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو میری سوچ کی لہروں کو رئیس محسوس نہ کرپاتا۔

میں نے جمیلہ سے کہا "وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی موجود نہیں ہے۔ تم اس محل سے نکلو' میں تمہیں راستے میں کہیں ملوں گا۔"

وہ رئیس سے بولی "تم ابھی میرے ساتھ اپنی کار میں محل سے باہر چلو۔ باہر کسی جگہ پہنچ کر میں تمہیں واپس یہاں آنے دوں گی' چلو فوراً چلو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ جمیلہ کے ساتھ محل کے مختلف حصوں سے گزرنے لگا۔ جمیلہ اس کے پرسنل سیکریٹری کو بھی ساتھ چلنے کا حکم دے کر کہتی رہی "اس محل میں جتنی کنیزیں ہیں' ان میں سے ہر کنیز کو ایک لاکھ ڈالر دے کر ان سب کو ان کے ملک پہنچا دو۔ اگر میں کبھی سنوں گی کہ یہاں کسی عورت کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تو میں پورے محل کو بم سے اڑا دوں گی۔"

سیکریٹری ہر حکم کو تسلیم کرتے ہوئے یقین دلا رہا تھا کہ آج ہی سے کنیزوں کو ایک ایک لاکھ ڈالر دے کر ان کی خواہش کے مطابق وہ جہاں جانا چاہیں گی' وہاں انہیں روانہ کردیا جائے گا۔

وہ بولی "آئندہ اس محل میں کوئی عورت یا کوئی ملازمہ نہیں ہوگی۔ رئیس الکبیر اگر چاہے تو کسی سے شادی کرسکتا ہے۔"

وہ باتیں کرتی ہوئی رئیس کے ساتھ کار میں آکر بیٹھ گئی۔ پھر وہ کار اسٹارٹ ہوکر محل کے احاطے سے باہر جانے لگی۔ یہ معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ جمیلہ نے سخت الفاظ میں رئیس الکبیر کو تاکید کی تھی کہ وہ چالیس راتیں اپنی قبر میں گزارے گا۔ اگرچہ حرم سرا ختم ہورہی تھی۔ وہاں آئندہ کسی عورت سے زیادتی نہیں ہونے والی تھی اس کے باوجود رئیس الکبیر کی چالیس راتوں کی سزا برقرار تھی تاکہ دوسرے امیر کبیر لوگ عبرت حاصل کریں اور عیاشی سے توبہ کریں۔

انسان کو صراطِ مستقیم پر چلانے کے لیے آسمان سے صحیفے اتارے گئے' رسول بھیجے گئے' خدا کی طرف سے ہدایات ملتی رہیں۔ پھر بھی انسان گمراہی کی راہ پر چلتا ہے۔ غلط راہوں پر چلنے والوں کو محبت سے' دولت سے یا طاقت سے راہِ راست پر نہیں لایا جاسکتا تھا پھر بھی اپنی کوششوں سے دوچار کو ضرور صراطِ مستقیم پر لاسکتا ہے۔

جمیلہ رازی یہی چاہتی تھی کہ سب نہ سہی' چند عیاش دولت مند راہِ راست پر آجائیں۔ اس کی کوششوں سے اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا عزت دے گا اور جسے چاہے گا اسے رئیس الکبیر کی طرح ذلیل دیتا رہے گا۔

○☆○

ڈی ہارورے نے جب دماغی طور پر حاضر ہوکر سپر ماسٹر کو رئیس الکبیر کے محل کے واقعات اور دونوں زبردست لیڈیز کی عبرتناک موت کے بارے میں بتایا تو سپر ماسٹر کو تھوڑی دیر کے لیے چپ سی لگ گئی۔ پھر اس نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے دفتر میں بلایا۔

پچھلے دنوں ٹرانسفارمر مشین کو درست کرنے کے بعد چار ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے گئے تھے۔ جن میں سے ایک داؤد منڈولا تھا جو ان دنوں اسلام آباد گیا ہوا تھا۔ باقی خیالی خوانی کرنے والے "تھری ڈی" کہلاتے تھے کیونکہ ان کے ناموں میں حرف "ڈی" مشترک تھا۔ ڈی ہارورے' ڈی کرین اور ڈی مورا۔

ڈی مورا بیمار تھا۔ اب صحت مند ہوکر کچھ کام کرنے کے قابل ہوگیا تھا۔ وہ "تھری ڈی" سپر ماسٹر کے سامنے حاضر ہوئے۔ ڈی کرین اور ڈی مورا کے علاوہ داؤد منڈولا سے بھی رابطہ کرکے ان سب کو جمیلہ اور رئیس الکبیر کے متعلق بتایا گیا۔

سب حیران تھے کہ یہ جمیلہ رازی کون ہے اور کیسی طاقتور ہے کہ اس نے آئرن راڈ جیسی ناقابلِ شکست لیڈی کو دو چار ہاتھوں میں لہولہان کردیا تھا اور لیڈی مین کلر کو بھی ہلاک کردیا تھا۔ داؤد منڈولا نے کہا "وہ جس قدر پُراسرار طریقوں سے رئیس کے دو انگوٹھے کاٹ چکی ہے' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی پشت پر ایک یا ایک سے زیادہ خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔"

ڈی ہارورے نے کہا "پہلے مجھے بھی شبہ تھا لیکن میں نے بیگم شاہ وغیرہ کے دماغوں میں جاکر تصدیق کی ہے۔ وہ خود ملکہ کے بھیس میں آئی تھی اور اس سے پہلے والی رات بھی اس نے اپنے بہترین تربیت یافتہ آدمیوں کے ذریعے شکارگاہ کے بنگلے میں واردات کی تھی۔"

سپر ماسٹر نے کہا "لیڈی مین کلر اور آئرن راڈ نے بڑے بڑے کارنامے انجام دئے۔ انہیں ہلاک کرنے والی جمیلہ کوئی معمولی لڑکی نہیں ہوگی۔ اس نے رئیس کے محل میں ہمارے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔ یہ جلد از جلد پتا چلانا چاہیے کہ اس کی پشت پر کون لوگ ہیں۔ اس کی ٹیم کتنی مضبوط ہے اور وہ کتنی مکار ہے کہ مختلف ہتھکنڈوں سے اپنا چیلنج ضرور پورا کرتی ہے۔"

ڈی ہارورے نے کہا "وہ بڑی محبِ وطن ہے۔ صرف ہم امریکی ایجنٹوں کے ہی نہیں' یہودیوں کے بھی خلاف ہے۔ اس نے ایک یہودی حسینہ کیلی راشیل کو دو یہودیوں کے قتل کے الزام میں پھنسا دیا ہے۔ وہ دو یہودی وہاں مسلمان بن کر ملازمت کررہے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی پہنچ بہت دور تک ہے اور وہ بڑے وسیع ذرائع کی مالک ہے۔"

داؤد منڈولا یہودی تھا۔ یہ سن کر بے چین ہوگیا کہ وہ جمیلہ اس کے ملک کے یہودی جاسوسوں تک بھی پہنچ رہی ہے اور انہیں ہلاک کررہی ہے یا پھر وہاں کی پولیس کسٹڈی میں پہنچا رہی ہے۔ سپر ماسٹر نے کہا "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس لڑکی کے پیچھے فرہاد علی تیمور کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہو؟"

داؤد منڈولا نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں کہ فرہاد کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں موجود نہیں ہے۔ میں نے ان سب کو اسلام آباد میں خیال خوانی کے ذریعے موجود پایا ہے اور میں یہ بری خبر سنانا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں ہم سابقہ ایوان راسکا اور اب موجودہ ساجد علی کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

منڈولا نے بتایا کہ ساجد اور ایک پاکستانی لڑکی فرحانہ کی شادی ٹیلی فون اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوئی ہے۔ جناب تمیزی صاحب نے ان کا نکاح پڑھایا ہے اور اس کی برات میں فرہاد کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے۔

"وہ تمام خیال خوانی کرنے والے براتی ساجد اور فرحانہ کی حفاظت کے لیے وہاں موجود ہیں۔ سپر ماسٹر کی پولیٹیکل مافیا جو اسلام آباد میں ہے اور وہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنے کی کوشش میں ہے' اس پولیٹیکل مافیا کے جان کارٹر' جان لیزی اور میل برد کس کو فرہاد کے خیال خوانی کرنے والوں نے وارننگ دی ہے کہ وہ سب پاکستان سے چلے جائیں گے چونکہ ان کا تعلق امریکی سفارت خانے سے ہے اس لیے وہ انہیں ہلاک کرکے پاکستانی حکومت کے لیے مسائل پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ اگر وہ خود ہی پاکستان سے نہیں جائیں گے تو وہاں کوئی تخریبی کارروائی بھی نہیں کرسکیں گے۔"

منڈولا نے کہا "انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ یہاں مجھ جیسا ایک خیال خوانی کرنے والا موجود ہے۔ مجھے بھی پاکستان سے نکل جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ فرہاد کے پاس خیال خوانی کرنے والی فوج ہے۔ وہ لوگ مجھے اسلام آباد میں ڈھونڈ نکالیں گے۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا اس لیے آج رات کی فلائٹ سے واپس آرہا ہوں۔ اگر آپ کا حکم ہو تو مشرقِ وسطیٰ میں کچھ روز کے لیے رک جاؤں اور جمیلہ کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کروں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تم پاکستان چھوڑ کر بھی خیال خوانی کے ذریعے ہمارے دوسرے پولیٹیکل مافیا والوں کے کام آسکتے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم جمیلہ کی حقیقت ضرور معلوم کرلوگے۔"

منڈولا نے کہا "اب مجھے اجازت دیں۔ یہاں اہم کام کے لیے دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔ میں دو چار گھنٹے بعد رابطہ کروں گا۔"

داؤد منڈولا دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ وہ امریکا سے اس لیے نکلا تھا کہ امریکی پولیٹیکل مافیا کے کام آئے گا لیکن ارادہ یہ تھا کہ پاکستان میں کچھ روز قیام کرنے کے بعد اپنے ملک اسرائیل چلا جائے گا۔

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور ایکسرے مین مارٹن رسل کے اندر پہنچ گیا۔ ایکسرے مین کے دماغ پر قبضہ جمانے کے بعد وہ خفیہ یہودی تنظیم کے تمام آدم برادرز اور الپا کے دماغوں میں پہنچا ہوا تھا اور ان میں سے کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ کوئی داؤد منڈولا بڑی خاموشی اور رازداری سے ان سب کا سربراہ بنا ہوا ہے۔

تمام آدم برادرز خود کو برین آدم کا ماتحت سمجھتے تھے اور اسے بگ برادر کہتے تھے۔ صرف برین آدم جانتا تھا کہ ان کا سربراہ ایکسرے مین ہے۔ بہت دھوکا کھا رہے تھے لیکن داؤد منڈولا کے فریب دینے سے انہیں نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ وہ خود یہودی تھا اور اپنے ملک اور قوم کے لیے پوری لگن اور ذمے داری سے کام کررہا تھا۔ ان تمام آدم برادرز میں ایک برادر کا نام شیخ جواد آدم

تھا۔ وہ یہودی تھا لیکن نام اسلامی تھا کیونکہ وہ اسلامی ممالک میں رہ کر اپنے ملک اسرائیل کے لیے کام کرتا تھا اور طرح طرح کی سیاسی چالیں چلتا تھا۔

منڈولا نے ایکسرے مین کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ کھٹکے پہلے ایکسرے مین نے خاموشی سے شیخ جواد کے خیالات پڑھے تھے اور معلوم کیا تھا کہ وہاں جمیلہ رازی نامی ایک لڑکی نے تہلکہ مچایا ہوا ہے۔ وہ حسام بن زید کی بیٹی بن کر اس کی کوٹھی میں رہتی تھی۔ اس کوٹھی میں اپنی ایک یہودی حسینہ کیلی رافیل آئی تھی اور مسلمان بن کر حسام بن زید سے شادی کرنے والی تھی۔ کیلی رافیل نے ٹرانس میٹر کے ذریعے شیخ جواد آدم سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ حسام کی بیٹی ڈیلائلہ کے بارے میں ضروری باتیں کرنا چاہتی ہے۔ یہ باتیں فون یا ٹرانسمیٹر پر نہیں ہو سکتیں۔

شیخ جواد آدم نے کہا کہ وہ کبھی کسی کے روبرو نہیں آتا ہے اور نہ ہی اپنا نام' پتا اور فون نمبر بتاتا ہے اگر وہ کوئی اہم بات کرنا چاہتی ہے تو اپنے دوسرے یہودی ساتھیوں جوزف اور جیکب سے بات کرے۔

شیخ جواد آدم نے کیلی رافیل کو جوزف اور جیکب کا فون نمبر وغیرہ بتایا تھا لیکن کیلی رافیل نے ان دونوں کو ہوٹل کے ایک کمرے میں ہلاک کر دیا۔ پتا نہیں ان کے درمیان کس بات پر جھگڑا ہو گیا تھا یا کوئی غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی کیلی رافیل نے گرفتار ہونے کے بعد اپنے یہودی ہونے کی اصلیت بتا دی۔ اس کے پاسپورٹ وغیرہ سے بھی اس کا فراڈ ظاہر ہو گیا۔ اب وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے ہے۔

کیلی رافیل کا خیال ہے کہ اسے یوں پھنسانے میں حسام کی بیٹی ڈیلائلہ کا ہاتھ ہے۔ بعد میں کیلی کا خیال درست نکلا۔ ڈیلائلہ فراڈ ثابت ہوئی۔ وہ حسام کی بیٹی نہیں بلکہ جمیلہ رازی تھی۔ شاہ کے محل میں ڈیلائلہ کا میک اپ اتارا گیا تو جمیلہ ظاہر ہو گئی۔

ایکسرے مین نے پوچھا "یہ جمیلہ رازی کون ہے؟"

شیخ جواد آدم کی سوچ نے کہا "وہ ایک امیر کبیر سوداگر عبداللہ رازی کی بیٹی ہے اور وہاں کے ایک اور امیر کبیر رئیس الکبیر سے انتقام لے رہی ہے۔ شاہ کے حکم کے مطابق جمیلہ کے متعلق بہت سی باتیں چھپائی جا رہی ہیں۔ شاید کل تک کچھ اہم رازوں کا انکشاف ہو۔"

ایکسرے مین کل تک انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے جواد آدم کو فون کرنے پر مائل کیا۔ اس نے شاہ کے سیکریٹری سے رابطہ کیا۔ ایکسرے مین کو اس کی آواز سنائی پھر ریسیور رکھ دیا۔

ایکسرے مین مارٹن نے سیکریٹری کے ذریعے شاہ کے دماغ میں جگہ بنائی۔ اس کے خیالات پڑھنے سے کچھ معلومات حاصل ہوئیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جمیلہ کو رئیس الکبیر کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ وہ اس کے محل میں گئی ہے۔

اس نے شاہ کے سیکریٹری کو مائل کیا کہ وہ رئیس الکبیر سے رابطہ کرے۔ فون پر رابطہ ہوا تو رئیس الکبیر کے سیکریٹری کی آواز سنائی دی۔ وہ اس سیکریٹری کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ جمیلہ وہاں آئی تھی۔ وہ ایسی غیر معمولی جسمانی قوت رکھتی ہے کہ اس نے آئرن راڈ جیسی پہلوان لیڈی کو دو چار ہاتھ مار کر ٹھنڈا کر دیا شاید اس کے خاص آدمی رئیس الکبیر کے مسلح گارڈز کے بھیس میں آئے تھے۔ محل کے پائیں باغ میں زبردست فائرنگ ہوئی جس کے نتیجے میں چالیس گارڈز اور حبشی مارے گئے۔ آئرن راڈ کو خونخوار کتوں نے چبا ڈالا۔ وہ کتے بھی مارے گئے۔ جمیلہ رازی اس محل میں قیامت کی جھنک دکھانے کے بعد رئیس الکبیر کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ کر کہیں چلی گئی ہے۔

ایکسرے مین مارٹن اس سے زیادہ معلومات حاصل نہ کر سکا۔

داؤد منڈولا ایکسرے مین مارٹن کے اندر رہ کر یہ سب کچھ معلوم کر رہا تھا اور یہ تسلیم کر رہا تھا کہ جمیلہ رازی ایک غضب ناک لڑکی ہے اور زبردست تربیت یافتہ افراد کی ٹیم کے ساتھ وہاں تہلکہ مچا رہی ہے۔ وہ اور اس کی ٹیم کے افراد یوگا کے ماہر ہیں اس لیے ڈی ہاروے کسی کے دماغ میں جگہ نہیں بنا سکا اور ناکام لوٹ آیا۔

ڈی ہاروے کی ناکامی کا تعلق امریکا سے تھا۔ داؤد منڈولا کو اسرائیلی ٹیم کی ناکامی پر افسوس ہو رہا تھا۔ تیل کی ایک خفیہ پائپ لائن کے ذریعے کافی مقدار میں تیل اسرائیل پہنچایا جاتا تھا۔ جمیلہ نے یہ راز کھول دیا تھا۔ اب وہاں کی انٹیلی جنس والے ان تمام افراد کا محاسبہ کر رہے تھے اور انہیں گرفتار کر رہے تھے جو زیرِ زمین پائپ لائن بچھانے کا کام کیا کرتے تھے۔

میں کیلی رافیل' جوزف اور جیکب کے ذریعے ان کے ساتھی سراغ رسانوں کے دماغوں میں بہت پہلے جگہ بنا چکا تھا۔ صرف شیخ جواد آدم کے بارے میں نہیں جانتا تھا کیونکہ وہ اپنے یہودی ساتھیوں کے روبرو کبھی نہیں آتا تھا۔

جب انٹیلی جنس والوں نے پائپ لائن بچھانے کا کام کرنے والوں کا محاسبہ کیا تو میں نے وہاں کام کرنے والے چار یہودیوں اور دو امریکی ایجنٹوں کے اندر باری باری جا کر انہیں اقبالِ جرم کرنے پر مجبور کر دیا۔ جرم قبول کرنے سے پہلے ان سب کی خاصی پٹائی ہوئی تھی۔ میں نے وہاں کے پولیس افسروں کے اندر گھس کر مجبور کیا تھا کہ انہیں ٹارچر سیل میں لے جا کر طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی جائیں۔ ایسا کرنے کا مقصد یہ تھا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے اگر ان کے خیالات پڑھیں تو یہی معلوم ہو کہ انہوں نے اذیتیں برداشت نہ کر سکنے کے باعث اقبالِ جرم کیا ہے۔

اور یہی ہوا۔ منڈولا نے مختلف ذرائع اختیار کر کے گرفتار ہونے والے یہودیوں کے خیالات پڑھے تو یہ شبہ نہیں ہوا کہ میں نے یا کسی خیال خوانی کرنے والے نے ان یہودیوں کو اپنا بھید کھولنے پر مجبور کیا تھا۔ انہوں نے خود مجبور ہو کر سب کچھ اگل دیا تھا۔

داؤد منڈولا نے سوچا' ہمارے دو جاسوس جوزف اور جیکب مارے گئے ہیں۔ کیلی رافیل اور چار یہودی جیل میں ہیں۔ اگر جمیلہ زید ذہانت سے کام لے گی تو ہو سکتا ہے کہ شیخ جواد آدم تک بھی پہنچ جائے اور شیخ جواد آدم کی گرفتاری کے بعد اس پر بھی تارچر کیا جائے تو وہ خفیہ یہودی تنظیم کے بہت سے راز بتا دے گا اور تمام یہودم برادرز کے نام بھی ظاہر کر دے گا لہٰذا جب تک جمیلہ قابو میں نہ آئے' تب تک شیخ جواد آدم کو اس ملک میں نہیں رہنا چاہیے۔

اس نے ایکسرے مین مارٹن کے اندر یہی خدشہ پیدا کیا۔

مارٹن نے برین آدم کو جمیلہ کے خطرے سے آگاہ کیا۔ برین آدم نے جیلی پیتھی جاننے والے ٹیری آدم سے فون پر رابطہ کیا اور کہا "جب تک جمیلہ رازی کی طاقت اور منظم ذرائع کا ہمیں مکمل علم نہ ہو' جب تک برادر جواد کو اس ملک میں نہیں رہنا چاہیے۔ اسے کسی اچھی خلیج کی کسی ریاست میں چلا جانے۔ اگر وہ ظاہر ہو جائے گا تو ہماری خفیہ تنظیم کے بہت سے راز اس سے اگلوا لیے جائیں گے۔ فوراً برادر جواد سے رابطہ کرو۔"

ٹیری آدم نے ریسیور رکھ کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر شیخ جواد آدم کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس کے بعد بگ برادر برین آدم کا پیغام پہنچایا۔

شیخ جواد آدم نے کہا "مجھے اندازہ ہے کہ جمیلہ وسیع ذرائع کی مالکہ ہے۔ میں خفیہ طور سے اس کی نگرانی کرتا رہا ہوں۔ ابھی صبح ملنے سے پہلے میں رئیس الکبیر کے محل کے قریب اپنی کار میں تھا۔ میں نے جمیلہ اور رئیس کو ایک کار میں جاتے دیکھا۔ پھر ان کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ کار تقریباً ایک کلومیٹر جانے کے بعد اچانک رک گئی کیونکہ ایک دوسری کار نے اس کا راستہ روک لیا تھا۔ جمیلہ' رئیس الکبیر کو چھوڑ کر اس کی کار سے نکل کر اس کار میں جا کر بیٹھ گئی جس نے راستہ روکا تھا۔ وہ کار ایک ٹرن لے کر دوسرے راستے پر جانے لگی۔ میں اس دوسری کار کا تعاقب کرنے لگا۔"

وہ سوچ کے ذریعے ٹیری آدم کو یہ رپورٹ سنا رہا تھا۔ داؤد منڈولا اس کے اندر خاموشی سے یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ وہ بولا "وہ کار ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے احاطے میں داخل ہو کر رک گئی۔ جمیلہ ایک ادھیڑ عمر کے شخص کے ساتھ ہوٹل کے اندر چلی گئی۔ میں کچھ دیر دور سے دیکھتا رہا۔ انہوں نے کاؤنٹر پر پہنچ کر رجسٹر میں اپنا نام وغیرہ لکھوایا۔ پھر ایک کمرے کی چابی لے کر لفٹ کی طرف چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی میں نے کاؤنٹر پر آ کر اپنا شناختی کارڈ دکھایا اور ایک کمرا طلب کیا۔ کاؤنٹر مین نے اس رجسٹر کو کھولا اور نام وغیرہ لکھنے لگا۔ ایسے وقت میں نے رجسٹر میں لکھے ہوئے اس کو دیکھا جو مجھ سے پہلے لکھا گیا تھا۔ وہاں مس شکیلہ قیس اور مسٹر قیس ابن منیر لکھا ہوا تھا اور ان کی کمرے کا نمبر پانچ سو پچیس لکھا ہوا تھا۔"

ٹیری آدم نے پوچھا "تم نے جو کمرا طلب کیا تھا' اس کا نمبر کیا ہے؟"

"اس کا نمبر پانچ سو چھبیس ہے۔ یعنی میں ان کا پڑوسی ہوں۔ ان دونوں کو اس کمرے میں دیکھ چکا ہوں۔"

"کیا وہ اب بھی اسی ہوٹل میں اور اسی کمرے میں ہیں؟"

"ہاں اسی میں ہیں۔ اگر جمیلہ کو کسی طرح زخمی کیا جائے تو تم اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے تمام رازوں کو اچھی طرح جان لو گے۔"

"ذرا ٹھہرو۔ میں بگ برادر سے مشورہ کرتا ہوں۔"

ٹیری اس کے دماغ سے گیا لیکن منڈولا اس کے اندر موجود رہا چونکہ ایکسرے مین مارٹن کی سوچ کی لہروں کو یہودی تنظیم کا کوئی برادر محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس لیے منڈولا نے ایکسرے مین مارٹن کا ہی لہجہ اپنایا ہوا تھا۔

اس نے شیخ جواد آدم کی سوچ میں کہا "ٹیری بگ برادر سے مشورہ لینے میں وقت ضائع کرے گا۔ اگر میں کسی ویٹر کو ایک ہزار ڈالر دوں تو وہ جمیلہ کے کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دے گا۔ اس کھانے پینے کی چیز کو استعمال کرنے کے بعد وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکے گی۔"

یہ سوچ کر وہ اپنے کمرے سے باہر آ گیا۔ پھر اپنے مطلب کے کسی ویٹر کی تلاش میں نیچے چلا گیا۔ اس نے ٹیری آدم کے ذریعے برین آدم کو جو رپورٹ سنائی تھی' وہ بالکل درست تھی۔ جمیلہ جب رئیس کے ساتھ کار میں جا رہی تھی تب میری ہی کار نے اس کا راستہ روکا تھا۔ پھر میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا تھا "جمیلہ! میں تمہارا پایا ہوں' آ جاؤ۔"

وہ رئیس الکبیر کو چھوڑ کر میری کار میں آ گئی تھی۔ میں نے ڈرائیو کرنے کے دوران ایک کار کو برابر اپنے تعاقب میں دیکھا تھا۔ زیادہ شبہ تو نہیں ہوا پھر بھی صدق کے لیے اس ہوٹل میں گیا۔ اپنا اور جمیلہ کا نام غلط لکھوایا۔ پھر کمرے کی چابی لے کر لفٹ کی طرف جانے لگا۔ کاؤنٹر پر اپنا اور جمیلہ کا فرضی نام لکھواتے وقت میں نے کاؤنٹر مین کی آواز اور لہجے کو یاد کر لیا تھا۔

جمیلہ کے ساتھ لفٹ کے اندر آتے ہی میں نے کاؤنٹر مین کے خیالات پڑھے۔ اس کے ذریعہ جواد آدم کی باتیں سنتا رہا لیکن احتیاطاً اس کے اندر نہیں گیا۔ وہ کاؤنٹر مین سے پوچھ رہا تھا "کیا مجھ سے پہلے کوئی پانچ سو پچیس نمبر کمرے میں آیا تھا؟"

کاؤنٹر مین نے کہا "جی ہاں۔ نام سے پتا چلتا ہے' دونوں باپ بیٹی ہیں۔"

اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "باپ کا نام قیس ابن منیر اور بیٹی کا نام جمیلہ قیس ہے۔"

تعاقب کرنے والے نے کہا "آپ جمیلہ کہہ رہے ہیں لیکن رجسٹر پر شکیلہ قیس لکھا ہوا ہے۔"

"اوہ۔ ہاں' بھول ہوگئی۔ لڑکی کا نام شکیلہ لکھ دیا ہے۔ شاید اس کے باپ نے شکیلہ ہی کہا ہوگا یا پھر جمیلہ۔ باقی دی دے' میں تھوڑی دیر میں ان لوگوں سے دریافت کرلوں گا۔"

میں نہیں جانتا تھا کہ ہمارا تعاقب کرنے والا خفیہ یہودی تنظیم کا ایک اہم رکن ہے۔ اس کا نام شیخ جواد آدم اس وقت معلوم ہوا جب ہوٹل کے رجسٹر پر لکھا جارہا تھا۔ تاہم صرف نام سے یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ ایک بہت بڑی پُراسرار اسرائیلی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔

میں نے کمرے میں پہنچ کر جمیلہ سے کہا "ہمارے ساتھ والے کمرے میں کوئی دشمن ہے۔ ہمارا پیچھا کرتا ہوا یہاں تک آیا ہے۔"

"پاپا! یہ کون ہوسکتا ہے؟"

"یہ معلوم کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ تم آرام کرو۔ میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ کچھ کھانے کے لیے منگواؤں؟"

"ہاں' تم کھانے کا آرڈر دو۔ تمہارا بیگ جو ساتھ لایا ہوں' اس میں تمہاری غیر معمولی دوائیں اور انجکشن وغیرہ رکھے ہوئے ہیں۔"

اس نے آرڈر دینے سے پہلے معمول کے مطابق دوائیں کھائیں۔ میں خیال خوانی کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے روم سروس کے لیے ریسیور اٹھایا۔ میں نے ریسیور لے کر واپس رکھ دیا پھر کہا "ایک بجنے والا ہے۔ تمہیں غیر معمولی انجکشن بھی لگوانا ہے۔"

"جی ہاں۔ آپ مصروف تھے۔ میں نے سوچا' بعد میں انجکشن لگواؤں گی۔"

"میں ابھی لگاؤں گا۔ جاؤ تیار کرکے لے آؤ۔"

اس نے بیگ میں سے ایک ڈسپوزیبل سرنج اور ایک ننھی سی شیشی نکالی۔ اس شیشی میں رقیق دوا تھی۔ وہ اسے سرنج میں بھر کر لے آئی۔ میں نے وہ سرنج لی۔ وہ بستر پر لیٹ گئی۔ پھر میں نے وہ دوا اس کے بازو میں انجکٹ کردی۔

دوا بہت سخت تھی۔ ایسے وقت اس کا سر چکرانے لگتا تھا۔ وہ آنکھیں بند کرکے لیٹی رہتی تھی اور اپنے اندر ایک نامعلوم سی تبدیلی محسوس کرتی رہتی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

میں نے مسکراتے ہوئے ریسیور اٹھایا' پھر کھانے کا آرڈر دیا اور کہا کہ کھانے کے بعد دو کپ بہترین کافی ضرور بھیج دینا۔ میری بیٹی کو کافی بہت زیادہ پسند ہے بلکہ وہ کہہ رہی تھی کہ کچھ نہیں کھائے گی صرف کافی نوش کرے گی۔

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ جمیلہ نے حیرانی سے پوچھا "میں کافی شوق سے نہیں پیتی ہوں۔ پھر آپ نے فون پر ایسی بات کیوں کہہ دی؟"

میں نے کہا "ابھی خیال خوانی کے دوران میں ہوٹل کے مختلف ملازموں کے اندر جارہا تھا۔ پتا چلا کہ ہمارے پڑوسی نے ایک ویٹر کو ایک ہزار ڈالر رشوت دی ہے اور اسے اعصابی کمزوری کی ایک دوا بھی دی ہے۔"

"سمجھ گئی۔ وہ کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے۔ مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے میرے چور خیالات پڑھ کر میری اصلیت اور میری طاقت معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

"ہاں' تم نے ابھی کہا تھا کہ بھوک لگی ہے۔ میں نے آرڈر دیتے وقت الٹی بات کہہ دی کہ تم کچھ نہیں کھاؤ گی۔ صرف کافی پیو گی۔ بولو' اب کیا سمجھیں؟"

"یہی کہ وہ ویٹر اعصابی کمزوری کی دوا کافی میں ملائے گا۔ باقی کھانا نقصان دہ نہیں ہوگا۔ ہم پیٹ بھر کر کھا سکیں گے۔"

پھر وہ ہنستی ہوئی بولی "واہ پاپا! آپ کو کیسی کیسی چالیں سوجھتی رہتی ہیں۔"

"مجھے شبہ ہے کہ ہمارا پڑوسی حساس ذہن کا مالک ہے اس لیے اس کے اندر نہیں جارہا ہوں۔ کھانا آدھے گھنٹے سے پہلے نہیں آئے گا۔ تم جاؤ اور مجھے اس کے اندر پہنچادو۔"

وہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر کمرے سے نکل کر ساتھ والے کمرے پانچ سو چھبیس کے سامنے آکر دستک دی۔ جواد آدم نے دروازے کے قریب آکر آہستگی سے پوچھا "کون ہے؟"

وہ بھی آہستگی سے بولی "میں ویٹر کی گھر والی ہوں۔ میں نے کچن میں کام کرتے وقت دیکھا تھا۔ تم نے ہزار ڈالر دیئے تھے لیکن وہ مجھے صرف پانچ سو دے رہا ہے۔ آج میں اسے گھر میں گھسنے نہیں دوں گی۔ تم ابھی چل کر اس سے کہہ دو کہ مجھے پورے ہزار ڈالر دے ورنہ میں تمہارا کوئی کام اسے نہیں کرنے دوں گی۔"

وہ بولا "کیا مصیبت ہے۔ تم پانچ سو ڈالر کے لیے اپنے شوہر سے جھگڑا کررہی ہو۔ تم جاؤ' وہ نہیں دے گا تو میں تمہیں باقی کے پانچ سو دے دوں گا۔"

"میں ایسی ناداں نہیں ہوں۔ کام ہوجانے کے بعد کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ میں اسے کافی میں دوا نہیں ملنے دوں گی۔"

"ارے کیا گڑبڑ کرتی ہو۔ یہ لو' مجھ سے پانچ سو۔"

اس نے کتے کتے دروازہ کھولا۔ بات ادھوری رہ گئی کیونکہ دروازہ کھلتے ہی جمیلہ نے اس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے جا کر فرش پر گرپڑا۔ وہ اندر آکر دروازے کو بند کرکے بولی "کیا بمن سمجھ کر پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئے ہو؟ کون ہو تم؟"

جواد آدم باڈی بلڈر تھا۔ اگرچہ ایک ہی گھونسے میں سر چکرا گیا تھا تاہم وہ مقابلے کے لیے اٹھا۔ اس پر حملہ کیا۔ جمیلہ نے اس کا ہاتھ پکڑلیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا۔ جمیلہ نے دوسرا ہاتھ بھی پکڑلیا۔ اس نے دونوں ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بڑی حیرانی سے سوچا۔ کیا ایک لڑکی اس قدر طاقت ور ہوسکتی ہے کہ میں باڈی بلڈر ہوکر اس سے ہاتھ نہ چھڑا سکوں؟

جمیلہ اچانک گھوم گئی۔ دونوں ہاتھ گرفت میں تھے اس لیے وہ بھی بے اختیار گھوم گیا۔ پھر جمیلہ نے اسے اپنی پشت پر سے اچھال کر پھینکا تو سامنے والی دیوار سے اس کا سر ٹکرایا۔ اس نے بڑی ہائی جمپ باؤنگ کی تھی۔ سر ٹکراتے ہی جیسے پھٹ گیا ہو۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ سر سے لہو بہنے لگا۔ میری خیال خوانی کی لہریں بھی اس کے اندر بہنے لگیں۔

تب انکشاف ہوا کہ وہ بظاہر مسلمان ہے لیکن یہودی ہے اور اسرائیل کی خفیہ یہودی تنظیم کے آدم برادرز میں سے ایک ہے۔ جب میں تل ابیب میں تھا اور لیلیٰ کی ہلاکت کا انتقام لینے کے لیے میں نے برین آدم کو زخمی کیا تھا تو اس کے چور خیالات سے کسی حد تک معلومات حاصل کی تھیں یعنی یہ کہ وہ یہودی تنظیم کا بگ برادر ہے اور اس تنظیم کا ہر فرد آدم برادر کہلاتا ہے۔ ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ایک کا نام الپا اور دوسرے کا نام ٹیری آدم ہے۔

میں نے سوچا تھا' لیلیٰ کے سلسلے میں اچھی طرح انتقام لینے کے بعد برین آدم کے خیالات پڑھوں گا اور مزید معلومات حاصل کروں گا لیکن بعد میں مجھے موقع نہیں ملا تھا کیونکہ داؤد منڈولا نے اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا۔

شیخ جواد آدم اس تنظیم کے تمام آدم برادرز کو جانتا تھا لیکن وہ بھی دوسرے برادرز کی طرح کسی ایکسرے مین مارٹن کے وجود سے بے خبر تھا اور اب تو داؤد منڈولا ان سب کا باپ بن کر آگیا تھا۔

میں اس بات سے بے خبر تھا کہ منڈولا اس وقت زخمی شیخ جواد آدم کے اندر خاموشی سے موجود ہے لیکن میں نے ٹیری آدم کی آواز اس کے اندر سنی۔ وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا "برادر جواد! یہ کیا ہوگیا؟ تم اس بری طرح زخمی کیسے ہوگئے؟"

وہ تکلیف کی شدت سے بول نہیں سکتا تھا۔ اس کی سوچ نے کہا "ابھی جمیلہ رازی آئی تھی۔ وہ معمولی لڑکی نہیں' فولاد کا مجسمہ ہے۔ اس نے مجھ جیسے باڈی بلڈر کا یہ حال کیا ہے اور یہ کہہ کر گئی ہے کہ میں کمرے سے باہر نکلوں گا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"کیا وہ تمہارے متعلق دریافت کررہی تھی؟"

"نہیں۔ اس نے ہوٹل کے رجسٹر میں میرا نام دیکھا ہوگا۔ جب کیلی رائفل حسام کی کوٹھی سے ٹرانس میٹر کے ذریعے گفتگو کررہی تھی اور میں اسے جواب دے رہا تھا تو اس نے چھپ کر میری آواز سنی تھی۔ ابھی کہہ رہی تھی کہ میں ہی اس ملک میں یہودی جاسوسوں کو گائیڈ کرتا ہوں اور کسی کے روبرو نہیں آتا ہوں۔"

ٹیری آدم نے کہا "اس کا مطلب ہے وہ کیلی رائفل کی طرح

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سچی کہانیاں

مرزا احمد بیگ کی یادداشتیں

ریٹائرڈ ڈی ایس پی ایک ضمیمات کی فائل

شیطان صفت

دستِ انتقام

سبز قدم

اسیرِ ہوس

قانونی پیچیدگیاں' عدالتی کارروائی کے اہم موڑ و نکات

زن، زر اور زمین کے تنازعوں سے جنم لینے والے مقدمات

ایک ریٹائرڈ ڈی ایس پی کی پیشہ ورانہ زندگی کے پے چیدہ کیسوں کی روداد

جُرم و سزا کی وہ کہانیاں جو انسانی حرص و ہوس کا آئینہ ہیں

قیمت فی کتاب ۲۵۰ روپے، ڈاک خرچ ۲۰ روپے۔ چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳۰۰ رمضان چیمبرز قریب نزد دفتر اخبار جنگ ۱۱ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۷۴۰۰

تمہیں بھی یہاں آہنی سلاخوں کے پیچھے بھیج دے گی۔ وہ ضرور پولیس کو اطلاع دے رہی ہوگی۔"

جواد آدم نے بڑی مشکل سے اٹھ کر اپنی اٹیچی سے ریوالور نکال لیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ جمیلہ کو گولی مارنے آئے گا لیکن میری توقع کے خلاف اس نے خود کو گولی ماری۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ جمیلہ نے چونک کر پوچھا "پاپا! کیا یہ فائرنگ کی آواز جواد کے کمرے سے آئی ہے؟"

"ہاں! اس نے خودکشی کی ہے یا پھر میری آدم کو شبہ ہوگیا ہے کہ اسے زخمی کرکے کوئی خیال خوانی کرنے والا یہودی تنظیم کے متعلق معلومات حاصل کررہا ہے۔"

میرا خیال غلط تھا۔ اسے میری آدم نے نہیں' داؤد منڈولا نے خودکشی پر مجبور کردیا تھا۔ اگرچہ اس نے جواد آدم کے اندر میری سوچ کی لہریں نہیں سنی تھیں۔ اس کے باوجود اس نے ایک لڑکی کے ہاتھوں زخمی ہونے والے کو زندہ نہیں چھوڑا۔ شاید اس کے دماغ میں یہ سوال چبھ رہا ہوگا کہ جمیلہ اسے صرف زخمی کرکے کیوں چلی گئی تھی؟

منڈولا بہت محتاط رہنے کا عادی تھا۔ اسی لیے جب اسے اسلام آباد میں میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کی موجودگی کا علم ہوا تو اس نے جلد سے جلد پاکستان چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ حالانکہ اس کے ساتھ بھی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے موناورو اور ٹالبوٹ تھے لیکن وہ جوش میں آکر یا مغرور ہوکر کسی سے مقابلہ کرنے کو حماقت سمجھتا تھا۔ پھر یہ کہ کوئی شبہ دل میں پیدا ہو تو فوراً اس کا توڑ کرلیتا تھا۔ شیخ جواد آدم پر بھی ذرا سا شبہ ہوا تھا کہ جمیلہ اسے اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے کے لیے زخمی چھوڑ گئی ہے۔ یہ شبہ درست ہو یا نہ ہو۔ لیکن درست ہونے سے یہودی خفیہ تنظیم کو نقصان پہنچ سکتا تھا اس لیے اس نے ہمیشہ کے لیے اس شبے کو گولی مار کر مرجانے پر مجبور کردیا تھا۔

○☆○

چند اسلامی ممالک ایسے ہیں جو امریکا کو بہت بری طرح کھٹکتے ہیں۔ ان میں ایران' پاکستان اور لیبیا وغیرہ ہیں۔ پاکستان اور لیبیا وغیرہ میں امریکی چالیں بڑی حد تک کامیاب اور ناکام ہوتی رہتی ہیں لیکن ایران میں امریکی ڈپلومیسی کی دال نہیں گلتی۔ یہی ایک ایسا ملک ہے' جس نے اسلامی نظام قائم کرکے ثابت کردیا ہے کہ سپرپاور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

امریکا نے خود کو سپرپاور منوانے کے بڑے بڑے ہتھکنڈے آزمائے۔ ایران کو عراق سے برسوں جنگ میں الجھے رہنے پر مجبور کرکے اسے اقتصادی' معاشی اور دفاعی پسلوؤں سے کمزور بنانا چاہا تاکہ وہ بھی فلاش ہوکر دوسرے اسلامی ملکوں کی طرح ورلڈ بینک اور عالمی مالیاتی اداروں سے بھیک مانگنے کے لیے امریکا کے سامنے گھٹنے ٹیک دے مگر مومنین اپنے گھٹنے صرف نماز کے وقت ہی ٹیکتے ہیں۔

پسماندہ یا قرضوں کے بل حکومت کرنے والے اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو اس ایک ملک سے سیکھنا چاہیے کہ اسلامی ممالک کو صرف آزاد نہیں کہلانا چاہیے' غیرت مند بھی کہلانا چاہیے اور یہ آزادی اور غیرت خدا دیتا ہے' امریکا نہیں دیتا۔

ایرانی حکام کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ پڑوسی ممالک سے مستحکم دوستی اور بھائی چارگی قائم رکھے۔ اس کے شمال میں ترکمانستان ایک ملک ہے' جو روس کے شکنجے سے نکل کر آزاد ہوا ہے۔ اگرچہ ازبکستان وغیرہ کی طرح اب بھی وہاں کمیونسٹ پارٹی حاوی رہنے کی ناکام کوششیں کرتی ہے لیکن فرانس' برطانیہ اور امریکا جیسے بڑے ممالک اس نو آزاد ملک کو اپنے زیر اثر رکھنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے اسے بڑی بڑی امداد کی پیش کش کرتے رہتے ہیں۔ خصوصاً امریکا کی یہ کوشش ہے کہ ترکمانستان اور ایران کی آپس میں کبھی دوستی نہ ہو۔ امریکی سیاست وہاں ایسے استحکام سے چھا جائے کہ ایران کو معلوم ہو کہ شمال میں اس کے سر پر امریکا بیٹھا ہوا ہے۔

جس ملک پر امریکا کا سایہ پڑ جائے' وہاں لوٹے سیاست داں ضرور پیدا ہوجاتے ہیں۔ ترکمانستان میں بھی سیاسی کشمکش جاری رہتی ہے۔ وہاں کچھ ایسے سیاست داں ہیں جو ایران سے دوستی اور محبت قائم رکھنا چاہتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو امریکا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنے پڑوسی ایران کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔

یہ ان دنوں کی بات ہے' جب سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کے باعث ترکمانستان میں دیانت دار سیاست دان کی حکومت ختم کردی گئی اور اس کی جگہ ایک امریکی چمچے نے سنبھال لی۔ اس کی پہلی کوشش یہ تھی کہ اپنے سپرپاور آقا کو خوش کرنے کے لیے کسی طرح ایران سے تعلقات توڑ لیے جائیں جبکہ یہ اتنا آسان نہیں تھا کیونکہ ترکمانستان کی صرف اپوزیشن پارٹی ہی نہیں' عوام بھی ایران سے محبت کرتے تھے۔ ان سب کی محبت کو نفرت میں بدلنا آسان نہ تھا۔

وہ اور اس کی حکومت میں رہنے والے ارکان ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے یہ الزام دھرتے تھے کہ ایرانی سرحد سے فائرنگ ہوتی ہے۔ ترکمانستان کے کئی فوجی جوان مارے گئے ہیں۔ اپوزیشن کا لیڈر ایران جاکر وہاں کے حکام سے ملتا ہے اور ہمارے ملک میں دہشت گردی پھیلاتا ہے۔ پہلے کبھی تخریبی کارروائیاں نہیں ہوتی تھیں لیکن ایرانی نقاب پوش تخریب کاری کرتے رہتے ہیں۔

طرح طرح کے الزامات عائد کرنے کے باوجود ترکمانی عوام کی جانب سے کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا۔ اس چمچے حاکم کا نام انعام الدولہ تھا۔ اپنے نام کے مطابق اسے امریکی ہتھکنڈوں سے ترکمانستان کی حکومت انعام میں ملی تھی۔ اس کے مشیروں نے اور امریکی پلان میکرز نے ایک منصوبہ بنایا۔ منصوبہ یہ تھا کہ عوام کے

صرف ملکی جذبات سے نہیں بلکہ لہو کے رشتوں کے جذبات سے بھی کھیلا جائے گا تو پورے ملک میں ایران کے خلاف نفرت کی آگ بھڑک جائے گی۔

منصوبے کی وضاحت یوں ہے کہ ترکمانستان کے جنوب میں ایرانی سرحد کے قریب اشک آباد نامی ایک بڑا شہر ہے۔ وہاں کئی بڑے اسکول ہیں۔ اگر معصوم بچوں سے بھری ہوئی ایک بس کو اغوا کرایا جائے اور ثابت کیا جائے کہ اسے چند ایرانی باشندوں نے اغوا کیا ہے تو ماؤں کے کلیجے پھٹ جائیں گے۔ باپ' بھائی اور بہنیں سب ہی سینہ کوٹ کر ماتم کریں گے۔ پورے ملک میں ایرانیوں کے خلاف نفرت کا زہر پھیل جائے گا۔ عوام کے جذبات سے کھیلنے کے لیے لازمی ہے کہ پہلے ان کے سگے رشتوں کے لہو کو اچھالا جائے۔

انعام الدولہ نے ایسی ہی سیاست سیکھی تھی کہ شدید سردی ہو تو دوسروں کا گھر جلا کر آگ تاپنا چاہیے۔ صرف اپنے گھر کو جلنے سے بچانا چاہیے۔ آخر اس منصوبے پر عمل شروع ہوگیا اور معصوم بچوں سے بھری ہوئی ایک بس کو اغوا کرلیا۔

اغوا کرنے والے چار گن مین تھے۔ ان میں سے ایک گن مین بس ڈرائیور کو نشانے پر رکھ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ دو گن مین اگلے اور پچھلے دروازے پر کھڑے ہوگئے تھے۔ تیسرا گن مین ان کا لیڈر تھا۔ اس نے ایک استانی سے کہا "اٹھو اور بچوں کو سمجھاؤ کہ ہم موت ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی چیخے گا یا کسی کو مدد کے لیے پکارے گا تو اسے گولی ماردی جائے گی۔"

اس ایک استانی کے ساتھ دو استانیاں اور تھیں۔ وہ تینوں تمام بچوں کے پاس جاکر سمجھانے لگیں۔ ایک نے کہا "دیکھو بچو! جب تم اپنی اپنی ماں کو صبح گھروں میں چھوڑ کر اسکول آتے ہو تو اسکول میں ہم صرف تمہاری استانی نہیں' تمہاری مائیں بھی ہوتی ہیں۔"

دوسری نے کہا "بچو! اس بس میں بھی ہم تمہاری مائیں ہیں۔ تمہیں زندہ سلامت رکھنے کے لیے میں سمجھاتی ہوں کہ یہ ہتھیار والے جہاں لے جائیں' وہاں اپنی ماؤں کے سائے میں چلو۔ منہ سے کوئی آواز نہ نکالو اور کھڑکی سے باہر کسی کو نہ پکارو تو یہ ہتھیار والے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہاں آٹھ نو برس سے لے کر پندرہ برس تک کے بچے تھے۔ اگر استانیاں انہیں حوصلہ نہ دیتیں تو ان میں سے کئی بچے رونا شروع کردیتے۔ پھر بھی وہ بے چارے سہمے ہوئے تھے۔

ایک استانی نے لیڈر سے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟"

لیڈر نے مسکرا کر کہا "فی الحال تو ملک الموت ہیں' اب دوسرا سوال کرو۔"

دوسری نے انگریزی زبان میں پوچھا "ہمیں اغوا کرنے کا مقصد کیا ہے؟"

وہ بولا "تمہاری بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ہم ایرانی ہیں' صرف فارسی بولتے اور سمجھتے ہیں۔"

وہ فارسی میں بولی "ایرانی تو ہمارے دوست ہیں۔ ہم ان کی قدر کرتے ہیں۔"

لیڈر نے کہا "ہم بھی تمہاری قدر کرتے ہیں۔ تم زیادہ حسین تو نہیں ہو مگر بری نیت کے لیے بری نہیں ہو۔"

وہ بولی "میں ان بچوں کے لیے ماں کا درجہ رکھتی ہوں۔ پلیز ان معصوموں کے سامنے بازاری انداز میں نہ بولو۔"

وہ استانی کا بازو پکڑ کر بولا "جانم! میرا بولنا پسند نہیں ہے تو چلو گلے لگا کر پیار کرتا ہوں۔ تم ان بچوں کی ماں ہو تو میں باپ بن جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اسے آغوش میں لینا چاہا مگر اچانک ہی اچھل کر پیچھے کی جانب گر پڑا۔ گن چھوٹ کر ایک طرف چلی گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تکلیف سے کراہنے لگا۔ اگلے پچھلے دروازوں پر کھڑے ہوئے ساتھیوں میں سے ایک نے للکار کر کہا "خبردار! ہمارے لیڈر کی گن کو ہاتھ نہ لگانا ورنہ ایک بچہ بھی زندہ نہیں بچے گا۔"

تینوں استانیاں سہمی ہوئی تھیں اگر ان میں سے کوئی گن اٹھا بھی لیتی تو اسے استعمال کرنا نہیں آتا تھا۔ ایک گن مین نے لیڈر سے پوچھا "راہبر! کیا بات ہے؟ کیا سر میں تکلیف ہے؟ اٹھو اور جلدی گن اٹھاؤ۔"

وہ گن اٹھا کر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا "پتا نہیں کیا ہوگیا ہے؟ ایسا لگا جیسے کسی نے دماغ کو دھکا دے کر مجھے گرا دیا ہو۔"

پھر اس نے استانی کو گھور کر پوچھا "کیا تم بجلی کی طرح کرنٹ مارتی ہو؟"

وہ بولی "میں یہ سوچ رہی ہوں کہ یہ بس دو پولیس چوکیوں سے گزر چکی ہے لیکن کسی نے چیکنگ کے لیے نہیں روکا۔"

"اگر وہ روکتے تو معلوم ہوجاتا کہ تم سب کو اغوا کیا جارہا ہے۔ اس لیے بے چاروں نے ہمیں جانے دیا ہے۔"

"یعنی ان چوکیوں والوں کو رشوت دی گئی ہے۔ آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"جو چاہتے ہیں' وہ تھوڑی دیر میں معلوم ہوگا مگر ابھی تو تمہاری اس ادا نے چیلنج کیا ہے۔ کیا خوب جھٹکا مارتی ہو۔ آؤ اب میں تمہیں جھٹکے ماروں گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن اسے چھوتے ہی پھر کرنٹ لگا۔ وہ اچھل کر پھر پیچھے جا گرا۔ گن پھر ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

اس بار وہ سر اٹھا کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر استانی کو دیکھنے لگا۔ تینوں استانیاں بھی حیران تھیں اور سوچ رہی تھیں کہ وہ ایک شہ زور مرد ہوکر عورت کو چھوتے ہی کیسے گر پڑتا ہے؟ پہلی بار گرنا ایک اتفاق ہوسکتا ہے مگر دوسری بار اتفاقاً ایسا نہیں ہوسکتا۔ ایک

ساتھی نے تعجب سے پوچھا "راہبر! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے یا مسخری دکھانے کے لیے یوں بار بار گر رہے ہو؟"

وہ بس اب شہر سے نکل کر کسی ویرانے کی طرف جا رہی تھی۔ لیڈر نے جلدی سے اپنی گن اٹھائی پھر ساتھی کے پاس آ کر بولا "میں یہاں دروازے پر رہوں گا۔ تم ذرا عورت کے پاس جاؤ اور اسے چھو کر دیکھو کیا وہ کرنٹ مارتی ہے؟"

"راہبر! معلوم ہوتا ہے تم نے کچھ زیادہ پی لی ہے۔ اچھی بات ہے۔ تم یہاں رہو۔ میں اس کرنٹ کا فیوز اڑا کر آتا ہوں۔"

لیڈر دروازے پر رہا۔ اس کا ساتھی استانی کی طرف جانے لگا۔ وہ سہمی ہوئی تھی۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ رہی تھی۔ وہ آ رہا تھا' پھر اس کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ پچھلے دروازے تک پہنچ گیا۔

لیڈر نے آواز دی "پاگل کے بچے! میں نے اس استانی کو ہاتھ لگانے کے لیے کہا تھا' تو ادھر چلا گیا۔ ابے ادھر آ۔"

وہ پھر پلٹ کر آیا۔ استانی کے قریب آیا لیکن رکے بغیر واپس لیڈر کے پاس پہنچ گیا۔ لیڈر نے جھلا کر کہا "میں نے کہا تھا اس عورت کو چھو لے یا پکڑ لے۔"

"کیسے پکڑوں؟ اس کے قریب رکنا چاہتا ہوں مگر رک نہیں پاتا۔ بے اختیار آگے بڑھتا چلا جاتا ہوں۔"

ان کے باقی دو ساتھی بڑی دیر سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ تیسرے ساتھی نے پچھلے دروازے سے استانی کو مخاطب کیا "اے تم کون ہو؟ معلوم ہوتا ہے' کوئی پُراسرار علم جانتی ہو۔"

استانی نے کہا "میں صرف بچوں کو تعلیم دینا جانتی ہوں۔ تم لوگوں کی حرکتیں دیکھ کر آج میرا ایمان اور پختہ ہو گیا ہے۔ اللہ نے چاہا تو ان معصوم بچوں پر بھی آنچ نہیں آئے گی۔"

ڈرائیور کے پاس بیٹھے ہوئے گن مین نے کہا "تم ان ہتھیاروں کو کھلونا نہ سمجھنا۔ اگر کسی پُراسرار علم کا مظاہرہ کرو گی تو تمام بچوں کو گولیوں سے بھون دیا جائے گا۔"

تمام بچے یہ تماشا دیکھ رہے تھے اور ان کی باتیں سن رہے تھے۔ ان میں سے ایک پندرہ برس کا لڑکا ذہین تھا۔ وہ اپنی کاپی سے کاغذ پھاڑ کر اس پر لکھ رہا تھا "ہم اسکول کے بچے ہیں۔ ہمیں اغوا کیا جا رہا ہے۔ ہمیں بچاؤ۔"

اس نے ایسے کئی کاغذ لکھ کر ان کاغذات کا گولہ بنا کر کھڑکی کے باہر پھینکا تھا مگر اب تک کہیں سے مدد نہیں پہنچ رہی تھی۔ بڑی عجیب سی بات تھی کہ کسی نے ایک بھی تڑے مڑے کاغذ کو اٹھا کر نہیں پڑھا تھا۔

ایسی بات نہیں تھی۔ ایک راہ گیر نے ایک کاغذ کو اٹھا کر کھولا تھا کیونکہ وہ کاغذ ایک تیز رفتار بس کی کھڑکی سے باہر نکل کر اس کے منہ پر آ کر لگا تھا۔ اس نے اسے کھول کر پڑھا۔ پھر چونک کر بس کی سمت دیکھا۔ وہ اتنی دور چلی گئی تھی کہ اس کی آواز وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

وہ دوڑتا ہوا ایک قریبی تھانے میں آیا۔ پھر تھانے دار کو وہ کاغذ دیتے ہوئے بولا "اسکول کے بچوں کو اغوا کیا جا رہا ہے۔ وہ بس زیادہ دور نہیں گئی ہے۔"

تھانے دار نے کاغذ کی تحریر کو پڑھ کر ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا "کیا بکواس ہے۔ یہ کسی بچے کی لکھائی ہے۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ آج اپریل کی پہلی تاریخ ہے اور بچے یونہی اپریل فول مناتے ہیں اور دوسروں کو بے وقوف بناتے ہیں۔"

اس شخص نے کہا "لیکن جناب! ہم مسلمان اپریل فول نہیں مناتے ہیں۔ اس تحریر میں سچائی معلوم ہوتی ہے۔ اس میں اسکول بس کی پلیٹ کا نمبر بھی لکھا ہوا ہے۔"

تھانے دار نے اپنے ماتحت کو بلا کر کہا "اس آدمی کو دھکے دے کر سڑک پر پہنچاؤ اور کہو کہ دوڑتا ہوا جائے اور بس کو پکڑ کر لے آئے۔ پھر ہم قانونی کارروائی کریں گے۔"

ماتحت اس آدمی کو گردن سے پکڑ کر باہر لے گیا۔ اس کے جاتے ہی تھانے دار نے زمین پر پڑے ہوئے کاغذ کو اٹھا کر پڑھا پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر بولا "سر! میں فیض آباد تھانے کا انچارج بول رہا ہوں۔ وہ اغوا کی جانے والی بس یہاں سے گزر چکی ہے۔ لیکن اس میں کوئی چالاک اسٹوڈنٹ ہے۔ کاغذ کی پرچیاں بنا کر لکھ رہا ہے کہ انہیں اغوا کیا جا رہا ہے۔ وہ اسکول بس کی پلیٹ نمبر بھی لکھ رہا ہے۔ اس طرح وہ وقت سے پہلے اغوا کا راز کھول دے گا۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "تم نے اچھا کیا کہ فوراً اطلاع دی۔ میں ابھی اس لڑکے کو چیک کرتا ہوں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ بس تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ لیڈر کے موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے بٹن دبا کر کہا "میں راہبر بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے گرج کر کہا گیا "کیا خاک بول رہے ہو؟ اندھے ہو کر اغوا کر رہے ہو۔ اس بس میں کوئی لڑکا پرچیاں لکھ کر باہر پھینک رہا ہے۔ وہ لکھ رہا ہے کہ انہیں اغوا کیا جا رہا ہے۔ ان کی مدد کی جائے۔ وہ بس کی پلیٹ نمبر بھی لکھ رہا ہے۔"

"سر! یہاں تقریباً اتنی لڑکیاں ہیں۔ کوئی چھپ کر ایسا کر رہا ہو گا۔ میں ابھی اسے پکڑ لوں گا۔"

"تم لوگوں نے کتنا فاصلہ طے کیا ہے؟"

"سر! ہم جنرل کے قریب ہیں۔ وہ ریسٹ ہاؤس یہاں سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔"

"پھر تو اس لڑکے سے بعد میں نمٹ لینا۔ پہلے ریسٹ ہاؤس والوں سے رابطہ کرو۔ اپنے پہنچنے کی اطلاع دو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ فون کے ذریعے اپنے قومیوں کو اطلاع دی کہ وہ دس یا پندرہ منٹ میں پہنچنے والے ہیں۔ پھر اس نے

یک استانی کو موبائل فون دے کر کہا "اپنے اسکول کا نمبر ڈائل کرو اور ہیڈ ماسٹر کو اغوا کی اطلاع دو۔"

اس نے فون لے کر رابطہ کیا پھر کہا "سر! میں ٹیچر رابعہ بول رہی ہوں اور ایک بری خبر سنا رہی ہوں۔ ہماری اسکول بس کو تمام بچوں سمیت اغوا کر لیا گیا ہے۔"

ہیڈ ماسٹر کی آواز آئی "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ ہم یہاں ڈیڑھ گھنٹے سے تمہارا اور بچوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ....."

ٹیچر رابعہ نے کہا "سر! آپ کے یقین نہ کرنے سے مسائل میں اضافہ ہو گا۔ پلیز آپ بچوں کی سلامتی کے لیے کچھ کریں۔"

"کچھ معلوم تو ہو کہ وہ اغوا کرنے والے کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟"

لیڈر نے رابعہ سے فون لے کر کہا "ہیلو۔ اگر تم ہیڈ ماسٹر ہو تو تمہارے پاس ان تمام بچوں کے ناموں کی فہرست ہو گی' جو بس میں اسکول آتے ہیں۔ تم ان بچوں کے والدین کو اغوا کی اطلاع دو اور کمشنر سے بھی کہو۔ میں ابھی تھوڑی دیر بعد کمشنر سے بات کروں گا۔"

"مگر تم لوگ کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟"

"زیادہ مت بولو۔ بچوں کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو وہی کرو جو کہا جا رہا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ بس ایک چھوٹی سی بستی میں پہنچ گئی تھی۔ بستی کے سرے پر ایک ریسٹ ہاؤس تھا۔ اس کے سامنے پہنچ کر بس رک گئی۔ برآمدے میں کچھ گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ لیڈر نے استانیوں سے کہا "تم سب بچوں کے ساتھ اسی گاڑی کے اندر رہو گی۔ کسی نے بھی گاڑی سے باہر قدم نکالا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔"

اس نے باہر آ کر برآمدے میں کھڑے ہوئے گن مین ساتھیوں سے کہا "تم میں سے چار ساتھی بس میں جائیں اور میرے ساتھ آنے والے ساتھیوں کو آرام کرنے کا موقع دیا جائے۔ بس میں سے کوئی استانی' کوئی بچہ اور ڈرائیور باہر نہ نکلے۔ البتہ کوئی ٹائلٹ جانا چاہے تو اسے گن پوائنٹ پر جانے دو۔"

وہ لیڈر کے احکامات کی تعمیل کرنے لگے۔ لیڈر فاتحانہ شان سے چلتا ہوا ایک کمرے میں آیا پھر ٹھٹک گیا۔ آتش دان کے پاس ایک خوبرو جوان بیٹھا ہوا ریڈیو سے نشر ہونے والی خبریں سن رہا تھا۔ نشر ہونے والی خبر کے مطابق اٹک آباد کے کمشنر کو ایک اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے فون پر اطلاع دی تھی کہ اسّی کی تعداد میں اس اسکول کے بچے اور تین استانیاں ایک بس میں اغوا کر لیے گئے ہیں۔ اس اغوا ہونے والی بس کو تلاش کیا جا رہا ہے۔

لیڈر نے اس جوان کے قریب آ کر پوچھا "تم کون ہو؟"

"وہی ہوں جو تم لوگ ہو۔ صدر انعام الدولہ نے تم سب کو گائیڈ کرنے کے لیے مجھے یہاں بھیجا ہے۔"

"میں کیسے یقین کروں۔ تمہارے پاس اس سلسلے کے کاغذات ہیں؟"

"کیا تمہارے پاس کاغذات ہیں کہ اغوا کے سلسلے میں تم رہبری کر رہے ہو؟ وقت ضائع نہ کرو۔ ریڈیو سے ادھوری خبریں آ رہی ہیں۔ فوراً کمشنر کو فون کر کے اغوا کے مقاصد بتاؤ۔"

لیڈر کو یاد آیا کہ کمشنر سے رابطہ ضروری ہے۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا پھر کہا "ہم وہی اغوا کرنے والے ہیں' جن کی خبریں ریڈیو سے ابھی نشر ہو رہی ہیں۔ اسکول کے تمام بچے ابھی تک خیریت سے ہیں۔ آئندہ ان کی سلامتی کا انحصار تم پر اور ملک کے حکمرانوں پر ہے۔"

کمشنر نے پوچھا "کیا تم لوگوں نے تاوان کے لیے اغوا کیا ہے۔"

"یہی سمجھ لو۔ مگر تاوان میں ہمیں رقم نہیں چاہیے۔ پہلے یہ سن لو کہ ہم ایرانی ہیں۔ ہمیں انعام الدولہ کی حکومت منظور نہیں ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ کسی کے ذریعے امریکا ہمارے سروں پر سوار رہے۔ ہمیں تمہارے ملک میں ایسی حکومت چاہیے' جو ہمارے زیرِ اثر رہے اور ہماری پالیسیوں پر عمل کرے جیسا کہ پہلے ہوتا رہا ہے۔ اگر دوپہر تک انعام الدولہ نے حکومت کی کرسی نہ چھوڑی اور اپنے چمچوں سمیت ملک سے باہر نہ گیا تو اسکول کا ایک بھی بچہ زندہ نہیں ملے گا۔"

"تمہارا پیغام حکومت تک پہنچایا جائے گا مگر ہم تم سے رابطہ کیسے کریں گے؟"

لیڈر نے اپنا موبائل فون نمبر بتا کر کہا "ہم ایرانی سرحد کے قریب تمہارے ہی ملک کی ایک چھوٹی سی بستی کے ایک ریسٹ ہاؤس میں ہیں۔ یہاں پولیس اور فوج کو بھیجنے کی حماقت نہ کرنا۔ ایسا کرنے سے پہلے بچوں کے والدین سے مشورے کر لینا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔ ہمیں بچوں کی سلامتی چاہیے۔"

"اگر شام تک ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ضمیموں کے ذریعے یہ اعلان کر دیا جائے گا کہ جو اپوزیشن میں ہیں' وہ اقتدار میں آ گئے ہیں اور ایران کی پسندیدہ حکومت قائم ہو گئی ہے تو بچوں کو صحیح سلامت واپس بھیج دیا جائے گا۔"

اس نے فون بند کر دیا پھر آتش دان کے قریب بیٹھ کر بولا "یہ درست ہے کہ ایسے کام میں کسی کے پاس شناختی کاغذات نہیں ہوتے۔ ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ ویسے ہمارا تعارف ہو جائے تو بہتر ہے۔ مجھے سب راہبر کہتے ہیں۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ کرسی سے ٹیک لگا کر بولا "مجھے خالی کارتوس کہتے ہیں۔"

"یہ تو کوئی نام نہیں ہے۔ میں نام پوچھ رہا ہوں۔"

"راہبر بھی کوئی نام نہیں ہے۔ تم انگریزی میں لیڈر اور فارسی میں راہبر کہلاتے ہو۔ تمہیں اپنا اصل نام بتانا چاہیے۔"

"معلوم ہوتا ہے صدر صاحب نے تمہیں یہاں نہیں بھیجا ہے۔ ورنہ تمہیں یہ ضرور معلوم ہوتا کہ دہشت گردی کی تربیت حاصل کرنے کے بعد ہم اپنا اصل نام' اپنا اصل ملک اور پتا ٹھکانا کسی کو نہیں بتاتے ہیں۔"

جوان نے کہا "اسی لیے تو میں بھی اپنا فرضی نام بتا رہا ہوں۔"

"کیا تم مسخرا پن دکھا رہے ہو؟ کسی کا فرضی نام بھی خالی کارتوس نہیں ہوتا۔"

"میں ثابت کردوں گا کہ میرا یہی نام ہے۔"

"تو پھر ثابت کردو ورنہ میں گولی مار دوں گا۔"

"کیسے مارو گے؟ میں خیالی کارتوس والی گن سے نہیں مرتا اور تمہارے پاس کارتوس نہیں ہیں۔ صرف گن ہے۔"

وہ بڑی بے یقینی سے کبھی اپنی گن کو اور کبھی علی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر بولا "مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے چیمبر میں کارتوس بھرے تھے۔ میں حیران ہوں کہ اس میں سے کارتوس نکل کر کہاں چلے گئے؟"

"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔ جس طرح وہ طالب علم بچہ پرچیاں لکھ کر کھڑکی سے باہر پھینکتا رہا۔ اسی طرح تم چاروں اپنے گنوں کی میگزینوں سے کارتوس نکال کر باہر پھینکتے رہے۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا پھر بولا "تم کیسے جانتے ہو کہ کوئی لڑکا پرچیاں لکھ کر بس کی کھڑکی سے باہر پھینکتا رہا؟"

"اس کی پھینکی ہوئی ایک پرچی مجھے راستے میں ملی تھی۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ اگر کوئی پرچی راستے میں ملی تھی تو تم ہم سے پہلے یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"ذرا عقل سے کام لو۔ میرے پاس بھی گاڑی ہے اور وہ ریسٹ ہاؤس کے پیچھے کھڑی ہے۔"

"اگر تم پہلے پہنچ گئے تھے تو تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ہم اسی جگہ آنے والے ہیں؟"

"بھئی میں پیچھا کرتا ہوا آیا ہوں۔ تمہاری بس ریسٹ ہاؤس کے آگے اور میری گاڑی ریسٹ ہاؤس کے پیچھے آکر رکی۔ تم ادھر سے آئے' میں اُدھر سے آیا۔ معلوم ہوتا ہے' اس استانی نے زیادہ کرنٹ مارا ہے اس لیے عقل کام نہیں کر رہی ہے۔"

وہ پھر ایک بار چونکا۔ دوڑتا ہوا دروازے تک گیا پھر اسے اندر سے بند کرکے چٹخنی چڑھا کر واپس آتے ہوئے بولا "تم کیسے جانتے ہو کہ وہ استانی کرنٹ مارتی ہے؟ سچ سچ بتاؤ' تم کون ہو۔ تم میرا قد اور میری جسامت دیکھ رہے ہو۔ میں ایک خطرناک تربیت یافتہ گوریلا فائٹر ہوں۔ اس بند کمرے میں تمہاری ہڈیاں توڑ کر رکھ دوں گا۔"

وہ بولتے ہوئے بالکل قریب آگیا تھا۔ علی نے کرسی سے اٹھ کر پوچھا "ہڈیاں کیسے توڑو گے' میں بھی کرنٹ مارتا ہوں۔ یقین نہ ہو تو مجھے چھو کر دیکھ لو۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا کیونکہ دوبار زبردست کرنٹ لگ چکا تھا۔ اس نے بے یقینی سے کہا "تت... تم جھوٹ بولتے ہو۔ استانی سے تمہارا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ تم کرنٹ نہیں مار سکتے۔"

علی نے اپنا ایک ہاتھ آگے بڑھا کر کہا "تو پھر ذرا سا چھو کر دیکھ لو۔ میں تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ یہ تم نے اچھا کیا کہ دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ اب اسے کھولنے جاؤ گے تو مجبوراً تمہیں چھونا پڑے گا کیونکہ میں یہاں کسی تیسرے کو پسند نہیں کروں گا۔"

اس نے پریشان ہو کر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر اچانک خیال آیا کہ دشمن کو چھونے یا ہاتھ پائی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے ہاتھ میں رائفل ہے۔ اس کے بٹ سے دشمن کو لہولہان کیا جا سکتا ہے۔ اس کے اندر کا سارا کرنٹ باہر نکالا جا سکتا ہے۔

یہ طے کرتے ہی اس نے رائفل کو نال کی طرف سے پکڑ کر کہا "اب دیکھتا ہوں کہ مجھے کرنٹ کیسے لگے گا۔ تمہاری موت آگئی ہے۔"

اس نے اچھل کر رائفل کو لاٹھی کی طرح گھماتے ہوئے حملہ کیا۔ لیکن علی ذرا سا جھک گیا۔ رائفل کا بٹ سر کے اوپر سے گزر گیا۔ علی نے اس کی کمر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر ایک ٹرن لیتے ہوئے اسے آتش دان کے اندر جھونک دیا۔

آگ میں پہنچتے ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ آتش دان سے باہر آنا چاہتا تھا۔ علی نے زمین پر سے اس کی رائفل اٹھا کر اس کے منہ پر ماری۔ وہ پھر چیخا اور آتش دان میں جا گرا۔ اس کے کپڑوں میں پہلے ہی آگ لگ چکی تھی۔ وہ پھر ایک بار تڑپ تڑپ کر باہر آنا چاہتا تھا۔ علی نے پھر رائفل کے کندے سے مار کر اسے وہیں آگ میں پہنچا دیا۔ ایک تو رائفل کی مار علی کے ہاتھوں سے' دوسرے آگ جلانے کے لیے کافی تھی۔ پھر وہ نہ تو آتش دان سے باہر نکل سکا اور نہ ہی اس کے حلق سے آواز نکل سکی۔

باہر سے دروازے کو پیٹا جا رہا تھا اور پوچھا جا رہا تھا "راہبر تم کیوں چیخ رہے ہو' دروازہ کھولو۔"

دروازہ نہیں کھلا۔ باہر اور دو چار گن مین آگئے تھے۔ وہ سب دروازے کو ٹکریں مارنے لگے۔ دروازے کو ٹوٹنے میں ذرا دیر لگی۔ وہ سب اندر آئے تو ان کا راہبر آتش دان کی آگ میں مردہ پڑا ہوا تھا۔ گوشت جلنے کی بُو پھیل رہی تھی۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ پچھلا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دو گن مین دوڑتے ہوئے اس دروازے سے باہر آئے۔ وہ ریسٹ ہاؤس کا پچھلا حصہ تھا۔ وہاں دور تک انہیں کوئی نظر نہیں آیا۔

کمرے کے اندر ایسے آثار نظر نہیں آئے' جن سے ظاہر ہوتا کہ وہاں راہبر کے علاوہ بھی کوئی موجود تھا اور اگر وہ تنہا تھا تو آتش

ان کے اندر جا کر کیسے جل مرا؟ ایک نے کہا "ہمارے راہبر کی ذہنی حالت درست نہیں تھی۔ وہ خود ہی جل مرنے کے لیے آگ میں جا سکتا تھا۔ یہاں ضرور کوئی تھا۔"

دونوں گن مین باہر سے آئے' ایک نے کہا "ہم نے دور تک دیکھا ہے' کوئی نظر نہیں آیا۔ شاید یہ پچھلا دروازہ پہلے سے کھلا ہوا تھا۔"

ایک نے کہا "جب یہاں کوئی دوسرا نہیں تھا تو کیا راہبر پر کسی نے دور کہیں بیٹھ کر جادو کیا تھا اور اسے یوں خودکشی پر مجبور کر دیا تھا؟"

اس کی بات پر ایک ساتھی نے چونک کر کہا "اسکول بس میں استانی ہے' وہ ضرور جادو جانتی ہے۔ اسے چھونے سے وہ بجلی کی لہر کرنٹ مارتی ہے۔ اس نے دو بار راہبر کو کرنٹ مارا تھا۔ میں سے آزمانے کے لیے دوبار اس کے قریب گیا۔ اسے سزا دینے کا ارادہ تھا مگر میں ایک بار بھی اس کے قریب رک نہ سکا۔ اس کے سامنے سے بے اختیار گزرتا چلا گیا۔"

ایک گن مین نے کہا "پھر تو ہمیں اس استانی کو پکڑ کر آتش دان میں جھونک دینا چاہیے۔ اس طرح اس کے ساتھ اس کا جادو بھی مر جائے گا۔"

وہ تعداد میں پانچ تھے۔ ان میں سے دو ساتھی راہبر کی لاش کو آتش دان سے نکال کر اس پر پانی ڈال رہے تھے۔ باقی تین گن مین کمرے سے باہر آئے۔ ذرا فاصلے پر اسکول بس کھڑی ہوئی تھی۔ اس بس میں مزید چار گن مین تھے۔

وہ تینوں قریب آئے۔ ایک نے غصے سے کہا "وہ استانی کون ہے' جو کرنٹ مارتی ہے اور جادو جانتی ہے۔ اسے دھکے دے کر بس سے باہر لاؤ۔"

بس میں ڈیوٹی دینے والے ایک گن مین نے کہا "یہاں ایک استانی کہہ رہی ہے کہ اس کا نام رابعہ ہے اور وہ ہمارے ایک گن مین کی نگرانی میں باتھ روم گئی ہے۔ ابھی آتی ہی ہوگی۔"

ایک استانی نے بس کی کھڑکی سے جھانک کر پوچھا "تم لوگ پھر رابعہ سے کیوں دشمنی کر رہے ہو؟ اس نے کیا قصور کیا ہے؟"

ایک نے گالیاں دیتے ہوئے کہا "وہ جادوگرنی ہے۔ پہلے ہمارے لیڈر کو کرنٹ مارا۔ اب اسے آتش دان کے اندر جلا کر مار ڈالا ہے۔ ہم اسے بھی جلائیں گے۔"

وہ رابعہ کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ ایک شخص اسے گن پوائنٹ پر باتھ روم لے گیا تھا۔ وہ اندر گئی تھی۔ نگرانی کرنے والا دروازے کے سامنے کھڑا ہوگیا تھا۔ رابعہ اندر پندرہ منٹ تک نہیں۔ پھر باہر نکلنے کے لیے دروازہ کھولا تو نگرانی کرنے والا دروازے سے ٹکا ہوا تھا۔ اس کے کھلتے ہی وہ حرام سے اندر باتھ روم کے فرش پر گر پڑا۔ پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ اس کے پھیلے ہوئے دیدے بتا رہے تھے کہ وہ مر چکا ہے۔

پھر وہ باہر دیکھ کر گھبرا گئی۔ وہاں ایک خوبرو جوان کھڑا ہوا تھا مردہ شخص کی سیون ایم ایم رائفل اس کے ہاتھوں میں تھی' وہ مسکرا کر بولا "تمہیں گھبرانا نہیں چاہیے۔ دشمن کو مارنے والا دوست ہوتا ہے۔ میں نے ان کے لیڈر کو بھی موت کی نیند سُلا دیا ہے۔"

وہ مطمئن ہو کر بولی "تو پھر باقی دشمنوں کو بھی جہنم میں پہنچا دو۔ تمہارے پاس ہتھیار ہے' کسی کو نہ چھوڑو۔"

"میں ایک گولی چلاؤں گا تو وہ ظالم بچوں کو نشانہ بنائیں گے۔ اس لیے انہیں الجھا رہا ہوں۔ وہ تمہیں جادوگرنی سمجھ رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے' تم نے ہی لیڈر کو مار ڈالا ہے۔ وہ بس کے پاس کھڑے تمہاری واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"ایسی صورت میں تم کیا کر سکو گے؟"

"سیدھی سی بات ہے' وہ تمہیں جادوگرنی سمجھ رہے ہیں اور جادوگرنی غائب ہو سکتی ہے۔ تم بھی غائب ہو جاؤ۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ جادو نہیں جانتی ہوں۔ پتا نہیں وہ لیڈر مجھے ہاتھ لگاتے ہی کیسے اچھل کر گر پڑا تھا۔"

"مجھے پتا ہے' تم جادو نہیں جانتی ہو مگر غائب ہو جاؤ گی میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اسے ساتھ لے کر اس مکان کے پیچھے جاتے ہوئے بولا "بس میں چار دشمن تھے۔ ایک کو میں نے باتھ روم میں سُلا دیا ہے۔ لیڈر بھی ختم ہو چکا ہے۔ اب وہ تعداد میں چھ ہیں۔ ان میں سے تین بس کے اندر ہیں اور تین باہر کھڑے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اور ہاں یاد آیا' دو افراد اور ہیں' وہ اپنے لیڈر کی لاش کے پاس ہیں۔"

"تم اتنے لوگوں سے تنہا کیسے نمٹو گے؟"

"تمہارے جادو کے ذریعے نمٹ لوں گا۔ وہ ایک دوسرے سے الگ ہو کر مختلف جگہوں پر تمہیں تلاش کرنے نکلیں گے۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ سب ایک جگہ نہ رہیں۔ میں گولی چلائے بغیر ایک ایک سے نمٹ سکوں گا۔"

وہ اسے ریسٹ ہاؤس کے پیچھے لے آیا پھر اکڑوں بیٹھ کر بولا "ادھر برآمدے کی چھت زیادہ اونچی نہیں ہے۔ میرے شانوں پر پاؤں رکھو اور اوپر پہنچو۔"

رابعہ نے ہدایت پر عمل کیا۔ برآمدے کے ستون کو پکڑ کر اس کے شانوں پر چڑھ گئی۔ علی نے کہا "اب تم اس سے اوپر والی چھت پر جا کر آرام سے لیٹی رہو۔ ذرا بھی سر نہ اٹھانا۔ میں جلد ہی تمہیں نیچے لے آؤں گا۔"

وہ اسے اچھی طرح سمجھا کر وہاں سے دوڑتا ہوا' اس مکان میں آیا جس کے باتھ روم میں ایک دشمن مردہ پڑا تھا۔ اس نے دروازے پر زور زور سے ہاتھ مارتے ہوئے رابعہ کی آواز بنا کر کہا "دروازہ کھولو' یہ کس نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا ہے۔

دروازہ کھولو' دروازہ کھولو۔"

وہ دروازے کو اچھی طرح پیٹنے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ بس کے پاس کھڑے ہوئے دشمنوں نے دروازہ پیٹنے اور رابعہ کے چلانے کی آواز سنی۔ ان میں سے دو گن مین نے تیسرے سے کہا "تم یہاں ٹھہرو' ہم جا کر دیکھتے ہیں۔"

وہ دونوں دوڑتے ہوئے ریسٹ ہاؤس کے پاس والے مکان میں آئے پھر اندر پہنچ کر باتھ روم کے دروازے کو دیکھا۔ وہ باہر سے بند تھا۔ وہ دونوں محتاط انداز میں چلتے ہوئے دروازے کے قریب آئے ایک نے آواز دی "رابعہ! کیا تم اندر ہو؟"

دوسرے نے پوچھا "تمہارے ساتھ آنے والا ہمارا ساتھی کہاں ہے؟"

اندر سے کوئی جواب نہیں ملا' ایک نے کہا "کوئی گڑبڑ ہے۔ دروازہ باہر سے بند ہے شاید وہ بے ہوش ہو گئی ہے یا کسی دشمن نے اس کا منہ دبا رکھا ہے۔"

"نگرانی کرنے والا ہمارا ساتھی کہاں ہے؟"

وہ دونوں دروازے سے ہٹ گئے۔ دیوار سے لگے اپنے ہتھیار سنبھالتے ہوئے ایک نے ہاتھ بڑھا کر دروازے کی چٹخنی سرکائی۔ دروازے کو آہستگی سے دھکا دیا۔ وہ کھلتا چلا گیا۔ انہیں باتھ روم کے فرش پر اپنے ساتھی کی لاش نظر آئی۔ وہ دروازہ پوری طرح کھل گیا تھا۔ اندر وہ نظر نہیں آئی۔ جبکہ اسی نے چیخ چیخ کر انہیں وہاں رکنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ دونوں اندر آئے جھک کر لاش کو دیکھا کہ شاید اس میں کچھ جان رہ گئی ہو۔ مگر وہ ختم ہو چکا تھا۔ ایک نے دوسرے سے کہا "جادو اور ساتھیوں کو بتاؤ کہ اس جادوگرنی نے لیڈر کے بعد اسے بھی مار ڈالا ہے۔ وہ اسی مکان میں چھپی ہوگی۔ میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔ دو اور ساتھیوں کو بلاؤ۔"

دوسرا دوڑتا چلا گیا۔ وہاں رہ جانے والے نے اپنی گن سنبھالی پھر باتھ روم سے نکل کر مکان کے مختلف حصوں میں دبے قدموں چلنے لگا۔ ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے کے دروازے پر پہنچتے ہی اس کی گن پر ایک ٹھوکر پڑی۔ ایک اجنبی جوان یوں سامنے آیا جیسے شامت آئی ہے۔ گن ہاتھ سے نکل گئی تھی اجنبی نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ بڑی تیز رفتاری سے حملے کرتے ہوئے اس کی گردن دبوچ لی۔ باتھ روم والے کو بھی اسی طرح دبوچ کر ختم کیا تھا تاکہ مار پیٹ کا نشان رہے' نہ گولی چلنے کی نوبت آئے۔ یہی تاثر قائم رہے کہ ایک نازک اندام استانی جادو کے ذریعے شہ زوروں کو ختم کرتی جا رہی ہے۔

وہ دوسرا شخص دوڑتا ہوا مکان سے باہر بس کے قریب آیا پھر بولا "وہ غائب ہو گئی ہے۔ اس نے ہمارے دوسرے ساتھی کو بھی مار ڈالا ہے۔"

ریسٹ ہاؤس سے وہ دو گن مین باہر آ گئے تھے جو لیڈر کی لاش کے پاس تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا "یہ حیرانی کی بات ہے کہ ایک استانی نے ہمارے اس لیڈر کو آگ میں جھونک دیا' جو زبردست گوریلا فائٹر کہلاتا تھا۔ اب اس نے دوسرے کو بھی مار ڈالا ہے۔ یہ یقین ہو رہا ہے کہ وہ کوئی پُراسرار علم جانتی ہے۔"

باتھ روم سے آنے والے نے کہا "ہاں' وہ مقابلہ نہیں کرتی ہے۔ نہ گولی چلاتی ہے۔ ہمارے دوسرے ساتھی کے بدن پر زخم کا ایک نشان نہیں ہے اور وہ مر چکا ہے۔ ہمارا ایک ساتھی اسے مکان میں تلاش کر رہا ہے۔"

وہ تینوں اسی مکان میں گئے۔ انہوں نے باتھ روم میں اپنے ایک ساتھی کی لاش دیکھی پھر دوسرے کو تلاش کرتے ہوئے ایک کمرے میں آئے تو دروازے کے پاس ہی فرش پر اسے بے حس و حرکت پڑے دیکھا۔ وہ تینوں دوڑتے ہوئے قریب آئے۔ اس کے بھی دیدے پھیل گئے تھے۔ معائنہ کرنے پر پتا چلا' وہ بھی ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ چکا ہے۔

ایک نے کہا "مجھے اس کا طریقہ کار سمجھ میں آ رہا ہے۔ جب ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی تنہا ہوتا ہے تو وہ اسے مار ڈالتی ہے۔ اس کا جادو صرف تنہا آدمی پر چلتا ہے۔ دانش مندی یہ ہے کہ ہم سب کو ایک ساتھ رہنا چاہیے۔"

دوسرے نے تائید کی "تم درست کہتے ہو۔ ہم ایک ساتھ وہ کمرا تلاش کریں گے۔ وہ یہیں کہیں چھپی ہوئی ہے۔"

وہ تینوں اپنی اپنی گن سنبھالتے ہوئے محتاط انداز میں اس مکان کے دوسرے حصے کی طرف جانے لگے۔ اُسی وقت ایک کمرے سے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ تینوں کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ اس کمرے کے دروازے پر آئے۔ وہاں سے دیکھا۔ ایک فلاور اسٹینڈ سے ایک گلدان فرش پر گرا ہوا تھا۔ قریب ہی صوفے کے پیچھے رائفل سیون ایم ایم کی نال جھلک رہی تھی۔ یہ وہی رائفل تھی جسے علی نے باتھ روم والے سے چھینا تھا۔

ایک نے دروازے سے للکار کر کہا "نیچر! اب تم نہیں چھپ سکو گی۔ اپنی اور بچوں کی زندگی چاہتی ہو تو باہر آ جاؤ۔"

اُدھر سے جواب نہیں ملا۔ ایک نے اپنے دونوں ساتھیوں سے سرگوشی میں کہا "فرش پر لیٹ جاؤ۔ ہم رینگتے ہوئے اس صوفے کے دونوں طرف جائیں گے۔ وہ ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہو گی۔ اگر مقابلہ کرنے کی حماقت کرے گی تو اسے گولی مار دینا۔"

وہ تینوں فرش پر اوندھے لیٹ گئے۔ پھر رینگتے ہوئے کمرے کے اندر آئے اور دو مختلف سمتوں سے اس صوفے کی طرف بڑھنے لگے۔ ایسے وقت انہوں نے پٹرول کی بُو محسوس کی مگر دیر ہو چکی تھی۔ اچانک ہی اس کمرے کا دروازہ باہر سے بند ہو گیا۔ انہوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اسی وقت ایک جلتی ہوئی تیلی کھڑکی کے راستے آئی اور کمرے میں آگ بھڑکتی ہوئی چاروں طرف پھیلنے لگی۔

وہ تینوں گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ جان بچانے کے لیے اس کمرے سے باہر نکلنا ضروری تھا اور نکلنے کا وہی ایک دروازہ تھا' جو باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ ان تینوں نے آگ سے کھولنا چاہا پھر پیچھے چلے گئے کیونکہ ادھر شعلے تیزی سے لپک رہے تھے۔ قالین پر بھی پٹرول چھڑکا گیا تھا۔ یعنی زمین بھی آگ اگل رہی تھی۔ کھڑے ہونے کی جگہ نہیں تھی۔ لپکتے ہوئے شعلے ان کے لباس کو بھی آگ لگا چکے تھے۔

ان تینوں نے آخری کوشش کی۔ اپنی گنوں سے دروازے پر گولیاں برسانے لگے تاکہ وہ باہر سے لاک ہو تو فائرنگ سے لاک ٹوٹ جائے۔ لیکن وہ مقفل نہیں تھا۔ صرف اوپر سے چٹخنی چڑھی ہوئی تھی۔ انہیں بدحواسی میں چٹخنی کا خیال نہیں آیا وہ دروازے پر دور کی طرف فائرنگ کرتے تو وہ کھل جاتا۔

ویسے بہت دیر ہو چکی تھی۔ لباس کی آگ جسموں کو جلا رہی تھی۔ ان کے ہاتھوں سے گنیں چھوٹ گئی تھیں۔ وہ خود گر پڑے تھے اور اب ان میں رینگنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ علی نہیں جانتا تھا کہ اندر ان پر کیا بیت رہی ہے لیکن وہ ان کا انجام جانتا تھا۔

اس نے راہبر کو ہلاک کرنے سے پہلے اس کا موبائل فون لے کر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ اب اسے استعمال کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ اس نے اسے آپریٹ کیا پھر ایک گن مین کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "دلاور خان! میں صدر انعام الدولہ بول رہا ہوں۔"

دلاور خان نے کہا "یس آقا! یہ غلام حاضر ہے۔"

"میں بہت دیر سے راہبر کے فون نمبر ڈائل کر رہا ہوں۔ رابطہ ہوتا ہے لیکن راہبر اسے اٹینڈ نہیں کرتا ہے' آخر وہ کہاں مر گیا ہے؟"

"آقا! وہ واقعی مر گیا ہے۔ صرف وہی نہیں ہمارے مزید چھ ساتھی بھی مر چکے ہیں۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟ اتنے لوگ کیسے مر گئے؟ کیا اپوزیشن والے وہاں پہنچ گئے ہیں۔"

"نہیں آقا! ان بچوں کے ساتھ ایک نیچر رابعہ ہے' وہ جادو جانتی ہے اور کسی ہتھیار کے بغیر ہمارے ساتھیوں کو ہلاک کر رہی ہے۔ اس نے ریسٹ ہاؤس کے ساتھ والے مکان میں آگ لگا دی ہے۔"

"یہ جادو والی بکواس کیا کر رہے ہو؟ اسکول کے بچے کہاں ہیں؟ انہیں جلتے ہوئے مکان سے دور لے جاؤ۔ کسی بچے کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ ورنہ منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔ ہم عوام کو یہ تاثر دیں گے کہ انہیں اپوزیشن والوں نے اغوا کیا تھا۔ لیکن ہماری حکمت عملی اور ہمارے کمانڈوز کی دلیری کے باعث تمام بچے صحیح سلامت ان کے والدین کے پاس پہنچا دیئے گئے ہیں۔"

"آل رائٹ سر! میں بچوں کو بحفاظت ذرا دور لے جا رہا ہوں۔"

دلاور خان نے رابطہ ختم کر کے ڈرائیور کے پاس بیٹھے ہوئے گن مین سے کہا "بس اسٹارٹ کراؤ۔ بچوں کی حفاظت لازمی ہے۔ انہیں جلتے ہوئے مکان سے دور لے چلو۔"

اب دلاور خان ہی ان کا لیڈر تھا۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ بس کو وہاں سے ذرا دور لے جا کر روک دیا گیا۔

انعام الدولہ ایوانِ صدر میں اپنے مشیروں اور وزیروں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے کئی ٹیلی فون رکھے ہوئے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے کسی بعد دیگرے فون کی گھنٹیاں بجتی تھیں۔ وہ ایک ایک فون کا ریسیور اٹھا کر سنتا تھا۔ اسے اطلاع دی جا رہی تھی کہ کس طرح منصوبہ کامیاب ہو رہا ہے۔ اغوا شدہ بچوں کے والدین اپوزیشن کے لیڈر کو مجرم گردان رہے ہیں۔

کوئی فون پر اطلاع دیتا تھا کہ صدر صاحب کی طرف سے کمانڈو ایکشن ہو رہا ہے۔ آج شام تک تمام بچے صحیح سلامت واپس لائے جائیں گے۔ اگلے روز کمانڈو ایکشن کی تصاویر بھی شائع کی جائیں گی۔

یہ خبریں بار بار نشر کی جا رہی تھیں کہ اغوا کرنے والے ایرانی دہشت گرد ہیں اور وہ انعام الدولہ کو حکومت سے دست بردار ہونے پر مجبور کر رہے ہیں تاکہ اپوزیشن کے لیڈر کو صدر بنایا جائے اور یوں ایران کی خواہش کے مطابق ترکمانستان میں حکومت قائم ہو جائے۔

وہاں ایرانی سفیر کو یہ کہنے کا موقع نہیں دیا جا رہا تھا کہ یہ سیاسی فراڈ ہے۔ اسکول کے بچوں کو اغوا کرنے والے ایرانی نہیں ہیں۔ فارسی بولنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ ایران کے باشندے ہیں۔ اگر سفیر کو کچھ کہنے کا موقع دیا جاتا تب بھی وہ نقار خانے میں طوطی کی آواز ہوتی۔ انعام الدولہ کی پروپیگنڈا مشینری اتنا شور مچا رہی تھی اور بچوں کے والدین کے جذبات سے کھیل رہی تھی کہ ان کے آگے کسی کی نہیں سنی جا رہی تھی۔

حالات بتا رہے تھے کہ عوام کے تیور بدل رہے ہیں اور اپوزیشن کا بے گناہ لیڈر آئندہ ان کے دلوں میں گھر نہیں کر سکے گا اور نہ ہی سیاست کے میدان میں کبھی اس کی پذیرائی ہو سکے گی۔

ایسے ہی وقت انعام الدولہ نے ایک فون کا ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے سونیا ٹائی نے کہا "ہیلو' میں ایک بچے کی ماں بول رہی ہوں۔"

انعام الدولہ نے کہا "جی ہاں۔ تمام اغوا شدہ بچوں کے والدین مجھ سے فون پر رابطہ کر رہے ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ۔"

ٹائی نے بات کاٹ کر کہا "آپ مجھے تسلیاں نہ دیں۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ بچے پھول سے زیادہ نازک اور فرشتوں سے زیادہ معصوم ہوتے ہیں۔ ان کے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تو درد والدین کے کلیجے میں ہوتا ہے یا نہیں؟"

"بے شک۔ میں بھی ایک بیٹی اور تین بیٹوں کا باپ ہوں' ان کی ذرا سی تکلیف پر تڑپ جاتا ہوں۔"

"تو پھر تمہیں تڑپنا چاہیے۔ تمہاری وہ ایک بیٹی اور تین بیٹے میری کسٹڈی میں ہیں۔ بہ الفاظِ دیگر میں نے ان چاروں کو اغوا کرلیا ہے۔"

وہ بے یقینی سے بولا "تمہارے بچے کے اغوا نے تمہارے ذہن کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ اس لیے ایسی ایب نارمل گفتگو کررہی ہو۔"

ثانی نے کہا "تمہارے سامنے میز پر نوعدد ٹیلی فون رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ٹیلی فون خاص ہے۔ اس پر تم اپنے امریکی آقاؤں سے یا امریکی سفیر سے گفتگو کرتے ہو۔ میں جیسے ہی اپنا فون بند کروں گی' اس کے ایک منٹ کے اندر تمہارے بچے تمہیں اسی فون پر مخاطب کریں گے۔ بے چارے اپنے پاپا سے کچھ بولنے کے لیے بے چین ہیں۔"

ادھر ثانی نے ریسیور رکھ دیا۔ انعام الدولہ نے ہیلو ہیلو کہہ کر مخاطب کیا اور پوچھا کہ وہ کون ہے؟ کیا وہ بلیک میل کرنا چاہتی ہے؟

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر مشیروں اور وزیروں کو دیکھتے ہوئے کہا "اپوزیشن والوں نے چوڑیاں پہن لی ہیں۔ وہ ایک عورت کے ذریعے مجھے دھمکیاں دے رہے ہیں۔"

ایک مشیر نے پوچھا "وہ کیا کہہ رہی تھی؟"

"بکواس کررہی تھی کہ اس نے میرے چاروں بچوں کو اغوا کرلیا ہے۔"

ایک وزیر نے کہا "آپ کے تمام بچے امریکا میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ کیا یہ عورت بھی امریکا سے بول رہی تھی؟"

ایک پولیس افسر کو حکم دیا گیا کہ وہ ایکسچینج سے معلوم کرے کہ ابھی صدر صاحب سے جو عورت گفتگو کررہی تھی' اس کے متعلق ڈیٹیکٹو آلات کی کیا رپورٹ ہے۔

اسی وقت خاص فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ انعام الدولہ نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' میں تُرکمانستان کا صدر بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے بیٹی کی آواز سنائی دی "پاپا! میں آپ کی بیٹی انجم انعام بول رہی ہوں۔ مگر میں نہیں جانتی کہ کس جگہ سے بول رہی ہوں۔ یہاں بہت اندھیرا ہے۔ آپ کا نمبر ڈائل کرنے کے لیے ایک شخص نے ذرا دیر کے لیے ایک پنسل ٹارچ روشن کی تھی اس کے بعد پھر تاریکی چھا گئی ہے۔ آپ اپنے چھوٹے بیٹے نعیم الدولہ کے رونے کی آواز سن رہے ہوں گے۔ نعیم الدولہ اور آصف الدولہ میری طرح حوصلے سے کام لے رہے ہیں۔"

انعام الدولہ نے کہا "بیٹی! تم چاروں اپنی ماں کے ساتھ وہاں محفوظ رہائش گاہ میں تھے۔ اسکول جاتے وقت سیکیورٹی گارڈز ہوا کرتے تھے پھر تم چاروں کو کیسے اغوا کیا گیا ہے؟"

"پاپا! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کے کسی سوال کا جواب نہ دوں۔ صرف ایک بات کہہ کر فون بند کردوں کہ آپ جو بوئیں گے' وہی کاٹیں گے۔"

اس کے ساتھ بیٹی کی سسکیاں لینے اور رونے کی آواز آئی پھر فون بند ہوگیا۔ انعام الدولہ ریسیور تھامے خلا میں تکتا رہ گیا۔

ایک نے پوچھا "سر! کیا بات ہے؟ کوئی پریشانی ہے؟"

اس نے خیالات سے چونک کر اپنے مشیروں اور وزیروں کو دیکھا پھر کہا "اس عورت نے درست کہا تھا۔ میرے چاروں بچوں کو اغوا کرلیا گیا ہے۔"

یہ سنتے ہی سب کے سب بولنے لگے۔ یہ کیسے ہوگیا؟ وہ تو امریکی حکومت کی سرپرستی میں تھے؟

کسی نے پوچھا "کیا ان کے لیے سیکیورٹی کا انتظام نہیں تھا؟"

وہ اپنے دل کی جگہ سینے پر ہاتھ مار کر بولا "آہ! میرے بچے پتا نہیں کس حال میں ہیں۔ سیکیورٹی کا مکمل انتظام ہونے کے باوجود نہ جانے کس طرح دشمنوں کے ہاتھ لگ گئے؟ میرے بچوں کو سختی سے منع کیا گیا ہے کہ وہ میرے کسی سوال کا جواب نہ دیں۔"

پولیس افسر نے آگے سیلوٹ کرتے ہوئے کہا "سر! رپورٹ ملی ہے کہ اس عورت نے لینن اسٹریٹ کے ایک پی سی او سے آپ سے گفتگو کی تھی۔"

ایک وزیر نے کہا "تعجب ہے۔ اغوا کرنے والی اسی شہر میں ہے اور بچے نیویارک سے اغوا کیے گئے ہیں۔ شاید وہ اغوا کرنے والے دشمنوں کے ایجنٹ ہیں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ انعام الدولہ نے لپک کر ریسیور اٹھایا۔ پھر اپنا نام اور عہدہ بتایا پھر دوسری طرف سے بولنے والی کی آواز سن کر چونک گیا' وہ بولی "کیا یقین ہوگیا کہ بچوں کے سر سے باپ کا سایہ اور ان سے ماں کی گود چھین لی گئی ہے۔"

اس نے جلدی سے پوچھا "تم کون ہو؟ کیا اپوزیشن کے لیے کام کررہی ہو؟"

"میں وہی ہوں' جو تم ہو اور وہی کررہی ہوں' جو تم کررہے ہو؟"

"کیا تم چاہتی ہو کہ میرے چار بچوں کے مقابلے میں اسکول کے اسّی بچے مارے جائیں۔"

"ان میں سے ایک بچے کے جسم پر خراش نہیں آئے گی۔ تمہاری سیاست یہ ہے کہ اغوا کا الزام اپوزیشن کے لیڈر پر آئے اور تمہارے نمائشی کمانڈوز ان بچوں کو صحیح سلامت واپس لے آئیں۔ پھر پورے ملک میں تمہارا واہ وا ہوگی۔ مائیں تمہیں دعائیں اور باپ تمہیں آئندہ بھی ووٹ دیا کریں گے۔ پھر کوئی تمہارے خلاف عدم اعتماد کی تحریک نہیں چلائے گا۔"

وہ فون پر گرج کر بولا "ہاں میں یہی چاہتا ہوں لیکن اب ایک بھی بچہ زندہ واپس نہیں آئے گا۔ میرے بچوں کے جسموں پر چنگی خراشیں آئیں گی اتنی ہی گولیوں سے اسکول کے ایک ایک بچے کو

چھلنی کیا جائے گا۔"

"ایسا تمہارا باپ بھی نہیں کرسکے گا۔ ذرا اس ریسٹ ہاؤس میں فون کرو۔ تمہیں پتا چلے گا کہ بازی پلٹ گئی ہے۔ میں پھر پندرہ منٹ بعد فون کروں گی۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ انعام الدولہ نے اپنے سیکریٹری سے کہا "یہاں کے امریکی سفیر سے رابطہ کرو اور اسے بتاؤ کہ نیویارک میں میرے بچے اغوا کیے گئے ہیں۔"

پھر اس نے دوسرے فون پر راہبر کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہوتے ہی اس نے کہا "ہیلو راہبر! میں صدر انعام الدولہ بول رہا ہوں۔"

ادھر سے علی نے کہا "بولتے رہو۔ مگر تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ راہبر اس دنیا سے جانے سے پہلے اپنا یہ موبائل فون مجھے دے گیا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم کون ہو؟"

"میں اس فتنہ کا ہونے والا مجازی خدا ہوں' جس نے تمہارے بچوں کو بڑے پیار سے اپنے پاس رکھا ہے۔ دراصل ہم شادی سے پہلے بچے پالنے کی مشق حاصل کررہے ہیں۔ وہ چار بچوں کو اور میں اسّی بچوں کو پال رہا ہوں۔"

انعام الدولہ نے فون بند کردیا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ راہبر جیسا جید اور گوریلا فائٹر مرچکا ہے۔ اس کے بعد اس گروہ میں دلاور خان کی اہمیت تھی۔ اس نے دلاور کے موبائل کے نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا "ہیلو دلاور خان! میں صدر انعام الدولہ بول رہا ہوں۔"

ادھر سے پھر علی کی آواز سنائی دی "بولتے رہو۔ مگر تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ دلاور خان بھی اس دنیا سے اٹھنے سے پہلے اپنا موبائل فون مجھے دے گیا ہے۔ باقی لوگوں کے پاس ایسے فون نہیں تھے۔ وہ سب کے سب جہنم میں جانے سے پہلے اپنی گن' کارتوس اور اسّی بچے میرے پاس چھوڑ گئے ہیں۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟ تم کون ہو؟ میرے کسی آدمی سے بات کراؤ۔"

"وہ آدمی ہوتے تو کتوں کی طرح مارے نہ جاتے۔ افسوس ان کا تمہارے لیے کوئی اب اپنا وجود نہیں رکھتا ہے۔ البتہ میں تمام بچوں کی آوازیں سنا سکتا ہوں۔ ہاں تو بولو بچو! انعام الدولہ؟"

بے شمار بچوں کی آوازیں سنائی دیں "مردہ باد..... مردہ باد..."

علی صدر انعام الدولہ کا نام لے رہا تھا اور بچے مردہ باد کہہ رہے تھے۔ ان میں استانیوں کی آوازیں بھی شامل ہوگئی تھیں۔ انعام الدولہ نے غصے سے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ گرج کر اپنے ملٹری سیکرٹری کے اعلیٰ افسر سے بولا "تم نے کہا تھا کہ راہبر اور دلاور خان تربیت یافتہ ہیں۔ تاجکستان میں اس سے بڑی واردات کرچکے ہیں۔ تم نے مجھے ڈبویا ہے۔ وہ سب کے سب کتوں کی موت مارے گئے ہیں اور تمام بچے آزاد ہوکر میرے خلاف نعرے لگا رہے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے پریشان ہوکر کہا "جنابِ عالی! میں آپ کا وفادار ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ راہبر اور دلاور خان بہت ہی چالاک' پھرتیلے اور خطرناک تھے۔ میں حیران ہوں کہ وہ سب کیسے مارے گئے۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بازی ابھی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ اپنے وفادار پولیس اور فوج کے افسران کو حکم دیں کہ وہ اسکول بس بچوں کو واپس اشک آباد نہ لاسکے۔ بس کو یہاں سے ستر کلومیٹر دور ایران کی سرحد کے قریب لے جایا گیا تھا راستے میں اسے روکا اور تباہ۔۔۔"

بات ادھوری رہ گئی۔ فون کی گھنٹی سنتے ہی انعام الدولہ نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ ثانی نے پوچھا "کیسی طبیعت ہے؟ اگر نارمل ہو تو اب اپنے بچوں کی سلامتی کی بات کرو۔ اس وقت چار بجنے والے ہیں اور تم پانچ بجے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے قوم سے خطاب کرنے والے ہو۔ اس سے پہلے فیصلہ کرلو' اقتدار پیارا ہے یا اپنے بچے؟"

"کیا تم سمجھتی ہو کہ وہ اسّی بچے زندہ واپس آجائیں گے۔"

"ہمیں اتنی عقل ہے کہ تمہارے وفادار کتے اسکول کے بچوں کو واپس شہر میں نہیں آنے دیں گے۔ لیکن وہ اسکول بس ریسٹ ہاؤس سے آگے نہیں بڑھ پائے گی۔ کیونکہ ڈرائیور' تین استانیاں اور اسی بچے اس میں نہیں ہیں۔ وہ بس وہاں خالی کھڑی ہوئی ہے۔ اس میں بیٹھنے والے کہاں غائب ہوگئے ہیں' یہ میں بعد میں بتاؤں گی۔ اپنے آقاؤں کے وسیع ذرائع استعمال کرو اور انہیں ڈھونڈ نکالو۔ میں ہر پندرہ منٹ کے بعد رابطہ کروں گی۔ اگلے آدھے گھنٹے بعد تم فون پر اپنے بچوں کی دردناک چیخیں سنو گے۔ پتا نہیں بے چارے معصوم بچوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

وہ چیخ کر بولا "نہیں' میرے بچوں کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ مجھ سے سمجھوتا کرو یا مجھے سوچنے کی مہلت دو۔"

"سمجھوتا یہی ہوسکتا ہے کہ ابھی پانچ بجے قوم کو مخاطب کرکے اغوا کے ڈرامے کی سچی کہانی سنادو اور یہاں سے اپنے امریکی آقاؤں کے قدموں میں چلے جاؤ۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں ایسا نہیں کرسکتا۔"

"اس لیے نہیں کرسکتے کہ امریکا اس چمچے سے سوپ نہیں پیتا' جس میں چھید ہوجائے۔"

دوسرے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر سنا۔ پھر اپنے صدر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "سفیر صاحب کا فون ہے۔"

انعام الدولہ نے پہلے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھا تاکہ ثانی سفیر سے ہونے والی گفتگو سن نہ پائے۔ جبکہ وہ فون پر باتیں کرتے وقت اس کے دماغ میں بھی موجود رہتی تھی۔ بہرحال اس

نے دوسرا ریسیور دوسرے کان سے لگا کر کہا "جناب! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میرے چاروں بچے آپ کی حکومت کے سائے اغوا کیے گئے ہیں۔"

سفیر نے کہا "میں نے اپنے اعلیٰ حکام کو اغوا کی رپورٹ دے دی ہے۔ آپ فکر نہ کریں، ہماری انٹیلی جنس والے بہت تجربے کار ہیں، وہ انہیں ڈھونڈ کر لے آئیں گے۔"

"کب لائیں گے۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ آدھے گھنٹے بعد میں ٹارچر کیا جائے گا۔ پتا نہیں اپوزیشن کے لیڈر نے کن لوگوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ انہوں نے ہمارے تمام دہشت گردوں کو مار ڈالا ہے۔ اسکول کے تمام بچوں اور استانیوں کو کہیں چھپا دیا ہے۔"

سفیر نے کہا "معاف کیجئے گا، یہ تو آپ اپنی نااہلی ثابت کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی ایسا جادو نہیں ہے کہ ہم آدھے گھنٹے کے اندر آپ بچوں کو ڈھونڈ نکالیں۔ آپ کی کنزور چالوں نے دشمن کو کامیاب چالیں چلنے کا موقع دیا ہے۔"

"میں نے اپنے اور آپ کے مشیروں کے بنائے ہوئے منصوبے پر عمل کیا تھا۔ ایسے وقت صرف مجھے نہیں آپ سب کو سوچنا چاہیے تھا کہ دشمن بھی اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کر رہا ہوگا۔"

"اب اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں اپنے اعلیٰ حکام سے پھر گفتگو کرتا ہوں۔ آپ پانچ بجے قوم سے خطاب نہ کریں۔ یہ اعلان کریں کہ اسکول کے تمام بچوں کو آپ خود چھڑوانے کے لیے دہشت گردوں سے سمجھوتا کرنے میں مصروف ہیں۔"

"میں ایسا کروں گا۔ لیکن اب تو آدھا گھنٹا بھی نہیں رہا۔ پندرہ منٹ کے بعد میرے بچوں پر قیامت ٹوٹنے والی ہے۔"

"مسٹر انعام الدولہ! ذرا تحمل سے سوچیں کہ ہم پندرہ منٹ میں بچوں کو کہاں سے ڈھونڈ کر لا سکیں گے۔ بعض اوقات حکمرانی کرنے کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ آپ فیصلہ کریں کہ اقتدار چاہتے ہیں یا بچے؟ میں ابھی پھر فون کروں گا، آپ اچھی طرح سوچ لیں۔"

ادھر سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ ایک ماتحت نے آکر کہا "جناب عالی! دوسرے کمرے میں ریڈیو اور ٹی وی والے تیار ہیں۔ کیا آپ انتظامات دیکھنا پسند فرمائیں گے۔"

وہ غصے سے دہاڑ کر بولا "گیٹ آؤٹ یو نان سنس۔ میں ابھی مصروف ہوں۔"

دوسرے ریسیور سے ثانی کی آواز آئی "کیوں بے چارے کو غصہ دکھا رہے ہو۔ اب صرف دس منٹ رہ گئے ہیں۔ تمہارے بچوں کا چیختا اور ماتم کرتا ہوا فون آئے گا۔"

وہ ریسیور کو پٹخ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ تمام مشیر اور وزیر وغیرہ بھی کرسیوں اور صوفوں سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ سیکریٹری سے بولا "تمام ٹیلی فون کے پلگ نکال دو۔ میں کسی سے بات نہیں کروں گا۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ تمام فون ڈس کنیکٹ کر دیے گئے۔ وہ بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ اس کے دماغ میں ثانی کی سوچ کی لہریں گونج رہی تھیں "اقتدار پیارا ہے یا بچے؟"

اور وہ سوچ رہا تھا، اقتدار کسی کسی نصیب والے کو ملتا ہے۔ بچے تو بدنصیب غریبوں اور مفلسوں کو بھی مل جاتے ہیں۔ اقتدار ایک بار چھن جائے تو دوبارہ نہیں ملے گا۔ بچے مریں گے تو دوسرے پیدا ہو جائیں گے۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ دس منٹ بھی گزر چکے تھے۔ اغوا کرنے والے اس کے تمام فون نمبر ڈائل کر رہے ہوں گے تاکہ رابطہ ہونے پر اسے اس کے بچوں کی چیخیں سنا سکیں لیکن رابطہ نہیں ہو رہا ہوگا۔

وہ اچانک ہی لرز گیا۔ اسے اپنے دماغ میں اپنی بیٹی انجم کی چیخیں سنائی دیں۔ وہ اٹھارہ برس کی تھی۔ پتا نہیں اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہوگا۔ پھر اسے تینوں بیٹوں کا واویلا سنائی دیا۔ وہ رو رہے تھے اور فریاد کر رہے تھے۔

انعام الدولہ نے اپنے سر کے بالوں کو دونوں مٹھیوں میں جکڑ لیا اور بڑبڑانے لگا "نہیں، کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ یہ محض میرا تصور ہے۔ صرف اندیشے ہیں کہ بچوں کے ساتھ کچھ ہو رہا ہے۔ جبکہ کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ میں خواہ مخواہ سوچ رہا ہوں۔"

وہ خود کو تسلیاں دیتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں ریڈیو اور ٹی وی کے مائک، کیمرے اور بڑی بڑی لائٹیں تھیں۔ ایک میز پر قومی پرچم تھا، دوسری طرف دنیا کا نقشہ گلوب کی صورت میں تھا۔ درمیان میں پھولوں کا گلدان بھی تھا۔ وہ میز کے پیچھے ایک کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔

ٹھیک پانچ بجے لائٹیں اور کیمرے آن ہوئے۔ پھر وہ سگنل ملتے ہی بولا "میری قوم کے بزرگو! جوانو! مائو! اور بہنو! ابھی میں آپ سے مخاطب ہوں۔ اپنی زبان سے بول رہا ہوں لیکن میرے دل میں ایک کشمکش جاری ہے۔ میرے دماغ میں ایک سوال گونج رہا ہے کہ بچے پیارے ہیں یا اقتدار؟

اگر آپ سے کہا جائے کہ بچوں کو اغوا ہونے دو۔ وہ جان سے جاتے ہیں تو جانے دو۔ مگر اس کے بدلے تمہیں ایک ملک کی حکمرانی ملے گی تو مجھے یقین ہے کہ آپ ایسا کہنے والے کے منہ پر تھوک دیں گے۔ کیونکہ عوام میں صرف چند ایسے لوگ ہیں، جو دولت اور اقتدار کے لیے شاید اپنے بچوں کو داؤ پر لگا سکیں۔ ورنہ تمام والدین بچوں کو کلیجے سے لگاتے ہیں اور اقتدار کو ٹھکراتے ہیں۔

ابھی میں آپ سے کئی سچ بولنے والا ہوں کیونکہ میرے بھی پیارے پیارے چار بچے ہیں۔ وہ پھول کی طرح ہیں۔ میں چاہتا ہوں، وہ پھول کی طرح کھلتے رہیں اور سیاست سے دور رہنے والی

ٹکراہٹ ان کے لبوں پر کھلتی رہے۔

ہماری قوم کے اتنی بچے اغوا کیے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں صرف اسی ماؤں کے نہیں پوری قوم کی ماؤں کے کلیجے پھٹ رہے ہوں گے۔ ان بچوں کے اغوا کا منصوبہ شیطانی دماغوں نے بنایا ہے اور یہ سارے دماغ میرے مشیروں، وزیروں اور امریکی منصوبہ سازوں کے ہیں۔

مجھے اس ملک کی حکومت ان شرائط پر ملی ہے کہ میں یہاں امریکی پالیسیوں پر عمل کروں۔ میری خارجہ پالیسی ایسی ہو کہ ایران کو ہمارا بدترین دشمن ثابت کرے اس سے سفارتی تعلقات ختم کر دیے جائیں۔

اسی لیے پچھلے چھ ماہ سے میری پروپیگنڈا مشینری ایران کے خلاف زہر اگلتی رہی۔ پھر پلان میکر نے کہا کہ اس قوم کی ماؤں کے جذبات ایران کے خلاف بھڑکائے جائیں۔ ان کے بچوں کو اغوا کرا کے یہ ثابت کیا جائے کہ ایسا ایرانی دہشت گردوں نے کیا ہے۔ جبکہ اغوا کرنے والے ایرانی نہیں ہیں۔ وہ دہشت گرد ہیں جنہیں تخریب کاری کی تربیت دینے کے دوران مختلف ممالک کی زبانیں سکھائی جاتی ہیں۔

اسی بچوں کو اغوا کرنے والے دہشت گردوں نے باقاعدہ فارسی زبان سیکھی ہے۔ اور وہ سب ہی بڑی روانی سے یہ زبان بولتے ہیں۔"

ٹی وی کے سامنے بیٹھے ہوئے انعام الدولہ کے مشیر اور وزیر پریشان ہو گئے تھے کہ ان کا صدر اور پارٹی لیڈر یہ سچ کیوں اگل رہا ہے؟ اپنے بچوں کو بچانے کے لیے اپنے تمام وفاداروں کو قوم سے ہوتے کیوں کھلوانا چاہتا ہے؟

سفارت خانے میں امریکی سفیر کے پاس بیٹھا ایک مقامی مترجم بیٹھا اسے انعام الدولہ کی تقریر کا انگریزی ترجمہ سنا رہا تھا۔ سفیر نے کہا "یہ صدر انعام الدولہ حرام موت مرے گا اور نیویارک میں اس کے بیوی بچوں کو بھی ہم نہیں چھوڑیں گے۔ کسی طرح اس کی تقریر بند کراؤ۔"

ایوانِ صدر میں بیٹھے ہوئے مشیر اور وزیر بھی انعام الدولہ کی زبان بند کرانا چاہتے تھے۔ انہوں نے ریڈیو اور ٹی وی ریکارڈسٹ کے پاس آکر کہا "آواز بند کرو۔ صدر صاحب پریشانی میں غلط باتیں کہہ رہے ہیں۔"

ایک ریکارڈسٹ نے کہا "جناب! آپ ہمارے ڈائریکٹر جنرل سے کہیں۔ وہ ہمیں حکم دیں گے تو یہ تقریر نشر نہیں ہوگی۔ ہم ابھی اسے بند کر دیں گے۔"

چند افسران نے انہیں گن پوائنٹ پر رکھ کر کہا "ریکارڈنگ بند کرو ورنہ۔"

بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک افسر نے دوسرے افسر کے سر پر ایک الٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا "جھوٹی خبریں تو روز ہی نشر ہوا کرتی ہیں۔ کم از کم ایک دن تو ریڈیو اور ٹی وی کو سچ۔"

اس بولنے والے کے دماغ میں سلمان بیٹھا ہو انعام الدولہ کے اندر سے چیخ اگلوا رہی تھی۔ پارکھا نے مارنے والے پر چھلانگ لگائی۔ وہ دونوں گتھم گتھا ہو افسر بیچ بچاؤ کے لیے آگے بڑھتے ہوئے بولا "یہ کیا آپس میں لڑتے رہو گے تو۔"

اس کی بات پوری نہ ہو سکی۔ سلمان اس کے اند زبان سے بولا "تو یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ شاباش تاکہ لڑائی کے دوران سچ عوام تک پہنچتا رہے۔"

ایک وزیر نے کہا "یہ کیا بکواس ہے؟ کیا صد طرح تمہارا دماغ بھی چل گیا ہے؟"

افسر نے اس وزیر کو ایک طمانچہ رسید کیا۔ پھر ان پوائنٹ پر رکھتے ہوئے بولا "ان ریڈیو اور ٹی وی والوں کمانے دو۔ اور تم سب یہاں سے دوسرے کمرے میں چلو

سلمان کے بعد دیگرے مختلف افسران کے دما کرانیں الجھا رہا تھا۔ پھر ایک افسر کی زبان سے د افسران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ان مشیروں اور و میں جانے دو۔ ہمیں اپنا بچاؤ کرنا چاہیے۔ اگر ہم ابھی کو بچے اغوا کرانے کے جرم میں گرفتار کریں گے تو شناس کیا جائے گا۔"

اسی وقت اس کمرے کا دروازہ کھل گیا، جہاں ا قوم سے خطاب کر رہا تھا۔ خطاب ختم ہو چکا تھا۔ ان تم نے کمرے میں داخل ہو کر حکم دیا کہ کیمرے آن رکھے ٹی وی دیکھنے والے عوام کو معلوم ہو کہ انعام الدولہ ا صدر نہیں رہا۔ یہ ماؤں کے کلیجے نوچنے والا مجرم ہے ا اسے گرفتار کرتے ہیں۔"

کیمرے آن رہے۔ ملک کے عوام نے اپنے ا اسکرین پر دیکھا کہ چند فوجی افسر انعام الدولہ کو گرفتار ان میں سے ایک اعلیٰ افسر نے سلمان کی مرضی کے مطابق یہ خوش خبری سنائی ہوں کہ تمام اغوا ہونے والے بچے ہیں۔ انہیں بس کے ذریعے واپس لانے میں خطرہ تھا۔ ہوئے دشمن انہیں نقصان پہنچا سکتے تھے لہٰذا انہیں کے ذریعے لایا جا رہا ہے۔ ان بچوں کے والدین ائرپو پیڈ پر پہنچ کر انہیں حاصل کر سکتے ہیں۔"

عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ والدین ا میں ہیلی پیڈ کی سمت جا رہے تھے۔ انعام الدولہ پر تھے اور اپوزیشن کے لیڈر کے حق میں فیصلہ کر ملک کا حکمران ہونا چاہیے اور ایران سے دوستی پہلے سے زیادہ مستحکم ہونے چاہئیں۔

سپر ماسٹر اپنے دفتری کمرے میں

ہوا تھا۔ اور انہیں بتا رہا تھا کہ ان کے زر خرید انعام الدولہ کی حکومت کا تختہ الٹ گیا ہے۔ داؤد منڈولا وہاں ایک سپاہی کے دماغ میں تھا۔ اس نے کہا "بڑی عجیب بات ہے' حکومت کا تختہ الٹ گیا۔ لیکن اب تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ بازی کس نے پلٹی ہے۔ کس نے انعام الدولہ کے بچوں کو اغوا کر کے اسے عوام کے سامنے سچ بولنے پر مجبور کیا ہے۔ کیا تھری ڈی میں سے کسی نے انعام الدولہ کے اندر جا کر دیکھا ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسا کر رہا ہے یا اپوزیشن نے کوئی زبردست چال چلی ہے۔"

تھری ڈی کے ایک ڈی کرین نے کہا "میں انعام الدولہ اور اپوزیشن کے لیڈر کے خیالات پڑھ کر ابھی آ رہا ہوں۔ انعام الدولہ کے اندر کسی خیال خوانی کرنے والے کا سراغ نہیں ملا اور اپوزیشن لیڈر بھی حیران ہے کہ کون لوگ خفیہ طور سے اس کے حق میں بازی پلٹ رہے ہیں۔"

ایک فوجی جوان نے اندر آ کر سیلوٹ کیا پھر کہا "سر! ملٹری اسپتال کی ایک نرس آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔"

سپرماسٹر نے کہا "میں ایک بہت اہم معاملے میں الجھا ہوں۔ اسے یہاں سے بھگا دو۔ اور یہ دروازہ بند رکھو۔"

نرس نے دروازے پر آ کر کہا "میں بھاگنے والی نہیں ہوں۔ ترکمانستان سے تم لوگوں کو بھگا کر یہاں آئی ہوں۔"

سپرماسٹر اور تھری ڈی چونک کر کھڑے ہو گئے۔ اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولی "اب تمہارے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں گھس کر میری اصلیت معلوم کر رہے ہوں گے۔ ٹھیک ہے۔ میں تھوڑی دیر خاموش رہتی ہوں۔ یہ سب میرے چور خیالات پڑھ لیں گے۔"

ذرا دیر خاموشی رہی۔ پھر ڈی مورا نے کہا "یہ سچ مچ ہمارے ملٹری اسپتال کی نرس ہے۔ بے اختیار اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر یہاں آئی ہے۔ یہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہہ رہی ہے۔ کوئی خیال خوانی کرنے والی اس کی زبان سے بول رہی ہے۔"

سپرماسٹر نے نرس سے پوچھا "تم حقیقتاً کون ہو؟"

"ایک عورت ہوں۔ پہلے تو اس بات پر اپنا سر پیٹو اور شرم کرو کہ جہاں پہنچ رہے ہو' وہاں عورتوں سے بات کھا رہے ہو۔ پاکستان گئے تو فرحانہ نے تمہارے کسی خیال خوانی کرنے والے کو اسلام آباد سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ عمان میں جمیلہ رازی نے تم لوگوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ اور ترکمانستان میں میں نے تمہارے قدم اکھاڑ دیئے ہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم سونیا ہو۔"

"میں سونیا ممما کے قدموں کی خاک سونیا ثانی ہوں۔"

"وہاں تم لوگوں کے کیا مفادات ہیں۔ ہم سے کیوں خواہ مخواہ دشمنی کی ہے؟"

"ہمارا کوئی مفاد نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہم نے خواہ مخواہ دشمنی کی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ بابا صاحب کے ادارے کے روحانی بزرگ جناب علی اسد اللہ تمیزی کا تعلق ایران سے ہے۔ وہ جہاں پیدا ہوئے' اس دین کے خلاف سازش کرنے والا بلندی سے نیچے گرے گا۔ میں تمہیں سپرماسٹر کی کرسی سے نیچے گرانے آئی ہوں۔ آج شام تک اس عہدے سے استعفا دے دو۔ ورنہ میں علی تیمور کے ساتھ واشنگٹن پہنچ جاؤں گی۔ پھر وہاں جو عبرت ناک تماشے دکھاؤں گی' اسے ساری دنیا دیکھے گی۔"

یہ کہہ کر وہ نرس اباؤٹ ٹرن ہوئی۔ پھر دروازے کے باہر جا کر ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

وہ سب ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر سپرماسٹر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ داؤد منڈولا نے سپاہی کی زبان سے کہا "شام تک یہ کرسی تمہاری ہے۔ آرام سے بیٹھے رہو۔ ہاں' صرف شام تک بیٹھے رہو۔"

سپرماسٹر نے ناگواری سے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ مجھے استعفا دینے پر مجبور کر دے گی؟"

"وہ نہیں' ہمارے اعلیٰ حکام مجبور کریں گے۔ پچھلے تمام ریکارڈ دیکھو۔ ایک بار علی تیمور یہاں آیا تھا تو کھلونا جہازوں کے ذریعے ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کیا تھا اور امریکا کے جنوب سے شمال تک ہمارے فوجیوں کو دوڑاتا رہا تھا۔ مگر کوئی اس کے سائے تک نہ پہنچ سکا۔ دوسری بار پارس آیا تو بڑی حکمتِ عملی سے ٹرانسفارمر مشین کی ماں کو گرو فلم بنا کر لے گیا۔"

سپرماسٹر نے کہا "لیکن یہ سب کچھ میرے دور میں نہیں ہوا تھا۔"

"ہاں۔ مگر تمہارے دور میں بھی اس سے بڑا نقصان ہو سکتا ہے۔ ذرا اعلیٰ حکام اور تینوں افواج کے سربراہان سے رابطہ کرو اور انہیں سونیا ثانی کا چیلنج سناؤ۔ ان میں سے کوئی نہیں چاہے گا کہ فرہاد کا کوئی بیٹا یہاں آئے۔ لہٰذا تمہیں استعفا دینے کا حکم دیا جائے گا۔"

سپرماسٹر بیٹھا ہوا تھا اور جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

○☆○

وہ بیمار تھی' بستر علالت پر پڑی ہوئی تھی۔ بیٹی نے اسے فون پر کہا تھا کہ وہ جلد ہی آئے گی اور خود ہی اس کا علاج کرے گی۔ اس نے فون پر اس کا تمام حال پوچھ کر اسے چند دواؤں کے نام لکھوائے تھے اور انہیں باقاعدہ استعمال کرنے کی تاکید کی تھی۔

وہ استعمال کرنے کے بعد افاقہ محسوس کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ملازمہ نے آ کر کہا کہ اس کے شوہر کی کار مکان کے سامنے آ کر رکی ہوئی ہے۔ وہ ادھر آ رہا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

ملازمہ کے جاتے ہی عبداللہ رازی کمرے میں آیا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ غیظ و غضب سے بھرا ہوا ہے۔ اس نے آتے ہی کہا

تذیر کی اولاد! تُو نے بیٹی پیدا کر کے مجھ سے زبردست دشمنی کی ہے۔ میں نے تاکید کی تھی کہ کبھی اسے میرا نام نہ دیا جائے اور اگر جائے تو کبھی اس کی شادی نہ کی جائے لیکن تُو نے اسے لیڈی کرنا کروہ آزادی دی کہ وہ رئیس الکبیر کی حرم سرا میں پہنچ گئی۔"

وہ بولی "آپ ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ میں نے دو بیٹوں کے بعد جو بیٹی پیدا کی' وہ بیٹوں سے زیادہ باکمال ثابت ہو رہی ہے۔ حرم سرا میں پہنچنے کے بعد بھی ایسی پاک باز ہے جیسے پیدا ہوتے وقت تھی۔"

وہ گرج کر بولا "دنیا یہ نہیں دیکھتی کہ وہ پارسا ہے یا نہیں' حرم سرا میں پہنچنے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ بے آبرو ہو چکی ہے۔ ہم تمہاری بیٹیوں کی گردنیں شرم سے جھک گئی ہیں۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ مجھے پتا ہے کہ وہ کہاں چھپی ہوئی ہے۔ مجھے اس کا پتا بتا دے۔"

"میں نہیں جانتی' وہ کہاں ہے۔ اگر جانتی تب بھی نہ بتاتی۔ آپ کی سمجھ میں نہیں آتا' جو رئیس الکبیر کے محل کو کھنڈر بنا چکی ہے' اس پر آپ فخر کیوں نہیں کرتے ہیں؟"

"شاہ مجھ سے ناراض ہے۔ وہ چیلنج کر رہی ہے کہ رئیس الکبیر چالیس دنوں تک قبر میں سلائے گی اور عیاش رئیسوں کو عبرت حاصل کرنے کا موقع دے گی' جو عبرت حاصل نہیں کرے گا' اسے زندہ درگور کرے گی۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ آپ بھی اس عمر میں عیاشی سے باز آ جائیں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ مجھے اس کا پتا بتاؤ۔"

"میں پوچھتی ہوں' جب آپ کو بیٹی سے نفرت ہے تو آپ ماں کے پیٹ سے پیدا کیوں ہوئے؟ آپ کی ماں بھی تو کسی کی بیٹی تھی؟"

عبداللہ رازی نے آگے بڑھ کر اس کا گلا دبوچ کر کہا "وہ میری ماں تھی۔ میں نے نہیں کہا تھا کہ وہ مجھے پیدا کرے اور نہ میں نے اس سے کہا تھا کہ تو بیٹی پیدا کرے۔ بول وہ کہاں ہے؟"

میں نے اور جمیلہ نے وہ ہوٹل چھوڑ دیا تھا' جہاں ہمارے ساتھ والے کمرے میں شیخ جواد آدم نے خودکشی کی تھی۔ یا داؤد منڈولا نے اسے خودکشی پر مجبور کیا تھا۔ ہم اپنا نام اور بھیس بدل کر دوسرے ہوٹل میں آ گئے تھے۔

جمیلہ بستر پر لیٹی چھت کو تک رہی تھی اور ماں کو یاد کر رہی تھی۔ اس کی تمام توجہ اپنی ماں پر مرکوز تھی۔ ایسے ہی وقت اسے ماں کی آواز سنائی دی۔ ماں کسی سے کہہ رہی تھی "یہ تو اچھی بات ہے۔ آپ بھی اس عمر میں عیاشی سے باز آ جائیں گے۔"

پھر اسے باپ کی آواز سنائی دی "بکواس مت کرو۔ مجھے اس کا پتا بتاؤ۔"

اس کے بعد ماں کی آواز آئی "میں پوچھتی ہوں' جب آپ کو اس سے نفرت ہے تو آپ ماں کے پیٹ سے پیدا کیوں ہوئے؟ آپ کی ماں بھی تو کسی کی بیٹی تھی۔"

جمیلہ اپنے بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اسے یقین ہو رہا تھا کہ غیر معمولی دوائیں اثر دکھا رہی ہیں اور وہ غیر معمولی قوت سماعت سے اپنی ماں اور باپ کی باتیں سن رہی ہے۔ اس نے باپ کی آواز سنی' وہ کہہ رہا تھا "وہ میری ماں تھی۔ میں نے نہیں کہا تھا کہ وہ مجھے پیدا کرے اور نہ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ تو بیٹی پیدا کرے۔ بول وہ کہاں ہے؟"

اس کے بعد ہی اسے ایسی آواز آئی جیسے ماں کے منہ سے اوئک اوئک کی گھٹی گھٹی سے آواز نکل رہی ہو جیسے اس کے گلے کو گھونٹا جا رہا ہو۔ جمیلہ بستر سے کود کر دوڑتی ہوئی میرے پلنگ کے پاس آئی۔ میرے شانے کو ہلا کر بولی "پاپا! انھیں' میری امی کے ساتھ کچھ ہو رہا ہے۔"

میں چونک کر نیند سے بیدار ہوا۔ جمیلہ کو پریشان دیکھ کر بولا "کیا بات ہے؟"

"میں نے غیر معمولی سماعت سے سنا ہے' امی اور بابا جان میرے لیے لڑائی ہو رہی ہے۔ پلیز' آپ ان کے دماغوں میں جائیں۔"

"تم نے کبھی ان کی آواز نہیں سنائی۔ چلو آواز سنو۔ میں تمہارے دماغ میں رہ کر سنوں گا۔"

اس نے پھر سماعتی توجہ ماں اور باپ پر مرکوز کی لیکن کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ وہ دوڑتی ہوئی ٹیلی فون کے پاس آئی۔ پھر ماں سے رابطہ قائم کرنے کے لیے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس نے ریسیور کان سے لگا کر سنا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

دوسری طرف اس بے چاری کا گلا عبداللہ رازی کے سخت ہاتھوں کے شکنجے میں تھا۔ گھنٹی کی آواز پر وہ چونکا۔ شعلے اور جنون میں تھا۔ اس نے فون کی طرف دیکھ کر اس کے گلے کو چھوڑا تو وہ

دلیس دیس کی کلی کلی سنڈلانے والے بھنورے کی داستان عبرت

گمن لگا چاند

ایک ایسے نوجوان کی داستان ہے جو حرص و ہوس کے ہاتھوں اندھا ہو گیا تھا۔ وہ ملک ملک پھرا مگر اسے اور دنیا بھر کی حسینائوں سے دل لگانا راس نہ آیا۔ اسے اپنے ماں باپ سے محبت تھی نہ اپنے بیوی بچوں کی فکر۔ اس نے وہ کارنامے انجام دیئے تھے جنہیں سن کر شیطان بھی عش عش کر اٹھے۔ اس کی داستان میں سوائے ندامت کے کچھ نہ تھا۔ اس کے ارد گرد کوئی نہ تھا جسے وہ اپنا کہہ سکتا۔ وہ اپنے بیٹے کو بھی بیٹا نہ کہہ سکا

مصور الزام آدم زادی" کے مصنف نور حسین شاہ کی نئی تحقیق

قیمت 100 روپے۔ ڈاک خرچ علیحدہ

تقسیم کار

کتابیات پبلی کیشنز۔ یونٹ نمبر 23۔ رمضان چیمبرز
آئی آئی چندریگر روڈ۔ نزد ڈائریکٹ بینک کراچی۔ 74200

بستر پر گر پڑی۔ اس کے دیدے پھیل کر ساکت ہو گئے تھے۔

عبداللہ رازی نے اسے جھنجھوڑا پھر دل کی جگہ ہاتھ رکھا۔ دھڑکنیں خاموش ہو چکی تھیں۔ اس نے حقارت سے ایک طرف تھوک دیا۔ جیسے دشمن کی موت پر تھوکا ہو پھر اس نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا اور کہا "ہیلو کون ہے؟"

"میں ہوں جمیلہ۔ امی سے بات کرائیں۔"

"ذلیل' بے غیرت' فاحشہ! تیرے منہ چھپانے رکھنے کا انجام یہ ہوا ہے کہ میں نے تیری ماں کو مار ڈالا ہے۔ تجھے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا تو کب تک چھپتی پھرے گی۔"

"بابا جان! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ آپ ایک وفادار بیوی کو ہلاک کر سکتے ہیں؟"

"وہ وفادار نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو میری بات مانتی اور تجھے پیدا نہ کرتی۔"

"میں امی کی مرضی سے نہیں' اللہ تعالیٰ کی مرضی سے پیدا ہوئی ہوں اور آپ لوگوں سے نہیں چند ان دیکھے دشمنوں سے چھپ رہی ہوں۔ اگر آپ نے امی کو واقعی ہلاک کیا ہے تو پھر خدا کی قسم آپ کی شامت آگئی ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر میری طرف دیکھا۔ میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "میں تمہارے ذریعے اس قاتل کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر چکا ہوں۔ اس نے تمہاری ماں کا گلا گھونٹ کر اسے مار ڈالا ہے۔"

وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی' میں نے کہا "صبر کرو۔ میں سمجھتا ہوں کہ آنسو بے اختیار نکلیں گے اور دل صدمات سے چور ہوگا۔"

میں نے اس کے پاس آکر اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اٹھایا۔ وہ میرے سینے سے لگ کر رونے لگی۔ میں اسے تھپکتا رہا اور تسلیاں دیتا رہا "تمہیں ماں کی موت کا صدمہ ہے مگر تم باپ سے بھرپور انتقام نہیں لے سکو گی۔ کیونکہ ہزار اختلافات کے باوجود بیٹی اپنے باپ سے نفرت نہیں کرتی۔ کرے بھی تو کھل کر گستاخی نہیں کرتی۔ لاشعوری طور پر تمہیں باپ سے محبت ہے' اس لیے میرے سینے سے لگ کر رو رہی ہو اور دل کی بھڑاس نکال رہی ہو۔ سچ بولو' کیا اس وقت تم باپ کے سینے سے لگی ہوئی نہیں ہو؟"

اس نے روتے ہوئے ہاں کے انداز میں سر ہلایا' میں نے کہا "صرف میں تمہارا باپ ہوں۔ میرے علاوہ جو بھی ہے' وہ تمہاری ماں کا قاتل ہے اور قاتل کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔ آؤ اپنے بستر پر لیٹ جاؤ۔ تمہیں کچھ نہیں کرنا ہے' جو کرنا ہے وہ میں ہی کروں گا۔"

میں نے اسے بڑی محبت سے بستر پر لٹا دیا۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے تھپک تھپک کر اس کے دماغ میں یہ فرائض نقش کیے کہ اسے والدہ کے پاس جا کر آخری رسومات کا انتظام کرنا چاہیے۔ وہ باتھ روم میں گئی اور لباس بدل کر وہاں سے چلی گئی۔ میں عبداللہ کے اندر پہنچ گیا۔

وہ اس وقت اپنی کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ بیوی کو ہلاک کرنے کے بعد بھی غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ وہ جمیلہ کو بھی اپنے ہاتھوں سے ختم کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت اسے شراب اور عورت کی شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اس جیسے مرد یہی چاہتے ہیں۔ شراب اور عورت اور یہ عورت ہر گھر میں پیدا ہو۔ صرف اپنے گھر میں پیدا ہو کر دوسروں کی سیج پر نہ پہنچے۔

اس نے موبائل فون کو آپریٹ کرتے ہوئے ایک حسینہ سے رابطہ کیا پھر اس سے پوچھا "کیا کسی کے لیے بک ہو؟"

"نہیں۔ شاید تمہارے ہی لیے فری ہوں۔"

"شاید نہیں' یقیناً میرے لیے ہو۔ جتنی جلدی ہو سکے۔ میری کوٹھی میں آجاؤ۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر تیزی سے کار ڈرائیو کرتا ہوا اپنی رہائش گاہ میں آگیا۔ اپنے بیڈ روم میں پہنچ کر اس نے ایک گلاس اور وہسکی کی بوتل نکالی۔ پھر پیلا پیگ بنا کر ایک ایک گھونٹ پینے لگا۔ آنے والی کا انتظار کرنے لگا۔

وہ آئی۔ بیڈ روم کا دروازہ کھلا تو اسے دیکھتے ہی عبداللہ کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ کر قالین پر گر پڑا۔ اس کے سامنے اس کی بیٹی جمیلہ کھڑی تھی۔

حقیقتاً وہ جمیلہ نہیں تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے آنے والی کو جمیلہ محسوس کرایا تھا۔ آنے والی نے پوچھا "تم مجھے دیکھ کر پریشان کیوں ہو گئے ہو۔ ہاتھ سے گلاس کیوں چھوٹ گیا ہے؟"

عبداللہ نے سر کو جھٹک کر آنکھیں ملتے ہوئے دیکھا تو اب جمیلہ نظر نہیں آئی۔ آنے والی وہی تھی' جو اپنی راتیں بیچتی تھی۔ وہ قالین پر پڑے ہوئے گلاس کو ٹھوکر مار کر بولا "لاحول ولا قوۃ۔ مجھے تم کچھ اور نظر آئی تھیں۔ چلو آؤ اور میرے لیے دوسرا گلاس بناؤ۔"

اس نے کیبنٹ کے ایک خانے سے دوسرا گلاس نکال کر دوسرا پیگ بنایا۔ پھر اسے پیش کرتی ہوئی میری مرضی کے مطابق بولی "لو اپنی جمیلہ کے ہاتھ سے ایک جام پیو۔"

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر غصے سے بولا "کیا بکواس کر رہی ہو؟ تمہارا نام فریدہ ہے۔ تم مادام فریدہ کہلاتی ہو۔"

وہ بولی "میں نے کب انکار کیا ہے۔ میں تو اپنا نام فریدہ بتا رہی ہوں۔"

"جھوٹ بولتی ہو۔ ابھی تم نے میری بیٹی کا نام لیا تھا۔ جمیلہ جمیلہ کہہ رہی تھیں۔"

"کیا تم بہت دیر سے پی رہے ہو۔ میں کتنی کچھ ہوں' سنتے کچھ ہو۔ ویسے تمہیں بیٹی کیوں یاد آرہی ہے؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ اس کے ہاتھ سے بھرا ہوا گلاس لے کر غٹاغٹ پی گیا پھر اسے خالی کر کے ایک طرف پھینک دیا۔ اس کے بعد کہا "میں بھول جانا چاہتا ہوں۔ سب کچھ بھول جانا چاہتا ہوں۔ آؤ میرے پاس۔"

اس نے ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو میری خیال خوانی نے اسے دکھایا کہ جمیلہ کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ جمیلہ اس کی سانسوں کے قریب ہو کر مسکرا رہی تھی۔ وہ ایک دم سے اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ پریشان ہو کر بولا "تم۔ تم جمیلہ ہو؟"

فریدہ نے کہا "آج تمہیں بیٹی بہت یاد آرہی ہے۔ میں حیران ہوں کیونکہ میں بھی تو کسی کی بیٹی ہوں۔ ہر عورت کسی نہ کسی کی بیٹی ہوتی ہے۔ خواہ وہ شریف زادی ہو یا بازاری۔ ویسے تم نے فون کر کے مجھے یہاں آنے کے لیے کہا تھا یا اپنی بیٹی کو؟"

وہ گرج کر بولا "میں نے مادام فریدہ کو بلایا تھا اور تم۔ تم سر سے پاؤں تک مجھے جمیلہ نظر آرہی ہو۔ میری نظریں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔ تم ضرور اپنی ماں کے قتل کا بدلہ لینے آئی ہو۔ اب تم یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اس کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ قالین پر گر کر تڑپنے لگا پھر میں نے فریدہ کے دماغ پر قبضہ جما کر کہا "ہاں خون کا بدلہ خون ہوتا ہے اگر میری ماں نہ ہوتی تو شاید میں جوان نہ ہو پاتی۔ تو میرا بھی گلا بچپن ہی میں گھونٹ کر مار ڈالتا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر اٹھنا چاہتا تھا۔ فریدہ نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ میں نے اس کے اندر آکر اسے معمولی سی ٹھوکر کا بہت شدت سے احساس دلایا۔ وہ قالین پر دوبارہ گر کر تکلیف سے تڑپنے لگا۔

فریدہ نے کہا "اٹھو اور شاہ کو فون کرو اور یہ اعتراف کرو کہ تم نے میری امی کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کیا اور اب تمہاری بیٹی جمیلہ تمہیں یہاں آکر سزائے موت دے رہی ہے۔"

میں فریدہ کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ کچھ پریشان سی ہو رہی تھی کیونکہ اپنی مرضی کے خلاف الٹی سیدھی باتیں کر رہی تھی۔ میں نے عبداللہ کو شاہ سے رابطہ قائم کرنے پر مجبور کیا۔ وہ سیکریٹری کے ذریعے شاہ تک پہنچا۔ شاہ نے کہا "عبداللہ! کیا تمہیں پتا ہے کہ تمہاری بیٹی نے رئیس الکبیر کے محل کو کھنڈر بنا دیا ہے اور فون پر یہ اطلاع دی ہے کہ ہوٹل میں جس شیخ جواد آدم نے خودکشی کی ہے' وہ مسلمان نہیں' یہودی ہے اور واقعی اس کے یہودی ہونے کی تصدیق ہو گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ محب وطن ہے لیکن وہ میرے مصاحبوں کو نقصان پہنچا رہی ہے۔"

عبداللہ نے میری مرضی کے مطابق کہا "آپ اپنے مصاحبوں کو سمجھایا کرتے ہیں۔ یہ تو مجھے قتل کرنے یہاں آئی ہے کیونکہ میں نے اس کی ماں کو قتل کیا ہے۔"

"تم نے اس کی ماں کو یعنی اپنی بیوی کو کیوں قتل کیا ہے؟"

"اس لیے کہ اس نے بیٹی پیدا کی تھی اور وہ بیٹی آج عذاب جان بن گئی ہے۔"

"کیا جمیلہ وہاں موجود ہے؟ اگر ہے تو اس سے میری بات کراؤ۔"

میں مادام فریدہ کے اندر آیا۔ وہ ریسیور لے کر بولی "میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ رئیس الکبیر جیسے مصاحبوں کو کبھی سزا نہیں دیں گے اس لیے میں نے اس کا کباڑہ کر دیا ہے اور یہ میرا باپ نہیں' میری زندگی کی پہلی سانس سے میری جان کا دشمن ہے۔ یہ مجھے تو نہ مار سکا مگر ابھی میری ماں کو ہلاک کر کے آیا ہے اس لیے میں نے اس کے لیے پھانسی کی سزا تجویز کی ہے۔"

"نہیں جمیلہ! تم قانون کو اپنے ہاتھوں میں نہ لو۔ وہ تمہاری ماں کا قاتل ہے تو ہم اسے سزا دیں گے۔"

"شاہ حضور! مجھے افسوس ہے۔ میں اپنے مجرم کو آپ سزا دوں گی۔ میں قانون کو ہاتھ میں نہیں لے رہی ہوں' جس کے پاس طاقت ہوتی ہے' قانون خود اس کے ہاتھوں میں چلا آتا ہے۔ ہو سکے تو اس کے بیٹوں کو اطلاع دے دیں تاکہ وہ باپ کے مردہ جسم کو پھانسی کے پھندے سے اتار سکیں۔"

فریدہ نے اتنا کہہ کر ریسیور رکھ دیا پھر تیزی سے چلتی ہوئی خواب گاہ سے باہر چلی گئی۔ میں نے اس کی سوچ میں اسے یقین دلایا کہ عبداللہ پاگل ہو گیا ہے اور اسے بھی کسی قدر پاگل بنا رہا ہے۔ لہٰذا یہاں سے چلے جانا چاہیے۔

اس کے جانے کے بعد میں نے عبداللہ کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ایک اسٹور روم میں لے گیا۔ وہ وہاں سے مضبوط رسیاں لے کر آیا۔ ایک کرسی پر چڑھ کر اس کے ایک سرے کو فانوس سے باندھا۔ دوسرے سرے کو پھندا بنا کر گلے میں ڈالا اسے گردن پر سخت کیا پھر کرسی کو ٹھوکر لگا دی۔

اس کے تینوں بیٹے ایک کلب میں جوا کھیل رہے تھے۔ شاہ کے سیکریٹری نے انہیں فون پر اطلاع دی کہ جمیلہ' عبداللہ کو اپنی ماں کا قاتل کہہ رہی ہے اور اب باپ کو پھانسی کے پھندے پر چڑھانے کے لیے اس کی رہائش گاہ میں چلی آئی ہے۔ لہٰذا فوراً وہاں پہنچو اور اپنے باپ کو اس بلا سے بچاؤ۔"

وہ تینوں جوان بھائی بھی اپنی بہن کو بلا سمجھتے تھے۔ اسے مار ڈالنے کے لیے تلاش کرتے رہتے تھے۔ وہ کلب سے نکلے پھر تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے رہائش گاہ میں آئے تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ ان کا باپ پھندے سے لٹک کر مردہ ہو چکا تھا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے جمیلہ سے کہا "ہوٹل واپس آجاؤ۔ تینوں بھائی مقتول ماں کے گھر میں تمہیں تلاش کرنے آئیں گے اور وہیں تینوں اپنے ماں باپ کی آخری رسومات ادا کریں گے۔ تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق واپس آگئی۔ ایک ہی رات میں ماں باپ کی موت واقع ہوئی تھی اس لیے وہ صدمات سے نڈھال ہو چکی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سُلا دیا۔

میں نے اسے گہری نیند سلانے کے بعد رئیس الکبیر کے اندر جھانک کر دیکھا۔ رات کا ایک بج رہا تھا اور وہ اپنی قبر میں چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے تھے۔ ناک اور منہ پر گیس ماسک لگا ہوا تھا۔ اس کی ٹانگ ایک سوراخ سے قبر کے باہر گیس سلنڈر سے لگی ہوئی تھی۔ وہ قبر اوپر سے بھی بند تھی۔

وہ لیٹا ہوا تھا۔ پہلی رات تھی۔ زندگی میں پہلی بار ایسا بستر ملا تھا اس لیے آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ نیند نہیں آرہی تھی جبکہ وہاں انسان قیامت تک گہری نیند سوتا ہے۔

○☆○

خفیہ یہودی تنظیم کا اجلاس جاری تھا۔ ان تمام آدم براورز میں سب سے پہلے بلیک آدم، ہیرو کے ہاتھوں مارا گیا تھا اور اب شیخ جواد آدم کا کام تمام ہو گیا تھا۔

باقی تمام آدم براورز ایک رہائش گاہ کے بڑے سے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا اور ٹیری آدم کے علاوہ بگ براور برین آدم بھی تھا۔ ایکسرے مین مارٹن حسبِ معمول خود کو خفیہ یہودی تنظیم کا لیڈر سمجھ رہا تھا۔ یہ یقین تھا کہ اُسے برین آدم کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے اور وہ ہنوز گمنام اور پُراسرار ہے۔

دراصل گمنام اور پُراسرار لیڈر داؤد منڈولا تھا جو ایکسرے مین کے دماغ میں بھی حکومت کر رہا تھا اور یہ حقیقت اس تنظیم کا کوئی فرد نہیں جانتا تھا۔

جمیلہ رازی جس تیزی سے متبولیت حاصل کر رہی تھی اور یہودی مفادات کو نقصان پہنچا رہی تھی، اس کے پیشِ نظر ٹیری آدم کو ہدایت دی گئی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے جمیلہ کی اصلیت معلوم کرے۔

ٹیری آدم کے علاوہ داؤد منڈولا بھی جمیلہ کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ شیخ جواد آدم کو سمجھایا گیا تھا کہ وہ عمان سے چلا جائے لیکن جمیلہ نے اسے بری طرح زخمی کر کے چھوڑ دیا تھا۔ منڈولا نہیں چاہتا تھا کہ اس زخمی کے دماغ میں کوئی دشمن پہنچ کر یہودی تنظیم کے راز معلوم کرے۔ لہٰذا اس نے شیخ جواد آدم کو خودکشی پر مجبور کر دیا تھا۔

اب اجلاس میں ٹیری آدم کہہ رہا تھا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے ایک اچھے برادر شیخ جواد آدم کو خودکشی کرنے پر مجبور نہیں کیا تھا اور نہ ہی ہمارا وہ برادر مرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس خودکشی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں جمیلہ کے ساتھ ضرور کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے اس لیے جمیلہ ہمارے برادر کو زخمی کر کے چھوڑ گئی تھی اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی نے اس کے چور خیالات پڑھ کر اسے خودکشی پر مجبور کر دیا تھا۔"

الپا نے کہا "اس کا مطلب ہے کسی دشمن نے شیخ جواد آدم کے دماغ سے ہماری خفیہ تنظیم کے کچھ حالات اور کچھ راز معلوم کیے ہیں۔"

برین آدم نے کہا "ہمارا یہ طریقۂ کار بہترین ہے کہ کوئی برادر تنظیم کے گہرے راز نہیں جانتا۔ ہم میں سے ہر شخص صرف اپنے فرائض کی حد تک معلومات رکھتا ہے۔ اگر کوئی دشمن جواد آدم کے دماغ میں آیا ہوگا تو اسے محدود معلومات حاصل ہوئی ہوں گی۔ اس لیے ہمیں پھر ایک بار اپنی اپنی رہائش گاہیں بدلنی ہوں گی تاکہ وہ کسی برادر تک نہ پہنچ سکے۔"

ٹیری آدم نے کہا "جواد آدم کی یہاں جو رہائش گاہ ہے وہاں کی تلاشی لی جائے اور کچھ خفیہ دستاویزات ہوں تو انہیں ضائع کر دیا جائے۔"

برین آدم نے پوچھا "کیا جمیلہ کے متعلق مزید معلومات حاصل ہوئی ہیں؟"

ٹیری آدم نے کہا "جی ہاں۔ اس کے باپ عبداللہ نے اس کی ماں کو ہلاک کیا۔ جواباً جمیلہ نے باپ کو پھانسی پر لٹکا دیا ہے۔ اب جمیلہ کے دونوں بھائی اسے قتل کرنے کے لیے ڈھونڈ رہے ہیں۔"

برین آدم نے کہا "ٹیری، تمہیں ان دونوں بھائیوں کے دماغوں میں رہنا چاہیے بلکہ الپا بھی ایک بھائی کے اندر رہا کرے۔ ہو سکتا ہے، تم ان دونوں بھائیوں کے ذریعے جمیلہ کو زخمی کرنے میں کامیاب ہو سکو۔"

ایک اور برادر نے کہا "بے شک ہمیں لازماً جلد سے جلد یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جمیلہ کی پشت پر کون خیال خوانی کرنے والا ہے۔"

سب یہی سمجھ رہے تھے کہ شیخ جواد آدم کو کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے نے خودکشی پر مجبور کیا ہے۔ اس سلسلے میں منڈولا خاموش تھا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ جواد آدم کی موت کا الزام کسی نامعلوم خیال خوانی کرنے والے پر آئے اور آئندہ الپا اور ٹیری کی کوششوں سے شاید یہ انکشاف ہو کہ جمیلہ کے ساتھ واقعی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔

الپا پہلی بار ٹیری آدم کے ذریعے شاہ اور پرنسل سیکریٹری کے دماغوں میں آئی پھر رئیس الکبیر اور اس کے سیکریٹری کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ ان کے ذریعے جمیلہ کے تینوں بھائیوں کے پتے اور فون نمبر معلوم کیے۔ وہاں جو یہودی پہلے تھے، وہ میری کوششوں سے مارے گئے تھے یا گرفتار ہو گئے تھے۔ الپا نے وہاں کسی ایک مسلمان عورت کو اور ٹیری نے ایک مسلمان مرد کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا پھر ان کے ذریعے تینوں بھائیوں سے فون پر رابطہ کیا

الپا نے کہا "تم ہماری مدد کے بغیر کبھی جمیلہ تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

رئیس عبداللہ نے پوچھا "کیا ہمیں جمیلہ تک پہنچانے کے لیے کوئی مدد کرنا چاہتی ہو؟"

"سودا تو ہر معاملے میں ہوتا ہے لیکن ہم تم سے رقم یا زمین امداد نہیں لینا چاہیں گے۔ بات اتنی سی ہے کہ تم ہمارے کام آؤ۔ ہم تمہارے کام آئیں گے۔"

"یہ بتاؤ، ہم تمہارے کس طرح کام آسکتے ہیں۔"

"جمیلہ چاہتی ہے کہ وہاں دولت مند عیش نہ کریں۔ ایک عیش کرنے والے کو وہ زندہ قبر میں سُلا رہی ہے۔ تم تینوں بھائی وہاں کے تمام امیر کبیر لوگوں سے وعدہ کرو کہ جمیلہ کو ختم کر دیا جائے گا۔ شاہ کے مصاحبوں کی بھی حمایت حاصل کرو اور رئیس الکبیر کے محل کو پھر سے آباد کرو۔ آئندہ اسے سونے کے لیے قبر میں جانے نہ دو۔"

عظمت اللہ نے کہا "تمہاری بات سمجھ میں آرہی ہے۔ اگر ہم جمیلہ کے منصوبے کے خلاف عمل کریں گے تو وہ ہمارے مقابلے پر آئے گی لیکن سنا ہے کہ وہ کچھ پُراسرار علوم کی حامل ہے۔"

"ہم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ جمیلہ کے تمام طلسمات کا توڑ کریں گے۔"

"کیا واقعی تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟ کیا اس کا ثبوت پیش کر سکتی ہو؟"

"ہاں۔ اس وقت میں تم سے بہت دور ہوں۔ اتنی دور کہ اس فون کے بغیر ہماری آواز ایک دوسرے تک نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں لیکن میں تمہارے دماغ کے اندر ہوں۔ تم ابھی اپنے ریوالور کے چیمبر میں گولیاں بھر رہے ہو۔ اب یہ پانچویں گولی چیمبر میں ڈال رہے ہو۔ میں تمہیں مجبور کر دوں گی کہ تم اس چیمبر کو پھر خالی کرو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ کیا مذاق ہے۔ میں جمیلہ کے لیے اسے لوڈ کر رہا ہوں پھر خالی کیوں کروں گا۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس نے چیمبر سے گولیاں سینٹر ٹیبل پر الٹ کر اسے خالی کر دیا۔ الپا نے کہا "اب تم اپنی اس حماقت پر خود کو طمانچہ مارو گے۔"

وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے بے اختیار خود کو طمانچہ مارا۔ وہ بولی "تم نے ریسیور کا فون نہیں اٹھایا ہے۔ ریسیور تمہارے چھوٹے بھائی کے ہاتھ میں ہے اور تم تینوں فون کے اسپیکر سے میری آواز میں سن رہے ہو۔"

تینوں نے تسلیم کیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے، وہ بولی "میرا ایک ساتھی ہے، وہ بھی یہ علم جانتا ہے۔ ہم جمیلہ کے تمام پُراسرار علوم کی ایسی کی تیسی کر دیں گے۔"

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارا ساتھ دے رہے ہیں۔ اب ہمیں بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"سب سے پہلے تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ جب بھی جمیلہ سے سامنا ہو تو اسے جان سے نہ مارو۔ پہلے اسے زخمی کرو کیونکہ وہ بڑا حساس ذہن رکھتی ہے۔ ہماری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے۔ زخمی ہونے کے بعد وہ ایسا نہیں کر سکے گی۔ ہم اس کے دماغ سے یہ بعید معلوم کر لیں گے کہ وہ خود پُراسرار علوم جانتی ہے یا کچھ معلوم جاننے والے اس کی مدد کر رہے ہیں اور اگر مدد کر رہے ہیں تو وہ کون ہیں اور کہاں پائے جا سکتے ہیں؟ جب ہم یہ تمام معلومات حاصل کر لیں گے تو تم تینوں اپنی بے غیرت بہن کو جان سے مار سکو گے۔"

حشمت اللہ نے کہا "یہ اچھی بات ہے کہ اس کے پیچھے چھپے ہوئے دشمن بھی ظاہر ہو جائیں۔ بے شک تمہیں ایسی معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ تم جیسا کہو گی، ہم ویسا ہی کریں گے۔"

وہ بولی "ابھی تمہارے ملک میں شام کا اندھیرا پھیل رہا ہے۔ رئیس الکبیر رات کے نو بجے اپنی قبر میں سونے جائے گا۔ تم تینوں ابھی اس کے پاس جاؤ اور اسے قبر میں جانے نہ دو۔"

"وہ ہماری بات نہیں مانے گا۔ جمیلہ کے تصور سے ہی دہشت زدہ ہو جاتا ہے۔"

"جب ہم اس کے دماغ میں رہیں گے تو وہ دہشت زدہ ہونے کے باوجود ہماری مرضی کے مطابق اسی طرح عمل کرتا رہے گا جیسا کہ ابھی تم بے اختیار کر رہے تھے۔"

"ہاں، پھر تو وہ اپنی قبر میں نہیں جائے گا۔ جمیلہ اسے سزا دینے محل میں آئے گی۔"

"اور تم تینوں بھائی اسے وہاں چیلنج کرو گے کہ آئندہ وہ اس کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر نہیں لے جا سکے گی۔ ہم وہاں کے تمام سیکیورٹی گارڈز کو تمہارا حکم ماننے پر مجبور کر دیں گے۔ ویسے ایک بات یاد رکھو اپنی زبان سے یہ کسی کے سامنے نہ کہو کہ تمہیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مدد حاصل ہے۔ تم شاہ سے بھی یہ کہو گے کہ اپنے باپ کی قاتل بہن کو قتل کر کے رئیس الکبیر کو اس بلا سے نجات دلا کر اس کے محل سے چلے جاؤ گے۔"

وہ تینوں بھائی تمام ہدایات پر عمل کرنے کے لیے پوری طرح مسلح ہو کر اس محل کی سمت روانہ ہو گئے۔ داؤد منڈولا، الپا اور ٹیری آدم کی مصروفیات کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے تینوں کی لاعلمی میں اپنے دونوں ماتحتوں موناردا اور ٹالبوٹ کو بھی رئیس الکبیر اور اس کے محل کے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچا دیا۔ اس طرح خود منڈولا کو ملا کر پانچ خیال خوانی کرنے والے رئیس الکبیر کے محل پر مسلط ہو گئے تاکہ اس بار جمیلہ محل میں داخل ہونے کے بعد کسی بھی طریقۂ کار سے واپس نہ جا سکے۔

رئیس الکبیر اپنی زندگی میں کبھی سخت زمین پر نہیں سویا تھا۔ ایک رات بند قبر میں گزارتا رہا اور جاگتا رہا تھا۔ صبح محل واپس آیا

تو وہ قبر اس کے حواس پر چھائی تھی۔ اعصاب بری طرح متاثر ہوئے تھے۔ وہ محل کی خواب گاہ میں آکر آرام دہ بستر پر لیٹا تو کمزوری اور بخار سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ محل کے دو ڈاکٹروں اور نرسوں نے فوراً اسے اٹینڈ کیا۔ اسے پینے کے لیے دوائیں دیں پھر نیند کا انجکشن لگادیا۔

وہ شام پانچ بجے تک سوتا رہا۔ بیدار ہوا تو ایک ڈاکٹر نے اسے چیک کیا پھر کہا "ابھی ہلکا بخار ہے اگر آپ حوصلہ کریں اور دہشت کو دل سے نکال دیں تو تندرست ہو جائیں گے۔"

رات کی تاریکی پھیلتے ہی اطلاع ملی کہ جمیلہ کے تین بھائی ملاقات کرنے آئے ہیں۔ رئیس نے سہم کر کہا "وہ جمیلہ کے بھائی ہیں۔ ان کا راستہ نہ روکو۔ وہ ناراض ہو جائے گی' انہیں آنے دو۔"

تینوں بھائیوں کو خواب گاہ میں پہنچایا گیا۔ رئیس نے انہیں دیکھتے ہی کہا "میں بیمار ضرور ہوں مگر تمہاری بہن کی شرط پر عمل کرنے کے لیے مقررہ وقت پر قبر میں چلا جاؤں گا۔ میں ہر حال میں اس کے حکم کی تعمیل کرتا رہوں گا۔"

حشمت اللہ نے کہا "آپ ناحق خوف زدہ ہو رہے ہیں۔ جمیلہ اب ہماری بہن نہیں رہی' وہ ایسی دشمن ہے کہ ہم اسے جان سے مار کر ہی دم لیں گے۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "ایسی باتیں زبان پر نہ لاؤ۔ وہ میری محسنہ ہے۔ وہ مجھے صرف چالیس راتوں کی سزا دے کر زندگی بخش رہی ہے۔ اگر تم بہن کے دشمن ہو تو یہاں سے چلے جاؤ۔ میں اس سے دشمنی نہیں کروں گا۔"

رغبت اللہ نے کہا "ہم یہاں سے جانے کے لیے نہیں آئے ہیں اور نہ ہی آپ کو آج رات قبر میں جانے دیں گے۔ ہم نے آپ کے پورے محل پر صرف اس وقت تک کے لیے قبضہ جمالیا ہے جب تک کہ جمیلہ کو گولی نہیں ماریں گے۔ اس نے ہمارے باپ کو بھی ہلاک کروایا ہے۔ اس کی موت کے بعد آپ کو بھی اس کمینی سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔"

وہ تڑپ کر اٹھتے ہوئے بولا "نہیں' میں اپنی قبر میں رات گزارنے جاؤں گا۔"

وہ پھر بستر پر لیٹ کر بولا "میں نہیں جاؤں گا۔ وہ موت ہے لیکن تم تینوں زندگی دینے والے فرشتے بن کر آئے ہو۔ اسے میری خواب گاہ میں نہیں آنے دو گے۔ اسے ضرور مار ڈالو گے۔"

وہ تینوں مسکرانے لگے۔ سمجھ گئے کہ ان کے دوست خیال خوانی کرنے والوں نے رئیس کے دماغ پر قبضہ جمالیا ہے۔ وہ اپنے سیکریٹری کو بلا کر بولا "میں آج قبر میں نہیں جاؤں گا یہ تین بہادر جوان میری حفاظت کریں گے۔ محل کے سیکیورٹی افسران اور گارڈز سے کہو کہ ان سے جوانوں کے احکامات کی تعمیل ہوتی رہے۔"

سیکریٹری چلا گیا۔ بڑے بھائی نے ڈاکٹر سے کہا "اب اس محل میں کوئی عورت نہیں رہی۔ سب کو رخصت کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا تمہاری بھی کوئی نرس تیمارداری کے لیے یہاں نہیں آئے گی۔ ان سب کو محل سے باہر جا کر چھٹی منانے کے لیے کہو۔ اس طرح جمیلہ کسی عورت کے بھیس میں یہاں نہیں آسکے گی۔"

وہ ہر پہلو سے محتاط تھے۔ اس رات جمیلہ کے چیلنج کو ناکام بنانے کی پوری تیاریوں میں مصروف تھے۔ اس وقت رئیس الکبیر کے لیے ٹرالی میں رات کا کھانا لایا گیا۔ وہ صبح سے بھوکا تھا۔ اپنی قبر سے واپس آتے ہی بخار میں مبتلا ہو گیا تھا پھر شام تک سوتا رہا تھا۔ الپا نے منجھلے بھائی کے دماغ میں آکر کہا "پہلے اس کا کھانا چیک کراؤ۔ وہ کھانوں کی کسی ڈش میں مہلک دوا کی ملاوٹ کر سکتی ہے۔"

عظمت اللہ نے ڈاکٹر سے کہا "پہلے کھانے کو چیک کرو۔ ملازمین کو ان میں سے تھوڑا تھوڑا کھلاؤ۔ ہم اس بلا کی کوئی چال کامیاب ہونے نہیں دیں گے۔"

چار ملازموں کو بلایا گیا اور ان سے ہر ڈش کا تیسرا حصہ کھانے کو کہا گیا۔ وہ ٹرالی کے چاروں طرف کھڑے ہو کر حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ ایک ایک ڈش اٹھا کر ایک الگ پلیٹ میں ڈال کر کھانے لگے۔

کھانا مسموم نہیں تھا۔ کسی ڈش میں اور پانی وغیرہ میں کوئی ملاوٹ نہیں تھی۔ وہ تمام ملازمین کھانے کے بعد ایک طرف ہاتھ باندھے کھڑے رہے۔ ان کے دماغوں میں جھانکنے کی ضرورت نہیں پڑی کیونکہ سب کے سب نارمل تھے۔ کسی نے کمزوری یا بدمزگی محسوس نہیں کی تھی۔ وہ پندرہ منٹ تک کھڑے رہے پھر انہیں جانے کی اجازت دے دی گئی۔

رئیس الکبیر نے مطمئن ہو کر کھانا شروع کرتے ہوئے کہا "واقعی تم تینوں بھائی ہر پہلو سے محتاط ہو۔ مجھے یقین ہے کہ آج رات تمہارے ہاتھوں سے وہ مرے گی۔"

ڈاکٹر نے کہا "اب ہمیں بھی علاج میں آسانی ہو گی بلکہ علاج کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ اس بلا کی موت سے آپ کو ایک نئی زندگی ملے گی۔"

رئیس نے تھوڑا سا کھانے کے بعد مصفا پانی کی بوتل اٹھائی پھر ایک گلاس بھر کر پانی پینے لگا۔ آدھا گلاس پیتے ہی اس کا سر چکرانے لگا۔ ٹیری آدم اس کے اندر تھا۔ اس نے مزید پانی پینے سے اسے روک دیا۔ اس کی زبان سے بولا "اس گلاس کے پانی میں کچھ ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا "ابھی ہمارے سامنے ایک ملازم اسی بوتل سے پانی پی کر گیا ہے پھر یہ نقصان دہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں پھر ان چاروں ملازمین کو بلاتا ہوں۔"

مگر وہ بلانے کے لیے نہ جا سکا۔ رئیس بستر پر بیٹھے بیٹھے گر پڑا۔ اس نے لپک کر اپنے آقا کو چیک کیا۔ الپا بھی رئیس کے دماغ میں آگئی تھی لیکن اس کی کوئی دماغی سوچ پڑھنے کے قابل نہیں رہی

تھی۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

یہ کیسے ہوا؟ حکم دیا گیا کہ چاروں ملازمین کو حاضر کیا جائے۔ پانچ منٹ کے اندر تینوں حاضر ہو گئے۔ چوتھا نہیں آیا۔ اسے تلاش کیا گیا مگر وہ محل میں نہیں تھا۔ کسی حد تک بات سمجھ میں آگئی تھی کہ اسی نے بوتل سے پانی لے کر پینے کے دوران اس بوتل میں بے ہوشی کی دوا ڈال دی تھی اور ایک گلاس مصفا پانی پی کر ان سب کے سامنے ہاتھ باندھے پندرہ منٹ تک کھڑا رہا تھا پھر جانے کی اجازت ملتے ہی محل کے باہر کہیں جا کر گم ہو گیا تھا۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر سنا پھر ایک بھائی کی طرف اسے بڑھاتے ہوئے کہا "یہ آپ کے لیے ہے۔ آپ کی بہن ہے۔"

بڑے بھائی حشمت اللہ نے ریسیور اٹھا کر..... پوچھا "کون ہے؟"

جمیلہ کی آواز آئی "آواز سے پہچان رہے ہو مگر یہ نہیں سمجھ پا رہے ہو کہ موت کس بہانے تم دونوں کو اس محل میں لے آئی ہے؟"

"خنزیر کی بچی! ایک بار سامنے آجا پھر میں بتاؤں گا کہ موت کیسے آتی ہے؟"

"یہ تو میں بتا رہی ہوں۔ میں نے سب سے پہلے رئیس الکبیر کے دماغ کا دروازہ بند کیا ہے تاکہ تمہارے مددگار اس آقا کے دماغ میں رہ کر اس محل میں کوئی حکم صادر نہ کر سکیں۔ دوسرے خفیہ دروازوں سے میرے بہترین تربیت یافتہ گوریلے فائٹر محل میں گھس آئے ہیں۔ سنو فائرنگ کی آوازیں سنو۔"

فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ منڈولا' الپا اور ٹیری آدم ... بڑے بھائی کے دماغ میں رہ کر جمیلہ کی آوازیں سن رہے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی "میں جانتی ہوں کہ لیڈی آئرن راڈ کی طرح تم بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے مدد لے رہے ہو۔ میں ایسا کوئی علم نہیں جانتی۔ اس کے باوجود میرے جیالے فائٹران تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں سے بھگا دیں گے۔"

چونکہ فائرنگ شروع ہو چکی تھی اس لیے منڈولا اور چاروں خیال خوانی کرنے والے فوراً ہی ایک ایک مسلح گارڈ کے اندر جانے لگے۔ مقابلے پر فائرنگ کرنے والوں نے محل کے مختلف حصوں میں مورچے بنائے ہوئے تھے اور چھپ چھپ کر فائرنگ کر رہے تھے۔

وہ منڈولا سمیت پانچ تھے۔ میں بھی تنہا نہیں تھا۔ میرے خاندان میں خیال خوانی کرنے والوں کی فوج تھی۔ وہ سب رئیس کے ہی ان سیکیورٹی گارڈز کے دماغوں پر قبضہ جمائے ہوئے تھے جن کے اندر بیرونی خیال خوانی کرنے والے پہنچ نہیں پائے تھے۔

وہ پانچوں جس کے اندر پہنچ کر فائرنگ کراتے تھے' وہ فائرنگ کرنے والا مسلح گارڈ کسی نہ کسی کی گولی سے ہلاک ہو جاتا تھا۔ وہ تینوں بھائی اپنے اپنے ہتھیار سنبھال کر اس جنگ میں شریک ہو گئے تھے۔

رئیس الکبیر کے پاس کوئی بڑی فوج نہیں تھی جو گارڈز تھے' وہ لیڈی آئرن راڈ کے ساتھ بڑی تعداد میں ختم ہو چکے تھے۔ جو بچ گئے تھے' وہ اب ختم ہو رہے تھے۔ منڈولا اور اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ کچھ ایسے فائٹرز ہیں جن کے دماغوں میں وہ نہیں جا سکتے ہیں۔ ایسے وقت وہ سانس روک لیتے ہیں۔ اس طرح ثابت ہو رہا تھا کہ جمیلہ کے پاس یوگا کے ماہر فائٹرز ہیں اور وہ ایسے تربیت یافتہ ہیں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ناکامی کا منہ دکھاتے ہیں۔

تینوں بھائیوں کے ہاتھوں میں گولیاں لگیں۔ ان کے ہتھیار چھوٹ کر گر پڑے پھر ان کے دونوں پیروں پر گولیاں برسنے لگیں۔ وہ زمین پر گر کر تڑپ رہے تھے' ان کے ہاتھ پاؤں چھلنی ہو رہے تھے پھر ایک فائٹر نے کہا "ہمیں مادام جمیلہ رازی کا حکم ہے کہ بھائیوں کو موت نہ دی جائے۔ چاروں ہاتھ پاؤں سے اپاہج بنا کر چھوڑ دیا جائے۔"

پھر فائرنگ بند ہو گئی کیونکہ اب کوئی مقابلے پر نہیں رہا تھا۔ وہ محل پھر ایک بار ویران ہو گیا تھا۔ منڈولا اور اس کے ساتھیوں کیلئے وہاں رہ کر مزید تماشا دیکھنے کے لیے صرف پانچ افراد باقی بچے تھے۔ ڈاکٹر' سیکریٹری اور وہ تینوں بھائی جو اپاہجوں کی طرح زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ ان بھائیوں پر غشی طاری ہو رہی تھی۔

ایسے وقت انہوں نے دیکھا۔ چار افراد اپنے کاندھوں پر ایک جنازہ اٹھا کر لا رہے ہیں۔ انہوں نے جنازے کو خواب گاہ کے دروازے پر رکھا پھر رئیس الکبیر کو بستر سے اٹھا کر جنازے میں ڈالنے لگے حالانکہ وہ مردہ نہیں تھا۔ صرف بے ہوش تھا۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں جمیلہ! تم دیکھ رہے ہو کہ میں اپنی زبان کی پابند ہوں۔ میں نے کہا تھا' جب تک میری شرط پوری کرتا رہے گا اور چالیس راتیں اپنی قبر میں گزارتا رہے گا' تب تک میں اس کے جسم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

"آپ درست فرماتی ہیں مگر یہاں چار بندے ہمارے آقا کو جنازے میں لے جا رہے ہیں۔ جبکہ وہ زندہ ہیں؟"

"میں جانتی ہوں۔ وہ زندہ ہے اور شرط پوری کرنے کے لیے اپنی قبر میں جانا چاہتا تھا مگر چند شیطانوں نے اس کے دماغ میں آکر اسے زبردستی قبر میں جانے سے روکنا چاہا تھا جب میں نے دیکھا کہ وہ شرط پوری کرنے کے معاملے میں سچا ہے اور اسے جزا دینا چاہتا ہے تو میں اس کے جسم کا کوئی حصہ نہیں کاٹ رہی ہوں۔ اس کے وعدے کے مطابق اسے اس کی قبر میں پہنچا رہی ہوں۔"

ٹیری آدم نے سیکریٹری کی زبان سے کہا "جمیلہ! تمہارا ایکشن اور اسٹائل ہمیں بہت پسند آرہا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ تم نے چند

یوگا کے ماہر جانبازوں کی ٹیم بنا کر ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ ہم تمہاری ذہانت اور حکمتِ عملی کی قدر کرتے ہیں اور تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

"پڑی نہ بدلو۔ میرے اپاہج بھائیوں سے دوستی رکھو۔ میں اپنے ملک میں کسی یہودی کو برداشت نہیں کروں گی۔ اگر تم لوگ یہاں سے نہ گئے تو میں اپنے جیالوں کی ٹیم کے ساتھ تل ابیب پہنچوں گی اور وہاں بتاؤں گی کہ خیال خوانی کے تمام ہتھکنڈوں کو کس طرح ناکام بنا کر خفیہ یہودی تنظیم کی جڑوں میں گھسا جاسکتا ہے۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوگیا۔ فی الحال منڈولا کو بھی کسی نئی پلاننگ کے لیے واپس جانا تھا اور یہ طے کرنا تھا کہ اس بلا کو اسرائیل جانے پر مجبور کیا جائے یا اور کوئی راستہ اختیار کیا جائے۔

عقل سمجھاری تھی کہ جو یہاں قابو میں نہیں آرہی ہے' وہ اسرائیل پہنچ کر وہاں کی اہم تنصیبات وغیرہ کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اور ان کے لیے طرح طرح کے مسائل پیدا کرسکتی ہے۔ لہٰذا کسی بیماری کو اپنے جسم میں اور کسی مسئلے کو اپنے ملک میں نہیں آنے دینا چاہیے۔ بعد میں ٹوٹنے سے بہتر ہے کہ ابھی جھک جاؤ جو جھکتے ہیں وہ ٹوٹتے نہیں ہیں۔

اس نے جانے سے پہلے سیکریٹری کے ذریعے وہ منظر دیکھا جو کبھی دنیا والوں نے نہ دیکھا ہو۔ زندہ انسان کبھی جنازے میں سفر نہیں کرتا۔ رئیس الکبیر کررہا تھا۔ زندہ انسان کبھی قبریں نہیں سوتا۔ وہ سونے جارہا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد بے ہوشی ختم ہوئی۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر خود کو قبر میں دیکھا تو خوف طاری نہیں ہوا۔ اس نے دل میں کہا "خدا کا شکر ہے کہ میں اس کی شرط پوری کررہا ہوں اور میرا جسم سلامت ہے۔"

○☆○

پہلے یہودہ گل جہنم میں گیا پھر اس کی مکار بھتیجی بھی وہیں پہنچ گئی۔ وہ بے شک وشبہ جرائم کی دنیا میں ایسی مکار تھی کہ مردوں کو انگلیوں پر نچاتی تھی۔ پاشا جیسے پہاڑ پر چڑھ کر بیٹھی ہوئی تھی مگر شی تارا نے قسم کھائی تھی کہ پارس کو قتل کرنے والے یہودی اب کشمیر میں نہیں رہیں گے اس لیے اس نے یہودہ گل کی بھتیجی ارینا کو بھی خودکشی پر مجبور کردیا تھا۔

پولیس والے اس ہوٹل میں پہنچے تو ایک پپی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ارینا نے خود کو گولی ماری تھی اور پاشا زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ اسے بھی شی تارا نے ارینا کے پستول سے زخمی کیا تھا۔ آئندہ اسے اپنا تابعدار بنا کر رکھنا چاہتی تھی اگرچہ پارس کی موت نے اسے صدمات سے چور کردیا تھا۔ اس نے دائی ماں کی پہنائی ہوئی چوڑیاں پھر سے توڑ دی تھیں پھر سے بیوہ بن گئی تھی مگر اس بار سوچ رہی تھی کہ پارس کی لاش کو اب کسی مردہ خانے میں رہنے نہیں دے گی۔ اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچائے گی۔

اس نے پولیس افسر کے اندر آکر کہا "میں پوجا بول رہی ہوں۔ یہ کسی پپی کی نہیں' فرہاد کے بیٹے کی لاش ہے۔ اس کا پوسٹ مارٹم نہ کرو۔"

وہ بولا "میں تو حکم کا بندہ ہوں۔ میں انکار نہیں کروں گا مگر بڑے افسران کو اس کے پوسٹ مارٹم سے باز نہیں رکھ سکوں گا۔"

"فکر نہ کرو' میں بڑے افسران سے بھی نمٹ لوں گی۔"

دو سپاہی اس پپی کی لاش اٹھا رہے تھے۔ ایسے وقت اس کے سر سے وگ اتر گئی۔ ایک سپاہی نے اس کی داڑھی نوچ کر ایک کپڑے سے اس کے چہرے کو پونچھتے ہوئے انسپکٹر سے کہا "سر! یہ تو پپی نہیں' کوئی بہروپیا ہے۔"

انسپکٹر نے قریب آکر دیکھا پھر کہا "یہ تو امریکی سفیر کا ایک ایجنٹ جان ولیم ہے۔ مس پوجا! آپ اسے پارس کہہ رہی ہیں؟"

شی تارا نے کہا "یہ پارس ہی ہے۔ ماسک میک اپ کے ذریعے جان ولیم بنا ہوا ہے' ہیں کا ماسک اتارو۔"

لاش کی گردن پر ماسک کا جوڑ تلاش کیا گیا لیکن ماسک نہیں تھا۔ وہ جان ولیم کا اصلی چہرہ تھا۔ شی تارا نے ایک پلاسٹک سرجری کے ماہر کو اس ہوٹل کی طرف دوڑایا۔ وہ ماہر بے اختیار اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں پہنچا۔ اس نے جان ولیم کے چہرے کا اچھی طرح معائنہ کیا پھر کہا "یہ اصلی چہرہ ہے۔ اس پر کسی نے پلاسٹک سرجری نہیں کی ہے۔"

شی تارا خوشی سے چیخ پڑی۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر دائی ماں سے لپٹ گئی پھر بولی "وہ زندہ ہے۔ میرا مکار زندہ ہے۔ وہ مرنے والا ایک امریکی ہے ماں جی! مجھے چوڑیاں پہناؤ۔"

دائی ماں نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا "میں تجھے نارمل سمجھوں یا پاگل؟ میں چوڑیاں پہنائی جاتی ہوں اور تو سوگ منانے کے لیے انہیں توڑتی جاتی ہے۔ اب میں چوڑیوں کی پوری دکان اٹھا لاؤں گی پھر جب جی چاہے تو توڑتی رہنا جب جی چاہے پہنتی رہنا۔"

وہ ہنستی کھلکھلاتی ہوئی پوجا کے پاس آئی۔ وہ اپنے کمرے میں تھی۔ اپنے اندر اس کی ہنسی سن کر بولی "دیدی! تم کس بات پر ہنس رہی ہو؟"

"ہنسی کسی خوشی کی بات پر یا کسی لطیفے کو سن کر آتی ہے۔ یہ میرا یار' میرا پارس بڑا وہ ہے۔ کبھی رلاتا ہے' کبھی ہنساتا ہے۔ وہ جو تمہارے پاس ڈائننگ ہال میں پپی بن کر آیا تھا' وہ پارس نہیں تھا۔ وہ ایک امریکی ایجنٹ تھا۔ میں اچھی طرح تصدیق کرچکی ہوں۔"

"دیدی! یہ واقعی خوشی کی بات ہے لیکن آپ کا وہ محبوب بہت جلد آپ کو پاگل بنا دے گا۔ میں آپ سے چھوٹی ہوں' آپ کے سامنے ناتجربہ کار ہوں پھر بھی عقل کی بات سمجھاتی ہوں۔ اس سے دوستی کرلیں۔ اس کے ساتھ ساتھ رہ کر زندگی گزاریں۔ کبھی رونا اور کبھی ہنسنا آپ کو دماغی مریضہ بنا دے گا۔"

"پوجا! میرا دل اسے زندہ سلامت سمجھ کر تیزی سے دھڑک رہا ہے۔ کسی کو کھو کر پانے کے بعد ہی اس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ میں تمہارے مشورے پر عمل کروں گی اس سے معافی مانگ کر دوستی کروں گی۔"

"دوستی نہیں' شادی۔"

"ہاں شادی۔ میں شادی کروں گی۔ تم کمرے سے نکلو۔ وہ اسی ہوٹل میں کہیں ہوگا۔ اسے تلاش کرو۔"

"اب میں پرفیوم استعمال نہیں کروں گی' دیکھیں میرے بدن سے تمہاری مہک پاکر وہ میرے قریب آئے گا یا مجھ سے کترائے گا۔ میں دونوں صورتوں میں اسے پہچاننے کی کوشش کروں گی۔"

پوجا نے اس بار اپنے لباس پر خوشبو اسپرے نہیں کی۔ یونہی کمرے سے نکل کر نیچے ڈائننگ ہال کی طرف جانے لگی۔ وہاں پارس ڈائننگ ہال میں آفرین کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھا۔ پولیس والوں کی کارروائیاں دیکھ رہا تھا۔ آفرین نے گڑیا کو سینے سے لگا کر اسے دوپٹے سے ڈھانپ رکھا تھا۔

پارس نے کہا "آفرین! گڑیا بڑھ گئی ہے۔ وہ لوگ پپی کے چہرے کی صفائی کررہے ہیں۔ ٹھہرو' میں آتا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ڈائننگ ہال کے دروازے پر آیا۔ اس ہال میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی جارہی تھی۔ اس نے وہیں سے دیکھا۔ ایک شخص تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ سپاہیوں نے اسے بھی روکا۔ انسپکٹر نے کہا "ان صاحب کو آنے دو۔ یہ پلاسٹک سرجری کے ماہر ہیں۔"

اس ماہر کے پرکھنے سے پہلے ہی پارس نے سمجھ لیا کہ بھید کھل گیا ہے۔ اگر شی تارا اس ماہر کے دماغ میں موجود ہوگی تو معائنے کے بعد سمجھ لے گی کہ نہ وہ پپی ہے اور نہ کرائے کا کوئی قاتل ہے۔ پارس بھی نہیں ہے بلکہ ایک امریکی ایجنٹ جان ولیم ہے جو پوجا کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے ڈائننگ ہال میں آیا تھا۔

پارس نے ایک لمبا چکر چلا کر اسے پپی بننے پر آمادہ کیا تھا۔ امریکی ایجنٹ جان ولیم کے ایک ماتحت کو قابو میں کرکے اس کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں۔ وہ امریکی سفیر کی آواز بنا کر فون پر بولا "تم بہت اچھے جارہے ہو جس لڑکی کو تم نے ڈائننگ ہال میں بلایا ہے۔ وہ پوجا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا کی دست راست ہے۔ ابھی تم پپی کے بھیس میں اس سے ملاقات کروگے۔ وہ بھیس بدلنے کی وجہ پوچھے گی تو اس سے کہنا کہ تم کرائے کے قاتل ہو۔ ارینا نام کی ایک عورت کو قتل کروگے تو تمہیں ایک لاکھ ڈالر ملیں گے۔ ایسا کہنے سے شی تارا تمہیں پارس سمجھ کر قریب آئے گی۔ تم اسے آسانی سے زخمی کرکے اپنے پیٹا ٹائز کرنے والے کے ذریعے اس خیال خوانی کرنے والی کو اپنا تابعدار بنالوگے۔"

اتنی بڑی کامیابی کی بات سن کر جان ولیم کیسے جال میں نہ پھنستا؟ وہ پارس کے مشورے کے مطابق پپی بن کر آیا اور مارا گیا۔

پارس نے آفرین کے پاس آکر یہ باتیں بتائیں پھر کہا "اس ہوٹل کو اب چھوڑنا ہوگا۔ اگر شی تارا اس پلاسٹک سرجری کے ماہر یا پولیس انسپکٹر کے اندر موجود ہے تو سمجھ لے گی کہ میں زندہ ہوں اور اسی ہوٹل میں پایا جاسکتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر بولی "تو پھر چلو۔ ہم کمرے سے اپنا ضروری سامان لے کر اس ہوٹل کو چھوڑیں گے۔ شی تارا کو یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ پولیس والوں نے ہوٹل میں سب ہی کو چیک کیا ہے۔ صرف مجھے ذہنی مریضہ سمجھ کر چھوڑ دیا ہے لیکن وہ نہیں چھوڑے گی۔ میرے اندر آنا چاہے گی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ وہ تمہارے خیالات پڑھنے کے باوجود تمہیں ذہنی مریضہ ہی سمجھے گی اور میری اصلیت کبھی معلوم نہیں کرسکے گی لیکن کسی کو شبے کے تحت ہمارے چہروں کا میک اپ چیک کراسکتی ہے جیسا کہ ابھی جان ولیم کے ساتھ کرا رہی ہے۔"

جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے' پارس اور آفرین نے اپنی آوازوں اور لہجوں کو بھی تبدیل کرلیا تھا تاکہ پاشا غیر معمولی سماعت کے ذریعے ان کا سراغ نہ لگا سکے۔ پارس اس وقت اس پپی کی آواز اور لہجے میں بول رہا تھا۔ ایسے ہی وقت شی تارا پاشا کے پاس آکر بول رہی تھی۔ "میں نے غصے میں یہ سمجھ کر تمہیں زخمی کیا تھا کہ تم نے پپی کے بھیس میں رہنے والے پارس کو مارڈالا ہے مگر وہ زندہ ہے۔ اگر تم غیر معمولی سماعت کے ذریعے اس کی آواز سن کر مجھے اس کے پاس پہنچاؤ گے تو میں تمہیں اپنا تابعدار نہیں بناؤں گی۔ تم پر تنویمی عمل نہیں کروں گی۔"

پاشا کی مزمم پنی ہورہی تھی۔ وہ کبھی پارس کی اصل آواز اور کبھی پپی کے بھیس میں رہنے والے کی آواز پر توجہ دینے لگا۔ تب اسے سنائی دیا۔ وہ پپی کے بھیس میں رہنے والی آواز کسی سے کہہ رہی تھی "میں سمجھ رہا ہوں۔ وہ تمہارے خیالات پڑھنے کے باوجود تمہیں ذہنی مریضہ ہی سمجھے گی۔"

شی تارا' پاشا کے اندر رہتے ہوئے یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا اس ہوٹل میں وہی عورت ذہنی مریضہ ہے جس نے ایک بار پوجا کو سوئمنگ پول میں دھکا دیا تھا؟"

پاشا کی سوچ نے کہا "میں نہیں جانتا کہ پوجا کو کس نے پول میں دھکا دیا تھا مگر ایک ذہنی مریضہ ہمارے سامنے والے کمرے میں رہتی ہے اور ایک گڑیا کو سینے سے لگائے رکھتی ہے۔"

پوجا' شی تارا کو پہلے بتا چکی تھی کہ ایک پاگل عورت اپنے سینے سے ایک گڑیا کو لگائے رکھتی ہے۔ اس نے اسے پول میں دھکا دیا تھا۔ شی تارا نے خوش ہو کر کہا "تم نے صحیح راہنمائی کی ہے۔ اب میں پارس تک پہنچ پاؤں گی۔ جاؤ' اس خوشی میں جلد تمہیں آزاد کمرہ دوں گی۔"

وہ پوجا کے پاس آکر بولی "رک جاؤ۔ ڈائننگ ہال یا گراؤنڈ

فلور پر نہ جاؤ۔ پارس کی نشاندہی ہو چکی ہے۔ اسے خوب سوچ سمجھ کر ٹریپ کرنا ہوگا۔"

"کیا وہ اسی ہوٹل میں ہے؟ کیا تمہیں پتا ہے کہ وہ کس بھیس میں ہے؟"

"ہاں' جس پاگل عورت نے تمہیں پول میں گرایا تھا اور جس کے شوہر نے پول میں کود کر تمہیں پانی سے باہر لانا چاہا تھا' وہی پارس ہے اور وہ دوسری آفرین ہے۔ وہ مکاری سے تمہیں پانی میں گرا کر تمہارے لباس کی خوشبو اُڑا کر تمہاری اصلیت معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں اسی لیے تمہیں وہاں جانے سے روک رہی ہوں۔ وہ تمہیں پوجا کی حیثیت سے پہچان چکا ہے۔"

وہ اپنے کمرے کی طرف واپس جاتے ہوئے بولی "دیدی! اب آپ کیا کریں گی؟"

"میں اب تک جلد بازی اور غصے کے باعث ناکام ہوتی آئی ہوں۔ اب بڑی سہولت سے سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤں گی۔ تم دہلی واپس آجاؤ۔"

شی تارا ہوٹل کے منیجر کے خیالات پڑھنے لگی۔ اس کی سوچ سے معلوم ہوا کہ پارس وہاں اجے کمار کے نام سے ہے۔ اس کی پتی ذہنی مریضہ ہے۔ وہ اسے روز صبح ایک ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہے۔

پھر شی تارا نے پولیس افسر کو آفرین کی طرف مائل کیا' اس نے پارس کے پاس آکر کہا "میں آپ کی دھرم پتنی کی میڈیکل رپورٹ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

پارس نے تمام اہم کاغذات پیش کرتے ہوئے کہا "آپ ضرور دیکھیں۔ ویسے ہم ہوٹل چھوڑ کر سوپور جا رہے ہیں کیونکہ یہاں علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔"

شی تارا نے اس افسر کے ذریعے میڈیکل رپورٹ پڑھی۔ اس ڈاکٹر کا نام اور فون نمبر معلوم کیا پھر فون کے ذریعے رابطہ کر کے اس کی آواز سنی پھر ریسیور رکھ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔

ڈاکٹر کی سوچ نے بتایا کہ وہ ذہنی مریضہ نہیں ہے لیکن اپنی بچی کی موت پر ذہنی صدمہ ہے جب وہ دوسری بار ماں بنے گی اور ایک بچے کو جنم دے کر اسے سینے سے لگائے گی تو پھر گڑیا کو بھول جائے گی۔ دوسرا بچہ اسے نارمل بنا دے گا۔

یہ بات سمجھ میں آگئی کہ پارس کسی اجے کمار اور اس کی پتنی کے کاغذات حاصل کر کے سچ مچ ان میاں بیوی کا رول ادا کر رہا ہے اس لیے اب تک کسی کو ان پر شبہ نہیں ہوا ہے۔

ادھر افسر نے کاغذات پڑھے اور مطمئن ہو کر شی تارا کی مرضی کے مطابق انہیں سوپور جانے کی اجازت دے دی۔ وہ دونوں اپنا سامان لے کر کاؤنٹر پر آئے اور ہوٹل کا بل ادا کرنے لگے۔ شی تارا اپنے ایک آلۂ کار کو سمجھا رہی تھی کہ اسے کس طرح اپنا رول پلے کرنا ہے۔ ہوٹل کا ملازم ان کا سامان اٹھا کر ایک ٹیکسی میں رکھ رہا تھا کیونکہ وہ وہاں سے بس اڈا کی طرف جانا چاہتے تھے پھر بس کے ذریعے سوپور روانہ ہونے والے تھے۔

ہوٹل کا بل بنانے میں دیر ہو رہی تھی۔ شی تارا خیال خوانی کے ذریعے حساب میں دو بار گڑبڑ کر چکی تھی۔ پارس نے آفرین سے کہا "تم ٹیکسی میں جا کر بیٹھو' میں ابھی آرہا ہوں۔ بھئی منیجر صاحب' پچیس پچاس روپے زیادہ ہی لے لو۔ اب یہ حساب ختم کرو۔"

منیجر نے کہا "سوری سر! زیادہ لینا ہمارے لیے پاپ ہوگی یا رشوت اور میں ایسی باتوں کے خلاف ہوں۔ بس ابھی حساب ہو جائے گا۔"

آفرین گڑیا کو سینے سے لگائے ہوٹل کے باہر آئی۔ ڈرائیور نے ٹیکسی کی اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ بیٹھ گئی۔ اسی وقت دوسری طرف کا دروازہ کھول کر ایک شخص آیا پھر ریوالور دکھا کر بولا "ایک ذرا آواز نکالو گی تو اِدھر تمہیں اور اُدھر پارس کو گولی ماردی جائے گی' منہ بند رکھو۔"

اسے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں ملا۔ ٹیکسی چل پڑی تھی اور اس کی رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ وہ موت سے نہیں ڈرتی تھی مگر یہ دھمکی اثر کر گئی تھی کہ منہ کھولے گی تو صرف اسے نہیں' پارس کو بھی گولی ماری جائے گی اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا پارس لاعلمی میں مارا جائے۔

آخر حساب مکمل ہوا۔ اس نے بل ادا کیا پھر باہر آکر دیکھا تو ایک ٹیکسی آکر کھڑی ہو گئی۔ ڈرائیور نے پوچھا "صاحب! گاڑی چاہیے؟"

"نہیں! یہاں ایک اور ٹیکسی تھی۔ اس میں میری پتنی تھی۔ وہ ٹیکسی کہاں ہے؟"

"صاحب! میں تو ابھی آرہا ہوں۔ پتا نہیں مجھ سے پہلے یہاں کسی کی ٹیکسی تھی۔"

ایک ملازم نے ہوٹل کے اندر سے آکر کہا "صاحب! آپ کا فون کاؤنٹر پر ہے۔"

وہ سمجھ گیا' کوئی گڑبڑ شروع ہو چکی ہے اور شاید فون اسی سلسلے میں ہے۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا کاؤنٹر پر آیا پھر ریسیور اٹھا کر بولا "میں ہوں' کون ہے؟"

کسی شخص کی آواز سنائی دی "آپ مجھے نہیں جانتے مسٹر اجے کمار! ویسے میں بھی آپ کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ آپ ایک نہایت حسین بیوی کے مالک ہیں جب سے اسے دیکھا ہے' راتوں کی نیند اڑ گئی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ فوراً بتاؤ' میری پتنی کہاں ہے؟"

"یہ بتا دوں گا تو میری آج کی رات کیسے گزرے گی؟ بھئی ہم انسان روٹیاں بانٹ کر کھاتے ہیں۔ کیا حسن و شباب کو بھی آپس میں بانٹ نہیں سکتے؟"

پارس کو غصہ میں آنا چاہیے تھا لیکن اسے بچپن ہی سے شدید غصے میں بھی دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی تربیت دی گئی تھی۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "اچھا تو تم حصہ داری چاہتے ہو۔ چلو پارٹنر بن جاؤ۔ مجھے بھی اپنے پاس بلاؤ۔ خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔"

"کیا مجھے گدھا سمجھتے ہو کہ اپنی پیٹھ پر تمہیں سوار کرانے کے لیے بلاؤں گا؟"

"بلانا تو ہوگا ورنہ اسے ہاتھ نہیں لگا سکو گے اور اگر ہاتھ لگایا تو بڑی عبرتناک موت مرو گے۔"

"میں کہیں پایا جاؤں گا تو تمہارے ہاتھوں سے ضرور مروں گا۔ اگر اپنی پیاری دھرم پتنی سے بات کرنا چاہتے ہو تو وہیں کاؤنٹر کے قریب رہو۔ وہ یہاں پہنچے گی تو میں اس سے بات کراؤں گا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ ریسیور رکھ کر کاؤنٹر سے کچھ فاصلے پر آکر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا' کیا واقعی کسی دل پھینک عیاش نے آفرین کو اغوا کیا ہے یا اور کوئی سازش مکمل شروع ہو گیا ہے؟

وہ ایک ایک پہلو پر غور کر رہا تھا۔ یہ معاملہ اس وقت سے شروع ہوا تھا جب ڈائننگ ہال میں ایک پہی مارا گیا تھا پھر پاشا زخمی ہوا تھا۔ اس کے بعد ارنا نے شی تارا کی مرضی کے مطابق خودکشی کی تھی۔ ان تمام معاملات کے پیچھے شی تارا رہی تھی۔

پھر اس نے دوسرے پہلو پر غور کیا کہ ہوٹل میں تمام لوگوں کو چیک کیا گیا تھا۔ صرف آفرین کو دماغی مریضہ سمجھ کر نظرانداز کیا گیا تھا لیکن پہی کی اصلیت ظاہر ہونے کے بعد پولیس افسر نے آفرین کے میڈیکل کاغذات چیک کیے۔ اس افسر نے پہلے کیوں آفرین کو نظرانداز کیا پھر اس پر شبہ کیوں کرنے لگا؟ کیا یہ شبہ افسر نے خود کیا تھا' یا شی تارا شبہ کر رہی تھی؟

پوجا نے اسے بتایا ہوگا کہ اُسی پگلی نے اِسے پول کے پانی میں گرایا تھا پھر شی تارا نے زخمی پاشا کے اندر جا کر معلوم کیا ہوگا کہ وہ پگلی اس کے سامنے والے کمرے میں رہتی تھی۔ ایسا سوچتے وقت پارس چونک گیا۔ اسے یاد آیا کہ وہ آفرین سے اس آواز اور لہجے میں گفتگو کر رہا تھا جس میں وہ پاشا سے فون کے ذریعے کر چکا تھا اور اسے طیش دلایا تھا کہ وہ پہی کو گولی نہیں مار سکے گا۔

اب پارس اصل معاملے تک پہنچ لگا کہ شی تارا نے پاشا کے اندر رہ کر اسی تبدیل شدہ آواز اور لہجے کو سنا اور پاشا کے چور خیالات سے اس کے پارس ہونے کی تصدیق کی۔ اب یہ شبہ یقین کی حد تک ہونے لگا کہ آفرین کے اغوا میں شی تارا کا ہاتھ ہے۔ آخر عورت ہے' انتقام اپنے مرد سے نہ لے سکی تو سوکن سے لے رہی تھی۔

ملازم نے آکر کہا "صاحب! آپ کا فون ہے۔"

وہ اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا پھر ایک طرف رکھے ہوئے ریسیور کو اٹھا کر بولا "ہاں۔ میں اجے بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے وہی اجنبی شخص بولا "بھائی اجے! تم میاں بیوی تو بڑے گہرے ہو۔ باہر سے کچھ اور اندر سے کچھ ہو۔ میرے ایک تجربہ کار جاسوس نے ایک محدب شیشے سے تمہاری پتنی کا چہرہ دیکھ کر کہا کہ یہ اصلی نہیں ہے۔ ہم نے وہ شیشہ لوشن سے اس کے چہرے کی صفائی کی تو پہلے سے زیادہ حسین' چاند سا مکھڑا نکل آیا اگرچہ میری نیت اور خراب ہو گئی ہے۔ اس کے باوجود میں اسے تمہاری امانت سمجھ کر ہاتھ نہیں لگاؤں گا' مگر ایک شرط ہے۔"

"اپنی شرط بیان کرو۔"

"اپنے بارے میں سچ سچ بتا دو۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم اجے کمار نہیں ہو۔ تمہاری اصلیت کچھ اور ہے۔ ہم بھی یہاں کسی اور بھیس میں رہتے ہیں اور ہماری اصلیت بھی کچھ اور ہے۔ یعنی ہم بھی تمہاری طرح ہو سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری منزل ایک ہو اس لیے اپنے بارے میں کچھ نہ چھپاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نہیں چھپاؤں گا لیکن اس وقت جب روبرو ملاقات ہوگی۔"

"بے شک فون پر ایسی باتیں نہیں ہوتیں۔ ابھی ہوٹل کے سامنے ایک سفید کار آئے گی۔ اسے ڈرائیو کرنے والا ایک سیاہ رنگ کا ہندوستانی ہے۔ تم اس کے پاس آکر کوڈ ورڈ زادا کرو گے کہ سفید کے اندر کالا ہے۔ وہ جوان کوڈ ورڈز کے گا کہ لیکن دال میں کالا نہیں ہے۔ ایسا جواب سن کر تم اس کار میں ہمارے پاس چلے آؤ گے۔ یہ لو اب اپنی وائف سے بات کرو۔"

چند سیکنڈ کے بعد آفرین کی آواز سنائی دی "ہیلو' میں بول رہی ہوں۔ یہ سب امریکی ہیں لیکن تم سے بولنے والا ایک ہندوستانی ہے۔ انہوں نے میرا میک اپ اتار دیا ہے۔ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کر رہے ہیں۔"

"ان سے کہو جوابات میں دوں گا۔ اگر انہوں نے تمہیں پریشان کیا تو ان کی اور ہماری منزل ایک ہونے کے باوجود میں دشمن بن جاؤں گا۔"

اس اجنبی شخص کی آواز سنائی دی "میں دوسرے ریسیور سے سن رہا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری وائف کو پریشان نہیں کیا جائے گا۔ تم آؤ گے تو یہ تمہیں بالکل مطمئن ملے گی۔"

"میں چاہوں گا کہ تم میاں بیوی کی باتیں نہ سنو۔"

"بہتر ہے۔ میں ریسیور رکھ رہا ہوں۔"

آفرین نے کہا "ہاں' میں دیکھ رہی ہوں' وہ شیشے کی بڑی کھڑکی کے اس پار ہے اور اس نے ریسیور رکھ دیا ہے۔"

"وہاں اب تک کتنے لوگ تمہاری نظروں میں آئے ہیں؟"

"چار امریکی ہیں۔ ان میں سے ایک ان کا کوئی بڑا ہے۔ سب اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ دو ہندوستانی ہیں اور باقی تین اپنی گفتگو اور انداز سے پاکستانی لگتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' فکر نہ کرو۔ میں آرہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر ہوٹل کے باہر آیا۔ سوچنے لگا کہ اندازہ غلط

ہو رہا ہے۔ آفرین کو شی تارا نے نہیں امریکی ایجنٹوں نے اغوا کرایا ہے۔ کشمیر فی الوقت بھارتی فوجیوں' مسلمان کشمیری مجاہدوں' بین الاقوامی سراغ رسانوں' یہودی اور امریکی منصوبہ سازوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ کوئی مقابلے پر آتا ہے یا کسی طرح کی سازش کرتا ہے تو یہ فوراً ہی سمجھنا مشکل ہوتا ہے کہ مقابل کا تعلق کس گروہ سے ہے؟"

سوچتے رہنے کے دوران ایک سفید کار کچھ فاصلے پر آکر رکی۔ اس میں ایک سیاہ رنگ کا ہندوستانی ڈرائیور بیٹھا ہوا تھا۔ پارس نے قریب آکر کھڑکی پر جھک کر آہستگی سے کہا "سفید کے اندر کالا ہے۔"

ڈرائیور نے مسکرا کر جواب دیا "لیکن وال میں کالا نہیں ہے۔"

اس نے کار سے باہر آکر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ پارس وہاں بیٹھ گیا پھر وہ کار وہاں سے چل پڑی۔ شی تارا نے پارس سے دور رہ کر بھی قریب رہنے کا ذریعہ پاشا کو بنایا تھا۔ پارس نے دو طرح کی آوازیں اور لہجے اختیار کر رکھے تھے۔ ایک لہجہ تو وہ تھا جو عام طور سے وہ ہوٹل اور پبلک پلیس میں اختیار کرتا تھا دوسرا لہجہ وہ تھا جسے وہ ارینا پاشا سے فون پر گفتگو کرتے وقت اختیار کیا کرتا تھا۔

اب وہ دونوں آوازیں اور لہجے پاشا کو معلوم ہو چکے تھے۔ وہ بستر پر پڑا شی تارا کی مرضی کے مطابق پارس کی وہ تمام گفتگو سن رہا تھا جو فون پر امریکی ایجنٹوں اور آفرین سے ہوتی رہی تھی۔

شی تارا نے اس کے ذریعے پارس اور سیاہ رنگ کے ڈرائیور کے کوڈ ورڈز بھی سنے۔ پھر وہ ڈرائیور کے اندر بھی پہنچ گئی۔ اس طرح وہ پارس کے قریب رہنے کے راستے ہموار کرتی جا رہی تھی۔ وہ بہت خوش تھی اگرچہ پارس ایک نئی دلدل میں دھنستے جا رہا تھا پھر بھی وہ اس لیے خوش تھی کہ اس کا محبوب زندہ ہے اور آفرین اس سے دور کر دی گئی ہے۔ اگر دوبارہ اس سے ملایا جائے گا تو وہ اسے اپنے پارس سے ملنے نہیں دے گی۔ آئندہ اپنے کسی ہتھکنڈے سے آفرین کو اس سے دور کر دے گی۔

وہ آفرین کو ہلاک کر کے ہمیشہ کے لیے یہ کانٹا دور کر سکتی تھی لیکن اب اپنے پارس کی ناراضی مول لینا نہیں چاہتی تھی۔ اگر اسے ہلاک کرتی تو پارس سے یہ بات آج چھپتی' کل ظاہر ہو جاتی پھر وہ اس سے اور زیادہ نفرت کرنے لگتا۔

شی تارا کو حالات نے اور تجربات نے بہت کچھ سکھایا تھا اس لیے وہ ہر معاملے میں محتاط رہنے لگی تھی۔ خصوصاً پارس کا دل جیتنے کے طریقوں پر عمل کر رہی تھی۔

سری نگر میں جھیل ڈل کا پہلا حصہ گگری بل کہلاتا ہے۔ اس کے بعد ایک چھوٹا سا بیچ حصہ ہے پھر اس کے بعد جھیل کا دوسرا حصہ "روپے لنگ" شروع ہوتا ہے۔

گگری بل کی طرف پہاڑیوں کا حسین سلسلہ ہے۔ قریب ہی ہندوؤں کے لیے ایک تیرتھ کا مقام ہے اور ایک بڑی سی عمارت ہے جو کالی سنگم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ عمارت ایک گھاٹی پر واقع ہے۔ کالی کا مطلب سیاہ اور سنگم اسے کہتے ہیں جہاں دو دریا ملتے ہیں۔ ایسے مقامات ہندوؤں کے لیے مقدس ہوتے ہیں اس لیے بھارت میں بھی گنگا اور جمنا دریاؤں کے سنگم کو مقدس سمجھا جاتا ہے۔

بہرحال وہ سفید کار عمارت کے احاطے میں آکر رک گئی۔ اس عمارت کے بڑے دروازے پر دو مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے۔ وہ دونوں ایشیائی تھے۔ پارس کار سے نکل کر دروازے کی طرف آیا تو ایک مسلح شخص نے ایڑیاں بجا کر سیلیوٹ کرتے ہوئے کہا "السلام علیکم۔"

دوسرے نے بھی فوجی انداز میں سیلیوٹ کرتے ہوئے کہا "نمستے۔ جے رام جی کی۔"

پارس نے ان دونوں پر نظر ڈالی ذرا مسکرایا پھر کہا "وعلیکم السلام۔ نمستے جے رام جی کی۔ واہ گورو دست سری اکال۔ آداب عرض۔ جے ہند اور پاکستان زندہ باد۔"

ان مسلح افراد نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا پھر دروازہ کھول دیا۔ اندر ایک کاریڈور تھا۔ وہاں ایک مسلح گائیڈ اسے لے کر ایک بڑے سے ہال میں آیا۔ وہاں تین امریکی' دو ہندوستانی اور تین پاکستانی تھے۔ پارس نے دور تک نظریں دوڑائیں۔ ایک بھاری بھرکم عمر رسیدہ امریکی نے ہال میں داخل ہو کر کہا "تمہاری نظریں اپنی دائف کو تلاش کر رہی ہیں؟"

پارس نے کہا "نظروں کو سمجھتے ہو تو زبان کھولنے سے پہلے اسے میرے پاس لے آؤ۔"

"ابھی آجائے گی۔ پہلے تم اپنا میک اپ اتارو۔ ہم پردے میں نہیں ہیں۔ تم بھی پردہ اٹھا دو۔"

سامنے ایک سینٹر ٹیبل پر میک اپ اتارنے کا سامان تھا۔ پارس ایک صوفے پر بیٹھ کر اپنے چہرے سے میک اپ صاف کرنے لگا۔ چند منٹوں کے بعد ہی اجے کمار کے چہرے کے پیچھے سے ایک نیا چہرہ ابھرا۔ وہ پارس کا اصلی چہرہ نہیں تھا ورنہ شاید امریکی اسے میرے بیٹے کی حیثیت سے پہچان لیتے۔ اس نے دہلی سے کشمیر آنے سے پہلے اپنے چہرے پر ہلکی سی پلاسٹک سرجری کی تھی۔

وہ عمر رسیدہ امریکی ان سب کا سربراہ تھا۔ اس کا نام پرائزلر تھا۔ اس نے اپنے ایک تجربہ کار جاسوس کو اشارہ کیا۔ وہ ایک میگنیفائنگ گلاس لے کر پارس کے قریب آیا پھر اس عدسے سے اس کے چہرے کا معائنہ کرنے لگا۔

پارس نے پلاسٹک میں انسانی گوشت کے ریشوں کی آمیزش کی تھی اس لیے ایسی سرجری پہچان میں نہیں آتی تھی۔ جاسوس نے مطمئن ہو کر کہا "یہی اس کا اصلی چہرہ ہے۔"

ان کے لیڈر پرائزلر نے حکم دیا "ہمارے اجنبی دوست کی

دائف کو لے آؤ۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ آفرین اس ہال میں داخل ہوئی پھر دوڑتی ہوئی آکر پارس سے لپٹ گئی۔ شی تارا وہاں ایک ایسے انگریز کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی جو سگار کے کش لگا رہا تھا۔ وہاں شراب پینے والے بھی تھے لیکن ابھی بوتلیں کھولی نہیں گئی تھیں۔ اس لیے اندازہ نہ ہو سکا کہ ان میں کتنے شرابی ہیں اور کتنے یوگا کے ماہر ہیں اس لیے وہ سگار پینے والے کے اندر تھی۔ اس کے ذریعے آفرین کو پارس سے لپٹتے دیکھ کر جل بھن گئی تھی۔ واپس دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر آنکھیں بند کر کے خود کو سمجھانے لگی۔ حسد' جلاپا اور غصہ مجھے ہمیشہ نقصان پہنچاتا آیا ہے۔ صبر کرنے سے ذہانت کو آزمانے سے کامیابی کی راہیں کھلتی ہیں۔

وہ بڑی دیر تک خود کو سمجھاتی رہی جب دماغ ٹھنڈا ہوا تو وہ پھر سگار والے کے اندر پہنچ گئی۔ اس وقت لیڈر پرائزلر اپنے لوگوں کا تعارف کرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "ہم امریکی ہیں' ہمارے ساتھ یہ ہندوستانی اور پاکستانی دوست ہیں۔ ہم کشمیر کے حوالے سے بھارت اور پاکستان کی دشمنی ختم کرانا چاہتے ہیں۔ اس خطے میں امن و امان قائم رکھنا چاہتے ہیں۔"

ایک بھارتی نے کہا "میرا نام بلرام ہے۔ میں ایک صوبے کا لیڈر تھا۔ میں نے بھارتی حکومت کو سمجھایا کہ وہ کشمیر میں فوجی کارروائیاں بند کر دے لیکن ہمارے بھارتی حکمرانوں کا برسوں سے ایک ہی جواب ہے کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے۔ وہ کشمیریوں کو کچل کر رکھ دیں گے۔"

ایک پاکستانی نے کہا "میرا نام کاشف خیری ہے۔ میں کشمیر کی آزادی چاہتا ہوں۔ پاکستانی حکومت کو سمجھا چکا ہوں کہ وہ کشمیر کے معاملے کو امریکا پر چھوڑ دے' امریکی مشوروں کو تسلیم کر کے اپنا ایٹمی پروگرام بند کر دے اور کہوٹہ کا معائنہ کرنے دے تاکہ معلوم ہو کہ پاکستان ایٹم بم بنا چکا ہے یا نہیں؟"

"یہی بات بھارتی حکمرانوں سے بھی کہی گئی ہے کہ وہ اپنے ایٹمی پلانٹ کا معائنہ کرنے دیں لیکن وہ انکار کر رہے ہیں جواباً پاکستان بھی معائنے کی اجازت دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

سربراہ پرائزلر نے کہا "ہم چاہتے ہیں' کشمیر میں نہ بھارت رہے' نہ پاکستان۔ یہ جھگڑا اس طرح ختم ہو سکتا ہے کہ کشمیر ایک آزاد خطہ رہے اور امریکا اس کی دیکھ بھال کرے اور اس علاقے میں ترقیاتی کاموں کے ذریعے کشمیر کو ترقی یافتہ ریاستوں کی صف میں لا کھڑا کرے۔"

دوسرے امریکی نے کہا "ہم یہاں محض بھارتی فوجیوں اور کشمیری مجاہدین کی لڑائی ختم کرانے' امن و امان قائم کرنے اور کشمیر کا حسن واپس لانے کے نیک ارادوں سے آئے ہیں۔"

پارس نے کہا "اسرائیل کے پاس فی الوقت دو سو ایٹم بم ہیں۔ لوگوں کے نیک ارادے وہاں دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ بھارت کے پاس جتنے ایٹم بم ہیں اتنے ہی پاکستان میں ہونے چاہئیں تاکہ طاقت کا توازن قائم رہے لیکن امریکی پالیسی یہ توازن قائم نہیں رکھ رہی ہے۔ صرف پاکستان پر دباؤ ڈال رہی ہے۔ اسے ایف ۱۶ طیارے نہ دے کر معاہدے کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے۔ جبکہ ان طیاروں کی پوری قیمتیں ادا کر دی گئی ہیں پھر یہ کہ پاکستان کی اقتصادی اور مالی امداد بند کر دی ہے۔ ایسی صورت میں اپنے ارادوں کو نیک نہ کہو۔"

پرائزلر نے پارس سے کہا "تمہاری باتوں کی تلخی سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم پاکستانی ہو' مسلمان ہو اور کشمیر میں جہاد کے لیے آئے ہو۔"

پارس نے کہا "میں جو سچی اور کھری باتیں کہہ رہا ہوں یہ دنیا کے کئی غیر جانبدار اخبارات اور سیاسی اکابرین کہہ رہے ہیں۔ کیا تم ان سب کو بھی پاکستانی' مسلمان اور کشمیری مجاہد کہو گے؟"

"تو پھر تم کون ہو؟ ہم نے اپنا تعارف کرایا ہے۔ تم اپنے بارے میں بتاؤ۔"

وہ بولا "میں ایک لوٹا ہوں۔ جدھر منافع کی ڈھلان دیکھتا ہوں' ادھر لڑھک جاتا ہوں۔ جو ملک زیادہ رقم دیتا ہے' اس کے لیے جاسوسی کرتا ہوں۔ مجھے سچی اور کھری باتیں کہنے کی عادت ہے۔ یہ عادت جن کو بری لگتی ہے' وہ بھی مجھ سے کام لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں کیونکہ میں خطرات سے کھیل کر مائیکرو فلموں کے ذریعے ایک ملک کا راز دوسرے ملک تک پہنچاتا ہوں۔"

پرائزلر نے کہا "تم سچ کہہ رہے ہو۔ تمہارے یہاں پہنچنے سے پہلے میں نے تمہاری سچائی کو آزما لیا ہے۔ تمہاری دائف کے ساتھ جو سامان آیا تھا میں نے اس کی تلاشی لی تو تین مائیکرو فلمیں ہاتھ آئیں۔ میں نے ڈارک روم میں جا کر ان فلموں کا انلارجمنٹ دیکھا ہے۔ ان میں بھارت اور کشمیری مجاہدین کے بہت سے اڈے اور راز پوشیدہ ہیں۔"

پرائزلر جن مائیکرو فلموں کی باتیں کر رہا تھا' انہیں ارینا نے سیمسن کی مدد سے تیار کیا تھا۔ بعد میں پارس نے انہیں چرا کر اپنے سامان میں رکھ لیا تھا۔ اب ان فلموں کے ذریعے پارس' پرائزلر کا اعتماد حاصل کر رہا تھا۔

اس نے پوچھا "تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا؟ کس ملک سے تعلق ہے؟"

پارس نے کہا "میرا کام ایسا ہے کہ نام بدلتا رہتا ہے۔ میرے کئی چہرے اور کئی پاسپورٹ ہیں۔ بڑی صفائی سے دو سروں کے پاسپورٹ کی تصویر کا چہرہ اپنا کر ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچ جاتا ہوں۔"

"تمہارا کوئی پیدائشی نام تو ہو گا؟"

"میرا کوئی اصل نام' اصل ملک اور اصل مذہب نہیں ہے۔ میرا دین دھرم صرف دولت ہے۔ تمہارا کوئی کام ہو تو بتاؤ۔ اس

حساب سے رقم کا مطالبہ کروں گا۔ تو ہی رقم پہلے اور تو ہی بعد میں۔ یوں پہلے اور بعد کے درمیان تمہارا کام ہو جائے گا۔"

بلرام نے کہا "مسٹر تمیں مار خان! کیا اسے ڈینگیں مارنا نہیں کہتے؟"

"کہتے ہوں گے لیکن آزمائش شرط ہے۔ جب میں ہوٹل میں تھا تو تم نے ہی مجھ سے فون پر بات کی تھی اور میری وائف کے لیے برے خیالات ظاہر کیے تھے۔ اگر پرائزلر صاحب اجازت دیں تو میں ابھی تمہاری گردن توڑ کر انہیں تحفے میں پیش کروں گا۔"

بلرام غصے سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پرائزلر نے حکم دیا "بیٹھ جاؤ۔ تم نے فون پر جیسا کہا تھا' ویسا جواب سن لیا۔ میری ٹیم میں کسی کو ایک دوسرے سے لڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ جو میری اجازت کے خلاف کام کرتا ہے' میں اسے گولی مار دیتا ہوں۔"

پھر اس نے پارس سے کہا "مسٹر اُن نون (اجنبی)! میرے ساتھ آؤ۔ میں تنہائی میں ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"تنہائی میں بیوی ضرور ہوتی ہے اس لیے میں اپنی وائف کے ساتھ چلوں گا۔"

"لیکن میں بہت ہی اہم راز کی باتیں کروں گا۔ بیوی خواہ کتنی ہی حسین ہو' وہ عام عورت کی طرح پیٹ کی ہلکی ہوتی ہے۔"

آفرین نے کہا "تم جاؤ اور دولت کمانے کی باتیں کرو۔ میں یہاں رہوں گی۔ جب تم یہاں آ ہی گئے ہو تو اب کوئی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔"

پارس نے اسے محبت سے دیکھا پھر پرائزلر کے ساتھ وہاں سے چلتا ہوا ایک کمرے میں آیا۔ پرائزلر نے دروازے کو اندر سے بند کر کے پوچھا "کیا پیو گے؟"

وہ بولا "دنیا کی کوئی سی بھی شراب ہو' میں ہضم کر لیتا ہوں اور بالکل نیٹ پیتا ہوں' پانی یا سوڈا نہیں ملاتا۔"

"پھر تو جلدی لڑھک جاتے ہو گے۔"

"کون لڑھکے گا' یہ ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

پرائزلر نے ایک کیبنٹ کو کھولا۔ اس میں مختلف اقسام کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے دو بھری ہوئی بوتلیں سینٹر ٹیبل پر لا کر رکھیں پھر شیشے کا گلاس اور سوڈے کی بوتلیں رکھتے ہوئے بولا "چین کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"اپنی معلومات بیان کروں گا تو سنتے سنتے سو جاؤ گے۔ تمہارے جیسے امریکن کو جگائے رکھنے کے لیے اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ وہ سپر پاور بن رہا ہے۔ اس کی بڑھتی ہوئی طاقت امریکا کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔"

"اور ہم امریکی اسے یہاں سے آگے بڑھنے نہیں دیں گے اس لیے ہم کشمیر اور سیاچن کو بہت زیادہ اہمیت دے رہے ہیں۔ اگر ہم ان علاقوں میں اپنے فوجی اڈے قائم کر لیں گے تو وہ جنوبی ایشیا پر سپر پاور بن کر حاوی نہیں ہو سکے گا اور جب ہم اسے یہاں سے آگے بڑھنے سے روک لیں گے تو پھر وہ مشرقِ وسطیٰ اور یورپ کی طرف کبھی پیش قدمی نہیں کر سکے گا۔"

پارس نے بوتل کھولتے ہوئے کہا "یعنی آپ کشمیر اور سیاچن میں اس لیے فوجی اڈے قائم کرنا چاہتے ہیں کہ جنوبی ایشیا والے چین کو نہیں آپ کو سپر پاور تسلیم کرتے رہیں۔"

"کسی ایک کو تو سیاسی لحاظ سے سپر پاور تسلیم کرنا ہو گا تو پھر صرف ہمیں کیوں نہ تسلیم کیا جائے؟"

وہ سوڈا ملا کر وہسکی پینے لگا۔ پارس نے گلاس میں خالص وہسکی ڈالنے کے بعد پینا شروع کیا تو وہ تعجب سے بولا "تم واقعی خالص پی رہے ہو۔"

"اگر تم سپر پاور ہو تو خالص پی کر دکھاؤ۔ شراب کو تم پر نہیں' تم کو شراب پر حاوی ہونا چاہیے۔"

"احمقانہ باتیں چھوڑو اور کام کی باتیں کرو۔ تمہاری وہ تینوں مائیکرو فلمیں ہمارے کام کی ہیں۔ ان کے ذریعے ہمیں بھارت کی کچھ کمزوریاں معلوم ہوئی ہیں۔ ایسی ہی فلمیں پاکستان اور خصوصاً سیاچن کے بارے میں بناؤ اور معاوضہ بتاؤ؟"

پارس نے گلاس کو منہ سے لگا کر غٹاغٹ پینا شروع کیا۔ پرائزلر نے کہا "پہلے میری بات کا جواب دو ورنہ یہ گلاس خالی کرنے کے بعد بولنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

اس نے گلاس خالی کر کے میز پر رکھا پھر کہا "میں پہلا گلاس خالی کرنے کے بعد ہی بولنے کے قابل ہوتا ہوں۔ ہاں تو تم سیاچن کی فوٹو گرافی چاہتے ہو۔ پتا ہے یہ علاقہ کتنی ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ یہاں کا درجہ حرارت منفی چالیس ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ ایسی جگہ زندہ رہنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے لیکن پاکستانی فوج کے جوان وطن کے دفاع کے لیے وہاں جی رہے ہیں اور بھارتی افواج کو آگے آنے سے روکتے رہتے ہیں۔"

پرائزلر نے کہا "میں یہی چاہتا ہوں' تم وہاں جا کر معلوم کرو کہ بھارتی اور پاکستانی افواج نے کہاں کہاں اپنے اڈے بنائے ہیں۔"

وہ بولا "پاکستان کے شمالی حصے میں علاقہ بلتستان ہے جہاں سے پاکستان آرمی بڑھتی ہوئی کشمیر سے گزرتی ہوئی بھارت کے سر پر سوار ہو سکتی ہے۔ دوسرا راستہ لداخ ہے جسے بھارت اپنی پیش قدمی کے لیے استعمال کر سکتا ہے کیونکہ لداخ متنازعہ کشمیر میں ہے اس لیے متنازعہ کشمیر سے بھارتی فوج کی واپسی دفاعی نقطۂ نظر سے پاکستان کے لیے لازمی ہے۔ اب تم چاہو گے کہ میں پاکستان کے بلتستانی مورچوں اور بھارت کے لداخ والے مورچوں کی تصاویر لا کر تمہیں دوں۔"

"میں بالکل یہی چاہتا ہوں۔ تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں۔ تم واقعی یہ کام کر گزرو گے۔ اپنا معاوضہ بتاؤ۔"

"میں پیرس کے ایک بینک کا اکاؤنٹ نمبر بتا رہا ہوں۔ فی الحال وہاں پچیس لاکھ ڈالر جمع کرا دو۔ کام ہونے کے بعد مزید پچیس لاکھ

وصول کروں گا۔"

شی تارا اس سگار والے کے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکی تھی کہ پرائزلر اپنے ساتھ پارس کو ایک کمرے میں اہم گفتگو کے لیے لے گیا ہے۔ وہاں شراب کا دور چلے گا۔ وہ پارس کے متعلق جانتی تھی کہ اس زہریلے شخص کے لیے شراب محض پانی ہے' اس پر نشہ طاری نہیں ہو گا۔ وہ نشہ ظاہر کرے گا مگر باطن نارمل رہے گا۔

وہ پرائزلر کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں اس بینک اکاؤنٹ میں تمہاری مطلوبہ رقم جمع کرا دوں گا لیکن اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ تمہیں کامیابی ہو گی۔ ناکامی بھی تو ہو سکتی ہے۔"

پارس نے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہاری وہ تینوں مائیکرو فلمیں اپنے پاس ضمانت کے طور پر رکھوں گا۔ تم کامیاب ہو کر آؤ گے تو ان تینوں کی بھی منہ مانگی قیمت ادا کروں گا۔"

لیکن شی تارا سمجھ رہی تھی کہ پرائزلر کچھ اور چالیں بھی چلے والا ہے اس لیے اسے شراب پلا رہا تھا۔ اس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پارس کے دماغ میں اس وقت آنے والا تھا جب وہ بے ہوش ہو کر آفرین کے ساتھ سونے کے لیے جاتا۔

ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی ہاروے' رئیس الکبیر کے مل سے کام لوٹا تھا۔ سپر ماسٹر نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ کشمیر میں پرائزلر کے پاس جائے اور اس کی ہدایات پر عمل کرتا رہے۔

اس وقت ڈی ہاروے وہاں موجود تھا۔ پرائزلر سوچ کے ذریعے اسے سمجھا رہا تھا کہ مسٹر اُن نون جب ہوش سے بے گانہ ہو جائے تو اس پر خوبی عمل کر کے اسے اپنا تابعدار بنا لے پھر اس کے دماغ میں وہ کر پرائزلر کو یہ رپورٹ دیتا رہے کہ مسٹر اُن نون بلتستان اور لداخ کے مورچوں تک پہنچ کر کیا کرتا پھر رہا ہے۔

ڈی ہاروے اس طرح مسٹر اُن نون کے اندر رہ کر پورے سیاچن گلیشیر کے متعلق خود بھی اہم معلومات حاصل کرتا رہے گا اگر مسٹر اُن نون کو وہاں کے فوجی گرفتار کریں گے تو اس کے ذریعے وہ فوجی جوانوں کے دماغوں میں بھی گھس کر رہ سکے گا۔

یہ بہت بڑی کامیابی ہو گی کہ ڈی ہاروے امریکا میں رہ کر سیاچن کی برف بار چوٹیوں کی بلندی پر جنگ لڑنے والے پاکستانی اور بھارتی فوج کے جوانوں اور افسروں کے اندر آتا جاتا اور فوجی راز معلوم کرتا رہے گا۔

آفرین کے متعلق یہ طے کیا گیا تھا کہ صبح سے پہلے اسے وہاں سے دوسری جگہ پہنچا دیا جائے گا اور ڈی ہاروے اس کے چور خیالات بھی پڑھ کر اس کی اور مسٹر اُن نون کی اصلیت معلوم کرے گا۔

شی تارا کے لیے یہ بات خوش آئند تھی کہ آفرین پارس سے الگ کر دی جائے گی لیکن اسے یہ منظور نہیں تھا کہ آفرین کے دماغ

دلچسپ ترین سلسلے کتابی شکل میں

شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی

ہمزاد (مکمل)

قیمت ۲۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

جال (مکمل)

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

- ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلئے کوئی بھی نام ناممکن نہیں تھا
- اُس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۲۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال
- ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔

- ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔
- جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک تھیکسی میں سفر کر رہا تھا۔
- دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
- اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔

کتابیات پبلی کیشنز، چوک دالگراں، کراچی ۱

سے دشمنوں کو پارس کی اصلیت معلوم ہو جائے۔ محض اپنے پارس کو چھپائے رکھنے کے لیے اس نے سوچا کہ جب آفرین پر تنویمی عمل کیا جائے گا تو وہ بھی اس کے اندر موجود رہے گی اور اس کے معمولہ بننے کے باوجود پارس کی اصلیت ظاہر نہیں ہونے دے گی۔

پارس نے پوری ایک بوتل پینے کے بعد پوچھا "کیا اس میں واقعی بیس برس پرانی شراب تھی؟ مجھے تو نہ مزہ آرہا ہے' نہ سرور محسوس ہو رہا ہے۔"

پرائزلر پر نشہ طاری ہو رہا تھا' وہ بولا "تم آدمی ہو یا کوئی جن ہو۔ پوری بوتل خالص پی لی اور کہتے ہو کہ نشہ نہیں ہو رہا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ میں ایک اور بوتل لاتا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر لڑکھڑاتا ہوا کیبنٹ کے پاس گیا اور دوسری بھری بوتل لے کر آگیا۔ اس وقت پارس پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا تھا۔ اس نے سانس روک لی پھر دوبارہ سانس لیتے ہوئے کہا "مسٹر پرائزلر! تمہارے اس اڈے میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میری ٹیم میں ایسا کوئی نہیں ہے۔"

"لیکن میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ ابھی اس آنے والے کو سانس روک کر بھگا دیا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل خالص ایک بوتل شراب اب آہستہ آہستہ تم پر اثر کر رہی ہے۔ میرے علم میں کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ ہاں' ہندوستان میں یہ علم جاننے والی ایک عورت ہے۔ کوئی اسے شی تارا کہتا ہے اور کوئی اسے پوجا کہتا ہے مگر وہ ہے کوئی پُراسرار عورت۔"

پارس بھی یہی سمجھ رہا تھا۔ اس کا خیال تھا جس طرح وہ فرضی موت کے پردے میں خود کو اس سے چھپا رہا تھا' اسی طرح وہ خود کو چھپا رہی ہے اور پرائزلر وغیرہ کے اندر رہ کر اس کی نگرانی کر رہی ہے۔

دوسری بار اس نے پھر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر شی تارا نے کہا "میں ہوں۔ سانس نہ روکنا۔ تمہیں ایک بڑے خطرے سے آگاہ کرنے آئی ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جو تم نے سانس روکی تھی تو اس وقت میں نہیں ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا تھا۔ اس کا نام ڈی ہاروے ہے اور سپر ماسٹر نے اسے پرائزلر کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔"

"تم پرائزلر کے اندر رہ کر یہ معلومات حاصل کر رہی ہو یا کسی فرضی ڈی ہاروے کی باتیں کہ کر خود کو میری ہمدرد ثابت کر رہی ہو جبکہ تم کشمیر میں کبھی میری ہمدرد اور دوست نہیں رہیں۔ اس کے برعکس دشمن بن کر بھارتی فوجیوں کو میری تلاش میں دوڑاتی رہیں۔"

"پارس! میں بہت شرمندہ ہوں۔ تم میری وجہ سے پریشان ہوتے رہے مگر بھگوان جانتا ہے کہ میں محبت سے دشمنی کرتی رہی ہوں۔ میں نے تمام فوجیوں کو سختی سے تاکید کی تھی کہ تمہیں کوئی جان سے نہ مارے۔ صرف گرفتار کرے۔ میں اسی طرح تمہیں دوبارہ حاصل کر سکتی تھی۔ پلیز' میری محبت کو سمجھو۔"

"بہت اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ مجھے ایسی محبت نہیں چاہیے جو دشمنی سے جاری رہے۔"

"تم دیکھ رہے ہو کہ پرائزلر کے شانے سے جو ہولسٹر لٹک رہا ہے' اس میں بھرا ہوا ریوالور ہے۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر ابھی اس کے ذریعے تمہیں گولی مار کر زخمی کر سکتی ہوں اور تمہارے دماغ پر قبضہ جما سکتی ہوں۔ اگر ایسا نہ کر سکی تو ہمیشہ کے لیے تمہیں ختم کر سکتی ہوں لیکن اب میں وہ شی تارا نہیں رہی۔ تم مانو یا نہ مانو۔ ایک خطرے سے آگاہ کر رہی ہوں' وہ صبح سے پہلے آفرین کو یہاں سے کسی دوسری جگہ پہنچانے والے ہیں۔"

"وہ ایسا کیوں کریں گے جبکہ مجھ سے ایک بہت بڑا کام لے رہے ہیں۔ کیا وہ نہیں سوچیں گے کہ آفرین غائب ہوئی تو میں ان کا کام نہیں کروں گا۔"

"پرائزلر اور ڈی ہاروے کو پورا یقین ہے کہ تمہارے مدہوش ہونے کے بعد تم پر تنویمی عمل کیا جائے گا اور تمہیں تابع دار بنایا جائے گا۔ تمہاری یادداشت سے آفرین کی یادیں مٹا دی جائیں گی۔ اس طرح تم ماضی کو بھول کر ان کے کام کرتے رہو گے۔"

"میں حیران ہوں کہ میں نے تم سے نفرت کر کے آفرین کو اپنے دل کی دھڑکنوں سے لگایا ہے اور تم اس سے کوئی دشمنی نہیں کر رہی ہو۔ اسے اغوا سے بچانے کے لیے مجھے پہلے ہی سے آگاہ کر رہی ہو۔"

"میں کہہ چکی ہوں پھر ایک بار قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں وہ پہلی والی شی تارا نہیں رہی۔ میں تمہاری خوشی کو اپنی خوشی سمجھتی ہوں۔ بے شک تم آفرین کے ساتھ تمام عمر گزارو۔ میں اپنے حصے کی محبت نباہتی رہوں گی اور ہمیشہ آڑے وقت کام آتی رہوں گی۔"

"میں یہ کبھی یقین نہیں کروں گا کہ کریلا میٹھا ہو سکتا ہے۔ تم نے ایک فرضی ڈی ہاروے اس لیے پیدا کیا ہے کہ آفرین کو تم اغوا کرو اور الزام سپر ماسٹر اور پرائزلر کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر آئے۔ شی تارا! تم اور کسی حسینہ کو میرے پاس برداشت کرو' یہ ناممکن ہے۔ عورت اپنی ہتھیلی پر جلتے ہوئے انگارے برداشت کر لیتی ہے لیکن اپنے مرد کے ساتھ کسی دوسری عورت کو کبھی برداشت نہیں کر سکتی' اب جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روکی۔ وہ وہاں سے نکل کر پرائزلر کے اندر آگئی۔ اس نے اب تک پارس کے ساتھ جو سلوک کیا تھا' اس کے نتیجے میں وہ ایسی ہی بے اعتبار ہوتی اور ہو رہی تھی جسے دل و جان سے چاہتی تھی اس کا اعتماد کھو چکی تھی۔

ویسے یہ سچ تھا کہ وہ ہتھیلی پر جلتا ہوا انگارہ برداشت کر سکتی تھی لیکن پارس کے ساتھ کسی حسینہ کو دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ آفرین اس سے دور ہو جائے۔ یہ سچ بات اس نے پارس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کہی تھی اور یہ سوچ لیا تھا کہ ڈی ہاروے کو اس کے اغوا کا موقع دے گی۔ اس طرح راستے کا کانٹا بھی صاف ہو گا اور پارس کو بھی ماننا پڑے گا کہ شی تارا نے ہونے والی اغوا کی واردات سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔

لیکن اسی دوہری چال سے پہلے ہی پارس نے فیصلہ سنا دیا تھا کہ شی تارا پر وہ کبھی بھروسا نہیں کرے گا۔ اگر آفرین اغوا کی گئی تو اس میں شی تارا کا ہی ہاتھ ہو گا۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ جب بدنام ہی ہونا ہے تو پھر کیوں نہ خود ہی آفرین کو وہاں سے غائب کرا دے اور اپنے بھارت دیس کے خلاف جو ٹائپ کردہ فلمیں پرائزلر کے پاس رکھی ہوئی ہیں' انہیں حاصل کر کے ضائع کر دے۔

اس کے پیار سے دھڑکتے ہوئے دل نے پوچھا "پارس کا کیا بنے گا؟ وہ لوگ اسے ضرور اپنا تابعدار بنائیں گے۔"

وہ پرائزلر کے دماغ میں بیٹھی سوچ رہی تھی۔ اسے ڈی ہاروے کی سوچ سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مسٹر پرائزلر! یہ مسٹر اَن نون کوئی بہت ہی پُراسرار شخص ہے یا پھر کوئی ایسا طریقہ استعمال کر رہا ہے کہ شراب اس کے لیے پانی بن جاتی ہے۔ یہ دوسری بوتل بھی آدھی پی چکا ہے۔ ابھی میں اس کے پاس گیا تھا لیکن اس نے سانس روک لی۔"

پرائزلر نے پوچھا "یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ ڈیڑھ بوتل خالص شراب کو کیسے پانی بنا کر پی سکتا ہے اور اس حد تک ہوش میں رہ سکتا ہے کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے۔"

ڈی ہاروے نے کہا "دنیا میں بڑے بڑے چالباز ہیں' کیا آپ نہیں جانتے کہ تھوڑی سی کوکین ڈاڑھ کے نیچے دبالی جائے اور شراب کی بوتل پر بوتل پی لی جائے تو وہ کوکین شراب کو بے اثر کر دیتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر اَن نون نے اپنے منہ میں کوکین چھپا رکھی ہے اور شراب کو پانی بنا کر پی رہا ہے۔"

"پھر تو یہ واقعی بے حد مکار ہے اور ہمارے کام کا آدمی ہے۔ اسے کسی بھی طرح اپنا معمول اور تابع دار بنانا ہو گا۔"

"اب تو ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے کہ اسے کسی طرح زخمی کیا جائے پھر یہ سانس روکنے یعنی میرا راستہ روکنے کے قابل نہیں رہے گا۔"

یہ سنتے ہی شی تارا پارس کے پاس آئی۔ یہ بتانا چاہتی تھی کہ اسے کسی وقت بھی کسی طرح زخمی کیا جا سکتا ہے لیکن وہ اسے مخاطب نہ کر سکی۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ اس نے چند سیکنڈ انتظار کیا۔ دوبارہ اس کے پاس گئی پھر ناکام ہو کر پرائزلر کے اندر آئی اور صحیح وقت پر آئی۔ وہ اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال رہا تھا۔

ڈی ہاروے کہہ رہا تھا "اس کے بازو کا نشانہ لو اور گولی مار کر زخمی کر دو۔"

اس نے ریوالور کا رخ پارس کی طرف کیا تو اس نے مسکرا کر سوچا "شی تارا! میں جانتا تھا' تم اپنی اصلیت دکھاؤ گی اور مسٹر پرائزلر کے ذریعے مجھے زخمی کر کے میرے دماغ پر قبضہ جماؤ گی۔"

اتنا سوچتے ہی اچانک ریوالور کا رخ پھر گیا۔ اس کی نال پارس کی طرف سے گھوم گئی۔ پرائزلر کے اپنے بازو کے نشانے پر آتی پھر ٹھائیں سے گولی چل گئی۔

پرائزلر کے حلق سے چیخ نکلی۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا پھر وہ کرسی سے الٹ کر فرش پر گر پڑا۔ ڈی ہاروے نے اس کے اندر کہا "یہ تم نے کیا حماقت کی۔ میں نے مسٹر اَن نون کے بازو کو زخمی کرنے کے لیے کہا تھا۔ افسوس یہ بھول گیا تھا کہ تم پر نشہ حاوی ہو گیا ہے۔ تمہیں ایک اجنبی کے ساتھ بیٹھ کر اس قدر نہیں پینا چاہیے تھا۔"

اس بار وہ پرائزلر کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر بولا "ابھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ میں تمہیں سنبھال رہا ہوں۔ اپنا ریوالور اٹھاؤ اور اسے زخمی کرو۔"

پرائزلر زخمی ہونے کے باوجود ٹیلی پیتھی کی توانائی حاصل کر کے فرش پر پلٹ گیا۔ یعنی کروٹ بدل کر فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھانا چاہا۔ اس سے پہلے ہی پارس نے اسے اٹھا لیا۔

دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ فائرنگ کی آواز نے سب کو خطرے کا احساس دلایا تھا۔ کچھ لوگ دروازہ پیٹ رہے تھے۔ ایک امریکی ماتحت پوچھ رہا تھا "مسٹر پرائزلر! کیا تم خیریت سے ہو؟ گولی کس نے چلائی ہے؟"

پارس نے اونچی آواز میں کہا "دروازہ پیٹنا اور شور مچانا بند کرو۔ تمہارا لیڈر ابھی زخمی ہوا ہے۔ دوسرے کسی لمحے میں مر بھی سکتا ہے۔ کیا تم لوگ اس کی زندگی چاہتے ہو؟"

باہر سے کہا گیا "پہلے ہمیں مسٹر پرائزلر کی آواز سناؤ' ہم سے بات کراؤ۔"

پارس نے اس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "کم آن۔ اپنے ماتحتوں کی خواہش پوری کرو۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں زخمی ہوں مگر مسٹر اَن نون کے رحم و کرم پر ہوں۔ اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاؤ ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گا۔"

باہر سے ایک ماتحت نے کہا "مسٹر اَن نون بھول رہا ہے کہ اس کی وائف ہمارے رحم و کرم پر ہے۔"

پارس نے کہا "جب تک میری وائف کی سانس چلتی رہے گی۔ تمہارا لیڈر بھی سانس لیتا رہے گا۔ اس کی زندگی چاہتے ہو تو میری وائف کو باہر گاڑی میں بٹھاؤ۔ میں پرائزلر کو گن پوائنٹ پر باہر لاؤں گا اور اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ کل صبح اسے واپس کر دوں گا۔"

اس وقت پرائزلر سوچ کے ذریعے ڈی ہاروے سے کہہ رہا تھا

"تماشا کیا دیکھ رہے ہو۔ میری جان بچاؤ' کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے صرف دماغوں میں گھسنا جانتے ہو؟ کیا ایسے برے وقت میں کام نہیں آسکتے؟"

"مجھے الزام نہ دو۔ جتنی برداشت نہیں کرسکتے ہو' اس سے زیادہ پی لیتے ہو۔ میں نے اسے زخمی کرنے کو کہا' تم نے خود کی یہ حالت بنالی۔"

"ارے کتنی مرتبہ میری ایک غلطی کو دُہراؤ گے؟ مجھے بچانے کی کوئی تدبیر کرو۔"

"میں کوشش کرتا ہوں۔ فی الحال یہ جو کہہ رہا ہے' اس پر عمل کرو۔ یہ تمہیں یرغمال بنا کر کہیں لے جانا چاہتا ہے۔ تم اس کے ساتھ چلو' میں بازی پلٹنے کی کوشش کروں گا۔"

پرائزلر نے اونچی آواز میں کہا "میں تمہارا لیڈر حکم دے رہا ہوں۔ مسٹر اُن نون کے حکم کی تعمیل کرو اور اس کی وائف کو باہر کار میں لے جاکر بٹھاؤ۔"

پارس نے کہا "اور یہ بھی سن لو کہ سب لوگ ہم سے زیادہ سے زیادہ دور رہیں گے۔ کوئی قریب آنے کی حماقت کرے گا تو اپنے لیڈر کو زندہ نہیں پائے گا۔"

اس کمرے کے باہر ڈی ہاروے نے ایک امریکی ماتحت کے اندر آکر کہا "میں سپر ماسٹر کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بول رہا ہوں۔ ابھی کمرے کے اندر تمہارے لیڈر کی حالت دیکھ کر آرہا ہوں۔"

ماتحت نے پوچھا "ہم کیسے یقین کریں کہ تم ہم سے تعلق رکھتے ہو؟"

"کوئی سوال نہ کرو۔ لیڈر کو بچانے کے لیے ذرا عقل سے کام لو۔ جس گاڑی میں ان نون کی وائف کو بٹھایا جائے گا' اس کے نیچے ڈی ٹیکٹو آلہ لگادو۔ اس طرح معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ ہمارے لیڈر کو یرغمال بنا کر کہاں لے جارہا ہے؟"

ماتحت فوراً ہی اس بہترین مشورے پر عمل کرنے باہر چلا گیا۔ پارس نے کہا تھا کہ جب اس کی وائف بکتر بند کار میں بیٹھ جائے گی تو وہ ان کے لیڈر پرائزلر کو لے کر کمرے سے باہر آئے گا۔

کمرے کے بند دروازے کے قریب آفرین کی آواز سنائی دی "میرے محبوب! یہ لوگ مجھے باہر ایک کار میں لے جاکر بٹھانا چاہتے ہیں۔ تم کیا کہتے ہو؟"

وہ بولا "تم فوراً جاکر پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔ میں ان کے لیڈر کو چابنا کرلا رہا ہوں۔ ہم ساتھ چلیں گے۔"

آفرین اس دروازے سے پلٹ کر باہر جانے لگی۔ کالی سنگم کی عمارت کے باہر وہی سفید کار کھڑی ہوئی تھی' جس کا ڈرائیور ایک سیاہ فام شخص تھا۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ آفرین اندر آکر بیٹھ گئی۔

کمرے کے بند دروازے کے پاس کھڑا ہوا ایک ماتحت کنٹری کررہا تھا کہ اُن نون کی وائف باہر چلی گئی ہے اور اب کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی ہے۔ یہ کنٹری اس لیے تھی کہ پارس ان کے لیڈر کو بند کمرے سے باہر لائے اور اس سفید کار کی طرف لے جائے۔

پھر اچانک ہی کنٹری کرنے والے ماتحت نے بوکھلا کر کہا "ارے گاڑی روکو۔ ابھی نہ لے جاؤ۔ ابھی اُن نون اور مسٹر پرائزلر آنے والے ہیں۔"

مگر وہ کار اچانک ہی اسٹارٹ ہوکر تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ پارس نے بند کمرے کے اندر سے چیخ کر پوچھا "یہ تم لوگ کس گاڑی کی بات کررہے ہو' میری وائف خیریت سے تو ہے؟"

وہ کار عمارت کے احاطے سے باہر نکل کر پوری تیز رفتاری سے جارہی تھی۔ شی تارا اس سے پہلے بھی اسی سیاہ فام ڈرائیور کے دماغ میں رہ چکی تھی اس لیے بڑی کامیابی سے آفرین کو اغوا کرکے پارس سے بہت دور لے جارہی تھی۔

پھر وہ ذرا سی دیر کے لیے ڈرائیور کو چھوڑ کر پرائزلر کے دماغ میں آئی اور اس کی زبان سے بولی "تم مجھے دشمن سمجھ کر اپنے اندر نہیں آنے دے رہے ہو۔ ادھر آفرین بھی سانس روک لیتی ہے۔ پتا نہیں کار ڈرائیو کرنے والا کون شخص ہے۔ بہرحال میں کوشش کررہی ہوں کہ کسی کے ذریعے اس ڈرائیور تک پہنچ سکوں۔ میں تمہاری آفرین کو ضرور بچاؤں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ پھر سیاہ فام ڈرائیور کے پاس جانے لگی۔ وہ بے چارہ کار روک کر سوچ رہا تھا کہ اسے کیا ہوگیا تھا؟ وہ زیادہ سوچ سمجھ نہ سکا۔ ڈیش بورڈ کے پاس رکھے ہوئے فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' میں جگن ناتھ ڈرائیور بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوگیا۔ ڈی ہاروے کالی سنگم کے ایک فون کے ذریعے اس کی آواز سنتے ہی دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر سیاہ فام ڈرائیور کو کالی سنگم کی طرف لوٹنے پر مائل کیا۔ وہ گیئر بدل کر واپس جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت شی تارا پھر اس کے اندر پہنچ گئی۔ جب اس نے دیکھا کہ ڈرائیور کار کو ایک یوٹرن دے کر واپس جانا چاہتا ہے تو اس نے کار کو موڑنے نہیں دیا۔ اسے سیدھا تیز رفتاری سے چلنے پر مجبور کیا۔

ڈی ہاروے نے حیرانی سے پوچھا "میری خیال خوانی نے اثر کیوں نہیں کیا۔ یہ پھر اپنے ہی راستے پر ڈرائیو کررہا ہے؟"

آفرین اس سے پہلے بھی اعتراض کرتے ہوئے ڈرائیور سے کہہ چکی تھی کہ اس نے اس کے شوہر کا انتظار کیوں نہیں کیا۔ یہ گاڑی کہاں لے جارہا ہے؟

شی تارا کی مرضی کے مطابق ڈرائیور نے کہا تھا "میں پارس صاحب کا خاص آدمی ہوں۔ ان کے والد نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھ سے کہا ہے کہ تمہیں دشمنوں سے دور لے جاؤں۔"

آفرین نے کہا "میں پارس کے والد محترم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ بولا "وہ ابھی نہیں ہیں۔ پارس صاحب کی مدد کرنے کے لیے کالی سنگم گئے ہوئے ہیں۔ وہ باپ بیٹے آگے کسی جگہ ہمیں ملیں گے۔"

آفرین مطمئن ہوگئی تھی۔ اس نے یہ نہیں پوچھا کہ ڈرائیور نے کار کیوں روک دی تھی۔ پھر واپس موڑتے موڑتے ارادہ کیوں بدل گیا تھا۔ وہ پہاڑی راستے پر کیوں جارہا تھا۔ اس وقت آفرین نے یہی سوچا کہ ڈرائیور شاید راستہ بھول کر رک گیا تھا۔ اب پھر صحیح راستے پر چل رہا ہے۔

ادھر پارس' پرائزلر کی گردن ایک ہاتھ کے شکنجے میں لے کر اس کی کنپٹی سے ریوالور لگا کر چیلنج کررہا تھا کہ میری وائف نہ ملی تو تمہارا لیڈر بھی زندہ نہیں بچے گا۔ میری وائف سے کار فون کے ذریعے رابطہ کرو۔"

ایک امریکی ماتحت نے کہا "ہم نے ابھی رابطہ کیا تھا۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی ہاروے اس ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔"

"تم لوگ جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہارا ڈی ہاروے اسے اغوا کرکے لے جارہا ہے تاکہ میری وائف کو کہیں چھپا کر لیڈر کی زندگی کا سودا کرے۔"

ماتحت نے کار فون کا نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا "میں ابھی بات کراتا ہوں۔ تمہیں اطمینان ہوجائے گا۔"

رابطہ قائم ہوگیا۔ ڈیش بورڈ کے قریب رکھے ہوئے فون کے بزر نے ڈرائیور کو متوجہ کیا۔ اس کے اندر بیٹھے ہوئے ڈی ہاروے نے اس کا ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا لیکن وہاں شی تارا بھی تھی۔ اس نے ڈرائیور کے ذریعے ریسیور کو زوردار جھٹکے سے کھینچا تو تار ٹوٹ گیا۔ اس نے ریسیور کو کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔

ڈی ہاروے نے ڈرائیور کے اندر غصے سے کہا "گدھے کے بچے! یہ تو نے کیا کیا؟ سچ بتا' کیا تو کسی کا معمول اور تابعدار ہے؟ کوئی تیرے اندر ہے؟"

ڈرائیور پریشان ہوکر سوچنے لگا "پتا نہیں' میرے اندر کون بول رہا ہے۔ بولنے والا خود گدھا ہوگا۔ پتا نہیں میں نے وہ ریسیور باہر کیوں پھینک دیا۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ کہاں جارہا ہوں۔"

ڈی ہاروے نے اس کے ذریعے گاڑی روکنے کی کوششیں کیں۔ شی تارا اس کی کوششوں کو ناکام بنانے لگی۔ اس کشمکش میں اسٹیئرنگ بھٹکنے لگا۔ آفرین نے کہا "ہوش میں رہو۔ ایک طرف پہاڑی اور دوسری طرف گہری' ڈھلان ہے۔ گاڑی کو قابو میں رکھو۔"

وہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان رسہ کشی جاری تھی۔ اسٹیئرنگ بھک رہا تھا۔ گاڑی ڈگمگا رہی تھی۔ ان حالات میں وہی ہوا' جو ہونا چاہیے۔ گاڑی ایک سمت گھوم کر ڈھلان پر گئی۔ پھر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے قابو میں نہ رہی۔ دائیں بائیں الٹی سیدھی لڑھکتی ہوئی گہری پستی میں گئی۔ پھر ایک چٹان سے ٹکرائی تو زبردست دھماکا ہوا۔ پیٹرول کی ٹنکی پھٹ گئی تھی' اس کے ساتھ ہی وہ آگ کے شعلوں میں گھر گئی تھی۔

ایسے وقت میں باہر والوں کو زندگی اور اندر والوں کو موت ملتی ہے۔

وہ دونوں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئے تھے۔ پیار کے پھول نچھاور کرنے والی کشمیرن کے لیے حاضری کی کوئی جگہ نہیں رہی تھی۔ اس کی حاضری عدم کے کھاتے میں لکھ دی گئی تھی۔

الوداع کشمیر کی بیٹی! الوداع۔

تو جاتے جاتے بھی کشمیریوں کی بقا کے لیے امریکی فوجیوں کو سیاچن میں کبھی فوجی اڈا بنانے نہیں دے گی۔

اب یہاں سے تیرا محبوب دشمن کے لہو سے دیوارِ چین بنایا جائے گا۔

الوداع اے دخترِ کشمیر! الوداع۔۔۔

کالی کہانیاں

☆ جرائم
☆ جادو
☆ ارواح
☆ شیطان ازم
☆ ذہانت
☆ فطانت
☆ اسرار
☆ طنز و مزاح

★ ایک افسانوی کردار جو زندہ ہوگیا تھا۔
★ ایک حیرت انگیز قصہ جو زندگی کی ہیئت بدل سکتا تھا۔
★ ایک معمول سا آدمی جس کے پاس پچاس ملین ڈالر کا نقشہ تھا۔
★ وہ شخص جس نے حیاتِ ابدی کا راز پالیا تھا۔
★ ایک پُراسرار پرندہ جس کے پاس ماورائی طاقتیں تھیں۔
★ ایک مجسمہ جس کے اندر ایک جن بند تھا۔
★ وہ استعماری مجرم جس نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔

قیمت :- ۱۰۰ روپے

خوف، سسپنس اور تھرلر کے ۲۶ شاہکار

عجیب کہانیاں ○ فطین کہانیاں ○ سنسنی خیز کہانیاں

مکتبہ نفسیات ○ پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴۰ ○ کراچی

پرائزلر کشمیر میں قیام امن کے بہانے سیاچن میں امریکی فوجی اڈہ قائم کرنے آیا تھا۔ دفاعی نقطۂ نظر سے پاکستان کے لیے سیاچن گلیشئر کا علاقہ بہت اہم تھا اور مستقبل کے سپر پاور چین کو پسپا کرنے کے لیے امریکا کی نظروں میں بھی اس علاقے کی بہت اہمیت تھی۔ لہٰذا پرائزلر ابتدائی مرحلے میں وہاں کا جائزہ لینے اور جاسوسی کرنے کے لیے اپنی ایک ٹیم کے ساتھ کشمیر آیا تھا۔

اس کا خیال تھا کہ وہ لداخ میں بھارتی فوجیوں اور بلتستان میں پاکستانی فوجیوں کی کمزوریاں اور ان کے فوجی راز معلوم کرکے بڑی حکمت عملی سے دونوں کے درمیان کشیدگی ختم کرائے گا اور علاقے کی سلامتی کے نام پر اپنے فوجی کیمپ قائم کرے گا۔ یوں جنوبی ایشیا کی گردن کو اپنے شکنجے میں رکھے گا۔

اب اسی پرائزلر کی گردن پارس کے ایک بازو کے شکنجے میں تھی۔ اس نے وہ تینوں مائیکرو فلمیں اور پرائزلر کے منصوبوں کی اہم دستاویزات لے کر جیب میں ٹھونس لی تھیں پھر دروازے کو کھول کر کمرے سے باہر آگیا تھا۔

پرائزلر کی ٹیم کے افراد مسلح تھے لیکن گولیاں نہیں چلا سکتے تھے کیونکہ پارس کے ریوالور کی نال ان کے لیڈر کی کنپٹی سے لگی ہوئی تھی۔ اس نے حکم دیا "کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ رہے۔ اپنے تمام ہتھیار پھینک دو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ سب نے ہتھیار پھینک دیے پھر پارس نے پوچھا۔ "کار ٹیلی فون پر بات کیوں نہیں ہو رہی ہے اور تمہارا وہ ڈی ہاروے کیا چالاکیاں کرتا پھر رہا ہے۔"

پرائزلر کے ایک ماتحت نے کہا۔ "کار کے ٹیلی فون میں کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ تم اطمینان رکھو ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی ہاروے تمہاری وائف کو واپس لے آئے گا۔"

ادھر ڈی ہاروے دماغی طور پر اپنی جگہ یعنی واشنگٹن کے آرمی ہیڈ کوارٹر والے بنگلے میں حاضر ہوگیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ تو بہت برا ہوا۔ اگر مسٹر ان نون (پارس) کو اپنی وائف کی موت کا پتا چلے گا تو وہ مسٹر پرائزلر کو گولی مار دے گا۔

دوسری طرف شی تارا اپنی رہائش گاہ کے بیڈ روم میں حاضر ہو کر سوچ رہی تھی 'جو ہوا وہ اچھا بھی ہوا اور برا بھی۔ وہ چاہتی تھی کہ آفرین ہمیشہ کے لیے پارس سے جدا ہو جائے لیکن وہ اس کی جان لینا نہیں چاہتی تھی۔ یہ اندیشہ تھا کہ کبھی بعید کھلے گا تو پارس اسے معاف نہیں کرے گا۔

اس نے سوچنے میں زیادہ وقت ضائع نہیں کیا۔ ایک اندیشہ یہ بھی تھا کہ وہ فوراً پارس کے پاس اپنی صفائی کے لیے نہیں پہنچے گی تو دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا پارس کو اس کے خلاف بھڑکائے گا۔

اب وہ پچھتا رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ آفرین کو پارس سے دور کرنے کے لیے اغوا نہ کرتی تو وہ یوں ماری نہ جاتی۔ بہرحال وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی پرائزلر کے اندر آئی۔ کیونکہ پارس سانس روک کر اسے بھگا دیا کرتا تھا۔

اس وقت ڈی ہاروے' پرائزلر کے اندر سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ "یہاں میرے علاوہ کوئی دوسری خیال خوانی کرنے والی ہستی بھی ہے۔ وہ سیاہ فام ڈرائیور کے اندر موجود تھی اور میری خیال خوانی کی صلاحیتوں سے جنگ کر رہی تھی۔ اس نے کار ٹیلی فون کو بھی ناکارہ بنا دیا تھا۔"

پرائزلر نے ناگواری سے کہا۔ "اتنی لمبی تمہید کیوں باندھ رہے ہو۔ صرف اتنا بتاؤ ان نون کی وائف کو یہاں واپس لا رہے ہو یا نہیں۔"

"اب وہ کبھی واپس نہیں آسکے گی۔ اس کی کار گہری اور طویل ڈھلان میں جا کر آگ کی لپیٹ میں آگئی تھی۔ ہمارے اس دشمن کی وائف زندہ نہیں ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "کیا بک رہے ہو؟ ان نون کو معلوم ہوگا تو یہ مجھے بھی مار ڈالے گا۔"

"اس کی موت کے ذمے دار ہم نہیں ہیں۔ خیال خوانی کرنے والی کسی دشمن ہستی نے اسے اغوا کیا تھا۔ وہی اس کی موت کی ذمے دار ہے۔"

شی تارا خاموشی سے دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔ پارس پرائزلر کی گردن دبوچ کر پوچھ رہا تھا۔ "تمہارا ڈی ہاروے کہاں مر گیا ہے۔ مجھے کب تک اپنی وائف کا انتظار کرنا پڑے گا؟"

شی تارا پرائزلر کے دماغ سے نکل کر اس کے ماتحت کے دماغ میں آئی۔ پھر اس کی زبان سے پارس کو مخاطب کرتے ہوئے بولی "ان نون! تم سے ایک افسوسناک بات چھپائی جا رہی ہے۔ ڈی ہاروے اس وقت پرائزلر کے اندر چھپا ہوا ہے۔ یہ تم سے سودے بازی کے لیے تمہاری وائف کو اغوا کرکے لے جا رہا تھا۔ میں نے اسے روکنا چاہا تو اس نے وہ کار گہری کھائی میں گرا دی۔ تم جس کا انتظار کر رہے ہو' اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔"

پارس پر جیسے سکتہ سا طاری ہوگیا۔ اسے کانوں سے سن کر بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کے دل کی دھڑکنوں سے لگ کر جینے والی یوں اچانک ماری گئی ہے۔ محبت کرنے والے یہ ماننے کو تیار نہیں ہوتے کہ محبت فنا ہو سکتی ہے۔

پرائزلر نے گھبرا کر اپنے ماتحت سے پوچھا۔ "اے' تم کسی عورت کی آواز میں کیا بکواس کر رہے ہو۔ یہ نہیں سوچتے کہ اس کی بیوی کو کچھ ہوگا تو یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

ماتحت نے کہا۔ "سر! میں عورت کی آواز میں نہیں بول رہا ہوں۔ میرے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والی ہے۔ وہی میری زبان سے بول رہی ہے۔"

پارس نے اس کی گردن پر اپنی گرفت سخت کرتے ہوئے سوال

کیا۔ "میں پوچھتا ہوں' ابھی تمہارے اندر وہ بدمعاش ڈی ہاروے موجود ہے یا نہیں؟"

گردن پھنسی ہوئی تھی۔ وہ پھنسی ہوئی آواز میں بولا "پلیز' ذرا گرفت ڈھیلی کرو مجھے بولنے دو۔ میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ڈی ہاروے نے اسے اغوا نہیں کیا تھا۔ یہ عورت جو ابھی الزام دے رہی تھی۔ اسی نے اغوا کیا تھا۔ ڈی ہاروے اسے بچانا چاہتا تھا لیکن اس عورت نے گاڑی کو کھائی میں گرا دیا۔"

شی تارا نے ماتحت کی زبان سے کہا۔ "تم میری سچائی کو الٹ کر بول رہے ہو۔ اگر تم سچ ہو تو جواب دو' کیا تم ڈی ہاروے کے ذریعے ان نون پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا تابعدار بنانا نہیں چاہتے تھے۔"

"بالکل نہیں' تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"چلو میں جھوٹی ہوں۔ یہ بتاؤ کیا ڈی ہاروے نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ ان نون ڈیڑھ بوتل شراب پینے کے بعد بھی نشے میں نہیں ہے اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہے؟ لہٰذا اسے زخمی کرکے اس کے اندر پہنچنا ہوگا۔"

"تم پھر جھوٹ بول رہی ہو۔ میں مسٹر ان نون سے ایک اہم خفیہ کام لینے والا تھا۔ پھر بھلا اسے زخمی کیوں کرتا؟"

"تو پھر تم نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر ان نون کا نشانہ کیوں لیا تھا ایسے وقت میں نے ریوالور کی نال کو تمہاری طرف گھما دیا تھا اسی وجہ سے تم زخمی ہو۔"

پارس کو یہ سب یاد تھا۔ جب پرائزلر نے ریوالور سے اس کا نشانہ لیا تو اس نے سمجھا کہ شی تارا زخمی کرکے اس کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہتی ہے۔ وہ ریوالور کی گولی سے بچنے کے لئے تیار تھا۔ ایسے ہی وقت پرائزلر نے ریوالور کا رخ بدل کر خود کو زخمی کرلیا۔

وہ اتنا نشے میں بھی نہیں تھا کہ خود کو زخمی کرتا یا اس کے اندر رہنے والا ڈی ہاروے اپنے ہی لیڈر کی طرف ریوالور کا رخ پھیر دیتا۔ یقیناً ایسے وقت شی تارا نے ہی یہ کمال دکھایا تھا۔

وہ پھر گردن دبوچ کر بولا۔ "تمہارا ریوالور میرے ہاتھ نہ لگتا تو ابھی میری گردن تمہارے شکنجے میں ہوتی۔ یہ تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ تم مجھ پر گولی چلانے والے تھے۔"

"مم... مجھے معاف کردو۔ وہ... وہ میں اس وقت نشے میں تھا۔"

"نشہ تو اب سر چڑھ کر بولے گا۔ باہر ایک گاڑی منگواؤ۔ اس گاڑی میں ہم دونوں کے علاوہ صرف ایک ڈرائیور ہوگا۔ تمہاری ٹیم کے یہ سوا لوگ ہمارے پیچھے آسکتے ہیں لیکن آنے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

شی تارا نے ماتحت کے ذریعے کہا "تم اسے کہیں بھی لے جاؤ۔ میں کسی کو تمہارے پیچھے نہیں آنے دوں گی۔"

بلرام نے اس بڑے ہال میں آکر کہا۔ "مسٹر ان نون! باہر تمہارے لیے گاڑی آچکی ہے۔"

پارس دشمن کی گردن دبوچے اسے نشانے پر رکھ کر وہاں سے جانے لگا۔ جب وہ دروازے پر پہنچا تو شی تارا بولی۔ "ذرا ٹھہرو۔ ابھی میں نے بلرام کے خیالات پڑھے ہیں۔ اس نے گاڑی کے نیچے ڈیٹونیٹر انڈی کیٹر لگایا ہے۔ تم اپنے شکار کو جہاں لے جاؤ گے' انہیں معلوم ہوتا رہے گا۔ میں ابھی وہ انڈی کیٹر الگ کرکے پھینکواتی ہوں۔"

پارس دروازے پر رک گیا تھا۔ بلرام بے اختیار باہر گاڑی کے پاس دوڑتا ہوا آیا پھر زمین پر لیٹ کر گاڑی کے نیچے لگائے ہوئے ڈیٹونیٹر انڈی کیٹر کو نکال کر نیچے سے نکلا اور اسے دور پھینک دیا۔

پارس دروازے پر سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا پھر وہ پرائزلر کو لے کر گاڑی کی اگلی سیٹ پر آیا۔ اس کے پیچھے کوئی نہ آسکا۔ شی تارا نے ماتحت کے ذریعے فرش پر پڑے ہوئے ایک ہتھیار کو اٹھالیا تھا اور کہہ رہی تھی "کوئی بھی باہر جانا چاہے گا تو میں اسے گولی مار دوں گی۔"

ڈی ہاروے نے دوسرے ماتحت کے ذریعے کہا۔ "میں یہاں کے فوجی افسران کے دماغوں میں کئی بار جا چکا ہوں۔ ان کے خیالات نے بتایا ہے کہ پوجا نامی ایک خیال خوانی کرنے والی سے وہ پریشان ہیں۔ کیونکہ وہ فرہاد کے بیٹے پارس کو صرف گرفتار کرانا چاہتی ہے لیکن کسی کو اجازت نہیں دیتی کہ اسے ہلاک کیا جائے۔ تم وہی پوجا ہو؟"

"ہاں' میں وہی پوجا ہوں۔"

"تو پھر غلط نام بتا رہی ہو۔ بھارت میں خیال خوانی کرنے والی صرف ایک شی تارا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فہرست میں کسی پوجا کا نام نہیں ہے۔ پھر یہ کہ شی تارا پارس کی دیوانی ہے' یہ سب جانتے ہیں۔"

"نام سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چلو میں شی تارا ہوں پھر؟"

"پھر یہ کہ سمجھوتے کی کوئی راہ نکال لو۔ ہم دونوں کی ضد سے وہ عورت ماری گئی۔ پھر یہ کہ جیسے بھی ماری گئی' اس کا فائدہ تمہیں پہنچ رہا ہے۔ ایک سوکن کا کانٹا پاؤں سے نکل گیا۔"

"بے شک وہ میرے محبوب کو چھین رہی تھی لیکن میں اسے ہلاک نہیں کرنا چاہتی تھی۔"

"اسے تسلیم کرو کہ وہ ہم دونوں کی غلطیوں سے ہلاک ہوئی ہے۔ ہماری غلطی سے مسٹر پرائزلر کو ہلاک نہیں ہونا چاہیے۔ تم چاہو تو پارس کو اس کے قتل سے باز رکھ سکتی ہو۔ ہم تمہاری بڑی سے بڑی شرط قبول کرکے اپنے لیڈر کی زندگی چاہتے ہیں۔"

"میں کوئی شرط پیش نہیں کرنا چاہتی۔ اب وہی کرتی رہوں گی'

جو پارس چاہے گا۔"

"تو پھر ہمارے یہ تمام آدمی اپنے لیڈر کو بچانے جائیں گے۔ تم تنہا کتنے لوگوں کو روکو گی۔"

ڈی ہاروے نے یہ کہتے ہی اپنے آلۂ کار کے ذریعے اس ماتحت پر گولی چلا دی جس کے اندر وہ موجود تھی۔ اس کے مرتے ہی تمام ماتحت فرش پر سے ہتھیار اٹھا اٹھا کر باہر کی طرف دوڑنے لگے تاکہ دوسری گاڑیوں میں پارس کا تعاقب کر سکیں۔ ڈی ہاروے پرائزلر کے دماغ میں آتے جاتے ہوئے اپنے آدمیوں کو بتا سکتا تھا کہ پارس اسے کس راستے سے کہاں لے جا رہا ہے۔

لیکن باہر پہنچتے ہی ان سب پر گولیاں برسنے لگیں۔ شی تارا باہر کھڑے ہوئے بلرام کے اندر پہنچ گئی تھی اور اس کے ذریعے سب مشین گن سے گولیاں برسا رہی تھی۔ دو چار نیچے گرے۔ باقی نے اِدھر اُدھر چھلانگیں لگا کر چھپنے کی جگہ بناتے ہوئے بلرام پر گولیاں چلائیں۔ اس کے ہاتھوں سے سب مشین گن چھوٹ گئی۔ اس کے مرتے ہی وہ سب دوڑتے ہوئے گاڑیوں کی طرف گئے اور ان میں بیٹھنے لگے۔ ایسے وقت شی تارا نے پھر ایک شخص کے دماغ پر قبضہ جما کر گولیاں چلائیں۔ دو ماتحت نیچے گرے تیسرے نے شی تارا کے آلۂ کار کو شوٹ کر دیا۔

ڈی ہاروے تمام ماتحتوں کے اندر باری باری جا کر سمجھا رہا تھا کہ کوئی منہ سے آواز نہ نکالے۔ ورنہ وہ ان کے اندر آ کر انہیں اپنا آلۂ کار بنائے گی۔

سب اس کی ہدایت پر عمل کر رہے تھے۔ شی تارا نے تین ماتحتوں کی آوازیں سنی تھیں، وہ تینوں مقابلے میں ہلاک ہو گئے تھے۔ کوئی اور اس کے قابو میں نہ آیا۔ کیونکہ سب گونگے بن کر تین گاڑیوں میں جا رہے تھے اور اب وہ انہیں روک نہیں سکتی تھی۔

اس نے پارس کے پاس آ کر کہا۔ "میں نے انہیں روکنے کی بہت کوشش کی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے انہیں ایک دوسرے پر گولیاں چلانے پر مجبور کرتی رہی مگر ڈی ہاروے کئی ماتحتوں کو گونگا بنا کر تین گاڑیوں میں لے گیا ہے۔ اب وہ پرائزلر کے اندر آ کر معلوم کر تا رہے گا کہ تم اسے کہاں لے جا رہے ہو۔"

پارس نے گاڑی کو دائیں طرف ذرا سا گھما کر روک دیا۔ وہ گاڑی ایک گہری پستی کی سمت جانے والی ڈھلان کے بالکل قریب رک گئی۔ وہ بولا۔ "ڈی ہاروے دیکھ رہا ہو گا کہ اس کا لیڈر اپنی قبر کے بالکل کنارے آ کر رک گیا ہے۔ اب وہ لیڈر کو بچانے کی تدبیر کرے گا یا اپنے آدمیوں کو ادھر کا راستہ بتانے جائے گا۔ اس کے پاس اتنی عقل تو ہو گی کہ وہ ادھر بتانے جائے گا تو ادھر یہ لیڈر گاڑی سمیت نیچے چلا جائے گا۔"

ڈی ہاروے نے پرائزلر کے ذریعے عاجزی سے کہا۔ "پلیز آپ ایسا نہ کریں۔ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ آپ فرہاد صاحب کے بیٹے پارس ہیں۔ پہلے سے معلوم ہوتا تو آپ سے مسٹران فون سمجھ کر نہ ٹکراتے۔ آپ سے کترا کر اپنا کام کرتے۔ اب ہم اپنے کسی منصوبے پر عمل نہیں کریں گے۔ کشمیر اور سیاچن کا ذکر بھی زبان پر نہیں لائیں گے۔ مسٹر پرائزلر اپنی پوری ٹیم کے ساتھ واپس چلے جائیں گے۔"

پارس نے کار سے اتر کر کہا۔ "ایک شیطان جائے گا تو دوسرا شیطان دوسرے حواریوں کے ساتھ چلا آئے گا۔ قیامت تک شیطانی سلسلہ بند نہیں ہو گا۔ اسے مرنے دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میری آفرین کی کار کو کس طرح گہری کھائی میں گرایا تھا اور کس طرح وہ بے گناہ محبت کرنے والی، شعلوں میں لپٹ کر اللہ کو پیاری ہو گئی تھی۔ اب اسے شیطان کو پیارا ہو جانے دو۔"

وہ کار کے پیچھے آ کر اسے دھکا دے کر گرانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ پرائزلر خوف سے چیختے ہوئے کار سے نکلنا چاہتا تھا۔ پھر رک گیا۔ اسی طرح سیٹ پر بیٹھ گیا۔ شی تارا نے اس کی زبان سے کہا۔ "ڈی ہاروے اسے بچانا چاہتا ہے۔ میں اسے سیٹ پر بٹھائے رکھوں گی۔ تم اپنا کام کرو پارس!"

پارس نے کہا۔ "ہاں ویسا ہی منظر ہونا چاہیے تم آفرین کو بچانا چاہتی تھیں اور یہ کار سمیت اسے گرانا چاہتا تھا۔ تم دونوں کے درمیان جدوجہد ہوتی رہی اور وہ بیچاری جان سے گئی۔ چلو تم دونوں پھر کسی ہی جدوجہد کرو۔"

یہ کہہ کر اس نے گاڑی کے پچھلے حصے پر ایک پیر رکھ کر پوری قوت سے دھکا دیا۔ وہ بالکل کنارے پر تھی۔ دھکا لگتے ہی آگے بڑھ کر ڈھلان کی طرف جھکی۔ ڈی ہاروے نے پرائزلر کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمانے کی کوشش کی تاکہ شی تارا اسے نہ روک سکے اور وہ گاڑی سے باہر چھلانگ لگا دے لیکن دونوں کے درمیان وہی جنگ جاری رہی، جو آفرین کی کار کے ڈرائیور کے دماغ میں رہی تھی۔

گاڑی تیزی سے ڈھلان کی طرف جاتے ہی الٹ گئی۔ اسی طرح الٹ پلٹ کر لڑھکتی ہوئی بڑے بڑے پتھروں سے ٹکراتی ہوئی گہری پستی کی طرف جانے لگی۔ پھر ایک زبردست دھماکا ہوا اور گاڑی شعلوں میں گھر گئی۔

پارس نے گہری سنجیدگی اور صدمے سے دیکھا، اسے ان شعلوں میں اپنی آفرین نظر آ رہی تھی۔

ڈی ہاروے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس نے موبائل فون اٹھا کر سپر ماسٹر سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "پرائزلر از نو مور۔ وہ اپنی غلطی سے مارا گیا ہے۔"

پچھلے سپر ماسٹر رچ گارڈنے سونیا ثانی کی دھمکی کے مطابق استعفیٰ دے دیا تھا اس کی جگہ دوسرا آیا تھا۔ اس نے حیرانی سے کہا۔ "پرائزلر بہت زبردست پلان میکر تھا۔ تم بھی اس کے ساتھ تھے۔ جان پر کھیل جانے والوں کی ایک ٹیم بھی تھی۔ پھر یہ کیسے

ہو گیا؟"

"صرف ایک غلطی سے۔ اور وہ یہ کہ اس نے دشمن کو پہچاننے میں دھوکا کھایا۔ اسے زخمی کیے بغیر میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا لیکن وہ بہت مکار تھا۔ ابھی آخری وقت میں معلوم ہوا کہ وہ فرہاد کا بیٹا پارس ہے۔"

"اوہ گاڈ! کیا تمہیں اور پرائزلر کو معلوم نہیں تھا کہ پارس ان دنوں کشمیر میں ہے؟"

"معلوم تھا اور یہ شبہ بھی تھا کہ شاید وہ بھارتی فوجی افسر کیدار شرما کے بھیس میں مارا گیا ہے۔ پچھلے سپر ماسٹر نے تاکید کی تھی کہ اس کی موت کی تصدیق کروں اور جب تک تصدیق نہ ہو، تب تک اجنبی دوستوں اور دشمنوں سے محتاط رہا جائے۔"

"اتنی تاکید کے باوجود تم لوگ محتاط نہ رہ سکے؟"

"ہم نے کوتاہی نہیں کی۔ اس کے دماغ میں گھسنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن پرائزلر اسے زخمی کرنے کے بجائے خود اپنے ہاتھ سے زخمی ہو گیا۔ بعد میں بعید کھلا کہ شی تارا ایسا کر رہی ہے اور وہ ان نون پارس ہے۔"

"تمام خیال خوانی کرنے والوں کو میرے پاس بلاؤ اور خود بھی آؤ۔"

اس نے فون بند کر کے ڈی کرین، ڈی مورا اور داؤد منڈولا (جان ولسن) کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کر کے انہیں سپر ماسٹر کے پاس آنے کے لیے کہا پھر خود اس کے پاس پہنچ گیا۔

وہ خیال خوانی کرنے والے تھری ڈی فوجی ہیڈ کوارٹر میں رہتے تھے۔ پندرہ منٹ میں سپر ماسٹر کے پاس پہنچ گئے۔ داؤد منڈولا خیال خوانی کے ذریعے ایک سپاہی کے دماغ میں آ گیا۔ ان سب کو پرائزلر کی ناکامی اور موت کے بارے میں بتایا گیا پھر سپر ماسٹر نے کہا۔ "سنٹرل اور جنوبی ایشیا پر مسلط رہنے کے لیے کشمیر اور سیاچن ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔ مستقبل کے سپر پاور بننے والے چین کو صفر پاور بنانے کے لیے ان علاقوں پر ہمارا تسلط لازمی ہے۔ ایک پرائزلر کے مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ایک ناکامی سے تجربات حاصل کر کے آئندہ کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "ایک اور بڑا نقصان ہوا ہے۔ پرائزلر جتنے منصوبے اور نقشے بنا کر لے گیا تھا وہ سب پارس اس سے چھین کر لے گیا ہے۔ اب یہ ثبوت بابا صاحب کے ادارے میں رہے گا کہ ہم امریکی ان علاقوں میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہاں یہ ہمارے حق میں اچھا نہیں ہوا۔ تاہم سیاسی بساط پر ہم اپنی پالیسیاں تبدیل کریں گے۔ جب تک ہمیں کامیابی نہیں ہو گی۔ کسی نہ کسی بہانے کشمیری عوام پر ہونے والے مظالم کو جاری رہنے دیں گے تاکہ کشمیری یہ تسلیم کر لیں کہ انہیں بھارتی مظالم سے امریکا ہی نجات دلا سکتا ہے۔ پھر ہم اسی شرط پر انہیں نجات دلائیں گے کہ وہ ہمارے زیرِ اثر رہیں۔ پاکستان اور بھارت سے صرف حسبِ ضرورت تعلق رکھیں۔ امریکا کی فوج انہیں بیرونی حملوں سے محفوظ رکھے گی۔"

داؤد منڈولا نے کہا۔ "آپ کا پرائزلر ایسے ہی منصوبوں کے ساتھ گیا تھا۔ آئندہ بھی جتنے پرائزلر جیسے باصلاحیت لوگ جائیں گے، وہ ناکام ہوتے رہیں گے۔"

"یہ تم کس بنیاد پر کہہ رہے ہو؟"

"اس بنیاد پر کہ ہم راستے کے کانٹے ہٹائے بغیر چلتے ہیں اور اپنے پاؤں لہولہان کرتے ہیں۔ جب تک وہاں پارس ہے آپ بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنے کے منصوبے ہی بناتے رہیں گے، حاصل کچھ نہیں ہو گا۔"

"درست کہتے ہو۔ ہم پہلے پارس کو وہاں سے ہٹانے کی کوششیں کریں گے۔ ہو سکتا ہے، ہم اس علاقے سے تو کیا اس دنیا سے بھی پارس کو نکال دیں۔ آخر وہ بھی انسان ہے اور کسی دن مرنے کے لیے ہی پیدا ہوا ہے۔"

"تو پھر پہلی کوشش پارس سے نمٹنے کی ہو گی۔ اس کے بعد ہم کشمیر اور سیاچن کے مسئلے کو حل کریں گے۔"

سپر ماسٹر نے داؤد منڈولا سے کہا۔ "مسٹر جان ولسن! تم اس مہم کے لیے موزوں ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم پارس کی شہ رگ تک پہنچنے کے لیے کوئی ایسی پلاننگ....."

وہ بات کاٹ کر بولا۔ "مجھے نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتے ہی پہلی اور آخری پلاننگ یہ کی تھی کہ فرہاد اور اس کی فیملی کے کسی ممبر سے براہِ راست نہیں ٹکراؤں گا۔ اسی لیے اسلام آباد میں فرہاد کے پورے خاندان کی موجودگی کا علم ہوتے ہی میں وہاں سے چلا آیا ہوں۔"

"یہ تم بزدلی کی باتیں کر رہے ہو۔"

"مجھے بزدل کہلانا منظور ہے مگر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح حرام موت مرنا منظور نہیں ہے۔"

"مسٹر جان ولسن! کیا ہمارے حکام نے تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم دے کر غلطی کی ہے؟"

"آج میں تم لوگوں کو یہ بری خبر سناتا ہوں کہ میں جان ولسن نہیں ہوں۔"

سب نے چونک کر اس سپاہی کو دیکھا، جس کی زبان سے وہ بول رہا تھا۔ پھر سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"شاید تم لوگوں کو یقین نہیں آئے گا، میں داؤد منڈولا ہوں۔"

"کیوں فضول باتیں کرتے ہو۔ داؤد منڈولا کو گولی مار کر گہرے سمندر میں پھینک دیا گیا تھا۔"

"ایسا کیوں کیا گیا تھا؟ اس کا جرم کیا تھا؟ کیا صرف اس لیے کہ وہ یہودی تھا؟"

"بے شک۔ ہم یہودیوں کو اپنے سر پر بٹھاتے ہیں لیکن اہم

معاملات میں ان پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔"

"یہ بات یہودی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی تم پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ صرف مسلمان قوم ایسی ہے کہ امریکا سے دھوکا بھی کھاتی ہے اور اس پر بھروسا بھی کرتی ہے۔"

"مسٹر جان ولسن! کیا تم نے یہودی مذہب اختیار کرلیا ہے؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ قصہ یہ ہے کہ داؤد منڈولا جیسا کہ نیک ہی ٹرانسفارمر مشین کو درست کرسکتا تھا لیکن تمہارے حکام اور فوجی اس یہودی کو نہ مشین کا نقشہ دکھانا چاہتے تھے نہ مشین تک پہنچنے دیتے تھے۔ پھر ایک طویل عرصے کے بعد مجبور ہو کر منڈولا سے ہی مشین کو درست کرانا پڑا۔ مگر تم لوگوں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ مشین صحیح طور سے کام کرنے لگے گی تو منڈولا کو گولی ماردی جائے گی۔ منڈولا پیدائشی یہودی تھا۔ اپنے باپ پر بھروسا نہیں کرتا تھا۔ پھر تم عیسائیوں پر کیسے کرتا؟ ان دنوں تمہارے پاس ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا وکی سول تھا۔ مشین کے درست ہونے کے بعد وکی سول کی ٹیلی پیتھی منڈولا کے دماغ میں منتقل کی گئی اور وکی سول کے دماغ سے ٹیلی پیتھی مٹادی گئی۔ کیونکہ وہ ناکارہ تھا۔

"منڈولا کے بعد جان ولسن بڑا کمینک تسلیم کیا جاتا تھا۔ تم لوگوں نے منڈولا کے دماغ سے جان ولسن کے اندر ٹیلی پیتھی منتقل کی۔ ایسے ہی وقت منڈولا نے تم سب کو دھوکا دیا۔ مشین میں چپکے سے ایسی تبدیلی کی، جس کے نتیجے میں جان ولسن کے دماغ پر یہودی مذہب نقش ہوگیا۔ منڈولا کی شخصیت اس پر مسلط ہوگئی اور اس میں یہ مکاری آگئی کہ وہ بظاہر جان ولسن ہی رہے گا لیکن اندر سے کٹر یہودی داؤد منڈولا بن کر رہا کرے گا۔ یوں سمجھ لو کہ اس مشین سے گزرنے کے بعد اصل جان ولسن ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا اور جان ولسن کے روپ میں داؤد منڈولا پیدا ہوگیا۔ یہاں کے چند فوجی افسران نے منڈولا کو ایک بحری جہاز میں لے جاکر اسے گولی مار کر گہرے سمندر میں پھینک دیا۔ وہ مرگیا۔ سمندری مچھلیاں اس کا گوشت کھاگئی ہوں گی لیکن وہ یہودی اپنی موت سے پہلے میرے اندر پیدا ہوچکا تھا اور میری زندگی کی آخری سانس تک وہ میرے وجود کے حوالے سے زندہ رہے گا۔"

سپرباسٹر اور تھری ڈی بڑی حیرانی اور بے یقینی سے اس سپاہی کو دیکھ رہے تھے، جس کی زبان سے بیک وقت جان ولسن اور داؤد منڈولا بول رہا تھا۔

ڈی ہاروے نے کہا۔ "مسٹر جان ولسن! تمہاری یہ باتیں قصہ کہانی لگ رہی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہودی بڑے مکار ہوتے ہیں۔ منڈولا ایسی ہیرا پھیری کرسکتا تھا پھر بھی ہمیں یقین نہیں آرہا ہے۔"

"کیا یقین کرنے کے لیے میرا باغیانہ انداز کافی نہیں ہے۔ جان ولسن زندہ ہوتا تو وہ یہودیوں کی حمایت میں کبھی نہ بولتا۔ وہ بیچارہ ولسن تو زندہ رہ کر بھی مرچکا ہے اور داؤد منڈولا مر کر بھی زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔

"ہاں میرے پاس جان ولسن کا صرف چہرہ رہ گیا ہے۔ اسے میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل کردیا۔ میں ایک طویل عرصے سے دیکھ رہا ہوں کہ آج تک ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوئے، ان میں سے اسی فیصد فرہاد یا اس کے کسی فیملی ممبر کے ہاتھوں مارے گئے یا ان کے زیر اثر رہنے لگے۔ میں ایسی نادانی نہیں کروں گا، جس کے نتیجے میں فرہاد، اس کے دونوں بیٹوں یا سونیا ثانی کو کبھی میرا سراغ ملے۔ میں براہِ راست کبھی ان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ وہ مشرق میں ہوں گے تو میں مغرب کی سمت چلا جاؤں گا۔ تم لوگوں کو بھی نہیں معلوم ہوگا کہ میں کہاں ہوں اور کیا کرتا پھر رہا ہوں اور میں کشمیر صرف اس لیے نہیں جاؤں گا کہ وہاں پارس ہے۔"

سپرباسٹر نے پوچھا۔ "یعنی مختصر الفاظ میں یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہودی الپا اور تیری آدم کی طرح تم نے بھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے؟"

"ایسی بات بھی نہیں ہے۔ ہم یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ہم جب تک ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے تب تک اسلامی ممالک ہمارے دباؤ میں رہیں گے۔ یہ تمام اسلامی ممالک کو معلوم ہوچکا ہے کہ دنیا کے نقشے میں ایک چیونٹی کا سائز رکھنے والے اسرائیل کے پاس دو سو ایٹم بم ہیں اور یہ امریکا کی مہربانی اور تعاون سے ہے۔ لہٰذا میں بھی تم لوگوں سے تعاون کروں گا۔"

"جب تم پارس کے مقابلے پر ہی نہیں رہو گے تو تعاون کیا کرو گے۔"

"ابھی نہیں بتاؤں گا کہ کیا کرنے والا ہوں مگر جو کچھ بھی کروں گا، اس سے کشمیر میں امریکا کے مقاصد پورے ہوتے رہیں گے۔ یہ مسلمان اسرائیل سے نفرت کرتے ہیں اور امریکا کے زیر اثر رہتے ہیں۔ کشمیر کے مسلمان بھی ایسے ہی ہیں۔ اس لیے ہم یہودی، امریکا کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلاتے رہیں گے۔"

سپرباسٹر نے کہا۔ "تم کشمیر اور سیاچن کے معاملے میں پارس سے دور بھی رہنا چاہتے ہو اور ہمارے کام بھی آنا چاہتے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے؟"

"وہاں تمہارے جو لوگ جائیں گے۔ میں ان کے اندر چھپا رہوں گا۔ پارس اور اس کے عزیزوں پر یہ کبھی ثابت نہیں ہونے دوں گا کہ مجھ جیسا یہودی تمہارے لیے کام کررہا ہے۔"

"ٹھیک ہے، تم سب جاؤ۔ میں اعلیٰ فوجی افسران اور دیگر حکام سے مشورہ کرکے کوئی منصوبہ بناؤں گا۔"

منڈولا نے اس سپاہی کے ذریعے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔ "میں جانتا ہوں، مجھے گولی مار کر سمندر میں پھینکنے والے اعلیٰ فوجی افسران اور حکام مجھے کسی امریکی منصوبے میں شریک نہیں ہونے دیں گے

اور نہ ہی یہ معلوم ہونے دیں گے کہ آئندہ کشمیر اور سیاچن کے سلسلے میں تمہاری ٹیم کے کون کون سے افراد جارہے ہیں۔"

"درست کہہ رہے ہو۔ تمہاری اصلیت جاننے کے بعد اب ہم تم پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔ تم ہمارے منصوبے کی تکمیل کے کسی بھی نازک موڑ پر دھوکا دے سکتے ہو۔ فی الوقت تو یہی بات عقل میں آرہی ہے کہ آئندہ ہماری ٹیم میں سب ہی یوگا کے ماہر ہوں گے اور ہمارے تھری ڈی میں سے کوئی نہیں ہوگا۔ ورنہ تم ان سے کسی کی آواز اور لہجہ بنا کر ہمارے آدمیوں کے اندر پہنچا کروگے۔"

"میری دعا ہے کہ اس سے بھی زیادہ عقل سے کام کرتے رہو اور سپرباسٹر کے عہدے پر سلامت رہو۔ پچھلے ایک برس میں بیچارے کئی سپرباسٹر آئے اور چلے گئے۔" اس نے پھر قہقہہ لگایا اور کہا "یورپ سے مشرق بعید تک اسلامی ممالک پھیلے ہوئے ہیں۔ بے شک یہودیوں پر بھروسا نہ کرو مگر اسلامی ممالک کے لیے مہرباں نامہرباں بن کر رہنے کے لیے ہمارے تعاون کی ضرورت پڑتی ہی رہے گی۔ اسرائیل کو فرنٹ لائن پر رکھ کر ہی تم لوگ سپرپاور کہلاتے رہو گے۔"

اتنا کہنے کے بعد وہ سپاہی دفتری کمرے سے باہر چلا گیا۔ منڈولا اس کے اندر سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اس نے قاہرہ میں ایک خوبصورت سا بنگلا کرائے پر حاصل کیا تھا اور یہ سوچ رکھا تھا کہ وہاں طویل عرصے تک رہنا پڑا تو وہ بنگلے کے مالک کو اپنا معمول بنا کر اس بنگلے کو اپنے نام لکھوالے گا۔ یوں بھی وہ اسرائیل کے آس پاس کے ملکوں میں رہنا چاہتا تھا۔

اسرائیل اور اپنی یہودی قوم کی خدمت کرنے اور ایکسرے مین کی خفیہ تنظیم کو اپنے کنٹرول میں کرنے کے باوجود وہ قوم سے ذرا دور اور اپنے وطن سے باہر رہنا چاہتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ یہودیوں کے ہزاروں دشمن اسرائیل آتے جاتے رہتے ہیں۔ غیر ملکی ایجنٹ اور بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس بھی چھپے رہتے ہیں پھر فرہاد علی تیمور کا کوئی بیٹا یا کوئی خیال خوانی کرنے والا بھی وہاں پہنچتا رہتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے وطن سے محبت کرنے کے باوجود وطن سے باہر رہنے میں اپنی سلامتی سمجھتا تھا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ سپرباسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران اس کے دوبارہ جی اٹھنے پر پریشان ہوں گے۔ اگرچہ وہ پیدائشی طور پر عیسائی جان ولسن تھا لیکن آئندہ تاحیات یہودی داؤد منڈولا ہی بن کر رہنے والا تھا اور اب یہ یقینی توقع تھی کہ منڈولا کے قتل کا انتقام ان سے ضرور لے گا۔

چونکہ وہ تاحیات داؤد منڈولا ہی بن کر رہنے والا تھا اس لیے امریکی حکام اسرائیلی حکام کے سامنے یہ تسلیم نہیں کریں گے کہ انہوں نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے یہودی منڈولا کو گولی ماری تھی۔ بلکہ وہ احسان جتائیں گے کہ ایک یہودی کو مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی۔ مگر وہ یہودی منڈولا دغا دے کر امریکا سے چلا گیا ہے اور یقیناً اسرائیل پہنچ گیا ہے۔

یہ سب کچھ سوچ کر اس نے ایک اسرائیلی فوجی افسر سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا۔ جیسا کہ بیان ہوچکا ہے ٹیلی پیتھی جاننے والے مونارو اور ٹالبوٹ اس کے معمول اور تابعدار بنے ہوئے تھے۔ اس نے مونارو کی آواز اور لہجے میں فوجی افسر سے کہا۔ "ہیلو میں ابھی تمہارے لیے ایک اجنبی خیال خوانی کرنے والا ہوں۔ میرا نام داؤد منڈولا ہے۔ میں یہودی ہوں اور امریکن آرمی میں ایک کمینک رہ چکا ہوں۔ میں نے ہی اس ناکارہ ٹرانسفارمر مشین کی مرمت کی تھی۔ کامیاب مرمت کے صلے میں مجھے یہ خیال خوانی کا علم ملا ہے۔"

افسر نے کہا۔ "ہمارے سراغرسانوں نے بہت پہلے اطلاع دی تھی کہ ایک یہودی کمینک نے اس مشین کو درست کیا ہے۔ ہمیں اور اندر کی خبر نہ مل سکی ویسے امریکی حکام نے شکایت کے طور پر ہمیں اطلاع دی ہے کہ وہ یہودی منڈولا ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتے ہی کہیں روپوش ہوگیا ہے۔ وہ یقیناً اسرائیل میں ہی پناہ لینے پہنچا ہوگا۔"

"میں پہنچا تو نہیں ہوں، پہنچنا چاہتا ہوں۔ ابھی ایک پڑوسی ملک میں ہوں۔"

"وہاں کیوں ہو؟ یہ ملک تمہارا ہے۔ تمہیں یہاں آکر رہنا چاہیے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا، اس سے بڑی خوشی کی اور کیا بات ہوسکتی ہے۔"

منڈولا نے کہا۔ "میں جانتا ہوں، الپا اور تیری آدم دو یہودی خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ آئندہ صرف میرا ہی نہیں ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہوگا۔"

"کیا واقعی؟ وہ دوسرا کون ہے؟ کیا وہ تمہارے زیر اثر ہے؟"

"ہاں۔ آپ نے مونارو اور ٹالبوٹ کے نام سنے ہوں گے۔ یہ دونوں کچھ عرصے تک سونیا ثانی کے معمول اور تابعدار بن کر رہے پھر آزاد ہوگئے لیکن مونارو طبعی موت مرچکا ہے۔ صرف ٹالبوٹ زندہ ہے۔ وہ مجھ سے پیرس میں ٹکرایا تھا۔ اب میں اسے زخمی کرنے کے بعد اپنا تابعدار بنا چکا ہوں۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم ہمیں بہت بڑی خوشخبری سنا رہے ہو لیکن تم اس بات کا برا نہ ماننا۔ ہم تم دونوں کے داؤد منڈولا اور ٹالبوٹ ہونے کی تصدیق کریں گے۔"

"ضرور تصدیق کرنا چاہیے۔ جب ہم آپ کے پاس پہنچیں تو آپ ہمیں حراست میں لے کر ہمارا برین واش کرسکتے ہیں۔ ہم پر تنویمی عمل کرا سکتے ہیں۔ ہم اپنے ملک اور قوم کی خاطر تصدیق کیے جانے کے ناقابلِ برداشت مراحل سے گزریں گے اور اپنی حب

الوطنی ثابت کریں گے۔"

"کیا ٹالبوٹ بھی یہودی ہے؟"

"پہلے عیسائی اور امریکی تھا۔ میں نے تخویفی عمل کے ذریعے اسے صرف تابعداری نہیں 'یہودی بھی بنا دیا ہے۔"

"پھر تو ہم بے چینی سے تمہارے منتظر رہیں گے۔ تم دونوں کب آ رہے ہو؟"

"ہم قاہرہ میں ہیں۔ ہمارے لیے جہاز یا ہیلی کاپٹر کل شام تک بھیج دو۔ ہم آ جائیں گے۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اپنے بیڈ روم میں حاضر ہو کر اپنی تازہ ترین پلاننگ پر نظرثانی کرنے لگا۔ پلاننگ یہ تھی کہ ابھی وہ دوبارہ مونارو اور ٹالبوٹ پر تخویفی عمل کرے گا۔ وہ دونوں اسی بنگلے کے ایک بیڈ روم میں سو رہے تھے لیکن اس نے اپنے منصوبے کے تحت مونارو کو سوتا بنایا تھا۔

مونارو پر عمل کر کے یہ ذہن نشین کرانا تھا کہ وہ مر چکا ہے اور اب وہ داؤد منڈولا ہے۔ یعنی منڈولا اپنی تمام شخصیت اور لب و لہجہ مونارو کے ذہن پر نقش کر دے گا۔

بہ الفاظِ دیگر جس طرح کبھی ایک جان ولسن ہوا کرتا تھا اور اب اپنے پیدائشی وجود کے باوجود مکمل طور پر داؤد منڈولا بن چکا تھا۔ اسی طرح مونارو آئندہ داؤد منڈولا کی حیثیت سے اسرائیل جا کر زندگی گزارنے والا تھا۔ اور ٹالبوٹ کے ذہن میں یہ نقش ہونے والا تھا کہ اس کا ساتھی مونارو پیرس میں طبعی موت مر چکا ہے اور وہ داؤد منڈولا کے ساتھ اسرائیل آیا ہوا ہے۔

صرف ایک مشکل مرحلے سے گزرنا تھا اور وہ مرحلہ برین واشنگ کا ہوتا لیکن یہ بھی منڈولا کے لیے کچھ زیادہ مشکل نہ تھا کیونکہ ایکسرے مین مارٹن' اور ٹیری آدم ان دونوں کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے ان کے اندر جا کر ان کے چور خیالات پڑھتے اور یہ بھی سمجھ نہ پاتے کہ ان چور خیالات پڑھنے والوں کے دماغوں پر داؤد منڈولا پہلے سے حکومت کر رہا ہے۔ ایسے میں ایکسرے مین مارٹن' الپا اور ٹیری آدم ان دونوں کے دماغوں سے وہی معلومات حاصل کرتے' جو منڈولا انہیں فراہم کرتا۔

یہ سارا دماغی کھیل تھا۔ یہ ذہانت سے سمجھنے کا تھا۔ سمجھانے کا نہیں تھا۔ یا پھر آنے والا وقت سمجھاتا ہے کہ بعض باتیں وقت گزرنے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔

○☆○

سپر ماسٹر فوج کے اعلیٰ افسران کے ساتھ ایک بند کمرے میں بیٹھا ہوا کشمیر میں پرائزلر کی موت اور جان ولسن کی مخفی تبدیلی کے متعلق بتا رہا تھا کہ وہ کس طرح یہودی داؤد منڈولا بن چکا ہے۔

بند کمرے کے باہر مسلح فوجی جوان کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ کسی بھی اعلیٰ حاکم یا اعلیٰ فوجی افسر کو اندر آنے نہ دیں۔ حتیٰ کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری ڈی کے تینوں وفاداروں کو بھی اس بند کمرے کے اجلاس میں شریک ہونے کی اجازت نہیں تھی۔

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں یہ احتیاط اس لیے برت رہا ہوں کہ داؤد منڈولا اگر مشین میں کچھ گڑبڑ کر کے جان ولسن کو یہودی منڈولا بنا سکتا ہے تو اس نے تھری ڈی کو بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے دوران کوئی شیطانی چال چلی ہوگی۔ ہو سکتا ہے' وہ تھری ڈی کو اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہو۔"

ایک افسر نے کہا۔ "تم دانشمندی سے کام لے رہے ہو۔ یہاں بحری' ہوائی اور فضائی افواج کے یوگا جاننے والے افسران ہیں۔ سابقہ جان ولسن یعنی موجودہ یہودی منڈولا ہم میں سے کسی کو تگڑا کارنامہ کر اس اجلاس کی اہم کارروائی نہیں دیکھ سکے گا۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "ویسے یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہودی بڑے مکار ہوتے ہیں۔ ہم مطمئن تھے کہ اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر چکے ہیں مگر وہ کمبخت جان ولسن کے اندر ہمیشہ زندہ رہے گا۔"

تیسرے افسر نے کہا۔ "اس نے ہمارے لیے بڑے مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ اب تو ہمیں اپنے تھری ڈی پر شبہ ہو گیا ہے کہ وہ ان تینوں کے اندر کسی وقت بھی آ کر ہمارے خفیہ منصوبے معلوم کرتا رہے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہم ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تھری ڈی کے دماغوں سے منڈولا کے تخویفی عمل کو ختم کر سکتے ہیں لیکن اب تو مشین پر بھی بھروسا نہیں کیا جا سکتا پتا نہیں وہ یہودی اس مشین میں کس قسم کا الٹ پھیر کر گیا ہے۔"

ایک نے کہا۔ "یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم اپنے کئی تجربہ کار مکینکس سے مشین کو اچھی طرح چیک کرا لیں گے۔"

"ہاں' مشین جب نارمل تھی تو منڈولا کے سوا کوئی دوسرا مکینک اس کی مرمت نہیں کر سکا لیکن اب تو اس کی مرمت ہو چکی ہے۔ ہمارے دوسرے مکینک اس میں کی جانے والی ہیرا پھیری کو سمجھ سکتے ہیں۔ ہمیں انہیں آزمانا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے اپنے چند تجربہ کار مکینکس کی صلاحیتوں کو آزمایا جائے گا لیکن تھری ڈی کا کیا بنے گا؟"

"مشین کو اچھی طرح چیک کرنے کے بعد تھری ڈی کو دوبارہ مشین سے گزار کر انہیں اپنا وفادار بنایا جائے گا اور جب تک ہمیں یقین نہیں ہو گا کہ وہ تینوں اس یہودی منڈولا کے اثر سے نکل چکے ہیں' تب تک ان تینوں ڈیز کو یہاں ہیڈ کوارٹر میں نظربند رکھا جائے گا۔"

ایک افسر نے پوچھا۔ "آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تھری ڈی نظربند رہ کر خیال خوانی کے ذریعے پارس کو کشمیر سے بھگا لائیں اسے سیاچن بھی نہ جانے دیں اور یہیں سے بھارت اور پاکستان کے فوجی کیمپ اور ان کے دوسرے اہم راز معلوم کریں؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہونا تو یہی چاہیے لیکن ٹرانسفارمر مشین

اطمینان بخش رہے گی تو میرا مشورہ ہے کہ کم از کم دو نہایت زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ہم اضافہ کریں۔ ان میں سے ایک خیال خوانی کرنے والا اتنا زبردست فائٹر اور ایسا طاقتور ہو کہ پرائزلر کی جگہ ایک ٹیم بنا کر وہاں جائے اور پارس کو ٹھکانے لگائے۔ اس کی تحویل میں جو مائیکرو فلمیں اور ہماری اہم دستاویزات ہیں انہیں یہاں لے آئے۔"

ایک افسر نے تائید کی۔ "بے شک' صرف خیال خوانی سے کام نہیں چلے گا۔ وہاں پرائزلر کی جگہ کسی زبردست اور خطرناک فائٹر کو پارس کے مقابلے میں جانا چاہیے اور ہمارا وہ فائٹر ایسا ہو کہ خیال خوانی بھی کرتا ہو۔"

"ہمارے کمانڈوز نئی جلاد قسم کے فائٹرز ہیں۔ ہم ان کا آپس میں مقابلہ کرائیں گے۔ مقابلے میں جو سب کو مات دے کر اول نمبر پر آئے گا۔ اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم دیا جائے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "آپ لوگوں کو یاد ہو گا کہ کچھ عرصہ پہلے جے پرگولا نامی شیطان نے ایک خفیہ تنظیم بنائی تھی۔ اس نے جیری اور ٹھرمال کو بھی ٹرپ کر کے اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔"

ایک نے کہا۔ "ہمیں یاد ہے۔ بھلا اس شیطان جے پرگولا کو کیسے بھلایا جا سکتا ہے' اس نے تو خیال خوانی کرنے والی تیز و طرار مرینا کو بھی اپنی معمولہ بنا لیا تھا لیکن وہ قتل ایبب جا کر پھنس گیا۔ یہودی خفیہ تنظیم نے اسے وہاں قید کر لیا اور ہم نے اس کی تنظیم کے ڈاکٹر اور سائنس داں ڈی سوزا کو اور اس کے پہلوان باڈی گارڈ ڈی کروسو کو یہاں سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں اسی پہلوان باڈی گارڈ ڈی کروسو کی بات کر رہا ہوں۔ اس کا قد تقریباً ساڑھے چھ فٹ ہے۔ جسم فولادی ہے۔ ایسا پہاڑ ہے کہ اس کے سامنے پارس چیونٹی بن جائے گا۔ میرا مشورہ ہے کہ اسے بھی کمانڈوز کے مقابلے میں شریک کیا جائے۔ اگر وہ کام کا نکلا تو ہم مشین کے ذریعے اسے اپنے ملک کا وفادار اور اپنا تابعدار بنا لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ تمہارے مشورے کو ہم مانتے ہیں۔ ابھی تم نے کہا ہے کہ مشین کے ذریعے دو خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ کیا جائے۔ یہ بتاؤ کہ دو سرا کیوں ضروری ہے؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ایک ہی کافی ہے۔ ہم زیادہ خیال خوانی کرنے والے پیدا کر کے بعد میں پچھتاتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "آسکر نہ پچھتانے کے لیے میں دوسرا ایک شاطر خیال خوانی کرنے والا چاہتا ہوں۔ اس کا کام صرف یہ ہو گا کہ وہ بڑی چالاکی سے ہمارے سابقہ بگڑے ہوئے خیال خوانی کرنے والوں کو پکڑ کر واپس لائے گا اور ہم ان سب کو تخویفی عمل کے لیے مشین کے ذریعے اپنا اٹل تابعدار بنائیں گے۔"

تمام افسران نے سپر ماسٹر کی تائید کی۔ وہ درست کہہ رہا تھا۔

سونیا ثانی وہاں سے جاتے وقت ٹیلی پیتھی جاننے والے مونارو اور ٹالبوٹ کو لے گئی تھی۔ پھر پتا چلا کہ ثانی نے جے مورگن کو بھی ٹرپ کر کے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا ہے۔ الپا نے میری قوم کو اغوا کیا تھا۔ جے پرگولا نے جیری اور ٹھرمال کو غلام بنا لیا تھا۔ ایسے کتنے ہی مشین کے پیدا کردہ امریکی خیال خوانی کرنے والے تھے جنہیں ایک نئی حکمتِ عملی سے واپس لایا جا سکتا تھا۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اگر ایسا ہو جائے تو ہمیں مشین کے ذریعے مزید ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم جنہیں ٹرپ کر کے لائیں گے' وہ ہمارے ہی امریکی وفادار ہوں گے۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "مگر ہم اپنی دانست میں بہت چالاک شکاری کا انتخاب کرتے ہیں اور وہ فرہاد اور اس کے بیٹوں کے سامنے جا کر کاٹھ کا الو بن جاتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "اس بار آپ میرے انتخاب پر بھروسا کریں۔ ہمارے ملک کا ایک نہایت ہی ذہین شطرنج کا کھلاڑی پچھلے تین برسوں سے شطرنج کا عالمی چیمپئن ہے۔"

"تم مسٹر بانیک ہرارے کی بات کر رہے ہو؟"

"جی ہاں۔ اگر ہم بانیک ہرارے کو ٹیلی پیتھی کا علم دیں اور اسے اپنا تابعدار بنا کر رکھیں تو وہ ہمارے بچھڑے ہوئے ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پکڑ کر واپس لے آئے گا۔"

سب نے بانیک ہرارے جیسے شاطر کے انتخاب کو تسلیم کیا پھر وہ بند کمرے سے نکلنے کے بعد بڑی رازداری سے خفیہ منصوبوں پر عمل کرنے لگے۔ پہلے انہوں نے تھری ڈی کے ڈی کرین' ڈی مورا اور ڈی ہاروے کا برین مشین کے ذریعے واش کیا اور انہیں پھر سے اپنا تابعدار بنایا۔ ان کے کئی تجربہ کار مکینک ٹرانسفارمر مشین کو اچھی طرح چیک کر کے اطمینان کرتے رہے۔

ان معصوفیات کے دوران جلاد قسم کے کمانڈوز سے ڈی کروسو

لیسلی زندگی کے لیے ایک کپ چائے گوجرہ نورہ کی سرگزشت

بابر زمان خان کی آپ بیتی' جگ بیتی

سب رنگ میں شائع ہونے والا منفرد ترین سلسلہ

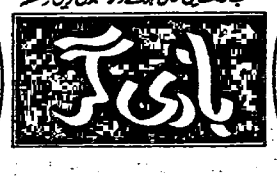

قیمت فی حصہ ۲۵/- روپے

ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰/- روپے

ابھی قریب جبکہ مثال مصنف فراہمی بلا بیرونی ہمت سے منگوائیں

کتابیات پبلی کیشنز

کا مقابلہ جاری رہا۔ آخر ڈی کروسو سب پر بازی لے گیا۔ سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے افسران نے مطمئن ہو کر ڈی کروسو اور مائیک ہرارے کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارا۔ مشین کے مختلف مراحل سے گزار کر انہیں ٹیلی پیتھی کا علم بھی دیا اور ملک و قوم کا وفادار بنانے کے علاوہ انہیں تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کا تابعدار بھی بنا دیا۔

ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے افسران کا اجلاس پھر بند کمرے میں ہوا۔ اس بار اجلاس میں ڈی کروسو اور مائیک ہرارے کا اضافہ ہوا۔ وہ سب ڈی کروسو کو بتا رہے تھے کہ پارس نے کس طرح پرائزلر اور اس کی ٹیم کو ان کے مقاصد میں ناکام بنا دیا تھا۔ آئندہ ڈی کروسو ایک ٹیم بنا کر پارس کے مقابلے پر جانا ہے۔

پھر انہوں نے سابقہ تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام لکھے اور وہ فہرست مائیک ہرارے کے حوالے کر کے کہا۔ "اب تم ذہانت سے چالیس چلو اور ان سب کو یہاں واپس لاؤ اور ثابت کرو کہ واقعی تم شاطر ہو۔"

مائیک ہرارے تھوڑی دیر تک فہرست کو پڑھتا رہا اور سوچتا رہا پھر بولا۔ "الپا اور منڈولا جیسے جتنے یہودیوں نے ہماری ٹرانسفارمر مشین سے علم حاصل کیا' وہ سب اسرائیل گئے ہیں۔ اس فہرست میں تیسرا اور چوتھا نام جیری اور تھرہال کا ہے۔ آپ ان کے متعلق معلومات فراہم کریں۔"

"قتل ابیب میں ہمارے ایک جاسوس نے جے پر گولا سے معلوم کیا ہے کہ وہ دونوں پر گولا کے عمل سے آزاد ہو کر اٹلی کی گاڈ مدر ٹریسا کی دو جوان بیٹیوں پر عاشق ہو گئے ہیں۔ اب شاید ان ہی کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ آجکل کہاں ہیں؟"

مائیک ہرارے نے پوچھا۔ "آپ گاڈ مدر ٹریسا کے بارے میں کچھ بتائیں۔"

"گاڈ مدر کے بیٹے کا نام وان لوئن ہے۔ اس نے انسانی عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے کیمرے اور دوسرے آلات تیار کیے ہیں۔ ٹریسا کی پہلی بیٹی کا نام امیلیا ہے' اس نے وکالت پاس کی ہے۔ دوسری بیٹی میکسی نے میڈیکل سائنس میں ڈگری حاصل کی ہے۔ تیسری بیٹی انالانا اسکاٹ لینڈ یارڈ سے سراغرسانی کی ٹریننگ حاصل کر چکی ہے۔ لیکن وہ اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر عادل نامی ایک جوان کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں چلی گئی ہے۔"

"کیا وہ انسانی عکس منتقل کرنے والے آلات وان لوئن کے پاس ہیں؟"

"یقیناً اس کے پاس ہوں گے۔ وہ خود آلات تیار کر لیتا ہے۔ اس نے پچھلے دنوں ان آلات کے ذریعے قتل ابیب میں بڑی ہلچل مچا دی تھی۔"

شاطر مائیک ہرارے سر جھکا کر سوچنے لگا۔ ڈی کروسو نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "میں نے پارس کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ مگر اب دنیا والے اس کے بارے میں کچھ نہیں سن سکیں گے۔ میں اس کی گردن کی ہڈی توڑ دوں گا۔"

"ہمیں یقین ہے' تم ایسا کر سکو گے۔ تم جان پر کھیل جانے والے گوریلا فائٹروں کی ایک ٹیم بناؤ اور کشمیر کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں کشمیر' لداخ' قراقرم' بلتستان اور سیاچن کے متعلق تمام تفصیلی معلومات اور نقشے فراہم کیے جائیں گے۔"

مائیک ہرارے نے پوچھا۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ مسٹر ڈی کروسو وہاں جا کر پارس سے مقابلہ کریں اور اس کی گردن توڑ دیں۔ آپ کی منزل پارس نہیں' سیاچن کا علاقہ ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مسٹر مائیک ہرارے! یہ معاملہ مسٹر ڈی کروسو کا ہے۔ تم صرف اپنے معاملات پر توجہ دو۔ ہمیں اپنے بچھڑے ہوئے اور گم شدہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "میں شطرنج کا کھلاڑی ہوں۔ نئی اور چونکا دینے والی چالیں چلتا ہوں۔ میں جس انداز میں کھیل شروع کرنا چاہتا ہوں' اس سے مسٹر کروسو کو فائدہ پہنچے گا۔"

سب نے اسے دلچسپی اور سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولا۔

"اگر دشمن کو ذہانت سے مارا جا سکتا ہے تو لاٹھی نہیں چلانا چاہیے۔ اگر ہم گاڈ مدر ٹریسا کے بیٹے وان لوئن سے انسانی عکس منتقل کرنے کے آلات حاصل کر لیں تو ان آلات کے ذریعے پاکستان اور بھارت کے کیمپ اور فوجی راز معلوم کر سکتے ہیں۔"

سب نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ یہ آسانی سے سمجھ میں آنے والی بات تھی مگر کسی کا دھیان عکس منتقل کرنے والے آلات کی طرف نہیں گیا تھا۔ شاید اس لیے کہ وہ آلات ان کی دست رس سے دور تھے۔

مائیک ہرارے نے کہا۔ "آپ صرف اتنی معلومات حاصل کر لیں کہ گاڈ مدر اور اس کا بیٹا وان لوئن کہاں ہیں؟ یا پھر ان کی آوازوں کے کیسٹ یا تصویریں حاصل کر لیں۔ باقی شطرنج کی بازی میں کھیلوں گا۔"

یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا۔ گاڈ مدر ٹریسا اور اس کے بیٹے بیٹیوں کی تصویریں اٹلی کی تمام پولیس اور انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں تھیں۔ سپر ماسٹر نے اٹلی کے اعلیٰ حکام سے رابطہ کیا پھر ان حکام کی رضامندی سے ایسے انتظامات کیے کہ سیٹلائٹ کے ذریعے مائیک ہرارے اور ڈی کروسو نے ٹی وی اسکرین پر گاڈ مدر اور اس کے بیٹے بیٹیوں کی تصاویر مختلف زاویوں سے دیکھیں اور انہیں اپنے کیسٹ میں ریکارڈ کر لیا۔

مائیک ہرارے نے وہ تصاویر دیکھنے سے پہلے ڈی کروسو سے کہا تھا کہ وہ انہیں دیکھتے ہی ان کی آنکھوں میں جھانک کر ان کے اندر پہنچنے کی کوشش نہ کرے۔

ڈی کروسو نے کہا۔ "میں صرف سپر ماسٹر کا تابعدار ہوں۔ تم مجھے ہدایات اور مشورے نہ دیا کرو۔"

ہرارے نے مسکرا کر کہا۔ "آپ ایک فولادی انسان ہیں۔ اگر چاہیں تو میرا لہو میرے جسم سے نچوڑ سکتے ہیں۔ میں آپ سے بڑا بن کر آپ کو مشورہ نہیں دے رہا ہوں۔ اگر آپ بھی مجھے عقل کی باتیں سمجھائیں گے تو میں ان پر عمل کروں گا۔"

"تم مجھے عقل کی بات کیا سمجھا رہے ہو؟ کیا یہی کہ گاڈ مدر کے بیٹے اور بیٹیاں سانس روک لیتی ہوں گی؟"

"ہاں' میں یہی سمجھتا ہوں۔ ہمیں محتاط رہ کر یہ کبھی ظاہر نہیں کرنا چاہیے کہ امریکا میں ہم دو خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا۔ "بے شک ڈی کروسو' خود کو روپوش رکھو گے تو دشمنوں سے محفوظ رہو گے۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "آپ لوگوں کا حکم سر آنکھوں پر۔ اتنی عقل مجھ میں بھی ہے کہ وان لوئن اور اس کی بہنیں جوان ہیں۔ صحت مند بھی ہوں گی اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتی ہوں گی لیکن ان کی ماں یعنی گاڈ مدر تو بوڑھی ہو چکی ہے۔ کیا وہ بڑھاپے میں سانسیں روک سکے گی؟"

ہرارے نے کہا۔ "تم زبردست پہلوان ہو اور میں شاطر ہوں۔ میں بساط کے مہروں کے ہر پہلو پر نظر رکھتا ہوں۔ تم یہ بھول رہے ہو کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرہال اس بوڑھی گاڈ مدر پر عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کر سکتے ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا؟"

ڈی کروسو فوراً ہی کوئی جواب نہ دے سکا۔ پھر ہچکچاتے ہوئے بولا "میں اتنا نادان نہیں ہوں۔ یہ سمجھ سکتا ہوں کہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسا کر سکتے ہیں۔ مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گاڈ مدر شراب پیتی ہو یا اور کوئی نشہ....."

سپر ماسٹر نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم فرض کر رہے ہو کہ وہ شراب پیتی ہو گی لیکن صرف ایسا سوچ کر اس کے دماغ میں جاؤ گے اور ناکام رہو گے تو گویا دشمنوں کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آمد سے آگاہ کرو گے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ آئندہ کسی بھی معاملے میں مسٹر مائیک ہرارے سے پہلے مشورہ لیا کرو پھر عمل کرو۔"

ڈی کروسو کو اپنی اگلطی کا احساس ہوا۔ مگر وہ سر تسلیم خم کرتے ہوئے بولا۔ "اگر گاڈ مدر' اس کی اولادیں اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے سب ہی سانسیں روک لیتے ہیں تو پھر طاقت کا استعمال کر کے انہیں زخمی کرنا ہو گا۔ یا کسی دوا یا انجکشن کے ذریعے انہیں اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرنا ہو گا۔"

ہرارے نے کہا۔ "ایسا کچھ نہیں کرنا ہو گا۔ بہت عرصے پہلے جب جیری اور تھرہال کو یہاں ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا ہو گا تو ان کا تمام ریکارڈ بھی یہاں موجود ہو گا۔ اس ریکارڈ میں ان کی آوازوں کے کیسٹ بھی ہوں گے۔ بس ذرا عقل سے سوچنے کی بات ہے کہ جیری اور تھرہال نے گاڈ مدر کی فیملی کے تمام ممبران پر عمل کیا ہو گا۔ اگر ہم ان کی آواز اور لہجہ اختیار کر کے ان کے دماغوں میں جائیں گے تو ان میں سے کوئی ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "دیکھو کروسو! اسے کہتے ہیں شاطرانہ ذہانت۔ میں ابھی ریکارڈ روم سے جیری اور تھرہال کی آوازوں کے کیسٹ منگواتا ہوں۔"

اس نے اپنے خاص ماتحت کو حکم دیا کہ ریکارڈ روم سے مطلوبہ آڈیو کیسٹ لائی جائیں۔ تینوں افواج کے اعلیٰ افسران نے ڈی کروسو کو سمجھایا کہ اپنی اہم مطلوبہ چیز حاصل کرنے کے لیے آدمی کو جھک جانا چاہیے۔ خواہ وقتی طور پر دشمن کے آگے کیوں نہ جھکنا پڑے۔ پھر مسٹر ہرارے تو دوست ہیں اور نہایت ذہین ہیں۔ لہٰذا سپر ماسٹر کے حکم کے مطابق اسے ہر معاملے میں ہرارے سے مشورہ لینا چاہیے۔

ڈی کروسو نے دل میں کہا۔ ٹھیک ہے' وقتی طور پر جھک رہا ہوں۔ آئندہ کسی مرحلے پر اپنی کارکردگی دکھا کر ثابت کر دوں گا کہ

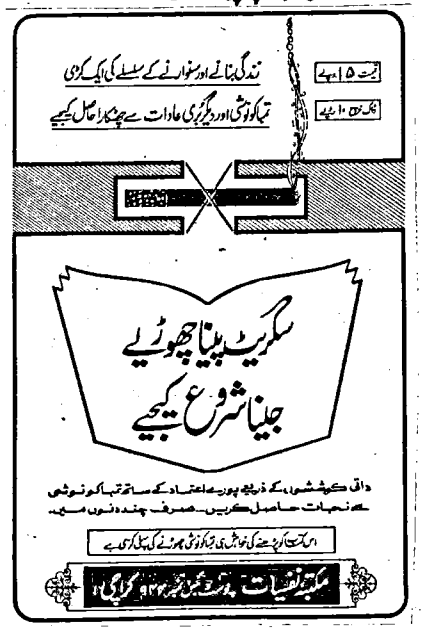

میں مائیک ہرارے سے برتر ہوں۔

انہیں آڈیو کیسٹ کے ذریعے جیری اور تھرہال کی آوازیں سنائی گئیں۔ ٹی وی اسکرین پر گاڈمدر اور اس کے بیٹے بیٹیوں کی تصویریں دکھائی گئیں۔ سپرماسٹر نے کہا۔ "ڈی کروسو! ابھی تم خیال خوانی نہ کرو۔ مسٹر ہرارے کو اپنے طور پر اس فیملی کے اندر گھسنے دو۔ بہتر ہے اپنی ایک ٹیم بنانے کے لیے جاں نثار فائٹروں اور کوہ پیما افراد کی ایک فہرست تیار کرو۔"

ڈی کروسو نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے مسٹر ہرارے اور گاڈمدر کے معاملات سے الگ رکھا جارہا ہے۔ کوئی بات نہیں میں تابعدار ہوں۔ ابھی سوچ سمجھ کر فہرست تیار کروں گا۔"

شاطر مائیک ہرارے نے گاڈمدر کے بیٹے وان لوئن کو اپنا ٹارگٹ بنایا۔ اس کی تصویر کو کئی بار غور سے دیکھا۔ پھر جیری کی آواز اور لہجہ اختیار کرکے تصویر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے اندر پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس آگیا۔

یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وان لوئن کے دماغ کو جیری نے عمل کرکے لاک نہیں کیا ہے۔ ہرارے نے دوسری بار تھرہال کی آواز اور لہجہ اختیار کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس بار وان لوئن نے سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ یہ معلوم ہوگیا کہ وہ تھرہال کا معمول ہے۔

اس وقت وان لوئن سوچ رہا تھا کہ ابھی کون اس کے اندر آنا چاہتا تھا۔ بے اختیار اس نے سانس روک لی تھی۔ مائیک ہرارے نے اس کی سوچ کا رخ بدل دیا۔ یہ معلوم کیا کہ ابھی جیری اور تھرہال سے ان کے تعلقات ہیں؟ اگر ہیں تو وہ دونوں خیال خوانی کرنے والے کہاں ہوں گے؟

وائن لوئن نے سوچا۔ "وہ دونوں اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ ان میں سے ایک اس کی بہن مامیلا کو اور دوسرا میکسی کو چاہتا ہے لیکن وہ دونوں کبھی سامنے نہیں آتے ہیں۔ اس کی بہنوں سے کبھی اچانک ہی کسی پارک یا دوسری تفریح گاہ میں ملاقات کرتے ہیں اور ہر ملاقات میں ان کے چہرے بدلے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے یقین دلاتے ہیں کہ وہی ان کے عاشق ہیں۔"

مامیلا اور میکسی نے اپنے خیال خوانی کرنے والے عاشقوں سے کئی بار خوشامدیں کیں کہ وہ دونوں اس کی ماں اور بھائی کے سامنے آیا کریں اور چرچ میں چل کر ان سے شادی کرلیں لیکن وہ انہیں ٹال دیتے ہیں۔

وان لوئن کے خیالات بتا رہے تھے کہ جیری اور تھرہال دل کے معاملے میں مجبور ہو کر اس کی بہنوں سے محبت کرتے ہیں اور ان کی پوری فیملی کے کام بھی آتے رہتے ہیں لیکن عادل کی طرح گاڈمدر پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ ان کی حرکتوں اور چال مثول سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دونوں خیال خوانی کرنے والے بھی عادل کی طرح فرہاد علی تیمور سے متاثر ہیں یا اس کے تابعدار ہیں۔ وہ دونوں گاڈمدر کی مافیا تنظیم سے دور رہ کر بھی مامیلا اور میکسی کی خاطر ان کے کام آتے رہتے ہیں۔

وان لوئن کے خیالات نے بتایا کہ اس کے پاس انسانی عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے کیمرے' سائونڈ ریکارڈنگ مشین اور دوسرے اہم آلات تھے۔

شاطر مائیک ہرارے نے اس کی سوچ میں پوچھا کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں ہے؟ اس کی سوچ نے کہا۔ "ہم حیفہ میں بھیس بدل کر رہتے ہیں۔ کوئی ہمیں پہچان نہیں سکے گا۔ تل ابیب آتے جاتے رہتے ہیں۔ تل ابیب میں ایک ایسا بنگلا ہے جس میں دو ہری چھتیں ہیں۔ ان چھتوں کے درمیان عادل نے ایک کنجوس ارب پتی یہودی سے کروڑوں ڈالر کے ہیرے جواہرات اور کروڑوں پونڈ کے نوٹ لے کر انہیں وہاں چھپا رکھا ہے اور گاڈمدر کو اجازت دی ہے کہ یہ بے انتہا دولت اگر وہ لے جاسکتی ہے تو وہاں سے لے جائے لیکن دولت حاصل کرتے وقت وہ اپنی اولاد کے ساتھ اگر کسی مصیبت میں پھنس گئی یا اسرائیل انٹیلی جنس والے اسے اور اس کے بیٹے بیٹیوں کو گرفتار کرکے آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچادیں گے تو عادل پر اس کی ذمے داری عائد نہیں ہوگی۔

عادل نے گاڈمدر کو بے انتہا دولت دی تھی لیکن گاڈمدر اور وان لوئن ہزار تدبیر کے باوجود اسے حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ جیری نے خیال خوانی کے ذریعے گاڈمدر سے کہا تھا "ہماری ٹیلی پیتھی اور تمہاری عکس منتقل کرنے والی تکنیک کے ذریعے وہ دولت کسی طرح حاصل کی جاسکتی ہے لیکن اسے اسرائیل سے باہر پہنچانا ایک مسئلہ ہے۔ وہ ہیرے اور جواہرات نایاب اور نہایت قیمتی ہیں۔ انہیں چھپا کر لے جانا اگرچہ ناممکن نہیں ہے لیکن مشکل ضرور ہے۔"

گاڈمدر نے کہا۔ "مشکل کیوں ہے؟ تم اور تھرہال ائرپورٹ کے کسٹمز کے افسران کے دماغوں پر قبضہ جما کر یہ بے انتہا دولت یہاں سے پار کرسکتے ہو۔"

"بے شک ہم ایسا کرسکتے ہیں لیکن دوسرے پہلوؤں پر بھی غور کرو۔ یہاں یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ وہ غیر ملکی جاسوسوں اور خفیہ ایجنٹوں کو تاڑنے کے لیے اکثر ائرپورٹ کے کسٹمز اور پولیس افسران کے اندر آتے جاتے رہتے ہیں۔"

وان لوئن نے کہا۔ "ہم مانتے ہیں کہ ایسے وقت ان افسران کے دماغوں میں خیال خوانی کرنے والے پہنچا جاسکتے ہیں لیکن سہولت سے مناسب وقت کا انتظار کرتے ہوئے ان افسران کے خیالات پڑھے جائیں اور خاموشی سے معلوم کیا جائے کہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر کب اور کن حالات میں آتے جاتے رہتے ہیں تو کچھ مشکلات آسان ہوجائیں گی۔"

گاڈمدر نے کہا۔ "تم دونوں رفتہ رفتہ ان افسران پر موقع دیکھ کر تنویمی عمل کرتے رہو اور یوں ایک ایک کرکے ائرپورٹ کے

تمام عملے کو اپنا معمولی اور تابعدار بنالو۔ پھر راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی شبہ نہیں ہوگا اور تمام دولت ان کے آبائی وطن اٹلی پہنچ جائے گی۔"

جیری اور تھرہال میرے احسان مند تھے کیونکہ میں نے انہیں جے پرگولا کے جادوئی تنویمی عمل سے نجات دلائی تھی اور حسب دستور جناب تیمرزی صاحب کی ہدایات کے مطابق آزاد چھوڑ دیا تھا۔ آزادی کے باوجود وہ کہتے تھے کہ پہلے میرے اور میری فیملی کے کام آئیں گے پھر دوسرے معاملات سے دلچسپی لیں گے۔

ان دنوں وہ باری باری فرحانہ اور ساجد کے پاس چار گھنٹے رہا کرتے تھے۔ پھر مامیلا اور میکسی کی خاطر گاڈمدر کے کام آتے تھے۔ ائرپورٹ کے ایک ایک افسر کی اچھی طرح اسٹڈی کرنے کے بعد انہیں اپنا معمول اور تابعدار بناتے رہتے تھے۔

شاطر مائیک ہرارے نے سپرماسٹر کے پاس آکر گاڈمدر' جیری اور تھرہال کے حلقے بتایا۔ پھر ماسٹر نے پوچھا۔ "ان حالات میں تمہاری شطرنجی ذہانت کیا کہتی ہے؟"

وہ بولا "میرے لیے وان لوئن اہم ہے۔ ابھی میں اس کے اندر رہ کر عکس منتقل کرنے والے آلات کے ایک ایک تکنیشن کو اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ اس کے پاس ان تمام آلات کے دو سیٹ ہیں۔ ایک سیٹ اس کے پاس حیفہ میں ہے۔ دوسرا سیٹ اٹلی کے شہر روم میں اس کی رہائش گاہ کے اندر چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"یہ تم آسانی سے معلوم کرلوگے کہ وہ کہاں اور کس الماری میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"جی ہاں۔ میں نے اس الماری کا لاک نمبر بھی معلوم کرلیا ہے۔ اب آپ اٹلی میں اپنے سفیر سے اس معاملے پر فون کے ذریعے گفتگو کریں اور اسے بتائیں کہ میں اس کے دماغ میں رہوں گا اور مجھے روم میں دو چار نہایت ذہین اور تجربہ کار سراغرسانوں کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"تم واقعی شاطر ہو۔ گاڈمدر' وان لوئن اور ان کے خیال خوانی کرنے والوں سے چھیڑ چھاڑ کیے بغیر عکس منتقل کرنے والے آلات روم کی رہائش گاہ سے حاصل کرلوگے۔"

"میں ان آلات کو حاصل کرنے کے بعد اپنے آدمیوں سے کہوں گا کہ وہ انہیں یہاں لائیں اور ایسے ہی دوسرے آلات تیار کریں۔ ایسا کرنا احتیاطاً لازمی ہے۔ اگر آلات کا ایک سیٹ یا ایک پرزہ بھی گم ہوجائے گا تو ہم دوسرے پرزے استعمال کرسکیں گے۔"

"میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم اپنی ذہانت سے جو چاہو کرو۔ میں ہر طرح تم سے تعاون کرتا رہوں گا۔"

ہرارے نے چوبیس گھنٹوں کے اندر روم میں اپنے امریکی آلہ کاروں کے ذریعے گاڈمدر کی رہائش گاہ میں ڈاکا ڈالا۔ وان لوئن کی الماری سے وہ تمام آلات نکلوائے پھر انہیں واشنگٹن پہنچادیا۔ وہاں ماہرین نے ان آلات کا مطالعہ کیا۔ ایک ایک پرزے کے ڈرائنگ تیار کیے۔ جس طرح انٹینا کے ذریعے ٹی وی اسٹیشن کے پروگرام ٹی وی اسکرین پر منتقل کیے جاتے ہیں اسی طرح وان لوئن نے ایک ننھا سا لاکٹ تیار کیا تھا جس کے ذریعے عکس منتقل کرنے والے ویڈیو کیمرے کو آن کرنے کے بعد اس کے سامنے جو بھی شخص ہوتا تھا' اس کا عکس اس جگہ پہنچ جاتا تھا جہاں وہ ننھا سا لاکٹ ہوا کرتا تھا۔

ان تمام تفصیلات کو ماہرین نے بھی سمجھا اور پارس کے مقابلے پر کشمیر جانے والے ڈی کروسو کو بھی اچھی طرح سمجھایا۔ ڈی کروسو نے سمجھنے کے بعد کہا۔ "واقعی ان آلات کے ذریعے سیاچن میں بھارتی اور پاکستانی آرمی کے کیمپوں اور ان کی نقل و حرکت کو کسی بھی ٹی وی اسکرین پر دیکھا جاسکتا ہے اور پارس کا سراغ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ وہ ان دنوں کہاں ہے۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "ان آلات کے ذریعے جاسوسی آسان ہوگئی ہے۔ تاہم ایک مشکل ہے۔ اس سلسلے میں یہ ننھا لاکٹ بہت اہم ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے کسی کو آلۂ کار بنا کر اس لاکٹ کو کسی فوجی خفیہ اڈوں تک پہنچاؤ گے۔ تب ان اڈوں کے مناظر کو اسکرین پر دیکھ سکو گے۔"

"ہاں' یہ ایک مشکل کام ہے۔ ان فوجیوں کے کیمپوں اور خفیہ اڈوں تک کسی کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ پاکستانی اور بھارتی فوج کے سپاہی ہمارے کسی جاسوس یا آلۂ کار کو دور سے دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔ یہاں تو دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا۔ اس چھوٹے سے لاکٹ کو وہاں تک کون لے جاکر چھپا سکے گا؟"

ہرارے نے کہا۔ "جب شطرنج میں چال پھنس جاتی ہے اور جوابی چال چلنے کے راستے مسدود ہوجاتے ہیں' تب ہی ذہانت اپنے گل کھلاتی ہے۔ ایسے وقت جس کی ذہانت گل کھلاتی ہے' وہی شطرنج کا کامیاب کھلاڑی تسلیم کیا جاتا ہے۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "سیاچن گلیشئر بیس ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ وہاں کوئی انسانی بستی نہیں ہے۔ وہاں گہری دبیز برف کی چمکتی ہوئی سفیدی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ وہاں پانی جم جاتا ہے۔ ڈبل روٹیاں' انڈے' سبزیاں اور گوشت وغیرہ جم کر لوہے کی طرح سخت ہوجاتے ہیں۔ ایسی جگہ وہ فوجی کس طرح آگ سلگاتے ہیں اور کھانے پینے کی چیزوں کو پگھلا کر پیٹ بھرتے ہیں؟ برفانی ذرات اور سرد ہواؤں کے بگولوں میں وہ کس طرح دن رات جی رہے ہیں اور اپنی اپنی سرحدوں کی حفاظت کررہے ہیں؟ یہ وہی جانتے ہیں۔ ایسی جگہ عکس منتقل کرنے والے لاکٹ کو پہنچانا بالکل ہی ناممکن ہے۔"

مائیک ہرارے مسکرانے لگا۔ ڈی کروسو نے اسے ناگواری سے دیکھ کر سپرماسٹر سے کہا۔ "یہ مسٹر ہرارے ایسے مسکرا رہے ہیں' جیسے میں کوئی لطیفہ سنا رہا ہوں۔ یا بچکانہ باتیں کررہا ہوں۔ آپ ہی بتائیں' کیا وہاں تک پہنچانا ممکن نہیں ہے؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "وہ علاقہ صرف ان فوجیوں کے لیے مخصوص ہے' جو کوہ پیمائی کی تربیت حاصل کر چکے ہیں۔ وہاں ان فوجیوں کے علاوہ کوئی نظر آئے تو اسے گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ پھر اسے اس لیے گولی ماردی جاتی ہے کہ وہ واپس جا کر ان راستوں اور مورچوں کی نشاندہی نہ کر سکے۔"

ہرارے نے کہا۔ "میں جانتا ہوں' وہاں کا درجۂ حرارت منفی ۴۰ درجے سینٹی گریڈ ہے۔ ہمارا کوئی ہیلی کاپٹر بھی ادھر نہیں جا سکتا۔ کیونکہ بعض اوقات ۵۰ کلومیٹر فی گھنٹا کی رفتار سے چلنے والی سرد ہواؤں کے بگولے ہیلی کاپٹر کی پرواز میں رکاوٹ بنتے ہیں لیکن ایک پاکستانی ہیلی کاپٹر جس کا نام کوبرا ہے' اس نے ۴۵ کلومیٹر گلیشئر پر پرواز کر کے ایک نئی مثال قائم کی ہے۔ میں پوچھتا ہوں' پاکستانی فوج کے ہوا بازوں نے ناممکن کو ممکن کیسے بنالیا؟ اور ہم ناممکن کو ممکن کیوں نہیں بنا سکتے؟"

اس سوال پر تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر ڈی کروسو نے کہا۔ "تم شطرنج میں عالمی چیمپئن ہو۔ بڑی ذہانت سے چالیں چلتے ہو۔ اگر تم ناممکن کو ممکن بنادو اور وہ لاکٹ ان دونوں ملکوں کے خفیہ فوجی اڈوں میں پہنچادو تو میں تمہیں شاطر اور اپنا استاد مان لوں گا۔"

"میں خود کو منوانا اور اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتا۔ بس سمجھ لو کہ چند لاکٹ دونوں ملکوں کے خفیہ فوجی اڈوں میں چوہیں یا اڑتالیس گھنٹوں کے اندر پہنچ جائیں گے۔"

ڈی کروسو' سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران نے بے یقینی سے اسے دیکھا پھر سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہمیں ایک بے مثال اور ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ اسی لیے میں نے تمہارا انتخاب کیا تھا۔ تم اپنے اعلیٰ افسران کو بتاؤ کہ میرا انتخاب غلط نہیں تھا۔ تم وہ چند لاکٹ وہاں تک کیسے پہنچاؤ گے؟"

وہ بولا۔ "سر! بعض اوقات مشکل سے مشکل مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور آسان مسئلے کا حل سجھائی نہیں دیتا۔ ہم آپ' سب ہی جانتے ہیں کہ فوجیوں کے لیے کھانے پینے کا' پہننے اوڑھنے کا اور دیگر ضروریات کا سامان محاذوں پر جایا کرتا ہے اور یہ سامان پہنچانے والے بھی فوجی ہوتے ہیں' انسان ہوتے ہیں۔ ان کے پاس دماغ ہوتا ہے اور ہمیں دماغوں میں پہنچنا آتا ہے۔ وہ ہماری مرضی کے مطابق اس سامان میں ہمارے کئی لاکٹ چھپا کر لے جا سکتے ہیں اور ان خفیہ اڈوں میں پہنچ کر انہیں ہماری ضرورت کی جگہ رکھ سکتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے خوش ہو کر کہا۔ "مسٹر ہرارے! تم نے میرا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔"

تمام فوجی افسران بھی اس کی تعریفیں کرنے لگے۔ ڈی کروسو نے کہا۔ "مسٹر ہرارے! میں تمہارے مقابلے میں برتر رہنے کے لیے دل ہی دل میں تمہیں کمتر سمجھتا رہا تھا لیکن اب دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرتا ہوں کہ تم بے مثال ذہانت رکھتے ہو۔ مجھے تمہاری انگلی پکڑ کر چلنا چاہیے۔ اور میں اپنے تمام اعلیٰ افسران کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ تمہارا ماتحت بن کر رہوں گا اور تم سے بہت کچھ سیکھنے کی کوششیں کرتا رہوں گا۔"

ہرارے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے گلے لگایا پھر اسے تھپک کر کہا۔ "نہ تم میرے ماتحت ہو' نہ میں تمہارا ماتحت ہوں۔ ہم دوست ہیں اور اپنے ملک کے سپاہی ہیں۔ ہمارے اتحاد سے ہی وہاں پارس بے موت مرے گا۔"

اس اتحاد پر تمام افسران خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "اب یہ معلوم کرنا رہ گیا ہے کہ پارس کہاں ہے؟ اگر وہ سری نگر میں ہی ہے تو تم دونوں جگہ جگہ ٹیلی پیتھی کا جال بچھا کر اسے گھیر سکتے ہو۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "سری نگر کوئی بہت بڑا شہر نہیں ہے۔ کشمیریوں کے لیے بڑا شہر ہو سکتا ہے لیکن بھارتی فوج اور وہاں کی پولیس والے اتنے دنوں سے کیا کر رہے ہیں؟ جبکہ شی تارا بھی فوج سے تعاون کر رہی ہے۔ اپنے محبوب کو اپنے زیرِ اثر لانے کے لیے دن رات ایک کر رہی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "پارس اس شہر میں ایک اجنبی ہوگا اور اس کا کوئی مخصوص ٹھکانا نہیں ہوگا۔ اب تک کی رپورٹ کے مطابق وہ ہوٹلوں میں رہتا آیا ہے۔ میرا خیال ہے وہ آئندہ وہاں کے مجاہدین کی طرح کسی نہ کسی کشمیری مسلمان کے گھر میں پناہ لے گا۔"

مائیک ہرارے نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "اب وہ سری نگر میں نہیں ہوگا۔ اسے معلوم ہو چکا ہے کہ ہم سیاچن کے علاقے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ اگرچہ اس نے دلچسپی لینے والے ہمارے ایک پلان میکر پرائزلر کو مار ڈالا ہے۔ اس کے باوجود سمجھ رہا ہوگا کہ ہم امریکی نئی تیاریوں کے ساتھ آئیں گے۔ وہ کبھی نہیں چاہے گا کہ ہم پاکستانی فوج کے خلاف جاسوسی کریں۔ اس لیے وہ کسی ایسے راستے پر ہوگا جو سیاچن کی طرف جاتا ہو۔ شاہراہِ ریشم 'قراقرم' خنجراب' گلگت یا بلتستان کی طرف سفر کر رہا ہوگا۔"

"وہ جہاں بھی ہو' ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

ڈی کروسو نے کہا۔ "میں ہرارے جیسی شطرنجی ذہانت نہیں رکھتا لیکن میرے ذہن میں یہ بات آرہی ہے کہ اسے پاکستان سے محبت ہے۔ اس لیے وہ پہلے پاکستانی آرمی کو ہمارے ارادوں سے باخبر رکھنا چاہے گا۔ اس مقصد کے لیے وہ بابا صاحب کے ادارے کے ذرائع استعمال کرے گا یا خود پاکستان کے راستے سیاچن کا رخ کرے گا۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "مسٹر کروسو! ذہانت کسی کی میراث نہیں ہے۔ یہ صرف میرے پاس نہیں تمہارے پاس بھی ہے۔ ابھی تم نے ذہانت سے سوچا ہے اور درست سوچا ہے۔ انسان پہلے اپنے بچاؤ کی سوچتا ہے' پھر دشمن پر حملے کی تدبیر کرتا ہے۔ پارس بھی پہلے پاکستانی آرمی کی حمایت میں سوچے گا اور عمل کرے گا۔"

ڈی کروسو کی ذہانت کو بھی تسلیم کیا گیا تھا اس لیے وہ بہت خوش تھا۔ مائیک ہرارے نے چند لمحات تک سوچنے کے بعد کہا۔ "سیاچن گلیشئر تک پہنچنے کے تین راستے ہیں۔ پہلا ۷۹ ہزار مربع کلومیٹر سلسلہ کوہِ قراقرم کا حصہ پاکستان میں ہے۔ جبکہ "ٹرانگ" کا کچھ حصہ بھارت کے قبضے میں ہے۔ اس کے بعد "دولت بیگ اولادی" کی چوکی اور درۂ قراقرم (خنجراب کا علاقہ) کے جنوبی علاقے عوامی جمہوریہ چین کی سرحدی حدود میں ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "شاہراہِ ریشم پاکستان کو چین سے ملاتی ہے۔ اس راستے چین تک یا سیاچن تک جانے کے لیے درۂ خنجراب سے گزرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا پارس جو بھی راستہ اختیار کرے گا' اسے درۂ خنجراب سے گزرنا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں ہمارے ایک دو جاسوسوں کو سیاح بنا کر فوراً ہی خنجراب کی بستی میں پہنچا دیا جائے۔ ہم ان جاسوسوں کے اندر رہ کر وہاں کے لوگوں سے ملاقات کریں گے اور ان کے دماغوں میں گھس کر پارس کو تلاش کریں گے۔ ہو سکتا ہے' وہ کسی بھیس میں وہاں موجود ہو۔"

ایک فوجی افسر نے فوراً ہی اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے فون کے ذریعے ملٹری انٹیلی جنس سے رابطہ کیا پھر اس سلسلے میں ضروری ہدایات دینے لگا۔

مائیک ہرارے اپنے بڑے افسران اور سپر ماسٹر کے ساتھ ایک میز کے ساتھ لگا بیٹھا تھا۔ وہ کسی بھی اہم معاملے میں جہاں بیٹھتا تھا' وہاں اس کے سامنے شطرنج کی ایک خیالی بساط بچھ جاتی تھی اور وہ اس بساط پر اہم مُہروں کو تصور میں دیکھتا رہتا تھا۔ ایسے ہی وقت اس نے پارس کے لیے بچھی ہوئی بساط پر ایک اہم مُہرے کو دیکھا اور اس مہرے کا نام تھا شی تارا۔

اس نے سپر ماسٹر سے پوچھا۔ "شی تارا سے کیسے رابطہ ہو سکتا ہے؟"

بری فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "میں جانتا ہوں۔ ایک بار شی تارا نے کہا تھا کہ پیرس' لندن' واشنگٹن اور بھارت وغیرہ میں ڈی شی تارا رہتی ہیں اور وہ اپنی ہر ڈی سے رات کے بارہ بجے رابطہ کرتی ہے۔ اس وقت بھارت میں آدھی رات ہونے والی ہے۔ اس نے اپنی تمام ڈیسز کے فون نمبر دیے تھے۔ ہم ابھی بھارت والی ڈی سے کہہ سکتے ہیں کہ اصلی شی تارا اس کے پاس آئے تو وہ ہم سے ضروریات کرائے۔"

انہوں نے ہاٹ لائن پر بھارت کی ڈی شی تارا سے رابطہ کیا۔ ان دنوں پوجا ڈی شی تارا بنی ہوئی تھی اور کشمیر سے دہلی آگئی تھی۔ رابطہ قائم ہونے پر دائی ماں نے ریسیور اٹھایا پھر پوچھا۔ "ہیلو' کون ہو تم؟"

"میں سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔ میڈم شی تارا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ دس پندرہ منٹ کے بعد ان سے گفتگو کر سکتے ہیں۔"

فون بند کر دیا گیا۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "فون پر ایک بوڑھی سی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے کہا ہے' پندرہ منٹ کے بعد شی تارا سے گفتگو ہو سکتی ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے' شی تارا کی ڈی سے نہیں' اس کی کسی بوڑھی ملازمہ سے آپ کی گفتگو ہوئی ہے۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "میں دوسرے ریسیور سے سن رہا تھا۔ آواز بوڑھی تھی مگر جان دار اور صحت مند تھی۔ یعنی شی تارا کی ڈی بھی اس معاملے میں محتاط ہے کہ اس کی بوڑھی ملازمہ کے دماغ میں بھی کوئی نہ پہنچ سکے۔ ویسے وہ بوڑھی صحت مند نہ ہوتی' تب بھی اس کے دماغ کو لاک کیا جاتا۔"

دوسری طرف شی تارا نے دائی ماں سے کہا۔ "ماں جی! میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی بجے تو تم ریسیور نہ اٹھایا کرو۔"

دائی ماں نے کہا۔ "تُو پوجا سے بحث میں الجھی ہوئی تھی۔ اس لیے میں نے فون اٹینڈ کر لیا۔ اس میں حرج کیا ہے۔ کوئی میرے دماغ میں آگھسیں گا۔"

شی تارا نے کہا۔ "یہ میں جانتی ہوں لیکن یہ نہیں چاہتی کہ کسی فون کرنے والے کو میری ڈی کے پاس تمہاری موجودگی کا علم ہو۔ دشمن چالاک ہوتے ہیں۔ ہمارے آس پاس کے کسی فرد سے یا کسی چیز سے ہمارا سراغ لگا سکتے ہیں۔ پھر میں یہاں اپنی ڈی کی رہائش گاہ میں مجبوراً آئی ہوں۔"

وہ اس لیے مجبوراً آئی تھی کہ پوجا اچانک بیمار ہو گئی تھی۔ ایک ڈاکٹر اس کا علاج کر رہا تھا۔ چونکہ پوجا سے ذاتی لگاؤ تھا اس لیے شی تارا اس کی محبت میں اس کی تیمارداری کے لیے آگئی تھی۔

پندرہ منٹ کے بعد سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ شی تارا نے وہاں آکر صوفے پر بیٹھ کر ریسیور اٹھانے کے بعد کہا۔ "ہیلو' میں شی تارا بول رہی ہوں۔ ڈی نہیں اصلی ہوں۔"

"میں اپنے ملک کا نیا سپر ماسٹر ہوں۔ بہتر ہے تم ہمارے بحری فوج کے جنرل سے گفتگو کرو۔ کیونکہ پہلے بھی کئی بار تم ان سے گفتگو کر چکی ہو۔"

پھر فوج کے جنرل کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو شی تارا! کیسی ہو؟"

وہ بولی۔ "ہرائزلر کی موت نے بتا دیا ہوگا کہ میں خیریت سے ہوں۔ پارس بھی کہیں بخیریت ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "تم اپنے الفاظ پر غور کرو۔ "پارس بھی کہیں بخیریت ہے" کا مطلب یہ ہوا کہ تم ہزار تلاش کے باوجود اسے نہ پا سکیں۔ تمہارا اندازہ ہے کہ وہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہے۔"

"دراصل میں نے اپنے پارس کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے پچھلے

دنوں بھارتی فوج کا سہارا لیا تھا۔ میری اس حرکت سے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ میں اسے گرفتار کرانا چاہتی ہوں۔"

"میرا ایک دوست مائیک ہرارے ہے۔ تم نے شطرنج کے حوالے سے اس کا نام سنا ہو گا؟"

"بے شک۔ مسٹر مائیک ہرارے بہت ہی ذہین شاطر ہیں۔ پچھلے تین برس سے عالمی چیمپئن ہیں۔"

"مسٹر ہرارے کی ذہانت صرف شطرنج کی بساط تک نہیں' زندگی کے عملی میدان میں بھی ہے۔ اگر تم پارس تک پہنچنا چاہتی ہو تو مسٹر ہرارے کی خدمات حاصل کرو۔"

وہ بولی۔ "مشورہ برا نہیں ہے۔ لیکن دشمن مشورہ دے تو اس کے نیک مشورے کے پیچھے خود غرضی چھپی ہوتی ہے۔"

"بے شک میری بھی ایک غرض ہے۔ میں چاہتا ہوں تم پارس تک پہنچ جاؤ اور اسے پاکستان اور بھارت کے شمالی حصوں سے کسی دوسری جگہ لے جاؤ۔"

"تاکہ تم لوگوں کے لیے سیاچن تک پہنچنے کا راستہ آسان ہو جائے۔"

"ذرا غور کرو' ہمارا ایک فائدہ ہے تو تمہارے دُہرے فائدے ہیں۔ ایک تو تمہیں پارس ملے گا اور ہمیشہ تمہارے زیرِ اثر رہے گا۔ دوسرے یہ کہ وہ سیاچن کے سلسلے میں تمہارے دیس کے خلاف نہ کوئی جاسوسی کرے گا' نہ لداخ پہنچ کر تمہاری بھارتی فوج کو نقصان پہنچا سکے گا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اگرچہ یہ طے کر چکی تھی کہ پارس کو اپنا تابعدار نہیں بنائے گی لیکن اسے حاصل کرنا چاہتی تھی پھر اپنے دیس کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔ اور دوسری طرف وہ سپر ماسٹر یا فوجی جنرل وغیرہ پر بھروسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ویسے یہ بات دل کو لگ رہی تھی کہ شطرنج کا عالمی چیمپئن ایک غیر جانبدار شخص ہے اور بے مثال ذہانت کا مالک ہے۔ اس سے ایک بار بات کی جا سکتی ہے۔

جنرل نے کہا۔ "تمہاری خاموشی بتا رہی ہے کہ کشمکش میں ہو۔ ایسا کرو کہ مسٹر مائیک ہرارے کا موبائل فون نمبر نوٹ کر لو اور میرے مشورے پر غور کرو۔ اگر مجھے ایک فائدہ پہنچ رہا ہو اور تمہیں دو فائدے حاصل ہو رہے ہوں اور ہماری نیت میں کوئی فتور نظر نہ آ رہا ہو تو ایک بار مسٹر ہرارے سے گفتگو کرو۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں ان معاملات کے ایسے پہلو سمجھائے جو تمہاری سمجھ میں نہ آ رہے ہوں۔"

جنرل نے اسے فون نمبر اور کوڈ نمبر بتا کر رابطہ ختم کر دیا۔ شی تارا نے ریسیور رکھ دیا پھر پوجا کے بستر کے سرے پر بیٹھ کر بولی۔ "اب کیسی طبیعت ہے؟"

پوجا نے کہا۔ "میں ٹھیک ہوں۔ مگر آپ کے چہرے سے الجھن ظاہر ہو رہی ہے۔ وہ لوگ فون پر کیا کہہ رہے تھے؟"

"وہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں پارس کے ساتھ زندگی گزاروں اور اسے سیاچن میں اپنے بھارتی فوجیوں تک نہ پہنچنے دوں۔"

دائی ماں نے کہا۔ "یہ دانشمندانہ مشورہ ہے۔ تمہیں پارس سے بھی محبت ہے اور اپنے دیس سے بھی۔"

پوجا نے کہا۔ "ماں جی! صرف محبت سے کیا ہوتا ہے؟ دیدی پارس کے پیچھے اتنا بھاگ رہی ہیں پھر بھی وہ میری اتنی پیاری دیدی سے دور بھاگتا رہتا ہے۔"

دائی ماں نے کہا۔ "یہ تیری دیدی پہلے کام بگاڑتی ہے پھر بگڑی بنانا چاہتی ہے۔ پارس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اس نے فوجیوں کو اس کے پیچھے لگا کر اسے بدظن کر دیا ہے۔ اب وہ اتنی جلدی اس پر بھروسا نہیں کرے گا۔"

شی تارا نے کہا۔ "ماں جی! ابھی فون پر مجھے مشورہ دیا جا رہا تھا کہ میں شطرنج کے ایک عالمی چیمپئن سے اس سلسلے میں بات کروں۔ وہ کوئی ایسی چال بتائے گا کہ میں پارس تک پہنچ جاؤں گی۔"

"سپر ماسٹر تمہیں پارس سے ملانا چاہتا ہے تو اس میں اس کا بھی اپنا فائدہ ہو گا۔"

"ظاہر ہے سب ہی اپنا فائدہ دیکھتے ہیں۔ میری گفتگو فوجی جنرل سے ہوئی تھی۔ اس نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ وہ پارس کو سیاچن کے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے۔"

"ان امریکیوں کا فائدہ ہے تو ان سے زیادہ تمہیں فائدے پہنچ سکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہم ابھی اس معاملے میں بحث نہ کریں۔ بیٹی! ایک بار تو اس عالمی چیمپئن سے باتیں کر۔ دیکھ تو سہی' وہ کہتا کیا ہے؟"

شی تارا تھوڑی دیر سوچتی رہی پھر ایک اجنبی آواز اور لہجہ اختیار کر کے پوجا کے دماغ میں آئی تو اس نے فوراً سانس روک لی پھر کہا۔ "دیدی! ابھی میرے اندر کوئی آنا چاہتا تھا۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں آنا چاہتی تھی۔ یہ آزما رہی تھی کہ تم بیماری میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی ہو یا نہیں؟"

"اوہ دیدی! آپ تو مجھے سگی بہن سے زیادہ چاہتی ہیں۔ آپ سے کہہ چکی ہوں کہ صرف نزلہ اور کھانسی ہے۔ اس میں بھی افاقہ ہو رہا ہے۔ صرف بولتے وقت آواز ذرا بھاری ہو جاتی ہے۔"

"میں تجھے اس لیے آزما رہی تھی کہ اس عالمی چیمپئن سے میں خود باتیں نہیں کرنا چاہتی۔ باتیں تم کرو گی۔ میں تمہارے اندر رہوں گی۔ ہو سکا تو اس عالمی چیمپئن کے اندر جاؤں گی۔"

دائی ماں فون اٹھا کر پوجا کے سرہانے لے آئی۔ شی تارا نے ریسیور اٹھا کہ مائیک ہرارے کا موبائل نمبر ڈائل کیا پھر ریسیور پوجا کو دے دیا۔

دوسری طرف سپر ماسٹر' مائیک ہرارے' ڈی کروسو اور فوجی افسران کا خفیہ اجلاس جاری تھا۔ موبائل فون پر اشارہ ملتے ہی

نیک ہرارے نے کہا۔ "یہ یقیناً شی تارا کا فون ہے۔ آپ تمام حضرات بالکل خاموش رہیں۔"

پھر اس نے بٹن کو آن کر کے پوچھا۔ "ہیلو' کون ہے؟"

پوجا نے کہا۔ "میرا نام شی تارا ہے۔ میں مسٹر مائیک ہرارے سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

ہرارے نے کہا۔ "مس شی تارا! آپ کی آواز سن کر خوشی ہو رہی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے فوج کے ایک افسر نے اطلاع دی تھی کہ شاید آپ کسی مسئلے پر مجھ سے مشورہ چاہتی ہیں۔ یہ تو میری خوش قسمتی ہے۔"

"اگر آپ کے پُرخلوص مشوروں سے مجھے فائدہ پہنچے گا تو میں بھی آپ کی طرح خود کو خوش نصیب سمجھوں گی۔"

"میں ایک سچا اور کھرا انسان ہوں۔ اس لیے کھری بات کہتا ہوں کہ فی زمانہ کوئی خلوص سے مشورے نہیں دے گا۔ ان مشوروں کے پیچھے اس کا اپنا بھی کوئی فائدہ ضرور ہو گا۔"

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ مجھے مشورے دے کر آپ کیا فائدہ اٹھائیں گے؟"

"آپ شاید یہ جانتی ہوں کہ میں پیدائشی امریکن ہوں۔ فوجی افسر نے آپ سے پہلے مجھے جو اشارے دیے ہیں' اس سے یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ پارس نامی کسی نوجوان کو آپ دل و جان سے چاہتی ہیں لیکن وہ آپ کی دسترس میں نہیں ہے۔ اگر میں ایسی کوئی چال چلوں کہ آپ اپنے محبوب کو پالیں اور اسے اپنے ساتھ لے جائیں تو ہمارے لیے سیاچن تک پہنچنے کے راستے آسان ہو جائیں گے۔"

"راستے آسان ہو سکتے ہیں لیکن پارس کو اس کی مرضی کے بغیر کہیں لے جانا آسان نہیں ہے۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی اور ذہانت کا سب کچھ آزما چکی ہوں۔"

"آپ یقیناً ذہین ہیں۔ اس لیے آج تک کوئی دشمن آپ کی چالوں تک نہیں پہنچ سکا۔ ویسے کیا آپ نے یہ نہیں سوچا کہ پارس کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے آپ اسے اپنا تابعدار بنا سکتی ہیں؟"

"میں آج سے کچھ روز پہلے تک یہی سوچتی رہی کہ اسے دواؤں کے ذریعے زخمی کر کے اس کے دماغ پر مسلط ہو جاؤں گی۔ اسے اپنا غلام بنا لوں گی لیکن دوبارہ پارس کی موت کی یقین دہانی نے میرے اندر کی عورت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اب میری سمجھ میں آیا ہے کہ عورت جسے چاہتی ہے' اسے غلام نہیں بناتی بلکہ اپنے محبوب کی خدمت کر کے ایک روحانی خوشی محسوس کرتی ہے۔"

ہرارے نے کہا۔ "تم واقعی ایک شوہر پرست ہندو ناری ہو۔ تم نے اپنا مزاج بدل لیا' یہ بہت اچھا کیا لیکن مرد کو بھی اپنی عورت کی خاطر اپنے اندر تھوڑی سی لچک پیدا کرنا چاہیے۔ تم میرے مشورے پر غور کرو۔ پہلے تم منفی انداز میں پارس کو تابعدار بنانا چاہتی تھیں لیکن اب مثبت انداز میں اسے اپنا معمول بنا سکتی ہو۔"

وہ بولی "ناک اِدھر سے پکڑو یا اُدھر سے وہ ناک ہی ہوتی ہے۔ ایک محبت کرنے والی اپنے محبوب کو اپنا معمول اور تابعدار کبھی نہیں بنائے گی۔"

"تم میرے مشورے کو میرے نقطۂ نظر سے سمجھو۔ ہر عورت اپنے مرد کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتی ہے اور اس سے اپنی بات منوانا چاہتی ہے۔ اگر تم شاپنگ کے لیے پارس کے ساتھ جانا چاہو اور وہ بخوشی راضی ہو جائے تو سمجھو وہ ایک محبوب یا شوہر کی حیثیت سے تمہیں مان دے رہا ہے۔ اگر وہ انکار کرتا ہے' تمہاری شاپنگ کے شوق کو ٹھکراتا ہے تو گویا وہ تمہاری قدر نہیں کرتا ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ تمہارے مفاد کو اپنا مفاد سمجھے تو اس کے دماغ پر حکمرانی کرنے کے باوجود اس سے تابعداری نہ کراؤ اور اگر وہ تمہیں یا تمہارے دیس کو نقصان پہنچانا چاہے تو فوراً اسے کنٹرول کر لو۔ کسی کو تمہاری سوکن بنانا چاہے تو فوراً اسے اپنے قدموں میں جھکا لو اور اگر صرف تم سے وفا کرتا رہے تو اسے غلام نہیں اپنے دل و دماغ کا حاکم سمجھتی رہو۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ بھرا ہوا پستول رکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو گولی مار دو۔ ہاں اگر کوئی نقصان پہنچانا چاہے' تب اس پر گولی چلانا لازم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پارس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھنے کا مطلب یہ نہیں ہو گا کہ اس نے محبوب کو تابعدار بنا لیا ہے۔ اس کے برعکس وہ پارس کے قدموں میں رہے گی۔ ہاں اگر وہ بے وفائی کرے گا' کوئی سوکن لائے گا یا اس کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھے گا' تب وہ اسے اپنا تابعدار بنائے رکھنے میں حق بجانب ہو گی۔

مائیک ہرارے نے کہا۔ "آپ کی خاموشی بتا رہی ہے کہ میرا مشورہ پسند نہیں آ رہا ہے یا آپ کسی طرح کے تذبذب میں پڑ گئی ہیں۔"

وہ جلدی سے بولی۔ "ایسی بات نہیں ہے۔ میرا ذہن تسلیم کر رہا ہے کہ آپ میری بھلائی کے لیے ایسے مشورے دے رہے ہیں کہ میں مثبت انداز میں پارس کو کبھی اپنا تابعدار نہیں سمجھوں گی۔ البتہ اسے گمراہی سے روکنے اور دوسری عورتوں کے پاس جانے سے باز رکھنے کے لیے اس کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھنا چاہیے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ جس نیک نیتی سے میں مشورے دے رہا ہوں اس نیک نیتی کو آپ سمجھ رہی ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ ایک عالمی شہرت رکھنے والے نجومی باپ کی بیٹی ہیں اور خود آپ کو علمِ نجوم میں مہارت حاصل ہے۔ اگر میں نے سچ سنا ہے تو آپ کے علمِ نجوم نے بتایا ہو گا کہ پارس سے شادی ہو گی یا نہیں؟"

"ہاں۔ شادی ہو گی۔ میرے علم نے بتایا ہے کہ میں اس سے کتراتی رہوں گی لیکن ایک دن اس کی دلہن بن جاؤں گی۔"

"کیا تمہارے علم نے بتایا ہے کہ تم اس سے کیوں کتراتی رہو گی؟"

"ہاں۔ ستارے کہتے ہیں کہ اس سے شادی کرنے سے پہلے میرا دھرم بدل جائے گا۔ میں ایک برہمن کی بیٹی ہوں۔ دھرم بدلنے سے پہلے ہی جان دے دوں گی۔"

"کیا علم نجوم کی باتوں کو سمجھنے میں تھوڑی بہت غلطیاں نہیں ہوتیں؟"

"بے شک ہوتی ہیں لیکن میں نے کئی بار اپنا اور پارس کا زائچہ بنایا ہے اور ایک ہی بات ہر بار سامنے آئی ہے کہ دھرم بدل جائے گا۔"

"مس شی تارا! ذرا غور کریں کہ کس کا دھرم بدلے گا۔ علم نجوم کی باتیں ایک آدھ لفظ سے مفہوم بدل دیتی ہیں۔ ہو سکتا ہے تمہارا دھرم نہ بدلے' پارس کا بدل جائے۔"

وہ چونک کر بولی۔ "یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ آپ کی یہ بات مجبور کر رہی ہے کہ میں پھر ایک بار اپنا اور پارس کا زائچہ اچھی طرح دیکھوں۔"

"ایک نہیں ہزار بار دیکھو۔ مگر ذرا عقل سے بھی سوچو۔ اگر تم اس کے دماغ پر حکمرانی کرو گی اور اسے اپنے دھرم کی طرف مائل کرو گی تو وہ تابعدار کیا انکار کرے گا؟ کیا دھرم یا مذہب بدلنے والی علم نجوم کی بات پوری نہیں ہوگی؟"

"مسٹر ہرارے! آپ کی باتیں دل پر اثر کر رہی ہیں اور دماغ بھی تسلیم کر رہا ہے کہ اگر وہ میرا معمول بنا رہے گا تو میرا دھرم نہیں بلکہ اس کا مذہب بدلے گا۔ میں اسے صرف اپنا محبوب بنا کر رکھنا چاہتی تھی لیکن اب تو شادی بھی کر سکتی ہوں۔ وہ مسلمان شوہر نہیں' میرا ہندو پتی بن کر رہے گا۔"

"اب آپ پوری طرح میرے مشوروں کو اور میری نیک نیتی کو سمجھ رہی ہیں۔"

"میں آپ سے آدھے گھنٹے بعد پھر رابطہ کرنا چاہتی ہوں۔ کیا آپ اپنا قیمتی وقت مجھے دیں گے؟"

"فی الحال وقت نہیں' ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے قیمتی ہیں۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے اُدھر پارس آپ کا ہوگا تو اِدھر ہمارا بھی راستہ صاف اور ہموار ہوگا۔ ٹھیک ہے آدھے گھنٹے بعد آپ ضرور رابطہ کریں۔"

پوجا نے ریسیور رکھ دیا پھر شی تارا سے کہا۔ "دیدی! یہ تو واقعی عالمی چیمپئن ہے۔ اپنے ملک کے ایک فائدے کے لیے آپ کو کتنے فائدے پہنچا رہا ہے۔"

"ہاں۔ یہ شخص غیر معمولی ذہانت کا حامل ہے۔ اگر میں اسے کسی طرح اپنا معمول اور تابعدار بنا لوں تو یہ میرا وفادار رہ کر میری بہت سی الجھنیں دور کرتا رہے گا اور میرے دشمنوں کو اپنی ذہانت سے زیر کرتا رہے گا۔"

"کیا آپ اس کے دماغ میں گئی تھیں؟"

"نہیں' اس کی باتیں' اس کا لہجہ اور اس کی ذہانت کہہ رہی تھی کہ وہ عام سا آدمی نہیں ہے۔ وہ ایسا نادان نہیں ہو سکتا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو اپنی آواز سنا کر اس کے دام میں آجائے۔"

"آپ نے آدھے گھنٹے کا وقت کیوں لیا ہے؟"

"رات کے دو بج رہے ہیں۔ تمہاری خیریت معلوم کرنے آئی تھی۔ اب اپنی رہائش گاہ میں جا کر اس سے باتیں کروں گی۔ پھر نیند پوری کروں گی۔"

وہ پوجا کی پیشانی کو چوم کر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر دائی ماں کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

دوسری طرف واشنگٹن میں دن کا وقت تھا۔ ایک بند کمرے میں ان کا اجلاس بدستور جاری تھا۔ مائیک ہرارے کے فون سے ایک خصوصی اسپیکر منسلک تھا۔ جس کے ذریعے تمام فوجی افسران سپرباسٹر اور ڈی کروسو وغیرہ پوجا کی آواز کو شی تارا کی آواز سمجھ کر تمام گفتگو سن رہے تھے۔ رابطہ ختم ہونے پر سب ہی مائیک ہرارے کی تعریفیں کرنے لگے۔ ڈی کروسو نے کہا۔ "مسٹر ہرارے! تمہارا جواب نہیں ہے۔ تم نے بڑی خوبصورتی سے باتیں بنا کر اور شی تارا کی دکھتی رگوں کو سمجھتے ہوئے اسے اپنی طرف مائل کیا ہے۔"

سپرباسٹر اور دوسرے فوجی افسران بھی اس کی ذہانت کی داد دے رہے تھے لیکن ہرارے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایک افسر نے پوچھا۔ "مسٹر ہرارے! کوئی پریشانی کی بات ہے کیا؟"

وہ بولا۔ "بات پریشانی کی تو نہیں ہے۔ البتہ غور کرنے کی بات ہے؟ مجھ سے پہلے جنرل صاحب نے شی تارا سے گفتگو کی تھی۔ پندرہ منٹ کے بعد میں نے اس سے گفتگو کی۔ شاید آپ لوگوں نے توجہ نہیں دی۔ دونوں شی تاراؤں کی آواز میں فرق تھا۔"

"کیا واقعی؟" سب نے چونک کر اسے دیکھا پھر ایک افسر نے کہا۔ "تم براہِ راست ریسیور سے سن رہے تھے اور ہم اس سے منسلک اسپیکر سے سن رہے تھے۔ تم نے واضح طور سے سنا ہے۔ تم فرق محسوس کر سکتے ہو۔"

جنرل نے کہا۔ "میں نے جس سے فون پر گفتگو کی تھی' اس کے سلسلے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اصلی شی تارا تھی۔ اب سے پہلے میں کئی بار اس سے گفتگو کر چکا ہوں۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات ۳۱ ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں
جو کہ ۱۵ مارچ ۹۵ء کو شائع ہوگا

تمام کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہو گئے ہیں

انسان جو کبھی نہیں بدلے گا اور کبھی پرانا نہیں ہوگا، اسی طرح یہ کہانیاں بھی کبھی پرانی نہیں ہوں گی کیوں کہ یہ کہانیاں انسانوں کی کہانیاں ہیں۔

انسان! جو بادشاہ تھے وزیر تھے، امیر تھے، فاتح تھے، ظالم تھے، رحم دل تھے۔ انسانی جذبات، احساسات، فطرت اور جبلت جو آدم میں تھی، وہی آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ بس ماحول حالات، سماشرتی مقام اور تہذیبوں کے عروج و زوال کے مطابق ان کا طریقۂ اظہار بدلتا رہے گا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ الیاس سیتاپوری نے ماضی کے بادشاہوں کی نہیں انسانوں کی کہانیاں لکھی ہیں۔ انسانی جبلت اور فطرت کے ساتھ زندہ رہنے والی کہانیاں۔ ان کہانیوں میں وہ سب کچھ ہے جو انسان میں ہے ــــ حسد، رشک، شماتت، رقابت، دوستی دشمنی، جفاکاری، وفاشعاری، سادگی، ریاکاری، ایثار، غداری، تردد، انکساری، بہادری اور بزدلی۔

انسانوں کی اثر انگیز کہانیوں کے مجموعے

قیمت فی کتاب ۲۵/ روپے ڈاک خرچ فی کتاب ۱۰/ روپے | چار کتابیں یا زائد منگانے پر ڈاک خرچ معاف

دس کتابوں کے سیٹ کی رعایتی قیمت ۲۰۰/ روپے مع ڈاک خرچ

آج ہی اپنا آرڈر بھیج دیجیے کیونکہ یہ کتابیں محدود تعداد میں شائع ہو رہی ہیں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پریٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

(ٹائٹل مطبوعہ ایف اے ایم پرنٹرز کراچی۔ فون: ۷۲۵۸۷۳)

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

الف

اکتیسواں حصہ

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک طلسماتی اور سحر انگیز داستان
روزنامہ آس نے جسے چاہا مفلوج کر دیا اور جب چاہا کسی کو مات دی۔ خیال خوانی کے شعبدے
اس کی شہرت چار دانگ پھیل چکی ہے۔ ایک دنیا جہان معنی متعارف کرانے والے شخص کی جولانی طبع کی شہ کار مس

سسپنس کا ایک مقبول ترین سلسلہ

ہرارے نے کہا۔ "اگر آپ کو پورا یقین ہے تو پھر ڈی شی تارا مجھ سے باتیں کر رہی تھی اور اصلی اس کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ شاید ڈی کے ذریعے میرے اندر آنا چاہتی ہو بعد میں کسی وجہ سے ارادہ بدل دیا ہو۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "شی تارا کی یہ حرکتیں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ پہلے میں نے فون کیا تو مجھے ایک بوڑھی کی آواز سنائی دی تھی۔"

ہرارے نے کہا۔ "میں نے جس شی تارا کی آواز سنی' وہ ذرا بھرائی ہوئی سی آواز تھی۔ جیسے اسے نزلہ ہوا ہو یا گلے میں ہلکی سی خراش پڑ گئی ہو۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیمار ہے۔ ہم اس کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔"

"نہیں۔ یہ دھوکا دینے والی بات بھی ہو سکتی ہے۔ وہ دوسری بار بیمار بن کر بول رہی ہو اور یہ آزمانا چاہتی ہو کہ میرے پیچھے کوئی چھپا ہوا خیال خوانی کرنے والا اسے بیمار سمجھ کر اس کے دماغ میں جائے گا تو وہ سانس روک لے گی اور آئندہ محتاط رہے گی کہ مائیک ہرارے کے پیچھے بھی دشمن خیال خوانی کرنے والے رہا کرتے ہیں۔"

اسی بحث میں آدھا گھنٹا گزر گیا۔ شی تارا نے وعدے کے مطابق پھر فون پر اسے مخاطب کیا۔ وہ پھر چونک گیا۔ کیونکہ اس بار نزلے کی وجہ سے آواز بھرائی ہوئی نہیں تھی۔ آواز اسی شی تارا کی تھی' جو جنرل سے گفتگو کرتی رہی تھی۔

وہ بولا۔ "ہیلو مس شی تارا! میں آپ ہی کے فون کا انتظار کر رہا تھا۔ آپ نے کیا فیصلہ کیا؟"

"میں تمام راستے آپ کے بارے میں سوچتی رہی کہ آپ جیسا شخص میرا دوست اور مشیر بن جائے تو میں قدم قدم پر کامیابیاں حاصل کر سکتی ہوں۔"

"آپ تمام راستے میرے متعلق سوچتی رہیں۔ اس کا مطلب ہے پہلے آپ کسی دوسرے گھر سے بول رہی تھیں۔ اب آدھے گھنٹے میں کسی دوسری جگہ پہنچ کر بول رہی ہیں۔"

شی تارا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ بولی۔ "اوہ گاڈ! آپ نے بڑی توجہ سے سن کر میری بات پکڑی ہے۔ واقعی آپ شاطر ہیں بہرحال یہ سچ ہے میں نے آدھے گھنٹے میں جگہ تبدیل کی ہے۔"

"کیا آپ کو مجھ سے کوئی خطرہ ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں اپنی ڈی کے گھر ایک ضروری کام سے گئی تھی۔ اب اپنی ایک عارضی رہائش گاہ میں آئی ہوں۔ صبح دوسرے شہر چلی جاؤں گی۔ آپ یہ بتائیں' پارس کو کہاں تلاش کیا جا سکتا ہے؟"

"کیا وہ آپ کو اپنے دماغ میں آنے دیتا ہے۔"

"اپنے موڈ اور مرضی کے مطابق کبھی آنے دیتا ہے۔ ورنہ سانس روک لیا کرتا ہے۔"

"تم نے پرائزلر اور اس کی ٹیم کے خلاف اس کی مدد کی تھی

کیا اب بھی اس کی ناراضگی دور نہیں ہوئی۔"

"اب سے پانچ دن پہلے اس نے کہا تھا' وہ ناراض نہیں ہے لیکن کشمیر اور سیاچن کے علاقوں میں جب تک رہے گا' مجھ پر بھروسا نہیں کرے گا۔ اس کا خیال ہے کہ میں پھر بھارتی فوجیوں کو اس کے پیچھے لگا سکتی ہوں۔ اتنا کہنے کے بعد اس نے سانس روک لی۔ ان پانچ دنوں میں کئی بار میں نے رابطہ کرنا چاہا لیکن وہ بڑا ضدی اور ہرجائی ہے۔"

"وہ ہرجائی سہی۔ مگر تم تو اسے دل و جان سے چاہتی ہو۔ اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو تمہیں کیسے معلوم ہوگا کہ وہ کہاں ہے؟ تم اس کی مدد کیسے کروگی؟"

"پہلے تو کوئی ذریعہ نہیں تھا لیکن آج کل پاشا میرا تابعدار بنا ہوا ہے۔ وہ اپنی غیر معمولی سماعت سے کبھی کبھی اس کی آواز سن کر بتا دیتا ہے کہ وہ خیریت سے ہے۔"

ہرارے نے انجان بن کر پوچھا۔ "یہ غیر معمولی سماعت سے کیا مراد ہے اور یہ پاشا کون ہے؟"

وہ پاشا کے متعلق مختصر طور پر بتانے لگی۔ ہرارے نے کہا۔ "تم نے اتنے زبردست آدمی کو اپنا تابعدار بنا کر رکھا ہے۔ تعجب ہے کہ پھر بھی پارس تک نہیں پہنچ پاتی ہو۔"

"شاید میں جلدی اس کے قریب پہنچ جاؤں۔ کل اتنا معلوم ہوا تھا کہ وہ چند دشمنوں سے لڑ رہا تھا اور پاشا کو ہیلی کاپٹر کے پرواز کرنے اور کسی کے گڑگڑانے کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ گڑگڑا کر کہہ رہا تھا۔ "پارس! مجھے معاف کردو۔ میں پھر کبھی دھوکا نہیں دوں گا مجھے ہیلی کاپٹر میں رہنے دو" لیکن اس کے بعد ہی اس بولنے والے کی چیخیں سنائی دیں۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ شاید وہ آخری دشمن کو بھی نیچے گرا کر ہیلی کاپٹر کیس لے گیا ہے۔"

"تمہارے پاس ایک غیر معمولی سماعت رکھنے والا شخص ہے۔ اگر وہ اپنی توجہ پارس پر مرکوز رکھے تو پھر اس کی آوازیں سن سکے گا۔"

"کل رات سے اب تک بیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ پاشا نے اب تک اس کی آواز نہیں سنی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاشا چوبیس گھنٹے ایک ہی آواز پر اپنی توجہ مرکوز نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ صبح سے آٹھ گھنٹے تک وہ سوتا ہے۔ کھانے پینے' نہانے دھونے اور کہیں آنے جانے کے دوران پارس کی طرف توجہ نہیں دے سکتا اور اب تو یہاں رات کے تین بجنے والے ہیں۔ صرف پاشا ہی نہیں' پارس بھی کہیں سو رہا ہوگا۔ میں بھی اپنی نیند پوری کرنے کے بعد صبح اسے پارس کی طرف توجہ دینے کو کہوں گی۔"

"بہتر ہے۔ تمہیں اب سونا چاہیے۔ یہ بتاؤ پھر کب فون کروگی؟ یا اپنا کوئی موبائیل نمبر دوگی؟"

"میں کل دن کے آٹھ بجے رابطہ کروں گی۔ اچھا شب بخیر ہرارے گڈ نائٹ۔"

مائیک ہرارے نے فون آف کرکے سپر ماسٹر سے کہا۔ "آپ نے مجھے پاشا کے متعلق بتایا تھا' یہ اچھا ہوا کہ شی تارا نے اسے تابعدار بنا لیا ہے۔ ہوسکتا ہے' کل تک پاشا کے ذریعے پارس کا سراغ مل جائے۔ اب ڈی کروسو کو اپنی ٹیم اور عکس منتقل کرنے والے آلات کے ساتھ روانہ ہو جانا چاہیے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "ایک اہم بات یہ معلوم ہوگئی کہ شی تارا دہلی میں ہے۔ شاید وہ جھوٹ بول رہی ہو کہ صبح دہلی سے کسی دوسرے شہر چلی جائے گی۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "وہاں پاشا بھی ہوگا۔ اگر میں یہاں سے دہلی جاتا تو پاشا جیسے کام کے آدمی کو شی تارا سے چھین کر اپنا تابعدار بنا لیتا لیکن بھارتی حکومت ہم غیر ملکیوں کو دہلی سے کشمیر نہیں جانے دیتی۔ وہاں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و ستم کو دنیا والوں سے چھپاتی ہے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "ہم پاشا کو کسی اور وقت ٹریپ کریں گے۔ مسٹر ہرارے نے شی تارا کو شیشے میں اتار لیا ہے۔ اس کے ذریعے پہلے پارس تک پہنچا جائے۔ ڈی کروسو! تم یہاں سے اسلام آباد جاؤ۔ تمہارے وہاں پہنچنے تک شاید پارس کا سراغ مل جائے کہ وہ کہاں ہے؟"

اجلاس برخاست ہوگیا۔ ڈی کروسو اپنی ایک ٹیم ترتیب دے چکا تھا۔ امریکی ماہرین نے عکس منتقل کرنے والے مخصوص ویڈیو کیمرے اور اس سلسلے کے دوسرے تمام آلات تیار کرلیے تھے۔ سپر ماسٹر نے پاکستان اور بھارت کے فوجی افسران سے رابطہ کرکے انہیں اپنے ملک آنے کی دعوت دی تھی۔ یوں رابطہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مائیک ہرارے اور ڈی کروسو ان افسران کی آواز سن کر ان کے دماغوں میں پہنچیں اور معلوم کریں کہ سیاچن کے محاذ پر جو فوجی افسران ہیں' انہیں اپنے مقاصد کے لیے کیسے استعمال کیا جاسکتا ہے اور یہ اہم معلومات حاصل کرنی تھیں کہ ان بلند و بالا برفانی مقامات تک فوجی جوانوں کے لیے کھانے پینے اور دوسری ضروریات کی چیزیں کب بھیجی جاتی ہیں اور یہ تمام چیزیں کون کون سے افسران یا فوجی جوان لے جایا کرتے ہیں۔ وہ رسد پہنچانے والے ایسے فوجیوں کے دماغوں میں جگہ بناتے جارہے تھے۔

مائیک ہرارے فوجی ہیڈ کوارٹر کے ایک بنگلے میں رہتا تھا۔ اجلاس کے بعد وہ اپنے بنگلے میں آکر سوچنے لگا کہ ایک شی تارا نے دو مختلف آوازوں میں گفتگو کی تھی اور دو مختلف آوازوں کے فرق کو وہی سمجھ پایا تھا۔

پھر اس نے سوچا' شی تارا اپنی ڈی سے ملنے گئی تھی۔ اس سے کوئی ضروری کام ہوگا لیکن نزلے سے بھرائی ہوئی آواز سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ڈی کچھ بیمار ہے اور اصلی شی تارا اس کی عیادت کے لیے گئی ہوگی۔

اس کے اندر تجسس پیدا ہو رہا تھا کہ بیمار شی تارا ہو یا اس کی

ڈی' ان میں سے کسی کے اندر پہنچا جاسکتا ہے۔ وہ یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ وہ دونوں اتنی نادان نہیں ہوں گی کہ بیماری میں اپنی آواز کسی کو سنائیں۔ یقیناً بیماری معمولی ہوگی اور وہ ایسی حالت میں بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لیتی ہوگی۔

وہ بڑی دیر تک ہر پہلو سے غور کرتا رہا۔ شی تارا اپنی تمام ڈمیز کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر رکھتی ہوگی اور تمام ڈمیز کے دماغوں میں یہ نقش کیا ہوگا کہ وہ صرف اصلی شی تارا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کریں گی۔ ہرارے نے سوچا اگر میں ایک بیمار شی تارا کی بھرائی ہوئی آواز کو پیش نظر رکھوں اور دوسری شی تارا کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کے لیے جاؤں تو اس بیمار کے اندر جگہ ضرور ملے گی۔

آخر اس نے یہی کوشش کی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ پوجا کے اندر پہنچنے کی کوشش کررہا ہے۔ اس وقت رات گزرنے والی تھی' چار بج گئے تھے لیکن پوجا گہری نیند میں تھی۔ وہ یکبارگی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اس کے دماغ نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ ہرارے ابھی تک اصل شی تارا کے لہجے کو اختیار کرکے اس کے اندر تھا اور وہ اچانک بیدار ہونے کے بعد بھی سانس نہیں روک رہی تھی۔

وہ چند لمحوں تک گہری گہری سانسیں لیتی رہی پھر بولی۔ "اوہ دیدی! تم نے پرائی سوچ کی لہروں کے ذریعے آکر پھر چونکا دیا۔ تم جانے سے پہلے اسی طرح دماغ میں آکر میری دماغی توانائی کو آزما چکی ہو۔ کیا آپ کو شبہ ہے کہ میرا نزلہ اور کھانسی بڑھ گئی ہے؟ دماغی توانائی میں کمی آگئی ہے اور کوئی دشمن میرے اندر آسکتا ہے؟"

ہرارے نے شی تارا کی آواز اور لہجے میں کہا۔ "مجھے ہر پہلو سے محتاط رہنا پڑتا ہے۔ باقی دی وے میں مطمئن ہوں۔ اب تمہیں نہیں آزماؤں گی۔ آرام سے سو جاؤ۔"

وہ بستر پر لیٹ گئی۔ ہرارے اتنی دیر تک اس کے اندر رہ کر اس کے چور خیالات سے معلوم کرچکا تھا کہ شی تارا نے اپنی دائی ماں کی آواز اور لہجے کو اختیار کرکے پوجا پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ یہ احتیاط اس لیے کی گئی تھی کہ ہرارے کی طرح دوسرے دشمن بھی شی تارا کی سوچ کی لہروں کو اپنا آکر آئیں اور ناکام ہو کر واپس جائیں۔

بہرحال مائیک ہرارے نے ایک راز معلوم کرلیا۔ اس نے اس بوڑھی آواز اور لہجے کو یاد کیا جس نے پہلی بار فون پر بات کی تھی۔ اس شاطر کی یادداشت قابل رشک تھی۔ پوجا کے چور خیالات بتا چکے تھے کہ وہی بوڑھی شی تارا کی دائی ماں ہے۔ اس بار وہ دائی ماں کی سوچ کی لہروں کو اختیار کرکے پوجا کے اندر گیا تو وہ پرسکون رہی۔ ہرارے کو اپنے اندر محسوس نہ کرسکی۔

اس میں شبہ نہیں کہ سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران کو ایک طویل مدت کے بعد مائیک ہرارے جیسا غضب کا شاطر ملا تھا۔ آج تک کوئی دشمن شی تارا کے قریب نہیں پہنچ پایا تھا لیکن ہرارے اب پوجا کے ذریعے اس کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا اور اس کے تمام راز معلوم کررہا تھا۔

پوجا سو رہی تھی۔ اس کا خوابیدہ دماغ بتا رہا تھا کہ شی تارا ایک طویل عرصے سے صرف ایک دائی ماں کے ساتھ رہتی آئی ہے۔ اس کا بھائی سرنا پہلے ایک فولادی جسم رکھنے والا ناقابل شکست انسان تھا۔ بعد میں فرہاد علی تیمور نے اسے قید کرکے دن رات چرس پلا پلا کر اندر سے اتنا کھوکھلا کردیا کہ وہ ناقابل شکست انسان ایک حقیر کیڑا بن کر رہ گیا ہے۔ شی تارا کو اندیشہ تھا کہ بھائی سرنا کے ذریعے فرہاد اسے بھی حقیر بنا دے گا۔ اس لیے اس نے بھائی کو خود سے دور ہمالیہ کی ترائی میں بھیج دیا تھا تاکہ وہاں رہ کر بھائی سرنا اپنی کھوئی ہوئی قوت بحال کرسکے۔

اس بھائی کے بعد شی تارا اب پوجا پر بھروسا کرتی تھی۔ اسے ایک بڑی بہن کی بھرپور محبت دیتی تھی۔ دشمنوں سے اسے بچائے رکھنے کے لیے اس نے دائی ماں کی آواز اور لہجے میں اس پر عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا تاکہ کوئی دشمن اس کے اندر کبھی نہ پہنچ سکے۔

واقعی یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک بوڑھی عورت کے لہجے میں عمل کرکے پوجا کی حفاظت کی جارہی ہوگی۔ بس یہ مائیک ہرارے کی ذہانت تھی اور تقدیر بھی ساتھ دے رہی تھی۔ اس لیے وہ پوجا کے اندر پہنچ گیا تھا۔

پوجا کے خوابیدہ خیالات بتا رہے تھے کہ شی تارا اسے اپنے قریب ہی رکھتی ہے۔ جس شہر میں جاتی ہے' وہاں اسے ساتھ لے جاتی ہے لیکن احتیاطاً اسے کچھ فاصلے پر دوسری رہائش گاہ میں رکھتی ہے۔

ان دنوں وہ دہلی میں تھیں۔ شی تارا کو انتظار تھا کہ کل تک پاشا غیر معمولی سماعت کے ذریعے پارس کا سراغ لگائے گا اور بتائے گا کہ وہ فلاں شہر یا فلاں علاقے میں ہے تو وہ پوجا اور دائی ماں کو دہلی میں چھوڑ کر پارس کے پیچھے جائے گی۔

مائیک ہرارے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ اسے دہلی میں شی تارا کا پتا ٹھکانا معلوم ہوگیا تھا۔ وہ اس شہر میں اپنے آلۂ کار پیدا کرکے یا پوجا کے ذریعے شی تارا کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا سکتا تھا لیکن شطرنج کی بساط پر جلد بازی میں چالیں نہیں چلی جاتیں۔ وہ پوجا جیسے مہرے کو خوب سوچ سمجھ کر چلنا چاہتا تھا۔ اسے صبر و تحمل کے ساتھ یقین تھا کہ وہ جب بھی پوجا کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرے گا تو شی تارا بڑی آسانی سے اس کے زیر اثر آجائے گی۔

فی الحال اس نے پوجا کے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کیا۔ ایسے وقت دائی ماں کی آواز اور لہجے کو ہی برقرار رکھا۔ اس کے دماغ سے صرف یہ بات مٹادی کہ شی تارا اس سے رخصت ہونے کے

بعد تقریباً چار بجے پھر اپنی ذاتی سوچ کی لہروں میں اسے آزمانے آئی تھی اور اس کی دانائی توانائی سے مطمئن ہو کر چلی گئی تھی۔

دوسری صبح شی تارا ساڑھے سات بجے بیدار ہوئی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد پوجا کی خیریت معلوم کرنے کے لیے وائی ماں کا لہجہ اپنا کر اس کے اندر آئی۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ اس کی خوابیدہ سوچ کہہ رہی تھی کہ طبیعت بالکل ٹھیک ہے اور وہ سکون سے سو رہی ہے۔

پھر وہ پاشا کے اندر آئی۔ اسے نیند سے جگانا چاہتی تھی۔ پتا چلا' وہ صبح پانچ بجے سے جاگ رہا ہے اور وقفے وقفے سے پارس کی آواز سنتا رہا ہے۔ شی تارا نے پوچھا۔ "کیا یہ پتا چلا کہ وہ ابھی کہاں ہے؟"

وہ ناگواری سے بولا۔ "کیا خاک پتا چلے گا۔ وہ کسی جوان عورت کے ساتھ گپھرے اڑا رہا ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ کون ہے وہ عورت؟"

"میں کیا بتا سکتا ہوں۔ وہ اجنبی زبان میں بول رہی تھی اور پارس کہہ رہا تھا' تم حسین ہو۔ بھرپور جوان ہو۔ مگر نیپالی زبان بولتی ہو۔ نہ میں تمہاری زبان سمجھتا ہوں' نہ تم میری زبان سمجھتی ہو۔ ویسے رات کالی کرنے کے لیے زبان سے کچھ بولنا ضروری نہیں ہے۔ تم اپنی بولی بولتی رہو۔ میں اپنی بولتا رہوں گا۔"

پاشا نے اتنا کہہ کر ایک سرد آہ بھری پھر کہا۔ "آہ! تب سے میری نیند اڑ گئی ہے۔ ایسی ایسی آوازیں سنائی دے رہی ہیں' جنہیں سن کر بوڑھے بھی جوان ہو جاتے ہیں۔"

شی تارا نے آنکھیں بند کرلیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے اپنے بدمعاش کو دیکھنے لگی۔ اسے غصہ آرہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی' اس عالمی چیمپئن نے واقعی میری بھلائی کے لیے مشورہ دیا ہے۔ اگر ایک بار میں پارس کے دماغ پر قبضہ جما لوں تو پھر وہ کبھی کسی عورت سے دوستی نہیں کرسکے گا۔

وہ پاشا سے بولی۔ "تم نے صبح پانچ بجے اس کی آوازیں سنی تھیں۔ اب دن کے آٹھ بج چکے ہیں' جاؤ پھر آوازیں سنو۔"

وہ عاجزی سے بولا۔ "مجھ پر ایسا ظلم نہ کرو۔ وہ آوازیں سنتا ہوں تو کیا بتاؤں مجھے کیا ہوتا ہے۔ نہ لیٹ سکتا ہوں' نہ بیٹھ سکتا ہوں۔ پورے تین گھنٹے سے مسل رہا ہوں۔ آنکھوں سے نیند اڑ گئی ہے۔"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔ جو حکم دے رہی ہوں' اس پر عمل کرو۔ پارس کی باتیں سنتے رہو گے تو یہ ضرور معلوم ہو گا کہ وہ ابھی کہاں ہے۔"

"میڈم! اس نیپالی عورت کی موجودگی بتا رہی ہے کہ پارس نیپال میں ہے۔"

"نیپال کی عورتیں ہندوستان کے کتنے ہی علاقوں میں پائی جاتی ہیں۔ ہمالیہ' ہندوکش' کیلاش اور قراقرم کی وادیوں میں جو بستیاں ہیں' وہاں بھی یہ عورتیں محنت مزدوری کے لیے جاتی ہیں۔ کم آن جو کہہ رہی ہوں وہ کرو۔"

پاشا اس کا تابعدار تھا۔ اس لیے پارس کی آواز پر توجہ دینے لگا۔ اگر اس وقت وہ بولتا رہتا تو ضرور اس کی آوازیں سنائی دیتیں۔ شی تارا بھی پاشا کے اندر رہ کر سمجھ رہی تھی کہ دوسری طرف بالکل خاموشی ہے۔ وہ بولی۔ "کوئی بات نہیں۔ دس یا پندرہ منٹ کے بعد پھر سننے کی کوشش کرو۔"

"میڈم! دوپہر سے پہلے اس کی آواز سنائی نہیں دے گی۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ دوپہر سے پہلے نہیں بولے گا؟"

"آپ نادان نہیں ہیں۔ سمجھ سکتی ہیں' وہ دونوں تھک کر سو رہے ہیں۔"

وہ جھینپ کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اسے پارس پر غصہ آرہا تھا۔ پتا نہیں وہ کب نیند سے بیدار ہونے والا تھا اور کب اس کا سراغ ملنے والا تھا؟

اس نے ناشتے سے فارغ ہو کر چائے پی پھر فون کے ذریعے مائیک ہرارے کو مخاطب کیا اور کہا۔ "ابھی تک پارس کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ پاشا کے ذریعے پتا چلا ہے کہ وہ پچھلی رات جاگتا رہا تھا۔ اب سو رہا ہے۔"

ہرارے نے کہا۔ "پچھلی رات جاگنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اہم معاملات میں مصروف رہا ہو گا۔ کیا مصروفیات کے دوران پارس کی باتوں سے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے اور وہ اہم معاملات کیا ہیں۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "کوئی اہم معاملہ نہیں تھا۔ وہ پکا بدمعاش ہے۔ کسی نیپالی عورت کے ساتھ تھا۔"

"اچھا سمجھ گیا۔ تمہارے غصے کو بھی سمجھ رہا ہوں۔ ذرا صبر کرو' تم اس ہرجائی پر بہت جلد قابو پالو گی۔ پھر وہ تمہارے حکم کے بغیر تمہاری چار دیواری سے باہر قدم نہیں رکھ سکے گا۔"

"مسٹر ہرارے! میں کل سے تم پر بہت بھروسا کرنے لگی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری شاطرانہ چالوں کے ذریعے میں پارس کو ہمیشہ کے لیے اپنا تابعدار بنالوں گی۔"

"بے شک اسے نیند پوری کرلینے دو۔ پھر وہ نیپالی عورت سے یا آس پاس کے لوگوں سے باتیں کرے گا تو اس جگہ کی نشاندہی ہو جائے گی۔ تم مجھ سے برابر رابطہ رکھو۔ میں تمہارے فون کا انتظار کروں گا۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ آئندہ اسے شی تارا کے فون کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں تھی' وہ پوجا کے اندر رہ کر بہت سی معلومات حاصل کرسکتا تھا۔

وہ پوجا کے پاس آیا تو وہ بیدار ہو چکی تھی اور شی تارا وائی ماں کے لہجے میں اس کے اندر بول رہی تھی۔ "تم اپنے ہونے والے جیجا جی (بہنوئی) کی بڑی تعریفیں کرتی ہو۔ پتا ہے؟ وہ کیسا پکا بدمعاش ہے؟"

وہ پوجا کو اس کے متعلق بتانے لگی۔ بتانے کے دوران جھنجلاتی بھی جارہی تھی۔ پوجا نے کہا۔ "دیدی! یہ تمہاری بری عادت ہے کہ غصہ برداشت نہیں کرتی ہو۔ ذرا صبر کرو' وہ آج رات تک ضرور قابو میں آئے گا۔ میں اس کی تعریفیں اس لیے کرتی ہوں کہ ایک برائی کو چھوڑ کر اس میں خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ جب وہ آپ کے قابو میں آئے گا تو وہ ایک برائی بھی ختم ہو جائے گی۔"

"پوجا! میں بہت تنہائی اور الجھن سی محسوس کررہی ہوں۔ اگر طبیعت ٹھیک ہو تو کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر چلی آؤ۔ ایک سے دو بھلے ہوتے ہیں۔ میرا دل بہل جائے گا۔ ہم دوپہر کا کھانا ساتھ کھائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر آتی ہوں۔"

پوجا بستر سے اٹھ کر الماری کے پاس آئی۔ اسے کھول کر ایک لباس نکالا پھر غسل خانے میں چلی گئی۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ تمام ضروریات سے فارغ ہو کر وہاں سے نکلی۔ اپنی رہائش گاہ کے سامنے ہی ایک ٹیکسی مل گئی۔ وہ دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھی تو ایسے وقت پوری طرح اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ اس نے ڈرائیور سے اس علاقے میں چلنے کو کہا' جہاں شی تارا کا قیام تھا لیکن راستے میں ایک بہت بڑے میڈیکل اسٹور کے سامنے ٹیکسی رکوائی پھر ٹیکسی سے اتر کر اس نے اسٹور سے اعصاب کو کمزور کرنے والی ایک دوا خریدی۔ ایسی دوائیں میڈیکل اسٹور والے خفیہ طور پر زیادہ قیمت لے کر دیتے ہیں۔ اگر وہ نہ دیتا تو ہرارے اس کے دماغ میں گھس کر وہ دوا پوجا کے پاس پہنچا دیتا۔

ویسے بہ آسانی دوا مل گئی۔ وہ پھر ٹیکسی میں آکر بیٹھ گئی۔ مائیک ہرارے بہت محتاط رہ کر پوجا سے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرا رہا تھا۔ دوا خرید کر ٹیکسی میں واپس آکر بیٹھنے تک اسے دماغی طور پر غائب رکھے ہوئے تھے۔ وہ نہ جان سکی کہ اس نے دوا کو اپنے بلاؤز کے گریبان میں چھپالیا ہے۔

وہ ٹیکسی ایک کوٹھی کے احاطے کے اندر آکر رکی۔ شی تارا نے باہر آکر ڈرائیور کو پچاس روپے دیے پھر پوجا کے ساتھ کوٹھی کے اندر آتے ہوئے بولی۔ "میں بور ہو رہی تھی۔ ماں جی بازار گئی ہیں۔ تم نے بھی بڑی دیر لگادی۔"

وہ دونوں ایک خواب گاہ میں آکر بیٹھ گئیں۔ پوجا نے پوچھا۔ "پاشا کہاں ہے؟"

"کوٹھی کے پچھلے حصے میں جو کمرا ہے' وہاں سو رہا ہو گا۔ وہ کمبخت بھی پکا عیاش ہے۔ ہم دونوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے۔ مگر میرا معمول اور تابعدار ہے اس لیے میرے سامنے چوں بھی نہیں کرتا ہے۔"

پوجا نے ہرارے کی مرضی کے مطابق کہا۔ "میں نے ابھی تک ناشتا نہیں کیا ہے۔ حالانکہ گیارہ بجنے والے ہیں۔"

"کچن اور فریج سے کچھ کھانے کو لے آؤ اور چولہے پر چائے کا پانی چڑھا دو۔ میں کچھ نہیں کھاؤں گی۔"

"چائے پینے میں تو ساتھ دو گی؟"

"اچھی بات ہے' پی لوں گی۔ چلو میں ہی چائے بناتی ہوں۔ یہاں اکیلی بیٹھے بیٹھے پہلے ہی بور ہو رہی ہوں۔"

وہ دونوں کچن میں آئیں۔ مائیک ہرارے ذرا الجھ گیا۔ اس کی معمولہ پوجا اپنی دیدی کی موجودگی میں چائے کے اندر دوا نہیں ملا سکتی تھی۔ وہ سلائس پر جیلی لگا کر کھانے لگی۔ شی تارا چائے تیار کرنے لگی۔ ادھر ہرارے تیزی سے سوچ رہا تھا۔ شی تارا اس کی ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں آتے آتے پھسلنے والی تھی۔

آخر چائے تیار ہو گئی۔ شی تارا دو پیالیوں میں چینی ڈال کر اس میں چائے انڈیلنے لگی۔ یہ چائے پوجا کو پیش کرنی تھی مگر اس کا الٹ ہو رہا تھا۔ ویسے وہ شاطرانہ چالیں چلنے والا کچھ کم نہیں تھا۔ بازی کو الٹی سے سیدھی کرنا جانتا تھا۔

چائے پکنے کے دوران ہرارے نے پوجا کے ذریعے اس کوٹھی کا فون نمبر معلوم کرلیا تھا۔ اس نے اپنا موبائیل اٹھا کر فوراً ہی وہ نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے میں ذرا دیر ہوئی مگر زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ جس وقت شی تارا چائے سے بھری ہوئی ایک پیالی پوجا کو پیش کرنے والی تھی' اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

وہ پیالی رکھ کر بولی۔ "میں دیکھتی ہوں' شاید ماں جی کہیں سے فون کررہی ہیں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کچن سے باہر گئی۔ اس کے جاتے ہی پوجا نے اپنے بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر دوا نکالی' تھوڑی سی ایک پیالی میں انڈیلی پھر شیشی بند کرکے اسے گریبان کے اندر واپس رکھ کے اس پیالی کی چائے کو چمچے سے ہلانے لگی۔

شی تارا جلد ہی واپس آکر بولی۔ "پتا نہیں کس کا فون تھا۔ ریسیور اٹھا کر ہیلو کہتے ہی بند ہو گیا۔"

پوجا نے اس کی طرف وہ پیالی بڑھادی۔ بائیں ہاتھ سے اپنے لیے دوسری پیالی اٹھالی۔ شی تارا نے پیالی لے کر کہا۔ "چلو بیڈ روم میں چل کر پئیں گے اور باتیں کریں گے۔"

مائیک ہرارے بے چین ہو گیا۔ وہ چائے شی تارا کے حلق میں اترنے والی تھی مگر خواہ مخواہ دیر ہو رہی تھی۔ وہ دونوں بیڈ روم میں آکر ایک دوسرے کے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئیں۔ شی تارا نے درمیانی میز پر پیالی رکھ دی۔ پوجا نے اپنی پیالی سے ایک چائے کی چسکی لی پھر کہا۔ "دیدی! کیا سوچ رہی ہو' چائے پیو۔"

وہ اپنی پیالی اٹھا کر بولی۔ "میں اسی ہرجائی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ ہزار بار فیصلہ کرتی ہوں کہ اسے یاد نہیں کروں گی مگر جانے کیسے بے اختیار وہ یاد آنے لگتا ہے۔"

"چھوڑو بھی دیدی! چائے پیو۔"

اس نے شامت لانے والی پیالی کو ہونٹوں سے لگایا لیکن ایک چسکی لینے سے پہلے جیسے زلزلہ سا آگیا۔ پاشا دور سے چیختا ہوا آرہا تھا۔ "میڈم! میڈم تم کہاں ہو۔ جلدی آؤ۔ میں پارس کی آواز سن رہا ہوں۔ تم کہاں ہو میڈم!"

شی تارا فوراً ہی پیالی کو میز پر رکھ کر اٹھ گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی بیڈ روم سے نکلی۔ پاشا اسے آوازیں دیتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا تھا۔ پوجا بھی اپنی دیدی کے پیچھے چلی آرہی تھی۔

شی تارا نے پاشا سے کہا۔ "آرام سے بیٹھو اور اس کی آواز سنو۔ میں تمہارے اندر رہوں گی۔"

ادھر مائیک ہرارے کے اندر کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ شی تارا مُٹھی میں آتے آتے رہ جاتی تھی۔ ویسے ہرارے کو پارس کا بھی سراغ لگانا تھا۔ وہ شی تارا کو تھوڑی دیر بعد چائے پلا سکتا تھا۔ اس لیے وہ بھی پاشا کے دماغ میں آگیا۔

پاشا ایک صوفے پر بیٹھا خلا میں تک رہا تھا اور آواز سن رہا تھا۔ اس کے ذریعے شی تارا اور مائیک ہرارے بھی سن رہے تھے۔ پارس کسی سے کہہ رہا تھا۔ "مجھے ایک گدھے کی ضرورت ہے۔"

دوسرے شخص کی آواز آئی۔ "صاحب! ان پہاڑی علاقوں میں گدھے نہیں خچر ملتے ہیں۔ آپ خچر پر بھاری سامان لاد کر پہاڑوں پر چڑھ سکتے ہیں۔"

پارس کی آواز آئی۔ "آہ! تم نے خچر کا ذکر کرکے مجھے میرے خچر کی یاد دلادی۔ میں اسے سری نگر میں چھوڑ آیا ہوں۔ تمہارے پاس جو خچر ہے' اس کا تم نے کوئی نام رکھا ہوگا؟"

"جی صاحب جی! میں اسے پیار سے خیرو کہہ کر بلاتا ہوں۔"

"میں بھی اپنے خچر کو بہت چاہتا ہوں اور اسے پیار سے پاشا کہتا ہوں۔"

یہ سنتے ہی پاشا آپے سے باہر ہوگیا۔ غصے سے دھاڑ کر بولا۔ "ابے خچر تو ہوگا۔ تیرا پورا خاندان ہوگا۔ میں آج ہی ایک خچر خرید کر اس کا نام پارس رکھوں گا۔"

شی تارا نے ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اپ۔ کیا پارس تمہاری آواز سن رہا ہے؟ کیوں خواہ مخواہ گرج رہے ہو۔ چلو میں تمہارے دماغ میں ہوں۔ اس کی باتوں سے معلوم کرو کہ وہ کس پہاڑی علاقے میں ہے۔ اتنا تو معلوم ہوگیا کہ وہ کافی سامان کے ساتھ کسی پہاڑی پر چڑھنے والا ہے۔"

پاشا پھر آواز کی طرف توجہ دینے لگا۔ پارس پوچھ رہا تھا۔ "تم اپنے خچر کا کرایہ کیا لوگے؟ یا یہ بتادو کہ اس پہاڑی کی بلندی تک پہنچانے کا معاوضہ کیا ہے؟"

پوجا نے شی تارا کے بازو کو جھنجھوڑ کر کہا۔ "دیدی! آپ پاشا کے دماغ کے اندر جاکر سن رہی ہیں۔ ان آوازوں کے لیے غیر معمولی سماعت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

پاشا نے غرّا کر پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہ آوازیں تم میری صلاحیتوں کے بغیر سن سکتی ہو؟"

"میں سن رہی ہوں۔ ذرا خاموش رہو اور سنو۔ پارس اور اس خچر والے کی آوازیں ہماری کوٹھی کے اندر سے آرہی ہیں۔"

"کوٹھی کے اندر سے؟" شی تارا نے پوچھا۔ پھر خاموش ہوگئی۔ اب انہیں ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی دو چار لوگوں کے لڑنے اور پھر چیخنے کی آوازیں یوں آرہی تھیں جیسے وہ مار کھا کر ہیلی کاپٹر سے باہر نیچے گر رہے ہوں۔ پھر کسی کے گڑگڑانے کی آواز سنائی دی۔ وہ گڑگڑا کر کہہ رہا تھا "پارس! مجھے معاف کردو۔ میں پھر کبھی دھوکا نہیں دوں گا۔ مجھے ہیلی کاپٹر میں رہنے دو۔" لیکن اس کے بعد ہی اس بولنے والے کی چیخیں سنائی دیں پھر خاموشی چھاگئی۔ صرف ہیلی کاپٹر کے پرواز کرنے کی آوازیں آتی رہیں۔

پاشا نے صوفے سے اٹھ کر کہا۔ "میڈم! یہ وہی آوازیں ہیں' جنہیں میں برسوں سن چکا ہوں اور آپ کو بتا چکا ہوں۔ یہ پارس دوسری بار ہیلی کاپٹر میں دشمنوں سے لڑائی کررہا ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "بکواس مت کرو۔ یہ آوازیں ہماری اسی کوٹھی سے آرہی ہیں۔"

وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے ڈرائنگ روم سے نکل کر آواز کی سمت کا تعین کرتے ہوئے ایک کمرے میں آئے۔ پھر ایک کیبنٹ کی طرف دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ وہاں ایک بڑا سا کیسٹ ریکارڈر رکھا ہوا تھا۔ اس کے اسپیکر سے ایک عورت کے بولنے کی آواز آرہی تھی۔ پاشا نے کہا۔ "میڈم! یہ اسی نیپالی عورت کی آواز ہے جسے میں نے صبح پانچ بجے سنا تھا۔"

شی تارا نے کہا۔ "بکواس مت کرو۔ یہ نیپالی تو کیا کوئی ڈھنگ کی زبان ہی نہیں ہے۔ پتا نہیں یہ کیا الم غلم بک رہی ہے۔"

اسی وقت اسپیکر سے پارس کی آواز آئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تم حسین ہو' بھرپور جوان ہو مگر نیپالی زبان بولتی ہو۔ نہ میں تمہاری زبان سمجھتا ہوں نہ تم میری زبان سمجھتی ہو۔ ویسے رات کالی کرنے کے لیے زبان سے کچھ بولنا ضروری نہیں ہے۔ تم اپنی بولی بولتی رہو۔ میں اپنی بولتا رہوں گا۔"

شی تارا نے پاشا کو گھور کر دیکھا۔ وہ مُٹھیاں بھینچ کر بولا۔ "میں اس کا منہ توڑ دوں گا۔ وہ اس کیسٹ کے ذریعے مجھے اُلّو بنا رہا تھا۔"

"وہ کیا بنائے گا۔ تم پہلے ہی بنے بنائے ہو۔ وہ تمہاری رگ رگ سے واقف ہے۔ اس نے کسی فلمی کیسٹ سے ہیلی کاپٹر کی آوازیں ریکارڈ کیں۔ جس میں کچھ لوگوں کی مار پیٹ کی آوازیں بھی ہیں۔ پھر اس نے دوسری آواز بنا کر وہ مکالمے ریکارڈ کرائے کہ پارس مجھے معاف کردو۔ میں پھر کبھی دھوکا نہیں دوں گا....."

پھر شی تارا نے کہا۔ "وہ مختلف آوازوں کا ایک ماہر نقال ہے۔ اب میری سمجھ میں آیا۔ وہ کسی عورت کی آواز میں بے تکی زبان بول رہا تھا اور تمہیں سمجھا رہا تھا کہ وہ نیپالی بول رہی ہے....."

پاشا جھینپ رہا تھا اور اپنا سر کھجا رہا تھا۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی سنائی دی۔ شی تارا نے ڈرائنگ روم میں آکر ریسیور اٹھایا۔ پھر پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے دائی ماں کی آواز سنائی دی۔ "بیٹی! میں تمہاری ماں جی بول رہی ہوں۔ ابھی جو کچھ بول رہی ہوں اس پر حیرانی ظاہر نہ کرنا۔ پوجا کے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن چھپا ہے۔ میں نے پوجا کو ایک میڈیکل اسٹور سے اعصابی کمزوری کی دوا خریدتے دیکھا ہے۔ پھر میں اس کوٹھی میں چھپ کر آئی۔ جب تم کسی کا فون اٹینڈ کرنے گئیں تو پوجا نے وہ دوا چائے کی ایک پیالی میں ملادی۔ باقی دوا ایک شیشی میں اس کے گریبان کے اندر چھپی ہوئی ہے۔"

شی تارا نے پوچھا۔ "ماں جی! ابھی آپ کہاں ہیں؟"

"میں کوٹھی کے قریب ایک پی سی او سے بول رہی ہوں۔ میں نے تمہاری پیالی کی چائے بدل دی ہے۔ اب اس میں جو چائے ہے' وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی لیکن تم اسے پیتے ہی اعصابی کمزوری ظاہر کرو اور دماغ کے دروازے کھلے رکھو۔ اس طرح دشمن اپنی کامیابی سمجھ کر تمہارے اندر آئے گا تو اس کی اصلیت معلوم ہوجائے گی۔"

شی تارا یہ باتیں سن کر حیران ہو رہی تھی لیکن دائی ماں نے تاکید کی تھی کہ حیرانی ظاہر نہ کرے۔ اس کی وجہ سمجھ میں آگئی کہ دشمن ہوشیار ہوجائے گا۔ وہ پوجا کے ذریعے اسے دیکھ رہا ہوگا۔ وہ بولی۔ "ماں جی آپ کو یہاں آنے میں دیر ہوگئی' کوئی بات نہیں۔ آپ اس بیچاری بیمار عورت کو اس کے گھر پہنچا کر آئیں۔"

شی تارا نے ریسیور رکھ کر پوجا کو دیکھا پھر کہا۔ "ماں جی چھوٹی سی بات کو لمبی کردیتی ہیں۔ ادھر ہماری چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

پوجا نے ہرارے کی مرضی کے مطابق کہا۔ "میں تم سے ابھی چائے کے لیے ہی کہنے والی تھی۔"

وہ دونوں بیڈ روم میں آئیں پھر اسی طرح آمنے سامنے دو صوفوں پر بیٹھ گئیں۔ وہاں دونوں کی پیالیاں رکھی ہوئی تھیں۔ شی تارا نے اپنی پیالی اٹھا کر ایک چُسکی لی۔ پوجا نے پوچھا۔ "کیا پھر سے گرم کرکے لاؤں؟"

"نہیں' تم تو جانتی ہو میں چائے ٹھنڈی کرکے پیتی ہوں۔"

وہ پینے لگی۔ آدھی پیالی پی کر اپنا سر پکڑ کر بولی۔ "پتا نہیں کیوں' میرا دل گھبرا رہا ہے۔ سر بھاری ہو رہا ہے۔"

"چائے ختم کرو۔ سر ہلکا ہوجائے گا۔"

شی تارا نے ایک ایک گھونٹ پی کر پیالی خالی کردی۔ اس کے بعد صوفے کے ہتھے کو تھام کر اٹھی۔ ایک قدم آگے بڑھی۔ پھر لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑی۔ اسی وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن سانس نہیں روکی۔ بے پناہ کمزوری ظاہر کرتی ہوئی کراہنے لگی۔

پھر مائیک ہرارے کی فاتحانہ آواز سنائی دی۔ "ہیلو شی تارا! میری شاطرانہ چالیں کبھی ناکام نہیں ہوتیں۔ تمہیں فرش پر گرتے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے' آخر گرے زمیں پر اونچی اڑان والے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی۔ "تت..... تم تم..... عالمی چیمپئن ہرارے ہو؟"

"ہاں' میری شاطرانہ ذہانت پہلے ہی کم نہ تھی۔ سپر ماسٹر اور فوجی جنرل نے مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا یہ علم دے کر شراب کو دو آتشہ کردیا ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کہا جاتا ہے کہ آج تک شی تارا کے دماغ میں کوئی نہیں پہنچ سکا۔ دیکھ لو کہ میں تمہارا آقا بن کر پہنچ گیا ہوں۔"

شی تارا نے سر گھما کر پوجا کو دیکھا۔ وہ صوفے پر بیٹھی ایک طرف سر ڈھلکائے کمزوری سے کراہ رہی تھی۔

شی تارا نے کہا۔ "عالمی چیمپئن' جسے تم آلۂ کار بنا کر یہاں لائے ہو' ذرا اس کی خبر لو۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ ہرارے کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوکر شدید حیرانی سے سوچنے لگا۔ "یہ کیا ہوگیا؟ میں نے چالیں چلنے میں کوئی بھول نہیں کی۔ پھر ناکامی کیسے ہوئی؟ اوہ گاڈ! شی تارا میرے ہاتھ سے کیسے نکل گئی؟"

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پوجا کے اندر آکر دیکھا۔ وہ کمزوری سے نڈھال ہو رہی تھی۔

شی تارا نے کہا۔ "مائیک ہرارے! اگر تم موجود ہو تو سن لو۔ پوجا کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا ورنہ میری جوابی کارروائی بہت مہنگی پڑے گی۔"

وہ پوجا کی زبان سے بولا۔ "میں آج تک ناکام نہیں ہوا۔ میری حیرانی دور کرو۔ تمہیں میری سازش کا علم کیسے ہوا؟"

"تمہاری خوش فہمی نے تمہیں ناکام بنایا۔ عالمی چیمپئن یہ بھول گیا کہ پتے پتے کبھی کبھی یہ جام بدل جاتے ہیں۔"

وہ مجبور تھا۔ پوجا اتنی کمزور ہوگئی تھی کہ اس کے ذریعے شی تارا کو زخمی کرکے ہاری ہوئی بازی جیت نہیں سکتا تھا۔ اسی وقت دائی ماں بازار سے سبزیاں لے کر آئی۔ پھر پوجا کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "یہ ایسے کیوں بیٹھی ہے؟ کیوں اس طرح کراہ رہی ہے؟"

شی تارا نے کہا۔ "ماں جی! تم نے پیالیاں بدل کر کمال کردیا۔ ورنہ پوجا کی جگہ میں کراہ رہی ہوتی اور وہ دشمن میرے دماغ پر قبضہ جما چکا ہوتا۔"

دائی ماں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے میز پر رکھی ہوئی پیالیوں کو دیکھا پھر پوچھا۔ "میں نے کب پیالیاں بدلی ہیں۔ میں تو ابھی بازار سے آرہی ہوں۔"

"کیا کہہ رہی ہو ماں جی؟ کیا تم تھوڑی دیر پہلے چھپ کر یہاں میرے بیڈ روم میں نہیں آئی تھیں؟"

"نہیں بیٹی! میں تو ابھی آرہی ہوں۔"

"کیا ابھی تم نے فون پر مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ کوئی دشمن پوجا کے اندر چھپا ہوا ہے اور وہ مجھے اس کے ذریعے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتا ہے؟"

"بیٹی! میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا تم کیا کہہ رہی ہو۔ مجھے بھلا کیسے معلوم ہوگا کہ پوجا کے اندر کوئی دشمن چھپا ہوا ہے۔ میں بازار گئی۔ وہاں ذرا دیر ہوگئی پھر سیدھی یہاں آگئی۔ میں نے تو تمہیں کوئی فون نہیں کیا تھا۔"

شی تارا ماں جی کو ایسے تکنے لگی کہ پلکیں جھپکنا بھول گئی ہو اس پر جیسے سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کس نے مجھے مانیک ہزارے کی معمولہ اور تابعدار بہنے سے بچایا ہے؟

فون کی گھنٹی ڈرائنگ روم میں بج رہی تھی۔ مگر شی تارا گم صم تھی۔ دائی ماں ادھر گئی پھر تھوڑی دیر بعد آکر بولی۔ "ہائے بیٹی! یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں تمہاری دائی ماں ہوں۔ میں نے تمہیں گود میں کھلایا ہے۔ مگر فون پر ایک اور دائی ماں بول رہی ہے۔"

"کیا؟" شی تارا حیرت سے اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ دوڑتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی پھر ایک طرف رکھے ہوئے ریسیور کو اٹھا کر بولی۔ "ہیلو۔ تم کون ہو؟"

دوسری طرف سے پارس کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو تارا! سری نگر کے کالی سنگم میں پرائز لار اور اس کے مسلح افراد سے جان بچا کر نکل جانے میں تم نے میری مدد کی تھی۔ میں کسی کا قرض اپنے سر پر نہیں رکھتا۔ اس لیے آج تمہیں ایک دشمن کے دماغی شکنجے میں پھنسنے سے پہلے نکال کر جا رہا ہوں۔ خدا حافظ۔"

فون بند ہوگیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے چیختی رہی "ہیلو ہیلو۔ فون بند نہ کرو۔ پارس! ایک بار مجھ سے مل لو۔ تم مجھے ایک دوسری ہی وفادار شی تارا پاؤ گے۔۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ وفاداری کا لفظ ادا کرتے ہوئے یاد آیا کہ وہ کل رات سے مانیک ہزارے پر بھروسا کر کے پارس کو اپنا معمول اور غلام بنانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اسی پارس نے اسے ہزارے کی عمر بھر کی کنیز بننے سے بچایا تھا۔

اس نے بے شک کالی سنگم میں پارس کی مدد کی تھی مگر بے پیندے کا لوٹا تھی۔ دشمنوں کے بہکانے پر ادھر سے لڑھک کر ادھر چلی جاتی تھی۔ ایسے میں وفاداری کا دعویٰ کیسے کر سکتی تھی۔

وہ یکبارگی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ دائی ماں نے آکر پوچھا۔ "کیا ہوا بیٹی؟"

وہ روتے روتے ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے کہنے لگی۔ "وہ میرا یار تھا۔ میرا دلدار تھا۔ ابھی مجھ بے وفا کے منہ پر تھوک کر گیا ہے۔"

وہ ہنستے ہنستے پھر رونے لگی۔ روتے روتے کہنے لگی۔ "وہ میرا ہے۔ وہ تھوک بھی سکتا ہے۔ چوم بھی سکتا ہے۔ میں کم ظرف رہوں گی۔ وہ اعلیٰ ظرف رہے گا۔ میں زمین رہوں گی' وہ مجھ پر آسمان کی طرح چھایا رہے گا۔ کون ہے' جو میرے آسمان کے سائے میں مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی جرأت کرے گا۔ کوئی نہیں۔۔۔۔"

وہ ہنستی جا رہی تھی اور روتی جا رہی تھی پھر روتی روتی ہنستی جا رہی تھی۔

○☆○

جمیلہ رازی کی انتقامی کارروائی اس طرح جاری تھی کہ اس ملک کے عوام سے چھپائی نہ جا سکی۔ اس بات کا چرچا گھروں میں' بازاروں میں' ہوٹلوں اور کلبوں میں ہونے لگا تھا کہ جمیلہ نامی ایک لڑکی نے عیاش دولت مندوں کا خانہ خراب کیا ہوا ہے۔ اس بات کو سرکاری طور پر چھپانے کی کوششیں کی گئی تھیں۔ کیونکہ ایسے معزز رئیسوں کی توہین منظور نہیں تھی' جو شاہ کے حامی اور ملک کے اہم کرتا دھرتا بھی تھے۔

اللہ عزت دیتا ہے۔ وہ عزت سنبھالی نہ جائے اور گمراہی اختیار کی جائے تو ذلت دینے کے بھی بہانے پیدا کر دیتا ہے۔ رئیس الکبیر نے اپنی قبر میں بڑی گھبراہٹ اور بے چینی سے راتیں گزاریں۔ چونکہ وہاں نیند نہیں آتی تھی اس لیے اللہ کو یاد کرتا تھا۔ توبہ کرتا تھا۔ دعا مانگتا تھا کہ کسی طرح جلد سے جلد شرط کے مطابق چالیس راتیں اس قبر میں گزر جائیں۔ لیکن ہر رات قیامت کے انتظار کی طرح طویل لگتی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ اسی انتظار میں قیامت کا دن آجائے گا لیکن یہ چالیس راتیں نہیں گزریں گی۔

اس نے سنا تھا کہ حشر کے دن ایک قبر سے کئی کئی مردے جی اٹھیں گے۔ وہ بھی اعمال کا حساب دینے کے لیے اپنی قبر سے زندہ اٹھے گا۔ جبکہ زندہ ہی وہاں پڑا ہوا ہے۔ ان حالات میں صرف خدا اور اپنے اعمال یاد آتے ہیں اور یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ صرف توبہ کرنے سے معافی نہیں ملے گی۔ سزا سے بچنے کے لیے ابھی قیامت دور ہے۔ اتنا وقت ہے کہ جتنی بدی کی' اس سے زیادہ نیکیاں کمائی جائیں۔

رئیس الکبیر قبر کے اندھیرے میں جب ایسا سوچتا تھا تو گھبراہٹ کچھ کم ہونے لگتی تھی۔ قبر کی تاریکی میں روشنی کی کرن محسوس ہوتی تھی۔ صبح اس کے ملازم قبر کے اوپر سے چٹائی ہٹا ایک طرف ہٹا دیتے تھے۔ وہ باہر نکل کر محل تک پیدل جاتا تھا اور ہر چوراہے پر کھڑا ہو کر کہتا تھا۔ "لوگو! مجھے دیکھو اور درس عبرت حاصل کرو۔ تم لوگوں نے مجھے ایک کروڑ بیس لاکھ کی مہنگی کار میں ان سڑکوں سے گزرتے دیکھا ہوگا۔ میرے پاس بے انتہا دولت' بے شمار اسلحہ اور سیکڑوں سیکورٹی گارڈز ہیں۔ کوئی مجھے میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ جو میری شان میں گستاخی کرتا تھا تو میں خونخوار کتوں کو اس گستاخ کا گوشت کھلا دیتا تھا۔

"آج بھی میرے پاس سب کچھ ہے لیکن میں اپنی دولت' طاقت اور وسیع ذرائع رکھنے کے باوجود ایک لڑکی سے مات کھا رہا ہوں۔ میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں کہ اس کی آبرو سے کھیلنا چاہتا تھا۔ اس لڑکی جمیلہ نے مجھے مجبور اور بے بس بنا کر جیتے جی قبر میں پہنچا دیا ہے۔ میں نے اپنی حرم سرا میں بے شمار حسیناؤں

کو برباد کیا ہے۔ ہر رات میرے ملائم لچک دار بستر پر ایک حسینہ ہوا کرتی تھی۔ اب ہر رات قبر کے اندر مٹی کا بستر ہوتا ہے۔ میں کسی حسین عورت کو تو کیا اپنی ماں کو بھی لوری سننے کے لیے نہیں بلا سکتا۔ یہی عبرت کا مقام ہے کہ قبر وہ جگہ ہے جہاں پیدا کرنے والی ماں بھی ساتھ نہیں جاتی۔ وہاں صرف ایک ہی کی گنجائش ہوتی ہے۔ ایسی جگہ تنہائی' تاریکی' عذاب قبر اور یوم حساب کا خوف طاری رہتا ہے۔

"خدا جب سزا دیتا ہے تو موسیٰ کلیم اللہ کو فرعون کے محل میں پہنچا کر اس کی فرعونیت سمیت اسے نابود کر دیتا ہے۔ اسی رب جلیل نے میرے محل میں جمیلہ رازی کو بھیج جیتے جی قبر میں پہنچا دیا ہے۔ اس معبود حقیقی نے مجھے عزت دی تھی' وہی آج مجھے ذلت دے رہا ہے اور کوئی دنیاوی طاقت مجھے اس ذلت سے بچا نہیں سکے گی۔

"بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے۔ کہ تم سب میرے حالات سے عبرت حاصل کرو۔ اگر ابھی کسی سے جھوٹ بولنے والے ہو تو فوراً زبان کو دانتوں تلے لے آؤ۔ اگر کسی گاہک کو کم تول کر دے رہے ہو تو دیانتداری سے ترازو کے دونوں پلڑے برابر کر لو۔ تم میری حالت زار سے سبق حاصل کر کے راستی پر آؤ گے تو وہ غفور الرحیم میری بھی توبہ قبول کرے گا۔"

وہ اسی طرح بولتا ہوا محل میں آکر سو جاتا تھا۔ اس نے محل سے تمام مسلح گارڈز ہٹا دیے تھے۔ شاہ کے محل کے سامنے کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر پوچھتا تھا "ان مسلح فوجیوں کو محل کے اندر اور باہر کیوں رکھا ہے۔ کیا یہ اپنے ہتھیاروں کے ذریعے مرنے سے اور قبر میں جانے سے بچا لیں گے؟ دنیا کا کوئی بادشاہ ہتھیاروں اور فوج کے ذریعے اپنی موت کو نہیں بھگا سکتا۔"

وہ نیند پوری کرنے کے بعد ظہر اور عصر کی نماز کے وقت مختلف مساجد میں جاتا تھا اور نماز ادا کرنے کے بعد کہتا تھا۔ "اے اللہ کے نیک بندو! مسجد سے نکل کر جہاں جاؤ' وہاں خدا کی بے آواز لاٹھی کا ذکر کرو۔ مجھ پر ایسی لاٹھی پڑ رہی ہے کہ سپر پاور کے ایٹم بم بھی مجھے اس کی مار سے نہیں بچا سکتے۔ اس لیے دولت اور طاقت پر غرور نہ کرو۔ گناہوں سے توبہ کرو اور ہر عورت کو اپنی بہن اور بیٹی سمجھو۔"

پھر وہ مغرب کی نماز کسی اور مسجد میں پڑھ کر کہتا تھا۔ "اب میں اپنے ویران محل میں جا کر رات کا کھانا کھاؤں گا۔ اس کے بعد قبرستان تک پیدل جا کر اپنی قبر میں لیٹ جاؤں گا۔ دعا کرو' قبر مجھے راس آئے۔ اگرچہ یہ زندگی میں اچھی نہیں لگتی۔ اب مجھے کچھ گوارا لگنے لگی ہے۔ وہاں کی تاریکی سمجھاتی ہے کہ ہم سب کو وہاں جانا ہے اور قیامت تک وہیں رہنا ہے۔"

جب وہ اچھی باتیں کرنے لگا۔ لوگوں کو نیک ہدایات دینے لگا تو خود نیکی کرنے لگا۔ اپنے محل کا خزانہ حاجت مندوں میں تقسیم کرنے لگا۔ مہنگی کاریں اور دوسری جائداد فروخت کر کے اس کی رقم اسکولوں اور اسپتالوں میں صدقے کے طور پر دینے لگا ایسا کرتے رہنے کے دوران اسے قبر میں بھی راتوں کو نیند آنے لگی۔ دل اور دماغ سے گناہوں کا بوجھ اترتا رہا تھا۔ وہ خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کرنے لگا تھا۔

چالیس راتیں گزارنے سے پہلے ہی اس نے محل کو بھی فروخت کر دیا اور اس کی تمام رقم بھی نیک کاموں میں صرف کر دی۔ اب وہ صبح' دوپہر اور رات کے کھانے کے وقت عیاش دولت مندوں کے دروازوں پر جاتا تھا اور کہتا تھا۔ "مجھے ایک وقت کی روٹی کھلا دو۔ میں محنت مزدوری کر کے بھی روٹیاں کھا سکتا ہوں لیکن مانگتا اس لیے ہوں کہ جب تم مجھے روٹیاں دے کر رات کو بستر پر جاؤ اور گناہ کے لیے کسی حسینہ کو طلب کرو تو تمہیں میں یاد آجاؤں پھر تمہارا عمل تمہیں سمجھائے کہ جلد ہی تم بھی میری طرح روٹیوں کے لیے در در پھرو گے۔"

وہاں کے جتنے امیر کبیر عیاش تھے' وہ رئیس الکبیر کو دور سے آتا دیکھ کر پریشان ہو جاتے تھے۔ انہیں یوں لگتا تھا جیسے مردہ قبر سے اٹھ کر آرہا ہے اور واپسی میں انہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔

کوئی جیتے جی نہ موت کو یاد کرنا چاہتا تھا' نہ رئیس الکبیر کی صورت دیکھنا چاہتا تھا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ اس کے پیچھے جمیلہ رازی بھی آئے گی اور جب آئے گی تو انہیں بھی ایسے ہی انجام سے دوچار کرے گی۔

وہ لوگ رئیس الکبیر کو بھکاری کی طرح دھتکار کر بھگا نہیں سکتے تھے۔ یہ بھی اندیشہ تھا کہ جمیلہ کو ان کے رویے کا علم ہوگا تو مانگنے والا رئیس چلا جائے گا لیکن جمیلہ ان کے عیش کدے میں گھس آئے گی۔

ان سب نے شاہ کے پاس آکر التجا کی۔ "ہمیں کسی طرح تحفظ دو۔ ہمیں یقین ہونا چاہیے کہ آپ اور آپ کی فوج' آپ کا قانون اور آپ کی عدالت کے ذریعے جمیلہ رازی فوراً گرفتار ہوگی اور سزائے موت پائے گی۔"

شاہ نے کہا۔ "مگر فرار سے کیا جاتا ہے' جو قابو میں آئے۔ وہ دور سے بھی نظر نہیں آتی کہ اسے گولی ماردی جائے۔ میں نے اسے ایک بار اپنے محل میں دیکھا ہے۔ پتا نہیں' وہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ تھی یا اس نے اپنی کوئی ڈی یہاں بھیج دی تھی۔ اگر میں ڈی کو مارنے کا حکم دیتا تو اصلی جمیلہ میرا بھی وہی حشر کرتی' جو رئیس الکبیر کا کر رہی ہے۔"

"اگر آپ اور آپ کی فوج مجبور ہے تو آپ بیرونی امداد حاصل کریں۔"

"میں خاموش نہیں بیٹھا ہوں۔ میں نے سپر ماسٹر سے رابطہ کیا تھا۔ اس نے بتایا کہ رئیس الکبیر کے ہاں ان کی دو جاسوس لیڈیز نے پورے محل کا انتظام سنبھال رکھا تھا۔ لیڈی مین ہکلر اور لیڈی آئرن

راؤ پہلوان عورتیں تھیں۔ پھر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا رئیس الکبیر اور وہاں کے اہم افراد کے دماغوں میں آتا جاتا رہتا تھا اور وہیں چھپ کر جمیلہ پر قابو پانے کی کوشش کررہا تھا۔"

ایک رئیس نے کہا۔ "سپر ماسٹر بڑی بڑی باتیں کررہا ہے۔ اسے یہاں آکر دیکھنا چاہیے کہ اس کے حفاظتی انتظامات کے باوجود بے انتہا دولت مند رئیس الکبیر دردر کا بھکاری بن چکا ہے۔"

"سپر ماسٹر اس حقیقت کو تسلیم کررہا ہے کہ جمیلہ نے دونوں پہلوان عورتوں کو مار ڈالا اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ناکام واپس جانے پر مجبور کردیا ہے مگر اب وہ جمیلہ کو گرفتار کرنے کے لیے یہاں ایک نہیں' تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھیج رہا ہے۔ وہ تینوں "تھری ڈی" کہلاتے ہیں۔"

دوسرے رئیس نے کہا۔ "جب تین خیال خوانی کرنے والے ہیں تو اب جمیلہ ضرور قابو میں آئے گی۔ وہ تھری ڈی یہاں کب پہنچ رہے ہیں؟"

"میں چاہوں تو وہ کل صبح تک یہاں ہوں گے لیکن سپر ماسٹر ہماری مشکل آسان کرنے کا بہت زیادہ معاوضہ طلب کررہا ہے۔"

"آخر کتنا معاوضہ چاہتا ہے؟ ہم تمام رئیس مل کر وہ معاوضہ ادا کریں گے۔"

"وہ دولت نہیں چاہتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ ایک خفیہ انڈر گراؤنڈ پائپ کے ذریعے اسرائیل میں جو تیل چوری چوری پہنچایا جاتا تھا وہ سلسلہ جاری ہونا چاہئے۔"

سب خاموش رہے۔ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ سپر ماسٹر چوروں کی حمایت کررہا تھا۔ انہیں جمیلہ رازی جیسی بلا سے بچانے اور ان کی عیاشیاں جاری رکھنے کے لیے ان کے تیل میں سے ایک حصہ یہودیوں کو دینا چاہتا تھا۔ جو لوگ اسلام دشمن تھے' ان کے لیے گویا غنڈا ٹیکس کا مطالبہ کررہا تھا۔

دنیا کی بیشتر حکومتیں غنڈوں کے ذریعے ہی قائم رکھی جاتی ہیں۔ جہاں پولیس اور فوج ناکام ہونے لگتی ہے' وہاں غنڈوں اور دہشت گردوں کے ذریعے عوام کو ہراساں کرکے ان پر ان کی مرضی کے خلاف مسلط رہا جاتا ہے۔ ان امیر کبیر افراد کے سامنے دو ہی راستے تھے ایک تو یہ کہ جمیلہ کی ہدایات پر عمل کریں۔ عیاشی اور گمراہی سے باز رہیں۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ یہودیوں کو تیل کی دولت چرانے دیں۔ تھوڑا سا غنڈا ٹیکس ادا کرنے کے بعد اگر وہ اس دنیا میں جوانی کے مزے لوٹ سکتے ہیں تو ضرور لوٹنا چاہیے۔ یہ تیل کی دولت اور یہ زندگی دوبارہ نہیں ملے گی۔

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

بعض اوقات یہ حضرتِ انسان بڑی مشکل میں پڑ جاتا ہے کہ اپنی خوشی کے لیے ناجائز کو جائز اور حرام کو حلال کس طرح کرے؟ وہ سب سر جھکائے سوچ رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "بات صرف یہ نہیں ہے کہ یہودی ہمارے دشمن ہیں اور ہماری زمین سے تیل چرا رہے ہیں اور بات یہ بھی نہیں ہے کہ ہم عیش و عشرت چاہتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک عورت ہماری مردانگی کا مذاق اڑا رہی ہے۔ ہمیں کمتر اور خود کو برتر ثابت کررہی ہے۔"

دوسرے نے تائید کی۔ "بے شک' یہ صرف ہماری نہیں تمام مردوں کی توہین ہے۔ ہمیں جمیلہ کو ہر حال میں نابود کرنا ہوگا۔"

"اسے نابود کرنے کے لیے سپر ماسٹر کی ناجائز شرط کو تسلیم کرنا ہوگا۔"

"اگر ناجائز کو کسی دلیل یا منطق سے جائز بنا دیا جائے تو مسئلہ حل ہوجائے گا۔"

"کیا آپ کے ذہن میں ایسی کوئی تدبیر ہے؟"

"ہاں' یہ غور کرنے کی بات ہے کہ وہ تیل چوری کررہے ہیں مگر جمیلہ کی بلا ہمارے سر سے ٹال کر بہت بڑی خدمت بھی انجام دینے والے ہیں۔ اگر ہم سپر ماسٹر سے یا اسرائیل سے یہ خفیہ معاہدہ کرلیں کہ ہم ان کی خدمات کے صلے میں تیل کی ایک پائپ لائن دے رہے ہیں اور تیل کی سپلائی محدود رہا کرے گی تو پھر وہ چوری اس معاہدے کے بعد چوری نہیں رہے گی۔"

ایک نے تائید کی۔ "بہت عمدہ آئیڈیا ہے۔ اس طرح ہمارا ضمیر مطمئن رہے گا کہ ہم نے سپر ماسٹر کی ناجائز شرط تسلیم نہیں کی ہے۔ اس کے برعکس ایک معقول معاہدے پر عمل کررہے ہیں اور چوری کرنے والوں کو بھی ناجائز فعل سے باز رکھ رہے ہیں۔"

شاہ نے کہا۔ "اگر آپ حضرات معاہدہ کرنے کے معاملے میں متفق ہیں تو میں ابھی ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر سے گفتگو کروں گا۔ پھر معاہدہ تحریری طور پر تیار ہوگا اور آپ حضرات اس پر دستخط کریں گے۔ اگر یہ کام آج رات تک ہوجائے گا تو کل شام تک وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری ڈی یہاں پہنچ جائیں گے۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جمیلہ کو بتایا کہ وہ امیر کبیر لوگ اپنی راتیں رنگین بنانے کے لیے کیسی منافقانہ چال چل رہے ہیں اور جوانی کے مزے لوٹنے کے لیے کس طرح ایک لڑکی کی برتری ختم کرنے کے بہانے گناہوں کے راستے ہموار کررہے ہیں۔

میری تمام باتیں سن کر وہ بولی۔ "پاپا! جن کتوں کی دم قدرتی طور پر ٹیڑھی ہوتی ہے پھر وہ مرتے دم تک ٹیڑھی ہی رہتی ہے۔ ایسے کتوں کا علاج وہی ہے' جو رئیس الکبیر کے ساتھ ہو رہا ہے۔"

"بیٹی! ابھی تم نے کہا ہے کہ قدرتی طور پر دم ٹیڑھی ہوتی ہے۔ جو چیز قدرتی طور پر جیسی ہوتی ہے' ویسی ہی اپنی فنا تک رہتی ہے۔ تم قدرت کا منشا نہیں بدل سکتیں۔"

"کیوں نہیں پاپا! ہم رئیس الکبیر کو گمراہی سے نکال کر صراطِ مستقیم پر لے آئے ہیں۔"

"ہم تو کیا' بڑے بڑے ہادی اور پیغمبر کسی کو بھی راہِ راست پر نہیں لاسکتے۔ یہ سب کچھ اللہ کی رضا سے ہوتا ہے۔ وہ جسے چاہتا

ہے اسے نیک راہ پر چلنے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ اس کاتبِ تقدیر نے لوحِ مقدر پر لکھ دیا ہے کہ کس کی تقدیر میں نیکی کی طرف مائل ہونا ہے اور کس کے مقدر میں گمراہی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان گمراہ لوگوں میں سے بھی ان کو راہِ راست پر لاتا ہے' جو راستی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔"

وہ سر جھکائے سن رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "مجھے اپنی ٹیلی پیتھی پر اور تمہیں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں پر ناز ہونا چاہیے لیکن ان پر غرور نہیں کرنا چاہیے۔ غرور بھڑکاتا ہے کہ ہم جو چاہیں کرسکتے ہیں۔ جبکہ جو چاہے' وہ کرنے کی قدرت صرف خدا کے پاس ہے۔ ہمیں محض یہ ناز کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ رئیس الکبیر کو راہِ راست پر لانے کے لیے ہماری صلاحیتوں کو ذریعہ بنا رہا ہے۔"

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم باقی عیاش لوگوں کو گناہوں سے باز نہیں رکھ سکیں گے۔"

"تم کتوں کی انگلیاں کاٹو گی۔ کتوں کو زندہ قبر میں پہنچاؤ گی۔ جب ہم نیک ارادوں سے کسی کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں تو دوسروں کو اس سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ جب قدرتی آفات مثلاً طوفان' سیلاب اور زلزلہ آتا ہے تو لوگوں کو قہرِ خداوندی سے ڈرنا چاہیے مگر کتنے لوگ ڈرتے ہیں اور سبق حاصل کرتے ہیں؟ انسان بڑا ڈھیٹ ہے۔ اپنی بد اعمالیوں کی سزائیں پاتا رہتا ہے پھر بھی کہتا ہے' میں نے کبھی کسی کے ساتھ برائی نہیں کی' پتا نہیں مجھے کن ناکردہ خطاؤں کی سزائیں مل رہی ہیں۔"

"بے شک اسی لیے ہماری دنیا جنت نہیں بن پاتی۔ آدھی سے زیادہ جہنم بنی رہتی ہے۔ آپ ان عیاش امیر کبیر لوگوں کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ جب مجرم نگاہوں کے سامنے ہیں تو کیا ہم ان کے خلاف کچھ نہیں کریں گے؟"

"شاید کچھ کریں گے' شاید کچھ نہ کرسکیں۔ لیکن لازماً وہی کریں گے جو خدا کو منظور ہوگا اور جب اسے منظور نہیں ہوتا تو ہم جیسے شر کے خلاف لڑنے والوں کو وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کردیتا ہے۔ ہم پرسوں صبح کی فلائٹ سے ایران جائیں گے۔ پھر وہاں سے دوسری فلائٹ کے ذریعے تاجکستان چلے جائیں گے۔"

"آپ نے اچانک یہ پروگرام بنایا ہے؟"

"نہیں۔ میں اور میری ٹیلی کے افراد بابا صاحب کے ادارے کے بزرگ محترم علی اسد اللہ تمیزی صاحب کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے مجھے ہدایت دی ہے کہ میں تمہیں تاجکستان لے جاؤں۔ اس نو آزاد ملک میں خیر و شر کی جنگ جاری ہے۔ روسی وہاں سے جاچکے ہیں لیکن کمیونسٹ پارٹی اور دوسری چھپی ہوئی سپر طاقتیں یہ کوششیں کررہی ہیں کہ وہاں اسلامی حکومت قائم نہ ہوسکے۔ ہم وہاں مسلمان مجاہدین کے لیے کچھ کریں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "میں ہمیشہ ایکشن میں رہنا چاہتی ہوں۔ تاجکستان میں تو دن رات ایمان افروز معصومیات رہیں گی۔"

"تمہیں آئندہ مگر مگر گھومنا ہے۔ طرح طرح کے مصائب سے گزرنا ہے اور تجربات کی آگ میں جل کر کندن بننا ہے۔ میں تمہارے ساتھ ضرور جاؤں گا مگر ہمیشہ ساتھ نہیں رہوں گا۔"

وہ اداس ہو کر بولی۔ "کیا آپ مجھے کہیں تنہا چھوڑ دیں گے؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "بیٹیاں ہمیشہ باپ کے ساتھ نہیں رہتیں۔ ایک دن اس سے رخصت ہو جاتی ہیں۔ انہیں پھر دوسرے جیون ساتھی مل جاتے ہیں۔"

"نہ میں شادی کروں گی اور نہ ہی آپ کا ساتھ چھوڑوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "باپ سے محبت کرنے والی ہر بیٹی یہی کہتی ہے۔ تم وقت سے پہلے ایسا نہ کہو۔ ہمیں پرسوں صبح کی فلائٹ سے جانا ہے۔ کل رات تک اتنا وقت ہے کہ تم حرام کو حلال بنانے والے رئیسوں کو تھوڑی بہت سزائیں دے سکتی ہو۔"

"یہ آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ آپ مجھے ان رئیسوں کے نام اور پتے بتائیں' جو ناجائز کو جائز بنانے والے معاہدے پر دستخط کرنے والے ہیں۔"

میں نے ان کے نام اور پتے بتا کر کہا۔ "تم پلاننگ کرو اور اس پر عمل کرو۔ میں صرف ضروری تعاون کروں گا۔"

اس نے کہا۔ "یہ رئیس لوگ بڑے دل پھینک ہوتے ہیں۔ ایک سے ایک حسین لڑکی کو پرسنل سیکریٹری بنا کر رکھتے ہیں۔ ان کے چند دلال ہوتے ہیں' جو نئی لڑکیوں کو ملازمت اور بھاری تنخواہ کا لالچ دے کر ان رئیسوں کے پاس بھیجتے ہیں۔"

میں نے ایک رئیس جابرا سلطان کے خیالات پڑھ کر اس کے دلال کا نام پتا اور فون نمبر معلوم کیا۔ پھر جابر کو اس سے رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ اس نے رابطہ کرکے پوچھا۔ "کہو' کوئی نئی چیز ہے؟ میری موجودہ سیکریٹری پرانی ہوگئی ہے۔"

اُدھر سے سپلائر نے کہا "میں حضور کا خادم ہوں۔ کوئی نئی چیز حضور کے لیے ضرور چھپا کر رکھتا ہوں۔ کیا ابھی بھیج دوں یا رات کو؟"

"ون کی روشنی میں مال کو پرکھنا چاہیے۔ اسے ابھی بھیج دو۔"

"جس حضور' سمجھ لیجئے کہ وہ پہنچنے ہی والی ہے۔"

جابر اسلطان نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر اپنے خاص ملازم کو بلا کر کہا۔ "ایک لڑکی آنے والی ہے۔ باہر گیٹ پر رہو۔ وہ آئے تو اسے میری خواب گاہ میں لے آؤ۔"

ملازم باہر چلا گیا۔ جابر اسلطان نے قدِ آدم آئینے کے سامنے آکر اپنے مردانہ حسن کو دیکھا۔ پھر اپنے مضبوط جسم کو دیکھ کر سینے پر ہاتھ مار کر مسکرایا۔ منگنے پرفیوم کی شیشی اٹھا کر اس کی خوشبو اپنے لباس پر اسپرے کی پھر مسکرا کر اپنی مونچھوں کو تاؤ دینے لگا۔

مردانگی کا مفہوم یوں بھی ہو سکتا ہے کہ بھاری پڑنا۔ جو بھاری پڑ جائے وہی مرد ہوتا ہے۔ سراپا جسم دیکھ کر کسی کو مرد نہیں کہا

جاسکتا۔ کیونکہ وہ مردانہ جسم رکھنے والا خسرا بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا مرد کمانے کے لیے لازم ہے کہ وہ عورت پر بھاری پڑے۔

وہ بھاری پڑنے والی آگئی۔ ملازم اسے خواب گاہ میں پہنچا کر چلا گیا۔ جابر السلطان نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔ "چہرے سے نقاب تو ہٹاؤ۔ اپنا حسن و جمال دکھاؤ۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک بڑے سے کیسٹ ریکارڈر کے پاس آئی۔ پھر اسے آن کیا۔ خواب گاہ میں مغربی آرکسٹرا کی آواز ابھرنے لگی۔ وہ بولی۔ "مجھے موسیقی اچھی لگتی ہے اور میں اسے گونجتی ہوئی آواز میں سنتی ہوں۔"

اس نے آواز بڑھانے والے بٹن کو پوری اونچائی تک اٹھایا تو کمرے میں اتنی تیز آواز گونجنے لگی کہ کان کے پردے جیسے پھٹنے لگے۔ جابر نے ناگواری سے کہا۔ "یہ کیا حماقت ہے۔ اسے بند کرو۔"

پھر اسے احساس ہوا کہ موسیقی کی گونج میں خود اسے اپنی بات سنائی نہیں دے رہی ہے۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا ریکارڈر کے پاس آیا۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ریکارڈر کو بند کرنا چاہا لیکن نہ کرسکا۔ اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ یوں محسوس ہوا جیسے منہ پر لوہے کا ڈنڈا پڑا ہو۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ منہ میں گرما گرم لہو بھر گیا تھا۔ اس نے لہو تھوکا تو اس کے ساتھ چار دانت قالین پر گرے۔

وہ ایک ہاتھ کانی تھا۔ سر چکرانے کے باعث وہ قالین پر گھٹنے ٹیک کر جھک گیا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی شخص خصوصاً ایک لڑکی ایسی غیر معمولی جسمانی قوت کی حامل ہوگی کہ ایک ہی ہاتھ میں چار دانت گرادے اور ایک مرد کے غبارے سے ساری مردانگی کی ہوا نکال دے۔

وہ ریکارڈر کو بند کرنے کے بعد بولی۔ "میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہارے چیخنے چلانے کی آواز باہر جائے۔ اب مجھے اطمینان ہوگیا ہے کہ تمہارے منہ سے آواز نہیں نکلے گی۔"

جابر السلطان سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ نقاب والی کون ہے لیکن پوچھنے سے پہلے پھر منہ میں لہو بھر گیا تھا۔ اس نے ایک ٹھوکر ماری تو منہ سے لہو کی دھار نکلتی ہوئی سر کے ساتھ گھومتی ہوئی قالین اور دیوار پر پھیل گئی۔ وہ ایک ہی ٹھوکر میں اِدھر سے اُدھر گھوم کر اوندھے منہ قالین پر گرا۔ پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ اس پر نیم بیہوشی طاری ہو رہی تھی۔

وہاں ایک جگہ شیشے کی صراحی میں پانی رکھا ہوا تھا۔ اس نے صراحی کو اٹھا کر اسے لات ماری۔ وہ اوندھا پڑا ہوا تھا۔ لات کھا کر چاروں شانے چت ہوگیا۔ اس نے تمام پانی اس کے چہرے پر انڈیل دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس کا پورا چہرہ اور سر دکھ رہا تھا۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔

اس نے جھک کر پوچھا "جابر السلطان! تم کس ہاتھ سے لکھتے ہو؟"

منہ اتنی بری طرح دکھ رہا تھا کہ وہ بول نہیں پا رہا تھا۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر دوسرے ہاتھ کی ایک انگلی کے اشارے سے بتایا کہ وہ دائیں ہاتھ سے لکھتا ہے۔

وہ بولی۔ "تم اسی ہاتھ کی انگلیوں سے اس معاہدے پر دستخط کروگے، جس کی رو سے مجھے قتل کرنے کے سلسلے میں تیل کی ایک پائپ لائن یہودیوں کو دی جائے گی۔ پھر میری موت کے بعد تم لوگوں کو عیاشی کی چھوٹ مل جائے گی۔"

وہ انکار میں سر ہلانے لگا۔ پھر بڑی مشکل سے بولا۔ "نن..... نہیں میں دستخط نہیں کروں گا۔"

"تم درست کہتے ہو، جب اس ہاتھ میں انگوٹھا نہیں رہے گا تو قلم پکڑ سکو گے نہ دستخط کرسکو گے۔"

مارے دہشت کے جابر کے دیدے پھیل گئے۔ وہ یاد کر رہا تھا کہ وہ رئیس الکبیر کے بھی دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کاٹ کر لے گئی تھی اور اسے شاہ کی پوری فوج بھی روک نہ سکی تھی۔ جبکہ وہ ابھی اپنی خواب گاہ میں اکیلا تھا۔ فوج نہ سہی، ملازم بھی نہیں آسکتے تھے کیونکہ اس نے ایک لڑکی کی جوانی کے کھیلنے کے لیے خود اپنے ہاتھوں سے دروازے کو اندر سے بند کرلیا تھا۔ اپنی مدد کے لیے بلانے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ چیخنا شروع کردے۔

اس نے چیخنے کے لیے سوچا اس سے پہلے ہی وہ ریکارڈر پھر پوری آواز میں موسیقی بکھیرنے لگا۔ موسیقی کے ساتھ گانے والا شخص بھی کبھی چیخنے لگتا تھا۔ اس کی چیخیں بھی گانے کا ایک حصہ بن گئیں۔ گو سخت شور مچاتی ہوئی موسیقی بند خواب گاہ کے باہر پہنچ رہی تھی۔ گانے والا بھی چیخ رہا تھا۔ اس چیخ میں جابر السلطان کی چیخیں بھی گڈمڈ ہوگئی تھیں۔ سیکیورٹی گارڈز اور ملازمین سمجھ رہے تھے کہ ان کا آقا ایک نئی حسینہ کو دیکھ کر مستی میں آگیا ہے اور حسینہ کے ساتھ دھاچوکڑی کر رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد موسیقی کی آواز دھیمی ہوئی پھر بند ہوگئی۔ میں اس کے خاص ملازم کے دماغ پر قبضہ جما کر خواب گاہ کے دروازے پر اسے لایا۔ جمیلہ باہر آگئی۔ ملازم نے دروازے کو باہر سے لاک کر دیا تاکہ کوئی خوابگاہ میں نہ جائے۔ پھر وہ جمیلہ کے ساتھ احاطے کے گیٹ سے باہر آیا۔ وہاں اس نے ایک ٹیکسی کو روکا۔ جمیلہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر چلی گئی۔ جب وہ ٹیکسی نظروں سے اوجھل ہوگئی تو میں نے ملازم کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

جمیلہ نے میرے پاس آکر موبائل فون کے ذریعے شاہ سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "میں جمیلہ رازی بول رہی ہوں۔"

شاہ نے آواز کے ذریعے خوش اخلاقی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "آہا جمیلہ! تم ہو۔ تم واقعی باکمال ہو۔ پورے ملک میں میرے نام سے زیادہ تمہارا نام لیا جا رہا ہے۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"آپ سپر ماسٹر سے مل چکے ہیں۔ ہاٹ لائن پر سارے

معاملات طے کرلیے گئے ہیں۔ کیا آپ مجھے نادان بچی سمجھ کر بہلا رہے ہیں؟"

"نہیں۔ تم غلط سمجھ رہی ہو۔ تمہیں کسی نے میرے خلاف ورغلایا ہے۔"

"اگر میں غلط سمجھ رہی ہوں تو اس معاہدے پر کسی رئیس اعظم کے دستخط نہیں ہوسکیں گے کیونکہ ان کے ہاتھ میں قلم پکڑنے والا انگوٹھا نہیں ہوگا۔ یقین نہ ہو تو جابر السلطان سے رابطہ کرو۔ اب اس کے پاس انگوٹھا نہیں رہا ہے۔ اگر وہ معاہدہ پھاڑ کر نہ پھینکا گیا تو آپ کے کسی وفادار عیاش رئیس کے ہاتھ میں انگوٹھا نہیں رہے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔ میں شاہ کے سیکریٹری کے دماغ میں تھا۔ اس نے شاہ کے حکم کے مطابق جابر کے فون نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے خاص ملازم نے کہا۔ "جناب! غضب ہوگیا۔ ہمارے مالک بری طرح زخمی اور بیہوش ہوگئے تھے۔ ایک نقاب پوش لڑکی آئی تھی۔ وہ ہمارے آقا کا انگوٹھا کاٹ کر چلی گئی ہے۔ فیملی ڈاکٹر نے مالک کی مرہم پٹی کی ہے۔"

سیکریٹری نے شاہ کو یہ باتیں بتائیں۔ شاہ نے حکم دیا "معاہدے پر دستخط کرنے کے لیے جتنے رئیس یہاں آنے والے تھے انہیں اس واردات کی اطلاع دو اور کہو کہ وہ سب حضرات جابر السلطان کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ کر میرے محل میں آئیں۔"

سیکریٹری نے حکم کی تعمیل کی۔ اس نے جس رئیس کو بھی جابر السلطان کے بارے میں بتایا، وہ رئیس فوراً ہی وہاں آگیا اور جابر کا انگوٹھا غائب دیکھ کر لرز گیا۔ کوئی دو گھنٹے کے بعد شاہ کے محل میں وہ تمام امیر کبیر لوگ جمع ہوئے۔ سب سے پہلے شاہ نے کہا۔ "میں جمیلہ سے دشمنی مول لینا نہیں چاہتا۔ وہ ہم سب کو گرفتار ہی سے روک رہی ہے۔ چونکہ ہم اپنی توہین سمجھ رہے ہیں بلکہ اسے ایک کمزور لڑکی سمجھ رہے ہیں اس لیے گرفتاری سے باز نہیں آرہے ہیں۔ میں تو باز آچکا ہوں۔ یہ جو معاہدہ ہمارے سامنے رکھا ہوا ہے۔ اس پر میں دستخط نہیں کروں گا۔"

ایک رئیس نے کہا۔ "واقعی ہماری تمام حفاظتی تدابیر ناکام ہوگئی ہیں۔ وہ سپر ماسٹر کے "تھری ڈی" کی بھی ایسی کی تیسی کردے گی۔ میں بھی دستخط نہیں کروں گا۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہم نے خفیہ اجلاس میں یہودیوں کے لیے تیل کی سپلائی جاری رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ہمارے ایسے خفیہ اجلاس کی باتیں بھی جمیلہ کو معلوم ہوگئیں۔ اب اس میں شبہ نہیں رہا کہ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا پھر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی پشت پر ہیں۔ ہم میں سے کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ صاف صاف کہتا ہوں، میں اپنا انگوٹھا کٹنے نہیں دوں گا۔"

ایک ایک کرکے سب نے انکار کیا۔ شاہ نے معاہدے کا وہ کاغذ اٹھا کر سب کے سامنے پھاڑ دیا۔ پھر ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر سے رابطہ کیا اور کہا۔ "معاہدے پر دستخط کرنے سے پہلے جمیلہ رازی ایک رئیس کا انگوٹھا کاٹ کر لے گئی ہے۔ اس سے پہلے بھی جمیلہ کو گرفتار کرنے کی تمام تدابیر ناکام ہوگئی ہیں۔ اس کے سامنے ہمارے تمام فرعونی ذرائع ہیچ ہیں۔ ہم نے معاہدہ پھاڑ دیا ہے۔ آپ اپنے تھری ڈی کو یہاں نہ بھیجیں۔ کیونکہ واپسی پر ان تینوں کے ہاتھوں میں بھی انگوٹھے نہیں رہیں گے۔ خدا حافظ۔"

شاہ نے رابطہ ختم کردیا۔ میں نے مسکرا کر جمیلہ سے کہا۔ "معاہدے کو پھاڑ دیا گیا ہے اور سپر ماسٹر کو بھی یہاں کے معاملات میں مداخلت سے منع کردیا گیا ہے۔"

وہ بولی۔ "آپ نے کہا تھا کہ ہم تمام عیاشوں کو راہِ راست پر نہیں لاسکیں گے۔ اب دیکھیں کہ انہوں نے معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کرکے اسے پھاڑ دیا ہے۔ وہ گناہوں سے توبہ کر رہے ہیں۔"

"انہوں نے واضح طور پر گناہوں سے توبہ نہیں کی ہے۔ بلکہ حالات سے مجبور ہوکر تمہارے سامنے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔ ان کے دلوں میں تمہارا خوف ہے۔ خدا کا خوف نہیں ہے۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوجائے کہ تم دنیا سے اٹھ گئی ہو یا اس ملک سے باہر کسی دوسری جگہ منتقل ہوگئی ہو تو وہ پھر عیاشی کی زندگی شروع کردیں گے۔ تم ایک وقت میں ایک ہی جگہ رہ سکتی ہو۔ جبکہ خدا ہر جگہ موجود رہتا ہے۔ جو لوگ اس ہر جگہ رہنے والے معبود سے نہیں ڈرتے، وہ تم سے یا کسی دنیاوی طاقت سے کیا ڈریں گے؟"

"پاپا! انسان تو اسی سے ڈرتا ہے، جس سے سزا پاتا ہے۔ اگر میری اور آپ کی طرح اللہ تعالیٰ خود انہیں سزا دے تو پھر وہ اس سے بھی ڈرنے لگیں گے۔"

"وہ جو عالم الغیب ہے وہ غیب سے ہم جیسوں کو ذریعہ بنا کر سزائیں دیتا ہے۔ اگر انسان کی سمجھ میں اتنی سی بات نہ آئے تو پھر وہ کبھی سمجھ نہیں سکے گا۔ ہمیشہ حالات کے لات جوتے کھاتا رہے گا۔"

دو دن گزر گئے۔ تیسرے دن ہم ایک فلائٹ سے تہران پہنچے۔ وہاں میرے بیٹے علی تیمور اور سونیا ثانی سے ملاقات ہوئی۔ وہ ترکمانستان کی مہم میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کرکے آئے تھے۔ وہاں ہم حکومت کے خاص مہمان تھے۔ ایرانی اکابرین نے ہماری میزبانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ علی اور ثانی دوسرے دن ایک مشن پر قاہرہ جانے والے تھے۔ جمیلہ رازی ان سے مل کر بہت خوش ہو رہی تھی۔ ایک اہم ایرانی عہدے دار نے مجھ سے کہا۔ "آپ دنیا جہان کی معلومات رکھتے ہیں۔ تاجکستان کے متعلق بھی بہت کچھ جانتے ہوں گے۔"

میں نے کہا۔ "وہاں کے موجودہ سیاسی حالات سے اچھی طرح واقف نہیں ہوں۔ میں اس سلسلے میں آپ کی رہنمائی چاہتا

ہوں۔"

انہوں نے کہا۔ "جب بھی کوئی چھوٹا یا بڑا ملک آزاد ہوتا ہے تو بڑے ممالک وہاں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ خصوصاً تاجکستان جیسا ملک جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو اور یہ یقین ہو جائے کہ وہاں اسلامی حکومت قائم ہو سکتی ہے تو مغربی بڑے ممالک وہاں طرح طرح کی سیاسی اور اقتصادی بدنظمی اور تخریب کاری کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔"

"ہاں میں نے سنا ہے کہ وہاں خانہ جنگی مسلسل رہتی ہے۔ آپ یہ بتائیں وہاں کتنی پارٹیاں ایک دوسرے کے خلاف ہیں؟"

"ایک اسلامی بنیاد پرست پارٹی ہے۔ اسے مخفف میں آئی آر پی کہتے ہیں۔ اس پارٹی کے چیئرمین محمد شریف ہمت زادہ ہیں۔ دوسری کمیونسٹ پارٹی ہے جو روس کے جانے کے باوجود شمالی علاقوں میں اپنے قدم جمائے ہوئے ہے۔ اس کے بعد کئی ڈیموکریٹک پارٹیاں ہیں۔ انہیں مخفف میں ڈی پی کہتے ہیں۔ ایک ڈی پی مسلمانوں کے خلاف ہے۔ دوسری ڈی پی میں صحافی اور دانشور ہیں' یہ لوگ اسلامی پارٹی یعنی آئی آر پی کا ساتھ دیتے ہیں۔"

جمیلہ رازی نے پوچھا۔ "ایران کی حکومت یقیناً آئی آر پی کا ساتھ دے رہی ہوگی اور ہم بھی ان کا ساتھ دینے جا رہے ہیں۔"

"وہاں ہم فرقوں سے بالاتر ہو کر صرف اسلام کا بول بالا کرنا چاہتے ہیں۔ وہاں ہر حال میں مسلمانوں کا غلبہ اور اسلامی حکومت چاہتے ہیں اس لیے ہر طرح آئی آر پی کو امداد پہنچا رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ہمیں جناب علی اسد اللہ تمہرزی سے ہدایات مل چکی ہیں۔ یہ معلوم کر کے بڑا افسوس ہوا ہے کہ پاکستان کے بعض علاقوں میں جو افیون' چرس اور ہیروئن تیار ہوتی ہے' وہ افغانستان کے راستے اسمگل ہو کر تاجکستان جاتی ہے۔ ایسا بڑے ممالک کی سازشوں سے ہو رہا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تاجک مسلمان ایسے نشے کے عادی ہو جائیں اور ان کے اندر اسلامی جہاد کا جذبہ کمزور پڑ جائے۔ میں جمیلہ کے ساتھ ایسے دشمنوں کی گردنیں دبوچنے جا رہا ہوں۔"

ہم بڑی دیر تک تاجکستان کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ دور بیٹھ کر گفتگو کرنا اور بات ہے۔ انسان ہو یا کوئی ملک' اس کے اندر گھسنے سے صحیح اور اندرونی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ہم دوسری صبح تہران سے ایک خصوصی طیارے میں پرواز کر کے تاجکستان کے دارالسلطنت دوشنبے پہنچ گئے۔ اس ملک میں ایندھن کی اتنی کمی ہے کہ باقاعدہ ہوائی جہاز کی سروس نہیں ہے۔ مختلف ممالک کے طیارے فاضل ایندھن کے ساتھ پرواز کر کے وہاں آتے اور جاتے ہیں۔

ائرپورٹ پر مسافر عورتوں' مردوں' بچوں اور بوڑھوں کا ہجوم رہتا ہے۔ وہاں کی خانہ جنگی نے زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ بیشتر خاندان بھوکے مرنے سے پہلے اپنی زمین جائداد اونے پونے بیچ کر وہاں سے نقل مکانی کر رہے ہیں۔ ملکی ائر سروس کے طیاروں میں صرف اتنا ہی ایندھن ہوتا ہے کہ وہ گھنٹے دو گھنٹے سے زیادہ پرواز نہیں کر پاتے۔ اس لیے وہ صرف ازبکستان اور ترکمانستان تک پرواز کرتے ہیں۔ افغانستان بھی آدھے گھنٹے کی مسافت پر ہے لیکن وہاں بھی خانہ جنگی ہے۔ اس لیے تاجک مسلمان مہاجرین ادھر کا رخ نہیں کرتے۔ کچھ عرصہ قبل پاکستانی ائرلائن نے تاجکستان کے لیے پرواز شروع کی ہے۔ اس لیے اب پاکستان کے بڑے شہروں میں ازبک اور تاجک مسلمان کثرت سے دیکھے جا رہے ہیں۔

ہمارے لیے ہوٹل کے دو کمرے مخصوص تھے۔ اس ہوٹل کی ایک کار ہمیں لینے ائرپورٹ آئی تھی۔ ہم نے اس میں بیٹھ کر دو شنبے کی شاہراہوں سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ ٹریفک برائے نام تھا۔ فٹ پاتھ پر چلنے والے سہمے سہمے سے دکھائی دے رہے تھے۔ دکانوں کے شٹر اور دروازے ادھ کھلے تھے کہ اچانک کہیں سے فائرنگ ہو تو باقی آدھی دکان فوراً بند کرنے میں آسانی رہے۔

وہ علاقہ بہت خوبصورت ہے۔ پہاڑوں پر جہاں برف نظر نہیں آتی' وہاں ہریالی دکھائی دیتی تھی۔ شہر میں رنگا رنگ پھولوں کے کئی باغ تھے لیکن گولیوں کی بوچھاڑ اور بارود کے دھماکوں نے قدرتی حسن کو کسی قدر میلا کر دیا تھا۔ مرد قد آور اور صحت مند تھے۔ عورتیں بھی سرخ و سفید گلاب کی طرح کھلی ہوئی تھیں۔ وہاں کی مصفا آب و ہوا انسان کو تر و تازہ رکھتی تھی۔ مگر برے حالات وہاں کی تازگی کو گہنا دیتے تھے۔

ہم ہوٹل پہنچے۔ وہاں کے احاطے میں' برآمدے اور بالکونی میں مقامی باشندے کافی تعداد میں تھے۔ وہ فرش پر چٹائیاں بچھا کر چھوٹی چھوٹی دکانیں لگائے ہوئے تھے۔ ہوٹل میں آنے والے غیر ملکیوں کو اپنے ملک کا سامان فروخت کرتے تھے۔ گھڑیاں' ریڈیو' ریکارڈر' ٹارچ' چارجر' جو سر' قیمتی پتھر اور ریشمی کپڑے سستے داموں پیش کرتے تھے۔ وہاں ایماندار بھی تھے اور بے ایمان بھی۔ کچھ نوسرباز تاش کے پتے لیے بیٹھے تھے اور پانچ کے دس اور دس کے پچاس روبل یا ڈالر جیتنے کا لالچ دے کر مسافروں اور سیاحوں کو لوٹ لیتے تھے۔ حسین اور خوش ادا عورتیں بھی تھیں۔ وہ جس انداز میں خود کو پیش کرتی تھیں' اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ پیشہ ور طوائفیں نہیں ہیں۔

ایک حسین عورت میرے پاس آئی۔ اس نے کہا۔ "ایک رات کے دس ڈالر اور اگر اپنے ساتھ اپنے ملک لے جاؤ تو ایک ڈالر بھی نہیں چاہیے۔ وہاں کنیز بنا کر رکھ لو اور تین وقت کی روٹیاں اور تن ڈھانپنے کو کپڑا دیتے رہو۔"

اس عورت کی پیشکش سے ظاہر ہو گیا کہ عوام کتنے غریب ہیں۔ وہاں مسلسل جاری رہنے والی خانہ جنگی نے ان سے شرافت اور عزت سے جینے کے حقوق چھین لیے ہیں۔

وہاں فارسی اور روسی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جمیلہ صرف عربی' انگریزی اور فارسی سمجھتی اور بولتی تھی۔ ہوٹل کا ایک کمرا اس کے نام سے مخصوص تھا۔ دوسرا کمرا ایف علی کے نام سے تھا۔ میں نے اپنے نام کو واضح نہیں کیا تھا۔ وہاں کا ملازم ہمارا سامان اٹھا کر جمیلہ کے ساتھ تیسری منزل پر چلا گیا تھا۔ میں نے اس حسین عورت سے پوچھا۔ "کیا دس ڈالر میں تمہارا گزارہ ہو جاتا ہے؟"

وہ بولی۔ "گزارہ نہیں ہوتا۔ اسی لیے تو یہ ملک چھوڑ کر تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں۔ میرے بوڑھے ماں باپ ہیں اور ایک بڑی بہن ہے۔ وہ بھی میری طرح راتیں کالی کرتی ہے۔ وہ بوڑھے والدین کو سنبھال لے گی۔ مگر میں اس پیشے سے بہت گھبراتی ہوں۔ رات بھر شرم سے مرتی ہوں۔ صبح خود کو سمجھاتی ہوں کہ جینے کے لیے کسی طرح انجبی لوگوں کی محبت کا عادی بننا ہی پڑے گا اور کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا ہے۔"

میں نے اسے ایک ہزار ڈالر کا نوٹ دے کر کہا۔ "اسے رکھو اور اس رقم میں جتنی راتیں عزت سے اپنے گھر میں گزار سکتی ہو' گزارو۔ میں دعا کروں گا کہ اس ملک میں اسلامی جمہوریت قائم ہو اور ہر عورت عزت و آبرو سے زندگی گزارے۔"

وہ حیرانی اور بے یقینی سے ہزار کے نوٹ کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "یہ اصلی نوٹ ہے۔ جاؤ اسے کیش کرا کے آزما لو اور کبھی کبھی مجھ سے ملتی رہا کرو۔"

وہ دوڑتی ہوئی ہوٹل کے اس کاؤنٹر پر گئی' جہاں کرنسی تبدیل ہوتی تھی۔ اسے فوراً ہی ڈالر کے عوض روبل مل گئے۔ وہ حیرت اور مسرت سے دوڑتی ہوئی آئی تو میں نے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ وہ میرے پاس آتے ہی مجھ سے لپٹ کر رونے لگی۔

ہم کسی کو تمام عمر مصیبتوں سے بچا نہیں سکتے اور نہ ہی کسی کو زندگی بھر کی خوشیاں دے سکتے ہیں۔ غم ہو یا خوشی' یہ آنی جانی چیزیں ہیں۔ ایسے میں ہم کسی کو دو چار دن کی خوشیاں دیتے ہیں تو اپنے اندر ایک روحانی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ میں بھی یہی محسوس کرتے ہوئے عہد کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے جس حد تک توفیق دے گا' میں اس حد تک اس ملک کی بدحالی اور سیاسی بحران کو ختم کر کے یہاں سے جاؤں گا۔ میں نے اس کے آنسو پونچھ کر کہا۔ "گھر جا کر آرام کرو۔ کل ملاقات ہوگی۔"

وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے جھک کر میرے پاؤں چھونا چاہتی تھی' میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر ایسا کرنے سے روک لیا اور کہا۔ "گھر جاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو۔ میری بقیہ تیسری منزل کے کمرے میں میرا انتظار کر رہی ہے' اب مجھے جانے دو اور تم بھی جاؤ۔"

وہ سر جھکا کر ہوٹل کے باہر جانے لگی۔ میں اس کے خیالات کسی حد تک پہلے پڑھ کر معلوم کر چکا تھا کہ وہ واقعی اپنی موجودہ زندگی سے متنفر ہے اور کسی طرح اس ملک سے باہر جانا چاہتی ہے۔

اس بار میں پھر اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کسی منشیات کا دھندا کرنے والے کو جانتی ہے یا نہیں؟

وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی تھی مگر یہ اسے معلوم تھا کہ اس ہوٹل کے ملازمین بہت کچھ جانتے ہیں اور کوئی گاہک اگر عورت' شراب' چرس' ہیروئن یا اسلحہ حاصل کرنا چاہے تو اسے مطلوبہ چیزیں فراہم کر دیتے ہیں۔

ہوٹل کے باہر جاتے ہی ایک مسلح شخص نے اس حسینہ کا راستہ روک لیا پھر کہا۔ "شبینہ! تو ایک غیر ملکی کے سینے سے لگ کر آ رہی ہے۔ میں نے تجھے کرنسی والے کاؤنٹر کی طرف بھی جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ معاملہ کیا ہے؟"

شبینہ نے کہا۔ "وہ کوئی گاہک نہیں ایک فرشتہ ہے۔ اس نے مجھے اتنی رقم دی ہے کہ میں تین ماہ تک گھر میں بیٹھ کر اپنے والدین کے ساتھ گزارہ کر سکتی ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "ہماری نظر اس پر ہے۔ وہ ایک حسین لڑکی کے ساتھ ایک پرائیویٹ ایرانی طیارے میں آیا ہے۔ یقیناً ایرانی جاسوس ہے اور یہاں آئی آر پی کے مسلمان مجاہدوں کو اسلحہ اور مالی امداد پہنچانے آیا ہے۔"

"میں سیاست کو نہیں جانتی۔ مجھے جانے دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تمہاری طرح وہ بھی نہیں جانتا ہے کہ پچھلی رات کے اسٹیٹ وار میں ہم نے ڈیموکریٹک پارٹی کو یہاں سے بھگا دیا ہے اور اب شہر کے اس علاقے میں ہماری کمیونسٹ پارٹی کا قبضہ ہے۔ وہ تمہارا فرشتہ ایرانی ایجنٹ یہاں آ کر پھنس گیا ہے۔"

شبینہ نے کہا۔ "پھر تو یہ میرا فرض ہے کہ میں اپنے محسن کے پاس جاؤں اور پیش آنے والی مصیبتوں سے اسے آگاہ کروں۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولا۔ "ضرور جاؤ۔ اسے خطرات سے آگاہ کر کے احسان کا بدلہ چکاؤ۔ مگر واپسی کا راستہ تو بند ہو چکا ہے۔ وہ اس علاقے سے تو کیا' اس ہوٹل سے بھی باہر نہیں جا سکے گا۔"

وہ میرے پاس آنے کے لیے پلٹ گئی لیکن پیچھے دو مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا۔ "اب یہ ہمارا علاقہ ہے۔ تو ہمارے علاقے میں رہ کر ہمارے خلاف جاسوسی کرے گی اور اسے ہمارے ارادے بتائے گی؟ کیا زندگی سے بیزار ہو گئی ہے؟"

دوسرے نے کہا۔ "زندہ رہنا چاہتی ہے تو ہوٹل میں نہ جا۔ گھر چلی جا۔"

آگے پیچھے راستہ رکا ہوا تھا۔ اگر میرے پاس آنا چاہتی تو وہ اسے گولی مار دیتے۔ اس نے وہیں سے چیخ کر مجھے خطرے سے آگاہ کرنا چاہا مگر میں نے اسے چیخنے نہیں دیا۔ اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے عقل سے کام لینا چاہیے۔ یہاں سے دور جا کر ہوٹل کے فون نمبر پر اپنے محسن سے رابطہ کر کے اسے کسی طرح مصیبت سے بچانا چاہیے۔"

ان خیالات کے ساتھ میں نے اسے سر جھکا کر ہوٹل سے دور چلے جانے پر مجبور کردیا۔ پھر تیسری منزل کے اس کمرے میں آیا' جہاں جمیلہ تھی۔ میں نے اسے وہاں کے موجودہ حالات بتانے کے بعد کہا۔ "ہم یہاں ائرپورٹ پہنچے تھے تو ہمارا اپنی میزبان استقبال کے لیے نہیں آیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ ہوٹل پہنچ کر فون کے ذریعے اس سے رابطہ کروں گا۔ تم اس کا فون نمبر ملاؤ۔"

جمیلہ نے اپنے پرس میں سے میزبان کی تصویر نکال کر مجھے دیتے ہوئے کہا۔ "ہم اس تصویر کے ذریعے اسے پہچاننے والے تھے۔ فون کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ دماغی رابطہ کریں۔"

میں نے اس سے تصویر لے کر دیکھی۔ اس کی آنکھوں میں جھانکا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے بعد دماغی طور پر حاضر ہو کر جمیلہ کو دیکھا وہ بولی۔ "کیا ہوا؟"

میں نے افسردگی سے کہا۔ "افسوس کا مقام ہے۔ بیچارہ میزبان اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر ان مسلح افراد کی آوازوں اور لہجوں کو یاد کیا۔ پھر ایک کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک جگہ بیٹھا کافی پی رہا تھا اور سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ یہاں کے مقامی باشندے فارسی بولتے ہیں لیکن ایرانی باشندے اپنی جدید فارسی اور اپنے رہن سہن سے پہچان لیے جاتے ہیں۔ اس ہوٹل کے قریب ہی ایک مکان میں دو ایرانی تھے۔ پچھلی رات کمیونسٹ پارٹی نے اس علاقے پر قبضہ کیا اور ان دو ایرانیوں کو قتل کردیا۔ ان کا جرم یہ تھا کہ وہ اس ملک میں مسلمانوں کی مدد کررہے تھے۔

میں چاہتا تو اسے کافی کا کپ خالی کرنے کا موقع بھی نہ دیتا۔ اسے جہنم میں پہنچا دیتا لیکن میں نے صبر کیا۔ ان سب کو تو جہنم میں جانا ہی تھا بہتر یہ تھا کہ پہلے ان کے ارادے معلوم کرلیے جاتے۔ میں نے اس کے دوسرے مسلح ساتھی کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ انہوں نے کامریڈ کمانڈر کو اطلاع دے دی ہے کہ ایک پرائیویٹ ایرانی طیارے سے ایک شخص ایک جوان لڑکی کے ساتھ آیا ہے۔ ہوٹل کے رجسٹر میں اس شخص کا نام ایف علی اور لڑکی کا نام جمیلہ رازی ہے۔ وہ ہوٹل کے کمرا نمبر تین سو تین اور تین سو چار میں ہیں۔

کامریڈ کمانڈر کی طرف سے جواب ملا تھا کہ وہ ابھی دو شنبے کے شمال کی طرف شہروارزوب میں مصروف ہے۔ آج رات کو دو شنبے پہنچے گا تو ایف علی اور جمیلہ پُرتشدد کرکے پوچھے گا کہ وہ یہاں آئی آر پی مجاہدین کی امداد کے لیے کتنی مالی امداد اور کتنا اسلحہ لے کر آئے ہیں؟ اور اسلحہ سمیت دوسری امداد یہاں کب اور کہاں پہنچانے والی ہے؟

ہم جس ہوٹل میں تھے۔ اسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا۔ تقریباً پندرہ مسلح افراد کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ہم پر نظر رکھیں اور ہمیں ہوٹل سے باہر نہ جانے دیں۔ میں ایک مسلح شخص کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ہوٹل کے کاؤنٹر پر لے گیا۔ وہاں اس نے میری مرضی کے مطابق کامریڈ کمانڈر کا موبائل فون نمبر ڈائل کیا پھر رابطہ ہونے پر پوچھا۔ "یہ فون پر کون بول رہا ہے؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "تم کون ہو۔ اصولاً فون کرنے والے کو پہلے اپنا نام بتانا چاہیے۔"

میرے معمول نے کہا۔ "بھئی' یہ تم کون سی بولی بول رہے ہو؟ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے کتا بھونک رہا ہو۔"

دوسری طرف سے بے تحاشا گالیاں دی گئیں۔ میں نے اپنے معمول سے ریسیور رکھوا کر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بوکھلا کر سوچنے لگا۔ میں ادھر ہلاؤنج میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ کافی پی رہا تھا۔ پھر ادھر کاؤنٹر کے پاس کیسے چلا آیا؟

میں نے اسے الجھنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے کامریڈ کمانڈر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک بڑے سے مکان کے ایک کمرے میں آتش دان کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے دو افراد بیٹھے ہوئے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے کیونکہ وہ ریسیور کان سے لگائے گالیاں دے رہا تھا پھر اس نے فون بند کرکے کہا۔ "پتا نہیں کون پاگل کا بچہ تھا۔ مجھے مجھے....."

وہ شعلے میں آگے نہ بول سکا۔ اپنا موبائل فون صوفے پر پھینک کر اپنی جگہ پہلو بدلنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کے سامنے ایک صوفے پر جو شخص بیٹھا ہے' اس کا نام نوروز خان ہے اور وہ علاقہ غیر سے آیا ہے۔ دوسرا شخص ایک امریکی ایجنٹ نوبل ہائر تھا۔ اس نے کہا۔ "کامریڈ! غصہ کرنے اور گالیاں دینے سے وہ فون پر تم سے بولنے والا نہیں مرے گا۔ اگر وہ سامنے ہوتا تو تم اسے گولی مار دیتے۔ غصہ تھوک دو۔"

نوروز خان نے کہا۔ "اپنے موبائل فون کا نمبر سب کو نہیں دینا چاہیے۔ کیا تم اسے آواز سے نہیں پہچان سکے؟"

کمانڈر غصے کو ضبط کرتے ہوئے سوچنے لگا تو اسے یاد آیا وہ آواز اس کے ایک خاص ماتحت کی تھی' جو دو شنبے میں ایف علی اور جمیلہ رازی کی نگرانی اپنے ساتھیوں کے ساتھ کررہا تھا۔ اس نے فوراً ہی صوفے پر سے موبائل فون اٹھا کر ہوٹل کے کاؤنٹر کا نمبر ڈائل کیا اور رابطہ ہونے پر بولا۔ "میں کامریڈ کمانڈر بول رہا ہوں۔ وہاں میرا ماتحت رودولف وسکی ہے اسے فوراً فون پر بلاؤ۔ کم آن ہری اپ۔"

چند لمحوں کے بعد ایک ماتحت کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "میں جیروف وسکی بول رہا ہوں۔ رودولف وسکی باتھ روم میں گیا ہوا ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہے کمانڈر؟"

کمانڈر نے پوچھا۔ "کیا ابھی دس منٹ پہلے رودولف نے میرے موبائل نمبر پر رابطہ کیا تھا؟"

"ابھی دس منٹ پہلے ہوٹل کے کاؤنٹر سے کسی کو فون

کررہا تھا۔ ہم نہیں جانتے کہ اس نے آپ کا نمبر ڈائل کیا تھا یا نہیں؟ ذرا ایک منٹ کمانڈر' یہ رودولف باتھ روم سے آگیا ہے۔ آپ اس سے پوچھ لیں۔"

چند سیکنڈ بعد رودولف نے کہا۔ "میں کمانڈر! میں حاضر ہوں۔ فرمائیے؟"

اس نے غرا کر پوچھا۔ "کیا ابھی تم نے مجھے فون کیا تھا؟"

"تو کمانڈر! میں نے فون نہیں کیا تھا۔"

"جیروف کہہ رہا تھا کہ ابھی تم نے کاؤنٹر پر آکر فون کیا تھا؟"

"یہ درست ہے کہ میں اچانک اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا تھا لیکن میں نے کسی کو فون نہیں کیا تھا۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ تمہارا دوسرا ساتھی گواہ ہے کہ تم نے مجھے یا کسی اور کو فون کیا تھا۔ اور تم ہو کہ سرے سے انکار ہی کررہے ہو؟"

"وہ کمانڈر! بات یہ ہے کہ میں بہت پریشان ہوں۔ آپ یقین نہیں کریں گے کہ میں خود کو کس حد تک ایب نارمل محسوس کررہا ہوں۔ ابھی میں غلطی سے لیڈیز باتھ روم میں چلا گیا تھا۔"

"کیا تم دن کے وقت پی رہے ہو اور بہک رہے ہو؟"

"نہیں کامریڈ کمانڈر! آپ میرے ساتھیوں سے پوچھ لیں۔ میں کافی پی رہا تھا۔"

"ہوں۔ میرا خیال ہے' تم آرام کرو۔ ہوٹل کے اندر اور باہر جتنے مسلح کامریڈ ہیں' وہ جیروف وسکی کی کمانڈ میں رہیں گے۔ میں رات آٹھ بجے تک وہاں پہنچوں گا۔"

کامریڈ کمانڈر نے فون بند کرکے نوروز خان اور نوبل ہائر سے کہا۔ "میرا ماتحت کچھ اپ سیٹ ہوگیا ہے اور خود کو ایب نارمل محسوس کررہا ہے۔ اس نے فون پر مجھ سے بدتمیزی کی لیکن میں نے اسے شرمندہ نہیں کیا۔ وہ میرا بہت ہی وفادار اور جان نثار ماتحت ہے۔ میں اسے سات خون معاف کرسکتا ہوں۔"

نوبل ہائر نے کہا۔ "چلو ٹھیک ہے۔ اب ہمیں اپنے کام کی بات کرنا چاہیے۔"

کمانڈر نے کہا۔ "تم امریکیوں نے افغانستان میں روس کے خلاف مجاہدین کو ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ہمارا ملک اب دوسرا سپرپاور نہیں رہا۔ اس قدر نقصان اٹھانے کے بعد ہم تم پر بھروسا نہیں کریں گے۔"

نوبل ہائر نے کہا۔ "سیاست میں کبھی جانی دشمنی اور کبھی پکی دوستی ہوسکتی ہے۔ جب ہم نے تمہارے روسی فوجیوں کو پاکستان کی مدد سے شکست دی تو ہمارے ذہن میں سب سے زیادہ اہمیت روس کو زیر کرنے اور اس سے سپرپاور ہونے کا اعزاز چھین لینے کی خواہش تھی۔ ہماری یہ خواہش پوری ہوگئی لیکن ہم نے اس پہلو پر زیادہ توجہ نہیں دی کہ سینٹرل ایشیا میں تاجکستان' ازبکستان اور ترکمانستان وغیرہ میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور روس کے زیر ہوتے ہیں مسلمان ان ممالک میں اسلامی حکومتیں قائم کرنے کے لیے جہاد شروع کردیں گے۔ ویسے یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ اگر ہم پاکستان کے کاندھوں پر بندوق رکھ کر تم کمیونسٹوں کو پسپا ہونے پر مجبور کرسکتے ہیں تو اب تمہارے کاندھوں پر بندوق رکھ کر یہاں کے ممالک میں اسلامی جمہوریتیں قائم ہونے کے راستے روک سکتے ہیں۔"

کمانڈر نے کہا۔ "مجھے نوروز خان نے بتایا ہے کہ تم یہاں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو کمزور بنانے کا نسخہ لائے ہو۔ میں یہ جانتا ہوں کہ امریکا اور اسرائیل مسلمانوں سے الرجک ہیں اور انہیں ابھرنے سے پہلے کچل دینا چاہتے ہیں۔ اس نقطۂ نظر سے میں تم پر بھروسا کرسکتا ہوں کہ تم ہم کمیونسٹوں کے لیے تاجکستان کے شمالی علاقوں میں مضبوطی سے قدم جمانے کے سلسلے میں کوئی کامیاب سیاسی نسخہ لائے ہو۔"

"جی ہاں' یہ نسخہ ہم کئی ممالک میں آزما چکے ہیں۔ تمہارے جنوب میں پاکستان ہے' وہاں ہیروئن کو مونگ پھلی کی طرح کچھ یوں سستا کیا گیا ہے کہ وہاں کے کئی لاکھ افراد نشے کے عادی ہوچکے ہیں۔ ایک تو پاکستان کی تعلیمی شرح بہت کم ہے۔ اس پر نشہ غالب رہے تو ایسی قوم کے عام لوگ بندوق اٹھاتے وقت تھرتھرانے لگتے ہیں یا پھر یہ سمجھ نہیں پاتے کہ ان کے مسلمان حکمرانوں کے پیچھے بڑے مغربی ممالک کس طرح حکومت کررہے ہیں۔"

نوروز خان نے کہا۔ "یہ ہمارا نوبل صاحب بہت دور کی کوڑی لاتا ہے۔ کہتا ہے کہ ایک آدمی کو مارو تو ہتھیار سے مارو۔ مگر پوری قوم کو حکمتِ عملی سے زندہ رکھ کر کچلتے رہو۔ کسی بھی قوم کو جوتوں تلے رکھنے کے لیے دو حربے کافی ہیں۔ پہلا تو یہ کہ لوگوں کو ان پڑھ اور جاہل رکھو۔ دوسرا یہ کہ انہیں نشے کا عادی بنا دو۔"

کمانڈر نے کہا۔ "ایسی حکمتِ عملی ہم بھی سمجھتے ہیں لیکن اس پر عمل کیسے کیا جائے گا؟"

نوبل ہائر نے کہا۔ "جس شہر یا قصبے میں مسلمانوں سے تمہاری جنگ ہوتی ہے' وہاں دونوں طرف سے صرف گولیاں نہیں چلتیں۔ بم کے دھماکے بھی ہوتے ہیں۔ تمہاری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ تمہارے جانباز مسلمانوں کے علاقوں کے اسکولوں' کالجوں اور لائبریریوں کی عمارتوں کو بم کے دھماکوں سے تباہ کریں تاکہ اس قوم کی تعلیم کا سلسلہ کھنڈائی میں پڑتا رہے۔"

نوروز خان نے کہا۔ "یہاں سگریٹ کے چند برانڈ بہت زیادہ فروخت ہوتے ہیں۔ ہم ایسے برانڈ کے سگریٹوں کے تمباکو میں ہیروئن کی آمیزش کریں گے۔ ایسے سگریٹوں کے کارٹن تاجکستان کے جنوب میں مسلمانوں کے علاقوں میں بھیجے جائیں گے۔ آئی آر پی کے جتنے مسلمان مجاہد سگریٹ کے عادی ہیں' وہ جلد ہی ہیروئن کے بھی عادی ہوجائیں گے۔"

کمانڈر نے کہا۔ "آئیڈیا بہت خوب ہے۔ سنا ہے ہیروئن کا نشہ آدمی کو خود اپنا دشمن بنا دیتا ہے۔ اگر ہم ایسے سگریٹ کے کارٹن مسلمانوں کے علاقوں میں پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو اس ملک کے مسلمان مجاہدین ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مریں گے۔ ہمیں گولیاں چلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

نوبل ہائر نے کہا۔ "ہمارے امریکی سرمایہ داروں نے ایسے مشہور و مقبول سگریٹوں کی ایجنسیاں منہ مانگی رقم دے کر حاصل کر لی ہیں۔ تم اطمینان رکھو۔ مسلمانوں کے علاقوں میں سگریٹ سپلائی کرنے والی ایجنسیاں ہماری ہوں گی۔ آئندہ وہاں ہیروئن سے بھرے ہوئے سگریٹ کے کارٹن جایا کریں گے۔"

کمانڈر نے کہا۔ "اس میں شبہ نہیں کہ تم امریکی ہماری مشکل آسان کر رہے ہو۔ آئندہ ہم آسانی سے آئی ایس آئی کے مجاہدین کو پسپا کر سکیں گے۔ بلکہ پہلے کی طرح انہیں اپنا محکوم بنا سکیں گے لیکن اس میں امریکا کا کیا فائدہ ہے؟"

"ایران سینٹرل ایشیا کے ممالک میں اسلام دوستی کے ذریعے اثر انداز ہو رہا ہے اور امریکا نہیں چاہتا کہ وہ تاجکستان میں مسلمانوں کا سب سے بڑا دوست ملک بن جائے۔ پھر یہ کہ تاجکستان کی مشرقی سرحد سے چین کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ اب روس میں اتنا دم خم نہیں رہا کہ وہ آئندہ سپر پاور بننے والے چین کی پیش قدمی کو یہاں روک سکے۔ اسے روکنے کے لیے یہاں ہمارا فوجی اڈا بنے گا۔"

"یعنی تم ہمیں یہاں مسلمانوں پر غالب آنے دو گے۔ اس کے بعد تم ہم پر مسلط رہنے کے لیے یہاں اپنا فوجی اڈا بناؤ گے۔ ہمیں آسمان پر چڑھاتے چڑھاتے کھجور میں اٹکا کر چھوڑ دو گے۔"

نوبل ہائر نے کہا۔ "سیدھی سی بات ہے۔ تاجکستان کا شمالی حصہ تم کیمونسٹوں کے پاس رہے گا۔ باقی جنوب مشرقی علاقوں میں ہماری عملداری ہوگی۔ ہماری یہ پیشکش تمہیں منظور نہیں ہوگی تو پھر ہم یہاں کے مسلمان مجاہدین کو اقتصادی اور فوجی امداد دیں گے۔ سوچ لو! ایک تو ایران ان کے ساتھ ہے۔ ہم نے بھی ان کا ساتھ دیا تو تمہاری پارٹی کے قدم شمالی علاقوں سے بھی اکھڑ جائیں گے۔ روس کی پسپائی کی مثال تمہارے سامنے ہے۔"

کمانڈر نے کہا۔ "میں انکار نہیں کر رہا ہوں۔ اس ملک میں ہم دونوں کا مفاد ایک دوسرے سے وابستہ رہے گا۔ مجھے تمہارا طریقۂ کار بہت پسند آ رہا ہے۔"

اس نے مصافحے کے لیے مسکرا کر ہاتھ بڑھایا۔ نوبل ہائر بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرنے لگا۔ میں کمانڈر کے خیالات پڑھنے لگا۔ دو شنبے شہر کے جنوب اور مشرق میں جو بستیاں آباد ہیں' وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہاں قاضی اکبر تردزون ایک روحانی راہنما اور معروف وکیل بھی ہیں۔ انہوں نے قاضی کے مجاہدین کے نام سے ایک ملیشیا قائم کی ہے۔ جس میں آٹھ ہزار مجاہدین ہیں۔

کامریڈ کمانڈر شہر سے باہر گئے ان آٹھ ہزار مجاہدین سے مقابلہ نہیں کر سکتا تھا لیکن سوچ رہا تھا کہ دو شنبے کے اس متصوبہ علاقے سے کیمونسٹوں کو بھگانے کے لیے کسی وقت بھی قاضی کے مجاہدین حملہ کر سکتے ہیں۔ اس لیے کمانڈر کو شام تک دو شنبے پہنچ کر وہاں اپنی پوزیشن مضبوط کرنا چاہیے۔

پھر میں نے معلوم کیا کہ اس نے شہر میں کہاں کہاں مورچے بنائے ہیں اور ہر مورچے پر کتنے مسلح افراد اور کس طرح کے ہتھیار اور گولہ بارود ہیں۔ انہوں نے شہر سے باہر مجاہدین کی نقل و حرکت دیکھنے کے لیے چار اونچی عمارتوں کی چھتوں پر بھی مورچے بنائے تھے اور دوربین کے ذریعے دور تک دیکھتے رہتے تھے۔

اونچی چھتوں پر بنائے جانے والے مورچے خطرناک تھے۔ مجاہدین چھپ کر متصوبہ علاقے تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اس سے پہلے ہی بے شمار مجاہدین مارے جاتے۔ وہ جن عمارتوں کی چھتوں پر تھے اس عمارت کے ٹیلی فونز کے ذریعے اپنے دوسرے ساتھیوں سے رابطہ کرتے تھے۔ کمانڈر نے ان تمام فون نمبرز کو ایک چھوٹی ڈائری میں نوٹ کر رکھا تھا۔

میں نے اسے ڈائری پڑھنے پر مائل کیا اور ان چاروں عمارتوں کے تمام فون نمبر جمیلہ سے نوٹ کرائے۔ پھر کمانڈر کو چھوڑ کر اس کے خاص ماتحت رودولف وسکی کے اندر پہنچا۔ کمانڈر نے اسے آرام کرنے کی ہدایت کی تھی۔ وہ ہوٹل میں نمبر کے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ جمیلہ نے کہا۔ "پاپا! آپ تو یہاں آتے ہی مصروف ہو گئے ہیں۔ میں بور ہو رہی ہوں۔ مجھ سے بھی تو کام لیں۔"

میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ اسے وہاں کے تمام حالات بتائے پھر کہا۔ "تم نے جتنے فون نمبر نوٹ کیے ہیں۔ وہ کاغذ لے کر نمبر کے کمرے میں جاؤ۔ وہاں کمانڈر کا خاص ماتحت بستر پر لیٹا ہوا ہے۔ اس سے کہو' وہ ان نمبروں پر باری باری اپنے لوگوں سے رابطہ کرے۔ میں اس کے ذریعے ان تمام چھت والے مسلح کامریڈوں کے اندر پہنچوں گا۔"

وہ جینز اور جیکٹ پہنے ہوئے تھی۔ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر میری ہدایات پر عمل کرنے کے لیے کمرے سے چلی گئی۔ لفٹ کے ذریعے نیچے کاؤنٹر پر پہنچی۔ وہاں اس نے دریافت کیا۔ "نمبر کا کمرا کہاں ہے؟"

کاؤنٹر مین نے اس کی راہنمائی کی۔ وہ کچن کی طرف جانے والے ایک کاریڈور سے گزر کر اس کمرے کے دروازے پر پہنچی۔ پھر اس نے دستک دی۔ اندر سے آواز آئی۔ "کون ہے؟ کیا دروازے پر ٹیگ لگا ہوا نہیں ہے کہ مداخلت نہ کی جائے۔"

وہ بولی۔ "ہاں مگر مجھ جیسی حسین لڑکی کے لیے یہ ٹیگ نہیں ہو سکتا۔ دروازہ کھول کر میرے حسن کا جلوہ دیکھو۔"

دروازہ کھل گیا۔ رودولف نے اسے دیکھ کر کہا۔ "اچھا تو تم

جمیلہ راضی ہو۔ تم باپ بیٹی پر سپر لگایا گیا ہے۔"

وہ اندر آکر دروازہ بند کرتی ہوئی بولی۔ "جانتی ہوں ہمیں ہوٹل کے باہر جانے نہیں دیا جائے گا۔ اسی لیے میں ہوٹل کے اندر اس کمرے میں آئی ہوں۔ مجھے پتا نہیں تھا کہ یہاں تمہارا ایک اور ساتھی بھی ہے۔"

دوسرے ساتھی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "کوئی بات نہیں میری جان! ہم دونوں ہی تمہیں خوش کریں گے۔"

"لیکن مجھے ایک ہی کی ضرورت ہے۔" یہ کہتے ہی اس نے ایک الٹا ہاتھ دوسرے ساتھی کے منہ پر مارا۔ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ حسینہ کا ہاتھ نہیں لوہے کا راڈ ہوگا۔ اس کے کچھ دانت لہو کے ساتھ باہر آئے۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ رودولف نے فوراً ہی پلٹ کر بستر سے گن اٹھائی۔ اسے اٹھانے اور پلٹ کر فائر کرنے میں جتنا وقت لگ سکتا تھا اس سے پہلے ہی جمیلہ کی ایک ٹھوکر گن پر پڑی۔ اس نے گھوم کر دوسری ٹھوکر اس کے منہ پر ماری۔ رودولف کا سر چکرا گیا۔ جمیلہ نے اس کی گن اٹھا کر کہا۔ "میں ابھی تمہاری ہڈیاں نہیں توڑنا چاہتی۔ یہ پرچی پکڑو۔ اس پر کئی فون نمبرز ہیں' تم ریسیور اٹھاؤ اور پہلا نمبر ڈائل کرو۔"

وہ گن پوائنٹ پر تھا۔ انکار نہیں کر سکتا تھا پھر اپنے دوسرے ساتھی کا حشر دیکھ رہا تھا۔ اس کے کچھ دانت لہو میں ڈوبے ہوئے قالین پر پڑے تھے اور وہ صرف ایک ہی ہاتھ میں بیہوش ہو گیا تھا۔

اس نے ریسیور اٹھا کر پرچی پر لکھا ہوا پہلا فون نمبر ڈائل کیا۔ میں اس کے اندر تھا۔ رابطہ قائم ہونے پر وہ بولا۔ "میں رودولف بول رہا ہوں۔ ہمارے گن مین چھت پر ہیں۔ ان میں سے کسی کو بلاؤ۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہیلو کامریڈ! میں جوزف بول رہا ہوں۔ کوئی نئی اطلاع ہے؟"

میں نے رودولف کے ہاتھ سے ریسیور رکھوا دیا۔ پھر جمیلہ سے کہا۔ "میں ایک چھت والے مورچے پر جا رہا ہوں۔ میری واپسی تک اپنے شکار کو خاموش بٹھائے رکھو۔"

میں ایک عمارت کی چھت پر مورچا بنانے والے کامریڈ جوزف کے دماغ میں آگیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ایک ایسی عمارت ہے جس میں مختلف دفاتر ہیں۔ چھت پر مورچا بنانے والوں کو دیکھ کر تمام دفاتر بند کر دیے گئے تھے۔ عمارت خالی ہو گئی تھی۔ اس چھت پر جوزف کے علاوہ نو مسلح افراد تھے۔ ان میں سے دو افراد آنکھوں سے دوربین لگائے شہر سے باہر ایک بستی کی سمت دیکھ رہے تھے۔

میں نے جوزف کے ذریعے تین مسلح افراد کی آوازیں سنیں پھر جوزف کی زبان سے ایک دوربین والے سے پوچھا۔ "کیا بستی میں کوئی مسلح مسلمان نظر آ رہا ہے؟"

وہ آنکھوں سے دوربین ہٹا کر بولا۔ "ہم صبح سے دیکھ رہے ہیں ان مسلمانوں کی عورتیں اور بچے نظر آ رہے ہیں لیکن مرد ایک بھی نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے' وہ لوگ دوربین کے بغیر ہمیں دیکھ رہے ہیں اور ہماری نظروں سے چھپے ہوئے ہیں۔"

دوسرے دوربین والے نے کہا۔ "میرا خیال ہے' وہ رات کو حملہ کریں گے۔ اس لیے ابھی گھروں میں سو رہے ہیں۔"

"آخر وہ صبح سے کتنا سوئیں گے؟ اب شام ہونے والی ہے۔ ٹھہو میں مُنڈیر پر چڑھ کر ذرا اور دور تک دیکھتا ہوں۔"

وہ دوربین لیے مُنڈیر پر چڑھا۔ پھر سات منزلہ عمارت کی چھت سے دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ اس کے تمام ساتھیوں نے حیرانی سے کہا۔ "ارے اس نے چھلانگ کیوں لگا دی!"

انہوں نے مُنڈیر کے دوسری طرف دیکھا۔ بہت نیچے ایک شاہراہ پر کودنے والے کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اسی وقت دوسرا دوربین والا مُنڈیر پر چڑھ گیا تھا اور اپنے ساتھیوں کو کلاشنکوف کے نشانے پر رکھتے ہوئے بول رہا تھا۔ "مجھے گولی مارو۔ میں بھی اپنے کامریڈ کے پاس نیچے جانا چاہتا ہوں۔"

ایک کامریڈ نے پوچھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا تم بھی پاگل ہو گئے ہو؟"

اس ٹیلی پیتھی زدہ پاگل نے فائرنگ کی۔ تڑاتڑ کی آواز کے ساتھ تین مسلح کامریڈ گولیاں کھا کر گرے۔ چوتھے نے اپنا نمبر آنے سے پہلے ہی اس دوربین والے کو گولی مار دی۔ وہ چیختا ہوا مُنڈیر کی بلندی سے دوسری طرف نیچے اپنے ساتھی کی لاش پر جا گرا۔ نیچے دو اور اوپر تین لاشیں ہو گئیں۔ میں نے مزید تین مسلح افراد کی آوازیں سنی ہوئی تھیں۔ ان تینوں نے بے اختیار ایک دوسرے پر فائرنگ کی۔ فائرنگ کے نتیجے میں چار مرے۔ صرف جوزف رہ گیا۔ اس نے اپنی گن کی نال کو پیشانی پر رکھ کر کہا۔ "جب کوئی ساتھی نہ رہا تو میں رہ کر کیا کروں؟"

اس نے خود کشی کر لی۔ میں نے جمیلہ کے پاس آکر کہا۔ "اب اس سے دوسرے فون نمبر پر رابطہ کراؤ۔"

وہ رودولف وسکی سے بولی۔ "کم آن۔ اب پرچی کا دوسرا فون نمبر ڈائل کرو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ میں اس کے ذریعے دوسری بلند عمارت کی چھت والوں کے دماغوں میں پہنچا۔ وہاں بھی ان مسلح افراد کو ایک دوسرے پر گولی چلانے کے لیے مجبور کیا۔ تیسری اور چوتھی عمارت کی چھتوں سے زیادہ مسلح افراد کو بلندی سے کود کر مرنے پر مجبور کیا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں بلند عمارتوں کے چاروں مورچے ویران ہو گئے یا مورچے بنانے والوں کا قبرستان بن گئے۔

میں نے جمیلہ سے کہا۔ "کام ہو چکا ہے۔ تم رودولف اور اس کے ساتھی کو ختم کر کے چلی آؤ۔"

شام کے سائے گہرے ہو چلے تھے۔ رات کی تاریکی پھیلنے والی تھی۔ اس سے پہلے شہر کی تمام دکانیں بند ہو گئی تھیں۔ شاہراہیں

اور گلیاں سنسان ہوگئی تھیں۔ تمام گھروں کی کھڑکیاں اور دروازے بند ہوگئے تھے۔ شہر ویران ہوتو سڑکوں اور گلیوں میں محض آوارہ کتے رہ جاتے ہیں لیکن ایک کتا بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ شاید کتے بھی وہاں کی خانہ جنگی کے معمول کو سمجھ گئے تھے۔ اس لیے کہیں جاکر چھپ گئے تھے۔

میں کامریڈ کمانڈر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک ویگن کار میں بیٹھا تھا۔ آگے پیچھے والی سیٹوں پر اس کے مسلح باڈی گارڈز تھے۔ اس نے شہر میں داخل ہوتے وقت ڈرائیور سے کہا۔ "ہمارے ایک ایک مورچے سے ہو کر چلو۔ ہمارے جنگ باز کامریڈز کو کھانے یا مزید ہتھیاروں کی ضرورت ہوگی تو فوراً ضرورت پوری کی جائے گی۔"

وہ پہلے مورچے میں آئے۔ کمانڈر نے گاڑی سے اتر کر اپنے مسلح جانبازوں سے مصافحہ کیا۔ ان سے پوچھا۔ "کیا پوری طرح الرٹ ہو؟ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟"

اس مورچے کے انچارج نے جواب دیا۔ "ہم پوری طرح مستعد ہیں۔ کھانا اور ہتھیار سپلائی کرنے والی ٹیم یہاں آتی رہتی ہے۔ فی الحال کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

کمانڈر مطمئن ہو کر آگے جانے کے لیے اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ میں نے اس مورچے کے انچارج کے ذریعے چار مسلح افراد کے دستوں میں جگہ بنائی پھر کمانڈر کے پاس آگیا۔ اس نے شہر کے کنارے کنارے اپنے مسلح جانبازوں کو تیار رکھا تھا۔ کیونکہ قاضی کے مجاہد رات کی تاریکی میں ایسے ہی مقامات سے شہر میں داخل ہوسکتے تھے۔

کمانڈر نے دوسرے مورچے پر بھی تمام کامریڈس سے ملاقات کی اور مجھے ان کے اندر پہنچنے کا موقع دیا۔ ابھی وہ مزید چار مورچوں کی طرف جانے والا تھا۔ راستے میں وہ بلند عمارتیں بھی آئیں جن کی چھت پر اس کے جاں نثار تھے اور اس کی لاعلمی میں جاں نثار کرچکے تھے۔

میں نے شہر کے کنارے پہلے مورچے میں پہنچ کر دھماکے کیے۔ کچھ زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔ ان کے پاس ہینڈ گرینیڈ تھے۔ میں نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے سے ایک ایک گرینیڈ کی چابی ان کے دانتوں سے کھینچ کر نکلوائی۔ پھر ان گرینیڈ کو ان کے ہی ساتھیوں کے درمیان پھینکا گیا۔ یکے بعد دیگرے دھماکے ہونے لگے۔ ساتھیوں کے ساتھ بارودی ہتھیار بھی تباہ ہو کر دھماکے پیدا کررہے تھے۔

دوسرے مورچے کو بھی اس طرح تباہ کرنے کے بعد میں کمانڈر کے پاس آیا۔ اس کی گاڑی اپنے ان جان بازوں کی لاشوں کے پاس آکر رک گئی تھی، جنہوں نے عمارت کی چھت پر مورچا بنایا تھا۔ مگر چھت کی بلندی سے نیچے سڑک پر آگرے تھے۔ اس کا ایک باڈی گارڈ اس چھت پر گیا تھا۔ پھر واپس آکر کہہ رہا تھا۔ "وہاں ہمارا ایک بھی کامریڈ زندہ نہیں ہے۔ چھت پر ان کی لاشیں پڑی ہیں۔"

رات کی تاریکی اور گہرے سناٹے میں زبردست بارودی دھماکوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ کمانڈر پریشان تھا کہ چھت کا وہ مورچا کیسے ختم ہوگیا۔ پھر دھماکوں سے یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ قاضی اکبر کے آدمیوں نے حملہ کیا ہے اور جنگ شروع ہوچکی ہے۔ اس نے ڈرائیور سے کہا۔ "فوراً تیسرے مورچے کی طرف چلو۔ جہاں پوزیشن کمزور ہوگی، وہاں ہم بھی جنگ میں شریک ہوجائیں گے۔"

وہ تیسرے، چوتھے اور پانچویں مورچے کی طرف گئے اور مجھے اپنے جنگ بازوں کے اندر پہنچاتے رہے۔ جب کمانڈر وہاں سے اگلے مورچے کی طرف چلا جاتا تھا تب میں پچھلے مورچے میں تباہی لاتا تھا۔ قاضی کے مجاہدین نے فیصلہ کیا تھا کہ آدھی رات کے بعد مختلف سمتوں سے حملے کریں گے لیکن اب وہ اپنے ہتھیار سنبھالے، مسجدوں اور گھروں سے نکل آئے تھے۔ بارودی دھماکوں اور آگ کے شعلوں کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ قاضی اکبر نے ایک ٹرانسمیٹر کے ذریعے آئی آر پی کے چیئرمین محمد شریف ہمت زادہ سے رابطہ کیا اور پوچھا۔ "کیا آپ کے جاں بازوں نے دوشنبے کے متبوضہ علاقے میں حملہ کیا ہے؟"

جواب ملا۔ "قاضی صاحب! ہم دوشنبے سے بہت دور کرگان ٹیوب کے شہر میں ہیں۔ ہم نہیں جانتے وہاں کیا ہو رہا ہے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، وہاں کئی ڈیموکریٹک پارٹیاں (ڈی پی) ہیں۔ ایک ڈی پی مسلمانوں کے خلاف ہے لیکن دوسری ڈی پی کے لیڈر نذرالدین زبیر دولا آئی آر پی اور قاضی اکبر کا ساتھ دیتے ہیں۔ یہ پارٹی دوشنبے کے مشرقی حصے میں ہے۔ ایک مجاہد نے کہا۔ "قاضی صاحب! معلوم ہوتا ہے، نذرالدین کے مجاہدین نے کیمونسٹوں پر حملہ کیا ہے۔"

قاضی اکبر نے کہا۔ "مجھے یقین نہیں آتا۔ کیمونسٹ متبوضہ علاقے میں جس بری طرح دھماکے ہو رہے ہیں اور شعلے آسمان سے باتیں کررہے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں نہایت ہی تباہ کن ہتھیار اور بم استعمال ہو رہے ہیں اور ڈی پی کے لیڈر نذرالدین کے پاس ایمان، حوصلہ اور مجاہدین ہیں لیکن ایسے خطرناک ہتھیار نہیں ہیں۔ پھر بھی میں بات کرتا ہوں۔"

اس بار ڈی پی کے لیڈر نذرالدین سے رابطہ کیا گیا۔ پوچھا گیا۔ "کیا آپ نے کیمونسٹوں پر حملہ کیا ہے؟"

جواب ملا۔ "نہیں جناب قاضی صاحب! آپ جانتے ہیں کہ حملے سے پہلے ہم آپ سے مشورہ لیتے ہیں۔ میں سمجھ رہا تھا، آپ نے حملہ کیا ہے۔ ابھی آپ سے رابطہ کرنے والا تھا۔ یہ دھماکے آپ کی بستی کے سامنے شہر دوشنبے میں داخل ہونے والے مختلف راستوں میں ہو رہے ہیں۔"

"تعجب ہے۔ آخر ان بدبخت کیمونسٹوں پر اتنے زبردست حملے کرنے والی کونسی گمنام فوج کہاں سے آگئی ہے؟"

نذرالدین نے کہا۔ "اگر دشمن تباہ ہو رہے ہیں تو پھر انہیں تباہ کرنے والے ہمارے دوست ہوں گے۔ ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔ ہم حالات کا صحیح جائزہ لیے بغیر اس متبوضہ علاقے میں قدم نہیں رکھیں گے۔"

ادھر دوشنبے کا وہ علاقہ اب متبوضہ نہیں رہا تھا۔ کامریڈ کمانڈر کو خود صورت حال کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ اس نے چھت پر مورچے بنانے والوں سے رابطہ کیا تھا۔ اپنے آدمی وہاں بھیجے تھے، تب معلوم ہوا تھا کہ چاروں چھتیں ویران ہیں اور وہاں مسلح کامریڈس کی لاشیں پڑی ہیں۔

اس نے حیرانی سے کہا۔ "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دشمنوں نے ہمارے علاقے میں آکر ان چھتوں پر جاکر ہمارے آدمیوں کا کام تمام کیا ہے لیکن یہ کیسی جنگ ہوئی کہ ہمیں ایک بھی دشمن کی لاش نہیں ملی اور ہمارے تمام آدمی مارے گئے؟"

اس کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ وہ اس ہوٹل کے احاطے میں آیا، جہاں ہمارا قیام تھا۔ احاطے میں وہ گاڑیاں اور رضاکار کھڑے ہوئے تھے، جو تمام مورچوں میں جاکر کھانا اور ہتھیار سپلائی کرتے تھے۔ کمانڈر نے پوچھا۔ "تم لوگ یہاں کیا کررہے ہو؟ تمہیں تمام مورچوں میں آتے جاتے رہنا چاہیے۔"

ایک کامریڈ نے کہا۔ "ہمارا کوئی مورچا اور کوئی کامریڈ سلامت نہیں رہا۔ سب مارے جاچکے ہیں۔ ہم آپ کا انتظار کررہے تھے۔ آپ حکم دیں۔ یہ علاقہ چھوڑ دینا چاہیے یا اپنے باقی ماندہ ساتھیوں کو لے کر مقابلہ کرنا چاہیے؟"

دوسرے کامریڈ نے کہا۔ "ہم مقابلہ کس سے کریں گے؟ کیا ابھی تک کوئی حملہ کرنے والا دشمن نظر آیا ہے؟ کیا اتنی تباہی کے دوران ہمارے کمانڈر نے کسی دشمن کو دیکھا ہے؟"

کمانڈر حیران و پریشان بالکل گم صم کھڑا ہوا تھا۔ عقل یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ دشمنوں نے اتنی زبردست کامیابی حاصل کرلی ہے تو وہ اسے اور اس کے بچے کھچے ساتھوں کو آکر کیوں نہیں گھیر رہے ہیں؟ ان پر حملہ کیوں نہیں کررہے ہیں؟ کیا وہ آس پاس کہیں چھپے ہوئے ان کی تاک میں ہیں۔

اس نے کہا۔ "ہمیں کھلی فضا میں نہیں رہنا چاہیے۔ دشمن اچانک کہیں سے فائر کرسکتے ہیں۔ ہوٹل میں چلو۔"

وہ سب ہوٹل کے اندر آئے۔ منیجر نے کمانڈر کو دیکھ کر خوف سے کانپتے ہوئے کہا۔ "میں آپ لوگوں کا خادم ہوں۔ میں نے یہاں تمام کامریڈس کی میزبانی کی ہے۔ آپ کے دو کامریڈس نے آرام کرنے کے لیے میرا کمرا مانگا تو میں نے اس کمرے کی بھی چابی دے دی لیکن اب وہ دونوں اس کمرے میں مردہ پڑے ہیں۔"

کمانڈر نے یہ سنتے ہی منیجر کا گریبان پکڑ لیا۔ پھر اسے کھینچتے ہوئے اس کے کمرے میں لے آیا۔ وہاں اس نے اپنے خاص ماتحت رودولف وسکی اور ایک کامریڈ کو مردہ دیکھا۔ ایک مردے کے چند دانت لب میں بھینچے ہوئے قالین پر پڑے ہوئے تھے۔ دونوں کی موت کسی ہتھیار سے نہیں ہوئی تھی۔ قاتل جو بھی تھا، غیر معمولی جسمانی قوت کا حامل تھا۔ اس نے صرف ایک کے دانت نہیں توڑے تھے بلکہ دونوں کی گردنیں توڑ دی تھیں۔

کمانڈر نے منیجر سے کہا۔ "تمہارے ہوٹل میں، تمہارے کمرے میں اتنی بڑی واردات ہوگئی اور تم نے ہم میں سے کسی کو اطلاع نہیں دی؟"

وہ گڑگڑا کر بولا۔ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ یہاں موجود نہیں تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے آیا تو کاؤنٹر مین نے بتایا کہ کمرا نمبر تین سو تین کی جمیلہ رازی میرے کہنے میں گئی تھی۔"

کمانڈر نے چونک کر کہا۔ "میں تو ایران سے آنے والے ان باپ بیٹی کو بھول ہی گیا تھا۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کے پیچھے کوئی خفیہ فوج رات کی تاریکی میں آئی ہو اور ہمیں یوں تباہ کررہی ہو؟"

ایک کامریڈ نے کہا۔ "ہم تیسری منزل پر جاکر ان باپ بیٹی کی پٹائی کریں گے تو وہ ساری حقیقت اگل دیں گے۔"

کمانڈر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ کوئی بیس بھد کامریڈس اس کے پیچھے چلتے ہوئے لفٹ کی طرف جانے لگے لیکن کاؤنٹر کے پاس پہنچتے ہی رک گئے۔ کاؤنٹر سے ذرا فاصلے پر جمیلہ رازی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ مسکرا کر بولی۔ "میں یہاں ہوں۔ ابھی اوپر نہ جاؤ۔ اوپر میں بھیج دوں گی۔"

کمانڈر نے غرّا کر پوچھا۔ "تمہارا باپ کہاں ہے؟"

"میرا باپ آئے گا تو تم سب کو اپنا اپنا باپ یاد آجائے گا۔ لہٰذا بیٹی سے ہی بات کرو۔"

"کیا تم منیجر کے کمرے میں گئی تھیں؟"

"ہاں گئی تھی اور ان دونوں کی گردنیں ان ہاتھوں سے توڑ دی تھیں۔"

کمانڈر نے اسے حقارت سے دیکھ کر کہا۔ "بچے بھی تمہاری اس بات کا یقین نہیں کریں گے۔ سوچا تھا پہلے تم باپ بیٹی سے اصلیت اگلواؤں گا لیکن رودولف وسکی میرا وفادار جاں نثار راحت تھا۔ تم اس کی گردن توڑنے کا دعویٰ کررہی ہو۔ اس لیے پہلے تمہارے یہ دونوں ہاتھ توڑے جائیں گے۔"

اس نے اپنے ایک باڈی بلڈر کامریڈ سے کہا۔ "جاؤ اس کے دونوں ہاتھ توڑ کر اسے اپاہج بنادو۔ پھر میں اس سے ضروری سوالات کروں گا۔ تب تک اس کا باپ بھی اس کی زندگی کی بھیک مانگنے آجائے گا۔"

میں ہوٹل کے کمرا نمبر تین سو تین میں بیٹھا خیال خوانی کے ذریعے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ وہ باڈی بلڈر آگے بڑھا۔ جمیلہ صوفے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ دو قدم آگے چل کر اس کے روبرو آگئی۔ وہ

ایک لڑکی کو مقابل دیکھ کر مسکرایا پھر بولا۔ "لاؤ میری جان! اپنا ہاتھ مجھے دے دو۔"

جمیلہ نے ایک ہاتھ پنجہ لڑانے کے انداز میں بڑھایا۔ پہلوان کامریڈ نے اس کی انگلیوں کو اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں میں پھنسا کر کہا۔ "دوسرا ہاتھ بھی پیش کردو۔"

اس نے دوسرا ہاتھ بھی پیش کردیا۔ ان ہاتھوں کی انگلیاں بھی ایک دوسرے سے الجھ گئیں۔ تب پہلوان کامریڈ کو احساس ہوا کہ اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آہنی شکنجوں میں آگئی ہیں۔ اب اپنی مردانگی اور عزت پر بات آگئی تھی۔ اس نے پوری قوت سے اس کی انگلیوں کو موڑنا چاہا مگر گھبراہٹ طاری ہونے لگی۔ اس کی اپنی انگلیوں کی ہڈیاں دکھتی ہوئی اور اپنے جوڑ سے اُکھڑتی ہوئی محسوس ہورہی تھیں۔

اس نے دھکا دے کر اپنے ہاتھوں کو چھڑانا چاہا لیکن وہ اپنی جگہ ستون کی طرح اٹل کھڑی تھی۔ وہ اسے ایک ذرا نہ ہلا سکا۔ پھر اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ دونوں ہاتھوں کی چار چار انگلیوں کی ہڈیاں اپنے جوڑ سے اُکھڑ گئی تھیں۔ جمیلہ نے اسے چھوڑ دیا۔ کمانڈر اور دوسرے تمام کامریڈ بڑی بے یقینی سے اپنے پہلوان کو کراہتے دیکھ رہے تھے۔

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے دونوں ہاتھ اپاہج کی طرح لٹکائے دور جانا چاہتا تھا۔ جمیلہ نے اس کے بالوں کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ پھر اس کی گردن دبوچ لی۔ اس گردن پر دونوں ہاتھوں کی قینچی بنا کر بولی۔ "کمانڈر! یہ تماشا بھی دیکھ لو کہ میں نے تمہارے دو آدمیوں کی گردنیں کس طرح توڑی تھیں۔"

کمانڈر نے اپنی گن سے اس کا نشانہ لے کر کہا۔ "اسے چھوڑ دو۔ ورنہ گولی ماردوں گا۔"

کمانڈر کے ساتھ دوسرے کامریڈس نے بھی اپنی گنیں سیدھی کرلیں۔ وہ بولی۔ "مجھے گولی ماردوگے تو بہت سے سوالوں کے جواب نہیں ملیں گے کہ ہم باپ بیٹی کون ہیں؟ اور کس کی خفیہ آرمی تمہیں تباہ کررہی ہے؟"

کمانڈر کے گن کی نال نیچے جھک گئی۔ اس نے حکم دیا۔ "ابھی کوئی گولی نہ چلائے۔ ہم ایک بزدل باڈی بلڈر کی خاطر اہم معلومات سے محروم نہیں رہیں گے۔"

وہ باڈی بلڈر ایک لڑکی کی گرفت سے تڑپ تڑپ کر نکلنے کی کوشش کررہا تھا اور ناکام ہورہا تھا۔ پھر ہڈیوں کی کڑکڑاہٹ سنائی دی۔ دو ہاتھوں کی قینچی میں اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔ دیدے پھیل گئے تھے۔ جمیلہ نے اسے گرفت سے آزاد کیا تو اس کا بے جان جسم ڈھلک کر فرش پر آگیا۔

سب اپنی آنکھوں سے ایک لڑکی کی غیر معمولی جسمانی قوت کو دیکھ رہے تھے۔ پھر بھی یہ خواب جیسا لگ رہا تھا۔ اس کی آواز نے سب کو چونکا دیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "دیکھ لیا کمانڈر! تمہارے ان دو آدمیوں کی بھی گردنیں میں نے اسی طرح توڑی تھیں۔ تم چاہو تو مجھے گردن توڑ بخار کہہ سکتے ہو۔"

وہ بولا۔ "میں زندگی میں پہلی بار ایک لڑکی کے روپ میں عجوبہ دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے اندر جادوئی قوتیں ہیں۔ اس کے باوجود تم ہماری گولیوں سے چھلنی ہوجاؤگی۔ میں چاہتا ہوں تم زندہ رہو مگر ہمارے لیے 'ہماری دوست بن کر۔'"

میں اس کے اندر تھا۔ میں نے جمیلہ سے کہا۔ "اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کہ ہم کون ہیں اور اس علاقے میں ہماری خفیہ آرمی کہاں چھپی ہوئی ہے؟"

"ہاں' یہ کمبخت دوستی بھی کرنا چاہتا ہے۔"

"شیطانوں سے کبھی دوستی نہیں ہوتی۔ تم ان کے کسی سوال کا جواب نہیں دوگی۔"

"پاپا! یہ کمانڈر کے علاوہ تعداد میں بیس کامریڈ ہیں۔ آپ تنہا خیال خوانی کے ذریعے کتنوں کو گولیاں چلانے سے روک سکیں گے؟"

"میں کسی کو خیال خوانی کے ذریعے نہیں روکوں گا۔ بند کمرے میں آرام سے بستر پر لیٹا صرف تماشا دیکھ رہا ہوں۔"

"میں سمجھ گئی۔ آپ میری ذہانت اور حاضر دماغی کا امتحان لے رہے ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس مرحلے پر میرا اور تمہارا کام ختم ہوچکا ہے۔ تمہیں صرف ان کے سوالوں کے جواب دینے سے انکار کرنا ہے۔ اس کے بعد حالات کا رخ پھیرنے کے لیے تمہارا ایک اجنبی ساتھی یہاں آرہا ہے۔"

"میرا ساتھی اور وہ بھی اجنبی؟ پاپا! آپ پہیلیاں بجھوا رہے ہیں۔"

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ کمانڈر نے کہا۔ "تم بڑی دیر سے خاموش ہو۔ شاید ہم سے دوستی کے متعلق غور کررہی ہو۔ بے شک تمہیں اس معاملے پر غور کرنا چاہیے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو کمانڈر! میرے پاپا کی نصیحت ہے کہ شیطانوں سے دوستی نہیں کی جاتی۔"

یہ بات سنتے ہی بیس کامریڈس کی گنیں سیدھی ہوگئیں۔ سب نے اسے نشانے پر رکھ لیا۔ کمانڈر نے کہا۔ "چلو ہم شیطان ہی سہی۔ اب یہ بتاؤ کہ شیطانوں کی بستی میں کیا کرنے آئی ہو؟"

"میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گی۔"

"تو پھر ہم تمہیں گولی مار کر تمہارے باپ سے سوالات کریں گے۔ ابھی جوان ہو' حسین ہو' اپنی زندگی سے پیار کرو۔ میں تمہیں آخری مہلت دینے کے لیے دس تک گن رہا ہوں۔ میرے دس کہتے ہی یہ تمام کامریڈ تمہیں گولیوں سے چھلنی کردیں گے۔ تم سوچو' میں گن رہا ہوں۔ ایک..... دو..... تین..... چار..... پانچ..... چھ....."

وہ پتھر کے مجسمے کی طرح خاموش اور بے حس و حرکت کھڑی

ہوئی تھی۔ جب سے پیدا ہوئی تھی' اسے باپ کا پیار نہیں ملا تھا۔ پھر مجھ سے باپ کی محبت اور شفقت ملنے لگی تو وہ محبت سے نہال ہوگئی۔ ایک ایسی سعادت مند بیٹی بن گئی کہ باپ نے کہا۔ دشمنوں کے نرغے میں رہو لیکن کسی سوال کا جواب نہ دو تو وہ بیس عدد رائفلوں کے درمیان گولیوں سے چھلنی ہونے کے لیے گونگی بن گئی۔ کیونکہ تابعدار بیٹی تھی۔

کمانڈر گن رہا تھا۔ "سات..... آٹھ..... آخری موقع ہے۔ نادان لڑکی! اپنی زندگی کی قدر کر۔"

وہ ناقدری تھی' گونگی تھی۔ سعادت مند اور تابعدار تھی۔ کمانڈر نے کہا۔ "نو....."

ایک آخری عدد رہ گیا۔ اسی وقت ہوٹل میں داخل ہونے کا بڑا سا دروازہ ایک دھڑاکے سے کھلا۔ اس دروازے کے شیشے چکنا چور ہوکر فرش پر بکھر گئے۔ خانہ جنگی کی وجہ سے سڑکوں' گھروں اور ہوٹلوں کے باہر روشنیاں بجھی رہتی تھیں۔ یعنی باہر تاریکی اور اندر روشنی رہا کرتی تھی۔ اس لیے پہلے صاف طور سے نظر نہیں آیا کہ اندر سے بند دروازے کو کس نے لات مار کر توڑا اور کھولا ہے؟

کھلے ہوئے دروازے پر ایک شخص سائے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے پتلون اور چمڑے کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ سر پر فیلٹ ہیٹ تھا۔ وہ اندر آیا۔ اس نے روشنی میں فیلٹ ہیٹ کو اتار کر ایک طرف پھینکا تو چہرہ صاف نظر آیا۔ وہ انسان تھا مگر چہرہ ایسا تھا جیسے ڈارون کی تھیوری کے مطابق ایک بندر ترقی کرتے کرتے انسان بن گیا ہو۔

پھر وہ ذرا ترچھا ہوا تو ایک دُم نظر آئی۔ وہ دُم پتلون کے پچھلے سوراخ سے باہر نکل کر اوپر کو مڑی ہوئی تھی۔ ان سب دیکھنے والوں پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ انہوں نے زندگی میں پہلی بار ایسا بندر آدمی دیکھا تھا جسے بندر بھی کہا جاسکتا تھا اور آدمی بھی۔

کمانڈر نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

اس نے گردن تک بند' جیکٹ کی زپ کو اوپر سے نیچے کیا۔ جیکٹ کا اگلا حصہ کھل گیا۔ پتا چلا اس نے ایک بڑا سا ہار پہنا ہوا ہے۔ اس ہار سے دھماکا خیز دستی بم منسلک تھا۔ اس نے جیکٹ کی جیب سے ایک ریموٹ کنٹرولر نکالا۔ پھر ایک بھاری بھرکم گونجتی ہوئی سی آواز میں کہا۔

"میں سب سے پہلے اس رب العزت کا شکر ادا کرتا ہوں' جس نے مجھے جانباز بنایا۔

"پھر میں بابا صاحب کے ادارے کے ڈاکٹروں اور سائنس دانوں کا ممنون ہوں' انہوں نے میری بھرپور اسٹڈی کی۔ میری زبان اور گلے کا آپریشن کیا اور میری زبان کو قوتِ گویائی دی۔ ان کی بدولت میں آج تھوڑا بہت ٹوٹا پھوٹا بولنے کے قابل ہوگیا ہوں۔

"آج یہاں آکر تم سب سے یہ بولتا ہوں کہ صرف یہ ایک لڑکی کیوں مرے گی؟ میرے ان بموں کے پھٹنے سے ہم سب اس لڑکی کے ساتھ فنا ہوسکتے ہیں تو پھر یہ اکیلی کیوں مرے؟"

وہ چپ ہوگیا۔ سب کو چپ لگ گئی۔ وہ سب اپنے کمانڈر کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

جمیلہ ابھی تک حیرانی سے ہیرو کو تک رہی تھی اور سوچ کے ذریعے مجھ سے پوچھ رہی تھی۔ "پاپا! کیا آپ نے اسی اجنبی ساتھی کا ذکر کیا تھا؟"

میں نے کہا۔ "یہ بابا صاحب کے ادارے سے آیا ہے۔ میری فیملی کا ایک ممبر ہے۔ تم اپنا سمجھوگی تو یہ اپنا ساتھی ہوگا۔ اجنبی سمجھوگی تو پھر اجنبی ساتھی ہی رہے گا۔"

وہ مسکرائی۔ "میرے پاپا کی فیملی کا فرد بھلا میرا اپنا کیوں نہیں ہوگا؟"

وہ مسکراتی ہوئی ہیرو کے پاس آئی۔ پھر اس کے ایک بازو کو تھام کر بولی۔ "زندگی بہت پیاری ہوتی ہے۔ کون کسی کے لیے جان دیتا ہے؟ لوگ زندگی کے ساتھی بنتے ہیں۔ یہ میری موت کا ساتھی بن کر آیا ہے۔ میرے ساتھ مرنا اور تم سب کو حرام موت مارنا چاہتا ہے۔"

وہ سب دیدے پھیلائے ان جان لیوا بموں کے ہار کو دیکھ رہے تھے۔ جمیلہ نے کہا۔ "کمانڈر! تم شاید آخری گنتی بھول گئے ہو۔ میں یاد دلاتی ہوں۔ اُدھر تم "دس" کہو' اِدھر میرا ساتھی ریموٹ کنٹرولر کا ایک بٹن دبا کر بس کردے گا۔ تماشا ہوگا مگر ہم تماشا دیکھنے کے لیے نہیں رہیں گے۔"

کمانڈر نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "نہیں تم دیکھ رہی ہو۔ تمام کامریڈس نے اپنی رائفلیں جھکالی ہیں۔ ہم..... ہم سب کو زندہ رہنا چاہیے۔"

ہیرو نے کہا۔ "زندہ رہنے کی ایک ہی شرط ہے۔ اپنا ایک ایک ہتھیار میرے قدموں میں پھینک دو۔"

جمیلہ نے کہا۔ "تم نے سیکڑوں کامریڈس' بے شمار اسلحہ اور راکٹ لانچر وغیرہ کے ذریعے اس علاقے پر قبضہ کیا تھا۔ ان سیکڑوں میں سے تمہارے یہ بیس کامریڈ رہ گئے ہیں۔ باہر سے کوئی یہاں نہیں آئے گا۔ کیونکہ سب فنا ہوچکے ہیں۔ ہتھیار نہیں پھینکوگے تو تم سب ہمارے ساتھ مارے جاؤگے۔ کیونکہ ہمیں تو مرنا ہی ہے۔"

کمانڈر نے شکست خوردہ سی آواز میں کہا۔ "اپنے ہتھیار اس کے قدموں کی طرف پھینک دو۔"

ان سب نے حکم کی تعمیل کی۔ ہتھیار پھینکنے لگے۔ ہیرو اور جمیلہ کے قدموں میں ہتھیاروں کا انبار لگنے لگا۔ پھر وہ سب اپنے کمانڈر کے پیچھے جاکر کھڑے ہوگئے۔ جمیلہ نے آگے بڑھ کر ایک ایک کی تلاشی لی۔ کسی کے لباس میں پستول' کسی کی جیب میں چاقو اور کسی کے پاس ہینڈ گرینیڈ چھپا ہوا تھا۔ جمیلہ نے وہ تمام چیزیں لے کر ہتھیاروں کے ڈھیر میں ڈال دیں۔

پھر ہیرو نے آگے بڑھ کر کمانڈر کے ہاتھ میں اپنا ریموٹ

کنٹولر رکھا۔ اسے بموں کا ہار پہنادیا۔ پھر ہتھیاروں کے پاس آکر بولا۔ "اب تمہارے ہتھیار ہمارے اور ہمارے ہتھیار تمہارے ہوگئے لیکن ہمارے وہ بم نقلی ہیں' پلاسٹک کے کھلونے ہیں۔ کم آن' ہار میں سے کوئی سا بھی بم نکال کر چیک کرلو۔"

کمانڈر نے ہار کو گلے سے اتار کر دیکھا۔ پھر ہار کے ہک میں سے ایک بم کو نکالا۔ وہ عام بم کی طرح کسی قدر وزنی تھا۔ اوپر سے پیچ دار ڈھکن تھا۔ اس نے ڈھکن کو گھما کر کھولا۔ اندر دیکھا تو وہاں بارود کی جگہ چھوٹے کنکر بھرے ہوئے تھے۔ اس نے تین چار بموں کو اسی طرح کھول کر دیکھا۔ وہ سب اسی طرح نقلی تھے۔

جمیلہ رازی قہقہے لگا کر بولی۔ "میں تو بھول ہی گئی تھی کہ پاپا کی فیملی میں کوئی فرد اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتا۔ سب نہتے رہتے ہیں۔ میرا یہ ساتھی بھی یہاں ہتھیار کے بغیر آیا اور اس نے تم سب سے ہتھیار رکھوالیے۔"

وہ قہقہے لگا رہی تھی۔ کمانڈر نے جھنجلا کر ہار اور ریموٹ کنٹولر فرش پر پٹخ دیا۔ ہیرو نے کہا۔ "جیسا کہ میری ساتھی کہہ چکی ہے' ہمیں ہتھیاروں کے بغیر جنگ جیتنے کی ٹریننگ دی گئی ہے۔ ہمیں پیدا کرنے والے خالق حقیقی کی قسم ہے' ہم ان ہتھیاروں کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ یہ تمہارے ہیں مگر تم بھی ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔ اگر انہیں یہاں سے اٹھاسکو تو اٹھاؤ اور ہم پر گولیاں برساؤ۔"

وہ بیس عدد تھے اور مقابلے میں صرف دو تھے۔ انہیں زیر کرنا اور ان سے ہتھیار چھین لینا ناممکن نہیں تھا۔ ان سب نے ان پر ایک ساتھ چھلانگ لگائی لیکن وہ دُم تھی یا آہنی سلاخ ان کے منہ پر اور جسم پر پڑتی گئی۔ اس دُم نے کسی کی گردن لپیٹی اور اسے اٹھا کر اس کے ساتھیوں پر پھینک دیا۔ کسی کے منہ پر جمیلہ کی ٹھوکر لگی۔ کسی کی گردن پر کراٹے کے ہاتھ پڑے۔ وہ چیخ رہے تھے۔ کراہ رہے تھے۔ جو ایک بار ہتھیار حاصل کرنے گیا وہ غیر معمولی قوت رکھنے والوں کے ہاتھ کھا کر دور جا گرا۔ پھر اس میں دوبارہ اٹھنے کی سکت نہیں رہی۔

ان میں سے ہر ایک کی یہ کوشش تھی کہ اس ڈھیر میں سے ایک ہتھیار اٹھا کر جمیلہ اور بندر آدمی پر گولیاں برسادیں لیکن ہتھیاروں کو اٹھانا تو دور کی بات ہے۔ ان میں سے کوئی کسی ہتھیار کو چھو بھی نہ سکا۔

صرف دس منٹ میں فیصلہ ہوگیا۔ بیس کا مریڈ دور دور تک فرش پر بیٹھے یا لیٹے کراہ رہے تھے۔ کسی کا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا' کسی کی کھوپڑی نرخ گئی تھی۔ کوئی دونوں پیروں سے اپاہج ہوگیا تھا۔ کسی کے دانت اور کسی کے جبڑے ٹوٹ گئے تھے۔ ان سب کے درمیان صرف کامریڈ کمانڈر صحیح سلامت کھڑا تھا۔

جمیلہ رازی نے اس سے کہا۔ "تم کیمونسٹ لوگ خدا کو نہیں مانتے۔ مگر کیا یہ قدرت کی مہربانی نہیں ہے کہ ہوٹل کے باہر تمہارے تمام کامریڈ مارے گئے ہیں۔ باقی یہاں اپاہج پڑے ہیں اور صرف تم صحیح سلامت رہ گئے ہو؟ کیا ابھی قدرت تم پر مہربان نہیں ہے؟"

ہیرو نے پوچھا۔ "کیا اس معجزے کو سمجھ سکتے ہو کہ کسی مخالف فوج سے جنگ نہیں ہوئی لیکن تمہارے تمام جنگی سپاہی مارے گئے۔ تم پر ذرا بھی آنچ نہیں آئی۔ کیا تم یہاں سے صحیح سلامت جانا چاہتے ہو؟"

کمانڈر نے کہا۔ "مجھے اپنے سامنے اپنی موت نظر آرہی ہے۔ میں یقین نہیں کرسکتا کہ مجھے زندہ چھوڑ دیا جائے گا؟"

"ہماری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ تمہارے زندہ رہنے کی شرط یہ ہے کہ یہاں سے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر قاضی اکبر کے پاس جاؤ۔ ان سے کہو' تم یہ علاقہ چھوڑ کر جارہے ہو۔ یہی بات ڈی پی کے لیڈر نذرالدین سے کہو۔ پھر انہیں یا ان کے نمائندوں کو شہر میں اپنی تباہی کا معائنہ کرنے کے لیے ساتھ لے آؤ۔"

وہ سہم کر بولا۔ "میں مجاہدین کے علاقوں میں جاؤں گا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"مجاہدین کم ظرف نہیں ہیں۔ وہ نہتا اور نتھے دشمن پر حملہ نہیں کرتے۔ تم جاؤ۔ وہ خدا سے تمہاری زندگی کی دعا کرتے ہیں۔ آئی آر پی اور ڈی پی کے لیڈروں یا نمائندوں کو بلا کر لے آؤ۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں چلتا ہوا باہر جاکر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اوجھل ہونے کے بعد وہ دھوکا دے سکتا تھا۔ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر تاجکستان کے شمال میں لینن آباد کے کیمونسٹ ہیڈ کوارٹر میں جاسکتا تھا لیکن نہیں جاسکا تھا۔ میں اس کے اندر موجود تھا۔

ہوٹل کے اندر زخمی اور اپاہج پڑے ہوئے تھے۔ جمیلہ ہیرو کے ساتھ ہتھیاروں کے ڈھیر کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بولا۔ "ایسا لگتا ہے جیسے ابھی ہم آئے اور آتے ہی مقبوضہ علاقے کو فتح کرلیا اور دشمنوں کو بھگادیا۔ اب یہاں آئی آر پی اور ڈی پی کے مجاہدین کا قبضہ رہے گا۔"

"ہاں' بظاہر جنگ ختم ہوچکی ہے لیکن یہ مقامی چھوٹی بڑی سیاسی پارٹیوں کی جنگ ہے۔ اس کے پیچھے امریکا اور دوسرے مغربی ممالک ہیں۔ اس لیے اس جنگ کا اختتام عارضی ہے۔"

"تو پھر جنگ جاری رہے گی تو ہمارا قیام یہاں عارضی نہیں رہے گا۔"

وہ بولی۔ "ہاں' عارضی نہیں رہے گا۔"

"اور ہماری دوستی بھی عارضی نہیں رہے گی؟"

جمیلہ رازی نے اسے مسکرا کر دیکھا پھر کہا۔ "دوستی مستقل اور مستحکم رہے گی۔"

ہیرو نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ جمیلہ نے ہاتھ ملایا۔

دو ہاتھ ملے' دو فولاد ملے۔ دو نیگیٹو اور پازیٹو فولادی روبوٹ مصافحہ کررہے تھے۔ اللہ خیر کرے۔

دو شنبے کے مضافات میں تمام مسلمان حیران تھے کہ شہر کے مقبوضہ علاقے میں کیمونسٹوں سے کون جنگ لڑ رہا ہے اور جس طرح لرزہ خیز دھماکے دور تک سنائی دے رہے تھے اور آگے کے شعلے آسمان کی طرف لپک رہے تھے اس سے یہی ظاہر ہورہا تھا کہ کوئی بہت بڑی فوج جدید ہتھیاروں سے لیس ہوکر کیمونسٹوں کے خلاف آئی ہے اور انہیں دو شنبے سے بھاگنے پر مجبور کررہی ہے۔

رات کے نو بجے تک فائرنگ اور دھماکے رک گئے۔ ایک طویل خاموشی چھاگئی۔ رات کی تاریکی میں جگہ جگہ صرف شعلے بھڑکتے ہوئے دکھائی دیے۔ یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ شاید فائر بندی کے سلسلے میں سمجھوتا ہوا ہے یا پھر کسی ایک پارٹی نے شکست کھا کر ہتھیار ڈال دیے ہیں۔

مضافاتی بستیوں سے مسلمان مرد' عورتیں' بچے' بوڑھے اور مسلح مجاہدین گھروں اور مسجدوں سے نکل کر دو شنبے شہر کی سمت دیکھ رہے تھے۔ قاضی اکبر تردزون یہاں کے راہنما اور معروف وکیل تھے۔ ان کے ایک جاسوس نے شہر سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع دی تھی کہ کیمونسٹ مسلح جنگ بازوں نے شہر میں جہاں جہاں مورچے بنائے تھے' وہ سب تباہ ہوچکے ہیں۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہ تباہی کیسے عمل میں آئی ہے۔ کیونکہ اس جاسوس نے ابھی تک کیمونسٹوں پر حملہ کرنے اور انہیں تباہ کرنے والی فوج کو دیکھا نہیں ہے۔ پتا نہیں کہاں سے چھپ کر حملے کیے جارہے ہیں۔

رات کے دس بجے قاضی اکبر کی ایک مضافاتی بستی کے لوگوں نے دیکھا' شہر کی سمت سے ایک گاڑی چلی آرہی تھی۔ تاریکی میں دور سے صرف اس کی ہیڈ لائٹس دکھائی دے رہی تھیں۔ کچھ قریب آنے پر اس گاڑی سے لگا ہوا ایک سفید جھنڈا نظر آیا۔ سفید پرچم امن و سلامتی کی علامت ہوتا ہے۔ وہ آنے والا امن و سلامتی کے لیے بستی میں آرہا تھا۔

جب وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا بستی کی روشنی میں پہنچا تو قاضی اکبر اور مجاہدین نے اسے پہچان لیا۔ وہ کیمونسٹ پارٹی کا کامریڈ کمانڈر تھا۔ بالکل تنہا آیا تھا۔ یہ سب کے لیے حیرانی کی بات تھی کہ دشمنوں کا ایک لیڈر کسی ہتھیار کے بغیر تنہا آیا تھا۔ اس نے گاڑی سے باہر آکر اکبر تردزون سے کچھ فاصلے پر رک کر سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "میری فوج کے سپاہی مارے گئے ہیں' جو بچ گئے ہیں' وہ بری طرح زخمی ہیں یا ہمیشہ کے لیے اپاہج ہوچکے ہیں۔ صرف میں ہی ایک زندہ سلامت رہ گیا ہوں۔"

قاضی اکبر نے پوچھا۔ "تمہاری کس سے جنگ ہوئی تھی؟"

کامریڈ کمانڈر نے کہا۔ "میں نہیں جانتا کہ وہ کیسے گوریلا فائٹر تھے' جو نظر نہیں آئے اور نہ ہی ان میں سے کوئی مقابلے میں مارا گیا۔ ہم پر حملہ کرنے والے کسی ایک سپاہی کی بھی لاش نہیں ملی۔ اس کے برعکس میرے سب ہی لوگ مارے گئے ہیں۔"

"تمہاری اس بات پر کون یقین کرے گا کہ اتنی زبردست جنگ ہوتی رہی اور تمہارے مقابل آنے والوں میں سے ایک بندہ بھی مارا نہیں گیا۔"

"آپ شہر میں جاکر ہماری تباہی کا منظر دیکھیں گے تو آپ کو یقین آجائے گا۔ کیا آپ وہاں تک جانے کی زحمت کریں گے۔"

"کیا ہمیں پھانسنے کے لیے وہاں جال بچھا کر آئے ہو؟"

"میں جانتا تھا کہ آپ مجھ پر بھروسا نہیں کریں گے۔ کوئی بات نہیں' آپ اپنے ایک دو نمائندوں کو بھیج سکتے ہیں۔"

"ہاں' میں اپنے دو نمائندے بھیج سکتا ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ۔ تمہارے سب ہی لوگ مرگئے یا زخمی ہوگئے تم کیسے زندہ سلامت ہو؟"

"انہوں نے مجھے اس لیے زندہ چھوڑ دیا ہے کہ میں آپ حضرات کو اور ڈی پی کے لیڈر نذرالدین وغیرہ کو شہر میں بلا کر لاؤں اور آپ سب کو اپنی تباہی کا عبرت ناک تماشا دکھاؤں۔"

"تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے؟"

"میں ان کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا ہوں۔ وہ باپ بیٹی ایران کے ایک پرائیویٹ طیارے میں آئے تھے۔ باپ کا نام ایف علی اور بیٹی کا نام جمیلہ رازی ہے؟"

"تم نے ان سے ملاقات کی ہوگی۔ ان سے گفتگو ہوئی ہوگی۔ ان کی آمد کا مقصد معلوم کیا ہوگا؟"

"وہ ایران سے آئے ہیں۔ مقصد صاف ظاہر ہے کہ وہ آپ مسلمانوں کے حمایتی ہیں۔ ایران کے خاص طیارے میں آنے والے خاص اہمیت کے حامل ہوں گے۔"

"تم یہاں تنہا آئے ہو۔ ان باپ بیٹی میں سے کسی کو ساتھ لے آتے تو کیا یہ بہتر نہ ہوتا؟"

"باپ سے ابھی تک میرا سامنا نہیں ہوا ہے۔ ہاں اگر بیٹی کے متعلق یہ کہوں گا کہ وہ غیر معمولی جسمانی قوت کی حامل ہے تو شاید آپ یقین نہ کریں۔ اس نے میرے دو کامریڈ اور ایک پہلوان کی گردنیں توڑ دی ہیں۔ جس کے منہ پر اس کا ایک ہاتھ پڑتا ہے اس کے دانت اور جبڑے ٹوٹ جاتے ہیں۔"

وہ سب لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر بے یقینی سے تبصرے کرنے لگے۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی لڑکی اس قدر شہ زور ہوسکتی ہے۔ کامریڈ کمانڈر انہیں بندر آدمی یعنی ہیرو کے متعلق بھی بہت کچھ کہہ سکتا تھا لیکن اس نے کچھ نہیں کہا۔ وہ جانتا تھا کہ کوئی اس کے بارے میں یہ سن کر یقین نہیں کرے گا کہ اس آدمی کی ایک دم بھی ہے۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ کمانڈر اپنی تمام فوج کی تباہی پر نیم پاگل سا ہوگیا ہے اور اول فول بک رہا ہے۔

قاضی اکبر نے اپنے دو آدمیوں کو ہدایت کی کہ وہ کمانڈر کے ساتھ جائیں۔ ان باپ بیٹی سے ملاقات کریں اور شہر کے حالات کا جائزہ لے کر آئیں۔ کمانڈر نے قاضی اکبر سے کہا۔ "بہتر ہوگا کہ آپ ڈی پی کے لیڈر نذرالدین زبیر دولا سے بھی رابطہ کریں اور

انہیں بھی اپنے دو نمائندوں کو ہوٹل میں بھیجنے کے لیے کہہ دیں تاکہ ان کی طرف سے بھی ہماری شکست کی تصدیق ہو جائے اور آپ کے مجاہدین شہر میں ہماری جگہ لے لیں۔"

میں کامریڈ کمانڈر کے اندر موجود تھا۔ جب قاضی اکبر ٹرانسمیٹر کے ذریعے ڈی پی کے لیڈر سے رابطہ کرنے لگا تو کمانڈر نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "ایک اور اہم بات سن لیں اور اس پر عمل کریں۔ کل سے سگریٹ کے جتنے بھی کارٹن مجاہدین کے علاقوں میں آئیں گے ان کا ایک سگریٹ بھی کوئی مجاہد یا عام مسلمان استعمال نہ کرے کیونکہ ان سب کے تمباکو میں ہیروئن کی آمیزش ہے۔ اسے استعمال کرنے والے نشے کے عادی اور جسمانی طور پر لاغر ہو جائیں گے۔"

"اس ملک کے جنوبی، مشرقی اور مغربی حصوں میں سگریٹوں کے ہول سیلر اور دکاندار مسلمان ہیں۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ تمام مسلمان اپنے مجاہدین کو نشے کا عادی بنائیں گے؟"

"غیر ملکی سگریٹ باہر سے آتے ہیں۔ باہر یہ آمیزش کی گئی ہے۔ یہاں کے کسی ہول سیلر اور دکاندار کو اس سازش کا علم نہیں ہے۔ آپ اپنے تمام علاقوں میں یہ خبر پہنچا دیں اور کل سے جتنے کارٹن آئیں، انہیں کھول کر ان سگریٹوں کا تمباکو چیک کریں، ان میں سفید پاؤڈر ملا ہوا نظر آئے گا۔"

قاضی اکبر نے کہا۔ "تم جانی دشمن ہو مگر کسی فرشتے کی زبان سے بول رہے ہو۔ اپنے تمام جنگجو کامریڈس کی ہلاکت کے بعد شاید تمہارے اندر انسانیت جاگ رہی ہے۔ آئندہ ہم تمام سگریٹوں کا تمباکو چیک کریں گے۔"

کمانڈر دو مجاہدین کو ساتھ لے کر گاڑی میں چلا گیا۔ قاضی اکبر نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ڈی پی کے لیڈر نذرالدین زبیر دولا سے رابطہ کر کے اسے کمانڈر کی آمد کے متعلق بتایا اور کہا کہ وہ بھی اپنے دو چار مجاہدین کو دو تین کے کیمونسٹ علاقے میں بھیج کر وہاں کے حالات معلوم کرے اور مشرق سے لے کر مغرب اور جنوب تک جہاں جہاں مسلمانوں کی آبادی اور مجاہدین کے اڈے ہیں، وہاں یہ تاکید کر دی جائے کہ اوّل تو وہ سگریٹ نوشی ترک کریں یا پھر تمباکو چیک کیے بغیر سگریٹ استعمال نہ کریں۔

یہ ہدایات تمام علاقوں کے مسلمانوں اور مجاہدوں تک پہنچائی جانے لگیں۔ کمانڈر دو مجاہدین کے ساتھ ہوٹل میں واپس آیا۔ وہاں ڈی پی کے مجاہدین بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے جمیلہ رازی سے ملاقات کی اور ہیرو کو دیکھ کر حیران ہوتے رہے۔ ہیرو نے ان سے کہا۔ "بے شک میں ایک عجوبہ ہوں۔ مگر خدا کی قدرت، طب اور سائنس کا کمال ہوں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت دیتا ہے، جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ اس ربِ کریم نے ہمیں اور تمہیں عزت، فتح و نصرت دی ہے اور کمانڈر کو ذلت نصیب ہو رہی ہے۔"

ڈی پی کے ایک مجاہد نے کہا۔ "واقعی ہم ان علاقوں سے گزرتے آرہے ہیں، جہاں کمانڈر نے ہمارے خلاف مورچے بنائے تھے۔ وہ تمام مورچے تباہ ہو چکے ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہمیں راستے میں کوئی دشمن نہیں ملا۔ کیا آپ ہماری حیرانی دور کریں گے کہ اتنے زبردست مورچے بنانے والے دشمنوں کو شکست کیسے ہوئی؟"

جمیلہ نے کہا۔ "آپ کی حیرانی دور ہو جائے گی۔ پہلے آپ لوگ واپس جا کر اپنے راہنماؤں اور مجاہدین کو یہاں لے آئیں۔ مجاہدین یہاں اپنے مورچے بنائیں گے اور ہم آپ کے لیڈروں سے گفتگو کریں گے۔"

وہ چاروں وہاں سے چلے گئے۔ ہیرو نے کمانڈر سے کہا۔ "ہم چاہتے تو تمہارے ان بیس عدد کامریڈس کی مزہم پٹی کروا سکتے تھے۔ لیکن انہیں تکلیف کا احساس دلانے کے لیے چھوڑ رکھا تھا۔ اب تم منیجر کے ساتھ جا کر ڈاکٹروں اور کمپاؤنڈروں کو لے آؤ اور ان کی تیمارداری کرو۔"

وہ تمام بیس عدد کامریڈس ہوٹل کے بڑے ہال میں کاؤنٹر کے سامنے بیٹھے اور لیٹے ہوئے تکلیف سے کراہ رہے تھے۔ ان میں سے کچھ زخمی تھے اور کچھ بالکل ہی ہاتھ پاؤں سے اپاہج ہو گئے تھے۔ ہیرو کے سامنے انہوں نے جو ہتھیار ڈالے تھے وہ اب کارتوس وغیرہ سے خالی کر دیے گئے۔ جمیلہ اور ہیرو نے تمام کارتوس اور ہینڈ گرینیڈ وغیرہ کئی تھیلوں میں بھر کر ایک بڑی میز پر رکھ دیے تھے پھر اس میز کے اطراف بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تھے۔

وہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی زندگی کی داستان سنا رہے تھے۔ ہیرو کی داستان حیرت انگیز تھی۔ جمیلہ بڑی حیرانی اور دلچسپی سے سنتی رہی۔ جمیلہ کی داستان مصائب اور مایوسیوں سے بھری تھی اسے بچپن سے باپ اور بھائیوں کی محبت نہیں ملی تھی۔ باپ نے اس کی ماں کو بیٹی پیدا کرنے کے جرم میں مار ڈالا تھا۔ ہیرو بڑی ہمدردی اور محبت سے اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے جمیلہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تمہاری پیدائشی بدقسمتی ختم ہو چکی ہے۔ تمہیں فرہاد صاحب جیسے باپ کی بھرپور محبت مل رہی ہے۔ تمہاری والدہ، باپ اور بھائی نہ رہے مگر آج تم فرہاد علی تیمور کے خاندان کی ایک عزت دار بیٹی ہو۔ اب تمہیں محبتیں ہی ملا کریں گی۔ کوئی تمہیں میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکے گا۔ پھر یہ کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ خداوند کریم نے ہم دونوں کو غیر معمولی قوتیں اور صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ میں چاہوں گا کہ تمہارے ساتھ رہوں۔ کیا تم میرا ساتھ چاہو گی؟"

جمیلہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں پھر جمیلہ نے نظریں جھکا لیں لیکن اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہیں چھڑایا۔

باہر بہت سی گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ انہوں نے دروازے پر آ کر دیکھا۔ مجاہدین اور ان کے لیڈر آئے تھے۔ کمانڈر نے جمیلہ اور ہیرو کا تعارف ان سے کرایا۔ آنے والے افراد ہیرو کو

حیرانی اور دلچسپی سے دیکھ رہے تھے اور اس سے مل کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ ان سب نے اندر آ کر دیکھا۔ بیس عدد زخمی کامریڈس فرش پر پڑے تھے۔ ان کی مرہم پٹیاں ہو چکی تھیں۔ جمیلہ رازی نے قاضی اکبر اور نذرالدین جیسے راہنماؤں سے کہا۔ "ہم مسلمان ہیں۔ نہتے اور زخمی دشمنوں کو نہیں مارتے۔ میں آپ لوگوں سے گزارش کروں گی کہ کمانڈر اور ان زخمیوں کو یہاں سے جانے کی اجازت دے دیں۔"

قاضی اکبر نے کہا۔ "بیٹی! ابھی ہم ان کی شکست کو اچھی طرح سمجھ نہیں پائے ہیں۔ مگر اتنا سمجھ رہے ہیں کہ تم لوگوں نے یہ میدان مارا ہے۔ فاتح تم لوگ ہو۔ اگر جنگی قیدیوں کو رہائی دینا چاہتے ہو تو ضرور انہیں جانے دو۔ یہ تمہاری اعلیٰ ظرفی ہوگی۔"

ہوٹل کے باہر کیمونسٹوں کی کئی گاڑیاں تھیں۔ مجاہدین نے ان زخمیوں اور اپاہجوں کو گاڑیوں میں پہنچایا پھر کمانڈر کو ان کے ساتھ جانے دیا۔ ان کے جانے کے بعد ڈی پی کے راہنما نذرالدین زبیر دولا نے جمیلہ سے کہا۔ "ہم نے سنا ہے کہ تم اپنے والد کے ساتھ آئی ہو۔ وہ کہاں ہیں؟"

وہ بولی۔ "تیسری منزل پر ہمارے دو کمرے ہیں۔ میرے پاپا وہاں ایک کمرے میں سو رہے ہیں۔"

ہیرو نے پوچھا۔ "کیا آپ لوگوں کو یہ اطلاع نہیں ملی تھی کہ ایران سے کچھ لوگ آپ کے جہاد میں شریک ہونے آرہے ہیں؟"

قاضی اکبر نے کہا۔ "اس شہر میں دو ایرانی نمائندے ہم سے مسلسل رابطے رکھتے تھے۔ انہوں نے ہمیں اطلاع دی تھی۔ ہم آپ کا اور حکومت ایران کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہمیں آپ لوگوں سے امداد ملتی رہتی ہے لیکن ہم کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دشمنوں کو شکست دینے کے لیے ایرانی گوریلا فائٹر یہاں آجائیں گے۔"

جمیلہ نے مسکرا کر کہا۔ "یہ حکومت ایران کی پالیسی ہے کہ اسلامی ممالک کی ہر پہلو سے مدد کرو۔ لیکن یہ اصول نہیں ہے کہ اپنی فوج کسی بھی اسلامی ملک میں کسی معاہدے کے بغیر بھیجی جائے۔ یہاں کوئی ایرانی گوریلا فوج نہیں آئی ہے۔ صرف ہم باپ بیٹی اور یہ مسٹر ہیرو یہاں آئے ہیں۔"

"تو پھر کس کی فوج نے کیمونسٹوں سے جنگ کی اور انہیں دارالحکومت دو شہر چھوڑ کر جانے پر مجبور کیا؟"

ہیرو نے کہا۔ "آپ نے ابھی دیکھا ہے کہ میرے اور جمیلہ رازی کے مقابلے میں یہاں بیس دشمن زخمی پڑے تھے۔ شاید کمانڈر نے بھی آپ کو بتایا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیر معمولی قوتیں اور صلاحیتیں دی ہیں۔ ہم نے کسی ہتھیار کے بغیر ان سب کو اپاہج اور زخمی بنا دیا۔"

جمیلہ نے کہا۔ "اسی طرح ہم نے ہوٹل کے باہر بھی جہاں دشمنوں کے مورچے تھے، کسی ہتھیار کے بغیر ان کے ہتھیاروں سمیت انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

"آخر یہ کیسا طریقۂ جنگ ہے۔ ہم پہلی بار سن رہے ہیں کہ صرف تین بندوں نے پوری فوج کو پسپا کر دیا ہے۔"

ہیرو نے کہا۔ "ہم اپنے طریقۂ جنگ کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ یہ زبانی باتیں نہیں عملی باتیں ہیں۔ پھر دشمن حملہ کریں گے تو ہم عملی طور پر اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے آپ کو مطمئن کر سکیں گے۔"

جمیلہ نے کہا۔ "شہر کے لوگ سہمے ہوئے ہیں۔ پتا نہیں کتنے غریب اور محتاج لوگ اپنے گھروں میں بھوکے پیاسے بیٹھے ہوں گے۔ آپ چند مجاہدین کو ہدایت دیں کہ وہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے شاہراہوں اور گلیوں میں اعلان کریں کہ اب اس شہر میں ایک بھی گولی نہیں چلے گی۔ آئی آر پی اور ڈی پی کے مجاہدین شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کی ذمے داری لے رہے ہیں۔ دکانداروں سے گزارش کریں کہ وہ چھوٹے بڑے ہوٹل، بیکری اور اناج کی دکانیں کھولیں اور شہر میں روشنی رکھیں۔ اب کسی کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

قاضی اکبر نے کہا۔ "ایسا ہو جائے تو بھوکے غریب دعائیں دیں گے اور لوگ سکون سے سو سکیں گے۔ لیکن ہمارے دشمن صرف کیمونسٹ نہیں، ایک دوسری ڈی پی اپوزیشن والے بھی ہیں۔ وہ اچانک کہیں سے فائرنگ کرتے ہوئے ان علاقوں میں آسکتے ہیں۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ آج کیمونسٹوں کی پراسرار شکست نے ڈی پی اپوزیشن والوں کو پریشان کر دیا ہے۔ ان کا بھی خیال ہے کہ یہاں شاید ایرانی گوریلا فائٹر چھپے ہوئے ہیں اور یہاں کے مسلمان مجاہدین کی طاقت میں کئی گنا زیادہ اضافہ کر چکے ہیں۔ وہ لوگ اپنے علاقے سے باہر آ کر یہاں حملہ کرنے کی جرات نہیں کر سکیں گے۔"

انہوں نے قائل ہو کر مجاہدین کو ہدایات دیں کہ وہ گلی گلی جا کر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے شہریوں کا خوف دور کریں۔ آج رات سے صبح تک جو لوگ دکان کھولنا چاہیں، ان تمام دکانداروں کی حفاظت کی جائے۔ جن کے گھروں میں اناج نہیں ہے، ان کے ہاں روٹیاں پہنچائی جائیں۔

چند مجاہدین ہدایات پر عمل کرنے کے لیے چلے گئے۔ قاضی اکبر نے کہا۔ "آپ لوگوں نے چند گھنٹوں میں میدان مار لیا۔ ہمیں تو ایسا لگتا ہے جیسے ہمارے جہاد کی ضرورت ہی نہیں رہی۔"

"آپ ایسا نہ کہیں۔ جہاد کے بغیر فتح اور عظمت حاصل نہیں ہوتی۔ یہ آپ کا ملک ہے۔ آپ اپنے مجاہدین کے ساتھ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے جہاد کرتے رہیں گے۔ ہم تو یہاں ان دشمنوں کے خلاف اقدامات کے لیے آئے ہیں جو چور راستوں سے یا خفیہ ڈپلومیسی کے ذریعہ یہاں آرہے ہیں۔"

نذرالدین زبیر دولا نے پوچھا۔ "کیا آپ خفیہ ڈپلومیسی کی وضاحت کریں گی؟"

"جی ہاں۔ سپر پاور امریکا منشیات کے اسمگلروں سے کام لے رہا ہے اور سگریٹ کے ذریعے یہاں کے مسلمانوں کو نشے کا عادی بنانا چاہتا ہے۔"

قاضی اکبر نے کہا۔ "بے شک کمانڈر بھی ہم سے یہی کہہ رہا تھا۔ واقعی یہ مغربی ممالک والے چور راستوں سے ہمارے ملک میں آرہے ہیں اور بڑی خاموشی سے ہماری جڑیں کھودنا چاہتے ہیں۔"

جمیلہ نے کہا۔ "ان کا دوسرا حربہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام اسکولوں، کالجوں اور لائبریریوں کو تباہ کردیں تاکہ تعلیم کا سلسلہ رک جائے اور عام مسلمانوں کو عالمی سیاست کے مکروفریب سے بے خبر رکھا جائے۔"

"واقعی یہ ایسے حربے ہیں، جن کے ذریعے مسلمانوں کو پسماندگی کی انتہا کو پہنچایا جاسکتا ہے۔ آپ لوگ واقعی بہت ہی باخبر ہیں اور ہماری جڑیں کاٹنے والوں کو پہچان رہے ہیں اور ہمیں ان کی مکاریوں سے بچا رہے ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "تم صرف طاقتور ہی نہیں ذہین اور باخبر رہنے والی لڑکی ہو۔ تمہارے والد ابھی سو رہے ہیں۔ صبح ان سے مل کر ہمیں بہت خوشی ہوگی۔"

میں کام کرنے کے لیے آیا تھا۔ سونا اور آرام کرنا یوں بھی اپنے نصیب میں کم ہے۔ اس لیے میں جاگ رہا تھا۔ اور ایک امریکی ایجنٹ نوبل ہائر کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ میں پچھلے باب میں نوبل ہائر کا ذکر کرچکا ہوں۔ وہ منشیات کے ایک اسمگلر نوروز خان کے ساتھ کامریڈ کمانڈر سے ملنے آیا تھا اور کمانڈر کو یہی حربے بتا رہا تھا کہ کس طرح مسلمانوں کے علاقوں میں سگریٹوں کے ذریعے ہیروئن کا نشہ پہنچایا جاسکتا ہے اور انہیں تعلیم سے محروم رکھ کر اور سیاسی چالوں سے بے خبر رکھ کر محکوم بنایا جاسکتا ہے۔

پھر اس نے کمانڈر کو یہ دھمکی دی تھی کہ اگر وہ امریکا سے یوں تعاون نہیں کرے گا تو پھر امریکا مسلمانوں کی پشت پناہی کرے گا۔ ان کی طاقت بڑھائے گا اور وہ کیمونسٹوں کو شمالی علاقوں سے بھگا کر انہیں روس جاکر پناہ لینے پر مجبور کردیں گے۔ کمانڈر یہ نہیں چاہتا تھا اس لیے وہ نوبل ہائر سے تعاون پر آمادہ ہوگیا تھا۔

لیکن امریکن پالیسی یہ ہے کہ کسی ایک پارٹی کے ہو کر نہ رہو۔ اگر پاکستان سے ہمدردی رکھو تو بھارت سے بھی دوستی نباہتے رہو۔ روس کو افغانستان سے بھگانے کے لیے پاکستان سے دوستی کی قسم کھاؤ تو چین کو اس کی سرحدوں تک محدود رکھنے کے لیے بھارت سے بھی دوستی کی قسمیں پوری کرتے رہو۔

اسی طرح نوبل ہائر نے کیمونسٹوں سے دوستی کی تو پھر اس سے رخصت ہو کر ذی پی اپوزیشن پارٹی کے لیڈر سے ملنے آگیا۔ لیڈر نے کہا۔ "ہمیں سب خبر ہے۔ تم کامریڈ کمانڈر سے ملنے گئے تھے۔"

نوبل ہائر نے کہا۔ "میں پتنگے کی چوٹ پر گیا تھا۔ چھپ کر ملنے جاتا تو تمہارے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوتا۔ ہم ہتھیاروں کے سوداگر ہیں۔ ہر ضرورت مند کے پاس جاتے ہیں۔ اور ہمیں پتا ہے کہ تم بھی ضرورت مند ہو اور تمہاری پارٹی مالی وسائل نہیں رکھتی ہے۔ میں ورلڈ بینک سے تمہاری پارٹی کو قرضہ بھی دلا سکتا ہوں۔"

وہ بولا۔ "واقعی تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ کس ملک کی کس سیاسی پارٹی کی کون سی دُکھتی رگ ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ ہماری پارٹی کی پشت پر امریکا ہوگا تو تاجکستان میں ہماری حکومت قائم ہوجائے گی۔"

"تو پھر سمجھو، امریکا تمہارے پاس چل کر آگیا ہے اور یہاں تمہاری حکومت قائم ہوگئی ہے۔"

"کیا اس سلسلے میں کوئی معاہدہ کرو گے؟"

"ہاں۔ معاہدہ یہ ہوگا کہ تاجکستان کے مشرق اور جنوب میں ہمارا فوجی اڈا قائم ہوگا۔ اس میں بھی تمہارا فائدہ ہے۔ مشرقی سرحد پر ہماری فوجیں رہیں گی تو چین اس ملک میں داخل نہیں ہوسکے گا۔"

"جنوب مشرق میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہ امریکا سے سفارتی تعلقات برداشت کرلیں گے لیکن امریکی فوجی اڈا قائم نہیں ہونے دیں گے۔"

"ہم مسلمانوں کو کمزور اور محتاج بنا کر رکھنا جانتے ہیں۔ تم اپنی بات کرو۔"

"میں اپنی پارٹی کے لیے امریکی امداد حاصل کرنے کے لیے تمہیں یہاں فوجی اڈا بنانے کے معاہدہ پر دستخط کروں گا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ لیڈر نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے اس کے ایک جاسوس نے کہا۔ "سر! ایک خوش خبری ہے۔ دوشنبے کے مقبوضہ علاقے سے کیمونسٹ پارٹی کا جنازہ نکل رہا ہے۔"

"کیا واقعی؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے مقابلے میں آئی آر پی اور ذی پی کے مجاہدین وہاں کامیاب ہو رہے ہیں؟"

"سر! پہلے تو میں بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ مجاہدین نے حملہ کیا ہے۔ لیکن ذی پی کے مجاہدین دوشنبے کے مشرقی علاقے میں ہیں اور پیش قدمی نہیں کررہے ہیں۔ اسی طرح آئی آر پی کے مجاہدین اور ان کے راہنما قاضی اکبر دوشنبے کی مضافاتی بستی میں ہیں۔ آپ نے بھی حملہ نہیں کیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ رات کی تاریکی پھیلتے ہی کیمونسٹ کس سے لڑتے رہے اور مرتے رہے۔"

"اب وہاں کے کیا حالات ہیں؟ جتنی جلدی ہوسکے معلومات حاصل کرو۔ آخر حملہ آور کون ہیں؟"

"سر! اس ہوٹل میں ایک باپ بیٹی آئے ہیں۔ میں نے باپ کو ابھی تک نہیں دیکھا ہے۔ وہ اپنے کمرے میں ہے۔ بیٹی حیرت انگیز جسمانی قوت رکھتی ہے۔ اس نے تین افراد کی گردنیں توڑی ہیں۔

یہاں کامریڈ کمانڈر اپنے بیس کامریڈس کے ساتھ آیا۔ وہ اس لڑکی کو گولی مارنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی لمحے ایک عجیب و غریب انسان وہاں پہنچ گیا۔ آپ شاید یقین نہیں کریں گے۔ وہ بندر بھی ہے اور آدمی بھی....."

"یہ کیا بکواس کررہے ہو؟ کیا تم نے پی رکھی ہے؟"

"نو سر! میں پورے ہوش و حواس میں وہ کہہ کر رپورٹ دے رہا ہوں۔"

وہ ہیرو اور جمیلہ کے بارے میں بتانے لگا کہ دونوں نے کسی ہتھیار کے بغیر بیس کامریڈس کو زخمی اور اپاہج بنا دیا ہے اور کمانڈر کو اس شرط پر زندہ چھوڑا ہے کہ وہ قاضی اکبر اور نذرالدین دولا کو ان کے مجاہدین کے ساتھ بلا کر ہوٹل میں لے آئے۔

نوبل ہائر نے کہا۔ "فون پر بڑی لمبی گفتگو ہورہی ہے۔ خیریت تو ہے؟"

لیڈر نے جاسوس سے کہا۔ "کمانڈر ان مجاہدین اور ان کے لیڈروں کو ہوٹل میں لے آئے تو مجھے پھر فون پر اطلاع دینا۔ یہ معلوم کرو کہ وہ بندر آدمی اور وہ باپ بیٹی کون ہیں؟"

پھر وہ ریسیور رکھ کر نوبل ہائر کو اپنے جاسوس کی مکمل رپورٹ سنانے لگا۔ نوبل ہائر نے پوچھا۔ "تمہارے جاسوس نے اتنی تفصیلی معلومات کس طرح حاصل کی ہیں؟"

لیڈر نے کہا۔ "یہ ہمارا راز ہے کہ ہمارا کون جاسوس کہاں ہے؟ اور کس طرح معلومات حاصل کررہا ہے۔"

اس نے نوبل ہائر کو جاسوس کے بارے میں نہیں بتایا لیکن میں نے اس کی کھوپڑی میں رہ کر معلوم کیا۔ ہم جس ہوٹل میں تھے، وہ جاسوس اسی ہوٹل میں کچن کا انچارج تھا اور وہاں اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھتا رہا تھا۔ نوبل ہائر نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں تمہاری پارٹی اور تمہارے جاسوسوں کے راز نہیں معلوم کروں گا۔ لیکن یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ کیمونسٹ پارٹی کی جنگ کس سے ہوئی تھی اور کمانڈر نے کس سے شکست کھائی ہے؟"

"وہ لڑکی اور بندر آدمی بہت پُراسرار ہیں۔ انہوں نے فاتحانہ انداز میں کمانڈر کو مضافاتی بستی میں بھیجا ہے۔ کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے کہ انہوں نے بیس ہتھیار والوں کو کسی ہتھیار کے بغیر زخمی اور اپاہج بنا دیا۔ ان کے پیچھے ایسے ہی زبردست گوریلا فائٹر ہوں گے جنہوں نے کمانڈر کے تمام مورچوں کو تباہ کیا ہوگا۔"

تھوڑی دیر بعد پھر جاسوس نے فون پر کہا۔ "سر! ان باپ بیٹی کے لیے کمرا نمبر تین سو تین اور تین سو چار مخصوص ہیں۔ باپ کا نام ایف علی اور بیٹی کا نام جمیلہ رازی ہے۔ ابھی وہ قاضی اکبر اور نذرالدین سے کہہ رہے تھے کہ جس طرح انہوں نے بیس مسلح کامریڈس کو زخمی کیا ہے۔ اسی طرح کمانڈر کی پوری فوج کو تباہ کیا ہے۔"

لیڈر نے پوچھا۔ "کیا یہ دعوے عقل تسلیم کرسکتی ہے کہ ان دونوں نے نہتے رہ کر پوری فوج کو تباہ کیا ہے؟"

"سر! ان کے مجاہدین کی بھی یہی رپورٹ ہے کہ دوشنبے کے کیمونسٹ علاقے میں کوئی دوسری فوج نہیں آئی تھی۔ کسی شہری، کسی مجاہد اور کسی جاسوس نے کسی حملہ آور فوج کو نہیں دیکھا ہے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ لیڈر نے نوبل ہائر کو یہ ساری باتیں بتائیں۔ نوبل ہائر کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ وہ بولا۔ "یہ بندر آدمی کچھ عرصہ پہلے مل ایبب میں تھا۔ پھر ہمیں اطلاع ملی کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں چلا گیا ہے۔"

"یہ بابا صاحب کا ادارہ کہاں ہے؟"

"پیرس کے مضافات میں ہے۔ کیا تم نے پہلے کبھی یہ نام نہیں سنا؟"

"میں پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"کیا تم نے فرہاد علی تیمور کا نام نہیں سنا ہے؟ اس کی ٹیلی وہیں رہتی ہے۔"

"ہاں، فرہاد کا نام سنا ہے۔ اس کی ٹیلی پیتھی کا بڑا چرچا ہے۔ سنا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑے کمالات....."

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ کیونکہ نوبل ہائر یکبارگی اچھل کر کھڑا ہوگیا تھا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "ابھی تم نے باپ بیٹی کے نام بتائے تھے اور کہا تھا، باپ کا نام ایف علی ہے؟"

"ہاں۔" لیڈر بھی اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر بولا۔ "کیا ایف علی کا مطلب فرہاد علی تیمور ہے؟"

"بے شک، اب یہ حیران کن تماشا سمجھ میں آرہا ہے۔ دوشنبے میں کوئی فوج کیمونسٹوں کے مقابلے میں نہیں آئی تھی۔ فرہاد علی تیمور نے ٹیلی پیتھی کے کمالات دکھائے ہیں۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے کامریڈ کمانڈر کے تمام مورچوں اور تمام فوجیوں کو ہلاک کیا ہے۔ اوہ مائی گاڈ! یہ فرہاد یہاں کیسے پہنچ گیا؟"

وہ تیزی سے قدم بڑھا کر فون کے پاس آیا پھر سپر ماسٹر سے رابطہ کرنے لگا۔ ایسے وقت وہ سوچ رہا تھا کہ یہ اچھا ہوا کہ وہ کامریڈ کمانڈر کے ساتھ اس ہوٹل میں نہیں گیا۔ ورنہ فرہاد اس کے دماغ میں گھس آتا۔

اسے خوش فہمی تھی کہ وہ میری خیال خوانی سے محفوظ ہے۔ رابطہ قائم ہونے پر اس نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "میں تاجکستان سے نوبل ہائر بول رہا ہوں۔ ایک بری خبر ہے۔ یہاں فرہاد علی تیمور پہنچا ہوا ہے۔"

وہ کیمونسٹ فوج کی پُراسرار شکست کے متعلق بتانے لگا۔ پھر اس نے بندر آدمی کا حوالہ دیا تو سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہاں، اس کا نام ہیرو ہے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں تھا۔ لیکن فرہاد کی کوئی جوان بیٹی نہیں ہے۔ شاید اس نے کسی کو بیٹی بنایا ہو۔ اس کا نام کیا ہے؟"

"ہوٹل کے رجسٹر میں اس کا نام جمیلہ رازی ہے۔"

"کیا!" سپر ماسٹر حیرت سے چیخ پڑا۔ "جمیلہ رازی عمان میں تھی' یہ دو شنبے کیسے پہنچ گئی۔ فرہاد سے اس کا تعلق کیسے ہوا؟"

سپر ماسٹر کو اپنے اس سوال کا جواب بھی سمجھ میں آنے لگا۔ عمان میں جمیلہ نے بڑے حیرت انگیز کمالات دکھائے تھے۔ وہاں وہ ایسے چیلنج کرتی تھی اور ہر چیلنج پر ایسی کامیابی سے عمل کرتی تھی کہ ہمیشہ یہی شبہ ہوتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا اس کی پشت پر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔

اب یہ واضح ہو رہا تھا کہ میں ہی عمان میں جمیلہ کو بنی بنا کر اس کے کام آتا رہا اور اب اس کے ساتھ تاجکستان آگیا ہوں۔ ہیرو کی موجودگی بھی ثابت کر رہی تھی کہ میں اس ملک میں ہوں۔

سپر ماسٹر نے نوبل ہائز سے پوچھا۔ "کیا فرہاد یا اس کے کسی ساتھی سے تمہارا سامنا ہوا ہے یا فون وغیرہ پر گفتگو ہوئی ہے؟ اچھی طرح سوچ کر بتاؤ۔"

"سوچنا کیا ہے۔ میں نے ابھی تک فرہاد' جمیلہ اور ہیرو کی شکل تک نہیں دیکھی ہے اور نہ ہی فون وغیرہ کے ذریعے کسی کو اپنی آواز سنائی ہے۔"

"کیا فرہاد کا مرڈ کمانڈر کے ذریعے تمہارے اندر پہنچ سکتا ہے؟"

"نو سر! کمانڈر سے میری ملاقات دوپہر کو ہوئی تھی۔ اور یہ خفیہ ملاقات تھی۔ پھر کمانڈر شام کا اندھیرا پھیلنے کے بعد دو شنبے آیا تھا اس کے بعد اس کی فوج پر تباہی آئی تھی۔ یعنی دوپہر کے بعد کمانڈر سے نہ میری ملاقات ہوئی نہ اس سے کسی طرح کا رابطہ ہوا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ فرہاد میرے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ فی الحال اپنی سرگرمیاں بند رکھو۔ اپنی رہائش گاہ سے باہر نہ نکلو۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گا۔"

ان کے درمیان فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ نوبل ہائز اس کی ہدایت کے مطابق ڈی پی ایوزیشن کے لیڈر سے رخصت ہو کر اپنی رہائش گاہ کی طرف چلا گیا۔ اب میں نہیں جانتا تھا کہ سپر ماسٹر وہاں کیا پلاننگ کر رہا ہے۔ لیکن بعد میں جو واقعات پیش آتے ہیں اور ان کا کوئی آدمی میری ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں آتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ میرے خلاف کیسے منصوبے بنائے گئے تھے۔

ایسے ہی دشمنوں کے منصوبے جب مجھے بعد میں معلوم ہوتے ہیں' میں انہیں پہلے ہی داستان کی ترتیب کے مطابق پیش کر دیتا ہوں تاکہ بعد میں قارئین کو الجھن محسوس نہ ہو اور میری یہ روداد سیدھی ترتیب سے جاری رہے۔

بہرحال سپر ماسٹر ریسیور رکھ کر سوچ میں پڑ گیا۔ تاجکستان میں میری موجودگی نے مسائل پیدا کر دیئے تھے۔ اب تو لوہے کو لوہا ہی کاٹ سکتا تھا۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی میرے مقابلے میں وہاں اس حد تک ٹھہر سکتے تھے کہ براہ راست میرے سامنے نہ آتے۔ مگر در پردہ رہ کر میری راہوں میں رکاوٹیں پیدا کرتے رہتے۔

فی الوقت اس کے پاس پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ پہلا شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے۔ دوسرا ایک قد آور زبردست باڈی بلڈر اور فائٹر ڈی کروسو اور باقی "تھری ڈی" یعنی ڈی ہارولے' ڈی کرین اور ڈی مورا۔ ان میں سے ڈی کروسو سیاچن کی طرف پارس کے مقابلے میں جا چکا تھا۔ شاطر مائیک ہرارے واشنگٹن کے فوجی ہیڈ کوارٹر میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے پارس اور شی تارا کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔

سپر ماسٹر نے اعلیٰ فوجی افسران سے ملاقات کی۔ انہیں تاجکستان میں میری موجودگی کے متعلق بتایا۔ انہوں نے ایک ہنگامی اجلاس میں ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے اور "تھری ڈی" کو بلایا۔ انہیں بھی میرے متعلق بتایا۔ پھر "تھری ڈی" کے ایک ڈی ہارولے سے کہا۔ "عمان میں ہماری جاسوسہ لیڈی مین کلر اور لیڈی آئرن راڈ نے بے شک جمیلہ رازی کی غیر معمولی جسمانی قوت سے مات کھائی تھی اور ہلاک ہوئی تھیں لیکن تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو وہاں فرہاد نے ناکام بنایا تھا۔ اس نے جمیلہ کو بنی بنایا ہے۔ وہ دونوں باپ بیٹی عمان سے اب دو شنبے پہنچ گئے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "فرہاد نے چند گھنٹوں میں کمیونسٹ فوج کے تقریباً ڈیڑھ سو مسلح افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان میں بیس عدد زخمی اور اپاہج ہوگئے۔ کامرڈ کمانڈر کو تنہا صحیح سلامت واپس جانے کے لیے زندہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ اب دو شنبے کے بیشتر علاقوں پر آئی آر پی اور ڈی پی کے مجاہدین کا قبضہ ہے۔"

شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سب سے زیادہ ذہین اور شاطر سمجھا جاتا تھا اور اس میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ وہ بے شک دشمنوں کے خلاف الجھی ہوئی چالیں چل کر اور انہیں مات دے کر ثابت کر دیتا تھا کہ واقعی عملی میدان میں بھی دشمنوں کو مات کھانے والے معمولی مہرے بنا کر رکھ دیتا ہے۔

سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران بھی بہت سے اہم مسائل پیش آنے پر اس سے مشورے لیتے تھے۔ لیکن اونٹ جب تک پہاڑ کے نیچے نہیں آتا' تب تک خود کو قد آور سمجھتا ہے۔ اس نے پچھلے دن پارس کا سراغ لگانے کے دوران شی تارا کو ٹریپ کرنا چاہا تھا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے والا تھا۔ شی تارا اس کی معمولہ اور تابعدار بننے ہی والی تھی کہ پارس نے اسے بچا لیا اور زندگی میں پہلی بار مائیک ہرارے نے ناکام ہو کر تسلیم کیا کہ اونٹ سے اونچے پہاڑ ہوا کرتے ہیں۔

مائیک ہرارے چپ چاپ شی تارا کو اپنی مٹھی میں رکھنے کی کوشش میں تھا۔ اس بات کا ذکر اس نے سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران سے نہیں کیا تھا۔ اس لیے اس کی ناکامی کسی کے سامنے نہیں آئی اور سب کے سامنے اس کی ذہانت اور چالبازی کا بھرم رہ گیا تھا اور اپنوں کے درمیان یہ اعزاز قائم تھا کہ وہ چیمپئن شاطر ہے اور اس نے آج تک کسی سے مات نہیں کھائی ہے۔ ویسے اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ پارس کی شاطرانہ چال کا جواب جلد ہی دے گا۔

اس وقت بڑی فوج کے افسر نے کہا۔ "مسٹر ہرارے! تم نے فرہاد اور اس کی فیملی کے ممبران کی پوری ہسٹری پڑھی ہے اور ان کی ویڈیو فلمیں دیکھی ہیں۔ وہ اور اس کے دونوں بیٹے بھی زبردست شاطر ہیں۔ یہ غنیمت ہے کہ سونیا ابھی میدان عمل میں نہیں ہے۔ اپنے بچے پالنے میں مصروف ہے۔ لیکن اس کی کمی سونیا ثانی پوری کر رہی ہے۔ پھر ان کی ٹیم میں غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی قوتیں رکھنے والوں کا اضافہ ہوگیا ہے۔ دو شنبے میں جمیلہ رازی اور ہیرو' فرہاد کے ساتھ ہیں۔ اب تم بتاؤ ہمیں ان حالات میں کیا کرنا چاہیے۔"

دوسرے فوجی افسر نے کہا "فوجی نقطۂ نظر سے تاجکستان کی مشرقی سرحد ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ وہاں ہم اپنے فوجی اڈے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یا ہمارے اشاروں پر ناچنے والی سیاسی پارٹی کو فوجی اور مالی امداد دے کر ہم وہاں مسلط رہنا چاہتے ہیں۔"

ہرارے نے کہا۔ "ہم کھیلتے وقت شطرنج کی بساط پر اپنے اور مخالف کے مہروں کی پوزیشن پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ میری نظر اپنے مہرے نوبل ہائز پر ہے۔ وہ لاکھ کہتا ہے کہ فرہاد سے اس کا سامنا نہیں ہوا اور نہ ہی فرہاد نے کسی ذریعے سے اس کی آواز سنی ہے مگر میں یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ وہ یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ نہ ہی حساس ذہن رکھتا ہے کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکے۔ لہٰذا سیدھی سی بات ہے کہ جہاں فرہاد ہے' وہاں ہمارے صرف ان افراد کو ہونا چاہیے جو یوگا میں مہارت رکھتے ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ نوبل ہائز کے دماغ میں فرہاد پہنچا ہوا یا نہ پہنچا ہو' ہم نوبل ہائز کو وہاں سے ہٹا دیں گے۔ آئندہ یوگا میں مہارت رکھنے والے وہاں جائیں گے۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "فرہاد مجھ سے عمر میں بہت بڑا اور بہت زیادہ تجربہ کار ہے۔ اس نے وہاں پہنچتے ہی پہلے تمام سیاسی پارٹیوں کے راہنماؤں کے اندر پہنچ کر ان کے اندرونی بھید معلوم کیے ہوں گے۔ ہمارا ایجنٹ نوبل ہائز تمام راہنماؤں سے مل چکا ہے اور ان سے یہ طے کر چکا ہے کہ امریکا کس پارٹی کے ذریعے مسلمانوں کو نشے کا عادی بنانا چاہتا ہے۔ کس کے ذریعے مسلمانوں کو تعلیم سے محروم رکھنا اور عالمی سیاست سے بے خبر رکھنا چاہتا ہے اور کس پارٹی کو مالی اور فوجی امداد فراہم کر رہا ہے؟ میں ان تمام مہروں کے پیش نظر یقین سے کہتا ہوں کہ فرہاد ہماری یہ تمام سیاسی خفیہ چالیں معلوم کر چکا ہے۔"

"اگر وہ بہت کچھ معلوم کر چکا ہے تو ہمارے حق میں بہت برا ہو چکا ہے۔ اب وہ ہماری ہر چال کا توڑ کرتا رہے گا۔ تم اس توڑ کا توڑ کیسے کرو گے؟"

وہ بولا۔ "آپ پہلے "تھری ڈی" سے یہ سوال کریں۔ ان کے ذہنوں میں بھی کوئی تدبیر ہوگی۔"

ڈی ہارولے نے کہا۔ "میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ نوبل ہائز کو یہاں واپس بلایا جائے۔ پھر یہاں سے کسی یوگا کے ایسے ماہر کو بھیجا جائے جس کے دماغ میں صرف ہم جاتے رہیں اور اس کے ذریعے فرہاد کی چالوں کا توڑ کرتے رہیں۔"

ڈی کرین نے کہا۔ "یہاں سے ایک نہیں تین یوگا کے ماہرین بھیجے جائیں اور ہم "تھری ڈی" ان میں سے ایک ایک کو اپنا آلۂ کار بنا کر فرہاد کے اطراف گھیرا تنگ کریں۔ کسی طرح اسے زخمی کر کے اپنا غلام بنائیں۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "جب تک ہم فرہاد کا طلسم نہیں توڑیں گے اسے اپنے قابو میں نہیں کریں گے یا اس کی کوئی کمزوری معلوم کر کے اسے تاجکستان سے بھاگ جانے پر مجبور نہیں کریں گے' اس وقت تک وہ ہمارے راستے کا پتھر بنا رہے گا۔"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "ہوں۔ بات تو یہی سمجھ میں آتی ہے کہ پہلے فرہاد کو وہاں مجبور اور بے بس کیا جائے۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "کیوں مسٹر ہرارے! تم کیا کہتے ہو؟ ویسے ازل سے یہی اصول ہے کہ شہ زور بننے کے لیے اگلے کو کمزور بنایا جائے۔ کسی طرح اسے قابو میں کیا جائے۔"

شاطر ہرارے نے کہا۔ "برسوں سے دوست اور دشمن یہ دیکھتے آرہے ہیں کہ اس شیر پر جتنا بھی مضبوط جال پھینکا جائے' وہ اسے توڑ کر نکل جاتا ہے۔ پھر جال پھینکنے والوں کی شامت آجاتی ہے۔"

"مگر تم شاطر ہو۔ تمہاری چال بھی مضبوط ہوگی اور جال بھی۔"

"اس خوش فہمی میں مجھ سے پہلے کئی شاطر مارے گئے۔ میری عقل کہتی ہے کہ نوبل ہائز کو وہیں رہنے دو اور فرہاد کو ہماری جتنی چالیں معلوم ہو چکی ہیں' اسے ان کا توڑ کرتے رہنے دو۔"

سب اسے تعجب سے اور سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ایک افسر نے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"یہ کہہ رہا ہوں کہ فرہاد کو خوش فہمی میں رکھو۔ اسے یہ سمجھتے رہنے دو کہ ہمارا صرف ایک نوبل ہائز وہاں ہے اور ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ فرہاد نے ہمارے اس ایجنٹ کے دماغ میں جگہ نہیں بنائی ہے اور وہ ہماری چالوں کا توڑ کر رہا ہے تو ہم اس کے آگے بے بس ہیں۔ دشمن کو پکڑنے اور مارنے سے بہتر ہے کہ اسے احمقوں کی جنت میں رکھا جائے۔"

"مسٹر ہرارے! تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں لیکن وہ ہماری چالوں کو ناکام بنا تا رہے گا تو ہمیں کیا حاصل ہوگا؟"

وہ بولا۔ "اب ہماری حکمتِ عملی دوسری ہوگی۔ وہاں آئی آر پی اور ڈی پی مسلمانوں کی دو بڑی پارٹیاں ہیں۔ ان دونوں میں معمولی سے اختلافات ہیں لیکن یہ دونوں وقتی طور پر اختلافات بھلا کر کمیونسٹوں اور ڈی پی او پوزیشن کے خلاف متحد ہو گئے ہیں۔ ہم ان مجاہدین کی دونوں پارٹیوں کا اتحاد توڑ سکتے ہیں اور اتحاد توڑنے کا مطلب ہے کہ مسلمان آپس میں لڑتے اور مرتے رہیں گے۔"

"واہ کیا بات ہے مسٹر ہرارے! تمہارا جواب نہیں ہے۔ ہم نشے کے ذریعے انہیں کمزور بنانا چاہتے تھے۔ تم ان مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑا کر کمزور بنانے کا راستہ دکھا رہے ہو۔"

وہ بولا۔ "وہاں منشیات کی اسمگلنگ جاری رہے گی۔ فرہاد اور اس کے ساتھی اسمگلنگ کی روک تھام میں مصروف رہا کریں گے۔ وہاں کی لائبریریوں میں صدیوں پرانی اسلامی کتب کا ذخیرہ ہے۔ انہیں مخالف پارٹیاں تباہ کرنے کی کوشش کریں گی۔ فرہاد ان لائبریریوں کی سلامتی کی کوشش کرتا رہے گا۔ وہ جب بھی نوبل ہائز کے دماغ میں جائے گا اسے یہی معلوم ہوگا کہ اتنے بڑے ملک میں وہی ایک امریکی ایجنٹ ہے اور ہم کبھی نوبل ہائز کو یہ نہیں بتائیں گے کہ وہاں ہمارے خیال خوانی کرنے والے دوسرے ایجنٹوں کے اندر موجود رہ کر دوسری چالیں چل رہے ہیں۔"

"تمہاری پلاننگ بہت عمدہ ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ مسلمانوں میں ایک دوسرے سے کیسے نفرت پیدا کی جائے گی؟"

وہ بولا۔ "مسلمانوں میں کئی فرقے ہیں۔ وہاں سُنّی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ لیکن شیعہ بھی ہیں' وہابی اور اسماعیلی بھی ہیں۔ شمال میں پامیر پہاڑیوں کا جو سلسلہ ہے' وہاں کے علاقوں میں جن مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ سر آغا خان سے عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ کاروباری اور غیر سیاسی لوگ ہیں۔ اسماعیلی مسلمان جس ملک میں بھی رہتے ہیں' وہاں تجارت کرتے ہیں۔ کبھی کسی ملک میں اقتدار حاصل کرنے کے لیے سیاست میں ملوّث نہیں ہوتے اور نہ ہی ہتھیار اٹھاتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ان کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "ہمارے تھری ڈی یہاں بیٹھے بیٹھے سُنّی' شیعہ اور وہابیوں کے علما کے دماغوں میں جگہ بنائیں گے۔ وہ تمام علما تھری ڈی کے معمول اور تابعدار رہ کر اپنے اپنے فرقے اور مسلک کے مطابق اپنے لوگوں کو سمجھائیں گے کہ وہ مسلمان برتر ہیں اور دوسرے مسلمان کمتر ہیں اور اتحاد کے نام پر کامیابیاں حاصل کر کے جو فرقہ اکثریت میں رہ کر اپنی حکومت بنائے گا' وہ اپنے فرقے کے مطابق اسلامی قوانین نافذ کرے گا۔ اور ایسے قوانین دوسرے فرقے کے مسلمان گوارا نہیں کریں گے۔ مختصر یہ کہ ایسے بہت سے معاملات ہیں جن میں الجھا کر ان مسلمانوں کے اتحاد کو توڑا جا سکتا ہے۔ جب یہ ایک دوسرے سے متنفر ہو کر افغانستان کے مسلمانوں کی طرح الگ الگ پارٹیاں بنا لیں گے اور الگ الگ علاقوں تک محدود ہو جائیں گے تو ان کی مجموعی اسلامی قوت کو کچلنا آسان ہو جائے گا۔"

ایک فوجی اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مسٹر ہرارے! تم ہمارے ملک کا سرمایہ ہو۔ ہمارا دماغ ہو۔ جو منصوبہ تم پیش کر رہے ہو' اس کا توڑ فرہاد بھی نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ جب مسلمان آپس میں لڑتے ہیں اور ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں تو خدا بھی ان پر عذاب نازل کرتا ہے۔ فرہاد ہماری دشمنی سے مسلمانوں کو شاید بچا سکے لیکن خدا کے عذاب سے انہیں کیسے بچائے گا۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "میں نے اپنی دانست میں بہت زبردست منصوبہ بنایا ہے لیکن خوش فہمی سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمارے "تھری ڈی" اگرچہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں لیکن وہاں فرہاد کے مقابلے پر ہوں گے۔ وہ فرہاد جو ایک طویل مدت سے خیال خوانی کے انوکھے تجربات رکھتا ہے اور اب تک اتنے آگ اور خون کے دریاؤں سے گزرتا آیا ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے سامنے نو آموز ہیں۔"

پھر اس نے "تھری ڈی" کی جانب رخ کرتے ہوئے کہا۔ "تم تینوں کو یہ حقیقت یاد رکھنا چاہیے کہ فرہاد ایک ایسا سمندر ہے جس کا دوسرا کنارہ نہیں ہے۔ تم تینوں اس سمندر میں چھلانگ لگانے والے ہو۔ اس سمندر کی گہرائی میں اس سے مقابلہ کر کے واپس اپنے ہی کنارے پر آنا ہوگا۔ اگر نہ آ سکے اور اگر اس نے اپنی حکمتِ عملی سے معلوم کر لیا کہ تم تینوں کون ہو تو وہ تاجکستان میں بیٹھے بیٹھے تینوں ڈی کو تین تابوتوں میں سلا دے گا۔"

ڈی کرین نے کہا۔ "مسٹر ہرارے! تم تو مشن شروع کرنے سے پہلے ہمیں دہشت زدہ کر رہے ہو۔ لیکن ہم خوفزدہ ہونے والے ناداں بچے نہیں ہیں۔"

"ہرارے نے کہا۔ "ناداں نہیں ہو' اسی لیے تمہیں ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے۔ لیکن فرہاد کے سامنے خود کو بہت زیادہ دانا بھی نہ سمجھنا۔ تمہارے فائدے کی بات سمجھاتا ہوں۔ اس کے خلاف قدم اٹھانے سے پہلے دس بار سوچنا۔ ہر پہلو پر غور کرنا۔ ذرا سی بھی الجھن یا شبہ ہو تو فوراً ہم سے مشورہ کرنا۔ ایسا کرو گے تو طبعی عمر تک زندہ رہو گے۔"

سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے افسران نے بھی انہیں تاکید کی کہ کوئی بھی پیچیدہ مسئلہ ہو تو وہ "تھری ڈی" اپنے بڑوں سے ضرور مشورہ لیا کریں پھر سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں تاجکستان میں نوبل ہائز سے رابطہ کر رہا ہوں' تم تینوں میرے دماغوں میں آؤ اور اس کی آواز سنو۔"

اس نے رابطہ کیا۔ نوبل ہائز نے کہا۔ "سر! آپ کی ہدایت کے مطابق میں اپنی رہائش گاہ کی چار دیواری میں ہوں۔ نہ کسی سے ملاقات کرنے جا رہا ہوں نہ فون پر کسی سے رابطہ کر رہا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم ہدایات کے مطابق

عمل کرتے ہو۔ اگر ایسے ہی محتاط رہو گے تو فرہاد تمہارے اندر کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ میں ابھی فوج کے اعلیٰ افسران کو فرہاد کے متعلق بتا رہا تھا۔ ان کا بھی یہی خیال ہے کہ تم بہت محتاط رہنے کے عادی ہو۔ ابھی ہمارے پاس خیال خوانی کرنے والوں کی کمی ہے۔ جو ہیں' وہ دوسرے اہم معاملات میں مصروف ہیں۔ چونکہ وہاں فرہاد ہے۔ اس لیے ہم جلد ہی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو تمہارے پاس بھیجیں گے۔"

"شکریہ سر! اگر آپ کا کوئی خیال خوانی کرنے والا یہاں آ کر میرے دماغ کو لاک کر دے گا تو پھر فرہاد کی ٹیلی پیتھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"

"تم اطمینان رکھو۔ تمہارے دماغ کو یہیں سے لاک کر دیا جائے گا۔"

سپر ماسٹر نے رابطہ ختم کر کے مائیک ہرارے سے پوچھا۔ "اگر نوبل ہائز کے دماغ کو لاک کرایا جائے تو کیا فرہاد کے لیے مشکلات پیدا ہوں گی؟"

وہ بولا۔ "اگر نوبل ہائز کے مطابق فرہاد ابھی تک پہنچ نہیں پایا ہے تو پھر وہ بے چارہ بھی آئندہ اس کی خیال خوانی سے محفوظ رہے گا۔ کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "میں ابھی اپنے بنگلے میں جاؤں گا۔ نوبل ہائز کے اندر پہنچ کر اس کے ذریعے وہاں کے اہم راہنماؤں کی آوازیں سنوں گا اس کے بعد اس کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کر دوں گا۔"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "ہم "تھری ڈی" وہاں کے مسلمان راہنماؤں کے ذریعے ان کے علما کے اندر جائیں گے اور انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنائیں گے۔"

وہ خفیہ اجلاس برخاست ہو گیا۔ تمام افسران اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اسی آرمی ہیڈ کوارٹر کے اندر اپنے اپنے بنگلے میں چلے گئے۔ مائیک ہرارے نے بھی اپنے بنگلے میں آ کر ایک سیاہی کو کافی لانے کے لیے کہا پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر پارس کے متعلق سوچنے لگا۔ ابھی خفیہ اجلاس میں شریک ہونے سے پہلے بھی وہ پارس کے متعلق ہی سوچ رہا تھا۔ کیونکہ اس وقت شی تارا کے دماغ کو اپنے قابو میں کرتے کرتے پارس کی مداخلت سے ناکام ہو کر اپنے بنگلے میں داخلی طور پر حاضر ہو گیا تھا۔ شطرنج کی بازی میں کبھی شکست نہ کھانے والا دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا کہ پارس بھی زبردست شاطر ہے۔

ناکامی کا سبب یہ تھا کہ وہ شی تارا سے فون کے ذریعے دوستی کرنے کے بعد اس کے تابعدار پاشا کی غیر معمولی سماعت پر بھروسا کر رہا تھا۔ مائیک ہرارے کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو پاشا پر بھروسا کرتا۔ کیونکہ سب ہی اس کی غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی قوت کے بارے میں جانتے تھے۔ وہ جو سنتا تھا' جو تاریکی میں دیکھ کر بتاتا تھا اس پر یقین کر لیتے تھے۔ مائیک ہرارے اور شی تارا نے پاشا کے ذریعے پہلے یہ معلوم کیا کہ پارس کس ہیلی کاپٹر میں دشمنوں سے جنگ کر رہا ہے اور آخری دشمن کو ختم کرنے کے بعد ہیلی کاپٹر میں کہیں جا رہا ہے۔

یوں خیال قائم کیا گیا کہ وہ کشمیر سے نکل کر ہیلی کاپٹر کے ذریعے سیاچن گلیشیر کی طرف جائے گا۔ چونکہ وہاں تیز برفانی ہواؤں کے سبب ہیلی کاپٹر کی پرواز محفوظ نہیں ہوتی اس لیے وہ درہ قراقرم' خنجراب یا پھر بھارتی علاقہ لداخ کی طرف جائے گا۔

پھر انہوں نے پاشا کے ذریعے اس رات پارس کی آواز سنی۔ اس کے ساتھ کسی عورت کی بھی آواز آ رہی تھی اور پارس کی باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ عورت نیپالی زبان بول رہی ہے۔

مائیک ہرارے کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ پارس کتنا بڑا فراڈ ہے۔ جو کچھ وہ پاشا کے ذریعے سن رہے ہیں' وہ دراصل پارس انہیں ایک کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے سنا رہا ہے اور انہیں ایک نیپالی عورت کی موجودگی سے سمجھا رہا ہے کہ وہ ابھی بھارتی علاقے میں کہیں ہے اور بھارتی علاقے سے یہی سمجھا گیا کہ وہ کشمیر سے لداخ کے درمیان کسی بستی میں ہے۔

اگر مائیک ہرارے کو ذرا بھی شبہ ہوتا کہ پارس دہلی میں شی تارا کے کہیں آس پاس ہے تو وہ کبھی پوجا کو اپنی معمولہ بنا کر شی تارا کو اعصابی کمزوری کی دوا پلانے اور اس کے دماغ میں گھسنے کی پلاننگ نہ کرتا۔

وہ میدان صاف دیکھ کر بہت بڑی بازی جیتنے والا تھا۔ اب وہی بڑی بازی ہار گئی تارا اور پارس پر یہ ظاہر کر چکا تھا کہ شطرنج کا عالمی چیمپئن ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اور اس کا تعلق سپر ماسٹر سے ہے۔

بڑی گڑبڑ ہو گئی تھی۔ اب یہ بگڑا ہوا کام کس طرح بنایا جا سکتا تھا۔ اگر وہ بھارتی فوج کو بتا دیتا کہ شی تارا کا موجودہ فون نمبر کیا ہے اور وہ دہلی کے کس محلے کی ایک کوٹھی میں ابھی موجود ہے تو فوجی اسے ضرور گرفتار کرتے۔ کیونکہ فوجی افسران شی تارا کو دیس بھگت (محبِ وطن) تسلیم نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ پارس کی دیوانی ہے اور کشمیر میں فوجیوں کو منع کرتی ہے کہ وہ پارس کو گولی نہ ماریں۔ زیادہ سے زیادہ زخمی کریں۔ اس کے بعد وہ پارس پر قابو پا لے گی اور وہ فوجی اس کی ٹیلی پیتھی کی وجہ سے مجبور ہو جاتے تھے۔

مائیک ہرارے کے لیے یہ عجیب و غریب عشق تھا کہ دونوں ایک دوسرے سے دشمنی بھی رکھتے تھے اور مصیبت کے وقت ایک دوسرے کے کام بھی آ سکتے تھے۔ پارس اسے دشمن سمجھ کر اس سے دور دور تھا۔ وہ پاشا کے ذریعے اس کی آواز سن کر اسے تلاش کر رہی تھی۔ مائیک ہرارے کی باتوں میں آ کر اسے اپنا غلام بنانا چاہتی تھی۔ اور اسی پارس نے اس بلائے جان محبوبہ کو ہرارے کی

عمر بھر کی غلامی سے بچالیا تھا۔

اس وقت پوجا اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو کر ایک بستر پر پڑی تھی۔ ہمارے اس کے چور خیالات پڑھ کر شی تارا کی موجودہ مصروفیات کو سمجھ سکتا تھا۔ اس نے مسلم کیا۔ دائی ماں نے ایک ڈاکٹر کو بلا کر پوجا کا معائنہ کرایا تھا۔ ڈاکٹر اسے اعصابی کمزوری دور ہونے کی دوا دے کر اور ایک انجکشن لگا کر چلا گیا تھا اور کہہ گیا تھا کہ ابھی پوجا کو نیند آجائے گی۔

شی تارا نے پوجا کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیر کر کہا۔ "تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ مائیک ہرارے نے مجھے پھانسنے کے لیے تمہیں آلۂ کار بنایا تھا۔ میں خیریت سے ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں اپنے بیڈ روم میں رہوں گی۔ کوئی ضرورت ہو تو مجھے یا ماں جی کو آواز دینا۔ تمہاری توانائی جلد ہی بحال ہو جائے گی۔"

پوجا نے آنکھیں بند کرلیں۔ اب مائیک ہرارے اس کے خوابیدہ دماغ سے یہ تصدیق کرچکا تھا کہ شی تارا اپنے بیڈ روم میں ہے۔ اس نے پوجا کے چور خیالات سے ایک فوجی افسر کے فون نمبر معلوم کیے۔ پھر اپنے فون کا ریسیور اٹھا کر اس سے رابطہ کیا اور کہا۔ "آپ مجھے نہیں جانتے۔ ویسے جاننا بھی ضروری نہیں ہے۔ میں ایک ایسی اہم اطلاع دے رہا ہوں جسے سن کر آپ خوش ہوں گے اور سچے دیس بھگت کی طرح فوراً اس پر عمل کریں گے۔"

اس نے شی تارا کی موجودہ رہائش گاہ کا پتا بتا کر کہا۔ "اگرچہ شی تارا بھارتی ہے۔ ایک ہندو ہے۔ لیکن فرہاد کی فیملی سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس نے کشمیر میں پارس کو گرفتار نہیں ہونے دیا۔ اگر آپ نے اسے گرفتار نہیں کیا تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کے تمام فوجی راز اسلامی ممالک تک پہنچا دے گی۔"

افسر نے کہا۔ "اگر آپ درست اطلاع دے رہے ہیں تو ہم آپ کا احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔ بائی دی وے آپ ہیں کون؟"

"آپ پہلے شی تارا کو گرفتار کریں پھر میں اپنا تعارف کراؤں گا اور یہ تاکید کروں گا کہ آپ اور آپ کے فوجی جوان اسے گرفتار کرنے تک بالکل گونگے بنے رہیں۔ ورنہ وہ آپ کے دماغوں میں زلزلے پیدا کرنے لگے گی اور ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

مائیک ہرارے ریسیور رکھ کر اس فوجی افسر کے اندر پہنچ گیا اور اس کی کارروائی دیکھنے لگا۔ وہ اپنے ماتحت کو بلا کر کہہ رہا تھا۔ "پچیس مسلح جوانوں کو تیار کرو۔ ہم ابھی ایک کوٹھی کا محاصرہ کریں گے۔"

ماتحت کے جانے کے بعد اس نے بڑی فوج کے جنرل سے رابطہ کیا۔ اسے شی تارا کے بارے میں بتایا اور کہا۔ "اگر اطلاع درست ہوئی تو شی تارا ایک گھنٹے کے اندر گرفتار ہو جائے گی۔ اگر وہ کسی طرح بچ نکلنا چاہے گی تو اسے گھیرنے اور گرفتار کرنے کے لیے شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکا بندی ضروری ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ ناکا بندی کا حکم صادر کریں۔ دہلی شہر کی پولیس اور انتظامیہ کو الرٹ کردیں تاکہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی شہر سے باہر نہ جاسکے۔"

جنرل نے کہا۔ "شی تارا پچھلے دنوں ہمارے لیے مصیبت بنی رہی۔ ہمارے بڑے بڑے افسران کے دماغوں میں جاکر اپنی مرضی کے مطابق ان سے عمل کراتی رہی۔ کئی افسران کی انسلٹ کرتی رہی۔ بھگوان کرے وہ گرفت میں آجائے۔ پھر ہم اس کی ٹیلی پیتھی سمیت اسے چتا میں جلا دیں گے۔"

جنرل سے رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ افسر اپنے ماتحت اور پچیس مسلح فوجی جوانوں کے ساتھ شی تارا کی رہائش گاہ کی سمت جانے لگا۔ تینوں افواج کے اعلیٰ افسران اس ٹیلی پیتھی جاننے والی سے اس قدر خار کھائے ہوئے تھے کہ اسے جان سے مار ڈالنا چاہتے تھے جبکہ مائیک ہرارے نے سوچ رکھا تھا کہ شی تارا کو مرنے نہیں دے گا۔ صرف زخمی کرے گا اور اس کے دماغ پر آئندہ حکومت کرتا رہے گا۔

انہوں نے اس کوٹھی کا محاصرہ کرلیا۔ احاطے کا بڑا گیٹ کھلا ہوا تھا۔ کوئی ملازم وہاں نہیں تھا۔ افسر نے دروازے پر آکر دستک دی۔ کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ پھر زور سے دروازے کو پیٹنا چاہا تو وہ کھل گیا۔ کیونکہ اندر سے بند نہیں تھا۔ وہ چھ مسلح فوجیوں کے ساتھ اندر آیا۔ ڈرائنگ روم سے گزر کر ایک کمرے میں دیکھا' وہاں پوجا بستر پر گہری نیند میں تھی۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ پوجا ڈی شی تارا بن کر رہتی تھی۔ اس وقت بھی وہ شی تارا کا چولا پہنائے ہوئے تھی۔ ایک ماتحت نے افسر سے کہا۔ "سر! میں نے اس لڑکی کو سری نگر کے لیک ویو ہوٹل میں دیکھا تھا۔ وہاں یہ وہ گل کی ٹیم سے تعلق رکھنے والی ارینا قتل کی گئی تھی۔ اس کا ایک ساتھی پاشا زخمی ہوا تھا اور ایک شخص جو ایک پنڈی کے بھیس میں تھا' اس کا بھی قتل ہوا تھا۔ یہ لڑکی واردات کی جگہ موجود تھی۔ پھر اچانک وہاں سے کہیں چلی گئی تھی۔"

افسر نے کہا "ہم نے کبھی شی تارا تو نہیں دیکھا ہے شاید یہی شی تارا ہے۔"

ڈرائنگ روم میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ماتحت نے وہاں آکر ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ مائیک ہرارے نے کہا۔ "اپنے افسر سے کہو' وہ جس لڑکی کو نیند کی حالت میں دیکھ رہا ہے' وہ شی تارا کی ڈی ہے۔ اس کا نام پوجا ہے۔ اصل شی تارا اور اس کی بوڑھی دائی ماں دوسرے بیڈ روم میں ہیں۔"

ماتحت نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ اور تمہیں یہ کیسے معلوم ہو رہا ہے کہ ہم شی تارا کو نہیں اس کی ڈی کو دیکھ رہے ہیں۔"

"سوال کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ میں تمہارے افسر کا مخبر ہوں۔ اور یاد رکھو اسی کوٹھی کے کسی پچھلے کمرے میں وہ پاشا بھی ہوگا' جو ہوٹل لیک ویو کے ڈائننگ ہال میں زخمی ہوا تھا۔"

ماتحت ریسیور رکھ کر تیزی سے چلتا ہوا افسر کے پاس آیا۔ افسر پوجا کو جھنجھوڑ کر جگا رہا تھا۔ وہ کمزوری سے کراہتی ہوئی ذرا آنکھیں کھول رہی تھی اور پھر سونے لگتی تھی۔ ماتحت نے کہا۔ "سر! فون پر آپ کا ایک مخبر کہہ رہا ہے کہ یہ شی تارا کی ڈی ہے۔ اس کا نام پوجا ہے۔ اصل شی تارا ایک بوڑھی دائی ماں کے ساتھ کسی دوسرے بیڈ روم میں ہے۔"

وہ تمام مسلح فوجی اس کوٹھی کے تمام کمروں کے دروازے کھول کر دیکھنے لگے۔ تمام کمرے خالی تھے۔ ماتحت نے کہا۔ "فون پر بتایا گیا ہے کہ پاشا بھی کوٹھی کے کسی پچھلے کمرے میں ہے۔ لیکن یہاں تو صرف وہی پوجا ہے۔"

مائیک ہرارے افسر کے اندر موجود تھا اور شی تارا کے نظر نہ آنے پر مایوس ہو رہا تھا۔ وہ پوجا سے یہ کہہ کر گئی تھی کہ دوسرے بیڈ روم میں رہے گی۔ جیسا کہ وہ پوجا کو چھوٹی بہن کی طرح چاہتی تھی۔ اس کے پیشِ نظر یہ سوچا نہیں جاسکتا تھا کہ وہ چھوٹی بہن کو بیماری کی حالت میں چھوڑ کر چلی جائے گی۔

فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ اس بار افسر نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو! کون ہے؟"

شی تارا کی آواز آئی۔ "وہی ہوں جسے تم تلاش کر رہے ہو۔ ابھی تمہارے اندر سپر ماسٹر کا ایک خیال خوانی کرنے والا مائیک ہرارے چھپا ہوا ہے' وہ تمہیں میرے پیچھے دوڑا رہا ہے۔ مت دوڑو' تھک جاؤ گے۔ گر جاؤ گے اور اگر میرے علم سے اپاہج ہو گئے تو فوج میں رہنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

وہ بولا۔ "ہم زخم کھانے اور دیس پر جان دینے کے لیے وردی پہنتے ہیں۔ تمہاری طرح ہم دیس کے دشمن نہیں ہیں۔"

"تم لوگ مجھے دشمن بنا رہے ہو۔ میں نے تم لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑا۔ پھر مجھے گرفتار کرنے کیوں آئے ہو؟"

"تم نے پچھلے دنوں ہمارے کئی اعلیٰ افسران کو گالیاں دی تھیں اور بعض کے دماغوں میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔"

"وہ افسران اپنے فرائض سے کوتاہی کر رہے تھے۔ اور ڈیوٹی کے وقت شراب پیا کرتے تھے۔ یہ سمجھتے تھے کہ سیاسی حکمران انہیں روکنے ٹوکنے کی جرأت نہیں کرسکتے اور ان سے اوپر صرف بھگوان ہے اور بھگوان انہیں سزا دینے دھرتی پر نہیں آئے گا۔ اس لیے میں انہیں سزا دے کر انہیں فرائض کو سمجھنے اور ادا کرنے پر مجبور کرتی ہوں۔"

"تمہیں ہمارے دیس سے اور ہم فوجیوں سے نہیں' صرف پارس سے دلچسپی ہے۔ جب بھی وہ گرفت میں آتے آتے نکل جاتا تھا' تم اس بات کا غصہ ہم پر اتارتی تھیں۔ جب اس کی موت کی جھوٹی خبر پھیلی تو تم نے ہمارے کئی افسران کے دماغوں میں زلزلے پیدا کر کے انہیں دماغی مریض بنا دیا۔"

"سری نگر میں کوئی بہت بڑا شہر نہیں ہے۔ اس ایک شہر میں پوری فوج پارس کا سراغ نہ لگا سکی۔ تم لوگوں کو اپنی یہ کوتاہی اور غیر ذمے داری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

"ہم سب نے متفقہ طور پر یہ سمجھ لیا ہے کہ تم فرہاد کے بیٹے پارس کی داشتہ ہو۔ اس کے ساتھ راتیں گزارنا نصیب نہیں ہو رہی ہیں' اس لیے ہم پر غصہ اتارتی رہتی ہو۔"

وہ غصے سے بھڑک گئی۔ محبت سے قربان ہونے اور پارس کی تمنا کرنے والی کے لیے یہ ایک گالی تھی کہ وہ داشتہ ہے۔ اس نے اچانک افسر کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ یکبارگی چیخ مار کر اچھلتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ ریسیور ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اب فون کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ اس کے اندر بولی۔ "گئے! تو محبت کو کیا سمجھے گا۔ عورت کی شرم و حیا کو کیا سمجھے گا۔ شرم والیاں کسی ایک کی ہوتی ہیں اور سر سے پیر تک اپنے بدن کو' اپنی ذات کو' اپنے دل کی ایک ایک دھڑکن کو اور اپنے دماغ کی ایک ایک سوچ کو صرف اپنے ایک چاہنے والے کی امانت سمجھتی ہیں۔ وہ اپنی امانت مانگتا ہے تو وہ دیتی ہیں۔ نہیں مانگتا ہے تو اسی کے لیے خود کو سنبھال کر رکھتی ہیں۔"

وہ طیش میں آکر بول رہی تھی۔ مسلح فوجی اپنے افسر کو فرش پر تڑپتے دیکھ کر اسے سنبھال رہے تھے۔ اس کا ماتحت کہہ رہا تھا۔ "شی تارا! تم کتنے افسران اور فوجی جوانوں کو دماغی مریض بناؤ گی۔ تمہارا برا انجام قریب ہے۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ تم اس دہلی شہر میں ہو۔ ہم تمہیں اس شہر سے باہر نکل بھاگنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

وہ دماغی طور پر ہوٹل تاج محل کے ایک کمرے میں حاضر ہو گئی۔ اگر چاہتی تو ماتحت کو بھی سزا دے سکتی تھی لیکن یہ بات اہم تھی کہ دہلی میں اس کا سراغ مل گیا ہے۔ اب شہر کی ناکا بندی ہو گی اور اسے یہاں سے نکلنے کا موقع نہیں ملے گا۔ لہٰذا فوراً ہی شہر چھوڑنے کے لیے کوئی محفوظ راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

اس نے دائی ماں سے کہا۔ "مائیک ہرارے اپنی ناکامی برداشت نہیں کر رہا ہے۔ اس نے بھارتی سینا کو میرے پیچھے لگا دیا ہے۔ شہر کی ناکا بندی ہو رہی ہو گی۔ ہر جوان اور بوڑھی کو چیک کیا جائے گا۔"

دائی ماں نے کہا۔ "تیری ایک پہچان یہ ہے کہ میں بوڑھی تیرے ساتھ ہوں اور پاشا جیسا پہاڑ تیرا باڈی گارڈ ہے۔ پولیس اور فوج والے سب سے پہلے تاج محل جیسے مہنگے ہوٹل میں تجھے ڈھونڈنے آئیں گے۔"

وہ ایک چھوٹے سے بیگ میں ضروری سامان رکھتے ہوئے بولی۔ "میں جا رہی ہوں۔ تم بھی یہاں سے نکل کر کسی کے گھر میں اپنا ٹھکانا بناؤ۔ پاشا سے کہو۔ ریلوے اسٹیشن کے مسافر خانے میں

رہے۔ میں رابطہ کرتی رہوں گی۔"

پاشا اسی ہوٹل کے دوسرے کمرے میں تھا۔ وہ اسے اور روائی ماں کو چھوڑ کر باہر آئی۔ تیزی سے سوچتی رہی کہ شہر سے باہر نکلنے کے لیے کون سا راستہ اختیار کرے۔

وہ ہوٹل سے باہر آکر ایک فٹ پاتھ پر کھڑی ہوگئی۔ اگر محض پوری فوج کے درمیان سے گزرنا ہوتا تو وہ ان سب کی آنکھوں میں مٹی پھینکی کی دُھول جھونک کر بخیریت کسی دوسرے شہر میں پہنچ جاتی۔ لیکن اسے مائیک ہرارے کی طرف سے خطرہ تھا۔ وہ بھارتی فوجی افسران سے تعاون کررہا ہوگا۔ جس عورت پر بھی شی تارا ہونے کا شبہ ہوتا ہوگا' وہ اسی عورت کے چور خیالات پڑھتا ہوگا۔ اگر شی تارا بھی کسی فوجی افسر کی نظروں میں آجاتی اور اس افسر کے ساتھ مائیک ہرارے ہوتا اور وہ ہرارے کی آمد پر سانس روک لیتی تو اسے دماغ کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا جاتا یا پھر اسے زخمی کیا جاتا اور یوں ہرارے اس کے اندر آکر تصدیق کردیتا کہ یہی شی تارا ہے۔

فی الوقت یہ اطمینان تھا کہ کوئی اسے چہرے سے نہیں پہچانتا ہے۔ پوجا اس کی ڈی کی شکل میں تھی۔ ایسی چھ ڈیمز دنیا کے بڑے ملکوں کے بڑے شہروں میں تھیں۔ دوست اور دشمن ان تمام ڈیمز کو دیکھ کر شی تارا کی صورت سے آشنا ہوسکتے تھے اور فٹ پاتھ پر کھڑی ہوئی شی تارا ان میں سے کسی کی ہم شکل نہیں تھی۔

عقل کہہ رہی تھی کہ اب اس شہر سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ ورنہ کسی نہ کسی چیک پوسٹ پر پکڑی جائے گی۔ معاملہ پولیس کا نہیں' فوج کا تھا۔ لہٰذا پولیس بھی بڑی مستعدی سے اسے تلاش کررہی تھی۔ دانشمندی یہی تھی کہ جب تک دشمن اسے تلاش کرنے میں ناکام نہ ہوں اور ناکا بندی ختم نہ ہو' وہ اسی شہر میں کسی ایسی جگہ پناہ لے' جہاں پولیس اور فوج نہ پہنچ سکے۔

بھلا ایسی کون سی جگہ ہوسکتی ہے کہ جہاں وہ پہنچے' وہاں پولیس یا فوج نہ پہنچ سکے۔ یوں پریشانی میں چھپنے کے لیے تدبیر سوچی جائے تو دماغ کام نہیں کرتا۔ یہ بات یقینی سی لگتی ہے کہ جس جگہ ایک انسان پہنچ سکتا ہے' تو وہاں دس بھی پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات بھی یقینی لگتی ہے کہ جہاں خوشبو ہوتی ہے' وہاں بدبو نہیں آتی۔ جہاں پانی ہوتا ہے' وہاں آگ نہیں لگتی۔ ایسی کوئی دلیل شی تارا کے ذہن میں نہیں تھی۔

ایسے ہی وقت ایک شخص گلے میں مفلر ڈالے۔ سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے اس کے قریب آیا۔ وہ اپنی بڑی بڑی مونچھوں سے اور حلیے سے بدمعاش لگتا تھا۔ اس نے چٹکی بجا کر سگریٹ کی راکھ جھاڑتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اکیلی ہو؟ ماں قسم میں بھی اکیلا ہوں۔ شاید ہم دونوں کے لیے ہی کہا گیا ہے کہ خوب گزرے گی جب مل بیٹھیں گے اکیلے دو۔"

شی تارا کو اس کی بات پر غصہ آیا۔ وہ ایک چٹکی بجا کر اسے فٹ پاتھ سے سڑک پر کسی گاڑی کے نیچے پھینک سکتی تھی مگر غصے کے باوجود عقل آئی کہ مسکرا کر بولنا چاہیے۔ شاید ایسے وقت غنڈے بدمعاش ہی کام آجائیں۔

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں اکیلی تم اکیلے۔ مگر ہم جائیں گے کہاں؟"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "ہمارے دیس کی زمین پر طرح طرح کی جنتیں آباد ہیں۔ ہم ایسی ہی ایک جنت میں چلیں گے۔"

اس نے دو انگلیاں منہ میں ڈال کر زور سے سیٹی بجائی۔ کچھ فاصلے پر ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اسٹارٹ ہوئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی قریب آکر رک گئی۔ اس میں سے ایک دبلا پتلا بدمعاش نکل کر بولا۔ "استاد! تمہارا جواب نہیں ہے۔ شکار کو پہلے ہی بھانپ کر ٹیکسی والے کو روک رکھا تھا۔"

اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ شی تارا وہاں بیٹھ گئی۔ دونوں بدمعاش اس کے آس پاس آکر بیٹھ گئے۔ ایک نے ڈرائیور سے کہا۔ "چلو آگے بڑھو۔ ہم راستہ بتائیں گے۔"

سکھ ڈرائیو نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "باؤجی! ہم ڈرائیور ہیں۔ سواریوں کو خوب پہچانتے ہیں۔ جس انداز میں چھوکری کو لے جارہے ہو' اس سے منزل کا پتا چل گیا ہے۔"

شی تارا زیرِلب مسکرا رہی تھی۔ سمجھ رہی تھی' یہ لوگ اسے بازارِ حسن میں لے جائیں گے۔ وہ ایک عورت کے لیے بڑی شرمناک جگہ ہے۔ لیکن اس کے لیے محفوظ پناہ گاہ بن سکتی ہے۔ پولیس اور فوج والے کبھی نہیں سوچیں گے کہ شی تارا پیشہ کرنے والیوں کی جگہ پائی جاسکتی ہے۔

وہ مطمئن تھی کہ کوئی مرد وہاں اسے ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ اس کی زندگی میں تو بس ایک ہی مرد آیا ہے پھر کوئی دوسرا کبھی نہیں آئے گا۔ ایسا سوچتے وقت اسے پارس یاد آرہا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے اسے مائیک ہرارے کے مکروفریب سے بچایا تھا اور جس طرح بچایا تھا اس سے ظاہر ہورہا تھا کہ وہ بھی اسی دہلی شہر میں ہے۔

کیا وہ اب بھی یہاں ہوگا؟ اس نے کہا تھا کہ سری نگر میں کالی مندر کی عمارت میں دشمنوں سے بچ نکلنے میں شی تارا نے اس کی مدد کی تھی۔ وہ کسی کا قرض اپنے سر پر نہیں رکھتا۔ اس لیے جواباً اس نے ایک دشمن کی مونچھ اور تابعدار بننے سے بچا کر جارہا ہے۔

کیا وہ جا چکا ہے؟ یہ شہر چھوڑ چکا ہے؟ کیا اس نے یہ نہیں سوچا ہوگا کہ مائیک ہرارے ناکام ہو کر پھر کوئی چال چل سکتا ہے اور ایسے وقت پھر اسے اپنے محبوب کے تعاون کی ضرورت پیش آئے گی۔

ایسے وقت پارس کا کچھ ذکر ہو جائے کہ وہ سری نگر سے دہلی کیوں چلا آیا؟ جبکہ اسے امریکی عزائم کا پتا چل گیا تھا کہ وہ سیاچن گلیشیر میں بھارتی اور پاکستانی فوجوں کی نقل و حرکت اور فوجی کمزوریاں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

پارس نے طے کیا تھا کہ وہ کشمیر سے اب پاکستان کی سمت درہ قراقرم کے علاقے میں جائے گا۔ ایسے ہی وقت آمنہ فرہاد (رسونتی) نے اس سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "چوبیس گھنٹے کے بعد عادل اور انا' عکس منتقل کرنے والے آلات کے ساتھ شاہراہِ ریشم کے قریب منجراب پہنچیں گے۔ سپرماسٹر کے آلۂ کار بھی ایسے ہی عکس منتقل کرنے والے آلات کے ساتھ وہاں جارہے ہیں اور ان آلات کے ذریعے دونوں ملکوں کے فوجی راز معلوم کرنے والے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "ماما! میں بھی اسی طرف جانے کے متعلق سوچ رہا تھا۔"

"میں جانتی ہوں بیٹے! مگر چوبیس گھنٹے کے بعد جاؤ۔ تم نے لیک ویو میں پوجا کو دیکھا ہے۔ وہ واپس شی تارا کے پاس جارہی ہے۔ اس کا تعاقب کرو اور شی تارا پر نظر رکھو۔ میری ہونے والی بہو بہت بڑی مصیبت میں پھنسنے والی ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہوں گی۔ اسے صرف مصیبت سے نہیں' دہلی شہر سے بھی باہر پہنچا کر منجراب چلے جاؤ۔"

پارس نے ماں کی ہدایت پر عمل کیا۔ پوجا کا تعاقب کرتا ہوا دہلی آیا۔ وہاں شی تارا نے پوجا کی رہائش کا الگ انتظام کیا تھا۔ اسے ائرپورٹ سے ساتھ لے کر اس کی رہائش گاہ میں آئی اور وہاں دیر تک رہی کیونکہ پوجا کی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ یہ وہی وقت تھا جب مائیک ہرارے نے بیمار پوجا کے دماغ میں جگہ بنالی تھی۔ ان واقعات کی تفصیلات پچھلے باب میں بیان کی جاچکی ہیں۔

شی تارا آدھی رات گزر جانے کے بعد دائی ماں کے ساتھ پوجا کے مکان سے نکلی۔ پھر اپنی کوٹھی کی طرف گئی۔ پارس نے اس کا تعاقب کرکے اس کی کوٹھی کو بھی دیکھ لیا۔ پھر رات گزارنے کے لیے ایک درمیانہ درجے کے ہوٹل میں آگیا۔ وہاں ایک کمرا حاصل کرکے آرام سے سوگیا۔ ارادہ تھا کم از کم چار گھنٹے تک سونے کے بعد پوجا اور شی تارا کی خبر لے گا۔ لیکن چار گھنٹے سے پہلے ہی آنکھ کھل گئی۔ باربرا اس کے اندر کوڈورڈز ادا کرکے بول رہی تھی۔ "کام کے وقت گہری نیند سوتے ہو شرم نہیں آتی۔"

"تمہارے ساتھ سوتا تو ضرور شرم آتی۔ دونوں ساتھ شرماتے تو اچھا لگتا۔"

"شٹ اپ تمہیں ایسی باتوں کے سوا آتا بھی کیا ہے؟ بیچاری آفرین جیسی نہ جانے کتنی لڑکیاں تمہارے عشق میں جان گنوا بیٹھی ہیں۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "مجھے آفرین کی موت کا صدمہ ہے۔ میں اسے کبھی بھلا نہیں پاؤں گا۔ لیکن صدمہ کرنے سے وہ واپس نہیں آئے گی۔ پھر میری زندہ دلی والی جو فطرت ہے' وہ فطرت قائم رہے گی۔ تم اپنی بات کرو' کیسے آنا ہوا؟"

وہ بولی۔ "ماما نے ہدایت کی تھی کہ میں پوجا کے پاس جاؤں اور تمہیں اس کے بارے میں معلومات فراہم کروں۔"

پھر باربرا نے بتایا کہ وہ بیمار پوجا کے دماغ میں خاموشی سے گھس گئی تھی۔ وہاں ایک شخص اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا چکا ہے اور اس کے ذریعے شی تارا کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اسے بھی اپنی معمولہ اور کنیز بنانے والا ہے۔ اس وقت پوجا نے ایک میڈیکل اسٹور سے ایک مُنشّیات خریدی ہے اور اب شی تارا کی کوٹھی کی طرف جارہی ہے۔

باربرا یہ معلومات فراہم کرنے کے بعد چلی گئی۔ اس کے بعد پارس نے جس طرح ڈرامائی انداز میں شی تارا کو مائیک ہرارے کی کنیز بنانے سے بچایا' اس کا تفصیلی ذکر بھی پچھلے باب میں ہوچکا ہے۔

ماں کی ایک ہدایت پر عمل کرنے کے بعد دوسری ہدایت بھی یاد رہی کہ شی تارا کو دہلی شہر سے باہر پہنچانا ہے۔ گویا ابھی مصیبت کے سائے اس پر منڈلا رہے تھے۔ اگرچہ وہ ہرارے کی سازش سے بچنے کے ایک گھنٹے بعد ہی اپنی کوٹھی چھوڑ چکی تھی۔ دائی ماں اور پاشا کے ساتھ ہوٹل تاج محل میں چلی گئی تھی۔

پارس دور ہی دور سے اس کی نگرانی کررہا تھا۔ اس کے پاس اپنی گاڑی نہیں تھی۔ اس لیے تعاقب میں دشواری ہورہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا پتا نہیں' وہ اور کہاں کہاں بھٹکے گی۔ اس کا پیچھا کرنے کے لیے ایک گاڑی لازمی تھی۔

وہ درمیانے درجے کے ہوٹل میں واپس آیا۔ وہاں ایک سکھ ڈرائیور اپنی ٹیکسی میں بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ پارس کے ذہن میں ایک تدبیر آگئی۔ اس نے میک اپ کا کچھ سامان خریدا۔ ہوٹل کے کمرے میں آکر چہرے پر داڑھی مونچھوں کا اضافہ کیا۔ سر پر پگڑی باندھی اور پوری طرح ایک سکھ بن کر ہوٹل سے باہر آگیا۔

اس ہوٹل کے سامنے کتنے ہی رکشا اور ٹیکسی والے آکر رکتے تھے۔ کھانا کھاتے یا صرف چائے پی کر چلے جاتے تھے۔ اس وقت وہاں ہندو ڈرائیوروں کے علاوہ دو سکھ ڈرائیور بھی تھے۔ ایک ڈرائیور نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا۔ "بھایا! سسری کال۔ کتھے جانا اے؟"

پارس نے قریب آکر دھیمی آواز میں کہا۔ "سسری کال۔ مجھے کہیں جانا نہیں ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ تم میرے سکھ بھائی ہو اس لیے اپنا ایک راز تم سے کہنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور کہو۔ میرا نام گرچن سنگھ ہے۔ بھائی کہتے ہو تو دل کی بات کہہ دو۔"

پارس نے رازداری سے کہا۔ "میں امرتسر سے آیا ہوں۔ بھارت سرکار کے پاس باغی سکھوں کی جو فہرست ہے اس میں میرا بھی نام ہے۔ میری گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا تھا۔ میں چھپ چھپا کر دہلی آگیا ہوں۔"

وہ پارس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "بھایا! فکر نہ کر۔ ہم تجھے پناہ دیں گے۔ مگر انٹیلی جنس والوں نے امرتسر میں تیری تصویر وغیرہ بھی حاصل کی ہوگی۔ وہ تصویر کے ذریعے تجھے پہچان لیں گے۔"

پارس نے کہا۔ "جاسوس تو کیا مجھے میرے ماں باپ بھی نہیں پہچان سکیں گے۔ یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ میں نے پانچ برس تک بمبئی کی فلم انڈسٹری میں میک اپ مین کی حیثیت سے ملازمت کی ہے۔ مجھے میک اپ کا ایسا تجربہ ہے کہ آدمی کا حلیہ بدل کر رکھ دیتا ہوں۔"

"واہ بھایا! پھر تو تم کمال کے بھایا ہو۔ کیا کام دھندا تلاش کر رہے ہو؟"

"ہاں' یہی میری پریشانی ہے۔ امرتسر میں ٹیکسی چلاتا رہا ہوں۔ لیکن یہاں کوئی مہاجن کسی ضمانت کے بغیر مجھے اپنی ٹیکسی نہیں دے گا۔"

"ادے پروانہ کرو۔ ابھی میرے ساتھ چلو۔ ٹیکسی بھی ملے گی اور تمہارا لائسنس بھی بنا دیا جائے گا۔ چلو آجاؤ۔"

اس نے پارس کو اگلی سیٹ پر اپنے پاس بٹھایا پھر ٹیکسی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "بھایا! تیرا نام کیا ہے؟"

"اصل نام بھگت سنگھ ہے لیکن میں یہاں سب کو اپنا نام ہرنام سنگھ بتاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ ہرنام سنگھ ہی بن کر رہو۔ کوئی فکر نہ کرو۔ کوئی گڑبڑ ہوگی تو ہم سنبھال لیں گے۔ یہاں تمہارے رہنے اور کھانے پینے کا بھی انتظام ہو جائے گا۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے لوک نائک بھون کے علاقے میں آپہنچے۔ وہاں خان مارکیٹ میں کاروں اور ٹیکسیوں کی مرمت کا ایک کارخانہ تھا۔ اس کا مالک ایک بوڑھا سکھ تھا۔ گربچن سنگھ نے اس سے میرا تعارف کرایا۔ پھر ایک چھوٹے سے کیبن میں لے جا کر یہ اصلیت بتائی کہ میں خالصہ تحریک کا ایک جاں نثار ہوں۔ میک اپ کا ماہر ہوں۔ چہرہ بدل کر روپوشی کی زندگی گزار رہا ہوں۔ اب یہاں ٹیکسی چلا کر اپنا گزارہ کرنا چاہتا ہوں۔

بزرگ سکھ نے خوش ہو کر میرے شانے کو تھپتھپایا پھر کہا۔ "یہاں کوئی پوچھے تو کہہ دینا میرے بھتیجے ہو۔ کل تک تمہارا ڈرائیونگ لائسنس بن جائے گا۔ آج آرام کرو۔"

وہ بولا۔ "میں آج ہی سے کام کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ایک ٹیکسی دے دیں۔ لائسنس کے بغیر کوئی پولیس والا روکے گا تو میں رشوت دے کر پیچھا چھڑا لوں گا۔"

پارس کی اس بات پر سب نے قہقہہ لگایا۔ پھر اسے ایک ٹیکسی چلانے کو مل گئی۔ بزرگ سکھ نے کہا۔ "رات کو نائٹ شو ختم ہونے تک گاڑی چلاؤ۔ پھر واپس آجاؤ۔ جب تک کوئی ٹھکانا نہ بنے یہاں گیراج میں رہو۔"

یوں پارس کو ٹیکسی مل گئی۔ جب وہ ٹیکسی چلاتا ہوا تاج محل ہوٹل کے قریب پہنچا تو رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ اس نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ پھر ٹیلی فون بوتھ میں آیا۔ وہ دن کے گیارہ بجے یہ معلوم کر کے گیا تھا کہ شی تارا نے کس نام سے ہوٹل کے دو کمرے حاصل کیے ہیں۔ اس نے بوتھ میں آکر ہوٹل کے کاؤنٹر مین سے رابطہ کیا پھر پوچھا۔ "کمرا نمبر دو سو اٹھارہ میں کملا دیوی موجود ہیں یا جا چکی ہیں؟ اگر وہ ہوں گی تو میں ابھی ان سے ملاقات کے لیے آؤں گا۔"

کاؤنٹر مین نے کی بورڈ کی طرف دیکھا پھر کہا۔ "کملا دیوی موجود ہیں۔ آپ آسکتے ہیں۔"

وہ ریسیور رکھ کر بوتھ سے باہر آگیا۔ یہ معلوم ہو گیا کہ شی تارا ابھی ہوٹل میں موجود ہے۔ وہ ٹیکسی کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ اب شی تارا ہوٹل سے نکل کر کہیں بھی جاتی تو وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر آسانی سے اس کا تعاقب کر سکتا تھا۔ ایک گاڑی کی جو کمی تھی' وہ پوری ہو گئی تھی اور اس نے اچھا خاصا بھیس بھی بدل لیا تھا۔

فٹ پاتھ پر دو غنڈے کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں ایک ہٹا کٹا تھا اور دوسرا دبلا پتلا سا تھا۔ ان کے انداز سے پتا چل رہا تھا کہ وہ شکار کی تلاش میں ہیں۔ ایسے ہی وقت شی تارا ہوٹل سے باہر آئی۔ اس کے پاس ایک سفری بیگ دیکھ کر پارس نے اندازہ کیا کہ وہ ہوٹل چھوڑ رہی ہے۔ ایک بدمعاش سگریٹ کے کش لگاتا ہوا اس کے پاس جا کر کچھ کہہ رہا تھا۔ دوسرے دبلے پتلے بدمعاش نے ٹیکسی کے پاس آکر پوچھا۔ "سردار جی! سواری لے چلو گے۔"

وہ بولا۔ "آہو۔ سواری کتھے ہے؟"

"وہ میرا یار اُدھر گیا ہے۔ ابھی آتا ہے پھر چلیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد اس کے یار نے دو انگلیوں کو منہ میں ڈال کر سیٹی بجائی۔ دوسرے بدمعاش نے دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "چلو۔ سواری ادھر آگے کھڑی ہے۔"

پارس نے ٹیکسی آگے بڑھا کر شی تارا کے قریب روک دی۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھلا۔ پھر وہ دونوں بدمعاشوں کے درمیان آگر بیٹھ گئی۔ ایک نے پارس سے کہا۔ "چلو آگے بڑھو۔ ہم راستہ بتائیں گے۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "باؤ جی! ہم ڈرائیور ہیں سواریوں کو خوب پہچانتے ہیں۔ جس انداز سے چھوکری کو لے جا رہے ہو' اس سے منزل کا پتا چل گیا ہے۔"

پارس نے عقب نما آئینے کا زاویہ ایسا رکھا تھا کہ شی تارا نظر آرہی تھی۔ اس کی زیرلب مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ شکار کرنے والوں کو شکار کرنے والی ہے۔

ایک بدمعاش نے کہا۔ "تم اکیلی ہو۔ اس ہوٹل میں کیا کرنے آئی تھیں؟"

وہ بولی۔ "میں دنیا میں اکیلی نہیں ہوں۔ اس شہر میں اکیلی ہوں۔ ہوٹل میں رہنا چاہتی تھی لیکن ایک دشمن میرے پیچھے ہے۔ میں نے اس سے چھپنے کے لیے تمہارا سہارا لیا ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ ہم ایسی جگہ تمہیں لے جائیں گے کہ دشمن تو کیا پولیس والے بھی نہیں پہنچ پائیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "سچ پوچھو تو میں یہی چاہتی ہوں۔"

پارس اس کی باتوں کے پیچھے چھپی ہوئی اصل باتوں کو سمجھ رہا تھا۔ شی تارا کے دماغ پر قبضہ جمانے میں ناکام رہنے والا دشمن ضرور اسے دوبارہ گھیرنے کے لیے تگ و دو کر رہا ہوگا۔ وہ ہوٹل میں بھی نہ رہ سکی۔ دائی ماں اور باشا کو چھوڑ کر چلی آئی۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ دشمن گھیرا تنگ کر رہا ہے۔ وہ ایسی جگہ چھپنا چاہتی ہے' جہاں پولیس والے اس کی موجودگی کا یقین نہ کریں اور وہ جگہ بازارِ حسن ہی ہو سکتی تھی۔

پھر پارس کو ماما کی ہدایت یاد آئی کہ شی تارا کو بخیریت دہلی سے باہر لے جانا ہے۔ اس کا مطلب اب سمجھ میں آرہا تھا کہ اسے گرفتار کرنے کے لیے شہر کی ناکا بندی کی جا چکی ہے۔ ایسے میں وہ پولیس اور فوج کو دھوکا دے کر نکل سکتی تھی لیکن جنہیں دھوکا دینا چاہتی اگر ان کے اندر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہوتا تو وہ پکڑی جاتی۔ اس لیے ماں کا حکم تھا کہ ہونے والی بہو پر کوئی آنچ نہ آئے۔ بنایا اسے صحیح سلامت شہر سے باہر پہنچا دے۔

ٹیکسی بازارِ حسن میں پہنچ گئی۔ نتھے کتھے بدمعاش نے ایک کوٹھے کے سامنے رُکنے کے لیے کہا۔ گاڑی رک گئی۔ بدمعاش نے شی تارا سے پوچھا۔ "کیا تم جانتی ہو کہ یہ کون سا بازار ہے؟"

وہ کھڑکی سے باہر دیکھ کر بولی۔ "ہاں' ایک نظر ڈالنے سے ہی پتا چل جاتا ہے کہ یہاں عورت کی عزت کا سودا ہوتا ہے۔"

"تعجب ہے۔ یہاں ہر آنے والی نئی لڑکی پہلے روتی اور گڑگڑاتی ہے۔ مگر تم مطمئن ہو۔"

وہ بولی۔ "کیا میرے رونے گڑگڑانے سے تمہارا دل پگھل جائے گا اور تم مجھے بہن بنا کر یہاں سے لے جاؤ گے؟"

وہ ناگواری سے بولا۔ "بکواس مت کرو۔ چلو اترو گاڑی سے تم کسی دشمن سے منہ چھپانا چاہتی تھیں۔ آج کے بعد ہر ایک سے منہ چھپاتی رہو گی۔ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گی۔"

وہ اپنا بیگ لے کر ٹیکسی سے اتری۔ پارس نے کہا۔ "باؤ جی! کرایہ تو دیتے جاؤ۔"

بدمعاش نے کہا۔ "صبر کرو سردار جی! وہ سامنے والے کوٹھے میں جا رہے ہیں۔ مال بنا کر آئیں گے تو تمہیں ڈبل کرایہ دیں گے۔ ابھی یہاں ٹھہرو۔"

وہ دونوں شی تارا کو اپنے درمیان یوں لے جانے لگے' جیسے حراست میں لے جا رہے ہوں۔ جبکہ وہ خود اپنی مرضی سے جا رہی تھی۔

کوٹھے کا اندرونی ہال بڑا خوبصورت تھا۔ مجرے کے شوقین دولت مندوں کے لیے فرشی نشست کا انتظام تھا۔ دیواروں پر نیم عریاں تصویریں آویزاں تھیں۔ چھت سے قیمتی فانوس لٹک رہے تھے۔ ایک بوڑھی نائیکہ نے دور ہی سے شی تارا کو تعریفی نظروں سے دیکھا پھر بدمعاش سے کہا۔ "دھرمو! تو جوہری ہے۔ آج تو ایسا ہیرا لایا ہے کہ اس پر آنکھ نہیں ٹھہر رہی ہے۔"

دھرمو نے کہا۔ "تو پھر دام بھی ایسا لگا دے کہ ہماری محنت سپھل ہو جائے۔"

"دام اچھے دوں گی۔ مگر میں زندگی میں یہ پہلی لڑکی دیکھ رہی ہوں' جو مصیبت نہیں بن رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے راضی خوشی آئی ہے۔"

"کوئی دشمن اس کی جان کے پیچھے پڑا ہے۔ یہ سمجھتی ہے کہ یہاں محفوظ رہے گی۔"

"پھر تو یہ سمجھ دار ہے۔ میں یہاں آنے والیوں کو بیٹیاں بنا کر رکھتی ہوں۔ بیٹی! تیرا نام کیا ہے؟"

شی تارا نے کہا۔ "جب ماں بن رہی ہو تو نام بھی اپنی پسند سے رکھ لو۔ میں اپنی پچھلی زندگی بھول چکی ہوں۔"

نائیکہ نے مسکرا کر کہا۔ "بولتی خوب ہے۔ استاد جی! اندر جاؤ اور چھمن بائی سے تین ہزار لا کر دھرمو کو دے دو۔"

دھرمو نے کہا۔ "بائی جی! کیا غضب کرتی ہو۔ ایسا ہیرا تین ہزار میں بھلا کہیں ملتا ہے؟"

"میں کبھی دو ہزار سے زیادہ کسی دلال کو نہیں دیتی۔ تجھے تین دے رہی ہوں۔"

"نہیں بائی جی! میں پورے پانچ ہزار لوں گا۔"

شی تارا نے غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔ "کتے دلال! کیا میں ایسی گئی گزری ہوں کہ صرف پانچ ہزار لے گا۔ ارے بھکاری کی اولاد! دس ہزار تو میں تجھے دے سکتی ہوں۔"

اس نے یہ کہہ کر سفری بیگ کھولا۔ پھر اس میں سے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں تو سب کی آنکھیں حیرانی سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ ایک گڈی دھرمو کے منہ پر مارتی ہوئی بولی۔ "اسے گن لے۔ میرے پاس ہر گڈی دس ہزار کی ہے۔"

وہ سب جیسے دریائے حیرت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پھر نائیکہ نے پوچھا۔ "اے بیٹی! تو بکنے آئی ہے یا ہم سب کو خریدنے؟ اتنی دولت ساتھ لے کر گھوم رہی ہے۔ آخر تو ہے کون؟"

"تم مجھ سے پوچھ رہی ہو جبکہ ابھی کہہ چکی ہو کہ میں تمہاری بیٹی ہوں۔ دیکھو ماں جی! اس بیگ میں اور ڈھائی لاکھ روپے ہیں۔ اسے تم رکھ لو۔ اور ان کتوں کو یہاں سے جانے کے لیے کہو۔"

نائیکہ نے کہا۔ "اے دھرمو! تو نے سنا نہیں۔ چل بھاگ جا یہاں سے اور خبردار! باہر جا کر کسی سے میری بیٹی کی دولت مندی کا ذکر نہ کرنا۔ ورنہ شنکر دادا سے کھولا گی تو وہ تجھ سے یہ دس ہزار چھین لے گا۔"

دھرمو نے اپنے دونوں کانوں کو پکڑ کر کہا۔ "ماں قسم کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔ بس سمجھ لو کہ یہاں سے سب کچھ بھول کر جا رہا ہوں۔"

وہ دونوں بدمعاش تیزی سے چلتے ہوئے باہر آئے۔ پھر سیڑھیاں اتر کر نیچے جانے لگے۔ نیچے سڑک کے کنارے پارس ٹیکسی کے پاس کھڑا سوچ رہا تھا کہ شی تارا غلط جگہ آگئی ہے۔ وہ اپنے بدن کو ہاتھ لگانے کی اجازت کسی کو نہیں دے گی۔ کوئی زبردستی کرے گا تو اپنی عزت بچانے کی خاطر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرے گی۔ اس طرح یہ بات پھیلے گی کہ اس بازار میں ایک ایسی حسینہ آئی جسے صرف دور سے دیکھا جاسکتا ہے نزدیک جانے والوں کو ٹیلی پیتھی کا کرنٹ لگتا ہے۔

پھر یہ داستان فوجیوں تک پہنچے گی تو وہ کوٹھے کو گھیر لیں گے۔ اسے یہاں سے بھاگ نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔ پارس سر اٹھائے اوپر کوٹھے کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ پتا نہیں وہ وہاں کیا کر رہی ہے؟ مجھے کسی طرح معلوم کرنا چاہیے اور کسی بہانے اسے اس بازار سے لے جانا چاہیے۔

اسی وقت وہ دونوں دلال کوٹھے سے نیچے آئے۔ دھرمو نے نو ہزار جیب میں رکھ لیے تھے اور ایک ہزار کا نوٹ اپنے ساتھی کو دے کر کہہ رہا تھا۔ "اس کا کھلا لے آ۔ اس ٹیکسی والے کو دینا ہے۔"

پارس نے کہا۔ "یہ تو بہت بڑا نوٹ ہے۔ کیا اس لڑکی نے دیا ہے؟"

دھرمو نے آنکھیں دکھا کر کہا۔ "لڑکی نے دیا ہے یا نائیکہ نے' تمہیں کیا لینا ہے۔ اپنا کرایہ لو اور جاؤ۔"

پارس نے کہا۔ "غصہ کیوں کرتے ہو۔ میں تو اس لیے پوچھ رہا تھا کہ مجھے پچھلی سیٹ کے پاس بڑے نوٹوں کی ایک گڈی ملی ہے۔"

"کیا؟" وہ دونوں چونک گئے۔ تیزی سے چلتے ہوئے اس کے دونوں طرف آئے۔ ایک نے اس کا بازو پکڑ کر پوچھا۔ "کہاں ہیں وہ روپے؟"

دھرمو نے اس کا دوسرا بازو پکڑ کر پوچھا۔ "کیا وہ دس ہزار روپے کی گڈی ہے؟"

اس نے دونوں سے خود کو چھڑا کر پوچھا۔ "تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو کہ وہ دس ہزار روپے کی گڈی ہے؟"

"اس لیے کہ اس لڑکی کے پاس ہر گڈی دس ہزار کی ہے۔ اس کے پاس ڈھائی لاکھ....."

دھرمو نے اپنے ساتھی کو ڈانٹ کر کہا۔ "ابے چپ! یہ کیا بکواس کرنے لگا ہے۔ اگر اب کچھ بولا تو منہ توڑ دوں گا۔"

پارس نے کہا۔ "کوئی بات چھپانے کی ہے تو اسے نہ بولو۔ کیونکہ میں بھی نہیں بولوں گا وہ گڈی چھپا کر رکھوں گا۔"

دھرمو نے گھونسا دکھا کر کہا۔ "ابے سردار جی! ہم یہاں کے بدمعاش ہیں۔ ایک سیٹی بجاؤں گا تو یہاں بدمعاشوں کی پلٹن آجائے گی۔"

پارس نے کہا۔ "پھر میں نے جو گڈی پائی ہے اس میں سے صرف تم دونوں ہی نہیں وہ پوری پلٹن بھی حصہ مانگے گی۔"

"آں؟" دھرمو کا گھونسا ڈھیلا پڑ گیا۔ وہ نرمی سے بولا۔ "یار کیوں گڑبڑ کرتے ہو۔ یہاں اگر شنکر دادا کو معلوم ہو جائے گا تو وہ ہمارے ہاتھوں میں پانچ پانچ سو روپے رکھ کر باقی سارا مال لے جائے گا۔ چلو کہیں دوسری جگہ چلتے ہیں۔"

"دوسری جگہ بھی میں وہ نوٹوں کی گڈی نہیں نکالوں گا۔ کیونکہ تم دوستی نہیں کرنا چاہتے۔ دوستی اور محبت سے ہی تمہیں دولت ملے گی۔"

"یہ کیا کہتے ہو سردار جی! ہم تمہیں دوست ہی نہیں بھائی بھی سمجھتے ہیں۔ تم سے محبت بھی کرتے ہیں۔"

"تو پھر کوئی بات نہ چھپاؤ۔ مجھے دوست یا بھائی سمجھ کر بتاؤ' وہ لڑکی کون ہے؟ اور کوٹھے میں کیا کر رہی ہے؟"

"وہ کوئی پاگل یا پھر کوئی بہت ہی چالاک لڑکی ہے۔ اس کے پاس لاکھوں روپے ہیں۔ وہ روپے اس نے نائیکہ کو دے دیے اور ہمیں بھی دس ہزار دیے۔"

"اس نے اپنے بارے میں کچھ تو بتایا ہوگا کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور اتنی دولت کس کی تجوری سے لائی ہے؟"

"شاید وہ نائیکہ کو کچھ بتا رہی ہوگی۔ نائیکہ نے تو ہمیں وہاں ٹھہرنے نہیں دیا۔ فوراً ہی بھگا دیا۔ اور ہمیں دھمکی دی ہے کہ ہم اس لڑکی کی دولت مندی کا ذکر کسی سے نہ کریں۔ ورنہ شنکر دادا سے کہہ کر ہمارے دس ہزار چھین لے گی۔ دیکھو تم نے پوچھا۔ میں نے بھائی بن کر سب کچھ بتا دیا۔ اب نکالو وہ گڈی۔ اس میں سے دو حصے ہمارے اور ایک حصہ تمہارا کیونکہ تم ایک ہو اور ہم دو ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "یہ کوٹھے والیاں بڑی مالدار ہوتی ہیں۔ کیا اس نائیکہ کے کوٹھے میں فون ہے؟ اگر ہے تو نمبر بتاؤ۔"

دھرمو نے فون نمبر بتا کر پوچھا۔ "کیوں وقت برباد کرتے ہو' وہ گڈی نکالو۔"

"کون سی گڈی؟ مجھے ٹیکسی کے اندر سے ایک روپے کا نوٹ بھی نہیں ملا۔"

دونوں نے پارس کا گریبان پکڑ لیا پھر دھرمو نے کہا۔ "سارا مال اکیلے کھانا چاہتے ہو۔ یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گے۔"

پارس نے کہا۔ "اگر میں شنکر دادا کو آواز دے کر کہوں گا کہ تمہارے پاس دس ہزار ہیں تو وہ تم سے غنڈا ٹیکس وصول کرنے کی خوشی میں مجھ جیسے مخبر کو انعام دے گا۔"

دونوں نے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔ پارس نے کہا۔ "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم دونوں بہت سمجھ دار ہو۔ اپنے باپ کا نام سنتے ہی عقل آجاتی ہے۔"

دھرمو کے ساتھی نے ایک طرف دیکھا پھر پریشان ہو کر کہا۔ "استاد! وہ شنکر دادا آرہا ہے۔"

دونوں گھبرا کر دیکھنے لگے۔ ایک قد آور صحت مند معاش ان کی طرف آرہا تھا۔ اس کے پیچھے چار حواری تھے۔ وہ قریب آکر بولا۔ "کیوں بے دھرمو! سنا ہے آج ایک بہت ہی سندر چھوکری پھنسا کر لایا ہے؟"

وہ خوشامدانہ انداز میں بولا۔ "دادا! تم سے بھلا کوئی بات چھپ سکتی ہے۔ ایک بہت ہی زبردست پٹاخہ چھوکری ابھی مچھن بائی کے کوٹھے میں پہنچا کر آرہا ہوں۔"

"تجھے کتنا مال دیا ہے؟"

وہ ہزار کا نوٹ دکھا کر بولا۔ "دادا! تم تو جانتے ہو وہ بڑی مطلبی نائیکہ ہے۔ ہمیں ایک ہزار میں ٹرخا دیا ہے۔"

شنکر دادا نے کہا۔ "ہوں۔ اگر چھوکری میرے کو پسند آئے گی تو ہزار تیرے۔ ورنہ میرا کمیشن تین سو پچاس کے رکھنا۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے حواریوں سے بولا۔ "تم لوگ وصولی کرنے جاؤ۔ میں ذرا چھوکری دیکھ کر آتا ہوں۔"

چاروں حواری دوسرے کوٹھوں کی طرف چلے گئے۔ شنکر دادا مچھن بائی کے کوٹھے پر جانے لگا۔ دھرمو اب پارس سے اکڑ نہیں دکھا سکتا تھا۔ اس لیے چپ چاپ اپنے ساتھی کے ساتھ وہاں سے کھسک گیا۔ پارس یہی چاہتا تھا کہ جہاں شی تارا گئی ہے' وہاں ابھی کوئی ہنگامہ ہو جائے تاکہ وہ اس بازار میں چھپ کر نہ رہ سکے اور یہاں سے جانے پر مجبور ہو جائے۔

شنکر دادا سیڑھیاں چڑھتا ہوا کوٹھے کے ہال میں آیا۔ وہاں بائی جی اور اس کی باجی مچھن بائی بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ اسے دیکھ کر کچھ پریشان ہو گئیں۔ مچھن بائی نے جبراً مسکرا کر کہا۔ "ارے دادا! تم تو دھندا شروع ہونے سے پہلے ہی اپنا مال وصول کرنے آجاتے ہو۔ کیا ہم پر بھروسا نہیں ہے؟"

"بھروسا ہے۔ مگر میں نقدی نہیں' وہ مال دیکھنے آیا ہوں۔ جس کی سندرتا کا چرچا باہر ہو رہا ہے۔ دھرمو بھی بڑی تعریفیں کر رہا تھا۔"

بائی جی نے کہا۔ "یہ سچ ہے۔ لیکن ابھی جو آئی ہے۔ اسے ہم نے سگی بیٹی بنا لیا ہے۔ اس سے دھندا نہیں کرائیں گے۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا۔ "اس بازار کی ہر نائیکہ اپنے پیٹ کی اولاد سے دھندا کراتی ہے۔ کیا وہ ابھی آنے والی اتنی سگی ہو گئی کہ یہاں اپنی ایک سگی بیٹی سے دھندا کرا رہی ہو اور اس ہیرے کو مجھ سے چھپا رہی ہو؟ کیا ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالوں؟"

ایسا کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ وہ اس علاقے میں خود کو سب سے طاقتور منوانے کے لیے ورزش کرتا اور اپنی جان بناتا رہتا تھا۔ جسم صحت مند تھا۔ اس لیے دماغ حساس تھا۔ پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں تو اس نے بے اختیار سانس روک لیا پھر کہا۔ "یہ ابھی میرے سر میں کیا ہو رہا تھا؟ میں نشہ نہیں کرتا ہوں۔ مگر دماغ گھومنا چاہتا تھا۔ سانس روکنے سے میں پھر ٹھیک ہو گیا۔"

شی تارا چھپ کر اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کی سوچ کی لہر اس کے دماغ سے واپس آگئی تھیں۔ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ناکام ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک ڈیڑھ انچ کی لانبی ڈبیا نکالی۔ اسے کھولا اس کے اندر ایک ننھی سی سرنج تھی جس میں اعصابی کمزوری کی دوا تھی۔ اس نے ڈبیا کو چھپا کر سرنج کو ایک مٹھی میں دبا لیا۔

ذرا دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا۔ مچھن بائی نے دادا کے ساتھ کمرے کے اندر آکر کہا۔ "بیٹی! میں نے پہلے ہی بتایا تھا کہ ہم پولیس والوں کو رشوت دے کر تجھے ان سے بچائیں گے مگر شنکر دادا حسن کا پجاری ہے۔ یہ ہماری بات نہیں مان رہا ہے۔"

شنکر دادا نے شی تارا کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "قسم پیدا کرنے والے کی۔ یہ تو لاکھوں اور کروڑوں میں ایک ہے۔ مچھن بائی تم جاؤ۔ آج تو اپنی رات اس کمرے میں گزرے گی۔"

وہ چلی گئی۔ شنکر دادا نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر پلٹ کر دیکھا۔ جسے زبردستی حاصل کرنا چاہتا تھا وہ مسکرا رہی تھی اور اپنے شانے سے آنچل ڈھلکا رہی تھی۔ وہ خوش ہو کر قریب آیا۔ شی تارا نے اور قریب ہو کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ اس کے ساتھ ہی سرنج کی سوئی کو اس کی گردن میں پیوست کر دیا۔ وہ اسے آغوش میں جکڑنے جا رہا تھا۔ اچانک ہی کراہ کر الگ ہو گیا۔

سرنج کی تھوڑی سی دوا انجکٹ ہوئی تھی۔ اور وہ تھوڑی ہی بہت تھی۔ شی تارا بھی الگ ہو کر سرنج کو ڈبیا میں رکھنے لگی۔ اس دادا پہلوان کی طرف دیکھنا ضروری نہیں تھا۔ کیونکہ وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔

وہ پیچھے جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ کمزوری کے باعث کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ ساڑی کا آنچل درست کر کے اسے دیکھ کر بولی۔ "کیا ہوا پہلوان! میرے گلے نہیں پڑو گے؟ مردانگی نہیں دکھاؤ گے؟"

وہ تھوک نگل کر بولا۔ "تم..... تم نے کچھ کیا ہے۔ میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔ میرے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ رہے ہیں۔ میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔ مگر نہیں ہو سکتا۔"

"میں چاہوں تو کھڑے بھی ہو سکتے ہو اور یہاں سے جا بھی سکتے ہو۔ یہ دیکھو۔"

اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کھڑا کیا۔ پھر ادھر سے اُدھر چلا کر دوبارہ کرسی پر بٹھا دیا پھر کہا۔ "اب احساس ہوا ہے کہ میں نے یہاں آکر غلطی کی ہے۔ یہ بھول گئی تھی کہ کوئی مجھ جبراً حاصل کرنا چاہے گا تو مجھے اپنی اصلیت دکھانی پڑے گی۔ تمہیں یہاں ہلاک کر کے لاش نہیں چھپا سکتی۔ یہاں سے باہر تمہیں جانے دوں گی تب بھی میرے پُراسرار ہونے کی بات عام ہو گی۔"

وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔ "بھگوان کے لیے مجھے جانے دو۔ میں تمہارا ذکر کسی سے نہیں کروں گا۔ مجھے جلد سے جلد کسی ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے۔"

"ہاں' جانے دوں گی۔ اس کے بعد مجھے بھی جانا ہی ہو گا۔ لیکن تم ایسے نہیں جاؤ گے۔ نہ جانے تم اس بازار میں کتنی معصوم لڑکیوں کے کپڑے اتار چکے ہو۔ اس لیے آج اپنے کپڑے اتار کر جاؤ۔"

وہ انکار کرنا چاہتا تھا۔ مگر شی تارا نے اس کی طرف سے منہ پھیر کر اسے بے لباس ہونے پر مجبور کیا۔ پھر وہ دروازہ کھول کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ بڑے ہال میں مجرا سننے کے لیے تماش بین آنے لگے تھے۔ انہوں نے علاقے کے دادا کو مادر زاد ننگا دیکھا۔ بائی جی' مچھن بائی اور مجرا کرنے والیاں منہ چھپا کر بھاگنے لگیں۔ دادا پہلوان قہقہہ لگا کر کہہ رہا تھا۔ "دیکھو..... دیکھو' مجھ سے عبرت حاصل کرو۔ ہم یہاں عورتوں کو بے لباس کرنے آتے ہیں۔ آج سے مرد بے لباس ہوں گے۔ تم تماش بینوں میں سے جو کپڑا نہ اتارنا چاہے وہ فوراً بھاگ جائے ورنہ میں اسے ننگا کر دوں گا۔"

یہ سنتے ہی سب بھاگنے لگے۔ وہ سب سیڑھیوں پر گرتے پڑتے نیچے پہنچے۔ پارس ٹیکسی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ سمجھ گیا کہ ہنگامہ شروع ہو چکا ہے۔ ایک رئیس اعظم دوڑتا ہوا پارس کے پاس آیا پھر بولا۔ "سردار جی! مجھے فوراً یہاں سے لے چلو۔ شنکر دادا پاگل ہو گیا ہے۔"

اس رئیس کے ہاتھ میں ایک موبائل فون تھا۔ پارس نے اس سے فون لے کر اس کی ناک پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ ذرا دور جا کر چکرا کے گر پڑا۔ اس راستے میں افراتفری شروع ہو گئی تھی۔ سب جانا چاہتے تھے کہ اتنے تماش بین کیوں اوپر سے بھاگ کر نیچے آرہے ہیں؟ ذرا سی دیر میں جواب سامنے آگیا۔ اس علاقے کا دادا پہلوان ننگ دھڑنگ اوپر سے سیڑھیاں اترتا آرہا تھا۔ پھر سڑک پر آکر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "آج سے اس علاقے کی تمام عورتیں میری ماں اور بہنیں ہیں۔ اگر کوئی عیاش یہاں آئے گا تو میں کسی عورت کے بے لباس ہونے سے پہلے اس عیاش کو اپنی طرح ننگا کر دوں گا۔"

وہ کہتا جا رہا تھا اور سڑک پر اچھل اچھل کر اپنے حواریوں کو مارتا اور ان کی گرفت سے بچتا جا رہا تھا۔

کوٹھے کے اندر بائی جی اور مچھن بائی نے شی تارا کے پاس آکر پوچھا۔ "بیٹی! یہ کیا تماشا ہو رہا ہے؟"

وہ دونوں کو طمانچے مارتی ہوئی بولی۔ "میں نے لاکھوں روپے کمسے ہیں تو مجھے بیٹی کہہ رہی ہو۔ لاؤ میرا بیگ اور اپنی تجوری کھول جتنی نقد رقم ہے' وہ بھی بیگ میں رکھ دو۔ ورنہ تم سب کو بھی اس دادا کی طرح ننگا کر کے نیچے سڑک پر بھیج دوں گی۔"

وہ خوفزدہ ہو کر اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگیں۔ ایسا نہ کرتیں تب بھی ٹیلی پیتھی کے زیر اثر ایسا کرنا پڑتا۔ ایسے وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ شی تارا نے ریسیور اٹھایا پھر پارس کی آواز سن کر چونک پڑی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "خود کو پھنسانے کے لیے بڑے کمالات دکھا رہی ہو۔ کیا تمہارے پاس عقل نام کی کوئی چیز ہے؟"

وہ خوشی سے چیخ کر بولی۔ "پارس! تم کہاں ہو؟ جلدی بتاؤ میں آرہی ہوں۔"

"مجھ سے ملنے کی لیے تمہیں دہلی سے باہر نکلنا پڑے گا۔"

"اوہ گاڈ! یہی تو پرابلم ہے۔ فوج نے ناکا بندی کی ہے اور ایک دشمن ٹیلی پیتھی جانتے....."

وہ بات کاٹ کر بولا۔ "میں سب جانتا ہوں۔ وقت ضائع نہ کرو۔ وہاں سے نکلو اور کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر پلاننگ کرو۔ اپنی ذہانت کو آزماؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہاں سے نکل رہی ہوں۔ میرے پاس موبائل فون ہے۔ تم اپنا فون نمبر بتاؤ۔"

"میرے پاس موبائل فون نہیں ہے۔ میں کسی دوسری جگہ پہنچ کر پھر رابطہ کروں گا۔"

"اچھا میرا نمبر نوٹ کرو۔"

"جب میں یہ جان سکتا ہوں کہ تم بازارِ حسن میں ہو تو کیا تمہارا فون نمبر نہیں جان سکتا۔ گڈ بائی۔"

وہ رابطہ ختم کر کے مسکرایا پھر اس موبائل فون کو اس نے اسٹیئرنگ سیٹ کے نیچے چھپا دیا۔

وہ اپنا سفری بیگ اٹھائے' سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آئی۔ وہاں شنکر دادا نے بے لباس ہو کر آنے والے عیاشوں کو چیلنج کیا تھا کہ انہیں بھی بے لباس کر دے گا۔ اس لیے عزت دار تماش بین بھاگ گئے تھے۔ گاہک نہیں تھے۔ لہٰذا تمام رکشا اور ٹیکسیاں بھی نہیں تھیں۔ صرف ایک ٹیکسی نظر آرہی تھی۔

پارس ٹیکسی کا بونٹ اٹھائے یوں مصروف تھا جیسے گاڑی کی کوئی خرابی دور کر رہا ہو۔ وہ قریب آکر بولی۔ "کیا گاڑی خراب ہے؟"

وہ بونٹ گرا کر بولا۔ "تمہارے قدم اچھے ہیں۔ تمہارے آتے ہی گاڑی ٹھیک ہو گئی۔ بیٹھ جاؤ۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "تم وہی ہو اور یہ ٹیکسی بھی وہی ہے جس میں میں آئی تھی۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "یہ گاڑی میری محبوبہ کی طرح نخرے کرتی ہے۔ کبھی میری دشمن بن جاتی ہے۔ ایسی خراب ہوتی ہے کہ آنے والی سواریاں واپس کر دیتا ہوں۔ کبھی دوست بن کر ایسے فراٹے بھرتی ہے کہ ایک دن میں ہزار روپے کما لیتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "سردار جی! تم بہت بولتے ہو اور میں خاموشی پسند

کرتی ہوں۔ جب تک میں تمہاری گاڑی میں رہوں۔ تم بالکل خاموش رہو۔"

"ٹھیک ہے۔ خاموشی سے پہلے بتا دو کہ جانا کہاں ہے۔ ویسے ہم ٹیکسی ڈرائیور ہیں۔ سواریوں کو خوب پہچانتے ہیں۔ جس انداز میں تم اس بازار میں گئیں اور پھر واپس آئیں' اس سے پتا چلتا ہے تمہاری کوئی منزل نہیں ہے۔"

"زیادہ بولنے والے بے وقوف ہوتے ہیں۔ مگر تم سمجھداری کی باتیں کر رہے ہو۔ واقعی میری ابھی کوئی منزل نہیں ہے۔ اسی لیے کہتی ہوں' خاموش رہو اور مجھے کسی منزل کا تعین کرنے دو۔"

وہ خاموش رہا پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ اس کے دماغ کے اندر آ گئی ہے۔ وہ زیرلب مسکرانے لگا۔ اس پر جناب علی اسد اللہ تیمیزی بڑے مہربان تھے۔ بہت عرصہ پہلے اس کے دماغ کے چور خیالات والے خانے کو مقفل کیا تھا۔ ان کی روحانی ٹیلی پیتھی کے نتیجے میں ایسا ہوتا تھا کہ وہ جس بھیس میں رہتا تھا' خیال خوانی کرنے والوں کو اس کے دماغ سے اسی بھیس کے مطابق معلومات حاصل ہوتی تھیں۔

اس وقت بھی شی تارا اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر رہی تھی کہ اس کا اصل نام بھگت سنگھ تھا۔ مگر خالصہ تحریک کے باغیوں میں اس کا نام آ گیا تھا۔ بھارت سرکار اسے گرفتار کرنے والی تھی' وہ بھاگ کر دہلی آ گیا تھا۔ میک اپ کے ذریعے ذرا چہرہ بدل کر ہرنام سنگھ کہلانے لگا تھا۔

پھر ہرنام سنگھ کی سوچ نے بتایا کہ وہ زبان کا سچا اور کسی بھی معاملے میں قابلِ اعتماد ہے۔ اور وہ اس پر بھروسا کر سکتی ہے۔ اس نے انجان بن کر پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولا۔ "ڈرائیور کا نام کتنا ہی پیارا ہو' مسافر گھر پہنچ کر اسے بھول جاتا ہے۔ اس لیے مجھے ڈرائیور ہی کہو۔"

"تم بہت فضول باتیں کرتے ہو ہرنام سنگھ!"

وہ فوراً ہی گاڑی کو سڑک کے کنارے روک کر حیرانی سے بولا۔ "تم میرا نام کیسے جانتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں یہ بھی جانتی ہوں کہ یہ تمہارا اصلی نام نہیں ہے اور تمہارا چہرہ بھی اصلی نہیں ہے۔ تم بھارتی جاسوسوں سے چھپنے کے لیے بھگت سنگھ سے ہرنام سنگھ بن گئے ہو۔"

پارس نے پریشان ہو کر اسے دیکھا۔ پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "دیوی جی! تم کون ہو؟ میرے بارے میں کیسے جانتی ہو؟ کیا تم بھارتی جاسوسہ ہو؟"

وہ بولی۔ "نہیں بھارت سرکار تمہاری طرح میری بھی دشمن ہے۔ یہاں کی فوج نے مجھے گرفتار کرنے کے لیے شہر کی ناکا بندی کی ہے اور میرا شہر سے باہر جانا بہت ضروری ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں اور یہاں کے قانون کے محافظوں سے چھپتے پھر رہے ہیں۔ دیوی جی! جب ناکا بندی ہو چکی ہے تو اب شہر سے باہر نہ جاؤ۔ خطرہ ٹل جانے دو۔ میں تمہیں گیراج میں لے جا کر چھپاؤں گا۔"

"نہیں۔ میں آج رات ہی کسی طرح جاؤں گی۔ شہر سے باہر میرا محبوب میرا انتظار کر رہا ہے۔"

"اچھا یہ عشق و محبت کا معاملہ ہے۔ پھر تو مجھے اپنی محبوبہ کی قسم ہے تم جیسا کہو گی ویسا کروں گا۔"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟ کس طرح ناکا بندی کرنے والوں کو دھوکا دے کر شہر سے باہر جاؤں۔ جب یہ معلوم ہوا کہ وہ میرا مخبر ہے۔ میں نے شہر میں کہیں چھپنے کا خیال دل سے نکال دیا ہے۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے پریمی کو بہت چاہتی ہو۔ جبکہ پریم زیادہ نہیں چاہنا چاہیے۔ اس سے لڑنا اور دشمنی بھی کرنا چاہیے۔"

"یہ تم کیسی الٹی بات کہہ رہے ہو۔ کیا محبت کرنے والے دشمنی کرتے ہیں؟"

"میری ریشماں کرتی ہے۔ ایک بار اس نے چاقو سے مجھ پر حملہ کیا تھا پھر بعد میں معافی مانگی۔ پھر اسے شبہ ہوا کہ میں اس کی محبت میں کمی کر رہا ہوں تو اس نے میری پٹائی کرنے کے لیے بدمعاشوں کو میرے پیچھے لگا دیا تھا۔ میں بہت بہادر ہوں۔ میں نے ان بدمعاشوں کی پٹائی کر دی۔ ریشماں میری دلیری پر جان دیتی ہے۔"

وہ بول رہا تھا اور شی تارا سر جھکائے شرمندگی سے سوچ رہی تھی۔ وہ بھی اپنے پارس کے پیچھے پولیس اور فوج والوں کو لگا رہی ہے۔ اس سے دشمنی کرتی ہے اور ہر دشمنی کے بعد اس سے شدید محبت کرنے لگتی ہے۔

وہ بولی۔ "ہرنام سنگھ! تم درست کہتے ہو۔ میں بھی اپنے پریم سے لڑتی ہوں۔ دشمنی کی حد تک لڑتی ہوں۔ پھر جان سے گزر جانے کی حد تک اس سے محبت بھی کرتی ہوں۔"

پھر وہ چونک کر بولی۔ "یہ تم کن گلیوں سے مجھے لے جا رہے ہو؟ یہ کون سی جگہ ہے؟"

"میں امرتسر سے دو ماہ پہلے آیا ہوں۔ میں یہاں کی گلیاں محلوں کے نام اچھی طرح نہیں جانتا ہوں۔ ابھی گلیوں سے اس لیے گزر رہا ہوں کہ سڑکوں پر فوج یا پولیس والے گشت کر رہے ہوں گے۔"

"ہاں' یہ تم دانشمندی سے کام لے رہے ہو مگر ہم کب تک بھٹکتے رہیں گے۔ رات کے گیارہ بجنے والے ہیں۔ مجھے کسی طرح اس اندھیرے میں ہی شہر سے باہر لے چلو۔"

"میں تدبیر سوچ رہا ہوں۔ مگر دماغ میں یہی بات آتی ہے کہ مجھے یا تمہیں کوئی جادو آتا تو....."

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ شی تارا نے پوچھا۔ "چپ کیوں ہو گئے؟ جادو آنے سے کیا ہو جاتا؟"

وہ بولا۔ "مجھے بازارِ حسن کا وہ منظر یاد آ رہا ہے۔ علاقے کا ایک خطرناک بدمعاش کپڑے پہن کر کوٹھے میں گیا تھا۔ واپسی میں ایسے لگا آیا جیسے کسی نے اس پر جادو کیا ہو اور اسے پاگل بنا دیا ہو۔"

ٹیکسی ایک محلے میں آئی' وہاں ایک مکان میں رنگ برنگے قمقمے روشن تھے۔ شادی کی شہنائی بج رہی تھی۔ مکان کے احاطے کے باہر دو بسیں اور چند کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ پارس نے وہاں ٹیکسی روک دی۔ شی تارا سوچ رہی تھی کہ ہرنام سنگھ کو ٹیلی پیتھی کے جادو کے متعلق بتانا چاہیے یا نہیں؟

پھر وہ بولی۔ "تم نے گاڑی یہاں کیوں روک دی؟"

وہ بولا۔ "شادی کا گھر دیکھ کر سوچ رہا ہوں اگر میری گرفتاری کا وارنٹ نہ نکلا تو اب تک ریشماں سے میری شادی ہو جاتی۔"

"ابھی تم جادو کے متعلق کہہ رہے تھے۔ مجھے ایک جادو آتا ہے۔ اگر تم کسی طرح مجھے شہر سے باہر پہنچا دو تو میں جادو سے ریشماں کو تمہارے پاس پہنچا دوں گی۔"

"دیوی جی! کیوں مجھے بچوں کی طرح بہلاتی ہو۔ اگر تمہیں جادو آتا تو کیا تم اپنے پریمی کے پاس پہنچ نہ جاتیں؟"

"میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ اسی علم کے ذریعے میں نے اس خطرناک غنڈے کو سزا دی تھی۔ اسی علم کے ذریعے میں نے اپنی عزت آبرو کو سلامت رکھا ہے لیکن یہ علم مجھے اپنے محبوب تک پہنچانے کے کام نہیں آ رہا ہے۔"

پارس نے جان بوجھ کر اس شادی والے مکان کے سامنے ٹیکسی روکی تھی۔ جب اس نے ظاہر کر دیا کہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو وہ بولا۔ "تم نے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی؟ بس سمجھ لو کہ تم اپنے پیا سے ملنے جا رہی ہو۔"

"لیکن کیسے؟"

پارس نے کہا۔ "ان دو بسوں کو دیکھو۔ ان پر لکھا ہے۔ "دہلی سے آگرہ" اس کا مطلب یہ ہے کہ برات آگرہ سے آئی ہے۔ دُلہن کو بیاہنے دولہا یہاں دہلی آیا ہے اور ابھی دُلہن کو آگرہ لے جانے والا ہے۔ پوری برات آگرہ جائے گی۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں برات والی عورتوں میں شریک ہو کر اس بس میں بیٹھ کر آگرہ جاؤں۔ مگر چیک پوسٹ پر ان بسوں کی بھی چیکنگ ہو گی۔"

"ضرور چیکنگ ہو گی۔ پولیس یا فوج والے شاید عورتوں سے بھی باتیں کریں گے۔ لیکن دُلہن سے کوئی نہیں بولے گا۔ کیونکہ وہ گھونگٹ میں ہو گی۔ یہ لوگ راجپوت معلوم ہوتے ہیں۔ کسی بھی فوجی کو دُلہن کا گھونگٹ الٹنے نہیں دیں گے اور نہ ہی اس سے بات کرنے کی اجازت دیں گے۔"

شی تارا خوشی سے اچھل پڑی پھر بولی۔ "میں سمجھ گئی۔ اگر میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے دُلہن کو ٹریپ کر کے دوسری جگہ پہنچا دوں اور خود دُلہن بن جاؤں تو دولہا کے ساتھ کار میں بیٹھ کر براتیوں کے درمیان سفر کر کے شہر سے باہر کسی روک ٹوک کے بغیر پہنچ جاؤں گی۔"

"دُلہن کو کسی دوسری جگہ نہ پہنچاؤ۔ بیچاری بھٹکے گی یا غلط ہاتھوں میں پڑ جائے گی۔ اسے میری ٹیکسی میں پہنچا دو۔ میں یہ ٹیکسی مکان کے پیچھے والی گلی میں لاؤں گا۔ جب وہ دُلہن آ کر بیٹھ جائے گی تو میں اسے یہاں سے دور اس کے سسرال آگرہ پہنچا دوں گا۔"

وہ خوشی سے پارس کے کاندھے پر ہاتھ مار کر بولی۔ "ہرنام سنگھ! رات کے بارہ بجنے والے ہیں۔ سنا ہے بارہ بجے سنکھوں کا دماغ خراب ہو جاتا ہے اور وہ احمقانہ حرکتیں کرتے ہیں۔ مگر تم نے دانشمندی کی انتہا کر دی ہے۔"

"میری تعریف کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ ورنہ برات رخصت ہو جائے گی۔"

وہ ٹیکسی کا دروازہ کھول کر بولی۔ "میرے بیگ میں تقریباً چار لاکھ روپے ہیں۔ میں اس نائیکہ سے بھی کچھ چھین کر لائی ہوں۔ یہ ساری رقم تمہیں انعام کے طور پر دے کر جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ پارس نے اسے مکان کے احاطے میں داخل ہو کر وہاں کی عورتوں میں شامل ہوتے دیکھا پھر ٹیکسی اسٹارٹ کر کے اسے ڈرائیو کرتا ہوا ایک لمبا چکر کاٹ کر اسی شادی والے مکان کی پچھلی گلی میں آ کر رک گیا۔

اب اسے انتظار تھا کہ کوئی لڑکی ٹیلی پیتھی کے ذریعے سحرزدہ ہو کر آئے گی اور اس کی ٹیکسی میں بیٹھے گی۔ اسی وقت باربرا نے اس کے دماغ میں آ کر کوڈورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "جناب تیمیزی صاحب کے حکم سے آئی ہوں۔ ورنہ تمہارے جیسے بکواس آدمی سے دور ہی رہنا چاہیے تھا۔"

"عورت جس شخص سے دور رہتی ہے' قریب نہیں آتی۔ اس سے ڈرتی ہے تو اس پر مرتی بھی ہے۔"

"اے بکواس مت کرو۔ میں اکیلی نہیں آئی ہوں؟"

اسے سونیا ثانی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مکار! چکر باز! کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولا۔ "آہ! تم آئی ہو۔ میں جانتا تھا۔ ایک دن علی تمہیں ٹھکرائے گا تو میرے ہی پاس مرنے آؤ گی۔"

وہ بولی۔ "میرے علی کی ٹھوکر سے نئی زندگی ملتی ہے۔ رہ گئی تمہاری بات تو تمہیں اپنے متعلق بڑی خوش فہمی ہے۔ میں اور تم پر مروں؟ ارے تم پر تو کوئی گدھی خانم ہی مرے گی۔"

وہ چمک کر بولا۔ "ارے ثانی! تم نے یہ نام کب سے اپنا لیا؟ آج اطلاع دے رہی ہو۔"

پھر سلطانہ کی آواز سنائی دی۔ وہ باربرا اور ثانی سے کہہ رہی

تھی۔ "اے لڑکے! میرے بیٹے کے منہ نہ لگو۔ منہ کی کھاؤ گی۔ بیٹے پارس! تمہارے انکل سلمان بھی موجود ہیں۔"

سلمان نے کہا۔ "جناب تمیزی صاحب نے فرمایا ہے کہ ایک ہندو راجپوت دُلہن اپنے سیکے سے دولہا کے ساتھ سسرال نہیں پہنچے گی تو اس بے چاری کی زندگی برباد ہو جائے گی۔"

"پھر کیا کرنا چاہیے انکل؟"

"تمہاری ذہانت کا جواب نہیں ہے۔ تم اسی طرح شی تارا کو شہر سے باہر پہنچا سکتے ہو۔ ہم صرف ہندو دُلہن کی عزت اور نیک نامی بحال رکھنے آئے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا۔ "ہندو دُلہن کا گھونگٹ سسرال پہنچنے کے بعد دولہا کے ہاتھوں سے اٹھتا ہے۔ راستے میں دولہا اور اس کے رشتے دار بھی اسے نہیں دیکھتے۔ ہم ایسی رسم کا فائدہ اٹھائیں گے۔ میں اصل دُلہن کو غائب دماغ رکھوں گی اور سسرال پہنچاؤں گی۔ وہ حاضر دماغ اس وقت ہوگی، جب اس کا دولہا اس کا گھونگٹ اٹھا رہا ہوگا۔"

پارس نے کہا۔ "آپ سب کی آمد نے یہ مشکل آسان کر دی ہے کہ میں دُلہن بننے والی ایک ہندو بہن کو کسی طرح چیک پوسٹ سے گزاروں گا۔ اس ٹیکسی میں چار لاکھ روپے بھی ہیں اور سپرماسٹر کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی فوجی افسر کے ذریعے اس دُلہن بہن کے دماغ میں پہنچ کر اصلیت معلوم کر سکتا ہے۔ اب یقین ہے کہ وہ ناکام رہے گا۔"

وہ ٹیکسی سے اتر کر مکان کے پچھلے احاطے سے آگے والے حصے کی طرف آیا۔ وہاں اس نے ایک شخص سے پوچھا۔ "برات کب تک روانہ ہوگی؟"

اس نے جواب دیا۔ "دُلہن کو تیار کیا جا رہا ہے۔ ایک گھنٹے تک روانگی ہوگی۔"

ثانی، باربرا، سلطانہ اور سلمان اس شخص کے دماغ میں پہنچے پھر اس کے ذریعے ایک عورت کے اندر آئے۔ اس عورت کو دُلہن کے پاس لے گئے۔ اس کے بعد دُلہن کے قریب رہنے والی سہیلیوں کے اندر پہنچ گئے تاکہ شی تارا اس دُلہن کی جگہ لے تو اس کے قریب رہنے والیوں کو غائب دماغ رکھ سکیں۔

دوسری طرف مائیک ہرارے نے بھی یہی سوچا کہ وہ تنہا خیال خوانی کے ذریعے شی تارا کو ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا اس نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "میں نے شی تارا کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ دہلی میں ہے۔ میں بھارتی فوج کے چند اہم افسران کے دماغوں میں بھی پہنچ گیا ہوں۔ انہیں مائل کیا ہے کہ وہ شہر کی ناکا بندی کر کے شی تارا کو گرفتار کریں۔ کیونکہ وہ لوگ بھی شی تارا کو پارس کی داشتہ اور دیس کی دشمن سمجھتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "مسٹر ہرارے! تم واقعی زبردست کام کر رہے ہو۔ شی تارا ہمارے زیر اثر آئے گی تو ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی ٹیم اور زیادہ مضبوط ہوگی۔"

"مجھے اس مقصد کے لیے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی تھری ڈی کو بلاتا ہوں۔ تم ان تینوں کو کام سمجھا دو۔"

ایسے ہی وقت ڈی کروسو نے رابطہ کیا اور کہا۔ "مسٹر ہرارے! میں اپنی ٹیم کے ساتھ تخنجراب پہنچ گیا ہوں۔ تم نے کہا تھا پارس ان ہی اطراف میں کہیں ہوگا۔ کیا اس کا کوئی سراغ ملا؟"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "تمہارے لیے خوش خبری ہے کہ پارس دہلی میں ہے۔ تم اس سے ٹکرائے بغیر سیاچن کی سمت جا کر عکس منتقل کرنے والے آلات کے ذریعے دونوں ملکوں کی انٹیلی جنس کے رازوں پر کیسٹ میں ریکارڈ کر سکتے ہو۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "یہ تو اچھی بات ہے۔ راستہ صاف ہے میں ابھی آگے جا کر قراقرم کے درّے سے گزروں گا۔"

"ذرا ٹھہر جاؤ۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا کو پھانس رہا ہوں۔"

اس وقت تھری ڈی بھی سپر ماسٹر کے کمرے میں آ گئے۔ مائیک ہرارے انہیں شی تارا اور پارس کے متعلق تفصیل سے تمام حالات بتانے لگا۔ پھر اس نے تھری ڈی سے کہا۔ "تم تینوں بے شک تاجکستان میں مصروف رہو۔ لیکن وقتاً فوقتاً بھارتی فوج کے افسروں کے دماغوں میں بھی جاتے رہو۔ وہ لوگ شہر سے باہر جانے والوں کو چیک کر رہے ہیں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ان مسافروں میں چھپی ہوئی شی تارا کو پکڑواؤ گے۔"

اس نے ڈی کروسو اور تھری ڈی کو اپنے اندر بلا کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر دہلی کے تمام فوجی افسران کے اندر باری باری انہیں پہنچانے لگا۔

وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے پانچ تھے۔ دہلی سے باہر جانے والے راستوں پر جتنے فوجی افسران تھے، ان کے دماغوں میں برابر آتے جاتے رہے۔ جس پر شبہ ہوتا رہا، اس کے چور خیالات پڑھتے رہے۔ اتنی محنت کرنے کے بعد کچھ کامیابی حاصل ہوئی۔ رات کے نو بجے دائی ماں گرفتار ہوئی۔ پھر ساڑھے دس بجے پاشا بھی نظروں میں آ گیا۔ اسے بھی حراست میں لے لیا گیا۔ دونوں کے دماغوں کو کھنگالنے کے بعد پتا چلا کہ وہ ہوٹل تاج بنا کران کے چور خیالات پڑھے گئے۔ پتا چلا کہ وہ ہوٹل چھوڑ دیا تھا۔ پتا نہیں وہ کہاں گئی ہے؟

دائی ماں کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ شی تارا کے لیے پریشان نہیں ہے۔ کیونکہ شہر میں پارس موجود ہے۔ وہ ضرور شی تارا کی حفاظت کرتا رہے گا۔

مائیک ہرارے نے کہا۔ "اگرچہ دیر ہو رہی ہے مگر وقت ضائع نہیں ہو رہا ہے۔ شی تارا کے لیے دائی ماں اور پاشا بہت اہم ہیں۔ وہ انہیں قید سے رہائی دلانے کی ہر ممکن کوشش کرتی رہے گی۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "اتنا تو یقین ہے کہ شی تارا اور پارس شہر میں کہیں چھپتے پھر رہے ہیں۔ جیسے ہی کسی فوجی افسر سے ان کا سامنا ہوگا، ہم ان کے چور خیالات سے ان کی اصلیت کو سمجھ لیں گے۔"

تھری ڈی کے ڈی کرین نے آگر بتایا۔ "وہاں کے بازارِ حسن میں کچھ ایسی گڑبڑ کی اطلاع ملی ہے، جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی عمل میں آ سکتی ہے۔"

وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان افسران کے دماغوں میں پہنچے، جو بازارِ حسن میں انکوائری کر رہے تھے۔ اس کوٹھے کی ٹیکنیک بائی جی اور چمن بائی وغیرہ نے بتایا کہ وہاں ایک پُراسرار لڑکی آئی تھی۔ اس کے پاس لاکھوں روپے تھے۔ اس نے علاقے کے خطرناک غنڈے کو اپنے کمرے سے ننگا کر کے باہر بازار میں پہنچا دیا۔ پھر جاتے وقت کوٹھے کی کمائی تقریباً ڈھائی لاکھ روپے بھی جبراً لے گئی۔

شکر دادا ایک اسپتال میں تھا۔ اس کے بیان سے ثابت ہو گیا کہ شی تارا نے وہاں ٹیلی پیتھی کا کھیل کھیلا ہے۔ اور اب کسی دوسری جگہ چھپنے گئی ہے۔ کوٹھے سے لے کر اسپتال تک جتنے افراد نے بیان دیا اس سے یہی ثابت ہوا کہ وہ تنہا تھی۔ اس کے ساتھ کوئی مرد یعنی پارس نہیں تھا۔

مائیک ہرارے نے کہا۔ "پوجا اور دائی ماں کے خیالات سے پتا چلتا ہے کہ پارس شی تارا سے دور رہتا ہے۔ دونوں لڑتے بھی ہیں اور ایک دوسرے پر جان بھی دیتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پارس دور رہ کر اس کی نگرانی کرتا رہتا ہے۔ اگر وہ گرفتار ہوگی تو وہ اسے رہائی دلانے کے لیے ہماری نظروں میں آ سکتا ہے۔"

یہ پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ کسی رکشا یا ٹیکسی میں سفر کر رہی ہے یا کسی پرائیویٹ گاڑی والے کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کر کے اس کے ساتھ ہے یا پھر اس نے کسی مکان کے ایک آدھ فرد کو اپنا معمول بنا کر وہاں پناہ لے رکھی ہے۔

ہرارے نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے کہا۔ "ہم دائی ماں، پاشا اور پوجا کو حراست میں لے کر شی تارا کو ذہنی پریشانیوں میں مبتلا کر چکے ہیں۔ وہ انہیں رہا کرانے کے لیے شہر چھوڑ کر نہیں جائے گی۔ اب اگر ایک ایک علاقے کو گھیرے میں لے کر وہاں عارضی کرفیو نافذ کر کے ہر گھر کی تلاش لی جائے تو ہم تمام خیال خوانی کرنے والے چھپی ہوئی شی تارا کو پکڑ لیں گے۔ پارس بھی گرفت میں آ سکتا ہے۔"

افسر نے کہا۔ "یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ دائی ماں وغیرہ کے لیے ہم سے رابطہ کیوں نہیں کر رہی ہے۔ پہلے تو وہ پارس کے معاملے میں غصہ دکھاتی تھی اور ہمارے کئی افسروں کو دماغی اذیتیں دیا کرتی تھی۔"

"اب وہ ایسا نہیں کرے گی۔ اسے معلوم ہے کہ سپر ماسٹر کے کئی خیال خوانی کرنے والے آپ کے ساتھ ہیں۔ اگر وہ آپ میں سے کسی کو دماغی تکلیف پہنچائے گی تو اس کے جواب میں دائی ماں اور پوجا کے دماغوں میں بھی زلزلے پیدا کیے جائیں گے۔ وہ اپنی پرورش کرنے والی دائی ماں کو سگی ماں سے زیادہ چاہتی ہے۔ اسے تکلیف پہنچنے نہیں دے گی۔ اس لیے ابھی خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے۔"

بھارتی فوج کے افسران مطمئن تھے کہ انہیں امریکا سے کئی خیال خوانی کرنے والوں کا تعاون حاصل ہو رہا ہے اور ان کی موجودگی کے باعث وہ شی تارا کی انتقامی کارروائی سے محفوظ ہیں۔ پھر مائیک ہرارے سے یہ طے پایا تھا کہ شی تارا کو گرفتار کرنے کے بعد اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کیا جائے گا۔ پھر بھارتی فوج کے افسران اپنے کسی بھارتی عامل کے ذریعے اس پر تنویمی عمل کرائیں گے اور اسے بھارتی فوج کی تابعدار بنائیں گے۔ اس طرح بھارتی فوج کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی سے بہت سے فائدے پہنچتے رہیں گے۔

مائیک ہرارے نے انہیں سبز باغ دکھائے تھے۔ انہیں یقین دلانے کے لیے پاشا کے سلسلے میں یہ کیا جا رہا تھا کہ ایک بھارتی ہپناٹائز کرنے والے ہندو جوگی کو اس پر تنویمی عمل کے لیے بلایا گیا تھا اور جوگی کو سمجھایا گیا تھا کہ پاشا کے دماغ میں یہ نقش کیا جائے کہ وہ اپنی غیر معمولی سماعت و بصارت اور بے پناہ جسمانی قوت کو بھارت کے مفادات کے لیے کام میں لایا کرے گا اور بھارت کی بری، بحری اور فضائی افواج کے اعلیٰ افسران کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے اندر نہیں آنے دے گا۔ پرائی سوچ کی اور خصوصاً شی تارا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو بھگا دیا کرے گا۔

وہ ہپناٹائز کرنے والا جوگی دو بڑے افسران کی موجودگی میں پاشا پر عمل شروع کرنے والا تھا۔ ادھر ہرارے نے تھری ڈی کے ڈی مورا کو سمجھا دیا تھا کہ وہ پاشا کے دماغ میں چھپا رہے۔ بظاہر وہ جوگی عمل کرتا رہے گا اور کامیاب ہوتا رہے گا۔ لیکن باطن میں جوگی کے عمل کے بعد ڈی مورا تنویمی عمل کرے گا اور پاشا کے ذہن میں یہ باتیں نقش کرے گا کہ وہ بظاہر بھارتی فوج کا وفادار رہے گا لیکن درپردہ ڈی مورا کا معمول اور تابعدار رہا کرے گا اور ڈی مورا کی سوچ کی لہروں کو کبھی اپنے اندر محسوس نہیں کرے گا۔

شی تارا کے متعلق بھی یہی منصوبہ تھا کہ وہ گرفتار ہوگی تو اسے دماغی طور پر کمزور بنانے کے بعد ہپناٹائز کرنے والا ہندو جوگی اس پر بھی تنویمی عمل کر کے اسے بھارتی فوج کا وفادار بنائے گا لیکن درپردہ مائیک ہرارے اس حسینہ پر عمل کر کے اسے اپنی کنیز بنا کر رکھے گا۔ اس مقصد کے لیے وہ دن کے گیارہ بجے سے شی تارا کو کوچہ کوچہ اور گھر گھر تلاش کر رہے تھے۔ اب آدھی رات ہو چکی تھی

لیکن اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔

سراغ کیسے ملتا؟ وہ دُلہن بن چکی تھی گزبھر کے گھونگٹ میں چھپی ہوئی تھی اور ایک عارضی پتی دیو کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی آگرہ جانے کے لیے دہلی کی سڑکوں سے گزر رہی تھی۔ اس کے آگے پیچھے دو سری کاریں اور بسیں وغیرہ تھیں۔ چونکہ ذرا لمبا سفر تھا اس لیے تمام گاڑیاں تیزی سے جارہی تھیں۔

ایک چیک پوسٹ پر اس برات کی تیز رفتاری ست پڑ گئی۔ انہیں روکا گیا۔ پولیس اور فوج کے افسران اور سپاہی بسوں کے اندر آکر برات کی عورتوں کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ افسران کاروں کے اندر جھانکنے لگے۔ دولہا اور اس کے باپ وغیرہ سے باتیں کرنے لگے۔ وہاں خیال خوانی کرنے والے ڈی کرین اور ڈی ہاروے موجود تھے۔ دولہا اور اس کے بزرگوں کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہورہے تھے کہ وہ سب راجپوت ہیں۔ دُلہن کو اور دوسری براتی عورتوں کو دیکھ سمجھ کر آگرہ لے جارہے ہیں اور شادی کے دوران کوئی ایسی غیر معمولی بات نہیں ہوئی ہے' جس سے کسی طرح ٹیلی پیتھی کا شبہ ہوتا۔ اس لیے انہیں آگے جانے کی اجازت دے دی گئی۔

اس سے پہلے کا واقعہ یہ ہے کہ وہ دُلہن جو اپنے دولہا اور برات کے ساتھ جانے والی تھی' وہ سحرزدہ ہو کر مکان کے پچھلے حصے سے چوری چھپے نکل کر پارس کی ٹیکسی میں آکر بیٹھ گئی تھی پھر پارس اسے لے کر آگرہ کی سمت چل پڑا تھا۔ اس دوران اس نے نوٹوں کی گڈیوں کو اور شی تارا کے بیگ سے نکلے ہوئے کچھ سامان کو اگلی پچھلی سیٹوں کے نیچے چھپا دیا تھا۔ سحرزدہ دُلہن اپنے ساتھ ایک بیگ لے کر آئی تھی اور سلطانہ اس کی زبان میں بول رہی تھی۔

"بیٹے! تم ایک سکھ کے بھیس میں ہو۔ پنجابی زبان بھی بول لیتے ہو مگر میں اس دلہن کے ذریعے یہ زبان نہیں بول سکوں گی اور دلہن کے بھی خیالات بتا رہے ہیں کہ یہ پنجابی نہیں بول سکتی ہے۔"

پارس نے اپنی پگڑی اور مونچھ داڑھی نوچ کر گاڑی کی کھڑکی سے باہر پھینکتے ہوئے کہا۔

"لیجیے آنٹی! آپ کی مشکل آسان کردی۔ اب میں سکھ نہیں راجپوت ہوں۔ اور اپنی بہن کو اس کے سسرال چھوڑنے جارہا ہوں۔"

چیک پوسٹ پر فوجیوں نے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔ اس نے رکاوٹ کے قریب گاڑی روک دی۔ ایک افسر نے پوچھا۔ "یہ عورت کون ہے؟ اتنی رات کو کہاں جارہے ہو؟"

"یہ میری بہن ہے۔ سسرال والوں سے لڑ جھگڑ کر آگئی تھی۔ میں اسے واپس سسرال پہنچانے جارہا ہوں۔"

"رات کے ڈیڑھ بجے جارہے ہو۔ کیا صبح نہیں جاسکتے تھے؟"

"جناب! میرے بہنوئی نے فون کیا تھا۔ اگر یہ صبح سے پہلے واپس نہیں آئے گی تو وہ اسے طلاق دے دے گا۔"

پارس نے محسوس کیا کہ کوئی اس کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کررہا ہے۔ ادھر دوسرے افسر نے دوسری کھڑکی پر جھک کر لڑکی سے پوچھا۔ "کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟ تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ رونے لگی۔ پھر بولی۔ "میرا نام رادھیکا ہے۔ میرے سسرال والے بہت بدمزاج ہیں۔ میں واپس نہیں جانا چاہتی تھی مگر میرے پتی مجھے بہت چاہتے ہیں۔ میں صرف پتی کی خاطر جارہی ہوں۔"

دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا رادھیکا کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ گیا۔ سلطانہ پہلے ہی اس کے اندر بیٹھی چور خیالات کے طور پر یہ سوچ پیش کررہی تھی کہ رادھیکا واقعی اپنے شوہر کو دل جان سے چاہتی ہے۔ اسے اندیشہ ہے کہ وہ صبح سے پہلے سسرال نہیں پہنچے گی تو اس کے شوہر کی دوسری شادی کرادی جائے گی۔

ادھر پارس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ ایک غریب ٹیکسی ڈرائیور ہے۔ بہن کو میکے میں بٹھا کر تین وقت کی روٹیاں نہیں کھلا سکے گا۔ پھر یہ کہ وہ ماموں بننے والا ہے۔ بہن کے ساتھ بھانجے بھانجی کے اخراجات برداشت نہیں کرسکے گا۔ اس لیے صبح سے پہلے آگرہ پہنچنا اور بہن کو اس کے پتی کے پاس پہنچانا ضروری ہے۔"

ڈی کرین نے اس کے خیالات پڑھ کر فوجی افسر کے دماغ میں کہا۔ "تمہارے انڈیا میں کتنی غریبی ہے۔ تم لوگ ایٹم بم اور میزائل بناتے ہو اور تمہارے ملک میں ایک بھائی اپنی بہن کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہے۔ یہ معمولی ڈرائیور ہے۔ اسے جانے دو۔"

جانے کی اجازت مل گئی۔ سامنے سے رکاوٹ ہٹادی گئی۔ ٹیکسی اسٹارٹ کرکے تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا چلا گیا۔ سلطانہ وغیرہ نے معلوم کرلیا تھا کہ برات آگرہ کے کس محلے اور کس مکان سے آئی تھی۔ پارس برات سے بہت پہلے ہی وہاں پہنچ گیا۔ ٹیکسی سے اتر کر تھوڑی دور پیدل چل کر اس مکان کے احاطے کے اندر آیا پھر دروازے پر دستک دی۔ ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھول کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ کون ہو تم؟"

پارس نے پوچھا۔ "کیا یہ سندر لال جی کا مکان ہے۔ وہ جو ریل میں ملازمت کرتے ہیں؟"

"نہیں بیٹا! تمہیں غلط پتا دیا گیا ہے۔ آس پاس بھی کوئی سندر لال نہیں رہتا ہے۔"

بڑھیا نے دروازہ بند کردیا۔ بلکہ سلمان نے اس سے بند کرادیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ مکان بھی دُلہن کی طرح ہوا تھا۔ کیونکہ وہاں ابھی دہلی سے دُلہن آنے والی تھی۔ سب لوگ برات کے ساتھ گئے تھے۔ گھر میں ایک بوڑھا دادا اور ایک بیٹا بھائی تھا۔ باقی تین عورتیں تھیں۔ ان کے خیالات سے پتا چلا کہ رات زیادہ ہونے کے باعث کوئی سو رہا ہے' کوئی اونگھ رہا ہے صرف وہ بوڑھی عورت جاگ رہی تھی۔

سلمان' ثانی اور باربرا نے بوڑھی عورت کو بھی سلا دیا۔ سلطانہ' رادھیکا پر قبضہ جمائے اسے مکان کے اندر سماگ کے کمرے میں لے آئی۔ سماگ کی سیج پر پھولوں کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ سلطانہ نے فی الحال دُلہن کو پلنگ کے نیچے پہنچا کر سلا دیا۔

برات کوئی ایک گھنٹے بعد آئی۔ محلے میں پہنچتے ہی بینڈ باجے بجنے لگے۔ آتش بازی شروع ہوگئی تاکہ تمام محلے والوں کو معلوم ہو کہ اس محلے میں ایک دُلہن لائی گئی ہے۔ شی تارا دلہن کے گھونگٹ میں چھپی ہوئی تھی۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ سماگ کمرے میں اسے پہنچا کر دروازہ بند کیا جائے گا تو دولہا کے دروازہ کھول کر آنے سے پہلے ہی وہ دوسرا دروازہ کھول کر بھاگ جائے گی۔ کوئی دوسرا دروازہ نہیں ہوگا تو دولہا کو خیال خوانی کی لوری سنا کر سلا دے گی پھر موقع دیکھ کر وہاں سے نکل جائے گی۔

اس نے اپنا بیگ اور لاکھوں روپے ہرنام سنگھ ٹیکسی ڈرائیور کو دے دیئے تھے۔ صرف موبائل فون اپنے لباس میں چھپا کر رکھا تھا۔ کیونکہ پارس نے بعد میں اس سے کسی وقت رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

اب ثانی' باربرا' سلطانہ اور سلمان وہاں کی جوان لڑکیوں کے دماغوں میں تھے۔ وہ لڑکیاں گیت گاتی ہوئی کچھ رسمیں ادا کرتی ہوئی گھونگٹ میں چھپی دُلہن کو لے جارہی تھیں۔ پھر وہ اسے سماگ کے کمرے میں لائیں اور اسے پھولوں کی سیج پر بٹھا دیا۔ اس کے بعد ہنستی کھلکھلاتی ہوئی چلی گئیں۔ اس کمرے کو باہر سے بند کردیا۔ اب اسے دولہا آکر کھولنے والا تھا۔

سلطانہ نے پارس کے پاس آکر کہا۔ "شی تارا کمرے میں اکیلی ہے۔ اس سے رابطہ کرو۔"

اس نے موبائل فون نکال کر رابطہ کیا۔ رابطہ ہوتے ہی شی تارا کی سرگوشی میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ "کون پارس؟ یہ تم ہو پارس؟"

"ہاں۔ میں ہوں۔ تم جس سیج پر بیٹھی ہو۔ اس کے نیچے اصلی دلہن سو رہی ہے۔ اسے فوراً اپنا دُلہن والا لباس پہنا کر سیج پر لٹاؤ۔ اس سے پہلے دروازے کی چٹخنی اندر سے لگالو تاکہ اچانک وہاں کوئی نہ آسکے۔ اس کمرے میں دوسرا دروازہ بھی ہے۔"

"پارس! تم کہاں ہو؟ تم نے یہ سب کچھ کیسے کیا؟"

"ایسے سوالات میں وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً اسے پلنگ کے نیچے سے نکالو۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ شی تارا نے سیج سے اتر کر پلنگ کے نیچے دیکھا۔ رادھیکا کے اندر سلطانہ تھی۔ وہ ظاہر کررہی تھی کہ جیسے رادھیکا نیم غنودگی یا نیم نشے کی حالت میں ہے۔ اس نے رادھیکا کو کروٹیں بدلا کر پلنگ سے باہر پہنچا دیا۔ اسے دُلہن بنانے میں شی تارا کی یوں مدد کی کہ اسے ٹیلی پیتھی کا شبہ نہ ہو۔ وہ سوچ رہی تھی کہ پارس نے دُلہن کو نشے کی کوئی دوا کھلائی ہے۔ کشمیر میں پارس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا عزیز اس کی مدد کے لیے نہیں آتا تھا۔ لہٰذا دہلی اور آگرہ میں بھی پارس اپنے طور پر محنت کرکے اسے دہلی شہر سے باہر فوجیوں کے زبردست پہرے سے نکال لایا ہے۔

رادھیکا کو دُلہن کا لباس پہنا کر سیج پر لٹانے میں زیادہ وقت پیش نہیں آئی اور نہ ہی زیادہ وقت لگا۔ سلطانہ کا درپردہ تعاون جاری رہا تھا۔ شی تارا اس نے دلہن کا اتارا ہوا عام سا لباس پہنا۔ دروازے کی چٹخنی نیچے گرائی تاکہ دولہا کا راستہ نہ رُکے پھر وہ دوسرے دروازے کو کھول کر مکان کے دوسرے حصے میں آئی۔ وہاں کچھ عورتیں آجارہی تھیں۔ کچھ اپنے سونے کے لیے جگہ بنا رہی تھیں۔ شی تارا کو بھی دور کی کوئی رشتے دار سمجھا گیا۔ ایک بوڑھی عورت نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "تم کون ہو۔ دُلہن کے کمرے میں کیا کررہی تھیں؟"

وہ بولی۔ "میں دلہن کے ساتھ میکے سے آئی ہوں۔ رادھیکا کو پیاس لگ رہی تھی۔ اسے پانی پلا کر آرہی ہوں۔"

وہ بوڑھی مطمئن ہوئی۔ کچھ خیال خوانی کرنے والیوں نے اسے مطمئن کیا اور شی تارا اس مکان کے پچھلے حصے سے باہر چلی گئی۔ سلطانہ نے رادھیکا کے دماغ سے غفلت دور کی۔ وہ اٹھ کر سیج پر بیٹھ گئی۔ حیرانی سے سجے ہوئے کمرے کو دیکھنے لگی اور سوچنے لگی کہ وہ یہاں کیسے پہنچ گئی ہے؟

سامنے دیوار پر اس کے دولہا کی ایک بڑی سی تصویر مسکرا رہی تھی۔ اس نے شادی سے پہلے اپنے ہونے والے پتی کی ایسی ہی ایک تصویر میکے میں دیکھی تھی۔ دُلہن کی طرح سجا ہوا کمرا بتا رہا تھا کہ وہ اپنے پیا کے گھر پہنچ گئی ہے۔ مگر کیسے؟

وہ اپنے دولہا کے ساتھ کار میں نہیں بیٹھی تھی۔ دہلی سے آگرہ تک سفر نہیں کیا تھا۔ پھر اپنی سسرال اپنے دولہا کے کمرے میں کیسے آکر بیٹھ گئی تھی؟

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ سلطانہ کسی حد تک اسے سنبھال رہی تھی پھر کمرے کا دروازہ کھلا تو اس نے جلدی سے لمبا سا گھونگٹ نکال لیا۔ دولہا آیا تھا۔ دونوں دروازوں کو اندر سے بند کررہا تھا۔ پھر وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ محبت کے مکالمے ادا کرنے لگا۔ اسے سونے کی ایک انگوٹھی پہنائی پھر گھونگٹ اٹھا کر اس کا حسین مکھڑا دیکھا۔ وہ شرما رہی تھی۔ ایسے وقت دُلہن بولا نہیں کرتی۔ اس رات صرف دولہا بولتا ہے اور دلہن سنتی ہے۔ پھر باقی زندگی دُلہن بولتی رہتی ہے اور دولہا سنتا رہتا ہے۔

صبح تک ذرا بے تکلفی ہوئی تو رادھیکا نے پوچھا۔ "کہیں میں سپنا تو نہیں دیکھ رہی ہوں؟"

وہ بولا۔ "یہ سپنا نہیں ہے۔ آج ہماری زندگی کی صبح ہوئی ہے۔"

"مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں دُلہن بن کر آپ کے ساتھ نہیں

تھا۔ کسی کو پتا نہیں تھا کہ وہ ایک اجنبی یہودی منڈولا کے معمول اور تابعدار ہیں اور لاعلمی میں اس کی مرضی کے مطابق عمل کرتے رہتے ہیں۔

ایسی کامیابیاں مقدر سے یا مکارانہ ذہانت سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایکسرے مین مارٹن کی خفیہ یہودی تنظیم کے کسی ایک فرد کے بارے میں اسرائیلی حکام بھی کچھ نہیں جانتے تھے۔ فوج کے اعلیٰ افسران کو صرف برین آدم کے متعلق اتنا معلوم تھا کہ وہ خفیہ تنظیم سے رابطہ رکھتا ہے مگر اندر کے گہرے راز وہ بھی نہیں جانتا۔ ایسے میں داؤد منڈولا صرف اس خفیہ تنظیم کا ہی نہیں، مملکتِ اسرائیل کا بھی بے تاج بادشاہ بن گیا تھا۔

یہ حقیقت وہ خوب جانتا تھا کہ بادشاہ ایک نہ ایک دن اقتدار کی کرسی سے اتارا جاتا ہے اور اگر وہ نہ اترنا چاہے تو اسے قتل کروا دیا جاتا ہے۔ انسانی تاریخ میں بے شمار بادشاہوں کا یہی انجام ہوتا رہا ہے۔ اس لیے منڈولا نے کرسی کے اوپر نہیں، کرسی کے نیچے اقتدار کی جڑوں میں چھپ کر رہنا پسند کیا تھا۔

پھر وہ اپنے ماتحتوں ٹالبوٹ اور مونارو کے ساتھ قاہرہ آگیا تھا۔ وہاں آنے کی دو وجوہ تھیں۔ ایک تو وہ اسرائیل کے قریب رہ کر اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرنا چاہتا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اسے قاہرہ کا حسن اور وہاں کی رنگین راتیں اچھی لگتی تھیں۔ وہ بہت عرصہ پہلے سرکاری کام سے قاہرہ آیا تھا اور یہ تمنا کی تھی کہ کبھی خود مختار اور دولت مند بنے گا تو اسی شہر میں آکر زندگی گزارے گا۔

یہ تمنا پوری ہوگئی تھی۔ اس نے قاہرہ آکر دریائے نیل کے ساحل پر ایک شاندار بنگلا خرید لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے طے کیا کہ اپنے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے مونارو اور ٹالبوٹ کو اسرائیل بھیج دے گا اور خود یہاں رہے گا۔ بھیجنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے مونارو پر تنویمی عمل کرکے اسے داؤد منڈولا بنا دے گا پھر ٹالبوٹ پر عمل کرکے اس کے ذہن میں یہ نقش کرے گا کہ اس کا ساتھی مونارو پیرس میں طبعی موت مرچکا ہے اور وہ ٹالبوٹ اپنے آقا داؤد منڈولا (مونارو) کے ساتھ یہودی قوم کی خدمت کرنے کے لیے اسرائیل جارہا ہے۔

داؤد منڈولا نے جیسی پلاننگ کی اور اسرائیل کے ایک فوجی اعلیٰ افسر سے جو باتیں کیں یہ تمام تفصیلات پچھلی قسط میں بیان کی جاچکی ہیں۔ اس اعلیٰ افسر نے خوش ہوکر برین آدم سے رابطہ کیا پھر اسے بتایا کہ ان کے ملک میں دو یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہورہا ہے۔ ان میں سے ایک کا نام داؤد منڈولا ہے۔ اس نے ایک عیسائی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹالبوٹ کو ٹریپ کرکے یہودی بنا دیا ہے۔ پھر ٹالبوٹ کے ساتھ امریکا سے فرار ہوکر قاہرہ آگیا ہے۔

برین آدم نے پوچھا۔ "مسٹر منڈولا کو سیدھا ہمارے پاس آنا چاہیے تھا۔ وہ قاہرہ میں کیا کررہا ہے؟"

"ہم سے پہلے متعارف ہونے اور اپنی پچھلی ہسٹری پیش کرنے کے لیے وہ پڑوسی ملک میں آیا ہے۔ میں نے اسے خوش آمدید کہا ہے۔ کل شام کو ہمارا ایک خاص طیارہ قاہرہ جائے گا اور ان دونوں کو لے آئے گا۔"

"یہ خوش آئند بات ہے کہ ہمارے ہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہورہا ہے۔ مگر ہم ان پر اندھا اعتماد نہیں کریں گے۔"

"مسٹر منڈولا نے بھی یہی کہا ہے کہ جب وہ ٹالبوٹ کے ساتھ یہاں آئے تو پہلے ان کا برین واش کرکے ان کی اصلیت معلوم کی جائے۔ جب یہ تصدیق ہوجائے کہ منڈولا کٹر یہودی اور محبِ وطن اسرائیلی ہے اور اس نے ٹالبوٹ کو بھی یہودی اور اپنا وفادار بنا لیا ہے تب اس پر بھروسا کیا جائے۔"

"پھر تو آدمی سچا اور کھرا ہے۔ اس کے باوجود ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تنویمی عمل کے ذریعے ان کا برین واش کریں گے۔"

اس خفیہ یہودی تنظیم میں صرف ایک برین آدم ہی یہ راز جانتا تھا کہ ان کا خفیہ اور گمنام باس ایکسرے مین مارٹن ہے۔ اس نے رازداری سے مارٹن رسل کے پاس آکر اسے منڈولا اور ٹالبوٹ کے بارے میں بتایا۔ ایکسرے مین مارٹن نے کہا۔ "میری دعا ہے کہ وہ دونوں سچے اور وفادار ثابت ہوں پھر ہماری خیال خوانی کرنے والی ٹیم اور مضبوط ہوجائے گی۔"

برین آدم نے اس سے اچھی طرح صلاح و مشورے کرنے کے بعد تمام آدم برادرز کو یہ خوشخبری سنائی پھر الپا سے کہا۔ "تم اور ٹیری آدم اپنے اپنے آلۂ کار کے اندر رہو گے۔ وہ دونوں آلۂ کار الپا اور ٹیری آدم بن کر کل شام کو ائرپورٹ جائیں گے اور ہمارے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا استقبال کریں گے۔ پھر انہیں ائرپورٹ سے ہمارے خفیہ آپریشن روم میں لے آئیں گے۔ وہاں پہلے ان کے دماغوں کو کمزور بنایا جائے گا۔"

الپا نے کہا۔ "بگ برادر! آپ نے کہا ہے کہ وہ دونوں مہمان ٹیلی پیتھی جاننے والے راضی خوشی اپنا برین واش کرائیں گے۔ ہمیں اپنے دماغوں میں آنے دیں گے۔ پھر ان کے دماغوں کو کمزور بنانا کیوں ضروری ہے؟"

"ان کے دماغ کمزور رہیں گے تو وہ کوئی ڈھکی چھپی مکاری نہیں کرسکیں گے۔ ان کے چور خیالات پڑھنے سے پہلے یہ اچھی طرح یقین کرلینا کہ ان کے پیچھے کوئی اور خیال خوانی کرنے والا دشمن تو چھپا ہوا نہیں ہے؟"

ان تمام آدم برادرز نے اس سلسلے میں ہر پہلو سے غور کیا۔ اپنے ہاں دو خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ کرنے کے لیے غور کیا۔ لائحہ عمل تیار کیا۔ ایسے وقت ان کا خفیہ سربراہ ایکسرے مین مارٹن خیال خوانی کے ذریعے ان کے درمیان موجود تھا اور ایسے وقت پوری یہودی تنظیم کا خفیہ سربراہ داؤد منڈولا بھی موجودہ نام نہاد سربراہ ایکسرے مین مارٹن کے اندر بیٹھا ان کے محتاط لائحہ عمل کو سمجھ رہا تھا۔

دوسری شام کو ایک خصوصی طیارہ قاہرہ گیا اور ان دونوں کو تل ابیب لے آیا۔ ان دونوں میں سے ایک ڈی منڈولا (مونارو) اور دوسرا ٹالبوٹ تھا، وہ اپنی پچھلی زندگی بھول چکے تھے۔ مونارو اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں سے خود کو داؤد منڈولا سمجھ رہا تھا اور ٹالبوٹ عیسائی مذہب بھول کر یہودی بن چکا تھا۔ مونارو کو اپنا باس منڈولا تسلیم کررہا تھا اور مونارو کے متعلق یہ خیال قائم ہوچکا تھا کہ وہ بے چارہ طبعی موت مرچکا ہے۔

ائرپورٹ پر ایک حسینہ نے مونارو اور ٹالبوٹ سے مصافحہ کرتے ہوئے خوش آمدید کہا پھر اپنا تعارف کرایا۔ "میرا نام الپا ہے اور یہ میرے ساتھی مسٹر ٹیری آدم ہیں۔"

مونارو نے بھی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میرا نام داؤد منڈولا ہے اور یہ میرے ساتھی مسٹر ٹالبوٹ ہیں۔ میں جب تک امریکن آرمی میں ایک مکینک کی حیثیت سے رہا میری یہی آرزو رہی کہ کسی قابل بن کر اپنی قوم کی خدمت کروں اور اپنے وطن اسرائیل میں زندگی گزاروں۔ آج یہ آرزو پوری ہورہی ہے۔"

وہ سب باتیں کرتے، ہنستے بولتے ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آکر ایک ائرکنڈیشنڈ کار میں بیٹھ گئے۔ وہ کار انہیں تل ابیب سے باہر ایک ایسی عمارت میں لے آئی، جو لیبارٹری بھی تھی۔ آدم برادرز کے ملاقات کرنے کا خفیہ اڈا بھی تھا اور وہاں ایک آپریشن تھیٹر بھی تھا۔ آدم برادرز دنیا والوں کو دکھانے کے لیے اس لیبارٹری میں ملازمت کرتے تھے۔ اس لیے کوئی یہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ وہ دفاتر دراصل ایک خفیہ اڈا ہے۔

وہاں پہنچ کر مونارو اور ٹالبوٹ کو اعصابی کمزوری کے انجکشن لگائے گئے..... اس تنظیم میں الپا، ٹیری آدم اور ایکسرے مین مارٹن ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ وہ بیک وقت مونارو اور ٹالبوٹ کے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھ سکتے تھے۔ لیکن قاہرہ میں بیٹھے ہوئے داؤد منڈولا نے ایکسرے مین مارٹن کی سوچ میں کہا۔ "ہمیں باری باری منڈولا (مونارو) اور ٹالبوٹ کے اندر جاکر ان کے خیالات پڑھنے چاہئیں۔ بیک وقت دونوں کو پڑھنے سے الپا اور ٹیری آدم ایک دوسرے سے مشورے کرکے اور خوب سوچ سمجھ کر دونوں مہمانوں کو اپنی تنظیم کا تابعدار نہیں بنا سکیں گے۔"

ایکسرے مین مارٹن قائل ہوگیا کیونکہ لاعلمی میں منڈولا کا تابعدار تھا۔ اس نے الپا کے اندر آکر سوچ کے ذریعے کہا۔ "الپا جلدی بھی کیا ہے کہ دونوں کے چور خیالات بیک وقت پڑھے جائیں۔ ہمیں سہولت سے آپس میں مشورے کرکے انہیں اپنا وفادار بنانا چاہیے۔"

الپا قائل ہوگئی۔ کیونکہ لاعلمی میں ایکسرے مین مارٹن کی تابعدار تھی۔ اسی طرح ٹیری آدم کو قائل کیا گیا۔ پھر انہوں نے مونارو (ڈی منڈولا) کو بستر پر لٹایا اور اپنے اپنے طور پر اس کے دماغ کے تہ خانے میں گھس کر خیالات پڑھنے اور معلومات حاصل کرنے لگے اور اس حقیقت سے بے خبر رہے کہ اصل داؤد منڈولا ان سے سیکڑوں میل دور بیٹھا انہیں جو خیالات پڑھا رہا ہے اور جو معلومات فراہم کررہا ہے اس سے وہ تینوں یعنی ایکسرے مین، الپا اور ٹیری آدم قائل ہورہے ہیں۔

اس سے مطمئن ہوکر انہوں نے ٹالبوٹ کو دوسرے بیڈ پر لٹایا۔ اس کے بھی دماغ کے تہ خانے میں گھس کر معلومات حاصل کرتے رہے اور منڈولا انہیں قائل کرتا رہا۔ انہوں نے قائل ہوکر مونارو اور ٹالبوٹ کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا اور نئے خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ ہونے پر ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔

اب مونارو اور ٹالبوٹ کے ساتھ وی آئی پی سلوک ہونے والا تھا۔ ان دونوں کو منڈولہ آدم اور ٹالبوٹ آدم بنا کر آدم برادرز میں شامل کیا جانے والا تھا۔ داؤد منڈولا مسکراتا ہوا اپنی قاہرہ والی رہائش گاہ میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ پھر تھکے ہوئے انداز میں ایک انگڑائی لے کر صوفے سے اٹھ گیا۔ وہ قیمتی سامان سے آراستہ کیے ہوئے ایک بیڈ روم میں تھا۔ وہاں سے چلتا ہوا بالکونی میں آیا۔ سامنے تھوڑے فاصلے پر دریائے نیل کا حسن جگمگا رہا تھا۔ نیل کے دونوں ساحلوں پر جو محل نما کوٹھیاں اور فلک بوس عمارتیں تھیں، ان کی روشنیاں نیل کے پانی میں اتر کر جھلملاتی اور جگمگاتی دکھائی دے رہی تھیں۔

ہزاروں سال سے بہنے والا یہ دریا اپنے اندر چھپی ہوئی تاریخی اور رومانوی داستانیں سناتا ہے۔ داؤد منڈولا سب سے پہلے مذہبی تاریخ کا ایک باب یاد کرتے ہوئے اپنی پیشانی تک ہاتھ اٹھا کر دریا کو سیلیوٹ یا سلام کرنے لگا۔ بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسیٰ کا پنگھوڑا اسی نیل کی لہروں پر بہتا ہوا فرعون کے محل تک پہنچا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک بالکونی میں کھڑا اسی طرح سیلیوٹ کرنے کی پوزیشن میں رہا۔ پھر اسے رومانوی داستان یاد آئی۔ سلام کرنے والا ہاتھ سینے پر دل کی جگہ آگیا۔ کیونکہ تاریخ کی سب سے حسین عورت قلوپطرہ کے بجرے اسی نیل کی لہروں پر تیرتے تھے۔ رباب اور دف کی موسیقی لہرا لہرا اس کے حسن کا قصیدہ پڑھتی ہوئی ساحلوں تک آتی تھی۔ اس کے حسن میں اتنی کشش تھی کہ رومن شہنشاہ اپنے ملک سے کشاں کشاں یہاں چلا آیا تھا۔

وہ اپنے دل کی جگہ سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچنے لگا۔ "رات ہوگئی۔ قاہرہ کا حسن جاگ رہا ہے اور میں تنہا اس مہنگی خواب گاہ میں ہوں۔ مجھے اپنی آرزوؤں کی تکمیل کے لیے باہر جاکر

منگی سے منگی مسرتیں خرید کر لانا چاہیے۔ اتنے بڑے شہر میں پتا نہیں کتنی قلوپطرائیں میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

اس نے خواب گاہ میں آکر الماری کھولی۔ ایک بہت ہی قیمتی کپڑے کا عربی لباس نکالا پھر غسل کرنے باتھ روم میں چلا گیا۔ وہاں وہ ایک مسلمان بنا ہوا تھا۔ اس کے پاسپورٹ اور دیگر شناختی کاغذات کے مطابق وہ ملک شام کا ایک ارب پتی سوداگر ہادی منیر تھا اور قاہرہ میں مستقل رہائش کے لیے آیا ہوا تھا۔

اس نے عربی لباس پہن کر انٹرکام کے ذریعے ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا حکم دیا۔ عورتیں ہیرے جواہرات سے جڑے ہوئے زیورات پہن کر اپنی دولت مندی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ منڈولا جیسے بے انتہا دولت مند مرد بھی زیورات نہیں پہن سکتے اس لیے اس نے اپنی کلائی میں جو گھڑی پہنی ہوئی تھی۔ وہ پاکستانی کرنسی کے مطابق ڈھائی لاکھ روپے کی تھی۔ لباس کے گریبان میں ہیرے کے بٹن لگے ہوئے تھے جو بیگ لے کر وہ کمرے سے نکلا اس میں اتنے ڈالر تھے جو روپے کے حساب سے کروڑوں تھے۔ بنگلے سے باہر آکر وہ جس کار میں بیٹھا' اس کی قیمت ایک کروڑ دس لاکھ روپے تھی۔

یہی تو عیش و عشرت سے گزارنے کے دن تھے۔ مقدر نے مہربان ہو کر ٹیلی پیتھی کا علم دیا تھا۔ وہ لاکھوں کروڑوں روپے جوئے میں ہار جاتا یا انہیں دریائے نیل میں پھینک دیتا تو چند منٹوں کے بعد خیال خوانی کے ذریعے اس سے دگنی رقم کسی مالدار کی تجوری سے یا کسی بینک سے منگوا لیتا۔ وہ دنیا کے ہر ملک کی کرنسی کو جوتوں کے طور پر پہن سکتا تھا۔

بے انتہا دولت حاصل کرنے کے ذرائع پالینے کے بعد آدمی اپنی پچھلی اوقات بھول جاتا ہے۔ شانِ امارت دکھائے بغیر دل کی تسلی نہیں ہوتی۔ وہ جس قدر رقم لے کر نکلا تھا اتنی خرچ نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ کچھ خریدنا نہیں تھا۔ ضرورت کی ہر چیز رقم کے بغیر خیال خوانی کے ذریعے حاصل ہو جاتی تھی۔ اس لیے رقم سے بھرا ہوا وہ بیگ نمائش کے لیے اور یونہی لٹانے کے لیے تھا۔

اس کی مہنگی کار ہوٹل نائیل ہلٹن کے پورچ میں آکر رک گئی۔ ہوٹل کے باوردی ملازم نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ اس نے باہر آکر ملازم کو ایک ہزار ڈالر کا نوٹ دیا پھر بولا۔ "بخشش ہے۔"

ملازم کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ آج تک کسی رئیس اعظم نے اتنا بڑا نوٹ بخشش میں نہیں دیا تھا۔ منڈولا نے ڈرائیور سے کہا۔ "گاڑی پارک کر کے وہ بیگ ہوٹل کے اندر لے آؤ۔"

وہ حکم دے کر اندر چلا گیا۔ ڈرائیور اس کار کو پارکنگ ایریا میں لے آیا۔ وہ نیا ملازم تھا۔ اپنے آقا کے بارے میں صرف اتنا جانتا تھا کہ وہ بہت مالدار ہے۔ اس نے آقا کا بیگ اٹھایا تو وہ مقفل نہیں تھا۔ صرف زپ لگی ہوئی تھی۔ اس نے زپ کو ذرا سرکا کر دیکھا تو شدید حیرانی سے دیدے پھیل گئے۔ وہاں بیگ کے منہ تک بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس نے جلدی سے زپ کو سرکا کر منہ بند کر دیا۔ لیکن لالچ کا منہ کھل گیا۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ دماغ چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ وہ اپنے پورے خاندان کے ساتھ ساری عمر آقا کی غلامی کرتا رہے گا۔ تب بھی اس بیگ کی چند گڈیوں کے برابر دولت حاصل نہیں کر سکے گا۔ دولت خود اس کے پاس آگئی ہے اگر اس نے اسے حاصل نہیں کیا تو تقدیر بار بار مہربان نہیں ہو گی۔

اس نے بیگ کو اٹھا لیا۔ کار کو اسی طرح کھلا چھوڑ دیا۔ اسے لاک کرنے میں وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا پارکنگ ایریا سے نکل کر ہوٹل کے احاطے کے باہر جانے لگا لیکن احاطے کے بڑے آہنی گیٹ کے پاس پہنچ کر رک گیا پھر پلٹ گیا اور ہوٹل کے دروازے کی طرف جانے لگا۔ گھبرا کر سوچنے لگا۔ "نہیں میں ہوٹل کے اندر نہیں جاؤں گا۔ مگر میں جا رہا ہوں۔ نہیں مجھے رک جانا چاہیے۔ دوڑتے ہوئے ہوٹل سے دور چلے جانا چاہیے۔"

وہ سوچ رہا تھا مگر رک نہیں پا رہا تھا۔ بے اختیار چلتا ہوا ہوٹل کے اندر آگیا تھا۔ استقبالیہ کے حصے سے گزر کر ڈانسنگ ہال میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے قدم تب رکے' جب وہ آقا کی میز کے پاس پہنچا۔ منڈولا نے اسے دیکھ کر پوچھا۔ "کیا بات ہے' کچھ پریشان نظر آرہے ہو؟"

"جی۔ جی ہاں۔ یہ..... یہ بیگ مقفل نہیں ہے۔ اس کی زپ ذرا سی کھلی ہوئی تھی۔ نوٹ بھرے ہوئے نظر آرہے تھے۔ میں جلدی سے اٹھا کر لے آیا۔ کسی دوسرے کی نظر پڑ جاتی تو وہ اسے لے کر بھاگ جاتا۔"

"شاباش۔ تم نہیں بھاگے۔ ایماندار ہو۔ اسے یہاں رکھو اور کار کو لاک کر کے آؤ۔"

اس نے گھبرا کر آقا کو دیکھا۔ اسے یاد آیا کہ اس نے کار یونہی کھلا چھوڑ دیا ہے۔ مگر میری یہ غلطی آقا کو کیسے معلوم ہوئی؟

منڈولا نے کہا۔ "آدمی دولت دیکھ کر حیرت زدہ منہ بند کرنا بھول جاتا ہے' تم تو صرف کار لاک کرنا بھول گئے۔ کوئی بات نہیں آئندہ دھیان سے کام کرو۔ جاؤ' اسے بند کرو۔ پھر یہاں آؤ۔ بیگ اتنا بھاری ہے کہ تم ہی اسے اٹھا کر میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ گے۔"

وہ سر جھکا کر باہر چلا گیا۔ منڈولا کا ارادہ تھا کہ پہلے رات کا کھانا کھائے گا۔ کوئی حسینہ دل کو بھا جائے گی تو اسے کھانے پر مدعو کرے گا۔ پھر اسے لے کر ہوٹل کے اس حصے میں جائے گا' جہاں بہت بڑا قمار خانہ قائم کیا گیا ہے۔ وہاں بیگ کھول کر بڑے نوٹوں کی گڈیاں جوئے کی میز پر رکھے گا تو حسینہ حیرت اور مسرت سے اس کے گلے لگ جائے گی۔

قاہرہ میں نائیل ہلٹن' شیرٹن اور شیفرڈ جیسے بڑے اور مہنگے ہوٹلوں میں جو قمار خانے ہیں' وہاں مقامی باشندوں کو جوا کھیلنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ صرف غیر ملکی اپنا پاسپورٹ وغیرہ دکھا کر کھیل سکتے ہیں۔ اور یہ جوا غیر ملکی کرنسیوں کو میز پر رکھ کر کھیلا جاتا ہے۔ وہاں کے کسی بڑے قمار خانے میں مقامی کرنسی قبول نہیں کی جاتی ہے۔

ویٹر نے مینو لا کر پیش کیا۔ وہ بولا۔ "ذرا ٹھہر جاؤ۔ مجھے کسی کا انتظار ہے۔"

ویٹر چلا گیا۔ منڈولا دور تک ڈانسنگ ہال میں نظریں دوڑا رہا تھا۔ کئی میزوں پر جو حسینائیں تھیں' وہ اپنے مرد ساتھیوں کے ساتھ ہنس بول رہی تھیں۔ تنہا عورتیں ہال میں آتی تھیں اور یونہی میزوں کے درمیان گھوم پھر کر چلی جاتی تھیں۔ کوئی تنہا مرد ان میں سے کسی کو پسند کر کے اپنی میز پر مدعو کر لیتا تھا۔ مصر کی مقامی عورتیں سانولی یا اجلے بادامی رنگت کی حامل ہوتی ہیں۔ انگریز عورتوں کی طرح سفید کاغذ کے مانند نہیں ہوتیں۔ لیکن ان کے چہرے کے نقوش اور بدن کی تراش خراش بڑی ہی دیدہ زیب اور دلکش ہوتی ہے۔ اپنی طرف دل کھینچ لیتی ہیں۔

منڈولا کو کچھ حسینائیں پسند آئیں لیکن وہ خوب سے خوب تر چاہتا تھا۔ چاہنے اور تلاش کرنے سے کیا نہیں ملتا؟ سب کچھ ملتا ہے اگر نوٹوں سے بھرا ہوا بیگ ہو۔ ایک نہایت ہی حسین و جمیل دوشیزہ نظر آئی۔ وہ جتنی حسین تھی' اس کا ساتھی بھی اتنا ہی خوبرو اور قد آور تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے مسکرا کر باتیں کرتے ہوئے ڈانسنگ ہال میں داخل ہو رہے تھے۔ منڈولا مایوس ہو گیا۔ وہ حسینہ دل میں اتر رہی تھی۔ اسے دھڑکتے ہوئے دل سے لگائے رکھنے کے لیے ایک ہلچل سی پیدا ہو رہی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے ساتھی کو یہاں سے دور بھگا کر اسے اپنی میز پر مدعو کر سکتا تھا۔ لیکن قد آور ساتھی کی صحت مندی اور کسرتی جسم بتا رہا تھا کہ وہ یوگا کا ماہر ہو گا یا حساس دماغ رکھتا ہو گا۔ اس کے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو کُند کر دے گا۔

وہ سونیا ثانی اور علی تیمور تھے۔ جب میں تاجکستان جانے کے لیے جمیلہ رازی کے ساتھ تہران پہنچا تھا تو وہاں ثانی اور علی سے ملاقات ہوئی تھی۔ انہوں نے بتایا تھا کہ وہ دونوں جناب تمیزی صاحب کی ہدایت کے مطابق قاہرہ جا رہے ہیں۔ انہیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ کس مشن پر قاہرہ جانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ہم سب جناب تمیزی صاحب کی ہدایات پر بے چوں و چرا عمل کرتے تھے۔ لہٰذا وہ دونوں بھی قاہرہ پہنچ گئے تھے۔

ان کی ریزرو کی ہوئی میز داؤد منڈولا کے سامنے ہی تھی۔ یہ بڑا ظلم تھا کہ ثانی اپنے حسن جمال کے ساتھ ذرا فاصلے پر عین نگاہوں کے سامنے آکر بیٹھ گئی تھی۔ انگور کے خوشے کی طرح تھی۔ وہ خیالوں میں لومڑی کی طرح لپک رہا تھا۔ انگور کے ایک دانے تک بھی نہیں پہنچ پا رہا تھا اور لومڑی کی طرح انگور کھٹے ہیں' نہیں کہہ سکتا تھا۔ دور ہی سے اس کی مٹھاس اور چمکتاہٹ کو دیکھ کر پھسل رہا تھا۔

اس کا ڈرائیور کار لاک کر کے اس کی میز کے پاس آکر سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک غلام کی طرح سر جھکا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے کہا "سامنے والی میز پر ایک حسین دوشیزہ نارنجی رنگ کے بلاؤز اور سیاہ رنگ کے اسکرٹ میں اپنے ساتھی کے ساتھ بیٹھی ہے۔ ان دونوں کے پاس جاؤ۔ ان کے سامنے میری تعریف بیان کرو اور کہو کہ میں انہیں مدعو کر رہا ہوں۔"

ڈرائیور حکم کی تعمیل کے لیے پلٹ کر گیا۔ پھر ثانی اور علی کے پاس آکر ادب سے بولا۔ "مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔ میں اپنے آقا جناب ہادی منیر کا غلام ہوں۔ میرے آقا ملک شام کے ارب پتی سوداگر ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ آپ ان کی میز پر آئیں۔ یا انہیں اپنی میز پر بلائیں اور ان کی تنہائی دور کریں۔ آپ دونوں کی صحبت ملے گی تو وہ انتہائی شکر گزار ہوں گے۔ گر قبول افتد زعز و شرف۔"

علی نے کہا۔ "کیا خیال ہے اگر ہم اس کے آقا ہادی منیر کے ساتھ تھوڑا وقت گزار لیں۔"

ثانی نے کہا۔ "ابھی ہمیں کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ میں کباب میں ہڈی پسند نہیں کرتی۔"

وہ دونوں فرانسیسی زبان بول رہے تھے۔ ڈرائیور نہیں سمجھ رہا تھا مگر اس کے اندر بیٹھا ہوا منڈولا ان کی باتیں سمجھ رہا تھا۔ عرب ممالک کی عربی اور مصر کی عربی میں تھوڑا فرق ہے۔ علی نے مصری عربی میں کہا۔ "اپنے آقا سے ہمارا شکریہ ادا کرو۔ دراصل ہم ایک معاملے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ اس اہم گفتگو میں کسی کو شریک نہیں کر سکتے۔ لہٰذا معذرت چاہتے ہیں۔"

ڈرائیور نے واپس آکر کہا۔ "محترم آقا۔ وہ کسی اہم معاملے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ آپ سے معذرت چاہتے ہیں۔"

اس نے ایک سرد آہ بھر کر سوچا۔ "میں نے دونوں کی آواز اور لہجے کو ذہن نشین کر لیا ہے۔ وہ دوشیزہ بھی خاصی صحت مند ہے۔ اگر وہ بھی میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے مجھے دماغ سے بھگائے گی تو ان دونوں کو مجھ پر شبہ ہو گا کہ ابھی میں نے ہی ملازم کے ذریعے ان کی آواز سنی تھی اور میں ان کے اندر آکر کچھ گڑبڑ کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا ابھی انتظار کرنا چاہیے۔ جب وہ دونوں ہوٹل کے ویٹر سے اور مینیجر وغیرہ سے بولیں گے اور دو چار لوگوں سے گفتگو کریں گے۔ تب میں ان کے اندر جانے کی کوشش کروں گا۔ اس طرح انہیں صرف مجھ پر شبہ نہیں ہو گا۔"

اس نے ویٹر کو بلا کر چکن سوپ کا آرڈر دیا تاکہ کھانے کا آرڈر دینے سے پہلے سوپ پینے میں وقت ضائع کرے اور ثانی کے دماغ اور دل میں جگہ بنانے کی تدبیر سوچتا رہے۔

ادھر ثانی اور علی کے درمیان بھی سوپ کی ٹرے آگئی۔ منڈولا

نے دیکھا وہ دونوں خاموشی سے سوپ پینے لگے تھے۔ جبکہ ثانی نے ڈرائیور سے کہا تھا کہ وہ دونوں کسی اہم معاملے میں گفتگو کررہے ہیں۔ گویا انہوں نے جھوٹ کہا تھا۔ ثانی کی گہری خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ منڈولا نے سوچا۔ یہ انداز تو ایسا ہے جیسے وہ مراقبے میں چلی گئی ہو یا شاید خیال خوانی کررہی ہو۔

اسے یقین نہیں آیا کہ خدا نے اسے چھپر پھاڑ حسن دیا ہے تو ٹیلی پیتھی کا علم بھی دیا ہوگا۔ مگر اسے دیکھ کر یاد آیا کہ اسے اپنے ماتحتوں مونارو اور ٹالبوٹ کی خبر لینا چاہیے۔ اس نے کئی گھنٹے سے خیال خوانی نہیں کی تھی۔

اس نے ایک چمچہ سوپ حلق سے اتارا پھر ایکسرے مین مارٹن کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے پہلے ہی یہ بتا دیا تھا کہ وہ اور خفیہ تنظیم کے تمام آدم برادرز مطمئن ہو کر مونارو کو داؤد منڈولا اور ٹالبوٹ کو یہودی تسلیم کرچکے ہیں۔ انہیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جارہا ہے۔ بڑے تجربہ کار ڈاکٹران کی دماغی اور جسمانی توانائی بحال کرنے کے لیے علاج کررہے ہیں۔ اور وہ جلد ہی صحت مند ہو کر آدم برادرز میں شامل ہو کر خفیہ تنظیم کے لیے کام کرنے لگیں گے۔

پھر ایکسرے مین کے خیالات نے بتایا کہ پی ایل او کے راہنما یاسر عرفات اپنے مجاہدانہ سخت فیصلوں میں لچک پیدا کررہے ہیں۔ آئندہ امید کی جاتی ہے کہ اسرائیلی اور فلسطینی مجاہدین کے درمیان کوئی امن معاہدہ ہوجائے گا۔ اس امن معاہدے کے لیے فلسطینی مجاہدین کو کس طرح کچھ دے دلا کر مطمئن کیا جائے گا' یہ باتیں ابھی زیر بحث تھیں۔

لیکن اب مجاہدین کا ایک خطرناک گروہ حماس کے نام سے ابھرا تھا۔ حماس کے مجاہدین اگرچہ تعداد میں کم تھے مگر زبردست گوریلا فائٹر تھے۔ انہیں دیکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ ہروقت جدید اسلحے سے لیس رہتے ہیں۔ کبھی ایک جگہ نہیں ٹھہرتے۔ اچانک ایک خونخوار بلا کی طرح آتے ہیں اور یہودیوں کی بستیوں کو تہس نہس کرکے ایسے گم ہوجاتے ہیں جیسے ان کا کوئی وجود ہی نہ رہا ہو۔

حماس کی تنظیم یاسر عرفات کے سیاسی نظریات سے متفق نہیں تھی۔ پی ایل او کے راہنما کی امریکا سے دوستی کو شک وشبہ کی نظروں سے دیکھتی تھی۔ اس لیے حماس کے مجاہدین نے اپنا ایک الگ راستہ اختیار کیا تھا۔ وہ کہتے تھے' فلسطین کی سرزمین پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگی اور اگر نہ ہوسکی تو وہ جہاد جاری رکھیں گے۔ حوصلہ نہیں ہاریں گے۔ امریکا پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے اور امریکا پر بھروسا کرنے والوں پر بھی بھروسا نہیں کریں گے۔

ابھی یہ راز نہیں کھلا تھا کہ حماس کو مالی امداد کہاں سے ملتی ہے اور کس ملک سے اسلحہ سپلائی کیا جاتا ہے۔ ایکسرے مین کی سوچ نے بتایا کہ حماس کے گوریلا فائٹرز دن کو عام مسلمان یہودیوں کے بھیس میں رہتے ہوں گے اور رات کے اندھیرے میں مسلح ہو کر حملے کرتے ہوں گے۔ چھوٹی چھوٹی بستیوں میں رہنے والے یہودی ان سے خوفزدہ تھے۔ اسرائیلی پولیس اور فوج میں افسران بھی رات کو کسی ویران علاقے سے تنہا نہیں گزرتے رہے۔ ایسے چند افسران پُراسرار طریقے سے قتل ہوچکے تھے۔

ایکسرے مین نے الپا اور ٹیری آدم سے کہا تھا کہ وہ غزہ کی پٹی میں رہنے والے چند مسلمانوں کو اپنا آلۂ کار بنائیں اور ان کے ذریعے دوسرے مسلمانوں کے اندر جاتے رہیں۔ اس طرح جلد معلوم ہوجائے گا کہ ان میں سے کون لوگ خفیہ طور سے حماس مجاہدین کو اپنے ہاں پناہ دیتے رہتے ہیں۔

منڈولا نے ایکسرے مین کو چھوڑ کر الپا اور ٹیری آدم کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ غزہ کی پٹی میں جو لاکھوں فلسطینی کیمپوں میں زندگی گزار رہے ہیں' وہاں حماس کے مجاہدین کو دیکھے گئے ہیں۔ وہ مجاہدین اتنے چالاک ہیں کہ کسی مسلمان کے پناہ نہیں لیتے ہیں۔ اس طرح نہ تو وہ عرب مسلمانوں پر بوجھ بنتے ہیں اور نہ ہی اسرائیلی فوجیوں کو ان غریب خانماں برباد مسلمانوں پر ظلم کرنے کا موقع دیتے ہیں۔

پھر الپا کی سوچ نے بتایا کہ اسرائیل میں ایک کٹر یہودی امریکا سے آیا ہوا ہے۔ اس کا نام یاسخ بنجامن ہے۔ ایک قابل ڈاکٹر ہے اور اتنا متعصب ہے کہ بچپن ہی سے مسلمانوں سے سخت نفرت کرتا ہے۔ اس نے ایک بیمار فوجی افسر کا علاج کرنے کے دوران دعویٰ کیا تھا کہ وہ حماس کے ایک مجاہد کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

افسر نے اس سے پوچھا۔ "تم کیسے معلوم کروگے کہ مسلمان اور یہودیوں کے درمیان حماس کے جان باز کہاں چھپے رہتے ہیں؟"

اس نے جواب دیا۔ "آج تم نہیں مانو گے اور دنیا نہیں مانے گی۔ پیغمبروں کو بھی کوئی نہیں مانتا تھا پھر رفتہ رفتہ ان کے علم اور افعال سے متاثر ہو کر سب اسے ماننے لگتے ہیں۔"

"کیا تم دنیا سے منوانے والے ہو کہ تم بھی ایک پیغمبر ہو؟"

"بے شک۔ میرا نام یاسخ بنجامن ہے اور یاسخ کے معنی خدا کی طرف سے نوازا ہوا شخص۔"

"کیا کسی شخص کا نام کلیم اللہ ہو تو وہ حضرت موسیٰ جیسا ہوجاتا ہے۔"

"میں نے کہا نا؟ ابھی دنیا نہیں مانے گی۔ آپ کی طرح انکار کرے گی۔"

اس بیمار فوجی افسر نے اس سے بحث نہیں کی۔ اس نے انٹیلی جنس کے چیف برین آدم سے اس کا ذکر کیا۔ برین نے الپا سے کہا۔ "رپورٹ کے مطابق یاسخ بنجامن بہت ذہین باصلاحیت ڈاکٹر ہے۔ مگر وہ ایسی باتیں کرتا ہے جیسے نیم پاگل

کسی لڑکی کو آلۂ کار بنا کر اس سے گفتگو کرو۔"

الپا ایک لڑکی کو آلۂ کار بنا کر یاسخ کے پاس گئی پھر بولی۔ "میں نے سنا ہے کہ آپ خدا کی طرف سے نوازے گئے ہیں۔ اس بات میں کہاں تک صداقت ہے؟ کیا آپ میں پیغمبروں والی کوئی بات بھی ہے؟"

یاسخ نے کہا۔ "بے شک ہے۔ حضرت عیسیٰ مسیحا تھے۔ میں بھی مسیحا ہوں۔ اس اسپتال میں جو مریض آتا ہے' میرے ہاتھوں شفا پا کر جاتا ہے۔ جس طرح پیغمبروں پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اسی طرح مجھے غیب سے ہدایات ملتی ہیں۔"

"مثلاً کیسی ہدایات؟"

"مثال کے طور پر یہ کہ میں امریکا میں تھا۔ ایک رات مجھے ہدایت ملی کہ میں اسرائیل پہنچ کر جیون جاؤں۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ جیون وہ پاک سرزمین ہے' جہاں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کے پاک قدم پڑے۔ اس زمین کو ہم جو وہ اور سارا کہتے ہیں اور یہاں کے حقدار صرف یہودی ہیں۔"

الپا کی آلۂ کار نے کہا۔ "میرا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے۔ مجھے اس بات سے دلچسپی ہے کہ آپ حماس کی پوری تنظیم کو نابود کرکے ایک عظیم ربی' ولی یا پھر خود کو ایک پیغمبر ثابت کرسکتے ہیں؟"

"بے شک میں ایسا کرنے والا ہوں یا کرچکا ہوں۔ اگر تم ہماری مذہبی ہسٹری سے واقف ہو تو تمہیں یاد ہوگا کہ اب سے ڈھائی ہزار برس پہلے ایک نہایت ہی پاکباز یہودی تھا۔ اس کا نام "مارڈی کھائی" تھا۔ مختصر سا واقعہ یوں ہے کہ "ہمان" نامی ایک عیسائی پادری نے اپنے چند آدمیوں کے ساتھ مل کر سیکڑوں یہودیوں کو مار ڈالنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ مگر پاکباز یہودی "مارڈی کھائی" کو اس منصوبے کا علم ہوگیا۔ جب عیسائی ہمان منصوبے پر عمل کرنے سے پہلے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چرچ کے اندر عبادت میں مصروف تھا تو مارڈی کھائی نے اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ اچانک ان پر حملہ کرکے ان سب کو قتل کردیا اور اس طرح سیکڑوں یہودیوں کی جانیں بچالیں۔"

الپا کی آلۂ کار نے پوچھا۔ "کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کو بھی ہمارے مذہبی تہوار کے دن حماس تنظیم کے کسی منصوبے کا علم ہوگا اور اس منصوبے کی تکمیل سے پہلے آپ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تمہاری یہودی مذہبی ہسٹری بہت کمزور ہے۔ تمہارے جیسے ماڈرن یہودی بھول جاتے ہیں۔ وہ ہمارے مذہبی تہوار کا دن آج ہی ہے۔ میں ایک گھنٹا پہلے اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ ایک مسجد میں گیا تھا۔ مسلمان نماز میں مصروف تھے۔ ہم نے تمام نمازیوں کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ اب میں پھر اسپتال میں اپنی ڈیوٹی پر آگیا ہوں۔"

"کیا واقعی؟" الپا نے اپنی آلۂ کار کے ذریعے پوچھا۔ "کیا آپ نے مسجد میں جتنے نمازیوں کو قتل کیا' وہ سب حماس کے مجاہدین تھے؟"

"بے شک۔ وہ سب ہم یہودیوں کے جانی دشمن تھے۔ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔"

"لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ حماس تنظیم سے تعلق رکھنے والے مسلمان تھے؟"

"یہ میں تمہیں نہیں سمجھا سکوں گا۔ یہ غیب کی باتیں ہیں۔ مجھے غیب سے ہدایات ملتی ہیں۔"

اسی وقت ٹیری آدم نے الپا کے پاس آکر کہا۔ "ابھی خبر ملی ہے کہ ہمارے چند کٹر بنیاد پرست یہودیوں نے ایک مسجد میں فائرنگ کرکے عام مسلمان شہریوں کو مار ڈالا ہے۔ یہ خبر عالمی سطح پر ہمارے لیے بدنامی کا باعث بنے گی۔"

الپا نے کہا۔ "میں ابھی ایک آلۂ کار کے ذریعے اس کٹر یہودی یاسخ بنجامن سے گفتگو کررہی تھی۔ اگرچہ وہ ایک اسپتال کا معزز ڈاکٹر ہے۔ مگر مسلمانوں سے اتنی دشمنی ہے کہ دہشت گرد بن گیا ہے۔ ایک گھنٹا پہلے اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں فائرنگ کی تھی۔"

داؤد منڈولا خیال خوانی کے ذریعے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ دوسری طرف سونیا ثانی بھی خیال خوانی کے ذریعے بیت المقدس پہنچی ہوئی تھی۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس ٹام مورس سے باتیں کررہی تھی۔ یہ وہی ٹام مورس تھا' جس سے ثانی نے مرینہ کی شادی کرائی تھی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی مرینہ بہت برے تجربات سے گزر کر اور جادوگر جے پر گولا کے ہاتھوں بری طرح برباد ہونے کے بعد توبہ کرچکی تھی۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ خیال خوانی چھوڑ دے گی اور گمنام رہ کر خاموشی سے ازدواجی زندگی گزارے گی۔

وہ وعدہ نبھا رہی تھی۔ ٹام مورس کی وفادار بیوی بن کر ازدواجی اور گھریلو زندگی گزار رہی تھی۔ اور اس کے ساتھ بظاہر یہودی بن کر رہتی تھی۔ وہ سونیا ثانی سے کہہ رہا تھا۔ "اس مسجد میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا ایک انجینئر بھی نماز پڑھنے گیا تھا۔ وہ بھی گولیوں سے چھلنی ہو کر شہید ہوچکا ہے۔ وہاں عام شہری عبادت میں مصروف تھے۔ ان میں سے کوئی ہتھیار اٹھانے والا مجاہد نہیں تھا۔"

ثانی نے پوچھا۔ "ابھی تم کہہ رہے تھے کہ ڈاکٹر یاسخ بنجامن کا دعویٰ ہے کہ اس مسجد میں حماس کے مجاہدین تھے؟"

وہ بولا۔ "ڈاکٹر یاسخ بنجامن تو ایک کامیاب ڈاکٹر ہے۔ مگر جانے کیوں خود کو پیغمبر کہلانا چاہتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ یہ ہدایت آسمان سے اس پر نازل ہوئی تھی کہ اس مسجد میں حماس کا گروہ آج نماز پڑھے گا۔ لہٰذا ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑا

جائے۔ اور اس پاگل کے بچے نے پُرامن رہنے والے مسلمانوں کو شہید کردیا ہے۔ اسے ملٹری انٹیلی جنس والوں نے طلب کیا ہے۔"

"تم انٹیلی جنس کے دفاتر میں کسی جاسوس عورت کو جانتے ہو تو فون پر اس کی آواز سناؤ۔"

ٹام مورس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ ہوگیا۔ ایک لیڈی سیکریٹری نے پوچھا۔ "ٹیس پلیز۔ آپ کون ہیں اور کس سے باتیں کرنا چاہتے ہیں؟"

ٹانی نے ٹام مورس کو ریسیور رکھنے کے لیے کہا۔ پھر سیکریٹری کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ریسیور پر ہیلو ہیلو کہہ رہی تھی۔ پھر اسے کریڈل پر رکھ کر بڑبڑانے لگی۔ وہ عمر رسیدہ عورت تھی اور اسے بہت جلدی غصہ آجاتا تھا۔ اس نے میز پر سے ایک فائل اٹھائی۔ پھر اس دفتری کمرے سے نکل کر ایک کاریڈور میں چلتی ہوئی ایک بڑے سے ہال میں پہنچی۔ وہاں ایک وسیع و عریض میز کے اطراف کئی فوجی افسران اور سراغرساں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک کرسی پر ڈاکٹر بارخ بنجامن کو بھی بٹھایا گیا تھا۔ اور اس سے طرح طرح کے سوالات کیے جارہے تھے۔

لیڈی سیکریٹری نے وہ فائل ایک اعلیٰ افسر کے سامنے رکھا۔ افسر نے کہا۔ "ڈاکٹر بارخ! اس فائل میں ان مقامات اور ان یہودیوں کے نام درج ہیں، جنہیں حماس کے لوگوں نے مختلف اوقات میں ہلاک کیا ہے۔ اگر تم خود کو پیغمبر کہتے ہو تو بتاؤ کہ ہمارے ہلاک ہونے والے یہودیوں کے نام کیا تھے اور وہ تعداد میں کتنے تھے اور کہاں کہاں مارے گئے تھے؟"

ڈاکٹر بارخ نے کہا۔ "آپ گزری ہوئی باتیں پوچھ رہے ہیں جبکہ پیش آنے والی باتیں آسمان سے مجھ پر نازل ہوتی ہیں۔"

وہاں برین آدم بھی موجود تھا۔ اس نے کہا۔ "آسمان سے نہیں اترتی ہیں۔ تمہیں شاید نہیں معلوم کہ ہماری قوم میں چند ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ وہ وقتاً فوقتاً مختلف مساجد میں جانے والے مسلمانوں کے دماغوں میں گھس کر ان کی اصلیت معلوم کرتے ہیں۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی رپورٹ ہے کہ نماز کے دوران جو مسلمان تمہاری گولیوں کا نشانہ بنے، وہ اس ملک کے پُرامن شہری تھے۔"

ڈاکٹر بارخ نے کہا۔ "تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کی رپورٹ غلط ہے۔ وہ تمام خیال خوانی کرنے والے مجھ سے افضل نہیں ہوسکتے کیونکہ میرا نام بارخ ہے۔ میں خدا کا خاص نوازا ہوا بندہ ہوں۔"

"تم ایک کٹر بنیاد پرست یہودی ہو۔ تم نے مسلمانوں سے شدید نفرت کرتے ہوئے مذہبی جوش و جنون میں انہیں ہلاک کیا ہے۔ اس لیے ہم تمہیں مجرم نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی پاگل قرار دے سکتے ہیں۔ وہ مسلمان پُرامن تھے مگر مسلمان تھے۔ یہودیوں کے ازلی دشمن تھے۔ تم ہماری نظروں میں ہیرو ہو۔ لیکن عالمی سطح پر ایک جنونی قاتل کہلاؤ گے ہم مسلمانوں کو بنیاد پرست کہہ کر ان کو بدنام کرتے تھے۔ اس واقعے کے بعد ہم یہودی بھی بنیاد پرست کہلائیں گے۔ تم نے ہمارے لیے مسائل پیدا کردیئے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "بہرحال ہم عالمی سطح پر بات سنبھالنے کی کوشش کریں گے۔ آئندہ تم ہم سے مشورہ کیے بغیر مسلمانوں کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ کچھ عرصے کے لیے تم گوشہ نشینی اختیار کرلو اور بیرونی ممالک کے اخبارات کو بیان نہ دو۔"

"میں ایک پیغمبر کی حیثیت سے منظرِ عام پر آنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ مجھے گوشہ نشینی کا مشورہ دے رہے ہیں۔"

"ہم تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہے ہیں۔ تم خود کو پیغمبر کہو گے تو دنیا تمہیں پاگل کہے گی۔"

ایک افسر نے کہا۔ "تمہارے خاموش رہنے سے یہ مسئلہ ختم ہوجائے گا۔ ہماری طرف سے بیان جاری ہوگا کہ کچھ عرصے سے مجاہدین کے دو گروہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوگئے ہیں۔ ہم پی ایل او کا نام نہیں لیں گے۔ یاسر عرفات جو ہماری طرف سے ہورہے ہیں، وہ ہم سے ناراض ہوجائیں گے مگر ہمارے بیان کے ابہام ہوگا۔ اس سے دنیا سمجھ لے گی کہ پی ایل او کے مسلمان نے حماس کے مجاہدین پر گولیاں برسائی ہیں۔"

سیاسی بیان بازی کا ایک انداز ہوتا ہے۔ ایسی بیان بازی میں جھوٹ بالکل سچ بن جاتا ہے اور جو سچ ہوتا ہے، وہ کھلا جھوٹ نظر آتا ہے۔

اچانک ٹانی نے لیڈی سیکریٹری کی زبان سے کہا۔ "اس دنیا میں ایسے مومن بھی ہیں، جو جھوٹے پیغمبروں کو ان کے گھر تک پہنچا کر سے ان کی قبر تک پہنچا دیتے ہیں۔"

سب نے چونک کر لیڈی سیکریٹری کو دیکھا کیونکہ وہ ایک ایسی دوشیزہ کی آواز اور لہجے میں بول رہی تھی۔ "تم لوگ اس پاگل کو کس گوشے میں چھپاؤ گے۔ میں اسے مجبور کروں گی اور یہ غلط اخبارات کے رپورٹرز کو وہی بیان دے گا جو سچ ہوگا۔"

برین آدم نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ اپنا تعارف پیش کرو۔ ہم سے دوستانہ ماحول میں باتیں کرو۔"

ٹانی نے کہا۔ "میں بھی ایک اخبار کی فلائنگ رپورٹر ہوں جہاں تک دوسرے رپورٹرز نہیں پہنچتے، وہاں تک میں پرواز کر پہنچ جاتی ہوں۔ میں جارہی ہوں۔ اگر سچائی کو چھپایا گیا تو تم کو کر آؤں گی۔ ورنہ مجھے دوست ہی سمجھو۔ مجھ سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

یہ کہہ کر وہ دماغی طور پر علی تیمور کے سامنے ڈائننگ ہال میں حاضر ہوگئی۔ ادھر منڈولا خیال خوانی کے ذریعے برین آدم کے پاس تھا۔ جب لیڈی سیکریٹری نے اپنے حواس میں آکر اپنے لب پر میں بات کی تو معلوم ہوگیا کہ اس کے دماغ میں آنے والی

ہے۔ لہٰذا داؤد منڈولا بھی دماغی طور پر اسی ڈائننگ ہال میں حاضر ہوگیا۔ اتنی دیر میں سامنے رکھا ہوا سوپ ٹھنڈا ہوگیا تھا۔ ادھر ٹانی کے سامنے بھی سوپ ٹھنڈا ہوچکا تھا۔ علی نے پوچھا۔ "کیا دوسرا سوپ منگواؤں؟"

"نہیں۔ اب کچھ کھانا چاہیے۔ مجھے لمبی خیال خوانی کرنی پڑی اور تم بور ہوتے رہے۔"

"کوئی اہم یا پیچیدہ مسئلہ ہوگا۔ ورنہ تم مجھے کبھی بور نہیں ہونے دیتی ہو۔ مختصر خیال خوانی کرتی ہو۔"

علی نے ویٹر کو بلا کر کھانے کا آرڈر دیا۔ ویٹر کے جانے کے بعد ٹانی علی کو ڈاکٹر بارخ بنجامن کے متعلق بتانے لگی۔ اُدھر منڈولا نے بھی ویٹر کو بلا کر کھانے کا آرڈر دیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات کھٹک رہی تھی کہ ابھی لیڈی سیکریٹری کے ذریعے جو دوشیزہ خیال خوانی کے ذریعے بول رہی تھی اس کی آواز اور وہی لہجہ وہ پہلے بھی کہیں سن چکا ہے۔

مگر کہاں سنا تھا؟ وہ یاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے دو انگلیوں سے اپنی پیشانی کو سہلا رہا تھا اور بے اختیار سونیا ٹانی کو دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ اس کا حسن و شباب لپکا رہا تھا۔ پھر جو حسن ہاتھ نہ آئے وہ زیادہ تڑپاتا ہے اور زیادہ اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کرتا ہے۔

وہ سوچتے سوچتے اور اسے دیکھتے دیکھتے ایک دم چونک گیا۔ اسے یاد آگیا کہ اس نے اپنے ڈرائیور کے دماغ میں رہ کر اس حسین دوشیزہ کی گفتگو، اس کی آواز اور اس کے لہجے کو سنا تھا۔ لیڈی سیکریٹری کی زبان بھی بالکل یہی آواز اور لہجہ پیش کررہی تھی۔ کیا یہ سامنے بیٹھی ہوئی حسینہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟

پھر اسے یاد آیا کہ سوپ کا پیالہ اس کے سامنے تھا۔ مگر وہ نہیں پی رہی تھی۔ سوچ میں گم تھی۔ پہلے بھی اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ جیسے مراقبے میں پہنچ گئی ہو یا خیال خوانی میں گم ہو لیکن اس وقت یقین نہیں آیا تھا کہ وہ حسینہ ٹیلی پیتھی جانتی ہوگی۔ اب یقین ہورہا تھا کہ ابھی یہودیوں کو چیلنج کرکے آنے والی دوشیزہ یہی ہے۔

اب تشویش پیدا ہوئی کہ یہ کون ہے؟ اور اس کے ساتھ وہ خوبرو اور صحت مند جوان کون ہوسکتا ہے؟

ویٹر آکر کھانے کی ڈشیں میز پر رکھ رہا تھا۔ منڈولا نے پانچ سو ڈالر نکال کر ویٹر کو دیتے ہوئے کہا۔ "میں اکثر کھانے کے بعد ٹپ دینا بھول جاتا ہوں۔ اسے رکھ لو۔"

ویٹر نے حیرانی سے اتنی بڑی بخشش لے کر شکریہ ادا کیا۔ پھر کہا۔ "میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم کریں۔"

"وہ جو نارنجی اور سیاہ بلاؤز اسکرٹ والی حسینہ ہے، مجھے بہت پسند ہے۔ ادھر ابھی نہ دیکھو اسے شبہ ہوگا۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ اسی ہوٹل میں قیام کررہی ہے؟"

"جی ہاں۔ کمرا نمبر سات سو بارہ میں ہے۔"

"یہاں سیکڑوں سیاح اور مسافر روزانہ آتے جاتے ہیں۔ تمہیں اس کا کمرا نمبر کیسے یاد رہ گیا؟ کیا یہ حسینہ تمہیں بھی اچھی لگتی ہے؟"

"نو سر! ہم چھوٹے لوگ ہیں۔ ہاتھ بڑھا کر آسمان کے چاند کو چھو نہیں سکتے۔ کمرے کا نمبر اس لیے یاد رہ گیا کہ ان دونوں کے نام بڑے عجیب ہیں۔"

"میں ان کے عجیب نام سننا چاہوں گا۔"

"تو سر! وہ حسینہ تو مرچکی ہے۔ یہ حسینہ جو بیٹھی ہوئی ہے اس کا بھی وہی نام ہے۔ یعنی قلوپطرہ۔"

"یہ تو صاف ظاہر ہے کہ دونوں نے فرضی اور مضحکہ خیز نام رکھے ہیں۔"

ویٹر نے کہا۔ "معاف کیجئے گا جنابِ عالی! آپ ہمارے تاریخی کرداروں کو مضحکہ خیز کہہ رہے ہیں۔ یہ رہی آپ کی دی ہوئی بخشش کے پانچ سو ڈالر۔ ہم بھوکے رہ سکتے ہیں۔ مرسکتے ہیں مگر اپنی قوم اور اپنے تاریخی کرداروں کی برائی نہیں سن سکتے۔"

"تم تو ناراض ہوگئے۔ میں تمہاری قوم اور تمہارے تاریخی کرداروں کی عزت اور احترام کرتا ہوں۔ دراصل میں ان دونوں کے ناموں کو مضحکہ خیز اس لیے کہہ رہا ہوں کہ وہ دونوں آج کے دور میں ایسے نام اپنا کر خود کو ایک تماشا بنا رہے ہیں۔ یہ پانچ سو ڈالر اور لو اور غصہ تھوک دو۔"

اس نے جبراً اس کے ہاتھ میں ایک ہزار ڈالر پکڑائے پھر کہا۔ "تم یہ تو تسلیم کرو گے کہ یہ ان کے اصلی نام نہیں ہیں۔"

"اصلی ہیں جنابِ عالی! ان دونوں کے پاسپورٹ میں بھی یہی نام درج ہیں۔"

"پھر تو پاسپورٹ جعلی ہوگا۔"

"پتا نہیں۔ یہ امیگریشن اور سفارت خانے والے ہی جان سکتے ہیں۔"

ویٹر چلا گیا۔ وہ کھانا شروع کرتے ہوئے سوچنے لگا۔ اگر یہ مگرا جوان اس کے ساتھ نہ ہوتا تو میں اس کی اصلیت معلوم کرلیتا۔ میری یہودی عقل کہتی ہے کہ دشمن سے براہِ راست کبھی نہ ٹکراؤ۔ کسی دوسری حکمتِ عملی سے اس کی اصلیت معلوم کرو۔ معلوم کرنے کا فی الوقت یہی طریقہ ہے کہ دونوں کا سکون برباد کرو۔ شیطان جان سے نہیں مارتا۔ صرف پریشانیاں بڑھاتا ہے اور ہلکان کرتا رہتا ہے۔

وہ لقمہ چباتے ہوئے ویٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دوسری میز کے لیے کھانے کی ٹرالی پر ڈشیں رکھ رہا تھا وہ ویٹر کے ذریعے منیجر کے پاس پہنچا۔ منیجر نے اس کی مرضی کے مطابق بیل بوائے کو بلایا پھر

کہا۔ "منیر نمبر بارہ پر مس قلوپطرہ کو اطلاع دو کہ کاؤنٹر پر فون اٹینڈ کرے۔"

بیل بوائے اسٹور روم میں آیا۔ وہاں اس نے ایک سادہ پلے کارڈ اٹھا کر اس پر لکھا۔ پھر ایک ہاتھ سے پلے کارڈ اور دوسرے ہاتھ سے گھنٹی پکڑ کر اسٹور روم اور استقبالیہ کے حصے سے گزرتا ہوا ڈائننگ ہال کے دروازے پر پہنچا اور پلے کارڈ کو اونچا کیے' بیل بجاتا ہوا ثانی اور علی کی میز کے پاس آکر رک گیا۔

دونوں نے چونک کر پلے کارڈ کی تحریر کو پڑھا۔ اس پر لکھا تھا۔ "قلوپطرہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔"

یہ پڑھ کر دونوں نے حیرانی کا اظہار کیا۔ ثانی نے بیل بوائے سے کہا۔ "ہمیں پتا ہے۔ ہم نے بھی تاریخ پڑھی ہے۔ قلوپطرہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔"

علی نے کہا۔ "میرا خیال ہے' وہ ٹیلی پیتھی جانتی تھی۔ اسی لیے ہر مرد کے دل و دماغ میں پہنچ کر ان پر حکومت کرتی تھی۔ رومن شہنشاہ اپنی بہت بڑی سلطنت چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ قلوپطرہ کی ٹیلی پیتھی نے اسے روم سے یہاں قاہرہ آنے پر مجبور کردیا۔"

ثانی نے بیل بوائے کو پانچ ڈالر دیے۔ وہ سلام کرکے چلا گیا۔ منڈولا بیل بوائے کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ دونوں چالاک ہیں۔ پریشانی ظاہر نہیں کررہے ہیں اور یہ سمجھتے رہے ہیں کہ اس بیل بوائے کے اندر وہ موجود ہے' جو قلوپطرہ کی خیال خوانی کے علم کو سمجھ گیا ہے۔

وہ دونوں اِدھر اُدھر نہیں دیکھ رہے تھے۔ کسی خیال خوانی کرنے والے دشمن کو تاڑنا نہیں چاہتے تھے۔ بڑے اطمینان سے باتیں کرتے ہوئے کھا رہے تھے۔ منڈولا دل ہی دل میں اعتراف کررہا تھا کہ دونوں ذہین اور حاضر دماغ ہیں۔ انہوں نے چشم زدن میں یہ طے کیا ہے کہ کسی دشمن کے نفسیاتی حملے کا ردِعمل پیش نہیں کریں گے۔ اور یہی تاثر پیش کریں گے کہ ہوٹل والے بیل بوائے کے ذریعے سیاحوں کے سامنے ایک آدھ تاریخی حقائق پیش کرتے ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ قلوپطرہ کے زمانے میں ٹیلی پیتھی نہیں تھی۔ اس لیے وہ یہ علم نہیں جانتی تھی۔

ادھر علی نے کھانے کے دوران ثانی سے کہا۔ "تم نے مجبور ہوکر یہاں سرِعام خیال خوانی کی۔ یعنی اس ایک گھنٹے کے اندر تمہیں کسی نے گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے دیکھا ہے لیکن صرف سوچ میں ڈوبنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ خیال خوانی کی جارہی ہے۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے بولی۔ "میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ یہاں کوئی ایسا خیال خوانی کرنے والا ہے جس نے مجھے خیال خوانی کے ذریعے اسرائیل پہنچتے دیکھا ہے۔ وہاں اس نے میری آواز اور لہجے کو پہچانا ہوگا۔"

"اب سمجھنا یہ ہے کہ اس ڈائننگ ہال میں تمہاری آواز اور لہجے کو کتنے لوگوں نے سنا ہے؟"

"صرف دو اشخاص نے۔ ایک ویٹر نے اور دوسرے اس ملازم نے جو سامنے والی میز کے پاس سر جھکائے اپنے آقا ہادی منیر کے کسی حکم کا منتظر ہے۔"

ثانی نے پہلے ویٹر کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھے۔ وہ بے چارہ ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ دوسرا بے چارہ ہادی منیر کے سامنے ادب سے کھڑا ہوا تھا۔

وہ آنکھیں بند کرکے اس کے لب و لہجے کو یاد کرنے لگی۔ اس نے آکر کہا تھا کہ وہ آقا ہادی منیر کا غلام ہے اور ہادی منیر ملک شام کا ارب پتی سوداگر ہے وہ اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے انہیں اپنی میز پر مدعو کررہا ہے یا پھر ان کی میز پر آنا چاہتا ہے۔

ثانی اس ملازم کے الفاظ اور فقرے یاد کررہی تھی۔ حافظہ بہت تیز تھا۔ الفاظ کے ساتھ ان کی ادائیگی بھی یاد آرہی تھی۔ یوں یاد کرتے کرتے وہ اس ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ گئی۔

اس کے چور خیالات بتانے لگے کہ وہ آقا کا ڈرائیور ہے۔ اس نے آج آقا کے بیگ میں اتنی دولت دیکھی ہے کہ شاید پھر کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ اس دولت پر اس کی نیت خراب ہوگئی تھی۔ وہ بیگ لے کر بھاگ جانا چاہتا تھا۔ مگر ہوٹل کے احاطے کے بڑے پھاٹک سے باہر نہ جاسکا۔ اچانک رک گیا۔ پھر پلٹ گیا۔ وہ آقا کو دولت واپس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہوٹل کے اندر نہیں آنا چاہتا تھا' مگر اپنے آپ میں نہیں تھا اس نے اپنی مرضی کے خلاف اس میز کے پاس آکر وہ بیگ آقا کے سامنے رکھ دیا۔

وہ حیران تھا۔ پریشان تھا۔ آقا کی مہنگی کار کھلی چھوڑ کر آیا تھا۔ آقا نے اس سے کہا کہ وہ کار لاک کرکے واپس آئے۔ وہ اس بات پر بھی حیران تھا کہ آقا کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ اس نے کار کو لاک نہیں کیا ہے؟

ثانی نے آنکھیں کھول دیں۔ علی کو دیکھ کر مسکرانے لگی۔ علی نے کہا۔ "اچھا تو تم نے چور پکڑ لیا ہے۔"

"ہاں۔ ہادی منیر کوئی بہروپیا ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ شیشے کے گھر میں رہ کر ہمیں پتھر مار رہا ہے اور مطمئن بیٹھا ہے۔ میں سمجھتی ہوں۔ اس کا تعلق اسرائیل سے اور یہودی خفیہ تنظیم سے ہے۔ جب میں ملٹری انٹیلی جنس میں ایک لیڈی سیکریٹری کی زبان سے بول رہی تھی تو یہ ہادی منیر بھی وہاں پہنچا ہوا تھا' وہیں اس نے میری آواز اور لہجے سے مجھے پہچانا تھا۔"

"اس نے تمہیں اور ہم نے اسے صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے پہچانا ہے۔ وہ تمہارا اصلی نام اور شخصیت معلوم کرنے کی کوشش کرے گا۔ یہی ہمیں بھی معلوم کرنا ہے کہ یہ اصل میں کون ہے؟"

وہ بولی۔ "ہم اب کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں منگوائیں گے۔ وہ شخص ہماری میز کے ویٹر کے اندر جاکر کھانے پینے کی کسی چیز میں مہلک رساں دوا ملا سکتا ہے۔"

"یہی کوشش تم کرو۔ میں ڈائننگ ہال سے باہر جارہا ہوں۔ اس کی میز کے ویٹر سے بات کروں گا۔ تم اس کے اندر پہنچ کر کیا کرو گی' یہ تم جانتی ہو۔"

ثانی کی انگلی میں وہ مخصوص انگوٹھی تھی' جو کبھی سونیا پہنا کرتی تھی۔ اس انگوٹھی کے ایک سرے میں ایک ننھا سا بٹن تھا جسے دباتے ہی انگوٹھی کے اندر سے ایک ننھی سی سُوئی نکل آتی تھی۔ وہ سُوئی جس کے بدن میں انجکٹ ہوتی تھی' وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوجاتا تھا۔ ثانی نے اپنی انگلی سے وہ انگوٹھی اتار کر علی کو دیتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے ذریعے اس ویٹر کی آواز سنوں گی۔ پھر اس کے اندر پہنچوں گی۔ اس کی زبان سے کہوں گی کہ "میں موجود ہوں" تم یہ سن کر انگوٹھی اس کی جیب میں رکھ دینا۔ پھر میں اس ویٹر اور انگوٹھی کو اپنے طور پر استعمال کروں گی۔"

علی وہ انگوٹھی لے کر وہاں سے اٹھ گیا۔ پھر ڈائننگ ہال سے باہر جانے لگا۔ منڈولا کھانے سے فارغ ہوکر دیکھ رہا تھا کہ حسینہ تنہا رہ گئی ہے۔ اس کا ساتھی کہیں گیا ہے۔ پتا نہیں کتنی دیر کے لیے گیا ہے؟ شاید وہ کھانے کے بعد چائے یا کافی پیئے گی۔ اگر میں اسے دماغی طور پر ذرا سا کمزور بنا دوں تو پھر یہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکے گی۔ پھر میں اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کی اصلیت معلوم کرسکوں گا۔

اس نے ثانی کی میز پر خدمت انجام دینے والے ویٹر کی آواز نہیں سنی تھی لیکن اپنی میز کے ویٹر کے ذریعے سن سکتا تھا۔ یعنی اس کا ویٹر ثانی کے پاس جاکر باتیں کرتا تو وہ ثانی کے ویٹر کے دماغ میں پہنچ جاتا۔

اس نے اپنے ویٹر کو بلانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچا تو اس کے ذریعے یہ دیکھ کر چونک گیا کہ حسینہ کا ساتھی (علی) ویٹر سے باتیں کررہا تھا۔ اسی وقت ویٹر نے حسینہ کی آواز اور لہجے میں کہا۔ "میں موجود ہوں۔"

یہ سنتے ہی علی نے وہ انگوٹھی ویٹر کی جیب میں ڈال دی۔ ویٹر حسینہ کی خیال خوانی کے زیرِ اثر تھا۔ اس نے انگوٹھی کو اپنی جیب میں جاتے دیکھا۔ مگر کوئی سوال نہیں کیا۔ ثانی اس کی سوچ میں کہہ رہی تھی۔ "میں ابھی پندرہ نمبر کی میز پر جاؤں گا۔ اگر وہ چائے یا کافی کا آرڈر دے گا تو میں اس میں انگوٹھی میں چھپی ہوئی دوا ملا دوں گا۔"

یہ سوچ پڑھتے ہی منڈولا ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ڈرائیور سے بولا۔ "یہاں ٹھہرو۔ میں ابھی واش روم سے ہوکر آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ثانی کے قریب سے گزرا اور ٹائلٹ کی طرف جانے لگا۔ اس کے اندر خطرے کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ حسینہ اور اس کے ساتھی کو شبہ ہوگیا ہے۔ وہ چائے یا کافی کے ذریعے مہلک رساں دوا ملا کر دماغ کے اندر گھسنا اور اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

وہ بڑے سے ٹائلٹ میں پہنچ کر دوسری طرف کا دروازہ کھول کر ہوٹل کے لانڈری والے کاریڈور میں آیا۔ پھر وہاں سے دوڑنے کے انداز میں تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل کے پچھلے حصے میں آیا۔ ایک ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھول کر بولا۔ "کم آن۔ ہری اپ۔ جلدی چلو۔"

ٹیکسی اسٹارٹ ہوکر وہاں سے چل پڑی۔ احاطے سے نکل کر ایک شاہراہ پر دوڑنے لگی۔ ہوٹل سے دور ہونے لگی۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ ڈرائیور نے پوچھا۔ "کہاں لے چلوں؟"

"چلتے رہو۔ میں یہ شہر دیکھنا چاہتا ہوں۔ کرائے کی پروا نہ کرو۔"

وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا کہ حسینہ اور اس کے ساتھی کو کیسے اس پر شبہ ہوا؟ انہوں نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں یا پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لیتا ہوں؟

اس نے ڈائننگ ہال میں بیٹھ کر سوپ پیتے وقت خیال خوانی کی تھی اور تل ابیب کے ملٹری انٹیلی جنس کے دفتر میں پہنچ کر ثانی کے متعلق معلوم کیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ منڈولا کو یقین تھا کہ ثانی نے خیال خوانی کرنے کے دوران اسے خیال خوانی کرتے نہیں دیکھا ہے۔ اور علی کی پشت منڈولا کی طرف تھی۔ اس لیے علی نے بھی نہیں دیکھا تھا۔

پھر انہیں منڈولا کی ٹیلی پیتھی کا علم کیسے ہوا؟ تب اسے یاد آیا کہ اس نے ڈرائیور کو خیال خوانی کے ذریعے نوٹوں سے بھرا بیگ لے جانے سے روکا تھا۔ اور اسے اپنے پاس پلٹ کر آنے پر مجبور کیا تھا۔ پھر وہ ڈرائیور ثانی اور علی کو اپنے آقا کی میز پر مدعو کرنے گیا تھا۔ منڈولا کی سمجھ میں آگیا کہ اس حسینہ نے ڈرائیور کے خیالات پڑھ کر اس کے آقا کے خیال خوانی کے علم کو سمجھا ہے۔

"یہ بہت برا ہوا۔" وہ پریشان ہوکر سوچنے لگا۔ "اوّل تو مجھے ڈرائیور کو چوری سے باز رکھنے کے لیے ٹیلی پیتھی کا علم استعمال نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اور جب ایسا کیا تھا تو پھر ڈرائیور کے ذریعے اس حسینہ کو مدعو نہیں کرنا چاہیے تھا ویسے مجھے اس وقت معلوم نہیں تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

وہ خدا کا شکر ادا کررہا تھا کہ اس حسینہ کا غلام بننے سے بال بال بچا تھا۔ اگر اس کا معمول اور تابعدار بن جاتا تو وہ اس کے ذریعے یہودی خفیہ تنظیم کی جڑوں تک پہنچ جاتی۔ ایک تو اتنی پُراسرار تنظیم کی جڑیں اکھاڑ پھینکتی' دوسرے یہ کہ اس لے علاوہ موناروٗ' ٹالیوٹ' الپا اور ٹیری آدم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تابعدار بنا لیتی۔

اس نے ہوٹل سے فرار ہوکر خود کو اور اپنی پوری یہودی قوم

کو دشمن کے ہاتھوں میں جانے سے بچایا تھا۔ اب یہ تجسس تھا کہ وہ حسینہ کون ہے؟ اور کس طرح اس کی اصلیت معلوم کی جائے؟ اب تو وہ بہت زیادہ محتاط ہو گئی ہوگی۔ شاید وہ ہوٹل چھوڑ کر چلی جائے۔ اور اپنا نام اور بھیس بدل لے۔ ایسے میں وہ اسے دوبارہ نہیں دیکھ پائے گا۔ پھر وہ ہوٹل کی طرف واپس جا کر دور سے اس کی تاک میں رہ کر اس کا تعاقب بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ میں آگیا تھا کہ حسینہ اور اس کا ساتھی دونوں ہی چالاک ہیں۔ اگر وہ ان کے تعاقب میں رہے گا تو بار بار ان کی چالاکیوں سے بچ نہیں پائے گا۔

اب خود کو بھی چھپائے رکھنے کا مسئلہ تھا۔ وہ خیال خوانی کرنے والی اس ڈرائیور کے ذریعے اس کے شاندار اور مہنگے بنگلے کا پتا معلوم کر چکی ہوگی۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے اپنی قیمتی کار، لاکھوں ڈالرز کے بنگلے اور اس بیگ سے محروم ہو گیا تھا جس میں دس کروڑ ڈالر تھے۔

اس نے ایک بہت بڑے شاپنگ سینٹر کے سامنے ٹیکسی رکوائی۔ وہاں جا کر میک اپ کا سامان اور پہننے کے لیے دو جوڑے خریدے۔ کوئی تیس ہزار ڈالر کا بل بنا تھا۔ اس کے لباس میں صرف دو لاکھ ڈالر تھے۔ مگر اب اپنا کوئی دوسرا مستقل ٹھکانا بنائے بغیر وہ دو لاکھ ڈالر خرچ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کاؤنٹر پر آکر تیس ہزار ڈالر ادا کیے۔ کاؤنٹر گرل نے رقم لے کر ایک دراز میں رکھی۔ اس دراز میں مقامی اور غیر ملکی کرنسی کے بڑے بڑے نوٹ دکھائی دیے۔

اس نے کاؤنٹر گرل کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس بے چاری نے دراز میں سے تمام نوٹ نکال کر ربر بینڈ سے الگ الگ گڈیاں بنا کر اس کے حوالے کر دیے۔ وہ تیزی سے باہر آکر ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر ٹیکسی وہاں سے چل پڑی۔ بہت دور نکل آنے کے بعد اس نے کاؤنٹر گرل کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ یہ دیکھنے کی ضرورت تھی نہ روا تھی کہ بیچاری ملازمت کرنے والی کاؤنٹر گرل پر کیا گزرے گی؟ اور وہ خواہ مخواہ چوری کے الزام میں گرفتار کی جائے گی۔ اسے صرف اپنی فکر تھی۔ وہ صرف اپنے بچاؤ کی تدابیر پر عمل کر رہا تھا۔

اس نے ایک جگہ ٹیکسی رکنے کو کہا۔ وہ رک گئی۔ اس نے ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے غائب دماغ کیا۔ اس کے بعد اس نے عربی لباس اتار کر سیٹ کے نیچے پھینک دیا۔ اسی وقت خریدے ہوئے دو جوڑوں میں سے ایک کو پہنا پھر میک اپ کا سامان لے کر ٹیکسی سے باہر آگیا۔ ڈرائیور اس کی مرضی کے مطابق گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگا۔ وہ فٹ پاتھ پر کھڑا اس کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ جب وہ کئی میل دور چلا گیا تو اس نے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس طرح ٹیکسی کا کرایہ بچا لیا۔

پھر اس نے دوسری ٹیکسی روکی۔ اس میں بیٹھ کر تحریر اسکوائر کی ایک گلی میں آیا۔ کرایہ صرف دس ڈالر بنا تھا۔ اس لیے بڑی فراخدلی سے اس نے ڈرائیور کو کرایہ ادا کر دیا۔ وہاں ایک درمیانے درجے کے ہوٹل میں آکر اس نے ایک کمرا حاصل کیا۔ اس کمرے میں آکر تمام بلب آن کیے۔ پھر ان کی تیز روشنی میں آئینے کے سامنے بیٹھ کر میک اپ کے سامان کے ذریعے اپنے چہرے میں تبدیلی کرنے لگا۔

ایسے وقت اس نے سوچا۔ "میں یہ بھول گیا تھا کہ ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہوتی۔ ہر حسین عورت معشوق نہیں ہوتی، مصیبت بھی بنتی ہے۔ اس مصیبت نے مجھے دربدر بھٹکنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

ایک گھنٹے کی محنت کے بعد چہرہ اس قدر تبدیل ہو گیا کہ اپنے دوست یا دشمن اسے ہادی منیر کی حیثیت سے نہیں پہچان سکتے تھے۔ وہ اپنا موبائل فون ساتھ لایا تھا۔ اس نے ہوٹل نائیل ہلٹن کا نمبر ڈائل کیے۔ استقبالیہ کے فون سے ایک لڑکی کی آواز سنائی دی۔ "اٹ از نائیل ہلٹن۔ ہمارے لائق کوئی خدمت؟"

"آپ کے ہوٹل کے کمرا نمبر سات سو بارہ میں، مس قلوپطرہ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"آل رائٹ سر! ہولڈ آن کریں۔" تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر آواز آئی۔ "سوری سر! مس قلوپطرہ نے تھوڑی دیر پہلے ہوٹل چھوڑ دیا ہے۔"

منڈولا نے شکریہ کہہ کر رابطہ ختم کیا۔ پھر اپنے ڈرائیور کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ بڑی دیر تک اپنے آقا ہادی منیر کا انتظار کرتا رہا۔ پھر حسینہ کے ساتھی نے آکر آقا کا بیگ اٹھایا۔ اس میں سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "اسے رکھو اور عیش کرو۔ اب تمہارا آقا کبھی نہیں آئے گا۔"

ڈرائیور انکار کرنا چاہتا تھا۔ اپنے آقا کا نوٹوں سے بھرا ہوا بیگ نہیں دینا چاہتا تھا لیکن اس نے خود کو مجبور محسوس کیا۔ حسینہ اور اس کا ساتھی بیگ اٹھا کر لے گئے۔ وہ ان کے خلاف زبان نہ ہلا سکا۔ پھر اپنی مرضی کے خلاف آپ ہی آپ ہوٹل کے باہر آکر آقا کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اسے ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے میں آگیا اور اب اس بنگلے میں اپنے آقا کی واپسی کا انتظار کر رہا ہے۔"

منڈولا کو اپنا وہ بنگلا اور خصوصاً بیڈ روم بہت پسند تھا۔ اس بیڈ روم کے لیے ایک نہایت حسین عورت لانے کے لیے وہ نائیل ہلٹن آیا تھا۔ وہاں ایک حسینہ نے اسے بنگلے اور آرام دہ بیڈ سے محروم کر دیا تھا۔

اس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری سے انسپکٹر جنرل آف پولیس کا نمبر معلوم کیے۔ پھر رابطہ کیا۔ آئی جی پولیس کے ایک ماتحت نے پوچھا۔ "کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

"میں آئی جی صاحب سے بہت ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔ ان سے گفتگو کراؤ۔"

"جو کہنا ہے۔ مجھ سے کہو۔ آئی جی صاحب نہیں ہیں۔ میں ہی سارے معاملات نمٹاتا ہوں۔"

لیکن اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ آئی جی پولیس اپنے دفتری کمرے میں موجود ہے۔ اس ماتحت نے منڈولا کی خیال خوانی کے زیر اثر وہ کہا جو انسپکٹر جنرل سے کہا۔ "سر! ایک شخص آپ سے اہم گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

آئی جی نے ڈانٹ کر کہا۔ "تم جانتے ہو یہ کوئی دفتری وقت نہیں ہے۔ آدھی رات ہونے کو ہے۔ میں یہاں ایک پارٹی کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ اس شخص کو ٹال دو۔"

منڈولا اس آئی جی کے اندر پہنچ گیا تھا۔ آئی جی نے اس کی مرضی کے مطابق ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو! تم کون ہو؟ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اس شہر میں دو غیر ملکی جاسوس اور تخریب کار آئے ہیں۔ ان کے پاسپورٹ میں ان کے نام ابوالہول اور قلوپطرہ درج ہیں۔ ایک گھنٹے پہلے تک وہ نائیل ہلٹن کے کمرا نمبر سات سو بارہ میں تھے۔ اب وہ ہوٹل چھوڑ کر کہیں چھپتے پھر رہے ہیں۔ ہم ملٹری انٹیلی جنس والے انہیں تلاش کر رہے ہیں۔ تم بھی شہر کے تمام پولیس افسران کو الرٹ کر دو اور تمام مشکوک افراد کے پاسپورٹ چیک کرنے کا حکم دو۔ وہ دونوں کسی ہوٹل میں یا کسی ہوسٹل میں یا کسی کے ہاں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے ضرور قیام کریں گے۔ تم سب کو فوراً ایکشن میں آنا چاہیے۔"

اس نے رابطہ ختم کیا لیکن آئی جی کے دماغ میں رہا۔ اس وقت وہ دفتر میں ایک عورت کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ایک پارٹی آنے والی تھی اور اسے ایک معاملہ نمٹانے کے صلے میں پچاس ہزار برٹش پونڈ دینے والی تھی۔ وہ جھنجلا کر بولا۔ "یہ کمبخت ملٹری انٹیلی جنس والے دن رات نہیں دیکھتے۔ بس حکم صادر کر دیتے ہیں۔ یہ تو کچھ عجیب سے نام بتا رہے ہیں۔ ابوالہول اور قلوپطرہ....."

اس نے ماتحت کو بلا کر اس سلسلے میں حکم دیا۔ اس ماتحت نے دوسرے کمرے میں آکر اپنے ماتحت کو حکم دیا اس طرح اوپر سے نیچے تک دو غیر ملکی جاسوسوں کو تلاش کرنے اور گرفتار کرنے کے احکامات پہنچتے رہے۔

رات کے دو بجے اس کے موبائل فون کا بزر بولنے لگا۔ اس نے حیرانی سے سوچا۔ "میں نے کسی کو اپنا موبائل نمبر نہیں دیا ہے۔ پھر یہ کون مجھے کال کر رہا ہے؟"

اس نے بٹن دبا کر پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟"

اسے ٹائی کی آواز سنائی دی۔ "قاہرہ کے تمام پولیس والے پاگل ہو گئے ہیں۔ ہزاروں سال پہلے والی قلوپطرہ اور ابوالہول کو تلاش کر رہے ہیں۔ ہزاروں برس پہلے پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ کی جھنجٹ بھی نہیں تھی۔ ان سے کہو مصر کے آثارِ قدیمہ میں جا کر ہمیں تلاش کریں۔"

وہ غرا کر بولا۔ "تمہیں میرا یہ موبائل نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"میں نے تمہارے ڈرائیور کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتا چلا کہ وہ تمہارے بنگلے میں ہے۔ میں نے اسے مجبور کیا کہ وہ تمہارے بیڈ روم میں جائے اور تمہاری ڈائری وغیرہ دیکھے۔ ایک ڈائری میں تمہارا یہ نمبر لکھا ہوا تھا۔"

وہ اچانک نرمی سے بولا۔ "تم نے جس انداز میں میرے متعلق معلومات حاصل کی ہیں، اس سے تمہاری ذہانت کا پتا چلتا ہے۔ ویسے میری اصلیت بھی معلوم نہیں کر سکو گی۔ میں بھی تمہارے بارے میں صرف اس حد تک اندازہ کر سکا ہوں کہ تم ایک مسلمان خیال خوانی کرنے والی دوشیزہ ہو۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں ایک مسلمان لڑکی ہوں؟"

"جیبوں کے اسپتال کے ایک یہودی ڈاکٹر باسخ بنجامن نے کافی مسلمانوں کو نماز کے دوران مسجد میں ہلاک کر دیا۔ اسرائیلی حکام اسے اتنے بڑے جرم سے بچانا چاہتے ہیں۔ ان کے نقطہ نظر سے اس نے مسلمانوں کو قتل کر کے بہت بڑی نیکی کی ہے لیکن تم نے لیڈی سیکریٹری کی زبان سے ڈاکٹر باسخ اور اسرائیلی حکام کے نقطہ نظر کے خلاف چیلنج کیا ہے کہ تم اتنے بڑے جرم کا سارخ دوسری طرف موڑنے نہیں دو گی۔ ڈاکٹر باسخ کو مجرم ثابت کرو گی۔ بے شمار مسلمانوں کے قتل کے خلاف کوئی مسلمان ہی آواز اٹھا سکتا ہے اور تم نے پورے اسلامی جذبے سے انہیں چیلنج کیا ہے۔"

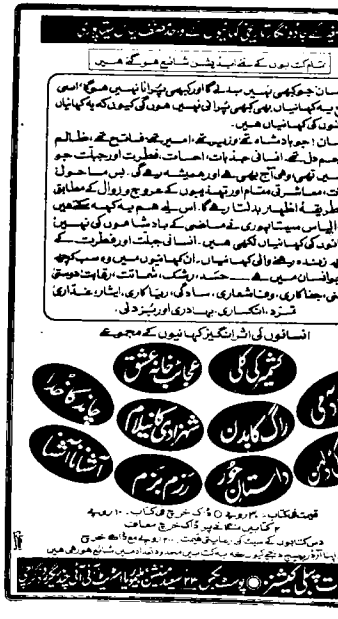

ثانی نے کہا۔ "تم بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھے اور خاموش تھے۔ گویا اسرائیلی حکام کے نقطۂ نظر سے متفق تھے۔ یہودیوں کو اتنے بڑے الزام سے بچانے کے لیے کوئی یہودی ہی متفق ہو سکتا ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں یہودی نہیں' مسلمان ہوں۔"

"اگر مسلمان ہو تو پھر یہ ضرور جانتے ہو گے کہ دنیا کے تمام اسلامی ممالک آپس میں متحد نہیں ہیں۔ اور جو متحد ہیں' انہوں نے امریکا کے سائے میں نمائشی اتحاد قائم کر رکھا ہے' قرآن کے سائے میں مستحکم اتحاد نہیں رکھا ہے۔"

"ہاں' یہ ہم مسلمانوں کی کم فہمی ہے۔ ہمارے ناپختہ سیاسی شعور کے باعث ایسا ہوتا ہے۔"

"اگر تم مسلمان ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ صرف ٹیلی پیتھی کی دنیا ایسی ہے جہاں تمام خیال خوانی کرنے والے مسلمان متحد ہیں اور ایک پلیٹ فارم پر ہیں۔"

"ہاں' جانتا ہوں۔ اس مضبوط پلیٹ فارم کو بابا صاحب کا ادارہ کہتے ہیں۔ یہاں کا کوئی خیال خوانی کرنے والا کبھی امریکا' روس' اسرائیل یا کسی دوسرے تیسرے گروہ میں نہیں گیا۔"

"تو پھر بتاؤ۔ تم یہودی نہیں ہو' مسلمان ہو تو بابا صاحب کے پلیٹ فارم میں کہاں پائے جاتے ہو؟ تمہارا کیا نام ہے؟ اور تم کس مشن پر یہاں آئے ہو؟"

"یہی سوالات میں تم سے کرتا ہوں۔ تمہارا کیا نام ہے اور کس مشن میں یہاں آئی ہو؟"

"پہلے میں نے سوالات کیے ہیں۔ اصولاً پہلے تم جواب دو ورنہ تمہیں مسلمان نہیں' بہروپیا سمجھوں گی۔"

"چلو۔ بہروپیا سمجھو۔ اگر میں مسلمان نہیں ہوں تو تم مجھے کافر سے مسلمان بنا سکتی ہو۔"

"تمہاری بیش قیمت کار اور شاندار بنگلا نیل کے کنارے ابھی تک تمہارا ہی ہے۔ خالی پڑا ہوا ہے۔ تم وہاں جا کر آرام کرو۔ میں بھی وہاں آ کر تمہیں کافر سے مسلمان بناؤں گی۔"

"کیا واقعی تم وہاں آؤ گی؟"

"تم دعوتِ اسلام قبول کر رہے ہو۔ اس لیے نہ جھوٹ بولوں گی' نہ دھوکا دوں گی' بلکہ تمہیں بھی جھوٹ اور فریب سے باز رکھوں گی اور تمہیں سمجھانا چاہوں گی کہ اس بنگلے میں اپنے پیچھے پولیس والوں کو لاؤ گے تو میرے ساتھ تم بھی بے نقاب ہو جاؤ گے۔ میں پورے اہتمام کے ساتھ اس وقت آؤں گی جب یقین کر لوں گی کہ تم اپنے بنگلے میں تنہا آئے ہو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ منڈولا نے کہا۔ "میں دھوکا نہیں دوں گا۔ مگر پہلے تم میرے بنگلے میں آؤ۔ ہیلو۔ ہیلو.....۔"

ہیلو ہیلو کی تکرار کے بعد پتا چلا کہ اُدھر سے رابطہ ختم ہو چکا ہے۔ اس نے بھی فون کو بند کیا۔ یہ خیال بڑا خوش آئند تھا کہ وہ حسینہ اس کے بنگلے میں آئے گی۔ اگر اکیلی نہیں آئے گی اور اس کا ساتھی کباب میں ہڈی بنے گا تو پھر وہ قلوپطرہ کو فراڈ نام اور فراڈ پاسپورٹ کی بنیاد پر گرفتار کرائے گا اس کی اصلیت سامنے آ جائے گی لیکن وہ بہت چالاک تھی۔ یہ دھمکی دے چکی تھی کہ اس کی بھی اصلیت سامنے آ جائے گی۔

اور منڈولا ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا۔ اگر حسینہ کا ساتھی اسے زخمی کرتا یا پولیس والے اس کی پٹائی کرتے تو حسینہ اس کے دماغ میں جا کر معلوم کر لیتی کہ وہ داؤد منڈولا ہے اور مزید ایک داؤد منڈولا بنا کر اسرائیل ایکسپورٹ کر چکا ہے اور خود قاہرہ میں بیٹھ کر وہاں کی یہودی خفیہ تنظیم کو کنٹرول کر رہا ہے۔

وہ اتنا بڑا راز کبھی ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا اپنے بنگلے میں بھی نہیں جا سکتا تھا۔ ٹیلی فون کی گفتگو سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ حسینہ بابا صاحب کے ادارے سے آئی ہے۔ وہ ثانی یا جو جو ہو سکتی تھی۔ بار بر یا سلطانہ ہو سکتی تھی یا پھر آمنہ فرہاد ہو گی۔ ان میں سے کوئی بھی ہو۔ فرہاد کی فیملی سے ٹکرانا یا اسے دور سے چھیڑنا گویا اپنی شامت کو آواز دینا تھا۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے کانوں کو پکڑ کر کہا۔ "اگر میں پیدائشی سچا یہودی ہوں تو اپنی قوم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اپنے ملک میں امن و امان رکھنے کے لیے فرہاد اور اس کی فیملی سے دور رہوں گا۔"

یہ عہد کر کے وہ بستر پر لیٹ گیا۔ پھر دماغ کو ہدایات دے کر گہری نیند سو گیا۔ اکثر لوگ تقدیر کو نہیں مانتے وہ بھی نہیں مانتا تھا۔ اسے ناز تھا کہ وہ اپنی مکارانہ ذہانت اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے شاہانہ طرز کی زندگی گزار سکتا ہے۔ اس رات بھی وہ اپنے لباس کے اندر دو لاکھ سے زیادہ ڈالر اور اپنے بیگ میں دس کروڑ ڈالر لے کر نکلا تھا' یہ رقم معمولی نہیں تھی۔ اتنی زیادہ تھی کہ تیسری دنیا کے کسی غریب ملک کی معیشت میں استحکام پیدا کر سکتی تھی۔ منڈولا اتنی بڑی رقم کو معمولی سمجھ کر بیگ میں لیے پھر رہا تھا۔ اس کے پاس ایک کروڑ بیس لاکھ کی ایک کار تھی اور نیل کے کنارے لاکھوں ڈالرز کا شاندار بنگلا تھا۔ یہ سب کچھ شاہانہ زندگی گزارنے کے لیے تھا لیکن تقدیر حالات بدل کر اسے ایک درمیانے درجے کے ہوٹل کے ایک معمولی سے بستر پر لا کر سلا رہی تھی۔

وہ دن کے گیارہ بجے تک آرام سے سوتا رہا۔ پھر موبائل فون کی صدا نے اسے جگا دیا۔ اس نے سرہانے سے فون اٹھا کر جمائی لیتے ہوئے پوچھا۔ "کون؟"

ثانی کی آواز سنائی دی۔ "عجیب گدھے ہو۔ اپنا گھر چھوڑ کر پرائی جگہ سوتے رہے۔ ہمیں آرام سے رہنے اور سونے کے لیے اپنا یہ بنگلا دے دیا ہے۔"

وہ حیرت سے چیخ کر بولا۔ "کیا تم تمام رات میرے بنگلے میں رہیں!"

"اور کیا کرتی؟ تم نے اور پولیس والوں نے یہی سوچا ہو گا کہ ہم کسی ہوٹل' میں ہاسٹل میں یا سرائے میں یا کسی پے انگ گیسٹ والے مکان میں پکڑے جا سکتے ہیں۔ ہزار یہودی مکار ہوں اسکے باوجود تمہارا باپ بھی کبھی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ میں تمہارے ہی مکان میں آرام سے رہوں گی۔"

"بائی گاڈ' میرا باپ زندہ ہوتا تو وہ بھی ایسی مکاری نہیں دکھا سکتا تھا۔ کمال ہے' مجھے گھر سے نکال کر میرے ہی گھر سے مجھے فون کر رہی ہو۔ کیا یہ اندیشہ نہیں ہے کہ ابھی گرفتار ہو سکتی ہو؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارا پاسپورٹ بدل چکا ہے۔ ہماری شناخت بدل گئی ہے۔ چہرے بدل گئے ہیں۔ یہ تمام کام اطمینان سے انجام دینے کے بعد ہم تمہارے بنگلے سے جا رہے ہیں۔ افسوس تم ہمارے خوف سے یہاں کبھی نہیں آ سکو گے۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ اس نے ہیلو ہیلو کہہ کر پکارا۔ پھر فون کو بند کر دیا۔ باتھ روم میں جا کر سوچنے لگا۔ "یوں تو میں نے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے پہلے ہی دن سے یہ عہد کر لیا تھا کہ کسی دشمن سے براہِ راست نہیں ٹکراؤں گا اور خاص طور پر فرہاد اور اس کی فیملی مشرق میں ہو گی تو میں مغرب میں چلا جاؤں گا۔ اگر وہ شمال میں ہو گی تو میں جنوب کی سمت بھاگ جاؤں گا۔ مجھے یہ شہر بہت پسند ہے۔ مگر اب میں تقدیر کو مانتا ہوں۔ کوئی بھی ذہانت اور ٹیلی پیتھی کا حامل فرد نہ تو اپنی مرضی کی کسی جگہ پر رہ سکتا ہے اور نہ اپنی مرضی کا آب و دانہ کہیں سے حاصل کر سکتا ہے۔ میری خیریت' آزادی اور خود مختاری اسی میں ہے کہ میں جلد سے جلد اس شہر سے بلکہ اس ملک سے چلا جاؤں۔"

اس نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر نیا لباس پہنا اور پچھلی رات کے پہنے ہوئے لباس کو باتھ روم میں پھینک دیا۔ میک اپ کا سامان ضروری تھا پھر کہیں بھیس بدلنے کی ضرورت پیش آ سکتی تھی اس لئے اسے ایک تھیلے میں رکھ لیا۔ ایک تھیلا اٹھا کر چلنا کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ اس نے سوچا تحریر اسکوائر کی بڑی مارکیٹ سے ایک چھوٹی اٹیچی اور کچھ ضروری چیزیں خریدے گا۔ پھر ایک منگے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے پاسپورٹ اور ویزا بنا کر دینے والے ایک دلال سے رابطہ کرے گا۔ دوپہر تک یہ سب کچھ حاصل کرنے کے بعد کسی ائرلائن کے طیارے میں ایک سیٹ حاصل کر کے اسرائیل چلا جائے گا۔ پرندہ اپنے گھونسلے میں' شیر اپنے غار میں اور ایک محبِ وطن شخص صرف اپنے وطن میں محفوظ رہ سکتا ہے۔

وہ ہوٹل سے نکل کر باہر آیا۔ ہوٹل کے مالک نے اسے نہیں پہچانا۔ کیونکہ وہاں کمرا حاصل کرتے وقت وہ ہادی منیر کی ایک فرضی صورت اختیار کیے ہوئے تھا۔ پھر اس ہوٹل کے کمرے میں جا کر اس نے میک اپ کے ذریعے چہرہ بدل لیا تھا۔ وہ اسی نئے چہرے کے ساتھ تحریر اسکوائر آ کر ضروری شاپنگ کرنے لگا۔

آدمی اپنے طور پر کہیں جانے کے لیے اپنے راستے کا تعین کرتا ہے۔ مقدر اس کے لیے دوسرے راستے کا انتخاب کرتا ہے۔ وہ درمیانے درجے کے اس ہوٹل سے نکل آیا تھا۔ اور اس واردات سے بے خبر تھا کہ جس کمرے میں اس نے رات گزاری تھی اس کے ساتھ والے کمرے میں ایک شخص نے ایک عورت کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا تھا۔

جب منڈولا اپنے کمرے سے نکل کر گیا تو اپنے کمرے کے دروازے کو لاک نہیں کیا کیونکہ وہ رات کو آ کر میک اپ کر کے خود کو بدل چکا تھا۔ اب نئے بھیس میں جا رہا تھا۔ دروازہ بند کرنے کی زحمت کرنا ضروری نہیں تھا اسے ہوٹل کا مالک پہچان نہ سکا۔ اس طرح منڈولا نے کمرے کا کرایہ بچا لیا حالانکہ کرایہ صرف تین ڈالر تھا لیکن پچھلی رات ایک ٹیکسی والے کو دھوکا دینے کے بعد اب ہوٹل کے مالک کو الّو بنانے میں مزا آ رہا تھا۔

دوسرے کمرے میں قاتل کے مزے آ گئے تھے۔ پاس والے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ اس نے عورت کی لاش کو اٹھایا اور منڈولا کے کمرے میں لا کر بستر پر ڈال دیا۔ وہ ایک کال گرل تھی۔ ہوٹل میں جس کے کمرے میں پائی جاتی اسی سے منسوب کی جاتی۔ قاتل نے اپنا مختصر سا سامان سمیٹا' کاؤنٹر پر آ کر ہوٹل کا بل ادا کیا۔ پھر وہاں سے چلا گیا۔

ایک ایسی کتاب جو عورت کو اپنی حیثیتوں کے آشکار کرتی ہے اور مرد کو اُسے سمجھنے کے قابل بناتی ہے
مشہور نفسیاتی مصنف
سلام حسین
کے قلم سے
عورتوں کی نفسیات
یہ ایک ایسی نفسیاتی تحقیق ہے جس میں اپنی بیٹی کو سمجھنا، ماں کے کردار کو سمجھنا، بہن کے کردار کو سمجھنا، بیوی کے کردار کو سمجھنا، محبوبہ کے کردار کو سمجھنا، دوست کے کردار کو سمجھنا، ہمسائی کے کردار کو سمجھنا، ہر عورت کے کردار کو سمجھنا، عورت کی ہر حیثیت کو سمجھنا، عورت کی ہر نفسیات کو سمجھنا، عورت کی ہر کیفیت کو سمجھنا، عورت کی ہر ادا کو سمجھنا، عورت کی ہر بات کو سمجھنا، عورت کی ہر سوچ کو سمجھنا، عورت کی ہر خواہش کو سمجھنا، عورت کی ہر ضرورت کو سمجھنا، عورت کی ہر مجبوری کو سمجھنا، عورت کی ہر محرومی کو سمجھنا، عورت کی ہر خوشی کو سمجھنا، عورت کی ہر غمی کو سمجھنا، عورت کی ہر اداسی کو سمجھنا، عورت کی ہر تنہائی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے چینی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے قراری کو سمجھنا، عورت کی ہر بے کلی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے تابی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے خودی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے ہوشی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے حسی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے رحمی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے وفائی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے اعتنائی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے نیازی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے رخی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے مروتی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے ادائی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے ڈھنگی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے ترتیبی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے سلیقگی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے ہنگم کو سمجھنا، عورت کی ہر بے ربطی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے تکی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے معنی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے مقصدی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے سمتی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے منزلی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے راہ روی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے ضابطگی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے قاعدگی کو سمجھنا، عورت کی ہر بے اصول

ہوٹل کا ملازم خالی کمرے کے دروازے کو لاک کرنے آیا تھا تو اس نے ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا پایا۔ اس نے باہر سے ہی اندر کی طرف دیکھا تو اسے وہ کال گرل پلنگ پر اس طرح پڑی نظر آئی کہ اس کے دونوں ہاتھ اور سر پلنگ کے سرے سے ڈھلکے ہوئے تھے اور پھیلے ہوئے دیدے بتا رہے تھے کہ وہ مردہ ہے۔

دیکھتے ہی دیکھتے یہ بات پھیل گئی۔ پولیس والے آ گئے۔ ہوٹل کے رجسٹر سے پتا چلا کہ ایک عیسائی جیری نارمن اس کمرے میں قیام کرنے آیا تھا۔ خیال یہ قائم کیا گیا کہ وہ کال گرل رات کو اس کے کمرے میں آئی ہوگی۔ شاید کچھ لین دین میں تنازعہ ہوا ہوگا' جیری نارمن (منڈولا) نے اسے خاموش کرنے کے لیے گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔

پولیس والوں کو باتھ روم میں منڈولا کا اتارا ہوا لباس ملا۔ اسے پلاسٹک کے ایک تھیلے میں رکھ لیا گیا۔ ہوٹل کے مالک اور منیجر نے جیری نارمن (منڈولا) کا حلیہ بیان کیا۔ پچھلی رات منڈولا نے ہوٹل والوں کو اپنا وہ پاسپورٹ دکھایا تھا' جس پر ہادی منیر کا نام اور تصویر لگی ہوئی تھی۔ ایسے وقت اس نے رجسٹر پر انٹری کرنے والے کو خیال خوانی کے ذریعے دھوکا دیا تھا اور نام کی جگہ ہادی منیر کے بجائے جیری نارمن لکھوایا تھا۔ ایسا اس لیے کیا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی دشمن حسینہ کسی طرح اس ہوٹل تک نہ پہنچے اور پہنچے تو ہوٹل والوں کے دماغ میں ہادی منیر کا نام نہ رہے۔

پولیس نے امیگریشن والوں سے ملاقات کی۔ ہوٹل کے رجسٹر میں جو پاسپورٹ نمبر وغیرہ لکھا ہوا تھا وہ نمبر مل گیا۔ امیگریشن والوں کی رپورٹ کے مطابق وہ پاسپورٹ ایک مسلمان ہادی منیر کا تھا۔ ان کے پاس ویزا کی ایک کاپی تھی۔ اس پر ہادی منیر کی تصویر تھی۔ ہوٹل کے منیجر اور مالک نے کہا۔ "بالکل یہی شخص پچھلی رات کمرا کرائے پر لینے آیا تھا۔ تصویر' پاسپورٹ نمبر اور دوسرے اندراجات سب درست تھے' صرف رجسٹر میں نام بدل گیا تھا۔ ہوٹل کے رجسٹر پر انٹری کرنے والا کلرک قسمیں کھا رہا تھا کہ اس نے جان بوجھ کر نام تبدیل نہیں کیا ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ہادی منیر کی جگہ جیری نارمن کا نام کیسے لکھ دیا گیا تھا۔

پولیس والوں نے اس کلرک کو حراست میں لے لیا۔ پھر ہادی منیر کی تلاش شروع ہوگئی۔ ریڈیو کے ذریعے ہوٹل میں ہونے والے مرڈر اور ہادی منیر کا ذکر کیا گیا۔ ٹی وی اسکرین پر اس کی وہ تصویر دکھائی جو ویزا کے کاغذات سے حاصل کی گئی تھی۔

منڈولا دوپہر کا کھانا ایک ریستوران میں کھا رہا تھا۔ وہاں ٹی وی اسکرین پر ہادی منیر یعنی اپنی تصویر دیکھ کر چونک گیا۔ اسکرین پر ایک پولیس افسر کہہ رہا تھا کہ یہ ہادی منیر پچھلی رات کو ایک کال گرل کا مرڈر کر کے فرار ہو گیا ہے۔ واردات کے کمرے والے باتھ روم سے اس کا اتارا ہوا لباس ملا ہے۔ شاید وہ بھیس بدل کر فرار ہونا چاہے گا۔ اس لیے ائرپورٹ' ریلوے اسٹیشن' ہائی وے اور دریائے نیل کے تمام پُلوں کی ناکا بندی کر دی گئی ہے اور مجرموں کی بُو سونگھنے والے کتوں کو اس کا اتارا ہوا لباس سُونگھایا گیا ہے۔ وہ کسی بھیس میں چھپا رہے گا' تب بھی کتے اسے بُو سے پہچان لیں گے۔

داؤد منڈولا کا خون خشک ہو گیا۔ بیٹھے بٹھائے ایک ایسی مصیبت گلے پڑ رہی تھی جس سے جان چھڑانے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی کیونکہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑے بڑے پہلوانوں کو گرا سکتا تھا لیکن کتوں سے نہ مقابلہ کر سکتا تھا اور نہ انہیں اپنی بُو سونگھنے سے روک سکتا تھا۔

منڈولا فوراً ہی کھانے کی میز سے اٹھ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ٹائلٹ میں آیا۔ وہاں آئینے میں اپنی شکل دیکھی۔ ہر زاویے سے خود کو دیکھ کر اطمینان حاصل کیا کہ اسے کوئی ہادی منیر کی حیثیت سے پہچان نہیں سکے گا۔ لیکن کتے؟ کتے تو اسے ہر بھیس میں پہچاننے والے تھے۔ ابھی جس ہوٹل میں تھا' وہاں بھی آ جاتے تو اسے دیکھتے اور سُونگھتے ہی بھونکنا شروع کر دیتے۔

اس پر گھبراہٹ طاری ہو رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ قاہرہ سے باہر کیسے جائے؟ کیا شہر میں بھی وہ کتے اس کی بُو سونگھتے پھر رہے ہوں گے؟

یہاں عقل نے سمجھایا کہ کتوں کو شہر میں نہیں لایا جائے گا۔ صرف ناکا بندی کی جگہ رکھا جائے گا۔ انہیں شہر میں لانے سے عورتیں اور بچے خوفزدہ ہوں گے۔ لہٰذا ابھی وہ ہوٹل میں محفوظ ہے۔ اتنے بڑے ہوٹل میں پولیس والے خونخوار کتوں کو نہیں لائیں گے اور نہ ہی ہوٹل کی انتظامیہ کتوں کو یہاں لانے کی اجازت دے گی۔ اور یہ کہ کتوں کے بغیر پولیس والے اسے نئے بھیس میں کبھی پہچان نہیں سکیں گے۔

وہ ٹائلٹ سے نکل کر ڈائننگ ہال اور استقبالیہ وغیرہ سے گزر کر لفٹ میں آیا۔ ایک دلال نے پچھلے دو گھنٹے کے اندر اس کا ایک پاسپورٹ اور ویزا بنوا دیا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے امیگریشن کی مُہر ان پر لگوا لی تھی۔ جس کی رو سے وہ تل ابیب اسرائیل سے آیا تھا اور سیاحت کے بعد کسی دن بھی واپس جانے والا تھا۔

ارادہ تو اسی دن قاہرہ سے بھاگنے کا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کسی بھی ائرلائن کے دفتر میں گھس کر اپنے لیے کسی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کرا سکتا تھا لیکن اب کتوں نے اس کا ارادہ بدل دیا تھا۔

وہ لفٹ کے ذریعے پانچویں منزل کے ایک کمرے میں آیا۔ اگرچہ وہاں تحفظ حاصل ہو رہا تھا مگر عارضی تحفظ تھا۔ ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ پولیس والوں کو کسی اور وجہ سے اس پر شبہ ہوتا۔ جب غیر متوقع طور پر کسی نامعلوم وجہ سے اس پر قتل کا الزام عائد ہو سکتا تھا تو کسی نامعلوم وجہ سے پولیس والے اسے پکڑ کر تھانے لے جا سکتے تھے' کتے ہوٹلوں میں نہیں آ سکتے تھے' تھانے میں تو آ سکتے تھے۔

اس کا سکون برباد ہو گیا۔ اسے نہ بیٹھنے سے چین مل رہا تھا نہ لیٹنے سے قرار آ رہا تھا۔ ٹہلتے رہنے سے بچاؤ کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ پھر وہ ایک دم سے اچھل پڑا۔ موبائل فون کی آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔ وہ سرہانے والی میز پر رکھا تھا اور جیسے خطرے کی گھنٹی سنا رہا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا فون کے پاس آیا۔ پھر اسے اٹھایا اور بٹن دبا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو کون؟"

ثانی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "کسی تعارف کے بغیر تم میری آواز لاکھوں میں پہچان سکتے ہو۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "مجھے بار بار فون نہ کرو۔ تمہاری وجہ سے میں بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس کال گرل کو میں نے ہلاک کر کے تمہیں اس مصیبت میں پھنسایا ہے؟"

"تم دشمن ہو۔ تم نے ایسی چال چلی ہے کہ میں منظرِ عام پر آ جاؤں اور تم بیٹھے بیٹھے میری اصلیت جان لو۔"

"سچ ہے کہ غصہ اور انتہائی مصیبت میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ اگر میں وہاں ایک کال گرل کو کسی کے ذریعے ہلاک کرتی تو پھر تمہیں کیوں بخش دیتی۔ تمہیں زخمی کر کے تمہارے اندر پہنچ چکی ہوتی۔"

وہ جھکے ہوئے انداز میں ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر نرمی سے بولا۔ "تم درست کہتی ہو۔ ایسی مصیبت مجھ پر کبھی نہیں آئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؟ کتوں سے کیسے پیچھا چھڑاؤں؟"

وہ بولی۔ "اگر تم زیادہ سے زیادہ پرفیوم اسپرے کر کے ائرپورٹ یا ریلوے اسٹیشن وغیرہ کی طرف جاؤ گے تو کتے تمہاری بُو نہیں پا سکیں گے لیکن پولیس کو شبہ ہوگا کہ ایک مرد اتنی زیادہ خوشبوؤں میں کیوں نہایا ہوا ہے؟"

"ہاں' میں اس پہلو سے سوچ چکا ہوں۔ عورتیں پوری پرفیوم کی بوتل اپنے اوپر انڈیل لیں تو کوئی نہیں پوچھے گا۔ بلکہ پوچھنے کے بجائے لطف حاصل کریں گے۔ کاش میں عورت ہوتا....."

ثانی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہارا قد تقریباً چھ فٹ ہوگا۔ تمہارے ہاتھ پاؤں میں سختی اور کھردرا پن ہے۔ تم بھیس بدل کر عورت بننا چاہو گے تو اور مشکوک ہو جاؤ گے۔"

"میں ان تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور کر چکا ہوں۔ دیکھو اتنا تو مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تمہارا تعلق فرہاد صاحب کی فیملی سے ہے اور جناب فرہاد صاحب کا یہ اصول رہا ہے کہ انہیں جس سے نقصان نہیں پہنچتا اسے وہ کبھی نقصان نہیں پہنچاتے اور کسی سے نیکی کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ وہ مسلمان ہے' عیسائی ہے یا یہودی ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"کیا ان باتوں سے تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے کام آؤں؟"

"ہاں۔ میں نے جناب فرہاد صاحب اور ان کی فیملی ممبران کے تمام ریکارڈز پڑھے ہیں اور ویڈیو دستاویزی فلموں میں سب ہی کو دیکھا ہے۔ ریکارڈز میں ایسے ایسے کارناموں کا ذکر ہے کہ پڑھو تو قصہ کہانیوں والی بات معلوم ہوتی ہے مگر میں تسلیم کرتا ہوں کہ تمہارے خدا نے تم لوگوں کو خاص طور پر ذہانت اور حاضر دماغی کی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ تم لوگ سُوئی کے ناکے سے اونٹ گزار دیتے ہو۔"

"اتنی تعریفیں نہ کرو۔ ہم انسان ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ذہانت سے کام لیتے ہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ ہم مصائب اور پریشانیوں میں ذہانت کے مرکز پر قائم رہتے ہیں۔ غصہ' گھبراہٹ اور پریشانی میں بھی ذہانت کے مرکز کو ذرا نہیں چھوڑتے۔ اس وقت تم ذہانت سے خالی ہو۔ ورنہ بالکل سامنے کی بات ہے۔ تم ذرا سی عقل استعمال کرو گے تو پولیس اور کتے تمہارا پیچھا چھوڑ دیں گے۔"

"کیا سچ کہہ رہی ہو؟" وہ خوشی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھ جاؤ۔" ثانی کا حکم سنتے ہی وہ بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "تم حسین ہو۔ جوان ہو۔ میں نے تمہیں میلی نظروں سے دیکھا۔ میری آنکھیں پھوٹ جائیں گی۔ میری ماں! مجھے کتوں سے بچاؤ۔ بتاؤ کیا تدبیر ہے؟"

"دیکھو! معمولی سی بات ہے۔ میں بتاؤں گی تو تم پر میرا احسان ہو جائے گا۔ یہودیوں کی مکاریاں مشہور ہیں۔ میرا احسان نہ لو۔ مکاری اور ذہانت کے امتزاج سے سوچ گے تو ابھی بچاؤ کی تدبیر ذہن میں آ جائے گی۔ میں ایک گھنٹے بعد فون کروں گی۔ اگر تم بچاؤ کی تدبیر نہ سوچ پائے تو میں مشکل آسان کر دوں گی۔"

خاموشی چھا گئی۔ وہ فون پر چیخ کر بولا۔ "ٹھہرو۔ ابھی نہ جاؤ۔ میری بات سن لو۔ ابھی میرا ذہن کام نہیں کر رہا ہے۔ میرے دماغ کے اندر خونخوار کتے بھونک رہے ہیں۔ پلیز' مجھے فوراً تدبیر بتاؤ....."

وہ چیخ چیخ کر خاموش ہو گیا۔ ہانپتے ہوئے گونگے فون کو دیکھنے لگا۔ جی چاہتا تھا اس فون کو فرش پر دے مارے' جو راہِ نجات بتاتے بتاتے چپ ہو گیا تھا لیکن وہ غصے میں اسے فرش پر پٹخ نہ سکا۔ وہ مشکل آسان کرنے والی پھر ایک گھنٹا بعد رابطہ کرنے کا یقین دلا گئی تھی۔

وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر ذرا سکون سے رہنے کی کوشش کرنے لگا۔ سوچنے لگا۔ "میں یہودی خفیہ تنظیم کا ایک خفیہ سربراہ ہوں۔ پوری اسرائیلی مملکت میری مٹھی میں ہے اور میں ایک عورت کا احسان لینا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے احسان کرنے کے

دوران وہ کوئی ایسی چال چلے کہ جس کے نتیجے میں یہودی خفیہ تنظیم ظاہر ہو جائے۔ نہیں اگر وہ کہتی ہے کہ پولیس اور کتوں سے بچنا بالکل معمولی سی بات ہے تو پھر مجھے پوری ذہانت اور مکاری سے تدبیر سوچنا چاہیے۔"

ثانی نے یہ پتے کی بات بتائی تھی کہ جو ذہانت کے مرکز سے ہٹ کر مصائب اور پریشانیوں سے مغلوب ہو جاتا ہے' وہ ذہنی صلاحیتوں سے کام لینا بھول جاتا ہے۔

وہ رفتہ رفتہ پریشانیوں کو ذہن سے نکال کر یہ سوچنے کے قابل ہوا کہ بچاؤ کا کون سا پہلو اس کی نظروں میں آنے سے رہ گیا ہے؟ اگر ایک کا جرم دوسرے کے سر تھوپ دیا جائے تو اس دوسرے بے گناہ کو کیا کرنا چاہیے؟ ہاں' کیا کرنا چاہیے؟ سیدھی سی بات ہے' اصل مجرم کا سراغ لگانا چاہیے اور یہ سراغ اسی ہوٹل سے مل سکتا ہے۔

اس نے دل میں کہا۔ "یہ کیسی بزدلی اور شرم کی بات ہے کہ میں بچاؤ کا راستہ بھول کر کتوں سے ڈر رہا تھا۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے ہوٹل کے مالک کے پاس پہنچا۔ اس کے خیالات نے کہا۔ "اگر ہمارا ملازم سچ نہ بولتا تو بے چارہ ہادی منیر ہی قاتل سمجھا جاتا۔"

منڈولا یہ خیالات پڑھ کر چونکا۔ بازی اچانک پلٹ گئی تھی۔ منیجر نے اس کی مرضی کے مطابق اس ملازم کو بلایا۔ وہ ملازم کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچا تو پتا چلا وہ رقم کی لالچ میں دلالی بھی کرتا ہے۔ چھ نمبر کے کمرے کے ایک مسافر شادمان احمد نے اس سے کہا تھا کہ اس علاقے میں نصیبہ نامی ایک کال گرل ہے اگر وہ ایک رات کے لیے اسے لے آئے تو اس کی مطلوبہ دلالی کی رقم کے ساتھ بخشش بھی دے گا۔

وہ ملازم رات کے دو بجے نصیبہ کو لے آیا تھا۔ شادمان احمد نے دروازے کو بند کرلیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ملازم نے وہاں سے گزرتے ہوئے نصیبہ اور شادمان احمد کے لڑنے کے انداز میں باتیں کرنے کی آوازیں سنیں۔ پھر انہیں نظرانداز کر کے چلا گیا۔

ملازم کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ ہوٹل میں ملازمت کرنے سے پہلے لکھ پتی تاجر شادمان احمد کا ملازم تھا۔ ان دنوں وہ شہر اسوان میں تھا۔ پھر زیادہ رقم کمانے کے لیے شادمان احمد کی ملازمت کو چھوڑ کر قاہرہ آگیا تھا۔

نصیبہ دراصل شادمان احمد کی سوتیلی بہن تھی۔ شادمان نے اس کے حصے کی جائداد پر قبضہ جما لیا تھا۔ بہن بھائی میں کچھ عرصہ جھگڑا ہوتا رہا۔ پھر نصیبہ شہر اسوان سے چلی گئی۔

شادمان نہیں چاہتا تھا کہ خاندان کی عزت کہیں جائے اور غلط ہاتھوں میں پڑے تو خاندان کی بدنامی ہو۔ وہ کہتا تھا کہ نصیبہ چار دیواری میں رہے۔ اچھا کھائے' اچھا پہنے۔ پھر کہیں اس کی شادی کردی جائے گی۔

لیکن وہ جائداد پر قبضہ کرنے والے ڈاکو بھائی کے پاس نہ رہ سکی۔ چار دیواری سے نکل کر بھاگ گئی۔ کچھ عرصہ بعد پتا چلا کہ وہ قاہرہ میں ہے اور ایک کال گرل بن گئی ہے۔ شادمان اس ہوٹل میں آیا تو پرانے ملازم سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے ملازم کی مٹھی گرم کر کے کہا۔ "کسی طرح نصیبہ کو کمرے میں لے آ۔ میں اسے سمجھا بجھا کر گھر واپس لے جاؤں گا۔"

ملازم نے نصیبہ کو کمرے میں پہنچا دیا۔ پھر ان بہن بھائی کے درمیان کیا باتیں ہوئیں؟ کیسے جھگڑے ہوئے یہ ملازم کو معلوم ہو سکا۔ منڈولا نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "شادمان کو ہے؟"

منڈولا یہ معلوم کر کے حیران ہوا کہ شادمان پولیس کی حراست میں ہے۔ اس نے منیجر کے ذریعے تھانہ انچارج سے فون پر رابطہ کیا۔ پھر اس انچارج کے ذریعے تاجر شادمان احمد کے اندر پہنچا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس نے بہن کو سمجھا بجھا کر گھر واپس لے جانے کی کوششیں کیں۔ یہ بھی کہا کہ اس کی جائداد واپس کردے گا۔ لہٰذا وہ بازاری بن کر خاندان کو بدنام نہ کرے۔

نصیبہ نے کہا۔ "میں غاصب بھائی پر بھروسا نہیں کروں گی۔ جائداد کے کاغذات یہاں لا کر میرے حوالے کرو گے تو میں اسے شہر کی جائداد فروخت کر کے قاہرہ میں شریفانہ زندگی گزاروں گی۔"

شادمان جائداد واپس کرنے کی نیت سے نہیں آیا تھا۔ اسے بہلا پھسلا کر لے جانا چاہتا تھا اور وہ اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھی۔ اس نے طیش میں آکر اس کے گلے کو دبوچ لیا۔ اس نے چھڑانے کی کوشش کی لیکن مضبوط گرفت سے رہائی نہ پا سکی۔ دم گھٹ گیا اور وہ مر گئی۔

اس کے مرنے کے بعد وہ پریشان ہوا کہ اس لاش کو کہاں چھپائے۔ اگر لاش کو اپنے کمرے میں چھوڑ کر قاہرہ سے اسوان جائے تب بھی پولیس سراغ لگاتی ہوئی اسے گرفتار کرنے آجائے گی کیونکہ وہ اسوان کا مشہور تاجر تھا اور قاہرہ کی تاجر برادری سے اچھی طرح جانا پہچانا جاتا تھا۔

رات گزر گئی۔ صبح ہوگئی۔ اس نے پرانے ملازم کو پانچ سو مصری پونڈ دے کر اس کی زبان بند کردی اور اس سے التجا کی کہ لاش کو چھپانے کی کوئی تدبیر کرے۔ ایسے وقت تدبیر نہیں تقدیر کام دکھاتی ہے۔ آدھا دن گزرنے کے بعد منڈولا اپنے کمرے کا دروازہ کھلا چھوڑ کر گیا تو مشکل آسان ہوگئی۔ شادمان نے بہن کی لاش اس کے کمرے میں لا کر ڈال دیا۔ پھر اپنے کمرے سے سامان لیا اور وہ ہوٹل چھوڑ کر چلا آیا۔ وہ بذریعہ ٹرین اسوان واپس جانا چاہتا تھا لیکن اسٹیشن پر قاہرہ کے ایک بہت بڑے تاجر سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے کہا۔ "قاہرہ آکر ملاقات کیے بغیر جارہے ہو سے ایک بہت بڑی ڈیل کے لیے سوچ رہا تھا۔ میرے بنگلے میں وہیں سودا طے ہوگا۔"

وہ قاہرہ کے اس بڑے سوداگر سے ڈیلنگ رکھنا چاہتا تھا۔ اس سے لاکھوں مصری پونڈ کا منافع ہوتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ بنگلے میں آگیا۔ پھر کاروباری باتیں ہونے لگیں۔ دوپہر کو کھانے کے دوران اس نے بھی ٹی وی اسکرین پر کسی ہادی منیر کی تصویر دیکھی جسے نصیبہ کا قاتل سمجھا جارہا تھا۔ وہ خوش ہوگیا کہ طویلے کی بلا بندر کے سر جاری ہے۔

وہ کاروباری معاملات طے کرنے کے بعد تحریر اسکوائر آیا۔ پھر اس نے ہوٹل میں فون کیا۔ وہاں کا مالک اور منیجر تفتیش کے سلسلے میں پولیس والوں کے ساتھ تھے۔ اسی ملازم نے فون کا ریسیور اٹھایا۔ شادمان نے کہا۔ "تقدیر مجھ پر مہربان ہے۔ اس خوشی میں چاہتا ہوں کہ تم ہوٹل کی ملازمت چھوڑ دو۔ ابھی آکر مجھ سے رقم لو اور اپنا ذاتی ہوٹل کھولو۔ تمہیں اب وہاں نہیں رہنا چاہیے۔"

ملازم نے کہا۔ "اچھا ہوا کہ آپ نے فون کرلیا۔ میرا ضمیر مجھے لعنت ملامت کررہا ہے۔ میں نے ایک کاغذ پر اپنا بیان لکھ دیا ہے۔ اور آپ کے خلاف گواہ بن گیا ہوں۔"

شادمان نے کہا۔ "یہ تم کیا حماقت کررہے ہو۔ فوراً میرے پاس وہ تحریری بیان لے کر آؤ۔ میں تمہیں مالا مال کردوں گا۔"

یہ کہتے ہی شادمان نے ریسیور رکھ دیا۔ اور ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ادھر نہیں جانا چاہیے۔ ملازم کا تحریری بیان اس کے لیے پھانسی کا پھندا بن جائے گا لیکن وہ محسوس کررہا تھا کہ بے اختیار اپنی مرضی کے خلاف ہوٹل کی طرف چلا جارہا ہے۔

ہوٹل کا مالک اور منیجر پولیس والوں کے ساتھ وہاں پہنچے ہوئے تھے اور ملازم کا تحریری بیان پڑھ رہے تھے۔ ایسے ہی وقت شادمان احمد بھی وہاں پہنچ گیا۔ منیجر نے کہا۔ "ہمارے چھ نمبر کمرے میں یہی شادمان احمد پچھلی رات کو تھا۔"

ہوٹل کے ملازم نے کہا۔ "ہاں۔ یہی میرے اسوان والے آقا ہیں۔ اور مقتولہ ان کی سوتیلی بہن نصیبہ ہے۔"

شادمان پریشان تھا کہ میں کیوں یہاں پھنسنے کے لیے آگیا ہوں۔ وہ جرم سے انکار کرنا چاہتا تھا مگر بے اختیار کہنے لگا۔ "میں اقرار کرتا ہوں کہ مقتولہ میری بہن تھی۔ میں اسے بازاری زندگی گزارتے نہ دیکھ سکا۔ اسے یہاں بلایا اور اس کا گلا گھونٹ کر میں نے اسے مار دیا۔ پھر اس کی لاش کو کمرا نمبر سات کے بستر پر ڈال کر یہاں سے چلا گیا۔"

پولیس والے اسے تھانے لے گئے۔ وہاں اس نے یہی تحریری بیان دیا اور یہ بھی لکھا کہ کسی ہادی منیر پر بے جا شبہ کیا جارہا ہے۔

منڈولا نے بڑی حیرانی سے اس کے اندر سوال کیا۔ "تم قتل کر کے بھاگ رہے تھے پھر تم نے اقبالِ جرم کیوں کیا ہے؟ کیا تمہارے ضمیر نے مجبور کیا ہے؟"

شادمان احمد نے جھنجلا کر کہا۔ "میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سنا اور پڑھا ہے۔ تم میرے اندر بول رہے ہو۔ تم نے ہی مجھے ہوٹل آنے پر مجبور کیا جبکہ میں نہیں آنا چاہتا تھا۔"

منڈولا نے کہا۔ "یہ غلط ہے۔ میں نے تمہیں مجبور نہیں کیا ذرا غور کرو۔ کوئی اور تمہارے دماغ میں آیا ہوگا۔"

ثانی کی آواز سنائی دی۔ "اس بے چارے سے کیا پوچھ رہے ہو۔ اپنی عقل سے کام لو۔ میں نے ہی تمہاری مشکل آسان کی ہے۔ اس سے تھانے میں سچا بیان لکھوایا ہے۔"

منڈولا نے کہا۔ "میں اپنی ذہانت سے اس ملازم اور اس آقا شادمان تک پہنچنے ہی والا تھا۔ اس سے پہلے تم پہنچ گئیں جبکہ تم نے کہا تھا کہ میں اپنی عقل سے کام لوں۔ تم احسان نہیں کروگی۔"

"میں نے تمہیں اس کیس کو سلجھانے کے لیے جتنے اشارے دیے' ان سے ایک موٹی عقل والا بھی اصل مجرم تک پہنچ جاتا۔ خوش ہو جاؤ کہ تم قتل کے الزام سے بچ گئے۔"

"دیکھو' تم احسان جتا رہی ہو۔ میں کسی عورت کا احسان لینا گوارا نہیں کرتا۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟ میرا احسان تمہیں گوارا نہیں ہے؟ کیا میں پھر تمہیں پھنسا دوں؟"

"ارے جاؤ۔ تم خود کو سمجھتی کیا ہو؟ کیا ذہانت اور چالاکی صرف تمہارے حصے میں آئی ہے؟ وہ تو میں اس وقت ذرا پریشان ہوگیا تھا۔ پھر صحیح سمت میں بڑھتے ہوئے شادمان تک پہنچ رہا تھا۔"

شادمان نے حوالات کے اندر کہا۔ "یہ میرے اندر کون لوگ ہیں جو جھگڑا کررہے ہیں؟"

منڈولا نے کہا۔ "یو شٹ اپ۔ ہمارے بیچ میں نہ بولو۔ میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والی بلا پر ثابت کردوں گا کہ میں بھی اسے کسی معاملے میں الجھا کر پھر الجھنوں سے نکال کر احسان کرسکتا ہوں۔"

"اے دانشمند یہودی! یہ لے۔ میں پھر تجھے الجھا رہی ہوں اور تاکید کررہی ہوں ہوٹل کے باہر نہ جانا۔ ان کتوں سے کہیں بھی تیرا

جدید معیاری نستعلیق اردو کتابت

بذریعہ

شاہکار اردو کمپیوٹرز

انتہائی ارزاں نرخ پر ہم سے کرائیں

طباعت سے متعلق مفت پیشہ ورانہ مشورے

اردو کمپوزرس

۳۴۔ رمضان چیمبرز تیسری منزل

بلوریا اسٹریٹ نزد وفتر اخبار جنگ کراچی

فون نمبر ۲۱۹۹۱

سامنا ہونے والا ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ اصل قاتل پکڑا گیا ہے۔"

"ہاں' جو قتل تم نے نہیں کیا۔ اس سے میں نے ازراہِ انسانیت بچا لیا مگر جو غلطی تم نے اپنا لباس باتھ روم میں چھوڑ کر کی اس سے نہیں بچاؤں گی۔"

"میں خوب سمجھ رہا ہوں۔ میں نے ہوٹل کے رجسٹر میں اپنا نام غلط لکھوایا تھا اور پاسپورٹ ہادی منیر کا پیش کیا تھا۔ یہ کوئی اتنا بڑا جرم نہیں ہے کہ پولیس والے میرے پیچھے کتے لے کر دوڑیں؟"

"بے شک اب پولیس والے تمہیں تلاش کریں گے لیکن بڑے پیمانے پر کتوں سے کام نہیں لیں گے پھر بھی تمہارے لیے ایک الجھن ہے۔ پولیس والے باتھ روم سے تمہاری پتلون اور شرٹ اٹھا کر لے گئے تھے۔ ان پولیس والوں کی کسٹڈی سے تمہاری شرٹ غائب ہوگئی ہے۔"

"کیسے غائب ہوگئی ہے؟ کیا تم نے غائب کی ہے؟"

"ہاں' میں نے ایک پولیس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے مجبور کیا۔ بے چارہ بڑی حفاظت سے وہ شرٹ میرے ساتھی کے پاس چھوڑ گیا ہے۔ میرے ساتھی کے پاس ایک (کتا) بلڈ ہاؤنڈ ہے۔ اس نے تمہاری شرٹ کو جب سے سونگھا ہے' تب سے غرا رہا ہے۔"

پھر ایک بار منڈولا کا سکون غارت ہوگیا۔ وہ تڑپ کر بولا۔ تم..... تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"سب سے پہلے تو اس افسر کا فون نمبر نوٹ کرو۔ جس نے تمہاری شرٹ میرے پاس پہنچائی ہے۔"

"ٹھہرو۔ ابھی نمبر نہ بتاؤ۔ شادمان احمد کے اندر رہ کر ہمیں مزید گفتگو نہیں کرنا چاہیے۔ تم فون کرو۔"

چند لمحوں کے بعد ہی موبائل فون نے اسے صدا دی۔ اس نے بٹن آن کر کے کہا۔ "ہیلو! میں ہادی منیر بول رہا ہوں۔"

جواب میں بلڈ ہاؤنڈ کی غراہٹ سنائی دی۔ منڈولا کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ اس حسینہ کے پاس اتنا خطرناک کتا ہوگا۔ وہ فون کے ذریعے اس کی آواز سنا رہی تھی۔ پھر علی نے کہا۔ "ہیلو! میں اس حسینہ کا نصف بہتر بول رہا ہوں۔ اس پولیس افسر کا فون نمبر نوٹ کرو۔ جو اس کتے کو تمہاری پہچان کرا گیا ہے۔"

اس نے منیر کے پاس آکر ہوٹل کے ایک پیڈ پر وہ نمبر نوٹ کیے۔ پھر کہا۔ "پلیز' آپ اپنی ساتھی سے میری بات کرائیں۔"

"کیا میری آواز پسند نہیں آرہی ہے؟ بھئی' پہلی والی آواز کتے کی تھی۔ یہ دوسری انسان کی ہے۔ انسانوں سے تو نہ گھبراؤ۔ جاؤ پہلے اپنی شرٹ کا پتا کرو۔ میں پندرہ منٹ کے بعد فون کروں گا۔"

اُدھر سے رابطہ ختم ہوا۔ اِدھر منڈولا نے اس پولیس افسر کے نمبر ڈائل کیے۔ پھر اس کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچا۔ کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ شرٹ غائب ہے اور وہ افسر تھوڑی دیر تک دماغی طور پر غائب رہا تھا۔ اس کے بعد انکشاف کہ پولیس کسٹڈی سے وہ شرٹ پُراسرار طریقے سے غائب ہو ہے۔ وہاں کے دو افسران ایک دوسرے پر غفلت کا الزام لگا ہیں۔

منڈولا کو اپنے دل کی دھڑکنیں رکتی ہوئی سی محسوس ہوئیں یہ ثابت ہوچکا تھا کہ اس کی ایک شرٹ ایک بلڈ ہاؤنڈ کے پہنچائی گئی ہے اور وہ بلڈ ہاؤنڈ اس حسینہ کے ساتھی کا پالتو کتا ہے

وہ بڑی پھرتی سے اپنا مختصر سا سامان لے کر کمرے سے لفٹ کی طرف نہیں گیا۔ ہنگامی حالات میں جو سیڑھیاں استع ہوتی تھیں۔ ان کے ذریعے ہوٹل کے پچھلے حصے میں پہنچا۔ اندیشہ بھی کہ وہ حسینہ اسے ہوٹل سے باہر نکلنے پر مجبور کرنے لئے ایسی چال چل رہی ہے اور یہ بھی درست تھا کہ شرٹ ہو چکی ہے۔ افسر کے چور خیالات جھوٹ نہیں کہہ سکتے تھے اور ہاؤنڈ کی آواز تو وہ سن چکا تھا۔

اس نے ہوٹل کے پچھلے حصے میں پہنچ کر ایک جگہ چھپ دور تک نظریں دوڑائیں۔ کوئی حسین عورت یا خوبرو مرد کسی کے ساتھ دکھائی نہیں دیے۔ ذرا فاصلے پر چند ٹیکسیاں کھڑی تھیں۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا آیا اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول بیٹھتے ہوئے بولا۔ "الجزیرہ چلو۔"

ٹیکسی چل پڑی۔ ہوٹل کے احاطے سے باہر شاہراہ پر رفتار بڑھ گئی۔ وہ ڈرائیور سے بولا۔ "یہاں کوئی فلائنگ کلب وہاں لے چلو۔"

ڈرائیور نے مقامی زبان میں پوچھا۔ "فلائنگ کلب؟"

"ہاں۔ کیا تم انگریزی نہیں جانتے ہو؟"

منڈولا نے مقامی زبان میں سوال کیا تھا۔ وہ بولا۔ "ہ باتیں جانتا ہوں۔ جیسے کہ۔ سیٹ' وہیر ٹو گو اور تھینک یو انگریزی بول لیتا ہوں۔"

اسی وقت موبائل فون نے مخاطب کیا۔ اس نے بٹن دبا کہا۔ "ہیلو۔ میں ہادی منیر بول رہا ہوں۔"

علی نے پوچھا۔ "کب تک خود کو ہادی منیر کہو گے۔ ابھی ہم ایک رہائش گاہ کی چار دیواری میں ہیں۔ اگر کتے کو ساتھ نکلیں گے تو یہ ہمیں سیدھا تمہارے پاس پہنچائے گا۔ کیا اس بھی تم خود کو ہادی منیر کہو گے؟"

"پلیز' ایسی باتیں نہ کرو۔ میں سچے دل سے دوستی کرنا ہوں۔"

"تمہارے فون سے تیز ہوا کی سائیں سائیں اور کئی گا کے ہارن سنائی دے رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے تم نے بڑی میں ہوٹل چھوڑ دیا ہے اور کسی گاڑی میں سفر کر رہے ہو۔"

"ہاں' موت اور بدنصیبی سے پیچھا چھڑانا ممکن نہیں ہوتا۔ پھر بھی آدمی کوشش کرتا ہے کہ شامت آنے سے پہلے دور نکل جائے۔"

ایسا کہتے ہی اس نے بے اختیار سانس روک لی۔ پھر کہا۔ "اپنی ساتھی کو منع کرو۔ وہ ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتی تھی۔"

"تم کچھ زیادہ ہی گھبرا رہے ہو۔ میری ساتھی کیسے خیال خوانی کر سکتی ہے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے گہری نیند میں ڈوب گئی ہے۔ میرے سامنے سو رہی ہے۔"

ٹیکسی ایک جگہ سڑک کے کنارے رک گئی۔ ڈرائیور نے پلٹ کر خالص امریکن لہجے میں کہا۔ "میں تمہارے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ مگر تم نے سانس روک لی۔"

ادھر علی نے حیرانی سے فون پر سنا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ وہ ہادی منیر کے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ کیا اور کوئی خیال خوانی کرنے والا ٹکرا گیا ہے؟

اس حیران کن سوال کا جواب نہ مل سکا کیونکہ سوال کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ادھر منڈولا نے فون کو آف کر کے حیرانی سے ڈرائیور کو دیکھ کر پوچھا۔ "ابھی تم کہہ رہے تھے۔ انگریزی نہیں جانتے۔ اب خیال خوانی بھی جانتے ہو؟ تم کون ہو؟"

جواب ملا۔ "تمہارے سامنے ایک مقامی ڈرائیور بیٹھا ہوا ہے۔ یہ واقعی انگریزی نہیں جانتا ہے۔ میں اس کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تم نے سانس روک کر اپنے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دیا۔ کوئی بات نہیں۔ مجھے تم سے صرف اس حد تک دلچسپی ہے کہ تمہارے دماغ میں کوئی آتی ہے یا آنے کی کوشش کرتی ہے۔ دراصل میں اسی کی تلاش میں قاہرہ آیا ہوں۔"

منڈولا نے کہا۔ "میں نہیں جانتا' تم اسے دوستی سے تلاش کرنے آئے ہو یا دشمنی سے لیکن اس حسین دوشیزہ نے مجھے کل رات سے پریشان کر رکھا ہے۔ پلیز' مجھے فوراً کسی فلائنگ کلب تک پہنچا دو۔ میں کسی طرح اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔"

"وہ تمہارے پیچھے کیوں پڑی ہے۔ تم اس سے خوفزدہ کیوں ہو رہے ہو؟"

"تمہیں بھی خوفزدہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ فرہاد علی تیمور کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔"

وہ ڈرائیور کی زبان سے بولا۔ "پھر تو یہ وہی ہے فرہاد کی ہونے والی بہو۔ میں اسے اس شہر سے بچ کر نہیں جانے دوں گا۔"

"پھر تو ہمارے مقاصد ایک ہیں۔ میں بھی اسے کسی طرح پکڑ کر اپنا ہمدرد بنانا چاہتا تھا لیکن کل رات سے وہ میرے خلاف ایسی حرکتیں کر رہی ہے کہ میں خود کو تنہا اور بے یار و مددگار سمجھ کر یہاں سے بھاگ رہا ہوں۔ اگر تم دوست بن جاؤ تو ہم بازی پلٹ دیں گے۔ ابھی وہ مجھے دوڑا رہی ہے۔ پھر ہم اسے دوڑائیں۔"

"میں اسے قابو میں کرنے کے لیے اپنے بدترین دشمنوں سے بھی دوستی کر کے ان کا تعاون حاصل کر سکتا ہوں۔ اور تم کوئی دشمن نہیں ہو۔ ایک اجنبی ہو۔ پہلے ہمیں ایک دوسرے سے متعارف ہونا چاہیے۔ یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

منڈولا نے کہا۔ "میں بابا صاحب کے ادارے میں ایک انجینئر تھا۔ کچھ عرصہ پہلے پارس واشنگٹن گیا تھا۔ وہاں سے وہ ایک مائیکرو فلم چرا کر لایا تھا۔ پتا چلا اس میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ ہے۔ وہ فلم مجھے دی گئی۔ تاکہ میں اس کا بلیو پرنٹ تیار کروں۔ میں نے بڑی رازداری سے دو بلیو پرنٹ تیار کیے۔ پھر ایک پرنٹ لے کر وہاں سے فرار ہوگیا۔ میرا اصل نام جمشید ہے۔ پچھلے تین ماہ سے میں بڑا مطمئن تھا اور ٹرانسفارمر مشین کے پرنٹ کو اچھی قیمت پر فروخت کرنے کے لیے اسرائیلی حکام سے رابطہ کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی میرے پیچھے پڑ گئی۔ چونکہ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ اس لیے وہ دھمکی دیتی رہی کہ بلیو پرنٹ اس کے حوالے کروں اور ٹرانسفارمر مشین کا ذکر کسی سے نہ کروں۔"

"ہوں۔" اجنبی خیال خوانی کرنے والے نے ڈرائیور کی زبان سے کہا۔ "پارس نے وہ مائیکرو فلم ہمارے ملک سے چرائی تھی۔ اگر اس وقت مجھے ٹیلی پیتھی کا علم آتا تو میں پارس کو واشنگٹن سے واپس نہیں جانے دیتا۔ بہرحال کیا وہ بلیو پرنٹ تمہارے پاس ہے؟"

"ہاں۔ میں نے اسے ایک جگہ چھپا رکھا ہے۔ اب اس خیال

خوانی کرنے والی نے مجھ تک پہنچنے کے لیے ایک خونخوار بلڈ ہاؤنڈ کا سہارا لیا ہے۔ میری ایک اتاری ہوئی شرٹ اس نے ایک جگہ سے حاصل کی تھی۔ کتے نے اس شرٹ سے میری بُو سونگھ لی ہے۔ وہ کتا کسی وقت بھی آکر مجھے زخمی کرے گا تو وہ میرے دماغ میں پہنچ جائے گی اور میرے چور خیالات سے معلوم کرلے گی کہ میں نے ٹرانسفارمر مشین کے بلیو پرنٹ کو کہاں چھپایا ہے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ اگر ایک ہی کتا ہے تو اسے میں دور ہی سے گولی ماردوں گا۔ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔"

"میں نے اپنے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے۔ اب تم اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"میں شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے ہوں۔ فرہاد کی ہونے والی بہو شی تارا کو ٹریپ کرنے کے لیے دہلی سے اس کا تعاقب کررہا ہوں۔ پورے دہلی شہر کی ناکا بندی کے باوجود پارس اسے وہاں سے نکال لے گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ہم سے انتقام لینے کے لیے واشنگٹن آرہی ہے۔ پھر وہ سفر ملتوی کرکے طیارے سے اسکندریہ میں اتر گئی۔ اب تمہاری باتوں سے اندازہ ہورہا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے سے پارس کو ہدایت کی گئی ہوگی کہ مشین کا بلیو پرنٹ حاصل کرنے کے لیے وہ شی تارا کے ساتھ اسکندریہ سے قاہرہ جائے۔"

داؤد منڈولا زیرِلب مکاری سے مسکراتے ہوئے بولا۔ "اچھا تو کل رات سے شی تارا اور پارس میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ مجھے یہ خوشی حاصل ہورہی ہے کہ ایک ایسے عالمی چیمپئن سے دوستی ہورہی ہے جو ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔ کیا ہماری ملاقات کہیں ہوسکتی ہے؟"

"ملاقات ہمیشہ میری ڈی سے ہوگی۔ کیونکہ میں واشنگٹن میں ہوں اور یہاں خیال خوانی کے ذریعے شی تارا اور پارس کو تلاش کرتا رہتا ہوں۔"

پھر اس ڈرائیور نے اچانک ہی لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھ کر کہا۔ "اب میں تمہارے ذریعے شی تارا اور پارس تک پہنچ جاؤں گا۔ وہ بُو سونگھنے والے کتے کے ساتھ یہاں آئیں گے تو بو کے ذریعے تمہیں پہچان لیں گے۔ مگر یہ نہیں جان سکیں گے کہ اس ٹیکسی ڈرائیور کے اندر مائیک ہرارے چھپا ہوا ہے۔"

منڈولا پر یہ نئی مصیبت آگئی۔ اس نے پریشان ہوکر کہا۔ "تم ابھی دوست بن رہے تھے۔ اب یہ دشمنی کیوں کررہے ہو؟"

"میں شاطر ہوں۔ شطرنج کا کھلاڑی ہوں۔ فضول مُہروں کو بساط پر رہنے نہیں دیتا۔ میں تمہیں کتے کے آگے چارا بناؤں گا تو میرے دونوں شکار میری گرفت میں آجائیں گے۔ اس ریوالور کی ایک گولی تمہیں زخمی کرنے کے لیے ہے۔ دوسری شی تارا کو اور تیسری پارس کو زخمی کرے گی۔ یوں میں تم تینوں کے اندر پہنچوں گا اور کتے کو گولی ماردوں گا۔ اس کے بعد تم سے مشین کا بلیو پرنٹ حاصل کروں گا اور ان دونوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر واشنگٹن بلالوں گا۔"

منڈولا بری طرح پھنس گیا تھا۔ کسی وقت بھی ریوالور سے چھوٹی گولی اسے زخمی کرتی تو شطرنج کے عالمی چیمپئن کو مشین کا بلیو پرنٹ نہیں بلکہ اسرائیل کی بادشاہت مل جاتی۔ وہ یہودی تنظیم کی جڑوں میں پہنچ جاتا۔ پھر یہ کہ کتے کو بو کے پیچھے لانے والی شی تارا اور پارس نہیں تھے' ثانی اور علی تھے اور وہ بھی عالمی چیمپئن کے ہاتھوں زخمی ہونے والے تھے۔

پھر اس ٹیکسی کے پیچھے کوئی بیس گز کے فاصلے پر ایک کار آکر رکی۔ ایک کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کتا بُو سونگھتا ہوا ثانی اور علی کو وہاں لے آیا تھا۔ کتے کے بھونکنے پر ڈرائیور نے منڈولا کے پیچھے ذرا سر اٹھا کر دیکھنا چاہا کہ کتا کتنے فاصلے پر ہے۔ بس ایک ذرا نظر چوکتے ہی منڈولا نے پاس رکھی ہوئی چھوٹی سی اینٹ کی بڑی پھرتی سے ریوالور پر پھینکا۔ ریوالور سے گولی چلی۔ مگر ایسے میں نشانے سے گولی بھٹک کر دوسری سیٹ کی پشت پر لگی۔ منڈولا دروازہ کھولتا ہوا ٹیکسی سے باہر نکلا اور سڑک پر بھاگنے لگا۔

اس کے پاس بھی ریوالور تھا مگر وہ کوٹ اور شرٹ کے اندر چھپا ہوا تھا۔ وہ بھاگنے کے دوران کوٹ اور شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔ اس کے اب دو دشمن ہوگئے تھے' ایک ڈرائیور اور دوسرا کتا۔ اور وہ کتا کار کی پچھلی سیٹ سے نکل کر اس کی طرف دوڑ رہا تھا۔

ادھر ڈرائیور نشانہ خطا ہونے کے بعد ٹیکسی کی اگلی سیٹ سے نکلا۔ وہ دوسری بار ٹھیک نشانہ لگا کر منڈولا کو گولی مار سکتا تھا لیکن اب منڈولا سے زیادہ اس کے لیے ثانی اور علی ضروری تھے۔ کیونکہ مائیک ہرارے انہیں شی تارا اور پارس سمجھ رہا تھا۔ پھر یہ کہ منڈولا ویسے ہی کتے کے حملے سے زخمی ہونے والا تھا۔

ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز آئی۔ دوڑنے والا کتا گولی کھاتے ہی کئی فٹ زمین سے اچھل کر سڑک پر گرا۔ ادھر ڈرائیور نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور کو تھام کر صحیح نشانہ لیتے ہوئے گولی چلائی۔ علی کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ بھی دوڑنے کے دوران لڑکھڑا کر بیچ سڑک پر گر پڑا۔

ثانی' علی کے پیچھے تھی۔ دونوں ہی کتے کے پیچھے منڈولا کو قابو میں کرنے کے لیے دوڑ لگا رہے تھے۔ ڈرائیور نے پھر ایک بار نشانہ لے کر گولی چلائی۔ نشانہ چُوکا تھا۔ ثانی کے حلق سے بھی چیخ نکلی۔ وہ بھی لڑکھڑاتی ہوئی آکر علی پر گر پڑی۔

پھر وہ دونوں وہاں سے اٹھ نہ سکے۔ مائیک ہرارے نے فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگایا۔ پھر ثانی اور علی کو شی تارا اور پارس سمجھ کر ان کے دماغوں میں جھانکنے لگا۔

وہ بلڈ ہاؤنڈ جو داؤد منڈولا کی بُو سونگھتا آیا تھا اور جو تمام تر خونخواری کے ساتھ اس پر لپکنے ہی والا تھا' وہ ایک گولی چلتے ہی ڈھیر ہوگیا۔

اس کتے کے پیچھے دو شکاری آرہے تھے۔ ان میں سے ایک علی تھا اور دوسری ثانی اور منڈولا انہی سے جان چھڑا رہا تھا۔ اس نے ایک بار دوڑتے دوڑتے پلٹ کر ریوالور سے فائر کرکے کتے کو تو مار ڈالا تھا لیکن علی اور ثانی پر فائر کرنے کے لیے دوڑنے کے دوران نہیں رُک سکتا تھا کیونکہ وہاں منڈولا کا ایک اور دشمن پیدا ہوگیا تھا اور اسی دشمن نے منڈولا پر ایک ناکام فائر بھی کیا تھا۔ اس کے مقدر میں ابھی جینا تھا اس لیے وہ جان بچا کر بھاگ رہا تھا۔

وہ فائر کرنے والا نیا دشمن شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے تھا۔ وہ خود موجود نہیں تھا۔ منڈولا جس ٹیکسی میں بیٹھ کر فرار ہونا چاہتا تھا' اس ٹیکسی کے ڈرائیور کے اندر رہ کر معلوم کرچکا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی اس شخص (منڈولا) کا پیچھا کررہی ہے جو ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہے۔

وہ عالمی چیمپئن مائیک ہرارے دراصل اسکندریہ سے شی تارا کو تلاش کرتا آیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ شی تارا کے ساتھ پارس کو بھی قابو میں کرکے دونوں کو اپنا تابعدار بنا سکے گا۔ اس لیے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے منڈولا سے پوچھا تھا کہ وہ کون ہے؟ جواب میں اس نے جھوٹ کہا کہ اس کا نام جمشید ہے اور وہ بابا صاحب کے ادارے سے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ چرا کرلایا ہے۔ اس لیے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی اپنے محبوب کے ساتھ ایک بلڈ ہاؤنڈ کو لے اس کا تعاقب کررہی ہے۔

یہ سُن کر مائیک ہرارے نے یہی سمجھا کہ وہ پیچھا کرنے والی شی تارا ہی اپنے پارس کے ساتھ ہوگی۔ مائیک ہرارے نہیں چاہتا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ چرانے والا جمشید (منڈولا) زندہ رہے۔ اس لیے اس نے منڈولا کو گولی مارنے کی کوشش کی مگر وہ بچ کر نکل گیا۔

مائیک ہرارے نے اسے جانے دیا کیونکہ بلڈ ہاؤنڈ کے پیچھے جو حسینہ اپنے جوان ساتھی کے ساتھ دوڑتی آرہی تھی' مائیک ہرارے کی دانست میں وہی شی تارا اور پارس تھے۔ اس نے دونوں پر گولی چلائی۔ انہیں صرف زخمی کیا۔ وہ دونوں گولی کھا کر گر پڑے۔ اس دوران اس مصروف شاہراہ پر بھگدڑ ہونے لگی تھی۔ عورتیں چیختی ہوئی اپنے بچوں کو اٹھا کر یا کھینچ کھینچ کر مکانوں کے اندر جارہی تھیں تاکہ ہونے والی فائرنگ سے محفوظ رہیں۔ مرد بھی پناہ ڈھونڈ رہے تھے۔ دکانوں کے شٹر اوپر سے نیچے آرہے تھے اور وہ ٹیکسی ڈرائیور جو گولیاں چلا رہا تھا اب ہکا بکا سا رہ گیا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس نے ایک حسینہ اور نوجوان پر کیوں گولیاں چلائی ہیں؟

سکا۔

داؤد منڈولا واقعی قسمت کا دھنی تھا۔ ثانی اور علی نے کتنے ہی ہتھکنڈوں سے اسے قابو میں کرنا اور اس کے اصل روپ کو دیکھنا چاہا تھا۔ آخری بار بُو سونگھنے والے خونخوار کتے کے ذریعے اسے ٹریپ کرنا چاہا مگر وہ ناکام رہے۔ مائیک ہرارے بھی اس کی شامت بن کر آگیا تھا لیکن وہ بھی لاعلمی میں اس کی اصلیت معلوم کرنے سے محروم رہ گیا۔

منڈولا نے اس شاہراہ سے فرار ہونے کے دوران ایک گلی میں مڑنے سے پہلے پلٹ کر دیکھا تھا۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور ثانی اور علی پر گولیاں چلا رہا تھا اور وہ دونوں چیخیں مار کر گر پڑے تھے۔ بس اتنا ہی دیکھ کر وہ پھر ایک گلی سے دوسری گلی کی طرف بھاگنے لگا۔ اگرچہ اس کی بُو پر لپکنے والا کتا مرچکا تھا۔ ثانی اور علی بھی نشانہ بن چکے تھے۔ اب وہ کہیں سے بھی چھپ کر اس ڈرائیور کو گولی مار سکتا تھا لیکن اسے مار کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا تھا کیونکہ وہ محض ایک ڈرائیور' ایک آلہ کار تھا۔ وہ اس کے اندر چھپے ہوئے مائیک ہرارے کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

پھر یہ اطمینان تھا کہ مائیک ہرارے نے ثانی اور علی کو جان سے نہیں مارا ہوگا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ پر قبضہ جمانے کے لیے صرف اسے زخمی کرتا ہے۔ منڈولا نے سوچ لیا تھا کہ کسی محفوظ جگہ پہنچنے کے بعد اس زخمی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے اندر پہنچے گا تو مائیک ہرارے کو بھی اس کے کمزور دماغ میں بولتے ہوئے سنے گا۔ پھر مائیک ہرارے خیال خوانی کرنے والی پر تنویمی عمل کرکے اسے کنیز بنانا چاہے گا تو اس کے عمل کو ناکام بنادے گا۔

اب ہار جیت کے میدان میں دو کھلاڑی رہ گئے تھے ایک داؤد منڈولا اور دوسرا مائیک ہرارے۔ وہ شطرنج کا کھلاڑی ہر چال پر نظر رکھتا تھا لہٰذا یہ بات اُس کے ذہن میں تھی کہ ثانی کو اپنی معمولہ بنانے میں دیر کرے گا تو بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی جاننے والی پوری فوج ثانی اور علی کے تحفظ کے لیے پہنچ جائے گی۔ اس ادارے کے کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو یہ بات معلوم ہونے سے پہلے ہی ان دونوں کو دماغی طور پر اپنا تابعدار بنالینا چاہیے۔

ان دونوں پر عمل کرنے کے لیے لازمی تھا کہ انہیں اسپتال پہنچائے جانے کے بعد پہلے ان کے زخموں کی مرہم پٹی کی جاتی پھر انہیں سونے کی دوائیں دی جاتیں اور جب ان کے کمرے میں ان کے بیڈ کے آس پاس کوئی نہ رہتا تب ہی کسی مداخلت کے بغیر مائیک ہرارے ان پر باری باری عمل کرسکتا تھا۔

وہ کبھی ثانی اور کبھی علی کے اندر جاکر دیکھ رہا تھا اور بڑی بے چینی سے انتظار کررہا تھا۔ ویسے وہ اسپتال پہنچادیئے گئے تھے اور ان کے زخموں کی مرہم پٹی ہورہی تھی۔ ایسے ہی وقت اس کی خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ ایک فوجی جوان نے آکر اطلاع دی کہ سپرباسٹر نے بلایا ہے۔ اس نے سپاہی سے کہا "تم جاؤ میں ابھی آتا ہوں۔"

سپاہی چلا گیا۔ سپرباسٹر اسی ہیڈ کوارٹر میں تھا۔ اس کے بنگلے سے دس منٹ کا فاصلہ تھا۔ اس نے فون پر سپرباسٹر سے کہا "میں ایک میٹنگ میں بہت ضروری خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ آپ یہ خوش خبری سن لیں کہ میں نے ایک آلہ کار کے ذریعے ثانی اور علی کو زخمی کردیا ہے۔ دونوں قاہرہ کے ایک اسپتال میں ہیں۔ میں ابھی ان پر تنویمی عمل کرکے انہیں اپنا تابعدار بنانے والا ہوں۔"

سپرباسٹر نے خوش ہوکر کہا "مسٹر ہرارے! تم ایسی خوش خبری سنا رہے ہو کہ کوئی دوسرا سنا تو ہم کبھی یقین نہ کرتے مگر بات تم پر ختم ہے۔ تم کبھی ناکام نہیں ہوتے۔ مگر تم توشی تارا کو ٹریپ کررہے تھے؟"

"جی ہاں' میں اسکندریہ سے شی تارا کا تعاقب کرتا ہوا قاہرہ پہنچا تھا لیکن اسے گولی مار کر زخمی کرنے کے بعد اس کے چور خیالات سے پتا چلا کہ وہ سونیا ثانی ہے اور اس کے ساتھ زخمی ہونے والا علی تیمور ہے۔"

"تو پھر شی تارا اور پارس کہاں گم ہوگئے ہیں؟ مسٹر ہرارے اگر یہ دونوں بھی تمہارے قابو میں آجائیں تو فرہاد علی تیمور ہمارے قدموں میں آگرے گا۔ دو بیٹے اور دو ہونے والی بہوؤں کی گرفتاری کے بعد اس کی کمر ٹوٹ جائے گی۔"

"سر! میں ان دونوں کو بھی ڈھونڈ نکالوں گا۔ مجھے اجازت دیں۔ میں ثانی کے پاس جارہا ہوں۔ اس کے دماغ کو خالی چھوڑنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ایک اجنبی خیال خوانی کرنے والا بھی ثانی اور علی کی تاک میں ہے۔"

"یہ تو مایوس ہونے والی بات کررہے ہو۔ وہ کمبخت کون ہے؟ تم ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے ساتھ رکھو۔ ایک سے دو ہوں گے تو مداخلت کرنے والے کو مخالفت میں بازو رکھ سکیں گے۔"

"آپ "تھری ڈی" میں سے کسی کو میرے پاس بھیج دیں۔ میں جارہا ہوں۔ دیر ہورہی ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر پھر ثانی اور علی کے دماغوں میں جھانکنے لگا۔ دونوں الگ الگ کمرے میں بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے۔ ان کی مرہم پٹی ہوچکی تھی۔ ڈاکٹر نے انہیں سونے کے لیے انجکشن لگائے تھے۔ اب وہ دونوں رفتہ رفتہ نیند میں ڈوب رہے تھے۔

مائیک ہرارے نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ اسی وقت تھری ڈی میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی کرین نے اس کے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس نے کہا "میں تمہیں علی تیمور کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ اس کے بعد تم میرے ساتھ ثانی کے دماغ میں رہوگے اور خاموشی سے یہ سمجھنے کی کوشش کروگے کہ میرے خیال عمل کے دوران کوئی مداخلت کررہا ہے یا نہیں؟ اگر کسی کی مداخلت کا شبہ ہو تو مجھے فوراً بتادینا۔"

وہ ڈی کرین کو علی کے دماغ میں لے گیا۔ اس کے بعد وہ ثانی کے اندر آئے۔ وہ گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ مائیک ہرارے نے اس کے خواب میں خود کو ایک اجنبی کی حیثیت سے پیش کیا۔ پھر کہا "ہیلو سونیا ثانی! تم مجھے خواب میں دیکھ رہی ہو مگر پہچان نہیں سکو گی۔ میں ابھی اجنبی ہوں جب تم تنویمی نیند سے بیدار ہوگی تو پھر مجھے اپنے عامل اور اپنے حاکم کی حیثیت سے پہچان سکوں گی۔"

ثانی کی خوابیدہ سوچ نے پوچھا "کیا تم وہی ہو جو ملک شام کا اراب چنی سوداگر ہادی منیر بن کر آیا تھا؟"

"میں وہ نہیں ہوں۔ ویسے تمہارے چور خیالات سے پہلے ہی معلوم کیا تھا کہ تمہیں کسی ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تلاش ہے جو قاہرہ میں ہادی منیر کے نام سے آیا ہے مگر اس کی اصلیت کچھ اور ہے۔"

"ہاں' میں اس پر قابو پانا چاہتی تھی۔ اسی لیے ایک بلڈ ہاؤنڈ کو اس کے پیچھے لگایا تھا۔ اگر وہ تم نہیں ہو تو پھر وہ بچ نکلا ہے۔ ویسے تم کون ہو؟"

"میں توشی تارا کو شکار کرنے آیا تھا۔ وہ اور پارس جانتے ہیں کہ میں شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے ہوں۔ یہ عجیب بات ہوگئی کہ اسے شکار کرنے آیا تھا' تم میری گرفت میں آگئیں۔"

"ہاں' تم نے زخمی کرکے مجھے اس حال کو پہنچادیا ہے۔ کیا مجھ پر تنویمی عمل کروگے؟"

"کیا تمہارے جیسی زبردست چالاک' حاضر دماغ اور ٹیلی پیتھی جاننے والی کو ایسے ہی چھوڑ دوں گا؟ اب تم ہماری تابعدار بن کر ہمارے ملک کے لیے اپنے ساتھی علی کے ساتھ کام کروگی۔"

"ہاں' ایسے تو میں مجبور ہوں' خود کو تمہارے تنویمی عمل سے نہیں بچاسکوں گی لیکن میرا خیال ہے کہ وہ جو میرا دشمن ہادی منیر ہے وہ مجھے بچائے گا کیونکہ میں اس کی بھی ضرورت ہوں۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ تم بے حد چالاک ہو۔ خواب میں بھی چالاکی کی باتیں کررہی ہو۔ بس اب خاموش رہو اس سے پہلے کہ وہ فرضی ہادی منیر تمہاری طرف توجہ دے' میں تمہیں اپنی معمولہ بنالوں گا۔"

داؤد منڈولا کی آواز سنائی دی "میں ہوں فرضی ہادی منیر۔ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں اس سونے کی چڑیا پر توجہ نہیں دوں گا۔ کیا خوش فہمی ہے کہ میں غافل رہوں گا اور تم فائدہ اٹھالوگے۔"

ڈی کرین نے کہا "تم مسٹر ہرارے کو تنہا نہ سمجھو۔ میں بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔ تمہیں مداخلت نہیں کرنے دوں گا۔ بار بار تمہارے دماغ میں پہنچنا چاہوں گا۔ تم بار بار مجھ سے بچنے کے لیے سانسیں روکتے رہوگے۔ اِدھر مسٹر ہرارے اپنا عمل جاری رکھیں گے۔"

منڈولا نے قہقہہ لگاکر کہا "مجھے شطرنج کے عالمی چیمپئن سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ تمہارے جیسے گدھے کو اپنے ساتھ رکھے گا اور اس پہلو پر غور نہیں کرے گا کہ میں پہلی بار ہی تمہارے آنے پر سانس روکوں اور دوسرے ہی لمحے فرہاد علی تیمور کے پاس پہنچ کر صرف اتنا کہہ دوں کہ ثانی کی خبر لو۔ تب کیا ہوگا؟ یہاں تم صرف دو ہو۔ وہاں سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج آجائے گی۔"

مائیک ہرارے نے کہا "تم درست کہتے ہو۔ میں نہیں چاہوں گا کہ فرہاد کو اس کے بیٹے اور ہونے والی بہو کی حالت زار کی اطلاع ملے۔ ہمیں اس معاملے کو آپس میں نمٹانا چاہیے۔"

"معاملہ کیسے نمٹاؤ گے۔ یہ ایک انار ہے اور ہم دو بیمار ہیں؟"

"اگر ہم دوست بن جائیں تو مشکل آسان ہوجائے گی۔ تم اپنا تعارف کراؤ۔ کون ہو؟ نام کیا ہے؟"

"کیا نام پتا پوچھ کر میرے گھر آؤ گے؟ یا مجھ سے دوستی کرکے ثانی سے دست بردار ہوجاؤ گے؟"

"سیدھی سی بات ہے' ہم دونوں میں سے کوئی اسے چھوڑنا نہیں چاہے گا۔ پھر کیوں نہ ایک نیا تجربہ کریں ہم دونوں مشترکہ طور پر اپنی اپنی آوازوں کے ذریعے اس پر تنویمی عمل کریں گے اسے معمولہ بناکر حکم دیں گے کہ یہ ہم دونوں کی تابعدار رہے گی۔"

"واہ! کیا الوبنانے والا آئیڈیا ہے۔ اول تو میں ایسا کوئی تجربہ نہیں کروں گا جسے اب تک کسی نے کیا نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ میں اپنی اصلیت کسی پر ظاہر نہیں کرتا ہوں۔ ثانی سے میں تابعداری کراؤں گا تو تم اس کے ذریعے میری مصروفیات سے آگاہ ہوتے رہوگے اور میری اصلیت بھی معلوم کرلوگے۔"

"مسٹر فرضی ہادی منیر! اس طرح تو ہم بحث و تکرار میں الجھتے رہیں گے اور اُدھر سے فرہاد کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ثانی اور علی کی خیریت معلوم کرنے آجائے گا۔ پھر یہ دونوں ہم دونوں کے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ تم خود کو چھپا رہے ہو۔ مگر میری ذہانت کہتی ہے کہ تم ہمارے ملک سے غداری کرکے جانے والے داؤد منڈولا ہو۔"

وہ قہقہہ لگاکر بولا "اگر تم مجھ سے شطرنج کھیل رہے ہو تو اسرائیل کے کسی حاکم یا فوج کے اعلیٰ افسر کے پاس جاؤ اور معلوم کرو۔ پتا چلے گا کہ داؤد منڈولا اپنی یہودی قوم میں پہنچا ہوا ہے اور آج کل تل ابیب میں ہے۔ جب تمہیں یہ یقین ہوجائے کہ وہ تل ابیب میں ہے تو پھر اپنی عقل سے پوچھنا کہ تم نے ٹیکسی ڈرائیور کے ذریعے مجھے قاہرہ میں کیسے موجود دیکھا۔ اُس بُو سونگھنے والے کتے کو میں نے اسی لیے گولی ماری کہ وہ یہاں میری موجودگی کی نشاندہی کررہا تھا۔"

اچانک مائیک ہرارے کے دماغ میں بات آئی کہ قاہرہ میں کسی کو آلہ کار بناکر ہادی منیر کی شرٹ حاصل کرکے ایک کتے کے ذریعے پھر اس کی شہ رگ تک پہنچا جاسکتا ہے۔

اس نے ثانی کے چور خیالات سے معلوم کیا کہ اس نے فرضی ہادی منیر کی وہ شرٹ کہاں رکھی ہے' جو بلڈ ہاؤنڈ کو سنگھائی گئی تھی؟

منڈولا بھی دماغ میں موجود تھا۔ وہ بھی چور خیالات سن رہا تھا اس نے کہا "ہاں ہاں' معلوم کرلو کہ میری وہ شرٹ کہاں چھپا کر رکھی گئی ہے۔ پھر قاہرہ میں بو سونگھنے والے جتنے شکاری کتے ہیں' ان سب کی خدمات حاصل کرلو۔ لیکن پرواز کرنے والے کتے حاصل کرسکو تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ اس وقت میں ایک طیارے میں سفر کررہا ہوں۔"

شطرنج کی بساط سے نکل کر آنے والے مائیک ہرارے کو اب معلوم ہورہا تھا کہ زندگی کی بساط پر کھیلی جانے والی بازیاں کس قدر چیلنج بن جاتی ہیں۔ پہلے تو پارس نے اسے مات دی۔ اب منڈولا اسے پریشان کررہا تھا۔ اس نے کہا "سنو ہادی منیر! میں اور سپر ماسٹر کبھی نہیں چاہیں گے کہ تمہاری ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ ہو اور ہم ثانی کی صلاحیتوں سے محروم رہیں۔ اب اگر پندرہ منٹ کے اندر تم اس سے دست بردار نہیں ہوگے تو میں اسے اور علی تیمور کو ہلاک کردوں گا۔ یہ میرے نہیں تو تمہارے بھی نہیں ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے' پندرہ منٹ انتظار نہ کرو۔ ان دونوں کا انجام یہی ہوگا۔ میں انہیں تمہارے ہاتھ لگنے نہیں دوں گا۔"

ثانی اسپتال کے جس کمرے میں تھی اس کا بند دروازہ کھل گیا۔ منڈولا اور مائیک ہرارے دیکھ نہیں سکتے تھے کہ کمرے میں کون آیا ہے صرف خوابیدہ ثانی کے کانوں سے آوازیں سن سکتے تھے۔ انہوں نے ایک ڈاکٹر کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "میڈم! یہی ہے وہ لڑکی جسے کسی نے گولی ماری ہے۔ اس کا ساتھی دوسرے کمرے کے بیڈ پر سو رہا ہے۔"

پھر کسی خاتون کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "ہاں' یہی ہے میری بیٹی حمیرا اور جسے آپ اس کا ساتھی کہہ رہے ہیں' وہ میرا داماد کاشف جمال ہے۔"

"لیکن میڈم! انہوں نے مرہم پٹی کے دوران بتایا ہے اس کا نام سونیا ثانی اور اس کے ساتھی کا نام علی تیمور ہے۔"

پھر ایک مرد کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں حمیرا کا باپ ہوں اور کاشف جمال میرا داماد ہے۔ پچھلی رات یہ دونوں نارمل تھے۔ مگر صبح ایب نارمل ہوگئے۔ حمیرا خود کو سونیا ثانی اور کاشف خود کو علی تیمور کہنے لگا۔ ہم نے پوچھا کہ وہ اپنا نام کیوں بدل رہے ہیں؟ وہ یہی جواب دیتے رہے کہ بچپن سے ان کا نام سونیا اور علی ہے اور علی یعنی کاشف کے پاس جو بلڈ ہاؤنڈ ہے اس سے بہت اہم کام لینا ہے۔ اس لیے وہ جارہے ہیں۔ شام تک واپس آئیں گے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے کتے کو لے کر اپنی کار میں بیٹھے اور چلے گئے۔"

منڈولا اور مائیک ہرارے ثانی کے خوابیدہ دماغ میں رہ کر حمیرا کی ماں باپ کی باتیں سن رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے حمیرا کے ماں کے اور دوسرے نے باپ کے خیالات پڑھے تو پتا چلا وہ غلط نہیں کہہ رہے ہیں۔ اپنی بیٹی کو اس کی صورت اور لباس سے پہچان رہے ہیں۔

پھر وہ دونوں ثانی کے دماغ میں آئے۔ منڈولا نے کہا "مسٹر ہرارے! یہ کیا چکر ہے؟ کیا ابھی ہم سونیا ثانی کے دماغ میں نہیں ہیں؟ کیا کسی حمیرا کے اندر ہیں؟"

مائیک ہرارے نے کہا "ہمیں اپنا جھگڑا بھول کر اس پر غور کرنا چاہیے اور اس کا برین واش کرکے اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہیے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ ثانی نے حمیرا اور کاشف نامی نوجوان میاں بیوی پر تنویمی عمل کرکے انہیں سونیا ثانی اور علی تیمور بنادیا ہے۔"

منڈولا نے کہا "کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔ تم عمل کرو۔ میں موجود رہوں گا تاکہ تم اسے اپنی معمولہ نہ بنالو۔"

اس نے عمل کرنا شروع کیا۔ ذرا سی دیر میں وہ ٹرانس میں آکر اس کی معمولہ بن گئی۔ اس نے پوچھا "اپنا اصلی نام بتاؤ۔ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔"

وہ بولی "میرا نام سونیا ثانی ہے۔ میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔"

"میں تمہارا عامل ہوں۔ تم میری معمولہ ہو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں جو باتیں تم بھول چکی ہو یا تمہارے دماغ سے بھلا دی گئی ہیں انہیں دوبارہ یاد کرو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں' اپنے دماغ کے خانے میں اترو۔ وہاں اپنے آپ کو تلاش کرو۔ تمہارا نام حمیرا ہے۔ تمہارا نام حمیرا ہے۔ تمہارے باپ کا نام ابراہیم پاشا ہے۔ چھ ماہ پہلے تمہاری شادی کاشف جمال سے ہوئی تھی' یاد کرو۔ حقائق تمہارے ذہن سے مٹادیئے گئے ہیں انہیں بھولے ہوئے سبق کی طرح یاد کرو۔ یہ میرا حکم ہے۔"

وہ بولی "ہاں' میرے باپ کا نام ابراہیم پاشا ہے اور میری ماں کا نام زیتون ہے۔ میں بچپن سے اپنے والدین کو پہچانتی آئی ہوں۔ وہ بھی تمہاری طرح کہتے ہیں کہ میرا نام سونیا ثانی نہیں حمیرا ہے۔ میں نے اور میرے شوہر علی تیمور نے اس معاملے پر بہت غور کیا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ والدین ہمیں حمیرا اور کاشف جمال کیوں کہتے ہیں۔ وہ بلڈ ہاؤنڈ جو تین برس سے ہمارے پاس تھا وہ بھی ہمیں پہچانتا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم وہی ہیں جو ہمارے والدین ہمیں کہہ رہے ہیں۔"

مائیک ہرارے نے کہا "واقعی' یہی ثابت ہورہا ہے کہ تم حمیرا ہو اور کاشف جمال تمہارا شوہر ہے۔ میں حیران ہوں کہ تنویمی عمل کے ذریعے تمہارا برین واش کرنے میں ناکام کیوں ہورہا ہوں؟ کیا میں پوری طرح میری معمولہ نہیں بن پائی ہو؟ کیا میں سمجھ لوں کہ تنویمی عمل کرنے کے دوران مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے؟"

وہ بولی "تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے۔ تم نے پوری مہارت سے حمیرا زوجہ کاشف جمال پر عمل کیا ہے اور میں

ثانی تمہاری اس زخمی معمولہ حمیرا کی سوچ کے ذریعے کہہ رہی ہوں کہ تم شطرنج کی بساط پر بے جان مہرے چلتے آئے ہو' اب زندگی کی بساط پر جاندار مہروں سے تمہارا پالا پڑرہا ہے۔ تم لاکھ کوشش کرو تب بھی حمیرا اور کاشف کا برین واش نہیں کرپاؤ گے کیونکہ ان دونوں پر روحانی ٹیلی پیتھی کا عمل ہوا ہے۔ کل صبح تک ان کی یادداشت خود بخود واپس آجائے گی اور یہ ثانی اور علی والی موجودہ شخصیت کو بھول جائیں گے۔ اب تم دونوں صبر کرو اور اپنے اپنے گھر جاؤ۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ مائیک ہرارے نے پوچھا "کیا واقعی تم ثانی ہو اور حمیرا کے اندر آکر بول رہی ہو؟"

حمیرا نے ایک معمولہ کی حیثیت سے کہا "میں نہیں جانتی' ابھی میرے اندر کون بول رہی تھی۔ اگر یہ درست ہے کہ میں حمیرا ہوں اور کل صبح تک میرے ساتھ میرے شوہر کی بھی یادداشت واپس آجائے گی تو میں خدا کا شکر ادا کروں گی۔ اس طرح میرے والدین کی پریشانیاں بھی ختم ہوجائیں گی۔"

منڈولا نے حمیرا کے اندر ہنستے ہوئے کہا "مسٹر ہرارے! ہم دونوں ابھی تک ایک روٹی کے لیے لڑ رہے تھے اور اس حقیقت سے بے خبر رہے کہ وہ فولادی روٹی تھی۔ اچھا ہوا کہ ہمیں چبانے کو نہیں ملی ورنہ ہمارے دانت اب تک ٹوٹ چکے ہوتے۔"

مائیک ہرارے نے کہا "اب مجھے تسلیم کرنا پڑرہا ہے کہ فرہاد کے دونوں بیٹے اور اس کی ٹیلی کے تمام خیال خوانی کرنے والے لوہے کے چنے ہیں۔ آئندہ میں بھی لوہے کے دانت لگوا کر آؤں گا۔ یہ حمیرا ہمارے کسی کام کی نہیں ہے۔ میں اس کے دماغ سے جانے سے پہلے تم سے پھر دوستی کی فرمائش کرتا ہوں۔ اگر تم منڈولا نہیں ہو تو کون ہو؟"

منڈولا نے کہا "پہلے تم یہاں سے اسرائیل جاکر تصدیق کرلو۔ وہاں منڈولا موجود ہے۔ ہماری دنیا میں ہر ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی نہ کسی تنظیم یا ملک کا وفادار ہے۔ کیا تم نے سنا ہے کہ ایک بھی خیال خوانی کرنے والا اپنی ایک الگ تھلگ آزادانہ زندگی گزار رہا ہو؟"

"ایسا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم بھی کسی تنظیم یا ملک سے وابستہ ہو۔"

"کبھی آئندہ بھی ہمارا ٹکراؤ ہوگا تو تمہیں اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یقین آتا رہے گا کہ میں موجودہ دور کا پہلا اور تنہا آزاد خیال خوانی کرنے والا شیر ہوں اور شیر کی طرح تنہا شکار کھیلتا رہوں گا۔ ویل گڈ بائی۔ ہم پھر کسی معاملے میں کبھی ٹکرائیں گے۔"

منڈولا خاموش ہوگیا۔ وہ جاچکا تھا۔ نہ بھی جاتا تو مائیک ہرارے کو کسی حمیرا کے دماغ میں ٹھہرنا نہیں تھا۔ وہ بھی ناکام ہوکر دائمی طور پر اپنے بنگلے میں حاضر ہوگیا۔ وہ بہت پہلے شطرنج کی بازیاں کبھی کبھی ہار جایا کرتا تھا۔ پچھلے تین برسوں میں اس نے ایسی مہارت حاصل کی تھی کہ عالمی چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کرتا آرہا تھا۔

دیکھا جائے تو وہ حقیقتاً ذہین تھا اور غضب کی چالیں چلتا تھا۔ لیکن مسلسل کامیابیاں انسان کو رفتہ رفتہ خوش فہمی میں مبتلا کردیتی ہیں۔ وہ سمجھنے لگتا ہے کہ جو چال چل رہا ہے وہ پتھر کی لکیر ہے۔ جب ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی پیدا ہونے لگے تو شاطر اپنی چال کے ہر پہلو پر نظر رکھنا بھول جاتا ہے۔

مائیک ہرارے کی سمجھ میں یہ بات آرہی تھی اور وہ سر جھکائے غور کررہا تھا کہ اس نے شی تارا کو ٹریپ کرنے سے لے کر ثانی کو ٹریپ کرنے تک کہاں کہاں غلطیاں کی ہیں؟

غور کرنے پر بھی سمجھ میں آرہا تھا کہ اس نے پہلے ٹکراؤ میں یہ تسلیم نہیں کیا تھا کہ پارس اس سے زیادہ چالباز ثابت ہوگا۔ اگر اس مخالف کو اپنے برابر کا' اپنی ٹکر کا سمجھتا تو دہلی شہر کے اندر ہی شی تارا پر قابو پالیتا۔

شی تارا سے الجھتے الجھتے وہ ثانی کے چکر میں پڑگیا تھا اور اس کے ساتھی علی کو بالکل نظرانداز کردیا تھا جبکہ علی تیمور کا تمام ریکارڈ پڑھ چکا تھا۔ بہرحال اب عقل سمجھا رہی تھی کہ اپنے کسی بھی مخالف کو خود سے کمتر نہیں سمجھنا چاہیے۔

وہ بڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر ایک فوجی جوان نے آکر سلیوٹ کرنے کے بعد کہا "سر! سپر ماسٹر اور ہمارے بڑے افسران تشریف لارہے ہیں۔"

وہ فوراً صوفے سے اٹھ گیا۔ ڈرائنگ روم سے نکل کر اس بنگلے کے برآمدے میں آیا' سپر ماسٹر اس ہیڈ کوارٹر میں رہنے والے چھ فوجی اعلیٰ افسران کے ساتھ آرہا تھا۔ مائیک ہرارے نے برآمدے میں ان کا استقبال کیا پھر مصافحہ کرنے کے بعد ان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آگیا۔ وہ سب مختلف صوفوں پر بیٹھ گئے۔ سپر ماسٹر نے کہا "ڈی کرین تمہارے ساتھ اس حمیرا نامی لڑکی کے دماغ میں تھا۔ اس نے مجھے تمہاری ناکامی کی تمام تفصیلات بتادی ہیں۔"

ہرارے نے سر جھکا کر کہا "میں بہت شرمندہ ہوں' تین برس بعد ایک بازی ہار جانے کا بہت دکھ ہورہا ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "مسٹر ہرارے! ہم تمہیں شرمندہ کرنے نہیں آئے ہیں۔ ہمیں تم سے بڑی توقعات ہیں۔ دیکھا جائے تو تم نے بازی نہیں ہاری بلکہ دھوکا اس لیے کھایا کہ تم نے شی تارا سمجھ کر ثانی اور علی پر ہاتھ ڈالا تھا۔ تم نہیں جانتے تھے کہ ثانی اور علی نے تم سے ٹکرانے سے پہلے اپنے بچاؤ کے کیسے انتظامات کیے تھے۔"

مائیک ہرارے نے کہا "بالکل یہی بات ہے۔ مجھے ثانی اور علی کی پیشگی تیاریوں کا کوئی علم نہیں تھا۔ میں اسے شی تارا سمجھ کر اس

سے الجھ گیا تھا۔ پھر یہ کہ ان کے بزرگوں کی روحانی ٹیلی پیتھی کا اثر حمیرا اور کاشف پر اس قدر پختہ تھا کہ گولیاں کھا کر زخمی ہونے کے باوجود ان کے چور خیالات انہیں ثانی اور علی کہہ رہے تھے۔ دوسرے یہ کہ میرے تنویمی عمل سے بھی روحانی ٹیلی پیتھی کی دیوار نہیں ٹوٹ رہی تھی اور اس کے پیچھے حمیرا اور کاشف کی اصلیت معلوم نہیں ہو رہی تھی۔"

"ہاں' ہمیں ڈی کرین نے یہ تمام باتیں بتائی ہیں۔ ہم اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ تم نے بابا صاحب کے ادارے کے بزرگ تبریزی صاحب اور آمنہ فرہاد کی روحانی ٹیلی پیتھی کو نظرانداز کیا تھا۔ اب تمہیں یہ بات گرہ میں باندھ لینا چاہیے کہ جب بھی فرہاد اور اس کے بیٹوں پر کوئی بڑی مصیبت آیا کرے گی تو وہ اپنے بزرگوں کی روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ کرلیا کریں گے۔"

سپرباسٹر نے کہا "ہمارا مشورہ ہے کہ تم فرہاد اور اس کے بیٹوں سے زیادہ روحانی ٹیلی پیتھی کو پیش نظر رکھو۔ سوچو اور سمجھو کہ اس روحانیت کا توڑ کیا ہوگا؟"

مائیک ہرارے نے کہا "ہوا لو ہے کو کاٹتا ہے۔ روحانیت کا توڑ روحانیت سے ہو سکتا ہے۔ ہمیں اپنے عیسائی پیشواؤں سے رجوع کرنا چاہیے۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی جیسے کامل بزرگ اور پیشوا ہمارے مذہب میں بھی ہوں گے۔ اگر وہ تبریزی صاحب آمنہ فرہاد کو روحانی ٹیلی پیتھی سکھا سکتے ہیں تو کیا ہمارے مذہب کے پہنچے ہوئے کامل بزرگ ہم میں سے کسی کو روحانی ٹیلی پیتھی نہیں سکھا سکیں گے؟"

ایک افسر نے تائید کی "ہمیں جلد سے جلد اپنے راہبوں اور مذہبی پیشواؤں سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنا چاہیے۔"

سپرباسٹر نے کہا "ہم ابھی یہاں سے جا کر پہلا کام یہی کریں گے۔ اب ہمارے سامنے دوسرا مسئلہ ہے۔ بھارتی حکومت نے شی تارا کے چیلنج کے مطابق اس کی دائی ماں اور پوجا کو قیدی نہیں بنایا ہے۔ انہیں یہاں واشنگٹن بھیج دیا ہے۔ ان کے ساتھ غیر معمولی سماعت اور بصارت رکھنے والا پاشا بھی ہے۔ وہ اب ہمارا تابعدار ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ شی تارا اسکندریہ اور قاہرہ میں تمہیں نظر نہیں آئی لیکن اپنے چیلنج کے مطابق پارس کے ساتھ یہاں پہنچنے والی ہوگی یا پہنچ چکی ہوگی۔"

ہرارے نے کہا "مسئلہ سمجھ میں آرہا ہے۔ میں زبردست چالیں چل کر انہیں ٹریپ کرنا چاہوں گا اور کامیاب ہونے لگوں گا تو ایسے وقت اُن کے بچاؤ کے لیے روحانی ٹیلی پیتھی آڑے آجائے گی۔"

"یہی بات ہے۔ ایسے وقت ہماری تمہاری تمام محنت رائیگاں جائے گی۔ ہم اپنے مذہبی پیشواؤں سے ملاقات کریں گے' تم اپنی ذہانت سے سوچو کہ کسی اور طرح کیسے روحانی ٹیلی پیتھی کا توڑ کرسکتے ہو۔"

"ہو سکتا ہے ہم آج کل میں اس کا توڑ کرلیں۔ ہو سکتا ہے کہ عرصہ لگ جائے تب تک شی تارا اور پارس سے کیسے نمٹا جائے گا؟"

"ہم فی الحال ان سے دوستانہ رویہ اختیار کریں گے۔ ان سے صاف کہہ دیں گے کہ ہم محاذ آرائی نہیں چاہتے ہیں۔ وہ اپنی دائی ماں' پوجا اور پاشا کو لے کر یہاں سے چلے جائیں۔"

ایک افسر نے کہا "اس مسئلے پر اور زیادہ سر نہیں کھپایا جاسکتا۔ آئندہ مسٹر ہرارے یا مذہبی پیشوا ہی اس کا کوئی حل نکالیں گے۔ اب اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بات ہو جائے جو ثانی اور علی ایک بلڈ ہاؤنڈ کے ذریعے تلاش کررہے تھے۔"

مائیک ہرارے اچانک ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ سوچنے اور ٹہلنے کے انداز میں ذرا سے ذرا دور گیا پھر پلٹ کر بولا "روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے کوئی دشمن چھپ کر نہیں رہ سکتا پھر وہ بلڈ ہاؤنڈ کے ذریعے دشمن کیوں تلاش کررہے تھے؟ ان کے بزرگ تبریزی صاحب روحانیت کے ذریعے دشمن کو ثانی اور علی کے قدموں میں کیوں نہیں پہنچایا؟"

ایک اعلیٰ افسر نے تائید میں سر ہلا کر کہا "یہ بہت اہم نکتہ ہے۔ کیا روحانی ٹیلی پیتھی کی پرواز محدود ہوتی ہے؟"

مائیک ہرارے اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا پھر رک کر بولا "جب سے رسوبتی نے یعنی کہ آمنہ فرہاد نے روحانی ٹیلی پیتھی سیکھی ہے' تب سے گوشہ نشین ہوگئی ہے۔ کسی دنیاوی معاملے میں اپنے شوہر اور بیٹوں کے ساتھ کبھی نظر نہیں آئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ روحانیت کے درجہ کمال تک پہنچتے ہیں وہ جیتے جی دنیا سے دور ہوجاتے ہیں اور شاذونادر ہی کبھی کسی خاص موقع پر روحانی عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔"

سپرباسٹر نے کہا "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اُن کے روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیشہ ان کے ساتھ نہیں رہتے ہیں۔ کبھی کبھی کسی خاص موقع پر ان کی مدد کے لیے آتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ جب وہ ہمیشہ ساتھ نہیں رہتے ہیں تو ہم کسی وقت کوئی مناسب موقع دیکھ کر شی تارا اور پارس کو دو سرداروں کے ذریعے اسی طرح موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں کہ ہم پر ان کی موت کا الزام نہ آئے۔"

"ہوں' ایک بار ایسی کوشش کرکے دیکھنا چاہیے۔ ہمارا بڑی خواہش تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا ہماری تابعدار کررہے لیکن وہ زندہ رہے گی تو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کرالی جائے گی۔"

ایک افسر نے کہا "ہم اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ بظاہر تارا اور پارس کے خلاف کوئی محاذ آرائی نہ کریں اور انہیں ماں وغیرہ کے ساتھ جانے دیں لیکن ان کے قتل کا [illegible]

ہنیم سے کرلیں اور اس دوسری تنظیم کو بھی معلوم نہ ہو کہ یہ امریکی چال ہے۔"

مائیک ہرارے نے کہا "بے شک اسی قسم کی چالیں چلی جائیں گی۔ میں ابھی تنہائی میں کچھ اور چالیں سوچوں گا۔"

وہ سب صوفوں سے اٹھ گئے پھر اس سے مصافحہ کرکے رخصت ہوگئے۔ ہرارے نے ان کے جانے کے بعد سوچا۔ اس سوال کا جواب رہ گیا کہ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا کون تھا؟ بہرحال روحانی ٹیلی پیتھی کے مسئلے کا حل تلاش کرکے اس فرضی ہادی منیر کو کسی طرح ڈھونڈ نکالوں گا۔

داؤد منڈولا قاہرہ سے فرار ہو کر اسکندریہ پہنچ گیا تھا۔ وہ مصر کو چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں بھی جا سکتا تھا لیکن اسے ہمیشہ سے قاہرہ شہر پسند تھا وہ دوسرے ملکوں اور شہروں میں عارضی قیام کرسکتا تھا لیکن زندگی قاہرہ میں گزارنا چاہتا تھا۔ اسی لیے دریائے نیل کے ساحل پر اس نے ایک عالیشان بنگلا خرید لیا تھا۔

وہ لاکھوں ڈالر کا بنگلا ملک شام کے ارب پتی سوداگر ہادی منیر کے شناختی کاغذات کے ذریعے خرید آگیا تھا اور اب وہ ہادی منیر نہیں رہا تھا۔ ثانی اور علی نے اسے اس نام کا اور شخصیت کا لبادہ اتارنے پر مجبور کردیا تھا۔ اس طرح اب وہ اس خوب صورت سے عالیشان بنگلے کا مالک نہیں رہا تھا۔ کوئی دوسرا بھیس بدل کر بھی نہیں جاسکتا تھا کیونکہ کتوں سے ڈر لگ رہا تھا۔ اسے نئے بھیس میں انسان نہ پہچانتے مگر صرف ایک شرٹ کو سونگھ کر پورے شہر کے کتے اس کے پیچھے پڑجاتے۔

اسے قاہرہ سے اور نیل کے ساحل والی کوٹھی سے گہرا لگاؤ تھا اسی لیے وہ سوچ رہا تھا اگر کسی طرح ثانی اور علی کو اس شہر سے جانے پر مجبور کردیا جائے تو پھر کتوں کا خوف نہیں رہے گا۔ وہ پھر سے ہادی منیر بن کر اپنے بنگلے پر رہ سکے گا۔

اسے یاد آیا کہ مائیک ہرارے کو بھی ہادی منیر کا نام معلوم ہوچکا ہے۔ ثانی اور علی سے پیچھا چھڑانے کے باوجود وہ اپنے بنگلے کا مالک بن کر وہاں نہیں رہ سکے گا۔

اس نے فی الحال قاہرہ والے معاملات کو نظرانداز کردیا۔ اسے اپنی خفیہ یہودی تنظیم کے حالات معلوم کرنے تھے۔ وہاں اس کے ڈی منڈولا اور اس کے ماتحت ٹالبوٹ پر بھروسا کرلیا گیا تھا اب وہ دونوں یہودی تنظیم کے قابل اعتماد ٹیلی پیتھی جاننے والے تسلیم کرلیے گئے تھے۔ منڈولا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر ایکسرے مین مارٹن کے دماغ میں خاموشی سے پہنچ گیا۔

خفیہ یہودی تنظیم کے تمام افراد اپنے خفیہ اور پراسرار باس ایکسرے مین مارٹن کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے۔ الپا اور ٹیری آدم کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ سب ایکسرے مین مارٹن کے معمول اور تابعدار ہیں۔ صرف ان کا بگ برادر یہ آدم تنظیم کے خفیہ باس کو جانتا تھا۔

اور اب یہ آدم اور خفیہ باس ایکسرے مین مارٹن بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ داؤد منڈولا کے معمول اور تابعدار بن چکے ہیں اور اپنی تنظیم میں جس داؤد منڈولا پر بھروسا کررہے ہیں وہ محض ان کے خفیہ اور پراسرار باس کی ایک ڈمی ہے۔

منڈولا کو ایکسرے مین مارٹن کی سوچ نے بتایا کہ قتل ایبب کے ایک پریس کلب میں ایک بہت بڑی پریس کانفرنس ہونے والی ہے۔ پچھلے دنوں ایک مسجد میں عبادت کے دوران تمام نمازیوں پر گولیاں برسائی گئی تھیں۔ یہ گولیاں ایک کٹر یہودی بارخ بنجامن کے حکم سے اس کے کرائے کے دہشت گردوں نے برسائی تھیں لیکن اس کے نتیجے میں اسرائیلی حکومت بدنام ہو رہی تھی۔

وہ کٹر متعصب یہودی بارخ بنجامن خود کو پیغمبر کہتا تھا۔ اگرچہ پاگل نہیں تھا' ایک بہت کامیاب معالج تھا۔ مگر دماغ میں یہ خبط سما گیا تھا کہ اسے غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اور پیغمبروں کی طرح آسمان سے اس کے دل میں باتیں اترتی رہتی ہیں۔

پچھلے دنوں اس کے دماغ میں یہ بات آنے لگی کہ فلاں دن فلاں وقت مسلمانوں کی خطرناک تنظیم حماس کے مجاہدین فلاں مسجد میں نماز پڑھیں گے۔ ان کے لباسوں میں ہتھیار چھپے ہوں گے۔ وہ نماز پڑھنے کے بعد وہاں کے اہم یہودی اکابرین کو گولیوں کا نشانہ بنائیں گے۔

بارخ بنجامن نے اپنے یہودی اکابرین کو بچانے کے لیے کرائے کے دہشت گردوں سے کام لیا اور اس مسجد کے تمام نمازیوں کو عبادت کے دوران گولیوں سے چھلنی کرادیا۔ اسرائیل کے حکام اور فوجی افسران نے بارخ بنجامن کا محاسبہ کیا لیکن اسے سزا نہیں دی کیونکہ اس نے ایک سچے یہودی کی حیثیت سے اپنے اکابرین کی حفاظت کے لیے مسلمانوں پر گولیاں چلائی تھیں۔ اس کے برعکس یہ ثبوت مل رہے تھے کہ مسجد میں حماس گروہ کا کوئی ہتھیار بردار مسلمان نہیں تھا۔ سب ہی شریف اور پرامن مسلمان تھے۔

لیکن اب حکام اپنے ایک نام نہاد پیغمبر ایک پاگل کٹر یہودی کو بے شمار نمازیوں کے قتل کے الزام سے بچانا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے دنیا کے بڑے بڑے اخبارات کے صحافیوں کو بلایا تھا تاکہ اپنی صفائی میں یہ ثابت کرسکیں کہ مسجد میں گولیاں چلنے کے دوران جتنے نمازی تھے' ان کا تعلق حماس سے تھا اور انہوں نے اپنے لباس میں ہتھیار چھپائے ہوئے تھے۔

یہودی خفیہ تنظیم کے تمام آدم برادرز مختلف سرکاری اور سیاسی معاملات میں مصروف تھے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری آدم' الپا' منڈولا آدم اور ٹالبوٹ آدم بھی کئی معاملات میں خیال خوانی کے ذریعے اپنے فرائض ادا کررہے تھے۔ مسلمانوں کے مسجد میں شہید ہونے کے سلسلے میں جو پریس کانفرنس ہو رہی تھی وہ ان آدم برادرز کے لیے اہم نہیں تھی۔ وہ تو یہی چاہتے تھے کہ کسی نہ

کسی بہانے اسرائیل میں مسلمانوں کی تعداد کم ہوتی رہے۔ دنیا کے بڑے اخبارات کو جھوٹے بیانات سے مطمئن کرنے کا فرض اسرائیلی انفارمیشن سروس ادا کرتی تھی اس لیے داؤد منڈولا کی نادیدہ گرفت میں رہنے والی یہودی خفیہ تنظیم اسے معمولی سی بات سمجھتی تھی' اپنی اہم مصروفیات کو چھوڑ کر اس پریس کانفرنس میں آنا ضروری نہیں سمجھتی تھی۔

پھر یہ کہ داؤد منڈولا نے ایک مخبر بن کر برین آدم کو یہ اطلاع دی تھی کہ ثانی اور علی تیمور قاہرہ میں کسی اہم مشن پر آئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہ معلوم کیا جائے کہ وہ قاہرہ میں کہاں رہتے ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں؟

ادھر اسرائیلی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو یہ یقین تھا کہ وہ پریس کانفرنس میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو حماس کے دہشت گرد ثابت کردیں گے۔ ایسا کرنے کے لیے ایک دن پہلے ہی الپا' ٹیری آدم' منڈولا آدم اور ٹالبوٹ آدم نے آٹھ مسلمانوں پر تنویمی عمل کرکے ان کے دماغوں میں یہ نقش کردیا تھا کہ ان سب کا تعلق حماس سے ہے۔ حماس کے وہ مجاہدین یا سرعرفات کی فلسطینی آزادی تنظیم کے سخت خلاف ہیں کیونکہ یا سرعرفات غزہ کی پٹی میں مسلمانوں کی ایک ریاست قائم کرنے کے لیے اسرائیلی حکام سے سودا کرنے والے ہیں۔

یہ سودا حماس کے مجاہدین کو منظور نہیں تھا۔ وہ پورے فلسطین کی آزادی چاہتے تھے۔ اس لیے جب حماس کے ان (تنویمی عمل زدہ) آٹھ مجاہدین کو اطلاع ملی کہ یا سرعرفات کے مجاہدین اس مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے ان دشمن مجاہدین کو نماز کے دوران ہلاک کردیا۔

ایسا بیان دینے کے لیے تنویمی عمل کے ذریعے ان آٹھ مسلمانوں کو حماس کے مجاہدین بنادیا گیا تھا اور فوج یہ بیان دینے والی تھی کہ انہوں نے جان پر کھیل کر حماس کے ان آٹھ قاتل مجرموں کو گرفتار کیا ہے۔ وہ آٹھوں اس بڑی پریس کانفرنس میں اپنے جرم کا اقرار کرنے والے تھے۔

اس طرح اسرائیلی حکومت کے سر سے یہ الزام ہٹ جاتا کہ انہوں نے مسلمانوں کو عبادت کے دوران شہید کیا ہے۔ مسلمان نمازیوں کے خلاف ایسے بھیانک جرم کے مرتکب بارخ بنجامن کو ایک جگہ نظربند کردیا گیا تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ خطبی قاتل' مذہب کے جنون میں مسلمانوں کے خلاف سچ بات کہہ دے۔

پریس کانفرنس میں ٹی وی کیمرے وہاں کی ویڈیو فلم تیار کررہے تھے۔ ایک اسٹیج پر منسٹر آف انفارمیشن دو اعلیٰ فوجی افسران اور اپنے مشیروں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کانفرنس کے آغاز میں تمام صحافیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "آپ حضرات ملکی اور غیر ملکی اخبارات کے صحافی ہیں۔ آپ اپنے فرائض کے مطابق جو سچ دیکھتے ہیں اور عالمی سیاست میں جو سچ یا جھوٹ پاتے ہیں اسے بڑی بے باکی سے لکھ کر شائع کردیتے ہیں۔ میں بھی وزیر اطلاعات ہوں۔ میرا بھی فرض ہے کہ میرے ملک اسرائیل میں [illegible] رونما ہوئے ہیں ان واقعات کے کسی بھی پہلو کو آپ سے نہ چھپاؤں۔ جو سچ ہے اسے پوری دیانتداری سے دنیا والوں کے سامنے پیش کردوں۔ آپ حضرات نے ہمارے ملک کے ایک بہت ہی قابل ڈاکٹر بارخ بنجامن کا نام سنا ہوگا۔ وہ ایسا مسیحا ہے کہ ناقابل علاج مریضوں کو بھی صحت یاب کردیتا ہے۔ لیکن وہ مذہبی معاملے میں ایک ذرا ایب نارمل ہے اور خود کو پیغمبر کہتا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ آسمان سے اسکے دل میں سچی اطلاعات پہنچتی رہتی ہیں۔"

منسٹر آف انفارمیشن کے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک مشیر نے سرگوشی میں کہا "سر! یہ کانفرنس کے ایجنڈے میں نہیں ہے۔ آپ کو بارخ بنجامن کا ذکر یہاں نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ مشیر کے مشورے کو نظرانداز کرتے ہوئے بولا "خود کو پیغمبر کہنے والا وہ خطبی بارخ کہتا ہے کہ اسے آسمان سے آگہی ملی تھی کہ ایک مسجد میں حماس کے باغی فائٹر نماز پڑھنے آئیں گے۔ یہ آگہی ملتے ہی اس نے اپنے دہشت گردوں کے ذریعے مسجد میں نماز پڑھنے والے مسلمانوں پر گولیاں برسائیں اور ان بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

منسٹر کے پاس بیٹھے ہوئے فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے فوراً ہی مائیک کا سوئچ آف کردیا تاکہ اس کی آواز کانفرنس ہال میں صحافیوں تک نہ پہنچے پھر اس نے منسٹر سے دھیمی آواز میں پوچھا "یہ آپ کیا ہوگیا ہے؟ آپ مسلمانوں کو مظلوم اور یہودیوں کو ظالم کہہ رہے ہیں۔ بارخ نے جو کیا' وہ یہودی جذبے سے کیا۔ ہم نے اسے اس کانفرنس سے دور رکھا ہے اور آپ اسے اور اس کے دہشت گرد یہودیوں کو قاتل کہہ رہے ہیں۔"

فوجی افسر نے اسے ایسی باتیں کہنے سے روکنے کے لیے مائیک کو بند کیا تھا پھر اچانک ہی مائیک آن کرکے بولا "ہمارے منسٹر صاحب جو کہہ رہے ہیں' وہ سو فیصد درست ہے۔ میں ان کی تائید کرتا ہوں۔ ہم نے اس خطبی بارخ بنجامن کو نظربند کررکھا ہے اور آٹھ مسلمانوں پر تنویمی عمل کرایا ہے۔ اس عمل کے ذریعے ان کے دماغوں میں یہ نقش کرایا ہے کہ وہ حماس تنظیم کے دہشت گرد ہیں اور انہوں نے ہی مسجد کے نمازیوں کو یا سرعرفات کی تنظیم کے مجاہدین سمجھ کر ہلاک کیا تھا۔"

دوسری طرف بیٹھے ہوئے فوجی افسر نے فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر پھر مائیک کو بند کرتے ہوئے منسٹر سے اور اپنے ساتھی افسر سے پوچھا "یہ آپ دونوں کو کیا ہوگیا ہے؟ آپ دونوں ہمارے منصوبے کے خلاف اور ہمارے ملک کے خلاف بول رہے ہیں۔"

پھر اس دوسرے افسر نے بھی مائیک کو آن کرکے کہا "میں منسٹر صاحب کی اور میجر صاحب کی تائید کرتا ہوں۔ مسجد میں بے گناہ اور نہتے مومن شہری زندگی گزارنے والے مسلمان نماز پڑھ رہے تھے۔ جس خطبی بارخ بنجامن کے دہشت گردوں نے ان بے گناہ عبادت گزاروں پر گولیاں چلائیں ان یہودی قاتلوں کو بچانے کے لیے مزید آٹھ مسلمانوں پر ظلم کیا جانے والا ہے۔ اسرائیلی حکومت کا منصوبہ یہ ہے کہ ان آٹھ تنویم زدہ بے گناہوں کو آپ کے سامنے پیش کریں۔ وہ بے چارے تنویمی عمل کے زیر اثر ان شہید نمازیوں کو قتل کرنے کا الزام اپنے سر لیں گے پھر اقبال جرم کے بعد ان آٹھ بے گناہ مسلمانوں کو بھی سزائے موت دے دی جائے گی۔"

پریس کانفرنس کی فضا ہی بدل گئی تھی۔ وہاں بیرونی ممالک سے آنے والے صحافیوں کو پہلے ہی یہ بتایا گیا تھا کہ مسجد میں شہید ہونے والے نمازی تھے' حماس کے ان آٹھ قاتلوں کو گرفتار کیا گیا ہے اور ان تمام قاتلوں کو پریس کانفرنس میں ٹی وی کیمرے کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ لیکن اب تو منسٹر اور فوجی افسران بیان بدل رہے تھے۔ مسلمانوں کو بے گناہ اور اپنے ہی یہودیوں کو قاتل کہہ رہے تھے اور اعتراف کررہے تھے کہ جو آٹھ قاتل پیش کیے جانے والے ہیں وہ بالکل بے گناہ ہیں۔

اتنی دیر میں وزارت داخلہ میں ہلچل پیدا ہوگئی تھی۔ جتنے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران ٹی وی کے سامنے بیٹھے پریس کانفرنس کا حال اسکرین پر دیکھ رہے تھے وہ اپنے اپنے ٹیلی فون کے ذریعے غصہ دکھا رہے تھے۔ گرج گرج کر کہہ رہے تھے کہ یہ پریس کانفرنس بند کردیا کسی طرح بگڑی ہوئی باتیں بناؤ۔

پریس کانفرنس بند کی جاتی تو اسرائیلی حکومت کی بڑی بدنامی ہوتی کیونکہ بیرونی ممالک کے بڑے بڑے اخبارات کے صحافی وہاں موجود تھے۔ لہٰذا اب ٹیلی پیتھی جاننے والے یہودی ہی بگڑی ہوئی بات بنا سکتے تھے۔

برین آدم کو اس معاملے کے متعلق بتایا گیا۔ اس نے فوراً ہی الپا اور ٹیری آدم سے کہا "پریس کانفرنس میں گڑبڑ ہوگئی ہے۔ فوراً وہاں کے حالات سنبھالو۔ وہاں منسٹر آف انفارمیشن اور دو فوجی افسران یہودی ہوکر مسلمانوں کی حمایت میں اور یہودیوں کی مخالفت میں بول رہے ہیں۔"

الپا اور ٹیری آدم نے حاضر دماغی سے کام لیا۔ منسٹر اور فوجی افسروں کے اندر پہنچ کر کسی کو بے تحاشا کھانسنے اور کسی کو پیٹ کے درد سے دوہرا ہونے پر مجبور کیا۔ ایک فوجی افسر کے اندر رہ کر مائیک کے ذریعے صحافیوں سے کہا "حضرات! ہم معذرت چاہتے ہیں آپ دیکھ رہے ہیں کہ منسٹر صاحب اور دو افسران صاحب کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی ہے اس پریس کانفرنس کو ایک گھنٹے کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔ ہال کے دوسرے حصے میں ریفریشمنٹ کا انتظام ہے آپ چائے وغیرہ سے شغل کریں۔ ایک گھنٹے بعد ہم پھر یہاں جمع ہوں گے۔"

ایک گھنٹے کا وقفہ ہوگیا۔ الپا' ٹیری آدم' منڈولا اور ٹالبوٹ آدم ان منسٹر اور افسران کی دماغوں میں آکر پوچھ رہے تھے کہ وہ اپنے ملک سے دشمنی کرنے کے لیے ایسے بیانات کیوں دے رہے تھے۔

منسٹر نے حیرانی اور پریشانی سے کہا "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں کس طرح اپنی مرضی کے خلاف بولتا جارہا تھا۔"

دونوں فوجی افسران نے بھی کہا "ہم نے مائیک بند کیا تھا تاکہ منسٹر صاحب ہمارے منصوبے کے خلاف بیان نہ دیں لیکن ہم نے بھی بعد میں مائیک آن کرکے مسلمانوں کی حمایت میں بولنا شروع کردیا تھا۔"

منسٹر اور فوجی افسران کی یہ باتیں ایکسرے مین مارٹن اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہودیوں کے اندر رہ کر سن رہا تھا اور داؤد منڈولا بھی ایکسرے مین مارٹن کے اندر موجود تھا۔ الپا کہہ رہی تھی "یہ بات صاف اور سیدھی سمجھ میں آنے والی ہے کہ ہمارے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ان افسران کے دماغوں کو بھٹکا رہے ہیں۔"

ٹیری آدم نے کہا "اس پریس کانفرنس میں مسلمانوں کی حمایت میں بولنے پر مجبور کیا جارہا ہے لہٰذا ہمارے منسٹر صاحب اور فوجی افسران کے اندر مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

داؤد منڈولا نے اپنے ڈی منڈولا آدم کے ذریعے کہا "ہمارے منسٹر صاحب کے اندر جو بھی ہے وہ ہم سے بات کرے' ہم سے معاملات طے کرے' بہتر ہے کہ ہم دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں۔"

منسٹر کے دماغ میں سونیا ثانی کی آواز ابھری "ارے' یہ تو قاہرہ والے ہادی منیر کی آواز اور لہجہ ہے۔ میں ہوٹل نائیل ہلٹن میں سمجھ گئی تھی کہ تم یہودی ہو پنے ہو۔"

داؤد منڈولا ذرا بوکھلا سا گیا.... اس نے اس پہلو پر توجہ نہیں دی تھی کہ قاہرہ میں اس کے پیچھے پڑنے والی ثانی یہاں بھی منسٹر آف انفارمیشن کے اندر موجود ہوگی۔ داؤد منڈولا اب خاموش رہا۔ اس کے ڈی منڈولا نے پوچھا "تم کون ہو؟ اور مجھے کوئی ہادی منیر کیوں سمجھ رہی ہو؟"

ثانی نے کہا "تم اس وقت تل ابیب میں نہیں بلکہ قاہرہ میں ہو اور خیال خوانی کے ذریعے اس منسٹر کے اندر پہنچے ہوئے ہو۔"

الپا نے کہا "ثانی! میں تمہیں آواز سے پہچان رہی ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ ہمارے یہ داؤد منڈولا ہمارے درمیان ہیں۔ یہیں تل ابیب میں ہیں۔ قاہرہ میں کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے تم دھوکا کھا رہی ہو۔"

ٹیری آدم نے کہا "ہم اپنے مسائل سے ہٹ گئے ہیں۔ مس ثانی! ہماری درخواست ہے کہ اس پریس کانفرنس میں گڑبڑ نہ کرو۔"

"میں تمہاری درخواست منظور کرتی ہوں۔ میری بھی درخواست منظور کرو۔ اس جنونی قاتل بارخ بنجامن کو کانفرنس میں

پیش کرکے سچ بولو کہ اس جنونی یہودی نے مسلمان نمازیوں کو عبادت کے دوران ہلاک کیا ہے لہٰذا اسے کانفرنس ہال سے باہر لے جاکر گولی ماری جائے گی۔"

"ہم ایسا کریں گے تو جھوٹے اور فریبی کہلوائیں گے۔ کیونکہ ہم کئی دنوں سے اخبارات کے ذریعے اس قتل و غارت گری کا الزام حماس کے مجاہدین پر عائد کرتے رہے ہیں۔"

"اگر تم لوگ غلط الزامات عائد کرتے رہے تو کیا ہم مسلمان خاموشی سے مزید آٹھ مسلمانوں کو سزائے موت دیئے جانے کا تماشا دیکھیں!"

ایکسرے مین نے ٹائیلوٹ آدم کے ذریعے کہا "ایسی بات کرو' ایسا راستہ نکالو کہ اسرائیلی حکومت پر کوئی الزام نہ آئے اور تمہیں بھی ہم سے کوئی شکایت نہ رہے۔"

وہ بولی "یہی ایک راستہ ہے کہ بارخ بنجامن کو جنونی قاتل کی حیثیت سے غیر ملکی صحافیوں کے سامنے پیش کرو۔ اور یہ بات بتاؤ کہ وہ بارخ بنجامن کونسی پراسرار علم جانتا ہے اس نے تمہارے منسٹر اور دو فوجی افسروں کو اپنے بارے میں بولنے پر مجبور کیا۔ وہ سستی شہرت کا عادی ہے۔ جنونی قاتل ہے تم لوگوں کو اس کی حقیقت معلوم ہوگئی ہے لہٰذا شہید ہونے والے مسلمانوں کو تم لوگ بے گناہ تسلیم کرتے ہو اور بارخ بنجامن کو سزائے موت دے رہے ہو۔"

اسرائیلی حکام اور یہودی خفیہ تنظیم کے تمام آدم برادرز اور ٹیلی پیتھی جاننے والے مجبور ہوگئے تھے۔ یہ جانتے تھے کہ ٹائی کے پیچھے بھی بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے اگر ان سب کے درمیان خیال خوانی کے ذریعے مقابلہ ہوتا رہے گا تو غیر ملکی صحافیوں سے سچائی نہیں چھپا سکیں گے۔

ایکسرے مین مارٹن نے ٹائیلوٹ آدم کے ذریعے کہا "ٹھیک ہے غیر ملکی صحافی کانفرنس ہال میں آرہے ہیں ہم ابھی بات بدل دیں گے۔ شہید ہونے والے مسلمانوں کو بے گناہ تسلیم کرکے بارخ بنجامن کو موت کی سزا دیں گے۔"

وہ بولی "سزا تم نہیں دو گے۔ اس یہودی نے مسلمانوں کو قتل کیا۔ ہم اسے اسی مسجد کے سامنے لے جاکر عبرت ناک سزائے موت دیں گے۔"

"پلیز ٹائی! اس معاملے کو اور تماشا نہ بناؤ۔ اسے جلد سے جلد ختم کرو۔"

"میں جو کہہ رہی ہوں وہی ہوگا۔ ورنہ پریس کانفرنس کے بعد غیر ملکی صحافی اِدھر اُدھر سے چلنے والی گولیوں سے زخمی ہوں گے تو تمام ممالک کے بڑے اخبارات تمہاری حکومت کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ تمہارے لیے جوابدہی مشکل ہوجائے گی۔"

ایکسرے مین مارٹن نے اپنے آلہ کار کے ذریعے کہا "مس ٹائی! تم زہریلے کانٹوں سے بھری ہوئی ایک جھاڑی ہو' ہم اس جھاڑی میں الجھنا نہیں چاہتے۔ تم جو کہو گی وہی ہوگا۔"

ٹائی نے کہا "یہی دانشمندی ہے۔ تمہارے منسٹر کے اندر [illegible] تک میرے ڈیڈی (سلمان) بول رہے تھے۔ ان کے علاوہ اور [illegible] خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ اب اپنے منسٹر سے کہو کہ تو [illegible] شروع کرے۔"

ہال میں تمام صحافی آچکے تھے۔ منسٹر نے کہا "ایک گھنٹے [illegible] ہماری طبیعت خراب نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک پراسرار علم [illegible] ذریعے ہمیں پریشان کیا گیا تھا اور یہ پراسرار علم ڈاکٹر بارخ بنجامن جانتا ہے۔"

سلمان اس منسٹر کے دماغ میں تھا اور وہ سلمان کی مرضی کے مطابق کہہ رہا تھا کہ اس پراسرار علم جاننے والے بارخ پر قابو پا لیا گیا ہے۔ اس نے اقرار کیا ہے کہ اب تک ہم یہودیوں کو دھوکا دیتا رہا تھا۔ دراصل اس بارخ نے اپنے دہشت گردوں کے ذریعے مسجد میں اندھا دھند فائرنگ کرائی تھی۔ یہی باتیں ہم ایک گھنٹے [illegible] کہہ رہے تھے لیکن بارخ ہمیں اپنے سحر میں جکڑ رہا تھا اور [illegible] سے روک رہا تھا۔"

اس تقریر کے دوران بارخ بنجامن کو ہتھکڑیاں پہنا کر ہال [illegible] ٹی وی کیمرے کے سامنے لایا گیا۔ منسٹر نے کہا "یہ وہی جنونی قاتل بارخ بنجامن ہے اس نے شریف اور پرامن نمازیوں پر گولیاں چلائی تھیں۔ جلد ہی اس کے ساتھی دہشت گردوں کو گرفتار کر جائے گا۔ لیکن ابھی اسے اس کانفرنس ہال سے باہر سزائے موت دی جائے گی۔"

منسٹر نے حکم دیا کہ تمام صحافی حضرات کے لیے گاڑیوں کا انتظام کیا جائے وہ سب گاڑیوں میں بیٹھیں گے اور بارخ بنجامن جن راستوں پر بھاگتا جائے گا وہاں اس کے پیچھے صحافیوں کی گاڑیاں چلیں گی اور اس کے عبرت ناک سزا پانے کا تماشا دیکھتے جائیں گے۔

حکم کی تعمیل کی گئی۔ تقریباً چالیس صحافی کانفرنس ہال سے [illegible] آکر کھلی چھت کی گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ سلمان' ٹائی' باربرا [illegible] جے مورگن' جیری اور تھرہال وغیرہ نے مسلح سپاہیوں کے درمیان میں جگہ بنائی۔ وہ بھی مختلف گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ بارخ بنجامن ہتھکڑیاں کھول کر حکم دیا گیا کہ اسی مسجد کی طرف دوڑتے جاؤ جہاں بے گناہ نمازیوں پر اس نے گولیاں چلوائی تھیں۔

بارخ بنجامن نے بیچ شاہراہ پر کھڑے ہوکر کہا "میں یہودی ہوں۔ تم سب کیسے کمزور عقیدے کے یہودی ہو کہ مجھے سزا دے رہے ہو۔ میں نے مسلمانوں کو قتل کرکے بہت بڑی نیکی کی ہے سب یقین کیوں نہیں کرتے کہ میں وہی کرتا ہوں' جس کا حکم آسمان سے نازل ہوتا ہے۔"

سلمان نے اس کے دماغ میں آکر بھرائی ہوئی آواز میں "اے بارخ بنجامن! تو سچا ہے۔ اس وقت بھی تیرے دماغ [illegible] آسمان سے یہ حکم نازل ہورہا ہے تجھے ابھی ہرحال میں دوڑ

ہوئے اس مسجد کی طرف جانا ہے تاکہ تو وہاں اپنی پیغمبری کا معجزہ دکھا سکے۔"

وہ خوش ہوکر بولا "میرے اندر پھر آسمان سے آگہی مل رہی ہے' میں ابھی دوڑتا ہوا جاؤں گا اور اس مسجد کے سامنے ایک معجزہ دکھا کر خود کو پیغمبر ثابت کروں گا۔ آؤ! تم سب میرے پیچھے آؤ....."

وہ پلٹ کر سڑک پر دوڑنے لگا۔ اس کے پیچھے گاڑیاں چلنے لگیں۔ تھوڑی دور جاکر ٹائی نے ایک سپاہی کی رائفل سے نشانہ لیا اور بارخ کے بازو پر گولی ماری۔ وہ لڑکھڑایا پھر گرتے گرتے سنبھل کر دوڑنے لگا اور جنونی انداز میں ہنستے ہوئے کہنے لگا "کوئی گولی میرا راستہ نہیں روک سکے گی۔ آج میری پیغمبری کو دنیا تسلیم کرے گی پھر میں اپنے ملک اسرائیل سے مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹادوں گا۔"

جوجو نے اس کے دوسرے بازو میں گولی ماری۔ وہ پھر لڑکھڑایا مگر بڑا جی دار تھا۔ معجزہ دکھانے کے جوش اور جنون میں دوڑتا گیا۔ سلمان اس کے اندر کہتا رہا "شاباش! تم آسمان سے اترنے والی باتیں سن رہے ہو۔ سچے یہودی ہو۔ دوڑتے رہو۔"

باربرا نے اس کے ایک شانے پر اور جے مورگن نے اس کے دوسرے شانے پر سپاہیوں کے ذریعے گولیاں چلائیں۔ وہ تکلیف سے کراہتا رہا۔ اپنے لہو میں نہاتا رہا۔ آخر اسی طرح دوڑتے دوڑتے اسی مسجد کے سامنے پہنچ گیا۔ چار گولیاں کھانے کے بعد بھی اُس کا سر چکرا رہا تھا۔ وہ دوڑتے رہنے کے باعث ہانپ رہا تھا۔ پھر بھی دونوں پیروں پر ڈگمگاتے ہوئے کھڑے رہنے کی کوشش کررہا تھا اور کہہ رہا تھا "دیکھو یہ وہی مسجد ہے اس کے در و دیوار سفید ہیں' لیکن میں نے بے شمار نمازیوں کے خون سے اسے سرخ رنگ میں رنگ دیا تھا۔"

جیری نے ایک سپاہی کے ذریعے اس کی ایک ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑا کر مسجد کی دیوار سے ٹک گیا۔ سلمان نے اس کے اندر کہا "ارے کمبخت! یہ کیا کررہا ہے۔ تو یہودی ہوکر مسجد کے سہارے کھڑا ہورہا ہے؟"

وہ جنونی شخص بے انتہا تکلیف کے باوجود ایک ٹانگ پر اچھلتا ہوا مسجد سے الگ ہوگیا۔ ایسے ہی وقت ایک اور گولی چلی۔ جس ٹانگ پر وہ اچھل رہا تھا۔ اسی میں وہ پیوست ہوئی تو اب تکلیف برداشت نہیں ہوئی۔ وہ چیخیں مارتا ہوا زمین پر گرا۔ پھر لڑکھڑاتا ہوا مسجد کی دیوار سے جاکر لگ گیا۔

سلمان نے کہا "ارے! تو کیسا یہودی ہے پھر مسجد سے لگ رہا ہے۔ چل اٹھ اور معجزہ دکھا۔"

اُس کا سر گھوم رہا تھا۔ وہ کراہتے ہوئے بولا "کون سا معجزہ دکھاؤں؟ معجزہ کیسے دکھایا جاتا ہے؟"

"جب دونوں پاؤں کھڑے رہنے کے قابل نہ رہیں اور وہ لنگڑا کھڑا ہوجائے تو اسے معجزہ کہیں گے۔"

وہ جنونی معجزہ دکھا کر پیغمبری ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ چھ گولیاں کھانے کے بعد آدھی جان بھی نہیں رہی تھی مگر جوش اور جنون کی ایک عجیب سی توانائی ہوتی ہے۔ وہ اس توانائی سے مسجد کی دیوار کا سہارا لے کر اٹھنے لگا۔ بڑی جانفشانی سے کھڑا ہوگیا۔

سلمان نے پوچھا "ارے او یہودی! تو کس کے سہارے کھڑا ہوا ہے۔ کیا معجزہ دکھائے گا یہودی کا اور سہارا لے گا مسجد کا؟"

بارخ بنجامن نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے مسجد کی دیوار کو دیکھا۔ اسی دیوار کے پیچھے نمازیوں پر گولیاں برسائی گئی تھیں۔ بارخ کو ڈوبتی ہوئی سماعت کے ذریعے تڑاتڑ گولیاں برسنے کی قیامت خیز آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ نمازیوں کی چیخیں گونج رہی تھیں۔ ان نمازیوں کے معصوم بچے اور عورتیں ماتم کررہی تھیں۔ فریاد کررہی تھیں "اے ارض فلسطین' ایک خدا اور آخری رسولؐ کے نام لیوا کب تک ظالموں کی درندگیاں برداشت کرتے رہیں گے؟"

یہ فریادیں عرش تک پہنچی تھیں۔ پھر فرش پر بارخ کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ تڑاتڑ فائرنگ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ گولیوں سے چھلنی ہورہا تھا۔ زمین پر پڑا ہاتھ پاؤں جھٹک جھٹک کر دم توڑ رہا تھا۔ سنا ہے کہ ظالم کے جسم سے جان بھی بڑی مشکل سے نکلتی ہے۔ مگر نکلتی ہے۔ مرنا تو پڑتا ہے۔ بڑا عبرت ناک تماشا دکھا کر اس بناسپتی پیغمبر کا دم آخر نکل ہی گیا۔

وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست اور دشمن اُس اسرائیلی منسٹر آف انفارمیشن کے دماغ میں آگئے۔ ایکسرے مین مارٹن نے اپنے آلہ کار ٹائیلوٹ آدم کے ذریعے کہا "مس ٹائی! تم نے اپنے فیصلے کے مطابق اس جنونی قاتل کو سزا دے دی۔ اب تو ہم سے کوئی شکایت نہیں ہے؟"

ٹائی نے کہا "اسے صرف جنونی قاتل نہ کہو۔ جنونی یہودی بھی کہو۔ تمہاری قوم میں نیم پاگل اور مفرور افراد کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ پچھلے دنوں میرے پاپا (فرہاد) نے تم لوگوں کے اندر سے تکبر کا غبار نکالا تھا۔ آج تم نے دانشمندی سے کام لیا۔ بات نہیں بڑھائی اور معاملہ یہیں ختم کردیا۔ اب میں جانے سے پہلے تمہارے ایک خیال خوانی کرنے والے داؤد منڈولا سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ کیا وہ موجود ہے؟"

اصل داؤد منڈولا نے اپنی ڈی کے دماغ میں رہ کر کہا "ہاں میں موجود ہوں۔"

وہ بولی "میرے تمام خیال خوانی کرنے والے ساتھی اور بزرگ جاچکے ہیں۔ میں تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اب سے چار گھنٹے پہلے تمہاری ہی آواز اور تمہارے ہی لہجے کا خیال خوانی کرنے والا قاہرہ میں موجود تھا اور وہ اپنی اصلیت مجھ سے چھپانے کے لیے مجھ سے جان چھڑا رہا تھا۔ وہ قاہرہ سے فرار ہوکر اسکندریہ گیا ہوگا یا مصر کے باہر کسی دوسرے ملک میں جاسکتا ہے۔ لیکن اسرائیل کے

کسی شہر میں نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ان چار گھنٹوں میں قاہرہ سے کوئی طیارہ اسرائیل کی طرف نہیں گیا ہے۔"

منڈولا سمجھ رہا تھا کہ وہ اس کی اصلیت تک پہنچنے کے لیے اسے گھیر رہی ہے۔ اس نے انجان بن کر پوچھا "تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ اگر کوئی بہروپیا میرے لب و لہجے کو اپنا رہا ہے تو اس کا ذکر مجھ سے کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ وہ بہروپئے تم ہو۔ تمہارا نام ہادی منیر نہیں ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مائیک ہرارے تم پر داؤد منڈولا ہونے کا شبہ کر رہا تھا۔ وہ شبہ کر رہا تھا اور میں یقین سے کہہ رہی ہوں کہ ابھی قتل ایبب میں جو داؤد منڈولا ہے' وہ تمہاری ڈی ہے اور اصل تم ہو۔ اسرائیل سے دور بیٹھ کر ڈگڈگی بجا رہے ہو اور اپنا بندران یہودی خیال خوانی کرنے والوں کے درمیان نچا رہے ہو۔"

منڈولا نے کہا "تم کیا سمجھتی ہو؟ کیا ایسی بے تکی باتیں کر کے تم میری یہودی قوم کو مجھ سے بدظن کر سکو گی؟"

"اگر صرف میں ایسا کہوں تو یہ سوچا جا سکتا ہے کہ دشمنی سے کہہ رہی ہوں۔ میں ابھی تمام یہودی خیال خوانی کرنے والوں سے کہہ رہی ہوں کہ میرے الزام کی تصدیق کریں۔ سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو اس منڈولا کی آواز اور لہجہ سنائیں۔ وہ بھی یہی کہے گا جو میں کہہ رہی ہوں۔"

داؤد منڈولا نے کہا "سپر ماسٹر اور اس کے تمام خیال خوانی کرنے والے تو ہر حال میں میرے خلاف بولیں گے۔ کیونکہ میں اسرائیل اور اپنی یہودی قوم کے لیے انہیں دھوکا دے کر یہاں آیا ہوں۔"

ایکسرے مین مارٹن نے اپنے آلہ کار کے ذریعے کہا "ہم یہودیوں کے درمیان جو داؤد منڈولا ہے وہ اصلی ہے! اگر اسی لب و لہجے کا کوئی شخص تم سے ٹکرایا ہے تو تم اسے تلاش کرتی رہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہی ہوں مگر اصلی داؤد منڈولا کی شامت آگئی ہے۔ اوکے سو فار۔"

ٹائی منسٹر کے دماغ سے چلی گئی۔ داؤد منڈولا نے ٹیلی پیتھی کا علم سیکھتے ہی قسم کھائی تھی کہ فرہاد کی فیملی کے کسی فرد سے نہیں ٹکرائے گا۔ مگر شامت آجائے تو خود بخود ٹکراؤ ہو جاتا ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ قاہرہ میں ارب پتی سوداگر ہادی منیر بن کر رہے گا تو وہاں ٹائی اور علی ٹکرانے آجائیں گے۔ وہ اپنے فیصلے کے مطابق ان سے کترانے کے لیے اسکندریہ آگیا تھا لیکن ان سے دور بھاگنے کے باوجود بارخ بخامن کے معاملے میں پھر ایک بار خیال خوانی کے ذریعے ٹائی سے ٹکراؤ ہو گیا۔ وہ اسے لب و لہجے کے ذریعے پہچان گئی تھی۔ یقین سے کہہ رہی تھی کہ اصل داؤد منڈولا مصر میں ہے اور ایک ڈی منڈولا قتل ایبب میں یہودیوں کے درمیان ہے۔

اس نے فی الحال اپنی خفیہ تنظیم کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کی موجودگی میں بات بنائی تھی۔ ٹائی کے الزام کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور اب یہودی تنظیم کے ایک ایک خیال خوانی کرنے والے کے اندر جا کر معلوم کر رہا تھا کہ کوئی اس کے داؤد منڈولا پر شبہ کر رہا ہے؟ اگر کر رہا ہوتا تو وہ اس کی سوچ کا رخ بدل دیتا۔ اسے اپنی حمایت میں سوچنے اور بھروسا کرنے پر مجبور کر دیتا۔ کیونکہ خفیہ یہودی تنظیم کے تمام آدم برادر زاد اور تمام خیال خوانی کرنے والوں کے دماغ اس کے زیر اثر تھے اور اس کی مرضی کے مطابق سوچتے اور عمل کرتے تھے۔

وہ یہودی تنظیم کا گمنام اور پُراسرار بادشاہ بنا ہوا تھا۔ کوئی اس پر کبھی شبہ نہیں کر سکتا تھا لیکن ٹائی کے اس چیلنج نے اس کے جسم کا آدھا خون خشک کر دیا تھا کہ اصل داؤد منڈولا کی شامت آگئی ہے۔

وہ سوچ رہا تھا' فرہاد کی فیملی میں کمال کے لوگ ہیں۔ کسی ایک بات کو اس کے کئی پہلوؤں سے سوچتے اور سمجھتے ہیں۔ ٹائی نے اس کے قاہرہ سے فرار ہونے کے سلسلے میں بالکل صحیح حساب لگایا تھا کہ ان چار گھنٹوں میں کوئی طیارہ اسرائیل نہیں آیا تھا۔ اس لیے منڈولا جسمانی طور پر قتل ایبب میں اپنے یہودیوں کے درمیان نہیں ہے۔

اس طرح وہ حساب لگا سکتی تھی کہ منڈولا اسکندریہ میں ہے یا مصر سے نکل کر کسی دوسرے ملک کے کسی شہر میں پہنچ گیا ہے۔ اپنے حساب کتاب کے مطابق اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے کسی دوسرے بلڈ ہاؤنڈ کو لے کر اسکندریہ آسکتی تھی۔ ایسے میں کتاب لہولہان کر دیتا اور یوں اصلی داؤد منڈولا ظاہر ہو جاتا۔

وہ ریسیور اٹھا کر مختلف ائرلائنز کے نمبر ڈائل کر کے معلوم کرنے لگا کہ کسی بھی دوسرے ملک جانے والی پہلی فلائٹ میں اسے جگہ مل سکتی ہے یا نہیں؟ جگہ تو مل گئی نہ ملتی تب بھی خیال خوانی کے ذریعے ایک سیٹ حاصل کر لیتا۔

ایی اسکندریہ میں شی تارا پچھلے دو دنوں سے پارس کا انتظار کر رہی تھی۔ پارس کو اس کی ماما (آمنہ فرہاد) نے ہدایات دی تھیں کہ شی تارا بُری طرح دشمنوں میں گھری ہوئی ہے اسے دہلی شہر سے باہر نکال کر کسی محفوظ مقام تک جانے کا موقع دو۔ پھر پاکستان شمالی علاقے متخراب جاؤ وہاں عادل اور انالانا عکس ٹرانسفر کرنے والے آلات کے ساتھ اس کے منتظر رہیں گے۔

پارس نے ماں کی ہدایات کے مطابق شی تارا کو دہلی سے نکال کر آگرہ پہنچایا تھا اور اُس سے وہ ملک چھوڑ دینے کو کہا تھا۔ وہ اس کے ساتھ بھارت سے باہر جانے کی ضد کر رہی تھی۔ پارس نے اسے ٹالنے کے لیے کہہ دیا تھا کہ وہ اسکندریہ جائے۔ وہ وہاں اس سے ملے گا لیکن ماں نے اسے جس منزل کا راستہ بتایا تھا اس نے اسی راستے پر جانا تھا۔

اس نے شی تارا کے موبائل فون پر رابطہ کیا۔ رابطہ ہوتے ہی شی تارا نے پوچھا "تم کہاں ہو؟ میں کل سے تمہارے فون کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں کچھ عرصے کے لیے دوسرے معاملے میں مصروف ہو گیا ہوں۔ تمہارے پاس اسکندریہ نہیں آسکوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا مجھ سے بڑھ کر کوئی اور معاملہ ہو سکتا ہے؟"

"ہاں' ماں کے حکم کے آگے گردن جھک جاتی ہے۔"

"یعنی وہ روایتی ساس ہیں۔ ہونے والی بہو سے ملنے کی اجازت نہیں دے رہی ہیں۔"

"تم انہیں روایتی ساس کہہ رہی ہو۔ میں نے اُن کی ہی ہدایات کے مطابق پہلے تمہیں مائیک ہرارے کے جال میں الجھنے سے بچایا۔ تمہیں گرفتار کرنے کے لیے پورے دہلی شہر کی ناکہ بندی کی گئی تو اس شہر سے بھی بحفاظت نکال کر جھوٹا وعدہ کیا کہ اسکندریہ جاؤ گی تو وہاں تم سے ملنے آؤں گا جبکہ میرے سامنے پہلے ہی دوسری مصروفیات ہیں۔"

"پارس! میں تمہاری ماما کا شکریہ ادا کرتی ہوں لیکن تم میرا دل توڑ رہے ہو۔ مجھے مایوس کر رہے ہو۔ میں نے تمہارے بھروسے پر مائیک ہرارے کو چیلنج کیا تھا کہ اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے میں اس کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے پارس کے ساتھ واشنگٹن آؤں گی۔ اور بھارتی فوج کے افسران سے کہا تھا کہ وہ میری دائی ماں کو اور پوجا کو بڑی عزت اور احترام سے واشنگٹن بھیج دیں وہ دونوں وہاں پہنچ گئے ہیں' میں تمہارے بغیر کیسے جاؤں؟"

"تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اب سے پہلے میرے بغیر ہی میدان مارتی آئی ہو۔ اپنی پہلے والی خود اعتمادی کو بحال رکھو۔ مجھ پر یا کسی اور پر بھروسہ نہ کرو۔"

"میں مائیک ہرارے سے تنہا نمٹ سکتی ہوں لیکن تم ساتھ رہو گے تو وہاں سب پر تمہارے نام کی دہشت طاری رہے گی۔"

وہ بولا "آدمی کے ہاتھ میں ایک گن ہو تو سامنے والا خوف سے لرزنے لگتا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس گن میں کارتوس ہیں یا نہیں؟ خالی گن سے بھی دشمنوں پر دہشت طاری کی جاتی ہے۔"

"تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہوا؟ کیا میں خالی ہتھیار لے کر واشنگٹن جاؤں؟"

"ہاں۔ میرا مشورہ ہے کہ میرے قد اور جسامت والے کسی نوجوان کو تلاش کرو۔ اس پر نتویی عمل کر کے اس کے ذہن میں یہ نقش کر دو کہ وہ پارس ہے۔ پھر اس ڈی پارس کو لے کر امریکا ایسے جاؤ جیسے بھری ہوئی بندوق لے کر جا رہی ہو۔"

"میں نتویی عمل کے ذریعے کسی کو لاکھ پارس بناؤں مگر اس میں تمہاری تیزی طراری اور چالاکیاں نہیں آئیں گی وہ اوپر سے پارس رہے گا اور اندر سے بالکل کھوکھلا ہو گا۔"

"یہی تو سمجھا رہا ہوں تمہارے پاس پارس نام کی گن ہو گی۔ دشمنوں کو یہ معلوم نہیں ہو گا کہ وہ گن کارتوس سے خالی ہے جیسے آج تک تنہا حالات سے لڑتی آئی ہو۔ اسی حوصلے سے لڑتی رہو۔ صرف کارتوس سے خالی ایک پارس کو اپنے ساتھ رکھو۔"

"میں جانتی ہوں۔ میرے ساتھ ایک ڈی پارس کو دیکھ کر سپر ماسٹر وغیرہ مرعوب ہوں گے۔ لیکن میں اسے یہ اجازت تو نہیں دوں گی کہ وہ مجھے ہاتھ لگائے۔ میں تمہارے سینے پر سر رکھنے اور تمہارے گلے لگنے کے لیے ترستی رہوں گی۔"

"تم ملن کی گھڑیوں میں کب گلے لگتی رہیں۔ بھارتی فوج کو میرے پیچھے دوڑاتی رہیں۔"

"پلیز' پارس! مجھے طعنے نہ دو۔ میں نے تم پر بھروسا نہ کر کے بڑی بڑی غلطیاں کی ہیں۔ مجھے اپنے ساتھ رہنے کا ایک موقع دو۔ میں ایک وفادار بیوی کی طرح تمام عمر تمہارے قدموں میں گزار دوں گی۔"

"بیوی کے رشتے کی بات نہ کرو۔ پھر ہمارا مذہب اور دھرم آڑے آئے گا۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی کی پیش گوئی کے مطابق سات برسوں کے بعد مجھے وہ اصلی شی تارا ملے گی' جس کا اصل روپ سامنے آئے گا۔ میں نے تمہارے ساتھ وقت گزارا ہے مگر اس شی تارا کو نہیں پایا ہے' جو سات برس بعد ملنے والی ہے۔ ویسے ایک برس گزرنے والا ہے' تم چھ برس تک انتظار کر دیا تبریزی صاحب کی پیش گوئی کو غلط ثابت کر کے اپنے اصل روپ میں مجھ سے ملو۔ کیا ملنا چاہو گی؟"

"میں ایسے ہی وقت الجھ جاتی ہوں کہ میرا اصل روپ کیا ہے؟ یا کیا ہو گا؟ ہندو برہمن رہوں گی یا مسلمان؟"

"بس الجھتی رہو۔ ایک برس گزر گیا' سمجھو باقی چھ برس بھی گزر ہی جائیں۔ اب میں فون بند کرنے سے پہلے پھر یہی مشورہ دوں گا کہ ایک ڈی پارس بنا لو۔ تمہارے ہاتھ میں ایک گن ضروری ہے خواہ وہ خالی ہی ہو۔ خدا حافظ۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ پریشانی سے سوچنے لگی۔ کیا تنہا امریکہ جائے؟ ویسے جانا لازمی تھا۔ وہاں پوجا اور دائی ماں تھیں۔ پھر ماشا کو بھی امریکی خیال خوانی کرنے والوں سے نجات دلا کر پہلے کی طرح اپنا تابعدار بنا کر رکھنا چاہتی تھی۔ یہ تمام مراحل پارس کے ساتھ آسانی سے ہنستے بولتے طے ہو جاتے۔ اب وہ ساتھ نہیں رہے گا تو کیا ہو گا؟ کیا پہلے بھی کوئی ساتھ تھا؟

ہاں بھائی سرنا تھا۔ پے پے سرنا جتنا طاقتور اور زبردست تھا۔ اتنا ہی ناکارہ ہو چکا تھا۔ وہ اپنے بھائی سرنا کے بل پر بہت کچھ کر گزرتی تھی۔ جب وہ نہیں رہا تو کئی برس سے تنہا حالات کا مقابلہ کر رہی تھی اور یہ بڑی بات تھی کہ کوئی دشمن اس پر قابو نہیں پا سکا تھا۔

پچھلے حالات سمجھا رہے تھے کہ آمنہ فرہاد اپنی ہونے والی بہو

پر کبھی آنچ نہیں آنے دے گی اور پارس دور رہنے کے باوجود کسی برے وقت میں سائس کی طرح اس کے اندر اتر آئے گا۔

ایسی باتیں سوچ کر اُس کا حوصلہ بلند ہو رہا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ڈی پارس تیار کرے گی۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر رکھے گی۔ پھر اسے ایک خالی گن کی طرح ہاتھ میں لے کر واشنگٹن جائے گی اور وہ ڈی ایک بھری ہوئی بندوق نظر آتا رہے گا۔

وہ شہر کے ہوٹلوں، کلبوں اور بازاروں میں ایسے کسی جوان کو تاڑنے لگی، جو پارس کے قد اور جسامت کا ہو۔ چہرہ تو کوئی سا بھی چل سکتا تھا کیونکہ پارس اکثر مختلف بہروپ میں رہا کرتا تھا۔ اس شہر میں اس کے محبوب جیسے قد آور، صحت مند اور خوبرو جوان درجنوں نظر آئے۔ مگر اُن کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا وہ صرف اپنی اپنی مادری زبان جانتے ہیں۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ انہیں پارس کی طرح مختلف زبانیں سکھاتی۔ ان میں سے کئی عیاش رئیس زادے تھے، جو پارس کی طرح ایکشن میں نہیں رہ سکتے تھے۔ کئی ایسے تھے جو بات سے بات بنانا نہیں جانتے تھے۔ پارس کی کوئی خوبی کسی میں نہیں ملی۔

ایک دن ایک رات اسی تلاش میں سرگرداں رہنے کے بعد ایک شاپنگ سینٹر میں نہایت، خوبرو اور اسمارٹ نوجوان دکھائی دیا۔ ایسا صحت مند اور کسرتی بدن کا حامل تھا کہ ہاتھ پاؤں فولاد کی طرح سخت دکھائی دیتے تھے۔ شی تارا نے طے کرلیا کہ اسی کو ٹریپ کر کے ڈی پارس بنائے گی۔

اب سے پہلے وہ کئی جوانوں کے خیالات پڑھ چکی تھی۔ وہ ایسی حسین اور دلنشین تھی کہ جوان خود اس کی طرف مائل ہوتے تھے۔ اسے مخاطب کرتے تھے۔ پھر ایک دوسرے سے ہم کلام ہونے کے دوران وہ سامنے والے کے چور خیالات پڑھ لیا کرتی تھی۔

شاپنگ سینٹر میں جو خوبرو جوان نظر آیا اس نے سیاہ چشمہ پہن رکھا تھا۔ شی تارا اس کے قریب پہنچ کر اپنے لیے کاسمیٹکس کا کچھ سامان خریدنے لگی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ جوان اُس کی طرف مائل ہوگا۔ وہ اس کی طرف سے بظاہر بے نیاز رہی۔ انتظار کرتی رہی، پھر اس نے ایک فیس لوشن پسند کرنے کے بعد سر گھما کر دیکھا تو وہ دکان سے باہر جا رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی پسند کی ہوئی چیزوں کی قیمت کاؤنٹر پر ادا کی پھر تیزی سے چلتی ہوئی باہر آئی تو وہ ایک کار کا دروازہ کھول کر بیٹھ رہا تھا۔

وہ بھی تیزی سے چلتی ہوئی اپنی رینٹڈ کار کے پاس آئی پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا۔ وہ جوان جس کار میں جا رہا تھا وہ بھی ایک رینٹڈ کار تھی اور اس پر ہوٹل شیرٹن کا ایک اسٹیکر لگا ہوا تھا۔ اس کا تعاقب کرنے کے دوران یہ اطمینان تھا کہ وہ ٹریفک کی بھیڑ میں گم ہوگا تو وہ اسے ہوٹل شیرٹن میں ڈھونڈ لے گی۔

دونوں کاریں آگے پیچھے دوڑتی رہیں۔ ان کے درمیان کچھ کاریں آتی جاتی رہیں اور مختلف موڑ پر مڑتی رہیں۔ پھر آگے والی کار سست رفتار ہوگئی۔ رہ رہ کر جھٹکے کھا کر سڑک کے کنارے رکنے لگی۔ شی تارا نے بھی اس کے پیچھے ذرا فاصلے پر گاڑی روک لی۔ جوان کار کا بونٹ اٹھا کر انجن پر جھک گیا تھا۔

شی تارا نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ اس جوان نے بونٹ گرا دیا تھا اور اب کچھ پریشان نظر آرہا تھا۔ وہ اپنی کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتی ہوئی اس کے قریب آکر رک گئی۔ پھر کھڑکی سے جھانک کر بولی "مے آئی ہیلپ یو۔"

وہ جوان سر گھما کر اسے دیکھنے لگا جیسے اس کی بات سمجھنا چاہتا ہو۔ اس نے پھر انگریزی میں پوچھا "کیا میں کسی کام آسکتی ہوں؟" جواباً اس جوان کے ہونٹ کھلے۔ پھر وہ کچھ بولنے لگا۔ وہ کوئی ایسی اجنبی زبان بول رہا تھا جسے پہلے کبھی شی تارا نے نہیں سنا تھا۔ اس لیے اس نے فرانسیسی زبان میں پوچھا۔ پھر عربی زبان میں دریافت کیا۔ مگر وہ کوئی زبان نہیں سمجھ رہا تھا۔ صرف اپنی ہی بولی بول رہا تھا۔

شی تارا نے کار سے اتر کر ہوٹل کے اسٹیکر کو چھو کر پوچھا "کیا تم ہوٹل شیرٹن جاؤ گے؟"

اس نے جلدی جلدی ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ اشارے سے بولی "میری کار میں بیٹھو، میں وہاں پہنچا دوں گی۔"

وہ اپنی بگڑی ہوئی کار لاک کر کے اس کی کار کی اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ شی تارا کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے سوچ رہی تھی "میں اجنبی زبان کے الفاظ اور ان کے لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گی لیکن آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر جا سکتی ہوں۔ یہ جو آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگائے ہوئے ہے اسے یہ ہوٹل میں پہنچ کر اتار دے گا۔"

ویسے یہ بات کھٹک رہی تھی کہ وہ تنہا اتنے بڑے شہر میں ڈرائیو کر رہا تھا اور اپنی زبان کے سوا کوئی زبان نہیں بول رہا تھا، نہ سمجھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا "یو ریئم؟ کیا تم انگریزی کے عام اور ضروری الفاظ کے معنی بھی نہیں سمجھتے ہو؟"

وہ اپنے سینے پر انگلی رکھ کر بولا "نیم ایٹی۔ ایٹی۔۔۔"

"کیا تمہارا نام ایٹی ہے؟ نیم یور ازایٹی؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگا "یہ تو عجیب سا نام ہے۔ ملک سے آئے ہو۔ یور کنٹری۔ کنٹری؟"

وہ پھر اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا "مائی کنٹری سویڈن۔"

شی تارا کے لیے یہ تین الفاظ بہت تھے۔ اُس نے اِن الفاظ کی ادائیگی اور لہجے کو گرفت میں لیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کر کے اس کے دماغ میں پہنچی پھر پہنچتے ہی واپس آگئی۔ خوبرو جوان نے سانس روک لی تھی اور سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنی

میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ شی تارا نے پوچھا "کیا تم یوگا کے ماہر ہو؟"

وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ حیرانی سے اجنبی کو دیکھ کر بولی "تم تو بڑی روانی سے انگریزی بول رہے ہو۔"

وہ عربی زبان میں بولا "میں کئی زبانیں بول سکتا ہوں۔ تم کسی بھی زبان میں یہ بتا سکتی ہو کہ میرا پیچھا کیوں کر رہی تھیں؟"

وہ گھبرا کر بولی "تم؟ کیا تم ٹیلی پیتھی جاننے والے مائنگ ہرارے ہو؟ ابھی میں نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔"

"بھئی تم نے خوب پہچانا۔ چلو اس ملاقات کی خوشی میں اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔"

وہ ذرا ہٹ کر بولی "نن۔۔۔ نہیں، میں تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔"

اس نے دکان سے خریدا ہوا ایک بلیڈ نکال کر کہا "مجھے اپنے اندر خوش آمدید کہو۔ ورنہ یہ بلیڈ تمہیں زخمی کرے گا۔ پھر میں آسانی سے تمہارے چور خیالات پڑھنے لگوں گا۔"

وہ سہم کر بلیڈ کو دیکھنے لگی۔ وہ بولا "مجھے شیونگ کے سامان کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں یہ بلیڈ خریدنا ضروری تھا۔ تمہارے جیسی حسین عورتیں کبھی یہ نہیں چاہتیں کہ کوئی دشمن ان کے چاند جیسے مکھڑے پر بلیڈ سے خراشیں ڈال دے کیا تم چاہو گی؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولا "تو پھر دیر نہ کرو۔ دماغ کا دروازہ کھول دو۔ میں ایک دو تین کہتے ہی تمہاری کھوپڑی میں چلا آؤں گا۔ ہاں تو گنتی شروع کر رہا ہوں۔ ایک۔۔۔"

شی تارا کے سامنے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں تھی۔ وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر بھاگنا چاہتی تو اس سے پہلے ہی وہ اس کے جسم پر بلیڈ سے خراشیں ڈال کر زخمی کر دیتا۔ پھر وہ اسے دماغ میں آنے سے روک نہیں سکتی۔ اجنبی جوان نے تین تک گنتی پوری کی۔ اس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ بے چاری بری طرح پھنس گئی تھی۔ پھر بھی وہ سوچ کے ذریعے بولی "میں نے تمہیں دماغ میں آنے دیا ہے لیکن تمہیں تنویمی عمل کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔ اس سے پہلے ہی میرا پارس دماغی کی طرح پھر تمہیں شرمناک شکست دینے پہنچ جائے گا۔"

اس کی باتیں سنتے ہی دماغ کے اندر ایک نسوانی قہقہہ ابھرا۔ کوئی ہنسنے کے بعد چلی گئی۔ شی تارا نے کہا "تم میرے دماغ میں آنے والے تھے مگر کوئی عورت آئی تھی وہ قہقہہ لگا کر چلی گئی۔"

اجنبی جوان نے کہا "اب وہ میرے اندر قہقہے لگا کر کہہ رہی ہے کہ تم میری نصف بھابی شی تارا ہو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "میں اور تمہاری نصف بھابی؟"

اس نے پھر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ ان سوچ کی لہروں نے کہا "میں ہوں سونیا ثانی اور تمہارے سامنے میرا علی بیٹھا ہوا ہے۔"

شی تارا کو جیسے ایک نئی زندگی مل گئی۔ اس نے اطمینان کی

"نہیں جانتے کہ۔۔۔"

وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ حیرانی سے اجنبی کو دیکھ کر بولی "تم تو بڑی روانی سے انگریزی بول رہے ہو۔"

وہ عربی زبان میں بولا "میں کئی زبانیں بول سکتا ہوں۔ تم کسی بھی زبان میں یہ بتا سکتی ہو کہ میرا پیچھا کیوں کر رہی تھیں؟"

وہ گھبرا کر بولی "تم؟ کیا تم ٹیلی پیتھی جاننے والے مائنگ ہرارے ہو؟ ابھی میں نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔"

"بھئی تم نے خوب پہچانا۔ چلو اس ملاقات کی خوشی میں اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔"

وہ ذرا ہٹ کر بولی "نن۔۔۔ نہیں، میں تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔"

اس نے دکان سے خریدا ہوا ایک بلیڈ نکال کر کہا "مجھے اپنے اندر خوش آمدید کہو۔ ورنہ یہ بلیڈ تمہیں زخمی کرے گا۔ پھر میں آسانی سے تمہارے چور خیالات پڑھنے لگوں گا۔"

وہ سہم کر بلیڈ کو دیکھنے لگی۔ وہ بولا "مجھے شیونگ کے سامان کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں یہ بلیڈ خریدنا ضروری تھا۔ تمہارے جیسی حسین عورتیں کبھی یہ نہیں چاہتیں کہ کوئی دشمن ان کے چاند جیسے مکھڑے پر بلیڈ سے خراشیں ڈال دے کیا تم چاہو گی؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولا "تو پھر دیر نہ کرو۔ دماغ کا دروازہ کھول دو۔ میں ایک دو تین کہتے ہی تمہاری کھوپڑی میں چلا آؤں گا۔ ہاں تو گنتی شروع کر رہا ہوں۔ ایک۔۔۔"

شی تارا کے سامنے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں تھی۔ وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر بھاگنا چاہتی تو اس سے پہلے ہی وہ اس کے جسم پر بلیڈ سے خراشیں ڈال کر زخمی کر دیتا۔ پھر وہ اسے دماغ میں آنے سے روک نہیں سکتی۔ اجنبی جوان نے تین تک گنتی پوری کی۔ اس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ بے چاری بری طرح پھنس گئی تھی۔ پھر بھی وہ سوچ کے ذریعے بولی "میں نے تمہیں دماغ میں آنے دیا ہے لیکن تمہیں تنویمی عمل کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔ اس سے پہلے ہی میرا پارس دماغی کی طرح پھر تمہیں شرمناک شکست دینے پہنچ جائے گا۔"

اس کی باتیں سنتے ہی دماغ کے اندر ایک نسوانی قہقہہ ابھرا۔ کوئی ہنسنے کے بعد چلی گئی۔ شی تارا نے کہا "تم میرے دماغ میں آنے والے تھے مگر کوئی عورت آئی تھی وہ قہقہہ لگا کر چلی گئی۔"

اجنبی جوان نے کہا "اب وہ میرے اندر قہقہے لگا کر کہہ رہی ہے کہ تم میری نصف بھابی شی تارا ہو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "میں اور تمہاری نصف بھابی؟"

اس نے پھر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ ان سوچ کی لہروں نے کہا "میں ہوں سونیا ثانی اور تمہارے سامنے میرا علی بیٹھا ہوا ہے۔"

شی تارا کو جیسے ایک نئی زندگی مل گئی۔ اس نے اطمینان کی

ایک لمبی سانس لی پھر علی کو دونوں ہاتھوں سے دھکا دے کر بولی "اپنے بھائی کی طرح بدمعاش ہو۔ اتنی دیر سے مجھے دہشت زدہ کررہے تھے۔"

وہ بولا "مجھے کیا معلوم تھا کہ تم ہو۔ تمہاری پیشانی پر بھابی کا سائن بورڈ لگا ہوا نہیں تھا۔"

وہ محبت سے گھور کر بولی "یہ تم نے مجھے نصف بھابی کیوں کہا تھا؟"

علی نے کہا "اس بدمعاش کے ساتھ رہو گی اور نصف بھی نہیں کہلاؤ گی؟" اللہ نے چاہا تو چھ برس کے بعد پوری بھابی بن جاؤ گی۔"

اس کی آنکھیں خوشی سے بھیگ گئیں۔ وہ علی کا ہاتھ تھام کر بولی "آج تم سے اور ثانی سے مل کر ایسی خوشی ہورہی ہے جیسے میں پاپا (فرہاد) کی فیملی میں داخل ہوگئی ہوں۔ ثانی میرے اندر ہے' وہ سمجھ سکتی ہے کہ میرے اندر میرے دھرم کی پختگی کی کیسی کشمکش جاری رہتی ہے۔ میں نے کتنی بار سوچا کہ پارس کو ٹریپ کرکے اسے اپنا تابعدار شوہر بنا کر اس کا مذہب بدل دوں مگر ہر بار ناکام رہی اور ہر ناکامی کے بعد میرے اندر کی عورت نے کہا کہ مرد کو جادو ٹونے سے نہیں' محبت سے اپنا وفادار بنایا جاتا ہے۔"

علی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "ایک دن تم اس کشمکش سے نکل جاؤ گی۔"

"نکل تو جاؤں گی۔ آخری فیصلے کے مطابق پارس کی بن جاؤں گی یا پھر اپنے دھرم کی ہو رہوں گی۔ لیکن ایسی کشمکش کے دوران میں نے کئی بار پارس اور پاپا کے اعتماد کو دھوکہ دیا ہے۔ میں قابل اعتبار نہیں رہی ہوں۔"

"دنیاوی لحاظ سے درست کہہ رہی ہو۔ کسی سے بار بار دھوکا کھا کر اس پر بھروسا نہیں کیا جاتا۔ لیکن ہم سب جناب علی اسد اللہ تبریزی صاحب کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ ان کی یہ ہدایت ہے کہ ہم تمہیں دھوکے دیتے رہنے کا موقع دیا کریں اور تمہیں گمراہی سے اور دشمنوں سے بچاتے بھی رہیں۔"

وہ گہرا سانس لے کر بولی "اسی لیے پارس میری خطاؤں کو معاف کرتا رہتا ہے اور مجھے دشمنوں سے بچاتا رہتا ہے۔"

ثانی نے کہا "اچھا بس سنجیدہ گفتگو بہت ہوچکی۔ ہمیں زندہ دلی پسند ہے۔ چلو مسکراؤ اور گاڑی اسٹارٹ کرو۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھانے لگی۔ علی نے کہا "ثانی شیرٹن میں ہے وہیں چلو اور یہ بتاؤ کہاں بھٹک رہی ہو۔ میرا تعاقب کرنے کا مطلب یہ تھا کہ تم مجھے ٹریپ کرنا چاہتی تھیں۔ آخر معاملہ کیا ہے؟"

وہ بتانے لگی کہ پارس کے مشورے کے مطابق وہ اسی جیسے ڈیل ڈول والے صحت مند آدمی کو ڈی پارس بنانا چاہتی تھی تاکہ سپرسسٹر اور مائیک ہرارے وغیرہ اس دھوکے میں رہیں کہ شی تارا کے ساتھ پارس بھی امریکا میں ہے۔"

علی نے کہا "ہمیں پتا ہے' مائیک ہرارے تمہیں ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ یہاں پچھلے دن عجیب اتفاق ہوا۔ وہ تمہاری تلاش میں قاہرہ پہنچ گیا تھا اور ثانی کو شی تارا سمجھتا رہا تھا۔ جب غلطی معلوم ہوئی تو بھاگ گیا۔ کیا وہ اسی شہر میں ہے؟"

"نہیں۔ واشنگٹن میں ہے۔ یہاں کسی نہ کسی کے دماغ میں مجھے تلاش کررہا ہوگا۔"

وہ دونوں ہوٹل میں پہنچ گئے۔ ثانی نے کمرے کا دروازہ کھول کر شی تارا کو گلے لگایا پھر اس کے گال پر بوسہ لے کر بولی "اوکے چلو' اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"

شی تارا بہت خوش تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے سگے رشتے داروں کا پیار مل رہا ہے اور کیوں نہ ملتا۔ جب پارس اپنا سگا تھا پھر اس کے تمام سگے بھی اپنے ہی تھے۔ علی نے فون پر کھانا لانے کا آرڈر دیا پھر کہا "شی تارا! تمہیں پارس کے مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔ مائیک ہرارے کی شامت آگئی ہے۔ اب میں پارس بن کر تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

وہ خوش ہوکر بولی "کیا واقعی؟ تم۔ کیا تم واقعی میرے ساتھ پارس بن کر چلو گے؟"

"بھئی تم دو گھنٹے سے اسی مقصد کے لیے میرا پیچھا کررہی تھیں۔ اگر میں علی نہ ہوتا' کوئی اور ہوتا تو تم میرے دماغ پر قبضہ جماتیں۔ مجھ پر تنویمی عمل کرتیں۔ تب ایک ڈی پارس تیار کرتیں۔ تمہیں ان تمام جھمیلوں سے نجات مل گئی ہے۔ میں بنا بنایا پارس تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔"

"اوہ علی! تم نے تو میری مشکل ہی آسان کردی۔ تم وہاں جاؤ گے تو سپرسسٹر اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی نیندیں اڑ جائیں گی۔ مگر ثانی بھی میرے ساتھ ہوگی۔"

"میری ثانی تو ضرور چلے گی۔ اس کے بغیر یہ ڈراما اختتام تک نہیں پہنچے گا۔"

"مجھے بتاؤ! ثانی کس بھیس میں چلے گی؟"

"بھئی ذرا عقل سے سوچو۔ جب میں پارس بن رہا ہوں تو ثانی میری شی تارا بنے گی اور تم ثانی بن کر ہم سے ذرا دور دور رہو گی اور دشمنوں پر نظر رکھو گی۔"

"واہ علی! کیا خوب آئیڈیا ہے۔ تم اور ثانی بے تکلفی سے رہو گے تو دشمنوں کو شبہ نہیں ہوگا۔ وہ تم دونوں کو شی تارا اور پارس سمجھتے رہیں گے اور میں تم دونوں سے الگ رہ کر بھی قریب رہا کروں گی۔"

ثانی نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا "شی تارا! میرے دماغ میں آؤ۔ میں ایک ارلائن کے بکنگ آفس سے رابطہ کررہی ہوں۔ اگر ہمیں سیٹیں نہ ملیں تو پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاصل کرنی ہوں گی۔"

وہ دونوں سیٹیں حاصل کرنے میں مصروف ہوگئیں۔ علی صوفہ کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچ میں گم ہوگیا۔ اس کی معلومات کے مطابق سپرسسٹر کے پاس پانچ خیال خوانی کرنے والے تھے۔ ایک تو وہ شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے تھا۔ دوسرے کا نام ڈی کرسو تھا' باقی تین تھری ڈی کہلاتے تھے۔ ایک کا نام ڈی مورا' دوسرے کا نام ڈی کرین اور تیسرے کا نام ڈی مورا تھا۔ ویسے انہیں فور ڈی کہلانا چاہیے تھے۔ کیونکہ ڈی کرسو کے نام کے آگے بھی ڈی لگا ہوا تھا۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ڈی کرسو کو تھری ڈی سے الگ کیوں رکھا گیا ہے؟

دروازے پر دستک ہوئی۔ ہوٹل کا ملازم کھانا لے کر آیا تھا۔ ثانی کھانے سے پہلے ہوٹل کے ملازموں اور کچن کے انچارج وغیرہ کے خیالات کو پڑھ لیا کرتی تھی۔ کھانے میں کوئی ملاوٹ نہیں تھی لہٰذا وہ اطمینان سے کھانے اور باتیں کرنے لگے۔ کھانے کے دوران شی تارا کے موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے فون کا بٹن دبا کر ہیلو کہا پھر پارس کی آواز سن کر خوشی سے چہکتی ہوئی بولی "اوہ پارس! بہت بڑی خوش خبری ہے۔ یہاں مجھے ثانی اور علی مل گئے ہیں۔ میں ابھی ان کے ساتھ ہوں۔ اور ایک بات بتاؤں؟ تمہارے مشورے پر عمل کررہی ہوں۔ علی تمہاری جگہ پارس بن کر میرے ساتھ واشنگٹن جارہے ہیں۔"

پارس نے کہا "پھر تو میں مطمئن رہوں گا۔ تم اپنے لیے ڈھال اور سپرسسٹر کے لیے طوفان لے جارہی ہو۔ ذرا ثانی سے بات کراؤ۔"

اس نے ثانی کو فون دیا۔ وہ فون لے کر کان سے لگا کر بولی "اے چھچھورے بدمعاش! میں سمجھ رہی ہوں' تم ضرور کوئی الٹی سیدھی باتیں کروگے؟"

"بڑے افسوس کی بات ہے ثانی! میں تم سے ہمدردی اور محبت کرنا چاہتا ہوں اور تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"تم مجھ سے کس سلسلے میں ہمدردی کرنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ جو تقدیر کو منظور ہوتا ہے' وہی سامنے آتا ہے۔ تمہیں علی پر بڑا ناز تھا۔ آخر وہ شی تارا کو دیکھتے ہی پھسل گیا اور اسی کی خاطر نام بدل کر پارس بن گیا۔ تم فکر نہ کرو آج سے میں علی بن کر تمہارے آنسو پونچھوں گا' میرے پاس چلی آؤ۔"

وہ بھڑک کر بولی "اے لفنگے! سڑے گلے بدمعاش! ہمت ہے تو میرے سامنے آکر ایسی باتیں کرو۔ میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ تم ہمیں سکون سے کھانے پینے دو گے یا نہیں؟"

"اچھا تو ابھی تم سب کھانے میں مصروف ہو۔ اللہ کرے تمہارے اُس کو ٹھنکا لگے۔"

یہ محض ایک اتفاق ہی تھا۔ اچانک علی کو ٹھنکا لگا۔ وہ کھانستے کھانستے گلاس اٹھا کر پانی پینے لگا۔ ثانی نے تعجب سے دیدے پھیلا کر علی کو دیکھا پھر غصے سے بولی "تمہارے بھائی کی زبان کالی ہے ابھی اُس نے کہا تھا کہ تمہیں ٹھنکا لگے گا۔ آخر یہ کیا بلا ہے؟"

علی نے کہا "تم خطرناک دشمنوں کو اپنی ذہانت اور حاضر دماغی سے انگلیوں پر نچاتی ہو اور یہ پارس تمہیں الّو بنا دیتا ہے۔ تمہاری نفسیات سے کھیلتا ہے اور تمہیں طیش دلاتا ہے۔ ارے بھائی اتفاق سے ٹھنکا لگ گیا تھا' کیوں اس سے باتیں کرکے اپنا دماغ خراب کررہی ہو۔ وہ شی تارا کا بندر ہے۔ شی تارا کو ہی نچانے دو۔"

ثانی نے اسے فون دیتے ہوئے کہا "پتا نہیں تم اس شیطان سے کیسے نباہ رہی ہو۔ لو تم ہی بھگتو۔"

وہ فون لے کر مسکراتی ہوئی بولی "ہیلو پارس! ثانی میری بہت ہی پیاری بہن ہے۔ تم کیوں اسے پریشان کرتے ہو۔"

وہ بولا "پہلے تو میں اسے بھابی سمجھ کر چھیڑتا تھا اب تم نے اسے اپنی بہن بنا کر میری سالی بنا دیا ہے۔ ذرا پھر فون دو اس سالی کو۔"

ثانی نے کہا "دیکھو علی! ابھی میں شی تارا کے دماغ میں رہ کر سن رہی تھی۔ وہ مجھے سالی کہہ رہا ہے' گالی دے رہا ہے۔"

علی نے کہا "تم نے یہ نہیں سنا کہ شی تارا تمہیں بہن کہہ رہی ہے۔ وہ رشتے سے سالی کہہ رہا ہے اور تم گالی سمجھ رہی ہو۔"

"تم آخر اس بدمعاش بھائی کی حمایت کیوں کرتے ہو؟"

"میرے پرسکون رہنے کا راز یہی ہے کہ میں اسے اُس کے حال میں مست رہنے دیتا ہوں۔ وہ بڑا ڈھیٹ ہے' اسے مسکرا کر ٹال دیا کرو اسی میں بھلائی ہے۔"

شی تارا نے فون پر پوچھا "کیا تم سن رہے ہو کہ تمہاری کیسی تعریفیں ہورہی ہیں؟"

"سن رہا ہوں' میرا نام ہورہا ہے اور یہ میرے ہی لیے کہا گیا ہے کہ بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ اس نے کہا "میں تھوڑی دیر پہلے سو رہا تھا۔ خواب میں تمہیں پریشان دیکھا تو فوراً بیدار ہوکر خیریت معلوم کرنے لگا۔ خدا کا شکر ہے کہ تم خیریت سے ہو اور محفوظ ہو۔"

وہ خوش ہوکر بولی "تم میرے دکھ سکھ کو خوابوں میں دیکھتے ہو میں تمہاری محبت میں مغرور ہوجاؤں گی۔"

ثانی نے لقمہ چباتے ہوئے ناگواری سے کہا "تمہیں الّو بنا رہا ہے۔"

شی تارا کھاتی رہی اور فون پر اس سے باتیں کرتی رہی پھر اس نے فون بند کردیا۔ تین گھنٹے بعد فلائٹ ٹیویارک جانے والی تھی۔ ثانی اور شی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے تین مسافروں کو مجبور کیا تھا کہ وہ اپنی سیٹیں کینسل کراویں۔ جس کاؤنٹر پر وہ کینسل کرانے آئے انہوں نے اسی کاؤنٹر کلرک کے دماغ میں جاکر اس سے وہ تین سیٹیں اپنے نام کرالیں۔ ان تینوں کے نام فرضی تھے۔ چہرے بدلے ہوئے تھے۔ جب تک وہ خود کو ظاہر نہ کرتے کوئی

انہیں پہچان نہیں سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ جب وہ تین گھنٹے بعد طیارے میں سوار ہوئے تو ایک سیٹ پر آرام سے بیٹھا ہوا داؤد منڈولا ان میں سے کسی کو پہچان نہ سکا۔ وہ ثانی سے پیچھا چھڑانے کے لیے اٹلی کے شہر روم میں عارضی قیام کے لیے جارہا تھا۔ بچاؤ کی ایسی تدابیر پر عمل کرتے وقت آدمی یہ بھول جاتا ہے کہ موت تو کسی ایک دن آتی ہے مگر شامت آتی جاتی رہتی ہے اس فرار ہونے والے سفر میں بھی منڈولا کی شامت آگئی تھی۔ ویسے وہ فی الحال اس لیے محفوظ تھا کہ ثانی اور علی بھی اسے مختلف بہروپ میں نہیں پہچان سکتے تھے۔

منڈولا طیارے کی سب سے پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ثانی، شی تارا اور علی درمیانی حصے میں تھے۔ منڈولا سے کافی فاصلے پر تھے۔ ان کا ایک دوسرے سے سامنا ہونے کا امکان نہیں تھا۔ سب نے اپنی آوازیں اور لہجے بدلے ہوئے تھے۔ لہٰذا وہ نہ تو چہروں سے اور نہ ہی آوازوں سے ایک دوسرے کو پہچان سکتے تھے۔ یہی توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ سب اجنبی ہم سفروں کی حیثیت سے اپنی اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے اور کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔

لیکن ایک طیارے میں ٹیلی پیتھی کے تین ایٹم بم ہوں اور علی نام کا ایک ہائیڈروجن بم موجود رہے اور وہاں دھماکے نہ ہوں یہ تو سوچا بھی نہیں جاسکتا مگر دھماکے کیسے ہوں گے؟ منڈولا کے علاوہ ثانی اور شی تارا نے بھی یہ طے کیا تھا کہ سفر کے دوران خیال خوانی نہیں کریں گے۔ ایسا کرنے سے خواہ مخواہ دشمنوں کی نظروں میں آجاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ وہ چاروں اپنی اپنی دانست میں کوئی غلطی نہیں کرنے والے تھے جبکہ غلطی کی نہیں جاتی، ہوجاتی ہے۔

○☆○

ڈی کروسو نے اپنی معمولہ فرائی اینڈرسن کے دماغ میں پارس کی پوری ہسٹری نقش کردی تھی۔ اس پر تنویمی عمل کرنے سے پہلے پارس کی مختلف تصاویر اور ویڈیو فلم دکھائی تھی اور کہا تھا "تم جتنی حسین ہو اتنا ہی یہ جوان خوبرو اور اسمارٹ ہے۔ تم دونوں کی جوڑی خوب رہے گی۔"

مس فرائی اینڈرسن نے کہا تھا "اس میں شبہ نہیں کہ یہ جوان بڑا ہی پرکشش ہے لیکن تم جانتے ہو کہ میں انتھونی سے محبت کرتی ہوں اور اسی سے شادی کروں گی۔"

ڈی کروسو نے مکاری سے مسکرا کر کہا "بے شک یہ دل کا معاملہ ہے۔ گلگت پہنچتے ہی انتھونی ہماری ٹیم میں شامل ہوجائے گا۔ وہ امریکا کا مشہور کوہ پیما ہے۔ ہمیں سیاچن گلیشیر کی بلندیوں تک ضرور پہنچائے گا۔ ایسے دلیر اور جان ہتھیلی پر رکھ کر پہاڑ کی بلندیوں پر چڑھنے والے پر تمہارا دل آگیا ہے۔ لیکن گلگت کے کیس آس پاس پارس سے بھی سامنا ہوگا۔ ایسے وقت تم دل پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ کرلینا کہ دل انتھونی کی طرف مائل ہوتا ہے یا پارس پر مرمٹتا ہے۔"

مس فرائی نے دعویٰ کیا کہ وہ صرف انتھونی کو دل دے ہے۔ اب اُس پر کسی پارس کا جادو نہیں چلے گا۔ وہ صحیح معنو انتھونی کی وفادار محبوبہ تھی۔ لیکن پارس کا جادو اس طرح چل اس رات ڈی کروسو نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس سے انتھونی کی محبت کو مٹا دیا اور پارس کی محبت اس کے ذہن پر کردی۔

وہ کوہ پیماؤں کی ایک ٹیم بنا کر گلگت پہنچا ہوا تھا۔ اس ٹیم پہاڑوں کی خطرناک بلندیوں پر چڑھنے والے دلیر جوان بھی تھے سیاحت کے بہانے آنے والے سپر ماسٹر کے جاسوس بھی۔ ایسی عورت اور تین مرد تھے جو عکس منتقل کرنے والے آلات بڑی مہارت سے ہینڈل کرسکتے تھے۔

ڈی کروسو پوری تیاریوں کے ساتھ آیا تھا۔ اس کا عارضی گلگت میں تھا مگر آخری اور اہم منزل سیاچن گلیشیر تھی۔ اس گلیشیر کی بلندی سطح سمندر سے تقریباً ۱۵۰۰۰ سے ۲۳۰۰۰ فٹ میں اپنی داستان کے پچھلے باب میں سیاچن کے متعلق کچھ لکھ ہوں اور کچھ ابھی لکھ رہا ہوں تاکہ پاکستانی قارئین کو اپنے ملک اس اہم مقام کے متعلق ضروری حقائق کا علم رہے۔

بھارت نے اپریل ۱۹۸۴ء میں بڑی خاموشی اور رازداری سیاچن پر قبضہ کرلیا تھا اور پاکستان میں ماضی کی حکومت غفلت میں رہی تھی۔ جب آنکھ کھلی تو دیر ہوچکی تھی۔ پاک نے وہاں پہنچ کر بھارتی فوج کے قدم وہاں سے اکھاڑنے کی کوشش کیں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

بھارتی فوج اس قدر بلند مقام پر مورچے بنائے ہوئے ہے پاکستان آرمی کی زد سے دور رہتی ہے۔ وہاں کے مقام سیالہ اور فاؤلا پر بھارت کا قبضہ ہے۔ اس سے نیچے والی بلندی درہ جیانگ پاکستان کی پوزیشن بہت مضبوط ہے۔ پاکستان اور بھارت نے جہاں مورچے بنائے ہیں وہاں موسم کی شدت منفی ۵۰ درجے گریڈ ہے۔ بے شمار اخبارات نے اور جنگی ماہرین نے بیان دیا کہ پاکستان اور بھارت نے سیاچن میں دنیا کی سب سے مہنگی لڑی ہے۔ لڑائی نہ ہو تب بھی مورچے بنائے رکھنے کی صورت پاکستان کو وہاں سالانہ ایک سے دو بلین روپے خرچ کرنے پڑتے ہیں جبکہ بھارت تین سے چار بلین روپے خرچ کرتا ہے۔

پھر بات صرف بڑھتے ہوئے دفاعی بجٹ کی نہیں ہے۔ جغرافی موسم اتنا جان لیوا ہو کہ چلنا دوبھر ہوجائے وہاں فوجی جوان کیسے زندہ رہتے ہوں گے، یہ خدا ہی جانتا ہے۔ ان فوجیوں کو چار قدم چل کر ایک آدھ منٹ کے لیے سانسیں درست کرنے کے لیے بیٹھنا پڑتا ہے۔ انتہائی بلندی پر ہونے کی وجہ سے سپاہیوں کی سوزش کا شکار ہوجاتے ہیں۔ پھیپھڑوں میں خون اور سیال بھر جاتا ہے۔ نمونیا اور فریز بائٹ کی مہلک بیماریاں لاحق ہوتی

پھر سورج کی تیز شعاعیں چاندی جیسی برف سے منعکس ہو کر چوندھی ہے تو آنکھوں اور جلد کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ گویا دونوں ممالک مالی اور جانی نقصانات اٹھا رہے ہیں اور جیت کسی کی نہیں ہورہی ہے۔

اس کے باوجود سیاچن ایسی اہمیت کا حامل ہے کہ بھارت وہاں سے نہ واپس جانا چاہتا ہے اور نہ پاکستان اسے آگے بڑھنے کا موقع دینا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں پاکستان نے یہ حکمت عملی تبدیل کی ہے کہ یہ جنگ بھارت کے لیے مالی طور پر تباہ کن اور ناقابل برداشت بنادی جائے۔ حملہ کرنے سے اخراجات بڑھتے ہیں اس لیے پاکستان اب صرف دفاع کرتا ہے۔ بھارت کو حملے کرنے کے مواقع دیتا ہے لیکن اسے سیالہ اور بلافانڈلا سے ایک انچ بھی آگے بڑھنے نہیں دیتا ہے۔

ڈی کروسو اور اس کی ٹیم کے افراد اتنی بلندیوں پر جانے کی ہمت نہیں کرسکتے تھے اگر وہ جاتے بھی تو واپسی میں اُن کی لاشیں اٹھانے والا کوئی نہ ہوتا۔ وہ صرف عکس ٹرانسفر کرنے والے آلات کے بھروسے پر آئے تھے۔ اگر وہ آلات پاکستان اور بھارت کے بلند مورچوں تک پہنچا کر چھپا دیئے جاتے تو ڈی کروسو کسی چار دیواری میں آرام سے بیٹھ کر دونوں ممالک کے فوجیوں کی حکمت عملی اور دفاعی پوزیشن وغیرہ کو اپنے ٹی وی اسکرین پر دیکھ سکتا تھا اور وہ تمام مناظر ویڈیو کیسٹ میں ریکارڈ کرسکتا تھا۔

ایسے ہی وقت یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ ٹیلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا؟ جہاں موسم کی شدت منفی ۵۰ درجہ سینٹی گریڈ ہو وہاں کون جیالا جائے گا اور اس کھلے علاقے میں چھپ کر وہ مخصوص آلات دونوں ممالک کے فوجی مورچوں میں چھپا سکے گا؟

یہ بالکل ناممکن سی بات تھی۔ صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ممکن ہوسکتی تھی دونوں ممالک کی اپنی فضائی فوج کے جوان ہوں گے جو ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعے اپنے اپنے ملک کی فوج کو رسد پہنچاتے ہوں گے۔ ان رسد پہنچانے والے چند جوانوں کو ٹیلی پیتھی کے زیر اثر لایا جاسکتا تھا۔ وہ فوجی معمول اور تابعدار بننے کے بعد اپنے ملک کی فوج کے مورچوں میں ان آلات کو چھپا کر اور رسد پہنچا کر واپس آسکتے تھے۔

دونوں ممالک کے ایسے فوجی اڈے جہاں سے سیاچن رسد لے جانے والے ہیلی کاپٹر پرواز کرتے ہیں وہاں کے اڈوں کی فوجی جوانوں اور افسروں کی آوازیں سننا اور ان کے دماغوں میں پہنچنا کچھ زیادہ مشکل نہ تھا۔ سپر ماسٹر کے جاسوس مَردوں اور عورتوں نے ان افسران سے مختلف کلبوں میں دوستی کی تھی اور ڈی کروسو کو ان کے اندر پہنچایا تھا۔

ان کے دماغوں سے پتا چلا کہ جب سیاچن میں موسم کی شدت کم ہوتی ہے اور منفی ۳۰ درجہ سینٹی گریڈ کو پہنچتی تب رسد پہنچانے والے ہیلی کاپٹر اُدھر جانے کے لیے پرواز کرتے ہیں لہٰذا ایسے وقت کا انتظار کرنے کے لیے ڈی کروسو نے گلگت میں قیام کیا تھا پھر یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ پارس اس علاقے سے گزرنے کے لیے کب وہاں پہنچے گا کیونکہ شاہراہ ریشم سے گزرنے کے لیے گلگت سے سفر شروع کیا جاتا ہے۔

ایسے وقت مائیک ہرارے نے اس کے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "سپر ماسٹر ڈی کروسو، اپنی خیریت بتاؤ اور مصروفیات کے بارے میں کچھ سناؤ۔"

وہ اپنے تمام انتظامات کے متعلق بتانے کے بعد بولا "سیاچن میں موسم کی شدت کم ہونے کا انتظار ہے پھر یہ کہ یہاں پارس کو ڈھونڈ نکالنا ہے۔"

"میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ پارس اِن شمالی علاقہ جات کی طرف نہیں آئے گا۔ وہ شی تارا کے ساتھ واشنگٹن پہنچنے والا ہے۔"

"وہ سیاچن کی اتنی اہم مہم چھوڑ کر ہمارے ملک میں کیوں جارہا ہے؟"

مائیک ہرارے نے کہا "مجھ میں اور شی تارا میں ٹھن گئی ہے۔ ہم نے اِس کی دائی ماں، پاشا اور اس کی ایک بہن پوجا کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔ وہ شی تارا کے ساتھ انہیں رہائی دلانے آرہا ہے۔"

"سپر ہرارے! وہ شی تارا کا معاملہ ہے۔ کیا پارس مسلمان ہو کر پاکستان کو نقصان پہنچنے دے گا؟ اس نے سری نگر کے کالی سنگم میں یہ تمام تفصیلات معلوم کرلی تھیں کہ ہم کس طرح سیاچن کو اہمیت دے رہے ہیں۔ اور صرف بھارت ہی نہیں، پاکستان کے خلاف بھی جاسوسی کرکے اہم فوجی راز معلوم کرنے والے ہیں۔ کیا اتنی اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد پارس پاکستان چھوڑ کر چلا جائے گا؟"

"ڈی کروسو! تم صرف پارس کی بات نہ کرو۔ بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے اور نہ جاننے والے جیالوں کی کمی نہیں ہے۔ تمہاری طرف پارس کی جگہ کوئی دوسرا آئے گا۔"

ڈی کروسو نے کہا "پھر تو وہ علی تیور ہوگا۔"

"ہوسکتا ہے۔ ویسے میں نے ثانی اور علی کو قاہرہ میں پایا ہے۔ وہ دونوں میری گرفت میں آتے آتے نکل گئے۔ ہوسکتا ہے وہ قاہرہ سے نکل کر پارس کی جگہ سیاچن کے مشن پر آئے۔"

"علی آئے گا تو میرا ایک منصوبہ کامیاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ عاشق مزاج نہیں ہے اور میں نے پارس جیسے عاشق مزاج کو پھانسنے کے لیے ایک نہایت ہی حسین اور پُرکشش لڑکی کو اپنی معمولہ بنایا ہے اور اس کے ذہن میں پارس کی محبت نقش کردی ہے۔ اگر میں علی کو اس کے ذہن میں نقش کردیتا، اور وہ اُس کی طرف مائل ہوتی تو علی کبھی اسے لفٹ نہ دیتا۔"

"مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ہوسکتا ہے علی نہ آئے۔ شاید سلمان، جے مورگن، جیری اور ٹھرہال میں سے کوئی آئے۔"

"یہ کیسے معلوم کیا جائے کہ یہاں کون پہنچ رہا ہے یا پہنچنے والا

ہے؟"

مائیک ہرارے نے کہا "جیری اور تھرمال کا تعلق گاڈمدر ٹریسا کی بیٹیوں سے ہے' انہیں معلوم ہوگیا ہوگا کہ اٹلی میں گاڈمدر کے بیٹے وان لوئن نے عکس منقل کرنے والے آلات چھپا رکھے تھے وہ چوری ہوگئے ہیں۔ فرہاد اور اس کے بیٹے بڑے ذہین ہیں۔ بڑی دور تک پہنچے ہیں۔ وہ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ سیاچن میں جاسوسی کرنے کے لیے ہم نے وہ عکس منقل کرنے والے آلات چرائے ہیں۔"

"یعنی ہمارے یہ آلات اُن سے چھپے نہیں ہوں گے۔ وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم انہی آلات کے ذریعے سیاچن میں دونوں ملکوں کے فوجی راز معلوم کریں گے۔"

"بے شک ان کے پاس بھی جوابی کارروائی کے لیے ایسے ہی آلات ہوں گے۔"

"بے شک ان کے پاس بھی جوابی کارروائی کے لیے ایسے ہی آلات ہوں گے۔ تمہاری طرح وہ بھی پندرہ ہزار فٹ سے لے کر تیئس ہزار فٹ کی بلندی تک بیمار ہونے یا بے موت مرنے نہیں جائیں گے۔ کسی چار دیواری میں آرام سے بیٹھ کر عکس منقل کرنے والے آلات کے ذریعے تمام خفیہ معلومات حاصل کرتے رہیں گے۔"

مائیک ہرارے اس وقت ڈی کروسو کے اندر رہ کر بول رہا تھا۔ اسی وقت ٹیم کے ایک جاسوس نے آکر کہا "مسٹر کروسو! باہر کی کچھ خبر ہے؟ اس شہر کے ایک بازار میں بھگدڑ شروع ہوگئی ہے۔ مرد' عورتیں اور بچے سہمے ہوئے ہیں۔ کئی دکانیں بند ہوگئی ہیں وہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے بازار کے مین روڈ پر ایک انسانی روح کو دیکھا ہے۔"

ڈی کروسو نے پوچھا "کیا بک رہے ہو؟ کیا تم نے بھی اسے دیکھا ہے؟ روح کا مطلب تو یہی ہوا کہ عکس منقل کیا جارہا ہے۔"

ہرارے نے سوچ کے ذریعے کہا "بالکل یہی بات ہے۔ مخالف پارٹی آپہنچی ہے۔ میں نے ابھی تم سے کہا تھا کہ وہ بھی یہی طریقہ اختیار کریں گے۔ اپنے جاسوس سے پوچھو کیا اس نے سڑک پر اُس عکس کو دیکھا ہے۔"

ڈی کروسو نے جاسوس سے یہی پوچھا۔ اس نے کہا "جب بازار میں بھگدڑ شروع ہوئی تو ایک شخص بھاگتا ہوا آکر مجھ سے ٹکرا گیا۔ مجھ سے کہنے لگا۔ وہ' وہ اُدھر ایک شخص کی روح جارہی ہے۔ میں اس کی بتائی ہوئی سمت دوڑتا ہوا گیا کتنے ہی لوگ خوف زدہ ہوکر دکانیں بند کررہے تھے۔ ایک دکاندار سے پوچھنے پر اس نے ایک گلی کی طرف اشارہ کیا۔ پھر میں نے اسے ایک گلی میں دیکھا۔ وہ گلی میں ہر مکان کی طرف گھوم گھوم کر کہہ رہا تھا "مت گو! مجھ سے خوف نہ کھاؤ۔ میں کسی چنگیز خان کی نہیں ایک عاشق کی روح ہوں۔ اپنی معشوق کی تلاش میں یہاں بھٹک رہا ہوں۔ کیا تم میں سے کسی نے اسے دیکھا ہے جو میری جان جاناں ہے اور جس کا کام دل

دُکھانا ہے۔" اس گلی میں سب ہی نے اپنے مکانوں کی کھڑکیاں اور دروازے بند کرلیے تھے۔ وہ روح کہہ رہی تھی "تم سب کتنے نادان ہو۔ کیا اتنا نہیں سمجھتے کہ ایک روح بند کھڑکیوں اور دروازوں سے بھی گزر کر تمہارے پاس آسکتی ہے۔" جب وہ روح ایک بند دروازے سے گزر کر ایک مکان کے اندر گئی۔ پھر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

ڈی کروسو نے جاسوس سے پوچھا "اس روح کا قد اور حلیہ بتاؤ؟ کیا وہ کسی جوان کی روح تھی؟"

"جی ہاں۔ بہترین گرم سوٹ پہنے ہوئے تھی۔ میرا مطلب ہے وہ تھی نہیں تھا۔ کوئی خوبرو جوان تھا۔ اُس کے نظروں سے اوجھل ہوجانے کے بعد میں اس مکان کے اندر جاسکتا تھا لیکن یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی تھی کہ مخالف پارٹی نے ہم سے پہلے ہمارے ہتھکنڈے شروع کردیئے ہیں۔"

"تم نے اچھا کیا کہ اس کے سامنے نہیں گئے۔ ورنہ اس کے ساتھی کسی چار دیواری میں بیٹھے اس کے ساتھ تمہیں بھی ٹی وی اسکرین پر دیکھ لیتے۔ پھر تمہارے ذریعے وہ ہم پر نظر رکھتے۔"

جاسوس نے پوچھا "سزا یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ ہمارے دشمن ان مخصوص آلات کے ذریعے یہ کیوں ظاہر کررہے ہیں کہ وہ بھی یہاں موجود ہیں اور ان کے پاس بھی ایسے ہی آلات ہیں۔"

ڈی کروسو نے ہرارے سے سوچ کے ذریعے پوچھا "تم اس سلسلے میں کچھ بتاؤ۔ دشمن چھپ کر حملے کرتے ہیں لیکن وہ ہمیں بے خبری سے خبردار کررہے ہیں۔ یہ ان کی کیسی حکمت عملی ہے؟"

مائیک ہرارے نے کہا "یہ لوگ بہت ہی مکار ہیں۔ ہم بڑی رازداری سے دونوں ممالک کی فوجوں تک یعنی سیاچن تک ان آلات کے ذریعے پہنچنا چاہتے تھے مگر پارس یا علی تیمور ایسے آلات کی نمائش کررہے ہیں۔ یہاں پاکستان کی ملٹری انٹیلی جنس کو چوکنا کررہے ہیں۔ فوجی سراغرساں یہ سوچ سکتے ہیں کہ غیر ملکی ایجنٹ ایسے عجیب و غریب آلات کے ذریعے سیاچن تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ فرہاد کے بیٹے ہماری حکمت عملی اپنا کر ہمارا ہی پول کھول رہے ہیں۔"

ڈی کروسو نے کہا "یہ تو ہمارے پاؤں توڑنے والی بات ہوئی۔ ہم آگے چل نہیں سکیں گے۔"

"تم بہت ہی طاقتور اور ناقابل شکست فائٹر ہو تمہارا دعویٰ تھا کہ پارس سے سامنا ہوگا تو اُس کی گردن توڑ دو گے۔ اب پتا نہیں وہ پارس ہے یا علی تیمور' انہوں نے تمہیں گردن توڑنے کا ابھی موقع نہیں دیا ہے' اس سے پہلے تمہاری اور پوری ٹیم کی ٹانگیں توڑ دی ہیں۔ یہ لمحہ فکریہ ہے کہ اب سیاچن کی بلندی تک کیسے پہنچو گے؟"

"کسی نہ کسی طرح پہنچنا ہی ہوگا۔ تم کوئی شطرنجی چال سوچو۔ میں نے رسد پہنچانے والے دونوں ممالک کے چند فوجی جوانوں کے اندر جگہ بنالی ہے۔ موسم کی شدت میں کمی ہونے تک سوچو۔ کوئی تدبیر کرو کہ میں ان جوانوں کو سحرزدہ رکھ کر مخصوص آلات ان تمام اڈوں تک پہنچادوں اور اس دوران پارس کی ٹیم میرا راستہ روک نہ پائے۔"

مائیک ہرارے نے کہا "ہم فرض کرلیتے ہیں کہ یہاں تمہارے مقابلے پر پارس اپنی ایک ٹیم لے کر آیا ہے۔ میں یقین کی حد تک یہ اندازہ کررہا ہوں کہ پارس کی ٹیم میں گاڈمدر ٹریسا کی چھوٹی بیٹی انالانا اور اس کا لائف پارٹنر عادل ہے۔ ان دونوں کو عکس منقل کرنے کے سلسلے میں مہارت حاصل ہے۔ اب چال دوسری طرف سے چلو۔ پہلے کسی طرح سراغ لگاؤ کہ پارس اپنی ٹیم کے ساتھ کہاں ٹھہرا ہوا ہے۔ اگر تم کسی طرح انالانا اور عادل کو اغوا کرسکو تو پارس اسی طرح انہیں رہائی دلانے تمہارے سامنے آئے گا جس طرح وہ آفرین کی رہائی کے لیے جان کی بازی لگا کر کالی عظم کی عمارت میں آیا تھا۔"

"ہوں" ڈی کروسو نے تائید میں سرہلا کر کہا "وہ یہاں پاکستانی ملٹری انٹیلیجنس کو ہمارے خفیہ ارادوں سے ہوشیار کررہا ہے۔ کیا بابا صاحب کے ادارے کی کوئی دوسری ٹیم بھارت میں بھی عکس منقل کرنے والے آلات کے ساتھ موجود ہوگی اور وہاں بھی ہمارے منصوبے کو ناکام بنائے گی؟"

ہرارے نے کہا "ذرا ایک منٹ۔ تمہاری یہ آخری بات میرے دماغ میں لگ رہی ہے۔ میں ابھی تم سے بات کروں گا۔"

وہ ڈی کروسو کے اندر سے چلا گیا۔ اس کی ٹیم کا دوسرا جاسوس آکر بتارہا تھا کہ ابھی سات بجے ہیں اور تمام بازار بند ہوگیا ہے۔ وہاں چھ بجے سے پہلے ہی رات کی تاریکی چھانے لگتی تھی اب سے تقریباً نو یا دس برس پہلے وہاں شام کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے بازار بند ہوجایا کرتے تھے۔ کچھ سردی اور کچھ ویرانی کے باعث لوگ شام ہونے کے بعد گھروں سے نہیں نکلتے تھے۔ گلگت ایسے علاقے میں ہے جہاں تک پہنچنا ہمیشہ ایک دشوار گزار مرحلہ رہا تھا۔ اس کے باوجود چین کے تاجر برصغیر اور عرب وغیرہ کی طرف جاتے اور برصغیر اور عرب کے تاجر چین کی طرف تجارتی سفر کرتے تو سب کا اہم پڑاؤ گلگت میں ہوتا تھا۔

جب دنیا کے عظیم پہاڑی سلسلے قراقرم کو چیر کر پاک چین دوستی نے شاہراہ ریشم کی تعمیر کی تو یکم مئی ۱۹۸۶ء سے تاجروں' سیاحوں اور عام لوگوں کی آمدورفت شروع ہوگئی اور وہ ویران رہنے والی گلگت کی چھوٹی سی بستی ایک چھوٹے سے خوب صورت شہر میں تبدیل ہوگئی۔ اب یہاں رات کو بھی رونق رہتی تھی لیکن اس رات سات بجے ہی شہر میں ویرانی چھاگئی۔ دنیا کے اس بلند علاقے میں پسماندہ لوگوں کو کبھی یہ علم نصیب نہیں ہوا تھا کہ یہ دنیا سائنسی ترقی میں کتنی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ وہاں تمام گھروں میں... ٹی وی اسکرین نہیں تھے۔ جنہوں نے بڑے گھروں یا ہوٹلوں میں ٹی وی اسکرین پر کھیل تماشے دیکھے تھے وہ یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ ٹی وی اسٹیشن سے کیمروں اور مختلف آلات کے ذریعے کس طرح انسانوں کو دور دور تک ٹی وی اسکرین پر پہنچایا جاتا ہے۔

اسی طرح وہ یہ بھی یقین نہیں کرسکتے تھے کہ مخصوص آلات کے ذریعے ایک انسان کے عکس کو گلگت کے ایک بازار میں پہنچایا گیا ہے۔ وہ اسے روح سمجھ رہے تھے اور خوف زدہ ہوکر اپنے اپنے گھروں کے اندر گھس کر بیٹھ گئے تھے۔

پارس جانتا تھا کہ پاکستانی حکومت اور فوج کو عکس منقل کرنے والی تکنیک کا علم ہے۔ ماضی میں گاڈمدر کے بیٹے وان لوئن اور انالانا وغیرہ نے اسی تکنیک کے ذریعے تل ابیب کے بہت بڑے بینک میں ڈاکا ڈالا تھا تب سے دنیا کے تمام سراغرسانوں کو اس کے بارے میں خاصی تفصیلات معلوم ہوگئی تھیں۔

ایسے مخصوص آلات دشمن ممالک کے اہم رازوں تک بڑی آسانی سے پہنچا سکتے تھے۔ پتا نہیں کتنے ملک ایسے آلات تیار کرنے کی کوششوں میں مصروف ہوں گے۔ ویسے پاکستان اور بھارت کے پاس ایسے آلات نہیں تھے اور انہوں نے ابھی تک یہ نہیں سوچا تھا کہ ان کے خلاف ایسا کوئی طریقہ کار اختیار کیا جاسکتا ہے۔

چونکہ پارس پاکستان کی طرف سے کسی مشن پر نہیں آیا تھا اس لیے اُس نے پاکستانی حکام سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ اس نے گلگت کے بازار میں عادل کے عکس کو منقل کرکے اس علاقے میں دہشت پھیلائی تھی اور اب یہ خبر پاکستان آرمی تک پہنچ رہی ہوگی۔

مائیک ہرارے نے تھوڑی دیر بعد ڈی کروسو کے اندر آکر کوڈورڈز ادا کرنے کے بعد بولا "ہم سے غلطی ہوگئی۔ تمہیں اپنی ٹیم اور عکس منقل کرنے والے آلات کے ساتھ پاکستان کے شمالی علاقے میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ یہاں پارس نے جو طریقہ اختیار کیا ہے اس کے نتیجے میں کل صبح تک ایسے لوگوں کو ملٹری انٹیلی جنس والے تلاش کریں گے' جن کے پاس ٹی وی کیمرے اور عکس منقل کرنے والے آلات ہوں گے اور یہ سب کچھ گلگت میں تمہارے پاس ہے۔ جتنی جلدی ہوسکے ان آلات کو دوسری کسی جگہ منقل کردو۔"

"واقعی ہم پر یہ مصیبت آنے والی ہے۔ میں ابھی یہ تمام سامان یہاں سے ہٹارہا ہوں لیکن اس علاقے میں کہیں پارس کے پاس بھی یہی سامان ہوگا۔ یا ہوسکتا ہے وہ یہاں نہ ہو' کہیں دور دراز کے علاقے سے عکس منقل کررہا ہو۔"

"یہی بات ہے۔ وہ احمق نہیں ہے۔ تمہاری طرح شمالی علاقہ جات میں کہیں نہیں رہے گا۔ دور ہی سے کارروائی کرے گا۔ تم وقت ضائع نہ کرو تمام سامان کے ساتھ یہاں سے جاؤ۔ متبادل خیالات کرتے رہیں گے۔"

وہ اپنی ٹیم کے تمام افراد کو بلا کر وہاں سے روانگی کی تیاری کرنے لگا۔ گاڈمدر کے بیٹے وان لوئن نے عکس منقل کرنے کے جو

آلات بنائے تھے ان کی کارکردگی محدود تھی۔ وہ آلات کم فاصلوں تک عکس کو ٹرانسفر کرتے تھے لیکن علی تیمور نے جب ایسے آلات بنائے تو ان کی کارکردگی میں بہت اضافہ کیا۔ فرانس کے سیٹلائٹ سے انہیں منسلک کردیا۔ بعد میں یہی طریقہ مائیک ہرارے نے بھی آزمایا۔ اب وہ ہزاروں میل دور تک ان آلات کے ذریعے عکس منتقل کرنے لگے تھے۔

پچھلے دنوں جب بھارتی فوج اور مائیک ہرارے کی مشترکہ کوششوں سے شی تارا کو ٹریپ کرنے کی کوششیں کی جارہی تھیں تو پارس نے اسے بحفاظت اسکندریہ پہنچادیا تھا اور اسے یقین دلایا تھا کہ اسکندریہ آئے گا اور اس کے ساتھ واشنگٹن جائے گا۔ دراصل اس نے شی تارا کے ذریعے مائیک ہرارے اور سپراسٹر کو اپنی آمد کی اطلاع دی تھی اور خود وہیں بھارت میں رہ گیا تھا۔

وہ پاکستان کے خلاف سیاچن میں بھی جاسوسی نہیں کرسکتا تھا اس لیے وہ بھارت میں رہ گیا اور وہیں اس نے انالانا اور عادل کو بلالیا تھا۔ یہ معلوم ہوچکا تھا کہ سپراسٹر کی ٹیم شاہراہِ ریشم سے ہوکر درۂ خنجراب میں پہنچ کر قیام کرے گی اور وہیں پارس کی آمد کی توقع کرے گی۔

بابا صاحب کے ادارے میں باربرا اور جے مورگن کو گلگت سے لے کر درۂ خنجراب تک کے سرکاری عمیدیداروں اور وہاں کے بڑے لوگوں کی آوازیں سنائی گئی تھیں۔ انہیں یہ معلوم کرنا تھا کہ سپراسٹر کی ٹیم گلگت میں ہے یا خنجراب کی طرف چلی گئی ہے۔ پارس نے جے مورگن سے کہا "میں دشمنوں کو ان کے بل کے اندر سے نکالوں گا۔ تم اس چیک پوسٹ کے افسران کے دماغوں میں جگہ بناؤ جو گلگت اور دوسرے شمالی علاقوں سے اسلام آباد کی طرف آنے والوں کو چیک کرتے ہیں اور باربرا درۂ خنجراب کی چیک پوسٹ کے افسران کے اندر رہے گی۔"

باربرا نے پوچھا "اس سے کیا ہوگا؟ تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"جو کرنا چاہوں گا' اس کی تم اجازت نہیں دوگی۔ اس لیے تم خاموش ہی رہو۔"

وہ چڑ کر بولی "تم نمبری بدمعاش ہو۔ بہتر ہے کہ مورگن ہی سے باتیں کرو۔"

وہ بولا "اگر سپراسٹر کی ٹیم گلگت میں ہوگی تو میری حرکتوں سے وہ جگہ چھوڑ دے گی اور وہاں سے کہیں دور جانا چاہے گی' ایسے میں تم دونوں اس ٹیم کے افراد کو پہچان سکو گے۔"

پارس کی پلاننگ کے مطابق باربرا اور جے مورگن نے عکس ٹرانسفر کرنے والے آلات اپنے آلڈ کاروں کے ذریعے گلگت کے مختلف حصوں میں رکھ دیئے تھے۔ وہ آلات نتھے لاکٹ کے برابر تھے۔ ایسی ایسی جگہ رکھے گئے تھے کہ تلاش بسیار کے بعد ہی نظر آسکتے تھے۔ پھر وہ آلات چیک پوسٹ جیسے مقامات تک بھی پہنچادیئے گئے تھے۔

پارس نے گلگت کے بازار میں عادل کے عکس کو منتقل کیا اور وہ لوگوں سے کہتا پھرتا رہا تھا کہ وہ کوئی چنگیز خان کی نہیں [illegible] عاشق کی روح ہے اور اپنی معشوق کو تلاش کررہی ہے۔ مائیک ہرارے اور ڈی کروسو کا خیال تھا کہ وہ پارس کا عکس ہوگا۔ ہرارے نے کہا "یہ تمہیں گھیرنے کی چال ہے۔ اپنی ٹیم سے الگ رہو۔ ٹیم کو ان آلات کے ساتھ جانے دو۔ تم' مس فرائی اور دو جاسوس وہاں سیاح کی حیثیت سے ہیں۔ اپنے ان تینوں ماتحتوں کو ساتھ اپنی کار میں نکلو اور شہر کا ایک جائزہ لو۔ ہوسکتا ہے تمہیں پارس کا عکس کہیں نظر آجائے اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ پارس کو بدلے ہوئے موجودہ سروپ میں دیکھ لوگے۔"

ڈی کروسو نے یہی کیا۔ اس کی ٹیم وہاں سے روانگی کے لیے سامان پیک کررہی تھی۔ وہ مس فرائی اور دو جاسوسوں کے ساتھ اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ ایک جاسوس کار ڈرائیو کرنے لگا۔ رات کے نو بجے تھے وہ بازار بند ہوچکا تھا جہاں لوگوں نے ایک روز اپنی معشوقہ کے لیے بھٹکتے دیکھا تھا۔ لیکن شہر کے دوسرے حصے کے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا اس لیے انہیں یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ ایسی کسی روح کو دیکھنے کے لیے دو دو چار چار کی تعداد میں آرہے تھے۔ بازار بند ہونے کے باوجود وہاں اچھی خاصی رونق ہوگئی تھی جو چھوٹے بڑے ہوٹل' قہوہ خانے اور سگریٹ وغیرہ کی دکانیں تھیں وہ پھر کھل گئی تھیں۔

مقامی باشندوں نے سات بجے وہ روح دیکھی تھی اس کے بعد وہ نظر نہیں آئی۔ لوگ بازار کے آس پاس کی گلیوں میں گئے۔ گھروں کے دروازوں پر دستک دے کر پوچھا "کیا واقعی انہوں نے کسی روح کو دیکھا تھا؟"

دو چار نے انکار کیا۔ باقی نے قسمیں کھا کر بیان دیا کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس روح کو دیکھا تھا اور اس کی آواز بھی سنی تھی۔ لیکن رات نو بجے تک اس بازار میں جوق در جوق آنے والوں میں کسی کو وہ روح دکھائی نہیں دی۔

پھر سب نے یہی کہا کہ خواہ مخواہ افواہ اڑائی گئی ہے۔ اس بازار کے تھانے کے ایک پولیس افسر نے اپنی آنکھوں سے عادل کے عکس کو دیکھا تھا۔ وہ ضعیف الاعتقاد نہیں تھا۔ اس لیے شش و پنج میں تھا کہ اعلیٰ افسران کو کیا رپورٹ دے۔ پھر ایک فوجی افسر نے تھانے میں آکر اس سے پوچھا "کیا آپ نے اس علاقے میں کسی انسانی عکس کو دیکھا ہے جسے لوگ روح کہہ رہے ہیں؟"

پولیس افسر نے کہا "سر! آپ نے اسے انسانی عکس کہہ کر میری مشکل آسان کردی ہے وہ ٹرانسپیرنٹ تھا۔ اس کے آرپار دیکھا جاسکتا تھا۔ میں اسے روح تسلیم نہیں کرسکتا کیونکہ وہ بہترین گرم سوٹ میں تھا۔"

فوجی افسر نے کہا "آپ میرے ساتھ چند سپاہیوں کو لے کر چلیں۔ ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ اور کتنے معتبر لوگوں نے دیکھا اور آخری بار اس عکس کو کہاں دیکھا گیا ہے؟"

وہ سپاہیوں کے ساتھ ایک بڑی سی وین میں آکر بیٹھ گئے۔ پولیس افسر نے کہا "کئی معتبر مقامی لوگوں نے مجھ سے ایک روح کے متعلق کہا ہے اور قسم کھا کر کہا ہے کہ انہوں نے روح کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

وہ پولیس وین بازار کی بڑی سڑک پر آئی۔ وہاں دور دور تک بے شمار لوگ تھے اور سب بے چینی سے کہہ رہے تھے کہ سوٹ پہننے والی روح ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ ایسی بات پر بچے بھی یقین نہیں کریں گے۔ فوجی افسر اور اس کے ساتھ آنے والا ایک ماتحت افسر یہ باتیں سن کر باہوں ہو رہے تھے۔ انہیں آرمی ہیڈ کوارٹر سے تاکید کی گئی تھی کہ اگر دیکھی جانے والی روح کا چرچا ہو رہا ہے تو پھر وہ روح نہیں ہے۔ جاسوسی آلات کے ذریعے ایک انسان کے عکس کو منتقل کیا جارہا ہے۔ لہٰذا حقیقت کیا ہے' اس بارے میں فوراً رپورٹ دی جائے۔

اس افسر نے اپنے ماتحت سے کہا "گاڑی میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ کرو۔ ہیڈ کوارٹر میں یہ اطلاع دیدی ہوگی کہ تھانے کا انچارج اور چند معتبر مقامی حضرات نے انسانی ٹرانسپیرنٹ عکس کو دیکھا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت نے نہیں دیکھا ہے اور وہ اسے محض افواہ کہہ رہے ہیں۔"

ماتحت گاڑی کی اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ڈیش بورڈ کے ایک خانے میں ایک ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ وہ اس خانے کو کھولنا ہی چاہتا تھا کہ اس کے ہاتھ رک گئے۔ اس نے گاڑی کی ونڈ اسکرین کے پار ایک انسانی عکس کو دیکھا پھر چند لمحات تک آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ عکس تھا نہیں تھی۔ ایک نہایت ہی حسین دوشیزہ تھی۔ پریوں جیسا سفید لباس پہنے ہوئے تھی۔ شانوں پر پڑا ہوا دوپٹہ دونوں بازوؤں کی طرف ہوا میں یوں لہرا رہا تھا جیسے اس پری کے پر پھڑپھڑا رہے ہوں۔ گاڑی کے باہر کھڑے ہوئے فوجی اور پولیس افسران اور سپاہی بھی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس پوری سڑک پر ہلچل سی مچ گئی تھی۔ لوگ شور مچا رہے تھے اور اپنی اپنی انگلیوں کے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو دکھا رہے تھے جیسے عید کا چاند دکھا رہے ہوں۔

"دیکھو۔ وہ دیکھو۔ ادھر پولیس وین سے کچھ فاصلے پر وہ روح دکھائی دے رہی ہے۔"

سڑک کے دوسری طرف ڈی کروسو' مس فرائی کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اگلی سیٹ پر دو جاسوس تھے۔ وہ سب اس دوشیزہ کے عکس کو دیکھ رہے تھے۔ ایک جاسوس نے ڈی کروسو سے کہا "سر! یہ تو گاڈمدر کی چھوٹی بیٹی انالانا ہے۔ جب میں اٹلی میں اپنی ٹیم کے ساتھ عکس منتقل کرنے والے آلات چرانے گیا تھا تو وہیں ایک البم میں گاڈمدر اور اس کے بیٹے بیٹیوں کی تصویریں دیکھی تھیں۔ ان تصاویر کے نیچے ان کی تاریخ پیدائش بھی لکھی ہوئی تھی۔"

وہ انالانا ہی تھی۔ بیچ سڑک پر کھڑی دونوں ہاتھ کسی کو بلانے کے انداز میں پھیلائے کہہ رہی تھی "میں آگئی ہوں' میرے عاشق! تم کہاں ہو؟ میں نے سنا ہے تم مجھے یہاں کے بازاروں اور گلیوں کوچوں میں ڈھونڈتے پھر رہے ہو۔ دیکھو' تمہاری صداؤں میں کتنی کشش ہے۔ میں کھنچی چلی آئی ہوں۔ مجھے پھر صدائیں دو۔"

چند لمحوں کے بعد عادل کی آواز گونجنے لگی "معشوقہ! میری معشوقہ! تو نے پکارا اور ہم چلے آئے۔ جانِ جگر! جانِ تمنا! گستاخ اکھیاں کت جالیاں' ہائے میری معشوقہ....."

اس سڑک پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیکڑوں لوگ تھے سب کے سب اِدھر اُدھر گھوم کر اس عاشق کو دیکھنا چاہتے تھے جس کی آواز سنائی دے رہی تھی مگر وہ نظر نہیں آرہا تھا۔

ایسے وقت لوگ سڑک کے دونوں کناروں پر سمٹ آئے تھے سڑک اس لیے خالی چھوڑ دی تھی کہ وہ عاشق اپنی معشوقہ سے ملنے اسی راستے پر آسکتا تھا۔ فوجی افسر اپنے ساتھ ایک ویڈیو کیمرا لے کر آیا تھا اور انالانا کی متحرک تصویر اتارنے کے دوران کمنٹری کررہا تھا اور کہہ رہا تھا "ہمیں اطلاع ملی تھی کہ گلگت کے اس بازار میں ایک مرد کا ٹرانسپیرنٹ عکس دیکھا گیا ہے۔ فی الحال ایک لڑکی کا ٹرانسپیرنٹ عکس اس ویڈیو فلم کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کیمرے کا مائیکروفون بہت حساس ہے۔ یہ لڑکی جو کچھ کہہ رہی ہے اس کے جواب میں اس کے عاشق کی آواز بھی سنائی دے رہی ہے۔"

ایسے وقت لوگوں نے سڑک کے دوسری طرف اشارہ کیا۔ وہاں اب عادل کا عکس نظر آرہا تھا۔ وہ ایک بہترین سوٹ اور نکٹائی پہنے ہوئے تھا۔ دور کھڑی ہوئی محبوبہ کی طرف دونوں بازو پھیلائے کہہ رہا تھا "معشوقہ! میری جانِ حیات! ہمارے دوستوں اور دشمنوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم ابھی ہندوستان کے ایک ایسے شہر میں ہیں جس کے ایک سنیما میں فلم شرابی چل رہی ہے۔ میں اسی فلم کا ایک گانا تمہارے لیے گا رہا ہوں۔"

پھر وہ گانے لگا "مجھے پیار دے' پیار دے' پیار دے دے مجھے پیار دے....."

وہ سڑک کے ایک سرے سے گاتا ہوا اور ڈانس کرتا ہوا آنے لگا۔ ادھر سے انالانا اس کے جواب میں گاتی ہوئی اس کی سمت رقص کرتی ہوئی بڑھنے لگی۔ گانا کچھ یوں تھا "سیاں! مورے سیاں سیاچن پہنچادے رے' سیاچن' سیاچن مجھے پہنچادے اے' ہائے سیاچن' سیاچن مجھے پہنچادے رہے' نہ پہنچائے تو پھر؟ تو پھر؟ جاہیں تو سے نا ہی بولوں رے' جا جا میں تو سے نا ہی بولوں رے....."

ڈی کروسو نے جھنجلا کر کہا "یہ پارس شیطان کا بچہ ہے۔ ادھر

کھڑے ہوئے فوجی افسر کو سیاچن کا اشارہ دے رہا ہے۔"

مائیک ہرارے نے سوچ کے ذریعے کہا "وہ پارس نہیں ہے۔ اگر یہ انالانا ہے تو وہ عادل ہے۔ ہمیں بتا رہا ہے کہ وہ ہندوستان کے کسی ایسے شہر میں ہے جس کے ایک سنیما گھر میں فلم شرابی دکھائی جا رہی ہے۔ یہ آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ متبوضہ کشمیر یا اس کے قریب کسی شہر کے سنیما میں وہ فلم چل رہی ہے۔"

"مسٹر ہرارے! کوئی دشمن یہ نہیں بتا تا کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے؟ یہ ہمیں پاکستان سے بھگانے کے لیے ایسا کہہ رہے ہیں۔"

"مسٹر کروسو! تم نے فرہاد کے بیٹوں کی ہسٹری توجہ سے نہیں پڑھی ہے یہ لوگ دشمنوں کو سامنے بلا کر سر پر چپت مارتے ہیں۔"

"ابھی تم کہہ رہے تھے کہ یہ پارس نہیں عادل ہے۔"

"بے شک یہ عادل ہی ہے مگران کے پیچھے پارس یا علی تیمور کا ذہن کام کر رہا ہے۔"

ڈی کروسو سوچ کے ذریعے ہرارے سے باتیں کر رہا تھا اور دور سڑک پر انالانا اور عادل کو دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں گاتے ہوئے اور رقص کرتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب آ رہے تھے۔ پھر بالکل قریب آنے کے بعد عادل نے کہا "تم بہت ضدی ہو۔ میں پیار مانگتا ہوں اور تم سیاچن لے جانے کی بات کرتی ہو۔"

وہ بولی "عشق کرنے والے آسمان کی بلندی سے تارے توڑ لاتے ہیں کیا تم مجھے سیاچن کی بلندی پر نہیں لے جا سکتے؟"

"وہاں سر پر کفن باندھنے والے دلیر فوجی ہی جا سکتے ہیں ہم جائیں گے تو ہماری قلفی جم جائے گی۔"

انالانا نے کہا "جسمانی طور پر وہاں جانا ضروری نہیں ہے' جس طرح ہمارا عکس ہندوستان کے ایک شہر سے یہاں آیا ہے۔ اسی طرح یہ عکس سیاچن پہنچ جائے گا۔ وہاں ہمارے عکس کو سردی نہیں لگے گی۔ ہم مزے سے گھوم پھر کر پاکستانی اور بھارتی فوجیوں کی کارروائیاں دیکھیں گے۔"

"میری جان! ہم محبت کرتے ہیں' جنگ سے ہمارا کیا تعلق؟ پھر ہم اس فرہاد علی تیمور کے ناچیز ماتحت ہیں جو خالص پاکستانی ہے ہم کبھی عکس کے ذریعے اور اپنی آنکھوں سے بھی پاک آرمی کی کوئی کارروائی نہیں دیکھیں گے کیونکہ یہ فرہاد کے وطن کا مقدس راز ہے۔ خدا کی قسم ہم کسی دشمن کو بھی عکس کے ذریعے وہاں پہنچنے نہیں دیں گے۔ میرے ساتھ ایک بار بولو۔ پاکستان.....؟"

عادل کے عکس نے انالانا سے کہا تھا لیکن گلگت کے بازار کے سیکڑوں افراد نے بے اختیار اپنی زبان سے کہا "زندہ باد....." پھر وہاں دیر تک پاکستان زندہ باد کے نعرے گونجنے لگے۔ انالانا اور عادل کے عکس اچانک ہی غائب ہو چکے تھے۔

جب تک وہاں نعرے لگتے رہے تب تک پاک آرمی کے افسران اور جوان حرکت میں آ گئے۔ ٹیلی فون' ٹرانسیٹر اور فیکس وغیرہ کے ذریعے گلگت اور آرمی ہیڈ کوارٹر سے پھر وہاں سے سیاچن کے مورچے تک تمام فوجیوں کو الرٹ کیا جا رہا تھا۔ جیسا پارس نے سوچا تھا اسی کے مطابق شمالی علاقہ جات کی تمام چیکنگ پوسٹوں کے افسروں کو سختی سے تاکید کر دی گئی تھی کہ کسی شخص یا گاڑی کو چیکنگ کے بغیر وہاں سے گزرنے نہ دیا جائے۔

مائیک ہرارے اور ڈی کروسو جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ پارس نے عکس منتقل کرنے کی عام نمائش کر کے ان کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا تھا اور عادل کے ذریعے یہ چیلنج کیا تھا کہ کسی دشمن کو بھی عکس کے ذریعے سیاچن تک پہنچنے نہیں دیا جائے گا۔ جسمانی قوت اور ہتھیاروں سے دشمنوں کے بڑھتے ہوئے قدم روکے جا رہے ہیں لیکن پارس نے طاقت استعمال کی تھی نہ ہتھیار۔ اس نے تو چیس پین سے شطرنج کی بازی کھیلی تھی۔ انالانا اور عادل دوسرے راستے پر آگے بڑھائے تھے اور مائیک ہرارے کو مات کھانے کے مرحلے پر پہنچا دیا تھا۔

ڈی کروسو نے کہا "اب تو ہم یہاں کچھ نہیں کر سکیں گے ہمیں یہاں سے واپس جانا ہوگا۔"

ہرارے نے کہا "دانش مندی یہی ہے۔ بھارت میں تمہارے جو آلہ کار ہیں ان کے دماغوں میں جاؤ اور معلوم کرو یہ شرابی فلم نئی ہے یا پرانی؟ پرانی ہوگی تو کشمیر کے قریب بھارت کے کسی ایک یا دو شہروں میں چل رہی ہوگی۔ پارس پہلی ٹیم کے ساتھ اسی علاقے میں ہوگا۔"

"تم بڑے یقین سے کہہ رہے ہو کہ پارس ادھر کہیں ہوگا لے لیے میں جاؤں گا۔"

"جانا تو ہوگا ہی۔ اب تم ہندوستان میں رہ کر ہی سیاچن پہنچ سکتے ہو اور وہاں تک پہنچنے سے پہلے پارس اور اس کی ٹیم راستے سے ہٹانا ہوگا۔ کیونکہ وہ مسلمان نہیں چاہیں گے کہ عکس کے ذریعے بھارتی فوجی اڈوں تک پہنچیں کیونکہ وہاں سے ہزار فٹ کے فاصلے پر پاکستان آرمی کے اڈے ہیں۔"

"ہاں' یہ تو انہوں نے چیلنج کیا ہے کہ دشمنوں کو کیا دوست بھی پاک آرمی کے کسی مورچے تک پہنچنے نہیں دیں گے۔"

ڈی کروسو اپنی قیام گاہ کی طرف واپس جانے لگا۔ مس فرانسیسکا کے ذہن میں تنویمی عمل کے ذریعے پارس کو نقش کیا گیا تھا۔ وہ کہنے لگی "مسٹر کروسو! پارس آپ سے دشمنی کر رہا ہے مگر میں دل اور دماغ سے پارس کو چاہتی ہوں۔ آپ کا دشمن میرے دل کی دھڑکن بنا رہتا ہے۔ میں عجیب الجھن میں ہوں۔ آپ کی ٹیم میں رہتی ہوں اور آپ کے دشمن کو دل سے نہیں نکال سکتی۔"

وہ بولا "میں تم سے خوش ہوں۔ تم سچ بولتی ہو اس لیے تمہیں پارس کے پاس پہنچاؤں گا۔ ہم یہاں سے اسلام آباد جائیں گے۔ وہاں سے ہمارے ملک کا ایک خصوصی طیارہ ہمیں ہندوستان پہنچا دے گا۔"

وہ اپنی قیام گاہ میں واپس آئے۔ ٹیم کے باقی افراد عکس کرنے والے آلات اور کیمرے وغیرہ ساتھ لے گئے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ پاکستانی فوج اور جاسوس وغیرہ اتنی جلدی حرکت میں نہیں آئیں گے اور وہ تمام آلات کے ساتھ بخیریت اسلام آباد پہنچ کر وہاں سے باقاعدہ پلاننگ کے مطابق ہندوستان چلے جائیں گے۔ کسی حد تک درست سوچ رہے تھے۔ ملک دشمن عناصر کے فرار کا راستہ روکنے اور انہیں گرفتار کرنے کے مزید ہنگامی انتظامات کرنے میں کچھ وقت لگتا ہے لیکن شمالی علاقہ جات میں صرف فون' ٹرانسیٹر اور فیکس کے ذریعے ہنگامی انتظامات نہیں ہو رہے تھے بلکہ ان ذرائع میں ٹیلی پیتھی بھی شامل ہو گئی تھی۔ باربرا اور جے مورگن نے گلگت سے اسلام آباد جانے والے راستے کے چیک پوسٹ پر فرائض ادا کرنے والوں کے دماغوں میں جگہ بنالی تھی اور حکومت کے ایک اعلیٰ عہدیدار کے ذریعے اس چیک پوسٹ کے افسر کو فون کے ذریعے سختی سے تاکید کرائی تھی کہ کسی شخص یا گاڑی کو چیکنگ کے بغیر وہاں سے گزرنے نہ دیا جائے۔

ڈی کروسو کی ٹیم کے افراد اپنی گاڑی میں ادھر پہنچے تو انہوں نے چیک پوسٹ کے سامنے گاڑیوں کی قطار دیکھی۔ وہاں کے سپاہی اور افسران بڑی توجہ سے ایک ایک گاڑی کو چیک کر رہے تھے۔ ٹیم کے ایک جاسوس نے موبائل فون کے ذریعے ڈی کروسو کو مخاطب کر کے کہا "سر! یہاں چیک پوسٹ والے بڑی توجہ اور سختی سے ایک ایک گاڑی کو چیک کر رہے ہیں۔ بارہ گاڑیوں کے پیچھے ہماری دو گاڑیاں ہیں۔ چیکنگ کے لیے ہماری گاڑیوں کی باری آئے گی تو بھید کھل جائے گا۔ ویڈیو کیمرا' ساؤنڈ مشین اور عکس ٹرانسفر کرنے والے آلات برآمد کر لیے جائیں گے۔"

اس نے کہا "ٹیم کے کسی شخص کو وہاں کے افسر سے بات کرنے کے لیے کہو۔ میں اس افسر کے دماغ پر قبضہ جما لوں گا پھر تمہاری گاڑیوں کا راستہ کوئی نہیں روکے گا۔"

اس کی ہدایت پر عمل کیا گیا۔ ایک شخص گاڑی سے نکل کر چیک پوسٹ کے افسر کے پاس آیا پھر بولا "جناب! ہمارا ایک ساتھی بہت بیمار ہے۔ پلیز آپ ہماری گاڑیاں فوراً چیک کر کے جانے دیں۔"

افسر نے کہا "یہاں جو آتا ہے' سب کو جانے کی جلدی ہوتی ہے۔ بڑی کار والے دولت مند قطار میں کھڑے رہنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔"

وہ کہنا چاہتا تھا کہ جب ان گاڑیوں کی باری آئے گی تو چیک کرے گا لیکن وہ ایسا نہ کہہ سکا اپنے سخت لہجے کو بھول کر اپنی کرسی سے اٹھ گیا پھر نرمی سے بولا "یہ سن کر افسوس ہوا کہ تمہارا آدمی بیمار ہے میں دفتر سے باہر آ رہا ہوں۔ تم اپنی گاڑیاں اوور ٹیک کر کے ادھر لے آؤ۔ میں سپاہیوں سے کہہ دوں گا وہ تمہیں جانے کی اجازت دے دیں گے۔"

وہ افسر ٹائلٹ جانے کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچنے والے نے اس کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اسے ٹائلٹ جانے دیا کیونکہ وہ پانچ سات منٹ سے پہلے واپس نہ آتا۔ دراصل جے مورگن نے سمجھ لیا تھا کہ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا افسر کے مزاج کو بدل کر اپنی دو گاڑیوں کو چیکنگ کے بغیر وہاں سے لے جانا چاہتا ہے۔

جے مورگن نے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنی موجودگی کا علم نہیں ہونے دیا۔ اس نے چپ چاپ افسر کے اندر ٹائلٹ جانے کی ضرورت پیدا کی۔ وہ ٹائلٹ میں گیا تو مورگن نے پارس کے پاس آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر اسے چیک پوسٹ کے افسر کے متعلق بتایا کہ اس کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والا پہنچا ہوا ہے۔

پارس نے کہا "تم افسر کے پاس رہو۔ میں ادھر پہنچ رہا ہوں۔"

جے مورگن چلا گیا۔ پارس نے انالانا اور عادل سے کہا "تم دونوں ہمارے انجینئر کے ساتھ ویڈیو کیمرا اور ساؤنڈ مشین وغیرہ کو آپریٹ کرو اور یہ بتاؤ گلگت چیک پوسٹ پر کتنے نمبر کے عکس منتقل کرنے والے آلات لگائے گئے ہیں۔"

عادل نے کہا "بیس' اکیس اور بائیس نمبروں کے تین آلات مختلف جگہوں پر لگائے گئے ہیں' کیا آپ وہاں جائیں گے؟"

"ہاں۔ یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ سپر ماسٹر لڑکے کون لوگ ہیں اور ان میں ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟"

جے مورگن اس افسر کے اندر آیا۔ وہ جلد ہی ٹائلٹ سے باہر آ گیا تھا اور اب دفتری چار دیواری سے نکل کر سڑک کے کنارے پہنچ رہا تھا۔ ڈی کروسو کی دونوں گاڑیاں قطار میں کھڑی ہوئی گاڑیوں کو اوور ٹیک کر کے چیک پوسٹ کے دفتر کے سامنے آ گئی تھیں۔ وہ افسر اپنے ماتحتوں سے کہنا چاہتا تھا کہ ان دو گاڑیوں کو جانے دیا جائے لیکن کچھ کہنے سے پہلے پارس کے عکس کو اپنے قریب دیکھ کر خوف سے چیخ مار کر اچھلتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ دونوں گاڑیوں میں بیٹھے ہوئے افراد بھی کھڑکیوں سے جھانک کر عکس کو دیکھ رہے تھے۔ ایک نے افسر سے کہا "آپ کو خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ کوئی روح نہیں ہے گلگت شہر میں ایسے ہی عکس کو سیکڑوں لوگوں نے دیکھا ہے۔"

پارس کے عکس نے کہا "وہ شخص جو افسر کے دماغ میں گھسا ہوا ہے اس سے میں کہتا ہوں۔ کیا میں یہ بتا دوں کہ جن آلات کے ذریعے میرا عکس نظر آ رہا ہے' وہ آلات تمہارے آدمیوں نے کہاں چھپا رکھے ہیں؟"

ڈی کروسو نے اس افسر کی زبان سے کہا "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم اپنے عکس ٹرانسفر کرنے والے آلات کے ذریعے یہاں آئے ہو۔"

[illegible] وہ آلات [illegible] کی جگہ موجود ہیں

اگر یہیں سے برآمد ہو گئے تو کیا ہو گا؟"

ڈی کروسو سوچ میں پڑ گیا۔ ٹیم کے ایک جاسوس نے ایک گاڑی سے نکل کر کہا "مسٹر کروسو! یہ آپ سے باتیں کرنے والا عکس عادل کا نہیں' پارس کا ہے۔ ہم سب پارس کو لاکھوں میں پہچان سکتے ہیں۔"

اس بولنے والے جاسوس کے دماغ میں زلزلہ سا پیدا ہوا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کا سر پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا اور اس کے اندر مائیک ہرارے کہہ رہا تھا "گدھے کے بچے! تم بڑے چالاک جاسوس کہلاتے ہو مگر تم نے یہ کیا حماقت کی؟ پارس کے عکس کے سامنے اپنے ٹیم لیڈر کو مسٹر کروسو کہہ کر کیوں مخاطب کیا؟"

وہ تکلیف کی شدت سے کراہتا ہوا بولا "میں ہمیشہ اپنے لیڈر کو مسٹر کروسو کہہ کر مخاطب کرتا ہوں۔"

"لیکن اس طرح مخاطب کرنے سے پارس کو معلوم ہو گیا ہے کہ اس ٹیم کے خیال خوانی کرنے والے لیڈر کا نام کروسو ہے۔"

جے مورگن اس شخص کے دماغی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا تھا اور مائیک ہرارے کی ڈانٹ ڈپٹ سن رہا تھا۔ ڈی کروسو نے اس کے اندر آ کر کہا "یہ پارس انہیں ان آلات کے ساتھ ضرور پکڑ لے گا۔ بہتر یہی ہے کہ یہ ان کے معاملے میں الجھا رہے۔ میں اپنی گاڑی میں نکل پڑا ہوں۔ اس چیک پوسٹ سے کسی شک و شبہ کے بغیر گزر جاؤں گا۔"

ہرارے نے کہا "ٹھیک ہے تم یہاں سے گزرو۔ میں پارس کو یہاں الجھائے رکھوں گا۔"

جے مورگن نے پارس کو یہ تمام باتیں بتائیں۔ پارس نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خیال خوانی کرنے والا کروسو پیچھے کسی گاڑی میں آ رہا ہے۔ تم باربرا کو یہاں بلاؤ۔ وہ بھی تمہارے ساتھ تمام گاڑیوں والوں کے اندر پہنچتی رہے گی دیکھیں وہ کروسو یہاں سے کیسے نکلتا ہے؟"

ادھر مائیک ہرارے نے افسر کی زبان سے کہا "مسٹر پارس! تمہیں یہاں دیکھ کر حیران ہوں۔ تم تو شی تارا کے ساتھ واشنگٹن آنے والے تھے؟"

پارس نے کہا "حیران ہونا چھوڑ دو۔ کیا شی تارا کے ساتھ ابھی جہاں ہوں وہاں سے میرا عکس منتقل ہو کر یہاں نہیں آ سکتا۔"

"ہاں۔ مگر گلگت کے بازار میں عادل کہہ رہا تھا کہ وہ ہندوستان کے ایک شہر میں ہے۔"

"بے شک انالانا اور عادل اپنی ایک ٹیم کے ساتھ ہندوستان میں موجود ہیں۔ کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں ان کے ساتھ وہاں موجود ہوں؟"

"میں یہی سمجھ رہا تھا کہ تم وہاں ان کی رہنمائی کر رہے ہو؟"

"مسٹر ہرارے اپنا شٹر بجی ڈھکن استعمال کرو۔ شی تارا خیال خوانی کرتی ہے میں اس کے ذریعے عادل کو گائیڈ کرتا ہوں۔"

"کیا ہمارے درمیان کوئی سمجھوتا ہو سکتا ہے؟ میں چاہتا ہوں یہ دونوں گاڑیاں چیکنگ کے بغیر گزر جائیں۔"

"جب تم نے دہلی شہر کی ناکہ بندی کرائی تھی اور شی تارا کے فرار کے تمام راستے بند کر دیئے تھے تب میں نے تم سے سمجھوتا کرنے کی درخواست نہیں کی تھی۔"

"بے شک تم لوگ باکمال ہو۔ تم بڑی ذہانت اور بے مثال حکمتِ عملی سے شی تارا کو نکال لے گئے تھے۔ میں ابھی اپنی ذہانت سے کام نہیں لے سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ شی تارا اسی افسر کے اندر چھپی ہوئی ہے جس کی زبان سے میں بول رہا ہوں۔"

"مسٹر ہرارے! میں جانتا ہوں' ان گاڑیوں میں سے عکس منتقل کرنے والا سامان نکلے گا۔ لیکن تمہارا کوئی خاص آدمی گرفتار نہیں ہو سکے گا۔ تمہارے ان تمام چوہوں کو قیدی بنانے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا اور عکس منتقل کرنے والے آلات چھین کر لے جائیں گے تو تمہارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پتا نہیں ان لوگوں ایسے کتنے آلات بنا رکھے ہیں۔ تمہارے ہندوستان پہنچتے تک وہاں دوسرے آلات اور کیمرے وغیرہ پہنچ جائیں گے۔"

"تم ہماری طاقت کو اور وسیع ذرائع کو خوب سمجھ رہے ہو۔"

"سمجھ رہا ہوں اسی لیے راستہ نہیں روکوں گا اور یہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ شی تارا موجود نہیں ہے۔ تم اس افسر کو آلۂ کار بنائے رکھو اور اپنی ان دو گاڑیوں کو چیکنگ کے بغیر لے جاؤ۔"

"میں حیران ہوں کہ تم میرے آدمیوں کو ان آلات سمیت جانے کی اجازت دے رہے ہو۔"

"میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ حیران ہونا چھوڑ دو۔ میں چوہے نہیں پکڑنا شیر کا شکار کرتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ میرا ارادہ بدل جائے' اپنی دونوں گاڑیوں کو یہاں سے لے جاؤ۔"

ہرارے نے افسر کی زبان سے سپاہیوں کو حکم دیا "ان کی گاڑیوں کو جانے دو۔"

سپاہیوں نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ گاڑیاں چیکنگ کے بغیر جانے لگیں۔ پارس نے افسر کو دیکھ کر کہا "اچھا مسٹر ہرارے! میں جا رہا ہوں۔ میرا یہ احسان یاد رکھنا گڈ نائٹ۔" یہ کہتے ہی اس کا عکس غائب ہو گیا۔ جے مورگن نے اس کے پاس آ کر پوچھا "آپ نے انہیں جانے کیوں دیا؟"

پارس نے جواباً پوچھا "کیا باربرا وہاں چیک پوسٹ پر ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ سپاہیوں کے اندر رہ کر ایک ایک گاڑی کو چیک کر رہی ہے۔"

"مورگن! تمہیں بھی وہاں رہنا چاہیے۔ کسی گاڑی میں خیال خوانی کرنے والا کروسو آ رہا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی ذرا سا بھی ہو گا تو وہ یوگا کا ماہر ہو گا جیسے ہی کسی پر شبہ ہو مجھے اطلاع دینا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

"ذرا ایک منٹ۔ شی تارا بھی ثانی اور علی کے ساتھ ہے۔ ثانی سے کہو' وہ شی تارا کے ساتھ میرے پاس فوراً آئے۔"

جے مورگن چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد شی تارا نے اس کے اندر آ کر کہا "ہائے پارس! تم نے مجھے بلایا ہے تمہارے پاس آ کر میں اپنی خوشی بیان نہیں کر سکتی۔"

"میں نے ثانی کے ساتھ آنے کو کہا تھا۔"

"ثانی میرے ساتھ ہے۔ تمہارے اندر موجود ہے۔"

"تم اس کی موجودگی میں مجھ سے محبتوں اور مسرتوں کا اظہار کر رہی ہو' وہ جل بھُن کر راکھ ہو رہی ہو گی۔"

ثانی نے کہا "تم مجھے غصہ دلانے یا چڑانے کے لیے چھیڑو میں پھر بھی نارمل رہوں گی۔"

"تم مجھے چھیڑنے کو کہہ رہی ہو! ایسی بے حیا لڑکی میں نے نہیں دیکھی جو خود چھیڑنے کی دعوت دیتی ہے۔"

"تم سے خدا سمجھے گا۔ کام کی بات کرو۔"

پارس نے چیک پوسٹ پر ہونے والے واقعات کا ذکر کیا پھر کہا "میں نہیں چاہتا وہ کروسو پہنچ کر جائے۔ تمہیں کسی بھی طرح اسے قابو میں کرنا ہو گا۔ فوراً باربرا اور مورگن کے پاس جاؤ۔"

ثانی چلی گئی۔ وہ شی تارا سے بولا "کروسو کے چیک پوسٹ سے گزرنے تک مائیک ہرارے اس کی حفاظت کے لیے خیال خوانی کے ذریعے موجود رہے گا۔ میں چاہتا ہوں تم اسے خیال خوانی کرنے کا موقع نہ دو۔"

"مجھے گائیڈ کرو' اسے خیال خوانی کرنے سے کیسے روکنا چاہیے؟"

"تمہیں اس کا موبائل فون نمبر معلوم ہے۔ اس سے فون پر رابطہ کرو پھر اسے باتوں میں جتنی دیر تک الجھا سکتی ہو الجھائے رکھو۔ چلو اس سے یہ کہہ دو کہ میں تمہارے ساتھ عکس منتقل کرنے کے معاملے میں مصروف تھا۔ پھر ابھی ہوٹل کے کمرے سے باہر نیچے جانے کے لیے نکلا تو کاریڈور میں کھڑا ہوا کوئی شخص مجھے گولی مار کر فرار ہو گیا۔ ابھی میں زخمی ہوں اور تمہارے زانو پر سر رکھے لیٹا ہوا ہوں۔ تم نے میری مرہم پٹی کی ہے۔"

"پارس! یہ کیسی چال چل رہے ہو۔ وہ تمہیں زخمی سمجھ کر تمہارے دماغ میں آنا چاہے گا۔"

"آنے دو۔ میں اسے مایوس نہیں کروں گا۔"

"اچھا میں اسے فون کر رہی ہوں۔ مگر وعدہ کرو پھر مجھے اپنے دماغ میں بلاؤ گے؟"

"وعدہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب وہ مجھے زخمی سمجھ کر آئے تو تم بھی میرے اندر چلی آنا اور اس سے جھگڑا کرتی رہنا۔"

وہ چلی گئی۔ پھر اس نے بعد میں بتایا کہ مائیک ہرارے سے کس طرح فون پر رابطہ کیا تھا۔ میں نے اس کی دونوں گاڑیوں کو تمام مخصوص آلات کے ساتھ بحفاظت جانے دیا تھا۔ وہ خوش بھی تھا اور حیران بھی اور یہ بھی سوچ رہا تھا کہ میں کوئی گہری چال چل رہا ہوں اس لیے اب وہ ڈی کروسو کی حفاظت کے لیے اس کے پاس آ گیا تھا اور اسے میرے بارے میں بتا رہا تھا۔ ڈی کروسو کی کار اس وقت چیک پوسٹ کے قریب پہنچ گئی تھی۔ انہی لمحات میں اس کی خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس کے موبائل فون سے اشارہ مل رہا تھا۔ اس نے پوچھا "ہیلو کون؟"

شی تارا نے غصہ سے کہا "میں ہوں۔ مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو تو پہچان لو۔ تم نے کم ظرفی کی انتہا کر دی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے پارس نے تم پر مہربانی کی۔ تمہاری دو گاڑیوں کو چیکنگ کے بغیر جانے دیا اور تم نے کسی آلۂ کار کے ذریعے اسے گولی مار کر زخمی کر دیا۔"

وہ چونک کر خوشی سے بولا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا واقعی پارس زخمی ہو گیا ہے؟"

وہ پھر غصے سے بولی "انجان نہ بنو مسٹر ہرارے! میں بڑی دیر سے پارس کے دماغ میں تمہیں آواز دے رہی ہوں مگر تم خاموش ہو۔ مجھے نادان نہ سمجھو۔ تم خاموش رہ کر پارس کے چور خیالات پڑھ رہے ہو۔ اسی لیے میں نے فون کیا ہے۔ تمہیں یہ بتا دوں کہ تم میرے پارس پر تنویمی عمل نہیں کر سکو گے۔ میں رکاوٹ بنتی رہوں گی۔"

مائیک ہرارے نے قہقہہ لگاتے ہوئے فون کو بند کیا۔ پارس کی آواز اور لہجہ کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بول رہا تھا "آہ! شی تارا! ہرارے کو چیلنج نہ کرو۔ فون بند کر دو۔ اس بار بازی اس کے ہاتھ آ گئی ہے۔"

مائیک ہرارے نے ہنستے ہوئے کہا "میں تمہارے دماغ میں پہنچ گیا پھر بھی حیرانی سے سوچ رہا ہوں' کیا میں فرہاد کے ایک بیٹے پر قابو پانے جا رہا ہوں۔ شیطان کہلانے والا پارس میرا غلام بننے والا ہے۔"

پارس کے دماغ میں شی تارا کی آواز ابھری "مسٹر ہرارے! میں تمہارا یہ خواب پورا نہیں ہونے دوں گی۔ میں اپنے پارس کی حفاظت کروں گی۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "کیسے حفاظت کرو گی؟ کیا مجھے اس پر تنویمی عمل نہیں کرنے دو گی۔ میں اسے اپنا غلام بنانا چاہوں گا تو تم مداخلت کرو گی؟ مگر یہ تو سوچو کہ جب میں اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کروں گا تو مجھے کیسے روکو گی؟ میں اسے دماغی جھٹکے پہنچاتے پہنچاتے ہمیشہ کے لیے پاگل بنا دوں گا یا مار ڈالوں گا۔"

شی تارا کے رونے کی آواز ابھرنے لگی۔ وہ سسکیاں لیتے ہوئے بولی "ہائے پارس! میں کس طرح تمہیں اس دشمن سے بچاؤں؟ میرا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔ کیا میں پاپا کو تمہارے زخمی ہونے کے بارے میں بلا کر بتاؤں؟"

ہرارے نے کہا "خبردار! اگر تم نے فرہاد یا اس کے کسی خیال خوانی کرنے والے کو یہاں بلایا تو اپنے محبوب کو مردہ پاؤ گی' اس کے زندہ سلامت رہنے کی ایک ہی شرط ہے کہ یہ میرا تابعدار بن کر رہے۔"

وہ روتی ہوئی بولی "پلیز مسٹر ہرارے! ہم سے کوئی سمجھوتا کرلو۔"

"ہاں سمجھوتا ہوسکتا ہے کہ تم تمام عمر اس کی محبوبہ یا بیوی بن کر رہنا چاہتی ہو تو تم بھی راضی خوشی میری معمولہ اور تابعدار بن جاؤ۔ میں تم دونوں کو نہایت آرام و آسائش سے رہنے کا موقع دوں گا۔ فرہاد اور اس کی فیملی پر کبھی ظاہر نہیں ہونے دوں گا کہ تم دونوں میرے زیر اثر ہو۔ یوں تم دونوں کے ذریعے مجھے بابا صاحب کے ادارے کے تمام اہم راز معلوم ہوتے رہیں گے۔"

پارس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "تم اور کیا اہم راز معلوم کرو گے؟ پتا نہیں میرے اندر رہ کر تم کب سے میرے چور خیالات پڑھ رہے ہو۔ میرے پاپا کو معلوم ہوگا تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"میں تمہارے پاپا سے بھی نمٹ لوں گا۔ فی الحال میں شی تارا سے کہتا ہوں کہ وہ خاموش رہے اور مجھے اس شیطان کے چور خیالات پڑھنے دے۔ مجھے تم لوگوں کی بکواس میں ابھی تک چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ بس اب تم دونوں خاموش رہو۔"

شی تارا نے پوچھا "پارس! تم کیا کہتے ہو کیا مجھے خاموش رہنا چاہیے؟"

"عورت اور خاموشی دو متضاد باتیں ہیں۔ اگر عورت ہے تو خاموش نہیں رہے گی اور اگر خاموش رہے گی تو وہاں عورت نہیں ہوگی۔ میری جان! تم بولتی رہو۔ عورت کی بولیاں سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے' یہ ہرارے کیا چیز ہے۔"

مائیک ہرارے کی آواز ابھری "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں تمہارے چور خیالات پڑھنا چاہتا ہوں مگر وہاں ایسی آواز آرہی ہے جیسے کوئی عورت تمہاری دینی کتاب پڑھ رہی ہو۔"

پارس نے کہا "وہ میری والدہ محترمہ (آمنہ فرہاد) ہیں۔ قرات سے کلام پاک پڑھ رہی ہیں جب وہاں ایمان بول رہا ہو تو ہماری تمہاری بولی کہاں سنائی دے گی۔"

شی تارا نے کہا "پارس! یہ ثانی آئی ہے۔ خوشخبری سنا رہی ہے' آپریشن مکمل ہوچکا ہے۔"

پارس نے اطمینان کی سانس لی پھر کہا "مسٹر ہرارے! تم نے اتنا وقت میرے گھر میں گزارا' تمہارا بہت بہت شکریہ۔ اب اپنے کروسو کے پاس جاؤ' چودہ طبق روشن ہوجائیں گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روکی۔ ہرارے اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ شدید حیرانی سے رہ پنے لگا یہ کیا ہوگیا؟ پارس تو زخمی تھا' تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ میری آواز سانس روکنے کے قابل نہیں تھا پھر یہ کیا ہوگیا؟ اس نے سانس روک کر مجھے کیسے بھگا دیا؟

اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ فرہاد کا بیٹا پوری طرح مٹھی میں آکر نکل گیا ہے۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کے اندر آیا۔ اس نے پوچھا "ارے بھائی عالمی چیمپئن' اب بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ تمہارے جیسے بڑے مہرے کو میں نے بساط کے ایک خانے میں کچھ دیر روک کر دوسرے مہرے کو مات دی ہے۔ میرے شاطر ڈی کروسو کے پاس جاؤ۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ اب ہرارے کی کھوپڑی میں بات آئی کہ پارس قیامت کی چال چل گیا ہے۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے ڈی کروسو کے پاس پہنچا تو واقعی چودہ طبق روشن ہوگئے۔ ڈی کروسو اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر زخمی پڑا تھا اور اس کے دماغ کا کھلا ہوا دروازہ کہہ رہا تھا۔ آؤ صنم! جاؤ صنم! گھر تمہارا ہے۔

اس نے حیرانی اور پریشانی سے پوچھا "مسٹر کروسو! یہ کیا ہوگیا کیسے ہوگیا؟"

وہ زخم کی تکلیف سے بول نہیں پا رہا تھا اس کی سوچ کی لہروں نے کہا "یہاں کے چیک پوسٹ کے سپاہیوں نے میری گاڑی کی تلاشی نہیں لی۔ صرف مجھ سے اور مس فرائی سے سوالات کیے۔ ہم نے جواب دیئے اس کے ساتھ ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی۔ تب ایک سپاہی نے پوچھا "اپنے دماغ کے دروازے کھولو گے یا زخمی ہونا چاہو گے؟"

ڈی کروسو کی سوچ بتا رہی تھی کہ نہ وہ دماغ کے دروازے کھولنا چاہتا تھا اور نہ زخمی ہو کر اپنے دشمنوں کے رحم و کرم پر رہنا چاہتا تھا۔ وہ فوراً ہی دروازہ کھول کر کار سے نکلتے ہوئے سڑک کے کنارے درختوں اور جھاڑیوں کی طرف بھاگنے لگا۔ ایسے ہی وقت ایک سپاہی نے اس کی ٹانگ میں گولی ماری اور وہ چیخ مار کر گرا۔ گولی گھٹنے کی ہڈی توڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔

اگرچہ وہ بڑا جیدار تھا۔ ناقابل برداشت تکالیف بھی مسکراتے ہوئے برداشت کرلیتا تھا لیکن خون بہہ رہا تھا پھر یہ کہ خیال خوانی کرنے والوں کو اندر پہنچنے کے لیے تھوڑی سی دماغی کمزوری کافی ہوتی ہے اس لیے وہ اپنے اندر آنے جانے والوں کو روک نہیں پا رہا تھا۔

اس کی سوچ نے کہا "مسٹر ہرارے میں موت سے نہیں ڈرتا۔ صرف غلامی سے نفرت کرتا ہوں۔ مجھے کسی طرح بچاؤ۔ دشمن کو میرے اندر نہ آنے دو۔"

ہرارے نے کہا "مسٹر ڈی کروسو! بہت دیر ہوچکی ہے۔ نہیں اس وقت تمہارے اندر کون خیال خوانی کرنے والا چھپا ہوا ہے۔ وہ تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوگا۔"

شی تارا کی آواز ابھری "ہو گا نہیں ہوگی اور تم لاکھوں میں میری آواز پہچان سکتے ہو۔"

یہ بازی پارس کی چال بازی سے اور ثانی کے ایکشن سے جیتی ہوئی تھی لیکن ثانی نے شی تارا سے کہا تھا "میرا کام پورا ہوچکا ہے اب تم ڈی کروسو کے اندر جاؤ۔"

شی تارا نے کہا تھا "یہ تمہارا گیم ہے تم کھیلو۔"

"سوری تارا! میں تمہارے بندر کے اس مشن میں اس سے زیادہ نہیں رہوں گی' وہ میرے لیے دردِ سر بن جاتا ہے۔"

"دیکھو ثانی! تم میرے محبوب کو بندر بول رہی ہو۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

"تارا! میں تمہاری خاطر اتنی رعایت سے بول رہی ہوں۔ اب وہ مجھے ستانے آئے گا تو اس کا منہ توڑ کے تمہارے ہاتھوں میں رکھ دوں گی۔"

"تم دونوں کی لڑائی سمجھ میں نہیں آتی۔ لڑتی بھی ہو اور وہ کسی مہم پر بلاتا ہے تو اس کی ایک کال پر دوڑی چلی آتی ہو۔ تم نے ڈی کروسو کی بیوی اس کے لیے ہی بنی ہے۔"

"اس لیے کہ وہ کمبخت میرے علی کی جان ہے۔ اسے کچھ ہوتا ہے تو علی کی جان نکلنے لگتی ہے اور میں اپنے محبوب کی خاطر تمہارے محبوب کے لیے جان کی بازی لگانے کو تیار رہا کرتی ہوں۔ اچھا اب فوراً کروسو کے اندر چلو۔"

ثانی اسے ڈی کروسو کے اندر پہنچا کر چلی گئی۔ اس وقت مائیک ہرارے سوچ کے ذریعے ڈی کروسو سے باتیں کر رہا تھا۔ پھر شی تارا کی آواز سن کر بولا "ہاں' میں لاکھوں میں تمہیں آواز سے پہچان سکتا ہوں۔ دیکھو شی تارا! میں یہ اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ تم اسے اپنا معمول اور تابعدار بناؤ گی لیکن میں تمہیں تخویفی عمل کرنے نہیں دوں گا۔ تمہارے عمل کے دوران مداخلت کرتا رہوں گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولی "تھوڑی دیر پہلے میں نے بھی پارس کے دماغ میں رہ کر تم سے کہا تھا کہ میں تمہیں پارس پر تخویفی عمل کرنے نہیں دوں گی۔ تمہارے عمل کے دوران مداخلت کرتی رہوں گی۔ تب تم نے کہا تھا کہ پارس کے دماغ میں زلزلے پیدا کرتے کرتے اسے ہمیشہ کے لیے پاگل بنا دو گے یا مار ڈالو گے۔ بولو تم نے یہی کہا تھا نا؟"

ہرارے نے ہچکچاتے ہوئے کہا "آں..... ہاں میں نے ایسا کہا تھا اب تم بھی ڈی کروسو کے اندر زلزلہ پیدا کرو گی تو میں تمہیں روک نہیں سکوں گا۔"

"تم چاہتے ہو' میں اس پر تخویفی عمل نہ کروں اور اس کے اندر زلزلے بھی پیدا نہ کروں تو پھر تم کیا چاہتے ہو؟"

"پلیز شی تارا! ہم سے کوئی سمجھوتا کرلو۔"

وہ پھر قہقہہ لگا کر بولی "میں نے بھی پارس کو تمہاری غلامی سے بچانے کے لیے سمجھوتا کرنے کو کہا تھا پھر تم نے جواب دیا تھا اگر میں بھی پارس کے ساتھ تمہاری تابعدار بن جاؤں تو یہ بات راز میں رکھو گے۔ پارس کے پاپا کو معلوم نہیں ہونے دو گے۔ ہمیں ہر طرح کی آزادی دو گے اور ہمارے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف جاسوسی کرتے رہو گے۔"

"میں اپنی غلطی کو مانتا ہوں۔"

"غلطی نہیں' غور کرو۔ کیا اب تم بھی یہی کرسکتے ہو۔ اپنے ساتھی ڈی کروسو کے ساتھ ہمارے تابعدار بنو گے اور ہمارے لیے اپنے ملک کے خلاف جاسوسی کرو گے؟"

"میں پاگل نہیں ہوں کہ جان بوجھ کر تم لوگوں کا غلام بن جاؤں۔ میں نے تمہیں اس لیے اپنا تابعدار بننے کے لیے کہا تھا کہ پارس تمہارا یار ہے۔ تمہارے جسم و جان کا مالک ہے۔ ڈی کروسو میرا کوئی نہیں ہے۔ میں اس کے لیے خود کو گڑھے میں نہیں گراؤں گا۔"

وہ بولی "یہاں میں تنہا نہیں ہوں۔ ہمارے اور بھی کئی خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔ تم ڈی کروسو کے لیے ہماری چند شرائط تسلیم نہیں کرو گے تو ہم اسے ابھی مار ڈالیں گے۔"

ڈی کروسو نے تڑپ کر کہا "نن..... نہیں مجھے مار ڈالنے کی باتیں نہ کرو۔ مسٹر ہرارے! پلیز جلدی جاؤ اور سپراسٹر سے مشورہ کرو۔ میں بہت اہم ہوں' وہ مجھے بچانے کے لیے ان لوگوں سے کوئی سمجھوتا کرے گا۔"

شی تارا نے کہا "نہیں ہرارے! تم سپراسٹر کے پاس نہیں جاؤ گے۔ میں بھی پارس کے زخمی ہونے کی اطلاع دینے کے لیے پاپا کے پاس جانا چاہتی تھی مگر تم نے سختی سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ کسی کو اطلاع دینے جاؤں گی تو پارس کو مار ڈالو گے۔"

جے مورگن کی آواز ابھری "مسٹر ڈی کروسو! میں تمہارے اندر جے مورگن بول رہا ہوں۔ میں بھی سابقہ سپراسٹر کی رضامندی سے ٹرانسفارمر مشین سے گزرا اور یہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ اس سے ہر طرح وفاداری کی تھی لیکن جب یہودیوں نے مجھے اغوا کیا' اپنا تابعدار بنایا تو امریکا نے اپنے لے پالک بیٹے اسرائیل سے میری واپسی کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ ہی مجھے کسی حکمتِ عملی سے واپس حاصل کرنے کی کوششیں کیں۔ میں برسوں یہودیوں کا غلام بنا رہا۔ آخر سونیا ثانی نے مجھے ان سے رہائی دلائی۔ بابا صاحب کے ادارے میں نہ میرا برین واش کیا گیا اور نہ ہی مجھے تابعدار بنا کر رکھا گیا۔ میں آج پوری طرح آزاد ہوں۔ صرف اپنی مرضی سے اور اپنے محسنوں کے لیے کام کرتا ہوں اور بڑی سلامتی اور آرام سے رہتا ہوں۔"

جے مورگن نے ایک ذرا توقف سے کہا "یہ میری مختصر سی ہسٹری ہے۔ میں اپنے تجربے کی روشنی میں کہتا ہوں سپراسٹر اور مائیک ہرارے تمہیں قربانی کا بکرا سمجھ کر ہمارے پاس چھوڑ دیں گے یہ کمبخت ایمان کے پاس خلائی فلائنگ سوسائٹی ہے۔ ان کی نظروں میں

تمہاری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ ہمیں مشین سے پیدا ہونے والے ٹیلی پیتھی کے کیڑے مکوڑے سمجھتے ہیں' ایک مرے گا تو یہ دس پیدا کرلیں گے۔"

ڈی کروسو نے زخم کی تکلیف سے کراہتے ہوئے پوچھا "مسٹر ہرارے! تم خاموش کیوں ہو؟ مسٹر ہرارے! تم بولتے کیوں نہیں ہو۔"

ہرارے کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ جے مورگن نے کہا "ابھی ہرارے کو دھمکی دی گئی تھی کہ وہ تمہیں چھوڑ کر جائے گا تو تمہیں مار ڈالا جائے گا۔ اس کے باوجود وہ تمہیں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"

ڈی کروسو پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ اسے اپنی موت کا یقین ہوچلا تھا لیکن باربرا نے ایک سپاہی کے ذریعے اسے بے ہوشی کا انجکشن لگادیا تاکہ مائیک ہرارے دوبارہ اس کے اندر نہ آسکے پھر وہ اسے گلگت کے ایک اسپتال میں لے جانے لگے۔

شی تارا نے پارس کے پاس آکر پوچھا "میں آئی ہوں' کیا اعتراض کروگے؟"

"نہیں' میں تمہارا انتظار کررہا تھا۔ مجھے بتاؤ وہاں کیا ہورہا ہے؟"

وہ بولی "پہلے تو ہرارے نے اسے بچانے کے لیے سمجھوتا کرنا چاہا۔ پھر وہ شاید سپراسٹر کے پاس مشورہ کرنے گیا ہے لیکن باربرا نے ڈی کروسو کو بے ہوش کردیا ہے اور اب اسے اسپتال پہنچایا جارہا ہے۔ ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ ڈی کروسو تمہاری جان کا دشمن بن کر آیا تھا۔ میں نے اس کے چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ بہت طاقتور ہے' اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اپنے ہاتھوں سے تمہاری گردن توڑے گا۔"

پارس نے کہا "اس کے جواب میں ہم بھی اس کی گردن توڑ دیتے یا خیال خوانی کے دماغی جھٹکے پہنچا کر اسے مار ڈالتے لیکن تو یہ ایک عام سی انتقام لینے والی بات ہوجاتی۔ دو میں سے کوئی ایک مرتا ہے اور ایک زندہ بچ جاتا ہے۔"

وہ بولی "ایسا تو ازل سے ہوتا آیا ہے۔"

"لیکن جناب علی اسد اللہ تیمرزی کی ہدایات ہیں کہ دشمن کو پہلی اور دوسری بار نہ مارو۔ اسے زندہ چھوڑ کر سوچنے سمجھنے اور راہِ راست پر آنے کا موقع دو۔ جب وہ تیسری بار بھی گمراہی اختیار کرے تو سمجھ لو وہ شیطان ہے اور شیطان باتوں سے نہیں' ٹھوکروں سے مرتا ہے۔"

"لیکن پارس! تین مواقع دینے کے دوران کوئی شیطان صفت دشمن ہمارا کام تمام کرسکتا ہے۔"

"ہماری حیات کا عرصہ اور موت کے اسباب کاتب تقدیر نے لکھ دیے ہیں۔ اگر کوئی دشمن ہماری موت کا سبب بنے گا تو کاتب تقدیر کی مرضی سے بنے گا۔ جے مارگن پر دو دن کا عرصہ تنگ غلام بنا رہا۔ جیری اور تھرہال بھی جادوگر جے پر گولا کی غلامی کرتے رہے ایسا نہ کرتے تو اپنے آقاؤں کے ہاتھوں مارے جاتے۔ لیکن کاتب تقدیر نے ان کی موت نہیں لکھی تھی۔ ہمارے ذریعے انہیں راہِ راست پر لانے والی زندگی لکھی تھی۔ تم دیکھ رہی ہو کہ اب یہ لوگ ٹیلی پیتھی کے شیطانی ارادے بھول گئے ہیں اور مثبت ارادوں سے کام کرتے رہتے ہیں۔"

وہ بولی "تمہاری باتوں سے مجھے احساس ہورہا ہے کہ میں بھی بارہا تم سے مختلف انداز میں دشمنی کی۔ تم یا تمہارے پاپا میرے بھائی سرنا کی طرح مجھے بھی تمام عمر کے لیے اپاہج بنا سکتے تھے لیکن میرے ساتھ ایسا نہیں کیا۔ مجھے تم سے اور تمہارے خاندان والوں سے محبتیں مل رہی ہیں۔"

"ہمیں تمہارے بھائی پے پے سرنا کے لیے افسوس ہے۔ جناب تیمرزی صاحب کی پیش گوئی تھی کہ اسے معاف کیا گیا تو شیطانی راستوں پر چلے گا۔ اس لیے پاپا نے مجبور ہو کر اسے ہمیشہ کے لیے ناکارہ بنادیا ہے۔ صرف تمہاری خاطر اسے زندہ چھوڑا تاکہ برائے نام ہی سہی دنیا میں کوئی تو تمہارا سگا بھائی رہے گا۔"

"تمہارے پاپا بہت اچھے ہیں پارس! میں ان سے بہت پیار کرتی ہوں۔"

"اب تم مائیک ہرارے کا فون نمبر بتاؤ۔ میں اس سے ذرا دو باتیں کروں گا۔ تم بھی میرے پاس رہ کر اس سے کچھ کہنا چاہو تو کرسکتی ہو۔"

پارس نے اس کے بتائے ہوئے نمبر پر رابطہ کیا۔ اس وقت مائیک ہرارے سپراسٹر کے پاس بیٹھا' وہ بری خبر سنا رہا تھا کہ ان کا اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی کروسو' پارس کے جال میں پھنس گیا ہے۔ شی تارا نے چیلنج کیا ہے کہ اس پر تنویمی عمل کرنے سے ہرارے اسے روکے گا تو وہ ڈی کروسو کو دماغی جھٹکے پہنچا کر مار ڈالے گی۔

سپراسٹر نے تمام روداد سننے کے بعد کہا "ڈی کروسو کو ان معمول اور تابعدار بننا نہیں چاہیے۔ فرہاد کی ٹیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اگر تمہارے مداخلت کرنے پر وہ لوگ اسے مار ڈالنا چاہیں تو اسے مرجانے دو۔ دشمنوں کی طاقت میں اضافہ نہ ہونے دو۔"

مائیک ہرارے نے پھر ایک بار ڈی کروسو کے اندر آنا چاہا تاکہ اسے ختم ہی کردے لیکن پتا چلا کہ وہ بے ہوش پڑا ہے۔ ایسی حالت میں سوچ کی لہریں کسی بھی بے حس دماغ پر اثر نہیں کرتی ہیں۔ اس نے واپس آکر سپراسٹر سے کہا "وہ لوگ بہت چالاک ہیں۔ انہوں نے ڈی کروسو کو ہماری پہنچ سے دور رکھنے کے لیے بے ہوش کردیا ہے۔"

"تم اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرو۔ اس کے دماغ میں جو قیمتی معلومات ہیں' جیسے ہی موقع ملے' اسے فوراً ختم کردو۔ ہمارے ساتھ عجب تماشا ہورہا ہے ہم مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر فرہاد کی ٹیم میں پہنچ کر اُس کی قوتوں میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔"

"سر! اب ڈی کروسو کو زندہ واپس لانا' اسے مار ڈالنا ممکن نہیں ہے۔ انہوں نے ابھی اسے بے ہوش رکھا ہے۔ یہ بے ہوشی اس طرح طوالت اختیار کرے گی کہ وہ کروسو کو کوما میں رکھیں گے جب ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے پاس آتے جاتے تھک جائیں گے یا اپنے دوسرے اہم معاملات میں مصروف رہیں گے تو وہ ڈی کروسو کے دماغ کو لاک کردیں گے۔ اب آپ صبر کرلیں کہ وہ ہمارے ہاتھ سے ہمیشہ کے لیے نکل چکا ہے۔"

سپراسٹر نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا "ہم اپنے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ماتم کریں گے اور ان پر صبر کریں گے۔ خیال خوانی کرنے والے تھری ڈی تاجکستان میں ہیں۔ اگرچہ فرہاد ان سے غافل ہے مگر بتا نہیں چلتا کہ یہ ہمارے خاص لوگوں کو کیسے تاڑ لیتے ہیں۔ اگر وہ تھری ڈی بھی فرہاد کی چال میں آجائیں گے تب بھی ہمیں صبر کرنا ہوگا۔ تم آج کل شی تارا اور پارس سے الجھ رہے ہو۔ اگرچہ تم مانے ہوئے شاطر ہو مگر وہ شاطروں کے باپ ہیں تم بھی پھنسو گے تو صبر کرنا ہوگا کیونکہ ہمارے پاس مشین ہے ہم دوسرے مائیک ہرارے اور ڈی کروسو جیسے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرلیں گے۔ بے شک کرلیں گے مگر ایک وقت آئے گا کہ وہ بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر ہرارے! تم نے شی تارا کو قابو میں کرنے کے لیے دہلی شہر کی ناکہ بندی کرائی تھی۔ ایک تو تم غیر معمولی طور پر شاطر ہو پھر پوری بھارتی فوج تمہارے ساتھ تھی پھر بھی پارس شی تارا کو وہاں سے نکال لے گیا۔ کیا تم خود کو وہ اونٹ کہو گے جو پہاڑ کے مقابل آنے کے بعد اپنے قد کی کوتاہی کو مانتا ہے؟"

ہرارے نے کہا "وہ میرا پارس سے پہلا ٹکراؤ تھا۔ میں اس کی چالوں کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ دوسری بار اس سے ٹکراؤ ہوگا تو اسے بری طرح مات دوں گا۔"

افسر نے کہا "ہماری معلومات کے مطابق ڈی کروسو کے معاملات میں تم اس کی نگرانی کررہے تھے۔ جب یہ بات معلوم ہوئی کہ پارس نے ڈی کروسو سے پہلے ہی عکس منتقل کرکے پاکستانی آرمی کو الرٹ کردیا تھا تو ڈی کروسو کو وہاں سے بحفاظت نکال لانے کی ذمے داری تمہاری تھی۔ اگر اس چیک پوسٹ پر پارس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے تو ان کے مقابلے میں تم تھے اور مزید تھری ڈی کو فوراً بلا کر ڈی کروسو کو زخمی ہونے سے بچا سکتے تھے۔"

"میں تمہا کتنے محاذوں پر لڑوں گا؟ میں شی تارا اور پارس سے الجھا ہوا تھا۔ ایسے وقت قاہرہ میں ثانی اور علی سے ٹکراؤ ہوگیا۔ پھر بوقتِ فوقتاً تاجکستان میں تھری ڈی کی رہنمائی کرتا ہوں۔ اس کے بعد ڈی کروسو کے معاملات میں بھی سر کھپاتا ہوں۔ اگر صرف ڈی کروسو کے پاس رہتا تو کبھی اسے ہاتھوں سے نکلنے نہیں دیتا۔"

سپراسٹر نے کہا "مسٹر ہرارے! تم سے یہ امید نہیں تھی کہ تم ہم سے جھوٹ بولو گے۔ کیا واقعی تم تاجکستان میں تھری ڈی کی رہنمائی کرتے ہو؟"

ہرارے نے ہچکچاتے ہوئے کہا "بے شک ان کی رہنمائی کرتا ہوں۔ آپ اسے غلط کیوں سمجھ رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ پچھلے ہفتے ہم نے تھری ڈی کو پھر ایک بار مشین سے گزارا تھا۔ ہمیں شبہ تھا کہ داؤد منڈولا ان کے دماغوں کو پڑھتا ہوگا۔ ہم نے ان تھری ڈی کے تینوں دماغوں کو اس طرح لاک کیا ہے کہ منڈولا تو کیا تم بھی ان تینوں کے اندر نہیں پہنچ سکتے۔ پھر ان سے کیسے رابطہ کرتے ہو؟ کیسے ان کی رہنمائی کرتے ہو؟"

ایک فوجی افسر نے کہا "اگر ایسا کرتے ہو تو ابھی تھری ڈی میں سے کسی ایک کو خیال خوانی کے ذریعے یہاں بلاؤ۔"

مائیک ہرارے کو پتا نہیں تھا کہ تھری ڈی کے دماغوں کو لاک کردیا گیا ہے۔ وہ جھوٹ بول کر پھنس گیا تھا پھر بھی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ باری باری ڈی کرین' ڈی ہاروے اور ڈی مورا کے اندر جانا چاہا۔ انہوں نے سانسیں روک لیں۔

ایک اور فوجی افسر نے پوچھا "کیا ہوا مسٹر ہرارے! کیا ہم نے تمہیں ذہین ترین عالمی چیمپئن سمجھ کر تم پر بھروسا کرکے بہت بڑی غلطی نہیں کی ہے؟"

وہ سر جھکا کر بولا "میں اعتراف کرتا ہوں' ابھی تھری ڈی کے سلسلے میں جھوٹ بول رہا تھا۔"

"کیا صرف تھری ڈی کے سلسلے میں؟ کیا ثانی اور علی کے کیس میں نہیں؟ ثانی تو بنجامن بارخ کو سزائے موت دینے کے سلسلے میں مصروف رہی تھی۔"

"نہیں' میں اعتراف کرتا ہوں کہ ثانی اور بارخ کے کیس سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔"

"یعنی تم صرف شی تارا اور پارس کے معاملے میں مصروف تھے اور پارس ہمارے ڈی کروسو کو منگنی کا ناچ نچا رہا تھا اور تمہیں اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔ کیا شی تارا نے تمہیں اپنی ذات میں الجھا رکھا تھا؟ یا پارس تمہیں کوئی چکردے کر کہیں چکر لگوا رہا تھا؟"

اس نے شکست خوردہ انداز میں ایک گہری سانس لی پھر کہا۔ "ہاں' میں شطرنج کا عالمی چیمپئن اپنی شکست کا اعتراف کرتا ہوں۔ فرہاد کے صرف ایک بیٹے سے میرا مقابلہ ہوتا رہا اور میں مات کھاتا رہا۔ پھر شرمندگی سے اپنی شکست کو چھپاتا رہا۔ میں آپ لوگوں کے سامنے خود کو سزا کے لیے پیش کرتا ہوں۔ مگر میں یہ چاہوں گا کہ آپ بھی اپنی غلطیوں کو سمجھیں یہ جو ٹرانسفارمر مشین آپ کے پاس ہے اس سے فرہاد علی تیمور کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔"

"بے شک ہمیں اپنی [illegible] غلطی کا احساس ہوگیا ہے۔ ہم اپنی

حکمت عملی بدل چکے ہیں۔ فرہاد اور اس کے خیال خوانی والے یا خفیہ یہودی تنظیم والے آئندہ کبھی ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ نہیں کر سکیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہم نے تھری ڈی کو دوبارہ مشین سے گزار کر یہ بات ان کی دماغوں میں نقش کر دی ہے کہ آئندہ وہ دشمنوں کو تو کیا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کو بھی اپنے دماغ میں نہیں آنے دیں گے۔ دماغ کا دروازہ کھلنے سے ہی دشمنوں کو مسلط ہونے کا موقع ملتا ہے۔"

ہرارے نے کہا "لیکن دشمن مضر دوائیں کھلا کر یا زخمی کر کے دماغ کے اندر پہنچ جاتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تھری ڈی کے ہاتھوں کی ..... ایک انگلی میں ایسی انگوٹھی ہے جو دراصل سونیا کی ایجاد ہے۔ اس انگوٹھی میں وہ ضرر رساں دوا چھپا کر رکھتی تھی۔ ہم نے ایسی ہی انگوٹھیوں میں زہر چھپا کر رکھا ہے اور یہ بات ان کے ذہن میں نقش کر دی ہے کہ جب بھی وہ سانس روکنے میں ناکام ہوں تو پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اپنی انگوٹھی کا زہر حلق سے اتار لیں۔ اس طرح وہ ملک اور قوم پر قربان ہوں گے۔ اپنی ٹیلی پیتھی سے دشمنوں کو فائدہ نہیں پہنچنے دیں گے۔"

"میں سمجھ گیا' آپ لوگ مجھے اس مشین سے دوبارہ گزاریں گے اور پھر میری بھی ایک انگلی میں ایک زہریلی انگوٹھی پہنا دیں گے۔"

"ہاں' تم نے اگرچہ مات کھائی ہے اس کے باوجود بے حد ذہین ہو۔ ہم نہیں چاہیں گے کہ تمہاری ذہانت اور ٹیلی پیتھی کسی بھی دشمن کے کام آئے۔ لہٰذا تم ابھی زیر حراست رہو گے کل صبح دس بجے تمہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔"

دوسرے فوجی افسر نے کہا "اپنا یہ موبائل فون بھی ہمیں دے دو۔ کل شام کو یہ فون تمہیں واپس کر دیا جائے گا۔"

اس نے جیسے ہی وہ فون افسر کے حوالے کیا اس سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ افسر نے اسے آن کر کے پوچھا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں پارس ہوں اور مائیک ہرارے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

افسر نے کہا "میں مائیک ہرارے بول رہا ہوں۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"مسٹر بنا سپتی ہرارے! مجھے گدھے اور گھوڑے کی پہچان ہے۔ فون گھوڑے کو دے دو۔"

افسر نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا "یو شٹ اپ! تم مجھے گدھا کہہ رہے ہو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

"بعض فوجی افسر ایسے ہی سورما ہوتے ہیں۔ فون کے ذریعے اپنے مخالف کو گولی مار دیتے ہیں۔"

مائیک ہرارے نے کہا "سر! پاگل کسی نے مجھے فون کیا ہے تو مجھے گدھا کہہ رہا ہے۔ آپ مجھے بات کرنے دیں۔"

افسر نے گرج کر کہا "ہرگز نہیں۔ تم زیر حراست ہو۔ کسی سے گفتگو نہیں کرو گے۔ میں جانتا ہوں یہ پارس کیا کہنا چاہتا ہے' اپنی کامیابی پر قہقہے لگا کر تمہیں اور ہمیں ذلیل کرنا چاہتا ہے۔"

پارس نے کہا "عجیب گدھے افسر ہو۔ میں نے خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے فون کیا ہے اور تم مجھے دشمن سمجھ رہے ہو۔"

افسر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کیسا خطرہ؟ جلدی بتاؤ' تم کس خطرے کی بات کر رہے ہو؟ کم آن ہری اپ جلدی بتاؤ ورنہ میں تمہیں گولی....."

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ اسے یاد آ گیا کہ فون کے ذریعے گولی نہیں مار سکے گا۔ پارس نے کہا "ابھی شی تارا نے تمہارے ہیڈ کوارٹر کے ایک فوجی کے دماغ پر قبضہ جمایا ہے۔ وہ ایک گن لے کر تم سب پر گولیاں برساتے اسی دفتر کی طرف چلا آ رہا ہے۔"

افسر نے فوراً ہی موبائل فون میز پر پھینکتے ہوئے گرجدار آواز میں سپاہیوں سے کہا "فوراً کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند کرو۔ ہری اپ جلدی کرو۔ شی تارا ہمارے ایک فوجی کے دماغ پر قبضہ جما کر یہاں ہمیں گولیاں مارنے آ رہی ہیں۔"

دفتر میں چار مسلح فوجی جوان تھے۔ انہوں نے دوڑ کر کھڑکیوں اور دروازوں کو بند کیا۔ سپر ماسٹر اور دو فوجی افسران کرسی سے لڑھکتے ہوئے فرش پر لیٹ گئے۔ مائیک ہرارے نے میز پر پڑے ہوئے موبائل فون کو اٹھا کر کہا "ہیلو پارس! میں تمہاری رگ رگ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ مجھے فون پر بات کرنے کی اجازت نہیں دی جا رہی تھی اسی لیے یہ دھماکا کیا ہے۔ میرے افسران کھڑکیاں اور دروازے بند کر کے فرش پر لیٹ گئے ہیں تاکہ فائرنگ ہو تو گولیاں اوپر سے گزر جائیں۔"

پارس نے پوچھا "تمہیں یقین کیوں نہیں آ رہا ہے کہ شی تارا کسی کو آلۂ کار بنا کر تم لوگوں پر گولیاں برسا سکتی ہے۔"

"شی تارا ایسا کر سکتی ہے لیکن تمہارے ساتھ ہے اور تم لوگ جب کوئی بڑا نقصان اٹھاتے ہو تب ہی انتقامی کارروائی کرتے ہو جبکہ آج تمہیں نقصان نہیں ہوا' ہمارا ایک خیال خوانی کرنے والا جیت کر ہمیں نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے بعد تم شی تارا کو گولیاں چلانے کی اجازت نہیں دو گے کیونکہ ہمیں سزا دے چکے ہو۔"

سپر ماسٹر نے کہا "یہ کیا فضول باتیں کر رہے ہو۔ فون پر دفتر کے باہر سیکیورٹی کو الرٹ کرو۔ ان سے کہو کہ اس دفتر کی طرف کسی مسلح فوجی کو نہ آنے دیں۔"

ہرارے نے سپر ماسٹر کو نظر انداز کر کے پارس سے پوچھا "مجھے کس لیے فون کیا تھا؟ کیا میری شکست کا مذاق اڑانا چاہتے تھے؟"

"فاتح بن کر مفتوح کا مذاق اڑانا سراسر غرور ہے۔ ہم مختلف قسم کے فرائض انجام دیتے ہیں ان میں سے ایک فرض یہ بھی ہے کہ تمہارے جیسے ذہین شخص کو مثبت انداز میں زندگی گزارنے مشورہ دیں۔ اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کو انسانیت کی بھلائی کے لیے استعمال کرو۔ اپنے خدا کی خوشنودی حاصل کرو۔ میں نصیحتیں کرنے والا بزرگ نہیں ہوں۔ لیکن جناب تبریزی صاحب کی ہدایات کے مطابق ہر ذہین اور باصلاحیت شخص سے ایسی دو چار باتیں کہہ دیتا ہوں۔ تم سے بھی میں نے کہہ دیا۔ میرا فرض ادا ہو گیا۔ اب میں فون بند کر رہا ہوں۔"

ہرارے نے کہا "ذرا ایک منٹ' فون بند نہ کرنا۔ ورنہ میرے افسران قیامت تک زمین پر اوندھے پڑے رہیں گے ان سے کہہ دو کہ شی تارا کسی کو آلۂ کار بنا کر گولیاں نہیں چلائے گی۔"

مائیک ہرارے نے اپنی کرسی پر سے جھک کر میز کے نیچے لیٹے ہوئے افسر کو فون دیتے ہوئے کہا "سر! یہ پارس مذاق کر رہا تھا۔ ہمیں کوئی گولیاں مارنے یہاں نہیں آ رہا ہے۔"

افسر نے فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو! ہیلو پارس! یہ..... یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

پارس نے کہا "یہ تم بار بار فون کے ذریعے گولی مارنے کی دھمکی دے رہے تھے۔ میں نے بھی ایک دھمکی دے دی۔ تمہاری دھمکی نے اثر نہیں کیا مگر میری دھمکی نے تم لوگوں کو فرش پر لٹا دیا ہے۔ اٹھو اور دردی صاف کر کے افسرانہ شان سے کرسی پر بیٹھو۔ میری شی تارا تو اس وقت سو رہی ہے۔"

وہ فرش پر سے اٹھتے ہوئے میز کے نیچے سے نکلتے ہوئے بولا "ہیو ہان سنس! تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو؟ میں تمہیں' میں تمہیں گو گو گو....."

پارس نے کہا "ہاں یہ ٹھیک ہے۔ گولی مارنے سے پہلے رک جایا کرو۔ میں نے صرف مذاق اڑایا ہے اس لیے زندہ ہو۔ کہو تو سنجیدگی اختیار کر دوں اور شی تارا کو نیند سے جگا کر تمہارے کسی فوجی کے دماغ میں بھیج دوں؟"

"نن..... نہیں۔ ہم کوئی دشمنی نہیں چاہتے۔ اب فون بند کرو۔ مائیک ہرارے سے بات کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

"پھر بھی ہم نے باتیں کر لیں۔ بہرحال یہ کہنے کے لیے فون کیا کہ آئندہ سیاچن کی طرف دوسری ٹیم بھیجنے کی حماقت نہ کرنا۔ ہم یہاں خیریت سے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی وہاں خیریت سے رہا کرو۔ اب پوچھو کہ ہم کہاں خیریت ہیں؟"

"میں پوچھنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ آئندہ ہم سے کوئی رابطہ نہ رہے تو بہتر ہے۔"

"رابطہ کیسے نہیں رہے گا۔ ابھی وائی ماں' پوجا اور پاشا واشنگٹن میں ہیں اور میں بھی یہاں شی تارا کے ساتھ واشنگٹن کے قریب ایک چھوٹے سے شہر میں پہنچ گیا ہوں۔ اب تو تم سے علیک سلیک ہوتی رہے گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم دونوں یہاں پہنچ گئے ہو؟"

"ظاہر ہے ہماری امانتیں تمہارے پاس ہیں۔ انہیں لے کر ہی واپس جائیں گے۔"

افسر نے فون بند کر دیا پھر ہرارے سے پوچھا "کیا تمہیں معلوم تھا کہ وہ دونوں یہاں پہنچ گئے ہیں؟"

"مجھے معلوم ہوتا تو میں فوراً اطلاع دیتا۔ پلیز آپ لوگ اب مجھ سے اتنے بھی بدگمان نہ ہوں۔ اگر میری وفاداری پر ذرا سا بھی شبہ ہے تو کل ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے بعد آپ میری طرف سے مطمئن ہو جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ تم اپنے بنگلے میں جاؤ۔ بنگلے کے اطراف مسلح گارڈز ہوں گے اور تم ہماری اجازت کے بغیر باہر نہیں نکلو گے۔"

مائیک ہرارے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دو مسلح جوان اس کے دائیں بائیں آ گئے۔ اسے اچھی طرح سمجھا دیا گیا کہ اب وہ حراست میں رہے گا۔ اس کے جانے کے بعد فوجی افسر نے کہا "یہ ایک نئی مصیبت ہے' شی تارا اور پارس یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "انہوں نے اپنی آمد کی پیشگی اطلاع دی تھی۔ ہم بھی توقع کر رہے تھے کہ شی تارا اپنی وائی ماں پوجا اور پاشا کے لیے ضرور آئے گی۔ آپ انہیں بہت بڑی مصیبت نہ سمجھیں' ہم نے ان کے ہی ہتھیار سے انہیں مارنے کے جو انتظامات کیے ہیں ان سے پتا چلے گا کہ ہم سپر سوا سپر ہیں۔"

اس بار پاشا ان کے ہاتھ لگا تھا۔ اگرچہ وہ حیرت انگیز جسمانی قوت کا مالک تھا۔ غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل تھا۔ مگر اس میں ایک بڑی خامی یہ تھی کہ وہ ذہانت سے کام لینا نہیں جانتا تھا جبکہ دماغ فولاد کی طرح تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے فولادی دماغ میں زلزلے پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے باوجود وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیر اثر آ جاتا تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مستقل مزاج نہیں تھا۔ عیاش ایسا تھا کہ جس عورت پر عاشق ہوتا تھا اس کے نیک مشورے کے مطابق راضی خوشی تنویمی عمل کے ذریعے معمول اور تابعدار بن جاتا تھا۔ اس بار سپر ماسٹر نے ٹرانسفارمر مشین سے اسے گزار کر اس کی یہ تمام خامیاں دور کر دی تھیں۔ اس کے اندر سے عورتوں کے فریب میں آنے والی حماقتیں مٹا دی تھیں۔ یہ بات نقش کر دی تھی کہ پسندیدہ عورت سے کھیلے پھرا سے ٹھوکریں مار کر دور کر دے۔ اسے سنجیدہ' ذہین اور حاضر دماغ بنا دیا گیا تھا۔

انہوں نے صحیح معنوں میں اسے ایک فولادی پہاڑ بنا دیا تھا۔ اس کے دماغ سے اس کی بیوی مریم کی یادیں اور اس کی پہچان مٹا دی تھی۔ آئندہ پارس بھی اس کی کسی نفسیاتی کمزوری سے کھیل کر اس پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔ بلکہ اب وہ پارس کے لیے بہت بڑا خطرہ بن گیا تھا۔ کوئی انسانی ہاتھ اس پہاڑ کو کاٹ نہیں سکتے تھے۔ اگر اسے مضر دوائیں پلائی جاتیں یا اس کے دماغ پر قبضہ

جانے کے لیے اسے بری طرح زخمی کیا جاتا تب بھی وہ زیر نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس کی ایک انگلی میں بھی انگوٹھی پہنادی گئی تھی اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردی گئی تھی کہ جب وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس نہ روک سکے تو ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر انگوٹھی کا زہر حلق میں اتار لے۔

ایک تو وہ غیر معمولی صلاحیتوں سے بھرپور تھا۔ دوسرے اسے دو آتشہ بلکہ چہار آتشہ بنادیا گیا۔ یعنی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اسے ٹیلی پیتھی کا علم دے دیا گیا اور اسے امریکی حکومت کا سچا وفادار اور جاں نثار بنادیا گیا تھا۔ اب سے پہلے پاشا جیسا ناقابلِ شکست اور حیرت انگیز انسان اس مشین سے نہیں گزرا تھا پہلی بار اس مشین نے سپرماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران کی تمام حسرتیں پوری کردی تھیں۔

اس لیے سپرماسٹر کہہ رہا تھا کہ اس بار وہ شی تارا اور پارس کو ان کے ہی ہتھیار سے مارے گا۔ پاشا کے بعد دوسرا ہتھیار یوجا کو بنایا گیا تھا۔ یوجا کے حسن میں جادو بھرا تھا۔ پھر اسے ٹیلی پیتھی کا علم دے کر اس کے دماغ میں شی تارا اور پارس کے خلاف نفرتیں بھردی گئی تھیں اور ہر پہلو سے اسے شی تارا کے لیے ایک زبردست چیلنج بنادیا گیا تھا۔

بے چاری دائی ماں بوڑھی تھی۔ اسے ٹیلی پیتھی کا علم نہیں دیا گیا لیکن اس پر تنویمی عمل کرایا گیا جس کے نتیجے میں دماغ لاک ہوگیا تھا۔ شی تارا بھی اس کے اندر نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اگر وہ دائی ماں سے زبردستی کرتی اور اس کے دماغ کو کمزور بنا کر اس کے خیالات پڑھنا چاہتی تو دائی ماں بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی خودکشی کرلیتی۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد ان تینوں کو شی تارا کے حوالے کیا جانے والا تھا۔ اب وہ تینوں دوست بن کر شی تارا اور پارس کے ساتھ نہ جاتے اور دشمنی شروع کردیتے تو سپرماسٹر یہی کہتا کہ وہ تو امانتیں لوٹا رہا ہے۔ قصور اس کا نہیں ہے قصور امانتوں کا ہے' جو لوٹنا نہیں چاہتیں۔

ہیرا پھیری کون نہیں کرتا؟ سپرماسٹر اور وہاں کی فوج کے اعلیٰ افسران بھی کررہے تھے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ہیرا پھیری کرنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ دوسری طرف سے بھی کچھ ایسا ہی ہورہا ہے۔

دوسری طرف یہ ہورہا تھا کہ شی تارا اور پارس ابھی واشنگٹن نہیں پہنچے تھے۔ پارس تو ہندوستان میں تھا۔ دشمن ان دونوں کی توقع کررہے تھے اور توقع کے خلاف سونیا ٹانی اور علی تیمور پہنچنے والے تھے۔ ان کے ساتھ شی تارا بھی تھی۔ ابھی ایک طیارے میں ان کا سفر جاری تھا اور اس طیارے کی آخری قطار کی ایک سیٹ پر داؤد منڈولا بیٹھا ہوا تھا۔

وہاں آگ بھی تھی اور پانی بھی تھا۔ شاید پانی آگ کو بجھانے والا تھا۔ شاید آگ پانی کو بھاپ بنا کر اڑانے والی تھی۔ آگ اور پانی اتنے زیادہ قریب ہوں تو کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔

وہاں کچھ ہونے والا تھا لیکن میں اپنی داستان سے غیر حاضر ہوں۔ لہٰذا جمیلہ رازی' ہیرو اور میرے بارے میں کچھ بیان ہوجائے تو پھر ہم طیارے میں واپس آئیں گے۔

○☆○

جیسا کہ میں پچھلے باب میں بیان کرچکا ہوں کہ تاجکستان خاص بڑا شہر دوشنبے ہے۔ جسے دارالسلطنت بھی کہا جاتا ہے حالانکہ وہاں نہ کسی سیاسی پارٹی کی حکومت تھی اور نہ چند پارٹیوں کی مخلوط حکومت تھی کہ اس شہر دوشنبے کو باقاعدہ دارالسلطنت کہا جاتا۔ وہاں میں جمیلہ رازی کے ساتھ پہنچا تھا تو کیمونسٹ پارٹی اس شہر پر قبضہ جما رکھا تھا۔ میں نے وہاں سے اس پارٹی کے اکھاڑ دیئے۔ ان کے لیڈر اور بیس مسلح افراد کو جمیلہ اور ہیرو اپاہج بنا کر وہاں سے رخصت کردیا۔

پھر جمیلہ اور ہیرو نے مسلمان مجاہدین کے رہنما قاضی اور تروزون اور سیاسی پارٹی پی ڈی کے رہنما نذرالدین کو بلا کر دوشنبے شہر کو ان کے حوالے کردیا۔ میں نے ان رہنماؤں سے ابھی ملاقات نہیں کی تھی۔ جمیلہ نے ان سے کہہ دیا تھا کہ میں سو رہا ہوں اور میں خیال خوانی میں مصروف تھا اور ایک امریکی ایجنٹ نوبل ہائر کی سیاسی چالوں کو سمجھ رہا تھا۔

نوبل ہائر ایک طرف کیمونسٹ پارٹی سے سودا کررہا تھا کہ اسے تاجکستان پر مشرقی سرحدوں پر فوجی اڈا بنانے دیا جائے تاکہ آئندہ جمہوریہ چین کی پیش قدمی کو روک سکے۔ پھر وہ دوسری طرف پی ڈی اپوزیشن کے لیڈر سے بھی یہی سودا کررہا تھا کہ جو سیاسی امریکا سے تعاون کرے گی اسے بھرپور مالی اور فوجی امداد دی جائے گی تاکہ وہ تاجکستان کے مسلمان مجاہدین سے مقابلہ کرسکے اور انہیں اسلامی حکومت قائم کرنے سے باز رکھ سکیں۔

پھر یہ کہ مسلمانوں کو کمزور بنائے رکھنے کا مسئلہ تھا اس لیے منشیات کے اسمگلر نوروز خان کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ مسلمانوں کے علاقوں میں جہاں سگریٹوں کے کارٹن سپلائی جاتے تھے اب ان تمام سگریٹوں میں ہیروئن کی آمیزش کی گئی تاکہ مجاہدین کی لاعلمی میں انہیں نشے کا عادی بنادیا جائے۔

اگرچہ میں نوبل ہائر کی لاعلمی میں اس کے اندر رہ کر دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کررہا تھا لیکن اس حقیقت سے باخبر تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے اور سپرماسٹر فی نوبل ہائر کے اندر میری خیال خوانی کا پتا چل گیا ہے اور وہ جاسوسی کارروائی کے طور پر مجھے خوش فہمی میں مبتلا رکھ رہے ہیں۔ دوسری طرف سے مجھے وہاں کے معاملات میں ناکام بنانے کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری ڈی کو استعمال کررہے ہیں۔

اب ان کی پالیسی یہ تھی کہ وہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کریں اور انہیں ایک دوسرے سے لڑائیں۔ تاجکستان میں سنی شیعہ

وہابی مسلمانوں کے علاوہ اسماعیلی فرقے والے خاصی تعداد میں تھے۔ یہ لوگ صرف تجارت کرتے تھے' سیاست اور جنگ سے دور رہتے تھے۔ تھری ڈی وہاں کی زبانیں نہیں جانتے تھے لہٰذا رمز مشین کے ذریعے وہاں کے چند مقامی باشندوں کے دماغوں سے وہ زبانیں تھری ڈی کے دماغوں میں منتقل کی گئیں۔ اس طرح تھری ڈی میں سے ڈی کرین سنّی مسلمانوں کے علما کے دماغوں میں جگہ بنانے لگا' ڈی ہاروے شیعہ علما کے اندر پہنچنے لگا اور ڈی مورا وہابی علما کو ٹریپ کرنے لگا۔

علمائے کرام میں ایمان کی ایسی پختگی ہوتی ہے کہ شیطان بھی انہیں اپنے مسلک سے نہیں ہٹا سکتا اور نہ ہی ایک خدا اور آخری رسولؐ کے ماننے والوں کے خلاف نفرت پیدا کر سکتا ہے لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطان دماغوں پر قبضہ جمائیں اور تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنالیں تو پھر وہ بے چارے علما اپنے اختیار میں نہیں رہ سکتے۔

تاجکستان کے علما کے ساتھ یہی کچھ ہونے لگا۔ وہ تھری ڈی مختلف فرقوں کے علما کو اتنی رازداری سے اپنا معمول و محکوم بناتے جارہے تھے کہ مجھے اس سازش کی خبر نہ ہو سکی۔

میں' جمیلہ اور ہیرو وہاں کے تمام مجاہدین کو منشیات کے زہر سے بچانے میں مصروف تھے۔ ہم نے دو ہی دنوں میں یہ دیکھا کہ ہم مسلمان تاجک قوم کو ایک زہر سے بچا رہے ہیں لیکن فرقہ واریت کا زہر ان کے اندر پھیلنے لگا ہے۔ ہر فرقے کا عالم دوسرے فرقے کے خلاف بولنے لگا تھا۔ وہاں مختلف علاقوں میں مسلمان مجاہدین جو پہلے متحد تھے' اب ایک دوسرے کو سنّی' شیعہ اور وہابی کی نظروں سے دیکھنے لگے تھے اور ایک دوسرے سے ٹوٹ کر اپنا الگ الگ گروہ بنا رہے تھے۔

میں نے مجاہدین کے ایک راہنما قاضی اکبر صاحب سے پوچھا۔ "جناب! یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ کی جماعت نے اور پی ڈی کے نذر الدین صاحب نے دو شنبے میں ایک متحدہ فوج بنائی تھی اور متحد ہو کر شہر کو نئے سرے سے آباد کر رہے تھے پھر یہ اچانک آپس میں نااتفاقی کیوں پیدا ہو رہی ہے؟"

قاضی صاحب نے کہا "میں خود حیران ہوں اور اپنے علما کو سمجھا رہا ہوں کہ وہ فرقہ واریت کو ہوا دینے والی تقاریر نہ کریں۔ وہ مجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے لیکن جمعہ کی نماز میں اور دیگر مذہبی تقریبات میں وہ پھر اشتعال انگیز تقاریر کرنے لگتے ہیں۔"

پی ڈی تنظیم کے راہنما نذر الدین صاحب نے بھی اپنے فرقے کے علما کی ایسی ہی شکایات کیں۔ میں نے ان حضرات کے ایک ایک عالم سے ملاقات کی۔ ان سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنے فرقے اور عقیدوں کے متعلق جو باتیں جائز سمجھتے ہیں وہی اپنے لوگوں کو سمجھاتے ہیں۔ ان میں سے ایک عالم صاحب نہایت دبلے پتلے تھے۔ دوسرے ذرا صحت مند تھے مگر بیمار تھے۔ میں باری باری دونوں کے دماغوں میں جھانکنا چاہا تو انہوں نے اختیار سائس روک لی۔ میں ان کے اندر پہنچ نہ سکا۔

تب میرا ماتھا ٹھنکا۔ وہ دونوں علما یوگا کے ماہر نہیں تھے۔ کا نازک جسم دوسرے کی بیماری کسی خیال خوانی کرنے والے اپنے اندر آنے سے روک نہیں سکتی تھیں۔ مگر انہوں نے سوچ کی لہروں کو روک دیا تھا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ تنویمی کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا گیا ہے۔

چونکہ ہم نے دو شنبے میں کیو نسٹوں کو پسپا کر کے مسلمانوں بول بالا کیا تھا اس لیے تمام مجاہدین اور عام مسلمان ہماری عزت کرتے تھے۔ ہم کسی بھی فرقے میں چلے جائیں تو کوئی ہم سے ذات برادری نہیں پوچھتا تھا۔ اس رات ایک مذہبی تقریب مجھے مہمانِ خصوصی بنایا گیا تھا۔ میں نے حاضرین کو مخاطب کر کہا۔

"میں تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ افغانستان ٹوٹ پھوٹ سے سبق حاصل کریں۔ آج افغانستان میں مسلما کے الگ الگ گروہ بن چکے ہیں اور ہر گروہ بڑے بڑے غیر ممالک سے ہتھیار اور مالی امداد حاصل کرتا ہے اور وہ غیر ممالک انہیں آپس میں لڑاتے رہتے ہیں۔ میں تمام علمائے سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں میں نفاق پیدا کرنے نہیں' اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے کی باتیں کریں۔ صرف تین پہلے مسلمانوں کی مختلف سیاسی پارٹیوں میں جو اتحاد کیو نسٹوں خلاف اور پی ڈی اپوزیشن کے خلاف تھا اسی اتحاد کو پھر بحا کریں۔"

ایک عالم صاحب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "جناب صاحب بڑی ایمان افروز باتیں کر رہے ہیں۔ بے شک مسلمانو متحد رہنا چاہیے لیکن دوسرے فرقے کے علما ہمارے خلا اشتعال انگیز تقریریں کر کے ہمیں اینٹ کا جواب پتھر سے دینے مجبور کرتے ہیں۔"

میں نے کہا "یہی بات دوسرے فرقے کے علما بھی کہتے ہیں آپ حضرات ان کے عقیدوں کو ٹھیس پہنچانے والی تقاریر کر رہتے ہیں اس طرح ایک دوسرے کو الزامات دیتے رہنے سے کبھی قائم نہیں ہو گا۔ میں اُس فرقے میں بھی جاتا ہوں اور فرقے میں بھی آیا ہوں مگر کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ میں سنّی شیعہ ہوں' وہابی ہوں' دیوبندی ہوں یا بریلوی ہوں۔ سب عزت دیتے ہیں۔ یوں سمجھا جائے تو تمام فرقے میری ذات آکر متحد ہو جاتے ہیں کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی سے تمام فرقے کے مجاہدین کے لیے نجات دہندہ بن کر آیا ہوں۔"

عالم صاحب نے کہا "بے شک آپ نے دو شنبے کے مسلمانو کو کیو نسٹوں سے نجات دلائی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنے مسلک سے ہٹ جائیں اور اپنے عقیدوں سے منحرف ہو جائیں۔ بولو میرے مومنو! کیا ہم اپنا مسلک چھوڑ سکتے ہیں؟"

تمام حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا "نہیں' ہرگز نہیں۔ ہم جان دے سکتے ہیں' ایمان نہیں دے سکتے۔"

ایک شخص نے کہا "مسٹر تیمور! آپ نے سیاسی طور پر ہمیں فتح تک کامیابی دلائی ہے' آپ صرف سیاست کی بات کریں۔ ہم مذہبی معاملات میں صرف اپنے علما کی ہدایات پر عمل کریں گے۔"

عالم صاحب نے کہا "جناب تیمور صاحب! آپ مذہبی معاملات میں دخل دیں گے تو لوگ جتنی عزت کر رہے ہیں اتنی ہی بے عزتی کر کے آپ کو اس ملک سے بھگا دیں گے۔"

میں نے کہا "عالم صاحب! یہ آپ نہیں بول رہے ہیں۔ آپ کے اندر سے کوئی اور بول رہا ہے۔ بہرحال مجھے بے عزت کر کے بھگایا جائے' اس سے پہلے ہی میں اس محفل سے جا رہا ہوں اور آخری بار سمجھا رہا ہوں کہ ابھی صرف دو شنبے میں مسلمانوں کے قدم جمے ہوئے ہیں۔ مسلمان اس سے آگے بڑھیں گے تو بری طرح ناکام اور پسپا ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ اب میرے تاجک مسلمان بھائیوں کو آپس میں لڑنے سے فرصت نہیں ملے گی۔"

یہ کہہ کر میں اسٹیج سے اتر گیا پھر اس جلسے سے باہر آگیا۔ کسی نے مجھے جانے سے نہیں روکا کیونکہ ان کا ایک عالم کہہ رہا تھا کہ میں صرف ایک سیاستدان ہوں۔ مجھے مذہبی جلسے سے چلے ہی جانا چاہیے۔

جلسہ گاہ سے ذرا دور ایک دین میں جمیلہ اور ہیرو اگلی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ہیرو گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ جمیلہ نے کہا "پاپا! آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ اس عالم کے اندر کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے آپ نے اس کے خلاف کچھ نہیں کیا اور شکست کھانے کے انداز میں چلے آئے۔"

ہیرو نے کہا "جمیلہ! میری عقل کہتی ہے کہ پاپا دشمن خیال خوانی کرنے والے کو شکست کے پہلے مرحلے پر پہنچا کر آرہے ہیں؟"

جمیلہ نے پوچھا "تم یہ بات کس عقل سے کہہ رہے ہو؟"

"اسی عقل سے جو خدا نے مجھے دی ہے۔ پاپا آج صبح دوسرے فرقے کے عالم کے پاس بھی گئے تھے اور ان عالم صاحب کی فرقہ واریت سے مایوس ہو کر شکست خوردہ انداز میں چلے آئے تھے۔ اس طرح پاپا دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو خوش فہمی میں مبتلا کر رہے ہیں۔ انہیں یقین دلا رہے ہیں کہ جس طرح دوسرے اسلامی ممالک میں اور خصوصاً پاکستان میں مسلمانوں کو آپس میں لڑایا جا رہا ہے اسی طرح وہ تاجکستان میں بھی فرقہ وارانہ فسادات کرانے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔"

ہیرو نے کہا "ہیرو! تمہاری باتیں بڑی حد تک درست ہیں لیکن اس سلسلے میں پاکستان کی مثال نہ دو۔ کیونکہ وہاں مختلف فرقوں کے علمائے کرام کے دماغوں میں دشمن خیال خوانی کرنے والے نہیں ہیں۔ وہاں سیاسی چالبازیوں کے ذریعے عوام کے مذہبی جذبات سے کھیلا جا رہا ہے اور سیاسی چالبازی یہ ہے کہ کرائے کے دہشت گرد خون کی ہولی کھیلتے ہیں اور یہ پتا نہیں چلنے دیتے کہ کس فرقے کے بندوں نے کس فرقے کے بے گناہوں کا خون بہایا ہے اور خون بہانے کی معقول وجوہات کبھی کسی کی سمجھ میں نہیں آتیں۔"

جمیلہ نے کہا "پاپا! کیا ہم پاکستان کے لیے کچھ نہیں کر سکتے؟"

"فی الحال تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ ملک خدا داد ہے' اسے خدا ہی بچائے گا۔ ویسے پارس نے اپنے طور پر کوشش کی ہے اور دشمن کی ایک بہت بڑی چال کو ناکام بنایا ہے۔"

ہم دو شنبے کی سمت جا رہے تھے۔ جمیلہ اور ہیرو اپنی باتوں میں مصروف ہو گئے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ثانی کو مخاطب کیا پھر پوچھا "کیا کر رہی ہو؟"

"علی اور شی تارا کے ساتھ ایک طیارے میں سفر کر رہی ہوں۔ ہماری منزل واشنگٹن ہے۔ میں آپ سے رابطہ کرنے کے متعلق سوچ رہی تھی۔ آج میں نے پارس کی چالبازی سے سپر ماسٹر کے ایک خیال خوانی کرنے والے ڈی کروسو کو قابو میں کیا ہے۔"

"شاباش بیٹی! تم لوگوں کی اس کامیابی سے مجھے بھی فائدہ پہنچے گا۔ تم نے ڈی کروسو پر قابو پانے کے بعد اس کے چور خیالات پڑھے ہوں گے۔ مجھے سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والوں کے متعلق بتاؤ۔"

"اس کے خیال خوانی کرنے والے مائیک ہرارے' ڈی کرین' ڈی ہاروے اور ڈی مورا ہیں۔ یہ تینوں تھری ڈی کہلاتے ہیں۔ ڈی کروسو کے چور خیالات نے بتایا ہے کہ وہ تینوں آپ کے خلاف تاجکستان میں بڑی رازداری سے آپ کی چالوں کا توڑ کر رہے ہیں اور وہاں فرقہ وارانہ فسادات برپا کرنے والے ہیں۔"

"میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا اور یہی سوچ رہا تھا کہ یہاں ایک سے زیادہ خیال خوانی کرنے والے چھپے ہوئے ہیں۔ اب ہمیں معلوم کرنا ہو گا کہ یہ تھری ڈی تاجکستان میں ہیں یا اپنے ہی ملک میں بیٹھے خیال خوانی کے ذریعے یہاں گڑبڑ کر رہے ہیں۔"

"وہ تینوں آرمی ہیڈ کوارٹر میں ہیں۔ مائیک ہرارے بھی وہیں رہتا ہے۔ ابھی شی تارا کو ایک موقع ملنے والا ہے۔ وہ شاید مائیک ہرارے سے دوستی کر لے کیونکہ وہاں کے فوجی افسران نے اسے حراست میں رکھا ہے اور ہم اسے وہاں سے رہائی دلانے کی شرط پر اس سے کچھ اہم معلومات حاصل کر سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے بیٹے! معلومات حاصل کرتے ہی مجھ سے رابطہ کرو۔ میں انتظار کروں گا۔"

ثانی دماغی طور پر علی اور شی تارا سے بھی حاضر تھی۔ اس کے آگے والی

سیٹ پر شی تارا آنکھیں بند کیے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے ثانی سے کہا تھا کہ وہ مائیک ہرارے کے ساتھ خیال خوانی کا رابطہ کرنے کی کوشش کرے گی۔ اگر وہ اسے اپنے دماغ میں آنے دے گا تو پھر اس سے باتیں کرتی رہے گی۔

شی تارا جس انداز میں آنکھیں بند کیے بیٹھی ہوئی تھی اس سے ظاہر تھا کہ وہ مائیک ہرارے کے پاس پہنچی ہوئی ہے۔ وہ ہرارے کے اندر پہنچ کر کہہ رہی تھی "سانس روکو گے تو چلی جاؤں گی ورنہ اس پہلو سے سوچو کہ تم مجھ سے دشمنی کرتے رہے' میں نے اب تک نہ دشمنی کی ابتدا کی ہے اور نہ کرنے کا ارادہ ہے۔"

مائیک ہرارے اس وقت سے پریشان تھا جب فوجی افسر نے کہا تھا کہ وہ زیر حراست ہے اور اسے ایک بار پھر مشین سے گزارا جائے گا جس کے نتیجے میں وہ اپنے ملک اور قوم کے لیے جاں نثار بن جائے گا۔ اگر کبھی پرائی سوچ کی لہروں کو روکنے میں ناکام رہے گا تو اپنی انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی کا زہر حلق سے اتار کر اپنی جان دے دے گا لیکن کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کو نہ اپنے اندر آنے دے گا اور نہ ہی اس کا معمول اور تابعدار بنے گا۔

ایسا جذبہ ملک و قوم کے لیے قابلِ تحسین تھا لیکن ہرارے صرف ایک بار ملنے والی زندگی کو فنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ محبِ وطن تھا۔ اپنے ملک اور قوم کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا تھا اور ایسا زندہ رہ کر ہی کر سکتا تھا۔ اس لیے زندہ ہی رہنا چاہتا تھا۔ اسے حرام موت منظور نہیں تھی وہ دوبارہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنا نہیں چاہتا تھا۔

وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ وہ آرمی ہیڈ کوارٹر سے فرار نہیں ہو سکتا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دو چار فوجی جوانوں کو دھوکا دے سکتا تھا مگر تمام فوجیوں سے جان نہیں چھڑا سکتا تھا۔ اپنے ہیڈ کوارٹر والے بنگلے سے بھی باہر قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ بنگلے کے اطراف ایسے فوجیوں کا پہرا تھا جو یوگا کے ماہر تھے۔ وہ ان کے اندر جا کر انہیں اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

ایسے وقت شی تارا نے سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کیا تھا اور کہا تھا "تم سے موبائل فون چھین لیا گیا ہے۔ تمہارا رابطہ صرف مجھ سے نہیں ساری دنیا سے ٹوٹ چکا ہے۔ لیکن مجھے دماغ میں رہنے دو گے تو میں تمہارے کسی کام آسکوں گی۔"

اس نے کہا "ہاں میں مانتا ہوں دشمنی میں نے کی تھی۔ تم نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ تمہاری آمد سے یقین ہو رہا ہے کہ تمہارا پارس جیسا چالباز ہی مجھے اس مصیبت سے نکال سکتا ہے۔"

"مجھے بتاؤ کہ مصیبت کیا ہے؟"

"میں ابھی کشمکش میں ہوں کہ مجھے تمہاری اور پارس کی مدد حاصل کرنا چاہیے یا نہیں؟ مجھے تمہارے ساتھی سے ڈر لگتا ہے۔ وہ بہت مکار ہے۔ مجھے دلدل سے نکال کر کانٹوں میں الجھا دے گا۔"

"مسٹر ہرارے! ساری بات اعتماد کی ہوتی ہے۔ پارس ہر انہیں الجھاتا ہے جو دشمنی کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں نے سپر اسٹرکے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کیا انہیں آزاد کر دیا۔ بارہ مورگن' جیری اور تھرمال وغیرہ جیسی کتنی ہی مثالیں موجود ہیں ابھی کشمکش میں ہو۔ اچھی طرح غور کر لو۔ پاپا نے کبھی کسی کو غلام نہیں بنایا' تمہیں بھی نہیں بنایا جائے گا۔ میں اپنے بیڈ روم آرام سے لیٹے جا رہی ہوں۔ تب تک تم اپنا بھلا برا سوچ لو۔"

شی تارا نے دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو کر آنکھیں کھولیں پھر پلٹ کر پیچھے بیٹھی ہوئی ثانی کو دیکھا۔ ثانی نے اس طرف جھک کر پوچھا "کیا بات بن رہی ہے؟"

"ہاں بن سکتی ہے۔ وہ کشمکش میں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اپنے اندر مستقل نہ رہنے دے میں پھر اس کے پاس جا رہی ہوں تم ٹھیک ایک منٹ کے بعد مائیک ہرارے کے اندر آؤ گی تو وہ موجودگی کے باعث تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر گا۔"

"ٹھیک ہے' میں سمجھ گئی۔ تم اس سے باتیں کرتی رہو گی میں خاموشی سے اس کے چور خیالات پڑھتی رہوں گی۔"

شی تارا مسکرا کر ایئر سیٹ پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر ایک منٹ کے بعد خیال خوانی کی پرواز کی۔ ہرارے کے پاس پہنچ کر

"مجھے آنے کی اجازت ہے؟"

"ہاں۔ میری ایک الجھن یہ بھی ہے کہ میرے پاس سوچ سمجھنے کا زیادہ وقت نہیں ہے۔ کل صبح مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔"

"کیا تم سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس لی جا رہی ہیں؟"

"نہیں۔ میں نے سپر اسٹرا اور فوج کے اعلیٰ افسران سے جھوٹی باتیں کہہ دی تھیں۔ وہ جھوٹ پکڑا گیا' مجھ پر سے ان کا اعتماد اٹھ گیا ہے۔ وہ مشین کے ذریعے مجھے پکا وفادار اور جاں نثار بنا دیں گے۔ اب وہ ایسا طریقۂ کار اختیار کر رہے ہیں کہ آئندہ فرہاد کی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہمارے دماغوں کو کمزور بنا کر دوسرے والے جیسے ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کریں گے فوراً ہی حلق میں زہر اتار لیں گے۔"

"یعنی ان سب کے ذہنوں میں نقش کر دیا جائے گا اور زہر کے پاس ہمیشہ موجود رہے گا۔ کیا ان کے دماغوں میں آنے والے چور خیالات کے ذریعے معلوم نہیں ہو گا کہ زہر کہاں چھپا کر رکھا ہے؟"

"کسی بھی خیال خوانی کرنے والے دشمن کو چور خیالات پڑھنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔ ہم میں سے کوئی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی وہ زہر کھا لے گا۔ ہمارے اندر آنے والا دشمن ہمیں روک نہیں پائے گا۔ اس طرح آئندہ ہماری ٹرانسفارمر مشین سے پیدا ہو کر خیال خوانی کرنے والے فرہاد کے یا یہودیوں کے غلام نہیں بن پائیں گے۔"

"میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ پاپا اور ان کے تمام خیال خوانی کرنے والوں نے کبھی کسی دشمن کو غلام نہیں بنایا ہے۔ بائی دی وے' تمہیں تو پتا ہو گا کہ وہ زہر کہاں چھپا کر رکھا جاتا ہے؟"

"ہاں ہاں۔ مگر میں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ تم یہ بتاؤ کیا پارس مجھے اس مشین سے گزرنے سے بچا سکتا ہے؟"

"صرف میں بچا سکتی ہوں۔ وہ اس طرح کہ جب تم مشین کے عمل سے گزرتے رہو گے تو میں تمہارے اندر رہوں گی اور مشین کے ذریعے تمہارے ذہن میں جاں نثاری کا جذبہ نقش کیا جائے گا اسے نقش نہیں ہونے دوں گی۔ سپر اسٹرو وغیرہ یہی سمجھیں گے کہ تم پہلے سے زیادہ قابلِ اعتماد' وفادار اور زہر کھانے والے جاں نثار بن چکے ہو۔"

"یہ تدبیر اچھی ہے۔ تم میرے اندر رہ کر مشین کی کارکردگی کو ناکام بنا سکتی ہو۔ لیکن میں ایک بار اس مشین سے گزر کر یہ دیکھ چکا ہوں کہ آپریٹ کرنے کے دوران میرا دماغ بہت کمزور ہو گیا تھا۔ نیم بے ہوشی کی سی حالت ہو گئی تھی۔ ایسے وقت تم میرے اندر رہو گی تو مجھ پر عمل کر کے مجھے اپنا معمول بنا لو گی۔"

شی تارا نے کہا "مشین کے آپریشن کے دوران مداخلت ہوتی رہے گی۔ اور مداخلت ہوتی رہے تو کوئی بھی تنویمی عمل نہیں کر سکتا۔"

"اتنا میں بھی جانتا ہوں۔ لیکن مشین آپریشن کے بعد بھی ایک آدھ گھنٹے تک دماغی توانائی رفتہ رفتہ ہی بحال ہوتی ہے ایسے وقت تم مجھے اپنا معمول بنا لو گی۔"

"بے اعتباری کا کوئی علاج نہیں ہے۔ میں شاید تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکوں گی۔ کیا اب مجھے جانا چاہیے؟"

"ذرا ٹھہرو۔ میں یہ مانتا ہوں کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے غلام نہیں بنائیں گے لیکن تم ابھی باقاعدہ فرہاد کی فیملی ممبر نہیں ہو۔ کئی بار ان کے خلاف اقدامات کرتی رہی ہو حتیٰ کہ مجھے دل و جان سے چاہتی ہو اس پارس کو بھی اپنا تابعدار بنانے کی کوشش کرتی رہی ہو۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"میں اپنی پچھلی غلطیوں سے انکار نہیں کروں گی۔ تمہاری یہ بات درست ہے کہ میں جو راستہ بدل کر راستی اور پارس کی محبت کی طرف سچائی سے آرہی ہوں تو اتنی جلدی مجھ پر کوئی بھروسا نہیں کرے گا۔"

"تو پھر بتاؤ۔ میں تم پر کیسے بھروسا کروں؟"

"نہ کرو۔ مگر وہ جو سچا ہے اعلیٰ ظرف ہے اور ہاتھ آئے ہوئے غلاموں کو آزاد کرتا رہا ہے اور جسے ہم پاپا اور تم فرہاد علی تیمور کہتے ہو' اس پر تو بھروسا کر سکتے ہو؟"

اس نے ایک گہری سانس لی' تائید میں سر ہلایا پھر کہا "میرے چاروں طرف دلدل ہے۔ بچاؤ کے لیے کسی پر تو بھروسا کرنا ہو گا۔ یہ تم نے اچھا مشورہ دیا ہے۔ میں مسٹر فرہاد پر بھروسا کروں گا مجھے بھروسا کرنا ہی پڑے گا۔"

"مسٹر ہرارے! خود کو مجبور اور بے یار و مددگار سمجھ کر پاپا پر بھروسا نہ کرو۔ ابھی واشنگٹن میں رات کا ایک بجا ہے۔ صبح دس بجے تمہیں مشین کے پاس لے جایا جائے گا۔ اس حساب سے تمہارے پاس نو گھنٹے سوچنے سمجھنے کے لیے ہیں۔ تم بھی ایک زبردست شاطر ہو۔ اگر کسی کی مدد کے بغیر راہِ فرار اختیار کر سکو تو تمہارے دل و دماغ پر کوئی بوجھ نہیں رہے گا۔ آرام سے سوچتے رہو یا سوتے رہو۔ میں صبح چھ بجے آؤں گی۔ پھر اپنا اٹل فیصلہ سناؤ۔"

"تم آرام سے سونے کی بات کرتی ہو۔ مجھے تو نہ لیٹنے سے قرار آرہا ہے اور نہ بیٹھنے سے۔ زندگی میں پہلی بار میرا شاطرانہ ذہن کام نہیں کر رہا ہے۔ میں اپنے ملک اور قوم کے لیے کام کرنا چاہتا ہوں مگر زہر کھا کر مرنا نہیں چاہتا۔"

"نہ تم مرو گے نہ کسی کے غلام بنو گے اس سے زیادہ میں کچھ کہنا نہیں چاہتی۔ کیا میں جاؤں؟"

"نہیں۔ پلیز رک جاؤ۔ میں نے پہلے کبھی خود کو اتنا تنہا اور لاچار نہیں پایا۔ میں کسی ایک آخری فیصلے پر پہنچنے کے بعد ہی اپنے دماغ کو ہدایات دے کر آرام سے سو سکوں گا۔"

"کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے کسی آخری فیصلے پر پہنچنے تک تمہارے پاس بیٹھی رہوں۔ پارس ایک کام سے باہر گیا ہے ابھی آجائے تو پھر میں خیال خوانی نہیں کر سکوں گی۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ پھر ایک صوفہ پر گر کر بولا "اچھی بات ہے۔ میں فرہاد صاحب سے پہلے کچھ باتیں کروں گا۔ کیا وہ ابھی آسکیں گے؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔ تم انتظار کرو۔"

وہ طیارے میں دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ ثانی نے اس کی طرف جھک کر آہستگی سے کہا "شاباش! تم نے اسے پاپا پر بھروسا کرنے کا مشورہ دے کر بہت ہی دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔ میں ابھی پاپا سے مل کر آتی ہوں۔"

ثانی اپنی سیٹ پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے علی نے پوچھا "یہ تم دونوں نے کیا کھسر پسر لگا رکھی ہے۔ کچھ مجھے بھی تو معلوم ہو۔ یہ سفر بڑا طویل ہے' بور ہو رہا ہوں۔"

"میں ابھی پاپا کے پاس جا رہی ہوں۔ مائیک ہرارے کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں ابھی آکر تمام باتیں تفصیل سے بتاؤں گی۔"

ثانی میرے پاس آگئی۔ اس نے شی تارا اور مائیک ہرارے کے درمیان ہونے والی تمام باتیں مجھے سنائیں پھر کہا "میں اس دوران ہرارے کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس نے آج سپرسائٹر اور فوجی افسران سے سنا تھا کہ تھری ڈی کی انگلیوں میں مخصوص انگوٹھیاں ہیں۔ اس انگوٹھی میں زہر رہتا ہے۔ اگر آپ ان تینوں میں سے کسی کے دماغ کو کسی طرح کمزور بنا کر ان کے اندر جائیں گے تو وہ سانس روکنے کی ناکامی محسوس کرتے ہی زہر کھالے گا۔ آپ کو یا کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو ان کے چور خیالات پڑھنے کا اور ان کے جان دینے کا ارادے معلوم کرنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔"

"انہوں نے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو دوسروں کی تابعداری سے باز رکھنے کا ایک اچھا طریقہ اختیار کیا ہے۔ لیکن اس طریقے میں پختگی نہیں ہے۔ جسے انگوٹھی کا راز معلوم ہوگا وہ پہلے مختلف ہتھکنڈوں سے ان کی انگوٹھیاں اتارنے کی کوشش کرے گا۔"

"پاپا! میں نے ہرارے کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے کہ تھری ڈی وہاں آرمی ہیڈ کوارٹر میں نہیں ہیں۔"

میں نے کہا "پھر تو ضرور یہاں ہوں گے۔ اب سپرسائٹر وغیرہ کو اندیشہ نہیں ہے کہ وہ گرفت میں آئیں گے تو ہمارے غلام بن جائیں گے۔ یہ پورا یقین ہے کہ وہ فوراً زہر کھالیں گے۔"

"کیا آپ ابھی مائیک ہرارے سے گفتگو کریں گے؟"

"ہاں تم چلو۔ میں ابھی تمہارے پاس آتا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ ہم دو منٹ بعد پہنچ گئے تھے وہاں ایک کانچ میں ہماری رہائش گاہ تھی۔ میں نے ہیرو سے کہا "اب میں دس بارہ گھنٹے دوسرے معاملے میں مصروف رہوں گا۔ تم اور جمیلہ چند ہدایات سن لو۔ ایک تو یہ کہ ہم اس کانچ میں اب نہیں رہیں گے۔"

ہیرو نے کہا "میں آپ سے یہی پوچھنے والا تھا کہ جو دشمن علمائے کرام کے دماغوں میں جگہ بنائے ہوئے ہیں، وہ ان کے ذریعے ہماری رہائش گاہ معلوم نہیں کرسکیں گے؟"

"بے شک اسی لیے کہہ رہا ہوں۔ تم دونوں یہاں سے جاؤ اور چار چھ گھنٹوں سے زیادہ کسی ایک جگہ قیام نہ کرو۔ ایک مشکل یہ ہے کہ جمیلہ تو میک اپ کے ذریعے پہچانی نہیں جاسکے گی لیکن تم دُم کے ذریعے پہچانے جاتے رہو گے۔ لہٰذا ایسی تدابیر پر عمل کرو کہ جمیلہ تم سے دور رہ کر بھی تمہاری نظروں میں رہے۔"

جمیلہ نے کہا "پاپا! آپ یہ فکر نہ کریں۔ ہم مختلف تدابیر پر عمل کرتے رہیں گے۔"

"ایک اہم بات یہ ہے کہ یہاں تین دشمن خیال خوانی کرنے والے ہوں گے۔ اگر وہ یہاں کسی شہر یا قصبے میں ہیں تو ان کی ایک ایک انگلی میں مخصوص انگوٹھی ہوگی۔ اس انگوٹھی میں زہر رہتا ہے انہیں انگوٹھی کے ذریعے پہچاننا ہوگا۔"

"بعض مرد بھی انگوٹھیاں پہنتے ہیں۔ ویسے ہم غیر معمولی سماعت و بصارت سے انہیں شاید پہچان سکیں گے۔"

"تم دونوں کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ ان کی انگلیوں سے انگوٹھیاں اتار لو تاکہ وہ خودکشی نہ کرسکیں۔"

"ہم ایسا ہی کریں گے پاپا!"

"تو پھر یہاں سے اپنا ضروری سامان لے کر جاؤ۔ میں وقتاً فوقتاً رابطہ کرتا رہوں گا۔"

وہ دونوں اپنا مختصر سا سامان سمیٹ کر چلے گئے۔ میں ثانی کے پاس آیا وہ شی تارا کی طرف جھک کر بولی "پاپا میرے پاس ہیں۔ اب تمہارے پاس آرہے ہیں۔ تم انہیں مائیک ہرارے کے اور پہنچاؤ۔"

چند لمحوں کے بعد میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا "میری بیٹی! میں آگیا ہوں۔"

اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ کچھ گھبرائی ہوئی سی تھی۔ اس نے گلے میں جو اسکارف باندھا ہوا تھا اسے کھول کر دونوں آنکھوں پر رکھ لیا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی مسافر اس کی آنکھوں کو دیکھے۔ کیونکہ وہ رو رہی تھی۔ اس شرمندگی سے رو رہی تھی کہ اس نے صرف پارس کو ہی نہیں، مجھے بھی ایک آدھ بار فریب دیا تھا اور نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھیں۔

میں نے کہا "تارا! یہ کیا نادانی ہے؟ کیا تم میری بیٹی نہیں ہو؟ کیا بیٹوں سے اور بیٹیوں سے غلطیاں نہیں ہوتی ہیں۔ کیا ماں باپ انہیں معاف نہیں کرتے ہیں؟ میرے خدا نے اور میں نے تمہیں معاف کیا ہے۔ چلو فوراً آنسو پونچھو۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی "پاپا! آپ بہت عظیم انسان ہیں۔ میں آپ کے قدموں میں ایک ذرّہ ہوں۔ آپ مجھے دل سے بیٹی کہہ رہے ہیں تو مجھے سنبھالیں۔ اس طرح سنبھالیں کہ آئندہ میں آپ کے اور پارس کے خلاف کوئی حماقت نہ کروں۔ اگر میں گمراہ ہونے لگوں تو آپ فوراً مجھے گمراہی سے بچالیں۔ باپ کا تو یہی فرض ہوتا ہے پاپا! آپ میرے لیے یہ فرض ادا کریں گے تو میں اپنے آنسو پونچھوں گی۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ پوری ذمہ داری سے باپ کا فرض ادا کروں گا۔ چلو آنسو پونچھو۔ شاباش۔"

اس نے اسکارف سے آنسو پونچھے۔ پھر اپنا ایک پرس کھولنے لگی۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے مسافر نے پوچھا "مس کیا تم رو رہی ہو؟ کوئی پرابلم ہے؟ کیا میں تمہارے کام آسکتا ہوں؟"

شی تارا نے پرس سے ایک ننھی سی شیشی نکال کر کہا "اکثر میری آنکھوں میں تکلیف رہتی ہے اور پانی بہتا ہے ایسے وقت میں یہ دوا استعمال کرتی ہوں۔"

وہ اپنی ٹھوڑی اونچی کرکے دونوں آنکھوں میں شیشی کی دوا کے چند قطرے ٹپکانے لگی۔ وہ کوئی خاص دوا نہیں تھی۔ آنکھوں سے گرد وغیرہ صاف کرنے کے لیے اکثر لوگ ایسی دوا اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اس نے قطرے ٹپکانے کے بعد ننھی سی شیشی کو پرس میں رکھا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ اس کے ساتھی مسافر نے سمجھا وہ اپنی آنکھوں کو آرام پہنچا رہی ہے جبکہ وہ آنکھیں بند کرتے ہی مائیک ہرارے کے پاس پہنچ گئی پھر بولی "میں ہوں شی تارا!"

"آہا شی تارا! تم بہت دیر تک غیر حاضر رہیں۔ یہ سوچ سوچ کر میرے اندر دھواں سا بھرتا جارہا ہے کہ انہوں نے مجھے مشین کے ذریعے جان پر کھیل جانے والا وفادار بنالیا تو کیا ہوگا؟ تم پارس کے ساتھ واشنگٹن یا کسی دوسرے شہر میں پہنچ گئی ہو۔ اگر پارس مجھے اپنی سحارانہ صلاحیتوں سے گھیرے گا تو میں اس کے ہاتھ آنے سے پہلے ہی زہر کھاکر مرجاؤں گا اور میں حرام موت نہیں مرنا چاہتا۔ یہ اچھی طرح سمجھ میں آگیا ہے کہ مجھے تم سے اور پارس سے دوستی کرنی ہوگی۔"

"تم نے طبعی عمر تک جینے کے لیے دانشمندانہ فیصلہ کیا ہے۔ اب میرے پاپا تم سے مخاطب ہورہے ہیں۔"

میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو مائیک ہرارے! اب سے پہلے میں تمہیں مسلسل تین برس تک شطرنج کا عالمی چیمپئن رہنے کی مبارکباد دیتا ہوں۔ اور تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم نے ہمیشہ چیمپئن رہنے کی اصل بازی آج سے شروع کی ہے۔"

وہ میری سوچ کی لہروں کو سن کر گم صم سا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے سب سے پرانے اور بزرگ شخص کو اپنے اندر موجود پارہا ہے۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میں نے آڈیو، ویڈیو میں آپ کی آوازیں سنی ہیں۔ کمپیوٹر کے ذریعے آپ کا تمام ریکارڈ پڑھا ہے۔ یہ..... یہ آپ ہی ہیں نا؟ ویڈیو میں آنکھوں سے دیکھ کر، آڈیو میں کانوں سے سن کر اور دماغ میں سوچ کی لہروں کو پاکر بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ اس وقت میری گردن ایک پہاڑ کے بوجھ سے جھکی ہوئی ہے۔"

میں نے کہا "تم ہمارے اپنے ہو۔ گردن اٹھا کر باتیں کرو۔ اپنے دل سے تمام اندیشے نکال دو۔ میں اپنے اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ نہ پہلے کسی خیال خوانی کرنے والے کو تابعدار بنایا ہے اور نہ کبھی تمہیں غلام بناؤں گا۔"

"سر! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ میرے اندر رہ کر سمجھ رہے ہوں گے کہ میں محب وطن ہوں۔ آپ میرے ملک کے خلاف رہتے ہیں۔ کیا آپ میری حب الوطنی برداشت کریں گے؟"

"پہلے تو اپنا یہ فقرہ درست کرلو کہ میں تمہارے ملک کے خلاف رہتا ہوں۔ درست فقرہ یہ ہے کہ تمہارا ملک ہمارے خلاف رہتا ہے اور ہمیں مخالفت کرتے رہنے پر مجبور کرتا رہتا ہے۔ اگر میں تمہارے ملک کی جارحانہ خارجہ پالیسی کا ذکر کروں تو تم شرم سے سنتے سنتے سوجاؤ گے۔ ہماری پالیسی سب پر عیاں ہے۔ مشین سے پیدا ہوکر ہمارے پاس آنے والے آج آزاد خیال خوانی کرنے والے کہلاتے ہیں۔ بہرحال آزادی بھیک مانگنے سے یا شبہے کرنے سے نہیں ملتی۔ اسے حاصل کرنے کے لیے خطرات مول لینے پڑتے ہیں۔ تم میں یہ حوصلہ نہیں ہے تو آرام کرو اور کل صبح اس مشین سے گزر جاؤ۔ جس کے بعد کسی بھی دن، کسی بھی وقت زہر پی کر حرام موت لازمی ہوجائے گی۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "نہیں، میں طبعی عمر تک زندگی رہنا چاہتا ہوں۔ میں آپ پر بھروسا کررہا ہوں۔ آپ یہ بتائیں مجھے اس مصیبت سے نکالنے کے عوض آپ مجھ سے کیا چاہیں گے؟"

"صرف دو باتیں کہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ ایک محب وطن کی طرح اپنے ملک اور قوم کے لیے وہی کرنا جو شرافت، انسانیت اور اخلاقیات کے تقاضے ہیں۔ اپنے مفاد کی خاطر دوسرے کو ناجائز طور سے نقصان پہنچاؤ گے تو پھر میں تمہاری مخالفت پر اتر آؤں گا۔"

"آپ انسانیت کے ناتے اچھی باتیں سمجھ رہے ہیں۔ میں ان پر عمل کروں گا۔"

"میری دوسری بات یہ ہے کہ حب الوطنی کے جوش میں آکر کبھی اپنے ملک کے کابرین سے یہ نہ کہنا کہ تم نے موجودہ معاملے میں ہمارا تعاون حاصل کیا تھا اور تم زہر کھانے والے جاں نثار نہ ہونے کے باوجود اپنے ملک کے سچے وفادار ہو۔"

"میں ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا۔ میں ان لمحات میں بھی اپنے ملک کا سچا وفادار ہوں۔ اس کے باوجود کوئی میری سچائی کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ سپرسائٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران نے یہاں مجھے قیدی بنادیا ہے اور کل مجھے ایسا وفادار بنانے والے ہیں جو کسی بھی مرحلے پر خودکشی کرسکتا ہے۔ میں کبھی اپنے اکابرین سے آپ کا اور آپ کی فیملی کے تعاون کا ذکر نہیں کروں گا۔"

"تو پھر تمام فکر اور پریشانیوں کو ذہن سے نکال دو۔ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سوجاؤ۔ میں کل صبح نو بجے سے تمہارے پاس آتا جاتا رہوں گا۔ اچھا شب بخیر۔"

میں ثانی کے پاس آگیا۔ اس کی زبان سے دھیمی آواز میں ہرارے کے متعلق بتانے لگا تاکہ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا علی بھی تمام حالات سے واقف ہوجائے۔ شی تارا تو میرے ساتھ ہی ہرارے کے اندر موجود رہی تھی۔ علی نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "پاپا! ہرارے کی تو کوئی اہمیت نہیں رہی۔ آپ تو اس کے پیچھے بہت بڑا میدان مار رہے ہیں۔"

میں نے فخر سے مسکرا کر کہا "باپ کے منہ سے بات نکلتی ہے اور میرا ذہن بنا سمجھ سے بھی دو قدم آگے نکل جاتا ہے۔"

ثانی حیران ہوکر بولی "میں کچھ سمجھ نہیں پارہی ہوں۔ ہرارے کو نظرانداز کرنے کے بعد اور کس چیز کی اہمیت رہ جاتی ہے؟"

علی نے ذرا اور جھک کر ثانی کے کان میں کہا "جب پاپا کل صبح ہرارے کے دماغ میں رہیں گے تو یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ ہرارے کو کہاں لے جایا جارہا ہے اور وہ خفیہ اڈا کہاں ہے جہاں وہ

ٹرانسفارمر مشین رکھی گئی ہے؟"

ثانی نے خوش ہو کر کہا "اوہ گاڈ! میں اس پہلو کو نظرانداز کر رہی تھی۔ پاپا! آپ واقعی ہمارے باپ ہیں۔"

میں نے پوچھا "اور علی کے متعلق کیا خیال ہے؟"

وہ شرمانے اور مسکرانے لگی۔ میں نے کہا "بیٹی! اب ایک کام کرو۔ اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو میرے دماغ میں بلاؤ۔ ایک اور بہت ہی اہم بات کہنا چاہتا ہوں۔"

میں دماغی طور پر دوشنبے والے کانیج میں حاضر ہو گیا۔ اس کانیج میں مستقل رہنا میرے لیے بھی مناسب نہیں تھا۔ میں میک اپ کا تمام سامان لے کر بڑے سے آئینے کے سامنے بیٹھ گیا پھر چہرے پر تھوڑی سی تبدیلیاں کرنے لگا۔ باربرا' جے مورگن' جیری' تھرہال' سلمان' سلطانہ' جوجو' ثانی اور شی تارا ایک ایک کر کے آنے لگے۔ میں نے کہا "تم سب کو پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میرے اندر آج کی محفل میں میری پیاری بیٹی شی تارا موجود ہے۔"

سلمان نے کہا "آپ نے شی تارا کو پیاری بیٹی کہا ہے۔ میں اسے لاڈلی بیٹی کہتا ہوں۔"

سلطانہ نے کہا "اور میں ماں بن کر خیال خوانی کے ذریعے اپنی تارا بیٹی کو چوم رہی ہوں۔"

شی تارا سے یہ محبتیں اور مسرتیں برداشت نہیں ہو رہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے مسرتوں سے پھٹ پڑے گی۔ جوجو' باربرا' جے مورگن' جیری اور تھرہال سب ہی اس سے بھرپور محبتوں کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ بولی "ہے بھگوان! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ پاپا کے خاندان میں میرا اتنا مان ہوگا۔ میں دونوں ہاتھ جوڑ کر آپ سب سے التجا کرتی ہوں کہ مجھے میری اوقات سے زیادہ محبت نہ دیں تو میں رو پڑوں گی۔"

میں نے کہا "خبردار تارا! اب آنسو بہانے کی نادانی نہ کرنا۔ جو بات کہنے کے لیے میں نے تم سب کو بلایا ہے اب اسے توجہ سے سنو۔ سب سے پہلے اپنی اپنی گھڑیاں واشنگٹن کے وقت سے ملا لو اور وہاں کے وقت کے مطابق صبح دس بجے میرے پاس چلے آؤ۔ میرے اندر رہنے کے باعث تم سب ہمارے کے اندر بھی رہو گے۔ وہ جن مقامات سے گزرے گا انہیں ذہن نشین کرتے رہو گے۔ خفیہ اڈے میں جتنے مسلح محافظ اور افسران ایک دوسرے سے بولتے ہوں گے ان کی آوازوں اور لہجوں کو بھی اچھی طرح یاد رکھو گے۔ بہتر ہوگا کہ اپنے اپنے پاس ریکارڈر رکھو اور ان کی آوازوں اور لہجوں میں خود بھی بولتے رہو اور انہیں آڈیو کیسٹ میں ریکارڈ کرتے رہو۔ اس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ ایک ایک مسلح فوجی جوان اور ایک ایک فوجی افسر کی حرکات کو بغور دیکھو۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہو کہ ان میں سے کون ایسا ہے جو کسی وجہ سے سانس نہیں روک پائے گا۔ ہم سب ایسے کسی فوجی کا جائزہ لینے اور اطمینان کر لینے کے بعد اس کے دماغ میں جگہ بنائیں گے۔ اور اگر ایسا موقع نہ ملا تو پھر میں کوئی ایسا موقع پیدا کروں گا۔ موقع حالات کے مطابق ہمارے پروگرام میں چھوٹی بڑی تبدیلیاں ہو سکتی ہیں۔

"جب ہرارے کو مشین سے گزارا جائے گا تو اس کے دماغ میں اور ثانی رہیں گے۔ باقی تم سب اس شخص کے دماغ میں آ جاؤ گے جسے ہم پہلے ہی آلۂ کار بنا چکے ہوں گے۔ اس آلۂ کار کے ذریعے یہ معلومات حاصل ہوں گی کہ وہاں اور کتنے فوجی جوان اور افسران ہیں جو ڈیوٹی کے بعد شراب پیتے ہیں۔ ایسے شرابیوں کے ایڈریس اور فون نمبر نوٹ کیے جائیں۔ میں خدا کو حاضر و ناظر کر کے ٹائیک ہرارے سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اسے معمول اور تابعدار نہیں بنایا جائے گا۔ لیکن ایسی کوئی قسم نہیں کھائی ہے کہ ہم اس شیطانی مشین پر قبضہ نہیں جمائیں گے۔ لہٰذا ہرارے کے مشین سے گزرنے کے بعد اسے اس کے حال پر آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر تم سب یہاں میرے پاس آؤ گے۔ یہاں ہم سب اپنی اپنی کارکردگی کا جائزہ لیں گے اور اس مشین کے متعلق کوئی لائحہ عمل تیار کریں گے۔"

میں انہیں اپنا منصوبہ سمجھا رہا تھا۔ وہ اس سلسلے میں باری باری سوال کر رہے تھے اور میں جواب دے رہا تھا۔ ایسے ہی وقت کانیج کے بیرونی دروازے پر دستک سنائی دی۔ جمیلہ اور ہیرو کسی دورے سے واپس آ سکتے تھے۔ میں نے جمیلہ کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈ ادا کیے پھر پوچھا "خیریت سے ہو؟"

وہ بولی "جی ہاں میں اور ہیرو جس تدبیر پر عمل کر رہے ہیں اس کے متعلق بتانا چاہتی ہوں۔"

"ابھی نہ بتاؤ۔ میں ایک اہم معاملے میں مصروف ہوں' تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔"

ثانی نے کہا "پاپا! جمیلہ تو کسی بس میں سفر کر رہی ہے۔ پھر اس کانیج کے دروازے پر کون آیا ہے؟"

وہ سب میرے دماغ میں تھے اس لیے انہوں نے جمیلہ اور ہیرو کے متعلق معلوم کر لیا تھا کہ وہ کہیں دوسری جگہ ہیں۔ میں نے کہا "قاضی اکبر اور نذر الدین کے مجاہدین بھی ہو سکتے ہیں اور دشمن بھی آ سکتے ہیں۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر بیرونی دروازے کے پاس آیا پھر اسے کھولنے سے پہلے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے جواب سنائی دیا "ہم پی ڈی پارٹی سے آئے ہیں۔ جناب نذر الدین کے جاں نثار ہیں۔"

میرے کہتے ہی خیال خوانی والوں نے اس بولنے والے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ پتا چل گیا وہ ایک مجاہد ہی تھا مگر نیک ارادے سے نہیں آیا تھا۔ تھری ڈی میں سے کسی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس بیچارے کو آلۂ کار بنا کر لایا گیا تھا۔ اس کے ساتھ دس مسلح دشمن تھے۔ ان سب کا تعلق پی ڈی اپوزیشن تھا۔ وہ

سب دبے قدموں چلتے ہوئے کانیج کا محاصرہ کر رہے تھے۔ میں نے کہا "ذرا انتظار کرو۔ میں لباس تبدیل کر کے آ رہا ہوں۔"

اس مجاہد کے دماغ پر تھری ڈی نے ایسا قبضہ جمایا تھا کہ میں اس کے چور خیالات نہ پڑھ سکوں اور اس کے دشمن ارادوں کو نہ سمجھ سکوں اور اس کے دماغ کو اس حد تک آزاد چھوڑ گیا تھا کہ میں اس کے اندر جا کر تصدیق کر سکوں کہ واقعی وہ نذر الدین کی پارٹی کا مجاہد ہے۔

ویسے اس حد تک تصدیق ہو گئی تھی لیکن جب میں نے کہا کہ لباس تبدیل کر کے دروازہ کھولوں گا تو تھری ڈی کو اطمینان ہو گیا کہ میں مجاہد پر بھروسا کر رہا ہوں تو ان میں سے ایک ڈی اس مجاہد کو کانیج کے کار نر پر کھڑے ہوئے مسلح دشمن کے پاس لے کر آیا پھر اس کے ذریعے بولا "وہ لباس بدل کر آ رہا ہے۔ دروازہ کھولنے والا ہے۔ اپنے تین ساتھیوں کو پچھلے دروازے پر رہنے دو۔ باقی ساتھیوں کو اگلے دروازے پر لے آؤ۔ جیسے ہی وہ دروازہ کھولے' اچانک اس پر فائرنگ کرتے ہوئے اندر گھس جاؤ۔ اس کی بیٹی اور بندر بھی وہاں ہوں گے۔"

مجاہد یہ کہہ کر دروازے پر آ گیا۔ وہ مسلح دشمن دوسرے ساتھیوں کے پاس جا کر وہی باتیں گننے لگا۔ وہ سب سرگوشیوں میں ایک دوسرے سے اپنی اپنی پوزیشن پر جانے کی باتیں کر رہے تھے اور ان کی سرگوشیوں کے ذریعے میرے خیال خوانی کرنے والے بلٹ کی طرح ان کی کھوپڑیوں میں گھس رہے تھے پھر سلمان نے میرے پاس آ کر کہا "آپریشن کی تیاری مکمل ہے۔ وہ مسلح دشمن تعداد میں دس ہیں' گیارہواں وہ آلۂ کار مجاہد ہے۔"

میں نے کہا "ہم یہاں دس خیال خوانی کرنے والے ہیں اور وہ گیارہ ہیں۔ پہلے ایک کو گولی مار دو پھر ہم میں سے ہر فرد ایک ایک کے اندر رہے گا۔ میں مجاہد کے اندر رہ کر تھری ڈی سے کچھ باتیں کروں گا۔"

سلمان نے ہدایت پر عمل کیا۔ جب ایک گولی چلنے کی آواز سنائی دی تو میں نے سمجھ لیا کہ ایک دشمن کم ہو گیا ہے۔ میں نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ ایک مجاہد کے ساتھ پانچ مسلح دشمن کھڑے ہوئے تھے۔ ان سب کو تھری ڈی کے حکم کے مطابق دروازہ کھلتے ہی مجھ پر گولیاں چلاتے ہوئے اندر آنا چاہیے تھا لیکن میرے خیال خوانی کرنے والوں نے انہیں پتھر کے بت کی طرح کھڑا رکھا تھا۔

میں نے برآمدے میں آ کر مجاہد نوجوان سے کہا "افسوس کہ تمہیں اندر نہیں بلا سکتا۔ کیونکہ تمہارے اندر بن بلائے مہمان ہیں۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں کہ تینوں موجود ہیں یا صرف ڈی کرین ہے یا ڈی ہارو ہے یا ڈی مورا ہے؟"

مجاہد نے کہا "جناب! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ کی بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

میں نے پوچھا "تم نذر الدین کے جاں نثار ہو اور یہ تمام مسلح کتے پی ڈی اپوزیشن سے تعلق رکھتے ہیں۔ تم میرے اور اپنے دشمنوں کو ساتھ لائے ہو۔ تمہارے دماغ پر تین شیطانوں کا قبضہ ہے۔ اس لیے میری باتیں نہیں سمجھو گے۔ البتہ وہ تینوں سمجھ رہے ہیں اور اپنے مسلح آلۂ کاروں کے ذریعے مجھ پر گولیاں چلانے کی ناکام کوششیں کر رہے ہیں۔"

چند لمحوں کے بعد مجاہد کی زبان سے اجنبی آواز سنائی دی "میں اس بات پر حیران ہوں کیا تم دن رات ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج اپنے ساتھ رکھتے ہو۔ ہم اپنے ایک ایک آلۂ کار کے پاس جا رہے ہیں۔ ان میں سے کسی کو استعمال کرنا چاہتے ہیں مگر کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہل رہا ہے۔"

دوسری اجنبی آواز نے مجاہد کے ذریعے پوچھا۔ "تم تنہا ہمارے دس آدمیوں کے دماغوں میں بیک وقت نہیں جا سکتے۔ کیا تمہیں اطلاع مل گئی تھی کہ حملہ ہونے والا ہے اور تم نے اپنی فوج کو حملے سے پہلے بلا لیا۔"

"مجھے کسی نے حملے کی اطلاع نہیں دی تھی لیکن میں نیند کے دوران بھی دشمنوں کے استقبال کا مکمل انتظام رکھتا ہوں۔ تم تینوں بڑی رازداری سے اس ملک میں آئے اور یہ سمجھتے رہے کہ میں تم سے غافل رہوں گا۔"

"مسٹر فرہاد! تم ہوشیار رہ کر بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

"اور تم تینوں مختلف فرقوں کے علما کو اپنا تابعدار بنا کر مسلمانوں کو آپس میں نہیں لڑا سکو گے۔"

تیسرے ڈی نے ہنستے ہوئے کہا "بڑی خوش فہمی ہے۔ جب کہ ہم فرقہ وارانہ فسادات شروع کرا چکے ہیں۔"

"اب دیکھو کہ جوابی کارروائی کیسی ہوتی ہے۔ یہ تمہارے مسلح آلۂ کار اس شہر کی سڑکوں اور گلیوں سے "تھری ڈی امریکی پالیسی مردہ باد" کے نعرے لگاتے ہوئے گزریں گے۔ تم تینوں انہیں روکنے اور ہلاک کرنے کے لیے دوسرے کئی آلۂ کار بنا کر مقابلے پر لاؤ گے تو میری ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج ان کے دماغوں میں بھی گھس جائے گی۔"

میری بات سنتے ہی وہ تمام مسلح افراد وہاں سے پلٹ گئے۔ پھر تھری ڈی اور امریکی سازشوں کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے جانے لگے۔ وہ شہر کے مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ "اے مسلمانو! شیطانی سازشوں کو سمجھو۔ تم یہ دیکھ چکے ہو کہ تمہارے علاقوں میں سگریٹ کے جو کارٹن آئے تھے۔ ان تمام سگریٹوں میں ہیروئن کی آمیزش تھی۔"

میرے تمام خیال خوانی کرنے والے ایک ایک کی زبان سے کہہ رہے تھے۔ ایک مسلح دشمن جو خیال خوانی کے شکنجے میں دوست بن گیا تھا' وہ کہہ رہا تھا "مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہتھیار گرانے کی کامیاب سازش یہی ہو سکتی تھی کہ انہیں نشے کا عادی بنا دیا جائے لیکن ایف تیمور' اس کی بیٹی جمیلہ رازی اور ہیرو نے اس

سازش کو بے نقاب کردیا ہے۔ اس سے مسلمانوں کی آنکھیں کھل جانی چاہیے۔"

ایک اور مسلح شخص نے کہا "لیکن آنکھیں کھلنے کے بعد اب یہاں کے مسلمان دوسری سازشوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ دشمن کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف فرقوں کے علما کے دماغوں پر قبضہ جما کر ایک فرقے کے مسلمانوں کو دوسرے فرقے کے مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔ انہیں ایک دوسرے سے لڑا کر ان کی متحدہ قوتوں کو منتشر کر رہے ہیں۔"

میں نے مجاہد کے ذریعے بلند آواز سے کہا "دشمنوں کی یہ سازش بھی انشاء اللہ ناکام رہے گی۔ مسٹر ایف علی بہت جلد اُن ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطانوں کو علمائے کرام کے دماغوں سے نکال کر آپ سب کے سامنے کُتوں کی موت ماریں گے۔"

وہ سب جلوس کی صورت میں بولتے جا رہے تھے۔ وہاں کے بڑے اخبارات کے دفاتر میں پہنچ کر اخبارات کے مالکان اور مدیران سے کہہ رہے تھے کہ یہ ساری باتیں اخبارات کے پہلے صفحے پر شائع کی جائیں ورنہ ایف تیمور فرقہ وارانہ فسادات پھیلانے والوں کو اور ایسے فسادات کو ہوا دینے والے اخبارات کے ذمے دار لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

اسی طرح وہ فائرنگ کرتے ہوئے ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن کی طرف گئے۔ اس شہر کی حالت اتنی خراب تھی کہ ریڈیو اور ٹی وی کی عمارتیں کھنڈر نما ہو گئی تھیں۔ اُس کے باوجود کسی نہ کسی طرح خبریں وغیرہ نشر کی جاتی تھیں۔ سپر ماسٹر اور تھری ڈی وغیرہ نے یہی سمجھا تھا کہ میں تاجکستان میں جمیلہ کے ساتھ تنہا ہوں اور کبھی کسی خاص موقع پر اپنے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو بلاتا ہوں ورنہ تنہا اپنے معاملات سے نمٹتا رہتا ہوں۔

ان کی سوچ اور سمجھ اپنی جگہ درست تھی۔ میں کبھی کبھی ثانی کو مدد کے لیے بلایا کرتا تھا ورنہ تنہائی کا کام کرتا تھا۔ یہ تو محض ایک اتفاق تھا کہ میرے اتنے خیال خوانی کرنے والے میرے دماغ میں آکر جمع ہو گئے تھے اور ایسے وقت تھری ڈی اپنی دانست میں مجھ پر، جمیلہ اور ہیرو پر کامیاب حملہ کرنے آگئے تھے۔

وہ تھری ڈی دماغی طور پر اپنی اپنی جگہ حاضر ہو گئے تھے۔ وہ تینوں کسی ایک علاقے میں نہیں تھے کسی بُرے وقت میں وہ تینوں ایک ساتھ میرے جال میں پھنسنا نہیں چاہتے تھے اس لیے ان میں سے ایک دوشنبے کے جنوب میں نوے (۹۰) کلومیٹر کے فاصلے پر کرگان ٹیوب نامی شہر میں تھا۔ دوسرا شمال مشرق کے ایک شہر کولیاب بدخشاں میں قیام پذیر تھا اور تیسرا شمالی حصے کے ایک شہر کولیاب میں تھا۔ اس علاقے میں کیونٹ چھائے ہوئے تھے۔

سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران کے نئے طریقہ کار کے مطابق اب ان کے تمام خیال خوانی کرنے والے ایک دوسرے سے سوچ کے ذریعے رابطہ نہیں رکھتے تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ جب ایک کے دماغ میں اپنا دوسرا ساتھی بول رہا ہو گا تو ایسے وقت اتفاق سے کوئی دشمن بھی اُس کے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھ کر زہریلی انگوٹھی کا راز معلوم کر لے گا اس لیے انہوں نے ایک دوسرے کے دماغ میں جانے اور کوڈ ورڈز ادا کرنے کا سلسلہ ختم کر دیا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس موبائل فون تھا۔ وہ فون کے ذریعے ایک دوسرے کی خیریت معلوم کرتے تھے اور ایک دوسرے کو اہم معاملات کی اطلاع دیا کرتے تھے۔

ڈی کرین نے فون کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ کیا پھر کہا "یہ فرہاد اور اس کی ٹیلی کے سامنے ہمارا کوئی راز راز نہیں رہتا۔ فرہاد ہم تھری ڈی کے متعلق بہت کچھ جانتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا وہ تمہاری انگوٹھیوں کے بارے میں بھی جانتا ہے؟"

"ہماری دعا ہے کہ وہ نہ جان سکے۔ اس نے جتنی گفتگو ایک آلہ کار کے اندر رہ کر ہم سے کی اس سے اتنا ہی پتا چلا کہ وہ فرقہ وارانہ فسادات کے سلسلے میں ہمارے طریقہ کار کو سمجھ رہا ہے اور ہمیں یہاں کے علما کے دماغوں سے نکالنے کی کوششیں کرے گا۔ آج اس نے پورے دوشنبے شہر میں اور ذرائع ابلاغ کے محکموں میں ہمارے اور آپ کے خلاف زبردست ہلچل پیدا کر دی ہے۔"

"ہمارے خلاف اتنے بڑے پیمانے پر کارروائی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ وہاں تنہا نہیں ہے؟"

"ابھی میں یہی کہنے والا تھا اس کے کم از کم آٹھ یا دس ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں موجود ہیں۔ آج انہوں نے ہماری ایک نہیں چلنے دی۔ ہم جس آلہ کار کے پاس جاتے تھے وہاں وہ پہلے ہی اس پر مضبوط گرفت کے ساتھ مسلط رہتے تھے۔"

سپر ماسٹر کے فون کا اسپیکر آن تھا۔ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے فوج کے اعلیٰ افسران وہ تمام باتیں سن رہے تھے۔ سپر ماسٹر کہہ رہا تھا "فی الحال اپنی کارروائیاں محدود کر لو۔ کسی عالم کے دماغ میں نہ جاؤ۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تمام سحر زدہ علما کے اندر پہنچ کر تم لوگوں کے تنویمی عمل کا توڑ کریں گے تم تینوں خاموشی سے یہ تماشا دیکھو۔ ان سے خیال خوانی کے ذریعے بھی کسی آلہ کار کے اندر رہ کر گفتگو نہ کرو۔ ورنہ وہ بڑی ہیرا پھیری سے تمہارا سراغ لگا لیں گے۔ ابھی آرام کرو۔ میں بعد میں رابطہ کروں گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ ایک فوجی افسر نے اپنا سر پکڑ کر کہا "رات کے تین بج چکے ہیں۔ صبح دس بجے مائیک ہمارے کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارنا ہے۔ مشین کے اس خفیہ اڈے میں جو حفاظتی انتظامات ہو رہے ہیں اس کی رپورٹ موصول ہو چکی ہیں۔ سوچا تھا اب دو چار گھنٹے سو لیں گے۔ ذرا تھکن اتاریں گے مگر یہ فرہاد والی نئی فکر لاحق ہو گئی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "مشکل تو یہ ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کے

انچارج ہم چاروں ہیں۔ دوسرے اعلیٰ افسران کو یہ چارج نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی فوج کا کوئی دوسرا اعلیٰ افسر اس خفیہ اڈے میں جاسکتا ہے۔ ہمیں صبح آٹھ بجے سے پہلے بیدار ہونے کے لیے ابھی جاکر سونا ہی ہو گا۔"

وہ سب اپنی کرسیوں سے اٹھنے لگے۔ ایک افسر نے کہا "ہیو گا اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے دماغوں کو ہدایت دے کر تمام نظرات سے آزاد ہو کر ایک منٹ کے اندر گہری نیند سو جاتے ہیں ان تھری ڈی نے فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں اطلاع دے کر نیند اڑا دی ہے۔ پتا نہیں بستر پر لیٹنے سے نیند آئے گی بھی یا نہیں؟"

امریکا میں رات تھی وہاں جاگنے والوں کو نیند لانے کی فکر تھی تاجکستان میں ابھی دن کی روشنی تھی یہاں ڈی کرین کو ہدایت کی گئی تھی کہ تھری ڈی میرے مقابلے میں خاموش رہیں اور آرام کریں۔ ڈی کرین نے فون کے ذریعے یہ ہدایت ڈی مورا اور ڈی ہارو ے تک پہنچائی۔ انہوں نے کہا "ہم کیا خاک آرام کریں۔ اگرچہ ہم ایک دوسرے سے دور محفوظ پناہ گاہوں میں ہیں مگر فرہاد کے مقابلہ پر آکر آرام حرام ہو جاتا ہے۔"

ڈی مورا نے فون پر کہا "کیا ہم سوچ بھی سکتے تھے کہ یہاں فرہاد کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہو گی؟ ہمیں پورا یقین تھا کہ ایک ہی حملے میں فرہاد، جمیلہ اور ہیرو کا خاتمہ کر دیں گے۔ مگر نہیں، یہ لوگ جن بھوت ہیں۔ اعصاب پر سوار ہو جاتے ہیں کوئی ملازم میرے دروازے پر دستک دیتا ہے تو میں سہم جاتا ہوں کہ وہ آگیا ہے۔"

ڈی ہارو ے نے کہا "دن کو ہماری یہ حالت ہے تو رات کو کیا خاک نیند آئے گی؟ ہمارے اعلیٰ افسران کو چاہیے تھا کہ وہ ہمیں اس ملک میں نہ بھیجتے۔ ہم کسی دوسرے ملک میں رہ کر بھی یہاں فرقہ وارانہ فسادات پھیلا سکتے تھے۔"

"ہم دنیا کے کسی بھی گوشے میں رہیں مگر وہ ہمارے آلہ کار کے ذریعے بھی ہم تک پہنچ سکتے ہیں۔ اُن کی حکمت عملی کچھ ایسی ہوتی ہے کہ بروقت سمجھ میں نہیں آتی۔ وقت گزرنے کے بعد پھر شامت ہی آتی ہے۔"

ڈی ہارو ے نے ایک دم سے چونک کر کہا "دوستو! ہم جمیلہ رازی کو بھول رہے ہیں۔ جب عمان میں تھا تو رئیس الکبیر کے محل میں اس حسینہ سے میں نے بری طرح شکست کھائی تھی۔ پھر اس کے ساتھ یہاں جو بندر آدمی ہے وہ پاشا کی طرح غیر معمولی ساعت و بصارت کا حامل ہے اگر وہ ایک بار ہماری آواز سن لے تو پھر ہمیں گونگے بن کر رہنا پڑے گا۔ ورنہ ہم جس علاقے میں بھی رہ کر کسی سے باتیں کریں گے تو وہ ہزاروں میل دور سے ہماری باتوں کے ذریعے سراغ لگائے گا کہ ہم کہاں چھپے ہوئے ہیں۔"

ڈی مورا نے پریشان ہو کر کہا "ہم نے فرہاد کے کاٹیج میں پہنچ کر اپنے آلہ کار کی زبان سے باتیں کی تھیں کیا اس کاٹیج میں رہنے والے بندر آدمی نے ہماری آوازیں نہیں سنی ہوں گی؟"

"ہاں اس نے سنی ہوں گی۔ لیکن نہیں، شاید وہ کاٹیج میں نہیں تھا۔ ہم وہاں برآمدے میں تقریباً پندرہ منٹ فرہاد سے باتیں کرتے رہے لیکن وہاں جمیلہ رازی اور بندر آدمی نظر نہیں آئے۔"

ڈی مورا نے کہا "خدا کرے وہ بندر مر گیا ہو۔ یا کاٹیج میں نہ رہا ہو وہاں جمیلہ بھی نظر نہیں آئی تھی۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں نظر نہ آرہے ہوں مگر ہم تو انہیں نظر آرہے ہوں گے۔ پھر نظر آنا کیا ضروری ہے وہ کسی کمرے میں جمیلہ کے ساتھ بیٹھا ہماری آوازیں سنتا رہا ہو گا۔"

"بھائی ہارو ے! ایسا لگتا ہے کہ ہم خوش فہمی میں رہیں گے اور وہ ہمارے سروں پر آپہنچیں گے۔ ہمیں ابھی ڈی کرین سے اس سلسلے میں بات کرنا چاہیے۔"

"میں اُس سے رابطہ کرتا ہوں۔ جو باتیں ہوں گی، وہ میں تمہیں پھر فون کر کے بتا دوں گا۔"

ڈی ہارو ے اس سے رابطہ ختم کر کے ڈی کرین کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ان تینوں کو جمیلہ کے بارے میں یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ بھی غیر معمولی ساعت و بصارت کی حامل ہو چکی ہے اور جسمانی طور سے ایسی فولادی ہوتی جا رہی ہے کہ اس سے ٹکرانے والوں کا قیمہ بن جایا کرتا ہے۔

جمیلہ اور ہیرو کاٹیج سے نکلنے کے بعد ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تھے۔ یہ طے پایا تھا کہ وہ دونوں غیر معمولی ساعت کے ذریعے ایک دوسرے سے باتیں کریں گے۔ جمیلہ تنہائی میں جو بڑبڑائے گی اسے ہیرو سن لیا کرے گا اور ہیرو جو اُجو کہے گا اسے جمیلہ سن لیا کرے گی وہ کسی ایک ہی قصبے اور شہر میں رہیں گے مگر ذرا دور دور رہیں گے۔

ہیرو اپنی دم کی وجہ سے ایک عجوبہ تھا۔ اگرچہ پچھلے تین دنوں میں ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اس کا چرچا ہوتا رہا تھا۔ اخبارات میں تصاویر چھپتی رہی تھیں۔ اس کے باوجود وہ جہاں سے گزرتا تھا وہاں بھیڑ لگ جاتی تھی وہ پہلے نری سے سمجھاتا تھا۔ بھیڑ کم نہیں ہوتی تو وہ غراتا تھا کسی لکڑی، پتھر یا لوہے کی چیز کو لے کر اسے توڑ مروڑ کر غصہ اور طاقت کا مظاہرہ کرتا تھا تو لوگ سہم کر دور بھاگ جاتے تھے مگر دور دور سے دیکھتے ہوئے پیچھا کرتے تھے۔

بیچارہ دم کی وجہ سے پریشان رہتا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کے ایک معزز اور عالمی شہرت رکھنے والے ڈاکٹر نے وہاں کی لیبارٹری میں مخصوص کیپسول تیار کیے تھے اور ہیرو سے کہا تھا "تمہیں تینوں وقت کھاتے رہو۔ تمہاری دم رفتہ رفتہ گھٹتی رہے گی۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ یہ نہ ہونے کے برابر رہ جائے گی۔"

فی الحال وہ تماشا بن گیا تھا۔ وہ اور جمیلہ ایک ہی بس میں سفر کر رہے تھے مگر ایک دوسرے سے دور تھے وہ بس کے ذریعے شہر

کرگان ٹیوب پہنچے۔ شہر چھوٹا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ گئی کہ شہر میں ایک بندر آدمی آیا ہے اور یہ وہی بندر ہے جس نے کمیونسٹ پارٹی کی مسلح فوج کو دو شنبے شہر سے بھگا دیا تھا۔

ڈی مورا اپنے ساتھی ڈی ہاروے سے فون پر باتیں کرنے کے بعد آرام سے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ایسے ہی وقت باہر سڑک پر لوگوں کا شور سنائی دیا۔ اس نے بستر سے اٹھ کر پاس والی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو ایک دم سے چکرا کر رہ گیا۔ گھٹنے کانپنے لگے تھے۔ وہ کھڑا نہ رہ سکا فرش پر گر پڑا۔ اُس نے باہر فٹ پاتھ پر اُس بندر آدمی کو دیکھا تھا۔ لوگ اس کے آس پاس گرد و در تھے اور بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

بے شک وہ دلچسپ تماشا تھا۔ ایک عجوبہ تھا لیکن ڈی مورا کے لیے ملک الموت تھا۔ اس کی سمجھ میں یہ آ رہا تھا کہ ابھی وہ ڈی ہاروے سے فون پر باتیں کر رہا تھا۔ وہ بندر آدمی اس کی آوازیں سنتا ہوا دو شنبے سے ادھر آیا ہے اسے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ شہر کرگان ٹیوب میں ہے اور اب وہ بندر آدمی سڑکوں پر گھومتا ہوا اندازہ کر رہا ہے کہ اس کا شکار کس مکان یا کس ہوٹل میں ہو سکتا ہے؟

فی الوقت ڈی مورا کے لیے یہ بات باعث اطمینان تھی کہ وہ بندر آدمی کھڑکی کے سامنے والی سڑک سے گزرتا ہوا آگے چلا گیا ہے۔ اب اگر ڈی مورا منہ سے ذرا بھی آواز نکالے گا تو وہ غیر معمولی سماعت سے سن کر اس مکان میں گھس آئے گا۔

ڈی مورا نے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ لیا۔ یہ قسم کھائی کہ گونگا بن جائے گا اگر گونگا بن کر رہنے میں ناکام رہا تو اپنی زبان کاٹ لے گا لیکن اپنی آواز اس بندر آدمی کو نہیں سنائے گا۔

وہ حوصلہ کرتے ہوئے فرش پر سے اٹھ گیا۔ ایک چھوٹی اٹیچی الماری سے نکال کر اس میں ضروری سامان رکھنے لگا۔ اب دانشمندی اسی میں تھی کہ وہ وقت ضائع کیے بغیر اس شہر سے دور کسی دوسرے علاقے میں چلا جائے۔ اُس نے اٹیچی میں ضروری سامان رکھنے کے بعد موبائل فون کو اٹھایا۔ پھر سہم کر اسے بستر پر یوں پھینک دیا جیسے سانپ کو بھولے سے پکڑ لیا ہو۔

اس کی کھوپڑی میں یہ بات آئی کہ جب وہ گونگا بن کر رہے گا تو پھر ایک گونگا فون کیوں رکھے گا۔ اور اگر رکھے گا تو گونگا مشکوک ہو جائے گا۔ اس نے پھر موبائل فون کو اٹھایا۔ اس کی بیٹری فون سے الگ کی تاکہ کسی ساتھی کے فون کا اشارہ نہ ملے۔ پھر اس نے فون کو اٹیچی کے سامان کے اندر چھپا کر رکھ دیا۔ اس شہر سے سیکڑوں میل دور جانے کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کو بتا سکتا تھا کہ کن حالات سے دوچار ہو رہا ہے۔

باہر سڑک پر جمیلہ چلتے چلتے رک گئی۔ اس سے کوئی پچاس گز کے فاصلے پر ہیرو جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے لوگ جا رہے تھے۔ وہ آپ ہی آپ بڑبڑانے کے انداز میں بولنے لگی "کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

اسے ہیرو کی آواز سنائی دی "میرے کان تمہاری ہی طرف لگے ہوئے ہیں۔ بولو کوئی خاص بات ہے؟"

"میں نہیں چاہتی کہ تم تماشا بنو۔ پہلے کسی ہوٹل میں ایک کمرا کرائے پر لو۔ پھر میں بھی اسی ہوٹل میں دوسرا کمرا حاصل کر لوں گی۔ پلیز لوگوں کی بھیڑ سے نجات حاصل کرو۔"

ہیرو چلتے چلتے یوں بلند آواز سے عربی زبان میں بول رہا تھا جیسے لوگوں کے بھیڑ لگانے سے غصہ میں بڑبڑا رہا ہو۔ اس نے کہا "یہاں سامنے ایک ہوٹل ہے۔ میں وہاں جا رہا ہوں۔ ابھی پاپا آئے تھے وہ دس یا پندرہ منٹ کے بعد تمہارے پاس بھی آئیں گے۔"

جمیلہ فٹ پاتھ پر کھڑی ہوئی تھی۔ پھر آگے بڑھنے لگی تاکہ جس ہوٹل میں ہیرو جا رہا ہے' وہ بھی وہیں جائے۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ رک گئی۔ چند گز کے فاصلے پر ایک دو منزلہ مکان سے ایک شخص ہاتھ میں اٹیچی لیے باہر آ رہا تھا۔ مکان کے سامنے فٹ پاتھ کے کنارے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کار کا پچھلا دروازہ کھول کر اٹیچی رکھ رہا تھا۔

جمیلہ اسے چہرے سے نہیں پہچانتی تھی اور وہ بھی جمیلہ کو میک اپ میں نہیں پہچان سکتا تھا۔ مگر اس کی تیز نظروں نے' غیر معمولی بصارت نے اس کی ایک انگلی میں انگوٹھی دیکھ لی پھر دیکھتے ہی تیزی سے چلتی ہوئی کار کی سمت جانے لگی۔

وہ پچھلی سیٹ پر اٹیچی رکھنے کے بعد وہ دروازہ بند کر کے اسٹیئرنگ سیٹ کی طرف جانے لگا۔ جمیلہ نے کار کے قریب پہنچ ہوئے اسے آواز دی "مسٹر! جسٹ اے منٹ' کیا مجھے لفٹ مل سکتی ہے؟"

کوئی ضروری نہیں تھا کہ وہ انگوٹھی پہننے والا تھری ڈی میں سے کوئی ہوتا۔ مگر اس سے دو باتیں کر کے دو دو ہاتھ کر کے پہچاننے میں ناکامی یا کامیابی ہو سکتی تھی۔ ڈی مورا کو ایک حسین دوشیزہ نے مخاطب کیا تھا۔ کوئی دوسرا وقت ہوتا تو وہ اسے لفٹ دینے اور فلرٹ کرنے کے لیے ٹھہر جاتا۔ مگر موت' بندر کی صورت میں آ رہی تھی۔ وہ اسے نظر انداز کر کے اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھولنے لگا۔

اسی لمحہ میں جمیلہ نے اسی ہاتھ کی کلائی پکڑ لی' جس کی ایک انگلی میں اس نے انگوٹھی پہن رکھی تھی۔

یکبارگی یوں لگا جیسے کلائی آہنی شکنجہ میں آ گئی ہے اگر وہ ایک جھٹکے سے چھڑائے گا تو کلائی کا جوڑ اکھڑ جائے گا۔ وہ غصے سے بولا "یہ کیا حرکت ہے؟ میرا ہاتھ چھوڑو۔"

اس نے پوچھا "کیا تم بہرے ہو۔ میں لفٹ مانگ رہی تھی اور تم سنی ان سنی کر کے جا رہے ہو؟"

"میں جلدی میں ہوں تم کسی اور سے لفٹ لے سکتی ہو۔"

"کسی اور سے مجھے یہ انگوٹھی نہیں ملے گی۔ یہ دے دو اور

چلے جاؤ۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا "کون ہو تم؟ کیا سرعام چھیننے جھپٹنے والی عورتوں کے گروہ سے تعلق رکھتی ہو؟"

"انگوٹھی نہ ہیرے کی ہے' نہ سونے چاندی کی۔ معمولی سی پیتل کی انگوٹھی چھین کر کیا کروں گی؟ ہاں یہ تمہارے لیے قیمتی ہو سکتی ہے اسی لیے بحث کر رہے ہو۔"

وہ محسوس کر رہا تھا کہ کلائی چھڑانے کی ذرا سی بھی کوشش کرے گا تو ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ پھر تخریبی عمل کے ذریعے جو جاں نثاری کا جذبہ ذہن نشین کیا گیا تھا۔ اُس جذبے نے اس کے دماغ میں سرگوشی کی "یہ دشمن ہے راز کھلنے والا ہے فوراً اپنا سر جھکا۔ انگوٹھی تک پہنچ اور اسے منہ سے لگا لے۔ دانتوں کے ذریعے انگوٹھی کے خفیہ نتھنے سے بٹن کو دبا۔ زہر حلق تک پہنچ جائے گا۔"

تخریبی عمل نے ان لمحات میں اسے جاں نثار بنا دیا۔ وہ جان دینے کے لیے انگوٹھی کی طرف جھکا۔ لیکن ایسے وقت جمیلہ نے کلائی چھوڑ دی تھی اور انگوٹھی والی انگلی پکڑ لی تھی۔ پھر ایک ہلکا سا جھٹکا دیا تھا۔ ڈی مورا کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ انگلی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اور ڈھیلی پڑ جانے والی انگلی سے انگوٹھی بہ آسانی نکل آئی تھی۔

وہاں فٹ پاتھ اور سڑک پر لوگوں کی بھیڑ لگ رہی تھی۔ وہ حیرانی سے دیکھ رہے تھے کہ ایک صحت مند قد آور جوان مرد ایک لڑکی کے سامنے بے بسی سے چیخ رہا ہے۔ ایک مرد کی بے بسی دیکھ کر ایک باڈی بلڈر پہلوان کو جوش آیا۔ اس نے آگے بڑھ کر کرائے کا ایک ہاتھ جمیلہ کی گردن پر رسید کیا اس کے ساتھ ہی بلبلا اٹھا۔ یوں لگا جیسے کسی لوہے پر کرائے کا مظاہرہ کیا ہو۔ جمیلہ نے اسے غرا کر دیکھا پھر ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ باڈی بلڈر چیختا ہوا پیچھے گیا اس کے منہ سے لہو کے ساتھ کئی دانت ٹوٹ کر باہر آ گئے تھے۔ تماشا دیکھنے والے سہم کر پیچھے جا رہے تھے۔ ایسے ہی وقت میں نے جمیلہ کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "پاپا! ایک کمینت کی انگلی سے انگوٹھی نکال چکی ہوں۔ وہ اس کے ذریعے خودکشی کرنا چاہتا تھا۔ آپ اس کی آواز سن لیں۔"

پھر وہ ڈی مورا سے بولی "تمہاری ایک انگلی ٹوٹ چکی ہے تم زخمی ہو چکے ہو۔ کوئی تمہارے اندر آئے گا تو سانس نہیں روک سکو گے اور زہر نہیں کھا سکو گے۔ کیا اب میں تمہارے دماغ میں آؤں؟"

"نن..... نہیں فار گاڈ سیک۔ میرے اندر نہ آؤ۔ اور آنا چاہتی ہو تو یہ انگوٹھی مجھے دے دو۔"

ایسا کہتے ہی اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر چیخ کر کہا "نہیں کوئی نہیں آ سکتا۔ میں اپنی جان دے دوں گا۔"

اس نے کار کی باڈی سے اپنے سر کو زور سے ٹکرایا۔ یوں ٹکرانے سے موت نہیں آ سکتی تھی۔ وہ دوڑتا ہوا ایک دکان کے

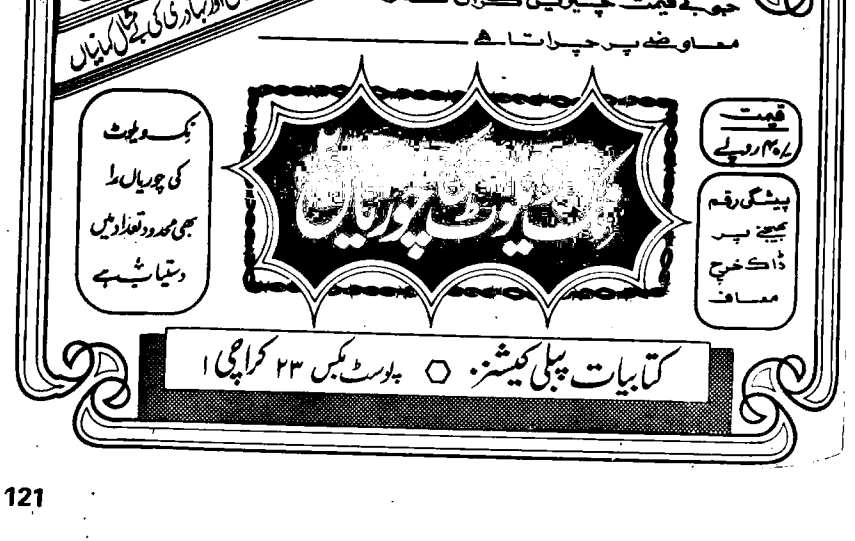

شوکیس سے ٹکرا کر شیشوں کو توڑتا ہوا اندر گرگیا۔ بری طرح لہولہان ہوا مگر موت نہیں آئی۔ میں اسے مرنے پر مجبور نہیں کررہا تھا۔ تخریبی عمل کا اثر اسے جان دینے کے جنون میں مبتلا کررہا تھا۔ میں چپ چاپ اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے وہ اور زیادہ جنونی ہورہا تھا۔

پھر اُس نے شوکیس کے ٹوٹے ہوئے شیشے کے ایک بڑے نکیلے ٹکڑے کو اٹھالیا۔ اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کبھی اپنے پیٹ میں اور کبھی اپنے سینے میں گھونپنے لگا۔ ایسی درندگی کوئی دو سروں سے تو کرسکتا ہے مگر خود سے کبھی نہیں کرتا۔ عورتیں' بچے اور مرد چیختے ہوئے دور بھاگ رہے تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ خود پر وحشیانہ حملے کرنے والا دو سروں پر بھی کرسکتا ہے۔ گروہ ایسا نہ کرسکا۔ اپنے لہو میں نہاتا ہوا لڑکھڑاتا ہوا ایک بار فٹ پاتھ پر گرا تو پھر اٹھ نہ سکا۔

مجھے اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ اپنے دونوں ساتھی ڈی کرین اور ڈی ہاروے کے پناہ گاہوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ سپرباسٹر نے انہیں دوبارہ مشین سے گزارنے کے بعد یہ احکامات نقش کرادیئے ہیں کہ وہ تینوں کبھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں کریں گے۔ ایسا کرنے سے کسی وقت کوئی دشمن ان کے اندر چپکے سے آئے گا تو وہ اسے محسوس نہیں کرسکیں گے۔ اس لیے وہ تینوں اپنے اپنے موبائل فون سے رابطہ کرتے رہتے ہیں۔

اب وہ تین نہیں رہے تھے۔ ٹوڈی ہوگئے تھے ڈی مورا کے دماغ سے جو اہم بات معلوم ہوئی وہ ٹوڈی یعنی ڈی کرین اور ڈی ہاروے کی موبائل فون نمبر تھے۔ میں نے جمیلہ سے کہا "اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام ڈی مورا تھا۔ تم اور ہیرو بھی اپنی کسی بات سے یہ ظاہر نہ کرنا کہ یہ مرچکا ہے۔ اس کی اپیچی کے اندر سامان کے درمیان ایک موبائل فون رکھا ہوا ہے اسے نکال کر توڑ دو۔ میں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔"

میں نے ڈی مورا کے خیالات سے یہ بھی معلوم کیا تھا کہ وہ لوگ ہیرو کی غیر معمولی سماعت اور بصارت سے گھبرائے ہوئے تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ وہ زبان سے بولیں گے تو ہیرو ہزاروں میل دور رہ کر بھی ان کی باتیں سن سکتا ہے اور باتوں کے ذریعے ان کا سراغ لگا سکتا ہے۔ ڈی کرین اس سلسلے میں ڈی ہاروے سے فون پر باتیں کرنے والا تھا اور اس نے ڈی مورا سے کہا تھا کہ وہ تھوڑی دیر بعد اس سے فون پر باتیں کرے گا۔

میں نے حرام موت مرنے والے ڈی مورا کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کیا پھر ڈی کرین کے موبائل فون کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر اس نے پوچھا "ڈی مورا! تم کہاں رہ گئے تھے؟ پچھلے ایک گھنٹے میں تین بار تمہارے نمبر ڈائل کرچکا ہوں۔ کیا فون خراب ہوگیا ہے؟"

میں نے ڈی مورا کے لب و لہجے میں کہا "خراب نہیں ہوا گم ہوگیا ہے میں ہیرو کی غیر معمولی صلاحیتوں کے باعث بہت پریشان ہوں۔ یہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ گم ہوگیا ہے یا میں نے جگہ تبدیل کرتے وقت اسے کہیں بھول سے چھوڑ دیا ہے اب یہ نہیں وہ کس کے ہاتھ لگ جائے اس لیے آئندہ اس نمبر پر مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہ بات ڈی ہاروے کو بھی بتادوں گا۔ ابھی تم کہاں سے فون کررہے ہو؟"

"میں عام ٹیلی فون سے رابطہ کرکے خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ اسی لیے میں نے ایک غیر ملکی کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کا موبائل فون حاصل کرلیا۔ تم اس فون کا نمبر اور کوڈ نمبر نوٹ کرلو۔"

میں نے اسے اپنے موبائل فون کے نمبر نوٹ کرادیئے۔ اس نے نوٹ کرنے کے بعد پوچھا "کیا تم نے جگہ تبدیل کردی ہے؟"

"ہاں سچ پوچھو تو بڑا ڈر لگ رہا ہے۔ وہ بندر ہم سب کے لیے مصیبت بن گیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا اس سے کیسے نجات حاصل کی جائے۔"

"میں نے ابھی ڈی ہاروے سے مشورہ کیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ فی الوقت ہمیں آوازیں بدل کر بولنا چاہیے۔"

میں نے کہا "یہ تو کوئی دانشمندانہ مشورہ نہ ہوا۔ وہ بندر ہماری تبدیل شدہ آواز تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ اور نہ پہنچے تب بھی ہمیں یہ اندیشہ رہے گا کہ پتا نہیں کون ہمارے تمہارے فون پر بول رہا ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کو پہچاننے کے لیے کچھ تو اصل آواز میں بولنا ہوگا۔ اس طرح وہ بندر سمجھ لے گا کہ ہم آئندہ کس آواز اور لہجے میں بولنے لگے ہیں۔"

"میں نے ڈی ہاروے سے یہی بات کہی تھی۔ وہ پریشان ہوکر بولا ہمیں سپرباسٹر سے مشورہ کرنا چاہیے لیکن اس سے رابطہ نہیں ہورہا ہے۔ شاید اس نے سونے کے لیے اپنے فون کو آف کررکھا ہے۔"

"پھر تو مجبوری ہے۔ ہمیں اس کے جاگنے کا انتظار کرنا ہوگا۔ ویسے صرف ایک بندر کے خوف نے ہمیں اپنی کئی مصروفیات سے باز رکھا ہے۔ ہم اپنے کام کی طرف دھیان دینے کے قابل نہیں رہے ہیں۔"

"کام کی بات یاد آیا۔ ابھی مسٹر ووڈ یہاں آنے والے ہیں۔ یہ اس عالم کے گروہ میں جاکر ہتھیار سپلائی کرنا چاہتے ہیں' جس کے دماغ میں تم نے جگہ بنائی ہے اور جسے فرقہ واریت کے لیے استعمال کررہے ہو۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے' جیسے ہی وہ آئے مجھے فون پر اس کی آواز سنا دینا۔ میں اسے اپنی پناہ گاہ تو نہیں بتاؤں گا لیکن اس عالم کے گروہ میں پہنچادوں گا۔"

ہمارا رابطہ آدھے گھنٹے کے لیے ختم ہوگیا۔ اُدھر واشنگٹن میں صبح کے چھ بجنے والے تھے۔ مائیک ہرارے کے سلسلے میں مصروف رہنے کے لیے ابھی کافی وقت تھا۔ پھر مجھے موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ میں نے ڈی مورا کے لب لہجے میں کہا "ہیلو!"

ڈی کرین نے کہا "میں بول رہا ہوں۔ مسٹر ووڈ تشریف لے آئے ہیں ان سے باتیں کرو۔"

میں نے کہا "پہلے یہ بتاؤ تم نے ڈی ہاروے کو میرا نیا فون نمبر بتایا ہے یا نہیں؟"

"میں نے بتادیا ہے۔ پہلے تم مسٹر ووڈ سے باتیں کرلو۔ پھر ہماری باتیں ہوں گی۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی پھر مسٹر ووڈ کی آواز..... سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مسٹران نون! مجھے آپ لوگوں کے نام نہیں بتائے گئے ہیں صرف اتنا کہا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو مسٹران نون کہنے کے بعد یہ کوڈ ورڈز ادا کروں۔ آپ حضرات بے آواز بم ہیں۔ بڑی خاموشی سے دماغوں میں بلاسٹ ہوتے ہیں۔"

میں نے کہا "میں تمہارے کوڈ ورڈز سے مطمئن ہوں تم دو شیطے چلے آؤ۔ میں وہاں ایک عالم دین تک تمہیں پہنچاؤں گا اور اس کے اندر رہ کر تمہاری ہر بات اسے ماننے پر مجبور کروں گا۔ اب یہ فون دوسرے ان فون کو دو۔"

ڈی کرین نے اس سے فون لے کر کان سے لگایا پھر ہیلو کہا۔ میں نے جواباً کہا "ہمیں کسی سے مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ تم تھوڑی دیر کے لیے فون بند کرو۔ میں مسٹر ووڈ کے چور خیالات پڑھنے کے بعد ہی اس پر بھروسا کروں گا۔"

"محتاط رہنا اچھی بات ہے۔ بے شک تم پہلے اپنی تسلی کرلو۔"

اس نے اپنا فون آف کیا۔ میں مسٹر ووڈ کے اندر پہنچ گیا۔ ڈی کرین یہی سمجھ رہا تھا کہ میں مسٹر ووڈ کے چور خیالات پڑھ رہا ہوں لیکن میں اس کے ذریعے ڈی کرین کو دیکھ رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا اور معلوم کررہا تھا کہ اس نے کس ہاتھ کی کس انگلی میں وہ مخصوص انگوٹھی پہنی ہے۔

مسٹر ووڈ کچھ جدید ہتھیاروں کے نمونے لے کر آیا تھا اور ڈی کرین سے کہہ رہا تھا "یہ دیکھیں' یہ سب سے چھوٹا ہتھیار ہے دیکھنے میں پنسل ٹارچ نظر آتا ہے لیکن بٹن دباتے ہی جس ٹارگٹ پر سرخ روشنی پڑتی ہے دوسرا بٹن دبانے سے ٹھیک اس سرخ روشنی کے دھبے پر گولی جاکر لگتی ہے۔"

ڈی کرین نے کہا "رات کے اندھیرے میں یہ ہتھیار بڑا کام آئے گا۔ ذرا اس گلدان کا نشانہ لگا کر دکھاؤ۔"

میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ ڈی کرین صوفہ کے ہتھے پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے آلہ کار کے ذریعے پہلا بٹن دبایا۔ سرخ روشنی کا دھبا انگوٹھی والی انگلی پر پڑا پھر اس سے پہلے کہ ڈی کرین سنبھلتا' میں نے دوسرا بٹن دبادیا۔ ہلکی سی آواز کے ساتھ گولی اس انگلی کے جوڑ پر لگی اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میں نے اپنے آلہ کار کے ذریعے چھلانگ لگائی۔ اس پر پہنچ کر اسے دبوچ کر زخمی انگلی سے انگوٹھی نکال لی۔ پھر اس سے الگ ہوکر کھڑا ہوگیا۔

وہ زخمی ہاتھ پکڑے تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ جب اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تو یکلخت تکلیف کو بھول گیا۔ خودکشی کرنے کے لیے تخریبی عمل کا جنونی جذبہ غالب آگیا۔ اس نے اپنی جگہ سے اچھل کر مسٹر ووڈ کے لائے ہوئے مختلف ہتھیاروں کی طرف چھلانگ لگائی لیکن اس کے اندر جنونی جذبہ کے علاوہ میں بھی چھایا ہوا تھا۔ میں نے اسے ہتھیاروں سے دور گرادیا اور کہا "سوری' تم کسی ایک ہتھیار کو بھی اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکو گے۔"

چونکہ میں اس کے اندر تھا اس لیے مسٹر ووڈ حیران اور پریشان ہوکر یہ تماشا دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "سوری مسٹران نون! میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں نے آپ کی انگلی پر کیسے گولی ماردی۔ میں معافی چاہتا ہوں۔"

ڈی کرین نے گرجتے ہوئے کہا "معافی نہ مانگو۔ مجھے فوراً گولی مارو۔ یہ... یہ جو میرے دماغ میں ہے یہ مجھے ہتھیار تک پہنچنے اور خودکشی کرنے نہیں دے گا۔ فار گاڈ سیک' مجھے فوراً گولی ماردو۔"

مسٹر ووڈ نے میری مرضی کے مطابق میز پر سے دوسرا ہتھیار اٹھایا پھر کہا "اگر تمہاری موت کے بعد میں زندہ رہوں گا تو سپرباسٹر اور تیسرے ڈی کو معلوم ہوجائے گا کہ فرہاد تم میں سے ایک ایک کو ختم کرتا جارہا ہے۔ یہ بھید ابھی نہیں کھلنا چاہیے۔ اس لیے پہلے میں اپنی زبان بند کررہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے خود کو گولی ماردی۔ میں پھر ڈی کرین کے پاس آیا وہ پھر تخریبی عمل کے مطابق جنون میں مبتلا ہوگیا۔ وہ ہر حال میں خودکشی کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے میں نے اس کے ہاتھوں سے اس کے موبائل فون کو ایک رائفل کے بٹ سے مار مار کر توڑ دیا۔ پھر میں نے پوچھا "بڑی خوشی سے جان دینے جارہے ہو۔ مرجاؤ گے تو پھر کسی عالم کو کون ٹرپ کرے گا؟"

اس نے ایک ریوالور اٹھالیا مگر میں نے اسے خیال خوانی کی پرواز کرنے پر مجبور کیا۔ وہ اب تک جتنے علمائے کرام کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا ان کے اندر باری باری جانے لگا اور کہنے لگا "میں آپ سے شیطان مخاطب ہوں۔ آپ کو اپنے تخریبی عمل سے آزاد کررہا ہوں۔ آپ جیسے علمائے کرام کی شان میں جو گستاخی کی ہے اس کی سزا پانے کے لیے میں خودکشی کررہا ہوں۔ شیطان جارہا ہے۔ اللہ باقی' شیطان مردود فانی۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے خودکشی کرلی۔ تھری ڈی میں سے ٹوڈی فنا ہوگئے۔ ایک رہ گیا۔ اس سے نمٹنا کچھ مشکل نہ تھا۔ فی الوقت میں نے اسے ڈھیل دی۔ کیونکہ میں اس کانچ سے نکل کر کسی دوسری جگہ رہائش اختیار کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد مائیک ہرارے کے ساتھ رہنا ضروری تھا اس لیے اپنے اس مشن کو ابھی

ملتوی کررہا ہوں اور اپنے قارئین کو اس طیارے میں پہنچا رہا ہوں جہاں آگ اور پانی دونوں ساتھ سفر کررہے ہیں۔

○☆○

جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے' منڈولا نے قسم کھائی تھی کہ میرے اور میرے تمام خیال خوانی کرنے والوں سے کبھی براہ راست نہیں ٹکرائے گا۔ جب دشمن کو چھپ کر گولی ماری جاسکتی ہے تو روبرو آکر گولی مارنا سراسر حماقت ہے اور ایسی حماقتیں ایک چالباز یہودی کبھی نہیں کرتا۔

یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ قاہرہ میں ثانی اور علی سے ٹکراؤ ہوگیا تھا اور یہ خوش قسمتی بھی تھی کہ ان کی گرفت میں آنے سے بال بال بچ گیا تھا۔ اگرچہ اسے قاہرہ بہت پسند تھا مگر اس نے کان پکڑ کر توبہ کی۔ پھر وہاں سے بھاگ کر اسکندریہ آگیا۔ جس ملک میں ثانی کو اس کا سراغ مل چکا تھا وہ اس ملک کو ہی چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ اس لیے اسکندریہ سے اس طیارے میں سوار ہوا تھا جو نیویارک جارہا تھا۔ اس نے طے کیا تھا کہ راستے میں یورپ کے کسی ملک میں عارضی قیام کے لیے رک جائے گا۔

اسے اب سب سے زیادہ ثانی کھٹکنے لگی تھی کیونکہ اس نے بڑی ذہانت سے تل ابیب میں رہنے والے ڈی داؤد منڈولا کا تجزیہ کیا تھا۔ پھر اسرائیلی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کہا تھا کہ وہ لوگ ایک ڈی سے دھوکا کھارہے ہیں اور اصلی داؤد منڈولا قاہرہ یا اسکندریہ میں ہے۔

داؤد منڈولا پوری یہودی خفیہ تنظیم کے آدم براورز اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں پر حکومت کررہا تھا اس لیے ثانی کی درست باتیں بے اثر رہیں۔ اس کے باوجود منڈولا ثانی سے بہت زیادہ خطرہ محسوس کرنے لگا تھا۔ اس سے دور کسی ملک میں قیام کرکے پہلے اسے کسی آلہ کار کے ذریعے ٹرپ کرنا چاہتا تھا۔ یعنی دور جاکر اس پر حملوں کی ابتدا کرنا چاہتا تھا۔ یہ طیارے کا سفر اسی سلسلے میں تھا۔ اس کی سیٹ آخری قطار میں تھی اس نے وہاں بیٹھ کر بے شمار مسافروں کو دیکھا تھا ان میں شی تارا' ثانی اور علی تیمور بھی تھے۔ لیکن وہ چہرے سے پہچانے نہیں جاسکتے تھے۔ اور نہ ہی وہ تینوں داؤد منڈولا کو پہچان سکتے تھے۔

وہ نیویارک نہیں جانا چاہتا تھا۔ ان تینوں سے پہلے ہی ایتھنز میں سفر ملتوی کرنا چاہتا تھا لیکن اپنی سیٹ پر آکر بیٹھنے کے بعد ارادہ بدل گیا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک نہایت ہی حسین عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ عیش و عشرت کی زندگی بہت محتاط ہوکر گزارتا تھا۔ کوئی حسینہ پسند آجاتی تو پہلے اس کے چور خیالات اچھی طرح پڑھ لیتا تھا۔ اگر چور خیالات ذرا سا بھی شبہ پیدا کرتے تو وہ اس سے کترا جاتا تھا خواہ وہ حسینہ عالم ہی کیوں نہ ہوتی۔

اس نے حسینہ کے خیالات پڑھنے کے لیے کہا "میرا نام پرل ہائیڈ ہے۔ کیا تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

وہ بولی "ہاں' سفر بہت طویل ہو تو بوریت دور کرنے کے لیے اپنے ہم سفر سے گفتگو کرتے رہنا چاہیے۔ میرا نام شلپا ہے میں ہندوستانی ہوں۔ نیویارک جارہی ہوں اور تم؟"

"میری کوئی منزل نہیں ہے۔ جہاں سایہ دیکھتا ہوں ٹھہر جاتا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "کسی ایک ملک سے باہر جانے کے لیے پاسپورٹ اور ویزا میں منزل کا تعین ہوتا ہے۔ کیا مجھے منزل کا پتا نہیں چاہیے؟"

اس نے بیگ میں سے پاسپورٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا "اس کے مطابق ایتھنز تک جانا ہوگا لیکن اب نیویارک تک مجھے سایہ ملتا رہے گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ کچھ وضاحت کرو گے؟"

"تمہارے پاس بیٹھ کر ٹھنڈی چھاؤں مل رہی ہے اور میرے دل نے فیصلہ کرلیا ہے کہ تمہاری ہی زلفوں کی چھاؤں میں رہوں گا۔"

شلپا نے اسے سنجیدگی سے دیکھا پھر پوچھا "کیا تم کسی پر عاشق ہونے میں ذرا بھی دیر نہیں کرتے؟ تعجب ہے۔ یہاں آئے بیٹھے اور فوراً عاشق ہوگئے؟"

"شاید تم یقین نہ کرو۔ زندگی میں پہلی بار میں دل کی بات زبان پر لا رہا ہوں۔ میں نے پہلے کبھی کسی عورت میں دلچسپی نہیں لی۔ تم اس ساڑی میں بہت پرکشش لگ رہی ہو۔ مجھے یہ ہندوستانی لباس بہت اچھا لگتا ہے۔"

"تم نیویارک تک لمبا سفر نہ کرو۔ میں لباس بدل کر یہ ساڑی تمہیں دے دوں گی۔"

"تم جو دو گی اسے قبول کروں گا مگر ساڑی کے اندر تمہیں نہ پاکر پھر پیچھے پیچھے چلا آؤں گا۔"

وہ سیٹ بیلٹ باندھ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ طیارہ پرواز کرنے والا تھا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے اس کے اندر پہنچ گیا۔ طیارہ رن وے پر دوڑ رہا تھا اور وہ دل ہی دل میں بھگوان سے پرارتھنا کررہی تھی کہ جہاز سلامتی سے اڑے اور سلامتی سے نیویارک پہنچادے۔

اگرچہ وہ ایک ماڈرن اور نہایت اسمارٹ حسینہ تھی مگر بڑی دھرم والی بھی تھی۔ کبھی دل میں خوف پیدا ہوتا تو وہ فوراً ہی اپنے بھگوان کو یاد کرنے لگتی تھی۔ ویسے وہ بھارت کی ایک خفیہ تنظیم "را" کی ایجنٹ تھی۔ بہت تعلیم یافتہ' ذہین اور بڑی معاملہ فہم تھی۔ مکمل تربیت حاصل کرنے کے بعد نیویارک جارہی تھی۔ وہاں ایک مسلمان جاگیردار کی شریک حیات بننے والی تھی۔ ان کے میاں بیوی ہونے کے کاغذات پہلے ہی تیار ہوچکے تھے۔ وہ مسلمان ایک ناکام پاکستانی سیاستداں تھا۔ مگر اب اسے امریکا اور بھارت کی طرف سے آشیرواد ملی تھی کہ وہ شلپا کو ایک مسلمان بیوی بنا کر لے

جائے گا تو اسے پاکستان میں ایک بہت بڑا سرکاری عہدہ دیا جائے گا۔ عہدہ اس مسلمان وزیر علی خان کا ہوگا مگر کام درپردہ ہندو بیوی کرے گی۔

داؤد منڈولا بڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھتا رہا پھر وہ اسکندریہ کی ایک ائرلائن بکنگ کی کاؤنٹر گرل کے اندر پہنچا اس نے اسی کاؤنٹر گرل سے موجودہ سفر کے لیے سیٹ حاصل کی تھی اب اس نے پھر اسے آلہ کار بنایا۔ سیٹیں بک کرنے کے سلسلے میں اس نے کمپیوٹر ڈسک میں تبدیلیاں کردیں۔ اس تبدیلی کے مطابق پرل ہائیڈ (منڈولا) ایتھنز نہیں بلکہ نیویارک جارہا تھا یہ اطلاع ایتھنز کے ائرپورٹ کے بکنگ چارٹ ہینڈل کرنے والے کو پہنچائی اور کہا گیا کہ ایتھنز میں مسٹر پرل ہائیڈ کی سیٹ خالی نہیں ہوگی۔ کمپیوٹر میں کچھ گڑبڑ ہوگئی تھی۔ لہٰذا ایتھنز میں جس مسافر کو یہ سیٹ دی گئی ہے اسے کینسل کیا جائے۔

منڈولا نے ادھر یہ چکر چلانے کے بعد ایتھنز میں رہنے والے امریکی سفیر تک رسائی حاصل کی۔ اسے اپنا آلہ کار بنا کر ایک نیا ویزا نیویارک تک بنوایا۔ پھر وہ طیارہ ایتھنز پہنچا تو منڈولا طیارے سے اتر کر آگے سفر جاری رکھنے کے لیے ایک کاؤنٹر پر آیا۔ وہاں امریکی سفیر اس کا نیا ویزا لیے کھڑا تھا۔ وہ اپنے ساتھ دفتری مہر بھی لے کر آیا تھا۔ اس نے منڈولا کے پاسپورٹ میں بھی نیویارک تک جانے کی مہر لگادی پھر وہاں سے چلا گیا۔

شلپا سوچ رہی تھی کہ اس کے ہم سفر کا سفر وہاں ختم ہوجائے گا لیکن وہ طیارے کی پرواز سے پہلے پھر اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ وہ حیرانی سے بولی "کیا واقعی تم نیویارک جارہے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "تم دیکھ رہی ہو کہ تمہاری ساڑی کے ساتھ ساتھ چل رہا ہوں۔"

"مگر تم نے پاسپورٹ دکھایا تھا۔ تمہارا سفر ایتھنز میں ختم ہوجاتا ہے۔"

اس نے پھر پاسپورٹ اور ویزا نکال کر دکھایا۔ شلپا نے شدید حیرانی سے دیکھا پھر پوچھا "پاسپورٹ اور ویزا میں تبدیلی کیسے ہوگئی؟ کیا امریکی سفارت خانہ تمہارے لیے ایتھنز کے ائرپورٹ میں چلا آیا تھا؟"

"مس شلپا! یہ میرا کمال ہے میں اوپر سے کچھ ہوں اور اندر سے کچھ۔ جیسی کہ تم ہو۔"

وہ چونک کر بولی "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کیا میں اندر سے اور باہر سے مختلف ہوں اور تمہاری طرح ایسا کوئی کمال دکھاتی ہوں؟"

"ہاں تم "را" ہو اور میں موساد ہوں۔"

وہ ایک دم سے اپنی سیٹ پر سیدھی ہوگئی۔ پھر اس کی طرف گھوم کر سرگوشی کے انداز میں بولی "کون ہو تم؟"

وہ اس کی طرف جھک کر بولا "موساد کا ایجنٹ ہوں۔ ہماری تنظیم کا سربراہ ہمیں ہماری منزل نہیں بتاتا منزل بدلتی رہتی ہے۔ مجھے ایتھنز پہنچ کر معلوم ہوا کہ را کی ایک ایجنٹ شلپا ہم یہودیوں کے مقاصد کے لیے کام کررہی ہے اور ایک مسلمان کی بیوی بن کر پاکستان جاکر ایک اہم مشن کی تکمیل کرنے والی ہے۔"

"اوہ گاڈ تمہیں یہ سب کچھ کس نے بتایا؟"

"کیا تم نہیں جانتی ہو کہ موساد اور را مل کر پاکستان میں تخریبی کارروائیاں کررہے ہیں؟"

وہ ہچکچاتی ہوئی بولی "میں پہلی بار ٹریننگ مکمل کرکے انڈیا سے باہر آئی ہوں اور نیویارک جارہی ہوں۔"

"مجھے یہی بتایا گیا ہے کہ تم ابھی نئی ہو۔ اگر تم سے کہیں کوئی غلطی ہو تو میں تمہیں سنبھال لوں۔"

"تم بہت سی باتیں درست کہہ رہے ہو۔ مگر میں پوری طرح یقین کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ تمہیں میرے متعلق اور کیا کچھ بتایا گیا ہے؟"

"یہ کہ تم ایک پاکستانی وزیر علی خان کی مسلمان بیوی بن کر پاکستان جاؤ گی۔ تمہارے میاں بیوی ہونے کے تمام کاغذ پہلے ہی مکمل ہوچکے ہیں۔ تم وزیر علی خان کو صورت سے نہیں پہچانتی ہو جس شخص کے کوٹ کی اوپری جیب سے ایک سرخ رومال جھانکتا ہوگا۔ تم اس کے پاس جاکر کوڈ ورڈز کہو گی کہ بھارت کا کھلتا ہوا گلاب ایک پاکستانی کے لئے....."

وہ مطمئن ہوکر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی "تم واقعی موساد کے ایجنٹ ہو۔ میں چاہوں گی کہ تم میری رہنمائی کرتے رہو۔"

"تمہاری رہنمائی کے لیے ہی موساد اور را کے باہمی مشوروں سے میرا سفر نیویارک تک بڑھادیا گیا ہے۔ اب اپنا یہ ہاتھ میرے ہاتھوں میں دیتی رہا کرو۔ میں تمہاری مشکلیں آسان کرتا جاؤں گا۔"

وہ مسکرانے لگی۔ دونوں میں دوستی ہوگئی۔ منڈولا نے دل میں کہا "بڑی کافر جوانی ہے نیویارک میں وہ پاکستانی اسے کیا بیوی بنائے گا؟ وہاں ایسا چکر چلاؤں گا کہ پہلے یہ میرے کام آئے گی۔"

اس کا سفر بڑا خوشگوار ہوگیا۔ سفر تو ثانی' علی اور شی تارا کا بھی بڑا ہی دلچسپ رہا۔ وہ مائیک ہرارے کو میری طرف مائل کرچکے تھے۔ دوشنبے کے ایک کالج میں بھی انہوں نے میرے دشمنوں کو بڑی خوب صورتی سے ٹال دیا تھا اور اب واشنگٹن کے وقت کے مطابق صبح دس بجے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کا ایک ٹھوس منصوبہ بنا چکے تھے۔

یوں اتنی ساری مصروفیات میں صبح ہوگئی۔ وہ طیارہ امریکا کے مشرقی ساحل کی طرف پہنچنے والا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک ائرہوسٹس نے اسپیکر کے ذریعے تمام مسافروں کو مخاطب کیا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا پر یہ جہاز نیویارک نہیں جائے گا۔ اس کا روٹ بدل گیا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ بڑے حوصلے اور تحمل سے اپنی سیٹوں پر بیٹھے رہیں اور اپنے اپنے سیٹ

بیلٹ باندھ لیں۔"

مسافروں میں بے چینی پیدا ہوگئی۔ وہ سب آپس میں بولنے لگے "یہ طیارہ نیویارک کیوں نہیں جارہا ہے؟"

"آخریات کیا ہے؟ اس طیارے نے اپنا روٹ کیوں بدل دیا ہے؟"

کتنے ہی مسافر کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھ رہے۔ نیچے بہت دور بحرالاٹلانٹک نظر آرہا تھا ائرہوسٹس کی آواز آرہی تھی "پلیز آپ بیٹھ جائیں اور سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔ ابا کو آئی لینڈ کی انتظامیہ سے معاملات طے ہورہے ہیں۔ یہ طیارہ اسی جزیرے میں اترنے والا ہے۔"

ایک مسافر نے چیخ کر پوچھا "کیا ہم ہائی جیک کیے جارہے ہیں؟ ہم سے کچھ نہ چھپایا جائے' صاف صاف بتایا جائے۔"

چند مسافروں نے ایک ہوسٹس اور اسٹیورڈ کو پکڑلیا۔ ان سے پوچھنے لگے۔ اسٹیورڈ قسمیں کھاکر کہنے لگا "ہم کچھ نہیں جانتے ہیں۔ پائلٹ کیبن کا دروازہ اندر سے بند ہے۔ کوئی اسے نہیں کھول رہا ہے۔ اناؤنسر بھی پائلٹ کیبن کے اندر ہے۔ وہ بھی باہر نہیں آرہی ہے۔"

ایک نے کہا "اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پائلٹ' کو پائلٹ اور ہوسٹس وغیرہ کو کیبن میں قید کیا گیا ہے اس طیارے کو اغوا کیا جارہا ہے۔"

کئی عورتیں رونے لگیں۔ بچے بھی انہیں دیکھ کر زور زور سے چیخنے اور رونے لگے۔ ثانی اور شی تارا اس اناؤنسر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ داؤد منڈولا بھی پریشان ہوگیا تھا۔ وہ بھی اناؤنسر کے اندر پہنچ کر اس کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ پائلٹ کیبن میں تین مسلح افراد تھے۔ انہوں نے پائلٹ' کو پائلٹ اور اناؤنسر کو گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا ایک مسلح شخص ابا کو جزیرے کی انتظامیہ سے کہہ رہا تھا "اگر طیارے کو رن وے پر نہ اترنے دیا گیا تو تمام مسافروں کو سمندر میں غرق کردیا جائے گا۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں بولیں گے۔ اب پائلٹ سے باتیں کرو اور اسے رن وے پر جہاز اتارنے کا سگنل دو۔"

طیارے کو تو اجازت ملنے ہی والی تھی کیونکہ سیکڑوں مسافروں کی جانیں بچانا لازمی تھا۔ ویسے ٹیلی پیتھی جاننے والے چاہتے تو ان مسلح افراد کے ہاتھوں سے ہتھیار گراسکتے تھے اور طیارے کو نیویارک لے جاسکتے تھے لیکن اس سلسلے میں کچھ مسائل تھے۔

شی تارا اور ثانی خیال خوانی کرتیں طیارے کے اغوا کو ناکام بناتیں تو خیال خوانی والی بات چھپی نہ رہتی۔ سپرسائنر تک اطلاع پہنچتی تو نیویارک میں فوج کے بے شمار مسلح جوان طیارے کو گھیر لیتے اور معلوم کرتے کہ طیارے میں کون خیال خوانی کرتا رہا ہے اگر سراغ نہ ملتا تو ہر مسافر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دماغوں میں پہنچایا جاتا پھر یہ معلوم ہوجاتا کہ اپنے چیلنج کے مطابق صرف شی تارا ہی نہیں ثانی اور علی بھی پہنچے ہوئے ہیں۔ وہ تینوں آسانی سے گرفت میں آجاتے۔

منڈولا ان تینوں سے زیادہ محتاط ہوگیا۔ وہ اس ملک کی ٹرانفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرکے یہودی داؤد منڈولا بن کر فرار ہوا تھا اور شیلا کی کافرجوانی سے کھیلنے کی وجہ سے پھر اسی ملک میں پہنچنے آگیا تھا۔

وہ طیارہ ابا کو جزیرے کے رن وے پر اترگیا تھا۔ یہ ابھی تک کسی کو معلوم نہیں ہوا تھا کہ کن لوگوں نے طیارے کو اغوا کرکے اس جزیرے میں پہنچایا ہے؟ یہ صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے جانتے تھے۔ ثانی نے علی تیمور کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہا "ہم ہائی جیک کرنے والوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے کیونکہ وہ سب مسلمان ہیں۔ انہوں نے ایم آئی ایم (مجاہدین فار اسلامک مشن) کے نام سے ایک نئی تنظیم قائم کی ہے۔ یہ مجاہدین دراصل پی ایل او اور اسرائیلی معاہدے کے خلاف ہیں۔ پھر دریدہ اردن اور اسرائیل کے درمیان دوستانہ معاہدے کی تیاریاں ہورہی ہیں۔ یہ مجاہدین آئندہ ایسے ہونے والے معاہدوں کے خلاف یہ کارروائی کررہے ہیں۔"

علی نے کہا "ہاں پہلے کیمپ ڈیوڈ سمجھوتا ہوا پھر یاسر عرفات نے اسرائیل سے سمجھوتا کیا۔ سیاسی حالات بتارہے ہیں کہ اردن اور شام بھی اسرائیل سے معاہدے کے لیے تیار بیٹھے ہیں اس طرح اسلامی ممالک رفتہ رفتہ اسرائیلی حکومت کو تسلیم کرتے جارہے ہیں۔ یہ بتاؤ یہ مجاہدین یہاں کتنے ہیں؟"

"پائلٹ کیبن میں تین ہیں۔ کیبن کے باہر ہم مسافروں کے درمیان پانچ ہیں۔ ابھی ان پانچوں نے خود کو ظاہر نہیں کیا ہے۔ یہ طیارہ ایک کارنر ریوے پر رک گیا ہے اب یہ خود کو ظاہر کریں گے۔"

داؤد منڈولا نے بھی کیبن کے اندر سے اناؤنسر کے ذریعے ان تینوں مجاہدین کے دماغوں میں پہنچ کر یہی معلومات حاصل کی تھیں' جو ثانی اور شی تارا معلوم کرچکی تھیں۔ اس کے پاس بیٹھی ہوئی شیلا نے کہا "یہ کیا گڑبڑ ہوگئی ہے پتا نہیں کون لوگ ہیں اور کن مقاصد کے لیے ہمیں یہاں لے آئے ہیں؟"

منڈولا نے انجان بن کر کہا "پتا نہیں ہم کس مصیبت میں گرفتار ہوگئے ہیں۔ شاید تھوڑی دیر میں کچھ معلوم ہوسکے۔"

تھوڑی دیر بعد ایک تگڑا سا جوان مسافروں کے درمیان سے اٹھا پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا منڈولا کے پیچھے آیا۔ کیونکہ وہ جہاز کا آخری حصہ تھا۔ منڈولا جس آخری قطار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے ہوسٹس اور اسٹیورڈ کے کیبن اور ٹائلٹ وغیرہ تھے۔ اس جوان نے بلند آواز سے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین۔۔۔۔"

اس کی بلند آواز پر تمام مسافروں نے اپنی سیٹوں پر سے پلٹ کر یا اٹھ کر اسے دیکھا۔ اور منڈولا نے بھی سر گھما کر اس پر

نظر ڈالی۔ وہ جوان اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا "آپ مجھے دیکھیں۔ میں خالی ہاتھ ہوں۔ آپ میں سے کسی مسافر کو ہماری ذات سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ وعدہ کرنے کے بعد اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اور میرے ساتھیوں نے اس طیارے کو یہاں تک پہنچایا ہے۔"

تمام مسافر ایک دوسرے کو دیکھنے اور آپس میں تبصرے کرنے لگے۔ ایک بوڑھے مسافر نے پوچھا "اگر تم اتنے رحم دل اور انسان دوست ہو کہ ہمیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تو پھر ہمیں ہوائی حملے سے بھٹکا کر ہمیں کیوں تکلیف پہنچا رہے ہو؟ کیوں معصوم بچوں اور خواتین کو دہشت زدہ کررہے ہو؟"

نوجوان نے کہا "ہمیں احساس ہے کہ کمزور دل کے مسافر خوف زدہ رہیں گے اور بیماروں کو خاطر خواہ دوائیں نہیں ملیں گی۔ فلسطین میں بھی برسہابرس سے مسلمان اچھی تعلیم اور باقاعدہ علاج کے لیے اور خوش حال سماجی زندگی گزارنے کے لیے ترستے رہے ہیں۔ اقوام متحدہ نے اور انسانی حقوق کی تنظیموں نے ان فلسطینی مسلمانوں کو کبھی ان کے جائز حقوق نہیں دلائے۔ وہ مسلمان برسوں سے عذابوں میں مبتلا رہے اور آپ کو زیادہ سے زیادہ بارہ گھنٹوں یا چودہ گھنٹوں تک تکالیف برداشت کرنی ہوں گی۔"

ایک اور مسافر نے اٹھ کر پوچھا "آپ لوگ کن معتبر اداروں سے اپنے مطالبات منوانے والے ہیں؟"

نوجوان نے پوچھا "آپ حضرات میں تعلیم یافتہ' دانشور اور سیاستدان موجود ہیں۔ آپ بتائیں کیا ہم انسانوں کی دنیا میں ایسا کوئی سچا اور معتبر ادارہ ہے جو انسانیت کی خدمت کررہا ہو؟ کیا بوسنیا اور صومالیہ میں لاکھوں مسلمانوں کی ہلاکت پر اقوام متحدہ سمیت ساری دنیا خاموش نہیں ہے؟ کیا کشمیر کا ایک ایک مسلمان اپنے حقوق کے لیے لڑتے لڑتے شہید ہوجائے گا اور وہ کشمیر جنت نظیر شہیدوں کا مکمل قبرستان بن جائے گا۔ تب بھی دنیا کے کسی گوشے سے انسانیت اس لیے بیدار نہیں ہوگی کہ مسلمان مارے جارہے ہیں انہیں مرنے دو۔"

اس مسافر نے سوال کیا "جب آپ یہ جانتے ہیں کہ مسلمانوں کو بھری دنیا میں انصاف نہیں مل رہا ہے تو پھر اس طیارے کو اغوا کرنے اور ہمیں یرغمالی بنانے کے بعد کیا تمہیں جائز حقوق مل جائیں گے؟"

جوان نے کہا "حقوق نہیں ملیں گے' انصاف نہیں ملے گا مگر انصاف کے لیے ہماری یہ لڑائی ہے۔ ہم اپنے ملک میں یہ جنگ لڑتے تو لڑائی محض ایک خبر ہوتی لیکن امریکا کے ساحلی جزیرے پر اس طیارے کو لاکر ہم نے یہ بات یقینی بنادی ہے کہ اس اغوا کی خبر دھماکا بن کر ساری دنیا میں پھیلے گی۔ ہماری تنظیم کا نام ایم آئی ایم یعنی مجاہدین اسلامک مشن ہے۔ یہ بالکل نئی تنظیم ہے اور یہ ہمارا پہلا احتجاجی کارنامہ ہے۔"

مسافروں کے درمیان سے ایک اور صحت مند جوان نے اٹھ کر ایک ہتھیار کی نمائش کرتے ہوئے کہا "ہم نے ابھی تک اپنے ہتھیاروں کو صرف اپنی حفاظت کے لیے رکھا ہوا ہے۔ اگر تمام مسافر پرامن رہیں گے تو ہمیں دوست پائیں گے۔ ہماری آپ سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ہم صرف اُن کے دشمن ہیں جو مسلمانوں کی فیملی پلاننگ کررہے ہیں اور طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے مسلمانوں کی تعداد کو کم سے کم کرنا چاہتے ہیں۔"

جہاز کے ایک اور حصے سے ایک نوجوان ہتھیار لے کر اٹھا۔ پھر کہنے لگا "ہماری جنگ فلسطین میں نہیں ہوگی بوسنیا اور کشمیر میں نہیں ہوگی۔ ہم ایسے تمام حقوق سے محروم ممالک کے باہر ان غیراسلامی ممالک میں غیرمسلموں سے وہی سلوک کریں گے' جو وہ مسلمانوں سے کررہے ہیں۔ چونکہ اسلام دشمنی میں امریکا سرفہرست ہے اس لیے ہم اپنے مشن کے پہلے مرحلے پر یہ طیارہ امریکا کے ہی ایک جزیرے میں لے کر آئے ہیں۔"

ایک اور مسلح جوان نے اگلی قطار سے اٹھ کر کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! ہمارے تین مجاہدین پائلٹ کیبن میں ہیں اور وہ امریکی اکابرین سے کچھ اہم معاملات پر گفتگو کررہے ہیں۔ اگر وہ معاملات طے ہوجائیں گے تو ہم اس طیارے کو نیویارک لے جانے کی اجازت دے دیں گے۔"

علی تیمور نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پوچھا "ہمیں یقین ہے کہ معاملات طے ہوجائیں گے کیونکہ یہاں کم از کم ڈھائی سو مسافروں کی زندگی بچانے کا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ حل ہوجائے گا آپ اس طیارے کو بھی نیویارک پہنچادیں گے۔ مجاہدین کا انجام کیا ہوگا؟ کیا مسافروں کو نجات دلانے کے بعد وہ آپ کو آسانی سے جانے دیں گے؟"

ایک اور مسلح مجاہد نے مسافروں کے درمیان سے اٹھ کر کہا "مسٹر! تم ہمارا انجام پوچھ رہے ہو۔ تم نے عام مسلمانوں کو دیکھا ہوگا' سچے مومنین کو نہیں دیکھا ہوگا۔ جب ہم جیسے مجاہدین راہ حق پر شوق شہادت میں نکلتے ہیں تو اپنے انجام کا کفن پہن کر نکلتے ہیں۔"

علی نے مسکرا کر کہا "سچے جذبوں کو دنیا کی کوئی طاقت کفن نہیں پہنا سکتی۔ میرے مجاہدو! اپنے اس ایمان افروز عمل کو جاری رکھو۔ یہاں مجھ جیسے کچھ مسلمان ہیں جو تمہارا ساتھ دیں گے۔"

علی یہ کہہ کر بیٹھ گیا۔ شی تارا اور ثانی خیال خوانی میں مصروف تھیں۔ ادھر منڈولا بھی رہ رہ کر کیبن والے تین مجاہدوں کے اندر جارہا تھا۔ ان کے خیالات سے پتا چلا کہ ان مجاہدین کی تنظیم ایم آئی ایم کا سربراہ کوئی پراسرار شخص ہے اور شاید وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ اس تنظیم کے مجاہدین کئی ممالک میں موجود ہیں۔ وہ سب کئی برس سے مختلف ممالک میں جہاد کرنے کے لیے بڑی زبردست تربیت حاصل کرتے رہے ہیں۔

ایم آئی ایم کا سربراہ اس طرح بھی پراسرار سمجھا جاتا تھا کہ اس کی پیش گوئیاں درست ہوا کرتی تھیں۔ اس نئی تنظیم کے پہلے مشن میں اس نے آٹھ نوجوان مجاہدین سے کہا تھا کہ طیارہ اغوا کرو گے تو تمہارے مطالبات مان لیے جائیں گے۔ تم سب کو گرفتار نہ کرنے کا وعدہ بھی کیا جائے گا لیکن وعدہ... وفا نہیں ہوگا۔ جب وہ وعدے سے پھریں گے تو ایم آئی ایم کا سربراہ انہیں صحیح سلامت رہائی دلا کر واپس لے آئے گا۔

منڈولا' ٹانی اور شی تارا نے ان آٹھوں مجاہدین کے خیالات پڑھے لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ پراسرار سربراہ کون ہے؟ اور کہاں رہتا ہے؟ کسی مجاہد نے بھی اسے آج تک نہیں دیکھا تھا۔

شی تارا' ٹانی اور علی کے لیے یہ تشویش کی بات نہیں تھی کہ وہ سربراہ کون ہے۔ جو بھی ہوگا دشمن نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے آئندہ کسی بُرے وقت پر ان آٹھوں مجاہدین کے کام آنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

منڈولا تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا کہ کوئی سربراہ بھی پیش گوئیاں کیسے کرتا ہے اور کیسے اتنے اعتماد سے کہہ دیا ہے کہ ان آٹھوں مجاہدین پر آنچ نہیں آئے گی اور آئے گی تو وہ انہیں صحیح سلامت واپس لے آئے گا۔

اس سے منڈولا کو یہ اندیشہ ہو رہا تھا کہ وہ سربراہ کوئی پُراسرار غیر معمولی علم جانتا ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہو اور خود کو اپنے ہی مجاہدین کی نظروں سے اوجھل رکھ کر ان کے کام آرہا ہو۔

جیسا کہ داؤد منڈولا خود پراسرار رہ کر خفیہ یہودی تنظیم کا سربراہ بنا ہوا تھا اور اس تنظیم کا کوئی آدم برادر اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے پراسرار باس منڈولا کو نہیں جانتا تھا۔ اسی طرح وہ سوچ رہا تھا کہ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ایم آئی ایم جیسی تنظیم کا ایک نادیدہ پُراسرار باس بنا ہوا ہے۔

یوں سوچنے سے داؤد منڈولا کی حالت پتلی ہو رہی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اگر واقعی ایسی ہی کوئی بات ہے اور مجاہدین کی تنظیم کا باس ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تو وہ اپنے آٹھوں بندوں کے دماغ میں آرہا ہوگا جا رہا ہوگا اور منڈولا نے ذرا سی بھی کوئی غلطی کی تو وہ اس کے دماغ میں بھی آنا چاہے گا اور وہ سانس روکے گا تو شبہ اور بڑھ جائے گا۔ پھر وہ اپنے کسی مجاہد کے ذریعے اسے زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد خفیہ یہودی تنظیم کا راز معلوم کر لے گا اور تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا غلام بنا لے گا۔ ان غلاموں کی فہرست میں منڈولا کا نام بھی ضرور ہوگا۔

داؤد منڈولا کی پریشانیاں بڑھ گئیں۔ شپلا نے پوچھا "تم بڑی دیر سے خاموش ہو اور پریشان نظر آرہے ہو؟"

وہ بات بناتے ہوئے بولا "ہم منزل سے قریب آکر دور ہو گئے ہیں' کیا مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے؟"

"ہاں میں بھی پریشان ہوں۔ سوچتی ہوں کہیں ہمارا اور موساد سے تعلق کا بھید ہماری کسی غلطی سے نہ کھل جائے۔"

منڈولا یہ پہلو بھلا چکا تھا کہ شپلا کے سامنے موساد کا ایجنٹ بنا ہوا ہے اور شپلا کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ حساس دماغ نہیں رکھتی ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہے۔ اگر مجاہدین کا سربراہ شپلا کے دماغ میں آئے گا تو اس کے ہم سفر موساد کے ایجنٹ کو بھی نہیں بخشے گا۔

اس کی گھبراہٹ اور بڑھ گئی۔ وہ کسی نامعلوم اور خیالی ٹیلی پیتھی جاننے والے سربراہ سے خوف زدہ تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ خیال خوانی کرنے والی ٹانی اور شی تارا اسی جہاز میں موجود ہیں۔ فی الحال جو کچھ وہ جانتا تھا یا جیسی قیاس آرائی کر رہا تھا اس کے مطابق اب وہ شپلا سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔

اس نے فوراً ہی شپلا کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے گہری نیند میں پہنچایا پھر اس کی خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ طیارے کا اغوا اور سیکڑوں مسافروں کو یرغمال بنانے والا واقعہ کوئی معمولی نہیں تھا مگر اتنے بڑے واقعے کے مقابلے میں اپنی سلامتی کی فکر پہلے تھی۔ اس لیے اس نے شپلا کے ذہن میں یہ نقش کر دیا کہ وہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے ہم سفر مسٹر ہائیڈ (منڈولا) کا صرف نام جانتی ہے۔ یہ بہت ہی بور ہم سفر ہے اس لیے اس نے مسٹر ہائیڈ سے نہ دوستی کی ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ جانتی ہے اور ایسے بور آدمی کے متعلق کچھ جاننا گویا وقت ضائع کرنا ہے۔

پھر اس نے شپلا کے دماغ سے یہ حقیقت بھی مٹا دی کہ اس کا تعلق را سے ہے۔ بھارت اور اسرائیل کے بڑے گہرے تعلقات تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ را کی ایک ایجنٹ کا بھی بھید کھل جائے۔

اس نے خود کو اور شپلا کو کسی نادیدہ خیال خوانی کرنے والے سے محفوظ کرنے کے بعد کیبن کے ایک مجاہد کی آواز سنی۔ وہ اسپیکر کے ذریعے مسافروں کے درمیان رہنے والے مجاہدین میں سے ایک کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"برادر یاسین الاسد! یہاں کیبن میں آجاؤ۔ اس جزیرے کی انتظامیہ کے اعلیٰ افسران ہم سے مذاکرات کرنا چاہتے ہیں۔ اس کیبن سے باہر رن وے کی طرف دروازہ کھولا جائے گا پھر تمہارے جاتے ہی دروازہ بند کر دیا جائے گا۔"

ایک مسلح مجاہد نے اپنا ہتھیار اس مجاہد کو دیا جو منڈولا کے پیچھے خالی ہاتھ کھڑا تھا۔ پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا پائلٹ کیبن کے پاس آیا۔ اس کا دروازہ چند سیکنڈ کے لیے کھلا۔ پھر اس کے کیبن میں جاتے ہی بند ہو گیا۔

منڈولا اس کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا۔ پائلٹ کیبن کا دوسرا دروازہ باہر کی طرف کھل گیا تھا۔ مجاہد یاسین الاسد نے دروازے کی بلندی سے نیچے رن وے پر چھلانگ لگائی اور بخیریت وہاں پہنچ کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ مجاہدین نے طیارے

کے دروازے سے سیڑھی لگانے کی اجازت نہیں دی تھی اور یہ دھمکی دی تھی کہ سیڑھی لگائی جائے گی یا مسلح فوجی طیارے کے قریب آئیں گے تو طیارے کے اندر مسافروں کی سلامتی کی ضمانت ختم ہو جائے گی۔

جزیرے کے مسلح فوجی طیارے سے سو گز کے فاصلے پر کھڑے تھے۔ یاسین الاسد ایک افسر کے ساتھ چلتا ہوا وہاں کے چھوٹے سے ائیرپورٹ کی عمارت میں آیا۔ وہاں کے ایک بڑے سے کمرے میں چند فوجی افسران اور دوسرے سرکاری عہدیداران بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا "تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

یاسین الاسد نے کہا "تم سب بیٹھے ہوئے ہو اور میں کھڑا ہوا ہوں۔ پہلے آنے والے کی عزت کرنا سیکھو۔ اسے بیٹھنے کے لیے کہو پھر گفتگو کا آغاز کرو۔"

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا "ہمارے ملک کے طیارے میں دو سو پینتالیس مسافروں کی سلامتی کا مسئلہ ہے اس لیے اکڑ کر بول رہے ہو۔ ٹھیک ہے بیٹھ جاؤ۔"

وہ ایک خالی کرسی پر بیٹھ کر بولا "اکڑنے کی بات ہی ہے۔ تمہاری کمزوری ہمارے ہاتھوں میں ہے اور ہم مسلمانوں کی کمزوری تمہارے ہاتھوں میں رہتی ہیں جن کے سبب تم لوگ اقوام متحدہ اور عالمی عدالتوں میں بھی بیٹھ کر اکڑتے رہتے ہو۔ اس طرح اکڑنا تم لوگوں نے ہی ہمیں سکھایا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم تمہارا یہ رویہ برداشت کر رہے ہیں۔ ہمارے سوالوں کا جواب دو کہ تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"ہماری تنظیم کا نام ایم آئی ایم یعنی مجاہدین اسلامک مشن ہے۔ پی ایل او اور حکومت اسرائیل کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے۔ اس معاہدے پر ہمیں اعتراض ہے۔"

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا "یہ پی ایل او اور حکومت اسرائیل کا معاملہ ہے تم نے ہمارے ملک کے طیارے کو کیوں اغوا کیا ہے؟"

"اس لیے کہ امریکا دراصل اسرائیل کا ناجائز باپ ہے۔ بیٹے کو چوٹ لگے گی تو باپ کو تکلیف پہنچے گی۔ یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ امریکا کے سائے میں وہ معاہدہ عمل میں آیا ہے۔"

ایک نے پوچھا "تم لوگوں کو اس معاہدے پر کیا اعتراض ہے؟"

"یہی کہ غزہ کی پٹی میں فلسطینیوں کو جو آزادی دی گئی ہے وہ آزادی نہیں بلکہ ایک کڑوی گولی ہے جو شکر میں لپیٹ کر دی گئی ہے۔"

"اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ آزادی نہیں دی گئی' آزادی کے نام پر دھوکا دیا گیا ہے تو ہمیں بھی بتاؤ کہ دھوکا کیسے دیا گیا ہے؟"

یاسین الاسد نے کہا "معاہدے کے مطابق اسرائیل کے

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصوں میں

تاریک براعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور بغلی کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت —— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا —— شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کیجاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حُسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا —— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

کتابی شکل میں پہلی بار منظرِ عام پر آئی ہے

قیمت فی حصہ -/۷۰ روپے' علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

مغربی کنارے اور غزہ کے علاقے میں فلسطینیوں کو محدود اختیارات حاصل ہوں گے۔ جب آزادی دی گئی ہے تو اختیارات محدود کیوں ہیں؟ صاف ظاہر ہے کہ لامحدود اختیارات یہودی حکمرانوں کے پاس ہی رہا کریں گے۔"

ایک عہدیدار کچھ کہنا چاہتا تھا' یاسین الاسد نے ہاتھ اٹھا کر کہا "تمہارے اعتراضات آپ کاغذات پر نوٹ کرتے جائیں۔ میری باتیں ختم ہونے کے بعد آپ اپنی زبان کھولیں۔"

پھر اس نے کہا "اس معاہدے کے آرٹیکل ۶' شق ۲ کے مطابق اسرائیلی فوج نے فلسطینی علاقے سے جانے کے بعد پھر کسی وقت بھی آسکے گی۔ فلسطینی مسلمانوں کی اپنی دفاعی فوج نہیں ہوگی۔ آرٹیکل ۱۳' شق ۱ تا ۳ کے مطابق صرف اسرائیلی فوج ہی نہیں اسرائیل میں بسنے والے تمام یہودی بھی کسی روک ٹوک کے بغیر (نام نہاد) آزاد فلسطینی علاقے میں آتے جاتے رہیں گے۔ صرف یہی نہیں اسرائیل حکومت نے فلسطینی مسلمانوں کو اپنی کتابیں اسکول میں پڑھانے سے منع کردیا ہے۔ یہ کیسی آزادی کا معاہدہ ہے جو مسلمانوں کو تعلیمی پہلوؤں سے بھی غلام بنائے رکھنے کے لیے امریکا کی سرپرستی میں کیا گیا ہے۔"

یاسین الاسد اس معاہدے کے ایک ایک آرٹیکل اور شق کے حوالے سے اعتراضات پیش کررہا تھا پھر اس نے کہا "ہم مسلمان ہیں اور قرآن مجید کو اپنی آخری آسمانی کتاب ہدایات تسلیم کرکے ان ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہودیوں کو مغضوب قوم قرار دیا ہے اور واضح کیا ہے کہ مسلمانوں کے سب سے پہلے اور سب سے آخری دشمن یہودی ہیں اور ہم یہ دیکھتے آرہے ہیں کہ یہ یہودی سانپوں کی طرح اپنے محسنوں کو بھی ڈس لیا کرتے ہیں۔ امریکا ان کا محسن ہے اور جانتا ہے کہ یہودی موقع ملنے پر اسے بھی کس طرح ڈستے رہتے ہیں۔"

ایک عہدیدار نے کہا "بے شک۔ بعض اوقات وہ ہمیں نقصان پہنچاتے ہیں مگر ان یہودیوں کے وجود سے ہمیں فائدے بھی بہت ہیں۔ کیا تم لوگوں نے وہ معاہدے منسوخ کرنے کے لیے طیارے کو اغوا کیا ہے؟"

یاسین الاسد نے کہا "یہ ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ طیارے کے مسافروں کو آزاد کرانے کے لیے معاہدہ کو منسوخ کرانے کا اعلان کردیا جائے گا لیکن درپردہ اسے بحال رکھا جائے گا۔ صرف یہی نہیں' جب ہم مسافروں کو طیارے سے نکل کر جانے کی اجازت دیں گے اور وہ رہائی پاکر چلے جائیں گے تو ہمیں گرفتار کرلیا جائے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم وعدہ کرتے ہیں کہ دو سو پینتالیس مسافروں کی سلامتی کے عوض تم سب کی قدر کریں گے اور تمہیں واپس جانے کی اجازت دیں گے۔"

"ہمیں سبز باغ نہ دکھاؤ۔ ہم تمام مسافروں کو رہا کردیں گے۔ ہماری صرف ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ اخبارات' ریڈیو اور ٹی وی کے ہر چینل کے ذریعے ساری دنیا میں اس طیارے کے اغوا ہونے اور اغوا کیے جانے کے مقاصد کی تشہیر کی جائے۔"

"کیا تشہیر ہونے تک تمام مسافروں کو جس بیچا میں رکھا جائے گا۔"

"ابھی جس بیچا کی بات نہ کریں۔ جہاز کا ائرکنڈیشنر کام کررہا ہے' اندر گھٹن نہیں ہے۔ کم از کم بارہ گھنٹے تک کے لئے کھانے پینے کا تمام سامان وہاں موجود ہے۔ پھر یہ کہ سیٹلائٹ کے ذریعے اتنی برق رفتاری سے ساری دنیا میں تشہیر ہوتی ہے کہ آپ لوگ برق رفتاری سے ہمارے مطالبہ پر عمل کریں گے تو مسافر بھی چند گھنٹوں میں رہائی حاصل کرلیں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میں ابھی جاکر اعلیٰ حکام سے رابطہ کرتا ہوں جلد ہی تمہارا مطالبہ پورا ہوجائے گا۔"

یاسین الاسد نے کہا "تمام دنیا کو یہ بات خاص طور سے بتائی جائے کہ یہ مذکورہ معاہدہ بعد میں بحال کیا گیا یا کسی اور اسلامی ملک سے حکومت اسرائیل نے خود کو منوانے کے لیے کوئی معاہدہ کیا تو ایم آئی ایم کے جان فروش معاہدے کرنے والوں کی دھجیاں اڑادیں گے۔ ہم مملکت اسرائیل کو نہ تسلیم کرتے ہیں اور نہ کبھی کریں گے۔"

وہ اعلیٰ افسر اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ دوسرے کمرے میں ٹرانسمیٹر' ٹیلی فون اور واشنگٹن سے فوری رابطے کے تمام انتظامات تھے اور وہاں کئی ماہرین بیٹھے ہوئے اپنے فرائض ادا کررہے تھے۔ اعلیٰ افسر نے ایک فون کے ذریعے سپرماسٹر سے پوچھا "سر آپ نے طیارہ اغوا کرنے والے مجرم کی تمام گفتگو خفیہ رابطے کے ذریعے سن لی ہوگی؟"

سپرماسٹر نے کہا "ہاں سن چکا ہوں۔ طیارے کے پائلٹ کیبن میں جو تین مسلح مجرم ہیں ان کی آوازیں بھی یہاں ریکارڈ ہوچکی ہیں اب ان سب کی شامت آگئی ہے۔"

"سر! میں سمجھا نہیں' کیا ان کا مطالبہ پورا نہیں کیا جائے گا؟"

"ان کا مطالبہ ہے کہ ساری دنیا کے اسلامی ممالک کو وارننگ دے دی جائے کہ کوئی اسرائیلی حکومت سے کسی قسم کا معاہدہ نہ کرے۔ معاہدہ کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ اسرائیل کو تسلیم کرلیا گیا ہے۔ اگر ہم تمام تشہیری میڈیا سے اس وارننگ کو دنیا والوں کے سامنے لائیں گے تو ہم اسرائیل کو باقاعدہ معاہدوں کے ذریعے رفتہ رفتہ تمام اسلامی ممالک سے تسلیم نہیں کرالیں گے۔"

"سر! آپ درست فرماتے ہیں لیکن ان دو سو پینتالیس مسافروں کا کیا بنے گا؟"

"وہ سب زندہ سلامت رہیں گے۔ اس نئی تنظیم ایم آئی ایم

کو پہلے ہی مرحلے میں بری طرح ناکام بنادیا جائے گا اور اس تنظیم کے مجرموں کو موت کی سزا دی جائے گی تو پھر مسلمانوں کی کوئی تنظیم ہمارے خلاف سر اٹھانے کی جرات کبھی نہیں کرے گی۔"

"تو پھر میں اس طیارہ اغوا کرنے والے یاسین الاسد کو ابھی کیا جواب دوں؟"

"اسے گرفتار کرلو۔ باقی طیارے کے اندر جتنے مجرم ہیں ان سے میں نمٹ رہا ہوں۔"

وہ اعلیٰ افسر وہاں سے چلتا ہوا بڑے کمرے میں آیا' جہاں یاسین الاسد فوجی افسران اور سرکاری عہدیداروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے آتے ہی یاسین الاسد سے کہا "یو نان سنس! کھڑے ہوجاؤ۔ اس لمحہ سے تم زیر حراست ہو۔"

اعلیٰ افسر کے حکم سے دو فوجی جوانوں نے یاسین الاسد کو دو طرف سے گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ تیسرا فوجی اسے ہتھکڑی پہنانے لگا۔

داؤد منڈولا خیال خوانی کے ذریعے یہ تمام کارروائیاں دیکھ رہا تھا۔ اب یہ دیکھنا تھا کہ سپرماسٹر طیارے کے اندر رہنے والے مسلح مجاہدین کو کس طرح مجبور اور بے بس بنائے گا۔

منڈولا کی طرح ٹائی اور شی تارا بھی خیال خوانی میں مصروف تھیں۔ انہوں نے پائلٹ کیبن کے مسلح مجاہدوں کے اندر آکر دیکھا۔ وہاں ایک مجاہد کے دماغ میں پاشا کی سوچ کی لہریں سنائی دیں۔ وہ اس مجاہد سے کہہ رہا تھا "تم سب کتنے احمق اور جذباتی مسلمان ہو۔ اغوا کرنے کا اتنا بڑا قدم اٹھانے سے پہلے یہ نہیں سوچا کہ امریکا میں ہم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے رہتے ہیں۔"

ٹائی اور شی تارا نے بڑی حیرانی سے پاشا کی آواز سنی پھر ٹائی نے علی سے کہا "سپرماسٹر نے پاشا کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔ وہ ایک مجاہد کے دماغ میں بول رہا ہے۔"

علی نے کہا "دوسرے مجاہدین کے اندر بھی جاؤ۔ معلوم کرو کہ سپرماسٹر نے پاشا کی طرح اور کتنے خیال خوانی کرنے والے پیدا کیے ہیں۔ معاملہ پیچیدہ ہورہا ہے' پاپا کو بلاؤ۔"

معاملہ واقعی پیچیدہ ہورہا ہے۔ شی تارا دوسرے مجاہد کے اندر پہنچ کر دم بخود رہ گئی۔ کیونکہ اس کی اندر یوجا کی سوچ کی لہریں سنائی دے رہی تھی۔ سپرماسٹر نے اسے بھی ٹیلی پیتھی کا علم دے کر اپنا تابعدار بنالیا تھا۔

یوجا بھی ایک مجاہد سے کہہ رہی تھی "میں ٹیلی پیتھی کا نادیدہ بم ہوں' تمہارے جیسے باکمال مسلمانوں کے دماغ میں بلاسٹ ہوتی ہوں۔ دیکھو تمہارے ہاتھوں سے گن چھوٹ کر گر پڑی ہے۔"

ایسا کہتے ہی اس مجاہد کے ہاتھوں سے گن چھوٹ کر گر پڑی تھی۔ اس نے اپنے ساتھی مجاہد کو دیکھا۔ اس کے ہاتھوں میں بھی گن نہیں رہی تھی۔ وہ اپنے قدموں میں پڑے ہوئے ہتھیار کو اٹھانے کے لیے جھکنا چاہتا تھا۔ مگر پاشا اسے ہتھیار تک پہنچنے نہیں دے رہا تھا۔ یوجا بھی دوسرے مجاہد کے ساتھ یہی کررہی تھی تیسرے مجاہد نے اپنے دونوں ساتھیوں سے پوچھا "یہ تم دونوں نے ہتھیار کیوں پھینک دیئے ہیں؟"

ایسا کہتے ہی خود اس نے بھی اپنے ہتھیار کو نیچے پھینک دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ یوجا اور پاشا کے علاوہ کوئی تیسرا خیال خوانی کرنے والا بھی تھا۔ ٹائی کے بلاتے ہی میں وہاں پہنچ گیا تھا اور میرے بعد سلمان' سلطانہ وغیرہ ایک ایک کرکے پہنچتے جارہے تھے۔

پہلے ہم خاموشی سے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ سپرماسٹر نے کتنے خیال خوانی کرنے والے جمع کررکھے ہیں کیونکہ پاشا اور یوجا کا ٹیلی پیتھی سیکھنا اور دشمنوں کا تابعدار بننا ہماری توقع کے بالکل خلاف تھا۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ہمارے دشمن بن کر مقابلے پر آئیں گے۔ پاشا تو کبھی دوست اور کبھی دشمن بنتا رہتا تھا لیکن یوجا جیسی معصوم لڑکی کے لیے افسوس ہورہا تھا۔

افسوس اس لیے بھی ہورہا تھا کہ مشین سے گزرنے کے بعد وہ معصوم اور بھولی بھالی نہیں رہی ہوگی۔ اسے مکار اور چالباز بنادیا گیا ہوگا۔ ان دونوں کی طرح پتا نہیں اور کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے گئے ہوں گے؟

میں نے سلمان سے کہا "خود کو ظاہر کیے بغیر جہاز کے اندر مجاہدین کی مدد کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے مائیک ہرارے کو مخاطب کیا۔ پھر کہا "ابھی نو بجے ہیں۔ تمہیں دس بجے ٹرانسفارمر مشین پر پہنچایا جائے گا۔ میں وعدے کے مطابق آگیا ہوں۔"

"فرہاد صاحب! آپ زبان کے دھنی ہیں۔ لیکن ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے بتایا گیا ہے کہ اب مجھے دس بجے نہیں' دوپہر کے دو بجے اس مشین سے گزارا جائے گا۔"

"کیا تم نے ان سے یہ نہیں پوچھا کہ وقت کیوں بدل دیا گیا ہے؟"

"میں نے پوچھا تھا۔ انہوں نے صرف اتنا کہا کہ سپرماسٹر ایک دوسرے اہم معاملے میں مصروف ہے۔"

"یعنی تمہیں یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ دوسرا اہم معاملہ کیا ہے؟"

"نہیں یہ لوگ اب مجھے دوسری بار مشین سے گزارنے اور اپنا وفادار اور جاں نثار بنانے کے بعد ہی مجھ پر بھروسا کریں گے۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ انہوں نے یوجا اور پاشا کو بھی مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دے کر تابعدار بنایا ہے؟"

"یہ میرے لیے نئی اطلاع ہے۔ اگر آپ کی معلومات درست ہے تو پھر یہ لوگ کچھ اور نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرچکے ہوں گے۔"

"میری معلومات یوجا اور پاشا کی حد تک درست ہیں۔ ان کے علاوہ کتنے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں یہ ابھی معلوم نہیں ہوسکا۔ بہرحال میں دوپہر دو بجے سے پہلے تمہارے پاس آؤں گا۔

اب جارہا ہوں۔"

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ اسے یہ نہیں بتایا کہ ایک طیارے کے اغوا کے سلسلے میں کیا ہورہا ہے۔ خود اس کا سپرباسٹر اور دوسرے فوجی افسران اسے اس معاملے میں ملوث نہیں کررہے تھے اور اس معاملے میں مجھے بھی اس کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سپرباسٹر سے بدظن ہونے کے باوجود اپنے ملک اور قوم کا وفادار تھا۔ طیارے کے اغوا کے معاملے میں ہماری مخالفت کرسکتا تھا۔ میں اسے اس کے حال پر چھوڑ کر طیارے میں آگیا۔

وہاں پائلٹ کیبن میں تینوں مجاہدین کے ہاتھوں سے ہتھیار گرچکے تھے۔ پوجا ائرہوسٹس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذریعے ایک ہتھیار اٹھا کر پائلٹ اور کوپائلٹ سے کہہ رہی تھی "تم دونوں باقی یہ دو ہتھیار اٹھالو۔"

پائلٹ اور کوپائلٹ نے ہتھیار اٹھالیے۔ پوجا نے ہوسٹس کی زبان سے ایک مجاہد کو مخاطب کیا پھر کہا "اب تم اس مائیک کو سنبھالو اور مسافروں کے درمیان تمہارے جو اسلحہ بردار ساتھی ہیں انہیں ایک ایک کرکے یہاں بلاؤ۔ ہم ان کے ہاتھوں سے بھی ہتھیار گرائیں گے۔"

اس مجاہد نے کہا "ہم سمجھ رہے ہیں، ہم پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن ٹیلی پیتھی سیکھ لینے سے عقل نہیں آتی۔ تم لوگوں سے ایک بہت بڑی غلطی ہورہی ہے۔"

پاشا نے ایک پائلٹ کی زبان سے پوچھا "ذرا ہم بھی تو سنیں کہ ہم سے کیا غلطی ہورہی ہے؟"

دوسرے مجاہد نے کہا "ہم یہاں تین ہیں اور وہاں مسافروں کے درمیان پانچ مجاہدین تھے۔ جن میں سے یاسین الاسد طیارے سے باہر چلا گیا ہے۔ تمہیں یہ سن کر یقین نہیں آئے گا کہ اس کے باہر جانے کے بعد بھی مسافروں کے درمیان پانچ مجاہدین ہیں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ہم نے تمہارے چور خیالات پڑھے ہیں اور یہ اچھی طرح معلوم کیا ہے کہ جہاز کو اغوا کرنے والے تم صرف آٹھ مجرم ہو۔"

تیسرے مجاہد نے ہنستے ہوئے کہا "تم نے ہمارے وہ چور خیالات پڑھے ہیں جو ہم نے پڑھنے دیے ہیں۔ ہم چاہیں تو تم میں سے کوئی ہمارے اندر نہیں آسکے گا۔ یقین نہ ہو تو اب آکر دیکھ لو۔"

میرے خیال خوانی کرنے والوں نے ان تینوں مجاہدوں کے دماغوں پر قبضہ جمالیا تھا۔ پوجا، پاشا اور نہ جانے کتنے خیال خوانی کرنے والے ان کے اندر آرہے تھے۔ ان کے خیالات پڑھنے کی کوشش کررہے تھے اور کوششوں میں ناکام ہوکر ان کے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہتے تھے مگر تینوں مجاہدوں کے دماغ جیسے فولاد ہوگئے تھے۔ کسی بھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کا کوئی حربہ کام نہیں آرہا تھا۔

ایک مجاہد نے کہا "ہم میں سے کسی کے بھی دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے کی حماقت نہ کرو۔ اگر ہم تکلیف سے چیخنے لگیں گے تو مسافروں کے درمیان رہنے والے مجاہدین خطرے کو بھانپ لیں گے۔ پھر ایک مسافر کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھاگئی۔ پھر پوجا نے ہوسٹس کی زبان سے پوچھا "کیا تمہارے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

ایک مجاہد نے کہا "ہم نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے مگر ہم میں سے کوئی یہ علم نہیں جانتا ہے۔"

دوسرے مجاہد نے کہا "دراصل ہمارے سربراہ نے ہم پر ایک تنویمی عمل کیا ہے کہ ہم جب چاہیں اپنے دماغ کو فولاد بنا کر دشمن کی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھگا سکتے ہیں۔"

پاشا نے پائلٹ کے ذریعے پوچھا "جب ہم نے تمہارے اندر پہنچ کر تمہارے ہاتھوں سے ہتھیار گرائے تو اس وقت تم نے ہمارا راستہ کیوں نہیں روکا۔ ہمیں یہ ہتھیار حاصل کرنے کا موقعہ کیوں دیا؟"

"اس لیے موقعہ دیا کہ تم ان ہتھیاروں کا بوجھ اٹھائے رہو۔ ان میں سے ایک بھی گولی تمہارا باپ بھی نہیں چلا سکے گا۔ کیونکہ یہاں ایک گولی چلے گی تو مسافروں کے درمیان قیامت برپا ہوجائے گی۔"

ایک اور مجاہد نے کہا "وہاں ہمارے ساتھیوں کے پاس صرف ہتھیار ہی نہیں ہینڈ گرینیڈ بھی ہیں اور وہ تمام ساتھی بھی ہماری طرح جب چاہیں اپنے دماغوں کو فولاد بنا کر دشمنوں کا راستہ روک لیتے ہیں۔"

داؤد منڈولا کبھی ہوسٹس اور کبھی پائلٹ کے اندر جاکر یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ اس نے مجاہدین کے اندر جاکر بھی معلوم کیا۔ واقعی ان کے دماغ فولاد بن گئے تھے۔ منڈولا نے بھی موقع غنیمت جان کر ایک مجاہد کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اب وقت ہم میں سے کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ کسی مجاہد کے اندر منڈولا بھی آچکا ہے۔ ابھی ہمیں یہ حساب نہیں ملا تھا کہ سپرباسٹر کتنے خیال خوانی کرنے والے پیدا کرچکا ہے۔

ایک مجاہد نے پائلٹ سے کہا "تمہارے ہاتھوں میں یہ ہتھیار اچھے نہیں لگتے ہیں۔ بہتر ہے ہمیں واپس کردو۔"

پوجا اور پاشا وغیرہ تذبذب میں تھے۔ دوسرے مجاہد نے کہا "ہتھیار واپس نہیں کروگے تو ہم ابھی مائیک کو آن کرکے اپنے ساتھیوں کو خطرے سے آگاہ کریں گے۔"

پاشا نے پائلٹ کی زبان سے کہا "خبردار! مائیک آن نہ کرنا ورنہ گولی ماردوں گا۔"

"یعنی گولی مار کر فائرنگ کی آواز سے ہمارے ساتھیوں کو خطرے کی اطلاع دوگے؟"

وہ تمام خیال خوانی کرنے والے بری طرح الجھ گئے تھے۔ نہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرسکتے تھے نہ ان پر گولیاں چلا سکتے تھے۔ پوجا نے کہا "ہتھیار واپس کردو میں ابھی سپرباسٹر سے بات کرتی ہوں۔"

ہتھیار واپس کردیئے گئے۔ پوجا دماغی طور پر حاضر ہوگئی پھر اس نے فون کے ذریعے سپرباسٹر کو مخاطب کیا "سر! وہ طیارہ اغوا کرنے والے ہمارے کنٹرول میں نہیں آرہے ہیں؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"سر! ان کا سربراہ تنویمی عمل جانتا ہے اس نے ان سب کے دماغوں پر ایسا عمل کیا ہے کہ وہ جب چاہتے ہیں اپنے دماغ کو فولاد بنالیتے ہیں۔ ہم نے ان کے اندر زلزلے پیدا کرنے کی کوششیں کیں اور ناکام رہے۔"

"اوہ گاڈ! یہ کون لوگ ہیں؟ کہیں یہ لوگ ٹیلی پیتھی تو نہیں جانتے ہیں؟"

"اگر جانتے تو ان افسران کو سزائیں دیتے، جنہوں نے ان کے ایک ساتھی یاسین الاسد کو گرفتار کیا ہے۔"

"اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ انہوں نے یاسین الاسد کو گرفتاری سے رہائی نہیں دلائی ہے۔"

"سر! وہ ہماری بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے ہتھیار پائلٹ اور کوپائلٹ کو دے دیئے تھے اور کہا تھا ایک گولی بھی چلے گی تو مسافروں کے درمیان رہنے والے ان کے ساتھی ہینڈ گرینیڈ کے ذریعے طیارے اور مسافروں کے پرخچے اڑادیں گے۔ اس طرح انہیں یقین ہے کہ آپ خود ہی یاسین الاسد کو رہا کردیں گے۔"

"تم ہولڈ کرو۔ میں ابھی تم سے بات کرتا ہوں۔"

اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے تین اعلیٰ فوجی افسران کو اغوا ہونے والے طیارے کی تازہ صورت حال سنائی پھر کہا "ہم نے اس معاملے سے نمٹنے کے لیے مائیک ہرارے کو مشین سے گزارنے کا وقت تبدیل کیا۔ یقین تھا کہ وہ اغوا کرنے والے منٹوں میں گرفتار ہوجائیں گے لیکن وہ تو پرابلم بن گئے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ فرہاد یا اس کے ساتھیوں نے طیارہ اغوا کیا ہو؟"

دوسرے افسر نے کہا "فرہاد نے یا جناب تیمزی صاحب نے پی ایل او اور اسرائیلی معاہدے کے سلسلے میں نہ کبھی مخالفت کی اور نہ کبھی حمایت میں کچھ کہا۔ یہ فرہاد وغیرہ کا کام نہیں ہے۔"

سپرباسٹر نے تائید کی "ہاں، فرہاد وغیرہ کو اعتراض کرنا ہوتا تو وہ پہلے ہمیں اور اسرائیلی حکام کو وارننگ دیتے پھر خیال خوانی کے ذریعے کوئی کارروائی کرتے۔ طیارہ تو ایسے لوگ اغوا کرتے ہیں جن کے پاس کوئی غیر معمولی صلاحیت نہیں ہوتی۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا کیا جائے؟"

"کرنا کیا ہے؟ ہمارے خیال خوانی کرنے والے ناکام ہوچکے ہیں، ہمیں ان کا مطالبہ ماننا پڑے گا۔"

"یہ ہماری بڑی توہین ہوگی۔ ہم دوسرے اسلامی ممالک کو رفتہ رفتہ آمادہ کررہے ہیں کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کریں۔ اب ہم طیارے کے اغوا کا اور اسرائیل اور پی ایل او کے معاہدے کی منسوخی کا اعلان ساری دنیا میں کریں گے تو ہم سپرپاور نہیں صفرپاور کہلائیں گے۔"

سپرباسٹر نے فون پر کہا "ہیلو پوجا! ہم اپنی کمزوری ظاہر کرکے دنیا کی نظروں میں گرنا نہیں چاہتے۔ ایم آئی ایم کے جوانوں سے کہا جائے کہ یہ اسرائیلی معاہدے کا معاملہ ہے اس لیے ہم اسرائیل اور پی ایل او کو مجبور کررہے ہیں کہ وہ دونوں دنیا والوں کے سامنے اس معاہدے کو منسوخ کرنے کا اعلان کریں۔"

اس نے پوجا سے رابطہ ختم کیا پھر ابا کو جزیرے کے اعلیٰ افسر کو فون پر مخاطب کرکے حکم دیا کہ یاسین الاسد کو رہا کردیا جائے۔

پندرہ منٹ کے بعد ہی یاسین الاسد نے طیارے میں واپس آکر کہا "ہم تو چاہتے تھے کہ جلد سے جلد اپنے مطالبے پر عمل کرانے کے بعد تمام مسافروں کو نیویارک تک پہنچادیں لیکن سپرباسٹر ہمارے مطالبے کے سلسلے میں اسرائیلی حکام سے معاملات طے کررہا ہے۔ ہم نہیں جانتے ان کے معاملات طے ہونے میں کتنے گھنٹے یا کتنے دن لگیں گے لہٰذا آپ حضرات صبر کریں اور انتظار کرتے رہیں۔"

تمام مسافر پریشان ہوکر آپس میں کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔ منڈولا کو اپنی فکر تھی کہ کسی طرح جلد سے جلد اس جگہ سے رہائی

کرے اور کہیں دور نکل جائے کیونکہ وہ جگہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مسکن بن گئی تھی۔ اب تک اسے صرف سپرباسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا علم ہوا تھا۔ میری فوج کے بارے میں معلوم ہوتا تو شاید دہشت سے مرجاتا۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے اسرائیلی وزیر خارجہ کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ سپرباسٹر سے فون پر باتیں کررہا تھا اور اغوا کیے جانے والے طیارے کی روداد سن رہا تھا۔ پھر اُس وزیر خارجہ نے کہا "ہمارا پی ایل او سے جو معاہدہ ہوا ہے وہ ہماری سب سے بڑی سیاسی کامیابی ہے۔ اس معاہدے کے بعد ہم ایک ایک اسلامی ملک کی طرف بڑھتے جائیں گے۔ ان مسلمانوں سے جنگ کے بغیر' اُن پر ایک گولی چلائے بغیر معاہدوں کے ذریعے مملکت اسرائیل کو منوالیں گے۔"

سپرباسٹر نے کہا "آپ درست کہتے ہیں لیکن دو سو پینتالیس مسافروں کی سلامتی کے لیے معاہدے کی منسوخی کا اعلان ضرور کرنا چاہیے۔"

"ایسے کتنے ہی دو سو پینتالیس انسان یوشیا' صومالیہ اور کشمیر وغیرہ میں مرچکے ہیں۔ ان کی خاطر ہم اپنی بہت بڑی سیاسی کامیابی کو ناکامی میں نہیں بدلیں گے۔ اس طیارے کے ایک ایک فرد کو مرنے دو۔"

منڈولا نے دل ہی دل میں وزیر خارجہ کو گالیاں دیں کہ وہ کمبخت یہودی خفیہ تنظیم کے گمنام سربراہ کو بھی اس طیارے میں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔

ویسے ایک وزیر خارجہ کا فیصلہ اٹل نہیں ہوسکتا تھا۔ یہودی خفیہ تنظیم جو کہتی وہی ہوتا اور تنظیم وہی کہتی جو اس کا بے تاج گمنام بادشاہ منڈولا کہتا۔ یوں تو ایکسرے مین مارٹن اس تنظیم کا گمنام سربراہ تھا۔ منڈولا نے سوچا کہ ایکسرے مین مارٹن کے دماغ میں یہ بات پیدا کرے گا کہ طیارے کو تباہ نہیں ہونا چاہیے' عارضی طور پر معاہدہ منسوخ کردینا چاہیے۔

وہ وزیر خارجہ کے دماغ سے نکل آیا۔ اب ایکسرے مین مارٹن کے پاس پہنچنا چاہتا تھا اسی وقت خیال خوانی کا رابطہ ختم ہوگیا۔ اس کے پاس بیٹھی ہوئی شپلا غصے سے کہہ رہی تھی "تم اول نمبر کے بدمعاش ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی! کئی بار میرے بدن کو ہاتھ لگا چکے ہو۔"

وہ خیال خوانی کے دوران اپنی سیٹ پر پہلو بدلتا رہا تھا۔ ایسے میں ایک آدھ بار اس کا ہاتھ شپلا کے بدن سے لگ گیا ہوگا۔ وہ بولا "تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ ایسا غلطی سے یا انجانے میں ہوجاتا ہے۔"

وہ بولی "کیا انجانے میں تین بار ایسی بدمعاشی ہوتی ہے؟"

سفر کے آغاز میں شپلا سے گہری دوستی ہوگئی تھی۔ بعد میں منڈولا نے اپنی سلامتی کے لیے شپلا کے دماغ سے دوستی بھلادی تھی اور اپنے لیے اس کے دل میں ناگواری پیدا کردی تھی۔ بعض اوقات اپنی بھلائی کے لیے کوئی کام کرو تو برائی سامنے آتی ہے۔

اس نے سوچا کہ فوراً شپلا کے دماغ میں پہنچ کر اس کے غصے کو ٹھنڈا کرے۔ ایسے ہی وقت پیچھے کھڑے ہوئے مجاہد نے اس کی گردن دبوچ لی پھر اسے سیٹ پر سے اٹھاتے ہوئے بولا "کمبخت کمینے! عورت کو چھیڑتا ہے۔ تجھے شرم نہیں آتی۔"

وہ اپنی گردن چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا "یہ غلط سمجھ رہی ہے' میری گردن چھوڑو۔"

مجاہد نے پوچھا "بسن! تم کون ہو؟"

وہ بولی "پہلے میں ہندو تھی۔ اب نیویارک جاکر ایک مسلمان پاکستانی سے شادی کروں گی۔"

وہ مجاہد جوش اور جذبے سے بھر گیا۔ ایک عورت جو ہندو سے مسلمان ہورہی تھی اور ایک مسلمان سے شادی کرنے والی تھی اسے ایک غیر مرد نے چھیڑا تھا۔ اسلامی غیرت کے تقاضے نے منڈولا کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ پھر دو چار گھونسے مارے۔ اس کے بعد رائفل کے بٹ سے سر پر ضرب لگی تو وہ چکرا کر گر پڑا۔

ابھی خیال خوانی ضروری تھی۔ یہودی خفیہ تنظیم کے ذریعے وہ حکم صادر کرنا چاہتا تھا کہ طیارے کے ایک ایک مسافر کی جان بچائی جائے تاکہ وہ بھی سلامت رہے مگر اب سلامتی خطرے میں پڑگئی تھی۔ تھپڑ اور گھونسوں کے علاوہ سر پر ایسی شدید ضرب لگائی گئی تھی کہ نیم بے ہوشی طاری ہوگئی تھی۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔

اب وہ طیارہ تباہ ہوتا یا نہ ہوتا۔ اگر ہوتا تو وہ حرام موت مرتا۔

اور اگر طیارہ سلامت رہتا تو اس کی کھوپڑی فی الوقت سلامت نہیں تھی۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا یا والی اس کے اندر آسکتی تھی۔

مقدر کب بگڑتا ہے یہ کوئی نہیں جانتا۔ وہ ثانی سے دور بھاگنے کے لیے قاہرہ سے اسکندریہ گیا تھا۔ وہاں جزیرے تک آپہنچا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ وہی ثانی اس کے ساتھ ساتھ چلی آرہی ہے۔

اُس سے جو نادانی ہوئی وہ یہ تھی کہ اس نے شپلا پر تنویمی عمل کرکے اسے اجنبی بنادیا تھا۔ اگر وہ آغاز سفر کی طرح دوست رہتی تو اس پر یہ مصیبت نہ آتی۔

ثانی اپنی جگہ سے اٹھ کر منڈولا کے پاس آگئی۔ اس پر جھک گئی۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔

ویسے ابھی وہ انسانی جذبے کے تحت ایک نرس کے طور پر آئی تھی۔ سارے یہودی دعا کریں کہ وہ سرکی مرہم پٹی کرتے کرتے سر پر نہ سوار ہوجائے۔

مسیحا سے کسی کو ڈرنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ وہ علاج کرنے اور شفا دینے آتا ہے۔ مگر لوگ ڈرتے ہیں۔ وہ ڈاکٹر آپریشن بھی تو کرتا ہے۔ چیر پھاڑ کے اندر کی بیماریاں نکال کر یا جسم سے بندوق کی گولیاں نکال کر نئی زندگی دیتا ہے۔ پھر بھی عجب ہے کہ اس سے ڈر لگتا ہے۔

داؤد منڈولا بھی ڈر سے مرا جارہا تھا۔ ثانی مسیحا بن کر اس کے پاس آئی تھی۔ ائرہوسٹس نے فرسٹ ایڈ باکس لاکر دیا تھا اور ثانی منڈولا کے سر کی مرہم پٹی کررہی تھی۔ نیکی کررہی تھی اور وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ نیکی مہنگی پڑسکتی ہے۔

جس مجاہد نے رائفل کے بٹ سے اس کے سر پر ضرب لگائی تھی۔ وہ ایک طرف مستعدی سے کھڑا رہا تھا اور شپلا سے کہہ رہا تھا۔ "تم اسلام قبول کرنے اور ایک پاکستانی سے شادی کرنے نیویارک جارہی ہو اس لیے ہماری بسن ہو۔ اس کمبخت نے تمہیں چھیڑا تھا۔ میں نے اس کی اچھی طرح پٹائی کردی۔ ہمیں تاکید کی گئی ہے کہ خوامخواہ کسی کو جان سے نہ مارا جائے۔ اس لیے یہ ابھی زندہ ہے۔"

منڈولا زندہ تھا مگر خود کو مردے سے بدتر سمجھ رہا تھا۔ رائفل کے بٹ سے جیسے سر کا کچومر نکل گیا تھا۔ اب وہ پتا نہیں کب تک خیال خوانی کرنے کے قابل ہوسکے گا۔ وہ کسی دوسرے خیال خوانی کرنے والے کو اپنی مدد کے لیے نہیں بلا سکتا تھا۔

اس کی نجات اسی میں تھی کہ جلد سے جلد ایم آئی ایم کے مجاہدین کے مطالبات تسلیم کرلیے جاتے اور مسافروں کو فوراً اس جزیرے سے نیویارک پہنچا دیا جاتا۔ ان مسافروں کے ہاتھ اسے بھی رہائی مل جاتی پھر وہ کسی اسپتال میں زیر علاج رہ کر اس طیارے کے تمام خیال خوانی کرنے والوں سے دور ہوجاتا۔

وہ تھوڑی دیر پہلے جب خیال خوانی کے ذریعے ایم آئی ایم کے مجاہدین کے اندر جاتا رہا تھا تو اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے علاوہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کی بھی باتیں سنی تھیں۔ فی الوقت نیم بیہوشی کے دوران ثانی کو مرہم پٹی کرتے دیکھ کر سوچ رہا تھا اور گھبرا رہا تھا کہ کہیں یہی لڑکی ٹیلی پیتھی نہ جانتی ہو اور مرہم پٹی کے دوران اس کے چور خیالات نہ پڑھ رہی ہو۔

ابھی وہ خوش نصیب تھا۔ میں نے اور میرے کسی خیال خوانی کرنے والے نے اس پر داؤد منڈولا ہونے کا شبہ نہیں کیا تھا۔ ہم اس معاملے میں الجھے ہوئے تھے کہ مجاہدین کے مطالبات کب تسلیم کیے جاتے ہیں اور دوسرے مسافروں کے ساتھ شی نارا' ثانی اور علی تیمور کب تک نیویارک سلامتی سے پہنچ سکتے ہیں۔

ثانی نے اس کی مرہم پٹی کردی۔ پھر دوسری قطار کے ایک مسافر سے کہا۔ "مسٹر! آپ نے ابھی دیکھا ہے کہ مس شپلا کو اس زخمی مسافر سے شکایت تھی۔ پلیز! آپ مس شپلا کے ساتھ والی سیٹ پر تشریف رکھیں' یہ زخمی آپ کی سیٹ پر بیٹھ جائے گا۔"

یوں سیٹ تبدیل ہوگئی۔ شپلا کے پاس دوسرا مسافر آگیا۔ اور منڈولا دوسرے مسافر کی سیٹ پر آکر تکلیف سے کراہنے لگا۔ اب وہ دل ہی دل میں اسرائیلی وزیر خارجہ کو گالیاں دے رہا تھا کیونکہ اس نے مجاہدین کے مطالبات تسلیم کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اب یہودی خفیہ تنظیم کے ذریعے ہی وہ مطالبات تسلیم کرائے جاسکتے تھے۔ لیکن تسلیم کروانے کے لیے منڈولا خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔

ایم آئی ایم (مجاہدین اسلامک مشن) پی ایل او اور اسرائیلی معاہدے کے خلاف تھے۔ انہوں نے سپرباسٹر کو وضاحت سے بتایا تھا کہ اس معاہدے کے ذریعے فلسطینیوں کو غزہ کی پٹی پر آزادی دینے کے باوجود مختلف ہتھکنڈوں سے غلام بنا کر رکھا گیا ہے۔ اور دنیا والوں کو یہ تاثر دیا گیا ہے کہ جناب یاسر عرفات کی جدوجہد رنگ لائی ہے اور اسرائیل میں رہنے والے مسلمانوں کو اس ملک کے ایک حصے میں آزادی مل گئی ہے۔

آزادی دینے کا یہ پُرفریب ڈراما کھیلنے کے بعد آئندہ اردن اور اسرائیل سے دوستانہ معاہدہ ہونے والا تھا۔ ملک شام کے امدادے بھی یہی تھے کہ اسرائیل سے دوستی کرلی جائے۔ دوسرے الفاظ میں اسرائیل کو تسلیم کرلیا جائے۔ جب کہ اسرائیلی مملکت کے قیام کے دن سے تمام اسلامی ممالک یہ کہتے رہے تھے کہ اسرائیل امریکا کی ناجائز اولاد ہے۔ اب رفتہ رفتہ وہی اسلامی ممالک اس ناجائز کو جائز اولاد تسلیم کرنے پر آمادہ ہورہے تھے۔

ایم آئی ایم (مجاہدین اسلامک مشن) کے ایک نمائندے یٰسین الاسد نے مطالبہ کیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو' دنیا کے تمام ریڈیو' ٹی وی' اخبارات اور دیگر نشریاتی ذرائع کے ذریعے ساری دنیا میں اس طیارے کے اغوا ہونے اور اغوا کیے جانے کے مقاصد کی تشہیر کی جائے۔

ساری دنیا کو اور خاص طور پر تمام اسلامی ممالک کو اس طرح یہ وارننگ دی جائے کہ کوئی اسلامی ملک اسرائیلی حکومت سے کسی قسم کا معاہدہ نہ کرے۔ معاہدہ کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ اسرائیل کو تسلیم کیا جارہا ہے۔

اگر اس طرح تشہیر کی جاتی تو امریکا جیسے سپرپاور ملک کی سبکی ہوتی۔ پھر یہ کہ رفتہ رفتہ تمام اسلامی ممالک کو اس راہ پر لایا جارہا تھا کہ وہ یکے بعد دیگرے اسرائیل کو تسلیم کرتے چلے جائیں۔ یہ منصوبہ کامیاب ہوتا نظر آرہا تھا۔ ایسے وقت مجاہدین کے مطالبات ماننے سے منصوبے میں کمزوری پیدا ہوجاتی۔

پہلے تو سپرباسٹر نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ایم آئی ایم کے جاں نثاروں کو زیر کرنا چاہا۔ پتا چلا کہ طیارے کو اغوا کرنے والے مجاہدین کے دماغ فولادی ہیں۔ ان پر ٹیلی پیتھی کی سوچ کی لہروں کا اثر نہیں ہوگا۔

پھر سپرباسٹر نے مجبور ہو کر اسرائیلی وزیر خارجہ کو یہ تمام

حالات بتائے اور کہا کہ ان معاملات کا تعلق تمہارے اور پی ایل او کی تنظیم سے ہے۔ لہٰذا مجاہدین کے مطالبات پورے کر کے طیارے کے مسافروں کو رہائی دلاؤ۔

اسرائیلی وزیر نے جواب دیا کہ انہوں نے پی ایل او سے معاہدہ کر کے بہت بڑی سیاسی کامیابی حاصل کی ہے۔ اور وہ اتنی بڑی کامیابی کو ناکامی میں تبدیل نہیں کریں گے۔ طیارے کے مسافر مارے جاتے ہیں تو مارے جائیں۔ دنیا میں لاکھوں افراد حادثات میں مرجاتے ہیں۔ اغوا کیے ہوئے طیاروں کی موت سے اسرائیلی حکومت کے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اسرائیلی حکام یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کے ملک کی خفیہ تنظیم کا سربراہ داؤد منڈولا بھی اسی طیارے میں پھنسا ہوا ہے۔ اور تقدیر نے بیچارے منڈولا کو اتنی مہلت نہیں دی تھی کہ وہ اپنی پوری تنظیم کے آدم برادرز کے ذریعے مجاہدین کے مطالبات منواتا اور طیارے سے رہائی حاصل کرتا۔ بیچارے کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور دماغ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔ اب یہ دیکھنا تھا کہ حالات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ وہ تو بس ایک ہی فکر میں تھا کہ کسی طرح اس طیارے میں موجود ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور نکل جائے۔

جب ثانی اس کی مرہم پٹی کر کے اسے دوسری سیٹ پر بٹھا کر جانے لگی تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گزگڑا کر کہا۔ "تم میری چھوٹی بہن ہو۔ تم نے مسیحائی کی ہے۔ فار گاڈ سیک کسی طرح مجھے اس طیارے باہر کھلی فضا میں پہنچادو۔ تکلیف کی شدت سے سر چکرا رہا ہے۔ میں بیہوش ہو جاؤں گا۔"

ثانی نے اسے تھپک کر کہا۔ "حوصلہ رکھو۔ تمہارا زخم اتنا گہرا بھی نہیں ہے کہ بیہوش ہو جاؤ۔ پھر بھی کوشش کروں گی کہ طیارے کے باہر کسی اسپتال میں تمہارا باقاعدہ علاج ہو سکے۔"

ثانی علی کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ ہمیں بھی خیال خوانی کے ذریعے پتا چل رہا تھا کہ اسرائیلی حکام مجاہدین کے مطالبات منظور نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن طیارے کے دو سو پینتالیس مسافروں کی جانیں بچانا سپر ماسٹر کا فرض تھا۔ کیونکہ وہ امریکی طیارہ تھا اور ایک امریکی جزیرے میں تھا۔ اگر وہ ایک ایک مسافر کو وہاں سے صحیح سلامت نہ نکالتا اور طیارے کو تباہی سے نہ بچاتا تو اس کے ملک کی بڑی بدنامی ہوتی۔

ادھر طیارے کے اندر سے اطلاع پہنچائی جارہی تھی کہ ایک مسافر (منڈولا) بہت بری طرح زخمی ہو گیا ہے۔ دو کمزور دل خواتین پر غشی کے دورے پڑ رہے ہیں اور تین بچے بیمار ہیں۔ ان سب کو ابتدائی طبی امداد پہنچائی جارہی ہے۔ لیکن انہیں جلد سے جلد اسپتال پہنچا کر باقاعدہ علاج کرانا ہوگا۔ اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب مطالبات تسلیم کر لیے جائیں۔ ورنہ دوسرے مسافر بھی بیمار ہو کر یا گھٹن کا شکار ہو کر مر سکتے ہیں۔

اب سپر ماسٹر مجبور ہو کر ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات اور تمام نشریاتی ذرائع سے یہ خبر نشر کر رہا تھا کہ مسلمانوں کی ایک نئی تنظیم مجاہدین اسلامک مشن کے آٹھ مجاہدین نے ایک مسافر بردار طیارے کو اغوا کر کے ابا کو جزیرے میں پہنچادیا ہے۔ ان مجاہدین کے مقاصد بھی بیان کیے جارہے تھے۔

اگر یہ سیٹلائٹ وغیرہ کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک پلک جھپکتے ہی خبریں اور تصاویر پہنچ جاتی ہیں تاہم مجاہدین ان خبروں کا ردعمل معلوم کرنے کے منتظر تھے۔ ان کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ تمام اسلامی ممالک کے سربراہ نشریاتی ذرائع سے یہ اعلان کریں کہ کوئی بھی اسلامی ملک کبھی اسرائیل سے کوئی چھوٹا بڑا معاہدہ نہیں کرے گا۔

مجاہدین کے تمام مطالبات پر عمل ہوتے ہوتے شام ہو گئی۔ اس دوران میں داؤد منڈولا کی حالت غیر ہوتی جارہی تھی۔ اسے یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کوئی اس کے دماغ میں نہ آگیا ہو۔ شام کے چھ بجے طیارے نے اس جزیرے سے پرواز کی۔ تمام مسافروں کی جان میں جان آئی۔ انہیں اب حبس بے جا سے نجات ملنے والی تھی۔ وہ طیارہ اب نیویارک کی سمت پرواز کر رہا تھا۔

اُدھر مائیک ہرارے کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کا معاملہ دوسرے دن صبح دس بجے تک ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اسے یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ وقت کیوں تبدیل کیا گیا ہے۔

میں نے اسے بتادیا تھا کہ ایم آئی ایم کے مجاہدین نے ایک طیارے کو اغوا کر کے سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران کو مشکلات میں ڈال دیا ہے۔ اس نے پوچھا تھا۔ کیا سپر ماسٹر اپنے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے مجاہدین کے دماغ پر قابو نہیں پا سکتا؟ میں نے اسے بتایا۔ ان تمام مجاہدین کے دماغ فولادی ہیں۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا ان میں سے کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ مائیک ہرارے نے کہا۔ "مجھے کل سے اس بنگلے میں نظربند رکھا گیا ہے۔ یہاں میری دلچسپی کے لیے وقت گزارنے کا کوئی سامان نہیں ہے۔ کیا آپ مجھے طیارے کے کسی مسافر کے اندر پہنچائیں گے۔ تاکہ میں وہاں کے حالات معلوم کرتا رہوں اور وقت گزارتا رہوں۔"

مائیک ہرارے ہمارا محتاج تھا۔ دوسرے دن مشین سے گزارنے تک ہمارے رحم و کرم پر تھا۔ ہم ہی اسے اس عمل سے نجات دلا سکتے تھے کہ مشین کے ذریعے اس کے ذہن میں جاں نثاروں والا خودکشی کرنے کا جنونی جذبہ نقش نہ کیا جائے۔ ایسے جنونی جذبے کے باعث تھری ڈی میں سے ڈی مورا جمیلہ کے ہاتھوں اور ڈی کرین میرے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ یہ بات مائیک ہرارے یا سپر ماسٹر کو ابھی معلوم نہیں ہوئی تھی۔ ویسے مائیک ہرارے ایسی جنونی و جذباتی موت مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے ہم ہر طرح سے بھروسا کر رہا تھا۔

میں اسے دلچسپی سے وقت گزارنے کے لیے اس طیارے میں پہنچادیتا تو کوئی فرق نہ پڑتا۔ وہ ہمارے مقاصد کے خلاف وہاں کوئی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی تمہیں اس طیارے میں کسی مسافر کے اندر پہنچادوں گا۔"

میں پھر طیارے میں آیا تو مجاہدین اور سپر ماسٹر میں سمجھوتا ہو گیا تھا اور وہ طیارہ پرواز کرنے والا تھا۔ ابھی اس میں ایندھن بھرا جارہا تھا۔ میں اسی مجاہد کے اندر پہنچا جو شپلا کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے شپلا کی آواز سنی۔ وہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے مسافر سے گفتگو کر رہی تھی۔

میں نے آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ کیا وہ حساس ذہن رکھتی ہے؟ کیا اسے یوگا میں مہارت حاصل ہے؟ یا کسی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے؟

میں نے ثانی کے پاس آکر اسے شپلا کے متعلق بتایا۔ وہ بولی "پھر تو وہ مشکوک ہے۔ ہمیں اپنا شبہ دور کرنا چاہیے۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر شپلا کے پاس آئی۔ اس سے بولی "تم سے ایک ضروری بات ہے۔ ذرا میرے ساتھ آؤ۔"

اگلی سیٹ پر منڈولا بیٹھا ہوا تھا۔ پہلے تو ثانی کو قریب آتے دیکھ کر اس کی جان نکلنے لگی کہ پتا نہیں یہ کس مقصد کے لیے آرہی ہے؟ پھر ثانی نے شپلا سے ضروری بات کرنے کے لیے اسے ایک طرف چلنے کو کہا تو منڈولا سوچ میں پڑ گیا۔ اول تو وہ ثانی کو پہچانتا نہیں تھا۔ یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ وہ نوجوان حسینہ آخر کون ہے جس نے اس کے زخم کی مرہم پٹی کی اور اب شپلا سے باتیں کرنے اسے دوسری جگہ لے جارہی ہے۔

اس نے اپنی سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے ذرا گھوم کر دیکھا۔ وہ شپلا کو ٹائلٹ کی طرف لے جارہی تھی۔ پھر اس نے شپلا کو ٹائلٹ کے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ شپلا نے انکار میں سر ہلایا۔ تب اچانک ثانی نے اس کی گردن دبوچ لی اور ٹائلٹ کے دروازے کو کھول کر اسے اندر دھکا دیا۔ پھر خود بھی اندر جا کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

منڈولا کا سر ویسے ہی زخم کی تکلیف سے دکھ رہا تھا۔ اب سر چکرانے لگا۔ دل خوف سے دھڑک دھڑک کر کہنے لگا۔ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ بھید کھلنے والا ہے۔ پتا نہیں کس مصیبت میں پھنسنے والا ہوں؟ طیارے سے باہر بھاگ نہیں سکتا تھا۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

ثانی اسے اندر لے کر آئی پھر اس کی انگلیاں موڑ کر بولی "کون ہو تم؟"

اس کی انگلیاں سونیا ثانی جیسی فائٹر کی گرفت میں تھیں۔ تکلیف اتنی شدید تھی کہ وہ چیخیں مار مار کر رونا شروع کر دیتی۔ لیکن اس کے اندر پہنچ گیا تھا اور اسے چیخنے سے روک دیا تھا۔ ثانی نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ میں نے اس کا منہ سختی سے بند کر دیا۔ اس کے دماغ کی چولیں ہل گئی تھیں۔ اس پر بے ہوشی طاری ہونے والی تھی مگر میں سنبھال رہا تھا۔ اُسے ہوش میں رکھنا چاہتا تھا۔

اُس کی عجیب حالات ہو گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ زندہ ہے یا مردہ؟ اور زندہ ہے تو کس عالم میں ہے؟ میں نے پوچھا "کیا تم ٹیلی پیتھی کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہو؟"

اس کی کمزور سی سوچ نے جواب دیا۔ "میں محسوس نہیں کرتی ہوں۔ اگر یہ لہر میرے دماغ میں آتی ہوں گی تو مجھے ان کا علم نہیں ہوتا ہے۔"

"تھوڑی دیر پہلے تم نے ایسی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔ کیا تم پر کسی نے تنویمی عمل کیا تھا؟"

اسے تنویمی عمل کی خبر نہیں تھی۔ داؤد منڈولا نے اس پر عمل کرنے کے دوران ذہن میں یہ نقش کیا تھا۔ وہ اپنے ہم سفر پرل بائیڈ (منڈولا) کو بھول جائے کہ وہ یہودی ہے اور موساد تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسری بات یہ بھول جائے کہ شپلا کا تعلق بھارت کی را تنظیم سے ہے اور تیسری بات یہ یاد نہ رکھے کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔

ثانی نے سوچ کے ذریعے مجھ سے کہا "پاپا! اس نے اپنے ہم سفر (منڈولا) کی پٹائی کرائی تھی اور مجاہدین کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے کہا تھا کہ شپلا ہندو ہے اور ایک پاکستانی مسلمان سے شادی کرنے نیویارک جارہی ہے۔ ہم نے پہلے توجہ نہیں دی تھی۔ اب یہ سمجھنا ہوگا کہ یہ خاص طور پر بھارت سے نیویارک مسلمان بیوی بننے کیوں جارہی ہے؟"

میں نے کہا "بیٹی! اس کے دماغ پر یقیناً تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ ہم جب تک اس پر جوابی تنویمی عمل کر کے پہلے عمل کا توڑ نہیں کریں گے اس کی اصلیت معلوم نہیں ہوگی۔"

ثانی نے کہا۔ "یہ جہاز فلائی کرنے والا ہے۔ اس پر تنویمی عمل کرنے کا وقت نہیں ہے۔ ہم اس سے نیویارک میں نمٹ لیں گے۔ میں ابھی اسے اس کی سیٹ پر پہنچا رہی ہوں۔"

ثانی اسے سہارا دے کر ٹائلٹ سے باہر آئی۔ میں شپلا کو نارمل رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر بھی اسے ایسی دائمی اذیتیں پہنچائی گئی تھیں کہ چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ جبراً مسکرا رہی تھی مگر نڈھال سی تھی۔ داؤد منڈولا نے اسے دیکھا تو سمجھ لیا کہ شپلا پر قیامت گزر چکی ہے اور شپلا کو ٹائلٹ کے اندر لے جانے والی کوئی خطرناک حسینہ ہے۔

اور اس خطرناک حسینہ نے ہی اس کے سر کی مرہم پٹی کی تھی۔ یعنی وہ مسیحا بننے والی کسی بھی وقت موت بن سکتی تھی۔

منڈولا کے ہوش ایسے اڑ رہے تھے کہ تقریباً آدھی جان نکل چکی تھی۔ اس وقت اعلان ہو چکا تھا کہ تمام مسافر سیٹ بیلٹ باندھ

لیں۔ جہاز پرواز کرنے والا ہے۔ انہیں نیویارک پہنچایا جارہا ہے۔ وہ سیٹ بیلٹ باندھ رہا تھا جب کہ نادیدہ زنجیریں توڑ کر اس طیارے سے بھاگنا چاہتا تھا۔ مگر بہت ہی بے بس تھا۔ ابھی اسے ٹائی کا نام معلوم نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ فرضی نام سے سفر کررہی تھی۔ اگر اصلی نام معلوم ہوجاتا تو اسے پتا چلتا کہ موت اس کے کتنے قریب سفر کررہی ہے۔

طیارے نے پرواز کی پھر نیویارک کی فضاؤں میں ایک لمبا چکر لگانے کے بعد رن وے پر اتر گیا۔ وہاں ساری دنیا کے اخباری رپورٹرز اور فوٹو گرافرز، ریڈ کراس سوسائٹی کا عملہ اور مسلح فوجی وغیرہ موجود تھے۔ طیارے سے سیڑھیاں لگتے ہی منڈولا نے اپنی اپنچی اٹھا کر سب سے پہلے باہر جانے کی کوشش کی۔ مسافروں کو دھکے دے کر اور خود دھکے کھاتا ہوا کسی طرح طیارے سے باہر نکل آیا۔ اس جدوجہد میں سر کی تکلیف بڑھ گئی تھی۔ سر چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے ایک کے دو دو نظر آرہے تھے۔ ریڈ کراس والے اسے اسٹریچر پر ڈال کر لے گئے۔

وہ سمجھ رہا تھا کہ شپلا کا محاسبہ کرنے والی اگر ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو شپلا کو کہیں پہنچا کر تنویمی عمل کے ذریعے پہلے عمل کا توڑ کرکے شپلا کی حقیقت کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم کرلے گی کہ جس کے سر کی مرہم پٹی کی تھی، وہ یہودی تنظیم موساد کا ایجنٹ ہے۔ پھر وہ اس کے دماغ میں بھی پہنچ کر دراوپو منڈولا کی اصلیت معلوم کرلے گی۔

ریڈ کراس والوں نے اس کا پاسپورٹ اور ویزا لے کر قانونی کارروائی پوری کی۔ اسے امیگریشن کاؤنٹر پر نہیں جانا پڑا۔ بلکہ اس نے نیم بیہوشی کا مظاہرہ کیا تاکہ پولیس یا اخبارات والے اس سے کوئی سوال نہ کریں۔ اس طرح وہ ایمبولینس کے ذریعے ایک اسپتال پہنچ گیا۔ یہ ہسپتال اس کی منزل نہیں تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی شپلا کا بھید معلوم کرنے کے بعد ریڈ کراس والوں کے ذریعے اس استال میں پہنچ سکتی تھی۔ لہٰذا اسپتال کے ایک کمرے میں پہنچنے کے بعد وہ موقع پاتے ہی اپنی اپنچی لے کر وہاں سے فرار ہوگیا۔

ادھر ائرپورٹ میں آٹھوں مجاہدین کو حراست میں لے لیا گیا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ انہیں نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور بعد میں رہا کردیا جائے گا۔ میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر چھپے ہوئے تھے۔ صرف میں اور ٹائی، شپلا کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ وہ لیگیج ہال سے اپنا سامان ایک ٹرالی میں لے کر باہر آئی۔ یہ بات اسے یاد تھی کہ جس شخص کے کوٹ کی اوپری جیب میں سرخ رومال ہوگا، وہی اس کا ہونے والا شوہر، وزیر علی خان ہوگا۔

وہ ہونے والا شوہر سرخ رومال کے ساتھ نظر آگیا۔ شپلا نے اس کے قریب آکر کہا۔ "ہیلو مسٹر وزیر علی! کیا میں تمہیں صحیح پہچان رہی ہوں؟"

وزیر علی نے اس سے مصافحہ کیا اور..... مسکراتے ہوئے کہا۔ "او یس۔ یہ میں ہی ہوں۔ تم سے مل کر خوشی ہورہی ہے۔ تم میرے اندازے سے زیادہ حسین ہو۔ میں بہت لکی ہوں۔"

میں اس لکی شخص کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر بڑی ندامت ہوئی کہ پاکستان میں بعض لوگ سیاسی قوتیں حاصل کرنے کے لیے کس قدر گر جاتے ہیں۔ وہ وزیر علی خان ایک بہت بڑا جاگیردار تھا۔ اس نے کئی بار سیاست میں حصہ لے کر اپنی زمین جائداد اور دولت میں بے انتہا اضافہ کیا۔ پہلے لکھ پتی تھا۔ بھولے بھالے عوام نے اسے ووٹ دے کر کروڑ پتی بنادیا۔ حکومت کا ایک اہم فرد بننے کے بعد اس نے عوام کو اپنے جوتوں کی نوک پر رکھا۔ دوسری بار الیکشن میں عوام نے اسے جوتوں میں رکھ کر اسمبلی سے باہر کردیا۔ اس نے بڑی سیاسی ہیرا پھیری کی۔ پڑوسی ملک سے ساز باز کرکے ملک میں تخریب کاری کی۔ ہر طرف دہشت پھیلائی تاکہ حکمران اسے حکومت میں کوئی اہم عہدہ دینے پر مجبور ہوجائیں لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ اس کے نام گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا تو اس نے پاکستان سے فرار ہوکر امریکا میں پناہ لی۔

وہ پچھلے ایک برس سے واشنگٹن میں تھا اور وہاں کے حکمرانوں کے جوتے صاف کررہا تھا تاکہ ان کی جوتیوں کے طفیل اسے پاکستان کی سیاست میں پھر کوئی ایسا بڑا مقام حاصل ہوجائے کہ وہ کروڑ پتی سے ارب پتی بن جائے۔

ایک برس تک سپر پاور کی قدم بوسی کرتے کرتے آخر اس کی امیدیں بر آئیں۔ اس سے کہا گیا کہ پاکستان میں اس کی جو زمین اور جائداد ضبط کی گئی ہے، اسے واپس مل جائے گی۔ بیرونی ملکوں کے بینکوں میں جو کروڑوں روپے ہیں، اس کا حساب پاکستان میں طلب نہیں کیا جائے گا۔ اسے پاکستان میں ایک اعلیٰ سرکاری عہدہ دیا جائے گا تاکہ وہ بیورو کریٹ بن کر پاکستانی سیاستدانوں اور خصوصاً حکمرانوں کو بلیک میل کرتا رہے۔

میں ایسی الجھی ہوئی سیاسی باتوں کو نظر انداز کرکے اپنی داستان کے اس حصے میں آتا ہوں کہ اس ضمیر فروش وزیر علی خان کو اتنی مراعات اس لیے دی جارہی تھیں کہ وہ بھارتی تنظیم را اور اسرائیلی تنظیم موساد کا مشترکہ آلۂ کار بن کر رہے اور امریکی مفادات کے لیے کام کرتا رہے۔ اس سلسلے میں ایک نہایت ہی حسین یہودی دوشیزہ دینا دانیال اس کی بہن بن گئی تھی اور اپنا اسلامی نام طاہرہ رکھا تھا اور اب شپلا اس کی مسلمان بیوی بن کر سلمٰی کہلانے والی تھی۔

ٹائی نے کہا۔ "پاپا! ہم نے وزیر علی خان کے چور خیالات پڑھ کر معلومات حاصل کرلیں۔ لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ شپلا پر کس نے تنویمی عمل کیا ہے؟ اور کیوں کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "یہ اپنے ہونے والے شوہر کے ساتھ اس کے اپارٹمنٹ میں پہنچ گئی ہے۔ تم اس کے اندر تھکن پیدا کرکے علاوہ

پھر تنویمی عمل کرو۔ آج شام تک وزیر علی کی یہودی بہن دینا دانیال عرف طاہرہ واشنگٹن سے آرہی ہے۔ یہ تینوں ایک فیملی کی صورت میں کل یہاں سے پاکستان چلے جائیں گے۔ دینا دانیال کو آنے دو۔ میں اس کے متعلق بھی معلومات حاصل کی جائیں گی۔"

میں دماغی طور پر تاجکستان کے شہر دوشنبے میں حاضر ہوگیا۔ یہاں میں بیان کرچکا ہوں کہ تھری ڈی میں سے جمیلہ نے ڈی مورا کو نکالنے لگایا تھا اور میں نے ڈی کرین کو جنم میں پہنچا دیا تھا۔ لیکن اسے ختم کرنے سے پہلے وہاں کے تمام علمائے کرام کے دماغوں سے اس کے شیطانی عمل یعنی تنویمی عمل کو ختم کرادیا تھا۔ اب وہاں ایک ڈی یعنی صرف ڈی ہاروے رہ گیا تھا۔

ابھی تک تو ڈی یعنی ڈی مورا اور ڈی کرین کی موت کا علم نہ ان کے ساتھی ڈی ہاروے کو ہوا تھا اور نہ ہی سپر ماسٹر تک ابھی یہ خبر پہنچی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سپر ماسٹر کی نئی حکمتِ عملی کے مطابق اس کے تمام خیال خوانی والے ایک دوسرے سے دماغی رابطہ نہیں رکھتے تھے۔ ہر ایک کے پاس موبائل فون ہوتا تھا۔ وہ فون کے ذریعے ایک دوسرے کے حالات معلوم کرتے تھے اور انہیں مشورے کرکے کسی منصوبے پر عمل کرتے تھے۔

اس طرح انہیں یہ اندیشہ نہیں رہتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے دماغ میں آکر بولیں گے تو کوئی دشمن چپکے سے ان کے اندر آکر ان کی باتیں سن لے گا اور ان کے راز معلوم کرلے گا۔ وہ تمام خیال خوانی کرنے والے سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسروں سے بھی فون کے ذریعے ہی گفتگو کرتے تھے۔

سپر ماسٹر ایک دن اس پلاننگ میں مصروف رہا کہ مائیک ہارے کو کس طرح مشین سے گزار کر اسے پہلے سے زیادہ وفادار بلکہ جاں نثار بنایا جائے۔ دوسرے دن وہ طیارے کے اغوا کے معاملے میں مصروف رہا۔ اس لیے اس نے تھری ڈی سے فون پر رابطہ نہیں کیا اور اور نہ ہی یہ سوچنے کی فرصت ملی کہ تھری ڈی اس سے رابطہ کیوں نہیں کررہے ہیں۔

اغوا ہونے والے طیارے کے معاملات سے نمٹنے کے بعد سپر ماسٹر نے ڈی مورا کے فون پر رابطہ کیا۔ پھر اس نے مایوس ہوکر ڈی ہاروے کے فون پر اسے مخاطب کیا۔ اس سے پوچھا۔ "ڈی مورا کی طرف سے کوئی جواب کیوں نہیں مل رہا ہے۔ کیا اس کا فون خراب ہے؟"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "پچھلی شام ڈی کرین نے مجھے فون پر بتایا تھا کہ ڈی مورا کا فون بدل چکا ہے۔ اس نے ایک غیر ملکی سے موبائل فون حاصل کرکے اپنا نمبر بتایا ہے۔ آپ بھی نوٹ کرلیں۔"

پھر ماسٹر میرے موبائل فون کے نمبر نوٹ کرنے لگا کیونکہ میں سنے ڈی کرین کو وہی نمبر بتائے تھے۔ اور ڈی مورا کی آواز بنا کر یقین دلایا تھا کہ ان کا ہی ایک ڈی بول رہا ہے۔

سپر ماسٹر نے ہاروے سے پوچھا۔ "ڈی کرین کیا کررہا ہے؟ اسے رابطہ کرنا چاہیے تھا۔"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "سر! وہ دوشنبے کے مضافات میں مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ فسادات پھیلانے کے سلسلے میں مصروف ہے اور میں تاجکستان کے شمالی شہر خوجنت میں ہوں۔ کمیونسٹ پارٹی کے بہت بڑے لیڈر سے معاملات طے کررہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھ سے برابر رابطہ رکھو۔ فرہاد اور اس کے ساتھیوں سے بے خبر نہ رہو۔ معلوم کرتے رہو کہ وہ کن علاقوں میں ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ میں ابھی ڈی مورا سے باتیں کروں گا۔"

ڈی مورا اس دنیا میں ہوتا تو وہ باتیں کرتا۔ اسے جمیلہ نے جہنم میں پہنچایا تھا اور میں نے اسے اور ہیرو کو سمجھایا تھا کہ جب بھی فون پر ان سے یا کسی سے بھی گفتگو ہوگی تو میں ڈی مورا کی آواز میں بولا کروں گا۔ پھر یہی ہوا۔ میرے موبائل پر اشارہ موصول ہوا۔ میں نے جمیلہ کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "توجہ سے سنو۔ میں تمہارے اندر رہ کر فون پر کسی سے باتیں کررہا ہوں۔ وہ یقیناً ڈی ہاروے ہوگا۔"

پھر میں نے موبائل فون کو آپریٹ کرنے کے بعد ڈی مورا کے کوڈ ورڈز ادا کیے اور کہا "میں ڈی مورا بول رہا ہوں۔" میری توقع کے خلاف سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ اس نے بھی کوڈ ورڈز ادا کیے۔ پھر کہا۔ "ابھی ڈی ہاروے سے معلوم ہوا کہ تم نے فون بدل دیا ہے۔ بات کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "سر! اس میں خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ میں نے اسے ضائع کردیا ہے تاکہ کسی کے ہاتھ لگے تو وہ اسے درست کرکے استعمال نہ کرے۔"

"تم اس وقت کہاں ہو؟"

"میں کرگان ٹیوب میں ہوں۔ ابھی ڈی ہاروے سے رابطہ کررہا تھا۔ مگر اس کا فون انگیج ہے۔"

"ہاں! ابھی میں اس سے باتیں کررہا تھا۔ یہ بتاؤ فرہاد پر نظر ہے یا نہیں؟"

میں نے کہا۔ "میں نے اپنے ایک آلۂ کار سے معلوم کیا ہے۔ اس نے دوشنبے والا کانچ چھوڑ دیا ہے۔ بالکل تنہا ہے۔ اس کی بیٹی جمیلہ اس بندر آدمی کے ساتھ کہیں گئی ہے۔ اور فرہاد کہیں شمال کی طرف گیا ہے۔"

"اس کا شمال کی طرف جانا خطرے کا سبب بن سکتا ہے۔ تم فوراً ڈی ہاروے کو اطلاع دو۔ وہ شہر خوجنت میں ہے۔ وہ کمیونسٹوں کا اڈا ہے۔ فرہاد ادھر ضرور جائے گا۔"

"آل رائٹ سر! میں ابھی ڈی ہاروے کو خطرے سے آگاہ کرتا ہوں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے جمیلہ سے کہا۔ "اب ڈی ہارودے کی آواز سنو۔ میں اسے مخاطب کررہا ہوں۔"

میں نے اسے مخاطب کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس نے بھی جوابا کوڈ ورڈز استعمال کرکے پوچھا۔ "یہ ڈی کرین کہاں ہے؟ اس سے رابطہ نہیں ہورہا ہے۔ کیا تم سے باتیں ہوئی تھیں۔"

"ہاں اس نے کہا تھا' موبائل فون کی بیٹری ڈاؤن ہورہی ہے۔ جہاں اس نے رہائش اختیار کی ہے' وہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے لہٰذا وہ بیٹری خریدنے قریبی شہر جائے گا۔"

"ہاں رابطہ قائم نہ کرنے کی یہی وجہ ہوسکتی ہے۔ تم اپنی سناؤ۔"

"اپنی کیا سناؤں۔ تمہیں خبردار کررہا ہوں کہ فرہاد دو تین چھوٹے چھوٹے شمال کی طرف گیا ہے۔ ابھی سپرماسٹر نے کہا ہے کہ میں تمہیں یہ اطلاع دوں۔ تم خوجنت میں ہو۔ کوئی ضروری نہیں کہ وہ اس شہر میں آئے۔ شمال میں کئی چھوٹے بڑے شہر ہیں۔ پتا نہیں وہ کدھر گیا ہے۔ بہرحال محتاط رہو۔"

"فرہاد مجھے آواز سے نہیں پہچان سکے گا اور نہ ہی اس غیر معمولی سماعت رکھنے والے بندر آدمی نے میری اس آواز کو کبھی سنا ہے۔ پھر یہ کہ میں صرف اپنے بیڈ روم کی چار دیواری میں خیال خوانی کرتا ہوں۔ کسی عوامی مقام میں ایسی نادانی نہیں کرتا۔ فرہاد ادھر آئے گا بھی تو مجھے پہچان نہیں سکے گا۔ ہاں اگر میں نے اسے پہچان لیا تو پھر میں اسے قتل کرنے کا سب سے بڑا اعزاز حاصل کروں گا۔"

میں نے اس کا حوصلہ بڑھایا پھر فون کو بند کردیا۔ جمیلہ نے کہا۔ "پاپا! بیچارے کو خوش فہمی ہے کہ اس کی آواز ہم میں سے کسی نے نہیں سنی ہے۔"

میں نے کہا "دشمن ابھی تک یہی جانتے ہیں کہ تم فولادی قوتوں کی حامل ہو۔ یہ ابھی معلوم نہیں ہوا ہے کہ تم بھی غیر معمولی سماعت وبصارت رکھتی ہو۔"

"اب آپ کا کیا حکم ہے؟ کیا میں ہیرو کے ساتھ خوجنت شہر جاؤں؟"

"ہیرو کے ساتھ ایک بڑی مشکل ہے۔ وہ اپنی دم کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ لہٰذا تمہیں تنہا جانا ہوگا۔"

وہ ذرا مایوس ہوگئی۔ دونوں میں بڑی دوستی ہوگئی تھی۔ وہ ساتھ رہنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا۔ "تم جاؤ۔ پہلے ڈی ہارودے سے نمٹ لو۔ پھر میں ہیرو کو وہاں بھیج دوں گا۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ایک ایرانی ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا پھر اس کے پائلٹ سے کہا کہ وہ خوجنت سے کچھ فاصلے پر کسی ویرانے میں اتار کر چلا آئے تاکہ کیوسٹنوں کو اور ڈی ہارودے کو یہ نہ معلوم ہو کہ ادھر کوئی ایرانی ہیلی کاپٹر آیا تھا۔ ایران کے حوالے سے کوئی بات سامنے آتے ہی دشمنوں کو شبہ ہونے لگتا تھا کہ فرہاد اور اس کے ساتھی ضرور کہیں آس پاس ہوں گے۔

جمیلہ ہیرو سے رخصت ہو کر ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئی اور شہر خوجنت کی سمت روانہ ہوگئی۔

میں نے ثانی کے پاس آکر پوچھا۔ "کیا ہورہا ہے؟"

"میں نے شلپا پر تنویمی عمل کرکے پہلے عمل کا توڑ کیا تو پتا چلا کہ اس کے ہم سفر پرل ہائیڈ (منڈولا) نے اس پر عمل کیا تھا۔ پاپا! مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ میں نے اس کم بخت کے سرکی مزاحمت کی اور اس کے سر کے اندر نہیں گئی۔ ورنہ اسی وقت اس کی اصلیت معلوم ہوجاتی۔"

میں نے کہا۔ "تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ ہم ایم آئی ایم کے مجاہدین کی حفاظت کرنے میں مصروف تھے۔ ان کے دماغوں میں آمدورفت تھی۔ ایسے میں ہر مسافر کے خیالات پڑھے نہیں جاسکتے تھے۔"

"ویسے وہ زخمی پرل ہائیڈ کوئی پُراسرار شخص ہے۔ میں نے شلپا کے ذریعے اس کے بارے میں معلوم کرتے ہی ریڈ کراس والوں سے رابطہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ مسٹر ہائیڈ کو اسپتال میں پہنچادیا گیا ہے۔ علی اس اسپتال میں گئے تو پتا چلا کہ وہ وہاں نہیں ہے۔ ڈاکٹر وغیرہ سے کچھ کہے سنے بغیر کہیں چلا گیا۔"

میں نے کہا۔ "پھر تو واقعی پراسرار بندہ ہے۔ بڑی خاموشی اختیار کیے طیارے میں ہم سے چھپتا رہا۔ پھر طیارے سے نکلتے ہی غائب ہوگیا۔"

وہ بولی۔ "اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ طیارے میں ہونے والی خیال خوانی کو سمجھ رہا تھا اور اپنے زخمی سر کے باعث خوفزدہ تھا کہ ہم میں سے کوئی اس کے اندر نہ پہنچ جائے۔"

"بیٹی! صاف بات ہے کہ وہ شخص بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے اسی لیے تو طیارے میں بیٹھتے ہی بیٹھے اس نے شلپا کو سیٹ پر سلادیا اور اس پر تنویمی عمل کرکے اپنے بارے میں تمام باتیں اس کے ذہن سے بھلادیں۔"

"پاپا! ہماری معروفیات کا یہ عالم رہا کہ میں نے اس پرل ہائیڈ کی آواز اور لہجے کو بھی یاد نہیں رکھا۔"

"فکر نہ کرو۔ علی اسے ڈھونڈ نکالے گا۔ کیا وزیر علی کی بہو اور بہن دینا دانیال عرف طاہرہ آگئی ہے؟"

"جی ہاں۔ میں اس کے اندر نہیں جارہی ہوں۔ یہ معلوم کرچکی ہوں کہ وہ سگریٹ اور شراب وغیرہ سے پرہیز کرتی ہے اور روزانہ صبح وشام ورزش کرتی ہے۔ وہ یقیناً پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتی ہوگی۔"

"تم شلپا اور وزیر علی کے ذریعے دینا دانیال پر نظر رکھو۔ میں ایم آئی ایم کے مجاہدین کی خبر لینے جارہا ہوں۔"

ان مجاہدین کے پاس میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے۔ مجھے سلمان نے بتایا کہ ان مجاہدین کو ائرپورٹ پر ہی حراست میں لے لیا گیا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر انہیں ہتھکڑیاں پہنانا چاہتا تھا۔ ایک مجاہد نے سلمان کی مرضی کے مطابق کہا۔ "ہم مجرم نہیں ہیں۔ ہمیں ہتھکڑی پہناؤ گے تو ائرپورٹ میں ایسے دھماکے اور تباہیاں ہوں گی کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کا تدارک نہیں کررکھ سکیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "تم سب کی تلاشیاں لی جاچکی ہیں۔ تم لوگوں سے تمام ہتھیار لے جاچکے ہیں۔ پھر ہمارے خلاف کوئی کارروائی کیسے کرسکو گے؟"

مجاہد نے کہا۔ "تمہارے پیچھے تمہارا ماتحت افسر کھڑا ہوا ہے۔ تمہارا نائب ہے' مگر یہ دیکھو۔"

ماتحت افسر نے ریوالور نکال کر اپنے اعلیٰ افسر کی کنپٹی پر اس کی ہالی رکھ دی۔" پھر پوچھا۔ "کیا موٹی عقل سے بھی نہیں سوچ سکتے ہو کہ جو اتنا بڑا طیارہ اغوا کرسکتے ہیں' وہ تمہارے جیسے احمق کو ہتھکڑیوں میں مسل سکتے ہیں۔"

دوسرے مسلح فوجیوں نے ماتحت افسر کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ریوالور ہولسٹر میں رکھو۔ ورنہ....."

ماتحت نے کہا۔ "ورنہ مجھے گولی لگتے ہی ہمارے افسر صاحب بھی میرے ساتھ حرام موت مریں گے۔"

اعلیٰ افسر نے گھبرا کر کہا۔ "کوئی گولی نہ چلائے۔ ٹھیک ہے' ان مجرموں کو ہتھکڑیاں نہیں لگائی جائیں گی؟"

ماتحت نے کہا۔ "یہ مجرم نہیں مجاہدین ہیں۔ پہلے سپرماسٹر سے رابطہ قائم کرو اور اسے بتاؤ کہ مجاہدین کو ہتھکڑیاں پہنانے سے یہاں کیا قیامت آسکتی ہے۔"

پاشا پہلے ہی سپرماسٹر سے رابطہ کرکے بتا رہا تھا کہ ائرپورٹ میں طیارے کے پاس کیا تماشا ہورہا ہے۔ اس نے کہا۔ "سر! میں اس ماتحت افسر کے اندر جاکر اس کا ریوالور ہاتھ سے گرا سکتا ہوں لیکن اس کے اندر رہنے والا دشمن دوسرے افسران یا فوجی جوانوں کے اندر چلا جائے گا۔ اب یہ سمجھ میں آگیا ہے کہ مجاہدین کے دماغ فولاد کی طرح کیوں ہوجاتے ہیں۔ ان کے پیچھے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

ایسے وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سپرماسٹر نے ریسیور اٹھاکر کہا۔ دوسری طرف سے ائرپورٹ کے فوجی اعلیٰ افسر نے کہا۔ "سر! میں ہوں۔ آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مجاہدین کو نہتا کرنے کے بعد بھی ہم ان پر پوری طرح قابو نہیں پاسکیں گے۔ اگر انہیں مجرموں کی طرح گرفتار کرنا چاہیں گے تو....."

سپرماسٹر نے بات کاٹ کر کہا "مجھے معلوم ہے وہاں کیا ہورہا ہے؟ انہیں مجرموں کی طرح نہیں مہمانوں کی طرح وہاں کی فوجی چھاؤنی میں لے جاؤ' اس چھاؤنی کے افسران ان سے باتیں کریں۔"

اعلیٰ افسر نے حکم کی تعمیل کی۔ انہیں عزت سے مہمانوں کی طرح گاڑیوں میں بٹھاکر وہاں سے لے جانے لگا۔ سلمان اور ہمارے دوسرے خیال خوانی کرنے والے ان آٹھوں مجاہدین کے چور خیالات پڑھ چکے تھے۔ ہم یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ایم آئی ایم کی تنظیم کس ملک اور کس شہر میں ہے اور ان کا سربراہ کون ہے؟

بڑی عجیب بات تھی کہ ان کے چور خیالات بھی اپنے سربراہ سے لاعلمی ظاہر کررہے تھے۔ وہ مختلف ممالک سے آئے تھے۔ مختلف شہروں میں رہتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی مجاہدین تھے۔ ان سب کے پاس موبائل فون رہا کرتا تھا۔ جب جہاد کے لیے ان کی ضرورت پیش آتی تھی تو ان کے موبائل فون سے اچانک ہی کسی وقت ان کا سربراہ انہیں مخاطب کرتا تھا اور انہیں ہدایات دیتا تھا کہ فلاں ملک کے فلاں شہر اور فلاں مقام پر پہنچ جاؤ۔ ہدایات کے مطابق جتنے مجاہدین کو مخصوص جگہ طلب کیا جاتا تھا صرف اتنی ہی تعداد میں وہ وہاں پہنچ جاتے تھے۔ مثلاً اس طیارے کے اغوا کے لیے صرف آٹھ مجاہدین کو اسکندریہ میں طلب کیا گیا تھا۔ وہ آٹھوں ایک چھوٹے سے بنگلے میں جمع ہوئے تھے۔ سربراہ نے فون کے ذریعے ان آٹھوں کو ایک دوسرے سے متعارف کرایا تھا اور انہیں پوری پلاننگ سمجھائی تھی کہ کس طرح طیارے کو اغوا کرکے ابا کو جزیرے میں پہنچایا جائے گا اور پھر پہلی بار دنیا والوں کے سامنے ایم آئی ایم (مجاہدین اسلامک مشن) کو متعارف کرا کے اپنے مطالبات منوائے جائیں گے۔

اس سلسلے میں اہم سوالات یہ پیدا ہوئے تھے کہ ان کے پُراسرار سربراہ کو یہ کیسے معلوم ہوجاتا تھا کہ اس کے بے شمار مجاہدین میں سے کون کس ملک اور کس شہر میں ہے؟ ان مجاہدین میں سے کون کس صلاحیت کا مالک ہے؟ اور کون کس مشن میں عمدہ کارکردگی دکھا سکتا ہے؟

اس کے علاوہ جتنے مجاہدین تھے' سب خوشحال تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے بینک اکاؤنٹ میں اتنی رقوم پہنچتی رہتی تھیں کہ وہ کبھی کسی چیز کے محتاج نہیں رہتے تھے۔ وہ جب چاہتے تھے' ان کی ضرورت کے مطابق ہر قسم کا اسلحہ ان کی رہائش گاہ کے اندر پہنچ جاتا تھا۔ اور انہیں پتا نہیں چلتا تھا کہ کون ان کے ہاں کب ایسی چیزیں رکھ گیا ہے؟

ان آٹھوں مجاہدین کو فوجی چھاؤنی میں پہنچا دیا گیا تھا۔ وہاں کے فوجی افسران بڑے ہی دوستانہ انداز میں پیش آرہے تھے اور ان سے گفتگو کے دوران گھما پھرا کر سوالات کررہے تھے کہ ان کا سربراہ کون ہے؟ وہ اس سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ مجاہدین کہہ رہے تھے "یہودیوں کے دوست مسلمانوں کے صرف دشمن ہی ہوسکتے ہیں۔ ہم سے کبھی دوستی کی بات نہ کرو۔ ورنہ ہماری زبانیں بند ہوں گی تو پھر ہم نہ کسی سوال کا جواب دے سکیں گے اور نہ ہی کوئی دوسری بات کرسکیں گے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "جس طرح ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ناکامی ہوئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہاری پشت پر کئی خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔"

ایک مجاہد نے کہا "ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے آج تک کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آواز اپنے اندر نہیں سنی۔"

دوسرے مجاہد نے کہا۔ "ہم یہ نہیں مانتے کہ چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے طیارے کو اغوا کرنے میں اور اپنے مطالبات منوانے میں ہماری مدد کی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "یہ کیسے ممکن ہے۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا توڑ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی کیا گیا ہے۔"

تیسرے مجاہد نے کہا۔ "یہ مقولہ پوری طرح درست نہیں ہے کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ انسانی عقل سے لوہا کاٹا جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ آگ بھی لوہے کو پگھلا کر رکھ دیتی ہے۔"

چوتھے مجاہد نے کہا۔ "ہمارا سربراہ اتنا ذہین ہے کہ اس نے تمہاری ٹیلی پیتھی کو ناکام بنا دیا ہے۔ وہ آگ ہے۔ ٹیلی پیتھی کے فولاد کو پگھلانا جانتا ہے۔"

"ائرپورٹ پر ایک ماتحت افسر اپنے اختیار میں نہیں رہا تھا۔ اس نے تم لوگوں کی حمایت میں اپنے ہی افسر کو گولی مارنے کی دھمکی دی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے دماغ میں تمہارا سربراہ یا اس کا کوئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا ہوگا۔"

ایک اور مجاہد نے کہا۔ "یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ تمہارا ماتحت افسر کیسے اپنے اختیار میں نہیں رہا تھا اور کیوں ہماری حمایت کر رہا تھا۔ ہم ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں قسم کھا چکے ہیں۔ ہم نے اپنے سربراہ کی آواز بھی کبھی اپنے دماغ میں نہیں سنی۔ وہ ہمیشہ ہم سے فون پر رابطہ کرتا ہے۔"

واقعی یہ بات مجاہدین کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی کہ دشمن فوج کے ماتحت افسر نے ان کی حمایت کیوں کی تھی۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ ہم سب خیال خوانی کرنے والے خاموشی سے ان کی حمایت اور حفاظت کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے لوگوں کو سمجھا دیا تھا کہ جب تک اس پراسرار سربراہ اور اس کی تنظیم کے بارے میں صحیح اور مکمل معلومات حاصل نہ ہوں' تب تک ہم بھی خود کو ان مجاہدین پر ظاہر نہیں کریں گے۔

ایک اعلیٰ افسر نے مجاہدین سے کہا۔ "تم سب قسمیں کھا رہے ہو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہاری تنظیم کے سربراہ نے تم لوگوں سے اپنے بہت سے اہم راز چھپائے ہیں۔ وہ یقیناً ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا اور تم لوگوں سے اپنا یہ علم چھپا رہا ہوگا۔"

ایک مجاہد نے کہا۔ "نہیں نہیں تم لوگ ٹیلی پیتھی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ کام کی بات کرو۔ ہمیں یہاں سے جانے دے رہے ہو یا نہیں؟"

ایک افسر نے پوچھا۔ "یہاں سے کس ملک میں جاؤ گے؟ تمہارے پاس پاسپورٹ ہیں؟"

"تمہارے لوگ تلاشیاں لے چکے ہیں۔ ہمارے پاس ہر قسم کے ہتھیار تھے۔ اب ہم جس ملک اور جس شہر میں جانا چاہیں گے' وہیں وہاں ہمیں حفاظت پہنچانے کا انتظام کرو گے۔"

"یہ تو بڑی زیادتی ہے۔ ہمارا طیارہ بھی اغوا کیا۔ ہمارے مسافروں کو بھی پریشان کیا۔ ساری دنیا کو سمجھا دیا کہ ہم ایک ہائی تنظیم کے آگے بے بس ہو گئے ہیں اور اب ہم ہی تمہارے لیے حفاظت واپسی کا انتظام کریں گے۔ پاسپورٹ حاصل کر کے ہمارے ہی اخراجات پر سفر کرو گے۔"

ایک مجاہد نے کہا۔ "ہم اپنے اخراجات خود برداشت کریں گے چاہیں گے تو یہاں کے کتنے ہی بینک خالی کر دیں گے۔ کیونکہ یہاں سے جانے کے لیے طیارہ خریدنے کے لیے لاکھوں ڈالرز کی ضرورت ہوگی؟"

وہ تھوڑی دیر کے لیے چپ رہے۔ پھر ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں تمہاری رہائش کا انتظام کریں گے۔ اپنے اعلیٰ حکام سے اس سلسلے میں گفتگو کریں گے۔ تمہیں یہاں کم از کم ایک ہفتہ قیام کرنا ہوگا۔"

ایک مجاہد نے کہا۔ "مجبوری۔ ہم صرف چوبیس گھنٹے اس ملک میں رہیں گے۔ اس کے بعد کچھ گڑبڑ ہونے لگے تو اس کی ذمے داری ہم پر نہیں ہوگی۔"

ایک افسر نے کہا۔ "یہ تم لوگوں کی ہٹ دھرمی ہے۔ چوبیس گھنٹے بہت کم ہوتے ہیں۔ ہمیں تینوں افواج کے سربراہوں اور اعلیٰ حکام سے طویل مذاکرات کرنے ہوں گے۔"

"اول تو چوبیس گھنٹے کم نہیں ہوتے۔ کیونکہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے پلک جھپکتے ہی دور دراز کے حکام سے رابطہ کرا سکتے ہیں۔ اب رہی طویل مذاکرات کی بات تو یہ ہمارے جانے کے بعد ساری زندگی کرتے رہنا۔"

وہ چاہتے تھے کہ مجاہدین کو اس ملک میں زیادہ عرصہ روک کر مختلف چالبازیوں سے اس تنظیم کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچا جائے لیکن انہوں نے فیصلہ سنا دیا تھا کہ وہ نیویارک میں چوبیس گھنٹے سے زیادہ نہیں رہیں گے۔

میں نے سلمان سے کہا۔ "یہ ایم آئی ایم کی تنظیم اور اس کا سربراہ صرف دشمنوں کے لیے ہی نہیں' ہمارے لیے بھی پراسرار ہے۔ اپنے ایک یا دو خیال خوانی کرنے والوں کو ان مجاہدین کے دماغوں میں آنے جانے کے لیے کہتے رہو۔ وہ آٹھوں کل تک بیلجیم روانہ ہوں گے۔ سر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے مختلف ذرائع سے ان کی نگرانی کریں گے۔ نہایت ہوشیاری سے ان پر نظر رکھنا ہوگا۔"

سلمان نے کہا۔ "کل صبح دس بجے مائیک ہرارے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔ ہمیں اس کے اندر بھی موجود رہنا ہوگا۔"

"ہاں' کل صبح ہم نو بجے ہی مائیک ہرارے کے پاس جائیں گے۔ شاید یہ معلوم ہو سکے کہ اسے کن راستوں سے گزار کر اس خفیہ اڈے تک پہنچایا جائے گا' جہاں اس ٹرانسفارمر مشین کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ جمیلہ ایک بیلی کوپٹر کے ذریعے شمال کی سمت شہر خوجنت کی طرف گئی تھی۔ ابھی مجھے اس کی خیریت معلوم کرنا تھی۔ لیکن میں تھوڑی دیر تک ایم آئی ایم کے سربراہ کے بارے میں سوچتا رہا۔ مجاہدین کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم ہوا تھا کہ ان کا سربراہ ہمیشہ ان کا خیال رکھتا ہے اور مشکل وقت میں آکر ان کی مشکلیں آسان کر دیتا ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ اس سربراہ کو ان حالات کا علم نہیں ہوگا' جن سے مجاہدین گزر رہے تھے؟ اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا کوئی ایسا پراسرار علم جانتا ہے جس کے ذریعے مجاہدین کی خبر رکھتا ہے تو اسے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہم چند خیال خوانی کرنے والے اجنبی ہیں اور اس کے مجاہدین کے کام آرہے ہیں۔ اس سے نکل کر رہے ہیں اور اس کے نیک مقاصد کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اس سربراہ کو کسی بھی ذریعے سے ہمارا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا۔ لیکن اس کی طرف سے مسلسل خاموشی تھی۔ وہ ایسے مطمئن تھا جیسے طیارہ اغوا کرنے والا مشن اس کا نہیں ہمارا ہو اور ہم نے اپنا فرض ادا کیا ہو اور سربراہ پر کوئی احسان نہ کیا ہو۔ دیکھا جائے تو پی ایل او اور اسرائیل معاہدے کے خلاف احتجاج کرنا اور دوسرے اسلامی ممالک کو یہ ذہن نشین کرانا کہ وہ کبھی کسی حال میں اسرائیل سے معاہدہ نہ کریں' یہ ایک اہم اجتماعی فرض تھا اور یہ فرض صرف ایم آئی ایم کے سربراہ کا ہی نہیں' ہمارا بھی تھا۔ اس طرح ہم نے اس ایم آئی ایم کے سربراہ پر کوئی احسان نہیں کیا تھا۔

ویسے یہ تجسس بڑھ گیا تھا کہ وہ کون ہے؟ یقیناً جذبۂ جہاد سے بھرپور ایک مومن ہے۔ اس کے اور ہمارے عزائم ایک ہیں۔ منزل ایک ہے تو پھر وہ ہم سے کیوں چھپا ہوا ہے؟ یہ تجسس اسی وقت دور ہو سکتا تھا کہ میرے خیال خوانی کرنے والے ان آٹھ مجاہدین کے دماغوں میں آتے جاتے رہتے اور خاموشی سے یہ معلوم کرتے رہتے کہ ان کا سربراہ کس طرح ان سب کا خیال رکھتا ہے۔ ان سے فون پر کیسی باتیں کرتا ہے۔ شاید اس کی آواز اور لہجے سے ہم اسے پہچان سکیں۔

اب یہ تجسس فوراً ہی ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ میں پہلے بھی کئی بار کہہ چکا ہوں کہ پراسرار اور نادیدہ ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

اس دنیا میں کتنے ہی لوگوں نے گمنام اور پراسرار رہ کر اپنی بادشاہت قائم کرنے کی ناکام کوششیں کیں۔ پھر کوئی ایسا وقت آیا کہ وہ بے نقاب ہو گئے۔

اگرچہ ایم آئی ایم کا سربراہ اپنی بادشاہت قائم نہیں کرنا چاہتا۔ وہ یہود و نصاریٰ کی سازشوں سے دینِ اسلام کو اور اسلامی ممالک کو محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ اس اعتبار سے اس کے گمنام رہنے پر مجھے فی الحال کوئی شکایت نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے' وہ اپنے گمنام دشمنوں سے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے گمنامی کی زندگی گزار رہا ہو۔ میں نے اسے ذہن سے نکال دیا۔ پھر جمیلہ کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ شمالی شہر خوجنت پہنچی ہوئی تھی۔ وہاں کے واقعات سنانے لگی۔

تھری ڈی کا آخری ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی ہاروے اسی شہر میں تھا۔ وہ اپنی دانست میں بڑا محتاط تھا۔ اکثر اپنی رہائش گاہ کی چار دیواری میں رہتا تھا۔ کوئی اہم ضرورت ہو تو باہر نکلتا تھا۔ اور باہر نکلنے کے بعد کبھی چلتے پھرتے یا کسی ریستوران وغیرہ میں بیٹھ کر خیال خوانی نہیں کرتا تھا' یہ اندیشہ تھا کہ مبادا اسے کہیں خیال خوانی میں گم دیکھوں گا تو پہچان جاؤں گا۔

اس کی رہائش گاہ میں کمیونسٹ پارٹی کا لیڈر یا اس کے نمائندے ملاقات کے لیے آتے تھے۔ اس نے ان تمام افراد کے سامنے کبھی خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ کمیونسٹ پارٹی کے لوگ اسے محض ایک امریکی نمائندہ سمجھتے تھے۔ اور اس کے ذریعے مالی امداد اور اسلحہ حاصل کرنے کے لیے ملاقات کرتے رہتے تھے۔

ڈی ہاروے نے اپنی آواز اور لہجہ بدل لیا تھا اور یوں مطمئن تھا کہ غیر معمولی سماعت رکھنے والا بندر آدمی بھی اس کی آواز کے ذریعے اسے ہاروے کی حیثیت سے نہیں پہچانے گا۔ جب کہ اسے پہچاننے والی جمیلہ وہاں پہنچ گئی۔

اب جمیلہ کو یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ کس رہائش گاہ میں بیٹھا اپنے ملاقات کرنے والوں سے گفتگو کرتا ہے۔ جب وہ شہر کے ایک ہوٹل میں پہنچی تو دوپہر ہو چکی تھی۔ اسے ڈی ہاروے کی آواز دیر تک سنائی نہیں دی۔ وہ ایک رہائشی علاقے کے قریب تھی۔ یہ اندازہ تھا کہ شاید وہ دوپہر کے وقت سو رہا ہے۔

شام کو اچانک آواز سنائی دی۔ وہ کسی سے کہہ رہا تھا۔ "تم اطمینان رکھو۔ آج آدھی رات سے پہلے وہ اسلحہ اور گولہ بارود سے لدا ہوا طیارہ یہاں پہنچ جائے گا۔"

اس کے پاس کمیونسٹ پارٹی کا لیڈر تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہماری بڑی خواہش ہے کہ ہم پھر شہر دو شعبے پر قبضہ کر لیں۔ لیکن وہاں فراد' اس کی بیٹی اور وہ بندر آدمی وغیرہ ہوں گے۔ ہماری پارٹی کا جو لیڈر ان سے شکست کھا کر آیا تھا ہم نے اسے گولی مار دی ہے۔ اس کے ساتھ زندہ آنے والے اپاہج فوجیوں کو بھی ختم کر دیا ہے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ وہ لوگ زندہ رہتے تو فراد ان کے دماغوں

میں رہ کر تمہارے نئے منصوبے معلوم کرتا رہتا۔ تمہارے لیے دوسری خوشخبری یہ ہے کہ فرہاد شہر دو شنبے سے کسی دوسرے علاقے میں چلا گیا ہے۔"

"پھر تو یہ بڑا اچھا موقع آج رات تمہارے ملک کا طیارہ جدید اسلحہ لے کر آئے گا۔ ہم اپنے چند طیاروں کے ذریعے وہاں صبح ہونے سے پہلے حملے کریں گے۔ شہر دو شنبے ہمارے قبضے میں آئے گا اور ایسا نہ ہوا تو ہم اس شہر کو کھنڈر بنا کر واپس آئیں گے۔"

وہ گفتگو کر رہے تھے۔ آدھی رات کے بعد دو شنبے پر ہوائی حملوں کی پلاننگ کر رہے تھے اور جمیلہ ہوٹل کے کمرے سے نکل کر ان کی آوازوں کی سمت کا تعین کرتی ہوئی ادھر جاری تھی۔ وہ علاقہ تاجکستان کے انتہائی شمال میں تھا۔ اس لیے برف باری ہوتی رہتی تھی۔ مکانوں کی چھتوں، درختوں اور سڑکوں پر برف جمی رہتی تھی۔ مزدور بیلچے لے کر سڑکوں پر سے برف ہٹاتے رہتے تھے تاکہ گاڑیوں کی آمدورفت کے لیے راستے صاف رہیں۔

وہ چلتے چلتے ایک لکڑی کے کاٹیج کے قریب رک گئی۔ ڈی ہاروے اور کیونسٹ لیڈر کی گفتگو وہیں سے سنائی دے رہی تھی۔ وہ کاٹیج سے دور کھڑے ہو کر سوچنے لگی۔ ابھی وہاں جا کر ڈی ہاروے اور اس لیڈر کو ہلاک کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ لیکن اس شہر میں آدھی رات سے پہلے اسلحے کا ذخیرہ پہنچنے والا تھا۔ اگر وہ ایک لیڈر کو مار ڈالتی تو دوسرا کوئی لیڈر بن کر دو شنبے پر ہوائی حملے کر سکتا تھا۔ لہٰذا یہ لازمی ہو گیا تھا کہ وہ تمام اسلحہ کیونسٹوں کے ہاتھ نہ لگنے دیا جائے۔

وہ ایک قریبی قہوہ خانے میں آ کر میرا انتظار کرنے لگی۔ وہاں سے کاٹیج بھی نظر آ رہا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ لیڈر ڈی ہاروے سے گفتگو کر کے نکلے گا تو وہ اس کا تعاقب کرے گی۔ ہو سکا تو اس سے دوستی کر کے اس کے ساتھ پورے شہر کو دیکھے گی اور راستے پہچانے گی۔ ایسی معلومات بعد میں کام آئیں گی۔ پھر ایک لیڈر کی دوست بن کر رہے گی تو کوئی اس پر کسی قسم کا شبہ نہیں کرے گا۔

برف باری کے وقت قہوہ خانے کے دروازے اور کھڑکیاں بند رہتی تھیں۔ درمیانی ہال میں بہت بڑا آتش دان تھا۔ جس میں لکڑیاں جلتی رہتی تھیں۔ یوں تو کھڑکیوں کے شیشوں پر برف کی تہ جمتی رہتی تھی مگر وہاں آتش دان کی آگ اور گرمی کے باعث شیشوں پر سے برف پگھل رہی تھی اور وہ وہاں کی ایک چھوٹی میز کے پاس بیٹھی کھڑکی کے پار ڈی ہاروے کے کاٹیج کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے سامنے گرم گرم قہوے کی ٹرے آ گئی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک قد آور صحت مند شخص اس کے سامنے میز کے دوسری طرف کرسی پر بیٹھ کر بولا۔ "بڑی شدید برف باری ہے۔ میں بھی قہوہ پینا چاہوں گا۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا۔ "صرف قہوہ پینا چاہو گے؟"

"نہیں۔ تمہاری میز پر آیا ہوں تو دوستی بھی کرنا چاہوں گا۔"

"دوستی تعارف کے بغیر نہیں ہوتی۔ ذرا اپنی تعریف کرو؟"

جمیلہ نے ایک پیالی میں قہوہ ڈال کر اس کی طرف بڑھاتے بولا۔ "میں اپنی تعریف کیا کروں۔ دیکھ رہی ہو کہ خوبرو اور صحت جوان ہوں۔ مجھے دیکھ کر حسیناؤں کے دل دھڑکنے لگتے ہیں۔ تمہارے دل کا کیا حال ہے؟"

"سچ پوچھو تو تمہارے اچانک آ جانے سے دل دھڑکنے لگا ہے۔ بائی دی وے اب تک کتنی حسیناؤں کے دل دھڑکا چکے ہو؟"

وہ اپنی پیالی میں قہوہ ڈالنے لگی۔ وہ بولا۔ "میری یادداشت کمزور ہے۔ میں گنتی بھول جاتا ہوں۔ لہٰذا یاد نہیں ہے کہ تم سے پہلے کتنی آ چکی ہیں۔ اب تم اپنی تعریف بیان کرو۔"

وہ اس کے انداز میں بولی۔ "میں اپنی تعریف کیا کروں؟ دیکھ رہے ہو کہ حسین اور اسمارٹ ہوں اسی لیے تم میری طرف کھنچے چلے آئے ہو۔ اور بالکل صحیح جگہ آئے ہو۔ آج کے بعد تمہاری یادداشت کمزور نہیں رہے گی۔ تم جب تک سانس لیتے رہو گے مجھے یاد کرتے رہو گے؟"

"ہر لڑکی اسی خوش فہمی میں رہتی ہے کہ اس کے پاس آنے والا مرد اس کا ایسا دیوانہ ہو گا کہ اسے کبھی بھول نہیں پائے گا۔ ہمیشہ یاد رکھے گا۔ ویسے تم ہمارے علاقے کی نہیں لگتی ہو۔"

"میں امریکی ہوں۔ مجھے سیاحت کا بڑا شوق ہے۔ مگر گھومتی رہتی ہوں۔"

"پھر تو تمہارے پاس پاسپورٹ، یہاں تک آنے کا خصوصی اجازت نامہ وغیرہ ضرور ہو گا؟"

"بے شک ہے۔ کیا تم عاشق سے ایک دم پولیس والے نہیں بن رہے ہو؟"

"یوں بھی سمجھ سکتی ہو۔ عاشق بھی تنہائی چاہتا ہے اور پولیس والے بھی تنہائی میں کپڑے اتار کر تلاشی لیتے ہیں۔ ہم قہوہ پینے کے بعد ایک کنفیس سیل میں چلیں گے۔"

وہ انجان بن کر بولی۔ "یہ کنفیس سیل کیا ہوتا ہے؟"

"یہ ایک ٹارچر سیل ہوتا ہے۔ اس عقوبت خانے میں ایسی اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں کہ بڑے سے بڑے شہ روز اپنے جھوٹ کو سچ میں بدل دیتے ہیں اور اپنی اصلی ہسٹری بیان کرنے لگتے ہیں۔ تم بیچاری ایک نازک سی دوشیزہ ہو۔"

"کیا تم میرے کاغذات چیک کیے بغیر ٹارچر سیل میں لے جاؤ گے؟"

"کاغذات جعلی ہو سکتے ہیں۔ لیکن ٹارچر سیل میں زبان جعلی اور جھوٹی نہیں ہو پاتی۔ تم وہاں بے اختیار تڑپ تڑپ کر سچ بولو گی۔"

"پھر تو میں بیچاری گئی کام سے۔ ابھی میں نے جوانی کی بہاریں پوری طرح نہیں دیکھی ہیں اور ایک روسی جاسوس کے پیچھے

یہ پیالی خالی ہو گئی۔ چلو اس ٹارچر سیل میں چلتے ہیں، جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔"

وہ جاسوس کے ساتھ قہوہ خانے سے باہر آئی اور اس کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ گئی۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "ہم روسی جاسوس پوری دنیا میں مشہور ہیں۔ ہماری نظروں سے کوئی غیر ملکی ایجنٹ چھپ نہیں سکتا۔ میں نے اس ہوٹل کے کمرے کی تلاشی لی ہے، جہاں تمہارا قیام ہے۔ تمہارے اس کمرے میں صرف ایک کٹ تھی جو پشت پر باندھی جاتی ہے۔ اس میں پاسپورٹ اور دیگر شناختی کاغذات نہیں ہیں۔ اب بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

"جب تم دیکھ چکے ہو کہ میرے پاس مختصر سا سامان ہے تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ باقی سامان دوسرے شہر میں چھوڑ آئی ہوں۔ پاسپورٹ اور ضروری کاغذات بھی وہیں رہ گئے ہیں۔"

"ہم کیونسٹوں کے علاقے میں داخل ہونے کے لیے خصوصی اجازت نامہ حاصل کرنا لازمی ہوتا ہے۔ وہ کہاں ہے؟"

"مسٹر جاسوس! تم بہت جلد باز ہو۔ جب ٹارچر سیل میں مجھے لے جایا رہے ہو تو پھر وہیں وہ خصوصی اجازت نامہ بھی دیکھ لینا۔"

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہو، جب کہ ٹارچر سیل کا نام سنتے ہی سنگ دل اور ڈھیٹ قسم کے مجرموں کو پسینہ آ جاتا ہے۔"

ایک عمارت کے سامنے گاڑی رک گئی۔ وہ بولی۔ "میں نے آج تک کوئی ٹارچر سیل نہیں دیکھا۔ میں جب یہ نہیں جانتی کہ وہ کیا بلا ہے تو پھر مجھے پسینہ کیوں آئے گا۔ پہلے خوفزدہ کرنے کا سبب تو سامنے آئے۔"

وہ دونوں گاڑی سے اتر کر عمارت کے اندر آئے۔ وہاں فوجی مردوں کے ساتھ عورتیں بھی دفتری کام کرتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ بولا۔ "یہ ہمارا انٹیلی جنس کا شعبہ ہے۔ یہاں کے تہ خانے میں کوئی مجرم آنے کے بعد واپس نہیں جاتا۔"

وہ بولی۔ "کمال ہے۔ یہ ایسا پُراسرار مقام ہے کہ مجرموں کا یہیں ختم ہو جاتا ہے، وہ واپس ہی نہیں جاتے۔"

وہ ایک لفٹ میں آ گئے۔ اس نے کہا۔ "ابھی ساری زندہ دلی ہوا ہو جائے گی۔"

لفٹ نیچے جانے لگی۔ وہ ایک تہ خانے میں پہنچ گئے۔ وہاں دو گینڈے کی طرح خوب موٹے اور بھاری بھرکم پہلوان تھے۔ جگہ جگہ ایسے خطرناک اوزار تھے، جنہیں دیکھ کر ہی خوف طاری ہو جاتا تھا۔ پھر ایک سمت آہنی سلاخوں کے پیچھے ایک خونخوار چیتا تھا جو سلاخوں کے باہر آ جاتا تو گینڈے جیسے پہلوانوں کو بھی کچا چبا جاتا۔

روسی جاسوس نے کہا۔ "یہ دونوں گینڈے اور وہ بھوکا، غصے سے دہاڑتا ہوا چیتا تمہاری نزاکت کے پیشِ نظر بہت زیادہ ہیں۔ یہ تینوں ہاتھ بھی لگائیں گے تو تم مر جاؤ گی۔ بہتر ہے کہ میں ہی پہلے تمہاری جوانی کے مزے لوٹ لوں۔ اس کے بعد ایسی اذیتیں پہنچاؤں گا کہ تم چیخ چیخ کر اپنی اصلیت بیان کرنے لگو گی۔"

وہ جاسوس اور دونوں گینڈوں کے ساتھ ایک کمرے میں آئی۔ اس کمرے کے آہنی دروازے کو لاک کر دیا گیا۔ اس کی چابی جاسوس اپنی جیب میں رکھنا چاہتا تھا کہ جمیلہ نے اس کی کلائی پکڑ لی۔

اس نے چونک کر نازک دکھائی دینے والی لڑکی کو دیکھا۔ مردانہ کلائی پر اس کی گرفت ایسی تھی کہ کلائی کی ہڈی تڑخنے لگی تھی۔ وہ دوسرے ہاتھ سے چابی چھین کر اپنے گریبان میں ڈالتے ہوئے بولی۔ "یہ چابی میرے پاس رہے گی۔ تم جوانی کے مزے لوٹنے کے لیے کپڑے اتارو گے تو یہ تمہیں میرے لباس سے مل جائے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے کلائی چھوڑ دی۔ وہ تکلیف سے بے چین ہو رہا تھا۔ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ کلائی کی ہڈی سلامت ہے یا نہیں؟ دونوں گینڈے ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور اپنے افسر کے حکم کے منتظر تھے۔ وہ بولا۔ "میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ اس لڑکی کی گرفت سے سمجھ گیا ہوں کہ یہ وہی ہے جس نے دو شنبے کے ہوٹل میں ہمارے دو آدمیوں کی گردنیں توڑی تھیں اور ایک بندر آدمی کے ساتھ مل کر ہمارے بیس فوجی جوانوں کو اپاہج بنا دیا تھا۔"

ایک گینڈے نے کہا۔ "آپ حکم دیں کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں؟"

"اس کا لباس پھاڑ ڈالو اور چابی حاصل کرو۔ اس کمرے سے نکل کر اوپر رپورٹ پیش کرنا ہے کہ اس کی اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔"

وہ چاروں جس کمرے میں بند تھے۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے کمرے میں وہ خونخوار چیتا تھا۔ آہنی سلاخوں کے پیچھے ان چاروں کو دیکھ کر دہاڑ رہا تھا اور بار بار سلاخوں کی طرف یوں لپک رہا تھا جیسے سلاخیں توڑ کر اپنی بھوک مٹانے کے لیے ان کے پاس آنا چاہتا ہو۔

ایک گینڈا اپنے افسر کا حکم سنتے ہی آگے بڑھا تاکہ جمیلہ کا لباس پھاڑ کر چابی نکال لے۔ لیکن ایک گینڈا ہاتھ پڑتے ہی اس کا منہ ایسے پھٹا کہ چند سیکنڈ تک وہ منہ بند نہ ہو سکا۔ لہو کے ساتھ چند دانت ٹوٹ کر گر گئے تھے۔ دوسرا گینڈا یہ دیکھتے ہی حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ جمیلہ نے اسے ایک فلائنگ کک ماری اور چیتے کے پنجرے کے پاس آ گئی۔

گینڈے کمزور نہیں ہوتے۔ مضبوط درختوں کو ٹکریں مار مار کر جڑوں سے اکھاڑ دیتے ہیں۔ وہ دونوں انسانی گینڈے بھی ایسے ہی مضبوط تھے۔ لیکن درختوں اور دیواروں کو ٹکریں مارنا اور بات ہے۔ اگر کوئی فولادی روبوٹ ٹکریں مارے تو کیا حال ہو گا؟ جیسے فلائنگ کک پڑی تھی، اس گینڈے کے سینے کی ہڈیاں دھنسنے لگی

تھیں۔ وہ کراہتے ہوئے اٹھا۔ دونوں شہ زوروں سے یہ توہین برداشت نہیں ہو رہی تھی کہ ایک لڑکی نے انہیں مار گرایا ہے۔

وہ چیتے کے پنجرے کے قریب کھڑی تھی۔ وہ دونوں تیزی سے دوڑتے ہوئے حملہ کرنے آئے۔ اس نے یکبارگی فضا میں چھلانگ لگائی۔ پھر ان کے سروں پر سے گزرتے ہوئے دونوں کے پیچھے پہنچتے ہی پھرتی سے پلٹ کر دونوں کو کک ماری وہ دونوں جا کر چیتے کے پنجرے سے ٹکرائے۔ وہ چیتا جو بار بار سلاخوں کی طرف لپک رہا تھا' دو عدد شکاروں کے قریب آتے ہی اس نے دونوں کے منہ پر پنجے مارے اور دونوں چوروں کی کھال اور گوشت نوچ کر پھر پنجے مارنا چاہتا تھا۔ ان گینڈوں کے حلق سے چیخیں نہ نکل سکیں۔ کیونکہ چیتا ان کے منہ اور زبانیں بھی نوچ کر لے گیا تھا۔

ان دونوں کی تقریباً آدھی جان نکل چکی تھی۔ کیونکہ سانس لینے کے لیے ناک بھی نہیں رہی تھی۔ وہ پیچھے گرنے والے تھے۔ جیلہ نے دوسری بار فلائنگ کک مار کر پھر انہیں پنجرے کی سلاخوں تک پہنچا دیا۔ اس بار چیتے نے دونوں کے سینوں پر پنجے مارے اور دل سمیت گوشت کے لوتھڑے نوچ لیے۔

وہ ردی جاسوس خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ جیلہ نے پوچھا۔ "کیا تم مجھے اس طرح خوف زدہ ہونے کو کہہ رہے تھے؟"

وہ بولا۔ "تم نے میری کلائی کو کیا کیا ہے۔ یہ ہاتھ اٹھانے سے درد کی ٹیسیں اٹھنے لگتی ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ بایاں ہاتھ اٹھاؤ۔ ایک عورت کے بدن کے کپڑے پھاڑنا تو مرد کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا ہے۔"

"مجھے معاف کردو۔ آؤ ہم باہر چلیں۔"

"ہم باہر کیسے جا سکتے ہیں؟ تم نے یہاں آتے وقت کہا تھا کہ یہاں کے تہ خانے میں کوئی مجرم آنے کے بعد واپس نہیں جاتا۔ لہٰذا واپسی اسی کی ہوگی' جو مجرم نہ ہو۔"

"میں نے جو کچھ کہا' اس کی معافی چاہتا ہوں۔ فار گاڈ سیک' ہمیں یہاں سے جانا چاہیے۔"

"جانے کے لیے سیل کا تالا کھولنا ہوگا اور چابی میرے لباس کے اندر ہے۔ اسے نکالو اور تالا کھولو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "مم..... میں کیسے چابی نکال سکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں نکال سکتے؟ تمہارا دوسرا ہاتھ ابھی سلامت ہے۔ آؤ میرے قریب آؤ۔"

"نن..... نہیں' میں تمہارے لباس کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ تت..... تمہیں اپنی بہن سمجھتا ہوں۔"

"جوانی کے مزے لوٹنے والا کسی کا بھائی نہیں ہوتا۔ ہاتھ آگے بڑھاؤ اور چابی نکال لو۔"

وہ مجبور ہو کر جھجکتے ہوئے ہاتھ بڑھانے لگا۔ جیلہ نے اس کی وہ کلائی بھی پکڑ لی پھر کہا۔ "ہماری دنیا میں کیسے بے غیرت لوگ ہیں۔ تم بہن کہنے کے بعد اپنی جان دے دیتے۔ مگر ادھر ہاتھ نہ بڑھاتے۔ مگر جان بچانے کے لیے بہن کے لباس تک پہنچنے کو تیار تھے۔"

وہ تکلیف سے بلبلا رہا تھا۔ کلائی کی ہڈی چیخ رہی تھی۔ اس کے شکنجے میں ہڈی کی مضبوطی جواب دے جاتی ہے۔ جب اس نے کلائی چھوڑی تو وہ دونوں ہاتھوں سے اپاہج ہو چکا تھا۔

وہاں اذیتیں پہنچانے کے کئی سامان تھے۔ اس نے ایک کلہاڑی اٹھائی پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی چیتے کے پنجرے کے پاس آئی۔ اس کے حصے میں جتنا انسانی گوشت آیا تھا' وہ اسے ہضم کر چکا تھا۔ تھوڑی سی مقدار میں اس کا پیٹ نہیں بھر سکتا تھا۔ وہ جیلہ کو دیکھ کر لپکنے لگا۔ اس نے کلہاڑی کو ایک طرف رکھا پھر چیتے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ چیتا پنجہ مار کر اس کا ہاتھ توڑ کر چبا جانا چاہتا تھا لیکن جیلہ نے ہاتھ بچا کر پھرتی سے اس کی کلائی پکڑ لی۔ چیتے کا دوسرا پنجہ سلاخوں سے باہر نکال کر مارنا چاہا۔ مگر وہ دوسرے ہاتھ والی کلائی جیلہ کے دوسرے ہاتھ کی گرفت میں آ گئی۔ پھر دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔

وہ اپاہج ہونے والا جاسوس شدید حیرانی سے ایک لڑکی کو ناقابل یقین جسمانی قوت کو دیکھ رہا تھا۔ جیلہ چیتے کی دونوں کلائیوں کو گرفت میں لیے پوری قوت سے اپنی طرف کھینچ رہی تھی اور چیتا پوری قوت سے آگر آہنی سلاخوں سے ٹکرا رہا تھا۔ دونوں کا زور دے دھڑا رہا تھا۔ جیلہ کو اپنی طرف کھینچ کر اسے چیر پھاڑ کر کھا جانا چاہتا تھا مگر ناکام ہو رہا تھا اور آہنی سلاخوں سے بار بار ٹکرانے کے باعث اس کا سر اور چہرہ زخمی ہوتا جا رہا تھا۔

کوئی بھی شہ زور اس وقت کمزور ہوتا ہے جب وہ تھک جاتا ہے۔ انسان کی جسمانی قوت کی ایک حد ہے اس حد سے گزرنے کے بعد اس کی طاقت جواب دینے لگتی ہے اور وہ کمزور پڑنے لگتا ہے۔ لیکن پاشا' ہیرو اور جیلہ نے شاید کبھی نہ تھکنے والی جبر جسمانی قوت حاصل کی تھی۔

پاشا بعض اوقات اس لیے شکست کھا جاتا تھا کہ وہ لڑنے کا فن نہیں جانتا تھا۔ پھر یہ کہ شراب اور شباب میں بھی مست رہتا تھا۔ لیکن جیلہ نے مجھ سے اور ہیرو نے بابا صاحب کے اکھاڑے میں رہ کر لڑنے کا صرف فن ہی نہیں سیکھا تھا اس کے ساتھ ساتھ دماغی سے کام لینا بھی سیکھا تھا۔

چیتے کی قوت مدافعت جواب دے گئی۔ وہ نڈھال سا ہونے لگا تو جیلہ نے اس کی دونوں کلائیاں چھوڑ دیں۔ وہ پیچھے جا کر گرا پھر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے تیزی سے ہانپنے لگا۔ جیلہ کو ایسے دیکھنے لگا جیسے ایک زبردست شیرنی کو دیکھ رہا ہو۔ بعض شوہر اپنی بیوی سے کراہی طرح ہانپتے ہوئے شکست خوردہ انداز میں ایک طرف جاتے ہیں۔ شاید شیروں کے قبیلے میں بھی یہ رواج ہو۔ شاید وہ شیرنی سے شکست تسلیم کر لیتے ہوں۔

جیلہ نے پنجرے کی ایک ایک آہنی سلاخ کو ایک ایک

میں لیا پھر زور لگا کر ان سلاخوں کو ٹیڑھا کرنے لگی۔ انسان تو کیا شیر بھی ایسی موٹی سلاخوں کو ٹیڑھا نہیں کر سکتا تھا لیکن جاسوس نے اس لڑکی کی ناقابل یقین جسمانی قوت کا تماشا دیکھا تھا۔ وہ چیخ کر بولا۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟ چیتے کو پنجرے سے باہر آنے کا موقع مل جائے گا۔"

چیتا ہانپتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا کیونکہ پنجرے سے نکلنے کا راستہ کھلتا دکھائی دے رہا تھا۔ سلاخیں ٹیڑھی ہو کر دوسری سلاخوں سے جا لگی تھیں۔ وہ غراتا ہوا تیزی سے آیا۔ باہر نکلنا چاہتا تھا مگر بھاری بھرکم جسامت کے باعث تقریباً آدھا باہر آ کر پھنس گیا۔ ابھی پوری طرح نکلنے کا راستہ نہیں بنا تھا۔

جیلہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ذرا پیچھے گئی۔ پھر اچانک فضا میں چھلانگ لگا کر جیسے اڑتی ہوئی آئی۔ پھر چیتے کے سر پر ایک فلائنگ کک ماری۔ سلاخوں کے درمیان پھنسنے والا لات کھاتے ہی دوبارہ پنجرے کے اندر چلا گیا۔

اپاہج جاسوس نے کہا۔ "یہ تم نے اچھا کیا۔ اسے باہر نہ نکلنے دو۔ میں تمہاری طاقت اور عظمت کو سلام کرنا چاہتا ہوں مگر میرے دونوں ہاتھ نہیں اٹھ رہے ہیں۔"

وہ بولی۔ "تم نے قہوہ خانے میں کہا تھا کہ یادداشت کمزور ہے۔ تم اپنی زندگی میں آنے والی حسیناؤں کی گنتی بھول جاتے ہو۔"

"ہاں اور تم نے کہا تھا کہ میں تمہیں تمام عمر نہیں بھول سکوں گا۔ بائی گاڈ' تمہیں نہیں بھولوں گا۔ باقی زندگی تمہارے قدموں میں گزار دوں گا۔"

"اب زندگی باقی کتنی رہ گئی ہے؟ بس جو سانسیں رہ گئی ہیں' اس میں جلدی جلدی اپنے خدا کو یاد کر لو۔ ویسے کٹر کمیونسٹ خدا کو بھی نہیں مانتے۔ اب سوچو کہ اپنی مغفرت کے لیے کیا کرو گے؟"

ٹیڑھی ہو کر جو سلاخیں دوسری سیدھی سلاخوں سے جا لگی تھیں۔ جیلہ اب ان سیدھی سلاخوں کو بھی پوری قوت سے کھینچ کر چیتے کے نکلنے کا راستہ کشادہ کر رہی تھی۔ چیتا پھر ایک بار اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ چار آہنی سلاخوں کے کیے بعد دیگرے اپنی جگہ سے ہٹنے کے بعد کھل جا سم سم کہنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ جیلہ نے ایک طرف ہٹ کر کلہاڑی اٹھالی۔ چیتے نے دوڑتے ہوئے پنجرے کے باہر چھلانگ لگائی۔ جاسوس حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا۔ وہ جیلہ کے پاس آ کر پناہ لینا چاہتا تھا۔ مگر لات کھا کر چیتے کی طرف جا گرا۔ اس خونخوار درندے کو تازہ شکار ملا' وہ اسی کو چیر پھاڑ کر کھانے لگا۔

جیلہ ایک ہاتھ میں کلہاڑی لیے آہنی سلاخوں والے دروازے کے پاس آئی پھر اپنے لباس میں سے چابی نکال کر تالے کو اور دروازے کو کھول کر باہر آ گئی۔ اب وہ دروازے کو دوبارہ مقفل کر سکتی تھی۔ لیکن اس نے دروازے کو کھلا رکھا اور چیتے کے پیٹ بھرنے کا انتظار کرنے لگی۔

وہ آدھے گھنٹے تک انتظار کرتی رہی۔ پھر بیزار ہو کر چیتے کو للکارا۔ "ہشت۔ کم آن۔ نکلو یہاں سے....." اس نے الٹی کلہاڑی سے اسے مارا۔ وہ اچھل کر ایک طرف گیا۔ پھر جیلہ پر غرانے لگا۔ لیکن وہ دونوں ہاتھوں سے کلہاڑی تھامے اس پر حملہ کرنے کو تیار تھی اور اشارے سے کہہ رہی تھی۔ "باہر چلو۔ ادھر سیل سے باہر نکلو۔ ورنہ کلہاڑی سے ٹکڑے کر دوں گی۔"

چیتے نے اس کی غضبناک آواز سے اس کے تیور سمجھ لیے۔ وہ اس کے اشاروں کے مطابق باہر آیا۔ جیلہ نے ایک دیوار کے پاس آ کر لفٹ کے ایک بٹن کو دبایا۔ چند سیکنڈ میں لفٹ وہاں آ کر رک گئی۔ اس کا دروازہ کھل گیا۔ اس نے چیتے کو کلہاڑی کے ذریعے ہانکتے ہوئے لفٹ کے اندر جانے پر مجبور کیا۔ اس کے اندر جاتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔ لفٹ اوپر جانے لگی۔

وہ تہ خانے کے اوپر گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر رک گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ جیسے پنجرہ کھل گیا ہو۔ چیتا غراتا ہوا باہر نکلا تو پورے انٹیلی جنس کے شعبے میں چیخ و پکار شروع ہو گئی۔ سب اپنا اپنا کام چھوڑ کر اپنی اپنی سیٹوں پر سے اچھل کر بھاگنے لگے۔

جیلہ نے پھر بٹن دبایا۔ لفٹ پھر تہ خانے میں آ گئی۔ اس بار وہ کلہاڑی پھینک کر لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور پر آئی تو عمارت کا وہ حصہ ویران ہو رہا تھا۔ جن افسران نے اپنے دفتروں کے دروازے بند کر لیے تھے وہ واکی ٹاکی کے ذریعے اپنے ماتحتوں کو حکم دے رہے تھے کہ چیتے کو گولی نہ ماری جائے۔ اسے زندہ پکڑنے کی کوششیں کی جائیں۔ اگر وہ انسانی جانوں کو نقصان پہنچائے تو اسے زخمی کر کے قابو میں لایا جائے۔

وہ اپنی غیر معمولی سماعت کے ذریعے طرح طرح کی آوازیں سنتی ہوئی' عمارت سے باہر آئی۔ باہر وہ چیتا ایک طرف لوگوں کے پیچھے دوڑتا جا رہا تھا۔ ایک افسر اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔ جیلہ نے اس کے سر پر ایک گھونسا مارا۔ اسے تو جیسے ہتھوڑا لگا ہو۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ جیلہ نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی پھر گاڑی ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں سے چل پڑی۔

ایسے ہی وقت میں نے اس کے دماغ میں آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ بولی۔ "پاپا! میں نے ڈی پانڈے کی پناہ گاہ معلوم کی ہے۔ ابھی اسی طرف جا رہی ہوں۔ ویسے جن حالات سے گزر کر آئی ہوں' انہیں آپ میرے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیں۔"

وہ خاموشی سے ڈرائیو کرتی رہی۔ میں اس کے خیالات کے ذریعے تہ خانے اور ٹارچر سیل کے واقعات معلوم کرتا رہا پھر مسکرا کر کہا۔ "شاباش! تم واقعی میری بیٹی ہونے کا حق ادا کر رہی ہو۔ اب مجھے اس کمیونسٹ لیڈر کی آواز سناؤ' جو ڈی پانڈے سے اس کے کاٹیج میں باتیں کر رہا تھا۔"

اس نے گاڑی سڑک کے کنارے جمی ہوئی برف کے پاس روک دی۔ پھر اس لیڈر کی آواز پر توجہ دینے لگی۔ چند لمحوں کے

بعد ہی اس کی آواز سنائی دی۔ وہ غصے سے گرجتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ "یہ کیا بکواس کررہے ہو۔ جو چیتا تہ خانے میں آہنی سلاخوں کے پیچھے تھا' وہ پنجرے سے نکل کر لفٹ کے ذریعے اوپر کیسے چلا آیا۔"

دور سے جواب دیا۔ "کامریڈ! لفٹ کے پاس چھپی ہوئی ایک ٹائپسٹ خاتون نے لفٹ کا دروازہ کھلتے اور چیتے کو وہاں سے باہر آتے دیکھا تھا۔"

میں یہ باتیں سنتے ہی لیڈر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ فون پر کہہ رہا تھا۔ "یہ کیسی احمقانہ بات ہے' کیا چیتا بٹن دبا کر لفٹ کو تہ خانے میں لانا اور پھر گراؤنڈ فلور پر آنا جانتا ہے؟ وہ چیتا ہے یا انسان؟"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "میں ابھی چند مسلح کامریڈز کے ساتھ تہ خانے میں گیا تھا۔ وہاں تین انسانی ڈھانچے پڑے ہیں۔ چیتے نے آہنی سلاخوں کو ٹیڑھا کردیا تھا اور راستہ بنا کر باہر نکل آیا۔"

لیڈر نے پھر غصے سے پوچھا۔ "یہ کیسی ان سنس باتیں ہیں کہ چیتا آہنی سلاخوں کو ٹیڑھا کرسکتا ہے؟ میں نے کبھی نہیں سنا کہ کوئی چیتا پنجرہ توڑ کر باہر آیا ہو۔"

"آپ تہ خانے میں آکر دیکھیں گے تو آپ کو ہماری باتوں کا یقین آئے گا۔"

"وہاں تین انسانی ڈھانچے کس کے ہیں؟"

"اس تہ خانے میں ہمارے دو موٹے مگرمچھ جلاد رہا کرتے تھے' وہ چیتے کا لقمہ بن چکے ہیں۔ تیسرا لقمہ بننے والا ہمارا ایک جاسوس رودلف وسکی تھا۔ وہ ایک مشکوک لڑکی کو گرفتار کرکے وہاں لے گیا تھا۔"

تو پھر تہ خانے میں اس لڑکی کی بھی لاش ہونی چاہیے۔ وہ لڑکی کہاں ہے؟ کیا چیتے پر سوار ہو کر چلی گئی ہے؟"

"کامریڈ! یہ معمہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ ہماری اس ٹائپسٹ خاتون نے صرف چیتے کو لفٹ سے باہر آتے دیکھا تھا۔ لڑکی کو کسی نے تہ خانے سے نکلتے نہیں دیکھا۔"

"کیا وہ چیتا قابو میں آگیا ہے؟"

"کامریڈ! ہم نارچر سیل میں ہمیشہ اسے انسانی گوشت کھلاتے رہے ہیں۔ وہ رہائی پانے کے بعد انسانوں پر حملے کررہا تھا۔ مجبوراً اسے گولیوں سے چھلنی کردیا گیا ہے۔"

"ہوں۔ میں ابھی آرہا ہوں۔ اپنی آنکھوں سے تہ خانے اور نارچر سیل کا جائزہ لوں گا۔ وہ لڑکی کسی چالاکی سے بچ نکلی ہوگی۔ تم سب اسے تلاش کرو۔"

لیڈر نے ریسیور رکھ دیا۔ میں جمیلہ کے اندر رہ کر یہ ساری باتیں سن رہا تھا۔ اسی وقت ڈی ہاروے کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "تم فون پر جو باتیں کررہے تھے۔ میں انہیں پوری طرح سمجھ نہیں پایا۔ معاملہ کیا ہے؟"

میں سمجھ رہا تھا کہ ڈی ہاروے نے لیڈر کے دماغ میں سوار ساری باتیں سن لی تھیں لیکن اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو چھپا رہا تھا۔ اس لیے موجودہ صورتحال کے متعلق پوچھ رہا تھا۔

اس نے لیڈر سے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ "وہ لڑکی بہت پراسرار ہے۔ وہ بھی تہ خانے میں تھی لیکن وہ نہ زندہ دیکھی گئی ہے اور نہ ہی تہ خانے میں اس کا ڈھانچا ہے۔"

"بے شک۔ یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔ ہمیں سمجھنے کے لیے اس لڑکی کو تلاش کرنا ہوگا اور اسے گرفتار کرکے اس کی اصلیت معلوم کرنی ہوگی۔"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "تمہارا ایک جاسوس بھی اس پر شک کرکے اسے نارچر سیل میں لے گیا تھا۔ اسے نتیجے میں موت ملی۔ اپنے تمام کامریڈز سے کہہ دو کہ جیسے ہی لڑکی گرفت میں آئے اسے فوراً یہاں لے آئیں گے۔ ہم دونوں اس سے حقیقت اگلوائیں گے۔"

میں نے لیڈر کے دماغ میں جگہ بنانے کے بعد ہی جمیلہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ گاڑی آگے بڑھائے اور ڈی ہاروے کے کاٹیج میں پہنچ جائے۔ جب وہ دونوں کاٹیج میں بیٹھے اس کے بارے میں بول رہے تھے' تب ہی وہ دروازے پر پہنچ گئی تھی۔ میرے کہنے پر اس نے دستک دی۔ ڈی ہاروے نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

باہر سے میٹھی رس بھری آواز سنائی دی۔ "لڑکی۔ میں وہی لڑکی ہوں۔"

لیڈر ریسیور اٹھا کر اپنے ماتحتوں کو یہی حکم دینے والا تھا کہ لڑکی کو گرفتار کرکے اس کاٹیج میں لایا جائے۔ باہر سے جمیلہ کی بات سن کر وہ دونوں ہی ٹھٹک گئے۔ ڈی ہاروے اپنی سلامتی کے لیے ہمیشہ سوچ سمجھ کر ٹیلی پیتھی کا علم استعمال کرتا تھا۔

اس وقت بھی اس نے سوچا کہ اگر وہ وہی لڑکی ہے تو غیر معمولی ہوگی۔ پھر یہ بھی عجیب سی بات تھی کہ وہ اسے گرفتار کرانے کے بعد اپنے کاٹیج میں بلانا چاہتے تھے۔ ایسے میں وہ خود آگئی تھی۔ ڈی ہاروے کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ خطرہ ہے۔ اس نے لیڈر سے کہا۔ "ابھی دروازہ نہ کھولنا۔"

لیڈر نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ اس سے حقیقت اگلوائیں گے؟"

"ہاں۔ مگر اسے کیسے معلوم ہوا کہ ہم اسے یہاں طلب کرنے والے ہیں؟ اس سے پوچھو۔ یہ کون ہے اور اس کا کیا نام ہے؟"

لیڈر نے دروازے کے قریب آکر پوچھا۔ "تم کون ہو؟ یہاں کیوں آئی ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟"

جمیلہ نے کہا۔ "کیسے مرد ہو؟ باہر ایک لڑکی کھڑی ہے اور اس سے ہی سوالات کیے جارہے ہو؟ کیا گھر میں بیوی ہے' جس کے ڈر سے میرے لیے دروازہ نہیں کھول رہے ہو؟"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "پہلے ہمارے سوالوں کا سنجیدگی سے جواب دو۔"

جمیلہ نے پوچھا۔ "یہ کون مرغا بول رہا ہے۔"

لیڈر نے کہا۔ "یہ میرا دوست ہے۔ تم اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"میں وہ ہوں کہ میرے لیے دروازے نہ کھولے جائیں تو میں توڑ کر اندر آجاتی ہوں۔ اس کے بعد اپنا تعارف کراتی ہوں۔ اب بتاؤ کیا دروازہ کھول رہے ہو؟"

ڈی ہاروے نے سرگوشی میں لیڈر سے کہا۔ "میں دوسرے کمرے میں جارہا ہوں۔ وہاں سے اس آنے والی کو ریوالور کے نشانے پر رکھوں گا۔ وہ کوئی گڑبڑ کرے گی تو اسے گولی مار دوں گا۔"

وہ سرگوشی میں بول رہا تھا مگر وہ غیر معمولی سماعت رکھنے والی سن رہی تھی۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ "پاپا! کیا میں دوسرے کمرے کا دروازہ توڑ کر جاؤں؟ وہاں سیدھی ڈی ہاروے کے سر پر پہنچوں گی۔"

"ایسا کرسکتی ہو۔ مگر خطرہ مول لینا مناسب نہیں ہے۔ ہاروے کے پاس ریوالور ہے۔ تم دیوار سے لگ کر کھڑی ہو جاؤ۔ میں لیڈر کے اندر رہ کر اسے تمہاری طرف دیکھنے نہیں دوں گا۔ تم فرش پر رینگتی ہوئی اندر چلی جانا۔"

اس نے یہی کیا۔ دیوار سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔ ادھر ڈی ہاروے دوسرے کمرے میں جاکر کھلے دروازے کے ایک پردے کے پیچھے چھپ گیا۔ اس نے ریوالور نکال کر لیڈر کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔ وہ دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔ "کون ہو تم؟ اندر آؤ۔"

وہ ایسا کہتا ہوا میری مرضی کے مطابق دو قدم آگے بڑھ گیا۔ جمیلہ فرش پر رینگتی ہوئی کھلے ہوئے دروازے سے اندر چلی گئی۔ ڈی ہاروے ایسی جگہ چھپا ہوا تھا جہاں سے دروازے کا نچلا حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ اس لیے وہ جمیلہ کو نہ دیکھ سکا۔ لیڈر نے دروازے کے باہر چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ پھر واپس آکر دروازہ بند کرتے ہوئے بولا۔ "وہ تو کوئی چھلاوہ تھی۔ آواز سنا کر غائب ہوگئی۔ چھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آجاؤ۔"

ڈی ہاروے نے پردے کے پیچھے سے نکل کر کمرے میں آتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم نے اچھی طرح دیکھا تھا؟ وہ شاید کاٹیج کے پیچھے ہو۔"

"شاید ہوگی۔ لیکن میں ادھر جاؤں گا تو وہ اچانک کہیں سے حملہ کرسکتی ہے۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ یہ وہی تہ خانے سے اور چیتے سے بچ کر نکل آنے والی لڑکی ہے۔ مجھے فون کرکے چند مسلح کامریڈز کو یہاں بلانا چاہیے۔"

"ہم امریکی ایجنٹ بڑی رازداری سے رہتے ہیں۔ میں چاہتا تھا کہ میری اس رہائش گاہ میں کوئی نہ آئے۔ بہرحال اپنے کامریڈز سے کہو کہ وہ اس کاٹیج کے چاروں طرف اسے تلاش کریں۔"

لیڈر نے پوچھا۔ "کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے کہ اس لڑکی نے یہاں آکر اپنی آواز سنائی پھر غائب ہوگئی۔ ایسی حرکت کا مقصد کیا ہوسکتا ہے؟"

"تم باتیں کررہے ہو۔ مگر فون نہیں کررہے ہو۔"

"پہلے یہ تو اچھی طرح سوچ لو کہ یہاں ہم دونوں کے خلاف کس قسم کا جال بچھایا جارہا ہے۔ کیا وہ لڑکی یہ نہیں جانتی ہوگی کہ میں اپنے کامریڈز کو مدد کے لیے بلا سکتا ہوں؟"

"یہ سوچنے سمجھنے کے لیے بہت کچھ ہے۔ مگر پہلے ہماری حفاظت کے لیے مسلح کامریڈز کو بلاؤ۔" دراصل میں اس لیڈر کو بحث میں الجھا رہا تھا اور اسے فون نہیں کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ لیڈر نے کہا۔ "تم بار بار مجھے فون کرنے کا حکم دے رہے ہو۔ کیا میں تمہارا محکوم اور ماتحت ہوں۔"

ڈی ہاروے نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں تمہیں حکم نہیں دے رہا ہوں اپنے بچاؤ کے لیے مسلح کامریڈز کو بلانا بہت ضروری ہے۔ یہ ہم دونوں کی زندگی کا سوال ہے جو لڑکی چیتے سے بچ کر نارچر سیل سے نکل کر آئی ہے' وہ ضرور فرہاد کی بیٹی ہوگی۔ اس نے تم سے پہلے والے لیڈر کو بری طرح شکست دے کر دھتکارے سے نکالا تھا۔" لیڈر نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "جس لڑکی سے تم اتنا خوف کھا رہے ہو' وہ تمہارے اتنے قریب ہے' جتنی کہ موت ہے۔ ذرا اپنے پیچھے بھی دیکھ لیا کرو۔"

وہ تیزی سے پیچھے کی طرف پلٹا' اسی لمحہ میں ہاتھ پر ٹھوکر لگی۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر ذرا دور فرش پر گرا۔ ڈی ہاروے ایک لڑکی کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر بوکھلا گیا تھا۔ اس نے فرش پر پڑے ہوئے ریوالور پر چھلانگ لگائی۔ وہاں اوندھے منہ گر کر ریوالور کو پھر اپنی گرفت میں لے لیا۔

ریوالور پکڑنے کے بعد ضروری نہیں ہوتا کہ اسے چلانے کا بھی موقع مل جاتا ہے۔ وہ ریوالور کو تھام کر اپنا ہاتھ نہ اٹھا سکا۔ کیونکہ وہ اچھل کر اس کے ہاتھ پر آگئی تھی۔ وہ اس کے ایک پیر کے نیچے سے ریوالور سمیت ہاتھ نکالنے کے لیے زور لگانے لگا۔ پوری قوت سے ہاتھ کھینچنے کے نتیجے میں ہڈیاں دکھنے لگی تھیں۔ وہ تکلیف سے تلملا کر لیڈر سے بولا۔ "تم تماشا کیا دیکھ رہے ہو۔ اپنے ریوالور سے گولی چلاؤ۔"

لیڈر نے ایک صوفے پر آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں کیسے گولی چلاؤں؟ اس لڑکی کا باپ میرے سر پر سوار ہے۔"

ڈی ہاروے ڈھیلا پڑ گیا۔ لڑکی کے ایک پیر کی قوت بتا رہی تھی کہ وہ جمیلہ رازی ہے۔ اور وہ جمیلہ رازی ہے تو پھر فرہاد بھی موجود ہوگا۔ اسی لیے وہ دوست لیڈر دشمن بن کر تماشا دیکھ رہا تھا۔

جمیلہ نے کہا۔ "ڈی ہاروے تم رئیس الکبیر کے محل میں چھپے رہے۔ یہ بات ہمیں بعد میں معلوم ہوئی۔ اسی لیے زندہ سلامت

واپس چلے گئے تھے۔ آج کیسے جاؤ گے؟"

میں نے لیڈر کی زبان سے کہا۔ "تمہارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں جاں نثاری کا جذبہ نقش کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ کوئی تمہارے دماغ میں آئے' تم اس انگوٹھی کا زہر حلق سے نیچے اتار لو گے' جو تم نے ایک انگلی میں پہنی ہوئی ہے۔"

جمیلہ نے کہا۔ "پاپا! اس کی کم بختی دیکھئے کہ جس انگلی میں انگوٹھی پہنی ہے۔ وہ ہاتھ میرے پاؤں تلے ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیوں ہاروے! مجھے اپنے اندر آنے دو گے؟"

اسے مرجانا پسند تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کے ساتھ ساتھ جان دینا بھی سکھایا گیا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ جمیلہ کے پیر کے نیچے ہاتھ کو ذرا بھی حرکت نہیں دے سکے گا تو وہ ذرا کھسک کر سر کو اور منہ کو انگوٹھی کی طرف لے جانے لگا۔ اپنا دوسرا ہاتھ بھی انگوٹھی کی طرف بڑھانے لگا۔ جمیلہ نے دوسرا پاؤں اس کے ایک جبڑے پر رکھ دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہنے لگا۔ جبڑے ٹوٹتے ہوئے سے محسوس ہو رہے تھے۔ ایسی شدید تکلیف کے وقت میں اس کے اندر پہنچ کر بولا۔ "الیکٹرونک مقفل تجوریاں کھول لی جاتی ہیں۔ تمہارے دماغ کے دروازے کو کھولنے میں بھی دیر نہ لگی۔"

میں نے اس کے اندر زلزلہ سا پیدا کیا۔ وہ چیخیں مار کر تڑپنے لگا۔ جمیلہ نے جھک کر ریوالور کو اٹھایا پھر اس کی انگلی سے زہریلی انگوٹھی نکال لی۔ اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا اس کے باوجود اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اسے اور اذیت ملے۔ اتنی اذیتیں ملے کہ وہ مرجائے پھر فہاد کو اس کا مردہ دماغ ملے۔

جمیلہ نے اسے چھوڑ کر لیڈر کو قابو میں کرلیا تھا۔ کیونکہ اب میں ہاروے کے اندر تھا اور اس کے چور خیالات سے معلوم کر رہا تھا کہ وہ کس طرح اس طیارے کے پائلٹ اور ایک فوجی افسر سے رابطہ کرتا ہے' جو کمیونسٹوں کی مدد کے لیے ڈھیر سارا اسلحہ لے کر آرہے تھے۔ میں نے ان کے کوڈورڈز بھی معلوم کیے۔ پھر اس سے کہا۔ "تم مرجانے کے لیے بہت بے چین ہو۔ لوگ زندگی کی بھیک مانگتے ہیں۔ تم کیا مانگو گے؟"

وہ کراہتے ہوئے بولا "میں موت کی بھیک مانگ رہا ہوں۔ مجھے موت دے دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میرے خیالات نہ پڑھو۔ مجھے مرجانے دو۔ میرے اندر سے چلے جاؤ۔"

میں نے کہا۔ "جمیلہ! دشمن ہمیشہ موت دیتا ہے۔ مگر یہ دشمن موت مانگ رہا ہے۔ اس کی آخری خواہش پوری کردو۔"

جمیلہ نے اپنا ایک پاؤں اس کی ٹھوڑی کے نیچے حلق پر رکھ کر دبادیا۔ وہ موت کی آخری ہچکی بھی نہ لے سکا۔ اس کا دم نکل گیا۔ میں نے کہا "اب اس لیڈر کو قابو میں رکھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں طیارے کے ایک فوجی افسر کے پاس آیا۔ وہاں پائلٹ کے علاوہ دو افسران اور ان کے چار ماتحت فوجی تھے۔ میں یکے بعد دیگرے ان سب کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ ہم میں سے کوئی ان کے اندر پہنچ سکتا ہے اس لیے ہاروے کو ڈورڈز ادا کرنے کے بعد ان سے باتیں کرتا تھا۔

پتا چلا کہ جدید اسلحے سے بھرا ہوا طیارہ سمندر پر سے پرواز کر رہا ہے۔ اگر اسے تباہ کیا جائے تو کسی ملک کی آبادی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔

میں ایک ماتحت فوجی جوان کو کچن میں لے گیا۔ وہاں کھانا گرم رکھنے کے لیے چولہا جل رہا تھا۔ میں اس ماتحت کے ذریعے چولہے کی آگ طیارے کے پردوں اور سیٹوں کے کپڑوں میں لگانے لگا۔ دو افسران اور تین ماتحتوں نے اپنی جگہ سے اچھل کر آگ لگانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے کہا۔ "گدھے کے بچے! یہ کیا کر رہے ہو۔ اس طیارے میں گولہ بارود کا ذخیرہ ہے۔"

ماتحت نے گن سیدھی کر کے اپنی طرف آنے والوں پر گولیاں چلادیں۔ فائرنگ کے نتیجے میں تین مرگئے۔ دو نے چھپ کر جان بچائی۔ ایک افسر نے اس ماتحت کو گولی ماردی۔ اس کا دماغ مردہ ہوا تو میں گولی مارنے والے افسر کے دماغ پر مسلط ہوگیا۔ وہ چاقو سے دوسری سیٹوں کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر آگ بڑھانے لگا۔ آگ اب طیارے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئی تھی۔ پائلٹ چیخ کر پوچھ رہا تھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ فوراً آگ بجھاؤ۔ ورنہ ہم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔"

مگر پانی سر سے گزر چکا تھا وہ طیارہ پوری طرح آگ کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ پھر وہ ہوا کے ہونے لگے۔ طیارے کے پرخچے اڑنے لگے۔ اس کے ٹکڑے دور تک فضاؤں میں اڑتے ہوئے' سمندر میں جاکر ڈوب رہے ہوں گے۔ میں یہ سب کچھ دیکھنے کے لیے اب کسی کے مردہ دماغ میں نہیں رہ سکتا تھا۔

میں نے ایرانی ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے پاس پہنچ کر کہا۔ "ہیلی کاپٹر اسی جگہ لے جاؤ۔ جمیلہ اب کرگان ٹیوب واپس جائے گی۔"

پھر میں نے جمیلہ کے پاس آکر کہا۔ "اسلحے سے بھرا ہوا طیارہ یہاں آدھی رات کو پہنچنے والا تھا' اسے میں نے تباہ کردیا ہے۔ میں لیڈر کے دماغ پر مسلط رہوں گا۔ تم اس کی گرل فرینڈ ثمن کرا اس کی گاڑی میں وہیں جاؤ۔ تمہارے لیے اسی جگہ ہیلی کاپٹر آرہا ہے۔"

جمیلہ نے ہدایات پر عمل کیا۔ واپسی نہایت آسان تھی۔ کوئی دشمن نہیں جانتا تھا کہ کسی کانیج میں ایک امریکی ایجنٹ ڈی ہاروے مردہ پڑا ہوا ہے۔ کسی نے جمیلہ کا راستہ کہیں نہیں روکا۔ وہ لیڈر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر شہر کے باہر چلی آئی۔ راستے میں ثمن کامریڈ ان دونوں کو سیلوٹ کرتے رہے۔

جب وہ طیارے میں سوار ہو کر دور نکل گئی تو میں نے لیڈر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پریشان ہو کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ "میں یہاں کیسے چلا آیا؟ میں تو کانیج کے اندر اس لڑکی کو

دیکھ رہا تھا' جس نے امریکی ایجنٹ کو چیونٹی کی طرح مسل دیا تھا اور میں اس کے خلاف کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔"

اس نے گاڑی کے ڈیش بورڈ میں سے موبائل فون نکالا پھر اپنے ماتحت سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بولا۔ "یہاں فہاد علی نیور اپنی بیٹی کے ساتھ پہنچا ہوا ہے۔ انہوں نے گرین کانیج میں امریکی ایجنٹ کو مار ڈالا ہے۔ تم سپرماسٹر سے ہاٹ لائن پر رابطہ کرو اور ایجنٹ کی موت کی اطلاع دو۔"

ماتحت کی آواز آئی۔ "آل رائٹ کامریڈ! میں ابھی رابطہ کر رہا ہوں۔"

میں اس ماتحت کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ہاٹ لائن کے ذریعے رابطہ کر رہا تھا۔ جلد ہی سپرماسٹر کے نائب کی آواز سنائی دی۔ ماتحت نے کہا۔ "میں کمیونسٹ لیڈر کا رائٹ ہینڈ تاجکستان کے شمالی شہر خوجنت سے بول رہا ہوں۔ ایک بری خبر ہے۔ سپرماسٹر سے رابطہ کراؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد سپرماسٹر نے فون پر پوچھا۔ "ہیلو۔ کون سی بری خبر سنانا چاہتے ہو؟"

وہ بولا۔ "یہاں ہمارے شہر میں فہاد اپنی بیٹی کے ساتھ پہنچا ہوا ہے۔ انہوں نے آپ کے ایجنٹ جان ایبل (ڈی ہاروے) کو مار ڈالا ہے۔"

"کیا؟" سپرماسٹر نے بے یقینی سے کہا۔ "نہیں نہیں' ہاروے نہیں مرسکتا۔"

"جناب! آپ کس ہاروے کی بات کر رہے ہیں۔ میں آپ کے ایجنٹ جان ایبل کی موت کی خبر سنا رہا ہوں۔"

سپرماسٹر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ جلدی سے بولا۔ "ہاں اس کا نام جان ایبل تھا۔ کیا فہاد خود بھی وہاں موجود ہے یا صرف اس کی بیٹی ہے؟"

"ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ کچھ لوگوں نے اس کی بیٹی کو دیکھا ہے۔ اس نے بڑی تباہی مچائی ہے۔ مگر اب نظر نہیں آرہی ہے۔ شاید ہمارے کامریڈ لیڈر نے فہاد کو بھی دیکھا ہو۔"

میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "ہیلو سپرماسٹر! میں اس بیچارے کی زبان سے فہاد بول رہا ہوں۔ یہ بیچارہ تمہیں ایک بری خبر سنانا چاہتا تھا۔ میں چار بری خبریں سنا رہا ہوں۔ تمہاری تین انگوٹھیاں ناکارہ ہوگئیں۔ تمہارے تھری ڈی کسی ایک انگوٹھی کو استعمال کیے بغیر میرے اور جمیلہ کے ہاتھوں جہنم میں پہنچ گئے ہیں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میں ایک کی موت کا یقین کرلوں گا۔ مگر تینوں نہیں مرسکتے۔ وہ بہت محتاط ہیں اور تمہاری چالوں کو سمجھتے رہتے ہیں۔"

"ان تینوں سے فون پر رابطہ کرو گے تو یقین آجائے گا۔ ابھی ریسیور نہ رکھنا۔ چوتھی بری خبر بھی سن لو۔ وہ اسلحے سے بھرا ہوا طیارہ بحرالاٹلانٹک میں تباہ ہوچکا ہے۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ ہمارا وہ طیارہ تباہ نہیں ہوسکتا۔ ہمارے تھری ڈی نہیں مرسکتے ہیں۔ میں ابھی ان سے رابطہ کروں گا۔"

"رابطہ کرنے کے بعد حقیقت سمجھ میں آجائے تو اپنی ٹرانسفارمر مشین سے کچھ اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حرام موت مرنے کے لیے پیدا کرلینا۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوگیا۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ جیسا کہ پہلے بیان کرچکا ہوں۔ میں نے پچھلے دنوں ایسی چالیں چلی تھیں کہ تھری ڈی کے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے سپرماسٹر کو یہ رپورٹ دی تھی کہ ان کے موبائل فون کی بیٹری ڈاؤن ہوچکی ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا تھا کہ اس کا موبائل فون کہیں رہ گیا ہے۔ لہٰذا ڈی ہاروے نے سپرماسٹر کو ڈی مورا اور ڈی کرین کے جو نئے موبائل فون کے نمبر دیے تھے وہ میرے ہی فون کے تھے' جو میں نے ہاروے کو نوٹ کرائے تھے۔

سپرماسٹر کو کمیونسٹ لیڈر اور اس کے ماتحتوں کے ذریعے یہ یقین ہوگیا تھا کہ ڈی ہاروے مارا گیا ہے۔ باقی دو کے بارے میں تصدیق کرنے کے لیے اس نے پہلے ڈی مورا کے نئے موبائل نمبر ڈائل کیے۔ میرے موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ میں نے اسے آن کرکے ڈی مورا کی آواز میں کوڈورڈز ادا کیے۔ سپرماسٹر نے کہا۔ "تھینکس گاڈ کہ تم زندہ ہو۔ وہ فہاد بکواس کر رہا تھا کہ تمہیں قتل کردیا گیا ہے۔"

"سر! وہ بکواس نہیں کر رہا تھا۔ قصہ یوں ہے کہ میں نے شہر کرگان ٹیوب میں پناہ لی تھی۔ وہاں میں نے اس بندر آدمی کو دیکھا۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ غیر معمولی سماعت کے ذریعے آوازیں سن لیتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ کہیں میری آواز نہ سن لے۔ میں فوراً ہی وہ شہر چھوڑ کر اس سے دور جانے کے لیے باہر آیا۔ پھر اپنی ایک کرائے کی کار میں بیٹھنا چاہتا تھا۔ مگر ایک لڑکی نے میرا راستہ روک لیا۔ میری زہریلی انگوٹھی والی انگلی کو اس طرح گرفت میں لیا کہ میں بے بس ہوگیا۔"

سپرماسٹر نے کہا۔ "بات مختصر کرو۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ فہاد کی بیٹی جمیلہ بھی اس پیشہ ور آدمی کی طرح غیر معمولی جسمانی قوتوں کی حامل ہے۔ اس نے مجھے مار ڈالا ہے۔ میں مرچکا ہوں۔ سر!"

سپرماسٹر نے گرجتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو؟ مرچکے ہو تو مجھ سے گفتگو کیسے کر رہے ہو؟"

میں نے اپنی اصلی آواز میں کہا۔ "تم میری باتوں کو بکواس سمجھ رہے تھے۔ اور میں اس سے پہلے بھی ڈی مورا کی آواز میں تم سے باتیں کرچکا ہوں۔ لہٰذا ہاروے کے بعد ڈی مورا کی موت کا یقین کرلو اور ڈی کرین کی خبر لو۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے اس دوسرے موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا' جس پر میں ڈی کرین کی آواز میں بولا کرتا تھا۔ میں نے فون کا بٹن دبا کر اسے آن کرتے ہوئے ڈی کرین کے مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے۔ سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "کیا تم واقعی ڈی کرین ہو؟"

"کیا آپ میرے کوڈ ورڈز اور آواز سے نہیں پہچان رہے ہیں۔ مگر ایک بری خبر ہے کہ آئندہ میں علما کے دماغوں میں جا کر ان کے ذریعے مسلمانوں کو آپس میں لڑا نہیں سکوں گا۔"

"ایسی کیا بات ہوگئی ہے؟ کوئی مشکل آڑے آگئی ہے کیا؟"

"جی ہاں' بہت بڑی مشکل ہے کہ میں خیال خوانی نہیں کر سکوں گا۔"

"کیوں نہیں کر سکو گے؟"

"اس لیے کہ میرے پاس دماغ نہیں رہا ہے۔ دماغ اس لیے نہیں رہا ہے کہ میرا جسم فنا ہو چکا ہے۔ میں مر چکا ہوں سر!"

سپر ماسٹر نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! تم ڈی کرین کی آواز میں بول رہے ہو۔ سچ بتاؤ۔ تم فرہاد ہو؟"

"ہاں' میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ میں نے چار بری خبریں سنائی تھیں۔ اب جاؤ اور چوتھی خبر کی تصدیق کر لو۔"

میں نے فون بند کر دیا اور انتظار کرنے لگا۔ میری توقع کے مطابق پھر سپر ماسٹر نے مجھ سے رابطہ کیا اور کہا۔ "فرہاد علی تیمور! تم بیشہ حد سے بڑھتے رہے اور ہم تمہارے ہاتھوں سے بے انتہا نقصانات اٹھاتے رہے۔ لیکن اب میں سپر ماسٹر ہوں۔ تم نے میرے دور میں تھری ڈی کو مار ڈالا۔ اسلحے سے بھرے ہوئے جہاز کو کہیں گم کر دیا۔ ہمارا اس جہاز والوں سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ ثانی اور علی نے مائیک ہرارے جیسے شاطر کو قاہرہ سے بھاگنے پر مجبور کیا اور پارس نے ہمارے ایک زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی کروسو کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ بس بہت ہو چکا۔ میں نے تمہارے طریقہ کار کو بڑی حد تک سمجھ لیا ہے۔ اب میں ایسی جوابی کارروائی کروں گا کہ تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔ میں نے مسکرا کر اپنے خاموش فون کو دیکھا۔ میں جانتا تھا کہ مجھے چیلنج کرنے والا ابھی انگاروں پر لوٹ رہا ہوگا۔

○☆○

داؤد منڈولا کے جو برے دن آئے تھے' وہ گزر نہیں رہے تھے۔ ہر گھڑی ہر دن مصائب میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ایسے حالات سے کسی قصے کہانی کا کردار گزرے۔ یا کہانی پڑھنے والا خود گزرے' اسے یہ عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ بعض حالات میں طاقت اور غیر معمولی علم کی بھی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی۔ داؤد منڈولا مملکت اسرائیل کا بے تاج بادشاہ تھا۔ خفیہ یہودی تنظیم کا پراسرار باس تھا۔ مگر قاہرہ سے اسکندریہ اور پھر نیویارک پہنچ کر دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھر رہا تھا۔

اسے اندیشہ تھا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ پر قبضہ نہ جما لے۔ اسی لیے وہ اسپتال سے بھاگ گیا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ جب شلپا کے دماغ سے نویں عمل کا توڑ کیا جائے گا تو یہ بعید کھل جائے گا کہ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہم سفر نے اس پر عمل کیا تھا۔ اور یہ بھی رائے قائم کی جائے گی کہ وہ عمل کرنے والا ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اسی لیے طیارے میں بیٹھے ہی بیٹھے اس نے شلپا پر عمل کیا تھا۔

واقعی ثانی نے یہی کچھ معلوم کیا تھا اور علی نے کہا تھا۔ "اگر شلپا کا ہم سفر پرل ہائیڈ (منڈولا) ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو میں اسے پکڑ کر لاؤں گا اور اس کی اصلیت معلوم کروں گا۔"

علی نے معلوم کیا کہ اس زخمی پرل ہائیڈ کو ایئرپورٹ سے کس اسپتال میں پہنچایا گیا ہے۔ پھر اس اسپتال میں پہنچا تو پتا چلا کہ وہ زخمی وہاں سے فرار ہو گیا ہے۔ اس نے ثانی کے پاس آ کر کہا۔ "وہ اسپتال میں نہیں ہے اس نے طیارے میں خیال خوانی کے مظاہرے دیکھے ہوں گے اور خود کو چھپاتا رہا ہوگا۔ نیویارک پہنچ ہی موقع پا کر کہیں گم ہو گیا ہے۔"

ثانی نے کہا۔ "اس سلسلے میں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟

دوسرے یہ کہ وہ ہم تمام خیال خوانی کرنے والوں سے کیوں چھپتا رہا؟ پھر یہ کہ اس کا سر بری طرح زخمی ہے۔ پٹی ضرور بندھی رہے گی۔ یہ اس کی پہچان ہے۔ وہ اپنا سر کہاں چھپاتا پھرے گا؟"

علی نے کہا۔ "اگر وہ سکھ مذہب والوں کی طرح پگڑی نہ باندھے اور داڑھی مونچھیں نہ لگائے تو جلد ہی گرفت میں آ جائے گا۔ تم شلپا کے خیالات پڑھ کر معلوم کرو کہ وہ طیارے میں کہاں سے سوار ہوا تھا۔"

ثانی نے چونک کر کہا۔ "میں نے معلوم کیا تھا۔ وہ ہماری طرح اسکندریہ سے آیا ہے۔ اگر وہ خاص طور پر ہم سے چھپ رہا تھا تو صاف ظاہر ہے کہ وہ داؤد منڈولا ہے۔"

"پھر تو بڑے مقدر والا ہے۔ یہ دوسری بار ہم سے بچ کر نکلا ہے۔ میری تدبیر پر عمل کرو۔ ہم اس شیطان کو ضرور پکڑ لیں گے۔"

"تم بتاؤ۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

ایک سیدھی سی بات ہے۔ داؤد منڈولا نے ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا۔ پھر سپر ماسٹر وغیرہ کو دھوکا دے کر ان سے چھپتا پھر رہا ہے۔ پھر ایک منڈولا نامی ڈی کو اسرائیل میں رکھا ہے۔ پتا نہیں کیسے کیسے چکر چلا رہا ہے۔ تم یہاں شی تارا کا رول ادا کرنے آئی ہو۔ سپر ماسٹر سے کہو کہ ان کا مفرور منڈولا یہاں پرل ہائیڈ کے نام سے آیا ہے۔ اس کی پہچان بھی بتا دو۔ پھر پورے امریکا کی پولیس اور فوج اس کے پیچھے پڑ جائے گی۔"

شی تارا ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں پوجا

کو اپنی چھوٹی بہن کی طرح چاہتی ہوں۔ انہوں نے میری دائی ماں پر بھی عمل کر کے انہیں مجھ سے بدظن کر دیا ہے۔ علی بھائی مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ میں نے ان دونوں کو ان سے کیسے نجات دلاؤں؟"

علی نے کہا۔ "کل تک صبر کرو۔ کل مائیک ہرارے کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔ تمام خیال خوانی کرنے والے وہاں پاپا کے ساتھ موجود رہیں گے۔ مشین کے اس خفیہ اڈے میں بہت سے اہم فوجی افسران کے اندر جانے کا موقع ملے گا۔ ان کے ذریعے معلوم ہوگا کہ ماں جی اور پوجا کو کہاں رکھا گیا ہے۔ ان کا پتا ٹھکانا معلوم ہونے کے بعد ہی ہم کچھ کر سکیں گے۔"

شی تارا کے پاس مائیک ہرارے کا موبائل فون کا نمبر تھا۔ ثانی نے شی تارا بن کر اس سے رابطہ کیا۔ لیکن مائیک ہرارے کو آرمی ہیڈ کوارٹر کے بنگلے میں نظر رکھنے کے بعد اس کا فون بھی لے لیا گیا تھا۔ وہ موبائل فون ایک اعلیٰ فوجی افسر کے پاس تھا۔ اس نے ہیلو آن کر کے پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟ کوڈ ورڈز پلیز۔"

ثانی نے کہا۔ "تم سب پر بجلی گرانے کے لیے کوڈ ورڈز کی جگہ اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ میں شی تارا ہوں اور پارس کے ساتھ تمہارے سروں پر پہنچ گئی ہوں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر ثانی نے پوچھا۔ "کیا سانپ سونگھ گیا ہے؟"

"میں سوچ رہا ہوں اب تم اپنی ماں اور بہن پوجا کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں پریشان کرو گی۔"

"کوشش کروں گی کہ تمہارا بلڈ پریشر ہائی نہ ہو اور میں کوئی فساد پھیلائے بغیر اپنا کام کر کے چلی جاؤں۔ فی الوقت تمہیں ایک اہم اطلاع دینا چاہتی ہوں۔ داؤد منڈولا جسے تم لوگوں نے مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی ہے' وہ آج کل نیویارک میں ہے۔ وہ پرل ہائیڈ کے نام سے آیا ہے۔ طیارہ اغوا کرنے والوں میں سے ایک نے اس کے سر پر ضرب لگائی تھی۔ سر بری طرح زخمی ہے۔ پٹی بندھی رہتی ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اعلان کرا دو کہ ایسا کوئی زخمی کسی ڈاکٹر یا کمپاؤنڈر کے پاس آئے یا کسی کے ہاں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے رہنا چاہے تو فوراً متعلقہ شعبوں کے افسران کو اطلاع پہنچائی جائے۔"

"تم منڈولا کے بارے میں اطلاع فراہم کر رہی ہو۔ تمہیں ایوارڈ یا گرفتاری سے دلچسپی کیوں ہے؟"

ثانی نے کہا۔ "کوئی کسی کے ملک میں یا گھر میں آتا ہے تو باہر سے تحفہ لے کر آتا ہے۔ میں تمہارے ملک میں داؤد منڈولا کو تحفے کے طور پر پیش کر رہی ہوں۔"

"باتیں بنانے میں تم لوگوں کا جواب نہیں ہے۔ صاف کیوں نہیں کہتیں کہ تم ہمارے ذریعے منڈولا تک پہنچو گی۔ پھر اسے اپنی گرفت میں لے کر اپنی ماں جی اور پوجا کا تبادلہ اس سے کرنا چاہو گی۔"

"تم لوگ بہت چھوٹی باتیں سوچتے ہو۔ بڑی بات یہ ہے کہ میں تبادلہ نہیں کروں گی۔ تینوں کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ تم نے میرے تحفے کی قدر نہیں کی۔ اس لیے منڈولا کو واپس لے جانا ہی ہوگا۔"

"کیا تمہیں یہ خوش فہمی ہے کہ تم یہاں سے واپس جا سکو گی۔"

"کیا تم یہ نہیں بھول رہے ہو کہ پارس میرے ساتھ ہے؟ ہوا کو کسی نے مٹھی میں پکڑا ہو تو پہلے پارس کو پکڑنا۔ نہ پکڑ سکے تو اس کی خوشبو شی تارا کو کیسے پکڑو گے؟"

ثانی فون پر شی تارا بن کر باتیں کر رہی تھی اور شی تارا اس فوجی افسر کے اندر پہنچ گئی تھی۔ امریکا اور یورپ کے خواص اور عوام شراب کو پانی کی طرح پیتے ہیں۔ تفریح کے اوقات میں اسے مشروب کی طرح نوش کرتے ہیں وہ افسر بھی شی تارا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکا اس لیے کہ ہر رات پینے کا عادی تھا۔

وہ فون پر بات کرنے کے دوران سوچ رہا تھا کہ اس نے فون پر شی تارا سے گفتگو کر کے غلطی کی ہے۔ وہ ضرور اس کے اندر پہنچ گئی ہوگی۔ فون کا رابطہ ختم ہو گیا تھا اور اب وہ خاموش رہ کر خلا میں تکتے ہوئے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کی احمقانہ کوشش کر رہا تھا۔ احمقانہ کوشش اس لیے تھی کہ نشہ کرنے والوں کے دماغ کبھی حساس نہیں ہوتے۔ وہ اپنے دل کو تسلیاں دینے لگا کہ اس کے اندر کوئی نہیں ہے۔

اس نے فون پر سپر ماسٹر سے رابطہ کیا۔ پھر اسے شی تارا سے ہونے والی گفتگو کی تفصیلات بتائیں..... سپر ماسٹر نے اس سے رابطہ ختم کر کے اپنے چند اہم فوجی اعلیٰ افسران میں سے ایک سے رابطہ کر کے پوچھا۔ "مائیک ہرارے کا موبائل فون جنرل جانسن کے پاس کیسے رہ گیا ہے؟ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ شی تارا نے اس فون پر جنرل جانسن سے گفتگو کی تھی۔ اور یہ جنرل نہ تو یوگا کا ماہر ہے اور نہ ہی حساس دماغ رکھتا ہے۔ کیونکہ شراب پیتا ہے۔ شی تارا اس کے اندر موجود ہوگی۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "یہ تو بہت برا ہوا۔ شی تارا اس کے ذریعے ہمارے آرمی ہیڈ کوارٹر کے راز معلوم کر لے گی۔"

"آپ اسے فوراً ہیڈ کوارٹر کے باہر بھیج کر کسی بنگلے میں نظر بند رکھیے۔ پھر وہ شی تارا کا آلۂ کار بننے کے باوجود بنگلے کی چار دیواری سے باہر نہیں نکل سکے گا۔"

"آل رائٹ۔ میں ابھی اس کا انتظام کرتا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے دوسرے اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کر کے کہا۔ "شی تارا اور پارس ہمارے ملک میں پتا نہیں کب سے پہنچے ہوئے تھے۔ ان کی موجودگی سے جیسے نقصانات پہنچنے کا احتمال ہے' ان سے ہمیں نمٹنا ہی ہوگا لیکن ان سے ایک اہم اطلاع ملی ہے کہ داؤد منڈولا یہاں پرل ہائیڈ کے نام آیا ہوا ہے۔ نیویارک اور دوسرے چھوٹے

بڑے علاقوں کی فوراً ناکا بندی کرائی جائے۔ منڈولا زخمی ہے۔ اس کے سر پر پٹی باندھی ہوئی ہے۔ وہ مزید مرہم پٹی کے لیے کسی بھی کلینک میں یا کسی ڈاکٹر کمپاؤنڈر کے پاس جاسکتا ہے۔ کسی ہوٹل یا مکان میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے پناہ لے سکتا ہے۔ لہٰذا اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے کوئی جگہ نہ چھوڑی جائے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "یہ داؤد منڈولا دراصل یہودی نہیں ہے۔ یہ ہمارا یہودی جان لیس ہے۔ منڈولا نے اپنی موت سے پہلے بڑی چالاکی سے اس کی شخصیت بدل دی تھی۔ اسے جان لیس بیسائی سے داؤد منڈولا یہودی بنادیا تھا۔ اب ہم اسے گرفتار کرکے دوبارہ ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر اسے بیسائی جان لیس بنادیں گے۔"

سپرماسٹر نے کہا۔ "یہ بات میرے ذہن سے نکل گئی تھی کہ منڈولا ہمارا ہی آدمی جان لیس ہے۔ ہم مشین کے ذریعے اس کی جان لیس والی شخصیت واپس لائیں گے۔ لیکن منڈولا کی مکاریاں اس کے ذہن میں محفوظ رکھیں گے۔"

ایسے منصوبے کے ساتھ ہی منڈولا کی تلاش شروع ہوگئی ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات وغیرہ کے ذریعے پورے ملک میں اعلانات ہونے لگے کہ اسکندریہ سے جو شخص پرل ہائیڈ کے نام سے نیویارک آیا ہے، اس کے سر پر خاصی گہری چوٹ ہے۔ وہ اسپتال سے فرار ہوگیا ہے۔ سر پر چوٹ والے مشکوک افراد کا علاج کوئی ڈاکٹر یا کمپاؤنڈر نہ کرے اور کسی بھی میڈیکل اسٹور سے اسے دوائیں نہ دی جائیں۔ بلکہ فوراً قریبی پولیس اسٹیشن میں ایسے زخمی سر والے کی اطلاع دی جائے اور جب تک پولیس یا فوج نہ پہنچے تب تک اسے پکڑ کر کہیں بند رکھا جائے۔

منڈولا کے سر کی مرہم پٹی ثانی نے فرسٹ ایڈ کے بعد پہلی طبی امداد کے طور پر کی تھی۔ باقاعدہ دوائیں اور انجکشن وغیرہ کے ذریعے اس کا علاج نہیں کیا گیا تھا۔ یہ علاج اسپتال میں ہوسکتا تھا۔ لیکن وہ وہاں سے بھاگ آیا تھا۔ وہ ایک منٹ کے لیے بھی نیویارک میں رہنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے پاس کافی رقم تھی۔ اس نے ایک سستی سی کار خریدلی اور اسے ڈرائیو کرتا ہوا نیویارک شہر سے نکل کر فلاڈلفیا کی طرف جانے لگا۔ وہاں سے وہ واشنگٹن جانا چاہتا تھا۔ اس نے بڑی مکاری سے یہ سوچا تھا کہ اگر اس کا بھید کھل جائے گا تو کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکے گا کہ جہاں آرمی ہیڈ کوارٹر ہے وہاں [illegible] جائے گا۔ وہ سمجھیں گے کہ وہ [illegible] ہے۔

اب وہ موٹی عقل سے بھی سمجھ سکتا تھا کہ ثانی اس کے لیے بلائے جان بن گئی ہے۔ وہ محض قاہرہ میں اس کے پیچھے نہیں تھی۔ اسکندریہ میں بھی اس کے ساتھ طیارے میں سوار ہوئی تھی اور اب یہ بات پوشیدہ نہیں رہی کہ ثانی فرہاد اور اس کے خیال خوانی کرنے والے دوسرے ساتھی اُن ایم آئی ایم کے مجاہدین کا ساتھ دے رہے تھے اور طیارے کے اغوا کے مقاصد کو کامیاب بنارہے تھے۔

ہر علاقے اور ہر راستے کی ناکہ بندی کرکے ایسے شخص کو تلاش کیا جارہا ہے جس کا سر زخمی ہے۔

وہ ریڈیو کے ذریعے یہ بھی معلوم کررہا تھا کہ کسی ڈاکٹر کے پاس دواخانے میں یا میڈیکل اسٹور میں جائے گا تو وہاں بھی پہچانا جائے گا اور پکڑا جائے گا۔

اس نے فلاڈلفیا جانے والا راستہ بدل دیا۔ کسی چھوٹی آبادی کی طرف جانے لگا۔ عقل کہہ رہی تھی کہ اسے گرفتار کرنے والے پہلے ہائی وے اور بڑے شہروں کی ناکہ بندی کریں گے۔ اتنی دیر میں وہ کسی ایسی جگہ پہنچ جائے گا، جہاں دشمن نہیں پہنچ سکیں گے۔

سر کا وہ زخم اس کے لیے مصیبت بن گیا تھا۔ زخم تو پریشان کرتا ہی ہے۔ لیکن اس کے سر کا زخم ایک پہچان بن گیا تھا۔ وہ زخم سے پٹیاں کھول کر پھینک چکا تھا۔ اب دور سے پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔ لیکن قریب سے گہرے زخم اور سر پر جگہ جگہ جمے ہوئے خون کی کھرنڈ ایسی تھی کہ وہ دشمنوں سے چھپ نہیں سکتا۔

وہ دل ہی دل میں سونیا ثانی کو گالیاں دے رہا تھا۔ اس سے قاہرہ کے ایک ہوٹل میں ٹکرانے کے بعد ہی سے اس پر مصیبتیں نازل ہورہی تھیں۔ اگر وہ خیال خوانی کرنے کے قابل ہوتا تو ضرور اس سے دماغی رابطہ کرکے پوچھتا کیا اب بھی وہ اس کے پیچھے پڑی ہے؟ آخر یہ سپرماسٹر کو اس ملک میں اس کی موجودگی کا علم کیسے ہوگیا؟

اسے چہرے اور آواز سے کون منڈولا کی حیثیت سے پہچان سکتا تھا۔ ایک ثانی ایسی تھی، جس سے خطرہ رہتا تھا۔ اُس نے سوچا اگر طیارے میں شلپا کو ٹائلٹ میں لے جانے والی ثانی تھی تو پھر اسی نے شلپا کو ٹائلٹ میں اذیت دیکر یہ حقیقت معلوم کی ہوگی کہ وہ ہندو عورت ایک مسلمان ضمیر فروش سیاستدان کی مسلمان بیوی بننے آئی ہے۔

منڈولا نے سوچا، نیویارک پہنچ کر شلپا کے دماغ سے نوعی عمل کا توڑ کرنے کے بعد یہ معلوم کیا گیا ہوگا کہ اُس کے ہم سفر پرل ہائیڈ نے اُس طیارے میں بیٹھے ہی بیٹھے اُس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اِس طرح کا تنویمی عمل صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے کرسکتے ہیں۔ لہٰذا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا پرل ہائیڈ نہیں ہے۔ وہ داؤد منڈولا ہوسکتا ہے اور اِس کی تصدیق کرنے کے لیے ثانی نے پورے امریکا کی پولیس اور فوج کو اُس کے پیچھے لگا [illegible] ہے۔

وہ سوچ رہا تھا اور ڈرائیو کرتا ہوا ایسے راستے بدل رہا تھا، جن راستوں سے کوئی بھولا بھٹکا مسافر یا کوئی ضرورت مند شخص ہی گزر سکتا تھا۔ اس لیے وہ تقریباً تین سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرکے ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچ گیا۔ وہاں صرف ایک مکان اور مویشیوں کا فارم نظر آرہا تھا۔ چھت کی چمنی سے نکلنے والے دھوئیں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس مکان میں کچھ لوگ رہتے ہیں۔

پتا نہیں کتنے لوگ ہوں گے۔ وہاں بھی شامت آسکتی تھی۔ منڈولا کو اب اپنے نصیب پر بھروسا نہیں رہا تھا۔ وہ جہاں جارہا تھا وہاں بُرے حالات پیش آرہے تھے مگر ہزار کم بختی کے باوجود جینا پڑتا ہے اور جینے کے سو جتن کرنے پڑتے ہیں۔ اس نے اُس پہاڑی مکان سے نصف میل کے فاصلے پر جھاڑیوں کے پیچھے کار چھپادی۔ پھر اپنی جیبوں میں کرنسی اور کارتوس ٹھونس کر ایک گن لے کر چھپتے ہوئے مکان کے قریب جانے لگا۔

فارم میں بھیڑیں اور بکریاں تھیں۔ ایک اصطبل میں گھوڑا تھا۔ وہ مکان کے قریب پہنچ کر زمین پر لیٹ گیا اور اوندھے منہ لیٹے ہی لیٹے رینگتے ہوئے اور قریب جانے لگا۔ اندر سے ریڈیو کے ذریعے موسیقی سنائی دے رہی تھی، کوئی انسانی آواز نہیں تھی۔

پھر ایک کتے کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ مکان سے بہت دور کہیں گیا ہوا تھا اور اب واپسی میں ایک اجنبی کو دیکھ کر دوڑتا چلا آرہا تھا۔ اسے کتے ہیں شامت، وہ چھپنے کے باوجود چھپ نہیں پارہا تھا۔ کتے نے بڑی دور سے اسے دیکھ لیا تھا۔ اب بھلائی اسی میں تھی کہ اسے قریب آنے سے پہلے گولی ماردی جائے۔

اس نے کتے کا نشانہ لیا لیکن نظریں دھندلانے لگیں۔ سر کے زخم کو ابتدائی طبی امداد کے علاوہ اور کوئی اثر انگیز دوائیں اور انجکشن نہیں ملے تھے۔ زخم بڑھ رہا تھا۔ تکلیف بھی بڑھ رہی تھی۔ تکلیف کی شدت کے باعث سر چکرا رہا تھا اور نظریں دھندلا رہی تھیں۔ وہ ٹریگر پر انگلی رکھ کر گولی نہ چلا سکا۔ ہاتھ سے گن چھوٹ گئی۔ وہ نڈھال ہوکر زمین پر چاروں شانے چت ہوگیا۔ پھر گیا دوست اور کیا دشمن؟ کیا زندگی اور کیا موت؟ وہ سب کچھ بھول کر اپنے وجود سے غافل ہوگیا۔

اسرائیل کا بے تاج بادشاہ مٹی کے کیڑے کی طرح پڑا تھا۔ لوہی جان جیسے نکل چکی تھی۔ کوئی اس کیڑے کو روند دیتا تو باقی آدھی جان بھی نکل جاتی۔ پھر کہاں کی بادشاہت؟ کہاں کی طاقت اور عظمت! سب کچھ خاک میں مل جاتا۔ آخر انسان بھی تو خاک کا کیڑا ہے، خاک ہی میں جاتا ہے۔

جب اُس کی آنکھ کھلی تو وہ ایک آرام دہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اسے تو کسی جیل یا ٹارچر سیل میں ہونا چاہیے تھا۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ آرام سے لیٹا ہوا ہے اور اُس کے سر پر نئی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ اس نے کمرے کے درودیوار کو دیکھا۔ وہ لکڑی کے تختوں سے بنائے گئے تھے۔ ایک دیوار پر شیر کی کھال ٹنگ رہی تھی اور کھال کے اوپر غراتے ہوئے چیتے کا مُردہ سر یہ سمجھا رہا تھا کہ اس مکان کا مکین زبردست ہے۔ شیر کا شکار کرتا ہے۔ اُس کے سامنے منڈولا جیسے انسان کی بھلا کیا اہمیت ہوگی۔

آتش دان کے پاس ایک مرد اور عورت کی تصویر رکھی ہوئی تھی۔ دونوں اسے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ منڈولا کو ایسا لگا جیسے وہ دونوں ایک شکار کو پھانس کر فاتحانہ انداز میں مسکرا رہے ہوں۔ اسے فوراً اپنی گن، کارتوس اور کرنسی یاد آئیں۔ اس نے کمبل کے اندر اپنے لباس کو ٹٹولا۔ پتا چلا کہ اپنا لباس ہی نہیں ہے۔ کسی دوسرے نے اپنا لباس پہنایا ہے۔

اُس کا اپنا سب کچھ غائب ہوچکا تھا۔ اسے پرایا لباس اور پرایا مکان پناہ حاصل کرنے کے لیے مل گیا تھا۔ شاید اِس مکان والوں نے ریڈیو اور ٹی وی سے نشر ہونے والی خبریں نہیں سنی تھیں اور نہ ہی اخبارات پڑھے تھے۔ ورنہ معلوم ہوجاتا کہ وہ یہودی داؤد منڈولا ہے اور اسے پولیس یا فوج کے حوالے کرنا چاہیے۔

اسے پیاس لگ رہی تھی۔ وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھنے لگا تب ہی سرہانے کی میز پر نظر گئی۔ وہاں پانی کے ایک گلاس کے علاوہ پھلوں کا جوس بنا ہوا رکھا تھا۔ وہ جلد سے جلد توانائی حاصل کرنے کے لیے جوس کا جگ اٹھا کر پینے لگا۔ چند گھونٹ پینے کے بعد خیال آیا کہ اس نے جوس کا جگ ایک تہ کیے ہوئے اخبار پر سے اٹھایا ہے۔ اس نے فوراً ہی اخبار کو اٹھایا۔ پہلے ہی صفحے پر دو تصویریں

شائع کی گئی تھیں۔ ایک تصویر عیسائی جان لیس کی تھی اور دوسری یہودی داؤد منڈولا کی۔ ان تصاویر کے ساتھ یہ لکھا تھا کہ یہ تصاویر دو ہیں لیکن شخص ایک ہی ہے۔ پھر امیگریشن کے شعبے سے اس کے ویزا سے وہ تصویر حاصل کی گئی تھی جس میں وہ ایک شخص پرل ہائیڈ کے نام سے امریکا میں آیا تھا۔

عوام کو اطلاع دی گئی تھی کہ وہ بہروپیا ہے۔ چہرے سے کبھی پہچانا نہیں جائے گا۔ فی الوقت اس کی سب سے بڑی پہچان اُس کے سر پر چوٹ ہے۔ اس ملک میں جس کا بھی سر زخمی ہو' وہ قریبی تھانے میں جاکر اپنی شناخت کرائے۔ چونکہ مجرم کبھی تھانے میں خود چل کر نہیں آئے گا۔ اس لیے پولیس اور فوج کے اہلکار پورے ملک میں اسے تلاش کررہے ہیں۔ کوئی ڈاکٹر اس کا علاج نہ کرے اور کسی میڈیکل اسٹور سے اسے سر کے زخم کے لیے مرہم اور انجکشن وغیرہ نہ دیے جائیں.....

اُس نے پوری خبر نہیں پڑھی۔ پڑھنے سے زیادہ سوچنا ضروری تھا کہ وہ جس مکان میں ہے۔ اُس کے مکین اُس کی اصلیت کو جانتے ہیں۔ اخبار نے انہیں سب کچھ بتادیا ہے۔ وہ اسے زندہ رکھنے کے لیے اس کے سر کی مرہم پٹی کرکے پھر اسے آرام سے سلا کر پولیس کو اطلاع دینے گئے ہیں۔

یہ خیال آتے ہی اس نے آواز دی۔ "کوئی ہے؟ یہاں میرا میزبان میرا مہربان کون ہے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ بستر سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ سر میں ابھی تکلیف تھی۔ کمزوری بھی تھی۔ وہ پلنگ کا سہارا لیتے ہوئے پھر آوازیں دینے لگا۔ اب ایک ہی بات سمجھ میں آرہی تھی کہ اِس مکان والوں نے اُس کی گن اور کارتوس کہیں چھپادیے ہیں تاکہ وہ کسی پر حملہ نہ کرسکے۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ تاکہ باہر جاکر کسی نامہربان کو دیکھے مگر باہر کھلنے والا دروازہ باہر سے بند تھا۔

اب یہ پوری طرح واضح ہوچکا تھا کہ اسے اُس کمرے میں قیدی بنا دیا گیا۔ وہ باہر سے مقفل دروازے کو پیٹ پیٹ کر عاجزی کرنا اور گڑگڑانا چاہتا تھا۔ مگر بستر سے دروازے تک آکر بری طرح ہانپنے لگا تھا۔ کسی کو مدد کے لیے پکارنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ پھر دیوار کا سہارا لے کر پلنگ کے سرے تک آیا پھر بستر پر گر پڑا۔

وہ تھوڑی دیر تک بے بسی سے پڑا رہا پھر سر اٹھا کر دیکھا۔ دوسرے کمرے کا دروازہ بھی بند نظر آرہا تھا۔ شاید وہ مقفل ہوگا۔ اب اس میں اتنا دم نہیں تھا کہ وہ اٹھ کر جاتا اور اس دروازے کو بھی آزماتا۔

اب سب سے لازمی کام یہی تھا کہ کسی طرح توانائی حاصل کرے۔ وہ بڑی مشکل سے اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا اور جوس کا جگ اٹھا کر منہ سے لگا کر پینے لگا۔ آدھا جگ پینے کے بعد پھر مزید پینے کا حوصلہ نہ رہا۔ سر چکرانے لگا۔ وہ جگ کو سرہانے کی میز پر رکھ کر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ بیمار کو ایک مخصوص خوراک تک توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس نے حد سے زیادہ آدھا جگ پی لیا تھا۔ اس پر غشی طاری ہونے لگی۔

ایسے ہی وقت باہر کا دروازہ کھلا۔ کوئی آیا تھا۔ نہیں کوئی آئی تھی۔ گنگناہٹ تھی۔ قدموں کی آواز سے پتا چل رہا تھا کہ وہ دوسرے کمرے کے دروازے کے پاس گئی ہے۔ منڈولا کی آنکھیں بند ہوچکی تھیں۔ ذہن کسی حد تک بیدار تھا۔ سماعت بھی کام کررہی تھی۔ اس نے گھوڑے کی ٹاپیں سنیں۔ کوئی گھڑسوار تیزی سے اس مکان کے قریب آرہا تھا۔ منڈولا کے ڈوبتے ہوئے ذہن میں یہ بات آئی کہ گھڑسوار پولیس والے اسے گرفتار کرنے آئے ہیں۔ اس خوف کے ساتھ ہی اس کی غشی مکمل ہوگئی اور وہ پھر ایک بار بیہوشی کی نیند سوگیا۔

بیہوش ہونے والے کو وقت گزرنے کا پتا نہیں چلتا۔ جب اسے ہوش آنے لگا تو اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ پہلے سمجھنے کی کوشش کرنے لگا کہ کس حال میں ہے اور کس جگہ ہے؟

پھر اسے حیرانی ہوئی کہ وہ اسی آرام دہ بستر پر ہے اور پولیس کی تحویل میں نہیں ہے۔ اُس نے آنکھیں کھولیں۔ وہی بستر' وہی کمرا نظر آیا۔ پھر ایک بوڑھی خاتون اور ایک بوڑھا شخص دکھائی دیا۔ خاتون نے مسکرا کر کہا۔ "آرام سے لیٹے رہو۔ یہاں تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

بوڑھے شخص نے بھی مسکرا کر کہا۔ "تم بڑے مقدر والے ہو۔ کسی دوسرے کے ہاں پناہ لینے جاتے تو اب تک پولیس کی حراست میں ہوتے۔"

منڈولا نے نقاہت سے پوچھا۔ "تم لوگوں نے مجھے قانون کے حوالے کیوں نہیں کیا؟"

"اس لیے کہ ہم بھی یہودی ہیں اور تم بھی یہودی ہو۔ تمہاری جان بچانا ہمارا مذہبی فرض ہے۔"

منڈولا خوشی سے کھل گیا۔ اب تقدیر پلٹ رہی تھی۔ حالات بدل رہے تھے۔ اس کے اجنبی میزبان اُس کی حفاظت کررہے تھے۔ بوڑھے نے کہا۔ "میں نے تمہارا لباس بدل دیا ہے۔ جانتے ہو کیوں؟"

منڈولا نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ بوڑھے نے کہا۔ "یہ شیر کی کھال اور اس کا سر دیکھ رہے ہو۔ اسے میں نے مارا ہے۔ اپنے وقت کا نامور شکاری ہوں۔ میرے پاس شکار کی بو سونگھنے والے چار کتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تین مرگئے۔ ایک ٹوٹی رہ گیا ہے۔ وہ تمہارے کپڑوں کی بو سونگھتے ہوئے اس کار تک مجھے لے گیا' جسے تم جھاڑیوں کے پیچھے چھپا کر آئے تھے۔ میں نے تمہارے بدن کا لباس بھی اتار دیا۔ پھر تمہاری کار کے پیچھے اپنا گھوڑا باندھ کر یہاں سے دو سو میل دور لے گیا اور تمہاری اس کار کو آگ لگادی۔ تمہاری ہر چیز کو جلا کر راکھ کردیا ہے۔ اب پولیس اور فوج والے اپنے سراغرساں کتوں کے ذریعے یہاں تک کبھی نہیں پہنچیں گے۔ میں اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر یہاں تک واپس آیا ہوں۔"

"میری گن' کارتوس اور کرنسی جو تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار ڈالرز تھے' وہ کہاں ہیں؟"

"یہ تمام چیزیں ہمارے پاس تمہاری امانت ہیں۔ پہلے اچھی طرح صحت مند ہوجاؤ۔ ہم امانت میں خیانت نہیں کریں گے۔"

وہ نادم سا ہو کر بولا۔ "مجھے شرمندہ نہ کرو۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ تمہارے جیسے مہربان خیانت کریں گے۔ جب مجھے مالی توانائی حاصل ہوگی تو ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔ میرے ان قدموں میں دنیا کا تمام خزانہ ہوتا ہے۔ میری کوئی اہمیت ہے اسی لیے تو یہاں کی پولیس اور فوج مجھے تلاش کررہی ہے۔ بائی دی وے' کیا تم میاں بیوی اس بڑھاپے میں یہاں تنہا رہتے ہو؟"

خاتون نے کہا۔ "ہمیں تنہائی اور سکون پسند ہے۔ ویسے ہماری ایک جوان بیٹی اور ایک جوان بیٹا شکاگو یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ جب چھٹیاں ہوتی ہیں' تو وہ ہمارے ساتھ وقت گزارنے یہاں آتے ہیں۔"

ایک بار اس بوڑھے شکاری کا سر بُری طرح زخمی ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کا علاج کیا تھا اور جو نسخہ لکھ کر اسے دیا تھا' اس نے اس نسخے کو حفاظت سے رکھا تھا۔ اب اسی نسخے سے دوائیں لاکر منڈولا کا علاج کررہا تھا۔ صرف تین دنوں میں وہ زخم بھرنے لگا۔ پانچویں دن اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب اس نے خیال خوانی کی کوشش کی تو کامیابی حاصل ہوئی۔ پہلے جیسی دماغی توانائی حاصل ہوچکی تھی۔

اس کے باوجود اُس نے مکمل طور پر جسمانی توانائی حاصل نہیں کی تھی۔ اس نے اسٹاپ واچ کے ذریعے یہ دیکھا کہ پہلے کی طرح وہ چھ منٹ تک سانس روک سکتا ہے یا نہیں؟ لیکن چوتھے منٹ پر اس کی سانس روکنے کی صلاحیت جواب دے جاتی تھی۔ لہٰذا وہ روزانہ صبح وشام یوگا کی مشقیں کرنے لگا۔

میزبان بوڑھی خاتون ایک ماں کی طرح اسے دودھ' پھلوں کا جوس اور توانائی بخش غذائیں کھلایا کرتی تھی۔ بوڑھا میزبان روز اُس کے بدن کی مالش کیا کرتا تھا اور منڈولا کہتا تھا "میرے سگے ماں باپ ہوتے تو وہ بھی ایسی خدمت نہ کرتے جیسے تم دونوں کررہے ہو۔"

خاتون نے کہا۔ "تم ایک ہفتے سے یہاں ہو۔ کیا اب بھی ہمیں اجنبی سمجھتے ہو؟ میں تمہاری ماں ہوں بیٹے!"

"اور میں تمہارے باپ کی جگہ ہوں۔ جب میرا جوان بیٹا یونیورسٹی کی چھٹیوں میں یہاں آتا ہے تو میں اسے گھڑسواری اور رائفل شوٹنگ سکھاتا ہوں۔ وہ گھوڑے سے گرتا ہے۔ ہڈیوں میں چوٹیں لگتی ہیں تو میں اسی طرح اپنے بیٹے کی مالش کرتا ہوں۔ وہ نہیں ہے مگر تم بھی تو ہمارے بیٹے ہو۔"

اسے ایک سچ مچ گھریلو ماحول نصیب ہو رہا تھا۔ محبت کرنے اور دن رات خدمت کرنے والے والدین مل گئے تھے۔ وہ ایک ہفتے بعد ہی دوڑنے' اچھلنے کودنے اور چھ منٹ تک سانس روکنے کے قابل ہوگیا۔ اس نے زبان کے رشتے سے کہلانے والے والدین کے دماغوں میں جاکر ان کے خیالات پڑھے۔ وہ دونوں سچے اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ منڈولا کو دل و جان سے چاہتے تھے۔ وہ اس کی فرمائش پر شہر جاکر ماسک میک اپ کا سامان لے آئے۔ اس نے آئینے کے سامنے بیٹھ کر چہرے پر تبدیلیاں کیں۔ بوڑھے والدین نے کہا۔ "بیٹے! تم باکمال ہو۔ اب تمہیں کوئی پرل ہائیڈ اور منڈولا نہیں کہے گا۔ اب تمہیں کوئی نہیں پہچان سکے گا۔"

خاتون نے کہا۔ "اب تو سر کا زخم نظر نہیں آتا ہے۔ تم نے بال بڑھالیے ہیں۔ کوئی جاسوس تمہارے بال ہٹائے بغیر بھر جانے والے زخم کا نشان نہیں دیکھ سکے گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا۔ "اب تو کسی جاسوس کا باپ بھی میرے قریب نہیں آسکے گا۔ میں دور ہی سے اس کی کھوپڑی میں گھس کر اس کے خیالات پڑھ لیا کروں گا۔"

خاتون نے پوچھا۔ "یہ کھوپڑی میں گھسنے کا مطلب کیا ہوا؟"

"مطلب یہ کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ دشمنوں کے اندر چھپے ہوئے خیالات پڑھ لیتا ہوں۔"

بوڑھے نے اس کی گن' کارتوس اور ایک لاکھ بیس ہزار ڈالرز لاکر اس کے سامنے رکھ دیے پھر کہا۔ "بیٹے! یہ تمہاری امانت ہے۔ اسے رکھ لو۔ ہماری خواہش ہے کہ تم یہاں سے کہیں نہ جاؤ۔ ہماری آخری سانسوں تک ہمارے ساتھ رہو۔"

وہ بولا۔ "اس چھوٹے سے مکان میں تم لوگوں کی بدولت مجھے نئی زندگی ملی ہے لیکن تمہیں یہ نہیں معلوم ہے کہ یہاں کی فوج کے پاس بو سونگھنے والے کتے نہیں ہیں۔ بلکہ دماغوں میں گھس کر اصلیت معلوم کرنے والے بڑے باصلاحیت لوگ ہیں۔ یعنی وہ بھی میری طرح ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

وہ بوڑھے میاں بیوی توجہ سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ بولا۔ "میں سانس روک لیتا ہوں۔ یہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر نہیں آسکیں گے لیکن تم دونوں کے اندر آکر میرے بارے میں تمام حقائق جان لیں گے۔"

خاتون نے کہا۔ "یہ تو بہت بُرا ہوگا۔ ہم نہیں چاہیں گے کہ ہمارے دماغوں میں دشمن آکر تم سے دشمنی کریں۔ تمہیں واقعی یہاں سے چلے جانا چاہیے۔"

"میں تو چلا جاؤں گا۔ مگر تم دونوں میری نشاندہی کے لیے رہ جاؤ گے۔"

بوڑھے نے کہا۔ "ان کے باپ بھی ہم سے یہ نہیں اگلوا سکیں گے کہ تم یہاں آئے تھے اور صحت یاب ہونے کے بعد اپنا چہرہ بدل کر یہاں سے گئے ہو۔"

"وہ تم دونوں سے کچھ نہیں اگلوائیں گے۔ تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا کہ وہ تمہارے دماغوں میں گھس کر میرا موجودہ حلیہ معلوم کررہے ہیں۔"

بوڑھے نے تائید میں سرہلا کر کہا۔ "ہاں میں ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ جانتا ہوں۔ یہ بڑی ظالم چیز ہے۔ ہماری مرضی کے خلاف ہمارے اندر کے راز معلوم کرلیتی ہے۔ بیٹے! اب تم ہی بتاؤ کیا ہوسکتا ہے؟"

"تم دونوں بوڑھے ہو۔ اس عمر میں سانس روکنے کی مشقیں نہیں کرسکتے۔ اگر ایسا کرسکتے تو ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تمہارے اندر پہنچنے میں ناکام رہتے۔"

"سچ کہتے ہو۔ ہم یہودی ہیں اور تم بھی یہودی ہو۔ تمہیں بچانے کے لیے ہم یہ مکان' یہ مویشی اور اپنی دور تک پھیلی ہوئی زمینیں چھوڑ کر کہیں دور گمنامی کی زندگی گزاریں گے۔"

"تم دونوں سچے یہودی ہو۔ تم نے دن رات ایک کرکے میری خدمت کی۔ میرا علاج کیا۔ مجھے نئی زندگی دی۔ مجھے ان دشمنوں سے بچایا' جو میرے دماغ میں آسکتے تھے۔ یہ میری جسمانی اور دماغی توانائی تمہاری دی ہوئی ہے لیکن تم یہ بھول رہے ہو کہ تمہاری زمین جائیداد کے کاغذات متعلقہ شعبے میں ہوں گے۔ ان کاغذات میں تمہاری تصاویر ہوں گی۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والے تمہاری تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر تمہارے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔"

خاتون نے پوچھا۔ "کیا وہ تصویر دیکھ کر بھی ہمارے اندر پہنچ سکتے ہیں؟"

"ہاں۔ تم دونوں نہیں جانتے' ٹیلی پیتھی شیطان کی آنت کی طرح پیچ در پیچ ہوتی ہے۔ اگر اپنے اس یہودی مہمان کو زندہ سلامت رکھنا چاہتے ہو تو ایک ہی راستہ ہے۔"

دونوں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے کہا۔ "اگر تم دونوں کے دماغ مُردہ ہوجائیں گے تو پھر کوئی تمہارے اندر نہیں آسکے گا۔"

وہ اپنی گن میں بھرا ہوا میگزین نوڈ کرنے لگا۔ خاتون نے حیرانی سے پوچھا۔ "بیٹے! تم جو کہہ رہے ہو اس کا مطلب سمجھ رہے ہو۔"

"مطلب تم دونوں کو سمجھنا چاہیے۔ میں مملکت اسرائیل کا سب سے اہم شخص ہوں۔ کیا اپنے ملک کو اور اپنی یہودی قوم کو قائم و دائم رکھنے کے لیے اپنی جان نہیں دوگی؟ ماں۔ میری پیاری ماں....."

یہ کہتے ہی اس نے بوڑھی خاتون کو گولی ماردی۔ بوڑھے نے شدید حیرانی اور صدمے سے اپنی اس بیوی کو دیکھا جس کے ساتھ وہ آدھی صدی سے پیار بھری زندگی گزار رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "مجھے گولی مارنے سے پہلے ایک سوال کا جواب دے دو۔"

"جلدی بکو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

اُس نے پوچھا۔ "اگر تم کسی مسلمان کے گھر میں پناہ لینے آتے تو تمہارا کیا انجام ہوتا؟"

"وہ مجھے گرفتار کرادیتے۔ میں ایسے مسلمان خیال خوانی کرنے والوں کا غلام بن جاتا' جو میرے دماغ سے یہودی خفیہ تنظیم کا تمام راز معلوم کرلیتے اور پورے اسرائیل اور یہودیوں کو تباہ کردیتے۔"

بوڑھے نے کہا۔ "مگر خدا نے تمہیں اور اسرائیلی حکومت کو بچانے کے لیے ہمارے پاس بھیجا' کیا اس کے صلے میں تم ہمیں موت دے رہے ہو؟"

"خود کو' یہودی قوم کو اور اسرائیلی حکومت کو بچانے کے لیے ہی موت دے رہا ہوں۔ کوئی ضروری نہیں کہ مسلمان ہی یہودی کا دشمن ہوتا ہے۔ ایک یہودی بھی یہودی کو مارتا ہے۔"

اس نے بوڑھے میزبان اور مہمان کو بھی گولی ماردی۔ ٹوٹل کی گڈیوں اور کارتوسوں کو جیبوں میں ٹھونس لیا۔ پھر مکان سے باہر آکر کتے کو آواز دی۔ "ٹونی! کم آن ٹونی! کہاں ہو تم؟"

کتا چھت پر تھا۔ اس نے روشندان سے اپنے بوڑھے مالک اور مالکن کو گولیاں کھا کر مرتے دیکھا تھا اور اس مارنے والے احسان فراموش مہمان کو بھی دیکھا تھا۔ وہ بہت چالاک تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ دشمن کے ہاتھ میں گن ہے۔ ابھی اُس کے پکارنے پر سامنے نہیں جانا چاہیے۔

اور منڈولا کا ارادہ تھا کہ اِس آخری بو سونگھنے والے کو بھی گولی مار کر مطمئن ہوجائے۔ پھر اس مکان کو بھی آگ لگادے تاکہ اس کے اتارے ہوئے کپڑے اور دوسری چیزوں کے ساتھ اس کی انگلیوں کے نشانات بھی مکان کے ہر حصے سے مٹ جائے۔ پولیس والوں کو اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کا نام و نشان تک نہ ملے۔

اُس نے کئی بار ٹونی کو آواز دی۔ جب وہ نہیں آیا تو اس نے مکان کے اندر جگہ جگہ تیل چھڑک دیا۔ کتا مکان کے پچھلے حصے کی طرف جاکر چھت پر سے کود کر دوڑتا ہوا دور گیا پھر ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا۔ اِدھر منڈولا نے ماچس کی ایک جلتی ہوئی تیلی مکان کے اندر پھینکی۔ پھر برآمدے سے نکل کر دوڑتا ہوا اس چھوٹی سی پہاڑی پر چڑھتا ہوا دور جانے لگا۔

جھاڑیوں کے پیچھے سے کتا غراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

○☆○

یہ داستان منڈولا کے حالات کے مطابق ایک ہفتہ آگے بڑھ گئی جبکہ مائیک ہرارے کے حالات کے مطابق مجھے دوسرے دن کا ذکر کرنا چاہیے۔ دوسرے دن دس بجے اسے ٹرانسفارمر مشین سے

گزارنا تھا اس لیے صبح آٹھ بجے اسے فوج کی چھ گاڑیوں کے درمیان ایک گاڑی میں بٹھا کر لے جایا گیا۔

ایسے وقت میں اور میرے تمام خیال خوانی کرنے والے مائیک ہرارے کے اندر بڑی خاموشی سے موجود تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم ہرارے کے اندر رہ کر وہ تمام راستے دیکھ سکیں گے' جہاں سے فوجی گاڑیاں اسے ٹرانسفارمر مشین والے خفیہ اڈے میں لے جائیں گی لیکن ہرارے کو گاڑی میں بٹھانے کے بعد اس کے پورے چہرے پر ایسا نقاب چڑھادیا گیا تھا جیسے پھانسی پانے والے مجرم کے سر سے گردن تک نقاب پہنادیا جاتا تھا۔ ایسی صورت میں نہ وہ کچھ دیکھ سکتا تھا اور نہ ہی ہم اس کے ذریعے خفیہ اڈے تک پہنچنے کا راستہ معلوم کرسکتے تھے۔

ہمیں توقع تھی کہ وہ ایسا کریں گے۔ ایسا کرنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ انہیں ہم میں سے کسی پر شبہ تھا۔ دراصل وہ نہیں چاہتے تھے کہ مائیک ہرارے کو بھی اس خفیہ اڈے کا راستہ معلوم ہو۔ میں نے ہرارے سے کہا۔ "ابھی سپر ماسٹر کا کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا تمہارے اندر نہیں آئے گا۔ وہ جانتے ہیں کہ تم سانس روک لوگے لیکن مشین سے گزارنے سے پہلے تمہارا طبی معائنہ کیا جائے اور ایک انجکشن لگایا جائے گا تو تمہیں دماغی کمزوری محسوس ہونے لگے گی۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "میں جانتا ہوں اب سے پہلے بھی اس مشین سے گزر چکا ہوں۔ پہلے دماغی توانائی زائل کی جاتی ہے پھر مشین کے ذریعے ذہنی صلاحیتوں اور ٹیلی پیتھی کے علم کو ابھارا جاتا ہے۔"

"دماغی کمزوری کے وقت سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے کے لیے تمہارے دماغ میں آسکتے ہیں اور تمہارے خیالات پڑھ کر سپر ماسٹر وغیرہ کو یقین دلا سکتے ہیں کہ تمہارے اندر کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے وقت ہم میں سے کوئی تمہیں مخاطب نہیں کرے گا اور نہ ہی تم ہمیں مخاطب کروگے۔ میری کوشش ہوگی کہ دشمن تمہارے خیالات نہ پڑھ سکیں۔"

وہ گاڑیاں تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک تیز رفتاری سے چلتی رہیں۔ پھر ان کی رفتار سست ہونے لگی۔ مائیک ہرارے جس گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا وہ ایک جگہ رک گئی۔ پھر کچھ ایسی آواز سنائی دی جیسے سلائیڈنگ دروازہ بند کیا جارہا ہو۔ پھر اس کے چہرے اور سر سے نقاب اتار دیا گیا۔ میں نے ہرارے کے ذریعے دیکھا۔ اسے ایک بڑے گیراج نما ہال میں پہنچایا گیا تھا۔ وہاں بہت سی قیمتی کاریں اور سرکاری گاڑیاں نظر آرہی تھیں۔

وہ ان مسلح فوجیوں کے ساتھ اُن گاڑیوں کے درمیان چلتا ہوا ایک لفٹ کے دروازے کے سامنے آکر رک گیا۔ ایک فوجی نے لفٹ کے بٹن کو دبایا۔ اوپر نمبر ایک' دو' تین' چار' پانچ اور چھ لکھے ہوئے تھے اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ عمارت چھ منزلہ ہے۔ پھر گراؤنڈ فلور اور تہ خانے کے ایک' دو اور تین نمبر تک درج تھے۔ یعنی زمین کے نیچے بھی پہلی' دوسری اور تیسری منزلیں بنائی گئی تھیں۔

لفٹ کا دروازہ کھل گیا۔ مائیک ہرارے چار مسلح فوجیوں کے ساتھ اندر آیا۔ دروازہ بند ہوا پھر وہ لفٹ نیچے جانے لگی۔ اس کے اندر کے نمبر بدل رہے تھے۔ ون' ٹو اور اس کے بعد تھری نمبر پر لفٹ رک گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ لوگ زمین کی خاصی گہرائی میں پہنچ گئے تھے' وہاں سمندر کا پانی بھرا ہوا تھا۔ اس تیسرے تہ خانے کی پتھریلی دیواریں سمندر کے ایسے حصے میں تعمیر کی گئی تھیں کہ وہاں کا فرش صرف پانی کا ہوتا تھا۔ اس بڑے ہال نما تہ خانے کے چاروں طرف مچانوں کی طرح پختہ بالکونی جیسی بنی ہوئی تھی۔ ہر بالکونی پر چھ مسلح فوجی مستعد کھڑے ہوئے تھے۔

اس ہال نما تہ خانے کے گہرے پانی کے درمیان سیمنٹ کا ایک پختہ جزیرہ بنایا گیا تھا۔ اس جزیرے پر وہ ٹرانسفارمر مشین دکھائی دے رہی تھی۔ اُس مشین تک پہنچنے کے لیے کوئی تیر کر جاسکتا تھا لیکن پانی کے نیچے بجلی کے تار بچھے ہوئے تھے۔ اس پانی کو چھوتے ہی بجلی کا جھٹکا لگتا تھا۔

اس بڑے ہال کی چھت پر ایک چھوٹی سی لفٹ تھی۔ جس کے ذریعے ایک وقت میں صرف دو ہی افراد اس جزیرے تک جاسکتے تھے۔ مائیک ہرارے کو ایک مسلح فوجی افسر کے ساتھ اِس لفٹ کے ذریعے جزیرے میں پہنچایا گیا۔ وہاں پہلے ہی ٹرانسفارمر مشین کا انچارج اپنے ایک اسسٹنٹ اور چار فوجی جوانوں کے ساتھ موجود تھا۔

میں اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ تمام منظر دیکھ رہے تھے۔ وہاں بڑی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ شاید مسلح فوجی جوانوں کو بولنے کی اجازت نہیں تھی۔ کوئی ضروری بات ہوتی تو افسر یا مشین کا انچارج بولتا تھا ورنہ بڑی خاموشی سے اِس مشین کو آپریشن کے لیے چیک کیا جارہا تھا۔

سلمان نے مجھ سے کہا۔ "بھائی جان! مشین کے پاس صرف یہی دو افراد مختصر سی گفتگو کرکے خاموش ہوجاتے ہیں۔ باقی تمام فوجی گونگے بنے ہوئے ہیں۔ وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ کچھ کریں۔"

میں نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا۔ پھر مشین کے انچارج کے لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچا تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ میں نے اُس کے خیالات پڑھ کر سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ اُس کے ساتھ مشین کے پاس رہنے والا افسر کیا یوگا کا ماہر ہے؟

پتا چلا' یوگا کا ماہر ہے۔ اِس لیے اُس کی ڈیوٹی انچارج کے ساتھ رہتی ہے تاکہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا مشین کو اور اِس انچارج کو کوئی نقصان نہ پہنچاسکے۔

وہ ایسا انچارج بھی اتنی اہم مشین کے پاس نہ رکھتے جو بوڑھا

ہو اور سانس روکنے کے قابل نہ ہو لیکن اُن کی یہ مجبوری تھی کہ وہ بوڑھا ٹرانسفارمر مشین کو درست رکھنے اور اسے آپریٹ کرنے کا ماہر تھا۔ اس میں کوئی خرابی پیدا ہوتی تو وہ ماہر بڑی مہارت سے مشین کے کسی بھی نقص کو دور کر دیتا تھا۔

انہوں نے اِس سلسلے میں دوسرے قابل اعتماد اور بوگا میں مہارت رکھنے والے ماہرین کی بھی خدمات حاصل کی تھیں لیکن وہ بوڑھے کی طرح ہنرمند اور تجربہ کار ثابت نہیں ہوئے تھے۔ یہ اُن کی مجبوری ہمارے کام آ رہی تھی۔

میں نے اور سلمان نے اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو بتا دیا کہ فی الحال اس بوڑھے انچارج کے علاوہ وہ کسی اور کے دماغ میں جانے کی کوشش نہ کریں ناکامی ہوگی تو بعید کھل جائے گا کہ ہم وہاں موجود ہیں۔

وہ ماہر مشین کے اس حصے کو پوری طرح قابل عمل بنا رہا تھا' جس کی کارکردگی کے نتیجے میں مائیک ہرارے اپنے ملک اور قوم کا بہبود وفادار ہونے کے ساتھ ایک جنونی جاں نثار بھی بن جاتا ہے۔ پھر وہ بھی تھری ڈی کی طرح کسی برے وقت میں اپنی جان پر کھیل جاتا۔

میں نے اس ماہر کے اندر رہ کر مشین میں ایسا نقص پیدا کر دیا جسے وہ خود سمجھ نہیں پایا۔ بحری' بری اور فضائی فوج کے اعلیٰ افسران ایک بالکونی میں کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ سپر ماسٹر بھی تھا۔ وہاں جزیرے میں ایک ڈاکٹر کو بھیجا گیا تھا۔ اس فوجی ڈاکٹر نے مائیک ہرارے کو مشین کے آپریشن بیڈ پر لٹا کر اچھی طرح اس کا معائنہ کیا تھا۔ پھر اس ڈاکٹر کو چھت والی لفٹ کے ذریعے واپس بلا لیا گیا تھا۔

وہ ڈاکٹر مائیک ہرارے کو ایک انجکشن لگا کر گیا تھا جس کے بعد ہرارے کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ ہم سب اُس کے اندر خاموش رہے تاکہ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے ہماری سوچ کی لہروں کو نہ محسوس کر سکیں۔ ہم نے بھی کئی بار اُن سوچ کی لہروں کو نہیں محسوس کیا۔ شاید سپر ماسٹر وغیرہ مائیک ہرارے کے ساتھ ہونے والے اِس آپریشن کو اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چھپائے رکھنا چاہتے تھے۔

بہرحال مائیک ہرارے کے سر پر ایک ایسا کیپ پہنا دیا گیا تھا جس سے متعدد تار منسلک تھے اور وہ تمام تار ٹرانسفارمر مشین سے تعلق رکھتے تھے۔ آپریشن شروع ہو چکا تھا۔ بوڑھا ماہر انچارج اپنے ماتحت کو مشین کا ایک ایک عمل سمجھا رہا تھا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ اس کا ماتحت ایک فوجی ٹیکنیشن ہے اور بہت ہی قابل ہے۔ اس نے مشین کو آپریٹ کرنا اچھی طرح سیکھ لیا ہے۔ اس بوڑھے کو سروس سے ریٹائر کرنے کے بعد اِس ماتحت فوجی ٹیکنیشن کو ٹرانسفارمر مشین کا انچارج بنایا جائے گا۔ کیونکہ وہ محض قابل ہی نہیں تھا بوگا کا ماہر بھی تھا۔

میں نے ثانی سے کہا۔ "بیٹی! کسی طرح اس ماتحت ٹیکنیشن کے اندر پہنچنے کی پلاننگ کرو۔"

"پاپا! وہ ماتحت اگر اپنے انچارج بوڑھے استاد کے ساتھ یہاں سے جائے گا اور اس کے ساتھ دس پندرہ منٹ بھی گزارے گا تو میں ماتحت کے اندر جگہ بنا لوں گی۔"

ہم نے اس ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ کیونکہ ہم پہلے بھی کئی مشینیں تباہ کر چکے تھے مگر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ اُن کے پاس مشین کے نقشے تھے۔ وہ پھر ایک مشین تیار کر لیتے اور یوں پھر ہماری محنت رائیگاں جاتی۔ لہٰذا ہم نے پایا کہ مشین ان کے اسی تہ خانے والے جزیرے میں رہے گی۔ آئندہ ہم اسے آپریٹ کرنے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر رکھیں گے۔

ایسے طریقہ کار سے یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ لوگ آئندہ کتنے افراد کو ٹیلی پیتھی سکھا رہے ہیں۔ پھر مشین کو آپریٹ کرنے والا ہمارے قابو میں رہتا تو ہم نئے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والوں کو اپنے مقاصد کے مطابق ڈھال سکتے تھے۔

ٹرانسفارمر مشین کا آپریشن مکمل ہو گیا۔ مشین کو آف کر کے مائیک ہرارے کے سر سے وہ مخصوص کیپ اتار لی گئی تھی وہ بیہوش پڑا تھا۔ اسے چھت والی لفٹ کے ایک اسٹریچر پر لٹا کر اوپر پہنچایا جا رہا تھا۔ بوڑھا انچارج اپنے ماتحت کے ساتھ مشین کے مختلف بٹن آف کر کے اسے پہلی پوزیشن میں لا رہا تھا۔ اُس نے میری مرضی کے مطابق ماتحت سے کہا۔ "مسٹر جان مائیکل! میں سمجھتا ہوں کہ تم نے پوری طرح کام سیکھ لیا ہے اور میرے بغیر اسے آپریٹ کر سکتے ہو۔"

جان مائیکل نے کہا۔ "مجھے بھی اپنے آپ پر اعتماد ہے۔ میں اسے کسی راہنمائی کے بغیر آپریٹ کر سکتا ہوں مگر علم اور ہنر کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ میں آپ کا ماتحت رہ کر بہت کچھ سیکھتا رہوں گا۔"

"میرے بڑھاپے کا خیال کرو۔ میں اب ریٹائر ہو جانا چاہتا ہوں۔ اب مجھے آرام کرنے کا موقع دو۔"

"انکل! میں جانتا ہوں آپ نے استعفیٰ پیش کیا ہے لیکن میں نے اعلیٰ افسران سے کہہ دیا ہے کہ جب تک آپ کا ذہن کام کرتا رہے گا' میں آپ سے بہت کچھ سیکھتا رہوں گا۔"

"بیٹے مائیکل! تم میرے گھر میں آ کر بھی بہت کچھ سیکھ سکتے ہو۔ ابھی میرے ساتھ چلو' میں اس مشین کے متعلق کچھ ایسی خفیہ باتیں بتاؤں گا کہ تم حیران رہ جاؤ گے۔ مگر وعدہ کرو یہ راز کسی کو نہیں بتاؤ گے؟"

"نو انکل! کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ یہ صرف میرا اور آپ کا ہی نہیں مشین کا بھی راز ہے۔ بلکہ ہمارا قومی راز ہے۔ میں ابھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

میں نے ثانی کے پاس آ کر پوچھا۔ "سن لیا تم نے؟ میں نے

سامنے لیے راستہ بنا دیا ہے۔ جان مائیکل اپنے ماہر انچارج کے ساتھ اُس کے گھر جائے گا۔"

"تھینک یو پاپا! باقی کام میں سنبھال لوں گی۔"

میں نے اُن دونوں کو ثانی کے حوالے کر دیا۔ مائیک ہرارے کیا ہوا وعدہ بھی پورا ہو چکا تھا۔ اب وہ خواہ مخواہ جنونی جاں نثار کر تھری ڈی کی طرح کبھی جان دینے کی حماقت نہ کرتا۔ مشین کا نقشہ بدلنے کے باعث وہ آئندہ بھی اپنے ملک کا وفادار رہتا۔ میں نے ہرارے کو جو زبان دی تھی اسے پورا کر چکا تھا۔

اب سارا کھیل ثانی کا تھا۔ وہ کامیاب ہو جاتی تو ٹرانسفارمر مشین ہمیشہ کی طرح سپر ماسٹر کی رہتی لیکن اس میں سے جو خیال خوانی کرنے والے پیدا ہوتے وہ ہماری مرضی کے مطابق ہوتے۔

○☆○

بڑے ممالک کے لیے خصوصاً غیر اسلامی ممالک کے لیے ایم آئی ایم (مجاہدین اسلامک مشن) ایک مسئلہ بن گئی تھی۔ انہیں ہمارے اغوا کرنے والے پہلے ہی مشن میں حیرت انگیز کامیابی ہوئی تھی۔ اِس کے نتیجے میں ساری دنیا کو ایل او اور اسرائیلی معاہدہ کی ایسی اندرونی باتیں معلوم ہو گئی تھیں' جو دنیا بھر کے مسلمانوں سے چھپائی گئی تھیں۔

آٹھ مجاہدین نظروں میں آ گئے تھے۔ اُن کے ذریعے معلوم کیا جا سکتا تھا کہ ایم آئی ایم کی تنظیم نے دنیا کے کس حصے میں جنم لیا ہے؟ اس کی جڑیں کتنے ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں؟ اور آئندہ یہ تنظیم امریکا اور اسرائیل کے عزائم کے خلاف کیسے اقدامات کرنے والی ہے؟ سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران اُن آٹھوں مجاہدین کو طرح طرح سے باتوں میں الجھا کر اپنے مختلف سوالات کے جوابات معلوم کرنے کی ناکام کوششیں کر چکے تھے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اُن کے دماغوں کو فولاد بنا رکھا تھا۔ اس لیے پرماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے بھی اُن کے متعلق خاطر خواہ معلومات حاصل نہیں کر سکے تھے۔

خود ہم یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ اِس نئی تنظیم کا سربراہ کون ہے؟ سپر ماسٹر نے ان آٹھوں کے نئے پاسپورٹ اور ویزا تیار کرائے تھے۔ ویزا کے ذریعے معلوم ہوا کہ چار مجاہدین ملک شام اور چار مجاہدین اردن جا رہے ہیں۔

یہ بات شام اور اردن کے حکمرانوں کو معلوم ہوئی تو انہوں نے امریکا سے شکایات کیں اور کہا کہ ہم طیارہ اغوا کرنے والے دہشت گردوں کو اپنے ملک میں قدم رکھنے نہیں دیں گے۔

مجاہدین نے جواباً کہا۔ "ہم مسلمان ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان حکمران ہمیں اپنے ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ ہمیں انکار کی وجہ بتائی جائے؟"

وجہ بتائی گئی کہ ان اسلامی ممالک میں دہشت گردی اور تخریب کاری ہو سکتی ہے۔ ایک مجاہد نے کہا۔ "اگر خدا اور رسولؐ کے احکامات اور ہدایات کے مطابق حکمرانی رہے گی تو ان ممالک کو کبھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ بلکہ وہاں غیر مسلموں کی سازشوں کو بے نقاب کیا جائے گا۔"

دوسرے مجاہد نے کہا۔ "اگر اِن دو اسلامی ممالک کے حکمرانوں نے ہماری پذیرائی نہ کی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ ممالک بھی اسرائیل سے خفیہ معاہدے کر کے رفتہ رفتہ تمام اسلامی ممالک کو قائل کر رہے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح اسرائیل کو تسلیم کر لیں۔"

اِن دو ممالک نے کہا۔ "ہمارے متعلق جو بھی رائے قائم کی جائے' ہم اِس نئی تنظیم کے کسی فرد کو اپنے ملک میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔"

مجاہدین نے کہا۔ "ایسی صورت میں ہم ایران یا لیبیا جائیں گے اور آرام کریں گے۔ ہماری جگہ دوسرے مجاہدین شام اور اردن میں چور راستوں سے داخل ہو جائیں گے۔ پھر اُن کے سراغرسانوں کو بھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ دوغلی حکمت عملی اختیار کرنے والے حکمرانوں پر مصیبتیں کہاں سے نازل ہو رہی ہیں۔"

سپر ماسٹر نے شام اور اردن کے سفیروں کو سمجھایا کہ وہ آٹھوں ایران یا لیبیا جائیں گے تو وہاں ہماری خفیہ ایجنسیاں انہیں نظروں میں نہیں رکھ سکیں گی کیونکہ ان ممالک میں ہمارے ذرائع نہ ہونے کے برابر ہیں۔ بہتر ہے کہ ان آٹھوں کو اپنے ممالک میں آنے دو۔ ہم ضمانت لیتے ہیں کہ وہاں یہ تخریب کاری نہیں کریں گے۔

اردن کے سفیر نے کہا۔ "کچھ عرصہ پہلے جمیلہ رازی نامی لڑکی نے پورے ملک میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ امریکی جاسوس اور اُن کے ذرائع اُس ایک لڑکی کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ وہ قیامت برپا کر کے چلی گئی۔ اب اُس کی جگہ ایک نہیں چار مجاہدین آئیں گے تو ہمارے ملک کا امن و امان غارت ہو جائے گا۔"

ملک شام کے سفیر نے بھی امریکا سے معذرت چاہی اور درخواست کی کہ ان کے ملک میں ایسے مجاہدین کو نہ بھیجا جائے' جو ملکی معاملات میں مداخلت کریں۔

دوسرے دن وہ آٹھوں مجاہدین ایران اور لیبیا میں جا کر کہیں روپوش ہو گئے۔ ان پر نظر رکھنے والے جاسوس یہ معلوم نہ کر سکے کہ کس طرح ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر وہ آٹھوں کہیں گم ہو گئے ہیں۔

اسی رات نو بجے شام اور اردن کے بعض اعلیٰ حکام نے فون پر اجنبی آوازیں سنیں۔ ان آوازوں نے کہا۔ "تم نے نیویارک سے یہاں آنے نہیں دیا مگر ہم آ گئے۔ اگرچہ ہم ان آٹھوں میں سے نہیں ہیں لیکن اسی ایم آئی ایم تنظیم کے جاں نثار ہیں۔"

اردن کی انتظامیہ کے ایک افسر نے پوچھا۔ "کیا تم لوگوں کا تعلق جمیلہ رازی سے ہے؟"

"ہم نہیں جانتے' وہ شیرنی کون تھی اور اب کہاں ہے؟ وہ جو

بھی ہو' جہاں بھی ہو ہم اسے سلام کرتے ہیں۔"

"یہ بات اب راز نہیں رہی کہ جمیلہ رازی کی پشت پر فرہاد علی تیمور تھا اور تم لوگوں کے ساتھ بھی وہی ہے۔"

"ہم نے فرہاد صاحب کا بہت نام سنا ہے لیکن خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتے ہیں کہ ہم نے کبھی انہیں دیکھا ہے اور نہ ہی انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے ہم سے کبھی رابطہ کیا ہے۔"

"پھر کیا تم لوگ جادوگر ہو کہ تم پر سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اثر انداز نہ ہو سکے۔ تمہارے آٹھ افراد امریکا کی فوجی چھاؤنی میں طیارہ اغوا کرنے کے بعد گئے اور خیریت سے واپس آ گئے۔ کسی نے اُن کا کچھ نہیں بگاڑا۔ آخر اس نئی تنظیم ایم آئی ایم کی کوئی تو طاقت ہوگی۔ جس کے آگے سپر پاور بے بس ہے؟"

ایک مجاہد نے کہا۔ "تم لوگ اسے سپر پاور سمجھتے ہو۔ اس لیے وہ تمہارے لیے ہوّا ہے۔ ہم اسے کچھ نہیں سمجھتے اس لیے وہ ہمارے لیے زیرو پاور ہے۔"

"ہم تم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

"ضرور کرو۔ جہاں بلاؤ گے ہم چلے آئیں گے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہمارے پیچھے کیسی طاقت ہے۔ اتنا جانتے ہیں کہ تم جس دلدل میں بھی ہمیں پھینکو گے' وہاں سے ہم صحیح سلامت نکل آئیں گے۔"

"ہم بڑی سے بڑی قسم کھاتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے لیکن ہم تمہارے سربراہ سے ملاقات کرنا پسند کریں گے۔"

"ہمارا سربراہ کوئی معمولی شخص نہیں ہے۔ وہ اپنی سطح کے اعلیٰ حکام سے ملاقات کرتا ہے۔"

"میں اس سلسلے میں تھوڑی دیر بعد جواب دے سکوں گا۔ اپنا رابطہ نمبر بتاؤ۔"

"ہم خود ایک گھنٹے بعد رابطہ کریں گے۔ ملاقات کے سلسلے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ ہمارا سربراہ ٹھیک رات کے بارہ بجے ملاقات کرے گا۔"

"یہ رات بارہ بجے کی شرط کیوں ہے؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔ جب تمہارے شاہ اور امریکی آقا وغیرہ ملاقات کرنا چاہیں گے تو ہمارے سربراہ کا معتمد خاص ان سے تفصیلی گفتگو کرے گا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ یہ تمام باتیں دوسرے فون پر دونوں سربراہ بھی سن رہے تھے۔ اُن کے لیے یہ بات تشویشناک تھی کہ اُن کے ممالک میں ایم آئی ایم کے مجاہدین پہنچ گئے ہیں۔ امریکا میں ان کی گنتی معلوم تھی کہ وہ آٹھ ہیں' جو اب کہیں روپوش ہو گئے تھے لیکن شام اور اردن میں کتنے مجاہدین پہنچے ہوئے ہیں' اُن کا شمار کسی کو معلوم نہیں تھا۔ وہ آٹھ بھی ہو سکتے تھے اور اسی بھی ہو سکتے تھے۔ اگر اتنے نہ ہوتے صرف ایک ہی ہوتا تو وہ دونوں ممالک مل کر بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتے۔ کیونکہ امریکا جیسے ملک نے بھی کسی ایک مجاہد کا کچھ نہیں بگاڑا تھا۔

انہوں نے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا کہ ان کے ملکوں میں ایم آئی ایم والے آ پہنچے ہیں۔ پتا نہیں وہ کیا کرنے والے ہیں۔ ویسے ہمارے ممالک کا امن و سکون برباد ہونے والا ہے۔

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا کہ ان مجاہدین کو ہمارے ملک سے اپنے ملکوں میں آنے دو لیکن تم لوگوں نے ان کی آمد پر پابندیاں عائد کر دیں۔ اب وہ کیسے پہنچ گئے؟ تم لوگوں نے ان کا راستہ کیوں نہیں روکا؟"

"وہ پتا نہیں کس طرح رازداری سے' کس بہروپ میں آئے ہیں۔ ہم نے ان کی صورتیں بھی نہیں دیکھی ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ لوگ ان آٹھ مجاہدین میں سے نہیں ہیں جنہوں نے طیارہ اغوا کیا تھا لیکن وہ ایم آئی ایم کے جاں نثار بندے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "وہ جانتے ہیں کہ آئندہ کچھ عرصہ بعد اردن اور اسرائیل کا معاہدہ ہونے والا ہے اور اس کے لیے رائے عامہ اور سیاسی فضا ہموار کی جا رہی ہے۔ اردن کے بعد شام بھی یہ کام کرنے والا ہے کیونکہ اسرائیل نے اسے گولان کی پہاڑیاں واپس کرنے کا وعدہ کیا ہے۔"

"ہم حیران ہیں کہ ایسے گہرے راز کی سیاسی باتیں ایم آئی ایم والوں کو کیسے معلوم ہو گئی ہیں۔ آخر ان کے ذرائع کیا ہیں؟ وہ کتنی دور تک ہمارے اندر گھسے ہوئے ہیں؟"

"یہ تو اس وقت معلوم ہو سکتا ہے جبکہ ان کے سربراہ کے متعلق ہمیں کچھ معلوم ہو۔ صرف اتنا ہی معلوم ہو جائے کہ وہ کس ملک کے کس شہر میں ہے پھر ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"جناب! اسے ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ وہ خود ہم سے ملاقات کرنا اور مذاکرات کرنا چاہتا ہے۔"

"یہ تو بہت بڑی خوشخبری ہے لیکن کیا ہم یقین کر لیں کہ جو روپوش رہ کر کامیابیاں حاصل کر رہا ہے وہ اپنی کوئی کمزوری پیش کرنے یا گرفتاری کا خطرہ مول لینے کے لیے خود ہمارے سامنے آئے گا؟"

"اس کے مجاہدین نے فون کے ذریعے ہم سے کہا ہے کہ ان کا سربراہ سربراہوں سے اور امریکی حکام سے ملاقات کر سکتا ہے۔"

"تو پھر دیر کس بات کی ہے؟ اس سے ملاقات کے لیے وقت اور مقام کا تعین کرو۔"

"یہ فیصلہ آپ کریں کہ اس سے کب اور کہاں ملاقات کی جا سکتی ہے اور اس سلسلے میں کیسے خفیہ انتظامات کیے جا سکتے ہیں۔"

"ہاں۔ بظاہر اس سے دوستی کی جائے گی لیکن ایسے انتظامات کیے جائیں گے کہ اس کی واپسی کے بعد ہمیں سیٹلائٹ کے ذریعے اس کے خفیہ اڈے کا علم ہو سکے۔"

"وہ کہہ رہے تھے کہ ان کا سربراہ رات کے بارہ بجے ملاقات

کرے گا۔ وقت اس نے مقرر کیا ہے' جگہ ہم مقرر کریں گے۔"

سپر ماسٹر نے ایک سربراہ سے کہا۔ "آپ عمان میں اس کے استقبال کا انتظام کرائیں۔"

سربراہ نے کہا۔ "سوری' پچھلے دنوں جمیلہ رازی جتنی دہشت پھیلا کر جا چکی ہے اس کے بعد میں اپنی سلطنت کے امرا و رؤساء کو مزید شکایات کا موقع نہیں دوں گا۔"

دوسرے حکمران نے بھی معذرت چاہی۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "آپ حضرات ایک تنظیم کے سربراہ کی آمد سے پریشان ہیں۔ کیا آپ اس کے مجاہدین سے خائف نہیں ہیں' جو ابھی آپ کے ممالک میں موجود ہیں؟"

"ہم ان کے سربراہ کو کسی طرح اس بات پر آمادہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے مجاہدین کو ہمارے ملک میں نہ رہنے دے۔"

"اور آپ کا خیال ہے کہ وہ آمادہ ہو جائے گا؟ دشمن کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولو کہ وہ چلا جائے تو وہ کبھی نہیں جائے گا۔ اسے طاقت سے بھگایا جا سکتا ہے۔ مگر ہم نے دیکھا ہے کہ طاقت بے اثر ہو گئی ہے۔ اب صرف حکمت عملی رہ گئی ہے اور یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ دشمن بھی حکمت عملی کی راہیں جانتا ہے۔"

ایک حکمران نے کہا۔ "آپ اس سربراہ کو امریکا کے کسی شہر میں ملاقات کے لیے مدعو کر سکتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہر ملک کو اپنے معاملات سے خود نمٹنا چاہیے۔ امریکا آپ کے مسائل حل کرنے کے لیے ہر طرح سے تعاون کر سکتا ہے۔ اس نئی تنظیم کے سربراہ کو ہم سے اتنی دشمنی نہیں تھی' جتنی تم سے ہے۔ اس سربراہ نے تمام اسلامی ممالک کو اسرائیل سے دور رکھنے کے لیے ہمارے طیارے کو اغوا کیا۔ اسلامی ممالک کے حکمرانوں کی خاطر ہم نے نقصان اٹھایا۔ اب بھی آپ کی خاطر نقصانات برداشت کریں گے لیکن ہمارے عوام اور فوج کے اعلیٰ افسران اس سربراہ کو امریکا کے کسی شہر میں بلانے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ لہٰذا آپ دونوں کو ہی طے کرنا چاہیے کہ اسے اپنے ملک کے کس شہر میں مدعو کیا جا سکتا ہے۔"

یہ طے کرنے کے لیے زیادہ وقت نہیں تھا۔ مجاہدین نے کہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے بعد رابطہ کریں گے۔ ان کے مقرر کردہ وقت کے مطابق پچاس منٹ گزر چکے تھے اور صرف دس منٹ رہ گئے تھے۔ شام اور اردن کے حکام ایک دوسرے سے بحث کرنے لگے۔ شام کے اکابرین کہہ رہے تھے کہ سربراہ کو اردن میں مہمان کے طور پر بلایا جائے اور اردن کے اکابرین جمیلہ رازی سے نقصانات اٹھانے کے بعد مزید نقصان اٹھانا نہیں چاہتے تھے۔ وہ ضد کر رہے تھے کہ اس سربراہ سے شام کے کسی شہر میں ملاقات کرنا چاہیے۔

ہر اسلامی ملک کا حکمران خود کو کسی دوسرے مسلمان حکمران سے کمتر نہیں سمجھتا۔ دوسرے کی سیاسی پالیسیوں کو اپنی بنائی ہوئی پالیسیوں سے مختلف سمجھتا ہے۔ اسی لیے ان اسلامی ممالک کے حکمران کبھی متحد نہیں ہوتے لیکن امریکا مداخلت کرے اور انہیں اپنی پالیسیوں پر عمل کرنے کا مشورہ دے تو پھر وہ غیر اسلامی پالیسیوں کی مخالفت نہیں کرتے۔ کلام مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کبھی مسلمانوں کے ہوئے ہیں' نہ کبھی ہوں گے۔

یہ قرآن مجید ہر مسلمان کے گھر میں اور تمام اسلامی ممالک کے سربراہان کے محلوں میں موجود ہوگا۔ پتا نہیں کتنے مسلمان حکمران اسے پڑھتے ہوں گے لیکن ان پڑھنے والوں میں کوئی سمجھنے والا بھی ہو تو کتاب مقدس کی قدر ہوتی ہے اور اس آخری کتاب مقدس کی قدر نہ ہو تو ذلت مسلمانوں کو ملنے والی ہے۔ اس کے واضح آثار نمایاں ہو چکے ہیں۔ نیک ہدایات سامنے ہونے کے باوجود بدنصیبوں کے کان بہرے' آنکھیں اندھی اور دماغ ذہانت سے خالی ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ تباہی صرف چند حکمرانوں پر نہیں پوری دنیا کے مسلمانوں پر آئے گی۔ اب راہ نجات ایک ہی ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان اپنے اپنے ملک کے حکمرانوں اور سیاستدانوں کا محاسبہ کریں اس کے سوا کوئی دوسری راہ نہیں ہے۔

اور دس منٹ گزر گئے۔ دونوں ممالک کے اعلیٰ افسران کے فون کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ انہوں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو؟" دوسری طرف سے آواز آئی "ایم آئی ایم۔"

"آپ لوگ وقت کے بہت پابند ہیں۔ آپ نے ٹھیک ایک گھنٹے بعد فون کیا ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "کام کی بات کرو۔"

"وہ دراصل بات یہ ہے کہ دونوں ملکوں کے اکابرین کے درمیان ابھی اہم گفتگو جاری ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم مزید ایک گھنٹے کے بعد رابطہ کریں؟"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ ابھی تم نے خود کہا کہ ہم وقت کے بہت پابند ہیں اور وقت گزر چکا ہے۔ جب پانی سر سے گزر جائے تو کیا ہوتا ہے' یہ ابھی معلوم ہو گا۔ ہم پندرہ منٹ کے بعد رابطہ کریں گے۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ دونوں ممالک کے اکابرین دوسرے فون اور اسپیکر کے ذریعے یہ باتیں سن رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے شام کے اعلیٰ عہدیدار سے کہا۔ "پتا نہیں وہ کیا کرنے والے ہیں۔ آپ جلدی بات مان جائیں۔ ان کے سربراہ کو دمشق میں مدعو کریں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک فوجی افسر نے آگر سلیوٹ کرتے ہوئے کہا۔ "سر! بہت بری خبر ہے۔ ایک پائلٹ رن وے سے کسی کی اجازت کے بغیر طیارے کو لے گیا تھا۔ اس سے ٹاور والوں نے رابطہ کیا' اسے واپس آنے کا حکم دیا لیکن وہ عمان کی فضاؤں میں پرواز کرتا رہا۔ پھر ایک دھماکے سے بلاسٹ ہو گیا۔"

اردن کے اعلیٰ افسر نے شام کے اعلیٰ افسر سے پوچھا۔ "کیا آپ سن رہے ہیں کہ ہمارے ایک طیارے اور پائلٹ کے ساتھ

کیا ہو چکا ہے؟"

اسی وقت شام کے اعلیٰ افسر کے پاس ایک اہلکار آیا۔ اس نے سلیوٹ کر کے کہا۔ "سر! ائرپورٹ پر مسافروں میں کھلبلی مچ گئی ہے۔ کسی نے اسپیکر سے اناؤنس کیا ہے کہ جو طیارہ ترکی کی طرف پرواز کرنے والا ہے۔ اسے اغوا کرنے کے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ جس مسافر کو اپنی جان عزیز ہے وہ اس طیارے سے سفر نہ کرے۔ یہ اعلان سن کر تمام مسافر اپنا سفر ملتوی کر رہے ہیں۔"

افسر نے پوچھا۔ "ائرپورٹ کے اسپیکر سے کس نے یہ بکواس کی ہے؟"

"سر! اناؤنسمنٹ والے مائیک پر جو شخص یہ اعلان کر رہا تھا' وہ ائرپورٹ کا پرانا ملازم ہے اور بیہوشی کی حالت میں پایا گیا ہے۔ ڈاکٹر اسے اٹینڈ کر رہے ہیں۔"

یہ تمام گفتگو دونوں ممالک کے اکابرین سن رہے تھے۔ اردن کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہمارے ملک کا ایک جہاز اور پائلٹ تباہ ہو گیا۔ اب ملک شام والوں کی باری ہے۔ جس طیارے کے مسافر سفر ملتوی کر رہے ہیں' وہ طیارہ رن وے پر خالی کھڑا رہے گا کسی دوسری پرواز کے لیے بھی اسی طرح مسافروں کو ہراساں کیا جا سکتا ہے۔"

شام کے اکابرین نے سر جوڑ کر کچھ دیر باتیں کیں۔ پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ریسیور اٹھایا گیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "یہ چھوٹے چھوٹے نمونے دکھائے جا رہے ہیں۔ پورا کھیل بھی دکھایا جا سکتا ہے۔"

شام کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے اپنے فون سے کہا۔ "نہیں' ہم بات بڑھانا نہیں چاہتے۔ ہم آپ کے سربراہ کو بڑے عزت و احترام کے ساتھ دمشق کے شاہی محل میں مدعو کرتے ہیں۔"

"ابھی دن کے دس بج رہے ہیں۔ کیا ملاقات آج رات کو بارہ بجے ہو گی؟"

"جی ہاں۔ ملاقات کے سلسلے میں آپ اپنی شرائط پیش کر سکتے ہیں۔ کیا ہم آپ کے سربراہ کے لیے کوئی طیارہ یا ہیلی کاپٹر بھیج سکتے ہیں؟"

"آپ طیارے یا ہیلی کاپٹر کو کہاں بھیجیں گے۔ ہم خود نہیں جانتے کہ وہ کس ملک اور کس شہر سے آئیں گے۔ آپ ان کی فکر نہ کریں۔ وہ ٹھیک رات کے بارہ بجے آئیں گے اور تنہا آئیں گے۔"

"آپ حیران کر رہے ہیں۔ کیا وہ واقعی تنہا آئیں گے؟"

"جی ہاں۔ ان کے ساتھ ایک باڈی گارڈ بھی نہیں ہو گا۔ کیونکہ باڈی گارڈ وہ رکھتے ہیں' جو خود اپنی باڈی کی حفاظت کرنا نہیں جانتے۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ اپنے سربراہ کا مختصر سا تعارف بیان کر دو اور ان کا نام بتا دو؟"

"ابھی تو کوئی نام نہیں ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے' تب اس کا نام رکھا جاتا ہے۔ جب وہ آدھی رات کو تمہارے محل میں موجود ہو گا تو اپنا نام اور کام خود ہی بتا دے گا۔"

جن دنوں جمیلہ رازی عمان میں تھی' وہاں میں بھی اس کے ساتھ تھا اور وہاں کی اہم شخصیات کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ اس بار ان کے ذریعے شام کے اکابرین کے اندر بھی جگہ بنا لی۔ ان سب کی باتیں خاموشی سے سنتا رہا۔ میرے اندر یہ تجسس بڑھتا جا رہا تھا کہ وہ سربراہ کون ہے؟

تجسس اس لیے بھی بڑھ گیا کہ وہ تنہا دمشق کے شاہی محل میں آدھی رات کو آنے والا تھا اور ایسا تنہا کہ اس کے ساتھ ایک باڈی گارڈ بھی نہ ہوتا۔ ابھی اس کی آمد کو چودہ گھنٹے باقی تھے۔ مگر اس کی آمد کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ بہت ہی خطرناک کھلاڑی ہے۔

○☆○

بات محاصرے کی ہے۔ پہلے زمانے میں حملہ کرنے والی فوج کسی قلعے کا محاصرہ کرتی تھی اور قلعے کے اندر محفوظ رہنے والے بادشاہ اور اس کی فوج کو مجبور کرتی تھی کہ وہ قلعے کا بڑا دروازہ کھول کر ہتھیار ڈال دے اور حملہ آور کے سامنے گھٹنے ٹیک دے۔

کوئی بادشاہ اپنی فوج اور رعایا کے ساتھ کب تک قلعہ بند رہ سکتا ہے۔ جب راشن اور پانی ختم ہونے لگتا تو اسے مجبور ہو کر حملہ آور کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑتے تھے۔

سابقہ مشرقی پاکستان میں بھی پاکستانی فوج کو بڑی گہری سازش کے ذریعے گھیر لیا گیا تھا۔ وہاں ہر تیس چالیس میل کے فاصلے پر دریا بہتا ہے۔ مکتی باہنی والوں نے تمام دریا کے ساحلوں سے کشتیوں اور فیری سسٹم کو ختم کر دیا تھا تاکہ پاک آرمی کے جوان دریا پار کر کے دشمنوں کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ پھر راستوں میں بڑے بڑے درخت کاٹ کر گرا دیے تھے تاکہ فوجی گاڑیوں کے راستے رک جایا کریں۔ ان مکتی باہنی والوں نے بھارت میں رہ کر خاص طور پر ایسی تربیت حاصل کی تھی۔ اگر پاک آرمی کے لیے خشکی اور دریائی راستے صاف ہوتے تو پاکستانی سیاستدانوں کی کمزور پالیسیوں کے باوجود ہندوستان کبھی پاکستان کے ٹکڑے نہ کر پاتا۔ غلطی سیاستدانوں نے کی اور بدنامی پاکستان کے فوجیوں کے حصے میں آئی۔

میں یہ ذکر اس وضاحت کے لیے کر رہا ہوں کہ دشمن نے کیسی چالیں چلی تھیں اور کس طرح انہوں نے مکتی باہنی کے ذریعے پاک آرمی کو آگے بڑھ کر مقابلہ کرنے سے باز رکھا تھا لیکن جب گولیاں نہیں چلتیں اور سپاہی میدان جنگ میں نہیں آتے تو پھر سیاسی سرد جنگ جاری رہتی ہے۔

اس سیاسی جنگ میں منصوبے بنائے جاتے ہیں کہ دوسرے ملک کو اپنے ملک سے کس طرح کمتر اور کمزور بنایا جائے۔ ایسی جنگ میں ہتھیار استعمال نہیں ہوتے' حسین ترین عورتیں استعمال ہوتی ہیں۔ ایسی حسین عورتوں کو اتنی زبردست ٹریننگ دی جاتی ہے کہ وہ

شراب سے زیادہ نشہ آور بن جاتی ہیں۔

پھر یہ کہ لالچی کتے کس ملک میں نہیں ہوتے؟ کسی کو دولت جمع کرنے کا اور کسی کو اپنے ملک میں اپنی حکومت بنانے کا نشہ ہوتا ہے۔ وہ یہ نشہ پورا کرنے کے لیے بڑے ملکوں کے پاس یا اپنے ملک دشمنوں کے پاس اپنے ملک اور اپنی قوم کو گروی رکھ دیتے ہیں۔ ایسا ہی ایک لالچی شخص وزیر علی تھا۔ اسے بھارتی تنظیم "را" نے شپلا جیسی حسین ترین عورت پیش کی تھی۔ یہودی تنظیم "موساد" نے نہایت حسین عورت دینا دانیال پیش کی تھی۔ شپلا وزیر علی کی چوتھی سلمٰی اور دینا دانیال وزیر علی کی بہن طاہرہ بن کر پاکستان کے بہت سے اہم راز معلوم کرنے کے لیے نیویارک سے اسلام آباد جانے والی تھی۔

اس میں وزیر علی کا فائدہ یہ تھا کہ پاکستان میں اس کی کروڑوں کی جائداد ضبط ہو گئی تھی اور اس پر مقدمہ چل رہا تھا۔ اب امریکا کے اشارے پر مقدمہ ختم کر دیا گیا تھا اور اسے کروڑوں کی جائداد پاکستان پہنچتے ہی ملنے والی تھی۔ پھر یہ کہ اسے وہاں ایک بہت بڑا سرکاری عہدہ حاصل رہا تھا تاکہ پاکستان میں وی آئی پی اور اعلیٰ سیاستدانوں کی سوسائٹی میں شپلا اور دینا دانیال کو اپنے حسن کے جادو جگانے کے مواقع ملتے رہیں۔

یہ محض ایک وزیر علی کا قصہ ہے۔ ورنہ پاکستان میں ایسے بکنے والے گھوڑے امریکا' اسرائیل اور بھارت سے آتے رہتے ہیں۔ یوں ان کے ذریعے پورے پاکستان کا محاصرہ کیا جا رہا ہے یہ سیاسی محاصرے بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ ایک ملک اور قوم کو ڈوبنے کا اس وقت پتا چلتا ہے جب پانی سر سے گزر جاتا ہے۔

ثانی ان دنوں ٹرانسفارمر مشین کے انچارج اور اس کے ماتحت ٹیکنیشن جان مائیکل کو ٹریننگ دینے میں مصروف تھی۔ اس لیے شی تارا نے وزیر علی اور شپلا کو سنبھال لیا تھا۔ ان کے دماغوں میں رہ کر ان کے ماضی اور حال کی ایک ایک بات معلوم کر لی تھی اور تمام باتیں علی تیمور کو بتاتی رہتی تھی۔ وزیر علی کی بہن بننے والی دینا دانیال چونکہ یوگا کی ماہر تھی اس لیے اس کے چور خیالات پڑھے نہیں جا سکتے تھے۔

علی خاموش بیٹھنے والوں میں سے نہیں تھا۔ وہ فرصت کے لمحات میں آئندہ کام آنے والی معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ اس نے ثانی سے کہا۔ "ہم یہاں پارس اور شی تارا بن کر مائیک ہمارے اور سپرا سٹر کے لیے مسئلہ بننا چاہتے تھے مگر اب حالات بدل گئے ہیں۔"

"ہاں مائیک ہمارے آئندہ ہم سے دشمنی نہیں کر سکے گا۔" شی تارا نے کہا۔ "وہ تو مجھ سے دشمنی کر رہا تھا۔ ہندوستان سے میرے پیچھے پڑا ہوا تھا اور میں نے چیلنج کیا تھا کہ ماں جی اور پوجا کو اس کی قید سے نکال لاؤں گی۔"

علی نے کہا۔ "تمہارا یہ چیلنج بھی پورا ہو گا مگر ذرا اور صبر کرو۔ کیا یہ تمہارے لیے خوشی کی بات نہیں ہے کہ پوجا نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیا ہے؟"

"خوشی کی بات ہے۔ مگر وہ اپنی نہیں رہی ہے۔ میں اس سے بہت پیار کرتی ہوں۔"

"پیار میں پاگل ہونے والے میں نے دو ہی دیکھے ہیں۔ ایک تم ہو اور دوسرا پارس۔ انسان کو وقت کے ساتھ ساتھ سنجیدہ اور بردبار ہونا چاہیے۔"

"کیا میں پوجا کو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے چھوڑ دوں؟"

"ہاں انتظار کرو۔ وہ دشمن بن کر ایک دن تمہارے یا ہمارے مقابلے پر آئے گی تو ہم اسے ٹریپ کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے' میں انتظار کروں گی اور ایک دن ضرور اسے قابو میں کروں گی لیکن ماں جی؟"

"وہ دو چار روز میں دہلی پہنچ جائیں گی۔ چاہو تو تم بھی ہندوستان واپس جا سکتی ہو۔"

شی تارا نے حیرانی سے پوچھا۔ "ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ ماں جی کو کہاں قید کر کے چھپایا گیا ہے۔ پھر آپ دو چار روز میں انہیں دہلی کیسے پہنچا دیں گے؟"

"کیا پارس جب کبھی ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے تو تمہیں حیرانی ہوتی ہے؟"

"ہاں' میں حیرانی سے سوچتی رہ جاتی ہوں کہ ذہانت کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ صرف اسے استعمال کرنے کا ہنر آنا چاہیے۔"

"یہ ہنر ہم دونوں بھائیوں کو آتا ہے۔ تم اطمینان رکھو اور مجھے وزیر علی کے متعلق تفصیل سے بتاتی رہو۔"

ثانی نے پوچھا۔ "تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"میں ایکشن میں رہنا چاہتا ہوں۔ پاپا تمہیں ایک کے بعد دوسرا کام سونپتے رہتے ہیں۔ تم مصروف رہتی ہو اور میں بور ہوتا رہتا ہوں۔ اس لیے وزیر علی بن کر پاکستان جاؤں گا۔"

"کیا؟" ثانی نے گھور کر پوچھا۔ "تم شپلا کے شوہر بن کر جاؤ گے؟"

"شوہر بننے کی مشق کرتا رہوں گا۔ آخر ایک دن تمہارا شوہر بننا ہے۔"

"اگر تم شپلا کے ساتھ جاؤ گے تو میں کبھی تم سے شادی نہیں کروں گی۔"

شی تارا نے پوچھا۔ "آخر تم دونوں شادی کیوں نہیں کر لیتے؟"

"مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ عورت زنجیر پہنائے۔"

ثانی نے کہا۔ "اور مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ تم مجھے زنجیر پہناؤ۔"

شی تارا نے کہا۔ "ایسے تو تم دونوں کی شادی کبھی نہیں

ہوگی۔"

"اس سے اچھی بات کیا ہے کہ ہم گھریلو مسائل اور بچوں کے جھمیلوں سے محفوظ رہیں گے۔ بائی دی وے' کام کی بات کرو۔ تم دونوں میں سے کوئی شلپا پر دوبارہ تنویمی عمل کرے اور اس کے ذہن میں یہ نقش کرے کہ وہ خلوت و جلوت میں کبھی بیوی کی حیثیت سے قریب نہ آئے۔"

ثانی سے مسکرا کر محبت سے علی کو دیکھا پھر کہا۔ "میں شلپا پر یہ عمل ضرور کروں گی۔"

شی تارا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "کاش میں دنیا کی تمام حسین عورتوں پر ایسا عمل کر سکتی کہ وہ خلوت میں اور جلوت میں میرے پارس کے قریب نہ جائیں۔"

ثانی اور علی ہنسنے لگے۔ ثانی نے کہا۔ "تمہارے پارس میاں کی دم ٹیڑھی ہے' وہ کبھی سیدھی نہیں ہوگی۔"

شی تارا نے پوچھا۔ "کچھ معلوم ہوا کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے کئی دنوں سے رابطہ نہیں کیا ہے۔"

"کیا اس کے پاس جانا چاہتی ہو؟"

"علی بھائی! آپ نے ماں جی کو سپر ماسٹر کی قید سے رہائی دلا کر ہندوستان بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ ایک وعدہ یہ بھی کریں کہ مجھے پارس کے پاس پہنچا دیں گے۔"

علی نے ثانی سے کہا۔ "پاپا! سے رابطہ کرو۔ ان سے کہو' میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

ثانی نے مجھے مخاطب کیا پھر علی کا پیغام دیا۔ میں نے اس کے پاس آکر پوچھا۔ "کیا بات ہے بیٹے؟"

وہ میری باتوں کا جواب دینے کے لیے اونچی آواز میں بولنے لگا تاکہ ثانی اور شی تارا بھی سنتی رہیں۔ اگرچہ وہ علی کے دماغ میں آکر سن سکتی تھیں لیکن ان دونوں نے اضافی خیال خوانی نہیں کی۔

علی نے کہا۔ "پاپا! یہ اچھی بات ہے کہ پوجا نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرلیا ہے۔ وہ ہمیں کبھی نہ کبھی مل جائے گی لیکن شی تارا اپنی ماں جی کے لیے پریشان ہے۔ آپ ماں جی کو سپر ماسٹر کی قید سے رہائی دلا سکتے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"آپ ایم آئی ایم کے مجاہدیا سربراہ بن کر سپر ماسٹر سے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے جس طیارے کو اغوا کرکے جزیرے پہنچایا تھا' اس میں شی تارا اور پارس موجود تھے۔ شی تارا نے خیال خوانی کرکے مجاہدین کی مدد کی تھی۔ اب اس کے عوض وہ چاہتی ہے کہ اس کی ماں جی کو فوراً ہندوستان واپس پہنچا دیا جائے۔ میرا خیال ہے' وہ ماں جی کو رہا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "بیٹے! یہ شرط اس وقت مناسب ہوتی جب وہ آٹھوں مجاہد امریکا سے باہر جانے کی شرائط منوا رہے تھے۔ اب تو وہ جا بھی چکے ہیں۔"

"انہیں جانے دیں۔ آپ اور ہم سب مل کر ایم آئی ایم کے مجاہدین کے کردار ادا کرسکتے ہیں۔"

"اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ میری ہونے والی بہو بھی دائی ماں ہندوستان پہنچ جائیں گی۔"

ثانی نے کہا۔ "واہ پاپا! آپ شی تارا کو اپنی ہونے والی بہو بھی مانتے ہیں اور اسے اپنے بیٹے سے دور بھی رکھتے ہیں۔ کم از کم اسے یہ تو بتا دیں کہ وہ شیطان کہاں ہے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ عجیب بات ہے کہ بعض اوقات کسی کی بہت زیادہ تعریف کرتے وقت اسے پیار سے شیطان کہا جاتا ہے۔"

علی نے کہا۔ "پاپا! یہ ثانی' پارس کو جتنا چاہتی ہے' اتنا ہی اس سے لڑتی بھی رہتی ہے۔ میرا خیال ہے پارس نے اسے اتنے برے خطابات کسی سے حاصل نہیں کیے ہوں گے جتنے کہ ثانی اسے دے چکی ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "آپ لوگوں کی باتوں میں میری بات رہ گئی ہے۔ آخر وہ ہے کہاں؟"

"ہندوستان کے ایک چھوٹے سے شہر میں کشمیر کے قریب تھا۔ انالانا اور عادل اس کے ساتھ تھے۔ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ دشمن عکس منعکل کرنے والے آلات کے ذریعے سیاچن تک پہنچنے کے لیے اب کیا کرنے والے ہیں لیکن پارس نے ڈی کو سوار اپنے قابو میں کرکے ان کی تمام پلاننگ چوپٹ کر دی ہے۔ میں نے پارس سے کہا ہے کہ وہ فی الحال واپس آجائے۔ دشمن اب عکس منعکل کرنے والے آلات استعمال کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ انہیں یہی اندیشہ رہے گا کہ پارس ان کا توڑ کرنے کے لیے پہنچ جائے گا۔"

"اگر دشمنوں کو کسی طرح پتا چلے گا کہ پارس اب وہاں نہیں ہے تو وہ عکس منعکل کرنے والے آلات لے کر ہندوستان کے راستے سیاچن تک پہنچیں گے۔"

"بیٹے! میں نے صرف پارس کو وہاں سے ہٹایا ہے۔ انالانا اور عادل اپنی ایک ٹیم کے ساتھ وہاں موجود ہیں۔ دشمن ان کے لیے مسئلہ بنیں گے تو ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔"

شی تارا نے کہا۔ "پاپا! باتیں پھر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہیں۔ مگر یہ بات نہیں آرہی کہ وہ کہاں ہے؟"

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "وہ کون؟ میں نے سنا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان میں عورتیں ان کے نام نہیں لیتیں۔ انہیں 'وہ' کہتی ہیں یا پھر کہتی ہیں "اجی سنئے" کیا تم اسی "اجی وہ" کے متعلق پوچھ رہی ہو؟"

اس بات پر ثانی اور علی قہقہے لگانے لگے۔ شی تارا جھینپ کر بولی۔ "جانے دیں پاپا! آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تمہارا جھینپنا اور شرمانا اچھا لگ رہا ہے۔ میں یہ تو نہیں بتاؤں گا کہ وہ کہاں ہے؟ مگر تمہیں وہاں پہنچا دوں گا۔ ذرا انتظار کرو۔ پہلے تمہاری ماں جی کا مسئلہ حل کرنا ہے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ میں ایک گھنٹا پہلے ایم آئی ایم کے ان مجاہدین کی آوازیں سن چکا تھا اور ان کے اندر پہنچ چکا تھا' جو اردن اور شام میں تھے۔ ایم آئی ایم کے پراسرار سربراہ کے سیکریٹری نے بھی دونوں ملکوں کے حکمرانوں سے آج رات بارہ بجے سربراہوں کی ملاقات کا وقت مقرر کیا تھا۔

میں نے اس سیکریٹری کی آواز اور لہجے میں فون کے ذریعے اردن اور شام کے اکابرین کو مخاطب کیا پھر کہا۔ "ہمارے جن آٹھ مجاہدین نے طیارہ اغوا کیا تھا اس سلسلے میں ایک اہم بات بیان کرنے کے لیے رہ گئی ہے اور وہ بات یہ ہے کہ اس اغوا کیے جانے والے طیارے میں شی تارا اور پارس بھی موجود تھے۔"

اردن اور شام کے اکابرین نے پوچھا۔ "اس اہم بات کا ہم سے کیا تعلق ہے؟"

"تعلق یہ ہے کہ شی تارا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجاہدین کی زبردست حمایت کی تھی اور سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مخالفت سے روک رکھا تھا۔ یہ بات ابھی سپر ماسٹر کو بتاؤ اور کہو کہ ہم شی تارا کے احسان کا بدلہ اتارنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا سپر ماسٹر صرف چند گھنٹوں کے اندر شی تارا کی ماں جی کو قید سے رہا کردے اور کسی بھی پہلی فلائٹ میں ہندوستان روانہ کردے۔"

"لیکن یہ سپر ماسٹر کا معاملہ ہے۔ آپ ہم سے شی تارا اور اس کی ماں کی بات کیوں کر رہے ہیں؟"

"ہم اسلامی ممالک کو اسرائیل سے معاہدہ کرنے سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔ معاملہ اسلامی ممالک کا ہے مگر ہم نے امریکا کا طیارہ اغوا کیا تھا۔ لہٰذا اس بحث میں نہ پڑو کہ کون سا معاملہ کس کا ہے۔ جہاں مفاد پرستی ہوتی ہے وہاں تمہارے' امریکا کے اور اسرائیل کے مفادات ایک ہو جاتے ہیں۔ میں ایک گھنٹے کے اندر یہ سننا چاہتا ہوں کہ شی تارا کی ماں شام سے پہلے کسی فلائٹ میں روانہ ہو چکی ہے۔ اگر یہ خوشخبری نہ ملی تو شام کے چھ بجے کے بعد امریکا' اردن اور شام کے کسی ائرپورٹ سے کوئی طیارہ پرواز نہیں کرسکے گا اور اگر کرے گا تو فضا میں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

میں نے فون بند کردیا۔ پھر اُن ممالک کے اکابرین کے دماغوں میں باری باری جا کر معلوم کرنے لگا کہ وہ کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ وہ ہوٹ لائن پر سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران سے گفتگو کر رہے تھے اور انہیں میری یعنی ایم آئی ایم کے سربراہ کے سیکریٹری کی دھمکیاں سنا رہے تھے۔

فوج کے اعلیٰ افسران ٹیلش میں آگئے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ وہ ائرپورٹ پر ایسے سخت انتظامات کریں گے کہ کوئی تخریب کار کسی طیارے کے قریب نہیں جا سکے گا۔

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ امریکا کے کس شہر کے ائرپورٹ سے جہاز کی پروازوں کو روکنے کی دھمکی دی گئی ہے۔ پھر یہ کہ اردن اور شام کے بڑے شہروں کے ائرپورٹ میں بھی یہی واردات ہوگی۔ لہٰذا یہ ٹیلش میں آنے کا وقت نہیں ہے۔"

بری فوج کے اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم اس نئی تنظیم کا ہر مطالبہ مانتے جائیں؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "آپ یہ تو دیکھیں کہ مطالبہ کتنا معمولی اور فضول سا ہے۔ وہ ایم آئی ایم والے شی تارا کا احسان چکانے کے لیے صرف اس کی ماں کی رہائی چاہتے ہیں۔ اگر وہ پوجا اور پاشا کا مطالبہ کرتے تو ہم ہرگز تسلیم نہ کرتے۔ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے پاس ہی رہیں گے۔"

سپر ماسٹر کی اس بات میں وزن تھا۔ وہ واقعی ایک بوڑھی عورت کی خاطر اس ایم آئی ایم تنظیم والوں کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے' جن کے گمنام اور پراسرار سربراہ سے آدھی رات کو ملاقات ہونے والی تھی۔ اس ملاقات کے لیے سپر ماسٹر کا نائب اور فوج کے تین بہت بڑے افسران دمشق پہنچنے والے تھے۔

میں نے ایک گھنٹے بعد فون کیا تو اردن اور شام کے اکابرین نے خوشخبری سنائی کہ مطالبہ تسلیم کرلیا گیا ہے اور ماں جی کو شام سے پہلے کسی بھی فلائٹ میں ہندوستان روانہ کردیا جائے گا۔

میں نے شی تارا کو یہ خوشخبری سنائی۔ وہ بولی۔ "پاپا! آپ بہت اچھے ہیں۔ آپ کو تو یہ معلوم ہوگا کہ انہوں نے ماں جی پر تنویمی عمل کیا ہے اور انہیں مجھ سے متنفر کردیا ہے۔"

"میں سب جانتا ہوں۔ ماں جی کو تنہا دہلی جانے دو۔ وہاں ہمارے بندے ان کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ جب تمہیں فرصت ملے تو ماں جی کے اندر پہنچ کر پہلے تنویمی عمل کا توڑ کرلینا پھر وہ تمہاری پہلی جیسی دائی ماں بن جائیں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ اب آپ دوسری خوش خبری سنائیں؟"

"یعنی تمہارے اُن کی بات کروں۔ وہ ابھی ایک مسافر ہے۔ سفر کر رہا ہے۔ تم اپنی ٹیلی پیتھی کو کام میں لاؤ اور دمشق کا ویزا تیار کراؤ۔ دو گھنٹے کے اندر جو بھی فلائٹ دمشق جاتی ہے اس میں ایک سیٹ حاصل کرلو۔ پارس تمہیں وہیں ملے گا۔"

"معلوم ہوتا ہے دمشق میں کوئی اہم معاملہ درپیش ہے۔ مجھے کچھ بتائیں؟"

میں نے کہا۔ "ایم آئی ایم کے مقاصد بڑے نیک ہیں لیکن اس تنظیم کا سربراہ بہت ہی مکار اور خطرناک ہے۔ آج دمشق کے وقت کے مطابق رات بارہ بجے خود کو ظاہر کرے گا۔ وہاں اردن اور شام کے اکابرین کے علاوہ نائب سپر ماسٹر اور فوج کے تین بڑے افسران ہوں گے۔ اس ملاقات کے سلسلے میں بڑے سخت انتظامات

کیے جارہے ہیں۔"

شی تارا نے پوچھا۔ "کیا اس پراسرار سربراہ کو اپنی گرفتاری کا خوف نہیں ہے؟"

"شاید نہیں ہے۔ اسی لیے وہ تمام اکابرین سے ملاقات کرنے تھا جائے گا۔ وہ نادان تو نہیں ہوسکتا لیکن کوئی اتنا بڑا شاطر ہے کہ پارس ہی اس کا صحیح جغرافیہ معلوم کرسکے گا۔"

"سمجھ گئی پاپا! میں ابھی سفر کی تیاری کرتی ہوں۔"

میں اُس کے پاس سے چلا آیا۔ دوسری طرف ثانی وزیر علی کے خیالات پڑھ کر علی کو اس کے بارے میں ایک ایک تفصیل بتا رہی تھی۔ اس سے پہلے شی تارا' علی کو بہت کچھ بتا چکی تھی۔ علی نے کہا۔ "میں نے وزیر علی اور شلپا دینا دانیال ہمارے لیے کسی حد تک اجنبی رہے گی۔ تم شلپا کے دماغ میں رہ کر دینا دانیال کی معصومیات معلوم کرسکتی ہو مگر اُس کے اندر کی چھپی ہوئی باتیں نہیں معلوم کرسکوگی۔ اگر اس کے اندر کوئی راز چھپا ہوا ہے تو وہ مجھے آگے چل کر نقصان پہنچائے گا۔"

ثانی نے کہا۔ "پھر تو یہی راستہ رہ گیا ہے کہ دینا دانیال کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اسے اپنی معصولہ اور تابعدار بنایا جائے۔ پھر اس کے اندر کی کوئی بات ہم سے چھپی نہیں رہے گی۔"

شلپا اور وزیر علی پہلے ہی ثانی کے معمول اور تابعدار تھے۔ ان کے ذریعے دینا دانیال کو اعصابی کمزوری کی دوا کھلانا کچھ مشکل نہ تھا۔ ثانی نے صرف چند گھنٹوں میں اس کے اندر جگہ بنالی۔ اس کا تعلق اسرائیل کی بدنام زمانہ تنظیم "موساد" سے تھا۔ ثانی نے اُس کے چور خیالات کے ذریعے سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ یہودی خفیہ تنظیم جس کا گمنام یا نادیدہ سربراہ داؤد منڈولا تھا' اس کا تعلق "موساد" سے کس حد تک ہے؟

معلوم ہوا کہ آدم برادرز کہلانے والوں کی یہودی خفیہ تنظیم اتنی پراسرار ہے کہ "موساد" سے تعلق رکھنے والے بھی اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے لیکن یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ خفیہ یہودی تنظیم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے "موساد" والوں کے دماغوں میں ضرور جاتے ہوں گے اور موساد والوں کی معصومیات سے بھی آگاہ رہتے ہوں گے۔

دینا دانیال کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ یوگا کی ماہر ہے۔ کوئی اُس کے دماغ میں نہیں آسکتا ہے۔ ثانی نے سوچا' اگر کوئی اس کے اندر آتا ہوگا اور وہ اس کی مخصوص سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہوگی تب بھی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ثانی جب بھی اس کے اندر جائے گی' خاموش رہا کرے گی۔ اس طرح شاید کسی چھپے ہوئے خیال خوانی کرنے والے کو اس کے اندر سن سکے۔

دینا دانیال کے پاس ایک مخصوص قسم کا پرفیوم تھا۔ جب وہ اسے اپنے بدن پر تھوڑا سا اسپرے کرتی تھی تو اس کی خوشبو ایسی عجیب و غریب کشش ہوتی تھی کہ بڑے سے بڑا پارسا بھی اُس کی طرف کھنچا چلا آتا تھا۔ پھر جو ایک بار اس کا اسیر ہوتا تھا' وہ پھر رہائی نہیں پاسکتا تھا۔ وہ اس سے اُس کے ملک کے اہم راز معلوم کرنے کے بعد اسے جہنم میں پہنچا دیتی تھی۔ چونکہ ورزش وغیرہ کرتی تھی' یوگا میں مہارت حاصل تھی اس لیے بہترین فائٹر بھی تھی۔ وہ موساد کے جن اہم افراد اور راہنماؤں سے خفیہ رابطے رکھتی تھی اور جتنے کوڈ ورڈز وغیرہ ادا کرتی تھی' وہ سب ثانی نے معلوم کرلیے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ آج شام کو موساد کے ایک اہم فرد سے ملنے جائے گی۔ وہ شخص اسے وزیر علی' شلپا اور خود اس کے نئے پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ دے گا۔ اس شخص نے بتایا ہے کہ پاکستان جانے کے لیے ایک فلائٹ میں ان تینوں کی سیٹیں ریزرو ہوچکی ہیں۔

ثانی نے یہ تمام باتیں علی کو بتادیں پھر کہا۔ "آج ہی رات کو وزیر علی بن جاؤ اور اصل وزیر علی کو غائب کردو۔ کیونکہ وہ تینوں کل یہاں سے پاکستان جارہے ہیں۔"

ثانی کو دینا دانیال کا پروگرام معلوم ہوچکا تھا۔ وہ آج شام موساد کے ایک اہم فرد سے ملنے جارہی تھی۔ شلپا اور وزیر علی کے خیالات نے بتایا کہ وہ رات کو ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں کھانے کے لیے جائیں گے۔ علی نے کہا۔ "تم وزیر علی کو اپنے قابو میں کرکے میرے ہوٹل والے کمرے میں پہنچادو۔ میں اُس کمرے میں جارہا ہوں۔ پھر ایک گھنٹے بعد خود وزیر علی بن کر کمرے سے نکل آؤں گا اور اُس اصل کو اس کے اصل انجام تک پہنچادوں گا۔"

"یعنی میں ایک گھنٹے تک اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھوں گی تاکہ وہ تمہارے وزیر علی بننے کے دوران کوئی گڑبڑ نہ کرے۔"

"ہاں' میں یہی چاہتا ہوں کہ میرے میک اپ کے دوران گڑبڑ نہ ہو۔"

"مگر علی! ایک گھنٹے تک میں اسے قابو میں نہیں رکھ سکوں گی کیونکہ مجھے شلپا پر بھی دوبارہ تنویمی عمل کرنا ہے تاکہ وہ کبھی خیالی میں تمہاری پارسائی کو داغدار نہ کرے۔"

"ہوں۔ تمہارا شلپا کے پاس رہنا بھی ضروری ہے۔"

"میں باربرا سے کہتی ہوں وہ وزیر علی کے دماغ کو اپنی مٹھی میں رکھے گی۔ پھر تم اطمینان سے بہروپ بدل سکوگے۔"

دونوں نے یہ طے کیا پھر ثانی نے باربرا کے پاس آکر پوچھا۔ "تم مصروف تو نہیں ہو؟"

باربرا نے کہا۔ "پاپا! کئی جگہ مصروف ہیں۔ وہ تاجستان میں دماغی طور پر حاضر نہیں رہ سکتے تھے اس لیے مجھے جمیلہ کے پاس رہنے کو کہا ہے۔ کیا مجھ سے کوئی کام لینا چاہتی ہو؟"

"ہاں' کام تو ہے۔ کوئی بات نہیں میں جے مورگن سے یہ کام کرالوں گی۔"

اُس نے جے مورگن سے رابطہ کیا پھر اسے علی اور وزیر علی کے بارے میں بتایا۔ اس کے بعد جے مورگن کو وزیر علی کے اندر پہنچایا۔ مورگن اُس کے اندر رہ کر علی کے ہوٹل والے کمرے میں پہنچا۔ علی نے ایک بڑے سے آئینے کے سامنے میک اپ کا تمام سامان رکھا۔ پھر اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرنے لگا۔

نیویارک میں ثانی اور علی کی وہ آخری ملاقات تھی۔ کیونکہ وزیر علی بننے کے بعد علی کو شلپا اور دینا دانیال کے پاس جاکر رہنا تھا۔ پھر دوسرے دن وہ تینوں وہاں سے پاکستان روانہ ہونے والے تھے۔

ایک گھنٹے میں میک اپ مکمل ہوگیا۔ جے مورگن نے وزیر علی کی زبان سے کہا۔ "علی بھائی! میں وزیر علی کے اندر رہ کر اس کی ذہانی سمجھ رہا ہوں۔ یہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنا ہم شکل وزیر علی دیکھ کر سوچ رہا ہے کہ اس کا ہمزاد کہاں سے پیدا ہوگیا۔ میں نے ابھی تک اسے غائب دماغ رکھا تھا۔ اب اسے ڈھیل دے رہا ہوں۔"

علی نے اٹھ کر آئینے میں خود کو ہمزاد جیسے سے دیکھا پھر مطمئن ہوکر کہا۔ "مورگن! اسے آزاد چھوڑ دو۔ مگر تم موجود رہو تاکہ یہ کسی وقت شور نہ مچائے۔"

جے مورگن نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ دماغ آزاد ہوتے ہی وزیر علی چونک کر کھڑا ہوگیا پھر علی کو دیکھ کر بولا۔ "تم کون ہو؟ میں نے تھوڑی دیر پہلے تمہیں دیکھا تھا۔ کچھ کہنا بھی چاہتا تھا لیکن کہہ نہ سکا۔ میں بالکل بے اختیار سا ہوکر رہ گیا تھا؟ یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ وہ جگہ ہے' جہاں انسان کے بُرے اعمال کا حساب ہوتا ہے۔ تمہارا بھی حساب ہونے والا ہے۔"

"کیا بکواس کررہے ہو؟ اب میں کچھ سمجھ رہا ہوں۔ یہ سب ٹیلی پیتھی کا چکر تھا' جس کی وجہ سے میں غائب دماغ ہوگیا تھا۔ کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

علی نے کہا۔ "تم وزیر علی ہو۔ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہو۔ پھر اپنے سامنے والے عکس سے یہ سوال کیوں کررہے ہو؟"

"میرا عکس نہیں' کوئی فراڈ ہو۔"

"عکس نہ سہی۔ تمہارا ہمزاد تو ہوں۔ خدا نے تمہیں اور تمہارے ہمزاد کو ماں کے پیٹ سے مُبرا بنا کر پیدا نہیں کیا تھا۔ جب ہم اور تم پیدا ہوئے تو بالکل معصوم تھے۔ پھر تم جوان ہوکر دولت اور اقتدار کے اتنے لالچی کیوں بن گئے کہ بھارت تنظیم را کی ایجنٹ کو بیوی بنا کر اور اسرائیلی تنظیم موساد کی ایجنٹ کو بہن بنا کر اپنے ہی پاکستان کے خلاف جاسوسی اور تخریب کاری کے لیے لے جارہے ہو؟"

وہ پریشان ہوکر بولا۔ "تم کون ہو؟ ہمارے متعلق یہ باتیں کیسے جانتے ہو؟"

"تم میرے ہمزاد ہو۔ میں تمہارا ہمزاد ہوں۔ پھر ہماری تمہاری باتیں ایک دوسرے سے کیسے چھپی رہ سکتی ہیں؟"

"اگر تم باتیں بناتے رہوگے اور اپنی اصلیت نہیں بتاؤ گے تو اِس کمرے سے زندہ نہیں جاسکوگے۔"

"ہاں رانے اور موساد نے اس لیے بھی تمہارا انتخاب کیا ہے کہ تم بڑے شہ زور ہو۔ کوئی تمہارے مقابل آجائے تو اسے زندہ نہیں چھوڑتے۔"

"جب اتنا جانتے ہو تو پھر دوست بن کر باتیں کرو۔ ہوسکتا ہے میں تمہیں اپنا کام کا آدمی بنا کر زندہ چھوڑ دوں۔"

"میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ مجھے مار ڈالنے کے بعد تم زندہ کیسے رہوگے؟ کیونکہ میں وزیر علی ہوں۔ میں مروں گا تو گویا تم مروگے کیونکہ تم بھی وزیر علی ہو۔ ہم شکل ہو۔ ہمزاد ہو۔ ایک ساتھ پیدا ہوئے ہیں ایک ساتھ مریں گے۔ کیا میری بات سمجھ میں آرہی ہے؟"

اُس نے حملہ کیا لیکن خود ایک الٹا ہاتھ کھا کر پیچھے چلا گیا۔ اسے یوں لگا جیسے علی کا ہاتھ نہیں لوہے کی سلاخ منہ پر پڑی ہو۔ بند ہونٹوں کے اندر گرم گرم لہو بھر گیا تھا۔ اسے لہو تھوکنا پڑا۔ ایک طرف کا جبڑا ہل کر رہ گیا تھا۔

علی نے کہا۔ "نیکی اور بدی میں سے نیکی کو قائم رہنا چاہیے۔ میں وزیر علی نیکی ہوں تم وزیر علی بدی ہو۔ لہٰذا مجھے قائم رہنے کے لیے بدی کو مٹنا چاہیے۔"

وہ اپنے منہ سے لہو پونچھتے ہوئے بولا۔ "مرد ہو تو جسمانی قوت سے مقابلہ کرو۔ تم مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کمزور کررہے ہو۔"

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہوں اور جو جانتا ہے' وہ غیر جانبدار ہے۔ تمہیں کمزور نہیں بنا رہا ہے۔ ہمارے درمیان صرف اس لیے موجود ہے کہ تم شور مچا کر ہوٹل والوں کو متوجہ نہ کرسکو۔"

وزیر علی نے سمجھا کہ اس کا مقابل باتوں میں الجھ کر ذرا غافل ہوگیا ہے۔ اُس نے اچانک پھرتی سے حملہ کیا۔ اِس بار ناک پر گھونسا پڑا۔ یوں لگا جیسے سانسیں رکنے لگی ہوں۔ وہ جلدی جلدی منہ کھول کر سانسیں لینے لگا۔ علی نے کہا۔ "دشمن ہمیشہ یہ سمجھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں کہ ہم اُن سے ہاتھ پاؤں سے لڑ رہے ہیں۔ جبکہ ہم دماغ سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اس لیے باتیں کرتے وقت بھی دماغ حاضر رہتا ہے۔ غافل نہیں رہتا۔"

یہ کہنے کے بعد اُس نے وزیر علی کی باقاعدہ پٹائی شروع کردی۔ صرف ایک منٹ کے اندر وہ نیم مردہ سا ہوکر فرش پر چاروں شانے چت ہوگیا۔ اس نے اس کے حلق پر ایک پیر کا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔ "تم ایک اسلامی ملک پاکستان کی شہ رگ کاٹنا چاہتے تھے۔ میں نے تمہاری شہ رگ پر پاؤں رکھ دیا ہے تاکہ تمہارے جیسے مسلمان نما کافر کو کلمہ پڑھنا بھی نصیب نہ ہو۔"

اس کے ایک پاؤں کا دباؤ اس کے حلق پر بڑھتا گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک پھڑپھڑاتا رہا پھر اس کا جسم ساکت ہوگیا۔ اس وزیر علی کی لاش پر دوسرا وزیر علی کھڑا ہوا تھا۔ جے مورگن نے آکر کوڈورڈز ادا کرتے ہوئے کہا۔ "علی بھائی! میں اس کے مردہ دماغ سے نکل آیا ہوں۔ میرے لائق کوئی اور خدمت؟"

"تمہارا بہت بہت شکریہ مورگن! تم جاسکتے ہو۔ میں اس کی لاش کو ٹھکانے لگادوں گا۔"

جے مورگن چلا گیا۔ لاش کو کہیں لے جا کر ٹھکانے نہیں لگانا تھا۔ علی نے پہلے ہی انتظامات کررکھے تھے۔ ایک پرٹیوم کی شیشی میں تیزاب لے آیا تھا۔ اس نے وزیر علی کے تمام کپڑے اتار دیے۔ اس کے چہرے اور جسم کے مخصوص نشانات کو تیزاب کے ذریعے بگاڑ دیا۔ ایک تھیلے میں اپنا اور اس کا لباس رکھ لیا۔ اپنی اپنچی ہوئی کار کے اس کمرے میں چھوڑ دی۔ اس اپنچی میں اس کا وہ پاسپورٹ اور کاغذات وغیرہ تھے جن میں اس کا جعلی نام اور جعلی تصویریں تھیں۔ پولیس تفتیش کرتی تو یہی ظاہر ہوتا کہ اس پاسپورٹ والا جو شخص ہوٹل میں آیا تھا' اسے کسی نے قتل کرکے اس کا چہرہ بگاڑ دیا ہے۔

وہ بیگ لے کر ہوٹل سے باہر آگیا۔ وزیر علی اپنی بیوی شلپا عرف سلمٰی کے ساتھ ایک کالج میں مقیم تھا۔ وہ کالج میں پہنچا تو شلپا نہیں تھی۔ دینا دانیال باہر جانے کی تیاریاں کررہی تھی۔ علی نے پوچھا۔ "کیا ایجنٹ کے پاس نئے پاسپورٹ اور ٹکٹ لینے جارہی ہو؟"

"ہاں' مجھے واپسی میں دیر ہوگی۔ شلپا کہاں ہے؟"

"یہی میں تم سے پوچھنے والا تھا۔"

دروازے سے آواز آئی۔ "میں حاضر ہوں۔ میری اتنی فکر نہ کرو۔"

علی نے کہا۔ "فکر کیوں نہ کریں۔ تم پہلی بار امریکا آئی ہو۔ راستہ بھٹک سکتی ہو۔ غلط لوگوں کے ہاتھوں میں پڑ سکتی ہو۔"

شلپا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم تو ایسے فکر کررہے ہو جیسے سچ مچ میرے شوہر ہو۔"

دینا دانیال نے کہا۔ "شلپا! ایسی ہی فکر اور ایسی ہی ایکٹنگ تمہاری میں بھی کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کوئی دشمن ہمیں چھپ کر دیکھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ میں کہتی ہوں دیواروں کی آنکھیں بھی ہوتی ہیں۔ اس لیے تمہیں وزیر بھائی جان کی سچ مچ کی بیوی اور مجھے سچ مچ کی بہن بن کر رہنا چاہیے۔"

شلپا نے آگے بڑھ کر علی کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا۔ "طاہرہ باجی (دینا دانیال) درست کہتی ہیں۔ ہمیں اداکاری میں حقیقت کا رنگ بھرنا چاہیے۔"

علی بوکھلا سا گیا۔ وہ کبھی کسی لڑکی کے قریب جانا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ اسے اتنی بڑی دنیا میں صرف ٹائی سے لگاؤ تھا۔ وہ جلدی سے شلپا کی بانہوں کو گردن سے ہٹا کر بولا۔ "یہ... یہ کیا کررہی ہو؟"

"حقیقت کا رنگ بھر رہی ہوں۔ عجیب بات ہے۔ پہلے میں تم سے کتراتی تھی اور سمجھاتی تھی کہ صرف نمائشی میاں بیوی بن کر رہو۔ اب تم مجھ سے کترا رہے ہو۔"

"ہاں۔ وہ... وہ اس لیے کہ تم اور دینا مسلمان بنی ہوئی ہو۔ مسلمانوں میں ایک بہن کے سامنے اس کی بھابی اس کے بھائی کے گلے لگے تو اسے بے حیائی کہتے ہیں۔"

شلپا نے قائل ہو کر کہا۔ "کہتے تو تم بھی درست ہو۔ کوئی بات نہیں۔ ہم تنہائی میں سچی اداکاری کریں گے۔"

علی کا خون خشک ہونے لگا۔ اسے ٹائی پر غصہ آرہا تھا کہ اس نے ابھی تک شلپا پر دوبارہ عمل کرکے اسے دور دور رہنے والی بات اس کے دماغ میں نقش نہیں کی ہے۔ پتا نہیں' وہ کس معاملے میں مصروف ہوگئی تھی اور کب واپس آکر شلپا پر عمل کرتی۔

وہ تینوں کالج سے باہر آگئے۔ دینا اپنی کرائے کی کار میں بیٹھ کر چلی گئی۔ شلپا نے کہا۔ "ابھی تو شام ہونے والی ہے۔ ہم ڈنر نوبجے کریں گے۔ جب تک ہمیں کالج میں وقت گزارنا چاہیے۔"

وہ کالج میں تنہا شلپا کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا تھا۔ جلدی سے بولا۔ "تم نے نیویارک کے مشہور مقامات نہیں دیکھے ہیں۔ انہیں ضرور دیکھنا اور یاد رکھنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کبھی تمہیں یہاں آنا پڑے۔ تمہارے لیے معلومات حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہ کالج صرف رات گزارنے کے لیے ہے۔"

وہ اسے بہلا پھسلا کر دوسری ریسنڈ کار میں کالج سے دور لے گیا۔ اس علی نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تھے مگر وہ کبھی بھی عورت کی قربت سے گھبراتا تھا۔ بعض اوقات آدمی سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔ اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اگر ٹائی اچانک ہی کسی دوسرے معاملے میں مصروف ہوجائے گی اور شلپا پر عمل نہیں کرسکے گی تو وہ شلپا اس کے گلے پڑ جائے گی۔

وہ کار ڈرائیو کررہا تھا۔ شلپا اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اگر شرافت سے بیٹھی رہتی تو کوئی بات نہیں تھی لیکن کبھی کبھی وہ اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیتی تھی۔ وہ پریشان ہوجاتا تھا۔ اپنے شانے جھٹک کر کہتا تھا۔ "سیدھی طرح بیٹھو ورنہ اسٹیرنگ بہک جائے گا۔"

وہ ہنس کر کہتی تھی۔ "صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم میری قربت سے بہک رہے ہو۔"

"تم کچھ بھی سمجھ لو۔ میں بہکنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

"اگر اتنے ہی پارسا ہو تو کل رات شراب پینے کے بعد مجھے اپنے بیڈروم میں کیوں بلا رہے تھے؟"

علی نے کہا۔ "کل میں نے آخری بار شراب پی تھی۔ آج ڈاکٹر نے سختی سے تاکید کی ہے کہ آئندہ شراب کو ہاتھ بھی لگاؤں گا۔ ورنہ بھیانک بیماریاں مجھے بری طرح متاثر ہوں گے۔"

"ڈاکٹر تو یونہی بکواس کرتے ہیں۔"

"تمہارے خیال میں بکواس کرتے ہوں گے لیکن میں اپنی زندگی سے پیار کرتا ہوں۔ زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ اس لیے آئندہ کبھی ایک گھونٹ بھی نہیں پیوں گا۔"

وہ رات کے نو بجے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ڈنر کے لیے گئے اور ایک میز کے اطراف آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ شلپا نے کہا۔ "یہاں آنے سے پہلے سوچتی تھی کہ پتا نہیں تم کیسے موٹے بھدے سے آدمی ہوگے۔ میں تمہیں اپنے قریب کبھی آنے نہیں دوں گی۔ پھر تمہیں دیکھنے کے بعد کشمکش میں رہی۔ پچھلی دو راتوں سے سوچتی رہی کہ تم اتنے اچھے کیوں لگتے ہو۔"

وہ چپ ہوگئی۔ ویٹر مینو لے آیا تھا۔ علی شام سے رات نو بجے تک ٹائی کا انتظار کرتے کرتے پریشان ہوگیا تھا۔ پتا نہیں وہ کس معاملے میں الجھ کر رہ گئی تھی۔ شلپا نے پوچھا۔ "کیا کھانا پسند کروگے؟"

"زہر کھانے کو جی چاہ رہا ہے۔"

شلپا نے چونک کر پوچھا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟ کیا یہاں بور ہو رہے ہو؟ کسی دوسرے ہوٹل میں چلوگے؟"

"نہیں یہیں کچھ کھالوں گا۔ تم اپنی پسند سے کھانا منگوالو۔"

اس نے اپنی پسند سے کھانے کا آرڈر دیا پھر کہا۔ "تم کچھ بدلے بدلے سے نظر آرہے ہو۔ آخر بات کیا ہے؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ انسان کا موڈ بدلتا رہتا ہے۔"

"میرا خیال ہے آج تم نہیں پی رہے ہو اس لیے موڈ آف ہو رہا ہے۔ میرا مشورہ ہے ایک پیگ پی ہی لو۔"

"ہرگز نہیں۔ میں نے آئندہ نہ پینے کی قسم کھائی ہے۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ یہاں سے کالج میں جاکر میں تمہارا موڈ ٹھیک کردوں گی۔"

وہ اسی بات سے گھبرا رہا تھا کہ ہوٹل سے کالج میں جانے تک بھی ٹائی نہ آئی تو کیا ہوگا؟ بڑی سے بڑی مصیبتوں کو ٹالنے والا آج ایک مصیبت میں پھنس گیا تھا کہ نجات کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ ویٹر کھانے کی ڈشیں لاکر میز پر رکھنے لگا۔ ایسے ہی وقت ٹائی نے اس کے اندر آکر کوڈورڈز ادا کیے۔ وہ غصے سے بولا۔ "تم کہاں مرگئی تھیں؟"

وہ حیرانی سے بولی۔ "یہ تم کیسے لہجے میں بول رہے ہو؟"

"کیا میں پیار سے بولوں؟ یہ شلپا میرے گلے پڑ رہی ہے۔ تم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟"

"میں کیا کروں؟ مجبور ہوگئی ہوں۔ پارس ایک نئی مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ ابھی ذرا سی دیر کے لیے آئی ہوں۔ تم صرف دو گھنٹے شلپا کو ٹالتے رہو۔ میں نیویارک کے وقت کے مطابق ٹھیک گیارہ بجے پہنچ کر شلپا کو اس کے بیڈروم میں سلاؤں گی پھر اس پر عمل کروں گی۔"

"کیا پارس کی مصیبت کو ٹالنے کے لیے بار بار بے مورگن وغیرہ نہیں جاسکتے ہیں؟"

"ہمارے ہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ کوئی بھی پارس کے پاس جاسکتا ہے لیکن پاپا نے مجھے پارس کے ساتھ رہنے کو کہا ہے۔ کیا ہم میں سے کوئی پاپا کا حکم ٹال سکتا ہے؟"

"اچھا ٹھیک ہے۔ مگر دیکھو ٹھیک گیارہ بجے چلی آنا۔ ورنہ ورنہ میں....."

"تم بھی کیا عجیب مرد ہو۔ اتنی حسین عورت تمہارے ساتھ ہے اور تم گھبرا رہے ہو۔ ذرا اس کا ہاتھ پکڑو۔ تمہارے دل کی دھڑکنیں تیز ہوجائیں گی۔"

"تم میرے سامنے ہوتیں تو تمہارا منہ توڑ دیتا۔ خدا نے مجھے صرف تمہارے لیے اور تمہیں صرف میرے لیے پیدا کیا ہے۔ اگر تم وعدے کے مطابق نہیں آؤ گی اور یہ شلپا حد سے آگے بڑھے گی تو میں اسے قتل کردوں گا۔"

"آؤں گی' میرے دیوانے آؤں گی۔ خدا حافظ۔"

وہ چلی گئی۔ علی چپ چاپ سر جھکا کر کھانے لگا۔ سر اس لیے نہیں اٹھا رہا تھا کہ سامنے بیٹھی ہوئی حسینہ آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھے گی۔ کھانا اگرچہ بہت لذیذ تھا مگر اس کے حلق سے نہیں اتر رہا تھا۔ اس لیے کھانے کا مرحلہ جلد ہی طے ہوگیا۔ وہ ہوٹل سے باہر آگئے۔ شلپا نے کہا۔ "اب ہم کالج میں چلیں گے۔"

علی نے گھڑی دیکھی۔ ساڑھے دس ہوچکے تھے۔ کالج پہنچنے تک ٹائی بھی پہنچ جاتی۔ اس نے کار ڈرائیو کی۔ پھر وقت گزارتا ہوا کالج میں آگیا۔ دینا دانیال وہاں موجود تھی۔ اس نے کہا۔ "کام جلدی ہوگیا۔ اس لیے جلدی چلی آئی۔ یہ اپنے اپنے پاسپورٹ اور ٹکٹ وغیرہ رکھو۔ ہم کل دوپہر کی فلائٹ سے پاکستان جارہے ہیں۔"

شلپا اور علی نے اپنے اپنے پاسپورٹ اور ٹکٹ وغیرہ لے لیے۔ علی چاہتا تھا کہ ٹائی کے آنے تک دینا دانیال سے باتیں کرے۔ مگر وہ تھکن ظاہر کرکے اپنے بیڈروم میں چلی گئی۔ اسے مجبوراً اپنے بیڈروم میں آنا پڑا۔ شلپا بھی اس کے ساتھ چلی آئی۔ وہ بولا۔ "تم اپنے بیڈروم میں جاؤ۔"

"عجیب آدمی ہو۔ میں تمہارا موڈ ٹھیک کرنا چاہتی ہوں اور تم مجھے جانے کو کہہ رہے ہو۔"

"پلیز' میں تنہائی چاہتا ہوں۔"

"تنہائی اسی کو کہتے ہیں کہ میاں بیوی کے سوا کوئی تیسرا کمرے میں نہ ہو۔ کیا بھول گئے کہ طاہرہ باجی (دینا) نے کہا تھا کہ ہم تینوں کو اپنی اداکاری میں حقیقت کا رنگ بھرنا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ بستر پر گر پڑی اور انگڑائی لینے لگی۔ وہ قریب آکر بولا۔ "میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں یہاں سے چلی جاؤ۔ ورنہ اٹھا کر

کمرے سے باہر پھینک دوں گا۔"

"مجھے اٹھا کر پھینکنے کے لیے ہاتھ لگانا ہوگا اور میں شام سے دیکھ رہی ہوں کہ تم نے ایک بار بھی میرا ہاتھ نہیں پکڑا ہے۔"

"اس لیے نہیں پکڑا کہ جس کا ہاتھ پکڑتا ہوں' پھر اس کا ہاتھ اپنے بدن سے الگ ہو جاتا ہے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ آؤ اور میرے بدن کا جوڑ جوڑ الگ کردو۔"

اس نے غصے سے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اسی وقت ٹانی نے آکر کوڈور ڈ ادا کیے۔ اسے ایک دم سے اطمینان ہوا۔ اس نے غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔ "تم نے گیارہ بجے آنے کو کہا تھا۔"

بستر پر لیٹی ہوئی شپلا نے کہا۔ "گیارہ بجے کی کیا بات کر رہے ہو؟ میں تو شام سے تمہارے ساتھ ہوں۔"

علی نے کہا۔ "یو شٹ اپ۔ میں تم سے نہیں کہہ رہا ہوں۔"

پھر اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "اب تم آگئی ہو' اسے قابو میں کرلو گی مگر پہلے میرے بھائی کی خیریت بتاؤ۔ کیا پارس مصیبت سے نکل گیا ہے؟"

شپلا نے کہا۔ "پارس جیسے شیطان کی بات نہ کرو' ویسے میں اسے پیار سے شیطان کہتی ہوں۔"

علی نے ایک دم سے چونک کر شپلا کو دیکھا پھر حیرانی سے پوچھا۔ "تم سوچ کے ذریعے ہونے والی باتیں کیسے سن رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "ہر شخص باتیں کرتے وقت خود اپنی باتیں سنتا بھی ہے۔"

ٹانی نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "میں تمہارے اندر بول رہی ہوں اور تمہارے سامنے بستر پر لیٹی سن رہی ہوں۔"

علی نے شدید حیرانی سے شپلا کو دیکھا۔ وہ مسکرا کر ٹانی کی آواز اور لہجے میں بولی۔ "آؤ ہمت ہے تو مجھے اٹھا کر کمرے سے باہر پھینک دو۔"

وہ اچھل کر بستر پر آگیا پھر بولا۔ "تم..... تم میری ٹانی ہو؟"

"جب تک تم وذیر علی کو ٹرپ کر کے اس کے ہم شکل بنتے رہے تب تک میں شپلا کو ٹرپ کر کے اس کی ہم شکل بنتی رہی۔ وذیر علی کی طرح وہ بھی جہنم میں پہنچ گئی ہے۔"

علی نے اس کی گردن دبوچ کر کہا۔ "ٹانی کی بچی! تم شام سے مجھے پریشان کر رہی تھیں؟"

"نہیں اپنے محبوب کو آزما رہی تھی۔ میں تم پر جتنا بھی ناز کروں' کم ہے۔ گردن آہستگی سے کیوں دبوچ رہے ہو۔ زور سے گلا دباؤ۔ میں تمہارے ہاتھوں سے مر کر امر ہو جانا چاہتی ہوں۔"

علی نے گلے سے ہاتھ ہٹا لیا مگر گلے سے لگا لیا۔

○☆○

داؤد منڈولا پھر گیدڑ سے شیر بن گیا تھا۔ شیر بنتے ہی سب سے پہلے اس نے اپنے بوڑھے محسنوں کو قتل کیا۔ ان کے گھر کو آگ لگائی تاکہ پولیس اور ان کے کتے اس کی بو کو نہ پا سکیں۔ اس گھر میں ٹونی نام کا ایک کتا تھا۔ وہ اسے بھی گولی مار کر ہلاک کرنا چاہتا تھا' مگر کتا وہاں سے بھاگ کر جھاڑیوں میں جا کر چھپ گیا تھا۔

اس کی دماغی اور جسمانی توانائی بحال ہو گئی تھی۔ وہ پہلے کی طرح برائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک سکتا تھا۔ اب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن اس کے اندر آسکتا تھا' نہ اس کی اصلیت معلوم کر سکتا تھا۔ وہ پھر سے اسرائیل کی خفیہ تنظیم کا ٹیلی پیتھی جاننے والا بے تاج بادشاہ بن گیا تھا۔

اب وہ کہیں آرام سے رہ کر آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے جس گھر میں پناہ لی تھی اسے آگ لگانے کے بعد وہاں سے بھاگتا ہوا چھوٹی سی پہاڑی پر چڑھتا ہوا اس پہاڑی کے دوسری طرف چلا آیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کتا بچ کر نکل گیا ہے اور یہ اچھا نہیں ہوا ہے لیکن اسے تلاش کرنے کے لیے وہ اس جلتے ہوئے گھر کے آس پاس نہیں رہ سکتا تھا۔ آگ کے شعلوں کو بھڑکتے دیکھ کر لوگوں کے علاوہ پولیس والے بھی آسکتے تھے۔ وہ مجبوراً وہاں سے بھاگتا رہا۔ پہاڑی کے دوسری طرف تقریباً دو میل کے فاصلے پر ایک پختہ سڑک نظر آرہی تھی۔ اس سڑک پر سے کئی گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ وہ کسی گاڑی والے کو روک کر اسے ٹیلی پیتھی کے زیر اثر لا کر کسی محفوظ مقام تک پہنچ سکتا تھا۔

اسی وقت اس نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ وہ پہاڑی کی بہت اونچائی پر کھڑا غرا رہا تھا۔ کتا اپنی ذات میں ہوتا کیا ہے؟ محض ایک دُم ہلانے والا اور قدموں میں لوٹنے والا ایسا کمتر جانور ہوتا ہے جسے آدمی گالی کے طور پر دوسرے آدمی کو کتا کہتا ہے لیکن اس وقت پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا غرانے والا کتا ایسا لگ رہا تھا جیسے اپنی غراہٹ میں منڈولا کو کتا کہہ رہا ہو۔

وہ کتا منڈولا کی گن کی زد میں تھا۔ منڈولا کی گن سے نکلی ہوئی گولی اسے بھی مردہ بنا سکتی تھی۔ اگر ایک گولی اسے نہ لگتی تو دوسری تیسری اسے لگ سکتی تھی لیکن پہاڑی پر ہونے والی فائرنگ کی آوازیں گونجتی ہوئی سڑک تک جاتیں تو وہاں سے گزرنے والے تجسس میں مبتلا ہو جاتے۔ وہ ابھی خود کو مشکوک نہیں بنانا چاہتا تھا۔ پہلے کہیں پوری طرح پناہ اور تحفظ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ کتا ٹونی اس کا آخری دشمن تھا۔ منڈولا یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کتے نے روشندان سے جھانک کر اپنی بوڑھی مالکہ اور بوڑھے مالک کو اس قاتل کی گن سے مرتے دیکھا ہے۔ اس نے سوچا کہ ٹونی اس پورے گھر کی تباہی کا سبب نہیں جانتا ہے اور نہ ہی اس نے اسے واردات کرتے دیکھا ہے۔ لہٰذا کتا دوست بن سکتا ہے۔ یہ سوچ کر وہ دور ہی سے اسے پچکارنے لگا۔ "آؤ۔ آؤ۔ آؤ ٹونی۔ آؤ۔ اکیلے رہ گئے ہو۔ تمہاری مالکہ اور مالک کا پیار میں تمہیں دوں گا۔ کم آن۔ میرے پاس آجاؤ۔"

ٹونی نے حرکت کی۔ ایک سمت جانے لگا لیکن سمت بدل کر

باوجود منڈولا سے اتنے ہی فاصلے پر تھا اور فاصلہ بتا رہا تھا کہ وہ کسی بھی سمت جا کر اچانک ہی دوڑتا ہوا اس پر چھلانگ لگا سکتا ہے اس کی غراہٹ سمجھ رہی تھی کہ وہ پچکارنے اور محبت کرنے کے باوجود اس کا دوست نہیں بنے گا۔ خیریت اسی میں تھی کہ وہ خود ذرا قریب ہو کر صحیح نشانہ لے کر ایک ہی گولی میں اس کا کام تمام کردے۔ اسے ہلاک کیے بغیر وہاں سے بھاگنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بھی پیچھے پیچھے آئے گا۔ کسی آبادی میں پہنچے گا تو لوگ سوال کریں گے کہ ایک کتا اس کے پیچھے کیوں پڑا ہوا ہے۔ پھر یہ کہ کتا سوال کرنے والوں کی راہنمائی جلے ہوئے گھر تک کر سکتا تھا۔

وہ اپنی گن سنبھال کر کتے کی طرف دوڑنے لگا۔ کتے نے خطرہ محسوس کرتے ہی دور بھاگنا شروع کیا۔ دونوں ہی تیز رفتاری سے دوڑ رہے تھے۔ اس لیے ایک دوسرے سے دوری بدستور قائم تھی۔ ایسی صورت میں گولیاں چلائی جاتیں تو وہ کبھی نشانے پر نہ لگتیں۔ گولیاں بھی ضائع ہوتیں' وہ دوسروں کی توجہ کا مرکز بھی بن جاتا اور آخری دشمن زندہ رہ جاتا۔

وہ کتے کے پیچھے دوڑتا ہوا پہاڑی سے نیچے اتر کر... سڑک پر آیا۔ کتا سڑک پار کر کے دوسری طرف ایک فارم کی سمت بھاگتا جا رہا تھا۔ داؤد منڈولا نے سڑک پر پہنچتے ہی گزرنے والی گاڑیوں سے لفٹ مانگنے کا اشارہ کیا۔ کوئی گاڑی نہیں رک رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد عقل آئی کہ اس نے ہاتھوں میں گن پکڑی ہوئی ہے۔ ایسے میں کوئی احمق بھی اسے لفٹ دینے کے لیے گاڑی نہیں روکے گا۔

اس نے جلدی سے بیگ کھول کر اس میں گن کو چھپا لیا۔ کتا ٹونی دور کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ منڈولا نے ایک گاڑی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ رک گئی۔ اس میں تین بنے ٹھنے نوجوان بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سر کے بالوں کی تراش ایسی تھی کہ کھوپڑی کے درمیان اوپری سطح پر بال اگے ہوئے تھے باقی چاروں طرف سے انہوں نے سر منڈوایا ہوا تھا۔ ان میں سے دو جوان پچھلی سیٹ پر تھے۔ تیسرا آگے ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔ اس نے منڈولا کے لیے دروازہ کھول دیا۔ وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے گاڑی میں بیٹھا۔ جب وہ آگے بڑھی تو ٹونی بھی اسی سمت دوڑنے لگا۔

منڈولا نے اپنی سیٹ پر سے اٹھ کر پیچھے والی ونڈ اسکرین کے شیشے کے پار دیکھا۔ ٹونی پوری رفتاری سے دوڑتا آرہا تھا۔ پیچھے بیٹھے ہوئے جوان نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا پیچھے تمہاری کوئی ڈارلنگ رہ گئی ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "نہیں وہ دیکھو۔ وہ کتا نہ جانے کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ وہ پاگل کتا ہے۔ مجھے کاٹنے آرہا ہے۔ پلیز گاڑی تیز چلاؤ۔"

ڈرائیو کرنے والے نے کہا۔ "جتنی تیز چاہو گے اتنی ہی رفتار سے ہم چلائیں گے۔ مگر اس بیگ میں جتنا مال ہے۔ اسے باہر کرو۔"

پیچھے بیٹھے ہوئے دوسرے جوان نے ریوالور نکال کر منڈولا کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "یہ اچھا ہے کہ مجھے گولی نہیں چلانی پڑے گی۔ اگر میرے ہاتھوں مرنا نہیں چاہتے ہو تو دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دو۔ ہم تمہارا بیگ پالیں گے اور کتا تمہیں پالے گا۔"

منڈولا یہ نہیں چاہتا تھا کہ دھوکے سے گولی چل جائے اور پھر زخمی ہو کر دماغی توانائی سے محروم ہو جائے۔ اس نے فوراً ہی ریوالور والے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اپنی طرف کا دروازہ اچانک ہی کھول کر اپنے ریوالور سمیت باہر کود گیا۔

اس کے پاس بیٹھے ہوئے ساتھی نے چیخ کر ڈرائیو کرنے والے سے کہا۔ "شیڈی! گاڑی روکو۔ ہمارا ساتھی باہر گر پڑا ہے۔ پلیز جلدی روکو۔"

منڈولا نے ڈرائیو کرنے والے شیڈی کی زبان سے پوچھا۔ "وہ کیسے گر پڑا؟ ذرا ہم گر کر بتاؤ۔"

یہ کہتے ہی منڈولا نے پیچھے بیٹھے ہوئے دوسرے ساتھی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے بھی اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ منڈولا دونوں دروازے دوبارہ بند کر کے شیڈی کے اندر آگیا تاکہ وہ اپنے ساتھیوں کے لیے گاڑی نہ روکے۔

گاڑی اسی کلومیٹر فی گھنٹا کی رفتار سے جا رہی تھی۔ اس لیے کتا اور وہ دونوں گرنے والے بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ پھر راستے کے ایک موڑ پر نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ شیڈی کے چور خیالات نے بتایا کہ ان کا ایک گروہ ہے جس میں چھٹی ہوئی بدمعاش عورتیں بھی ہیں۔ یہ لوگ راہ گیروں کو لوٹتے ہیں اور طرح طرح کی وارداتیں کرتے ہیں۔ منڈولا ایسی سوسائٹی میں رہنا چاہتا تھا' جہاں پولیس والے یا خیال خوانی کرنے والے اس پر شبہ نہ کریں۔

پھر یہ کہ ابھی ٹونی سے مکمل طور پر پیچھا نہیں چھوٹا تھا۔ اس نے کار سے گرنے والے ایک جوان کے خیالات پڑھے۔ وہ اپنے قریب پہنچنے والے ٹونی کو پیار سے پچکار رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "میرے بے زبان دوست' تم پاگل نہیں لگتے جبکہ وہ ہم سے لفٹ لینے والا تمہیں پاگل کتا کہہ رہا تھا۔ آخر بات کیا ہے؟"

ٹونی منہ اٹھا کر اسی سمت بھونک رہا تھا' جدھر منڈولا کار میں فرار ہوا تھا۔ دوسرے گرنے والے جوان نے قریب آکر اپنے ساتھی سے کہا۔ "وہ لفٹ لینے والا کوئی جادوگر ہے۔ ہم دونوں جیسے جادو سے آپ ہی آپ کار سے کود پڑے تھے۔"

"وہ کمبخت کون ہے؟ کوئی بڑا ہاتھ مار کر جا رہا ہے۔ اس کا بیگ پھولا ہوا تھا۔ اس میں چوری کا مال ہوگا۔ ہم اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

"مگر یہ نہیں وہ ہمارے ساتھی شیڈی کو کہاں لے گیا ہے۔ ہم اس کا سراغ کیسے لگائیں گے؟"

ایک نے کتے کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "یہ

بے زبان ہمیں اس کی پناہ گاہ تک پہنچائے گا۔"

منڈولا دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ کار رک گئی تھی۔ اس نے شیڈی سے پوچھا "تم نے گاڑی کیوں روک دی؟"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میرے دونوں ساتھی کہاں گم ہوگئے ہیں؟ اور میں تمہیں کہاں لے جارہا ہوں؟"

"یہ تمہارے سوچنے کی نہیں' میرے سوچنے کی بات ہے کہ مجھے کہاں جانا ہے۔ گاڑی چلاؤ۔"

اس نے دماغ پر قبضہ کیا۔ شیڈی پھر کار چلانے لگا۔ وہ چاہتا تو شیڈی اور اس کے دونوں ساتھیوں کو نیلی پیتھی کے ہتھیار سے مار سکتا تھا مگر بات اور بگڑ جاتی۔ بوڑھے اور بوڑھی کو قتل کرنے اور گھر کو آگ لگانے کے بعد وہ مزید کوئی واردات کرتا تو کہیں نہ کہیں قانون کے محافظوں کی نظروں میں آجاتا یا سپراسٹر کے نیلی پیتھی جاننے والے اس کا سراغ لگا لیتے۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ گمنام رہ کر کوئی واردات کیے بغیر اس ملک سے چلا جائے۔

ایک چوراہے پر ایرو کے ذریعے نشاندہی کی گئی تھی۔ وہاں سے ایک راستہ برلنگٹن کی طرف جاتا تھا۔ شیڈی ناؤن البانی کی طرف گاڑی موڑ رہا تھا۔ منڈولا کی مرضی کے مطابق اس نے گاڑی روک دی۔ وہ اپنا بیگ لے کر گاڑی سے اتر گیا اور شیڈی کو اس کے راستے پر جانے دیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ سڑک کے کنارے کھڑا شیڈی کے دماغ پر حاوی رہا جب وہ تیس کیلومیٹر دور نکل گیا تو اس نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ پھر چوراہے پر آکر وہاں سے گزرنے والی گاڑیوں سے لفٹ مانگنے لگا۔ ایک شخص نے اسے اپنی کار میں بٹھایا پھر ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔ "کہاں جانا چاہتے ہو؟"

منڈولا نے کہا۔ "برلنگٹن جانے کا ارادہ ہے۔ پھر وہاں کے ہیلی پورٹ سے واشنگٹن جاؤں گا۔"

"اتفاق سے میں بھی برلنگٹن جارہا ہوں۔ تمہیں وہاں تک پہنچادوں گا۔"

منڈولا نے اس کے خیالات پڑھے وہ ایک بے ضرر سا شخص تھا۔ کاروبار کے سلسلے میں سفر کررہا تھا۔ خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔ اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ پھر سوچنے لگا۔ "مقدر گردش میں ہے۔ ثانی سے پیچھا چھڑایا تو کمبخت وہ کتا میرے پیچھے پڑگیا ہے۔ میں اسے نیلی پیتھی کے ہتھیار سے زیر نہیں کرسکوں گا۔ جب تک یہاں رہوں گا یہی دھڑکا رہے گا کہ وہ کہیں نہ کہیں سے میری بو سونگھتے ہوئے میری موت بن کر پہنچ جائے گا۔ میرا یہی فیصلہ بہتر ہے کہ میں فی الحال اتنی دور چلا جاؤں کہ وہ میری بو نہ پاسکے۔"

اس نے برلنگٹن پہنچنے کے بعد ایک ہیلی کاپٹر چارٹر کیا پھر وہاں سے پرواز کرتا ہوا واشنگٹن پہنچ گیا۔ وہاں ایک ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد اپنے حالات پر سنجیدگی سے غور کیا تو یہی بات سمجھ میں آئی کہ جتنی جلدی ہوسکے اس ملک سے چلے جانا چاہیے۔ ایک خیال آیا کہ اپنے ملک اسرائیل سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے۔ وہ اپنے ملک اور اپنی قوم کا ایک گمنام بادشاہ ایک معمولی دولت مند کی حیثیت سے وہاں رہ سکتا ہے۔

پھر اس نے سوچا۔ جن ایم آئی ایم کے مجاہدین نے طیارہ اغوا کیا تھا' وہ اسرائیل کے دشمن تھے۔ وہ ان کے ذریعے معلوم کرسکتا ہے کہ وہ آئندہ اسرائیل کے خلاف کیا کرنے والے ہیں؟ وہ طیارے میں رہنے کے دوران کئی مجاہدین کے دماغوں میں جاچکا تھا۔ ان میں سے ایک آدھ کی آواز اور لہجہ یاد تھا۔ اس نے انہی کی ایک آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر ایک مجاہد کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ وہ ایران میں ہے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے بارے میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں؟ منڈولا نے طیارے میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ ان میں سے کوئی مجاہد اپنے سربراہ کے بارے میں بھی کچھ جانتا ہے۔

اتنی معلومات کے بعد منڈولا خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا کیونکہ ایک مجاہد نے اس کے سر پر ضرب لگا کر اسے زخمی کیا تھا اور یہ سب شلپا کی وجہ سے ہوا تھا۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والوں کی گرفت میں آنے سے بال بال بچ گیا تھا۔

اب وہ شلپا کے دماغ میں جاکر معلوم کرسکتا تھا کہ دوسرے خیال خوانی کرنے والوں نے شلپا کے دماغ میں گھس کر کیا کچھ معلوم کیا ہے۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مگر شلپا کا دماغ نہ ملا۔ سمجھ میں آگیا کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ منڈولا نے زوہر علی اور دیناوانیال کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔ اس لیے وہ ان کے متعلق معلومات حاصل نہ کرسکا۔

پھر ایک خیال یہ آیا کہ مجاہدین نے طیارے کے کسی مسافر کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ ان کی ایک شرط یہ تھی کہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے تمام اسلامی ممالک کو بلکہ ساری دنیا کو یہ بتایا جائے کہ بنی اسرائیل اور اسرائیل کا معاہدہ محض ایک ڈھونگ ہیں۔ غزہ کی پٹی میں فلسطینی مسلمانوں کو آزادی دینے کے بہانے انہیں پہلے سے زیادہ زنجیریں پہنائی گئی ہیں۔

مجاہدین کی یہ شرط یہودی داؤد منڈولا کی سیاست کے خلاف تھی۔ وہ پہلے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہودیوں کے خلاف اعلان کرنے کے بعد ان مسلمان حکمرانوں پر کیا گزر رہی ہے' جو رفتہ رفتہ حالات سازگار بنا کر اسرائیل سے معاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے منڈولا نے پہلے اردن کی انتظامیہ کے اعلیٰ افسر کے خیالات پڑھے۔

شاہوں اور دیگر اعلیٰ افسران وغیرہ کی تصاویر اخبارات میں چھپا کرتی تھیں اور ان کے بیانات ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ سے نشر ہوا کرتے تھے۔ اس لیے ایسے وی آئی پی افراد کے دماغوں میں پہنچنا کچھ مشکل نہ تھا۔ اس افسر کے خیالات نے بتایا کہ ایم آئی ایم (مجاہدین اسلامک مشن) کی تحریک زور پکڑ رہی ہے۔ کئی مجاہدین اردن میں اور کئی شام میں موجود ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں' ان کے سربراہ نے دونوں اسلامی ممالک کے اکابرین سے اور امریکا کی اہم شخصیات سے دمشق میں آدھی رات کو ملاقات کی تھی۔ اس افسر کے خیالات نے اس ملاقات کے جو واقعات بتائے ان واقعات کا حال پڑھ کر داؤد منڈولا کو حال آنے لگا۔ اس سربراہ کے تنہا آنے میں جو دہشت اور پُراسراریت تھی اس نے منڈولا کو مجبور کیا کہ وہ اب دمشق جائے گا اور وہاں ایک عام آدمی کی طرح رہ کر معلوم کرے گا کہ وہ پُراسرار سربراہ کہاں چھپا رہتا ہے اور شاہوں سے رابطے کے کیسے کیسے ذرائع اختیار کرتا ہے۔

منڈولا نے نئے میک اپ میں تصویریں اتروائیں۔ پاسپورٹ اور ویزا کے شعبے سے تعلق رکھنے والے افسران میں جگہ بنائی پھر ان کے ذریعے نیا مستند قانونی پاسپورٹ اور ویزا بنوایا اور ایک فلائٹ سے دمشق کی طرف روانہ ہوگیا۔

یہ انسان ہے' جو سوچتا ہے کہ ایسا کرے گا تو ایسا ہی ہوگا۔ مگر ہوتا وہی ہوجاتا ہے۔ تدبیر کچھ ہوتی ہے' تقدیر کچھ اور تماشا دکھا دیتی ہے۔ داؤد منڈولا اپنے پچھلے بدترین حالات سے سبق حاصل کرکے اپنے ملک اسرائیل میں جاکر آرام کرنا چاہتا تھا مگر مقدر کہہ رہا تھا جاؤ بیٹے! دمشق جاؤ' وہاں شی تارا اور پارس پہلے ہی پہنچے ہوئے ہیں۔

○☆○

وہ رات کے نو بجے دمشق پہنچا۔ میں نے اسے ایک کار کا نمبر بتا کر کہا تھا کہ جو بھی اجنبی اس کار میں اسے لے جائے' وہ اس کے ساتھ چلی جائے۔ وہ کار اسے اس کے پارس تک پہنچادے گی۔

وہ اپنا مختصر سا سامان لے کر سبیچ ہال سے باہر آئی۔ ایک محنت مند بوڑھے نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اسے رکنے کو کہا۔ "اور جیب سے ایک تصویر نکال کر کبھی اسے اور کبھی تصویر کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے عربی زبان میں کچھ کہا۔ شی تارا نے کہا۔ "میں کسی حد تک عربی جانتی ہوں۔ مگر یہ عربی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ پلیز میری لنگوا فرنکا انگریزی بولو۔"

وہ تصویر دکھاتے ہوئے بولا۔ "دِس از یو؟"

وہ تصویر کو دیکھ کر بولی۔ "یہ تصویر اتنی بڑی ہے۔ اتنی صاف نظر آرہی ہے کہ یہ میں ہی ہوں پھر بھی تم پوچھ رہے ہو؟ عجیب بڈھا ہے۔ تصویر دیکھ کر بھی مجھے نہیں پہچان رہا ہے۔"

وہ انگریزی زبان زیادہ نہیں سمجھتا تھا۔ پھر شامی عربی بولنے لگی۔ شی تارا کا سامان اٹھا کر چلنے لگا۔ عمارت کے باہر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ شی تارا نے اس کی نمبر پلیٹ پڑھی پھر مطمئن ہوگئی۔ وہ بوڑھا اسے اس کے پارس تک پہنچانے والی تھی۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ بوڑھا ڈرائیو کرنے لگا۔ اس نے راستے میں ایک پٹرول پمپ

دُنیا کے حیرت انگیز فن

تحریر شناسی

کا مکمل دورس جس کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھ سکتے ہیں

اُردو میں پہلی بار

تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب

تحریر اور شخصیت

یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ...

- یہ شخص کس کام کے لیے موزوں ہے؟
- کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟
- کیا اسے جلد غصہ آتا ہے؟
- کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے؟
- کیا اس کے ساتھ شادی کی جاسکتی ہے؟
- کیا اس پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے؟
- کیا یہ ایمان دار اور ہمدرد ہے؟
- اس کا جنسی رویہ کیسا ہے؟
- اس میں بُرائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں؟
- اور ایسی دُوسری بہت سی باتیں۔

قیمت ۴۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ہر شخص کے لیے یکساں طور پر کارآمد کتاب۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

پر کار روکی۔ پھر لنگی نکل کرانے لگا۔

شی تارا کے اندر بے چینی سی تھی۔ وہ جلد سے جلد اپنے پارس تک پہنچنا چاہتی تھی۔ وہ بوڑھا اپنی عربی میں پھر کچھ بول رہا تھا۔ وہ بیزاری سے بولی۔ "تم کیا بکواس کررہے ہو؟ کیا انگلش نہیں جانتے ہو؟"

وہ الٹی سیدھی انگریزی میں بولا۔ "آئی نو ناٹ انگلش (انگلش) بٹ" (میں زیادہ انگریزی نہیں جانتا)

"تو پھر اپنا منہ بند رکھو اور گاڑی چلاؤ۔"

گاڑی چل پڑی۔ بیس منٹ کے بعد وہ ایک خوبصورت سے بنگلے میں داخل ہو کر رک گئی۔ وہاں چار گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے اس کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ اس نے باہر آکر دیکھا تو ایک دم سے چونک گئی۔

ایک گن مین کار کی نمبر پلیٹ نکال کر اسے الٹا کر کے لگا رہا تھا۔ شی تارا نے آگے بڑھ کر پڑھا تو اب اس کار کا نمبر وہ نہیں تھا' جو میں نے بتایا تھا۔ وہ دھوکا کھائی تھی۔ دوسرے لفظوں میں اسے دھوکا دیا جارہا تھا۔ وہ غصہ سے بولی۔ "یہ کیا حرکت ہے؟ مجھے بتاؤ اس کار کا اصل نمبر کیا ہے؟"

نمبر تبدیل کرنے والا بھی وہی عربی بولنے لگا۔ شی تارا نے غصے سے پلٹ کر بوڑھے ڈرائیور کو دیکھا۔ وہ دروازہ کھول کر بنگلے کے اندر جارہا تھا۔ وہ چیخ کر بولی۔ "اے رک جاؤ۔ مجھے بتاؤ تم لوگ کون ہو؟"

مگر وہ اندر جاچکا تھا۔ دو گن مین ... شی تارا کے اطراف آگئے اور اسے نشانے پر رکھ کر اشارے سے بنگلے کے اندر چلنے کو کہا۔ اس نے فوراً ہی میرے پاس آکر کوڈورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "پاپا! جلدی آئیں۔ میں ٹریپ کی جارہی ہوں۔"

میں نے اس کے اندر آکر اس کے مختصر سے حالات معلوم کیے پھر کہا۔ "میں حیران ہوں کہ یہ کون ہیں' جنہیں تمہاری آمد کا صرف علم نہیں ہوا تھا بلکہ تمہارے موجودہ بہروپ کی تصویر بھی ان کے پاس ہے اور انہوں نے کار کے نمبر کے ذریعے بھی دھوکا دیا ہے۔ تم ان میں سے کسی کو بولنے پر مجبور کرو۔ میں ان کی اصلیت معلوم کروں گا۔"

وہ ایک گن مین سے بولی۔ "مجھے اتنا تو بتادو کہ تم لوگ کون ہو؟ تمہارا آقا کون ہے؟"

ایک گن مین نے عربی زبان میں کچھ کہا۔ میں عربی جانتا ہوں مگر اس کی عربی زبان میں بڑی تبدیلیاں تھیں۔ نہ میں کچھ سمجھ سکا اور نہ ہی اس کے فرفر بولنے پر کسی لفظ کو گرفت میں لے سکا۔ میں نے کہا۔ "بیٹی! یہ دمشق کی کوئی مقامی زبان ہے۔ ہم ان کے دماغوں میں پہنچ نہیں پائیں گے۔"

"اب کیا ہوگا پاپا؟"

"تم اتنی سی بات پر گھبرا رہی ہو۔ میرے وہاں بڑے ذرائع ہیں۔ تم دلیری سے بنگلے کے اندر جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

جب میں تھا تو پھر وہ کیا ڈرتی؟ دونوں مسلح افراد کے درمیان تن کر چلتی ہوئی بنگلے کے اندر آئی۔ پھر کاریڈور اور کمروں سے گزرتی ہوئی ایک کمرے کے کھلے ہوئے دروازے پر پہنچی۔ ایک گن مین نے اسے دھکا دیا۔ وہ کمرے کے اندر گئی باہر سے فوراً ہی دروازہ بند کر دیا گیا۔ وہ پلٹ کر دروازہ پیٹ کر بولی۔ "کھولو۔ دروازہ کھولو۔"

بند کمرے میں شراب کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ وہ بوڑھا ڈرائیور اپنی نقلی داڑھی مونچھیں اور سر سے وگ اتارنے کے بعد بوتل اٹھا کر ایک گلاس میں شراب ڈال رہا تھا۔ اب وہ بوڑھا نہیں کوئی صحت مند جوان تھا۔ شی تارا نے پوچھا۔ "تم مجھے دھوکے سے یہاں لائے ہو۔ آخر تم کون ہو؟ کس ملک یا کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہو؟"

اس نے غٹا غٹ کئی گھونٹ پیے۔ پھر وہی گڑبڑ گڑبڑ عربی بولنے لگا۔ شی تارا نے کہا۔ "تم جو ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولتے ہو' وہی بولو۔"

وہ پھر غٹا غٹ پینے لگا۔ ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر کے بولا۔ "جو عربی میں بول رہا ہوں اسے میں تو کیا میرے والد بزرگوار بھی نہیں سمجھ رہے ہیں۔ تمہیں کس نے کہا تھا کہ میرے ابا حضور کو یہاں لے کر آؤ۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہارے لیے شیطان سے بھی زبان کوئی بدتر نام ہونا چاہیے۔ گدھے کہیں کے' خوامخواہ تم نے میرا اتنا وقت ضائع کیا۔"

"اور آپ بہو اور بیٹے کے کمرے ان کا قیمتی وقت ضائع کررہے ہیں۔"

میں جھینپ کر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ پتا نہیں یہ شیطان کس گھڑی میں پیدا ہوا تھا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ پارس نے جو تماشا کیا ہے' اس کے پیچھے کوئی گہری چال ہے۔ میں نے شی تارا کے موجودہ بہروپ کی تصویر پارس کو نہیں دی تھی۔ پھر وہ تصویر اس کے پاس کیسے پہنچ گئی تھی؟ اسے کیسے معلوم ہوا کہ وہ اسی تصویر والے روپ میں آئے گی؟

میں اُس سے ایسے کئی سوالات کرسکتا تھا لیکن بہو اور بیٹے کے کمرے میں وہ کر گفتگو نہیں کرسکتا تھا۔ خواہ اس کمبخت نے یہ بات کہہ کر مجھے وہاں سے رخصت ہونے پر مجبور کردیا تھا۔ بعد میں اس نے بتایا کہ اس رات دمشق بہت اہم ہوگیا تھا۔ ایم آئی ایم کا پُراسرار سربراہ خود کو ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا جتنے ممالک سے مسافر دمشق جارہے تھے ان کی تصویروں' پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ کی کاپیاں رکھی جارہی تھیں۔ دمشق کے ائرپورٹ پر امریکی سی آئی اے' موساد کے سراغرساں مسلمان بن کر موجود تھے اور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اس رات دمشق میں آنے والوں میں سے کتنوں کا تعلق ایم آئی ایم کی تنظیم سے ہے۔

بابا صاحب کے ادارے کے جو جاسوس نیویارک میں تھے' ان میں سے ایک نے شی تارا کے موجودہ بہروپ میں تصویر حاصل کر کے پارس کے پاس پہنچادی تھی اور اسے بتادیا تھا کہ سی آئی اے والے شی تارا پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔

پارس نے یہ جو تماشا کیا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ جب سی آئی اے اور موساد کے یہودی سراغرساں شی تارا کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے اس کا تعاقب کریں گے اور پارس کے بنگلے تک پہنچیں گے تو دور سے یہ دیکھ کر چونک جائیں گے کہ کار کی نمبر پلیٹ بدل دی گئی ہے اور شی تارا کو گن پوائنٹ پر رکھ کر جبراً بنگلے کے اندر لے جایا جارہا ہے یعنی یہ سمجھ میں آئے گا کہ کسی گروہ نے اسے فریب دے کر اغوا کیا ہے۔ ایسے ڈرامائی موڑ پر سی آئی اے اور موساد والے اس گروہ کا محاصرہ کر کے معلوم کرنا چاہیں گے کہ شی تارا ایسی کیا اہمیت رکھتی ہے کہ اسے یوں اغوا کیا گیا ہے۔

میرے اس کمرے سے جانے کے بعد شی تارا نے گھور کر پارس کو دیکھا پھر پوچھا۔ "اس ناٹک کی کیا ضرورت تھی۔ کسی نے ہمارا پیچھا نہیں کیا ہے؟ میں کسی سراغرساں کی نظروں میں نہیں ہوں۔ تم مجھے الو بنا رہے تھے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی باہر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ پارس نے کہا۔ "لو سنو' تمہارے رشتے دار برات کے پٹاخے چھوڑتے آرہے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "تمہارے پاس صرف چار گن مین ہیں۔ کیا وہ دشمنوں کو روک سکیں گے؟"

"ان چاروں نے بلٹ پروف لباس پہنا ہے۔ وہ گولیاں کھاتے ہی زمین پر گر کر مرجائیں گے پھر جب ضرورت ہوگی تو زندہ ہوجائیں گے۔"

"لیکن وہ پھر یہاں اندر آجائیں گے۔"

"تمہاری کشش لائے گی۔ اسی لیے کہتے ہیں اتنا حسن اچھا نہیں ہوتا۔ جو بھی ڈالتا ہے بری نظر ڈالتا ہے۔"

"تم میری باتوں کو مذاق میں اڑا رہے ہو۔"

"میں نے مذاق کرنے کے لیے یہ شراب کی بوتل نہیں کھولی ہے۔ یاد رکھو آنے والوں میں سے جو پینے سے انکار کرے گا وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ یوں تمہیں معلوم ہوتا رہے گا کہ کن لوگوں کے دماغوں میں جاکر ان کے اندر کا بھید معلوم کرنا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ ساتھ ہی کوئی للکار کر کہہ رہا تھا۔ "تمہارے باہر کے آدمی مارے جاچکے ہیں۔ یہاں جو بھی چھپا ہے وہ باہر آجائے۔"

پارس نے شی تارا کو اشارہ کیا۔ وہ اونچی آواز میں بولی۔ "میں یہاں زبردستی لائی گئی ہوں۔ یہاں ایک شخص شراب پی رہا ہے۔ پلیز میری مدد کرو' یہ نہتا ہے۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

پہلے ایک شخص دروازہ کھول کر اندر آیا پھر مطمئن ہو کر اپنے ساتھیوں سے بولا۔ "آجاؤ' یہ واقعی نہتا ہے اور یہ وہی ائرپورٹ سے آنے والی عورت ہے۔"

وہ سب اندر آگئے۔ وہ تعداد میں پانچ تھے۔ ان کے اندر آتے ہی تڑاتڑ گولیاں چلیں۔ اس کے نتیجے میں تین فرش پر گرے۔ پھر اٹھ نہ سکے۔ چوتھے کے ہاتھ میں گولی لگی۔ اس کے ہاتھ سے گن گرگئی۔ پانچویں سے کہا گیا "گولی چلاؤ گے تو مارے جاؤ گے۔ ہتھیار پھینک دو۔"

اس نے ہتھیار پھینک کر حیرانی سے دیکھا۔ باہر جو چار گن مین مارے گئے تھے وہ پھر زندہ ہو کر آگئے تھے۔ پارس نے ہتھیار پھینکنے والے سے کہا۔ "آؤ آرام سے بیٹھو اور میرے ساتھ پیو۔ تم دونوں زندوں میں سے ایک زخمی ہے اور تم صحیح سلامت ہو۔"

وہ کرسی پر بیٹھ کر بولا۔ "تم کون ہو؟ اور اس عورت کو یہاں کیوں لائے ہو؟"

پارس نے اس کی طرف گلاس بڑھا کر کہا۔ "پیو میں جواب دیتا ہوں۔" وہ پینے لگا۔ پارس نے شی تارا سے کہا۔ "لائن کلیئر ہے۔ ڈھول بجادو۔"

"میں اس زخمی کے دماغ کا ڈھول بجا چکی ہوں۔ یہ یہودی ہے اور موساد تنظیم سے اس کا تعلق ہے۔"

شراب پینے والے نے کہا۔ "اوگاڈ! تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ پلیز ہمیں بتاؤ تم لوگ کون ہو؟"

پارس نے کہا۔ "موت کا کوئی سا بھی نام ہوسکتا ہے۔ ہم کیا بتائیں کہ ہم کون ہیں۔ موت سے تعارف بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ تعارف ہوتے ہی زندگی رخصت ہوجاتی ہے۔"

شی تارا نے آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا۔ "یہ جو تمہارے ساتھ بیٹھا پی رہا ہے' یہ موساد کا فیلڈ لیڈر ہے۔ یہاں اس کی راہنمائی میں چھ موساد کے سراغرساں ہیں جن میں سے یہ تین مارے گئے ہیں۔ ایک زخمی ہے اور باقی دو یہودی یہاں کے محل میں مسلمان بن کر متعلم کی حیثیت سے کام کررہے ہیں۔"

پارس نے اپنا موبائل فون فیلڈ لیڈر کو دیتے ہوئے کہا۔ "محل کے کسی یہودی سے معلوم کرو کہ وہاں وہ بخیر و خوبی اپنا کام انجام دے رہا ہے یا نہیں؟"

فیلڈ لیڈر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "تم لوگ ہمارے ان دو سراغرسانوں کے اندر بھی پہنچ جاؤ گے۔ میں بڑی سے بڑی آفر دیتا ہوں۔ ہم سے سمجھوتا کرلو۔ اگر تم بھی یہاں سراغرسانی کے لیے آئے ہو تو ہم مل کر کام کرسکتے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ سمجھوتا ہوجائے گا۔ ہم ابھی اپنے مقاصد بیان کریں گے لیکن تم پہلے فون پر باتیں کرو۔"

شی تارا نے پارس کے اندر آکر سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "کیا میں اس کے اندر رہوں اور اس زخمی کو ڈھیل دیدوں۔"

"ہاں یہ زخمی خلاف توقع کوئی حرکت کرے گا تو میں سنبھال لوں گا۔ تم اسے فون پر زیادہ باتیں کرنے یا اپنے آدمی کو اشارے میں کچھ کہنے کا موقع نہ دینا۔"

وہ موبائل پر رابطہ کر رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "ہیلو۔ میں ایف ایل (فیلڈ لیڈر) بول رہا ہوں۔"

شی تارا نے دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سنی۔ "سوری۔ آپ نے رانگ نمبر ڈائل کیا ہے۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا لیکن شی تارا موساد کے اس یہودی جاسوس کے اندر پہنچ گئی تھی۔ اس نے رانگ نمبر اس لیے کہا تھا کہ اس وقت محل میں وہاں کے اکابرین اس گمنام سربراہ سے ہونے والی ملاقات کے انتظامات دیکھنے آئے تھے۔ وہ ان اکابرین کی موجودگی میں اپنے فیلڈ لیڈر سے باتیں نہیں کر سکتا تھا۔

فیلڈ لیڈر پارس سے یہی کہہ رہا تھا۔ "میرے ماتحت نے رانگ نمبر کہہ کر فون بند کر دیا۔ ابھی اس کے ساتھ کوئی مجبوری ہوگی۔ اس سے بعد میں رابطہ ہو سکے گا۔"

شی تارا نے پارس سے کہا۔ "اب اسے فون کرنا ضروری نہیں ہے۔ میں اس کے پاس جا رہی ہوں۔ تم ان سے نمٹو۔"

پارس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ "ان تین لاشوں کے ساتھ اس زخمی کو بھی غائب کر دو۔ یہ فیلڈ لیڈر چونکہ میرے ساتھ پی رہا ہے اس لیے زندہ رہے گا۔ کیونکہ شراب پینے والے آپس میں دوست ہوتے ہیں اور دوستوں کو زندہ رہنا چاہیے۔"

پارس کی ہدایات سنتے ہی ایک گولی چلی اور وہ زخمی بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ چاروں کفن مین ان لاشوں کو اٹھا کر وہاں سے لے جانے لگے۔ یہودی فیلڈ لیڈر خوف سے زرد پڑ گیا تھا۔ شراب کا گلاس اس کے ہاتھ میں لرز رہا تھا۔ پارس نے پوچھا۔ "تم کیوں لرز رہے ہو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ تم شرابی دوست ہو۔ اس لیے زندہ رہو گے۔ چلو ایک سانس میں گلاس خالی کرو۔"

اس نے فوراً ہی گلاس کو منہ سے لگا کر پینا شروع کیا۔ اس شراب میں اعصابی کمزوری کی دوا حل کی گئی تھی۔ زہریلے پارس پر شراب اور دوا کا خاک اثر نہ ہوتا۔ مگر فیلڈ لیڈر پر ہوا۔ اس پر بیہوشی طاری ہونے لگی۔ جب وہ چاروں کفن مین ان لاشوں کو ٹھکانے لگا کر آ گئے تو پارس نے کہا۔ "اس فیلڈ لیڈر کا خاص خیال رکھو۔ ہم اسے ٹھیک آدھی رات کو ہوش میں لائیں گے۔"

پارس اس کمرے سے شی تارا کے ساتھ نکل کر دوسرے کمرے میں آ گیا۔ وہ بولی۔ "اس محل میں جو موساد کا جاسوس ہے' اس کا وہاں فرضی نام قاسم ہے۔ اس کے ساتھ دوسری ایک حسینہ موساد کی جاسوسہ ہے۔ ایم آئی ایم کا جو سربراہ آئے گا اس کے لیے کھانے پینے کے پُرتکلف انتظامات کیے گئے ہیں۔ مہمان اور میزبانوں کو کھانا کھلانے والی دس حسین ترین لڑکیاں ہوں گی۔ حسن و شباب سے بھرپور لڑکیوں کا انتخاب اس لیے کیا گیا ہے کہ شاید اس تنہا آنے والے کا دل کسی حسینہ پر آ جائے۔ انتخاب کرنے والوں کا خیال ہے کہ ان میں سب سے زیادہ حسین وہی یہودی دوشیزہ ہے اس کا فرضی نام مشروبہ ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے باقی نوحسیناؤں کے دماغوں میں بھی جھانک کر دیکھا ہے۔ ان میں سے دو حسیناؤں کا تعلق امریکا سے ہے۔ ان کا بھی دعویٰ ہے کہ وہ اپنے حسن و شباب سے اجنبی مہمان کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔"

پارس نے کہا۔ "تم کسی سے کم نہیں ہو۔ مجھے متاثر کرو اور دل کی دھڑکنوں سے لگ کر رپورٹ سناؤ۔"

وہ مسکرا کر قریب آ گئی پھر بولی۔ "بارہ بجنے میں صرف سوا گھنٹہ رہ گیا ہے۔ ان موساد والوں کا ایک بنگلا کوچۂ بشارت میں ہے۔ وہاں جا کر ٹی وی اسکرین پر محل کے تمام مناظر دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان یہودیوں نے خفیہ وڈیو کیمروں کو محل کے مختلف حصوں میں چھپا رکھا ہے۔ وہاں جو کچھ ہوتا رہے گا اس کی ریکارڈنگ کوچۂ بشارت والے بنگلے میں خود بخود ہوتی رہے گی۔ دونوں اسلامی ممالک کے اکابرین نے بھی سیٹلائٹ کے ذریعے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ حاکم محل میں ہونے والے اجنبی مہمان سے ملاقات اور گفتگو کے تمام مناظر سپر اسٹرو غیرہ امریکا میں بیٹھے دیکھتے رہیں گے۔"

پارس نے کہا۔ "بڑے افسوس اور شرم کا مقام ہے کہ خود اسلامی ممالک کے اکابرین گھر کے بھیدی بن کر امریکا اور اسرائیل کو اپنی جڑوں میں گھسنے کا موقع دیتے رہتے ہیں۔ چلو اٹھو ہمیں کوچۂ بشارت پہنچنا ہے۔ وقت بہت کم رہ گیا ہے۔"

وہ بنگلے سے باہر آئے۔ پارس نے اپنے محافظوں سے کہا۔ "تمہاری یہ میڈم جب بھی تمہارے دماغوں میں آ کر کوئی ہدایت دیں گی تو اس پر فوراً عمل کرنا۔ ہم جا رہے ہیں۔ اس بیہوش فیلڈ لیڈر کا خیال رکھو۔"

وہ دونوں کوچۂ بشارت کے اس بنگلے میں پہنچے تو رات کے بارہ بجنے میں بیس منٹ رہ گئے تھے۔ وہ بنگلا خالی اور مقفل تھا کیونکہ تمام موساد والے ٹریپ کیے جا چکے تھے۔ اگر ان کا فیلڈ لیڈر بیہوش نہ رہتا تو اس بنگلے کے ایک کمرے میں بیٹھ کر ٹی وی اسکرین کے ذریعے محل کا نظارہ کرتا رہتا۔

پارس اس کی جیب سے چابیاں لے آیا تھا۔ اندر پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ وہ دونوں اسی کمرے میں پہنچ گئے' جہاں چھ عدد ٹی وی اور ریکارڈنگ وغیرہ کے آلات رکھے ہوئے تھے۔ پارس انہیں آپریٹ کرنے لگا۔ تمام ٹی وی چینل مختلف تھے۔ اس لئے ایک اسکرین پر محل کا احاطہ اور آہنی گیٹ وغیرہ دکھائی دے رہے تھے۔ دوسرے اسکرین پر محل کا وہ اندرونی حصہ نظر آ رہا تھا جہاں سے گزرنے کے بعد دیوانِ خاص تھا۔ اسی دیوان خاص میں مہمان اور میزبانوں کے بیٹھنے اور مذاکرات کرنے کے لیے آرام دہ نشستیں تھیں۔ تیسرے اسکرین پر محل کا پچھلا حصہ یعنی پائیں باغ دکھائی دے رہے تھے۔ وہ بھی خالی تھا۔ اگر وہاں سے دشمن چھپ کر آنا چاہتے تو اسکرین پر دیکھ لیے جاتے۔

اسی طرح محل کے باقی اہم حصے مختلف ٹی وی اسکرین پر دکھائی دے رہے تھے۔ وہ چھپے ہوئے مسلح گارڈز بھی نظر آ رہے تھے' جو خفیہ ماحول پیدا ہونے پر مہمان کو گن پوائنٹ پر رکھ کر گرفتار کر سکتے تھے یا بات زیادہ بگڑنے پر اسے گولی بھی مار سکتے تھے۔

گھڑی کی سوئیاں سست رفتاری سے سرکتی ہوئی بارہ کے ہندسے کے ایک دوسرے سے ملنے ہی والی تھیں۔ محل کے احاطے اور گیٹ کے پاس مسلح فوجی کھڑے ہوئے تھے۔ جب بارہ بجنے میں دو منٹ رہ گئے تو ایک شاہ کے سیکریٹری نے فون کی گھنٹی سن کر ریسیور اٹھایا پھر کہا۔ "میں اپنے آقا کا سیکریٹری بول رہا ہوں۔"

جواب میں بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "میں آ رہا ہوں۔ احاطے کا گیٹ کھلا رکھو۔ میں وہاں پہنچ کر گیٹ کھلنے کا انتظار نہیں کروں گا۔"

"آل رائٹ سر! ابھی گیٹ کھولا جا رہا ہے۔"

سیکریٹری نے ریسیور رکھ کر وہ ایک نائکی کے ذریعے سیکورٹی افسر سے کہا۔ "فوراً گیٹ کھول دو۔ مہمان کی کار کو کسی جگہ رکنا نہ پڑے۔"

حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ ٹھیک بارہ بجے ایک سیاہ رنگ کی بیش قیمت کار گیٹ سے گزر کر احاطے کے اندر داخل ہوئی اور باغیچے کے درمیان سے سست رفتاری سے چلتی ہوئی پورچ میں آ کر رک گئی۔ اس کار کے شیشے رنگین تھے اس لیے اندر بیٹھا ہوا مہمان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

پورچ میں کھڑے ہوئے ایک مسلح گارڈ نے ادب سے آگے بڑھ کر اگلا دروازہ کھولنا چاہا۔ وہ نہیں کھلا۔ پھر اس نے پچھلے دروازے کو کھولنا چاہا۔ وہ بھی اندر سے لاک تھا۔ وہ ناکام ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ محل کے دروازے پر نائب سپر اسٹرز' تین فوجی افسران اور شام اور اردن کے اکابرین مہمان کے استقبال کے لیے پورچ کے برآمدے میں آئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کار کا جو دروازہ کھولنے سے نہیں کھل رہا تھا وہ خود بخود کھل گیا۔ کھلے ہوئے دروازے سے یکے بعد دیگرے دو پاؤں باہر آئے۔ پھر ایک قد آور شخص باہر آ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس نے پتلون اور جوتے پہنے تھے ایک کوٹ' شرٹ اور کنکٹائی بھی تھی۔ ہاتھوں پر دستانے چڑھے ہوئے تھے۔ چہرے کا نچلا حصہ ایک مفلر میں لپٹا ہوا تھا اور اوپری حصے پر فلیٹ ہیٹ جھکی ہوئی تھی۔ گویا صرف لباس' ہیٹ اور جوتے نظر آ رہے تھے۔ نہ صورت دکھائی دے رہی تھی اور نہ ہی جسم کا کوئی حصہ جھلک رہا تھا۔

سب سے پہلے ایک فوجی افسر نے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کراتے ہوئے اس سے مصافحہ کیا تو اسے محسوس ہوا کہ مہمان کے دستانے کے پیچھے گوشت پوست نہیں ہے۔ صرف ہڈیوں والے ایک ہاتھ سے وہ مصافحہ کر رہا ہے۔ افسر نے ذرا سر جھکا کر دیکھا تو چہرے سے سفید پٹیاں لپٹی ہوئی تھیں اور آنکھوں پر ایک سیاہ چشمہ تھا۔

فوجی افسر مہمان کے ساتھ برآمدے میں آیا پھر نائب سپر اسٹرز اور دوسرے مسلمان اکابرین کا تعارف کرانے لگا۔ سب نے اس سے مصافحہ کرتے وقت یہی محسوس کیا کہ وہ کسی گوشت پوست سے نہیں بلکہ ہڈیوں سے بنے ہوئے ایک ہاتھ سے اپنا ہاتھ ملا رہے ہیں۔ ان محسوس کرنے والوں نے بھی اس کے چہرے کو دیکھنا چاہا لیکن وہ ایک انسان ہوتے ہوئے بھی نہ دکھائی دے رہا تھا اور نہ ہی سمجھ میں آ رہا تھا۔

وہ سب حیران اور پریشان اس کے ساتھ محل کے اندر دیوانِ خاص میں آئے اور ایک دوسرے سے ذرا فاصلوں پر صوفوں پر بیٹھ گئے۔ نائب سپر اسٹرز نے کہا۔ "کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے خود کو اس طرح کیوں چھپا رکھا ہے؟"

وہ بولا۔ "میں سب پر ظاہر نہیں ہوتا۔ آپ حضرات خاص میزبان ہیں اس لیے خود کو ظاہر کر رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے سر سے ہیٹ اتارا۔ اسے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔ پھر اس نے آنکھوں سے سیاہ چشمہ اتارا۔ سب ہی ایک دم سے چونک گئے۔ اس کی آنکھیں شیشے کی تھیں اور بلب کی طرح

جل بجھ رہی تھیں۔

اس نے جلتی بجھتی آنکھوں سے ایک ایک کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا اس سے بھی آگے دیکھنا چاہتے ہو؟"

سب کو چپ لگ گئی تھی۔ وہ کبھی اسے اور کبھی ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ مہمان نے کہا۔ "جب آ ہی گیا ہوں تو پھر پردہ کیا کروں؟ چلو میری صورت بھی دیکھ لو۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنے سر سے پٹی کھولنے لگا۔ وہ پٹیاں سر سے لے کر نیچے گردن تک بندھی ہوئی تھیں۔ اوپر سے کھلتی ہوئی چہرے پر بھی آکر کھلنے لگیں تو سب ہی سہم سے گئے۔ اس کا چہرہ گوشت پوست سے محروم تھا۔ اس چہرے کا ڈھانچا ہڈیوں کا تھا۔ اس نے گردن تک پٹیوں کو کھولنے کے بعد کہا۔ "اس کے بعد لباس اتاروں گا تو اسی طرح ہڈیاں ہی ہڈیاں نظر آئیں گی۔ پھر تم سب مجھے مردہ کہو گے۔ ہڈیوں کا وہ ڈھانچا کہو گے' جو ابھی اپنی قبر سے اٹھ کر آیا ہے۔"

نائب سپرسائٹر نے پوچھا۔ "کیا تم ہمیں بزدل بچے سمجھ کر ڈرانے آئے ہو؟"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم اچھی طرح سمجھ رہے ہیں کہ تم ایک بہت ہی طاقتور ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے حرکت کر رہے ہو۔ ایم آئی ایم کا سربراہ کہیں دور کسی خفیہ پناہ گاہ میں بیٹھا' مختلف آلات کے ذریعے تمہیں متحرک کر رہا ہے۔ وہاں سے ہماری آواز سن رہا ہے اور جواب میں جو کچھ بول رہا ہے' وہ ہمیں تمہارے منہ کے اندر رکھے ہوئے اسپیکر کے ذریعے سنائی دے رہا ہے۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ نادانوں کے پاس نہیں آیا ہوں اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ بہت زیادہ داناؤں کے درمیان بھی نہیں ہوں۔ اگر ایک انسانی ڈھانچے سے ڈرانا ہوتا تو تم سب سے کسی قبرستان میں ملاقات کی شرط رکھتا۔ ذرا عقل سے سوچو کہ ڈھانچا یہاں کیوں آیا ہے؟"

انہوں نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا پھر ایک نے پوچھا۔ "تم یہاں یہ تماشا کرنے کیوں آئے ہو؟"

"اس کی چند وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ کہ تم میں سے کوئی قبرستان میں مجھ سے ملنے نہ آتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہاں محل جیسی روشنی کے انتظامات نہ ہوتے۔ تیسری وجہ یہ کہ یہاں محل کے اندر سے باہر تک جو خفیہ وڈیو کیمرے نصب کیے گئے ہیں' اس کے ذریعے جس طرح یہاں ہماری ویڈیو اور آڈیو ریکارڈنگ ہو رہی ہے' ایسی قبرستان میں نہ ہوتی۔ میں چاہتا تھا کہ ہماری یہ ملاقات اور ابھی ہونے والے مذاکرات کا ایک ایک لمحہ' ایک ایک منظر ریکارڈ ہو جائے۔"

"ویسے تم کیوں چاہتے ہو کہ یہاں کے تمام مناظر ریکارڈ ہو جائیں؟"

"ہمارے مجاہدین نے طیارہ اغوا کر کے تم سب کو مجبور کیا تھا کہ اسرائیل اور پی ایل او کے فراڈ معاہدے کو ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے ساری دنیا میں پیش کیا جائے اور تم نے ایسا مجبوراً کیا تھا۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "کیا تم اس ڈھانچے والی وڈیو فلم کو ساری دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے ہمیں مجبور کرو گے اور خود اپنا تماشا بناؤ گے؟"

"یہ تماشا نہیں ہوگا۔ بلکہ ایک عالمی حقیقت ہوگی۔ میں اس وڈیو کے ذریعے دنیا کے سارے مسلمانوں کو اور مسلمان حکمرانوں کو دکھانا چاہتا ہوں کہ مجھے دیکھو اور سمجھو کہ بیسویں صدی کے اختتام پر تم سب میری طرح ایسے ڈھانچے بن گئے ہو' جن کا ریموٹ کنٹرولر امریکا اور اسرائیل کے ہاتھوں میں ہے۔ اور جب اکیسویں صدی شروع ہوگی تو اس وقت تک اس دنیا کا ایک ایک مسلمان میری طرح ہڈیوں کا ڈھانچا بن چکا ہوگا۔

"مسلمانو! مجھے دیکھو۔ میں جو نظر آ رہا ہوں' یہی تمہارا مستقبل ہے۔

"اگر تم میں ذرا بھی شرم اور غیرت ہے تو ڈھانچا بننے سے پہلے ڈوب مرو۔ اور اگر تم میں سچا اسلامی جذبہ اور حوصلہ ہے تو ان سب ڈھانچے بنانے والوں کو ڈھانچے بنا کر اکیسویں صدی میں پیش کرو۔ تم ایسا کر سکتے ہو مگر کیسے کرو گے؟ تمہارے درمیان اتحاد نہیں ہے....."

ملک شام کے اکابرین میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "وڈیو کیمرے اور آڈیو ریکارڈنگ بند کر دو۔ یہ مناظر اور یہ اشتعال انگیز تقریر اسلامی ممالک کے عوام تک نہیں پہنچنے دی جائے گی۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "تمہارے حکم کی تعمیل ہوگی اور عکاسی اور ریکارڈنگ بند ہو جائے گی تو یہاں سے کوئی بھی زندہ باہر نہیں جائے گا۔ ابھی تم میں سے ایک نے کہا تھا کہ میرے منہ کے اندر اسپیکر ہے جس کے ذریعے تم لوگ ایم آئی ایم کے سربراہ کی گفتگو سن رہے ہو۔ تو پھر ذرا عقل سے سوچو' میرے منہ میں اسپیکر ہو سکتا ہے تو میرے پیٹ کے اندر ایک بھرپور طاقت کا بم کیوں نہیں ہو سکتا؟"

سب اسے سہم کر دیکھنے لگے۔ اس نے کہا۔ "یہاں سے کوئی بھی اٹھے گا اور بھاگنا چاہے گا تو اس سے پہلے ہی ریموٹ کنٹرولر کا ایک بٹن دبے گا اور تم سب میرے ساتھ فنا ہو جاؤ گے۔"

سب نے دم سادھ لیا تھا جیسے جان نکل گئی ہو۔ وہ بولا۔ "میں تو ہڈیوں کا ڈھانچا ہوں۔ مر چکا ہوں۔ تم سب کے ساتھ اور ایک بار مروں گا تو کیا فرق پڑے گا؟ ہاں اگر تم سب نہیں مرنا چاہتے تو وڈیو کیمرے اور آڈیو ریکارڈنگ کو جاری رہنے دو۔ یوں تمہاری سانسیں بھی جاری رہیں گی۔"

اس محل کے دیوانِ خاص میں موت جیسی گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

عجیب بات تھی۔ خاموشی' سناٹا اور ویرانی قبرستان میں ہوا کرتی ہے۔ لیکن اتنے بڑے محل کے دیوان خاص میں موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ نائب سپرسائٹر' امریکی فوج کے تین اعلیٰ افسران شام اور اردن کے کئی اکابرین زندہ بیٹھے تھے۔ زندہ لوگ کہ جنہیں مُردوں کی طرح چپ تھے اور جو مُردہ انسانی ڈھانچا خاموش بول رہا تھا اور ایسا بول رہا تھا کہ بولنے والوں کو چپ لگ گئی تھی۔

وہ ایم آئی ایم کا پراسرار سربراہ ایک انسانی ڈھانچا ہوگا' یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

اور اس نے وضاحت کر دی تھی کہ وہ ڈھانچا کیوں ہے؟ امریکا کے نیو ورلڈ آرڈر نے اور اس کے ساتھ اسرائیل کے منصوبوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور انہیں کچل ڈالنے کی جو راہیں اختیار کی تھیں' ان منصوبوں کے کامیاب ہونے کے بعد دنیا کا ہر مسلمان اس ایم آئی ایم کے سربراہ کی طرح صرف ہڈیوں کا ڈھانچا بن کر رہ جاتا۔ اکیسویں صدی کے آغاز تک یہی ہوتا۔ یا تو ایک مسلمان بھی (خدانخواستہ) زندہ نہ رہتا۔ یا پھر ہڈیوں کے ڈھانچوں کی طرح زندہ رہتا اور امریکا' اسرائیل کے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے ان کے تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہتا۔

نائب سپرسائٹر اور ان دو اسلامی ممالک کے اکابرین نے ایم آئی ایم کے سربراہ سے ہونے والی ملاقات اور مذاکرات کی ویڈیو اور آڈیو ریکارڈنگ کے مکمل انتظامات کر رکھے تھے اور اس کا علم اس ڈھانچا بن کر آنے والے سربراہ کو تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ ویڈیو فلم ساری دنیا کے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنے کے لیے دکھائی جائے گی۔

وہ دشمنانِ اسلام یہ نہیں چاہتے تھے کہ اسلامی ممالک کے عوام کو وہ تمام حقائق معلوم ہوں جو ابھی وہ سربراہ بیان کرنے والا تھا اور یہی بیان کیا کم تھا کہ اس نے ڈھانچا بن کر تمام عالم اسلام کو مستقبل کا آئینہ دکھا دیا تھا؟

وہ دشمنانِ اسلام ویڈیو اور آڈیو ریکارڈنگ کو بند کرنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت ڈھانچے نے کہا تھا کہ اس کے منہ کے اندر اگر اسپیکر ہو سکتا ہے تو پیٹ کے اندر ایک طاقتور دھماکے والا بم بھی ہو سکتا ہے۔ وہ شخص جو کسی خفیہ پناہ گاہ میں بیٹھا ریموٹ کنٹرول اور الیکٹرونک آلات سے اس ڈھانچے کو کنٹرول کر رہا ہے' وہ اگر ریموٹ کنٹرول کا ایک بٹن دبائے گا تو اس کے پیٹ کے اندر رکھا ہوا بم بلاسٹ ہوگا۔ پھر وہاں بیٹھے ہوئے ملکی اور غیر ملکی معزز مہمانان اور میزبان اس بم کے دھماکے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔

یہ ایسی دھمکی تھی کہ وہاں بیٹھے ہوئے نائب سپرسائٹر' فوج کے اعلیٰ افسران اور دو اسلامی ممالک کے اکابرین اس ڈھانچے کے سامنے بیٹھے رہ گئے۔ کسی میں وہاں سے اٹھ کر نہ بھاگنے کی ہمت تھی اور نہ ہی وہ ویڈیو اور آڈیو ریکارڈنگ بند کرانے کا حکم دینے کی جرأت کر سکتے تھے۔ وہ ہڈیوں کا ڈھانچا ان کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک گیا تھا۔ وہ اسے اگل سکتے تھے نہ نگل سکتے تھے۔

بڑی دیر بعد نائب سپرسائٹر نے کہا۔ "طیارہ اغوا کر کے تم نے اپنی شرط منوائی۔ ہم نے اس شرط کے مطابق ساری دنیا کو بتا دیا کہ اسرائیل اور پی ایل او کے معاہدے کے پیچھے کچھ سیاسی فریب چھپے ہوئے تھے۔ اب تم چاہتے ہو کہ ابھی ہماری ملاقات کی جو ریکارڈنگ ہو رہی ہے اس کی بھی ویڈیو فلم ساری دنیا کے سامنے پیش کی جائے گی ہم یہ بھی کریں گے لیکن گفتگو نارمل ہو اور ایک دوسرے کو چیلنج نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "میں کبھی چیلنج نہ کرتا۔ مگر تم سب ریکارڈنگ بند کرنے والے تھے۔ پھر اس کے بعد مجھے شاید پہلے جیسی اہمیت نہ دیتے اور اٹھ کر یہاں سے چلے جاتے۔ ایسے حالات میں چیلنج کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ خود ہی دیکھو کہ اب یہاں کتنی شرافت سے بیٹھے ہوئے ہو۔"

مسلمان اکابرین میں سے ایک نے سوال کیا۔ "ڈھانچے کا مطلب کیا یہ نہیں ہے کہ زندہ کو مُردہ کر دینا؟ کیا جس انداز سے تم یہاں ظاہر ہوئے ہو' اس سے یہ واضح طور پر سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ تم نے دہشت گردوں کی تنظیم کیوں بنائی ہے اور کیا یہ تنظیم جس ملک کو دشمن سمجھے گی' وہاں کے باشندوں کو اسی طرح ڈھانچے بنا دے گی؟"

ڈھانچے نے کہا۔ "یہ تو انسان کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ کون معمار ہے اور کون تخریب کار۔ ہمارے آٹھ مجاہدین نے طیارہ اغوا کرنے کے بعد ایک مسافر کو بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ ہم جارحانہ انداز ضرور اختیار کرتے ہیں لیکن کسی کو جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچاتے۔"

شاہ اردن کے سیکریٹری نے کہا۔ "کیا تم نے کل ہمارے ملک کے ایک طیارے کو تباہ نہیں کیا تھا؟"

ڈھانچے نے کہا۔ "کل تمہارے ائرپورٹ کے رن وے سے اچانک ایک خالی جہاز نے پرواز کی۔ اس میں صرف ایک پائلٹ تھا۔ وہ طیارہ فضا میں پہنچ کر بلاسٹ ہو گیا۔ اس طیارے میں کسی مسافر کی جان نہیں گئی۔"

"مگر پائلٹ کی تو جان گئی۔ کیا پائلٹ انسان نہیں تھا جبکہ دعویٰ کرتے ہو کہ تمہاری تنظیم والے کسی کی جان سے نہیں کھیلتے ہیں۔"

مسٹر سیکریٹری! یہ تو بتاؤ کہ اس بلاسٹ ہونے والے طیارے میں کس پائلٹ کی جان گئی؟ کیا وہ پائلٹ تمہارے ملک کا تھا؟ یا کسی اور ملک کا تھا؟ تم میں سے کوئی ثابت کرے کہ اس کے ملک کے پائلٹ کی جان گئی تھی؟"

"ہم میں سے کسی ملک کے پائلٹ کی جان نہیں گئی۔ ہم نے

تحقیقات کی تھیں۔ شاید تمہارا کوئی مجاہد وہ طیارہ اڑا کر لے گیا تھا اور وہ جان پر کھیل گیا تھا۔ کیا وہ مجاہد انسان نہیں تھا؟"

"نہیں تھا۔ میری طرح ہڈیوں کا ڈھانچا تھا۔ بڑی رازداری سے طیارے میں پہنچایا گیا تھا۔ اس ڈھانچے نے طیارے کو رن وے سے اڑا کر جو کچھ کیا وہ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے کیا۔"

پھر ایک بار سب کو چپ لگ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ملک شام کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "کل تم نے خفیہ طریقے سے ہمارے ایک ائرپورٹ پر اعلان کیا کہ طیارے میں بم رکھا ہوا ہے۔ مسافروں میں دہشت پھیل گئی۔ کسی نے اس طیارے میں سفر نہیں کیا۔ یہ کیا دہشت گردی نہیں ہے؟"

نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "کل ہمارے ملک میں بھی یہ اعلان کیا کہ جب تک ایم آئی ایم سے پرامن مذاکرات نہیں ہوں گے تب تک امریکا کا کوئی بھی طیارہ پرواز کرنے کے دوران بلاسٹ ہو سکتا ہے۔ تم نے ہمارے ملک میں بھی دہشت پھیلائی ہے۔"

"بے شک میں نے ایسا کیا ہے لیکن ابھی کہہ چکا ہوں کہ ہماری تنظیم کے جوان کسی کو جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ کسی انسان کی جان لینا' چنگیز خان اور ہلاکو بننا اور بات ہے' دہشت پھیلانا اور بات ہے۔ ہم نے مذاکرات کے لیے تمہیں مجبور کرنے کی خاطر دہشت پھیلائی۔ مگر اس زبان پر قائم ہیں کہ ہم نے کسی کی جان نہیں لی۔"

"کیا تم لوگ ہمیشہ اسی زبان پر قائم رہو گے؟"

"اگر تم بھی قائم رہو گے اور ہمارے کسی مجاہد کو جانی نقصان نہیں پہنچاؤ گے تو ہم بھی قائم رہیں گے۔ اگر کبھی ایسا ہو گا تو ہم اپنے طریقہ کار کے مطابق ساری دنیا کے ٹی وی اسکرین پر وہ ویڈیو فلم ضرور دکھائیں گے جس میں ہمارے خلاف اشتعال انگیزی کی گئی ہو۔ تمہارے لوگوں نے ہمارے کسی مجاہد کو مارا ہو' تب جواباً تمہارے لوگوں کی شامت کس طرح آتی ہے یہ ساری دنیا کے ٹی وی پر دکھایا جائے گا۔"

نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "تمہارے اس جدید سائنسی انداز سے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ تمہارے وسائل بے پناہ ہیں اور تم بڑے وسیع ذرائع کے مالک ہو۔ اس طرح عالمی سطح پر جدوجہد کرنے کے لیے بے شمار دولت کی اور کسی بہت بڑے ملک کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیا ہمیں اور اس ویڈیو فلم کے ذریعے ساری دنیا کو بتاؤ گے کہ تمہیں قارون کا خزانہ کس ملک سے ملتا ہے۔"

اس نے جواب دیا۔ "میرے موتیوں کا خزانہ ہو' کرنسی نوٹ ہوں اور نہایت جدید اسلحہ ہو۔ یہ سب تمہارے ملک امریکا سے اور اسرائیل سے ہمیں ملتا ہے۔"

نائب سپر ماسٹر نے چیخ کر کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ سراسر جھوٹ! اس وقت دنیا والے تمہاری باتیں سن رہے ہیں وہ اس جھوٹ پر کبھی یقین نہیں کریں گے۔ بہتر ہے کہ سچ بول دو۔"

"یہ سچ ہے۔ ہم امریکا سے اور ورلڈ بینک سے قرضے نہیں مانگتے ہیں۔ جب ہمیں ضرورت ہوتی ہے تو ہمارا ڈھانچا ورلڈ بینک میں اور اسرائیل کے اسٹیٹ بینک میں جا کر کروڑوں ڈالر نکال کر لے آتا ہے۔ کیا ان بینکوں کے ڈائریکٹر جنرل نے اور آڈیٹر جنرل نے یہ رپورٹ پیش نہیں کی ہے کہ پچھلے پانچ ماہ کے دوران ان کے بینکوں سے کروڑوں کی کرنسی غائب ہوتی رہی ہے۔"

نائب سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران سب ہی حیرانی اور بے یقینی سے اس سربراہ ڈھانچے کو دیکھ رہے تھے۔ ایک نے پوچھا۔ "تمہارے ڈھانچے کس طرح مختلف بینکوں کے اندر پہنچ کر اتنی بڑی واردات کرتے ہیں؟"

"ہم ایسا کس طرح کرتے ہیں' یہ خود معلوم کرو۔ ہمیں آئندہ بھی ضرورت ہو گی۔ تم جس قدر حفاظتی انتظامات چاہو' کرتے رہو۔ ہم اپنی ضرورت کے مطابق تمہارے ملکوں سے رقم لے جاتے رہیں گے۔"

نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "تو تم اپنے ملک کی دولت اپنی قوم کی ظالمانہ بہبود کے لیے خرچ کرو اور ہم اسے چرائیں تو پھر ڈاکو ہیں اگر تم اپنی دولت مسلمانوں کو کمتر بنانے اور کچلنے کے لیے صرف کرو گے تو پھر ہمارا حق ہے کہ ہم اس دولت سے تمہارا سر کچل ڈالیں۔ تم اسے ڈاکا کہو' ہم اسے دھاکا کہتے ہیں۔"

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکا اور اسرائیل میں ایم آئی ایم کے بے شمار مجاہدین ہیں' جو وقت ضرورت کسی بھی بینک کو لوٹ لیتے ہیں۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "میں آخری بار یہ سمجھا رہا ہوں کہ ہم لٹیرے نہیں ہیں۔ تمہاری رقم لوٹ کر نہیں لے جاتے ہیں۔ تم لوگوں نے مسلمانوں کو انتہا پسند اور دہشت گرد قرار دینے کے لیے اور اپنے زیر اثر رہنے والے اسلامی ملکوں اور اسرائیل کے درمیان معاہدے کرانے کے لیے جتنی رقم خفیہ طور پر خرچ کی ہے' صرف اتنی ہی رقم ہم لے جاتے ہیں۔ لہٰذا آئندہ ہمارے لیے ڈاکو اور لٹیرے جیسے الفاظ استعمال نہ کرنا۔"

اردن اور شام کے اکابرین نے اپنے طور پر سوالات کیے۔ ایک نے پوچھا۔ "آپ کے مجاہدین ہمارے ملک میں کیوں آئے ہیں؟ جبکہ ہم نے ابھی اسرائیل سے کسی طرح کا رابطہ قائم نہیں کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "کیا ہمارے ذرائع اور وسائل کو محدود سمجھتے ہو؟ کیا ہم نہیں جانتے کہ تمہارے ملک کے ایجنٹ نہایت خفیہ طریقوں سے لندن اور پیرس میں اسرائیل کی اہم شخصیات سے ملاقاتیں کرتے رہتے ہیں۔ میں اس ویڈیو کے ذریعے تمہارے

ملک کے تمام مسلمانوں کو یہ سنا رہا ہوں کہ وہ عوام اپنے مسلمان حکمرانوں کو اسرائیل کا کٹر دشمن سمجھتے ہیں جبکہ وہ دشمن نہیں ہیں۔ اپنی مسلمان رعایا کے خوف سے وہ یورپ جا کر اسرائیلیوں سے ملتے ہیں۔"

شاہ اردن کے سیکریٹری نے کہا۔ "تم کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر مسلم ممالک کے حکمرانوں پر الزام عائد کر رہے ہو۔"

اس نے کہا۔ "کچھ عرصے بعد جب تمہارا ملک اسرائیل سے معاہدہ کرے گا اور اپنی سرحدیں کھول دے گا تب ساری دنیا کو بھی آج کی باتیں یاد آئیں گی۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک فوجی افسر نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو کون؟"

پارس نے کہا۔ "ریسیور اپنے ڈھانچے مہمان کو دو۔"

افسر نے ریسیور کو ڈھانچے کی طرف بڑھایا۔ ڈھانچے نے ریسیور لے کر کان سے لگایا۔ اگرچہ کان نظر نہیں آ رہے تھے۔ لیکن کھوپڑی کے اندر بولنے اور سننے کے آلات اسی طرح اسمبل کیے گئے ہوں گے جیسے زندہ انسانوں کے کانوں میں قدرتی طور پر ہوتا ہے۔ اس نے کہا۔ "ہیلو۔ میں یہاں کسی کے فون کی توقع نہیں کر رہا تھا' تم کون ہو؟"

پارس نے کہا۔ "اس فون کے کنکشن دوسرے کئی کمروں میں ہیں۔ اس لیے میں اپنا تعارف نہیں کرا سکوں گا۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ ملک اردن کی سرحدیں اسرائیل کے لیے کھول دی جائیں گی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہودیوں کا رابطہ ابھی سے ہے۔ ایک یہودی کو تو میں نے اپنی قید میں رکھا ہے۔ دوسرے کو تم بلاؤ۔ وہ اس محل میں قاسم کے نام سے ملازم ہے۔"

"میں ابھی بلاؤں گا اور تمہاری اطلاع کی تصدیق کروں گا۔ کوئی اور بات؟"

"ہاں تمہاری آمد سے پہلے تمہیں گوشت پوست کا انسان سمجھا گیا تھا۔ لہٰذا تمہیں رجھانے کے لیے دس عدد حسین ترین عورتوں کا انتخاب کیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک حسینہ یہودی ہے۔ اس کا نام مشروبہ ہے اور دو امریکی جاسوس حسینائیں ہیں۔ جب تم تصدیق کر لو گے تو پھر رابطہ کروں گا۔ خدا حافظ۔"

پارس نے موبائل فون کو آف کر دیا۔ پچھلے باب میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ شی تارا اور پارس نے دمشق پہنچنے والے موساد کے خفیہ ایجنٹوں کو ٹریپ کیا تھا۔ چار کو گولیاں مار دی گئی تھیں۔ صرف ان کے ایک فیلڈ لیڈر کو پارس کے چار ماتحتوں نے قید کر رکھا تھا۔

موساد کی اس ٹیم نے ایک بنگلے میں ویڈیو اور آڈیو ریکارڈنگ کے مکمل انتظامات کیے تھے۔ حاکم محل کے تمام مناظر وہاں کے چھ عدد ٹی وی اسکرین پر مختلف زاویوں سے دیکھے جا سکتے تھے لیکن دیکھنے والے اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ اس بنگلے میں شی تارا اور پارس آگر اس ڈھانچے کی باتیں سن رہے تھے اور حاکم محل کا منظر بھی دیکھ رہے تھے۔

ڈھانچے نے پارس کا فون اٹینڈ کرنے کے بعد کہا۔ "اس محل کے دوسرے کمروں میں ہمارے فون کی گھنٹی سنی گئی ہے۔ لہٰذا کسی حیل و حجت کے بغیر اس محل کے ملازم قاسم' یہودی حسینہ مشروبہ اور دو امریکی حسیناؤں کو یہاں ہم سب کے سامنے بلایا جائے۔"

ایک ماتحت سیکریٹری نے کہا۔ "کسی نے فون پر غلط اطلاع دی ہے۔ یہاں آپ کے مطلوبہ افراد نہیں ہیں۔"

ان باتوں کے دوران شی تارا نے یہودی حسینہ مشروبہ کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا اور اسے ایک کمرے سے نکال کر وہاں سے چلاتے ہوئے دیوان خاص میں پہنچا دیا تھا۔ وہ ڈھانچے کے سامنے پہنچ کر بولی۔ "میں وہی یہودی ہوں۔ میرا عارضی نام مشروبہ ہے۔ قاسم بھی یہودی تھا۔ اسے ابھی محل سے باہر بھگا دیا گیا ہے۔ مگر وہ جتنی دور بھی چلا جائے واپس یہاں ضرور آئے گا۔"

ڈھانچے نے شام کے سیکریٹری سے کہا۔ "یہ یہودی حسینہ خود چل کر میرے سامنے آئی ہے۔ کیوں مس مشروبہ' کیا ان کے سامنے اپنے یہودی ہونے کا ثبوت پیش کرو گی؟"

شی تارا نے اُس کی زبان سے کہا۔ "جی ہاں۔ ہمارا فیلڈ لیڈر ابھی یہاں پہنچنے والا ہے۔ اس کے پاس ہم سب کے شناختی کاغذات ہیں۔ اس مسلمان سیکریٹری نے ہمیں یہاں آنے کے لیے جو خط لکھا تھا وہ بھی فیلڈ لیڈر ابھی لے کر آئے گا۔ بشرطیکہ اس کا راستہ نہ روکا جائے۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "یہاں ہمارے سامنے دو چارٹی دی رکھے جائیں۔ ان کے ہر اسکرین پر اس محل کے باہر کے مناظر دیکھے جائیں گے اور میں دیکھوں گا کہ وہ فیلڈ لیڈر بیرونی گیٹ سے صحیح سلامت داخل ہو کر یہاں آ رہا ہے یا نہیں؟ اگر اسے کسی نے گولی ماری تو جواباً اس دیوان خاص میں ہم سب فنا ہو جائیں گے۔"

وہاں بیٹھے ہوئے معزز حضرات مجبور تھے۔ ڈھانچے کے احکامات کی تعمیل کر رہے تھے۔ بڑے بڑے ٹی وی وغیرہ لا کر وہاں رکھے جا رہے تھے۔ ڈھانچے نے کہا۔ "اے حسین مشروبہ! یہاں آ' اور میرے پہلو میں بیٹھ۔"

وہ شی تارا کی ٹیلی پیتھی کے زیر اثر آئی تھی۔ اب اس کا دماغ آزاد تھا۔ وہ ڈھانچے کو دیکھ کر خوف سے لرز رہی تھی۔ وہ بولا۔ "ڈرتی کیوں ہو؟ عیاش مسلمانوں کو پھانسنے کے لیے ایسی ہی حسین سوغات پیش کی جاتی ہیں۔ تمہیں اس سلسلے میں خاصی تربیت دی گئی ہو گی۔ آؤ۔ مجھے پھانسو....."

وہ خوف اور دہشت سے رونے لگی۔ وہ بولا۔ "تمہاری حسین آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو یہاں سب دیکھ رہے ہیں۔ سب کو تم پر ترس آ رہا ہے۔ لیکن میں گوشت پوست کا انسان بن کر آتا تو تمہارے جال میں پھنس کر اپنی پوری تنظیم کو پھنسا دیتا۔ پھر پچھتا کر آنسو بہاتا تو کسی کو مجھ پر ترس نہ آتا۔ سب مجھ پر قہقہے لگاتے اور

مجھے مار ڈالنے کے بعد ایسا ہی مردہ بنا ڈالتے جیسا اب نظر آرہا ہوں۔"

وہ خوف سے لرز کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ وہ بولا۔ "یوں سمجھ لو کہ تم نے کامیاب ہو کر مجھ پر قابو پالیا ہے اور مجھے مُردہ بنا ڈالا ہے۔ آؤ اور اس مُردے سے پیار کرو۔"

اس کے بعد دو امریکی حسینائیں یکے بعد دیگرے آئیں۔ انہوں نے بھی ڈھانچے کے سامنے پہنچ کر اپنا تعارف کرایا۔ نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "یہ سب جھوٹ ہے۔ یہ میرے ملک کی جاسوس عورتیں ہیں۔"

"مسٹر نائب! تم ایک بات بھول رہے ہو کہ یہ تینوں حسینائیں ٹیلی پیتھی کے زیر اثر آئی ہیں۔ جو بھی خیال خوانی کرنے والا ان کے اندر ہے وہ ان کے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔"

شی تارا' نائب سپر ماسٹر کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولنے لگا۔ "ہاں میں ٹیلی پیتھی کو بھول گیا تھا۔ خیال خوانی کرنے والوں سے سچائی چھپی نہیں رہتی۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ دونوں میرے ملک کی جاسوس عورتیں ہیں۔"

وہ ان تین حسیناؤں اور نائب سپر ماسٹر سے سچائی کا اقرار کرانے کے بعد پارس کے ان چار ماتحت گن مین کے پاس آئی پھر بولی۔ "فیلڈ لیڈر کو چھوڑ دو۔ دور سے اس کی نگرانی کرو۔ یہ ابھی یہاں کے حاکم محل کے اندر جائے گا۔ لیکن تم سب محل سے دور رہو گے۔"

انہوں نے فیلڈ لیڈر کو اس بنگلے سے جانے کو کہا۔ وہ آزادی پاکر بہت خوش ہوا۔ پھر بنگلے سے نکل کر بے اختیار اُدھر جانے لگا' جدھر وہ محل سے فرار ہونے والا یہودی قاسم موجود تھا۔ وہ ایک بس اڈے پر تھا۔ وہاں سے بس میں بیٹھ کر کسی دوسرے علاقے میں جانا چاہتا تھا۔ شی تارا نے قاسم کے اندر جاکر معلوم کرلیا تھا کہ وہ کس راستے پر ہے اور کون سی بس میں جانے والا ہے۔

فیلڈ لیڈر نے وہاں پہنچ کر قاسم کو مخاطب کیا پھر پوچھا۔ "یہ تم کہاں جارہے ہو؟ تمہیں میرے پاس آنا چاہیے تھا۔"

وہ بولا۔ "تمہارے پاس کیسے آتا؟ اُس ڈھانچے کو کوئی شخص کہہ رہا تھا کہ تم اُس کی حراست میں ہو۔"

"ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ میں آزاد ہوں اور ابھی تک چھپ کر ایسی کارروائیاں کرتا رہا ہوں کہ اب ہم اس ڈھانچے کے ذریعے آسانی سے ایم آئی ایم کے سربراہ تک پہنچ جائیں گے۔"

وہ بس سے باہر آکر بولا۔ "واقعی تم تو آزاد ہو۔ لیکن وہ فون پر بولنے والا کون تھا؟"

فیلڈ لیڈر تمام گفتگو شی تارا کی مرضی کے مطابق کررہا تھا وہ بولا۔ "وہ فون پر بولنے والا دشمن تھا۔ ہم اس پر قابو پاچکے ہیں۔ ہمیں فوراً حاکم محل میں چلنا چاہیے۔ ورنہ جیتنے والی بازی ہار جائیں گے۔"

فیلڈ لیڈر نے بات بناتے ہوئے' دوسرے لفظوں میں شی تارا نے باتیں بناتے ہوئے اِن دونوں کو حاکم محل میں جانے پر تیار کردیا۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اُدھر جانے لگے۔ شی تارا فیلڈ لیڈر کے دماغ میں رہی۔ ان دونوں کو فرار ہونے سے روکنا اور محل کے اندر تک پہنچانا ضروری تھا۔

اُدھر محل کے اندر نائب سپر ماسٹر پریشان ہو کر کہہ رہا تھا۔ "نہیں نہیں۔ ابھی میں نے غلط کہا تھا کہ یہ دونوں حسینائیں میرے ملک کی جاسوسہ ہیں۔ شاید ایسا کہتے وقت کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا میرے دماغ پر حاوی ہوگیا تھا۔ مجھ سے زبردستی اعتراف کرایا گیا تھا۔"

ایک امریکی حسینہ نے اس سے کہا۔ "سر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ پہلے تو آپ کے شعبے کے افسران نے ہم سے کہا تھا کہ ایم آئی ایم کا سربراہ ایک زندہ انسان ہے اور ہمیں اپنے حسن و شباب سے اسے ٹریپ کرنا ہے۔ لیکن آپ ہمیں اس مُردے کے پاس لے آئے ہیں۔"

دوسری امریکی حسینہ نے کہا۔ "سر! ہمارا ملک سپر پاور ہے اور آپ ایک مُردے کے سامنے کبھی اعتراف کررہے ہیں اور کبھی انکار کررہے ہیں۔ آپ تو اپنی پشت پر اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ اس ڈھانچے کی ہڈیاں توڑ سکتے ہیں۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "تمہارے نائب سپر ماسٹر کو یہی کرنا چاہیے۔ اگر اس نے سپر پاور ہو کر میری ہڈیاں نہ توڑیں اور میں سلامت رہ گیا تو تم امریکی اور یہودی حسیناؤں کو اپنے بیڈ روم میں لے جاؤں گا اور جانتی ہو کہ ایک قبر ہی مجھ جیسے ڈھانچے کا بیڈ روم ہوسکتی ہے۔"

یہودی حسینہ مشروبہ خوف کے مارے کھڑی نہ رہ سکی۔ گر کے انداز میں قالین پر بیٹھ گئی۔ باقی دونوں حسینائیں بھی فوراً بیڈ روم کا ذکر سن کر خوف سے لرزنے لگیں۔ ڈھانچے نے کہا۔ "میں نے تم تینوں کو یہاں نہیں بلایا تھا۔ میں تو مسلمانوں کے حلقے میں کچھ سیاسی اور کچھ سماجی باتیں کرنے آیا تھا۔ مگر یہ محل طوائفوں کا اڈا بن گیا ہے۔ یہاں بیٹھنے والے معزز افراد عورتوں کی دلالی کررہے ہیں۔ تم تینوں کے علاوہ یہاں مزید سات حسینائیں ہیں۔ تم سب اپنے دلالوں کے گریبان پکڑ کر کہو کہ وہ مجھے سلام ڈالیں۔ یہ لوگ جو زندہ قوموں کو مار ڈالتے ہیں' مجھ مُردے کو بھی قتل کردیں۔ ورنہ میں تم تینوں کو ضرور اپنی قبر میں لے جاؤں گا۔"

وہ تینوں حسینائیں فریاد کرنے' رونے اور گڑگڑانے لگیں۔ ڈھانچے نے خلا میں سنکتے ہوئے کہا۔ "یہ جو ویڈیو ریکارڈنگ ہورہی ہے۔ اسے جلد ہی ساری دنیا دیکھے گی۔ انہیں یہ حسینائیں اور سیاسی دلال بھی نظر آئیں گے۔ یہ طاقتیں جو سپر پاور کہلاتی ہیں' سپر پاور کے پاس دو طرح کے بم ہوتے ہیں۔ ایک ایٹم بم اور دوسرا حسن و شباب کا بم۔ اے لوگو! ایسی قوموں کی ذلت اور پستی کو سمجھو' جو اپنی قوم کی بہنوں اور بیٹیوں کے حسن و شباب کو سیاسی داؤ پر لگاتی ہیں۔"

وہ کہتے کہتے چپ ہوگیا۔ سامنے رکھے ہوئے کئی ٹی وی اسکرین پر حاکم محل کے باہر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں آہنی گیٹ کھلا ہوا تھا اور ایک ٹیکسی اندر آرہی تھی۔ ایک سیکورٹی افسر نے اسے روکا۔ ڈھانچے نے کہا۔ "اس ضعیف افسر کو حکم دو کہ آنے والوں کو نہ روکا جائے۔"

محل کے باہر لاؤڈ اسپیکر سے حکم دیا گیا کہ ٹیکسی کو محل کے پورچ میں آنے دیا جائے۔ وہ ٹیکسی پورچ میں آکر رک گئی۔ اُس کی اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر فیلڈ لیڈر اپنے ماتحت قاسم کے ساتھ باہر آیا۔ قاسم کو محل سے بھگانے والے افسر اسے واپس آتا دیکھ کر پریشان ہوگئے تھے مگر اب اسے اور فیلڈ لیڈر کو کسی بہانے دوبارہ نہیں بھگا سکتے تھے۔

وہ دونوں محل میں داخل ہو کر دیوان خاص میں ڈھانچے کے سامنے آگئے۔ فیلڈ لیڈر نے ڈھانچے سے کہا۔ "یہ وہی قاسم ہے جو محل سے بھاگ گیا تھا۔ میں اسے ایک بس اڈے سے پکڑ کر لایا ہوں۔"

ڈھانچے نے پوچھا۔ "اور تم کون ہو؟"

فیلڈ لیڈر نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ لباس کے اندر سے کاغذات کا پلندہ نکالا اور اسے ڈھانچے کو دیتے ہوئے کہا۔ "یہ تمام ہمارے شناختی کاغذات اور تصویریں ہیں۔ اِن کے ذریعے ہم موساد تنظیم سے تعلق رکھنے والے یہودی جاسوس ثابت ہوجائیں گے۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "میں اِس پلندے سے ایک ایک کاغذ نکال کر کھولتا ہوں۔ ویڈیو کیمرے کے زوم لینس کے ذریعے ہر کاغذ کا بلک کلوزاپ پکچرائز کیا جائے۔ ایسا نہ ہو تو یہاں سب کے حق میں بُرا ہوگا۔"

وہ سب بُری طرح پھنس گئے تھے۔ خاص طور پر دو اسلامی ممالک کے اکابرین نے موساد کی اس جاسوس ٹیم کو وہاں آکر ایم آئی ایم کے سربراہ تک پہنچنے کی تحریری دعوت دی تھی اور وہ سب کچھ کیمرے کی آنکھوں سے دکھایا جانے والا تھا۔ شام کے سیکریٹری نے ڈھانچے سے کہا۔ "جناب! بات بڑھانے سے کیا فائدہ؟ ہمیں دوستانہ کردو ستانہ ماحول میں معاملات طے کرنا چاہئیں۔"

"میں یہاں تم مسلمانوں کے پاس دوستانہ ماحول میں ہی گفتگو کرنے آیا تھا۔ لیکن تم دو اسلامی ممالک کے اکابرین نے میرے خلاف یہاں یہودی جاسوسوں کی ٹیم بلائی۔ اس کا ٹھوس ثبوت میرے سامنے ہے۔ پہلے ان تمام کاغذات کی ویڈیو ریکارڈنگ کی جائے' بعد میں دوسری باتیں ہوں گی۔"

وہ ڈھانچا ایک ایک کاغذ اٹھا کر کھولنے لگا۔ تمام خفیہ ٹی وی کیمرے ایک ایک کاغذ کو پکچرائز کرنے لگے۔ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اسلامی ممالک کے اکابرین' نائب سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ مگر ڈھانچے کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے۔ اس نے وارننگ دے دی تھی کہ جو بھی اس دیوان خاص سے اٹھ کر جانا چاہے گا تو ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے اس کے پیٹ میں رکھے ہوئے بم کو بلاسٹ کردیا جائے گا۔

وہاں کوئی مرنا نہیں چاہتا تھا اور مُردے کی بات ماننے سے ہی زندگی مل سکتی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایم آئی ایم جیسی نئی تنظیم کا ایک گمنام سربراہ انہیں اس قدر بے بس بنا کر رکھ دے گا۔

محل کے دوسرے حصوں میں کئی اہم افراد اپنی ڈیوٹی پر تھے۔ ایک امریکی افسر نے دوسرے کمرے سے فون کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ کیا تھا اور پوچھا تھا۔ "کیا آپ لوگ سیٹلائٹ کے ذریعے حاکم محل کے مناظر دیکھ رہے ہیں۔"

ادھر سے سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہم بہت کچھ دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے ایک خیال خوانی کرنے والے نے ڈھانچے کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی تو کسی نے سائس روک لی تھی۔ ہمارے پاس خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد کم ہے۔ یہ خیال خوانی کرنے والے بیک وقت نائب سپر ماسٹر' دو امریکی جاسوسہ اور موساد کے جاسوسوں کو کنٹرول نہیں کرسکتے۔ وہ دو تین کو کنٹرول کرتے ہیں تو باقی افراد ہمارے خلاف بولنے لگتے ہیں۔"

سپر ماسٹر کی یہ مجبوری تھی کہ ایسے وقت اس کے تھری ڈی مارے گئے تھے۔ پارس نے ڈی کروسو کو قابو میں کرلیا تھا۔ شاطر مائیک ہرارے کو دوبارہ ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا تھا۔ وہ ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں تھا۔ اس کا علاج ہورہا تھا۔ اب وہاں صرف پوجا اور پاشا رہ گئے تھے اور وہ دونوں ٹیلی پیتھی کے میدان میں زیادہ تجربہ نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے شی تارا اور پارس کی چالوں کا صحیح توڑ نہیں کرپارہے تھے۔

موساد تنظیم کے افراد کے تمام کاغذات کو ویڈیو فلم میں محفوظ کرانے کے بعد ڈھانچے نے پوچھا۔ "اب ہمارے درمیان کہنے سننے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟ تمہارے جتنے اوچھے ہتھکنڈے تھے وہ سب ریکارڈ ہوچکے ہیں۔ اب انہیں ساری دنیا دیکھے گی۔ کیا اب بھی کچھ کہنا چاہو گے؟"

نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "سب سے پہلی بات تو یہ کہ شام اور اردن تمہاری مرضی کے خلاف معاہدے نہیں کریں گے۔ اس لیے یہ ویڈیو فلم دنیا والوں کے سامنے لانے کی ضد نہ کی جائے۔"

"بے شک۔ ہم یہی چاہتے ہیں۔ کوئی اسلامی ملک اسرائیل سے کسی قسم کا معاہدہ نہ کرے۔ ہم اس ویڈیو فلم کو منظر عام پر نہیں لائیں گے۔"

ایسے وقت ایک افسر نے وہاں آکر سیلوٹ کیا۔ پھر کہا۔

"سر! ریکارڈنگ مشین میں کہیں خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ ہم پہلے اس خرابی کو سمجھ نہ سکے۔ یہاں اب تک جو کچھ ہوچکا ہے۔ اس کی ویڈیو فلم تیار نہیں ہوسکی۔"

نائب سپرماسٹر نے کہا۔ "یہ کیا بکواس ہے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ ایم آئی ایم کا سربراہ ہمیں فراڈ سمجھے اور فلم تیار نہ ہونے پر ہمیں یہاں بم کے دھماکے سے مار ڈالے؟"

وہاں آکر سیلوٹ کرنے والے افسر نے اچانک سانس روک لی۔ شی تارا نے اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ پھر وہ امریکی جاسوسہ کے دماغ پر قبضہ جما کر ڈھانچے سے بولی۔ "تمہیں حقیقت بتا رہی ہوں۔ تمام کیمرے اور ساؤنڈ ریکارڈنگ مشین آن ہیں۔ جس شخص نے تم سے فون پر گفتگو کرکے ان یہودی جاسوسوں اور ہم حسیناؤں کی اطلاع دی تھی وہ ابھی اپنے خفیہ اڈے میں یہ تمام منا ظر دیکھ رہا ہے اور ویڈیو کیسٹ تیار کررہا ہے۔ تمہیں ہم سے یہ مکمل سیٹ مل جائے گا۔ یہ لوگ تم سے کیسٹ چھپا کر تمہارے بم سے حرام موت مرنا چاہتے ہیں۔"

ان میں سے کئی اکابرین گھبرا کر کہنے لگے۔ "نہیں، ہم مرنا نہیں چاہتے۔ اگر ہمارے اس افسر نے غلط رپورٹ دی ہے تو اسے سزائے موت دی جائے گی لیکن ہم تمہیں کیسٹ ضرور دیں گے۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "تو پھر آج کی ملاقات تمام کرو۔ تم لوگوں سے مزید مذاکرات نہیں ہوسکیں گے۔ مسلمانوں میں ایک بہت بُری عادت یہ ہے کہ جب ان کے پاس بے انتہا دولت آجاتی ہے تو وہ اپنی عقل کو رخصت کردیتے ہیں۔ دنیا کے نقشے میں ناخن برابر نظر آنے والا اسرائیل دو سو ایٹم بم بنا چکا ہے۔ کئی اسلامی ممالک کے پاس اتنی دولت ہے کہ وہ دو ہزار ایٹم بم بنا سکتے ہیں۔ مگر کسی نے ایک بھی نہیں بنایا۔ یہ مسلمان اپنی دولت کی نمائش کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "تم تمام اکابرین نے یہ خبر پڑھی یا سنی ہوگی کہ نائجیریا کے ایک بے انتہا دولت مند شخص نے اپنی مرحومہ دادی کی تدفین پر ۴۹ لاکھ برطانوی پاؤنڈ (پاکستانی کرنسی تقریباً ۴ کروڑ روپے) رقم خرچ کردی۔ دادی مرحومہ کو ۴ قیراط سونے کے بکس میں رکھ کر دفن کیا گیا۔ اس میت کے ساتھ گلاب کے ۴۰ بکس دفن کیے گئے اور دادی کا سوگ منانے کے لیے جو بے شمار لوگ آئے انہیں لندن کے فائیو اسٹار ہوٹلوں میں ٹھہرایا گیا۔"

اس ڈھانچے نے اپنے اطراف میں بیٹھے ہوئے مسلمان اکابرین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں کوئی قصہ کہانی نہیں سنا رہا ہوں۔ یہ تم مسلمانوں کی شان امیری کی صرف ایک مثال پیش کررہا ہوں۔ دولت کے نشے میں رہنے والے حکمرانوں کو میری باتیں متاثر نہیں کریں گی لیکن تمام اسلامی ممالک کے عوام لمحے بھر کے لیے یہ سوچیں گے کہ کسی اسلامی ملک میں ایٹم بم کیوں نہیں ہے اور اگر پاکستان میں ایک ایٹم بم کی بات ہوتی ہے تو پورے یورپ اور امریکا کی نیندیں کیوں اڑ جاتی ہیں؟"

جو مسلمان اکابرین سن رہے تھے، ان کے پاس ایسی کسی بات کا جواب نہیں تھا۔ وہ اپنی اپنی موت کے ڈر سے وہاں مجبوراً بیٹھے ہوئے تھے اور اس ڈھانچے کی بچی اور کھری باتوں کو محض بکواس سمجھ کر سن رہے تھے۔

اس نے کہا۔ "دنیا میں صرف ایک مسلمان قوم ہی ایسی ہے جو صرف زندگی میں دولت سے عیاشی نہیں کرتی۔ موت کے بعد بھی کہیں اپنی بیوی کے لیے کروڑوں روپے کا تاج محل اور کہیں دادی اماں کے لیے لاکھوں پونڈ خرچ کرتی ہے۔ عیاشی کا ایسا ریکارڈ آج تک کسی قوم نے قائم نہیں کیا۔ اس لیے میں ڈھانچا بن کر آیا ہوں۔ مغل بادشاہ کے تاج محل کی نہ میں اس کا ڈھانچا ہوگا۔ ۴ قیراط سونے کے بکس میں دادی ماں کا ڈھانچا ہوگا۔ چونکہ یہ ڈھانچے اندر ہیں اور دولت کی نمائش اوپر ہے اس لیے میں اور نے اوپر آیا ہوں تاکہ معلوم تو ہو کہ دولت کی فراوانی مسلمانوں کو کس طرح زندگی میں بھی ڈھانچا بنا دیتی ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ مسلمانو! یہی ڈھانچا تمہارا مستقبل ہے۔"

شاہ اردن کے سیکریٹری نے کہا۔ "ہم آپ کی باتیں اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ آئندہ ان پر عمل کریں گے۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "فی الوقت یہ کیسٹ جو تیار ہورہا ہے، وہ مجھے اپنے مہمانوں سے مل جائے گا۔ تم بھی اپنے پاس ایسے کیسٹ کو محفوظ رکھنا۔ اگر ایم آئی ایم کے مطالبات کے خلاف کوئی بات ہوگی تو ہم اس کیسٹ کو منظرعام پر لانے کے لیے تمہیں مجبور کردیں گے۔"

پھر اُس نے کہا۔ "میری عمر رات کے بارہ بجے سے چار بجے تک ہوتی ہے اور اب چار بج رہے ہیں۔ اب میں فنا ہونے والا ہوں۔ اس لیے اس اجلاس کو برخاست کریں اور آپ سب اس دیوان خاص کی چار دیواری سے باہر چلے جائیں۔"

ایک نے پوچھا۔ "کیا تم ہمارے جانے کے بعد یہاں سے چلے جاؤ گے؟"

"میں یہاں سے کہیں بھی جاؤں گا تو تمہارے بے شمار جاسوس میرا تعاقب کریں گے۔ میرا خفیہ اڈا معلوم کرنا چاہیں گے۔ اس لیے میں اسی چار دیواری میں فنا ہوجاؤں گا۔"

وہ سب اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ یوں بھی وہ سب اپنی سلامتی کے لیے وہاں سے جانا چاہتے تھے۔ اس لیے تیزی سے جانے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ ڈھانچے کے پیٹ میں رکھا ہوا بم پھٹے گا اور وہ نابود ہوجائے گا۔

وہ سب محل کے باہر بہت دور ایک کوارٹر میں آئے۔ وہاں ایک بڑے سے ٹی وی اسکرین پر دیوان خاص کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں وہ ڈھانچا بالکل تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔

میں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ اس محل میں بم کا دھماکا نہیں ہوگا۔ یہ دیکھو۔"

اُس نے اپنے لباس میں ہاتھ گھسا کر پیٹ کی طرف سے ایک بم نکالا۔ پھر اس سے فسلک تار کو الگ کرکے بولا۔ "اب ریموٹ کنٹرولر سے اس بم کا تعلق ختم ہوچکا ہے۔ یہ بلاسٹ نہیں ہوگا۔"

اس نے بم کو اسی دیوان خاص میں دور ایک جگہ لے جا کر رکھ دیا۔ پھر وہ ایک بڑی سی سینٹر ٹیبل پر آکر کھڑا ہوگیا۔ اس کے بعد بولا۔ "میں جارہا ہوں۔ آئندہ مجھے ملاقات اور مذاکرات پر مجبور کرو گے تو میں پھر بارہ بجے کسی رات کو آؤں گا اور میرے پیٹ میں ویسا ہی ایک بم رہے گا، جیسا کہ ابھی میں نے الگ کرکے ایک طرف رکھ دیا ہے۔"

پھر وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "اور میں خوب سمجھتا ہوں اب کوئی مائی کا لال مجھ سے سامنا نہیں کرے گا۔"

وہ خاموش ہوگیا۔ پھر سب نے اسکرین پر دیکھا کہ اُس ڈھانچے کے وجود سے دھواں نکلنے لگا تھا۔ وہ اور اس کا لباس آہستہ آہستہ پگھل رہا تھا۔ ایک رقیق مادہ پگھلتے ہوئے وجود سے بہتا ہوا سینٹر ٹیبل پر پھیل رہا تھا اور اس میز کے نیچے قالین پر گر رہا تھا۔

سب لوگ دم بخود سے ہو کر یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ وہ انسانی ہڈیوں کا ڈھانچا پگھلتے پگھلتے بالکل ہی نابود ہوکر رقیق مادے کی صورت میں پگھلی ہوئی موم بتی کی طرح پھیل گیا تھا۔ اب وہاں نہ کوئی ایم آئی ایم کا سربراہ تھا اور نہ ہی کسی انسان کا ڈھانچا رہ گیا تھا۔ وہ نابود ہوچکا تھا۔

شی تارا اور پارس جس بنگلے کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے، وہاں چھ عدد ٹی وی اور ساؤنڈ ریکارڈنگ مشین جیسے کئی آلات تھے۔ یہ سب کچھ مسعود کا فیلڈ لیڈر ویڈیو کیسٹ تیار کرنے کے لیے لایا تھا۔ اب مسعود کے اس بنگلے پر پارس کا قبضہ تھا۔ اُس نے حاکم محل کے تمام مناظر کی ویڈیو ریکارڈنگ مکمل کرلی تھی۔

ویسے اب بھی حاکم محل کے خفیہ ویڈیو کیمرے آن تھے۔ شی تارا اور پارس اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ پہلے وہاں بم ڈسپوزل اسکواڈ کے لوگ آئے تھے۔ ڈھانچے نے جو بم وہاں رکھ چھوڑا تھا انہوں نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد اپنے مسلمان اکابرین کو یقین دلایا تھا کہ وہ بم نہیں پھٹے گا۔ نائب سپرماسٹر اور فوج کے افسران اس دیوان خاص میں آکر اس پگھلے ہوئے ڈھانچے کے رقیق مادے کو دیکھ رہے تھے۔ اس ڈھانچے کے اندر جو بھی آلات لگائے گئے ہوں گے، وہ بھی پگھل چکے تھے۔ وہاں ڈھانچے کے سلسلے میں تحقیقات کے لیے کچھ نہ رہا تھا۔

نائب سپرماسٹر نے جھنجلا کر کہا۔ "ان ویڈیو کیمروں اور ساؤنڈ ریکارڈنگ مشینوں کو بند کرو۔ ہم اسے بھاننے کے لیے کیسٹ تیار کررہے تھے۔ اب وہ اس کیسٹ کو ہمارے ہی خلاف استعمال کرنے کی دھمکیاں دیتا رہے گا۔"

اُس کے حکم سے تمام آلات بند کردیئے گئے۔ شی تارا اور پارس کے سامنے جتنے ٹی وی تھے۔ ان کے اسکرین سادہ ہوگئے۔ پارس نے کہا۔ "اب ہم وہاں کے افراد کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ تم ان کی خبر لو۔"

وہ مسعود تنظیم کے فیلڈ لیڈر کے اندر پہنچ گئی۔ اس وقت نائب سپرماسٹر اس لیڈر سے کہہ رہا تھا تم مسعود کے تمام شناختی کاغذات لے کر یہاں آگئے۔ صاف ظاہر ہے کہ تم نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔ کسی نے تمہارے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ کیا وہ قبضہ جمانے والا تمہارے اندر ابھی نہیں ہوگا اور ابھی تمہاری باتیں نہیں سن رہا ہوگا۔"

فیلڈ لیڈر نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم شراب نہیں پیتے ہو؟ یہاں کتنے معزز افراد ہیں جو اپنے اندر کسی خیال خوانی کرنے والے کو محسوس کرسکتے ہیں؟"

ایک نے کہا۔ "یہ درست ہے۔ پتا نہیں ہمارے اندر بھی کوئی چھپا ہوا ہے یا نہیں؟"

دوسرے نے سوال کیا۔ "آپ لوگوں نے ایک بات نوٹ کی؟ وہ ڈھانچا اس شخص سے واقف نہیں تھا جس نے فون پر بتایا تھا کہ اس محل میں امریکی اور یہودی جاسوس موجود ہیں۔"

فیلڈ لیڈر نے کہا۔ "میں اس شخص کو پہچانتا ہوں۔ اس کے ساتھ چار گن مین تھے اور ایک حسینہ تھی جو ٹیکی پیتی جانتی تھی۔ وہی میرے دماغ میں آکر مجھے مجبور اور بے بس کردیتی ہے۔"

"پھر تو اسی حسینہ نے ہماری یہودی اور امریکی جاسوس حسیناؤں کو ڈھانچے کے سامنے آنے پر مجبور کیا ہوگا۔"

نائب سپرماسٹر نے کہا۔ "اس حسینہ کے ساتھی نے ڈھانچے کو فون کیا ہوگا۔ ڈھانچے سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ اس شخص نے بھی ہماری ویڈیو فلم تیار کی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے کیسٹ تیار کرنے کے انتظامات کیسے کیے؟ ایسا تو صرف ہم کرسکتے تھے یا موساد والے۔"

موساد کے فیلڈ لیڈر نے کہا۔ "بات سمجھ میں آگئی۔ اس شخص نے ہمارے ساتھیوں کو ہلاک کیا، صرف مجھے زندہ چھوڑ دیا تاکہ میں موساد تنظیم کے کاغذات پیش کرسکوں۔ وہ اس دوران ہمارے بنگلے میں بیٹھا ویڈیو ریکارڈنگ کرتا رہا اور اس کی ساتھی ہمیں خیال خوانی کی انگلیوں پر نچاتی رہی۔"

"وہ خیال خوانی کرنے والی اور اس کا ساتھی اب بھی اس بنگلے میں موجود ہوں گے۔ اس بنگلے کو گھیر کر انہیں گرفتار کیا جاسکتا ہے۔"

یہودی جاسوسہ مشروبہ نے اچانک قہقہہ لگا کر کہا۔ "میں وہی خیال خوانی کرنے والی ہوں اور مشروبہ کی زبان سے بول رہی ہوں۔ کتنے لوگوں کی شامت آئی ہے کہ وہ اس بنگلے کو گھیرنے اور پھر اس میں داخل ہونے کے لیے آئیں گے؟ آؤ۔ ضرور آؤ۔ جو بھی حاکم

محل میں خاموش رہا' وہ اس بنگلے میں دھماکے سے بولے گا۔"

وہ سب پریشان ہو کر اور کچھ سوچتی ہوئی نظروں سے یہودی جاسوسہ کو دیکھنے لگے۔ وہ بولی۔ "جانتے ہو کہ مشروبہ اور ان امریکی جاسوس حسیناؤں کو اور موساد کے فیلڈ لیڈر اور قاسم کو کیوں زندہ رکھا گیا ہے؟ اس لیے کہ میں ان کے ذریعے دوسرے اہم افراد تک پہنچتی رہوں گی اور کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ میں کیا کرتی پھر رہی ہوں۔"

ایک نے پوچھا۔ "ہمارے خلاف تمہارے جو عزائم ہیں' تم انہیں ہم پر ظاہر کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم سب موٹی عقل سے یقین کر لو کہ میں ان سب کو آلہ کار بنا کر تمہارے بہت سے رازوں تک پہنچ سکتی ہوں۔ اگر یہ چاہتے ہو کہ میں کسی راز تک نہ پہنچ سکوں تو فیلڈ لیڈر' قاسم' مشروبہ اور امریکی جاسوس حسیناؤں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دو۔ یہ سب تمہارے بڑے اہم کارکن ہیں۔ ان کی زندگی اور موت کا فیصلہ خود ہی کر لو۔"

امریکی جاسوس حسینائیں' موساد کا فیلڈ لیڈر اور قاسم سب ہی مشروبہ کو دیکھ کر خوفزدہ ہو کر ایک ساتھ اپنی اپنی بولیاں بولنے لگے۔

"یہ..... یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"مشروبہ! کیا تم اپنی زبان سے اپنے ساتھ ہماری موت کا راستہ بھی دکھا رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "میں ابھی مشروبہ نہیں ہوں۔ صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہوں۔ دیکھو کہ مجھے تم لوگوں سے کتنا لگاؤ ہے۔ میں اور میرے ساتھی کے گن مین تم میں سے کسی کو ہلاک نہیں کریں گے۔ اپنے آقاؤں سے اور اعلیٰ عہدیداروں سے پوچھو کہ ان کی نظروں میں تمہاری کتنی قدر ہے؟ وہ تمہاری زندگی چاہتے ہیں یا موت؟"

وہ لوگ نائب سپر ماسٹرز' اعلیٰ عہدیداران اور دوسرے مسلمان اکابرین کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ نائب سپر ماسٹر نے خلا میں تکتے ہوئے پوچھا۔ "تم ٹیلی پیتھی جاننے والی کون ہو؟ کچھ اپنے بارے میں بتاؤ۔"

وہ بولی۔ "تم اپنے وفاداروں کی زندگی اور موت کا فیصلہ ٹالنے کے لیے میرے متعلق سوالات کر رہے ہو۔ پہلے جو معاملہ تمہارے سامنے ہے اس کے متعلق دو ٹوک فیصلہ کرو۔"

"وہ فیصلہ میں اپنے اندر کر چکا ہوں۔ میرے وفادار زندہ رہیں گے۔"

"اور تمہارا فیصلہ میں تمہارے اندر پڑھ چکی ہوں۔ تم وفاداروں کو مطمئن اور خوش کرنے کے لیے یہ بات کہہ رہے ہو۔ ورنہ فیصلہ کر چکے ہو کہ ان سب کو پہلے مختلف معاملات میں ایک دوسرے سے دور کیا جائے گا اور مختلف مقامات پر انہیں گولی مار دی جائے گی۔ اس طرح ان میں سے کسی کو الگ الگ مارے جانے کا علم نہیں ہو گا۔"

نائب سپر ماسٹر نے گرج کر کہا۔ "تم جھوٹی ہو۔ فراڈ ہو۔ ہمارے اتنے اہم وفاداروں کو ہمارے خلاف بھڑکا رہی ہو۔"

"چلو میں جھوٹی سہی۔ مگر ایک طرح سے اپنی سچائی ثابت کر سکتی ہوں اور وہ اس طرح کہ میں تمہارے اور یہاں کے تمام اکابرین کے دماغوں میں بھی پہنچ سکتی ہوں۔ اگر فیلڈ لیڈر قاسم اور ان تین حسیناؤں میں سے کسی کو قتل کیا جائے گا یا کسی حادثے کا شکار بنایا جائے گا تو میں نائب سپر ماسٹر اور دوسرے اکابرین کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "یہ ہمارے وفادار زندہ رہیں گے مگر ہم ان سے آئندہ کوئی اہم کام نہیں لیں گے۔"

شی تارا نے کہا۔ "یہ ہوئی نا بات۔ پھر تو آئندہ تم بھی نائب سپر ماسٹر کے عہدے پر نہیں رہو گے۔ شام اور اردن کے اکابرین بھی اپنی اپنی سلطنت کے اہم عہدوں پر رہیں گے تو میں ان کے دماغ سے بہت کچھ معلوم کرتی رہوں گی۔ لہٰذا انہیں بھی اب اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنا چاہیے۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "تم ایم آئی ایم والوں نے ہم سب کو بڑی گہری چوٹ دی ہے۔ واقعی مجھے میرے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا لیکن اب یہ بات راز نہیں رہی کہ ایم آئی ایم کی تنظیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "ایم آئی ایم والوں نے کبھی ہمارا سایہ تک نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی ہم اس تنظیم کے کسی فرد یا سربراہ کو جانتے ہیں۔ تم ہمارے متعلق کوئی بھی رائے قائم کرو۔ مگر حقیقت یہ ہے جو میں کہہ رہی ہوں۔"

"اگر ایم آئی ایم سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر تم مسلمانوں کے خلاف کیوں ہو؟"

"عیاش اور شاہ خرچ مسلمانوں کے خلاف جیلہ رازی کیوں سبق آموز کارروائیاں کر رہی تھی؟ یہ سمجھنے والی باتیں ہیں۔ سمجھو کہ جیلہ رازی پھر تمہارے سروں پر مسلط رہنے کے لیے آئی ہے۔"

شاہ کا سیکریٹری اور دیگر اکابرین سہمے ہوئے سے خلا میں تکنے لگے۔ ملک شام کے اکابرین بھی یہ دہشت ناک خبریں سن چکے تھے کہ جیلہ رازی نامی دوشیزہ نے رئیس الکبیر نامی رئیس اعظم کے عالیشان محل اور حرم سرا کو ویران کر دیا تھا اور رئیس الکبیر کو زندہ قبر میں سوتے رہنے پر مجبور کیا تھا۔ حکومت کی پولیس اور فوج بھی اس دوشیزہ کے مقابلے پر بے بس ہو گئی تھیں۔ اب کتنے ہی اسلامی ممالک کے عیاش امیر و کبیر مسلمان جب بھی جیلہ کا نام سنتے تو انہیں یوں لگتا جیسے موت کا ذکر سن رہے ہوں۔

شی تارا نے بھی جیلہ رازی کا نام لیا تو وہاں سب ہی کو موت کا دھڑکا لگ گیا اور یہ بات ان کے دلوں میں بیٹھ گئی کہ ابھی جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہودی جاسوسہ مشروبہ وغیرہ کے دماغوں میں آ رہی ہے اور ان اکابرین کے دماغوں میں بھی آ سکتی ہے وہ کوئی اور نہیں جیلہ رازی ہے۔

اور اگر جیلہ رازی ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے تو پھر اس کے ساتھ جو شخص ہے وہ فرہاد علی تیمور ہے اور اگر وہ دونوں جیلہ اور فرہاد ہیں تو پھر اس نئی تنظیم کا سربراہ یقیناً فرہاد علی تیمور ہے۔ کیونکہ عالمی سطح پر اتنا بڑا کارنامہ انجام دینا' امریکا کے طیارے کو اغوا کرنا' شام اور اردن کے اکابرین کے علاوہ سپر ماسٹر کے نائب سپر ماسٹر اور وہاں کی فوج کے اعلیٰ افسروں کو ملاقات کے لیے مجبور کرنا کسی نئی تنظیم کے کارنامے نہیں ہو سکتے۔

اور یہ کہ کسی نئی تنظیم کے سربراہ میں اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ دنیا کی اہم شخصیات کو ملاقات کے لیے بلائے اور خود لیڈر آنے کے بجائے اُن سب کے سامنے ہڈیوں کے ڈھانچے کو پیش کرے۔

وہ سب کڑی سے کڑی جوڑ رہے تھے اور نئی تنظیم ایم آئی ایم کے پراسرار اور گمنام سربراہ کو فرہاد ہی کا نام دے رہے تھے۔ سپر ماسٹر نے فوراً ہی بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی فون کے ذریعے جناب علی اسد اللہ تیمرزی سے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "جناب! آپ محترم بزرگ ہیں۔ یہ ہم جیسے غیر مسلم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ لہٰذا آپ سے سچ کی توقع رکھتے ہوئے سوال کرتا ہوں کیا ایم آئی ایم تنظیم کا سربراہ فرہاد علی تیمور ہے؟"

"جی نہیں۔ فرہاد نہیں ہے۔"

"آپ نے نہایت مختصر سا جواب دیا ہے۔"

"جس قدر کا سوال تھا' اسی قدر کا جواب دیا ہے۔"

"ازراہ مہربانی دوسرے سوال کا جواب دیں' کیا فرہاد کے علاوہ آپ کے کسی اور اہم فرد نے یہ تنظیم بنائی ہے؟"

"جی نہیں۔ ہمارے ادارے کے کسی فرد نے اور فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے یہ تنظیم نہیں بنائی ہے۔"

"پھر بھی آپ یہ ضرور جانتے ہوں گے کہ یہ ایم آئی ایم تنظیم کس نے قائم کی ہے؟"

جناب تیمرزی صاحب نے کہا۔ "میں کوئی انکوائری آفس نہیں ہوں۔ مجھ سے وہی سوال کریں' جس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے یا ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ہو۔"

"تو پھر یہی بتا دیں' کیا جیلہ رازی اور فرہاد علی تیمور اس وقت دمشق میں ہیں؟"

"وہ دونوں وہاں نہیں ہیں۔"

"جناب! آپ کے جواب دینے کے انداز سے تجسس اور بڑھ جاتا ہے۔ آپ یہ تو بتا سکتے ہیں کہ دمشق میں وہ خیال خوانی کرنے والی ہستی کون ہے؟"

"آپ پھر مجھے انسائیکلوپیڈیا سمجھ رہے ہیں۔ کیا میں نے کبھی یہ سوال آپ سے کیا ہے کہ آپ اپنی ٹرانسفارمر مشین سے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتے رہتے ہیں اور وہ سب کون کون سے ملک اور کون کون سے شہر میں ہیں۔ آپ سپر ماسٹر کے ایک ذمے دار عہدے پر ہیں لہٰذا وہی سوال کریں جس کا جواب دینا میرے لیے ممکن ہو۔"

جناب تیمرزی صاحب نے فون بند کر دیا۔ دوسری طرف واشنگٹن میں بیٹھا ہوا سپر ماسٹر جھنجلا گیا۔ اس نے ریسیور کو فون پر پٹخ دیا۔ وہ نئی تنظیم بڑی پراسرار بن گئی تھی۔ سپر ماسٹر بابا صاحب کے ادارے سے ہزار دشمنی رکھنے کے باوجود یہ جانتا تھا کہ جناب علی اسد اللہ تیمرزی کبھی جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ اور اس بات کی تصدیق ہو چکی تھی کہ ایم آئی ایم کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے نہیں ہے۔

پھر کس ادارے سے ہے؟ کس ملک سے ہے؟ کون ہے اس کا سربراہ؟

○☆○

وہ تینوں اسلام آباد پہنچ گئے' شپلا' وینا دانیال اور وزیر علی۔ ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے عوام کو یہ سمجھایا جا رہا تھا کہ سابقہ سیاستدان وزیر علی کے خلاف جو دس مقدمات قائم کیے گئے تھے' اُن میں سے نو مقدمات جھوٹے ثابت ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان کی جو جائیداد ضبط کیے گئے تھے' وہ انہیں واپس کر دیئے گئے ہیں اور اب وہ پاکستان آ کر اپنے دسویں اور آخری مقدمے کے سلسلے میں عدالت میں حاضر ہوں گے۔

ذرائع ابلاغ نے وزیر علی کی حمایت میں عوام کے ذہنوں کو اس بات پر مائل کیا تھا کہ وزیر علی ایک شریف اور محب وطن سیاست داں تھا لیکن پچھلی حکومت نے اسے سیاسی دشمنی کی بنا پر جھوٹے مقدمات میں ملوث کیا تھا اور اس بیچارے کو پاکستان چھوڑ کر جانے پر مجبور کیا تھا۔

اب وہ بے چارہ امریکا کی آشیرباد لے کر پھر ایک شریف اور محب وطن سیاست دان بن کر آ گیا تھا۔ پاکستانی عوام جو ہر لیڈر اور ہر پارٹی کے جلسوں میں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں شریک ہوتے ہیں' وہی عوام ہزاروں کی تعداد میں وزیر علی کا استقبال کرنے ائیرپورٹ آئے اسے بھی پھولوں کے ہار پہنا رہے تھے اور اُس کے لیے زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔

وہ پھولوں کے ہار علی تیمور پہن رہا تھا اور شپلا کے روپ میں رہنے والی ثانی اس کے اندر سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی۔ "یہ پاکستان کے لوگوں کی یادداشت کتنی کمزور ہوتی ہے۔ یہ لوگ بھول گئے کہ چند برس پہلے وزیر علی حکومت کی پارٹی میں تھا تو اس نے عوام کے لیے ایک سڑک بھی نہیں بنائی تھی۔ ملک کو معاشی طور پر کمزور کر دیا تھا۔ ذرا دیکھو یہ تمہیں کتنے جوش و خروش سے پھولوں کے ہار پہنا رہے ہیں۔ ان کے منہ سے زندہ باد کے نعرے سن کر یہی

بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ ضمیر فروش سیاستدانوں کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔"

علی تیمور نے کہا۔ "سچ پوچھو تو مجھے وزیر علی کا بہروپ اختیار کرکے شرم آرہی ہے۔ جب کوئی قوم اپنے بے ایمان لیڈروں کو پھولوں کے ہار پہناتی ہے تو گویا وہ اپنے ہی آئندہ مزار پر پھول چڑھاتی ہے۔"

وہاں وزیر علی کی ایک شاندار محل نما کوٹھی تھی۔ بھولے عوام نے اسے جلوس کی صورت میں کوٹھی تک پہنچایا۔ پریس کے فوٹوگرافرز نے اس کی تصویریں اتاریں۔ اخباری رپورٹروں نے طرح طرح کے سوالات کیے۔ ایک نے سوال کیا۔ آپ کے نو مقدمے جھوٹے ثابت ہوئے۔ دسویں مقدمے کے متعلق آپ کی توقع کیا ہے؟"

علی نے جواب دیا۔ "آپ نو مقدمات کی بات کرتے ہیں۔ جب بلی نو سو چوہے کھا کر حج کو جاسکتی ہے تو میں نو مقدمات کی ایسی تیسی کرنے کے بعد دسویں کو بھی کیوں نہیں جیت سکوں گا؟"

دوسرے نے سوال کیا۔ "اپوزیشن نے آپ پر طرح طرح کے الزامات لگائے تھے۔ یہ الزامات غلط کیسے ثابت ہوئے؟"

علی نے کہا۔ "جب اپوزیشن والے اقتدار میں تھے اور ان کی حکومت تھی تو صرف میں ہی نہیں میری طرح کتنے ہی ہماری پارٹی کے سیاستدانوں پر الزامات عائد کیے گئے۔ اب ہماری پارٹی اقتدار میں ہے اور ہماری حکومت ہے اس لیے اب ہم میں سے کوئی مجرم نہیں رہا۔ مجرم تو اب اپوزیشن پارٹی کے کئی سیاست داں ہیں۔ اگر ہمارے بعد وہ حکومت بنائیں گے تو پھر ان پر بھی کوئی جرم ثابت نہیں کیا جاسکے گا۔ ایسا تو ہمارے ملک کی سیاست میں ہوتا آیا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔"

"لیکن ہمارے ملک میں ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

"اس لیے ہوتا ہے کہ ملک کی سیاسی پارٹیاں مناسب موقع دیکھ کر الزامات ایک دوسرے پر لگاتی ہیں اور اپنے دور حکومت میں اپنی عدالتوں میں اپنے سیاسی تقاضوں کے مطابق فیصلے کراتی ہیں۔"

ایک صحافی نے کہا۔ "لیکن ایسی خودغرضی اور مفاد پرستی کے باعث ہمارا ملک تباہی کے دہانے تک پہنچ گیا ہے۔ آپ اسے ایک باوقار اور خوددار پاکستان کیسے بنائیں گے؟"

علی تیمور نے جواب دیا۔ "سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں کے عوام میں نہ اتحاد ہے اور نہ ہی سیاسی شعور ہے۔ اگر قومی سطح پر یہ دو خوبیاں پیدا ہوجائیں تو عوام خود ہی خودغرض سیاست دانوں کو کتوں کی موت مار ڈالیں گے۔ جیسا کہ میں نے پاکستان سے فرار ہونے والے دس مقدمات میں ملوث رہنے والے وزیر علی کو مار ڈالا ہے۔"

"مار ڈالا ہے؟" سب نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

ایک نے پوچھا۔ "مگر جناب وزیر علی صاحب آپ زندہ ہیں؟"

"ہاں میں جو وزیر علی نظر آرہا ہوں' وہ نہیں ہوں اور وہ حقیقتاً ہوں وہ نظر نہیں آرہا ہوں۔ میں جلد ہی اپنے عمل سے اور سیاسی حکمت عملی سے ثابت کروں گا کہ ہمارے ملک میں کتنے سیاستداں اسرائیلی موساد کے اور کتنے سیاست دان بھارتی را کے دلال ہیں مگر وہ خود کو محب وطن ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔"

جب تمام پریس والے چلے گئے تو دینا دانیال نے علی سے کہا۔ "یہ تم نے پریس والوں سے کیسی باتیں کی ہیں۔ آخر "را" اور "موساد" کا ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

علی نے کہا۔ "میں نے یہ بھی کہا ہے کہ میں نے وزیر علی کو مار ڈالا ہے۔ تم میری اس بات پر اعتراض کیوں نہیں کررہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم نے جن سے کہا' ان کے سامنے زندہ تھے اور زندہ ہو۔ تم نے ذومعنی بات کہی تھی۔"

"یہ بھی ذومعنی بات ہے کہ پریس والوں کے سامنے را اور موساد کے خلاف زبان سے بولو اور دل سے ان دونوں تنظیموں کے وفادار رہو' جیسا کہ میں ہوں۔ میں ایک تنظیم کو بیوی اور دوسری کو بہن بنا کر لایا ہوں اور عوام اور پریس والوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہوں۔"

دینا دانیال نے کہا۔ "تمہاری بات درست لگ رہی ہے مگر شاید ہمارے موساد کے زوئل لیڈر کو تمہارا یہ انداز پسند نہ آئے۔"

علی نے کہا۔ "مجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں ہمارے زوئل لیڈر کو سیاسی بیان دینے کا کون سا انداز پسند ہے۔ پلیز اس سے رابطہ کرو۔"

وہ تینوں جلوس سے اور پریس والوں سے نجات حاصل کرکے کوٹھی کے اندر ایک بیڈروم میں آکر بیٹھ گئے تھے۔ دینا دانیال فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ ثانی اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔ وہ رابطہ قائم ہونے کے بعد بولی۔ "ہیلو! میں ڈبل ڈی (دینا دانیال) بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہوں۔ میں زیڈ ایل (زوئل لیڈر) بول رہا ہوں۔ ہم نے دور سے دیکھا ہے وزیر علی بہت اچھا جارہا ہے۔ ہماری توقع سے زیادہ استقبال کرنے والوں کی بھیڑ لگی تھی اور اس نے پریس والوں کو بھی جوابات بڑی دانشمندی سے دیئے ہیں۔"

دینا دانیال نے پوچھا۔ "باس! کیا یہ دانشمندی نہیں ہوگی کہ ہم پاکستانی عوام اور پریس کے سامنے یہودیوں کے خلاف کچھ نہ بولیں۔ بلکہ یہاں کے مسلمانوں کو یہودیوں سے محبت کرنا سکھائیں؟"

زوئل لیڈر نے کہا۔ "مسلمان ہم یہودیوں کو سانپ کی طرح دشمن سمجھتے ہیں۔ پاکستان میں کوئی لیڈر یہودیوں سے دوستی کرنے کی بات کرکے لیڈری نہیں کرسکے گا۔ بلکہ عوام کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ لیکن یہی ہم سے نفرت کرنے والے مسلمان ہماری یہودی حسیناؤں کی آغوش میں اپنا ایمان ہار جاتے ہیں۔ اسی لیے تو تمہیں وزیر علی کی کنواری بہن بنا کر بھیجا ہے۔"

ثانی' دینا دانیال کے ذریعے زوئل لیڈر کے اندر پہنچ گئی تھی اور اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ دینا کہہ رہی تھی۔ "باس! تم درست کہہ رہے ہو۔ ائرپورٹ سے یہاں تک کئی اعلیٰ سرکاری عہدیدار مجھے یوں دیوانہ وار دیکھ رہے تھے جیسے پہلی بار مجسم حسن کو دیکھ رہے ہوں یا جیسے پاکستان میں حسن پیدا ہوتا ہی نہ ہو۔"

"ایسی بات نہیں ہے دینا! پاکستان کے شہروں سے لے کر دیہاتوں تک حسن بکھرا پڑا ہے لیکن جس طرح مرد کو دوسرے کی بیوی خوبصورت لگتی ہے' اسی طرح دیسی مال کے مقابلے میں باہر ملکوں سے آنے والے مال کی کوالٹی بہتر بھی لگتی ہے اور اس مہنگے مال کو حاصل کرنے میں فخر بھی محسوس کیا جاتا ہے۔"

دینا دانیال نے ہنستے ہوئے کہا۔ "پھر تو مجھے حاصل کرنے کے لیے یہاں کے اعلیٰ عہدیداروں میں بڑی رسا کشی رہا کرے گی۔"

"اسی لیے تو تمہاری جیسی حسینہ کا انتخاب ہم نے کیا ہے۔ اب تم ایک عہدیدار کی لاعلمی میں دوسرے عہدیدار کو اور دوسرے عہدیدار کی لاعلمی میں تیسرے عہدیدار کو اپنی زلفوں کا اسیر بناتی رہو گی اور ان سے حکومت کے اندرونی راز اگلواتی رہو گی۔"

اور وہ جانتی تھی کہ پاکستان میں ایٹم بم ایک راز ہے۔ اتنا گہرا راز کہ بڑی طاقتیں پاک فوج کے کسی اہم افسر سے کسی قیمت پر بھی یہ راز اگلوا نہیں سکتی تھیں۔ پاکستان کے تمام دشمن اس پس وپیش میں رہا کرتے تھے کہ اس ملک نے ایٹم بم بنالیا ہے یا نہیں؟

شاید میں اپنی داستان کے کسی حصے میں بیان کرچکا ہوں کہ ایٹم بم ایک دہشت ہے۔ یہ ہاتھی کے دانتوں کی طرح دکھانے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اس بم کے ذریعے ایسی ہولناک تباہی ہوتی ہے کہ شہر کے شہر کھنڈر ہوجاتے ہیں۔ دیہات' کھیت اور اناج کے دانے ناپید ہوجاتے ہیں۔ جن انسانوں کے نصیب میں موت نہیں ہوتی اور وہ اس بم کی ہلاکت خیزی کے باوجود زندہ رہ جاتے ہیں' وہ عمر بھر کے لیے اپاہج ہوجاتے ہیں۔ اپنے جلے ہوئے جسموں کے ساتھ ایسے ہیبت ناک دکھائی دیتے ہیں کہ دیکھنے والے آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ پھر اس بم کی گیس اور تیزابیت کے باعث وہ علاقے برسوں آباد نہیں ہوپاتے۔ ایٹم بم کی ہلاکت خیزی کی یہ نہایت ہی مختصر سی مثال ہے۔ ہر وہ ملک جس کے پاس ایٹم بم ہے' وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر وہ اپنے دشمن ملک کو ایٹم بم کے ذریعے نشانہ بنائے گا تو وہ دشمن ملک بھی اپنے ایٹم بموں کے ذریعے اس کے ملک میں بھی ایسی ہی تباہیاں لائے گا۔

یورپ اور امریکا اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہاں کے تمام ممالک کے پاس ایٹم بم ہیں۔ اس لیے کوئی ملک کسی دوسرے ملک سے جنگ نہیں کرتا ہے۔

رہ گیا ایشیا تو وہاں چین اور بھارت ایٹمی قوت سمجھے جاتے ہیں۔ اب مغربی ممالک کی یہی کوشش ہے کہ ایشیا میں کوئی تیسرا ملک ایٹم بم نہ بنائے اور نئے ورلڈ آرڈر کے بہانے کوئی اسلامی ملک یہ مہلک بم تیار نہ کرے۔ وہ اپنی کوششوں میں ابھی تک کامیاب ہیں۔ اسلامی ممالک کو انگلیوں پر گن کر معلومات حاصل کی جائیں تو کوئی اسلامی ملک ایٹمی طاقت نہیں کہلا رہا ہے۔

امریکا کو ایران اور لیبیا سے تو خدا واسطے کا بیر ہے لیکن پاکستان بھی نظروں میں کھٹک رہا ہے۔ یہ شبہ ہے کہ پاکستان نے ایٹم بم بنالیا ہے۔ مگر شبہ ہے۔ امریکا' اسرائیل اور بھارت اسی شبہ کی تصدیق کرنے کے لیے مختلف سیاسی ہتھکنڈے آزما رہے ہیں۔ اگر پاک آرمی آڑے نہ آتی تو ڈالر اور پاؤنڈ میں بک جانے والے سیاست داں بہت سے راز اگل چکے ہوتے اور بہت سے راز ایسے ہیں جو حکومتیں بدل کر آنے والے سیاست دان بھی نہیں جانتے۔

وزیر علی کے ساتھ ثنیلا اور دینا دانیال کا یہاں آنا بھی ایک موثر ہتھکنڈا تھا۔ اُن سے پہلے بھی ہندو اور یہودی حسینائیں پاکستان میں مسلمان بن کر اپنے حسن و شباب کے ایٹم بم کو آزماتی آئی ہیں۔ کچھ کامیاب ہورہی ہیں کچھ ناکام ہوکر واپس جارہی ہیں اور جانے والیوں کی جگہ دینا دانیال جیسی حسینائیں آتی جارہی ہیں۔

یہ تو دینا دانیال کا ذکر تھا۔ ادھر ثانی زوئل لیڈر کے خیالات پڑھ کر معلومات حاصل کررہی تھی کہ موساد اور را تنظیم نے مشترکہ طور پر اسلام آباد' لاہور اور کراچی میں کس طرح اپنے کارندوں کا پھیلا رکھا ہے۔ اور جو بہت قابل اور دولت مند پاکستانی ہیں انہیں اور زیادہ دولت کا لالچ دے کر یا کسی طرح بلیک میل کرکے انہیں اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے رہتے ہیں۔

کئی سیاستدانوں اور سرکاری عہدیداروں نے وزیر علی کو پاکستان واپس آنے پر مبارک باد دی۔ ایسے ہر فون کو ثنیلا (ثانی) اور دینا دانیال نے اٹینڈ کیا۔ اپنی رس بھری آواز میں ان کی مبارک باد وصول کیں۔ ان سیاستدانوں اور عہدیداروں نے انہیں رات کو کھانے کی دعوتیں دیں لیکن انہوں نے یہ کہہ کر معذرت چاہی کہ وہ سفر کی تکان دور کرنے کے بعد دعوتیں قبول کریں گے۔

معذرت چاہنے کا خاص مقصد یہ تھا کہ میزبانی کا شرف حاصل کرنے والے ان حسیناؤں کی قہقہت کے لئے ذرا بے چین ہوتے رہیں۔ رات کو دینا دانیال اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔ ٹاز اور علی نے اپنے بیڈروم کے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ثانی نے کہا۔ "یوں تو میں نے موساد اور را تنظیم کے بارے میں بہتیری معلومات حاصل کی ہیں لیکن ایک اہم بات یہ ہے کہ دینا دانیال

یہاں کے ایک بہت بڑے سائنس داں کو پھانسنا چاہتی ہے۔ سائنس داں سے دوستی کرلینے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے متعلق بڑی حد تک معلومات حاصل کرلے گی۔"

علی نے پوچھا۔ "وہ سائنس داں کون ہے؟ اس کا نام پتا ٹھکانا بتاؤ؟"

"تم اس سائنس داں کی فکر نہ کرو۔ دینا دانیال کا دماغ میری مٹھی میں ہے۔ میں اسے کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ دوسری معلومات بتاؤ۔ کیا تم بھی شپلا کی حیثیت سے کسی کو ٹریپ کروگی؟"

"ہاں مجھے را تنظیم کی طرف سے ہدایت ملی ہے کہ پرسوں رات حکومتی پارٹی کی طرف سے ہم سب کو ڈنر کی دعوت دی جائے گی۔ وہاں چند فوجی افسران بھی آئیں گے۔ مجھے ان میں سے ایک افسر کو شیشے میں اتارنا ہے۔ بائی دی وے۔ یہ کام بھی میرا ہے۔ میں ہی اسے انجام دوں گی۔"

علی نے کہا۔ "جب تمہاری ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام کام ہو رہے ہیں تو میری کیا ضرورت رہ گئی ہے۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "کیوں جل بھن رہے ہو؟ جب تم پورے ایکشن میں رہتے ہو اور تمہارے کارنامے انجام دیتے وقت میں تمہاری معمولی ماتحت کی حیثیت سے کام کرتی ہوں، تب میں بُرا نہیں مانتی۔"

علی نے اس کے کان پکڑ کر کہا۔ "میں بُرا نہیں مان رہا ہوں۔ صرف اتنا کہہ رہا ہوں کہ ابھی تم ثانی نہیں شپلا ہو۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ شپلا اور دینا دانیال کے درمیان میری ضرورت نہیں ہے۔"

وہ ایک جھٹکے سے اپنے کان چھڑا کر بولی۔ "میں شپلا نہیں، تمہاری ثانی ہوں۔ تمہیں میری ضرورت نہ سہی مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"انسان کے چاہنے سے اس کی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ کل کوئی مجھے اغوا کرے گا اور تمہیں مجھ سے جدا کردے گا تو کیا کرو گی؟"

وہ پھر ایک بار ہنس کر بولی۔ "تم اور پارس تو ہوا ہو۔ ہوا کو کس نے مٹھی میں پکڑا ہے؟"

"اگرچہ ہوا مٹھی میں پکڑی نہیں جاتی۔ مگر غبارے میں قید ہوجاتی ہے۔"

وہ بولی۔ "اور قید کرنے والے غبارے کو اڑا کر اوپر پہنچا دیتی ہے۔ اوپر، جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ صرف ہوا آجاتی ہے۔"

"چلو میں تمہاری باتوں سے ہار گیا۔ چلو سو جاؤ۔"

ثانی نے کہا۔ "نہیں علی! مجھے احمق نہ سمجھو۔ تمہارے اغوا ہونے والی بات کے پیچھے کوئی گہری بات ہے۔"

"بھلا گہری بات کیا ہوگی؟ تم یہ آسانی سے سمجھ سکتی ہو۔ یہاں حکومت اور اپوزیشن پارٹی میں جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ الزام تراشیاں ہوتی رہتی ہیں۔ میں وزیر علی حکومت کی پارٹی سے تعلق رکھتا ہوں۔ مجھے اپوزیشن والے اغوا کرسکتے ہیں۔"

"میں نہیں مانتی کہ اپوزیشن والے تمہیں اغوا کرکے کھلے عوام کے سامنے بدنام کریں گے۔"

"تو پھر یہ مان لو کہ میری ہی پارٹی کے لوگ مجھے یہاں سے لے جاکر گولی ماردیں گے اور اپوزیشن کو بدنام کرنے کے لئے کہیں گے کہ برسوں بعد ایک محب وطن سیاست دان وزیر علی کی آمدے حکومتی پارٹی کے چند خفیہ راز ظاہر ہونے والے تھے۔ اس لئے اسے اغوا کرکے گولی ماردی گئی۔"

ثانی سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھ کر بولی۔ "تمہاری بات دل کو لگ رہی ہے لیکن وزیر علی کو امریکا نے یہاں بھیجا ہے۔"

"امریکا کچھ لوگوں کو قربانی کا بکرا بنا دیتا ہے۔ وزیر علی کو صرف اس لئے استعمال کیا گیا کہ وہ "را" کی شپلا کو بیوی بنا کر اور موساد کی دینا دانیال کو بہن بنا کر پاکستان پہنچا دے۔ وہ کام میں نے وزیر علی کی حیثیت سے کردیا۔ اب وزیر علی کی موت کے بعد شپلا اس کی بیوہ اور دینا دانیال اس کی بہن کی حیثیت سے اس کی تمام دولت اور جائیداد کی مالک ہوں گی اور یہاں مسلمان کہلاتی رہیں گی۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی۔ "واقعی۔ غور کیا جائے تو وزیر علی سیاست میں ماضی کا ایک پٹا ہوا مہرہ ہے۔ اس سے جتنا کام لینا تھا لے لیا گیا۔ اب وزیر علی کی ضرورت نہیں رہی۔"

علی نے پوچھا۔ "تم بڑی دیر تک خیال خوانی کرتی رہی ہو۔ کیا تم نے زوتل لیڈر کے چور خیالات سے یہ معلوم نہیں کیا کہ وہ وزیر علی کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے؟"

"میں تو یہ معلوم کرتی رہی ہوں کہ پاکستان کے تین اہم شہروں میں اُس کے کتنے اہم کارندے ہیں؟ اُن کے نام اور پتے کیا ہیں؟ اور پاکستان کے کتنے سرمایہ دار اور جاگیردار ان ملک دشمن عناصر کی پرورش کررہے ہیں۔ پھر میں نے دینا دانیال کے اس ارادے کو پڑھا کہ وہ کس طرح یہاں کے اہم سائنس دانوں کو پھانسنے کا پروگرام بنا رہی ہے۔ میں نے وزیر علی کو اہمیت نہیں دی تھی کیونکہ یہ تم ہو۔ ایسے میں یہ بھول گئی کہ تم میرے ہونے کے باوجود ابھی وزیر علی ہو۔"

"تم پھر جاؤ اور اس زوتل لیڈر کے چور خیالات وزیر علی کے متعلق پڑھو۔ شاید کوئی نئی بات معلوم ہو۔"

وہ علی کے مشورے کے مطابق زوتل لیڈر کے اندر پہنچی اور وزیر علی کے متعلق چور خیالات پڑھنے لگی۔ اس کے پاس کراچی کا زوتل لیڈر آیا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اگر ہزاروں افراد وزیر علی کا استقبال کرنے ایئرپورٹ آئے تھے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ایک مقبول لیڈر ہے۔ ان ہزاروں میں کئی ہزار کرائے کے غنڈے بھی ہوسکتے ہیں جو وزیر علی زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ یہ وزیر علی ماضی کا نہایت ہی ناکام سیاست دان ہے۔ اُس نے ہماری دو نہایت ہی کار آمد حسیناؤں کو مسلمان بنا کر یہاں پہنچا دیا، بس یہی بہت ہے۔ چونکہ یہ حکومت کی پارٹی میں ہے اس لیے اخبارات اس کے خلاف نہیں لکھ رہے ہیں اور عوام خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔"

کراچی کے زوتل لیڈر نے کہا۔ "آج کل کراچی میں خاصے ہنگامے ہو رہے ہیں۔ خوب گولیاں چل رہی ہیں۔ تم وزیر علی کو سیاسی دورے پر کراچی بھیج دو۔ وہاں ہمارے آدمی اسے گولی مار دیں گے اور اس کی ہلاکت کا الزام اپوزیشن پر ڈال دیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کل ہی وزیر علی کو کراچی جانے اور اپنی لیڈری چمکانے کا مشورہ دوں گا۔ پھر امریکا کی طرف سے اشارہ ملے تو وہ ضرور جائے گا۔"

علی نے وزیر علی کے متعلق درست رائے قائم کی تھی کہ وہ حکومتی پارٹی کے لئے ناکارہ سمجھا جائے گا۔ لہٰذا اسے ہلاک کرکے اپوزیشن والوں پر اُس کے قتل کا الزام لگایا جائے گا۔ ثانی تھوڑی دیر تک کراچی کے زوتل لیڈر کے خیالات پڑھتی رہی۔ پھر اس نے علی سے کہا۔ "واقعی تمہاری جان کو خطرہ ہے۔ وہاں ایک زوتل لیڈر کے پاس کراچی کا زوتل لیڈر آیا ہوا ہے۔ وہ تمہیں سیاسی دورے پر کراچی جانے کو کہیں گے اور وہیں تمہیں گولی ماردیں گے۔"

"بہتر ہے کہ میں خود کو اغوا کروں۔ یہاں سے جاکر کسی دوسرے بہروپ میں کسی اور جگہ قیام کروں۔"

ثانی نے کہا۔ "ہونا تو یہی چاہیے۔ وہ تمہیں یعنی وزیر علی کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں یہی سمجھنے دیا جائے کہ ان کے اغوا کرنے سے پہلے اپوزیشن والے تمہیں جبراً کہیں لے جاکر ختم کرچکے ہیں۔"

"اب یہ معلوم کرو کہ کراچی کے زوتل لیڈر کا قیام کہاں ہے؟ میں اسلام آباد میں اور پنڈی کے راستوں اور گلیوں سے واقف نہیں ہوں۔ لہٰذا یہاں جو بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس ہیں ان میں سے کسی ایک سے کہو کہ وہ گاڑی لے کر ہماری کوٹھی کے پیچھے آجائے۔ وہ یہاں میرا گائیڈ ہوگا اور میرے لئے دوسری رہائش کا انتظام کرے گا۔"

وہ اس کے مشورے کے مطابق خیال خوانی کے ذریعے ایسے تمام انتظامات کرنے لگی۔ جس کے بعد علی آسانی سے ایک گائیڈ کے ساتھ رہ کر دشمنوں سے نمٹ سکتا تھا۔ پھر اس نے علی سے کہا۔ "تمہارے لیے گائیڈ ایک کار کوٹھی کے پیچھے لے کر آرہا ہے۔ اس کا نام حشمت بیگ ہے۔ کراچی کا زوتل لیڈر میریٹ ہوٹل کے کمرہ نمبر دو سو ایک میں ہے اور ابھی ہوٹل کی طرف جا رہا ہے۔"

"جب حشمت بیگ گاڑی لے کر آئے گا تو میں تمہیں یہاں پلنگ سے باندھ کر چلا جاؤں گا۔ تم بیان دو گی کہ کچھ مسلح افراد آئے تھے اور انہوں نے ہمیں گن پوائنٹ پر رکھا۔ تمہیں پلنگ سے باندھ دیا اور مجھے جبراً یہاں سے لے گئے۔"

"میں ایسا ہی بیان دوں گی۔ اب آگے بولو۔ وہ ہوٹل جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے؟"

"جب میں یہاں سے نکل کر ہوٹل کے قریب پہنچ جاؤں تو تم کراچی کے زوتل لیڈر کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ہاتھ سے ایک خط لکھواؤ کہ وہ ایم آئی ایم کے مجاہدین کے نرغے میں آگیا ہے اور یہ راز کھل گیا ہے کہ وہ موساد کا جاسوس ہے اور کراچی کا زوتل لیڈر بن کر کراچی اور سندھ کے تمام تخریب کاروں کو بھارتی تنظیم "را" کی مدد سے کنٹرول کرتا ہے۔ اور یہ بھی لکھوانا کہ اس نے زوتل لیڈر کی حیثیت سے تمام تخریب کاروں کو کمانڈ کرنے کے اختیارات حاصل کرنے کے جو تحریری کاغذات، کوڈورڈز اور کوڈ نیم ہیں، یہ تمام اہم چیزیں اس نے کراچی میں کہاں چھپا کر رکھی ہیں تاکہ پاکستانی پولیس اور فوج کو اس کے خلاف ٹھوس ثبوت مل جائے اور اس کے ساتھ ہی "را" اور "موساد" کی سازشیں کھلتی جائیں۔"

پاکستان کے عوام یہ تو جانتے ہیں کہ امریکا، اسرائیل اور بھارت کی ملی بھگت سے پورے ملک میں اور خصوصاً صوبہ سندھ میں تخریب کاری اس انتہا کو پہنچائی جارہی ہے کہ یہ ملک (خدانخواستہ) پہلے اندر سے بالکل ٹوٹ پھوٹ جائے پھر بھارت حملہ کرکے بڑی آسانی سے یہاں اپنے ناپاک مقاصد پورے کرلے۔ کسی شہ زور کو مارنے کے لئے پہلے اسے اندر سے کھوکھلا کرنا پڑتا ہے۔ پاکستانی یہ جانتے ہیں مگر سیاسی لیڈر نہیں جانتے کہ کس طرح حکومت اور اپوزیشن آپس کے جھگڑوں میں ملک کے دشمن عناصر کو اپنا دوست بنا کر انہیں ایک دوسرے کے خلاف استعمال کررہے ہیں اور الزام ایک دوسرے پر اسی طرح عائد کررہے ہیں جیسے وزیر علی کو اغوا کرکے اور اسے ہلاک کرکے ایک کا جرم دوسرے پر تھوپنا چاہتے تھے۔

ثانی نے حشمت بیگ سے رابطہ کیا پھر علی کو بتایا کہ وہ کوٹھی کے پیچھے گاڑی لے کر آگیا ہے۔ علی نے ثانی کے دونوں ہاتھ پلنگ کے سرہانے اور دونوں پاؤں پلنگ کی پائنتی سے باندھ دیئے۔ اس کے منہ میں چھوٹا سا رومال ٹھونس کر اوپر سے ٹیپ چپکا دیا۔ اس کمرے کے دروازے کو اندر سے کھول دیا تاکہ بعد میں دینا دانیال وہاں آسکے۔ پھر وہ مسکرا کر بڑے پیار سے رخصت ہوگیا۔

وہ جدا ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے قریب تھے۔ ثانی اس کے اندر رہ کر دیکھ رہی تھی کہ حشمت بیگ اسے کہاں لے جارہا ہے۔ جب ہم ہوٹل کے قریب پہنچے تو اس نے کہا۔ "علی! ذرا انتظار کرو۔ پہلے میں اس کمبخت سے وہ خط لکھوالوں۔ پھر تمہیں رپورٹ دوں گی۔"

وہ کراچی کے زونل لیڈر کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں آکر سونا چاہتا تھا۔ ثانی نے اسے اٹھا کر بٹھادیا۔ پھر علی کے مشورے کے مطابق اسے ایک میز کے پاس بٹھا کر ایک خط لکھوانے لگی۔ خط کا متن کچھ یوں تھا۔

"میرا اصل نام ڈونلڈ روماریو ہے۔ میں یہودی ہوں۔ لیکن احمد کبیر کے نام سے مسلمان بن کر کراچی میں رہتا ہوں۔ میں اپنی اصلیت کبھی بیان نہ کرتا۔ لیکن ابھی ایم آئی ایم کے دو مجاہدین نے مجھے گن پوائنٹ پر رکھا ہوا ہے اور یہ مجھے مجبور کررہے ہیں کہ میں پاکستان آنے کے مقاصد بیان کروں۔

"میرا بیان یہ ہے کہ پاکستان اپنی ایٹمی صلاحیتوں کو دوست اور دشمن ممالک سے چھپا کر اپنے لئے عذاب مول لے رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جنگیں صرف گولہ بارود اور ایٹم بم وغیرہ سے نہیں جیتی جاتیں۔ ہم موساد کے ایجنٹوں نے بھارتی "را" کے تعاون سے یہ طے کیا ہے کہ پاکستان کے اندر مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑا کر، تخریب کاری کے ذریعے دہشت پھیلا کر اس ملک کو بھکنڈ رہنا دیں گے اور ہم ایسا کررہے ہیں۔ ہمیں اپنی توقعات سے زیادہ کامیابی حاصل ہورہی ہے اور ہماری کامیابیوں کی سب سے بڑی وجہ پاکستان کی حکومت اور اپوزیشن کی آپس کی لڑائیاں ہیں۔ یہ دونوں پارٹیاں عوام کی نظروں میں ایک دوسرے کو گرانے کے لئے طرح طرح کے الزامات تراشتی ہیں اور ان الزامات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ہمارے جیسے تخریب کاروں کی خدمات حاصل کرتی ہیں۔ ہمیں یہاں کی شہریت دے کر اور ہمارے لئے پاکستانی شناختی کارڈ جاری کرکے ہمیں یہاں کا معزز اور پُرامن شہری بنائے رکھتی ہیں اور عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے اخبارات وغیرہ کے ذریعے بیانات دیتی ہیں کہ پاکستان سے غیر قانونی غیر ملکیوں کو نکال دیا جائے گا۔ کیونکہ ان غیر ملکیوں کے درمیان تخریب کار چھپے ہوئے ہیں۔

"یہ درست کہاوت ہے کہ آدمی خود اپنا دشمن ہوتا ہے۔ یہ پاکستانی خود اپنے دشمن ہیں۔ یہ برتری اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے اپنی قبریں آپ کھود رہے ہیں۔ سمجھنے والوں کے لئے میری یہ مختصر سی تحریر کافی ہے۔ میرے وہ اصل کاغذات جو مجھے موساد کا ایجنٹ اور کراچی کا زونل لیڈر ثابت کرتے ہیں وہ سب ایک بینک کے لاکر میں ہیں۔ چابی اور بینک کے ضروری کاغذات کراچی والی رہائش گاہ میں ہیں۔ میں موساد کے اسلام آباد والے زونل لیڈر سے ملاقات کرنے آیا تھا۔ ہمیں پاکستان کی دو بڑی سیاسی پارٹیوں کی طرف سے یہ آفر ہوئی ہے کہ ہم امریکا سے آنے والے وزیر علی کو کراچی میں سیاسی دورے کی دعوت دیں اور جب وہ کراچی آئے تو اسے گولی ماردیں۔ ان دونوں سیاسی پارٹیوں کو یہ علم نہیں ہے کہ وہ وزیر علی کو قتل کرنے والی ایک ہی طرح کی واردات ہمارے ذریعے کروا رہی ہیں۔ اس قتل کے بعد دونوں پارٹیاں ایک دوسرے پر اُس بیچارے کے قتل کا الزام عائد کرتی رہیں گی۔ اور ہم اصل مجرم ہمیشہ کی طرح پردے میں رہیں۔ میں موساد کے اسلام آباد اور لاہور والے زونل لیڈر کے نام اور پتے لکھ رہا ہوں۔ جو کچھ میرے علم میں تھا اسے میں نے لکھ دیا ہے....."

اس نے یہ تحریر مکمل کرنے کے بعد اسے میز پر ایک پیپر ویٹ کے نیچے رکھ دیا پھر ثانی کی مرضی کے مطابق بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ تب اس نے چونک کر سوچا "مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں بستر پر آکر لیٹنے کے بعد کہیں گم ہوگیا تھا۔ یا تھوڑی دیر کے لئے کھلی آنکھوں سے گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ عجیب بات ہے۔ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ اور میں غافل ہونے کے بعد پھر ہوش و حواس میں آگیا ہوں۔"

وہ سوچ رہا تھا اور حیران ہورہا تھا۔ اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اُس نے سوچا پہلے آنے والے کا نام پوچھے پھر دروازہ کھولے۔ مگر ایسا سوچنے کے باوجود وہ بستر سے اٹھ کر سیدھا دروازے پر آگیا۔ پھر کسی کا نام پوچھے بغیر ہی دروازے کو کھول دیا۔

سامنے علی تیمور کھڑا تھا۔ اس نے پوچھا "کون ہو تم؟ اور اتنی رات کو کس لئے آئے ہو؟"

علی نے کہا۔ "تمہاری حماقت کا جواب نہیں ہے۔ ایسے سوالات دروازہ کھولنے سے پہلے کیے جاتے ہیں اب بتا بھی دوں کہ دشمن ہوں اور تمہاری موت بن کر آیا ہوں تو دروازہ بند نہیں کرسکو گے۔ کرنا چاہو گے تو اپنا ہی لہو اپنی زبان سے چاٹو گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر مارا اور کمرے کے اندر آکر دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ ہاتھ کھانے والے کا سر چکرا گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی انسانی ہاتھ کی ضرب ہتھوڑے جیسی ہوتی ہے۔ اس کے منہ میں لہو بھر گیا تھا۔ علی نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ اپنا لہو خود چاٹے گا اور یہی ہورہا تھا۔

اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر ہٹایا تو اس کی ہتھیلی اپنے لہو سے بھیگ گئی۔ علی نے کہا۔ "تم لوگوں نے اس ملک میں بڑی طاقت اور اختیارات حاصل کرلئے ہیں۔ دیمک کی طرح اس ملک کو ایسے چاٹ رہے ہو جیسے ابھی اپنے لہو کو چاٹنے کا تماشا دیکھ رہے ہو۔"

وہ مقابلہ کرسکتا تھا مگر علی کے ایک ہاتھ نے سمجھا دیا تھا کہ وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہے گا۔ اس نے پوچھا۔ "کچھ معلوم تو ہو، تم کون ہو؟"

"میں اپنے باپ دادا کے حوالے سے پاکستانی ہوں۔ میرا خون رگوں میں جو خون دوڑ رہا ہے اس کا تعلق شاہ کوٹ سے ہے اور یہ فولادی ہاتھ بھی اسی پاکستانی مٹی سے بنے ہوئے ہیں۔"

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہورہا ہے کہ تم محب وطن ہو۔"

"معلوم ہوتا ہے، تم نے وزیر علی کا صرف نام سنا ہے اس کے چہرے سے نہیں پہچانتے ہو۔ وزیر علی بھلا محب وطن کیسے ہوسکتا

ہے؟ اگر ہوتا تو اس وقت تمہارے سامنے نہ ہوتا۔"

"کیا؟" وہ حیرانی سے بولا۔ "تم ہمارے دوست اور ہمارے ہم خیال وزیر علی ہو۔ یعنی کہ وہی وزیر علی جو آج ہی امریکا سے آیا ہے؟"

"ہاں۔ وہ میں ہی ہوں، جسے یہاں کا زونل لیڈر سیاسی دورے پر کراچی جانے کو کہے گا اور جب میں وہاں جاؤں گا تو اس شہر کے مختلف علاقوں میں گولیاں چلتی ہی رہتی ہیں، ایک گولی مجھے بھی آکر لگ گئی اور میرا کام تمام ہوجائے گا۔"

"نہیں وزیر علی! یہ تم کیسی باتیں کررہے ہو؟ کراچی شہر ہمارے تہذیب کا ربست مستعد ہیں۔ وہاں تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

علی نے کہا۔ "اگر میں نے دوسرا ہاتھ مارا تو دنیا سے چل بسو گے۔ اس لئے اپنی زبان سے اگل دو کہ وزیر علی ایک ہندو شیلپا اور ایک یہودی دینا دانیال کو یہاں پہنچانے کے بعد کسی کام کا نہیں رہا ہے۔ لہٰذا میری چھٹی ہوجانی چاہیے۔"

"نہیں۔ تم ہمارے بارے میں غلط سوچ رہے ہو۔ ہم تو تمہاری کھوئی ہوئی سیاسی قوت بحال کرنا چاہتے ہیں۔"

علی نے اس کے منہ پر دوسرا ہاتھ مارا وہ چکرا کر گرپڑا۔ فرش سے اٹھ نہ سکا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سر چکرانے لگا۔ درودیوار گھومنے لگے۔ علی نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے حلق پر اپنا ایک پیر رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ وزیر علی مرچکا ہے، جسے امریکا سے یہاں لاکر مارنا چاہتے تھے۔ اب جو وزیر علی ہے، وہ مرنے نہیں، تم سب کو باری باری مارنے آیا ہے۔"

وہ پاؤں تلے پڑا ہوا کچھ کہنا چاہتا تھا مگر پیر کا دباؤ بڑھتا جارہا تھا۔ سانس لینے کا راستہ رک گیا تھا۔ علی نے کہا۔ "یہ حسرت تمہارے دل میں رہ جائے گی کہ "موساد" اور "را" والوں کو موجودہ وزیر علی کے متعلق کچھ بتا سکو۔ اب جاؤ۔ تمہارا وقت پورا ہوچکا ہے۔"

وہ سانس لینے کے لئے تڑپ رہا تھا۔ مگر ایسا لگ رہا تھا کہ اس کے حلق پر انسانی پیر نہیں، کوئی ناقابل جنبش بھاری پتھر ہے۔ وہ تڑپ تڑپ کر ست پڑ گیا پھر ہمیشہ کے لئے ساکت ہوگیا۔

علی نے میز پر رکھے ہوئے کاغذ کے پاس آکر اسے کھولا پھر ایک لائٹر نما کیمرے سے اس خط کی مائیکرو فلم اتاری پھر اس کمرے سے نکل کر دروازے کو بند کرکے ہوٹل کے باہر آگیا۔ حشمت بیگ گاڑی میں بیٹھا انتظار کررہا تھا۔ علی نے گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "یہاں کے کسی اعلیٰ پولیس افسر کا نمبر ڈائل کرو۔"

حشمت بیگ نے موبائل فون کو آپریٹ کیا پھر رابطہ قائم ہونے پر اسے علی نے کہا۔ "ہیلو آفیسر! اتنی رات کو نیند سے اٹھانا ضروری تھا۔ جب گھر میں چور گھس آئے، پھر تو گھر والوں کو جگانا ہی پڑتا ہے۔"

افسر ایک دم سے چونک کر بستر پر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "کیا میرے گھر میں چور گھس آیا ہے؟"

"ہاں میریٹ ہوٹل کے کمرا نمبر دو سو ایک میں ایک شخص کی لاش پڑی ہے۔ اس نے اپنی موت سے پہلے یہ اعتراف تحریری طور پر کیا ہے کہ وہ موساد کا ایک یہودی ایجنٹ ہے۔"

افسر نے جھنجلا کر کہا۔ "یہ کیا بکواس ہے؟ ابھی تم کہہ رہے تھے کہ میرے گھر میں چور گھس آیا ہے۔"

علی نے پوچھا۔ "کیا پاکستان تمہارا گھر نہیں ہے؟ اپنے گھر کی چاردیواری میں چور کے گھسنے کی اطلاع ملے تو ہڑبڑا کر نیند سے جاگتے ہو۔ پاکستان کی سرحد کے اندر کسی چور کے آنے کی اطلاع دی جائے تو خواب خرگوش سے بیدار کئے جانے پر جھنجلاتے ہو، کیا وطن کے سپاہی ایسے ہوتے ہیں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ یہ بتاؤ تم کون ہو؟"

"میں ایم آئی ایم یعنی مجاہدین اسلامک مشن کا ایک مجاہد ہوں۔ تم نے امریکی طیارے کے اغوا کئے جانے کے بعد ایم آئی ایم تنظیم کا نام سنا ہوگا۔ اور اگر نہیں سنا ہے تو آج سے تم جیسے فرض ناشناس افسران کے ذہنوں پر یہ نام موت کی طرح نقش ہوجائے گا۔"

"ہم جیسے بڑے افسروں کے پاس ایسے دھمکیاں دینے والے فون آتے ہی رہتے ہیں۔ یو نان سنس، اب میں فون بند کرکے سو رہا ہوں۔"

افسر نے ریسیور کو رکھا پھر فون کا پلگ نکال کر آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ ثانی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پھر اسے اٹھایا۔ فون کا پلگ دوبارہ لگوایا پھر اسے پہلے کی طرح بستر پر لٹا دیا۔ آدھے منٹ کے اندر فون کی گھنٹی بجتے ہی افسر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ حیرانی سے فون کو دیکھنے لگا۔ آپ ہی آپ بڑبڑانے لگا۔ "میں نے تو پلگ نکال دیا تھا۔ پھر یہ کیسے لگ گیا۔ شاید میں نے اسے ڈس کنکٹ نہیں کیا تھا۔"

وہ ریسیور اٹھا کر ہیلو بولا۔ جواب میں علی نے کہا۔ "میں کہہ چکا ہوں وطن کے سپاہی کو ڈیوٹی کے وقت بیدار رہنا چاہیے۔ میری بات نہیں سمجھو گے تو آج رات سو نہیں سکو گے۔"

وہ گرج کر بولا۔ "تم جو کوئی بھی ہو۔ تمہاری شامت آگئی ہے۔ اب دیکھتا ہوں تم کیسے پریشان کروگے۔"

اس نے پھر ریسیور رکھ کر پلگ کو الگ کیا۔ ثانی نے پھر پلگ لگوا دیا۔ وہ آرام سے لیٹنا چاہتا تھا پھر فون کی گھنٹی سن کر شدید حیرانی سے اچھل پڑا۔ کبھی پلگ کو کبھی فون کو دیکھنے لگا پھر اس نے ریسیور کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا اور کریڈل پر ہاتھ رکھ کر فون بند کردیا۔

اب وہ اطمینان سے سونا چاہتا تھا مگر یہ پتا نہ چلا کہ اس نے

لینے سے پہلے غائب دماغ ہو کر ریسیور کو پھر کریڈل پر رکھ دیا ہے۔ آرام سے لیٹنے کے بعد پھر فون کی گھنٹی بجی تو وہ چکرا کر رہ گیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر دہاڑتے ہوئے کہا۔ "ابے کون ہے بے تو؟ مجھے کیوں پریشان کر رہا ہے؟"

"پریشان خود ہو رہے ہو۔ بار بار اپنا فون بند کرنے کی بات کرتے ہو۔ مگر میری آواز سننے کے لئے پھر ریسیور اٹھا لیتے ہو۔ میں کہہ چکا ہوں آج تمہارے مقدر میں نیند نہیں ہے۔ فوراً اٹھو اور سپاہیوں کو لے کر اس ہوٹل میں جاؤ۔"

"میں تو نہیں جاؤں گا۔ مگر اب یہ فون اس کمرے سے چلا جائے گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا پلگ کو الگ کر دیا پھر فون اٹھا کر تار کھینچتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ پھر اس فون کو دوسرے کمرے کے ایک صوفے پر پھینک کر اپنے بیڈ روم میں واپس آگیا۔

یہ اس کا خیال تھا کہ وہ اپنے بستر پر واپس آکر لیٹ گیا ہے لیکن ایسا غائب دماغ رہنے کے دوران ٹانی کی سوچ کی لہریں اسے یہی سمجھا رہی تھیں کہ وہ فون کو دوسرے کمرے میں پھینک کر اب اپنے کمرے میں آنکھیں بند کر کے سونے لگا ہے۔

اچانک ہی وہ لیٹے لیٹے اچھل کر بیٹھ گیا۔ فون کی گھنٹی اس کے کانوں میں بم کے دھماکے کی طرح گونج رہی تھی۔ وہ حیرانی سے آنکھیں کھول کر دیکھ رہا تھا۔ جس صوفہ پر اس نے ٹیلی فون کو پھینکا تھا' فون اسی صوفہ پر رکھا ہوا اسے اپنی آواز میں پکار رہا تھا اور وہ اپنے آرام دہ بستر پر نہیں بلکہ صوفے کے پاس ہی نیچے قالین پر لیٹا ہوا تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا۔ میں اپنے بستر پر سو رہا تھا پھر دوسرے کمرے میں' قالین پر اس پھینکے ہوئے فون کے پاس کیسے آکر لیٹ گیا تھا؟ وہ سر پکڑ کر سوچ رہا تھا اور فون کی گھنٹی اس کے کانوں میں چیخ رہی تھی۔

وہ سحرزدہ سا ہو کر اٹھ گیا اپنے بیڈ روم میں آکر اس نے لباس اتارا اور وردی پہنی۔ ہوٹل جانے کے لئے تیار ہونے کے دوران فون کی گھنٹی کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔ جب وہ باہر آکر وہ گھنٹی کے اطراف پہرا دینے والے سپاہیوں کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ کر جانے لگا تو گھنٹی کی آواز بند ہو گئی۔

اس افسر نے ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر ایک لاش دیکھی۔ پھر وہ خط پڑھا۔ پھر فون کے ذریعے پولیس کے سب سے بڑے افسر اور وزیر داخلہ وغیرہ سے رابطہ کر کے "موساد" کے ایک ایجنٹ کی موت کی اطلاع دی۔ مقتول یہودی کا وہ خط اب اس ملک کے کتنے ہی اہم عہدیداروں تک پہنچنے والا تھا۔ اور اس کا ردعمل بھی ظاہر ہونے والا تھا۔

یہ ردعمل ظاہر ہونے میں صبح ہو جاتی۔ ادھر ٹانی اپنے بستر سے بندھی ہوئی گھنٹی کی آواز سن کر جاگ گیا تھا۔ وہ دینا ڈانیال کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے نیند سے ذرا چونکا کر اٹھایا اور قہقہوں سے آوازیں سننے پر مجبور کیا۔ وہ کان لگا کر سننے لگی۔ حالانکہ خاموشی تھی لیکن سوچ کے ذریعے اسے چند قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

وہ بستر سے اٹھ کر دروازے کے پاس آئی۔ پھر اس دروازے سے کان لگا کر سننے لگی۔ اسے یوں سنائی دے رہا تھا جیسے کچھ لوگ کوٹھی کے اندر سے باہر جا رہے ہیں۔ پھر اسے ایک گاڑی کی آواز سنائی دی۔ وہ گاڑی اسٹارٹ ہو کر دور جا رہی تھی اور اس کی آواز بھی دور ہوتے ہوتے گم ہو گئی تھی۔

دینا ڈانیال نے بستر کے پاس آکر تکیے کے نیچے سے ایک پستول نکالا پھر دروازے کے پاس آکر اسے آہستگی سے کھولا۔ کمرے کے باہر کوئی نظر نہیں آرہا تھا وہ باہر آئی۔ پھر دبے قدموں چلتی ہوئی ٹانی کے دروازے کے پاس آکر آہستگی سے آواز دی۔ "شلپا! کیا تم جاگ رہی ہو؟"

اسے شلپا یعنی ٹانی کی طرف سے جواب نہیں ملا۔ اس نے دروازے پر دستک دینا چاہا تو وہ دروازہ کھل گیا۔ اندر روشنی تھی اور ٹانی اپنے پلنگ پر بندھی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اس نے تیزی سے اندر آکر ٹانی کے منہ پر سے ٹیپ ہٹایا۔ منہ کے اندر ٹھنسا ہوا رومال نکالا۔ پھر ہاتھ پاؤں کی رسیاں کھولتے ہوئے پوچھنے لگی۔ "وزیر علی کہاں ہے؟ تمہیں یہاں کس نے باندھا تھا؟"

"یہاں کچھ نقاب پوش اچانک ہی گھس آئے تھے۔ انہوں نے ہم دونوں کو گن پوائنٹ پر رکھ کر پہلے مجھے یہاں باندھ دیا۔ پھر وزیر علی سے کہا۔ "اگر تم خاموشی سے ہمارے ساتھ چلو گے تو یہ تمہاری دانش مندی ہوگی۔ ورنہ ہم تمہیں بے ہوش کر کے لے جائیں گے۔ وزیر علی نے خاموش رہنے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ پھر اسے یہاں سے لے گئے۔"

دینا ڈانیال نے کہا۔ "میری آنکھ اچانک کھل گئی تھی۔ میں نے قدموں کی آوازیں سنی تھیں۔ پھر کسی گاڑی کی بھی آواز سنائی دی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اپوزیشن والوں نے یہ حرکت کی ہے۔ ہمیں فوراً زیڈ ایل (زوتل لیڈر) کو اطلاع دینی چاہیے۔"

اس نے فون کے ذریعے لیڈر سے رابطہ کیا اور اسے ان نقاب پوش اجنبیوں کے متعلق بتایا جو وزیر علی کو جبراً لے گئے تھے۔

زیڈ ایل نے حیرانی سے کہا۔ "ابھی ہم خود وزیر علی کو ختم کر دینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اس سے پہلے اپوزیشن والے اسے لے گئے اگر انہوں نے اسے قتل کر کے اس کی لاش کے پاس کوئی ایسا ثبوت چھوڑ دیں گے جس سے حکومتی پارٹی پر الزام آئے تو بڑی گڑبڑ ہو جائے گی۔ ٹھہرو میں ابھی کراچی کے زوتل لیڈر سے اس معاملے پر بات کرتا ہوں۔ تم دونوں اندر سے دروازے بند کر کے سو جاؤ۔"

زیڈ ایل نے ان سے رابطہ ختم کر کے کراچی کے زیڈ ایل سے رابطہ کیا۔ اس کے ہوٹل کے کمرے سے ایک اجنبی آواز نے پوچھا۔ "ہیلو! آپ کون ہیں؟"

"میں احمد کبیر کا دوست ہوں۔ ان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

اجنبی آواز نے کہا۔ "خدا کا شکر ہے یہاں آپ احمد کبیر کے دوست نکل آئے۔ پلیز آپ فوراً ان کے ہوٹل کے کمرے میں چلے آئیں۔ یہ یہاں بے ہوش پڑے ہیں۔ میں ڈاکٹر بول رہا ہوں۔"

زیڈ ایل نے فون بند کر دیا۔ پھر میریٹ ہوٹل کے منیجر سے پوچھا۔ "کیا کمرا نمبر دو سو ایک کے مسٹر احمد کبیر بیمار ہیں؟"

"جی ہاں۔ وہ بے ہوش پڑے ہیں۔ ہم نے ایک ڈاکٹر ان کے کمرے میں بھیجا ہے۔ آپ کون ہیں؟"

اس نے فون بند کر دیا۔ پھر اپنے ایک ماتحت سے رابطہ کر کے بولا۔ "فوراً میریٹ ہوٹل کے کمرا نمبر دو سو ایک میں جاؤ اور مسٹر احمد کبیر کی خیریت معلوم کر کے مجھے رپورٹ دو۔"

"آل رائٹ باس!"

ٹانی نے ماتحت کی آواز بھی یاد رکھی۔ لیکن وہ چاہتی تھی کہ زیڈ ایل وہاں جائے اس لئے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے وہاں لے گئی۔ اس نے ہوٹل کے کمرے کے سامنے آکر دروازے پر دستک دی۔ جب دروازہ کھلا تو زیڈ ایل چونک گیا۔ ایک پولیس افسر نظر آرہا تھا۔ اس نے کہا۔ "اچھا تو آپ ہی احمد کبیر کے دوست ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے آپ نے ہی فون کیا تھا؟"

زیڈ ایل ہچکچایا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ معاملہ کیا ہے اور اسے کیا جواب دینا چاہیے۔ ٹانی نے اسے بولنے پر مجبور کیا۔ "جی ہاں۔ میرا دوست اب کیسا ہے؟ کیا ہوش میں آگیا ہے؟"

افسر نے کہا۔ "اندر آؤ۔ جو بے ہوش ہوتے ہیں وہ پولیس کے سامنے پہنچتے ہی ہوش میں آجاتے ہیں۔"

اس نے اندر آکر دیکھا۔ اسے کراچی کا زوتل لیڈر نظر نہیں آیا۔ افسر نے کہا۔ "کوئی سوال نہ کرنا۔ صرف سوالات کے جواب دیتے رہو گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ ورنہ بدتر حالات پیش آسکتے ہیں۔"

زیڈ ایل نے پوچھا۔ "آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

افسر نے کہا۔ "دیکھو منع کرنے کے باوجود تم نے ایک سوال کر ہی ڈالا۔ یہ پہلی غلطی ہے۔ اس لئے معاف کر رہا ہوں۔ اب میرے سوال کا جواب دو۔ احمد کبیر کون ہے؟ اور تم اس کے کیسے دوست ہو؟"

"وہ میرا بزنس پارٹنر ہے۔ مجھ سے کاروباری معاملات میں گفتگو کرنے کے لئے کراچی سے یہاں آیا تھا۔"

"تم دونوں کا کاروبار کیا ہے؟"

"ہم نے سرحد سے کراچی تک کے لیے دو سو ٹرک کرائے پر حاصل کئے ہیں۔ یہ ٹرک ہمارا مال لے جاتے ہیں۔"

"کس قسم کا مال لے جاتے ہیں۔"

ٹانی نے اسے بے اختیار بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بولا۔ "ان تمام ٹرکوں میں ہتھیار کراچی پہنچائے جاتے ہیں۔ ان تمام ٹرک کے پیچھے جو چور خانے بنے ہوئے ہیں' ان میں بھارت سے آنے والے "را" کے تربیت یافتہ تخریب کار چھپے ہوتے ہیں۔"

زیڈ ایل بول رہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا کہ وہ کیوں سچ اگل رہا ہے۔ ٹانی نے اسے ڈھیل دی۔ وہ بولا۔ "انسپکٹر صاحب' ابھی ابھی میں جو بول رہا تھا' وہ دراصل مذاق کر رہا تھا۔"

"اچھا' تو تم پولیس والوں سے بھی مذاق کرتے ہو؟ ضرور کرو۔ مگر یاد رکھو کہ یہ سامنے اتنا بڑا کیسٹ ریکارڈر آن ہے۔ اس میں تمہارا سچا مذاق ریکارڈ ہو رہا ہے۔ اب اپنا نام بتاؤ؟"

"میرا نام صمد رحمانی ہے۔"

"میں تمہارا اصلی نام اور مذہب پوچھ رہا ہوں۔"

"آپ یقین کیوں نہیں کرتے؟ میرے پاس اپنے نام اور مذہب کا شناختی کارڈ موجود ہے۔"

"دو چار سو روپے رشوت دینے سے ایسے شناختی کارڈز بن جاتے ہیں۔ تمہارے دوست احمد کبیر نے اپنا ایک تحریری بیان دیا ہے۔ اس بیان کی اصل کاپی وزارت داخلہ کے ایک اعلیٰ عہدیدار تک پہنچا دی گئی ہے۔ میرے پاس اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی ہے۔ یہ لو۔ اسے ذرا بلند آواز سے پڑھو۔"

وہ زیڈ ایل (صمد رحمانی) کاغذ لے کر پڑھنے لگا۔ ابتدا ہی میں لکھا ہوا تھا۔ "میرا اصل نام ڈونورو ماریو ہے۔ میں یہودی ہوں۔ لیکن احمد کبیر کے نام سے مسلمان بن کر کراچی میں رہتا ہوں....."

زیڈ ایل عرف صمد رحمانی پڑھتے پڑھتے رک گیا پھر بولا۔ "میں کسی یہودی ڈونورو ماریو کو نہیں جانتا۔ میں تو آج تک اسے احمد کبیر سمجھ کر اس کے ساتھ کاروبار کرتا رہا تھا۔"

"اسلحہ اور تخریب کار کراچی تک پہنچانے کا کاروبار کر رہے تھے؟"

وہ ٹانی کی مرضی کے مطابق بے اختیار بولا۔ "جی ہاں۔ ہم یہی کاروبار کر رہے ہیں۔"

"ابھی تو تم اسے مذاق کی بات کہہ رہے تھے؟"

"جی ہاں۔ ہم مذاق ہی مذاق میں اس ملک کو اندر سے کھوکھلا بنانے کا دھندا کر رہے ہیں۔"

"کیا تم نے شراب پی ہے اور نشے میں ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ آپ میرا منہ سونگھ کر دیکھ لیں۔ میں ایک مسلمان یہودی ہوں۔ شراب پینے کے بعد باہر نہیں نکلتا۔"

"بہتر ہے۔ تم اپنے ساتھی کی طرح ایک کاغذ پر اپنے متعلق تحریری بیان لکھ دو۔"

انسپکٹر اسے [illegible] آیا جو وہ [illegible] بیٹھ کر وہی سچ لکھنے

لگا جو ثانی چاہتی تھی۔ جب اُس نے تحریر مکمل کرلی تو انسپکٹر نے کہا۔ "تم نے جو کچھ لکھا ہے' اسے اونچی آواز میں پڑھو تاکہ تمہاری آواز میں تمہارا لکھا ہوا بیان اس کیسٹ ریکارڈر میں محفوظ ہوجائے۔"

وہ اونچی آواز میں پڑھنے لگا۔ جب تمام لکھا ہوا ریکارڈ ہوگیا تو انسپکٹر نے پوچھا۔ "تمہارے یہودی ساتھی کو ایم آئی ایم کے مجاہدین نے گن پوائنٹ پر رکھ کر اس سے بیان لکھوایا تھا۔ تم نے کس کے خوف سے یہ سچ لکھا ہے؟"

وہ بولا۔ "ایم آئی ایم کا کوئی مجاہد اس کمرے میں موجود نہیں ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ ہوٹل سے باہر نکلتے ہی وہ مجھے گولی مار دیں گے۔ شاید انہوں نے میرے ساتھی کو بھی مار ڈالا ہے۔"

"ہاں۔ انہوں نے تمہارے ساتھی کو مار ڈالا ہے۔ اس کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے اسپتال پہنچایا گیا ہے۔"

"انسپکٹر! میں تمہارے ایک اعلیٰ عہدیدار سے فون پر کچھ ضروری گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

انسپکٹر نے اسے اجازت دی۔ اُس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ پھر رابطہ ہونے پر کہا۔ "میں صمد رحمانی بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "مسٹر رحمانی! میں آپ کی رہائش گاہ میں کئی بار فون کرچکا ہوں۔ آپ کہاں ہیں؟"

"میں میریٹ ہوٹل کے کمرا نمبر دو سو ایک میں ہوں۔ یہاں ایک انسپکٹر خوامخواہ مجھے پریشان کررہا ہے۔ مجھ سے جھوٹا بیان لکھوا رہا ہے اور میرے بیانات کیسٹ میں ریکارڈ بھی کررہا ہے۔"

"اوہ مسٹر رحمانی! آپ وہاں پھنسنے کے لئے کیوں چلے گئے۔ کسی نئی تنظیم کے مجاہدین نے احمد کبیر سے بھی اپنی مرضی کے مطابق بیان لکھوا کر اسے قتل کردیا ہے۔ کیا اس کمرا نمبر دو سو ایک میں اس نئی تنظیم کے مجاہدین ہیں؟"

"یہاں صرف ایک انسپکٹر اور تین سپاہی ہیں۔"

"ریسیور انسپکٹر کو دو۔"

اس نے انسپکٹر کو ریسیور دیا۔ انسپکٹر نے اسے کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو۔ آپ کون ہیں؟"

دوسری طرف سے وزارت داخلہ کے ایک عہدیدار کا نام بتایا گیا پھر کہا گیا۔ "مسٹر صمد رحمانی نے جو بیان لکھا ہے اور جسے ریکارڈ کیا گیا ہے ان سب کو فوراً میرے پاس لے آؤ۔"

ثانی نے انسپکٹر کی زبان سے پوچھا۔ "کیا جو یہودی مارا گیا ہے' اس کا تحریر کردہ بیان آپ کے پاس پہنچ گیا ہے؟"

"ہاں وہ بیان میرے پاس آچکا ہے۔ لہٰذا مسٹر رحمانی کا بیان اور کیسٹ بھی لے آؤ۔"

"سر! آپ یہ تمام بیانات اور کیسٹ ضائع کردینا چاہتے ہیں؟ اس سے پہلے یہ سن لیں کہ مرنے والے یہودی کے بیان کی بھی فلم تیار ہوجائے گی۔ کیسٹ کا ڈوپلیکیٹ آپ کو ملے گا۔"

"یہ کیا بکواس کررہے ہو۔ کیا اپنی دوردی اتروانا چاہتے ہو؟ جو حکم دے رہا ہوں' اس پر عمل کرو۔"

"میں وہی کروں گا' جو کہہ چکا ہوں۔ اُس نئی تنظیم کے مجاہدین نے مجھے بھی فون پر وارننگ دی تھی کہ احمد کبیر کے بعد صمد رحمانی بھی جہنم میں جائے گا۔ اور اگر میں نے ملک کے کسی غدار عہدیدار کا ساتھ دیا تو میں بھی مارا جاؤں گا۔ اور جو بڑا عہدیدار بھی ان یہودیوں کی موجودگی' ان کے بیانات اور ان کی موت کو عوام سے چھپانا چاہے گا' اسے بھی جہنم میں پہنچا دیا جائے گا۔"

دوسری طرف سے اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "یہ سب گیدڑ بھبکیاں ہیں۔ تم صمد رحمانی کو جانے دو اور اس کے بیان اور کیسٹ میرے پاس ابھی لے آؤ۔"

"آپ کا حکم ہے تو میں آرہا ہوں۔ مگر آخری بار سمجھا رہا ہوں مجھ سے پہلے موت آپ تک پہنچ جائے گی۔"

اس نے ریسیور رکھ کر زیڈ ایل یعنی صمد رحمانی سے کہا۔ "بڑے صاحب کا حکم ہے تمہیں گرفتار نہ کیا جائے۔ چھوڑ دیا جائے۔"

وہ خوفزدہ ہو کر بولا۔ "یہ ایم آئی ایم والے کون ہیں۔ میں فون پر ہونے والی تمہاری باتیں سن رہا تھا۔ میں تنہا یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ تم اپنی حفاظت میں مجھے لے چلو۔"

انسپکٹر اس کا تحریری بیان اور کیسٹ لے کر جانے لگا۔ صمد رحمانی زیڈ ایل اس کے پیچھے تھا۔ انسپکٹر کمرے سے باہر نکلا۔ اسی وقت ثانی کی مرضی کے مطابق زیڈ ایل نے فوراً کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کردیا پھر کہا۔ "انسپکٹر! تم جاؤ۔ باہر خطرہ ہے۔ میں صبح تک اس کمرے میں رہوں گا۔"

انسپکٹر چلا گیا۔ بڑے صاحب کا حکم تھا کہ زیڈ ایل کو گرفتار نہ کیا جائے چھوڑ دیا جائے۔ اس لیے وہ اسے کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا۔

زیڈ ایل نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا۔ پھر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر بڑے صاحب کی آواز سنائی دی۔ ثانی نے زیڈ ایل کی آواز بدل کر اس کی زبان سے کہا۔ "تمہیں تشویش ہوگی کہ یہ نئی تنظیم ایم آئی ایم کہاں سے پیدا ہوگئی۔ ان کے مجاہدین نے یہاں ایک یہودی کو مار ڈالا۔ اب دوسرے یہودی صمد رحمانی کی باری ہے۔ لو پہلے سزائے موت پانے والے یہودی سے باتیں کرلو۔"

چند سیکنڈ کے بعد زیڈ ایل نے ثانی کی مرضی کے مطابق کہنے لگا۔ "میں مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ وہ انسپکٹر مجھے اپنی حفاظت میں گھر تک پہنچانا چاہتا تھا مگر میں اسی کمرے میں رہ گیا۔ انسپکٹر کے جانے کے بعد یہ نامعلوم لوگ آگئے ہیں اور خود کو ایم آئی ایم کے مجاہدین کہہ رہے ہیں۔"

بڑے صاحب نے کہا۔ "میری اُن سے بات کراؤ۔"

چند سیکنڈ بعد پھر زیڈ ایل کی آواز بدل گئی۔ وہ بولا۔ "اب تمہارے جیسا بڑا عہدیدار پوچھے گا کہ ہم کون ہیں؟ بہتر ہے تم اپنے باپ امریکا سے ابھی ہاٹ لائن پر پوچھ لو۔ کیونکہ دوسرے یہودی کی موت کے بعد یہودیوں کو پناہ دینے والا غدار مسلمان بھی زندہ نہیں رہے گا۔ اپنی حفاظت کے جتنے سخت انتظامات کرسکتے ہو کرلو۔ اور ہاں پہلے اس گولی کے چلنے کی آواز تو سن لو' جو ہمیشہ کے لئے تمہارے پالتو یہودی کو ٹھنڈا کرنے والی ہے۔"

ہوٹل کے اس بند کمرے میں صرف وہی زیڈ ایل تھا۔ اسے گولی مارنے والا کوئی نہیں تھا۔ مگر اس نے اپنے لباس سے ایک ریوالور نکالا۔ اس نے ایک ہاتھ سے ریسیور پکڑ رکھا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے ریوالور کی نال کو پیشانی سے لگا لیا۔ پھر اس نے ٹریگر کو دبا دیا۔

بہت دور بڑے صاحب نے اپنے فون پر گولی چلنے کی آواز سنی۔ حیرت سے آنکھیں پھیل گئیں۔ انہوں نے فون پر چیخ کر پوچھا۔ "مسٹر رحمانی! آر یو آل رائٹ۔ ہیلو..... ہیلو مسٹر رحمانی جواب دو۔ ہیلو..... ہیلو....."

بڑے صاحب بڑی دیر تک پکارتے رہے مگر موت جواب کبھی نہیں دیتی۔ خاموشی سے اپنا کام کرکے رخصت ہوجاتی ہے۔

ثانی نے سوچ کے ذریعے علی کو بڑے صاحب کا فون نمبر اور ہوٹل کی واردات بتائی پھر کہا۔ "اب صاحب بہادر سے کہو کہ پہلے یہودی احمد کبیر کا تحریری بیان ابھی ضائع نہ کرے۔ ورنہ اس سے پہلے وہ ضائع ہوجائے گا۔ اسے پہلے سپر ماسٹر سے ایم آئی ایم کے تعلق پوچھ لینا چاہیے۔"

وہ بڑے صاحب کی کھوپڑی میں آگئی۔ تھوڑی دیر بعد دوسرے فون کی گھنٹی بجی۔ بڑے صاحب نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔

علی نے کہا۔ "تم نے دو یہودیوں کا انجام دیکھ لیا۔ اگر اپنے بُرے انجام سے بچنا چاہتے ہو تو پہلے یہودی کے تحریری بیان کو ضائع نہ کرنا۔ بہتر ہے پہلے سپر ماسٹر سے ہاٹ لائن پر پوچھ لو کہ ایم آئی ایم کیا بلا ہے؟"

بڑے صاحب نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"اس کا جواب بھی سپر ماسٹر سے مل جائے گا۔ کیونکہ میرے متعلق جواب دینے کے لئے وہ دونوں یہودی زندہ نہیں ہیں۔"

اس نے فون بند کردیا۔ بڑے صاحب نے ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر سے رابطہ کیا اور ان دو یہودیوں کا انجام بتانے کے بعد پوچھا۔ "یہ ایم آئی ایم والے کون لوگ ہیں؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "یہ نئی تنظیم آفت ناگہانی کی طرح آئی ہے۔ انہوں نے پہلے ہمارا طیارہ اغوا کیا۔ پھر دمشق کے ایک اجلاس میں اردن اور شام کے اکابرین کو اس طرح دہشت زدہ کیا ہے کہ وہ فوری طور پر اسرائیل سے کوئی معاہدہ کرنے سے کترا رہے ہیں۔ اور اب تم بتا رہے ہو کہ ایم آئی ایم کے مجاہدین پاکستان پہنچے ہوئے ہیں۔"

بڑے صاحب نے پوچھا۔ "اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ان دو یہودیوں نے تحریری طور پر انکشاف کیا ہے کہ اس ملک میں "موساد" اور "را" کے ایجنٹ تخریب کاری میں مصروف ہیں اور اقتدار کے لئے لڑنے والے پاکستانی سیاست دان ان تخریب کار ایجنٹوں کو اپنا اپنا آلہ کار بنا کر اس ملک کو تباہی کے دہانے تک لے جارہے ہیں۔"

"تم ان کے تحریری بیانات کو جلا ڈالو۔"

"کیسے جلا دوں؟ اُن مجاہدوں نے مجھے فون پر وارننگ دی ہے کہ میں ان کی تحریریں پریس وغیرہ کے ذریعے عوام تک نہیں لاؤں گا تو وہ مجھے بھی قتل کردیں گے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ سپر ماسٹر نے سوچنے کے بعد کہا۔ "ایم آئی ایم کے سربراہ کا دعویٰ ہے کہ ان کے مطالبات ماننے والوں کو وہ جانی نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا تم ان کی بات مان لو۔ ان کے تحریری بیانات میں تمہارا ذکر نہیں ہے۔ تم پر غداری کا الزام نہیں آئے گا۔ تم ان بیانات کو عوام کے سامنے آنے دو۔ فکر نہ کرو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

بڑے صاحب نے کہا۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں اخبارات کے ذریعے اپنا کارنامہ بیان کروں گا کہ میری محنت اور کوششوں سے دو یہودی اپنے ناپاک عزائم کے باعث موت کے گھاٹ اتر گئے۔"

اس نے فون بند کردیا۔ ثانی نے علی کے پاس آکر کہا۔ "ہمارا مقصد پورا ہو رہا ہے۔ اس ملک میں یہودیوں اور ہندوؤں کی سرگرمیوں کا انکشاف ہوگا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ بڑے صاحب اس کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھنا چاہتے ہیں۔ فی الحال باندھ لینے دو۔ بعد میں سہرے کے پھول کانٹوں کی طرح چبھیں گے۔"

علی نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ اب نیا کھیل کھیلتے ہیں۔ وزیر علی کا کھیل۔ اسے دینا دانیال سے شروع کراؤ۔"

وہ دینا دانیال کے اندر پہنچ گئی۔ پھر اس کی سوچ میں بولی۔ "ہم نے زیڈ ایل کو وزیر علی کے اغوا کی رپورٹ دی تھی۔ پتا نہیں وہ کیا کررہا ہے وزیر علی کا کوئی سراغ ملا بھی ہے یا نہیں؟"

اسی سوچ کے نتیجے میں دینا نے فون کا ریسیور اٹھا کر زیڈ ایل سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف اس کی رہائش گاہ میں گھنٹی بجتی رہی مگر کسی نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ دینا ریسیور رکھ کر سوچنے لگی۔ "شاید وہ باتھ روم میں ہوگا۔"

اس نے تھوڑی دیر بعد پھر ریسیور اٹھایا۔ اس بار ثانی نے اس سے علی کے موبائل کا نمبر ڈائل کرادیا۔ رابطہ قائم ہونے پر

علی نے پوچھا۔ "اتنی رات کو کیا پریشانی ہے۔ یہ آرام سے سونے کا وقت ہے۔"

دینا نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ میں زیڈ ایل سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ اسے بلاؤ۔"

"اس دنیا سے جانے والے کو کوئی واپس نہیں بلا سکتا۔ کیا تمہاری جیسی عشتی کو اور کوئی نہیں ملا' جو اس جنم میں جانے والے کو بلا رہی ہو؟"

وہ غصے سے بولی۔ "یو شٹ اپ۔ میں کوئی آوارہ' بازاری نہیں ہوں۔ فوراً زیڈ ایل کو بلاؤ۔"

"تمہیں یہاں کے بڑے صاحب کا نمبر معلوم نہ ہو تو میں بتا رہا ہوں۔ نوٹ کرو اور ان سے پوچھو کہ مسٹر صمد رحمانی کہاں ہیں؟ تمہیں صحیح اطلاع مل جائے گی۔"

دینا کو نمبر معلوم تھا اس نے بڑے صاحب سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ "میں ڈبل ڈی (دینا وائیلی) بول رہی ہو۔ زیڈ ایل سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ آپ کچھ پتا کریں۔"

"مجھے پتا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ایم آئی ایم کے مجاہدین نے اسے اور کراچی کے زیڈ ایل کو قتل کر دیا ہے۔"

"اوہ نو۔ یہ تو ہمارے لیے بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔ کیا زیڈ ایل نے آپ کو بتایا تھا کہ کچھ نامعلوم لوگوں نے یہاں سے وزیر علی کو اغوا کیا ہے؟"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا واقعی تمہاری کوٹھی میں نامعلوم افراد آئے تھے اور وزیر علی کو لے گئے؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ انہوں نے شلپا کو پلنگ سے باندھ دیا تھا۔ میرا خیال ہے یہ اپوزیشن والوں کی دھاندلی ہے۔"

"یہ ایم آئی ایم والوں کی بھی دھاندلی ہو سکتی ہے مگر ہم ان کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تھوڑی دیر پہلے سپر سائسٹر نے بتایا ہے کہ وہ مجاہدین بڑے خطرناک ہیں۔ ویسے ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ کے ذریعے صبح کی خبروں میں وزیر علی کے اغوا کی بات بتا دی جائے گی اور اس کے اغوا کا الزام اپوزیشن والوں پر لگا دیا جائے گا۔"

وہ بولی۔ "یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس سے ہمارے مقاصد کے حصول میں بڑی رکاوٹیں پیدا ہوں گی۔ آپ کسی طرح اُس بڑے سائنس داں سے میری ملاقات کرائیں۔ میں جلد سے جلد اِس ملک کے ایٹمی راز تک پہنچنا چاہتی ہوں۔"

"کل تم اپنے بھائی وزیر علی کے اغوا کا سوگ مناؤ۔ میں اس سائنس داں رحمان قریشی سے کہوں گا کہ ملک کے بڑے بڑے عہدیدار وزیر علی کی بیوی اور بہن کی دلجوئی کے لیے ان سے ملنے جا رہے ہیں۔ لہٰذا رحمان قریشی کو بھی وہاں جا کر تسلیاں دینا چاہیے کہ اس کی بہن کو اس کا بھائی وزیر علی جلد ہی مل جائے گا۔"

وہ بولی۔ "بس ایک بار وہ سائنس داں رحمان قریشی میرے سامنے آجائے تو میں اسے اپنا دیوانہ بنا لوں گی۔"

دینا نے فون بند کر دیا۔ ثانی نے علی کے پاس آکر فون پر ہونے والی تمام گفتگو سنائی۔ اس نے کہا۔ "میرے اندر موجود رہو۔ میں اب اپوزیشن کے لیڈر سے باتیں کروں گا۔"

پھر اس نے حشمت بیگ سے کہا۔ "اپوزیشن کے لیڈر سے بات کراؤ۔ وہ آرام سے سو رہا ہوگا۔ اس کی نیند بھی اڑائی جائے۔"

اس نے نمبر ڈائل کیے۔ لیڈر کے سیکریٹری نے پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟"

حشمت بیگ نے کہا۔ "اپنے صاحب سے بات کراؤ۔ میں چونکا دینے والی خبریں سنانے والا ہوں۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "رات کے تین بج رہے ہیں۔ میں صاحب کو نیند سے نہیں اٹھاؤں گا۔"

ثانی یہ باتیں سن کر علی کو بتا رہی تھی۔ علی نے حشمت بیگ سے موبائل فون لے کر پوچھا۔ "کیا اپنے صاحب کو یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ وزیر علی کو اغوا کر لیا گیا ہے۔"

سکریٹری نے پوچھا۔ "اس خبر میں کتنی سچائی ہے؟"

علی نے کہا۔ "جب وزیر علی کو قتل کر کے تمہارے صاحب کی کوٹھی کے سامنے پھینک دیا جائے گا تو کیا اس وقت بھی تم صاحب کو نیند سے نہیں جگاؤ گے۔"

"ذرا ایک منٹ۔ میں صاحب کو جگانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد ہی صاحب کی نیند بھری آواز سنائی دی۔ "کیا مصیبت ہے؟ کون ہو تم؟"

"سیاست سب سے بڑی مصیبت ہے۔ چند اہم خبریں سن لو۔ جو یہودی صمد رحمانی کے نام سے کبھی تمہارے لیے اور کبھی دشمن پارٹی کے لیے کام کرتا تھا وہ قتل کر دیا گیا ہے۔ وزیر علی کو اغوا کرایا گیا ہے اور صبح کی خبروں میں اس کے اغوا کا الزام تمہاری پارٹی پر رکھا جائے گا۔"

"تم کون ہو؟"

"یہ پوچھنے سے بہتر ہے کہ اپنے وسیع ذرائع استعمال کرو اور ان خبروں کی تصدیق کرو۔"

علی نے فون بند کر دیا۔ ثانی اپوزیشن لیڈر کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ وہاں کھلبلی سی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اور اس کے مصاحب اور سیکریٹری وغیرہ سونا بھول گئے تھے۔ کوٹھی کے اطراف دور تک مسلح گارڈز کی ڈیوٹی لگا دی گئی تھی تاکہ دشمن ان پر الزام دھرنے کے لیے وزیر علی کی لاش کہیں کوٹھی کے قریب پھینک کر نہ چلے جائیں۔ پھر کتنے ہی ٹیلیفون کے ذریعے اپنے ذرائع استعمال کر کے ان خبروں کی تصدیق کی جا رہی تھی۔

پھر تصدیق ہو گئی کہ وزیر علی کو اغوا کیا گیا ہے اور وہ یہودی زوتل لیڈر بھی مارا گیا ہے۔ اپوزیشن کی طرف سے بڑے صاحب کو

فون پر مخاطب کیا گیا اور کہا گیا۔ "ہمیں وزیر علی کے اغوا کیے جانے کی خبر مل گئی ہے اور یہ تمہاری پارٹی کی شرارت ہے۔ اگر ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے ہمارے خلاف اغوا کا پروپیگنڈا کیا گیا تو ہم سخت جوابی کارروائی کریں گے۔"

بڑے صاحب نے کہا۔ "اغوا ہم نے نہیں' تم نے کیا ہے۔ وزیر علی ہمارا اہم آدمی تھا۔ یہ پورا ملک جانتا ہے۔ لوگ یقین کریں گے کہ برسوں کے بعد ملک واپس آنے والے وزیر علی کو اپوزیشن پارٹی نے غائب کر دیا ہے۔ تم لوگوں کے خلاف ایک بہت بڑا کارڈ ہمارے ہاتھ آگیا ہے۔"

ایک گھنٹے کے اندر اپوزیشن پارٹی کے بڑے بڑے اہم لیڈر ایک عالی شان کوٹھی میں جمع ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "ہمیں فوری طور پر کوئی ایسا قدم اٹھانا چاہیے کہ وزیر علی کے اغوا کیے جانے کی بدنامی ہمارے سر نہ آسکے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا۔ اتنی جلدی آخر کیا جوابی کارروائی کی جا سکتی ہے۔"

"اور اتنی جلدی یہ بھی سراغ نہیں لگایا جا سکتا کہ وزیر علی کو کہاں لے جا کر چھپایا گیا ہے یا کہاں قتل کیا گیا ہے۔"

ایک اور لیڈر نے کہا۔ "کل ہی وزیر علی کی آمد پر ہزاروں افراد نے اس کا شاندار استقبال کیا تھا اور آج اس کا اغوا اور قتل ہماری پوزیشن کو بہت کمزور بنا دے گا۔"

سب اپنے اپنے طور پر بول رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ صبح کی خبروں میں ان کی پارٹی پر کوئی الزام نہ آنے دیا جائے۔

ان کے پارٹی لیڈر نے کہا۔ "وزیر علی اُن کی مخالف پارٹی کا بہت ہی کمزور لیڈر تھا۔ لہٰذا وہ لوگ اسے پارٹی سے ختم کر کے ایک تیسرے دوشکار کر رہے ہیں۔ میری جو دوسری کوٹھی ہے وہ ایک کروڑ بیس لاکھ کی ہے۔ اگر اس کوٹھی کو بم سے اڑا دیا جائے تو وزیر علی کے اغوا سے زیادہ بڑی خبر بنے گی کہ اپوزیشن پارٹی کا لیڈر بال بال بچ گیا۔ لیڈر کو قتل کرنے کے لیے کوٹھی میں ٹائم بم چھپا کر رکھے گئے تھے۔ مگر اتفاق سے اس رات لیڈر اپنی دوسری کوٹھی میں تھا۔"

ایک نے کہا۔ "چال تو زبردست ہے مگر ایک کروڑ بیس لاکھ کا نقصان ہے۔"

پارٹی لیڈر نے کہا۔ "ایک پیسے کا بھی نقصان نہیں ہے۔ میں نے وہ کوٹھی بینک سے قرض لے کر بنوائی تھی اور ابھی تک قرض ادا نہیں کیا ہے۔ پھر یہ کہ یہ ایک کروڑ بیس لاکھ کیا چیز ہیں۔ جب ہم اپنی حکومت بنائیں گے تو ایک کروڑ کے بیس کروڑ بنا لیں گے۔"

اس منصوبے پر عمل کیا گیا۔ صبح اذان ہونے سے پہلے ہی اس پارٹی کے کارندوں نے اس منگتی کوٹھی کو بموں کے دھماکوں سے اڑا دیا۔ اس علاقے میں دہشت پھیل گئی۔ آس پاس کی کوٹھیوں والے وہاں سے بھاگنے لگے۔ سپ ہی کی زبانوں پر یہی بات تھی کہ پارٹی لیڈر کو قتل کرنے کے لیے وہ کوٹھی تباہ کی گئی ہے۔ کوئی یہ یقین ہی نہیں کر سکتا تھا کہ ایک ہوشمند لیڈر اپنی ایک کروڑ بیس لاکھ کی کوٹھی کو اپنے ہی کارندوں سے تباہ کرائے گا۔

اس منگتی کوٹھی کا تباہ ہونا اور پارٹی لیڈر کا اتفاقیہ بچ جانا' اتنی بڑی خبر تھی کہ حکومت کرنے والی پارٹی ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے یہ المناک خبر نشر کرنے پر مجبور ہو گئی۔ اس روز دو بڑی خبریں نشر کی گئی تھیں۔ وزیر علی کے اغوا کیے جانے والی خبر بھی معمولی نہیں تھی لیکن اپوزیشن کا پارٹی لیڈر اس سے زیادہ ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

ثانی اور علی یہ تماشا دیکھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے پاکستانی سیاستدانوں کا جواب نہیں ہے۔ یہ جیسی منفی سیاست کر رہے ہیں اگر اتنی ہی ذہانت سے مثبت سیاست کریں تو دنیا کے سب سے ترقی یافتہ ملک کی فہرست میں پاکستان کا نام بھی جلی حروف میں لکھا جائے۔

○☆○

داؤد منڈولا دمشق پہنچا مگر بڑی دیر سے پہنچا۔ ایم آئی ایم کے پراسرار نیم مردہ نیم زندہ سربراہ سے اردن اور شام کے اکابرین کی ایسی ملاقات ہو چکی تھی جسے وہ تمام مسلمان اکابرین مرتے دم تک نہیں بھول سکتے تھے۔

منڈولا نے ایک شاہ کے سیکریٹری کے خیالات پڑھ کر اُس ڈھانچے کے بارے میں معلوم کیا تھا۔ اگرچہ ڈھانچے والا تماشا بچکانہ تھا مگر اس تنظیم کے سربراہ نے دونوں اسلامی ممالک کو سمجھا دیا تھا کہ ان اسلامی ممالک سے' اسرائیل سے اور امریکا سے ٹکرانا اس کے لیے بچوں کا کھیل ہے۔

پھر منڈولا کو یہ معلوم ہوا تھا کہ کسی اجنبی نے اس ڈھانچے سے فون پر گفتگو کی تھی اور اسے موساد کے یہودی جاسوسوں کے متعلق اطلاع دی تھی کہ ایک یہودی حسینہ مشروبہ کے نام سے اور دوسرا یہودی قاسم کے نام سے اس حاکم محل میں موجود ہے اور یہ اطلاع درست ثابت ہوئی تھی۔

پھر یہ معلوم ہوا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والی بھی اس ڈھانچے کے لیے سہولتیں فراہم کر رہی ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے وہاں موساد کے فیلڈ لیڈر کو بھی بے نقاب کر دیا تھا اور یہ کہا گیا تھا کہ موساد کے فیلڈ لیڈر کو' قاسم اور مشروبہ کو اور دونوں امریکی جاسوس حسینہ کو زندہ رکھا جائے۔ اگر انہیں کسی بہانے سے مارا جائے گا تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے نائب سپر سائسٹر اور وہاں کے دیگر مسلمان اکابرین کو بھی زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔

وہاں کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کون تھی اور ڈھانچے سے فون پر گفتگو کرنے والا شخص کون تھا۔ اُن دونوں کا اس ڈھانچے سے اور اس کی ایم آئی ایم کی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ان سے پوچھنے پر خیال خوانی کرنے والی نے کہا تھا

کہ وہ بھی وہی بلا ہے جیسی جمیلہ رازی تھی۔ اس حوالے سے یہ رائے قائم کی جارہی تھی کہ وہ یقیناً جمیلہ رازی ہوگی اور اس کے ساتھ جو شخص ہے' وہ فرہاد علی تیمور ہے۔

داؤد منڈولا شاہ کے سیکریٹری کے ذریعے دونوں اسلامی ممالک کے اکابرین اور نائب سپرماسٹر کے اندر بھی جگہ بنا چکا تھا۔ نائب کے ذریعے معلوم ہوا کہ سپرماسٹر نے بابا صاحب کے ادارے میں جناب علی اسد اللہ تبریزی سے یہ معلوم کرنا چاہا تھا کہ نئی تنظیم ایم آئی ایم سے فرہاد کا تعلق ہے یا نہیں؟ اور کیا بابا صاحب کے ادارے سے بھی اس تنظیم سے کوئی رابطہ رہتا ہے؟

جواب ملا تھا کہ اس نئی تنظیم سے بابا صاحب کے ادارے اور فرہاد کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جناب تبریزی صاحب کو دشمن بھی ایک سچا اور کھرا انسان تسلیم کرتے تھے۔ اس لیے سپرماسٹر پریشان ہوگیا تھا کہ آخر وہ نئی تنظیم کہاں سے پیدا ہوگئی ہے؟ اور اس کا پراسرار سربراہ کون ہے؟

داؤد منڈولا نے اپنی خفیہ یہودی تنظیم کی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھے۔ وہ اور تمام آدم برادرز اس تنظیم کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے۔ منڈولا کی سمجھ میں یہی آرہا تھا کہ حاکم محل میں خیال خوانی کرنے والی فرہاد کی کوئی ساتھی ہے یا پھر سپرماسٹر نے کوئی نئی خیال خوانی کرنے والی پیدا کی ہے۔

اسے یہ دوسرا خیال غلط معلوم ہوا۔ کیونکہ دمشق کے حاکم محل میں سپرماسٹر کی سیاسی چالیں چلی جارہی تھیں۔ لہٰذا سپرماسٹر کی ہی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کی چالوں کو ناکام نہیں بنا سکتی تھی۔ منڈولا کو یہ یقین تھا کہ فرہاد کی فیملی کے کچھ افراد اس نئی تنظیم کے لیے خفیہ طور سے دھمال بنے ہوئے ہیں۔

دمشق کے اجلاس میں ایک انسانی ڈھانچے کے ساتھ جو مذاکرات ہوئے انہیں امریکا اور اسرائیل کے حکام نے سنا بھی تھا اور ویڈیو کے ذریعے حاکم محل میں اس ڈھانچے کو دیکھا بھی تھا۔ خفیہ یہودی تنظیم کے تمام آدم برادرز اور تمام خیال خوانی کرنے والے اسی بحث میں الجھے ہوئے تھے کہ اس نئی تنظیم ایم آئی ایم تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے اور اس کے سربراہ کا سراغ کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

خفیہ یہودی تنظیم کے خیال خوانی کرنے والے تعداد میں بڑھ گئے تھے۔ پہلے الپا اور ٹیری آدم تھے۔ پھر منڈولا نے مزید دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کیا تھا۔ ان میں سے ایک ٹالبوٹ تھا اور دوسرا مونارو۔ وہ مونارو نے داؤد منڈولا نے اپنی جگہ منڈولا بنا کر اس تنظیم میں بھیجا تھا اور خود اس تنظیم کے تمام افراد سے چھپ کر اُن دماغوں پر حکمرانی کررہا تھا۔

اس وقت بھی وہ تمام آدم برادرز اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی باتیں سن رہا تھا اور وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے بگ برادر یعنی برین آدم سے کہہ رہے تھے کہ وہ ڈیڈ یو فلم پر ڈھانچے سے فون پر بات کرنے والے شخص کے دماغ میں انہوں نے جانے کی کوششیں کی تھیں لیکن صرف وہ شخص ہی نہیں' وہ خیال خوانی کرنے والی بھی سانس روک لیتی تھی۔ حتیٰ کہ ڈھانچے کے ذریعے بولنے والا سربراہ بھی یوگا کا ماہر تھا۔

منڈولا نے برین آدم کے اندر رہ کر اس کے ذریعے کہا۔ "ابھی اس واقعے کو چار دن گزرے ہیں۔ اردن اور شام میں ایم آئی ایم کے مجاہدین ضرور ہوں گے اور ان کے لیے ڈھال بننے والا وہ شخص اور خیال خوانی کرنے والی بھی ہوگی۔ اگر ہم دمشق اور عمان میں اپنے آلہ کاروں کے ذریعے سراغ لگائیں تو کسی نہ کسی بھیس بدلے ہوئے مجاہد تک ضرور پہنچ جائیں گے۔"

الپا نے تائید میں کہا۔ "ہمیں یہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ ہم تمام خیال خوانی کرنے والے وہاں اپنے آلہ کاروں کے اندر رہ کر انہیں تلاش کرسکتے ہیں۔"

ٹیری آدم نے کہا۔ "ہمیں رسی کا صرف ایک سرا مل جائے۔ صرف ایک مجاہد ہمارے ہاتھ لگ جائے۔ پھر ہم رسی کے آخری سرے تک یعنی ان کے سربراہ تک پہنچ جائیں گے۔"

وہ سب اسی لائن آف ایکشن کے مطابق منصوبے بنا رہے تھے۔ داؤد منڈولا سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا پھر برین آدم نے منڈولا کی مرضی کے مطابق کہا۔ "میں یہ سوچ رہا ہوں کہ وہ ڈھانچا ایک زندہ انسان کی طرح محل میں اپنے پیروں سے چلتا ہوا آیا لیکن واپس نہیں گیا۔ وہ اسی محل کے دیوان خاص میں دھواں بن کر اور رقیق مادہ بن کر نابود ہوگیا۔ اُس نے نابود ہونے سے پہلے کہا تھا کہ وہ جارہا ہے لیکن آئندہ اسے ملاقات اور مذاکرات کے لیے مجبور کیا گیا تو وہ پھر بارہ بجے رات کو آئے گا۔"

سب نے تائید کی کہ ڈھانچے نے نابود ہونے سے پہلے آئندہ بھی آنے کے لیے کہا تھا۔

برین آدم نے کہا۔ "اب دو باتوں پر غور کرو کہ وہ رات کے بارہ بجے کیوں آیا تھا؟ اور آئندہ بھی اپنی آمد کا یہی وقت بتا گیا ہے؟ دوسری بات یہ کہ جب وہ ہڈیوں کا ڈھانچا پگھل کر پانی کی طرح بہہ چکا ہے تو پھر وہ ڈھانچا دوبارہ کہاں سے آئے گا۔"

الپا نے کہا۔ "آسان سا جواب ہے۔ وہ سربراہ دوسرا انسانی ہڈیوں کا ڈھانچا اپنی پہلی تکنیک کے مطابق تیار کرے گا۔"

برین آدم نے پوچھا۔ "اس کے پاس کتنے ہڈیوں کے ڈھانچے ہوں گے؟ وہ ان ڈھانچوں کو کہاں چھپا کر رکھتا ہوگا؟ کیا وہ کسی اسپتال سے یا قبرستان سے ڈھانچے نکال لاتا ہوگا؟"

ٹالبوٹ نے کہا۔ "وہ ایسی ہی کچھ حرکتیں کرتا ہے۔"

منڈولا نے برین آدم کی زبان سے کہا۔ "اگر آئندہ اس سربراہ کو مذاکرات کے لیے ایسی جگہ مدعو کیا جائے کہ وہ کہیں سے ڈھانچا دستیاب نہ کرسکے' تب وہ کیسے آئے گا؟ کوئی جانور یا بھوت بن کر آئے گا؟ اس نے دہرایا کہا ہے کہ وہ آئے گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیسے آئے گا اور کس روپ میں آئے گا۔"

ٹالبوٹ آدم نے کہا۔ "اگر وہ انسانی روپ میں آئے گا تو یقیناً وہ خود سربراہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اسی کا کوئی آلہ کار ہوگا۔"

"حاکم محل کے اجلاس میں سربراہ نے کہا تھا کہ وہ اور اس کے مجاہدین کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ اسی لیے اس نے موساد کے فیلڈ لیڈر اور مشروبہ وغیرہ کو زندہ چھوڑ دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جسے وہ آلہ کار بنا کر ایم آئی ایم کے سربراہ کی حیثیت سے بھیجے گا' اس آلہ کار کو بھی جانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اسے ڈھانچے کی طرح نہیں پگھلائے گا۔ وہ آلہ کار ہم سے مذاکرات کے بعد واپس جائے گا تو ہمارے لیے اپنے نقش قدم چھوڑتا جائے گا۔"

ایک نے کہا۔ "ہوسکتا ہے ہم اُس کا تعاقب کرکے اس کے ذریعے سربراہ تک نہ پہنچ سکیں۔ وہ پہلے ہی کوئی توڑ کرلے۔"

"بے شک وہ توڑ کرے گا۔ ہم بھی جوڑ کا توڑ کریں گے جگہ جگہ اینٹی میک اپ کیمرے نصب کیے جائیں گے۔ وہ آلہ کار چہرہ بدل کر آئے گا اور ہمارے کیمرے اس کا اصلی چہرہ ہمیں دکھائیں گے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "جہاں سربراہ ہوتا ہے' وہاں اس کے کچھ ماتحت ہوتے ہیں۔ دمشق میں بھی اس کے ماتحت تھے اگر وہاں کے سراغرساں پوری تندہی سے کوششیں کرتے تو دو چار کو پکڑ لیتے مگر سب اس خوش فہمی میں رہے کہ جب سربراہ سامنے آرہا ہے تو ماتحت بھی قابو میں آجائیں گے۔ لہٰذا آئندہ ملاقات میں بھی ہم یہ تاڑ دیں گے کہ ہم صرف سربراہ سے ملنے کے لیے بے چین ہیں لیکن درپردہ پورے شہر میں جاسوسوں کی فوج پھیلا دی جائے گی اور کئی طرح کے مختلف خفیہ انتظامات کیے جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس بار ہم مجاہدین کو اور ہوسکا تو ان کے سربراہ کو قابو میں کرنے کی زبردست پلاننگ کریں گے۔ لیکن اسے مذاکرات کے لیے کہاں بلایا جائے گا؟"

منڈولا نے برین آدم کی زبان سے کہا۔ "اگر وہ راضی ہوجائے تو ہم یہودی خیرسگالی کے جذبے سے اسے اسرائیل کے کسی شہر میں مذاکرات کے لیے مدعو کریں گے۔ یہاں وہ کسی اسپتال یا قبرستان سے کوئی ڈھانچا حاصل نہیں کرسکے گا اور اگر کرے گا تو ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے ڈھانچے کو متحرک رکھنے کے لیے سربراہ کو اسی شہر میں کہیں چھپ کر رہنا ہوگا۔ یہ ملک ہمارا ہے۔ یہاں کے شہر ہمارے ہیں۔ ہم اسے کامیابی سے چھپنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

داؤد منڈولا کی طرح ایکسرے مین مارٹن بھی تمام آدم برادرز کے دماغوں میں چھپا رہتا تھا اور اب تک یہی سمجھتا آرہا تھا کہ وہی خفیہ یہودی تنظیم کا سربراہ ہے۔ اس نے بھی تمام آدم برادرز اور تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر ایسا عمل کیا تھا کہ کوئی اپنے دماغ میں اُس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ داؤد منڈولا نے جان بوجھ کر ایکسرے مین مارٹن کو اس تنظیم کا پراسرار سربراہ بنا رکھا تھا اور بڑی خاموشی سے ایکسرے مین مارٹن کے دماغ پر بھی اپنا تسلط جمائے ہوئے تھا۔

برین آدم نے کہا۔ "ہم اس بار ایم آئی ایم کے سربراہ کا سراغ لگانے اور اس کے خفیہ ٹھکانے تک پہنچنے کے لیے بڑے ٹھوس اور جامع منصوبے بنائیں گے لیکن ایک اور اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسے ملاقات اور مذاکرات کے لیے کیسے مدعو کیا جائے۔"

ایک برادر نے کہا۔ "ہاں ہم اس کا نام' فون نمبر اور پتا ٹھکانا نہیں جانتے ہیں۔"

ایکسرے مین مارٹن نے الپا کی زبان سے کہا۔ "ہمیں اس سلسلے میں سپرماسٹر سے رابطہ کرنا چاہیے۔"

اس فیصلے کے مطابق سپرماسٹر سے رابطہ کیا گیا۔ برین آدم نے اسے اپنے تمام منصوبوں کے بارے میں بتایا۔ سپرماسٹر نے کہا۔ "مسٹر برین آدم! تم اسرائیلی انٹیلی جنس کے چیف ہو مگر مجھے یقین ہے کہ خفیہ یہودی تنظیم سے تمہارا گہرا تعلق ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "آپ موضوع بدل رہے ہیں۔ میں ایم آئی ایم کی تنظیم کے سلسلے میں بات کررہا ہوں۔"

سپرماسٹر نے کہا۔ "میرے لیے تو خفیہ یہودی تنظیم اور ایم آئی ایم کی تنظیم دونوں ہی ایک جیسی ہیں۔ دونوں تنظیموں کے سربراہ نامعلوم اور گمنام ہیں اور یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ ان تنظیموں کے خفیہ اڈے کہاں ہیں؟"

برین آدم نے کہا۔ "ہمارے ملک کی خفیہ یہودی تنظیم سے آپ کو بھی نقصان نہیں پہنچا۔ اگر میرا اس تنظیم سے کوئی تعلق ہوتا تو یہ بات اتنے عرصے تک چھپی نہیں رہتی۔ ویسے ایم آئی ایم سے آپ کو اور ہم سب کو نقصان پہنچ رہا ہے اور آئندہ بھی نہ جانے کتنے نقصانات اٹھانے پڑیں گے۔"

"ہاں' اِس نئی تنظیم کی ابتدا بتا رہی ہے کہ آئندہ یہ بابا صاحب کے ادارے کی طرح مستحکم اور ناقابل تسخیر قلعہ نہ بن جائے۔ دانشمندی یہی ہے کہ سانپ کے پھن اٹھانے سے پہلے ہی اسے کچل دیا جائے۔"

"سانپ تو پھن اٹھا چکا۔ اب کچلنے کی بات کریں۔ کیا آپ اس کے سربراہ سے کسی طرح رابطہ کرکے اسے اسرائیل آنے اور آئندہ ملاقات کرنے کی دعوت دے سکتے ہیں؟"

"ایم آئی ایم کے مجاہدین کا تم یہودیوں سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ ان کا سربراہ اسرائیل شاید کبھی نہ آئے۔"

"آپ ایک بار اس سربراہ سے بات کریں۔ اگر وہ اسرائیل آنے پر راضی نہ ہو تو اسے واشنگٹن بلائیں۔ وہ بھی ہمارا ہی شہر ہے۔ ہم اسے ٹھوس پلاننگ کے ذریعے جکڑ لیں گے۔"

"میں اسے اپنے ملک اور اپنے شہر میں بلانے سے پہلے اس نئی تنظیم اور اس کے سربراہ کی بنیادی طاقت کو پوری طرح سمجھ لینا چاہتا ہوں۔ آخر انہیں اتنے وسیع ذرائع اور بے انتہا دولت کہاں سے حاصل ہوئی ہے کہ اس کے مجاہدین مختلف ممالک میں رہتے ہیں اور وہ ایسا ماہر ہے کہ الیکٹرونک آلات کے ذریعے ہڈیوں کے ڈھانچے کو نیم زندگی دے کر متحرک کر دیتا ہے۔ ابھی ہم نے صرف اُس کے الیکٹرونک آلات کا حیرت انگیز کمال دیکھا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ کتنی دور بیٹھ کر اس ڈھانچے کو کنٹرول کر رہا تھا۔ اور یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ آئندہ بھی کیسے کیسے حیرت انگیز کمالات دکھائے گا۔"

"جب ہم اس تنظیم کے متعلق کچھ نہیں جانتے تو پھر اس کی طاقت اور بے پناہ مالی وسائل کو کیسے سمجھ پائیں گے؟"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔ اس تنظیم کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے نہیں ہے۔ یہ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ جناب تیمرزی صاحب دشمنوں سے بھی جھوٹ نہیں بولتے ہیں اور تمام دولت مند اسلامی ممالک کے حکمرانوں میں اتنا اتحاد نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کے رازدار بن کر ایم آئی ایم جیسی تنظیم کی تشکیل کر سکیں۔ تمام اسلامی ممالک میں صرف ہمارے خفیہ ایجنٹ ہی نہیں' جاسوس عورتیں بھی اہم سرکاری عہدوں پر ہیں۔ ان کا کوئی راز ہم سے چھپا نہیں رہتا ہے۔"

"کیا عوامی جمہوریہ چین اِن مجاہدین کو ہمارے خلاف منظم کر رہا ہے؟"

"ہوں۔ یہ غور کرنے والی بات ہے۔ ہم سیاچن گلیشیر میں اس کا راستہ روکنے کے اقدامات کر رہے ہیں تاکہ وہ آئندہ کبھی تاجکستان' ازبکستان' پاکستان اور افغانستان وغیرہ کی سمت پیش قدمی نہ کرے۔ وہ جواباً مشرق وسطیٰ میں ہمارے عزائم کو ناکام بنا رہا ہے۔"

سپر ماسٹر نے امریکا میں رہنے والے چینی نمائندے سے رابطہ کرنے کے بعد کہا۔ "ہیلو مسٹر! میں اس ملک کا سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔"

چینی نمائندے نے کہا۔ "بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے مجھے یاد کیا۔ فرمایئے' میرے لائق کوئی خدمت؟"

"ایم آئی ایم کا ایک مجاہد آپ کی طرف سے ہماری خدمت کر رہا ہے اور بیان دے رہا ہے کہ آپ کی حکومت اُس نئی تنظیم ایم آئی ایم کو وائے' ڈبلیو' ٹخنے ہر طرح کی مدد کر رہی ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "یہ خوش خبری ہے تو ایم آئی ایم کے سربراہ کو سناؤ۔ ہمارے لیے تو ہر خبر محض کسی پاگل کی بکواس ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "مائنڈ یور لنگویج۔ آپ مجھے پاگل کہہ رہے ہیں۔ میری توہین کر رہے ہیں۔"

"آپ نے حکومت چین پر الزام عائد کیا ہے۔ اگر یہ ثابت نہ کر سکے کہ ایم آئی ایم ہماری تشکیل کردہ تنظیم ہے تو اِس سے زیادہ توہین آپ کو برداشت کرنا ہوگی۔"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ سپر ماسٹر کو اس پر بڑا غصہ آرہا تھا لیکن چین اتنی بڑی طاقت ہے کہ امریکا نہ تو اسے ناراض کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی اس سے خوش رہنا چاہتا ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان بظاہر دوستانہ تعلقات تھے مگر وہ دوستی کی نہ میں ایک دوسرے کے پیروں تلے بارود بچھانے کی کوششیں کرتے رہتے تھے۔

اس نے چینی نمائندے کی بات کو مجبوراً برداشت کر لیا۔ پھر برین ماسٹر سے رابطہ کر کے کہا۔ "ہم کسی ثبوت کے بغیر حکومت چین کو ایم آئی ایم کی سرپرستی کا الزام نہیں دے سکتے۔ اس سلسلے میں چینی نمائندے سے میری تلخ کلامی ہو گئی ہے۔"

"تلخ کلامی سے کیا یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ سچ سن کر تلخی پیدا کر رہا ہے؟"

"ہاں' وہ کہہ رہا تھا کہ ایم آئی ایم کی سرپرستی کرنے کا الزام ثابت نہ کیا گیا تو تلخیاں اور بڑھ جائیں گی۔ چین سے ہماری سرد جنگ جاری ہے۔ ان حالات میں ہم بات نہیں بڑھانا چاہتے۔"

برین آدم نے کہا۔ "سیاسی حکمت عملی کا تقاضا بھی یہی ہے۔ ویسے ہمیں یقین ہے کہ ایم آئی ایم کی پشت پر چین ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہاں چین کو مسلمانوں سے بھلا کیا ہمدردی یا محبت ہوگی۔ وہ تو دنیا کے تمام مسلمانوں کے دل جیتنے اور ہمارے خلاف نفرت پھیلانے کے لیے ایم آئی ایم کو وجود میں لایا ہے۔"

"ہماری اور چین کی دشمنی میں مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا۔ اس کی اِن حرکتوں سے مسلم عوام اردن اور اسرائیل کے درمیان معاہدہ نہیں ہونے دیں گے اور یہ نہیں چاہیں گے کہ ایک اسلامی ملک اسرائیل کو تسلیم کرے۔"

"ہمارے پاس بھی سیاسی ہتھکنڈے ہیں۔ ابھی ایم آئی ایم کے مجاہدین نے اردن اور اسرائیلی معاہدے میں رکاوٹ ڈالی ہے۔ تھوڑا سا وقت گزرنے دو۔ معاہدہ ضرور ہوگا۔ ایک ایک کر کے تمام اسلامی ممالک اسرائیل کو تسلیم کرتے چلے جائیں گے۔"

"فی الوقت ہمیں دنیا والوں کے سامنے ایم آئی ایم اور اس کے سربراہ کو بے نقاب کرنا ہوگا اور اس نئی تنظیم کے مجاہدین کو دہشت گرد ثابت کرنا ہوگا۔"

"ہاں پہلے میٹھی چھری سے گلا کاٹا جائے گا دوستی اور خیر سگالی کے جذبے سے ایم آئی ایم کے سربراہ کو دوسری بار اسرائیل میں مذاکرات کی دعوت دی جائے گی۔"

"کیسے دی جائے گی؟ کیا اُن سے رابطے کا کوئی ذریعہ ہے؟"

"ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے اسرائیلی حکام اس سربراہ کو ملاقات اور مذاکرات کی دعوت دیں گے تو اس کی طرف سے ضرور کوئی جواب ملے گا۔"

یہ طریقہ کار طے ہونے کے بعد سپر ماسٹر سے رابطہ ختم ہو گیا۔

داؤد منڈولا مختلف آدم براورز کے دماغوں میں جا رہا تھا اور ان کے خیالات پڑھنے کے علاوہ سپر ماسٹر سے ہونے والی گفتگو بھی سن رہا تھا پھر وہ بھی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ دمشق کے ایک نہایت ہی عالیشان اور مہنگے ہوٹل کے ایک سوئٹ میں تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مہنگے ہوٹل میں رہنا اور مہنگی زندگی گزارنا بالکل معمولی سی بات تھی۔ وہ جب چاہتا تھا' امیر کبیر لوگوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ان کی تجوریوں سے لاکھوں ڈالرز' پاؤنڈز' ریال اور ین وغیرہ حاصل کر لیتا تھا۔

وہ دمشق میں ہیرے جواہرات کے ایک تاجر کی حیثیت سے قیام کر رہا تھا اور اس سلسلے کے تمام شناختی کاغذات اس کے پاس تھے۔ کوئی اس پر کسی طرح کا شبہ نہیں کر سکتا تھا لیکن اس نے پچھلی ٹھوکروں سے بڑا سبق حاصل کیا تھا۔ قاہرہ میں بھی اس نے یہی سوچا تھا کہ نہ کوئی اسے ٹیلی پیتھی جاننے والا سمجھ پائے گا اور نہ ہی مصر کی پولیس اور انتظامیہ اس پر کسی اور طرح کا شبہ کر سکے گی لیکن وہ بُرے نصیب اور بُرے وقت کا قائل ہو گیا۔ جو وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا' وہی ہو گیا تھا یعنی سونیا ثانی اس کے اعصاب پر سوار ہو گئی تھی۔ اس کی اصلیت تو معلوم نہ کر سکی تھی مگر اسے مصر چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ثانی نے قاہرہ میں اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے اس طرح پہچان لیا تھا کہ اس نے ایک بڑے ہوٹل میں پہنچ کر خیال خوانی کی تھی۔ اب وہ دمشق کے ہوٹل میں رہ کر قسم کھا چکا تھا کہ اپنے سوئٹ کی چار دیواری سے باہر کبھی خیال خوانی نہیں کرے گا۔ جب کبھی بہت ضروری ہوا تو کہیں چھپ کر ٹیلی پیتھی کو اپنا ذریعہ بنائے گا۔ ورنہ ایک عام تاجر کی حیثیت سے رہے گا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ شی تارا اور پارس نے موساد کے فیلڈ لیڈر اور اس کے دو ماتحت مشروبہ اور قاسم کو زندہ چھوڑ دیا تھا اور شی تارا نے کہا تھا کہ وہ ان کے ذریعے دمشق میں موساد کی معلومات معلوم کرتی رہے گی لہٰذا وہاں کے مسلمان اکابرین نہ ان یہودیوں کو شہر بدر کریں گے اور نہ ہی انہیں قتل کریں گے۔

یہودی فیلڈ لیڈر' مشروبہ اور قاسم تینوں اسی شہر میں اور اسی بنگلے میں تھے جہاں انہوں نے ایم آئی ایم کے سربراہ کی ویڈیو ریکارڈنگ کے انتظامات کیے تھے لیکن ان انتظامات سے بعد میں پارس نے فائدہ اٹھایا تھا۔ پھر ویڈیو فلم مکمل کر کے وہ بنگلا چھوڑ گیا تھا۔ داؤد منڈولا کو ان باتوں کا علم تھا۔ وہ اکثر فیلڈ لیڈر' مشروبہ اور قاسم کے دماغوں میں جا کر بڑی دیر تک چھپ کر رہتا تھا۔ اسے توقع تھی کہ وہ ڈھانچے کا ساتھ دینے والی (شی تارا) ضرور کسی مقصد سے ان تینوں یہودیوں کے اندر آکر بولے گی اور انہیں اپنا آلہ کار بنائے گی تو منڈولا اس خیال خوانی کرنے والی کی آواز اور لہجے کو ذہن نشین کرے گا۔ پھر ایسی ہی آواز اور لہجے والی کو اس شہر میں تلاش کرے گا۔

اگرچہ یہ مشکل کام تھا کہ ایک بڑے شہر میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو قریب سے نہ سہی' دور سے دیکھ لینا لیکن یہ ناممکن نہیں تھا۔ شکاری حضرات جانتے ہیں کہ کسی کو شکار کرنے کے لیے کتنے صبر و تحمل سے مناسب وقت کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ یہ انتظار ایک گھنٹے کا بھی ہوتا ہے' ایک ہفتے اور ایک مہینے کا بھی لیکن یقین ہوتا ہے کہ شکار خواہ کتنا ہی چالاک اور پھرتیلا ہو' وہ ایک دن نشانے پر ضرور آئے گا۔

آخر اُس نے فیلڈ لیڈر کے دماغ میں شی تارا کی سوچ کی لہروں کو سنا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ہیلو میری آواز تمہیں اجنبی سی لگے گی۔ کیونکہ میں اس خیال خوانی کرنے والی کی جگہ آئی ہوں' جس نے تم تینوں یہودیوں کو یہاں مرنے نہیں دیا۔ ہماری ڈیوٹی بدل گئی ہے اور میں یہاں دیکھنے آئی ہوں کہ اس اسلامی ملک میں تم تینوں کے علاوہ اور کتنے یہودی پرورش پا رہے ہیں اور کون کون سے بہروپ میں چھپے ہوئے ہیں۔"

فیلڈ لیڈر نے کہا۔ "آپ سے پہلے والی نے ہمیں زندگی دے کر بڑا احسان کیا ہے۔ آپ اس کی جگہ آئی ہیں۔ ہم آپ کو بھی سلام کرتے ہیں۔"

"میں مشروبہ کے اندر جا کر اس کی زبان سے بولوں گی۔ اسے بتاؤ کہ میں آرہی ہوں۔"

فیلڈ لیڈر نے مشروبہ کو بتایا۔ "پرانی کی جگہ ایک نئی خیال خوانی کرنے والی تمہارے اندر آرہی ہے۔ اسے خوش آمدید کہو۔"

شی تارا نے اپنی بدلی ہوئی آواز اور لہجے میں کہا۔ "ہیلو مشروبہ! کیسی ہو؟"

"خیریت سے ہوں اور تمہاری جیسی اجنبی دوستوں کی دی ہوئی زندگی جی رہی ہوں۔"

پارس نے شی تارا کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی آواز اور لہجہ بدل لے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ امریکا اور اسرائیل میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں تھی۔ پارس نے کہا "ہم نے جن یہودیوں کو یہاں زندہ چھوڑا ہے۔ ان کے دماغوں میں دشمن خیال خوانی کرنے والے ضرور آئیں گے اور ان کے اندر چھپ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ ڈھانچے کی حمایت میں خیال خوانی کرنے والی ہستی کون ہے؟"

شی تارا نے پارس کی ہدایت کے مطابق اپنی آواز اور لہجے میں تبدیلی کر لی تھی۔ ادھر یہودی خفیہ تنظیم کے ایکسرے مین مارٹن نے الپا سے اور سپر ماسٹر نے پوجا سے کہا تھا کہ وہ دمشق کے تینوں یہودیوں کے اندر آتی جاتی رہیں۔ اس طرح موجودہ حالات یہ تھے کہ صرف داؤد منڈولا ہی نہیں' الپا اور پوجا بھی بڑی خاموشی اختیار کیے مشروبہ کے اندر پہنچی ہوئی تھیں اور شی تارا کی باتیں سننے کے باوجود اسے شی تارا کی حیثیت سے نہیں پہچان رہی تھیں۔

مشروبہ نے پوچھا۔ "کیا تم میرے خیالات خود کو قیدی سمجھ رہی

ہو؟"

"ہرگز نہیں، تم نے ایسا کیوں سوچ لیا؟"

"اس لیے کہ ہم نے تمہیں اور قاسم کے ساتھ تمہارے فیلڈ لیڈر کو بھی یہاں سے جانے نہیں دیا۔ یہاں رہنے پر مجبور کردیا۔"

"تم نے ایسا کرکے ہم پر مہربانی کی ہے۔ اگر ہم یہاں سے جاتے تو ہماری ہی موساد تنظیم والے ہمیں اس لیے مار ڈالتے کہ تم ہمارے دماغوں میں آنے جانے لگی ہو لیکن یہاں تم سے پہلے خیال خوانی کرنے والی نے دھمکی دی تھی کہ ہمیں جانی یا کسی طرح کا جسمانی نقصان نہ پہنچے۔ اس لیے ہم ابھی تک زندہ ہیں۔"

اسی وقت الپا نے مشروبہ کی ہی آواز اور لہجے میں پوچھا "کیا میں تم سے یہ معلوم کرسکتی ہوں کہ تم کتنی خیال خوانی کرنے والیاں ہو؟ کیا تم مجھے اپنی ٹیم میں شامل کرسکتی ہو؟"

"کسی کو بھی اپنی تنظیم میں شامل کرنے کا فیصلہ صرف ہمارا سربراہ کرتا ہے۔ تم مجھ سے زیادہ سوالات نہ کرنا۔ چونکہ پہلی بار سوال کیا ہے اور تمہارے اندر چھپے ہوئے دوسرے دشمن بھی ہماری باتیں سن رہے ہیں اس لیے میں بتادوں کہ ہم وہ خیال خوانی کرنے والی عورتیں اور کچھ مرد ہیں، جنہیں بہت عرصے پہلے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی گئی تھی پھر ہمارے بارے میں کبھی رائے قائم کی گئی کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا باغی ہو کر روپوش ہوگیا ہے۔ کبھی یہ خیال کیا گیا ہم میں سے کچھ لوگوں کو فراد کے ساتھیوں نے اور کچھ کو یہودیوں نے اغوا کرلیا ہے۔ جبکہ سب ہی اغوا نہیں کیے گئے تھے۔ کچھ اِدھر اُدھر ہو گئے تھے۔ کچھ ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ساتھی ہیں۔ جن کے متعلق یہ سوچ لیا گیا ہے کہ وہ مر چکے ہیں۔ سوچنے والوں نے یہ نہیں سوچا کہ اُن کی موت فراڈ بھی ہوسکتی ہے۔"

الپا نے مشروبہ کے لہجے میں سوال کیا "لیکن ٹرانسفارمر مشین سے پیدا کیے جانے والے مسلمان نہیں تھے۔ وہ عیسائی یا یہودی تھے۔ تم بھی مسلمان نہیں ہوسکتیں۔ پھر تم سب ایم آئی ایم کے مسلمان مجاہدین کیسے بن گئے ہو؟"

"میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ زیادہ سوالات نہ کرنا۔ جو لوگ تمہارے ذریعے سن رہے ہیں، وہ خود اپنے طور پر مختلف پیدا ہونے والے سوالات کے جواب سوچیں گے۔ آخر بڑے بڑے برین ماسٹر اور سپر ماسٹرز ہیں۔ بڑے معمّے اور مسائل حل کرتے ہیں۔ ہمیں بھی شاید پہچان لیں۔ آخر ہم ان ہی کی دشمنی کے نتیجے میں موجودہ مقام تک پہنچے ہیں۔"

الپا نے اپنی آواز میں کہا "جب تم سمجھ ہی گئی ہو تو میں مشروبہ کے اندر چھپی نہیں رہوں گی۔ تم سے براہ راست کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

شی تارا نے کہا "اچھا تو تم الپا ہو۔ مشروبہ کے اندر عورتیں ہی سوچ کے ذریعے [illegible]

موجود ہوگی۔ اور فرہاد کی ٹیم میں تو کتنی ہی خیال خوانی کرنے والیاں ہیں۔ ان میں سے بھی کوئی ضرور موجود ہوگی۔ یعنی یہاں ہم خیال خوانی کرنے والی عورتوں کا میلہ لگا ہوا ہے۔ ہاں تو تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

الپا نے کہا "میں بڑے خلوص اور محبت سے تمہارے سربراہ کو اپنے حکمرانوں کی طرف سے اسرائیل آنے کی دعوت دیتی ہوں۔"

شی تارا نے کہا "میرا فرض ہے کہ تمہارا یہ دعوتی پیغام اپنے سربراہ تک پہنچادوں۔ پھر اُس کا جواب بھی تمہارے پاس پہنچادوں گی۔"

پھر پوچھا "تمہارے اندازے درست ہیں۔ میں سپر ماسٹر کی نمائندگی کررہی ہوں۔ اور الپا کی تائید میں کہوں گی کہ یہ دعوت قبول کرلی جائے گی تو ہماری آپس کی بہت سی غلط فہمیاں دور ہوجائیں گی۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ ہمارے سربراہ کی اپنی مرضی ہوتی ہے۔ دعوت قبول کی جائے گی تو میں مشروبہ کے دماغ میں آکر بتادوں گی۔ میرا خیال ہے 'اب مجھے جانا چاہیے' ہم پھر ملیں گے۔"

شی تارا خاموش ہوگئی۔ مشروبہ کے دماغ میں بھی خاموشی چھاگئی۔ وہاں اب کسی کی سوچ کی لہریں نہیں تھیں۔ شی تارا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس کو وہ تمام باتیں بتائیں۔ پارس نے کہا "ایم آئی ایم کے پہلی بار منظر عام پر آنے کے بعد ہی سے تمام دشمن اس تشویش میں مبتلا ہیں کہ آخر یہ نئی تنظیم کہاں سے پیدا ہوگئی؟"

شی تارا نے کہا "سچ تو یہ ہے کہ ہم بھی تجسس میں مبتلا ہیں کہ یہ تنظیم ایم آئی ایم اچانک کیسے پیدا ہوگئی؟"

"کوئی چیز اچانک پیدا نہیں ہوتی۔ بچہ بھی نو مہینے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔"

شی تارا نے کہا "تم بچے کے علاوہ اور کوئی مثال نہیں دے سکتے تھے؟"

"بھئی تم عورت ہو۔ میرے ساتھ رہتی ہو۔ میں نے سوچا اس مثال سے تمہاری کھوپڑی میں بات آجائے گی۔ ایم آئی ایم جیسی مضبوط تنظیم جس کے مجاہدین ہر ملک، ہر شہر میں ہیں، جو جدید طریقہ کار اختیار کرتے ہیں۔ جنہوں نے چند دنوں میں امریکا، اسرائیل اور دو اسلامی ممالک کو مشکلات میں ڈال دیا ہے، وہ کتنے دولت مند ہوں گے۔ کتنے عرصے سے پلاننگ کررہے ہوں گے اور کیسی کیسی ٹریننگ حاصل کرتے رہے ہوں گے۔ اگر یہ اچانک پیدا ہوئے ہیں تو تم اچانک بچہ پیدا کرکے دکھاؤ۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "مجھے معاف کرو۔ تم سے سوچنا فالتو گھبرا جاتی ہے۔ میں کیا چیز ہوں۔ سیدھی طرح کام کی باتیں کرو۔ کچھ معلوم تو ہونا چاہیے کہ یہ تنظیم آخر ہے کیا؟"

"یہ طوطا چشم ہے۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ ہم ہر بُرے وقت میں ان مجاہدین کی مدد کرتے ہیں۔ یہاں ہم دونوں نے ایم آئی ایم کے سربراہ سے بھرپور تعاون کیا۔ اس کے لیے ایسی ویڈیو کیسٹ تیار کی جس کے ذریعے وہ اسرائیل کی طرف جھکنے والے اسلامی ممالک کو اور امریکا کے عزائم کو بے نقاب کرسکتا ہے، اتنا کچھ کرنے کے بعد ہم کوئی صلہ نہیں چاہتے تھے لیکن وہ شکریے کے دو بول اگر بول دیتا، ہم سے دو باتیں کرلیتا تو اس کا کیا بگڑ جاتا۔ مگر کام نکلتے ہی اُس نے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔"

شی تارا نے کہا "واقعی یہ طوطا چشمی ہے۔ اس نے پلٹ کر ہمیں نہیں پوچھا۔ یہاں تک کہ جو ویڈیو کیسٹ اسے فائدہ پہنچانے والا تھا۔ اسے بھی لینے نہیں آیا اور نہ ہی کسی ذریعے سے اس کیسٹ کو ہم سے دوستانہ انداز میں مانگ رہا ہے۔"

"تو پھر مانتی ہو کہ وہ تمہاری طرح طوطا چشم ہے؟"

"ہاں مانتی ہوں" پھر وہ چونک کر اور اسے گھور کر بولی "کیا کہا تم نے، میں طوطا چشم ہوں؟"

"بھول ہوگئی۔ طوطا کو مونث بنالو۔"

"اے، میں تمہارے بال پکڑ کر نوچنا کھسوٹنا شروع کردوں گی۔ تمہارے کپڑے پھاڑ ڈالوں گی، میری انسلٹ کررہے ہو؟"

"میری بات پر ذرا ٹھنڈے دماغ سے غور کرو۔ اب تو تم ہماری ہو۔ تم سے کوئی شکایت نہیں ہے مگر ماضی میں تم نے مجھ سے محبت بھی کی اور عداوت بھی۔ جب کام پڑا، مجھے گلے لگالیا۔ جب کام نکل گیا تو طوطی صاحبہ کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔"

شی تارا نارا ضگی سے منہ پھلا کر منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ وہ اسے اپنے بازوؤں میں کھینچ کر بولا "میں طعنے نہیں دے رہا ہوں مثال دے رہا ہوں کہ ایم آئی ایم کا سربراہ بھی تمہاری طرح ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم پر اعتماد کرتا ہے اور جب ہم سے کام نکل جاتا ہے تو چپکے سے کہیں کھسک جاتا ہے۔ کیا تم مجھے حاصل کرنے کے بعد یہ پورا بھروسا اور محبت کا یقین نہیں رکھتی تھیں کہ میں تمہاری باہنوں میں ہوں؟"

"ہاں تم پورے اعتماد کے ساتھ میری باہنوں میں رہتے آئے ہو۔"

"ٹھیک اسی طرح ایم آئی ایم کے سربراہ کو یقین اور اعتماد ہے کہ ہو ویڈیو کیسٹ ہمارے پاس ہے، وہ دراصل اس کے اپنے ہی گھر میں ہے۔ وہ بڑے اعتماد سے ہماری ہر جگہ کو اپنی پناہ گاہ سمجھتا ہے۔"

"اتنا اعتماد ہونے کے باوجود وہ ہم سے ملتا کیوں نہیں ہے؟"

"مجھ پر اعتماد کرنے کے باوجود تم مجھ سے چھپتی کیوں رہتی تھیں؟"

"میں کان پکڑتی ہوں۔ تم سے باتیں کرکے سر گھومنے لگتا ہے۔ کہاں کی بات کہاں لے جاتے ہو۔ کیا صرف ایم آئی ایم کی باتیں نہیں کرسکتے؟"

"میرا باپ بھی اس تنظیم کے بارے میں بول نہیں سکتا۔ یقین نہ ہو تو پوچھ لو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر مجھے مخاطب کیا، میں نے کہا "ہاں بیٹی! بولو؟"

"پاپا! آپ جانتے ہیں کہ ہم نے ایم آئی ایم کے سربراہ کے لیے دمشق میں کتنا کام کیا ہے۔ دشمنوں کے خلاف جو ثبوت ہیں، وہ ہم نے اس سربراہ کے لیے ویڈیو کیسٹ میں محفوظ رکھا ہے لیکن وہ عجیب انسان ہے، ثبوت حاصل کرنے کے لیے بھی ہم سے رابطہ قائم نہیں کررہا ہے۔"

میں نے کہا "اس نئی تنظیم اور اس کے سربراہ کے متعلق میں صرف اتنا ہی اندازہ لگاسکا ہوں کہ وہ سربراہ ہمارے کاندھوں پر بندوق رکھ کر چلا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ طیارے کے اغوا سے پہلے ہی اسے ہماری طرف سے حاصل ہونے والی امداد کا علم ہوگیا تھا۔ شاید اس تنظیم میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ لیکن طیارے میں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اور دمشق میں تم نے خیال خوانی کے ذریعے اسے بڑا سہارا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام دشمن ممالک یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ایم آئی ایم تنظیم میں کافی تعداد میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

شی تارا نے کہا "ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے آواز بدل کر یہودی جاسوسہ مشروبہ کے اندر دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو یہی یقین دلایا ہے کہ ایم آئی ایم میں خیال خوانی کرنے والے اور

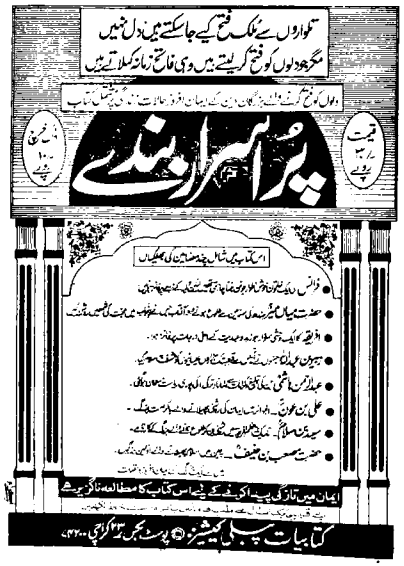

والیاں ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "پھر تو سپر ماسٹر کے اور یہودی تنظیم کے خیال خوانی کرنے والے اس حساب کتاب میں الجھے ہوں گے کہ اب تک ٹرانسفارمر مشین سے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہو چکے ہیں۔ ان میں کتنے اغوا کیے گئے؟ کتنے باغی ہو گئے؟ اور کتنے ایسے ہیں' جو اپنی موت کا ڈراما کھیل کر اب بھی زندہ ہیں اور ایک نئے رنگ میں سامنے آ رہے ہیں۔"

"پاپا! یہ تو دشمن ایسا حساب کتاب کر رہے ہوں گے۔ ہمیں بھی تو ان کے متعلق معلوم ہونا چاہیے۔"

"بیٹی! وہ ایم آئی ایم کا سربراہ اتنا پراسرار ہے کہ صرف آمنہ یا جناب تمیزی صاحب روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں لیکن وہ اسے نظرانداز کر رہے ہیں۔"

"مگر کیوں پاپا؟"

"میں نے جناب تمیزی صاحب سے پوچھا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ کوئی شخص نیک مقاصد کے لیے ایک تنظیم بنا کر منظر عام پر آیا ہے اور کسی خاص اور معقول وجہ سے خود کو پوشیدہ رکھ رہا ہے تو ہمیں اس کی پوشیدگی کا بھرم رکھنا چاہیے۔ اس کا جو بھی طریقہ کار ہو گا وہ ہماری ٹیلی پیتھی کا مطلوب رہے گا اور ہم اس کے بارے میں کچھ نہ جانتے ہوئے بھی اس کے کام آتے رہیں گے۔ اور تم دیکھ رہی ہو کہ ہم اس کے کام آ رہے ہیں۔"

"پاپا! جناب تمیزی صاحب ہم سب کے محترم بزرگ ہیں۔ ان کی شان کے خلاف بولنا نہیں چاہیے لیکن میں یہ ضرور پوچھوں گی کیا وہ جان بوجھ کر ہم سے کوئی حقیقت نہیں چھپا رہے ہیں؟"

"نہیں۔ آئندہ کبھی ایسا نہ سوچنا۔ جناب تمیزی صاحب جو کہتے ہیں وہ پتھر کی لکیر کی طرح سچ ہوتا ہے۔ وہ اللہ والے ہیں۔ انہیں قدرتی طور پر جس کام کو کرنے کی آگاہی ملتی ہے' وہ کرتے ہیں۔ ورنہ عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔"

"پاپا! آپ تو اللہ والے بزرگ نہیں ہیں۔ صرف مسلمان ہیں۔ سارے زمانے میں آپ کی ذہانت کا چرچا ہے۔ کوئی دشمن پُراسرار بن کر آپ سے چھپ نہیں سکتا۔ پھر آپ اسے بے نقاب کیوں نہیں کرتے ہیں؟"

"بس بیٹی! تم نے میری بہت تعریفیں کر ڈالیں۔ تم بھول رہی ہو کہ میں دشمنوں کو بے نقاب کرتا ہوں۔ جبکہ وہ ایم آئی ایم کا سربراہ کوئی دشمن نہیں ہے۔ البتہ... میرے دل میں بھی یہ تجسس ضرور ہے کہ آخر وہ کون ہے؟"

"تو پھر اس تجسس کو ختم کرنے کے لیے ہی کچھ کریں۔"

"کچھ کرنے کے لیے ہی تمہیں اس تمہارے شیطان کے ساتھ دمشق بھیجا ہے۔ میں اپنی جگہ مصروف ہوں۔ تم اپنے شیطان سے رجوع کرو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس کو دیکھنے لگی۔ اس نے پوچھا "اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟"

وہ بولی "شیطان کو اسی طرح دیکھا جاتا ہے۔ ابھی پاپا کہہ رہے تھے کہ ایم آئی ایم کے سربراہ کو تمہارے جیسا شیطان ہی بے نقاب کر سکتا ہے۔"

"یہ بات کسی مرد کی سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی بات چھپی رہے تو عورتوں کے پیٹ میں درد کیوں ہونے لگتا ہے۔ اے نیک بخت! کوئی دشمن نہیں ہے اس کے پوشیدہ رہنے کی کوئی وجہ ہو گی۔ دیکھ ابھی ہم ایک اسلامی ملک میں ہیں۔ یہاں کتنی ہی حسینائیں چہروں پر نقاب ڈال کر گھومتی ہیں۔ کیا تم اپنے اس مرد کو اجازت دو گی کہ میں کسی حسینہ کے رخِ روشن سے نقاب ہٹاؤں؟"

"پارس! تم باتیں بنانے کا فن جانتے ہو۔ فار گاڈ سیک' صرف اس سربراہ کی بات کرو۔"

"تم سربراہ کے پیچھے پڑ گئی ہو۔ تمہاری نیت تو ٹھیک ہے؟ پہلا بدلنے کا ارادہ ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی "پہلے میں نے تمہارے سامنے ہاتھ جوڑے۔ پھر اپنے کان پکڑے۔ اب کہو تو تمہارے پاؤں پکڑ لوں۔ میں تمہیں پاپا کی قسم دیتی ہوں' پلیز سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"چلو سنجیدگی سے پوچھ رہا ہوں۔ دنیا والوں کے سامنے اسے بے نقاب کر کے تم کیا حاصل کرو گی؟"

"میں کب کہتی ہوں کہ ساری دنیا کے سامنے بے نقاب کرو۔"

"پھر کیا چاہتی ہو؟"

"صرف اتنا چاہتی ہوں کہ ہم تم اور پاپا معلوم کر لیں کہ وہ کون ہے؟ پھر اسے بدستور روپوش رہنے دیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ صرف ہم معلوم کریں گے اور اس کی روپوشی کو برقرار رکھیں گے۔"

وہ خوش ہو کر اس کے گلے لگ گئی۔ وہ بولا "خطرہ ہے۔ وہ تمہارے گلے پڑ جائے گا تو کیا ہو گا؟"

"تم پھر بہک رہے ہو۔ اپنی سنجیدگی برقرار رکھو اور بتاؤ' ہم اس سربراہ تک کیسے پہنچیں گے؟"

"اس کی دعوت میں جائیں گے۔"

"تم پھر بکواس شروع کرنے لگے ہو۔"

"یہ بکواس نہیں ہے۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ ابھی مشروبہ کے اندر جاؤ اور اس سے کہو کہ ایم آئی ایم کے سربراہ نے ان کی دعوت قبول کر لی ہے۔ وہ اسرائیل آنے کو تیار ہے۔ دعوت کا دن مقرر کر لو۔"

وہ گھور کر بولی "تمہیں پتا ہے' کیا بکواس کر رہے ہو؟ دعوت اُس سربراہ کو دی جا رہی ہے اور تم محض دعوت قبول نہیں کروا رہے ہو بلکہ دعوت کا دن بھی مقرر کرنے کو کہہ رہے ہو۔ کیا وہ

سربراہ جسے ہم نہیں جانتے' وہ دعوت کا دن قبول کر لے گا؟"

پارس نے پوچھا "جس سربراہ کو ہم نہیں جانتے' کیا اسے دعوت دینے والے یہودی جانتے ہیں؟"

"اسے تو کوئی بھی نہیں جانتا۔"

"تو پھر سب سے پہلے تم جان لو کہ وہ مفت کی دعوت کے مزے اڑانے والا سربراہ تمہارے سامنے ہے اور تم اس کے گلے لگی ہوئی ہو۔"

وہ ایک دم سے الگ ہو کر حیرانی سے اسے دیکھ کر بولی "تم؟ تم سربراہ بن کر جاؤ گے؟"

"مجھے تو پہلے ہی دن جانا چاہیے تھا۔ اس کمبخت ڈھانچے نے ایک حسینہ کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ کسی حسینہ کو دیکھ کر دل مچلتا ہے۔ وہ سر سے پاؤں تک پگھل کر اسی حاکم محل میں نابود ہو گیا۔ جب تم ضد کر رہی ہو تو کوئی بات نہیں' میں چانس لے لوں گا۔"

وہ گریبان پکڑ کر بولی "شرم نہیں آتی۔ وہاں عیاشی کے لیے جاؤ گے؟"

"ابھی تم خود ہی ضد کر رہی تھیں کہ سربراہ کو بے نقاب کیا جائے۔"

"اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم وہاں سربراہ بن کر جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گا تو اس کی اصلیت معلوم نہیں کر سکوں گا۔"

"چولھے میں گئی اصلیت۔ مجھے نہیں معلوم کرنا ہے کہ وہ کون ہے؟"

"اب اس لیے نہیں معلوم کرنا چاہتی ہو کہ وہاں میری خدمات میں پیش پیش رہنے والی یہودی حسینائیں ہوں گی۔"

"اس بات کو مٹی میں ڈالو۔ میں تمہیں وہاں جانے نہیں دوں گی۔"

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے کہ اس سربراہ کو بے نقاب نہیں کیا جائے گا؟"

"ہاں۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ مجھے کسی کو بے نقاب نہیں کرنا ہے۔"

پارس نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھا کر کہا "یا خدا! ہر مرد کو اتنی عقل دے کہ وہ اپنی عورت کو اسی طرح ضد اور ہٹ دھرمی سے باز رکھا کرے۔ یہ عورت ایک گھنٹے سے میرا دماغ کھا رہی تھی۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی دعا سن رہی تھی۔ پھر بولی "اچھا تم مجھے الو بنا رہے تھے۔"

"میں ایسا الو نہیں ہوں کہ عورت کے سامنے اسے الو بنانے کی بات کروں۔ میں تو عورت کی فطرت بیان کر رہا ہوں۔ ابھی ایک گھنٹے سے تمہارے پیٹ میں درد ہو رہا تھا۔ اب ختم ہو گیا' میں نے علاج کیا ہے۔"

اس نے گھور کر اسے دیکھا۔ پھر اسے غصہ دکھاتی ہوئی اس سے دور ہو گئی۔ وہاں سے اٹھ کر دوسرے بیڈ روم میں چلی گئی۔ پارس تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ کے بیڈ روم کے دروازے پر آ کر بولا "تم نے غصہ دکھانے کے باوجود یہ دروازہ کھلا رکھا ہے۔ تاکہ میں تمہیں منانے آؤں۔ آخر تم عورتیں اتنے نخرے کیوں دکھاتی ہو؟"

"میں نخرے دکھانے والیوں میں سے نہیں ہوں۔ اور نہ ہی یہ چاہتی ہوں کہ تم مجھے منانے آؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے دروازہ بند کر کے اندر سے چٹخنی لگا لی۔ پارس مسکراتا ہوا ٹی وی کے پاس آیا۔ اسے اونچی آواز میں آن کر دیا۔ پھر صوفے پر بیٹھ کر موبائل فون کے نمبر ڈائل کیے۔ بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ قائم کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "پاپا سے کہو' میرے پاس آئیں۔ دیٹس آل۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ مجھے بابا صاحب کے ادارے کے ایک خفیہ رابطہ سسٹم سے اطلاع دی گئی۔ میں نے پارس کے پاس آ کر اس سے پوچھا "کیا بات ہے بیٹے؟"

وہ مجھے اپنے ایک منصوبے کی تفصیل بتانے لگا۔ میں سنتا رہا اور تائید کرتا رہا۔ پھر اس نے کہا "شی تارا میرے سربراہ بننے کے سلسلے میں رکاوٹ بنے گی۔ آپ اس معاملے کو ہینڈل کریں۔ میں صبح ہونے تک دمشق چھوڑ دوں گا۔ آپ کسی دوسرے شہر کے لیے کسی فلائٹ میں میری سیٹ ریزرو کرا دیں اور آئندہ رابطہ رکھیں۔"

وہ شی تارا کے ساتھ ایک خوب صورت سے آراستہ بنگلے میں قیام کر رہا تھا۔ وہاں ایک فون ڈرائنگ روم میں اور ایک بیڈ روم میں تھا۔ پارس نے مجھے بیڈ روم کا فون نمبر بتایا' میں نے کہا "اس شہر میں کسی کو بھی فون کرو۔ میں اسے اپنا آلہ کار بناؤں گا۔"

اس نے ڈائریکٹری کے ایک صفحے سے ایک فون نمبر دیکھا پھر وہ نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے کسی شخص کی آواز سنائی دی۔ پارس نے میرے کہنے پر ریسیور رکھ دیا۔ میں نے اس شخص کے دماغ پر مکمل قبضہ جما لیا۔ اسے بالکل غائب دماغ کر دیا۔ پھر اس سے اس بیڈ روم کے نمبر ڈائل کرائے جہاں شی تارا تھی۔ اس بیڈ روم کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ ریسیور اٹھا کر آواز بدل کر بولی "ہیلو؟"

میں نے بھی اپنے آلہ کار کی آواز بدل کر کہا "ہیلو۔ میں وہی ہوں' جسے دوست اور دشمن بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر انجان بن کر بولی "تم کون ہو؟ اپنے بارے میں کچھ بتاؤ؟"

"میں ایم آئی ایم کا سربراہ بول رہا ہوں۔ اصولاً مجھے تمہارا اور تمہارے ساتھی کا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا۔ تم دونوں نے حاکم محل میں میرا بڑا ساتھ دیا تھا لیکن میں جنہیں اپنا سمجھتا ہوں' ان کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔ چپ چاپ دل سے اُن کی عزت کرتا ہوں۔"

وہ بولی "مجھے آپ سے باتیں کر کے خوشی ہو رہی ہے۔ اب بھی

ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو ہم حاضر ہیں۔"

"میں نے ایک زحمت دینے کے لیے فون کیا ہے۔ تم مشروبہ کے ذریعے یہودیوں کو یہ پیغام دے دو کہ دو دن بعد یعنی بارہ تاریخ کو میں ان کی دعوت قبول کررہا ہوں اور اسی تاریخ کو کسی فلائٹ سے تل ابیب پہنچ رہا ہوں۔"

"میں آپ کا پیغام ابھی پہنچاؤں گی لیکن آپ میری ایک حیرانی دور کریں۔ آپ کو یہودیوں کی طرف سے دی جانے والی دعوت کا علم کیسے ہوا جبکہ یہ باتیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہورہی تھیں؟"

"ہمارے کچھ خفیہ ذرائع ہیں' جن سے مجھے فوراً خبریں موصول ہوتی رہتی ہیں۔ یہ خبر ذرا دیر سے ملی۔ بائی دی وے دعوت قبول کرنے کی ایک شرط یہ پیش کرو کہ کل صبح ہی سے بارہ تاریخ تک تمام دنیا میں یہ خبر نشر ہوتی رہے کہ ایم آئی ایم کا سربراہ مذاکرات کے لیے تل ابیب آرہا ہے۔ اور اس بار وہ ہڈیوں کا ڈھانچا نہیں ہوگا۔ بلکہ گوشت پوست کا مکمل انسان ہوگا۔"

"میں آپ کی ایک ایک بات وہاں تک پہنچادوں گا۔ کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے کہ آپ ہم جیسے مخلص ساتھیوں سے کیوں روپوش رہتے ہیں؟ کیا اپنی کوئی مجبوری یا مصلحت بتائیں گے۔"

"خدا نہ کرے کہ میرے ساتھ کوئی مجبوری ہو۔ ہاں ایک مصلحت کے سبب روپوش رہا۔ اب وہ مصلحت بھی نہیں رہی۔ اس دعوت میں میری کوئی ڈی نہیں جائے گی۔ میں خود وہاں جاؤں گا۔ تم جہاں بھی رہو گی' مجھے وہاں ٹی وی اسکرین پر دیکھ سکو گی۔"

"کیا آپ کو اندیشہ نہیں ہے کہ وہ آپ کو کسی طرح نقصان پہنچائیں گے؟"

"لوگ اپنے بچاؤ کے لیے اپنے ساتھ ہتھیار لے جاتے ہیں۔ میں اپنے ساتھ دشمنوں کی بڑی کمزوریاں لے کر چلتا ہوں کسی بھی دشمن کی طرف سے کوئی گولی میری طرف نہیں آسکے گی۔"

"جب آپ دو روز بعد ظاہر ہونے والے ہیں تو کیا آج ہم سے ملاقات نہیں کرسکتے؟"

"میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کرتا مگر میرا ہیلی کاپٹر پرواز کے لیے بالکل تیار ہے۔ مجھے فوراً یہاں سے جانا ہوگا۔ میں ملوں گا' آج نہ سہی پھر کسی دن اور سہی۔ خدا حافظ۔"

میں نے اپنے آلہ کار سے فون بند کرا کے ریسیور رکھوادیا۔ ادھر شی تارا نے مسکرا کر ریسیور رکھا۔ مسکرانے کی وجہ یہ تھی کہ اب پارس کی پلانگ دھری کی دھری رہ جائے گی۔ اب وہ سربراہ بن کر یہودیوں کی دعوت قبول کرکے اسرائیل نہیں جاسکے گا۔ اب پارس کی پلانگ کا مذاق اڑانا چاہیے۔

وہ پلنگ سے اتر کر بند دروازے کے پاس آئی۔ پھر اسے کھول کر فاتحانہ انداز میں اس کمرے کو دیکھا۔ ٹی وی اونچی آواز میں آن تھا۔ گھڑی دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس نے اسے آف کردیا پھر اسے آواز دی "اے میرے دل پھینک عاشق' تم کہاں ہو؟ کب سے چاری اسرائیل کی یہودی حسینائیں تمہارا انتظار کررہی تھیں مگر افسوس تمہارے لیے یہ بُری خبر ہے کہ اب وہ حسینائیں ایم آئی ایم کے اصلی سربراہ کو لبھانے والی ہیں' کیا تم سن رہے ہو؟"

وہ باتھ روم کے دروازے پر آکر دستک دے کر بولی "کیا حضور مکار صاحب' یہاں تشریف رکھتے ہیں؟"

اس نے دروازے کے ہینڈل کو ذرا سا گھمایا تو وہ کھل گیا۔ باتھ روم خالی تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گئی' پھر بولی "مجھے خوا مخواہ پریشان نہ کرو۔ میں ابھی تک تم سے ناراض ہوں۔ دوستی کرنے نہیں آئی ہوں صرف یہ خوشخبری سنا کر تمہارے دل پر بجلی گرانا چاہتی ہوں کہ اصلی سربراہ نے ابھی مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ اب اسرائیل میں تمہاری دال نہیں گلے گی۔"

وہ بولتی ہوئی بنگلے کے دوسرے حصے سے گزرنے لگی۔ لیکن وہ کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کوڈ ورڈز ادا کیے۔ پھر کہا "سانس نہ روکنا۔ میں تمہاری امیدوں پر پانی پھیرنے آئی ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ گھر سے باہر جاکر کہاں بھٹک رہے ہو؟"

"جب گھر کی عورت بیڈ روم کا دروازہ اندر سے بند کرلے تو مرد باہر بھٹکنے لگتا ہے۔ اب میں صبح تک آوارہ گردی کروں گا پھر واپس آؤں گا۔"

"تم مَردوں کو تو بھٹکنے کا بہانہ چاہیے۔ میں نے دروازہ کھول دیا ہے' واپس آجاؤ۔"

"تم واپس بلا رہی ہو اور میں سوچ رہا ہوں کہ سربراہ بن کر اسرائیل جانے کے لیے کون سا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے۔"

وہ ہنس کر بولی "جناب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اصلی سربراہ وہاں جارہا ہے۔"

"کیوں بے پر کی اڑا رہی ہو؟"

"میں تمہیں جتنا چاہتی ہوں۔ اسی چاہت کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ ابھی اس اصلی سربراہ نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔"

"تم اتنی بڑی قسم کھا رہی ہو تو مجھے یقین کرنا ہی پڑے گا۔ کیا واقعی اس نے یہودیوں کی دعوت قبول کرلی ہے؟"

"ہاں ابھی میں مشروبہ کے ذریعے یہ پیغام اسرائیلی حکام تک پہنچاؤں گی کہ وہ دو روز بعد بارہ تاریخ کو تل ابیب پہنچ رہا ہے اور اس بار ڈھانچا بن کر نہیں بلکہ اپنی اصلی شخصیت کے ساتھ وہاں جائے گا۔"

"کیا اس نے فون پر رابطہ کیا تھا؟"

"ہاں وہ ہم سب کے متعلق معلومات رکھتا ہے۔ پتا نہیں کتنے وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ یہودیوں نے اسے اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی ہے۔"

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو کہ اس نے تم سے فون پر رابطہ کیا تھا؟"

"تعجب ہے۔ تمہیں یقین کیوں نہیں آرہا ہے؟"

"اس لیے کہ تم نے مجھے باہر کرکے دروازے کو اندر سے بند کرلیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ تم نے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اسے اندر بلایا ہو۔ عورت ذات پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "تم نے ٹھیک ہی سمجھا ہے۔ یہ میرا دوسرا عاشق ابھی یہاں بیٹھا ہوا ہے۔ فوراً رقیب بن کر چلے آؤ۔"

"جب آہی گیا ہے تو بے چارے کو مایوس نہ کرو۔ مجھے رقیب نہ بناؤ۔ میں کسی دوسری رقیبہ کے پاس جارہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ اسے حسد اور جلاپے میں مبتلا کرنا چاہتی تھی۔ رقیبہ کی بات پر خود ہی جل بھن گئی۔ بار بار اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کرتی رہی اور وہ سانس روکتا رہا۔ آخر وہ تھک ہار کر بستر پر آکر لیٹ گئی۔ پھر مشروبہ کے پاس جاکر اس ایم آئی ایم کے سربراہ کا پیغام پہنچانے لگی۔

اُدھر واشنگٹن میں سپر ماسٹر اور فوج کے چند اعلیٰ افسران ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں بیٹھے ایم آئی ایم کے متعلق گفتگو کررہے تھے۔ پوجا نے انہیں بتایا تھا کہ وہ مشروبہ کے دماغ میں تھی۔ اس وقت ایم آئی ایم کی ایک خیال خوانی کرنے والی نے بتایا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین سے پیدا ہونے والوں میں جتنے لوگوں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا' اُن میں سے باغی ہونے والوں اور اغوا ہونے والوں نے اور اپنی موت کا ڈھونگ رچانے والوں نے وہ نئی تنظیم بنائی ہے۔

یہی بات یہودی خفیہ تنظیم کے تمام آدم برادرز کے درمیان پھیلی ہوئی الپا کہہ رہی تھی۔ پوجا کی طرح الپا بھی شی تارا کو ایم آئی ایم کی کوئی خیال خوانی کرنے والی ایسی ہی عورت سمجھ رہی تھی' جو ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد اغوا ہوکر یا باغی ہوکر نئی تنظیم کے لیے کام کررہی تھی۔

یہودی خفیہ تنظیم کے آدم برادرز تل ابیب میں تھے اور سپر ماسٹر چند اعلیٰ فوجی افسران کے ساتھ واشنگٹن کے ہیڈ کوارٹر میں تھا۔ دونوں ملکوں کے اکابرین کے سامنے سب سے پہلی اہمیت اس بات کی تھی کہ پہلے مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والوں کی تعداد معلوم کی جائے۔ جب پہلی بار ٹرانسفارمر مشین تیار ہوئی اور اس مشین سے جس پہلے شخص نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا' اس شخص سے لے کر اب تک یعنی پاشا اور پوجا تک کتنی تعداد میں عورتوں اور مَردوں نے یہ علم حاصل کیا ہے؟

سپر ماسٹر نے کہا "ایسے افراد کا ایک مکمل رجسٹر موجود ہے جس ریکارڈ میں درج شدہ افراد میں سے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور والیاں اغوا کیے اور اغوا کیے جانے کے بعد انہیں تنویمی عمل کے ذریعے برین واش کرکے اپنا معمول اور تابعدار بنایا گیا۔"

ایک افسر نے کہا "اور ہماری مشین سے پیدا ہونے والوں کی تعداد کی جو اطلاع ہمیں ملتی رہی۔ اُس میں کتنی صداقت ہے؟

مثلاً جان لبوڈا کے دور میں ایک لڑکی رائمہ جان تھی جو اغوا ہونے کے بعد اسرائیل پہنچادی گئی تھی۔ بعد میں ہمیں اطلاع دی گئی کہ رائمہ جان مرچکی ہے۔ کیا ہمیں یہودیوں کی اس بات پر یقین کرنا چاہیے؟"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "ہرگز نہیں' اگرچہ اسرائیل ہمارا دست راست ہے اس کے باوجود اسرائیلی یہودیوں نے ہمارے اچھے خاصے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا۔ الپا' میری پارٹ اور وائڈ منڈولا کٹر یہودی ہیں۔ انہوں نے اپنے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور نہ جانے کتنے افراد کو چھپا رکھا ہے۔ ہمارے ایک جاسوس کی اطلاع کے مطابق ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹائلبوٹ بھی وہیں ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "جس طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ ایم آئی ایم کی نئی تنظیم میں گم شدہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اسی طرح ہمارے تمام اغوا شدہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اور باغی یہودیوں نے مل کر اسرائیل میں خفیہ یہودی تنظیم بنائی ہے۔ ہمیں مسلمان دشمنوں کا حساب کرتے وقت یہودی دوستوں سے پہنچنے والے نقصانات کا بھی حساب کرنا چاہیے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے سپر ماسٹر سے کہا "آپ فی الحال یہودیوں کی چالبازیوں کو نظرانداز کریں کیونکہ یہی یہودی مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں ہمارے بہت کام آرہے ہیں۔"

ایک اور افسر نے کہا "ہمیں فی الوقت یہ حساب کرنا چاہیے کہ اب تک ہمارے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے لاپتا ہوگئے ہیں۔ دمشق میں ہڈیوں کے اس ڈھانچے کے ساتھ جو مذاکرات ہوئے' تب سے ایم آئی ایم کی خیال خوانی کرنے والیاں اپنی سرگرمی دکھارہی ہیں۔ اور جس انداز سے وہ ہمارے خلاف کام کررہی ہیں۔ اس سے ان کی ذہانت اور چالاکی کا پتا چلتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہم مرینا ڈی فونزا کو نہیں بھلا سکتے' سب سے زیادہ مکار اور حاضر دماغ وہی تھی۔ وہی ہم سے بغاوت کرکے پارس کی آغوش میں چلی گئی تھی۔ پھر اسے بھی دھوکا دے کر شی تارا کے ساتھ رہی۔ پھر پرگولا سے اس کا کچھ تعلق ظاہر ہوا۔ آج کل وہ لاپتا ہے جیسے مرچکی ہو۔ مگر اب ہم یقین نہیں کریں گے۔ وہ زندہ ہے اور ضرور اس نئی تنظیم میں ہے۔"

جیسا کہ میں بہت پہلے یہ بیان کرچکا ہوں کہ مرینا نے بہت زیادہ ٹھوکریں کھائی تھیں۔ آخر کار مجھ سے التجائی تھی کہ میں ایک بار اس پر بھروسا کرکے اسے پناہ دوں۔ تب میں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ شادی کرکے نہایت خاموشی اور گمنامی سے ایک اچھی گھریلو زندگی گزارے۔ تل ابیب میں بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس ٹام مورس سے اس نے شادی کرلی اور اب تک خاموشی اور گمنامی سے ازدواجی زندگی گزار رہی ہے۔ خیال خوانی اسی وقت کرتی ہے جب میں اس سے رابطہ کرتا ہوں۔

سپر ماسٹر وغیرہ یہ رائے قائم کررہے تھے کہ مریخ نے اسلام قبول کرلیا ہے یا پھر کسی مسلمان تنویمی عمل جاننے والے نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا ہے۔ اور اب وہ ایم آئی ایم کے لیے کام کررہی ہے۔ پھر ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی شیلا تھی۔ اس کے متعلق کسی کا خیال تھا کہ وہ مرچکی ہے کوئی اس کی موت کی اور کوئی اس کی زندگی کا یقین کررہا تھا۔

واشنگٹن اور تل ابیب میں یہ علم جاننے والی عورتوں اور مَردوں کا حساب ہورہا تھا لیکن تصدیق نہیں ہورہی تھی کہ کس کے اغوا ہونے کے' کس کے باغی ہونے کے' کس کے برین واش ہونے کے اور کس کی موت کے بارے میں حتمی رائے کیا قائم کی جائے۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ناموں کی فہرست رکھتے تھے۔ لیکن یہ دعوے سے نہیں کہہ سکتے تھے کہ جتنے افراد فہرست میں ہیں' اُن میں سے کتنے افراد اس دنیا میں رہ گئے ہیں۔

چونکہ یہ یقینی حساب نہیں مل رہا تھا اس لیے اب سارے ہی دشمن یہ یقین کررہے تھے کہ وہی سب بھٹکے ہوئے خیال خوانی کرنے والیاں اور والے اس نئی تنظیم ایم آئی ایم میں شامل ہوگئے ہیں اور چونکہ وہ خیال خوانی کرنے والیاں اور والے عیسائی یا یہودی تھے اس لیے انہیں بڑی چالاکی سے ٹریپ کرکے ان پر تنویمی عمل کرنے کے بعد انہیں مسلمانوں کا وفادار بنا دیا گیا ہے۔

سپر ماسٹر نے کہا "ایسا لگتا ہے جیسے ہم جو بورہے ہیں' وہ کاٹ رہے ہیں۔ ہم رفتہ رفتہ مسلمانوں کو بڑے ہی غیر شعوری طور پر مذہب سے ہٹارہے ہیں اور یہ ایم آئی ایم والے ہمارے ہی عیسائیوں اور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مسلمان بناتے جارہے ہیں۔ یہ تنظیم ہمارے لیے بڑی تشویش ناک ہوگئی ہے۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ سپر ماسٹر نے کہا "کم ان۔"

دروازہ کھلا تو شطرنج کا چیمپئن مائیک ہرارے نظر آیا۔ سپر ماسٹر اور تین فوجی افسران نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ پھر اسے ایک صوفے پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ ایک افسر نے پوچھا "کیا تم خود کو پوری طرح صحت مند سمجھتے ہو؟"

مائیک ہرارے نے کہا "جی ہاں۔ آپ سب نے ڈاکٹروں کی رپورٹ دیکھی ہے اور میں بذات خود تندرستی اور توانائی محسوس کررہا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے کسی اہم مقصد کے لیے بلایا ہے۔"

"ہاں ایک نئی تنظیم ایم آئی ایم یعنی مجاہدین اسلامک مشن کے نام سے منظرِعام پر آئی ہے۔ تم نے علالت کے دوران ٹی وی کے ذریعے اس تنظیم کے متعلق بہت کچھ جان لیا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ جب سے دماغی توانائی بحال ہوئی ہے۔ میں زیادہ سے زیادہ ٹی وی دیکھتا رہا یا پھر خیال خوانی میں وقت گزارتا رہا۔ مجھے تھری ڈی کی موت کا بہت افسوس ہے۔"

"مسٹر ہرارے! تم نے ہمارے سامنے ایک دن ڈی کروسو کو سمجھایا تھا کہ سیاچن گلیشئر کے معاملے میں پارس سے اس کا سابقہ پڑے گا۔ اسے بہت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔ لیکن اس نے تمہارے مشورے پر عمل نہیں کیا اور ان کے جال میں پھنس گیا۔"

مائیک ہرارے نے کہا "صرف اتنا ہی نہیں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی کروسو ہمارے ہاتھ سے نکل گیا بلکہ یہ نقصان بھی ہوا کہ پارس کے ساتھ انا اور عادل نے عکس منتقل کرنے والے آلات کی اتنی پبلسٹی کردی کہ اب پاکستان اور بھارت کی آرمی بہت زیادہ محتاط ہوگئی ہے۔ ہم اس مشن میں بری طرح ناکام رہے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہم سیاسی' اقتصادی و مالی امداد کے ذریعے مسلمان اکابرین کو اپنی گرفت میں لے رہے ہیں۔ کئی اسلامی ممالک میں کامیابیاں حاصل ہورہی ہیں لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم کئی جگہ شکست کھاچکے ہیں۔ ایسے میں یہ نئی تنظیم ایم آئی ایم ہمارے اعصاب پر سوار ہوگئی ہے۔"

ہرارے نے کہا "میرا خیال ہے آپ مجھے ایم آئی ایم کو کریدنے اور اس کے سربراہ کو بے نقاب کرنے اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کا حکم دیں گے۔"

"لفظ حکم استعمال نہ کرو۔ ہم تمہیں برابر کا درجہ دیتے ہیں۔ تمہارے جیسے شاطر اور حاضر دماغ کو ہم ماتحت نہیں سمجھتے ہیں۔ تم ایم آئی ایم کے متعلق کوئی رائے رکھتے ہو تو کھل کر بات کرو۔"

"جب میں شطرنج کی چال چلتا ہوں تو مقابل کی توجہ ایک مرکز سے ہٹانے کے لیے ایک چال ایسی چل دیتا ہوں جس سے مجھے کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچتا۔ لیکن میں مقابل کو بھٹکانے میں کامیاب ہوجاتا ہوں۔"

سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے' وہ بولا "ہمارا جو مقابل ہے' وہ ہمیں اسی طرح بھٹکا رہا ہے۔ یہ نئی ایم آئی ایم تنظیم ہمیں بھٹکانے کے لیے آئی ہے۔ میں سوال کرتا ہوں کہ اس نئی تنظیم سے آپ کو کیا نقصان پہنچ رہا ہے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "کیسی باتیں کررہے ہو؟ اس تنظیم نے پی ایل او اور اسرائیلی معاہدے کی دھجیاں بکھیردیں۔ اردن اور اسرائیل سے ہونے والا معاہدہ ملتوی ہوگیا ہے۔ ملک شام بھی معاہدے کے سلسلے میں ایم آئی ایم سے خوف زدہ ہے۔"

مائیک ہرارے نے کہا "اب آپ اس کا دوسرا پہلو دیکھیں کہ کئی اسلامی ممالک کے اکابرین ذہنی طور پر اسرائیل کو تسلیم کرچکے ہیں۔ صرف عوام کے باغی ہونے کا اندیشہ ہے یا پھر ایم آئی ایم کی دھونس ہے۔"

ہرارے نے ایک ذرا توقف سے کہا "اصل معاہدہ دو پارٹیوں یا دو ملکوں کے درمیان ذہن سے ہوتا ہے۔ وہ ذہنی معاہدہ ہم امریکی اور اسرائیلیوں کے حق میں ہے۔ تحریری معاہدہ آج نہ سہی کچھ عرصہ بعد ہوجائے گا۔ ایم آئی ایم جیسے سونامی واٹر گیس کی طرح اچھل کر سامنے آئی ہے' ویسے جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گی۔"

سپر ماسٹر نے تائید میں سر ہلا کر کہا "واقعی اسرائیل اور کئی اسلامی ممالک کے درمیان ذہنی سمجھوتا ہوچکا ہے۔ نئی تنظیم کو فرہاد علی تیمور کی طرح ٹیلی پیتھی کا کھیل کھیلنے دو۔ تم یہ بتاؤ مسٹر ہرارے! اب ہمیں کیا کرنا ہے؟"

وہ بولا "اس کھیل میں ہمیں بھٹکایا جارہا ہے۔ لہٰذا پہلے بھٹکنے سے بچنا چاہیے۔ تاجکستان میں تھری ڈی مرگئے۔ وہاں فرہاد نے میدان صاف کردیا مگر آپ اس میدان کو بھول کر ایم آئی ایم میں الجھ گئے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا زبردست فائٹر ڈی کروسو ہاتھ سے نکل گیا اور ہمارا عکس منتقل کرنے کا حربہ ناکام ہوگیا۔ لیکن آپ سیاچن گلیشئر کے محاذ پر توجہ کم کرکے نئی تنظیم کے سربراہ کو بے نقاب کرنے کی فکر میں لگے ہیں۔ اگر ہم اور آپ اسی طرح میدان چھوڑتے رہے تو بھارت ہم سے مایوس ہوکر چین کی طرف پوری طرح جھکتا چلا جائے گا۔ اس طرح چین سیاچن گلیشئر تک پہنچنے میں اور وہاں اپنا فوجی اڈا بنانے میں کامیاب ہوجائے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تم درست کہہ رہے ہو۔ یہ تمام مسائل ہمارے لیے اہم اور حل طلب ہیں۔ لیکن ان دنوں ہماری توجہ واقعی نئی تنظیم کی طرف اٹک کر رہ گئی ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "سیاچن کی طرح تاجکستان بھی ہمارے لیے اہم ہے۔ اگر ہم نے تاجکستان کی مشرقی سرحد کی طرف اپنی پوزیشن مضبوط نہ کی تو چین شمالی ایشیا سے پیش قدمی کرتا ہوا یورپ تک پہنچے گا۔"

مائیک ہرارے نے کہا "صرف ٹیلی پیتھی کو کامیابی کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ یہ آپ ایک طویل عرصے سے دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ جب بھی فرہاد یا اس کے ساتھیوں سے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹکرائے' یا تو میدان چھوڑ بھاگے یا پھر مارے گئے اس لیے جہاں فرہاد پارس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں' وہاں کبھی ہمارے کسی خیال خوانی کرنے والے کو نہ بھیجا جائے بلکہ ٹیلی پیتھی کے بجائے صرف سیاسی چالیں چلی جائیں۔ یعنی مسلمانوں میں انتشار پیدا کرو۔ انہیں آپس میں لڑاؤ اور انہیں ایک دوسرے سے لڑنے کے لیے ہتھیار اور مالی امداد بھی دیتے رہو۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ سپر ماسٹر نے اندر آنے کے لیے کہا۔ پاشا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ پھر اس نے فوجی انداز میں ان سب کو سلیوٹ کیا۔ اسے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم بھی دیا گیا تھا اور امریکی وفادار فوجی بھی بنایا گیا تھا۔ اس وقت وہ ایک جونیئر فوجی افسر کی وردی میں تھا۔ اس نے فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا "سر! رپورٹ دینے آیا ہوں۔ پوجا کے بعد میں مشروبہ کے دماغ میں جاتا آتا رہا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ایم آئی ایم کی خیال خوانی کرنے والی کہہ رہی تھی کہ ایم آئی ایم کے سربراہ نے ہماری دعوت قبول کرلی ہے۔"

ایک افسر نے کہا "تعجب ہے۔ ایم آئی ایم والے ہم یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں اور ان کا سربراہ ہماری دعوت قبول کررہا ہے۔ یہ ہماری توقع کے خلاف ہے۔"

مائیک ہرارے نے کہا "یہ کوئی غیر متوقع اور تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہاں آنے میں اس کا بگڑے گا کیا؟ وہ پھر ایک بار ڈھانچا بن کر آئے گا اور کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا؟"

پاشا نے کہا "نو سر! اس نے کہا ہے کہ وہ ڈھانچا بن کر نہیں' بلکہ اپنی اصلی شخصیت کے ساتھ آئے گا۔"

ہرارے نے کہا "یہ یقین کرنے والی بات نہیں ہے۔ وہ یہودیوں کو جانی دشمن سمجھتا ہے اور خود دشمنوں کے درمیان آئے گا؟ ہرگز نہیں۔ وہ کوئی زبردست چال چلنے والا ہے۔"

ایک افسر نے پاشا سے پوچھا "کیا اس نے دعوت قبول کرنے کے لیے کوئی تاریخ مقرر کی ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ دو روز بعد بارہ تاریخ کو کسی فلائٹ سے تل ابیب آئے گا مگر یہ شرط رکھی ہے کہ کل سے ٹی وی وغیرہ کے ذریعے یہ خبر دن رات نشر ہوتی رہے کہ ایم آئی ایم کا سربراہ بارہ تاریخ کو مذاکرات کے لیے تل ابیب آرہا ہے۔"

"مشروبہ کے دماغ سے پاشا کے علاوہ یہودی خیال خوانی کرنے والوں نے بھی یہ باتیں سنی ہوں گی۔"

مائیک ہرارے نے کہا "میں خیال خوانی کررہا ہوں..... انٹیلی جنس کا چیف برین آدم وہاں بہت بڑی اور معتبر شخصیت کا مالک ہے۔ میں اس سے معلوم کرتا ہوں۔"

ہرارے نے برین آدم سے دماغی رابطہ قائم کرنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار ہرارے نے پھر دماغ میں آکر کہا "سانس نہ روکو۔ میں سپر ماسٹر کا نمائندہ ہوں۔"

"تم جو کوئی بھی ہو۔ ہاٹ لائن پر بات کرو۔"

مائیک ہرارے نے دماغی طور پر حاضر ہوکر سپر ماسٹر سے کہا "آپ ہاٹ لائن پر برین آدم سے بات کریں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "کیا وہ تمہیں دماغ میں نہیں آنے دے رہا ہے؟"

"ہاں۔ اسے اندیشہ ہے کہ میں اس سے باتوں کے دوران اس کے چور خیالات پڑھ لوں گا۔ ویسے مجھے یقین کی حد تک شبہ ہے کہ وہ برین آدم خفیہ یہودی تنظیم کا ایک اہم فرد ہے۔"

سپر ماسٹر نے ہاٹ لائن پر رابطہ کیا پھر کہا "مسٹر آدم! میں سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔"

برین آدم نے کہا "ابھی میں بھی تم سے رابطہ کرنے والا تھا۔ ابھی تمہارا کوئی خیال خوانی کرنے والا بھی آیا تھا۔"

"ہاں۔ تم نے اسے مایوس کردیا۔ میرا خیال ہے' تم بھی ایم آئی ایم کے سربراہ کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں سنا ہے' اس نے بارہ تاریخ کو تل ابیب آنے کی دعوت

قبول کرلی ہے۔"

"تم نے درست سنا ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے اصلی روپ میں آنے والا ہے۔"

"اس میں کتنی صداقت ہوگی؟ کہیں وہ کوئی فراڈ تو نہیں کررہا؟"

"دعوت ہم نے دی تھی۔ وہ فراڈ کرے یا نہ کرے، ہمیں تو میزبان کی حیثیت سے اس کا استقبال کرنا ہوگا۔ اور اس کی شرط کے مطابق ساری دنیا میں یہ اعلان کرتے رہنا ہوگا کہ وہ یہاں مذاکرات کے لیے آرہا ہے۔"

"اس نے دمشق کے اجلاس کی ویڈیو کیسٹ تیار کروائی تھی۔ اگرچہ اسے ہمارے خلاف استعمال نہیں کررہا ہے مگر ہماری ایک دکھتی رگ اس کے ہاتھوں میں رہا کرے گی۔ کیا اس بار وہ ایسی ہی کوئی حرکت نہیں کرے گا؟"

"ہم ابھی سے اطمینان کررہے ہیں کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ پورے تل ابیب میں جاسوسوں کی ایک فوج گھوم رہی ہے۔ ایک ایک گھر اور عمارت کے متعلق چھان بین کررہی ہے تاکہ کسی خفیہ چار دیواری میں ویڈیو فلم کی ریکارڈنگ کے لیے آلات نہ لگائے جائیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "میں چاہتا ہوں، میرے دو چار نمائندے وہاں اجلاس میں موجود رہیں۔ تمہیں اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"ہرگز نہیں۔ آپ صرف دو نمائندوں کو بھیج سکتے ہیں۔ انہیں یوگا کا ماہر ہونا چاہیے تاکہ ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے ان کے دماغوں میں نہ جاسکیں۔"

سپر ماسٹر نے یقین دلایا کہ اس کے دونوں نمائندے یوگا کے ماہر ہوں گے۔ پھر اس نے رابطہ ختم کرکے مائیک ہرارے اور فوجی افسران کو برین آدم کی باتیں سنائیں پھر پوچھا "مسٹر ہرارے! تم کیا کہتے ہو؟"

وہ بولا "اگر آپ حضرات منظور کریں تو میں ایک نمائندے کی حیثیت سے جاؤں گا۔ مجھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے نہیں پہچانا ہے۔ بیشتر ممالک میں لوگ مجھے شطرنج کے چیمپئن کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ وہ ایم آئی ایم کا سربراہ اصلی ہوگا یا نقلی، مجھے اسے قریب سے دیکھنے اور کوئی چال چلنے کا موقع ملے گا۔"

"آئیڈیا اچھا ہے۔ لیکن تم ہمارا سرمایہ ہو۔ اگر تمہاری خیال خوانی کا بھید کھلے گا تو ہمارے یہودی دوست ہی سب سے پہلے تمہیں ٹریپ کریں گے۔"

"میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ کسی کے سامنے ٹیلی پیتھی کے علم کو ظاہر کروں۔ آپ ملٹری انٹیلی جنس کا ایک نہایت چالاک اور تجربہ کار جاسوس میرے ساتھ رکھیں۔ میں وہاں پہنچ کر ایم آئی ایم کا قصہ ہی تمام کردوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تمہارے ساتھ ایک نہایت ہی چالاک جاسوس جائے گا۔"

یہ تمام گفتگو بڑے رازدارانہ انداز میں ہیڈ کوارٹر کے ایک بند کمرے میں ہورہی تھی۔ پاشا بھی اپنی رپورٹ سنانے کے بعد چلا گیا تھا۔ اب کوئی ان کے خفیہ منصوبے کو سننے والا نہیں تھا..... مگر سلمان سن رہا تھا۔

میں نے مائیک ہرارے سے وعدہ کیا تھا کہ اسے دوبارہ مشین سے گزارا جائے گا تو اس کی خواہش کے مطابق اسے جاں نثار بننے نہیں دوں گا۔ اسے اندیشہ تھا کہ میں اسے اپنا غلام بنالوں گا۔ میں نے قسم کھائی تھی اور وعدہ کیا تھا کہ اسے کبھی اپنا تابعدار نہیں بناؤں گا۔ میں اپنے وعدے پر قائم تھا لیکن سلمان نے اتنی گنجائش رکھی تھی کہ مائیک ہرارے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکے۔

صرف یہی ایک سہولت حاصل کی تھی تاکہ وہ شاطر کبھی ہمیں نقصان نہ پہنچا سکے۔ ورنہ ہر پہلو سے وہ آزاد تھا۔ اپنے ملک اور قوم کا وفادار بھی تھا۔ اور اپنی حاضر دماغی سے جب چاہے اپنے طور پر چالیں چل سکتا تھا۔ سلمان اس کی راہ میں اس وقت رکاوٹ بنتا، جب ہمیں کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا۔

میں نے بہت عرصے بعد مرینا اور اس کے شوہر ٹام مورس کو مخاطب کیا۔ وہ خوش ہو کر بولی "اوہ، میں بیان نہیں کرسکتی کہ مجھے آپ کی آواز سن کر کتنی خوشی حاصل ہورہی ہے۔"

میں نے کہا "بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے دل کی خوشی کو سمجھ رہا ہوں۔"

"ہاں۔ یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ خوشی میں کچھ یاد نہیں رہتا۔"

میں نے پوچھا "آج کل خیال خوانی کرتی ہو یا نہیں؟"

"ایک سیدھی سادی گھریلو زندگی گزار رہی ہوں۔ کبھی خیال خوانی کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔"

"لیکن اب ضرورت آپڑی ہے۔ کیا خیال ہے، کام کروگی؟"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ کام کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ میں جان بھی دے سکتی ہوں۔"

میں نے ٹام مورس کی زبان سے مرینا کو ایم آئی ایم کے بارے میں شروع سے اب تک کی مختصر سی باتیں بتائیں۔ پھر کہا "وہ سربراہ یہاں بارہ تاریخ کو پہنچ رہا ہے۔"

مرینا نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی وہ سربراہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آئے گا؟"

"ہاں۔ اس کا خیال ہے کہ یہودی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ کوئی اسے جانی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"آپ بتائیں۔ ایسے وقت میں کیا کروں گی؟"

"تم وہاں کسی یہودی سیکیورٹی گارڈ کے دماغ میں جگہ بناؤ گی اور اس گارڈ کے ذریعے ایم آئی ایم کے سربراہ کو گولی مار دو گی۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"وہی جو تم سن رہی ہو۔"

"مگر آپ ابھی کہہ رہے تھے کہ وہ سربراہ یہودیوں کا دشمن اور مسلمانوں کا دوست ہے۔ اور آپ ایسے مجاہد کو مار ڈالنے کا حکم دے رہے ہیں۔"

"ہاں۔ دراصل مجھے وہ سربراہ پسند نہیں ہے۔ میں اسے ختم کرکے اس کی جگہ خود سربراہ بننا چاہتا ہوں۔"

"ایسی بات ہے تو وہ زندہ بچ کر نہیں جائے گا۔"

"شاباش۔ بارہ تاریخ کو تمہاری آزمائش ہے۔ نشانہ صحیح ہونا چاہیے تاکہ ایک ہی گولی میں کام تمام ہوجائے۔"

○☆○

شبِ تارا رات کو بڑے اطمینان سے سوتی رہی۔ اطمینان یہ تھا کہ اب پارس اسرائیل نہیں جائے گا۔ صبح ہوگی تو پھر دونوں کی نوک جھونک ہوگی اور اس طرح آپس میں محبت بھی بڑھے گی۔ وہ بہت خوش تھی۔ اس کے ساتھ زندگی کے بہترین لمحات گزر رہے تھے۔ وہ اسے چھیڑتا تھا، پریشان کرتا تھا مگر اسے دل و جان سے چاہتا تھا۔

وہ صبح دیر سے بیدار ہوئی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ایک اچھا سا لباس زیب تن کرکے بیڈ روم سے باہر آئی۔ پھر اسے آواز دی "ہیلو! تم کہاں ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پورے بنگلے میں اسے تلاش کیا۔ باہر گارڈن میں دیکھا۔ پھر خیال خوانی کرکے اسے مخاطب کیا "اے آوارہ بدمعاش! کیا واقعی تم رات کو یہاں واپس نہیں آئے تھے؟"

"کیسے آتا؟ میں نے پچھلی رات کو ہی کہہ دیا تھا کہ جس گھر کا دروازہ عورت بند کروے اس گھر کا مرد دوسرے گھر میں رات گزارتا ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں نے گھر کا نہیں صرف بیڈ روم کا دروازہ بند کیا تھا۔"

"کوئی گھر بیڈ روم کے بغیر نہیں بنتا اور کوئی بیڈ روم عورت کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ یعنی عورت نہ رہے تو بیڈ روم نہیں اور بیڈ روم نہ رہے تو گھر نہیں۔ تم نے اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی ماری ہے۔"

"میں تم سے بحث نہیں کرسکتی۔ چلو مجھ سے غلطی ہوگئی۔ واپس آجاؤ۔"

"کہاں سے واپس آجاؤں۔ میں جہاں ہوں، وہاں کی خبر مجھے نہیں معلوم۔ میں دمشق میں نہیں ہوں اور نہ ہی یہ ملک شام ہے۔ پتا نہیں کون سا مقام ہے؟"

"دیکھو مذاق نہ کرو۔ میں خوب جانتی ہوں تم دمشق میں مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گے۔"

"اور میں بھی خوب جانتا ہوں کہ اگر میں پیار میں اور چھیڑ چھاڑ میں تم سے دور چلا جاؤں تو تم میرے پیچھے ضرور آؤ گی۔"

"میں تو دنیا کے آخری سرے تک تمہارے پیار میں بھٹکتی رہوں گی۔ سچ بتاؤ کہاں ہو؟"

"میں نے کہا نا؟ ابھی کی خبر نہیں ہے کہ کہاں ہوں؟ پرسوں بارہ تاریخ کو مجھے تل ابیب میں دیکھ سکتی ہو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ پلیز سنجیدگی سے بولو۔"

"اسے میری سنجیدگی نہیں سمجھوگی تو ٹی وی اسکرین پر مجھے پرسوں وہاں دیکھ لوگی۔"

"وہاں تم کس لیے جارہے ہو؟"

"عجیب احمقانہ سوال ہے۔ تمہیں پتا ہے کہ انہوں نے مجھے مذاکرات کی دعوت دی ہے۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ کل میں نے اپنے پیار کی قسم کھا کر کہا تھا کہ ایم آئی ایم کا اصلی سربراہ وہاں جارہا ہے۔"

"میں نے کب انکار کیا ہے۔ میں تمہارے پیار کی قسم کا یقین کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ مگر ہمارا پیار یہ نہیں کہتا کہ مجھے ایم آئی ایم کا سربراہ نہیں بننا چاہیے۔"

"پاگلوں جیسی باتیں نہ کرو۔ کیا بارہ تاریخ کو تل ابیب میں ایک ہی تنظیم کے دو سربراہ جائیں گے۔"

"کیا ایک مرد دو شادیاں نہیں کرتا؟ یا ایک عورت دو یار نہیں کرتی؟ یہ کہاوت پرانی ہوچکی ہے کہ ایک ملک میں دو سربراہ اور ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ اس کہاوت کے برعکس ایک ریوالور میں چھ گولیاں لوڈ ہوجاتی ہیں۔"

"کیا تم یہی حماقت کرنے کے لیے کل رات مجھ سے جھگڑا کرکے یہاں سے گئے تھے؟"

"الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ جھگڑا میں نے کیا تھا یا تم نے مجھے بیڈ روم سے نکالا تھا۔"

"میں تو اپنے بیڈ روم کا دروازہ بند کرکے پچھتا رہی ہوں۔ میرا بس چلے تو ساری دنیا کی عورتوں کو سمجھاؤں کہ اپنے مرد سے لاکھ جھگڑے کرو، مگر دروازہ کھلا رکھا کرو۔"

"اور یہ بھی سمجھا سکتی ہو کہ مرد بے چارہ جان بوجھ کر نہیں بھٹکتا۔ وہ تو سیدھی راہ چلتا ہے کہ اچانک پیروں تلے کیلے کا چھلکا آجاتا ہے اور وہ کیلے کا چھلکا کوئی دوسری عورت ہوتی ہے جو زیر سے پھسلا کر اور پیش سے پھسلا کر اس بے چارے کی عاقبت خراب کردیتی ہے۔"

"مگر تمہیں کسی نے پھسلایا نہیں ہے۔ تم مجھے دھوکا دے کر تل ابیب جارہے ہو یا وہاں پہنچ چکے ہو۔"

"میری مجبوری سمجھو۔ پچھلی رات دمشق کی ساری حسیناؤں نے تمہاری طرح دروازے بند کردیے۔ اب ایک ہی تل ابیب کا

دعوت نامہ رہ گیا تھا۔ اس لیے اُدھر کا رخ کر چکا ہوں۔"

"کیا تمہاری کھوپڑی میں یہ بات آرہی ہے کہ وہاں اصلی سربراہ پہنچے گا تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟"

"یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ اصلی سربراہ کا انجام کیا ہوگا؟ کیونکہ امریکا اور اسرائیل کے پاس اصلی کو بچانے کی کوئی کسوٹی نہیں ہے۔ میں خود کو اصلی ثابت کروں گا۔"

"کیا جو شخص ایک نئی تنظیم بنا کر تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے جہاد کر رہا ہے۔ اسے تم نقلی ثابت کرو گے؟ کیا دشمن اسے نقلی سمجھ کر زندہ چھوڑیں گے؟ اسے تو فراڈ کہہ کر گولی مار دیں گے۔"

پارس نے کہا "اسے نقلی سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اصلی تسلیم کیا جائے گا۔ پھر مجھ جیسا اصلی مہمان سربراہ اُس نقلی کو معاف کرنے کے لیے کہے گا تو اسے نہ کوئی گولی مارے گا اور نہ گرفتار کرے گا۔"

"پارس! خود کو بہت زیادہ عقلمند نہ سمجھو۔ اگر انہوں نے تمہارا فراڈ پکڑ لیا تو کیا ہوگا؟"

"تو میرے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا جو میں اصلی کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی وہ اصلی سربراہ مجھے گولی کھانے اور گرفتار ہونے نہیں دے گا کیونکہ ہم اس نئی تنظیم کے پہلے مشن سے اب تک اُس کے کام آرہے ہیں۔ کیا وہ اپنے محسن پر مصیبت آنے دے گا؟"

"اوہ گاڈ! پتا نہیں گاڈ نے تمہاری کھوپڑی میں کس قسم کا مسالا بھرا ہوا ہے۔ عجیب الٹی سیدھی حرکتوں سے کوئی ایسا کارنامہ کر جاتے ہو کہ بعد میں لوگ حیرانی سے سوچتے ہی رہ جاتے ہیں۔ اس وقت بھی تم بڑی مکاری سے کوئی چال چل رہے ہو۔ دیکھو میں صرف تمہاری ہوں۔ صرف تمہارے بازوؤں میں رہتی ہوں۔ پلیز مجھے بتا دو کہ کس قسم کی بدمعاشی کرنے جا رہے ہو؟"

"واہ! تم نے آخری فقرے میں تعریف کا حق ادا کر دیا۔ بھلا کوئی بدمعاش یہ بتاتا ہے کہ وہ کیا بدمعاشی کرنے جا رہا ہے۔"

"دیکھو' سیدھی طرح نہیں بتاؤ گے تو مجھے یقین ہو جائے گا کہ تم یہودی حسیناؤں کے لیے وہاں جا رہے ہو۔"

"تمہیں یہی سمجھنا چاہیے تاکہ تم اپنے پارس کو گمراہی سے بچانے کے لیے خود قتل ایبب آؤ۔"

"تم کیا سمجھتے ہو' میں تمہیں ڈھیل دوں گی۔ میں وہاں ضرور پہنچوں گی اور تمہارے نقلی سربراہ ثابت ہوتے ہی وہاں سے تمہیں لے آؤں گی۔ میں نہیں چاہتی کہ ہم دشمنوں کے درمیان رہیں۔"

"چلو خوشی ہوئی کہ اب میں لنگڑا نہیں رہوں گا۔ ہم زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ ایک پہیہ نہ رہے تو گاڑی لنگڑی ہو جاتی ہے۔ کتنی کھسی پٹی کہاوت ہے۔ یہ کہاوت سن کر عورتیں بہت خوش ہوتی ہیں۔ تصور میں اپنے بغیر اپنے جیون ساتھی کو لنگڑا دیکھتی ہیں۔ ٹھیک ہے اس خوشی میں چلی آؤ میری دوسری ٹانگ! قتل ایبب میں ملاقات ہوگی۔"

"تم باتوں ہی باتوں میں اصل بات کو ٹال دیتے ہو۔ کیا وہاں جانے کا اصل مقصد نہیں بتاؤ گے؟"

"تم یقین نہیں کرو گی۔ میں تمہاری ہی ضد پوری کرنے جا رہا ہوں۔ وہاں میں تمہیں ایم آئی ایم کے سربراہ کو بے نقاب دکھاؤں گا۔"

"کیوں مجھے نادان بچی سمجھ کر بہلا رہے ہو۔ وہ سربراہ تو خود ہی اپنے اصل روپ میں وہاں پہنچنے والا ہے۔"

"اس نے کہہ دیا اور تم نے بھی یقین کر لیا۔ کیا امریکا اور اسرائیل کے اکابرین بھی تمہاری طرح یقین کر لیں گے؟ کیا عقل یہ تسلیم کرتی ہے کہ ایم آئی ایم کا سربراہ ابتدائی اہم مرحلوں میں کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد کسی احمق کی طرح خود کو دشمنوں کے سامنے پیش کرنے آجائے گا؟ کیا وہ اپنے حسن کا جلوہ دکھانے کے لیے بے چین ہو گیا ہے؟"

"میں مان لیتی ہوں۔ تم درست کہہ رہے ہو۔ وہ خود کو بے نقاب کرنے نہیں آئے گا؟ مگر تم ابھی کہہ رہے تھے کہ قتل ایبب میں اسے میرے سامنے بے نقاب کرو گے؟"

"میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ وہ نہیں آئے گا۔ یہ کہا ہے کہ وہ خود کو پیش نہیں کرے گا۔ وہاں آئے گا مگر کسی کو سربراہ کی ڈمی بنا کر پیش کرے گا۔ تم عورتوں کو سمجھانے کے لیے بہت سر کھپانا پڑتا ہے۔ اب جاؤ اور قتل ایبب جانے کے انتظامات کرو۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی کہ ایم آئی ایم کے سربراہ نے فون پر خود اس سے کہا تھا کہ وہ یہودیوں کی دعوت قبول کر رہا ہے اور بارہ تاریخ کو وہاں پہنچنے والا ہے۔ لہٰذا پارس کی یہ بات درست ہے کہ وہ سربراہ ضرور وہاں جائے گا لیکن کسی کو ڈمی سربراہ بنا کر اس ٹیم میں مشیر وغیرہ کی حیثیت سے رہے گا۔

وہ دمشق میں ایک فرضی نام سے چہرہ بدل کر پارس کے ساتھ تھی۔ دونوں کے پاس جعلی پاسپورٹ اور دیگر متعلقہ کاغذات تھے۔ پارس تو اپنا پاسپورٹ اور کاغذات لے کر جا چکا تھا۔ شی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے شام کی ایک فلائٹ میں لبنان کے لیے ایک سیٹ ریزرو کرائی۔ دمشق سے براہ راست اسرائیل کے لیے ان دنوں کوئی فلائٹ نہیں تھی۔ وہ لبنان سے قتل ایبب جا سکتی تھی۔

وہ جانے کے لیے اپنا سامان پیک کرنے لگی۔ ایسے ہی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی نے اسے متوجہ کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو۔ تم کون ہو؟"

دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم سی آواز سنائی دی "میں اجنبی بھی ہوں اور شناسا بھی۔ تمہارا' پارس کا اور جناب فراد صاحب کی پوری ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیم کا احسان مند ہوں۔ کیا تم مجھے پہچان رہی ہو؟"

وہ بولی "آپ نے جو حوالے دیئے ہیں ان سے میں ایک ہی پراسرار شخص کو پہچان سکتی ہوں مگر کچھ اُلجھن سی ہے۔ لہٰذا آپ وضاحت سے اپنا تعارف کرائیں۔"

"میں ایم آئی ایم کا سربراہ' تم سے بول رہا ہوں۔"

"میں کیسے یقین کر لوں۔ کل رات فون پر آپ کی آواز دوسری تھی اور ابھی اس سے مختلف ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کل رات میں نے تمہیں فون نہیں کیا تھا۔ تمہاری اس بات سے ظاہر ہو رہا ہے کہ کوئی تم سے فراڈ کر رہا ہے۔"

"میں یہ کیوں نہ سمجھوں کہ تم ابھی مجھ سے فراڈ کر رہے ہو؟"

"پلیز' میرے لیے یہ لفظ استعمال نہ کرنا۔ میں صبح سے ٹی وی وغیرہ کے ذریعے یہ اعلان سن رہا ہوں کہ میں نے یہودیوں کی دعوت قبول کر لی ہے اور پرسوں بارہ تاریخ کو قتل ایبب پہنچنے والا ہوں۔ میں نے اپنے تمام ذرائع استعمال کیے تب پتا چلا کہ سپر ماسٹر کے اور یہودیوں کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مشروبہ کے دماغ سے یہ اطلاع ملی ہے اور میں یہ جانتا ہوں کہ میری حمایت میں صرف تم ہی مشروبہ کے دماغ میں جاتی ہو لہٰذا صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے میں تم سے فون پر بات کر رہا ہوں۔"

"دیکھو مسٹر! تم جو کوئی بھی ہو۔ ہمارے متعلق اچھی خاصی معلومات رکھتے ہو لیکن میں تمہارے فریب میں نہیں آؤں گی۔"

"میں تمہیں چھوٹی بہن کہتا ہوں اور عقل کی یہ بات سمجھاتا ہوں کہ فریب دشمن کرتے ہیں۔ اگر میں دشمن ہوتا تو اب تک میرے مجاہدین تمہارے اس بنگلے کو گھیر کر تمہیں باہر نکلنے نہ دیتے۔ مجھے پتا ہے کہ پارس کہیں غائب ہے اور تم بالکل تنہا ہو۔ میرے دماغ میں آکر دیکھو۔ میں سانس روک لوں گا لیکن تمہارے بنگلے کے اندر آکر گولی ماروں گا تو تم کبھی سانس نہیں لے سکو گی۔ مگر بھائی ہوں' بہن کی صرف سلامتی نہیں چاہتا۔ فراڈ سے بچانا بھی چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "آپ کی بات دل کو لگ رہی ہے۔ آپ میرا فون نمبر اور میرا بنگلا جانتے ہیں۔ مجھے دور سے گولی مار سکتے ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ پچھلی رات کس نے سربراہ بن کر مجھے فون پر یہودیوں کی دعوت قبول کرنے والی بات کی تھی؟"

"میں تم سے پوچھنے آیا ہوں اور تم مجھ سے پوچھ رہی ہو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم دونوں دھوکا کھا رہے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ فوراً پارس سے رابطہ کر کے اسے اس فراڈ سے آگاہ کرو۔ شاید وہ اس معاملے میں کوئی روشنی ڈال سکے۔"

"پلیز' آپ مجھ سے دس منٹ بعد رابطہ کریں۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ پارس ابھی کہاں ہوگا؟ وہ مجھے بھی اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتا ہے۔ میں دوسرے ذرائع سے معلوم کروں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اجنبی فون کرنے والے سے جھوٹ کہہ دیا تھا کہ پارس سے اس کا دماغی رابطہ نہیں رہتا ہے۔ اگرچہ اجنبی سچی باتیں کر رہا تھا۔ وہ فون کرنے کے بجائے بنگلے میں گھس کر اسے گولی مار سکتا تھا لیکن وہ خود حیران تھا کہ صبح سے قتل ایبب میں اس کی آمد کا اعلان کیوں کیا جا رہا ہے۔ جبکہ اس نے دعوت قبول نہیں کی ہے۔ شی تارا بھی الجھ کر رہ گئی تھی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کو مخاطب کیا' اس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ بولی "ابھی ابھی ایم آئی ایم کے سربراہ سے میری بات ہوئی ہے۔ اس نے یہودیوں کی دعوت قبول نہیں کی ہے۔"

"قبول نہ کی ہو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم نے تو قبول کر لی ہے۔ اب جاؤ' مجھے کام کرنے دو۔"

"ٹھہرو سانس نہ روکنا۔ ابھی جس سربراہ سے بات ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ اس نے کل رات مجھ سے فون پر بات نہیں کی تھی۔ یعنی کل رات مجھ سے باتیں کرنے والا کوئی دوسرا شخص سربراہ بنا ہوا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے ایم آئی ایم کے دو سربراہ ہیں۔ ایک تم سے رات کو اور دوسرا دن میں باتیں کرتا ہے۔"

"اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ ہم سے فراڈ ہو رہا ہے۔ سربراہ ایک ہی ہے۔ ابھی باتیں کرنے والا رات والے کو فریبی کہہ رہا تھا۔"

"تو پھر رات والا دن والے کو فریبی کہے گا۔ ان دونوں کے معاملے میں مجھے کیوں گھسیٹ رہی ہو۔ بھئی مجھے کام کرنے دو۔"

"اے ٹھہرو۔ ابھی سانس نہ روکنا۔"

"کیوں بار بار مجھے سانس نہ روکنے کو کہہ رہی ہو۔ بھئی وقت آئے گا تو سانس روک تمہیں بیوہ بناؤں گا۔ ابھی کیوں پریشان کر رہی ہو؟"

"کیا تم یہ سوچ کر پریشان نہیں ہو رہے کہ ان دو فراڈیوں سے کوئی دشمن بنگلے میں گھس کر مجھے ہلاک کر سکتا ہے؟"

"میں پریشان ہونے کی حماقت کیوں کروں' جبکہ دشمن کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا والی کو ہلاک نہیں کرتے۔ انہیں ٹریپ کر کے اپنی معمولہ بنا کر اپنا الّو سیدھا کرتے ہیں۔ میں نے یہ محاورہ استعمال کیا ہے۔ جبکہ الّو تو کبھی سیدھا ہو نہیں سکتا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی وہ بولی "وہ دوسرا سربراہ پھر فون کر رہا ہے۔ میں اسے کیا جواب دوں؟"

"نیک مشورہ دو کہ وہ بھی قتل ایبب آجائے۔ یہودی اتنے کنجوس بھی نہیں ہیں کہ تین سربراہوں کی میزبانی نہ کر سکیں۔"

فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "کیا آپ ہیں؟"

وہی آواز آئی "ہاں' تمہارا بھائی ہوں۔ کیا پارس سے رابطہ

ہوا؟"

وہ بولی "میں نے کئی بار کوششیں کیں۔ مگر وہ سانس روک لیتا ہے۔ کیا میں ایک مشورہ دوں؟"

"ہاں بولو۔ میں تمہارے مشورے پر عمل کروں گا۔"

"آپ بارہ تاریخ کو بھیس بدل کر قتل ابیب جائیں اور اس فراڈ سربراہ بننے والے کو سزا دیں۔ ہم آپ کے ساتھ پہلے بھی تھے' اب بھی رہیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ جب ساری دنیا میں اعلان ہو رہا ہے تو مجھے جانا ہی چاہیے۔ قتل ابیب میں میرے جو مجاہدین ہیں ان میں سے ایک مجاہد کا فون نمبر نوٹ کرو۔ وہ میرے ساتھ رہے گا اور تم اس کے ذریعے میں رہ کر مجھ سے تعاون کرتی رہو گی۔"

اس نے ایک فون نمبر بتایا۔ شی تارا نے اسے نوٹ کر لیا پھر اس سے رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ پارس کے پاس آئی وہ بولا "یہ رہ رہ کر تمہارے پیٹ میں درد کیوں ہو رہا ہے۔ خدا کے لیے آرام سے پڑی رہو۔ خیال خوانی نہ کرو۔"

"پارس! فار گاڈ سیک۔ ذرا سنجیدہ ہو جاؤ اور اب نئے حالات پر غور کرو۔ پرسوں بارہ تاریخ کو ایم آئی ایم کے ایک نہیں تین سربراہ پہنچیں گے۔ یہودیوں نے ویڈیو کیمرے جگہ جگہ رکھے ہوں گے۔ ساری دنیا تین سربراہوں کو دیکھے گی تو ایم آئی ایم کا مذاق اڑائے گی۔"

"دنیا والے ایسے احمق تو نہیں ہیں کہ ایم آئی ایم تنظیم کا مذاق اڑائیں۔ یہ تو اسرائیل کی طرف سے اعلانات ہو رہے ہیں کہ ایم آئی ایم کا سربراہ تل ابیب آ رہا ہے۔ جبکہ اس تنظیم کے سربراہ نے اپنی آمد کا اعلان نہیں کیا ہے۔ کیا دشمن محض اپنی طرف سے اعلانات کر کے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس سربراہ نے دعوت قبول کرنے کی کوئی تحریر بھیجی تھی یا اپنا کوئی نمائندہ پہلے سے بھیجا تھا؟"

"ہاں یہ سچ ہے کہ سربراہ نے دعوت قبول کرنے کا ایک بار بھی اعلان نہیں کیا ہے۔ اس بات کو جنم میں جانے دو۔ میں تم سے کہتی ہوں کہ ان دونوں سربراہوں کو وہاں ایک دوسرے سے نمٹ لینے دو۔ تم تیسرے سربراہ بن کر نہ جاؤ۔"

"تم یوں سمجھو کہ میں جا چکا ہوں اور اب تمہیں آنا ہے۔ میں جانتا ہوں' تم میرا سایہ ہو۔ میرے پیچھے ضرور چلی آؤ گی۔"

"اور میں بھی جانتی ہوں' تم اپنی ضد سے باز نہیں آؤ گے۔ ٹھیک ہے' میں وہاں کل صبح تک پہنچ جاؤں گی۔"

اُن کا رابطہ ختم ہو گیا۔ اُدھر قتل ابیب میں خفیہ یہودی تنظیم کے تمام برادرز الرٹ ہو گئے تھے۔ داؤد منڈولا ان تمام برادرز اور تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں باری باری جا رہا تھا اور یہ دیکھ کر مطمئن ہو رہا تھا کہ وہ سب بڑی ذہانت سے کام کر رہے تھے۔ ائرپورٹ سے لے کر کانفرنس ہال تک ویڈیو کیمروں' آڈیو ریکارڈنگ کے آلات کے علاوہ ایسے اینٹی میک اپ خفیہ کیمرے نصب کیے تھے کہ وہ سربراہ کسی میک اپ میں آتا تو وہ کیمرے اس کے میک اپ کے پیچھے چھپے ہوئے اصلی چہرے کی تصاویر اتارتے رہتے۔ حتیٰ کہ اس سربراہ کے ساتھ آنے والوں میں جتنے بھی بہروپ میں ہوتے' ان کے اصلی چہرے بھی ظاہر ہوتے رہتے۔

جب پہلی بار ایم آئی ایم کے مجاہدین نے طیارہ اغوا کیا تھا تو سربراہ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اُن مجاہدین کے دماغوں میں جاتے رہے تھے۔ بعد میں پتا چلا کہ ان مجاہدین کے چور خیالات سے کچھ معلوم نہیں کیا جا سکا اور تب ہی سے تمام دشمنوں کو شبہ ہوا کہ اس نئی تنظیم میں بھی خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔

اب برین آدم دوسرے تمام آدم برادرز اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سمجھا رہا تھا کہ جو مہمان سربراہ آنے والا ہے اسے اور اس کے ماتحت مجاہدوں کو جب بھی ظہرانہ اور عشائیہ دیا جائے گا' ان تمام دعوتوں میں اسرائیل کے حکام اور فوجی افسران بھی شامل رہیں گے۔ دوست اور دشمن سب ایک ہی ڈش سے کھائیں گے۔ اِس طرح سربراہ کو یہ شبہ نہیں ہو گا کہ کھانے کی چیزوں میں اعصابی کمزوریاں پیدا کرنے والی دوائیں ملائی گئی ہیں اور وہ دوائیں اتنی کم مقدار میں ہوں گی کہ کھانے والوں کو نہ تو شبہ ہو گا اور نہ ہی وہ فوری طور پر کمزوری محسوس کریں گے۔

اور جب انہیں کمزوری محسوس ہو گی تو اسرائیلی حکام اور فوجی افسران بھی لازمی طور پر کمزور ہوں گے۔ پھر تمام تل ابیب کے مختلف علاقوں سے ایسے مریض اسپتال میں داخل ہونے آئیں گے' جو اچانک کمزوریاں محسوس کرنے لگے ہوں۔ یہ خبر ہم کی جائے گی کہ اسرائیل کے اُس شہر میں اور چند دوسرے چھوٹے بڑے شہروں میں ایک نامعلوم سی وبا پھیل گئی ہے اور طبی ماہرین اس وبا کے وائرس یا جراثیم پر تحقیقات کر رہے ہیں۔

اس طرح اسرائیل پر یہ الزام نہیں آئے گا کہ انہوں نے مہمانوں سے خفیہ طور پر دشمنی کی ہے۔ اعلیٰ حکام سے لے کر عام مریضوں تک اسی نامعلوم وبا کے گواہ بن جائیں گے۔ بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یا ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے حتیٰ کہ سربراہ کے خیال خوانی کرنے والے بھی جس اسرائیلی حاکم یا اہم فوجی افسر کے چور خیالات پڑھیں گے' اُن خیالات سے بھی یہ ثابت ہو گا کہ اسرائیلی حکام اور افسران کوئی ڈھونگ نہیں کر رہے ہیں۔ وہ سچ مچ اچانک پھیلنے والی وبا کا شکار ہو چکے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ یہودی خفیہ تنظیم میں داؤد منڈولا' ایکسرے مین مارٹن اور برین آدم جیسے بڑے ذہین لوگ تھے۔ الپا اور ٹیری آدم کے علاوہ ٹالبوٹ اور موناورو بھی خیال خوانی کے فرائض کامیابی سے انجام دے رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ایک

عرصہ گزرنے کے بعد بھی کوئی اس یہودی تنظیم کو بے نقاب نہیں کر سکا تھا۔ مجھے اور سپر ماسٹر کو صرف اتنا سا شبہ تھا کہ اس خفیہ تنظیم سے اسرائیلی انٹیلی جنس کے چیف برین آدم کا کوئی تعلق ضرور ہے' اس کے باوجود ہم میں سے کوئی اس تنظیم کے سربراہ تک نہیں پہنچ سکا تھا۔

اس کے برعکس سب ہی ایم آئی ایم کی نئی تنظیم کے سربراہ کی اصلیت جاننے کی فکر میں تھے کیونکہ وہ مسلمان تھا۔ نئی تنظیم کے مجاہدین مسلمان تھے اور وہ اسلامی ممالک کو یہودیوں کی دوستی سے باز رکھنے کے لیے میدانِ عمل میں آئے تھے۔ اس لیے سپر ماسٹر وغیرہ کو کسی خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ سے زیادہ ایم آئی ایم کے سربراہ کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ یہودی خفیہ تنظیم نے ایسے ٹھوس اور کامیابی سے ہمکنار کرنے والے اقدامات کیے تھے کہ اس نئی تنظیم کے سربراہ کی اصلیت ضرور ظاہر ہو جاتی۔

انہوں نے سربراہ اور اس کے ساتھ آنے والوں کے دماغوں کے اندر تک پہنچنے کے لیے سرنگ تیار کر لی تھی۔ پھر ان سے تعاون کرنے کے لیے سپر ماسٹر کی جانب سے شطرنج کا چیمپئن ٹیلی پیتھی جاننے والا مائیک ہرارے ایک نہایت خرانٹ اور تجربہ کار جاسوس کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا۔

اگرچہ امریکا اور اسرائیل کے عزائم ایک تھے اور موجودہ حالت میں دونوں نے ہی کسی طرح اُس پراسرار سربراہ کو بے نقاب کرنے کے مکمل انتظامات کیے تھے۔ اس کے باوجود سپر ماسٹر یہودیوں پر بہت سے معاملات میں بھروسا نہیں کرتا تھا۔ اس لیے یہ بات چھپائی گئی تھی کہ مائیک ہرارے ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تمام اسرائیلی اسے محض ایک شطرنج کے چیمپئن کی حیثیت سے جانتے تھے اور انہیں امید تھی کہ وہ مائیک ہرارے بھی مہمان سربراہ کے خلاف کوئی شطرنجی چال چلے گا۔

وہ شطرنج کا چالباز ایک دن پہلے گیارہ تاریخ کو پہنچ گیا تھا۔ اس نے برین آدم سے کہا "مجھے اور میرے جاسوس کو ایک ایک کاردی جائے۔ ہم زیادہ سے زیادہ قتل ابیب کے مختلف علاقوں میں جا کر ایم آئی ایم کے مجاہدین کو تاڑنے کی کوشش کریں گے۔ وہ مجاہدین اپنے سربراہ کی آمد سے پہلے یہاں پہنچ چکے ہوں گے اور اپنے طور پر حفاظتی تدابیر پر عمل کر رہے ہوں گے۔"

برین آدم نے اُن کے لیے دو کاریں فراہم کر دیں۔ ان کے لیے خصوصی شناختی کارڈ جاری کیے تاکہ اس شہر کے تمام فوجی اور پولیس والے اس کارڈ کو دیکھ کر ان سے ہر طرح کا تعاون حاصل کریں۔ جو بہت تجربہ کار اور شاطر جاسوس ہوتے ہیں' وہ خطرناک بین الاقوامی مجرموں کو ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ لیکن مائیک ہرارے ٹیلی پیتھی کا بھی ہتھیار استعمال کرنے والا تھا۔ اسے جس پر شبہ ہوتا' اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کر لیتا۔

پھر اس نے سپر ماسٹر سے یہ بھی طے کیا تھا کہ اگر وہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے پہلے سربراہ کی اصلیت معلوم کر لے گا اور اس کے دماغ کے اندر پہنچنے میں کامیاب ہو جائے گا تو اسے دماغی طور پر غائب کر دے گا۔ پھر سپر ماسٹر کو اطلاع دے گا سپر ماسٹر پاشا کو مائیک ہرارے کے پاس بھیجے گا۔ پھر پاشا' ہرارے کے حکم کے مطابق اس سربراہ کے دماغ کو پوری طرح اپنے قبضے میں رکھے گا اور اُس اصل تک یہودیوں کو پہنچنے نہیں دے گا۔

پھر یہ کہ جتنے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ وہ سب امریکی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے پیدا ہوئے تھے اور ان کی ٹیلی پیتھی سے اسرائیل بڑے فائدے اٹھا رہا تھا۔ ہرارے نے یہ بھی طے کیا تھا کہ الپا اور ٹیری آدم نظروں میں آئیں گے تو وہ انہیں کسی نہ کسی طرح ٹریپ کر کے امریکا واپس لے جائے گا۔ پھر انہیں دوسری بار مشین سے گزار کر یہودی سے عیسائی بنا دے گا اور پھر سے انہیں امریکا اور امریکی قوم کا وفادار بنا دے گا۔

گویا بارہ تاریخ کو ایم آئی ایم کے سربراہ کی آمد صرف اس نئی تنظیم کو نقصان پہنچانے والی نہیں تھی۔ اس کی میزبانی کرنے والے یہودیوں کی بھی شامت آنے والی تھی۔ پارس نے اس پورے منصوبے کی لائن بنائی تھی۔ میں نے اسے تسلیم کیا تھا کیونکہ وہ جو کرنے جا رہا تھا' اسے یوں تو ساری دنیا دیکھتی لیکن اس کھیل کے پیچھے جو کھیل وہ جاری رکھے ہوئے تھا' وہ سب کی سمجھ میں آنے والا نہیں تھا اور جب سمجھ میں آتا تو اس وقت تک دشمنوں کے ہوش اڑ چکے ہوتے۔

گیارہ تاریخ کی رات کو مشروبہ کے دماغ سے یہ اطلاع ملی کہ دوسرے دن بارہ تاریخ کو ایم آئی ایم کا سربراہ ایک خصوصی فلائٹ سے دوپہر ایک بجے تل ابیب پہنچ رہا ہے۔ وہاں کی فوج' پولیس اور انتظامیہ اور زیادہ مستعد ہوگئی۔ سربراہ سے دوستی اور دشمنی کے سلسلے میں جتنے اقدامات کیے گئے تھے ان پر نظرثانی ہونے لگی۔ تمام انتظامات کو بار بار چیک کیا جانے لگا تاکہ کوئی غلطی یا کمی نہ رہ جائے۔

شی تارا بھی وہاں پہنچ گئی تھی۔ اس نے ایک ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے پارس سے کہا "میں آگئی ہوں' تم کہاں ہو؟"

"تم کب آئی ہو؟"

"ابھی دو گھنٹے پہلے۔"

"تعجب ہے۔ دو گھنٹے پہلے دنیا میں آئیں اور بولنے بھی لگیں۔"

"میں اسی دنیا کے ایک ملک کے ایک شہر تل ابیب میں ہوں۔ فضول باتوں سے پرہیز کرو اور بتاؤ کہ کہاں ہو اور ہماری ملاقات کہاں ہوگی؟"

"میں وہاں آؤں گا تو ملاقات ہوگی۔ میں نے ٹی وی کے ذریعے اعلان سنا ہے کہ وہ سربراہ کل دوپہر ایک بجے تل ابیب پہنچے گا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کسی طرح اُس کا جہاز لیٹ کردوں اور ٹھیک اس کے مقرر کردہ وقت پر وہاں پہنچ جاؤں۔"

"میری بات مانو اور اس سے پہلے پہنچ جاؤ۔ میرے ساتھ رہ کر دوری سے ایک تنظیم کے دو سربراہوں کے یہاں پہنچنے کا تماشا دیکھو۔"

"دنیا کہتی ہے کہ عورتوں کے مشوروں پر چلنے والا کہیں نہ کہیں ضرور ٹھوکر کھاتا ہے اور ابھی اس دوسرے سربراہ نے اپنی آمد کے وقت کا اعلان نہیں کرایا ہے۔"

"ہاں سوچنے کی بات ہے کہ وہ دوسرا سربراہ خاموش کیوں ہے؟ اگر اس نے شام تک اپنی آمد کی اطلاع نہ دی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ دوسرا شخص فراڈ ہے۔ اس نے اصلی سربراہ کے آنے کی اطلاع سن لی ہے اس لیے شاید یہاں اب نہیں آئے گا۔"

"آہ! ایسا نہ کہو شی تارا! وہ نہیں آئے گا تو تم وہاں اکیلی رہ جاؤ گی۔"

"تم نے پھر بکواس شروع کردی۔ جہنم میں جائے وہ فراڈ سربراہ۔"

"ارے کیوں۔ مجھے جیتے جی جہنم میں بھیج رہی ہو۔ وہ دوسرا سربراہ میں ہی ہوں۔ اب بولو آؤں یا نہ آؤں؟"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا رات کو جس نے سربراہ بن کر فراڈ کیا تھا' وہ تم تھے یا تمہاری مال تھی؟"

"وہ میری چال تھی۔ تم میرے قتل ابیب آنے پر اعتراض کررہی تھیں۔ اس لیے میں نے پہلے تمہیں یہاں پہنچادیا ہے اب تم اعتراض نہیں کروگی۔ بلکہ مجھے سرکے بل آنے کو کہوگی۔"

"تم کتنے بدمعاش ہو۔ فارگاڈ سیک جتنی جلدی ہوسکے' چلے آؤ۔"

"اوکے۔ یہ تو بتاؤ کتنی جلدی چلا آؤں؟"

"میں تو چاہتی ہوں۔ پلک جھپکتے ہی چلے آؤ۔"

"تو پھر اپنی پلکیں جھپکنے سے پہلے اپنا یہ دروازہ کھولو۔ میں آجاؤں گا۔"

اس نے دماغی طور پر حاضر ہوکر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر دوڑ کر اسے کھولا تو اس کا محبوب نگاہوں کے سامنے تھا۔ وہ چیخ مار کر اُس کے گلے سے لگ گئی۔ وہ اسے گلے سے لگائے کمرے کے اندر آگیا۔ پھر دروازے کو بند کرکے بولا "کیا ہوٹل والوں کو ہماری ملاقات کا تماشا دیکھنا چاہتی ہو؟ اپنی خوشی کو قابو میں رکھو۔ میں اسی ہوٹل کے ایک کمرے میں ایک سیاح کی حیثیت سے ہوں مگر ہم کل شام تک ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ رکھا کروگی۔"

"تم کہتے ہو تو یہی سہی۔ مگر ہمارے ایک ساتھ رہنے میں کیا نقصان ہے؟ کوئی ہمیں نہیں پہچانے گا۔"

"دشمنوں کو احمق نہ سمجھو۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی بُرا وقت آئے تو ہم ایک ساتھ گرفت میں نہ آئیں۔ ہم میں سے کوئی ایک اُن کی نظروں میں آئے گا تو دوسرا محفوظ رہ کر اس کے لیے دشمنوں کے خلاف جوابی کارروائی کرے گا۔"

"تم درست کہتے ہو۔ مگر جب تک یہ دروازہ بند ہے' تب تک تو ہم ایک دوسرے کی آغوش میں رہ سکتے ہیں۔"

پارس نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ پھر وہ دروازہ بند ہی رہا۔

دوسرے دن دوپہر ایک بجے وہ خاص طیارہ پرواز کرتا ہوا تل ابیب ایک رن وے پر ٹھہر گیا۔ وہاں اسرائیلی حکام اور فوج کے افسران ایم آئی ایم کے سربراہ کا استقبال کرنے آئے تھے۔ فوج کے مسلح جوان کئی قطاروں میں الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ طیارے کا دروازہ کھلا۔ پہلے ایک ائرہوسٹس مسکراتی ہوئی باہر آئی۔ پھر دو مسلح مجاہدین باہر سیڑھی کے اوپری حصے میں آئے۔ ایک نے میگا فون کے ذریعے کہا "جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں۔ ہمارا تعلق مجاہدین اسلامک مشن سے ہے۔ آپ نے خیرسگالی کے طور پر ہماری تنظیم کے رہنما کو دعوت دی تھی۔ ہمارے یہ راہنما دعوت کو قبول کرتے ہوئے تشریف لے آئے ہیں اور اب آپ کے روبرو آرہے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوئی تو طیارے کے اندر سے ایم آئی ایم کا ایک مخصوص مجاہدانہ نغمہ گونجنے لگا۔ اُس نغمہ کی گونج میں ایک نڈر آور شخص طیارے سے باہر آیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا "میں آپ

کے ملک میں آیا ہوں اور یہ دیکھنے والا ہوں کہ یہاں دوستوں کے درمیان ہوں یا دشمنوں کے؟"

یہ کہہ کر وہ سیڑھیاں اترتا ہوا آیا۔ پھر وہاں کے حکام سے اور فوجی افسران سے مصافحہ کرنے لگا۔ وہ سب بڑی گرم جوشی سے اسے خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ پھر اسے ایک شاندار گاڑی میں بٹھایا گیا۔ آگے پیچھے بھی گاڑیاں تھیں۔ وہاں کا اعلیٰ حاکم اور ایک اعلیٰ فوجی افسر اُس سربراہ کے ساتھ بیٹھے بڑی خوش دلی اور خوش مزاجی سے گفتگو کررہے تھے۔

پھر وہ گاڑیاں ائرپورٹ کی عمارت کے داخلی دروازے کے قریب رک گئیں۔ ایم آئی ایم کا سربراہ پھولوں کے ہار سے لدا ہوا تھا۔ وہ سب گاڑیوں سے اتر کر عمارت کے اندر جانے لگے۔ سربراہ نے تمام ہار اتار کر ایک مسلح مجاہد کو دے دیئے۔ طیارے سے باہر آتے وقت ہی بے شمار ویڈیو کیمرے آن ہوگئے تھے۔ جب وہ عمارت کے اندر آیا تو وہاں خفیہ طور پر جگہ جگہ نصب اینٹی میک اپ کیمرے سربراہ کی تصاویر اتارتے جارہے تھے۔

اسرائیلی ملٹری انٹیلی جنس کے نامور جاسوس ایک کمرے میں بیٹھے ٹی وی اسکرین پر سربراہ کی آمد کا منظر دیکھ رہے تھے اور ایک الیکٹرانک خود کار مشین کے ذریعے وہ تصاویر باہر نکل رہی تھیں' جو اینٹی میک اپ کیمرے سے اتر رہی تھیں۔ ان سراغرسانوں نے مسکرا کر ایک ایک تصویر کو دیکھا۔ ان کا اندازہ درست نکلا۔ وہ سربراہ میک اپ میں آیا تھا۔ اس کے دائیں بائیں چلنے والے مسلح مجاہدین اور پیچھے آنے والے اس کے مشیر بھی میک اپ میں تھے۔ لیکن اینٹی میک اپ کیمرے کی تصاویر ان کے اصلی چہرے کی تصویریں دکھا رہی تھیں۔

یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری آدم' الپا' تالبوٹ اور موناروان سراغ رسانوں کے دماغوں سے معلومات حاصل کررہے تھے۔ برین آدم اور دوسرے آدم برادرز بھی ایک کمرے میں بیٹھے ٹی وی اسکرین کو بھی دیکھ رہے تھے اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی رپورٹس وغیرہ بھی سن رہے تھے۔

الپا نے شدید حیرانی سے برین آدم سے کہا "بگ برادر! وہ سربراہ میک اپ میں ہے۔ اس میک اپ کے پیچھے شطرنج کے عالمی چیمپئن مائیک ہرارے کا چہرہ چھپا ہوا ہے۔"

اس وقت میں مرینا کے دماغ میں تھا۔ مرینا ایک یہودی فوجی گارڈ کے اندر تھی۔ وہ گارڈ سربراہ (مائیک ہرارے) کے ساتھ اور ایک مجاہد کے ساتھ چل رہا تھا۔ میں نے کہا "مرینا! کم آن' مائیک ہرارے کو گولی مارو۔"

وہ کام جو میں مرینا سے لے رہا تھا' اسے خود کرسکتا تھا مگر پارس کے منصوبے کے مطابق شی تارا کو اس لیے قتل ابیب پہنچایا گیا تھا اور مرینا کو گھریلو زندگی سے نکال کر اس لیے ایکشن میں لایا گیا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہونے سے پارس وہاں رہ کر دونوں سے بڑے کام لے سکتا تھا۔

پھر یہ کہ مائیک ہرارے کو جان سے مارنا نہیں تھا۔ صرف زخمی کرنا تھا۔ جیسے ہی مرینا نے اس فوجی گارڈ کے ذریعے نشانہ لے کر گولی چلائی۔ میں نے نشانے کو ذرا بہکا دیا۔ گولی مائیک ہرارے کے بازو کا گوشت چیرتی ہوئی نکل گئی۔ وہ اچھل کر فرش پر گرا۔ بھگدڑ سی پیدا ہوئی اور اس فوجی گارڈ کو فوراً حراست میں لے لیا گیا۔

دوسری طرف تمام یہودی خیال خوانی کرنے والے زخمی مائیک ہرارے کے دماغ میں اس کی چالوں کو سمجھنے کے لیے آئے اور یہی پارس کا منصوبہ تھا کہ یہودی خفیہ تنظیم کے تمام چوہے ایک ایک کرکے اپنی بل سے نکلیں۔ وہ لوگ ایم آئی ایم کے سربراہ تک پہنچنا چاہتے تھے۔ پارس نے برسوں تک پراسرار رہنے والی یہودی تنظیم کے سربراہ تک پہنچنے کا راستہ کھول دیا تھا۔

یہودیوں کو زیادہ سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت رہتی ہے۔ جہاں کوئی ملتا ہے' فوراً اس پر جھپٹ پڑتے ہیں۔ اب ان پر یہ انکشاف ہونے والا تھا کہ مائیک ہرارے بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہ اس کا برین واش کریں گے' اپنی خفیہ یہودی تنظیم میں شامل کریں گے لیکن یہ نہیں جان پائیں گے کہ ہم مائیک ہرارے کے اندر موجود رہتے ہیں۔

اور کامیابی کی طرف لے جانے والا یہ منصوبہ شیطانوں کے شیطان پارس کا تھا۔

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

سونا گھاٹ کا پجاری

قیمت: ۳۰/- روپے ○ الگ الگ: ۱۰/- روپے

- ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مر گیا تھا لیکن اس کی لاش مذہب کے تہہ خانے میں اصلی حالت میں موجود تھی۔
- سونا گھاٹ کے علاقے پر اس مُردہ پجاری کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر جیتا جاگتا انسان کو نظر آتا تھا۔
- ایک مظلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو عداوت سے تنگ آکر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کرلیں۔
- وہ خاتون جو بدترین شخص بن گیا جسے کن ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔

بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟

ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

اژدہا	اقابلا	غلام روحیں
۱۰ حصے، ۲۰ روپے	۱۰ حصے، ۲۰ روپے	۱۰ حصے، ۲۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

سپر ماسٹر اور فوج کے تین اعلیٰ افسران نے بڑی دانش مندی سے فیصلہ کیا تھا کہ شطرنج کے عالمی چیمپئن اور ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو دوبارہ ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے تاکہ وہ وفادار ہونے کے علاوہ جاں نثار بھی بن جائے اور کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی جبراً حاوی ہونا چاہے تو وہ انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی میں چھپا ہوا زہر کھا کر جان پر کھیل جائے اور یوں اس کی ٹیلی پیتھی کا علم کسی دشمن کے کام نہ آئے۔

میں یہ بات پچھلے ابواب میں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے سپر ماسٹر اور اس کے ملک کے زیادہ کام نہیں آتے تھے اور ہمارے یا یہودی خیال خوانی کرنے والوں کے جال میں پھنس جاتے تھے۔ سپر ماسٹر نے انہیں آئندہ دوسروں کے جال میں پھنسنے سے بچانے کے لیے یہ تدبیر کی تھی۔ تھری ڈی کو بھی دوبارہ مشین سے گزار کر انہیں ایک ایک انگوٹھی پہنا دی تھی۔ ویسے یہ پلاننگ اچھی تھی اور قابلِ عمل بھی تھی۔ لیکن میں نے اور جمیلہ رازی نے ان تینوں ڈی کو انگوٹھی کا زہر ان کی اپنی مرضی سے استعمال کرنے نہیں دیا تھا اور انہیں کسی طرح باری باری ختم کر دیا تھا۔ یہ تمام واقعات بیان ہو چکے ہیں۔

شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے کٹر عیسائی اور اپنے ملک کا وفادار تھا۔ وہ اپنی ذہانت اور ٹیلی پیتھی سے ملک اور قوم کے کام آنا چاہتا تھا لیکن جان دینا نہیں چاہتا تھا۔ اکثر لوگ اپنے وطن سے بے انتہا محبت کرتے ہیں اور وطن کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ لیکن اپنی جان کی بازی نہیں لگاتے۔ کیونکہ وہ طبعی عمر تک زندہ رہ کر اپنی صلاحیتوں کے مطابق حب الوطنی کے فرائض انجام دیتے رہنا چاہتے ہیں۔

مائیک ہرارے بھی طبعی عمر تک زندہ رہنا چاہتا تھا۔ انگوٹھی کے زہر سے خودکشی کرنا منظور نہیں تھا۔ لیکن اسے ہیڈ کوارٹر کے بنگلے میں قید کر دیا گیا تھا۔ اسے ذوالفقار ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر جاں نثار بنایا جانے والا تھا۔ وہ بے بس ہو گیا تھا۔ فوجی ہیڈ کوارٹر سے فرار ہو کر جاں نثاری کے جذبے سے جان نہیں چھڑا سکتا تھا۔

ایسے ہی بُرے وقت میں ہم نے مائیک ہرارے کا ساتھ دیا۔ اسے جاں نثاری سے بھی محفوظ رکھا اور ٹرانسفارمر مشین تک بھی ہماری رسائی ہو گئی۔ یہ سب کچھ اتنی رازداری سے ہوا تھا کہ سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ وہ سب یہی سمجھتے رہے کہ مائیک ہرارے پہلے محض وفادار تھا' اب جاں نثار بھی بن گیا ہے۔

پھر یہ کہ وہ سب مائیک ہرارے کی ذہانت اور چال بازی کو مانتے تھے اور بہت سے مسائل کو حل کرنے کے لیے اس کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔ جب یہ مسئلہ سامنے آیا کہ ایم آئی ایم کا سربراہ تل ابیب آنے والا ہے اور ایسے وقت کس طرح اس سربراہ کی اصلیت معلوم کی جائے تو مائیک ہرارے نے مشورہ دیا کہ اپنے اور ایک ملٹری جاسوس کو امریکی نمائندہ بنا کر اسرائیل بھیجا جائے۔ اسرائیلی حکام بیشتر معاملات میں امریکی نمائندوں اور مشیروں کو شریک کرتے ہیں۔ انہوں نے مائیک ہرارے اور اس کے ساتھی ملٹری جاسوس کو تل ابیب میں سہولتیں فراہم کی تھیں۔ یہ تمام واقعات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔ لیکن اصل واقعہ ابھی بیان کرنے کے لیے رہ گیا ہے۔

اور اصل واقعہ یہ ہے کہ مائیک ہرارے ایک جاسوس کے ساتھ جس طیارے میں سفر کر رہا تھا' اس طیارے نے ایک گھنٹے کے لیے لندن میں اپنی پرواز ملتوی کی تھی۔ ہرارے کئی مسافروں کے ساتھ اتر کر ائرپورٹ کے ویٹنگ روم میں آیا۔ وہاں ہم نے پہلے سے ایک ڈی مائیک ہرارے تیار کر رکھا تھا۔ اصلی مائیک ہرارے کے دماغ پر سلمان مسلط رہا۔ اس اصلی نے نقلی ہرارے کو اپنا پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات دے دیئے۔ وہ ڈی ہرارے تمام چیزیں لے کر طیارے میں آ گیا۔ وہ ڈی ایک یہودی تھا جس پر باربرا نے تنویمی عمل کر کے مائیک ہرارے بنا دیا تھا۔

ادھر سلمان نے اصلی مائیک ہرارے کو لندن کے ایک کاٹیج میں پہنچایا۔ وہاں اس پر عارضی تنویمی عمل کر کے اسے ایم آئی ایم کا سربراہ بنا دیا اور اس کے دماغ میں یہ نقش کر دیا کہ تل ابیب میں جب وہ گولی کھا کر زخمی ہو گا تو اسے یاد آ جائے گا کہ وہ ایم آئی ایم کا سربراہ نہیں بلکہ مائیک ہرارے ہے۔

اور جب یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے تنویمی عمل کے ذریعے اس کا برین واش کریں گے اور اس کے دماغ کے نہ خانے سے معلومات حاصل کریں گے تو ہرارے پھر بھولا رہے گا کہ وہ دماغی طور پر سلمان کے زیرِ اثر رہتا ہے۔

اسے سربراہ بنانے کے بعد دو اور یہودیوں کو ٹریپ کر کے انہیں باڈی گارڈ مجاہدین بنا دیا گیا۔ یوں اعلان کے مطابق ان سب کو ایم آئی ایم کا سربراہ اور مجاہدین بن کر مقررہ وقت کے مطابق ایک خصوصی طیارے میں تل ابیب پہنچا دیا گیا۔ میں نے پارس کو اور اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سمجھا دیا تھا کہ مائیک ہرارے کو کم سے کم نقصان پہنچایا جائے۔ میں نے ہرارے سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آزاد رہے گا اور اپنے طور پر اپنے ملک کے لیے کام کرے گا۔ لہٰذا تل ابیب میں پارس کا مقصد پورا ہونے کے بعد ہرارے کو پھر یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے چنگل سے رہا کرا دیا جائے گا۔ پھر وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے گا چلا جائے گا۔

تل ابیب میں جس طرح مائیک ہرارے کو ایم آئی ایم کا سربراہ سمجھ کر خوش آمدید کہا گیا۔ پھر جس طرح مرینا نے ایک آلہ کار کے ذریعے ہرارے کو زخمی کیا۔ ان تمام واقعات کا میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ سربراہ کے بہروپ کے پیچھے اصل مائیک ہرارے کس طرح پہنچ گیا۔ اب آپ اس کے بعد کے واقعات ملاحظہ کریں۔

○☆○

اسرائیلی انٹیلی جنس والے اور یہودی خفیہ تنظیم کے تمام آدم برادرز اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اینٹی میک اپ کیمروں کی تصاویر کے ذریعے پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ ایم آئی ایم کا سربراہ بہروپیا ہے اور اس کے پیچھے شطرنج کا وہ عالمی چیمپئن مائیک ہرارے چھپا ہوا ہے جو امریکا سے ایک جاسوس کے ساتھ آیا ہے۔

یہ تمام یہودی اکابرین کے لیے حیرانی کی بات تھی کہ امریکا کی طرف سے آنے والا مائیک ہرارے ایم آئی ایم کا سربراہ کیسے بن گیا ہے؟ برین آدم نے فوراً ہی اس رہائش گاہ میں فون کیا' جہاں انہوں نے سرکاری طور پر مائیک ہرارے کو ٹھہرایا تھا۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہیلو میں مائیک ہرارے بول رہا ہوں۔"

برین آدم نے پوچھا۔ "مسٹر ہرارے! کیا ہمارے اس شہر میں تمہارا کوئی ہم شکل بھی ہے۔"

وہ بولا۔ "آپ یہ کیسا سوال کر رہے ہیں۔ اتنی بڑی دنیا میں کتنے ہی لوگ ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں۔ بلکہ بالکل ہی ہم شکل ہوتے ہیں۔ کیا آپ نے میرے کسی ہم شکل کو دیکھا ہے؟"

برین آدم نے ریسیور رکھ کر الپا سے کہا۔ "میجر برنارڈ سے کہو جس بنگلے میں مائیک ہرارے ہے اس کا محاصرہ کر لے۔ اسے بنگلے سے باہر نہ جانے دے۔ میری آدم اس کرنل کے دماغ میں ہے جو ایم آئی ایم کے فراڈ سربراہ کا استقبال کر رہا ہے تم بھی میجر برنارڈ کو میرا حکم سنا کر کرنل کے پاس چلی جاؤ۔ معلوم تو ہو کہ یہ دو سرا مائیک ہرارے کون ہے؟"

الپا نے برین آدم کی ہدایات پر عمل کیا۔ پھر وہ بھی کرنل کے دماغ میں آئی۔ وہاں میری آدم سے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسی وقت مرینا نے ایک فوجی گارڈ کے دماغ میں رہ کر گولی چلائی۔ میں نے نشانہ ذرا سا بہکا دیا۔ وہ گولی مائیک ہرارے کے بازو کے گوشت کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ گولی چلانے والے فوجی گارڈ کو حراست میں لے لیا گیا۔

ادھر الپا اور میری آدم یہ سوچ رہے تھے کہ وہ فراڈ سربراہ یوگا کا ماہر ہو گا۔ لیکن اس کے زخمی ہوتے ہی وہ دونوں اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اس کے خیالات پڑھتے ہی سب سے پہلے یہ معلوم ہوا کہ وہ اصلی مائیک ہرارے ہے اور وہ صرف شطرنج کا ناقابلِ شکست کھلاڑی ہی نہیں بلکہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔

خفیہ یہودی تنظیم کا ایکسرے مین مارٹن بھی ہرارے کے اندر پہنچا ہوا تھا اور ان سب کا خفیہ پراسرار سربراہ داؤد منڈولا بھی اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کر رہا تھا کہ وہ سپر ماسٹر کا صرف خیال خوانی کرنے والا ہی نہیں بلکہ بہت سے اہم معاملات میں اس کا مشیر بھی تھا اور بڑی ہی شاطرانہ چال چلتا تھا۔

یہی چال اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ کتنا شاطر ہے۔ اس نے اور امریکی اکابرین نے یہودیوں پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا کہ مائیک ہرارے ٹیلی پیتھی بھی جانتا تھا۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ اپنی ٹیلی پیتھی کو راز میں رکھ کر خفیہ یہودی تنظیم تک پہنچے آیا تھا۔ یعنی اسرائیل کی پشت پناہی کرنے والا امریکا دہری چال چل رہا تھا۔ ایک تو یہودیوں کی حمایت میں ایم آئی ایم کے اصل سربراہ کو بے نقاب کرنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف درپردہ خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ تک پہنچنے کا مقصد لے کر آیا تھا۔

الپا نے برین آدم کے پاس آ کر کہا۔ "باس برادر! وہ بہروپیا سربراہ اصلی مائیک ہرارے ہے اور اس کے چور خیالات نے یہ زبردست انکشاف کیا ہے کہ ہرارے ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "یہ تو بڑی چونکا دینے والی بات ہے۔ میں ابھی ہرارے کو اپنی تنظیم کے خفیہ آپریشن تھیٹر میں پہنچانے کا بندوبست کر رہا ہوں۔ تم اور میری اس کے دماغ پر حاوی رہو تاکہ دوسرے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں جگہ نہ بنا سکیں۔"

وہ داؤد منڈولا کی مرضی کے مطابق بولی۔ "پلیز آپ فوراً ہرارے کو بے ہوشی کا انجکشن لگوائیں' سب سے پہلے دشمنوں کا راستہ روکیں۔ اور اگر دشمن پہلے سے اس کے اندر ہیں تو اس کے بے ہوش ہوتے ہی باہر نکل جائیں گے۔"

تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور دوسرے آدم برادرز تیزی سے حرکت میں آ گئے تھے۔ ایک فوجی ڈاکٹر نے آ کر ہرارے کو ایک انجکشن کے ذریعے بے ہوش کر دیا تھا۔ کئی ویڈیو کیمرے ان تمام مناظر کو سٹائٹ کے ذریعے ساری دنیا کے ٹی وی اسکرین پر پیش کر رہے تھے۔ ایک فوجی افسر نے کیمرے کو دیکھتے ہوئے کنٹری کی اور کہنے لگا۔ "ناظرین! آپ ایم آئی ایم کے سربراہ کی آمد پر ایسے مناظر دیکھ رہے ہیں' جو ہماری اور آپ کی توقع کے خلاف ہیں۔"

وہاں دو ماہر ڈاکٹر اور ایک جاسوس آ گیا تھا۔ کنٹری ہو رہی تھی "ناظرین جس سربراہ کو زخمی دیکھ رہے ہیں یہ ایک فراڈ ہے۔ اور بہروپیا ہے۔ ابھی آپ کی نگاہوں کے سامنے یہ ماہرین اس کے چہرے کا میک اپ صاف کر رہے ہیں۔ آپ توجہ سے دیکھیں۔ تاکہ اسرائیلی حکومت پر الزام نہ آئے کہ ہم نے اصلی سربراہ کو زخمی کر کے گرفتار کیا ہے۔"

اس کنٹری کے دوران چہرے کا میک اپ صاف کر دیا گیا تھا اور اب اسکرین پر مائیک ہرارے کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ کنٹری کرنے والا شخص کہہ رہا تھا۔ "بے شمار ناظرین اسے پہچانتے ہوں گے کہ یہ شطرنج کا عالمی چیمپئن ہے اور اس کے ساتھ جو مجاہدین آئے ہیں' آپ انہیں بھی اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ ان کے چہروں سے بھی میک اپ اتر رہا ہے اور یہ ساری دنیا کے سامنے ثابت

ہو رہا ہے کہ ایم آئی ایم کے سربراہ نے صرف ہمیں فریب نہیں دیا ہے بلکہ آپ سب کو بھی ہمارے ساتھ احمق بنایا ہے۔"

مائیک ہرارے اور اس کے ساتھ آنے والے دونوں مجاہدین اپنے اصلی چہروں کے ساتھ نظر آرہے تھے۔ ہرارے بے ہوش ہو چکا تھا۔ اسے اسٹریچر پر ڈال کر فوج کی نگرانی میں ایک گاڑی میں لے جایا جا رہا تھا۔ کنٹری کرنے والے نے کہا۔ "ناظرین! ایم آئی ایم کا سربراہ اپنی آمد کا جو ڈراما پلے کر رہا تھا' وہ ختم ہو چکا ہے۔ وہ بھونپا بے ہوش ہو گیا ہے۔ اس کے ہوش میں آنے کے بعد اس کا بیان لیا جائے گا۔ پھر جو حقیقت سامنے آئے گی وہ آپ کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔ تب تک کے لیے ہم یہ سٹائٹ کے ذریعے پیش ہونے والے پروگرام کو ملتوی کر رہے ہیں۔"

واشنگٹن میں سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران ٹی وی اسکرین پر یہ تمام مناظر دیکھ رہے تھے۔ جب بھونپے سربراہ کا میک اپ صاف کیا گیا اور انہیں مائیک ہرارے کا چہرہ نظر آیا تو وہ بڑی بے یقینی سے اسکرین کو یوں گھورنے لگے جیسے آنکھیں غلط دیکھ رہی ہوں۔ یا ٹی وی کے ذریعے غلط منظر پیش کیا جا رہا ہو۔

سپر ماسٹر نے ریسیور اٹھا کر فوراً ہی ہاٹ لائن پر برین آدم سے رابطہ کیا۔ اس کے ماتحت نے کہا "مسٹر آدم بہت مصروف ہیں۔ آپ پیغام دے سکتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "مسٹر برین آدم سے کہو۔ اسکرین پر جو مائیک ہرارے نظر آرہا ہے۔ وہ فراڈ ہو گا اور اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ فوج کے کسی اعلیٰ افسر سے میری بات کراؤ۔"

تھوڑی دیر بعد ایک فوجی افسر نے کہا۔ "ابھی ہمیں آپ کا پیغام ملا ہے۔ آپ لوگ میٹھا زہر ہیں۔ حلق سے اترتے وقت کڑواہٹ کا پتا نہیں چلتا ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تصدیق کی ہے کہ وہ آپ ہی کا بھیجا ہوا اصلی مائیک ہرارے ہے۔ کیا آپ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو جھٹلائیں گے۔"

"ہم حیران ہیں کہ ہمارا مائیک ہرارے ایک جاسوس کے ساتھ پچھلے ہی دن آپ کے پاس پہنچ گیا۔ پھر وہ آج ایک خصوصی طیارے سے کیسے آیا؟ دو مائیک ہرارے تو ہو نہیں سکتے۔"

"دو ہیں۔ ابھی ایک مائیک ہرارے اپنے جاسوس کے ساتھ یہاں ایک بنگلے میں ہے اور ہم ذرا فرصت سے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ دوسرا ہرارے کون ہے؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "پھر تو ہم یقین سے کہتے ہیں کہ وہ دوسرا ہمارا اصلی مائیک ہرارے ہے۔"

"خیال خوانی کرنے والے اصلی کو پہچانتے ہیں۔ انہوں نے زخمی ہرارے کے دماغ سے وہ راز معلوم کیا ہے' جسے تم نے ہم سے چھپایا تھا۔"

"تم سارے یہودی ہمارے دوست ہو اور دوستوں سے راز چھپائے نہیں جاتے۔"

"بڑے اچھے دوست ہو۔ کیا ہم سے یہ نہیں چھپایا گیا کہ تم نے مائیک ہرارے کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔"

"یہ ہمارے ملک کا راز ہے کہ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے کون کون لوگ ہیں۔ ہم نے کبھی تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد نہیں پوچھی۔ تمہیں بھی نہ پوچھنا چاہیے' نہ شکایت کرنا چاہیے۔"

"ہمارے ملک میں جو بھی آئے گا اور اس کے متعلق مکمل رپورٹ ہم حاصل کرتے ہیں اور آپ نے ہرارے کے بارے میں ہم سے کہا تھا کہ مکمل رپورٹ دی جا رہی ہے۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو ہم اسے اپنے ملک میں آنے ہی نہ دیتے۔"

"آپ لوگ ایک معمولی سی بات کو بڑھا رہے ہیں۔ اگر آپ کو اعتراض ہے تو مائیک ہرارے کو واپس بھیج دیں۔"

دوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا گیا۔ "ہم ایسے نادان نہیں ہیں کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا قیمتی سرمایہ ملے اور ہم اسے واپس کر دیں۔ ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسے اپنے پاس رکھیں گے۔"

"آپ لوگ ایسا نہیں کریں گے۔ اسے واپس کریں گے۔ ورنہ ہماری آپس کی کشیدگی دونوں کو نقصان پہنچائے گی۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "ہمارے اور امریکی حکومت کے درمیان جو معاہدہ ہوتا ہے' جو لین دین ہوتا ہے یا ہمارے دونوں ملکوں میں ایک دوسرے کی آمد و رفت ہوتی ہے۔ وہ سب تحریری ہوتی ہے۔ مائیک ہرارے کی یہاں آمد کے متعلق آپ کی جو تحریری رپورٹ ہے۔ اس میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ مائیک ہرارے ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ لہٰذا آپ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہرارے کی واپسی کا مطالبہ نہ کریں۔"

"یعنی آپ مائیک ہرارے کو اپنے ملک میں قیدی بنا کر رکھیں گے؟"

"ہرگز نہیں۔ وہ دوسرا مائیک ہرارے جو ایک جاسوس کے ساتھ آیا ہے اسے واپس کر دیں گے۔"

"یعنی آپ لوگ ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے پر قبضہ جمائیں گے۔ کیا یہ نہیں سمجھ رہے ہو کہ وہ ایم آئی ایم کا سربراہ اپنی آمد کی جھوٹی اطلاع دے کر ہم دو ممالک کو آپس میں لڑا رہا ہے؟"

"اس سربراہ سے گفتگو ہو گی تو ہم پوچھیں گے کہ وہ ہمیں ایک دوسرے سے کیوں لڑا رہا ہے؟ پھر یہ حقیقت بھی ہم معلوم کریں گے کہ اس سربراہ نے واقعی ہمارے ہاں آنے کا فیصلہ کیا تھا یا آپ مائیک ہرارے کو سربراہ بنا کر اور ہمارے پاس بھیج کر اس ہرارے کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے ملک کے اندرونی راز جاننے کی فکر میں تھے؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "آپ ایک اسرائیلی فوجی افسر ہیں' آپ فوج کے معاملات کو سمجھتے ہیں لیکن یہ موجودہ معاملہ آپ کا نہیں ہے۔ آپ کا کوئی بڑا عہدیدار جو سیاسی باریکیوں کو سمجھتا ہو' وہ مجھ سے گفتگو کرے تو بہتر ہے۔ آپ نہیں جانتے کہ آپ اس معاملے کو غلط رنگ دے کر امریکا جیسے دوست اور سب سے بڑے محسن پر جھوٹا الزام عائد کر رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "میں صرف ایک فوجی افسر نہیں بول رہا ہوں۔ میرے اندر داؤد منڈولا ہے اور وہ آپ کی سیاسی سازشوں کو خوب سمجھتا ہے۔ میں اسی منڈولا کی ہدایات پر ابھی بول رہا ہوں۔"

سپر ماسٹر چند لمحات تک خاموش رہا پھر بولا۔ "اچھا تو میں اتنی دیر سے اُس منڈولا سے باتیں کر رہا ہوں' جو ہم سے باغی ہو کر ہمیں دھوکا دے کر وہاں اسرائیل میں بیٹھا ہوا ہے۔"

اس بار اس فوجی افسر کے منہ سے داؤد منڈولا کی آواز اور لہجہ سنائی دیا۔ "میں نے دھوکا دینا تم لوگوں سے سیکھا ہے۔ تم لوگ یہودیوں کو دوست نہیں بلکہ اسلامی ممالک کے خلاف ایک مہرہ بناتے ہو۔ اگر مملکت اسرائیل کو تم سے ۲۵ فیصد فائدے حاصل ہوتے ہیں تو تمہیں ہماری حکومت سے ۱۰۰ فیصد فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔"

"تم غیر ضروری باتیں کر رہے ہو۔ موجودہ حالات پر گفتگو کرو۔"

"تم نے مجھے الزام دیا کہ میں تم لوگوں کو دھوکا دے کر اسرائیل چلا آیا ہوں۔ لہٰذا پہلے اس کا جواب سن لو۔ اور یہ جواب نہ بھی دوں تو تم اپنی کم ظرفی کو سمجھتے ہو۔ مجھ سے پہلے تم نے ایک داؤد منڈولا کو گولی مار کر سمندر میں پھینک دیا تھا۔ اُس منڈولا کی جگہ میں نے جنم لیا اور انتقاماً تم لوگوں سے باغی ہو کر یہاں چلا آیا۔"

"جب ہم نے ایک منڈولا کو ہلاک کیا تھا۔ اس وقت اس کا تعلق اسرائیلی حکومت سے نہیں تھا۔ وہ ایک امریکی باشندہ تھا۔ ہم نے اسے اس کے ایک جرم کی سزا دی تھی۔ وہ معاملہ مختلف تھا۔ میں وہاں کے بڑے عہدیدار برین آدم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں تمہاری گفتگو میں نہ سنجیدگی ہے۔ نہ دانشمندی۔۔۔۔۔"

"مسٹر برین آدم سے گفتگو کرنے کے لیے پتا نہیں تمہیں کتنے گھنٹوں تک انتظار کرنا پڑے گا' کیونکہ وہ ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ مائیک ہرارے کا برین واش کرنے میں مصروف ہے۔"

سپر ماسٹر نے ریسیور رکھ کر سامنے بیٹھے ہوئے فوج کے اعلیٰ افسر کو دیکھا پھر پریشان ہو کر کہا۔ "ہم نے ابھی جس بھونپے سربراہ کو اصل روپ میں دیکھا تھا' وہ واقعی ہمارا اصلی مائیک ہرارے ہے۔

فی الوقت سب سے بڑی پریشانی کی بات یہ ہے کہ وہ یہودیوں کے چنگل میں پھنس گیا ہے۔ وہ لوگ اس کا برین واش کر رہے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "یہ تو نہایت ہی تشویش ناک خبر ہے۔ مائیک ہرارے ہمارا سب سے ذہین اور شاطر ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ وہ بھی ہم سے چھینا جا رہا ہے۔ وہ یہودیوں کا تابعدار بن جائے گا تو ان کے خیال خوانی کرنے والوں کی قوت کتنی بڑھ جائے گی۔"

ایک اور افسر نے پوچھا۔ "کیا ہم ابھی کسی طرح یہودیوں کو اُس کی برین واشنگ سے نہیں روک سکتے؟"

سپر ماسٹر نے انٹر کام کے ذریعے پہلے پوجا سے پھر پاشا سے رابطہ کیا اور کہا۔ "فوراً میرے بنگلے میں آؤ۔ ہمیں ایک ہنگامی مسئلہ پیش آیا ہے۔ کم آن ہری اپ۔"

پھر اس نے ریکارڈ روم کے انچارج سے رابطہ کر کے کہا۔ "مائیک ہرارے کی ایک ویڈیو فلم فوراً لے کر آؤ۔"

پوجا اور پاشا کا قیام بھی وہیں ملٹری ہیڈ کوارٹر میں تھا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ریکارڈز بھی اسی ہیڈ کوارٹر میں تھے۔ وہ سب پندرہ منٹ کے اندر پہنچ گئے۔ انچارج ایک ویڈیو کیسٹ دے کر چلا گیا۔ سپر ماسٹر نے پوجا اور پاشا کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر ان سے کہنے لگا۔ "ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری نئی پلاننگ کے مطابق ایک دوسرے سے دماغی رابطہ نہیں رکھتا ہے جب انہیں رابطے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ موبائیل فون استعمال کرتا ہے۔ پوجا اور پاشا' تم دونوں بھی یہی کرتے ہو۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بہت ذہین شخص مائیک گرارے یہودیوں کی گرفت میں آگیا ہے اور وہ اس کا برین واش کر رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں مائیک ہرارے کے اندر جاؤ اور جو برین واشنگ ہو رہی ہے اس میں دشمنوں کو ناکام بناؤ۔"

پوجا نے کہا۔ "لیکن سر! ہم نے آج تک مائیک ہرارے کو نہ دیکھا ہے اور نہ ہی اس کی آواز سنی ہے۔"

سپر ماسٹر نے وہ ویڈیو کیسٹ ایک ٹی وی پر انہیں دکھایا' پوجا اور پاشا بڑی توجہ سے مائیک ہرارے کو ٹی وی اسکرین پر چلتے پھرتے اور بولتے دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔ "آپ ٹی وی بند کر دیں۔"

انہوں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر تھوڑی دیر بعد دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ پاشا نے کہا۔ "سر! میری سوچ کی لہریں بھٹک رہی ہیں۔ پہلی بار میں ایک ایسے دماغ میں پہنچا' جو غافل تھا۔ وہ شخص یقیناً بے ہوش ہو گا۔ میں نے پھر ایک بار کوشش کی۔ شاید مجھ سے ہرارے کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لینے کے سلسلے میں گڑبڑ ہو گئی تھی۔ دوسری بار میں مائیک ہرارے کے دماغ میں پہنچ گیا۔"

پوجا نے کہا۔ "میرے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہوا۔ میں پہلی بار

کسی غافل کے دماغ میں پہنچی دوسری بار جس مائیک ہرارے کے اندر پہنچی۔ وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا تھا اور کوئی یہودی خیال خوانی کرنے والا اس سے مختلف سوالات کررہا تھا۔ میں نے اس کے چور خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ وہ مائیک ہرارے ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔"

پاشا نے کہا۔ "میں نے بھی یہی معلوم کیا ہے۔ لیکن جو مائیک ہرارے ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ وہ ہماری ملٹری انٹیلی جنس کے ایک جاسوس کے ساتھ تل ابیب کے ایک بنگلے میں ہے۔"

سپرماسٹر نے کہا۔ "بات سمجھ میں آگئی۔ ہمارے جاسوس کے ساتھ جو ہرارے ہے وہ نقلی ہے۔ اور جو اصلی ہے وہ کہیں غافل پڑا ہے۔ یعنی اسے بے ہوش رکھا گیا ہے تاکہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر پہنچ کر اس کے کسی کام نہ آسکے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی ہمارے اصلی مائیک ہرارے کا برین واش نہیں کیا گیا ہے۔ اسے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے دور رکھنے کے لیے بے ہوش کردیا گیا ہے۔"

"ہاں۔ یہ بات ذرا اطمینان بخش ہے کہ یہودیوں کو ہمارے خیال خوانی کرنے والوں سے اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اندیشہ ہے کہ جب وہ برین واش کرتے رہیں گے اور ہرارے کو تنویمی عمل کے ذریعے تابعدار بناتے رہیں گے تو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے عمل کو ناکام بناتے رہیں گے۔"

ایک افسر نے پوچھا۔ "لیکن وہ مائیک ہرارے کو کتنے گھنٹوں اور کتنے دنوں تک بے ہوشی کی حالت میں رکھیں گے؟"

سپرماسٹر نے کہا۔ "انہوں نے اسے بے ہوش بنائے رکھنے کا یہ عارضی طریقہ اختیار کیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ دوسرے کون سے طریقے اختیار کرکے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہمارے ہرارے کو دور رکھ سکیں گے۔"

پھر اس نے پوجا اور پاشا سے کہا۔ "تم دونوں دوسری مصروفیات چھوڑ دو اور باری باری چھ گھنٹے تک مائیک ہرارے کے دماغ میں ہر پانچ دس منٹ کے وقفے سے جاتے رہو۔ وہ ہرارے کو تمہاری سوچ کی لہروں سے دور کرنے کا کوئی بھی طریقہ اختیار کریں تو فوراً ہمیں بتاؤ اور ان کے طریقہ کار کے سامنے رکاوٹ بن جاؤ۔"

پوجا نے کہا۔ "سر! جو مائیک ہرارے غافل پڑا ہوا ہے اس کے اندر ہماری یا کسی کی بھی سوچ کی لہریں چند سیکنڈ سے زیادہ نہیں رہ سکیں گی۔ یہودی خیال خوانی کرنے والے بھی شاید اب سوچ کی لہروں سے کام نہ لیں۔ وہ کسی اور طریقے سے ہرارے کی شخصیت کو تبدیل کرسکتے ہیں۔ ویسے ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے اور اس کے دماغ میں اپنی سوچ کی لہروں کو پہنچاتے رہیں گے۔"

سپرماسٹر نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ تم جاؤ اور اپنے اپنے بنگلے میں پہنچتے ہی اپنی اپنی ڈیوٹی کے مطابق ہرارے کے پاس جانا شروع کردو۔ اور مجھے اطلاع دیتے رہو کہ تم دونوں میں سے کون کب سے کب تک ڈیوٹی پر رہتا ہے۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تم میں سے کوئی اپنے فرائض میں کوتاہی تو نہیں کررہا ہے؟ اب جاؤ۔"

پوجا اور پاشا وہاں سے چلے گئے۔ سپرماسٹر نے کہا۔ "یہ کتابردار الیسہ، بلکہ ایک مضحکہ خیز بات ہے کہ ہمارے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے اور فی الوقت پوجا اور پاشا ہی دو کام کے ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ اور ہمارے دشمنوں کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنتی جارہی ہے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "ہمیں فوری طور پر دو اہم اقدامات کرنے ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ اسرائیل حکام سے ہر طرح کا تعاون ختم کیا جائے۔ ان سے کہا جائے کہ تمہارا ملک ایک چیونٹی کے برابر ہے۔ اگر تمام اسلامی ممالک متحد ہوگئے تو تمہیں ایک چٹکی میں مسل دیں گے۔ ہماری طرف سے اخلاقی اور غیر اخلاقی کسی طرح کی امداد تمہیں نہیں ملے گی۔ اگر اپنے سر پر سپر پاور کا سایہ رکھنا چاہتے ہو تو فوراً مائیک ہرارے کو رہا کرو۔ اگر اس کا برین واش کروگے تو مملکت اسرائیل دنیا کے نقشے سے واش ہوجائے گا۔"

سپرماسٹر نے کہا۔ "ہمارے صدر صاحب اسرائیلی حکام کو ایسی دھمکیاں دے کر مائیک ہرارے کو واپس بلاسکتے ہیں۔ آپ دوسرا کون سا قدم اٹھانے کو کہہ رہے ہیں؟"

"دوسرا قدم یہ کہ جتنی جلدی ممکن ہوسکے۔ مائیک ہرارے جیسے چند ذہین اور چالباز مگر محب وطن امریکی جوانوں کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دیا جائے۔ ہم ٹیلی پیتھی کے میدان میں بہت کمزور ہوچکے ہیں۔"

"بے شک اب یہ ضروری ہوگیا ہے۔ میری نظروں میں چند نہایت ذہین اور چالباز جوان ہیں۔ میں انہیں بلاؤں گا اور آج رات ہی کو انہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزاروں گا تاکہ وہ کل شام تک ہمارے کام آسکیں۔ آپ افسران ہمارے صدر صاحب سے رابطہ کرکے اسرائیلی حکام سے مائیک ہرارے کی واپسی کا مطالبہ کریں۔"

وہ سب اپنے اپنے طور پر مصروف ہوگئے۔ اُدھر شی تارا تل ابیب کے ایک ہوٹل میں تھی۔ اس نے بھی ٹی وی اسکرین پر فراڈ سرہارے کے پیچھے مائیک ہرارے کو دیکھا تو حیران رہ گئی۔ پھر اس کے زخمی ہوتے ہی اس کے دماغ میں جاکر چور خیالات پڑھے تو تصدیق ہوگئی کہ واقعی وہ مائیک ہرارے ہے۔ اس نے پارس کے دماغ میں آکر کوڈورڈز ادا کیے۔ پھر بولی۔ "یہ کیا تماشا ہورہا ہے؟"

وہ بولا۔ "میں قسم کھاکر کہتا ہوں کہ اپنے کمرے میں بالکل تنہا ہوں اور کوئی حسینہ تماشا کرنے کے لیے نہیں ہے۔"

"میں اس تماشے کی بات نہیں کررہی ہوں۔ کیا تم ٹی وی نہیں دیکھ رہے ہو؟ تم ایسے بے خبر رہنے والے تو نہیں ہو کہ اس فراڈ سرہارے اور مائیک ہرارے سے لاعلم رہوگے۔"

"ہاں۔ میں ٹی وی دیکھ رہا ہوں۔ اور اپنی معلومات میں اضافہ کررہا ہوں۔ کیا تم ہرارے کے اندر گئی تھیں؟"

"ہاں گئی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہرارے ہے۔ اگر یہ تمہاری چال ہے تو بتاؤ اسے یہودیوں کے جال میں کیوں پھنسایا ہے؟ کیا تم مجھ پر بھروسا نہیں کرتے ہو؟ مجھے پہلے ہی اپنے منصوبے کی تفصیلات کیوں نہیں بتاتے ہو؟"

"جب مائیک ہرارے نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ وہ سرہارہ بن کر جائے گا اور گولی کھاکر زخمی ہوکر یہودیوں کے جال میں پھنسے گا تو پھر میں تمہیں کیا خاک بتاتا۔"

"دیکھو پارس! باتیں نہ بناؤ۔ یہ ساری گڑبڑ تم کرارہے ہو۔ پچھلی بار بھی تم نے ایک رات کسی کو سرہارہ بناکر مجھ سے فون پر گفتگو کرائی تھی۔"

"ایسا نہ کرتا تو تم نہ مجھے تل ابیب آنے دیتیں اور نہ خود آتیں۔ تم مجھ پر شبہ کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ یہ سوچو کہ میں نے ایک فراڈ سرہارہ سے فون پر تمہاری گفتگو کرائی تھی۔ ایسا ہی فراڈ کسی نے دوسری بار تم سے کیا۔ اور فون پر خود کو ایم آئی ایم کا سرہارہ کہتا رہا۔ پھر یہ تیسری بار ایک فراڈ سرہارہ تل ابیب پہنچا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ بیچارہ مائیک ہرارے ان دو فراڈ سرہاروں کے چکر میں آگیا ہو۔"

"تم تو مجھے الجھا کر رکھ دیتے ہو۔ اب یہ نیا پہلو پیش کررہے ہو۔ میں پوچھتی ہوں، اتنی چالبازیاں ہورہی ہیں، ایسے میں وہ اصلی سرہارہ خاموش کیوں ہے؟"

"تم مجھ سے پوچھ رہی ہو۔ جیسے میں ہی اصل سرہارہ ہوں۔ پلیز یہودی اکابرین کے دماغوں میں جاؤ۔ معلوم کرو کہ اصلی سرہارہ نے ان سے رابطہ کیا ہے یا نہیں؟ اور یہ معلوم کرو کہ مائیک ہرارے کے ساتھ کیا سلوک کیا جارہا ہے۔"

"یہ نہیں معلوم ہوسکے گا۔ ہرارے کو بیہوش کردیا گیا ہے۔ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے کچھ معلوم نہیں کرسکیں گی۔"

"لیکن موٹی عقل سے معلوم کرسکتی ہو کہ وہ یہودی بیچارے ہرارے کا برین واش کریں گے۔ کیا تم اس کے ساتھ ایسی زیادتی ہونے دوگی؟"

"ہرگز نہیں۔ میں تو چاہوں گی کہ مائیک ہرارے ہمارے قابو میں آجائے۔ اس کی ٹیلی پیتھی اور اس کی شاطرانہ چالیں ہمارے کام آئیں۔"

"اسی جذبے سے جاؤ اور ہرارے کے لیے کچھ کرو۔ تم اس کا بھلا کروگی تو خدا تمہارا بھلا کرے گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے اسرائیل کے اعلیٰ حکام کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے پتا چلا کر ٹی وی اسکرین پر کسی فراڈ سرہارہ کا انکشاف ہوا تو ایم آئی ایم والوں نے بھی وہ منظر دیکھا تھا اب ایک گمنام شخص اعلیٰ حاکم سے فون پر پوچھ رہا تھا۔ کیا ایم آئی ایم کے سرہارہ نے تحریری طور پر آپ کو اطلاع دی تھی کہ وہ تل ابیب آرہا ہے یا فون پر اس سرہارہ سے آپ کی گفتگو ہوئی تھی؟"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "نہیں۔ نہ کوئی تحریری اطلاع سرہارہ کی طرف سے ملی اور نہ ہی فون پر گفتگو ہوئی۔ لیکن دمشق میں مشروبہ نامی ایک یہودی لڑکی ہے۔ اس کے ذریعے ایم آئی ایم کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی نے اس کی آمد کی اطلاع دی تھی۔"

"مشروبہ کے دماغ میں کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی بھی آکر گمراہ کرسکتی ہے اور اس نے ایسا ہی کیا ہے۔ کسی نے ایم آئی ایم کی تنظیم کو بدنام کرنے کے لیے ایسی بھونڈی چال چلی ہے۔ اور تم لوگوں نے ساری دنیا کو ٹی وی اسکرین کے ذریعے دکھایا کہ اس نئی تنظیم کا سرہارہ فراڈ ہے۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "اس نے فراڈ کیا۔ ہم نے اس کے چہرے سے میک اپ صاف کرکے ساری دنیا کو دکھادیا۔"

"دمشق میں تم یہودیوں کے ناپاک عزائم کے خلاف جو ویڈیو کیسٹ تیار کی گئی تھی۔ اگر وہ ساری دنیا کو دکھائی جائے تو تمہارے بہت سے فراڈ کھل کر سامنے آجائیں گے۔ ہم تمہیں وارننگ دیتے ہیں کہ جو فراڈ سرہارہ تل ابیب آیا ہے اور تمہاری قید میں ہے۔ اس کے متعلق تحقیقات کرو اور دنیا کو بتاؤ کہ ایم آئی ایم کو بدنام کرنے کے لیے ایسی کمزور چال چلی گئی تھی۔"

"تم کون ہو؟ یقیناً اسی شہر کے کسی ٹیلی فون بوتھ سے بول رہے ہو۔ کیا روبرو آکر گفتگو نہیں کرسکتے؟"

"ضرورت پڑی تو روبرو بھی آؤں گا۔ فی الحال جلد سے جلد اس فراڈ سرہارہ کو سٹائٹ کے ذریعے ساری دنیا کے سامنے پیش کردیا اعتراف کرو کہ ایم آئی ایم کے سرہارہ نے تل ابیب آنے کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی اور ایم آئی ایم کے سرہارہ کو بدنام کرنے کے لیے یہ ڈراما پلے کیا گیا ہے۔ اگر آج رات تک ہماری پوزیشن صاف نہ کی گئی اور ہمیں بدنامی سے نہ بچایا گیا تو ہم دمشق والا کیسٹ دنیا کے سامنے پیش کردیں گے۔"

اس دھمکی کے بعد فون بند ہوگیا تھا۔ اور وہ اعلیٰ حاکم انٹیلی جنس کے چیف برین آدم کو یہ ساری باتیں بتا رہا تھا۔ برین آدم نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ "اس میں شبہ نہیں ہے کہ ایم آئی ایم جیسی زبردست تنظیم نے ایسی بچکانہ چال نہیں چلی ہے۔ مائیک ہرارے سپرماسٹر سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے ہرارے کے چور خیالات پڑھ چکے ہیں۔ ہرارے ایک منصوبے کے تحت اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو چھپا کر یہاں آیا تھا اور یہودی خفیہ تنظیم کی جڑوں تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "پھر تو بے شک ہمیں ایم آئی ایم سے خواہ مخواہ دشمنی مول لینا نہیں چاہیے۔ میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ جلد

سے جلد دنیا والوں کے سامنے ایم آئی ایم کے سربراہ کی بے گناہی اور نامعلوم دشمنوں کے فراڈ کا اعتراف کیا جائے۔"

"جی ہاں۔ یہ اعتراف کرلیا جائے۔ لیکن ابھی سپرماسٹر کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے۔ اگرچہ اس نے مائیک ہرارے کے ذریعے دشمنی کی ہے۔ لیکن ہمیں ابھی مصلحت سے کام لینا ہوگا۔"

اعلیٰ حاکم کے پاس جس گمنام شخص کا فون آیا تھا وہ شخص ٹیلی فون بوتھ سے باہر آیا۔ وہ شخص کوئی اور نہیں پارس تھا۔ ہوٹل کے سامنے ہی ٹیلی فون بوتھ سے بولنے کے بعد لان میں آکر بیٹھ گیا۔ بیرے کو ایک کپ کافی لانے کا آرڈر دیا۔ اسے یقین تھا کہ ابھی شی تارا فون پر ہونے والی گفتگو سنانے آئے گی۔

وہ آنے والی تھی اعلیٰ حاکم کے دماغ سے پہلے یہ معلوم کررہی تھی کہ اس کے اور برین آدم کے درمیان کیا باتیں ہورہی ہیں۔ وہ اپنے مشترکہ فیصلے کے مطابق ایم آئی ایم کی بے گناہی کا اعتراف کرنے کے لیے تیار ہوگئے تھے۔ ایسے ہی وقت پرسنل سیکریٹری نے اعلیٰ حاکم کو اطلاع دی کہ امریکی صدر فون پر گفتگو کرنے والے ہیں۔

شی تارا اسی اعلیٰ حاکم کے دماغ میں رہ گئی۔ برین آدم نے اعلیٰ حاکم سے کہا۔ "آپ امریکی صدر سے گفتگو کریں۔ ہمیں اندازہ ہے کہ مائیک ہرارے کی واپسی کا مطالبہ کیا جائے گا۔ میں تیری آدم کو بھیج رہا ہوں۔ وہ آپ کے اندر رہ کر موجودہ حالات کے مطابق معقول جوابات دے گا۔"

ایک منٹ کے اندر ہی شی تارا نے اعلیٰ حاکم کے اندر تیری آدم کی سوچ کی لہریں سنیں۔ وہ بول رہا تھا۔ "سر! میں حاضر ہوں۔ آپ امریکی صدر سے گفتگو کریں۔"

گفتگو کا آغاز ہوا۔ ادھر سے امریکی صدر نے کہا۔ "ہمارے درمیان کچھ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے۔ ہم یہ غلط فہمی دور کردیں گے۔ مائیک ہرارے ہمارا بہت اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ آپ اسے آج ہی پہلی فلائٹ سے واپس بھیج دیں۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مائیک ہرارے کے خیالات پڑھے ہیں اور کسی کے بھی چور خیالات خیال خوانی کرنے والوں سے نہیں چھپتے۔ سپرماسٹر نے باقاعدہ پلاننگ کے تحت ہرارے کی ٹیلی پیتھی جاننے والی صلاحیت کو ہم سے چھپایا۔ ہرارے کے چور خیالات نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ یہودی تنظیم کی جڑوں تک پہنچے یہاں آیا تھا۔ ایسی صورت میں کیا وہ ہمارا مجرم نہیں ہے؟"

"ایسے جرائم آپ کے اہم عہدیداروں نے بھی کیے ہیں۔ ہمارے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابعدار بنالیا۔ لیکن ہم چند سیاسی مجبوریوں کے باعث خاموش رہے۔ لہٰذا آپ بھی بحث مباحثے کے بغیر ہرارے کو واپس کردیں۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "میں آپ کے مطالبے کو نہیں ٹھکراؤں گا کیونکہ ہم اسرائیلی اور امریکی ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ لیکن میں پہلے یہاں کے یہودی اکابرین کے سامنے آپ کا مطالبہ پیش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ اکابرین ہمارے آپس کے تعلقات خوشگوار رکھنے کے لیے مائیک ہرارے کو واپس کردیں گے۔"

"لیکن واپسی آج ہی ہوجائے۔"

"آپ کی یہ جلد بازی مائیک ہرارے کی جان لے لے گی۔ کیونکہ وہ بری طرح زخمی ہوا ہے۔ آپ اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے دماغ میں بھیج کر معلوم کرسکتے ہیں کہ وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے۔"

"ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے رپورٹ دی ہے کہ وہ واقعی بے ہوش ہے۔ وہ ہوش میں آئے تو اسے بھیجا جاسکتا ہے۔"

"آپ سمجھ دار ہیں۔ جب تک ڈاکٹر اسے سفر کی اجازت نہ دے اس وقت تک اسے بھیجنا کیا مناسب ہوگا؟ کیا آپ چاہیں گے کہ سفر کے دوران اس کی حالت اور خراب ہوجائے۔"

"ٹھیک ہے۔ جب وہ ہوش میں آئے گا تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں جاکر اُس کی صحیح حالت معلوم کریں گے۔ آپ ڈاکٹر کی نہیں ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی رپورٹ کے مطابق اسے سفر کرنے اور یہاں آنے دیں۔"

"آپ جیسا چاہیں گے' ویسا ہی ہوگا۔ آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے سفر کے قابل سمجھیں گے تو اسے بھیج دیا جائے گا۔"

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ شی تارا پارس کے پاس آئی تو وہ ہوٹل کے لان میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور کافی کا کپ خالی کرچکا تھا۔ اس نے پارس کو پہلے ایم آئی ایم کے ایک گمنام شخص اور اعلیٰ حاکم کی گفتگو سنائی پھر اعلیٰ حاکم اور امریکی صدر کی باتیں بتاتے ہوئے کہا "اس گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعی سپرماسٹر کی چال تھی اور اس نے مائیک ہرارے کو ایم آئی ایم کا سربراہ بنا کر اس زبردست اسکیم کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہ یہودی خفیہ تنظیم تک پہنچ جائے۔"

پارس نے کہا۔ "ابھی تم کہہ رہی تھیں کہ میں نے کوئی گڑبڑ کی ہے اور کسی فراڈ سربراہ کو بھیجا ہے۔ اب تم نے خود ہی دو ملکوں کے سربراہوں کی گفتگو سن لی اور حقیقت بھی معلوم کرلی۔"

"ہاں۔ یہ میری بھول تھی۔ میں سمجھ رہی تھی کہ تم مجھ پر بھروسا نہیں کرتے ہو اور مجھ سے چھپا کر اپنے طور پر چالیں چلتے رہتے ہو۔"

"یہ تمہاری شک کرنے کی عادت کب ختم ہوگی۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں کان پکڑتی ہوں۔ اب کبھی تم پر شک نہیں کروں گی۔ تم بہت اچھے ہو۔"

"جس طرح انگلی سے ناخن جدا نہیں ہوتا اسی طرح عورت کے دل سے شک دور نہیں ہوتا۔ اگر کوئی لڑکی کبھی مجھ سے مسکرا کر

باتیں کرے گی تو تم پھر جل بھن جاؤ گی اور یہی شک کرو گی کہ میں اس سے عشق کررہا ہوں۔"

"دیکھو طعنے نہ دو۔ میں کہہ چکی ہوں تم بہت اچھے ہو۔ تم پر کبھی شبہ نہیں کروں گی۔ ویسے تم کہاں ہو؟"

"اسی ہوٹل کے باہر لان میں بیٹھا ہوا سوچ رہا ہوں کہ تم میرے قریب اسی ہوٹل میں ہو۔ پھر بھی تم سے دوری ہے۔ اسی کو مذکر کہتے ہیں کہ آدمی کنوئیں کے پاس پہنچ کر بھی پیاسا رہتا ہے۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ میں یہاں ہوٹل کے کمرے میں تنہا بور ہورہی ہوں۔ کہو تو ابھی چلی آتی ہوں۔"

"ایسی غلطی نہ کرنا۔ میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھایا ہے کہ ہمیں یہاں ایک ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔ اسرائیلی جاسوس بیرونی ممالک سے آنے والوں کی اصلیت معلوم کرتے پھر رہے ہیں۔ اگر برا وقت آئے تو ہمیں ایک ساتھ ان کی گرفت میں نہیں آنا چاہیے۔ ہم الگ رہیں گے تو ایک دوسرے کے کام آسکیں گے۔"

وہاں بڑے ہوٹلوں میں گاہکوں کو پھانسنے والی کال گرلز گھومتی رہتی تھیں۔ ایسے ہی وقت ایک عورت نے آکر پارس سے پوچھا۔ "تم تنہا ہو۔ کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

وہ بولا۔ "میں تمہیں کھڑے رہنے سے نہیں روک سکتا۔ بیٹھنے سے کیسے روک سکتا ہوں۔ ضرور بیٹھو۔"

وہ مسکرا کر اس کے سامنے میز کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔ پارس بھی مسکرانے لگا۔ شی تارا نے پوچھا۔ "یہ کیا ہورہا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرا رہی ہے۔ ایسے میں مسکرانا میرا بھی اخلاقی فرض بنتا ہے۔"

"مگر یہ کہاں سے مرنے آگئی ہے؟"

"میرا خیال ہے' مجھ پر مرنے نہیں آئی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے تم کہہ رہی تھیں کہ مجھ پر کبھی شبہ نہیں کروگی۔ میں کسی سے مسکرا کر بولوں گا تو میری مسکراہٹ کو عشق نہیں سمجھو گی۔"

"میں تم پر شبہ نہیں کررہی ہوں۔ اس کے آنے پر اعتراض کررہی ہوں۔"

"بات تو ایک ہی ہے تم کسی عورت کو میرے قریب نہیں دیکھ سکتیں۔ تمہارے اندر کا شک کہتا ہے کہ میں اس عورت پر مرمٹوں گا۔ اعتراف کرلو کہ تم شکی ہو۔"

"میں تم پر شک نہیں کررہی ہوں۔ ابھی اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے وہاں سے دور جانے پر مجبور کروں گی۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کال گرل قسم کی عورت کو پارس سے دور کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچی لیکن واپس آئی۔ پھر پارس کے اندر پہنچی۔ وہ عورت میز پر پارس کے قریب جھک کر کہہ رہی تھی۔ "اچھا تو تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ دیکھو انکار نہ کرنا۔ ابھی تم آنا چاہتے تھے۔ میں نے سانس روک لی۔"

پارس سمجھ گیا۔ شی تارا کے حسد جلن سے بات بگڑنے والی تھی۔ وہ بولا۔ "آج کل ٹیلی پیتھی کا بڑا زور ہے جسے دیکھو' وہ اسی ایک موضوع پر گفتگو کرتا ہے۔ تم بھی یہی کررہی ہو۔ ویسے مجھے یقین نہیں ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے دماغ میں پہنچ جاتا ہے اور اگر دوسرا سانس روک لے تو پہلا اپنے گھر واپس آجاتا ہے۔"

اس عورت نے اپنا پرس کھولا۔ پھر اس میں سے ایک پستول نکال کر اسے نشانے پر رکھ کر کہا۔ "تمہاری باتوں میں مکاری چھپی ہوئی ہے۔ کیا تم کسی کو اپنے دماغ میں آنے دو گے یا یوگا کا مظاہرہ کرو گے۔"

"میرا دماغ خراب ہوا ہے کہ یوگا کا مظاہرہ کروں؟ تم پستول سے زخمی کرکے میرے اندر چلی آؤ گی۔ جب کہ میری گھر والی بڑی شکی ہے۔ کسی عورت کو میرے کمرے کے اندر نہیں آنے دیتی ہے۔"

اس عورت نے دوسرا ہاتھ پرس میں ڈالا اور ایک موبائیل فون نکال کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ شی تارا نے میرے اندر آکر کہا۔ "اوہ گاڈ! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ کوئی جاسوسہ اور یوگا کی ماہر ہوگی۔ تم جلدی بتاؤ کیا میں باہر آکر اسے زخمی کروں اور اسے اپنے قابو میں کرلوں۔"

"میں تمہارے قابو میں ہوں۔ اسی خیال سے خوش رہو اور اپنی طرف سے کوئی حماقت نہ کرو۔ بالکل خاموش رہو۔"

وہ عورت رابطہ ہونے کے بعد کہہ رہی تھی۔ "ہیلو۔ میں ایک شخص کی آواز سنا رہی ہوں۔ اسے چیک کرو۔"

پھر اس عورت نے فون کو پارس کے قریب کرتے ہوئے پوچھا۔ "اپنا اور اپنے ملک کا نام بتاؤ۔"

پارس نے کہا۔ "میرا نام بنجامن فرائڈ ہے۔ لندن کا رہنے والا ہوں۔ لندن سے لبنان آیا تھا۔ وہاں سے اب اس شہر میں تمہارا پستول دیکھنے آیا ہوں۔"

اس عورت نے اس فون ریسیور کو کان سے لگا کر پوچھا۔ "کیا اتنا کافی ہے یا اور اس کی باتیں سناؤں؟"

اس نے دوسری طرف کی باتیں سن کر فون بند کردیا۔ پھر مسکرا کر بولی۔ "کیا پیو گے؟ ٹھنڈا یا گرم؟"

"ابھی تو تم مجھے ٹھنڈا کررہی ہو۔ پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہ ٹیلی پیتھی کا کیا چکر ہے؟ کون تمہارے دماغ میں آرہا تھا اور تم نے کیسے سانس روک لی۔ پھر سانس روکنے کے بعد زندہ کیسے ہو۔ کچھ پتا نہیں چل رہا ہے کہ سانس لے رہی ہو یا نہیں؟"

وہ بولی۔ "تم بولتے بہت ہو۔ ابھی تمہاری بولتی بند ہوجائے گی۔"

وہاں یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ٹالبوٹ اور مونا رو کی یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ تل ابیب میں پھیلے ہوئے تمام سراغرسانوں کے منتظر رہیں۔ جیسے ہی کوئی یہودی جاسوس کسی پر شبہ کرے اور اس

مشکوک آدمی کی آواز سنائے تو ایسے کسی آدمی کے اندر پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کرے۔

ٹالبوٹ اس وقت پارس کے دماغ میں تھا اور یہیں جانتا تھا کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا پارس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا۔ وہ جس بہروپ میں رہتا تھا اس کا دماغ اسی بہروپ کو ظاہر کرتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ٹالبوٹ نے اُس جاسوسہ سے کہا۔ "یہ واقعی بنجامن فرائڈ ہے۔ یہ جو کہہ رہا ہے۔ وہی اس کا دماغ بھی کہہ رہا ہے۔ تم اس پر شبہ کیوں کر رہی ہو؟"

"ابھی میں اس کے پاس آکر بیٹھی۔ پھر اس سے دو باتیں کرنے کے بعد میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی۔ میں حیران ہوں کہ یہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تو پھر وہ کون ہے جو میرے اندر آنا چاہتا تھا۔"

ٹالبوٹ نے پوچھا۔ "یاد کرو۔ اس بنجامن فرائڈ سے پہلے اور کتنے لوگوں سے ملتی رہی ہو۔ کوئی ہوٹل کے اندر یا باہر چھپا ہوا تمہارے اندر پہنچنا چاہتا ہے۔ تم نے یوگا کا مظاہرہ کیا تھا وہ خیال خوانی کرنے والا محتاط ہو گیا ہے۔ اب وہ تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ کہیں دور چلا جائے گا۔"

وہ بولی۔ "ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ یہ شخص بنجامن کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا آلہ کار اور تابعدار ہو۔ اُس پر تنویمی عمل کیا گیا ہو اور اسے خبر نہ ہو۔"

"ہاں ایسا ہوتا ہے۔ اکثر معمول اور تابعدار بننے والے کو یہ پتا نہیں چلتا کہ اس پر کبھی تنویمی عمل کیا گیا ہے۔"

وہ جاسوسہ سر جھکائے خاموش رہ کر سوچ کے ذریعے ٹالبوٹ سے باتیں کر رہی تھی۔ شی تارا نے پارس کے ذریعے جاسوسہ کا یہ انداز دیکھا تو سمجھ گئی کہ وہ اپنے دماغ میں کسی کی باتیں سن رہی ہے۔ شی تارا ایک بار اُس جاسوسہ کے اندر جانے کی غلطی کر چکی تھی۔ اب دوسری بار گئی تو غلطی نہیں ہوئی۔ جاسوسہ کے اندر پہلے سے خیال خوانی کرنے والا بول رہا تھا اس لیے اس نے شی تارا کی موجودگی کو محسوس نہیں کیا۔

وہ ان کی باتیں سننے لگی۔ جاسوسہ کہہ رہی تھی۔ "اگر تم مسلسل بنجامن کے دماغ میں رہو گے تو اُس کا عامل پھر اس کے اندر آئے گا اور ہمارے ملک کے خلاف اس آلہ کار سے کوئی کام لے گا۔"

ٹالبوٹ نے کہا۔ "میں اس قدر مصروف ہوں کہ تل ابیب کے جس علاقے سے یا مختلف سرکاری شعبوں سے ہمارا کوئی جاسوس فون پر کال کرتا ہے۔ میں وہاں پہنچ جاتا ہوں۔ پھر وہ جس پر شبہ کرتا ہے میں اس کے چور خیالات پڑھتا ہوں۔ ذرا ایک منٹ۔ پھر کوئی جاسوس مجھے موبائیل فون پر کال کر رہا ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ جاسوسہ نے مسکرا کر پارس کو دیکھا پھر کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم پر شبہ کیا۔ ادھر کچھ عرصے سے بیرونی ملکوں کے ایجنٹ اور تخریب کار ہمارے ملک میں آ رہے ہیں۔ اسی لیے ہم نے اُن چھپے ہوئے دشمنوں کو پہچاننے کا یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ بائی دی وے، تم ہمارے مطلوبہ افراد میں سے نہیں ہو۔"

"مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ میں شک و شبہ سے بالا تر ہو گیا ہوں۔ اس خوشی میں تمہیں لیمن اسکواش پلاؤں گا۔"

اس نے ویٹر کو بلا کر دو گلاس ٹھنڈے مشروب کا آرڈر دیا۔ شی تارا نے کہا۔ "پارس! ابھی ذرا دیر پہلے میں اس کے اندر گئی تو اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ اس کے اندر ایک یہودی خیال خوانی کرنے والا بول رہا تھا۔"

پارس نے پوچھا۔ "کیا وہ بولنے والا ابھی آکر میرے اندر تمہاری باتیں نہیں سنے گا۔"

"نہیں! اسے دوسرے جاسوس نے کال کی ہے۔ وہ وہاں کسی مشکوک فرد کے خیالات پڑھ رہا ہو گا۔ اسی لیے موقع پا کر تمہارے پاس آئی ہوں۔"

"خود کو بہت زیادہ عقلمند نہ سمجھو۔ میں سختی سے تاکید کرتا ہوں کہ جب تک میں موبائیل پر تم سے رابطہ نہ کروں تم مجھ سے دماغی رابطہ نہ کرنا۔ بہت ضرورت ہو تو پہلے موبائیل فون پر اپنی آواز بدل کر کسی فلرٹ کرنے والی لڑکی کے انداز میں بولنا۔ میں تمہیں پہچان کر اپنے حالات کے مطابق تمہیں دماغ میں آنے دوں گا۔ اب جاؤ۔"

"تم نے میری پوری بات نہیں سنی اور جانے کو کہہ رہے ہو۔ وہ یہ شبہ کر رہے ہیں کہ کسی خیال خوانی کرنے والے نے تمہیں اپنا معمول اور تابعدار....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی پارس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اسے غصہ آ رہا تھا کہ پارس نے اس کی پوری بات بھی نہیں سنی اور اسے اپنے پاس سے بھگا دیا۔ پھر اسے اپنی غلطی کا بھی احساس تھا کہ اس نے انجانے پن میں ایک ایسی یہودی جاسوسہ کے اندر جانے کی کوشش کی تھی جو یوگا کی ماہر تھی اور اس طرح اس نے پارس کو ایک مشکل میں ڈال دیا تھا۔

غلطی کا احساس ہونے کے باوجود یہ حسد اور جلاپا تھا کہ وہ عورت پارس کے پاس بیٹھی لیمن اسکواش کیوں پی رہی ہے اور کیوں اس کے ساتھ وہاں وقت گزار رہی ہے؟ وہ چاہتی تھی کسی طرح اسے وہاں سے بھگا دے۔

اسے پارس سے دور کرنے کا ایک راستہ تھا۔ شی تارا اس جاسوسہ کے دماغ میں جب اس کی اور ٹالبوٹ کی باتیں سن رہی تھی، تب اُس نے جاسوسہ کے چور خیالات سے وہ کوڈ ورڈز معلوم کیے تھے جنہیں یہودی خیال خوانی کرنے والے جاسوسہ کے اندر پہنچتے ہی ادا کرتے تھے۔

وہ تھوڑی دیر تک اپنی ایک پلاننگ پر غور کرتی رہی۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کر کے اس نے جاسوسہ کے دماغ میں پہنچتے ہی مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے۔ پھر اُس سے پوچھا۔ "یہ تم اپنی ڈیوٹی ادا کر رہی ہو یا اس نوجوان کے ساتھ تفریح کا شوق پورا کر رہی ہو؟"

جاسوسہ نے ذرا حیرانی سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"اگر مجھے نہیں پہچانتی ہو تو موٹی عقل سے سمجھ سکتی ہو کہ اس ملک میں جتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ ان میں ایک ہی عورت الپا ہے۔ میں اور میری آدم دوسرے یہودی خیال خوانی کرنے والوں کی نگرانی کرتے ہیں اسی لیے مجھے یہ کوڈ ورڈز معلوم ہیں، جو میں نے ابھی ادا کیے ہیں۔"

جاسوسہ نے کہا۔ "سوری میڈم! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ اہم مصروفیات کے دوران ہماری بھی نگرانی کرتی ہیں۔ ویسے میں اس نوجوان کے ساتھ تفریحی وقت نہیں گزار رہی ہوں۔ بلکہ....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ٹالبوٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں آگیا ہوں۔ مگر یہ تم کس سے باتیں کر رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "یہ تم خیال خوانی کرنے والوں کی میڈم الپا ہیں۔ تم خود انہیں بتاؤ کہ میں یہاں وقت ضائع نہیں کر رہی ہوں۔"

اُس نے پوچھا۔ "ہیلو میڈم! کیا واقعی آپ یہاں موجود ہیں۔"

شی تارا نے کہا۔ "ہاں میں معلوم کرتی پھر رہی ہوں کہ ہمارے تمام جاسوس ذمے داری سے فرائض ادا کر رہے ہیں یا نہیں؟"

وہ بولا "لیکن میڈم! میں آپ کی آواز اور سوچ کے لہجے کو پہچانتا ہوں۔ آپ دوسری آواز میں کیوں بول رہی ہیں۔"

"میں حالات کو سمجھ کر مصلحتاً آواز اور لہجہ بدل لیا کرتی ہوں۔"

ٹالبوٹ نے کہا۔ "میں آپ کا ماتحت ہوں۔ پھر بھی اپنے اطمینان کے لیے چاہوں گا کہ آپ میرے دماغ میں آئیں اور جو کوڈ ورڈز میرے لیے مخصوص ہیں، انہیں ادا کریں۔"

شی تارا مشکل میں پھنس گئی۔ اگر وہ کسی طرح ٹالبوٹ کے چور خیالات پڑھ چکی ہوتی تو اسے اُن مخصوص کوڈ ورڈز کا علم ہوتا۔ مگر یہودی خیال خوانی کرنے والے کے لیے الگ الگ کوڈ ورڈز تھے۔ ٹالبوٹ کے دماغ میں جا کر کون سے مخصوص الفاظ ادا کرنے ہیں، وہ نہیں جانتی تھی۔

ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ لینے سے ذہانت نہیں مل جاتی اور نہ ہی ذہانت عمل کے مطابق حکمت عملی اختیار کرنا آجاتا ہے۔ اُس کے لیے بڑی مشق، بڑی ریاضت اور مخصوص تربیت لازمی ہوتی ہے۔ وہ سوچنے لگی کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟

ٹالبوٹ نے پوچھا۔ "میڈم الپا! آپ خاموش کیوں ہیں؟ کیا جاسوسہ کے پاس آنے کے مخصوص کوڈ ورڈز بھول گئی ہیں۔ یا تم دشمن خیال خوانی کرنے والی ہو اور ہماری میڈم بن کر ہم سے فراڈ کر رہی ہو؟"

وہ کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ اس کی خاموشی اُس کے فراڈ کو ظاہر کر رہی تھی۔ جاسوسہ نے کہا۔ "جو ہمیں فریب دے رہی تھی۔ وہ شاید میرے دماغ سے بھاگ گئی ہے۔"

ٹالبوٹ نے کہا۔ "وہ بھاگ گئی ہو یا موجود ہو۔ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ تمہارے سامنے بیٹھا ہوا نوجوان اس خیال خوانی کرنے والی کا ساتھی ہے۔ یا پھر ہمارے پہلے خیال کے مطابق یہ جوان اس عورت کا معمول اور تابعدار ہے۔ اسے اپنی نظروں میں رکھنا ہو گا۔"

جاسوسہ نے کہا۔ "تم میرے اندر ہو۔ میں محسوس نہیں کر سکتی کہ وہ چلی گئی ہے یا ہماری باتیں سن رہی ہے۔ اگر سن رہی ہے تو ابھی اس نوجوان کے بارے میں کچھ نہ بولو۔ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے۔ یہ میں طے کر لوں گی۔ تم جا سکتے ہو۔"

یہ سنتے ہی شی تارا اس کے دماغ سے نکل کر پھر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہو گئی۔ اس کے جی میں آیا تھا کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دیوار سے سر ٹکرائے۔ اُس نے اپنی عقل سے کام لے کر اور میڈم الپا بن کر اپنے پارس کے لیے بہت زیادہ خطرات پیدا کر دیئے تھے۔ جس محبوب کے لیے جسم ہی نہیں جان بھی دینے کو تیار رہتی تھی، اُس کے اطراف دشمنوں کی دیوار کھڑی کر دی تھی۔

اب دیوار سے سر کو ٹکرانے سے، خود کو سزائیں دینے سے اور شرم سے مر جانے سے وہ پارس کو نہیں بچا سکتی تھی۔ اس کے لیے کوئی تدبیر ضروری تھی۔ دانشمندی تو یہی تھی کہ پہلے وہ پارس کو خطرات سے آگاہ کر دیتی۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا کہ وہ ناراض ہو جاتا۔ اسے چھوڑ کر چلا جاتا۔ لیکن اپنی غیر معمولی ذہانت سے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے سکتا تھا اور کہیں پناہ لے کر خود کو محفوظ رکھ سکتا تھا۔ اس نے موبائیل فون اٹھا کر اس سے رابطہ کرنا چاہا۔ پتا چلا کہ پارس نے اپنا موبائیل فون بند رکھا ہے اور ایسا کرنے میں مصلحت سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ جاسوسہ اُس کے قریب رہے تو شی تارا اُس سے فون پر بھی رابطہ کرے اور دماغی رابطے کے سلسلے میں وہ اسے سختی سے منع کر چکا تھا۔

وہ پریشانی سے کمرے میں ٹہلنے لگی۔ پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا۔ "پاپا! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو چکی ہے۔ اس غلطی کی وجہ سے یہودی جاسوس اور خیال خوانی کرنے والے پارس پر شبہ کرنے لگے ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "تفصیل سے بتاؤ تم سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ اور پارس پر کس طرح کا شبہ کیا جا رہا ہے؟"

وہ تمام واقعہ بتانے لگی۔ میں نے سننے کے بعد کہا۔ "میں نے تمہیں پارس کے ساتھ رہنے کا موقع اس لیے دیا ہے کہ تم ٹیلی

بیتھی کے علاوہ حاضر دماغی سے بھی کام لینا سیکھو۔ کوئی بھی قدم اٹھاتے وقت اُس کے ہر پہلو پر غور کرو۔ تمہیں میڈم الپا بننے کی ضرورت کیا تھی۔ کیا موٹی عقل سے بھی یہ نہیں سوچ سکتی تھیں کہ تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا کی آواز اور انداز کو اچھی طرح سمجھتے ہوں گے اور اُن کے کوڈ ورڈز بھی ہر ایک کے لیے مختلف ہوں گے۔"

"میں شرمندہ ہوں۔ مجھ سے یہ ایک زبردست غلطی ہوگئی۔"

"میری فیملی میں کوئی لڑکی نہ آنسو بہاتی ہے اور نہ اپنی غلطی پر پچھتا کر وقت ضائع کرتی ہے۔ جب کوئی غلطی کرتی ہے تو اس کا توڑ بھی خود ہی کرتی ہے۔ بہتر ہے کہ تم خود کو میری فیملی کے قابل ثابت کرو۔ اپنی ذہانت کو کام میں لاؤ۔ اور یاد رکھو کہ بدحواسی میں اور پریشانی میں ذہانت کبھی کام نہیں آتی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ ذہانت سے کام لوں گی۔ لیکن میری ایک مدد کریں۔ پارس کو خطرات سے آگاہ کردیں۔ وہ آپ کا بیٹا ہے۔ اس نے مجھ سے رابطہ ختم کردیا ہے۔ آپ سے ضرور بات کرے گا۔"

یہ اُس کی حکمت عملی ہے کہ اس نے رابطہ ختم کیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ تم اس کے تحفظ کے لیے کیسی حکمت عملی اختیار کروگی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے بیٹے کے لیے اور تمہارے چاہنے والے کے لیے کچھ نہیں کروں گا۔ اب جاؤ۔"

میرے سانس روکتے ہی وہ پھر دماغی طور پر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہوگئی۔ اب اسے پھر پریشان ہوکر نکلنا چاہیے تھا۔ لیکن اس کے ذہن میں میری یہ بات نقش ہوگئی تھی کہ میری فیملی میں کوئی لڑکی نہ آنسو بہاتی ہے اور نہ اپنی غلطی پر پچھتا کر وقت ضائع کرتی ہے۔ جب کوئی غلطی کرتی ہے تو اس کا توڑ بھی خود ہی کرتی ہے۔

میری ان باتوں نے اس کے اندر یہ ضد پیدا کی کہ وہ خود کو میری فیملی کے قابل ثابت کرے گی۔ وہ سامنے والی دیوار کو تکنے لگی اور کوئی کام کی بات سوچنے کے لیے پچھلے تمام حالات کا جائزہ لینے لگی۔

ایسے ہی وقت جوجو نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا اور کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا۔ "ابھی پاپا نے بتایا ہے کہ تم الجھن میں مبتلا ہو اور تم نے پارس کو کسی مصیبت میں ڈال دیا ہے۔"

"ہاں۔ میں نے یہ غلطی کی ہے اور اس کی تلافی کروں گی۔"

"کیوں پریشان ہوتی ہو۔ اس کے مقدر میں زندگی ہوگی تو وہ جی لے گا۔"

"جوجو! میں حیران ہوں کہ تم پارس کی شریک حیات ہو کر اس کے لیے ایسی بات کہہ رہی ہو۔"

"میں تو بس نام کی شریک حیات ہوں۔ پہلی بار جب میں اس کے بچے کی ماں بننے والی تھی تو اس زہریلے شوہر کے زہریلے خون نے مجھے موت کے بالکل قریب پہنچا دیا تھا۔ میری کوکھ میں وہ بچہ مکمل نہ ہوسکا۔ بابا صاحب کے ادارے کے تجربہ کار ڈاکٹروں نے مجھے کسی طرح بچالیا۔ مگر یہ واضح طور سے کہہ دیا کہ آئندہ میں شوہر کے قریب نہ جاؤں۔ میں ازدواجی زندگی گزارنے کے قابل نہیں ہوں۔ بس نام کی بیوی ہوں۔"

شی تارا نے کہا۔ "میں نہیں جانتی تھی کہ تم ایسے حالات سے دوچار ہوتی رہی ہو۔ کیا اب پارس کا سامنا نہیں کرتی ہو۔"

"کیوں نہیں؟ جب بھی وہ یہاں بابا صاحب کے ادارے میں آتا ہے تو زیادہ سے زیادہ وقت میرے ہی ساتھ گزارتا ہے۔ ایک شوہر کی طرح نہیں' ایک دوست کی طرح۔ وہ بچپن سے مجھے چاہتا ہے۔"

"تم بھی اسے چاہتی ہو۔ پھر یہ کیوں کہہ رہی تھیں کہ اس کے مقدر میں زندگی ہوگی تو وہ جی لے گا۔ تمہاری اس بات میں اپنائیت نہیں غیریت ہے۔"

"کوئی اپنے مقدر سے زیادہ نہیں جیتا۔ پھر پارس نے کیا قیامت تک جینے کا ٹھیکا لے رکھا ہے۔ پاپا کی فیملی میں ہر عورت اپنے مرد کے لیے یہی سوچتی ہے کہ کسی دن' کسی بھی لمحے میں وہ اپنے بیوہ ہونے کی خبر سنے گی۔"

"پلیز ایسی باتیں نہ کرو۔ میں پارس کے لیے ایسا سوچنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔"

"پھر تو تم اسے موجودہ مصائب سے کبھی نہیں بچا سکو گی۔ جو عورت اپنے چاہنے والے کی فکر میں مبتلا رہتی ہے وہ کبھی ذہانت سے کام لے سکتی ہے نہ اپنی غلطی کی تلافی کرسکتی ہے۔"

جوجو چلی گئی۔ اس نے بھی میری اُس بات کو دوسرے انداز میں کہا تھا کہ اپنی غلطی کا توڑ خود کرنا چاہیے۔ شی تارا پھر سوچ میں پڑگئی۔ مگر زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ اس بار باربرا نے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرکے پوچھا۔ کیا اُس گدھے کے لیے پریشان ہو رہی ہو؟"

"اس نے ناگواری سے پوچھا "یہ تم کسے گدھا کہہ رہی ہو؟"

"اسی گدھے کو کہہ رہی ہوں' جو خود کو تمیں مار خان سمجھتا رہتا ہے۔ میں تمہیں مشورہ دینے آئی ہوں کہ اس کی فکر میں اپنی صحت برباد نہ کرو۔ خوش رہا کرو۔ دنیا میں گدھوں کی کمی نہیں ہے دوسرا مل جائے گا۔"

"بکواس نہ کرو۔ چلی جاؤ یہاں سے۔"

"تمہارے بھگانے کا انداز بتا رہا ہے کہ اپنے محبوب کو ضرور واپس لاؤ گی اسی لیے کمرا خالی کرا رہی ہو۔"

وہ ہنستی ہوئی چلی گئی۔ اس کے اس انداز نے یہ حوصلہ بھی دیا کہ وہ اپنے محبوب کو خطرات سے نکال کر اسی کمرے میں لائے گی۔ وہ پھر مختلف پہلوؤں سے اپنے حالات کا جائزہ لینے لگی۔ ایک رات یہ بھی دے رہا تھا کہ پارس کی نگرانی کرنے والے دشمنوں کو دوسری طرف بھٹکانا چاہیے۔ مگر کیسے بھٹکانا چاہیے۔"

وہ پھر زیادہ دیر سوچ نہ سکی۔ اس بار سونیا ثانی نے اسے مخاطب کرکے کہا۔ "اللہ میاں نے میری دعا سن لی۔ آخر اونٹ پہاڑ کے نیچے آگیا۔ اب چھوڑو اسے۔ شیطان کا جو انجام ہونا چاہیے' وہی اس کا انجام ہوگا۔"

اس بار شی تارا نے قہقہہ لگایا۔ اس کی سمجھ میں آگیا کہ میری فیملی میں جتنی خیال خوانی کرنے والیاں ہیں' وہ مختلف انداز میں اسے غصہ بھی دلا رہی ہیں اور پارس کے لیے کچھ کر گزرنے کی ترغیب بھی دے رہی ہیں۔

ثانی نے کہا۔ "شاباش! اسی طرح قہقہے لگاؤ۔ کسی شیطان کی فکر کرنے سے خون خنک ہوتا ہے۔"

وہ بولی۔ "ثانی! پاپا کی فیملی میں سب ہی میرے پارس کو چاہتے ہیں اور سب سے زیادہ تو تم چاہتی ہو۔ تمہارے آنے سے یہ عقل آئی ہے کہ ہنستے رہنے سے اور دماغ کو تر و تازہ رکھنے سے مسائل کے حل ڈھونڈنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا ہے۔ میں اپنے پارس کے آس پاس سے دشمنوں کو اِس طرح بھگاؤں گی جیسے حلوائی ٹھنڈی پر سے مکھیوں کو بھگاتا ہے۔ جوجو اور باربرا سے کہنا' میں ان کا شکریہ ادا کررہی ہوں۔ اور تمہارا کیا شکریہ ادا کروں' تم نے تو میرے اندر بارود بھر دی ہے۔"

ثانی ہنس کر چلی گئی۔ شی تارا نے صوفہ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے شطرنج کی بساط بچھالی۔ پھر تمام فکر و پریشانی سے نجات حاصل کرکے طرح طرح کی چالیں سوچنے لگیں۔

پھر اُس نے بیس منٹ کے بعد ہی مسکرا کر آنکھیں کھولیں۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر اسرائیل کے حاکم اعلیٰ کے پاس پہنچ کر بولی۔ "میں بول رہی ہوں۔ تم میرا نام نہیں جانتے۔ اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ میں دمشق میں رہنے والی مشروبہ کے دماغ میں جاکر ایم آئی ایم کے سربراہ کی نمائندگی کرتی رہی ہوں۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ایم آئی ایم کے سربراہ کے ایک نمائندے نے مجھ سے فون پر باتیں کی تھیں۔ ہم نے مطالبہ مان لیا ہے اور ابھی سٹائٹ کے ذریعے ساری دنیا کو بتائیں گے کہ ایم آئی ایم کے سربراہ نے تحریری طور پر یا کسی نمائندے کو بھیج کر قتل ابیب کی بات نہیں کی تھی۔ کسی دشمن تنظیم نے ایم آئی ایم کو بدنام کرنے کے لیے ایک چال چلی تھی' جو ناکام رہی۔"

شی تارا نے کہا۔ "ہمیں یقین ہے کہ تم لوگ دنیا کے سامنے جھوٹ بولو گے۔ لیکن میں تمہارے ملک کی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے دماغ میں نہیں آنے دیں گی۔ لہٰذا الپا تمہارے دماغ میں اُس سے رابطہ کرو۔ میں دس منٹ کے بعد آؤں گی۔"

اُس نے اعلیٰ حاکم کو دس منٹ کا وقت دیا۔ پھر اس کے دماغ میں گئی اور پوچھا "کیا الپا موجود ہے؟"

الپا نے کہا۔ "ہاں میں الپا بول رہی ہوں۔ اگر تمہارا تعلق ایم آئی ایم سے نہ ہوتا تو میں ابھی نہ آتی۔ کیونکہ دوسرے معاملے میں بے حد مصروف ہوں۔ بہتر ہے ٹوڈی پوائنٹ گفتگو ہوجائے۔"

شی تارا نے کہا۔ "میں بھی بہت مصروف ہوں۔ مختصر بات یہ ہے کہ ہمیں ایک فراڈ سربراہ کے پیچھے اس مائیک ہرارے کا علم ہوچکا ہے جس کا تعلق سپر ماسٹر سے ہے۔ یوں صاف ظاہر ہوچکا ہے کہ امریکا نے ایم آئی ایم کو بدنام کرنا چاہا تھا۔"

"ہاں۔ مائیک ہرارے کے حوالے سے سپر ماسٹر اور امریکا پر ہی الزام آئے گا۔ لیکن امریکا ہمارا دوست ہے اور سپر ماسٹر نے تمہاری تنظیم کو بدنام کرنے کی سازش نہیں کی ہے۔"

"الپا! ابھی تم نے ٹوڈی پوائنٹ باتیں کرنے کو کہا اور اب خود بات بڑھا رہی ہو۔ یہ بھول رہی ہو کہ ٹی وی اسکرین پر ہرارے کے زخمی ہوتے ہی میرے علاوہ ایم آئی ایم کی دوسرے خیال خوانی کرنے والے ہرارے کے اندر پہنچے تھے۔ اب تم سمجھ سکتی ہو کہ ہم نے ہرارے اور سپر ماسٹر کی سازش کو کس حد تک معلوم کیا ہے۔"

"تمام دنیا کے ٹی وی اسکرین پر اُن مناظر کو پیش کرنے کا نقصان یہ ہوا ہے کہ فراڈ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بھی زخمی ہرارے کے چور خیالات پڑھے ہوں گے۔ بائی دی وے' تم اس سلسلے میں کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ سپر ماسٹر نے ہماری تنظیم کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اُس کے جواب میں اسرائیلی حکام کی طرف سے سپر ماسٹر کو بدنام کیا جائے۔ اس کی سازش کو دنیا والوں کے سامنے پیش کیا جائے۔"

"ہمیں مشکل میں نہ ڈالو۔ امریکا سے ہمارے اچھے تعلقات ہیں۔ تمہارے سربراہ کے لیے یہ بات اطمینان بخش ہوگی کہ ہم ایم آئی ایم کی حمایت میں دنیا والوں کے سامنے ابھی ایک گھنٹے بعد بول رہے ہیں۔"

"الپا! تم اپنے اکابرین سے کہو کہ ہمارے خلاف سازش کرنے والوں کو ہم معاف نہیں کریں گے۔ ٹی وی کے ذریعے سازش کرنے والوں کے نام پیش نہیں کیے جائیں گے تو ہم قتل ابیب میں امریکیوں کا جینا حرام کردیں گے۔ ہمارے کئی جاں نثار مجاہدین یہاں آپہنچے ہیں۔ لیکن ابھی کچھ عرصہ مجاہدین کوئی حرکت نہیں کریں گے۔ ہم دوسری چال چل رہے ہیں۔"

"شاطرانہ چال پہلے سے کسی کو نہیں بتاتے۔ تم بھی نہیں بتاؤ گی؟"

"ضرور بتاؤں گی تاکہ معلوم تو ہو کہ ہم لڑتے بھی ہیں تو دشمنوں کے ہی ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے جتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں' انہوں نے اب تک قتل ابیب کے دس یہودیوں

پر تنویمی عمل کیا ہے۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ اب وہ ہمارے اشاروں پر امریکی انجینئروں' ڈاکٹروں' سیاسی اور فوجی مشیروں کو ہلاک کریں گے۔"

"یعنی تم لوگ سپر ماسٹر کو یہ یقین دلاؤ گے کہ اسرائیل کے یہودی عوام امریکیوں کے جانی دشمن بن گئے ہیں۔"

"ہاں تم لوگ مائیک ہرارے اور سپر ماسٹر کی اس سازش کو چھپاؤ جو ہمارے خلاف کی گئی۔ ہم اپنے طریقہ کار سے سپر ماسٹر وغیرہ کو یہودیوں سے بدظن کریں گے۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تمہاری اس نئی تنظیم نے ہمارے لیے بہت سی مشکلات پیدا کردی ہیں۔ ویسے کیا تم وہی ہو جو ایک گھنٹا پہلے ہماری ایک جاسوسہ کے دماغ میں الپا بن کر آئی تھیں؟"

"ہاں۔ میں وہی ہوں۔ اُس ہوٹل میں بنجامن فرائڈ نامی ایک یہودی خوبرو جوان ہے۔ میں نے لندن میں اسے دیکھا تھا اور اسے اپنا تابعدار بنالیا تھا۔ تم عورت ہو' تم سے کیا چھپاؤں۔ اس پر میرا دل آگیا ہے۔ اس بیچارے کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ میں اُس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھتی ہوں۔ وہ کچھ دنوں بعد لندن واپس جائے گا تو میں اسے مسلمان بنا کر شادی کرلوں گی۔"

الپا نے کہا۔ "میں شادی کی پیشگی مبارکباد دیتی ہوں۔ اگر تم چاہو تو ہم مسٹر بنجامن فرائڈ کو یہاں وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیں گے اور اس کے لیے سیکورٹی گارڈز مقرر کردیں گے۔"

"تمہارا شکریہ۔ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ تمہارا کوئی پولیس والا' کوئی فوجی یا کوئی جاسوس اُس کے قریب نہ جائے۔ آج جو جاسوسہ اس کے قریب گئی تھی' اسے میں نے نظرانداز کردیا ہے۔ آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔ ایسا نہیں ہوگا اور چاہتی ہوں کہ ہم سے امریکا کے معاملے میں سمجھوتا کرو۔ ہمارے اس شہر تل ابیب کو میدان جنگ نہ بناؤ۔ اور یہاں کے کسی امریکی کو نقصان نہ پہنچاؤ۔"

شی تارا نے ہنس کر کہا۔ "ہم عورتوں کے دل اور جذبات اپنے اختیار میں نہیں رہتے۔ تم نے بنجامن سے شادی کے بارے میں پیشگی مبارک باد دے کر ایک عجیب سی مسرت دی ہے۔ یعنی دوستوں اور دشمنوں میں تم پہلی عورت ہو جس نے سب سے پہلے مبارک باد دی ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ اپنے سربراہ سے آج ہی اس سلسلے میں گفتگو کروں گی۔ بلکہ قائل کروں گی کہ اس ملک میں کسی امریکی کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔"

"میں کس زبان سے تمہاری تعریف کروں۔ تم ضدی اور ہٹ دھرم نہیں ہو۔ تم کسی بھی معاملے میں سمجھوتے کے لیے لچک پیدا کرلیتی ہو۔ کیا اپنا نام بتانا پسند کروگی؟"

"ہمارے سربراہ نے خود کو اور ہم سب کو سختی سے گمنام رہنے کی تاکید کی ہے۔ ویسے ماضی میں تم مجھے اچھی طرح جانتی تھیں۔ صرف میں ہی نہیں' ہمارے جتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں' انہیں ماضی میں سب ہی دیکھ چکے ہیں۔ مگر اب ہم سب کے نام اور شخصیتیں بدل گئی ہیں۔"

"کیا مجھ سے پھر رابطہ کروگی؟ دیکھو جب ہماری گفتگو شروع ہوئی تو میں نے کہا تھا' ڈوبی پوائنٹ باتیں کرو۔ یعنی میں پیچھا چھڑانا چاہتی تھی اور اب تمہارا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتی ہوں۔ ہم ذرا سی دیر میں ایک دوسرے کے کتنے قریب آگئے ہیں۔"

"سچ پوچھو تو میں بھی بڑی اپنائیت محسوس کررہی ہوں۔ میں ایک گھنٹے بعد رابطہ کروں گی اور اپنے سربراہ سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بھی بتاؤں گی۔"

"تم نے ہمارے انٹیلی جنس کے چیف برین آدم کا نام سنا ہوگا۔ آئندہ ہماری ملاقات برین آدم کے دماغ میں ہوگی ہمارے حاکم اعلیٰ فون پر چیف سے بات کررہے ہیں۔ تم ان کی آواز سن لو۔"

اعلیٰ حاکم نے فون پر رابطہ کیا تو برین آدم کی آواز سنائی دی "ہیلو فرمایئے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہے؟"

اعلیٰ حاکم نے کہا "ایم آئی ایم کی ایک خیال خوانی کرنے والی محترمہ اور میڈم الپا آپ کے دماغ میں آکر باتیں کرنا چاہتی ہیں۔ کیا آپ کو کوئی اعتراض ہے؟"

برین آدم نے کہا "اعتراض نہیں ہے لیکن میں مختلف معاملات میں مصروف رہتا ہوں۔ لہٰذا ان دونوں کی ملاقات میرے سیکریٹری کے دماغ میں ہو تو میری مصروفیات میں مداخلت نہیں ہوا کرے گی۔ میں اپنے سیکریٹری کی آواز سنا رہا ہوں۔"

چند لمحوں کے بعد شی تارا نے سیکریٹری کی آواز سنی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "الپا! تم موجود ہو؟"

"ہاں موجود ہوں۔ اب ایک گھنٹے بعد اسی سیکریٹری کے دماغ میں ہماری ملاقات ہوگی۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اب دل کا بوجھ ہلکا ہوگیا تھا۔ اس نے پارس کے لئے جو خطرات پیدا کئے تھے اس کا توڑ کرچکی تھی۔ اب کوئی یہودی دشمن اس کے پارس کے قریب نہیں جائے گا۔ اس حد تک اس کی حفاظت کرنے کے بعد وہ سوچنے لگی۔ ان یہودیوں کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ وہ لوگ کہیں سے چھپ چھپ کر یہ معلوم کرنے کے لئے پارس کی نگرانی کریں گے کہ اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی محبوبہ اپنے ایم آئی ایم کے مفادات کے لئے اپنے تابعدار محبوب سے کیسے کیسے کام لے رہی ہے؟ اب یہ ضروری ہوگیا تھا کہ پارس سے رابطہ قائم کرے لیکن کیسے؟ اب سے پہلے اس کے موبائل فون کے نمبر ڈائل کئے تو پتا چلا اس نے فون بند کررکھا ہے۔ پھر اس نے دماغی رابطہ کرنے سے بھی منع کیا تھا۔ ویسے اب تک خاصی دیر ہوگئی تھی۔ وہ جاسوسہ جو اس کے ساتھ ہوٹل کے لان میں ٹھنڈا مشروب پی رہی تھی' وہ جاچکی ہوگی اور شاید الپا نے بھی اسے تاکید کی ہوگی کہ وہ اس نوجوان بنجامن فرائڈ سے دور چلی جائے۔

اس بار اُس نے پارس کے موبائل فون کو آزمایا تو رابطہ ہوگیا۔ وہ بولی "میں ہوں پلیز فون بند نہ کرنا۔ میں نے جو غلطی کی تھی۔ اس کی تلافی کرچکی ہوں۔ میں نے بگڑی ہوئی بات بنادی ہے۔"

"میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ تم نے اتنی تیز رفتاری سے بگڑی ہوئی بات کیسے بنادی؟"

وہ اسے پوری تفصیل سے تمام باتیں بتانے لگی۔ وہ سب کچھ سننے کے بعد بولا "تم نے کمال کردیا۔ میں تو سمجھتا تھا کہ عورت کم عقل ہوتی ہے۔"

وہ فخر سے مسکرا کر بولی "آخر میں نے منوالیا کہ میں کم عقل نہیں ہوں۔"

"واقعی مان گیا۔ بھلا کم عقل کیسے ہوسکتی ہے۔ کم عقل اسے کہتے ہیں' جس کے پاس عقل ہوتی ہے اور جب عقل ہوتی ہے تو کم یا زیادہ کا حساب ہوتا ہے۔ میں کم عقل سمجھتا تھا اور تم نے ثابت کردیا کہ عقل ہی نہیں ہے۔"

"کیا بات کررہے ہو؟ کیا میری شاطرانہ چال اور ذہانت سے جل رہے ہو؟ میرے اس کارنامے میں اب کوئی غلطی ضرور نکالو گے۔"

"میں صرف چند باتیں کروں گا۔ کوئی غلطی نہیں نکالوں گا۔ میں مانتا ہوں کہ عورتیں بھی ذہین ہوتی ہیں۔ کیا میری مما (سونیا) کی ذہانت کا کوئی مقابلہ کرسکتا ہے؟"

وہ بولی "ہرگز نہیں۔ تم نے اپنی ماں کی ذہانت کی مثال دے کر اپنی ہی بات کی نفی کردی اور مان گئے کہ عورت ذہین ہوتی ہے۔"

"پھر تم بھی مان جاؤ کہ الپا ایک عورت ہے۔ اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ ذہانت اور چالبازی میں وہ تم سے کم نہیں ہوگی۔"

وہ ذرا چپ رہی۔ پھر بولی "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے الپا کی ذہانت اور چالبازی سے دھوکا کھایا ہے کیا۔ اس نے میری اس بات پر بھروسا نہیں کیا ہے کہ تم ایک یہودی بنجامن فرائڈ ہو اور مُلّے نے تمہیں تمہاری لاعلمی میں تابعدار بنا رکھا ہے؟"

"اس نے یقیناً بھروسا کیا ہے کیونکہ اس جاسوسہ نے جس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے دماغ میں بھیجا تھا اس نے بھی الپا کو غلطی نہیں کی۔ بات کچھ اور ہے۔"

"میں بھی تو سنوں کہ وہ کوئی اور بات کیا ہے؟"

"تم نے الپا پر یہ ظاہر کیا ہے کہ تم ایم آئی ایم کی ایک خیال خوانی کرنے والی عورت ہو۔ مجاہدین کی وہ ایم آئی ایم یہودیوں کی کٹر دشمن ہے اور تم مجاہدہ ہو کر ایک یہودی بنجامن کو دل دے بیٹھی ہو اور ایک دن اسے مسلمان بنا کر اس سے شادی کرلوگی۔"

"میں نے ایسا کہنے میں کون سی غلطی کی ہے؟"

"یہی کہ کسی کو زبردستی یہودی' عیسائی' ہندو یا مسلمان نہیں بنایا جاسکتا اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے صرف دماغ متاثر ہوکر یا سحرزدہ ہوکر مذہب بدل سکتا ہے مگر روح اپنے دین پر قائم رہتی ہے۔ دل سے' دماغ سے اور پوری ہوش مندی سے اسلام قبول کیا جاتا ہے اگر جبراً ایسا کرنا ہوتا تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت پہلے ہی تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر تمہیں ہندو سے مسلمان بنادیتے۔"

"کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ تمہارا یہ مذہبی طریقہ کار الپا بھی سمجھتی ہو اور مجھ پر شبہ کررہی ہو۔"

"یہی عورت کی نادانی ہے کہ وہ دوسری عورت کو نادان سمجھتی ہے۔ کیا الپا مجھے اور تمہیں بے نقاب کرنے کی کوئی چال نہیں چل رہی ہوگی؟ کیا اس نے یقین کرلیا ہوگا کہ ایم آئی ایم کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک یہودی کو تابعدار بنا کر اس سے اسرائیلیوں کے خلاف کوئی اہم کام نہیں لے رہی ہوگی۔"

"اوہ پارس! تمہاری یہ باتیں مجھے الجھا رہی ہیں۔"

"میں موبائل فون پر زیادہ دیر باتیں نہیں کرسکتا۔ اس کی بیٹری بھی ڈاؤن ہو رہی ہے۔"

"مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔ یا میرے کمرے میں آجاؤ۔"

"میں ابھی ہوٹل سے بہت دور ہوں۔ تمہارے پاس نہیں آسکتا۔ اور دماغ میں اس لئے نہیں آنے دوں گا کہ تمہاری موجودگی میں کوئی دشمن بھی میری کھوپڑی میں جگہ بنا سکتا ہے۔ ویسے تم میرے پاس چلی آؤ۔"

پارس نے اسے پتا بتایا کہ وہ کہاں مل سکتا ہے؟ وہ خوش ہوکر بولی "میں ابھی چیخ کر کے آرہی ہوں۔"

"مجھ سے ملنے کی خوشی میں دشمنوں سے غافل نہ رہنا بہت محتاط ہوکر ہوٹل سے نکلو اور اپنا ریوالور ضرور اپنے پاس رکھو۔"

اس نے اٹھ کر اپنی اٹیچی سے ایک اچھے لباس کا انتخاب کیا۔ اسے پہن کر چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیا۔ وہ اپنے چاہنے والے کے لئے ہر روز نئی دلہن تو نہیں بن سکتی تھی مگر اس کے لئے دلہن کی طرح سنور سکتی تھی۔ وہ ہوٹل سے باہر آکر اپنی رینٹڈ کار میں بیٹھ گئی۔ پھر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی شہر کے مختلف راستوں سے گزرنے لگی اور پوری توجہ سے یہ معلوم کرنے لگی کہ کوئی اس کا تعاقب تو نہیں کررہا ہے؟

ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد اطمینان ہوگیا۔ کوئی اس کے تعاقب میں نہیں تھا۔ اس نے کار کو صحیح سمت موڑ دیا۔ سمندر کی ساحلی سڑک پر تیز رفتاری سے جانے لگی۔ پارس نے کہا تھا کہ وہ اسی سڑک پر ایک ویران سے علاقے میں ایک سفید ویگن کار کے پاس کھڑا رہے گا۔

پھر وہ دور سے کھڑا ہوا نظر آیا۔ اس نے قریب پہنچ کر سڑک

کے کنارے کار روکی۔ پھر کار سے نکلتے ہوئے بولی "تم ہوٹل چھوڑ کر اتنی دور کیوں آئے ہو؟ کیا وہاں خطرہ محسوس کر رہے تھے؟"

وہ بولا "خطرہ وہاں نہیں' یہاں ہے۔ ذرا اسے دیکھو' یہ میرا موبائل فون ہے نا؟ ایک گھنٹے پہلے تم نے اسی نمبر پر مجھ سے باتیں کی تھیں؟"

شی تارا نے فون دیکھ کر پوچھا "یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟ جبکہ یہ تمہارا فون ہے۔"

"یہ میرا فون نہیں ہے۔ اور فاریور انفارمیشن' میں بنجامن فرائڈیا تمہارا پارس نہیں ہوں۔"

وہ ذرا ناراضگی سے بولی "دیکھو یہ ہر وقت الٹا سیدھا مذاق نہ کیا کرو۔"

وہ مسکرا کر بولا "یہ مذاق واقعی الٹا سیدھا ہے۔ جسے تم پارس سمجھ کر سیدھی چلی آئی ہو' اس کی اصلیت جان کر اب الٹی ہو جاؤ گی۔ میں نے اس پارس سے یہ موبائل فون حاصل کیا اور تم نے اسی فون پر مجھے پارس سمجھ کر گفتگو کی۔ ویسے تمہارا یار بڑا جیدار ہے۔ ہم چھ آدمیوں نے مل کر اسے قابو میں کیا تھا۔"

اسی وقت سفید ویگن کار کا دروازہ کھلا۔ ایک جوان عورت مسکراتی ہوئی باہر آئی۔ پھر وہ شی تارا سے مخاطب ہوئی تو اس کی آواز سن کر شی تارا بدحواس سی ہو گئی۔ وہ الپا کی آواز تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "ہیلو شی تارا! ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بڑی بھول بھلیاں ہیں۔ تم مجھے چکر دے رہی تھیں۔ میں نے تمہیں چکرا کر رکھ دیا۔ ویسے تمہارا پارس یہاں موجود ہے وہ دیکھو۔"

شی تارا نے دیکھا ویگن کار کے پیچھے سے پارس اپنے اصلی روپ میں آ رہا تھا۔ تین یہودیوں نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا۔ الپا نے کہا "شی تارا! تمہارے سامنے جو کھڑا ہوا ہے وہ ہمارا آدمی ہے۔ ہم نے اس پر بنجامن فرائڈ کا میک اپ کیا ہے اور تمہارا اپنا پارس گن پوائنٹ پر ہے۔ میں تمہیں پندرہ منٹ کا وقت دیتی ہوں۔ اپنے یار کو بچا کر لے جا سکتی ہو تو لے جاؤ۔"

اب ایسے میں وہ کیا کر سکتی تھی؟ اس نے ایک دم سے خیال خوانی کی پرواز کر کے مجھے پکارا "پاپا! میں ہار گئی۔ یہ دشمن پارس کو گولی مارنے والے ہیں' آپ جلدی آئیں۔"

میں نے کہا "یہ کیا کہہ رہی ہو۔ پارس دشمنوں میں کیسے پھنس گیا ہے؟"

"آپ خود آ کر دیکھ لیں۔ پلیز جلدی آئیں۔"

"مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔ میں تمہارے ذریعے وہاں کی پوزیشن دیکھوں گا۔"

وہ میرے دماغ سے گئی۔ میں اس کے دماغ میں چلا آیا۔ وہ بولی "مجھ سے کچھ فاصلے پر الپا کھڑی ہے۔ اسی نے یہ جال بچھایا ہے۔ اب میں تسلیم کرتی ہوں کہ میرے پاس ذہانت نہیں ہے۔ اس نے مجھے پندرہ منٹ کا وقت دیا ہے کہ میں کسی طرح پارس کو بچا کر لے جاؤں۔ کیا ایسا ممکن ہے پاپا؟"

میں نے کہا "بے شک ممکن ہے۔ میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا کہ پریشانی اور بدحواسی میں انسان ذہانت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ابھی تمہاری بھی یہی حالت ہے۔"

"میں بہت احمق ہوں۔ پارس کے ساتھ رہنے کے قابل نہیں ہوں۔ اس بار آپ اسے بچا لیں۔ میں اس سے بہت دور چلی جاؤں گی تاکہ میری وجہ سے پھر اس پر کوئی مصیبت نہ آئے۔"

الپا نے اس سے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو۔ دس منٹ گزر چکے ہیں۔ صرف پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔"

میں نے کہا "عقل سے کام لینے کے لئے ایک لمحہ کافی ہوتا ہے۔ پانچ منٹ بہت ہیں۔ اب ذرا عقل سے سوچو۔ وہ میرا بیٹا ہے۔ ذہانت اور مکاری میں بے مثال ہے۔ ایسے جوان کو الپا کبھی گولی مارنے نہیں دے گی۔ بلکہ زنجیروں میں جکڑ کر اسے اپنی رہائش گاہ میں لے جائے گی۔ اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا غلام بنائے گی۔ میری اتنی باتوں سے کیا تمہیں عقل آئی کہ پارس کو گولی نہیں ماری جائے گی؟"

"ہاں' یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے۔ الپا بہت عرصہ پہلے پارس کی دیوانی تھی۔ آج اسے پھر کھویا ہوا پارس مل گیا ہے۔"

"اب پھر تھوڑی سی ذہانت سے سوچو کہ تم پارس کو الپا سے دور رکھ سکتی ہو۔ وہ پارس کو اپنا بنانے لے جائے گی۔ مگر تمہاری ایک حکمت عملی کے باعث اس سے دور رہے گی۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچ کے ذریعے بولی "پاپا! آپ لوگوں کی حاضر دماغی مجھے نصیب نہیں ہو گی۔ پلیز جلدی بتائیں' میں ایسے وقت کیا کروں۔"

"میں نے تمہاری سوچ سے معلوم کیا ہے کہ تمہارے پرس میں ریوالور ہے۔ اسے نکالو اور پارس کو گولی مار دو۔"

وہ ایک دم سے لرز کر بولی "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں اور پارس کو گولی ماروں؟ آپ۔ آپ ایک باپ ہو کر بیٹے کو قتل کرنے کہہ رہے ہیں؟"

"میں نے کب کہا ہے کہ اسے قتل کرو؟ اسے صرف زخمی کرو۔ وہ دو چار دنوں تک زخمی رہے گا تو الپا صرف اس کی تیمارداری کرتی رہے گی۔ ان دو چار دنوں میں ہم پارس کو اس کی قید سے نکال کر لے آئیں گے۔"

"اوہ۔ ہاں۔ آپ کی یہ پلاننگ سمجھ میں آ رہی ہے۔ مگر میں اپنے ہاتھوں سے اپنے پارس پر گولی نہیں چلا سکوں گی۔"

"یعنی تم اپنے ہاتھوں سے اپنے پارس کو اپنی سوکن کے حوالے کر دو گی — اسے اس کا غلام بنا دو گی؟"

"نہیں میں اسے الپا کے شکنجے میں نہیں جانے دوں گی مگر میں کس دل سے اس پر گولی چلاؤں؟"

الپا نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا "صرف ایک منٹ رہ گیا ہے تم اپنے یار کے لئے کچھ نہیں کر سکو گی۔"

اس نے پرس میں سے ریوالور نکال لیا۔ الپا نے کہا "اگر تم نے ریوالور کا رخ میری طرف کیا اور مجھے گولی مارنے کی حماقت کی تو اس سے پہلے ہی میرے یہ ماتحت پارس کو گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

شی تارا نے ریوالور کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر کہا "اتنی عقل مجھ میں بھی ہے کہ تمہارے بعد میرے پارس کو زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ اس لئے میں وہ کروں گی جو تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتی ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کا رخ پارس کی طرف کیا۔ میں اس کے اندر تھا اور گولی اس طرح چلنے نہ دیتا کہ میرے بیٹے کی جان کے لالے پڑ جاتے۔ میں نے شی تارا کو اپنی مرضی کے مطابق فائر کرنے دیا۔ پارس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ لڑکھڑا کر زمین پر گرا۔ الپا نے چیخ کر کہا "چڑیل کی بچی! یہ تو نے کیا کیا۔ اے' تم سب کیا دیکھ رہے ہو اسے فوراً گاڑی میں ڈالو اور قریبی اسپتال میں لے چلو۔"

وہ سب حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔ زخمی پارس کو ویگن کار کے اندر پہنچا دیا گیا تھا۔ الپا دوڑ کر پارس کے پاس چلی گئی تھی۔ دوسرے ماتحت بھی گاڑی میں بیٹھ گئے تھے۔ ریوالور شی تارا کے ہاتھوں میں رہ گیا تھا۔ وہ کسی اور کو گولی مار کر پارس کو جانی نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ اس لئے انہیں دیکھتی رہ گئی اور وہ گاڑی اسٹارٹ ہو کر اپنی رفتار تیز کرتی ہوئی دور ہوتی چلی گئی۔

جب وہ گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے پوچھا "اس ویران سڑک کے کنارے کیوں کھڑی ہوئی ہو۔ ہوٹل میں جاؤ اور اپنے کمرے میں آرام کرو۔"

وہ رونے لگی۔ پھر بولی "آپ میرے پاس ہیں؟ آپ کو اپنے زخمی بیٹے کے پاس رہنا چاہئے۔"

"میں اس کے پاس رہ کر کیا کروں گا؟ تم اس کے ساتھ رہنے والی تھیں۔ میں نے تمہاری ٹیلی پیتھی پر۔ تمہاری ذہانت پر بھروسا کر کے اپنے بیٹے کو تمہارے حوالے کیا تھا۔ کیا میرا بیٹا مجھے واپس مل سکے گا؟"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ جو کچھ ہوا' آپ کے سامنے ہوا۔ آپ نے خود دیکھا ہے کہ میں بالکل ہی بے بس ہو گئی تھی اور آپ کے مشوروں پر عمل کر رہی تھی۔"

"اگر کوئی دشمن فرہاد علی تیمور بن کر تم سے کہتا ہے کہ پارس کو گولی مار دو تو تم مار دیتی ہو۔"

"لیکن آپ دشمن نہیں ہیں۔"

"ہاں میں اس کا باپ ہوں۔ میں نے گولی چلانے کا مشورہ دیا۔ تم نے کیوں؟"

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"تمہیں پارس کے ساتھ اس لئے رکھا گیا ہے کہ تم عقل استعمال کرنے کی تربیت حاصل کرتی رہو لیکن تم کبھی پریشان ہو جاتی ہو کبھی پارس کے لئے جذبات میں بہہ جاتی ہو۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ یہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرتے ہیں پھر انہیں اپنا تابعدار بنا کر اپنے ملکی مفادات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔"

"یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ مگر....."

میں نے بات کاٹ کر کہا "مگر تمہارے اندر کی عورت نے صرف اتنا ہی سوچا کہ تمہارے محبوب کو سوکن چھین کر لے جا رہی ہے اس حسد اور جلاپے میں یہ نہیں سوچا کہ تمہاری جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ان یہودیوں کے لئے کتنی اہم ہے۔"

وہ چونک کر بولی "ہاں اس واقعے کا یہ پہلو اہم ہے کہ الپا مجھے زخمی کر کے میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے بھی پارس کے ساتھ لے جا سکتی تھی لیکن وہ اس کے تمام یہودی ماتحت مجھے کوئی اہمیت نہ دے کر چھوڑ گئے ہیں۔"

میں نے کہا "یہی بات تم اس وقت عقل سے سوچتیں اور الپا سے پوچھتیں کہ وہ تمہیں اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جا رہی ہے تو تمہیں جواب مل جاتا۔ وہ کہتی کہ یہودیوں کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت رہتی ہے اور وہ یہودی الپا نہیں ہے اور نہ ہی تمہاری اور پارس کی دشمن ہے۔"

شی تارا نے شدید حیرانی سے پوچھا "یہ..... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ الپا نہیں تھی؟"

"وہ مریتا تھی اور اس کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے افراد تھے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی "وہ سب دشمن نہیں تھے تو پھر وہ کوئی ڈی پارس ہو گا' جس پر میں نے گولی چلائی تھی۔"

"وہ ڈی نہیں تھا۔ اصلی پارس تھا۔ میرا بیٹا تھا۔ تم نے سچ مچ اسے زخمی کیا ہے۔"

"پاپا! میں پاگل ہو جاؤں گی۔ یہ آپ لوگ مجھے کس قسم کی ذہانت اور حاضر دماغی کی تربیت دے رہے ہیں۔ اور یہ آپ کی ذہانت ہے یا پاگل پن ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے کو میرے ہی ہاتھوں سے زخمی کرایا ہے؟"

"ہمیں پاگل کہہ لو یا دیوانہ کہو۔ ہماری ایسی دیوانگی کے پیچھے کیا ہو رہا ہے؟ یہ ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ جلد ہی آگے چل کر معلوم ہو جائے گا۔ اس لئے تم صرف اپنی بات کرو کہ تربیت کے اس مرحلے پر صرف ذرا سی عقل کی ضرورت تھی۔ اگر وہ یہودی الپا ہے تو تمہیں کیوں نظر انداز کر رہی ہے اور ایسے وقت تم نے عورت کے حاسدانہ جذبے کو کیوں غالب آنے دیا؟"

"میں تسلیم کر رہی ہوں کہ مجھ سے ایک نہیں کئی غلطیاں ہو چکی ہیں۔"

"ایک غلطی کو معاف کیا جاتا ہے کئی غلطیاں قابل معافی نہیں ہوتیں۔ اسی لئے تمہیں یہ سزا دی گئی کہ تمہارے ہی ہاتھوں سے پارس کو زخمی کرایا گیا۔ ہم کسی مقصد کے تحت یہ کام خود بھی کر سکتے تھے۔ مگر ہم میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ تم نے اپنی محبت کو گولی ماری ہے۔ جاؤ پچھتاؤ۔ اتنی بڑی سزا پانے کے بعد شاید تمہاری ذہانت چمکنے لگے۔"

"اگر آپ درست کہہ رہے ہیں تو میں پچھتاتی رہوں گی اور شرم سے مرتی رہوں گی لیکن مجھے تو کیا دنیا کے کسی بھی ہوش مند کو یقین نہیں آئے گا کہ ایک باپ نے اپنے بیٹے کو گولی مار کر زخمی کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ پاپا! وہ پارس نہیں ہو سکتا۔ وہ ڈی۔۔۔۔۔"

"شی تارا! مجھے افسوس ہے کہ اس وقت بھی تمہاری عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ تم اصل اور ڈی کا فرق بھی معلوم کر سکتی ہو۔"

شی تارا نے ذہن پر زور ڈال کر سوچا۔ بات سمجھ میں آ گئی۔ معمولی سی بات تھی' وہ پارس کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کر سکتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے غم ہو' غصہ ہو' پریشانی یا بدحواسی ہو تو سامنے کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پارس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ وگین کے انڈر سیٹ پر لیٹا ہوا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کے جو افراد مرینا کے ساتھ آئے تھے ان میں ڈاکٹر اور تیماردار بھی تھے۔ وہ پارس کے زخم کی مرہم پٹی کر رہے تھے۔

شی تارا اسے مخاطب کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "واپس آ جاؤ۔ اس سے باتیں نہ کرو۔"

وہ دماغی طور پر سڑک کے کنارے اپنی کار کے پاس حاضر ہو گئی پھر بولی "پاپا! آپ نے مجھے اس کے پاس رہنے کیوں نہیں دیا؟"

"یہ بھی تربیت کا ایک مرحلہ ہے۔ تم اُس کے پاس گئیں تم نے اُس کے پارس ہونے کی تصدیق کی۔ اس کے زخم کو بھی دیکھا۔ اب تمہیں چند گھنٹوں میں بتانا ہے کہ میرا بیٹا اس تکلیف دہ مرحلے سے کیوں گزر رہا ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "بعض اوقات بیک وقت کئی فرائض ادا کرنے پڑتے ہیں۔ تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ تم نے برین آدم کے سیکریٹری کے دماغ میں الپا سے ایک گھنٹے بعد ملاقات کا وقت مقرر کیا تھا اور اب تین گھنٹے گزر چکے ہیں جاؤ اور اس سے بھی رابطہ رکھو۔"

میں اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی شہر کی طرف آئی۔ پھر سمندر کے ساحل پر کار روک کر برین آدم کے سیکریٹری کے اندر پہنچی اور بولی "الپا کو اطلاع دو۔ میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ بولا "آپ پانچ منٹ کے بعد آنے کی زحمت کریں' وہ میرے پاس موجود رہیں گی۔"

سیکریٹری نے سانس روک لی۔ وہ بتانا نہیں چاہتا تھا کہ الپا سے فون پر برین آدم کے یا کسی اور فرد کے ذریعے رابطہ قائم کرنا ہے۔ شی تارا پانچ منٹ کے بعد پہنچی۔ الپا وہاں موجود تھی۔ اس نے کہا "تم نے ایک گھنٹے بعد ملاقات کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ کیا کسی اہم معاملے میں مصروف ہو گئی تھیں۔"

"میں اپنی زندگی کے سب سے اہم معاملہ میں ابھی تک مصروف ہوں۔ میرا سب سے قیمتی سرمایہ چرا لیا گیا ہے۔ میں ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ چور کے کہوں؟ شبہ تم پر بھی ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تمہارا کون سا قیمتی سرمایہ چرا لیا گیا ہے اور تم مجھ پر بھی شبہ کیوں کر رہی ہو؟"

"میں کیا بتاؤں؟ میرا بنجامن فرائڈ کہیں گم ہو گیا ہے۔ میں نے کئی بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوششیں کیں لیکن مجھے اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ میرا دل نہیں مانتا کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ تقریباً چار گھنٹے پہلے تمہاری ایک جاسوسہ نے اس سے گفتگو کی تھی۔ تمہارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے خیالات پڑھے تھے وہ اچھا خاصا صحت مند تھا۔ پھر اسے موت کیسے آ سکتی ہے؟"

الپا نے کہا "تمہارے ساتھ یہ جو ٹریجڈی ہو رہی ہے اس کے لئے میں دل سے صدمہ محسوس کر رہی ہوں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اسے موت آئی ہو۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کسی کے بھی دماغ پر قبضہ جما کر تنویمی عمل کے ذریعے اس کی پہلی آواز اور لہجہ بھلا دیتے ہیں اور نئی آواز اور لہجہ اس کے ذہن میں نقش کر دیتے ہیں۔ اس کی شخصیت بدل دیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی دشمن نے تمہارے بنجامن کے ساتھ ایسا کیا ہو اور اب تمہیں بنجامن کی سابقہ آواز اور لہجہ بدل جانے کے باعث اس کا دماغ نہ مل رہا ہو۔"

"میں یہی سوچ کر دل کو تسلی دے رہی ہوں کہ وہ زندہ ہے اور کوئی میرے بنجامن سے یا مجھ سے دشمنی کر رہا ہے۔"

"اور دشمنوں کی فہرست میں تم مجھے بھی شامل کر رہی ہو۔ بلکہ میں تم سے دوستی کی آرزو کر رہی ہوں۔"

"دیکھو الپا! اگر تمہارے کسی جاسوس نے اسے قتل نہیں کیا ہے اور تمہارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی شخصیت تبدیل نہیں کی ہے تو پھر سپر اسٹار کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے یہ دشمنی کی ہے۔"

"فرہاد کی فیملی میں بھی کتنے ہی خیال خوانی کرنے والے ہیں' ہم ان پر شبہ نہیں کر رہی ہو؟"

"تم جانتی ہو کہ فرہاد علی تیمور بھی ہماری طرح اسرائیلی حکومت کی کتنی ہی پالیسیوں کے خلاف ہے اور تم سب کے علاوہ سپر اسٹار بھی جانتا ہے کہ فرہاد یا بابا صاحب کے ادارے سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ان سے ہماری دوستی ہے اور نہ کسی قسم کی دشمنی ہے۔ اس لئے اُن سے ہمیں کبھی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"مجھے افسوس بھی ہے اور شرمندگی بھی۔ تمہارا محبوب ہمارے اس شہر سے کیسے گم ہو گیا ہے۔ یہاں بیرونی ممالک سے آنے والوں کے ویزا وغیرہ کی کاپیاں محفوظ رہتی ہیں۔ میں اس کے ویزا سے بے شمار تصاویر بنا کر تمام سراغرسانوں کے حوالے کروں گی۔ ان تصاویر کے ذریعے صرف تل ابیب میں نہیں بلکہ پورے اسرائیل میں اسے تلاش کیا جائے گا۔ یہ کام ابھی سے شروع ہو گا۔ ٹیلی ویژن کے ذریعے بھی اس کی تصویریں دکھائی جائیں گی اور پورے اسرائیلی عوام سے کہا جائے گا کہ اسے جو تلاش کرے گا اسے ایک لاکھ ڈالر انعام کے طور پر دیئے جائیں گے۔ میں یہ اعلانات صادر کر کے ابھی آئی ہوں۔ تم دس منٹ کے بعد اسی سیکریٹری کے دماغ میں مجھ سے ملو۔"

اُن کا رابطہ ختم ہو گیا۔ شی تارا کو اپنے پارس کی فکر تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی متفکر تھی کہ وہ اپنوں کی ہی پناہ میں ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے زخمی کیوں کیا گیا ہے؟ کسی کو گولی مارنا ظلم ہے لیکن اپنوں کو گولی مارنا تو بے حسی اور درندگی ہے۔ پارس کو درندگی کے عذاب میں کیوں مبتلا کیا گیا تھا۔ یہ اسے معلوم کرنا تھا۔ کسی نے اس کی ذہانت کو چیلنج کیا تھا۔ تربیت کے اس مرحلے پر اس کے لئے یہ سمجھنا ضروری تھا کہ ہم نے پارس کے خلاف ایسا قدم کیوں اٹھایا اور اب آئندہ کیا کرنے والے ہیں؟

شی تارا نے سوچا کہ یہ بات بھی سیدھی سی سمجھ میں آنے والی ہو گی لیکن اس سے پہلے وہ سیدھی اور بالکل سامنے والی باتوں پر توجہ نہ دے کر غلطیاں کر چکی تھی لہٰذا اب وہ اپنی ذہانت کا ثبوت دینے کے لئے بہت دور کی کوڑی لانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ پارس کا زخمی ہونا بھی بالکل سمجھ میں آنے والی بات ہو گی لیکن وہ ابھی سمجھ نہیں رہی تھی لیکن سمجھنے کا عہد کر چکی تھی۔

پارس کے چور خیالات کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا پڑھ سکتا تھا۔ اس لئے شی تارا چپ چاپ اس کے اندر جاتی تو اہم واپس آتی۔ اسے تربیت کے اس مرحلے پر صرف ذہانت سے جیتنا تھا اور وہ چند گھنٹوں میں اپنی ذہانت کا ثبوت دے کر مجھ سے وصول کرنا چاہتی تھی۔

وہ دس منٹ کے بعد پھر برین آدم کے سیکریٹری کے پاس آ گئی۔ وہاں الپا نے آ کر کہا "میں نے بڑی سختی سے احکامات صادر کئے ہیں۔ تمہارے بنجامن فرائڈ کی تصویریں ہر جاسوس اور ہر پولیس آفیسر تک پہنچائی جائیں گی اور تم آدھے گھنٹے بعد ٹی وی اسکرین پر گم شدہ بنجامن کی تصویر دیکھ سکو گی اور یہ اعلان سن سکو گی کہ جو تلاش کرنے والے کو ایک لاکھ ڈالر دیئے جائیں گے۔"

شی تارا نے کہا "میں تمہاری مشکور ہوں۔ تم میرے بنجامن کو تلاش نکالنے کے لئے اپنے تمام ذرائع استعمال کر رہی ہو۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ تمہارے بھی کسی مشکل وقت میں بہت کام آؤں گی۔"

"ہمارے لئے تو مشکل وقت یہی ہے کہ تمہاری تنظیم کے سربراہ اور ہمارے اعلیٰ حکام کے درمیان کوئی رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ اگر اُن کی آپس میں گفتگو ہوتی تو ایک دوسرے کو سمجھنے میں آسانی ہوتی۔ بہت سی غلط فہمی دور ہوتی۔ پھر مفاہمت اور دوستی کی راہیں ہموار ہونے لگتیں۔"

شی تارا نے کہا "میں نے اس سلسلے میں اپنے سربراہ سے گفتگو کی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ اسرائیلی حکام مکمل تعاون نہیں کر رہے ہیں۔ نصف تعاون یہ ہو رہا ہے کہ وہ ابلاغ کے تمام ذرائع سے یہ تسلیم کریں گے کہ ایم آئی ایم کے سربراہ نے تل ابیب آنے کے سلسلے میں کوئی فراڈ نہیں کیا ہے۔ وہ دشمنوں کی چال تھی۔ لیکن تم لوگ سپر اسٹار کو دشمن کے طور پر پیش نہیں کرو گے۔ یہ اسرائیلی حکمت عملی ہمارے سربراہ کو پسند نہیں ہے۔"

الپا نے کہا "میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ یہ ہمارے ملک کی سیاسی مجبوری ہے۔ ہمیں اپنی بقا کے لئے سپر اسٹار کو دوست بنائے رکھنا ضروری ہے۔"

"میں نے تمہاری اس سیاسی مجبوری کا ذکر کیا تھا لیکن ہمارا سربراہ وہی کہتا ہے جو میں پہلے کہہ چکی ہوں۔ یعنی تم امریکیوں کو دوست بنائے رکھو' ہم تو انہیں اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے۔"

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں جیگتی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟

تو کتاب

کم نظری اور اس کا علاج

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

آپ کو بتائے گی کہ

عینک سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بغیر دواؤں کے اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں صحت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جا سکتا ہے۔

ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

مکتبہ نفیسات پوسٹ بکس ۹۴۴۳ کراچی ۱

یہاں اسرائیل میں رہنے والے امریکیوں کا جینا دوبھر کردیں گے۔"

"یہ مناسب نہیں ہے۔ تمہارا سربراہ چاہے تو ان سے امریکا میں انتقامی کارروائی کرسکتا ہے۔ ایسا یہاں کیا جائے گا تو ہماری حکومت کو نقصان پہنچے گا۔"

"تم درست کہتی ہو۔ ہمیں تم لوگوں سے نقصان نہیں پہنچا ہے۔ وہ مائیک ہرارے فراڈ سربراہ بن کر ہمیں بدنام کرنے آیا تھا۔ اگر تمہاری حکومت اس مائیک ہرارے کو ہمارے حوالے کردے تو ہمارا سربراہ تمہارے اعلیٰ حکام سے گفتگو کرنے اور آپس میں دوستی اور سمجھوتے کی راہیں نکالنے کو تیار ہوجائے گا۔"

الپا نے کہا "مائیک ہرارے کو تو ہم امریکا کے بھی حوالے نہیں کریں گے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ایسا غیر معمولی علم رکھنے والے مقتدر سے ہی ہاتھ آتے ہیں۔ مائیک ہرارے ہمارے لئے ایسا قیمتی سرمایہ ہے جو سپر ماسٹر کی غلط پلاننگ کے باعث ہمارے شکنجہ میں آگیا ہے۔ پلیز اپنے سربراہ کو سمجھاؤ کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا مطالبہ نہ کرے۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ تمہارا بنجامن ہمارے ملک میں ابھی تک ہے تو میں اسے صبح تک تلاش کرکے تمہارے حوالے کردوں گی۔"

"تم نہیں جان سکتیں کہ میں بنجامن کے لئے کیسی دیوانی ہورہی ہوں۔ اگر وہ تمہارے ذریعے ملے گا تو میں اپنے سربراہ سے تمہاری باتیں منوانے کے لئے لڑ پڑوں گی۔ کسی بھی طریقے سے اسے مجبور کردوں گی کہ تمہارے اعلیٰ حکام سے رابطہ کرے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے بنجامن کو کسی طرح تلاش کرلوں گی۔ تم اپنے اور ہمارے اکابرین کو کسی طرح مذاکرات کی میز پر لے آؤ۔ باٹی دی وے' تمہارے بنجامن کے سلسلے میں ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور پوچھو۔"

"تمہارا سربراہ اور تنظیم کے تمام مجاہدین ہم یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ تم ایک یہودی بنجامن کو دل وجان سے چاہتی ہو اور یہاں اسے تلاش کرتی پھر رہی ہو؟"

"ہماری کوئی بات سربراہ سے چھپی نہیں رہتی۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور مختلف ذرائع سے ہماری مصروفیات کا علم رکھتا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں میری اور اس یہودی کی محبت محض اس لئے برداشت کررہا ہے کہ میں بنجامن کو مسلمان کرنے والی ہوں۔"

"پھر تو بنجامن تمہیں ہر حال میں ملنا چاہئے۔ تم ایک یہودی کو مسلمان بناؤ گی تو اپنے سربراہ کو خوش کرسکو گی۔"

شی تارا نے ہنس کر کہا "تم ایک یہودی ہوکر ایسا کہہ رہی ہو؟"

"تم یہ بھی تو دیکھو کہ میں تمہاری جیسی مسلمان کو اپنی سہیلی بنارہی ہوں اور تمہارے کھوئے ہوئے محبوب کو تلاش کرکے یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ تمہارے لئے کتنی مخلص ہوں۔ باٹی دی وے' ایک بات اور پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"پوچھنے کے لئے پوچھنا ضروری نہیں ہے۔ جو چاہو پوچھو۔ کیا اور کوئی اہم بات ہے؟"

"ہاں۔ کیا پھر ایک گھنٹے بعد ملو گی۔ شاید اس وقت تک بنجامن کا سراغ مل جائے۔"

شی تارا ایک گھنٹے بعد ملنے کا وعدہ کرکے چلی گئی۔ الپا دماغی طور پر ایک بند کمرے میں حاضر ہوگئی۔ دوسرے کمرے میں برین آدم اور دوسرے آدم برادرز بیٹھے ہوئے تھے۔ جب بھی الپا سیکریٹری کی دماغ میں جاکر شی تارا سے باتیں کرتی تھی تو ٹیلی پیتھی جاننے والا مونارو بھی الپا کے ساتھ وہاں موجود رہتا تھا۔ پھر اس کے اور شی تارا کے درمیان ہونے والی گفتگو برین آدم وغیرہ کو سناتا رہتا تھا۔

اور برین آدم وغیرہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ایکسرے مین مارٹن بھی وہاں خیال خوانی کے ذریعے موجود رہتا ہے۔ ان کا سب سے پراسرار سربراہ داؤد منڈولا اور ٹیری آدم کو یہ نہیں معلوم تھا کہ سلمان' سلطانہ اور جے مورگن بھی اس آپریشن تھیٹر میں مائیک ہرارے کے اندر موجود ہیں۔ جب وہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو غفلت میں رکھتے تھے تو ہمارے ساتھ خود بھی ہمارے کے دماغ سے نکل آتے تھے۔ ایسے وقت کچھ کیا نہیں جاسکتا تھا۔

اور جب ہرارے ہوش میں رہتا تھا تو ہم سب اس کے اندر جگہ بنالیتے تھے۔ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے رفتہ رفتہ اس کا لب ولہجہ اور شخصیت بدل رہے تھے اور سلمان وغیرہ اس کے اندر ہونے والی تمام تبدیلیوں کو سمجھتے جارہے تھے۔

ٹیلی پیتھی ایک دماغی کھیل ہے۔ اس کھیل میں بھول بھلیاں ہیں۔ جو اس میدان میں آتا ہے وہ اگر ذہین ہے تو راستے ہموار کرتا جاتا ہے ورنہ بھول بھلیوں میں گم ہوجاتا ہے۔ اور میری یہ داستان قارئین کے لئے بھی بھول بھلیوں سے کم نہیں ہے۔ جو اسے توجہ سے پڑھتے ہیں وہ نت نئی دماغی قلابازیوں کو سمجھ کر لطف حاصل کرتے ہیں اور جو سرسری طور پر اسے پڑھ کر گزرتے ہیں وہ محض اس کے تمام دلچسپ کردار اور سحر زدہ کرنے والے واقعات سے دلچسپی لے کر وقت گزارتے ہیں۔

میرے ایسا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ابھی ذرا الجھا ہوا دماغی کھیل جاری تھا۔ تل ابیب کے ایک اور آپریشن تھیٹر میں ایک ذی مائیک ہرارے تیار ہوچکا تھا۔ اسے چہرے اور جسمانی طور پر ہرارے بنانے کے بعد اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے اندر ہرارے کی تمام خصوصیات نقش کی جارہی تھیں۔ اسرائیلی حکام سپر ماسٹر کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے امریکی صدر سے بھی وعدہ کیا تھا کہ ہرارے ہوش میں آجائے گا اور سفر کرنے کے قابل ہوجائے گا تو اسے امریکا واپس بھیج دیا جائے گا۔

اور واپس بھیجنے کے لئے وہ ذی تیار ہوچکا تھا۔ اس ذی کو صرف ٹیلی پیتھی نہیں آتی تھی اس کے لئے طے پایا تھا کہ ٹیری آدم' ٹالبوٹ اور مونارو' باری باری اس ذی کے دماغ میں ہمیشہ موجود رہیں گے۔ یوں سپر ماسٹر وغیرہ شبہ نہیں کرسکیں گے کہ وہ ایک ذی سے بہل رہے ہیں۔

شی تارا اور الپا نے پھر ایک گھنٹے بعد سیکریٹری کے دماغ میں ملنے کا وقت مقرر کیا تھا اس کے بعد الپا اپنے بند کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں برین آدم اور دوسرے آدم برادرز کے درمیان آکر بیٹھ گئی پھر بولی "کیا میں نے صحیح لائن پر ایم آئی ایم والی سے گفتگو کی ہے؟"

برین آدم نے تائید میں سر ہلا کر کہا "تم بہت اچھی جارہی ہو۔ مونارو ہمیں تم دونوں کی گفتگو سناتا رہا ہے۔"

ایک برادر نے کہا "پتا نہیں یہ ایم آئی ایم کی خیال خوانی کرنے والی کون ہے۔ ویسے کچا ذہن لگتا ہے۔ ہماری سسٹر الپا اسے ٹریننگ میں اتار لے گی۔"

الپا نے کہا "میں یہی کوشش کررہی ہوں۔ اس میں تو شبہ نہیں رہا کہ وہ سچ مچ یہودی بنجامن کی دیوانی ہے اور اسے پانے کے لئے ہمارے ساتھ بڑے بڑے سمجھوتے کرسکتی ہے اور بڑی بات یہ کہ آئندہ مجھ پر اندھا اعتماد کرنے لگے گی۔"

برین آدم نے کہا "تم نے بڑی حد تک کامیابیاں حاصل کی ہیں لیکن ہماری اصل کامیابی یہ ہوگی کہ ایم آئی ایم کے سربراہ سے ہمارے ملک کے حکام سے مذاکرات ہوجائیں۔"

"اُس کا مطالبہ بہت بڑا ہے۔ اب وہ فراڈ سربراہ بننے والے مائیک ہرارے کا مطالبہ کررہا ہے۔"

"ہم نے تو امریکی صدر کا یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا۔ ہم سپر ماسٹر کو ذی مائیک ہرارے پیش کرنے والے ہیں۔"

"کیا ہم ایم آئی ایم کے سربراہ کو بھی ایک ذی مائیک ہرارے پٹی کرکے بے وقوف نہیں بناسکتے؟"

ایک برادر نے کہا "یہ تو چکانہ سی بات ہے۔ آخر ہم مائیک ہرارے کی کتنی ذی بنائیں گے؟"

دوسرے برادر نے کہا "اب ہمارے پاس کافی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ پھر اصلی ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے ابھی اضافہ ہورہا ہے۔"

برین آدم نے کہا "ایک اہم بات یہ ہے کہ اگر ہم مائیک ہرارے کی ایک ذی اور تیار کریں اور اس ذی کے دماغ میں بھی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے آتے جاتے رہیں تو ہم اس ذی کی صورت میں اپنے ایک جاسوس کو ایم آئی ایم تنظیم کے اندر پہنچا سکتے ہیں۔"

یہ بات سب کے دل کو لگ رہی تھی۔ مجاہدین کی وہ نئی تنظیم امریکا اور اسرائیل کے لئے دردِ سر بنی ہوئی تھی۔ اچانک ان پر جیسے آسمان سے ٹپک پڑی تھی۔ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ سربراہ کون ہے؟ اس کا ہیڈ کوارٹر کس ملک اور شہر میں ہے؟ اس تنظیم کا ایک مجاہد بھی قیدی کی حیثیت سے ان کے ہاتھ نہیں آیا تھا۔ وہ تنظیم ایک آسیب کی طرح تھی' جو ڈراتی تھی اور نظر نہیں آتی تھی۔

چوبیس گھنٹوں کے اندر ایک مکمل ذی تیار ہوجاتی تھی۔ یعنی کسی کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرنے میں وقت لگتا تھا پھر اس پر تنویمی عمل کیا جاتا تھا۔ اسے تنویمی نیند پوری کرنے کا وقت دیا جاتا تھا۔ پھر اسے اچھی طرح آزمانے کے بعد مطمئن ہوکر ریس کے گھوڑے کی طرح میدان میں چھوڑا جاتا تھا۔

الپا نے برین آدم سے کہا "آپ کی پلاننگ بہت عمدہ ہے۔ میں ایک اور اضافہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں بولو تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "وہ ایم آئی ایم کی خیال خوانی کرنے والی بنجامن کے لئے باؤلی ہورہی ہے۔ ہوسکتا ہے بنجامن سمندر میں ڈوب گیا ہو یا کسی قاتل نے اس کی لاش چھپادی ہو تو میں اس ایم آئی ایم والی کو

متاثر نہیں کرسکوں گی۔ مجھے اپنی کارکردگی دکھانے کے لئے بنجامن فرانڈ کی ایک ڈی کی ضرورت ہوگی۔"

ایک برادر نے ہنستے ہوئے پوچھا "الپا! ہم آج کے اجلاس میں یہاں بیٹھے ڈی حضرات کا میلہ لگا رہے ہیں۔ کیا وہ ایم آئی ایم والی اس ڈی بنجامن کے خیالات پڑھ کر معلوم نہیں کرے گی کہ وہ فراڈ ہے؟"

"کیسے معلوم کرے گی؟ وہ خود کہہ رہی تھی کہ اسے اپنے محبوب بنجامن کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ میں نے بھی بنجامن کی تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر خیال خوانی کی پرواز کی تھی۔ وہ واقعی کہیں گم ہوچکا ہے۔ اگر اسے موت نہیں آئی ہے اور وہ زندہ ہے تو کسی دشمن نے اس کا برین واش کردیا ہے۔ اس کی بنجامن والی شخصیت کو مٹا دیا ہے۔ ایسے میں وہ ایم آئی ایم کی خیال خوانی ڈی کے دماغ میں جاکر تسلیم کرے گی کہ بنجامن کی صورت شکل تو وہی ہے صرف آواز لہجہ اور شخصیت بدل دی گئی ہے۔"

برین آدم نے اعتراض کرنے والے برادر سے کہا "آپ ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ ہمیں کئی راستے بنا کر ایم آئی ایم تنظیم کے اندر گھسنا ہے۔ ہم مائیک ہرارے کی ڈی بنا رہے ہیں تو بنجامن کی بھی ڈی بنا سکتے ہیں اس طرح ہمارے دو جاسوس اس نئی تنظیم کے اندر پہنچ جائیں گے۔"

اس بحث میں ایک گھنٹا گزر گیا تھا۔ الپا تمام برادرز کے پاس سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آگئی۔ دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرکے سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گئی۔

ایسے ہی وقت شی تارا بھی آگئی۔ اس نے کہا "الپا! تم بہت اچھی ہو۔ ابھی پندرہ منٹ پہلے میں نے ٹی وی اسکرین پر بنجامن کی تصویر دیکھی اور یہ اعلان بھی سنا کہ بنجامن کو ڈھونڈ لانے والا انعام میں ایک لاکھ ڈالر حاصل کرے گا۔"

الپا نے کہا "میں ہر ممکن کوشش کررہی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جلد ہی مل جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ میں نے اپنے سرپراہ سے مائیک ہرارے کے سلسلے میں بات کی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ تمہارے سرپراہ کی طرف سے یہ یقین دہانی ہوجائے کہ ہمارے ساتھ دوستی کی راہیں ہموار ہوں گی تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے جیسے سرمائے کو تمہارے سرپراہ کی خدمت میں پیش کردے گا۔"

"یہ دانشمندانہ سمجھوتے والی بات ہے۔ تمہارے سرپراہ کا یہ جذبہ قابل قدر ہے کہ وہ ہم سے دوستی کی خاطر ایک ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہمارے حوالے کرے گا۔ میں ابھی اپنے سرپراہ سے بات کرنے جارہی ہوں۔ آدھے گھنٹے بعد آؤں گی۔"

الپا نے کہا "اور ایک بات کہہ دینا کہ تمہارے سرپراہ نے ٹی وی اسکرین پر مائیک ہرارے کو زخمی ہوتے دیکھا ہے۔ وہ بے ہوش بھی ہوگیا تھا لہٰذا اتنی جلدی سفر کے قابل نہیں ہے۔ ہم کل شام تک اسے پیش کرسکیں گے۔"

الپا نے یہ کہہ کر رابطہ ختم کردیا۔ شی تارا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ الپا کی کسی بات پر اُس کے دماغ میں روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا جیسے ذہن روشن ہوگیا ہو اور اُس کی روشنی میں یہ گتھی سلجھنے والی ہو۔

وہ غور کرنے لگی کہ الپا کی کس بات نے اسے چونکایا ہے۔ وہ الپا کے منہ سے نکلے ہوئے فقرے کو اپنے ذہن میں دہرانے لگی۔ اس نے شی تارا سے کہا تھا "تمہارے سرپراہ نے ٹی وی اسکرین پر مائیک ہرارے کو زخمی ہوتے دیکھا ہے....."

شی تارا نے بھی اسکرین پر ہرارے کو گولی کھا کر زخمی ہوتے دیکھا تھا گولی اس کے بازو کے گوشت کو چیرتی ہوئی نکل گئی تھی۔ ٹھیک اس طرح میرے مشورے کے مطابق شی تارا نے گولی چلائی تھی اور ٹھیک اسی طرح ایک گولی پارس کے بازو کا گوشت چیرتی ہوئی نکل گئی تھی۔ یعنی وہ دونوں مائیک ہرارے اور پارس بالکل ایک ہی طرح زخمی ہوئے تھے۔

وہ خوشی سے اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ پھر اُس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا "پاپا! آپ نے میری ذہانت کو آزمانے کے لئے چند گھنٹوں کا وقت دیا تھا۔ اب میں بتاؤں کہ آپ نے ایک باپ ہوکر بیٹے کو کیوں زخمی کیا ہے؟"

"میں نے کہا "ہاں بتاؤ میں سن رہا ہوں۔"

"آپ پارس کو مائیک ہرارے کی جگہ پہنچانے والے ہیں اور مائیک ہرارے کو کسی برین واشنگ روم سے باہر لاکر اسے یہودیوں کے پنجے سے نجات دلانے والے ہیں۔"

میں نے کہا "شاباش! تم نے ہماری یہ چال سمجھ لی اور اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ آئندہ پارس یہودی خفیہ تنظیم میں مائیک ہرارے بن کر رہے گا۔"

"پارس ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے اس لئے میں ہمیشہ اس کے اندر رہا کروں گی۔"

"بے شک تم زیادہ سے زیادہ اس کے پاس رہو گی مگر مسلسل دن رات نہیں رہ سکو گی۔ اس لئے ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے اندر جاتے آتے رہیں گے۔"

وہ ہماری آزمائش میں کامیاب ہوکر بہت خوش تھی۔ اس نے الپا کے ساتھ ہونے والی تمام باتیں بتائیں۔ میں نے سننے کے بعد کہا "بنجامن فرانڈ نامی کسی شخص کا وجود نہیں ہے مگر الپا تم سے دوستی قائم رکھنے کی خاطر کل تک ایک یہودی بنجامن فرانڈ پیدا کردے گی۔"

"میں سمجھ رہی ہوں، وہ مجھے متاثر کرنے، مجھے سہیلی بنا کر میرے قریب تر ہونے کی کوشش کرے گی۔ میں نے بڑے بھرپور طریقے سے اسے یقین دلایا ہے کہ میں بنجامن کی دیوانی ہوں اور اسے حاصل کرنے کے لئے کچھ بھی کرسکتی ہوں۔"

"ہاں بیٹی! دشمن کے جھوٹ کو آزمانے کے ایسے ہی مختلف طریقے ہوتے ہیں۔ پارس تو اب بنجامن نہیں رہا۔ اُس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری ہورہی ہے، وہ مائیک ہرارے بن رہا ہے لیکن پاسپورٹ اور ویزا کے مطابق تل ابیب میں بنجامن فرانڈ موجود ہے۔ اب وہ بنجامن وہاں کی یہودی خفیہ تنظیم کے میٹرنٹی ہوم میں پیدا ہوگا اور کل تمہارے پاس پہنچایا جائے گا۔"

وہ بولی "بنجامن کی طرح وہ لوگ مائیک ہرارے کی بھی ڈی پیش کریں گے اور ایم آئی ایم کے سرپراہ کو اس ڈی کے ذریعے فریب دینا چاہیں گے۔"

"ہاں اس پُراسرار سرپراہ سے ملنے اور مذاکرات کرنے کے لئے وہ بہت بے چین ہیں۔ اُس کے ساتھ سمجھوتے کی راہیں ہموار کرنے کے لئے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو تحفہ بنا کر اسے پیش کریں گے۔"

"اس سلسلے میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ ایم آئی ایم کا سرپراہ یہاں آنا پسند کرے گا یا نہیں؟"

میں نے کہا "وہ بھی کچھ عجیب و غریب سرپراہ ہے۔ ہم نے ہرارے کے اغوا کے وقت اس کے مجاہدین کی مدد کی۔ تم اور پارس دمشق میں اس کے کام آئے۔ یہاں تل ابیب میں ایک فراڈ سرپراہ کا ڈراما پلے کیا گیا لیکن اس کی طرف سے کوئی عمل اور ردِعمل سامنے نہیں آرہا ہے۔"

وہ بولی "یہ بڑی حیرانی کی بات ہے۔ وہ دشمنوں سے کچھ نہیں بول رہا ہے ہم جیسے دوستوں سے اسے رسمی طور پر ہی رابطہ کرنا چاہئے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ ہم اُس کے معاملے میں پیش پیش ہیں۔ وہ فراڈ سرپراہ کے سلسلے میں جو کرنا چاہتا ہوگا، وہی ہم کررہے ہیں۔ یعنی ہم بظاہر خاموش رہ کر اسرائیل پر ظاہر کررہے ہیں کہ امریکا نے فراڈ سرپراہ کا ڈراما پلے کیا ہے۔ ایم آئی ایم کا وہ سرپراہ کہیں بیٹھا ہوا مزے سے یہ ڈراما دیکھ رہا ہے اور اس معاملے میں کچھ بولنا ضروری نہیں سمجھ رہا ہے۔"

"پاپا! یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ وہ مزے سے بیٹھا رہے اور ہم سب ایم آئی ایم کے مجاہدین بن کر اس کا کام کرتے رہیں۔ لہٰذا سے اب تک حساب کریں تو یہی بات سامنے آتی ہے جیسے ایم آئی ایم کا کوئی وجود نہیں ہے۔ ہم ہی ایم آئی ایم کے مجاہدین بن کر سرگرمیاں دکھاتے آرہے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے تائید کی "حقیقتاً کسی حد تک ایسا ہی ہورہا ہے۔ ذرا صبر کرو۔ وہ زیادہ عرصے تک پردوں کے پیچھے نہیں رہے گا۔ کوئی بھی اسلامی ملک کسی وقت اسرائیل سے کوئی دوستانہ معاہدہ کرنا چاہے گا تو وہ ان کے خلاف پھر میدان عمل میں آئے گا۔ اُس کی اب تک کی کارکردگی یہی ظاہر کرتی ہے کہ وہ مملکت اسرائیل کے خلاف ہے اور کسی بھی اسلامی ملک کو اس سے دوستی کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔"

"اب اس معاملے میں کیا ہوگا کہ یہ لوگ ایم آئی ایم کے سرپراہ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے الپا سے کہا ہے کہ نئی تنظیم کا سرپراہ مائیک ہرارے کا مطالبہ کررہا ہے اور یہ یہودی اُس کا یہ مطالبہ بھی پورا کرنے کو تیار ہیں۔ یہ الگ سی بات ہے کہ وہ ہرارے کی ڈی پیش کریں گے۔"

"اس سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ امریکا اور اسرائیل میں اور ان سے دوستی کرنے والے تمام اسلامی ممالک میں ایم آئی ایم کا نام دن رات گونجتا رہے اور ان سب کو انگاروں کے بستر پر لوٹنا پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ایک فراڈ سرپراہ کو تل ابیب بھیجا۔ ایم آئی ایم سے پریشان رہنے والے ممالک تل ابیب میں سرپراہ کی آمد کے باعث بہت بے چین رہے۔ جب فراڈ کھل گیا تو ہمارے مجبور کرنے پر انہوں نے ایم آئی ایم کی حمایت میں بیان دیا۔"

"اور آپ باپ بیٹے اس ڈرامے کے پس پردہ بہت بڑا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ پارس، مائیک ہرارے بن کر یہودی خفیہ تنظیم میں گھسنے والا ہے۔ پاپا! آپ لوگوں کی شاطرانہ چالوں کا جواب نہیں ہے۔"

"بیٹی! جب بھی کامیابی حاصل ہو تو اس کی خوشی میں مگن رہ کر دوسرے فرائض کو نہ بھولا کرو۔ ہمارا مقصد ایم آئی ایم کو ایٹم بم سے بھی زیادہ دہشت ناک بنا کر پیش کرنا ہے اور آئندہ ایسا کرنے کے لئے پھر ایم آئی ایم کے سرپراہ کو تل ابیب پہنچانا ہوگا۔"

"میں ابھی یہ پوچھنے والی تھی کہ اسرائیلی حکام کی طرف سے ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو تحفے کے طور پر قبول کرنے کے لئے اصل سرپراہ آئے گا یا نقلی؟"

"اصلی سرپراہ تو کوئی سائنس ڈکار نہیں لے رہا ہے جیسے سچ مچ ہڈیوں کا ڈھانچا بن کر خاموش ہوگیا ہے۔ لہٰذا ہمیں ہی کچھ کرنا ہوگا۔"

"میں نے الپا سے کہا تھا کہ آدھے گھنٹے بعد آکر گفتگو کروں گی اور اپنے سرپراہ کا فیصلہ سناؤں گی۔ کیا یہ فیصلہ سنایا جائے کہ وہ یہاں آنے کے لئے راضی ہوگیا ہے؟ اور کیا اس کی آمد کی تاریخ بھی بتائی جائے؟"

"اس سے کہہ دو کہ وہ دونوں کے بعد پندرہ تاریخ کو آنا چاہتا ہے کل صبح تک یہ تاریخ کنفرم کی جائے گی۔"

وہ چلی گئی۔ چند لمحوں کے بعد جے مورگن نے میرے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "اصلی مائیک ہرارے پر تنویمی عمل کرکے اس کی شخصیت تبدیل کی جارہی ہے۔ سلمان بھائی اُن کے عمل کو ناکام بنانے کے لئے ہرارے کے اندر موجود ہیں۔ کیا آپ آنا چاہیں گے؟"

میں جے مورگن کے ساتھ مائیک ہرارے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹیری آدم اُس پر عمل کررہا تھا۔ اسے اپنا معمول بنا کر اس کے دماغ سے مائیک ہرارے کی شخصیت کو بھلا رہا تھا اور یہ باتیں نقش کررہا تھا کہ مائیک ہرارے عیسائی نہیں بلکہ ایک کٹر یہودی ہے۔ اپنے ملک اور یہودی قوم کو ہر طرح کے فائدے پہنچانے کے لئے اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو استعمال کرتا رہے گا۔

تنویمی عمل کے دوران ٹیری آدم اس سے سوالات بھی کرتا جارہا تھا اور سلمان اس معمول بننے والے ہرارے کی زبان سے جواب دیتا جارہا تھا اور ٹیری آدم سمجھ رہا تھا کہ وہ واقعی معمول بن کر جوابات دے رہا ہے۔

اِس تنویمی عمل کے دوران سب سے اہم بات یہ تھی کہ مائیک ہرارے کو خفیہ یہودی تنظیم کا وفادار بنایا جارہا تھا اور مائیک ہرارے' سلمان کی مرضی کے مطابق وفاداری کا یقین دلا رہا تھا۔ جب عمل ختم ہوگیا تو اسے کم از کم چار گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا گیا اس کے بعد ہرارے کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔

عمل ختم ہوچکا تھا۔ ٹیری آدم اسے نیند پوری کرنے کے لئے چھوڑ گیا ہوگا۔ سلمان وہاں خاموشی سے موجود رہا۔ وہ تنویمی عمل کرنے والا شاید کسی وقت آکر تصدیق کرسکتا تھا کہ اس کا معمول واقعی گہری نیند سو رہا ہے یا نہیں؟

ہم میں سے کسی کو اُس کے دماغ کے اندر کچھ بولنے کی ضرورت نہیں تھی۔ سلمان اور جے مورگن نے پچھلے بارہ گھنٹوں سے باری باری اس کے اندر رہ کر یہودی خیال خوانی کرنے والوں کو ہرارے کی برین واشنگ کا موقع نہیں دیا تھا۔ اس عرصے میں انہوں نے محسوس کیا تھا کہ ہرارے کے اندر ٹیری آدم کے علاوہ کوئی اور بھی خیال خوانی کرنے والا آتا ہے۔

آخری بار تنویمی عمل ہوگیا۔ ٹیری آدم نے اپنی دانست میں مائیک ہرارے کو کٹر یہودی اور اپنی خفیہ یہودی تنظیم کا وفادار بنادیا۔ پھر اسے تنویمی نیند سلا کر چلا گیا تو کچھ دیر بعد اسی دوسرے خیال خوانی کرنے والے کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مائیک ہرارے! تم ابھی تنویمی نیند پوری نہیں کرو گے۔ یہ عمل ابھی ادھورا ہے تم میری آواز اور لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کرو تم نے جس یہودی خفیہ تنظیم کی وفاداری کا عہد کیا ہے۔ اس خفیہ تنظیم کا اصلی سربراہ میں ہوں۔ میری سوچ کی لہریں تمہارے دماغ میں آیا کریں گی تو تم انہیں محسوس نہیں کرو گے۔"

وہ ایکسرے مین مارٹن تھا۔ سلمان نے میرے اندر آکر کہا "بھائی جان! یہ تو ہم مارٹن رسل کی آواز سن رہے ہیں۔ اِس مارٹن رسل کو ایک بار میں نے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا پھر جناب تیرزی صاحب کی ہدایات پر عمل کرکے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔"

میں نے خوش ہوکر کہا "چلو یہ بھید کھل گیا کہ خفیہ یہودی تنظیم کا سربراہ مارٹن رسل ہے۔"

وہ ایکسرے مین مارٹن دراصل ٹیری آدم کے دماغ میں رہا کرتا تھا۔ ٹیری اور دوسرے یہودی خیال خوانی کرنے والے اپنے سربراہ کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتے تھے۔ ٹیری آدم جب مائیک ہرارے پر تنویمی عمل کررہا تھا تو دراصل اپنے سربراہ ایکسرے مین مارٹن رسل کی مرضی کے مطابق ہی کررہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہرارے پر دراصل ٹیری آدم نے نہیں مارٹن رسل نے تنویمی عمل کیا تھا۔

وہ ایکسرے مین مارٹن تھوڑی دیر تک ہرارے کے اندر اپنی اہم ہدایات نقش کرتا رہا۔ پھر اسے تنویمی نیند پوری کرنے کے لئے چھوڑ کر چلا گیا۔ اب اسے سو جانا چاہئے تھا۔ میں نے سلمان سے کہا "حقیقتاً ہرارے پر کوئی عمل نہیں ہوسکا ہے اس کا ذہن تھکا ہوا ہے۔ تھوڑی دیر انتظار کرو۔ پھر اسے ایک گھنٹے کی نیند سلادو۔ ایک گھنٹے بعد یہ بیدار ہوگا تو ہم اس پر عمل کرکے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کریں گے کہ یہ پہلے بھی عیسائی مائیک ہرارے تھا اب بھی یہی ہے۔"

میں اسے ہدایات دے کر جانا چاہتا تھا پھر رک گیا۔ اس بار پھر نئی سوچ کی لہریں ہرارے کے اندر سنائی دیں۔ وہ نئی آواز کہہ رہی تھی "مائیک ہرارے! تنویمی نیند سونے سے پہلے میری آواز اور لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کرو۔ ابھی جو بھی عمل ہوا ہے وہ میری مرضی کے مطابق ہوا ہے کیونکہ ٹیری آدم' مارٹن رسل اور دوسرے تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے معمول اور تابعدار ہیں لیکن وہ مجھے نہیں جانتے ہیں اور نہ ہی میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہیں۔ تم بھی یہ ذہن نشین کرلو میرا نام داؤد منڈولا ہے۔ میں خفیہ یہودی تنظیم کا اصل پُراسرار سربراہ ہوں۔ تم تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد میرا نام اور میرا تنویمی عمل بھول جاؤ گے۔ میری سوچ کی لہروں کو اپنے اندر کبھی محسوس نہیں کرو گے....."

داؤد منڈولا بول رہا تھا۔ میں' سلمان اور جے مورگن سن رہے تھے اور حیران ہورہے تھے کہ اس خفیہ یہودی تنظیم کے کتنے پُراسرار سربراہ ہیں۔ اس بیچارے مائیک ہرارے کو اپنا معمول سمجھ کر ایک کے اوپر ایک سربراہ چلا آرہا تھا اور ہم سوچ رہے تھے کیا اس کے بعد بھی کوئی اور ہرارے کے دماغ میں ٹپکنے والا ہے؟

ہمیں اِس کا علم پہلے نہیں تھا کہ کوئی داؤد منڈولا نامی یہودی ٹرانزفارمر مشین سے نکل کر سپراسٹرو وغیرہ کو دھوکا دے کر یہودی قوم کی خدمت کرنے اسرائیل چلا آیا ہے۔ جب وہ قاہرہ میں ٹائی سے ٹکرایا تھا اور اس سے بھاگتا پھر رہا تھا تب ہمیں داؤد منڈولا کا نام معلوم ہوا۔ اس کے بعد بھی ہم منڈولا کی پوری ہسٹری اتنی طرح نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہے اور کس طرح اسرائیل آکر خفیہ یہودی تنظیم کا پُراسرار سربراہ بن گیا ہے۔

منڈولا کا طریقہ کار رہا تھا کہ تمام یہودی خیال خوانی کرنے

والے اور اس تنظیم کے تمام آدم برادر زحی کہ ایکسرے مین مارٹن رسل بھی اپنے کسی سربراہ کو نہیں جانتے تھے (صرف برین آدم کو یہ معلوم تھا کہ اُن کا ایک پُراسرار سربراہ مارٹن رسل ہے)۔

منڈولا بڑی دیر تک ہرارے کے اندر رہا اور مختلف طریقوں سے یہ اطمینان حاصل کرتا رہا کہ ہرارے واقعی اس کا معمول اور تابعدار بننے کے علاوہ خفیہ یہودی تنظیم کا وفادار بن چکا ہے اور خود کو ایک کٹر یہودی سمجھ رہا ہے۔ اس نے آخر میں اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دیتے ہوئے کہا "اب تم آرام سے سوتے رہو تمہارے پاس کوئی نہیں آئے گا۔ میں اس تنظیم کا سب سے بڑا اور خفیہ سربراہ ہوں۔ تنویمی نیند سے بیدار ہوکر تم میرا نام اور میرا عہدہ بھول جاؤ گے۔ تمہارا دماغ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا اور تم غیر شعوری طور پر میرے معمول اور تابعدار بنے رہو گے۔"

پھر ہرارے کے اندر خاموشی چھا گئی۔ میں نے جے مورگن اور سلمان سے کہا "تم دونوں اب پارس کے پاس جاؤ۔ تنویمی عمل کا جو طریقہ کار یہاں دیکھا ہے اس کے مطابق میرے بیٹے کو مائیک ہرارے بناؤ اور سلمان' تم میری آواز اور لہجے میں عمل کرو گے۔ تاکہ وہ مائیک ہرارے بننے کے باوجود میری سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہ کرے اور میری ہدایات پر عمل کرتا رہے۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا تم سلطانہ کو میرے پاس بھیج دو۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ سلطانہ آگئی۔ میں نے اسے بتایا کہ ہرارے کے دماغ میں خفیہ یہودی تنظیم کے اب تک کتنے سربراہ آچکے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ داؤد منڈولا کے بعد بھی کوئی آتا ہے یا نہیں؟ اس لئے تم یہاں آدھے گھنٹے تک رہو۔ کوئی آئے تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔ میں آدھے گھنٹے بعد آجاؤں گا۔"

دوسری طرف پارس پلاسٹک سرجری کے بعد مکمل مائیک ہرارے بن چکا تھا۔ اب اس پر تنویمی عمل کے سلسلے میں بڑی محنت کی جارہی تھی۔ اُس کے ذہن میں پہلے تو یہ حکم نقش کیا جارہا تھا کہ وہ ایکسرے مین مارٹن اور داؤد منڈولا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے بھی یہ یاد رکھے کہ وہ خفیہ یہودی تنظیم کا ظاہری وفادار بن کر ان کے احکامات کی تعمیل کررہا ہے اور جیسا کہ جناب تیرزی صاحب کے روحانی عمل کے مطابق کوئی اُس کے چور خیالات کو پڑھ نہیں سکتا ہے' اسی طرح مائیک ہرارے بننے کے بعد مارٹن رسل اور داؤد منڈولا اُس کے چور خیالات کو نہیں پڑھ سکیں گے۔ وہ دونوں سربراہ بظاہر اس کے عامل رہیں گے اور وہ معمول بن کر ان کے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہے گا لیکن درپردہ اس کا اصل عامل اس کا باپ فرہاد علی تیمور رہے گا۔ وہ کسی کو ڈورڈ کے بغیر اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا اور باپ کی ہدایات پر عمل کرتا رہے گا۔

میں آدھے گھنٹے کے بعد ہرارے کے پاس سلطانہ کے دماغ میں آیا' وہ بولی "میں مسلسل یہاں ہوں اور ابھی تک میں نے کسی اور عامل کی آواز نہیں سنی ہے۔"

"اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس خفیہ یہودی تنظیم کا اصل پُراسرار سربراہ داؤد منڈولا ہے۔ اب تم جاؤ۔ جب پارس پر تنویمی عمل مکمل ہوجائے تو اسے اور مائیک ہرارے کو اپنی اپنی جگہ دو گھنٹے تک تنویمی نیند سونے دیا جائے گا۔ اُس وقت ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہوگی کیونکہ ہم ہرارے کی جگہ پارس کو پہنچائیں گے اور ہرارے کو ایک خفیہ اڈے میں پہنچادیا جائے گا۔"

سلطانہ چلی گئی۔ تل ابیب میں سمندر کے کنارے ایک خوب صورت سا بنگلا بنا ہوا تھا۔ وہ بنگلا بظاہر ایک بہت بڑے یہودی تاجر کا تھا لیکن اصل میں اس کے اندرونی حصے کے تہ خانے میں خفیہ یہودی تنظیم کا آپریشن تھیٹر تھا۔ جہاں اس وقت مائیک ہرارے تنویمی نیند پوری کررہا تھا۔

اس بنگلے کو باہر سے خالی اور ویران ظاہر کیا جارہا تھا لیکن آہنی گیٹ پر دو مسلح پہرے دار تھے۔ بنگلے کے اندر چار اور تہ خانے کے اندر ہرارے کے پاس دو مسلح گارڈز مستعد کھڑے ہوئے تھے۔ وہاں ان کی کل تعداد چھ تھی۔ دو باہر تھے جیسا کہ ایک بند اور ویران عمارت کے محافظ کے طور پر ہوا کرتے ہیں۔ باقی چھ گارڈز اندر چھپے ہوئے تھے اس طرح کسی دشمن کو شبہ نہیں ہوسکتا تھا کہ مائیک ہرارے کو اس بنگلے کے اندر رازداری سے رکھا گیا ہے۔

انہیں صرف تل ابیب میں رہنے والے امریکیوں اور سپراسٹر کے سراغرسانوں سے اندیشہ تھا کہ وہ اپنے ملک کے شاطر ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو تلاش کررہے ہوں گے۔ اگرچہ اسرائیلی حکام نے امریکا سے وعدہ کیا تھا کہ زخمی ہرارے کی طبیعت سنبھلتے ہی اسے واپس بھیج دیا جائے گا اس کے باوجود اسرائیل اور امریکا ایک دوسرے پر بھروسا نہیں کرتے تھے۔

بہرحال ہم اس بنگلے کے مسلح گارڈز کے دماغوں میں جگہ بنانے کی راہیں نکال چکے تھے۔ وقت آنے پر ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تمام مسلح گارڈز کے دماغوں پر مسلط ہوکر پارس کو وہاں پہنچا کر ہرارے کو وہاں سے لاسکتے تھے اور ہم اس منصوبے پر دو گھنٹے بعد عمل کرنے والے تھے۔

○☆○

اخبارات' ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے دو بڑی خبریں منظرِ عام پر آگئیں' ایک تو یہ کہ وزیر علی کو اسلام آباد میں پہنچے ہوئے چوبیس گھنٹے بھی نہیں ہوئے تھے کہ اسے اغوا کرلیا گیا ہے۔

دوسری بڑی خبر یہ تھی کہ اپوزیشن کے لیڈر کی ایک عالی شان کوٹھی جس کی لاگت ایک کروڑ بیس لاکھ روپے تھی' وہ بموں سے اڑا دی گئی۔ ایسا کرنے والے دشمنوں کا خیال تھا کہ اس طرح اپوزیشن کا لیڈر کوٹھی کے ساتھ فنا ہوجائے گا لیکن بعد میں پتا چلا

کہ وہ لیڈر اپنی دوسری کوٹھی میں تھا اس لئے زندہ بچ گیا ہے۔

علی تیمور جو وزیر علی بن کر پاکستان آیا تھا اس نے خود کو ہی اغوا کیا تھا۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حکومتی پارٹی کے لئے وزیر علی ایک کمزور مہرہ تھا۔ اگر اسے اغوا کر کے قتل کر دیا جاتا تو وہ کمزور مہرہ مُردہ بن کر اپوزیشن والوں کے لئے مصیبت بن جاتا۔ اپوزیشن پر الزام دھرا جاتا کہ انہوں نے بیچارے وزیر علی کو کہیں غائب کر دیا ہے۔

اس سے پہلے کہ علی تیمور کو اغوا کیا جاتا' وہ خود ہی روپوش ہو گیا۔ اپوزیشن کے لیڈر کو پتا چلا کہ دوسری صبح وزیر علی کے اغوا کا الزام اس کی پارٹی پر عائد ہونے والا ہے تو اس نے فوراً جوابی کارروائی کی اور اپنی منگنی کوٹھی کو اپنے ہی کارندوں کے ذریعے بموں کے دھماکوں سے قتل کرنے کی سازش کی گئی تھی۔

لوگ حکومت پر کسی ثبوت کے بغیر الزام نہیں دے سکتے تھے مگر اپوزیشن والے یہی کہہ رہے تھے کہ ان کی سب سے بڑی مخالف پارٹی نے ان کے لیڈر کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کی تھی اور حکومت ذرائع ابلاغ کی سہولتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی صفائی میں کہہ رہی تھی کہ بیرونی ملکوں سے آنے والے دہشت گردوں اور تخریب کاروں نے حکومت کو بدنام کرنے کے لئے اپوزیشن کے لیڈر پر حملہ کیا تھا اور ان کی کوٹھی کو کھنڈر بنا دیا تھا۔

دونوں پارٹیوں میں کسی نہ کسی مسئلے پر ٹھنی رہتی تھی۔ ایک پارٹی کہہ رہی تھی کہ تخریب کاروں نے اپوزیشن کے لیڈر کی کوٹھی کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کا معاوضہ حکومت ادا کرے دوسری کہتی تھی حکومتی پارٹی کے لیڈر وزیر علی کو اپوزیشن والوں نے اغوا کیا ہے لہٰذا وہ ان کا بندہ واپس کریں۔

یوں لیڈر کی کوٹھی پھر بن جاتی مگر وزیر علی کو وہ کہاں پا سکتے تھے؟ دونوں پارٹیاں ایک دوسرے کو الزام دے رہی تھیں کہ انہوں نے اسے کہیں لے جا کر چھپا دیا ہے یا اسے قتل کر کے لاش کہیں دفن کر دی ہے۔ اب وہ کبھی نہیں ملے گا اور وہ پارٹیاں ایک دوسرے کو الزام دیتی رہ جائیں گی۔

شپلا (سونیا ثانی) وزیر علی کی بیوی اور دینا دانیال وزیر علی کی بہن بن کر آئی تھیں۔ ان دونوں نے سیاہ ماتمی لباس پہن لیا تھا اور پریس والوں کے سامنے حکومت سے مطالبہ کر رہی تھیں کہ وزیر علی کو جلد سے جلد تلاش کیا جائے۔

پریس والوں کے جانے کے بعد وہاں کے اعلیٰ عہدیدار اُن دونوں کو تسلیاں دینے آ رہے تھے۔ ان دونوں کا گورا اور چمکتا ہوا بدن سیاہ ماتمی لباس میں اس قدر حسین لگ رہا تھا کہ انہیں دیکھنے والے عہدیداروں کے دل دھڑکنے لگے تھے۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے وہ حسینائیں رات کے لباس میں سورج کا سا بدن چھپائے ہوئے ہیں اور سورج کی کرنیں کہیں کہیں لباس کے باہر جھلک رہی ہیں۔ وہ ہوس ناک ہو کر سوچ رہے تھے پتا نہیں پورا پورا سورج کیسا ہو گا؟

ثانی اور دینا اپنے اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں اور ہر عہدیدار ان سے تنہا ملنے اور تسلیاں دینے آ رہا تھا۔ کوئی اپنی ماں کی قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ وزیر علی کو ڈھونڈنے کے لئے ان حسیناؤں کی خاطر زمین و آسمان ایک کر دے گا۔ ایک نے جذباتی ہو کر ثانی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بولی "پلیز ایسا نہ کریں۔ میرا شوہر مجھے دیکھ رہا ہے۔"

عہدیدار نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر جھینپ کر کہا "وہ کیسے دیکھے گا۔ اسے تو لوگ اغوا کر کے لے گئے ہیں۔"

"ہاں مگر میں محسوس کرتی ہوں کہ وہ مجھے چھپ چھپ کر کہیں سے دیکھ رہا ہے۔"

"تم ایسا کیوں محسوس کرتی ہو۔"

"وزیر علی کہتا ہے' میں بہت حسین ہوں۔ مجھے تالے چابی میں رکھنا چاہئے ورنہ کوئی مجھ پر ہاتھ صاف کر دے گا۔"

وہ مسکرا کر بولا "اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہے۔ میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ اگر راضی ہو جاؤ تو میں تمہارے اس تالے چابی والے کو کہیں سے ڈھونڈ لاؤں گا۔"

"جب یہی پتا نہیں ہے کہ اسے کس پارٹی کے لوگ کہاں لے گئے ہیں تو آپ کیسے تلاش کریں گے؟"

"میرے بڑے ذرائع ہیں۔ میں کوئی زبردست پلاننگ کروں گا مگر پہلے ہماری دوستی ضروری ہے۔"

"میں اُس وقت دوستی کروں گی جب تم اپنی کوئی زبردست پلاننگ بتاؤ گے اور اس پلاننگ سے مجھے قائل کرو گے۔"

"لیکن زبردست تدبیر سوچنے کے لئے کچھ وقت لگتا ہے۔"

"میں کہیں بھاگی نہیں جا رہی ہوں۔ تم ابھی ڈرائنگ روم میں جاؤ اور تدبیر سوچو' پھر کوئی تدبیر سوجھے تو میرے اِس بیڈ روم میں چلے آنا۔"

وہ کچھ مایوس سا ہو کر بیڈ روم سے چلا گیا۔ پھر ڈرائنگ روم میں جا کر بیٹھ گیا۔ ثانی اس کے خیالات پڑھ کر سمجھ گئی تھی کہ وہ اُس پر بری طرح مرمٹا ہے اور آج کی رات شراب کے ساتھ اسے بھی حاصل کرنا چاہتا ہے۔

وہ اپنے بیڈ روم کا دروازہ بند کر کے دینا دانیال کے دماغ میں آ گئی۔ دینا دانیال پاکستان میں ایٹمی پلانٹ کی صحیح تفصیلات معلوم کرنے آئی تھی۔ پچھلی رات یہاں کے ایک بہت بڑے عہدیدار نے اس سے کہا تھا کہ یہاں ایٹمی پلانٹ میں تین قابل سائنس

دان کام کر رہے ہیں مگر یہ پتا نہیں ہے کہ کیا کر رہے ہیں۔ ان تینوں میں رحمان قریشی نامی ایک سائنس دان ہے' وہ بڑی حد تک زندہ دل ہے اور شاید دل پھینک بھی ہے۔ اسے حُسن و شباب کے جال میں پھانسا جائے تو وہ بہت سے راز اُگل دے گا۔

یہ پلاننگ پچھلی رات کی گئی تھی اب دوسری رات اس عہدیدار نے سائنس دان رحمان قریشی سے کہا تھا کہ وزیر علی کی بہن دینا دانیال بہت سوگوار ہے' ہم اسے تسلیاں دے کر آئے ہیں کہ اس کا اغوا شدہ بھائی بازیاب کرا لیا جائے گا تم بھی جاؤ اور اس بیچاری سے ہمدردی کے دو بول کہہ دو۔

اکثر سائنس دان ہوٹلوں اور کلبوں میں یا تقریبات وغیرہ میں نہیں جاتے اور کسی دوست کے ساتھ بھی وقت نہیں گزارتے۔ کیونکہ ان پر بھاری ذمّے داریاں عائد ہوتی ہیں۔ پھر وہ خود بھی سائنسی تحقیقات میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ بیرونی دنیا سے ان کا تعلق شاذ و نادر ہی رہتا ہے۔

رحمان قریشی کو جب بڑے صاحب نے ایک حسینہ سے ملنے کی اجازت دی تو وہ اس سے ملنے چلا آیا۔ ثانی اکثر دینا دانیال کے خیالات پڑھا کرتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ دوسرے بیڈ روم میں رحمان قریشی ایک ہمدرد بن کر دینا دانیال سے ملاقات کرنے آیا ہے اور ہمدردی بھول کر اس کے حُسن و شباب کا دیوانہ ہو رہا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ دینا کی ادائیں بڑی کافرانہ ہوتی تھیں اس کی قربت میں پہنچنے والا مسلمان بھی کافر ہو جاتا تھا۔ دینا نے اس سے مصافحہ کیا تھا۔ صرف اپنا ہاتھ پکڑنے دیا تھا۔ ہتھیلی سے پہنچے تک نہیں پہنچنے دے رہی تھی۔ اسے باتوں سے بہلا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "میں کنواری ہوں' یوں دیر تک ہاتھ نہ پکڑو۔"

اس نے پوچھا "کب تک کنواری رہو گی؟ کیا میں تمہارا آئیڈیل نہیں بن سکتا؟"

"میرا آئیڈیل وہ ہو گا جو میرا صرف شوہر نہ ہو بلکہ دوست بھی ہو۔ جو صرف شوہر ہوتے ہیں' وہ بیوی سے باہر کی باتیں چھپاتے ہیں۔ اُن سے دفتر کی کوئی بات پوچھو تو کہتے ہیں کہ گھر میں دفتر کی باتیں نہ پوچھا کرو۔"

وہ بولا "میں ایسا نہیں ہوں۔ جب تمہیں اپنا بناؤں گا تو دل کی کوئی بات نہیں چھپاؤں گا۔"

"اگر میں اسی لمحے میں تمہاری بن جاؤں اور تمہاری رازدار بن کر رہنے کی بھی قسم کھاؤں تو کیا تم یہاں کے ایٹمی پروگراموں کے متعلق بتاؤ گے۔"

"جب تم اپنا جسم و جان صرف مجھ پر نچھاور کرو گی اور صرف میری ہی رازدار بن کر رہو گی تو پھر میں تم سے کوئی راز نہیں چھپاؤں گا۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "میں نے ایک لباس پر دوسرا لباس پہنا ہے۔ میں بہت ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک لباس اتاروں گی مگر تم ٹھہر ٹھہر کر نہیں بولو گے' جتنی سچائی سے بولو گے اتنی ہی صفائی سے تمہیں دکھاؤں گی کہ کتنے ایٹمی ذرات کے ملنے سے حسین عورت کا ایک ہوش ربا بدن بنتا ہے....."

وہ ایسی اداؤں سے بول رہی تھی کہ وہ سحر زدہ ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر دینا دانیال نے اپنے بلاؤز کا ایک بٹن کھولا تو اس نے بے اختیار ایٹمی پروگرام کے متعلق بولنا چاہا۔ ایسے ہی وقت اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا اور کراہنے لگا۔ دینا نے پوچھا "یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

وہ کراہتے ہوئے آگے کی طرف جھک کر بولا "پتا نہیں۔ اچانک دل میں بڑی زور کا درد ہو رہا ہے۔"

دل میں درد نہیں ہو رہا تھا۔ ثانی اس کی کھوپڑی میں رہ کر اسے درد محسوس کرا رہی تھی۔ اسے ایٹمی پروگرام کے متعلق کچھ کہنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔

دینا دانیال اپنے مقصد میں کامیاب ہونے والی تھی۔ وہ قریب آ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "لمبی لمبی سانسیں لیتے رہو۔ شاید کچھ افاقہ ہو گا ورنہ میں فون کر کے کسی ڈاکٹر کو بلا دیں گی۔"

وہ لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ ثانی اس کے دماغ سے تھوڑی دیر کے لئے نکلی پھر اس عہدیدار کے اندر پہنچی جس نے بیڈ روم میں اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور اب ڈرائنگ روم میں بیٹھا ثانی کو حاصل کرنے کے پلاننگ سوچ رہا تھا۔

ثانی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ڈرائنگ روم سے دوڑاتی ہوئی دینا دانیال کے بیڈ روم کے دروازے پر لے آئی دروازہ اندر سے بند تھا۔ اندر دینا دانیال کا عاشق سائنس دان رحمان قریشی نارمل ہو گیا تھا اور پھر ایٹمی پروگرام کے متعلق بولنے والا تھا۔ اُس وقت باہر سے دروازہ پیٹنے کی آواز آئی۔ پھر ثانی کی مرضی کے مطابق عہدیدار نے کہا "دروازہ کھولو۔ ہم پولیس والے ہیں۔ دروازہ نہ کھلا تو ہم توڑ کر اندر آ جائیں گے۔"

دینا دانیال جھنجلا گئی۔ بنتا ہوا کام بگڑ رہا تھا۔ وہ غصے سے چیخ کر بولی "یہ کیا بدتمیزی ہے؟ کیا اس ملک کے پولیس والے اس طرح رات کو کسی کے بھی کمرے کا دروازہ توڑنے چلے آتے ہیں؟"

رحمان قریشی نے دروازے کے قریب آ کر پوچھا "آفیسر! تم کون ہو؟ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس ملک کا ایک سائنس دان رحمان قریشی یہاں موجود ہے اور وہی تم سے مخاطب ہے؟"

باہر سے آواز آئی "آپ دروازہ کھولیں۔ اگر آپ واقعی رحمان قریشی صاحب ہوں گے تو ہم چلے جائیں گے۔"

اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ پھر ٹھٹک گیا۔ وہاں کوئی پولیس والا نہیں تھا۔ وہی عہدیدار تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور تھا۔ اس سے پہلے کہ رحمان قریشی اسے پہچان کر کچھ کہتا' اس نے گولی چلا دی۔ گولی ٹھیک اسی دل میں لگی جہاں تھوڑی دیر پہلے اُس نے درد محسوس کیا تھا۔ وہ جوانی کا ایٹم بم حاصل کرنے کے

لئے لمبی لمبی سانسیں لینے کی کوششیں کرنے لگا تھا مگر اب ایک بھی سانس لینے کے قابل نہیں رہا تھا۔ فرش پر مُردہ پڑا ہوا تھا۔

گولی مارنے والے نے ٹانی کی مرضی کے مطابق دینا دانیال سے کہا "میں اس دروازے سے لگا سن رہا تھا۔ تم اس گدھے سے ایٹمی راز اگلوا رہی تھی۔ اس ریوالور کی دوسری گولی تمہارا کام بھی تمام کرسکتی ہے مگر تم ہماری پارٹی کے ایک لیڈر وزیر علی کی بہن ہو' اس لئے تمہاری پہلی غلطی معاف کررہا ہوں۔ آئندہ اس ملک میں رہ کر ایٹمی پروگرام کی کوئی بات نہ کرنا۔"

وہ پلٹ کر جانا چاہتا تھا' دوسرے بیڈروم سے ٹانی نکلی۔ وہ کچھ بول نہیں سکتی تھی کیونکہ گولی چلانے والے آلہ کار کے دماغ میں بھی تھی۔ وہ دینا دانیال کو دکھانے کے لئے قاتل کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر سہم گئی۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے قاتل کو وہاں سے بھگایا۔ وہ کوٹھی کے اندر سے بھاگتا ہوا باہر آیا۔ اپنی جیب سے رومال نکال کر ریوالور کے دستے کو صاف کیا۔ پھر اس رومال سے ریوالور کو پکڑ کر اپنی پیشانی پر گولی ماری۔

ٹانی نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دیکھا۔ دینا دانیال اپنے بیڈروم میں گم صُم کھڑی ہوئی تھی اور دروازے کے باہر کھڑی ہوئی ٹانی کو دیکھ رہی تھی۔ ٹانی نے پوچھا "دینا! یہ قتل ہونے والا کون تھا اور وہ قاتل؟ کیا ان دونوں کو پہچانتی ہو؟"

وہ بولی "پتا نہیں وہ کون مردود تھا۔ میرا بنتا ہوا کام بگاڑ کر چلا گیا۔ یہ قریشی ابھی ایٹمی راز اگلنے والا تھا۔"

ٹانی نے کہا "کیا تم نے کوٹھی کے باہر فائرنگ کی آواز سنی ہے۔ شاید وہ قاتل کسی اور کو بھی گولی مار کر گیا ہے۔ تم بڑے صاحب کو فون کرکے یہاں کے حالات بتاؤ۔ میں باہر دیکھ کر آتی ہوں۔"

وہ کوٹھی کے باہر جانے لگی۔ دینا دانیال نے ریسیور اٹھا کر بڑے صاحب سے رابطہ کیا پھر اسے رحمان قریشی کے اور ایک قاتل کے بارے میں بتانے لگی۔ بڑے صاحب نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "موساد اور را" کے مشترکہ زونل لیڈر ایم آئی ایم والوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ رحمان قریشی کو یہاں کا راز بتانے سے پہلے مارنے والے بھی وہی ہوں گے۔"

ٹانی نے باہر سے آکر کہا "وہ قاتل جو یہاں سے بھاگ کر گیا تھا اسے باہر کسی نے قتل کردیا ہے ایسے وقت پیٹرولنگ کرنے والی پولیس پہنچ گئی ہے۔ اُس کا افسر اس مقتول ہونے والے قاتل کے متعلق کہہ رہا ہے کہ وہ....."

بات پوری ہونے سے پہلے پولیس افسر سپاہیوں کے ساتھ وہاں پہنچا۔ دینا دانیال نے کہا "افسر! ہم سے کوئی سوال کرنے سے پہلے اپنے بڑے صاحب سے بات کرو۔"

اس نے ریسیور بڑھایا۔ افسر نے ریسیور لے کر کہا "ہیلو' میں کشمیری بازار تھانے کا انسپکٹر بول رہا ہوں۔ گشت کرتے ہوئے اِدھر آنکلا تھا۔ کیا آپ واقعی بڑے صاحب ہیں؟"

جواب ملا "ریسیور رکھ کر اٹھاؤ دوبارہ میرے نمبر ڈائل کرو۔ مجھ سے ہی رابطہ ہوگا۔ کیا تم میری آواز نہیں پہچان رہے ہو۔"

"بے شک پہچان رہا ہوں۔ لیکن میں اپنی تسلی کے لئے پھر سے نمبر ڈائل کروں گا' آپ ریسیور رکھ دیں۔"

دونوں طرف سے ریسیور رکھا گیا پھر انسپکٹر نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے تو اپنے اُن ہی بڑے صاحب کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا "سر! معافی چاہتا ہوں۔ بہت سے لوگ دوسروں کی آوازوں کی کامیاب نقل کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے....."

اُدھر سے بات کاٹ کر کہا "معافی نہ مانگو۔ میں تمہاری فرض شناسی سے خوش ہوں۔ یہ بتاؤ قاتل کون ہے؟"

"جناب عالی! میں یہی معلوم کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ یہاں وزیر علی صاحب کی ہمشیرہ کے کمرے میں معروف سائنس دان رحمان قریشی کی لاش پڑی ہے اور کوٹھی کے باہر ہم نے ایک بڑے سرکاری افسر کی لاش دیکھی ہے۔"

ٹانی نے کہا "انسپکٹر! جسے تم سرکاری افسر کہہ رہے ہو' وہی رحمان قریشی کو قتل کرکے یہاں سے گیا تھا۔"

دینا دانیال نے کہا "میں چشم دید گواہ ہوں۔ قاتل کو اچھی طرح پہچان سکتی ہوں۔"

"بڑے صاحب نے فون پر انسپکٹر سے کہا "وزیر علی کے اغوا کئے جانے کے بعد اس کی بہن اور بیوی پہلے ہی صدمات سے دوچار ہیں۔ انہیں سوال جواب کے ذریعے پریشان نہ کرو۔ یہ دونوں قتل ایم آئی ایم کی تنظیم کے مجاہدوں نے کئے ہیں۔ پچھلے ہی دن تمام تھانوں کو اس سلسلے میں کہا گیا تھا کہ وہ جلد سے جلد ایم آئی ایم والوں کو ڈھونڈ کر گرفتار کریں۔ تمہیں یہی کرنا چاہئے' دونوں لاشیں وہاں سے اٹھوالو۔"

انسپکٹر اور سپاہی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دو لاشیں اٹھا کر ایم آئی ایم کے خلاف رپورٹ درج کرنے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد ٹانی نے دینا دانیال سے کہا "یہ رحمان قریشی تمہیں بڑے بڑے راز بتا سکتا تھا' اب کیا کروگی؟"

وہ بولی "میں کسی مشن میں ناکام نہیں رہی۔ آج پہلی بار بہت بڑی ناکامی ہوئی ہے۔ پتا نہیں یہ ایم آئی ایم والے یہاں کیسے چلے آئے ہیں۔ موساد کے ہیڈ کوارٹر سے یہ معلوم ہوا تھا کہ ایم آئی ایم والے صرف اسرائیل کے خلاف ہیں۔"

ٹانی نے کہا "اُن کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ انہوں نے پاکستان میں بھی یہودیوں کی بو سونگھ لی ہے۔ مجھے تو یہ اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں بھی یہودی کی حیثیت سے نہ پہچان گئے ہوں۔"

دینا سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی "میں نے سنا ہے کہ ایم آئی ایم میں ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہیں۔ آج یہ سچ سمجھ میں آیا ہے رحمان قریشی کو یہاں کے سرکاری عہدیدار نے قتل کیا۔ اگر وہ

عہدیدار محب وطن تھا اور ایٹمی پروگرام کو ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا تو باہر ایم آئی ایم والوں نے اسے کیوں قتل کیا؟ دراصل ان کا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس سرکاری عہدیدار کو آلہ کار بنا کر لایا تھا۔ اس نے عہدیدار کے ذریعے قریشی کو قتل کرایا۔ پھر وہ قتل کرکے کوٹھی کے باہر گیا تو اس خیال خوانی کرنے والے نے عہدیدار کو بھی قتل کردیا۔"

"یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ جب لوگ ایک ایک یہودی کو ٹھکانے لگا رہے ہیں تو کیا وہ تمہیں نہیں پہچان رہے ہوں گے اور کیا مجھے بھی ایک ہندو عورت شلپا کے روپ میں نہیں دیکھ رہے ہوں گے؟"

"میں تو یہاں آکر مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔ رحمان قریشی جیسے آخری اہم مہرے کو مار کر اب مجھے اندیشوں میں مبتلا کردیا گیا ہے۔ میں ایک سراغرساں کی حیثیت سے پہلی بار ناکام ہو کر یہاں سے جاؤں گی۔"

ٹانی نے کہا "واپس جانا نصیب ہوگا تب جاؤ گی۔ مجھے تو اپنی امید نہیں ہے۔ ایک خوف سایا ہوا ہے کہ دشمن ہمیں پہچان کر فائر انداز کررہے ہیں۔"

"بھلا پہچاننے کے بعد ہمیں یہاں تخریب کاری کے لئے ڈھیل کیوں دیں گے۔"

"تم پریشانی میں یہ نہیں سمجھ رہی ہو کہ ایٹمی راز بتانے والے کو مار ڈالا گیا اور تم وہ راز سننا چاہتی تھی مگر تمہیں چھوٹ دی جارہی ہے۔"

"واقعی یہ پہلو غور طلب ہے۔ میں اِس ملک کا بہت بڑا خفیہ راز معلوم کرنے کے لئے قریشی کو پھانس رہی تھی۔ مگر دشمنوں نے مجھے زندہ چھوڑ دیا ہے۔ ہمیں سمجھنا چاہئے کہ انہوں نے ہمیں زندہ کیوں چھوڑا ہوا ہے؟"

"سیدھی سی بات یہی سمجھ میں آتی ہے کہ وہ ہمارے پاس آنے والے یا دور سے رابطہ کرنے والے ملک دشمن عناصر کو پہچانتے ہیں۔ پھر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ تم نے اسلام آباد میں رہنے والے موساد کے زونل لیڈر سے رابطہ کیا تھا' اس لیڈر کے پاس کراچی کا زونل لیڈر آیا ہوا تھا۔ اس طرح ان دونوں کو قتل کردیا گیا۔ پھر رحمان قریشی تمہارے پاس آیا۔ اسے بھی ٹھکانے لگا دیا گیا۔ اِن ایم آئی ایم والوں نے ہمیں اپنا آلہ کار ملا ہوا ہے۔ اس لئے ہمیں قتل نہیں کرتے۔ ہم سے فائدے اٹھاتے ہیں۔"

"بے شک یہی بات ہے۔ اب تو دانشمندی یہی ہے کہ ہم یہاں رہ کر دشمنوں کے آلہ کار نہ بنیں۔"

دینا دانیال نے ریسیور اٹھا کر بڑے صاحب سے رابطہ کیا۔ پھر اسے بتایا کہ ایم آئی ایم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے اور شلپا کو آلہ کار بنا کر اپنے مقاصد حاصل کررہے ہیں۔ انہیں اس ملک

گھر بیٹھے انگلش سکھانے والی بہترین کتابیں

HOW TO WRITE A LETTER
خطوط نویسی کے لیے قیمت ۱۰/- روپے

HOW TO WRITE AN ESSAY
مضمون نگاری کے لیے قیمت ۱۰/- روپے

HOW TO WRITE AN EXPLANATION
وضاحت و تشریح کے لیے قیمت ۱۰/- روپے

HOW TO LEARN CORRECT SPELLING
صحیح ہجے لکھنے کے لیے قیمت ۱۰/- روپے

HOW TO DO COMPREHENSION
ادراک و فہم کا اظہار کرنے کے لیے قیمت ۱۰/- روپے

CORRECT POSITIONS OF PREPOSITIONS
پری پوزیشن کے صحیح استعمال کے لیے قیمت ۱۰/- روپے

HOW TO PUNCTUATE
رموز اوقاف جاننے کے لیے قیمت ۱۰/- روپے

30 DAYS TO TRANSLATION
اُردو سے انگلش میں ترجمہ کرنے کے لیے قیمت ۱۵ روپے

○ اندرون ملک ڈاک خرچ ایک یا ایک سے زائد کتابوں کا ۱۲ روپے ہوگا۔ پورا سیٹ منگانے پر ڈاک خرچ معاف (صرف اندرون ملک کیلئے) ○ کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا نام و پتا اور کتابوں کا نام ضرور لکھیں ○ کسی قسم کی نقد رقم خط میں ڈال کر ہرگز نہ بھیجیں۔ منی آرڈر ارسال کرنے کا پتا: مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴، سیدھ سیشن ہیڈ پوسٹ آفس کراچی ۱۱
○ بیرون ملک پورے سیٹ کی قیمتیں مع ڈاک خرچ بمشرقی وسطیٰ ۱۰۰ پاکستانی روپے، یورپ اور مشرق بعید ۱۵۰ پاکستانی روپے، آسٹریلیا، امریکہ افریقہ ۲۰۰ پاکستانی روپے ○ بیرون ملک کتابیں منگانے کے لیے رقم بذریعہ ڈرافٹ روانہ کریں۔ ڈرافٹ پر نام اس طرح لکھوائیں۔

MAKTABA NAFSIAT A/C 688 H. B. L.
MANSFIELD STR. BR. KARACHI

ذاتی طور پر چیز حاصل کرنے کے لیے: Sales Office
MAKTABA NAFSIAT 404 HUSSAIN CENTRE SHAHRAHE IRAQ SADDAR KARACHI - PHONE: 526689

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

ں رہنا چاہئے۔

بڑے صاحب نے کہا "تم یہاں میدان چھوڑ کر بھاگنے نہیں ہو۔ تمہاری اور شپا کی حفاظت کے لئے سخت انتظامات کئے رہے ہیں اور یہ تم دونوں کے لئے خوشی کی بات ہوگی کہ اسلام آباد میں موساد کا نیا زونل لیڈر آگیا ہے اور وہ یوگا کا ماہر ہے۔ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے زیر نہیں کرسکے گا۔"

"یہ واقعی خوشی کی بات ہے۔ میں بھی یوگا کی ماہر ہوں' صرف شپا پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتی ہے۔ دشمن اُس کے ذریعے میرے قریب آسکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ میں شپا سے دور رہا کروں۔"

"یہی مناسب ہے۔ شپا کو اسی بنگلے میں اپنے شوہر وزیر علی کی گم شدگی پر سوگوار رہنے دو اور تم اپنا مختصر سا ضروری سامان لے کر وہاں سے نکل جاؤ۔ ابھی پندرہ منٹ میں ایک سفید کار تمہیں لینے آئے گی۔"

وہ ریسیور رکھ کر ایک چھوٹی سی اٹیچی میں اپنا ضروری سامان رکھنے لگی اور شپا سے کہنے لگی "یہ اوپر سے حکم آیا ہے کہ تم اسی بنگلے میں رہوگی' میں ابھی دوسری جگہ شفٹ کررہی ہوں۔"

"تم کہاں جارہی ہو؟"

"میں ابھی نہیں جانتی۔ میری رہائش کا کہیں دوسری جگہ انتظام کیا گیا۔ ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم ایک دوسرے سے دور رہیں۔"

پندرہ منٹ کے بعد ایک گاڑی آگئی۔ دینا نے شپا سے رخصتی مصافحہ کیا۔ پھر وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد ثانی نے ٹیلی پیتھی جاننے والے جبری کو مخاطب کیا اور کوڈورڈز ادا کئے گئے۔ وہ بولا "یس سسٹر! میں حاضر ہوں۔"

ثانی نے اسے وہاں کے مختصر حالات بتائے۔ پھر کہا "میرے دماغ میں آؤ اور بڑے صاحب کے اندر پہنچو۔ یہ معلوم کرو کہ دینا دانیال کے لئے نئی رہائش کا کہاں انتظام کیا گیا ہے اور وہاں کا فون نمبر کیا ہے۔"

وہ ثانی کے پاس آیا۔ ثانی نے اسے بڑے صاحب کے اندر پہنچادیا۔ پھر خود یہ معلوم کیا کہ جو نیا زونل لیڈر آیا ہے اس کا اسلامی نام نعیم شیراز ہے اور وہ بڑے صاحب کی کوٹھی کی انیکسی میں رہنے آیا ہے۔

اُس نے علی تیمور سے رابطہ کیا۔ اسے بھی بنگلے میں پیش آنے والے تازہ واقعات سنائے پھر کہا "اس بار موساد کا ایک زبردست فائٹر یہودی نعیم شیراز کے نام سے پاسپورٹ بنوا کر آیا ہے۔ وہ یوگا کا ماہر ہے اور بڑے صاحب کی انیکسی میں آرام فرما رہا ہے۔"

"میں بھی کچھ زیادہ آرام فرما چکا ہوں۔ وزیر علی بن کر خاموشی سے دو سیاسی پارٹیوں کے لڑنے کا تماشا دیکھتا آرہا ہوں۔ اب یہ تمہارا وزیر علی اپنے طور پر کچھ کرنے والا ہے۔"

"ذرا میں بھی تو سنوں کہ کیا کرنے والے ہو؟"

"ابھی رات ہوچکی ہے' جاؤ آرام سے سوجاؤ۔ کل سے تمہیں میرے اقدامات کا علم ہوتا رہے گا۔ ویسے یہ تم نے اچھا کیا کہ بڑے صاحب اور یہودی نعیم شیراز کا پتا بتادیا۔ میں اُن سے نمٹ لوں گا۔"

"تم کہتے ہو تو میں اُس کوٹھی میں تنہا سونے جارہی ہوں۔ پھر پانچ یا چھ گھنٹے کی نیند پوری کرکے تمہارے پاس آؤں گی۔"

علی سے رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ یوں تو وہ علی کے ساتھ موجودہ مشن پر آئی تھی لیکن میں بھی اہم معاملات میں اسی سے کام لیتا تھا اور وہ پارس کی بھی خیریت معلوم کرتی رہتی تھی اور اُس کے کام آتی رہتی تھی۔ وہ اپنی مصروفیات' تیزی طراری اور حاضر دماغی کے ذریعے سونیا کی کمی پوری کررہی تھی۔ ہم سب اس پر سونیا کی طرح تکیہ کرتے تھے۔

اُس وقت علی نے اس کی مصروفیات کو سمجھتے ہوئے آرام کرنے کا مشورہ دیا تو وہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سوگئی۔ اس کا ساتھ چھوڑ کر جانے والی دینا دانیال ایک نئی رہائش گاہ میں پہنچ گئی تھی۔ اپنی اور بڑے صاحب کی دانست میں ایسی محفوظ جگہ پہنچ گئی تھی' جہاں ایم آئی ایم کا کوئی بندہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پھر وہاں جو ملازم تھے وہ مسلح اور تربیت یافتہ تھے۔

وہ مطمئن ہوکر اپنے بیڈروم میں آئی۔ پھر آرام دہ بستر پر لیٹ کر سرہانے سے فون کا ریسیور اٹھایا۔ بڑے صاحب کے نمبر ڈائل کئے پھر کہا "یہ بنگلا خوب صورت ہے اور محفوظ بھی ہے۔ آپ بڑی ذمے داری سے میری حفاظت کا خاص خیال رکھ رہے ہیں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم کریں۔"

"میری کیا مجال کہ حسن و شباب کے دربار میں حکم کروں۔ میں تو عرض کرنے کی جسارت کررہا ہوں۔

تم اتنا حسن لے کر کیا کرو گے
خدا کے نام پر خیرات دے دو"

وہ ہنس کر بولی "یہ بندی آپ ہی حضرات کے کام آنے والی بندی ہے۔ پہلے جس مقصد کے لئے آئی ہوں' اسے آپ پورا ہونے دیں۔ پھر تو میں آپ ہی کی راتیں رنگین بناتی رہوں گی۔"

"یہ میری بدقسمتی ہے کہ اس رحمان قریشی کو دشمنوں نے قتل کردیا۔ ورنہ آج ہی تمہیں ایٹمی پروگرام کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوجاتا۔ اب ہمارے ایٹمی پلانٹ میں کوئی ایسا سائنس دان یا اس کے ماتحت نظر نہیں آرہے ہیں جن میں سے کسی کو تم شکار کرسکو۔ یہ ایم آئی ایم والے تمہارے لئے مسئلہ بن گئے ہیں اور مجھ سے میری رنگین راتیں چھین رہے ہیں۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی "صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ ہم دونوں کو اپنے اپنے مقصد کی تکمیل تک انتظار کرنا ہوگا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ دینا دانیال نے ریسیور رکھ کر ایک بھرپور

ڑائی لی۔ پھر سونے کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔ اسے شاید ہی آسکتی تھی کیونکہ بہت بڑے اور بہت ہی اہم مشن میں ناکام ی تھی۔ وہ کامیابی کی بڑی امیدیں لے کر آئی تھی لیکن ایم آئی م کے نام سے آنے والے نے ایک ہی گولی میں تمام امیدوں پر ی پھیر دیا تھا۔

وہ سونا بھی چاہتی تھی اور آئندہ کامیابی کے لئے سوچنا بھی اہتی تھی۔ ایسے وقت ٹیلی فون کی گھنٹی اسے مخاطب کرنے لگی۔ ں نئی رہائش گاہ کا فون نمبر صرف بڑے صاحب کو معلوم تھا۔ اس نے بے زاری سے سوچا۔ بڑے صاحب میرے لئے کروٹیں بدل ہے ہیں۔ یہ مسلمان بس ایسی ہی ہوس میں مارے جاتے ہیں۔

اس نے بے دلی سے فون اٹھا کر پوچھا "ہیلو' کیا آپ کو نیند یں آرہی ہے؟"

اسے ایک اجنبی سی آواز سنائی دی "میرے سونے جاگنے کا وقت مقرر نہیں ہے۔ تم اپنی سناؤ' کروٹیں کیوں بدل رہی ہو؟"

وہ حیرانی سے بولی "تم کون ہو؟ اور تمہیں یہ فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"مجھ سے زیادہ کوئی تمہیں جان نہیں سکتا۔ کیونکہ میں تمہارے جسم و جان کا مالک ہوں۔ تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں کہ کسی بھی دشمن کے خوف سے جگہ نہ بدلو۔ اگر تمہیں مارنا ہوتا تو رحمان قریشی کے بعد دوسری گولی تمہیں مار دیتا۔"

وہ ایک دم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ خوف زدہ ہو کر بولی "تم؟ کیا تم ہی قاتل ہو؟"

"قاتل تو تم ہو۔ جب سے تمہیں دیکھا ہے' خود کو مقتول سمجھ رہا ہوں۔ پہلی بار دیکھنے کے بعد ہی میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ تم میری جاگیر بن کر رہو گی اور میرے سوا تمہارے حسن و شباب کو کوئی حاصل نہیں کرسکے گا۔"

"تم نے مجھے پہلی بار کب اور کہاں دیکھا تھا؟"

"تمہارے سوال کے پیچھے چالاکی چھپی ہوئی ہے پھر بھی بتائے دیتا ہوں ہم تمہارے بھائی کو اغوا کرنے آئے تھے۔ اسے بے ہوش کردیا گیا تھا۔ تمہاری بھابی کو بستر پر سیوں سے جکڑ دیا گیا تھا جب میرے ساتھی ایسا کررہے تھے تو میں نے تمہارے بیڈروم کے پاس آگر کھڑکی سے تمہیں دیکھا۔ تم بے خبر سو رہی تھیں۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ تمہارا خوابیدہ حسن کیا قیامت جگا رہا تھا۔ اگر کوئی اور وقت ہوتا تو میں تمہارے کمرے میں گھس آتا۔ لیکن اس وقت وزیر علی کا اغوا ہمارے لئے بہت ضروری تھا۔ تمہارے جاگنے سے کھیل بگڑ جاتا۔ اس لئے میں نے صرف تمہیں دیکھا اور نامراد چلا آیا۔"

"اگر تم نے رحمان قریشی کو گولی ماری تھی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اُس سرکاری عہدیدار کے دماغ پر قبضہ جما کر آئے تھے۔ اسے آلہ کار بنا کر پہلے اس سے قتل کرایا۔ پھر اسے کوٹھی کے باہر پہنچا کر اس بے چارے کو بھی قتل کردیا۔ اس طرح یہ ثابت ہورہا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

"ہاں جانتا ہوں۔ وزیر علی کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ تم شراب اور سگریٹ نہیں پیتی ہو۔ میں نے اس خیال سے تمہارے دماغ کو نہیں چھیڑا ہے کہ شاید تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرلو گی۔"

"کیا یہ بتاؤ گے کہ میرا بھائی کہاں ہے؟ کیا خیریت سے ہے؟"

"تم میری جان ہو اور تمہارے بھائی کی جان کی سلامتی کی فکر میرا فرض ہے۔ وہ جہاں بھی ہے زندہ سلامت ہے۔"

"مجھے اپنی جان کتنے ہو' اپنی جاگیر کتنے ہو' کیا دور ہی دور سے کتنے رہو گے؟ مجھے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی کی ضرورت ہے۔ میں ہمیشہ تمہاری بن کر رہوں گی۔ تم بے شک دنیا والوں سے روپوش رہو مگر ہم رازداری سے ایک دوسرے کے خیون ساتھی بن جائیں گے۔"

"تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ جب سے تمہارے سلگتے ہوئے بدن کو دیکھا ہے اندر ہی اندر سلگ رہا ہوں۔ تمہیں چھو کر دیکھنے کے لئے تڑپ رہا ہوں۔"

"تو پھر آجاؤ۔ میں دروازہ کھلا رکھوں گی۔"

"کون سا دروازہ؟"

"دل کا بھی اور اپنی خواب گاہ کا بھی۔"

"میں اِن دروازوں سے گزرنے سے پہلے دماغ کے دروا سے گزر کر آنا چاہتا ہوں کیا تم سانس روک لوگی؟"

وہ ذرا سوچ کر بولی "کیا مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟ تم میرے خیالات پڑھنا چاہتے ہو؟"

"تم بھی میرے خیالات پڑھ سکتی ہو۔ یا مختلف طریقوں سے میری محبت اور وفا کے جذبوں کو سمجھ سکتی ہو۔ انسان آنکھیں رکھ کر اندھے کی چال چلے تو ضرور ٹھوکر کھاتا ہے۔ میں تمہارے ذرا سے خیالات پڑھ کر تمہاری محبت اور وفا کا یقین کرلوں تو اس میں کیا حرج ہے؟ جو سچا ہوتا ہے وہ کسی آزمائش سے نہیں گھبراتا۔"

"میں تمہاری ہر آزمائش میں پوری اتروں گی لیکن میرے دماغ میں آنے کی بات نہ کرو۔ مجھ پر بھروسا کرو۔"

"صرف پانچ منٹ تک تمہارے خیالات پڑھنے سے سچائی معلوم ہوسکتی ہے تو پھر کسی اور طرح کیوں آزما کر تمہارا اور اپنا وقت ضائع کروں؟"

"مجھے افسوس ہے۔ میں اپنے خیالات پڑھنے کی اجازت کسی کو نہیں دوں گی۔"

"تو پھر مجھے بھی افسوس ہے کہ تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے یا گولی مار کر زخمی کرکے تمہارے اندر چلا آؤں۔ اگر تمہارے اندر وفا ہوئی تو پھر ٹھیک ہے۔ اگر مکاری ہوگی تو تمہیں تنویمی عمل کے ذریعے اپنی داشتہ بنالوں گا۔"

وہ گھبرا کر بولی "نہیں، تم جبراً ایسا نہیں کرو گے۔"

"مجھے روک سکتی ہو تو موساد کے ذریعے بڑے صاحب کے ذریعے روکنے کے تمام ذرائع اختیار کرو۔ میں دو گھنٹے بعد فون نہیں کروں گا۔ سوچ کے ذریعے آؤں گا۔ ایسے وقت سانس روکو گی تو پھر تمہیں دماغی کمزوری میں مبتلا کروں گا۔"

جیری نے ثانی کی ہدایات کے مطابق دینا دانیال سے ایسی باتیں کی تھیں اور یوں فون پر گفتگو کرنے کے لئے اسلام آباد میں ایک شخص کو آلہ کار بنایا تھا۔ اس نے فون کا رابطہ ختم کر دیا پھر خیال خوانی کے ذریعے علی کو بتایا کہ اس نے سسٹر ثانی کی ہدایات پر کس طرح عمل کیا ہے۔

علی نے کہا "تم نے دو گھنٹے بعد پھر دینا کے پاس جانے کی بات کی ہے لہٰذا دو گھنٹے بعد میرے پاس آؤ۔ اب ثانی کے پاس نہ جانا، وہ آرام کر رہی ہے۔"

علی بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ایک پاکستانی جاسوس حشمت بیگ کے ساتھ تھا۔ چونکہ علی اسلام آباد اور پنڈی کے راستوں اور علاقوں سے واقف نہیں تھا اس لئے حشمت بیگ اس کے ساتھ رہ کر اس کی رہنمائی کرتا تھا۔ ثانی نے اسے بتایا تھا کہ موساد کا نیا زونل لیڈر سعودی ہے مگر مسلمان بن کر نعیم شیراز کے نام سے آیا ہے۔ زبردست فائٹر ہے یوگا کا ماہر ہے اور بڑے صاحب کی انکیسی میں آرام فرما رہا ہے۔

علی نے فون پر بڑے صاحب کے نمبر ڈائل کئے۔ مگر رابطہ نہیں ہوا کیونکہ اتنی رات کو بھی بڑے صاحب فون پر مصروف تھے۔ دینا دانیال نے انہیں بتایا تھا کہ ایم آئی ایم کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے شخص نے اسے فون کیا تھا اور دھمکی دی ہے کہ وہ اسے اپنے دماغ میں آنے نہیں دے گی تو وہ اسے زخمی کر کے اس کے اندر چلا آئے گا۔

بڑے صاحب نے پوچھا "اس شخص کو تمہاری نئی رہائش گاہ اور وہاں کا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"میں کیا بتاؤں؟ ہم نے بڑی رازداری سے کام لیا تھا۔ حتیٰ کہ شلپا (ثانی) کو بھی یہاں کا پتا اور فون نمبر نہیں بتایا تھا جبکہ وہ اپنی ہے۔ یہ تو بہت حیرانی اور پریشانی کا مقام ہے کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرا فون نمبر کیسے معلوم ہو گیا؟"

اس نے دو گھنٹے بعد تمہارے دماغ میں آنے کے لئے کہا ہے۔ میں اس سے پہلے ہی تمہارے اطراف اتنا سخت پہرا لگا دوں گا کہ تمہاری رہائش گاہ کے اندر پرندہ بھی پر نہیں مار سکے گا۔"

"کیا میری حفاظت کرنے والے تمام گارڈز یوگا کے ماہر ہوں گے؟"

"یہ تو ممکن نہیں ہے۔ کسی کی سانس روکنے میں مہارت حاصل ہوتی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ پہرا دینے والے دو چار گارڈز یوگا کے ماہر ہوں۔"

"اگر تمام گارڈز میں ایک بھی گارڈ ایسا رہا جو پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکتا ہو تو پھر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا، اسے کالا کارنامہ کر مجھے زخمی کر دے گا۔"

"ہاں اُس نے اسی طرح ایک سرکاری عہدے دار کو آلہ کار بنا کر رحمان قریشی کو گولی ماری تھی۔ ویسے تمہارا نیا زونل لیڈر یوگا کا ماہر ہے۔ وہ سٹیلے پر دہلا ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ تمہارے پاس رہے گا تو تم بڑی حد تک محفوظ رہو گی۔ میں ابھی اس سے بات کرتا ہوں۔"

بڑے صاحب نے ریسیور رکھا پھر انٹر کام پر سیکرٹری سے کہا "ٹیکسی میں جاؤ اور فوراً مسٹر نعیم شیراز کو ساتھ لے آؤ۔"

سیکرٹری چلا گیا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ بڑے صاحب نے ریسیور اٹھایا۔ علی تیمور نے وزیر علی کی آواز میں کہا "ہیلو۔ کیا آپ میری آواز اور لہجے سے مجھے پہچان رہے ہیں؟"

آواز جانی پہچانی سی لگ رہی تھی۔ مگر انہوں نے بڑے صاحب کے رعب اور دبدبے کے ساتھ کہا "پہیلیاں نہ بجھواؤ۔ صاف صاف بتاؤ کون ہو تم؟"

"میں ہوں آپ کا خادم وزیر علی۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولے "وزیر علی! ہاں آواز تو وہی ہے۔ کیا واقعی وزیر علی بول رہے ہو؟"

"جی ہاں۔ آپ حیران کیوں ہو رہے ہیں۔ مجھے اغوا کئے جانے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ میں مر چکا ہوں۔ کیا اغوا کئے جانے والے واپس نہیں آتے؟"

"ہاں ہاں، بے شک واپس آتے ہیں مگر تم کہاں ہو؟"

"جہاں بھی ہوں، محفوظ ہوں۔ آپ کی سیاسی پارٹی نے مجھے ایک کمزور مہرہ سمجھ کر اغوا کرنا چاہا تھا اور مجھے ہلاک کرنے کا بھی منصوبہ بنایا تھا تاکہ میرے اغوا اور میری موت کا الزام اپوزیشن والوں پر عائد کیا جا سکے۔"

"یہ غلط ہے۔ تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے کہ تم اپوزیشن والوں کی قید میں رہ کر ان کی زبان میں بول رہے ہو۔"

"اگر اپوزیشن والوں کے پاس ہوتا تو وہ مجھے آپ لوگوں کے خلاف استعمال کرتے۔ انہوں نے بھی مجھے اغوا کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ ایسے وقت جبکہ دونوں سیاسی پارٹیاں مجھے قربانی کا بکرا بنانے کی سازش پر عمل کرنے والی تھیں، وہ اجنبی ایم آئی ایم والے مجھے جبراً اپنے ساتھ لے گئے۔ بعد میں حقیقت معلوم ہوئی کہ ایم آئی ایم والوں نے میری جان بچا کر مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے؟"

"صاف طور سے کہو کہ تم ہماری پارٹی سے بغاوت کر رہے ہو۔ تم نے ہی ایم آئی ایم والوں کا احسان مان کر انہیں شلپا اور دینا دانیال کی اصلیت بتا دی ہے۔ اسی لیے وہ دینا دانیال کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"شکر کریں کہ ابھی صرف ایم آئی ایم کو بتایا ہے۔ اگر تمام پاکستانیوں کو اور دنیا والوں کو بتا دوں کہ وزیر علی کو امریکا سے یہاں

محض اس لیے بلوایا گیا تھا کہ وہ ایک یہودی اور ایک ہندو عورت کو مسلمان بہن اور بیوی بنا کر پاکستان لائے۔ اس کے بعد اس وزیر علی کو قتل کر کے اپوزیشن والوں کو عدالت میں گھسیٹا جائے تو آپ حضرات اپنی صفائی میں کیا کہیں گے؟"

اسی وقت موساد کا زونل لیڈر کمرے میں آیا۔ بڑے صاحب نے کہا "آؤ بیٹھو۔ فون کا اسپیکر آن کرتا ہوں۔ ذرا تم بھی سنو، وزیر علی زندہ ہے اور ایم آئی ایم والوں کی پناہ میں ہے۔ ہمارے خلاف بکواس کر رہا ہے۔"

بڑے صاحب نے فون کا اسپیکر آن کر دیا۔ زونل لیڈر نعیم شیراز قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ کر سننے لگا۔ اسپیکر سے وزیر علی کی آواز آ رہی تھی۔ وہ پوچھ رہا تھا "آپ کے پاس کون آیا ہے؟ آپ کے میری آواز سنا رہے ہیں؟"

"میرے پاس جو بھی ہے، تم اپنی بات کرو۔ یہ نہ بھولو کہ چند برس پہلے تم ایک مفرور سیاست دان تھے۔ تمہارے جیسے سیاست دانوں کی باتوں کو نہ تو دنیا مانے گی اور نہ ہی اس ملک کے عوام تسلیم کریں گے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ ایم آئی ایم کی پناہ میں آ کر تم نے اپنی جان بچالی ہے مگر ہمارے خلاف کوئی موثر ہتھیار استعمال نہیں کر سکو گے۔"

علی نے کہا "بڑا ہی موثر ہتھیار استعمال ہونے والا ہے۔ ایم آئی ایم کے چند ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے اور اپوزیشن کے پارٹی لیڈر کے دماغوں میں جائیں گے۔ پھر آپ لوگ اُن کے معمول اور تابعدار بن کر پریس کانفرنس میں کہیں گے کہ مجھ بے چارے وزیر علی کے ساتھ آپ لوگ کیسی سازشیں کرتے رہے۔"

بڑے صاحب اور نعیم شیراز پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ بڑے صاحب نے کہا "میں تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری ہی زبان سے وزیر علی کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا اعتراف کرایا جا سکتا ہے۔"

نعیم شیراز نے کہا "وزیر علی کی پوزیشن بڑی مضبوط ہو گئی ہے۔ وہ آپ جیسی بڑی ہستی کو دھمکیاں دے رہا ہے۔"

علی نے کہا "نئے زونل لیڈر، میں تمہاری آواز سن رہا ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں اپنی دھمکیوں پر عمل کر سکتا ہوں؟ کہتے ہیں کہ تیر جب تک ترکش میں رہتا ہے، تب تک محض ایک دھمکی ہوتا ہے کہ وہ تیر چلے گا بھی یا نہیں؟ لیکن جب وہ تیر کمان کے چلے سے چھوٹ جاتا ہے تو موت کی طرح سنسناتا ہوا آتا ہے۔"

زونل لیڈر نے کہا "میں مانتا ہوں کہ ہمارے موجودہ حالات میں تمہارا چلایا ہوا تیر نشانے پر بیٹھے گا۔ تم کسی وقت بھی کچھ بھی کر سکتے ہو۔ میں تمہاری مضبوط پوزیشن کو سمجھ رہا ہوں۔ ہم بھی ایسے کوئی کمزور نہیں ہیں مگر محاذ آرائی سے دونوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"آپ میرے نقصان کی پروا نہ کریں۔ میں نے بڑے صاحب کو اُن کی سیاسی بدمعاشی کا آئینہ دکھانے کے لیے فون کیا ہے۔ یہ آئینہ ان سے کہہ رہا ہے کہ میرے ذریعے جو ہندو اور یہودی حسینائیں اس ملک میں امپورٹ کی گئی ہیں۔ انہیں دوسرے "موساد" اور "را" تنظیم کے تخریب کاروں کے ساتھ کل تک ملک سے بھگا دو۔ اور اسلامی نام سے بنے ہوئے ان کے پاکستانی شناختی کارڈ زان سے چھین لو۔"

"میں صرف چند یہودیوں اور ہندوؤں کو جانتا ہوں۔ تم کہتے ہو تو انہیں یہاں سے واپس جانے کا حکم دوں گا۔"

"بڑے صاحب! آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ وزیر علی صرف شلپا اور دینا دانیال کو جانتا ہے لیکن یہ بھول رہے ہیں کہ ایم آئی ایم کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ابھی آپ کے اندر موجود ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ آپ نے اس بار موساد کے زونل لیڈر نعیم شیراز کو اپنے گھر میں پناہ دی ہے۔"

بڑے صاحب اور زونل لیڈر پھر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ علی نے کہا "کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے اعمال کتنی اچھی طرح سمجھ رہے ہوں گے۔ "را" اور "موساد" کے ان ہزاروں تخریب کاروں کے بارے میں جانتے ہوں گے جو پورے ملک میں اور خاص طور پر سندھ میں موجود ہیں۔ اِن دشمنوں کو آپ کے حکم سے پاکستانی شہریت کے مستند کاغذات اور شناختی کارڈ دیئے جاتے ہیں۔"

بڑے صاحب شدید اضطراب میں مبتلا ہو گئے۔ زونل لیڈر نے ان سے ریسیور لے کر کہا "وزیر علی! تمہاری باتوں سے یہ ہمیں معلوم ہو گیا کہ ہم سے اختلاف تم نہیں، ایم آئی ایم والے کر رہے ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ اس تنظیم کا کوئی ذمے دار فرد ہم سے گفتگو کرے۔"

وزیر علی نے کہا "تمہیں یہ سن کر شاک پہنچے گا کہ میں جو تم لوگوں کا تابعدار تھا، اب ایم آئی ایم کا ایک مجاہد بن چکا ہوں اور اِس تنظیم کا ہر مجاہد اپنی جگہ ایک ذمے دار شخص ہے۔ میں اپنی ذمے داریوں کو خوب سمجھتے ہوئے کہتا ہوں کہ تم لوگوں سے مزید گفتگو نہیں ہو گی۔ ابھی ایک گھنٹے کے اندر فیصلہ سناؤ کہ اپنے تخریب کاروں کے ساتھ یہاں سے جا رہے ہو یا یہیں مرنا چاہتے ہو؟"

"آج نہیں تو کل یا پرسوں یا کسی اور دن مرنا ہی ہے۔ بھارت میں اسرائیل میں یا پاکستان میں مرنا ہی ہے۔ کہیں بھی موت آئے گی لیکن دینا دانیال اور میری طرح ہمارے کچھ لوگ ہیں، جن کے دماغوں میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں پہنچ سکے گا اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچا سکے گا۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کے جواب میں ہم اور بھی کئی یوگا کے ماہرین کو بلائیں گے۔ بہتر ہے کہ ہم سے کوئی معقول سمجھوتا کر لیا جائے۔"

"تمہارا جواب سمجھ میں آ گیا۔ تم لوگ پاکستان چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔ اب تھوڑی دیر بعد ہماری جوابی کارروائی سامنے آئے گی۔"

علی نے ریسیور رکھ دیا۔ زوفل لیڈر نے ہیلو ہیلو کہہ کر آوازیں دیں پھر وہ بھی ریسیور رکھ کر بولا "اُس نے فون بند کردیا ہے۔"

بڑے صاحب نے کہا "یہ ایم آئی ایم والے تو مصیبت بن گئے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا اُن سے بچا کیسے چھڑایا جائے؟"

وہ بولا "بہتر ہے آپ اس سلسلے میں بات نہ کریں۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا اس وقت بھی آپ کے اندر موجود ہوگا۔"

"یہ موجودگی بڑی پریشان کن ہوتی ہے۔ کوئی بھی موجود ہوتا ہے اور پتا بھی نہیں چلتا۔"

زوفل لیڈر نے کہا "اب میں جاؤں گا' آپ مجھ سے کوئی سوال نہ کریں کہ میں آئندہ کیا کرنے والا ہوں اور مجھے کوئی مشورہ بھی نہ دیں۔ کوئی دشمن آپ کے اندر چھپ کر رہنے کے باوجود ہمارے ارادوں کو سمجھ نہیں پائے گا۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر انیکسی میں آیا پھر اس نے فون پر دینا دانیال سے رابطہ کرنے کے بعد کوڈ ورڈز ادا کئے۔ پھر کہا "میں زوفل لیڈر نعیم شیرازبول رہا ہوں۔ اپنے بنگلے کے مسلح گارڈز سے کہو کہ میں آرہا ہوں۔ میری کار کا نمبر اور رنگ انہیں بتاؤ اور حکم دو کہ میری گاڑی کو بنگلے کے احاطے میں آنے دیں اور مجھے تمہارے پاس آنے سے نہ روکیں۔"

اس نے کار کا نمبر اور رنگ بتا کر رابطہ ختم کیا پھر اچھی طرح مسلح ہو کر انیکسی سے باہر آیا اور اسی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چل پڑا۔ وہاں سے کار میں بیس منٹ کا فاصلہ تھا۔ اس کی گاڑی اور نمبر پلیٹ کو دیکھتے ہی احاطے کا گیٹ کھول دیا گیا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا پورچ میں آیا۔ وہاں ایک مسلح گارڈ نے کار کا دروازہ کھولا۔ وہ کار سے باہر آکر دوسرے مسلح گارڈ کے ساتھ بنگلے کے اندر آیا۔ دینا دانیال اُس کا انتظار کررہی تھی۔ اُس نے ڈرائنگ روم میں اس کا استقبال کیا۔ اُس سے مصافحہ کیا پھر کہا "سر! آپ کے یہاں آنے سے میں خود کو بہت محفوظ سمجھ رہی ہوں۔ وہ کمبخت دھمکی دے رہا تھا کہ مجھے زخمی کرکے میرے دماغ میں آئے گا لیکن اب اطمینان ہے۔ باہر مسلح محافظ ہیں اور اندر ہم دونوں یوگا کے ماہر ہیں۔"

جیری نے دو گھنٹے بعد علی سے رابطہ کیا۔ علی نے کہا "تم ٹانی کا لہجہ اختیار کرکے دینا دانیال کے دماغ میں جاسکتے ہو؟"

"جی ہاں۔ میں پچھلی بار دینا سے فون پر باتیں کرنے کے دوران اس کے دماغ میں جاچکا ہوں۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔"

"پھر اس کے اندر جاؤ۔ اُس کے ساتھ اس کی تنظیم کا زوفل لیڈر ہے۔ وہ بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہے۔ تم دینا کے خیالات پڑھ کر معلوم کرو کہ بنگلے کے اندر اور باہر کتنے مسلح گارڈز ہیں۔ اگر انہیں خاموشی سے ٹھکانے لگا سکو تو ٹھیک ہے ورنہ مجھے اُن تمام گارڈز کی پوزیشن بتاؤ۔ میں تنہا ان سب سے نمٹ لوں گا۔"

علی ایک کار میں بیٹھ کر اس بنگلے کی طرف جانے لگا۔ جیری دینا دانیال کے اندر آگیا۔ اُس نے سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ اپنے زوفل لیڈر سے گفتگو کرنے کے بعد اپنے بیڈ روم میں آگئی تھی اور اب لباس تبدیل کرکے سونے والی تھی۔ جیری نے اُس کے خیالات پڑھ کر وہاں کے مسلح گارڈز کی پوزیشن معلوم کی۔ اُس کی مرضی کے مطابق دینا نے وائی ٹاکی کے ذریعے ان تمام گارڈز سے باتیں کیں اور انہیں تاکید کی کہ وہ اپنی ڈیوٹی پر مستعد اور محتاط رہیں اور کسی کو بنگلے کے احاطے میں داخل نہ ہونے دیں۔

اِس طرح جیری نے تمام گارڈز کے اندر جگہ بنالی۔ ان کے پاس جدید رائفلوں کے علاوہ چاقو بھی تھے۔ اس نے پہلے ایک گارڈ کو اپنا آلہ کار بنایا۔ اسے اس کی ڈیوٹی کی جگہ سے ہٹا کر دوسرے گارڈ کے پاس پہنچایا۔ دوسرے نے کہا "تم یہاں کیوں آئے ہو۔ ابھی میڈم نے وائی ٹاکی پر کہا ہے کہ ہم اپنی اپنی جگہ نہ چھوڑیں اور بہت زیادہ محتاط رہیں۔"

پہلے گارڈ نے کہا "مجھے بھی میڈم نے وائی ٹاکی پر یہی تاکید کی ہے لیکن میرا یہ چاقو نہیں کھل رہا ہے۔ ذرا دیکھو کہ اس میں کیا خرابی ہے؟"

دوسرے گارڈ نے اُس کا چاقو لے کر کھولا تو وہ آسانی سے کھل گیا۔ جیری نے اس دوسرے کے دماغ پر قبضہ جما کر آنے والے گارڈ کے سینے میں وہ چاقو گھونپ دیا۔ پھر اُس کی زبان سے کہا "تم گارڈ نہیں گدھے ہو۔ ایک معمولی سا چاقو نہ کھول سکے۔ تمہیں مرجانا چاہیے۔"

چاقو کا پورا پھل سینے میں اتر چکا تھا اور وہ نیچے گر کر زمین پر تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ خاموشی سے مرگیا۔ چاقو اس لاش کے سینے میں ہی دھنسا رہا۔ وہ دوسرا گارڈ اپنی جگہ چھوڑ کر تیسرے گارڈ کے پاس گیا۔ تیسرے نے پوچھا "یہاں کیوں آئے ہو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ....."

دوسرے گارڈ نے کہا "میں میڈم کا حکم سن چکا ہوں مگر میرا یہ چاقو نہیں کھل رہا ہے۔ ذرا دیکھو تو اس میں کیا خرابی ہے؟"

تیسرے نے اس کا چاقو نکال کر کھولا پھر کہا "یہ تو آسانی سے کھل گیا ہے؟ کیا تم نشے میں ہو؟ کیسے گارڈ ہو؟ اسے تو ایک عورت بھی آسانی سے کھول لے گی اور آسانی سے کسی کو قتل کرسکے گی۔"

جیری نے تیسرے کے دماغ پر قبضہ جما کر آنے والے گارڈ کا کام تمام کردیا۔ وہ ایک گارڈ کے بعد دوسرے کو پھر تیسرے کو صرف اُن کے چاقوؤں کے ذریعے ختم کررہا تھا۔ ان کی رائفلیں استعمال کرکے فائرنگ کی آوازیں پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا۔

آخری سیکورٹی گارڈ نے احاطے کے آہنی گیٹ کے پاس آکر اسے بھی چاقو سے ہلاک کردیا۔ پھر گیٹ کو پوری طرح کھول کر کھڑا ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد علی کار ڈرائیو کرتا ہوا آیا۔ اس گیٹ کے قریب پہنچ کر اس نے کار روک دی۔ گارڈ نے کار کے پاس آکر اسے سلیوٹ کیا پھر کہا "میں اِس گارڈ کے ذریعے جیری بول رہا ہوں۔ اب یہاں کوئی مسلح پہرے دار نہیں ہے۔ سب کا کام تمام ہوچکا ہے۔ دینا دانیال کے خیالات نے بتایا ہے کہ اس کے اور زوفل لیڈر کے پاس ایک ایک ریوالور ہے۔"

علی نے کہا "یہ آہنی گیٹ بند کردو۔ میری کار باہر رہے گی۔ تم پہلے ٹیلی فون کے تار کاٹ دو۔"

"میں ابھی جاکر کاٹ دیتا ہوں۔ لیکن اِن دونوں کے پاس موبائل فون بھی ہیں۔"

"اُن سے میں سمجھ لوں گا۔ تم تار کاٹنے کے بعد اس گارڈ کو بھی ختم کرکے میرے اندر آؤ۔"

جیری نے ہدایات پر عمل کیا۔ اپنے آلہ کار گارڈ کے ذریعے ٹیلی فون کے تار کاٹ دئے۔ پھر اِس آخری گارڈ کو بھی اُس کے ہی چاقو سے خودکشی پر مجبور کردیا۔ اس کے بعد علی کے پاس آگیا۔ علی نے اِس رہائش گاہ میں داخل ہوکر اسے بتایا کہ آئندہ جیری کو کیا کرنا چاہیے؟

وہ ہدایات کے مطابق عمل کرنے لگا۔ دینا دانیال مطمئن ہوکر سوگئی تھی۔ اس نے اسے جگادیا۔ اُس کے دماغ پر پوری طرح قابض رہ کر اس کے تکیے کے نیچے سے بھرے ہوئے ریوالور کو نکالا۔ اس کے چیمبر سے تمام گولیاں نکال کر بستر پر پھینک دیں۔ پھر اسے خالی ریوالور کے ساتھ خواب گاہ سے باہر لے آیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی زوفل لیڈر کے بیڈ روم کے پاس آئی۔ اور دروازے پر دستک دے کے بولی "سر! کیا آپ سو رہے ہیں؟"

اندر سے آواز آئی "دینا! کیا تم ہو؟ خیریت تو ہے؟"

"خیریت ہے۔ میں نے ابھی وائی ٹاکی کے ذریعے تمام سیکورٹی گارڈز سے باتیں کی ہیں۔ وہ سب اپنی جگہ مستعد ہیں مگر مجھے نیند نہیں آرہی ہے۔"

زوفل لیڈر کی آواز بند دروازے کے پیچھے بالکل قریب سے آئی' وہ بولا "میں اپنے مشن کی تکمیل تک ہمیشہ عورتوں سے دور رہتا ہوں تاکہ کسی سے فریب نہ کھاؤں۔ لیکن تم پر بھروسا کرسکتا ہوں۔ کیونکہ تم یوگا کی ماہر ہو۔ کوئی تمہیں ٹریپ نہیں کرسکا لیکن....."

"لیکن کیا....؟"

"تمہارا بے پناہ حُسن وشباب ایسا جال ہے' جس میں ہم دشمنوں کو پھانستے ہیں۔ اگر تم میرے بند کمرے میں آؤ گی تو میں بھی پھنس جاؤں گا۔ تم چیز ہی ایسی ہو اور میں انسان ہوں۔ میرے بستر پر آگ پہنچے گی تو میں ضرور جلوں گا۔ بولو منظور ہے تو دروازہ کھولتا ہوں؟"

"سر! میں خود چل کر آئی ہوں اور جب عورت خود آئے تو اس سے سوال نہیں کرنا چاہیے۔"

زوفل لیڈر نے خوش ہوکر دروازے کو ذرا کھولا۔ علی نے دروازے پر ایک لات ماری وہ اندر سے کھولنے والا دروازے سے ٹکرا کر پیچھے گیا۔ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ قالین پر آکر چاروں شانے چت ہوگیا۔

وہ بھی احتیاطاً ریوالور لے کر آیا تھا مگر اچانک حملے کے باعث وہ ریوالور ہاتھ سے نکل کر ذرا دور جاگرا۔ دینا نے کہا "خبردار! اسی طرح فرش پر پڑے رہو۔ ورنہ گولی ماردوں گی۔"

وہ حیرانی سے بولا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا اپنے لیڈر کو گولی ماروگی؟"

علی نے آگے بڑھ کر فرش پر سے ریوالور اٹھا کر اُس کے چیمبر سے تمام گولیاں نکال کر انہیں ردی کی ٹوکری میں ڈالتے ہوئے کہا "مجھے یہ ہتھیار بہت زہر لگتے ہیں لہٰذا اسے میں نے خالی کردیا ہے۔"

دینا دانیال نے اپنا ریوالور زوفل لیڈر کے پاس پھینکتے ہوئے کہا "یہ لو میرا ریوالور' میں اس اجنبی کو چالاکی سے پھانس کر لائی ہوں۔"

زوفل لیڈر نے لپک کر ریوالور کو اٹھایا۔ پھر فرش پر سے خود اٹھتے ہوئے علی کو نشانے پر رکھتے ہوئے پوچھا "کون ہو تم؟"

"عجیب گدھے ہو۔ پہلے اپنی حسین ماتحت سے پوچھو کہ مجھے پھانس کر یہاں کیوں لائی ہے؟ مجھے باہر گولی مار سکتی تھی۔ پھر اُس نے کمرے میں آتے ہی تمہیں گولی مارنے کی دھمکی کیوں دی؟ مجھے تمہارے ریوالور کو اٹھا کر اسے خالی کرنے کا موقع کیوں دیا؟"

وہ الجھ کر رہ گیا۔ اُس نے سوالیہ نظروں سے دینا دانیال کو دیکھا' وہ بولی "میں خود حیران ہوں کہ اندر اور باہر ہمارے سیکورٹی گارڈز بڑی مستعدی اور توجہ سے پہرا دے رہے ہیں پھر یہ اجنبی یہاں تک کیسے چلا آیا۔ مجھ سے کچھ پوچھنے سے پہلے اِس سے پوچھو کہ یہ کیسے یہاں پہنچ گیا ہے؟"

وہ پھر الجھ گیا۔ اُس نے علی سے پوچھا "تم اِس بنگلے کے اندر کیسے آگئے۔ کیا باہر کوئی گارڈ نہیں ہے؟"

"تمام گارڈز ہیں مگر آرام سے ابدی نیند سو رہے ہیں۔ یقین نہ ہو تو وائی ٹاکی کے ذریعے انہیں مخاطب کرو۔ کوئی جواب نہیں دے گا۔"

لیڈر نے میز پر سے وائی ٹاکی اٹھا کر ایک ایک گارڈ کو کال کیا۔ مگر جواب میں کسی گارڈ کی آواز نہیں آئی۔ اس نے ایسا کرنے کے دوران علی کو برابر ریوالور کے نشانے پر رکھا تھا۔ بنگلے کے اندر اور باہر سے کسی محافظ کی طرف سے جواب نہیں ملا تو اس نے حیرانی سے وائی ٹاکی کو ایک طرف پھینک کر پوچھا "کیا تم اور تمہارے آدمیوں نے بنگلے کا محاصرہ کرکے ہمارے تمام گارڈز کو مار ڈالا ہے؟"

علی نے کہا "کوئی کسی کو نہیں مارتا۔ جب موت آتی ہے تو چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک مرجاتے ہیں۔ میرے ساتھ کوئی نہیں

ہے۔ میں تنہا ہوں۔ تمہارے محافظوں کو مرنا تھا' وہ سب اسی طرح مرگئے جیسے تم مرنے والے ہو۔"

وہ حقارت سے بولا "تم اور مجھے مارو گے؟ ریوالور میرے ہاتھ میں ہے اور موت کی دھمکی تم دے رہے ہو۔"

علی نے کہا "تمہارا ریوالور میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہاتھوں میں ہتھیار ہو تو وہ کام بھی آئے۔ اِس وقت ہم دونوں کے ہاتھوں میں کھلونے ہیں۔ انہیں پھینک دینا چاہیے۔ تم بھی پھینک دو۔"

علی نے ریوالور کو کمرے سے باہر پھینک دیا۔ دینا دانیال نے کہا "سر! آپ بھی پھینک دیں گولیوں کے بغیر ریوالور محض کھلونا ہوتا ہے۔"

لیڈر کو یقین نہیں آیا۔ اس نے علی کے ایک پیر کا نشانہ لے کر ٹریگر کو دبادیا۔ پھر دوسری تیسری بار دبایا تب یقین آیا کہ وہ کھلونے سے بہل رہا تھا۔ اس نے غصّے سے کہا "دینا! تم مجھے خالی ریوالور دے کر بے وقوف بنا رہی تھیں۔"

اُس نے ریوالور کو دینا دانیال کے منہ پر مارنا چاہا علی نے اسے کیچ کرلیا پھر کہا "اِس حسینہ کے منہ پر اسے پھینک رہے ہو۔ اِس کا چہرہ زخمی ہوگیا تو اس کے حُسن میں عیب آجائے گا پھر تم لوگ شکار کیسے پھانسو گے' اسے پھول سے مارا کرو۔"

لیڈر نے کہا "اگر تم واقعی تنہا آئے ہو تو زندہ نہیں جاؤ گے۔ تمہیں پتا نہیں ہے کہ میں کتنا زبردست فائٹر ہوں۔"

یہ کہتے ہی اُس نے گھوم کر علی کے منہ پر ایک لات مارنی چاہی۔ وہ لات خالی گئی۔ اُس نے پھر ایک بار گھوم کر لات چلائی۔ پھر کراٹے کے فن کا مظاہرہ کیا۔ یکے بعد دیگرے تمام داؤ آزمائے۔ اتنی بار آزمائے کہ بری طرح ہانپنے لگا۔ آدھے گھنٹے تک برابر حملے کرتے رہنے کے باوجود وہ اپنے ہاتھ سے یا پیر سے علی کے جسم کو چھو نہیں سکا تھا۔ اس دوران جیری نے دینا دانیال کو اس کا ریوالور اٹھا کر اس کے بیڈ روم میں پہنچادیا تھا۔ وہ بستر پر پڑی ہوئی گولیاں چیمبر میں بھر کر پھر اسی طرح ریوالور کو لوڈ کرکے اسے تکیے کے نیچے رکھ کر سوگئی۔

دوسرے بیڈ روم میں زونل لیڈر ہانپ رہا تھا۔ علی نے کہا "تم زبردست فائٹر اور یوگا کے ماہر ہو۔ تمہیں اتنی جلدی نہیں ہانپنا چاہیے۔ ابھی تو آدھا گھنٹا ہوا ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "مرو کے بچے ہو تو مقابلہ کرو۔ میرے حملوں سے بھاگتے کیوں ہو؟"

"بھاگنے والے میدان چھوڑ دیتے ہیں اور میں میدان میں ہوں۔ تم ایک بار' صرف ایک بار مجھے ہاتھ لگادو۔"

اُس نے اچانک علی پر چھلانگ لگائی۔ مگر علی کے پیچھے والی دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ اسے پھر ہاتھ نہ لگا سکا۔ اتنی دیر میں اسے سمجھ لینا چاہیے تھا کہ جب مکاری سے حملے کرنے کے باوجود اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا ہے تو پھر تمام داؤ پیچ اسی طرح خالی جائیں گے جس طرح اُس کا ریوالور گولیوں سے خالی ہوگیا تھا۔ مگر وہ جس قدر ناکام ہو رہا تھا اسی قدر طیش میں آتا جارہا تھا۔ اس جنون میں مبتلا ہوگیا تھا کہ اپنے مقابل کو صرف ایک ہاتھ مارنا مشکل نہیں ہے۔ وہ ضرور کامیاب ہوگا۔ مگر ناکام ہو کر تھک ہار سا گیا۔ پہلے صرف ہانپ رہا تھا اب لڑکھڑانے بھی لگا۔ اپنے پیروں پر جم کر کھڑا نہیں ہو پا رہا تھا۔

ایسے وقت اُس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پھر ہانپتے ہوئے بولا "اے تم کون ہو؟ چلے جاؤ۔"

جیری نے کہا "کیسے چلا جاؤں؟ مجھے بھگانے کے لیے تمہیں سانس روکنا پڑے گا۔ مگر ہانپنے والا سانس نہیں روک سکتا۔"

یہ کہہ کر اُس نے ایک زلزلہ سا اس کے اندر پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ ٹیلی پیتھی کے زلزلے نے اسے تہم مردہ سا بنا دیا۔ دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ علی نے کہا "میں نے یہاں آکر نہ تمہارا ریوالور استعمال کیا ہے اور نہ ہی لڑائی کے دوران تمہیں ہاتھ لگایا ہے اور جو اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکے' میں اسے ہاتھ لگانا گوارا نہیں کرسکتا۔"

اُس نے دماغی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ ایک میرے اندر ہے اور دوسرا باہر؟"

علی نے کہا "جو تمہارے اندر ہے' وہ ایم آئی ایم کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اور میں وہی ہوں جس نے بڑے صاحب سے فون پر گفتگو کی تھی اور وارننگ دی تھی کہ جتنے "موساد" اور "را" کے تخریب کاروں کو یہاں جعلی شناختی کارڈز کے ذریعے پناہ دی گئی ہے' انہیں فوراً اس ملک سے واپس جانے کا حکم دیا جائے لیکن تم نے بڑے صاحب کے فون پر کہا تھا کہ مرنا تو کہیں بھی ہے۔ بھارت میں' اسرائیل میں' یا پاکستان میں' موت تو کسی وقت بھی کہیں بھی آسکتی ہے۔ لہٰذا موت آرہی ہے' اسے بھگت لو۔ تمہاری موت کے بعد بھی بڑے صاحب کو اور اُن کے پالتو تخریب کاروں کو عقل نہ آئی تو پھر وہ سب اسی ملک میں ایک ایک کرکے مریں گے۔ موت کہیں بھی آسکتی ہے لہٰذا اسی ملک میں آئے گی۔"

علی یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ لیڈر نے پھر ایک بار زور سے چیخنا چاہا مگر زلزلے کے دوسرے زبردست جھٹکے کے باوجود آواز بند ہوگئی۔ جیری نے ناقابل برداشت دماغی جھٹکا پہنچا کر اُس کا منہ بند کردیا تھا۔ وہ قالین پر تڑپ رہا تھا۔ کئی منٹ تک اس کی یہی حالت رہی۔ وہ ہوش وحواس کھو رہا تھا۔ اتنی سی دیر میں وہ دماغی اور جسمانی طور پر ناکارہ ہوگیا تھا۔ نہ کچھ بول سکتا تھا' نہ کوئی حرکت کرسکتا تھا۔

جیری نے تھوڑی دیر اور انتظار کیا۔ پھر اسے قالین پر لیٹے ہی لیٹے گھسیٹ گھسیٹ کر ریوالور کے پاس لے گیا۔ اس نے ریوالور کو اٹھایا۔ پھر اسی طرح قالین پر گھسیٹتا ہوا ردی کی ٹوکری کے پاس گیا۔

وہاں سے ایک گولی اٹھا کر چیمبر میں ڈالی۔ پھر اپنے موبائل فون کے ذریعے بڑے صاحب سے رابطہ کیا۔ اُدھر سے بڑے صاحب کی ناگوار سی آواز سنائی دی۔ وہ گہری نیند سے بیدار ہونے کے بعد جھنجلا گئے تھے۔ انہوں نے پوچھا "کیا اتنی رات کو فون کرنا ضروری ہے؟"

وہ کمزور سی آواز میں بولا "میں زونل لیڈر نعیم شیراز بول رہا ہوں۔"

"یہ تمہاری آواز اتنی کمزور اور بدلی ہوئی سی کیوں ہے؟"

"ایسا اس لیے ہے کہ میں بہت بڑے عذاب میں مبتلا ہوچکا ہوں۔ ایم آئی ایم والوں نے کہا تھا کہ ہم اس ملک سے واپس نہیں جائیں گے تو پھر دنیا سے جائیں گے اس لیے میں دنیا سے جارہا ہوں۔"

اچانک ٹھائیں کی زوردار آواز کے ساتھ فائر کی آواز سنائی دی۔ پھر فون خاموش ہوگیا۔ بڑے صاحب کو یوں لگا جیسے اُن کے کان کے قریب انہیں گولی ماری ہو۔ انہوں نے ایک چیخ ماری پھر ہاتھ سے ریسیور گرگیا اور وہ خود بستر پر چاروں شانے چت ہوگئے۔ جب انہیں یقین آیا کہ وہ دیکھ رہے ہیں اور سانس لے رہے ہیں تو انہوں نے اپنے آپ کو ٹٹول کر دیکھا۔ پھر اٹھ کر بستر پر پڑے ہوئے ریسیور کو دیکھنے لگے۔ ان لمحات میں وہ ریسیور موت کا ایک ہتھیار نظر آرہا تھا۔

انہوں نے حوصلہ کرکے ریسیور کو اٹھا کر کان سے لگایا پھر آواز دی "ہیلو' ہیلو شیراز!... ہیلو' ہیلو..."

دوسری طرف خاموشی رہی۔ دوسری طرف سے بولنے والے نے اپنے ہی ریوالور سے خودکشی کرلی تھی۔ بڑے صاحب ریسیور رکھ کر سوچنے لگے۔ کیا واقعی ایم آئی ایم والے اپنی وارننگ پر عمل کررہے ہیں۔ کیا انہوں نے زونل لیڈر کو مار ڈالا ہے؟ مگر کیسے؟ یہ ناممکن سی بات ہے۔ بنگلے کے اندر اور باہر سخت پہرا تھا۔ پھر یہ کہ دینا دانیال اور زونل لیڈر دونوں ہی یوگا کے ماہر تھے۔

دینا دانیال کی یاد آتے ہی اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ مگر رابطہ نہیں ہوا کیونکہ فون کے تار کٹے ہوئے تھے۔ پھر اس نے موبائل کے نمبر ڈائل کئے۔ جیری نے دینا کو پہلے ہی اس کے بیڈ روم میں پہنچا کر سلا دیا تھا۔ موبائل فون نے اسے جگادیا۔ وہ نیند میں کسمساتی ہوئی بولی "کون ہے؟" پھر وہ بڑے صاحب کی آواز سن کر جماہی لیتی ہوئی بولی "او آپ ہیں؟ فرمایئے؟"

"کیا تم نے ابھی اپنے بنگلے کے اندر فائرنگ کی آواز سنی تھی؟"

"فائرنگ؟ کیسی فائرنگ؟ میں تو سو رہی تھی۔"

"کیا تم سوتے وقت بے ہوش ہوجاتی ہو؟ ابھی تمہارا لیڈر تمہارے ہی بنگلے سے فون کررہا تھا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کسی نے اسے گولی ماردی ہے۔"

"آپ کیسی باتیں کررہے ہیں۔ کیا فائرنگ کی آواز سے میری آنکھ نہ کھلتی؟ یا پھر میرے دار یہاں نہ آتے؟"

"ان سیکورٹی گارڈز سے ابھی رابطہ کرو اور ان سے حالات معلوم کرو۔"

اُس نے بڑے صاحب کو ہولڈ کرنے کو کہا۔ پھر واکی ٹاکی کے ذریعے ایک گارڈ کو مخاطب کیا پھر دوسرا بٹن دبا کر دوسرے کو مخاطب کیا۔ یوں یکے بعد دیگرے تمام گارڈز کی طرف سے خاموشی ملی۔ وہ پریشان ہوکر فون پر بولی "بنگلے کے اندر اور باہر کسی گارڈ کی آواز نہیں مل رہی ہے۔ کیا آپ نے ہمارے لیڈر سے رابطہ کیا تھا؟"

"ہاں' اُس نے فون پر کہا تھا کہ ایم آئی ایم والے اپنی دھمکیوں پر عمل کررہے ہیں۔ جو تخریب کار اس ملک سے نہیں جارہا ہے اسے دنیا سے باہر بھیج رہے ہیں۔ اس لیے وہ دنیا سے جارہا ہے۔ اتنا کہتے ہی فائر کی آواز سنائی دی پھر تمہارے لیڈر کی آواز دوبارہ سنائی نہیں دی۔"

اُس نے بڑے صاحب کو ہولڈ کرنے کو کہا اور واکی ٹاکی کے ذریعے دوسرے بیڈ روم میں رہنے والے زونل لیڈر سے رابطہ کیا۔ مگر لیڈر کی طرح اس کی واکی ٹاکی پر بھی خاموشی طاری رہی۔ تب دینا دانیال پر خوف طاری ہوا۔ وہ فون پر بولی۔ "آپ درست کہہ رہے ہیں۔ واکی ٹاکی کے ذریعے نہ اپنے لیڈر اور نہ ہی کسی گارڈ سے رابطہ ہو رہا ہے۔ کوئی بہت بڑی گڑبڑ ہوچکی ہے۔"

"تم اپنے لیڈر کے کمرے میں جاکر دیکھو۔ اصل معاملہ کیا ہے؟"

"نن... نہیں۔ میں اپنے بیڈ روم سے نہیں نکلوں گی۔ یہ میں کس ملک میں آکر پھنس گئی ہوں۔ یہاں بار بار جگہ بدلنے کے باوجود پناہ نہیں مل رہی ہے۔ تحفظ حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ پلیز آپ پولیس والوں کو یہاں بھیج دیں۔ کسی پہلی فلائٹ میں سیٹ کرادیں۔ میں ابھی یہ ملک چھوڑ دوں گی۔"

"میں ابھی چاق وچوبند پولیس والوں کو بھیج رہا ہوں۔ تمہیں خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ دیکھو "را" تنظیم کی شیبا کتنے حوصلے سے کام لے رہی ہے۔ تمہاری طرح خوف زدہ نہیں ہے۔"

"شیبا کی بات پر ایک سوال ابھرتا ہے' کیا ایم آئی ایم والے صرف موساد کے یہودیوں کو یہاں سے بھگانا چاہیے ہیں؟ کیا انہیں "را" کے ہندوؤں سے کوئی واسطہ نہیں ہے؟"

"کیوں نہیں ہے؟ پاکستانی عوام ہندوؤں کی تخریب کار ذہنیت کو خوب سمجھتے ہیں لیکن تمہارے معاملات میں کوئی پاکستانی نہیں ہے۔ یہ باہر سے آئے ہوئے ایم آئی ایم کے مجاہدین ہیں۔"

"ہاں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مجاہد میرا دیوانہ ہے۔ میں آپ کو بتا چکی ہوں' وہ میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ میں سیدھی طرح اپنے خیالات اسے پڑھنے نہیں دوں گی تو وہ مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گا۔ یا پھر زخمی کرکے میرے اندر

پہنچ جائے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ تمہارا دیوانہ ہے اس لیے جان سے نہیں مارے گا۔ اور میں تمہیں زخمی ہونے نہیں دوں گا۔ ابھی پولیس والے آئیں گے اور تمہیں میری کوٹھی میں پہنچادیں گے۔"

"میں آپ کی مشکور ہوں مگر آپ بھول رہے ہیں کہ میرا وہ خیال خوانی کرنے والا دیوانہ کسی مرد کو میرے ساتھ ایک چھت کے نیچے نہیں رہنے دے گا۔ پہلے رحمان قریشی میرے قریب آیا تو دیوانے نے اسے گولی ماردی۔ اب میرا زوتل لیڈر اس چھت کے نیچے میرے پاس آیا تو اسے بھی قتل کردیا گیا۔ اس کے بعد میں آپ کی چھت کے نیچے آؤں گی تو وہ آپ کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

بڑے صاحب نے ہنستے ہوئے کہا "میں ایسے محل میں رہتا ہوں، جہاں وہ خیال خوانی کرنے والا کسی کو آلہ کار بنا کر یہاں لائے گا تو وہ آلہ کار محل کے اندرونی حصے میں داخل ہوتے ہی مرجائے گا۔ میری خواب گاہ کے اطراف بجلی کے نادیدہ تار بچھے ہوئے ہیں۔ وہ میرے دروازوں اور کھڑکیوں کے قریب قدم رکھتے ہی فنا ہوجائے گا۔"

ایسا کہنے کے بعد وہ چونک گئے۔ جیری نے کہا "تھوڑا اور ہنس لو۔ اور میری محبوبہ کو یہاں بلالو۔ میں اُس کے دماغ میں نہیں جاسکتا۔ لیکن تمہارے اندر بول رہا ہوں۔ ابھی تم ریوالور نکالو گے اور زوتل لیڈر کی طرح خودکشی کرلو گے۔"

انہوں نے سر کو تھام لیا پھر کہا "یہ..... یہ میرے اندر وہی بول رہا ہے؟"

دینا دانیال نے پوچھا "وہی کون؟"

"تمہارا دیوانہ۔ وہ دھمکی دے رہا ہے کہ تم میری چھت کے نیچے آؤ گی تو وہ مجھے زوتل لیڈر کی طرح خودکشی پر مجبور کردے گا۔"

"اوہ گاڈ! ہمارا لیڈر یوگا کا ماہر تھا۔ یقیناً اس نے لیڈر کے دماغ کو کنزور بنایا ہوگا اور پھر اسے خودکشی پر مجبور کیا ہوگا۔ پلیز آپ میری بات مان لیں۔ کسی بھی پہلی فلائٹ میں میری سیٹ کرادیں۔"

جیری نے بڑے صاحب کی زبان سے کہا "ہیلو دینا! میں تمہارے اس مہمان کے اندر رہ کر اس کی زبان سے بول رہا ہوں۔ میں نے واقعی تمہارے لیڈر کو خودکشی پر مجبور کیا اور وہ مرگیا۔ تمہارے قریب جو بھی آئے گا اسی طرح مرے گا۔ تم نے مجھے اپنے اندر آنے نہیں دیا اور میں نے تمہیں زخمی نہیں کیا۔ کیونکہ تمہارے آئینہ جیسے بدن پر ہلکی سی خراش بھی آئے، میں اسے پسند نہیں کروں گا۔ سوچتا ہوں، تمہارے اندر آئے بغیر ہی کام چل رہا ہے تو اسی طرح چلنے دوں۔"

وہ بولی "میں تمہیں اپنے اندر آنے نہیں دے رہی ہوں مگر تمہاری دوسری بات مان رہی ہوں اور یہ ملک چھوڑ کر جلد سے جلد جارہی ہوں۔"

"میں یہی کہنے کے لیے اِن بڑے صاحب کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تم تنہا نہیں جاؤ گی۔ تمہارے ساتھ دوسرے تمام یہودی ایجنٹ اور جاسوس وغیرہ جائیں گے۔"

"لیکن میں تمام یہودی ایجنٹوں کو اس ملک میں نہیں جانتی ہوں۔ میں اُن سب سے کیسے رابطہ کروں گی؟"

"یہ کام میں کررہا ہوں۔ اب تک تمہارے دو زوتل لیڈر آچکے ہیں اور جہنم میں جاچکے ہیں۔ میں نے اُن کے خیالات پڑھ کر بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ اس ملک سے جانا چاہتی ہو تو میری معمولہ اور تابعدار بن جاؤ۔ میں تمہیں یہاں کے تمام ملک دشمن عناصر کے پاس لے جاؤں گا۔ تم انہیں یہ ملک چھوڑنے کا مشورہ دو گی۔ اگر وہ تمہاری بات نہیں مانیں گے تو میں انہیں ایک ایک کرکے موت کے گھاٹ اتاردوں گا۔"

وہ بولی "تم میری محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور میرے ہی یہودی ساتھیوں کو میرے ذریعے مارڈالنا چاہتے ہو؟"

"تم بھی تو میری مسلمان قوم کو تباہ و برباد کرنے آئی ہو۔ میں تم سے محبت نہیں کرتا۔ البتہ تمہارے حسن و شباب کو حاصل کرنے کی دیوانگی ہے۔ اس دیوانگی کو ہوس پرستی کہتے ہیں اور میں ہوس پرستی کی خاطر خدا پرستی کو نہیں بھولوں گا۔ میں رحمان قریشی اور یہاں کا بڑا صاحب نہیں ہوں۔ میں تمہارے اعصاب پر سوار رہ کر موساد تنظیم کے تمام عزائم کو ناکام بناؤں گا۔"

"میں بڑے صاحب کے پاس نہیں جاؤں گی۔ تم نے زبان دی ہے کہ مجھے قتل نہیں کروگے اور جب تک تمہارے دشمن اپنے انجام کو پہنچ رہے ہیں تب تک تم مجھے زخمی بھی نہیں کروگے اور میرے چور خیالات بھی نہیں پڑھو گے۔"

"ہاں، میں یہی کروں گا۔"

"تو پھر مجھے اتنا موقع دو کہ میں موساد کے ہیڈ کوارٹر کے ذمے دار افراد سے باتیں کرکے کسی نتیجے پر پہنچ سکوں۔"

"ذرا عقل سے کام لو۔ موساد کے ذمے دار افراد کو معلوم ہوگا کہ مجھ جیسا کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہارے ذریعے یہاں کے روپوش یہودیوں تک پہنچ رہا ہو اور انہیں قتل کررہا ہے تو اس سے پہلے ہی وہ تمہیں قتل کردیں گے۔ مجھ جیسے کسی مخالف کے ہاتھوں میں تمہیں مضبوط مہرہ بننے نہیں دیں گے۔"

"درست کہتے ہو۔ مجھے اسی پہلو پر غور کرنے کا موقع دو کہ میں تمہاری تابعدار رہ کر زندہ سلامت رہ سکتی ہوں۔"

"تم ضرور اس پہلو سے غور کرو۔ اور بتاؤ کہ کب تک اپنے دماغ میں آنے دوگی؟"

"اب تو صبح ہورہی ہے۔ میں کم از کم چھ سات گھنٹے آرام سے سونا چاہتی ہوں۔ تمہیں آٹھ گھنٹے بعد اپنا فیصلہ سنادوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میں جارہا ہوں۔ اپنے اس ناکام ہوس پرست بڑے صاحب سے باتیں کرو۔"

جیری خاموش ہوگیا۔ اُس نے بڑے صاحب کے دماغ کو ڈھیل دی۔ اُدھر سے دینا دانیال نے کہا "وہ آپ کے اندر رہ کر باتیں کررہا تھا۔ آپ نے تمام باتیں سنی ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ پولیس والوں کو یہاں بھیج کر بنگلے کے اندر اور باہر کی تمام لاشیں اٹھوالیں اور یہاں کسی ایک خدمت گار کو رہنے دیں اور یہ سختی سے تاکید کریں کہ کوئی سپاہی اور افسر میری خواب گاہ کے بند دروازے پر نہ آئے اور نہ ہی میری نیند میں سات گھنٹے تک مداخلت کرے... شکریہ۔"

اُدھر سے فون بند ہوگیا۔ بڑے صاحب ریسیور رکھ کر سوچ میں پڑگئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ ایم آئی ایم والے ایسے ہی فعال اور چاق و چوبند رہیں گے تو تمام روپوش رہنے والے یہودی یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ پھر امریکا بڑے صاحب سے ناراض ہوجائے گا۔ انہوں نے سیکریٹری کو بلایا پھر کہا "فوراً ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر سے گفتگو کراؤ، جلدی کرو۔"

سیکریٹری چلاگیا۔ اس نے ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر کے نائب سے رابطہ کیا اور اسے بتایا کہ پاکستان سے بڑے صاحب سپر ماسٹر سے بہت ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ نائب نے ہولڈ آن کرنے کو کہا۔ پھر رابطہ قائم ہوگیا۔ بڑے صاحب ریسیور کان سے لگاکر سپر ماسٹر کو اسلام آباد کے حالات بتانے لگے۔ ایم آئی ایم کی کامیابیوں اور موساد کی ناکامیوں کی تفصیلات بیان کرنے لگے۔ وزیر علی کے متعلق بتایا کہ وہ اغوا نہیں کیا گیا تھا۔ اب وہ بھی ایم آئی ایم والوں کا ساتھ دے رہا ہے اور ایک خیال خوانی کرنے والا، دینا دانیال کے ذریعے تمام روپوش یہودیوں تک پہنچ کر ان سب کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا ہے۔

سپر ماسٹر نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "تم نے جو کچھ کہا، وہ میں نے سنا، اور وہ بھی ضرور سن رہا ہوگا، جو تمہارے اندر موجود ہوگا۔"

انہوں نے پریشان ہوکر کہا "یہ سوچ کر میں پریشان ہورہا ہوں کہ پرائی سوچ کہ لہریں مجھے محسوس کیوں نہیں ہوتی ہیں؟ ایسے تو ہمارا اور آپ کا کوئی راز پوشیدہ نہیں رہے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ دینا دانیال اور وزیر علی سے کوئی رابطہ نہ رکھو۔ میں وہاں کے معاملات سنبھال لوں گا۔"

سپر ماسٹر نے رابطہ ختم کردیا۔ اُس کے دفتری کمرے میں سامنے والی دیوار پر چار عدد ٹی وی رکھے ہوئے تھے۔ اس نے فون پر فوج

الف لیلیٰ ڈائجسٹ کے

دلچسپ ترین سلسلے، کتابی شکل میں

شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی

ہمزاد (مکمل)

قیمت ۳۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ہر دلعزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

جال (مکمل)

قیمت ۳۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

- ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلیے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
- اُس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۳۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال
- ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔

- ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔
- جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کررہا تھا۔
- دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
- اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔

کتابیات پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ کراچی ۱

کے اعلیٰ افسران سے کہا "آپ اپنے اپنے ٹی وی آن کریں۔ میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

اُن سب نے اپنے اپنے ٹی وی آن کیے۔ انہیں اسکرین پر سپرماسٹر نظر آنے لگا۔ اور سپرماسٹر کے سامنے تین عدد ٹی وی اسکرین پر بری، بحری اور فضائی افواج کے اعلیٰ افسران دکھائی دینے لگے۔ اُس نے بڑے صاحب سے جو کچھ سنا تھا وہ تمام واقعات سنانے لگا۔ ایک افسر نے تمام باتیں سن کر کہا "یہ ایم آئی ایم والے بہت زیادہ ہاتھ پاؤں پھیلاتے جارہے ہیں۔ پہلے انہوں نے دمشق میں ہمیں اور یہودیوں کو پریشان کیا۔ پھر تل ابیب میں ایسی حرکتیں کیں کہ ہمارا سب سے قابل ٹیلی پیتھی جاننے والا مائیک ہمارے اسرائیلی حکومت کے شکنجے میں آگیا۔"

دوسرے افسر نے کہا "اسرائیلی ہم سے دھوکا نہیں کریں گے۔ کل تک مائیک ہمارے ہمیں واپس مل جائے گا۔ لیکن ایم آئی ایم والوں کا علاج کیا کیا جائے؟ وہ دمشق اور تل ابیب کے بعد اسلام آباد پہنچ گئے ہیں۔"

تیسرے افسر نے کہا "ہم نے یوگا سیکھنے اور سانس روکنے میں مہارت حاصل کرنے کے لیے کتنے ہی شہروں میں تربیت گاہیں قائم کی ہیں۔ لیکن صرف دس فیصد نے مہارت حاصل کی ہیں۔ ہماری تہذیب میں اور سوسائٹی میں شراب پانی کی طرح پی جاتی ہے۔ ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی حاصل کرنے والے بھی شراب اور سگریٹ نوشی کے باعث کتنے ہی مشن میں ناکام ہوتے رہتے ہیں۔"

سپرماسٹر نے کہا "ابھی ایم آئی ایم کی ابتدا ہے۔ یہ ابتدا بتارہی ہے کہ یہ ہمارے لیے فرہاد علی تیمور سے زیادہ دردِ سر بن جائیں گے۔ فی الوقت یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دینا دانیال کو ان کے لیے ایک مہرہ بننے دیں۔ ہم موساد والوں کو مشورہ دیں گے کہ وہ اسلام آباد میں روپوش رہنے والے اہم یہودیوں کو ہٹالیں اور ان کی جگہ یوگا کے ماہرین کو وہاں بھیج دیں۔ پھر دینا دانیال کے اندر رہنے والا دشمن ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"آئیڈیا اچھا ہے۔ لیکن ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے وہاں کے بڑے صاحب اور دوسرے زر خرید عہدے داروں کے ذریعے ہماری پلاننگ کو سمجھ لیں گے۔"

"وہ سمجھ نہیں پائیں گے۔ آئندہ ہم بڑے صاحب اور دوسرے زر خرید عہدے داروں سے اتنا ہی کام لیں گے، جتنا وہ جانتے ہیں۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے اُن کے دماغوں میں جاکر چند یہودیوں کا سراغ لگائیں گے اور انہیں ختم کردیں گے۔"

"لیکن موساد والے بُرا منائیں گے۔ اسرائیلی حکام بھی اعتراض کریں گے۔"

"ہرگز اعتراض نہیں کریں گے۔ ہم وہاں سے اہم اور کارآمد یہودیوں کو جلد سے جلد نکال لائیں گے پھر ایسے یہودیوں کو وہاں بھیجیں گے جو یوگا کے ماہر ہوں گے۔"

"یہ بھی خوب آئیڈیا ہے جیسا کہ معلوم ہوا ہے۔ ایک خیال خوانی کرنے والا دینا دانیال کے حُسن و شباب کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کا مطلب ہے، وہ خیال خوانی کرنے والا کسی بہروپ میں دینا دانیال کی تنہائی میں ضرور آئے گا۔ لہٰذا ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی بڑی خاموشی سے دینا دانیال کے اندر رہنا چاہیے۔ اس طرح ہم دینا کی خواب گاہ میں آنے والے اس ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرسکیں گے۔"

"ہم نے کل چار عدد نئے خیال خوانی کرنے والے مشین کے ذریعے پیدا کیے ہیں۔ ابھی انہیں استعمال نہیں کرسکیں گے۔ انہیں کچھ ضروری ٹریننگ دینی ہوگی۔ لہٰذا پوجا کو دینا دانیال کے اندر رہنے کے لیے کہا جائے گا۔"

وہ سب ایسے منصوبے بنارہے تھے کہ اسلام آباد میں علی اور ثانی ضرور فریب کھاتے۔ وہ دونوں اپنی دانست میں دینا اور بڑے صاحب وغیرہ کے ذریعے موساد کے صرف چند یہودیوں کو شکار کرتے مگر وہاں درپردہ آکر رہنے والے یہودیوں تک کبھی نہ پہنچ پاتے۔

سونیا ثانی چھ گھنٹے تک آرام سے گہری نیند سونے کے بعد بیدار ہوگئی۔ پھر اُس نے غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر علی سے رابطہ کیا اور اپنی نیند کے دوران ہونے والے واقعات اور بدلتے ہوئے حالات کی پوری تفصیل سنی۔ پھر اُس نے کہا "میں ابھی دینا دانیال کے چور خیالات پڑھ کر آتی ہوں۔"

دینا گہری نیند سو رہی تھی۔ اس کے خوابیدہ خیالات نے بتایا کہ ایم آئی ایم کا وہ خیال خوانی کرنے والا اسے جسمانی طور سے حاصل کرنے ضرور اس کی خواب گاہ میں آئے گا۔ ایسے وقت وہ اسے کچھ کھلا پلا کر اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گی۔ پھر اپنے کسی نئے زوتل لیڈر یا دوسرے یہودی ساتھیوں کو بلا کر اُس خیال خوانی کرنے والے کو ان کے حوالے کردے گی۔

ثانی نے علی کے پاس آکر اسے یہ باتیں بتائیں پھر کہا "میری اِس معاملے میں اچھا رول ادا کررہا ہے۔ میں اسے کہوں گی کہ وہ دینا دانیال کا اسی طرح دیوانہ بن کر رہے۔ بعد میں ہم کسی یہودی کو ہی معمول اور تابعدار بنا کر دینا کے دیوانے کی حیثیت سے اُس کی خواب گاہ میں بھیج دیں گے۔"

"ٹھیک ہے تم جیری سے کہو وہ یہی رول ادا کرتا رہے۔ میں وزیر علی کی طرف سے اب اپوزیشن لیڈر سے رابطہ کررہا ہوں۔ تم میرے پاس رہو۔"

اُس نے اپوزیشن کے لیڈر سے فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر اس نے پوچھا "کیا مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

لیڈر نے کہا "تم آواز اور لہجے سے وزیر علی لگ رہے ہو۔ اگر یہ درست نہیں ہے تو اپنا تعارف کراؤ۔"

"میں وزیر علی ہوں۔ مجھے میری ہی پارٹی والے اغوا کرکے

اِس کا الزام تمہارے سر ڈالنا چاہتے تھے۔ اور یہ اتنا بڑا الزام ہوتا کہ تمہاری سیاسی پوزیشن کمزور ہوجاتی۔ مگر تم بھی زبردست چالباز ہو، تم نے اپنی کروڑوں کی عالیشان کوٹھی بم کے دھماکے سے اڑادی اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ مخالف پارٹی والوں نے تمہیں کوٹھی کے ساتھ تباہ اور ہلاک کرنا چاہا تھا۔"

اپوزیشن لیڈر نے پوچھا "مسٹر وزیر علی تم کہاں ہو؟ اس وقت کیا اپنی ہی پارٹی کی عقوبت خانے میں نہیں ہو؟"

"ذرا عقل سے سوچو۔ اُن کی قید میں ہوتا تو کیا ابھی تم سے فون پر بات کرسکتا تھا؟"

"واقعی میں ابھی عقل سے نہ سوچ سکا۔ میں کچھ الجھا ہوا سا ہوں۔ تم کہاں ہو؟"

"میں ایسی جگہ ہوں، جہاں اپوزیشن اور اقتدار حاصل کرنے والی دونوں پارٹیاں مجھے نقصان نہیں پہنچاسکتیں۔ تم نے بھی یہی پلاننگ سوچی تھی۔ مجھے اغوا کرکے اپنی مخالف پارٹی پر میرے اغوا اور قتل کے الزامات عائد کرنا چاہتے تھے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ مجھ پر الزام ہے۔ میری مخالف پارٹی والے تمہارے اغوا کا الزام لگاکر مجھے عوام کی نظروں سے گرانا اور میرا سیاسی کیریئر ختم کرنا چاہتے تھے۔"

"اصل بات یہ ہے کہ تم دونوں ہی سیاسی پارٹی والے مجھے ایک کمزور سیاسی مہرہ سمجھ کر میرا کام تمام کرنا چاہتے تھے۔ ان باتوں کا ثبوت میرے پاس ہے؟"

"کیا ثبوت ہے؟"

"میں ابھی ایم آئی ایم کی تنظیم میں شامل ہوکر محفوظ ہوگیا ہوں۔ اس تنظیم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ابھی تمہارے دماغ کے اندر ہے۔ اسی نے تمہارے چور خیالات پڑھ کر مجھے حقیقت بتائی ہے۔"

"میں ایم آئی ایم کا نام بہت سن رہا ہوں۔ لیکن یہ محض افسانوی سی بات ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے دماغ کے اندر پہنچ جاتا ہے۔"

"میں فون بند کررہا ہوں۔ ابھی تمہیں حقیقت معلوم ہوجائے گی۔"

اُس نے فون سے رابطہ ختم کردیا۔ ثانی نے سوچ کے ذریعے کہا "ہیلو مسٹر لیڈر کیا اپنے دماغ میں میری آواز سن رہے ہو؟"

وہ بوکھلا کر خلا میں دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ کیا یہ سچ ہے؟ کیا واقعی کوئی میرے اندر بول رہی ہے؟

"ہاں بول بھی رہی ہوں اور تمہیں اپنے اشاروں پر نچا بھی سکتی ہوں۔ تم یہ عہد کرلو کہ اپنے صوفہ سے نہیں اٹھو گے۔ اور ریسیور ابھی رکھنا چاہو گے مگر نہیں رکھ سکو گے۔"

اس نے فوراً ہی ریسیور رکھ کر ثانی کو جھٹلانا چاہا لیکن ریسیور کو فون کے کریڈل پر رکھنے کے بجائے اسے اپنی گود میں رکھ لیا۔ اسے حیرانی ہوئی۔ اس نے دوبارہ ریسیور کو اس کی جگہ رکھنا چاہا مگر اسے اپنے سر پر رکھ لیا۔ اس سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے صوفے پر سے نہ اٹھنے کا عہد کرلے اور اس نے عہد کرلیا کہ وہ صوفے پر جم کر بیٹھا رہے گا مگر پھر بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس عہد پر قائم رہنے کے لیے دوبارہ بیٹھنا چاہا۔ مگر فرش پر بیٹھ گیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بولا "میں تسلیم کرتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی افسانوی بات نہیں ہے۔ واقعی میرے اندر کوئی طاقت چھپی ہوئی ہے۔"

ثانی نے کہا "اب تو تم وہی کروگے، جو تمہارے اندر چھپی ہوئی طاقت بول رہی ہے۔"

"میں وہی کروں گا اور چاہوں گا کہ یہ طاقت میرے ہی پاس رہے اور میرے مخالفوں کو کمزور بناتی رہے۔"

"تم بھی اپنے مخالفوں کی طرح بددیانت اور وطن فروش ہو۔ تمہارے تعلقات بھی "موساد" اور "را" تنظیم سے ہیں۔ چونکہ تم ابھی اقتدار میں نہیں ہو اس لیے وہ دونوں تنظیمیں تمہارے آگے گھاس نہیں ڈال رہی ہیں۔ اگر کھویا ہوا وقار اور کھویا ہوا اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہو تو "موساد" اور "را" کو اپنے ملک میں بے نقاب کرو اور اس طرح عوام کا دل جیت لو۔ پھر آئندہ الیکشن میں ان تمام کے ووٹ بھی حاصل کرلوگے۔"

"جب ہمارے ہاں حکومت بدلتی ہے تو حکمرانوں کے تمام ایجنٹ اپنی رہائش گاہیں اور شہر بدل لیتے ہیں تاکہ مجھ جیسا اپوزیشن میں آنے والا سابقہ حکمران انہیں کوئی نقصان نہ پہنچاسکے۔ اسی لیے میں ابھی ان غیر ملکی ایجنٹوں کے بارے میں نہیں جانتا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں۔ میں تمہیں گائیڈ کروں گی لیکن ایک شرط ہے کہ آئندہ کسی سپرپاور کے چمچے نہ بنو۔ اپنے ملک کو غیر ملکی قرضوں اور غیر ملکی شرپسندوں سے نجات دلاؤ۔"

اسیرانِ زندگی کے لیے ایک کوچہ گزرہ نورد کی سرگزشت

بابر زمان خان کی آپ بیتی جگ بیتی

سب رنگ میں شائع ہونے والا مقبول ترین سلسلہ

قیمت فی حصہ ۴۰/- روپے

ڈاکخرچ فی حصہ ۱۰/- روپے

تیسرا اور چوتھا حصہ شائع ہوچکا ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے منگوائیں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

"میں دوبارہ اقتدار حاصل کرنے کے لیے ایسا ضرور کروں گا۔"

"لعنت ہے تم پر۔ اس ملک میں محض اقتدار حاصل کرنے اور اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے سوچتے ہو۔ کیا صرف غیر ملکی ایجنٹوں کو بھگا دینے سے یہاں اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی؟ اس کے لیے دل میں ایمان اور حب الوطنی لازمی ہے۔"

"میرے دل میں ایمان ہے۔ میں یہاں ایک مستحکم اسلامی حکومت قائم کروں گا۔"

"میں تمہارے چور خیالات پڑھ کر سمجھ رہی ہوں کہ تمہارے جیسے سابقہ حکمران کے دل میں کتنی بے ایمانی بھری ہوئی ہے۔ یہ اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ یہاں حکومت کرنے والے سب کچھ ہوتے ہیں صرف محب وطن نہیں ہوتے۔ بہرحال میں چاہوں گی کہ تمہارے ذریعے غیر ملکی ایجنٹوں کو بے نقاب کیا جائے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "میں اس طرح موجودہ حکمران پارٹی کو بدنام کر سکوں گا اور اپنی حکومت قائم کرنے کے راستے ہموار کر سکوں گا۔"

"تم دونوں سیاسی حریف ہمیشہ ایک دوسرے سے اسی طرح لڑتے رہو گے اور ایک دوسرے کو بدنام کر کے اپنی حکومت قائم کرنے کی راہیں ہموار کرو گے۔ میں تم جیسوں کا ساتھ دینے کی حماقت نہیں کروں گی۔ اب تمہارے خلاف یہ خبریں شائع کی جائیں گی کہ تم نے ہی وزیر علی کو اغوا کیا تھا۔ اور وزیر علی کی طرف سے یہ بیان شائع کیا جائے گا کہ وہ تمہاری قید سے فرار ہو کر ایک جگہ روپوش ہے۔ وہ اس ملک سے پھر ایک بار فرار ہو کر کسی دوسرے ملک میں پناہ لے کر تم دونوں کی سیاسی پارٹی کی چالوں کو عوام پر ظاہر کرے گا۔"

"خدا کے واسطے ایسا نہ کرنا۔ تمہاری جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی میرے لیے میری جان سے زیادہ عزیز ہے۔ میں تمہاری ہر بات مانوں گا۔ تمہارے ہر اشارے پر چلوں گا۔ بس مجھے حکومت کرنے کا موقع حاصل کر لینے دو۔"

ثانی اس کے اندر خاموش رہی اور اس کے خیالات سے سمجھتی رہی کہ کتے کی دم کبھی سیدھی نہیں ہوتی اور وہ اپنی باتوں سے بھی ثابت کر رہا تھا کہ اسے حکومت کرنے کا شوق جنون کی حد تک ہے۔ اس نے ابھی تک ثانی سے اپنے ملک اور قوم کی فلاح و بہبود کے سلسلے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔

اس نے پکارا "تم کہاں ہو؟ کیا جا چکی ہو؟ اگر موجود ہو تو بات کرو۔ یا بتا دو، پھر کب آؤ گی؟"

ثانی اس کے دماغ سے چلی آئی۔ علی کے پاس آ کر بولی "یہ ملک بڑا بدنصیب ہے۔ یہاں کوئی نیک نیتی سے سیاست کرنے اور اپنے ملک کو بیرونی دباؤ سے نجات دلانے والا لیڈر پیدا نہیں ہو رہا ہے۔ آخر ہم تم باہر سے آ کر کتنے عرصے اس ملک میں رہیں گے؟ یہاں کے بارہ کروڑ عوام کو کس طرح صحیح تعلیم اور مثبت سیاسی شعور دے سکیں گے؟"

علی نے کہا "پاکستان میں ایمان والے اور مثبت سیاسی شعور رکھنے والے ہیں۔ ہمیں ایسے افراد کو تلاش کرنا ہوگا۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مختلف افراد کے دماغوں میں آتی جاتی رہتی ہو۔ ان کے خیالات بھی پڑھتی ہو۔ ہو سکتا ہے تمہیں چند دیانت دار سیاسی شعور رکھنے والے مل جائیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم کچھ عرصہ یہاں رہ کر کوششیں کریں گے۔ فی الحال میں اپنا میک اپ بدل رہی ہوں اور یہ بنگلا چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ اب یہ خبر عام کی جائے گی کہ وزیر علی کی شریک حیات سلمٰی (یعنی ثانی، یعنی شیبا) کو بھی اغوا کر لیا گیا ہے۔"

دو گھنٹے بعد اس منصوبے پر عمل کیا گیا۔ ثانی نے بنگلا چھوڑ دیا۔ علی فون کے ذریعے پریس، ریڈیو اور ٹی وی والوں سے رابطہ کرنے لگا اور بتانے لگا کہ وہ وزیر علی ہے۔ اس ملک کی دو پارٹیاں اسے اغوا کر کے اور ہلاک کرنے کے بعد ایک دوسرے پر اس کی ہلاکت کا الزام عائد کرنا چاہتی تھیں لہٰذا وہ ایک جگہ روپوش ہے۔"

فون پر اُس سے کہا گیا "وزیر علی صاحب! آپ منظر عام پر آ جائیں۔ آپ کو قانونی تحفظ دیا جائے گا۔"

علی نے کہا "اس ملک میں قانون کہاں ہے؟ میں نے آپ لوگوں کو یہ اطلاع دینے کے لیے فون کیا ہے کہ اگر یہاں قانون کی بالادستی قائم رکھنے والے دیانت دار ہوتے تو میری شریک حیات کو اغوا نہ کیا جاتا۔"

"کیا بیگم سلمٰی وزیر کو اغوا کر لیا گیا ہے؟"

"کیا وزیر علی کی شریک حیات کو اغوا کر لیا گیا ہے؟"

علی تیمور نے جہاں جہاں فون پر اطلاع دی، وہاں سے یہی سوالات دہرائے گئے۔ علی نے کہا "میں کسی طرح دو پارٹیوں کی سازشوں سے بچ کر روپوش ہو گیا ہوں۔ مگر میری شریک حیات کی حفاظت یہاں کے قانون کے محافظ نہ کر سکے۔ اب ہمیشہ کی طرح دونوں پارٹیاں ایک دوسرے کو اس اغوا کا الزام دیں گی اور خدانخواستہ اسے ہلاک کر دیں گی تاکہ سچ کبھی سامنے نہ آ سکے۔"

شام کے اخبارات کے ذریعے یہ خبر دھماکا بن گئی کہ وزیر علی دو پارٹیوں سے خوف زدہ ہو کر روپوش ہو گیا ہے۔ اس نے وقت سے پہلے دانش مندی سے خود کو بچا لیا۔ مگر اپنی شریک حیات کو نہ بچا سکا۔ پچھلی رات اس کی بیوی سلمٰی وزیر کو اغوا کر لیا گیا۔ وزیر علی نے خفیہ طور پر فون کر کے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ اسے دونوں پارٹیوں میں سے کسی نے اغوا کیا ہے تاکہ وزیر علی اپنی شریک حیات کی زندگی بچانے کے لیے اُن کے آگے گھٹنے ٹیک دے۔

ریڈیو اور ٹی وی نے اپنی خبروں میں وزیر علی کا پورا بیان نشر نہیں کیا۔ صرف ایں کی شریک حیات سلمٰی وزیر کے اغوا کی خبر

سنائی۔ اس کے بعد علی نے وزیر علی کی آواز اور لہجے میں فون پر پہلے بڑے صاحب کو مخاطب کیا۔ پھر اُن سے کہا "میں وزیر علی بول رہا ہوں۔ تمہاری پارٹی نے میری شریک حیات کو اغوا کر کے اپنے لیے قبر کھودی ہے۔ اگر کل صبح تک وہ مجھے واپس نہیں ملے گی تو میں تمہاری پارٹی کے خلاف بیانات بھی دوں گا اور ایم آئی ایم کے ذریعے انتقامی کارروائی بھی کروں گا۔"

بڑے صاحب نے کہا "تم ہمیں غلط سمجھ رہے ہو۔ اپنے ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والوں سے کہو وہ ہمارے چور خیالات پڑھ لیں۔ پہلے ہم نے بے شک تمہیں اغوا کر کے قتل کرنا چاہا تھا لیکن ہم نے تمہاری شریک حیات کو اغوا نہیں کیا ہے۔"

"ہم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو تمہارے دماغ میں جانے کی زحمت نہیں دیں گے۔ تم نے اغوا کرانے کا جرم کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ لیکن غیر ملکی ایجنٹوں کے ذریعے ملک اور قوم کے خلاف جرم کر رہے ہو۔ انتقامی کارروائی ضرور ہوگی۔"

اُس نے رابطہ ختم کیا پھر اپوزیشن کے لیڈر کو فون پر یہی باتیں کہنے لگا۔ اس نے بھی کہا "مجھ پر یہ غلط الزام ہے میں نے تمہاری بیوی کو اغوا نہیں کیا ہے۔ تمہاری ایک خیال خوانی کرنے والی میرے خیالات پڑھ کر حقیقت معلوم کر سکتی ہے۔"

"ہمیں تم دونوں پارٹیوں کی حقیقت معلوم ہے۔ تم لوگ اپنے ملک اور قوم کو داؤ پر لگا رہے ہو۔ ہم کس طرح تم سب کے سیاسی کیریئر کو داؤ پر لگاتے ہیں اور کس طرح تم سب کو سیاست سے توبہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں، یہ آنے والا وقت بتائے گا۔"

دوسری طرف سونیا ثانی نے فون کے ذریعے دیبا دانیال سے رابطہ کیا۔ جبکہ وہ اس کے دماغ میں بھی جا سکتی تھی لیکن اس نے اور جیری نے اب تک دیبا کو اس خوش فہمی میں رکھا تھا کہ ان میں سے کوئی اس کے اندر نہیں آ سکتا ہے۔ ثانی نے فون پر کہا "ہیلو، میں ایم آئی ایم کی ایک خیال خوانی کرنے والی بول رہی ہوں۔ تم نے ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا دیوانہ بنا لیا ہے۔ اُس نے منع کیا ہے کہ ہم تمہیں زخمی کر کے تمہارے اندر نہ آئیں۔ اس لیے میں بھی تمہارے دیوانے کی طرح فون پر بول رہی ہوں۔ تم نے اس سے آٹھ گھنٹے کی مہلت لی تھی۔ اب دس گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

"ہاں، میں نے مہلت لی تھی۔ میں نے صرف پانچ گھنٹے کی نیند پوری کی۔ پھر اپنی حفاظت کے انتظامات میں مصروف رہی۔ میں نے موساد کے بگ باس سے رابطہ کیا تھا۔ اس نے سختی سے منع کیا ہے کہ میں کسی ایم آئی ایم والے کو اپنے دماغ میں نہ آنے دوں۔ ورنہ ہمارے بہت سے راز کھل جائیں گے۔ اس نے میری حفاظت کے لیے تین ایسے مسلح گارڈز بھیج دیے ہیں جو یوگا کے ماہر ہیں۔ پہلے ایک ہی یوگا جاننے والا زوتل لیڈر تھا۔ اس لیے تمہارا خیال خوانی کرنے والا کامیاب ہو گیا۔ اب تین یوگا جاننے والوں کی موجودگی میں کوئی مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"تم نے کیسے یقین کر لیا کہ تمہارے وہ تینوں نئے محافظ یوگا کے ماہر ہیں؟ جبکہ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو۔ تم نے ان کے دماغ میں پہنچ کر ان کے سانس روکنے کی صلاحیتوں کو نہیں آزمایا ہے۔"

"آزمانا ضروری نہیں ہے۔ میرے اطمینان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ میرے 'یہودی قوم کے لوگ ہیں۔"

"میں یہ پیش گوئی کروں کہ تمہارا اطمینان عارضی ہے۔ تمہارے وہ تینوں یہودی گارڈز بھی مارے جائیں گے کیونکہ ان کے ساتھ اس ملک کے بھی سیکیورٹی گارڈز ہوں گے۔"

"وہ ضرور ہیں۔ مگر بنگلے کے باہر ڈیوٹی پر ہیں۔ انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"چلو کوئی بات نہیں، میں باہر والوں کو اندر اور اندر والوں کو باہر کر دیتی ہوں۔ تم اپنی جگہ سے اٹھو۔"

ثانی فون بند کر کے دیبا دانیال کے دماغ میں آئی۔ پھر اسے اپنی جگہ سے اٹھنے پر مجبور کیا پھر پوچھا "اب بتاؤ کہ میں کہاں ہوں؟ اندر یا باہر؟"

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولی "تت... تم! تم میرے اندر آ کر بول رہی ہو؟"

"ہاں۔ سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا۔ اس لیے ٹیڑھی انگلی سے نکال رہی ہوں۔ دراز میں سے اپنا ریوالور نکالو۔"

"نہیں۔ میں ریوالور نہیں نکالوں گی۔ تم مجھے مجبور نہیں

کر سکتیں۔ نکل جاؤ میرے دماغ سے۔"

اُس نے سانس روکنا چاہا۔ ثانی نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ وہ بے اختیار الماری کے پاس آئی۔ دراز کو کھول کر ایک ریوالور نکالا۔ پھر اُس میں ایک سا سلنسر لگایا۔ اس کے بعد اپنے ایک یہودی گارڈ کو بلایا۔ چند لمحوں میں ایک کے بجائے دو گارڈز آئے' وہ بولی "دروازہ بند کردو۔ میں بتانا چاہتی ہوں کہ ریوالور میں سا سلنسر لگانے سے فائرنگ کی آواز باہر نہیں جائے گی۔"

انہوں نے دروازہ بند کیا۔ ایک نے کہا "میڈم! یہ کون سی نئی بات ہے۔ یہ تو ہم بھی جانتے ہیں۔"

"لیکن میں نے تو سا سلنسر کی خاموشی کو کبھی نہیں آزمایا ہے۔ اس لیے تم دونوں پر آزمارہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک گارڈ کے پیر پر گولی ماری۔ دوسرا حیران ہو کر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دوسری گولی اس کے بازو پر لگی۔ وہ دونوں تکلیف سے کراہنے لگے' وینا نے کہا "میں نے تمہاری جان نہیں لی ہے۔ صرف سا سلنسر کو آزمانے کے لیے تم دونوں کو زخمی کیا ہے' اب ایک تیسرا رہ گیا ہے' میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ اپنی خواب گاہ سے باہر آئی۔ تیسرا یہودی گارڈ برآمدے سے گزرتا آرہا تھا۔ اس نے تیسرے کے بازو پر بھی گولی ماری۔ پھر کہا "چلو' میری خواب گاہ میں چلے آؤ۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اور خواب گاہ کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "میڈم! یہ آپ نے کیا کیا؟ اب ہم دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکیں گے۔"

وہ وینا کے ساتھ خواب گاہ میں آیا اور اپنے دو ساتھیوں کو بھی زخمی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ اپنا ریوالور اسے دے کر بولی "ہم یہودی ہیں۔ ہم سب کی دکھ تکلیف ایک ہے۔ جب تم سب زخمی ہو تو مجھے بھی تھوڑا زخمی کردو۔"

وہ حیران اور پریشان تھا۔ شاید اپنی میڈم کو زخمی نہ کرتا لیکن ثانی نے اس گارڈ کے اندر پہنچ کر گولی چلادی۔ وینا دانیال بھی زخمی ہو کر فرش پر گر پڑی۔ ثانی نے جیری کو بلایا اور کہا "تم ان چاروں کے پاس رہو اور کسی کو ٹیلی فون کے پاس جا کر کسی سے رابطہ کرنے کا موقع نہ دو' میں ابھی آؤں گی۔"

وہ جیری کو اُن کی نگرانی کے لیے چھوڑ کر اپوزیشن کے لیڈر کے پاس آئی۔ پھر بولی "اگرچہ تم مفاد پرست ہو۔ فی الحال تم سے ہی کام لینا ہوگا۔ بڑے صاحب نے اپنی ایک پرائیویٹ کوٹھی میں موساد کے چار یہودی جاسوسوں کو رہنے کی جگہ دی تھی۔ وہ چاروں ایک کمرے میں زخمی پڑے ہیں۔ اگر تم صحافیوں اور فوٹو گرافرز کا ایک جلوس لے جا کر اُن کی تصاویر اتارو گے اور اُن کے بیانات لوگے تو یہاں کے بڑے پولیس افسران اور سرکاری عہدے داران اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکیں گے کہ ان چار یہودیوں کو بڑے صاحب نے پناہ دی تھی۔ یہ کام فوراً کرو۔ دیر ہوگی تو اتنی بڑی سیاسی بازی ہار جاؤ گے۔"

اپوزیشن لیڈر فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ثانی اسے بڑے صاحب کی اس پرائیویٹ کوٹھی کا پتا بتا رہی تھی اور لیڈر وہاں کے پریس والوں کو ہنگامی اجلاس کے لیے فون کے ذریعے فوراً آنے کی تاکید کررہا تھا۔

○☆○

شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے ایک ایسا انارکن بن گیا تھا' جس کے کئی پیارے پیدا ہو گئے تھے۔ وہ خفیہ یہودی تنظیم میں آکر پھنس گیا تھا۔ یہودی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ اُدھر سپرماسٹر اپنے مائیک ہرارے کا مطالبہ کررہا تھا اور اِدھر ہم اپنے پارس کو مکمل مائیک ہرارے بنا چکے تھے۔

جیسا کہ پہلے بیان کرچکا ہوں۔ سمندر کے کنارے ایک ویران سا بنگلا تھا جس کے تہ خانے میں اصل مائیک ہرارے کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ تہ خانے کے اوپر بنگلے کے اندر چار مسلح فوجی جوان تھے۔ وہ چاروں بنگلے کے اندھیرے میں چھپے تھے اور دو فوجی جوان دربان بن کر باہر احاطے میں تھے تاکہ کوئی دشمن یہ نہ سمجھے کہ وہ بنگلا آباد ہے۔

خفیہ یہودی تنظیم کے تمام آدم برادرز اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو امریکی سراغ رسانوں پر شبہ تھا کہ وہ اپنے ملک کے مائیک ہرارے کو ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے اس لیے یہودی تنظیم کے تمام افراد جتنے امریکیوں کو قتل اہیب میں جانتے تھے ان سب کی نگرانی میں مصروف ہوگئے تھے۔ انہوں نے پولیس والوں اور فوجیوں کو بھی نہیں بتایا تھا کہ اصل ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔

ہم نے اس کے باوجود اُس خفیہ بنگلے کے اطراف اچھی طرح معلومات حاصل کیں۔ شاید اور بھی کئی یہودی نگرانی کررہے ہوں لیکن بابا صاحب کے ادارے کے جاسوسوں نے اطمینان دلایا کہ راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ صرف اس ویران اور خفیہ بنگلے میں ایسے چھ مسلح فوجی گارڈز تھے جن کے دماغوں پر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پہلے ہی قبضہ جمالیا تھا۔ سارے انتظامات پہلے سے مکمل تھے اِس لیے ہم پارس کو ایک گاڑی میں اُس بنگلے تک لے آئے۔ فوجی دربان نے مین گیٹ کھول دیا۔ کیونکہ اُس کے دماغ پر سلطانہ نے قبضہ جمارکھا تھا۔ گاڑی پورچ میں آکر رک گئی۔ پارس تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہو کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور اس وقت مکمل ہرارے بنا ہوا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق گاڑی سے باہر آیا۔ پھر بنگلے کے اندر جانے لگا۔

اندر تاریکی تھی۔ چار مسلح فوجی چھپے ہوئے تھے اور ہمارے چار خیال خوانی کرنے والے اُن کے اندر چھپے بیٹھے تھے۔ ایک فوجی نے ایک خیال خوانی کرنے والے کی مرضی کے مطابق ٹارچ کی روشنی دکھائی' پارس کو اپنے ساتھ تہ خانے میں لے گیا۔ وہاں

اصل مائیک ہرارے بستر پر لیٹا ہوا تھا اور اس کے دماغ پر سلمان مسلط تھا۔

اصل اپنے بستر سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پارس اُس کی جگہ بستر پر لیٹ گیا۔ اور جو اصلی تھا' وہ فوجی گارڈ کی ٹارچ کی روشنی میں چلتا ہوا تہ خانے کے اوپر آیا۔ پھر بنگلے کے مختلف حصوں سے گزر کر باہر جانے لگا تو فوجی گارڈ نے ٹارچ بجھادی۔ وہ باہر آکر پارس کی طرح گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر گاڑی چل پڑی۔ جب وہ مین گیٹ سے گزر گئی تو دربان نے گیٹ کو اندر سے بند کردیا۔ پھر وہ بنگلا پہلے جیسا ویران اور خالی تھا' ویسا ہی نظر آنے لگا۔ صرف پندرہ بیس منٹ میں جو بہت بڑی تبدیلی ہوئی' اِس کا علم اُن معمول اور تابعدار بننے والے فوجی گارڈز کو نہ ہوسکا۔ وہ اپنی ڈیوٹی پر رہے۔ بعد میں ان پر کسی کو تباہی کا الزام نہیں آسکتا تھا۔ کیونکہ ان خفیہ یہودی تنظیم والوں کا شکار مائیک ہرارے تہ خانے کے بستر پر آرام فرمارہا تھا۔

سلمان نے یہودی تنظیم کے کسی خیال خوانی کرنے والے کو مائیک ہرارے پر کامیاب تنویمی عمل کرنے نہیں دیا تھا۔ پہلے ٹیری آدم نے' پھر ایکسرے مین مارٹن رسل نے اور آخری بار داؤد منڈولا نے اُس پر جتنی بار عمل کیا تھا۔ اتنی بار سلمان حاوی رہا تھا اور مائیک ہرارے کی سوچ کے ذریعے انہیں یقین دلاتا رہا تھا کہ وہ لوگ کامیاب عمل کررہے ہیں۔

سلمان کی اتنی محنت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مائیک ہرارے کو اپنی اصلیت یاد رہی۔ جب بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس اسے ایک خفیہ پناہ گاہ میں لے گئے تو سلمان نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ حیرانی سے اس انجانی جگہ کو دیکھنے لگا۔ میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو ہرارے! کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ اب تک کن حالات سے گزرتے رہے ہو؟"

وہ بولا "میں پورے یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ کچھ خواب سا اور کچھ حقیقت سا لگتا رہا۔ کبھی ایم آئی ایم کا سربراہ بن گیا۔ کبھی بازو میں گولی کھائی۔ ایک نہیں کئی بار میرے دماغ میں تنویمی عمل کرنے والے آئے اور۔۔۔"

میں نے بات کاٹ کر پوچھا "کیا یہ یاد ہے کہ وہ تمام تنویمی عمل کرنے والے تمہیں کٹر یہودی اور اسرائیلی حکومت کا وفادار بنارہے تھے؟ کیا تم یہودی بن گئے؟"

"ہرگز نہیں' میں پہلے کی طرح ایک عیسائی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا مائیک ہرارے ہوں۔ اُن کا عمل ناکام رہا ہے۔"

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں کبھی اپنا تابعدار نہیں بناؤں گا۔ ہمارے جناب تمیرزی صاحب کسی کو غلام بنانے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ اسی لیے میں نے تمہیں یہودیوں کے تنویمی عمل سے بھی محفوظ رکھا ہے۔"

"فرہاد صاحب! میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ کبھی میری ضرورت ہوئی تو آپ کے کام آؤں گا۔"

"ابھی تم سے ایک کام ہے۔ خفیہ یہودی تنظیم والے تمہیں اپنے قبضے میں رکھ کر ایک ڈی مائیک ہرارے کو امریکا بھیج رہے ہیں۔ وہ تمہارے ملک کے صدر کو اور سپرماسٹر کو ناراض کرنا نہیں چاہتے۔ تم نے کہا تھا کہ سپرماسٹر تمہیں تھری ڈی کی طرح جری جان نثار بنانا چاہتا ہے' میں تمہاری مدد کروں اور میں نے مدد کی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم امریکا واپس نہ جاؤ۔ وہ تمہارا ملک ہے۔ اپنے ملک اور قوم کے کام ضرور آؤ لیکن چھپ کر رہو۔ خود کو مائیک ہرارے کی حیثیت سے منظر عام پر نہ لاؤ۔"

"فرہاد صاحب! مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ میں نے کہا تھا کہ آپ میری مدد کریں گے تو میں آپ کا دوست رہوں گا لیکن اپنے ملک امریکا کے مفادات کے لیے ضرور کام کرتا رہوں گا لہٰذا آپ کے اِس مشورے پر ضرور عمل کروں گا کہ مجھے اپنی اصلیت چھپا کر ایک نئی شخصیت اختیار کر کے اپنے ملک کے کام آتے رہنا چاہیے۔"

"بس ہرارے! میں تم سے یہی چاہتا ہوں اور یہودیوں نے جو ڈی ہرارے کو سپرماسٹر کے پاس بھیجا ہے میں اُس ڈی کے دماغ میں تمہیں پہنچادوں گا۔ تم مناسب سمجھو تو اس ڈی کو کسی موقعے پر ہلاک کردو۔ ورنہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس ڈی کے ذریعے تمہارے ملک کے اہم راز سے واقف ہوتے رہیں گے۔"

"فرہاد صاحب! آپ واقعی دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن ہیں۔ آپ صرف میرے لیے نہیں میرے ملک کی بھلائی کے لیے بھی سوچ رہے ہیں۔ اب اتنا بتادیں کہ میں ابھی کہاں

سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے
مغرور ۲ حصے مکمل
طالوت ۲ حصے مکمل
صدیوں کا بیٹا
کتابی شکل میں تیار ہیں
آج ہی خط لکھ کر طلب فرمائیں یا اپنے قریبی بک سٹال سے حاصل کریں
کتابیات پبلی کیشنز ◻ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی نمبر ۱

ہوں؟"

"تم تل ابیب میں میرے آدمیوں کے درمیان ہو۔ یہ میرے آدمی تمہارے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ تم چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کرو پھر خیال خوانی کے ذریعے یہاں کے ایمگریشن والوں کو ٹریپ کرکے اسرائیل سے چلے جاؤ۔ تمہارا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ ویسے تمہاری مرضی ہے۔"

"میری بھی یہی مرضی ہے۔ آپ مناسب مشورہ دے رہے ہیں۔ میں یہاں سے چلا جاؤں گا اور اپنے ملک سے باہر رہ کر بھی ملک اور قوم کی خدمت کرتا رہوں گا۔"

میں اُس کے چور خیالات بھی پڑھ رہا تھا۔ وہ واقعی میرے مشوروں پر عمل کرنے والا تھا اور مجھ سے بے حد متاثر ہوگیا تھا۔ میں نے اِس بات پر زور دیا تھا کہ وہ خود کو کبھی مائیک ہرارے کی حیثیت سے کسی پر ظاہر نہ کرے اور وہ اس بات پر سختی سے عمل کرنے والا تھا۔

اگر وہ اپنی مائیک ہرارے والی شخصیت کو چھپا کر نہ رکھتا تو یہودی خفیہ تنظیم کے آدم برادرز کو شبہ ہوتا کہ ان کے پاس جو مائیک ہرارے (پارس) ہے۔ وہ کون ہے؟

اب یہ بات میرے لیے اطمینان بخش تھی کہ اصل مائیک ہرارے کافی عرصے تک چھپا رہے گا اور ہم پارس کے اندر رہ کر یہودی خفیہ تنظیم کے تمام اندرونی حالات معلوم کرتے رہیں گے

ایسے مستحکم منصوبے پر توجہ دیتے رہنے کے باعث ہم نے شی تارا کو فراموش کردیا تھا۔ اسے اُس کے پارس سے جدا کردیا تھا۔ جب پارس اس کی چلائی ہوئی گولی سے زخمی ہوا تھا تب اس نے صرف ایک بار خیال خوانی کے ذریعے جاکر دیکھا تھا کہ پارس واقعی زخمی ہوگیا ہے۔ ڈاکٹرائس کی مرہم پٹی کررہے ہیں۔ مرینا اور بابا صاحب کے ادارے کے چند افراد اسے کہیں لے جارہے ہیں۔

پھر میں نے شی تارا کو منع کیا تھا کہ اب وہ پارس کے پاس نہ جائے۔ وہ واپس ہوٹل کے کمرے میں آگئی تھی۔ مگر وہ بہت بے چین تھی۔ اسے یہ بھی دکھ تھا کہ پارس اسی کے ہاتھوں سے زخمی ہوا ہے۔ جب تک اسے یقین نہ ہو تاکہ زخم بھر جائے گا اور علاج توجہ سے ہورہا ہے تب تک اسے سکون نہ ملتا۔

ہوٹل کے کمرے میں وہ کبھی ٹہلتی رہی، کبھی اٹھتی اور بیٹھتی رہی۔ پھر ایک گھنٹے بعد خیال خوانی کی پرواز کو تو اپنے پارس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ زخمی تھا' اُس کی موجودگی محسوس نہ کرسکا۔ اس وقت اس کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کے ذریعے مائیک ہرارے کا میک اپ کیا جارہا تھا۔ اور وہ زخمی ہونے کے باوجود پرسکون تھا۔

وہ اسے مخاطب کرنا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے پارس کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ اس لیے وہ خاموشی سے دماغی طور پر

واپس آگئی۔ یہی اطمینان کافی تھا کہ وہ چپ چاپ اپنے محبوب کے پاس آتی جاتی رہے گی اور اس کی خیریت معلوم کرتی رہے گی تو ہم میں سے کوئی اس کی موجودگی کو نہیں سمجھ پائے گا۔

اُس نے درست سوچا تھا۔ ہم اپنے اپنے کام میں بڑی توجہ سے مصروف تھے اسی لیے خاموشی سے آنے جانے والی کی طرف توجہ نہیں دی۔ وہ بعد میں پھر آئی تو پارس پر تنویمی عمل کرکے اسے مائیک ہرارے بنایا جارہا تھا۔ ایسے وقت وہ خاموشی سے موجود رہی اور اُس پر ہونے والے تنویمی عمل کو دیکھتی رہی۔ اچانک اس کے اندر کی عورت نے اسے ورغلایا کہ پارس میرا ہے۔ یہ میری برسوں کی آرزو ہے کہ وہ صرف میرا ہی بن کر رہے۔ اگر کسی طرح میرا معمول اور تابعدار بن جائے گا تو پھر ہمیشہ ہی میرا وفادار رہے گا۔

صرف اتنا ہی نہیں' اپنا مذہب چھوڑ کر میرا دھرم قبول کرلے گا۔

شی تارا کو اِس سے اچھا اور سنہری موقع پھر کبھی نہ ملتا۔ اُس وقت سلمان میری آواز اور لہجے میں پارس پر عمل کررہا تھا اور اسے مائیک ہرارے بنا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات نقش کررہا تھا کہ وہ اپنے باپ فرہاد علی تیمور کی سوچ کی لہروں کو جب بھی محسوس کرے گا تو ایسے وقت ہرارے کی شخصیت کو بھول کر اپنی اصلیت یاد کرلے گا اور اپنے باپ کی ہدایات پر عمل کرے گا۔ جب یہ عمل مکمل ہوگیا تو سلمان نے پارس کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

شی تارا اس کے خوابیدہ دماغ میں موجود رہی۔ مجھے اور سلمان وغیرہ کو یقین تھا کہ پارس کے دماغ میں کوئی دشمن نہیں آئے گا۔ اس لیے ہم دوسرے معاملات میں مصروف رہے۔ اُدھر شی تارا نے سوچ کے ذریعے پارس کو مخاطب کیا اور کہا "ابھی تنویمی عمل ادھورا ہے۔ تم بے شک مائیک ہرارے ہو اور اپنے باپ کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے تم ایک بیٹے کی طرح باپ کی ہدایت پر عمل کروگے۔ لیکن اپنی شی تارا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی تم شی تارا کے معمول اور تابعدار بن جاؤ گے۔"

شی تارا کا یہ تنویمی عمل ایسا ہی تھا جیسا کہ خفیہ یہودی تنظیم کے خیال خوانی کرنے والے ٹیری آدم نے ہرارے پر کیا تھا۔ پھر ایکسرے مین مارٹن نے عمل کیا تھا۔ اُس کے بعد داؤد منڈولا نے سربراہ بن کر ہرارے کو تابعدار بنایا تھا۔ سب سے آخر میں سلمان تنویمی عمل کرکے مائیک ہرارے پر حاوی ہوگیا تھا۔ اسی طرح شی تارا سب سے آخر میں پارس پر عمل کرکے اس پر حاوی ہوگئی تھی۔

آخر اس کی محبت اور محنت رنگ لائی تھی۔ دنیا کی عورتیں اپنے شوہروں سے صرف وفاداری چاہتی ہیں' شی تارا نے اپنے محبوب کو غلام بنالیا تھا اور آئندہ اُس کا مذہب بدل کر اسے اپنا پتی دیو بنانے والی تھی۔

ہم اپنی کامیابیوں پر خوش تھے اور اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ ہم پارس کو ہار چکے ہیں۔

ثانی نے دینا دانیال کی یہ خوش فہمی ختم کردی تھی کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے دماغ سے بھگا دیتی ہے۔ پھر دوسری خوش فہمی یہ تھی کہ بنگلے کے اندر مزید تین یہودی مسلح گارڈز بھی یوگا کے ماہر ہیں آئندہ ایم آئی ایم کا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہ دماغ میں آسکے گا اور نہ ہی بنگلے میں داخل ہوسکے گا۔

ثانی نے اس کے تمام حفاظتی اقدامات کو خاک میں ملادیا تھا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پہلے اس نے دینا دانیال کے ذریعے تینوں یہودی گارڈز کو زخمی کیا پھر ایک زخمی گارڈ کو آلہ کار بنا کر دینا دانیال کو بھی زخمی کردیا' اس کے بعد جیری کو بلا کر کہا "ان چاروں زخمیوں کی نگرانی کرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ اپوزیشن لیڈر کے پاس آئی۔ پھر اس سے کہا "اگرچہ تم بھی محب وطن پاکستانی نہیں ہو۔ تم سب مفاد پرست سیاست داں ہو' تاہم میں تمہارے ایک کام آرہی ہوں۔ اگر تم برسراقتدار پارٹی کی ایک بہت بڑی کمزوری معلوم کرنا چاہتے ہو تو بڑے صاحب کی ذاتی کوٹھی میں جاؤ' وہاں چار یہودی جاسوس زخمی پڑے ہیں۔ اپنے ساتھ پریس والوں کی ایک ٹیم لے جاؤ تاکہ وہ سب چشم دید گواہی دے سکیں کہ حکمراں پارٹی نے پاکستان میں یہودی جاسوسوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ یہ کام فوراً کرو۔ دیر ہوگی تو اتنی بڑی سیاسی بازی ہار جاؤ گے۔"

اپوزیشن لیڈر فوراً ہی یہ بازی جیتنے کے لیے اخبارات کے رپورٹروں اور فوٹو گرافروں سے رابطے کرنے لگا۔ وہ یقیناً کامیاب ہونے والا تھا لیکن دوسری طرف علی تیمور بہت پہلے ہی اپنے چہرے سے وزیر علی کا میک اپ اتار کر ثانی کے ذریعے ایک بھارتی جاسوس کو ٹریپ کرچکا تھا' اسے تابعدار بنانے کے بعد وزیر علی بنادیا تھا' اس کے بعد "را" کے دو ایجنٹوں کو بھی ثانی نے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ان کے ذہن میں عارضی طور پر یہ نقش کردیا تھا کہ وہ ایم آئی ایم کے مجاہدین ہیں۔

جس وقت ثانی اپوزیشن کے لیڈر کو بتا رہی تھی کہ وہ کس طرح بڑے صاحب کے ایک ذاتی بنگلے سے چار یہودیوں کو گھیر کر اخبارات کے ذریعے حکمراں پارٹی کی پوزیشن کمزور کرسکتا ہے' اسی وقت علی تیمور بڑے صاحب سے فون پر کہہ رہا تھا "میں ایک محب وطن ہوں آپ کو ایک نہایت اہم اطلاع دے رہا ہوں اپوزیشن کا لیڈر ایم آئی ایم والوں سے گٹھ جوڑ کررہا ہے۔ ابھی اس کی کوٹھی میں وزیر علی اور ایم آئی ایم کے دو مجاہدین بیٹھے ہوئے اپوزیشن کے لیڈر کا انتظار کررہے ہیں اور انتظار کے دوران اپوزیشن کے دوسرے سیاست دانوں سے گفتگو کررہے ہیں۔ اگر آپ اس کوٹھی کا محاصرہ کرکے ان تینوں کو گرفتار کریں اور یہ مشتہر کریں کہ اپوزیشن والوں نے وزیر علی کو اپنے ہاں چھپا رکھا ہے اور ایم آئی ایم سے مل کر حکومت کے خلاف سازش کررہے ہیں تو..."

بڑے صاحب نے بات کاٹ کر پوچھا "پہلے یہ تو بتاؤ' تم کون ہو؟ اور میں تمہاری مخبری پر کیسے بھروسا کروں؟"

"میں اس ملک کی روایت جانتا ہوں کہ سچی اطلاع دینے والا تھانے کچہری کے چکر میں پھنس جاتا ہے۔ میں اپنا نام پتا بتا کر یا آپ کے سامنے پیش ہوکر اپنی گردن پھنسانے کی حماقت نہیں کروں گا۔"

"میں کسی ثبوت یا یقین کے بغیر اپوزیشن کے لیڈر کی کوٹھی کا محاصرہ کروں گا اور وہاں سے مطلوبہ افراد برآمد نہیں ہوں گے تو بڑی سبکی ہوگی۔"

"آپ کا کوئی بڑا پولیس افسر سرچ وارنٹ لے کر جائے گا تو آپ کا اس سلسلے میں نام نہیں آئے گا۔ اگر آپ مجھ پر بھروسا نہیں کریں گے تو ایک بہت بڑی سیاسی بازی ہار جائیں گے۔ اگر جیتنا چاہتے ہیں تو پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز کو بھی وہاں بھیج دیں۔"

بڑے صاحب تھوڑی دیر تک سوچتے رہے۔ ایک بار وزیر علی نے فون پر ان سے کہا تھا کہ وہ ایم آئی ایم کی تنظیم میں شامل ہوچکا ہے۔ اب علی نے فون کے ذریعے مخبری کی تو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ ایم آئی ایم والے وزیر علی کے تعاون سے اپوزیشن کا ساتھ دیں گے پھر ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے حکمراں پارٹی کے تمام اہم سیاست دانوں اور عہدے داروں کے چور خیالات پڑھ کر اور ان کی بہت ساری کمزوریاں پڑھ کر اپوزیشن کا پلڑا بھاری کردیں گے۔ بہتری اسی میں تھی کہ ایک اعلیٰ پولیس افسر کو سرچ وارنٹ اور پریس والوں کے ساتھ اپوزیشن کے لیڈر کی کوٹھی میں بھیجا جائے۔ اگر واقعی وہاں سے وزیر علی اور ایم آئی ایم کے دو مجاہدین پکڑے جائیں گے تو مخالفین پر الزام لگایا جاسکے گا کہ وہ لوگ ملک دشمن عناصر کو اپنے ہاں پناہ دیتے ہیں۔

اس نے علی تیمور کی مخبری کے مطابق قدم اٹھایا۔ ثانی نے دینا دانیال اور اس کے تین ساتھیوں کے بارے میں جیری کو ضروری ہدایات دیں پھر وہ ان تینوں بھارتی جاسوسوں کے دماغوں میں آنے جانے لگی۔ جن میں سے ایک کو وزیر علی اور باقی دو کو ایم آئی ایم کے مجاہدین بنایا تھا۔ وہ تینوں اس کے معمول اور تابعدار تھے۔ اس کے حکم کے مطابق اپوزیشن کے لیڈر کی کوٹھی میں پہنچ گئے تھے۔ اس کوٹھی میں داخل ہونے کی اجازت صرف پارٹی کے خاص سیاست دانوں کو تھی۔ جب ان سیاست دانوں نے سنا کہ وزیر علی اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ آیا ہے تو انہوں نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا اور کہا "آپ تشریف رکھیں۔ ہمارے پارٹی لیڈر ایک ضروری کام سے گئے ہیں۔ ابھی آجائیں گے۔"

اور وہ اپوزیشن پارٹی کا لیڈر اخبارات کے رپورٹرز اور فوٹو گرافرز کا جلوس لے کر بڑے صاحب کی اس کوٹھی کے گیٹ پر پہنچا تھا۔ باہر پہرا دینے والے چار سپاہی انہیں روک نہ سکے۔ ان سب نے اندر آکر ایک بیڈ روم میں چار زخمیوں کو دیکھا جن میں سے تین

مرد تھے اور ایک عورت۔ فوٹو گرافر ان کی تصاویر مختلف زاویوں سے اتارنے لگے۔ رپورٹرز ان کے بیانات لینے کے لیے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔

بھلا کوئی مجرم کب اقرار کرتا ہے کہ اس نے کوئی جرم کیا ہے۔ اور کوئی جاسوس یا غیر ملکی سیکرٹ ایجنٹ کب اپنی اصلیت ظاہر کرتا ہے؟ دینا دانیال اور اس کے تین یہودی ساتھی کبھی خود کو یہودی تسلیم نہ کرتے۔ جیری نے دینا دانیال کی زبان سے کہا "آپ رپورٹر حضرات ہم سب سے ایک ساتھ سوالات نہ کریں۔ ہم سے باری باری سوال کریں۔ پہلے میں جواب دیتی ہوں کہ میرا اصلی نام دینا دانیال ہے اور میں یہودی ہوں۔ وزیر علی کی بہن طاہرہ بن کر یعنی مسلمان بن کر آئی ہوں۔ میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے اندرونی راز معلوم کرنے آئی ہوں۔"

ایک زخمی یہودی نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "دینا! یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟ ہوش میں رہو۔"

دینا نے کہا "میری باتوں کو بکواس کہہ رہے ہو اور مجھے اصلی دینا کے نام سے پکار رہے ہو۔ تمہاری زبان سے یہ نام نکل ہی چکا ہے تو میرا پورا نام اور میری کچھ ہسٹری بتا دو۔"

جیری اس اعتراض کرنے والے کے اندر آیا' وہ بولا "تمہارا پورا نام دینا دانیال ہے۔ اپنی اور تمہاری ہسٹری کیا بتاؤں' ہم سب یہاں مختلف شعبوں میں جاسوسی کرنے آئے تھے۔ مگر ایم آئی ایم یعنی مجاہدین اسلامک مشن والوں نے ہماری تمام پلاننگ کو خاک میں ملا دیا اور ہمیں زخمی کر کے یہاں چھوڑ دیا۔"

ایک رپورٹر نے سوال کیا "یہ تو بڑے صاحب کی کوٹھی ہے۔ تم لوگ یہاں کیسے آئے؟"

تیسرے یہودی نے جیری کی مرضی کے مطابق کہا "ہمیں بڑے صاحب نے ہی چھپا کر رکھا ہے۔ ہم ان کے ہی جاری کردہ شناختی کارڈز اور دیگر ضروری کاغذات کے ذریعے نام نہاد مسلمان بن کر آئے ہیں۔"

ایک اور رپورٹر نے کہا "ہمارے سوالات اور تمہارے جواب کیسٹ میں ریکارڈ ہو رہے ہیں اور ہم لکھتے بھی جا رہے ہیں۔ لہٰذا یہ بتاؤ کہ یہ تمام بیانات دیتے وقت پورے ہوش و حواس میں ہو؟"

"ہم پورے ہوش میں ہیں۔ اس وقت ہمیں ابتدائی طبی امداد پہنچائی جا رہی ہے۔ پلیز ہمارے زخموں کا باقاعدہ علاج کرائیں۔"

اپوزیشن کے لیڈر نے کہا "ہم نے تمہیں زندہ رکھنے کے لیے یہ طبی امداد پہنچائی ہے۔ اب پولیس والے آئیں گے اور وہ اپنے حکمرانوں کے احکامات کے مطابق جو بہتر سمجھیں گے کارروائی کریں گے۔"

لیڈر نے موبائل فون کے ذریعے بڑے صاحب کو مخاطب کیا پھر کہا "جب ہماری سیاسی زندگی میں کوئی ہنگامی موڑ آتا ہے تو ہم ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے باوجود رازداری سے گفتگو کر لیتے ہیں۔ لیکن اخبارات کے ذریعے عوام کو یہی تاثر دیتے ہیں کہ ہم دونوں پارٹیوں کے لیڈر بڑے خوددار اور انا پرست ہیں اور ایک دوسرے سے ملنا بھی گوارا نہیں کرتے ہیں۔"

بڑے صاحب نے پوچھا "تمہاری اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟"

"یہ بکواس ہے تو اس کا مطلب سنو۔ اب تم اقتدار کی نہیں کانٹوں کی کرسی پر خود کو محسوس کرو گے۔ کیا اس آواز کو پہچانتے ہو؟"

لیڈر نے موبائل فون کو دینا دانیال کے سامنے کیا' وہ بولی "میں دینا دانیال بول رہی ہوں' اتنے سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود ایم آئی ایم والوں نے مجھے میرے تینوں یوگا جاننے والے یہودیوں کو زخمی کر دیا ہے۔"

بڑے صاحب سن رہے تھے اور پریشان ہو رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں یہی آیا کہ وہ دینا دانیال کو پہچاننے سے انکار کریں مگر ان کے اندر ٹانی پہنچی ہوئی تھی۔ وہ انکار نہ کر سکے۔ انہوں نے پوچھا "وہ اس لیڈر کے علاوہ اور کون ہے؟"

"یہاں پندرہ بیس اخباری رپورٹرز اور فوٹو گرافرز ہیں اور ہمارا بیان ریکارڈ کر رہے ہیں۔"

"اور آگے کوئی بیان نہ دو۔ میرے آدمی آ کر ابھی وہاں کے حالات پر قابو پا لیں گے۔"

بڑے صاحب نے پولیس کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا اور اپنے اس بنگلے کا پتا بتا کر ہدایات دیں کہ وہاں اپوزیشن کا لیڈر پریس والوں کے ساتھ پہنچا ہوا ہے۔ فوراً وہاں مسلح پولیس کے ساتھ پہنچو۔ رپورٹرز اور فوٹو گرافرز کے پاس کیمرے' کیسٹ ریکارڈر اور تحریری بیانات ہیں' وہ ان سب سے جبراً چھین لو۔ اور وہاں جو چار زخمی ہیں' انہیں گولی مار دو تاکہ وہ آئندہ ہمارے خلاف کوئی بیان دینے کے لیے زندہ نہ رہیں۔

ان کے احکامات پر فوراً عمل کیا گیا۔ پولیس کی بے شمار گاڑیوں نے اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کئی افسران مسلح پولیس کے ساتھ بنگلے کے اندر گئے۔ لیکن وہاں ایک بیڈ روم میں صرف چار زخمی تھے۔ مخالف پارٹی کا لیڈر پریس والوں کے ساتھ جا چکا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے بڑے صاحب کو وہاں کی پوزیشن بتائی۔ بڑے صاحب نے کہا "ایم آئی ایم کے نیلی پیتھی جاننے والے ان زخمیوں کے دماغوں میں آ کر عوام کے سامنے خود کو یہودی کہیں گے تو یہودیوں سے نفرت کرنے والے' پاکستانی لوگ اپنے حکمرانوں سے بھی نفرت کرنے لگیں گے۔ ان چاروں زخمی یہودیوں کو زندہ نہ چھوڑو۔ انہیں شوٹ کر دو۔"

ایک افسر نے دو یہودیوں کو گولی ماری۔ دوسرے افسر نے تیسرے کو گولی مار کر دینا دانیال سے کہا "تم بے حد حسین ہو اور

ہمارے ملک کے جو بڑے ہیں' وہ بڑے عیاش ہیں۔ تمہیں اس لیے پاکستان امپورٹ کیا گیا تھا' میں تمہیں اس دنیا سے ایکسپورٹ کر دیتا ہوں۔"

وہ خوف سے چیخ کر بولی "نہیں' ٹھہرو۔ فائر نہ کرو۔ پہلے دیکھو تو سہی' میں اندر سے کتنی حسین ہوں۔ ایک بار دیکھو گے تو گن ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔"

یہ کہتے ہی دینا دانیال نے اپنے بلاؤز کے گریبان کو پھاڑ دیا۔ وہ اپنے حسن کے جلوے دکھانے کی ابتدا کر رہی تھی لیکن افسر نے اس کے سینے کے درمیان وہیں گولی ماری' جہاں سے اس نے بلاؤز کو پھاڑا تھا۔ اس حسینہ کو دیکھنے والوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی تھیں لیکن موت نے خود اس حسینہ کی آنکھوں کو پھٹی کی پھٹی رہنے کے لیے چھوڑ دیا۔

اپوزیشن پارٹی کا لیڈر بہت خوش تھا۔ اس نے حکمران پارٹی کی بہت بڑی کمزوری حاصل کر لی تھی۔ وہ پریس والوں کا منہ میٹھا کرنے کے لیے انہیں ساتھ لے کر اپنی کوٹھی میں آیا۔ وہاں پولیس والوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ ایک اعلیٰ افسر نے لیڈر سے کہا "یہ آپ کی کوٹھی ہے۔ صرف آپ دو رپورٹرز اور ایک فوٹو گرافر کو اپنے ساتھ اندر لے جا سکتے ہیں۔"

لیڈر نے غصے سے پوچھا "میری کوٹھی کا محاصرہ کیوں کیا گیا ہے؟ یہاں میرے خلاف کیا سازش ہو رہی ہے؟"

"کوئی سازش نہیں ہو رہی ہے۔ ہمارے سینئر افسر کے پاس سرچ وارنٹ ہے۔ آپ جا کر دیکھ سکتے ہیں۔"

وہ لیڈر اپنے ساتھ دو رپورٹرز اور ایک فوٹو گرافر کو لے کر کوٹھی کے اندر آیا۔ بڑے سے شاہانہ ڈرائنگ روم میں اپوزیشن پارٹی کے سیاست داں' پولیس افسران' آٹھ دس اخباری رپورٹرز اور فوٹو گرافرز موجود تھے۔ اپوزیشن پارٹی کا لیڈر وزیر علی کو وہاں دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ وزیر علی سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "پلیز آپ خاموش رہیں۔ یہاں ہماری پولیس پارٹی اور اخباری رپورٹران تینوں "را" کے ایجنٹوں کے بیانات لے رہے ہیں اور ان کی ویڈیو فلمیں بھی بنائی جا رہی ہیں؟"

لیڈر نے کہا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں یہ "را" کے ایجنٹ ہیں اور یہ تو صاف وزیر علی نظر آ رہا ہے؟"

"تو پھر آپ مانتے ہیں کہ وزیر علی آپ کو کوٹھی میں رہتا ہے' آپ نے اسے اغوا کرا کے یہاں چھپا کر رکھا ہے؟"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں نے وزیر علی کو اغوا نہیں کیا ہے۔"

افسر نے کہا "آپ درست کہتے ہیں۔ پتا نہیں بے چارہ وزیر علی جو اصلی تھا' اس کا کیا انجام ہوا ہے۔ یہ جو وزیر علی سامنے بیٹھا ہے۔ یہ "را" کا ایجنٹ ہے۔ آپ نے اسے وزیر علی بنا کر پتا نہیں کیسی سیاسی چال چلنا چاہتے تھے۔ یا بھارتی "را" تنظیم والے آپ کو اپنے اعتماد میں لے کر شاید اسلام آباد کو کراچی جیسا کھنڈر بنانا چاہتے تھے۔"

"یہ سراسر الزام ہے۔ میں ان تینوں کو نہیں جانتا ہوں۔"

"جبکہ یہ تینوں آپ سے گہرے تعلقات رکھتے ہیں۔ ان تینوں کے بیانات ہم ریکارڈ کر چکے ہیں۔ اب یہ جو ویڈیو کیمرا چل رہا ہے اس کے سامنے وزیر علی کے چہرے سے میک اپ اتارا جائے گا تو عدالت سے لے کر عوام تک دیکھیں گے کہ آپ اپوزیشن والے حکومت کو بدنام کرنے کے لیے "را" کے تخریب کاروں کو کیسے کیسے بھیس میں یہاں لاتے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر کے حکم سے فراڈ وزیر علی کے چہرے سے میک اپ کو دھویا گیا تو ایک اجنبی کا چہرہ نمودار ہوا۔ وہ جیری کی مرضی کے مطابق بولا "میں اعتراف کرتا ہوں کہ میرا اور ان دونوں ساتھیوں کا تعلق بھارت سے ہے۔ ہم یہاں تخریب کاری کے لیے آئے ہیں۔ ہمیں ان لیڈر صاحب نے اپنی کوٹھی میں چھپا رکھا ہے۔ ہمارے علاوہ اور بھی کئی بھارتی جاسوس ہیں' جو مختلف شہروں میں مسلمان بن کر رہتے ہیں۔"

لیڈر کے ساتھ آنے والے دو رپورٹرز اور ایک فوٹو گرافر سے بھی کہا گیا کہ وہ "را" کے تینوں تخریب کاروں کے بیانات لیں۔ ان سے سوال جواب کریں اور ان کی تصاویر اتاریں۔ دو اعلیٰ افسران اپوزیشن پارٹی کے لیڈر کو وہاں سے دوسرے کمرے میں لے گئے۔ ایک افسر نے بڑے صاحب سے فون پر رابطہ قائم کیا پھر کہا "جناب عالی! ہم نے اپنے طور پر اپنا کام مکمل کیا ہے۔ جو وزیر علی اور ایم آئی ایم کے مجاہدین بن کر آئے تھے۔ پریس والوں کے سامنے ان کی اصلیت بتا دی ہے اور ایک ویڈیو فلم بھی تیار کی ہے۔ آپ حکم دیں۔ اب ہمیں کیا کرنا ہے؟"

بڑے صاحب نے پوچھا "وہ ہماری مخالف پارٹی کا لیڈر کہاں ہے؟"

"جناب عالی! یہ صاحب بھی ہمارے پاس ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"اس تیسرے مارخان کو فون دو' میں بات کروں گا۔"

افسر نے لیڈر کو فون دیا۔ لیڈر نے کہا "ہیلو' میں بول رہا ہوں۔ آپ نے جوابی چال خوب چلی ہے۔ میں نے ایک گھنٹے پہلے تمہاری حکومت کے خلاف بڑے ٹھوس ثبوت حاصل کیے تھے۔ مگر اب یہ ثبوت عدالت اور عوام کے سامنے نہیں لا سکوں گا۔"

بڑے صاحب نے کہا "میری بھی یہی پوزیشن ہے۔ ابھی میں نے جس طرح آپ پر جال پھینکا ہے اس میں پوری طرح آپ کو پھانس نہیں سکوں گا۔ ہم دونوں بدنام ہوں گے۔ میں "موساد" کے یہودیوں کا سرپرست کہلاؤں گا اور تم "را" تنظیم کے ہندوؤں کی پشت پناہی کر کے تخریب کاری کرنے والے کہلاؤ گے۔"

لیڈر نے ہنستے ہوئے کہا "یہ سیاست بڑی ظالم چیز ہے۔ ہم عوام پر ظلم کرتے ہیں اور سیاست ہم پر ظلم کرتی ہے۔ کبھی آپ کو

اور کبھی ہمیں کرسی سے گرا دیتی ہے۔"

"ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ اب کیا ارادہ ہے بتاؤ؟"

"ارادہ کیا ہوگا۔ جو ثبوت میں نے آپ کے خلاف حاصل کیے ہیں وہ میرے پاس محفوظ رہیں گے۔ میں انہیں منظرِ عام پر نہیں لاؤں گا اور آپ نے میرے خلاف جو کچھ حاصل کیا ہے' اسے بھی راز میں رکھیں گے۔"

"یعنی حساب برابر ہوگیا۔ میں اپنی پارٹی کے ساتھ یہاں پانچ برس تک حکومت کروں گا۔ آئندہ الیکشن تک آپ کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

"ایسا دعویٰ نہ کریں۔ آئندہ آنے والی بعض مصیبتیں رک جاتی ہیں اور بعض رک نہیں پاتیں۔ پتا نہیں' ایسی کون سی مصیبت آئے جسے آپ روک نہ سکیں۔ ویٹس آل۔"

لیڈر نے ریسیور پولیس کے اعلیٰ افسر کو دے دیا۔ بڑے صاحب نے اس سے کہا "وہاں جتنے ثبوت حاصل کیے ہیں' ان ثبوت کے ساتھ ان تینوں "را" کے جاسوسوں کو گرفتار کرکے لے آؤ اور میری اجازت کے بغیر کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرو۔"

احکامات کی تعمیل کی گئی۔ پولیس اور پریس والے وہاں سے چلے گئے۔ انہوں نے ویڈیو فلم اور تینوں "را" کے جاسوسوں کے بیانات وغیرہ بڑے صاحب تک پہنچا دیئے۔ اپوزیشن کے لیڈر نے دینا دانیال اور تین یہودیوں کے سلسلے میں آڈیو کیسٹ' ان یہودیوں کی تصاویر اور تحریری بیانات جو کچھ بھی حاصل کیے تھے۔ انہیں اپنے سیف میں رکھ دیا ہے۔

سیاست میں ایک دوسرے کی کمزوریوں کو پکڑنا۔ پھر انہیں ثبوت کے طور پر اپنے پاس چھپا کر رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ ایسی چیزیں مختلف پارٹیوں کو ایک دوسرے کی بلیک میلنگ سے بچاتی ہیں اور ایک دوسرے سے سمجھوتا کرتے رہنے پر مجبور کرتی ہیں۔"

ان دونوں سیاسی پارٹیوں کا وہ دن بڑا مصروف گزرا۔ شام کو علی نے بڑے صاحب سے رابطہ کیا پھر اپوزیشن کے لیڈر کی آواز میں کہا "میں آپ کا خادم بول رہا ہوں۔ آپ میری کوٹھی سے جو ویڈیو فلم اور بھارتی جاسوسوں کے بیانات لے کر گئے تھے' وہ میں نے غائب کروئیے ہیں۔"

"کیوں بکواس کرتے ہو؟ میں نے تمہارے خلاف تمام ثبوت ایسی جگہ چھپائے ہیں کہ وہاں کوئی جادوگر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ کیا تمہیں کوئی نئی چال سوجھ رہی ہے؟"

لیڈر نے کہا "میری بات پر بھروسا نہ کرو۔ جہاں وہ چیزیں چھپائی تھیں' وہاں جاکر دیکھ لو۔ اور وہ تینوں "را" کے جاسوس خصوصی حوالات میں تھے' وہ تینوں مرچکے ہیں۔ آئندہ ان کی نہ ویڈیو فلم اتار سکو گے اور نہ ہی ان کا بیان لے سکو گے۔"

علی نے ریسیور رکھ دیا۔ بڑے صاحب نے سب سے پہلے اس خصوصی حوالات کے انچارج کو فون پر مخاطب کیا پھر پوچھا "کیا وہ تینوں قیدی خیریت سے ہیں۔"

"نہیں جناب عالی! وہ تینوں اچانک بے ہوش ہوگئے تھے۔ ایک ڈاکٹر ان کا معائنہ کررہا ہے اور ان کی بے ہوشی کے اسباب سمجھ نہیں پا رہا ہے۔ میں نے دوسرے ڈاکٹر کو بھی بلایا ہے۔"

"کسی بہت ہی تجربے کار ڈاکٹر کو بلاؤ۔ ان تینوں کو زندہ رہنا چاہیے۔ اگر انہیں کچھ ہوگیا تو۔۔۔"

انچارج نے بات کاٹ کر کہا "جناب عالی! یہ۔۔۔ یہ ڈاکٹر کہہ رہا ہے کہ۔۔۔ کہ ان کی بے ہوشی موت میں بدل گئی ہے۔"

"یہ کیا بکواس کررہے ہو؟"

"مم۔۔۔ میں بکواس نہیں کررہا۔ یہ ڈاکٹر ان تینوں کی موت کی تصدیق کررہا ہے۔"

بڑے صاحب نے فوراً ہی ریسیور کو رکھا۔ اپنی خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ایک الماری کھولی۔ اس میں کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ کپڑوں کے پیچھے الماری کی دیوار دہری تھی۔ انہوں نے ایک خفیہ بٹن کو دبایا۔ الماری کی پچھلی دیوار ایک طرف سرک گئی۔ اس کے ایک طرف سرکنے کے بعد خفیہ خانے دکھائی دیئے۔ وہاں اہم دستاویزات اور بڑی اہم رازدارانہ چیزیں رکھی جاتی تھیں۔ اب وہاں کے تمام خانے خالی تھے۔ لیڈر کے خلاف جو ویڈیو فلم اور تحریری بیانات حاصل کیے گئے تھے ان کے ساتھ دوسری اہم سیاسی دستاویزات اور کچھ ایسی رازدارانہ چیزیں بھی تھیں' وہ سب غائب تھیں۔ خفیہ تجوری کے تمام خانے خالی تھے۔

بڑے صاحب چکرا کر بیٹھ گئے۔ وہ صبح سے شام تک اپنی خواب گاہ میں تھے۔ پھر ان کی موجودگی میں اتنی بڑی چوری کیسے ہوگئی؟ انہوں نے اٹھ کر الماری کو بند کیا پھر دروازہ کھول کر سیکریٹری کو بلایا۔ وہ فوراً حاضر ہوگیا۔ انہوں نے پوچھا "کیا میرے بیڈ روم میں کوئی آیا تھا؟"

"تو سر! یہاں کوئی نہیں آیا تھا۔"

"میری ایک اہم چیز گم ہوگئی ہے۔ وہ چیز یہاں سے کیسے غائب ہوسکتی ہے۔ جبکہ میں تمام دن یہاں موجود رہا تھا۔"

سیکریٹری نے کہا "جناب عالی! آپ تمام دن یہاں موجود نہیں تھے۔ تقریباً دو گھنٹے پہلے ایک بیگ اٹھا کر باہر گئے تھے۔ آپ نے مجھے اور باڈی گارڈ کو بھی ساتھ آنے سے منع کردیا۔ خود ہی کار ڈرائیو کرکے گئے۔ پھر بیس منٹ میں واپس آگئے۔"

"یہ کیسی بکواس کررہے ہو؟ میں یہاں سے گیا اور مجھے خبر نہیں ہے؟ میں کون سا بیگ لے گیا تھا؟ کہاں ہے وہ بیگ؟"

"وہ بیگ آپ واپس نہیں لائے تھے۔ آپ خالی ہاتھ آئے تھے۔"

بات کچھ کچھ میں آئی کہ ایسا ہوا ہے تو پھر ٹیلی پیتھی کے

ذریعے ہوا ہے۔ کیا اپوزیشن کے لیڈر نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اپنے خلاف ثبوت غائب کرانے کے بعد اس لیڈر نے مجھے فون کیا تھا۔

ثانی' علی کو بتا رہی تھی کہ بڑے صاحب کن حالات سے دوچار ہورہے ہیں۔ علی نے ریسیور اٹھا کر اس بار اپوزیشن کے لیڈر سے رابطہ کیا۔ پھر بڑے صاحب کی آواز اور لہجے میں کہا "آپ نے میرے بنگلے میں تین یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو دیکھا۔ پریس والوں کی فوج لے کر آئے۔ میرے خلاف بڑے ثبوت حاصل کیے مگر افسوس اب ان میں سے کوئی بھی ثبوت تمہارے آہنی سیف میں نہیں ہے۔"

لیڈر نے پوچھا "کیا مجھے کوئی نیا جھانسا دے رہے ہیں؟"

"آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ آپ ایک بار اپنا سیف کھول کر دیکھ لیں۔"

"دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب سے وہ ثبوت میں نے سیف میں رکھے ہیں تب سے میں اسی کمرے میں ہوں۔"

"اپنے سیکریٹری یا ملازم کو بلا کر پوچھ لیں۔ کیا واقعی آپ کمرے سے باہر نہیں گئے تھے؟"

لیڈر نے سیکریٹری کو بلا کر پوچھا۔ اس نے کہا "یس سر! آپ تقریباً ایک گھنٹا پہلے ایک بیگ لے کر کہیں باہر گئے تھے۔ آپ نے باڈی گارڈ کو بھی ساتھ نہیں لیا۔ خود ہی کار ڈرائیو کرکے گئے۔ پھر پندرہ منٹ بعد ہی واپس آگئے۔ شاید وہ بیگ کسی کو دینے گئے تھے۔"

لیڈر نے سیکریٹری کو کمرے سے جانے کے لیے کہا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر سیف کے پاس آکر اسے مخصوص نمبروں سے کھولا تو دنگ رہ گیا۔ وہ بڑا سا سیف بالکل خالی تھا۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ خالی سیف کا سہارا لے کر تھوڑی دیر تک کھڑا رہا اور سوچتا رہا۔ یہ بات جلد ہی سمجھ میں آگئی کہ یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیا گیا ہے۔ ابھی بڑے صاحب نے مجھے فون پر میری اہم چیزوں کی چوری کی اطلاع دی تھی۔ کیا انہوں نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خدمات حاصل کی ہیں اور اپنے خلاف تمام ثبوت غائب کرادیئے ہیں؟

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر بڑے صاحب سے رابطہ ہونے پر پوچھا "آپ نے کیا ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خدمات حاصل کرلی ہیں؟ یا ایم آئی ایم والوں سے دوستی ہوگئی ہے؟"

بڑے صاحب نے کہا "کمال ہے۔ یہی سوال میں آپ سے کرنے والا تھا۔ کیونکہ میری خواب گاہ میں دن دہاڑے چوری ہوگئی ہے۔ کیا آپ بھی یہی شکایت کرنا چاہتے ہیں۔"

"اس سے پہلے کہ میں سیف سے اہم چیزیں چرائے جانے کی بات کرتا' تم نے کمال عیاری سے اپنے ہاں چوری کی واردات کا ذکر کردیا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں۔ میرے پاس سے اپنے خلاف ثبوت غائب کرکے آپ میری پوزیشن کمزور بنادیں گے اور میرا سیاسی کیریئر بگاڑ دیں گے۔"

"اسے کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ آپ نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے میرے اہم راز چرائے ہیں۔ اور اپنے خلاف ثبوت بھی غائب کروئے ہیں۔"

دوسری طرف تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر وہ قہقہہ لگا کر بولا "اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کے خلاف صرف میرے پاس سے ثبوت غائب نہیں ہوئے بلکہ میرے خلاف بھی جو ثبوت تھے' وہ بھی غائب ہوگئے۔"

"آپ ہنس رہے ہیں جبکہ یہ تشویش کی بات ہے۔"

"میں اس بات پر خوش ہوکر ہنس رہا تھا کہ میری کوئی کمزوری آپ کے ہاتھوں میں نہیں رہی ہے۔"

"مگر کسی نہ کسی کے ہاتھوں میں گئی ہے۔ اور یہ کارستانی ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے ہی کرسکتے ہیں۔"

"ہوں۔ ہم نے ایک دوسرے کی گردن پکڑنے کی کوششیں کی تھیں۔ مگر ہم دونوں کی گردنیں کسی تیسرے کے ہاتھوں میں آگئی ہیں اور یہ بہت بُرا ہوا ہے۔"

"ہاں بہت بُرا ہوا ہے۔ ہم آپس میں سمجھوتا کرکے ایک دوسرے کی کمزوریوں کو چھپا لیتے ہیں لیکن اس بار کیسے چھپائیں گے؟ جو لوگ ہماری ملک دشمنی کے ثبوت لے گئے ہیں۔ کیا وہ اپنی شرائط پر ہم سے سمجھوتا کریں گے؟"

"میں تو یہی دیکھتا آیا ہوں کہ کسی ملک کے راز چرانے والے بلیک میل کرتے ہیں۔ وہ ایم آئی ایم والے ہمیں ضرور بلیک میل کریں گے اور اپنے کچھ مفادات حاصل کرنے کے لیے ہم سے رابطہ کریں گے۔"

بڑے صاحب نے کہا "کیا آپ کی عقل گھاس چرنے گئی ہے؟ یہ بھول رہے ہیں کہ انہوں نے یہ سب ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیا ہے۔ وہ لوگ اب بھی ہمارے اندر ہوں گے۔ ہماری باتیں سن رہے ہوں گے اور آپ کہتے ہیں کہ وہ ہم سے رابطہ کریں گے۔ بھلا رابطہ اور کیسے ہوتا ہے؟ ہاں یہ اور بات ہے کہ ہم ان سے اپنی مرضی کے مطابق رابطہ نہیں کرسکتے۔"

اپوزیشن کے لیڈر نے خلا میں تکتے ہوئے کہا "میں ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والوں سے مخاطب ہوں۔ آپ میں سے کوئی میرے اور کوئی بڑے صاحب کے اندر ضرور موجود ہے۔ پلیز ہم سے گفتگو کریں۔"

بڑے صاحب نے بھی خلا میں تکتے ہوئے کہا "آپ لوگ ہمارے چور خیالات بھی پڑھ لیتے ہیں۔ اور آپ یہ پڑھ رہے ہوں گے کہ میں اپنی بھرپور سیاسی شخصیت قائم رکھنے کے لیے آپ کی تمام شرائط پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔"

مخالف پارٹی کے لیڈر نے کہا "آپ میرے بھی خیالات پڑھ رہے ہوں گے اور سمجھ رہے ہوں گے کہ اگر آپ بڑے صاحب کو اقتدار سے ہٹادیں' ان کی کمزوریاں عدالت اور عوام کے سامنے لاکر ان کی حکومت ختم کرادیں اور مجھے آئندہ حکومت کرنے کا موقع دیں تو میں آخری سانس تک ایم آئی ایم تنظیم کا غلام بنا رہوں گا۔"

ان دونوں کے کانوں سے ریسیور لگا ہوا تھا اور وہ ایک دوسرے سے بولنے کے بجائے نامعلوم خیال خوانی کرنے والوں سے بول رہے تھے۔ اس بار بڑے صاحب نے اپنے مخالف سے کہا "تم ذلیل اور کمینے ہو۔ میری حکومت ختم کرانا چاہتے ہو؟ ارے تم کیا ایم آئی ایم والوں کی غلامی کروگے؟ تم سے زیادہ میں ان کی غلامی کروں گا۔ میرے دماغ میں ابھی جو صاحب موجود ہیں' میں ان سے قسم کھاکر اور خدا کو حاضر وناظر جان کر التجا کرتا ہوں کہ اس کمبخت اپوزیشن کے لیڈر کو اور اس کی پوری پارٹی کو تباہ وبرباد کردو۔ میں اپنے ساتھ پوری پاکستانی قوم کو تمہارا غلام بنادوں گا۔"

"ذلیل اور کمینے تم ہو' جو اپنی قوم کو بھی غلام بنانا چاہتے ہو۔ ہمارے ایم آئی ایم والے مسلمان بھائی ہیں۔ یہ کسی اسلامی ملک کے حکمران اور مسلمان عوام کو غلام نہیں بناتے ہیں۔ کیوں بھائی! میں درست کہہ رہا ہوں نا؟ آپ میرے اندر موجود ہیں۔ آپ ہم سے زیادہ ہمارے خیالات کو سمجھ رہے ہیں۔"

وہ دونوں سوچ کے ذریعے اپنے اپنے دماغ میں رہنے والوں کو مخاطب کررہے تھے۔ ان کی اہم دستاویزات' خفیہ کاغذات اور ایک دوسرے کے خلاف حاصل ہونے والی کمزوریاں جس پراسرار طریقے سے غائب ہوئی تھیں' اس سے یہی یقین ہوتا تھا کہ یہ سب کچھ ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والوں نے کیا ہے۔ اسی لیے وہ دونوں بار بار انہیں اپنے اپنے دماغ کے اندر پکار رہے تھے۔

بڑی دیر تک ان سے گفتگو کرنے کی التجائیں کرنے کے بعد وہ تھک سے گئے۔ ایک نے کہا "ہم نے ریسیور کان سے لگایا ہوا ہے لیکن مخاطب ایسی ہستیوں کو کررہے ہیں' جن کی موجودگی کا علم ہمیں نہیں ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہم بڑی دیر سے التجائیں کررہے ہیں۔ اگر وہ ہمارے اندر ہوتے تو ضرور کچھ بولتے۔ وہ لوگ نہیں ہیں' ہم خوامخواہ انہیں پکار رہے ہیں۔"

"بہتر ہے کہ ہم فون بند کردیں اور یہ طے کرلیں کہ ہم میں سے کسی کے دماغ میں کوئی آئے گا تو ہم دونوں فون کے ذریعے ایک دوسرے کو اطلاع دیں گے۔"

"زیادہ چالاک نہ بنو۔ تمہارے دماغ میں کوئی آئے گا تو تم اس کا غلام بننے کے لیے پھر میرے خلاف زہر اگلو گے۔"

"اور کیا تم سانپ نہیں ہو؟ ہم سب سانپ ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف زہر اگلتے آئے ہیں اور اگلتے ہی رہیں گے۔"

انہوں نے فون بند کردیا۔ اس دوران ثانی بڑے صاحب کے دماغ میں اور جیری اپوزیشن لیڈر کے دماغ میں موجود رہے تھے۔ فون بند ہونے کے بعد انہوں نے علی کے پاس آکر ان کی تمام گفتگو سنائی۔ علی نے کہا "پتا نہیں مسلمانان عالم کو کیا ہوگیا ہے۔ جو مسلمان بڑے بااختیار ہیں' وہ اپنے اپنے ملک کے دوسرے تمام مسلمانوں کو بے اختیار بناتے چلے آرہے ہیں۔ ان حالات سے سبق حاصل نہیں کرتے کہ عیسائی اور یہودی اکابرین اپنے اپنے ملک کے عوام کی تمام بنیادی ضرورتیں پوری کرتے رہتے ہیں اور مسلمان اکابرین کے ذریعے مسلمان عوام کو مفلسی' محتاجی اور پسماندگی کی زندگی گزارنے پر مجبور کرتے ہیں۔"

ثانی نے کہا "ہم اپنی جدوجہد کے ذریعے غدار مسلم حکمرانوں کو سزا دے سکتے ہیں یا انہیں ہلاک کرسکتے ہیں؟ لیکن ان کے بعد دوسرے غدار اور وطن فروش سیاست دان پیدا ہوجائیں گے۔ جب تک پوری قوم تعلیم یافتہ اور باشعور نہیں ہوگی اور اپنے اسلامی ممالک سے لے کر امریکا تک کی سیاسی چالوں کو غیرجانبداری سے نہیں سمجھے گی۔ تب تک کسی بھی اسلامی ملک کے عوام کا مقدر نہیں بدلے گا۔"

جیری نے پوچھا "ہم جو اتنی محنت کررہے ہیں تو اس سے کیا فائدہ حاصل ہورہا ہے؟"

علی نے کہا "ہم اپنی جدوجہد سے عوام کو مفاد پرست راہنماؤں کے اصلی چہرے دکھارہے ہیں۔ مولوی حضرات مدرسوں میں دینی تعلیم دیتے ہیں۔ اساتذہ اسکولوں میں بھلے برے کی تمیز سکھاتے ہیں۔ پروفیسر حضرات کالجوں میں اقتصادی' معاشی' سماجی اور سیاسی شعور دیتے ہیں اور ہم یا ایم آئی ایم جیسی تنظیم والے حالات حاضرہ اور پیش آنے والے حالات کا آئینہ دکھاتے رہتے ہیں۔ ان تمام تعلیمات کے بعد بھی مسلمانوں نے مفاد پرست راہنماؤں کو پہچاننا اور انہیں ٹھکرانا نہ سیکھا تو پھر مسلمان قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوتا رہے گا جیسا کہ کئی اسلامی ممالک میں عذاب الٰہی کی جھلکیاں مل رہی ہیں۔"

خود اپنے ہی تیروں سے جگر چاک ہیں ہم لوگ
اپنے لیے کچھ ایسے ہی سفاک ہیں ہم لوگ

○☆○

وسطی امریکا کے اطراف ایسے کئی اہرام ہیں' جو اب کھنڈر کی صورت میں ہیں۔ یہ آثار قدیمہ ابھی تک ایک معمہ ہیں' جنہیں رفتہ رفتہ حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ہزاروں سال پہلے وہاں جو تہذیب ہوگی' اسے مایا تہذیب کے آثار کا نام دیا گیا ہے۔

میں مایا کے آثار قدیمہ کا ذکر اس لیے کررہا ہوں کہ میری داستان کا اس سے ایک گہرا تعلق ہے۔ ان شکستہ اور ستون جیسے اہرام کو سب سے پہلے ۱۸۳۹ء میں دیکھا گیا تھا۔ جیفرے جیو گرافک

کے ماہر آثار قدیمہ "جارج اسٹاؤرٹ" مایا تہذیب پر مستقل تحقیق کررہے ہیں۔ یہ علاقے دور تک مغرب میں میکسیکو سے لے کر مشرق میں ہنڈراس تک پھیلا ہوا ہے۔ اس لیے مختلف ماہرین مختلف علاقوں میں تحقیق کررہے ہیں۔

میری داستان کا تعلق ایک یہودی ماہر آثار قدیمہ پروفیسر ایزک سے ہے۔ وہ اپنی تحقیقاتی ٹیم کے ساتھ گوئٹے مالا شہر میں تھا۔ اس شہر میں مایا کا ایک اہم مقام "ڈوس پلاس" ہے۔ ڈوس پلاس کو فی الحال مایا کا دارالحکومتی شہر کہا جارہا ہے۔ پروفیسر ایزک اپنی ٹیم کے ساتھ روز صبح ڈوس پلاس کے کھنڈرات میں جاتا تھا اور شام تک مصروف رہنے کے بعد واپس گوئٹے مالا آجاتا تھا۔ ایک شام وہ اپنی بیوی اور ڈرائیور کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر ان کھنڈرات سے آگے چلا گیا۔ اپنی ٹیم کے افراد سے کہہ گیا کہ وہ واپس چلے جائیں۔ اس کی ہدایت کے مطابق ٹیم واپس چلی گئی۔

پروفیسر ایزک کو امید تھی کہ زیرزمین کوئی ایسا راستہ ہوگا' جہاں پہنچنے کی کوئی صورت نکلے تو وہاں مایا تہذیب کے اہم آثار ضرور ملیں گے اور ان کے ذریعے ایک بہت ہی پرانی تہذیب کو مکمل طور پر دریافت کرنے کا اعزاز اسے حاصل ہوگا۔ اس مقصد کے لیے وہ بہت پہلے ڈوس پلاس کے کھنڈرات کے آس پاس کی زمینوں کی کھدائی کرچکا تھا۔ مگر کچھ حاصل نہ کرسکا تھا۔ جہاں شکستہ دیواریں اور پتھر کے اونچے ستون تھے' ان کے قریب کھدائی نہیں کی جاسکتی تھی کیونکہ ستون اور دیواریں گرنے کا اندیشہ تھا۔

بہرحال جب وہ گوئٹے مالا واپس جانے لگا تو ویگن کار میں کچھ خرابی پیدا ہوگئی۔ وہ ویگن ڈوس پلاس کے ایک کھنڈر کے قریب ہی آکر رک گئی۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ ڈرائیور نے ٹارچ لے کر گاڑی سے اترتے ہوئے کہا "میں ابھی اسے ٹھیک کرتا ہوں۔ آپ اندر بیٹھے رہیں۔"

وہ باہر گیا۔ پھر بونٹ اٹھاکر ٹارچ کی روشنی میں خرابی درست کرنے لگا۔ پروفیسر کی بیوی نے کھڑکی کے باہر دیکھتے ہوئے کہا "ستاروں کی روشنی میں یہ کھنڈر دور تک کتنا پُراسرار لگ رہا ہے۔"

پروفیسر نے سرہلا کر کہا "گاڈ نے یہ کیسی دنیا بنائی ہے۔ یہاں کوئی انسان ہمیشہ نہیں رہتا اور ایک دن انسانوں کی تہذیب بھی مٹ جاتی ہے۔ صرف آثار رہ جاتے ہیں۔"

اس کی بیوی نے کہا "یہ دنیا لاکھوں برسوں سے ہے۔ مگر ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کوئی ایک ہستی ایسے کسی کھنڈر میں زندہ رہ گئی ہو۔"

بیوی کی بات پر پروفیسر ایزک نے چونک کر دیکھا۔ کھنڈر کے ستونوں کے درمیان سے کوئی دھندلی سی ہستی گزر رہی تھی۔ چونکنے کی بات یہ بھی تھی کہ اس ہستی کے اطراف روشنی کا ایک ہالہ سا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے روشنی اس ہستی کے وجود سے پھوٹ رہی ہو۔

پروفیسر نے فوراً ہی ویگن کا سلائڈنگ دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے آواز دی "اے' تم کون ہو؟"

سوال کا جواب نہیں ملا۔ اس کی بیوی نے ڈرائیور کو مخاطب کیا "جارج! کیا تمہیں کھنڈر میں کوئی انسان دکھائی دے رہا ہے؟"

پروفیسر اور اس کی بیوی بوڑھے تھے۔ بینائی ذرا کمزور تھی۔ نوجوان ڈرائیور نے اُدھر دیکھ کر حیرانی سے کہا۔ "یس میڈم! میں صاف طور سے دیکھ رہا ہوں۔ وہ کوئی عورت ہے۔ شانوں سے پاؤں کے ٹخنوں تک اس نے سفید لمراتا ہوا لباس پہنا ہے۔"

"کیا اس نے سفید کفن پہنا ہے؟"

"تو سر! باریک ریشم جیسا لباس ہے۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے کھنڈر میں کوئی روح بھٹک رہی ہو۔"

پروفیسر نے پھر زور سے پکارا "اے! تم جو کوئی بھی ہو' رک جاؤ۔ ہمارے پاس آؤ۔ یا ہم تمہارے پاس آرہے ہیں۔"

اُدھر سے خاموشی تھی۔ اُس کے چلنے کا انداز ایسا تھا جیسے زمین پر نہیں ہوا کے دوش پر پاؤں رکھتی اور ایک شاخ کی طرح لچکتی جارہی ہو۔ پروفیسر نے ٹھیک درست کرتے ہوئے ڈرائیور سے ٹارچ لیتے ہوئے کہا "اوزار کا بیگ اٹھاؤ۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ وہ کون ہے؟ اور کہاں جارہی ہے؟"

بیوی نے سہم کر کہا "اوہ نو ایزک! پتا نہیں وہ کیا بلا ہے۔ ہمیں اس کے قریب نہیں جانا چاہیے۔"

وہ بولا "ریٹا! ڈونٹ بی آفیڈ۔ ہوسکتا ہے وہ ہستی ہمیں مایا تہذیب کے سلسلے میں معلومات فراہم کرے۔ کچھ حاصل کرنے کے لیے حوصلہ کرنا اور خطرات سے کھیلنا پڑتا ہے' کم آن۔"

وہ تینوں ناہموار زمین پر ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہوئے کھنڈر کے ایک ستون کے پاس آئے۔ اس نامعلوم ہستی کو دیکھنے کے لیے ٹارچ کی روشنی ضروری نہیں تھی۔ اس کے وجود کے اطراف چاندی چمک رہی تھی۔ وہ ان سے دور نکل گئی تھی۔ کھنڈر میں جگہ جگہ کھدائی کی گئی تھی۔ وہ تینوں اگر تیزی سے چلتے تو کسی گڑھے میں گر سکتے تھے۔ اس لیے سنبھل کر آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور اس کی جانب دیکھتے بھی جارہے تھے۔ پھر وہ جانے والی ایک ستون کے پیچھے چلی گئی۔ نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

پہلے اس کا وجود اوجھل ہوا تھا مگر اس ستون کے پیچھے چاندی جیسی روشنی تھی۔ وہ روشنی آہستہ آہستہ کم ہونے لگی جیسے ستون کے پیچھے چاند ڈوب رہا ہو۔ پروفیسر نے آواز دی "وہیں رک جاؤ۔ ہم آرہے ہیں' ہم سے دو باتیں کرلو۔"

چاند ڈوب گیا۔ وہ تینوں ڈگمگاتے اور سنبھلتے ہوئے اسی ستون کے پاس آئے۔ اس کے پیچھے دیکھا۔ وہ نہیں تھی۔ اس کے وجود سے وابستہ رہنے والی روشنی بھی گم ہوگئی تھی۔ وہ لوگ صرف ٹارچ کی روشنی میں اس پتھریلے ستون کو حیرانی سے اور سوالیہ نظروں

سے دیکھ رہے تھے۔

پھر پروفیسر اس ستون کو اچھی طرح ہاتھ لگا کر دیکھنے لگا۔ وہ جہاں ہاتھ لگاتا تھا' وہاں ٹھوس پتھر محسوس ہوتا تھا۔ اس نے ایک چھوٹی سی ہتھوڑی سے ستون کے پتھروں پر ہلکی ہلکی ضربیں لگا کر اس کے کھوکھلے پن کو سمجھنا چاہا لیکن وہ پختہ اور مستحکم ستون تھا۔ ڈھول کا پول نہیں تھا۔ اس کی بیوی نے کہا "پلیز یہاں سے چلو۔ میں پہلے ہی ڈر رہی تھی' وہ کوئی بلا ہے۔"

ڈرائیور نے بھی پریشان ہو کر کہا "بہتر یہی ہے' ہم دن کے وقت آکر دیکھیں گے۔"

پروفیسر نے کہا "ہم روز یہاں آتے ہیں۔ دن کی روشنی میں ہمیں کبھی وہ نظر نہیں آئی۔ میں جن' بھوت اور جادو ٹونے کو نہیں مانتا۔ وہ ہماری طرح ایک ہستی تھی۔ یہیں کہیں ہوگی۔ مجھے سمجھنے دو کہ وہ کیسے گم ہو گئی ہے۔"

اس کی بیوی نے تاریکی میں آس پاس دیکھا پھر پوچھا "تمہارے جیسے ماہرین خبطی ہوتے ہیں' کیا یہاں رات گزارنے کا ارادہ ہے؟"

وہ بولا "میں نے کتنی بار تمہیں سمجھایا ہے۔ میرے معاملات میں دخل نہ دیا کرو۔ پلیز جارج کے ساتھ جا کر گاڑی میں بیٹھو' میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

"کیا تمہیں یہاں تنہا چھوڑ کر چلی جاؤں؟ اگر وہ واپس آئے گی یا تمہیں کچھ ہو جائے گا تو؟"

"پلیز ریٹا! میں بوڑھا ہوں' وہ واپس آئے گی تو مجھے بھگا کر نہیں لے جائے گی اور اگر مجھے کچھ ہو جائے گا یعنی کہ میں اسی بلا کے ہاتھوں مر جاؤں گا تو تم بڑھاپے میں بھی حسین ہو۔ تمہیں کوئی دوسرا بوڑھا مل جائے گا۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی ڈرائیور کے ساتھ کھنڈر سے باہر اپنی گاڑی کی طرف آنے لگی۔ ٹارچ پروفیسر کے پاس چھوڑ دی تھی۔ ڈرائیور لائٹر کی روشنی میں اسے لے آیا۔ وہ سلائڈنگ دروازہ ایک طرف سرکا کر سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پھر دور کھنڈر کی سمت دیکھنے لگی۔ ستاروں کی روشنی میں وہ کھنڈر اپنی شکستہ دیواروں اور ستونوں کے ساتھ صرف جھلک رہا تھا۔ وہ ستون پراسرار سائے کی طرح دکھائی دے رہے تھے لیکن دور ایک ستون کے پیچھے بیٹھا ہوا پروفیسر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایک بار ٹارچ کی روشنی نظر آئی تھی پھر وہ بجھ گئی تھی۔

ریٹا نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا "جارج! اُدھر دیکھتے رہو۔ ہم تو صرف ٹارچ کی روشنی سے معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ وہاں معصوف ہیں۔ بائی دی وے' یہ آثار قدیمہ سے دلچسپی رکھنا محض حماقت ہے۔"

"میڈم! آپ نے اسے حماقت سمجھنے کے باوجود پروفیسر صاحب سے شادی کی ہے۔ یا پھر آپ اسے حماقت نہیں سمجھ رہی ہیں۔ آپ کو صرف یہ اندیشہ ہے کہ وہ دوسری انہیں اپنے ساتھ نہ لے جائے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ صاحب کی خبر لیتے رہو۔"

"مجھے تو صرف ایک بار ٹارچ کی روشنی نظر آئی تھی۔ پتا نہیں وہ تاریکی میں کیا کر رہے ہیں۔"

ریٹا اُدھر دیکھنے لگی۔ کتنے ہی ستون کے سائے تھے۔ دور سے یہ سمجھا نہیں جا سکتا تھا کہ پروفیسر کس ستون کے پیچھے ہے۔ وہ گاڑی سے باہر آگئی۔ پھر اونچی آواز میں پکارا "ایزک! یوں اندھیرا نہ رکھو۔ وقفے وقفے سے ٹارچ روشن کرتے رہو۔"

ریٹا کی آواز رات کے اور کھنڈر کے سناٹے میں دور تک گئی اور دیر تک گونجتی رہی۔ لیکن ٹارچ روشن نہیں ہوئی۔ پروفیسر نے جواب بھی نہیں دیا۔ ریٹا نے پریشان ہو کر ڈرائیور جارج کو دیکھا۔ اس بار ڈرائیور نے آواز دی "سر! میڈم پریشان ہو رہی ہیں۔ پلیز آپ جواب دیں۔ یا ٹارچ روشن کریں۔"

ڈرائیور کی بات بھی جیسے ان سنی رہ گئی۔ ریٹا نے گھبرا کر پکارا "ایزک! یہ مذاق ہے تو مجھے پریشان نہ کرو۔ میں بُری طرح الجھ رہی ہوں۔ پلیز' جواب دو۔ ایزک! جواب دو۔"

خاموشی گہری خاموشی۔ سناٹا گہرا سناٹا۔ دونوں نے کئی بار آوازیں دیں۔ پھر ریٹا نے ڈرائیور کے بازو کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا "یہاں کیا کھڑے ہو۔ جاؤ صاحب کو جا کر دیکھو۔"

وہ اپنا بازو چھڑا کر بولا "میڈم! ہوش کی باتیں کریں۔ کیا میں بھی وہاں جا کر غائب ہو جاؤں۔"

"تم کیسے وفادار ملازم ہو؟ کیا صاحب کے پاس جانے کا اور انہیں یہاں لانے کا فرض ادا نہیں کرو گے؟"

"میں ایسا ضرور کروں گا۔ لیکن مجھے بھی کچھ ہو جائے گا تو آپ اس ویرانے میں تنہا رہ جائیں گی؟"

وہ قائل ہو کر بولی "درست کہتے ہو مگر ہمیں کچھ کرنا ہوگا۔ کیا ہم شہر سے مدد لے کر آئیں۔"

"میڈم! آپ بدحواسی میں بھول رہی ہیں۔ شہر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ موبائل فون سے پولیس والوں کو بلائیں۔"

اس نے فوراً ہی گاڑی کے اندر سے فون نکالا۔ پہلے اپنی ٹیم کے ایک فرد سے رابطہ کیا پھر کہا "ہیلو ڈیبی! میں مسز ایزک بول رہی ہوں۔ پروفیسر اس کھنڈر میں کہیں غائب ہو گئے ہیں۔ تم پولیس والوں کو سرچ لائٹ کے ساتھ فوراً یہاں لے کر آؤ۔ ذرا بھی دیر نہ کرو۔"

"میڈم! کچھ معلوم تو ہو کہ پروفیسر صاحب کیسے گم ہو گئے ہیں۔"

"پوری تفصیل سننے میں وقت ضائع نہ کرو۔ یہاں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ فوراً پولیس کے ساتھ آؤ۔"

"تل رائٹ میڈم! میں ابھی یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔"

وہ فون بند کر کے کھنڈر کی طرف پریشانی سے دیکھنے لگی۔ ڈرائیور جارج نے کہا "ہو سکتا ہے کہ پروفیسر صاحب کچھ اور تلاش کرنے کے لیے بہت دور نکل گئے ہوں۔ آپ کو حوصلہ رکھنا چاہیے۔"

"تمہاری اس بات سے حوصلہ مل رہا ہے۔ شاید ایزک کہیں آگے نکل گیا ہے۔ کیا ہم گاڑی میں چلیں؟ ایک لمبا چکر کاٹ کر کھنڈر کے دوسری طرف جا کر انہیں تلاش کریں گے۔"

"نو میڈم! یہ مناسب نہیں ہے۔ ہم اُدھر جائیں گے اور صاحب اِدھر آکر ہمیں نہیں پائیں گے تو پریشان ہو جائیں گے۔"

"تم ہوشمندی کی باتیں کر رہے ہو۔ میں پریشانی میں الٹی سیدھی باتیں سوچ رہی ہوں۔ ایزک کسی وقت بھی اِدھر آسکتا ہے۔"

وہ پھر زور زور سے چیخ کر اسے پکارنے لگی۔ اس کی صدائیں کھنڈر کے سناٹے میں گونجتی رہیں اور جب تک گونجتی رہیں' یہ امید قائم رہی کہ وہ سنے گا اور جواب دے گا۔ جارج نے اپنی میڈم کو ہمدردی سے دیکھا۔ پھر ایک قریبی پتھر پر جا کر بیٹھ گیا۔ اب پولیس والوں کی آمد کا انتظار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

رات کے ایک بجے پروفیسر ایزک کی ٹیم کے چند افراد پولیس والوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ وہ سب مسلح تھے۔ ریٹا اور ڈرائیور جارج سے پروفیسر کی گمشدگی کا پورا حال سن کر ان سب نے اپنی اپنی گاڑیوں کا رخ کھنڈر کی طرف کر کے ان سب کی ہیڈ لائٹس آن رکھیں۔ اس طرح وہ کھنڈر دور تک روشن ہو گیا۔

ان سب کے پاس ٹارچ لائٹس بھی تھیں۔ وہ ریٹا اور جارج کے ساتھ کھنڈر میں چلتے ہوئے اس ستون کو تلاش کرنے لگے جس کے پیچھے وہ پراسرار ہستی غائب ہوئی تھی۔ کئی ستون ایک جیسے تھے۔ ریٹا اور جارج کو یاد نہیں آرہا تھا کہ وہ کھنڈر میں پروفیسر کے ساتھ کتنی دور آئے تھے اور کس ستون کے پاس پروفیسر کو چھوڑ کر گئے تھے۔

پولیس افسر اور دوسرے سپاہی ایک ایک ستون کو ٹھونک بجا کر دیکھ رہے تھے۔ شکستہ دیواروں کو بھی اچھی طرح ٹٹولا گیا مگر کسی چور دروازے کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ افسر نے کہا "میڈم! یہ تو قصے کہانیوں والی چوکیدن ہے کہ آپ لوگوں نے کسی ایسی عورت کو دیکھا' جس کے وجود سے روشنی پھوٹ رہی تھی اور وہ کسی ستون کے پیچھے جا کر غائب ہو گئی تھی۔ پھر آپ دونوں مسٹر ایزک کو چھوڑ کر گاڑی کے پاس چلے گئے۔ اس کے بعد پروفیسر بھی پراسرار طریقے سے غائب ہو گئے۔"

"کیا آپ اتنے مشہور و معروف ماہر آثار قدیمہ کے اغوا ہونے کو قصہ کہانیوں کی بات سمجھ رہے ہیں؟"

افسر نے کہا "میں تو کیا' کوئی بھی ذی فہم ایسی جادوئی چوکیدن کو صحیح تسلیم نہیں کرے گا۔ ہم پولیس والے ہیں۔ ہمیں سراغ ملنا چاہیے۔ ثبوت اور ٹھوس گواہیاں بھی چاہئیں۔"

"میں ایزک کی بیوی ہوں۔ جارج ہمارا ڈرائیور ہے۔ ہم دونوں چشم دید گواہ ہیں۔"

"جو چشم دید گواہ ہوتے ہیں' وہ بتاتے ہیں کہ واردات کہاں ہوئی تھی۔ جبکہ آپ دونوں اس ستون کی نشان دہی کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ ابھی پانچ بجنے والے ہیں۔ ہم نے چار گھنٹوں میں کھنڈر کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک اچھی طرح دیکھ لیا۔ چور دروازوں کی موجودگی بھی ظاہر نہیں ہو رہی ہے۔"

وہ رونے لگی' کہنے لگی "میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے میرا ایزک چاہیے۔ جب تک وہ نہیں آئے گا میں یہاں بیٹھی اس کا انتظار کرتی رہوں گی۔ وہ آئے گا' وہ زندہ ہے۔ وہ آئے گا' کیا گم ہونے والے واپس نہیں آتے ہیں؟ ضرور آتے ہیں' وہ آئے گا۔"

افسر نے کہا "تھوڑی دیر بعد دن کا اجالا پھیلنے والا ہے۔ ہم آپ کی تسلی کے لیے پروفیسر صاحب کو دن کی روشنی میں یہاں کے ہر ستون کے پاس تلاش کریں گے۔"

حقیقت یہ تھی کہ اسے کوئی تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ کسی کو ڈھونڈنے کے لیے کوئی راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے اور وہاں کوئی راستہ نہیں تھا۔ کوئی دروازہ نہیں تھا' جہاں سے گزر کر گم ہونے والے کو دیکھا جاتا۔ جبکہ وہاں ایک دروازہ تھا۔ ناکامی کا سبب یہ تھا کہ چور دروازے نہ دکھائی دیتے ہیں اور نہ سمجھ میں آتے ہیں کہ دیواروں سے بھی در نکل آتے ہیں۔

پروفیسر ایزک اپنی بیوی اور ڈرائیور کے جانے کے بعد اسی ستون کے سامنے بیٹھا سوچ رہا تھا' جس کا وجود ہوتا ہے' وہ دھواں بن کر نہیں اڑتا اور نہ ہی پانی بن کر بہہ جاتا ہے۔ لہٰذا وہ پُراسرار ہستی جو نظر آئی تھی اس کا بھی وجود ہے اور وہ یہیں آس پاس کہیں چھپی ہوئی ہے۔

وہ اپنی ٹارچ بجھا کر سوچ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے تاریکی میں ہلکی سی روشنی کا احساس ہوا۔ اس نے سر اٹھا کر سامنے والے ستون کو دیکھا۔ وہ ٹھوس پتھروں کا تھا۔ مگر اب اس میں ایک چھوٹا سا دروازہ بن گیا تھا۔ کسی بھی پرانے مکان کا یا کھنڈر کا دروازہ کھولا جاتا ہے تو دروازے کی چول سے کچھ نہ کچھ آواز ابھرتی ہے۔ یا سلائڈنگ چور دروازہ ایک طرف کھسکتا ہے تو گڑگڑاہٹ کی سی آوازیں آتی ہیں۔ لیکن وہاں ستون میں ایسی خاموشی سے دروازہ پیدا ہو گیا تھا' جیسے وہاں کے ٹھوس پتھر پگھل کر پروفیسر کی آمد کے لیے راستہ بنا چکے ہوں۔

وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے ستون کے پاس آکر اندر کی طرف خلا میں جھانک کر دیکھا۔ دھیمی دھیمی سی روشنی میں نیچے کہیں تہ خانے تک جانے والی سیڑھیاں نظر آرہی تھیں۔ اس نے جلدی سے پلٹ کر اوزار کا بیگ اٹھایا۔ اسے شانے سے لٹکایا۔ پھر ٹارچ روشن کر کے ستون میں بننے والے خلا سے گزر کر سیڑھی

کے پائیدان پر آگیا۔

حالانکہ ٹارچ روشن کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہاں پہلے ہی ضرورت کے مطابق روشنی تھی۔ اس نے زینے کے تیسرے پائیدان پر قدم رکھ کر ٹارچ بجھادی۔ پھر جوتے پائیدان پر قدم رکھ کر سر گھما کر دیکھا تو اسے اپنے پیچھے کوئی دروازہ' کوئی خلا سا نظر نہیں آیا۔ وہ جہاں سے گزر کر آیا تھا وہاں ستون کی دیوار پہلے کی طرح برابر ہوگئی تھی۔ واپسی کا راستہ بند ہوگیا تھا۔

وہ تیزی سے زینے چڑھتا ہوا واپس آیا اور ستون کی ٹھوس پتھریلی دیواروں کو دونوں ہاتھوں سے مار مار کر یہ اندازہ کرنے لگا کہ ابھی جو داخل ہونے کے لیے چھوٹا سا دروازہ بنا تھا' وہاں کی دیوار اور پتھر کچھ کمزور ہوچکے ہیں یا نہیں اور وہ انہیں توڑ کر باہر جاسکے گا یا نہیں؟ لیکن ان دیواروں اور پتھروں کی وہی صدیوں پرانی سختی اور ناقابل شکست مضبوطی تھی۔

اس نے سوچا' جو راستہ لاتا ہے' وہ واپس بھی لے جاتا ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ کی زندگیوں میں ایسے ناقابل فہم واقعات پیش آتے ہیں' جو بعد میں مسلسل کوششوں سے قابل فہم ہوجاتے ہیں۔ جب آگے بڑھنے کا راستہ ملا ہے تو آگے ہی بڑھنا چاہیے۔

وہ پھر محتاط انداز میں زینے کے ایک ایک پائیدان پر قدم رکھتے ہوئے نیچے جانے لگا۔ اکثر میناروں کے اندر جیسے گول چکردار زینے بنے ہوتے ہیں' ویسے ہی وہ زینہ بھی تھا۔ جب وہ نچلے پائیدان پر پہنچا تو حیرانی سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

اس کی نگاہوں کے سامنے ایک ایسا وسیع و عریض ہال تھا' جس کے تین اطراف دیواریں نظر نہیں آرہی تھیں۔ روشنی اور سفید دھوئیں کی دھند میں وہ دیواریں نظروں سے اوجھل ہوگئی تھیں۔ ایک طرف جو دیوار تھی' وہاں بھگوان شنکر ہر ہر مہادیو کی ایک بہت بڑی مورتی بنی ہوئی تھی۔ شنکر مہادیو رقص کے انداز میں کھڑے ہوئے تھے اور اس مورتی کے سامنے وہ پُراسرار ہستی رقص کررہی تھی' جسے پروفیسر نے کھنڈر کے درمیان گزرتے دیکھا تھا۔

پروفیسر ایزک چونکہ ماہر آثار قدیمہ تھا اس لیے دنیا کے تمام مذاہب اور تمام قدیم وجدید تہذیبوں کے بارے میں اچھی خاصی معلومات رکھتا تھا۔ وہ مورتی کو دیکھ کر سمجھ رہا تھا کہ اس کا تعلق ہندو دھرم سے ہے اور وہ بھگوان شنکر کا مجسمہ ہے۔ ہندو دھرم میں کئی دیوتا ہیں' جنہیں بھگوان کہہ کر پوجا جاتا ہے۔ اور اکثر شنکر بھگوان کے سامنے پوجا کے طور پر رقص بھی کرتے ہیں۔ وہ پراسرار ہستی رقص بھی کررہی تھی اور پوجا بھی کررہی تھی۔

وہ پروفیسر سے زیادہ دور نہیں تھی۔ روشنی میں واضح طور سے نظر آرہی تھی۔ گھوم گھوم کر رقص کرتے وقت اس کے بدن کا اتار چڑھاؤ' اس کی نزاکت اور اس کے لچکنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ ایک نوخیز دوشیزہ ہے۔ اس کے چہرے اور بدن کا اُجلا رنگ چاندی کی طرح کرنیں بکھیر رہا تھا۔ پروفیسر ایزک تقریباً ساٹھ برس کا تھا۔

اس نے اتنی طویل زندگی میں ایسی چمکتی دمکتی حسینہ نہیں دیکھی تھی۔ اور نہ ہی کسی دوشیزہ کو رقص کے دوران بجلی کی طرح اِدھر سے اُدھر لپکتے دیکھا تھا۔ اس میں ایسی بلا کی پھرتی تھی جیسے پارہ تھرک رہا ہو۔ وہ پارے کی طرح ایک جگہ ٹھہرنا نہیں جانتی تھی۔

یہ ظاہر کوئی جوان دیکھتا تو صرف حسینہ کو ہی دیکھتا رہ جاتا اور ساری دنیا کو بھول جاتا۔ لیکن وہ بوڑھا پروفیسر حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ وسطی امریکا کے کھنڈرات کے نیچے ہندو دھرم والوں کا مندر' ان کا دیوتا اور ان کی پجارن وغیرہ کیسے آگئے ہیں۔ کیا صدیوں پہلے وسطی امریکا میں ریڈ انڈین اور عیسائی نہیں تھے۔ ان سے پہلے کیا یہاں ہندو دھرم تھا؟ اور اگر یہاں ہندو قوم آباد تھی تو پھر وہ قوم اس علاقے سے نابود ہوکر ہندوستان میں کیسے پیدا ہوگئی؟ اور گردش زمانہ نے اس علاقے کو کھنڈر بنادیا ہے اور ہندو قوم یہاں سے ٹرانسفر ہوگئی ہے تو پھر یہ نوخیز دوشیزہ ایک دیوتا کے تنہا مجسمہ کے ساتھ کیسے باقی رہ گئی ہے؟

وہ رقص اور عبادت میں مصروف تھی اور عبادت کے دوران مداخلت نہیں کی جاتی۔ اس لیے وہ اسے مخاطب نہیں کررہا تھا۔ وہ زینے کے آخری پائیدان سے اتر کر اس تہ خانے کے فرش پر آیا اور اس سمت جانے لگا' جہاں سفید دھوئیں کی دھند چھائی ہوئی تھی اور دھند کے باعث اُدھر کی دیواریں نظر نہیں آرہی تھیں۔

اس دھند سے گزرتے وقت دیواریں نظر آنے لگیں۔ ان دیواروں کے ساتھ بڑے بڑے آہنی صندوق رکھے ہوئے تھے۔ ان کے پٹ اوپر کو اٹھے ہوئے تھے۔ یعنی وہ سب کھلے ہوئے تھے۔ کوئی صندوق جگمگاتے ہوئے ہیروں سے بھرا ہوا تھا۔ کسی میں لعل وزمرد اور کسی میں بیش قیمت موتی تھے۔ جدھر نظر جاتی تھی' ادھر خزانہ ہی خزانہ دکھائی دیتا تھا۔ دنیا کے بڑے سے بڑے دولت مند نے اتنا خزانہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اور بات صرف خزانے کی نہیں تھی۔ کئی صندوق ایسے تھے' جن میں یورینیم کا ذخیرہ تھا۔ اتنا ذخیرہ تھا کہ جن سے لاتعداد ایٹم بم بنائے جاسکتے تھے۔ یہ یورینیم اور ایٹمی ہتھیار وغیرہ موجودہ صدی کی دریافت تھے۔ ان کا آثار قدیمہ یا کسی بھی پرانی اور گمشدہ تہذیب سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پروفیسر نے سر گھماتے ہوئے اوپر کی طرف دیکھا اور سوچا۔ "یہ کیا تماشا ہے؟" اوپر صدیوں پرانے کھنڈرات ہیں اور نیچے جدید دور کے ہتھیاروں کی ایسی بنیادی اور اہم چیزیں ہیں کہ یہ سب کچھ اگر کسی غریب ملک کو مل جائے تو وہ سپر پاور بن جائے۔ میں پرانی تہذیب کے کھنڈرات سے گزر کر نئے دور کے ایک پُراسرار تہ خانے میں پہنچ گیا ہوں۔"

اس کے ذہن میں ایک سوال یہ بھی پیدا ہورہا تھا' کیا یہاں زیر زمین کوئی ایٹمی پلانٹ ہے؟ کیا یہاں بھارتی حکومت کی پُراسرار سرگرمیاں جاری رہتی ہیں؟

اس سوال کا جواب نفی میں تھا۔ اگر وہاں بھارتی یا کسی بھی حکومت کی سرگرمیاں جاری ہوتیں تو پروفیسر کو اس تہ خانے تک پہنچنے کا راستہ کبھی نہ ملتا۔ پھر یہ کہ وہاں اب تک ایک حسین دوشیزہ کے سوا کوئی فرد نظر نہیں آیا تھا۔

اس کا تجسس بڑھتا جارہا تھا۔ وہ چلتا ہوا ایک راہداری میں آیا۔ دائیں طرف ایک کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دروازے سے گزر کر کمرے میں پہنچا۔ وہاں کچھ کھانے پینے کی چیزیں نظر آئیں۔ انسان زمین کے اوپر رہے یا زمین کے نیچے زندہ رہتا ہے۔ اس کے لیے کھانا اور پانی لازمی ہوتا ہے۔ وہاں خشک میوے اور کچھ تازہ پھل تھے۔ کچھ سینڈوچز وغیرہ بھی تھے۔ اور وہ سینڈوچز جس اخبار میں لپٹے ہوئے رکھے تھے' اس اخبار کو دیکھ کر وہ چونک گیا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ کسی مسئلہ پر سوچنے کے دوران قلم سے کچھ الٹے سیدھے زاویے اخبار پر بناتا رہتا تھا۔ یا پھر اپنے دستخط کرتا رہتا تھا۔ اس تہ خانے کے اخبار پر بھی اس کے دستخط تھے۔ اور وہ سینڈوچز تھے' جو دوپہر کو اس کے کھانے کی باسکٹ سے غائب ہوگئے تھے۔

جہاں دولت سے بھرے ہوئے صندوق ہوں اور وہ تمام دولت ایک روٹی اور ایک گلاس پانی حاصل نہ کرسکتی ہو تو ایسے میں روٹی چرا کر کھانی پڑتی ہے۔ پروفیسر یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ حسین دوشیزہ زندہ رہنے کے لیے کھانے پینے کی چیزیں چراتی ہے۔ لیکن کیسے چراتی ہے؟ اور اس کے اپنی باسکٹ سے وہ سینڈوچز اخبار سمیت کیسے غائب ہوگئے تھے۔ یہ معما اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

وہ کمرے سے باہر راہداری میں آیا۔ وہاں سے گزر کر دوسرے کمرے میں پہنچا۔ وہ ایک بڑا سا بیڈ روم تھا۔ وہاں ایک آرام دہ پلنگ تھا۔ مگر پورے بیڈ روم میں جو دیکھنے کی چیز تھی' وہ ایک خوبرو جوان کی تصویر تھی۔ اس کی ایک تصویر اتنی بڑی تھی کہ ایک پوری دیوار پر اوپر سے نیچے تک چسپاں تھی۔ دوسری دیواروں پر بھی اس خوبرو جوان کی مختلف مسکراتی ہوئی تصویریں تھیں۔ صرف اتنا ہی نہیں' جس آرام دہ بستر پر بچھی پوری چادر پر اس مسکراتے ہوئے جوان کی تصویر چھپی ہوئی تھی۔ تکیوں کے غلاف پر اوڑھنے کے کمبل پر بھی جوان کی تصویریں مسکرا رہی تھیں۔

جب وہ دوشیزہ بستر پر آکر لیٹتی ہوگی تو نیند آنے سے پہلے چھت کو تکتی ہوگی۔ پروفیسر نے سر اٹھا کر چھت کو دیکھا تو وہاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھت پر بھی اس جوان کی کئی بڑی بڑی تصاویر مسکرا رہی تھیں۔ وہ خواب گاہ اور وہ تصاویر ثابت کررہی تھیں کہ وہ حسین دوشیزہ اس جوان کی دیوانی ہے۔ اور اپنے بھگوان کے بعد اسی جوان کو پوجتی ہے۔

پروفیسر آہٹ سن کر چونک گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے پوجا کی تھال پکڑے ہوئے تھی۔ تھال پر ایک مٹی کا دیا روشن تھا۔ اس دیے کے پاس تھوڑا سا سیندور اور پوجا کا پرساد تھا۔ وہ ایسی حسین و جمیل دوشیزہ تھی کہ اسے دیکھنے سے آنکھوں کی پتلیوں میں اسی کی تصویر اتر آتی تھی پھر اس تصویر کے آگے دنیا کی تمام حسینائیں پھیکی پڑجاتی تھیں۔

پروفیسر کی نظریں اس سے ملیں۔ پھر نظریں ملتے ہی پروفیسر نے آنکھیں جھکالیں۔ اسے محسوس ہوا جیسے حسینہ کی آنکھوں میں مقناطیس ہے۔ وہ نظریں ملائے گا تو ایک غلام کی طرح اس کے آگے گھٹنے ٹیک دے گا۔

وہ اس کے آگے سے گزرتی ہوئی ایک دیوار کے پاس مسکراتے ہوئے جوان کی تصویر کے سامنے آئی۔ پھر اس تھال سے ہندی لفظ اوم (ॐ) کی للکھاوٹ کے مطابق اس جوان کی آرتی اتارنے لگی۔ اوم کے معنی ہیں برکت' خوشحالی اور کامیابی۔ آرتی ایک عقیدہ ہے کہ پوجا کے بعد اپنے پتی دیو (شوہر) یا ہونے والے پتی کی اسی تھال سے پوجا کی جائے تو اپنے شوہر اور محبوب سے تمام بلائیں دور رہتی ہیں۔

اس نے جوان کی آرتی اتارنے کے بعد ایک چٹکی میں سیندور لے کر پہلے اس جوان کی پیشانی پر سیندور لگایا پھر اسی سیندور کو اپنے سر کے بالوں کے درمیان مانگ میں بھرا۔ پھر اس نے پوجا کا پرساد لے کر جوان کے منہ سے لگایا پھر اسی پرساد کو اپنے منہ میں ڈال کر کھانے لگی۔ اس کے بعد اس نے پوجا کی تھال ایک طرف رکھ دی اور پروفیسر کو دیکھا۔

وہ سر جھکا کر بولا "یہ سب کچھ مجھے خواب سا لگ رہا ہے۔ جبکہ میں خود کو اچھی طرح ہوش وحواس میں سمجھ رہا ہوں۔"

وہ پہلی بار بولی "تم سچ مچ ہوش وحواس میں ہو۔"

اس کی آواز اتنی میٹھی' اتنی مترنم تھی کہ بچہ سنے تو سوجائے۔ جوان سنے تو دل کی دھڑکنیں تیز ہوجائیں اور بوڑھا سنے تو دنیا کی ساری موسیقی اور ترنم کو بھول جائے۔ بوڑھے پروفیسر نے کہا "میں تمہیں بیٹی کہتا ہوں' کیا مجھے اپنا بزرگ مان کر یہاں کے اسرار سمجھاؤ گی؟"

وہ بولی "سمجھ وہ ہوتا ہے' جو کسی کو بتایا نہیں جاتا۔ اور یہ وہ جگہ ہے جہاں میں نے تمہیں آنے کا موقع دیا ہے۔"

"مجھے یہ موقع دینے کی کوئی خاص وجہ ہوگی؟"

"ہاں تم ایک یہودی ہو۔ امریکا کے باشندے ہو مگر اسرائیلی حکومت کے وفادار ہو۔ میری اس بات سے انکار کرکے وقت ضائع نہ کرنا۔ مجھ سے کسی کی کوئی بات چھپی نہیں رہتی ہے۔"

"تم درست کہہ رہی ہو۔ مجھ یہودی کو یہاں بلانے کا مقصد کیا ہے؟"

"تم یہ تمام تصویریں دیکھ رہے ہو۔ یہ میرے محبوب کی ہیں۔ میرے بھگوان کے بعد یہی میرا بھگوان ہے۔"

"یہ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ لیکن ہندوؤں کا بھگوان پتھروں سے تراشا جاتا ہے یا اس کی خیالی تصویر اتاری جاتی ہے۔ جبکہ یہ

جوان نہ خیالی ہے اور نہ پتھروں سے تراشا گیا ہے۔ اسے تو روبرو ہونا چاہیے۔"

"ہوگا۔ ایک دن میرے روبرو ہوگا۔ فی الحال میری پہنچ سے باہر ہے۔ اور آج کل تمہارے ملک اسرائیل میں ہے۔"

"اب سمجھا۔ اپنے محبوب کو حاصل کرنے کی خاطر تم مجھ جیسے یہودی سے کوئی کام لینا چاہتی ہو۔"

"میں تمہاری یا کسی کی محتاج نہیں ہوں۔ اپنا کام خود کرتی ہوں۔ میں تو تمہارے کام آنا چاہتی ہوں۔ ذرا سوچو' تم نے یہاں جتنی دولت دیکھی ہے اور جس قدر یورینیم یہاں ہے۔ یہ سب تمہارے ملک اسرائیل کو مل جائے تو کیا وہ امریکا سے بھی بڑی سپر پاور نہیں بن جائے گا؟"

"واقعی ہم یہودی سپرپاور بن جائیں گے مگر یہ یقین نہیں آرہا ہے کہ تم ایسے نایاب یورینیم کا ذخیرہ ہمارے ملک کو دوگی۔ تم اس ذخیرے سے اپنے ملک بھارت کو سپرپاور بنا سکتی ہو۔"

"تمہارے بہت سے سوالات ایسے ہوں گے' جس کے جوابات میں نہیں دوں گی۔ تم اپنے بیگ سے تمام اوزار نکال کر یہاں پھینک دو اور اس بیگ میں یہاں سے جتنا یورینیم بھر کر لے جاسکتے ہو' لے جاؤ۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں۔ یقین کرنے کے لیے ابھی یہاں سے بیگ بھر کر لے جاؤ۔ آئندہ تمہیں یورینیم کے علاوہ یہاں کی ساری دولت بھی مل جائے گی۔ تم اپنی آخری عمر میں آثار قدیمہ کے ماہر بن کر نہیں رہو گے بلکہ میرے مشوروں پر عمل کرکے مملکت اسرائیل کو دنیا کی سب سے بڑی طاقت بنادوگے اور میرا پہلا مشورہ یہ ہے کہ امریکا چھوڑو اور دو چار روز میں اسرائیل چلے جاؤ۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں چلا جاؤں گا تو یہاں سے باقی یورینیم اسرائیل کون پہنچائے گا۔"

"میں پہنچاؤں گی اور اتنی آسانی کے ساتھ جیسے تمہاری باسکٹ سے سینڈ بجز نکال کر یہاں اس کھانے کے کمرے میں پہنچا چکی ہوں۔"

اس نے چونک کر پوچھا "میں حیران ہوں کہ میرا کھانا تمہارے پاس کیسے پہنچ گیا۔ کیا تم جادو جانتی ہو؟"

"نہیں' ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ تمہارے اسرائیل میں بھی کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ یہ تم جانتے ہو مگر یہ نہیں جانتے کہ وہ کون ہیں؟ کتنے ہیں' اور ان کے نام کیا ہیں؟"

"ہاں میری معلومات زیادہ نہیں ہیں۔ مگر میں تمہیں سمجھ نہیں پارہا ہوں۔ ہماری دنیا میں ہمیشہ کچھ لیا جاتا ہے تب دیا جاتا ہے۔ تم دے رہی ہو' مگر یہ نہیں بتا رہی ہو کہ ہم سے کیا لوگی؟"

"بتاتی ہوں۔ تم اسرائیل کے حکام سے نہیں خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ سے معاملات طے کروگے۔ پہلے اسے بتاؤ گے کہ مملکت اسرائیل کو کتنا خزانہ مل سکتا ہے اور وہ کتنی کم لاگت سے ایٹمی ہتھیار بنا سکتا ہے۔"

"کوئی آج تک خفیہ یہودی تنظیم کا پتا ٹھکانا معلوم نہ کرسکا اور تم کہہ رہی ہو کہ میں اس تنظیم کے سربراہ سے بات کروں؟ کیا تم سربراہ کو جانتی ہو؟"

"جانتی ہوں۔ تمہیں اس کے قریب پہنچادوں گی۔ تم اسے بتاؤ گے کہ میرا صرف ایک کام کرنے کے بعد اسے اس تہ خانے کا تمام خزانہ مل جائے گا۔"

"خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ کو تمہارا کون سا کام کرنا ہوگا۔"

"انہوں نے امریکا کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو قابو میں کیا ہے۔ اس کا برین واش کرنے کے بعد اسے عیسائی سے یہودی بنادیا ہے۔ میں چاہتی ہوں' اسے ہندو بنا کر میرے حوالے کردیا جائے۔"

پروفیسر نے کہا "مجھے تو یہ کوئی بڑی بات نظر نہیں آتی۔ یہودی تنظیم کا سربراہ اسرائیل کو دنیا کی سب سے بڑی طاقت بنانے کے لیے اپنا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے حوالے کرسکتا ہے لیکن....."

"لیکن یہ کہ میں تمہارے خیالات بھی پڑھ رہی ہوں۔ تم سوچ رہے ہو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ پھر مائیک ہرارے کا برین واش کرکے اسے اپنے ہندو دھرم میں کیوں نہیں لا رہی ہوں۔"

"ہاں۔ یہ ایک سیدھی سی بات ہے۔ تم ایسا کرسکتی ہو۔"

"سیدھی سی بات ہوتی تو ضرور کرلیتی۔ میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ تمہارے بہت سے سوالوں کے جواب نہیں دوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں وہی کروں گا' جو تم کہہ رہی ہو۔ کیا میں اپنے بیگ میں یورینیم کے ساتھ اپنی بیوی ریٹا کے لیے کچھ ہیرے جواہرات لے جاؤں؟"

"جاؤ اور جو چاہو لے جاؤ۔ میں ابھی تنہائی چاہتی ہوں۔"

وہ خواب گاہ سے باہر گیا۔ وہ اپنے بستر پر آرام سے لیٹ کر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ پھر بولی "ایک بات یاد رکھو۔ تم اس تہ خانے کی کوئی بات کسی سے نہیں کہوگے۔ ہاں خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ کو یہاں کا پتا بتا سکتے ہو اور اسے میری یہ وارننگ دے سکتے ہو کہ وہ یہودی مکاری دکھائے گا اور کسی بھی چالاکی سے میری مرضی کے خلاف یہاں آنا چاہے گا تو وہ اسی تہ خانے کی منوں مٹی کے نیچے دب کر موت کی نیند سو جائے گا۔"

پروفیسر نے اپنے بیگ سے تمام اوزار نکال دیئے تھے۔ اس میں یورینیم کے علاوہ اپنی ریٹا کے لیے کچھ ہیرے جواہرات بھی رکھ رہا تھا۔ جب بیگ بھر گیا تو اس نے پروفیسر پر پوری طرح قبضہ جما کر اسے غائب دماغ بنادیا۔ پھر اسی راستے سے تہ خانے کے اوپر اسے

کھنڈرات میں پہنچا کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔

وہ تمام رات جاگتی تھی اور دن کو سوتی تھی۔ وہ سونے سے پہلے خواب گاہ سے نکل کر بھگوان شنکر کی مورتی کے پاس آئی۔ پھر اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اور سر کو جھکا کر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد سوچ کے ذریعے بولی۔ "ہر ہر مہادیو! میرے باپو علم نجوم میں عالمی شہرت کے حامل تھے۔ میں بھی اس علم میں مہارت رکھتی ہوں' ہم باپ بیٹی کے علم نے بتایا ہے کہ اگر میں اُس سے شادی کروں گی تو وہ مجھ برہمن زادی کو مسلمان بنالے گا۔ ہاں' اگر میں دس برس تک اس سے چھپی رہوں۔ وہ دس برس تک میری اصلی صورت نہ دیکھ سکے اور نہ کبھی میری اصل آواز سن سکے تو وہ میرے قابو میں آجائے گا۔ اور میری خاطر اپنا دین چھوڑ کر میرا دھرم قبول کرلے گا۔ لیکن اس دوران مجھے ان کے دینی پیشوا علی اسداللہ تمیزی اور آمنہ فرہاد کی روحانی ٹیلی پیتھی سے دور رہنے کے لیے گمنامی کی زندگی گزارنی ہوگی۔ اور ایسا کرنے کے لیے میں زیر زمین رہتی ہوں۔ میں ایلورا' اجنتا کے غاروں میں قاہرہ کے کھنڈرات میں کئی برس گزار کر یہاں مایا کے کھنڈرات میں آئی ہوں۔ میں بابا صاحب کے ادارے کے کسی فرد کے دماغ میں نہیں جاتی ہوں۔ حتیٰ کہ اپنے پارس سے بھی دور رہتی ہوں اور اپنی ایک مکمل ڈی کے ذریعے یہ تاثر دیتی ہوں کہ شی تارا اب پارس کی بن کر رہنے لگی ہے۔ مگر اے شیو شنکر! اس علی اسداللہ تمیزی کی پیش گوئی کس حد تک درست ہوگی۔ اس نے کہا تھا کہ سات برس کے بعد سونیا کی بیٹی اعلیٰ بی بی (ثانی) مجھے ڈھونڈ نکالے گی۔

"اس پیش گوئی کو ڈیڑھ برس گزر چکے ہیں۔ اب ساڑھے پانچ برس رہ گئے ہیں۔ کیا اعلیٰ بی بی (ثانی) صرف سات برس کی عمر میں مجھے ڈھونڈ لے گی؟ اس پیش گوئی سے یہ خیال بھی آتا ہے کہ وہ پیش گوئی کرنے والا دینی پیشوا اس شی تارا کی حقیقت کو سمجھ رہا ہے' جو ابھی پارس کے ساتھ تل ابیب میں ہے۔ اے بھولے ناتھ (شنکر بھگوان)! یہ کیسی روحانی ٹیلی پیتھی ہے؟ کیا اس کے مقابلے میں مجھے آنا شکتی نہیں مل سکتی؟ میں تیری پجارن ہوں۔ بچپن سے تیری بھگتی کرتی آئی ہوں۔ مجھے شکتی دے بھگوان! یا ایسی حکمت عملی دے کہ اس اعلیٰ بی بی کو سات برس کی ہونے سے پہلے ہی کسی طرح ختم کردوں۔ مشکل یہ ہے کہ سونیا کے دونوں بچے کبیر بیگ اور اعلیٰ بی بی وہیں بابا صاحب کے ادارے میں رہتے ہیں۔ میں اپنی آواز تو کیا سوچ کی لہروں کو بھی وہاں نہیں پہنچانا چاہتی۔ مجھے ہر حال میں محتاط اور گمنام رہنا ہے۔ اس لیے یہ جانتے ہوئے بھی کہ تل ابیب میں مائیک ہرارے دراصل پارس ہے اور وہ یہودی بنادیا گیا ہے' میں پھر بھی اس کے اندر نہیں جارہی ہوں۔ ایک اندیشہ ہے کہ پارس کا برین واش کرکے اسے ہندو بنانا چاہوں تو ایسے میں کہیں میرا بھید نہ کھل جائے۔ اس لیے میں پروفیسر ایزک کو اسرائیل بھیج کر واؤ منڈولا کو خزانہ حاصل کرنے کا اور ایٹمی اسلحہ بنانے کا بہت بڑا لالچ دے رہی ہوں تاکہ وہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت بننے کے لیے اپنے مائیک ہرارے یعنی پارس کو ہندو بنا کر میرے حوالے کردے۔ اگر ایسا ہوجائے گا تو پھر علی اسداللہ تمیزی کی پیش گوئی غلط ہوجائے گی۔ سات برس پورے ہونے سے پہلے ہی پارس میرا دھرم قبول کرکے ہمیشہ کے لیے میرا ہوجائے گا۔ اور یوں میری اصل صورت دیکھ لے گا۔ میری اصل آواز سن لے گا۔ سونیا کی بیٹی اعلیٰ بی بی (ثانی) کے بارے میں جو پیش گوئی ہے' وہ دھری کی دھری رہ جائے گی۔

"ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے ہمیشہ نقصان اٹھاتے رہے ہیں۔ مگر قدرتی طور پر جسے یہ علم حاصل ہوتا ہے وہ کسی قدر محفوظ رہتے ہیں۔ ہر ہر مہادیو! تمہاری کرپا (مہربانی) سے میری ڈی شی تارا کو بھی یہ علم قدرتی طور پر حاصل ہوا ہے۔ شاید اسی لیے فرہاد اور اس کی فیملی کے تمام افراد اسے اصلی شی تارا سمجھ رہے ہیں۔ میں تجھ سے التجا کرتی ہوں کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اسے اصلی شی تارا ہی سمجھتے رہیں۔ اسی طرح پارس اگر منڈولا کے خوبی عمل کے ذریعے ہندو دھرم قبول کرلے گا اور میری ڈی کے ساتھ ہندو بن کر کچھ عرصہ گزارے گا اور میں مطمئن ہوجاؤں گی کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی حقیقت کو سمجھ نہیں پائے ہیں تو میں ڈی کی جگہ لے کر پارس سے بیاہ رچاؤں گی اور اس کے ساتھ لگن منڈپ میں سات پھیرے لگاؤں گی۔ پھر ساری عمر اُس کی دھرم پتنی بن کر رہوں گی اور وہ میرا پتی دیو بن کر میرے ساتھ تیری پوجا کرتا رہے گا۔ یہ بڑے پُن (نیکی) کا کام ہے کہ میں اپنے پیار کی دیوانگی میں اپنے پیارے کو تیرا سچا بھگت اور پجاری بنادوں گی۔ تو میرے پیار کو اور پوجا کو سمجھ کر ہی میری مدد کرتا آرہا ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب مجھے جانتے ہیں لیکن تو ایسا چمتکار (معجزہ) دکھا رہا ہے کہ ساری دنیا والے اور خصوصاً روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی مجھے میرے اصلی چہرے' اصل آواز اور لہجے سے مجھے نہیں پہچانتے ہیں اور نہ ہی یہ جانتے ہیں کہ میں دنیا کے قدیم ترین کھنڈرات میں رہ کر کس طرح روپوشی کی زندگی گزار رہی ہوں۔ اے شیو شنکر! بس یہی التجا ہے کہ میں علم نجوم کے مطابق دس برس روپوشی میں گزار لوں۔ چار برس گزر چکے ہیں۔ صرف چھ برس رہ گئے ہیں۔ اگر ساڑھے پانچ برس کے بعد اعلیٰ بی بی جونیئر میرے راستے میں نہیں آئے گی یا آئے گی تو میرے ہاتھوں فنا ہوجائے گی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت میرے محبوب کو آخری سانس تک مجھ سے جدا نہیں کرسکے گی۔ ہاں بس یہی التجا ہے کہ اُن کے خدا نے انہیں روحانی قوت دی ہے' تو مجھے آنا شکتی دے۔"

وہ سر جھکائے ہاتھ جوڑ کر بولتے بولتے ہر ہر مہادیو کے قدموں سے لپٹ گئی۔ ابھی اس کی زندگی کے دن اور رات اسی طرح گزر رہے تھے۔ وہ جاگتے وقت بھگوان کے قدموں سے لپٹ جایا کرتی تھی اور جب نیند آتی تو اپنے محبوب کی آغوش میں آکر

سوجاتی تھی وہ اس طرح کہ وہ اس کے بستر کی چادر پر ہوتا تھا اور اس کے اوپر آنے والے کمبل پر چھایا رہتا تھا۔

صبح کی ہلکی سی روشنی نمودار ہورہی تھی۔ ایسے ہی وقت پروفیسر ایزک ایسے چونک گیا جیسے اچانک کوئی خواب ٹوٹ گیا ہو۔ اس نے دیکھا کہ وہ اسی ستون کے سامنے کھنڈر میں بیٹھا ہوا ہے۔ نہ وہ تہ خانہ ہے' نہ حسین رقاصہ ہے اور نہ ہی خزانوں سے بھرے ہوئے صندوق ہیں۔

اس نے فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر سامنے والے ستون پر ہاتھ مار مار کر دیکھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ اسی ستون میں سے اندر جانے کا راستہ بنا تھا۔ اور وہ سیڑھیاں اتر کر تہ خانے میں ایک پوجا کرنے والی دیوداسی کے پاس پہنچا تھا۔ اس کی پوجا' اس کی عبادت اور اس کا رقص دیکھا تھا۔ اور کسی نوجوان کے ساتھ اس کی دیوانگی دیکھی تھی۔ پھر اس حسینہ سے یہودیوں کے مفاد میں بہت ہی اہم گفتگو کی تھی اور اپنے بیگ میں بہت سی دولت...

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا۔ ستون کے پاس سے پلٹ کر تیزی سے بیگ کے پاس آیا۔ پھر اسے کھول کر دیکھا۔ اب اس میں اوزار نہیں تھے۔ یورینیم کی کچھ مقدار تھی۔ اور اپنی رٹا کے لیے ہیرے جواہرات تھے اور یہ چیزیں بتا رہی تھیں کہ اس نے تمام رات کھنڈر میں بیٹھ کر خواب نہیں دیکھا ہے بلکہ اس کھنڈر کے نیچے ایک تہ خانے میں رات گزار کر آیا ہے۔

وہ بیگ کو بند کرنے کے بعد توجہ سے سوچنے لگا۔ اس نے پراسرار دوشیزہ سے جتنی باتیں کی تھیں وہ سب اسے ایک ایک کرکے یاد آنے لگیں۔ خاص طور پر یہ وارننگ یاد آئی کہ کھنڈر کے نیچے اس نے جو کچھ دیکھا ہے' وہ یہاں کسی کو نہیں بتائے گا۔ اپنی یہودی قوم کی بھلائی کے لیے اسرائیل جائے گا اور وہاں صرف خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ کو پوشیدہ خزانے اور یورینیم کے حصول کی شرط بتائے گا۔

وہ شرط بھی یاد آئی کہ مائیک ہرارے کو جس طرح عیسائی سے یہودی بنایا گیا ہے اسی طرح یہودی سے ہندو بنا دیا جائے۔ اگر اس سلسلے میں کوئی دھوکا کیا جائے گا اور شرط پوری کیے بغیر کوئی یہودی جبراً اس کھنڈر کے نیچے کسی چالاکی سے آنا چاہے گا تو وہاں منوں مٹی کے تلے دب کر مرجائے گا اور کسی کے ہاتھ نہ خزانہ آئے گا اور نہ یورینیم۔

اس کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ کھنڈر میں دن کی روشنی پھیل رہی تھی اور دور سے اسے اپنی بیوی رٹا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے جواب دیا "ڈارلنگ رٹا! میں یہاں ہوں اور خیریت سے ہوں۔"

اس کی آواز سنتے ہی سب خوش ہوگئے۔ پولیس والے اور آثار قدیمہ کی ٹیم کے افراد کھنڈر میں اس کے پاس آئے۔ رٹا اسے دیکھتے ہی لپٹ کر رونے لگی۔ وہ تھپک کر بولا "بس چپ ہوجاؤ۔ میں تمہارے پاس زندہ سلامت ہوں۔"

پولیس افسر نے پوچھا "آپ کہاں گم ہوگئے تھے؟ ہم یہاں رات بھر آپ کو تلاش کرتے رہے۔ کیا آپ نے ہماری آوازیں نہیں سنی تھیں۔ ہماری ٹھنی ہی ٹارچ کی روشنیاں دور تک پہنچ رہی تھیں۔ کیا آپ نے روشنی بھی نہیں دیکھی تھی؟"

"سوری افسر! آپ سب کو میری خاطر تمام رات پریشان رہنا پڑا۔ دراصل میں اس کھنڈر سے بھی دور چلا گیا تھا۔ مجھے وہی پراسرار دوشیزہ نظر آئی تھی۔ مجھے پتا ہی نہ چلا کہ اس کے تعاقب میں کتنی دور نکل گیا ہوں؟"

"کیا اس دوشیزہ سے ملاقات ہوئی؟"

"نہیں۔ کئی کلومیٹر دور جانے کے بعد وہ دوشیزہ ایک کار میں بیٹھ گئی پھر اس سے پہلے کہ میں دوڑ کر اس کے قریب جاتا' اس کی کار دور جاکر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔"

افسر نے کہا "میرے لیے یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔ اکثر جرائم پیشہ افراد کا گروہ ایسے کھنڈرات میں اپنا خفیہ اڈا بنانا چاہتا ہے اور اس کے لیے پراسرار دہشت انگیز حرکتیں کرکے آثار قدیمہ کے ماہرین کو خوف زدہ کرتا ہے تاکہ آپ جیسے ماہرین آئندہ ادھر نہ آئیں۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے کھنڈر سے باہر آنے لگے۔ پروفیسر نے وہ بیگ اٹھالیا۔ ڈرائیور جارج نے کہا "سر! یہ بہت بھاری ہے۔ مجھے دے دیں۔"

وہ واقعی پہلے سے زیادہ بھاری ہوگیا تھا۔ پروفیسر نے کہا "رہنے دو۔ کوئی خاص وزن نہیں ہے۔ میں اپنی رٹا کو زندگی کی خوشیاں دینے کے لیے اس بیگ کے وزن کو محسوس نہیں کررہا ہوں۔"

وہ نہیں چاہتا تھا کہ بیگ کے اندر بھرا ہوا خزانہ ڈرائیور یا پولیس افسر کے علم میں آئے۔ اس نے ویگن کار کی پچھلی سیٹ پر بیگ کو رکھ دیا۔ وہاں رٹا کے ساتھ بیٹھ کر اپنی ٹیم کے افراد سے کہا "میں بہت تھک گیا ہوں۔ اب میری عمر اجازت نہیں دیتی کہ میں کھنڈروں میں بھٹکتا رہوں۔ اس لیے میں شہر پہنچ کر ٹیم کے افراد کو ان کے معاوضے ادا کروں گا۔ پھر کچھ وقت گزارنے کے لیے رٹا کے ساتھ اسرائیل چلا جاؤں گا۔"

اس نے شہر پہنچ کر ہوٹل کے کمرے میں آکر رٹا کو وہ ہیرے جواہرات دکھائے۔ وہ خوشی سے دیوانی ہوکر ایک ایک چیز کو ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگی اور پوچھنے لگی۔ "تمہیں یہ خزانہ کہاں سے مل گیا ہے؟"

"تم میری بیوی ہو۔ میری رازدار ہو۔ مگر میں ابھی نہیں بتاسکوں گا۔ ہم اسرائیل پہنچ کر دولت مند بن جائیں گے۔ یہ دولت یروشلم میں ہمارے بیٹے' بہو اور ایک پوتے کے کام آئے گی۔"

اس نے اسی دن سفارت خانے کے ذریعے اسرائیل جانے کی

اجازت حاصل کی۔ پھر دوسرے دن وہ میاں بیوی ایک فلائٹ کے ذریعے تل ابیب پہنچ گئے۔ پروفیسر نے رٹا کو یروشلم روانہ کردیا تاکہ وہ بیٹے بہو اور پوتے کے ساتھ وقت گزارے۔ پھر خود ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام کیا۔ سوچنے لگا "یہاں تو بڑی جلدی پہنچ گیا ہوں مگر جس خفیہ یہودی تنظیم کا پتا ٹھکانا دنیا نہیں جانتی ہے اس کے سربراہ تک وہ کیسے پہنچے گا؟"

ایسے وقت پروفیسر کے دماغ میں اپنی ہی سوچ ابھری۔ اس سوچ نے کہا "میں ابھی ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کروں گا تو سربراہ سے رابطہ ہوجائے گا۔"

صرف ایسی سوچ ابھرنے سے وہ کبھی فون نہ کرتا۔ لیکن اس نے بے اختیار ریسیور اٹھالیا اور دماغ جو نمبر بتاتا گیا' اسے ڈائل کرتا گیا۔ دوسری طرف گھنٹی کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہاں داؤد منڈولا اپنی خواب گاہ میں آرام کررہا تھا۔ موبائل فون کی آواز پر چونک کر سوچنے لگا۔ "میرے پاس یہی ایک فون ہے اور میں نے اس کا نمبر کسی کو نہیں دیا ہے۔ پھر یہ کون مجھے کال کررہا ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تذبذب میں رہا۔ پھر اس نے ایک بٹن دبا کر پوچھا "ہیلو! کون ہے؟"

"آپ مجھے نہیں جانتے ہیں۔ میں پروفیسر ایزک ہوں۔ پچھلے دنوں مایا کے کھنڈرات میں تحقیقات کررہا تھا۔ وہاں ایک تہ خانے میں' میں نے یورینیم کا ذخیرہ دیکھا ہے۔ یہ بات میں نے کسی کو نہیں بتائی ہے۔ صرف اپنی یہودی تنظیم کو فائدہ پہنچانے کے لیے آج ہی امریکا سے یہاں پہنچ گیا ہوں۔ آپ میرے دماغ میں آکر میرے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کرسکتے ہیں۔"

"تمہیں میرا یہ فون نمبر کس نے بتایا؟ کیا تم مجھے جانتے ہو؟"

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ آپ یہودی قوم کا سب سے زیادہ جگمگاتا ہوا ستارہ ہیں اور اپنی صلاحیتوں سے ستاروں کی چال بدل کر مملکت اسرائیل کو ایک دن سپرپاور بنانے والے ہیں۔"

داؤد منڈولا فون بند کرکے پروفیسر ایزک کے دماغ میں پہنچ گیا اور اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ پھر وہ جیسے جیسے خیالات پڑھتا گیا' حیران ہوتا گیا۔ وسطی امریکا میں مایا کے کھنڈر کے نیچے ہندو دھرم کا مندر ہے' یہ واقعی حیرانی والی بات تھی۔ پھر یہ کہ وہاں ایک تنہا حسین دوشیزہ رہتی ہے۔ اس کے پاس اتنا خزانہ ہے کہ وہ بڑے سے بڑے ملک کو صرف ایک ہی شرط پر سپرپاور بنا سکتی ہے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے عیسائی مائیک ہرارے کو جس طرح یہودی بنایا گیا تھا اسی طرح مائیک ہرارے کو ہندو بنا کر آزاد کردیا جائے۔ وہ ہندو بننے کے بعد جس کی امانت ہوگا' اُس کے پاس پہنچ جائے گا۔

پھر منڈولا کو اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ تہ خانے والی حسین دوشیزہ ایک خوبرو جوان کی دیوانی ہے اور اس کی تصاویر کو چاروں دیواروں پر اور چھت پر چسپاں کررکھا ہے۔ اور پوجا کے بعد اس جوان کے نام پر اپنی مانگ میں سیندور لگاتی ہے اور اپنے بھگوان کے بعد اسی کی پوجا کرتی ہے۔

منڈولا کو یورینیم کی اور بے شمار دولت کی ضرورت تھی اور وہ سوچ میں پڑگیا تھا کہ یورینیم اور وہ تمام خزانہ تو حاصل کرنا ہوگا۔ مگر یہ کیا چکر ہے؟ وہ دوشیزہ کون ہے؟ اس تہ خانے میں کیسے رہتی ہے؟ کیا اس کی خواب گاہ میں ہر طرف مائیک ہرارے کی تصویریں ہیں۔ مگر یہ بھی اندیشہ تھا کہ وہ پراسرار دوشیزہ مائیک ہرارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو حاصل کرنے کے لیے منڈولا کو سبز باغ دکھا رہی ہو۔

پروفیسر ایزک کے خیالات سے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ دوشیزہ خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ کا فون نمبر کیسے جانتی ہے۔ منڈولا کے لیے یہ بہت تشویشناک بات تھی۔ وہ اب تک اسی خوش فہمی میں تھا کہ اسے اس کے خفیہ یہودی تنظیم کے افراد بھی نہیں جانتے ہیں۔ کجا یہ کہ ہزاروں میل دور ایک زیرزمین رہنے والی دوشیزہ اسے جانتی تھی۔ ابھی تو اس دوشیزہ نے اپنے آلہ کار پروفیسر سے صرف اُس کا فون نمبر ڈائل کرایا تھا۔ آگے نہ جانے کیا کرنے والی تھی اور کیا کچھ جانتی تھی۔ یہ تو موٹی عقل سے بھی سمجھا جاسکتا تھا کہ جو فون نمبر جانتی ہے' وہ نام اور پتا ٹھکانا بھی جانتی ہوگی۔

اس نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے سوچا' ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اسے جاننے والی دشمن دوشیزہ بھی وسطی امریکا سے یہاں چلی آئی ہو اور اس کے کئی آلہ کار بھی اس کی رہائش گاہ کے اطراف چھپ کر اس کی نگرانی کررہے ہوں۔ وہ کھڑکی کا پردہ ہٹا کر دیکھنے لگا۔ وہاں سے ایک گلی کے بعد شاہراہ تھی۔ بے شمار افراد اُدھر سے گزر رہے تھے۔ کچھ کھڑے ہوئے باتیں کررہے تھے۔ کچھ دکانداری میں مصروف تھے۔ ایسے میں نگرانی کرنے والے دشمنوں کو پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔

اس نے دوسرے کمرے کی کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔ اُدھر حد نظر تک رہائشی مکانات تھے اور وہاں بھی کسی نگرانی کرنے والے کو پہچاننا مشکل تھا۔ اس وقت موبائل فون نے اسے پھر مخاطب کیا۔ اس نے بٹن دبا کر فون کو آن کیا۔ لیکن خاموش رہا۔ پہلے وہ دوسری طرف کی آواز سننا چاہتا تھا۔ پھر اس پروفیسر کی آواز آئی "میں اپنے ملک اور قوم کا وفادار یہودی ہوں لیکن آپ مجھ پر بھروسا نہیں کررہے ہیں۔ کھڑکیوں سے جھانکتے رہنے کے باوجود کوئی بھی دشمن اس لیے نظر نہیں آئے گا کہ آپ کا کوئی دشمن ہے ہی نہیں۔"

منڈولا نے ایک دم سے پریشان ہوکر پوچھا "تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں کھڑکیوں سے باہر جھانک رہا ہوں؟ کیا تم کہیں باہر موجود ہو اور تم نے مجھے جھانکتے ہوئے دیکھا ہے؟"

"دیکھئے پریشانی اور گھبراہٹ نقصان پہنچاتی ہے۔ آپ بھول رہے ہیں کہ مجھ سے ایسے سوالات کرنے کے بجائے میرے خیالات پڑھ کر میری سچائی معلوم کرسکتے ہیں۔"

منڈولا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے فوراً ہی فون کو آف کرکے پروفیسر کے خیالات پڑھے۔ معلوم ہوا' وہ نگرانی نہیں کررہا ہے۔ ہوٹل کے اپنے کمرے سے ابھی فون پر باتیں کررہا تھا۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرا کوئی آلہ کار بھی نگرانی نہیں کررہا ہے۔ منڈولا نے اس کے اندر سوچ کے ذریعے پوچھا "اگر یہاں کوئی میرے خلاف نہیں ہے تو پھر تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں کھڑکیوں سے جھانک رہا تھا؟"

پروفیسر نے کہا "میرے دماغ میں جو باتیں آتی ہیں' وہ میں بے اختیار بولنے لگتا ہوں۔ ہوسکتا ہے' وہ دوشیزہ مجھے اپنے علم سے ایسا کرنے پر مجبور کررہی ہو۔ میں تو آپ کا فون نمبر بھی نہیں جانتا تھا مگر بے اختیار نامعلوم نمبر ڈائل کرکے آپ سے باتیں کررہا ہوں۔"

"ہاں۔ میں پہلے ہی تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا ہوں کہ تم میرے لیے بے ضرر ہو اور اپنے ملک و قوم کی محبت میں یہاں آئے ہو اور اپنے ملک کے لیے یورینیم بھی لائے ہو۔ لیکن میں اس ہستی سے مخاطب ہورہا ہوں جو تمہارے اندر ہے اور تمہاری آواز اور لہجے میں بول رہی ہے۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ پروفیسر کے اندر اسی طرح رہ کر خود مجھ سے گفتگو کرے اور جو معلومات ہیں' انہیں براہ راست ملے کرے۔"

پروفیسر نے کہا "براہ راست وہ کسی سے گفتگو نہیں کرتی ہے؟ آپ کے ہر سوال کا جواب ملے گا۔ آپ اہم معلومات پر گفتگو کریں۔"

"سب سے پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ اس ہستی کو کیسے معلوم ہوا کہ میں کھڑکیوں سے جھانک رہا تھا۔ جبکہ میں اپنے گھر میں تنہا ہوں۔ کوئی مجھے دیکھنے والا نہیں ہے۔ کیا وہ ہستی کہیں باہر تھی اور اس نے مجھے کھڑکیوں سے جھانکتے دیکھا ہے؟"

"وہ ہستی زیر زمین رہتی ہے۔ کبھی زمین کے اوپر نہیں آتی۔ مگر ہزاروں میل کی دوری سے بھی اپنے مطلوبہ شخص کو دیکھ لیتی ہے۔"

"اس نے مجھے بھی دیکھا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی میرے دماغ میں بھی آجاتی ہے۔ اس نے میری تنہائی میں آکر مجھے کھڑکیوں سے جھانکتے دیکھا ہے؟"

"ہاں وہ اپنی آتما شکتی سے کسی کے بھی دل کی دھڑکنوں کو بند کرسکتی ہے اور کسی بھی دماغ کو سوچنے سے محروم کرسکتی ہے۔"

"جب وہ ٹیلی پیتھی کے علاوہ آتما شکتی بھی رکھتی ہے تو پھر ناقابل تسخیر ہے اور جسے چاہے تسخیر کرسکتی ہے تو پھر روپوش کیوں رہتی ہے؟"

"وہ آتما شکتی کی اس انتہا کو پہنچنا چاہتی ہے' جہاں علی اسد اللہ تیمزی اور آمنہ فرہاد روحانی قوتیں حاصل کرچکے ہیں۔ وہ مسلمان روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے یوگا کے ماہرین کے اندر بھی پہنچ جاتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں' اپنے عکس کو بھی وہاں پہنچا دیتے ہیں۔"

منڈولا نے کہا "مگر وہ آتما شکتی والی مجھ جیسے یوگا کے ماہر کے اندر آگئی تھی۔"

"وہ چند سیکنڈ کے لیے آئی تھی۔ اس سے زیادہ کسی یوگا کے ماہر کے اندر رہتی ہے تو وہ اسے محسوس کرلیتا ہے۔ اگر وہ چند سیکنڈ کے بعد باہر نہ نکلتی تو آپ بھی اسے اپنے اندر محسوس کرلیتے۔ اسی لیے جب تک وہ مسلمانوں کے اس روحانی پیشوا اور آمنہ فرہاد کے مقابلے میں آتما شکتی حاصل نہیں کرے گی' تب تک روپوش رہے گی اور کسی سے براہ راست گفتگو نہیں کرے گی۔"

وہ پروفیسر ایزک کی زبان سے جو کچھ کہہ رہی تھی اس میں آتما شکتی والی بات غلط تھی۔ اس کے پاس ایسی کوئی شکتی نہیں تھی۔ وہ اپنے بھگوان سے پرارتھنا (دعائیہ التجا) کرتی تھی کہ اسے بھی روحانی ٹیلی پیتھی جیسی قوت حاصل ہوجائے۔ ویسے اُس کی پرواز کرنے والی سوچ کی لہروں میں اتنی قوت تھی کہ یوگا کے ماہرین کے خیالات بھی اُن کی لاعلمی میں پڑھ لیتی تھی۔ اس وقت بھی وہ منڈولا کے اندر آتی جاتی رہی تھی۔ مگر یہ بات اس سے چھپا رہی تھی اور روحانی قوتیں حاصل کرنے والے مسلمانوں کے خلاف باتیں کرکے یہ تاثر دے رہی تھی کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں یہودیوں کو ترجیح دے رہی ہے۔ اس لیے منڈولا سے دوستی کررہی ہے۔

وہ بولا "میں مانتا ہوں۔ جب تک روحانی قوتیں رکھنے والوں کے مقابلے میں تمہیں آتما شکتی حاصل نہ ہو تمہیں ان مسلمانوں کی وجہ سے روپوش رہنا چاہیے۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ہم یہودیوں کی طرح تم ہندو بھی مسلمانوں کو پنپتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتے۔ لیکن ہمیں آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد کرنا چاہیے۔ ہماری دوستی تب ہی مضبوط ہوگی' جب ہمارا اعتماد مضبوط ہوگا۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ وہ ہستی آپ سے دوستی نہیں کرنا چاہتی ہے۔ صرف مائیک ہرارے کا سودا کرنا چاہتی ہے۔"

"مائیک ہرارے صرف خیال خوانی نہیں جانتا ہے بلکہ وہ بہت بڑا شاطر بھی ہے۔ زبردست چالیں چلتا ہے۔ اتنے اہم شخص کا سودا دوستی اور اعتماد کے بغیر نہیں ہوگا۔"

"کیا تم اسرائیل کو امریکا سے بھی اوپر سپر پاور نہیں بناؤ گے؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ یہودی ساری دنیا میں حکومت کریں۔"

"بے شک یہ میں چاہتا ہوں لیکن اُس روپوش رہنے والی پر کیسے بھروسا کروں؟ وہ اگر مائیک ہرارے کو حاصل کرکے ہمیں تمام خزانہ اور یورینیم کا تمام ذخیرہ نہ دے تو ہم اس ہستی کو کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟"

"ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم مائیک ہرارے کے دماغ میں تنویمی عمل کے ذریعے ہندو دھرم نقش کرو گے اور اسے اپنی ٹیم کے ساتھ مایا کے کھنڈر میں لے آؤ گے۔ وہاں تم سب کو تہ

خانے میں پہنچنے کا راستہ ملے گا۔ تم مائیک ہرارے کو اس ہستی کے حوالے کرو گے اور وہاں کا سارا خزانہ یورینیم سمیت لے جاؤ گے۔"

منڈولا نے کہا "ہمارے درمیان اعتماد نہیں ہے۔ اس لیے میں چاہوں گا کہ وہ ہستی یورینیم کے ساتھ تمام خزانہ اسرائیل پہنچائے اور یہاں سے اپنے مطلوبہ مائیک ہرارے کو لے جائے۔"

"تم اپنی ایسی شرط پیش نہ کرو۔ وہ ہستی جو کہتی ہے' اس پر عمل کرو۔ ورنہ وہ کہہ چکی ہے کہ ہم یہودیوں سے صرف سودا ہوگا۔ دوستی کبھی نہیں ہوگی۔ تم اس کی مرضی کے مطابق عمل نہیں کروگے تو پھر دشمنی شروع ہوجائے گی۔"

"اچھا' تو مجھے دھمکی دی جارہی ہے۔ میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ وہ ہم سے کس طرح کی دشمنی کرے گی؟"

"صرف تم سے کرے گی۔ تمہیں خفیہ یہودی تنظیم کا ایک گمنام اور پراسرار سربراہ نہیں رہنے دے گی۔ اس نے جس طرح مجھے تمہارا فون نمبر بتایا ہے۔ اسی طرح تمام آدم براورز اور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارا نام اور پتا بتادے گی۔"

منڈولا پریشان ہوگیا۔ وہ اس پہلو کو بھول گیا تھا کہ وہ روپوش رہنے والی اُس کا نام اور پتا جانتی ہے۔ اگر وہ موجودہ ٹھکانا چھوڑ کر دوسری جگہ چھپنے جائے گا تو وہ جگہ بھی اُس ہستی سے چھپی نہیں رہے گی۔"

وہ روپوش رہنے والی کی طرح خود اچھی طرح جانتا تھا کہ اپنوں سے بھی روپوش رہنے سے یقینی تحفظ حاصل رہتا ہے کیونکہ دشمن صرف غیروں میں نہیں اپنوں میں بھی ہوتے ہیں۔ پہلے وہ ہستی خفیہ یہودی تنظیم کے ہر فرد کے سامنے اسے بے نقاب کردے گی۔ اس کے بعد بھی وہ مائیک ہرارے کو اس کے حوالے نہیں کرے گا تو وہ تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خفیہ یہودی تنظیم کی جڑوں تک پہنچادے گی۔

فون پر پروفیسر نے کہا "ابھی وہ چند سیکنڈ کے لیے تمہارے اندر آگئی تھی اور کہہ رہی ہے کہ تم درست سوچ رہے ہو۔ خفیہ یہودی تنظیم پر بُرا وقت نہ لاؤ۔"

داؤد منڈولا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر ایک صوفے پر گر پڑا۔ اب سے پہلے سونیا ثانی اس کے لیے مصیبت بن گئی تھی۔ اس نے بڑی مشکلوں سے اس سے پیچھا چھڑایا تھا۔ مگر اب وہ پُراسرار ہستی اس کے لیے عذاب بن گئی تھی۔ وہ صرف سربراہ کو نہیں بلکہ پوری خفیہ یہودی تنظیم کو جانتی تھی۔

وہ اچھی طرح سمجھ گیا کہ ایسی دلدل میں دھنس رہا ہے' جہاں سے نکلنے کے لیے اس پُراسرار ہستی کے اشاروں پر اسے چلنا ہوگا۔ اور اشاروں پر چلنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ آئندہ ایک پراسرار گمنام سربراہ نہیں رہے گا اور رہے گا بھی تو اس پُراسرار ہستی کے ماتحت رہے گا اور اس طرح یہودی تنظیم کا کوئی راز خفیہ نہیں رہے گا۔ بلکہ اب بھی کوئی راز اس نامعلوم ہستی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔

اسے پھر پروفیسر کی آواز فون پر سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تم خاموش ہو۔ وہ ابھی پھر چند سیکنڈ کے لیے تمہارے اندر گئی تھی اور کہہ رہی ہے کہ تم دانش مندی سے سوچ رہے ہو۔ اسی طرح سوچتے رہو تاکہ خفیہ یہودی تنظیم کو ہمیشہ دنیا والوں سے چھپا کر رکھ سکو۔ وہ مائیک ہرارے کو حاصل کرنے کے بعد پھر کبھی تمہارے کسی معاملے میں مداخلت کرنے نہیں آئے گی۔"

وہ بولا "میں یہی چاہتا ہوں کہ ہماری یہودی تنظیم کا راز کسی پر ظاہر نہ ہو۔ اور وہ پراسرار ہستی مائیک ہرارے کو حاصل کرنے کے بعد کبھی ہمارے کسی معاملے میں مداخلت نہ کرے۔"

"جی ہاں۔ اب تو بات صرف خزانہ اور یورینیم حاصل کرنے کی نہیں رہی۔ اصل مسئلہ تمہاری پوزیشن کو پراسرار اور گمنام بنا کر رکھنے اور یہودی تنظیم کو دنیا والوں سے چھپانے کا ہے۔ تمہیں مہلت دی جارہی ہے۔ اچھی طرح ہر پہلو پر غور کرلو۔"

پروفیسر کی طرف سے فون کا رابطہ ختم ہوگیا اور داؤد منڈولا کا سکون برباد ہوگیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ایسی صورت میں کیا کرے؟ مائیک ہرارے کا مطالبہ سپر ماسٹر نے بھی کیا تھا۔ اور سپر ماسٹر کو ایک ڈمی مائیک ہرارے پیش کرکے اسے مطمئن کردیا گیا تھا۔ لیکن یہ جو نئی بلا سر پر سوار ہوئی تھی اسے دھوکا نہیں دیا جاسکتا تھا۔ پروفیسر کے بیان کے مطابق وہ چند سیکنڈ کے لیے منڈولا کے اندر آتی تھی۔ اور ان چند سیکنڈ میں وہ چھپا ہوا فراڈ معلوم کرسکتی تھی۔ لہٰذا اسے دھوکا نہیں دیا جاسکتا تھا۔ جو اصل مائیک ہرارے کو اس پراسرار ہستی کے حوالے کرنا لازمی ہوگیا تھا۔

اور منڈولا جسے اصل مائیک ہرارے سمجھ رہا تھا بلکہ تمام خفیہ یہودی تنظیم کے افراد اسے اصلی سمجھ رہے تھے' وہ دراصل پارس تھا اور اس حقیقت کو زیر زمین رہنے والی شی تارا سمجھتی تھی۔ اور یہ بھی دیکھ رہی تھی کہ تمام یہودی تنظیم والے پارس سے دھوکا کھا رہے ہیں۔ وہ بس اتنا ہی چاہتی تھی کہ منڈولا بڑی رازداری سے مائیک ہرارے (پارس) کا برین واش کرے اور تنویمی عمل کے ذریعے اسے ہندو بنادے۔ اور وہ اپنے اس مقصد میں اب کامیاب ہونے والی تھی۔

زیر زمین رہنے والی اصلی شی تارا داؤد منڈولا کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس نے فون پر پھر پروفیسر ایزک سے رابطہ کیا پھر کہا "پروفیسر! میں تمہارے ذریعے اس زیر زمین رہنے والی ہستی سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

پروفیسر نے شی تارا کی مرضی کے مطابق کہا "آپ ضرور باتیں کریں' وہ سن رہی ہیں۔"

وہ بولا "میں آج رات موقع پاکر مائیک ہرارے پر تنویمی عمل کروں گا اور اسے ہندو بنا کر اسرائیل سے باہر بھیج دوں گا۔ اسے اس طرح یہاں سے نکالوں گا کہ خفیہ یہودی تنظیم کے افراد کو بھی

معلوم نہیں ہوگا لیکن میں اس پراسرار ہستی سے ایک مدد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم کس قسم کی مدد چاہتے ہو؟"

"پروفیسر' تمہارے اور ہمارے دماغوں میں آنے والی ایم آئی ایم کے سربراہ کے اندر بھی جاسکتی ہے۔ اس نئی تنظیم نے ہمیں بہت پریشان کیا ہے۔ میں اس تنظیم کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا سربراہ کون ہے اور اس کے کتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں۔"

پروفیسر نے کہا "وہ زیرزمین رہتی ہے۔ اُس نے برسوں سے گوشہ نشینی اختیار کی ہے اور کسی کے معاملے میں خود کو ملوث نہیں کرتی ہے۔ اس کی وجہ وہ بتا چکی ہے' جب تک روحانی ٹیلی پیتھی کے مقابلے میں آتما شکتی حاصل نہیں کرے گی' تب تک کسی دنیاوی معاملے میں شریک نہیں ہوگی۔ صرف مائیک ہرارے کو اپنا بنانے کے لیے اس نے تم سے میرے ذریعے رابطہ کیا ہے۔ اسے حاصل کرنے کے بعد وہ پھر گوشہ گمنامی میں چلی جائے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آج رات مائیک ہرارے پر تنویمی عمل کروں گا اور کل کسی فلائٹ سے اسے لے کر وسطی امریکا کے شہر گوئٹے مالا جاؤں گا۔ تم بھی میرے ساتھ راہنمائی کے لیے چلوگے۔ میں مائیک ہرارے کو اس ستون تک پہنچاؤں گا جہاں سے تم تہ خانے میں گئے تھے۔ لیکن میں تہ خانے میں نہیں جاؤں گا۔ وہاں جتنا خزانہ اور یورینیم ہے' وہ سب تم مجھے کھنڈر میں لاکر دوگے۔"

"وہاں بڑے بڑے صندوق میں یہ سب کچھ ہے۔ میں تنہا انہیں تہ خانے سے اوپر کیسے لاؤں گا۔"

"میرے ایک درجن آلہ کار تمہارے ساتھ جائیں گے۔ وہ تمام خزانہ تہ خانے سے اوپر کھنڈر میں لائیں گے۔"

"تمہارا یہ طریقہ کار منظور ہے۔ مایا کے کھنڈر میں تمہیں خوش آمدید کہا جائے گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ منڈولا سمجھ رہا تھا کہ اس گوشہ نشینی اختیار کرنے والی ہستی نے رابطہ ختم نہیں کیا ہوگا۔ چند سیکنڈ کے لیے ہی سہی' وہ اس کے اندر آرہی ہوگی اور جارہی ہوگی۔ پھر کچھ وقفے کے بعد اس طرح اس کے آنے جانے کا سلسلہ رہے گا اور وہ اسے کسی طرح دھوکا دینے کے متعلق سوچ کر اپنا نقصان نہیں کرے گا۔

○☆○

گورنر ہاؤس کے ایک بڑے ہال میں اسرائیلی حکام کے درمیان پارس ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ فوج کے تین اعلیٰ افسران کے علاوہ برین آدم انٹیلی جنس چیف کی حیثیت سے موجود تھا۔ الپا اور ٹیری آدم بھی تھے۔ ایکسرے مین مارٹن رسل ان کے اندر رہ کر خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔

چونکہ پارس کو برین داشنگ کے بعد یہودی بن کر پہلی بار ان یہودی اکابرین کے درمیان لایا گیا تھا اس لیے داؤد منڈولا بھی وہاں جس کے دماغ میں چاہتا' چلا جاتا تھا۔ کوئی اسے محسوس کرنے والا نہیں تھا۔ اور کوئی اس کے اس صدمے کا علم نہیں رکھتا تھا کہ ایک پراسرار ہستی چند سیکنڈ کے لیے اس کے دماغ میں رہ کر چلی جاتی ہے اور چند سیکنڈ میں بہت سی معلومات حاصل کرلیتی ہے۔

وہاں موجود کوئی فرد اسے پارس کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔ سب اسے مائیک ہرارے سمجھ رہے تھے اور وہ سب کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے اجنبیوں کے درمیان آگیا ہو۔ برین آدم نے پارس سے پوچھا "کیا تم اپنا نام جانتے ہو؟"

پارس نے کہا "نہیں۔ مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے کہ میں کون ہوں؟ اور کہاں سے آیا ہوں؟ کیا آپ لوگ مجھے جانتے ہیں؟"

"جانتے ہیں۔ پہچانتے ہیں۔ تم ہمارے اپنے ہو' اسی لیے اس گورنر ہاؤس میں ہو۔ یہاں کسی ایرے غیرے کو آنے نہیں دیا جاتا۔ یہاں صرف وی آئی پی کو آنے کی اجازت ملتی ہے۔"

پارس نے پوچھا "وی آئی پی یعنی میں بہت اہم شخص ہوں؟ کمال ہے' مجھے یہ بھی یاد نہیں ہے کہ میں ایک باعزت اہم شخص ہوں۔"

"تم اسرائیلی سیکرٹ سروس کے ایک دلیر اور ذہین ایجنٹ ہو۔ تمہارا نام سب سے چھپایا جاتا ہے۔ اور تمہیں کوڈ نمبر زیرو زیرو ون کے اعداد سے پکارا جاتا ہے۔ تمہارا اصل نام سیکرٹ سروس کی فائل میں ہے۔ جب تم اس فائل کا مطالعہ کروگے تو تمہیں اپنے متعلق بہت کچھ معلوم ہوجائے گا۔"

الپا نے کہا "میرا نام الپا ہے اور یہ ٹیری آدم ہے۔ ہمارا تعلق بھی سیکرٹ سروس سے ہے اور ہم دونوں تمہاری طرح ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

"ٹیلی پیتھی؟" پارس نے کہا "کیا میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں؟ کیا میں سوچ کی لہروں کے ذریعے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ سکتا ہوں۔"

"تمہاری یادداشت بالکل ہی گم نہیں ہوئی ہے۔ تمہیں یاد ہے کہ ٹیلی پیتھی کا علم کیا ہوتا ہے۔"

پارس نے کہا "ویسے تو مجھے وی آئی پی کے معنی بھی معلوم ہیں اور یہ بھی سمجھ رہا ہوں کہ سیکرٹ سروس کا ایجنٹ کیا ہوتا ہے۔ مگر جو بات میرے اندر گردش کررہی ہے' وہ ہے شطرنج۔"

"ہاں تم شطرنج کے زبردست کھلاڑی ہو اور دشمنوں کے خلاف زبردست چالیں چلتے ہو۔ کیا تمہیں کوئی دشمن کوئی چال یاد ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا "تعجب ہے۔ کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔ آخر مجھے کیا ہوگیا ہے کہ کچھ یاد آرہا ہے اور کچھ بھول سا رہا ہوں۔"

"فکر نہ کرو۔ تمہیں رفتہ رفتہ سب کچھ یاد آجائے گا۔ تم الپا اور ٹیری آدم کے ساتھ رہوگے۔ یہ تمہیں بہت سی بھولی بسری

باتیں یاد دلائیں گے۔ تمہیں سیکرٹ سروس کے شعبے میں لے جائیں گے۔ وہاں تم اپنی ذاتی فائل پڑھ سکوگے۔"

سینئر ٹیبل پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ گورنر کے سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' میں گورنر صاحب کا پی اے بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی "اور میں ایم آئی ایم کا سربراہ بول رہا ہوں۔ اپنے گورنر کو ریسیور دو۔"

سیکریٹری نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر گورنر سے کہا "ایم آئی ایم کا سربراہ آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

یہ سنتے ہی برین آدم' الپا اور ٹیری آدم سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔ ایکسرے مین مارٹن اور منڈولا گورنر کے دماغ میں آگئے۔ وہ ریسیور لے کر کان سے لگا کر بول رہا تھا "ہیلو' میں گورنر آپ سے مخاطب ہوں۔ کیا واقعی آپ ایم آئی ایم کے سربراہ ہیں؟"

"میں ہوں یا نہیں؟ یہ فی الحال ثابت نہیں کرسکتا۔ کیونکہ میری تنظیم کے فراڈ سربراہ پیدا ہوگئے ہیں۔ ان میں سے ایک کو آپ نے زخمی کرکے قید کیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے ساری دنیا میں یہ خبر نشر کی ہے کہ وہ سربراہ فراڈ تھا اور ایک سازش کے تحت ایم آئی ایم کے اصل سربراہ کو بدنام کرنا چاہتا تھا۔"

گورنر نے کہا "ہم بھی حاکم ہیں۔ اس کے باوجود ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور ساری دنیا میں جھوٹے کو جھوٹا کہا اور آپ کو سچا تسلیم کیا۔"

"یہ آپ نے اچھا کیا۔ لیکن میں نے تو آپ کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ آپ میری سچائی تسلیم کرنے کے لیے ریڈیو اور ٹی وی کو ذریعہ بنائیں۔ مجھ جیسے اصلی اور سچے کو سچائی تسلیم کرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

اس نے حیرانی سے کہا "یہ آپ کیا فرمارہے ہیں۔ آپ کی ایک خیال خوانی کرنے والی نے ہم سے کہا تھا۔"

"کون ہے وہ خیال خوانی کرنے والی؟ کیا آپ اس سے میری بات کراسکتے ہیں۔"

"ابھی تو نہیں۔ لیکن وہ ہم میں سے کسی کے اندر بھی آئے گی تو ہم اسے آپ سے رابطہ کرنے کو کہیں گے۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اس خیال خوانی کرنے والی کو اپنے اس سربراہ کے بارے میں سمجھوتا کرنا چاہیے تھا جو آپ کی قید میں ہے۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ قیدی بننے والا شخص واقعی صرف سپرسائٹر کا آدمی ہے اور اس خیال خوانی کرنے والی کا سربراہ کوئی اور ہے۔"

"جی ہاں۔ حقیقت یہی ہے۔ سربراہ بن کر آنے والا ہمارا قیدی سپرسائٹر کا آدمی ہے۔ اس سلسلے میں سپرسائٹر سے ہمارا جھگڑا چل رہا ہے۔ اگر آپ پہلی بار ہم سے رابطہ کررہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایم آئی ایم کو ایک تماشا بنانے کے لیے کوئی دوسرا شخص بھی سربراہ بن کر ہم سے رابطہ کررہا ہے۔"

"ایسی حرکتیں صرف دشمن کرتے ہیں اور دشمن دو ہی ہیں۔ امریکا اور اسرائیل کو ہمارے مجاہدین سے بڑے خطرات پیدا ہوگئے ہیں۔"

اسرائیلی گورنر نے کہا "پلیز' آپ ہمیں دشمن نہ سمجھیں۔ ہم نے دوست بن کر آپ کو یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ مگر آپ کی جگہ ایک فراڈ پہنچ گیا۔ اگر آپ اصل سربراہ ہیں تو ایک بار ہماری دعوت قبول کریں۔ ہم سے روبرو بیٹھ کر مذاکرات کریں۔ اس کے بعد۔"

وہ بات کاٹ کر بولا "میں ایک بار انسانی ڈھانچے کی صورت میں مسلمان حکمرانوں سے اور آپ کے نمائندوں سے دمشق میں ملاقات کرچکا ہوں۔ اور یہ تماشا دیکھ چکا ہوں کہ مجھے پھانسنے کے لیے حسین عورتوں کا جال بچھایا گیا تھا۔"

"یہ حماقت اس گورنر سے ہوئی تھی' جو مجھ سے پہلے یہاں تھا۔ میں نے جب سے یہ عہدہ سنبھالا ہے' تب سے اس انتظامیہ کو بھی بدل دیا ہے' جس نے اپنے کارندے دمشق بھیجے تھے۔ ایک بار آپ مجھے آزما کر دیکھیں۔ اگر یہاں نہیں آنا چاہتے تو میرے نمائندوں کو آپ جہاں بلائیں گے' وہاں چلے آئیں گے۔"

"ہوں۔ میں اس سلسلے میں آپ سے بات نہیں کروں گا کیونکہ آپ یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ کوئی بھی دشمن آپ کے اندر چھپ کر ہماری باتیں سن سکتا ہے۔ آپ فون پر اپنے کسی یوگا کے ماہر کو بلائیں' جو صرف اسرائیل کے اہم رازوں کا امین ہو۔"

تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس گورنر کے اندر رہ کر فون پر ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ الپا نے آگے بڑھ کر اس سے ریسیور لیا پھر بولی "میں پراسرار سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتی ہوں۔ آپ مجھ سے گفتگو جاری رکھ سکتے ہیں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "میں تمہیں آزمانے کے لیے دماغ میں آرہا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی الپا نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پھر سانس روک لی۔ ادھر سے سربراہ نے کہا "ہاں۔ میں مطمئن ہوں۔ تم نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔ اب یہ بتاؤ' کیا ہمارے درمیان رازداری سے جو باتیں ہوں گی' وہ باتیں ایسے اسرائیلی حکام کو بھی بتائی جائیں گی' جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں؟"

"ہرگز نہیں' جو باتیں' ٹاپ سیکرٹ ہوتی ہیں' انہیں صرف سیکرٹ سروس کے یوگا کے ماہرین ہی جان سکتے ہیں۔"

"میرے اندازے کے مطابق تم ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا ہو۔ اگر واقعی الپا ہو تو میں چاہوں گا کہ تمہارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہماری باتیں سنیں اور میں جو کہنے جارہا ہوں اس کے فائدے اور نقصان کو ہم سب اچھی طرح سمجھ سکیں۔ اس کے بعد روبرو ملاقات کرنے کے بارے میں آخری فیصلہ کرسکیں۔"

الپا نے کہا "ہمارے دوسرے فون پر ہمارا وہ سرا ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے اور باقی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اسی کے اندر رہ کر ہماری گفتگو سن رہے ہیں۔"

"پھر تو یہ اچھی بات ہے' اب میں اپنا ارادہ ظاہر کرتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ بالکل خفیہ طور پر کسی بہروپ میں تل ابیب آؤں۔ میری آمد کا علم صرف تمہارے چند خاص افراد کو ہو۔ میں خاموشی سے آؤں گا اور کچھ معاملات طے کرکے اسی طرح خاموشی سے چلا جاؤں گا۔"

"آپ کا یہ طریقہ کار نہایت دانش مندانہ ہے۔ میں آپ کے جواب میں اور کچھ نہیں بولوں گی۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہاں ایسے عہدے داران موجود ہیں جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔"

"بے شک تمہاری بھی دانش مندی یہی ہوگی کہ صرف میری باتیں سنو۔ ہم کبھی دشمنوں سے اتنا نقصان نہیں اٹھاتے جتنا کے دوستوں کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔ جب میں نے دمشق میں ایک ہڈی کے ڈھانچے کو بھیجا تھا' تب ایک خیال خوانی کرنے والی نے یہ سوچ کر مدد کی تھی کہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہوں۔ اس نے مجھ پر اتنی مہربانی کی کہ وہاں تیار ہونے والی ویڈیو فلم میری ایک مطلوبہ جگہ پہنچادی تھی۔ میں اس کا شکر گزار تھا مگر اب نہیں ہوں اور یہ سمجھ رہا ہوں کہ اس خیال خوانی کرنے والی کی پشت پر کینسر پیدا کرنے والا گردہ ہے اور وہ میری روپوشی سے کچھ فائدے حاصل کررہا ہے۔"

الپا نے کہا "آپ کی اس بات میں جو سچائی ہے اس کی میں خود گواہ ہوں۔ اس اجنبی خیال خوانی کرنے والی نے مجھ سے بھی رابطہ کیا تھا۔ ہمارے اکابرین کو بھی دھمکیاں دی تھیں کہ اگر ہم ساری دنیا والوں کو مختلف ذرائع سے یہ نہیں بتائیں گے کہ ایم آئی ایم کا سربراہ فراڈ نہیں ہے اور سپر ماسٹر کی چالبازی کو ظاہر نہیں کریں گے تو ہمیں ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جبکہ آپ ایم آئی ایم کے سربراہ ہو کر دوستانہ انداز اختیار کررہے ہیں۔"

سربراہ نے کہا "میں چاہتا ہوں' آپ لوگ اس خیال خوانی کرنے والی سے اور اس کے فراڈ سربراہ سے یہی ظاہر کرتے رہیں کہ آپ انہیں اصلی سمجھ رہے ہیں اور ان سے کچھ خوفزدہ بھی ہیں اور اس فراڈ سربراہ سے کسی شرط پر بھی ملنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ ملنے کے لیے راضی ہوگا اور جہاں بھی ملے گا اس کی اصلیت ظاہر ہوجائے گی۔"

"آپ جیسے مشورے دے رہے ہیں' ہم اسی طرح ان پر عمل کریں گے۔ یوں سمجھیں کہ آپ ہمارے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔"

"اب میں چاہوں گا کہ آپ اپنے ملک کے کسی بڑے بزنس مین کو آلہ کار بنائیں۔ ایسا کوئی بزنس مین اسرائیل کے باہر کسی دوسرے ملک میں کاروبار کے لئے گیا ہو تو مجھے اس کی آواز سنائیں۔ میں اسی بزنس مین کے روپ میں تل ابیب آؤں گا۔ وہاں اس کی کوٹھی میں قیام کروں گا۔ پھر ہم ملاقات کا وقت مقرر کرلیں گے۔"

"یہ طریقہ کار بہت خوب رہے گا۔ میں آپ کو انٹیلی جنس کے چیف برین آدم کا فون نمبر بتارہی ہوں' وہ یوگا کے ماہر ہیں۔ میں ایک گھنٹے بعد اس فون پر بات کروں گی۔ آپ جس انداز میں ملاقات کرنا چاہتے ہیں' میں وہی تمام انتظامات کروں گی اور آپ کے مطلوبہ شخص کی آواز بھی سناؤں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ پھر ایک گھنٹے بعد میں تمہارے بتائے ہوئے فون نمبر ڈائل کروں گا۔"

الپا نے اسے برین آدم کا ایک فون نمبر بتایا۔ پھر ریسیور رکھ دیا۔ وہاں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر برین آدم نے کہا "ہم یہاں مسٹر زیرو زیرو دن (پارس) کی یادداشت اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو آزمانے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ اچانک یہ نئی بات سامنے آئی ہے کہ ایم آئی ایم کا اصل سربراہ یہ ہے' جس سے ابھی

گفتگو ہوتی رہی ہے۔"

پھر برین آدم نے گورنر اور دوسرے حکام اور بڑے سرکاری عہدے داران سے کہا "میں آپ حضرات سے معذرت چاہتا ہوں۔ آپ حضرات یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ اس لیے آج کا یہ اجلاس برخاست کریں اور ہم تمام یوگا جاننے والوں کو یہاں سے جانے کی اجازت دیں تاکہ ہم اس اصل سربراہ سے انٹیلی جنس کے خفیہ چیمبر میں گفتگو کرسکیں۔"

اجلاس برخاست ہوگیا۔ برین آدم' الپا اور ٹیری آدم جیسے یوگا کے ماہر نے پارس عرف مائیک ہرارے کو آزمانا چاہا۔ الپا نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کے اندر پہنچنا چاہا۔ تو ناکام رہی۔ چونکہ ٹیری آدم نے پارس پر ٹھوس عمل کیا تھا۔ اس لیے اس کی آمد پر اس نے سانس نہیں روکی۔ ایکسرے مین مارٹن اور داؤد منڈولا نے بھی اس کے اندر پہنچ کر آزمایا۔ ان سب نے پارس پر باری باری عمل کیا تھا۔ وہ سب اس کے عامل تھے۔ اس لیے پارس نے انہیں اپنے اندر محسوس نہیں کیا۔

ٹیری آدم نے برین آدم سے کہا "بگ برادر! ہم نے اسے آزمایا ہے۔ یہ اپنے کسی عامل کو دماغ میں محسوس نہیں کرتا ہے۔ لیکن الپا اور دوسرے اس کے عامل نہیں تھے۔ اس لیے زیرو زیرو دن نے ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا تھا۔

وہاں بیٹھ کر باتیں کرنے والے خفیہ یہودی تنظیم کے افراد یہ نہیں جانتے تھے کہ سب سے آخر میں شی تارا نے اس پر عمل کیا تھا اور سب سے زیادہ پارس کے دماغ پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔ برین آدم نے پارس سے کہا "میں چاہتا ہوں کہ تم میرے دماغ میں آؤ' پلیز خیال خوانی کی پرواز کرو۔"

پارس نے برین آدم کو دیکھا۔ اس کے اندر سلمان چھپا ہوا تھا۔ اس نے پارس کی سوچ اور لہجے کو اختیار کرکے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سلمان سمجھ رہا تھا کہ پارس کے خیال خوانی کی پرواز دیکھنے کے لیے الپا' ٹیری آدم وغیرہ اس کے اندر موجود ہوں گے۔ انہیں یہ دکھانے کے لیے وہ پارس کا لہجہ اور سوچ اختیار کرکے برین آدم کے اندر آیا پھر بولا "میں۔۔۔ میں زیرو زیرو دن بول۔۔۔"

سلمان نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ادھر پارس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اس کا دماغ دکھ رہا ہے۔ خیال خوانی کرنے کے باعث اسے تکلیف محسوس ہورہی ہے۔ الپا برین آدم کو اس کی دماغی حالت کے بارے میں بتارہی تھی۔ برین آدم نے کہا "مسٹر زیرو زیرو دن! ابھی تم دو چار دن خیال خوانی نہ کرو۔ اچھی طرح آرام کرو۔ کھاؤ پیو اور سیکرٹ سروس کے جن معاملات کو بھول چکے ہو۔ اسے یاد کرو۔ اپنی پرسنل فائل پڑھو۔ الپا تمہیں اس سلسلے میں گائڈ کرے گی۔

وہ سب گورنر ہاؤس سے جانے کے لیے اٹھنے لگے کیونکہ انہیں وقت مقررہ پر انٹیلی جنس کے خفیہ چیمبر میں پہنچ کر اس سربراہ سے گفتگو کرنی تھی۔ ایسے ہی وقت پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ٹیری آدم نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو' میں ایم آئی ایم کا ایک مجاہد بول رہا ہوں۔ ہمارے سربراہ آپ کے گورنر سے یا انٹیلی جنس کے چیف مسٹر برین آدم سے بات کرنا چاہیے ہیں۔"

ٹیری آدم نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر برین آدم سے کہا۔ "بگ برادر! ایم آئی ایم کا ایک مجاہد کہہ رہا ہے کہ اس کا سربراہ ابھی گورنر سے یا آپ سے گفتگو کرے گا۔"

برین آدم نے کہا "اس سربراہ نے ایک گھنٹے بعد گفتگو کرنے کا وقت مقرر کیا تھا۔ شاید کوئی اور اہم بات ہوگی۔ تم سب میرے دماغ میں رہو۔"

اس نے ریسیور لے کر کہا "ہیلو' میں اسرائیلی انٹیلی جنس کا چیف برین آدم بول رہا ہوں۔ اپنے سربراہ کو ریسیور دو۔"

پھر فون پر سربراہ کی آواز سنائی دی مگر وہ آواز اس سربراہ سے مختلف تھی' جس سے تھوڑی دیر پہلے گفتگو ہوچکی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "مسٹر آدم! مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اسرائیلی حکومت نے ہماری پوزیشن واضح کردی اور دنیا والوں کے سامنے یہ وضاحت کردی کہ آپ لوگوں کو ایم آئی ایم کے سربراہ نے دھوکا نہیں دیا تھا اور جو فراڈ سربراہ بن کر آیا تھا' وہ گرفتار ہوچکا ہے۔"

برین آدم نے کہا "آپ کی خوشی سے ہمیں خوشی ہورہی ہے۔ ہم نے دنیا والوں کے سامنے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ہم ایم آئی ایم سے کوئی دشمنی نہیں رکھتے ہیں۔ وہ سچے ہیں اس لیے ہم نے سچائی پیش کی۔ ورنہ دشمن ہوتے تو آپ پر اور آپ کی تنظیم پر طرح طرح کے الزامات عائد کردیتے۔"

"ویسے آپ سچ نہ کہتے تو ہم سچ اگلوا لیتے۔ دوسرے لفظوں میں آپ نے مجبور ہو کر سچ کہا ہے۔ کیونکہ وہ ویڈیو فلم آپ کی ایک بڑی کمزوری بن کر ہمارے پاس رہ گئی ہے۔"

"جی ہاں۔ یہ بھی درست ہے۔ انسان اپنی کسی نہ کسی کمزوری کے باعث دوسرے کے دباؤ میں رہتا ہے۔ لیکن میں اپنے دل کی گہرائیوں سے کہتا ہوں کہ ہماری حکومت آپ سے ملاقات کرکے' مذاکرات کرکے وہ تمام شکایات دور کرنا چاہتی ہے' جو آپ کو ہم سے ہیں۔ شاید آپ یقین نہ کریں' ہم آپ کو دوست بنانے اور آپ کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اپنی خارجہ پالیسی میں تبدیلیاں کرسکتے ہیں۔"

"اگر آپ واقعی اسلامی ممالک کے حق میں اپنی خارجہ پالیسی کو خوشگوار بنا سکتے ہیں تو میں آپ حضرات سے ضرور ملاقات کروں گا۔"

"میں اپنے حکمرانوں کی طرف سے آپ کو پورے خلوص اور نیک نیتی سے دعوت دے رہا ہوں۔ کیا آپ ہمارے ملک میں

تشریف لانا پسند فرمائیں گے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "میں نے آپ کے ملک میں ایک سربراہ کے تشریف لانے کا تماشا دیکھا ہے۔ یہ پتا نہ چل سکا کہ اسے کس نے گولی مار کر زخمی کیا تھا۔ زخمی ہونے کے بعد اس کے فراڈ ہونے کا علم ہوا۔ ورنہ اس سے پہلے تو وہ آپ کا ایک معزز مہمان تھا۔ کیا میں آؤں گا تو مجھے بھی زخمی کر کے میرے سچے یا جھوٹے ہونے کی تصدیق کی جائے گی؟"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ ہم نے تصدیق کرنے کے لیے اسے زخمی نہیں کیا تھا اور نہ ہی آپ پر کوئی آنچ آنے دیں گے۔"

"لیکن زبردست سیکیورٹی اور مسلح فوجیوں کی موجودگی میں آپ نے یا کسی نے گولی چلا دی۔ یہ اندیشہ پیدا کر دیا کہ آپ کے تمام حفاظتی انتظامات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔"

"چلیں' آپ اعتماد نہ کریں۔ یہاں نہ آئیں لیکن آپ اپنی پسند کے کسی ملک میں ہمیں ملاقات کے لیے بلا سکتے ہیں۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔ ہماری ملاقات اور اس ملاقات کی تشہیر لازمی ہے۔ میں سیٹلائٹ کے ذریعے دنیا کے تمام ٹی وی اسکرین پر آکر خود کو متعارف کرانا چاہتا ہوں تاکہ آئندہ کوئی دشمن ایم آئی ایم کا جعلی سربراہ بن کر ہمیں بدنام نہ کرے۔"

"یہ آپ نے بہت خوب سوچا ہے۔ جب آپ خود کو دنیا کے سامنے پیش کریں گے تو پھر کوئی دشمن آپ کے نام سے فراڈ نہیں کر سکے گا۔ آپ بتائیں' ہم سے کس ملک میں ملاقات کرنا چاہتے ہیں؟"

"اب سے دو دنوں کے بعد یعنی پرسوں پندرہ تاریخ کو تاجکستان کے شہر دوشنبے میں ملاقات ہوگی۔"

"دوشنبے! تاجکستان؟" برین آدم نے پریشان ہو کر کہا "مگر۔ وہاں تو سنا ہے کہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ اسی لیے اس جگہ ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ فرہاد صاحب اور بابا صاحب کے ادارے والوں کو بھی حیرانی اور تجسس ہے کہ میں کون ہوں اور میں نے کس طرح ہر ملک اور ہر بڑے شہر میں مجاہدین کو منظم کیا ہے؟"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے اور آپ کے درمیان ہونے والے سمجھوتے میں مداخلت کریں گے۔"

"سمجھوتا ہم مسلمانوں کے لیے معقول ہوگا اور قابل قبول ہوگا تو مجھے یقین ہے کہ فرہاد صاحب تو کیا کوئی بھی مسلمان اس کی مخالفت نہیں کرے گا۔"

برین آدم نے کہا "پھر بھی آپ نے کہا تھا کہ ہمارے ملک میں حفاظتی انتظامات مشکوک ہیں۔ اس لیے آپ نہیں آئیں گے۔ یہی اندیشہ ہمیں فرہاد اور اس کی ٹیلی سے ہے۔ فرہاد ماضی میں ہمیں بڑے بڑے نقصانات پہنچا چکا ہے۔ وہ ہمیں اپنا ازلی دشمن سمجھتا ہے۔ اگر ہم یا ہمارے خاص نمائندے وہاں جائیں گے تو نئے اور پیچیدہ مسائل پیدا ہو جائیں گے۔"

"مسٹر آدم! فرہاد دوشنبے میں ہے مگر اس کی پہنچ زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہے۔ میں دوشنبے کے بجائے کسی دوسرے ملک اور دوسرے شہر میں آپ کو بلاؤں گا تو کیا وہاں پارس اور علی تیمور نہیں ہوں گے۔ ہم اور تم اس کے چند خیال خوانی کرنے والوں کے نام جانتے ہیں لیکن ان کی صحیح تعداد نہیں جانتے۔ آپ کوئی ایسا ملک یا ایسا شہر بتا دیں' جہاں اس کی ٹیلی کے افراد اور دوسرے جان نثار موجود نہ ہوں؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا پھر بولا "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہماری پہلی ملاقات کسی بھی ملک میں بڑی رازداری سے ہو۔ جب ہم آپس میں مذاکرات کر کے ایک دوسرے کا اعتماد حاصل کر لیں گے تو پھر دوسری ملاقات جہاں بھی ہوگی اس کی تشہیر تمام دنیا میں کی جائے گی۔"

"اگر آپ پہلی ملاقات میں رازداری چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں صرف دشمنوں کو اپنی تنظیم کا جعلی سربراہ بننے سے روکنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے ہماری دوسری ملاقات میں میرا اصلی چہرہ دنیا کے سامنے آجائے تو یہ بھی غنیمت ہے۔ کیا آپ حضرات دوبارہ دمشق میں رازداری سے ملنا پسند کریں گے؟"

"جناب! وہاں تو آپ بڑیوں کا ڈھانچا بن کر آئے تھے۔ کیا آئندہ اصل روپ میں آئیں گے؟"

"اصل روپ میں اس وقت آؤں گا' جب تمام دنیا کے ٹیلی وژن اسکرین پر دکھایا جاؤں گا۔ آپ بہت احتیاط سے کام لے رہے ہیں۔ میں بھی محتاط رہنا چاہتا ہوں۔ میں دمشق کے وقت کے مطابق پندرہ تاریخ کو رات نو بجے اسی حاکم محل میں آؤں گا۔ کیا آپ کو منظور ہے۔"

"منظور ہے" برین آدم نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر اپنے اہم افراد کو دیکھتے ہوئے بولا "ہمارے ساتھ کچھ ایسی مکارانہ چالیں چلی جا رہی ہیں' جو ابھی سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ پتا نہیں چل رہا ہے کہ ایم آئی ایم کا سربراہ ہونے کا دعویٰ کرنے والے چالباز کتنے ہیں اور ان میں اصلی کون ہے؟"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات ۳۲ ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں
جو کہ ۱۵ مارچ ۱۹۹۶ء کو شائع ہوگا

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

لمحے

بتیسواں حصہ

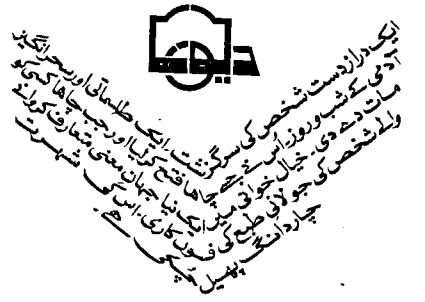

سسپنس کا مقبول ترین سلسلہ

وہ سب گورنر ہاؤس سے نکل کر ایک بڑی سی وین میں بیٹھ گئے۔ پھر انٹیلی جنس کی عمارت کی سمت جانے لگے۔ الپا نے کہا "بگ برادر! یہ سربراہ ہمیں ملاقات کے لیے تاجکستان بلا رہا تھا۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ فرہاد سے اس کا دوستانہ ہو؟"

"نہیں۔ اگر فرہاد سے دوستی ہوتی تو وہ فرہاد جیسے پہاڑ کو اپنے پیچھے چھپائے رکھتا مگر وہ تو چاہتا تھا کہ ہمارے ذریعے فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والوں کو بھی اس کی اصلیت معلوم ہو جائے۔ پھر یہ کہ ہم یہودی ہوں یا سپر ماسٹر جیسا عیسائی' سب ہی تبریزی صاحب کے ایمان اور سچائی کو تسلیم کرتے ہیں۔ جب تبریزی صاحب نے ایم آئی ایم سے لاعلمی ظاہر کی ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ فرہاد وغیرہ بھی اس تنظیم کے سربراہ کو نہیں جانتے ہیں۔"

اس خفیہ یہودی تنظیم کا ایک سربراہ ایکسرے مین اور دوسرا سربراہ منڈولا ان کے اندر تھا۔ وہ دونوں بھی تسلیم کرتے تھے کہ ابھی فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والے بھی ایم آئی ایم کے سربراہ سے کوئی رابطہ نہیں رکھتے ہیں۔ منڈولا ان کے درمیان رہنے والے پارس کے دماغ میں جاتا تھا اور اسے مائیک ہرارے سمجھ کر سوچنے لگتا تھا کہ اس ہرارے کو پھر ایک بار تنویمی عمل کے لیے اس طرح سحرزدہ کرنا ہوگا کہ وہ بڑی رازداری سے یہودی تنظیم کو اور ملک اسرائیل کو چھوڑ کر مایا کے کھنڈر میں اس پراسرار ہستی کے پاس کل رات تک پہنچ جائے۔

داؤد منڈولا اس مقصد کے لیے چپ چاپ برین آدم' الپا اور ٹیری آدم اور ایکسرے مین مارٹن کے دماغوں میں جاکر یہ خیال قائم کر رہا تھا کہ کل رات تک کسی بھی ایم آئی ایم کے سربراہ سے ملاقات کا وقت مقرر نہ کیا جائے۔

خفیہ یہودی تنظیم کے افراد پارس کے ساتھ انٹیلی جنس کے ایک خفیہ چیمبر میں پہنچ گئے۔ اب وہ پارس ان کے لیے قابل اعتماد مائیک ہرارے تھا۔ اور سلمان اس کے اندر رہ کر ان یہودیوں کی سرگرمیوں کو دیکھ رہا تھا اور ابھی سلمان کی طرح ہم سب اس بات سے بے خبر تھے کہ وہ شی تارا جو دراصل ڈی تھی' وہ بھی پارس کے اندر بڑی خاموشی سے رہتی ہے۔

چیمبر میں پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی نے انہیں مخاطب کیا' الپا ریسیور اٹھا کر بولی "میں ہوں الپا!"

"اور میں ایم آئی ایم کا سربراہ ہوں۔ وعدے کے مطابق فون پر مخاطب کر رہا ہوں۔"

"آپ کا شکریہ۔ آپ وقت کے پابند ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ جلد سے جلد ہماری ملاقات ہو۔ ہم دو دنوں تک بہت مصروف ہیں۔ کیا آپ چوتھے دن ملاقات کرنا پسند کریں گے؟"

"آپ نے تو بڑی لمبی تاریخ بڑھا دی' میں تو سمجھ رہا تھا کہ ایم آئی ایم کے سربراہ کو روبرو دیکھنے اور اس کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے آپ لوگ بے چین ہوں گے۔"

"یقین کریں کہ ہم واقعی آپ سے ملاقات کرنے کے لیے بہت ہی بے چین ہیں۔ ہم آپ کی خاطر بڑے سے بڑے اہم معاملات کو نظرانداز کرسکتے ہیں لیکن ہمارے چند دشمن بے حد پریشان کررہے ہیں۔ اگر ہم دو دنوں میں انہیں ختم نہیں کریں گے تو وہ آپ تک بھی پہنچ جائیں گے۔ پھر رازداری سے ہماری اور آپ کی ملاقات نہیں ہوسکے گی۔"

"اگر ایسی بات ہے تو میں صبر کرلوں گا۔ اور چوتھے دن آپ کے شمر تل ایبب رازداری سے پہنچوں گا اور امید ہے کہ ہماری خفیہ ملاقات کسی پر ظاہر نہ ہو۔"

"کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ ملاقات کے دوران ہم کس معاملے کو زیادہ اہمیت دیں گے؟"

"اس موضوع پر گفتگو ہوگی کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ہمیشہ سے زیادہ دوری رہی ہے۔ کیا ہم کچھ قریب آسکتے ہیں؟ اور قریب آنے کے لیے کیا ہم امریکا پر بھروسا کرسکتے ہیں؟ کیونکہ ہمارے معاملے میں سپراسٹرز نے ایک فراڈ سربراہ آپ کے پاس بھیج کر زبردست دھوکا دیا ہے۔"

"ہاں۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ سپراسٹر نے آپ کی خفیہ یہودی تنظیم کے اندر پہنچنے کے لیے ایسی چال چلی تھی۔ ویسے اب سپراسٹر اپنی حرکتوں پر شرمندہ ہے۔ اگر کوئی اپنی غلطی پر شرمندہ ہو تو اسے معاف کردینا چاہیے۔"

"آپ لوگ معاف کرسکتے ہیں۔ میں ایک بار دودھ سے جل جانے کے بعد پھر کبھی گرم دودھ نہیں پیتا۔ اس دودھ کو ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کردیتا ہوں۔ اگر ہماری خفیہ ملاقات کے دوران کوئی بھی امریکی نمائندہ چھپ کر آئے گا یا میرے معاملات میں مداخلت کرے گا تو آپ لوگوں سے ہم ایم آئی ایم والوں کی دشمنی ایسی بڑھے گی کہ پھر کبھی کم نہیں ہوگی۔ اب میں چوتھے دن کی صبح رابطہ کروں گا۔ اوکے سوفار۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوگیا۔ داؤد منڈولا کو اطمینان ہوا کہ اس کے اپنے ماتحتوں کے ذریعے ایک سربراہ کی ملاقات کو عارضی طور پر ملتوی کردیا گیا ہے۔ امریکا میں خفیہ یہودی تنظیم کے کئی جاسوس تھے۔ وہ تمام جاسوس آدم برادرز کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ کبھی ایکسرے مین مارٹن اور کبھی منڈولا انہیں اپنے کوڈورڈز بتا کر ان سے کام لیا کرتے تھے۔

منڈولا نے اپنے ایک امریکی جاسوس کے دماغ پر قابض ہوکر اسے غائب دماغ بنا کر اس سے فون کے نمبر ڈائل کرائے۔ ادھر انٹیلی جنس کے خفیہ چیمبر کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ الپا نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

امریکا میں رہنے والے یہودی جاسوس نے کوڈورڈز استعمال کیے۔ پھر کہا "میں اپنے چیف برین آدم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

الپا نے برین آدم کو ریسیور دیتے ہوئے اس یہودی جاسوس کے متعلق بتایا۔ برین آدم نے ریسیور کان سے لگا کر اسے مخاطب کیا' وہ بولا "سر! ایک بہت ہی اہم اور چونکا دینے والی اطلاع ہے۔ یہاں میکسیکو کے مشرقی حصے میں مایا کے کھنڈرات ہیں۔ ان میں سے ایک کھنڈر کی زمین کے نیچے ہیرے جواہرات کے علاوہ یورینیم کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔"

"اتنے بڑے خزانے کا راز تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"سر! ایک ماہر آثار قدیمہ مجھے نشے کی حالت میں ملا تھا۔ میں نے اسے اس کے کابج میں پہنچایا۔ وہ راستے میں اس خزانے کے متعلق بڑبڑا رہا تھا۔ میں نے سوچا' وہ نشے میں بڑبڑا رہا ہے۔ اس کے باوجود میں نے اس کے کابج میں پہنچ کر اس کی ڈیلی رپورٹ کی ڈائری پڑھی تو اس میں اسی خزانے کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہوا تھا۔ وہ ماہر چاہتا تھا کہ کسی طرح امریکی حکومت کی لاعلمی میں وہ خزانہ حاصل کرے اور وہ اس کے لیے کئی دنوں سے منصوبے بنا رہا تھا۔ میں کل رات اس کے کابج میں ٹھہر گیا۔ دوسری صبح جب وہ بیدار ہوا تو ہوش وحواس میں تھا۔ میں نے اس کی ڈائری اسے دکھا کر کہا۔ اس ملک سے باہر جہاں کہو گے میں وہ خزانہ پہنچادوں گا۔ مگر اس میں ہمارا برابر کا حصہ ہوگا۔ وہ راضی ہوگیا۔ اس نے مجھے کھنڈر میں لے جاکر تہ خانے میں پہنچنے کا راستہ دکھایا۔ میں نے خود تہ خانے میں جاکر جو خزانہ اور یورینیم کا جو ذخیرہ دیکھا اسے میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا۔ میں نے اس ماہر آثار قدیمہ کو وہیں قتل کردیا ہے۔ اب یہ راز صرف ہم جانتے ہیں۔"

برین آدم نے اسے ہولڈ آن کے لیے کہا۔ پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر الپا اور ٹیری آدم کو دیکھا۔ ٹیری نے کہا "ہم اس جاسوس کے دماغ میں تھے۔ اس کے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔"

الپا نے کہا "اس کے خیالات سے پتا چلا ہے کہ دوسرے ماہرین آثار قدیمہ بھی اس کھنڈر میں جاتے ہیں' لیکن کل اتوار ہے اور سنڈے کو ماہرین آثار قدیمہ چھٹی کرتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں کل شام تک وہاں ضرور پہنچنا چاہیے۔"

ٹیری آدم نے کہا "اس مقتول ماہر کی ڈائری میں لکھا ہے کہ تہ خانے میں اتنا یورینیم ہے کہ سیکڑوں ایٹم بم اور دوسرے بے شمار ایٹمی ہتھیار بنائے جاسکتے ہیں۔"

برین آدم نے فون پر جاسوس سے کہا "تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ہم کل چھٹی کا دن ضائع نہیں کریں گے۔ شام تک گوئٹے مالا کے ائرپورٹ پر ہماری ٹیم پہنچنے والی ہے۔ وہاں تم سے ملاقات ہوگی اور تم اس کھنڈر تک ہماری رہنمائی کروگے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا "یہ ہم نے اچھا کیا کہ اس سربراہ سے کل ملاقات کا وقت مقرر نہیں کیا۔ کل شام سے پہلے ہماری ٹیم کو اس کھنڈر میں پہنچ جانا چاہیے۔ میں ٹیم کے لیے خصوصی طیارے کا بھی انتظام کرتا ہوں۔ تم خیال خوانی کرنے والے چھ

کمانڈوز' دو سراغ رساں اور ایک نہایت ذہین' حاضر دماغ اور شاطر قسم کے شخص کا انتخاب کرو۔"

منڈولا الپا کے دماغ میں آگیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولی "ہمارے پاس یہ زیرو زیرو دون (پارس) ہے۔ یہ شطرنج کا عالمی چیمپئن ہے حاضر دماغ ہے۔ کسی بھی نازک اور خطرناک مرحلے میں بازی پلٹ سکتا ہے۔"

منڈولا پھر برین آدم کے اندر آیا۔ وہ منڈولا کی مرضی کے مطابق بولا "واقعی زیرو زیرو دون ہماری اس مہم کے لیے موزوں رہے گا۔ یہ ہمارے تجربہ کار سراغرسانوں اور کمانڈوز کے ساتھ رہے گا تو اس کی گم شدہ یادداشت واپس آسکتی ہے۔"

وہ فون کے ذریعے خصوصی طیارے کا انتظام کرنے لگا۔ خیال خوانی کرنے والے کمانڈوز اور سراغ رسانوں کے سلسلے میں اپنے فرائض ادا کرنے لگے۔ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو داؤد منڈولا جیسا کٹر یہودی سربراہ شاطرانہ چال چلنے والے مائیک ہرارے کو اسرائیل سے باہر جانے نہ دیتا۔ مگر وہ پراسرار ہستی ایک آسیب کی طرح اس کے اعصاب پر سوار تھی۔ اور وہ اپنی یہودی تنظیم کے ہر خیال خوانی کرنے والے کے اور تمام آدم برادرز کے دماغوں اور اعصاب پر سوار ہوگیا تھا اور مائیک ہرارے (پارس) کو اس اجنبی ہستی کے حوالے کرکے اپنی پوری یہودی خفیہ تنظیم کو اور خود کو اس بلا سے بچانے کے انتظامات کرچکا تھا۔ پھر اس ایک مائیک ہرارے کے عوض عظیم الشان خزانہ ملنے والا تھا اور پوری دنیا میں اسرائیل سپرپاور بننے والا تھا۔

یہ سب کچھ بڑی رازداری سے ہورہا تھا۔ اس کے باوجود راز داری نہیں تھی۔ ایک طرف سلمان اور دوسری طرف شی تارا کو یہ تمام معلومات حاصل ہورہی تھیں۔ سلمان نے مجھے مخاطب کرکے وہاں کی تمام باتیں سنائیں۔ میں اور سلمان پارس کے اندر رہ کر خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ سے لے کر ہر فرد کی باتیں اور ان کے منصوبے معلوم کرسکتے تھے اور داؤد منڈولا کی آواز اور لہجہ اختیار کرکے ان سب کے دماغوں میں پہنچ جاتے تھے۔ لیکن ہمیں ان کے دماغوں میں پہنچنے کے باوجود اس پراسرار ہستی یعنی اصل شی تارا کے متعلق معلوم نہ ہوسکا۔ کیونکہ یہ بات صرف منڈولا جانتا تھا اور ہم اس کے دماغ کے اندر پہنچ کر بھی اصل معاملات کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔

میں نے سلمان سے کہا "یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ہمارا پارس ان کے لیے مائیک ہرارے ہے اور ان کے لیے بہت اہم ہے۔ پھر وہ پارس کو اسرائیل سے باہر کیوں بھیج رہے ہیں۔ جبکہ دوسرا کوئی یہودی خیال خوانی کرنے والا نہیں جارہا ہے۔"

سلمان نے کہا "واقعی یہ بات قابل غور ہے۔ وہ پارس کو نہایت شاطرانہ چال چلنے والا مائیک ہرارے سمجھتے ہیں تو اسے اسرائیل میں اپنے پاس رکھ کر خیال خوانی کے ذریعے دوسرے کمانڈوز اور سراغ رسانوں کی راہنمائی کرسکتے ہیں۔"

میں نے کہا "سلمان! یہ داؤد منڈولا کوئی بڑا کھیل کھیل رہا ہے۔ تم پارس کے پاس رہو۔ جب آرام کرنا چاہو تو میں بیٹے کے اندر رہ کر منڈولا کا اصل کھیل معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

سلمان پارس کے پاس چلا گیا۔ شی تارا تل ایبب کے اسی ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ اس نے معلوم کیا تھا کہ پارس ایک خصوصی ٹیم کے ساتھ خصوصی طیارے میں پہلے نیویارک جائے گا۔ وہاں سے گوئٹے مالا کے لیے دوسرے طیارے میں پرواز کرے گا۔ اور جب اسرائیل کا خاص طیارہ امریکا پہنچے گا تو وہاں کے تمام امریکی سراغ رساں اس طیارے میں آنے والے تمام یہودیوں پر گہری نظر رکھیں گے۔ ان کی خفیہ نگرانی کریں گے۔ ایسے وقت تمام یہودی خیال خوانی کرنے والے ان سراغ رسانوں کو گمراہ کرکے اس ٹیم کو میکسیکو تک پہنچائیں گے۔

شی تارا پارس کے جانے کے بعد تل ایبب میں تنہا نہیں رہ سکتی تھی۔ اس لیے وہ امریکا جانے کے لیے خیال خوانی کے ذریعے ایک طیارے میں اپنی سیٹ ریزرو کرارہی تھی۔ وہ اسرائیل میں موجود رہ کر بھی پارس کے دماغ میں چھپ کر یہ معلوم کرسکتی تھی کہ وہ یہودی مایا کے کھنڈر میں پہنچ کر کس طرح مطلوبہ خزانہ حاصل کرتے ہیں لیکن محبوب جسمانی طور پر وہاں جارہا تھا۔ اس لیے وہ بھی جسمانی طور پر اس سے زیادہ دور رہنا نہیں چاہتی تھی۔

اپنے پارس کو جیتنے والی اور اس کے دماغ کے اندر تک پہنچنے والی شی تارا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ اصلی نہیں ہے۔ ایک ڈی ہے اور جو اصلی ہے وہ اپنی ڈی کی آواز اور لہجہ اختیار کرکے اس ڈی کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھتی ہے۔ اور اسے اس خوش فہمی میں مبتلا رہنے دیتی ہے کہ وہی اصلی شی تارا ہے۔ پہلے دائی ماں کے ساتھ رہتی آئی تھی' اب اپنے پارس کے ساتھ رہنے لگی ہے۔

اور مایا کے کھنڈر کے تہ خانے میں وہ شی تارا اپنے بھگوان شیو شنکر کی مورت کے سامنے پلتھی مارے آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔ اور خیال خوانی کے ذریعے تل ایبب میں رہنے والی اپنی ڈی کو اسی طور سوچنے پر مائل کررہی تھی کہ وہ اپنے پارس کے ساتھ مایا کے کھنڈر میں تعاقب کرتی آئے گی اور جب منڈولا تنویمی عمل کے ذریعے پارس کا مذہب تبدیل کرے گا' اسے ہندو بنائے گا تو ڈی شی تارا منڈولا کے عمل میں مداخلت نہیں کرے گی۔

پھر اسے پارس کے تعاقب میں اس لیے مایا کے کھنڈر تک آنا تھا کہ پارس اپنا دھرم بدلنے کے بعد اصلی شی تارا کا پتی دیو بننے والا تھا۔ ایسے وقت ڈی شی تارا کا وہ کردار ختم ہونے والا تھا' یعنی اب وہ پارس کی محبوبہ کا کردار ادا کرنے والی نہیں تھی۔ اصلی شی تارا آئندہ ڈی شی تارا کو کوئی دوسرا کردار سونپنے والی نہیں تھی۔

برین آدم نے وہاں سے روانہ ہونے والی ٹیم کو بتایا کہ خصوصی طیارہ رات کے گیارہ بجے تل ایبب سے پرواز کرے گا۔

اس وقت شام کے پانچ بجنے والے تھے۔ پارس نے برین آدم سے کہا "میں کچھ تھکن سی محسوس کررہا ہوں۔ کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

برین آدم نے کہا "ضرور آرام کرنا چاہیے۔ میرے بیڈ روم میں جاکر لیٹ جاؤ۔ بلکہ رات آٹھ بجے تک نیند پوری کرلوگے تو خود کو تازہ دم محسوس کروگے۔"

پارس بیڈ روم میں چلا گیا۔ داؤد منڈولا اپنے ایک ایک یہودی خیال خوانی کرنے والوں کے اندر جارہا تھا اور ان کی سوچ میں یہ فیصلہ نقش کررہا تھا کہ جب تک مائیک ہرارے (پارس) سوتا رہے گا' تب تک کوئی اس کے دماغ میں نہیں جائے گا۔ ایکسرے مین مارٹن رسل' الپا' ٹیری آدم' ٹالبوٹ اور مونارو وغیرہ سب ہی منڈولا کے زیر اثر تھے۔ اس لیے رات آٹھ بجے تک کوئی پارس کے خوابیدہ دماغ میں جانے والا نہیں تھا۔

وہ بیڈ روم میں آکر لیٹ گیا۔ داؤد منڈولا کو پورا یقین تھا کہ اب شاطر مائیک ہرارے کے اندر کوئی نہیں آئے گا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے تھپک تھپک اپنی دانست میں مائیک ہرارے کو سلادیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تو منڈولا اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔

اس نے خوابیدہ دماغ سے پوچھا "ہیلو۔ کیا مجھے پہچان رہے ہو؟"

پارس کی خوابیدہ سوچ نے کہا "ہاں' پہچان رہا ہوں۔ آپ میرے عامل ہیں؟ میرے عامل داؤد منڈولا۔"

"ابھی میں نے تمہارے چور خیالات پڑھے ہیں اور یقین کیا ہے کہ تم میرے معمول اور تابعدار ہو اس کے باوجود پوچھتا ہوں کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟"

"میں یہودی ہوں' آپ کا تابعدار یہودی ہوں۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ پھر ایک بار اپنا مذہب تبدیل کرو۔ اور اپنے ذہن سے یہ بات مٹادو کہ تم یہودی' عیسائی یا مسلمان ہو۔ تمہارا دھرم ہندو ہے۔ تم ایک ہندو برہمن ہو۔"

اس کی خوابیدہ سوچ نے کہا "میں نے اپنے ذہن سے یہودی' عیسائی اور دین اسلام جیسے مذاہب مٹادیے ہیں۔ اب میرے ذہن میں ایک ہی ہندو دھرم نقش رہے گا۔ میں ایک ہندو برہمن رہوں گا۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جس ٹیم کے ساتھ امریکا جارہے ہو' ان پر اپنا ہندو دھرم ظاہر نہیں کروگے اور نہ ہی خفیہ یہودی تنظیم کے کسی فرد کو مذہب کی تبدیلی کے متعلق بتاؤ گے۔"

"میں آپ کے حکم پر کسی کے سامنے اپنے مذہب کی تبدیلی کا ذکر نہیں کروں گا۔"

"بس۔۔ میں یہی حکم تمہارے ذہن میں نقش کرنے آیا تھا۔ اپنا دھرم یاد رکھو اور آٹھ بجے تک تنویمی نیند سوتے رہو۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ پارس سکون سے سوتا رہا۔ اس وقت سلمان نہیں تھا۔ میں اپنے بیٹے کے اندر تھا اور بڑی حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ داؤد منڈولا جیسے کٹر یہودی نے مائیک ہرارے کو اپنے یہودی مذہب سے کیوں نکال دیا ہے۔ اور اسے ہندو مذہب اختیار کرنے کا حکم کیوں دیا ہے؟"

میں بڑی ہیرا پھیری کرتا ہوں اور اکثر دشمنوں کے مقابلے میں ابھی ہوئی چالیں چلتا ہوں۔ لیکن منڈولا کی یہ چال سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر میں یہ فرض کرلیتا کہ شی تارا کا منڈولا سے کوئی خفیہ سمجھوتا ہوچکا ہے اور وہ شی تارا کی دلی خواہش کے مطابق اسے ہندو بنا چکا ہے تب بھی عقل یہ تسلیم نہیں کرتی تھی کہ منڈولا ایک اہم خیال خوانی کرنے والے مائیک ہرارے کو ہندو بنا کر شی تارا کے حوالے کردے گا۔

میں ایسا سوچنے کے دوران اپنے بیٹے کے اندر شی تارا کی سوچ کی لہروں کو سن کر چونک گیا۔ ہمارے لیے یہ بھی چونکا دینے والی بات تھی کہ شی تارا ہم سب سے چھپ کر پارس کے اندر آنے کا راستہ بنا چکی ہے۔ وہ خوش ہو کر کہہ رہی تھی۔ "اوہ' پارس! میں ایک عرصہ سے جو چاہتی تھی' وہ ارادہ اب پورا ہورہا ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک یہودی نے تمہارے ذہن میں ہمارا ہندو دھرم نقش کیا ہے؟ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ ایسا تو میں آئندہ موقع دیکھ کر کرنے والی تھی۔ اس سے پہلے ہی میرا کام بن گیا۔"

وہ بہت خوش تھی اور کہہ رہی تھی "تم دراصل میرے معمول اور تابعدار ہو۔ میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ مجھ سے پہلے جتنے عاملوں نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے۔ ان کے مطابق تم ان کے تابعدار رہو لیکن میں تمہاری آخری اور فائنل عاملہ ہوں۔ میں حکم دیتی ہوں کہ عامل داؤد منڈولا کے حکم کے مطابق بدستور ہندو برہمن رہوگے اور حقیقت کبھی ظاہر نہیں کروگے کہ تمہارے دل اور دماغ کی اصلی مالکہ صرف میں ہوں' اب تم آرام سے تنویمی نیند سوتے رہو۔ میں آٹھ بجے کے بعد آؤں گی۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ شی تارا ہوٹل کے کمرے میں دماغی طور پر حاضر ہوکر حیرانی سے سوچنے لگی کہ یہودی منڈولا نے اس کے پارس کو ہندو کیوں بنایا ہے۔ یہ کس قسم کی چال ہے جو سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ میں بھی اس چال کو سمجھ نہیں پارہا تھا۔ ہم ابھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہمارے علم میں جو شی تارا ہے' وہ ڈمی ہے اور جو اصلی ہے' وہ منڈولا کو ایسی چال چلنے پر مجبور کررہی ہے۔ اور کمال یہ بھی تھا کہ خود منڈولا اس تہ خانے والی پراسرار ہستی کو ہندو تو سمجھ رہا تھا مگر شی تارا نہیں سمجھ رہا تھا کیونکہ اس کی معلومات کے مطابق شی تارا اپنے پارس کے ساتھ تھی اور تہ خانے والی نے کسی پارس کو نہیں مائیک ہرارے کو ہندو بنانے کے لیے کہا

تھا اور وہ اسے بنا چکا تھا۔

پارس رات کے آٹھ بجے بیدار ہوگیا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر ایک اٹیچی میں اپنا ضروری سفری سامان رکھنے لگا۔ ایسے وقت الپا نے خیال خوانی کے ذریعے کوڈ ورڈز ادا کرکے مخاطب کیا "ہیلو زیرو دون! کیا سفر کے لیے تیار ہوچکے ہو؟"

"ہاں تیار ہوں۔ بائی دی وے۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی میرے اندر آکر گفتگو کرے۔ پلیز فون استعمال کرو۔"

وہ چلی گئی پھر اس نے فون کے ذریعے مخاطب کرکے پوچھا "اب خوش ہو؟"

"بات خوشی کی نہیں' اصول کی ہے۔ میں دو ایک روز میں خیال خوانی کے قابل ہوجاؤں گا تو کیا اپنے دماغ میں آنے دیا کروگی؟"

وہ بولی "بگ برادرز کی ہدایت ہے کہ بہت زیادہ ضرورت کے وقت ہم ایک دوسرے کے اندر آکر صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ فون پر رابطہ کیا جائے۔ اسی لیے ابھی تمہارے اندر سے نکل کر فون پر بول رہی ہوں۔"

"شکریہ۔ میں ابھی بگ برادر کے ہی بنگلے میں ہوں اور ان کے ساتھ ہی ائرپورٹ جاؤں گا۔ کیا تم کوئی خاص بات کہنا چاہتی ہو؟"

"اپنے ذاتی احساسات بیان کرنا چاہتی ہوں۔ بہت عرصہ پہلے فرہاد علی تیمور کا بیٹا میری زندگی میں آیا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ کئی دن اور کئی راتیں گزاری ہیں۔ یہاں تم سخت پہرے میں زیر علاج رہے۔ آج پہلی بار گورنر ہاؤس میں تمہارے قریب آنے کا موقع ملا تو ایسا ہی لگا جیسے میں تمہارے نہیں بلکہ پارس کے قریب چلی آئی ہوں۔"

"میں اپنی پچھلی زندگی کی بہت سی باتیں بھولا ہوا ہوں۔ یہ تم ہی بتا سکتی ہو کہ تم نے مجھے پارس کی طرح محسوس کیوں کیا؟ کیا واقعی میں پارس ہوں؟ کیا ہمیں یہ بات بگ برادرز کے علم میں لانا چاہیے؟"

"نہیں' ابھی نہیں۔ مجھ سے غلطی ہوسکتی ہے۔ وہ کم بخت پارس ابھی تک میرے حواس پر چھایا ہوا ہے۔ وہ جب قریب آتا تھا تو اس کے بدن سے ایک عجیب سی زہریلی مگر پرکشش حرارت محسوس ہوتی تھی۔ وہی حرارت آج میں نے تمہارے قریب سے گزرتے ہوئے محسوس کی تھی۔ جب تم امریکا سے واپس آؤ گے تو میں ایک بار تنہائی میں تم سے ملنا چاہوں گی۔"

"تم ایک نہیں ہزار بار مل سکتی ہو۔ مگر مجھے تاکید کی گئی ہے کہ ہر کام بگ برادر سے پوچھ کر کیا جائے۔"

"بے شک۔ میں بگ برادر سے اجازت حاصل کرکے ہی ایک بار تمہاری تنہائی میں آؤں گی۔ اچھا اب ریسیور رکھتی ہوں۔"

شی تارا جانتی تھی کہ وہ آٹھ بجے تنویمی نیند پوری کرکے بیدار ہوگا۔ اسی وقت کے مطابق وہ اس کے اندر خاموشی سے آگئی تھی۔ کیونکہ داؤد منڈولا یا سلمان وغیرہ اس کے اندر آسکتے تھے اس لیے وہ پارس کے اندر خاموشی اختیار کیے رہتی تھی۔ ایسے ہی وقت اس نے الپا اور پارس کی فون پر ہونے والی گفتگو سنی اور جل بھن گئی۔ وہ کبھی برداشت نہیں کرسکتی تھی کہ الپا کبھی اس کے پارس کی تنہائی میں آئے۔ اس نے طے کرلیا کہ وہ آئے گی تو اسے پارس کے ذریعے اعصابی کمزوری کی دوا کھلا کر اس کی ایسی کی تیسی کرے گی اور اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر رکھے گی۔

یہ کامیابی اطمینان بخش تھی کہ اس نے پارس کے دماغ میں جگہ بنالی تھی اور اس کے خیالات پڑھ کر آئندہ ہر آنے والی سوکن کا راستہ کاٹ سکتی تھی۔ اور اب تو یہ سوچ رہی تھی کہ آئندہ تنویمی عمل کرنے کا موقع ملے گا۔ پاپا اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور خفیہ یہودی تنظیم کے خیال خوانی کرنے والے پارس کے اندر نہیں ہوں گے۔ سب اپنی اپنی جگہ مصروف رہیں گے اور میدان صاف رہے گا تو وہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ نقش کردے گی کہ وہ آئندہ اپنی شی تارا کے علاوہ دنیا کی کسی لڑکی سے نہ دلچسپی لے گا اور نہ ہی کسی لڑکی سے تنہائی میں باتیں کرنا گوارا کرے گا۔

پارس رات کے گیارہ بجے اس طیارے سے روانہ ہوا' جس میں کمانڈوز اور سراغ رساں موجود تھے۔ برین آدم نے تمام یہودی خیال خوانی کرنے والوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ رات کو آرام کریں۔ جب وہ صبح بیدار ہوں گے تو ان کا خصوصی طیارہ نیویارک پہنچ چکا ہوگا۔ طیارے کے مسافر یعنی مائیک ہرارے اور کمانڈوز وغیرہ کے ہوٹل میں قیام کے دوران امریکی سراغ رساں خفیہ طور سے ان کی نگرانی کریں گے۔ ایسے وقت خیال خوانی کرنے والے ان کے کام آئیں گے۔ انہیں ہوٹل سے نکال کر بڑی رازداری سے مایا کے کھنڈرات تک پہنچائیں گے۔

داؤد منڈولا خیال خوانی کے ذریعے اس طیارے میں موجود رہا اور اپنی ٹیم کو بحفاظت سفر کرتے دیکھتا رہا۔ پھر مطمئن ہوکر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور کو کان سے لگا کر کہا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے پروفیسر ایزک نے کہا "میں ہوں۔ اور تو کوئی آپ کا فون نمبر نہیں جانتا۔"

"اس وقت تم بول رہے ہو۔ یا تمہارے پیچھے وہ بول رہی ہے؟"

"ہاں وہی ہے۔ باتیں اس کی ہیں اور زبان میری ہے۔ وہ تم سے خوش ہے۔ تم بڑی خوش اسلوبی سے اس کی ہدایات پر عمل کررہے ہو۔"

"کیا وہ دیکھ رہی ہے کہ میں کیا کرتا پھر رہا ہوں؟ اور کیا اسے معلوم ہے کہ میری ایک ٹیم یہاں سے روانہ ہوچکی ہے؟"

"ہاں وہ جانتی ہے کہ آپ کی ٹیم کل شام تک مایا کے کھنڈر

میں پہنچنے والی ہے۔ وہ خطرہ ہے۔ آپ کی ٹیم وہاں پہنچے گی اور اس ٹیم میں مائیک ہرارے موجود ہوگا تو ان سب کے لیے تہ خانے کا چور دروازہ کھول دیا جائے گا۔"

"یہ سب تو ہو جائے گا۔ اس ہستی کو اس کا مائیک ہرارے مل جائے گا اور ہمیں یقین ہے کہ تہ خانے کا تمام خفیہ خزانہ ہمارے حوالے کردیا جائے گا۔ وہ پُراسرار ہستی اپنے تمام وعدے پورے کرے گی۔ پھر بھی میں اپنی تسلی اور اطمینان کے لیے پوچھ رہا ہوں کیا میں آئندہ بھی خفیہ یہودی تنظیم کا گمنام سربراہ رہوں گا؟"

"بے شک آپ ہی گمنام سربراہ رہیں گے' اس ہستی نے وعدہ کیا تھا کہ اسے مائیک ہرارے مل جائے گا تو وہ آپ کے اور خفیہ یہودی تنظیم کے کسی معاملے میں کبھی مداخلت نہیں کرے گی۔"

"میں تمہاری اس پُراسرار ہستی کی مٹھی میں ہوں۔ مجھے یقین کرنا ہی ہوگا کہ وہ میرے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرے گی۔ اور یقین نہ بھی کروں تو اسی کے رحم وکرم پر رہنا ہوگا۔"

پروفیسر ایزک نے کہا "اب یہ آپ دونوں کا معاملہ ہے۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ میرا اپنا تجربہ تو یہی ہے کہ اس نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ آپ بھی اس کی ہدایات پر عمل کررہے ہیں' اس لیے وہ آپ کو بھی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اچھا میں فون بند کررہا ہوں۔ کل شام کو کھنڈر کے تہ خانے میں لین دین کے بعد وہ میرے ذریعے پھر آپ سے گفتگو کرے گی۔"

پروفیسر سے فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ منڈولا بڑی فکر میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اگرچہ مائیک ہرارے کو اس کے حوالے کرکے اتنا کچھ پانے والا تھا کہ ننھی سی مملکت اسرائیل کو امریکا سے بڑھ کر سپر پاور بنانے والا تھا مگر غلامی کا احساس اسے مارے ڈال رہا تھا۔ وہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ وہ اس کے اندر آئی جاتی نہیں ہوگی۔ جسے دماغ میں جگہ مل جائے اور جسے ملک اسرائیل کی خفیہ تنظیم کا راز معلوم ہوجائے' وہ بھلا لاتعلق کیوں رہے گی؟ پہلی بار اس نے مائیک ہرارے کو حاصل کرنے کے لیے منڈولا کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا۔ آئندہ پھر کسی ضرورت کے تحت بلیک میل کرسکتی ہے۔

وہ سر کھجا کر سوچنے لگا۔ "میری بھی کیا قسمت ہے؟ میں بڑے بڑے مَردوں کو اور بڑے ملکوں کو فریب دیتا ہوں مگر عورتوں سے زیر ہوجاتا ہوں۔ میں نے بڑی مشکلوں سے ٹانی سے پیچھا چھڑایا تھا۔ اب یہ ایک نئی بلا آگئی ہے۔ میں کیا تدبیر کروں کہ اس پُراسرار ہستی سے نجات حاصل کروں؟ اپنے ذہن کو اور کس قدر حساس بناؤں کہ وہ آئے تو میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کروں اور اسے اپنے اندر سے بھگادوں؟"

کوئی راستہ نہیں تھا۔ بیچ سمندر میں کشتی جائے تو کوئی بچانے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی ڈوبنے والا تیر کر ساحل تک پہنچ سکتا ہے۔ مقدر ناراض ہو اور دور تک تاریکی ہی تاریکی ہو تو روشنی کے لیے ماچس کی ایک ڈبیا بھی نہیں ملتی۔

دوسری صبح تمام یہودی خیال خوانی کرنے والے مصروف ہوگئے۔ الپا' ٹیری آدم' ٹالبوٹ اور مونارو کے علاوہ ایکسپرے مین مارٹن اور منڈولا بھی درپردہ موجود تھے۔ پارس نے چھ کمانڈوز اور دو سراغرسانوں کے ساتھ نیویارک کے ایک ہوٹل میں کمرے حاصل کرنے کے بعد ان سب کے ساتھ میک اپ کیا تھا اور اپنے چہرے بدل لئے تھے تاکہ اب وہ ہوٹل سے باہر جائیں تو امریکی سراغ رساں انہیں پہچان نہ پائیں۔ لیکن وہ امریکی سراغ رساں ان کے کمروں کے قریب ہوسکتے تھے۔ انہیں کہیں جانے سے روک ٹوک سکتے تھے اور طرح طرح کے سوالات کرسکتے تھے۔

لیکن انہوں نے پہلے پلاننگ تیار کرلی تھی صرف سراغ رسانوں کو راستے سے ہٹانے کی بات تھی۔ اس مقصد کے لیے خیال خوانی کرنے والوں نے ہوٹل کے عملے کے دماغوں پر قبضہ جمایا۔ ان کے ذریعے ریموٹ کنٹرولر سے بلاسٹ ہونے والے بم چھپا کر کچن میں اور تیسرے فلور میں رکھے۔ پارس وغیرہ تیسرے فلور کے مختلف کمروں میں تھے۔ خیال خوانی کرنے والوں نے عملے کے چند ملازموں کے ہاتھوں میں ریموٹ کنٹرولر پکڑا دیئے تھے۔ انہوں نے کیے بعد دیگرے ان کے بٹن دبانے شروع کردیئے۔ اس کے ساتھ ہی پہلے کچن میں دھماکے ہونے لگے۔ صبح کے وقت لرزہ خیز دھماکوں نے صرف ہوٹل والوں کو ہی نہیں آس پاس کی عمارتوں کو بھی دہشت زدہ کردیا۔ سب کے سب اپنی جان بچانے کے لیے جدھر منہ پڑا' اُدھر ہی بھاگنے لگے۔

جو امریکی سراغ رساں پارس اور یہودی ٹیم کی نگرانی پر مامور کیے گئے تھے۔ ان میں سے کئی بھاگ گئے' ان میں سے بھی کچھ ثابت قدم رہنا چاہتے تھے۔ لیکن تیسرے فلور پر بھی دھماکے ہونے لگے تو سب ہی کو وہاں سے بھاگنا پڑا۔ ان بھاگنے والوں میں پارس اور یہودی ٹیم کے افراد بھی تھے۔ لیکن ان سب کے چہرے بدلے ہوئے تھے اس لیے انہیں اب پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔ پھر ایسے دھماکے ہورہے تھے کہ کون کس سمت جارہا ہے' یہ معلوم کرنے کا ہوش کسی کو نہیں رہا تھا۔

اس ٹیم نے یہ پلاننگ کی تھی کہ جسے جہاں سے موقع ملے گا' وہاں سے فرار ہوگا۔ پھر مختلف ٹیکسیوں میں بیٹھ کر اسکیٹنگ کلب کے سامنے پہنچے گا۔ وہاں ایک بڑی سی وین ہوگی۔ وہ سب آکر اس وین میں بیٹھیں گے اور ایک پرائیویٹ ہیلی پورٹ کی طرف جائیں گے۔ ان کے نئے میک اپ اور نئی شخصیات کے مطابق شناختی کارڈز اور دیگر اہم کاغذات تیار ہوچکے تھے اور ایک ہیلی کاپٹر بھی کرائے پر حاصل کرلیا گیا تھا۔ جس میں سوار ہوکر وہ سب مایا کے کھنڈر تک پہنچ سکتے تھے۔

ان سب نے پلاننگ پر عمل کیا۔ الگ الگ ٹیکسی میں بیٹھ کر اسکیٹنگ کلب کے سامنے آئے اور اس وین میں بیٹھ گئے۔ بڑی

بے چینی سے پارس یعنی اپنے مائیک ہرارے کا انتظار کرنے لگے۔ ایسے وقت ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ وقت کی پابندی لازمی تھی۔ جب تک جاسوس اور پولیس والے ہوٹل کے اندر ہونے والے دھماکوں کی تحقیقات کرتے اور خصوصی طیارے سے آنے والے یہودیوں کو تلاش کرتے رہتے تب تک وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے نیویارک سے دور نکل جاتے۔ وین میں بیٹھے ہوئے ایک یہودی سراغ رسان نے جھنجلا کر کہا "پتا نہیں یہ ہرارے کہاں رہ گیا ہے؟"

الپا اور ٹیری آدم نے مائیک ہرارے کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی لیکن انہیں اپنے مطلوبہ مائیک ہرارے کا دماغ نہیں ملا۔ یہ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ اس کے نہ ملنے سے یہی خیال آرہا تھا کہ وہ مرچکا ہے یا کسی نے اسے ٹریپ کرکے اپنے قابو میں کرلیا ہے اور اس کے اندر آواز اور لہجے کو بدل کر اس کی شخصیت بدل دی ہے۔

لیکن عقل یہ تسلیم نہیں کرتی تھی کہ صرف آدھے گھنٹے کے اندر اس پر تنویمی عمل کرکے اسے یہودی ٹیم سے بے گانہ بنادیا گیا ہو انہوں نے باری باری پارس کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرنا چاہا۔ لیکن مخاطب کرنے کے لیے مائیک ہرارے کی آواز اور لہجے کو بار بار دہرا رہے تھے۔ جبکہ وہ مائیک ہرارے کبھی نہیں تھا۔

صرف میں اور سلمان وغیرہ اس کی اصلیت کو جانتے تھے۔ پھر پچھلی شام میں نے شی تارا کو چوری چھپے اپنے بیٹے کے اندر پہنچتے دیکھا اور یہ معلوم کیا کہ اس نے سب سے آخر میں اپنے محبوب کو تنویمی عمل سے اپنا تابعدار بنالیا ہے۔

شی تارا دوسری فلائٹ سے نیویارک پہنچی ہوئی تھی۔ وہ سائے کی طرح اس کے ساتھ رہنے کا ارادہ کرچکی تھی تاکہ الپا اس سے رابطہ نہ کرسکے۔ اس نے بھی مائیک ہرارے کے اس لب ولہجے کو اپنی گرفت میں لیا' جس لب ولہجے کو اختیار کرکے سب ہی نے پارس کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ ایسے وقت وہ بھی ناکام رہی۔ اسے اپنا محبوب نہیں ملا۔

چونکہ وہ اصلیت جانتی تھی کہ وہ ہرارے نہیں ہے اس لیے اس نے پارس کے لب ولہجے کو اختیار کیا اور کامیاب ہوگئی مگر وہ ادھوری کامیابی تھی کیونکہ پارس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔

وہ دانی طور پر حاضر ہو کر حیرانی سے سوچنے لگی "یہ کیا ہوگیا؟ بابا اور ان کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پارس کو تنویمی عمل کے ذریعے تبدیل کردیا تھا۔ اسے مکمل طور پر مائیک ہرارے بنادیا تھا اور ہرارے کا لب ولہجہ بھی اس کے ذہن میں نقش کردیا تھا۔ یہودیوں سمیت سب ہی ہرارے کے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر پارس کے اندر پہنچے تھے۔ میں نے خود اس نئے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر پارس کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا اور وہ بن چکا تھا۔ پھر یہ اچانک کیا ہوگیا ہے۔ وہ میری خیال خوانی کی گرفت سے کیسے نکل گیا ہے؟"

وہ ڈوبتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی "کیا میں اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانے میں ناکام رہی ہوں؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ اس کے دل ودماغ سے میری حکمرانی ختم ہوچکی ہے۔"

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی پھر جلدی سے کہا "سانس نہ روکنا۔ میں تمہاری شی تارا ہوں۔"

اس نے پوچھا "کون سی شی تارا؟ وہ جو مجھے دل وجان سے چاہتی تھی۔ یا وہ جو مجھے اپنا غلام بنانا چاہتی ہے؟"

"مم... مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں تو تمہاری کنیز ہوں۔"

"یہ تمہاری جیسی عورتوں کی خوبی ہے کہ زبان سے خود کو کنیز کہتی ہو مگر چالبازیوں سے مرد پر حکمرانی کرتی ہو۔"

"میں اپنے سچے پیار کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تمہیں صرف اپنا بنا کر رکھنے کے لیے تم پر تنویمی عمل کیا تھا۔"

"سچا پیار کرنے والیاں اپنے چاہنے والوں پر تنویمی عمل یا جادو ٹونے نہیں کرتی ہیں۔ اور جو کرتی ہیں' ان کی اصلیت کیسے کھلتی ہے' یہ تو تم دیکھ ہی رہی ہو۔"

"پارس! میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تمہیں یہودی خیال خوانی کرنے والوں سے بچائے رکھنے کے لیے تم پر عمل کیا تھا۔"

"کیا تم میرے پاپا اور انکل سلمان سے زیادہ میری حفاظت کرسکتی ہو؟ کیا ان کی طرح ایسی حکمت عملی اختیار کرسکتی ہو' انہوں نے صرف یہودیوں کے نہیں' تمہارے تنویمی عمل کو بھی پانی کردیا؟"

"میں اپنی غلطی مانتی ہوں مگر مجھے اپنے دل سے سمجھو' میں نے محبت کے جنون میں ایسا کیا تھا۔"

"وہ محبت جو جنون میں بدل جائے' وہ انسان کو نارمل نہیں رہنے دیتی اور میں کسی ایب نارمل سے دور کی محبت کرسکتا ہوں' اسے قریب بلا کر اپنی سلامتی خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ اسے دور کردیا۔ اس نے پھر خیال خوانی کے ذریعے آنا چاہا۔ مگر پارس نے سانس روک لی۔ اسے اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔ وہ ایک دم سے روپڑی۔ اگر ایک بار بازی جیت کر ہار جاتی تو نہ روتی بلکہ نئے حوصلے سے دوسری بار بازی جیتنے کی کوشش کرتی لیکن وہ تو ماضی میں کئی بار اسے جیت کر ہار چکی تھی۔ اس بار تو چالبازی کی حد کردی تھی۔ جس سے محبت کرتی تھی' اسے اپنی دانست میں تابعدار بنالیا تھا۔ اسے اپنے اشاروں پر چلانے والی تھی۔ ایسی چالبازی کا بھید کھلنے کے بعد اب پارس اس کے سائے سے بھی دور رہنے والا تھا۔

اس کے مقدر نے اسے آنسو بہانے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ اور یہودیوں کا مقدر برین آدم کو سرپٹنے پر مجبور کررہا تھا۔ الپا اور ٹیری آدم یہ رپورٹ پیش کرچکے تھے کہ نیویارک کے ہوٹل میں بم

کے دھماکوں کے باعث جہاں کئی جانیں گئی ہیں' وہاں شاید مائیک ہرارے بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ کیونکہ خیال خوانی کرنے والوں کو اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آرہی ہیں۔

یہی داؤد منڈولا سوچ رہا تھا کہ مائیک ہرارے بم کے دھماکوں میں مارا گیا ہے۔ وہ اور اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے اس ہوٹل کے منیجر اور تفتیش کرنے والے پولیس افسروں کے دماغوں میں پہنچے ہوئے تھے اور جو لاشیں ہوٹل سے برآمد کی جارہی تھیں' ان کے متعلق معلوم کررہے تھے کہ وہ کن افراد کی لاشیں ہیں لیکن کچھ لاشوں کے تو چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ وہ بے چارے مرنے والے ناقابل شناخت تھے اور یہ بے چارے تمام یہودی خیال خوانی کرنے والے یہی رائے قائم کررہے تھے کہ مائیک ہرارے کے جسم اور چہرے کے بھی چیتھڑے اڑ چکے ہیں۔

اسرائیلی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران برین آدم پر ناراض ہورہے تھے اور پوچھ رہے تھے "آپ نے اتنے زبردست شاطر اور ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو اسی ملک میں کیوں جانے دیا' جس ملک سے ہم نے اسے جبراً حاصل کیا تھا؟"

برین آدم نے کہا "میں انٹیلی جنس کا چیف ہوں۔ میرے اتنے اختیارات نہیں ہیں کہ میں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے ملک سے باہر جانے کی اجازت دوں۔ ہمارے ملک کی خفیہ یہودی تنظیم کی طرف سے خفیہ طور پر حکم صادر کیا گیا تھا کہ مایا کے کھنڈر تک جانے والی ٹیم میں مائیک ہرارے کو بھی شریک ہونا چاہیے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے ایکسرے مین مارٹن نے کہا "میں خفیہ یہودی تنظیم کا سربراہ بول رہا ہوں۔ آپ لوگ مسٹر برین آدم کا محاسبہ نہ کریں۔ ہم نے مائیک ہرارے کو ایک ٹاپ سیکرٹ مہم پر بھیجا تھا۔ ہرارے کے بغیر وہ مہم سر نہیں ہوسکتی تھی۔ مگر افسوس کہ ہم اور آپ پیش آنے والے حادثات کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ مقدر کو ماننا پڑتا ہے۔ ہرارے جس طرح اچانک مقدر سے ملا تھا' اسی طرح مقدر اسے ہم سے چھین کر لے گیا۔ دیٹس آل۔"

فون سے رابطہ ختم ہوگیا۔ داؤد منڈولا اپنی رہائش گاہ میں دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر صوفہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس پُراسرار ہستی کا مطالبہ پورا نہیں کرسکتا تھا۔ مائیک ہرارے کو اس کے سامنے پیش کرکے خزانے حاصل کرنے کے علاوہ ایک چھوٹی سی امید یہ بھی تھی کہ وہ ہستی آئندہ اس کے بعد یہودی تنظیم کے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی۔ وہ چھوٹی سی کمزور سی امید بھی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ اب کیا ہوگا؟ وہ گمنام ہستی تو ہرارے کو حاصل کرنے کی وجہ سے مداخلت نہ کرنے کا وعدہ کررہی تھی۔ جب اس کا مطلوبہ شخص نہیں ملے گا تو وہ سرچڑھ کے بولے گی۔ ہوسکتا ہے اسے ماتحت بنا کر خود یہودی تنظیم کی سربراہ بن جائے۔

اس نے فون کے ذریعے پروفیسر ایزک سے رابطہ کیا پھر کہا "میں بول رہا ہوں۔ کیا وہ پراسرار ہستی تمہارے اندر ہے۔"

"میں کیسے کہہ سکتا ہوں۔ مجھے تو پتا بھی نہیں چلتا کہ وہ کب تک میرے اندر رہتی ہے۔ ہاں مگر اس کی آمد کا یوں پتا چلتا ہے کہ میں بے اختیار آپ کا فون نمبر ڈائل کرنے لگتا ہوں۔ پھر آپ سے وہی باتیں کرتا ہوں' جو وہ چاہتی ہے۔"

"اس نے پچھلی بار کہا تھا کہ جب ہماری ٹیم مایا کے کھنڈر میں پہنچے گی تو وہ تمہارے ذریعے مجھ سے گفتگو کرے گی۔"

پروفیسر نے کہا "تو پھر پریشانی کیا ہے۔ وہ وقت مقررہ پر ضرور رابطہ کرے گی۔"

"ہماری ٹیم اس کھنڈر میں شام تک پہنچنے والی تھی۔ مگر نہیں پہنچے گی۔ کیونکہ اس کا مطلوبہ مائیک ہرارے نیویارک کے ایک ہوٹل میں تھا۔ وہاں بم کے دھماکے میں مارا گیا ہے۔ اس خبر کو اس ہستی تک پہنچانا چاہیے۔"

"آپ جانتے ہیں' اس سے رابطہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ وہ اپنی مرضی سے آتی جاتی ہے۔"

پھر وہ چونک کر بولا "ذرا ایک منٹ۔ وہ۔ وہ آگئی ہے۔ اور وہ کہہ رہی ہے۔ اسے ہوٹل والے سانحے کی اطلاع مل چکی ہے۔"

منڈولا نے جلدی سے کہا "اسے یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں اس کی ہدایات پر عمل کررہا ہوں۔"

"ہاں وہ جانتی ہے اور کہہ رہی ہے کہ یہ سب کچھ تمہارے دشمنوں کی سازش سے ہورہا ہے؟"

"دشمنوں کی سازش سے کیسے؟ جبکہ ہوٹل میں بم کے دھماکے ہم نے کرائے تھے۔"

"ابھی تم اپنی یہودی تنظیم کے کسی فرد کے دماغ میں جاؤ گے تو معلوم ہوگا کہ تمہارے وہ چھ کمانڈوز اور دو سراغ رساں جو اسکینگ کلب کے سامنے ایک وین میں بیٹھے ہوئے تھے' انہیں امریکی کمانڈوز نے گھیر کر حراست میں لے لیا ہے اور ان کے چہروں سے میک اپ اتار کر یہ ثبوت حاصل کیا ہے کہ وہ لوگ اسرائیل کے خصوصی طیارے سے آنے والے جاسوس ہیں۔"

"یہ تو اور بُرا ہوا۔ ہمارے زیر حراست لوگوں کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرکے معلوم کیا جائے گا کہ وہ مایا کے کھنڈر میں جانے والے تھے اور وہاں سے بہت بڑے خزانے کے علاوہ یورینیم بھی حاصل کرنے والے تھے۔"

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ سپر ماسٹر کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ سب کچھ معلوم کرچکے ہیں اور اب امریکی ٹیم اس خزانے کا سراغ لگانے اس کھنڈر کی سمت جانے والی ہے۔"

منڈولا نے کہا "یہ کیسی بدقسمتی ہے کہ اس مہربان ہستی کو ہرارے نہ مل سکا اور اب ہم خزانے سے محروم ہورہے ہیں۔"

"خزانہ اس امریکی ٹیم کو بھی نہیں ملے گا۔ اس ہستی کی مرضی کے بغیر کوئی جادوگر بھی اس خزانے تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس مائیک ہرارے کے گم ہوتے ہی اس ہستی نے تمام خزانے کو دوسری جگہ منتقل کردیا ہے۔ جب ہرارے ملے گا تو وہ خزانہ بھی اپنی جگہ واپس آجائے گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ ہرارے تو مرچکا ہے۔ وہ واپس کیسے آئے گا؟"

"یہ میں نہیں' وہ ہستی کہہ رہی ہے کہ ہرارے زندہ ہے۔ اور وہ زندہ ہے اسی لیے وہ ہستی تم سے رابطہ کررہی ہے۔ اگر وہ جان سے جاتا تو وہ آپ کی جان نہ چھوڑتی کیونکہ آپ کی پلاننگ غلط تھی۔ آپ نے بلاسٹ کراتے وقت یہ نہیں سوچا کہ اپنا بھی کوئی آدمی مارا جاسکتا ہے؟"

منڈولا نے خوش ہوکر کہا "میں ہزار بار اپنی غلطی کو تسلیم کرتا رہوں گا۔ یہ خوش خبری مجھے نئی زندگی دے رہی ہے کہ ہرارے زندہ ہے۔"

"فی الوقت خوشی کو بھول جائیں اور اس پہلو پر غور کریں کہ دشمنوں نے مائیک ہرارے کو کیوں اغوا کیا ہے؟ اور اسے کہاں لے گئے ہیں؟ اور انہی دشمنوں نے مخبری کرکے آپ کے چھ کمانڈوز اور دو سراغ رسانوں کو گرفتار کرایا ہے۔"

"ہاں' اب تو اس معاملے کی سنگینی کو سمجھنا اور دشمنوں کو پہچاننا ہوگا۔ میں اس پُراسرار ہستی سے التجا کرتا ہوں کہ وہ میری کچھ راہنمائی کرے۔ وہ تو خیال خوانی کے ذریعے چند سیکنڈ کے لیے یوگا کے ماہرین کے اندر بھی پہنچ جاتی ہے۔"

"ہاں وہ وہاں بھی پہنچ سکتی ہے جہاں آپ کے ہرارے کو لے جایا گیا ہے لیکن وہ روحانی ٹیلی پیتھی کی زد میں نہیں آنا چاہتی۔ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ اتفاق سے یا مقدر کی خرابی سے وہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کی روپوشی کا علم ہوگا تو جو بازی وہ جیتنا چاہتی ہے' وہ ہار جائے گی۔"

"اس ہستی کے اندیشے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے والوں نے مائیک ہرارے کو ہم سے چھین لیا ہے۔"

"آپ کا اندازہ بڑی حد تک درست ہے۔ لیکن یہ ہستی کہتی ہے کہ اس سلسلے میں اس ادارے کے کسی فرد اور فرہاد علی تیمور کی فیملی کے کسی ممبر کے قریب نہیں جائے گی۔"

"اگر وہ ہستی درپردہ میری کچھ مدد کرے تو میں بڑی خاموش حکمت عملی سے مائیک ہرارے کو حاصل کرکے اس کے پاس پہنچادوں گا۔"

"فی الحال وہ ہستی تمہیں اتنا ہی بتاسکتی ہے کہ مائیک ہرارے کی شخصیت اب تبدیل کی جارہی ہے۔ جب اس سلسلے میں مکمل معلومات حاصل ہوں گی تو وہ آپ کو بہت کچھ بتاسکے گی۔"

"اس ہستی سے کہو کہ میں اس کا تابعدار رہوں۔ میں صرف ہرارے کے معاملے میں ہی نہیں' دوسرے تمام معاملات میں بھی اس ہستی کی خدمت کرتا رہوں گا۔"

"اس ہستی کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نہیں چاہیں گے' تب بھی اس کی خدمت کرتے رہیں گے۔ اب وہ جارہی ہے۔ اس لیے فون بند کررہا ہوں۔"

اُدھر سے فون خاموش ہوگیا۔ منڈولا اندر ہی اندر اس توہین کے احساس سے پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ وہ نہیں بھی چاہے گا تب بھی اس پراسرار ہستی کی خدمت کرتا رہے گا۔ وہ ایک بہت ہی پراسرار یہودی تنظیم کا سربراہ ہوکر کسی روپوش رہنے والی دوشیزہ کا خدمت گار بن گیا تھا۔

اب سے پہلے ایکسرے مین مارٹن یہودی تنظیم کا ایک گمنام اور پراسرار سربراہ تھا۔ داؤد منڈولا نے ایک سنہری موقع پاکر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور ایکسرے مین سے اونچا مقام حاصل کیا تھا۔ خود گمنام پراسرار سربراہ بن گیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ روپوشی کی زندگی گزارنے والی اصلی شی تارا ہے' جو آتما شکتی سے اس جیسے کسی بھی یوگا کے ماہر کے اندر چلی آتی ہے۔ یہ نہ جاننے کے باوجود یہ توہین آمیز فکر لاحق ہوگئی تھی کہ وہ پراسرار ہستی یہودی تنظیم کی شاید اسی طرح سربراہ بن گئی ہے' جس طرح وہ ایکسرے مین کی لاعلمی میں سربراہ بنا ہوا تھا۔

یہ ایسی بے بسی تھی کہ وہ تلملاتا رہتا مگر اس نامعلوم دوشیزہ کا کچھ نہ بگاڑ پاتا۔ اسے خوش رکھ کر اپنی ہی خفیہ یہودی تنظیم کے تمام افراد سے اور دوسرے تمام دشمنوں سے خود کو چھپا کر رکھ سکتا تھا۔

میں نے اصل مائیک ہرارے کو کچھ مشورے دے کر آزاد چھوڑ دیا تھا پھر میں اپنے معاملات میں مصروف ہوگیا تھا۔ سلمان سے بھی کہہ دیا تھا کہ اسے اپنے طور پر زندگی گزارنے دیا جائے۔ اگر کبھی وہ اپنے ملکی مفاد کی خاطر ہم میں سے کسی کو نقصان پہنچانے کی حماقت کرے گا' تب ہم اسے سبق سکھائیں گے کہ اونٹ کو پہاڑ سے نیچے ہی رہنا چاہیے۔

ابھی تو وہ جیسے میرا مرید ہوگیا تھا۔ ایک تو میں نے اسے خود اس کے سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران کے اس منصوبے سے نجات دلائی تھی کہ اسے بھی تھری ڈی کی طرح جان نثار ہونا چاہیے۔ پھر میں نے اسے یہودیوں کی طرف سے کی جانے والی برین واشنگ سے محفوظ رکھا اس کی مائیک ہرارے کی شخصیت برقرار رکھی تھی۔ اسے یہودی بننے نہیں دیا تھا اور ان کی قید سے رہائی دلائی تھی۔ وہ ایسے تمام مراحل میں میرے خلوص اور نیک نیتی کو دل سے تسلیم کرتا رہا تھا۔ پھر میں نے اسے آزادانہ زندگی گزارنے اور روپوش رہ کر اپنے ملک و قوم کی خدمت کرنے کا مشورہ دیا چونکہ وہ سپر ماسٹر

سے بدظن ہوگیا تھا۔ اس لیے امریکا واپس نہیں گیا۔ اپنی شخصیت اور اپنا نام تبدیل کرلیا۔ پھر میں نے کہا کہ یہودیوں نے اس کی جگہ جس ڈی مائیک ہرارے کو امریکا بھیجا ہے۔ اس ڈی کے ذریعے یہودی تنظیم والے بہت سے امریکی راز معلوم کرتے رہیں گے۔ بہترہے کہ اس ڈی ہرارے کو ختم کردیا جائے۔

مائیک ہرارے میرے مشوروں سے بہت خوش تھا اور اب اسی ایک مشورے پر عمل کرتے ہوئے اس ملٹری ہیڈ کوارٹر کے ایک ماتحت افسر کے دماغ میں پہنچا تھا' جہاں سپرباسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران کے بنگلے اور دفاتر تھے۔ وہاں کبھی مائیک ہرارے کا بھی بنگلا تھا اور اب اس بنگلے میں ڈی ہرارے رہنے لگا تھا۔

منڈولا نے ڈی ہرارے پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا تاکہ کوئی اس کے دماغ میں نہ آئے۔ صرف یہودی خیال خوانی کرنے والے چار چار گھنٹے کے وقفے سے اس کے اندر آتے تھے اور سپرباسٹر وغیرہ کے سامنے خیال خوانی کا مظاہرہ کرتے تھے تاکہ سپرباسٹر اور تمام فوجی افسران اسے ٹیلی پیتھی جاننے والا شاطر مائیک ہرارے سمجھتے رہیں اور یہودی اس کے اندر رہ کر وہاں کے فوجی راز معلوم کرتے رہیں۔

اصل مائیک ہرارے نے ایک فوجی ماتحت افسر کے اندر رہ کر معلوم کیا کہ وہاں ڈی پر شبہ کیا جارہا ہے یا اسے اصلی تسلیم کیا جارہا ہے؟ پتا چلا کہ وہاں ابھی اس ڈی سے دھوکا کھا رہے ہیں۔ میں نے ہرارے سے کہا تھا۔ "جب کبھی اس ڈی کے دماغ میں جانا چاہو تو ایک آواز اور لہجے کو ذہن نشین کرلو۔ تم اس کے ذریعے ڈی کو ٹریپ کروگے تو یہودی خیال خوانی کرنے والے تمہیں اس کے اندر رہنے سے روک نہیں سکیں گے۔"

میں نے اسے وائو منڈولا کی آواز اور لہجہ ذہن نشین کرادیا مگر اسے یہ نہیں بتایا کہ اس آواز اور لہجے والے کا نام وائو منڈولا ہے اور وہ خفیہ یہودی تنظیم کا ایک روپوش سربراہ ہے۔ مائیک ہرارے نے پہلے ماتحت فوجی افسر کے ذریعے معلوم کیا کہ ڈی ہرارے کو سپر ماسٹر نے اپنے دفتر میں طلب کیا ہے۔ ایسے وقت اصل مائیک ہرارے نے آزمائش کے طور پر منڈولا کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی تو بڑی آسانی سے ڈی ہرارے کے اندر پہنچ گیا۔

وہ ڈی سپر ماسٹر کے دفتر میں پہنچ گیا تھا۔ فوج کے دو اعلیٰ افسران بھی موجود تھے۔ سپرباسٹر نے کہا۔ "مسٹر ہرارے! بیٹھ جاؤ۔ تمہیں ایک اہم معاملے میں گفتگو کرنے اور تم سے مشورہ لینے کے لیے یہاں بلایا گیا ہے۔"

وہ بیٹھتے ہوئے بولا "شکریہ۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ آپ حضرات میرے مشوروں کو اہمیت دیتے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم شطرنج کے ناقابل شکست کھلاڑی ہو۔ تمہارا ذہن تیزی سے سوچتا ہے۔ ابھی ہمیں اطلاع ملی ہے کہ مایا کے کھنڈر میں کہیں ایک تہ خانہ ہے۔ اس تہ خانے میں بیش بہا خزانوں کے علاوہ یورینیم کا ذخیرہ بھی ہے۔"

"آپ کو یہ اطلاع کہاں سے ملی ہے؟"

"نیویارک میں آٹھ یہودی گرفتار کیے گئے ہیں۔ ہمارے دو خیال خوانی کرنے والوں نے ان کے چور خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ مایا کھنڈر میں یورینیم کے ذخیرے کو حاصل کرنے جارہے تھے۔ امریکی سراغ رسانوں کو دھوکا دینے کے لیے انہوں نے ہوٹل میں بم کے دھماکے کیے لیکن اس دھماکے میں ان کا ایک اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا مارا گیا ہے۔ وہ آٹھوں یہودی اس مرنے والے کا نام نہیں جانتے ہیں۔ اسے زیرو زیرو دن کہتے ہیں۔"

ڈی ہرارے نے پوچھا "اب کیا مسئلہ ہے؟"

"مسئلہ یہ ہے کہ وہ زیرو زیرو دن ہی انہیں کسی چور راستے سے تہ خانے میں لے جانے والا تھا اور وہ مرچکا ہے۔ باقی ہماری قید میں جو آٹھ یہودی ہیں' وہ چور راستہ نہیں جانتے ہیں۔"

سپرباسٹر نے کہا "کھنڈرات کی کھدائی کے لیے ایک حد مقرر ہے۔ ہر جگہ کھدائی کرکے ماضی کے آثار کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ کسی ہنرمندی سے وہ چور راستہ دریافت کرنا ہوگا۔ ہماری ایک ٹیم وہاں جاچکی ہے۔ ہم چاہتے ہیں دوسری ٹیم کے ساتھ تم جاؤ۔"

ڈی نے کہا "مجھے آثار قدیمہ کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ پھر بھی آپ کا حکم ہے' میں ضرور وہاں جاؤں گا۔"

مائیک ہرارے نے اسے دوبارہ بولنے پر مجبور کیا' وہ بولا "مگر میں نہیں جاؤں گا۔ آپ نے صرف آٹھ یہودیوں کو گرفتار کیا ہے۔ ان کی بھی دوسری ٹیم وہاں ضرور پہنچے گی۔ یہودی اور اسرائیلی ٹیموں کا وہاں جھگڑا ہوگا۔ یہ بات اخبارات والوں کو معلوم ہوگی۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ذریعے ساری دنیا میں ہمارا جھگڑا دیکھا جائے گا۔ اسلامی ممالک والے یہ رائے قائم کریں گے کہ امریکا' اسرائیل کا ساتھ چھوڑ رہا ہے۔ اب تنہا اسرائیل اسلامی ممالک پر کبھی غالب نہیں آئے گا۔"

سپرباسٹر نے کہا "امریکا اور اسرائیل کئی معاملات میں ایک دوسرے سے شکایت کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ناراض ہوتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ عارضی طور پر ہوگا۔"

ٹیری آدم ڈی ہرارے کے اندر موجود تھا۔ اس نے ڈی کی زبان سے کہا "ٹھیک ہے' میں جاؤں گا۔"

اصل ہرارے نے فوراً ہی ڈی کی زبان سے کہا "نہیں' میں نہیں جاؤں گا۔"

سپرباسٹر اور فوجی افسران حیرانی سے گھور کر اسے دیکھنے لگے۔ اصلی ہرارے نے کہا "آپ حضرات مجھے یوں نہ دیکھیں۔ میں یہودیوں کا وفادار ہوں اور یہ چاہوں گا کہ مایا کے کھنڈر سے یورینیم کا ذخیرہ یہودی لے جائیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر ہرارے! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔ کبھی اس کھنڈر میں جانے کے لیے راضی ہوتے ہو اور کبھی انکار کرتے ہو' یہ تو پاگل پن ہے۔"

ٹیری آدم نے اس کے ذریعے کہا "سر! میں معافی چاہتا ہوں۔ دراصل میری طبیعت ناساز ہے۔"

اصلی ہرارے نے کہا "میری طبیعت ناساز نہیں ہے۔ میں بالکل صحت مند اور نارمل ہوں۔ اپنے پورے ہوش وحواس میں کہہ رہا ہوں کہ میں مائیک ہرارے نہیں ہوں اور نہ ہی ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور۔۔۔"

ٹیری آدم نے اسے آگے کہنے سے روک دیا۔ اصل ہرارے نے کہا "بھئی تم میرے دماغ میں گھس کر مجھے سچ بولنے سے کیوں روک رہے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ان لمحات میں تمہارے علاوہ اصلی مائیک ہرارے بھی میرے اندر موجود ہے۔ اس بے چارے کو تم لوگوں نے زیرو زیرو دن کا کوڈ نیم دیا تھا۔ ٹھکرو تم یہودیوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ تم سب اسے مُردہ سمجھ رہے ہو۔ اور وہ یہاں اپنی ڈی کے دماغ میں زندہ ہے۔"

سپرباسٹر نے کہا "مسٹر ہرارے! یہ تم ہمارے سامنے بیٹھے کیسی بکواس کررہے ہو؟ کیا ہم تمہیں پاگل سمجھیں؟"

"تو سر! آپ اپنے دو معتبر خیال خوانی کرنے والوں کو بلاکر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اس مائیک ہرارے کے چور خیالات پڑھنے کا حکم دیں۔ جب وہ دونوں چور خیالات پڑھیں گے تو میں اس کے اندر رہنے والے ایک یہودی کو مداخلت نہیں کرنے دوں گا۔ پلیز' آپ فوراً اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو بلائیں۔"

سپرباسٹر ریسیور اٹھا کر حکم دینے لگا "فوراً پوجا اور پاشا کو مائیک ہرارے کے چور خیالات پڑھنے کے لیے کہا جائے اور ہمیں حقیقت بتائی جائے۔"

خفیہ یہودی تنظیم کا کوئی فرد سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس طرح مداخلت ہوگی۔ ٹیری آدم نے ڈی کے دماغ میں سوچ کے ذریعے پوچھا "کیا تم واقعی اصلی مائیک ہرارے ہو؟"

"ہاں' میں اصلی ہوں۔ میں نے صرف اپنی آواز اور لہجہ بدل دیا ہے اور تم یہودیوں کے تنویمی عمل سے آزاد ہوکر ایٹ کا جواب پتھر سے دے رہا ہوں۔"

ٹیری آدم نے کہا "یہ کیسے ممکن ہے۔ ہم نے مائیک ہرارے کو تنویمی عمل کے ذریعے بالکل تبدیل کردیا تھا۔ اور ہم اپنے عمل میں کامیاب رہے تھے۔ تم مائیک ہرارے نہیں ہو۔ کوئی اور ہو اور مائیک ہرارے بن کر کوئی چال چل رہے ہو۔"

"میں قیامت کی چال چل رہا ہوں۔ اس وقت پوجا اور پاشا ڈی ہرارے کے چور خیالات پڑھنے کے علاوہ ہماری یہ سوچ کے ذریعے ہونے والی گفتگو سن رہے ہیں۔ اگر تم گفتگو چھوڑ کر پوجا اور پاشا کو ڈی کے چور خیالات پڑھنے سے روکو گے تو میں انہیں بتاؤں گا کہ کس طرح تم لوگوں نے مائیک ہرارے کو یہودی بنانا چاہا اور کتنی چالاکی سے اس ڈی ہرارے کو یہاں بھیجا ہے۔ تم لاکھ کوشش کرو۔ بھید کھل رہا ہے' حقیقت سامنے آرہی ہے۔"

ٹیری آدم کے لیے مشکل ہوگیا تھا۔ وہ چور خیالات پڑھنے والوں کو روک نہیں سکتا تھا۔ اس نے الپا کے پاس آکر ڈی ہرارے کے دماغ میں ہونے والی باتیں بتائیں۔ الپا نے بگ برادر یعنی برین آدم کو ان حالات سے آگاہ کیا۔

برین آدم نے کہا "ایسی بات ہے تو ڈی ہرارے کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے۔ حیرانی اس بات پر ہے کہ اصل مائیک ہرارے کو ہم مُردہ سمجھ رہے تھے۔ وہ زندہ ہے' تم جاؤ۔ مجھے سوچنے دو۔"

الپا چلی گئی۔ برین آدم ایکسرے مین مارٹن کو ہی اپنی تنظیم کا سربراہ سمجھتا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے اصلی اور ڈی ہرارے کے متعلق بتایا۔ ایکسرے مین مارٹن نے کہا "میں نے پوری توجہ سے ٹیری آدم کو مائیک ہرارے پر تنویمی عمل کرتے دیکھا تھا۔ پھر میں نے بھی اپنے طور سے اس پر عمل کیا تھا۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ ہماری ڈی کے اندر ہمارا اصل تابعدار مائیک ہرارے ہمارے خلاف بول رہا ہے۔ بہرحال میں ابھی ڈی ہرارے کے اندر جاکر دیکھتا ہوں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

ایکسرے مین مارٹن ڈی ہرارے کے اندر پہنچا۔ وہ سپرباسٹر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ فوج کے دو اعلیٰ افسران کے علاوہ وہاں پوجا اور پاشا بھی آگئے تھے' پوجا کہہ رہی تھی "میں نے اس کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ یہ ڈی ہے۔ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے چار چار گھنٹے کے وقفے سے باری باری اس کے دماغ میں موجود رہتے ہیں تاکہ ہم یہی سمجھتے رہیں کہ یہ ڈی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

پاشا نے کہا "اور اس کے دماغ میں دو افراد کی سوچ کی لہریں ایک دوسرے سے بول رہی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک یہودی ہے اور دوسرا اصلی مائیک ہرارے ہے۔"

سپرباسٹر نے کہا "میں اپنے اصل مائیک ہرارے کو خوش آمدید کہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ ہرارے ہم سے براہ راست گفتگو کرے۔"

وہ بولا "میں ضرور آپ سے باتیں کروں گا لیکن ابھی اس ڈی کے اندر یہودی موجود ہیں۔ آپ اس ڈی کو یہاں سے رخصت کریں۔ یہ جاسوسی کے لیے ہمارے ملٹری ہیڈ کوارٹر میں آیا ہے۔ اسے گولی ماریں یا چاہے۔ میں دوسرے افسر کے ذریعے ابھی آپ کے دفتر میں آرہا ہوں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے فوجی جوانوں کو بلاکر کہا "اس ڈی ہرارے کو لے جاؤ اور فائرنگ اسکواڈ کے سامنے کھڑا کرکے گولی مار دو۔"

وہ فوجی جوان ڈی کو پکڑ کر وہاں سے لے گئے۔ اس کے جانے کے بعد ایک ماتحت افسر اجازت لے کر دفتر کے اندر آیا۔ پھر

سیلوٹ کرکے سپر ماسٹر سے بولا "سر! میں مائیک ہرارے ہوں۔ اس افسر کی زبان سے گفتگو کرنے آیا ہوں۔"

"مسٹر ہرارے! ہمیں خوشی ہے کہ تم ہمیں پھر واپس مل گئے ہو۔ تم نے بڑی خوبی سے ڈی ہرارے کو بے نقاب کیا ہے۔ بائی دی وے، تم ابھی کہاں ہو؟"

"میں آپ حضرات سے بہت دور ہوں۔ اور آئندہ بھی دور رہوں گا۔ آپ حضرات نے تھری ڈی پر جان نثاری کا تجربہ کیا تھا۔ وہ تینوں مشکل اوقات میں جان پر کھیل گئے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو میری طرح دشمنوں کے چنگل سے نکل کر پھر اپنے وطن کی خدمت کرتے رہتے۔"

"تم شاطر ہو۔ اس لیے یہودیوں کی گرفت سے نکل آئے۔ تھری ڈی تمہاری طرح چالیں چلنا نہیں جانتے تھے۔"

"میں اگر تھری ڈی کے دماغوں میں جاتا رہتا تو انہیں کبھی مرنے نہ دیتا۔ لیکن آپ کی دوسری پالیسی بھی غلط تھی کہ ہم میں سے کسی خیال خوانی کرنے والے کو ایک دوسرے کے دماغوں میں نہیں جانا چاہیے۔ صرف موبائل فون سے رابطہ کرنا چاہیے۔ آپ نے یہ سوچا کہ ایک دوسرے کے دماغوں میں رہنے سے دشمن خیال خوانی والوں کو بھی چھپ کر آنے کا موقع ملتا ہے۔ آپ نے یہ نہیں سوچا کہ ہم خیال خوانی کرنے والے ایک دوسرے سے دور ہو کر اپنی اپنی جگہ تنہا ہو گئے اور تنہا شخص پر حملہ کرنے کے لیے دشمنوں کے لیے آسانیاں پیدا کر دیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا تم ان شکایات کے باعث ہم سے دور ہو؟ کیا یہاں نہیں آؤ گے؟"

"میں ملک سے باہر رہ کر بھی ملک اور قوم کی خدمت کر سکتا ہوں۔ جیسا کہ ابھی میں نے ایک یہودی جاسوس کو بے نقاب کیا ہے۔ آئندہ بھی آپ کے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔ لیکن آپ لوگوں کے زیر سایہ نہیں رہوں گا۔"

"کیا ایسی بات کہہ کر تم اپنے سینئر افسران کی توہین نہیں کر رہے ہو؟"

"آپ حضرات نے بھی مجھے ہیڈ کوارٹر کے بنگلے میں نظر بند رکھ کر میری توہین کی تھی۔ مجھے جبراً جان نثار بنانا چاہا تھا۔ لیکن میں اپنی حکمت عملی سے بچ نکلا۔ مجھے افسوس ہے کہ کبھی آپ حضرات کے روبرو نہیں آؤں گا۔ دور رہا کروں گا اور آپ حضرات کو غلط پالیسیوں پر عمل کرنے نہیں دوں گا۔ جہاں غلطی کریں گے، وہاں ٹوک دوں گا۔"

"ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔ مگر تم باغیانہ انداز اختیار کر رہے ہو۔ ہم سینئر کی حیثیت سے حکم دیتے ہیں، واپس آجاؤ۔"

"سوری سر! میں آپ کو نیک مشورہ دے رہا ہوں۔ پوجا اور پاشا کو بھی اپنا پابند بنا کر نہ رکھیں۔ انہیں دوبارہ ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ان کے ذہن سے جان نثاری کا جذبہ ختم کر دیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم وطن کے لیے جان قربان کر دیں۔ اگر ہم زندہ رہیں گے تو آخری سانس تک اپنی صلاحیتوں سے وطن کے کام آتے رہیں گے۔"

"ہم تمہارے مشورے پر غور کریں گے۔ پہلے تم واپس آجاؤ۔"

"سر! آپ کسی بچے سے نہیں، ایک شاطر سے گفتگو کر رہے ہیں۔ میں نے آپ کو بھلا برا سمجھا دیا ہے۔ اب مجھے جانا چاہیے۔"

"ٹھہرو۔ ابھی نہ جاؤ، اگر واقعی محب وطن ہو تو بتاؤ مایا کے کھنڈر سے کس طرح یورینیم کا ذخیرہ حاصل کیا جا سکتا ہے؟"

وہ ہنس کر بولا "یہ تو کوئی "خزانے کی تلاش" والی کہانی معلوم ہوتی ہے۔ جس یہودی ٹیم کو آپ نے گرفتار کیا ہے ان کے چور خیالات بتاتے ہیں کہ ان کی ٹیم میں کوئی زیرو زیرو ون تھا، جو دھماکے میں مر گیا۔ پھر میں نے ڈی ہرارے کے اندر رہ کر ایک یہودی خیال خوانی کرنے والے سے گفتگو کی تو وہ حیران تھا کہ اصل مائیک ہرارے زندہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان یہودیوں نے کسی شخص کو مائیک ہرارے سمجھ کر اس پر تنویمی عمل کیا اور اسے زیرو زیرو ون بنا دیا اور یہ سمجھ لیا کہ وہ زیرو زیرو ون والا شخص بم کے دھماکے میں چل بسا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جسے زیرو زیرو ون کہا جا رہا تھا، اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ ایک کھنڈر کے تہ خانے میں خزانے چھپے ہوئے ہیں؟"

"ان یہودیوں نے خاص ذرائع سے تصدیق کی ہوگی۔ تب ہی تو ایک ٹیم کو یہاں بھیجا گیا تھا۔"

"پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کن ذرائع سے تصدیق کی گئی تھی۔ یا آپ حضرات اگر طے کر چکے ہیں کہ تصدیق کے بغیر خزانہ تلاش کیا جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں اس ٹیم کے افراد کے دماغوں میں رہ کر تہ خانے تک پہنچنے کا راستہ تلاش کروں گا۔"

سپر ماسٹر نے ایک کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے اسے ایک شخص کی آواز سنائی پھر کہا "یہ ٹیم کا لیڈر ہے۔ تم اس کے اندر جا سکتے ہو؟"

"اس کا مطلب ہے ٹیم کا وہ لیڈر یوگا کا ماہر نہیں ہے؟ کیا دوسرے افراد ماہر ہیں؟"

"نہیں۔ مگر یہ تمام لوگ بڑے باصلاحیت، ہنرمند اور تجربہ کار ہیں۔"

"خواہ وہ کتنے ہی تجربہ کار ہوں۔ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں آسانی سے جاتے رہیں گے اور خفیہ خزانے کے سلسلے میں معلومات حاصل کرتے رہیں گے۔"

"تم درست کہتے ہو۔ لیکن ہزاروں میں چند لوگ یوگا کے ماہر ہوتے ہیں اور جو یوگا کے ماہر ہوتے ہیں وہ آثار قدیمہ کی کھدائی اور چور راستوں کی تلاش کرنے کے سلسلے میں اناڑی ہوتے ہیں۔"

"ضروری نہیں کہ یہ سب اناڑی ہوں۔ آپ کو ہوشیار افراد بھی ملیں گے۔ انہیں تلاش کریں۔"

"ایسے افراد کو تلاش کریں گے تو دیر ہو جائے گی۔"

"دیر ہو مگر اندھیر نہ ہو۔ ایسی کوششوں کا کیا فائدہ کہ جب کامیابی ہوتی رہے تو یہودی اس کامیابی سے فائدہ اٹھالیں۔ اور آپ کی ٹیم خالی ہاتھ واپس آجائے۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم جلد سے جلد یوگا کے ماہرین کی ایک ٹیم بنا رہے ہیں تم شام تک ہم سے رابطہ کرو۔"

مائیک ہرارے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اسے کسی خزانے سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ سپر ماسٹر وغیرہ کی تسلی کے لیے ان کا یہ کام کرنے والا تھا۔ فی الوقت وہ سوچ رہا تھا "میں نے اس ڈی ہرارے کے اندر جانے کے لیے کسی اجنبی کی آواز اور لہجہ اختیار کیا تھا۔ آخر وہ آواز اور لہجہ کس کا ہو سکتا ہے۔ وہ بھی کوئی عامل ہوگا۔ جس کی سوچ کی لہروں کو ڈی نے محسوس نہیں کیا تھا اور پھر سوچ کی لہروں کو سن کر ڈی نے سانس نہیں روکی تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ اجنبی عامل کون ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے اسی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا پھر واپس آگیا۔ اُدھر داؤد منڈولا نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔

وہ آرام سے صوفہ پر تھا۔ ہڑبڑا کر بالکل سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ یہ اس کے لیے حیرانی اور پریشانی کی بات تھی کہ جس مخصوص لہجے کو اختیار کر کے وہ یہودی تنظیم کے افراد کے اندر جاتا ہے۔ وہی لہجہ ابھی کون اختیار کر کے اس کے اندر آنا چاہتا تھا؟

چند سیکنڈ کے بعد پھر اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ کسی نے کہا "سانس نہ روکنا۔ میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

لیکن منڈولا نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ اس بار اس نے بولنے والے کی آواز اور لہجے کو پہچان لیا کہ مائیک ہرارے ہے۔ اس نے ہرارے پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس لیے آسانی سے پہچان گیا۔ اب مزید حیرانی کی بات یہ تھی کہ مائیک ہرارے کو اپنے عامل داؤد منڈولا کی آواز اور لہجہ کیسے یاد رہ گیا۔ جبکہ معمول تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد اپنے عامل کو بھول جاتا ہے۔

ایسے وقت یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے والوں نے مائیک ہرارے کو اغوا کیا ہے۔ وہاں جو روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں انہوں نے مائیک ہرارے کو داؤد منڈولا کی مخصوص آواز اور لہجے سے آشنا کرایا ہے۔

یہ بڑی تشویش کی بات تھی کہ اسے گوشہ گمنامی سے نکالنے کے لیے پہلے وہ پُراسرار ہستی آئی۔ اب روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے آگئے تھے۔

یہ سب کچھ منڈولا اپنے طور پر سوچ رہا تھا۔ جبکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے جناب تبریزی صاحب اور آمنہ فرہاد عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ دنیاوی معاملات میں اسی وقت توجہ دیتے تھے، جب قدرت کی طرف سے کوئی اشارہ ملتا تھا۔

منڈولا کی بدقسمتی یہ تھی کہ پورے اسرائیل کا بے تاج بادشاہ بننے کے بعد اسے کہیں سکون نہیں مل رہا تھا۔ اسے موت نہیں آرہی تھی۔ لیکن اس پر مصیبتیں چلی آرہی تھیں۔ پہلے سونیا ثانی، پھر اصلی شی تارا، پھر روحانی ٹیلی پیتھی اور ابھی تو وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ میں اور سلمان وغیرہ اس کی آواز اور لہجے کے ذریعے اسے یہودی تنظیم کے سربراہ کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ صرف چہرے سے نہیں پہچانتے اور نہ ہی اس کا پتا ٹھکانا جانتے ہیں۔ مگر اسے اتنا ہی معلوم ہو جاتا کہ میں اس کے مخصوص لہجے کو پہچانتا ہوں تو مارے دہشت کے اس کی آدھی جان نکل جاتی۔

ادھر مائیک ہرارے نے مجھے مخاطب کر کے پوچھا "آپ نے کس شخص کی آواز اور لہجہ مجھے یاد کرایا تھا۔ میں اس کے ذریعے ڈی ہرارے کے اندر پہنچ گیا تھا۔ لیکن وہ شخص مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے رہا ہے۔ جس کی یہ آواز اور لہجہ ہے۔"

میں نے پوچھا "تم یہ معلوم کر کے کیا کرو گے؟"

"دیکھیے آپ میرے لیے اتنے محترم ہو گئے ہیں کہ اب میں آپ کو فرہاد صاحب نہیں بلکہ سر کہنا چاہتا ہوں اور سر! میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ مجھے بہت پسند کرتے ہیں اسی لیے مجھے بڑی بڑی مصیبتوں سے نجات دلائی ہے۔"

"میری پسندیدگی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ تم مجھ پر اعتماد کر کے میرے مشوروں پر عمل کرتے ہو۔"

"آپ پر اس لیے اندھا اعتماد کرتا ہوں کہ آپ کے مشورے مجھے ہمیشہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔"

"اندھا اعتماد اسے کہتے ہیں کہ جس کے مشوروں سے فائدے اٹھا رہے ہو، اس سے کبھی نقصان پہنچے تو دل میں میل پیدا نہ ہو۔ اعتماد متزلزل نہ ہو۔ کیونکہ تمہاری طرح میں بھی انسان ہوں۔ مجھ سے بھی کہیں غلطی ہو سکتی ہے۔"

"اول تو میں نہیں مانتا کہ آپ جیسے عظیم انسان سے غلطی ہو سکتی ہے اور اگر آپ جیسے مخلص انسان سے کبھی کوئی نقصان پہنچے تو بائی گاڈ میرے اندر کا انسان کبھی یہ نہیں سوچے گا کہ ایک مسلمان نے ایک عیسائی کو دھوکا دیا ہے۔"

"جب تم اتنے اعتماد اور سچائی سے کہہ رہے ہو تو میں دو بڑے انکشافات کر رہا ہوں کہ جو آواز اور لہجہ میں نے تمہیں یاد کرایا ہے، وہ داؤد منڈولا کا ہے۔"

"کیا؟" اس نے چونک کر پوچھا "کیا وہی داؤد منڈولا جو ہمارے ملک کی ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر کے

ہماری قوم کو دھوکا دے کر گیا ہے؟"

"ہاں' میں اسی منڈولا کا ذکر کر رہا ہوں۔ اگر تم جوش اور جذبات سے پرہیز کرو تو میں دوسرا انکشاف کروں گا۔"

"میں آپ کا عقیدت مند ہوں۔ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جوش اور جذبات سے کام نہیں کروں گا۔"

"تو سنو۔ خفیہ یہودی تنظیم کا گمنام اور روپوش رہنے والا سربراہ یہی داؤد منڈولا ہے۔"

مائیک ہرارے تھوڑی دیر تک ساکت رہا اور خود کو یقین دلاتا رہا کہ جو کچھ مجھ سے سن رہا ہے' وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ لیکن منڈولا کس طرح اسرائیل پہنچ کر آہنی پردوں میں چھپی ہوئی یہودی تنظیم کا سربراہ بن گیا ہے؟

میں نے کہا "ابھی تمہیں یقین آجائے گا۔ پہلے یہ سنو کہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کس طرح تم پر تنویمی عمل کر کے تمہیں کٹر یہودی بنانا چاہا۔ پہلے ٹیری آدم نے تم پر تنویمی عمل کیا اور تمہیں تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کے بعد ایکسرے مین مارٹن رسل نے تمہارے اندر آکر تمہیں اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔"

ہرارے نے کہا "میں نے مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والوں کی فہرست میں مارٹن رسل کا نام پڑھا ہے۔"

"ضرور پڑھا ہوگا۔ مارٹن رسل کو یہ خوش فہمی ہے کہ وہ خفیہ یہودی تنظیم کا ایک گمنام اور روپوش سربراہ ہے' جسے یہودی تنظیم کے اہم افراد نے نہ کبھی اسے دیکھا ہے اور نہ اس کا نام سنا ہے۔ لیکن ایکسرے مین مارٹن رسل نہیں جانتا کہ داؤد منڈولا نے ایک موقعے سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ اس حساب سے منڈولا ان سب کا سربراہ ہے۔"

"واقعی منڈولا بہت چالباز ہے۔ کیا اس نے بھی مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا؟"

"ہاں۔ ٹیری آدم اور ایکسرے مین مارٹن کے بعد منڈولا نے تمہارے اندر آکر عمل کیا تھا۔ لیکن میں اپنے ایک خاص عزیز سلمان کے ساتھ تمہارے اندر مسلسل موجود رہا اور ان سب کے تنویمی عمل کا توڑ کرتا رہا۔"

"سر! آپ نے مجھ پر ایسے ایسے احسانات کئے ہیں' جنہیں میری آئندہ نسلیں بھی نہیں بھلائیں گی۔"

"بار بار احسانات کا ذکر نہ کرو۔ اب تم پھر منڈولا کے پاس جا کر کہو کہ وہ تمہارے دماغ میں آئے۔"

"میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔ لیکن وہ میرے اندر آکر چور خیالات پڑھے گا۔"

"میں تمہارے دماغ کے چور خانے پر قبضہ جمائے رہوں گا۔ وہ ہزار کوششوں کے باوجود یہ بھی نہیں معلوم ہو سکے گا کہ تم کس ملک اور کس شہر میں ہو۔"

ہرارے کو مجھ سے حوصلہ ملا۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر منڈولا کے سانس روکنے سے پہلے ہی بولا "میرے اندر آؤ۔"

منڈولا نے سانس روک لی۔ وہ اس سلسلے میں خود بے چین تھا۔ سوچ رہا تھا کہ جس مائیک ہرارے کو نیویارک میں مُردہ سمجھا جا رہا تھا' وہ زندہ ہے اور بار بار اس سے رابطہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر ایک دھڑکا سا لگا تھا کہ ہرارے کی پشت پر بابا صاحب کے ادارے والے ہوں گے تو ہرارے کے ساتھ اس کے دماغ میں آجائیں گے۔ اس لیے بار بار سانس روک رہا تھا۔ جب ہرارے نے اسے اپنے دماغ میں بلایا تو یہ دعوت اس کی خواہش کے مطابق تھی۔ وہ کسی طرح ہرارے کے صحیح حالات معلوم کر کے کسی چالاکی سے اسے کھنڈروالی روپوش ہستی تک پہنچانا چاہتا تھا۔

وہ سوچ کے ذریعے اس کے اندر پہنچ کر بولا "تم نے اپنے پاس بلا کر دانش منڈی کا ثبوت دیا ہے۔ اب میں مطمئن ہو کر تفصیلی گفتگو کرتا رہوں گا۔ سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں میری یہ مخصوص آواز اور لہجہ کیسے یاد رہا؟"

"ایسے کہ میں شاطر ہوں۔ تنویمی عمل کے دوران جس بستر پر میں لیٹا ہوا تھا وہاں میں نے ایک سوئی رکھ دی تھی۔ وہ سوئی تمام وقت میری پشت میں تھوڑی تھوڑی سی چبھتی رہی۔ پہلے ٹیری آدم نے آکر مجھ پر تنویمی عمل کیا اور میں نے دماغ کی گہرائیوں سے یہ ظاہر کیا کہ اس کا معمول بنتا جا رہا ہوں۔ اس کے بعد ایکسرے مین مارٹن آیا۔ مارٹن کے بعد داؤد منڈولا یعنی تم آئے اور تم سب کے سب خوش فہمی میں مبتلا ہو کر چلے گئے کہ میں تم لوگوں کا معمول اور تابعدار بن چکا ہوں۔"

منڈولا نے کہا "بائی گاڈ! تم واقعی شطرنج کے عالمی چیمپئن ہو۔ ہم نے اس پہلو کو نظرانداز کیا تھا کہ تمہارے جیسا شاطر اپنے بچاؤ کے لیے ضرور کوئی تدبیر کرے گا۔"

"میری ذہانت کی تعریف نہ کرو۔ یہ سوچو کہ تم لوگوں کی حماقت سے میں نے خفیہ یہودی تنظیم کے بارے میں بہت کچھ جان لیا ہے۔"

جب ہرارے سوچ کے ذریعے بولتا تھا تو ایسے وقت منڈولا چپکے سے اس کے چور خیالات پڑھنا چاہتا تھا۔ وہ ایسا دو بار کر چکا تھا اور ناکام رہا تھا۔ اس نے پوچھا "کیا تم بتاؤ گے کہ ہمارے بارے میں کیا کچھ جان چکے ہو؟"

ہرارے نے کہا "یہ نہ پوچھو۔ ہم سب ٹیلی پیتھی کے جنگ باز ہیں اور ٹیلی پیتھی کے لیے ذہانت لازمی ہوتی ہے۔ میں نے اپنی ذہانت سے کیا کچھ معلوم کیا ہے' یہ تم اپنی ذہانت سے سمجھو۔"

"میں فی الوقت یہ سمجھ رہا ہوں کہ تمہاری پشت پر کچھ اور لوگ ہیں۔ تم تنہا نہیں ہو۔"

"کیا تم تنہا نہیں تھے؟ کیا تم نے ایک اچھے موقعے سے فائدہ

اٹھا کر خود کو اسرائیل کا بے تاج بادشاہ نہیں بنایا ہے؟ اپنی مثال سامنے رکھ کر سوچو کہ میں تم سے بڑا چالباز ہوں اور تنہا ہوں۔ مجھے کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"لیکن مایا کے کھنڈر میں روپوش رہنے والی ہستی کہہ رہی تھی کہ نیویارک کے ہوٹل میں جو بم بلاسٹ ہوئے تھے وہاں سے تمہیں روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بچایا ہے۔ تمہاری پشت پر بابا صاحب کے ادارے والے ہیں۔"

ہرارے نے ہنستے ہوئے کہا "میں کٹر عیسائی اور امریکی ہوں۔ آخری سانس تک کبھی مسلمانوں سے دوستی نہیں کروں گا اور نہ ہی ان کا کوئی احسان اٹھاؤں گا۔ پھر یہ کھنڈر میں رہنے والی ہستی کون ہے' جو تمہیں الو بنا رہی ہے۔"

"مائنڈ یور لینگویج۔ تم مجھے الو کہہ رہے ہو۔"

"اگر الو کی توہین ہو رہی ہو تو اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ مجھے اس الو بنانے والی ہستی کے متعلق بتاؤ۔"

"تمہیں اپنی ذہانت اور شطرنجی چالوں پر ناز ہے۔ خود اس کے بارے میں معلوم کرو۔"

"میری ذہانت یہ ہے کہ ابھی تک میں نے تمہاری یہودی تنظیم کے سربراہ ہونے والی بات صرف اپنی ذات تک محدود رکھی ہے۔ سپر باسٹر کو بھی نہیں بتائی ہے۔ کیونکہ میں بھی تمہاری طرح ایک آزاد زندگی گزارنے کے لیے امریکا سے نکل آیا ہوں اور تمہاری ہی طرح اپنی ایک الگ تنظیم بنانے والا ہوں۔"

"ہاں۔ یہ مانتا ہوں' تمہارے جیسا شاطر سپر باسٹر یا اور کسی کا تابعدار بن کر نہیں رہے گا۔ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ تم نے ابھی تک مجھے اور یہودی تنظیم کو بے نقاب نہیں کیا ہے۔ لیکن صرف اتنا بتا دو کہ وہ روپوش رہنے والی تمہیں کیوں حاصل کرنا چاہتی ہے۔"

مائیک ہرارے کو حیرانی ہوئی۔ میں نے بھی حیران ہو کر سوچا کہ مایا کے کھنڈر میں ایسی کون ہے جو ہرارے کو حاصل کرنا چاہتی ہے۔ ہرارے نے تعجب سے کہا "یہ میرے لیے حیرانی کی بات ہے کہ مجھے کوئی روپوش رہنے والی حاصل کرنا چاہتی ہے اور تمہیں یہ الٹی بات بھی سمجھاتی ہے کہ میں بابا صاحب کے ادارے کے زیر اثر ہوں۔ آخر وہ کون ہے؟"

"میں کیا جواب دوں۔ اب تو میں بھی الجھ گیا ہوں کہ تم اسے نہیں جانتے اور وہ تمہاری دیوانی ہے۔ اس نے اپنی آہنی شکتی سے میرا پتا اور فون نمبر معلوم کیا تھا اور مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں ہندو بنا کر اس کے حوالے کردوں تو وہ بیش بہا خزانوں کے علاوہ ہمیں یورینیم کا ذخیرہ بھی دے گی۔"

منڈولا کی یہ باتیں سن کر میں چونک گیا۔ میں تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ پارس' مائیک ہرارے بن کر اور ہندو بن کر مایا کے کھنڈر تک جانے کے لیے نیویارک گیا تھا۔

میرے اندر یہ سوال چیخنے لگا' وہ کون ہے جو پارس کو ہندو بنا کر حاصل کرنا چاہتی ہے۔

یہ ہمیں معلوم تھا کہ شی تارا اپنا دھرم بدلنا نہیں چاہتی اور ماضی میں یہی کوششیں کرتی رہی ہے کہ پارس کا مذہب بدل ڈالے۔ وہ شی تارا پارس کے ساتھ قتل ایبب میں تھی۔ پھر اس کے تعاقب میں نیویارک گئی تھی۔ جب ایک شی تارا ہماری نظروں میں تھی تو پھر مایا کے کھنڈر والی کون تھی؟

جوشی تارا ہماری نظروں میں تھی۔ اسے میں ڈمی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ کیونکہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی تھی اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان ایک نمایاں مقام حاصل کر چکی تھی۔

اب اس معاملے پر بعد میں غور کیا جا سکتا تھا۔ اس وقت مائیک ہرارے منڈولا سے پوچھ رہا تھا "تم نے یہ کیسے یقین کر لیا کہ اس کھنڈر والی کے پاس خزانے کے علاوہ یورینیم بھی ہے۔"

"اس ہستی کا ایک نمائندہ یہاں قتل ایبب میں ہے۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کھنڈر کے تہ خانے کے متعلق بہت کچھ معلوم کر چکا ہوں۔ اور تم جانتے ہو کہ چور خیالات ہمیشہ سچے ہوتے ہیں۔"

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کسی پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کے چور خانے میں جو جھوٹی باتیں ٹھونس دی جاتی ہیں' معمول کے چور خیالات وہی جھوٹ دوسرے خیال خوانی والوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔"

"ہم نے یورینیم کا ذخیرہ حاصل کرنے کے لالچ میں اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ بے شک وہ کھنڈر والی اپنے ایک معمول کے دماغ میں خزانے اور یورینیم والی باتیں ٹھونس کر یقینی تمہارے الفاظ میں

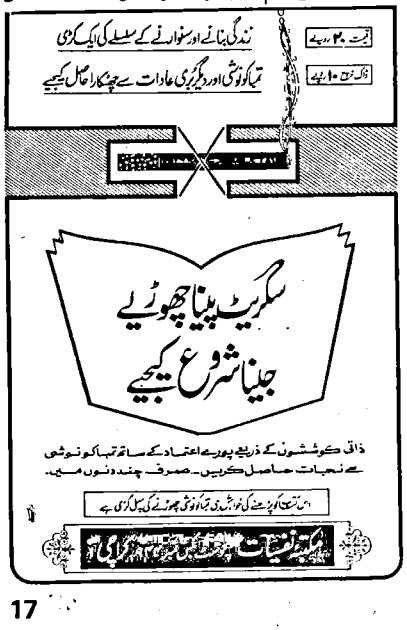

مجھے الٹوبنا کر میرے ذریعے تمہیں حاصل کرنا چاہتی ہے۔"

"مسٹر منڈولا! اگر ہم حکمت عملی سے کام لیں تو اس کے جھوٹ اور سچ کو سمجھ سکتے ہیں۔"

"وہ حکمت عملی کیا ہوگی؟"

"تم کہتے ہو کہ وہ میری دیوانی ہے' اس سے کہو کہ مائیک ہمارے واپس آگیا ہے اور تم ہمارے کو اس کے حوالے کرسکتے ہو اور وہ چاہے تو میرے دماغ میں آکر مجھ سے گفتگو بھی کرسکتی ہے۔"

"یہ حکمت عملی کام نہیں آئے گی۔ میں کہہ چکا ہوں کہ وہ آتما شکتی کے ذریعے مجھ جیسے یوگا جاننے والے کے اندر چند سیکنڈ کے لیے آتی ہے اور چور خیالات سے سچائی معلوم کرلیتی ہے۔ تمہارے چور خیالات بھی اس سے چھپے نہیں رہیں گے۔"

"میرے چور خیالات میں محبت ہو یا مکاری' وہ میری دیوانی ہے۔ مجھے ہرحال میں قبول کرے گی۔ تم اس سے رابطہ کرکے خوشخبری سناؤ کہ اس کا محبوب مل گیا ہے۔"

"میں اس سے رابطہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ وہ اپنی آواز نہیں سناتی ہے۔ اپنے ایک معمول کی زبان سے مجھے مخاطب کرتی ہے اور وہ معمول بھی اس سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں جانتا ہے۔"

"تو پھر ہم دونوں صبر کریں گے۔ جب وہ تمہیں مخاطب کرے تو اسے میرے دماغ میں پہنچا دینا۔"

"اس کا رابطہ اپنے معمول کے ذریعے تم سے ہوگا تو پھر اسے میری ضرورت نہیں رہے گی۔ وہ مجھے یورینیم کے ذخیرے تک نہیں پہنچائے گی۔"

"ہوش کے ناخن لو۔ کھنڈرات میں صدیوں پرانی ٹوٹی پھوٹی چیزیں اور ہڈیوں کے ڈھانچے ملتے ہیں۔ دنیا کے کسی قدیم کھنڈر سے آج تک یورینیم نہیں نکلا۔ اگر اس تہ خانے میں جاکر دفن ہونا چاہتے ہو تو میں اپنی اس اجنبی محبوبہ سے کہوں گا کہ وہ تمہیں اپنے ساتھ لے چلے' فی الحال میں چلتا ہوں۔"

"ذرا ٹھہرو۔ ہم تو اس روپوش رہنے والی کی باتیں کرتے رہے۔ ہم نے یہ طے نہیں کیا کہ ہمارے تمہارے تعلقات کیسے رہیں گے؟"

"جیسے ابھی ہیں۔ میں تمہاری یہودی تنظیم کے تمام افراد کو جانتا ہوں۔ مگر دشمنی نہیں کررہا ہوں آئندہ بھی مجھے دشمنی پر مجبور نہ کرنا۔"

"میں ہمیشہ دوست بن کر رہوں گا۔ مگر اتنا تو بتادو کہ تم میرے اور تنظیم کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"یہ سوچ کر مطمئن رہو کہ جتنا تم میرے بارے میں جانتے ہو اتنا ہی میں تمہارے متعلق جانتا ہوں۔ بعض اوقات انسان بالکل سامنے کی سچائی کو سمجھ نہیں پاتا اور اپنی نادانی سے اپنا بھید کھول دیتا ہے۔ جیسے تم میری شطرنجی چالوں کو مانتے ہوئے بھی یہ نہ سوچ سکے کہ میں کسی چالبازی کے ذریعے تمہارے تخویفی عمل سے بچ نکلوں گا اور عمل کے دوران تمہاری مخصوص آواز اور لہجے کو سن کر تمہاری اصلیت تک پہنچ جاؤں گا۔ ہم تم اور دوسرے انسان ایسے ایسے حالات سے گزرتے ہیں' جن کا علم پہلے سے نہیں ہوتا۔ اور وہ اچانک پیش آنے والے حالات ہمیں روپوش رہنے والوں کے متعلق بہت کچھ بتادیتے ہیں۔"

"تمہاری باتیں مدلل ہیں۔ پھر بھی تم باتیں بنا کر یہ حقیقت چھپا رہے ہو کہ ہمارے متعلق کیا کچھ جانتے ہو؟"

"میں نے جو کہا' اس پر غور کرو تو بہت کچھ سمجھ لوگے۔ اب میں سانس روک رہا ہوں۔ جب وہ روپوش رہنے والی ہستی سے تمہارے رابطہ ہو تو پھر مجھ سے بھی رابطہ کرنے کے لیے دوبارہ میرے اندر آسکتے ہو۔ اچھا گڈبائی۔"

اس نے سانس روک لی۔ منڈولا اس کے دماغ سے نکل گیا۔ میں نے کہا "اس نے تم سے گفتگو کے دوران کئی بار تمہارے چور خیالات پڑھنے کی کوششیں کیں لیکن میں اس کی سوچ کی لہروں کے آگے خاموش دیوار بنا رہا۔ اس طرح وہ خیالات پڑھنے میں ناکام رہ کر گیا ہے۔"

"سر! آپ بہت اچھے ہیں۔ میں نے ڈی ہرارے کے اندر رہ کر تیری آدم کی آواز سنی ہے۔ اس کا لہجہ بھی مجھے یاد ہے۔ کیا میں اس کے روپوش سربراہ منڈولا کا لہجہ اختیار کرکے ٹیری آدم کے اندر پہنچ سکتا ہوں؟"

"ہاں منڈولا بڑی خاموشی سے تمام آدم برادر زاور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر پہنچتا ہے۔ وہ سب اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتے ہیں اور وہ ان تمام ماتحتوں کی سوچ کے ذریعے انہیں بے اختیار اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے پر مائل کرتا ہے۔"

"سر! اس طرح تو میں پوری خفیہ یہودی تنظیم کے افراد کے اندر جاکر ان کے راز اور ان کی مصروفیات کے متعلق بہت کچھ معلوم کرسکتا ہوں۔"

"بے شک اس یہودی تنظیم کا دوسرا روپوش سربراہ ایکسرے مین مارٹن ہے۔ وہ منڈولا کو نہیں جانتا ہے اور خود کو سربراہ سمجھ کر اپنی تنظیم کے افراد کے دماغوں میں جاتا رہتا ہے۔ ایکسرے مین کو صرف برین آدم جانتا ہے۔ میں اس ایکسرے مین مارٹن کی آواز اور لہجہ سنا رہا ہوں۔ تم منڈولا کی سوچ کی لہریں اپنا کر اس کے اندر ابھی جاؤ اور اسے بھی بتاؤ کہ تم نیویارک کے ہوٹل والے بم کے دھماکے سے بچ نکلے ہو۔"

میں نے اسے ایکسرے مین مارٹن کی آواز اور لہجے کو ذہن نشین کرایا۔ اس نے خود کو داؤد منڈولا بنا کر خیال خوانی کی پرواز کی تو بڑی آسانی سے ایکسرے مین مارٹن کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے اپنے اندر منڈولا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ جب کہ وہ منڈولا نہیں تھا۔

تب ہرارے نے ایکسرے مین کو مخاطب کیا "ہیلو مارٹن! کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ میں کون ہوں؟"

ایکسرے مین بوکھلا سا گیا۔ کبھی منڈولا نے بھی اس کے اندر آکر اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔ اور وہ ہمیشہ اس خوش فہمی میں رہا کہ اس کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں آتا ہے۔ اس نے شدید حیرانی اور پریشانی سے پوچھا "تم کون ہو؟ اور مجھے کیسے جانتے ہو؟ اور یہ خیال خوانی کی کون سی تکنیک ہے کہ مجھ جیسے یوگا کے ماہر کے اندر آگئے ہو؟"

"یہ تکنیک میں نے تمہاری حماقت سے سیکھی ہے۔ تم نے مائیک ہرارے کو تخویفی عمل کے ذریعے کٹر یہودی بناتے وقت یہ نہیں سوچا کہ شطرنج کا یہ عالمی چیمپئن کسی تدبیر سے خود کو تمہارا تابعدار بننے سے بچا سکتا ہے۔"

"کیا تم مائیک ہرارے ہو؟"

"ہاں۔ جب تم مجھ پر عمل کررہے تھے تب میں نے تمہاری مخصوص آواز اور لہجے کو ذہن نشین کرلیا تھا۔"

"لیکن میں تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کررہا ہوں؟"

"ایک شطرنج کا کھلاڑی اپنی چال مخالف کھلاڑی کو کبھی نہیں بتاتا۔ تم سانس روک کر مجھے بھگادو۔"

ایکسرے مین نے سانس روک لی۔ ایسے وقت اصل داؤد منڈولا خاموشی سے چھپا رہتا تو وہ بھی اس کے دماغ سے نکل جاتا۔ لہٰذا مائیک ہرارے بھی نکل آیا۔ اس دوران اس نے چور خیالات کے ذریعے اس کا موبائل فون نمبر معلوم کرلیا تھا۔

ایکسرے مین کو موبائل فون نے متوجہ کیا تو وہ چونک گیا۔ اس نمبر پر صرف برین آدم اس سے رابطہ کرتا تھا۔ اس نے ریسیور کا بٹن دبا کر اسے کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو برین! کوئی خاص بات ہے؟"

مائیک ہرارے نے اپنی آواز میں کہا "میری آواز سن کر خاص بات کا اندازہ کرو اور ابھی برین آدم کو ایک طرف رکھ دو۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا "تم؟ تم مائیک ہرارے ہو؟ میرا یہ فون نمبر جانتے ہو؟"

"میں تو تمہاری رہائش گاہ کا پتا بھی جانتا ہوں۔ اگر تل ابیب میں ہوتا تو ابھی تمہارے دروازے پر پہنچ جاتا۔"

اس پر سکتہ سا طاری ہوگیا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جسے تخویفی عمل کے ذریعے یہودی اور اپنا تابعدار بنائے گا' وہ خود اسے نہ سمجھ میں آنے والی چالبازی سے اپنا تابعدار بنالے گا۔ ہرارے نے کہا "مسٹر مارٹن! تم نے سانس روک کر مجھے دماغ سے نکالا۔ اب فون بند کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ ورنہ میں کسی راہ چلتے کے دماغ میں گھس کر اسے اپنا آلہ کار بناؤں گا۔ وہ آلہ کار کسی وقت بھی تمہاری رہائش گاہ میں پہنچ کر تمہیں گولی مار دے گا۔ پھر جانتے ہو کیا ہوگا؟ یہ شاطر تمہاری جگہ ایکسرے مین مارٹن بن کر یہودی تنظیم کا بھی سربراہ بن جائے گا۔"

ایکسرے مین مارٹن کی جیسے کھوپڑی گھوم گئی۔ عقل تسلیم کررہی تھی کہ مائیک ہرارے جیسا کہہ رہا ہے' ویسا بڑی آسانی سے کرگزرے گا۔ اور وہ ہرارے کو کسی تدبیر سے روک نہیں سکے گا۔ اگر وہ فون اور رہائش گاہ تبدیل کرے گا تو وہ شاطر چپکے سے اس کے دماغ میں گھسا رہے گا اور اس کی ہر نئی چال کو سمجھتا رہے گا۔

ہرارے نے کہا "تمہاری یہ خاموشی کہہ رہی ہے کہ بُری طرح اُلجھ گئے ہو۔ کوئی بات نہیں ایسا ہوتا ہے۔ آرام سے بیٹھ کر سوچو' ابھی میں کوئی دشمنی نہیں کررہا ہوں۔ فون بند کررہا ہوں۔ بعد میں رابطہ کروں گا۔"

اس نے فون بند کرکے پوچھا "سر! میں ٹھیک جارہا ہوں؟"

"جانہیں رہے ہو۔ ٹھیک دوڑ رہے ہو۔ تم نے منڈولا اور مارٹن کی نیندیں حرام کردی ہیں۔ ویسے تم ایک بات بھول گئے۔ ایکسرے مین مارٹن کو یہ بتاؤ کہ تم سپر باسٹرسے بدظن ہوگئے ہو اور اپنی ایک الگ تنظیم قائم کررہے ہو۔ اس طرح مارٹن کو یہ اطمینان ہوگا کہ تم محب وطن امریکی نہیں رہے ہو اور امریکا پر یہودی تنظیم کا بھید نہیں کھولوگے۔ اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھو۔ پھر وہ یہودی تنظیم تمہارے ملک و قوم کے خلاف جو چالیں چلے گی وہ تم سے چھپی نہیں رہیں گی اور تم خاموشی سے ان چالوں کا توڑ کرتے رہوگے۔"

"سر! آپ بہت گریٹ ہیں۔ میرے ملک اور قوم کے مفاد میں بڑی شاطرانہ چالیں سمجھا رہے ہیں۔ آپ مجھ سے بڑے شطرنج کے کھلاڑی ہیں۔ میں آپ کی ہدایت کے مطابق بڑی خاموشی سے کام کرتا رہوں گا۔"

اس نے پھر فون پر ایکسرے مین سے رابطہ کیا اور اسے بتانے لگا کہ وہ سپر باسٹر سے بدظن ہوگیا ہے۔ امریکا چھوڑ چکا ہے اور اب اپنی ایک علیحدہ تنظیم بنا رہا ہے۔

میں نے اسے مارٹن سے گفتگو کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر سلمان کے پاس آکر اسے مائیک ہرارے کے متعلق بتایا۔ اس نے پوچھا "بھائی جان! آپ نے اس امریکا کے وفادار ہرارے کو یہودی تنظیم کے اندر کیوں پہنچایا ہے؟"

"اس لیے کہ اس وفادار کو یہ معلوم ہوتا رہے کہ اس کے اپنے امریکا کے ناجائز بیٹے اسرائیل کی خفیہ یہودی تنظیم والے اپنے باپ امریکا سے کس طرح ناجائز فائدے اٹھاتے ہیں اور کن ہتھکنڈوں سے امریکا کے ٹاپ سیکرٹ معاملات تک پہنچتے ہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔ آپ نے اسرائیل کے خلاف ایک امریکی شاطر کو محاذ بنانے پر مائل کیا ہے یعنی ہم یہودی تنظیم سے براہ راست نہیں ٹکرائیں گے۔ اس مقصد کے لیے ہرارے کو استعمال کرتے رہیں گے۔"

"ہاں۔ ہم خاموش تماشائی رہیں گے۔ تم' جوجو اور باربرا وقفے وقفے سے یہودی تنظیم کے افراد کے اندر آتے جاتے رہوگے۔ اگر داؤد منڈولا اپنی آواز اور لہجہ تبدیل کرے گا اور نئے سرے سے نئے مخصوص لہجے سے یہودی تنظیم پر حکمرانی کرے گا تو تم سب اس نئی آواز اور لہجے کو بھی یاد رکھوگے۔"

"میں ابھی جوجو اور باربرا کے پاس جاکر انہیں بتاؤں گا کہ کس طرح یہودی تنظیم کے افراد کی نگرانی کرنا ہے۔"

میں سلمان کے پاس سے آگیا۔ اس سلسلے میں صرف داؤد منڈولا ایسا تھا جس کے دماغ میں ہم چپکے سے نہیں جاسکتے تھے۔ چونکہ منڈولا اپنی تنظیم کے افراد کے دماغوں میں جاتا تھا اس لیے اس کا لہجہ اختیار کرکے ہم تمام آدم براورز اور تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر پہنچ کر ان کے خیالات پڑھ کر ان کے چھوٹے بڑے منصوبوں کو سمجھ سکتے تھے۔

میں آرام سے بستر پر لیٹ کر سونا چاہتا تھا۔ مگر اس سے پہلے یہ بات کھٹک رہی تھی کہ مایا کے کھنڈر میں وہ ہستی کون ہے جو پارس کا مذہب بدل کر اور اسے اپنے دھرم میں لاکر اپنا بنانا چاہتی تھی۔ مذہب بدلنے کی ضد کرنے والی توشی تارا تھی۔ اس شی تارا نے پارس سے سمجھوتا کرلیا تھا اور دوست بن کر اس کے ساتھ رہنے لگی تھی۔ کیا اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی اور آتما شکتی کی صلاحیت رکھنے والی کوئی پیدا ہوگئی ہے جو پارس کو اپنے دھرم میں لانے کے لیے داؤد منڈولا سے کام لے رہی ہے؟"

پھر یہ خیال آیا کہ شی تارا دہری چال نہ چل رہی ہو۔ ایک طرف پارس کی محبوبہ بن کر رہتی ہوگی اور دوسری طرف دوسرے کے ذریعے اسے ہندو بنانے کی کوششیں کررہی ہوگی۔ جب ہم پارس کو دشمنوں کے تنویمی عمل سے بچا رہے تھے اور اسے مائیک ہرارے بنا رہے تھے۔ تب شی تارا بھی پارس کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ ہم سب کے بعد اس نے آخر میں پارس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اپنی برسوں کی آرزو کے مطابق اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ جناب تمیرزی صاحب نے پارس کے دماغ پر ایسا روحانی عمل کیا ہے جس کے نتیجے میں کسی کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ میں نہیں آسکتی تھیں۔ اگر آتیں تو اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتی تھیں۔ اگر اس پر تنویمی عمل کیا جاتا تو وہ عمل بے اثر ہوجاتا۔

ہم نے بھی اس پر تنویمی عمل نہیں کیا تھا۔ چونکہ زخمی بازو کے باعث وہ ذرا کمزوری محسوس کررہا تھا اس لیے ہم مائیک ہرارے سے متعلق چند خاص باتیں اسے ذہن نشین کرا رہے تھے۔ شی تارا اپنی دانست میں اس کے اندر چھپ کر سبھی کا اور ہمارا عمل دیکھ رہی تھی۔ اس کے مطابق اس نے آخر میں اپنے طور پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس بے چاری کو نیویارک پہنچ کر پتا چلا کہ جس پارس کو اپنا تابعدار بنایا تھا' وہ پہلے کی طرح آزاد ہے اور کہیں روپوش ہوگیا ہے۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر یہ خیال آرہا تھا کہ اب شی تارا مایوس ہوکر داؤد منڈولا کے ذریعے پھر پارس کو ٹریپ کرنا چاہتی ہے وہ پارس کے اندر رہ کر منڈولا اور مارٹن وغیرہ کی آوازیں سن چکی تھی۔ اسی لیے منڈولا تک پہنچ گئی تھی اور منڈولا کو خزانے اور یورینیم کا لالچ دے رہی تھی۔

میں کئی منٹ تک اسی خیال پر قائم رہا۔ پھر دوسرے پہلو پر غور کیا تو سوال یہ پیدا ہوا کہ شی تارا کو منڈولا کی خفیہ رہائش گاہ کا اور فون کا نمبر کیسے معلوم ہوا جبکہ ہم میں سے بھی کوئی منڈولا کے اندر جاکر اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔

منڈولا نے ہرارے سے کہا تھا کہ کھنڈر والی ہستی کا کوئی آلہ کار اس سے فون پر باتیں کرتا ہے۔ یقیناً منڈولا نے بھی اس آلہ کار کے چور خیالات پڑھ کر تصدیق کی ہوگی کہ واقعی کھنڈر کے تہ خانے میں خزانہ اور یورینیم کا ذخیرہ ہے۔ اس نے پوری طرح یقین کرنے کے بعد ہی اپنی یہودی ٹیم کو مایا کے کھنڈر کی طرف روانہ کیا تھا اور بڑا نقصان اٹھایا تھا۔

وہ میرے آرام سے سونے کا وقت تھا اور میں کھنڈر والی ہستی کے متعلق سوچ کر بے چین ہورہا تھا۔ آخر بے چینی دور کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی پھر آمنہ کے پاس پہنچ کر پوچھا "یہ کیا بھید ہے۔ وہ ہستی کون ہے جو ہمارے بیٹے کا مذہب تبدیل کرنا چاہتی ہے؟"

وہ بولی "آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں مراقبے میں ہوں۔ آپ کے لیے صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ تمیرزی صاحب کی پیش گوئی جو شی تارا کے متعلق ہے' وہ درست ثابت ہوگی۔"

وہ پھر سانس روک کر مراقبے میں پہنچ گئی۔ میں دماغی طور پر اپنے بستر پر حاضر ہوگیا۔ ساتھ ہی دماغ بھی روشن ہوگیا۔ جناب علی اسد اللہ تمیرزی نے فرمایا تھا کہ شی تارا سات برس تک روپوش رہے گی۔ کوئی اس کی اصلی آواز کو نہ سن سکے گا' نہ اس کا اصلی چہرہ دیکھ سکے گا۔ میری اور سونیا کی بیٹی اعلیٰ بی بی جونیئر اس شی تارا کو بے نقاب کرے گی۔

بات سمجھ میں آگئی کہ جوشی تارا اب تک پارس کے ساتھ رہتی آئی ہے' وہ ٹیلی پیتھی تو جانتی ہے مگر اصلی نہیں ہے۔ اور جو اصلی ہے' اس نے اسے ڈمی شی تارا بنا کر پارس کے پاس چھوڑا ہوا ہے۔ اور اس ڈمی کے ذریعے پارس کی پوری خبر رکھتی ہے۔ اب یہ اچھا ہی ہوا تھا کہ پارس نیویارک پہنچنے کے بعد موجودہ محبوبہ یعنی ڈمی شی تارا سے ہر طرح کا رابطہ ختم کرکے روپوش ہوگیا تھا اور اصلی شی تارا کے لیے فکرمندی کا باعث بن گیا تھا۔ کیونکہ وہ اصلی بھی پارس کی مرضی کے بغیر اپنی آتما شکتی کے باوجود اس کے اندر نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اور خود کو روحانی ٹیلی پیتھی سے دور رکھنے اور محفوظ رکھنے کے لیے ہمارے کسی خیال خوانی کرنے والے کے پاس بھی نہیں آتی تھی۔ اسی لیے اس نے مسلمانوں کو چھوڑ کر یہودی داؤد منڈولا کو آلہ کار بنایا ہوا تھا۔

میری بے چینی ختم ہوگئی۔ میں نے اطمینان کی سانس لی پھر دماغ کو ہدایات دے کر سوگیا۔

○☆○

فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ ثانی اور علی صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ثانی "را" کی جاسوس شیبا کی حیثیت سے پاکستان آئی تھی۔ اب وہ حیثیت ختم کرچکی تھی ایک نئے روپ میں تھی اور علی کے ساتھ حشمت بیگ کے مکان میں تھی۔ وہ بولی "یہ فون کی گھنٹی حشمت بیگ کو پکار رہی ہے۔ یہاں ہم دونوں کو کوئی نہیں جانتا ہے۔"

علی نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے حشمت بیگ کی آواز میں پوچھا "ہیلو میں حشمت بول رہا ہوں۔"

"میں ایم آئی ایم کے سربراہ کی پرسنل سیکریٹری بول رہی ہوں۔ مسٹر علی یا مس سونیا ثانی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"مس ثانی اور مسٹر علی دونوں موجود ہیں۔ آپ ان سے گفتگو کرسکتی ہیں' یہ لیجیے۔"

ثانی علی کے اندر رہ کر دوسری طرف کی باتیں سن رہی تھی۔ علی نے آواز بدل کر کہا "ہیلو' میں علی بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ہولڈ آن کرنے کے لیے کہا گیا پھر ایک شخص کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی "مسٹر علی! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں آپ سے ہم کلام ہوں۔ میں آپ کے والد صاحب کے احسانات کا بدلہ کبھی نہیں چکا سکوں گا۔ جب میں نے پہلی بار اپنے مجاہدین کے ذریعے ایک امریکی طیارے کو اغوا کرایا تو میری یہ پلاننگ تھی کہ میں اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس مشن میں کامیاب ہوجاؤں گا۔ مگر میں حیران رہ گیا جب چند نامعلوم خیال خوانی کرنے والوں نے میرے مجاہدین کے لیے ڈھال بن کر سپر ماسٹر اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ناکام بنادیا۔ اس مشن کے دوران ہی مجھے پتا چل گیا کہ وہ تمام خیال خوانی کرنے والے آپ کے والد محترم سے تعلق رکھتے ہیں۔"

علی نے کہا "مجھے بھی خوشی ہورہی ہے کہ میں ایک ایسی تنظیم کے سربراہ سے ہم کلام ہوں' جو نہایت ہی مختصر سے عرصے میں دشمنوں کے حواس پر چھاگئی ہے۔"

"اس کامیابی کا سہرا آپ ہی لوگوں کے سر ہے۔ آپ تمام مسلمان بھائیوں نے اس بات کی چھان بین نہیں کی کہ میں کون ہوں؟ یہ ایم آئی ایم تنظیم اچانک کہاں سے پیدا ہوگئی؟ آپ سب نے صرف ہمارے نیک مقاصد اور اسلامی جذبے کو سمجھا اور اس قدر آگے بڑھ بڑھ کر ایم آئی ایم کے نام سے کئی کارنامے' انجام دیئے اور ادھر میں ایک پراسرار سربراہ بن کر محض ایک تماشائی بن کر بیٹھا رہ گیا۔"

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے

ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

باتصویر

ہپناٹزم جلد تحقیقات

قیمت ۲۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

اردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

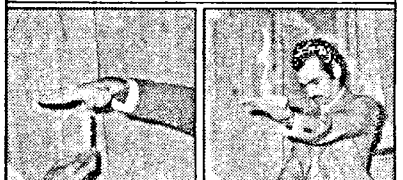

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۱۰۳۰ کراچی

علی نے سوال کیا "ہم نے آپ سے آپ کے متعلق کچھ نہیں پوچھا لیکن آپ نے خود کبھی ہمارے پاپا سے رابطہ کیوں نہیں کیا۔"

"اس کی چند وجوہات ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ پہلی بار میں شبہ میں مبتلا رہا کہ جناب فرہاد صاحب کی آڑ لے کر دوستی کا فریب دے کر کوئی ہماری جڑوں تک پہنچنا چاہتا ہے۔ پھر دمشق میں' میں نے اپنی جگہ ہڈیوں کے ایک ڈھانچے کو دشمنوں کے پاس بھیجا اور اس ملاقات اور مذاکرات کی جو ویڈیو فلم آپ لوگوں نے ٹھوس ثبوت کے طور پر تیار کی اور میرے ایک مجاہد کے حوالے کی تو میرا شبہ دور ہوگیا۔ دشمنوں کے خلاف اتنا بڑا کارنامہ ہمارے لیے کوئی دوست ہی کر سکتا ہے۔"

"شبہ دور ہونے اور ہم پر بھروسا ہونے کے بعد آپ نے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"میری بدقسمتی کے دس دنوں تک میں بستر علالت پر پڑا رہا۔ ایسے میں خیال خوانی کے بھی قابل نہیں رہا۔ میں نے سوچا موت کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ اگر میں مرجاؤں گا تو ایم آئی ایم تنظیم کا کیا بنے گا؟ اسلامی ممالک کو یہودی لابی میں جانے سے صرف آپ کے پاپا روک سکتے ہیں۔ میں خیال خوانی کے قابل ہوتے ہی سب سے پہلے ان سے رابطہ کروں گا اور اپنی یہ تنظیم ان کے حوالے کردوں گا۔"

"کیا اب آپ صحت یاب ہو چکے ہیں؟"

"جی ہاں۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں آپ کے پاپا سے رابطہ کرتا' قتل ابیب میں یہ انکشاف ہوا کہ سپرباسٹر کا خاص ٹیلی پیتھی جاننے والا میری جگہ فراڈ سربراہ بن کر آیا تھا اور اس نے بازو میں گولی کھائی ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کے چور خیالات پڑھے لیکن پھر اسے بے ہوش کردیا گیا۔ ایسے وقت میں نے سوچا کہ ایم آئی ایم کے نام سے فراڈ شروع ہوگیا ہے۔ مجھے اس نئے فراڈ کا انجام معلوم ہونے تک انتظار کرنا چاہیے۔"

پھر وہ ایک ذرا توقف سے بولا "میرا خیال ہے' فون پر اتنی طویل گفتگو مناسب نہیں ہے۔ آپ اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے کو زحمت دیں۔ وہ میرے دماغ میں آئے۔ میں سختی سے روپوش رہنے والا سب سے پہلے محترم فرہاد صاحب کے خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے اندر آنے کی دعوت دے رہا ہوں۔ اس طرح گفتگو بھی ہوتی رہے گی اور خیال خوانی کرنے والے میرے چور خیالات پڑھ کر میری پوری ہسٹری معلوم کر سکیں گے۔"

علی نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "کیوں ثانی! کیا خیال ہے؟"

وہ بولی "جو شخص خود کو کتاب کی طرح کھول کر پڑھنے کو کہتا ہے' وہ سچا اور کھرا ہوتا ہے۔ میں اس کے اندر جارہی ہوں۔"

علی نے ریسیور کو کان سے لگا کر کہا "اس سے پہلے کہ ہم آپ کی سچائی پر کسی طرح کا شبہ کرتے' آپ نے خود کو ٹیلی پیتھی کی عدالت میں پیش کردیا ہے۔ آپ کے پاس سونیا ثانی آرہی ہے۔"

اس نے فون کا رابطہ ختم کیا۔ ثانی نے ایم آئی ایم کے سربراہ کے اندر جاکر اسے سلام کیا پھر پوچھا "آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہم حشمت بیگ کے مکان میں رہتے ہیں۔"

اس نے کہا "میں کوئی جواب نہیں دوں گا۔ تم میرے دماغ میں آگئی ہو' خود ہی میرے خیالات پڑھتی رہو۔ میں بالکل خاموش بیٹھا رہوں گا۔"

ثانی نے دیکھا۔ وہ ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے سینٹر ٹیبل پر دونوں پاؤں پھیلائے اور زیادہ آرام سے نیم دراز ہوگیا تھا اور دماغ کے دروازے کھول دیئے تھے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا سابقہ نام جوڈی نارمن تھا۔ لیکن اب اس کا نام ضیاء الاسلام ہے۔

یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب ابتدا میں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے باپ ہوپ کن' ٹینو سنتانا' جورا جوری کے علاوہ جوڈی نارمن کو بھی ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا گیا تھا۔ جوڈی نارمن اور جورا جوری ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ پھر ان کی شادی ہوگئی۔ وہ جورا جوری کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ لیکن وہ ایک اسپتال میں ایک بچے کو جنم دینے کے دوران مرگئی۔ نارمن اس کی جدائی میں نیم پاگل سا ہوگیا۔ اس کی دیوانگی میں بھٹکتا ہوا اس وقت کے سپر باسٹر سے دور امریکا چھوڑ کر چلا گیا۔

اسے ہوش نہیں رہا کہ دن' مہینے اور سال کس طرح گزرتے رہے۔ وہ اسپین پہنچ گیا۔ ایک دن میڈرڈ کی گلیوں میں بھٹک رہا تھا کہ ایک نہایت امیر کبیر شخص سے سامنا ہوگیا۔ وہ شخص ایک قیمتی کار میں بیٹھنے جارہا تھا۔ لیکن گریبان چاک کرکے گھومنے والے جوڈی نارمن کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ ادھیڑ عمر کا شخص تھا اس نے قریب آکر اس چاک گریبان ننگے سینے کو دیکھا پھر اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر پوچھا "تم.... تم ضیاء الاسلام ہو.... تم.... تم۔"

وہ بات ادھوری چھوڑ کر اس دوسرے شخص سے بولا جو قیمتی کار سے نکل کر آرہا تھا۔ "دیکھو ناصر پاشا! یہ میرا بیٹا ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میرے بیٹے کی ایک واضح شناخت ہے۔ اس کے سینے پر کئی تل ہیں اور وہ تمام تل اس ترتیب سے ہیں کہ ان تلوں سے عربی زبان کا لفظ ضیا بنتا ہے' اسی لیے میں نے اپنے بیٹے کا نام ضیاء الاسلام رکھا تھا۔ اس کے چاک گریبان کو دیکھو۔ اس کے سینے پر تمام تل اسی ترتیب سے ہیں۔"

قریب آنے والے ناصر پاشا نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیر کر اچھی طرح اطمینان کیا اور پھر کہا "واقعی قدرتی تل ہیں۔ اور صاف طور سے سینے پر تلوں سے لکھا ہوا ضیا پڑھا جارہا ہے۔ یہ قدرتی نشانی ثابت کررہی ہے کہ یہی آپ کا گمشدہ بیٹا ضیاء الاسلام ہے۔"

پھر اس سے پوچھا گیا کہ وہ اس طرح میلا کچیلا کیوں بھٹک رہا ہے؟ کہاں سے آرہا ہے؟ لیکن وہ نیم دیوانگی کے عالم میں تھا۔ انہیں کوئی جواب نہ دے سکا۔

جب اس کی دیوانگی ختم ہوئی اور اس نے خود کو نارمل پایا تو جیسے ایک نئی زندگی مل گئی۔ وہ ایک نئی دنیا میں داخل ہوگیا۔ اس نے خود کو ایک عالی شان محل میں پایا۔ وہ ایک شاہانہ بستر پر لیٹا ہوا تھا اور ایک ڈاکٹر اس کا معائنہ کررہا تھا۔ دو نرسیں بستر کے پاس کھڑی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر نے تھپک کر کہا "یو آر آل رائٹ۔ اب تم بالکل نارمل ہو۔ دیکھو یہ تمہارے والد مسٹر نورالاسلام ہیں۔"

اس نے بستر کے سرے پر بیٹھے ہوئے اس شخص کو دیکھا جو اس کا باپ ہونے کا دعوے دار تھا۔ اس نے کہا "میں ایک عیسائی ہوں' میرا نام جوڈی نارمن ہے۔"

باپ نے کہا "جو تمہیں سمجھایا گیا' وہ تم سمجھ رہے ہو۔ اب سے بائیس برس پہلے میں ایک مفلس اور محتاج شخص تھا۔ میں اور تمہاری ماں کبھی دو وقت اور کبھی دو دو دن کے فاقے کرتے۔ ایسے میں تم پیدا ہوئے۔ فاقوں کے باعث تمہاری ماں کمزور تھی' مجھ سے یہ وعدہ لے کر مرگئی کہ میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ میں نے وعدہ کرلیا۔ مگر مفلسی میرا مذاق اڑا رہی تھی۔ میں روٹی کے لیے ریڈ کراس سوسائٹی کے کیمپ میں گیا۔ وہاں تمہیں دودھ ملنے لگا۔ راہبہ اور راہب تمہاری پرورش کرنے لگے۔ مجھے مائل کرنے لگے کہ میں بیٹے کی زندگی چاہتا ہوں تو اسے عیسائی مشنری میں رہنے دوں۔ آخر میں تمہیں زندہ رکھنے کی خاطر عیسائی مشنری میں چھوڑ کر چلا گیا۔"

باپ نے ایک سرد آہ بھری پھر کہا "میں تنہا رہ گیا۔ میں نے ایک سوداگر کے ہاں نوکری کی۔ وہیں سے میرے دن پھرنے لگے۔ میں نے تجارت کے گر سیکھے۔ چند برسوں میں خود ایک بڑا تاجر بن گیا۔ میرا کاروبار یورپ سے امریکا تک پھیل چکا ہے۔ ہر ملک' ہر شہر میں میرے عالیشان محل' بے شمار گاڑیاں اور بے حد و حساب دولت ہے۔"

وہ بیٹے کا ہاتھ تھام کر بولا "اس دوران میں نے تمہیں تلاش کیا۔ وہ عیسائی مشنری والے پتا نہیں کس ملک میں تمہیں لے گئے تھے۔ ہزار تلاش کے باوجود تم نہیں ملے۔ قدرت کے بھید سمجھ میں نہیں آتے۔ تمہارے سینے پر یہ قدرتی نشان اس لیے تھا کہ ایک دن میں تمہیں پہچان لوں اور میں نے پہچان لیا ہے۔ تم جوڈی نارمن نہیں' ضیاء الاسلام ہو۔"

ثانی اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ ضیاء الاسلام کے باپ نے اسے اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے کئی معلم رکھے۔ خود اس کے ساتھ دن رات رہ کر سمجھانے لگا کہ یہودی' عیسائی اور ہندو کس طرح سیاسی چالوں سے مسلمانان عالم کو ایک دوسرے سے متنفر کررہے ہیں اور اسلامی ممالک کو کبھی متحد نہیں ہونے دیتے ہیں۔

چند برسوں میں ضیاء الاسلام نے دنیا کی بساط پر کھیلی جانے والی یہودیوں' ہندوؤں اور عیسائیوں کی سیاسی ہیرا پھیری کو اچھی طرح سمجھ لیا اور یہ عہد کیا کہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لائے گا اور اسلامی ملکوں کے سربراہوں کو یہودیوں کے فریب میں آکر اسرائیل کو تسلیم کرنے سے باز رکھے گا۔

اس نے اپنے والد نورالاسلام کی وفات کے بعد روپوشی اختیار کرلی اور خیال خوانی کے ذریعے ہر ملک اور ہر شہر میں جان نثار مجاہدین کی فوج بنانے لگا۔ یوں تو اسلامی ممالک تیل کی دولت اور مختلف قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں لیکن ان میں ایک پاکستان ہی ایسا ملک ہے جو ایٹمی قوت کے معاملے میں پراسرار ہے۔ یہ ملک ایٹمی قوت رکھتا ہے یا نہیں؟ اس کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ ایم آئی ایم کے سربراہ ضیاء الاسلام کو یقین تھا کہ یہ راز معلوم کرنے کے لیے یہودی اور بھارتی جاسوس بڑی تعداد میں ہوں گے۔ اس لیے ضیا نے اسلام آباد میں مجاہدین کو بھیجا تھا اور ان مجاہدین کے دماغوں میں رہ کر روپوش رہنے والے دشمنوں کا سراغ لگاتا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے پتا چلا کہ اس شہر میں ثانی اور علی بھی موجود ہیں اور ان کی موجودگی اسے خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوئی۔

حشمت بیگ بابا صاحب کے ادارے کا جاسوس تھا۔ لیکن یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ سربراہ ضیاء نے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا تھا کہ ثانی اور علی کس طرح اس ملک کی حکمران پارٹی اور اپوزیشن پارٹی کو ایک دوسرے سے لڑا کر ان تمام سیاست دانوں کی وطن دشمنی کے ٹھوس ثبوت حاصل کررہے ہیں۔

ثانی نے بڑے صاحب کی تجوری سے اور جیری نے اپوزیشن لیڈر کے سیف سے ایسی اہم دستاویزات حاصل کی تھیں کہ وہ دستاویزات منظر عام پر آجاتیں تو ملک کے عوام دونوں پارٹیوں کا سیاسی بائیکاٹ کردیتے۔

جب ثانی نے یہاں تک خیالات پڑھ لیے تو سربراہ ضیا نے کہا "اس ملک کے عوام ناخواندہ بھی ہیں اور مختلف سیاسی پارٹیوں میں تقسیم ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہ متحد ہو کر ملک کے مقدر کو خوشگوار نہیں بنا سکیں گے۔ پھر یہ کہ سپرباور امریکا کی نت نئی چالیں ان پاکستانیوں کو اور زیادہ پسماندگی کی طرف لے جائیں گی۔"

ثانی نے کہا "آپ درست فرماتے ہیں۔ ہم نے جو اہم دستاویزات حاصل کی ہیں۔ ان سے ہمیں پاکستانی عوام کو زبردست فائدہ پہنچانا چاہیے۔"

"اس کی ایک ہی صورت ہے۔ پچھلی بار دمشق میں آپ کے خیال خوانی کرنے والوں نے ویڈیو کیسٹ کی صورت میں امریکا اور اسرائیل کی اسلام دشمنی کے بارے میں ٹھوس ثبوت ہمارے حوالے کیا تھا۔ اس کا یہ فائدہ ہوا کہ اردن اور شام نے ہمارے خوف سے اسرائیل کو تسلیم کرنے کا معاہدہ نہیں کیا۔"

"بے شک ان کی کمزوریاں جب تک ایم آئی ایم کے یعنی آپ کے ہاتھوں میں رہے گی تب تک وہ بڑی طاقتیں آپ کے دباؤ میں رہیں گی۔"

سرراہ ضیا نے کہا "اسی طرح آپ نے جو اہم دستاویزات حاصل کی ہیں' وہ بھی ایم آئی ایم کی تحویل میں رہیں گی تو پاکستان سے منفی اور ظالمانہ سیاست کا خاتمہ ہوجائے گا۔"

"میں مانتی ہوں۔ وہ تمام دستاویزات علی کے پاس ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ دمشق میں ہونے والے مذاکرات کی طرح ان دستاویزات کے سلسلے میں ساری دنیا کے سامنے نااہل سیاست دانوں کا پول کھولا جائے کہ وہ سب کس طرح بڑی طاقتوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔"

"تم میرے خیالات پڑھ کر سمجھ سکتی ہو کہ یہ انتظامات میں کرچکا ہوں۔ کل عمان میں پھر وہاں کے مسلمان اکابرین' اسرائیل کے بڑے عہدے داروں اور امریکی نمائندوں نے مجھے مدعو کیا ہے۔ وہاں میرا ایک آلہ کار میری جگہ سرراہ بن کر جائے گا اور آپ کی حاصل کردہ اہم دستاویزات کو ویڈیو کیمروں کے سامنے رکھ کر ساری دنیا کے ٹی وی اسکرین پر پیش کرے گا۔"

"آپ کے خیالات بتارہے ہیں کہ آپ ابھی اسپین میں ہیں۔ کل دوپہر کو اردن کے شہر عمان پہنچیں گے۔ یہ بتائیں کہ ہم وہ اہم دستاویزات کس طرح آپ تک پہنچائیں؟"

"بات صرف دستاویزات کی نہیں ہے۔ میری درخواست ہے کہ دمشق کی طرح آپ خیال خوانی کرنے والے عمان میں بھی میرا ساتھ دیں اور دشمنوں سے مذاکرات کے دوران میرے آلہ کار کے دماغ میں رہیں۔ میں اس آلہ کار کو سرراہ ضیاء الاسلام بنائے رکھوں گا۔ اسلام آباد میں میرے کئی مجاہدین ہیں۔ ابھی ایک گھنٹے کے اندر میرا ایک مجاہد آپ کے پاس آئے گا۔ پہلے آپ اس کے خیالات پڑھ کر اطمینان کریں پھر وہ اہم دستاویزات اس کے حوالے کردیں۔ وہ یہ چیزیں لے کر کل شام تک عمان پہنچ جائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم یہاں موجود ہیں' آپ کسی مجاہد کو بھیج دیں۔"

"بھیج رہا ہوں۔ مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ فرہاد صاحب کے بیٹے اور ہونے والی بہو بہت محتاط رہنے کے عادی ہیں۔ پھر آپ سے یہ غلطی کیوں ہورہی ہے کہ اس شخص کے مکان میں قیام کیا ہے' جو یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ کوئی بھی دشمن خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر پہنچ کر آپ کی رہائش گاہ کا محاصرہ کرسکتا ہے اور آپ دونوں کو نقصان پہنچاسکتا ہے۔"

"آپ ہماری غلطی بیان کرکے دوستی کا حق ادا کررہے ہیں۔ یہاں ہم مجبوراً پرسوں تک رہیں گے۔ حشمت بیگ کو پرسوں تک نہ گھر سے باہر جانے دیں گے اور نہ ہی کسی کا ٹیلی فون اٹینڈ کرنے دیں گے۔"

"لیکن پرسوں تک ایسی کیا مجبوری ہے؟"

"ہم اپنے پاپا کی ہدایات پر ہرحال میں عمل کرتے ہیں۔ پاپا پرسوں یہاں اسلام آباد آنے والے ہیں۔ وہ آئیں گے تو ہم ان کے ساتھ کسی دوسری جگہ منتقل ہوجائیں گے۔"

"یہ تو میرے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔ میں آپ لوگوں کے ذریعے ان سے بھی گفتگو کرسکوں گا۔"

"ہم ضرور پاپا سے آپ کی گفتگو کرائیں گے۔ اب میں جاتی ہوں' آپ کسی مجاہد کو بھیج دیں۔"

ثانی دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وہ اب تک خیال خوانی کے دوران زبان سے علی کو وہ تمام باتیں سنارہی تھی' جو سرراہ ضیاء الاسلام کے خیالات نے اسے بتائے تھے۔ اس نے سب کچھ سننے کے بعد مسکرا کر ثانی کو دیکھا پھر کہا "ہوں' تو پرسوں ہمارے پاپا یہاں آرہے ہیں..."

○☆○

پہلے اردن کے اکابرین اس بات پر آمادہ نہیں تھے کہ ایم آئی ایم کا پراسرار سرراہ ان کے شہر عمان میں آئے۔ ان سب نے دمشق میں اس سرراہ کی ہڈیوں کا چلتا پھرتا اور بولتا ہوا ڈھانچا دیکھا تھا۔ اس ڈھانچے نے اردن اور اسرائیل کے درمیان ہونے والے معاہدے کو روک دیا تھا اور ایک ویڈیو فلم میں ان دونوں ملکوں کی بہت سی کمزوریاں ریکارڈ کرلی گئی تھی۔ اب وہ مسلمان اکابرین اس سرراہ سے دھوکا نہیں کھانا چاہتے تھے۔

امریکی اور اسرائیلی نمائندوں نے ان اکابرین کو سمجھایا کہ اس بار وہ سرراہ کسی حد تک دوست بن کر آرہا ہے۔ اس نے اپنے رویے میں لچک پیدا کرلی ہے۔ شاید وہ کچھ شرائط پیش کرے گا۔ اگر ہم ان شرائط کو قبول کرسکیں گے تو پھر وہ اسرائیل اور دوسرے اسلامی ممالک کے درمیان ہونے والے دوستانہ معاہدوں کے سامنے دیوار نہیں بنے گا۔

پھر یہ طے ہوگیا کہ ایم آئی ایم کے سرراہ کی شرائط قابل قبول ہوں گی تو انہیں ضرور قبول کیا جائے گا اور اس سرراہ کو بھی ان شرائط میں لچک پیدا کرنے پر مائل کیا جائے گا۔

رات کے آٹھ بجے ملاقات کا وقت مقرر ہوا تھا۔ ایک محل نما عالیشان عمارت میں بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے۔ اس عمارت سے دوسو گز کے فاصلے پر ایسے کیمرے نصب کیے گئے تھے کہ وہ سرراہ جس راستے سے گزر کر آتا' وہاں کے مناظر عمارت کے اندر دور افتادہ حصوں میں کئی ٹی وی اسکرین پر دیکھے جاسکتے تھے۔ اس طرح وہ لوگ یہ صاف طور پر دیکھ سکتے تھے کہ آنے والا انسان ہی ہے یا پہلے کی طرح ہڈیوں کا ڈھانچا ہے۔ اور اگر انسان ہے تو پھر وہ عمارت میں داخل ہونے سے پہلے جس کاریڈور سے گزرے گا وہاں ایکسرے مشین اور دیگر سراغ رساں آلات ہوں گے اور یہ انکشاف کریں گے کہ وہ سرراہ نہتا ہے یا ان اکابرین کو جانی نقصان پہنچانے والا اسلحہ یا بارود چھپا کر لارہا ہے۔ ایسے انتظامات دیکھ کر اسرائیل سے معاہدہ کرنے والے مسلمان اکابرین مطمئن ہوگئے تھے۔ پھر ان کی پشت پر سپر ماسٹر تھا۔ انہیں خدا پر رسمی بھروسا تھا مگر امریکا پر مکمل اعتماد تھا۔

اُدھر ایم آئی ایم کے سرراہ ضیاء الاسلام نے اپنے اس آلہ کار کے دماغ میں ثانی کو پہنچادیا تھا' جو ڈمی سرراہ بن کر اس محل نما عمارت میں جارہا تھا اور وہ تنہا جارہا تھا۔ اپنی کار خود ڈرائیو کررہا تھا۔

اس نے ایک ہاتھ سے کار کی اسٹیرنگ سنبھالتے ہوئے' دوسرے ہاتھ سے پاس رکھے ہوئے موبائل فون کو اٹھایا پھر ایک اسرائیلی نمائندے سے رابطہ کرنے کے بعد کہا "میں آرہا ہوں۔ وقت مقررہ کے مطابق ٹھیک آٹھ بجے آپ لوگوں کے درمیان پہنچ جاؤں گا۔ ابھی آٹھ بجنے میں بیس منٹ ہیں۔ صرف بیس منٹ انتظار کریں۔"

اسرائیلی نمائندے نے کہا "ہم بے چینی سے انتظار کررہے ہیں۔ باہر احاطے کا دروازہ آپ کے لیے اور آپ کے مجاہدین کے لیے کھلا رہے گا۔"

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میرے ساتھ کوئی مجاہد نہیں ہے' میں بالکل تنہا اور نہتا آرہا ہوں۔ آپ لوگوں نے خوامخواہ بڑے محتاط رہ کر حفاظتی انتظامات کیے ہیں۔ میری ذات سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔"

اس محل نما عمارت کے اندر بڑے سے ہال میں اردن کے مسلمان اکابرین' اسرائیل کے اعلیٰ عہدے دار اور امریکی وزارت خارجہ کے بھی نمائندے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سیٹلائٹ کے ذریعے تمام دنیا کے ٹی وی اسکرین پر دیکھے جارہے تھے۔ ثانی اور علی بھی ایک ٹی وی کے سامنے بیٹھے اردن' امریکا اور اسرائیل کے تمام اہم افراد کو دیکھ رہے تھے۔ وہاں مائیک اور اسپیکر کے ذریعے فون پر ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ ثانی انہیں اسکرین پر دیکھ رہی تھی اور خیال خوانی کے ذریعے سرراہ ضیاء الاسلام کی ڈمی کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔

ڈمی سرراہ نے فون بند کردیا۔ وہ پندرہ منٹ کا راستہ طے کرچکا تھا۔ اب صرف پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ ذرا سے فاصلے پر وہ عمارت نظر آرہی تھی اور اس کے احاطے کا آہنی گیٹ کھلا ہوا تھا۔ لیکن وہ اس گیٹ کے قریب نہ پہنچ سکا۔ اچانک کار کے اندر زبردست دھماکا ہوا۔ وہاں پہلے ہی کسی نے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے بلاسٹ ہونے والا بم چھپا کر رکھا تھا۔ دھماکا اتنا زبردست تھا کہ کار کے ساتھ ڈمی سرراہ کے بھی چیتھڑے اڑگئے تھے۔

ثانی اور اعلیٰ ایک دم سے سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔ یہ کیا ہوگیا؟ وہ کار آہنی گیٹ کے قریب آکر ہم سے بلاسٹ ہوئی تھی اس لیے تمام ٹی وی اسکرین پر دیکھی جارہی تھی۔ عمارت کے اندر بیٹھے ہوئے تینوں ممالک کے اکابرین میں سے کچھ تو حیرانی سے اچھل کر کھڑے ہوگئے تھے اور کچھ پر سکتہ سا طاری ہوگیا تھا۔ فوراً ہی یہ بات دماغ میں آرہی تھی کہ سرراہ کے چیتھڑے اڑنے کے باعث اب ایم آئی ایم کے مجاہدین ان تمام اکابرین کے چیتھڑے اڑادیں گے۔

ثانی نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ ڈمی سرراہ کی ایسی دردناک ہلاکت کے بارے میں اصل سرراہ ضیاء الاسلام سے باتیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اس کے دماغ میں پہنچتے ہی اس نے سانس روک لی۔ ثانی نے پھر اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے اندر پہنچاتے ہوئے کہا "پلیز سانس نہ روکیں۔ میں سونیا ثانی بول رہی ہوں۔"

سرراہ نے کہا "ابھی چند منٹوں میں کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر آتے رہے ہیں اور میں انہیں باہر نکالتا رہا ہوں۔ اس بھیڑ میں دوست اور دشمن کو پہچاننا ممکن نہیں ہے۔ میں فی الوقت معذرت چاہتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے پھر سانس روک لی۔ ثانی نے ٹی وی کی طرف دیکھتے ہوئے علی سے کہا "دشمن خیال خوانی کرنے والے بھی ضیاء الاسلام کے اندر آکر تصدیق کررہے ہیں کہ اصل سرراہ ہلاک ہوچکا ہے یا زندہ ہے؟ دشمنوں کو اپنے اندر آنے سے روکنے کے لیے وہ میری آمد پر بھی سانس روک رہا ہے۔"

علی نے کہا "اس کی احتیاطی تدبیر اپنی جگہ مناسب ہے۔ تم دشمنوں میں سے کسی کے اندر پہنچ کر معلومات حاصل کرو۔"

ثانی نے میرے پاس آکر وہاں کے مختصر حالات بتائے پھر کہا "آپ جمیلہ رازی کے ساتھ عمان میں رہ کر یہاں کے اکابرین کے اندر پہنچے ہوئے تھے' مجھے شاہ کے پرسنل سیکریٹری کے اندر پہنچادیں۔"

میں نے دوسرے ہی لمحے میں خیال خوانی کی پرواز کی اور پرسنل سیکریٹری کے اندر پہنچ گیا۔ ثانی میرے دماغ سے نکل کر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ سیکریٹری اس عمارت میں اسرائیل اور امریکی عہدے داران کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ایک اسرائیلی نمائندے سے کہہ رہا تھا "آپ سب نے اس بات کی ضمانت دی تھی کہ دمشق کی طرح ہمارے اس شہر میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔ ایم آئی ایم والے دوست بن کر آرہے ہیں۔ مگر ہمارے ملک میں اس تنظیم کے سرراہ کی ہلاکت کی ذمے داری ہم پر ڈالی جائے گی۔"

اسرائیلی نمائندے نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ ہمارے ایک خیال خوانی کرنے والے نے بم کے دھماکے میں ہلاک ہونے والے کی موت کی تصدیق کی تو پتا چلا کہ وہ سرراہ زندہ ہے اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آمد پر سانس روک لیتا ہے۔ جو شخص سرراہ بن کر ہم سے فون پر باتیں کررہا تھا اور اب ہلاک

ہوگیا ہے' وہ کوئی فریبی تھا۔"

ایسے وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک اسرائیلی نمائندے نے ریسیور اٹھایا' آواز آئی "میں ایم آئی ایم کا سربراہ بول رہا ہوں۔ زندہ سلامت ہوں۔ ابھی جو شخص ہلاک ہوا ہے' وہ ایک فریبی تھا۔ میں اپنے راستے سے اس کانٹے کو نکال کر ابھی آپ حضرات کے پاس آرہا ہوں۔"

ٹائی نے اس اسرائیلی نمائندے کے اندر رہ کر سربراہ ضیاء الاسلام کی باتیں سنیں۔ پھر علی سے کہا "وہ اصلی سربراہ انہیں فون کے ذریعے بتا رہا ہے کہ ہلاک ہونے والا ایک فراڈ تھا اور وہ اصلی سربراہ ابھی اس عمارت میں پہنچنے والا ہے۔"

علی نے کہا "کمال ہے۔ سربراہ ضیاء الاسلام نے تمہیں اس ہلاک ہونے والے کے دماغ میں پہنچا کر کہا تھا کہ وہ ڈی سربراہ کو اس عمارت میں بھیج رہا ہے۔ تم اس عمارت میں پہنچنے کے لیے اس ڈی کے دماغ میں تھیں۔ اسے ہلاک کروایا گیا اور اب ضیاء الاسلام اس اسرائیلی نمائندے سے کہہ رہا ہے کہ وہ ہلاک ہونے والا فریبی تھا جبکہ فریبی نہیں تھا۔"

"ہاں۔ وہ اپنے طور پر سوچ سمجھ کر چالیں چل رہا ہے اور ٹی وی کے ذریعے ساری دنیا کو ایک نیا تماشا دکھانے والا ہے۔"

انہوں نے اسکرین کی طرف دیکھا۔ ایک کار احاطے کے آہنی گیٹ سے داخل ہو کر اس محل نما عمارت کے پورچ میں آکر رکی۔ اس کا دروازہ کھلا۔ ایک شخص ایک بریف کیس لیے کار سے باہر آیا۔ پورچ سے اس عمارت کے کاریڈور تک مسلح فوجی کھڑے ہوئے تھے۔ وہ تنہا آیا تھا۔ کاریڈور سے گزرنے کے دوران ایکسرے مشین بتا رہی تھی کہ اس نے لباس میں کچھ نہیں چھپایا ہے اور بریف کیس میں کاغذات اور ایک ویڈیو کیسٹ اور فلم وغیرہ رکھے ہوئے ہیں۔

ایک مسلح گائیڈ نے اس سربراہ کو بڑے شاندار ہال میں پہنچایا۔ وہاں تینوں ممالک کے اکابرین بیٹھے ہوئے تھے۔ اسے دیکھ کر استقبال کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "میں نے ابھی فون پر اپنی آمد کی اطلاع دی تھی۔ لیکن ابھی تک میرا تعارف نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا یہ بتا دوں کہ میں دہری شخصیت کا حامل ہوں۔ یعنی ایک عیسائی جوڈی نارمن بھی ہوں اور ایک مسلمان ضیاء الاسلام بھی ہوں اور مجھے ایم آئی ایم کا عارضی سربراہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔"

ایک اسرائیلی نمائندہ وہاں کے تمام اکابرین کا تعارف اس سے کرانے لگا۔ وہ سب مختلف صوفوں پر بیٹھ گئے۔ اردن کے ایک مسلمان عہدے دار نے پوچھا "یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ دہری شخصیت کے مالک کیوں ہیں؟ یہ بالکل نئی اور انوکھی بات ہے کہ آپ عیسائی بھی ہیں اور مسلمان بھی۔"

وہ بریف کیس کو سامنے میز پر رکھ کر بولا "میں چہرے بدل کر' نام بدل کر اور مذہب بدل کر دشمنوں کی بدلتی ہوئی چالوں کو اور چالاکیوں کو سمجھتا رہتا ہوں۔ اس طرح ایم آئی ایم کے دو نام اور دہرے مقاصد ہیں۔ اس وقت ہمیں ساری دنیا میں دیکھا جا رہا ہے۔ پہلے ہم نے دنیا والوں کو بتایا کہ ایم آئی ایم کے معنی ہیں' مجاہدین اسلامک مشن' لیکن اس کے اصل دوسرے معنی ہیں' ماسٹر آف انٹرنیشنل مین کائنڈ۔ میں عالمی انسانیت کا ماسٹر ہوں' استاد ہوں یا ماہر ہوں۔ میں ایک انسان ہوں اور سب کو انسان دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر کوئی یہودی ہے تو اپنے معبد میں رہے' کوئی عیسائی ہے تو اپنے کلیسا میں جائے' کوئی ہندو ہے تو مندر میں پوجا کرے اور مسلمان ہے تو مسجد میں نماز پڑھے۔ اپنی اپنی عبادت گاہوں سے باہر نکل کر ہم سب کو انسان ہونا چاہیے اور ساری دنیا میں انسانی برادری اور محبت کو عام کرنا چاہیے۔"

امریکی' اسرائیلی اور اردنی اکابرین سب واہ واکرنے لگے۔ ایک یہودی عہدے دار نے کہا "آپ ایک عظیم انسان ہیں' آپ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو محبت کے ایک پلیٹ فارم پر لانا چاہتے ہیں۔ ہم سب آپ کو سلام کرتے ہیں۔"

ایک امریکی نمائندے نے کہا "آپ نے پہلے خود کو جوڈی نارمن کہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ امریکی ہیں اور آپ نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔"

"بے شک میں وہی ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ عیسائی' یہودی اور مسلمان سب آپس میں دوست ہوں۔ میں نے ایم آئی ایم (ماسٹر آف انٹرنیشنل مین کائنڈ) کے مقاصد کو پورا کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے والے اور فرہاد کے تمام فیملی ممبر میرے راستے کی دیوار بنیں گے۔ اسی لیے میں نے ایم آئی ایم کے معنی مجاہدین اسلامک مشن ظاہر کیے اور اپنے تمام کارکنوں کو مجاہدین کے نام سے مشہور کیا۔"

وہاں کے تمام اکابرین بڑی توجہ اور دلچسپی سے سن رہے تھے۔ اس نے کہا "میں نے اپنے کارکنوں سے امریکی طیارے کو اغوا کرایا اور اس سے پہلے اغوا کرنے والے کارکنوں پر تنویمی عمل کر کے ان کے ذہنوں میں یہ نقش کر دیا کہ وہ مسلمان مجاہدین ہیں۔ اس طرح فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کارکنوں کے دماغوں میں رہ کر انہیں مجاہدین سمجھ کر ان کی مدد کرتے رہے۔ میں پوری طرح فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اعتماد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے دمشق میں اپنی جگہ ہڈیوں کے ایک ڈھانچے کو آپ حضرات کے پاس بھیجا۔ آپ لوگوں کو دنیا والوں کے سامنے دشمن بنایا لیکن نیک مقاصد کے لیے بنایا۔ وہاں جو ویڈیو فلم تیار کی گئی' وہ اس وقت میرے بریف کیس میں ہے۔"

اردن کے ایک مسلمان عہدے دار نے کہا "آپ واقعی باکمال ہیں۔ لیکن آپ کو یہ اندیشہ نہیں ہے کہ فرہاد اور اس کے تمام فیملی ممبر اسکرین پر ہمیں دیکھ رہے ہوں گے اور اپنے خلاف

آپ کی باتیں سن رہے ہوں گے۔"

"میں اپنی باتیں آپ کو اور صرف دنیا والوں کو نہیں' بلکہ فرہاد اور اس کی تمام فیملی کو سنا رہا ہوں۔ وہ اب مجھ سے دشمنی نہیں کر سکیں گے۔ میں انہیں بھی اپنا اور آپ سب کا دوست بنانا چاہتا ہوں۔"

ایک یہودی عہدے دار نے کہا "ہم فرہاد جیسے مسلمانوں کو انتہا پسند کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اسلامی قوانین اور اصولوں سے ہٹ کر کم از کم ہم یہودیوں سے کبھی دوستی نہیں کریں گے۔"

"کریں گے' میں نے فرہاد کے غبارے سے ہوا نکال دی ہے۔ ان لمحات میں اس کا جان سے عزیز بیٹا علی تیمور اور خیال خوانی کرنے والی سونیا ثانی اسلام آباد کے جس مکان میں بیٹھے ہیں اس مکان کے ہر کمرے اور ہر گوشے میں ریموٹ کنٹرول سے بلاسٹ ہونے والے بموں کا جال سا بچھا ہوا ہے۔"

وہاں بیٹھے ہوئے تمام اکابرین کے چہرے خوشی سے کھل گئے۔ جوڈی نارمن نے کہا "اگر فرہاد یا اس کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے ہماری انسانیت کو نہیں سمجھا اور کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو وہ سونیا ثانی اور علی تیمور کی موت کا سبب بنیں گے۔ اور یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ فرہاد اپنے بیٹے اور ہونے والی بہو سے محروم نہیں ہونا چاہے گا۔"

ایک نے کہا "ماسٹر آئی ایم! آپ نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ فرہاد جیسے مسلمانوں کی انتہا پسندی ختم کرنے اور انہیں صحیح طور سے انسان بنانے کا یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔"

نارمن نے کہا "آپ حضرات جانتے ہیں کہ پاکستانی حکمران بھی ہمارے ہم خیال ہیں۔ وہ بھی عالمی انسانی برادری کے ناتے اسرائیل کو تسلیم کرنا چاہتے ہیں لیکن فرہاد کی طرح پاکستانی علما اور مذہبی جماعتیں رکاوٹیں بنی ہوئی ہیں۔ ثانی اور علی نے وہاں کے حکمرانوں کے اہم راز اور دیگر اہم دستاویزات کو چرایا تھا تاکہ انہیں بلیک میل کر سکیں اور انہیں ہمارا ہم خیال بننے سے باز رکھ سکیں۔ لیکن میں نے بڑی حکمت عملی سے ان دونوں کو بے وقوف بنا کر وہ تمام دستاویزات حاصل کر لی ہیں اور وہ سب اسی بریف کیس میں ہیں۔"

تمام اکابرین خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ ایک ملازم شراب کی ٹرالی لے کر آیا۔ ٹرالی کے اوپری حصے پر شراب کی بھری ہوئی بوتلیں اور خالی گلاس تھے۔ اس کے نچلے حصے میں سجے ہوئے گوشت کی ڈشیں رکھی ہوئی تھیں۔ جو کامیابیاں حاصل کی گئی تھیں' ان کی خوشی میں اب پینے اور موج منانے کا وقت آگیا تھا۔

ملازم نے ٹرالی کو ان تمام اکابرین کے درمیان لا کر روک دیا۔ جھک کر نچلے حصے سے گوشت کی تمام ڈشوں سے ڈھکن ہٹا دیے۔ پھر ادب سے جھکتا ہوا ذرا پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ شاہ کے پرسنل سیکریٹری نے کہا "میں ماسٹر آف آئی ایم کے لیے پہلا ڈرنک بنا کر پیش کروں گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹرالی کے قریب آیا پھر ٹھٹک گیا' حیرانی سے بولا "ان ڈشوں میں گوشت نہیں ہے۔ اس میں تو۔۔۔ اس میں تو۔۔۔"

ملازم نے اپنے لباس سے ایک ریموٹ کنٹرولر نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "ان تمام ڈشوں میں اتنے طاقتور بم رکھے ہوئے ہیں کہ ایک بٹن دباتے ہی تم سب کے ساتھ یہاں کے در و دیوار ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اور تم لوگ دیکھ رہے ہو کہ میری انگلی اس کنٹرولر کے بٹن پر ہے۔"

سب کے چہرے زرد پڑ گئے۔ کچھ لرزنے لگے' کچھ دہشت زدہ نظروں سے اس ملازم کو دیکھنے لگے۔ ایک نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولا "میں ہوں اصل سربراہ۔ یہ ایم آئی ایم کوئی جھوٹ یا مذاق نہیں ہے۔ مجاہدین اسلامک مشن ایک حقیقت ہے اور اس کا سربراہ تمہارے سامنے کھڑا ہوا ہے۔"

سونیا ثانی نے ٹی وی اسکرین کی طرف گھونسا دکھاتے ہوئے کہا "گیا شیطان۔۔۔"

میں داستان گو فرہاد علی تیمور ابھی کچھ نہیں کہوں گا۔ میرے قارئین اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ ثانی کس شیطان کو محبت سے شیطان کہا کرتی ہے۔

جاسوسی ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ

ایک ایسے نوجوان کی داستانِ عبرت
جو حالات کے جال میں پھنس کر جرائم
کی دلدل میں پھنستا چلا گیا۔

انعام یافتہ مشہور مصنف جناب توقیر کا منفرد انداز تحریر

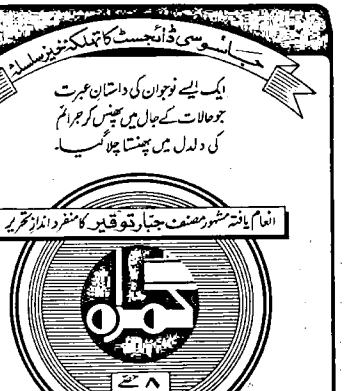

قیمت فی حصہ ۴۰ روپے ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰ روپے

کتابی شکل میں تیار ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست خط لکھ کر طلب کریں

کتابیات پبلی کیشنز ۞ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

وہ جشن کا سماں بڑا ہی قابلِ دید ہوتا ہے۔ جب بہت بڑی غیر متوقع کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ چوہا اگر شیر کا گلا دبوچ کر مار ڈالے تو یہ اس کا حق بنتا ہے کہ اس دلیری اور کامیابی کی مسرتوں میں وہ دنیا والوں کے سروں پر ناچنا کودنا شروع کر دے۔

یہ ایک غیر معمولی کامیابی تھی کہ جوڈی نارمن ایم آئی ایم کا سربراہ بن کر سونیا ٹائی اور علی کو بے وقوف بنا کر پاکستانی حکمرانوں کو مجرم سیاستدان بنانے والی دستاویزات بڑی چالاکی سے لے آیا تھا۔ ان دستاویزات کے ہاتھ آنے کے بعد آئندہ پاکستانی حکمران یا اپوزیشن پارٹی والے سب ہی امریکا اور اسرائیل کے زیرِ اثر رہتے۔

جوڈی نارمن کی دوسری کامیابی یہ تھی کہ جب پہلی بار ایم آئی ایم کا سربراہ ڈھانچا بن کر آیا تھا اور امریکا' اسرائیل اور چند اسلامی ممالک کے خلاف ایک مکمل وڈیو کیسٹ تیار کر کے لے گیا تھا۔ وہ کیسٹ بھی جوڈی نارمن واپس لے آیا تھا۔

اور تیسری اہم اور بنیادی کامیابی یہ تھی کہ جوڈی نارمن عیسائی تھا اور امریکی باشندہ تھا۔ بالکل اپنا آدمی تھا' اسے تو پوری قوم سر پر بٹھانے والی تھی۔ فی الوقت عمان کی اس عمارت میں جشن منانے کے لئے شباب' شراب اور کباب ہی تھے۔ ایک بڑی سی ٹرالی میں قیمتی شراب کی بوتلیں اور خالی نازک سے جام تھے۔ ٹرالی کے نچلے حصے میں بھنے ہوئے گوشت وغیرہ کی ڈشیں تھیں' شراب پلانے کے لئے حسین ترین عورتیں ساقی بننے آ رہی تھیں اور وہ عیش و عشرت کے سامان سے بھری ٹرالی ایک ملازم لے کر آیا تھا۔

ایسے میں شاہ کے پرسنل سیکریٹری نے کہا "مسٹر جوڈی نارمن نے جو کارنامہ انجام دیا ہے اس کی خوشی میں پہلا پیگ میں بنا کر پیش کروں گا کیونکہ میں اس ملک میں ان کا میزبان ہوں۔"

وہ آگے بڑھ کر ٹرالی کے پاس آیا۔ ایک بوتل اٹھانے کے لئے ٹرالی پر جھکا تو ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ ٹرالی کے دوسرے حصے میں جہاں گوشت کی ڈشیں رکھی ہوئی تھیں وہاں کی چند ڈشوں کے ڈھکن کھلے ہوئے تھے اور صاف نظر آ رہا تھا کہ ان ڈشوں میں گوشت نہیں بلکہ جدید ساخت کے بم رکھے ہوئے ہیں۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر پیچھے ہٹا پھر بولا "اس میں تو ایک نہیں کئی بم رکھے ہوئے ہیں۔"

ٹرالی لانے والے ملازم نے اپنے لباس میں سے ایک ریموٹ کنٹرولر نکال کر کہا "ان تمام بموں کا کنٹرولر میرے ہاتھ میں ہے اور اس بٹن پر میری انگلی ہے' جسے دباتے ہی صرف یہاں نہیں' اس عمارت کے باہر دور تک دھماکوں سے عمارتیں لرزتی رہیں گی۔ ہمارا تمہارا تو قیمہ بھی نہیں ملے گا۔"

وہ سب خوف سے لرزنے لگے۔ کتنے ہی کراہنے لگے۔ اپنی جوانی کے تحائف پیش کرنے والی عورتیں چیخنے اور رونے لگیں۔ ملازم نے کہا "اپنی جگہ سے اٹھنے یا ذرا بھی ہلنے والے کا انجام تمہا عبرت ناک نہیں ہوگا' ایک بٹے گا تو سب فنا ہو جائیں گے۔"

سونیا ٹائی اور علی اپنی رہائش گاہ میں بیٹھے ٹی وی اسکرین پر یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ ٹائی نے اسکرین کی سمت گھونسا دکھاتے ہوئے کہا "آگیا شیطان۔"

اور صرف ٹائی ہی ایک ایسی تھی جو بے انتہا محبت سے پارس کو شیطان کہتی تھی اور وہ شیطان ایک ملازم کے روپ میں ریموٹ کنٹرول لئے امریکا' اسرائیل اور چند اسلامی ممالک کی سازشوں کو کنٹرول کر رہا تھا۔

اس داستان کو ترتیب سے بیان کرنے کے لئے لازمی ہے کہ پہلے جوڈی نارمن کے فراڈ کو پھر پارس کی آمد کے واقعات کو بیان کر دیا جائے۔

○☆○

یہ ان دنوں کی بات ہے جب پہلے پہل امریکا میں ٹرانسفارمر مشین بنائی گئی تھی اور تجربات کے طور پر نئے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے جا رہے تھے۔ انہیں حتی الامکان بڑی زبردست ٹریننگ دی گئی۔ خیال تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مختصر سی فوج کے ذریعے امریکا پوری دنیا پر چھا جائے گا' ان دنوں روس بھی سپر پاور کہلاتا تھا۔ سپر ماسٹر کی خواہش تھی کہ صرف اس کا ملک تمام دنیا پر حاوی رہے اور تمام دنیا معاشی' سیاسی اور مالی اعتبار سے اس کے سامنے پابہ زنجیر رہا کرے۔

سپر ماسٹری یہ خواہش تو پوری ہو رہی ہے۔ روس رفتہ رفتہ سپر سے صفر بنتا جا رہا ہے لیکن روس کے زوال میں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا کمال نہیں ہے۔ یہ گردشِ حالات ہیں کہ کچھ روس کے تکبر اور غلط پالیسیوں نے اور کچھ امریکا کی سیاسی حکمتِ عملی نے اس کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ یہاں اس ذکر کا مقصد تمام مسلمانوں کو یہ یاد دلانا ہے کہ امریکا نے روس کو منہ کے بل گرانے کے لئے پاکستانی مسلمانوں اور افغانی حریت پسندوں کے کاندھوں پر بندوقیں رکھ کر چلائی تھیں۔ حالاتِ حاضرہ کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ کیا جائے تو یہ دہشت کھلی ہوئی کتاب کی طرح سامنے آئے گی کہ امریکا اور اسرائیل اپنی حکمتِ عملی کے مطابق زیادہ سے زیادہ اسلامی ممالک کے حواس پر چھا کر اپنی کامیابیوں کے جھنڈے گاڑ رہے ہیں۔

یہ داستان اسی نہج پر چل رہی ہے کہ ہماری دنیا میں مسلمانوں کا کردار کیا ہے؟ وہ اپنے اعمال سے عروج کی طرف جا رہے ہیں یا زوال کی طرف؟ اگر سفرِ زوال کی طرف ہے تو کیا تمام مسلمانانِ عالم کو اپنی کم فہمی یا غفلت کا احساس نہیں ہو رہا ہے؟ اگر آٹے میں نمک کے برابر مسلمان باشعور' باایمان اور انقلابی ہیں تو اللہ کرے ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔

بہرحال ان دنوں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے خاصی تعداد میں امریکی باصلاحیت افراد کو ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جا رہا تھا۔ ان میں

جوڈی نارمن' جورا جوری' تیتوستنانا' مارٹن رسل' شلپا اور مرینا ڈی فونزا جیسی اور بے شمار ہستیاں تھیں۔ ان میں مرینا سب سے زیادہ چالاک اور تیز طرار تھی۔ اپنے ملک امریکا کی وفادار تھی لیکن سپر ماسٹر وغیرہ سے بغاوت کر کے صرف اپنے مقاصد کے مطابق کام کرتی تھی۔ اس نے مجھے اور بابا صاحب کے ادارے کو بھی بارہا نقصان پہنچانے کی ناکام کوششیں کیں۔ پارس کو بھی کئی ہتھکنڈوں سے ٹریپ کرنا چاہا۔ آخر آج کل شکست خوردہ انداز میں ایک عام سی گھریلو زندگی گزار رہی ہے۔

مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے کبھی حالات کے تحت واضح طور پر فنا ہوتے رہے اور کبھی گوشہ گمنامی میں ایسے گئے کہ پھر اب تک ان کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ میں ایسے ہی ایک گمنام رہ جانے والے شخص کو پیش کر رہا ہوں۔

اس کا نام وارنر ہیگ تھا۔ وہ اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست کے ساتھ فرار ہوا تھا۔ وہ دونوں سپر ماسٹر اور امریکی افواج کے اعلیٰ افسران کی پابندیوں سے نجات حاصل کر کے آزاد زندگی گزارنا چاہتے تھے۔ وہ دونوں امریکا سے فرار ہو کر لندن پہنچے' وہاں سے لبنان کی طرف آتے وقت ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ ان میں سے جو ساتھی بچھڑنے کے بعد اسرائیل پہنچا' وہ وہاں قیدی بن کر رہ گیا۔ یہودیوں کے لئے اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو استعمال کرتا رہا پھر ایک دن موت کی آغوش میں چلا گیا۔ دوسرا شخص وارنر ہیگ نسبتاً ذہین تھا۔ اس نے اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔ کبھی بہت زیادہ ضرورت پیش آئی تو خیال خوانی کر لیتا تھا ورنہ ایک عام سا شخص بنا رہتا تھا۔

اس نے کسی بڑے ملک یا بڑے شہر کا انتخاب نہیں کیا۔ اسرائیل کے مغرب اور لبنان کے جنوب ایک چھوٹا سا جزیرہ پوٹویا ہے۔ اس نے وہاں جا کر پناہ لی اور بڑی حد تک محفوظ رہنے لگا۔ دشمن اسے تلاش کرتے کرتے مایوس ہو گئے اور یہ سمجھ لیا کہ وہ کہیں مر کھپ گیا ہے۔

جزیرے کی آبادی کم ہوتی ہے۔ وہاں لوگ ایک دوسرے کو دور سے پہچان لیا کرتے ہیں۔ اس نے وہاں کے لوگوں کو احساس نہیں ہونے دیا اور بہت ہی چپکے چپکے خیال خوانی کے ذریعے اپنے لئے جگہ بناتا رہا اور وہاں کے لوگ اسے دل سے اپنا مانتے رہے۔

جہاں تک دماغ پر اثر کرنے یا اس پر قبضہ جمانے والی بات ہے تو ایسی دماغی قلابازیوں کی یہ داستان چل ہی رہی ہے لیکن دل پر اثر کرنے کے لئے کسی ٹیلی پیتھی یا جادو ٹونے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ وارنر ہیگ نے جب پہلی بار حمائلہ کو دیکھا تو جیسے ٹیلی پیتھی بھول گیا۔ وہ بستی کی اس گلی میں اس کی پڑوسن تھی۔ وہ حسینۂ عالم نہیں' بلکہ دل نشین ہونا ضروری ہے۔ وہ بڑی ہی دل نشین تھی۔ پہلی ہی نظر میں دل کے اندر بیٹھ جاتی تھی۔ کوئی چیز اپنی قیمت رکھتی ہو تو اسے لوٹنے والے پیدا ہو جاتے ہیں۔ کچھ اوباش قسم کے لوگوں نے اسے حاصل کرنا چاہا لیکن وارنر ہیگ نے بظاہر اپنی جسمانی قوت سے اور بہ باطن ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان بدمعاشوں کو اس سے دور رہنے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح وہ اور حمائلہ ذہنی اور دلی طور پر ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔ لیکن مذہبی اعتبار سے دونوں میں فاصلہ تھا۔ وہ مسلمان تھی اور یہ عیسائی۔ دونوں ایک دوسرے کو دور سے دیکھتے تھے' چاہتے تھے لیکن حمائلہ کبھی اسے انگلی پکڑنے کا موقع بھی نہیں دیتی تھی۔ اس جزیرے میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی۔ وارنر ہیگ ان کے رسم و رواج اور زندگی گزارنے کے طور طریقے دیکھتا تھا۔ کچھ یہ باتیں اسے متاثر کرتی تھیں کچھ حمائلہ کا جادو سر چڑھ کر بولتا رہتا تھا۔

مجھے اس بات کا علم تھا کہ وارنر ہیگ نے اس جزیرے میں پناہ لی ہے اور میں حمائلہ کے دل کا حال بھی جانتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ دونوں ہی کچے دھاگے سے بندھے آئیں گے لیکن دونوں میں سے کسی ایک کو' دوسرے کا مذہب قبول کر کے ازدواجی زندگی کی ابتدا کرنی ہوگی۔

حمائلہ اپنے دین سے پھرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی بستی' اس کا معاشرہ اسلامی تھا جبکہ وارنر ہیگ جوانی میں وہاں آ کر اس اسلامی معاشرے سے متاثر ہوتا جا رہا تھا۔ آخر اس نے دل سے اسلام قبول کر لیا۔ حمائلہ کو اپنا شریکِ حیات بنا لیا۔ ایسے ہی وقت دشمنوں کو سراغ مل گیا تھا کہ وارنر ہیگ نے جزیرہ پوٹویا میں پناہ لی ہے۔

میں نے انہیں کسی کے ہاتھ لگنے نہیں دیا۔ ان دونوں کو جزیرے سے بخیریت نکال کر پہلے لبنان اور پھر انقرہ پہنچا دیا۔ وہاں وہ دونوں ایک محفوظ جگہ پہنچ گئے تھے۔ اس لئے میں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ مجھے بابا صاحب کے ادارے سے ہدایت کی گئی کہ میں ان دونوں سے آئندہ کوئی رابطہ نہ رکھوں۔ یہی وجہ ہے کہ میری داستان میں ان دونوں کا ذکر کبھی نہیں آیا تھا۔

اب ان کا ذکر لازمی ہو گیا ہے۔ وہ انقرہ میں فرانسیسی سفیر کی نگرانی میں تھے لیکن کسی پر مستقل بوجھ نہیں بننا چاہتے تھے۔ ایک دن وہاں سے استنبول کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کے پاس سفر کے لئے ایک گاڑی' کچھ کھانے پینے اور پہننے کا سامان تھا۔ وارنر ہیگ کا نام اب ذاکر علی ہو گیا تھا۔ اس نے کہا "حمائلہ! ہمارے پاس جینے کا کچھ سامان نہیں ہے مگر بہت کچھ ہے۔ میں محنت مزدوری کروں تو دو کھی سوکھی مل جایا کرے گی اور ٹیلی پیتھی سے کام لوں تو دنیا کی ساری دولت ہمارے قدموں میں ہوگی۔ تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "ہمارے دین میں قناعت پسندی کی تاکید کی گئی ہے۔ اپنے علم' اپنی قابلیت اور محنت کے مطابق جو ملتا ہے اس پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔"

"لیکن میرے پاس تو ایسا علم ہے جس کے پیشِ نظر قناعت

پسندی والی بات ہی نہیں رہ جاتی ہے' میں اپنے علم پر جتنا بھی خدا کا شکر ادا کروں وہ کم ہے۔"

"تم اپنے علم کو خلق خدا کی بھلائی کے لئے بھی استعمال کرسکتے ہو اور اس ٹیلی پیتھی کو شیطانی راہوں پر بھی لگا سکتے ہو۔"

وہ بولا "خدا نہ کرے ہمیں کبھی شیطان گمراہ کرے۔ ہم استنبول پہنچ کر کوئی چھوٹا موٹا سا مکان کرائے پر لیں گے۔ عام انسانوں کی طرح معمولی سی زندگی گزارتے ہوئے کسی ایک راہ کا تعین کریں گے جس پر چلنے سے خدا کی خوشنودی حاصل ہو۔"

وہ دونوں ترکی کے بڑے شہر استنبول پہنچ گئے۔ استنبول شہر دو حصوں میں منقسم ہے۔ اس کا ایک حصہ مشرقی یورپ میں ہے اور دوسرا حصہ ایشیا میں ہے۔ دونوں کے درمیان دریائے باسفورس کی سنہری لہریں بہتی رہتی ہیں۔

شہر استنبول میں مشرق کی شرم و حیا اور مغرب کی بے حیائیاں دونوں ہی دیکھنے میں آتی ہیں۔ اسکرٹ پہنے اپنے مردوں سے بغلگیر ہونے والی آزاد عورتیں بھی ہیں اور برقع چادر میں محفوظ کی ہوئی مشرقی تہذیب بھی ہے۔ یہاں حد نظر تک مسجدوں کے گنبد اور بلند و بالا مینار دور تک دکھائی دیں گے۔ دنیا کے بدترین جواری' نوسرباز اور اسمگلر کے علاوہ دین دار مسلمان کثرت سے نظر آتے ہیں۔ اذان ہوتے ہی نمازیوں کا ہجوم مسجدوں کا رخ کرتا ہے۔ مسجد سلیمانیہ اور مسجد احمد جیسی بے شمار مسجدوں میں کئی علوم کے کالج' یونیورسٹی' لنگر خانے اور طلبہ کے ہوسٹل وغیرہ ہیں۔ حمائلہ اور ذاکر علی (وارنر ہیگ) نے "تقسیم" کے علاقے میں قیام کیا پھر سب سے پہلے ترکی زبان کی تعلیم حاصل کی۔

اگرچہ مغربی استنبول کے راستے سے مغربی تہذیب نے پوری طرح ترکی پر اثر انداز ہونا چاہا لیکن آج نوّے فیصد لوگ مسلمان ہیں اور ایسے محب وطن ہیں کہ صرف اپنی ترکی زبان بولتے ہیں۔ وہاں جانے والے سیاحوں کو گفت و شنید کے لئے ایسے گائیڈ کی خدمات حاصل کرنی پڑتی ہیں جو انگریزی اور ترکی بھی جانتا ہو۔ اسی لئے حمائلہ اور ذاکر علی نے کئی ماہ کی محنت کے بعد ترکی زبان پر بڑی حد تک قدرت حاصل کرلی۔

ذاکر علی ملکی اور غیر ملکی اخبارات پڑھا کرتا تھا اور یہ پڑھ کر کڑھتا رہتا تھا اور حمائلہ کو بتاتا رہتا تھا کہ دنیا کے مسلمان کس طرح اپنی خوبیوں اور صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے بجائے ذلت کے اندھیروں کی طرف بڑھتے جارہے ہیں۔

وہ کہتی تھی "ہمیں اپنے دین کے لئے' اپنی قوم کے لئے کچھ کرنا چاہئے؟"

"مگر کیا کرنا چاہئے؟ فرہاد بھائی جان ٹیلی پیتھی کے ماسٹر ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کی دھاک یہاں سے امریکا تک بیٹھی ہے۔ قاہرہ یونیورسٹی الازہر کے معیار اور علمیت کا ساری دنیا میں چرچا ہے۔ کتنے ہی مجاہدین سر پر کفن باندھ کر کفر سے مقابلہ کرتے ہیں لیکن شیطانی چالیں ازل سے جاری ہیں' ان کا مکمل طور پر توڑ نہیں ہوتا۔"

"ایمان اور کفر کی جنگ تاقیامت جاری رہے گی۔ ہم کفر کو نابود نہیں کرسکتے لیکن جھکا تو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی برتری قائم تو رکھ سکتے ہیں؟"

وہ دونوں ایک رات فری اسٹائل کشتیاں دیکھنے ایک اسٹیڈیم میں گئے' وہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ دو پہلوان رنگ میں کھڑے ہوئے تھے اور اناؤنسر حاضرین سے ان کا تعارف کرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کشتی جیتنے والے پہلوان کو دس ہزار ڈالر دیئے جائیں گے۔ یہ کشتی کی ابتدا ہے' آگے چل کر جو پہلوان جیتتا جائے گا اس کے انعام کی رقم بڑھتی جائے گی اور وہ پانچ لاکھ ڈالر تک حاصل کرسکے گا۔

کشتی شروع ہونے والی تھی۔ اس سے پہلے ہی ریسلنگ بورڈ کے ڈائریکٹر نے اعلان کیا کہ یہ کشتی روک دی جائے۔ ابھی معائنہ کرنے والے ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ جواد خیری نام کا جو پہلوان مقابلے کے لئے رنگ میں کھڑا ہوا ہے اس نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے۔ وہ بھوکا ہے۔ دو روٹیاں حاصل کرنے کے لئے لڑنے آیا ہے مگر اپنے مقابل کا ایک ہاتھ کھاتے ہی بے ہوش ہوجائے گا یا مرجائے گا۔ یہ اعلان سنتے ہی تمام اسٹیڈیم میں کھلبلی سی پیدا ہوگئی۔ تماشائی ایک دوسرے سے چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ رنگ میں کھڑے ہوئے دوسرے پہلوان نے مائیک ہاتھ میں لے کر ہنستے ہوئے کہا "یہ بے وقوف! کشتی کو مذاق سمجھ کر میرے مقابلے پر آیا ہے جبکہ یہ جانتا ہے کہ میں ایک چیمپئن ہوں۔"

حمائلہ نے ہمدردی سے پہلوان جواد خیری کو دیکھ کر کہا "ذاکر! یہ پہلوان کیسی حماقت کررہا ہے۔ دو روٹیوں کے لئے لڑنے آیا ہے۔"

ذاکر علی نے کہا "یہ تو بھوک کی خاطر لڑنے آیا ہے۔ بہت سے لوگ تو بھوک سے مجبور ہو کر کہیں مرنے چلے جاتے ہیں۔"

کتنے ہی تماشائی رنگ کی طرف سکے اور کرنسی نوٹ اچھال رہے تھے اور کہہ رہے تھے "واہ' بھیک مانگنے کا خوب نرالا ڈھنگ نکالا ہے۔ ہماری ہمدردیاں حاصل کررہا ہے۔ لو اٹھاؤ یہ سکے اور جاکر روٹیاں کھاؤ۔"

اس بات پر بہت سے لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔ جواد خیری نے ریفری کے ہاتھ سے مائیک لے کر ایک ہاتھ اٹھایا۔ لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر کہا "آپ سب تماشا دیکھنے والے بڑے مہربان ہیں' مجھے روٹی کھانے کے لئے بھیک دے رہے ہیں اور یہ بھول رہے ہیں کہ یہاں سے باہر سڑکوں کے کنارے بھی بھیک مل جاتی ہے اس لئے میں یہاں بھیک مانگنے نہیں آیا ہوں۔"

ذاکر علی اس پہلوان جواد خیری کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کہہ رہا تھا "میں یہاں بھیک مانگنے نہیں' دس ہزار ڈالر لینے آیا ہوں اس لئے ریسلنگ بورڈ کے ممبران اور ڈائریکٹر سے کہتا ہوں کہ مجھے مقابلہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ اگر میرا مقابل مجھے ایک ہاتھ میں مار دے گا تو میں ہار مان کر چلا جاؤں گا۔"

ایک بھوکے کو بھلا ایک ہاتھ مارنا کون سی بڑی بات تھی۔ اس لئے ریسلنگ بورڈ نے اجازت دے دی۔ مقابلہ شروع ہوگیا۔ دونوں ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ اس وقت ایک بچہ بھی جانتا تھا کہ مقابلہ آسان ہے۔ ابھی وہ بھوکا مار کھا کر بھاگے گا۔ یہی مقابل نے بھی سوچا۔ اس نے ایک ہاتھ مارنا چاہا مگر ہاتھ خالی گیا۔ اس نے دوسرا ہاتھ مارا' وہ بھی خالی گیا۔ جواد خیری ہلکا سا ڈاج دے کر بچ رہا تھا۔ مقابل نے چالاکی دکھائی۔ تیسرا ہاتھ مارنے کا صرف بہانہ کیا مگر اس پر چھلانگ لگا دی تاکہ دبوچ کر اس بھوکے کا کچومر نکال دے لیکن چھلانگ لگاتے ہی وہ جواد کے دونوں ہاتھوں میں آگیا۔ جواد نے چشم زدن میں اسے اپنے سر پر سے اچھال کر رنگ کے باہر پھینک دیا۔

یہ ایسی طاقت کا مظاہرہ تھا کہ چاروں طرف سے تالیوں کا شور برپا ہونا چاہئے تھا لیکن پورے اسٹیڈیم میں خاموشی چھائی تھی۔ سب ہی کو آنکھوں سے دیکھ کر یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک بھوکے نے چار من کے پہلوان کو رنگ کے باہر پھینک دیا ہے۔

باہر اونچائی سے گرنے کے بعد بڑی سخت چوٹیں آتی ہیں۔ مقابل کی ہڈیاں دکھ رہی تھیں مگر اپنا بھرم قائم رکھنے کے لئے وہ بڑی مشکلوں سے اٹھ کر لڑکھڑاتا ہوا رنگ کے اندر آیا۔ آتے ہی جواد نے فلائنگ کک ماری' وہ دوسری بار رنگ کے رسّوں کے درمیان سے گزر کر باہر جا پڑا۔ ریفری نے گنتی کی۔ گنتی پوری ہونے کے بعد بھی وہ زمین سے اٹھ نہ سکا۔ ریفری نے جواد کا ہاتھ اٹھا کر اس کی جیت کا اعلان کردیا۔ چاروں طرف تالیوں کا شور گونجنے لگا۔ جواد نے مائیک ہاتھ میں لے کر کہا "بے شک میں بھوکا ہوں مگر بھکاری نہیں ہوں۔ ابھی ایک برگر کھالوں گا تو بھوک ختم ہوجائے گی لیکن میں یہ سن کر آیا ہوں کہ آخری مقابلے تک پانچ لاکھ ڈالر ملیں گے۔ میں وہ رقم حاصل کرنے آیا ہوں۔"

ایک جوان لڑکی دوڑتی ہوئی آئی۔ اس نے برگر کا ایک پیکٹ اور پانی کا تھرماس دیا۔ وہ کھاتے ہوئے بولا "جمناسٹک ہال اور گرین روم میں جتنے پہلوان مقابلے کے منتظر ہیں' میں ان سب سے کہتا ہوں کہ وہ صرف ایک بار پانچ لاکھ ڈالر کی شرط لگا کر میرے مقابلے میں پانچوں ایک ساتھ آجائیں۔ میں اپنا اور ان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔"

اس کے ایسے چیلنج پر ریسلنگ بورڈ والوں کو اعتراض ہوسکتا تھا لیکن اسٹیڈیم کے تمام تماشائی اس کی تائید میں کہنے لگے کہ ایسا مقابلہ ہونا چاہئے۔ وہ سب ایک جواد خیری کو پانچ پہلوانوں سے لڑتے دیکھنا چاہتے تھے پھر ایسے وقت پانچوں پہلوان بھی جواد کے چیلنج کا جواب دینے آگئے۔

ان کے آنے پر فیصلہ یہ ہوا کہ ایک ایک پہلوان باری باری رنگ کے اندر مقابلہ کرنے جائے گا پھر ایک کے چت ہونے کے بعد دوسرا مقابلے پر آئے گا۔ اس فیصلے کو تسلیم کرنے کے بعد کشتی شروع ہوگئی۔ ذاکر علی' جواد کے خیالات پڑھ چکا تھا۔ یہ معلوم کرچکا تھا کہ جواد خیری طاقتور نہیں ہے بلکہ بڑی حاضر دماغی سے دشمنوں کے خلاف طرح طرح کے داؤ پیچ استعمال کرتا ہے۔

اور وہاں یہی تماشا ہو رہا تھا۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا اس کے مقابلے میں بری طرح پٹ رہا تھا۔ جب چوتھے پہلوان کی بھی اچھی طرح پٹائی ہوگئی تو کشتی کے اصولوں کے خلاف دو پہلوانوں اس پر پل پڑے۔

ایسے وقت جواد نے ذرا مار کھائی مگر ان کی بھی پٹائی کرتا رہا۔ ذاکر علی نے بھی مدد کی۔ اپنی جگہ خاموشی سے بیٹھ کر ایک ایک پہلوان کے دماغ میں گھس کر انہیں وہاں سے بھاگنے پر مجبور کرتا رہا۔ ان کے بھاگنے پر تمام تماشائی تالیاں بجانے اور خوش ہو کر شور مچانے لگے۔

ریسلنگ بورڈ کے ڈائریکٹر نے رنگ میں آکر مائیک کے ذریعے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! آج کا مقابلہ اگرچہ مختصر سا ہوا مگر بڑا ہی دلچسپ ہوا۔ مسٹر جواد خیری نے حیرت انگیز فن پہلوانی کا مظاہرہ کیا۔ یہ پہلے مقابلے کے دس ہزار ڈالر اور دوسرے پانچ مقابلوں کے پانچ لاکھ ڈالر کے حقدار ہیں۔ میں آپ سب کے سامنے مسٹر جواد خیری کو پانچ لاکھ اور دس ہزار ڈالر کا چیک دے رہا ہوں۔"

اس نے جواد کو چیک دیے۔ پورا اسٹیڈیم تالیوں کے شور سے گونجنے لگا۔ جواد نے مائیک ہاتھ میں لے کر حاضرین کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر کہا "معزز حاضرین! میں ایک ترک باشندہ ہوں۔ ویسے کسی بھی ملک کا باشندہ ہوتا تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ میں مسلمان ہوں۔ دنیا کے جس حصے میں جاؤں گا مسلمان ہی رہوں گا اور کسی دوسرے مسلمان کے لئے دل میں درد محسوس کروں گا۔" وہ ایک ذرا توقف سے بولا "میں دن رات کھاتا ہوں مگر آج صبح سے بھوکا ہوں۔ آج صبح اٹھتے ہی میں نے اخبار میں بوسنیا کے ایک ننھے سے بچے کی تصویر دیکھی' وہ بچہ ماں کی چھاتی سے منہ لگا کر مردہ ہوچکا تھا۔ کیونکہ ماں بھی بھوکی تھی اور بچے کے لئے جوئے شیر نہیں لاسکتی تھی۔"

پورے اسٹیڈیم میں گہری خاموشی اور سناٹا چھا گیا۔ اس نے کہا "میں نادان تھا' سمجھ رہا تھا کہ بے شمار ممالک بوسنیا کے مسلمانوں کی جان و مال' عزت و آبرو کی حفاظت کررہے ہوں گے لیکن اس مردہ بچے کی تصویر دیکھ کر احساس ہوا کہ مسلمان اور بڑے حکمران کچھ نہیں کریں گے' صرف مومن کرے گا۔ اور مومن سوائے خدا کے کسی اور پر تکیہ نہیں کرتا۔ اس لئے میں نے تنہا صرف خدا پر بھروسا کیا اور قسم کھائی کہ میرے یہ دو ہاتھ بوسنیا' صومالیہ اور کشمیر تک اگر ایک روٹی یا ایک ہتھیار بھی پہنچا سکتے ہیں

تو میں پہنچاؤں گا۔ ابھی میں نے یہ پانچ لاکھ دس ہزار ڈالر حاصل کیے ہیں' میں کل تک اس رقم سے بھوکے مسلمانوں تک روٹی اور نہتے مسلمانوں تک اسلحہ پہنچاؤں گا اور جہاں جاؤں گا تمام ماؤں سے کہوں گا' مسلمان پیدا کرو مگر انہیں مومن بناؤ۔"

وہ رنگ سے نکل کر جانے لگا۔ تمام تماشائی ایک دوسرے پر گرتے پڑتے اس کے قریب آرہے تھے اور اس سے مصافحہ کررہے تھے۔ وہ جلدی جلدی مصافحہ کرتا ہوا اسٹیڈیم سے باہر چلا گیا۔ حمائلہ نے ذاکر سے کہا "اس کی باتوں نے مجھے صرف متاثر ہی نہیں کیا ہے بلکہ شرمندہ بھی کیا ہے۔ ہم کیسے مسلمان ہیں کہ دوسرے مظلوم مسلمانوں کی تصویریں اخبارات میں دیکھ کر محض دیکھنے اور دیکھ کر بھول جانے والی تصاویر سمجھ کر بھول جاتے ہیں اور ان کی دردناک داستانیں سن کر یا انہیں' اپنی پُرامن اور خوشیوں بھری زندگی میں نظرانداز کر جاتے ہیں۔"

ذاکر نے کہا "ہاں ہم کمانے کھانے والے لوگ صرف اپنے مسائل کو سوچتے ہیں اور مظلوم مسلمانوں کے مسائل اسلامی خوش حال ممالک پر چھوڑ دیتے ہیں اور دیگر اسلامی تنظیموں سے توقع کرتے ہیں کہ وہ مسلمانانِ عالم کے اجتماعی مسائل حل کریں گے۔ لیکن اس مردِ مومن جواد خیری نے ایک ہی فقرے میں سب کو جھنجوڑ دیا کہ مومن صرف خدا پر تکیہ کرتا ہے اور وہ یہ کشتیاں جیت کر ثابت کرچکا ہے کہ تنہا مومن بڑی سے بڑی فوج کے برابر ہوتا ہے۔"

"کیا تم اپنے غیر معمولی علم کے ذریعے اس مردِ مومن کی قوت نہیں بنو گے؟"

"کیوں نہیں؟ جب وہ پہلی بار بھوکا رہ کر ایک پہلوان سے مقابلہ کررہا تھا تب میں نے اس کا پتا ٹھکانا اور فون نمبر معلوم کرلیا تھا پھر ایک جوان لڑکی نے اسے برگر کھانے کے لئے دیا اور اس میں میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا اور اس کے بعد میں اس کے اندر نہیں گیا بلکہ اس کے ہاتھوں زخمی ہونے والے پہلوانوں کے اندر گھس کر انہیں بھاگنے پر مجبور کرتا رہا۔"

وہ دونوں آدھی رات کے بعد اپنی رہائش گاہ میں آئے۔ ذاکر نے آتے ہی جواد خیری کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ جلد ہی ہوگیا۔ جواد نے کہا "میں سونے سے پہلے پلگ نکال دیا کرتا ہوں تاکہ نیند میں خلل نہ پڑے' ابھی میں پلگ نکالنے ہی والا تھا۔ فرمایئے آپ کون ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں؟"

ذاکر نے کہا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں نے عین وقت پر فون کیا ورنہ صبح تک انتظار کرنا پڑتا۔ میں نے آج اسٹیڈیم میں تمہارا کمال دیکھا ہے۔ کمال سے زیادہ اس بات نے متاثر کیا کہ تم ایک حساس دل رکھنے والے سچے مومن ہو۔ تمہیں جو چیک دیا گیا ہے وہ کل کیش ہوگا۔ شاید تم پرسوں تک کسی ذریعے سے بوسنیا کے مسلمانوں تک وہ تمام رقم پہنچا سکو۔ اس کے علاوہ دوسری اتفاقیہ رکاوٹیں پیدا ہوسکتی ہیں' تمہارا کیا خیال ہے کیا ایسا نہیں ہوسکتا؟"

"ہاں ایسا ہوسکتا ہے۔ میں نے بھرے اسٹیڈیم میں بوسنیا کے مسلمانوں کی امداد کا حوصلہ پیدا کرنے کے لئے بہت کچھ کہا تھا۔ وہاں کافر دشمنوں نے بھی یہ سنا ہوگا' مجھے بوسنیا تک یہ رقم پہنچانے میں شاید دیر لگے لیکن میں اپنی دُھن کا پکا ہوں۔ میری محنت کا ثمر وہاں کے مسلمانوں کو ضرور ملے گا۔"

"کیا بوسنیا میں تمہارے عزیز رشتے دار یا دوست وغیرہ ہیں؟ اگر ہوں تو ان سب کے نام اور پتے بتاؤ۔ ان کے فون نمبر بھی ضروری ہیں' کل صبح تک وہاں کے مسلمانوں تک دس کروڑ ڈالر پہنچ جائیں گے۔"

"دس کروڑ ڈالر؟" جواد نے حیرانی سے چیخ کر پوچھا "کون ہو تم؟ کیا میرے مذہبی جذبے کا مذاق اڑا رہے ہو؟"

"مسٹر جواد! اتنی بڑی دنیا میں تم تنہا ایک ہی مومن نہیں ہو۔ تم نے اسٹیڈیم میں میرے جیسے نہ جانے کتنے مسلمانوں کی مذہبی غیرت کو جھنجوڑا ہوگا اب تمہارا فرض ہے کہ مجھے رقم پہنچانے کی جگہ بتاؤ۔ کل دوپہر یا شام تک تم یہ تصدیق کرسکتے ہو کہ وہاں امداد پہنچ چکی ہے یا نہیں؟"

"خدا کرے کہ تم میرے مومن بھائی ثابت ہوسکو مگر کوئی دشمن بھی اس طرح چالاکی سے میرے ان ساتھیوں کا پتا اور فون نمبر معلوم کرسکتا ہے جو بوسنیا میں موجود ہیں۔"

"تمہارا یوں محتاط رہ کر سوچنا اور مجھ پر شبہ کرنا ایک فطری امر ہے۔ یوں کرو کہ بوسنیا کے کسی دو چار عام مسلمانوں کے نام' پتے اور فون نمبر بتادو۔ اگر میں دشمن ہوا تو ان کے ذریعے تمہارے خاص ساتھیوں تک نہیں پہنچ سکوں گا۔"

جواد خیری نے قائل ہوکر تین مسلم گھرانوں کے پتے اور ان کے گھر کا فون نمبر بتادیا۔ ذاکر علی نے کہا "اب آرام سے فون کا پلگ نکال کر سوجاؤ۔ کل صبح کسی وقت فون کروں گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ حمائلہ نے پوچھا "تم نے جواد کو اپنا نام وغیرہ کیوں نہیں بتایا۔ ہمیں ایسے شہ زور آدمی سے دوستی رکھنی چاہئے۔"

"دوستی ضرور رہے گی لیکن ایک بات گرہ میں باندھ لو کہ کبھی بھی ہمارے کام کا بندہ ہوگا' اس کے سامنے ہم کبھی ظاہر نہیں ہوں گے۔ ہوسکتا ہے جو آج دوست ہو کل دشمن بن جائے۔ یا دوست ہمارے دشمنوں کی قید میں اذیتیں برداشت نہ کرسکے اور ہمارا بھید کھول دے۔ لہٰذا ہم دونوں احتیاطاً گمنام رہنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ اب تم آرام سے سوجاؤ۔ میں جارہا ہوں۔"

"اتنی رات کو کہاں جاؤ گے؟"

"میں اپنی رہائش گاہ سے فون کروں گا تو یہ فون کال فوراً ٹریس

ہوجائے گی کہ استنبول کے کس گھر سے بوسنیا فون کیا جارہا ہے لہٰذا مجھے کسی دوسرے کا فون استعمال کرنے کے لئے باہر جانا ہوگا۔"

"میں تمہارے بغیر یہاں تنہا نہیں رہوں گی۔ مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ مگر ہاں ہمارے پاس ٹیلی فون ڈائریکٹری ہے اس میں سے کسی کا نمبر لے کر دنیا کے کسی بھی حصے میں فون کیا جاسکتا ہے۔"

ذاکر علی نے ڈائریکٹری اٹھائی' ایک بہت بڑے سوداگر کے دو عدد فون نمبر نوٹ کئے پھر ایک نمبر پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے نیند بھری آواز سنائی دی "کون ہے بھائی! یہ کوئی فون کرنے کا وقت ہے؟"

ذاکر ریسیور رکھ کر اس سوداگر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بڑبڑا رہا تھا "فون جتنا باعثِ رحمت ہے اتنا ہی باعثِ زحمت بھی ہے۔ پتا نہیں کس بدمعاش نے فون کیا تھا۔"

ذاکر نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر بوسنیا کا وہ مطلوبہ نمبر وہاں کے کوڈ نمبر کے مطابق ڈائل کرایا۔ چند سیکنڈ میں رابطہ ہوگیا۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا "ہیلو کون ہے؟ میں حماس بول رہا ہوں۔ فرمایئے؟"

ذاکر نے سوداگر کے ہاتھ سے ریسیور رکھوادیا۔ اسے سونے کے لئے چھوڑ دیا پھر حماس کے اندر پہنچ گیا۔ حماس کا مکان سرحدی علاقے میں تھا۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر سرب فوجی موجود تھے اور بوسنیا کے مسلمانوں پر حملے کرتے رہتے تھے۔ اس وقت بھی رات کے اس حصے میں سرب فوجیوں نے بوسنیا کے رہائشی علاقے پر حملہ کیا تھا۔ مسلمانوں کے پاس ہتھیار نہ ہونے کے برابر تھے۔ ہتھیار تو بڑی چیز ہیں کھانے کے لئے راشن بھی ضرورت کے مطابق نہیں ہوتا تھا۔

ایسی حالت میں سربوں نے حملہ کرکے ایک مخصوص علاقے پر قبضہ جمالیا تھا۔ اس علاقے میں حماس کا بھی مکان تھا۔ وہ اور اس کے بیوی بچے قیدی بنالئے گئے تھے۔ انہیں بری طرح مار پیٹ کر ایک کمرے میں بند کردیا گیا تھا۔ حماس کی ایک جوان اور خوب صورت بیٹی تھی' وہ سرب فوج کے ایک میجر کو پسند آگئی تھی۔ اس لئے وہ شراب پی رہا تھا اور اس حسین لڑکی کو دوسرے کمرے میں لے جاکر اس کی عزت سے کھیل رہا تھا۔

ذاکر علی نے جب حماس کے ایسے خیالات پڑھے تو شرم سے سر جھک گیا۔ ایک بوڑھا باپ اپنی جوان بیٹی کو کسی کی بھی ہوس کا نشانہ بننے سے بچا نہیں سکتا تھا۔ گھر کے افراد کو جس کمرے میں بند کیا گیا تھا اس کے بند دروازے کے باہر مسلح فوجی کھڑے ہوئے تھے۔ ذاکر نے حماس کے ذریعے بند دروازے کو پیٹ کر کہا "میں ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں کوئی ہے تو مجھ سے بات کرے۔"

باہر سے ایک فوجی نے ڈانٹ کر کہا "یو شٹ اپ۔ کچھ بولو گے تو گولی ماردی جائے گی۔"

ذاکر اس بولنے والے فوجی کے اندر پہنچ گیا۔ اس مکان کے اندر چار فوجی تھے۔ پانچواں ایک میجر تھا جو دوسرے کمرے میں ایک مجبور اور بے بس لڑکی کی عزت سے کھیل رہا تھا۔ مکان کے باہر دور دور تک دشمن فوجی مختلف مکانوں میں گھسے ہوئے تھے یا چھت پر چڑھے ہوئے تھے۔ ذاکر ایک ایک کرکے ہر فوجی کی آوازیں سننے اور ذہن نشین کرنے لگا پھر اس نے ایک آٹومکار کو میجر والے کمرے کے دروازے پر پہنچا کر دستک دی اور کہا "ہم یہاں حملہ کرنے آئے تھے اور تم یہاں منہ کالا کررہے ہو؟ بڑے شرم کی بات ہے باہر نکلو۔"

میجر نشے میں تھا۔ غصے سے بولا "گدھے کے بچے! تو اپنے افسر سے ایسی باتیں کررہا ہے۔ میری انسلٹ کررہا ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ غصے میں گن لے کر دروازہ کھولتے ہوئے باہر آیا پھر آتے ہی وہاں کھڑے ہوئے سپاہی کو گولی ماردی۔ دوسرے سپاہیوں نے حیرانی سے یہ تماشا دیکھا مگر سب خاموش رہے۔ میجر نے گھرت باہر آکر اپنے ماتحت افسر کو آواز دی۔ پھر حکم دیا "یہاں ہماری جتنی گاڑیاں ہیں انہیں فوراً سپاہیوں کے ساتھ لے جاؤ۔ ہمارے بیرک میں جتنا راشن اور اسلحہ ہے وہ سب ان گاڑیوں میں بھر کر لے آؤ۔ کمانڈر سے کہو جس گودام میں لوٹی ہوئی دولت اور نقد کرنسی ہے وہ سب یہاں لے آئے۔"

اس کے احکامات کی تعمیل ہونے لگی۔ تقریباً پچاس گاڑیاں سرب فوج کے بیرک میں آئیں۔ وہاں کا ایک سینئر افسر ان بے تکے احکامات کی تعمیل پر اعتراض کرنا چاہتا تھا لیکن ذاکر نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا پھر وہی ہوا جو ذاکر چاہتا تھا۔ وہ گاڑیاں لاکھوں کا راشن' کروڑوں کا اسلحہ اور بے شمار دولت واپس بوسنیا کے علاقے میں لے آئیں۔ اس کے بعد بڑے ہی مضحکہ خیز انداز میں فائرنگ شروع ہوگئی۔ سب سے پہلے اس عیاش میجر نے اپنے ماتحت افسر کو گولی ماری پھر اپنے سینئر افسر سے کہا "اب تم مجھے گولی مارو ورنہ میں تم پر فائر کردوں گا۔"

سینئر افسر نے غصے سے پوچھا "کیا تمہارا دماغ چل گیا۔ تم نے لاکھوں کروڑوں ڈالرز کا سامان منگوایا۔ ہم نے سمجھا کہ بوسنیا میں دور تک کا علاقہ فتح ہوگیا ہے اس لئے اب یہ سامان وہاں منتقل کیا جارہا ہے مگر تم نے تو بہت زیادہ نشہ کرلیا ہے۔ ایک اہم افسر کو مار ڈالا ہے۔ میں حکم دیتا ہوں گن پھینک دو۔"

اس نے نہیں پھینکی۔ اپنے سینئر کا نشانہ لیا۔ سینئر نے خود کو بچانے کے لئے اسے گولی ماردی۔ دو گولیاں دونوں طرف سے چلیں اور دونوں کا کام تمام ہوگیا۔ اس کے بعد ذاکر ایک ایک فوجی کے اندر جانے لگا۔ وہ اپنے ساتھیوں پر فائرنگ کرنے لگے۔ دوسروں نے بھی فائرنگ سے بچنے کے لئے اپنے حملہ آور ساتھیوں کو نشانہ بنایا۔ جو بے یارومددگار مسلمان قیدی بنے ہوئے تھے ان کی سمجھ

میں یہی آیا کہ بوسنیا کے دوسرے علاقے سے مسلمان ان کی امداد کو پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے باہر نکل کر دیکھا تو سرب دشمنوں کی لاشیں ہی لاشیں نظر آرہی تھیں۔ انہوں نے مردہ فوجیوں کے ہتھیار اٹھالئے پھر جو زندہ بچے تھے ان پر فائرنگ کرنے لگے۔ ویسے بھی زندہ بچے ہی کتنے تھے؟ ان میں کچھ مرے اور کچھ جان بچاکر بھاگ گئے۔

ڈاکر پھر بوڑھے حماس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کی جوان بیٹی کی جو دولت چھین لی گئی تھی وہ واپس لائی نہیں جاسکتی تھی لیکن میجر اور سرب فوج کو یہ شیطنت بہت مہنگی پڑی تھی۔ سب جان سے گئے تھے اور جان دینے سے پہلے بے شمار مال و دولت وہاں چھوڑ گئے تھے۔ ڈاکر نے بوڑھے حماس کی زبان سے کہا "یہ جس قدر راشن' اسلحہ اور دولت ہے ان سب کو ابھی بوسنیا کے اندرونی علاقے میں لے چلو۔ یہ سب کچھ وہاں محفوظ رہے گا۔ یہاں سرحدی علاقے میں پھر ہم سے چھین لیا جائے گا۔"

وہاں کے مسلمان سامان سے لدی ہوئی گاڑیوں کو ڈرائیو کرکے دوسرے علاقے میں لے جانے لگے۔ یہ ایسی طویل کارروائی تھی کہ استنبول میں صبح ہونے لگی۔ ڈاکر علی نے دماغی طور پر حاضر ہوکر دیکھا' حمائلہ اس کا انتظار کرتے کرتے سوگئی تھی۔ وہ مسکرا کر بڑی محبت سے تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سوگیا۔ اس نے دوسرے دن ایک بجے جواد خیری کو فون کیا۔ جواد نے آواز پہچان کر کہا "برادر! یہ تم ہو؟"

"ہاں میں وہی ہوں' جس نے رات کو تمہیں پریشان کیا تھا۔ صبح بھی فون کرنے والا تھا پھر سوچا تم لاکھوں روپے کا چیک کیش کرانے پھر وہ رقم بوسنیا پہنچانے کے سلسلے میں مصروف ہوگے۔ اس لئے ابھی مخاطب کررہا ہوں۔"

"کیا تم کو معلوم ہے کل رات بوسنیا اور سربیا کی سرحد پر کیا ہوا تھا؟"

"وہی ہوا' جو تمہارے بوسنیا کے ساتھیوں نے بتایا ہوگا۔ لاکھوں کا راشن' کروڑوں کا اسلحہ اور مال و دولت سب کچھ وہاں پہنچ گیا ہے۔ سرحدی علاقے میں سرب فوجیوں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔"

"تم یہ سب کیسے جانتے ہو جبکہ کل رات سے اس شہر میں ہو۔ یہ تو معجزہ سا لگ رہا ہے۔"

"بھئی آپس میں لڑنے کا نتیجہ مرنا ہے اس لئے وہ شراب پیتے رہے' لڑتے رہے اور مرتے رہے اور اپنی جائداد مسلمانوں کے لئے چھوڑ گئے۔"

"میں یہی تو پوچھ رہا ہوں کہ تم کیسے جانتے ہو؟"

"جب تمہارے بوسنیا کے ساتھی تمہیں بتاسکتے ہیں تو کیا مجھے نہیں بتاسکتے؟ میرے بھی وہاں ذرائع ہیں۔"

"میں تم سے ابھی ملنا چاہتا ہوں۔"

"کاش! میں تم سے مل سکتا' یا تم مجھ سے مل سکتے۔ میرا روپوش رہنا ضروری ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں گوشۂ گمنامی سے نکل کر تم سے ملنے آؤں اور مارا جاؤں۔"

"ہرگز نہیں' ایسی بات ہے تو نہ ملو مگر دشمنوں کے نام اور تعداد بتادو۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

"میرے دشمن وہ امریکی اور یہودی ہیں جو مسلمانوں کو ذلت کی پستیوں میں لے جارہے ہیں۔"

"برادر! میں بھی ان کو دشمن سمجھتا ہوں مگر ان کی سازشیں دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے ہیں اور میں اکیلا ہوں۔"

"کل اسٹیڈیم میں تم اکیلے نہیں تھے۔ آج ہم دو ہوگئے ہیں پھر دو سے دو ارب ہوجائیں گے۔"

"تم مجھے راستہ بتاؤ۔ میں اس پر عمل کروں گا۔"

"مجھے تمہارے جیسے بہترین فائٹر' بہترین نشانہ باز' ذہین اور حاضر دماغ مجاہدین کی ضرورت ہے۔ میرے پاس اتنی دولت ہے کہ میں دنیا کے ہر ملک اور ہر بڑے شہر میں خفیہ اڈے بنا سکتا ہوں۔ ہر مجاہد خوش حال زندگی گزارے گا لیکن جان سے جانے کا موقع آئے تو جان پر کھیل جائے گا۔ کیا ایسے مجاہدین ہر جگہ پیدا کرسکتے ہو؟"

"میں آج ہی سے کوششیں شروع کررہا ہوں۔ انشاء اللہ ایسے مجاہدین کی جماعتیں ہر شہر میں بناؤں گا کہ جن کے کارنامے اور جن کی جاں نثاری دیکھ کر دشمن لرزنے لگیں گے۔"

اس کے بعد یہ منصوبے زیر بحث رہنے لگے کہ تمام دنیا میں پھیلے ہوئے مجاہدین سے کس طرح رابطہ رکھا جائے گا اور جو اسلامی ممالک یہودیوں سے یا اسرائیلی مملکت سے دوستی اور سفارتی تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں' انہیں کس طرح ایسی سیاسی حماقتوں سے روکا جاسکتا ہے۔ جواد نے کہا "اللہ نے چاہا تو کوئی دشمن' کوئی سپرپاور نہ تو ہمیں زیر کرسکے گی اور نہ ہی بڑے سے بڑا لالچ دے کر خرید سکے گی لیکن برادر! ہم دونوں کو ملاقات کرنا چاہئے۔ ہمیں صورت شکل سے ایک دوسرے کو پہچاننا چاہئے تاکہ ہم کبھی مشکل وقت میں ایک دوسرے کے کام آسکیں۔"

"ہاں ایک دوسرے پر اعتماد کرنے کے لئے آپس میں میل محبت اور ملاقات ضروری ہے لیکن ایک خفیہ تنظیم قائم کرنے والے سربراہ کے لئے لازمی ہے کہ وہ روپوش رہے۔ سربراہ کے دست راست اور خاص ماتحت خواہ کتنے ہی سخت جان اور وفادار رہیں' دشمن مختلف طریقۂ کار کے ذریعے دماغی کمزوری میں مبتلا کردیتے ہیں اور ان سے سربراہ کا سراغ لگالیتے ہیں۔"

"یہ درست ہے لیکن ہنگامی حالات میں آپ ساری دنیا میں پھیلے ہوئے مجاہدین سے کیسے رابطہ کریں گے؟"

"میں جب چاہوں گا تم میں سے ہر ایک کے پاس فون وغیرہ کے ذریعے پہنچ جاؤں گا۔ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی فرہی میری علالت یا عدم موجودگی میں تم سب کو گمراہ کرے۔ اس مقصد کے

لئے تم سے اور دوسرے مجاہدین سے الگ الگ کوڈ ورڈز مقرر کئے جائیں گے۔ ان کوڈ ورڈز کے ذریعے بھی دھوکا ہوگا تو میں اس کا بھی توڑ کرلوں گا۔"

"فرض کرو۔ کوئی مجھے اچانک ٹریپ کرے۔ کہیں اغوا کرکے کسی خفیہ اڈے میں لے جائے تو پھر مجھے کیسے پاؤ گے؟"

"ایک طرح سے یہ بے تکا سوال ہے۔ دنیا میں کتنے ہی لوگوں کے جان سے عزیز رشتے دار اغوا کئے جاتے ہیں۔ انہیں پولیس کی مدد سے بازیاب کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں' ویسے آج شام کے بعد تمہیں کوئی دشمن اغوا نہیں کرسکے گا۔ تم پر خدانخواستہ کوئی مصیبت آئے گی تو مجھے علم ہوجائے گا اور تم اس مصیبت سے نجات حاصل کرلوگے۔"

"آپ ایسی باتیں کررہے ہیں جیسے آپ کو غیب کا علم ہوجاتا ہے؟"

"ہمارا آپس کا روحانی تعلق ہے۔ ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ ایمان کی چنگی قائم رکھے۔ میں فون بند کررہا ہوں بھوک لگ رہی ہے' کیا تم کسی ہوٹل میں کھانا کھاتے ہو؟"

"جی ہاں' اس علاقے میں ایک ہوٹل جاداں ہے۔ میں ابھی وہیں جارہا ہوں۔ کاش آپ سے ملاقات ہوسکتی اور میں آپ کو کھانے کی دعوت دیتا۔"

"کوئی بات نہیں۔ جو نہ ملنے پر مجبور ہوتے ہیں انہیں تقدیر کسی موڑ پر ملا دیتی ہے۔ شاید ہم کبھی کسی ایک دسترخوان پر کھائیں۔"

اس نے فون بند کردیا۔ ذرا دیر بعد ہوٹل جاداں کا ایک فون نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "فرمایئے یہ ہوٹل جاداں ہے۔"

ڈاکر علی ریسیور رکھ کر بولنے والے استقبالیہ کلرک کے اندر پہنچ گیا۔ ایک ہی منٹ بعد ہوٹل میں شور مچا کہ استنبول کا جیدار پہلوان جواد خیری آرہا ہے۔ وہاں کھانے پینے والے خوشیوں سے تالیاں بجانے لگے۔ کتنی ہی عورتیں اور بچے اس سے آٹوگراف لینے لگے۔ کلرک نے ایک ملازم سے کہا "بیگ! تم جواد صاحب کے لئے کھانا لے جاتے ہو۔ پوچھو' آج کیا کھانا پسند کریں گے۔"

"جی آقا! وہ میری خدمات سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ میں ابھی جارہا ہوں۔"

وہ اس ملازم بیگ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ملازم تمام مردوں' عورتوں اور بچوں سے کہہ رہا تھا "پلیز! آپ اپنی میزوں پر تشریف رکھیں۔ جس ہستی سے آپ لوگ محبت کرتے ہیں اس کی بھوک پیاس کا خیال رکھیں۔ ملاقاتیں تو ہوتی ہی رہیں گی۔"

سب لوگ اپنی میزوں پر چلے گئے۔ ملازم بیگ نے جواد کے کھانوں کا آرڈر نوٹ کیا پھر تعمیل کے لئے کچن میں چلا گیا۔ ایسے وقت ڈاکر علی کا ارادہ تھا کہ اس کے کسی کھانے میں کمزوری کی کوئی دوا ملائے گا۔ اسے اس حد تک کمزور کرے گا کہ وہ اسے اپنے اندر محسوس کرکے سانس نہ روک سکے پھر وہ تخویی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردے گا کہ آئندہ وہ ڈاکر علی کی آواز اور لہجے کو کبھی محسوس نہ کرسکے۔

ایسا کرنے سے ہی وہ جواد خیری جیسے مومن اور دلیر شخص کی ہمہ وقت نگرانی کرسکتا تھا اور اسے ناگہانی مصائب سے محفوظ رکھ سکتا تھا لیکن ڈاکر علی نے جو سوچا وہ نہیں ہوا۔ اس کے کسی کھانے میں کسی کمزوری کی دوا ملانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس ہوٹل میں اچانک دو مسلح غنڈے آئے اور آتے ہی جواد پر فائرکیا۔ ایک گولی اس کے بازو کا تھوڑا سا گوشت ادھیڑتی ہوئی گزری۔ وہ فوراً ہی میز کے دوسری طرف الٹ کر زمین پر گر پڑا۔

دوسرا غنڈا ہوائی فائر کررہا تھا تاکہ دوسرے لوگ دہشت سے قریب نہ آئیں۔ ایک غنڈے نے کہا "جواد! مجھے پتا ہے ابھی تم زندہ ہو' زمین پر ہو لیکن میں تمہیں زمین کے اندر پہنچاؤں گا۔"

اس نے جواد کا نشانہ لیا۔ اس کا آٹوگراف لینے والے' اس دلیر کے قدموں میں بیٹھنے والے سب کے سب سہمے کھڑے تھے۔ اگرچہ اسے چاہتے تھے مگر اس کی جان بچانے کے لئے غنڈے کے قدموں پر بھی گر جاتے تو موت بن کر آنے والا موت بن کر ہی جاتا۔

ڈاکر علی نے اس کی گن کا رخ موڑ دیا۔ گولی چلی اور اس کا دوسرا ساتھی چیخ مار کر پیچھے کی طرف لڑکھڑاتا ہوا ایک میز سے ٹکرایا اور زمین پر گرا پھر تڑپتا ہوا ٹھنڈا پڑگیا۔ اب وہاں پولیس پہنچنے والی تھی۔ وہ فائر کرنے والا غنڈا پہلے تو حیران ہوا کہ اس نے اپنے ہی ساتھی کو کیوں قتل کیا ہے؟ مگر سوچنے کا نہیں پولیس سے بچنے کا وقت تھا۔ وہ وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔

ڈاکر نے معلوم کرلیا تھا کہ جواد کی حالت تشویش ناک نہیں ہے۔ اس کے چاہنے والے اسے اسپتال پہنچادیں گے۔ اس لئے وہ اس غنڈے کے اندر رہا جو اپنے ہی ساتھی کو گولی مار کر بھاگ رہا تھا۔ گلی میں ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ گاڑی وہاں سے چل پڑی۔ ڈرائیور کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے پوچھا "تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ کیا ناکام ہوکر آئے ہو؟"

وہ بولا "پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ جواد خیری زخمی ہوگیا ہے۔ میں اسے دوسری گولی مارنا چاہتا تھا مگر میرا ساتھی نادانی سے سامنے آگیا اور ہلاک ہوگیا۔ میں زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتا تھا اس لئے بھاگ کر چلا آیا۔"

پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے دوسرے شخص نے کہا "یہ تو بہت برا ہوا۔ جواد سے مار کھانے والے پانچ پہلوانوں نے اسے جان سے مار ڈالنے کے لئے ہمیں پچاس ہزار ڈالر دیئے تھے۔"

"میرا خیال ہے جواد میری پہلی گولی سے تھوڑی دیر زندہ رہے

گا پھر مرجائے گا۔"

"یہ تمہارا خیال ہے اور دشمن گولی سے مرتا ہے خیال سے نہیں مرتا۔ ہمیں ایڈوانس کے پچیس ہزار ڈالر واپس کرنے ہوں گے' تمہارے اناڑی پن سے ہم سب کو پچاس ہزار ڈالر کا نقصان ہورہا ہے۔"

ایک نے کہا "اب یہ ماسک چہرے سے اتار کر پھینکو۔ کیا ہمیں پھنسوانا چاہتے ہو؟"

وہ ماسک اتار کر کھڑکی سے باہر پھینکتے ہوئے پریشانی سے بڑبڑایا "سمجھ میں نہیں آتا میں نے دوسری گولی اپنے ساتھی کو کیوں ماردی۔"

"تم تو کہہ رہے ہو وہ تمہارے سامنے آگیا تھا؟"

"یہی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ میرے سامنے آگیا تھا یا میں اس کی طرف گھوم کر سامنے ہوگیا تھا۔"

"کیا بکواس کررہے ہو؟ کیا اب دن کے وقت بھی پینے لگے ہو؟"

سامنے ڈرائیور کے پاس بیٹھا ہوا شخص ان کا باس تھا۔ اس نے کہا "گدھے کے بچے! میں پچاس ہزار ڈالر کا نقصان برداشت نہیں کروں گا۔ تمہیں ماسک میں کسی نے پہچانا نہیں ہے۔ یہاں اتر جاؤ۔ کہیں لباس تبدیل کرلو اور ہوٹل جاکر معلوم کرو کہ جواد زندہ ہے یا مرچکا ہے؟ اگر زندہ ہے تو اسے کس اسپتال میں پہنچایا گیا ہے۔ اسے اسپتال سے زندہ واپس نہیں آنا چاہئے۔"

ایک جگہ گاڑی روک دی گئی۔ قاتل گاڑی سے اتر گیا۔ باس نے کہا "ہم پہلوان اسٹارم ارتھ کے بنگلے میں رہیں گے۔ وہاں ہم سے ٹیلی فون پر رابطہ رکھو اور اس کی موت کی خوش خبری سناؤ۔"

وہ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ ڈاکٹر نے پہلے جواد کی خبر لی' اس کی حالت تشویش ناک نہیں تھی۔ بازو کا تھوڑا گوشت ادھڑ جانے کے باعث وہ بے حد کمزوری محسوس کررہا تھا اور اس کی سوچ کی لہروں کو بھی اس نے محسوس نہیں کیا تھا۔ اسے ایک قریبی اسپتال میں پہنچادیا گیا' جہاں توجہ سے اس کی مرہم پٹی ہورہی تھی۔

اس نے اس غنڈے قاتل کے پاس آکر دیکھا۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر لیموسات کی دکان میں آیا۔ وہاں سے ایک جوڑا لے کر اسے پہنا پھر ایک ماسک خریدا۔ ماسک کیا تھا لمبی باریک جرابیں تھیں جنہیں چہرے پر چڑھا لینے سے باہر سب کچھ نظر آتا تھا صرف ماسک پہننے والے کا چہرہ قابلِ شناخت نہیں رہتا تھا۔

ڈاکر قاتل کے دماغ پر سوار رہا۔ اس نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے ذریعے پہلوان اسٹارم ارتھ کے فون نمبر ڈائل کئے۔ پہلوان کا نام کچھ اور تھا لیکن اکثر عالمی چیمپئن کہلانے والے اپنا نام تبدیل کرکے عزت میں کچھ اور کہلاتے ہیں۔ اسٹارم ارتھ کے معنی ہیں زمین کا طوفان اور اس طوفان نے اپنی زندگی میں ایک یا دو کشتیاں ہاری تھیں' باقی کشتیاں جیتتا ہوا عالمی چیمپئن بن گیا تھا۔ اس کے چار ساتھی پہلوان بھی اس کے بنگلے میں موجود تھے اور پچھلی رات جواد سے ہار جانے کے بعد اپنی ایسی توہین محسوس کررہے تھے کہ اسے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتے تھے اسی لئے کرائے کے قاتلوں کے ذریعے اسے موت کی نیند سلا دینا چاہتے تھے۔

قتل کا ٹھیکا لینے والے باس نے اسٹارم ارتھ کے بنگلے میں آکر بتایا کہ قتل کا معاملہ ادھورا رہ گیا ہے' جواد خیری صرف زخمی ہوا ہے لیکن اس کا ایک قاتل ابھی اسپتال کی طرف گیا ہے اسے ہمیشہ کے لئے ختم کردے گا۔

فون کی گھنٹی بجنے پر اسٹارم ارتھ نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' میں اسٹارم ارتھ بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے اس قاتل نے ڈاکر کی مرضی کے مطابق کہا "اچھا تم وہی زمین کے طوفان ہو جسے جواد نے زمین کی مٹی چٹادی تھی؟"

وہ غصے سے بولا "کون ہو تم؟ میرے سامنے آؤ۔ میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔"

"ناراض کیوں ہوتے ہو۔ میں وہی قاتل ہوں جو جواد کو قتل کرنے اسپتال پہنچا ہوا ہے۔"

"کیا تم نے اس کا کام تمام کردیا ہے؟"

"ابھی نہیں کیا ہے۔ وہ اسپتال کے ایک بیڈ پر پڑا ہوا ہے۔ میں نے یہ مشورہ لینے کے لئے فون کیا ہے کہ اسے مار ڈالوں یا خود کو پولیس کے سامنے پیش کرکے یہ بیان دے دوں کہ تم پانچ پہلوانوں نے جواد کو قتل کرنے کے لئے ہمارے باس سے پچاس ہزار ڈالر میں سودا کیا ہے؟"

"ابے کیا بکتا ہے؟ کیا پاگل ہوگیا ہے۔ یہ لے اپنے باس سے باتیں کر۔"

پہلوان اسٹارم ارتھ نے کرائے کے قاتلوں کے باس کو ریسیور دیتے ہوئے غصے سے کہا "زبیری! تم نے کس پاگل کے بچے کو اس کام پر لگایا ہے۔ وہ ہم سب کے جرم کا اعتراف کرنے پولیس اسٹیشن جانا چاہتا ہے۔"

باس زبیری نے ریسیور کان سے لگا کر پوچھا "یہ تم ہماری پچاس ہزار کی پارٹی سے کیسی بکواس کررہے ہو؟"

ادھر سے آواز آئی "میں نے ہوٹل میں اپنے ساتھی کو گولی ماری تو احساس ہورہا ہے کل کوئی دوسرا مجھے گولی مار دے گا۔ پرسوں کوئی تیسرا آپ کو ختم کردے گا' کیا آپ حرام موت مرنا چاہتے ہیں؟"

"گدھے کے بچے! یہ کیا بکواس کررہا ہے۔ کام کی بات کیوں نہیں کررہا ہے؟"

"کام کی بات یہ ہے کہ آپ پارٹی سے پچیس ہزار پیشگی لے چکے ہیں۔ اگر ان کی تجوری سے کچھ اور ملے تو لے لیجئے۔ ہم سب پولیس کے ریکارڈ میں ہیں۔ اگر آپ نہیں چاہتے کہ میں پولیس

اسٹیشن جاؤں تو ابھی ان پانچوں پہلوانوں کو اس طرح گولی ماریں کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپاہج ہوجائیں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ فوراً یہاں واپس آجاؤ۔ یہ کام میں دوسرے قاتل سے کراؤں گا۔"

"میں واپس نہیں آؤں گا۔ سیدھا پولیس والوں کے پاس جاؤں گا۔ آپ کی بھلائی اسی میں ہے کہ ایڈوانس کے پچیس ہزار بھی رکھ لیں اور ان پانچوں کو اپاہج بنادیں۔ اس طرح فائدے میں رہیں گے ورنہ تھانے کچہری کے چکر میں پڑ جائیں گے۔"

ڈاکر علی باس زبیری کے سر پر سوار ہوگیا۔ زبیری نے لباس میں سے ریوالور نکال کر کہا "آئندہ کے لئے پہلوانی چھوڑ دو اور ہمیشہ کے لئے اپاہج بن جاؤ۔"

وہ پانچوں پہلوان اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ اسٹارم ارتھ نے پریشان ہوکر پوچھا "کیا اپنے کارندے کی طرح تمہارا بھی دماغ چل گیا ہے۔ یہ ریوالور سامنے سے ہٹاؤ۔"

باتوں کے دوران ایک پہلوان وہاں سے کھسکنا چاہتا تھا۔ باس زبیری نے اس کی ٹانگ پر گولی ماری' وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا پھر مزید چار گولیاں چلیں۔ وہ پانچوں فرش پر گرے ہوئے کراہ رہے تھے۔ زبیری نے دوبارہ ریوالور کو لوڈ کرکے کہا "ابھی ایک ایک پیر میں لگی ہے دوسرے پیر پیاتی ہیں۔"

پھر پانچ فائر یکے بعد دیگرے ہوئے' اب وہ تمام پہلوان تکلیف سے چیخ رہے تھے اور رحم کی بھیک مانگ رہے تھے۔ اب تو وہ پہلوانی کے قابل نہیں رہے تھے۔ آئندہ انہیں رحم کی بھیک سڑک کے کنارے یا لنگر خانوں میں ہی ملنے والی تھی۔

ڈاکر علی نے اس قاتل کو پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے پاس پہنچا کر اس سے سچا بیان دلادیا۔ جب پولیس پارٹی اس قاتل کے ساتھ ان پہلوانوں کی طرف جانے لگی تو وہ جواد کے دماغ میں آگیا۔ جواد بڑی قوت برداشت کا مالک تھا۔ گولی کے زخم کو مسکراتے ہوئے برداشت کرلیا۔ ڈاکٹر نے بڑی اچھی طرح مرہم پٹی کی پھر اسے نیند کا ایک انجکشن لگادیا۔ اگر انجکشن نہ لگایا جاتا تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تھپک کر سلادیتا۔ بہرحال اس نے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کیا۔ کسی بری نیت سے اسے اپنا معمول اور تابعدار نہیں بنایا۔ اس کا محافظ بن کر رہنے کے لئے ذہن میں یہ نقش کردیا کہ وہ جواد کبھی اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔

تقریباً دو ہفتوں میں بازو کا زخم بھر گیا۔ ڈاکر اکثر فون پر اس کی خیریت معلوم کرتا تھا اور اسے بتا چکا تھا کہ اس نے پانچ پہلوانوں سے اور کرائے کے قاتلوں سے انتقام لیا ہے۔ جواد نے کہا "آپ ایک عجیب انسان ہیں' میں تو ان دشمنوں کو جان سے مار ڈالتا لیکن آپ انہیں زندہ رکھ کر اپاہجوں کی زندگی گزارنے پر مجبور کررہے ہیں۔ ویسے آپ سے شکایت ہے۔ میں زخمی ہوا' اسپتال میں پہنا۔ اجنبی چاہنے والے مجھ سے ملنے آتے رہے لیکن آپ میری عیادت کے لئے نہیں آئے۔"

"جواد! آتا وہ ہے جو دور ہوتا ہے۔ میں تو ہمیشہ تمہارے قریب رہتا ہوں۔ زندگی کا کچھ وقت ایسا ہوتا ہے جب تم سے دور ہوتا ہوں ورنہ اب بھی قریب ہوں۔"

"آپ کا یہ مذاق سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ میرے پاس ہیں اور میں آپ کے پاس نہیں ہوں۔"

ڈاکر علی نے پوچھا "یہ تم خواہ مخواہ اخبارات پر لکیریں کیوں بناتے رہتے ہو؟ قلم رکھ دو۔"

وہ شدید حیرانی سے بولا "آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میرے ہاتھ میں قلم ہے اور میں لکیریں ڈال رہا ہوں' کیا آپ کھڑکی سے دیکھ رہے ہیں۔"

"تم تیسری منزل پر ہو اور تمہارے سامنے والی کھڑکی بند ہے۔ دروازہ بھی بند ہے۔ اب خواہ مخواہ سر نہ کھپاؤ' یہ بری عادت ہے۔"

وہ حیرانی سے خلا میں تکنے لگا۔ ڈاکر نے کہا "تم بالکل تندرست ہوچکے ہو۔ آج سے نگر نگر گھومنا اور بچے مومنوں کو تلاش کرنا شروع کردو۔ ہمارے جو مجاہدین ہوں وہ کسی نہ کسی ہنر میں باکمال ہوں۔ تم جس ملک' جس شہر میں جاؤ گے وہاں تمہیں ضرورت سے زیادہ رقمیں ملتی رہیں گی اور تم تمام مجاہدین کی بہترین رہائش کے انتظامات کرتے رہو گے۔ ہم مکمل تیاریاں کرنے کے بعد ایک نئی تنظیم کی صورت میں منظرِ عام پر آئیں گے۔"

ڈاکر علی اور حمائلہ نے کبھی کسی مجاہد کے سامنے خود کو پیش نہیں کیا۔ ڈاکر علی نے کبھی کسی کے سامنے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ میاں بیوی سیدھی سادی زندگی گزارتے تھے اور مختلف لائبریریوں میں کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ انہیں جواد خیری کی طرح اور بھی کئی باصلاحیت' سچے اور کھرے مسلمان ملتے رہے اور ڈاکر انہیں اہم ذمے داریاں سونپتا رہا۔ ان میں سے ہر ایک پر تنویمی عمل کرتا رہا تاکہ کسی برے وقت میں ان کے کام آتا رہے اور ان کی نیک نیتی کو بھی سمجھتا رہے۔

اس طرح طویل عرصے کی جدوجہد کے بعد اس تنظیم ایم آئی ایم (مجاہدین اسلامک مشن) کی تکمیل ہوئی۔ حمائلہ نے ایک بار ڈاکر سے پوچھا "کیوں نہ ہم بابا صاحب کے ادارے سے منسلک ہوجائیں؟"

اس نے جواب دیا "ہماری تنظیم میں صرف مسلمان ہیں جبکہ بابا صاحب کے ادارے میں مسلمان اور عیسائی وغیرہ بھی ہیں۔ وہ ادارہ پیرس کے مضافات میں ہے' فرانسیسی حکومت سے کسی حد تک وابستہ ہے۔ اگرچہ وہاں مسلمانوں کا بول بالا ہے تاہم ہمیں ادھر کا رخ ابھی نہیں کرنا چاہئے' جب قدرت کو منظور ہوگا تو ہم ادھر کا رخ کریں گے۔"

ان کی تنظیم ایم آئی ایم دنیا کے ہر بڑے شہر میں تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔ استنبول کی مساجد کی بڑی بڑی لائبریریاں اور "تقسیم" کے علاقے میں ان میاں بیوی کا ایک معمولی سا گھر ہی ان کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ ذاکر علی کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس نے گھر یا مسجد کی چار دیواری کے باہر کبھی بھول چوک سے بھی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ اسی لئے وہ اب تک کامیاب رہا تھا اور کوئی دشمن آج تک اس کا سراغ نہیں لگا سکا تھا۔

اسے منظر عام پر لانے کے لئے ایم آئی ایم کے کتنے ہی فراڈ سربراہ بن کر آئے اور ناکام رہے۔ خود ذاکر علی کو یہ توقع نہیں تھی کہ جب وہ اپنے مجاہدین کے ذریعے پہلی بار امریکی طیارے کو اغوا کرائے گا تو ان مجاہدین کی حفاظت کے لئے اسی طیارے سے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے مل جائیں گے۔

ذاکر نے سوچا تھا کہ طیارے کو اغوا کرنے کے بعد وہ خود ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نمٹ لے گا لیکن وہ خاموشی سے تماشا دیکھتا رہا اور سونیا ثانی اپنی خیال خوانی کرنے والی ٹیم کے ساتھ ان مجاہدین کی حفاظت کرتی رہی اور ان کے مطالبات متواتی رہی۔ ایسے وقت حمائلہ نے کہا "ان حالات میں ہمیں اب فرہاد بھائی جان کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔"

وہ بولا "ہم بڑے خلوص سے ان کا شکریہ ادا کرسکتے ہیں لیکن تمہیں یہ نہیں معلوم ہے کہ جناب تبریزی صاحب نے ساری دنیا سے کہا ہے کہ وہ کسی ایم آئی ایم نامی تنظیم سے نہ کوئی تعلق رکھتے ہیں اور نہ ہی ایسی تنظیم کے متعلق کچھ جانتے ہیں لہٰذا جناب تبریزی صاحب کے ان بیانات کو قائم رہنا چاہئے۔"

کچھ عرصے بعد یہ اعلان ہوا کہ ایم آئی ایم کا سربراہ دمشق میں امریکا' اسرائیل' شام اور اردن کے اکابرین سے ملاقات کرے گا۔ ذاکر نے کہا "دیکھو حمائلہ' ہم نے ایسا کوئی اعلان نہیں کیا ہے۔ یہ کوئی سازش ہے۔ شاید دشمن ہمیں کسی طرح منظر عام پر آنے کے لئے مجبور کررہے ہیں۔"

ایم آئی ایم کے جو اصلی مجاہدین دمشق میں تھے انہیں ذاکر علی نے محتاط رہنے کے لئے کہہ دیا اور یہ سمجھا دیا کہ جب تک کوئی خاص سگنل نہ ملے کوئی حرکت میں نہ آئے۔

پھر ذاکر علی نے سوچا کہ سازش کرنے والوں کے ساتھ سازش ضرور کرنا چاہئے۔ وہ بڑا باصلاحیت بھی تھا اور طرح طرح کے ہتھکنڈے جانتا تھا اس لئے کسی فراڈ سربراہ کے پہنچنے سے پہلے ہی ہڈیوں کے ایک ڈھانچے کو دمشق کے حاکم محل میں پہنچا دیا اور تمام مسلمانوں سے کہہ دیا کہ یہ محض ایک ڈھانچا نہیں ہے بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا مستقبل ہے۔

وہ دمشق میں حمائلہ کے ساتھ کہاں چھپا ہوا تھا اور کس طرح ایک ڈھانچے کو کنٹرول کررہا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اسی طرح وہ بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح اس کی لاعلمی میں مدد کررہے ہیں۔ اس رات حاکم محل میں جو واقعات ہوئے اس کی ایک پوری ویڈیو فلم تیار ہوگئی تھی جسے دشمنوں نے چھپانا چاہا تھا لیکن پارس نے ذاکر علی کے بتائے ہوئے پتے پر اس کیسٹ کو پہنچا دیا تھا۔ یہ شبہ تھا کہ ذاکر علی کے جس پتے پر اس کیسٹ کو پہنچایا جائے گا اس پتے کے ذریعے پارس وغیرہ ذاکر علی کا سراغ لگائیں گے لیکن اسے تعجب ہوا کہ میرے بیٹے نے نیکی کی اور دریا میں ڈال دی پھر پلٹ کر ادھر نہیں گیا۔ حمائلہ نے کہا "بھائی جان اور ان کے بیٹے بہت عظیم ہیں۔ انہوں نے پلٹ کر معلومات حاصل نہیں کیں کہ ہم کون ہیں؟"

ذاکر نے کہا "بھائی جان کا یہ اطمینان اور خاموشی کسی طوفان کا پیشہ خیمہ معلوم ہوتی ہیں۔ وہ اچانک کسی دن آکر ہم دونوں کے کان پکڑیں گے۔"

اس نے مسکرا کر کہا "ہمارے بھائی جان ہیں' آپ کان پکڑنے کی بات کرتے ہیں وہ ہمیں غصہ دکھائیں اور چپت لگائیں تب بھی کم ہے۔ یہ بات میں تمہارے لئے کہہ رہی ہوں' مجھے تو وہ پیار کریں گے۔"

"مجھے بھی کریں گے۔ میں کوئی جرم نہیں کررہا ہوں۔ ساری دنیا میں اسلام کی بالادستی کے لئے جدوجہد کررہا ہوں۔"

پھر ایک بار اعلان ہوا کہ ایم آئی ایم کا سربراہ یہودیوں کو گلے لگانے تل ابیب آرہا ہے۔ یہ بھی خوب مذاق تھا۔ ذاکر علی پی ایل او کے یاسر عرفات کے خلاف تھا' جس نے غزہ کی پٹی کو قبول کرکے پورا اسرائیل یہودیوں کے پاس رہنے دیا تھا۔ ذاکر علی اردن کے بھی خلاف تھا جو یہودیوں سے دوستانہ معاہدہ کررہا تھا۔ گویا ابتدا میں جس مملکت اسرائیل کے قیام کی مخالفت کی گئی تھی اس مملکت کو تسلیم کیا جارہا تھا۔ حمائلہ نے پوچھا "ذاکر! آخر یہ کون لوگ ہیں جو خواہ مخواہ ایم آئی ایم کے سربراہ بن کر چلے آرہے ہیں؟"

"دوست ہرگز نہیں ہوں گے۔ دشمن ہیں۔ سیٹلائٹ کے ذریعے ساری دنیا کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ یہودیوں کی مخالفت کرنے والا ایم آئی ایم کا سربراہ خود یہودیوں کو گلے لگانے آرہا ہے۔"

"ہمیں ان کی سیاسی حکمت عملی کو ناکام بنانا چاہئے؟"

"ضرور بنائیں گے' ذرا دیکھ تو لیں کہ یہ دوسرا فراڈ ایم آئی ایم کا سربراہ تل ابیب پہنچ کر کس طرح دوستانہ معاہدے کرتا ہے۔ جب وہ معاہدے ہوجائیں گے تو دوسرے دن ہمارے مجاہدین ان معاہدوں کے ساتھ اس فراڈ سربراہ کی بھی ایسی کی تیسی کردیں گے۔"

ذاکر علی واقعی دوسرے دن اس فراڈ سربراہ سے نمٹنا چاہتا تھا لیکن اس کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ اس فراڈ سربراہ کے تل ابیب پہنچتے ہی کسی نے گولی مار کر اسے زخمی کردیا۔ تمام خیال خوانی

والے اس زخمی کے اندر پہنچے تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ وہ شطرنج کا عالمی چیمپئن اور ٹیلی پیتھی جاننے والا مائیک ہرارے ہے اور اسے سپر ماسٹر نے بھیجا ہے۔ اس مائیک ہرارے کو ایک انجکشن دے کر اس پر طویل بے ہوشی طاری کردی گئی تھی تاکہ دشمن اس کے چور خیالات نہ پڑھ سکیں۔

ایسے میں ذاکر علی یہی سمجھ سکتا تھا کہ یہ امریکا اور اسرائیل کی ملی بھگت ہے۔ وہ مائیک ہرارے کو فراڈ سربراہ بنا کر اس کے ذریعے اسرائیل سے دوستی کا معاہدہ کرکے دنیا کو دکھا سکتے تھے کہ پی ایل او پھر اردن اور پھر ایم آئی ایم نے بھی اسرائیل کو تسلیم کرلیا ہے اور اپنے بعد دنیا کے تمام اسلامی ممالک کے لئے یہودیوں سے دوستی کی راہیں کھول دی ہیں۔

لیکن یہ ڈراما بھی کامیاب نہ رہا۔ دوست اور دشمن سبھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مائیک ہرارے کے دماغ میں جاکر ساری حقیقت معلوم کرلی تھی۔ حمائلہ نے کہا "ذاکر! یہ کیا ہورہا ہے؟ تم کوئی جوابی کارروائی کیوں نہیں کررہے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "جوابی کارروائی کی کیا ضرورت ہے۔ تم ذرا غور کرو۔ ان کی الٹی سیدھی حرکتوں سے ہماری ایم آئی ایم کی کتنی پبلسٹی ہورہی ہے۔ اسرائیلی حکمرانوں کو مجبوراً اعتراف کرنا پڑا کہ ایم آئی ایم کا سربراہ سچا اور کھرا ہے۔ ان یہودیوں کو دھوکا دینے ایک فراڈ شخص آیا تھا۔ اس طرح ہماری شہرت اور سچائی میں اضافہ ہورہا ہے اور دنیا والوں پر ظاہر ہورہا ہے کہ ایم آئی ایم کو بدنام کرنے کے لئے دشمن مذموم حرکتیں کررہے ہیں۔"

"اور اگر وہ کبھی انہی حرکتوں کے ذریعے کامیاب ہوگئے تو؟"

"تمہارا کیا خیال ہے' کیا ہم خاموش تماشائی بنے رہیں گے؟ ایسے وقت دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا۔"

دیکھا جائے تو واقعی محض تماشا دیکھنے کی بات تھی۔ اصل سربراہ ذاکر علی بڑے اطمینان سے عبادت اور ریاضت میں مصروف تھا۔ امریکا' اسرائیل اور کسی بھی اسلامی ملک سے... فی الوقت کوئی رابطہ نہیں کررہا تھا۔ اس کے مجاہدین بھی اپنے اپنے شہروں میں گوریلا جنگ وغیرہ کی ٹریننگ حاصل کرتے رہتے تھے۔ جب تک ذاکر علی کی طرف سے مخصوص سگنل نہ ملتا' وہ کبھی حرکت میں نہ آتے۔

ایک بار پھر دھوم دھام سے اعلان ہوا کہ اس بار ایم آئی ایم کا اصلی سربراہ اپنے تمام مخالفین سے ملاقات کرنے عمان پہنچنے والا ہے۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں تھا کہ اصلی سربراہ کون ہے ثبوت یہی ہوتا کہ جو سربراہ دوست بن جاتا پھر اسلامی ممالک اور اسرائیل کے درمیان ہونے والے معاہدوں کی حمایت کرتا' وہی ساری دنیا میں ایم آئی ایم کے سربراہ کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا۔

اس بات کا دوسرا رخ یہ ہے کہ دوست تسلیم کئے جانے کے بعد اصل سربراہ ذاکر علی ان سب کی مخالفت کے لئے میدان میں اتر آتا تو سارا معاملہ کھٹائی میں پڑ جاتا۔ یہ تسلیم کرنا پڑتا کہ اصلی وہی ہے جس کے مجاہدین نے امریکی طیارے کو ایک بار اغوا کیا تھا اور یہ لوگ مغربی اصطلاح میں بنیاد پرست مسلمان ہیں۔ کلام پاک کے مطابق اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہودی تاقیامت مسلمانوں کے دشمن رہیں گے لہٰذا اسے انتہا پسندی اور بنیاد پرستی کہا جائے یا ایمان محکم کہ ایم آئی ایم والے ہمیشہ یہودیوں کے سائے سے دور رہیں گے۔

داستان کے اس موڑ پر جوڈی نارمن کی اصل ہسٹری کو بیان کرنا ضروری ہے۔ اس نے اسلام آباد میں ایک بار فون کے ذریعے اور دوسری بار خیال خوانی کے ذریعے ثانی اور علی تیمور کو اپنی داستان حیات سنائی تھی جس کا ذکر پچھلے باب میں ہوچکا ہے لیکن بات جھوٹی پڑ جائے تو اس سے تعلق رکھنے والے تمام معاملات جھوٹے پڑ جاتے ہیں۔ اصل قصہ یہ ہے کہ وہ عیسائی تھا اور عیسائی ہی رہا۔ اپنا مذہب تبدیل کرنے اور خود کو جوڈی نارمن کے بجائے ضیاء الاسلام بنانے والا قصہ اس نے اس لئے سنایا تھا کہ ثانی اور علی اسے مسلمان تسلیم کرکے اس سے متاثر ہوں گے اور پاکستانی حکمرانوں اور اپوزیشن لیڈروں کے خلاف جتنی دستاویزات ہیں وہ سب جوڈی نارمن کے حوالے کردیں گے۔

ثانی اور علی بے شک اس سے متاثر ہوئے تھے لیکن وہ تو اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے والے تھے۔ علی نے ان تمام اہم دستاویزات کی مائیکرو فلم تیار کرلی تھی اور اس کے بعد وہ سب کچھ جوڈی نارمن کے ایک ماتحت کے حوالے کردیا تھا۔

جوڈی نارمن بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی جوزا جوری کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارتا تھا۔ جب وہ مرگئی تو اس کے بغیر تنہا بھٹکنے لگا۔ اس دور کے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح وہ بھی سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران کی پابندیوں سے نکل آیا تھا اور یہ ارادہ کررہا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے غیر معمولی علم سے کوئی بہت بڑا فائدہ اٹھائے گا۔ کوئی ایسا ادارہ قائم کرے گا جس کی دہشت ساری دنیا پر طاری رہے اور وہ اس ادارے کا سربراہ بن کر رہے۔

اس نے اس سلسلے میں کئی بار کوششیں کیں مگر ناکام رہا۔ اسے کام کے آدمی نہیں ملے۔ اچھے منصوبہ باز' اچھے جنگ باز اور اچھے وفاداروں کی کمی نہیں تھی لیکن انسانی فطرت وقت کے ساتھ بدل جاتی ہے۔ آج جو وفادار ہیں کل کسی مخصوص حالت کے تحت بے وفا بن جاتے ہیں۔ لالچ اور منافع خوری ایمان بدل دیتی ہے۔

لہٰذا وہ ایک عرصے تک تنہا گمنامی کی زندگی گزارتا رہا جب کبھی موقع ملتا تو امریکا اور اپنی قوم کے لئے کوئی بڑا کارنامہ انجام دے دیتا۔ ایسے وقت واشنگٹن کے ریکارڈ کیپر انچارج سے کہتا کہ ایسے جو کارنامے رازداری سے انجام دیئے جائیں اس پر مسٹر جے کا نام لکھا جائے۔ کبھی ضرورت پیش آئے گی تو میں خود کو ظاہر کروں گا۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے مختصر سی گفتگو کرتا تھا۔ امریکی اکابرین نے اس سے کئی معاملات میں استدعا کی کہ وہ فلاں اہم معاملے میں ان سے تعاون کرے۔ اس نے جواب دیا "مجھے افسوس ہے کہ میں کسی کی فرمائش پر کوئی اہم کام نہیں کرتا۔ حالانکہ محب وطن ہوں' مظلوبہ کام کرکے اپنی امریکی قوم کو فائدے پہنچا سکتا ہوں لیکن میں پابندیوں کا قائل نہیں ہوں لہٰذا آپ لوگ اپنی طرف سے کوئی فرض انجام دینے کی فرمائش نہ کریں۔ یہ یقین رکھیں کہ جب تک زندہ ہوں اپنی فرض شناسی اور وطن کی محبت کو کبھی فراموش نہیں کروں گا۔"

دراصل وہ مجھ سے اور میری فیملی سے کتراتا تھا۔ اس کی کوشش یہی ہوا کرتی تھی کہ وہ ایسے کسی معاملے میں ملوث نہ ہو جس میں ہمارا عمل دخل رہتا ہے۔ اس نے یہ طے کرلیا تھا کہ ہم سے جتنی دور رہے گا اتنا ہی محفوظ اور گمنام رہ کر بخیریت زندگی گزارتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی کے ساتھ موت دی ہے اور یہ موت مختلف حیلوں بہانوں سے آتی ہے۔ آدمی ہزاروں برس کی دنیا کو دیکھ کر اور دنیا کی ہر فانی شے کو دیکھ کر آج بھی یہ سوچتا ہے کہ وہ کسی طرح موت سے بچ پائے گا یا کم از کم اپنی طبعی عمر کو ذرا طویل بنالے گا۔ موت تو اٹل ہے۔ آدمی تو شامتِ اعمال سے بچ نہیں پاتا۔ یہی شامت اسے رفتہ رفتہ موت کی طرف لے جاتی ہے۔

کچھ عرصے بعد اس کی زندگی میں ایک نہایت حسین و جمیل دوشیزہ آئی۔ اس میں ایسی دلکشی تھی کہ اس نے پہلی بار جوزا جوری کی یاد بھلادی۔ تہذیب کے حوالے سے عورت ماں ہے' بہن ہے اور بیٹی وغیرہ ہے لیکن مصائب کے حوالے سے دیکھا جائے تو شامت ہی شامت ہے اور جوڈی نارمن کی زندگی میں آنے والی اس لئے بھی شامت تھی کہ وہ ایک خورد یہودی دوشیزہ تھی۔ وہ پہلی ملاقات میں ہی اس پر ہزار جان سے عاشق ہوگیا تھا۔ اگرچہ وہ اس سے کچھ زیادہ متاثر نہیں ہوئی تھی۔ اس نے چور خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے اور بڑی محتاط رہنے والی ہے' کسی بھی مرد سے کتراتی ہے۔ آئندہ کسی ایسے شخص سے شادی کرنا چاہتی ہے جو ساری دنیا کی خوشیاں اس کے قدموں میں ڈال دے۔

یہ جوڈی نارمن کے لئے معمولی سی بات تھی۔ وہ اپنے علم کے ذریعے اسے ملکۂ عالم بنا کر رکھ سکتا تھا۔ اس کا باپ ایک خبطی سائنس داں تھا' اگرچہ سائنس داں خبطی نہیں ہوتے لیکن بعض سائنس داں ایسے مسئلے پر ریسرچ کرتے ہیں جو بظاہر عقل سے بعید ہوتے ہیں۔ لوگ کبھی ان کی تحقیقات کی کامیابی پر یقین نہیں کرتے اس لئے انھیں خبطی کہتے ہیں۔

اس حسینہ کا نام ایمونا تھا۔ ایمونا ڈوان۔ وسکی ڈوان اس کے باپ کا نام تھا۔ جب وہ دس برس کی تھی تب ڈوان نے اس موضوع پر سوچنا اور تحقیقات کرنا شروع کیا تھا کہ ایک چیز جو روشنی میں نظر آتی ہے وہ اندھیرے میں کیوں نظر نہیں آتی۔ یا جو اندھیرے میں نظر نہیں آتی ہے وہ روشنی میں کیسے نظر آجاتی ہے۔

یہ عمل قدرتی ہے اور سائنس داں قدرتی عوامل پر ہی اپنا سر کھپاتے رہتے ہیں۔ ڈوان کی کوشش یہ تھی کہ جو چیز اندھیرے میں نظر نہیں آتی' کیا وہ روشنی میں بھی نظروں سے اوجھل رہے گی یا پھر کسی سائنسی عمل سے اتنی ہی واضح ہوجائے کہ تاریکی میں کسی حد تک نظر آئے گی۔

ڈوان کے دماغ میں یہ خیال ایک پرانی فلم "دی انوزی بل مین" یعنی نادیدہ شخص دیکھ کر آیا تھا۔

اس فلم نے یہ واضح کیا کہ جس پر دھند چھا جائے تو وہ نظر نہیں آتی اور دھند کے ہٹنے کے بعد وہ پھر نظر آنے لگتی ہے۔ اس فلم نے بتایا کہ جو شخص نگاہوں کے سامنے موجود تھا اور اب نظر نہیں آرہا ہے وہ نظر نہ آنے کے باوجود وہاں موجود ہے۔ تصدیق کے لئے آگے بڑھ کر ہاتھ بڑھا کر دیکھا تو ہاتھوں کے لمس سے محسوس ہوا کہ وہ موجود ہے اور اس نے اپنی زبان سے کہا' ہاں یہ میں ہی ہوں۔ تم سب کو دیکھ رہا ہوں مگر تم میں سے کوئی مجھے دیکھ نہیں سکتا۔

یہ ایک فلمی خیال تھا جو ہنوز ایک خیال ہی ہے کہ سامنے کھڑا ہوا شخص دیکھتے ہی دیکھتے نگاہوں سے اوجھل ہوجائے۔

لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ داستانیں لکھنے والے دور کی کوڑی لاتے ہیں' کبھی ایسی بے تکی باتیں کرتے ہیں جو سراسر مضحکہ خیز ہوتی ہیں مگر اتنی دلچسپ ہوتی ہیں کہ پڑھنے والے بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے چلے جاتے ہیں مثلاً داستان الف لیلہ لکھنے والے نے اپنے کرداروں کو ایک قالین پر آسمان کی بلندیوں میں اڑتے ہوئے دکھایا۔ اس زمانے میں کوئی شاید سوچتا بھی نہ ہوگا کہ انسان بغیر پر کے پرواز کبھی کرسکے گا' آج یہی انسان ہوائی جہاز میں پروازیں کرتا ہے اور راکٹ کے ذریعے دوسرے سیاروں کی طرف جارہا ہے۔ یوں دیکھا جائے تو لکھنے والے کو قدرت کے مشاہدات سے یہ شہ ملتی ہے کہ وہ ایک بات کو بڑھا چڑھا کر لکھ دے۔ وہ قلم پکڑ کر سوچتا ہے کہ انسان مکھی اور مچھر سے گیا گزرا نہیں ہے۔ جب وہ ننھی سی ہستیاں پرواز کرسکتی ہیں تو پھر ہم کیوں نہیں کرسکتے۔ یہی سوچیں اور حوصلے انسان کو سائنسی ترقیوں کی طرف لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے الّو کی آنکھیں ایسی بنائی ہیں کہ وہ رات کی گہری تاریکی میں بھی دیکھ لیتا ہے۔ اب سائنسی ایجادنے اینٹی ڈارک لینس تیار کئے ہیں جنہیں آنکھوں پر چڑھا کر تاریکی میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ایسی بے شمار سائنسی ایجادات ہیں جو پہلے کسی زمانے میں مضحکہ خیز سمجھی جاتی تھیں مگر آج وہ سب ناقابلِ تردید حقیقت ہیں۔

ایمونا کا باپ وسکی ڈوان اس نظریے پر کام کررہا تھا کہ جب انسان کا سایہ سر سے پاؤں تک زمین پر یا دیوار پر نظر آتا ہے تو پھر اس کا ٹھوس چلتا پھرتا جسم بھی سایہ کیوں نہیں بن سکتا؟ یعنی ایسا کامیاب تجربہ ہو کہ آدمی جو سراپا گوشت پوست کا نظر آرہا ہے وہ

سراپا تحلیل ہوکر صرف سایہ بن جائے پھر جب چاہے سائنسی کمال سے پھر سائے کے بجائے گوشت پوست کا انسان نظر آجائے۔ وہ جس سرکاری سائنس لیبارٹری کا ایک ماہر سائنس داں تھا وہاں دوسرے سائنس دانوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ ایک نے کہا "یہ شعبہ ایسا ہے کہ کوئی سا بھی بے تکا خیال دماغ میں چلا آتا ہے پھر وہی خیال ایک دن قابلِ عمل ہوتا ہے لیکن جو سائنسی عمل ہو اس کے نتیجے میں انسانوں کو فائدہ پہنچنا چاہئے۔ ایک اچھے خاصے گوشت پوست کے انسان کو سائے میں بدلنے کا فائدہ کیا حاصل ہوگا؟"

وسکی ڈوان نے کہا "بڑے فائدے ہیں۔ کیا تم ایک سائے کو لاٹھی سے' تلوار سے یا گولی سے مار کر زخمی کرسکتے ہو؟"

ایک نے جواب دیا "یہ تو بچہ بھی جانتا ہے کہ سائے کو مارتے رہو' زمین پر گڑھا پڑتا رہے گا' دیواریں ٹوٹتی رہیں گی لیکن سایہ اپنی جگہ سر سے پاؤں تک پہلے کی طرح محفوظ رہے گا۔"

ڈوان نے کہا "اگر میں تمہارے گوشت پوست کے جسم کو سائے میں تبدیل کردوں تو کیا تمہیں کسی دشمن کی گولی لگے گی؟ کوئی راکٹ' میزائل یا ایٹم بم اس سائے کو فنا کرسکے گا۔ جہاں سائے پر بم گرے گا وہاں کئی فٹ کی گہرائی تک گڑھے پڑجائیں گے' بلند و بالا عمارتیں ملبہ بن جائیں گی' ہوائیں متعفن ہوجائیں گی مگر سایہ اپنے انسانی قد تک کسی گڑھے میں جاکر کسی ملبے کے اوپر رہ کر پھر کسی ہموار جگہ واپس آجائے گا۔"

دوسرے سائنس داں نے کہا "تمہاری یہ بات معقول ہے۔ سائے کو کوئی چیز مار نہیں سکتی مگر اس سائے کا جسم کہاں رہے گا؟"

ڈوان نے کہا "میں اسی پروسس پر کام کرنا چاہتا ہوں کہ سایہ ہمارے گوشت پوست کے بدن سے نکلتا ہے اور باہر راستے پر آجاتا ہے تو پھر ہمارا بدن اس سائے کے اندر کیوں نہیں جاسکتا؟ ہم ہوا کو سانسوں کے ذریعے اندر بھی لاتے اور باہر بھی کردیتے ہیں۔ سایہ ہمارے بدن کے اندر ہوتا ہے جو روشنی کی قوت سے باہر آتا ہے۔ کیا سائنسی قوت سے ہمارا جسم سائے کے اندر پہنچ کر باہر کی بلاؤں سے محفوظ نہیں رہ سکتا؟"

یہ بحث لمبی تھی اور ناقابلِ قبول تھی۔ کسی نے وسکی ڈوان کے اس نظریے کو تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی اس سلسلے میں اس سے تعاون کیا۔ اس کی ان بے تکی کوششوں پر سرکاری طور پر بھی ہمت افزائی نہیں ہوئی۔ ایسے وقت جوڈی نارمن نے ڈوان سے شناسائی پیدا کی۔ اس نے ایمونا کو حاصل کرنے کے لئے بتایا کہ اس کے پاس بے انتہا دولت ہے' وہ ایمونا کے باپ کے لئے دنیا کی سب سے بڑی سائنسی لیبارٹری قائم کرسکتا ہے۔

ایمونا نے پوچھا "تمہارا کاروبار کیا ہے۔ تم کروڑوں ڈالر کی لمیٹ سے کس طرح لیبارٹری قائم کروگے؟"

وہ بولا "اگر تم اپنے باپ کو ایک کامیاب سائنسی تجربہ کرتے دیکھنا چاہتی ہو اور میرے ساتھ شادی کرکے دنیا کا تمام عیش و آرام حاصل کرنا چاہتی ہو تو مجھ سے کبھی یہ سوال نہ کرنا کہ میں کن ذرائع سے دولت حاصل کرتا ہوں۔"

وسکی ڈوان نے پوچھا "اگر ہم ناجائز دولت کے باعث قانونی گرفت میں آجائیں گے تو مجھ جیسا معروف سائنس داں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔"

"میں فی الحال زبان سے یقین دلا سکتا ہوں کہ ہم میں سے کوئی کبھی قانونی گرفت میں نہیں آئے گا' مجھ پر بھروسا کرسکتے ہو تو کرو ورنہ تمہارا وہ انوکھا سائنسی تجربہ کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔"

اس نے باپ بیٹی کو زبان سے بھی سمجھایا اور خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغوں پر بھی اثر انداز ہوتا رہا' اس طرح جوڈی نارمن نے کروڑوں ڈالر خرچ کئے۔ وسکی ڈوان کی ہر ضرورت پوری کی اور ایمونا کو اپنا بنالیا۔ وہ جو چاہتی تھی اس سے اتنا زیادہ ملنے لگا کہ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ ایسے میں تجسس بڑھتا جاتا ہے۔ وہ کہتی تھی "میں نے وعدہ کیا تھا کہ تم سے کبھی آمدنی کے ذرائع کے متعلق سوال نہیں کروں گی لیکن اب تو میں بیوی ہوں۔ تمہاری رازدار ہوں' مجھ سے تو کچھ نہ چھپاؤ۔"

"مجھے تم پر بھروسا ہے اس لئے نہیں چھپاؤں گا۔ میرا ایک بہت بڑا گینگ ہے' وہ گینگ بینک میں ڈاکے ڈالتا ہے۔ منشیات اسمگل کرتا ہے اور دوسرے ملکوں کے راز چراتا ہے۔"

وہ غصے سے بولی "تم نے کہا تھا کہ ہم کبھی قانونی گرفت میں نہیں آئیں گے' کیا چور کبھی پکڑا نہیں جاتا ہے؟ کیا قانون کے محافظ ہمارے دروازے تک اور ڈیڈی کی لیبارٹری تک نہیں پہنچیں گے؟"

"جس طرح اب تک تمہیں میری اصلیت معلوم نہیں تھی اسی طرح قانون کے کسی محافظ کو بھی نہ معلوم ہے اور نہ معلوم ہوگی۔ ویسے سنا ہے عورتیں پیٹ کی ہلکی ہوتی ہیں' اب میرا راز اس وقت کھلے گا جب تمہارے پیٹ میں درد ہوگا۔"

"میں پیٹ کی ہلکی نہیں ہوں مگر تم نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ جھوٹ کہا ہے' میری محبت کی قسمیں کھاتے ہو کیا یہی محبت ہے کہ جھوٹ بول کر شادی کی جائے؟"

ایسے وقت وسکی ڈوان نے آکر کہا "مجھے امید ہے میں اپنے تجربے میں کامیاب ہوجاؤں گا۔"

"کیا واقعی آپ گوشت پوست کے جسم کو سائے کے اندر پہنچا کر اسے محفوظ کرسکتے ہیں؟"

"ابھی پوری طرح کامیابی حاصل نہیں ہے مگر ایسی جھلکیاں نظر آرہی ہیں۔ میں اپنے ایک ماتحت پر یہ تجربہ کررہا ہوں۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے نظروں سے اوجھل ہوتا ہے لیکن پھر اپنے سائے سے باہر نکل آتا ہے۔"

وہ خوش ہوکر بولی "ڈیڈی! پھر تو آپ کا تجربہ ضرور کامیاب

رہے گا۔ آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ کہاں خرابیاں رہ گئی ہیں' جو غلطیاں اور خرابیاں ہیں انہیں آپ ضرور دور کرلیں گے۔"

"وہ تو میں ضرور کروں گا مگر اس کامیابی کا سہرا جوڈی نارمن کے سر ہے' مجھے اتنے مہنگے آلات اور دوائیں نہ ملتیں تو میں کبھی کامیابی کے اس مرحلے تک نہ پہنچ پاتا۔"

ڈوان خوش ہو کر پھر لیبارٹری کی طرف چلا گیا۔ جوڈی نارمن نے پوچھا "اب کیا خیال ہے' میں جھوٹا اور فریبی ہوں؟"

وہ گلے میں بانہیں ڈال کر بولی "وہ تو ہو مگر اب میرے ڈیڈی کو وہ شہرت ملے گی جو آج تک کسی سائنس داں کو نہیں ملی۔"

"نہیں۔ یہ ظاہر نہیں ہونا چاہئے کہ تمہارے باپ کو کامیابی حاصل ہو رہی ہے' جو فارمولا تیار ہو رہا ہے وہ کسی دوسرے تک نہیں پہنچنا چاہئے ورنہ اس دنیا میں چھپ کر واردات کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ جو بھی مجرم ہوگا وہ تمہارے باپ کے فارمولے کو استعمال کرے گا' اپنے مطلب کا جرم کرے گا پھر شریفانہ انداز میں سائے سے نکل کر اپنے گوشت پوست کے جسم میں واپس آجائے گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی پھر بولی "ہاں' دنیا میں ہتھیار پہلے اپنی حفاظت کے لئے بنائے گئے پھر لوگ اس ہتھیار سے اپنے چاہنے والوں کو بھی مارنے لگے۔ میں ڈیڈی سے کہوں گی کہ وہ اپنی ہونے والی کامیابی کو راز میں رکھیں۔"

جوڈی صرف باتیں نہیں کرتا تھا چور خیالات بھی پڑھتا تھا۔ ایمونا کے خیالات کہتے تھے کہ جوڈی نے ضرور فائدہ پہنچایا ہے مگر جھوٹا' فریبی اور کسی گینگ کا خطرناک لیڈر ہے۔ اگر اسے سائے میں تبدیل ہونے والا فارمولا مل جائے گا تو یہ اور بڑی وارداتیں بھی کرے گا اور ہم باپ بیٹی کو بھی ختم کردے گا۔ اس کی حرکتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے میرے ڈیڈی سے یہ اہم فارمولا تیار کرانے کے لئے ہی کروڑوں ڈالر خرچ کئے ہیں پھر اس سے پہلے کہ میرے ڈیڈی عالمگیر شہرت حاصل کریں' یہ ہمیں مار ڈالے گا یا کسی ذاتی قید خانے میں پہنچادے گا اور تنہا اس فارمولے سے فائدہ اٹھاتا رہے گا۔

اس نے سوچ رکھا تھا کہ جب ضرورت سمجھے گا ایمونا پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنے مزاج کے مطابق ڈھال لے گا۔ اس رات اس نے ایمونا کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔ اس سے پہلے وہ وسکی ڈوان اور اس کے دو ماتحتوں کو اپنے زیر اثر لا چکا تھا اور ڈوان کے ذہن سے معلوم کرتا رہتا تھا کہ وہ کس طرح کام کررہا ہے اور بتدریج کس طرح کامیابی کی طرف بڑھنے کے لئے فارمولوں میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے۔

ڈوان کو پہلی کامیابی یہ حاصل ہوئی تھی کہ جیتے جاگتے جسم کو اس کے سائے میں روپوش کرنے لگا تھا۔ وہ جسم جلد ہی سائے سے نکل کر نگاہوں کے سامنے دکھائی دینے لگتا تھا۔ ایسے ہی تجربات کے نتیجے میں جسم اپنے سائے کے اندر کئی کئی گھنٹے' پھر کئی کئی دن اور رہنے لگا۔

دوسرے مرحلے میں ڈوان نے اپنے ماتحت کے سائے کو ایک بار لاٹھی سے اور ایک بار کلہاڑی سے مارا۔ جب وہ جسم اپنی مخصوص مدت کے بعد سائے سے باہر آیا تو وہ لاٹھی یا کلہاڑی سے زخمی نہیں تھا۔ جس طرح سائے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا' اسی طرح وہ جسم بھی محفوظ تھا۔

جس ماتحت پر وہ فارمولا آزمایا جارہا تھا' اس کی رپورٹ یہ تھی کہ سائے میں مدغم ہونے کے بعد وہ خود کو دنیا والوں سے قدرے دور محسوس کرتا ہے' اپنے آس پاس والوں کی آوازیں بہت دھیمی سی سنائی دیتی ہیں۔ اس نے ایک ہاتھ میں قلم پکڑا تھا۔ سائے میں تبدیل ہوتے ہی قلم ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ یعنی سائے کی انگلیوں میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ ایک قلم کو تھام کر رکھ سکتا۔ اس کے ہونٹ ہلتے تھے وہ کچھ بولتا تھا مگر سنائی نہیں دیتا تھا۔ باقی جسم متحرک ہوتا تھا۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاسکتا تھا۔ ہاتھوں کے اشاروں سے کچھ کہہ بھی سکتا تھا۔

واقعی انوکھا تجربہ تھا۔ سائے کے اندر زندگی ہوتی تھی۔ وہ زندگی نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتی تھی اور نہ کوئی اسے نقصان پہنچا سکتا تھا۔ پہلے اس بات کا حساب نہیں ملتا تھا کہ سائے میں گم ہوجانے والا جسم کتنی دیر بعد واپس آئے گا پھر ایک ایک دوا کے لئے علیحدہ حساب سے ایک مکمل فارمولا تیار ہونے لگا۔

فارمولے کے مطابق ایسی گولیاں تیار کی گئی تھیں جو مختلف مدت کے لئے تھیں۔ ایک گولی ایسی تھی جس کے استعمال کے بعد پورے چوبیس گھنٹوں تک سائے کے اندر رہنے کے بعد جسم ظاہری صورت میں آتا تھا۔ ایک گولی ایسی تھی جو ایک ماہ تک کو سائے کے اندر جکڑ کر رکھ سکتی تھی۔

یہ ایک دن اور ایک ماہ کا فارمولا ہی کافی تھا۔ جوڈی نارمن نے ان تیار شدہ گولیوں کے علاوہ ان کے فارمولوں کو بھی اپنے پاس حفاظت سے رکھ لیا۔ ان کے بارے میں چھوٹی سے چھوٹی بڑی سے بڑی باتیں معلوم کرلیں۔ وسکی ڈوان کے دماغ میں اس سلسلے کا کوئی راز رہنے نہیں دیا۔ اس کے بعد سائنس داں ڈوان سمیت اس کے دونوں ماتحتوں کو ہلاک کردیا۔ وہ دو ماتحت مختلف شہروں میں حادثوں کا شکار ہوئے تھے اور وسکی ڈوان لیبارٹری میں مردہ پایا گیا۔ ایمونا نے روتے ہوئے پوچھا "یہ کیسے ہوگیا؟"

وہ بولا "تمہارے باپ نے غلط تجربات کئے۔ غلط دوا بنائیں' انہیں استعمال کیا اور اپنی غلطیوں کے نتیجے میں مرگیا۔"

"تم جھوٹے مکار ہو۔ تم نے میرے ڈیڈی کو مار ڈالا ہے۔"

"چلو یہی سہی۔ کوئی سوچتا ہے اور دشمن کا کام تمام کردیتا ہے اور کوئی سوچتا ہے مگر سوچتا ہی رہ جاتا ہے۔ اب تم صاف صاف کلام لو اور اپنے دل کی باتیں بیان کرو کہ میرے خلاف کیا کچھ کوئی اپنے اندر کا بھید نہیں بتاتا پھر یہ کہ جو باتیں وہ جوڈی کے خلاف سوچتی تھی انہیں کبھی زبان پر لا نہیں سکتی تھی لیکن جس کے خلاف تھی اس کی معمولہ اور تابعدار بھی تھی اس لئے جوڈی کی مرضی کے مطابق بے اختیار بولتی چلی گئی۔

جب وہ بول چکی تو اس نے کہا "بس اب چلو تمہارے باپ کا ماتم کریں اور اس کی آخری رسومات ادا کردیں۔"

آخری رسومات کے دوران ایمونا روتی رہی اور قبرستان میں آنے والوں سے جوڈی کی مرضی کے مطابق بولتی رہی کہ وہ کل اسرائیل چلی جائے گی پھر ایک ماہ کے بعد اپنے شوہر جوڈی نارمن کے پاس واپس آئے گی۔

وہ اپنے بیان کے مطابق دوسرے دن چلی گئی پھر کبھی واپس نہیں آئی۔ جوڈی یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ زندہ رہے اور متحرک جسم کو سائے میں تبدیل کرنے والی کامیابی کا ذکر اپنے باپ کے حوالے سے کرے۔ لہٰذا اس نے اسے بھی باپ کے پاس پہنچادیا۔

ان حالات میں جتنا بھی عرصہ گزرا' وہ اپنے ملک امریکا کے لئے بھی کام کرتا رہا اور جیسا کہ پہلے ذکر ہوچکا ہے وہ جب بھی کوئی کارنامہ انجام دیتا تھا' اسے واشنگٹن کے ریکارڈ روم میں مسٹر جے کے نام ریکارڈ کرادیا جاتا تھا۔ سپرماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کہہ دیتا تھا کہ وہ ان میں سے کسی کے احکامات پر عمل نہیں کرے گا۔ اپنی مرضی سے اور آزادی سے ملک و قوم کے لئے کام کرتا رہے گا۔ پھر اس نے دیکھا کہ ایک نئی تنظیم ایم آئی ایم نے پہلے یک امریکی طیارہ اغوا کیا پھر اسرائیل اور چند اسلامی ممالک کی دوستی کی راہوں میں اس تنظیم کا سربراہ دیوار بنا ہوا ہے اور اس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ دنیا کی کوئی سراغرساں ایجنسی اب تک یہ معلوم نہ کرسکی کہ ایم آئی ایم کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔ اس کے بانی اور تربیت دینے والے کتنے ملکوں اور شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کا سربراہ کون ہے؟ جوڈی نارمن کے پاس دو علوم تھے' ایک تو وہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا دوسرا یہ کہ وہ اپنے گوشت پوست کے جسم کو سائے میں چھپا سکتا تھا اور یوں خود کو چھپا کر ایم آئی ایم کے ایک ایک مجاہد اور سربراہ کا سراغ لگاسکتا تھا۔

لیکن دنیا مل جاتی ہے' دولت مل جاتی ہے' غیر معمولی علوم مل جاتے ہیں' ان سب کے باوجود مقدر نہ ملے تو سب کچھ مل کر بھی کچھ نہیں ملتا۔ جوڈی کو ایک بار معلوم ہوا کہ ایم آئی ایم کا سربراہ مشرق آرہا ہے۔ وہ حاکم محل میں رات کے نو بجے وہاں کے اکابرین سے ملاقات کرے گا۔ یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد جوڈی کی دل نے سمجھایا کہ وہ سربراہ بڑے سخت انتظامات کے ساتھ آئے گا کسی غیر کو پاس پھٹکنے نہیں دے گا۔ ایسے میں اگر وہ محض ایک یہ بن کر رہے تو کوئی اسے دیکھ نہیں سکے گا۔ وہ سایہ ایم آئی ایم کے سربراہ کی کار میں یا کار کی چھت پر رہے گا تب بھی کسی کو نظر نہیں آئے گا۔ یہ سوچ کر اس نے ایک گولی کھالی۔ جسمانی طور پر روپوش ہوگیا مگر ایک سایہ بن گیا۔ چونکہ رات کا وقت تھا اس لئے سایہ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ حاکم محل کے پاس رہا پھر یہ دیکھ کر غصہ آیا کہ وہاں سربراہ کی جگہ انسانی ہڈیوں کا ڈھانچا آیا تھا۔ جوڈی نے خود کو سمجھایا کوئی بات نہیں وہ ڈھانچا جس کنٹرول روم سے متحرک رکھا جارہا ہے واپسی میں اس کنٹرول روم کی طرف ضرور جائے گا اور اس سائے کو نہیں دیکھ سکے گا لیکن پھر مایوسی ہوئی۔ وہ ڈھانچا مذاکرات کے بعد اس حاکم محل کے اندر ایسے پگھل کر ناپود ہوگیا تھا جیسے ہڈیوں کا نہیں موم کا بنا ہوا ہو۔ ڈھانچا تو ختم ہوگیا تھا مگر جوڈی نے جو گولی کھائی تھی اس کے نتیجے میں اسے چوبیس گھنٹے تک ایک سایہ بن کر رہنا پڑا۔ اب وہ دن کے وقت جہاں سے بھی گزرتا' سارا شہر حیران ہو کر دیکھتا کہ کسی کا وجود نظر نہیں آرہا ہے مگر ایک انسانی سایہ مختلف مقامات سے گزرتا جارہا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ انسانی جسم کا ایک سائے میں روپوش رہنے والی بات دنیا کو معلوم ہو' لہٰذا وہ تمام دن ہوٹل کے ایک..... کمرے میں چھپا رہا۔

اس گولی کے اثر کے مطابق وہ دوسری رات آٹھ بجے سائے سے نکل کر اپنے وجود میں آسکتا تھا۔ دن کے وقت ہوٹل میں ایک آدھ بار ملازم نے آکر دستک دی لیکن وہ ایسے خاموش رہا جیسے سو رہا ہو۔ ویسے بھی ملازم خود آکر دستک نہیں دیتے ہیں۔ بلائے جانے پر آتے ہیں۔ جوڈی کو اس کمرے میں کوئی فون کرنے والا بھی نہیں تھا اس لئے وہ محض سائے کی حیثیت سے کسی کی نظروں میں نہ آسکا۔ اس دنیا میں سیر پر سوا سیر ہیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ خود سایہ بن کر آئے گا تو اس کا مخالف ڈھانچا بن کر مذاکرات کے لئے آئے گا اور سب کو الو بنا کر جائے گا۔

جوڈی نارمن کی ٹیلی پیتھی اور سایہ بن جانے کی تکنیک کام نہیں آئی۔ لوگ بھول جاتے ہیں کہ دنیا میں صرف عقل کام آتی ہے اور محض عقل ہی سے انسان دوستوں اور دشمنوں کو پہچانتا ہے۔

دوسری بار جوڈی نے طے کیا کہ سایہ بننے والی گولی نہیں کھائے گا۔ بہت زیادہ مشکلات میں گرفتار ہوگا تو سایہ بنے گا ورنہ سایہ بننے کے بعد وجود والوں کی دنیا میں بڑے مسئلے پیدا ہوجاتے ہیں۔ اس غیر معمولی فارمولے کے مطابق جو گولیاں بنائی گئی تھیں ان میں پچھلے دو سال سے بہت آہستہ آہستہ تبدیلیاں آرہی تھیں۔ پہلے سایہ دھیمی دھیمی سی آوازیں سن سکتا تھا اب پوری طرح سن لیتا تھا اور بول بھی سکتا تھا۔ پہلے کی طرح اس کے ہونٹ صرف ہلتے ہی نہیں تھے کلام بھی کرتے تھے۔ ایسی تبدیلیوں سے اندازہ ہورہا تھا کہ ان گولیوں کے اثر میں توانائی زیادہ پیدا ہورہی ہے۔ اگر توانائی اسی طرح بڑھتی رہے گی تو سایہ اپنے انسانی وجود کی طرح دوسری چیزوں کو پکڑ بھی سکے گا اور ان چیزوں کو اپنے طور پر استعمال

بھی کرسکے گا۔

اس میں شبہ نہیں کہ جوڈی نارمن کے ہاتھ ایک نہایت ہی غیر معمولی فارمولا لگا تھا لیکن اس میں جو تبدیلیاں آرہی تھیں ان کے پیش نظر یہ لازمی ہوگیا تھا کہ وہ دنیا کے کسی نہایت ذہین اور تجربہ کار ماہر سے دوبارہ اس فارمولے کا تجزیہ کرائے اور یہ معلوم کرے کہ وہ غیر معمولی گولیاں توانائی کی کس انتہا کو پہنچتی ہیں۔

فی الوقت کسی نہایت تجربہ کار ڈاکٹر کو ٹریپ کرکے اسے اپنا غلام بنا کر اس سے مطلوبہ معلومات حاصل کرنے کا موقع نہیں تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ جلد ہی ایم آئی ایم کے اصل سربراہ کی شہ رگ تک پہنچ جائے گا' اس کے بعد اپنے پاس رکھے ہوئے فارمولے کی نئی تبدیلیوں کے متعلق معلومات حاصل کرے گا۔

دوسری بار ایم آئی ایم کا سربراہ مل ایب آیا تھا اور وہاں پہنچتے ہی یہ بھید کھل گیا تھا کہ وہ سربراہ نہیں بلکہ سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے ہے۔ ایک تنظیم کا سربراہ جب دوبار فراڈ یا مکار ثابت ہوا تو جوڈی نے سوچا کہ دوسرے ملکوں اور تنظیموں کے لوگ ایسی ہی فریب کاریوں سے اصل سربراہ کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔

اس سلسلے میں ابتدا سے یہ رائے قائم کی جارہی تھی کہ ایم آئی ایم میں ایک نہیں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ جناب حمیزی صاحب نے بیان دیا تھا کہ وہ ایم آئی ایم اور اس کے سربراہ کے متعلق نہیں جانتے ہیں۔ دشمن بھی ان کی سچائی اور ایمان کو تسلیم کرتے تھے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ فراڈ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس نئی تنظیم کے کام آرہے ہیں یا نہیں؟ ایسا بیان نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ یہ دنیاوی معاملات تھے اور وہ دنیا داری سے دور اپنے حجرے میں عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ یہ معلوم نہیں کرتے تھے کہ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ جب قدرت کی طرف سے کوئی اشارہ' کوئی آگہی ملتی تھی تو وہ آمنہ اور سونیا وغیرہ سے رابطہ کرتے تھے۔

جوڈی نارمن نے یہ طے کیا کہ ایم آئی ایم کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ لگایا جائے۔ اس نے معلومات کے مختلف ذرائع اختیار کیے تو معلوم ہوا پاکستان کے شہر اسلام آباد میں ایم آئی ایم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے حکمرانوں کے لئے مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔ اس نے اسلام آباد کی حکمران پارٹی اور اپوزیشن پارٹی کے دماغوں میں برابر آنا جانا شروع کیا تو بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس حشمت بیگ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے اندر پہنچنے کے بعد ہی یہ بھید کھلا کہ سونیا ثانی اور علی تیمور نے حشمت بیگ کے ہاں رہائش اختیار کی ہے۔

اب جوڈی کو اتنا آسان راستہ مل گیا تھا کہ وہ اس راستے سے ٹیلی پیتھی جاننے والی ثانی اور علی کی تمام مصروفیات پر نظر رکھ رہا تھا اور یہ منصوبہ بنا رہا تھا کہ ایم آئی ایم کے اصل سربراہ سے کوئی بھی واقف نہیں ہے۔ اگر اس بار وہ خود سربراہ بن کر عمان پہنچے گا تو کئی فائدے پہنچیں گے۔ اوّل تو ثانی اور علی کو اپنے سربراہ ہونے کا یقین دلانا اور ان کا اعتماد حاصل کرنا آسان تھا۔ دوسرے یہ کہ پاکستان میں عوام کے اعتماد کو دھوکا دینے والی اور اہم دستاویزات چھپا کر رکھنے والی حکومت کا وہ ساتھ دے سکے گا اور وہ دستاویزات جو ثانی وغیرہ نے حاصل کی ہیں انہیں حاصل کرسکے گا۔

اور اس نے یہی کیا تھا۔ بڑی چالبازی سے ثانی اور علی کا اعتماد حاصل کرکے وہ اہم اور خفیہ دستاویزات حاصل کرچکا تھا۔ اس سلسلے میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ وہ ایم آئی ایم کا سربراہ بن کر عمان پہنچتا تو ثانی اور علی بھی اس کے اصل سربراہ ہونے کی تصدیق ضرور کرتے پھر یہ کہ ثانی اور علی دھوکا کھا چکے ہوں تو اس کا مطلب یہی تھا کہ جوڈی نارمن نہایت چالاکی سے کامیاب ہورہا تھا۔ مگر ایک دلچسپ کھیل شروع سے کھیلا جارہا تھا اور کھیلنے والے نامعلوم مختلف لوگ تھے اور وہ کھیل یہ تھا کہ جسے دیکھو وہ ایم آئی ایم کا سربراہ بن کر چلا آرہا تھا۔ یہ پورے یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اصل کون ہے؟

ایسے وقت پارس نے پھر ایک بار شی تارا (ڈی) سے دھوکا کھایا تھا۔ وہ شی تارا سے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر رکھنے کی خواہش پوری کرنا چاہتی تھی۔ اس مقصد کے لئے اس نے پارس پر ناکام خوبی عمل بھی کیا تھا۔ بہرحال اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر شی تارا سے علیحدگی ہوگئی۔ میں نے پارس سے کہا "بیٹے! اس بار تم بھی ایم آئی ایم کے سربراہ ہونے کا ڈراما پلے کرو۔ عمان جاؤ اور دیکھو کہ وہاں جو سربراہ آنے والا ہے وہ کس حد تک سچا ہے۔"

پارس میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ اس کے بعد ثانی نے اس سے رابطہ کیا اور بتایا کہ اصل سربراہ ضیاء الاسلام عرف جوڈی نارمن سے رابطہ ہوچکا ہے اور اس نے تمام اہم دستاویزات ضیاء الاسلام کے ایک نمائندے کے حوالے کردی ہیں۔ میں نے کہا "بیٹی! کوئی بات نہیں ہے۔ وہ سربراہ اصل ہے' اس کے پاس اصل دستاویزات پہنچ جانے دو۔ اب تک سربراہ کے سلسلے میں بڑے فراڈ ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے ہم کسی پر بھی مکمل بھروسا نہیں کریں گے۔ ہمارا پارس بھی وہاں موجود رہے گا۔ اگر کوئی بات بگڑے گی تو وہ انشاء اللہ نمٹالے گا۔"

بات تو بگڑنے والی تھی۔ فراڈ سربراہ کا کھیل جو ایک عرصے سے کھیلا جارہا تھا اس کے پیش نظر یہ احتیاطی تدبیر کام آئی تھی وہاں اب جھوٹ کھل رہا تھا۔

○☆○

یہ داستان یہاں تک پہنچی تھی کہ جوڈی نارمن فراڈ سربراہ کر عمان کی ایک شاہی عمارت میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں امریکا اسرائیل کے نمائندوں کے علاوہ چند اسلامی ممالک کے اکا تھے جو مسلمانوں کی انتہا پسندی کے خلاف خوب بولتے جا تھے۔ انہیں بولنے کا حوصلہ جوڈی نارمن نے دیا تھا۔

اس نے وہاں کے تمام میزبان اکابرین کو چند باتیں بتائی تھیں۔ پہلی بات تو یہ کہ وہ کوئی مسلمان ضیاء الاسلام نہیں بلکہ جوڈی نارمن ہے' اپنے ملک امریکا کا وفادار ہے اور یہ کہ مسلمانوں اور یہودیوں کو متحد کرے گا۔

جوڈی نارمن نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ فرہاد یا بابا صاحب کے ادارے کے لوگ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ہونے والے معاہدے کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکیں گے کیونکہ فرہاد کا لاڈلا بیٹا اور ہونے والی بہو سونیا ثانی اسلام آباد کے اس مکان میں بیٹھے ہوئے ہیں جہاں بارود کا جال بچھا ہوا ہے۔ صرف ریموٹ کنٹرولر کا ایک بٹن دبانے سے بیٹے اور بہو کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔ پھر اس نے یہ خوش خبری سنائی کہ پاکستان جو ہمارا دوست ملک ہے وہاں کے سیاستدانوں کی اہم خفیہ دستاویزات بھی وہ ثانی اور علی کو بے وقوف بنا کر لے آیا ہے۔

یہ تمام کامیابیاں ایسی تھیں کہ اس خوشی میں جشن منانا لازمی ہوگیا تھا۔ ایسے ہی وقت پارس ایک ملازم کی حیثیت سے شراب و کباب سے بھری ہوئی ٹرالی دھکیلتا ہوا ان تمام اکابرین کے درمیان لے آیا۔

اور وہ موت کی ٹرالی تھی۔ ٹرالی کے اوپری حصے میں شراب سے بھری بوتلیں اور خالی گلاس تھے اور اس کے نچلے خانے میں گوشت کی ڈشوں کے اندر ایسے بم رکھے ہوئے تھے جو ریموٹ کنٹرولر کے ایک ہی بٹن کے دبنے سے اس طرح پھٹ پڑتے کہ وہ پوری شاہی عمارت ریزہ ریزہ ہوجاتی اور تمام حاضرین کا شاید قیمہ بھی نہ ملتا۔ جب وہاں کے تمام اکابرین پر انکشاف ہوا کہ موت ان کے چاروں طرف ہے تو سب کے چہرے زرد پڑ گئے' کچھ لرزنے لگے کچھ دہشت زدہ نظروں سے اس ملازم کو دیکھنے لگے۔ ایک بے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے پوچھا "تت..... تم کون ہو؟"

وہ بولا "میں ہوں اصلی سربراہ۔ یہ ایم آئی ایم کوئی جھوٹ یا مذاق نہیں ہے۔ مجاہدین اسلام کا مشن ایک حقیقت ہے اور اس کا سربراہ تمہارے سامنے کھڑا ہوا ہے۔"

سب لوگ اسے بے یقینی سے دیکھ رہے تھے۔ پارس نے کہا "لعنت ہے تم لوگوں کے نصیبوں پر۔ دنیا کی ساری دولت تمہارے پاس ہے مگر ایک طویل عرصے سے تمہیں وہ ایک اصلی شخص نہیں مل رہا ہے جو ایم آئی ایم کا اصلی سربراہ ہے۔"

"مم..... مگر تم تو خود کو اصلی کہہ رہے ہو؟"

"ہاں کہہ رہا ہوں۔ بھلا کوئی اپنا مال نقلی کہتا ہے؟ یہاں آنے سے پہلے میں نے کتنے ہی زاویے سے آئینہ دیکھا۔ بار بار اس سے پوچھا' آئینہ یہی کہتا رہا کہ میں اصلی ہوں۔ پتا نہیں کتنا درست کہہ رہا تھا۔ وہ تو بوڑھی عورت کو بھی جوان دکھاتا ہے۔"

جوڈی نارمن نے کہا "دیکھو' تم جو کوئی بھی ہو مگر دشمن ہو۔ ریموٹ کنٹرولر کے بٹن پر تمہاری انگلی ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ انگلی ہٹالو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں اپنی جگہ اسی طرح بیٹھے رہیں گے۔"

"ماں باپ نے بچپن میں یہی سکھایا ہوگا کہ ادب سے بیٹھے رہا کرو۔ افسوس جوانی میں یہ سبق یاد آرہا ہے۔"

"ہماری بات مان لو۔ بٹن سے انگلی ہٹالو۔ شاید تم نے نہیں سنا ہے کہ فرہاد کا بیٹا علی اور سونیا ثانی ان لمحات میں ایسی جگہ بیٹھے ہیں جہاں چاروں طرف بارود ہے۔ ایک دھماکا ہوگا اور ان کی بھی ہنستی بستی زندگی موت میں بدل جائے گی۔"

پارس نے کہا "کیوں الّو بناتے ہو۔ فرہاد تو تیشہ لے کر پہاڑ کاٹنے اور دودھ کی نہر نکالنے گیا ہے۔ شیریں پیاسی بیٹھی ہے اور فرہاد صاحب کو اتنی عقل نہیں ہے کہ دودھ پہاڑ نہیں دیتا' بھینس دیتی ہے۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔ ہم بات کچھ کہتے ہیں اور تم جواب کچھ دیتے ہو۔"

"عجیب تو تم ہو کہ ماں باپ نے تمہیں عیسائی پیدا کیا اور تم ایک اسلامی تنظیم کے سربراہ ضیاء الاسلام بن کر آگئے ہو۔ الٹی حرکتیں کرو گے تو الٹا سیدھا ردعمل ملے گا' نتائج بھی الٹے ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے' ہم نے غلطی کی۔ ہم اس کی تلافی بھی کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ اس بریف کیس میں جتنی اہم چیزیں ہیں' تم انہیں واپس لینا چاہو گے اور شاید اپنی کچھ شرائط منواؤ گے؟"

"مجھے ایسا کرنا چاہئے۔ اس بریف کیس میں تمہاری محنت اور کامیابیاں ہیں۔ بھلا ایسی چیزیں کون چھوڑتا ہے۔ میں تو اسلامی ممالک کے اکابرین کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ پتا نہیں یہودیوں سے دوستی کے بغیر ان امیر کبیر مسلمانوں کے پیٹ میں درد کیوں ہوتا رہتا ہے؟ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ میں بھی اصلی سربراہ نہیں ہوں اس لئے میں....."

جوڈی اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور یہ طے کرچکا تھا کہ اب اسے اپنے بچاؤ کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ اس نے پارس کی بات کاٹ کر کہا "تم اعتراف کررہے ہو کہ اصلی نہیں ہو۔ میں بھی نہیں ہوں' ہم دونوں سے پہلے آنے والے بھی فراڈ سربراہ تھے۔ جب ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں تو پھر آپس کے جھگڑے میں کشتی کو ڈبونا دانشمندی نہیں ہے۔"

ایک اسرائیلی نمائندے نے کہا "واقعی دانش مندی یہ ہے کہ آپ دونوں ہمیں یا ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے بجائے ان مقاصد پر نظر رکھیں جن کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں اور جن مقاصد کے لئے آپ دونوں ایم آئی ایم کے سربراہ کا رول ادا کررہے ہیں۔"

"ہمارے مقاصد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تم سب کا

یادی مقصد ایم آئی ایم کو ہمیشہ کے لئے کچل ڈالنا ہے جبکہ میں اس کا تحفظ چاہتا ہوں۔ میں اس سربراہ کو نہیں جانتا' اس کے مجاہدین کو میں نے کبھی نہیں دیکھا مگر ان کے نیک مقاصد کو تو سمجھتا ہوں۔"

"میں نے اسلام آباد میں یہ معلوم کرلیا ہے کہ ثانی کے علاوہ کوئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ایم آئی ایم کے لئے کام کررہا ہے۔ پھر یہ کہ علی بھی ثانی کے ساتھ ہے اس لئے ظاہر ہوتا ہے کہ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس پراسرار سربراہ کے لئے کام کررہے ہیں۔"

"جوڈی! تم ان باتوں میں بھول رہے ہو کہ اسلام آباد میں تمہاری بچھائی بارود کے ڈھیر پر ثانی اور علی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں یہاں دھماکا کروں گا تو وہاں انہیں موت آئے گی' بہتر ہے کہ پہلے تم ان دونوں کو ختم کردو پھر ہم باتیں کریں گے۔"

وہ بولا "تم لوگ بہت چالاک ہو۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے خیال خوانی کے ذریعے ثانی اور علی کے اندر پہنچنا چاہا تو علی نے کہا کہ وہ ثانی کے ساتھ مرنے کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے یعنی انہیں معلوم ہے کہ ہم نے ان کے گرد موت کا جال بچھا رکھا ہے۔ اب وہ ایسے احمق تو نہیں ہیں کہ انہوں نے ہماری پلاننگ کو ناکام نہیں بنایا ہوگا۔"

"چلو وہ احمق نہیں ہیں۔ تمہیں بھی عقل آگئی کہ ہم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکو گے اور یہ جو بریف کیس ہے اسے' تمہیں اور یہاں کے چند اہم اراکین کو میں گن پوائنٹ پر لے جاؤں گا۔"

جوڈی نے اپنے کوٹ کی اوپری جیب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے للکار کر کہا "اسٹاپ۔ میں نے ہاتھ پاؤں ہلانے سے منع کررکھا ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "ہاں' مگر جب میں ڈپریشن کا شکار ہوتا ہوں تو اس ڈبیا میں سے ایک گولی نکال کر کھاتا ہوں۔ مجھے فوراً آرام آجاتا ہے۔"

پارس نے گھور کر ڈبیا کو دیکھا پھر پوچھا "یہ کیسی دوا ہے؟ اس ڈبیا پر کسی دوا کے لیبل کا نام نہیں لکھا ہے؟"

"وہ بات یہ ہے کہ..... کہ وہ' وہ جو میرا فیملی ڈاکٹر ہے۔ اس نے خاص طور پر میرے لئے یہ دوا تیار کی ہے۔"

"میری انگلی بڑی دیر سے اس کنٹرولر کے بٹن پر ہے۔ تب سے تم نارمل رہ کر گفتگو کررہے تھے' کوئی ڈپریشانی' کوئی ڈپریشن نہیں تھا۔ اب میں بلاسٹنگ کیپس کے سائے میں تم سب کو لے جانا چاہتا ہوں تو تم اچانک یہ ڈبیا نکال چکے ہو۔ مجھے اتنی تو عقل ہے کہ اس ڈبیا کی اور اس کے اندر رکھی ہوئی چیزوں کی خاص اہمیت ہوگی۔"

"میں ابھی کھول کر دکھاتا ہوں۔ اس میں صرف دوا ہے۔"

"میں یہاں کے تمام زندہ رہنے والوں سے کہتا ہوں کہ جیسے ہی یہ ڈبیا کھولے گا' میں بٹن دبادوں گا۔"

تمام ممالک کے اکابرین خوف زدہ ہوکر بولے "تو مسٹر جوڈی! ہم سب محفوظ رہنا چاہتے ہیں' تمہیں بھی خطرے کو سمجھنا چاہئے۔ پلیز اسے جیب میں واپس رکھ لو۔"

پارس باتوں میں الجھانا اور اپنا کام کرگزرنا جانتا تھا۔ ان کی باتوں کے دوران ہی اس نے جوڈی کے ہاتھ پر ایک لات ماری۔ ڈبیا ہاتھ سے نکل کر فضا میں اچھلتی ہوئی اوپر گئی پھر نیچے آنے سے پہلے ہی پارس نے اچھل کر اسے دوسرے ہاتھ سے کیچ کرلیا۔ ایسے وقت سب پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ سب کے اندر یہ خوف تھا کہ اچھلنے اور کیچ کرنے کے باعث کنٹرولر کا بٹن نہ دب جائے۔ جب ایسا نہیں ہوا تو وہ سب اطمینان کی گہری گہری سانسیں لینے لگے۔ یہ زندگی کتنی قیمتی اور عزیز ہوتی ہے۔ وہاں کا ہر سیاستدان' ہر دولت مند اور ہر ملک کا نمائندہ زندہ رہنا چاہتا تھا اور اب تو جوڈی کے ہاتھ سے بھی زندہ بچ رہنے کا سامان نکل گیا تھا۔

اس نے سوچا تھا کہ ڈبیا سے گولی نکال کر کھاتے ہی سایہ بن جائے گا تو پھر بم کے دھماکے بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ وہ دھماکے تمام وجود والوں کو فنا کردیں گے لیکن سایہ مٹی میں مل کر بھی سایہ رہتا ہے' وہ دنیا کے کسی ہتھیار سے نہیں مرتا۔ جوڈی بھی یہی چاہتا تھا کہ صرف ایک گولی کھالے۔ گولی حلق سے اترتے ہی وہ سایہ بنے گا تو پارس کا ریموٹ کنٹرولر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

اس وقت جوڈی نارمن کے کوٹ کی جیب میں دو طرح کی گولیوں کی ڈبیاں تھیں۔ ایک ڈبیا کی گولی چوبیس گھنٹے تک سایہ بنائے رکھتی تھی اور دوسری ڈبیا کی گولیاں ایک ماہ تک انسانی وجود کو سائے کے اندر گم رکھتی تھیں۔ جوڈی کو یاد نہیں آرہا تھا کہ اس نے جیب سے طویل مدت یا مختصر سی مدت والی گولیوں کی ڈبیا نکالی تھی۔ ابھی ایک ڈبیا اس کی جیب میں موجود تھی' اس کی گولی خواہ کتنی ہی مدت کی ہوتی وہ فی الوقت اس کے ذریعے اپنی جان بچا سکتا تھا لیکن دوسری ڈبیا کو جیب سے نکالتے ہی پارس اسے بھی اس سے چھین لیتا۔ ایسا بعض اوقات ہوتا ہے' جان بچانے کا ذریعے ہوتے ہوئے بھی آدمی موت سے بچ نہیں پاتا۔

پھر یہ کہ ان گولیوں کو تیار کرنے والا فارمولا بھی اس کے پاس تھا۔ اس کے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا ہوا تھا۔ وہ اس فارمولے کو بھی پارس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے عاجزی سے کہا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اندر سے بیمار ہوں۔ خود کو ذہنی طور پر نارمل رکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے ایک گولی اس ڈبیا میں سے دے دو۔"

پارس نے کہا "تم اندر سے بیمار ہو یا نہیں' یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی سمجھا جاسکتا ہے لہٰذا اپنے دماغ کا دروازہ کھلا رکھو۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی تمہارے اندر کی بات مجھے بتادیں گے۔"

وہ مصیبت میں پڑگیا مگر اپنے اندر کسی خیال خوانی کرنے والے کو آنے دیتا تو گولی کی کرامت ظاہر ہوجاتی۔ یہ بھی معلوم ہوجاتا کہ اس کی جیب میں دوسری ڈبیا کے علاوہ ان گولیوں کو تیار کرنے کا فارمولا بھی رکھا ہوا ہے۔

وہ بولا "یہ سب ہی جانتے ہیں کہ ایک خیال خوانی کرنے والا دوسرے خیال خوانی کرنے والے کو کبھی اپنے اندر نہیں آنے دیتا۔ میں بھی مجبور ہوں مگر تم موٹی عقل سے بھی سمجھ سکتے ہو کہ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ ان بموں سے مرنا نہیں چاہتا اور اس ڈبیا میں رکھی ہوئی گولیاں زہر نہیں ہیں۔ یہ مجھے نارمل رکھتی ہیں اس لئے صرف ایک گولی کھانا چاہتا ہوں۔ پلیز یہی سمجھ لو کہ تمہارے ہاتھوں سے مرنے سے پہلے میری آخری خواہش یہی ہے کہ میں ایک گولی نگل کر نارمل ہوجانے کے بعد تمہارے رحم و کرم پر رہوں۔"

پارس نے تائید میں سرہلا کر کہا "ہاں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس ڈبیا میں کوئی نقصان دہ چیز نہیں ہے۔ اسی لئے تم ایک گولی ابھی میرے سامنے کھانا چاہتے ہو اور مجھے تمہارے نارمل ہونے پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔"

اس نے ڈبیا کھول کر ایک گولی نکالی پھر ڈبیا کو بند کرکے اس گولی کو سمجھنے کی کوشش کرنے کے انداز میں دیکھنے لگا۔ اس نے اسے ناک سے لگاکر سونگھا پھر ایک ذرا سا زبان پر رکھ کر اسے چکھا۔ وہ پھیکی سی تھی لیکن اس میں نقصان پہنچانے والے اثرات نہیں تھے۔ اس نے دو تین بار چکھنے کے بعد یقین کیا کہ گولی مضر نہیں ہے پھر وہ اسے چوس کر دیکھنے لگا۔

جوڈی نہیں چاہتا تھا کہ گولی کا راز ظاہر ہو۔ وہ پریشان ہوکر بولا "یہ..... یہ آپ کیا کررہے ہیں' یہ صرف ڈپریشن کے علاج کے لئے ہے اگر یونہی کھایا جائے تو نقصان پہنچتا ہے۔"

پارس نے پوچھا "کیا تم مجھے نقصان نہیں پہنچانا چاہتے؟"

"نہیں' تم یقین کرو۔ اسے تھوک دو۔ میں تمہاری بھلائی کے لئے کہہ رہا ہوں۔"

"پھر تو مجھے اسے کھانا چاہئے' تھوکنا نہیں چاہئے۔ دشمن کبھی بھلائی نہیں چاہتا پھر تم دشمن ہوکر میری بھلائی کیوں چاہنے لگے ہو؟ معاملہ کیا ہے؟"

معاملہ کیا ہوتا؟ اتنی دیر میں وہ گولی منہ کے اندر گھل کر حلق سے اتر چکی تھی۔ اچانک پارس کے ہاتھ سے وہ ریموٹ کنٹرولر چھوٹ کر فرش پر گر پڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سب کی نگاہوں سے اس کا وجود گم ہوگیا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ ان غیر معمولی گولیوں کی توانائیوں میں اضافہ ہورہا تھا۔ پارس کا سایہ جھک کر ریموٹ کنٹرولر کو اٹھا سکتا تھا لیکن وہ سچویشن جوڈی کے ہاتھ میں آگئی۔ اس نے صوفے پر سے چھلانگ لگائی پھر فرش پر جھک کر ریموٹ کنٹرولر کو اٹھالیا۔ تمام لوگوں سے دور ہوکر بولا "خبردار! کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ اب اس کے بٹن پر میری انگلی ہے۔"

اس بڑے ہال میں جتنے اکابرین اور مسلح گارڈز تھے وہ سب ساکت و جامد کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے جوڈی کے اس چیلنج پر توجہ نہیں دی کہ کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ وہ لوگ شدید حیرانی سے اس جگہ کو دیکھ رہے تھے جہاں پارس کھڑا ہوا تھا اور اب نظر نہیں آرہا تھا' صرف اس کا سایہ قالین پر ذرا دور تک پھیلا ہوا سا دکھائی دے رہا تھا۔

دوسری طرف ثانی اور علی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے تھے۔ شدید حیرانی سے ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ ابھی ابھی نظر آنے والا پارس انہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اچانک ہی نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا۔ علی نے تعجب سے پوچھا "ثانی! یہ کمبخت اچانک ہی غائب کیسے ہوگیا؟ ہمیں نظر نہیں آرہا ہے؟"

حیران اور پریشان وہ بھی تھی۔ اس نے کہا "مجھے بھی یقین نہیں آرہا ہے' میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سایہ سایہ ہوتا ہے وہ جہاں پہنچی' وہاں سیاہی سی یا اندھیرا اندھیرا سا دکھائی دیا۔ اس کی سوچ کی لہروں نے اسے پکارا "پارس! تم کہاں ہو؟ نظر کیوں نہیں آرہے ہو؟ کیا تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس کررہے ہو؟"

جواب میں ہلکی ہلکی سی آوازیں سنائی دیں۔ الفاظ واضح نہیں تھے' اس کے دماغ کی لہریں کچھ بول رہی تھیں۔ ثانی نے علی کے بازو کو تھام کر کہا "وہ ہے' موجود ہے۔ پر نہیں ہے۔ میں اس کی سوچ کی لہروں کو خوب پہچانتی ہوں۔ جب اس کا دماغ زندہ ہے تو پھر وہ بھی زندہ ہے مگر وہ نظر کیوں نہیں آرہا ہے؟"

"اس کی سوچ کی لہریں کیا بول رہی ہیں؟"

"کچھ بول رہی ہیں مگر محض آواز ہے۔ اس کی جانی پہچانی آواز ہے۔ وہ یقیناً میری سوچ کی لہروں کا جواب دے رہا ہے لیکن الفاظ بالکل مبہم سے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

ثانی نے فوراً میرے پاس آکر یہ حالات بتائے۔ حیران میں بھی ہوا۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی' کسی نے اسے چھپایا نہیں' کسی نے اسے ہلاک نہیں کیا۔ اس کے باوجود وہ نابود ہوگیا۔ ویسے نابود نہیں کہنا چاہئے۔ ہماری دنیا میں وہ زندہ تھا مگر نادیدہ ہوگیا تھا۔ مجھے بھی اس کی سوچ کی لہریں سنائی دے رہی تھیں لیکن بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی تاہم مبہم سی سوچ کی لہریں اس کی زندگی کا یقین دلا رہی تھیں۔ یہ تو شبے والی بات تھی۔ آثار کہہ رہے تھے کہ وہ زندہ ہے لیکن جو نظر نہ آئے اس زندگی کا کیسے یقین کیا جائے؟ میں نے آمنہ (رسونتی) کے پاس آکر کہا "پلیز تھوڑی دیر کے لئے مراقبے سے نکل آؤ۔ ہمارا بیٹا پارس نظروں سے اوجھل ہوگیا ہے۔"

وہ بولی "ہمارا بیٹا بخیریت ہے' اس کے ساتھ جو ہورہا ہے وہ

طبی سائنس کا ایک کامیاب تجربہ ہے' اب مداخلت نہ کرو۔ جاؤ۔"

میں نے ثانی اور علی کے پاس آکر انہیں پارس کی خیریت سے آگاہ کیا پھر خود اس معاملے میں دلچسپی لینے لگا۔ اس کے نادیدہ ہونے میں طبی سائنس کا کیا کمال تھا؟ یہ بات صرف جوڈی نارمن سے معلوم کی جاسکتی تھی۔

وہاں کے تمام اکابرین کی بھی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ وہ سب بڑی دیر تک گم صم رہے تھے پھر ایک نے پوچھا "یہ... یہ غائب کیسے ہوگیا ہے؟"

دوسرے نے کہا "معلوم ہوتا ہے وہ جادو جانتا تھا۔ اچانک فرار ہوگیا ہے۔"

تیسرے نے کہا "کیسی باتیں کرتے ہو۔ وہ ہماری مخالفت کے لئے آیا تھا بلکہ آسانی سے ہماری جانیں لے سکتا تھا۔"

ایک اور نے کہا "یہی تو سوچنے کی بات ہے' اس کے ہاتھ میں جو ریموٹ کنٹرولر تھا اسے پھینک کر اچانک غائب ہوگیا ہے۔"

"یہ تو اطمینان ہے کہ ہم سب کی جان بچ گئی۔ اب یہ کنٹرولر جوڈی صاحب کے پاس ہے۔ اب ہم بے خوف و خطر مذاکرات جاری رکھیں گے۔"

جوڈی نارمن نے کہا "سوری' یہ اجلاس ختم کیا جائے۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے ہمیں ٹی وی اسکرین پر بھی دیکھ رہے ہوں گے اور پتا نہیں آپ حضرات میں سے کتنوں کے دماغوں میں گھسے ہوئے ہوں گے۔"

مجھے ثانی نے بتایا تھا کہ پارس نے جوڈی نارمن سے کوئی ڈیوا لی تھی اور اس کی ایک گولی کھائی تھی لیکن ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ جوڈی کے پاس ایسی ایک اور ڈیوا اور فارمولا بھی ہے۔ ہم اس کے دماغ میں پہنچ کر اس گولی کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ وہ سیدھی طرح ہمیں اپنے اندر نہ آنے دیتا۔ میں شاہ کے پرسنل سیکریٹری کے اندر تھا۔ اس کے ذریعے جوڈی کو زخمی کرکے اس کے چور خیالات پڑھ سکتا تھا۔ میں نے یہی کیا۔ پرسنل سیکریٹری نے میری مرضی کے مطابق اپنے لباس سے ایک پستول نکالا پھر اس کا نشانہ لیا مگر دیر ہوگئی۔ اس سے پہلے ہی جوڈی نارمن دوسری ڈیوا سے ایک گولی نکال کر کھا چکا تھا۔ سیکریٹری نے گولی چلائی لیکن جوڈی کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک مسلح گارڈ کو وہ گولی لگی کیونکہ جوڈی بھی سایہ بن چکا تھا۔ سب ہی پر حیرتیں نازل ہورہی تھیں۔ ان کی جاگتی آنکھوں کے سامنے پارس کے بعد جوڈی بھی نادیدہ ہوگیا تھا اور اس کا سایہ نیچے قالین پر نظر آرہا تھا۔ وہ تمام اکابرین قریب آکر قالین پر جھک کر اس سائے کو دیکھ رہے تھے۔ کچھ اسے آوازیں دے رہے تھے۔

"جوڈی! مسٹر جوڈی! مسٹر جوڈی نارمن! یہ کیا تماشا ہے' آپ آپ کہاں گم ہوگئے ہیں؟"

کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ جوڈی کا سایہ قالین پر یوں سرک رہا تھا جیسے وہ ان سب کے درمیان موجود ہو اور وہاں سے چلتا ہوا بڑے ہال سے باہر جارہا ہو۔ اور وہ جارہا تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کررہا تھا۔ ثانی اور علی اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ اکابرین کے علاوہ مسلح گارڈز بھی اس سائے کو قالین پر دیکھتے جارہے تھے۔ وہ اس عمارت کے کئی حصوں سے گزر رہا تھا۔ جہاں جگہ تنگ ہوتی تھی وہاں وہ سایہ کسی دیوار پر نظر آنے لگتا تھا۔ اس طرح وہ عمارت کی اس دیوار پر آیا جہاں مین سوئچ لگا ہوا تھا۔ پھر سب نے دیکھا' اس سائے کا ایک ہاتھ سوئچ کی طرف بڑھا پھر دوسرے ہی لمحے میں وہاں گہری تاریکی چھاگئی۔

پوری عمارت کے اندر اور باہر کا حصہ گہری تاریکیوں میں ڈوب گیا تھا۔ وہاں کچھ دیر تک سکوت رہا جیسے کوئی نہ ہو۔ شاید سب ہی اس انتظار میں تھے کہ کوئی آگے بڑھ کر سوئچ آن کرے گا پھر سب نے سیکریٹری کے ذریعے سیکورٹی افسر کو حکم دیا "تم کہاں ہو؟ کم آن۔ سوئچ آن کرو۔"

حکم کی تعمیل ہوگئی۔ سوئچ آن ہوگیا۔ ہر سو روشنی ہی روشنی ہوگئی۔ سب ایک دوسرے کو نظر آنے لگے لیکن جوڈی نارمن کا سایہ نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ تاریکی کے دوران کہیں چلا گیا تھا۔

ہم خیال خوانی کرنے والوں کے بھی راستے بند ہوگئے۔ ہم کبھی پارس کو آواز دیتے تو جواباً اس کی سوچ کی لہریں سنائی دیتی تھیں۔ جوڈی نارمن کی آواز نہیں ملتی تھی۔ وہ یقیناً پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا ہوگا۔ میں نے پارس سے کہا "بیٹے! تمہاری گفتگو واضح نہیں ہے۔ ہمارے لئے یہ بات تسلی بخش ہے کہ تم زندہ ہو اور ہماری سوچ کی لہروں کو قبول کررہے ہو۔ ہم بار بار تمہیں کچھ کہنے پر مجبور نہیں کریں گے۔ گھنٹے دو گھنٹے میں تمہاری خیریت معلوم کرتے رہیں گے۔"

اس نے جواب میں کچھ کہا پھر خاموشی چھاگئی۔ ثانی نے بھی کہا "پارس! میرا دل ڈوب رہا ہے' میں تم سے بہت لڑتی تھی مجھے معاف کردو۔ مجھے معاف کررہے ہو نا؟"

اسے جواب میں آواز سنائی دی "ہا! ہا! ہا! ہا!" آواز کا یہ انداز ہنسنے کا تھا۔ وہ خوش ہوکر بولی "علی! ہمارا پارس ہنس رہا ہے۔"

علی نے کہا "ہمارا نہیں' تمہارا۔ وہ میرا کوئی نہیں ہے۔ تمہارا ہی ہے اس لئے تو لڑتی رہتی تھیں۔ واہ بڑا مزہ آئے گا اگر وہ اسی طرح نادیدہ رہے اور تمہیں نظر نہ آئے۔"

ثانی اسے دونوں ہاتھوں سے مارنے لگی اور مسکرانے لگی۔

جوڈی نارمن اس عمارت کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر وہاں سے دور چلا آیا تھا۔ اگرچہ اسے جان کا خطرہ نہیں تھا۔ نہ اسے کسی کی گولی لگ سکتی تھی اور نہ ہی اس سائے کو تلوار سے کاٹا جاسکتا تھا۔ تاہم وہ اپنے سائے کو بھی چھپانا چاہتا تھا تاکہ کوئی اس کا تعاقب نہ کرے اور نہ ہی اس کی موجودہ قیام گاہ تک پہنچے۔

پھر رات بھی تھی۔ ایسے معاملے میں رات مہربان تھی۔ رات کی سیاہی میں سائے کی سیاہی گھل مل گئی تھی۔ عمان روشنیوں کا شہر ہے اس کے باوجود تنگ گلیوں اور چند علاقوں میں اندھیرا سا تھا۔ وہ ایسے ہی راستے سے گزر رہا تھا۔

اس نے عمارت کے مین سوئچ کو آف کیا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ سایہ بننے کے بعد کسی چیز کو گرفت میں لے سکتا تھا۔ اس سے پہلے پارس کے ہاتھ سے ریموٹ کنٹرولر چھوٹ کر قالین پر گر پڑا تھا۔ حالانکہ اس کے سائے میں بھی کسی چیز کو پکڑنے کی توانائی تھی۔ اس کنٹرولر کے چھوٹنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ پہلی بار سائے میں تبدیل ہوتے وقت ایک ذرا سا بدحواس ہوگیا تھا۔ اپنی تبدیلی کو سمجھنے کے دوران اس نے ریموٹ کنٹرولر کو یاد نہیں رکھا تھا اسی لئے وہ بے خیالی میں ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

پارس بدحواس ہونا نہیں چاہتا تھا لیکن سائے میں تبدیل ہونے والا عمل نہایت عجیب و غریب تھا۔ اس کے باوجود وہ فوراً ہی سنبھل گیا تھا۔ اس کی ایک غلطی سے ریموٹ کنٹرولر جوڈی کے ہاتھ میں چلا گیا تھا مگر اس نے دوسری غلطی نہیں ہونے دی۔ اس کا سایہ جو فرش پر پڑا ہوا تھا وہ آہستہ آہستہ کھسکتا رہا۔ حتیٰ کہ سینٹر ٹیبل کے پاس پہنچ گیا جس پر بریف کیس رکھا ہوا تھا۔ اگرچہ وہاں سب اس سائے کو دیکھ رہے تھے لیکن جلد ہی ان سب کی توجہ جوڈی نارمن پر مرکوز ہوگئی تھی کیونکہ اس نے بھی ایک گولی کھا کر خود کو سائے میں تبدیل کرلیا تھا۔ ایسے ہی وقت پارس نے اس بریف کیس کو اٹھالیا۔ اب اس کا وجود اٹھا ہوا تو نہیں تھا کہ بریف کیس بھی اس کے ہاتھ میں اٹھ کر لٹک جاتا اور ہاتھ میں جھولتا جاتا۔ اس لئے وہ بریف کیس بھی فرش پر سائے کی مٹھی میں رہ کر گھسٹتا چلا گیا پھر مین سوئچ آف ہونے کے بعد اس نے بھی تاریکی سے فائدہ اٹھایا اور عمارت سے دور چلا آیا۔

جہاں تک سائے کے چلنے کا تعلق ہے اس سائے کا نادیدہ وجود عام انسانوں کی طرح دونوں پیروں سے چلتا تھا۔ چونکہ نظر نہیں آتا تھا' اس لئے زمین پر یا دیواروں پر چلتا ہوا یا گھسکتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ پارس اسی طرح زمین کی ناہموار سطح پر اور کبھی اونچی نیچی دیواروں پر سے گزرتا ہوا سڑک کے کنارے ایک کار کے پاس رک گیا۔ ایک شخص اس کار کی طرف آرہا تھا۔ اس نے چابی سے اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھولا پھر سیٹ پر بیٹھ کر چابی لگائی۔ اسی وقت کھٹک گیا' چابی سے کار اسٹارٹ کرنا بھول گیا۔ شدید حیرانی سے اور سوالیہ نظروں سے اپنے پاس والی سیٹ کے دروازے کو دیکھنے لگا۔ وہ دروازہ خود بخود کھل گیا تھا۔ کار کے اندر تاریکی تھی اس لئے وہ سائے کو نہ دیکھ سکا لیکن ایک بریف کیس آپ ہی آپ اندر آنے لگا تو وہ سہم کر اپنی طرف کے دروازے سے لگ گیا' آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ کوئی آنے والا نظر نہیں آرہا تھا مگر بریف کیس چلا آرہا تھا۔ اسے اپنی بینائی پر شبہ ہوا۔ اس نے اندر کی روشنی آن کی۔ واقعی ایک بریف کیس نظر آیا۔ وہ سیٹ کے سامنے نیچے یوں رکھا تھا جیسے کسی بیٹھنے والے نے اسے نیچے پیروں کے پاس رکھا ہو پھر جدھر بریف کیس رکھا ہوا تھا' ادھر کا دروازہ خود بخود بند ہوگیا۔

اب کار کی اندرونی روشنی میں ایک انسانی سایہ سا نظر آرہا تھا۔ وہ سایہ روشنی کے زاویے کے مطابق ڈیش بورڈ اور ونڈ اسکرین پر آڑا ترچھا پھیلا ہوا تھا۔ ایسی سچویشن میں بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو جرأت سے کام لے کر غیر متوقع یا ناقابل فہم حالات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ کار والا بزدل تھا۔ دوسری طرف کا دروازہ خود بخود بند ہوا تو وہ ایک چیخ مارتا ہوا اپنی طرف کا دروازہ کھول کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ وہ بھاگتا ہوا زیادہ دور نہیں گیا۔ راستے میں دو سپاہیوں نے اسے روک لیا۔ ایک نے پوچھا "کیا ہوا؟ اس طرح کیوں بھاگ رہے ہو؟"

وہ رک کر ہانپتے ہوئے بولا "وہ ادھر میری کار میں کوئی جن یا بھوت ہے۔"

سپاہیوں نے ادھر دیکھا۔ وہ کار اسٹارٹ ہوکر جارہی تھی۔ ایک سپاہی نے گھور کر کہا "کیا ہمیں اُلّو بنا رہے ہو؟ جس کی کار ہے وہ ڈرائیو کرکے لے جارہا ہے۔"

وہ گھگیا کر بولا "میں سچ کہہ رہا ہوں۔ وہ کار اس کی نہیں میری ہے۔ پلیز اسے پکڑو۔ وہ کوئی جن ہے۔"

"وہ جن نہیں ہوسکتا مگر تم نے ضرور جن (شراب) پی ہے۔ اپنا منہ ادھر لاؤ۔"

وہ ذرا اور قریب آیا۔ ایک سپاہی نے اس کا منہ سونگھ کر کہا "ہُوں' میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم نشے میں ہو۔"

وہ بولا "ہاں مانتا ہوں۔ میں نے پی ہے مگر نشے میں نہیں ہوں' میں نے بہت تھوڑی سی پی ہے۔"

دوسرے سپاہی نے اس کی کلائی کو مضبوطی سے گرفت میں لے کر کہا "پولیس اسٹیشن چلو۔ وہاں معلوم ہوجائے گا کہ کتنی مقدار میں پی ہے۔"

ایسے وقت جوڈی نارمن کا سایہ ایک دیوار پر تھا۔ وہ وہاں رکا ہوا اس کار والے کی باتیں سن رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ اس کار کو ڈرائیو کرکے لے جانے والا وہی مخالف سایہ ہوگا۔ وہ پارس کو نہیں جانتا تھا' اس کی معلومات اسی حد تک تھیں کہ ایک اجنبی اس کی طرح پہلے ایم آئی ایم کا سربراہ بن کر آیا پھر اس سے گولیوں کی ایک ڈیوا چھین کر سایہ بن چکا ہے۔ چند قدموں کے فاصلے پر ان سپاہیوں کی ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس شرابی کار والے کو پکڑ کر لارہے تھے لیکن گاڑی کے قریب پہنچتے ہی ٹھٹک گئے۔ اس کی اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ خود بخود کھلنے کے بعد بند ہوگیا تھا۔ کوئی بے جان چیز بھی خود بخود کھل کر بند نہیں ہوتی۔ ابھی وہ اس مسئلے پر غور کررہی رہے تھے کہ وہ گاڑی اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھنے لگی۔

وہ سپاہی اسے اسٹارٹ ہوتے وقت اسے روک سکتے تھے' ڈرائیو کرنے والے کو للکار سکتے تھے لیکن کسے للکارتے؟ وہاں تو کوئی ڈرائیو کرنے والا نظر ہی نہیں آرہا تھا اور گاڑی خود بخود چلتی ہوئی ان کے سامنے سے گزر کر تیز رفتاری سے چلی جارہی تھی۔

جوڈی کو ایک تو اس بات کا تجسس تھا کہ ایم آئی ایم کا دوسرا سربراہ بن کر آنے والا کون ہے اور اس دوسرے نے اعتراف کیا تھا کہ وہ اصل نہیں ہے۔ پھر دوسری فکر یہ تھی کہ وہ بریف کیس لے گیا تھا جس میں ایک وڈیو کیسٹ اور اہم دستاویزات تھیں۔ یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ وہ کہاں جارہا ہے اور اس نے کہاں رہائش اختیار کی ہے۔ اسی لئے وہ پولیس والوں کی گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا آگے جانے والے سائے کا تعاقب کررہا تھا۔

جوڈی نے اندر کی لائٹ بجھادی تھی تاکہ ٹریفک پولیس کا کوئی آدمی اندر توجہ سے نہ دیکھ سکے۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا پارس کے قریب پہنچ سکتا تھا۔ رات کے وقت زیادہ ٹریفک نہیں ہوتا لیکن وہ گاڑیاں ایک مصروف شاہراہ سے گزر رہی تھیں۔ اس لئے دونوں کے درمیان کئی اور گاڑیاں بھی چل رہی تھیں پھر ایک موڑ پر پارس کو ذرا سی دیر کے لئے رکنا پڑا' کچھ لڑکیاں راستہ پار کررہی تھیں۔ وہ لڑکیاں بھی رک گئیں' انہوں نے قریب آکر دیکھا۔ ایک نے کہا "ارے اسے تو کوئی نہیں چلا رہا ہے۔"

دوسری نے کہا "عقل کی بات کرو۔ یہ پہلے سے رکی ہوئی تھی۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ ہماری وجہ سے رک گئی تھی' ایسا لگتا ہے یہ خود کار گاڑی ہے۔ خود چلتی ہے خود رک جاتی ہے۔"

ایک لڑکی نے کہا "بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے اپنے گھروں تک جانے کے لئے یہ مل گئی ہے' چلو آؤ بیٹھو۔"

اس بولنے والی حسینہ نے اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھولا۔ یعنی وہ گاڑی چلانا چاہتی تھی' ایسے میں پارس اس سیٹ سے ہٹ کر ساتھ والی سیٹ پر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت دوسری لڑکی دوسری طرف سے آکر اس سیٹ پر بیٹھ گئی۔ تیسری اور چوتھی لڑکیاں پچھلی سیٹ پر چلی گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈرائیو کرنے والی حسینہ اسٹیئرنگ پر آئی گویا پارس کی گود میں آکر بیٹھ گئی۔

کوئی سائے کو چھو لے تو وہ محسوس نہیں ہوتا۔ سائے کو پکڑنا چاہے تو وہ مٹھی میں نہیں آتا۔ اسی طرح اس لڑکی نے پارس کی آغوش میں بیٹھ کر بھی اسے محسوس نہیں کیا۔ ہاں اگر پارس چاہتا تو وہ اسے محسوس کرلیتی۔ جس طرح وہ بریف کیس پکڑ کر لایا تھا اسی طرح اپنی اسی جسمانی قوت کو کام میں لاتا' جو سائے کے اندر تحلیل ہوچکی تھی تو وہ حسینہ کا ہاتھ بھی پکڑ سکتا تھا اور اسے گلے سے بھی لگا سکتا تھا لیکن وہ گم صم بیٹھا رہا۔

گم صم بیٹھنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ حسینہ کے بدن کی حرارت اور اس کی نرمی اور گداز کو محسوس نہیں کررہا تھا۔ وہ تو جذبوں میں جکڑا جارہا تھا اور جذبات کو قابو میں رکھنے کی کوشش کررہا تھا۔ اس کے برعکس سائے میں نہ گرمی ہوتی ہے' نہ سردی ہوتی ہے۔ وہ دکھائی دیتا ہے مگر چھونے میں نہیں آتا۔ اس ڈرائیو کرنے والی حسینہ کی سہیلی نے کہا۔

"سیلی! یہ تمہارے ساتھ ایک اور سایہ کیسے نظر آرہا ہے؟"

سیلی نے کہا "میں ابھی یہی سوچ رہی تھی۔ شاید کار کی اندرونی روشنی میں کچھ گڑبڑ ہے۔ اسی لئے ڈبل سایہ دکھائی دے رہا ہے۔"

ایک نے کہا "لیکن ہمارے سب کے ایک ہی سائے ہیں۔"

پاس بیٹھی ہوئی لڑکی نے کہا "اور یہ میرے سامنے ایک بریف کیس رکھا ہوا ہے۔"

"اوہ بریف کیس کو مارو گولی۔ یہ اسی کا ہوگا جس کی یہ کار ہے لیکن یہ سایہ کس کا ہے؟"

پارس نے بیٹھنے کے انداز میں ذرا سی تبدیلی کی تو اس کا سایہ اپنے اوپر لدی ہوئی حسینہ کی پرچھائیں سے مل کر ایک ہوگیا' اور وہاں دو نظر نہیں آرہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا "وہ نظر کا دھوکا تھا' اب دیکھو ڈبل نہیں ہے سیلی کا سایہ ایک ہی ہے۔"

دوسری نے کہا "کام کی بات کرو۔ اس بریف کیس میں بڑا مال ہوسکتا ہے۔"

تیسری نے کہا "مال ہوگا تو گاڑی والا ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ ہوسکتا ہے کسی خفیہ ایجنسی میں ہمارا پیچھا کررہا ہو۔"

کئی لڑکیاں پیچھے پلٹ پلٹ کر دیکھنے لگیں۔ ان کے پیچھے کئی گاڑیاں تھیں۔ اتفاق سے کوئی خفیہ نظر نہیں آرہی تھی مگر جوڈی نارمن ان کے تعاقب میں تھا۔ پہلے تو اس نے آگے جانے والی پارس کی گاڑی کو ایک موڑ پر رکتے دیکھا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ گاڑی سے اتر کر کسی گلی کے اندھیرے میں گم ہونا چاہتا ہے لیکن چار لڑکیوں نے اس گاڑی کو گھیر لیا تھا۔

جوڈی اس سے آگے نہ دیکھ سکا کیونکہ اس کی اپنی گاڑی کے آگے والی گاڑیاں رک رہی تھیں۔ وہ سب سگنل کے باعث رکنے لگی تھیں۔ مجبوراً جوڈی کو بھی رکنا پڑا۔ وہ بے چین سا ہوگیا۔ اس نے دور سے دیکھا' وہ لڑکیاں آپس میں کچھ بحث کرنے کے بعد اس کار کے چاروں دروازے کھول کر بیٹھ رہی تھیں اور ان کے آس پاس اس سائے کی جھلک نظر نہیں آرہی تھی' اس کا مطلب یہی ہوسکتا تھا کہ وہ سایہ بھی اسی کار میں اب تک موجود ہے اور لڑکیوں سے چھپ رہا ہے۔

پھر سگنل نے آگے بڑھنے کی اجازت دی۔ پارس والی کار بھی آگے بڑھ چکی تھی۔ پارس کے متعلق جوڈی کا خیال تھا کہ پارس اگرچہ فراڈ سربراہ ہونے کا اعتراف کرچکا ہے تاہم ایم آئی ایم سے بہت ہی خاص دلچسپی رکھتا ہے' یا تو اس تنظیم کے لئے کام کرتا ہے یا پھر اس ایم آئی ایم کے خلاف کوئی ایسی کارروائی کررہا ہے جس کے ذریعے ایم آئی ایم پر برتری حاصل کرکے اس کے اصل سربراہ

سے ٹکرانا چاہتا ہو۔ بہرحال وہ (پارس) جو کوئی بھی ہوگا مسلمان ہوگا۔ اسی لئے اس نے امریکا' اسرائیل اور چند اسلامی ممالک کے اس دوستانہ اجلاس کو ناکام بنادیا تھا اور بریف کیس لے کر فرار ہورہا تھا۔ ان حالات میں جوڈی کے لئے لازمی ہوگیا تھا کہ وہ کسی بھی طرح اس سایہ بن جانے والے کا نام اور پتا وغیرہ معلوم کرے۔ آگے جانے والی کار ایک مکان کے سامنے رک گئی تھی۔ اس میں سے دو لڑکیاں نکل کر اس مکان میں جارہی تھیں۔ جوڈی نے اپنی گاڑی روک کر غور سے دیکھا' ان لڑکیوں کے ساتھ کوئی تیسرا سایہ نظر نہیں آرہا تھا۔ وہاں لڑکیاں بڑے سائز کی چادروں کو برقع نما بنا کر اپنے جسموں کو ڈھانپ لیا کرتی تھیں لیکن کار سے اترنے والی وہ دونوں بلاؤز اور اسکرٹ میں تھیں' عیسائی وغیرہ ہوں گی۔ ان کے ہاتھوں میں بریف کیس نہیں تھا۔

پارس کی کار آگے بڑھ گئی۔ اب پچھلی سیٹ پر دو لڑکیوں کی کمی ہوگئی تھی۔ اگلی سیٹ پر دو موجود تھیں۔ ان میں سے ایک پارس کی گود پر قبضہ جمائے ہوئے تھی۔ بڑا حسین و جمیل قبضہ تھا۔ آدمی کبھی بار برداری کا جانور بننا گوارا نہیں کرتا مگر دو سواری ایسی تھی کہ اسے ایک گدھا بھی اٹھائے پھرتا۔ لیکن پارس کی عجیب حالت تھی۔ وہ اسے محسوس نہیں کررہی تھی اور وہ کررہا تھا۔ کیونکہ محض سایہ نہیں تھا' اس سائے کے اندر ایک پورا زندہ انسان ہی نہیں بلکہ پورے انسانی جذبات بھی سمائے ہوئے تھے۔

حالات کا تقاضا تھا کہ اس کے اندر جو انسانی توانائی ہے' اسے سایہ ہی بنا کر رکھا جائے۔ ایسا نہ کرنے سے کام بگڑ سکتا تھا۔ اگر وہ اسے محسوس کرلیتی تو مارے دہشت کے چیخیں مار کر اس کار کو کہیں ٹکرا دیتی اور یہ ظاہر ہوجاتا کہ وہ کسی اجنبی کی آغوش میں بیٹھی اب تک کار ڈرائیو کررہی تھی۔

اس کے پاس بیٹھی ہوئی لڑکی نے کار کے ریڈیو کو آن کردیا۔ اس میں سے آواز ابھرنے لگی "ایک بار پھر اعلان سنیں۔ ابھی ایک اور نئی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ ہم نے پہلے انفارم کیا تھا کہ اس شہر میں ایک عجیب واقعہ ہوا ہے۔ ایک شخص نے دو پولیس والوں کو بیان دیا تھا کہ کوئی نادیدہ شخص اس کی کار ڈرائیو کرکے لے گیا ہے۔ ان پولیس والوں نے جب اس کار کا پیچھا کرنا چاہا تو پولیس کی گاڑی کو ایک اور نادیدہ شخص لے کر فرار ہوگیا ہے۔ تمام شہر کی پولیس اور ٹریفک پولیس الرٹ ہے اور ایسی دو گاڑیوں کو تلاش کررہی ہے۔"

پارس کی کار ڈرائیو کرنے والی سیلی نے کہا "یہ تو عجیب اور ناقابلِ یقین بات ہے بھلا کوئی نادیدہ شخص ہوسکتا ہے؟"

ریڈیو سے اعلان ہورہا تھا۔ کہا جارہا تھا "تازہ ترین اطلاع کے مطابق ان دو نادیدہ سایوں میں سے ایک حکومت کا دوست ہے اور ایک سایہ دشمن ہے۔ اس دشمن کی پہچان یہ ہے کہ اس کے پاس سرخ رنگ کا بریف کیس ہے....."

اتنا سنتے ہی سیلی کی سہیلی نے چیخ ماری "یہ.... یہ میرے پیروں کے پاس وہی سرخ رنگ کا بریف کیس ہے۔ گاڑی روکو۔"

سیلی نے کہا "پاگل ہوئی ہو۔ کیا پورے شہر میں یہی ایک سرخ رنگ کا بریف کیس ہے' ایسے ہزاروں لاکھوں ہوں گے۔"

"تم بھول رہی ہو۔ ہمیں یہ کار ایک جگہ کھڑی ہوئی ملی تھی۔ کوئی نادیدہ چور اسے یہاں رکھ گیا ہے۔ گاڑی روکو اور یہاں سے بھاگو ورنہ ہم تھانے کچہری کے چکر میں پڑ جائیں گے۔"

بات معقول تھی۔ سیلی نے کار کو روکنا چاہا لیکن اس کا ایک پیر بریک پر سے یوں ہٹ گیا جیسے کسی نادیدہ قوت نے ہٹایا ہو۔ اس نے دوسری بار پھر بریک پر پیر رکھنا چاہا تو احساس ہوا کہ اس کے پیر پر کسی جوتے والے پاؤں کا بوجھ ہے۔ اس کے کانوں میں یہ اطلاع گونجنے لگی کہ کوئی نادیدہ شخص گاڑی چلا رہا ہے۔

وہ ایک دم سے لرز گئی۔ کچھ بولنا چاہتی تھی لیکن دہشت کے مارے منہ سے آواز نہیں نکلی۔ ایسے ہی وقت پولیس کی دو گاڑیاں سامنے سے آرہی تھیں۔ سیلی بہت ڈرپوک تھی' اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی مگر اس کی سہیلی چیخنا چاہتی تھی۔ پارس نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو تھام رکھا تھا تاکہ سیلی ڈرائیونگ کے درمیان کوئی مسئلہ پیدا نہ کرے۔ اس نے دوسرا ہاتھ اس سہیلی کے منہ پر رکھ دیا۔ اس نے ایک نادیدہ ہاتھ کو اپنے منہ پر محسوس کیا تو شدید حیرانی سے اس کے دیدے پھٹے رہ گئے۔ وہ بھی کچھ کہنا بھول گئی۔ اتنی دیر میں پولیس کی دونوں گاڑیاں ان کے قریب سے گزر گئیں کیونکہ سیلی ڈرائیو کرتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ جبکہ وہ پولیس والے کسی نادیدہ شخص کی تلاش میں تھے۔ ایسی گاڑی کو تلاش کررہے تھے جسے کوئی ڈرائیو نہ کررہا ہو اور وہ خود بخود چل رہی ہو۔

ظاہر ہے اس کی تلاش اب مشکل نہیں رہی تھی کیونکہ جوڈی تعاقب میں آرہا تھا اور وہ گاڑی کسی ڈرائیور کے بغیر چلتی دکھائی دے رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی پولیس کی دونوں گاڑیاں رک گئیں۔ دونوں نے فوراً ٹرن لیا۔ بڑی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی گئیں اسے اوورٹیک کیا پھر سامنے آکر اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ جوڈی کے لئے یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ وہ فوراً ہی دروازہ کھول کر گاڑی سے نکل کر بھاگتا چلا گیا۔

اگرچہ اس نے بھی ریڈیو سے اعلان سنا تھا کہ ان میں سے ایک سایہ حکومت کا دوست ہے' ایسے میں پولیس والے اس کے سائے کو گھیر کر اپنے ساتھ لے جاتے تو وہ بعد میں رہا کردیا جاتا مگر وہ رہائی مہنگی پڑتی کیونکہ جہاں مذاکرات ہورہے تھے وہاں امریکی نمائندے تھے۔ اس شہر میں امریکی سفارت خانہ تھا اس لئے اسے سپرباسٹر کے حکم سے امریکا پہنچا دیا جاتا۔ جبکہ وہ بہت عرصہ پہلے ہی سپرباسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران کی پابندیوں سے نجات حاصل کرکے اپنے ملک کو چھوڑ چکا تھا۔ وہ محب وطن ہونے کے باوجود

پابندیاں برداشت نہیں کرتا تھا۔

آدمی بدحواسی میں عقل سے سوچنا سمجھنا بھول جاتا ہے۔ وہ بھول گیا تھا کہ سائے کو کوئی گرفتار نہیں کرسکتا۔ اسے ہتھکڑیاں پہنا سکتا ہے' نہ آہنی سلاخوں کے پیچھے قید کرسکتا ہے اور نہ ہی باریک سے باریک جال میں لپیٹ کر رکھ سکتا ہے' لہٰذا اسے بھاگنا نہیں چاہئے تھا لیکن وہ دوہری باتیں سوچ رہا تھا' ایک تو اسے سپرباسٹر کی تحویل میں نہ جانا پڑے اور دوسری بات یہ کہ پولیس والوں نے اسے آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔

اس کے بھاگنے پر سپاہیوں نے کبھی زمین پر اور کبھی دیواروں اور درختوں پر سے گزرتے ہوئے سائے کو دیکھتے ہوئے اس کا تعاقب کیا' اسے للکارا کہ وہ رک جائے لیکن شاہراہ کی تیز روشنیوں میں کتنے ہی سائے گڈمڈ ہوگئے۔ وہاں صرف بھاگنے اور پکڑنے والے کے ہی نہیں دوسرے راہ گیروں' گاڑیوں اور عمارتوں کے بھی بے شمار سائے پھیلے ہوئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جوڈی گم ہوگیا' وہ اسے پا نہ سکے۔

پارس کی کار بہت دور نکل چکی تھی اور ایک جگہ رک گئی تھی۔ سیلی اور اس کی سہیلی اتنی خوف زدہ تھیں کہ اب اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کررہی تھیں۔ جو کچھ ہورہا تھا وہ ڈراؤنا خواب سا لگ رہا تھا کیونکہ اب پارس کا سایہ اس انسانی توانائی سے کام لے رہا تھا جو اس کے سائے میں چھپی ہوئی تھی۔ اس نے سیلی کو اپنی آغوش سے ہٹا کر اس کی سہیلی کے پاس بٹھایا پھر اس بریف کیس کو اٹھا کر سیلی کے زانو پر رکھا' اسے کھولا۔

اس میں نوٹوں کی گڈیاں تھیں۔ گڈیوں کے اوپر ایک وڈیو کیسٹ اور کاغذات کا پلندہ رکھا ہوا تھا۔ ان لڑکیوں نے دیکھا کاغذات کا وہ پلندہ آپ ہی آپ بریف کیس کے اندر سے اٹھا اور ایک طرف پہنچ کر روپوش ہوگیا۔ دراصل پارس نے ان کاغذات کو اٹھا کر اپنے لباس کے اندر چھپا لیا تھا۔

اسے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ محض سایہ نہیں تھا بلکہ ایک لباس پہنی ہوئی ہستی تھی بہت تھا بودنہیں تھا' بے لباس نہیں تھا۔ لباس پہنے ہوئے تھا پھر یہ کہ کاغذات کا یا کسی چیز کا بھی سایہ ہوتا ہے۔ کوئی سی بھی ٹھوس چیز پارس کے جسم کی طرح لباس کے اندر چلی جائے تو وہ بھی سائے کی صورت میں روپوش ہوگئی۔

دوسری بار وہ وڈیو کیسٹ بریف کیس سے نکل کر اس کے لباس میں چھپ گیا۔ دونوں لڑکیاں حیرانی سے یہ ناقابلِ فہم تماشے دیکھ رہی تھیں اور خوف سے لرز رہی تھیں۔ ان میں اتنا حوصلہ نہیں رہا تھا کہ کسی بھوت کی موجودگی میں وہاں سے بھاگنے کی جرأت کرتیں۔ دماغ یہی کہہ رہا تھا کہ وہ بھوت کو چھوڑیں گی مگر بھوت انہیں نہیں چھوڑے گا۔

پارس نے بس بریف کیس کی تمام نوٹوں کی گڈیاں ان لڑکیوں کے اوپر الٹ دیں۔ اس بریف کیس کو خالی کرکے بند کیا پھر اسٹیئرنگ سیٹ کی طرف کا دروازہ کھل گیا۔ وہ بریف کیس سیٹ پر سے پھسلتا ہوا دروازے کے پاس آکر زور سے فضا میں اچھلتا ہوا بہت دور چلا گیا یعنی پارس نے اسے دور پھینک دیا تھا۔

آخر میں اس نے کار کی چابی نکال کر کہیں اندھیرے میں پھینک دی۔ ان لڑکیوں نے دیکھا' وہ سایہ کھسکتا ہوا باہر چلا گیا تھا پھر ذرا دور تک فٹ پاتھ کے اندھیرے میں گم ہوگیا تھا۔ سیلی نے ویدے پھاڑ کر ادھر دیکھتے ہوئے کہا "وہ.... وہ بھوت.... چلا گیا ہے۔"

دوسری نے کہا "میرا بھی یہی خیال ہے۔ مم۔ مگر یہ اتنی دولت' اتنے نوٹ ہمیں دے گیا ہے۔"

"ہمیں یہاں سے فوراً بھاگنا چاہئے۔ تھوڑی دیر پہلے ہمارے قریب سے پولیس کی گاڑیاں گزری تھیں۔ وہ لوٹ کر آسکتی ہیں۔"

دونوں نے اپنے اپنے حصوں کے نوٹوں کی گڈیاں کچھ لباس میں اور کچھ اسکارف وغیرہ میں چھپائیں پھر کار سے نکل کر بھاگنے کے انداز میں تیزی سے چلنے لگیں۔ ایک نے کہا "تمہارا بنگلا یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے اور مجھے بہت دور جانا ہوگا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے' راستے میں کتنے ہی روکنے ٹوکنے والے ملیں گے اور.... اور وہ بھوت پھر مل سکتا ہے۔"

بھوت فٹ پاتھ کی نیم تاریکی میں ان کے ساتھ ہی چل رہا تھا۔ اس نے سن لیا تھا کہ سیلی کی رہائش گاہ زیادہ دور نہیں ہے۔ اسے بھی پناہ گاہ کی ضرورت تھی' تمام شہر میں دو سایوں کو تلاش کیا جارہا تھا ایسے میں وہ سیلی کے ہاں رات گزار سکتا تھا۔ سیلی نے تیزی سے چلتے ہوئے کہا "سنا ہے بھوت نقصان پہنچاتے ہیں مگر اس نے تو ہمیں مالا مال کردیا ہے۔ پھر یہ کہ ریڈیو کی اناؤنسمنٹ میں انہیں بھوت نہیں سایہ کہا جارہا ہے۔"

"مگر اس سائے کو حکومت کا دشمن کہا جارہا ہے جس کے پاس سرخ بریف کیس تھا اور اب اس کا مال ہمارے پاس ہے۔"

سیلی نے کہا "اگر وہ دشمن یا لالچی ہوتا تو تمام دولت ہمیں دے کر نہ جاتا۔"

"ہاں مگر چند کاغذات اور ایک وڈیو کیسٹ لے گیا ہے۔ یہی چیزیں حکومت سے تعلق رکھتی ہوں گی۔"

"ہمیں یہاں کی حکومت سے کیا لینا ہے۔ ہم امریکی ہیں۔ ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے۔"

"ہم نے تو پایا ہی پایا ہے۔ ہاں اگر وہ سایہ ظاہر ہوتا تو ہمیں زندہ نہ چھوڑتا۔"

وہ امریکن تھیں۔ حسین دوشیزائیں تھیں۔ ایسی دوشیزائیں بعض اسلامی ممالک میں آتی جاتی رہتی تھیں۔ وہاں کے امیر و کبیر مسلمانوں کو پھانسنا ضروری نہیں تھا۔ وہ صرف ان کی نظروں میں آجاتیں تو وہ عیاش مسلمان خود ہی پھنس جاتے تھے۔

سیلی اور اس کی سہیلی مارتھا پچھلی رات عمان آئی تھیں۔ ان کے لئے الگ الگ بنگلوں اور کاروں کا انتظام تھا۔ ان کی اور دو

سیلیاں پہلے سے اس شہر میں موجود تھیں' چاروں نے پروگرام بنایا تھا کہ آج وہ اپنی کاریں استعمال نہیں کریں گی بلکہ مختلف ٹیکسیوں میں بیٹھ کر اس شہر کے اہم علاقوں کی سیر کریں گی اور وہاں کے نائٹ کلبوں کے طور طریقے معلوم کریں گی۔ یوں ٹیکسیوں میں سیر کرنے اور فٹ پاتھ پر پیدل چلنے کے باعث پارس کی وہ کار ان کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ سیلی نے اپنے بنگلے کے پاس پہنچ کر ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام لیا' ذرا رک گئی۔ مارتھا نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولی "پتا نہیں آج دوپہر سے میرا ارادہ بار بار کیوں بدلتا رہتا ہے۔ میں چاہتی تھی کہ تم میرے ساتھ رات گزارو مگر اب تنہا رہنا چاہتی ہوں' تم کچھ خیال نہ کرنا۔ یہاں سے میری کار لے کر چلی جاؤ۔ تمہارے پاس اپنے کاغذات ہیں' کوئی پولیس والا تم پر شبہ نہیں کرے گا۔"

وہ بنگلے کے احاطے میں داخل ہو گئیں۔ مارتھا نے کہا "کار کی چابی دو۔ میں چلی جاؤں گی مگر سچ سچ بتاؤ' کسی بار کو ٹائم تو نہیں دیا ہے؟"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تم جانتی ہو۔ ہم صرف سرکاری مال ہیں' خاص طور پر مسلمان اکابرین کے راز اگلوانے کے لئے امپورٹ کی جاتی ہیں۔ یہ لو چابی اور جاؤ۔"

وہ چابی لے کر کار ڈرائیو کرتی ہوئی چلی گئی۔ سیلی وہاں سے بنگلے کے دروازے پر آئی۔ اس دروازے کو دوسری چابی سے کھولنا چاہا تو پتا چلا وہ دروازہ پہلے سے غیر مقفل ہے' وہ صرف ہینڈل دبانے سے کھل گیا تھا۔

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ دروازہ مقفل کر کے گئی تھی پھر یہ بھی سوچ رہی تھی کہ شاید اسے لاک کرنا بھول گئی ہو۔ اس کے لباس کے اندر اور اسکارف میں نوٹوں کی بہت سی گڈیاں تھیں' وہ زیادہ دیر باہر کھڑی نہیں رہ سکتی تھی اس لئے اندر آکر سوچ آن کر کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پارس اس روشن کمرے سے فوراً ہی ہٹ کر دوسرے تاریک اسٹور روم میں چلا گیا اور اس کے دروازے کو ایک ذرا سا کھلا رکھا تاکہ وہ نظر آتی رہے۔ ادھر وہ الماری کھول کر نوٹوں کی گڈیاں رکھ رہی تھی۔

ایسے وقت پارس نے دیکھا' اس نے پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا تھا اور کہہ رہی تھی "یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ ایسا لگتا ہے جیسے میرے اندر کوئی دوسری عورت بھی بول رہی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی اور بے یقینی سے کہہ رہی تھی "کیا تم..... تم واقعی کوئی دوسری عورت ہو؟ کیا میں یہ سمجھوں کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو اور ابھی میرے دماغ میں بول رہی ہو؟"

وہ جواب سن کر حیرانی سے ادھر اُدھر دیکھتی ہوئی بولی "کیا سچ کہہ رہی ہو یعنی کہ صرف میرے دماغ میں نہیں اس بنگلے میں بھی

سیلی چند لمحوں تک کچھ سنتی رہی پھر بولی "یہ تم نے اچھا کیا۔ پہلے سے میرے اندر آکر بتا دیا۔ اب سامنے آؤ گی تو نہیں ڈروں گی۔ ویسے بھی ڈرنا یا تمہاری موجودگی پر اعتراض کرنا میرے بس میں نہ ہوتا۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرا منہ بند رکھتیں تو میں کچھ بولنے کے قابل نہیں رہتی۔ پلیز آجاؤ۔ تم کہاں ہو؟"

ایک دوسرے کمرے کی لائٹ روشن ہو گئی پھر اس کا دروازہ کھل گیا۔ وہاں وہ کھڑی ہوئی تھی۔

پارس کو اندازہ تھا کہ وہ کون ہو گی؟ ہمیشہ اس کا پیچھا کرنے والی بھلا اور کون ہو سکتی ہے۔ پچھلے دنوں پارس نے اس سے کہہ دیا تھا کہ کتے کی دُم ٹیڑھی ہی رہے گی' ہزار دل و جان سے چاہنے کے باوجود وہ اس پر تنویمی عمل کر کے اپنا تابعدار بنا کر اسے رکھنا چاہے گی لہٰذا دونوں کے راستے آئندہ الگ رہیں گے' اب وہ اسے کبھی نہیں پائے گی۔ ایسا کئی بار ہوا تھا۔ پارس نے اس پر ایک حد تک بھروسا کیا تھا پھر جب بھی اس نے حد پار کرنے کی حماقت کی تو اس نے دوری اختیار کر لی۔ اس بار بھی شی تارا کو یقین تھا کہ وہ پارس کی بے اعتنائی ختم کر کے اس کا دل جیت لے گی۔

اسے پارس کا یہ پروگرام معلوم تھا کہ وہ ایم آئی ایم کے سربراہ تک پہنچنے اور اس سلسلے میں مختلف چالیں چلنے میں مصروف ہے۔ اس لئے وہ تل ابیب گیا تھا۔ وہاں اسے ڈی مائیک ہرار بتایا گیا تھا چونکہ یہ راز شی تارا وغیرہ پر کھل گیا تھا اس لئے اب ڈی مائیک ہرار سے نہیں رہا تھا۔ پھر شی تارا کو معلوم ہوا تھا کہ ایم آئی ایم کا سربراہ عمان میں ملاقات اور مذاکرات کے لئے آیا ہے۔ اس معلومات سے ہی شی تارا کو یقین ہو گیا تھا کہ اس شہر پارس ضرور آئے گا اور سربراہوں کے اجلاس میں اگر ایم آئی کا سربراہ اصلی نہ ہوا تو وہ ضرور گڑبڑ کرے گا' ایسے وقت وہ پارس کے قریب پہنچنے کی کوشش کرے گی۔

سیلی نے دوسرے کمرے کے کھلے ہوئے دروازے پر اسے کر پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ کمرے میں اس کے قریب آتی ہوئی بولی "میں کوئی ہو سکتی ہوں' فی الحال تمہاری سہیلی ہوں۔"

"تم نے میرے بنگلے کا دروازہ کیسے کھولا تھا؟ چابی تو میرے پاس ہے۔"

"نادانی کی باتیں کر رہی ہو۔ میں تمہارے دماغ کا دروازہ کھول سکتی ہوں تو یہ بنگلا کیا چیز ہے؟ میں نے کل شام کو تمہیں ایئرپورٹ پر دیکھا تھا۔ تمہارے خیالات پڑھے تھے۔ تمہارے ساتھ ایک مارتھا بھی تھی' وہ دوسرے بنگلے میں ہے۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ تمہارے بنگلے میں قیام کروں گی۔ میرا تجربہ کہتا ہے کہ میں جس تلاش میں آئی ہوں' وہ تمہاری ہی جیسی غیر معمولی کشش والیوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔"

"تمہارے خیال میں میرے سراپا میں ایسی کیا خبر کشش ہو سکتی ہے؟"

"تمہیں ہزاروں لاکھوں میں سے منتخب کر کے امریکا سے یہاں امپورٹ کیا گیا ہے۔ میں جس کی بات کر رہی ہوں' وہ زہریلا ہے اور زہریلی کشش کے اثر میں ضرور آتا ہے۔"

"تم میری سہیلی بن رہی ہو' کیا اپنے اور اس کے متعلق نہیں بتاؤ گی؟"

"کوئی اپنی اصلی بات کسی کو نہیں بتاتا۔ تم بھی کسی کو نہیں بتاؤ گی کہ یہاں کن سرکاری مقاصد کے لئے آئی ہو۔ بہتر یہ ہے کہ ہم یہاں دو چار دن دوست بن کر رہیں پھر جدا ہو جائیں۔"

"کیا تمہیں یہ اندیشہ نہیں ہے کہ میں تمہیں دھوکا دے سکتی ہوں۔"

"بالکل نہیں۔ ابھی تم سونے جا رہی ہو۔ میں تم پر تنویمی عمل کروں گی پھر تم کبھی میرے خلاف کوئی حرکت نہیں کرو گی۔"

"یہ تو زیادتی ہے۔ تم دوست بن رہی ہو۔ میرے گھر میں پناہ لے رہی ہو اور مجھے اپنا تابعدار بھی بنا رہی ہو۔"

"مجھے افسوس ہے' میں جس کی تلاش میں آئی ہوں' وہ مجھے یہاں کے اکابرین کے اجلاس میں نظر نہیں آیا۔ صرف دو فراڈ سربراہوں کی آوازیں سنتی رہی اور اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے انہیں دیکھتی رہی۔ میں نے ایسا ناقابلِ فہم تماشا پہلی بار دیکھا ہے کہ وہ دونوں سربراہ سایہ بن کر اس اجلاس سے غائب ہو گئے تھے۔"

سیلی نے کہا "تم نے ان کی آوازیں سنی ہیں' انہیں خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کر سکتی ہو۔"

"میں ایسا کر چکی ہوں مگر مجھے کوئی جواب نہیں مل رہا ہے۔ اتنا پتا چل رہا ہے کہ وہ دونوں سائے والے زندہ ہیں۔ بہرحال اب تم بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں تم پر تنویمی عمل کروں گی۔"

وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس پر عمل کیا جائے لیکن شی تارا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بستر پر لیٹنے پر مجبور کر دیا پھر کہا "اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو اور آنکھیں بند کر لو۔"

سیلی نے آنکھیں بند کیں پھر شی تارا کی چیخ سن کر فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ اس سے پوچھا "کیا ہوا؟"

شی تارا خوف زدہ ہو کر پلنگ کے سرے پر بیٹھ گئی تھی اور کہہ رہی تھی "یہ..... یہ ابھی کسی نے میرے منہ پر طمانچہ مارا ہے۔"

سیلی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ آ رہا تھا' اس نے تصدیق کے لئے پوچھا "طمانچہ؟"

شی تارا حیران بھی تھی' پریشان بھی تھی پھر انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ میرا وہم تھا۔ اور تم؟ تم اٹھ کر کیوں بیٹھی ہو؟ آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں تمہاری طرف سے مطمئن رہ کر اس ہرجائی کو تلاش کرنے کے ذرائع استعمال کروں گی۔"

سیلی اس کے حکم کے مطابق لیٹ گئی۔ اسے دیکھنے لگی' اس نے پوچھا "مجھے کیا دیکھ رہی ہو؟ آنکھیں بند کرو۔"

اس سے پہلے کہ سیلی آنکھیں بند کرتی تزاخ کی آواز کے ساتھ شی تارا کا منہ ایک طرف گھوم گیا' وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکی۔ فرش پر گر پڑی پھر جلدی سے سر اٹھا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اس بار ذرا زور کا طمانچہ پڑا تھا مگر مارنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ ویسے سیلی نے سامنے والی دیوار پر ایک ہلکا سا سایہ دیکھ لیا تھا۔ خوش ہو کر اٹھ بیٹھی تھی۔

شی تارا نے فرش پر سے اٹھتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟ یہاں کون ہے؟ سچ سچ بتاؤ۔ تم بھی کوئی علم جانتی ہو؟"

پھر وہ خود ہی انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں' تم کوئی علم نہیں جانتی ہو۔ وہ وہی سایہ ہے۔ تم اسے دوست بنا کر لائی ہو۔ دیکھو مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ ہم آپس میں دوست بن جائیں گے۔"

سیلی نے ہنس کر کہا "تم نے تھوڑی دیر پہلے کہا تھا کہ کوئی کسی کو اپنی اصل بات نہیں بتاتا پھر میں کیوں بتاؤں۔ ہاں اگر وہ بتانا چاہے تو تم اس سے پوچھ لو۔"

وہ پھر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اس بار اسے دیوار پر سایہ نظر آیا۔ پہلے تو وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی پھر بولی "مم..... میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم دو آدمیوں کو سایہ بنتے دیکھا تھا۔ پلیز مجھ سے دشمنی نہ کرو۔ میں تمہارے بہت کام آؤں گی۔ پہلے اتنا بتا دو کہ اس اجلاس میں جو ڈی مارن بن کر آئے تھے یا ہم بلاسٹ کرنے والا دشمن؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ محسوس کر رہی تھی جیسے کسی نے اس کی زلفوں کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا ہے۔ سیلی نے سامنے والی دیوار پر اس اجنبی کے ساتھ شی تارا کا بھی سایہ دیکھا۔ وہاں صاف نظر آ رہا تھا کہ اجنبی نے شی تارا کی زلفوں کو مٹھی میں جکڑ رکھا ہے پھر وہ اسے کھینچتا ہوا دوسرے کمرے میں لے جانے لگا۔ ویسے سیلی کی آنکھوں کے سامنے شی تارا تکلیف سے کراہتی ہوئی جا رہی تھی۔ صرف سائے کا انسانی وجود نظر نہیں آ رہا تھا۔ دیوار کے اختتام پر سایہ بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ سیلی اپنے بستر سے اٹھ کر دوسرے کمرے کے دروازے پر آئی۔ وہاں اس نے دیکھا' شی تارا فضا میں ایسے بلند ہو گئی تھی جیسے اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھایا گیا ہو پھر وہ ایک جھٹکے سے بستر پر جا کر گر پڑی۔ یعنی پارس نے اسے اٹھا کر بستر پر پھینک دیا تھا۔ وہ دہشت سے لرز رہی تھی' اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ پارس نے اس کی دونوں طرف کی کنپٹی کی رگوں کو اپنی انگلیوں سے دبایا۔ یہ ایسا عمل تھا کہ شی تارا کی آنکھیں بند ہونے لگیں پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے بے ہوش ہو گئی۔

سیلی دروازے سے ٹیک لگائے کھڑی سہمی ہوئی سی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اگرچہ دل میں یہ اطمینان تھا کہ وہ سایہ اس پر مہربان ہے' اس نے دولت دی ہے' ایک دشمن عورت کے تنویمی عمل سے محفوظ رکھا ہے اور ابھی اسے مار ڈالا ہے یا بے ہوش کر دیا ہے۔ تاہم اجنبی خواہ کتنا ہی مہربان ہو' وہ پرایا سا اور پریشان کن رہتا ہے

تاوقتیکہ کسی حد تک شناسائی نہ ہو۔

وہ تھوڑی دیر کھڑی شی تارا کو بستر پر بے حس و حرکت پڑا دیکھتی رہی۔ یہ پتا نہیں چل رہا تھا کہ سایہ کہاں چلا گیا ہے۔ وہ اس کمرے میں نہیں تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی شی تارا کے پاس آئی۔ اسے اندیشہ تھا کہ وہ مر گئی ہوگی تو اس اجنبی ملک میں اس پر قتل کا کیس ہوگا اور وہ قانونی شکنجے میں آجائے گی۔

اس کے سوچنے کے دوران ایک کاغذ اس کے سامنے آیا۔ وہ ہوا میں معلق تھا اور اس سائے کا کچھ حصہ فرش پر اور کچھ بستر کے سرے پر تھا۔ سیلی نے اس کاغذ کو اپنے ہاتھ میں لے کر پڑھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا "اگر تم مجھ سے خوف زدہ نہیں ہو اور مجھے دوست سمجھتی ہو تو اپنے بیڈ روم کی میز پر آؤ۔"

وہ سائے کو دیکھ کر بولی "میں تمہاری احسان مند ہوں۔ تمہیں دوست سمجھتی ہوں آؤ ہم بیڈ روم میں چلیں۔"

کاغذ اس کے ہاتھ سے نکل گیا یعنی سائے نے اسے لے لیا۔ وہ دونوں بیڈ روم میں آئے۔ کاغذ ایک میز کی سطح پر ٹھہر گیا' وہاں رکھا ہوا ایک قلم خود بخود اٹھا اور کاغذ پر لکھنے لگا۔ وہ تحریر کہہ رہی تھی "کیا میرے چند سوالوں کے جواب دو گی؟"

"ہاں میں پڑھ رہی ہوں۔ تمہاری تحریر کے مطابق جواب دوں گی۔"

قلم اور کاغذ نے پوچھا "تم امریکی مشن پر آئی ہو۔ یقیناً سپر اسٹر کی محکوم ہو' کیا اس نے تمہاری حفاظت کے لئے اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو تمہاری حفاظت پر مامور نہیں کیا ہے؟"

"سپر اسٹر نے ایسا کیا ہے لیکن وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمیشہ میرے دماغ میں نہیں رہتا ہے۔ اگر ابھی ہوتا تو وہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت کو مجھ پر عمل کرنے سے پہلے ہی روک دیتا۔"

"وہ کون ہے جو تمہارے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے؟"

وہ ذرا پریشان ہوئی پھر بولی "میں بتا سکتی ہوں لیکن وہ کسی وقت میرے اندر آکر یہ معلوم کرلے گا کہ میں نے ایک نادیدہ شخص سے دوستی کی ہے' اس کے متعلق تمہیں بتا دیا ہے اور ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت اس بنگلے میں موجود ہے۔"

کاغذ نے تحریر کی زبان سے کہا "بے شک وہ بہت کچھ معلوم کرسکتا ہے لیکن میں چاہوں تو کچھ بھی معلوم نہیں کرسکے گا۔"

وہ بولی "مجھے یقین ہوتا جارہا ہے کہ تم ایک باکمال سائے ہو۔ تم نے مجھ پر مہربانیاں کی ہیں' ایک عورت کی تابعداری سے محفوظ رکھا ہے۔ تم مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاشا سے بھی محفوظ رکھ سکتے ہو۔ یہ بتاؤ کہ میں تمہارے لئے کیا کرسکتی ہوں؟"

"میں یہاں پناہ لینا چاہتا ہوں۔ ابھی حکومت کی تمام مشینری میری تلاش میں ہوگی۔"

"مجھے تمہارے رہنے سے بہت خوشی ہوگی۔ میں خود کو ہر طرح محفوظ سمجھوں گی۔ تم مجھ سے تحریر کے ذریعے گفتگو کررہے ہو' کیا زبان سے بول نہیں سکتے ہو؟"

"میں ابھی اپنے متعلق زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ تو میرے ابا حضور بھی نہیں جانتے تھے کہ میں ایک ٹھوس جسم سے ایک سائے میں تبدیل ہو جاؤں گا۔ یہ میرے لئے نیا اور انوکھا تجربہ ہے۔ شاید وہ دوسرا سایہ اس تجربے کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ جہاں تک میرے بولنے کا تعلق ہے تو میں محسوس کررہا ہوں کہ قوتِ گویائی کسی حد تک ہے مگر الفاظ صحیح طور سے ادا نہیں ہورہے ہیں۔ پتا نہیں میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ ویسے جو کچھ بھی ہو' زندگی اسی کو کہتے ہیں۔ جب تک موت نہیں آتی' کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا ہے۔"

"تم بہت اچھی باتیں کرتے ہو۔"

"کرتا نہیں لکھتا ہوں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تم نے یہ نہیں بتایا کہ مجھے سپر اسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کیسے محفوظ رکھو گے؟"

"اس کے لئے میرا کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ کو حساس بنا دے گا۔ تم کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرسکو گی' کوئی بھی دشمن تمہارے اندر آئے گا تو تم فوراً محتاط ہو جاؤ گی۔"

"اس کا مطلب ہے تمہارا کوئی آدمی مجھ پر تنویمی عمل کرکے میرے دماغ کو حساس بنائے گا' بات تو وہی ہوگی۔ میں ایک کے عمل کے اثر سے نکل کر دوسرے کے اثر میں آجاؤں گی۔"

"درست کہہ رہی ہو۔ تم پر مزید تنویمی عمل نہیں ہونا چاہئے تم نئی الجھنوں میں پڑ جاؤ گی۔ ایسا کرو' اپنے ملک کے سفیر کو فون کرکے وہ تمام حالات بتا دو جو اب تک تمہارے ساتھ پیش آئے ہیں۔ اس عورت کے متعلق بھی بتا دینا جو دوسرے کمرے میں ہوش پڑی ہے۔ میرے متعلق بھی ایک ایک بات بتا سکتی ہو' میں ابھی یہاں سے جارہا ہوں۔"

"پلیز مجھے شرمندہ نہ کرو۔ میرے اتنے اچھے دوست بننے کے بعد' میری حفاظت کے اتنے انتظامات کرنے کے بعد مجھے تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

"میں یہاں رہوں گا تو تمہارے ٹیلی پیتھی والے تمہیں غدار اور میرا دوست سمجھیں گے۔"

"کچھ بھی ہو۔ تم مجھ سے زیادہ ذہین اور چالاک ہو۔ یہاں جانے کی کوئی صورت نکالو۔ میں نے تمہیں دیکھا نہیں ہے اور کی صورت نہیں اس کی صلاحیتیں اور کارنامے دیکھے جاتے ہیں تمہیں دیکھے بغیر میرا دل تمہارے لئے بے تحاشا دھڑک رہا ہے۔"

پارس سوچ میں پڑ گیا پھر اس نے کہا "ایک صورت ہے۔ دوست بن کر نہیں دشمن بن کر رہ سکتا ہوں۔ اکثر پسماندہ ممالک میں عورتوں پر جن سوار ہو جاتے ہیں۔ یعنی پہلے عاشق ہوتے ہیں سوار ہوتے ہیں۔ انہیں بھگانے کے لئے تعویذ گنڈے کئے جاتے ہیں' جنتر منتر پڑھے جاتے ہیں پھر بھی وہ جن کبھی بھاگتا ہے کبھی چپک کر رہ جاتا ہے۔"

"ہاں' میں نے بھی کتابوں میں پڑھا ہے' تم جن بن سکتے ہو۔"

"پھر تو بات بن گئی۔ میں رات گزاروں گا' صبح تم سفیر کو فون پر بتانا کہ رات بھر ایک ایسا جن تمہیں پریشان کرتا رہا جو سائے کی طرح نظر آرہا تھا صبح وہ کہیں گیا ہے اس لئے تم سفیر کو اطلاع دے رہی ہو۔"

بات طے ہوگئی۔ پارس نے لکھا "اب تک میں نے جو کچھ لکھا ہے ان تمام کاغذات کو ابھی جلا دو تاکہ ہماری تحریری گفتگو کا کوئی ثبوت نہ رہے۔"

سیلی نے وہ تمام کاغذات لئے پھر انہیں ایک ایک کرکے لائٹر سے جلانے لگی۔ جیسے جیسے کاغذات کی آگ بھڑکتی جارہی تھی ویسے ہی ویسے سایہ زیادہ صاف دکھائی دے رہا تھا مگر وہ سایہ تھا' جتنا بھی صاف نظر آتا' سایہ ہی نظر آتا۔

○☆○

جوڈی نارمن کا اپنا ایک مسئلہ تھا۔ وہ پولیس والوں کے نرغے سے نکل آیا تھا۔ روشنیوں اور تاریکیوں سے گزر کر ایک جگہ تاریکی میں کھڑا ہانپ رہا تھا۔ بڑی دیر سے بھاگنے دوڑنے کے باعث یہ سوچنے اور کسی نتیجے پر پہنچنے کی مہلت نہیں ملی تھی کہ آئندہ اسے کرنا کیا ہے؟ ایک سیدھی سی بات یہ تھی کہ دوسرے سائے کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے۔ بڑی مشکلوں اور محنتوں سے اس نے ویڈیو کیسٹ اور وہ پاکستانی اہم کاغذات ثانی اور علی سے حاصل کئے تھے اور وہ تمام اہم چیزیں ہاتھوں سے نکل گئی تھیں۔ اب وہ اس بات پر کڑھ رہا تھا کہ دوسرا سایہ نظروں سے اوجھل ہو کر کہیں دور نکل گیا تھا پھر عقل نے سمجھایا کہ وہ سایہ ہاتھ آجاتا تو وہ اپنی مطلوبہ چیزیں اس سے کیسے چھین سکتا تھا۔ وہ دوسرا نادان تو نہیں ہوگا' اس نے ویڈیو کیسٹ اور اہم دستاویزات نکال کر کہیں چھپا دیئے ہوں گے یا اپنے خاص بندوں کے پاس پہنچا دیئے ہوں گے' اب ان چیزوں کو حاصل کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔

اس سلسلے میں جو ایک اور بڑا مسئلہ تھا' وہ سایہ بن کر رہنا تھا۔ اس کی جیب میں دو طرح کی ڈبیاں تھیں اور ان گولیوں کا ایک مکمل فارمولا کاغذات پر لکھا ہوا تھا۔ جوڈی اگرچہ جانتا تھا کہ کون سی ڈبیا میں ایسی گولیاں ہیں جو چوبیس گھنٹوں تک آدمی کو سایہ بنا کر رکھتی ہیں اور کون سی ڈبیا کی گولیاں ایک ماہ تک سایہ ہی بنائے رکھتی ہیں' اس سائے کو گوشت پوست کا آدمی نہیں بننے دیتیں۔

جوڈی دونوں ڈبیوں کے متعلق جانتا تھا لیکن پارس کے ہاتھ میں بم بلاسٹ کرنے والا ریموٹ کنٹرولر دیکھ کر بدحواس ہوگیا تھا فوری طور پر خود کو بچانے کے لئے اس نے کون سی ڈبیا نکالی' یہ اسے یاد نہیں رہا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کب تک سایہ بنا رہے گا؟ اس نے ابھی رات کے تقریباً دس بجے ایک گولی کھائی تھی۔ اگر اس کا اثر چوبیس گھنٹے تک رہتا تو وہ اگلی رات کے نو بجے پھر گوشت پوست کا انسان بن جاتا۔

اور وہ اگلی رات بہت دور تھی۔ ابھی تو یہی پہلی رات وبال جان بنی ہوئی تھی۔ وہ تاریکی میں بیٹھ کر کبھی سوچتا رہا اور کبھی خیال خوانی کے ذریعے ان امریکی' اسرائیلی اور اسلامی ممالک کے اکابرین کے دماغوں میں جاتا رہا اور ان کے خیالات پڑھتا رہا کہ وہ سب آج کے واقعات کے بارے میں کیسی کیسی رائے قائم کررہے ہیں۔

کسی کے خیالات پڑھنے پھر آئندہ کے منصوبے بنانے کے لئے تنہائی اور خاموشی ضروری ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ایک مکان کی چھت پر چڑھ کر بیٹھ گیا تھا۔ ایسے میں موسم سرد ہوتا' گرم ہوتا یا بارش ہوتی تو سائے کے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سایہ بارش میں بھیگ کر کسی سائبان تلے آئے تو پھر بھیگا نہیں رہتا۔ جیسا پہلے خشک تھا ویسے ہی خشک رہتا ہے۔

جوڈی پہلے اپنے امریکی ایک نمائندے کے پاس گیا۔ وہاں تین نمائندے تھے اور امریکی سفیر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر باتیں کررہے تھے۔ وہ اجلاس کی ناکامی پر مایوس تھے لیکن اس بات پر خوش تھے کہ جوڈی نارمن ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اور سب سے زیادہ اس بات پر خوش تھے کہ جوڈی نارمن کے پاس ایسی حیرت انگیز گولیاں ہیں جنہیں کھانے والا گوشت پوست کے جسم کے بجائے ایک سایہ بن جاتا ہے۔ یہ حیرت انگیز' ناقابلِ فہم اور ناقابلِ یقین ایجاد تھی۔ جنہوں نے ٹی وی اسکرین پر دو آدمیوں کو سائے بنتے دیکھا ہوگا' وہی یقین کریں گے۔ امریکا میں بیٹھے ہوئے سپر اسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران نے یہ سب کچھ دیکھا تھا اور خوش ہو کر ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے کہ ان کے ایک امریکی باشندے نے لاجواب گولیاں تیار کی ہیں۔

اردن اور شام وغیرہ میں جتنے امریکی جاسوس اور سیکرٹ ایجنٹ تھے انہیں حکم دیا جارہا تھا کہ وہ جوڈی کو تلاش کریں اور اس کی ہر طرح مدد کریں۔ ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ کے ذریعے ہر پندرہ منٹ کے بعد جوڈی نارمن کو مخاطب کرکے کہا جارہا تھا کہ وہ عمان میں فوراً امریکی سفیر کی پناہ میں پہنچ جائے' اسے بخیریت واشنگٹن پہنچا دیا جائے گا۔ لیکن جوڈی کو امریکا عزیز تھا۔ غلامی یا پابندی منظور نہیں تھی پھر یہ کہ اس کے پاس سائے میں تبدیل ہونے والی کئی گولیاں تھیں۔ فارمولے بھی تھے۔ اگر وہ اپنوں کے پاس تحفظ کے لئے جاتا تو سپر اسٹر اور فوجی افسران اس سے وہ گولیاں اور فارمولے اپنی تحویل میں لے لیتے پھر وہ پہلے کی طرح ایک محکوم ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ جاتا۔

اس نے اپنے لئے ایک الگ راستے کا تعین کیا تھا۔ وہ اپنی قوم کے لوگوں کے دماغوں سے نکل کر ان یہودی نمائندوں کے اندر پہنچا جو اس اجلاس میں موجود تھے۔ وہاں امریکیوں کے برعکس

مایوسی تھی۔ وہ گولیوں والی ایجاد دھماکا خیز تھی۔ یہی ایجاد کوئی یہودی پیش کرتا تو مملکت اسرائیل کے وارے نیارے ہو جاتے۔ وہ بھی پیتے پلاتے، رقص کرتے اور جشن مناتے۔ فی الوقت خون کے گھونٹ پی رہے تھے۔ منڈولا، ایکسرے مین مارٹن، برین آدم، الپا اور ٹیری آدم وغیرہ سب ہی اسکرین پر یہ سب کچھ دیکھ چکے تھے۔ اب خفیہ یہودی تنظیم کے تمام آدم براورز کیا رائے قائم کر رہے تھے، کیسی پلاننگ کر رہے تھے، یہ جوڈی نہیں جانتا تھا لیکن جاننے کا ذریعہ یہ بنا تھا کہ جوڈی جس یہودی نمائندے کے اندر تھا وہاں کبھی کبھی منڈولا آتا تھا۔ اگرچہ وہ اپنی آواز میں نہیں بولتا تھا تاہم جوڈی جیسا خیال خوانی کرنے والا سمجھ رہا تھا کہ اسرائیلی ہیڈ کوارٹر سے اس نمائندے کا رابطہ ہے۔

منڈولا نے اپنے نمائندے سے پوچھا "کیا جوڈی نارمن نے ایک گولی کھائی تو اس کے پاس بھی ایک ڈبیا تھی جیسا کہ پہلے سایہ بننے والے نے ایک ڈبیا چھین لی تھی؟"

نمائندے نے کہا "جی ہاں دونوں سایوں کے پاس ایک ایک ڈبیا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم انہیں قابو میں نہ کر سکے۔ ایک کے پاس بم بلاسٹ کرنے والا کنٹرولر تھا اور دوسرے کو ہم دوست سمجھ رہے تھے۔"

منڈولا نے کہا "یہی تم لوگوں سے غلطی ہوئی۔ تم میں سے کوئی بھی جوڈی کی جیب سے دوسری ڈبیا نکال لیتا تو آج بہت بڑی بازی ہمارے ہاتھ میں ہوتی۔"

"لیکن سر! ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ جوڈی کے پاس دوسری ڈبیا بھی ہوگی پھر وہ دوست بن کر آیا تھا۔"

"دوستی گئی جہنم میں۔ کوئی بڑا منافع حاصل کرنے کے لئے صرف اپنا مفاد دیکھا جاتا ہے۔ امریکا ہمارا گہرا دوست اور سب سے بڑا سرپرست ہے لیکن اپنی قوم پرستی کا تقاضا ہے کہ امریکا جیسے محسن سے بھی غیر معمولی ایجاد چھین لی جائے۔"

"سر آئندہ ایسی غلطی نہیں ہوگی۔ ہمارے تمام جاسوس ان دونوں سایوں کو تلاش کر رہے ہیں، وہ جیسے ہی نظر آئیں گے ہم انہیں قابو میں کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔"

"وہ دونوں سائے ابھی عمان شہر میں کہیں چھپے ہوں گے۔ جیسا کہ معلوم ہوا ہے کہ سرکاری سطح پر پورے شہر کی ناکا بندی کر دی گئی ہے۔ وہ رات کے وقت کتنی ہی جگہ چھپ سکتے ہیں لیکن دن کو ان کے سائے صاف نظر آئیں گے۔"

"سر! ایک عرض ہے۔ وہ جوڈی نارمن ٹیلی پیتھی جانتا ہے، کیا وہ ہماری باتیں سن رہا ہوگا؟"

"اگر سن رہا ہے تو یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ ہم اسے دوستی کا یقین دلاتے ہیں، وہ ہمارے ساتھ رہ کر ویسا غلام نہیں رہے گا جیسا کہ سپر اسٹرد وغیرہ اسے بنا کر رکھنا چاہتے تھے۔ وہ ہمیشہ آزاد رہے گا، اپنی مرضی کا مالک رہے گا صرف ہمارا دوست رہے گا۔"

"کاش ایسا ہو جائے کہ وہ میرے اندر آئے اور ہماری دوستی اور خلوص کو سمجھے۔ بائی دی وے، میڈم جوسنا کل رات کی فلائٹ سے وہاں پہنچنے والی ہیں۔ میں کل صبح ان کے بنگلے میں نکٹ پہنچادوں گا۔"

جوڈی جس نمائندے کے اندر تھا، وہاں خاموشی چھا گئی۔ منڈولا چلا گیا تھا۔ جوڈی نے میڈم جوسنا کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ وہ نمائندہ صرف اتنا جانتا تھا کہ میڈم اسرائیلی انٹیلی جنس کی ایک ذہین آفیسر ہے۔ ایم آئی ایم کے سربراہ کی آمد پر جو اجلاس ہو رہا تھا اس سلسلے میں کوئی اہم رول ادا کرنے آئی تھی اور کل رات کی فلائٹ سے تل ابیب جانے والی تھی۔

جوڈی نارمن اس مکان کی چھت پر سے اتر آیا۔ یہ معلوم کر چکا تھا کہ میڈم جوسنا اپنے بنگلے میں تنہا ہے، ایسی جگہ وہ رات گزار سکے گا۔ وہ ایک تاریک گلی سے باہر آیا۔ راستے میں ایک کار اسٹارٹ ہو رہی تھی۔ وہ دوڑ کر اس کی چھت پر لیٹ گیا تاکہ دوسرے گزرنے والوں کو سایہ نظر نہ آئے۔ وہ کار ایک بنگلے کے گیٹ کے سامنے رک گئی۔ وہ وہاں سے اتر کر ایک طرف جانے لگا۔ ذرا فاصلے پر اسے دوسری گاڑی میں لفٹ مل گئی۔ اس طرح وہ تین گاڑیاں بدل کر میڈم جوسنا کے بنگلے میں پہنچ گیا۔

رات کے دو بج رہے تھے۔ ایسے وقت لوگ دروازے اندر سے بند کر کے سوتے ہیں۔ جب وہ بنگلے کے احاطے میں پہنچا تو ایک کتا بھونکنے لگا۔ سایہ زمین پر کھسکتا جا رہا تھا، کتے نے اس پر چھلانگ لگائی، اسے کاٹنا چاہا تو اس کے منہ میں مٹی آئی۔ کسی انسان کے گوشت کا لوتھڑا نہیں آیا۔ وہ غرانے لگا۔ پہلے سے زیادہ جنونی انداز میں بھونکنے لگا۔ اندر سے میڈم جوسنا نے پوچھا "ویل نامی! کیا بات ہے؟ اس طرح کیوں بھونک رہے ہو؟"

یہ آواز سنتے ہی جوڈی نارمن نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میڈم کے دماغ میں پہنچا پھر دوسرے ہی لمحے باہر نکل آیا۔ غلطی کا پتا چل گیا۔ وہ میڈم جوسنا یو کا کی ماہر تھی۔ وہ کڑک کر بولی "باہر کون ہے؟ جواب دو، باہر کون ہے؟"

وہ بھلا کیا جواب دیتا۔ بنگلے کے تمام دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند تھیں البتہ ایک روشندان تھا جس میں سے شاید ایک بلی کا بچہ گزر سکتا تھا اور سائے کو تو گزرنے کا راستہ بنانا نہیں پڑتا۔ روشنیوں کے مختلف زاویوں سے سایہ کہیں سوٹا اور بھدا اور کہیں دبلا پتلا اور لانبا سا ہو جاتا ہے، کہیں سے بھی گزرنے کے لئے کوئی سی بھی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ وہ بھی روشندان سے گزر کر بنگلے کے اندر پہنچ گیا۔ پہلے ایک ڈرائنگ روم تھا پھر ایک کاریڈور، اس کے بعد ایک بیڈ روم تھا۔

وہ دروازے کو اندر سے بند کئے ہاتھ میں پستول لئے بستر کے سرے پر بیٹھی تھی۔ محتاط نظروں سے بند دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ اب کتے کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ کتے کو سایہ نظر نہیں آیا تھا اس لئے اس نے بھونکنا بند کر دیا تھا۔ میڈم جوسنا کو اطمینان ہو رہا تھا کہ جو بھی آیا ہوگا وہ بھاگ گیا ہوگا لیکن یہ تجسس باقی تھا کہ ابھی اس نے کس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا؟ کیا جسے کتا دیکھ کر بھونک رہا تھا، وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ وہ پستول ہاتھ میں لئے بستر پر سے اتر کر دروازے کی طرف آئی، باہر ڈرائنگ روم کا بھی دروازہ بند تھا۔ کوئی اندر نہیں آ سکتا تھا۔ اس لئے وہ بے باکی سے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر آئی پھر جنتی ویر میں کاریڈور کی لائٹ آن کرتی اس سے پہلے ہی جوڈی اس کے بیڈ روم کے اندر چلا گیا۔

ادھر میڈم نے ڈرائنگ روم میں آ کر اس کی کھڑکی کا پردہ ذرا سا ہٹا کر باہر دیکھا۔ وہ کتا ٹانی برآمدے میں آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ اس کتے کے اطمینان نے سمجھا دیا کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔ وہ اپنی خواب گاہ کی طرف جانے لگی۔ اسے یہ بات پریشان کر رہی تھی کہ اتنی رات کو اسے کون خیال خوانی کے ذریعے یاد کر رہا تھا؟ اگر کوئی اپنا ہوتا تو وہ دماغ میں آتے ہی کوڈ ورڈز ضرور ادا کرتا۔

وہ سوچتی ہوئی بستر پر آئی۔ اس نے پستول کو تکیے کے نیچے رکھا پھر اپنی زلفوں کو ایک طرف سمیٹ کر لیٹنا ہی چاہتی تھی کہ وہ پستول خود بخود تکیے کے نیچے سے نکل کر اس کی نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

اس نے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔ سامنے اپنا ہی پستول موت کی دھمکی دے رہا تھا اور پستول پکڑنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ ایک سایہ آدھا اس کے حسین بدن پر پڑ رہا تھا اور آدھا سایہ بستر کے سرے اور قالین پر تھا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر وہ بولی "میں سمجھ گئی۔ تم وہی سائے ہو، جس سے ہماری پوری یہودی قوم دوستی کرنا چاہتی ہے۔ آج تم جس اجلاس میں تھے وہاں میں بھی سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے موجود تھی۔ پلیز یہ پستول سامنے سے ہٹالو۔"

وہ پستول ہٹنے لگا۔ وہاں سے ذرا دور ایک میز کی طرف جانے لگا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ میز کی ایک دراز کھل رہی تھی، اس میں سے ایک لیٹر پیڈ اور ایک قلم نکلا پھر وہ قلم اس لیٹر پیڈ کے کاغذ پر کچھ لکھنے لگا۔ وہاں جو کچھ بھی لکھا گیا اسے میڈم جوسنا کے سامنے لایا گیا۔ اس نے کاغذ لے کر پڑھا۔ اس پر لکھا تھا "تم اپنے دماغ کا دروازہ خود کھولو گی یا پستول سے زخمی کیا جائے؟ میرے ان دو سوالوں کے بعد کسی بحث کی گنجائش نہ نکالنا۔ پانچ سیکنڈ بعد دماغ میں جگہ نہ ملی تو گولی چل جائے گی۔"

میڈم کے ہاتھ سے کاغذ چھوٹ گیا۔ پانچ سیکنڈ کے اندر ہی دماغ میں جگہ مل گئی۔ اس کے خیالات نے کہا "میرا نام الپا ہے۔ میں میڈم جوسنا کے نام سے یہاں آئی ہوں۔ ابھی میرے اندر میرے ساتھی بھی ہیں۔ وہ تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

جوڈی کی سوچ نے کہا "پہلے میں تمہارے چور خیالات پڑھ لوں پھر تمہارے ساتھیوں سے باتیں کروں گا۔"

ٹیری آدم نے کہا "تم یقیناً جوڈی نارمن ہو۔ میرا نام ٹیری آدم ہے۔ ابھی الپا نے ہمیں خیال خوانی کے ذریعے بتایا ہے کہ تم اس بیچاری کو دشمن سمجھ کر آئے ہو جبکہ ہم سب تمہارے بہترین دوست ہیں۔"

"صرف زبان سے کہا جائے تو دوستی نہیں ہوتی۔ اس کا عملی ثبوت دو۔ فی الوقت میرے اور الپا کے درمیان آ کر مجھے اس کے چور خیالات پڑھنے سے مت روکو۔ میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ باتوں سے بہلایا جاؤں۔"

"مسٹر جوڈی! اس وقت الپا تمہارے رحم و کرم پر ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ تم اسے نقصان پہنچاؤ۔ ہماری درخواست ہے کہ پہلے ہم آپس میں اعتماد قائم کر لیں۔ ایک طریقہ کار کے مطابق رفتہ رفتہ ایک دوسرے کے دل و دماغ کی باتیں معلوم کریں۔"

"طریقہ کار کا تعین تب ہوتا ہے جب اندر کی باتیں چھپی ہوتی ہیں۔ مجھ سے طریقہ کار کی باتیں نہ کرو۔ آخری بار کہہ رہا ہوں، اگر میرے تین گننے تک تم اس کے دماغ سے نہ گئے تو میں اسے زخمی کروں گا۔"

اس نے ایک سے لے کر تین تک گنا پھر کہا "الپا! مجھے یقین ہے کہ تم خاموش بیٹھی رہو گی اور میں خیالات پڑھتا رہوں گا۔ مجھے اس سے غرض نہیں ہے کہ ٹیری آدم تمہارے اندر چھپا ہوا ہے یا نہیں؟ مگر میں مداخلت پسند نہیں کروں گا۔"

وہ گم صم بیٹھی رہی اور وہ اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ ایسے وقت منڈولا اور ایکسرے مین مارٹن وغیرہ بھی وہاں خاموشی سے موجود تھے اور سب ہی بے بس ہو گئے تھے۔ الپا ان کی بہت اہم خیال خوانی کرنے والی تھی۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتی تو وہ اسے مرجانے دیتے لیکن اپنی خفیہ یہودی تنظیم کا راز کھلنے نہ دیتے۔

ویسے اب وہ یہودی تنظیم پہلے کی طرح خفیہ نہیں رہی تھی۔ منڈولا کو سب سے پہلے تو یہ معلوم ہوا تھا کہ مایا کے کھنڈر کے تہ خانے میں رہنے والی اس کے اندر آتی جاتی رہتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ منڈولا کے دماغ سے یہودی تنظیم کے تمام راز معلوم کر چکی ہے۔ دوسری بار یہ معلوم ہوا کہ مائیک ہرارے کو بھی اس تنظیم کا علم ہو چکا ہے۔ ہرارے نے صاف طور سے ایکسرے مین مارٹن کو بتا دیا کہ جب وہ لوگ اس کا برین واش کرنے کے لئے تنویمی عمل کرنے کے لئے باری باری آ رہے تھے تو اس نے ٹیری آدم اور ایکسرے مین مارٹن کے علاوہ ایک اور تنویمی عمل کرنے والے کو سنا تھا، وہ منڈولا تھا۔ (حالانکہ ابھی وہ منڈولا کا نام نہیں جانتا تھا) تیسری بات یہ کہ ہم نے بھی پارس کے ذریعے اس تنظیم کو بہت دور تک سمجھ لیا تھا اور اس تنظیم کے بڑے بھی سمجھ گئے تھے کہ اب ان کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ان کے مخالفین سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس سلسلے میں صرف ایکسرے مین مارٹن اور منڈولا کے بارے میں مکمل معلومات نہیں تھیں کہ وہ کہاں اور کس

روپ میں رہتے ہیں' یہ صرف زیرِزمین رہنے والی اصلی شی تارا جانتی تھی۔

منڈولا کی مجبوری یہ تھی کہ وہ خفیہ طور پر اس یہودی تنظیم کی تشکیل از سرِنو نہیں کرسکتا تھا کیونکہ اس کے اندر آنے والی شی تارا سے اس کی کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی تھی حتیٰ کہ وہ ان سب کے اندرونی رازوں کو سمجھ رہی تھی۔ اس کے برعکس ہم صرف الپا' ٹیری آدم' مونا رو اور ٹالبوٹ جیسے خیال خوانی کرنے والوں کو سمجھ گئے تھے۔ کسی وقت انہیں کسی بھی طرح ٹریپ کرسکتے تھے۔ صرف ایکسرے مین مارٹن اور منڈولا کی شناخت کے باوجود ان کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کرسکتے تھے۔

جب الجھے ہوئے دھاگے کا سرا کھلتا ہے تو پھر کھلتا ہی چلا جاتا ہے۔ اس الجھی ہوئی خفیہ یہودی تنظیم کا دھاگا بھی اس طرح کھلتا چلا گیا کہ اب جوڈی نارمن نے الپا کے چور خیالات کے ذریعے ان کے تمام اندرونی راز معلوم کرلئے پھر اس نے کہا "الپا! تم تو بڑے کام کی چیز ہو۔ تم نے اپنی یہودی تنظیم کے لئے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ تمہارے خیالات سے میں نے تمام آدم برادرز کے بارے میں معلوم کرلیا ہے۔ افسوس کہ تم برین آدم کو یہودی تنظیم کا بگ برادر کہتی ہو مگر کسی سرپراہ کے بارے میں نہیں' جانتی ہو جب کہ سرپراہ کے بغیر کوئی بھی تنظیم منظم نہیں ہوتی۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ تم لوگوں کا کوئی ایک گمنام سرپراہ ضرور ہے اور وہ ٹیلی پیتھی ضرور جانتا ہے۔ اس لئے تمہارے جیسے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بڑی رازداری سے کنٹرول کررہا ہے۔"

جوڈی نارمن کا سایہ پارس کی طرح بول نہیں سکتا تھا لیکن سوچ کی لہروں سے کام لے سکتا تھا۔ الپا نے سوچ کے ذریعے کہا "میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ رکھا ہے' اب تم سے کوئی بات چھپی نہیں رہی ہوگی۔ ہماری تنظیم کے کسی فرد نے آج تک یہ نہیں سوچا کہ ہمارا کوئی گمنام اور پراسرار سرپراہ ہوسکتا ہے۔ ہمارے بگ برادر برین آدم اتنی ذہانت سے ہماری تنظیم کو قائم رکھے ہوئے ہیں کہ ان کے بعد ہمیں کسی سرپراہ کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے۔"

جوڈی نے کہا "پھر تو میں بگ برادر برین آدم سے ابھی باتیں کروں گا' مجھے ان کے اندر پہنچاؤ۔"

وہ اس کی بات سے انکار نہیں کرسکتی تھی پھر یہ کہ منڈولا اور ایکسرے مین اس کے اندر چھپے ہوئے تھے۔ بگ برادر برین آدم کا رابطہ ایکسرے مین مارٹن سے رہتا تھا اور وہ مارٹن کو ہی خفیہ سرپراہ سمجھتا تھا۔ ان میں سے کوئی منڈولا کو نہیں جانتا تھا۔

جوڈی آخر الپا کے اندر رہ کر برین آدم کے اندر پہنچ گیا۔ الپا نے کہا "بگ برادر! آپ کو ابھی میرے خالات کا علم ہورہا ہے۔ میں جوڈی نارمن کے ہر حکم کی تعمیل پر مجبور ہوں۔ اس لئے اس وقت جوڈی ہمارے درمیان ہے' اور آپ کے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولا "ہاں ہم مجبور ہیں۔ مگر مسٹر جوڈی کو ہر معقول شرط پر دوست بنانا چاہتے ہیں' انہیں امریکا میں سپراسٹرو وغیرہ نے پابندیوں میں رکھا تھا۔ وہ ہمارے دوست بن کر مکمل آزادی سے اپنی مرضی کے مطابق کام کرسکیں گے۔ وہ صرف ہمیں ایک بار آزما کر دیکھ لیں۔ اگر کبھی شکایت کا موقع ملے تو وہ صرف الپا کو نہیں ہم سب کو گولی ماردیں۔"

جب تک برین آدم بولتا رہا جوڈی اس کے چور خیالات پڑھتا رہا۔ اس طرح معلوم ہوا کہ اس یہودی تنظیم کا خفیہ سرپراہ ایکسرے مین مارٹن رسل ہے۔ چونکہ برین آدم صرف اسے ہی خفیہ سرپراہ سمجھتا تھا اور کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ منڈولا ان کا اصل بگ باس ہوگا اس لئے جوڈی نے جہاں تک چور خیالات سے سچائی کو سمجھا اس پر یقین کرلیا لیکن وہ بھی بڑا چالباز تھا' اس نے الپا اور برین آدم سے گفتگو کرنے اور ان کے خیالات پڑھنے کے دوران ہی یہ منصوبہ بنالیا تھا کہ وہ جوڈی نارمن سے ایک فرضی مسلمان ضیاء الاسلام بن سکتا ہے تو پھر ایک امریکی عیسائی سے فرضی یہودی بن کر ان یہودیوں کی تنظیم میں اپنا نمایاں مقام بنا سکتا ہے۔ اس نے برین آدم کے خیالات پڑھنے کے بعد ہنستے ہوئے کہا "یہ تو کمال ہوگیا۔ مارٹن رسل تو میرا دوست ہے۔ ہم دونوں نے ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے سے پہلے اور بعد میں چھ ماہ تک ایک ہی ٹریننگ سینٹر میں تربیت حاصل کی تھی' اس سے میری بات کراؤ۔ تم آج مجھے دوست بننے کو کہہ رہے ہو' ہم تو مدتوں سے دوست رہے ہیں۔"

جوڈی کی باتیں اس حد تک درست تھیں کہ انہوں نے ایک ہی ٹریننگ سینٹر میں دوستوں کی طرح زندگی گزاری تھی۔ اس کی ان باتوں نے برین آدم وغیرہ کے لئے امید کی روشنی پیدا کی کہ اس طرح دوستی مزید آگے بڑھے گی۔ ایکسرے مین مارٹن رسل یہ تمام باتیں برین آدم کے اندر رہ کر سن رہا تھا۔ اس نے کہا "ہیلو جوڈی! میں تمہارا دوست مارٹن رسل بول رہا ہوں۔ کیا مجھے آواز سے پہچان رہے ہو؟ حالانکہ ہمیں جدا ہوئے مدت گزر گئی ہے۔ ہماری آوازوں میں ہی نہیں چہروں پر بھی عمر کا اثر پڑ رہا ہے۔"

اس نے کہا "مارٹن! ہم ہمیشہ گہرے دوست رہے لیکن اب تم پر غصہ آرہا ہے' تم نے مجھ سے یہ کیوں چھپایا تھا کہ تم ایک یہودی ہو۔"

"اصل بات یہ ہے کہ میں وہاں خود کو یہودی ظاہر کرتا تو مجھے کبھی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھنے نہیں دی جاتی۔ اس لئے میں نے ایک یہودی ہونے کے باوجود ایسے جعلی کاغذات تیار کرائے تھے جو مجھے عیسائی ثابت کرتے تھے۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد میں نے کئی بار سوچا کہ تم میرے بہترین دوست ہو' تمہیں اپنا راز بتادوں اور شاید میں بتا بھی دیتا لیکن ان دنوں تم جوراجوری کے عشق میں گرفتار تھے پھر اچانک ہی میرا وہاں سے ٹرانسفر ہوگیا۔"

جوڈی نے کہا "اگر تم ان دنوں اپنی حقیقت بتادیتے تو یہ معلوم کرکے خوشی سے اچھل پڑتے کہ دراصل میں بھی یہودی ہوں۔"

"کیا؟" سب ہی ایک دم سے چونک پڑے۔ حالانکہ جوڈی اور مارٹن رسل ایک دوسرے سے برین آدم کے اندر رہ کر باتیں کررہے تھے لیکن برین آدم کے اندر الپا' ٹیری آدم اور منڈولا وغیرہ سب ہی موجود تھے۔ اس بات نے سب ہی کو خوشی سے اچھال دیا تھا کہ سایہ بن جانے والا' غیر معمولی علم جاننے والا ان کا ہم قوم یہودی ہے۔ جوڈی نارمن نے مارٹن رسل سے کہا "میرا معاملہ تم سے مختلف ہے' میں نے تمہاری طرح یہودی سے عیسائی بننے کے لئے جعلی کاغذات تیار نہیں کرائے تھے۔ مجھے تو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے تک کبھی اپنی اصلیت کا پتا ہی نہیں چلا۔ بس اتنا معلوم تھا کہ ایک عورت نے مجھے پیدا کرنے کے بعد ایک عیسائی مشنری کے حوالے کردیا تھا۔ وہیں میری تعلیم اور تربیت ہوتی رہی۔ وہ عورت چار چھ ماہ میں ایک بار مجھے دیکھنے آتی تھی۔ مجھے پیار کرتی تھی' روتی تھی پھر چلی جاتی تھی۔ میں ہمیشہ امتحانات میں اے گریڈ پوزیشن حاصل کرتا تھا اس لئے مجھے سرکاری سرپرستی میں لے لیا گیا۔ وہاں سے فوجی ٹریننگ میں چلا گیا۔ میری ذہانت اور حاضر دماغی کے پیش نظر مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزار اگیا اور ٹیلی پیتھی کا یہ علم عطا کیا گیا۔ وہ جو میری ماں تھی' ہمیشہ کی طرح ہر اس جگہ پہنچ جاتی تھی جہاں میرا تبادلہ ہوتا تھا۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد میں نے اپنی ماں کے خیالات پڑھے تو ایک نیا انکشاف ہوا۔"

جوڈی نارمن کی باتیں سب غور سے سن رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "میری ماں عیسائی تھی لیکن اسے ایک یہودی سے محبت ہوگئی تھی۔ میری ماں کے والدین اور خاندان والے یہودیوں کے دشمن تھے۔ جب ماں نے مجھے جنم دیا تو سب ہی دشمن ہوگئے۔ اس دشمنی میں انہوں نے میرے باپ کو قتل کردیا اور ماں سے کہا کہ اگر وہ مجھے عیسائی مشنری میں نہیں دے گی تو مجھے بھی میرے باپ کی طرح مار ڈالا جائے گا۔ تب ماں نے مجبور ہوکر مجھے زندہ رکھنے کے لئے عیسائی مشنری میں پہنچادیا۔ افسوس ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد بھی میں نہ ماں کے کام آسکا اور نہ ہی اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لے سکا۔ وہ قاتل پہلے ہی مرچکے تھے اور حقیقت معلوم ہونے کے تیسرے ہی دن میری ماں کا بھی انتقال ہوچکا تھا۔" جوڈی نارمن نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "میری ماں نے میرے لئے بہت دکھ اٹھائے اور میں نے اس کی وفات سے پہلے یہ معلوم کرلیا کہ میں عیسائی نہیں یہودی ہوں۔ میری رگوں میں میرے یہودی باپ کا خون گردش کررہا ہے۔"

یہ ایسی من گھڑت مگر پُراثر داستان تھی جسے سب ہی سن کر متاثر بھی ہوئے اور دل سے بھی تسلیم کیا کہ جوڈی ایک یہودی باپ کا بیٹا ہے۔ لہٰذا پیدائشی یہودی ہے۔

ایکسرے مین مارٹن نے کہا "میں کبھی نہیں چاہتا تھا کہ میری تنظیم کے افراد بھی مجھے اپنے سرپراہ کی حیثیت سے کبھی پہچان سکیں۔ میرے پراسرار رہنے کے باعث دشمن ہمیشہ بھٹکتے رہے اور کبھی ہماری تنظیم کے افراد تک نہ پہنچ سکے۔ آج میں ظاہر ہوگیا ہوں۔ مجھے اس بات کا دکھ ہونا چاہئے لیکن آج کا دن ہم سب کے لئے کامیابیوں' کامرانیوں اور مسرتوں کا سب سے اہم اور یادگار دن ہے۔ آئندہ جوڈی نارمن میری جگہ ایسا پراسرار اور نامعلوم سرپراہ رہے گا کہ کوئی اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکے گا۔ اسے دیکھ بھی نہیں سکے گا۔ اسے چھو بھی نہیں سکے گا۔"

جوڈی نے کہا "تم لوگوں نے مجھ سے نہیں پوچھا کہ میں اس خفیہ یہودی تنظیم کا کوئی کام کروں گا یا نہیں؟ کیونکہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہودی خواہ کسی ملک سے تعلق رکھتا ہو وہ اوّل اور آخر صرف اپنے ملک اسرائیل کے لئے جیتا اور مرتا ہے۔ مجھے سرپراہ بننے کی تمنا نہیں ہے۔ میں ایک معمولی کارکن بن کر بھی اپنے ملک اور قوم کے لئے کام کرتا رہوں گا۔"

سب لوگ اپنی اپنی جگہ خوش ہوکر تالیاں بجا رہے تھے۔ منڈولا بھی خوش تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا نادیدہ یہودی اپنی تنظیم میں شامل ہوگیا ہے۔ اس کے ذریعے بڑے اہم مسائل حل کئے جاسکتے تھے لیکن وہ ابھی تک یہودی تنظیم کا پراسرار نامعلوم سرپراہ تھا۔ اصلی شی تارا کے سوا کوئی اس کی اصلیت نہیں جانتا تھا اور اس کی یہ دلی آرزو تھی کہ ہمیشہ اسی طرح سرپراہ بنا رہے لیکن جوڈی نارمن جیسا سایہ اس کے حواس پر چھا رہا تھا۔ یہ اندیشہ پیدا کررہا تھا کہ کسی دن وہ سایہ اس کی اصلیت کو بھی نہ سمجھ لے۔

بہرحال ابھی یہ چکر چل رہا تھا کہ جوڈی نارمن نے عیسائی ہوکر خود کو یہودی ثابت کردیا تھا اور پوری یہودی تنظیم کا اعتماد حاصل کرلیا تھا۔ اسی طرح منڈولا' مارٹن رسل' برین آدم' الپا اور ٹیری آدم وغیرہ تمام آدم برادرز جوڈی کو اپنا بنا کر خوش اور مطمئن ہوگئے تھے۔

جوڈی کے سائے نے الپا کو پستول دیتے ہوئے کہا "یہ اپنی امانت لو۔ میں بھی اپنی قوم کی امانت کے طور پر تھا اب تمہارے ساتھ اسرائیل جاکر رہوں گا۔"

وہ پستول لے کر مسکراتی ہوئی بولی "تم میری موت بن کر آئے تھے مگر اب زندگی سے بھی زیادہ زندگی دے رہے ہو۔ کاش میں تمہیں دیکھ اور چھو سکتی۔"

وہ بولا "جب گولی کا اثر ختم ہوجائے گا تو میں دوبارہ گوشت پوست کے انسانی جسم میں نظر آؤں گا۔ اگرچہ سائے کو کوئی چھو نہیں سکتا لیکن میرے سائے میں زندہ انسان کی توانائیاں چھپی ہوئی ہیں۔ میں چاہوں تو ہم ایک دوسرے کو چھو سکتے ہیں۔"

الپا نے اس بات پر حیرانی ظاہر کی۔ جوڈی نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ کو پکڑا تو وہ ایک دم سے گھبرا گئی۔ اس نے کہا "یہ میں ہوں۔ تمہیں چھو رہا ہوں' اس وقت صرف میں نے تمہارا ہاتھ نہیں' تم نے بھی میرا ہاتھ پکڑا ہوا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ تم میرے ہاتھ کو نہیں' ہاتھ کے صرف سائے کو دیکھ سکتی ہو۔"

وہ اس کے سائے کو دیکھ دیکھ کر چھونے اور اسے پکڑنے لگی' وہ بھی جواباً یہی کر رہا تھا۔ وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی "میں تمہیں نہ دیکھ کر بھی پا رہی ہوں' یہ نہایت ہی عجیب و غریب تجربہ ہے۔"

منڈولا' الپا کے اندر چھپا ہوا تھا۔ سمجھ رہا تھا کہ نیگیٹو اور پازیٹو ملے ہیں تو سلگتے ہی رہیں گے لہٰذا اس نے الپا کو اس کی مرضی کے مطابق چھوٹ دے دی لیکن الپا کی زبان منڈولا کی مرضی کے مطابق بولنے لگی۔ وہ بولی "تمہاری اس گولی کا اثر کب تک رہے گا؟ میں تمہیں کب دیکھ سکوں گی؟"

"شاید اگلی رات کے آٹھ نو بجے تک یا پھر ایک ماہ کے بعد....."

وہ حیرانی سے بولی "ایک ماہ کے بعد؟ کیا تم خود نہیں جانتے کہ کب تک ظاہر ہو سکو گے؟"

"ہاں' ابھی میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ میرے پاس دو قسم کی گولیاں تھیں۔ ایک گولی کا اثر چوبیس گھنٹوں تک اور دوسری کا اثر ایک ماہ تک رہتا ہے۔ یہ دو طرح کی گولیاں دو مختلف ڈبیوں میں تھیں۔ وہاں اجلاس میں جو نوجوان ریموٹ کنٹرولر لے کر آیا تھا اس نے پتا نہیں کون سی ڈبیا مجھ سے چھین لی تھی۔ میں نے بم کی بلاسٹنگ سے بچنے کے لئے دوسری ڈبیا نکال کر ایک گولی کھالی تھی۔"

منڈولا نے الپا کے ذریعے پوچھا "کیا تمہارے پاس وہ دوسری ڈبیا موجود ہے؟"

"ہاں' میری جیب میں ہے لیکن دونوں ڈبیاں ایک جیسی ہیں اور گولیاں بھی ایک جیسی ہیں اس لئے ابھی یہ جاننا مشکل ہے کہ ہم دونوں میں سے کس نے مختصر مدت کی اور کس نے طویل مدت کی گولیاں کھائی ہیں۔"

"کیا میڈیکل سائنس سے تمہارا تعلق ہے؟ یہ گولیاں تم نے بنائی ہیں یا کسی کی خدمات حاصل کی ہیں؟"

"میں دواؤں کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں جانتا ہوں۔ ایک باز خیال خوانی کرتے کرتے ایسے سائنس داں کے دماغ میں پہنچ گیا' جو یہ گولیاں تیار کر رہا تھا۔ یہ قصہ بڑا طویل ہے بس یوں سمجھو کہ میں نے اس سائنس داں کو کامیاب تجربہ کرتے دیکھا۔ اس کے پاس ایسی دس دس گولیوں کی دو ڈبیاں تھیں۔ میں نے اس سے یہ حاصل کر لیں۔"

منڈولا نے پھر الپا کے ذریعے سوال کیا "اس سائنس داں نے ان گولیوں کا فارمولا تو ضرور لکھ کر رکھا ہوگا اور تم نے وہ فارمولا بھی حاصل کیا ہوگا۔"

جوڈی نارمن بھی باتیں بنانے میں ماہر تھا۔ اس نے کہا "ہاں' وہ ایک ڈائری میں ان گولیوں کے متعلق لکھتا رہتا تھا۔ میں نے اس کے سیف سے دونوں ڈبیاں چرانے کے بعد سوچا' ابھی ڈائری کو نہیں چرانا چاہئے۔ وہ اپنے لئے مزید گولیاں تیار کرنے کے لئے پھر ڈائری کا مطالعہ کرے گا۔ اس ڈائری میں لکھی ہوئی دوائیں اور ان کے اوزان وغیرہ میری سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ اس لئے بھی میں نے وہ ڈائری اس کے پاس چھوڑ رکھی تھی تاکہ وہ مال تیار کرتا رہے اور میں وہ مال چراتا رہوں لیکن دوسری بار چوری کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ پتا نہیں لیبارٹری میں کس طرح آگ لگ گئی تھی میں اس روز دوسرے شہر میں تھا۔ واپسی پر معلوم ہوا کہ وہ سائنس داں اس ڈائری سمیت جل مرا ہے۔"

الپا نے پھر منڈولا کی مرضی کے مطابق پوچھا "یعنی فارمولا ختم ہو چکا ہے۔ تمہارے پاس دس گولیاں رہ گئی ہیں۔"

"اب دس نہیں رہیں' میں نے بہت پہلے آزمائش کے طور پر ایک کھائی تھی دوسری آج کھائی ہیں۔ اس طرح اب میرے پاس آٹھ ہیں۔ دوسری ڈبیا میں نو گولیاں تھیں' آج اس نوجوان نے ایک کھائی ہے یعنی اس کے پاس بھی صرف آٹھ گولیاں ہوں گی۔"

"کیا ہماری یہودی تنظیم میں کسی کو گولی کی ضرورت پڑے گی تم اسے استعمال کرنے دو گے؟"

"دے سکتا ہوں لیکن ہمارے کسی یہودی ساتھی کو ضرورت ہی کیوں پڑے گی؟ جب سایہ بن کر' روپوش رہ کر کوئی بہت ہی خفیہ سیکرٹ کام کرنا ہوگا تو میں ایک گولی کھا کر وہ کارنامہ انجام دے سکوں گا۔ میں موجود ہوں تو کسی اور کو گولی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" منڈولا نے سمجھ لیا کہ جوڈی ایک یہودی کی حیثیت سے کام کرے گا۔ ہر قربانی دے گا مگر ایک گولی بھی کسی ساتھی کو نہ دے گا۔ جوڈی نے الپا سے کہا "ہمیں اس دوسری ڈبیا کی فکر کرنا چاہئے پتا نہیں وہ کون تھا جو مجھ سے وہ ڈبیا چھین کر لے گیا ہے۔"

الپا نے کہا "ہمارے تمام جاسوس اس دوسرے سائنس داں کی تلاش کر رہے ہیں۔ اگر وہ ہمارے آدمیوں کے قابو میں آجائے وہ دوسری ڈبیا بھی ہمیں مل جائے گی۔"

جہاں فریب اور جھوٹ ہوتا ہے وہاں بے شمار مسائل ہوتے رہتے ہیں۔ جوڈی نے جھوٹ بول کر' فریب دے کر یہودی منوا لیا تھا۔ ارادہ تھا کہ اس یہودی تنظیم میں رہ کر دوبارہ اندرونی راز معلوم کرتا رہے اور اپنے ملک امریکا کے کام آتا رہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ کامیاب ہو رہا تھا لیکن دوسری طرف سے اندیشہ تھا کہ یہودی تنظیم والے اس کے پاس حاصل ہوئے فارمولے کو اور گولیوں کو کسی نہ کسی بہانے حاصل کر چاہیں گے لہٰذا یہ چیزیں ایسی جگہ چھپائی جائیں کہ دوسرا کوئی تک نہ پہنچے۔

منڈولا سوچ رہا تھا کہ الپا اسے اپنے حسن و شباب کے جال میں پھانس کر اسرائیل لے آئے۔ جوڈی جب گوشت پوست میں ظاہر ہوگا اور قبل ایبب میں قریب ہی رہے گا تو مختلف ہتھکنڈوں سے ان گولیوں کو حاصل کیا جائے گا اور یوں جوڈی کی سایہ بننے والی صلاحیت کو ختم کر کے اپنی تنظیم کا محض ایک خیال خوانی کرنے والا بنا کر رکھا جائے گا۔ الپا اپنی لاعلمی میں منڈولا کی معمولہ اور کنیز بنا کر رکھا جائے گا۔ الپا اپنی لاعلمی میں منڈولا کی معمولہ اور کنیز بنا کر رکھا جائے گا۔ الپا اپنی لاعلمی میں منڈولا کی معمولہ اور کنیز تھی۔ اس کی مرضی کے مطابق جوڈی کو اپنی خواب گاہ میں دیوانہ بناتی رہی پھر بولی "میں کل شام چھ بجے کی فلائٹ سے اسرائیل جا رہی ہوں' میرے ساتھ چلو گے نا؟"

وہ بولا "تم نے تو ایسا دل خوش کیا ہے کہ تمہیں چھوڑ نہیں سکتا لیکن میں کل نہیں شاید پرسوں آؤں گا۔ اس دوسرے سائے کو یہاں تلاش کرنا بہت ضروری ہے۔ اگرچہ ہمارے جاسوس اسے ڈھونڈ رہے ہیں لیکن میں سایہ بن کر زیادہ کامیابی حاصل کرنے کی توقع رکھتا ہوں۔"

الپا تھوڑی دیر تک ضد کرتی رہی کہ وہ جوڈی کو اپنے ساتھ لے جائے گی لیکن وہ دوسری گولیوں کی ڈبیا حاصل کرنے کے لئے بضد رہا۔ اس ضد کے پیچھے یہ منصوبہ تھا کہ وہ پہلے چوبیس گھنٹے اس شہر میں گزارے گا اور گولی کے اثر کی مدت معلوم کرے گا' دوسری بات یہ کہ چھوٹے چھوٹے آٹھ عدد خالی کیپسول خرید کر ہر کیپسول میں ایک ایک گولی رکھے گا اور ہر کیپسول کو مختلف جگہ لے جا کر دفن کرے گا۔ چونکہ وہ آئندہ تل ابیب میں رہے گا اس لئے الپا کو چھوڑ کر تنہا دوسرے بھیس میں وہاں پہنچے گا اور مناسب جگہ دیکھ کر ان گولیوں کو زمین میں چھپاتا رہے گا۔

اس طرح وہ اسرائیل کے مختلف پہاڑی علاقوں میں جائے گا اور ہر پہاڑ کی کسی چٹان پر فارمولے کا ایک حصہ کندہ کرے گا' کسی دوسرے علاقے کے پہاڑ کی دوسری چٹان پر فارمولے کا دوسرا حصہ کندہ کرے گا' اس طرح کوئی یہ سمجھ نہیں پائے گا کہ چٹانوں پر کس دوا کے نام اور اوزان کندہ کئے گئے ہیں۔ وہ فارمولے جب تک یکجا نہیں ہوں گے تب تک کوئی ڈاکٹر یا سائنس داں بھی انہیں سمجھ نہیں پائے گا۔ ایسا کرنے کے بعد اس کی جیب میں جو فارمولے لکھے ہوئے رکھے ہیں وہ ان کاغذات کو جلا ڈالے گا۔

○☆○

مجھے معلوم ہوا تھا کہ شی تارا (ذی) نے بھی پارس پر اس وقت تنویمی عمل کیا تھا جب یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس کو مائیک ہرارے سمجھ کر اسے اپنا تابعدار بنا رہے تھے۔ شی تارا بھی یہی حرکت کر رہی تھی' اپنی برسوں کی آرزو کے مطابق پارس کو اپنا تابعدار بنا کر رکھنا چاہتی تھی۔ اس حرکت نے ثابت کر دیا تھا کہ پارس نے اس سے قطع تعلق کر لیا تھا۔

میں نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ عمان چلا جائے اور وہاں جو اجلاس ہونے والا ہے اسے ناکام بنائے۔ ثانی اور علی کو اسلام آباد چھوڑ کر قتل ایبب جانے کے لئے کہہ دیا کیونکہ سلمان نے وہاں مائیک ہرارے یا پارس کی برین واشنگ کے دوران خفیہ یہودی تنظیم کے بہت سے اہم افراد کو اور کئی رازوں کو جان لیا تھا۔ اس طرح جتنی معلومات حاصل ہوئی تھیں ان سے اب ثانی اور علی فائدے اٹھا سکتے تھے اور وہ دونوں اپنی صلاحیتوں سے اس تنظیم کے اندر بہت دور تک پہنچ سکتے تھے۔ ان دنوں مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ منڈولا اصلی شی تارا کے زیر اثر آگیا ہے۔ وہ اس فکر میں تھا کہ کسی طرح اس زیر زمین رہنے والی بلا سے نجات حاصل کرے۔ ایسے میں جوڈی نارمن ایک نئی مصیبت بن کر آگیا تھا۔ ایک تو وہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا دوسرے یہ کہ سایہ بن کر روپوش اور محفوظ رہ سکتا تھا اور آثار بتا رہے تھے کہ منڈولا نے احتیاطی تدابیر نہ کیں تو جوڈی جس طرح مارٹن رسل تک پہنچ گیا تھا اسی طرح منڈولا تک پہنچ کر اس کے بھی خفیہ سربراہ ہونے کا انکشاف کر سکتا تھا۔

منڈولا اس طرح جکڑا ہوا تھا کہ وہ کئی ہتھکنڈوں سے جوڈی نارمن کو زیر کر سکتا تھا لیکن اصلی شی تارا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ وہ تو کسی روک ٹوک کے بغیر دماغ میں گھس آتی تھی' یوگا کی مہارت اسے روک نہیں سکتی تھی۔ ایسی بلا کے آگے وہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور تھا۔ اس نے پروفیسر ایزک سے فون پر رابطہ کیا پھر کہا "میں بڑی مشکلات میں گرفتار ہوں۔ اس زیر زمین رہنے والی دیوی سے کسی بھی طرح رابطہ کرو۔ مجھے اس کی مدد کی سخت ضرورت ہے۔"

پروفیسر ایزک نے کہا "میں رابطہ قائم رکھنے کے سلسلے میں دیوی جی سے کہہ چکا ہوں کہ آپ اکثر ان سے ضروری معاملات پر گفتگو کرنے کے لئے مجھے مخاطب کرتے رہتے ہیں' لہٰذا کوئی ایسی صورت نکالی جائے کہ آسانی سے رابطہ ہو سکے۔"

منڈولا نے کہا "پروفیسر! تم بہت اچھے ہو۔ واقعی دیوی جی سے رابطے کا کوئی آسان راستہ نکالو۔"

"یوں سمجھئے کہ راستہ نکل گیا ہے۔ دیوی جی نے کہا ہے کہ جب آپ ان سے رابطہ کرنا چاہیں تو ٹیلی فون کے پاس بیٹھ کر دس عدد اگربتیاں جلائیں' پالتھی مار کر بیٹھ جائیں پھر آنکھیں بند کر کے دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنی زبان سے "ہری اوم ہری اوم" کہتے رہیں۔ ایسا کرنے سے ذرا سی دیر میں دیوی جی مجھ سے رابطہ کریں گی پھر میں ان کا پیغام آپ تک پہنچایا کروں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا "اگر ایسے رابطہ ہو جائے تو پھر مشکلیں آسان ہوتی رہیں گی۔ میں ابھی ایسا کرتا ہوں۔"

پروفیسر نے کہا "پہلے آپ میری پوری باتیں سن لیں۔ دس بار ہری اوم کہنے کے بعد آپ دس بار ہرے راما' ہرے کرشنا کہیں گے۔ کیا پوجا کے یہ تمام الفاظ یاد رہیں گے؟"

"بالکل یاد رہیں گے۔ میں یہ تمام الفاظ کبھی نہیں بھولوں گا۔ اور کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ وہ مہادیو شیو شنکر کی پجارن ہیں۔ اس لئے آپ تیسری بار دس مرتبہ جے شیو شمبھو کہیں گے' اس کے بعد ہی آپ کی خواہش کے مطابق رابطہ ہو جائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں فون بند کرتا ہوں اور ابھی کسی دکان سے اگربتیاں خرید کر لاتا ہوں' تم نے جیسا سمجھایا ہے میں بالکل اسی طرح پوجا کروں گا اور ہمیشہ اس دیوی کا پجاری رہوں گا۔"

وہ رابطہ ختم کر کے فوراً اپنی رہائش گاہ سے نکل کر قریبی بازار کی طرف جانے لگا اور زیر لب "ہری اوم' ہرے راما' ہرے کرشنا اور جے شیو شمبھو کے الفاظ زیر لب دُہرانے لگا تاکہ اچھی طرح ازبر ہو جائیں اور وہ پوجا کے وقت ایک لفظ بھی نہ بھولے۔ راستے میں اس کے قریب سے گزرنے والے اسے بڑبڑاتے ہوئے سن رہے تھے۔ جو صحیح الدماغ ہوتے ہیں وہ اپنی تھائی میں کبھی زیر لب بھی کچھ نہیں کہتے' ایسا پاگل کرتے ہیں یا مجذوب قسم کے حضرات اپنے دین دھرم کے مطابق اپنے اپنے رب کے لئے کلمات پڑھتے جاتے ہیں۔ اس علاقے میں بہت سے لوگ اسے ایک نہایت شریف' مہذب اور سمجھ دار شخص کی حیثیت سے جانتے تھے۔ وہاں وہ وان جان کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ ایک شخص نے اس کا راستہ روک کر پوچھا "مسٹر وان! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے' آپ اپنے آپ سے باتیں کر رہے ہیں۔"

منڈولا نہایت اہم سبق یاد کر رہا تھا۔ یہ مداخلت اسے ناگوار گزری۔ وہ بولا "میرے گاڈ نے مجھے زبان دی ہے' بولنے کی قوت دی ہے۔ میرے بولنے پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟"

وہ شخص بولا "معافی چاہتا ہوں۔ میری سمجھ میں یہ آیا تھا کہ آپ بے حد پریشانی کے باعث بے اختیار کچھ بول رہے ہیں۔"

منڈولا "ہری اوم' ہری اوم" کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ ٹوکنے والا شخص اسی جگہ کھڑا حیرانی سے سوچتا رہ گیا کہ یہ "ہری اوم" کس زبان کے الفاظ ہیں؟ وہ یہودی تھا ہندی کے الفاظ نہیں سمجھ سکتا تھا۔

اب وہ دوسرا سبق "ہرے راما' ہرے کرشنا" کے الفاظ یاد کرتا جا رہا تھا۔ کچھ راہ گیر اسے دیکھ رہے تھے اور زیر لب مسکراتے جا رہے تھے' منڈولا کو کسی کی پروا نہیں تھی وہ ہر حال میں یہودی تنظیم کا سربراہ اور مملکت اسرائیل کا بے تاج بادشاہ بن کر رہنا چاہتا تھا۔ جوڈی نارمن نے اس کے لئے بڑے خطرات پیدا کر دیئے تھے وہ ایک سائے کا فی الحال کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ بس ایک ہی امید تھی کہ دیوی جی کی مدد سے شاید وہ جوڈی پر قابو پا سکتا تھا۔ اس لئے راستے میں بھی زیر لب پوجا کے الفاظ یاد کرتا جا رہا تھا۔

جب وہ اسٹور میں داخل ہوا تو تیسرا سبق جے شیو شمبھو یاد کر رہا تھا۔ دکان میں اور بھی کئی گاہک تھے' اس نے سیلز مین سے کہا "مجھے ایک پیکٹ شیو شمبھو دو۔"

سیلز مین نے تعجب سے پوچھا "مسٹر! یہ کیا چیز ہوتی ہے؟ ہماری دکان میں نہیں ہے۔"

وہ کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر بولا "تمہارے پیچھے ریک پر کتنے ہی پیکٹ شیو شم بھو۔ بھو۔ بھو....."

اسے غلطی کا احساس ہوا۔ وہ بولا "سوری مجھے ایک پیکٹ اگربتی چاہئے' میں اپنی دُھن میں غلط بول گیا تھا۔"

وہاں سونیا ٹائی شاپنگ میں مصروف تھی۔ منڈولا کی آواز سنتے ہی چونک گئی۔ وہ قاہرہ میں کئی بار اس کی آوازیں سن چکی تھی۔ بعد میں منڈولا مصنوعی آواز میں بولنے لگا تھا۔ اسی لئے دوسری بار جب ایم آئی ایم کے مجاہدین نے طیارے کو اغوا کیا تھا اور کسی بات پر منڈولا کو زخمی کیا تھا تو ٹائی نے ہی اس کے زخم کی مرہم پٹی کی تھی یعنی دوسری بار بھی وہ ٹائی کی گرفت میں آتے آتے بچ کر نکل گیا تھا۔ اب تیسری بار وہ منڈولا کو اپنی اصلی آواز میں بولتے ہوئے سن کر چونک گئی۔ اس نے اپنی کہنی سے علی کو ٹہوکا دیا۔ علی نے اسے دیکھا تو اس نے آنکھ کا اشارہ کیا پھر اس کے دماغ میں آکر بولی "وہ شخص جو اگربتی کا پیکٹ خرید رہا ہے' داؤد منڈولا ہے۔ کیا اس کی گردن دبوچ لوں؟"

علی نے اگربتی خریدنے والے کو دیکھا پھر سوچ کے ذریعے کہا "گردن دبوچنے کی ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ ہمیں دیکھنا اور معلوم کرنا چاہئے کہ یہ اس شہر میں کس مقصد سے آیا ہے۔ ہم جس بہروپ میں ہیں اس میں یہ ہمیں نہیں پہچان سکے گا۔"

وہ اگربتی کا پیکٹ خرید کر جانے لگا۔ ٹائی اور علی نے اس کا پیچھا کیا۔ علی نے کہا "تم اپنی کار میں رہو اور میرے اندر رہ کر معلوم کرتی رہو کہ میں اس کے پیچھے کہاں پہنچ رہا ہوں۔ اگر اس کے پاس بھی کار ہو گی تو تم فوراً اپنی کار لے کر چلی آنا۔"

وہ اپنی کار کی طرف چل گئی۔ علی منڈولا کے پیچھے فاصلہ رکھ کر چلنے لگا۔ اگر وہ فاصلہ نہ بھی رکھتا تو منڈولا کو کسی خطرے کا احساس نہ ہوتا کیونکہ وہ واپسی میں بھی پوجا کے الفاظ یاد کرتا جا رہا تھا۔

ٹائی علی کے اندر رہ کر معلومات حاصل کر رہی تھی۔ پتا چلا کہ وہ اسی علاقے کے ایک بنگلے میں رہتا ہے۔ اس نے بنگلے کے اندر پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ علی اندر نہیں جا سکتا تھا مگر کسی بھی مکان میں گھسنے کا راستہ چور ڈاکو بھی نکال لیتے ہیں۔ علی چور تو نہیں تھا تاہم ایسے ہتھکنڈے جانتا تھا۔

اس وقت رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ وہ بنگلے کے پیچھے گیا پھر ایک پائپ کے سہارے چھت پر پہنچ گیا۔ وہاں ایک زینہ تھا جو اندر کی طرف جاتا تھا۔ علی نے دبے قدموں زینے کے راستے اندر آکر ایک کمرے میں دیکھا۔ منڈولا فرش پر پلتھی مار کر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے ایک ٹیلی فون رکھا ہوا تھا۔ اس فون کے پاس دس عدد اگربتیاں سلگ رہی تھیں۔ وہ آنکھیں بند کئے اپنے دونوں ہاتھ جوڑے ہری اوم اور ہرے راما جیسے الفاظ ادا کرتا جا رہا تھا۔ ٹائی

علی کے اندر رہ کر یہ تماشا دیکھ رہی تھی' اس نے کہا "علی! یہ منڈولا یہودی ہے مگر ایک ہندو کی طرح پوجا کیوں کر رہا ہے؟"

علی نے سوچ کے ذریعے جواب دیا "میں خود حیران ہوں۔ یا تو یہ واقعی پوجا کر رہا ہے یا پھر کوئی جنتر منتر والا عمل کر رہا ہے۔"

ان کی گفتگو کے دوران فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ منڈولا نے خوش ہو کر آنکھیں کھول دیں پھر ریسیور اٹھا کر بولا "ہیلو' میں منڈولا ہوں۔ آپ کا غلام ہوں۔ آپ دیوی جی بول رہی ہیں نا؟"

دوسری طرف سے جواب ملا "میں پروفیسر ایزک بول رہا ہوں۔ یوں سمجھو کہ تمہارا عمل کامیاب رہا۔ میرے اندر دیوی جی بول رہی ہیں۔"

ٹائی اور علی یہ نہیں سن سکتے تھے کہ دوسری طرف سے کون بول رہا ہے اور کیا بول رہا ہے؟ لیکن منڈولا کی باتوں سے بہت کچھ سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "پروفیسر! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ دیوی جی تمہاری زبان سے بول رہی ہیں۔ میں ان سے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتا ہوں کہ میری مدد کریں۔ میں بہت مشکل میں ہوں۔ شاید کل تک وہ شخص اس شہر میں پہنچ جائے گا۔ اس کا نام جوڈی نارمن ہے' وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اور اس کے پاس کچھ ایسی کراماتی گولیاں ہیں جن میں سے ایک کو نگلنے کے بعد وہ سایہ بن جاتا ہے۔"

پروفیسر نے کہا "تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ وہ تم پر غالب آجائے گا اور جب تک وہ سایہ بن کر رہے گا تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اور وہ تمہاری جگہ یہودی تنظیم کا سربراہ بن جائے گا' تم اقتدار سے محروم ہونا نہیں چاہتے؟"

"ہاں ہاں' یہی بات ہے۔ ہماری دیوی جی بہت گُن والی ہیں۔ وہ تو یوگا میں مہارت رکھنے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتی ہیں۔ میں تو ان کے قدموں کی خاک ہوں۔ انہوں نے میرے دماغ سے جو معلومات حاصل کی ہیں اس کا توڑ کریں ورنہ وہ کمبخت یہاں آکر مجھے بے نقاب بھی کرے گا اور میری سربراہی بھی چھین لے گا۔"

پروفیسر نے کہا "دیوی جی کہہ رہی ہیں کہ عمان میں ان کی ایک آلۂ کار عورت ہے۔ اس سائے نے اسے طمانچے مار مار کے ایک بستر پر پھینک کر بے ہوش کر دیا۔ یہ پچھلی رات کی بات ہے۔ اب دیوی جی کی آلۂ کار عورت ہوش و حواس میں ہے اور اس سائے کو مار ڈالنے کے لئے اسے تلاش کر رہی ہے۔"

زیر زمین رہنے والی شی تارا دراصل اپنی ڈی شی تارا کی بات کر رہی تھی جسے پارس نے بے ہوش کر دیا تھا۔ منڈولا نے کہا "دیوی جی کی آلۂ کار کو تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے' وہ سایہ پچھلی رات سے اسی بنگلے میں ہے۔ اس نے ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کے ساتھ رات گزاری تھی اور اس نے ہماری پوری یہودی تنظیم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ کل یہاں قتل ابیب آئے گا۔"

"یہاں مغالطہ ہو رہا ہے۔ اس سائے نے الپا کے ساتھ نہیں بلکہ سیلی نامی ایک امریکی لڑکی کے ساتھ رات گزاری تھی۔"

"میں دیوی جی کی بات کو جھٹلانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ وہ ابھی الپا کے اندر جا کر حقیقت معلوم کر سکتی ہیں۔"

منڈولا کو انتظار کرنے کے لئے کہا گیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے بیٹھا رہا۔ ذرا دیر بعد ہی پروفیسر ایزک نے کہا "دیوی جی کی طرح آپ کی بات بھی درست ہے' دراصل دیوی جی کو صرف اس سائے کا علم تھا جس نے ان کی آلۂ کار پر ظلم کیا تھا۔ ابھی پتا چلا کہ عمان میں ایک نہیں بلکہ ایسے دو سائے تھے' وہ دونوں ہزار تلاش کے باوجود ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے ہیں۔"

"جی ہاں میں بھی اپنی پریشانی میں یہ بتانا بھول گیا کہ وہاں کل رات دو گوشت پوست کے انسان سائے میں تبدیل ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایک جوڈی نارمن ہے' اس نے خود اپنا تعارف کرایا تھا مگر وہ دوسرا جو اجلاس کو ناکام بنانے آیا تھا اس کے متعلق معلوم نہ ہو سکا کہ کون تھا مگر مسلمانوں کا حامی تھا۔"

"دیوی جی کے لئے یہ مشکل ہے کہ وہ سایہ بولتا نہیں ہے یا شاید سایہ بن جانے کے بعد بولنے کی قوت ختم ہو گئی ہے۔"

"یہ بڑی حیرانی کی بات ہے۔ جوڈی نارمن سایہ بن جانے کے بعد سوچ کی لہروں کے ذریعے بولتا رہتا ہے۔"

"شاید وہ جوڈی ٹیلی پیتھی کی قوت سے بولتا ہے۔ زبان سے نہیں بولتا ہو گا اور دیوی جی جس سائے کی بات کر رہی ہیں اسے شاید ٹیلی پیتھی نہیں آتی ہے ورنہ وہ سوچ کی لہروں کی زبان استعمال کرتا۔"

"دیوی جی درست فرماتی ہیں' وہ دوسرا سایہ خیال خوانی سے محروم ہے اسی لئے گونگا بنا رہتا ہے یا پھر بہت چالاک ہے۔ ہم جیسے لوگوں کو اپنے دماغ میں آنے سے روکنے کے لئے خاموش رہتا ہے۔"

"تمہاری طرح دیوی جی بھی اس کے نہ بولنے سے پریشان ہیں اس کمبخت نے ان کی آلۂ کار پر ظلم کیا تھا۔ جب سے وہ آلۂ کار ہوش میں آئی ہے وہ اس کے ذریعے اس گونگے سائے کو تلاش کر رہی ہیں۔"

"میں اس سلسلے میں اپنی خدمات پیش کرتا ہوں۔ اگر مجھے دیوی جی کی آلۂ کار کی آواز سنا دی جائے تو میں اس کے اندر رہ کر اس دوسرے کو ضرور ڈھونڈ نکالوں گا۔"

"ان کی آلۂ کار خود ٹیلی پیتھی جانتی ہے' یوگا کی ماہر ہے۔ تمہیں اس امریکن لڑکی سیلی کی آواز سنائی جا رہی ہے' غور سے سنو اور اسے تلاش کا ذریعہ بناؤ۔"

چند سیکنڈ بعد دوسری طرف سے سیلی کی آواز آنے لگی۔ دراصل اصلی شی تارا اس امریکن سیلی کی آواز اور لہجے میں منڈولا کے اندر بول رہی تھی پھر وہ پروفیسر کی زبان سے بولی "تم اس جوڈی نارمن کی آواز سناؤ۔ دیوی جی اسے قتل ابیب پہنچنے سے پہلے دوسری

دنیا میں پہنچادیں گی۔"

منڈولا ریسیور کان سے لگائے جوڈی کی آواز اور لہجے میں بولنے لگا پھر پروفیسر نے کہا "انتظار کرو' ابھی بات کی جائے گی۔"

وہ پھر ریسیور پکڑے انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد پروفیسر نے کہا "تم نے جو آواز اور لہجہ سنایا ہے اس میں کچھ گڑبڑ ہے یا پھر وہ جوڈی آواز تبدیل کرکے اب تک تم لوگوں سے باتیں کرتا رہا ہے' اس کی اصل آواز کا کیسٹ حاصل کرو۔"

"میں پوری کوشش کروں گا مگر یہ چالاکی بتا رہی ہے کہ جوڈی نارمن ہم تمام خیال خوانی کرنے والوں سے محفوظ رہنے کے لئے آواز بدل کر بات کر رہا ہے۔ جب اپنی اصل آواز پیش نہیں کر رہا ہے تو یہ سوچا جاسکتا ہے کہ کل یہاں تل ابیب میں بھی اصل جوڈی نارمن نہیں آئے گا' اپنی کسی ڈی کو بھیجے گا۔"

"تمہارا خیال بڑی حد تک درست معلوم ہوتا ہے۔ وہ اپنے تحفظ کے لئے ابتدا سے ایسی چالیں چل رہا ہے۔"

"دیوی جی سے درخواست ہے کہ کسی بھی طرح اصلی جوڈی کی شہ رگ تک پہنچیں ورنہ وہ اپنے آلۂ کار کو جوڈی بنا کر یہاں بھیجے گا اور ہمیں بے وقوف بنا رہے گا۔ مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اس سے کس طرح بچ کر رہنا چاہئے؟"

"فی الحال دو چار روز تک سربراہی چھوڑ دو۔ ایکسرے مین مارٹن کو ہی خفیہ اور پراسرار سربراہ رہنے دو اور جو آلۂ کار جوڈی نارمن بن کر آرہا ہے اس کے ذریعے ہم اصل تک ضرور پہنچیں گے۔"

"میں یہی کروں گا لیکن بہت زیادہ سہما ہوا ہوں' سونیا ثانی سے دوبار جان چھڑا چکا ہوں' دوسرا یہ کمبخت آرہا ہے۔"

"آنے دو۔ جو حالات پیش آتے ہیں ان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حالات مخالف ہوں تو ان کا رخ بدلنا پڑتا ہے۔ دیوی جی کہتی ہیں' تمہیں نقصان نہیں پہنچنے دیں گی۔ تم بھی سیلی کے ذریعے اس گونگے سائے کو تلاش کرو۔ ویٹس آل۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ علی دبے قدموں چلتا ہوا بنگلے کے مختلف حصوں سے گزر کر بنگلے کے سامنے کا دروازہ کھول کر واپس جانے لگا۔ بعد میں جب منڈولا کسی کام سے باہر جانا چاہتا تو یہ دیکھ کر سوچ میں پڑ جاتا کہ اس نے تو بنگلے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا تھا پھر وہ کھلا کیسے رہ گیا؟

ثانی نے علی سے کہا "میں کار میں بیٹھی انتظار کر رہی ہوں تمہارے یہاں آنے تک پارس کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ پارس کے پاس آئی پھر کوڈ رڈز ادا کرکے بولی "میں نے کل رات اسی طرح تم سے رابطہ کیا تھا مگر تمہاری سوچ کی لہریں واضح نہیں تھیں' تم مجھے جواب دے رہے تھے مگر الفاظ واضح نہیں تھے۔"

جواب میں پھر پارس کی دھیمی دھیمی سی بے معنی سی آوازیں

سنائی دیں۔ الفاظ واضح نہیں تھے اس لئے بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ ثانی نے کہا "پارس! میرے سامنے آؤ گے تو سر توڑ دوں گی۔ مجھ سے چالبازی نہ کرو۔ وہ دوسرا سایہ بننے والا جوڈی' سوچ کی لہروں سے واضح گفتگو کرتا ہے پھر تم کیوں نہیں کرسکتے؟"

پارس کی پھر ویسی ہی بے ربط آوازیں سنائی دیں۔ وہ جھنجلا کر بولی "تم سنجیدہ معاملات میں مجھے غصہ نہ دلایا کرو۔ گدھے کہیں کے' یہ دیوی جی کون ہے' جس کی آلۂ کار کو تم نے پچھلی رات بے ہوش کرکے سلا دیا تھا؟ وہ تمہیں قتل کرنے کے لئے ڈھونڈ رہی ہے۔"

چند سیکنڈ تک خاموشی رہی۔ اب یقین ہوگیا کہ وہ سنجیدگی سے جواب دے گا لیکن ایک کیسٹ سے غزل کا ایک شعر سنائی دیا۔ کوئی گا رہا تھا۔

"کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ۔ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا۔"

وہ "شٹ" (لعنت) کہہ کر دبائی طور پر حاضر ہوگئی۔ اسی وقت علی کار کا دروازہ کھول کر اس کے پاس بیٹھ گیا پھر اس نے پوچھا "پارس سے بات ہوگئی؟"

وہ غصے سے کار اسٹارٹ کرتی ہوئی بولی "میرے سامنے اس شیطان کا نام نہ لیا کرو۔"

"ابھی تم خود ہی کہہ رہی تھیں کہ اس کے پاس جا رہی ہو۔ اب غصہ کیوں آرہا ہے؟"

"وہ کسی بات کا جواب سیدھی طرح کیوں نہیں دیتا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ یہ دیور بھابی کا معاملہ ہے۔ کار ذرا آہستہ چلاؤ' کھڑکی کا شیشہ کھولو اور غصہ باہر تھوک دو۔"

"اب تم میرا مذاق اڑانے کی کوشش نہ کرو۔"

"تم خود مذاق اڑانے کا موقع دے رہی ہو۔ کیا اس شیطان کے اسٹائل کو سمجھتی نہیں ہو۔ اس کی شرارت اور مذاق کے پیچھے بھی کوئی اہم مقصد ہوا کرتا ہے۔"

"لیکن کل اس کا وجود اچانک غائب ہوگیا تھا جیسے اچانک موت واقع ہوگئی ہو۔ ایسے وقت میری خیال خوانی کے جواب میں وہ ہمیں تسلی دے سکتا تھا کہ خیریت سے ہے لیکن وہ بھدی سی آواز میں کل بھی نہ سمجھ میں آنے والی باتیں کر رہا تھا اور اب بھی یہی حرکتیں کر رہا ہے۔"

"میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ تمہاری ذہانت کے آگے اچھے اچھے مات کھا جاتے ہیں لیکن پارس تمہاری ذہانت کو استعمال کے قابل نہیں رہنے دیتا۔ تمہیں اس بات کا غصہ ہے کہ وہ مذاق اڑا رہا ہے لیکن یہ بھول گئیں کہ ٹی وی اسکرین پر دوست اور دشمن خیال خوانی کرنے والے اسے دیکھ رہے تھے۔ تمہاری طرح سب ہی نے متجسس ہوکر اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہا ہوگا کہ وہ اگر زندہ ہے تو کس حال میں ہے اور کہاں ہے؟ ان سب نے پارس کے دماغ میں تمہاری باتیں اور اس کی بھدی آواز میں بے ربط باتیں بھی سنی ہوں گی اور اس طرح کسی کو اس کا سراغ نہیں ملا ہوگا لیکن اس نے شرارت کے باوجود ہماری تسلی کردی کہ زندہ ہے اور خیریت سے ہے۔"

ثانی نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی پھر کہا "پتا نہیں کیوں مجھے اس شیطان سے اتنا پیار ہوگیا ہے۔ جی چاہتا ہے ہمیشہ اس سے لڑتی رہوں۔ ابھی میں اسے خطرے سے آگاہ کرنا چاہتی تھی کہ کوئی نامعلوم دیوی اس کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔"

"تم تو اس سے محبت کی انتہا میں اسے بچہ سمجھنے لگتی ہو۔ اس کی حفاظت کی فکر میں لگ جاتی ہو۔ اس موضوع پر دوسرے پہلو سے باتیں کرو۔ ابھی ہم نے داؤد منڈولا کی رہائش گاہ بھی دیکھ لی اور فون پر ہونے والی اس کی باتیں بھی سن لیں' اس پر تبصرہ کرو۔"

وہ بولی "سب سے پہلی بات یہ کہ کوئی دیوی ہے' جو براہ راست منڈولا سے باتیں نہیں کرتی ہے' کسی پروفیسر کے ذریعے رابطہ رکھتی ہے۔ رابطے کا طریقہ ہندوانہ ہے۔ شاید وہ اپنی آواز بھی نہیں سناتی ہوگی' پروفیسر کی آواز میں بولتی ہوگی۔"

"ہاں' ہم دوسری طرف سے ہونے والی پروفیسر کی باتیں نہیں سن سکتے تھے۔ صرف منڈولا کی جوابی گفتگو سے سمجھ رہے تھے کہ وہ جوڈی نارمن کی آمد سے پریشان ہے اور وہ دیوی ہمارے پارس کو اس لئے تلاش کر رہی ہے کہ اس نے دیوی کی آلۂ کار کی پٹائی کی تھی اور اسے بے ہوش کردیا تھا۔"

"علی! تم عورتوں کا معاملہ پوری طرح نہیں سمجھ پاؤ گے۔ میرا دل کہتا ہے کہ اس دیوی کو پارس سے کوئی خاص لگاؤ ہے۔ میری اس بات کو یوں سمجھو کہ کچھ دنوں پہلے یہودی تنظیم والے پارس کو مائیک ہرارے سمجھ کر مایا کے کھنڈر میں لے جا رہے تھے۔ یہودیوں کی یہ ٹیم نیویارک میں گرفتار ہوگئی تھی۔ پارس بچ کر نکل گیا تھا۔ وہاں سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس یہودی ٹیم والوں کے اندر گھس کر معلوم کیا تھا کہ کھنڈر کے تہ خانے میں ایک حسینہ ہے۔ اس کے پاس بے شمار ہیرے جواہرات ہی نہیں یورینیم کا ذخیرہ بھی ہے۔ اگر وہ یہودی مائیک ہرارے (پارس) کو اس کے حوالے کریں گے تو اس کے عوض وہ تمام خزانہ انہیں دے دے گی۔"

علی نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہوں' میں اس پہلو کو بھول گیا تھا۔ اس سلسلے کی ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ وہ دیوی پارس کو ہندو بنانا چاہتی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ مائیک ہرارے کا برین واش کرکے اس کا دھرم بدل دیا جائے۔ یعنی وہ جانتی تھی کہ مائیک ہرارے دراصل پارس ہے۔"

"یہ بات ایک معمّا بن گئی ہے۔ ہم تو شروع سے یہ دیکھتے آئے ہیں کہ شی تارا اپنے دھرم پر قائم رہ کر پارس کو اپنا ہندو پتی بنانا چاہتی تھی اور پچھلی بار اس نے ناکام تنویمی عمل سے یہی کرنا چاہا تھا۔ اب شی تارا کی جگہ یہ کون سی دیوی آگئی ہے؟"

"ایک دن یہ معمّا بھی حل ہوجائے گا۔ اب یہ بتاؤ کہ منڈولا تمہارا شکار ہے' اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔"

"اسے اس لحاظ سے ڈھیل دینا چاہئے کہ ہم نے اس کی رہائش گاہ دیکھ لی ہے' آگے چل کر یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ پروفیسر کون ہے؟ کہاں رہتا ہے اور اس کا فون نمبر کیا ہے؟ اور یہ بھی معلوم کرتے رہنا چاہئے کہ اس نامعلوم دیوی سے منڈولا کی اور کیا باتیں ہوتی ہیں اور کیسے کیسے منصوبے بنائے جاتے ہیں؟ لیکن کسی وقت بھی اچانک منڈولا نے وہ رہائش گاہ چھوڑ دی تو پھر ہم اسے کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟"

"ہوں' فی الحال تو یہ کیا جاسکتا ہے کہ آج رات میں کسی وقت اس کے ٹیلی فون میں ڈیٹینٹو آلہ لگا دوں گا' اس طرح وہ دیوی یا پروفیسر سے جو باتیں کرے گا انہیں ہم اپنے فون پر سن سکیں گے لیکن تمہاری یہ بات قابلِ غور ہے کہ وہ اچانک اپنی جگہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ نہ چلا جائے۔ پھر اسے ڈھونڈنا محال ہوجائے گا۔"

ثانی نے کار روک دی پھر کہا "ہم واپس چلیں اور یہ معلوم کریں کہ اس کے بنگلے کے سامنے یا پڑوس میں کوئی اور بنگلا کرائے کے لئے خالی ہے یا نہیں؟ اگر اس کے قریب رہنے کا موقع ملے گا تو پھر اسے ہم نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے بیرونی دروازے پر ایک ایسا خفیہ الارم لگائیں گے کہ جب بھی وہ باہر جانے کے لئے دروازہ کھولے گا اس کا الارم ہمارے بنگلے میں بجنے لگے گا۔"

وہ منڈولا کو اپنی نظروں سے گم نہیں ہونے دینا چاہتے تھے اس لئے طرح طرح کی پلاننگ کر رہے تھے۔ حالانکہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں گھسنے کے لئے سیدھا سا راستہ یہی ہوا کرتا ہے کہ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کردیا جائے۔ یا وہ خود بیمار پڑ جائے۔ یا پھر اسے زخمی کیا جائے۔ منڈولا کے ساتھ بھی یہی کیا جاسکتا تھا لیکن فون پر ہونے والی گفتگو سے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ دیوی ٹیلی پیتھی میں ایسی حیرت انگیز مہارت رکھتی ہے کہ یوگا کے ماہرین کے دماغوں کے اندر پہنچ جاتی ہے۔

اگر ایسے میں منڈولا کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے ثانی اس پر تنویمی عمل کرتی اور دیوی کو خبر ہوجاتی تو وہ ثانی اور علی وغیرہ کے دماغوں میں بھی گھسی چلی آتی۔ اسی لئے وہ منڈولا پر نظر رکھنے کے لئے کوئی دوسری حکمتِ عملی اختیار کرنا چاہتے تھے۔

اس روز شام کو یہودی تنظیم کا ایک اہم اجلاس ہو رہا تھا۔ اس میں یہ طے کیا جارہا تھا کہ آئندہ یہودی تنظیم کو برقرار رکھنا چاہئے یا نہیں؟ سب ہی "نہیں" کہہ رہے تھے۔ کیونکہ اب یہ پراسرار تنظیم نہیں رہی تھی۔ پہلے تو وہ لوگ مایا کے کھنڈر میں جانے کے لئے مائیک ہرارے کو اپنے ساتھ امریکا لے گئے تھے۔

وہاں ہوٹل میں بم کے دھماکے ہوئے تو مائیک ہرارے روپوش ہوگیا۔ اگرچہ وہ روپوش ہونے کے بعد ایکسرے مین مارٹن رسل وغیرہ کو اپنی وفاداری اور امریکا سے بے زاری کا یقین دلا رہا تھا لیکن ان کے سامنے نہیں آرہا تھا' کہیں روپوش رہ کر کام کرنا چاہتا تھا۔ ایسے میں یہودی تنظیم کا کوئی فرد اس پر بھروسا کرنے کو تیار نہیں تھا۔

پھر دوسرا شخص جوڈی نارمن تھا جس نے الپا کو یرغمال بنا کر اس تنظیم کے ایک ایک فرد کو جانتے ہوئے ان کے ایک پراسرار سربراہ ایکسرے مین مارٹن تک پہنچ گیا تھا۔ اگرچہ وہ مارٹن رسل سے بھرپور دوستی کا اظہار کررہا تھا اور خود کو یہودی ثابت کرکے یہودی تنظیم کے لئے کام کرنے آرہا تھا لیکن اصل پراسرار سربراہ تو داؤد منڈولا تھا۔ وہ جوڈی کو برداشت نہیں کررہا تھا۔ تمام آدم برادرز کے دماغوں میں خاموشی سے رہ کر جوڈی نارمن کے لئے بے اعتباری پیدا کررہا تھا۔

جوڈی نارمن پر پوری طرح بھروسا نہ کرنے کا مطلب یہی تھا کہ یہودی تنظیم کو ختم کرکے کوئی دوسری خفیہ تنظیم قائم کی جائے۔ وہ لوگ اپنے طور پر درست سمجھ رہے تھے۔ ابھی تک انہیں یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ ہم نے ان کے پاس مائیک ہرارے کی جگہ پارس کو پہنچایا تھا۔ یوں ہم لوگ بھی اس خفیہ تنظیم سے اچھی طرح واقف ہوگئے تھے اور صرف ہم ہی نہیں شی تارا (ذی) نے بھی ان کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرلیا تھا۔

خفیہ یہودی تنظیم میں سب سے اہم وہ ریکارڈ روم تھا جہاں اپنے ملک کے علاوہ دیگر کئی ممالک کے اہم راز' آڈیو' ویڈیو اور تحریری دستاویزات کی صورت میں موجود تھے۔ ایکسرے مین مارٹن نے کہا "ہم سب سے پہلے ریکارڈ روم سے وہ تمام اہم چیزیں نکال کر دوسری جگہ منتقل کردیں گے۔"

ایسے وقت منڈولا نے اس کے دماغ میں آکر کہا "مسٹر مارٹن! تم اب تک پراسرار سربراہ بنے ہوئے تھے اور میں نے ہی تمہیں بنا رکھا تھا آج یہ سمجھ لو کہ تم سے اوپر میں ہوں۔"

مارٹن رسل نے پریشان ہوکر اجلاس کے حاضرین تمام آدم برادرز سے کہا "میرے اندر کوئی بول رہا ہے اور دعوے کررہا ہے کہ ہماری تنظیم کا سربراہ میں نہیں ہوں' وہ ہے۔"

منڈولا وہاں باری باری الپا' ٹیری آدم' برین آدم اور دوسرے آدم برادرز کے دماغوں میں پہنچ کر بولا "تم میں سے کوئی سانس روک کر مجھے بھگا سکتا ہے تو بتلائے ورنہ تسلیم کرلے کہ اس تنظیم کا اصل سربراہ میں ہوں اور اس کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ میں نے ریکارڈ روم کی تمام خفیہ اہم دستاویزات دوسری جگہ منتقل کرادی ہیں۔ تم میں سے کوئی ابھی ریکارڈ روم کے انچارج کو فون کرکے حقیقت معلوم کرے۔"

برین آدم نے فون کیا پھر انچارج کو مخاطب کرکے پوچھا "کیا ہمارا ریکارڈ روم محفوظ ہے؟"

انچارج نے کہا "جی ہاں' آپ نے ریکارڈ روم کو دوسری جگہ منتقل کرنے کو کہا' میں نے کردیا ہے۔"

"یونان سنس۔ میں نے کب تمہیں تبدیل کرنے کو کہا تھا؟ اور تم نے وہ تمام ریکارڈز کہاں لے جاکر رکھے ہیں؟"

انچارج نے کہا "سر! آپ نے حکم دیا' میں نے تعمیل کی۔ اس کے بعد اب تک یاد نہیں آرہا ہے کہ میں نے وہ تمام ریکارڈز کس جگہ لے جاکر رکھے ہیں۔ حالانکہ میں نارمل ہوں۔ میری یادداشت اچھی ہے مگر میں نئے ریکارڈ روم کی جگہ بھول گیا ہوں۔"

برین آدم نے ریسیور رکھ کر اجلاس کے حاضرین کو وہ تمام باتیں بتائیں پھر کہا "واقعی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسٹر مارٹن رسل کے اوپر بھی ہمارا کوئی پراسرار سربراہ ہے جس نے ہماری تنظیم کی بھلائی کے لئے سب سے پہلے ریکارڈ روم کو منتقل کیا ہے۔"

مارٹن رسل نے کہا "میں بھی جانتا ہوں۔ ہمارا یہ سربراہ ہم سب یوگا جاننے والوں کے انداز آتا رہا لیکن ہمیں کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ ہمارے لئے سب سے اطمینان کی بات یہ ہے کہ ایک پراسرار سربراہ کی نگرانی کے باعث اب ہماری تنظیم ختم نہیں ہوگی۔"

منڈولا نے ایک آدم برادر کی زبان سے کہا "میں چاہتا ہوں کہ اس اجلاس میں ایکسرے مین مارٹن' برین آدم' الپا' ٹیری آدم' ٹالبوٹ اور مونارو رہیں' باقی آدم برادرز یہاں سے چلے جائیں۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ دوسرے آدم برادرز اٹھ کر وہاں سے چلے گئے۔ یہ یاد رہے کہ وہاں جو مونارو ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا' منڈولا نے اسے داؤد منڈولا بنا کر یہودی تنظیم میں رکھا ہوا تھا۔ ٹالبوٹ اور مونارو بہت پہلے سے ہی اصل داؤد منڈولا کے تابعدار تھے۔

آدم برادرز کے جانے کے بعد منڈولا نے مونارو کی زبان سے کہا "میں تم سب کا سربراہ بول رہا ہوں۔ پہلی بات یہ کہ جوڈی نارمن فراڈ ہے۔ جب تک ہم اس کا برین واش کرکے اس کی پچھلی زندگی کے بارے میں حقیقت معلوم نہیں کریں گے تب تک اس پر بھروسا نہیں کریں گے۔"

سب نے تائید کی۔ منڈولا نے کہا "میں چاہتا تھا کہ وہ الپا کے ساتھ عمان سے یہاں آئے مگر وہ کل آئے گا۔ ہم اسے ایک دو دن یہاں بھٹکنے دیں گے پھر اسے گھیر کر پہلے اس کا برین واش کریں گے۔" پھر اس نے کہا "برین آدم نے ہماری تنظیم میں بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اسی طرح میں نے مارٹن رسل' الپا' ٹیری آدم' ٹالبوٹ اور مونارو کے چور خیالات بارہا پڑھے ہیں۔ سب بے شک و شبہ یہودی تنظیم کے وفادار ہو۔ میرا مشورہ ہے آج سے اچانک کہیں روپوش ہوجاؤ۔ تم سب اپنے اپنے چہرے پلاسٹک سرجری اتنی رازداری سے کراؤ کہ اس کے بعد سرجری کرنے والے کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ ہمارا ریکارڈ روم بدل چکا ہے اب ہمارے نام' چہرے اور رہائش گاہیں بدل جائیں گی تو کوئی دشمن ہمارے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

سب نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے اس پراسرار سربراہ کے مشوروں پر عمل کریں گے پھر منڈولا نے کہا "میں کچھ حرارت سی محسوس کررہا ہوں۔ اپنا علاج کراؤں گا۔ اگر ایک آدھ روز رابطہ نہ کروں تو تم سب مارٹن رسل کے مشوروں پر عمل کرتے رہو گے اور خاص طور پر جوڈی نارمن کے سامنے کبھی اپنے نئے نام اور نئے چہروں سے خود کو ظاہر نہیں کرو گے۔"

اجلاس برخاست ہوگیا۔ وہ سب اپنی نئی تنظیم میں نئے سرے سے ایک نئی زندگی گزارنے کے انتظامات کرنے چلے گئے۔ داؤد منڈولا اپنی خفیہ رہائش گاہ میں ایک صوفے پر نیم دراز تھا' خود کو بیمار محسوس کررہا تھا اسی لئے اپنی ذمے داریاں فی الحال مارٹن رسل پر ڈال دی تھیں۔ وہ وہاں سے اٹھ کر ایک ڈاکٹر کے پاس گیا۔ تنہا زندگی گزارنے والوں کو دکھ بیماری کے وقت کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ کوئی ہمدردی کرنے والا' کوئی تیمارداری کرنے والا نہیں ہوتا۔ ایسے وقت داؤد منڈولا کی بیماری ایک مصیبت تھی۔

وہ اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا ڈاکٹر کے پاس پہنچا۔ ڈاکٹر نے معائنہ کرنے کے بعد کہا "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ موسمی بخار ہے۔ صبح تک آرام آجائے گا۔" وہ دوائیں لے کر واپس آگیا۔ دواؤں سے کچھ افاقہ ہوا۔ قریبی ریستوران میں جاکر رات کا کھانا بھی کھایا لیکن آدھی رات کو بخار تیز ہوگیا۔ ایسے وقت وہ کسی اسپتال میں جاکر داخل ہوجاتا تھا لیکن دواؤں کی پہلی خوراک سے گمان ہوا تھا کہ طبیعت سنبھل گئی ہے۔ اب اسے صرف ڈاکٹر کی نہیں تیماردار وغیرہ کی بھی ضرورت تھی مگر بخار سے بدن ایسا تپ رہا تھا کہ بستر سے اٹھا نہیں جارہا تھا۔ ایسے ہی وقت علی تیمور وہاں پہنچ گیا۔

اس نے دروازے سے ہی دیکھا۔ پلنگ کے سرہانے دواؤں کی دو بوتلیں اور کچھ گولیاں میز پر بکھری اور فرش پر گری ہوئی نظر آرہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے کچھ گولیاں نگلنے کی کوشش کی تھی مگر وہ گر پڑی تھیں۔ وہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ ثانی علی کے اندر رہ کر یہ دیکھ رہی تھی' اس نے کہا "معلوم ہوتا ہے یہ بیمار ہے' میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

علی اس کے گھر فون کے نیچے ڈیٹیکٹو آلہ لگانے آیا تھا تاکہ دیوی جی یا کسی پروفیسر سے ہونے والی گفتگو آئندہ سنی جاسکے۔ ثانی نے کہا "میں اس کے اندر گئی تھی' وہ مجھے محسوس نہ کرسکا۔ بہت تیز بخار میں مبتلا ہے۔ یہ یہاں تنہا بیماری کیسے جھیلے گا؟ اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

علی نے کمرے میں آکر اسے چھو کر دیکھا۔ وہ واقعی بخار میں تپ رہا تھا۔ اسے ڈاکٹر' دوا اور مکمل توجہ کی ضرورت تھی۔ اس نے دونوں بازوؤں میں اسے اٹھاتے ہوئے ثانی سے کہا "ڈیٹیکٹو آلہ لگانے میں تھوڑی دیر لگے گی۔ یہاں کچھ اور تلاشیاں لینا چاہتا تھا مگر اس کی حالت بہت خراب ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ مسیحائی دشمنوں سے بھی کی جاتی ہے۔ اسے فوراً لے چلو۔"

وہ اسے بازوؤں میں اٹھا کر باہر آیا۔ اسے کار کی پچھلی سیٹ پر لٹایا۔ ثانی ڈرائیونگ سیٹ پر تھی' وہ منڈولا کے پاس بیٹھ گیا۔ دشمنوں سے صرف دشمنی کی جاتی ہے مگر انسان کی اعلیٰ ظرفی ایسا نہیں کرتی۔ انہوں نے اسے ایک اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں پہنچادیا۔ ایک ڈاکٹر نے اسے فوراً اٹینڈ کیا۔ اسے دو سری دوائیں دی گئیں۔ ایک انجکشن لگایا گیا۔ کوئی ایک ڈیڑھ گھنٹے میں بخار کم ہونے لگا۔ وہ گہری نیند سوگیا۔ ثانی اس کے دماغ میں رہ کر اس کی ذہنی اور جسمانی حالت کو سمجھ رہی تھی۔ جب وہ نیند کے دوران کسی قدر نارمل ہوگیا تو اس نے تنویمی عمل شروع کیا۔ وہ اس کے دماغ پر زیادہ بوجھ ڈالنا اور عمل کے دوران اسے زیادہ مصروف نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ اس لئے نہایت مختصر سا عمل کیا۔ اسے ٹرانس میں لاکر اپنا معمول بنا کر صرف یہ بات دماغ میں نقش کی کہ وہ ثانی کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کرے گا اور بیدار ہونے کے بعد تنویمی عمل کو بھول جائے گا۔

اس کے بعد اس نے اسے آرام سے سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ صبح کے پانچ بجنے والے تھے۔ وہ علی کے ساتھ اپنی رہائش گاہ

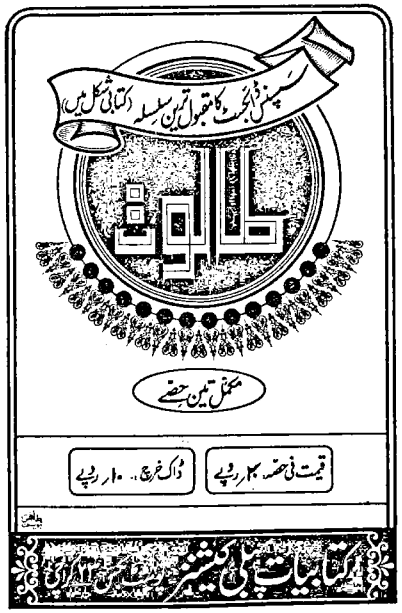

میں آکر سوگئی۔ اب اطمینان تھا کہ وہ جب چاہے گی منڈولا کے اندر خاموشی سے پہنچ کر کسی دیوی سے ہونے والی گفتگو بھی سن سکے گی اور یہودی تنظیم سے تعلق رکھنے والی مصروفیات کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرتی رہے گی۔

○☆○

زیرزمین رہنے والی نے مایا کے کھنڈر کو چھوڑ دیا۔ وہاں کتنے ہی آہنی صندوقوں میں بے شمار دولت اور یورینیم کا ذخیرہ تھا۔ یہودی ٹیم کے گرفتار ہونے کے بعد یہ بھید کھل گیا تھا اور یہ بات یقینی ہوگئی تھی کہ اب امریکی مہم جو افراد آئیں گے۔ تہ خانے میں پہنچنے کے لئے چور راستے تلاش کریں گے اور جب کوئی راستہ نہیں ملے گا تو پھر یورینیم کا ذخیرہ حاصل کرنے کی خاطر کھنڈر کی زمین کو تہ خانے تک کھودنا شروع کردیں گے۔

اس سے پہلے ہی اس نے کھنڈر میں آنے والے دس مزدوروں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا' انہیں تہ خانے میں بلایا۔ اس تہ خانے کے آخری سرے پر ایک ایسی دلدل تھی' جس کی گہرائی کا اندازہ نہیں تھا۔ اس کے زیر اثر رہنے والے مزدوروں نے وہاں کے ایک ایک صندوق کو اٹھا کر اس دلدل میں لے جاکر ڈال دیا۔ وہ خزانے سے بھرے ہوئے صندوق ایک ایک کرکے اس دلدل کے اندر دھنستے اور گم ہوتے چلے گئے۔ دلدل ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں کوئی غوطہ خور بھی نہ جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی گہرائی کا پتا چلا سکتا ہے۔ ہوسکتا ہے آئندہ ایسی کوئی سائنسی ایجاد ہو جس کے ذریعے وہاں کی گہرائی میں پہنچے ہوئے خزانوں کا سراغ لگایا جاسکے۔

اس نے شیو شنکر کی مورتی کو اس کی اپنی جگہ موجود رہنے دیا۔ اپنا دوسرا سامان چھوڑ دیا لیکن وہ پارس کو نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ اس کی خواب گاہ کی دیواروں پر' چھت پر اور اپنے بستر کی چادروں اور تکیوں پر پارس کی بڑی بڑی تصویریں تھیں جن سے وہ لپٹ کر سوتی تھی اور جب تک جاگتی تھی' دیواروں اور چھت پر اسے دیکھ کر آنکھوں کی پیاس بجھاتی رہتی تھی۔ اس نے ان تمام تصویروں کو پیک کرالیا۔ ان مزدوروں کو تہ خانے سے باہر پہنچادیا۔ وہ سب سحر زدہ تھے' جب اپنے ہوش و حواس میں آئے تو سوچتے رہ گئے کہ وہ سو رہے تھے یا جاگ رہے تھے؟ ان کی ساری رات مایا کے کھنڈر کے ستونوں کے درمیان کیسے گزر گئی؟ ان میں سے کسی کو یہ یاد نہیں آرہا تھا کہ وہ اس کھنڈر کے تہ خانے میں مزدوری کرتے رہے ہیں اور انہوں نے خزانے سے بھرے ہوئے صندوق دلدل کی نامعلوم تہ میں پہنچادیئے ہیں۔

اس طرح مایا کا کھنڈر اب اندر سے خالی ہوگیا تھا۔ وہاں پہنچنے والوں کو صرف مہادیو کی مورتی اور ایک دوشیزہ کا کچھ چھوڑا ہوا سامان ملتا لیکن خزانے اور دوشیزہ کا سراغ کبھی نہ ملتا۔ وہ اپنی جگہ بدل چکی تھی۔ علم نجوم کے مطابق اسے دس برس تک زیرزمین رہنا تھا۔ نہ کسی کے سامنے آتا تھا' نہ اپنی اصل آواز کسی کو سناتا تھی۔ اس نے پروفیسر ایزک کو بھی اصلی چہرہ دکھایا تھا' نہ اصلی آواز سنائی تھی۔ اس کے ذریعے اس نے منڈولا کو بھی اپنا آلۂ کار بنایا تھا لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اب زمین کے کس حصے کی تہ میں ہے۔ بعد میں وہی ہوا جس کا اندازہ تھا' ایک درجن سے زیادہ مہم جو امریکی اس تہ خانے میں پہنچنے کی کوششیں کرتے رہے۔ جب ناکامی ہوئی تو انہوں نے کھنڈر کے اس حصے کو کھودنا شروع کیا۔ بڑی محنتوں کے بعد وہ اس تہ خانے میں پہنچے۔ وہاں وہی مہادیو کی مورتی اور کچھ ایسا سامان نظر آیا جیسے وہاں کوئی عورت رہتی تھی اور جو بھی رہتی تھی اسے تلاش کرنا اور گرفتار کرنا لازمی تھا۔ وہی بتاسکتی تھی کہ بے شمار خزانہ اور یورینیم کا ذخیرہ کہاں ہے؟

اس کھنڈر تک جانے والی یہودی ٹیم کے چند افراد کو بھی قیدی بناکر اس تہ خانے میں لے جایا گیا تھا۔ امریکی خیال خوانی کرنے والوں نے ان کے چور خیالات اچھی طرح پڑھے۔ ان خیالات کے مطابق صرف مہادیو کی مورتی اور ایک عورت کی موجودگی کے آثار مل رہے تھے۔ امریکا نے بھارتی سفارت خانے سے رابطہ کیا۔ بھارتی جاسوسوں کی ایک ٹیم کو وہاں بلایا اور پوچھا کہ ان کے ایک دیوتا کی مورتی مایا کے کھنڈر میں کیسے پہنچ گئی ہے؟ وہاں پوجا کرنے کا بھی کچھ سامان تھا اور وہ سب جدید قسم کا تھا۔ ان سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ صدیوں پہلے وہاں ہندو تہذیب رہی ہوگی جو زلزلے و دھماکے کے باعث زیرزمین چلی گئی ہوگی۔

بھارتی جاسوس اور ماہرین نے یہ معما حل کرنے سے معذوری ظاہر کی۔ امریکی حکومت نے الزام لگایا کہ بھارت کے کچھ لوگ امریکا میں ایسے ہی نہ جانے کتنے تہ خانے بناکر سیاسی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہوں گے یا پھر وہاں بھارتی اسمگلروں نے اپنا ٹھکانا بنایا ہوگا پھر امریکی ٹیم کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی تمام خزانہ کسی دوسری جگہ منتقل کردیا ہوگا۔

اب ان کے درمیان سفارتی سطح پر تلخیاں پیدا ہورہی تھیں۔ شی تارا کو ان سے کوئی غرض نہیں تھی' وہ صرف پارس کو حاصل کرنے کے لئے زیرزمین رہنے پر مجبور تھی۔ وہ اس طرح چار برس گزار چکی تھی۔ آئندہ چھ برس کے بعد وہ پارس کو باقاعدہ ہندو بناکر اپنے دھرم پتی کی حیثیت سے حاصل کرنے والی تھی۔ اب اس کی راہ میں صرف جناب تیرہزی صاحب کی بیٹی گوئی آڑے آرہی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ سونیا کی بیٹی اعلیٰ بی بی (ثانی) سات برس کی عمر میں اصلی شی تارا کو بے نقاب کرے گی' اس حساب سے ساڑھے پانچ برس کے بعد شی تارا کے لئے صرف وہی ایک ننھا سا خطرہ تھا۔ وہ اعلیٰ بی بی ڈیڑھ برس کی ہوگئی تھی اور اپنے بھائی کیرا کے ساتھ اپنی ماں سونیا سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی ابتدا کرچکی تھی۔ شی تارا کے علم نجوم نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ داؤد منڈولا جیسے شخص کو آلۂ کار بناکر اپنے راستے کی رکاوٹ دور کرسکتی ہے اور وقتاً فوقتاً اس سے بے شمار کام لے سکتی ہے۔ علم جوتش کے مطابق ڈیڑھ برس کے بعد ننھی اعلیٰ بی بی ہر ساتویں ماہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوسکتی تھی۔ ایسے ہی کسی ساتویں ماہ میں شی تارا اپنی حکمت عملی سے اعلیٰ بی بی کو اپنے راستے سے ہمیشہ کے لئے ہٹاسکتی تھی۔ چونکہ وہ زیرزمین رہتی تھی اس لئے یہ کام پروفیسر ایزک اور داؤد منڈولا سے لے سکتی تھی۔ اعلیٰ بی بی ایک برس چھ ماہ کی ہوچکی تھی۔ ساتواں مہینہ شروع ہوچکا تھا اور یہی وہ مناسب وقت تھا جب وہ اعلیٰ بی بی کو اغوا کرسکتی تھی یا اپاہج بناسکتی تھی یا پھر موت کی نیند سلاسکتی تھی۔

اس مقصد کے لئے اس نے پروفیسر ایزک کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس وقت پروفیسر سحر زدہ ہوکر ٹیلی فون کے ذریعے داؤد منڈولا سے رابطہ کرتا تھا۔ اس نے یہی کیا۔ ریسیور اٹھا کر منڈولا کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بجتی رہی لیکن کسی نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ شی تارا نے سوچا' ابھی اسرائیل کے وقت کے مطابق رات کے تین بجے ہوں گے۔ منڈولا اگر سو رہا ہے تو اسے گھنٹی کی آواز سن کر بیدار ہونا چاہئے۔ کیا وہ اتنی رات کو اپنی رہائش گاہ میں نہیں ہے؟

وہ پروفیسر کو چھوڑ کر براہ راست منڈولا کے دماغ میں پہنچی تو چونک گئی۔ اس کے دماغ میں سونیا ثانی کی سوچ کی لہریں سنائی دے رہی تھیں۔ یہ وہ وقت تھا جب ثانی منڈولا پر تنویمی عمل کررہی تھی اور صرف اتنی سی بات اس کے ذہن میں نقش کرا رہی تھی کہ وہ آئندہ ثانی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ خطرے کی گھنٹی سنتے ہی وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اگر وہ چاہتی تو منڈولا کے اندر خاموشی سے چھپ کر رہ سکتی تھی لیکن اسے جوتش ودیا نے سمجھادیا کہ وہ فرہاد اور اس کی فیملی کے تمام اہم افراد سے دور رہے۔ یوں دور رہنے کے لئے ہی اس نے زیرزمین رہنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن پارس کو نظروں میں رکھنے کے لئے ایک ڈمی شی تارا بنا رکھی تھی اور آئندہ اعلیٰ بی بی کو راستے سے ہٹانے کے لئے داؤد منڈولا اور پروفیسر ایزک کو آلۂ کار بنا رہی تھی۔

لیکن یہ مقدر کا کھیل ہے کہ وہ ابھی اعلیٰ بی بی کا کچھ بگاڑنے کے لئے منڈولا سے کوئی کام نہیں لے سکتی تھی۔ وہ اسپتال میں پڑا ہوا تھا اور دوسری مصیبت یہ کہ ثانی اس کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ ایسے میں اس کے لئے لازمی ہوگیا تھا کہ وہ ثانی سے دور رہے ورنہ کوئی نئی مصیبت کھڑی ہوجائے گی۔

یوں دیکھا جائے تو شی تارا کی راہ میں ابتدا سے رکاوٹیں پیدا ہورہی تھیں۔ پہلی بار اس نے اپنے علم سے سمجھ لیا تھا کہ یہودی تنظیم والے جسے مائیک ہرارے سمجھ کر اس کا ذہن بدل رہے ہیں وہ دراصل پارس ہے۔ اس نے یہودی تنظیم کے سربراہ منڈولا کو یورینیم کے ذخیرے کا لالچ دیا اور اس مائیک ہرارے (پارس) کو طلب کیا۔ اس سلسلے میں پہلی ناکامی ہوئی اور پارس نیویارک پہنچ کر کہیں روپوش ہوگیا۔ اس کے پیچھے جس ڈمی شی تارا کو لگا رکھا تھا اس نے بھی پارس کو کھودیا تھا۔ اصل شی تارا کی ذہانت کہتی تھی کہ پارس ہر اس ملک یا شہر میں جائے گا جہاں ایم آئی ایم کے سربراہ کی آمد متوقع ہوگی۔ اسی لئے اس نے اپنی ڈمی کو عمان بھیجا تھا تاکہ پارس اسے مل سکے۔ عمان میں جو کچھ ہوا' وہ بیان کیا جاچکا ہے۔ وہاں جوڈی نارمن نے تمام اکابرین کو اپنے تعاصب بتائے تھے اور مسلمانوں کے اعتقاد اور اعتماد کے خلاف بات کی تھی۔ ایسے میں ایک نوجوان شراب و کباب کی ٹرالی لے کر آیا۔ وہ ایم آئی ایم کی حمایت میں بول رہا تھا اور ایک ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے ان تمام اکابرین کی زندگیوں کو اپنی مٹھی میں لے چکا تھا۔ اس طرح اصل شی تارا نے اندازہ لگایا کہ وہ پارس ہوسکتا ہے۔

اس وقت جوڈی نارمن نے بازی پلٹنے کی کوشش کی۔ وہ سایہ بن جانا چاہتا تھا تاکہ اسے بڑے سے بڑا مہلک بم بھی ہلاک نہ کرسکے۔ تب اس ریموٹ کنٹرولر والے نے اس سے گولیاں چھین کر ایک کھائی اور سایہ بن گیا۔ اس سائے کی یہ تیزی طراری دیکھ کر اصل شی تارا کا دل کہتا تھا کہ وہ پارس ہے۔ اس نے اپنی ڈمی کی سوچ میں کہا کہ وہ اس سائے کا پیچھا نہ چھوڑے۔ اصلی شی تارا اتنی محتاط رہتی تھی کہ اپنی ڈمی کے اندر بھی اپنی آواز اور لہجے میں نہیں بولتی تھی۔ اسی ڈمی کی سوچ کی لہروں کے ذریعے بولا کرتی تھی اور ڈمی سمجھتی تھی کہ یہ اس کی اپنی ہی سوچ ہے۔

اپنے اندر مقناطیسی قوت پیدا کریں اور دوسروں کو اپنے طابع کریں

کتاب
مقناطیسیت
اپنائیے کیسے

قیمت ۲۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتاب کے چند عنوانات

- مقناطیسیت کیا ہے؟
- یہ اثر شخصیت کے اسباب۔
- قوت کے ذرائع
- مخفی مقناطیسی توانائیاں
- انسانی مقناطیسیت
- زندگی مقناطیسیت
- بنیادی خوبیاں
- تسخیر جذبات
- حسن و عشق۔
- توجہ کی اہمیت
- توجہ کی اقسام۔
- توجہ کی اہمیت
- توجہ کی مشق
- مقناطیسی خصوصیات
- ہپناٹزم کیا ہے؟
- توانائیاں اور ان کی حفاظت
- آپ بھی اپنے اندر مقناطیسیت پیدا کرسکتے ہیں۔

ہر شخص میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے موجود ہوتی ہے یہ قوت کیا ہے پڑھئے اور جانئے۔ اس قوت سے فائدہ اٹھانے کے لیے کس قسم کی مشق و ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔

صرف چند اصول بتا دیتے ہیں اور ان کے مطابق زندگی گزارنے پر کچھ پھر آپ کے لیے کوئی بات ناممکن نہیں رہتی اور وہ سب کچھ آپ کے حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور ہوں گے۔

اس کتاب حاصل کرنے کا طریقہ آپ مقناطیسیت میں شخصیت بنائیے

ملنے کا پتہ: نفیس بک سنٹر، بمبئی بازار، کراچی ۱

جب پہلی بار پارس گوشت پوست کے وجود سے اچانک ہی سایہ بن گیا تو اصلی شی تارا بھی حیران رہ گئی۔ کئی منٹ تک سوچتی رہ گئی کہ سچ مچ ایسا ہوا ہے یا کوئی بازی گری دکھائی جارہی ہے پھر اس نے ڈی کی سوچ میں کہا کہ اسے اس سایہ بننے والے کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کرنا چاہئے۔ ڈی شی تارا نے اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی لیکن بھٹک کر کسی دوسرے کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس سے پتا چلا کہ وہ سایہ بننے والا اپنی اصلی آواز میں نہیں بول رہا تھا۔

ایسے وقت ثانی پارس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی خیریت معلوم کررہی تھی۔ اگر ڈی شی تارا بھی پارس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر وہاں پہنچتی تو اسے ثانی اور پارس کی آواز سے یہ معلوم ہوجاتا کہ وہ پارس ہی ہے۔ اصلی شی تارا اپنی ڈی سے کہنا چاہتی تھی کہ وہ پارس کے دماغ میں پہنچے مگر اس کے کہنے سے پہلے دوسری عجیب بات یہ ہوئی کہ جوڈی نارمن بھی ایک گولی نگل کر سایہ بن گیا۔ ایسے عجیب و غریب واقعات کے باعث ڈی شی تارا دیر سے پارس کے دماغ میں پہنچی۔ اس وقت تک ثانی اس کے دماغ سے جاچکی تھی اور پارس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لی تھی۔ سانس روکنے سے یہ پتا نہیں چلتا کہ سائے نے ایسا کیا ہے۔ ہوسکتا ہے پارس گوشت پوست کے جسم میں کسی دوسری جگہ موجود ہو اور اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو روک دیا ہو۔ ان تمام حالات کے باعث اصلی شی تارا یقین سے نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ پہلا سایہ بننے والا پارس ہی تھا۔ بس اس کا دل کہتا تھا اور یہ معلوم کرنا بھی ضروری تھا کہ وہ ریموٹ کنٹرولر والا کون ہے اور کہاں سے آیا تھا؟

شی تارا کے لئے پارس کے علاوہ داؤد منڈولا بھی ضروری تھا۔ عمان میں دو سرا دن گزرنے کے بعد بھی وہاں پارس کی موجودگی کی تصدیق نہیں ہوئی تھی۔ اس نے اپنی ڈی کی سوچ میں کہا کہ وہ پہلے سایہ بننے والے کو تلاش کرتی رہے۔ شی تارا کے جوتش علم نے اسے وارننگ دی تھی کہ وہ میری فیملی کے کسی فرد کے اندر نہ جائے۔ اسی لئے وہ اپنی ڈی کو پارس کے پاس بھیجا کرتی تھی۔

صبح چھ بجے داؤد منڈولا ہسپتال میں گہری نیند سو رہا تھا۔ اتنی دیر میں اصلی شی تارا نے یقین کرلیا تھا کہ اب ثانی دوبارہ اس کے اندر نہیں آئے گی اور خود اپنی رہائش گاہ میں سو رہی ہوگی۔ شی تارا نے منڈولا کی تنویمی نیند پوری نہیں ہونے دی۔ اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ ثانی کی آواز اور لہجے میں بولی "تم میرے معمول اور تابعدار ہو۔ میں حکم دیتی ہوں کہ تھوڑی دیر پہلے میں نے تم پر جو تنویمی عمل کیا تھا اس میں تھوڑی تبدیلی کررہی ہوں۔ تم ایک گھنٹے بعد بیدار ہوجاؤ گے' اس کے ایک گھنٹے تک اگر میں آؤں تو مجھے آنے دو گے۔ اس کے بعد پھر کبھی میری سوچ کی لہروں کو آنے نہیں دو گے' مجھے محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرو گے۔"

منڈولا کے خوابیدہ ذہن نے کہا "میں ایک گھنٹے بعد بیدار ہوجاؤں گا۔ اس کے ایک گھنٹے تک تمہیں اپنے اندر آنے دوں گا' اس کے بعد تم آنا چاہو گی تو تمہیں محسوس کرتے ہی سانس روک لوں گا۔"

شی تارا سمجھ گئی کہ ثانی یا اس کے کسی ساتھی یا ماتحت نے منڈولا کو اور اس کی رہائش گاہ کو دیکھ لیا ہے۔ اس نے منڈولا کو حکم دیا "تم بیدار ہونے کے بعد چپ چاپ اسپتال سے چلے جاؤ گے۔ جتنی جلدی ممکن ہوسکے کسی ایسے شہر میں پہنچو گے جہاں پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے کو تبدیل کرو گے کیونکہ میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے' کوشش کرو کہ میں آئندہ تمہیں چہرے سے نہ پہچان سکوں۔"

داؤد منڈولا نے وعدہ کیا کہ وہ اس کے حکم کی تعمیل کرے گا۔ شی تارا نے ہر پہلو سے منڈولا کے ذہن کو لاک کردیا۔ آئندہ ثانی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی اور زیر زمین رہنے والی دیوی کی اصلیت معلوم نہیں کرسکتی تھی۔ وہ منڈولا کی طرف سے مطمئن ہوکر پھر اپنی ڈی کے پاس آئی۔ خاموشی سے اس کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ ابھی تک دونوں میں سے کسی سائے کا سراغ نہیں ملا ہے۔ اصلی شی تارا کو جوڈی نارمن سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ دوسرے سائے سے دلچسپی بھی تھی اور تجسس بھی تھا کہ آخر وہ کون ہے؟ دل دھڑک دھڑک کر کہتا تھا کہ وہ پارس ہے۔

کچھ سائے پہچانے جاتے ہیں کہ وہ کس کے جسم سے باہر آئے ہیں اور کچھ سایوں کی شناخت مشکل ہوتی ہے۔ وہ دو سائے جن کی تلاش جاری تھی' وہ دن کے وقت سورج کی روشنی میں بھی نظر نہیں آرہے تھے۔ اگر کسی کے مکان میں چھپنے بھی جاتے تو وہاں بھی کوئی نہ کوئی انہیں دیکھ لیتا۔ زندہ انسان متحرک ہوتا ہے اس لئے ہمیشہ چھپ نہیں سکتا۔ وہ کہیں نہ کہیں ضرور نظر آتا ہے۔ اصلی شی تارا اپنی ڈی کے اندر تھی۔ اچانک ہی دونوں نے پارس کے سائے کو دیکھ لیا۔ ذرا دیر اس کی جھلک نظر آئی پھر وہ گم ہوگیا۔ دونوں نے اسے تلاش کیا۔ اصلی شی تارا ایک دوسری عورت کے اندر پہنچ کر اسے ڈھونڈنے لگی۔

وہ پارس تھا۔ گم نہیں ہوا تھا۔ اس نے شی تارا کو دیکھ لیا تھا اور یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ فی الوقت اس کے پاس ہی رہے گا اور دیکھے گا کہ وہ کیا کرتی پھر رہی ہے۔ وہ پیچھے سے اس کے پاس آیا اور اس کے گوشت پوست کے جسم میں گھل مل گیا۔

جب دو سائے ایک بدن میں ہوں تو اس بدن کا ایک ہی سایہ زمین پر یا دیوار پر پڑتا ہے۔ یہ وہ مرحلہ تھا کہ وہ بظاہر ایک شی تارا تھی لیکن اس کے اندر دوسری اصلی شی تارا بھی تھی اور اس کے اندر پارس بھی بڑے آرام سے تھا۔ یعنی دماغ میں وہ اصلی تھی اور جسم میں وہ مطلوب و محبوب تھا۔

ایک جسم اور تین ہستیاں لیکن سایہ ایک تھا۔

اگر انسان کے سائے کو مختلف زاویے سے سوچا جائے تو خیال آتا ہے کہ سایہ کالا کیوں ہوتا ہے؟ وہ ہلکا سرمئی' یا لال پیلا کیوں نہیں ہوتا؟ یا مختلف رنگوں کے امتزاج سے ٹیکنی کلر کیوں نہیں ہوتا؟ کیا سایہ اس لئے سیاہ ہوتا ہے کہ انسان اندر سے میلا ہوتا ہے؟

جسم کو رگڑ کر صاف کیا جائے تو میل باہر آتا ہے۔ بدن کے اتارے ہوئے کپڑے بھی دھوئے جائیں تو ان کے داغ دھلتے ہیں۔ ایمان کے صابن سے غسل کیا جائے تو بدی باہر نکل آتی ہے۔ شاید سایہ بھی باہر نکل کر انسان کو یہ اشارہ دیتا ہے کہ خود کو مکمل نہ سمجھو۔ اپنی اس خامی یا میل کو سمجھو' جو نادانی میں تمہارے اندر رہ گیا ہے۔

بہرحال ایسی سوچ کو مومن ایمانی سوچ اور فلسفی اسے فلسفیانہ سوچ کہہ سکتے ہیں۔ باقی اسے بکواس سمجھ کر نظرانداز کرسکتے ہیں۔

اصلی شی تارا اپنی جوتش دیدیا کے مطابق دس برس سے پہلے نہ کبھی پارس کے سامنے آسکتی تھی اور نہ ہی خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کرسکتی تھی۔ اسی لئے اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک ڈی شی تارا کو اس کے پیچھے لگا رکھا تھا تاکہ اسے اپنے محبوب اور مطلوب کی خبر ملتی رہے۔

اب یہ شبہ یقین کی حد تک تھا کہ جوڈی نارمن سے پہلے جو نوجوان سائے میں تبدیل ہوا تھا' وہ پارس ہی ہوگا۔ اس نے ڈی کے اندر رہ کر اسے تلاش کیا۔ ایک بار اس کی جھلک نظر آئی پھر وہ گم ہوگیا۔ صرف جھلک نظر آنے سے اس کے پارس ہونے کی تصدیق نہیں ہوسکتی تھی۔ اس سے گفتگو لازمی تھی۔

اصلی شی تارا کی مرضی کے مطابق ڈی نے اسے مخاطب کیا "تم کہاں ہو؟ ابھی میں نے تمہاری جھلک دیکھی تھی۔ تم پارس ہو میری حماقتوں کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہو مگر ایک بار مجھ سے گفتگو کرو۔ تم اسی مکان میں کہیں روپوش ہو۔"

وہ مکان میں نہیں بلکہ ڈی شی تارا کے بدن میں سما گیا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ اصلی شی تارا' جسے اس نے کبھی دیکھا نہیں ہے اور کبھی اس کی آواز نہیں سنی ہے' وہ بھی ڈی شی تارا کے دماغ میں موجود ہے۔ یعنی اس وقت تین ہستیاں تھیں' اصلی شی تارا' اس کی ایک ڈی اور ڈی کے اندر پارس کا سایہ مگر دیوار پر صرف ڈی کا سایہ پڑ رہا تھا کیونکہ وہ جسمانی طور پر موجود تھی۔

وہ دونوں اسے بڑی دیر تک تلاش کرتی رہیں۔ ایسے وقت یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہئے لیکن ایسا کوئی طریقہ ہو تاکہ اپنے بدن میں جھانک کر دیکھا جاتا تو انہیں پارس کا سایہ ضرور نظر آجاتا۔

آخر شی تارا نے اپنی ڈی کی سوچ میں کہا "مجھے اسی امریکن لڑکی سیلی کے بنگلے کے قریب رہنا چاہئے۔ پارس ہر جائی ہے' شاید سیلی پر دل آگیا ہے اس لئے کسی بھی وقت سیلی کے بنگلے میں اس کا سایہ نظر آسکتا ہے۔"

وہ اپنی ڈی کے ذہن میں یہ خیال ٹھونس کر زیر زمین اپنے نئے خفیہ اڈے میں دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اب تک اس کے ذہن میں صرف ایک پارس ہی نقش تھا۔ وہ اسے حاصل کرنے کے لئے دنیا والوں کے سائے سے بھی دور زمین کی تہ میں زندگی گزار رہی تھی۔ اب پارس کے علاوہ وہ عجیب و غریب تکنیک اسے تجسس میں مبتلا کررہی تھی کہ ایک گوشت پوست کا جیتا جاگتا جسم کس طرح اپنے ہی سائے میں گم ہوجاتا ہے؟

اگر یہ تکنیک کسی طرح اسے معلوم ہوجائے تو وہ سایہ بن کر اپنے پارس کے قریب جاسکتی ہے۔ اس کی جوتش دیدیا نے صرف اتنی رہنمائی کی تھی کہ وہ دس برس تک پارس کو یا کسی کو بھی اپنا اصلی چہرہ اور اصلی آواز نہ سنائے۔ سایہ بن کر قریب جانے پر پابندی نہیں تھی۔

وہ عجیب و غریب گولیاں جوڈی نارمن کہیں سے لایا تھا اور وہ کہاں سے لایا تھا' یہ راز شی تارا معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس مقصد کے لئے وہ داؤد منڈولا کے پاس آئی۔

پہلے ثانی نے منڈولا پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا معمول بنایا تھا اس کے بعد شی تارا نے اس کے دماغ میں آکر ثانی کے عمل کا توڑ کیا تھا اور اسے تاکید کی تھی کہ فوراً ہسپتال سے فرار ہوکر اپنے چہرے اور شخصیت کو تبدیل کرے اور اپنی رہائش گاہ کا رخ نہ کرے ورنہ ثانی اور علی پھر اسے گھیر لیں گے۔

منڈولا اس کے احکامات کی تعمیل کررہا تھا۔ شی تارا نے اس کی سوچ میں کہا "میں اپنی شخصیت بدل رہا ہوں۔ یہودی تنظیم کے اہم افراد یعنی مارٹن رسل' برین آدم' الپا' ٹالبوٹ اور مونارو بھی اپنی اپنی شخصیت بالکل بدل چکے ہیں۔ اس طرح پہلے والی یہودی تنظیم ختم ہوچکی ہے۔ کوئی دشمن ہمارے اہم افراد تک نہیں پہنچ پائے گا۔ حتیٰ کہ جوڈی نارمن بھی دھوکا کھائے گا۔"

منڈولا نے اپنی تنظیم کے اہم افراد کو یقین دلایا تھا کہ جوڈی نارمن ایک عیسائی ہے اور یہودی بن کر انہیں دھوکا دینا چاہتا ہے۔ جب تک اس کا برین واش کرکے حقیقت معلوم نہ کی جائے اس پر بھروسا نہ کیا جائے۔

اس وقت شی تارا نے منڈولا کے اندر اس کی سوچ میں کہا "جوڈی نارمن خواہ کتنا ہی دھوکے باز ہو وہ تل ابیب پہنچے گا تو اسے کسی طرح قابو میں کیا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ اس نے سایہ بن جانے والی گولیاں کہاں سے حاصل کی ہیں؟ اس کے پاس ایسی گولیاں بنانے کا فارمولا بھی ضرور ہوگا۔ یہ چیزیں اس سے ضرور حاصل کرنا چاہئے۔"

شی تارا کو ٹیلی پیتھی میں اتنی مہارت حاصل تھی کہ وہ کسی یوگا کے ماہر کے خیالات بھی پڑھ لیتی تھی۔ اس نے ابھی تک جوڈی کی

آواز نہیں سنی تھی۔ اس انتظار میں تھی کہ وہ تل ابیب آئے تو ایک ڈی الپا اور ڈی برین آدم اس کا استقبال کریں گے کیونکہ اصلی الپا وغیرہ تو اپنی شخصیات بدل کر روپوش ہوگئے تھے۔ شی تارا نے سوچا کہ جب جوڈی تل ابیب آئے گا تو ڈی الپا کے ذریعے جوڈی نارمن کی آواز سنے گی پھر اس کے اندر پہنچ کر گولیوں کا فارمولا معلوم کرلے گی۔

پچھلی رات جب پارس سایہ بن کر سیلی کے ساتھ اس کے بنگلے میں آیا تھا تب ڈی شی تارا اس سے پہلے وہاں موجود تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ سیلی پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنی معمولہ بنا کے اسی کے ساتھ اس بنگلے میں قیام کرے۔ اس کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ سیلی کے ساتھ کوئی سایہ ہوگا اور وہ بھی پارس کا۔

اس نے سیلی پر تنویمی عمل کرنا چاہا تو پارس نے اس کی پٹائی کی اور اسے ایک بستر پر بے ہوش کردیا۔ صبح ہوش میں آنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ فوراً سیلی کے بنگلے سے بھاگنا چاہئے۔ اس نے پچھلی رات ٹی وی اسکرین پر دو انسانوں کو سایوں میں تبدیل ہوتے دیکھا تھا۔ اب یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ سیلی نے اس میں سے ایک سائے سے دوستی کرلی ہے۔

وہ پڑوس کے ایک بنگلے میں آگئی تاکہ قریب رہ کر اس سائے کی حقیقت کو جان سکے۔ پڑوس والے بنگلے میں بوڑھے میاں بیوی رہتے تھے۔ کوئی تیسرا نہیں تھا۔ اس نے ان بوڑھوں پر عمل کیا اور ان کے ہاں پے انگ گیسٹ بن کر رہ گئی۔

وہ صبح کے وقت ان بوڑھوں کے پاس آئی تھی۔ ان پر عمل کرتے وقت یہ نہیں سوچا کہ پارس صبح بیدار ہوچکا ہوگا اور اس کی یہ حرکتیں دیکھ رہا ہوگا۔ وہ پے انگ گیسٹ بننے کے بعد اپنے چہرے پر میک اپ کرکے خود کو بدل چکی تھی تاکہ سیلی اور اس کا ساتھی سایہ اسے پہچان نہ سکیں۔ اگر وہ اسے چہرہ بدلتے نہ دیکھتا، تب بھی اسے پہچان لیتا کیونکہ جس کے ساتھ وہ ایک رات بھی گزار لیتا تھا اسے ہزار بہروپ بھرنے کے باوجود اس کی مہک سے پہچان لیتا تھا۔

جب وہ میک اپ کے بعد سیلی کے بنگلے کی طرف گئی تب ہی اصلی شی تارا اپنی اس ڈی کے اندر آئی تھی اور اس کے اندر رہ کر وہ اس سائے کو تلاش کرنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت پارس نے شرارت کی تھی، ایک دیوار پر اسے اپنے سائے کی ایک جھلک دکھائی تھی تاکہ اس کے شوق کو اور بھڑکا سکے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ جو اصلی شی تارا ہے، اس کے شوق کو بھی بھڑکا رہا ہے۔

اس وقت باہر خاصی دھوپ تھی۔ ہر چھوٹی بڑی چیز کا سایہ نظر آرہا تھا۔ یہ بات پریشان کررہی تھی کہ وہ سایہ اپنی جھلک دکھا کر کہاں گم ہوگیا ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ جسے تلاش کررہی ہے، وہ اس کے اندر ہی سمایا ہوا ہے۔

پھر اس نے سوچا، وہ سایہ سیلی کے ساتھ رہتا ہے لہٰذا اسی کے پاس گیا ہوگا۔ اب وہ دوسرے بہروپ میں تھی، سیلی کے پاس جاکر اس سے دوستی کرسکتی تھی اور اس سائے کو ڈھونڈنے کے لئے آس پاس نظر بھی رکھ سکتی تھی۔

اس نے بنگلے کے اندر جانے سے پہلے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ سیلی اپنے بنگلے کے اندر کیا کررہی ہے؟ ہوسکتا ہے کہ وہ سائے سے باتیں کررہی ہو۔

ہاں وہ باتیں کررہی تھی مگر اس سائے سے نہیں، ایک خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں بول رہا تھا "سیلی! کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟ کیا وہ سایہ تمہارے پاس آیا تھا؟"

ڈی شی تارا نے اسے پہچان لیا۔ وہ پاشا تھا اور سیلی کے اندر آکر بول رہا تھا۔ سیلی نے جواباً کہا "ہاں وہ آیا تھا، تم کل رات کہاں رہ گئے تھے؟ وہ مجھے پریشان کرتا رہا اور میں سوچ کے ذریعے تمہیں پکارتی رہی۔"

"مجھے افسوس ہے، سپر ماسٹر نے مجھے دوسری ڈیوٹی پر لگا رکھا تھا۔ اگر میں تمہارے پاس ہوتا تو اس سائے کا سر توڑ دیتا۔"

"کیسے توڑ دیتے؟ کوئی سائے کو ایک چٹکی میں بھی نہیں پکڑ سکتا پھر تم مجھ سے ہزاروں میل دور رہ کر اس کا سر کیسے توڑ دیتے؟"

"ہاں میں تم سے بہت دور ہوں، اگر نزدیک ہوتا تو اسے پکڑنے کی ضرور کوشش کرتا۔"

"صرف وہی نہیں، ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی پتا نہیں کہاں سے آگئی تھی۔ وہ مجھ پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی مگر اس سائے نے اس کی پٹائی کرکے اسے بے ہوش کردیا۔ اگر تم ہوتے تو وہ تمہارے ساتھ بھی یہی سلوک کرتا۔"

"کیا مجھے بزدل سمجھتی ہو، میں اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ دیتا۔"

"عقل کی بات کرو۔ سائے کی ہڈی ہوتی ہے نہ پسلی۔ کیا تم سائے کا کوئی ایک حصہ بھی مٹھی میں پکڑ سکتے ہو؟"

وہ ذرا دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر چونک کر بولا "ارے ہاں۔ اتنی سی بات پہلے سمجھ میں نہیں آئی کہ جب ہم اسے پکڑ نہیں سکتے تو پھر وہ سایہ بھی ہمیں کیسے پکڑ سکتا ہے۔ اس نے تو تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگایا ہوگا۔"

"خدا نے تمہیں کتنی ساری صلاحیتیں دی ہیں۔ تم ہزاروں میل دور کی آوازیں سن سکتے ہو۔ رات کی گہری تاریکی میں دور تک دیکھ سکتے ہو۔ پھر ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا گیا ہے مگر افسوس دنیا کی کوئی مشین تمہیں عقل نہیں سکھا سکتی۔ میں تم سے شکایت کررہی ہوں کہ وہ مجھے رات بھر پریشان کرتا رہا پھر بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اس نے ایک حسین عورت کو کس طرح پریشان کیا ہوگا؟"

"کیا اس نے تمہیں پکڑا تھا؟ جبکہ سایہ کبھی ایسا نہیں کرسکتا۔"

"جب وہ سائے کے اندر اپنے ہاتھ پاؤں اور پورے جسم سمیت جاسکتا ہے تو اس سائے کے اندر سے مجھے کیسے نہیں پکڑ سکے گا؟"

وہ بولا "یہ تو امانت میں خیانت ہوگئی۔ سپر ماسٹر نے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں کسی طرح بھی ایم آئی ایم کے سربراہ کو بے نقاب کروں گا اور گرفتار کروں گا تو وہ میری تمہاری شادی کرادے گا۔ میں یہ بے عزتی برداشت نہیں کروں گا۔"

"اب برداشت نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے، کل تو اس نے مجھے گھر والی بنالیا پتا نہیں آج کیا کرے گا؟"

"میں اس سے نمٹ لوں گا۔ آج تمام رات تمہاری اس خواب گاہ میں رہ کر پہرا دوں گا۔"

"پہرا دے کر اس کا کیا بگاڑ لوگے؟ کیا ایک سائے کے ساتھ یہاں فلمی سین دیکھتے رہو گے؟ بتاؤ میرے بچاؤ کی کیا تدبیر کرو گے؟"

"میں ابھی سپر ماسٹر سے بات کرتا ہوں، اس سے کہوں گا کہ وہ تمہیں عمان سے ابھی واشنگٹن بلالے۔"

"کچھ سوچ سمجھ کر سپر ماسٹر سے بات کرو۔ کیا وہ سایہ میرے نقاب میں واشنگٹن نہیں آسکے گا؟"

"وہ نہیں آئے گا۔ کسی اور حسینہ سے بہل جائے گا۔"

"نہیں بہلے گا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ خدا نے مجھے بڑی فرصت سے بنایا ہے۔ میں اس دنیا میں ایک ہی پیس ہوں۔ اگر کوئی گدھا میرا مقابلہ کرے گا تو وہ....."

وہ غصے سے بولا "کیا؟ اس کی یہ جرأت، اس نے مجھے گدھا کہا؟"

"وہ تو اور بہت کچھ کہہ رہا تھا۔ سن کر کیا کروگے؟ خواہ مخواہ اپنا خون جلاؤ گے۔ جاؤ کوئی تدبیر کرو اور اس سے میری جان چھڑاؤ۔"

"میں ابھی جارہا ہوں۔ تمہیں اپنا بنانے کے لئے سپر ماسٹر سے کوئی فیصلہ کروں گا۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بولی "پاشا! ایک بات کہنا بھول گئی۔ پہلے سن لو پھر جاؤ۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دوبارہ اسے مخاطب کیا پھر مسکرا کر بولی "وہ جاچکا ہے، تم میرے قریب ہو نا؟"

سیلی کو جواب میں محسوس ہوا کہ کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا ہے۔ اس نے سامنے والے قد آدم آئینے میں دیکھا۔ پلنگ کے پیچھے ایک سایہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ مسکرا کر بولی "پتا نہیں تم نے کیا جادو کردیا ہے۔ میں تمہاری دیوانی ہوگئی ہوں۔ میں اندازہ کرسکتی ہوں کہ تم ایک صحت مند اور اسمارٹ نوجوان ہو۔ میرے پیچھے کیوں ہو؟ میرے پاس آؤ۔"

پاشا تو اس کے اندر سے جاچکا تھا لیکن ڈی شی تارا موجود تھی اور سمجھ رہی تھی کہ وہ جس سائے کو تلاش کررہی ہے وہ سیلی کے بیڈ روم میں موجود ہے۔ اس نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا پھر سیلی کے دماغ میں کہا "ہیلو سیلی! میں بول رہی ہوں۔"

سیلی نے چونک کر سائے سے کہا "میرے اندر کوئی بول رہی ہے۔ آواز سے پتا چلتا ہے کہ وہ کل رات والی دشمن عورت ہے۔"

شی تارا نے کہا "میں دشمن نہیں ہوں بلکہ دشمنوں سے چھپنے کے لئے یہاں آئی تھی۔ تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کرنا چاہتی تھی تاکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے خیالات پڑھ کر میرا سراغ نہ لگا سکے۔"

سیلی زبان سے جواب دینے لگی تاکہ اس کا محبوب سایہ بھی سن سکے۔ وہ بولی "ابھی تم بڑی نرمی سے بول رہی ہو۔ کل رات ایسے غرور سے عمل کرنا چاہتی تھیں جیسے میں تم سے کم تر ہوں۔"

"بے شک میں نے غرور دکھایا تھا۔ ہر طاقتور دوسرے کو کمزور سمجھ کر دبا تا ہے لیکن جب اگلا اس کی طاقت کے برابر ہوتا ہے تو پھر رویہ بدل جاتا ہے۔ دوستی ہمیشہ برابر کے لوگوں میں ہوتی ہے۔ میں تسلیم کرتی ہوں تم مجھ سے کم تر نہیں ہو۔ ہم دوست بن سکتے ہیں۔"

"اپنے اندر کی بات کہو۔ مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہو یا میرے محبوب کے سائے سے؟"

"ایک ہتھکڑی دو ہاتھوں کو جکڑتی ہے۔ وہ سایہ ایک ایسی ہتھکڑی بن سکتا ہے، ہم دونوں کو دوستی کے رشتے میں باندھ سکتا ہے۔"

"عورت، اپنے مرد کی ہتھکڑی تنہا پہنتی ہے۔ کسی دوسری عورت کو حصے دار نہیں بناتی۔"

"تم اپنے سائے کی آغوش میں بڑے غرور سے بول رہی ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ سایہ تمہیں باہر سے تحفظ دے سکتا ہے۔ اگر میں تمہارے اندر زلزلہ پیدا کروں تو تمہارا ذہنی توازن بگڑ جائے گا اور وہ تمہارے لئے کچھ نہیں کرسکے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پارس کا سایہ شی تارا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ کس روپ میں ہے اور سیلی کے بنگلے کے قریب کہاں کھڑی ہے کیونکہ تھوڑی دیر پہلے وہ اس کے اندر سے نکل کر گیا تھا۔ بنگلے کے احاطے کی چار دیواری کے ایک حصے میں شی تارا کو وہ سایہ نظر آیا۔ وہ مسکرا کر بولی "اچھا تو اس حسینہ کی خیریت چاہتے ہو۔ یہ نہیں چاہتے کہ میں اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کروں۔ کوئی بات نہیں، ہم دوست بن جاتے ہیں اور دشمنی ختم کردیتے ہیں۔"

تزاخ کی زوردار آواز کے ساتھ اس کے منہ پر طمانچہ پڑا۔ طمانچہ زوردار تھا۔ اس کا منہ گھوم گیا۔ وہ خود گھوم کر لڑکھڑائی۔ قریب سے ایک کار گزر رہی تھی، اس کار سے ٹکراتے ہی اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ سیلی پہلے تو اپنے بستر پر حیران تھی کہ وہ سایہ اچانک اسے چھوڑ کر کہاں چلا گیا ہے پھر باہر کسی کی چیخ سن کر وہ دوڑتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی۔ وہاں سے دیکھا، کچھ لوگ ایک کار

کے پاس جمع ہوگئے تھے اور ایک زخمی عورت کو اٹھا کر کار کی پچھلی سیٹ پر پہنچا رہے تھے۔

سیلی چونک گئی۔ پیچھے سے اس کے شانے کو تھپتھپایا گیا تھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ فضا میں ایک کاغذ کا ٹکڑا معلق تھا۔ اس نے کاغذ لے کر دیکھا۔ اس پر لکھا تھا "تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے والی کو لوگ اسپتال پہنچا رہے ہیں۔ میری یہ تحریر جلا دو۔"

اس نے مسکرا کر قالین پر اس کے سائے کو دیکھا پھر ایک لائٹر سے کاغذ کو جلاتے ہوئے بولی "یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ تم تحریر میں جواب دینے کے بعد اس کاغذ کو جلانے کے لئے کیوں کہتے ہو؟ کیا تم کبھی اپنی تحریر سے پہچانے جا سکتے ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ حالانکہ وہ جوڈی نارمن کی طرح سایہ بننے کے بعد بول سکتا تھا لیکن فی الحال خاموشی کو مناسب سمجھ رہا تھا۔ کوئی ضروری بات سیلی سے تحریر کے ذریعے کرتا تھا ورنہ کچھ کہے سنے بغیر ہی کام چلانا مناسب سمجھ رہا تھا۔

ادھر پاشا نے سپراسٹر کے دفتر میں آکر سلیوٹ کیا پھر کہا "سر! میرے ساتھ بڑی ٹریجڈی ہو رہی ہے۔ اس نے میری ہونے والی گھر والی کو پھانس لیا ہے۔"

سپراسٹر نے پوچھا "تم کس کی بات کر رہے ہو؟"

"میں سیلی کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ میری شادی سیلی سے کرائیں گے۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کیا انعام یونہی مل جاتا ہے؟ پہلے کوئی کارنامہ انجام دو۔"

"میں کارنامہ کیسے انجام دوں؟ وہ مجھے غصہ دلا رہا ہے۔ وہ میری سیلی کو پھانس رہا ہے۔"

سپراسٹر نے میز پر ہاتھ مار کر کہا "پوری بات کیا کرو۔ وہ کون ہے جو تمہاری سیلی کو پھانس رہا ہے؟"

"میں اس کا نام نہیں جانتا مگر وہ وہی سایہ ہے جس کی ہم سب کو تلاش ہے۔"

"کیا؟" سپراسٹر نے چونک کر پوچھا "کیا سیلی نے اس سائے کو پھانس لیا ہے؟"

"سر! سیلی نے نہیں، اس سائے نے اسے وہ کیا ہے۔ میں کیا بتاؤں اس نے کیا کیا ہے۔ مجھے شرم آتی ہے۔"

"پاشا! تمہیں کب عقل آئے گی؟ تم کام کو نہیں عورت کے حسن و شباب کو دیکھتے ہو۔ فی الوقت وہ سایہ ہم سب کے لئے بہت ضروری ہے اور تم اتنی اہم ضرورت کو چھوڑ کر سیلی کے لئے مر رہے ہو!"

"سر! میں آپ کے وعدے کے مطابق اسے گھر والی سمجھ رہا تھا۔ سائے نے اسے باہر والی بنا دیا۔"

"میں تمہارے سامنے ایسی حسین ترین عورتوں کی لائن لگا دوں گا کہ انہیں دیکھ کر سیلی کو بھول جاؤ گے۔ ابھی تمہیں سیلی سے بھی بڑا انعام ملے گا۔ پہلے اس سائے کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔"

اس نے فون کے ذریعے فوج کے تین اعلیٰ افسران اور پوجا سے کہا کہ وہ فوراً آئیں۔ سائے کا کچھ سراغ مل رہا ہے۔ فون پر گفتگو ختم ہونے کے بعد پاشا نے اسے سائے کے بارے میں وہ سب کچھ بتایا تھا جو سیلی کے خیالات پڑھ کر اور اس سے باتیں کر کے معلوم کیا تھا۔ یہ بھی بتایا کہ وہاں ایک خیال خوانی کرنے والی بھی پہنچ گئی تھی، وہ سیلی پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی لیکن سائے نے اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کو بے ہوش کر دیا۔

سپراسٹر نے پوچھا "سیلی نے اس سائے کا نام معلوم کیا ہوگا؟"

"وہ بولتا نہیں ہے، کسی ضروری بات کا جواب کاغذ پر لکھ دیتا ہے پھر اس کاغذ کو جلا دیتا ہے۔"

"یعنی اسے اندیشہ ہے کہ وہ اپنی تحریر سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اس لئے وہ اپنا تعارف بھی نہیں کراتا اور تحریر بھی جلا دیتا ہے۔"

"سر! سیلی بہت اچھی ہے۔ وہ جلانا نہیں چاہتی ہوگی۔ وہ اسے مجبور کر دیتا ہوگا۔ آہ! میری مجبور سیلی!"

سپراسٹر نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "ہم تمہاری نفسیات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ تم سے کس طرح کام لیتے رہنا چاہئے۔"

اس نے انٹر کام پر کسی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اپنے ایک آدمی سے کہو کہ پاشا کو ہمارے "بی بی کلب" میں لے جائے اور وہاں سیلی جیسی زیادہ سے زیادہ حسینائیں دکھائے۔ یہ ان میں سے کسی ایک کو پسند کر لے گا۔"

اس نے انٹر کام بند کیا تو پاشا نے خوش ہو کر کہا "آپ بہت اچھے ہیں۔ بس مجھے ایک سیلی جیسی چاہئے پھر میں اس سائے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"کیا میں نے اس سائے کو مارنے کا حکم دیا ہے؟"

"نو سر! مگر وہ ہمارا دشمن ہے۔"

"ہمارا نہیں تمہارا۔ جب تمہیں پہلے سے بھی زیادہ حسین سیلی مل جائے گی تو پھر وہ سایہ تمہارا بھی دشمن نہیں رہے گا۔ ہم اسے زندہ چاہتے ہیں۔ اب تم جاؤ۔ پہلے اپنی نئی سیلی سے ملو۔"

وہ سلیوٹ کر کے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد پوجا تین فوجی اعلیٰ افسران کے ساتھ آئی۔ وہ سب میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ سپراسٹر نے انہیں بتایا "عمان میں سیلی نے ایک سائے کو پھانس لیا ہے۔ مگر بات صرف پھانسنے سے آگے نہیں بڑھے گی۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ سایہ کون ہے؟ جوڈی نارمن نے خود کو ظاہر کر دیا تھا۔ اب وہ بھی محض اس لئے چھپتا پھر رہا ہے کہ ہماری سرکاری پابندیوں میں رہ کر کام نہیں کرنا چاہتا ہے۔ سیلی کے پاس جو سایہ ہے، وہ کوئی اجنبی ہے۔ ہمیں کسی طرح اس کا اعتماد حاصل کر کے اسے دوست بنانا چاہئے۔ میری عقل کہتی ہے کہ ایک سایہ ہی

دوسرے سائے کو پکڑ سکتا ہے۔ یا پھر اس کے چھپنے کی کسی بھی جگہ پہنچ سکتا ہے۔ شاید ہم اس سائے کے ذریعے جوڈی نارمن کو حاصل کر سکیں۔"

ایک افسر نے تائید میں کہا "ایک بار جوڈی ہاتھ لگ جائے تو ہم اسے مشین سے دوبارہ گزار کر اپنا تابعدار بنا لیں گے۔"

دوسرے افسر نے کہا "بڑے افسوس کی بات ہے کہ مائیک ہمارے جیسا ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والا ملک و قوم کا وفادار ہونے کے باوجود ہمارا مخالف ہے۔ آخر یہ لوگ اصولی پابندیوں میں رہ کر کام کیوں نہیں کرنا چاہتے؟"

پوجا نے کہا "سر! فی الحال ان دونوں کا یہ جذبہ ہمیں مطمئن کر رہا ہے کہ وہ جہاں بھی ہیں ہمارے ہی ملک و قوم کے لئے کام کر رہے ہیں۔"

"بے شک یہ بات قابل اطمینان ہے لیکن ہر سپاہی کو فوج کے ڈسپلن کے مطابق عمل کرنا چاہئے ورنہ کسی وقت بھی دشمن اسے ٹریپ کر سکتا ہے۔ ایسی کئی مثالیں موجود ہیں۔"

پوجا نے کہا "آپ لوگ اپنی گفتگو جاری رکھیں۔ میں ذرا سیلی کے پاس جا کر معلوم کرتی ہوں۔ شاید مجھے سائے کے متعلق زیادہ معلومات حاصل ہو جائیں۔"

اس نے وہاں بیٹھے ہی بیٹھے خیال خوانی کی پرواز کی اور سیلی کے اندر پہنچ گئی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی اس لئے پوجا کو محسوس نہ کر سکی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ سایہ ابھی تھوڑی دیر پہلے کہیں گیا ہے پھر واپس آئے گا۔ اس نے سائے کی صورت شکل نہیں دیکھی مگر اس پر مرمٹی ہے۔ اس نے دوبار اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کے ظلم سے بچایا ہے اور وہ اس کے لئے ایک بہت بڑی خفیہ طاقت بن گیا ہے۔ ایسی طاقت جس کو ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

پوجا نے اس کی سوچ میں سوال کیا "اب میرا کیا فرض ہے؟ وہ سایہ جو میری خفیہ طاقت بن گیا ہے کیا اسے اپنے ملک و قوم کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہئے؟"

سیلی کی سوچ نے کہا "ضرور کرنا چاہئے۔ میں چاہتی ہوں وہ میرے ساتھ امریکا چلے لیکن میں ایسی کوئی بات کرتی ہوں تو وہ مجھے ٹال دیتا ہے۔ میں نے سوچا تھا یہ ساری باتیں سپراسٹر تک پہنچاؤں گی لیکن پاشا یہاں آکر اپنے ہی مطلب کی باتیں کرتا رہا۔ میں فون پر سپراسٹر سے رابطہ کروں گی تو وہ سایہ جو کہیں چھپا ہوگا میرا دشمن بن جائے گا۔"

پوجا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سپراسٹر سے کہا "سر! سیلی وفادار ہے، وہ پریشان ہے کہ کس طرح آپ تک اس سائے کی باتیں پہنچائے۔ اگر فون کرے گی تو وہ سایہ کہیں چھپ کر سن لے گا۔ پاشا اس کے پاس گیا تھا مگر کوئی کام کی بات کئے بغیر چلا آیا۔"

"اس سلسلے میں دو باتیں اہم ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ سایہ کون ہے۔ دوسری یہ کہ اسے کس طرح اپنا بنایا جا سکتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ سائے کو کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ اسے پیار و محبت سے اپنا بنانا ہوگا اور اس سلسلے میں سیلی ناکام ہو رہی ہے۔"

وہ بولی "دنیا کی کوئی بھی حسین ترین عورت اسے ٹریپ نہیں کر سکتی کیونکہ وہ خود کسی حسینہ کی مرضی کے بغیر اس پر غالب آ سکتا ہے۔ جب تک اس سائے کو مغلوب کرنے کی کوئی تدبیر نہیں ہوگی وہ ہمارے قابو میں نہیں آئے گا۔"

ایک افسر نے کہا "تم درست کہتی ہو۔ مگر اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ سایہ مسلمان ہے۔ اسی لئے وہ عمان کے اجلاس میں جوڈی نارمن کی مخالفت میں آیا تھا۔ پوجا! تم پیدائشی طور پر پاکستانی ہو اور ہندوستان سے ہمارے پاس آئی ہو۔ تم اسلامی کلچر کو خوب سمجھتی ہو۔ اگر مسلمان بن کر اسے پھانس کر صرف اتنا معلوم کر لو کہ وہ سایہ بننے والی باقی گولیاں کہاں چھپا کر رکھتا ہے اور تم انہیں کس طرح حاصل کر سکتی ہو تو پھر ہم اپنے مقصد میں کامیاب رہیں گے۔"

پوجا ابتدا میں جب پاکستان سے اپنی بہن سے ملاقات کرنے ہندوستان گئی تھی تب سے وہ ایک عزت دار اور باحیا لڑکی تھی۔ بھارت کے ایک سیاسی لیڈر نے بھی اسے پھانسنا چاہا تھا مگر ناکام رہا تھا۔ ڈی شی تارا نے اسے بہن بنا کر اپنے پاس رکھا تھا پھر حالات نے اسے امریکا پہنچا دیا تھا۔ سپراسٹر نے اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر صرف ٹیلی پیتھی کا علم ہی نہیں سکھایا تھا بلکہ اس قدر وفادار بنایا تھا کہ وہ اس کے حکم پر اپنی جان اور اپنی عزت کو بھی داؤ پر لگا سکتی تھی لہٰذا وہ ایک مسلمان بن کر اس سائے کو ٹریپ کرنے پر آمادہ ہو گئی۔

○☆○

جوڈی نارمن کا خیال تھا کہ وہ شاید چوبیس گھنٹے کے بعد سائے سے تبدیل ہو کر گوشت پوست کے زندہ انسان کی حیثیت سے نظر آئے گا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے چوبیس گھنٹوں تک اپنا اثر رکھنے والی گولیاں کھائی ہیں یا ایک ماہ تک وہ گولیاں اسے سایہ بنائے رکھیں گی۔ پتا نہیں گولیوں کی کون سی ڈبیا پارس کے ہاتھ لگی تھی اور کون سی ڈبیا جوڈی کے حصے میں آئی تھی۔

جوڈی پہلی رات الپا کے ساتھ تھا۔ پھر اس نے یوری یہودی تنظیم کو یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ وہ عیسائی نہیں بلکہ پیدائشی یہودی ہے اور آئندہ اسرائیل میں رہ کر یہودی تنظیم کے لئے کام کرے گا۔

وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے الپا، ٹیری آدم اور مارٹن رسل وغیرہ کے دماغوں میں جا کر اپنے یہودی ہونے کا یقین دلاتا رہا تھا لیکن دل ہی دل میں سمجھتا رہا تھا کہ یہودیوں پر کبھی بھروسا نہیں کرنا چاہئے۔ اسے اپنے پاس رکھی ہوئی گولیوں کی ڈبیا اور فارمولے کی فکر تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان میں سے کوئی چیز کسی

یسوری کے ہاتھ لگے۔

الپا دوسری شام کی فلائٹ سے تل ابیب جانے والی تھی' اسے بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی لیکن وہ پہلے اپنی گولیوں اور فارمولوں کی حفاظت کرنا چاہتا تھا۔ پھر یہ کہ دوسری شام طیارے میں سفر کرنے کے دوران چوبیس گھنٹے پورے ہو جاتے تو وہ پھر سایہ بن کر نہ رہتا' اچانک گوشت پوست کے زندہ انسان میں ظاہر ہو جاتا اور وہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے الپا اور دوسرے یسوری تنظیم کے افراد سے وعدہ کیا کہ وہ دوسرے دن شام کی فلائٹ سے تل ابیب آئے گا کیونکہ وہ اس دشمن سائے کو تلاش کر رہا ہے جس نے اس سے گولیوں کی ایک ڈبیا چھین لی تھی۔ اسے اسرائیل کی ایک بہت بڑی خفیہ یہودی تنظیم کے اندر گھسنے کا موقع مل رہا تھا' وہ آئندہ اس تنظیم کا سربراہ بھی بن سکتا تھا۔ اس لیے یہ موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے اپنے ایک ماتحت پر تنویمی عمل کر کے اسے ڈمی جوڈی نارمن بنا دیا۔ اس کے لئے اور اپنے لئے دوسری شام کی فلائٹ میں سیٹیں بُک کرا دیں۔ اس کا خیال تھا کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر انسانی وجود میں آجائے گا تو اپنی ڈمی کے ساتھ سفر کرے گا۔ تل ابیب پہنچ کر ڈمی جوڈی نارمن ائرپورٹ سے الپا کے ساتھ چلا جائے گا اور وہ خود دوسری جگہ قیام کرے گا۔ اس کے پاس آٹھ گولیاں رہ گئی تھیں۔ جو آٹھ مختلف کیپسولز میں تھیں۔ اس نے سوچا تھا کہ صرف ایک کیپسول اپنی جیب میں رکھے گا تاکہ برے وقت پر کام آسکے۔ باقی سات کیپسولوں کو مختلف جگہوں پر چھپا دے گا پھر مختلف علاقوں کی پہاڑیوں میں جائے گا اور فارمولے کا ایک ایک حصہ میلوں دور کی مختلف چٹانوں پر کندہ کرے گا اور فارمولے والے کاغذ کو جلا دے گا۔

الپا اپنے وقت پر تل ابیب روانہ ہو گئی تھی۔ جوڈی نے اس کے خالی بنگلے میں قیام کیا کیونکہ وہ گھنٹے بعد وہ انسانی جسم میں نمودار ہونے والا تھا۔ ایسے وقت وہ تنہا رہنا چاہتا تھا تاکہ نہ اسے کوئی دیکھے اور نہ ہی گولیوں کے متعلق کوئی سوال کرے۔ لیکن بڑی حیرانی ہوئی جب چوبیس گھنٹوں کے بعد بھی وہ سایہ ہی رہا۔ رات کو کھانے کے بعد سو گیا۔ صبح اٹھ کر آئینہ دیکھا تو خود کو نہ دیکھ سکا۔ اس کے بعد چوبیس گھنٹے کیا چالیس گھنٹے گزر گئے' وہ سایہ ہی بنا رہا۔ تب یقین آگیا کہ اس نے چوبیس گھنٹوں والی نہیں' ایک ماہ تک اثر دکھانے والی گولی کھائی ہے۔ اب وہ ایک ماہ تک سایہ بن کر رہے گا اور انسانی وجود میں نہیں آئے گا۔

وہ ایک نیا اور انوکھا تجربہ تھا۔ خود تجربہ کرنے والا سائنس داں نہیں جانتا تھا کہ ان گولیوں کے اثرات آئندہ کیا ہوں گے.... فی الوقت اثرات یہ تھے کہ صرف جوڈی نارمن ہی نہیں' پارس بھی سایہ بنا ہوا تھا۔ وہ بھی چوبیس گھنٹوں کے بعد جسمانی طور پر تبدیل نہیں ہوا تھا۔ دونوں طرح کی گولیاں نہ معلوم مدت تک اپنا اثر دکھا رہی تھیں۔ یہ بات تشویش کی تھی کہ کس کی گولی کا اثر جلدی زائل ہو گا؟ لیکن وہ دونوں ایک دوسرے سے دور تھے اس لئے یہی سمجھ رہے تھے کہ ایک ماہ تک اثر دکھانے والی گولیاں ان کے قبضے میں ہیں۔ اب اطمینان ہے' وہ اپنی اپنی جگہ ایک ماہ تک ظاہر نہیں ہو سکیں گے۔

جوڈی کے لئے اب تل ابیب تک ہوائی جہاز میں سفر کرنا ایک مسئلہ تھا اور مسئلہ نہیں بھی تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو تا کہ طیارے میں اس کی سیٹ خالی نظر آتی مگر اس کا سایہ اس پر بیٹھا رہتا اور ڈمی جوڈی نارمن اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا رہتا۔ اگر وہ مسلسل سایہ ہی رہتا تو سفر کرنے کے لئے ٹکٹ خریدنے کی ضرورت نہ پڑتی اور نہ ہی کسی سیٹ کی ضرورت ہوتی' وہ اپنی ڈمی کے اندر سما کر بیٹھا رہتا۔ چونکہ اچانک ظاہر بھی ہو سکتا تھا اس لئے احتیاطاً اپنے لئے بھی ٹکٹ لے رکھا تھا۔

سفر کے دوران سونیا ثانی نے اس سے رابطہ کیا اور کہا "بے شک سانس روکو۔ مجھے آنے نہ دو لیکن ہم علی تیمور کے دماغ میں رہ کر گفتگو کر سکتے ہیں۔"

جوڈی نارمن نے علی کے پاس آکر کہا "ہیلو مسٹر! میں جوڈی بول رہا ہوں۔ تمہاری ثانی نے مجھے یاد کیا ہے۔"

علی نے کہا "یاد تو تم ہمیشہ ہمیں کرتے رہو گے' ہم نے بڑی شرافت سے بھروسا کر کے اہم دستاویزات تمہارے حوالے کی تھیں مگر وہ چیزیں تمہارے پاس نہ رہ سکیں۔"

جوڈی نے پوچھا "اس کا مطلب ہے' وہ چیزیں تمہارے پاس پہنچ گئی ہیں اور وہ چیزیں لے جانے والا سایہ تمہارا اپنا کوئی آدمی ہے؟"

ثانی نے کہا "یہی تو ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ تمہاری طرح سایہ بننے والا شخص کون ہے؟ اس کے بارے میں کچھ معلوم ہوتے ہی ہم اس سے وہ اہم دستاویزات حاصل کر لیں گے۔"

"تم ایک سائے سے کوئی چیز کیسے چھین سکو گی؟"

"یہ سایہ بننے والا عمل اتنا حیرت انگیز ہے کہ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آیا ہے۔ ہم اس سلسلے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں لیکن تم ہمیں بتاؤ گے نہیں۔ اس لئے ہم صرف اس دوسرے تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ شاید اس سے کچھ معلوم کر سکیں۔"

"وہ دوسرا ان گولیوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔ ویسے وہ بھی اسی طرح کی گولیاں ہیں۔ ایک کا اثر چوبیس گھنٹوں تک رہتا ہے اور دوسری گولی ایک ماہ انسان کو سایہ بنائے رکھتی ہے۔ میں نے ایک ماہ والی گولی کھائی ہے۔ وہ دوسرا اب تک انسانی جسم اختیار کر چکا ہو گا۔ تم اس سے رابطہ کرو۔ میں اس کے پاس جانا چاہتا ہوں تو سانس روک لیتا ہے۔"

ثانی نے کہا "میں نے تھوڑی دیر پہلے رابطہ کیا تھا۔ تم کہتے ہو وہ انسانی جسم میں آچکا ہو گا جبکہ وہ ابھی تک سایہ ہی ہے۔ مجھ سے

کہہ رہا تھا کہ جب تک انسانی جسم میں نہیں آئے گا کسی سے بھی دماغی رابطہ نہیں کرے گا۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا وہ ابھی تک سایہ بنا ہوا ہے؟"

"میں جھوٹ نہیں کہہ رہی ہوں۔ یقین نہ ہو تو ابھی جاؤ اور ایک بار اس سے رابطہ کر کے پوچھ لو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ مسٹر علی کے پاس پھر آؤں گا۔"

وہ علی کے اندر سے نکل کر پارس کی وہ آواز اور لہجہ یاد کرنے لگا جسے وہ عمان کے اجلاس میں سن چکا تھا۔ ادھر ثانی سے پارس باقاعدہ گفتگو کرنے لگا تھا۔ ان کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ اگر جوڈی اس سے رابطہ کرے گا تو اس سے کس نوعیت کی گفتگو کرنا ہے۔ وہ پارس کے اندر پہنچا تو پارس نے کہا "میں جوڈی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا ہوں۔ کیا تم وہی ہو؟"

"ہاں میں جوڈی نارمن ہوں۔ ان گولیوں کے اثرات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

پارس نے پوچھا "تم پرچھائیوں کے جوڑے سے پیدا ہوئے تھے۔ یا پرچھائیوں کے انڈے سے نکلے تھے یا اندھیرے کے اندھوں نے پیدا کیا تھا؟ تم نے اور تمہارے ماں باپ نے مجھ پر یہ کیسا ظلم کیا ہے' آخر میں کب تک سایہ بنا رہوں گا؟"

"تم غلط کہہ رہے ہو۔ میرے حساب سے تمہیں اب تک انسانی جسم میں ظاہر ہو جانا چاہئے۔"

"کیا تم عقل کے اندھے ہو۔ میرے دماغ میں رہ کر معلوم نہیں کر سکتے کہ میں ابھی تک تمہاری برادری والا بنا ہوا ہوں۔ اگر یہی سلسلہ رہا تو ہمارے بچے بھی سائے بن کر پیدا ہوں گے مگر میں صاف کہہ دیتا ہوں کہ میں تمہاری سایہ اولاد میں سے کسی کو ہموار داماد نہیں بناؤں گا۔"

"ارے کیوں فضول بکواس کر رہے ہو۔ میرے پاس دو قسم کی گولیاں تھیں ایک کا اثر چوبیس گھنٹے اور دوسری کا اثر ایک ماہ تک رہتا تھا پھر وہ سایہ انسانی روپ میں ظاہر ہو جاتا تھا۔ یہ بات تشویش ناک ہے کہ ہم دونوں ابھی تک سایہ بنے ہوئے ہیں' معلوم ہوتا ہے کہ گولیوں کی توانائی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔"

"میں بھی تشویش میں مبتلا ہوں۔ اگر اس دوران میری تمہاری بیویوں کے پاؤں بھاری ہوں گے تو کیا وہ بھی سایوں کو جنم دیں گی؟"

"تم سے باتیں کر کے تو سر دکھنے لگا ہے۔ میں کہتا کچھ ہوں' تمہارا جواب کچھ اور ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم مجھ سے رابطہ رکھو۔ جب بھی انسانی جسم میں نمودار ہونے لگو تو مجھے ضرور بتاؤ۔"

"مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم گولیاں بنانے والا فارمولا غور سے پڑھو۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

"وہ فارمولا میڈیکل سائنس کے مشکل الفاظ میں....." وہ کہتے کہتے رک گیا پھر بولا "کیا بکواس کر رہے ہو۔ میرے پاس کسی قسم کی گولی کا فارمولا نہیں ہے' کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات ہو چکی اب جاؤ۔"

پارس نے سانس روک لی۔ وہ باہر نکل گیا۔ دوسری بار ثانی نے آکر کہا "تم پکے شیطان ہو۔ الٹی سیدھی باتیں کرتے کرتے روانی میں اس سے اگلوا لیا کہ اس کے پاس گولیوں کے فارمولے بھی ہیں۔ اب وہ علی کے پاس گیا ہو گا۔ میں وہاں جا رہی ہوں۔"

جوڈی نارمن کی پریشانی بڑھ گئی تھی۔ وہ علی کے پاس نہیں گیا۔ اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا "ہم دونوں سایوں کا تسلسل ظاہر کر رہا ہے کہ ہم نے طویل مدت کے اثرات والی گولیاں کھائی ہیں جبکہ ایک ڈبیا میں صرف چوبیس گھنٹے کے اثر والی گولیاں تھیں۔ اگر دونوں گولیوں کی مدت بڑھ گئی ہو گی تب بھی اس گولی کا اثر پہلے ختم ہو گا جو چوبیس گھنٹے کے لئے بنائی گئی تھی۔ پتا نہیں ہم میں سے کس نے وہ کم مدت والی گولی کھائی ہے؟ اور یہ اندیشہ زیادہ ہے کہ گولی کا اثر اچانک ہی ختم ہو گا تو ہم میں سے کوئی ایک اچانک ہی منظرِ عام پر ظاہر ہو جائے گا اور لوگوں کے لئے تماشا اور دشمنوں کے ہاتھوں قیدی بن جائے گا۔"

اس وقت وہ طیارے میں سفر کر رہا تھا اور دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ سفر کے دوران یہ مصیبت نہ آئے۔ یہ مصیبت دوسرے سائے پر آجائے۔ اس دوسرے پر پوجا مصیبت بن کر آرہی تھی۔ اس نے سیلی سے خیال خوانی کے ذریعے طے کر لیا تھا کہ وہ کس وقت عمان پہنچے گی اور سیلی کس طرح ڈرامائی انداز میں پارس اور پوجا کا سامنا کرائے گی۔

شام کو سیلی نے پارس کے ساتھ پروگرام بنایا کہ وہ دونوں ریستوران میں رات کا کھانا کھائیں گے۔ پارس کا سایہ سیلی کے اندر رہے گا۔ کوئی اسے دیکھ نہیں سکے گا۔ وہ سارا شہر دیکھتا پھرے گا۔ رات کے نو بجے سیلی ریستوران میں داخل ہوئی تو تنہا نظر آرہی تھی۔ حالانکہ اس کا ساتھی اس کے پاس موجود تھا۔ اس نے ایک میز پر بیٹھ کر کھانے کا آرڈر دیا۔ وہ ایک تھی مگر آرڈر اتنا تھا کہ دو آدمی کھا سکیں۔ ویٹر کے کھانا لانے سے پہلے ایک شیخ نے آکر مسکراتے ہوئے کہا "ایک حسین لڑکی تنہا اچھی نہیں لگتی۔ کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ دو کرسیوں والی چھوٹی میز تھی۔ دوسری کرسی پر پارس کا سایہ تھا۔ وہاں کی میزوں پر صرف موم بتیوں کی روشنی تھی تاکہ محبت کرنے والے جوڑوں کے لئے رومانی ماحول پیدا ہو سکے۔ سیلی نے کہا "مجھے افسوس ہے میں تنہائی چاہتی ہوں۔"

شیخ نے کہا "تم تکلف کر رہی ہو یا اپنا بھاؤ بڑھا رہی ہو۔ تم نہیں جانتیں کہ میں کتنا امیر کبیر شخص ہوں۔ اپنی قیمت بتاؤ۔ ابھی ہوٹل کے کاؤنٹر سے تمہارا معاوضہ ادا ہو جائے گا۔"

اسی وقت شیخ کے سر پر ایک چپت پڑی۔ اس نے فوراً ہی غصے سے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ پیچھے تو کیا دائیں بائیں اور سامنے بھی کوئی نہیں تھا۔ سلی نے مسکرا کر پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ تعجب سے بولا "پتا نہیں' مجھے ایسا لگا جیسے ابھی کوئی میرے پیچھے کھڑا تھا۔ جبکہ یہاں کوئی نہیں ہے۔"

"تم میری قیمت پوچھ رہے تھے' کیا پھر پوچھو گے؟"

"ہاں تم میرے دل میں اتر گئی ہو۔ بولو کیا چاہتی ہو؟"

پھر اس کے سر پر ایک چپت پڑی۔ وہ بوکھلا کر چاروں طرف گھوم کر دیکھتے ہوئے بولا "کوئی میرے سر پر مار رہا ہے۔ اوہ خدایا! میں تو بھول گیا تھا۔ کل سے ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ پر عام شہریوں کو بتایا جا رہا ہے کہ یہاں دو انسانی سائے ہیں جو چھپتے پھر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ دونوں یہاں ہیں۔ اس لئے دوبار میرے سر پر چپت ماری گئی ہے۔"

سلی نے کہا "یہاں موم بتیوں کی روشنی میں اندھیرا زیادہ ہے اور روشنی کم نظر آ رہی ہے۔ وہ دونوں ایسی جگہ نظر نہیں آئیں گے۔ پھر یہ کہ انہوں نے بھی مجھے پسند کر لیا ہے۔ اسی لئے تمہارے قیمت دینے کے جواب میں وہ چپت مار رہے ہیں۔ کیا خیال ہے؟ میری تمنا کرو گے؟"

وہ اپنی مقامی زبان میں بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ وہ دونوں کھانے لگے۔ سائے کے کھانے کا طریقہ کچھ ایسا ہوتا تھا کہ سلی ایک لقمہ اٹھا کر اپنے منہ کے قریب لے جاتی تھی لیکن منہ کھولنے سے پہلے وہ لقمہ غائب ہو جاتا تھا۔ اگر سائے کو دیکھا جاتا تو پتا چلتا کہ وہ لقمہ پارس کے منہ میں جا رہا ہے۔

بنگلے کی چار دیواری میں پارس کا سایہ خود اپنے ہاتھ سے کھاتا تھا۔ ایسے وقت یوں لگتا جیسے لقمہ خود بخود اٹھ رہا ہے اور ایک طرف جا کر غائب ہو رہا ہے۔ یہ منظر ریستوران میں دکھائی دیتا تو کتنے ہی لوگ خوف سے چیخنے لگتے۔ وہاں تو وہ سلی کے اندر سمایا ہوا تھا اس لئے موم بتیوں کی مدھم روشنی میں صرف سلی کھاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

اس طرح ایک دلچسپ تماشا بھی ہو رہا تھا اور پارس کے لئے باہر گھومنے پھرنے کی تفریح بھی ہو رہی تھی۔ وہ کھانے سے فارغ ہو کر ریستوران سے نکلے پھر اپنی کار میں بیٹھ کر بنگلے کی طرف جانے لگے۔ سلی کار ڈرائیو کر رہی تھی اور منصوبے کے مطابق ایک ایسے راستے سے گزر رہی تھی جو ویران سا تھا۔ پارس کے سائے نے دیکھا' دور سے ایک لڑکی فٹ پاتھ پر دوڑتی چلی آ رہی تھی۔ دو غنڈے قسم کے آدمی اس کا پیچھا کر رہے تھے۔ سلی نے کار کی رفتار سست کرتے ہوئے کہا "وہ دیکھو وہ لڑکی تنہا ہے۔ دو بدمعاش اسے دوڑا رہے ہیں۔ کیا تم اس بیچاری کی مدد کر سکتے ہو؟"

کار کے بریک پر سلی کا پاؤں تھا۔ اس پر پارس کے سائے کا پاؤں آ گیا۔ کار رک گئی۔ وہ کار کے پاس آ کر ہانپنے لگی۔ سلی نے کار سے اتر کر ان آنے والوں سے کہا "خبردار! دور رہو۔ یہ بتاؤ کیوں اس بیچاری کو پریشان کر رہے ہو؟"

ایک شخص نے کہا "ہم اسے پاکستان سے لائے ہیں۔ یہ یہاں آ کر ملازمت کرنا اور خوب کمانا چاہتی تھی مگر اب یہ یہاں سے بھاگنا چاہتی ہے۔"

دوسرے شخص نے کہا "اسے یہاں لانے میں ہمارے پاکستانی پچاس ہزار روپے خرچ ہوئے ہیں۔ ہم اس سے رقم وصول کریں گے۔"

سلی نے اس سے پوچھا "کیا یہ دونوں سچ کہہ رہے ہیں؟"

وہ ہانپتی ہوئی بولی "ہاں یہ لوگ خود کو ریکروٹنگ ایجنٹ کہہ رہے تھے۔ مجھے ملازمت دلانے کا وعدہ کر کے لائے مگر یہاں لا کر مجھ سے دھندا کرانا چاہتے ہیں۔ ابھی یہ مجھے ایک بہت امیر شخص کے پاس لے جا رہے تھے۔ میں نے چھپ کر ان کی باتیں سن لیں۔ ان کے ناپاک ارادوں کو سمجھ لیا اور ان سے پیچھا چھڑانے کے لئے بھاگنے لگی۔ خدا کے لئے مجھے ان سے بچا لو۔"

پارس کا سایہ اس بھاگ کر آنے والی کو دیکھ رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔ وہ پوجا تھی اور پوجا کو وہ ایک طویل عرصے سے جانتا تھا۔ سلی نے ان دونوں سے کہا "تم لوگوں نے ایک معصوم لڑکی سے فراڈ کیا ہے۔ تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ یہاں سے چپ چاپ چلے جاؤ۔"

ایک نے ہنستے ہوئے کہا "ایسے للکار رہی ہو جیسے ہنٹر والی کی بیٹی ہو۔ کیا تمہاری بھی شامت آئی ہے۔"

دوسرے نے کہا "آئی ہے نہیں' آ گئی ہے۔ ہم ایک لڑکی سپلائی کرنے والے تھے۔ اب دو کریں گے تو ڈبل مال ملے گا۔"

بات ختم ہوتے ہی اس کے منہ پر گھونسا پڑا۔ وہ چیخ مار کر پیچھے کی طرف گر پڑا۔ دوسرے ساتھی نے حیرانی سے پوچھا "ارے یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

جو ایک کو ہوا تھا وہ دوسرے کو بھی ہوا۔ دوسرے کے منہ پر ایک نادیدہ کک پڑی۔ وہ بھی پیچھے کی طرف جا کر گرا۔ وہ دونوں زمین پر پڑے ہوئے تھے' اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا "مجھے کسی نے گھونسا مارا تھا۔"

دوسرے نے کہا "مجھے کسی نے کک ماری تھی۔"

پھر اس کے منہ پر کک پڑی اور دوسرے کے منہ پر گھونسا۔ اس بار وہ دونوں ایسے زمین پر لمبے ہوئے کہ پھر اٹھ نہ سکے۔ سلی نے لڑکی سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولی "سلمٰی۔ یہاں میرا کوئی نہیں ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہاں جاؤں؟"

"فکر نہ کرو۔ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔ تمہیں پناہ بھی ملے گی اور کوئی ملازمت بھی مل جائے گی۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ سلی پارس کے ساتھ اگلی سیٹ پر آ کر

کار ڈرائیو کرنے لگی۔ پوجا کو معلوم تھا کہ وہاں ایک سایہ موجود ہے۔ وہ اسے سنانے کے لئے بولی "میں حیران ہوں کہ وہ دونوں بدمعاش زمین پر کیسے گر پڑے تھے؟ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا کہ منہ پر گھونسا لگا ہے دوسرے کو کک لگی تھی' یہ تو کوئی جادوئی تماشا لگتا ہے۔"

سلی نے کہا "تم ایک عزت دار لڑکی ہو۔ یہ سمجھ لو کہ قدرت نے تمہاری مدد کی ہے۔"

اس طرح ڈرامائی انداز میں پوجا ایک مسلمان لڑکی سلمٰی بن کر سائے کے قریب آ گئی۔ سلی کے بنگلے میں پناہ لینے کے بہانے پہنچ گئی۔ سلی نے اسے ایک کمرا دکھا کر کہا "تم یہاں بیٹھو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ اپنی خواب گاہ میں آئی۔ پارس وہاں سوچ رہا تھا کہ سپر ماسٹر نے اسے پھانسنے کے لئے پوجا کو بھیجا ہے اور یہ بات سلی بھی جانتی ہو گی۔ سلی نے آ کر کہا "بیچاری واقعی مظلوم ہے۔ کیا ہم اسے اپنے ہاں پناہ دے دیں؟"

پارس نے کاغذ میں لکھا "پہلے تصدیق کرو' کہیں یہ فراڈ نہ ہو۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جب پاشا تمہارے پاس آئے تو اس سے کہو کہ سلمٰی کے چور خیالات پڑھے۔ پھر ہم مطمئن ہو کر اسے پناہ دیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ پاشا آئے گا تو میں اسے سلمٰی کے چور خیالات پڑھنے کو کہوں گی۔ تم بہت محتاط رہنے کے عادی ہو۔"

"ہاں موت یا مصیبت کسی بہانے بھی آ سکتی ہے۔ تم ابھی میرے کتنے قریب ہو' مصیبت بھی اتنے ہی قریب ہوتی ہے مگر جب تک نڈر پر سوار نہیں ہوتی' سمجھ میں نہیں آتی۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "میں تمہارے قریب ہوں مگر مصیبت نہیں' محبت ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک جاگتے رہے پھر سو گئے۔ سلی نے چند گھنٹوں کے بعد پارس کو جگایا اور کہا "ابھی پاشا میرے دماغ میں آیا تھا۔ میں نے سلمٰی کے کمرے میں جا کر پاشا کو اس کی آواز سنائی اور کہا کہ اس کے چور خیالات پڑھے۔"

پارس نے پوچھا "کیا اس نے چور خیالات پڑھ لئے؟"

"ہاں' وہ لڑکی درست کہہ رہی ہے۔ اس کا نام سلمٰی ہے۔ دو ایجنٹ اسے دھوکا دے کر پاکستان سے لائے تھے۔ بیچاری بے یار و مددگار ہے۔ بہت نیک اور شریف ہے۔ ہم اسے پناہ دے سکتے ہیں۔"

"کیا پاشا ابھی تمہارے اندر موجود ہے؟"

"نہیں وہ جا چکا ہے۔"

پھر وہ ایک دم سے چونک کر بولی "ارے تم تو بول رہے ہو؟ تم تو لکھ کر میری باتوں کا جواب دیا کرتے تھے۔"

"یہ میں نہیں' میرے اندر پاشا بول رہا ہے۔"

"کیوں جھوٹ بول رہے ہو۔ وہ جا چکا ہے۔"

"لیکن یہ تو کہہ رہا ہے کہ تم جھوٹ بول رہی ہو۔ پاشا تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔ وہ صرف میرے پاس آنے کے بعد اس لڑکی کے چور خیالات پڑھنے گئے پھر وہ بے جان ہو کر بستر پر گر پڑی۔"

وہ بستر سے اٹھ کر فون کے پاس آیا اور ریسیور اٹھا کر کچھ مخصوص نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر اس نے کوڈ ورڈز ادا کئے اور کہا "ٹائی سے رابطہ کراؤ۔ ویٹس آل۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹائی نے اس کے اندر آ کر پوچھا "کیا بات ہے؟ اتنی رات کو بھی سکون سے سونے نہیں دو گے؟"

وہ بولا "میں نہیں چاہتا کہ تم سکون سے رہو۔ سکون کا مطلب ہے موت اور ہلچل کا نام زندگی ہے۔ میں تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا فلسفہ بیان نہ کرو۔ کام کیا ہے؟"

وہ عمان کے اس بنگلے میں پوجا کی آمد اور سلی کی موت کی روداد سنا کر بولا "عمان میں جو ہمارے آلۂ کار ہیں ان سے کہو کہ سلی کی لاش کو کہیں ٹرانسفر کر دیں۔ میں چاہتا ہوں' تم پوجا پر تنویمی عمل کرو۔ سپر ماسٹر نے مشین کے ذریعے اسے سحر زدہ کر رکھا ہے۔ اس سحر کا توڑ کرو۔ اس کی پچھلی زندگی اسے یاد دلاؤ اور عمان کے

جس اسپتال میں شی تارا زخمی پڑی ہے وہاں پوجا کو پہنچادو۔"

"ہماری ٹیم میں کتنے ہی خیال خوانی کرنے والے ہیں' کیا یہ کام کسی اور سے نہیں کرا سکتے تھے؟"

"مس سونیا ثانی بیگم! زیادہ نہ بولو۔ ہمارے گھر میں بہو بن کر آنا ہے تو سسرال کا ہر کام کرنا پڑے گا۔"

"میں تمہاری اس بات کا منہ توڑ جواب دے سکتی ہوں مگر جانتی ہوں کہ تم سے بحواس کرتے کرتے صبح ہوجائے گی۔ مجھے پوجا کے دماغ میں پہنچاؤ۔"

وہ پوجا کے بیڈروم میں آیا۔ وہ گہری نیند میں تھی' اس نے آواز دی "ہیلو پوجا!"

اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ آواز دینے والا نظر نہیں آرہا تھا۔ البتہ دیوار پر ایک سایہ نظر آیا۔ سائے نے کہا "ہاں ابھی میں نے آواز دی تھی مگر مجھے یاد نہیں آرہا ہے کہ میں نے سلمٰی کہہ کر آواز دی تھی یا پوجا کہا تھا۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی اور بولی "میں سلمٰی ہوں اور تم وہ سائے ہو جس کا ذکر عمان شہر میں ہو رہا ہے۔"

"میری بات چھوڑو۔ اپنا اصلی نام بتاؤ۔ اپنے دماغ میں آنے سے سانس روک لوگی تو خواہ مخواہ گلا دبانا ہوگا۔"

وہ بستر سے اترنا چاہتی تھی۔ پارس نے اس کی دونوں کنپٹیوں کو انگلیوں سے دبایا۔ وہ زور لگاتا تو پوجا بے ہوش ہوجاتی اور اسے بے ہوش نہیں کرنا تھا۔ اس کی دماغی توانائی میں کمی آگئی تھی۔ ثانی اس کے اندر پہنچ کر بولی "دوسرے کمرے میں سلمٰی کی لاش پڑی ہے۔ اگر تم لاش بننا نہیں چاہتی ہو تو اسی طرح مجھے اپنے اندر رہنے دو۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دو اور راضی خوشی میری معمولہ بن جاؤ۔"

وہ مجبور ہوگئی تھی۔ اس میں شبہ نہیں رہا تھا کہ اس کا بھید کھل چکا ہے اور اسے پوجا کی حیثیت سے پہچان لیا گیا ہے۔ اگر وہ خود کو ثانی کے حوالے نہیں کرے گی تو اسے کسی کمزوری میں مبتلا کرکے اس پر تنویمی عمل کیا جائے گا چنانچہ اس نے خود کو ثانی کے حوالے کردیا۔

○☆○

جوڈی نارمن قتل ابیب پہنچ گیا۔ اس کے استقبال کے لئے ڈی الپا چند افراد کے ساتھ آئی تھی۔ اس نے تعارف کرایا اور جوڈی کو بتایا کہ وہ سب یہودی تنظیم کے اہم افراد ہیں۔ ان سے متعارف ہونے کے بعد وہ ان کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوا اور ایک عمارت میں پہنچا۔ اس نے اندر آکر پوچھا "یہ کون سی جگہ ہے؟"

ڈی الپا نے کہا "یہ ٹارچر سیل بھی ہے اور آپریشن تھیٹر بھی....."

"لیکن مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

"ہمیں خوشی ہے کہ تم یہودی ہو اور آئندہ ہماری تنظیم کے لئے فرائض انجام دوگے لیکن ہم اطمینان اور یقین کرنا چاہتے ہیں اس لئے تمہارا برین واش کرکے اصلیت معلوم کریں گے۔"

اس جوڈی نارمن کو حراست میں لے لیا گیا تھا۔ لیکن اصلی جوڈی نارمن آزاد تھا۔ اسے سب سے بڑی خوشی اس بات کی تھی کہ وہ ابھی تک سایہ بنا ہوا تھا اور سایہ بنے رہنے کی یہ طوالت بتا رہی تھی کہ اس نے طویل مدت تک اثر رکھنے والی گولی کھائی ہے۔

وہ اپنی ڈی کے ساتھ طیارے میں آیا تھا اور اسے پہلے مہمان اور پھر قیدی بنتے دیکھ رہا تھا۔ چونکہ وہ اپنی ڈی کے اندر تھا اس لئے اسے کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس بیچارے ڈی کے چور خیالات پڑھنے کے لئے ایک عامل کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ اس نے عمل کیا اور خیالات پڑھے تو اس کے ڈی ہونے کا راز کھل گیا۔

وہاں ڈی الپا موجود تھی۔ اس نے کہا "مسٹر ڈی! تمہارا اصلی جوڈی تمہارے اندر چھپا ہو تو اس سے کہہ دو کہ میں بھی وہ الپا نہیں ہوں' جو اس کے ساتھ عمان میں وقت گزار چکی ہے۔ یہودی تنظیم بچوں کا بنایا ہوا گھروندا نہیں ہے جسے تمہارے جیسے بچے توڑ دیں یا اس گھروندے کے اندر گھس آئیں۔ جاؤ اور اپنی ٹیلی پیتھی کو آزماؤ۔ تم کسی بھی یہودی خیال خوانی کرنے والے کے اندر نہیں پہنچ سکو گے۔ اس حقیقت کو پوری تنظیم سمجھ گئی ہے کہ تم یہودی نہیں عیسائی ہو۔"

جوڈی نارمن خاموشی سے سنتا رہا۔ اس کی ڈی کے لئے حکم دیا گیا کہ ابھی اسے ایک کال کوٹھری میں ڈال دیا جائے' دوسری صبح اسے گولی ماردی جائے گی۔

جب ایک پولیس کا اعلیٰ افسر چار سپاہیوں کے ساتھ اس ڈی کو کال کوٹھری کی طرف لے جارہا تھا تو جوڈی کا سایہ اپنی ڈی کے اندر سے نکل کر اس پولیس افسر کے اندر سما گیا۔ اسے چھپنے کے لئے ایک آلۂ کار کی ضرورت تھی۔ فی الوقت اس نے افسر کا سہارا لیا تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کرکے پہلے مارٹن رسل کے دماغ میں پہنچنا چاہا پھر الپا سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کسی کا دماغ نہیں ملا۔ وہ سمجھ گیا کہ تنظیم کے تمام اہم افراد نے اپنی آواز اور لہجے کے علاوہ اپنی شخصیت بھی بدل لی ہے۔

واؤد منڈولا بھی اصلی شی تارا کی ہدایت کے مطابق اپنی شخصیت بدل چکا تھا۔ دوسرے دن ثانی نے نیند سے بیدار ہونے کے بعد منڈولا کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو ناکام رہی۔ اس نے علی سے کہا "شکار ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ میں نے منڈولا کے ذہن میں صرف اتنی سی بات نقش کی تھی کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرے لیکن اس نے محسوس کرتے ہی سانس روک لی ہے۔"

علی نے کہا "تعجب ہے تم سے تنویمی عمل میں غلطی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ یہودی تنظیم کا کوئی فرد اسے پراسرار سربراہ کی

حیثیت سے نہیں جانتا ہے۔ ان میں سے کسی نے تمہارے تنویمی عمل میں رکاوٹ پیدا نہیں کی ہوگی۔ صرف وہی ایک دیوی ہے جس نے کچھ کیا ہوگا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں' وہ خود کو اس قدر پراسرار بنا کر رکھتی ہے کہ منڈولا سے بھی براہ راست گفتگو نہیں کرتی ہے' کسی پروفیسر کو گفتگو کا ذریعہ بناتی ہے۔ اس دیوی نے منڈولا کو میری گرفت سے نکال لیا ہے۔"

"آخر یہ ہے کون؟ منڈولا اب بہت زیادہ محتاط ہوگیا ہوگا۔ اس نے یہ بھی سوچا ہوگا کہ تم نے اس کے اندر پہنچ کر عمل کرنے کے دوران یہودی تنظیم کے تمام راز معلوم کرلئے ہیں۔"

ثانی نے اپنے والد سلمان کو مخاطب کرکے تمام حالات بتائے اور کہا "آپ یہودی تنظیم کے اہم افراد تک پہنچے ہوئے تھے۔ ذرا معلوم کریں کہ وہ لوگ اب بھی ہمارے قابو میں ہیں یا نہیں؟"

سلمان نے معلوم کیا۔ ٹیری آدم اور مارٹن رسل وغیرہ تک پہنچنا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ اس نے ثانی کے پاس آکر کہا "بیٹی! تمہارا شبہ درست نکلا۔ پوری یہودی تنظیم ہماری معلومات کی حد سے نکل گئی ہے۔ ان کی آوازوں کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کرنے سے ہماری سوچ کی لہریں بھٹک جاتی ہیں۔ اس کا مطلب ہے ان سب نے اپنی پوری شخصیت بدل لی ہے۔ اب کسی نئے روپ میں زندگی گزار رہے ہیں۔"

وہ بولی "ڈیڈی! میں نے منڈولا پر عمل کرنے سے پہلے اس کے خیالات پڑھے تھے۔ وہ جوڈی نارمن سے بدظن ہے۔ یہ نہیں چاہتا کہ وہ یہاں آئے اور یہودی تنظیم کا سربراہ بن کر اس کی جگہ لے لے۔ ویسے جوڈی اب تک یہاں آچکا ہوگا۔"

"جوڈی ایک تو ٹیلی پیتھی جانتا ہے دوسرا یہ کہ اس کے پاس سایہ بن جانے والی گولیاں اور فارمولے ہیں۔ یہ بات یہودی تنظیم کے لئے بڑی کشش رکھتی ہوگی۔ اگر وہ قتل ابیب پہنچ گیا ہے تو اسے گھیرنے کی کوشش کی جارہی ہوگی۔ خاص طور پر منڈولا اس کے پیچھے پڑجائے گا اور اس سلسلے میں وہ نامعلوم دیوی اس کی مدد کرتی رہے گی۔"

"ڈیڈی! میں نے سنا ہے کہ اس نے ٹیلی پیتھی کی ایسی قوت حاصل کی ہے کہ یوگا کے ماہرین کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتی ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو وہ ہم میں سے کسی کے دماغ میں کیوں نہیں آتی ہے؟"

"جی ہاں' یہ ایک اہم سوال ہے جس کا جواب ابھی ہمارے پاس نہیں ہے۔ مجھے منڈولا کے چور خیالات سے پتا چلا ہے کہ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کی طرح آتما شکتی حاصل کرنے کے لئے زیرزمین رہتی ہے اور دن رات پوجا پاٹ میں مصروف رہا کرتی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہمارے بزرگوں کی روحانی ٹیلی پیتھی سے کترا رہی ہے۔ اس لئے ہم میں سے کسی کے اندر نہیں آتی بلکہ اس قدر محتاط ہے کہ منڈولا کے دماغ میں بھی براہ راست نہیں جاتی کوئی پروفیسر اس دیوی کا آلۂ کار ہے۔ وہ اس کے ذریعے منڈولا سے فون پر گفتگو کرتی ہے۔"

"یقیناً وہ بہت محتاط رہنے کی عادی ہے اس کے باوجود یہ ظاہر ہوگیا کہ وہ مایا کے کھنڈرات کے کسی تہ خانے میں ہے۔ اگر مائیک ہرارے کو دیوی کے حوالے کیا جائے گا تو وہ یہودیوں کو بے شمار خزانہ اور یورینیم کا ذخیرہ دے گی۔ یہ ساری باتیں ان یہودی قیدیوں کے دماغوں سے سپراسٹر کے خیال خوانی کرنے والوں نے معلوم کی تھیں۔"

"جی ہاں مجھے یہ بات معلوم ہے۔ میں اکثر سوچتی ہوں کہ مائیک ہرارے اس دیوی کے لئے اتنا اہم کیوں تھا کہ اسے حاصل کرنے کے لئے وہ یہودیوں کو بے شمار خزانہ دینے والی تھی۔"

علی نے کہا "دو ہی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ عورت جسے حاصل کرنا چاہتی ہے اس کے لئے دنیا کے تمام خزانے لٹا دیتی ہے۔ یا پھر ہندو دھرم میں پوجا اور تپسیا کرنے والے اپنا کوئی خاص مقصد حاصل کرنے کے لئے اپنے دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے کسی انسان کی بلی (قربانی) دیتے ہیں۔ شاید وہ بھی اپنا خاص مقصد حاصل کرنے کے لئے مائیک ہرارے کو اپنے دیوتا کے آگے قربان کرنا چاہتی ہو۔"

سلمان نے کہا "بیٹے! اسے مائیک ہرارے نہ کہو۔ وہ ہمارا پارس تھا۔ اگر وہ دیوی مقفل دماغوں میں بھی چلی جاتی ہے تو کیا اس نے پارس کے اندر آکر یہ نہیں سمجھا ہوگا کہ وہ مائیک ہرارے نہیں ہے۔ چونکہ وہ مائیک ہرارے نہیں ہے اس لئے دراصل وہ پارس کو حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ پارس کو اپنے کسی دیوتا پر قربان کرنا چاہتی ہے یا خود اسے دل و جان سے اتنا چاہتی ہے کہ اس کے حصول کے لئے خزانے لٹانے کو تیار رہتی ہے۔"

سلمان بیٹی کے دماغ سے چلا گیا۔ علی نے کہا "ابھی دو کردار ایسے ہیں جن کے ذریعے اس دیوی کے متعلق کچھ معلوم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا کردار جوڈی کا سایہ ہے۔ منڈولا اسے راستے سے ہٹانے کے لئے چالیں چلے گا۔ ہمیں کسی طرح جوڈی تک پہنچنا چاہئے۔"

ثانی نے کہا "پارس اپنے سائے کو چھپانے کے لئے کسی کے جسم میں سما جاتا ہے اس طرح اس کا علیحدہ سایہ نظر نہیں آتا ہے۔ جوڈی بھی ایسی ہی آنکھ مچولی کھیل رہا ہوگا۔ اگر اتفاق سے ہم سائے کو دیکھ بھی لیں تو وہ پھر کہیں گم ہوجائے گا۔"

وہ ذرا چپ ہوکر سوچتی رہی پھر بولی "میں نے منڈولا کے خیالات پڑھ کر پروفیسر کا نام اور فون نمبر وغیرہ معلوم کیا تھا۔ کیا تم اسے دوسرا کردار کہہ رہے ہو؟"

"ہاں اسے فون نہ کیا جائے' دیوی کو شبہ ہوگا۔ پہلے ہم اس کی

رہائش گاہ چلیں، چھپ کر اس کی صورت دیکھیں یہ معلوم کریں کہ دیوی نے اسے اپنا آلۂ کار کیوں بنایا ہے؟ اور وہ پروفیسر یہاں کرتا کیا ہے؟"

ثانی اور علی پہلے تو اس لئے تل ابیب آئے تھے کہ انہیں یہودی تنظیم کے اندر پہنچنے کا راستہ مل رہا تھا' اب وہ راستہ بند ہوچکا تھا۔ ویسے مقدر ساتھ دے اور انسان ذہانت سے کام لے تو چوروں تک پہنچنے کے چور راستے مل ہی جاتے ہیں۔ وہ دونوں ایک کام کے لئے آئے تھے مگر کئی کام نکل آئے۔ پتا چلا جوڈی نارمن یہاں پہنچنے والا ہے۔ یا پہنچ چکا ہے۔ اگر اس کے تعاقب میں رہا جائے تو منڈولا بھی نظروں میں آسکتا ہے اور وہ دیوی جو بہت پراسرار بنتی جارہی تھی' اس کا سراغ لگانا بھی ضروری تھا۔

علی نے ایک گلی میں پہنچ کر ایک عام سے مکان کے سامنے کار روک دی۔ پروفیسر ایزک اسی مکان میں رہتا تھا۔ علی نے کہا "ثانی! تم گاڑی لے کر مین روڈ پر چلی جاؤ۔ میں ذرا چاروں طرف ایک چکر لگا کر اس مکان کا جائزہ لوں گا۔"

وہ کار سے اتر گیا۔ ثانی نے ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں سے مین روڈ پر آئی پھر ایک پارکنگ والے حصے میں کار کو روک کر علی کے اندر پہنچ گئی۔ وہ مکان کے باہر ایک طرف سے گزر رہا تھا۔ وہاں فاصلے فاصلے پر مکانات بنے ہوئے تھے۔ وہ مکان کے پچھلے حصے میں آکر رک گیا اور بولا "ہم نے مکان کا اگلا دروازہ دیکھا تھا' وہ کھلا ہوا تھا۔ ادھر پچھلا دروازہ بھی کھلا ہوا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ پروفیسر اسے چھوڑ گیا ہے۔"

ثانی نے کہا "تمہیں اتنا تو معلوم ہے کہ پروفیسر ایزک آثار قدیمہ کا ماہر ہے۔ تم آثارِ قدیمہ کے طالب علم کی حیثیت سے یا کسی بھی بہانے اس کے دروازے پر جاؤ۔ ایک بار اس کی صورت تو دیکھ لو۔"

وہ گھوم کر مکان کے سامنے والے حصے میں آیا اور پہلے سے کھلے ہوئے دروازے پر دستک دی۔ دوسری دستک پر بھی اندر سے کوئی آواز نہیں آئی۔ اس نے آواز دی "کیا پروفیسر صاحب ہیں؟ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟"

کسی اجنبی کے اندر آنے پر فوراً اعتراض کیا جاتا ہے لیکن وہاں اعتراض کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ خاموشی کہہ رہی تھی کہ وہ اندر جانے کا خطرہ مول لے سکتا ہے۔ اس نے پھر ایک بار آواز دی۔ اس کے بعد اندر چلا آیا۔ وہاں گہرا سناٹا اور ویرانی سی تھی۔ اس نے مکان کے مختلف حصوں سے گزر کر دیکھا۔ کاریڈور اور کمرے خالی تھے لیکن وہ ایک دروازے پر ٹھٹک گیا۔ وہاں کمرے کے اندر ایک پلنگ پر دو لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

وہ پروفیسر ایزک اور اس کی عمر رسیدہ بیوی کو نہیں پہچانتا تھا۔ وہ دونوں مردہ پڑے ہوئے تھے۔ پروفیسر کے بے جان سینے پر ایک کاغذ پن کے ذریعے اٹکایا گیا تھا۔ علی نے قریب آکر اس کاغذ پر جھک کر پڑھا۔ وہاں لکھا تھا "جو چیز زمین پر نہ ہو' اسے ڈھونڈنا حماقت ہے اور جو زیرِ زمین ہو اسے پانے کے لئے زمین کے اندر جانا ضروری ہے اور زمین کے اندر جانے والوں کی ہمیشہ قبریں بنا کرتی ہیں۔"

ثانی بھی علی کے ذریعے یہ تحریر پڑھ رہی تھی۔ اس نے کہا "یہ بلاشبہ اسی دیوی کے الفاظ ہیں۔ اس نے خود نہیں لکھا ہے۔ پروفیسر کو ہلاک کرنے سے پہلے اس کے ہاتھ سے لکھوایا ہوگا۔"

علی نے تائید کی "یہاں جو ریوالور پڑا ہوا ہے اس میں سائلینسر لگا ہوا ہے۔ پروفیسر نے دیوی کی مرضی کے مطابق پہلے یہ تحریر لکھی ہوگی پھر اپنی بیوی کو گولی مار کر خود کشی کی ہوگی۔"

وہ بولنے کے دوران لاشوں کا معائنہ کررہا تھا۔ اس نے سائنس اور علمِ طب میں ماسٹر ڈگری حاصل کی تھی۔ پہلے اس نے پروفیسر کی مردہ آنکھیں کھول کر دیکھیں پھر گولی کے زخم کے بالکل قریب ناک لے جاکر سونگھنے لگا۔ اس کے بعد بولا "دو چیزوں کے ٹکراؤ سے آگ جلتی سمجھتی ہے تو اس کا دھواں یا بُو رہ جاتی ہے۔ اس کے زخم سے بہت ہی دھیمی سی بُو آرہی ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ ابھی آدھ گھنٹے کے اندر یہ واردات ہوئی ہے۔"

"علی! فوراً چلے آؤ۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ خطرہ ہے۔ بہت محتاط رہ کر چلے آؤ۔"

وہ بھی سمجھ رہا تھا کہ کسی قسم کا خطرہ پیش آسکتا ہے۔ اس کے باوجود وہ ایک ایک کمرے میں جھانکتا اور ضروری چیزوں کو ٹٹولتا ہوا باہر جارہا تھا۔ ایک کمرے میں کچھ کتابوں کے درمیان اسے ایک ڈائری دکھائی دی۔ اس نے لپک کر اسے اٹھایا۔ وہ سالِ رواں کی ڈائری تھی۔ اس نے مزید کتابوں کے ذخیرے کو الٹنا پلٹنا شروع کیا۔ کوئی نصف درجن ڈائریاں ہاتھ لگیں۔ ان کے پہلے صفحوں پر پروفیسر ایزک کا نام بتا رہا تھا کہ یہ سب ڈائریاں اسی کی لکھی ہوئی ہیں۔

وہ ان تمام ڈائریوں کو اٹھا کر ثانی کے پاس آگیا۔ اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ وہ کار اسٹارٹ کرتی ہوئی بولی "تم خطرے کو اہمیت نہیں دیتے ہو۔ تم نے ان ڈائریوں کو اہمیت دی ہے۔ میں مانتی ہوں انہیں پڑھنے کے بعد شاید ہمیں دیوی یا منڈولا تک پہنچنے کا کوئی راستہ مل جائے۔"

"اگر وہ پروفیسر معمول کے مطابق ڈائری لکھنے کا عادی تھا تو اس نے وہ تمام باتیں بھی لکھی ہوں گی جو فون پر منڈولا سے ہوا کرتی تھیں اور دیوی پروفیسر کی زبان سے بولا کرتی تھی۔"

"تم نے بڑی حاضر دماغی سے کام لے کر ان ڈائریوں کو اہمیت دی ہے لیکن یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ کوئی تمہیں چھپ کر دیکھ رہا ہو یا تمہاری تصویر اتاری ہو تاکہ آئندہ تمہارے ساتھ میں نظر آؤں اور دیوی کو یہ معلوم ہوجائے کہ میں نے ہی اسپتال میں منڈولا پر عمل کیا تھا۔"

"ہاں ایسا ہوسکتا ہے۔ دیوی اپنا یہ تجسس دور کرنا چاہے گی کہ خیبی عمل کرنے والی کون ہے؟"

"اس نے اس مقصد کے لئے کسی کو آلۂ کار بنایا ہوگا کیونکہ ایک بیچارے آلۂ کار پروفیسر کو تو موت کے گھاٹ اتار چکی ہے۔"

علی نے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا "وہ آلۂ کار مجھے دیکھنے کے بعد ہمارا تعاقب کرسکتا ہے تاکہ ہمارا پتا ٹھکانا اور مصروفیات معلوم ہوسکے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی آمنہ کی سوچ کی لہروں نے کہا "علی سے کہو کہ تم دونوں آئندہ ایک دوسرے کو اصل نام سے نہیں مخاطب کروگے۔"

اس کے بعد خاموشی چھاگئی۔ ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے علی سے کہا "ابھی تمہاری ماما آئی تھیں۔ انہوں نے تاکید کی ہے کہ ہم آئندہ تنہائی میں بھی ایک دوسرے کو اصلی نام سے مخاطب نہ کریں۔"

وہ دونوں خاموش ہوگئے۔ اپنی اپنی جگہ سوچنے لگے۔ آمنہ کبھی اپنے بیٹے علی' پارس اور اپنی بہو کو یوں مخاطب نہیں کرتی تھی۔ ابھی جو تاکید کی تھی اس کا کوئی مقصد ہوگا۔ وہ دونوں اپنی اپنی کھڑکی کے باہر عقبی آئینے میں دیکھتے رہے۔ عقل یہی کہہ رہی تھی کہ ضرور کوئی تعاقب کررہا ہے اور آگے چل کر کوئی دشمن ان کے اتنے قریب آئے گا کہ ان کی گفتگو سنے گا اور ان کے اصلی نام بھی معلوم کرلے گا۔

وہ دونوں محبت سے بے اختیار ایک دوسرے کو نام لے کر مخاطب کرتے تھے۔ ایسا کرنے سے محبت کرنے والوں کو وہ نام اپنی ملکیت صرف اپنا' صرف اپنا لگتا ہے۔ لیلیٰ بے اختیارِ دل کی گہرائیوں سے قیس کو پکارتی تھی تو اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے پٹی باندھ دی جاتی تھی۔ قیس یعنی مجنوں شہر شہر صحرا صحرا لیلیٰ کو پکارتا تھا اور لوگوں سے پتھر کھاتا تھا۔ آمنہ نے انہیں ذرا سی تاکید کرکے حالات کے پتھر کھانے سے بچالیا تھا۔

یہ اس وقت ہوا جب اچانک علی نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔ اس وقت ان کی کار ایک سگنل کے سامنے رکی ہوئی تھی۔ جب وہ آگے بڑھی تو علی نے اپنے جسم میں لرزش اور نامعلوم سا بوجھ محسوس کیا پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ نارمل ہوگیا۔

کچھ ایسا ہی ثانی کے ساتھ ہوا۔ علی کے بعد اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی۔ اس کے بعد اپنے بدن میں ناگواری سی محسوس کی۔ فوراً ہی کار کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ ایسے وقت وہ پھر پہلے کی طرح خود کو نارمل محسوس کررہی تھی۔

یہ غیر معمولی بات تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پہلے علی نے اپنی کیفیت بیان کی پھر ثانی نے کہا "جیسا تم کہہ رہے ہو' بالکل اسی طرح میں نے محسوس کیا تھا مگر اب نارمل ہوں۔"

"میں حیران ہوں۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ یہ ابھی اچانک ہمارے ساتھ کیا ہورہا تھا؟"

وہ بولی "ایک خیال آتا ہے۔ ہم نے ٹی وی اسکرین پر عمان کے ایک اجلاس میں دو انسانوں کو سایوں میں تبدیل ہوتے دیکھا تھا۔ شہر میں ان کے لئے ناکا بندی کی گئی تھی مگر وہ گرفت میں نہیں آئے۔ ہوسکتا ہے انہوں نے وہ ملک چھوڑ دیا ہو اور یہاں اسرائیل آگئے ہوں۔"

علی نے کہا "دونوں نہیں آسکتے کیونکہ وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ان میں سے ایک ہمارا عیسائی بھائی جوڈی نارمن تھا۔ کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ان میں سے ایک سایہ ہمارے جسم کے اندر آیا تھا چونکہ ہم بہت زیادہ حساس ہیں اس لئے اس سائے کو محسوس کرلیا ہے۔"

"میں یہی سوچ رہی ہوں۔ کیا ہی اچھا ہو تاکہ ہمارا وہ عیسائی بھائی یہاں ہوتا اور ہم منڈولا کو [redacted] کے ذریعے ڈھونڈ کر قتل کردیتے۔"

علی نے ثانی کو موجودہ فرضی نام سے مخاطب کرتے ہوئے کہا "جینی! تم میرے سامنے اس ظالم منڈولا کا نام نہ لیا کرو۔ میرا خون کھولنے لگتا ہے۔ اس ظالم نے ہمارے چرچ کے فادر کو بڑی بے رحمی سے قتل کردیا تھا۔"

وہ دونوں سمجھ گئے تھے کہ ان کے جسم کے اندر چھپنے کے لئے جوڈی نارمن کا سایہ آیا تھا۔ دوسرا سایہ تو اپنا پارس تھا اور وہ اپنوں کے پاس خاموشی سے چھپنے نہ آتا۔ اب ان دونوں کا خیال تھا کہ جوڈی چھپنے کے لئے ان کے پاس آیا تھا۔ دونوں نے اسے محسوس کیا تھا۔ اس لئے وہ کار کے اندر ہی کہیں چھپا ہوا ہوگا۔ اس لئے وہ دونوں باتیں بنا رہے تھے اور اسے اپنا عیسائی بھائی کہہ رہے تھے۔

اور واقعی وہ اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان سکڑا سمٹا ہوا سا چھپا بیٹھا تھا۔ دونوں کی باتیں سن کر اطمینان ہورہا تھا کہ وہ یہودیوں کی کار میں نہیں ہے۔ دونوں عیسائی ہیں اور منڈولا ان سب کا مشترکہ دشمن ہی نہیں بلکہ ایک چرچ کے فادر کا قاتل بھی ہے۔

اسے اطمینان ہوا تو وہ دونوں سیٹوں کے درمیان سے نکل کر پچھلی سیٹ پر آرام سے بیٹھ گیا پھر آہستگی سے بولا "میں جوڈی نارمن ہوں۔"

ثانی اور علی نے دکھاوے کے طور پر چونک کر سر گھماتے ہوئے پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا۔ وہاں ایک انسانی سایہ سا بیٹھا ہوا نظر آرہا تھا۔ سائے نے کہا "چونکنے اور ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے دوست سمجھو۔ شاید تم نہیں جانتے کہ داؤد منڈولا میرا بھی دشمن ہے۔"

ثانی نے خوش ہوکر پوچھا "کیا واقعی وہ کم بخت تمہارا بھی

دشمن ہے مگر کیسے؟"

جوڈی نے کہا "پہلے یہ بتاؤ اس نے ہمارے ایک مقدس فادر کو کیوں قتل کیا؟"

علی نے کہا "ہمارے فادر جوزف بڑی کرامات والے تھے۔ ان کے سیدھے ہاتھ کی ایک انگلی میں انگوٹھی ہوتی تھی۔ اس انگوٹھی پر ہولی کراس (صلیب) بنا ہوا تھا۔ فادر جب کبھی کسی غیر عیسائی کو دعائیں دیتے تھے اور اس کے سر پر وہ انگوٹھی والا ہاتھ رکھتے تھے تو وہ شخص عیسائی مذہب قبول کرلیتا تھا۔"

ٹانی نے کہا "ہم نے فادر کے زیرِ سایہ تربیت حاصل کی ہے۔ انہوں نے ہم سے یوگا کی مشقیں کرائی ہیں اور ہمارے اندر ایسی روحانی قوت پیدا کی ہے کہ ہمارے اندر کوئی غیر معمولی بات ہو تو ہم فوراً محسوس کرلیتے ہیں۔"

جوڈی نے قاتل ہو کر کہا "ہاں ابھی میں نے تم دونوں کے اندر آکر جھانکنا چاہا تھا مگر تم لوگوں نے بے چینی سی محسوس کرلی۔ واقعی فادر جوزف باکمال تھے۔ وہ زندہ ہوتے تو ہمارا عیسائی مذہب دور تک پھیلتا جاتا۔"

علی نے کہا "داؤد منڈولا کٹر یہودی ہے۔ وہ برداشت نہ کرسکا کہ ہمارا مذہب پھلتا پھولتا رہے' اس نے ہمارے مقدس فادر کو قتل کردیا۔ ہم اسے چھ ماہ سے تلاش کررہے ہیں پھر ہمیں پتا چلا کہ وہ اسرائیل میں ہے اس لئے ہم یہاں آئے ہیں۔"

جوڈی نے کہا "میں بھی اس کی تلاش میں ہوں مگر تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ یہاں ہے؟"

"ہمارے پاس معلومات کا ذریعہ نہیں ہے مگر ہمارے اندر فادر کے لئے ایک شدید جذبہ ہے۔ ہم جب بھی سنتے ہیں کہ وہ فلاں ملک میں دیکھا گیا ہے تو وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ آج اس بات کی تصدیق ہوگئی ہے کہ وہ اسی شہر میں ہے۔"

"تم نے کیسے تصدیق کی؟"

"یہاں ایک ماہرِ آثارِ قدیمہ پروفیسر ایزک رہتا تھا۔ ابھی میں اس سے ملنے گیا تھا۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ قتل ہوچکا تھا۔ میں نے اس مکان کی تلاشی لی تو چند ڈائریاں میرے ہاتھ لگیں۔ یہ پروفیسر کی لکھی ہوئی ڈائریاں ہیں اور ان میں کئی جگہ منڈولا کا ذکر ہے۔"

علی نے یہ کہہ کر ایک ڈائری پچھلی سیٹ کی طرف بڑھائی۔

جوڈی کے سائے نے وہ ڈائری لے لی پھر اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ وہ سال رواں کی ڈائری تھی۔ اس میں پروفیسر نے لکھا تھا کہ مایا کے کھنڈر میں کس طرح ایک پراسرار علوم جاننے والی دیوی سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس دیوی نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ امریکا سے اسرائیل چلا جائے۔ جب وہ تل ابیب آیا تو اس کے دماغ میں آپ ہی آپ ایک فون نمبر آیا۔ اس نے اس نمبر پر رابطہ کیا تو داؤد منڈولا سے بات ہوئی۔ مایا کے کھنڈر میں رہنے والی دیوی پروفیسر کی زبان سے باتیں کیا کرتی تھی۔ آخری دنوں میں منڈولا نے دیوی سے درخواست کی تھی کہ وہ کسی طرح جوڈی نارمن کو اس کے راستے سے ہٹائے ورنہ وہ یہاں آکر یہودی تنظیم کا سربراہ بن جائے گا۔

اس ڈائری کے آخری صفحے پر لکھا تھا کہ پروفیسر کے پاس ایک سائیسنر لگا ہوا ریوالور پہنچ گیا ہے اور منڈولا نے اس سے ایک کاغذ پر تحریر لکھوا کر اسے بیوی کو قتل کرنے اور خودکشی کرنے کا حکم دیا ہے۔

سائے نے ڈائری بند کرکے علی کو دیتے ہوئے کہا "واقعی تم دونوں مقدس فادر سے دلی اور روحانی لگاؤ رکھتے ہو۔ اس قاتل کو تلاش کرتے کرتے اس ڈائری تک پہنچ گئے ہو۔ مجھے تمہارے جیسے سچے جذبے والے عیسائی کی ضرورت تھی' میں صحیح جگہ پہنچ گیا ہوں۔"

ٹانی نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "ہم تھوڑی دیر پہلے تمہارا ہی ذکر کررہے تھے۔ اب ہمیں ایسا لگتا ہے کہ خدا نے ہماری دعا قبول کرلی ہے' اس قاتل تک پہنچنے کے لئے تمہیں ہمارے پاس پہنچا دیا ہے۔"

"ویسے تو میں بھی اسے تلاش کررہا ہوں۔ اب تو یہ سن کر انتقام کی آگ اور بھڑک رہی ہے مگر ہماری برابر کی ٹکر ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں' سایہ بن کر نگاہوں سے روپوش ہوسکتا ہوں لیکن وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے پھر یہ کہ اس کی پشت پر کوئی پراسرار دیوی ہے اس لئے وہ ذرا مشکل سے ہاتھ لگے گا۔"

علی نے پوچھا "کیا تم کسی کے جسم میں سما کر اس کے دماغ میں بھی سما سکتے ہو اور اس کے چور خیالات پڑھ سکتے ہو؟"

"نہیں میں ایک نرم' ملائم اور غیر محسوس سایہ بن کر جسموں میں سماتا ہوں۔ اگر اپنے اندر کے ٹھوس دماغ کو استعمال میں لاؤں گا تو میرا پورا ٹھوس جسم اسے محسوس ہوگا جس کے اندر میں چھپا رہوں گا بلکہ وہ میرے ٹھوس جسم کے وزن اور سختی کو برداشت نہیں کرسکے گا۔ اگر وہ کمزور ہوگا تو مرجائے گا۔ شہ زور ہوگا تو چیخنے چلانے لگے گا اور شاید پاگل ہوجائے گا۔"

ٹانی نے پوچھا "تمہارے ذہن میں کوئی تدبیر ہے' جس پر عمل کرکے منڈولا تک پہنچ سکیں؟"

"فی الوقت کوئی تدبیر نہیں ہے۔ پہلے میں نے الپا کو گن پوائنٹ پر رکھ کر یہودی تنظیم کے تمام اہم افراد کے دماغوں میں جگہ بنائی تھی مگر وہ میری عارضی کامیابی تھی۔ یہودی تنظیم کے تمام اہم افراد نے اپنی شخصیات بدل لی ہیں۔ اگر کسی کے بھی اندر پہنچنے کا موقع ملتا تو میں اس کے ذریعے منڈولا کا سراغ لگالیتا۔"

ٹانی نے پوچھا "تم سائے ہو' کیا زمین کے اندر پہنچ سکتے ہو؟"

"اگر اندر پاتال میں جانے کا کوئی راستہ ملے گا تو ضرور گہرائیوں میں جاسکوں گا۔"

"ہوسکتا ہے کہ وہ دیوی اسرائیل کے کسی زیرِ زمین حصے میں ہو۔ اگر وہ ملے گی تو منڈولا بھی مل جائے گا۔"

"دیوی کسی کے بنائے ہوئے تہ خانے میں نہیں رہے گی۔ ڈائری میں اس کے رہن سہن اور پوجا پاٹ کے متعلق لکھا ہوا ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ زمین کے کسی نامعلوم تہ خانے میں' پچھلے چار سالوں کی طرح رہتی آئی ہے۔"

"نامعلوم تہ خانے اسرائیل میں بھی ہوسکتے ہیں۔ یہ ملک تو آثارِ قدیمہ سے بھرا پڑا ہے۔ ہوسکتا ہے اس نے یہاں کے کسی کھنڈر میں کوئی تہ خانہ دریافت کرلیا ہو۔"

علی نے کہا "مسٹر جوڈی! تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہاں کے آثارِ قدیمہ کے تمام ماہرین کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھ کر چند ایسے آثارِ قدیمہ کا سراغ لگا سکتے ہو جس کی تہ میں آج تک کوئی گیا نہ ہو۔"

"ہاں میں ایسا کرسکتا ہوں اور ضرور کروں گا اور تم لوگوں کے پاس چھپ کر رہا کروں گا۔"

"تم ہمارے ساتھ رہو گے تو ہمیں بڑی خوشی ہوگی۔"

"میں جب بھی خطرہ محسوس کروں گا تم دونوں میں سے کسی ایک کے جسم میں سما جاؤں گا۔"

علی نے کہا "پلیز ایسا نہ کرنا۔ تم دیکھ چکے ہو کہ فادر کی تربیت نے ہمیں کس قدر حساس بنایا ہے۔ ہمارے اندر آؤ گے تو ہم پھر اضطراب میں مبتلا ہوجائیں گے۔"

جوڈی نے کہا "پھر تو کسی تیسرے شخص کو آلۂ کار بنانا ہوگا۔ کیا تمہارا کوئی اور ساتھی ہے؟"

"ساتھی نہیں ہے۔ ہم کسی کو ملازم رکھ لیں گے وہ تمہارے کام آتا رہے گا۔"

جوڈی کو دراصل اپنے پاس رکھی ہوئی گولیوں اور فارمولے کی فکر تھی۔ وہ انہیں جلد سے جلد کہیں چھپانا چاہتا تھا۔ گولیاں چھپانے کے لئے چھوٹا سا گڑھا کھودنے کے لئے چھوٹے سے ایک دو آلات کی ضرورت تھی اور فارمولوں کو چٹانوں پر کندہ کرنے کے لئے چھینی' ہتھوڑی اور اسی قسم کے چند آلات ضروری تھے۔ اتنی ساری چیزیں وہ اپنے سائے کے لباس میں نہیں چھپا سکتا تھا۔ انہیں ایک بیگ میں رکھ کر اپنے کسی آلۂ کار کے ذریعے کہیں بھی لے جاسکتا تھا بلکہ محنت سے بچنے کے لئے اس آلۂ کار کے دماغ پر قابض ہوکر اس کے ہاتھوں سے فارمولے کندہ کراسکتا تھا۔

اس کی دانست میں اسے ٹانی اور علی دو ایسے کٹر عیسائی مل گئے تھے جن پر وہ بھروسا کررہا تھا' اب اسے تیسرے کی ضرورت تھی۔

○☆○

وہ ہمالیہ کی وادی میں آگئی تھی۔ وہاں وہ پیدا ہوئی تھی۔ اس کا باپ علمِ جوتش میں بین الاقوامی شہرت کا حامل تھا۔ اس نے باپ کے زیرِ سایہ رہ کر جوان ہونے تک جوتش ودیا اور ٹیلی پیتھی میں کمال حاصل کیا تھا۔ اسی جوتش ودیا نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ ایک مسلمان نوجوان کے عشق میں گرفتار رہے گی اور بارہا انکار کے باوجود اس کی داسی بن کر اس کا مذہب قبول کرلے گی۔ وہ اور اس کا برہمن باپ ایسا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے جوتش ودیا کو اچھی طرح کھنگالا تو اس کا یہی توڑ معلوم ہوا کہ وہ دس برس تک زیرِ زمین رہ کر تپسیا کرے' کسی کو اپنی اصلی صورت نہ دکھائے اور نہ ہی اصلی آواز سنائے۔ دس برس کے بعد وہ تپسیا میں کامیاب ہوگئی تو وہ مسلمان اپنا مذہب بدل کر اس کا ہندو دھرم قبول کرلے گا۔

وہ پارس کو پانے کے لئے ایسی مشکلات سے گزر رہی تھی۔ اس نے کتنے ہی علاقوں میں جاکر زیرِ زمین رہ کر چار برس گزار دیے تھے۔ وہ مایا کے کھنڈر میں بھی رہ سکتی تھی لیکن گڑبڑ ہوگئی تھی' بھید کھلنے کا اندیشہ پیدا ہوگیا تھا۔ یہودی تنظیم والے جسے مائیک ہرارے سمجھ رہے تھے وہ دراصل پارس تھا اور وہ جانتی تھی کہ پارس امریکا پہنچ کر کہیں روپوش ہوگیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اچانک ہی اس کا سراغ لگا کر روبرو آجائے۔

پھر امریکا کی ایک مہم جو ٹیم مایا کے اس کھنڈر کے تہ خانے میں پہنچنے والی تھی اس لئے اسے جلدی میں وہ جگہ چھوڑنی پڑی۔ آئندہ زیرِ زمین رہنے کے لئے کسی ایسے ملک اور علاقے کا انتخاب کرنا تھا جہاں کے تہ خانے میں اس کے سوا کوئی نہ پہنچ سکے۔ ایسی جگہ تلاش کرنے میں کافی وقت لگ جاتا۔ اس لئے وہ اپنی پیدائشی جگہ آگئی تھی اور ہمالیہ کی وادی کے ایک تہ خانے میں عارضی طور پر رہنے لگی تھی۔

اس کے ذہن پر وہ دوسرا سایہ سمایا ہوا تھا۔ اس کا دل کہتا تھا کہ وہ پارس کا سایہ ہے اور پارس پر ہمیشہ نظر رکھنے کے لئے اس نے ایک ڈی شی تارا کو اس کے پیچھے لگا رکھا تھا۔ وہ ڈی اب تک کئی بار اسے دل و جان سے چاہتی بھی رہی تھی اور موقع پاکر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانے کی کوششیں بھی کرتی رہی تھی لیکن ہمیشہ ناکام رہی تھی۔ ایسی ناکامیوں سے اصلی شی تارا کو جوتش ودیا پر اور زیادہ یقین ہونے لگتا تھا کہ وہ دس برس سے پہلے اپنے محبوب کو حاصل نہیں کرسکے گی۔

آخری بار عمان میں ڈی شی تارا کا سامنا ہوا تھا۔ اس سائے نے اس کی پٹائی کی تھی اور اسے بے ہوش کردیا تھا۔ اس نے دوسرے دن پھر سیلی کے بنگلے میں سائے کے قریب رہنے کے لئے دوستی کی تمنا کی۔ انکار کرنے پر اس نے سیلی کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے کی دھمکی دی۔ اس کے جواب میں پارس نے اس کی پٹائی کرکے پھر کار کے معمولی سے حادثے سے دوچار کرکے اسپتال پہنچا دیا۔ ایسے وقت پوجا وہاں پارس کے سائے کو کسی طرح ٹرپ کرنے پہنچ گئی تھی۔ سپرماسٹر نے پوجا کو وہاں بھیج کر بڑی غلطی کی تھی۔ پارس نے ٹانی کے ذریعے پوجا پر خوفناک عمل کرایا اور اسے پچھلی زندگی یاد کرائی۔ آئندہ وہ سپرماسٹر کی تابعدار نہیں رہ سکتی تھی

اس لئے اس نے پوجا کو ڈی شی تارا کی عیادت کے لئے اسپتال میں پہنچادیا۔

پوجا نہیں جانتی تھی کہ وہ اسپتال کیوں آئی ہے لیکن ایک کمرے میں شی تارا کو دیکھ کر چونک گئی۔ حیرانی سے بولی "دیدی! تم یہاں اسپتال میں ہو؟"

شی تارا نے اسے حیرانی سے دیکھا پھر پوچھا "تم؟ پوجا! تم مجھے پہچان رہی ہو؟ میری خیریت معلوم کرنے آئی ہو؟"

"میں نہیں جانتی کہ اس اسپتال میں اور اس کمرے میں تم ہو تم کیسے آگئیں۔ ہماری تقدیر میں شاید اسی طرح ملنا لکھا تھا۔"

وہ شبہ ظاہر کرتی ہوئی بولی "مجھ سے کوئی چالاکی نہ کرو۔ سچ بتاؤ۔ سپراسٹر نے مجھے ٹریپ کرنے کے لئے تمہیں یہاں بھیجا ہے۔ میں زخمی ہوں۔ اب تو تم میرے دماغ میں آسکتی ہو۔"

"دیدی! یہ تم کیا کہہ رہی ہو میں اور تمہارے دماغ میں آؤں؟ کیا میں خیال خوانی جانتی ہوں؟ کیا تم سمجھتی ہو میں سپراسٹر کی تابعدار ہوں۔ تم نے ہمیشہ مجھے سگی بہن سے زیادہ چاہا' کیا میں دشمنی کروں گی؟"

"جب سپراسٹر نے تمہیں ٹیلی پیتھی سکھائی اور میں تمہارے پاس آنا چاہتی تھی تو تم سانس روک لیا کرتی تھیں۔"

"میں تمہاری محبت کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔ ذرا ٹھہرو میں آزماتی ہوں کہ مجھے خیال خوانی آتی ہے یا نہیں؟"

اس نے دائی ماں کا تصور کیا۔ اس کے لب ولہجے کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی تو وہاں پہنچ گئی۔ اس نے مخاطب کیا "دائی ماں! میں پوجا بول رہی ہوں۔ آپ کی بیٹی شی تارا زخمی ہے اور ایک اسپتال میں ہے۔"

دائی ماں پوجا کرنے میں مصروف تھی۔ پوجا کی آواز سن کر بولی "مجھے یقین نہیں آرہا کہ تم ٹیلی پیتھی سیکھ گئی ہو۔ میری بیٹی زخمی کیسے ہوگئی۔ وہ کس ملک اور کس اسپتال میں ہے؟"

"آپ فکر نہ کریں۔ میں دیدی کے پاس ہوں۔ ان کے زخم بھر جائیں گے تو یہ خود آپ سے باتیں کریں گی۔ آپ پوجا کریں۔ میں پھر آؤں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر شی تارا سے بولی "دیدی! تم درست کہہ رہی ہو۔ مجھے خیال خوانی آگئی ہے مگر یہ کیسے آگئی۔ سپراسٹر تو ہمارا دشمن ہے اور تم کہتی ہو کہ اس نے مجھے یہ علم دیا ہے۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں پچھلی زندگی یاد آگئی ہے' تم سپراسٹر کو دشمن کہہ رہی ہو۔ ایسا تو اسی وقت ہوسکتا ہے کہ کسی نے تم پر تنویمی عمل کیا ہو اور سپراسٹر کے منصوبوں کا توڑ کر کے تمہیں میرے پاس پہنچادیا ہو۔"

"دیدی! ہم ابھی کس ملک میں ہیں؟"

"اردن کے شہر عمان میں ہیں۔ کیا تم یاد کرسکتی ہو کہ امریکا سے یہاں کیسے آگئی ہو؟"

"مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے ابھی پیدا ہوئی ہوں۔ یا پھر پیدا ہونے کے بعد گہری نیند سوگئی تھی' اب بیدار ہو کر نئی زندگی اور نئی تازگی محسوس کررہی ہوں۔"

"پوجا! تمہاری واپسی سے مجھے بہت خوشی ہورہی ہے مگر ایک خوف بھی ہے کہ تم پر کس نے دوبارہ تنویمی عمل کیا ہے؟ کس نے تمہیں سپراسٹر کی تابعداری سے نجات دلائی ہے؟ ایسا کرنے والے نے دو محبت کرنے والی بہنوں کو ملا کر نیکی کی ہے مگر کیوں کی ہے؟ ہمارے میل ملاپ سے اس کا کیا فائدہ ہے؟ کوئی فائدہ نہ ہو' تب بھی نیکی کرنے والے منہ نہیں چھپاتے۔ کیا تمہیں تشویش نہیں ہے کہ تمہارے ساتھ ایسا کیوں کیا گیا ہے؟"

"تشویش کی تو بات ہے۔ جب مجھے پچھلی تمام زندگی یاد آئی اور میں آپ ہی آپ ادھرا اسپتال آنے لگی تو یہی سوچ رہی تھی کہ میں کہاں سے کہاں پہنچی ہوئی ہوں اور کون مجھے اسپتال میں لے آرہا ہے؟ مگر اپنی دیدی کو دیکھ کر خوشی کے مارے فکر کرنا بھول گئی۔"

شی تارا سوچ اور فکر میں مبتلا ہوگئی تھی۔ پوجا نے پوچھا "تم اسپتال کیسے پہنچ گئیں۔ یہ زخم کیسے ہیں؟"

"ایک دشمن نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے۔"

"تم مجھے اس کا نام اور پتا ٹھکانا بتاؤ۔ میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

"تم کچھ نہیں کرسکو گی۔ وہ نادیدہ ہے۔ جو نظر ہی نہیں آتا ہو اس کا تم کیا بگاڑ سکتی ہو؟"

پوجا بھی نادیدہ پارس کو ٹریپ کرنے آئی تھی مگر ٹانی نے اس پر ایسا تنویمی عمل کیا تھا کہ وہ سپراسٹر کی قیدی بننے' مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے اور فوجی ہیڈ کوارٹر میں رہنے کے تمام واقعات بھول گئی تھی۔ اسے یہی یاد رہ گیا تھا کہ شی تارا نے اس کی مشکلات میں مدد کی تھی' اسے اپنی سگی بہن کی طرح اپنے ساتھ رکھا تھا۔ اب اس میں ایک ایسی صلاحیت کا اضافہ ہوا تھا کہ وہ خیال خوانی کرنے لگی تھی۔ اس نے پوچھا "میرے جیجاجی (بہنوئی یعنی پارس) کہاں ہیں؟"

وہ بڑے دکھ سے بولی "میں نے تمہارے جیجاجی کو کھودیا ہے بلکہ اپنی حماقتوں سے اسے پھر اپنا دشمن بنالیا ہے۔"

"دیدی! تم نے پھر وہ غلطی کی ہوگی' انہیں اپنا تابعدار بنانے کی کوشش کی ہوگی؟"

"ہاں مجھ سے یہی بہت بڑی غلطی ہوئی۔ اب اسے یقین ہوگیا ہے کہ میں اس کی محبوبہ نہیں مالکہ بن کر رہنا چاہتی ہوں۔"

"تم فکر نہ کرو۔ اب تو مجھے بھی خیال خوانی آتی ہے' میں جیجاجی کو منالوں گی۔"

اس نے پارس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس تک پہنچی پھر واپس آگئی۔ اس نے دوسری بار پھر یہی کیا اور جلدی سے کہا "میں پوجا ہوں۔ آپ سانس نہ روکیں۔"

مگر اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی "وہ تم سے سخت ناراض ہیں۔ انہوں نے میرا نام سن کر بھی اپنے اندر نہیں آنے دیا۔ مجھے یہ سوچ کر دکھ ہورہا ہے کہ وہ مجھے اپنی چھوٹی بہن سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود اپنے اندر آنے نہیں دیا۔"

"میں کوشش کررہی ہوں کہ ایک بار اس سے سامنا ہوجائے۔ میں اس کا غصہ اور شکایت دور کرنے کے لئے اس کے قدموں سے لپٹ جاؤں گی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ عمان میں ہونے والے اجلاس میں ضرور آئے گا لیکن کوئی دوسرا آیا تھا اور جو ڈی سے ایک حیرت انگیز گولی لے کر نگل گیا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ٹھوس جسم کے بجائے ایک سایہ بن گیا تھا۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ سایہ بن جانے والا پارس ہے لیکن پارس نے کبھی دشمن بن کر بھی مجھے طمانچے نہیں مارے جبکہ اس سائے نے مجھے زخمی کر کے اسپتال پہنچادیا۔"

"دیدی! پھر تو وہ جیجاجی ہوں گے۔ انہوں نے سخت غصے میں آکر تمہیں سزا دی مگر تمہاری دیکھ بھال کے لئے مجھے یہاں بھیج دیا ہے۔ وہ تم سے ناراض ہیں مگر میرے ذریعے تمہارا خیال بھی رکھ رہے ہیں۔"

وہ دونوں اسپتال کے اس کمرے میں باتیں کررہی تھیں اور اصلی شی تارا اپنی ڈی کے اندر رہ کر گفتگو سن رہی تھی۔ اس اصلی کا دل بھی دھڑک دھڑک کر کہتا تھا کہ وہ اجنبی سایہ جو سیلی کے بنگلے میں تھا' وہی پارس ہے لیکن کسی طرح اس کی تصدیق نہیں ہورہی تھی۔ وہ اپنی ڈی کے خیالات پڑھ کر اور اسے اسپتال میں دیکھ کر معلوم کرچکی تھی کہ وہ ڈی اس سائے کی اصلیت معلوم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ پھر پوجا کی واپسی نے ذرا الجھا دیا تھا۔ یہ معلوم نہیں ہورہا تھا کہ کس نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔ کس نے اسے اس کی پچھلی زندگی یاد دلائی ہے اور سپراسٹر کی پابندیوں سے آزاد کردیا ہے؟ ایسا کوئی مہربان دوست کرسکتا تھا یا کوئی دشمن ایسی چال چل رہا ہوگا جو ابھی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ ویسے ٹانی پر شبہ تھا۔ اس سے پہلے ٹانی نے داؤد منڈولا کو اسپتال پہنچا کر اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس عمل کا مقصد یہی ہوسکتا تھا کہ وہ دیوی اور منڈولا کے درمیان ہونے والی گفتگو بہ آسانی سن سکے اور اس طرح دیوی تک پہنچنے کا راستہ معلوم کرسکے۔ بعد میں اصلی شی تارا نے توڑ کرلیا تھا' منڈولا کے دماغ سے ٹانی کے تنویمی عمل کو مٹادیا تھا۔

اب یہ خیال آرہا تھا کہ ٹانی شاید اصلی شی تارا اور اس کی ڈی شی تارا کو جانتی ہے اور اب یہ جاننا چاہتی ہوگی کہ اصلی شی تارا اور ڈی کے درمیان کیسے رابطہ ہوتا ہے اور ان کے درمیان کیسے کیسے منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ یہ معلومات حاصل کرنے کے لئے اس نے پوجا کو ٹریپ کیا ہے اور اس پر عمل کر کے اسے سپراسٹر سے جدا کر کے ڈی شی تارا کے پاس پہنچادیا ہے تاکہ پوجا کو ڈی کے قریب رکھ کر زیرزمین رہنے والی کا بھید معلوم ہوسکے۔

اگرچہ زیرزمین رہنے والی کے بارے میں ابھی تک کسی کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ اصلی شی تارا ہے۔ ابھی وہ محض دیوی کملا رہی تھی لیکن اسے شبہ تھا کہ وہ پہچانی جارہی ہے۔ ٹانی کی مکاریاں اور چالبازیاں مشہور تھیں۔ اس کے یہ اندیشہ تھا کہ وہ پوجا کو آلۂ کار ... بنا کر اصلی شی تارا کی اصلیت معلوم کرنے کی راہ نکال رہی ہے۔

ٹانی سے گویا ٹکراؤ تھا۔ مشکل یہ تھی کہ وہ دس برس پورے ہونے تک میری فیملی کے کسی ممبر کے دماغ میں نہ جانا چاہتی تھی اور نہ ہی براہ راست ٹکرانا چاہتی تھی۔ بالواسطہ ہم سب پر نظر رکھنے کے لئے اس نے داؤد منڈولا کو اپنا تابعدار بنایا تھا اس لئے اس کی آواز' لہجہ اور شخصیت بدل دی تھی تاکہ ہم میں سے کوئی اسے پہچان نہ سکے اور وہ ہمیں رازداری سے ڈھونڈتا پھرے اور معلوم کرتا رہے کہ ہم میں سے ہر ایک کس ملک اور کس شہر میں ہے اور زیرزمین رہنے والی کو کس حد تک پہچانا جارہا ہے۔

ویسے تو وہ ابھی پہچانی نہیں جارہی تھی۔ جہاں تک اس زیرزمین رہنے والی کا ذکر پہنچا تھا وہاں تک وہ ایک پراسرار دیوی کملا رہی تھی اور اس اندیشے میں تھی کہ سونیا ٹانی اسے بے نقاب کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اس نے پہلے منڈولا کو ذریعہ بنانا چاہا۔ اب پوجا کو اس کی ڈی کے پاس لے آئی ہے۔

داؤد منڈولا اپنی شخصیت بدلنے کے بعد قتل اہیب کے قریب ہی حیفہ کے ایک بنگلے میں رہنے لگا۔ وہاں بھی فون کے ذریعے دیوی سے اس کا رابطہ رہتا تھا۔ پروفیسر ایزک اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ اب ایک سُریلی آواز فون پر سنائی دیتی تھی۔ پہلی بار اس سُریلی آواز نے کہا تھا "میں دیوی بول رہی ہوں مگر دیوی نہیں ہوں۔ میری زبان سے ادا ہونے والے الفاظ دیوی کے ہیں۔ میں چاہتی ہوں تم میری باتوں کی تصدیق کرو اور میرے دماغ میں آکر میرے خیالات پڑھ لو اس کے بعد باتیں ہوں گی۔"

رابطہ ادھر سے ختم کردیا گیا۔ منڈولا نے ریسیور رکھ کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اور اس فون کرنے والی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا نام روبینہ تھا۔ بھارت کے بعض طلبا و طالبات تعلیم حاصل کرنے اسرائیل آتے تھے۔ روبینہ وہاں سائنس کی اسٹوڈنٹ تھی۔ اصلی شی تارا نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا تھا.... فی الحال اس سے یہی کام لے رہی تھی کہ اس کے ذریعے فون پر منڈولا سے اس کی آواز اور لہجے میں باتیں کرتی تھی۔ وہ بولا "میں نے مختصر سے خیالات پڑھ لئے ہیں' کیا ابھی فون کروگی؟"

روبینہ نے کہا "اب فون کی ضرورت نہیں ہے۔ پروفیسر ایزک والا تجربہ منگا پڑا ہے۔ اگر میں وقت پر آکر تنویمی عمل کا توڑ

نہ کرتی تو ابھی تم سونیا ثانی کے غلام ہوتے۔"

"میں تمہارا احسان مند ہوں اور اس بات پر حیران ہوں کہ ثانی کو میرا نام اور پتا ٹھکانا کیسے معلوم ہوگیا؟"

"مجھے تمہارے چور خیالات نے بتایا ہے کہ تم ایک دکان سے اگربتیاں خریدتے وقت بے تکی باتیں کررہے تھے۔ ثانی تمہاری آواز اور لہجے کو پہچانتی ہے۔ وہ تمہارا پیچھا کرتے ہوئے تمہاری رہائش گاہ تک پہنچ گئی تھی۔ آئندہ محتاط رہو' وہ آواز اور لہجہ کبھی زبان پر نہ لاؤ جس سے وہ اچھی طرح واقف ہے۔"

"میں تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کروں گا مگر میں تم سے رابطہ کرنا چاہوں تو کیسے کرسکتا ہوں؟"

"میں چوبیس گھنٹوں میں تین بار کسی بھی وقت تم سے رابطہ کروں گی۔ ایسے وقت تم اپنی کوئی ضرورت بیان کرسکتے ہو۔"

"ابھی تو میں ایک مشکل میں ہوں۔ وہ دوسرا سایہ بن جانے والا جوڈی نارمن میری پوری تنظیم والوں کو تسلیم کرا چکا ہے کہ وہ یہودی ہے۔ وہ ایکسرے مین مارٹن رسل سے بھی پرانی دوستی ثابت کرچکا ہے۔ یہ جوڈی میرے لئے کانٹا ہے۔ یہ میری جگہ لے سکتا ہے۔"

روبینہ نے کہا "تم نے یہودی تنظیم کے تمام اہم افراد پر تنویمی عمل کیا تھا۔ ان میں سے کوئی تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔ تم ایک عامل کی حیثیت سے ان پر اثر انداز رہو اور ان سب کو جوڈی نارمن کے خلاف بھڑکاؤ اور کہو کہ پہلے جوڈی کا برین واش کیا جائے گا اور اس کے دماغ سے اس کی اصلیت معلوم کی جائے گی۔"

"اگر اصلیت بھی وہی ہوگی کہ وہ یہودی ہے اور یہودی قوم کی بہتری کے لئے آیا ہے تب کیا ہوگا؟"

"ایسا نہیں ہوگا۔ جب اس کا برین واش کیا جائے گا اور اس کی حقیقت معلوم کی جائے گی تو میں جوڈی کے دماغ میں رہوں گی اور اس کی سوچ کی لہروں کے ذریعے اسے فراڈ ثابت کروں گی۔"

داؤد منڈولا خوش اور مطمئن ہوگیا تھا۔ ویسے دیوی شی تارا کو اس سلسلے میں زحمت اٹھانا نہیں پڑی۔ جوڈی نارمن نے خود ہی اپنی ایک ڈی کو ثل ابیب پہنچادیا تھا۔ اس ڈی نے کہا تھا کہ اصلی جوڈی نارمن کوئی خطرہ مول نہیں لے گا اور نہ ہی اپنا برین واش کرنے کی اجازت کسی کو دے گا۔ اگر یہودی تنظیم والے اس پر بھروسا کریں تو پھر اس کی ڈی کو اپنی تنظیم میں رہنے دیں۔ وہ اپنی ڈی کے ذریعے تمام تنظیم والوں سے رابطہ رکھا کرے گا۔ لیکن دوسری صبح اس ڈی کو گولی ماردی گئی تھی۔

اسے گولی مارنے سے پہلے جوڈی نے کہا "تمہاری یہودی تنظیم کا کوئی فرد اپنے اصلی سربراہ کو نہیں جانتا ہے۔ وہ بڑی آسانی سے تم لوگوں کے دماغوں میں آکر تم سب کے چور خیالات پڑھتا ہے۔ تم سب کو اس پر بھروسا ہے لیکن تم لوگوں نے مجھ پر بھروسا نہیں کیا۔ ٹھیک ہے میری ڈی کو مار ڈالو لیکن اس کی موت تم سب کو مہنگی پڑے گی۔ جوڈی نارمن اس ملک میں آچکا ہے۔ اپنی اپنی خیر مناؤ۔"

دوسری بار دیوی شی تارا نے روبینہ کے ذریعے منڈولا سے رابطہ کیا تو وہ بولا "جوڈی شہر میں موجود ہے۔ اگر وہ انسانی جسم میں ہوتا تو اسے کہیں نہ کہیں تلاش کیا جاتا مگر وہ تو سایہ ہے۔ اگرچہ ہم تمام تنظیم والوں نے اپنے آپ کو بالکل تبدیل کرلیا ہے لیکن وہ سایہ گھر گھر گھسے گا اور ہم میں سے کچھ افراد کو ان کی حرکات و سکنات سے پہچان لے گا۔"

"ہاں اس کا سایہ بنا رہنا ایک مسئلہ ہے۔ اگر میں ایک بار اس کی آواز سن لوں تو پھر اس کے اندر پہنچ کر اسے تمہارا غلام بنادوں گی۔"

"تم نے اس کی آواز کیوں نہیں سنی؟ جب اس کا برین واش کیا جارہا تھا تو کیا تم وہاں موجود نہیں تھیں؟ کیا تم نے اس کی باتوں اور سوچ کی لہروں کو نہیں سنا تھا؟"

"سنا تھا مگر وہ ڈی کی آواز اور لہجے میں بول رہا تھا۔ ڈی کی موت کے بعد کسی طرح جوڈی کی اصلی آواز اور لہجے کو سننا ہوگا۔ تم بے فکر رہو' تم میرے لئے بہت اہم ہو۔ میں اسے تمہارے پاس پہنچنے نہیں دوں گی۔"

تل ابیب اور دوسرے شہروں میں اعلان کردیا گیا تھا کہ جسے کوئی ایسا سایہ نظر آئے وہ اس کا تعاقب کرے اور اس کا ٹھکانا معلوم کرے۔ دوسرے دن دیوی نے روبینہ کے ذریعے کہا "منڈولا! یہ ثانی پرابلم بن رہی ہے۔ اس نے پہلے تمہیں ٹریپ کرنا چاہا پھر ناکام ہونے کے بعد میری ایک آلۂ کار کے پاس پہنچ گئی ہے۔ اس آلۂ کار کا نام شی تارا ہے۔ یہ مشہور و معروف نام تم نے سنا ہوگا۔"

"یہ تو پارس کی محبوبہ اور فرہاد کی ہونے والی بہو ہے۔ یوگا کی ماہر ہے پھر بھی تم نے اسے آلۂ کار بنالیا ہے۔"

"یہ راز کبھی زبان پر نہ لانا۔ فرہاد جیسا تیس مار خاں اور بابا صاحب جیسے ادارے والے بھی اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اسی شی تارا نے پوجا نام کی ایک لڑکی کو اپنی بہن بنایا تھا۔ سپرماسٹر نے اس پوجا کو ٹریپ کیا اور اسے ٹیلی پیتھی سکھائی۔ وہ اس سے بہت اہم کام لینا چاہتا تھا۔ اس نے پوجا کو سائے کا سراغ لگانے عمان پہنچایا تو ثانی نے بڑی چالاکی سے پوجا کو ٹریپ کرکے اپنی معمولہ بنالیا اور اسے اسی اسپتال میں شی تارا کے پاس پہنچادیا۔ اب وہ پوجا کے اندر رہ کر میری آلۂ کار شی تارا کی مصروفیات اور اس کے ارادوں کو سمجھتی رہے گی۔"

"واقعی یہ ثانی بڑی چالاکی سے تمہارے قریب پہنچنا چاہتی ہے۔ تمہاری یہ خوبی ہے کہ یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتی ہو۔ اس لئے ثانی کی چالبازیوں کو سمجھ لیتی ہو۔ مجھے بتاؤ میں اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں؟"

"میں پوجا پر کئے جانے والے عمل کا توڑ بھی کرلوں گی۔ تم کسی طرح ثانی کو تلاش کرو۔ جو نوجوان لڑکی کسی خوبرو جوان کے ساتھ نظر آئے اس کی اصلیت معلوم کرو' اس کے ساتھ علی تیمور ضرور ہوتا ہے۔"

"میں ابھی اسے تلاش کرنے قتل ابیب جاؤں گا' کیا تم چند سیکنڈ کے لئے بھی ثانی اور علی کے دماغ میں نہیں جاؤ گی؟"

"میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں' یہ میری مجبوری ہے۔ میں فرہاد کی فیملی کے کسی ممبر کے اندر نہیں جاؤں گی۔ اتنی معلومات بھی بہت ہے کہ علی اور ثانی تل ابیب میں ہیں۔"

"میں انہیں تلاش کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ کیا اس دوسرے سائے کا کچھ پتا چلا جو سیلی کے بنگلے میں تھا۔"

"نہیں وہ بنگلا خالی پڑا ہے۔ میں نے سیلی کے دماغ میں جانا چاہا۔ پتا چلا کہ وہ مرچکی ہے۔ وہ سایہ زندہ ہے۔ پتا نہیں اس کا دماغ کس قسم کا ہے۔ وہ میرے تجربے کے مطابق پہلا شخص ہے جو میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لیتا ہے جبکہ بڑے سے بڑے یوگا کے ماہر بھی میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتے ہیں۔"

"پھر تو واقعی عجیب و غریب شخص ہے۔ یوں بھی عمان کے اجلاس میں جوڈی کے مقابلے پر آنے والا اور اس سے گولیاں چھین کر سایہ بننے والا کوئی معمولی شخص نہیں ہوگا۔"

"میں اس دوسرے سائے میں بہت دلچسپی لے رہی ہوں۔ یہ ضرور معلوم کروں گی کہ وہ کون ہے؟ لیکن اس کے قریب پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ سیلی بھی مرچکی ہے۔ اب وہ عمان میں ہے یا کسی دوسرے ملک چلا گیا ہے' یہ معلوم کرنا بھی دشوار ہے۔"

منڈولا نے کہا "پوجا سپرماسٹر کی طرف سے اس سائے کو ٹریپ کرنے آئی تھی۔ تمہارے خیال کے مطابق ثانی نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔ ہوسکتا ہے ثانی نے نہ کیا ہو۔ اس دوسرے سائے نے کوئی چال چلی ہو۔ اس سائے کا بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہو اور اس نے پوجا پر عمل کرکے اسے شی تارا کے پاس پہنچادیا ہو۔"

"تمہاری باتوں میں کچھ زیادہ وزن تو نہیں ہے لیکن یہ ماننے والی بات ہے کہ اس سائے کے کچھ ساتھی ہوں گے۔ ہوسکتا ہے اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی بھی ہو لیکن وہ پوجا کو شی تارا کے پاس کیوں پہنچائے گا؟ اس طرح وہ کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے؟"

"اب ہر بڑے ملک میں' ہر خطرناک تنظیم میں آپ کا ذکر ہونے لگا ہے۔ ایم آئی والے بھی آپ کے بارے میں سوچتے ہوں گے۔ جوڈی نارمن کے خلاف آنے والا وہ سایہ کسی اسلامی تنظیم سے تعلق رکھتا ہوگا اسی لئے ویڈیو کیسٹ اور اہم دستاویزات لے کر غائب ہوگیا ہے۔"

"شی تارا میری ہی مرضی کے مطابق ایک نوجوان کے تعاقب میں عمان گئی تھی۔ اب وہاں پوجا پہنچ گئی ہے۔ اگر میں شی تارا اور پوجا کو قتل ابیب بلالوں تو ہوسکتا ہے' وہ سایہ بھی ان کے پیچھے آئے پھر ثانی مجھ تک پہنچنے کے لئے پوجا کے دماغ میں آتی جاتی رہے گی اور علی تیمور شی تارا اور پوجا کی رہائش گاہ کے چکر لگائے گا تو تمہاری نظروں سے نہیں چھپ سکے گا؟"

"اچھا آئیڈیا ہے۔ آپ اس پر عمل کریں۔ یہاں انہیں ڈھونڈ نکالنا میرے لئے آسان ہوجائے گا۔"

○☆○

سپرماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران پریشان ہوگئے تھے۔ پہلے تو انہوں نے پوجا کا انتظار کیا کہ وہ عمان پہنچ کر رپورٹ دے گی۔ پہلی رپورٹ مل گئی کہ وہ کسی طرح ایک مسلمان لڑکی سلمیٰ بن کر اس سائے کو ٹریپ کرے گی۔ اس سلسلے میں سیلی اس کی مدد کررہی تھی۔ اس رات معلوم ہوا کہ پلاننگ کامیاب ہوئی ہے۔ پوجا' سلمیٰ بن کر سیلی کے گھر اور سائے کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اس کے بعد سیلی وہاں سے کہیں چلی جاتی۔ پوجا اس سائے کے پاس رہتی اور بڑی حکمت عملی سے اس سائے کو اپنے عشق میں گرفتار کرکے اسے واشنگٹن لے آتی لیکن وہ لانے والی بھی سیلی کی طرح غائب ہوگئی۔ جیسے سائے نے آدم خور بن کر انہیں ننگل لیا ہو۔

پہلے تو عمان میں رہنے والے امریکی جاسوسوں نے پوجا اور سیلی سے رابطہ کرنے کی کوششیں کیں پھر ناکام ہوکر سپرماسٹر کو رپورٹ کی کہ اب ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی معلوم کیا جاسکتا تھا۔ فی الوقت

وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والا صرف پاشا رہ گیا تھا۔ انہوں نے ٹرانسفارمر مشین سے مزید چار ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے تھے لیکن میڈیکل رپورٹ کے مطابق وہ کبھی بھی ایب نارمل ہو جاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ٹرانسفارمر مشین کے جو انچارج اور خاص ماتحت تھے ان کے دماغوں پر سلمان چھایا ہوا تھا۔ ہم نے یہ طے کیا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کو تباہ نہیں کریں گے۔ صرف اسے ناکارہ بنا کر رکھیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ اس مشین کو آپریٹ کرنے کے دوران سلمان اپنے معمول انچارج کے اندر رہ کر کوئی معمولی سی خرابی پیدا کر دیتا تھا۔

ان چاروں کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ وہ چاروں بالکل نارمل تھے، مشین سے گزرنے کے بعد وہ خیال خوانی بھی کرنے لگے تھے لیکن کسی کے بھی خیالات پڑھنے کے بعد بہت سی اہم باتیں بھول جاتے تھے، بہت سے واقعات کو گڈمڈ کر کے بیان کرتے تھے۔ اس طرح توقع کے مطابق صحیح رپورٹ پیش نہیں کر سکتے تھے۔

جب پوجا کی طرف سے کوئی رابطہ قائم نہیں ہوا تو پہلے ان چاروں سے کہا گیا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے پوجا کی خیریت معلوم کریں۔ یوں رابطہ کرنے کے لئے کسی کی آواز اور لہجے کو صحیح طور پر گرفت میں لینا ہوتا ہے اور اکثر ایسے ہی وقت ان چاروں سے غلطی ہوا کرتی تھی۔

ایک نے کہا "سر! وہ خیریت سے ہے۔ چاکلیٹ کا کیک تیار کر رہی ہے۔ اس کے شوہر نے کیک کھانے کی فرمائش کی تھی۔"

ایک افسر نے غصے سے کہا "کیا بکواس کر رہے ہو۔ پوجا کی شادی نہیں ہوئی۔ شوہر کہاں سے آگیا؟"

دوسرے افسر نے کہا "میں نے آج صبح اپنی بیوی سے کہا تھا کہ وہ چاکلیٹ کا کیک تیار کرے۔ کیا تم میری بیوی کے پاس گئے تھے؟"

دوسرے خیال خوانی کرنے والے نے کہا "سر! پوجا بیمار ہے خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ آج رات تک فارغ ہونے کے بعد وہ ہم سب سے رابطہ کرے گی۔"

ایک افسر نے پوچھا "فارغ ہونے سے کیا مراد ہے؟"

"سر! آپ سمجھا کریں۔ وہ آج رات تک ماں بن جائے گی۔"

ایک افسر نے میز پر گھونسا مار کر پوچھا "انہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزار اگیا ہے یا پاگل بنانے والی مشین سے؟"

ان چاروں کو مسلح فوجی جوان لے گئے۔ پاشا کو بلا کر کہا گیا کہ فوراً پوجا سے رابطہ کرے۔ اس نے رابطہ کیا پھر کہا "سر! وہ سانس روک لیتی ہے۔ میں پھر کوشش کرتا ہوں۔"

اس نے کئی بار کوشش کی اور ناکام رہا۔ سپرباسٹر نے کہا "سیلی سے رابطہ کرو۔"

پتا چلا سیلی اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ سب پر جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا۔ ایک افسر نے کہا "پوجا سے یہ تو پوچھو کہ ہم سے رابطہ کیوں نہیں کر رہی ہے؟"

"سر! وہ کچھ بولنے کا موقع نہیں دیتی ہے، میں کیسے پوچھوں؟"

سپرباسٹر نے پریشان ہو کر کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ تو ہماری بڑی وفادار تھی، کیا اسے کسی نے ٹریپ کیا ہے؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ ہمارے پاس کوئی ایسا خیال خوانی کرنے والا نہیں رہا جو ہمیں صحیح رپورٹ دے سکے۔"

پاشا نے پوچھا "کیا آپ لوگ مجھے صحیح نہیں سمجھتے ہیں؟ مجھے بھی ان چاروں کی طرح ایب نارمل سمجھ رہے ہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے پاشا! تمہاری رپورٹ درست ہے لیکن ایسے وقت ہمیں مائیک ہرارے یاد آرہا ہے۔ وہ زبردست چالیں چلتا تھا اور گھڑی ہوئی بات بنا لیتا تھا۔"

دوسرے افسر نے کہا "پاشا! آرام سے کرسی پر بیٹھو۔ تم ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتے ہو۔ پلیز پوجا کی آواز سنو، جہاں بھی ہوگی کسی نہ کسی سے باتیں کر رہی ہوگی۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سر جھکا کر اپنی توجہ پوجا پر مبذول کرنے لگا پھر اسے آواز سنائی دینے لگی۔ پوجا کہہ رہی تھی "دیدی اب کوئی نہیں آرہا ہے۔ پاشا نے چار بار آنے کی کوششیں کی تھیں۔ اب اس کی سمجھ میں بھی آگیا ہے کہ میں نہیں بولوں گی۔"

پھر شی تارا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "لازمی بات ہے، سپرباسٹر وغیرہ کو تشویش ہوگی کہ تم اچانک کہاں غائب ہو گئی ہو۔ وہ تمہیں ڈھونڈنے کے تمام ذرائع استعمال کر رہے ہوں گے اچھا ہوا کہ ہم نے عمان چھوڑ دیا۔"

پاشا نے ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سنا۔ سپرباسٹر نے "پوجا جسے دیدی کہہ رہی تھی وہ یقیناً شی تارا ہے۔ اب سمجھ میں کہ اس نے پوجا پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا بنا لیا ہے۔"

ایک افسر بولا "شی تارا کہہ رہی تھی کہ عمان چھوڑ دیا ہے پاشا! غور سے سنو کہ دونوں کہاں جا رہی ہیں؟"

پاشا نے کہا "شی تارا تو پارس کے دیوانی ہے، اسی کے پاس جا رہی ہوگی۔"

ایک افسر نے مشورہ دیا "پارس سے رابطہ کرو۔ اس سے دوستانہ انداز میں گفتگو کرو۔ یہ بھی کہو کہ تم سپرباسٹر کی غلامی چھوڑ کر اس کے پاس آنا چاہتے ہو۔ اس سے کسی طرح اہم باتیں اگلوانے کی کوشش کرو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ پارس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا پارس کے پاس پہنچتے ہی بولا "السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ....."

پارس نے جواب دیا "معاف کرنا بھائی! مجھے عربی نہیں آتی، دوسرے دروازے پر جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سپرباسٹر نے پوچھا "کیا ہوا؟"

پاشا نے ہچکچاتے ہوئے کہا "وہ کہہ رہا ہے کہ اسے عربی نہیں آتی ہے۔"

ایک افسر نے گھور کر پوچھا "تم سے کس نے کہا تھا کہ عربی میں گفتگو کرو؟"

"سر! وہ گفتگو نہیں تھی، میں اسے سلام کر رہا تھا۔ سلام ذرا لمبا ہو گیا تو وہ شاید اسے عربی زبان سمجھنے لگا۔"

اس نے دوسری بار رابطہ کرتے ہی کہا "بڑے بھائی! میں پاشا بول رہا ہوں۔ میں مریم کا شوہر....."

پارس نے کہا "تمہیں جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی۔ تمام آسمانی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ بی بی مریم کا کوئی شوہر نہیں تھا۔ کوئی عیسائی سنے گا تو تمہیں جوتے مارے گا۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ ایک افسر نے پوچھا "اب کیا ہوا؟"

"میری بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ کہتا ہے بی بی مریم کی شادی نہیں ہوئی تھی پھر میں شوہر کیسے ہو سکتا ہوں۔"

دوسرے افسر نے کہا "درست کہتا ہے۔ ہم عیسائی ہیں۔ ہمیں بھی تمہاری اس بات پر غصہ آرہا تھا۔ ہم نے تمہیں اس سے باتیں کرنے اور دوستی کرنے کو کہا تھا۔ انجیل مقدس سنانے کو نہیں کہا تھا۔"

"سر! آپ بھی نہیں سمجھ رہے ہیں۔ مریم میری بیوی کا نام ہے۔"

"تم بیوی کا نام بتا کر دوستی کرتے ہو؟ سیدھی سادی گفتگو نہیں کر سکتے؟"

اس بار اس نے پارس کے پاس آکر کہا "میرے باپ، مجھے معاف کر دو۔ اپنے پاشا کو پہچان لے۔ میں بڑی مشکل میں ہوں۔"

"میں نے آج تک کسی بادشاہ کو مشکل میں نہیں دیکھا۔ وہ حکومت کرتے اور عوام کو مشکلات میں ڈالتے ہیں۔"

وہ غصے سے دہاڑ کر بولا "میں بادشاہ نہیں پاشا کہہ رہا ہوں۔ شا، پاشا، پاشا....."

سپرباسٹر نے ڈانٹ کر کہا "یو شٹ اپ.... اتنی زور سے چیخ چیخ کر کیوں کہہ رہے ہو؟"

"سر! وہ سمجھا ہو گیا ہے۔"

"اور تم عقل کے اندھے ہو۔ ٹیلی پیتھی میں سوچ کی لہروں سے بولا جاتا ہے اور سنا جاتا ہے۔ وہ کان سے نہیں سن رہا ہے اور اسے سمجھا کہہ رہے ہو۔ کیا اسی طرح گفتگو کر کے تم اس سے کوئی اہم کی بات اگلوا سکو گے؟"

"سر! وہ مجھ جیسے ہاتھی کو بھی نگل جاتا ہے اور آپ اس سے کچھ اگلوانے کو کہہ رہے ہیں۔ خدا کے لئے مجھے پہاڑ گرانے کا کام دیں۔ آپ حکم دیں میں زمین کو آسمان سے ٹکرا دوں گا مگر اس کے آگے شاید اس کا باپ بھی نہیں بولتا ہوگا۔"

ایک افسر نے پوچھا "کیا زمین اور آسمان کو ٹکرا دینے سے ہمیں پوجا واپس مل جائے گی؟"

دوسرے افسر نے کہا "پاشا! ایک تم ہی رہ گئے ہو۔ ہمارے پاس اور کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں رہا ہے۔ تم اس سے عربی میں گفتگو کرو گے، اسے مقدس انجیل سناؤ گے، پاشا پاشا کی رٹ لگاؤ گے تو وہ کیسے سنجیدگی سے گفتگو کرے گا۔"

پاشا نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہا "آپ حضرات ذرا خاموش رہیں۔ پہلے میں اس کی آواز سنوں گا۔ اگر وہ اچھے موڈ میں ہوگا تو پھر خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کروں گا۔"

سب نے تائید کی۔ وہ پارس پر توجہ دے کر اس کی آواز سننے لگا پھر فوراً ہی واپس آگیا اور کہنے لگا "میں نہیں جاؤں گا، اس کے پاس نہیں جاؤں گا۔"

سپرباسٹر نے پوچھا "ایسی کیا بات ہو گئی ہے کہ نہیں جاؤ گے؟"

وہ برا سا منہ بنا کر بولا "وہ ٹائلٹ میں بیٹھا ہوا ہے۔"

سپرباسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران ایک دوسرے کو بے بسی سے دیکھنے لگے پھر سپرباسٹر نے کہا "پاشا! ہم نے سوچا تھا تم بڑی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو۔ گہری تاریکی میں حدِ نظر تک دیکھ لیتے ہو۔ ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتے ہو۔ بے پناہ جسمانی

قوت کے مالک ہو۔ اگر تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم آجائے تو دنیا کے تمام شہ زوروں کو حتیٰ کہ فرہاد کو بھی اپنے قدموں میں لے آؤ گے لیکن تم ہمارے تمام سابقہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح ناکارہ ثابت ہورہے ہو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں ٹرانسفارمر مشین کی ایجاد سے اب تک کے تجربات کو سامنے رکھ کر یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ قدرتی علم اور مصنوعی علم میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ہماری مشین سے جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوئے وہ یا تو حرام موت مرگئے یا باغی ہوگئے یا دشمنوں کے پابند ہوگئے۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "میں بھی مانتا ہوں۔ جو باغی ہوگئے یا دشمنوں کے ہوگئے وہ بھی فرہاد اور آمنہ (رسونتی) کے مقابلے میں مات کھاتے آرہے ہیں کیونکہ انہوں نے قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔"

تیسرے اعلیٰ افسر نے کہا "فرہاد اور آمنہ کی بات کیا کرتے ہو۔ مشین سے ٹیلی پیتھی سیکھنے والے تو فرہاد کے بیٹوں سے مات کھاتے ہیں۔"

سپرباسٹر نے کہا "میرا خیال مختلف ہے۔ سونیا ثانی، باربرا اور جے مورگن وغیرہ نے ہماری ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی سیکھی ہے اور وہ ہمارے لوگوں کے مقابلے میں کامیاب رہتے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں ٹیلی پیتھی بکواس ہے۔ اصل چیز ذہانت ہے، حاضر دماغی ہے، کسی مشکل مرحلے سے گزرنے کی حکمتِ عملی ہے، جو ہمارے لوگوں کو کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ میں "نصیب" کا لفظ اس لئے استعمال کررہا ہوں کہ ذہانت اور حاضر دماغی نصیب والوں کو ہی ملتی ہے ورنہ ہم نے اپنے تمام سابقہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو علوم اور تربیت دینے میں کبھی کوئی کمی نہیں چھوڑی۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم بھی درست کہتے ہو۔ پاشا کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اس کے پاس کئی غیر معمولی علوم ہیں۔ صرف ذہانت اور حاضر دماغی نہیں ہے اسی لئے اتنی ساری صلاحیتوں کے باوجود ناکام رہتا ہے۔"

ایک نے کہا "اب تو ہم آسانی سے پیش گوئی کرسکتے ہیں کہ ایک دن یہ پاشا بھی ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

دوسرے نے کہا "ہمیں اب تک ایک ہی ذہین شخص ملا تھا اور وہ تھا مائیک ہرارے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ ہم سے دور ہونے کے باوجود آج بھی اپنے ملک اور قوم کا وفادار ہے، پھر کیوں نہ آج اسے آزمایا جائے؟"

سب نے تائید کی۔ سپرباسٹر نے کہا "پاشا! ہمارا تھوڑا سا کام کردو۔ مائیک ہرارے کو مخاطب کرو اور اس سے کہو کہ فوراً ہم سے رابطہ کرے۔"

پاشا نے رابطہ کیا۔ پہلی بار ہرارے نے سانس روک لی۔ دوسری بار پاشا نے کہا "سپرباسٹر کو ابھی تمہاری ضرورت ہے۔"

مائیک ہرارے نے کہا "میں تمہارے دماغ میں رہ کر سپرباسٹر سے باتیں کروں گا۔ تم میرے دماغ سے جاؤ۔"

اس نے سانس روکی۔ پاشا نے دماغی طور پر موجود ہوکر کہا "مسٹر ہرارے میرے دماغ میں آچکے ہیں، آپ ان سے گفتگو کرسکتے ہیں۔"

سپرباسٹر نے کہا "مسٹر ہرارے! ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ تم محبِ وطن ہو اس لئے ایک مشکل وقت میں تمہیں یاد کیا ہے۔ ہم نے مشین کے ذریعے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے تھے مگر وہ تھوڑے بہت ایب نارمل ہوگئے ہیں۔ پتا نہیں مشین میں کیا خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ تمہارے جانے کے بعد ہمارے پاس صرف پوجا اور پاشا رہ گئے تھے مگر اچانک پوجا بھی ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ پتا چلا ہے کہ شی تارا نے اسے واپس حاصل کرلیا ہے۔ ہمارے پاس وہ ذہانت نہیں ہے کہ وہ پوجا کو پھر واپس لاسکے۔ تم اس سلسلے میں کیا کرسکتے ہو؟"

مائیک ہرارے نے کہا "پاشا کو الزام دینا مناسب نہیں ہے۔ اب سے پہلے بھی درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ لوگوں کے ہاتھوں سے نکلتے رہے لیکن آپ کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں واپس نہ لاسکے۔"

ایک افسر نے کہا "یہ ہم مانتے ہیں۔ اسی لئے ہم نے تمہیں یاد کیا ہے۔"

"اس سے پہلے کہ میں موجودہ مسئلے پر بات کروں، آپ سب بھی یہ ماننا چاہئے کہ آپ لوگوں کی بے جا پابندیوں کے باعث سارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے خود کو قیدی محسوس کیا اور موقع دیکھ کر فرار ہوگئے۔ خود مجھے آپ لوگوں نے میرے بنگلے میں نظربند کیا اور بغاوت پر مجبور کردیا۔ آپ لوگ اسے فوجی ڈسپلن کہتے ہیں برسوں سے نقصانات اٹھاتے آرہے ہیں مگر اپنے فوجی ڈسپلن میں لچک پیدا نہیں کرتے۔ اگر میں پوجا کو واپس لے بھی آؤں تو کیا ہوگا؟ پھر کسی دن وہ اور پاشا ہاتھ سے نکل جائیں گے۔"

سپرباسٹر نے کہا۔ "ہم تم سے بحث نہیں کریں گے کیونکہ برسوں سے نقصانات اٹھاتے آرہے ہیں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں اپنے اصولوں میں لچک پیدا کریں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "صرف اتنا ہی نہیں۔ آئندہ تمہیں اپنا مشیر مقرر کرتے ہیں۔ تمہارے مشوروں کے بغیر ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں کوئی چھوٹا بڑا قدم نہیں اٹھائیں گے۔ چاروں ایب نارمل ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی تمہارے حوالے کریں گے۔ تم ان کا معائنہ کرکے... ان میں خرابیوں کی وجہ معلوم کرسکتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ اب بتائیں کہ پوجا کو شی تارا ہیڈ کوارٹر سے کیسے لے گئی؟"

"وہ یہاں ہیڈ کوارٹر سے نہیں، اردن کے شہر عمان سے

مئی ہے۔ تم نے ٹی وی اسکرین پر دو انسانی جسموں کو سائے میں تبدیل ہوتے دیکھا ہوگا۔ ہم جوڈی نارمن کو جانتے ہیں۔ وہ دوسرا سایہ اینجی ہے۔ وہ اتفاق سے ہماری چارمنگ گرل سیلی کے پاس پہنچ گیا تھا۔ سیلی میں اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ اس سائے کو دوست بناکر ہمارے پاس لے آتی۔ یہ کام پوجا کرسکتی تھی۔ ہم نے اسے عمان بھیجا۔ وہ بڑی حد تک کامیاب رہی مگر ایسے ہی وقت شی تارا نے پوجا کو اپنے قابو میں کرلیا۔"

"یہ کیسے معلوم ہوا کہ شی تارا نے اسے ٹریپ کیا ہے؟"

"پاشا نے اپنی غیر معمولی سماعت سے شی تارا اور پوجا کی گفتگو سنی ہے۔ انہوں نے عمان چھوڑ دیا ہے اور کسی دوسری جگہ جارہی ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ کسی تدبیر سے معلوم کروں گا کہ شی تارا، پوجا کو کہاں لے جارہی ہے اور میں وہاں پہنچ کر اسے کس طرح حاصل کرسکتا ہوں۔"

مائیک ہرارے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ وہ پوجا کے مسئلے پر غور کرنے سے پہلے ان دو سایوں کے متعلق اپنے ذہن میں شدید کی بساط بچھا کر سوچ رہا تھا کہ وہ ان غیر معمولی گولیوں کو کس طرح ان دونوں سایوں سے حاصل کرسکتا ہے اور حاصل کرنے کے لیے ان سایوں تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔

وہ عمان کے اجلاس میں شریک ہونے والے ممالک کے اکابرین کے دماغوں میں جارہا تھا۔ عمان کے پولیس والے ان سایوں تک پہنچنے میں ناکام رہے تھے، البتہ ایک یہودی نمائندے کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ جوڈی نارمن نے خود کو یہودی ثابت کیا ہے اور اب یہودی تنظیم میں شامل ہونے کے لیے تل ابیب جاچکا ہے۔

اسے دوسرے سائے کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ وہ اسرائیل کے چند اہم اکابرین کے دماغوں میں گیا تو پتا چلا کہ جوڈی نارمن نے اپنی ایک ڈی یہودی تنظیم والوں کے پاس بھیجی تھی۔ جب اس ڈی کو گولی ماری جارہی تھی تو اصلی جوڈی نارمن نے اپنی ڈی کی زبان سے کہا تھا۔ "تمہاری یہودی تنظیم کا کوئی فرد اپنے اصلی سربراہ کو نہیں جانتا ہے۔ وہ بڑی آسانی سے تم لوگوں کے دماغوں میں آکر تمہارے خیالات پڑھتا ہے۔ تم سب کو اس پر بھروسا ہے لیکن تم لوگوں نے مجھ پر بھروسا نہیں کیا۔ ٹھیک ہے میری ڈی کو مار ڈالو۔ اس کی موت تم سب کو مہنگی پڑے گی۔ جوڈی نارمن اس ملک میں آچکا ہے، اپنی اپنی خیر مناؤ۔"

مائیک ہرارے کو ان باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ جوڈی کا سایہ تل ابیب میں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہودی تنظیم کا ایک بھی ہم فرد اپنے پراسرار سربراہ کو نہیں جانتا ہے۔ مائیک ہرارے کو ہاں تو کوئی طرح کی معلومات حاصل ہورہی تھیں لیکن فی الوقت ان معلومات سے فائدہ حاصل نہیں ہورہا تھا۔ ویسے وہ بڑا صابر تھا۔ صحیح وقت پر صحیح چال چلتا تھا۔

ایسے وقت پوجا کے متعلق معلوم ہوا کہ اب وہ امریکا سے محبت کرنے والی نہیں رہی۔ اپنی بہن شی تارا کے پاس پہنچ گئی ہے۔ ہرارے کو اپنے وطن سے محبت تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے صرف اس کے ملک کے لیے کام کریں اور یہ بہت ہی زیادہ نقصان دہ بات تھی کہ مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے امریکا چھوڑ جاتے تھے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کرکے پوجا سے رابطہ کرنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اس نے دوسری بار کوشش کی اور کہا۔ "سانس روکنے سے پہلے سن لو کہ میں مائیک ہرارے ہوں۔ تم سے پہلے باغی ہوکر سپرباسٹر وغیرہ کو چھوڑ چکا ہوں۔"

وہ آگے نہ بول سکا۔ پوجا نے سانس روک لی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ شی تارا کی ہدایات پر عمل کررہی ہے اور پارس سے عشق کرنے والی شی تارا کسی بھی خیال خوانی کرنے والے سے کسی طرح کا بھی رابطہ نہیں رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں پارس یاد آیا تو ہرارے نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پوچھا۔ "کون ہے بھائی؟"

"مجھے اپنا بھائی سمجھو، میں تمہارے پاپا کا مرید ہوچکا ہوں۔"

"پتا نہیں پاپا کو اس عمر میں پیر بننے کا شوق کیوں ہوگیا ہے اور انہوں نے تمہیں اپنا مرید بنالیا۔"

"میرا مطلب اس پیری مریدی سے نہیں ہے۔ دراصل تمہارے پاپا نے کئی بار میرے برے وقتوں میں میرا ساتھ دیا ہے، مجھے بڑی مصیبتوں سے بچایا ہے۔ ان کا بڑا پن یہ ہے کہ وہ مجھے بدستور اپنے وطن امریکا کا وفادار رہنے کی ہدایات کرتے ہیں۔"

"امریکا سے بڑا پیر تو کوئی ہے ہی نہیں۔ ہم سب کو اس کا وفادار اور مرید بن کر رہنا چاہیے۔ بائی دی وے، تم نے مجھے کیوں یاد کیا ہے؟"

"بات یہ ہے کہ شی تارا تمہاری... محبوبہ ہے اور تم شاید اس سے شادی کرنے والے ہو۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ....."

وہ بات کاٹ کر بولا۔ "یہ بات تو بہت پرانی ہوگئی ہے۔ میرے اور شی تارا کے درمیان نہ تو دوستی ہے، نہ محبت ہے اور نہ ہی

معاشرتی جبر کے خلاف ایک ادیبہ جنا کا قلم تیغ برہنہ بن جاتا ہے

ان کی کتاب

قندیل شاہین

سسکیاں بھرتے ہوئے خطوطوں کے لیے ان کی تحریریں مرہم کا درجہ رکھتی ہیں

اردو افسانے میں ہر دلعزیز ناول نگار کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوگیا!

کتابیات پبلی کیشنز

شادی کرنے والی کوئی حماقت ہے۔ وہ تم کو پسند ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"بھئی میری بات ادھوری رہ جاتی ہے اور تم بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہو۔"

"دیکھو مرید بھائی! یہ لڑکی کا معاملہ ہے۔ بزرگوں سے بات کرنا چاہیے۔ تم میرے پاپا پیر سے بات کرو۔"

اس نے سانس روک لی۔ مائیک ہرارے نے اپنی جگہ۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر زیرِ لب کہا۔ "اوہ گاڈ! اس سے باتیں کرنے سے پہلے تھمی پینا چاہیے۔ جو کہنا چاہو وہ بات بھلا دیتا ہے۔ میں تو شی تارا....."

وہ زیرِ لب بڑبڑانے کے دوران چونک گیا۔ سوچنے لگا۔

"نہیں۔ اس کی ایک بات کے پیچھے دوسری بات چھپی ہوتی ہے۔ آخر بیٹا کس کا ہے؟ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ شی تارا مجھے پسند ہے تو اسے اعتراض نہیں ہے۔ یعنی میں شی تارا سے دوستی کر سکتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے مجھ سے رابطہ کیا اور کہا۔ "آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔ ایک ضروری کام ہے۔"

میں نے کہا "تکلف نہ کرو۔ بولو کیا کام ہے؟"

"ابھی میں نے پارس سے رابطہ کیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ شی تارا سے اس کی دوستی ختم ہو چکی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟"

"بالکل درست ہے۔ تمہیں یقین کیوں نہیں آرہا ہے؟"

"وہ دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے۔ اب آپ کہہ رہے ہیں تو شبے کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ دونوں میں علیحدگی کیوں ہو گئی؟"

"علیحدگی کی بنیاد اس وقت پڑی جب یہودی تنظیم والے تمہارا برین واش کرنا چاہتے تھے۔ ہم نے تمہیں وہاں سے ہٹا کر تمہاری جگہ پارس کو پہنچا دیا تاکہ ہم یہودی تنظیم کے اندر تک پہنچ سکیں۔ یہ بات شی تارا جانتی تھی۔ جب ہم نے یہودی خیال خوانی کرنے والوں کا توڑ کیا تو شی تارا نے سب سے آخر میں موقع پا کر پارس پر تنویمی عمل کیا۔ وہ اسے ہمیشہ کے لیے تابعدار بنا کر رکھنا چاہتی تھی۔ وہ میرے بیٹے کے صرف دل پر ہی نہیں، دماغ پر بھی حکومت کرنا چاہتی تھی۔"

وہ بولا۔ "یہ تو سراسر احسان فراموشی اور دغابازی تھی۔ آپ نے اسے کوئی سزا نہیں دی؟"

"جب اس کی سزا کا وقت آئے گا تو اسے خود سزا ملے گی۔"

"تو پھر سمجھئے سزا کا وقت آگیا ہے۔ وہ ہم سے بھی دشمنی کر رہی ہے۔ اس نے پوجا کو ہم سے چھین لیا ہے۔ میں اب تک اس لیے خاموش تھا اور اس سے رابطہ نہیں کر رہا تھا کہ وہ آپ کی ہونے والی بہو ہے۔"

"اگر وہ ہونے والی بہو ہوتی تو میں اس کے خلاف تمہیں کوئی حرکت کرنے نہ دیتا۔ تم اس کے خلاف جو کرنا چاہو کر سکتے ہو۔"

"اب میں سب سے پہلے یہ معلوم کروں گا کہ وہ پوجا کو لے کر کہاں گئی ہے؟"

"میں بتاتا ہوں۔ وہ ابھی پندرہ منٹ کے بعد تل ابیب پہنچنے والی ہے۔ وہاں ایک گھنٹے کے اندر کہیں رہائش اختیار کرے گی۔ ایک گھنٹے کے بعد اس کے اندر پہنچ کر اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنی معمولہ بنا سکتے ہو۔"

وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولا۔ "سر! آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا میرے جانے سے وہ سانس نہیں روکے گی؟"

"نہیں۔ وہ زخمی ہے۔ تم ابھی خاموشی سے جا کر دیکھ لو۔ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی لیکن تم اسے غافل نہ کرنا۔ پہلے اسے کسی رہائش گاہ میں آرام سے لیٹنے دو۔"

ہرارے نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور چشم زدن میں تارا کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ میرے پاس واپس آکر بولا۔ "سر! واقعی آپ گرو ہیں۔ جو مسئلہ میرے لیے پہاڑ تھا، اسے آپ نے تنکا بنا دیا ہے۔"

"میری تعریف نہ کرو اور ایک ضروری بات یاد رکھو۔ میں کئی بار شی تارا کے دماغ میں جا چکا ہوں۔ میں نے محسوس کیا کہ کوئی انجانی سی قوت اسے اور پوجا کو وہاں لے گئی ہے۔ شی تارا کے دماغ میں بعض اوقات سوچ کی جو لہریں پیدا ہوتی ہیں، انہیں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی دوسری بول رہی ہو۔ اسے بہت تو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اب جاؤ۔"

وہ تہِ دل سے میرا شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ شی تارا عمان سے اچانک تل ابیب خود ہے۔ وہاں جانے اور رہنے کا خیال اس کے دماغ میں پیدا کر اور مجھے یقین کی حد تک شبہ تھا کہ وہ زیرِ زمین رہنے والی کر رہی ہے۔

جمیلہ رازی کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ کہہ رہی تھی یہ آپ کی بہت بری عادت ہے۔ کھانے کے وقت خیال خ کریں۔"

میں جمیلہ اور ہیرو کے ساتھ کھانے کی میز پر تھا۔ میں "وہ مائیک ہرارے اچانک ایک مسئلہ لے کر آگیا تھا۔ ا ہے۔ چلو کھانا شروع کرو۔"

ہیرو نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا۔ "ہم آج فلائٹ سے بابا صاحب کے ادارے میں جا رہے ہیں۔ خوشی ہو رہی ہے۔ جناب تمیزی صاحب نے مجھ ادھو مکمل انسان بنا دیا ہے۔"

ہم فرانس جا رہے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے پیغام آیا تھا کہ میرا بیٹا کریا علی اور بیٹی اعلیٰ بی بی (ثانی سات ماہ کے ہو چکے ہیں۔ وہ اپنی ماں کے زیرِ سایہ ہیں انہیں باپ کی بھی ضرورت ہے۔ ان دونوں کی تربیت ماں باپ کے سائے میں لازمی ہے۔ اس لیے ہم غیر معینہ مدت کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں جا رہے تھے۔

خیال تو یہی تھا کہ بابا صاحب کے ادارے میں کچھ عرصہ سکون سے گزرے گا لیکن آگے کی بات کون جانتا ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہاں تقدیر کیا تماشے دکھانے والی ہے۔ کسی کسی کو دعائیں دی جاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آرام اور سکون سے رکھے لیکن میرے قارئین یہ نہیں چاہتے کہ میں آرام سے رہوں۔ لہٰذا اتنا بتا دوں کہ آرام سے رہنے نہیں پاؤں گا کیونکہ میری بیٹی اعلیٰ بی بی (ثانی) پر مصیبت آنے والی تھی۔ وہ زیرِ زمین رہنے والی شی تارا اندیشوں میں گھری ہوئی تھی۔ اندیشے بھی ایسے کہ وہ خوابوں میں ایک ننھی سی بچی کو دیکھ کر چونک جاتی تھی پھر صبح تک اسے نیند نہیں آتی تھی۔

○☆○

جن ڈاکٹروں اور سائنس دانوں نے اسکرین پر دو انسانوں کو سایہ بنتے دیکھا تھا، وہ حیران تھے۔ عقل تسلیم نہیں کر رہی تھی کہ وہ گویائی طبی سائنس سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ جادوگری لگ رہی تھی مگر جب آنکھیں دیکھ لیتی ہیں تو عقل اسے جھٹلا نہیں سکتی۔

ان دونوں سایوں کو تلاش کرنے کے لیے دنیا کے نامور جاسوسوں کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ عوام کو بڑے بڑے انعامات کا لالچ دیا گیا کہ جو ان سایوں کی نشاندہی کرے گا اسے انعامات سے نوازا جائے گا۔ کئی سائنس داں اس تجربے میں مصروف ہو گئے تھے کہ کسی بھی سائے کو کس طرح ایک جگہ منجمد کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایسی کوئی تکنیک معلوم ہو جائے تو ان دونوں سایوں کو کہیں بھی دیکھتے ہی ایک جگہ منجمد کر دیا جائے گا تاکہ وہ کسی دوسرے سائے میں مل کر گم نہ ہو سکیں۔ وہ قیدیوں کی طرح ایک جگہ ساکت رہ جائیں گے پھر انہیں حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنے جسموں کو اپنے سایوں میں سے نکال کر باہر لائیں۔

اس تجربے میں کامیابی کے لیے ضروری تھا کہ پہلے سایہ بننے والا فارمولا پڑھا جائے اور اس کی تکنیک سمجھی جائے مگر وہ فارمولا جوڈی کے پاس تھا جسے وہ چھپائے پھر رہا تھا۔ اسے یہ موقع نہیں مل رہا تھا کہ وہ شہری علاقے چھوڑ کر پہاڑی علاقوں میں جائے اور مختلف چٹانوں پر فارمولے کے مختلف حصے کندہ کر سکے۔ وہ ابھی ثانی اور علی کے ساتھ تھا اور وہ اسے منڈولا کی تلاش میں لیے پھرتے تھے۔

جوڈی کے لیے داؤد منڈولا تک پہنچنا بھی لازمی تھا۔ وہ منڈولا کی گرون ڈیوچ کو ہی معلوم کر سکتا تھا کہ یہودی تنظیم نے کون سی نئی شکل اختیار کی ہے اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کون سا نیا لب و لہجہ اپنایا ہے۔

اب یہ اطلاع بھی عام ہو گئی تھی کہ جوڈی کا سایہ اسرائیل کے شہر تل ابیب پہنچا ہوا ہے۔ اس اطلاع کے بعد تمام بین الاقوامی شہرت رکھنے والے جاسوس وہاں آرہے تھے۔ دنیا کے تمام بڑے اخباروں کے رپورٹرز اور فوٹوگرافرز وہاں جمع ہو رہے تھے۔ دوسرے سائے کا پتہ زیادہ تھا کہ وہ کس ملک یا کس شہر میں ہے؟

ایسے ہی وقت اسرائیل کی ایک سرکس کمپنی نے اعلان کیا کہ وہ دوسرے دن کے شوز میں ایک عجیب و غریب تماشا پیش کر رہی ہے، سرکس کے کمالات دکھانے والوں میں ایک ایسا باکمال انسان بھی ہے جو نظر نہیں آتا۔ صرف اس کا سایہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ سایہ نہایت ہی دلچسپ تماشے دکھائے گا۔

سرکس کمپنی کی اس پبلسٹی نے تہلکہ مچا دیا۔ مملکتِ اسرائیل میں کھلبلی مچ گئی۔ پولیس، فوج اور انٹیلی جینس کے لوگوں نے فوراً ہی اس کمپنی کا گھیراؤ کیا۔ اس کے مالک کو گرفتار کر کے پوچھا۔ "وہ سایہ کہاں ہے؟"

"وہ اسی شہر میں کہیں ہے۔ پچھلی صبح وہ میرے پاس آیا تھا۔ مجھ سے کہنے لگا کہ وہ بھی آئندہ ہمارے تمام شوز میں اپنے کرتب دکھائے گا۔ میں نے اس سے کہا، تم وہی سائے ہو، جسے ساری دنیا تلاش کر رہی ہے۔"

وہ بولا۔ "بھلا ساری دنیا کیسے تلاش کرے گی۔ دنیا والے اپنے گھروں میں ہیں یا اپنے کاروبار سے لگے ہوئے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میری ذات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ جو دولت مند ہیں، وہ دنیا کے گوشے گوشے سے مجھے دیکھنے آئیں گے۔ اس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں ایک ٹکٹ کی قیمت ایک ہزار ڈالر رکھوں۔ بڑے بڑے دوست اور بڑے بڑے دشمن اسے دیکھنے آئیں گے۔"

"ہمیں اس کا پتا بتاؤ۔"

"اس کا پتا خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں نے اس کی بات ماننے سے انکار کیا تھا۔ اس نے دھمکیاں دی ہیں کہ اس کے بغیر میرا کوئی شو نہیں ہوگا۔ میرا کوئی بازیگر، رسّے پر کرتب دکھائے گا تو وہ اسے گرا دے گا۔ کوئی بلندی پر جھولے کے کمالات دکھائے گا تو وہ جھولے کی رسّی کاٹ دے گا۔ ہاتھی اور شیر کے تمام پنجرے کھول دے گا پھر خونخوار شیر یہاں کے علاقوں اور گلیوں کے لوگوں کو چیرتے پھاڑتے پھریں گے۔ صرف اتنا ہی نہیں، وہ چڑیا گھر کے شیروں کے پنجرے بھی کھول دے گا۔"

یہودی تنظیم کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سرکس کے مالک کے دماغ میں پہنچے ہوئے تھے۔ مائیک ہرارے، پاشا، شی تارا، پوجا اور جوڈی نارمن بھی پہنچا ہوا تھا۔ اس سائے کو حیرانی تھی کہ دو سرا سایہ خود کو کیوں ظاہر کر رہا ہے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں صرف مجھے اور ثانی کو معلوم تھا کہ یہ پارس کی شرارت ہے اور شرارت کے ذریعے وہ کچھ کر گزرنے والا ہے۔

اسرائیل کے اعلیٰ فوجی افسروں نے حکم دیا کہ سرکس کا شو ضرور ہو تاکہ وہ اس سائے کو دیکھ سکیں لیکن پہلا شو صرف فوج،

اعلیٰ حکام' پولیس اور انٹیلی جنس والوں کے لیے مخصوص رہے گا۔ عام تماشائیوں کے لیے دوسرا اور تیسرا شو رکھا جائے۔ سرکس کے مالک نے ان کا یہ حکم سر جھکا کر تسلیم کرلیا۔

پتا چلا کہ کئی ممالک کے اکابرین اپنے خصوصی جہاز اور ہیلی کاپٹرز میں اس سائے کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے آرہے ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے بھی خاص نشستوں کے انتظامات کیے گئے۔ ملکی اور غیر ملکی پریس والے بھی شور مچا رہے تھے کہ انہیں پہلے شو میں آنے کا موقع دیا جائے لیکن سرکس کے اطراف فوج کا سخت پہرا تھا۔ کسی انسان کو تو کیا جانور کو بھی وہاں سے گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔

عام و خاص میں یہ بحث جاری تھی کہ کون سا سایہ سرکس کے رنگ میں تماشے دکھانے آئے گا۔ داؤد منڈولا اور یہودی تنظیم کے اہم افراد یہ سمجھنے پر مجبور تھے کہ ایسا جوڈی نارمن کر رہا ہے۔ اس کی ڈی کو گولی ماری گئی تھی اور اس نے چیلنج کیا تھا کہ اس کی ڈی کی موت انہیں بہت مہنگی پڑے گی۔

تنظیم کے افراد مختلف آوازوں میں فون کے ذریعے اپنے اعلیٰ حکام کو اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسروں کو سمجھا رہے تھے کہ اس شہر میں جوڈی نارمن ہے۔ وہ بہت خطرناک انتقام لینے والا ہے کیونکہ یہودی تنظیم نے اس کی ڈی کو ہلاک کیا تھا۔ اگر پہلے شو میں اسرائیل کے اعلیٰ حکام' اعلیٰ فوجی افسران' پولیس' انٹیلی جنس والے اور غیر ملکی اکابرین ہوں گے تو جوڈی کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ وہ تمام اہم اکابرین کو ایک جگہ سرکس کے پنڈال میں جمع کر کے ان کی ہلاکت کا سامان کر چکا ہوگا۔

یہ ماننے والی بات تھی۔ جوڈی ایسا کر سکتا تھا۔ جب کہ وہ کچھ نہیں کر رہا تھا۔ ادھر یہودی تنظیم والوں کے لیے یہ مشکل پیدا ہو گئی تھی کہ اسرائیل کے تمام اکابرین انہیں یہودی تنظیم کے افراد تسلیم نہیں کر رہے تھے کیونکہ انہوں نے اپنا لب و لہجہ بدل دیا تھا۔ دوسری آواز میں بول رہے تھے۔ اب اسرائیل میں برین آدم انٹیلی جنس کے چیف کی حیثیت سے نہیں رہا تھا۔ اس کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے عہدے سے استعفا دیکر فرانس چلا گیا ہے۔ الپا' میری آدم' ٹالبوٹ اور مونارو خیال خوانی کے ذریعے چند حکام اور فوجی افسران کو سرکس میں جانے سے روک سکتے تھے لیکن جانے والوں کی تعداد سیکڑوں میں تھی۔ ان میں غیر ملکی معزز اکابرین بھی تھے۔ وہ ان سب کو نہیں روک سکتے تھے۔

داؤد منڈولا تنظیم کے تمام افراد کے دماغوں میں پہنچ کر کہہ رہا تھا۔ "ہم اپنے تمام اکابرین کو قائل نہیں کر سکیں گے۔ اب ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے کہ سرکس کا شو نہ ہونے دیا جائے۔ اس شو کے شروع ہونے میں ابھی چھ گھنٹے ہیں۔ ہم وہاں پہرا دینے والے چند فوجی جوانوں کے ذریعے بم کے دھماکے اور دہشت گردی شروع کردیں۔ اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے وہاں جتنے شیر پنجروں میں ہیں انہیں گولی مار دیں۔ ہم جوڈی کو اتنی خطرناک انتقامی کارروائی سے اسی طرح روک سکتے ہیں اور اپنے ملک کے تمام بڑوں کو اسی طرح موت سے بچا سکتے ہیں۔"

جوڈی نارمن کے فرشتوں نے بھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ تمام بڑوں کو ایک پنڈال میں جمع کر کے انتقامی کارروائی کر سکتا ہے۔ وہ ثانی اور علی کے ساتھ ان کی رہائش گاہ میں تھا اور حیرانی سے کہہ رہا تھا۔ "یہ دوسرا سایہ میرے پیچھے یہاں تک آگیا ہے اور پتا نہیں کیوں ایسی احمقانہ حرکت کر رہا ہے۔ اس سائے کو میری طرح روپوش رہنا چاہیے تھا لیکن وہ تمام حکام اور فوج کی موجودگی میں خود کو ظاہر کر رہا ہے۔"

علی نے کہا۔ "بظاہر تو یہ اس کی حماقت ہی لگتی ہے لیکن دوسرے پہلو سے سوچو' وہ خود کو نہیں تمہیں ظاہر کر رہا ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"وہی جو تمہاری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ دوست یا دشمن کوئی نہیں جانتا کہ وہ دوسرا سایہ کون ہے۔ یہودی تنظیم اور دوسرے اکابرین تو صرف تمہارے بارے میں جانتے ہیں کہ تم اسی شہر میں موجود ہو۔ اب ذرا غور کرو۔ وہ سایہ خود کو نہیں تمہیں پیش کر رہا ہے۔"

"اس طرح احمقانہ انداز میں خود کو یا مجھ کو پیش کر کے وہ میرا کیا بگاڑ لے گا۔ میں تو یہاں محفوظ رہوں گا۔"

ثانی نے کہا۔ "شیطان کی چال پہلے سمجھ میں نہیں آتی اور جب سمجھ میں آتی ہے تو وقت گزر چکا ہوتا ہے۔"

جوڈی نے کہا۔ "میں بھی دیکھوں گا کہ وہ کتنا بڑا شیطان ہے۔ میں کسی بھی فوجی افسر کے جسم میں سما کر وہاں رہوں گا اور اگر وہ بھرے مجمع میں خود کو جوڈی نارمن کہے گا تو میں کسی کے بھی دماغ میں جا کر اعلان کروں گا کہ وہ سایہ جھوٹا ہے۔ اصل جوڈی میں ہوں۔"

"یعنی اس طرح وہ تمہیں بھرے مجمع میں ظاہر ہونے اور کچھ کہنے پر مجبور کردے گا۔"

"آں؟" جوڈی سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔ "نہیں میں خود کو ظاہر نہیں کروں گا۔ اگر وہ خود کہے۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ بہت زبردست بم کے دھماکے کی آواز سنائی دی تھی۔ جس میدان میں سرکس لگا ہوا تھا' وہاں سے ثانی اور علی کی رہائش گاہ زیادہ دور نہیں تھی۔ وہ سب خطرہ محسوس کرتے ہی مکان سے نکل کر باہر آئے۔ مرد' عورتیں' بچے' بوڑھے سب خوفزدہ ہو کر بھاگ رہے تھے۔ جہاں میدان تھا' وہاں آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اور یکے بعد دیگرے دھماکے ہو رہے تھے۔ اس میدان میں ایسا لگ رہا تھا جیسے دو مخالف فوجوں میں جنگ چھڑ گئی ہے۔ آگ کے شعلوں کے ساتھ اب دھوئیں کے بادل آسمان کی طرف اٹھ رہے تھے۔

ایسی افراتفری اور بھاگ دوڑ کے دوران ثانی نے ایک جگہ رک کر پارس کو مخاطب کیا اور کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد پوچھا۔ "اے بدمعاش! یہ سرکس کے میدان میں کیا ہو رہا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اکثر قوموں کو آپس میں لڑنے مرنے کا شوق ہوتا ہے۔ یہ یہودی بھی آپس میں ہی کھیل کھیل رہے ہیں۔"

"صاف صاف کہو۔ معاملہ کیا ہے؟"

"یہودی تنظیم حب الوطنی دکھا رہی ہے۔ یہ تنظیم نہیں چاہتی کہ اسرائیلی اکابرین اور غیر ملکی مہمان سرکس میں جائیں اور وہاں جوڈی نارمن اپنے چیلنج کے مطابق اس ایک پنڈال کے سائے میں تمام بڑوں کو ختم کردے۔ چونکہ تنظیم نے اپنا تشخص' اپنا لب و لہجہ اور طریقۂ کار بدل دیا ہے۔ برین آدم بھی تبدیل ہو گیا ہے اس لیے اسرائیلی اکابرین ان کی یہ بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھے کہ وہ سایہ سرکس میں کوئی گڑبڑ کرے گا۔ چونکہ تمام اکابرین کی سلامتی ضروری تھی اس لیے یہودی تنظیم کے تمام خیال خوانی کرنے والے اس سرکس کو بموں کے دھماکوں سے نیست و نابود کر رہے ہیں۔ اس طرح نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اسرائیلی اکابرین اب اپنی ہی یہودی تنظیم پر بھروسا نہیں کر رہے ہیں؟"

"باربرا ان اکابرین کے دماغوں میں جاتی ہے۔ وہ میری معلومات کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ ثانی نے دوسری بار اس کے پاس جا کر کہا۔ "زیادہ مغرور نہ بنو۔ جب چاہا سانس روک کر بھگا دیا۔ گدھے کہیں کے' میرے پاس بھی تمہارے لیے اہم معلومات ہیں۔ جوڈی نارمن ہمارے ساتھ ہے۔ ہم نے اسے پوری طرح اپنے اعتماد میں لے لیا ہے۔"

"کیا واقعی جوڈی تمہارے ساتھ ہے۔"

"ہاں یقین کرو۔ کبھی آکر چھپ کر دیکھ لو۔"

"لعنت ہے تم پر۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم میرے بھائی کو چھوڑ کر جوڈی کے ساتھ رہو گی اور مجھ سے کہہ رہی ہو کہ میں آؤں اور چھپ کر دیکھوں۔"

"تم پر لعنت۔ ہزار بار لعنت۔ اب سانس روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود ہی جا رہی ہوں۔"

پارس نے ایک دم سے کہا۔ "ارے یہ علی کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ دیکھو اس بھیڑ میں ہے۔ کچھ لوگ اسے سنبھال رہے ہیں۔"

بموں کے دھماکے کے باعث لوگوں کا ہجوم چاروں طرف دوڑتا بھاگتا دکھائی دے رہا تھا۔ بچھڑا ہوا علی ان میں گم ہو گیا تھا۔ وہ تڑپ کر ادھر اُدھر دیکھتی ہوئی بولی۔ "کہاں ہے؟ میرا علی کہاں ہے؟ جلدی بتاؤ۔ وہ کہاں ہے؟"

"ارے ادھر تمہارے دائیں طرف ایک سرخ شلوار اور دوپٹے والی کے اوپر گرا ہوا ہے۔"

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو جلدوں میں

تاریک براعظم کے پراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور سفلی کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت —— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا —— شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا —— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

کتابی شکل میں پہلی بار منظرِ عام پر آئی ہے

قیمت فی حصہ -/۱۲۰ روپے' علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

اس نے دائیں طرف دیکھا تو وہ بولا۔ "کیا یہودیوں کے اس ملک میں کوئی لڑکی شلوار دوپٹا پہنتی ہے۔ ابھی تم نے مجھ پر لعنت بھیج کر کہا تھا کہ جاری ہو مگر بار بار آ رہی ہو۔ یہ لعنت بھیجنے کے بعد کب تک آتی رہو گی۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر مسکراتے ہوئے بولی۔ "تم پکے بدمعاش ہو۔"

علی نے پیچھے سے آ کر شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "یہاں کیوں رک گئی ہو اور یہ کسے بدمعاش کہہ رہی تھیں؟"

"اس دنیا میں ایک ہی ہے جسے میں دل سے پیار کرتی ہوں۔"

علی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اچھا تو وہ تمہیں پریشان کر رہا تھا۔ آؤ ہمیں یہاں سے ذرا دور جانا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کوئی پٹاخا ادھر بھی آ جائے۔۔۔"

وہ دونوں وہاں سے دور جانے لگے۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر اور وہاں کے حکمرانوں کو اطلاعات ملنے لگیں کہ سرکس والے میدان میں بم پھٹ رہے ہیں اور وہاں ایسی تباہی ہو چکی ہے کہ پورا سرکس اس میدان سے مٹ گیا ہے۔ گورنر ہاؤس میں فوری اجلاس طلب کیا گیا۔ اس اجلاس میں سرکس کا مالک ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا "میں تو لٹ گیا۔ آپ کے مسلح فوجی جوانوں کی موجودگی میں میرے سرکس کا ایک انسان تو کیا' جانور بھی زندہ نہیں بچا ہے۔ میں شہر سے باہر تھا۔ اس لیے آپ کے سامنے نظر آ رہا ہوں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "حکومت کی طرف سے تمہارا تمام نقصان پورا ہو جائے گا۔ اب تم جاؤ۔"

"کہاں جاؤں؟ میرے رہنے کے لیے تو سرکس کا ایک خیمہ بھی نہیں رہا لیکن وہ مجھے خیمہ سمجھ کر میرے اندر رہتا ہے۔"

"کون تمہارے اندر رہتا ہے؟ تم کس کی بات کر رہے ہو؟"

"اس سائے کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ وہ جوڈی نارمن ابھی' ان لمحات میں میرے اندر چھپا ہوا ہے۔"

"کیا؟" تمام حکمران اور فوجی افسران بڑی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے' چونک کر کھڑے ہو گئے اور سرکس کے مالک کو یوں دیکھنے لگے جیسے اس کے اندر سائے کو دیکھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

پارس اس کے اندر سے نکل کر اس کے برابر کھڑا ہو گیا۔ اب سرکس کا مالک اور سایہ ایک دوسرے کے شانہ بشانہ پیچھے ایک دیوار پر نظر آ رہے تھے۔ پارس نے جوڈی کی آواز اور لہجے میں کہا۔ "میں چاہتا تھا' یہاں یہودی تنظیم کا سربراہ بن جاؤں مگر پتا چلا کہ داؤد منڈولا اور ایک پراسرار دیوی نے یہودی تنظیم کے تمام اہم افراد کو مار ڈالا۔ برین آدم استعفا دیکر فرانس جا رہا تھا۔ اسے بھی ختم کر دیا گیا۔ اب منڈولا نے ایک جعلی یہودی تنظیم بنائی ہے اور یہ تاثر دے رہے ہیں کہ انہوں نے لب و لہجہ اور اپنی اپنی شخصیت

اور کبھی تمہارے دماغوں میں آ کر سمجھا رہے تھے کہ سرکس دیکھنے نہ جاؤ ورنہ جوڈی نارمن تم سب کو ایک ہی جگہ ہلاک کر دے گا۔"

کئی حکمرانوں اور فوجی افسروں نے تائید میں کہا کہ ان سے چند خیال خوانی کرنے والوں نے ایسی باتیں کہی تھیں۔ پارس نے کہا۔ "آپ حضرات نے انہیں یہودی تنظیم کے افراد ماننے سے انکار کر دیا اور سرکس میں جانے کے فیصلے پر قائم رہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ آپ لوگ دانشمند ہیں اور ان کے بہکائے میں نہیں آ رہے ہیں تو انہوں نے مجھے بدنام کرنے کے لیے خیال خوانی کے ذریعے آپ کے فوجی جوانوں کو آلۂ کار بنایا اور ان کے ذریعے اس بیچارے کے سرکس کو تباہ کر دیا۔"

وہ تمام اکابرین میز کے اطراف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مسز جوڈی! تمہاری مختصر سی بات نے سارا معاملہ صاف کر دیا ہے۔ واقعی ہم میں سے کئی افسران اور حکمرانوں کو چند اجنبی آوازوں نے کبھی فون کے ذریعے اور کبھی خیال خوانی کے ذریعے سرکس میں جانے سے باز رکھنے کی کوششیں کیں۔ تم درست کہہ رہے ہو۔ آؤ وہاں ایک کرسی پر بیٹھو۔"

پارس نے کہا۔ "مجھے اس اجلاس سے دلچسپی نہیں ہے۔ میں پیدائشی یہودی ہوں۔ جس منڈولا اور دیوی نے ہماری یہودی تنظیم کو نابود کیا ہے' ہمارے بہترین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مار ڈالا ہے' میں انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میرا خیال تھا کہ دیوی اور منڈولا جب میرے سرکس میں آنے کا ذکر سنیں گے تو مجھے ٹریپ کرنے ضرور آئیں گے لیکن انہوں نے میری توقع کے خلاف دوسری چال چلی ہے۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

اسی وقت ایک نوجوان عورت اس ہال میں داخل ہو کر بولی۔ "یہ جوڈی نارمن! جھوٹ بولتا ہے۔ ہماری یہودی تنظیم سلامت ہے۔ میں اس عورت کی زبان سے الپا بول رہی ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دوسری عورت وہاں آئی پھر بولی۔ "میں بھی الپا ہوں۔ اس عورت کی زبان سے بول رہی ہوں۔ دیوی جی صرف تم ہی آواز بدل کر دھوکا دینا نہیں جانتی ہو میں بھی الپا کی آواز بنا کر بول رہی ہوں لیکن الپا نہیں ہوں۔ اگر تم الپا ہو تو تم نے اور تنظیم کے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں نے ان حکمرانوں اور افسروں سے دوسری آوازوں میں باتیں کیوں کی تھیں۔ اگر کوئی مجبوری تھی تو اب تم الپا بن کر کیوں بول رہی ہو؟"

اس بات کا جواب نہیں تھا۔ حالانکہ سچ مچ الپا اس پہلی عورت کی زبان سے بول رہی تھی۔ دوسری عورت نے کہا "میں صرف سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ ثابت کرنے آئی تھی۔ مجھے مسٹ جوڈی نے ایسے ہی وقت آنے کے لیے کہا تھا اب میں جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ ایک اعلیٰ افسر نے الپا سے پوچھا۔ "دیوی! آج کا ہتھیار ایٹم بم تھا۔ تم نے ہمارے یہودیوں کو ہمارے کھنڈر میں بلا کر امریکا میں گرفتار کرا دیا اور مائیک ہرارے کو ہم سے چھین کر لے گئیں۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "تم اور داؤد منڈولا نے ہماری خفیہ تنظیم کو مٹا ڈالا ہے۔ اب ہم تمہارے بہکائے میں نہیں آئیں گے۔"

پارس نے کہا "یاد رکھو میں یہودی جوڈی نارمن ہوں۔ ایسا لوہے کا چنا ہوں کہ آئندہ تم میری قوم کو چبا نہیں سکو گی۔"

یہ کہہ کر وہ سایہ جانے لگا۔ الپا دماغی طور پر اپنے خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں کے پاس حاضر ہو گئی۔ اس کے اطراف مارٹن رسل' میری آدم' ٹالبوٹ اور مونارو تھے۔ ان سب نے الپا کے ساتھ اس اجلاس میں رہ کر جوڈی کی جھوٹی باتیں سنی تھیں اور اب برین آدم کو بتا رہے تھے کہ اس جوڈی کے بچے نے یہودی تنظیم کی تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر ان سب کو آنجہانی ثابت کر دیا ہے۔

برین آدم نے کہا۔ "واقعی زبردست چالیں چل رہا ہے۔ میں نے بھی تم سب کی طرح پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرہ تبدیل کیا ہے۔ اس نے مجھے بھی مردہ قرار دیا ہے۔"

مارٹن رسل نے کہا۔ "ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جوڈی بڑی تیاریوں کے ساتھ قتل اپیب آئے گا۔ ہم اسے تنہا خیال خوانی کرنے والا سمجھتے تھے مگر اس کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت ہے۔ اس نے ہمارے اکابرین کے اجلاس میں الپا کو جھوٹا اور فراڈ ثابت کر دیا ہے۔"

وہ باتیں کر رہے تھے۔ منڈولا ان کے درمیان نہیں تھا اور پہلے کی طرح ہر ایک کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ ان کے بدلے ہوئے لب و لہجے کے مطابق اسے ان پر تنویمی عمل کر کے ان سب کا عامل اور سربراہ بننے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ ویسے دیوی شی تارا اسے کسی کے بھی دماغ میں پہنچا دیتی تھی۔ اس طرح دیوی شی تارا کی مرضی سے اس کی سربراہی قائم تھی۔ اس نے کہا۔ "میں منڈولا ہوں۔ مونارو کی زبان سے بول رہا ہوں۔ جوڈی نارمن دراصل مجھے مار کر یا اپنا معمول بنا کر ہماری تنظیم کا سربراہ بننا چاہتا ہے۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ اس کی ڈی کی موت ہمیں مہنگی پڑے گی۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس کی آمد ہمیں بڑی مہنگی پڑ رہی ہے۔"

مارٹن رسل نے کہا۔ "ہمیں سوچنا یہ ہے کہ اس کا توڑ کیا کریں۔ پچھلی تنظیم کے وقت اسرائیلی حکام اور فوجی اعلیٰ افسران ہمارے برین آدم اور الپا کی ہربات پر اعتماد کرتے تھے۔ اب وہ اعتماد ختم ہو چکا ہے۔"

"ہاں ختم ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود ہم ملک اور قوم کے کام آ رہے ہیں۔ ہم نے سرکس کو تباہ کر کے جوڈی نارمن کی چال ناکام بنا دی ورنہ وہ سرکس کے پنڈال میں ایک ہی جگہ ہمارے ملک کی بڑی ہستیوں کو مار ڈالتا۔ ہم نے اپنے حکمرانوں اور فوج کے بہترین اعلیٰ افسروں کو نئی زندگی دی ہے۔"

سب نے تائید میں کہا کہ بے شک انہیں نام کی نہیں کام کی ضرورت ہے۔ وہ جلد ہی کسی طرح جوڈی نارمن کو عیسائی ثابت کر کے قتل کر دیں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کب تک سایہ بن کر چھپا رہے گا؟

○☆○

مائیک ہرارے کی چاندی ہو گئی تھی۔ اسے شی تارا کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ میں نے ہرارے کو تاکید کی تھی کہ کسی نامعلوم دیوی سے محتاط رہے۔ شبہ ہے کہ شی تارا اس دیوی کے زیر اثر ہے۔ ہرارے نے کئی بار خاموشی سے اس کے اندر جا کر خیالات پڑھے۔ جب یقین ہو گیا کہ تنویمی عمل کے دوران کوئی نامعلوم ہستی رکاوٹ نہیں بنے گی تو اس نے شی تارا پر عمل کر کے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا۔

اس کے بعد پوجا کی باری تھی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک لیتی تھی۔ اس پر قابو پانے کے لیے ہرارے نے معمول کے مطابق اپنی معمولہ شی تارا کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلائی اور اسے بھی اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا۔ اس نے زبردست کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد میرے پاس خیال خوانی کے ذریعے آ کر شکریہ ادا کیا۔ میں نے کہا۔ "تمہیں کئی بار سمجھایا ہے کہ تکلف نہ کیا کرو۔ آئندہ شکریہ ادا نہ کرنا۔ اب سپرماسٹر کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ کہ سپرماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران کی بے جا پابندیوں سے دور رہ کر کس طرح کامیابیاں حاصل کر رہے ہو۔"

اس نے ایک فوجی جوان کے اندر رہ کر سپرماسٹر کے پاس جا کر کہا۔ "میں اس فوجی جوان کی زبان سے مائیک ہرارے بول رہا ہوں۔ یہاں فوج کے اعلیٰ افسران بھی موجود ہیں۔ میں آپ سب کو خوش خبری سناتا ہوں کہ میں نے صرف پوجا کو ہی واپس حاصل نہیں کیا ہے بلکہ شی تارا کے دماغ پر بھی قبضہ جما لیا ہے۔"

یہ خوش خبری ایسی تھی کہ سب خوش ہو گئے اور مائیک ہرارے کی تعریف کرنے لگے۔ سپرماسٹر نے اپنے دفتر میں دو عورتوں کو بلایا۔ ایک عورت کی زبان سے پوجا نے کہا۔ "میں نہیں جانتی کہ کس نے مجھ پر تنویمی عمل کر کے آپ سے باغی بنا دیا تھا مگر مجھے خوشی ہے کہ میں زیادہ دنوں تک آپ سے دور نہیں رہی۔ مسٹر ہرارے کی ذہانت مجھے پھر واپس لے آئی ہے۔"

شی تارا نے دوسری عورت کی زبان سے کہا "اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سپرماسٹر کے پاس خیال خوانی کرنے والے نہیں رہے۔ میں شی تارا ہوں اور مسٹر ہرارے کی تابعدار بن کر آپ کے ملک و قوم کی خدمت کرنے آئی ہوں۔"

سپرماسٹر نے کہا۔ "تم دونوں کی آمد سے ہمیں کتنی خوشی ہو رہی ہے' اس کے لفظوں میں نہیں کر سکتا۔"

کے ساتھ یہاں کب آرہی ہو؟"

شی تارا نے پوچھا۔ "سر! آپ ہمیں کہاں بلا رہے ہیں؟ اس سلسلے میں آپ مسٹر ہرارے سے بات کریں۔"

ہرارے نے کہا۔ "سر آپ انہیں اپنے اصولوں کے مطابق ہیڈ کوارٹر میں بلائیں گے پھر انہیں بھی اپنی پابندیوں میں رکھیں گے۔ آپ لوگ اپنے ناکام تجربات سے کچھ سیکھنا نہیں چاہتے لیکن میں نے جو سیکھا ہے اور جس طریقۂ کار پر عمل کر رہا ہوں شی تارا اور پوجا بھی وہی کریں گی اور میری طرح امریکا کی وفادار رہا کریں گی۔"

"مسٹر ہرارے! تم امریکی ہو کر امریکا سے دور رہو گے۔ ہم سینئر افسران ہیں۔ ہمارے احکامات پر عمل نہیں کرو گے تو یہ ہمارے ملک کو نقصان پہنچانے والی بات ہوگی۔"

"جب تک میں زندہ ہوں اپنے ملک کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ جب بھی آپ کو میری خدمات کی ضرورت ہو' آپ پاشا کے ذریعے مجھے بلا سکتے ہیں۔ میں شی تارا اور پوجا کے ساتھ آجاؤں گا۔"

سپر ماسٹر وغیرہ مجبور تھے۔ مائیک ہرارے سے اپنے احکامات کی تعمیل نہیں کرا سکتے تھے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "چلو ٹھیک ہے۔ ہمیں صرف اپنے ملک و قوم کے مفادات پر نظر رکھنی ہے۔ مسٹر ہرارے نے ملک کے لیے پہلے کی طرح اب بھی بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔"

دوسرے اعلیٰ افسران نے کہا۔ "ہم نے صرف پوجا کو واپس لانے کو کہا۔ مسٹر ہرارے شی تارا جیسی چالاک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو بھی لے آئے۔ اگر یہ اسی طرح آزادی سے کام کرکے ہمارے ہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد بڑھاتے رہیں گے تو پھر ہمیں اور کیا چاہیے؟ جتنی ناکامیاں ہمارے حصے میں آئی تھیں' اب اس سے زیادہ کامیابیاں نصیب ہوں گی۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی کا شعبہ مسٹر ہرارے کے حوالے کرتے ہیں۔ ویسے تم نے ان دونوں کو کہاں سے حاصل کیا ہے؟ کیا یہ عمان میں تھیں؟"

"جی نہیں۔ یہ تل ابیب میں تھیں۔ ابھی مجھے بھی کچھ عرصہ یہاں رہنا چاہیے۔ میں جو ڈی نارمن کو ٹریپ کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"ہاں۔ وہاں سے اطلاع آئی ہے کہ ایک میدان میں سرکس کا جو بڑا سا عارضی اسٹیڈیم بنا ہوا تھا وہاں کئی بموں کے دھماکے ہوئے ہیں۔ آخر معاملہ کیا ہے؟"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "میں نے بھی بہت دور سے دھماکے سنے ہیں لیکن میں شی تارا اور پوجا پر عمل کرنے کے بعد ان دونوں کی نگرانی کر رہا تھا اس لیے کچھ زیادہ معلوم نہ کر سکا۔ ویسے پورے اسرائیل میں جو ڈی نارمن کا چرچا ہے۔ میں جارہا ہوں ابھی معلومات حاصل کروں گا۔"

وہ شی تارا اور پوجا کے ساتھ تل ابیب کی ایک رہائش گاہ پر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ وہ تینوں ڈرائنگ روم کے مختلف صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ پوجا نے ہرارے سے کہا۔ "آپ کا طریقۂ کار بہت ہی معقول ہے۔ میں وہاں رہ کر دیکھ چکی ہوں' سپر ماسٹر اور دوسرے اعلیٰ افسران ایسے فوجی ڈسپلن پر عمل کراتے ہیں کہ ہم بیزار ہو جاتے ہیں۔ اب میں آپ کے ساتھ رہ کر آزادی سے کام کر سکوں گی۔ امریکا میرا ملک ہے۔ میں صرف امریکی قوم کے مفادات کے لیے خیال خوانی کرتی رہوں گی۔"

مائیک ہرارے نے مسکرا کر کہا "میں جانتا ہوں۔ تم بہت نیک' وفادار اور شرم و حیا والی ہو۔ اگر وہاں ہوتیں تو سپر ماسٹر و تم سے کوئی اہم کام کروانے کے لیے تمہیں دشمنوں کی آغوش میں پہنچا دیتے۔ یہاں تم میری چھوٹی بہن بن کر رہو گی۔"

"آپ بہت اچھے ہیں۔ آپ کی باتیں سن کر مجھے جیجاجی یاد آرہے ہیں۔ وہ بھی مجھے اپنی چھوٹی بہن سمجھتے تھے۔"

"یہ جیجاجی تم پارس کو کہہ رہی ہو نا؟"

"جی ہاں۔ وہ مجھے بڑے بھائی کی طرح چاہتے ہیں۔ کیا آپ ان سے دشمنی کریں گے؟"

"میں فرہاد صاحب کے بیٹے سے تو کیا' ان کے کسی ملازم سے بھی دشمنی نہیں کر سکتا۔ ابھی میں جس آزادی اور کامیابی سے کام کر رہا ہوں' یہ ان کا ہی بتایا ہوا راستہ ہے۔ وہ مجھے بہت ذہانت اور تجربات کی باتیں سمجھاتے ہیں۔ وہ انسان نہیں فرشتہ ہیں۔ تمہاری زبان میں انہیں دیوتا کہنا چاہیے۔"

ان کی باتوں کے دوران شی تارا کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ آنسو پونچھنے لگی۔ مائیک ہرارے نے کہا۔ "تمہیں رونا چاہیے۔ زندگی بھر رونا چاہیے۔ مجھے معلوم ہے تم نے ایک نہیں کئی اپنے چاہنے والے کو محبوب نہیں تابعدار بنانا چاہا۔ تمہیں کئی سنبھلنے کا موقع دیا گیا۔ تم سنبھلتی رہیں لیکن پھر بہکتی رہیں۔ اب میں کوئی مرد تمہاری محبت اور وفاداری پر بھروسا نہیں کرے گا۔"

وہ آنسو پونچھ کر بولی۔ "میں اس سے جدا ہو چکی ہوں۔ وہ پر اب کبھی بھروسا نہیں کرے گا۔ میری دلی خواہش ہے کہ وہ جدائی کی تڑپنے والی سزا نہ دے۔ مجھے جان سے مار ڈالے۔"

ہرارے نے کہا۔ "مرنے کی خواہش نہ کرو۔ جب تک زندہ ہے' تب تک اتنے اچھے اچھے کام کرو کہ وہ روٹھنے والا تمہارا بہترین تبدیلیوں سے خوش ہو کر خود تمہیں گلے لگانے آجائے۔"

"آپ بہت دانشمندانہ مشورہ دے رہے ہیں۔ میں آپ کے سائے میں رہ کر اپنے پارس کا دل جیتنے کی کوشش کروں گی۔"

اگر دیکھا جائے تو شی تارا بے وفا نہیں تھی اور نہ ہی پارس کو تابعدار بنانا چاہتی تھی لیکن صرف وہی نہیں ہم بھی اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ وہ پجاری اصلی دیوی شی تارا کے زیر اثر تھی اس کی مرضی کے مطابق پارس سے دوستی اور محبت کرنے کے علاوہ بے اختیار دشمنی کرنے لگتی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ کون سا کام اپنی مرضی سے کرتی ہے اور کون سا کام اس کے دماغ میں دیوی شی تارا ٹھونس دیتی ہے اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ عمان کے اسپتال سے نکل کر اچانک پوجا کے ساتھ تل ابیب کیوں آگئی تھی۔ اسے دیوی شی تارا نے آنے پر مجبور کیا تھا اور اس کے ذہن میں یہ بات بٹھائی تھی کہ شاید تل ابیب جانے سے پارس مل جائے گا۔

دیوی شی تارا چاہتی تھی کہ داؤد منڈولا تمنا نہ رہے۔ اس کے پاس ایک خیال خوانی کرنے والی ڈی شی تارا کا اضافہ ہو جائے۔ کیونکہ منڈولا کا مقابلہ اس جوڈی نارمن سے تھا جو صرف ٹیلی پیتھی ہی نہیں جانتا تھا بلکہ اس میں ایک سایہ بننے کی صلاحیت کا اضافہ بھی ہو گیا تھا۔ ڈی شی تارا' ثانی اور علی کو پہچانتی تھی۔ دیوی شی تارا کا خیال تھا کہ وہ انہیں پہچان کر منڈولا کو ان سے محفوظ رکھ سکے گی۔

جب وہ عمان میں اپنی ڈی کے دماغ میں گئی تو پتا چلا کہ وہ زخمی ہے اور اسپتال میں ہے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اسی سائے نے اسے زخمی کیا تھا۔ یہ ایک طرح سے اطمینان کی بات تھی کہ سایہ اسے بے ہوش یا زخمی کرنے کے بعد اس کے دماغ پر قبضہ نہیں جماتا تھا۔ اس سے ظاہر تھا کہ وہ سایہ ٹیلی پیتھی یا ہپناٹزم نہیں جانتا تھا۔ اگر کسی اور دشمن کو خبر ہوتی تو وہ زخمی شی تارا کے اندر آکر اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنی معمولہ بنا لیتا۔

پھر دیوی شی تارا نے اپنی ڈی کے اندر رہ کر پوجا کو دیکھا۔ وہ کہیں سے بھٹکتی ہوئی اسپتال کے اس کمرے میں آگئی تھی جہاں شی تارا زخمی پڑی تھی۔ پوجا حیرانی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ بے اختیار اپنی دیدی شی تارا کے پاس کیسے پہنچ گئی ہے پھر یہ کہ پوجا کو اپنی پچھلی زندگی کیسے یاد آگئی ہے؟

ایسا خود بخود نہیں ہو سکتا تھا' یقیناً کسی نے پوجا پر تنویمی عمل کیا تھا اور اسے سپر ماسٹر سے متنفر کرکے اپنی دیدی شی تارا کے پاس پہنچا دیا تھا۔ دیوی شی تارا یہ سب کچھ سمجھ رہی تھی مگر یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ پوجا کو کس نے سپر ماسٹر سے نجات دلا کر اپنی دیدی شی تارا کے پاس پہنچایا ہے اور یوں پہنچانے کا مقصد کیا ہے؟

دیوی شی تارا کے لیے یہ بات زیادہ حیران کن تھی کہ کسی دشمن نے پوجا کے ساتھ ایسا کیا ہے تو پھر اس نے ڈی شی تارا پر تنویمی عمل کیوں نہیں کیا۔ جب کہ وہ زخمی تھی اور آسانی سے ایک معمولہ اور تابعدار بنائی جا سکتی تھی؟

وہ کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ لیتی۔ پوجا کے خیالات بھی اسے بتا رہے تھے کہ وہ واقعی کسی تنویمی عمل کرنے والے کو نہیں جانتی ہے۔ ڈی شی تارا کے خیالات نے بھی بتایا تھا کہ اس پر کسی نے عمل نہیں کیا ہے۔ وہ ہمیشہ کی طرح صرف دیوی شی تارا کے زیر اثر ہے۔

جب دیوی شی تارا کو شبہ ہوتا تھا کہ وہ انجانے میں دھوکا کھا رہی ہے تو وہ جوتش ودیا کے ذریعے حقیقت معلوم کرتی تھی اور پوجا پاٹ میں مصروف رہ کر کسی انجانے فریب کو اکثر معلوم کر لیا کرتی تھی۔ اس بارے میں اسے معلوم ہوا کہ اس کی ڈی پر کسی نے تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔ کوئی دشمن اس کے دماغ میں نہیں ہے... فی الحال پوجا کے اندر بھی کوئی دشمن نہیں ہے۔ لیکن آگے چل کر معلوم ہو سکتا ہے کہ کس نے پوجا کو ٹریپ کیا ہے۔

تب اس نے مطمئن ہو کر اپنی ڈی کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ اسے عمان سے فوراً تل ابیب جانا چاہیے ورنہ جو دشمن پوجا کو اس کے پاس پہنچا سکتا ہے' وہ اسپتال میں اس کے پاس بھی آسکتا ہے۔ ڈی کے ذہن میں ایسے خیالات قائم ہونے کے بعد وہ پوجا کو لے کر تل ابیب آگئی۔

ڈی کے زخم ابھی نہیں بھرے تھے اس لیے دیوی شی تارا نے اسے دو چار روز آرام سے رہنے کے لیے چھوڑ دیا اور سوچا کہ جب زخم بھر جائیں گے اور وہ خیال خوانی کے قابل ہو جائے گی تو داؤد منڈولا سے اس کی ملاقات کرائے گی۔

ایسے ہی وقت ایک دھماکا خیز پبلسٹی ہوئی کہ تل ابیب کے میدان میں جو سرکس ہے' اس میں ایک حیرت انگیز تماشا دکھایا جائے گا اور وہ تماشا کوئی گوشت پوست کا آدمی نہیں بلکہ ایک انسانی سایہ صرف ایک انسانی سایہ دلچسپ آئٹم پیش کرے گا۔

اس پبلسٹی نے تو سب ہی کو چونکایا تھا۔ منڈولا اور دیوی شی تارا کو بھی چونکنا پڑا اور سوچنا پڑا کہ جس جوڈی کو یہودی تنظیم والے ختم کرنا چاہتے ہیں' جسے تلاش کرنے والے کے لیے بڑے انعامات رکھے گئے ہیں' وہ جوڈی خود کو سرکس میں پیش کرکے آخر کس قسم کی چال چل رہا ہے؟ یقیناً اس نے کوئی زبردست پلاننگ کی ہوگی۔

پروفیسر ایزک کی موت کے بعد منڈولا اب روبینہ نامی لڑکی سے رابطہ کرکے دیوی سے باتیں کرتا تھا۔ اس نے سوچا کہ روبینہ کے دماغ میں جاکر اس سلسلے میں رابطہ کرے لیکن اسی وقت اپنے اندر اسے روبینہ کی سوچ کی لہریں سنائی دیں۔ "میں دیوی بول رہی ہوں۔ تمہارے راستے کا سب سے بڑا کانٹا جوڈی خود کو شام کے شو میں پیش کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ تمہارے اور یہودی تنظیم کے خلاف کوئی چال چلنے والا ہے۔ تمہیں بہت محتاط رہنا ہوگا۔"

وہ بولا۔ "میں تو محتاط رہوں گا اور تنظیم کے برین آدم 'الپا' ٹیری آدم' ٹالبوٹ اور موناروسے بھی کہہ دیا ہے کہ وہ جہاں ہیں' وہاں سے نہ نکلیں۔ صرف خیال خوانی کے ذریعے سرکس کے تماشائیوں کے دماغوں میں رہ کر وہاں جوڈی کے سائے کو دیکھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ وہ ایسی حرکتیں کیوں کر رہا ہے؟"

دیوی نے کہا "میں بہت کچھ کر سکتی ہوں۔ مشکل یہ ہے کہ

ایک سائے کو مٹھی میں پکڑ نہیں سکتی۔ وہ ہمارے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجا رہا ہے۔"

منڈولا نے کہا۔ "ہماری تنظیم میں برین آدم سب سے ذہین ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس سائے کو دیکھنے کے لیے ہمارے ملک کے تمام اہم اکابرین اور اعلیٰ فوجی افسران آئیں گے۔ وہ سایہ ڈیسپ تماشا دکھانے یا خود کو منظرِ عام پر لانے کے بہانے ہمارے ملک کے تمام بڑے لوگوں کو ایک پنڈال میں جمع کر رہا ہے اور ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ ان سب کے لیے موت کا جال بچھا رہا ہے۔"

دیوی شی تارا نے تائید کی۔ "واقعی اگر وہاں بم کے دھماکے ہوں تو کوئی نہیں بچے گا صرف سایہ محفوظ رہے گا۔ تم فوراً اپنی تنظیم والوں کے ساتھ حکمرانوں اور فوجی افسروں کے دماغوں میں جاؤ اور انہیں سرکس میں جانے سے منع کرو۔"

داؤد منڈولا نے حکم کی تعمیل کی۔ تنظیم میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے' ان سب کے ساتھ باری باری ایک ایک حکمران اور ایک ایک فوجی افسر کے پاس گیا لیکن ان کے تبدیل شدہ لب و لہجے قابلِ قبول نہیں تھے۔ وہ اجنبی دشمن سمجھے جا رہے تھے۔ ایک بار نیری آدم نے اپنی اصلی سابقہ آواز میں بھی سمجھایا تو ایک فوجی افسر نے کہا "اچھا تو تم لوگ آوازیں بدلنا اور آوازوں کی صحیح نقالی کرنا بھی جانتے ہو؟"

اس فوجی افسر نے سانس روک کر نیری آدم کو بھگا دیا تو فیصلہ کیا گیا کہ سرکس کو ہی تباہ کر دیا جائے تاکہ تمام اسرائیلی اکابرین محفوظ رہیں اور جوڈی کا منصوبہ ناکام ہو جائے' پھر انہوں نے یہی کیا۔ اپنی دانست میں اپنے اکابرین کی جانیں بچا کر جوڈی کو بہت بڑی شکست دی۔

پھر پتا چلا کہ گورنر ہاؤس میں اسرائیل کے اہم اکابرین کا اجلاس ہو رہا ہے۔ یہودی تنظیم کے تمام خیال خوانی کرنے والے ایسے حکمرانوں کے دماغوں میں جگہ بنائے ہوئے تھے جو یوگا کے ماہر نہیں تھے۔ وہاں اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی تو سرکس کے مالک کے اندر سے ایک اور سایہ نکل کر بولنے لگا۔ چونکہ جوڈی کی آواز میں بول رہا تھا اس لیے جوڈی نارمن ہی سمجھا جا رہا تھا۔

دیوی شی تارا اس کی چالبازی سے متاثر ہو رہی تھی۔ وہ بڑی چالاکی سے بازی پلٹ کر سب کو یقین دلا رہا تھا کہ یہودی تنظیم کے خیال خوانی کرنے والے ٹیری آدم' الپا' ٹالبوٹ' اور مونارو کو قتل کر دیا گیا ہے۔ فرانس میں برین آدم کو مار ڈالا گیا ہے اور اب دشمن ان کی جگہ لے کر یہودی تنظیم کو نئی شکل دے رہے ہیں۔

اس طرح پوری یہودی تنظیم تبدیل ہونے کے بعد اپنے اسرائیلی اکابرین کا اعتماد کھو چکی تھی۔ جوڈی کی بات کو غلط ثابت کرنے کے لیے الپا نے ایک عورت کی زبان سے اپنی اصلی آواز سنا کر صفائی پیش کی۔

اس کے جواب میں دوسری عورت وہاں آ گئی۔ اس نے بھی الپا کی آواز اور لہجے میں باتیں کر کے اصلی الپا کو جھوٹا اور فراڈ ثابت کر دیا۔ اگرچہ جوڈی کی چالوں سے شکست ہو رہی تھی۔ تاہم دیوی شی تارا جوڈی کی ذہانت یا چالاکی سے متاثر ہو رہی تھی۔

وہ تو یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی چلی آتی تھی۔ اب اس نے جوڈی کی آواز سن لی تھی اس لیے اس کا سراغ لگانے اور اس کے چور خیالات پڑھنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔

پہنچ تو گئی لیکن شدید حیرانی سے چند لمحوں تک گم صم سی رہی۔ اس نے چند سیکنڈ پہلے جوڈی کو گورنر ہاؤس کے اجلاس میں بولتے سنا تھا۔ اس کا آخری فقرہ سنتے ہی وہ اس کے دماغ میں پہنچی تو وہ گورنر ہاؤس کے اجلاس میں نہیں تھا بلکہ وہاں سے چند میل کے فاصلے پر سمندر کے کنارے تھا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ایک نوجوان عیسائی جوڑے کے ساتھ ان کی رہائش گاہ میں چھپ کر رہتا تھا اور داؤد منڈولا کے علاوہ الپا وغیرہ کو بھی تلاش کرتا تھا۔ پھر اس میدان میں بموں کے کئی دھماکے ہوئے جہاں سرکس کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ وہ نوجوان عیسائی جوڑا وہاں سے بھاگ گیا کیونکہ دھماکوں کا اثر وہاں کے رہائشی مکانوں پر بھی پڑا تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اپنے مطلوبہ کے کسی آدمی کے جسم میں سما جائے اور اس کے ذریعے پہاڑی چٹانوں پر فارمولے کو محفوظ کر لے۔

وہ اس کی سوچ پڑھتی رہی اور معلوم کرتی رہی کہ اس کے پاس آٹھ عدد ایسی گولیاں ہیں جنہیں نگلنے کے بعد آدمی سایہ بن جاتا ہے اور ایسے اہم کاغذات ہیں' جن میں سایہ بنانے والی گولیاں تیار کرنے کے فارمولے لکھے ہوئے ہیں۔

یہ راز معلوم کرنے کے بعد وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ پھر مہادیو شیو شنکر کی مورت کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر سوچنے لگی کہ اب اسے کس راستے پر چلنا چاہیے۔

ایک طریقہ تو یہ تھا کہ وہ جوڈی نارمن کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرے اور فارمولے کے کاغذات اور وہ گولیاں اس سے حاصل کر لے مگر اس عمل میں ایک قباحت تھی کہ جوڈی سایہ تھا۔ سایہ اپنے اندر سے جو مطلوبہ کاغذات نکالتا تو وہ کاغذات بھی سایہ ہوتے اور دیوی کو اتنی قیمتی چیز حاصل نہ ہوتی۔

اور یہ ضروری نہیں تھا۔ جب نرم اور ناقابلِ گرفت سایہ اپنے اندر کے جسمانی لباس سے وہ کاغذات نکالتا تو وہ بھی سایہ ہوتے۔ نہیں' وہ واقعی مطلوبہ کاغذات ہوتے لیکن دیوی شی تارا ہزاروں میل دور زیرِ زمین تھی۔ وہاں سے ہاتھ بڑھا کر وہ کاغذات اور گولیاں حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ انہیں لینے کے لیے اسے ہوا کی وادی سے نکل کر تل ابیب آنا پڑتا۔ یا پھر وہ منڈولا کو سمندر کے کنارے بلاتی اور وہ چیزیں اسے حاصل کرنے کو کہتی۔

اب وہ ایسی نادان بھی نہیں تھی کہ ایسی غیر معمولی اور عجیب و غریب گولیاں اور فارمولے منڈولا کے یا اپنے کسی بھی آلۂ کار کے حوالے کرتی۔ وہ برسوں سے ڈی شی تارا کو آلۂ کار بنائے ہوئے تھی اور اس جیسی چالاک آلۂ کار کو بھی پارس وغیرہ کے ذریعے فریب کھاتے دیکھا تھا لہٰذا وہ اتنے اہم معاملے میں کسی اور کو شریک نہیں کرنا چاہتی تھی۔

فی الوقت دانشمندی یہی تھی کہ وہ خاموشی سے جوڈی نارمن کے اندر جاتی آتی رہے۔ اگر وہ ان فارمولوں کو مختلف علاقوں کی مختلف پہاڑی چٹانوں پر کندہ کرنا چاہتا تھا تو یہ طریقہ بھی اسے پسند تھا۔ صرف وہی جوڈی کے اندر رہ کر جان سکتی تھی کہ فارمولوں کا کون سا حصہ کون سی چٹان پر کندہ کیا گیا ہے اور ان کی ترتیب کیا ہے' پھر یہ بھی معلوم کر سکتی تھی کہ وہ آٹھ گولیاں مختلف کیپسولوں میں کہاں کہاں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔

ایسا ہونے تک اس نے طے کر لیا کہ وہ جوڈی نارمن کی حفاظت کرے گی۔ منڈولا اور اس کی پوری تنظیم والوں کو نہ جوڈی تک پہنچنے دے گی اور نہ ہی کسی طرح کا اسے نقصان پہنچانے دے گی۔

اس نے صرف اپنے مفاد کی خاطر جوڈی کی سلامتی کا فیصلہ کر لیا۔ تب اسے دوسرا سایہ یاد آیا' وہ تو دوسرے سائے کو جوڈی سمجھ کر اس کی ذہانت اور چالبازی سے متاثر ہو رہی تھی۔ لیکن اسے اصلی جوڈی ملا تھا جس کے پاس غیر معمولی چیزیں تھیں مگر پوری یہودی تنظیم کو گھن چکر بنا دینے والی مکاری نہیں تھی۔ وہ پہلے دن سے معلوم کرنا چاہتی تھی کہ آخر وہ ہے کون؟

اس نے اس کی آلۂ کار شی تارا کو پہلی رات بے ہوش کیا تھا۔ دوسری بار زخمی کر کے اسپتال پہنچایا تھا۔ قتل ابیب آ کر صرف اسرائیلی حکام اور فوجی اعلیٰ افسران کو ہی نہیں بلکہ غیر ملکی اکابرین کو بھی سرکس کے شو میں آنے پر آمادہ کر چکا تھا۔ منڈولا اور یہودی تنظیم نے سرکس ہی کو فنا کر دیا تو اس نے اسرائیلی اکابرین کے سامنے پوری یہودی تنظیم کو فنا کر کے ثابت کر دیا کہ وہ سیر پر سوا سیر ہے اور یہ بڑی بات تھی کہ ایسے بڑے بڑے کارنامے وہ جوڈی کے نام سے کر رہا تھا۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے اپنی ڈی کو قتل اجیب بلا کر اچھا کیا۔ اس کے ساتھ پوجا بھی آ گئی ہے۔ اس بار وہ دونوں مل کر اس دوسرے سائے کو تلاش کر لیں گی۔ شی تارا دوبارا اس سے مار کھا چکی ہے۔ ضروری نہیں کہ تیسری بار بھی مار کھائے۔ ہو سکتا ہے یہاں کی حد تک کامیابی ہو اور اسے کامیاب کرنے کے لیے پوجا بھی کام آ سکتی تھی۔

دوسرے سائے کو پالینے کے لیے پھر شی تارا سے کام لینے کا وقت آ گیا تھا اس لیے وہ اس کے دماغ میں گئی۔ اس کے موجودہ خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ پوجا کے خیالات نے بھی یہی ظاہر کیا۔ کیونکہ وہ دونوں تنویمی نیند سے بیدار ہوئی تھیں اس لیے نہ تو وہ اپنے عامل کو جانتی تھیں اور نہ ہی انہیں یہ معلوم تھا کہ ان پر کسی نے عمل کیا ہے۔

دنیا کا ہر تنویمی عمل کرنے والا اپنے معمول کے دماغ کو مقفل کر دیتا ہے۔ پھر کوئی اس معمول کے دماغ میں نہیں جا سکتا۔ صرف دیوی شی تارا ایسی تھی جس کا راستہ کوئی عامل نہیں روک سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد پتا چل گیا۔ مائیک ہرارے ان دونوں کے پاس آیا تھا اور ان سے کہہ رہا تھا کہ خیال خوانی کی پرواز کر کے سپر ماسٹر کے پاس چلو اور اسے امریکا سے وفاداری کا یقین دلاؤ۔

وہ دونوں اس کے حکم کے مطابق سپر ماسٹر اور وہاں کے فوجی افسران کے پاس خیال خوانی کے ذریعے وہاں گئی تھیں اور انہیں یقین دلایا تھا کہ وہ دونوں مائیک ہرارے کے زیرِ سایہ رہ کر امریکا کی خدمت کرتی رہیں گی۔

پھر وہ دونوں مائیک ہرارے کے ساتھ دماغی طور پر اپنی رہائش گاہ میں حاضر ہو کر اس سے باتیں کرنے لگیں۔ دیوی شی تارا مائیک ہرارے کو جانتی تھی۔ اب یہ جاننا چاہتی تھی کہ اس نے ڈی شی تارا کو کیسے ٹریپ کیا ہے؟

ہرارے بھی یوگا کا ماہر تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا تھا لیکن دیوی کو محسوس نہ کر سکا۔ دیوی کا خیال تھا کہ ہرارے کی شامت آ گئی ہے۔ اب وہ بھی معمول اور تابعدار بن کر رہے گا لیکن اس کے خیالات پڑھ کر وہ گھبرا گئی۔ اسے پتا چلا کہ مائیک ہرارے فرہاد علی تیمور کا عقیدت مند ہے' اس کے مشوروں پر ہمیشہ عمل کرتا ہے اور اس بار بھی اس نے فرہاد کے مشورے کے مطابق ڈی شی تارا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے۔

یہ خیالات پڑھتے ہی وہ مائیک ہرارے کے دماغ سے نکل آئی۔ یہ اس کی جوتش ودیا کہتی تھی کہ جس کا تعلق بھی مجھ سے ہو' وہ اس کے دماغ میں نہ جائے اور نہ ہی اسے کسی اور طرح ٹریپ کرنے کی کوشش کرے۔ اس طرح مائیک ہرارے اس خطرناک خیال خوانی کرنے والی شی تارا سے محفوظ رہا ورنہ وہ اسے بھی منڈولا کی طرح غلام بنا لیتی۔

اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم ہو گیا تھا کہ فرہاد اور پارس کو ڈی شی تارا کی حرکتوں سے نفرت ہو گئی ہے۔ وہ پارس کو اپنا تابعدار بنانا چاہتی تھی لہٰذا کبھی شی تارا کو فرہاد کی فیملی میں نہیں آنے دیا جائے گا۔ اس طرح دیوی شی تارا اپنی ڈی کو اپنا بنا کر رکھ سکتی تھی۔ پوجا کا تعلق بھی میری فیملی سے نہیں تھا اس لئے اس رات وہ سو گئیں تو دیوی نے ہرارے کے عمل کا توڑ کیا۔ انہیں ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا موقع دیا پھر صبح ہونے سے پہلے ہی ہرارے کی رہائش گاہ سے ان دونوں کو نکال کر منڈولا کی رہائش گاہ میں پہنچا دیا اور ان کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ پہلی فرصت میں اپنے چہروں کو تبدیل کر لینا چاہیے۔ منڈولا کو سمجھا دیا کہ وہ دونوں دیوی کی معمولہ ہیں' فی الحال اس کے ساتھ رہیں گی۔

دوسری صبح مائیک ہرارے بیدار ہوا تو پتا چلا کہ شی تارا اور

پوجا غائب ہیں۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر پہنچنا چاہا تو دونوں نے سانسیں روک لیں۔ وہ جوان کا عامل تھا اب عامل نہیں رہا۔ اس کا تخویفی عمل ضائع ہو چکا تھا۔ وہ بڑی دیر تک پریشان رہ کر سوچتا رہا کہ یہ کیا ہو گیا ہے؟ ایسا کون تخویفی عمل کرنے والا یا خیال خوانی کرنے والا ہے جس نے ایک ہی رات میں دونوں کو اغوا کر کے ان کے دماغوں کو مقفل کر دیا ہے؟

اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اس نے مجھے مخاطب کر کے صورتِ حال بتائی۔ میں بھی سوچ میں پڑ گیا۔ ایسا کون کر سکتا ہے؟

یہ صرف ثانی، علی اور مجھ کو معلوم تھا کہ پارس نے جوڈی بن کر پوری یہودی تنظیم کو مردہ ثابت کیا ہے۔ کیا اس تنظیم کا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس سائے کو تلاش کرتا ہوا شی تارا کے پاس پہنچ گیا تھا؟ اور اس کے ساتھ پوجا کو بھی لے گیا تھا؟

میرے خیال میں مائیک ہرارے گمنامی کی زندگی گزار رہا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اب وہ کون ہے اور کہاں ہے؟ یہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ بات دیوی شی تارا جان سکتی ہے اور اپنی ڈی شی تارا کو چھین کر لے جا سکتی ہے۔

میں، پارس، ثانی اور علی سب ہی دھوکا کھا رہے تھے۔ وہ بے چاری ڈی شی تارا پارس کی وفادار تھی لیکن دیوی سے سحر زدہ ہو کر پارس کو تابعدار بنانا چاہتی تھی اسی لیے ہماری نظروں سے گر گئی تھی۔

میں نے ہرارے کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ شاید یہودی تنظیم کے کسی خیال خوانی کرنے والے کو علم ہو گیا ہو گا کہ شی تارا قتل اہیب آئی ہے۔ اس نے بڑی رازداری سے شی تارا اور پوجا کو اغوا کیا ہے لہٰذا ہرارے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ یہودی خیال خوانی کرنے والے آج کل کس روپ میں ہیں اور کہاں چھپے ہوئے ہیں؟

مائیک ہرارے چلا گیا۔ میں نے پارس سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا کہ شی تارا اور پوجا کو کسی نے تخویفی عمل کے ذریعے ٹریپ کیا ہے۔ میں نے ان دونوں کو ہرارے کی تحویل میں دیا تھا۔ وہ بے چارہ دھوکا کھا گیا ہے۔

پارس اگرچہ ڈی شی تارا سے ناراض تھا لیکن پوجا کو چھوٹی بہن سمجھتا تھا۔ اس نے کہا "میں کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ ثانی کو بھیج دیں۔" تھوڑی دیر بعد ثانی آ کر بولی "پاپا! کہہ رہے ہیں کہ شی تارا اور پوجا کو اغوا کیا گیا ہے' اس سلسلے میں تم کیا کر سکتے ہو؟"

پارس نے پوچھا "وہ جوڈی نارمن تم دونوں کے ساتھ ہے؟"

"نہیں وہ بور ہے۔ ہم نے اس سے پیچھا چھڑا لیا ہے۔ کہیں بھٹک رہا ہو گا۔ میں نہیں سمجھتی کہ وہ بیک وقت شی تارا اور پوجا کو لے جا سکتا ہے کیونکہ اس کے پاس اپنا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ وہ دو

پارس نے کہا "وہ سایہ ہے' شی تارا اور پوجا کے اندر اپنے سائے کو چھپا کر رہ سکتا ہے' ان دونوں کے چہرے بدل کر ان کی رہائش گاہ کا انتظام کر سکتا ہے۔"

"اچھا میں علی سے مشورہ کرتی ہوں۔ ابھی آدھے گھنٹے کے بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس مختلف پہلوؤں سے سوچنے لگا۔ ایک سوال یہ پیدا ہو رہا تھا کہ شی تارا عمان سے قتل اہیب کیوں آئی؟ اس نے عمان میں دوبار شی تارا کی پٹائی کی تھی اور افسوس بھی ہوا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ وہ محبت میں ایسی حماقتیں کرتی ہے' ابھی یہ نہیں معلوم تھا کہ اصلی دیوی شی تارا اس بے چاری سے حماقتیں کراتی ہے۔ وہ ڈی سسی' لیکن پارس نے اس کے ساتھ کئی بار پیار بھرا وقت گزارا تھا۔ اسے زیادہ تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا اس لئے اس نے پوجا کو دیکھ کر ٹائی کے ذریعے اس پر عمل کرانے کے بعد اسے اسپتال میں شی تارا کے پاس بھیج دیا تھا تاکہ وہ اپنی دیدی کی تیمارداری کر سکے۔

وہ ڈی شی تارا جس طرح ذہانت سے باتیں کرتی تھی اور جس طرح اپنی چالاکی سے دشمنوں کے شکنجے میں نہیں آتی تھی' وہ بعض اوقات حماقتیں کیوں کرتی ہے؟ وہ ذہنی حالت میں عمان کے اسپتال سے نکل کر قتل اہیب کیوں گئی؟ ایسے کئی سوالات تھے جن کا جواب میرے اور پارس کے پاس نہیں تھا۔

مائیک ہرارے نے اس پر تخویفی عمل کرنے سے پہلے کئی بار اس کے جوہر خیالات پڑھے تھے۔ ان خیالات سے یہ پتا نہیں چلا کہ وہ ڈی کسی اصلی دیوی شی تارا سے سحر زدہ ہے اور بات صرف ڈی کی نہیں تھی' کوئی بھی دیوی شی تارا کو اپنے اندر آتے جاتے محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ خود مائیک ہرارے نے اسے محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ خود ہی ہرارے کے دماغ سے اس لئے بھاگ گئی تھی کہ اس نے مجھ سے ہرارے کا تعلق معلوم کر لیا تھا۔

دوسرے دن ہی سے ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے یہ خبریں گشت کر رہی تھیں کہ ایک دشمن تنظیم نے سرکس کے میدان میں تخریب کاری کی تھی۔ جوڈی نارمن کا وہ سایہ جسے پہلے دشمن سمجھا جا رہا تھا وہ دراصل دوست ہے' ایک یہودی ہے اس نے میدان میں سرکس کو تباہ کرنے والے دشمنوں کو بے نقاب کر دیا ہے وہ دشمن خود کو یہودی تنظیم سے ظاہر کر رہے تھے لیکن جوڈی نارمن نے ان کے جھوٹ اور فریب کو گورنر ہاؤس کے اجلاس میں ثابت کر دیا ہے۔ لہٰذا جوڈی نارمن کا سایہ آئندہ کہیں بھی کسی کی نظر آئے اسے پریشان نہ کیا جائے اور جوڈی سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ حکمرانوں سے ملاقات کرے اور حکومت کو میزبانی کا موقع دے۔ اسے اس ملک میں عزت و احترام سے رکھا جائے گا۔

جوڈی نارمن نے یہ خبریں پڑھی تھیں۔ ریڈیو سنا تھا' ٹی وی اسکرین پر وہاں کے حاکم اور فوج کے اعلیٰ افسران کو اپنا قصہ پڑھتے دیکھا تھا اور یہ سب کچھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ پہلی بار جب اس نے سرکس والی پبلسٹی سنی تھی تو سمجھ گیا تھا کہ وہ دوسرا سایہ بھی اسی شہر میں ہے اور خود کو منظرِ عام پر لانے کی حماقت کر رہا ہے۔

اب پتا چل رہا تھا کہ وہ دوسرا سایہ خود کو جوڈی نارمن کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے۔ یہودی تنظیم کو فراڈ ثابت کر رہا ہے اور ایسے کام کر رہا ہے کہ اسرائیلی حکومت اور پوری یہودی قوم اس سے خوش ہو گئی ہے۔ جس ملک میں پہنچتے ہی اس کی ڈی کو گولی مار دی گئی تھی اسی ملک کے حکمران اس کی میزبانی کے لئے فرشِ راہ بن رہے تھے اور اسے کم از کم ایک بار ہی سہی ملاقات اور مذاکرات کی دعوت دے رہے تھے۔

جوڈی پریشان ہو گیا تھا۔ کسی دشمن سے بھلائی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ دوسرا سایہ بہت چالاک ہے۔ پہلے اس کی خوبیاں پیش کر رہا ہے پھر وہ یہودی اکابرین کے سامنے بازی پلٹ سکتا ہے پھر ایسی چال چل سکتا ہے کہ وہ یہودی سے پھر عیسائی ثابت کر کے ایسے الزامات عائد کر سکتا ہے کہ یہودی خیال خوانی کرنے والی الپا اور ٹیری آدم کو اس نے قتل کر کے یہودی تنظیم کا خاتمہ کیا ہے۔ یہ دھڑکا بھی لگا رہتا تھا کہ جو گولی اس نے کھائی ہے' اس کا اثر کب زائل ہو گا؟ کبھی منظرِ عام پر اچانک جسمانی طور پر ظاہر ہو گا تو گرفتار ہو جائے گا یا اس پر ایسے حملے ہوں گے کہ اس کی آٹھ گولیاں اور فارمولے چھین لئے جائیں گے۔

کیا وہ دوسرا سایہ اسی لئے جوڈی بن کر اسے حکومت کا مہمان بنانا چاہتا ہے کہ وہ کسی وقت بھی اچانک ظاہر ہو جائے؟ اسے اصل فکر آٹھ گولیوں اور فارمولوں کی تھی۔ اب وہ شہری علاقے سے ذرا دور دور ویرانے میں رہتا تھا کہ ظاہر ہوتے وقت کسی کو نظر نہ آئے۔

وہ راتوں کو چھپ کر کسی گھر میں گھستا' چیزیں چرا کر کھاتا جب پیٹ بھر جاتا تو کسی خالی کمرے میں جا کر نیند پوری کرتا تھا۔ پھر صبح کی روشنی پھیلنے سے پہلے چلا جاتا تھا۔ وہ ان فارمولوں کو خود کند نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ان میں علمِ طب سے تعلق رکھنے والے ایسے اصطلاحی الفاظ تھے جنہیں وہ نہیں سمجھتا تھا اور نہ سمجھنے کے باعث فارمولے میں کوئی چھوٹی بڑی غلطی کر سکتا تھا۔

اس مقصد کے لئے اس نے سوچا کہ کسی ذہین نوجوان ڈاکٹر کو ٹریپ کرے گا اور اسے اپنا معمول اور تابعدار بنائے گا۔ اس طرح اس کے اندر رہ کر معلوم کر سکے گا کہ وہ فارمولوں کو درست سمجھ رہا ہے پھر اسی معمول ڈاکٹر کو مختلف پہاڑی چٹانوں کے پاس لے جا کر اسی کے ہاتھوں سے بالکل صحیح فارمولا کند کرائے گا۔

ثانی نے آدھے گھنٹے کے بعد پارس کو مخاطب کر کے کہا "علی یہ ماننے کو تیار نہیں ہے کہ جوڈی نے شی تارا اور پوجا کو اغوا کیا ہو گا۔ دراصل تم اس سے دور رہے ہو۔ ہم نے قریب رہ کر اس سائے کی حرکات کو دیکھا ہے' اس

لگایا ہے کہ وہ سایہ ہونے کے باوجود چھپتا ہے جبکہ سائے کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا' اسے کسی بات کا خوف ہے۔"

پارس نے پوچھا "کیا اندازہ کر سکتی ہو کہ وہ کس بات سے خوف زدہ تھا؟"

"داؤد منڈولا کسی پروفیسر ایزک کے ذریعے ایک زیرِ زمین رہنے والی دیوی سے باتیں کرتا تھا۔ اس دیوی نے پہلی بار اس سے کہا تھا کہ اگر وہ مائیک ہرارے کو اس کے حوالے کرے گا تو دیوی اسے بے شمار خزانہ اور پوریئنیم کا ذخیرہ دے گی۔"

پارس نے کہا "اور وہ مائیک ہرارے میں تھا۔ میں ہی اس سلسلے میں امریکا گیا تھا۔ اگر دہاں سے فرار نہ ہوتا تو یہودی ٹیم کے ساتھ گرفتار ہو جاتا۔ وہ دیوی کسی کے بھی دماغ میں گھس کر خیالات پڑھ لیتی ہے' وہ یقیناً ہرارے کا نہیں میرا مطالبہ کر رہی تھی۔"

"یہی بات ہے۔ ہم نے پروفیسر کی ڈائری پڑھی ہے' اس میں لکھا ہے کہ وہ ایک نوجوان کی دیوانی ہے۔ اس کے کمرے کی چھت پر' دیواروں پر' اس کے بستر کی چادر اور تکیوں پر اس نوجوان کی تصویریں لگی ہوئی ہیں۔ ڈائری کی یہ باتیں پڑھ کر خیال آتا ہے کیا وہ تمہاری تصویریں ہیں؟ کیونکہ وہ بظاہر ہرارے کا اور حقیقتاً تمہارا مطالبہ کر رہی تھی۔"

"پتا نہیں' وہ دیوی کون ہے' اس سے سامنا ہو گا یا باتیں ہوں گی تو کچھ پتا چلے گا۔ اگر وہ یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی گھس جاتی ہے تو پھر اسی نے شی تارا اور پوجا کو اغوا کیا ہے۔ اس کے بعد پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ میرا مطالبہ کرنے والی کبھی میرے دماغ میں کیوں نہیں آتی ہے؟"

"شاید آتی ہو گی لیکن جناب حمیزی صاحب کی تم پر خاص عنایت ہے' کوئی تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا اور نہ ہی یہ معلوم کر سکتا ہے کہ تم وہی ہو جس کے دماغ میں پہنچ گیا ہے؟ یا کوئی اور ہو؟ اور تم کہاں ہو؟"

"بہرحال جب اس دیوی سے سامنا ہو گا یا باتیں ہوں گی تو دیکھا جائے گا۔ ہم جوڈی نارمن کی باتیں کر رہے تھے' تم بھی ایک سایہ بنے ہوئے ہو مگر کسی سے خوف زدہ نہیں ہو پھر وہ کیوں چھپتا ہے؟ یا کچھ چھپانا چاہتا ہے؟"

"یہ تم نہیں کہہ رہی ہو۔ علی کہہ رہا ہے اور جو میں سوچ رہا ہوں' وہی کہہ رہا ہو گا۔"

"بھلا تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"یہی کہ اس کے پاس سایہ بننے والی گولیوں کی شاید اور ڈبیاں ہیں اور ان سے بھی زیادہ اہم بات یہ کہ اس کے پاس ایسی گولیاں بنانے کا فارمولا ہو گا۔ وہ اسی بات سے پریشان ہے کہ اس فارمولے کو کہاں چھپائے کہ کوئی اور اس سے فائدہ حاصل نہ

ثانی نے کہا "تم دونوں بھائی ایک ہی طرح سوچتے ہو اور ایک طرح کے ملتے جلتے نتیجے پر پہنچتے ہو۔"

"علی یہ بھی سوچ رہا ہوگا کہ وہ اس فارمولے کے لئے کسی ڈاکٹر کو اپنا معمول اور تابعدار بنائے گا۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ ہمیں یہاں ایسے ڈاکٹروں پر نظر رکھنا چاہئے جو خواب زدہ سے یا سحرزدہ سے یا کچھ کچھ ایب نارمل سے نظر آتے ہوں۔"

"ہم تو ایسوں پر نظر رکھیں گے اور تم ان کے دماغوں میں جاکر معلوم کرسکو گی کہ تمہیں ان کے دماغ میں جگہ ملتی ہے یا نہیں؟ نہ ملے تو پھر ایسے کسی ڈاکٹر پر تنویمی عمل کیا گیا ہوگا۔"

"رائٹ یو آر۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔"

"ہم کتنی میٹھی میٹھی باتیں کررہے تھے اور تم چلنے کی بات کررہی ہو۔ یہ علی تمہیں اتنی جلدی جلدی کیوں بلاتا ہے؟"

"یو شٹ اپ۔" وہ مسکرا کر چلی گئی۔ وہ جانتا تھا کہ ثانی اور علی آرام سے نہیں بیٹھیں گے' اس شہر کے تمام ڈاکٹروں کے نام اور کام کی جگہ معلوم کریں گے۔

اور وہ یہی کررہے تھے۔ ثانی ٹیلی فون کی ڈائریکٹری کھول کر بیٹھ گئی تھی اور اس میں سے ایک ایک ڈاکٹر کا فون نمبر معلوم کرکے رابطہ کررہی تھی۔ رابطہ کرنے کے بعد جس ڈاکٹر کی آواز سنتی اسکے دماغ میں پہنچتی پھر اسے نظرانداز کردیتی۔ اسے صرف ایسے ڈاکٹر کی تلاش تھی جس کے دماغ میں جگہ نہ ملے اور وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے۔ ایسے ہی کسی ڈاکٹر کے ذریعے وہ جوڈی نارمن تک پہنچ سکتے تھے۔

ثانی نے کہا تھا کہ ایسے کسی ڈاکٹر کے متعلق معلوم ہوگا تو وہ پارس کو بھی اس کا نام بتا اور فون نمبر بتائے گی۔

پارس کا طریقہ کار کچھ اور تھا۔ اس نے آٹھ دس گھنٹے پہلے باربرا کے ذریعے ایک شخص کو ٹریپ کیا۔ باربرا نے اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے ذہن میں یہ نقش کردیا تھا کہ وہ جوڈی نارمن ہے۔ پارس کے سائے نے جسمانی توانائی سے کام لے کر اس معمول کے چہرے پر جوڈی نارمن کا میک اپ کردیا تھا اور اب اس کے اندر اپنے سائے کو سما کر شہر میں گھوم رہا تھا۔

عمان میں ہونے والے اجلاس میں بے شمار لوگوں نے ٹی وی اسکرین پر جوڈی اور اس سے پہلے سایہ بن جانے والے (پارس) کو دیکھا تھا۔ جن لوگوں کی یادداشت اچھی تھی وہ دونوں کو کہیں دیکھ کر پہچان سکتے تھے۔ ویسے اکثر لوگوں کو ان کے چہرے یاد نہیں تھے۔

پارس نے ایک موٹر سائیکل حاصل کی تھی اور اس پر بیٹھ کر شہر کے مختلف حصوں میں گھوم رہا تھا۔ کبھی کسی ریستوران میں کھا رہا تھا' کبھی فٹ پاتھ پر کھڑا کافی پی رہا تھا۔

کئی مردوں اور عورتوں نے اسے دیکھا۔ وہ چونکا' پہچانا سا [illegible] کر گزر گئے' کچھ لوگ [illegible] کر سامنے آکر اسے ادب سے سلام کرکے جانے لگے کیونکہ حکومت کی طرف سے تمام شہریوں کو تاکید کی گئی تھی کہ جہاں وہ سایہ نظر آئے اس کی عزت کی جائے۔ اب لوگوں کو سائے کے بجائے خود جوڈی گوشت پوست کے جسم میں نظر آرہا تھا۔

وہ اتنی آزادی سے گھوم رہا تھا کہ پولیس والوں کی نظروں میں بھی آسکتا تھا۔ انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ کے ایک ایسے افسر نے بھی اسے دیکھا' جو اب برین آدم کی جگہ وہاں کا چیف بن گیا تھا لیکن برین آدم کا وفادار اور رازدار بھی تھا۔ برین آدم نے اپنے چیف کے عہدے کو چھوڑتے وقت اس نئے چیف سے کہا تھا "میں ایک پرائیویٹ فون نمبر دے رہا ہوں۔ کوئی پرابلم ہو تو مجھ سے ضرور رابطہ کرنا۔"

اس نئے چیف نے دور سے ڈی جوڈی کو دیکھا اور سوچا' اس کے پاس جائے اور اسے عزت سے اپنے ساتھ لے جاکر اپنے اعلیٰ افسران تک پہنچادے۔ پھر خیال آیا' جب اعلیٰ حکمرانوں نے اس کی پذیرائی کی ہے' اسے اپنا مہمان بنانے کے لئے بلایا ہے تو وہ نہیں جارہا ہے اور یوں موٹر سائیکل پر بھٹک رہا ہے۔ اگر وہ جوڈی کے پاس جاکر اپنے ساتھ چلنے کی درخواست کرے گا تو ایسا نہ ہو کہ وہ پھر سے سایہ بن کر کہیں گم ہوجائے۔ اسے ایسے وقت مسٹر برین آدم سے مشورہ کرنا چاہئے۔

اس نے فون پر برین آدم سے رابطہ کرکے یہ ساری باتیں بتائیں۔ ادھر سے کہا گیا "جوڈی سے دور رہو مگر اس پر نظر رکھو۔ میرے آنے تک اسے اپنی نظروں سے گم نہ ہونے دو۔"

برین آدم نے مخصوص فون نمبر پر مارٹن رسل کو یہ اطلاع دی اور کہا "آپ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو اطلاع دیں اور میرے اندر پہنچ کر معلوم کرتے رہیں کہ میں کس جگہ جوڈی کے قریب پہنچنے والا ہوں۔"

وہ تمام یہودی تنظیم والے جنہوں نے اپنی اپنی شخصیت بدل لی تھی' چھوٹے بڑے ہتھیار لے کر اپنی رہائش گاہوں سے نکل پڑے۔ اپنی اپنی گاڑی ڈرائیو کرنے کے دوران خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتے رہے کہ جوڈی نارمن اب شہر کے کس حصے میں ہے۔

باربرا نے فوج کے اعلیٰ افسران اور چند حکام سے خیال خوانی کے ذریعے کہہ دیا تھا کہ جوڈی اسی سرکس کے میدان کی طرف جارہا ہے اور جو دشمن خیال خوانی کرنے والے خود کو یہودی خیال خوانی کرنے والے کہتے تھے' وہ جوڈی کو قتل کرنے کے لئے اس کا تعاقب کررہے ہیں۔

پارس اس ڈی جوڈی کو اسی میدان کی طرف لے جارہا تھا۔ یہودی تنظیم کے اہم افراد اس کا تعاقب کرتے ہوئے اسی سمت چلے آرہے تھے۔ انہوں نے میدان کے قریب پہنچ کر اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ڈی جوڈی نے اپنی موٹر سائیکل روک دی۔ اسے اترنے والوں کے ہاتھوں میں ہتھیار تھے۔ ان سب نے اپنے ہتھیاروں کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا "اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھالو۔ ہاتھ تمہاری جیب کی طرف جائے گا تو ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔"

مارٹن رسل نے کہا "ہمیں معلوم ہے تمہاری جیب میں جوڈیا ہے اس میں مزید گولیاں ہیں' تم ان میں سے ایک گولی نکل کر سایہ بن جاؤ گے لیکن ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔"

ڈی جوڈی نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھالئے تھے اور سہم کر کہہ رہا تھا "آپ لوگوں کو مجھ سے کیا دشمنی ہے۔ میری جیب میں کوئی ڈیا نہیں ہے۔ میں صحت مند ہوں' گولیاں نہیں کھاتا ہوں۔ یقین نہ ہو تو تم میں سے کوئی ایک آکر میری جیب کی تلاشی لے لے۔ اس سے پہلے مجھے مار ڈالیں گے تو بعد میں افسوس کریں گے۔"

"تم بہت بڑے ڈرامے باز ہو جوڈی! مگر ہم سے دشمنی کرتے وقت کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا کہ ہمارے ہاتھوں کتے کی موت مرو گے۔"

الپا نے کہا "اور تمہاری موت کے بعد ہم یہاں کے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کو یقین دلائیں گے کہ ہم ہی یہودی تنظیم کے اہم افراد ہیں۔"

اچانک اس اندھیرے میدان میں چاروں طرف سے روشنی پڑنے لگی۔ یہودی تنظیم کے تمام افراد نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ فوجیوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ مارٹن رسل نے فوراً ہی اپنا ہتھیار پھینک کر فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا "پلیز! میرے تمام ساتھی ہتھیار پھینک رہے ہیں' ہمیں گرفتار کرلو۔ ہم ہیڈکوارٹر میں چل کر ثابت کردیں گے کہ ہم فریبی اور دشمن نہیں ہیں۔"

ڈی جوڈی نے باربرا کی مرضی کے مطابق کہا "آپ انہیں صفائی پیش کرنے کا موقع ضرور دیں لیکن پہلے انہیں تھوڑا بہت زخمی کردیں کیونکہ ان سب کے پاس ٹیلی پیتھی جیسا خطرناک ہتھیار ہے۔ یہ زبان سے بولیں گے مگر آپ کے دماغوں کو خیال خوانی کے ذریعے اپنی طرف مائل کرتے جائیں گے۔ آپ ان کے ہتھیار پھینکنے سے دھوکا نہ کھائیں' پہلے ان کی دماغی توانائی کو کمزور بنائیں۔"

مارٹن رسل نے کہا "جوڈی! فریبی! مکار! تم ایک کتے کی موت مروگے۔"

ڈی جوڈی نے اعلیٰ افسر سے کہا "اس کی بات درست ہوسکتی ہے کیونکہ ان کا اصل سربراہ داؤد منڈولا یہاں نہیں ہے۔ وہ کہیں چھپا ہوا ہے۔ کوئی بات نہیں میں اپنی یہودی قوم کی خاطر اس کے ٹکڑے مرجاؤں گا یا پھر اسے بھی کسی طرح گھیر کر آپ کے سامنے پیش کروں گا۔"

ایک اعلیٰ افسر [illegible] سے مارٹن رسل کا نشانہ لیا [illegible]

اسے زخمی کرنا چاہتا تھا لیکن باربرا نے اس کے دماغ پر غالب آکر دل کا نشانہ لیا پھر ڈی جوڈی کے اندر آگئی۔ ادھر مارٹن رسل اچھل کر زمین پر گرا پھر دوبارہ نہ اٹھ سکا۔

ڈی نے باربرا کی مرضی کے مطابق کہا "سر! میں نے صرف زخمی کرنے کو کہا تھا آپ نے اسے مار ڈالا۔ پلیز دوسروں کو زخمی کریں اور کسی عامل کے ذریعے ان کے دماغوں میں گھس کر ان دشمنوں کی اصلیت معلوم کریں۔"

دوسرے افسر نے ٹیری آدم کا نشانہ لیا۔ وہ اس کے شانے پر گولی مار کر زخمی کرنا چاہتا تھا مگر وہ گولی ٹیری آدم کی پیشانی پر لگی باربرا فوراً ڈی جوڈی کے اندر آگئی۔

بہت دور حیفہ کے ایک بنگلے میں بیٹھا داؤد منڈولا خیال خوانی کے ذریعے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ دیوی شی تارا نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ بنگلے سے باہر نہ جائے مگر اس کی معلومات کے مطابق یہودی تنظیم کے دو بڑے خیال خوانی کرنے والے مرگئے تھے اب دوسروں کی باری تھی۔ وہ روبینہ کے دماغ میں کئی بار پہنچ کر کہہ چکا تھا "فوراً دیوی جی کو بلاؤ' ہم پر قیامت ٹوٹ رہی ہے۔"

اور روبینہ کہہ رہی تھی "میں بلا نہیں سکتی۔ دیوی خود میرے پاس آتی ہیں' وہ آئیں گی تو میں آپ کا پیغام دے دوں گی۔"

پتا نہیں دیوی کب آتی اور کب اسے پیغام ملتا۔ اتنی دیر میں وہاں ٹالبوٹ اور مونا روبھی مارے گئے۔ خیال خوانی کرنے والوں میں صرف ایک الپا رہ گئی۔ برین آدم نے کہا "ہم دو رہ گئے ہیں۔ آپ نے اب تک یہ دیکھا کہ صرف زخمی کرنا چاہتے ہیں مگر جان سے مار ڈالتے ہیں۔ آپ تمام فوجی ہیں' آپ تمام پکے نشانہ باز ہیں۔ ذرا سوچئے کہ آپ کا نشانہ نہیں بہک رہا ہے بلکہ جوڈی نارمن خیال خوانی کے ذریعے آپ کے دماغوں میں پہنچ کر نشانہ بہکا دیتا ہے اور زخمی ہونے والے مارے جاتے ہیں۔"

برین آدم کی باتوں کے دوران الپا نے چالاکی سے کام لیا۔ فوراً ہی ایک فوجی کے دماغ میں پہنچ کر ڈی جوڈی کا نشانہ لے کر گولی چلادی۔ ڈی اچھل کر زمین پر گرا پھر ذرا تڑپ کر مرگیا۔ دوسرے فوجیوں نے فوراً ہی اس گولی چلانے والے فوجی کو گھیر کر اس سے ہتھیار چھین لیا۔ چند افسر اور فوجی جوان دوڑتے ہوئے ڈی جوڈی کی لاش کے پاس آئے پھر فوراً ہی ذرا پیچھے ہٹ گئے۔ اس لاش پر سے ایک سایہ نکل کر ذرا دور چلا گیا تھا۔

الپا اور برین آدم نے بھی اسے دیکھا۔ وہ بولا "سایہ کبھی نہیں مرتا۔ وہ اپنے مردہ جسم کے ساتھ قبر میں دفن ہوجاتا ہے لیکن مجھے دفن بھی نہیں کیا جاسکے گا۔ کیونکہ ابھی جو مرا ہے وہ جوڈی نہیں ہے' جوڈی تو میں ہوں۔"

پھر وہ الپا کے پاس آکر بولا "خیال خوانی کرنے والوں میں ایک تم ہی رہ گئی ہو اور تم نے بڑی حاضر دماغی سے کام لے کر بے

وہ پریشان ہو کر بولی "ہم نے تمہاری ایک ڈی کو مار ڈالا تھا اور تم نے کہا تھا کہ اس کی موت ہمیں بہت مہنگی پڑے گی۔ واقعی ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اتنی مہنگی پڑے گی۔ تم کیا بلا ہو؟ تم نے تو پوری یہودی تنظیم کو ختم کر ڈالا ہے اب صرف میں اور بگ برادر رہ گئے ہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میرا سب سے بڑا دشمن داؤد منڈولا ابھی باقی ہے۔ وہ کہیں چھپا ہوا تم سب کی موت کا تماشا دیکھ رہا ہے۔ ٹھیک ہے چھپا رہے لیکن کب تک؟ اسے بہت جلد میرے ہاتھوں سے مرنا ہے۔"

پھر پارس کے سائے نے ذرا دور ہو کر تمام فوجیوں سے کہا "اعلیٰ افسران سے میری گزارش ہے کہ ان دونوں کو زخمی نہ کیا جائے' ان دونوں کو صحیح سلامت گرفتار کر کے لے جائیں اور اپنے طور پر تحقیقات کریں۔ میں جا رہا ہوں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر جوڈی! ہم نے اور ہمارے حکمرانوں نے آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی' آپ نے ہماری دعوت قبول کیوں نہیں کی؟"

"صرف اس لئے کہ دشمن آزاد گھوم رہے تھے اب ایک رہ گیا ہے۔ میں منڈولا کی لاش لے کر آپ حضرات سے ملاقات کرنے ضرور آؤں گا۔"

وہ موٹر سائیکل کے پاس آیا پھر اس پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر کے جانے لگا۔ سب لوگ دیکھ رہے تھے۔ موٹر سائیکل دوڑ رہی تھی مگر اسے کوئی انسان نہیں چلا رہا تھا۔

گرمی کا موسم نہیں تھا پھر بھی داؤد منڈولا کو پسینہ آ رہا تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے جو مناظر دیکھے تھے وہ خواب جیسے لگ رہے تھے۔ پہلے تو یہ سوچا بھی نہیں جاتا تھا کہ یہودیوں کی پراسرار تنظیم تک کوئی پہنچ سکتا ہے یا اس کے ایک ممبر کو کبھی پہچان سکتا ہے مگر اب تو وہ سایہ پوری تنظیم کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر چلا گیا تھا۔

وہ تنظیم کا سربراہ تھا لیکن اس کے سامنے مارٹن رسل' ٹیری آدم' ٹالبوٹ اور مونا رو جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے گئے تھے اور وہ بڑی بے بسی سے یہ مناظر دیکھتا رہا تھا۔

صرف اتنا ہی نہیں' وہ سایہ کہہ گیا تھا کہ داؤد منڈولا کی لاش لے کر حکمرانوں سے ملاقات کرنے آئے گا۔

اب تو صرف دیوی اسے بچا سکتی تھی۔ یا عقل کہہ رہی تھی کہ فوراً سائے سے بہت دور چلا جائے۔ اپنا ملک اسرائیل چھوڑ دے اور کسی دوسرے ملک میں نام بدل کر رہائش اختیار کر لے۔ اسے دیوی کی پراسرار قوتوں پر بھروسا تھا لیکن مصیبت کے وقت وہ پراسرار قوت نہ رہی تو پھر وہ بھی مارٹن رسل وغیرہ کی طرح اس دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔

فلائٹ میں جگہ مل سکتی ہے اور کتنی جلدی ایک نئے چہرے اور نئے نام سے پاسپورٹ حاصل ہو سکتا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک گھنٹے کا کام ایک منٹ میں ہو سکتا تھا مگر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے جہاں پہنچنا چاہتا تھا وہاں نہیں پہنچ رہا تھا' کسی دوسری جگہ چلا جاتا تھا۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا میری خیال خوانی میں کوئی نقص پیدا ہو گیا ہے؟"

اسے اپنے دماغ میں روبینہ کی آواز سنائی دی "ہاں یہی سمجھو میری مرضی کے بغیر تم خیال خوانی بھی نہیں کر سکو گے۔"

وہ بولا "دیوی جی! آپ کہاں چلی گئی تھیں۔ میں بالکل تنہا ہو گیا ہوں۔ میری تنظیم کے چار بہترین خیال خوانی کرنے والے مارے گئے ہیں۔ اب وہ مجھے مار ڈالنے کے درپے ہے۔"

"میں ابھی تھوڑی دیر پہلے آئی ہوں۔ تمہارے خیالات پڑھ رہی اور معلوم کرتی رہی کہ تمہاری تنظیم کے ساتھ کیا ہو چکا ہے مجھے افسوس ہے۔ چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مارا جانا معمولی بات نہیں ہے۔ پتا نہیں وہ کس مکار اور چالباز کا سایہ ہے۔ اس نے تو تباہی مچا دی ہے۔"

"دیوی جی! وہ تو جوڈی نارمن کا سایہ تھا۔ وہ خود اعتراف کر رہا تھا۔"

"وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ وہ جوڈی نہیں بلکہ دوسرا سایہ ہے جس نے جوڈی سے گولیاں چھین کر کھائی تھیں۔"

"اگر وہ جوڈی نہیں ہے تو پھر خود کو جوڈی کیوں کہتا ہے؟"

"شاید وہ چاہتا ہے کہ یہاں دوسرے سائے کا علم نہ ہو۔ وہ جانتا ہے کہ جوڈی نے تم لوگوں سے انتقام لینے کی بات کی تھی اس لئے وہ جوڈی کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہا ہے۔"

"کیا آپ اس دوسرے سائے کے خیالات نہیں پڑھ سکتیں؟"

"نہیں' میں نے عمان میں ہی اس کے اندر جا کر اس کے خیالات پڑھنے کی کوشش کی تھی مگر شاید کسی نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ وہ مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کرتا اس کے باوجود اس کے خیالات سمجھ میں نہیں آتے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ کسی انجانی زبان میں سوچ رہا ہو۔"

"اگر وہ انجانی زبان میں سوچتا ہے' کسی دوسرے ملک کا باشندہ ہے تو ہم سے کیوں دشمنی کر رہا ہے؟"

"یہی تو سمجھنا ہے کہ وہ کون ہے؟ اتنے زبردست کارنامے جوڈی کے نام سے کیوں کر رہا ہے؟ اور اسے کیا فائدہ حاصل ہو رہا ہے؟"

"آپ مجھ سے زیادہ سمجھ دار ہیں پھر بھی مشورہ دینا چاہوں گا جس طرح روبینہ کے ذریعے آپ مجھ سے باتیں کرتی ہیں اسی طرح [illegible]

میری لاش یہاں کے حکمرانوں تک پہنچا دے گا۔"

"وہ خود کو جوڈی بنا کر رکھنے کے لئے اپنے چیلنج کے مطابق تمہیں بھی قتل کرنا چاہے گا۔ میں نے تم سے پہلے بھی کہا ہے کہ یہاں سے باہر نہ نکلنا۔ میں جلد ہی اسے بے نقاب کروں گی اور اسے بھی اپنا تابعدار بنا دوں گی۔ میں ابھی اس کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ انسانی دماغ بھی کیسے کیسے تماشے دکھاتے ہیں۔ بیشتر ایسی سائنسی ایجادات ہیں' جو عقل سے بعید ہیں۔ ہم ایک ملک کے لوگوں کو ٹی وی اسکرین پر ہر ملک میں دیکھتے ہیں اور انہیں بولتے ہوئے سنتے ہیں۔ ایک شخص دوسرے شخص کے اندر چھپی ہوئی باتیں معلوم کر لیتا ہے۔ میں خود مقفل دماغوں میں پہنچ جاتی ہوں اور کوئی میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے لیکن اس دوسرے سائے نے تو حیران کر دیا ہے۔ زبان سے انگریزی بولتا ہے' دماغ کے اندر پہنچتی ہوں تو اس کی سوچ کی لہریں انجانی زبان بولنے لگتی ہیں۔"

پارس کسی بھی مشن کے دوران اپنی اصلی آواز اور لہجے میں نہیں بولتا تھا لیکن جس آواز میں بھی بولتا تھا اسے سن کر کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر پہنچ جاتا تھا۔ جناب تیرہزی صاحب نے اس پر ایسا عمل کیا تھا کہ اس کے دماغ کو عجوبہ بنا دیا تھا۔ دیوی شی تارا اسے حاصل کرنے کے لئے زیر زمین زندگی گزار رہی تھی' طرح طرح کے حربے استعمال کر رہی تھی لیکن تقدیر اسی کہتے ہیں کہ انسان منزل پر پہنچ کر بھی منزل سے دور رہتا ہے۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے اس کے اندر آئی پھر بولی "میں تم سے باتیں کرنے آئی ہوں۔"

پارس کی سوچ کی لہروں نے کہا "شرنم ودیا تولا کرنا ٹم کرنا ٹم۔ نا ٹم۔"

"یہ کون سی زبان بول رہے ہو۔ ہماری دنیا کے کسی خطے میں ایسی زبان نہیں بولی جاتی ہے' کیا تم خلا سے آئے ہو؟"

"خلانا بنا رسم چلبلی چلبلی چلبلی....."

"تم زبان سے انگریزی بولتے ہو۔ تمہاری سوچ کی لہریں انگریزی کیوں نہیں بولتی ہیں؟"

پارس کے سائے نے ایک کاغذ پر انگریزی میں لکھا "این ان کنٹرول روم' کنٹرولر مائی برین" (ایک نامعلوم کنٹرول روم نے دماغ کو کنٹرول کر رہا ہے)

"وہ کنٹرول روم کہاں ہے؟ تم کس کے آلۂ کار ہو؟ کچھ تفصیل بتاؤ۔"

وہ کاغذ سائے کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور قلم اس سائے کے جا کر یوں گم ہو گیا جیسے لباس کے اندر چھپ گیا ہو۔ اس کا یہ یہی ہو سکتا تھا کہ کسی نامعلوم کنٹرول روم سے انگریزی زبان کے سوا زیادہ جواب نہیں ملے گا۔

دیوی شی تارا اپنی جگہ حاضر ہوئی اور اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ کبھی اس کے باپ نے بھی ایسی زبان نہیں سنی تھی اور ایسی خلائی مخلوق نہیں دیکھی تھی۔ وہ زیر زمین رہتی تھی اس لیے اس نے ٹی وی پر وہ سب کچھ نہیں دیکھا تھا جو عمان کے اجلاس میں ہوا تھا۔ اس طرح اس نے پارس کو بھی اس اجلاس میں ایک ملازم کی حیثیت سے نہیں دیکھا تھا۔ البتہ سنا تھا کہ اس ملازم نے ایک ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے اجلاس کے تمام حاضرین کے لیے جان کا خطرہ پیدا کر دیا تھا۔ پھر جوڈی نارمن سے ایک ڈبیا چھین کر اس میں سے ایک گولی کھا کر سایہ بن گیا تھا۔ دیوی نے یہ تمام باتیں دوسرے کے دماغ سے معلوم کی تھیں اور یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ جسے خلائی مخلوق کہہ رہی ہے' وہ ٹی وی پر مکمل انسان نظر آ رہا تھا۔

اور دیوی شی تارا کا دماغ بھی تسلیم نہیں کرتا تھا کہ وہ خلائی مخلوق ہے۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ دوسرا سایہ خود کو چھپا رہا ہے اور یوں الٹی سیدھی زبان بول کر دیوی کا مذاق اڑا رہا ہے۔ وہ اس طرح مذاق اڑانے کی سزا اسے دے سکتی تھی۔ اس نے پھر اس کے دماغ میں آ کر ایک زبردست زلزلہ پیدا کیا۔ یہ ایسا زلزلہ تھا کہ کوئی کمزور ہوتا تو برداشت نہ کر پاتا اور مر جاتا۔ اگر کوئی شہ زور ہوتا تو اپنا دماغی توازن کھو بیٹھتا مگر اس کی سوچ کی لہروں نے کہا "چلبلی' چلبلی' چلبلی....."

اس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ واپس آ گئی۔ اس نے اپنی ڈی شی تارا کے دماغ سے معلوم کر لیا تھا کہ پارس کے چور خیالات کوئی نہیں پڑھ سکتا لیکن وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک لیتا ہے۔ ابھی اس نے دیوی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا' دماغ کے اندر دیوی کے بولنے پر بھی حیران نہیں ہوا تھا اور چور خیالات پڑھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ انجانی زبان نہیں سمجھتی تھی۔ بہرحال وہ سایہ اسے پارس سے بالکل مختلف لگا تھا جبکہ وہ دل میں پارس کو پا لینے کی امید لیے بار بار اس سائے کو جاننے اور پہچاننے کی کوششیں کرتی رہی تھی۔

وہ روبینہ کی آواز میں منڈولا سے بولی "اس سائے کی سوچ کی لہریں اجنبی زبان بولتی ہیں۔ میں اس کے خیالات پڑھنے سے قاصر ہوں۔"

"مگر دیوی جی! وہ تو فر فر انگریزی بولتا ہے۔"

"وہ خود نہیں بولتا ہے۔ وہ محض ایک آلۂ کار ہے۔ کسی تنظیم کے کنٹرول روم سے جس طرح کنٹرول کیا جاتا ہے' اسی طرح وہ بولتا اور حرکت کرتا ہے۔ میں ابھی اس کے دماغ کو اچھی طرح ٹٹول چکی ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے کوئی نامعلوم تنظیم جوڈی کا نام لے کر خود کو چھپا رہی ہے۔ اسی تنظیم نے ہماری یہودی تنظیم کو تقریباً ختم کر دیا ہے۔"

"کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ میں اس نامعلوم تنظیم کو

متعلق بعد میں معلوم کروں گی۔ ابھی ایک ضروری معاملے میں مصروف ہوں۔ تمہیں سمجھاتی ہوں کہ جوڈی اور اس دوسرے سائے کے دماغوں میں نہ جانا۔ ہو سکتا ہے وہ نامعلوم تنظیم والے تمہاری ہی خیال خوانی کے انتظار میں ہوں' ان کے پاس ایسی تکنیک ہو کہ تمہاری سوچ کی لہروں کے ذریعے سمت معلوم کر کے تمہاری شہ رگ تک پہنچ جائیں۔"

وہ سہم کر بولا "جن..... نہیں' نہیں۔ میں کسی کے دماغ میں نہیں جاؤں گا۔ جب تک تم اجازت نہیں دو گی' خیال خوانی نہیں کروں گا۔"

دیوی شی تارا اس کے دماغ سے نکل کر جوڈی نارمن کے اندر آ گئی۔ پچھلی بار وہ جوڈی کو ایک جوان ڈاکٹر کے گھر میں چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ وہ ڈاکٹر اپنے مکان میں تنہا رہتا تھا۔ بہت ذہین اور تجربہ کار مانا جاتا تھا۔ رات کے وقت اس نے ڈاکٹر پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا تابعدار بنا لیا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ رات کے تین بجے تک سوتا رہے پھر بیدار ہو کر اپنی کار میں کہیں چلنے کے لیے تیار ہو جائے۔

جوڈی نے جو عمل کیا تھا' اس میں دیوی شی تارا کا تعاون حاصل تھا اور یہ پروگرام تھا کہ ڈاکٹر رات کے تین بجے بیدار ہو کر سفر کی تیاری کرے گا۔ ایک ایسا بیگ بھی اپنی ڈکی میں رکھے گا جس میں چھوٹی بڑی چھینیاں اور ہتھوڑیاں ہوں گی' جن کے ذریعے وہ ان فارمولوں کے پہلے حصے کو ایک چٹان پر کندہ کریں گے۔ جس چٹان کا تعین کیا گیا تھا' وہاں پہنچنے تک صبح کے چھ بج جاتے پھر دن کی روشنی میں فارمولا کندہ کرنے کا پہلا مرحلہ طے ہو جاتا۔

دیوی شی تارا نے رات کے گیارہ بجے دیکھا' تنویمی عمل ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر گہری نیند میں تھا اور جوڈی کا سایہ بھی اسی مکان کے ایک کمرے میں سو رہا تھا تاکہ تین بجے بیدار ہو سکے۔ دیوی بھی مطمئن ہو کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔

ثانی اور علی نے رات کے گیارہ بجے کھانا کھایا۔ وہ بولی "اب صرف ایک ڈائریکٹری رہ گئی ہے۔ اس میں جتنے ڈاکٹروں کے نام ہیں' انہیں بھی ہم فون کر کے آزمالیں گے۔"

علی نے کھانے کے بعد کہا "یہ بڑا تھکا دینے والا کام ہے۔ ہم اب تک تقریباً اسی فون کر چکے ہیں۔ دل تو نہیں چاہتا کہ اور محنت کی جائے مگر کرنا ہو گا۔ محنت سے تھکن ہوتی ہے لیکن تھکنے والے ہی کامیاب ہوتے ہیں۔"

انہوں نے کھانے سے فارغ ہو کر ٹیلی فون ڈائریکٹری کا آخری حصہ نکالا پھر اس میں سے ایک ایک ڈاکٹر کا فون نمبر دیکھ کر ڈائلنگ کرنے لگے۔ آدھی رات کے بعد ایک ڈاکٹر نے فون پر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

ثانی معمول کے مطابق اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ ڈاکٹر پریشان ہو گیا۔ وہ خوش ہو کر ریسیور رکھ کر بولی "علی! وہ مل گیا۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی ہے۔ مجھے اس کے چور خیالات پڑھنے چاہئیں۔"

علی نے ڈائریکٹری دیکھی۔ اس فون نمبر والے ڈاکٹر کا نام ڈیمون ایروز تھا۔ اس کے مکان کا پتا بھی درج تھا۔ علی نے کہا "اگر یہی ہمارا ٹارگٹ ہے تو تمہیں یہاں آرام سے بیٹھ کر خیال خوانی کرنا ہو گی اور دوبارہ اس پر تنویمی عمل کرنا ہو گا لہٰذا تم یہاں رہو۔ میں وہاں جا کر تمہارے لیے اس ڈاکٹر کی کھوپڑی میں جانے کا راستہ بناتا ہوں۔"

علی نے لباس تبدیل کیا پھر کار میں بیٹھ کر ڈاکٹر ڈیمون ایروز کے مکان کے سامنے پہنچ گیا۔ کار سے اتر کر اس کے دروازے پر آیا' جو اندر سے مقفل تھا۔ علی کے لیے ایسے دروازے اور تجوریاں کھولنا معمولی بات تھی۔ وہ دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا۔ ثانی اس کے اندر موجود تھی اور سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ ایک کمرے میں بستر خالی سا لگ رہا تھا لیکن زیرو پاور کی روشنی میں ایک سایہ نیند میں غافل دکھائی دے رہا تھا۔

ثانی نے کہا "علی! یہ یقیناً جوڈی ہو گا۔ ہم صحیح جگہ پہنچ رہے ہیں۔"

علی دبے قدموں چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں ایک شخص سو رہا تھا۔ علی نے مکان کے دوسرے حصوں کو بھی دیکھا۔ وہاں اور کوئی نہیں تھا۔ اس سے پتا چلا کہ وہ سونے والا شخص ہی ڈاکٹر ڈیمون ایروز ہے۔ اس نے بستر کے پاس آ کر ایک ہاتھ سے گلے کو دبوچ لیا اور دوسرا ہاتھ منہ پر رکھ دیا تاکہ وہ منہ سے آواز نہ نکال سکے۔ اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ سہم کر علی کو دیکھ رہا تھا اور اس قابل نہیں تھا کہ سانس روکنا کیونکہ گلا دبانے کے باعث بڑی مشکل سے سانس آ رہی تھی۔

ثانی نے اس کے اندر پہنچ کر ایک ہلکا سا جھٹکا دیا۔ وہ دائمی تکلیف سے تڑپنے لگا پھر اس پر یہ کمزوری طاری ہونے لگی۔ ثانی نے علی سے کہا "اب آجاؤ۔ میں نے ایک ہی جھٹکے کے بعد معلوم کر لیا ہے کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔"

علی اس مکان سے چلا گیا۔ ثانی ڈاکٹر کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنے لگی کہ آج رات اس پر کیا گزری۔ وہ بتانے لگا کہ صحیح طور پر کچھ نہیں جانتا ہے۔ اتنا معلوم ہے کہ رات کے تین بجے نیند سے بیدار ہو کر ایک بیگ میں مختلف چھینیاں اور ہتھوڑیاں لے کر اپنی کار میں جا فہ سے بیس میل دور ایک پہاڑی پر جانا ہے۔ اس کی کار میں ایک انسان کا سایہ ہو گا اور وہ اس سائے کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔

ثانی نے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا پھر اس نے علی کو بتایا کیا اور تمام حالات بتانے کے بعد کہا "جوڈی نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور تاکید کی تھی کہ تین بجے رات تک سوتا رہے لیکن میں نے اسے دو بجے بیدار کیا ہے۔ کیا جوڈی کے عمل میں گڑبڑ ہو گی اور وہ ڈاکٹر یہ شبہ کرے گا؟"

میں نے کہا "مجھے اس ڈاکٹر کے پاس پہنچاؤ۔ میں سچویشن کو سنبھال لوں گا۔"

اس نے مجھے ڈاکٹر ڈیمون ایروز کے اندر پہنچا دیا۔ میں نے تھوڑی دیر اس کے خیالات پڑھے پھر جوڈی نارمن کی آواز اور لہجہ اختیار کر کے کہا "میں نے تمہیں رات کے تین بجے تک تنویمی نیند عمل کرنے کو کہا تھا لیکن ایک ضرورت کے تحت تمہیں جگانا پڑا۔ میں تمہارا عامل ہوں پھر سے عمل کرتا ہوں' کیا میرا یہ حکم یاد رکھو گے؟"

اس کے خوابیدہ دماغ نے کہا "جی ہاں۔ میں آپ کا معمول ہوں' آپ کا حکم یاد رکھوں گا۔"

"تم میرے سابقہ حکم کے مطابق ٹھیک تین بجے رات کو بیدار ہو جاؤ گے اور اتنی دیر میں تمہاری تنویمی نیند مکمل ہو جائے گی۔"

اس نے کہا کہ وہ سابقہ حکم کے مطابق ہی بیدار ہو گا۔ میں نے کہا "اور میں حکم دیتا ہوں کہ اس دوران تمہاری نیند میں جو خلل پڑا تھا اور جس نے یہاں آ کر مداخلت کی تھی' تم ان سب باتوں کو بیدار ہونے کے بعد بھول جاؤ گے۔"

اس نے پھر حکم کی تعمیل کی' وعدہ کیا اور سو گیا۔ ثانی مطمئن ہو کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی پھر اس نے پارس کو مخاطب کیا اور بتایا کہ جوڈی آج ایک ڈاکٹر کو صبح چار بجے تک جافہ سے بیس میل دور ایک پہاڑی پر لے جائے گا اور وہاں اس ڈاکٹر سے کوئی اہم کام لے گا۔ اگر وہ اور علی اس کے تعاقب میں جائیں گے تو اسے شبہ ہو سکتا ہے۔

پارس نے کہا "تم دونوں آرام کرو۔ میں ان کا تعاقب کروں گا۔ ڈاکٹر کے مکان کا پتا بتاؤ۔"

ثانی نے اسے پتا بتایا۔ وہ بولا "ٹھیک ہے۔ اب تم آرام کرو۔"

وہ بولی "کیا بات ہے' کچھ سنجیدہ سے لگ رہے ہو۔ تمہاری زندہ دلی کیا ہوئی؟"

"تمہیں ستانے میں مزہ آتا ہے مگر آج ایک خیال خوانی کرنے والی میرے اندر آئی تھی۔ میں نے اسے الو بنایا ہے لیکن تب سے سوچ رہا ہوں کہ وہ وہی پراسرار زیر زمین رہنے والی دیوی ہے۔ اس کی سوچ کی لہروں کو کوئی محسوس نہیں کرتا ہے۔ صرف میری چھٹی حس نے بتایا کہ میرے اندر کوئی ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔ تم یہ سوچ رہے ہو کہ دنیا والوں سے دور اور زیر زمین رہنے والی تمہارے پاس کیوں آئی تھی؟ کیا اس لیے آئی تھی کہ اسے بھی سایہ بنا دینے والی گولیوں سے دلچسپی ہے؟"

"ہاں' ہندوستان میں بڑے سادھو سنت اور رشی منی کہلانے والے' بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور زمین کی تہ وغیرہ میں جا کر دھیان گیان میں مصروف رہتے ہیں تاکہ پراسرار علوم حاصل کر سکیں۔ اس زیر زمین رہنے والی کے لیے سایہ بن جانا بھی ایک پراسرار علم ہو گا' اس لیے وہ صرف مجھ میں نہیں' جوڈی میں بھی دلچسپی لے رہی ہو گی۔"

ثانی نے کہا "اوہ خدایا! اب تمہاری بات سمجھ میں آئی۔ تم نے تو اسے اپنے دماغ کے اندر سے مایوس کر کے بھیج دیا لیکن جوڈی نارمن نے اسے محسوس نہیں کیا ہو گا اور اب وہ جو کچھ کر رہا ہے۔ اس کا علم دیوی کو ہو رہا ہو گا۔"

"ہاں' میں اسی لیے سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں کہ ابھی جوڈی ڈاکٹر کے ساتھ جہاں جانے والا ہے' وہاں دیوی برابر جوڈی کے اندر موجود رہے گی۔"

"ہاں۔ یہ تشویش کی بات ہے۔ پتا نہیں وہ کیا گڑبڑ کرے گی۔ پھر تو مجھے بھی تمہارے دماغ میں رہنا چاہیے۔"

"نہیں' تم آرام کرو۔ میرے ساتھ بار بار رہے گی۔ اگر بات بڑھے گی تو بار بار تمہیں بلا لے گی۔ اچھا شب بخیر۔"

پارس نے گھڑی دیکھی۔ تین بج چکے تھے۔ وہ جس مکان میں تھا اس کے سامنے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اسٹیرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا پھر اسے اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرنے لگا۔ بار بار اس کے اندر موجود تھی۔ اس نے کہا "ثانی آنا چاہتی تھی۔ تم نے اسے آرام کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ آخر مجھے ہی اپنے پاس کیوں بلاتے ہو؟"

"تم کتنی بے شرم ہو کہ میں بلاتا ہوں اور تم چلی آتی ہو۔"

"بکواس کرو گے تو چلی جاؤں گی۔"

"دیکھو' ازبکستان میں تم آپریشن کے بعد مکمل ایک لڑکی بن چکی ہو۔ اسے تسلیم کر لو' آخر کب تک خود کو مرد سمجھتی رہو گی؟"

"دوسری باتیں کرو۔ میں مرد ہوں اور مرد ہی رہوں گی۔"

"کتنا اچھا فقرہ ہے کہ مرد ہی رہوں گی۔ تم نے اردو قواعد کی تذکیر و تانیث کو خوب ملایا ہے۔ اس طرح تم بھی عورت مرد بن کر ہی کسی سے شادی کرو۔ سہاگ رات کو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

"تم کوئی اور کام کی بات نہیں کر سکتے؟"

"سب سے اہم کام کی بات یہی ہے۔ یہ بات ہوتی ہے تو ہماری دنیا قائم رہتی ہے۔"

"تم سے تو اللہ بچائے۔ اب میں خاموش رہوں گی۔"

وہ ڈاکٹر ڈیمون ایروز کے مکان سے ذرا دور رک گئے۔ ڈاکٹر اپنی کار کی ڈکی کھول کر وہ بیگ رکھ رہا تھا جس میں کندہ کرنے کے آلات رکھے ہوئے تھے پھر وہ اسٹیرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ بظاہر دور سے تنہا دکھائی دے رہا تھا مگر اس کے ساتھ جوڈی کا سایہ ضرور ہو گا۔ وہ کار چل پڑی۔

پارس ایک طویل فاصلہ رکھ کر تعاقب کرنے لگا۔ اس کی کار کی کھڑکیوں کے کلر ڈ شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ اگر وہ شیشے نہ ہوتے تو

کار کے اندر بیٹھنے والے دکھائی دیتے جبکہ بیٹھنے والا کوئی نہیں تھا' پارس کا سایہ تھا۔ خود پارس کار چلاتا ہوا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

ڈاکٹر کی گاڑی ایک پٹرول پمپ پر رک گئی۔ پارس اپنی کار سے اتر گیا۔ صبح ہونے والی تھی۔ ابھی نیم تاریکی تھی' راہ گیر نہیں تھے۔ اِکّا دُکّا کاریں گزرتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ ایسے میں پارس کے سائے کو کسی نے نہیں دیکھا۔ وہ ڈاکٹر کی کار کی چھت پر آکر لیٹ گیا کیونکہ آگے چل کر ڈاکٹر کی گاڑی مین روڈ سے ہٹ کر ایک ذیلی سڑک پر پہاڑی کی طرف جانے والی تھی جہاں اتنی صبح گاڑیاں نہیں چلتی تھیں۔ پارس اپنی کار میں آتا تو تعاقب کرتا ہوا ضرور دکھائی دیتا۔ اب ڈاکٹر یا جوڈی شبہ نہیں کرسکتے تھے۔

وہ کار پٹرول پمپ سے آگے بڑھ گئی۔ اسے بظاہر ایک ڈاکٹر چلا رہا تھا مگر اس کار میں پانچ افراد تھے۔ ڈاکٹر کے ساتھ جوڈی کا سایہ اور جوڈی کے دماغ میں دیوی شی تارا تھی۔ چھت پر پارس کا سایہ اور پارس کے دماغ میں پارہا موجود تھی۔ کسی بھی انسان کی آنکھ صرف ڈاکٹر کو دیکھ سکتی تھی حتیٰ کہ ڈاکٹر بھی اپنے سوا کسی کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ خود کو تنہا سمجھ رہا تھا۔

آخر وہ چند چھوٹی بڑی پہاڑیوں کے درمیان آگئے۔ ادھر ویرانی اور سناٹا تھا۔ کوئی پختہ سڑک بھی نہیں تھی۔ شاذونادر ہی ادھر سے کسی کا گزر ہوتا تھا۔ ڈاکٹر نے کار کی ڈکی سے ایک چھوٹے بیگ کو اٹھایا اور پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ اس حصے میں پارس کا سایہ پتھروں اور چٹانوں کی آڑ میں چھپتا چل رہا تھا تاکہ جوڈی اور دیوی شی تارا نہ دیکھ سکیں۔ ڈاکٹر اچھی خاصی اونچائی پر رک گیا۔ جوڈی نے اس سے کہا "یہ ہموار چٹان ٹھیک رہے گی۔ بیگ سے آلات نکالو۔"

ڈاکٹر معمول اور تابعدار تھا۔ اس نے بیگ کھول کر آلات نکالے۔ چٹان پر جوڈی کا سایہ پڑ رہا تھا۔ سورج کی کرنیں اس اونچی چٹان پر کسی رکاوٹ کے بغیر پہنچ رہی تھیں۔ جوڈی کے سائے نے اپنے لباس میں ہاتھ ڈال کر چند کانغذات نکالے' وہ کانغذات فضا میں معلق نظر آنے لگے۔ سائے نے اس میں سے ایک کاغذ نکال کر ڈاکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اس کاغذ کی پہلی چار سطریں اس چٹان پر کندہ کرو۔ اس کے بعد والی سطریں کسی دوسری پہاڑی کی چٹان پر کندہ کی جائیں گی۔"

ڈاکٹر نے وہ کاغذ لے لیا۔ باقی کاغذات پھر سائے کے اندر جاکر چھپ گئے۔ یعنی سائے نے باقی کاغذات کو اپنے لباس میں چھپالیا تھا۔ وہ کوئی جادوئی منظر لگتا تھا۔ اگر کوئی دیکھنے والا ہوتا تو اسے جادو ہی سمجھتا۔

ویسے دیکھنے والے ایسی جگہ کسی مجبوری سے آتے ہیں۔ چور' ڈاکو یا حکومت کے باغی چھپنے کے لیے ایسی ہی ویران جگہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ ایک نوجوان ذرا فاصلے پر دوسرے بڑے پتھر کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا۔ اس نے بہت پہلے ہی ڈاکٹر کو ایک بیگ اٹھائے بلندی

کی طرف آتے دیکھا تھا۔ کوئی اس کے ساتھ نظر نہیں آرہا تھا۔ نوجوان نے سوچا' اسے آنے دیا جائے۔ اگر دشمن ہوگا' اسے تلاش کررہا ہوگا تو مقابلے میں ایک شخص کو مار گرانا اس کے لیے آسان تھا اس لیے وہ ایک بڑے پتھر کے پیچھے چھپ گیا تھا۔

اب وہ نوجوان حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھ رہا تھا اور سن رہا تھا۔ ڈاکٹر کے علاوہ کوئی بول رہا تھا۔ اسے بیگ سے آلات نکالنے کو کہہ رہا تھا لیکن وہ بولنے والا نظر نہیں آرہا تھا۔ البتہ ڈاکٹر کے علاوہ ایک سایہ چٹان پر دکھائی دے رہا تھا۔

پھر اس نوجوان کے لیے مزید حیران کرنے والا منظر دکھائی دیا۔ سائے نے ایک کاغذ نکال کر ڈاکٹر کو دیا تھا۔ وہ کاغذ دکھائی دے رہا تھا جسے ڈاکٹر نے لیا تھا۔ باقی کاغذات پھر سائے کے اندر چھپ گئے تھے اور وہ سایہ ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا کہ اس کاغذ کی صرف چار سطریں اس چٹان پر کندہ کی جائیں۔ اس کے بعد والی سطریں کسی دوسری پہاڑی کی چٹان پر نقش کی جائیں گی۔

ان باتوں سے نوجوان نے سمجھ لیا کہ ان تمام کاغذات کی تحریریں اہم ہیں۔ انہیں مختلف مقامات پر کندہ کیا جائے گا تاکہ کوئی ان تحریروں کو ایک ساتھ ایک جگہ نہ پڑھ سکے۔ شاید وہ سایہ سوچ رہا ہوگا کہ وہ کاغذات بھیگ سکتے ہیں' جل سکتے ہیں یا اس سے چھینے جاسکتے ہیں اسی لیے وہ اہم تحریروں کو چٹانوں پر نقش کرا رہا تھا۔

وہ نوجوان اپنے طور پر ایسا سوچ رہا تھا کہ پھر ایک چونکا دینے والا منظر دکھائی دیا۔ چٹان پر جو سایہ تھا' اس کا ہلکا ہلکا سا انسانی جسم جھلک رہا تھا۔ وہ جھلک مستقل ہوتی جارہی تھی۔ یعنی جوڈی نے وہ گولی کھائی تھی' اب اس کا اثر ختم ہورہا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا انسانی جسم پوری طرح نمودار ہوگیا۔

ڈاکٹر ڈیمون ایروز نے چونک کر اسے دیکھا' پھر گھبرا کر پوچھا "تم کون ہو؟ ابھی تو میرے پاس کوئی نہیں تھا؟"

جوڈی نے کہا "میں تمہارا عامل ہوں۔ جو کہہ رہا ہوں فوراً کرو۔ یہ چار سطریں یہاں کندہ کرکے فوراً چلو۔"

ڈاکٹر نے دیوی کی مرضی کے مطابق کہا "جوڈی! تم نے سایہ بننے والی جو گولی کھائی تھی' اس کا اثر ختم ہوچکا ہے۔ اب اپنی جیب سے وہ ڈبیا نکالو جس میں آٹھ گولیاں ہیں اور وہ کاغذات بھی دو جس میں ایسی گولیاں بنانے کے فارمولے ہیں۔ مسٹر جوڈی! میں تمہارا نہیں' دیوی جی کا معمول اور تابعدار ہوں۔"

جوڈی نارمن نے حقارت سے کہا "ڈاکٹر! تیرا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ تو کس دیوی کی باتیں کررہا ہے۔ میں ابھی ایک گولی کھا کر پُرسایہ بن جاؤں گا اور تجھ سے یہی کام کراؤں گا جس کے لیے میں یہاں لایا ہوں۔"

اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ ڈبیا نکالی لیکن اسے کھول نہ سکا۔ ڈاکٹر نے دیوی کی مرضی کے مطابق جوڈی کے ہاتھ ایک لات ماری۔ وہ ڈبیا ہاتھ سے چھوٹ کر فضا میں اوپر کی طرف اچھل گئی پھر اوپر جاکر نیچے آنے لگی۔ ڈاکٹر اور جوڈی دونوں اسے کیچ کرنے کے لیے اوپر کو اچھلے مگر اس نوجوان نے ان سے زیادہ اچھل کر ان سے پہلے اس ڈبیا کو اپنی مٹھی میں لے لیا۔

ڈاکٹر اور جوڈی نے چونک کر اسے دیکھا کہ یہ تیسرا کہاں سے آگیا۔ ڈاکٹر نے دیوی کی مرضی کے مطابق پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ نوجوان کیا جواب دیتا۔ وہ سوچ رہا تھا' آج تک میں نے زمین سے اوپر اتنی اونچی چھلانگ نہیں لگائی پھر کیسے چھلانگ لگا کر ڈبیا کو کیچ کرلیا؟'

وہ یہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ اس کے اندر پارس کا سایہ سما گیا تھا اور اس سائے نے اسے اوپر کی طرف بے اختیار اچھال دیا تھا۔ ادھر دیوی خنجر تھی کہ نوجوان زبان سے کچھ بولے تو اس کے دماغ میں پہنچ جائے لیکن اس نوجوان نے ابھی ڈاکٹر کی زبان سے سنا تھا' اس نے کہا تھا "مسٹر جوڈی! میں تمہارا نہیں' دیوی جی کا معمول اور تابعدار ہوں۔"

اس فقرے نے نوجوان کو سمجھا دیا تھا کہ یہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے یا ہپناٹائز کرنے والے موجود ہیں لہٰذا گونگا بن کر رہنا چاہیے۔ اس نے ڈاکٹر کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ مار کھاتے ہی اس کے ہاتھ سے کاغذ چھوٹ گیا۔ نوجوان نے کاغذ لے کر اسے نہ کیا پھر جیب میں رکھا۔ جوڈی اس سے کاغذ لینے کے لیے لپکا تو اس کی پٹائی شروع ہوگئی۔ اب یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ نوجوان بہترین فائٹر تھا یا اس کے اندر سمایا ہوا پارس اس کی پٹائی کررہا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے جوڈی کی گردن کو گرفت میں لیا پھر دوسرا ہاتھ اس کی جیب میں ڈال کر فارمولے کے تمام کاغذات نکال لیے۔

دیوی شی تارا کبھی ڈاکٹر اور کبھی جوڈی کے دماغوں میں جاکر چیخ رہی تھی "بزدلو! ایک نوجوان کا مقابلہ نہیں کرسکتے؟ اس سے فوراً کاغذات اور گولیاں چھین لو۔"

وہ دونوں اسی کوشش میں تھے اور یہ نہیں سمجھ پارہے تھے کہ نوجوان کے اندر ایک شیطان گھسا ہوا ہے۔ اس نے تمام کاغذات جیب میں رکھ لیے تھے اور اب ڈھلان کی طرف دوڑا جارہا تھا۔ دیوی اور جوڈی کے ہاتھوں سے ایک نہایت ہی غیر معمولی چیز نکل جارہی تھی۔ وہ جوڈی کے زخمی ہونے کے باوجود اسے نوجوان کے پیچھے دوڑا رہی تھی اور پریشان ہورہی تھی کہ یہ تیسرا جوان کہاں سے آٹپکا ہے۔ نہ بولتا ہے' نہ دماغ میں آنے کا موقع دیتا ہے اور نہ ہی جوڈی اس پر غالب آرہا ہے۔

وہ گولیاں اور فارمولے جوڈی نارمن کے لیے بھی جان سے زیادہ عزیز تھے مگر وہ نوجوان پہاڑی کے نیچے ڈاکٹر کی کار میں پہنچ گیا تھا اور اسے اسٹارٹ کرکے جارہا تھا۔ جوڈی اس کار کے پیچھے دوڑ لگا تا گیا پھر ایک جگہ اوندھے منہ گر پڑا۔

ان لمحات میں زیرِ زمین رہنے والی دیوی شی تارا کی جھنجلاہٹ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اس اچانک ٹپک پڑنے والے نوجوان نے اسے اپنے اندر آنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اتنی اہم چیزیں ایک نامعلوم نوجوان کی تحویل میں رہیں اور آگے چل کر وہ نوجوان ایک غیر معمولی شخص بن جائے۔

اب ایک ہی مکّار اور ناقابلِ شکست سایہ تھا جس نے جوڈی کے نام سے کارنامے انجام دے کر یہودی تنظیم کا کباڑا کیا تھا۔ وہی اس نامعلوم نوجوان تک پہنچ سکتا تھا۔ یہ سوچتے ہی دیوی شی تارا نے اس دوسرے سائے کے دماغ میں چھلانگ لگائی اور کہا "غضب ہوگیا۔ ایک نوجوان جوڈی نارمن سے گولیاں اور فارمولے چھین کرلے جارہا ہے۔ پلیز اس کا سراغ لگاؤ۔ وہ جائے قریب....."

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ اس نے چونک کر دیکھا' جس کے دماغ میں وہ بول رہی ہے' وہی اس نوجوان کے اندر وہ کار ڈرائیو کررہا ہے اور اس کے جواب میں کہہ رہا ہے "چلیلی' چلیلی....."

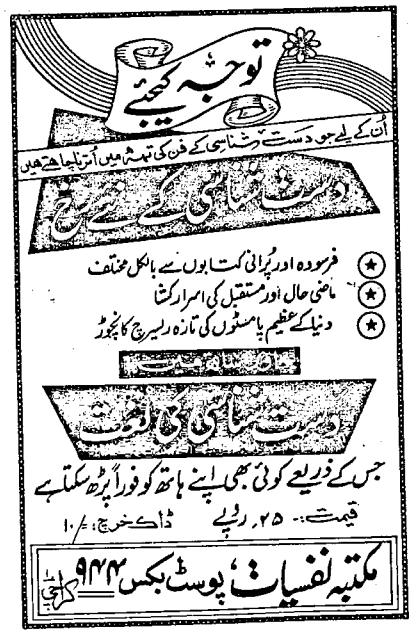

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی اور مہادیو شیو شنکر کی مورتی کے آگے اوندھے منہ گر پڑی۔ دراصل وہ اوندھے منہ نہیں گری تھی۔ یہ بھی پوجا اور بھگتی کا ایک انداز تھا۔ جب مسلمان خدا کا شکر ادا کرتے ہیں تو سجدہ کرتے ہیں۔ ہندوؤں میں بھگوان کی مورتی کے آگے سجدہ کیا جاتا ہے لیکن عقیدت اور احترام یا کسی دلی صدمے کا اظہار کرنا ہو تو ہندو سجدے سے ذرا آگے بڑھ کر سر سے لے کر پاؤں تک اوندھے لیٹ جاتے ہیں۔ اس طریقے کو ڈنڈوت کرنا کہتے ہیں۔

دیوی شی تارا صدمات سے نڈھال ہو کر مہادیو کے سامنے آکر اوندھی لیٹ گئی پھر بولی "ہے شیو شنکر! آج تک مجھے کسی نے مات نہیں دی۔ چار برس سے زیرِ زمین ہوں۔ تیری پوجا کرتی ہوں۔ بھگوان کی بھگتی میں کوئی کمی نہیں چھوڑتی۔ تیری مہرانیوں سے میں نے ٹیلی پیتھی میں کمال حاصل کیا ہے۔ جو تش ودیا میں کبھی غلطی نہیں کرتی ہوں۔ ڈی شی تارا کے ذریعے باہر کی دنیا دیکھتی رہی ہوں۔ ناکامی یا کامیابی اپنی اس ڈی پر چھوڑ دیتی ہوں لیکن جب میں کسی معاملے سے نمٹنا چاہتی ہوں تو ہمیشہ کامیاب رہتی ہوں۔ آج مگر آج.... مجھے ناکامی کیسے ہوگئی۔ میں نے کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی مگر وہ دوسرا سایہ کون ہے؟ کون ہے وہ؟ وہ مجھ سے بازی کیسے لے گیا؟ وہ میری سمجھ میں کیوں نہیں آرہا ہے؟"

وہ ذرا خاموش ہوئی جیسے بھگوان سے جواب ملنے کی توقع ہو۔ پھر بولی "مجھے اتنا تو معلوم ہو کہ اس کا دھرم کیا ہے؟ نام کیا ہے؟ اس کی زبان کیا ہے؟ وہ تو عجیب زبان بولتا ہے۔ ہمیشہ آخر میں چلیلی چلیلی کہہ دیتا ہے' آخر اس کا مطلب کیا ہے؟"

وہ پھر چپ ہوگئی۔ ذرا سوچنے پر یاد آیا کہ چلیلی تو ہندی لفظ ہے۔ چلیلی اس لڑکی کو کہا جاتا ہے جو بہت شریر' نٹ کھٹ' چالاک اور ایسی تیز طرار ہوتی ہے کہ اپنی حرکتوں سے دوسروں کا ناک میں دم کردیتی ہے۔ دوسرے چلیلی کا نام سن کر کان پکڑتے ہیں۔ ہاتھ جوڑتے ہیں اور اس سے کتراتے ہیں۔

وہ زمین پر سے اٹھ گئی۔ سوچنے لگی' کیا وہ ہندی زبان جانتا ہے اور مجھے چالاک' تیز طرار اور چلیلی مانتا ہے؟ مگر اصلیت کیا سمجھوں؟ آخر اس کا دماغ کس پتھر سے بنا ہے کہ میری خیال خوانی سے پگھلتا نہیں ہے؟

ایسے وقت پارس یاد آرہا تھا۔ اگر ڈی شی تارا سے اس کی دوستی ہوتی تو وہ اپنی مکاری سے اس دوسرے سائے کو ضرور قابو میں کرلیتا لیکن غلطی اپنی تھی۔ وہ کبھی کبھی اپنی ڈی کے دماغ پر غالب آکر اسے مجبور کرتی تھی کہ پارس کو کسی طرح اپنا تابعدار بنائے کسی دوسرے ذریعے سے دشمنی کرکے اسے اپنے قابو میں کرے۔ جب وہ کشمیر میں تھا تو اس نے بھارتی فوج کے تمام افسروں کے ذریعے اسے گرفتار کرنے اور اپنا قیدی بنا کر رکھنے کی کوششیں کی تھیں۔ جب ہم تل ابیب میں مائیک ہرارے کی جگہ پارس کو لے آئے تھے اور اسے تنویمی عمل کے ذریعے مائیک ہرارے بنا کر یہودی تنظیم میں رکھنا چاہتے تھے تب یہ سب کچھ زیرِ زمین رہنے والی دیوی شی تارا خیال خوانی کے ذریعے دیکھ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ یہ سب سے سنہری موقع ہے۔ سب نے پارس پر اپنے طور پر عمل کرلیا ہے۔ اگر آخر میں اس کی طرف سے عمل ہو جائے تو وہ اس کا تابعدار بن جائے گا۔

یہ عمل وہ خود نہیں کرسکتی تھی۔ جو تش ودیا کے مطابق وہ پارس یا دنیا کے کسی شخص تک اپنی آواز نہیں پہنچا سکتی تھی۔ اپنا اصل روپ نہیں دکھا سکتی تھی۔ اسی لیے اس نے دس برس کے لیے اپنی جگہ ڈی شی تارا کو رکھا تھا۔ اسی کے ذریعے پارس سے محبت قائم رکھتی تھی اور اسے اپنا تابعدار بنانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔ تل ابیب میں بھی اس نے سنہری موقعے سے فائدہ اٹھایا اور اپنی ڈی شی تارا کے دماغ پر غالب آکر اس پر تنویمی عمل کرایا۔ اسے اپنا تابعدار بنایا۔ بعد میں پتا چلا کہ ڈی کے اس عمل کا بھید کھل گیا ہے اور پارس اسے بے وفا اور خود غرض کہہ کر ہمیشہ کے لیے اس سے دوری اختیار کرچکا ہے۔

اب دیوی شی تارا کو غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔ اگر وہ پارس کو نہ گنواتی تو آج اتنا اہم غیر معمولی گولیوں والا فارمولا کوئی دوسرا نہ لے جاتا۔ پارس اسے حاصل کرکے اسے ڈی شی تارا کو دیتا تو وہ اپنی ڈی سے وہ چیزیں حاصل کرلیتی۔

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ پارس جب اپنی شی تارا سے بدظن ہو کر جاتا تھا تو مہینوں لاپتا رہتا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے باپ کو بھی اپنے بیٹے کی خبر نہیں ہوتی تھی کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ ڈی شی تارا اسے تلاش کرتی رہتی تھی پھر کبھی اتفاق سے مل جاتا تھا تو ڈی سے صلح ہو جاتی تھی۔

دیوی شی تارا نے ڈی تو بنالی تھی اور اسے پارس سے عشق کرنے کے لیے بھی چھوڑ دیا تھا لیکن بعض اوقات حسد اور جلاپے میں مبتلا ہو جاتی تھی کیونکہ پارس اس کی خود غرضی کے باوجود اسے اتنا چاہتا تھا کہ اس کی پچھلی غلطیوں کو معاف کرکے پھر سے گلے لگالیتا تھا۔ جبکہ دیوی شی تارا اسے اپنا بنا کر رکھنے کے لیے اتنی تکالیف اٹھا رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ پارس اس کے سوا کسی اور کو ایسی دیوانگی سے چاہے جیسے انجانے میں ڈی کو چاہتا ہے۔

ویسے حاسدانہ جذبات کے باوجود وہ یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتی تھی کہ اب صرف چھ برس رہ گئے ہیں۔ جب پارس یقینی طور پر اس کا بننے والا ہوگا تو وہ ڈی شی تارا کو ہمیشہ کے لیے غائب کردے گی۔ پارس کو دل سے چاہنے والی کو اس دنیا سے ہی رخصت کردے گی۔

بہرحال یہ بعد کی باتیں ہیں' ابھی دیوی شی تارا کو بری طرح پارس کی ضرورت پڑ گئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ بڑے سے بڑے میدان مارنے والا ہی ان گولیوں اور فارمولوں کو کہیں سے ڈھونڈ کر لاسکتا ہے۔

ابھی یہ پوزیشن تھی کہ وہ دوسرا سایہ گولیاں اور فارمولے لے کر ڈاکٹر ڈیمون ایروز کی کار میں فرار ہو رہا تھا۔ وہ ایک جوان کے جسم میں سمایا ہوا تھا اور وہ جوان کار چلا رہا تھا۔ ابھی اس سائے کو کہیں بہت دور جانے سے روکا جاسکتا تھا۔

اس نے ردینہ کی سوچ کی لہروں میں منڈولا کو مخاطب کیا' اسے ڈاکٹر کی کار کا رنگ اور نمبر بتائے اور کہا "تم اور الپا فوج اور پولیس کے اعلیٰ افسروں سے رابطے کرو اور شہر کی ناکا بندی کراؤ۔ جو نوجوان کار ڈرائیو کر رہا ہے اسے فوراً گرفتار کراؤ۔ گرفتاری کے بعد اس نوجوان کی جیبوں سے جو چیزیں برآمد ہوں اور جو افسران چیزوں کو اپنی تحویل میں رکھے' تم اس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر رکھو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گی۔"

وہ داؤد منڈولا کے دماغ سے نکل کر ڈی شی تارا کے اندر آئی۔ ڈی شی تارا پوجا کے ساتھ منڈولا کی رہائش گاہ میں تھی۔ صبح بیدار ہونے کے بعد غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر پوجا کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کے آنے پر ناشتا کرنا چاہتی تھی اور پوجا دوسرے غسل خانے میں تھی۔ وہ کھانے کی میز پر بیٹھ کر سوچنے لگی۔ دوسرے لفظوں میں دیوی شی تارا اسے یہ سوچنے پر مائل کرنے لگی کہ وہ اپنے روٹھے ہوئے پارس کو کیسے مناسکتی ہے؟

اب سے پہلے وہ کئی بار معافی مانگنے کے لیے پارس کے دماغ میں گئی مگر وہ سانس روک لیتا تھا۔ اس کی زبان سے معافی کا لفظ بھی نہیں سنتا تھا اور وہ کبھی شرمندہ سی ہو کر' کبھی پریشان ہو کر سوچتی تھی۔ مجھے کیا ہو جاتا ہے؟ محبت میں وفاداری دل سے ہوتی ہے۔ دماغ پر قبضہ جمانے سے محبوب نہیں بلکہ ایک غلام ملتا ہے۔ انتہی تعلقدی سے سوچنے کے باوجود میں نے پچھلی بار اس کے دماغ پر تنویمی عمل کیا تاکہ وہ میرا صرف وفادار ہی نہیں بلکہ تابعدار بھی رہے۔ آہ! ناکام ہونے کے بعد اپنی غلطی کا احساس ہو رہا ہے۔ جب وہ میرا ہو ہی چکا تھا تو میں نے اس پر تنویمی عمل کیوں کیا؟ اب پچھتا رہی ہوں۔ کیا پچھتانے سے' اپنی غلطیوں کی معافی مانگنے سے وہ واپس مل جائے گا؟

پوجا نے آکر میز پر ناشتا رکھتے ہوئے پوچھا "دیدی! کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی "تمہارے جیجا جی بہت یاد آرہے ہیں۔"

وہ بولی "جب اپنی کوئی چیز گم ہو جائے تب پتا چلتا ہے کہ اس کی کتنی قدر و قیمت تھی۔"

"پوجا! کچھ سوچو۔ میں انہیں کیسے مناؤں؟"

"آپ پہلے بھی کئی بار غلطیاں کرکے ان سے معافی مانگ چکی ہیں' اس بار تو وہ بہت ناراض ہوں گے۔"

"میں تمہیں چھوٹی بہن سمجھتی ہوں۔ تمہاری قسم کھا کر کہتی ہوں مگر میں پارس کو تابعدار نہیں بنانا چاہتی۔ ہمیشہ اس کی کنیز بن کر رہنا چاہتی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں حماقت کیوں کر بیٹھتی ہوں۔" وہ ناشتا کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی "میں نے اسے کئی بار مخاطب کیا مگر وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا ہے۔"

"کچھ بھی ہو۔ وہ آپ کو بہت چاہتے ہیں۔ انہوں نے کئی بار آپ کی غلطیاں معاف کی ہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔"

"مگر ابھی میرے دل و دماغ میں ایک ہلچل سی مچی ہوئی ہے۔ تم ان دونوں سایوں کے متعلق جانتی ہو۔ مجھے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے کام لے کر ان سے وہ راز حاصل کرنا چاہیے اور یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ اب تم بھی خیال خوانی کرتی ہو۔"

"ہم ان سایہ بننے والوں کے بارے میں کچھ جانتے ہوئے بھی بہت کچھ نہیں جانتے ہیں۔ پہلے میں امریکا میں تھی' وہاں سے عمان پہنچی۔ اب آپ کے ساتھ یہاں آگئی ہوں۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ کس نے مجھ پر تنویمی عمل کرکے مجھے آپ کے پاس پہنچایا تھا؟"

"نہیں' یہ بات اب تک سمجھ میں نہیں آئی ہے کہ تم سپر ماسٹر سے متنفر ہو کر میرے پاس اسپتال کیسے پہنچ گئی تھیں۔"

"دیدی! میرا دل کہتا ہے کہ ایسا میرے جیجا جی نے کیا ہے۔ انہیں یہ پسند نہیں ہوگا کہ جسے چھوٹی بہن سمجھتے ہیں وہ سپر ماسٹر کے زیرِ اثر رہ کر کام کرے۔"

"تمہارا دل ٹھیک ہی کہتا ہے۔ اگر کوئی دشمن تم پر تنویمی عمل کرکے میرے پاس پہنچاتا تو وہ آلۂ کار بنا کر ہمیں اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرتا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ جیجا جی آپ سے ناراض ہونے کے باوجود آپ کو چاہتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی دیکھ بھال کے لیے مجھے اسپتال بھیجا تھا۔"

"تم درست سوچ رہی ہو۔ میری ایک بات مانو پوجا! تم پارس سے رابطہ کرو۔ وہ تم سے ضرور باتیں کریں گے۔ تم اپنے جیجا جی کو اپنے پیار کی قسم دے کر میری غلطی معاف کرا سکتی ہو۔"

وہ دونوں ناشتا کرنے کے دوران باتیں کر رہی تھیں اور یہ نہیں سمجھ سکتی تھیں کہ دیوی شی تارا ایسی گفتگو کرکے انہیں پارس سے رابطہ کرنے پر مائل کر رہی ہے اور وہ انہیں اس بات پر آمادہ کرچکی تھی۔

وہ چائے کا آخری گھونٹ لے کر بولی "جیجا جی سے میں بھی باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ ذرا دیکھوں' رابطہ ہوتا ہے یا نہیں؟"

دیوی شی تارا' پوجا کے اندر آگئی۔ وہ دیواروں پر پارس کی تصویریں لگا کر انہیں دیکھ کر اپنا دل بہلاتی تھی اور خود کو سمجھاتی تھی کہ بس چند برسوں کے بعد یہ میرا ہو جائے گا۔ وہ ڈی شی تارا کے اندر رہ کر پارس کی آوازیں سنتی تھی پھر اس کی آواز سننے کے لیے وہ پوجا کے اندر آگئی۔

پوجا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پارس کے پاس پہنچتے ہی

بولی "میں پوجا ہوں۔ سانس نہ روکنا۔"

پارس کی سوچ کی لہروں نے کہا "ابھی مجبور ہوں۔ بہت مصروف ہوں۔ دو چار گھنٹوں کے بعد رابطہ کرو۔"

اس نے سانس روک لی۔ پوجا نے شی تارا کو دیکھا پھر بولی "وہ کہیں بہت مصروف ہیں۔ مجھ سے مجبوری ظاہر کی ہے مگر یہ بھی کہا ہے کہ دو چار گھنٹوں کے بعد ان سے باتیں کرسکتی ہوں۔"

شی تارا نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "پوجا! مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے اور مجھے معاف کردیں گے۔"

لیکن دیوی شی تارا مایوس ہوگئی تھی۔ وہ چاہتی تھی جلد سے جلد پارس اور شی تارا کی صلح ہوجائے پھر وہ ڈی شی تارا کے ذریعے پارس سے کام لے سکے اور اسے اس دوسرے سائے تک پہنچنے پر آمادہ کرسکے مگر یہ کام اب فوراً نہیں ہوسکتا تھا۔ پارس سے دو چار گھنٹے بعد رابطہ ہونے والا تھا۔

وہ داؤد منڈولا کے پاس گئی تاکہ وہاں کی کارکردگی معلوم کرسکے۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد پوجا نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی پھر شی تارا سے بولی "کوئی میرے اندر آنا چاہتا تھا۔ میرا خیال ہے وہ پاشا ہوگا۔ سپر ماسٹر اس کے ذریعے مجھے تلاش کررہا ہوگا۔"

وہ پاشا نہیں تھا۔ پارس نے ٹانی سے کہا تھا کہ وہ پوجا کے پاس جائے کیونکہ عمان میں ٹانی نے ہی پوجا پر عمل کرکے اسے سپر ماسٹر سے نجات دلائی تھی اور اسے شی تارا کے پاس اسپتال پہنچایا تھا۔ ٹانی نے پارس کے پاس آکر کہا "کسی نے میرے عمل کا توڑ کیا ہے۔ پوجا اب میری معمولہ نہیں رہی۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔"

"اچھا تو کسی نے اسے ٹریپ کیا ہے۔ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے ٹال دیا تاکہ ابھی جن حالات سے میں گزر رہا ہوں' اس کا علم کسی کو نہ ہو۔"

"واقعی تم پوجا سے کچھ دیر باتیں کرتے تو اسے ٹریپ کرنے والا تمہارے موجودہ حالات کو کسی حد تک سمجھ لیتا۔ ویسے علی کہہ رہے ہیں کہ تم اس کی فکر نہ کرو۔ ہم معلوم کرتے ہیں کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟"

پارس جن حالات سے گزر رہا تھا اس کا تقاضا تھا کہ ابھی دشمنوں کو اس کی خبر نہ ہو۔ وہ اجنبی جوان جو گولیوں کی ڈبیا اور فارمولوں کے کاغذات جوڈی نارمن سے چھین کر ڈاکٹر کی کار میں فرار ہوا تھا نہیں جانتا تھا کہ اس کے اندر پارس کا سایہ ہے اور پارس کے اندر باربرا موجود ہے۔

اتنی اہم چیزیں چھین کر لے جانے والا وہ جوان ابھی اجنبی تھا۔ اس کے متعلق معلومات حاصل کرنا لازمی تھا۔ باربرا پارس کے اندر سے نکل کر اس کے دماغ میں گئی تو اس نے فوراً سانس روک لی۔ باربرا نے واپس آکر کہا "پارس! یہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہے۔ فی الحال اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوسکے گا۔"

پارس نے کہا "اس کے بارے میں پھر کسی وقت معلومات ہوسکتی ہیں ابھی مسئلہ اس گاڑی کا ہے۔ وہ پراسرار دیوی اس نوجوان کو گھیرنے کے لیے جال بچھا رہی ہوگی۔ اس نے اپنے آلۂ کاروں کو اس کار کا نمبر وغیرہ بتایا ہوگا۔ آگے مین روڈ پر جاکر اس کار کو کہیں روکا جاسکتا ہے۔ اس جوان کو گرفتار کیا جاسکتا ہے۔"

"یہ گرفتار ہونے لگے تو تم اس کی جیب سے ڈبیا اور کاغذات نکال کر اپنے سائے میں چھپاسکتے ہو۔"

"میں ایسا کرسکتا ہوں لیکن اس جوان کو بچانا چاہیے۔ یہ گونگا نہیں ہے مگر پہاڑی پر گونگا بنا رہا تاکہ خیال خوانی کرنے والوں سے محفوظ رہ سکے۔ یہ ذہین ہے اور دلیر بھی ہے۔"

"اب بتاؤ میں کیا کرسکتی ہوں؟"

"میں ہی کچھ کرتا ہوں۔"

پارس کے سائے نے چھپی ہوئی جسمانی توانائی سے کام لیا۔ ڈرائیو کرنے والے جوان کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر بریک کو دبایا تو گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ جوان نے حیرانی سے بریک کو دیکھا' کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اس نے دوبارہ اسے اسٹارٹ کیا پھر اسے آگے بڑھایا۔ وہ کار تھوڑی دیر میں ایک شاہراہ پر پہنچنے والی تھی۔ وہ جوان دور نکل جانے کی دُھن میں ذہانت سے یہ نہیں سوچ رہا تھا کہ خیال خوانی کرنے والے دشمن آگے اس کا راستہ روک سکتے ہیں۔

اس بار پارس نے اسٹیئرنگ کو ایک بہت بڑے پتھر کی طرف موڑ دیا۔ کار یکبارگی ادھر گھوم کر پتھر سے ٹکرائی اور رک گئی۔ پتھر بہت اونچا اور مضبوط تھا' کار کو الٹ جانا چاہیے تھا لیکن وہ کھڑی رہی۔ اس نے پھر اسے اسٹارٹ کرنا چاہا تاکہ پیچھے لے جاکر پتھر سے بچا کر آگے بڑھے مگر کار اسٹارٹ نہیں ہوئی۔ اس نے دو تین بار کوششیں کیں پھر اتر کر اس کے بونٹ کو اٹھایا تاکہ خرابی دور کرے۔ وہ اسے کیا دور کرتا۔ پارس کے سائے نے اس میں مزید خرابیاں پیدا کردیں۔

تب اسے کار کو چھوڑ کر ایک طرف دوڑنا پڑا۔ وہ آگے شاہراہ پر پہنچ کر شاید ٹیکسی وغیرہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پارس نے کہا "باربرا! آگے بڑی گڑبڑ ہوجائے گی۔ جوڈی اور ڈالکز کے ساتھ آنے والی دیوی نے اسے پہچان لیا ہے۔ وہ اپنے آلۂ کاروں کو بھی اس کی پہچان کرادے گی۔"

وہ بولی "پہلے تم وہ دوسری ڈبیا اور فارمولے کے کاغذات اس سے لے کر اپنے پاس چھپالو پھر جہاں تک اس کی حفاظت کرسکتے ہو کرو۔"

اس نے یہی کیا۔ اس جوان کے جسم سے نکل کر تانگ اڑائی۔ وہ دوڑ رہا تھا' اوندھے منہ گر پڑا۔ پارس نے کہا "اے بھائی! ہم اتنی دیر سے کوشش کررہے ہیں کہ تمہیں عقل آئے اور تم وہ گاڑی چھوڑ دو۔ تمہارے لیے ناکا بندی ہورہی ہوگی۔"

گرنے والے نے پہلے تو حیرانی سے اِدھر اُدھر دیکھا پھر زمین پر ایک سایہ نظر آیا۔ وہ پریشان ہوکر بولا "تم کون ہو؟"

"آنکھوں سے دیکھ کر بھی پوچھ رہے ہو۔ بھئی میں ایک سایہ ہوں مگر دشمن نہیں ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ دوست ہو؟"

"اس طرح کہ پہلے میں نے اس کار سے تمہیں نجات دلائی۔ اب تمہیں شہر جانے سے روک رہا ہوں۔ ویسے کہیں بھی جاؤ گے وہ خیال خوانی کرنے والی اپنے آدمیوں کے ذریعے تمہارا راستہ روکے گی اور تمہارے لباس میں چھپی ہوئی چیزیں حاصل کرلے گی۔"

"میں ان چیزوں کو یہیں کہیں مٹی کھود کر چھپادوں گا مگر انہیں نہیں دوں گا۔"

"تم انہیں میرے پاس چھپادو۔ انکار کرو گے تو مٹی کھود کر نکال لوں گا۔"

"تم لوگ آخر کیا بلا ہو؟ اس پہاڑی پر بھی ایک سایہ تھا مگر اچانک انسانی جسم میں تبدیل ہوگیا تھا۔"

"میں نہ جانے کتنے عرصے تک سایہ بنا رہوں گا۔ وہ اہم چیزیں کوئی میرے اندر سے حاصل نہیں کرسکے گا مگر تمہارے لباس سے کوئی بھی انہیں نکال سکتا ہے۔"

"تم درست کہتے ہو مگر کوئی اپنی اہم چیز کسی کو نہیں دیتا۔ میں بھی نہ دوں تو کیا کروگے؟"

"میں تم سے لڑائی نہیں کروں گا' ایک پتھر اٹھا کر سر پر ماروں گا تم زخمی ہوجاؤ گے پھر وہ خیال خوانی کرنے والی تمہارے اندر آکر معلوم کرلے گی کہ تم کہاں ہو؟ اور تمہیں کس طرح قتل کرکے وہ چیزیں حاصل کی جاسکتی ہیں؟ اب بتاؤ' مجھ جیسے ایک دوست سے زخمی ہونا چاہتے ہو یا دشمن خیال خوانی کرنے والی کے ہاتھوں قتل ہونا پسند ہے؟"

اس نے بے بسی سے سائے کو دیکھا پھر زمین سے اٹھ کر اپنی جیب سے ڈبیا اور کاغذات نکالے۔ انہیں سائے کی طرف بڑھایا اور محسوس کیا کہ کسی نے وہ چیزیں اس سے لے لی ہیں۔ اس نے زمین پر سائے کو دیکھا۔ اس نے جو چیزیں ابھی دی تھیں وہ سائے کے اندر جاکر گم ہوگئی تھیں۔

پارس کے سائے نے کہا "یہ اتنی اہم چیزیں ہیں کہ انہیں حاصل کرنے کے بعد کوئی دشمن تمہیں زندہ نہ چھوڑتا مگر میں دوست ہوں۔ اب شہر میں کہیں بھی جاؤ۔ میں ہر طرح تمہاری حفاظت کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

وہ ایک پختہ سڑک کی طرف جانے لگا تو پارس اس کے اندر سما گیا پھر بولا "کیا اپنے بارے میں کچھ بتاؤ گے؟"

وہ بولا "میں نے تمہیں دوست سمجھ کر وہ چیزیں تمہیں دے دیں' اسی دوستی کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرا اصل نام اور کام نہ پوچھو۔ جب میرا برادر کبیر سے رابطہ ہوگا اور وہ اجازت دیں گے تو میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں' تم سے تمہارے بارے میں کوئی سوال نہیں کروں گا۔"

اس نے کہا "مگر میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ تم نے تمام اہم چیزیں حاصل کرلیں۔ میں اب تمہارے لیے بیکار ہوگیا پھر کیوں میری حفاظت کروگے؟"

"اس لیے کہ یہ اہم چیزیں جن ہاتھوں میں تھیں وہ انہیں شیطانی مقاصد کے لیے استعمال کرتے۔ تم نے یہ سب کچھ چھین کر انہیں ناکام بنا کر بہت نیکی کا کام کیا ہے۔ اس نیکی کے صلے میں' میں تمہاری حفاظت کروں گا۔"

باربرا نے سوچ کی لہروں کے ذریعے پارس سے کہا "اے نیکی کے فرشتے! تمہاری اصلیت تو میں جانتی ہوں۔ میں نے کون سی برائی کی تھی کہ کل رات سے میری نیند خراب کررہے ہو۔ اب تو مجھے جانے دو۔"

"بے شک جاؤ۔ لیکن ابھی مجھے خیال خوانی کرنے والوں کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ تم جاؤ اور کسی اور کو بھیج دو مگر ایک بات ہے۔"

"ہاں بولو' مگر کیا اس نہ کرنا۔"

"کوئی بکواس نہیں کروں گا۔ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جب تم سونے کے لیے اپنے دماغ کو ہدایات دو تو اس سے پہلے مجھ سے دو باتیں کرلینا۔"

وہ چلی گئی۔ ایک منٹ کے بعد ہی جے مورگن نے آکر کہا "ابھی باربرا نے کہا ہے کہ آپ کو میری ضرورت ہے۔"

پارس نے کہا "میں نے خاص طور پر تمہارا نام نہیں لیا تھا اگر تم کہیں مصروف ہو یا آرام کرنا چاہتے ہو تو کسی اور کو بھیج دو۔"

وہ بولا "آج کل تو آرام ہی آرام ہے۔ پچھلی تمام رات مزے کی نیند سوتا رہا۔ پھر آپ کے ساتھ کام کرنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ میں یہ موقع کسی اور کو نہیں دوں گا۔"

وہ جوان ایک شاہراہ پر پہنچ کر فٹ پاتھ پر آیا۔ وہاں پولیس والے گشت کررہے تھے۔ ایک افسر نے اسے روک کر پوچھا "کیا تم پہاڑیوں کی طرف سے آرہے ہو؟"

وہ بولا "پہاڑیاں تو بہت دور ہیں۔ میں ادھر میدان کی طرف جوگنگ کے لیے گیا تھا۔"

افسر کے حکم پر سپاہیوں نے اس کے لباس کی تلاشی لی۔ اس کی جیبوں میں سے صرف ایک شناختی کارڈ اور کچھ کرنسی نکلی۔ افسر نے مطمئن ہوکر کہا "ٹھیک ہے جاؤ۔"

وہ فٹ پاتھ پر جوگنگ کے انداز میں آہستہ آہستہ دوڑنے لگا۔ دیوی کے حکم کے مطابق منڈولا اور الپا نے بڑی سرگرمی دکھائی تھی۔ شہر کی ناکا بندی کرائی تھی۔ پولیس والوں کو ان پہاڑیوں کے راستوں پر ہر نوجوان اور ہر سفید کار کو چیک کرنے کی ہدایات کی تھیں اور یہ تاکید کی تھی کہ کسی پر شبہ ہو تو فوراً انٹیلی جنس کے نئے چیف کو اطلاع دی جائے۔

وہاں انٹیلی جنس کا جو نیا چیف تھا' وہ پرانے چیف برین آدم کا ماتحت بھی تھا اور وفادار بھی۔ وہ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا تھا۔ برین آدم نے دیوی کی مرضی کے مطابق اس نئے چیف سے کہا تھا کہ اصل مجرم جوڈی نارمن ہے۔ اس نے اپنی مکاری سے یہودی تنظیم کے چار خیال خوانی کرنے والوں کو اسی ملک کی فوج کے ذریعے قتل کرادیا تھا۔ اب اس کی شامت آگئی ہے۔

نئے چیف کو بتایا گیا کہ فلاں پہاڑی کی بلندی پر جوڈی نارمن اور ڈاکٹر ڈیمون زخمی اور بے ہوش پڑے ہیں۔ ڈاکٹر بے قصور ہے۔ جوڈی کو وہاں جا کر گرفتار کرلیا جائے۔

وہاں جا کر گرفتار کرنے والے سپاہیوں اور افسروں نے بتایا کہ اسی پہاڑی راستے پر ایک سفید کار ایک بڑے سے پتھر سے ٹکرا کر کھڑی ہوئی ہے۔ اس میں بیٹھ کر فرار ہونے والا جوان اب کہیں پیدل جارہا ہوگا یا ٹیکسی وغیرہ میں سفر کررہا ہوگا۔ دیوی شی تارا ان گولیوں اور فارمولوں میں بڑی دلچسپی لے رہی تھی۔ اس کے حکم پر منڈولا نے موبائل فون پر اس پولیس پارٹی سے رابطہ کیا' جو اس جوان کی تلاشی لینے کے بعد اسے جانے کی اجازت دے چکی تھی۔

اس پولیس پارٹی کے ایک افسر نے فون پر بتایا کہ اس جوان کے لباس میں کوئی ڈبیا اور کاغذات نہیں تھے۔ وہ ایک قریبی میدان سے جوگنگ کرتا آرہا تھا۔ دیوی نے منڈولا سے کہا "اس پہاڑی کی طرف سے آنے والے کسی شخص کو نہ چھوڑا جائے۔ ہوسکتا ہے' اس جوان نے ان اہم چیزوں کو کہیں چھپادیا ہو۔ افسر کو حکم دو کہ اس جوگنگ کرنے والے جوان کو گرفتار کرے۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی اصلیت معلوم کریں گے۔"

وہ پولیس پارٹی پھر اس جوان کو تلاش کرنے آگے گئی۔ افسر نے فون پر کہا "ہم نے اس کا شناختی کارڈ نمبر اور رہائش گاہ وغیرہ کو نوٹ کرلیا ہے' وہ کہیں بھاگ کر نہیں جاسکے گا۔ وہ تھوڑی دیر بعد اپنی رہائش گاہ پہنچے گا تو گرفتار کرلیا جائے گا۔"

بڑی سرگرمی سے اس جوان کو تلاش کیا جارہا تھا۔ بار برا نے پارس کو مخاطب کیا "اے لفنگے! میں سونے جارہی ہوں۔ تمہیں کچھ کہنا ہے؟"

وہ بولا "میرے پاس جے مورگن ہے۔ تمہیں اپنی عزت کا خیال نہیں ہے تو میری عزت کا ہی خیال کرو۔ مجھے لفنگا کہہ رہی ہو اور سوتے وقت مجھے پوچھ بھی رہی ہو۔ مسٹر مورگن! تم گواہ رہنا' یہ خود کو مرد سمجھتی ہے اور سونے سے پہلے مجھے پکارتی ہے۔"

وہ چڑ کر بولی "مسٹر مورگن' یہ پکا بدمعاش ہے۔ اس بدمعاش کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا....."

پارس نے بات کاٹ کر کہا "یہ تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ میری بدمعاشی کو بھلا تم سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔ پلیز بار برا' یہ ہماری آپس کی بات ہے تم مورگن وغیرہ کو نہ بتاؤ۔"

جے مورگن نے ہنستے ہوئے کہا "بار برا! تم جتنا بولو گی اپنی ہی باتوں سے پھنستی جاؤ گی' بہتر ہے سو جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ جے مورگن نے پارس سے کہا "برادر! آپ اسے بہت چھیڑتے ہیں۔ بے چاری کو معاف کردیا کریں۔"

وہ بولا "یہی تو مشکل ہے۔ وہ بے چاری ہے اور خود کو بے چارہ کہتی ہے۔ چھیڑنے کی چیز ہے۔ چھیڑو تو غصہ دکھاتی ہے۔ قدرت نے اسے لڑکی بنایا ہے مگر یہ قدرت کے خلاف لڑتی ہے اور تم سمجھتے ہو کہ مجھ سے لڑتی رہتی ہے۔"

"بہرحال آپ اس جوان کے بارے میں بتائیں۔ اس کے دشمنوں میں کون لوگ ہیں؟"

"جو بھی ہوں گے۔ تم نٹ لوگے مگر ایک پراسرار دیوی ہے جو یوگا جاننے والوں کے اندر بھی چلی آتی ہے اس لیے یہ جوان گرفت میں آنے لگے تو تم گونگے بن جانا۔ بات بڑھے گی تو اپنے دو چار خیال خوانی کرنے والوں کو بھی گونگا بنا کر لے آنا۔"

بات تو بڑھنے والی تھی۔ وہ جوان ایک ریستوران سے ناشتا کرنے کے بعد اپنے کاٹیج میں پہنچا تو اسے پولیس والوں نے گھیر لیا۔ جے مورگن فوراً ہی دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو بلانے چلا گیا۔ ایک افسر فون کے ذریعے نئے چیف سے کہہ رہا تھا کہ اس جوان کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ دوسری طرف سے حکم ملا۔ اسے انٹیلی جنس کے دفتر میں لایا جائے۔

انٹیلی جنس کی عمارت میں ایک ٹارچر سیل تھا جہاں مجرموں سے ان کے جرائم قبول کرائے جاتے تھے۔ دیوی نے بدستور روبدو کی آواز میں منڈولا سے کہا۔ "وہ جوان جو پہاڑی پر تھا گونگا بنا ہوا تھا۔ اگر اب بھی وہ زبان نہ کھولے تو اسے زخمی کیا جائے پھر ہم بہت کچھ معلوم کرلیں گے۔"

اس جوان کو ٹارچر سیل میں پہنچانے تک جے مورگن اپنے ساتھ جیری اور تھرہال کو لے آیا۔ انہیں بھی سمجھا دیا کہ وہ گونگے بنے رہیں اور خاموشی سے جوابی کارروائی کرتے رہیں۔

ایک افسر نے اس جوان سے پوچھا "کیا تم گونگے ہو؟ تمہارے شناختی کارڈ میں ایسی کوئی بات نہیں لکھی ہوئی ہے۔ بہتر ہے کہ جو پوچھا جائے اس کا جواب زبان سے دو۔"

جوان نے اشارے سے کاغذ اور قلم طلب کیا پھر اس کاغذ پر لکھا "چند خیال خوانی کرنے والے دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے میں نے خاموشی اختیار کی ہے۔ میں آپ کے ہر سوال کا جواب لکھ کر دے سکتا ہوں۔"

داؤد منڈولا نے ایک افسر کی زبان سے کہا "ہم تمہاری تحریر نہیں پڑھیں گے۔ تمہاری آواز سنیں گے کیونکہ ہمارے لوگ بھی دماغوں میں پہنچ کر جھوٹ اور سچ معلوم کرلیتے ہیں۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ بولنا شروع کردو۔"

جوان نے اس کاغذ کو پھاڑ کر پھینک دیا اور بدستور گونگا بنا رہا۔ افسر نے اپنا ریوالور نکال کر کہا "ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں اذیتیں پہنچانے میں وقت ضائع نہ کریں' ایک فائر کریں اور زخمی کردیں۔ باقی خیال خوانی کرنے والے تمہاری اصلیت معلوم کرلیں گے۔ میں گنتی گن رہا ہوں جلدی بولو ورنہ تین کہتے ہی گولی چلادوں گا۔"

وہ گنتی گننے لگا۔ لیکن تین کہتے ہی اس کے ریوالور سے نکلی ہوئی گولی دوسرے افسر کے سینے کے پار ہوگئی۔ ایسا تو دیوی شی تارا نے بھی نہیں سوچا تھا کہ اس جوان کی پشت پر کوئی خیال خوانی کرنے والا ہوسکتا ہے۔

منڈولا نے افسر کی زبان سے کہا "میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میں تمام افسران سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے ریوالور نکال کر تمہیں زخمی کریں۔ کسی نہ کسی کی گولی تو لگے گی۔"

پارس کے سائے نے بولنے والے افسر کے منہ پر گھونسا رسید کرکے ریوالور چھین لیا۔ جے مورگن' جیری اور تھرہال نے دوسرے افسروں کے دماغوں میں زلزلے پیدا کیے۔ ان کے ہتھیاروں سے ان کے ہی سپاہیوں اور افسروں پر گولیاں چلائیں۔ وہاں جو زندہ بچے' وہ ٹارچر سیل سے نکل کر بھاگنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد اس ٹارچر سیل کے اندر صرف وہی جوان ایک کرسی پر بیٹھا رہ گیا۔

دیوی شی تارا کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ جو اہم چیزیں وہ حاصل کرنا چاہتی تھی اس جوان نے وہ چیزیں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دے دی ہیں۔ بلا سے وہ جوان کوئی بھی ہو وہ اہم چیزیں تو اب نہیں ملیں گی۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ان چیزوں تک پہنچنے کے لیے راستہ نکالا جاسکتا ہے۔ اور راستہ نکالنے کے لیے اس جوان کے متعلق معلومات حاصل کرنا پڑیں گی۔

منڈولا' الپا کی زبان سے برین آدم سے کہہ رہا تھا "یہ ہمارے لیے ٹریجڈی ہے کہ ہمارے چار خیال خوانی کرنے والوں کو جوڈی نارمن نے قتل کرادیا اور ہم اس جوڈی کی کمینگی کو نہ سمجھ سکے۔ وہ جوان ٹارچر سیل میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کی پشت پر نہ جانے کتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ انہوں نے ایسی برق رفتاری سے حملے کیے ہیں کہ میری اور الپا کی ٹیلی پیتھی وہاں کام نہ آسکی۔"

برین آدم نے کہا "یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ اب تم دو یہودی خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہو۔ اب جلد بازی نہیں بلکہ چالبازی سے کام کرنا ہوگا۔ اس جوان کو فی الحال آہنی سلاخوں کے پیچھے رکھا جائے اور دیکھا جائے کہ اس کی پشت پناہی کرنے والے اسے کس طرح قید خانے سے لے جاتے ہیں۔ جب وہ فرار ہونے لگے تو اسے روکا نہ جائے صرف دور سے اس کی نگرانی کی جائے۔"

الپا نے کہا "میں نے ایک بات نوٹ کی ہے۔ وہ دوسرا سایہ بھی اس جوان کے ساتھ ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"میں جس افسر کے دماغ میں تھی اور جو اس جوان کو زخمی کرنا چاہتا تھا اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا تھا۔ وہاں افراتفری میں کسی نے خیال نہیں کیا لیکن اس افسر کا دماغ کہہ رہا تھا کہ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر خود بخود چل پڑا تھا اور اس کی گولی سے دوسرا افسر مرگیا تھا۔"

منڈولا نے کہا "جس افسر کے منہ پر گھونسا پڑا تھا۔ تم مجھے اس کے دماغ میں پہنچاؤ۔ یہ نئی اطلاع ہے کہ اس قیدی جوان کی مدد وہ سایہ بھی کررہا ہے۔"

الپا نے کہا "وہ گھونسا کھانے والا افسر بھی مرچکا ہے مگر میں یقین سے کہتی ہوں کہ کسی نادیدہ ہاتھ نے اسے مارا تھا۔"

دیوی شی تارا' منڈولا کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہی تھی اور وہ یہ حقیقت جانتی تھی کہ سرکس میں تماشا دکھانے والی بات کرنے والا اور یہودی تنظیم کے چار خیال خوانی کرنے والوں کو قتل کرانے والا وہی دوسرا سایہ تھا اور جوڈی نارمن کے نام سے واردات کررہا تھا۔

دیوی نے الپا کی زبان سے سائے کی بات سن کر سمجھ لیا کہ وہ دوسرا سایہ نہایت ہی مکار ہے۔ اسی نے اس جوان کو آلۂ کار بنا کر اس پہاڑی پر پہنچایا ہوگا اور جوڈی سے گولیوں کی ڈبیا اور فارمولے اسی جوان کے ذریعے لے گیا ہوگا۔

دیوی شی تارا کو یہ سوچ کر غصہ آرہا تھا کہ وہ دوسرا سایہ اس سے بات کرتے وقت بڑی مکاری سے خلائی مخلوق بن کر الٹی سیدھی زبان بول رہا تھا اور اسے چلبلی چلبلی کہہ رہا تھا۔

اس نے دوسرے سائے کو انگریزی بولنے بھی سنا تھا لیکن اس نے یہ کہہ کر دیوی کو الجھا دیا تھا کہ کسی کنٹرول روم سے اسے کنٹرول کیا جارہا ہے اس لیے کبھی انگریزی اور کبھی خلائی مخلوق کی زبان بولتا ہے۔ افسوس کہ وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں بول سکتا ہے۔ وہ جھنجلا گئی' کبھی کسی نے اس کا مذاق نہیں اڑایا تھا۔ وہ منڈولا جیسے لوگوں کو اپنے قدموں میں رکھتی تھی اور اس دوسرے سائے نے اس کی برتری کو بڑی ٹھیس پہنچائی تھی۔

وہ پارس کے اندر آئی اور بولی "خبردار! اب چلبلی نہ کہنا۔ میں تمہارے فریب میں نہیں آؤں گی۔ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

"کیا تم سچ بتاسکتی ہو کہ تم کون ہو؟"

"تم میری نہیں' اپنی بات کہو۔"

"تم بھی میری نہیں' اپنی بات کہو۔ میں جواب دینے سے پہلے

سوال کو سمجھنا چاہتا ہوں۔"

"تم مجھے کبھی سمجھ نہیں پاؤ گے؟"

"تم تو بالکل میرا ہی جواب دے رہی ہو۔ بڑے سے بڑے یوگا جاننے والے ماہرین کے دماغوں میں پہنچنے والی' اپنی موجودگی کا احساس دلائے بغیر ہر ایک کی اصلیت سمجھنے والی مجھ سے میری اصلیت پوچھ رہی ہے!"

"میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں' جوڈی کے پاس جو گولیاں اور فارمولے تھے' وہ اب تمہارے پاس ہیں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اتنی دیر سے تم میرے بارے میں پوچھ رہی تھیں یا فارمولوں کے بارے میں؟"

"تم گولیوں اور فارمولوں کی طرح پراسرار ہو۔ بڑی عجیب بات ہے کہ میں تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکتی۔ ایسے وقت تم مجھے فرہاد علی تیمور کے بیٹے پارس لگتے ہو۔"

"یہ لو تم نے اتنی جلدی پہیلی بوجھ لی۔ میں اکثر اپنی ماں سے پوچھا کرتا تھا۔ تم میرے باپ کا نام کیوں نہیں بتاتی ہو۔ اگر وہ اس دنیا میں نہیں ہے تو سیندور کیوں لگاتی ہو؟ منگل سوتر کیوں پہنتی ہو؟"

دیوی شی تارا نے حیرانی سے پوچھا "سیندور؟ منگل سوتر؟ اس کا مطلب ہے تم میری طرح ہندو ہو؟"

"یہی تو پرابلم ہے۔ میں تمہاری طرح ہندو ہوں مگر تم میرے باپ کا نام فرہاد علی تیمور بتا رہی ہو۔ سچ بتاؤ' تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا باپ ایک مسلمان ہے؟"

"میں یقین سے نہیں جانتی ہوں مگر فرہاد کے بیٹے پارس کا دماغ بھی تمہارے جیسا ہے۔ کوئی اس کے چور خیالات کو پڑھ نہیں سکتا ہے اور وہاں اس کی ماں ایک ہندو تھی۔ اس کا نام رسونتی تھا۔"

"رسونتی؟" پارس نے حیرانی سے کہا "مگر میری ماں کا نام تو جودھا بائی تھا۔"

"جودھا بائی' مغل اعظم اکبر بادشاہ کی بیوی کا نام تھا۔"

"کیا اس نام کے جملہ حقوق محفوظ تھے؟ کیا میری ماں کا نام جودھا بائی نہیں ہو سکتا؟ اس کا مطلب ہے کہ تم میرے باپ کا نام بھی غلط بتا رہی ہو مگر ہاں اب سمجھا' تم چالاکی سے میری اصلیت معلوم کر رہی ہو۔ میں نے تمہاری باتوں میں آکر اپنی ماں کا نام بتا دیا۔ اب تم کچھ معلوم نہیں کر سکو گی۔ تم بڑی چالباز ہو۔ چلی جاؤ یہاں سے۔"

پارس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ آکر حیرانی سے سوچنے لگی۔ آخر یہ کس جودھا بائی کا بیٹا ہے۔ مجھے کسی طرح اس کی ماں تک پہنچنا چاہیے۔ مگر کس طرح؟

اس کے اندر ایک عجیب سی خوشی تھی کہ وہ دوسرا سایہ اس کے دھرم سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ رفتہ رفتہ اسے دوست بنا سکتی ہے۔ وہ پھر اس کے اندر آکر بولی "دیکھو ہم ایک ہی دھرم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم دونوں کے پاس بڑی عجیب و غریب صلاحیتیں ہیں۔ اگر ہم دوست بن جائیں' آپس میں مل جائیں تو....."

وہ بات کاٹ کر بولا "تو ساری دنیا فتح کر سکتے ہیں۔ ہم دونوں کے اتنے بچے ہوں گے کہ دنیا میں صرف ہماری ہی فوج ہوگی۔ مگر میری تو شادی ہو چکی ہے۔ رتنا کماری مجھے دوسری شادی کی اجازت نہیں دے گی۔"

"میں بات کچھ کہتی ہوں' تم مطلب کچھ اور لیتے ہو۔ ہمارے آپس میں مل جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم شادی کریں گے۔ دونوں ایک دوسرے کی صلاحیتوں سے بڑے فائدے اٹھا سکتے ہیں۔"

"لیکن میری جیسی صلاحیتیں تمہارے پاس نہیں ہیں۔ تم ان معاملے میں مجھ سے کمتر ہو۔"

"دیکھو یہ غلط بات ہے' تم میری توہین کر رہے ہو۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ کیا تم میری طرح جب چاہو' مر سکتی ہو اور جب چاہو زندہ ہو سکتی ہو؟"

"یہ کیا بکواس ہے۔ کیا انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو سکتا ہے؟"

"میں ہو سکتا ہوں۔ یقین نہ ہو تو چند سیکنڈ کے لیے میرے دماغ سے جاؤ پھر واپس آؤ گی تو مجھے مردہ پاؤ گی۔"

یہ کہہ کر پارس نے سانس روکی' آنکھیں بند کیں اور جناب علی اسد اللہ تبریزی سے لو لگائی۔ انہیں چشم تصور میں دیکھنے لگا۔ اس دوران اس نے جو عارضی لب و لہجہ اختیار کیا تھا وہ ہو گیا۔ اس کی دماغی کیفیت میں تبدیلی آگئی۔

دیوی شی تارا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوئی۔ سوچنے لگی یوگا کے ماہر سانس روکتے ہیں تب بھی میں ان کے اندر رہتی ہوں لیکن اس جودھا بائی کے بیٹے کے سانس روکنے سے باہر کیسے آتی ہوں؟

یہ ایسا چبھتا ہوا سوال تھا جس کا جواب وہ معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس نے پھر پارس کے لب و لہجے کو گرفت میں لیا۔ اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس کی سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ اسے وہ راہ نہیں مل رہا تھا جس کے اندر پہنچ کر وہ ابھی..... باتیں کر رہی تھی اور دماغ کے نہ ملنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دماغ مردہ ہو چکا ہے لیکن وہ جس سے باتیں کر رہی تھی وہ اب اس دنیا میں نہیں تھا۔ اگر وہ دنیا کے کسی بھی گوشے میں چھپا ہوتا تو دیوی شی تارا اس کے اندر پہنچ جاتی۔

یا حیرت! وہ ابھی تھا اور اب نہیں ہے۔ اور نابود ہونے سے پہلے کہہ گیا تھا کہ وہ ابھی مر جائے گا۔

ٹھیک ہے لیکن یہ بھی تو کہا تھا کہ دوبارہ زندہ ہوگا۔ تو پھر زندہ ہونا چاہیے تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں خلاؤں میں بھٹک کر اسے پکارنے لگیں۔ "تم کہاں ہو؟ جواب دو۔ مجھے اپنے

آنے دو۔ میں مان گئی کہ تم مر گئے ہو۔ اب زندہ ہو کر دکھاؤ۔"

وہ بھٹکتی رہی۔ اسے پکارتی رہی۔ سوچتی رہی کہ یہ کیسے ممکن ہے' اس سائے کے پاس غیر معمولی علوم تھے' وہ خواہ مخواہ کیوں مرے گا؟ اور اگر اس نے اپنی آواز' لب و لہجہ اور شخصیت بدل لی ہے تو یہ اتنی جلدی ممکن نہیں ہے۔ ایسا تخریبی عمل کے ذریعے برین واش کرنے سے ہوتا ہے اور اس عمل میں چند گھنٹے لگتے ہیں۔ پھر وہ چند سیکنڈ میں کہاں غائب ہو گیا ہے؟

وہ زیر زمین رہ کر پوجا کرتی تھی۔ بھگتی میں دن رات گزار کر اتنا شکتی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ ان لمحات میں پارس نے اسے ایسے الجھایا تھا کہ وہ جناب تبریزی کی روحانی ٹیلی پیتھی کو بھول گئی تھی اور وہ کیسے نہ بھولتی؟ یہ کیسے سوچ سکتی تھی کہ جودھا بائی کے ہندو بیٹے کو روحانی ٹیلی پیتھی سے فیض پہنچ سکتا ہے؟ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "ہے شیو شنکر! ہے مہادیو! مجھے کچھ تو معلوم ہو؟"

وہ آنکھیں بند کر کے دھیان گیان میں ڈوب گئی۔ پتھر کی مورتی جواب نہیں دے سکتی تھی مگر دھیان سے گیان حاصل ہوتا ہے جسے مسلمان مراقبے میں گم ہو جانا کہتے ہیں۔ ایسے وقت اسے سمادھان حاصل ہوا۔ اس نے پارس کی زبان سے ایک بار مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی بات سنی تھی لیکن اس سے یہ پوچھنا بھول گئی تھی کہ وہ دوسری زندگی حاصل کرنے کے بعد کس آواز اور لب و لہجے میں اپنی نئی زندگی کا ثبوت پیش کرے گا۔

واقعی اس سے غلطی ہوئی تھی۔ اسے پوچھنا چاہیے تھا لیکن دوبارہ زندہ ہونے کا دعویٰ کرنے والا خود آکر اپنی نئی آواز اور لب و لہجہ بتا سکتا تھا اور آپس میں دوستی کی بات آگے بڑھا سکتا تھا۔

ایسا نہ کرنے کا مطلب یہ ہو سکتا تھا کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے معاملے میں اسے کمتر سمجھتا تھا۔ اسی لیے دوستی کرنے واپس نہیں آیا تھا۔ یا پھر سیدھی سی بات تھی' وہ اس سے پیچھا چھڑا کر چلا گیا تھا۔

وہ بڑی دیر تک سوچتی رہی اور کڑھتی رہی کہ اس چالباز نے ایک بار خلائی مخلوق بن کر الو بنایا اور اب کہیں خلا میں گم ہو کر دیوی کی برتری کو ٹھیس پہنچا رہا ہے۔

○☆○

پارس کا اپنا ایک قدرتی لب و لہجہ تھا لیکن روحانی ٹیلی پیتھی کے زیر اثر تھا۔ صرف اس کے اپنے لوگ جو اسے دل سے چاہتے ہوں وہی اس کے مخصوص لہجے کو گرفت میں لے کر دماغی رابطہ قائم کر سکتے تھے۔

پوجا بھی اسے دل و جان سے چاہتی تھی۔ اس نے آکر کہا "بھابی! آپ نے چند گھنٹوں کے بعد باتیں کرنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"ہاں باتیں کرو۔ مگر جیجا جی نہ کہو بھائی جان کہا کرو۔ تم میری سگی بہن ہو۔"

"کیا آپ پیاری سی بہن کی التجا ٹھکرا دیں گے؟"

"میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ مجھے جیجا جی نہ کہو۔ مجھے اس سے نفرت ہے۔"

"جھوٹ نہ بولیں۔ آپ کو نفرت نہیں ہے۔ آپ ان کی احمقانہ حرکتوں سے بے زار ہو گئے ہیں' کیا یہ غلط ہے؟"

"درست کہتی ہو۔ میں جس سے بے زار ہو جاتا ہوں' اس کی صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ اس کی آواز بھی نہیں سننا چاہتا۔"

"آپ یقین کریں۔ دیدی خود حیران ہوتی ہیں' پریشان ہوتی ہیں کہ انہیں اچانک کیا ہو جاتا ہے۔ آپ انہیں دل و جان سے چاہتے ہیں پھر وہ کبھی آپ سے دشمنی کرنے لگتی ہیں' کبھی اپنا تابعدار بنا لینا چاہتی ہیں۔ کیا آپ انہیں ایب نارمل سمجھ کر معاف نہیں کر سکتے؟"

"پوجا! تم بچی نہیں ہو۔ یہ سمجھتی ہو کہ جو ایب نارمل ہوتے ہیں ان سے ذرا دور رہا جاتا ہے۔"

"آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ آپ ان سے ذرا دور رہیں' زیادہ دور نہ جائیں۔ ایک بیمار اور ایب نارمل کی عیادت کرنا انسانی فرض ہے۔"

"تم بہت بولنے لگی ہو۔ میں خوب سمجھ رہا ہوں' اس وقت وہ تمہارے دماغ میں بیٹھی خاموشی سے ہماری باتیں سن رہی ہے۔"

"آپ سمجھ رہے ہیں مگر ان کے آنسو نہیں دیکھ سکتے۔ کیا آپ کو ان کی سسکیاں سنائی دے رہی ہیں؟"

"آنسو کبھی کسی کا مسئلہ حل نہیں کرتے۔ اگر وہ میری ناراضی دور کرنا چاہتی ہے تو اس سے کہو کہ وہ پہلے اپنے آپ کو سمجھے۔ مسئلے پر توجہ دے کہ وہ بعض اوقات ایب نارمل کیوں ہو جاتی ہے۔ اگر وہ اپنی احمقانہ حرکتوں کا سبب معلوم کر لے گی تو میں اسے پھر سے اپنا لوں گا۔"

پوجا نے خوش ہو کر کہا "واہ بھائی جان! آپ نے تو دل خوش کر دیا۔ اب یہ دیدی کا فرض ہے کہ یہ اپنی غلطیوں کی وجوہات معلوم کریں۔ میں بھی آئندہ دیدی کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھوں گی۔"

"کیا تمہیں پتا ہے کہ میرے ہی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تمہیں تمہاری دیدی کے پاس اسپتال پہنچایا تھا؟"

"پھر تو آپ واقعی میری دیدی کا خیال رکھتے ہیں۔"

"میں دوسری بات کہنے جا رہا ہوں۔ میرے جس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تمہیں سپر ماسٹر سے نجات دلائی اور تمہیں دیدی کے پاس پہنچایا' تم نے قتل ایب آکر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آمد پر سانس روک لی۔ اس سے ظاہر ہے کہ کسی اور نے ہماری ٹیلی پیتھی کا توڑ کیا ہے اور اب صرف تم ہی نہیں' تمہاری دیدی بھی اس کے زیر اثر ہیں۔"

"آپ کی بات درست ہو سکتی ہے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ جس پر بھی تخریبی عمل کیا جاتا ہے اس کے ذہن سے عامل اپنا نام ا

شناخت مٹا دیتا ہے۔ صرف یہ ذہن نشین کراتا ہے کہ اس کا معمول اپنے عامل کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرے۔ شاید ہمارے ساتھ بھی ایسا ہو رہا ہوگا۔"

"کیا یہ بتا سکتی ہو کہ اس وقت تم کہاں ہو؟"

"میں تو پہلی بار نقل ایب آئی ہوں۔ دیدی پہلے بھی آچکی ہیں لیکن یہ بھول گئی ہیں کہ یہ کون سا علاقہ ہے۔"

"وہ بھولی نہیں ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس قسم کی اہم باتیں بھلا دی گئی ہیں۔ کیا تم دونوں کے علاوہ بھی کوئی ہے؟"

"ہاں ایک شخص ہے۔ پتا نہیں وہ کون ہے۔ صبح سے اپنے کمرے میں بند ہے۔ ایک بار کچھ کھانے پینے آیا تھا پھر کمرے میں جا کر دروازے کو اندر سے بند کر چکا ہے۔"

"اس کی کوئی شناخت بتا سکتی ہو؟"

وہ ذرا سوچ کر بولی "لانبا سا ہے مگر ذرا کبڑا سا ہے۔ گردن اور اس کا نچلا حصہ کبڑوں کی طرح جھکا رہتا ہے۔"

"ابھی جہاں ہو، مکان کیسا ہے؟"

"ایک بہت اچھا خوب صورت سا بنگلا ہے۔"

"اندر اور باہر دیواروں پر کون سا رنگ ہے؟ بنگلے کے ڈیزائن میں کوئی خصوصیت ہے؟"

"اندر کسی کمرے میں ہلکا آسمانی رنگ ہے، کسی میں ہلکا نارنجی رنگ اور کسی میں آف وھائٹ کلر ہے۔ ہم نے اس بنگلے کو باہر جا کر نہیں دیکھا ہے۔ جب بھی لان وغیرہ میں جانا چاہا تو پتا نہیں کیوں رک گئے۔ ہمیں باہر کا علم نہیں ہے۔"

"کیا ابھی تم دونوں لان میں جا سکتی ہو؟"

وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھیں۔ کمرے کے دروازے تک گئیں پھر واپس آکر اپنی جگہ بیٹھ گئیں۔ پوجا نے کہا "بھائی جان! آپ درست کہتے ہیں۔ ہم پر عمل کیا گیا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں یہ بھی نقش کیا گیا ہوگا کہ ہم باہر نہ جائیں۔"

"وہاں تم تین ہو، تم لوگوں کا کھانا پکانے اور بنگلے کی صفائی وغیرہ کے لیے تو ملازم ہوں گے۔"

"کوئی نہیں ہے۔ صبح سے ہم دونوں بہنوں نے بنگلے کی صفائی کی ہے اور اب کچن میں جانے والے ہیں۔"

"اچھا تم جاؤ، میں تم دونوں کا سراغ لگانے کی کوشش کروں گا۔"

وہ پارس کے دماغ سے چلی گئی۔ اس نے موبائل فون اٹھا کر ثانی سے رابطہ کیا پھر فون بند کر دیا۔ ثانی اس کے دماغ میں آکر بولی "کیا بات ہے؟ جے مورگن نے ہمیں تمام باتیں بتا دی ہیں۔ تم کیا کر رہے ہو؟"

وہ پوجا اور شی تارا کے حالات اسے بتانے لگا۔ ثانی نے کہا "ہاں، میں نے پوجا پر عمل کر کے اسے عمان میں شی تارا کے پاس پہنچایا تھا۔ یہاں مل ایب میں میرے تنویمی عمل کا توڑ ہو گیا۔ میرا خیال ہے جو شخص اس بنگلے میں ان کے ساتھ ہے وہی ان کا عامل ہوگا۔"

"ہو سکتا ہے، ان دونوں کو بہت زیادہ پابندی میں رکھا گیا ہے۔ وہ بنگلے سے باہر لان میں بھی نہیں جا سکتی ہیں۔"

"کیا پوجا اس عامل کی کوئی شناخت بتا سکتی ہے؟"

پوجا نے جو حلیہ بتایا تھا وہ پارس نے اسے بتا دیا۔ وہ چونک کر بولی "ارے وہ تو داؤد منڈولا ہے۔ لانبا سا ہے اور یوں چلتا ہے جیسے کبڑا ہو۔ وہ بخارا میں جبتا تھا تو میں نے اور علی نے اسے اسپتال پہنچایا تھا۔ میں نے اسے قابو میں بھی کیا تھا مگر دیوی میرے عمل توڑ کر کے اسے لے گئی۔"

اس نے کہا "پھر تو بات صاف ہو گئی۔ اس دیوی نے ہی پو اور شی تارا کو اس بنگلے کے اندر پابندیوں میں رکھا ہے۔"

"اچھا تو جناب پھر شی تارا کے دیوانے ہو رہے ہیں؟"

"تم جانتی ہو کہ میں پوجا کو چھوٹی بہن سمجھتا ہوں۔ اس اس بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کیا ہے کہ شی تارا کبھی کبھی ا نارمل ہو جاتی ہے۔ وہ ذہین ہے، بڑی اچھی چالیں چلتی ہے، بھ جان دیتی ہے پھر بھی کبھی حماقت کیوں کرنے لگتی ہے؟ کیا ہم رائے قائم کر سکتے ہیں کہ دیوی اس پر غالب رہتی ہے؟"

ثانی نے تائید کی "ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ جب میں نے اپنے میں داؤد منڈولا کے خیالات پڑھے تھے تو معلوم ہوا کہ وہ دیوی کئی برسوں سے زیرِ زمین رہ کر کوئی تپسیا کر رہی ہے یعنی چلہ کاٹ ہے۔ یوں زیرِ زمین رہ کر پتا نہیں اور کیا کرتی ہوگی۔ ہو سکتا داؤد منڈولا کی طرح بہت پہلے سے اس نے شی تارا پر قبضہ جما ہو۔"

"یہ دیوی کچھ زیادہ ہی ہاتھ پاؤں پھیلا رہی ہے۔ میں سا ہوا ہوں تو یہ میرے پیچھے بھی پڑی ہوئی ہے۔ اب میں اس کے پڑوں گا۔"

"کیا وہ تم سے رابطہ رکھتی ہے؟ یہ سوال اس لیے کر رہی کہ وہ یہودیوں کو خزانے اور یورینیم کا لالچ دے کر تمہیں حا کرنا چاہتی تھی اور یہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ تم مائیک ہرا نہیں پارس ہو۔"

"واقعی اس نکتے کو پیشِ نظر رکھا جائے تو وہ صرف یہودیو خزانے کا لالچ نہیں دے رہی تھی بلکہ شی تارا پر بھی اثر انداز مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنانا چاہتی ہوگی۔ براہِ راست میرا کرنے کے بجائے شی تارا کو ایک ذریعہ بناتی آرہی ہے۔"

کڑی سے کڑی ملاتے رہنے سے الجھی ہوئی باتیں سلجھ ہیں۔ ثانی اور پارس صحیح سمت پر سوچ رہے تھے لیکن ابھی ایسا اشارہ نہیں مل رہا تھا کہ وہ دیوی ہی اصلی شی تارا ثابت ہو جاتی

قدرت کی اپنی راہیں ہوتی ہیں۔ ستارہ شناسی یعنی علمِ نجوم راہیں دکھاتے ہیں اور انسانی تدابیر ان دونوں کے درمیان سے

راہیں نکالتی ہیں۔ ایک پیش گوئی جناب تمیزی کی تھی۔ ایک جوتش ودیا دیوی شی تارا کی تھی کہ وہ آگے چل کر اعلیٰ بی بی (ثانی) کے سات برس کے ہونے سے پہلے ہی اس بچی کے خلاف زبردست محاذ قائم کرے گی۔ ایک تدبیر سونیا کی اور میری تھی کہ ہم کبریا فراد اور اعلیٰ بی بی (ثانی) کو کیسی تعلیم و تربیت دیتے ہیں اور سب سے آخر میں قدرت کا نامعلوم فیصلہ تھا کہ جانے کیا ظہور میں آتا ہے۔

ثانی چلی گئی تاکہ علی کے ساتھ مل کر کوئی تدبیر کرے اور کسی طرح منڈولا کا سراغ لگائے۔ داؤد منڈولا کی پناہ گاہ کا سراغ ملے گا تو پھر شی تارا اور پوجا بھی مل جائیں گی۔

دیوی شی تارا ایسی نادان بھی نہیں تھی کہ دوسرے سائے یعنی پارس کو مردہ سمجھنے لگتی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ غیر معمولی گولیاں اور فارمولے لے کر اپنے اس گینگ میں گیا ہوگا جس گینگ میں اس کے کئی خیال خوانی کرنے والے ہیں اور انہوں نے اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس قیدی جوان کو زخمی ہونے سے محفوظ رکھا تھا۔

اگر وہ جوان زخمی ہوتا تو دیوی اس کے اندر جا کر دوسرے سائے اور اس گینگ کے بارے میں ضرور بہت کچھ معلوم کر لیتی۔ اس جوان کے دماغ کو لاک رکھنے کا مقصد یہی ہو سکتا تھا کہ وہ اس گینگ کا اہم فرد ہے لہٰذا اسے ٹارچر سیل میں رکھ کر زخمی نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی طرح کی محاذ آرائی کرنا چاہیے ورنہ پھر اینٹ کا جواب پتھر سے ملے گا۔

لہٰذا اس نے دوسری تدبیر کی کہ اس جوان کو قید سے رہا کرا دیا جائے اور اس کی نگرانی کرائی جائے پھر اپنے کسی آلۂ کار اور جوان کے درمیان گفتگو ہوگی تو وہ جوان کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ جائے گی۔ اس کے بعد اسے اس گینگ کے بارے میں ہی نہیں، سائے کے بارے میں بھی کچھ معلوم ہو سکے گا اور وہ غیر معمولی چیزیں بھی ہاتھ آسکیں گی۔

سب اپنی اپنی تدابیر کر رہے تھے۔ پارس نے بھی یہ تدبیر کی کہ جیری اور ٹھمرال کو اس جوان کے دماغ میں باری باری آتے جاتے رہنے کے لیے کہا تاکہ اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہو تو اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی فوراً جوابی کارروائی کے لیے پہنچ جائیں۔

دیوی شی تارا نے داؤد منڈولا کے پاس آکر اس کے خیالات پڑھے۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی دیوی کے ارادے کے مطابق سوچ رہا تھا کہ قیدی جوان کو رہا کر دیا جائے اور دور سے اس کی نگرانی کرائی جائے پھر اپنے کسی آلۂ کار کے ذریعے اس جوان کی آواز سنے اور اس طرح اس کے اندر پہنچ کر معلوم کرے کہ وہ کس خیال خوانی کرنے والی ٹیم کا فرد ہے؟

دیوی شی تارا نے اس سے کہا "تم اپنے جاسوسوں کے ذریعے اس جوان کی نگرانی نہ کراؤ۔ افسروں نے ٹارچر سیل میں اس پر تشدد کرنے کے لیے اس کا لباس اور جوتے اتار دیے تھے۔ رہائی کے وقت یہ چیزیں اسے واپس کی جائیں مگر اس سے پہلے اس کے کسی ایک جوتے کے تلے میں یا ایڑی کی تہ میں ایک ننھا سا انڈیکیٹر لگا دو اور اس انڈیکیٹر سے منسلک انفارمر سیٹ اپنے پاس رکھو۔ اس طرح ہم دونوں کو بیٹھے بیٹھے معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ کہاں کہاں جا رہا ہے۔"

اس کی ہدایت پر عمل ہونے لگا۔ دیوی نے سمجھ لیا تھا کہ وہ سایہ کتنا مکار ہے۔ اگر اس جوان کی نگرانی کی جائے گی تو وہ کسی کی نظروں میں آئے بغیر نگرانی کرنے والوں کو تاڑ لے گا اور اس جوان کو کسی خفیہ اڈے میں چھپا دے گا۔ لہٰذا اس نے یہ حکمتِ عملی اختیار کی۔ اب وہ سایہ کوئی جادو تو جانتا نہیں تھا کہ انڈیکیٹر کے متعلق جان لیتا۔

اس کی رہائی کا بندوبست کرنے کے دوران برین آدم اور الپا کہنے لگے "ہم نئے سرے سے اپنی تنظیم کو اپنی ذہانت سے قائم کریں گے۔ صرف اس بات کا صدمہ ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دو نہیں، پورے چار افراد مارے گئے ہیں۔ ہم یہ کمی کیسے پوری کریں گے؟"

داؤد منڈولا نے کہا "فکر نہ کرو۔ بہت جلد کمی پوری ہو جائے گی۔ میں اور الپا دو خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ تیسرا جوڈی نارمن اسپتال میں زخمی پڑا ہے۔ وہ خود کو یہودی ثابت کر کے ہمیں فریب دے رہا تھا۔ اب الپا اس کے اندر جائے اور اس پر تنویمی

عمل کرکے واقعی یہودی بنائے۔ اس کی ٹیلی پیتھی بھی ہمارے ملک و قوم کے کام آتی رہے گی۔"

دیوی شی تارا نے معمول کے مطابق روبینہ کی آواز میں منڈولا سے کہا "برین آدم سے کہو' حوصلہ رکھو۔ تمہاری تنظیم میں خیال خوانی کرنے والوں کی کمی نہیں ہوئی ہے بلکہ تعداد بڑھ رہی ہے۔ شی تارا اور پوجا بھی میرے حکم کے مطابق اس تنظیم کے لیے کام کرتی رہیں گی۔ اس طرح خیال خوانی کرنے والے جوڈی نارمن' شی تارا' پوجا' الپا اور تم پانچ عدد ہو اور تم سب کو گائیڈ کرنے والی میں ہوں' اس طرح ہم چھ افراد ہوگئے۔ یہودی تنظیم خیال خوانی کے معاملے میں پہلے سے زیادہ مستحکم ہوگئی ہے۔"

منڈولا نے یہ بات برین آدم اور الپا کو بتائی تو ان میں جیسے پھر سے جان پیدا ہوگئی۔ مردہ تنظیم پھر سے زندہ ہوگئی۔ دیوی نے پوجا اور شی تارا کے اندر جھانک کر دیکھا۔ وہ دوپہر کو کھانے کے بعد ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی باتیں کررہی تھیں۔

پارس ایک کا محبوب تھا اور دوسری کا بھائی۔ اس لیے دونوں اپنی اپنی محبت کے حوالے سے اس کا ذکر کررہی تھیں۔ دیوی شی تارا خاموشی سے معلوم کررہی تھی کہ پوجا نے پارس سے رابطہ کیا تھا اور ڈی شی تارا کے لیے سفارش کی تھی کہ وہ اسے معاف کردے کیونکہ وہ بیچاری کبھی کبھی ایب نارمل ہوجاتی ہے۔ وہ پارس کی کنیز بن کر ساری عمر اس کے ساتھ گزارنا چاہتی ہے مگر جانے کیوں اسے اپنا تابعدار بنانے کی حماقت کر بیٹھتی ہے۔

دیوی شی تارا چاہتی تھی کہ پارس اور ڈی شی تارا کے تعلقات رہیں تاکہ وہ اپنی ڈی کے ذریعے پارس کی آوازیں سنتی رہے اور پارس کی مصروفیات کا علم اسے ہوتا رہے۔ اب پوجا بھی ایک بہن کے رشتے سے پارس کی ناراضی کو دور کرنے اور بچھڑی ہوئی ڈی شی تارا کو پارس سے ملانے آگئی تھی۔ یہ تمام باتیں دیوی شی تارا کے حق میں تھیں اور وہ چاہتی تھی کہ پارس سے ڈی شی تارا اور پوجا کا دماغی رابطہ قائم رہے۔

دیوی شی تارا نے ان کے خیالات پڑھ کر یہ بھی معلوم کیا تھا کہ پارس ان کا سراغ لگانا چاہتا ہے۔ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ ڈی شی تارا اور پوجا کو کس نے اپنی پابندیوں میں کس بنگلے کے اندر چھپا کر رکھا ہے لیکن ان پر اس طرح عمل کیا گیا تھا کہ پارس ان سے کچھ معلوم نہ کرسکا اور دیوی شی تارا کو اپنے غیر معمولی علم پر پورا یقین تھا کہ پارس ان دونوں سے دماغی رابطے پر گفتگو تو کرسکے گا لیکن کبھی ان کا سراغ نہیں لگا سکے گا۔

وہ دونوں دوپہر کو کھانے کے بعد بستر پر لیٹی ہوئی باتیں کرتے کرتے سوگئیں۔ دوسرے لفظوں میں دیوی نے انہیں سلا دیا پھر وہ پوجا کے خوابیدہ دماغ میں آکر بولی "تم ایک گھنٹے بعد نیند سے بیدار ہوجاؤ گی۔ بہترین لباس پہنو گی اور میک اپ کرکے قیامت بن جاؤ گی پھر جس وقت بھی تمہاری سوچ تمہیں کہیں جانے کے لیے کہے تم جاؤ گی اور تمہاری سوچ تم سے جو بھی کرنے کو کہے تم کرو گی اس سلسلے میں تمہیں لاشعوری طور پر رہنمائی حاصل ہوتی رہے گی۔"

پھر وہ اپنی ڈی شی تارا کے خوابیدہ دماغ میں آئی اور بولی "تم دیر تک سوتی رہو گی۔ بیدار ہونے کے بعد پوجا کو عارضی طور پر بھول جاؤ گی اور پوجا کتنی ہی دیر میں واپس آئے تم اس سے کوئی سوال نہیں کرو گی' یہی سمجھتی رہو گی کہ پوجا دوسرے کمرے میں مصروف تھی۔ تمہارے بنگلے میں جو مرد تمہارے ساتھ ہے اس کا نام کبھی معلوم نہیں کرو گی' اسے باس سمجھ کر اس کے احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی۔"

دیوی کو مسلسل پوجا اور بھگتی کے باعث خاصی کامیابی ہورہی تھی۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں اسے ایسی توانائی حاصل ہورہی تھی کہ وہ یوگا کے ماہرین اور متفل کردہ دماغوں میں پہنچ کر ان کے چور خیالات تک پڑھ لیتی تھی۔ آئندہ چھ برس میں یقین تھا کہ اسے آتما شکتی (روحانی قوت) حاصل ہوجائے گی پھر اس پر روحانی ٹیلی پیتھی کا اثر نہ ہوتا۔ اب صرف چھ برس رہ گئے تھے۔ یوں پورے دس برس گزر جاتے اور وہ زمین کی تہ سے باہر آتی تو پارس اس کا' صرف اس کا ہوتا۔

سوال پیدا ہوتا تھا کہ پارس میں ایسے کیا لعل ہیرے موتی جڑے ہیں جس کے لیے وہ دس برس تک زیرِ زمین رہ جوتش ودیا کے تمام تقاضے پورے کررہی تھی۔ جوتش ودیا کہتی تھی کہ دس برس سے پہلے وہ پارس سے نہ ملے گی' اپنا اصلی چہرہ دکھائے گی' اصلی آواز سنائے گی تو اپنے دھرم سے چھوٹ جائے گی۔ مسلمان ہوکر اس کی شریکِ حیات بن جائے گی۔ وہ برہمن زادی اگر دس برس تک کسی انسان سے ملاقات کیے بغیر عبادت اور دھیان گیان میں مصروف رہے گی تو پارس کو اپنا ہندو دھرم پتی بنا سکے گی۔ اب ہر کسی سے اپنا چہرہ چھپائے' اپنی آواز نہ سنائے اور ہمیشہ دھیان گیان اور پوجا بھگتی میں رہنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ زیرِ زمین رہتی۔ بات پارس کے خوبرو' دلیر اور ناقابلِ شکست ہونے کی نہیں تھی کہ وہ حاصل نہ ہوتا تو وہ مرجاتی۔ اصل بات اپنے دھرم کی تھی۔ وہ صرف ہندو ہی نہیں بلکہ سب سے اونچی ہندو برہمن زادی تھی۔ اپنی جان دے سکتی تھی مگر اپنا دھرم نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ دس برس کی تپسیا کے بعد پارس سے اس کا ایمان چھڑا سکتی تھی اور جوتش ودیا کہتی تھی کہ ایسی کامیابی کے وقت روحانی ٹیلی پیتھی بھی پارس کو اس کا دھرم پتی بننے سے روک نہیں سکے گی۔

اس قیدی جوان کو رہا کردیا گیا۔ ایک افسر نے اس کا لباس اور جوتے واپس کرتے ہوئے کہا "اسے پہن لو' ہمیں اندازہ ہوگیا ہے کہ تمہارا تعلق کسی خطرناک تنظیم سے ہے۔ ہم اپنے ملک میں کسی بھی تنظیم کی دہشت گردی اور تخریب کاری نہیں چاہتے اس لیے تمہیں رہا کیا جارہا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "تمہارے دماغ میں اس وقت خیال خوانی کرنے والے موجود ہوں گے۔ ہم ان پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اس جوان کی رہائی کے پیچھے ہماری کوئی سازش نہیں ہے۔ ہمارا کوئی جاسوس اس کی نگرانی نہیں کرے گا۔ آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ اپنے اس جوان کو چوبیس گھنٹوں یا زیادہ سے زیادہ اڑتالیس گھنٹوں کے اندر ہمارے ملک سے باہر لے جائیں۔ ہم یہاں امن و سلامتی چاہتے ہیں۔ اگر آپ کو ہمارے ملک سے کوئی شکایت ہے تو آپ حضرات سفارتی سطح پر گفتگو کرسکتے ہیں۔"

جے مورگن نے اس جوان کی زبان سے کہا "میں حیران ہوں کہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ میرا قصور اتنا ہی ہے کہ آج صبح میں نے ایک پہاڑی پر ایک سائے کو گوشت پوست کے جسم میں تبدیل ہوتے دیکھا۔ وہاں ٹیلی پیتھی کی باتیں سن کر میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے گونگا بن کر رہنا چاہیے پھر مجھے چند گولیوں اور فارمولوں کی اہمیت معلوم ہوئی۔ میں انسانی جسم میں نمودار ہونے والے سے وہ چیزیں لے کر فرار ہوگیا۔"

ایک افسر نے کہا "لیکن وہ چیزیں تمہارے پاس سے برآمد نہیں ہوئیں۔ وہ کہاں ہیں؟"

"میں ان چیزوں کو لے کر فرار ہوتے وقت بہت خوش تھا کہ اب میں بھی دنیا والوں سے روپوش رہ سکوں گا۔ اس خوشی میں بھول گیا کہ اس کار میں ایک اور سایہ چھپا ہوا ہے۔ اس نے پتا نہیں کیسے کار کو پتھر سے ٹکرا دیا۔ میں جھنجلا کر ہڑبڑانے لگا۔ تب دوسری غلطی کا احساس ہوا۔ وہاں پتا نہیں کتنے خیال خوانی کرنے والے اس سائے کے اندر چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر وہ تمام غیر معمولی چیزیں اس سائے کو دے دیں۔ میں خالی ہاتھ تھا' خالی ہی رہ گیا۔"

"تم اب تک گونگے کیوں بنے ہوئے تھے؟"

جوان کی زبان نے کہا "جناب! میں اس وقت بھی گونگا ہوں۔ میری زبان سے یہ نہیں کون بول رہا ہے اور جو بول رہا ہے وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ وہ لوگ اپنے کام آنے والوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان انجانے میں ان کے کام آیا تھا۔ پھر یہ کہ میں مسلمان ہوں' وہ اس حوالے سے بھی میری مدد کررہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے یہیں یا اڑتالیس گھنٹوں کے اندر اندر اسرائیل سے باہر پہنچا دیں گے۔"

دیوی' منڈولا اور الپا ان افسران کے اندر رہ کر یہ باتیں سن رہے تھے۔ جب باتیں ختم ہوگئیں اور وہ جوان لباس اور جوتے پہن کر چلا گیا تو انہوں نے جوان کی زبان سے جو آواز اور لہجہ سنا تھا' اسے گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی پھر واپس آگئے۔ سمجھ میں آگئی۔ دیوی کے متعلق تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معلوم ہوتا جارہا تھا کہ وہ متفل کردہ دماغوں میں بھی چلی جاتی ہے اسے جے مورگن نے آواز اور لہجہ بدل کر گفتگو کی تھی اور اس کا اس لہجے کا کوئی شخص نہیں ملا تھا۔

اگرچہ اس جوان کی بے گناہی پیش کی گئی تھی۔ تاہم ایک بات کھٹک رہی تھی کہ خود وہ جوان کیوں گونگا بنا ہوا ہے؟ وہ بے قصور ہے اور اس معاملے سے لاتعلق ہے تو پھر بولتا کیوں نہیں ہے؟

اس جوان کا گونگا پن اس کی اپنی ایک رازداری تھی۔ اس نے ابتدا میں ہی پارس کے سائے سے التجا کی تھی کہ اس کا اصل نام اور کام نہ پوچھا جائے۔ جب اس کا کسی برادر کبیر سے رابطہ ہوگا اور برادر کبیر اجازت دے گا تو وہ سب کچھ بتا دے گا۔ پارس نے وعدہ کرلیا تھا اور اپنے خیال خوانی کرنے والوں سے بھی کہہ دیا تھا کہ جو جوان اہم چیزیں ہمارے حوالے کرچکا ہے اس کے چور خیالات نہ پڑھو اسے بدستور گونگا رہنے دو۔ پھر کبھی معلوم ہوجائے گا کہ اس کا برادر کبیر کون ہے؟

وہ جوان رہائی پاکر کھلی فضا میں آیا تو اسے معلوم نہیں تھا کہ اس کے ایک جوتے میں انڈیکیٹر چھپا ہوا ہے اور یہ بات پارس' علی' ثانی اور ہمارا کوئی بھی فرد نہیں جانتا تھا۔ منڈولا اس انڈیکیٹر سے منسلک رہنے والے انفارمریٹ کے پاس بیٹھا توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سیٹ بہت وسیع و عریض تھا۔ اس پر تل ابیب شہر کی تمام روٹ لائنیں اور مخصوص معلوماتی اشارے بنے ہوئے تھے۔ وہ جوان جوتا پہن کر پیدل یا ٹیکسی وغیرہ میں جہاں بھی جارہا تھا' وہاں انفارمریٹ پر ننھی سی اسپارکنگ ہوتی تھی اور یہ معلوم ہوتا رہتا

تھا کہ وہ شہر کے کن علاقوں سے گزرتا جارہا ہے۔

دیوی منڈولا کے اندر تھی۔ وہ بھی دیکھ رہی تھی کہ وہ جوان کہیں رک جاتا تھا' کہیں چند منٹ گزارتا تھا پھر کسی طرف چل پڑتا تھا۔ پھر انفار مریٹ پر ہونے والی اسپارکنگ ایک جگہ رک گئی۔ دیوی نے چند منٹ انتظار کرنے کے بعد منڈولا سے پوچھا "یہ کون سی جگہ ہے؟"

"دیوی جی! یہ شہر کے چھوٹے سے علاقے میں ایک چھوٹی سی جگہ ہے۔ مغرب کی نماز کا وقت ہوچکا ہے۔ شاید وہ جوان نماز پڑھنے کے لیے وہاں رکا ہوا ہے۔"

وہ واقعی نماز پڑھ رہا تھا۔ خدا کا شکر ادا کررہا تھا کہ رہائی نصیب ہوئی ہے اور کسی نے اس کی اصلیت معلوم نہیں کی ہے۔ اس نے نماز سے فارغ ہو کر سوچا کہ ایک یا دو سپارے پڑھے گا۔ اتنے میں عشا کی نماز کا وقت ہوجائے گا تو وہ نماز ادا کرکے اپنی رہائش گاہ کی طرف جائے گا اور وہاں جانے سے پہلے کسی ریستوران میں رات کا کھانا کھائے گا۔

دیوی منڈولا کے اندر سے نکل کر پوجا کے اندر آئی۔ وہ حکم کے مطابق بہت ہی بن سنور کر بیٹھی ہوئی تھی۔ دیوی نے اس کی سوچ میں کہا "اب میں ایک کار میں بیٹھ کر جاؤں گی۔ ذرا تفریح کروں گی پھر واپس آجاؤں گی۔"

دراصل وہ چاہتی تھی کہ پوجا اس جوان سے ڈرامائی انداز میں ملاقات کرے۔ ملاقات کو دوستی میں بدل کر اس سے باتیں کرے۔ اس طرح جوان کا گونگا پن ختم کرکے اس کی آواز سنائے پھر دیوی اس جوان کے اندر جاکر اس کی پوری ہسٹری معلوم کرلے گی۔

پوجا اس بنگلے سے باہر آئی۔ دیوی نے منڈولا سے کہا "الپا کو پوجا کے اندر پہنچاؤ۔ وہ پہلی بار آئی ہے' الپا اس کے اندر رہ کر اسے گائیڈ کرے گی۔ تم اس انفار مریٹ کو دیکھتے رہو اور اینڈ یکیٹر سے ہونے والی اسپارکنگ کے مطابق الپا کو بتاتے رہو کہ وہ جوان کہاں جارہا ہے۔"

منڈولا نے حکم کی تعمیل کی۔ الپا کو پوجا کے پاس پہنچا کر اسے سمجھایا کہ کس طرح پوجا کو گائیڈ کرنا چاہیے۔ پھر وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر انفار مریٹ کو دیکھنے لگا۔ وہ اسپارکنگ جہاں رک گئی تھی وہاں سے حرکت میں آگئی تھی۔ یعنی شکار اب وہاں سے کسی دوسری جگہ جارہا تھا۔ اس اسپارکنگ کے مطابق منڈولا خیال خوانی کے ذریعے الپا کو اس جوان کے گزرنے کی راہیں بتارہا تھا اور الپا' پوجا کی سوچ میں اسے سمجھا رہی تھی کہ کن راہوں سے گزرنا ہے۔

یہ کام بڑے خفیہ طریقے سے ہورہا تھا۔ مجھے اور میرے بیٹوں وغیرہ کو خبر نہیں تھی۔ جے مورگن بھی اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ وہ اسے اسرائیل سے باہر بھیجنے کے انتظامات میں مصروف تھا۔

آخر ایک ریستوران کے سامنے پوجا نے گاڑی روک دی۔

انفار مریٹ کے مطابق وہ اسپارکنگ اسی ریستوران میں تھی۔ یعنی وہ جوان وہاں کھانے گیا تھا۔ اب اسے اس طرح پہچانا جاسکتا تھا کہ اس نے سفید پینٹ پر کالی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ ریستوران کی میزیں بھری پڑی تھیں۔ ایک آدھ میز خالی بھی تھی۔ وہاں عمدہ کھانا ملتا تھا اس لیے اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ پوجا نے ڈائننگ ہال میں داخل ہو کر دور تک نظریں دوڑائیں۔ ایک کالی جیکٹ والا نظر آیا۔ وہ ایک میز پر تنہا تھا۔ میز کے دوسری طرف والی کرسی خالی تھی۔ وہ قریب آکر بولی۔ "کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

وہ کالی جیکٹ والا علی تیمور تھا۔ اس نے معذرت چاہتے ہوئے کہا "سوری! میری ساتھی واش روم گئی ہوئی ہے۔ یہ سامنے والی کرسی اسی کے لیے ہے۔ وہ ادھر والی میز خالی ہے' آپ وہاں آرام سے بیٹھ سکیں گی۔"

وہ مایوس ہو کر دوسری میز کی طرف جانے لگی۔ اس کے اندر دیوی اس کی سوچ میں کہہ رہی تھی "کوئی بات نہیں' وہ اس پر سے بھی نظر آئے گا۔"

پوجا بیٹھ گئی۔ بیٹھنے کے بعد علی کی میز کے نیچے نظر گئی تو دیوی نے دیکھا۔ وہ سفید نہیں کالی پینٹ پہنے ہوئے تھا۔ پوجا بھی دیوی کی مرضی کے مطابق یہی دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "اس ریستوران کی بھیڑ میں کوئی دوسرا کالی جیکٹ والا ضرور ہے جس نے سفید پینٹ پہنی ہوئی ہے۔" ویٹر نے آکر آرڈر کے لیے پوچھا۔ وہ بولا "مجھے ایک ساتھی کا انتظار ہے۔ کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ اس نے کالی جیکٹ اور سفید پینٹ پہنی ہوئی ہے۔"

ویٹر نے کہا "یس مس! وہ کاؤنٹر کے قریب پانچ نمبر کی میز پر ہے۔"

پوجا پانچ نمبر کی میز کی طرف جانے لگی۔ علی تیمور کے اندر پارس کا سایہ سمایا ہوا تھا۔ جب پوجا علی کے پاس آئی تھی تب ہی اس نے سرگوشی میں کہا۔ "علی! یہی پوجا ہے۔ اس کے ساتھ ٹارا کو بھی ہونا چاہیے تھا۔"

علی نے کہا "یہ سوچنا چاہیے کہ یہ میرے پاس کیوں بیٹھنا چاہتی تھی جبکہ ایک قریبی میز خالی تھی اور وہ دیکھو۔ وہ اس خالی میز سے اٹھ کر دوسری طرف جارہی ہے۔"

اتنے میں ٹائی واش روم سے آگئی۔ علی نے ایک انگلی سے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دماغ میں آکر بولی "کیا بات ہے؟"

علی نے کہا "میرے پاس نہیں' پارس کے پاس جاؤ۔"

وہ پارس کے پاس آئی۔ اس نے کہا "میاں پوجا تنہا آئی ہے لیکن وہ تنہا نہیں ہوگی۔ وہ علی کے ساتھ تمہاری کرسی پر بیٹھنا چاہتی تھی۔ علی نے اسے قریبی میز پر جانے کے لیے کہا۔ وہ وہاں گئی تھی لیکن ویٹر سے کچھ کہنے کے بعد وہاں سے بھی اٹھ کر ادھر کاؤنٹر کے قریب والی میز پر ایک شخص کے پاس گئی ہے۔"

علی نے میز پر جھک کر سرگوشی میں کہا "وہ ابھی جس کے پاس گئی ہے' اس نے بھی میری طرح کالی جیکٹ پہنی ہوئی ہے۔"

پارس نے کہا "ٹائی کوئی چکر ہے۔ وہ صرف کالی جیکٹ والے کے پاس ہی کیوں بیٹھنا چاہتی ہے۔ تمہیں پوجا کے اندر نہیں جانا چاہیے۔ اس کے اندر منڈولا یا دیوی ہوسکتی ہے۔ میں تمہارے اندر آرہا ہوں۔ تم اس کی میز کے پاس جاکر اپنا پرس گراؤ اور اسے اٹھا کر اٹھاؤ۔ اتنی سی دیر میں' میں پوجا کے اندر سما جاؤں گا۔"

ٹائی نے یہی کیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر ادھر سے گزرتے وقت پانچ نمبر کی میز پر ٹھیک پوجا کے برابر اپنے پرس کو گرایا پھر جھک کر اسے اٹھانے لگی۔ وہ پوجا کے اتنے قریب تھی کہ پارس اس میں سے نکل کر پوجا کے اندر سما گیا۔ ٹائی اپنا پرس اٹھا کر چلی گئی۔ پھر ایک چکر لگا کر علی کے پاس آگئی۔ پوجا کے اندر واقعی دیوی تھی۔ اس کی دلچسپی اور توجہ کالی جیکٹ اور سفید پینٹ والے جوان پر تھی۔ اس لیے اس نے ٹائی کی طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ ادھر پوجا نے اس شخص سے اس میز کی دوسری کرسی پر بیٹھنے کی اجازت چاہی۔ اس شخص کے منہ میں لقمہ بھرا ہوا تھا۔ اس نے زبان سے بجائے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کی اجازت دی۔ پوجا بیٹھتے ہوئے بولی "شکریہ۔ میں دراصل تنہائی سے بور ہوجاتی ہوں اس لیے تمہارے پاس آئی ہوں۔"

اس نے لقمہ چباتے ہوئے ہاں کے انداز میں سر ہلایا' اس کی آدھی مسکرایا۔ منہ میں لقمہ اتنا ٹھنسا ہوا تھا کہ وہ فوراً زبان سے بول نہیں سکتا تھا۔ کھانے کا انداز ایسا تھا جیسے صبح سے بھوکا ہو اور اب جلدی جلدی بھوک مٹا رہا ہو۔ جوان کو گرفتار کرنے کے بعد واقعی بھوکا رکھا گیا تھا۔ دیوی بے چینی سے اس کے بولنے کا انتظار کررہی تھی۔

آخر اس نے وہ لقمہ نگل کر کہا "آپ میری میز پر آئی ہیں' مجھے میزبانی کرنا چاہیے۔ آپ کیا کھانا پسند کریں گی؟"

پوجا نے کہا "آپ میزبانی کا تکلف رہنے دیں۔ ویسے یہاں کی جو بہترین ڈش ہے وہ کھاؤں گی۔"

دیوی نے اس جوان کی آواز سن لی تھی اور اب اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ پتا چلا کہ وہ بینک ڈکیتی کرنے والے ایک گروہ کا آدمی ہے۔ دو دن پہلے اپنے گروہ سے اس کا جھگڑا ہوگیا تھا۔ اس نے علیحدگی اختیار کرلی تھی مگر اس کے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ وہ دو دنوں تک بے فکری سے کھاتا پیتا اور اچھا لباس پہنتا۔ آج اس نے موقع پاکر ایک کوٹھی سے اچھی خاصی رقم چرائی تھی۔ صرف رقم ہی نہیں' لباس بھی چرایا تھا۔ اس کوٹھی والے کی کالی جیکٹ اور سفید پینٹ بھی پہنی تھی مگر پہننے کو اچھے جوتے نہیں ملے۔ وہ اپنے پرانے جوتے پہن کر ہی نکلا۔ اتنے اچھے لباس میں وہ جوتے بہت برے لگ رہے تھے۔ ایک مسجد کی سیڑھی پر کسی حد تک نئے جوتے نظر آئے۔ اس نے اپنے جوتے اتار کر وہ جوتے پہن لیے پھر ادھر ریستوران میں کھانے کے لیے آگیا۔

دیوی شی تارا اس کے خیالات پڑھ کر جھنجلا گئی۔ بات سمجھ میں آئی کہ وہ چور بدمعاش کہیں سے رقم اور لباس ہی نہیں بلکہ مسجد سے وہ جوتے چرا کر پہنے ہوئے ہے جو اس جوان کے تھے۔

منڈولا انفار مریٹ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ انفار مریٹ کے اسپارکنگ اس ریستوران کی نشاندہی کررہی تھی اور درست کررہی تھی۔ وہ جوتے وہاں تھے مگر جوتوں کا مالک وہاں نہیں تھا۔ دیوی نے کہا "منڈولا! گڑبڑ ہوگئی۔ وہ جوان اسی مسجد میں ہوگا۔ برین ٹوم سے کہو کہ اس افسر کو ایک جاسوس کے ساتھ ابھی وقت ضائع کیے بغیر اس مسجد کی طرف روانہ کرے' اب تو کوئی چالاک جاسوس ہی اس کی نگرانی کرسکتا ہے۔"

منڈولا حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ ٹائی نے پارس کے پاس آکر پوچھا "کیا ہورہا ہے؟"

وہ بولا "ابھی معلوم نہیں ہورہا ہے کہ یہاں کس قسم کا گیم کھیلا جارہا ہے۔ شاید تھوڑی دیر میں معلوم ہوجائے۔"

پوجا کے لیے کھانا آگیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک پولیس انسپکٹر سپاہیوں کے ساتھ آیا اور کالی جیکٹ والے سے بولا "چور ایک نہ ایک دن پکڑا جاتا ہے۔ چلو باقی کھانا تمہیں پولیس والے کھلائیں گے۔"

ٹائی اور علی نے دور سے پولیس والوں کو دیکھا پھر ٹائی پارس کے پاس آکر بولی "یہ کیا ہورہا ہے؟"

"فی الحال تو ایک معمولی بات لگ رہی ہے کہ ایک چور کو پکڑ کرلے جایا جارہا ہے۔ تم چور کے اندر جاسکتی ہو۔ خاموش رہو گی تو دیوی تمہیں محسوس نہیں کرسکے گی۔"

چور نے پوجا کی طرف دیکھ کر کہا "میں سمجھ رہا تھا تم کوئی کال گرل ہو مگر تم تو جاسوس نکلیں۔"

پوجا نے کہا "میں نہ کال گرل ہوں اور نہ جاسوس مگر تم کیا ہو' یہ پولیس والے اسے پکڑ کرلے جارہے تھے۔ ٹائی نے پارس کے پاس آکر کہا "میں نے اس شخص کے مختصر سے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ واقعی ایک چور اور بدمعاش ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک معمولی چور کو گرفتار کرنے کے لیے پوجا کو کیوں استعمال کیا جارہا ہے؟"

پارس نے کہا "کچھ میری سمجھ میں آرہا ہے۔ پوجا پہلے کالی جیکٹ دیکھ کر علی کے پاس آئی پھر شاید غلطی کا احساس ہوا تو وہ اس کالی جیکٹ والے چور کے پاس آئی۔ یہ عجیب سی بات ہے کہ ہم صبح سے جس اجنبی جوان کی حفاظت کررہے ہیں اس نے بھی کالی جیکٹ پہنی ہوئی ہے۔ کیا ہم یہ رائے قائم کریں کہ وہ جوان کہیں روپوش ہوگیا ہے اور اسے پوجا کے ذریعے تلاش کیا جارہا ہے؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں کہ وہ جوان کہاں ہے؟"

ٹائی نے جے مورگن کے پاس آکر کہا "تم اس قیدی جوان

کے دماغ میں رہ چکے ہو۔ مجھے وہاں پہنچاؤ۔"

جے مورگن نے اسے پہنچایا۔ وہ ایک بس میں بیٹھ کر بیت المقدس جا رہا تھا۔ ثانی نے اس کے خیالات پڑھنے کے بعد معلوم کیا کہ مسجد کے زینے پر اس کے نئے جوتے چوری ہو گئے کوئی اپنے پرانے جوتے چھوڑ گیا تھا۔ جوان اب وہ جوتے پہن کر جا رہا تھا۔ گڑی سے گڑی مل گئی۔ ثانی نے پارس کے پاس آ کر کہا "اہمیت اس چور کی نہیں' ان جوتوں کی ہے۔ وہ مسجد سے چرائے گئے ہیں اور وہ اسی جوان کے جوتے ہیں۔ بقایا ہر جوتوں کے ادھر ادھر ہونے سے ایک چور پکڑا گیا لیکن انہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ اسی چور نے وہ جوتے چرائے ہیں۔ تو پھر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوجا اور اس کے اندر رہنے والی جوان کو صورت سے نہیں' جوتوں اور کالی جیکٹ کے ذریعے پہچان سکتی ہیں۔"

"میں جلد ہی اور بہت کچھ معلوم کرلوں گا۔ وہ جو بھی کر رہے ہیں اس سے ہمیں فائدہ پہنچ رہا ہے۔ ہمیں پوجا مل گئی ہے اب اس کے ذریعے شی تارا اور منڈولا کی رہائش گاہ بھی معلوم ہو جائے گی۔"

پوجا نے کھانے کا بل ادا کیا پھر وہاں سے جانے لگی۔ الپا اس کے اندر رہ کر گائیڈ کر رہی تھی کہ کن راستوں سے گزر کر وہ پھر اپنی رہائش گاہ پہنچے گی۔ الپا ہو یا دیوی تمام خیال خوانی کرنے والے دماغوں میں آنے جانے کو محسوس کر سکتے تھے لیکن ہر انسان کے اندر ایک سایہ ہوتا ہے۔ اس سائے میں دوسرا سایہ گھل مل جائے تو خیال خوانی کرنے والے اسے محسوس نہیں کر سکتے۔ خود ہم اپنے اپنے اندر کے سائے کی موجودگی کو اس وقت تک سمجھ نہیں پاتے جب تک کہ روشنی میں اسے نہ دیکھیں۔ اسی طرح پوجا بھی اپنے اندر پارس کے سائے کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔

پوجا کار ڈرائیو کرتی ہوئی اپنی رہائش گاہ پہنچ گئی۔ الپا اسے چھوڑ کر چلی گئی۔ بنگلے کے اندر شی تارا میز پر بیٹھی تنہا رات کا کھانا کھا رہی تھی۔ اس نے پوجا کو دیکھ کر کہا "مجھے زور کی بھوک لگ رہی تھی۔ آؤ کھانے بیٹھ جاؤ۔"

پوجا نے بتایا کہ وہ کھانا کھا چکی ہے۔ شی تارا نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا کہ وہ کہاں گئی تھی اور کہاں سے کھا کر آ رہی ہے۔ دیوی نے دوپہری کو اس کے خوابیدہ دماغ میں آ کر حکم دیا تھا کہ وہ پوجا سے کوئی سوال نہیں کرے گی۔

منڈولا کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ اس نے آواز دی "پوجا! کار کی چابی لاؤ۔ میں باہر جاؤں گا۔"

وہ منڈولا کے کمرے کے پاس آئی۔ پھر پرس میں سے چابی نکال کر اسے دی۔ وہ کمرے کے اندر جانے کے لیے پلٹا۔ پوجا بھی واپس شی تارا کے پاس آنے کے لیے پلٹی' دونوں کی پیٹھ ایک دوسرے کی طرف ہوئی۔ ایسے وقت پارس کا سایہ پوجا کے اندر سے نکل کر منڈولا کے اندر پہنچ گیا۔ ان میں سے کسی نے سائے کو ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ منتقل ہوتے نہیں دیکھا۔

دیوی منڈولا کے اندر تھی۔ اگر پارس اتنی احتیاط سے کام نہ لیتا تو وہ منڈولا کے ذریعے اسے دیکھ سکتی تھی۔ وہ پوجا سے چابی لینے کے بعد جرابیں اور جوتے پہن کر باہر جا رہا تھا۔ اس نے اپنا شخصیت تو بدل لی تھی' اس کے باوجود وہ کپڑوں جیسے انداز سے چلنے کے باعث پہچانا جا سکتا تھا۔ دیوی نے تاکید کی تھی کہ کبھی ضرورت کے وقت وہ رات کی تاریکی میں بنگلے سے نکل کر فوراً کار میں بیٹھ جایا کرے تاکہ اس کا وہ مخصوص انداز کسی کی نظروں میں نہ آئے۔ اس وقت اس جوان کو تلاش کرنا ضروری تھا اس لیے وہ کار میں شہر کا ایک چکر لگانے کے لیے نکلا تھا۔

دیوی کے لیے وہ جوان بھی اہم ہو گیا تھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ ایسے کس گینگ سے تعلق رکھتا ہے' جس میں کچھ زیادہ ہی خیال خوانی کرنے والے ہیں اور اس جوان کو بہت اہم سمجھ کر اس کی حفاظت کے لیے کہیں بھی پہنچ جاتے ہیں۔

ثانی نے پارس کے پاس آ کر پوچھا "کیا کر رہے ہو؟"

"منڈولا کے اندر آرام فرما رہا ہوں۔ بنگلے میں شی تارا اور پوجا اکیلی ہیں۔ تم انہیں وہاں سے نکال سکتی ہو۔"

ثانی نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر جناب تبریزی کے پاس پہنچ کر سلام کیا اور کہا "آپ پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے۔ آپ بہت کچھ جانتے ہیں مگر دنیاوی معاملات میں اسی وقت مداخلت کرتے ہیں جب قدرت کی طرف سے اشارہ ملتا ہے۔ میں یہ جانتے ہوئے بھی آپ سے مدد حاصل کرنے آئی ہوں۔ میں شی تارا اور پوجا پر عمل کروں گی تو دیوی اس کا توڑ کرلے گی۔ میں آپ سے روحانی ٹیلی پیتھی کی درخواست کرنے آئی ہوں۔"

انہوں نے فرمایا "تم صرف اپنی مرضی سے نہیں آئی ہو۔ قدرتی حالات تمہیں لے کر آئے ہیں۔ مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ تم ان دونوں کی سفارش کرنے کے لیے آنے والی ہو۔ جاؤ مطمئن رہو۔"

ثانی نے شکریہ ادا کیا پھر دماغی طور پر علی کے پاس حاضر ہو گئی۔

○☆○

مائیک ہرارے پریشان تھا۔ اس کی کامیابی' ناکامی میں بدل گئی تھی۔ اس نے شی تارا اور پوجا پر عمل کر کے انہیں اپنے ملک کا وفادار بنایا تھا پھر سپرسائٹر اور اعلیٰ فوجی افسران سے فخر کے ساتھ متعارف کرانے کے بعد کہا تھا کہ ان سب نے اب تک نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گنوا دیا۔ آخری بار پوجا بھی ان کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی اور ہرارے نے کہا تھا کہ یہ سب ان لوگوں کی بے جا پابندیوں کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا وہ آزاد رہ کر اپنے ملک و قوم کے لیے کام کرے گا۔

لیکن اس کی یہ خوش فہمی اور حوصلہ بہت ہی مختصر مدت کے لیے تھا۔ جب وہ [illegible] شی تارا اور پوجا کے دماغوں میں گیا تو انہوں نے سانسیں روک لیں۔ وہ دونوں اس رہائش گاہ میں بھی نہیں جہاں انہیں چھپا کر رکھا تھا۔ وہ بڑا پریشان ہوا کہ آخر یہ دشمنی کس نے کی ہے؟ کس نے اس کے تنویمی عمل کا توڑ کیا ہے اور دونوں کو چھین کر لے گیا ہے؟

اس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا اور بتایا کہ شی تارا اور پوجا دونوں اس کے ہاتھوں سے نکل گئی ہیں۔ اس وقت میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ کتنے ہی دشمن تھے۔ کس پر شبہ کیا جا سکتا تھا۔ ویسے ان دنوں زیر زمین رہنے والی دیوی کا بڑا تذکرہ ہو رہا تھا۔ اس نے تو میرے بیٹے پارس کو بھی طلب کیا تھا۔

انہی باتوں کے پیش نظر میں نے کہا "دشمن تو کئی ہیں لیکن میرا شبہ زیر زمین رہنے والی دیوی پر ہے۔"

ہرارے نے پوچھا "یہ دیوی کون ہے؟ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ زیر زمین رہتی ہے؟"

"ایسا میرے پارس کے ساتھ ہو چکا ہے۔ وہ دیوی اسے بھی اپنے قابو میں کرنا چاہتی تھی لیکن وہ اس کے ہتھکنڈوں سے بچ نکلا۔ میرا خیال ہے اسی نے تمہارے تنویمی عمل کا توڑ کیا ہے۔"

"آپ کے دونوں بیٹے علی تیمور اور پارس بڑے عجیب و غریب ہیں۔ کبھی مصیبتیں آنے سے پہلے بچ نکلتے ہیں اور کبھی مصیبتوں میں گھر کر بھی اپنے بچاؤ کا راستہ نکال لیتے ہیں۔ دیوی نے [illegible] چھوڑ دیا اور میرے شکار لے گئی۔"

اس کے آخری فقرے میں طنز تھا۔ میں نے اسے محسوس کیا۔ پھر کہا "میں نے دیوی کے متعلق ایک رائے قائم کی ہے کہ شاید اس نے تمہارے عمل کا توڑ کیا ہے۔"

"میں شطرنج کا کھلاڑی ہوں۔ اپنے سامنے تمام مہروں کی پوزیشن دیکھ کر رائے قائم کرتا ہوں پھر چال چلتا ہوں۔"

میں نے تسلیم کیا "بے شک۔ میں نے اپنی زندگی میں جتنے ذہین افراد دیکھے ہیں ان کی فہرست میں تمہارا نام بھی ہے۔"

"آپ بھی بلاشبہ ذہین ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ چوری کرنے والا پہلے یقین کرلیتا ہے کہ جہاں ہاتھ کی صفائی دکھانے والا ہے وہاں کچھ چرانے کے لیے ہے بھی یا نہیں؟ شی تارا اور پوجا کے بارے میں بھی جسے معلوم ہوگا کہ وہ میری تحویل میں ہیں' اسی نے انہیں میرے گھر سے چرایا ہے۔"

"یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کو تمہاری کارکردگی کا علم تھا۔"

"آپ صرف دشمنوں کی بات نہ کریں۔ دوست بھی اکثر مٹھا زہر بن جاتے ہیں۔"

میں نے کہا "یہ بھی درست ہے' اس لحاظ سے میں ہی پہلا اور آخری دوست ہوں جسے یہ خبر تھی کہ تم نے ان دونوں کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے۔ میں تمہاری باتوں میں تلخی محسوس کر رہا ہوں۔ وضاحت سے کہہ دو' کیا مجھے متھاز ہر سمجھ رہے ہو؟"

"میں ایسا سمجھ کر آپ کا کیا بگاڑ لوں گا؟ ویسے امریکا کے ٹریننگ سینٹر میں تمام نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ سب سے پہلے سمجھایا جاتا ہے کہ فراڈ اور سونیا پر کبھی بھروسا نہ کرو۔ وہ دوست بن کر جان بچاتے ہیں تو اس مہربانی کا بہت بڑا فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔ آپ نے واقعی میری جان بچائی تھی۔ آپ خود شی تارا اور پوجا پر تنویمی عمل کر سکتے تھے لیکن یہ سب کچھ مجھ سے کرایا۔ مجھے ان کے دماغوں پر قبضہ جمانے کا موقع دے کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا۔ یہ نئی زندگی آپ کی وجہ سے جی رہا ہوں مگر سمجھ گیا ہوں کہ آپ مجھے زندگی دے کر کیا کچھ حاصل کر رہے ہیں۔"

"ہرارے! یہ سب اپنے نظریے اور عقیدے کی باتیں ہیں۔ فائدہ پہنچتا رہے تو سامنے والا دوست اور کسی دوسرے سے نقصان پہنچے اور وہ نقصان پہنچانے والا نظر نہ آئے تو وہی دوست' دشمن نظر آنے لگتا ہے۔ اس پر جو عقیدہ ہوتا ہے وہ مٹی میں مل جاتا ہے۔"

"آپ میرا اعتماد قائم رکھنا چاہتے ہیں تو شی تارا اور پوجا کو واپس لے آئیں۔"

"اگر وہ میرے پاس ہوتیں تو ابھی تمہیں مل جاتیں۔ مگر تم یقین نہیں کرو گے اور جب کرو گے تو دوستی کا وقت گزر چکا ہوگا۔"

"میں تو یہ جانتا ہوں کہ وقت گزر چکا ہے۔"

"میں اتنی دیر کبھی کسی کو اپنے دماغ میں آ کر باتیں کرنے کا موقع نہیں دیتا لہٰذا اب تم جاؤ۔"

میں نے [illegible] س روک لی۔ وہ چلا گیا۔ اب میں بابا صاحب کے

ادارے میں سونیا کے ساتھ ایک کوارٹر میں تھا۔ وہاں ہمارے دو ننھے بچے تھے۔ کبریا فرہاد اور اطلی بی بی (ثانی) دونوں اتنے پیارے تھے کہ میں دنیا کو بھول کر ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارتا تھا۔ وہ ایسے صحت مند تھے کہ ڈیڑھ برس کی عمر میں تین چار برس کے لگتے تھے۔ بہت پیاری پیاری باتیں کرتے تھے۔ ایک بار ان کے سامنے کوئی مشکل ترین بات کہہ دی جائے تو وہ ان کے ذہن میں نقش ہو جاتی تھی۔ پھر وہ اسے بھولتے نہیں تھے۔ ادارے میں انہیں بڑی عمدہ ٹریننگ دی جارہی تھی لیکن سونیا اپنی جگہ ایک یونیورسٹی تھی۔ وہ اپنے بچوں کو ایسی تربیت دے رہی تھی کہ ان دونوں بچوں کی ذہانت اور حاضر دماغی ابھی سے ظاہر ہونے لگی تھی۔

جناب تیمرزی نے سونیا سے کہہ دیا تھا کہ جب یہ بچے ڈیڑھ برس کے ہو جائیں گے تو آزمائشی دور شروع ہوگا۔ اطلی بی بی (ثانی) پر ہر برس کے ساتویں ماہ میں کوئی مصیبت نازل ہوگی اور کبریا فرہاد تقریباً تین برس کی عمر میں کہیں گم ہو سکتا ہے۔ یہ تمام پیش گوئیاں سننے کے بعد ہی میں دوسری مصروفیات چھوڑ کر اپنے بچوں کے پاس آگیا تھا اور یہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اب سونیا گمنامی سے نکل کر اپنے بچوں کی خاطر ایکشن میں آئے گی۔

سونیا نے پوچھا "کس سے باتیں ہو رہی تھیں؟ خیریت تو ہے؟"

"میں چاہتا تھا مائیک ہرارے سے دوستی رہے۔ میں اسے فائدے پہنچاؤں اور اس کے عوض وہ ہم مسلمانوں کی دوستی کا قائل ہو جائے۔ پھر امریکا میں اسلام دشمنی کی جو پالیسیاں بنتی رہیں' مائیک ہرارے ان کی مخالفت کرتا رہے۔"

سونیا نے کہا "تم نے ایک بار اس کی جان بچائی پھر شی تارا اور پوجا کو اس کے حوالے کیا۔ وہ اور کیا چاہتا ہے؟"

"اسے شبہ ہے کہ میں فراڈ کر رہا ہوں۔ میں نے ہی شی تارا اور پوجا کو اس سے واپس چھین لیا ہے۔ ان کے امریکی سینئرز میں سب سے پہلے یہی سبق سکھایا جاتا ہے کہ فرہاد اور سونیا پر کبھی بھروسا نہ کیا جائے۔"

"یعنی اس نے بھی بھروسا نہیں کیا۔ تمہاری پچھلی نیکیاں بھلا دیں۔ یہ تو معلوم کرو کہ شی تارا اور پوجا کہاں ہیں؟"

"معلوم کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ وہاں علی تیمور' پارس اور ثانی ہیں' ان کے بعد ہماری وہاں ضرورت نہیں ہے۔"

سونیا نے پوچھا "یہ دیوی کیا بلا ہے؟ میں ڈیڑھ برس سے ادارے سے باہر نہیں گئی۔ مجھے بتاؤ' اب تک کیا ہو چکا ہے اور اب کیا ہو رہا ہے؟"

میں اسے تمام حالات بتانے لگا۔ ادھر مائیک ہرارے قتل ابیب میں تنہا رہ گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ دوستی ختم ہونے کے بعد شاید میں اس سے دشمنی کروں گا اس لیے اس نے رہائش گاہ بدل لی تھی۔ اس کی عقل سمجھا رہی تھی کہ فرہاد علی تیمور سے ہوشیار رہے اور اسے دشمنی کا موقع نہ دے۔ دوسرے یہ کہ تل ابیب میں فرہاد کے کتنے لوگ ہیں؟ یہ معلوم کیا جائے۔ پھر اس نے دو انسانی سایوں کو اسکرین پر دیکھا تھا۔ اس کی بھی خواہش تھی کہ کسی طرح وہ غیر معمولی گولیاں اس کے ہاتھ لگ جائیں۔

وہ کسی بھی سائے تک پہنچنا چاہتا تھا۔ پہلے یہ معلوم ہوا کہ ایک سایہ سرکس میں دلچسپ تماشا دکھائے گا لیکن اس سے پہلے ہی سرکس والا میدان بموں کے دھماکوں سے تباہ ہو گیا۔ ہرارے خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے ایک حاکم کے دماغ میں اس وقت پہنچا جب گورنر ہاؤس میں ان کا اجلاس ہو رہا تھا۔ وہاں جوڈی نارمن کے سائے نے یہ انکشاف کیا کہ وہاں کی سب سے بڑی یہودی تنظیم تباہ ہو چکی ہے اور اس کے اہم فرد مارے گئے ہیں۔

اجلاس میں ایک عورت نے آکر جوڈی نارمن کی تردید کی اور کہا۔ "یہ جوڈی نارمن جھوٹ بولتا ہے۔ ہماری یہودی تنظیم سلامت ہے۔ میں اسی عورت کی زبان سے الپا بول رہی ہوں۔"

اسی وقت دوسری عورت نے آکر کہا "میں بھی اسی عورت کی زبان سے بول رہی ہوں۔ دیوی جی' صرف تم ہی آواز بدل کر دھوکا دینا نہیں جانتی ہو۔ میں بھی الپا کی آواز بنا کر بول رہی ہوں مگر الپا نہیں ہوں۔ اگر تم ہو تو تم نے ان حکمرانوں اور افسروں سے دوسری آواز میں باتیں کیوں کی تھیں؟ اگر کوئی مجبوری تھی تو اب الپا بن کر کیوں بول رہی ہو؟"

مائیک ہرارے چھپ چھپ کر معلومات حاصل کر رہا تھا۔ پھر پتا چلا کہ جوڈی نارمن سائے سے گوشت پوست کے انسانی جسم میں ظاہر ہو چکا ہے اور بری طرح زخمی ہو گیا ہے۔ اس کے پاس جو غیر معمولی گولیاں اور فارمولے تھے انہیں ایک جوان لے کر فرار ہو گیا ہے۔

پھر پتا چلا کہ جوان گرفتار ہو گیا ہے لیکن گونگا بنا ہوا ہے پولیس افسران اسے زخمی کر کے اس کے چور خیالات اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو پڑھوانا چاہتے تھے لیکن اس جوان کی حفاظت اتنے نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کی تھی کہ کوئی اس جوان کو زخمی کر کے اس کے دماغ سے اس کی اصلیت معلوم نہ کر سکا۔

مائیک ہرارے اس ٹارچر سیل کے انچارج اور افسران کے دماغوں میں جھانکتا پھر رہا تھا۔ اس طرح یہ معلوم ہوا کہ جوان کو بظاہر آزاد کر دیا جائے گا لیکن اس کے ایک جوتے کے تلے میں انڈیکیٹر چھپا دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ کہاں جارہا ہے' در کس سے مل رہا ہے؟

ان افسران کے دماغ میں کوئی یہودی خیال خوانی کرنے والا کہہ رہا تھا کہ بے شمار خیال خوانی کرنے والے جس جوان کی حفاظت کر رہے تھے' وہ جوان ضرور کچھ زیادہ ہی اہم ہوگا۔ اس لیے دشمنوں کو اس جوان کے دماغ میں پہنچنے اور چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دیا گیا تھا۔ لہٰذا معلومات کے لیے ایک انڈیکیٹر اس کے ایک جوتے میں چھپا دیا گیا تھا لیکن انڈیکیٹر سے ظاہر ہونے والا نتیجہ دیوی اور منڈولا کو معلوم ہوتا اس لیے ہرارے یہ معلوم نہ کر سکا۔ اس نے ایک افسر کے دماغ سے منڈولا کا نام معلوم کیا لیکن افسر کو منڈولا کا پتا یا فون نمبر معلوم نہیں تھا اور نہ ہی وہ افسر سی دیوی کے بارے میں جانتا تھا۔

اس کا تمام دن اسی طرح ادھوری معلومات حاصل کرنے میں گزرا۔ شام سے رات ہونے لگی۔ اسے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ فرہاد کا کوئی بیٹا یا اور کوئی فیملی ممبر اس شہر میں موجود ہے یا نہیں؟ البتہ عقل کہتی تھی کہ ایک نہیں کئی فیملی ممبرز ہیں۔ اس جوان کو ٹارچر سیل میں انہوں نے ہی بچایا ہوگا۔ کیونکہ اتنی زیادہ تعداد میں خیال خوانی کرنے والے فرہاد کے پاس ہیں یا پھر ایم آئی ایم نے بھی اپنے خیال خوانی کرنے والوں کا مظاہرہ کیا ہے۔

مائیک ہرارے نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ تنہا رہے گا تو دھوکا کھا کر جوڈی نارمن کی طرح اسپتال پہنچ جائے گا۔ اس نے جوڈی کے اندر جا کر اس کے چور خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ بھی اپنے ملک امریکا کا وفادار ہے اور سپر اسٹار کی پابندیوں سے آزاد رہ کر کام کرنے کے لیے اپنی ایک ٹیم بنانا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ غیر معمولی گولیاں اور فارمولے اس کے ہاتھ آگئے۔ افسوس کہ عمان کے اجلاس میں کسی نامعلوم جوان نے آکر کام بگاڑ دیا اور اس سے گولیوں کی ایک ڈبیا چھین کر سایہ بن گیا۔

وہ سایہ بن جانے والا اجنبی جوان بھی ایک معما تھا۔ اس نے اجلاس میں کہا تھا کہ ایم آئی ایم سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ یہ اب تک پتا نہیں چل سکا کہ وہ کون تھا؟ اور اب کہاں ہے؟

جب ہرارے شی تارا کو اپنی معمولہ بنانے کے لیے اس کے خیالات پڑھ رہا تھا تب اتنا معلوم ہوا تھا کہ اسی نامعلوم سائے نے اس کی پٹائی کی تھی اور اسے زخمی کر کے اسپتال پہنچایا تھا۔ اس سے یہ اندازہ ہوا کہ وہ سایہ شی تارا کو نہیں جانتا تھا۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ جسے اسپتال پہنچایا ہے وہ خیال خوانی جانتی ہے تو شاید وہ شی تارا کو اپنا بنا کر رکھتا۔

ہرارے شطرنج کی چالوں کے مطابق تمام حالات کو سمجھ رہا تھا اس لیے پارس کی چالوں کو نہیں سمجھ رہا تھا۔ وہ سچ مچ شی تارا سے محبت کرتا تھا مگر اس سے ناراض تھا اس لیے اس کی پٹائی کی تھی۔ وہ کار سے ٹکرا کر زخمی ہوئی اور اسپتال پہنچائی گئی تو پارس کو افسوس ہوا۔ وہ سایہ بننے کے باوجود اس کی تیمارداری کے لیے جا سکتا تھا۔ ایسے میں پوجا مل گئی۔ اس نے ثانی کے ذریعے پوجا پر قبضہ کرایا۔ اس کی پچھلی زندگی یاد دلائی اور تیمارداری کے لیے اسے شی تارا کے پاس پہنچا دیا۔ ہرارے پوجا کو بھی معمولہ بناتے وقت یہ معلوم نہ کر سکا کہ وہ کس طرح سپر اسٹر سے باغی ہو کر شی تارا کے پاس آئی ہے اور آنے سے پہلے کس نے اس پر عمل کیا ہے۔

یہ تمام واقعات ایسے تھے کہ ان میں دور تک پارس کا نام نہیں آرہا تھا بلکہ یہ معلوم ہوا تھا کہ پارس شی تارا سے نفرت کرتا ہے۔ اسی لیے میں نے ہرارے کو اجازت دی تھی کہ وہ شی تارا کو اپنی معمولہ بنا سکتا ہے اور اس نے یہی کیا تھا اور اس کے ساتھ اسے پوجا بھی مل گئی تھی۔

یہ تو میں بھی نہیں جانتا تھا کہ شی تارا ایک ڈی ہے اور اصل دیوی شی تارا کوئی اور ہے۔ اسی نے ہرارے کے عمل کا توڑ کیا تھا اور شی تارا کے ساتھ پوجا کو بھی لے گئی تھی۔ شطرنج کی چالیں چلنے والے نے یہی سمجھا کہ میں نے اسے دھوکا دیا ہے۔ اب وہ مجھ سے بدظن ہو کر اپنی ایک الگ طاقت' ایک الگ تنظیم بنانا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ سب سے پہلے اپنے ہم وطن جوڈی نارمن کو اپنا بنا لینا چاہتا تھا تاکہ یہودی اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ وہ شام کو اس ارادے سے آیا تو جوڈی نے سانس روک لی۔ وہ اسپتال کے بستر پر تھا۔ معمولی زخم تھے جو قابل برداشت تھے اس لیے منڈولا کے حکم کے مطابق الپا نے اس پر عمل کیا تھا اور اسپتال کے اندر فوجی پہرے میں رکھا تھا۔

ہرارے وہاں جا کر خود پھنسنے کی نادانی نہیں کر سکتا تھا اس لیے تھک ہار کر اپنی رہائش گاہ جانا چاہتا تھا۔ وہاں جانے سے پہلے کھانے کے لیے ایک معروف ریستوران میں آیا اور کھانے لگا۔ ایسے ہی وقت اسے پوجا نظر آئی۔ تمام دن کی بھاگ دوڑ اور ناکامی کے بعد گم شدہ مال مل رہا تھا۔ وہ چاہتا تو وہیں ریستوران میں اسے مخاطب کرتا مگر اتنی عقل تھی کہ اب وہ اس کی معمولہ نہیں ہے جس نے بھی اسے معمولہ بنایا ہے وہ کسی مقصد کے لیے اسے ریستوران میں لایا ہے پھر یہ کہ اس کے ساتھ شی تارا نہیں تھی۔

اس نے دور ہی سے اسے دیکھا۔ پولیس والے بھی نظر آئے اور وہ اس شخص کو گرفتار کر کے لے گئے جو پوجا کے سامنے بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ ان پولیس والوں نے پوجا سے کچھ نہیں کہا۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ پوجا کسی یہودی خیال خوانی کرنے والے کے قبضے میں ہے۔ وہ ریستوران سے نکل کر اپنی کار کی طرف جانے لگی۔ ہرارے اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ وہ اس کا تعاقب کر کے اس کی رہائش گاہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہاں شی تارا بھی ہوگی۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ الپا اس کے دماغ میں ہے اور اس کی رہنمائی کرتی ہوئی لے جارہی تھی اور ہرارے کی طرح الپا اور پوجا کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کے اندر پارس کا سایہ چھپا ہوا ہے۔

مطالعہ کرنے کا شوق ہے تو زیادہ سے زیادہ لٹریچر پڑھنے کے لیے ایک بڑے کتاب خانے کا رکن بن جائیے
امتحان میں کامیابی کا حاصل کیجیے
قیمت ۱۰۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے
ملک بک فیسٹیول پوسٹ بکس نمبر ۹۱۴۳ کراچی نمبر ۱

یوں یہ قافلہ اس بنگلے میں پہنچا' جہاں صرف شی تارا ہی نہیں منڈولا بھی تھا اور منڈولا کے اندر دیوی موجود تھی۔ مائیک ہرارے نے اپنی کار اس بنگلے سے ذرا دور لے جا کر روکی تھی اور سوچ رہا تھا کہ پوجا وہاں تنہا نہیں ہوگی۔ وہاں شی تارا ہو یا نہ ہو ان پر عمل کرنے والا ضرور ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد تصدیق ہوگئی۔ داؤد منڈولا بنگلے سے نکل کر اسی کار میں کہیں جا رہا تھا جس کار میں ابھی پوجا آئی تھی۔

جب وہ کار بنگلے کے احاطے سے نکل کر دور چلی گئی اور ایک شاہراہ پر مڑ گئی تو مائیک ہرارے اپنی کار سے اتر کر پیدل چلتا ہوا اس بنگلے کے احاطے میں دبے قدموں چوروں کی طرح پہنچا۔ یہ وہ وقت تھا' جب ثانی علی کے ساتھ ایک کار میں آ رہی تھی۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے جناب تیمرزی سے درخواست کی تھی کہ شی تارا اور پوجا پر روحانی ٹیلی پیتھی کی جائے تاکہ دیوی اس کا توڑ نہیں کر سکے۔

اس عمل کے بعد ضروری تھا کہ شی تارا اور پوجا کو اس بنگلے سے نکال کر اپنے بنگلے میں لے جایا جائے اسی لیے وہ علی کے ساتھ وہاں پہنچ گئی۔ مائیک ہرارے نے پہلے بنگلے کے چاروں طرف دبے پاؤں چل کر اطمینان کیا کہ اندر لوگ جاگ رہے ہیں یا سو رہے ہیں؟ وہاں صرف اس کی مطلوبہ شی تارا اور پوجا ہی ہیں یا اور بھی کوئی ہے؟ یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ صرف وہی دونوں ہیں۔

پھر وہ بنگلے کے اگلے حصے میں آیا۔ اندر جانے کے لیے دروازہ کھولا تو وہ کھل گیا۔ اسے باہر سے نہ لاک کیا گیا تھا اور نہ ہی اندر سے چٹخنی لگائی گئی تھی۔ اس نے دروازے کے اندر ایک قدم رکھا۔ پھر قدم رک گئے پیچھے سے کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک صحت مند خوبرو جوان کھڑا ہوا تھا۔ وہ علی کی اصل صورت پہچانتا تھا لیکن علی دوسرے روپ میں تھا۔ اس نے اشارے سے ہرارے کو بنگلے کے باہر آنے کے لیے کہا۔ یہ خیال تھا کہ اندر شی تارا اور پوجا پر روحانی ٹیلی پیتھی کی جا رہی ہوگی یا ختم ہو چکی ہوگی اور دونوں گہری نیند میں ہوں گی۔

مائیک ہرارے نے باہر آ کر پوچھا "کیا آپ یہاں رہتے ہیں؟" علی نے انکار میں سر ہلایا۔ اس نے پوچھا "تو پھر آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"تم سے پوچھنے آیا ہوں کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

علی نے بات ختم کرتے ہی سانس روک لی پھر کہا "اچھا تو تم خیال خوانی بھی جانتے ہو مگر افسوس کہ مجھے سانس روکنے کا کمال آتا ہے۔ اب اصل بات بتاؤ؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "یہاں دو لڑکیاں ہیں۔ میں نے ان پر عمل کیا تھا مگر دوسرا عامل انہیں یہاں لے آیا ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا "تم ابھی بچے ہو۔ میرا نام ساری دنیا جانتی ہے۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

ثانی کو ہنسی آ گئی۔ علی نے اس سے کہا "تم ان فرہاد صاحب کا جغرافیہ درست کرو۔ میں اپنا کام کرتا ہوں۔"

وہ اندر چلا گیا۔ ثانی نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا پھر کہا "اس حملے کا جواب دو۔"

ایک دوشیزہ نے صرف ایک ہاتھ مارا تھا۔ ناک سے اور باچھوں سے خون نکل آیا تھا۔ ہرارے شطرنج کا عالمی چیمپئن تھا۔ اپنی ذہانت سے کام لے کر اپنے مقابل کی چالوں کو ناکام بناتا تھا لیکن وہ فائٹر نہیں تھا۔ وہ رومال سے ناک اور منہ سے بہنے والا خون پونچھتے ہوئے بولا "دیکھیے مس! یہ کوئی شریفانہ حرکت نہیں ہے۔"

وہ بولی "وہ دیکھو' شریفانہ حرکت اسے کہتے ہیں۔"

ہرارے نے دیکھا۔ علی' شی تارا کو کاندھے پر لاد کر بنگلے سے باہر ایک ویگن کار میں لے جا رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھول کر اسے ایک سیٹ پر لٹایا۔ پھر وہ دوبارہ اندر گیا اور وہاں سے پوجا کو اٹھا لایا۔ اسے ویگن کی دوسری سیٹ پر لٹایا۔ ثانی نے کہا "اگر چاہتے ہو کہ تمہیں بھی کاندھے پر نہ اٹھایا جائے تو اپنی اصلیت بتا دو۔"

علی اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا پھر پوچھا "کیا اپنا جغرافیہ بتا دیا؟"

وہ سہم کر بولا "ابھی بتاتا ہوں۔ پہلے یہ تو بتا دو۔ تم دونوں کون ہو؟"

علی نے کہا "کیا ابھی تم نے نہیں دیکھا۔ ہم کاندھا دینے والے ہیں اور کاندھا دینے والے قبر تک پہنچاتے ہیں۔"

وہ سہم کر بولا "میں ہاتھا پائی کرنے والا نہیں ہوں۔ جن دو لڑکیوں کو تم لے گئے ہو' ان پر میرا حق ہے۔ میں نے ان پر عمل کیا تھا مگر فرہاد علی تیمور نے مجھے دھوکا دیا اور انہیں یہاں پہنچا دیا۔"

علی نے اپنے باپ کے خلاف ایسی باتیں سن کر اس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑا کر کمرے کے اندر جا کر گر گیا۔ ایک ہی فولادی ہاتھ نے اسے بے ہوش کر دیا۔ انہوں نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا پھر وہاں سے چل پڑے۔ ثانی نے اسے پہلے ہی ایک ہاتھ مار کر ناک اور منہ سے لہو بہا کر اس کے دماغ میں جگہ بنا لی تھی اور یہ معلوم کر لیا تھا کہ وہ مائیک ہرارے ہے۔

پھر اس نے میرے خلاف چند الفاظ کہے تو پتا چل گیا کہ ہم سب نے مل کر اسے پہلی بار ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تبدیل ہونے سے بچایا تھا۔ دوسری بار یہودیوں سے بچایا تھا' اس کا برین واش نہیں ہونے دیا تھا اور اس کی جگہ پارس کو پہنچا دیا تھا۔ پھر ہم نے اسے شی تارا اور پوجا کو معمولہ بنانے کا موقع دیا۔ اس کے بعد بھی وہ میری مخالفت میں بولنے والا تھا جس کی سزا علی نے یہ دی کہ ایک ہی گھونسا مار کر اسے بے ہوش کر دیا۔ وہ کمرے کے اندر جا کر

گرا۔ باہر سے دروازہ بند کر دیا گیا تاکہ وہ وہیں پڑا رہے اور دروازہ اس وقت کھلے جب دیوی اور منڈولا وہاں پہنچیں۔

ابھی تو دیوی' منڈولا کے اندر رہ کر شہر میں گھوم رہی تھی۔ وہ کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ انتیلی جنس والوں نے اپنی معلومات کے مطابق خفیہ اڈوں' مشکوک لوگوں اور جرائم پیشہ افراد کے جو ریکارڈز رکھے ہوئے تھے ان میں سے بہت سے افراد اور اڈوں کو منڈولا جانتا تھا اور وہاں باری باری ہر جگہ جا رہا تھا۔

وہ اور دیوی دونوں ہی وہاں کے کسی فرد سے بات کر کے باقی تمام افراد کے ذہنوں کو پڑھتے تھے اور اس جوان کے حلیے اور لباس وغیرہ کے بارے میں معلوم کرتے تھے جو بھی کالی جیکٹ اور سفید پینٹ میں دکھائی دیتا تھا اس کے دماغ میں گھس کر اس کی اصلیت معلوم کرتے تھے اور مایوس ہو جاتے تھے۔

پھر برین آدم نے موبائل فون سے رابطہ کیا اور کہا "یروشلم جانے والے راستے میں جو تیسری چیک پوسٹ ہے وہاں ایک مسافر بس معمول کے مطابق آدھے گھنٹے کے لیے رکی تھی۔ ٹارچر سیل کا ایک افسر دو دنوں کی چھٹی لے کر اپنی جیپ میں یروشلم جا رہا ہے اس نے اس جوان کو مسافر بس میں دیکھا ہے۔ آپ حکم دیں کیا کیا جائے؟"

منڈولا نے کہا "بس ڈرائیور کو رازداری سے سمجھاؤ کہ وہ بس میں کوئی خرابی پیدا کر کے وہاں ہمارے آنے تک رکا رہے اور مجھے فون پر اس افسر کی آواز سناؤ۔"

برین آدم نے یہی کیا۔ دوبارہ اس افسر سے رابطہ کر کے اسے احکامات سنائے کہ اسے کس طرح بس ڈرائیور کو رازدار بنانا اور اس بس کو روکے رکھنا ہے۔ افسر نے کہا "میں یہی کروں گا۔ جب تک دوسرا حکم نہیں ملے گا اس بس کو آگے نہیں بڑھنے دوں گا۔"

دیوی اور منڈولا نے برین آدم کے دماغ میں رہ کر افسر کی باتیں سنیں مگر وہاں سننے والے صرف دو نہیں تھے۔ تین تھے۔ تیسرا پارس کا سایہ جو منڈولا کے اندر سایا ہوا تھا۔

دیوی نے منڈولا سے کہا "اب تم خیال خوانی نہ کرو۔ تیزی سے ڈرائیو کر کے ادھر پہنچو' میں افسر کے پاس جا رہی ہوں۔"

منڈولا نے ہائی وے پر کار کی رفتار طوفانی کر دی۔ وہ جانتا تھا کہ اب دیوی اس کی آمد تک اس بس کو آگے نہیں جانے دے گی۔ اس کے بعد وہی جانتی تھی کہ اس جوان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟ وہ شاید اسے نہ روکے گی' نہ ٹوکے گی۔ ایسا کرنے سے اس جوان کے خیال خوانی کرنے والے پھر آ سکتے تھے اور ٹارچر سیل کی طرح بس میں بھی خون خرابا کر سکتے تھے۔ اب وہ دوسری ہی حکمت عملی آزمائے گی۔

وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے کے باعث ایک گھنٹے میں وہاں پہنچ گیا۔ وہاں بس ڈرائیور نے افسر کے حکم کی تعمیل کی تھی یا پھر دیوی نے ڈرائیور کے دماغ میں گھس کر اسے بس کو کسی بہانے روکے رکھنے پر مجبور کیا ہوگا۔ جب منڈولا کی کار قریب پہنچے لگی تو وہ بس اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ دیوی نے منڈولا کے پاس آ کر کہا "میں نے اس جوان کو دیکھا ہے۔ وہ اس بس میں موجود ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ وہ کہاں جا رہا ہے' کن لوگوں سے مل رہا ہے اور کہاں پناہ لے رہا ہے؟"

منڈولا کے دماغ میں ہونے والی دیوی کی باتیں پارس نہیں سن سکتا تھا کیونکہ اسے کسی کے دماغ میں جھانکنا' یا خیال خوانی کرنا نہیں آتا تھا لیکن منڈولا تنہائی میں بڑبڑانے یا زیر لب باتیں کرنے کے انداز میں جو جوابات دیتا تھا یا دیوی سے سوالات کرتا تھا اس کے ذریعے وہ ان دونوں کی باتیں کسی حد تک سمجھ لیتا تھا۔

اور اس نے یہی سمجھا تھا کہ وہ اس جوان کو اس بات سے بے خبر رکھ رہے ہیں کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ثانی نے آگر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ پارس نے سوچ کے ذریعے بتایا کہ دیوی منڈولا کے اندر موجود ہے اور آگے جانے والی بس میں بیٹھا ہوا وہ جوان بیت المقدس جا رہا ہے۔

ویسے وہ جوان بھی پراسرار تھا۔ اپنے اندر کی بات چھپا رہا تھا۔ کسی حد تک سانس روک کر خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے اندر آنے سے روک سکتا تھا۔ اس کے باوجود گونگا بنا رہتا تھا۔ شاید وہ زیادہ دیر سانس روکنے کا عادی نہیں تھا۔ اس سے کہا گیا تھا کہ وہ چوبیس یا اڑتالیس گھنٹے کے اندر اندر اسرائیل سے چلا جائے۔ جے مور گن اس کے جانے کا بندوبست بھی کر رہا تھا لیکن وہ اس کے برعکس تل ابیب چھوڑ کر بیت المقدس جا رہا تھا شاید اسے بھی کوئی مشن پورا کرنا تھا۔

یہ اسرائیت دیوی اور پارس وغیرہ کو بھی مجبور کر رہی تھی کہ خاموشی سے اس جوان کی مصروفیات کا جائزہ لیا جائے۔ دیوی کو اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ بدستور گونگا بنا ہوا تھا اگر وہ ایک ذرا سی بھی آواز سن لیتی تو اتنی دور بیت المقدس تک اس کا تعاقب نہ کرتی۔ اس کے اندر پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر لیتی۔

ثانی پارس کو بتا رہی تھی۔ مائیک ہرارے کا بھی دماغ پھر گیا ہے اور وہ ہمارے پاپا سے بدظن ہو گیا ہے۔ علی نے اسے بے ہوش کر کے اسی بنگلے میں باہر سے لاک کر دیا ہے' جہاں سے شی تارا اور پوجا کو لایا گیا ہے۔"

وہ رات کے دو بجے پرانے بیت المقدس پہنچے۔ وہ نوجوان بس سے اتر گیا۔ منڈولا نے بھی اس سے بہت دور اپنی کار چھوڑ دی اور راستے کے روشن حصوں کو چھوڑ کر تاریکی میں چلنے لگا تاکہ اس جوان کی نظروں میں نہ آئے۔

پرانے شہر کے راستے بہت وسیع نہیں تھے۔ گلیاں بھی تنگ تھیں۔ وہ ایک گلی میں داخل ہو کر اطمینان سے جا رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اتنی رات کو ویران اور سنسان گلیوں میں اب کوئی اسے پریشان نہیں کرے گا۔ ایک مسجد کے پاس ایک کھنڈر نما پرانی

عمارت تھی۔ وہ عمارت کے دروازے پر دستک دینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے کے پیچھے سے ترکی زبان میں کچھ پوچھا گیا۔ جوان نے ترکی زبان میں ہی جواب دیا۔ پھر دروازہ کھل گیا۔

اس کے اندر آتے ہی دروازے کو اندر سے بند کردیا گیا۔ وہ دونوں ایک تنگ سی راہداری سے گزرتے ہوئے ایک ہال نما بڑے سے شکستہ کمرے میں پہنچے' وہاں چھ مسلح جوان تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا "تم نے یہاں پہنچنے میں دیر کردی۔ یہ بھی اچھا ہی کیا۔ برادر کبیر نے فون پر ہمیں بتایا ہے کہ تم مصائب میں گرفتار رہے ہو اور ہمیں تاکید کی ہے کہ تمہارے آتے ہی باقی ساتھی گونگے بن جائیں کیونکہ تمہارے ساتھ ایک بلا آئی ہے جو کسی کے بھی دماغ میں پہنچ جاتی ہے۔"

جوان نے کہا "لیکن میں تو صبح سے گونگا بنا رہا ہوں۔ کوئی بلا میرے اندر نہیں آسکتی۔"

"تم بھول رہے ہو۔ ابھی دروازے پر دستک دینے کے بعد تم نے مادری زبان میں ہمارے ایک ساتھی سے اپنا تعارف کرایا تھا۔ وہ بلا ترکی زبان بھی جانتی ہے اور ابھی ہمارے درمیان موجود ہے۔"

اس جوان نے پریشان ہوکر کہا "پھر تو مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ میری آمد سے ہمارا یہ خفیہ اڈا ظاہر ہوگیا ہے۔"

ان کے لیڈر نے کہا "کوئی بات نہیں' وہ جو یہاں آئی ہے اسے معلوم ہونے دو کہ ہم ایم آئی ایم کے مجاہدین ہیں۔ ہمیں کچھ ہوگا تو تارچ سیل میں تباہی کا جو نمونہ پیش کیا گیا تھا اس سے بڑے دھماکے تل ابیب میں ہوں گے۔ اور وہ شخص جو باہر کھڑا ہوا ہے اور جس کے دماغ میں رہ کر وہ یہاں تک آئی ہے وہ شخص یہاں سے زندہ نہیں جائے گا۔"

دیوی شی تارا حیرانی سے سوچ رہی تھی کہ وہ کون ہے' جسے یہاں اس کی آمد کی خبر ہوگئی ہے۔ اس نے معمول کے مطابق روبینہ کی آواز اور لہجہ اختیار کیا پھر اس جوان کی زبان سے بولی "یہ درست ہے' میں یہاں موجود ہوں اور تمہارے برادر کبیر سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

لیڈر نے کہا "تم آتما شکتی کے ذریعے کسی کے بھی اندر پہنچ سکتی ہو لیکن ہمارے برادر کے اندر نہیں جاسکو گی۔ ویسے ہمارے برادر کبیر سے تم کئی بار گفتگو کرچکی ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا میں تمہارے برادر سے کئی بار گفتگو کرچکی ہوں؟ مگر کب؟"

وہ بولا "ہم زیادہ نہیں جانتے۔ اتنا معلوم ہے کہ آخری بار تم نے انہیں مرنے اور دوبارہ زندہ ہونے کو کہا اور وہ انتقال فرما گئے۔ تم خود اس بات کی گواہ ہو۔ اب وہ دوسری زندگی حاصل کرکے مصلحتاً خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔"

دیوی نے پھر حیرانی سے کہا "بے شک۔ میں نے ایسا کہا تھا اور وہ مرچکے تھے۔ میری سوچ کی لہروں کو ان کا دماغ نہ مل سکا۔ کیا وہی تمہارے برادر کبیر تھے؟"

پارس اپنی کھوپڑی سہلا رہا تھا کیونکہ دیوی کے سامنے اسے برادر کبیر بنایا جاچکا تھا۔ دیوی نے کہا "میں تمہارے برادر کبیر سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"وہ شاید آج یا کل کسی وقت تم سے باتیں کریں گے۔ انہوں نے ہم سے اتنا ہی کہا ہے کہ آئندہ اس کپڑے کے ساتھ ادھر نہ آنا ورنہ اس کی حامت بھی جوڈی نارمن جیسی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جارہی ہوں اور تمہارے برادر کبیر کا انتظار کروں گی۔"

پھر خاموشی چھاگئی۔ لیڈر نے اس جوان سے کہا "ہمیں جو ہدایات دی گئی ہیں ان کے مطابق مجھے اور تمہیں اس ملک سے چلے جانا چاہیے۔ یہاں ہماری جگہ دوسرے مجاہدین آئیں گے اور یہ جگہ بھی بدل دی جائے گی۔ یہ کھنڈر خالی رہے گا۔ اگر وہ کبڑا اس بلا کو لے کر ادھر آئے گا تو واپس نہیں جاسکے گا۔ اب تم جاکر باہر کا دروازہ بند کردو۔"

وہ جوان بیرونی دروازہ بند کرنے آیا۔ منڈولا وہاں سے پلٹ کر جارہا تھا۔ پارس کا سایہ جوان کے اندر سے نکل کر پھر منڈولا کے اندر سما گیا۔ ثانی نے کہا "میرا خیال ہے اس نے جوان کو باہر کا دروازہ بند کرنے کے لیے صرف اسی لیے بھیجا تھا کہ تم اس کے اندر سے نکل کر پھر منڈولا کے اندر چلے آؤ۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔ میں تمہیں اس سے زیادہ حیرانی کی بات بتاؤں۔ میں نے ہی دیوی سے کہا تھا کہ میں ایک بار مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ ہوسکتا ہوں۔ پھر میں نے ڈراما بازی کی۔ اپنی آواز اور لہجہ وغیرہ بدل دیا۔ وہ میرے دماغ سے نکل گئی پھر میرے اسی لہجے کو گرفت میں لے کر مجھے ڈھونڈتی رہی ہوگی لیکن آج تک مجھے پا نہ سکی۔"

"تم بڑے بدمعاش ہو۔ اگر یہ تمہاری ہی شرارت تھی تو وہ دوسرا مجاہد اشارتاً تمہیں کہہ رہا تھا کہ اس کے برادر کبیر شاید آج یا کل کسی وقت اس دیوی سے باتیں کریں گے۔ اس دوسرے مجاہد کی اس بات کا مقصد اور کیا ہوسکتا ہے؟"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ ان مجاہدین کے برادر کبیر نے انہیں پہلے ہی بتایا ہوگا کہ اس جوان کے دماغ میں ایک دیوی ہی نہیں' میرا سایہ بھی آرہا ہے۔"

"ویسے ہم نے پہلی بار ایم آئی ایم کے مجاہدین کو دیکھا ہے۔ ان کا برادر کبیر یقیناً غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے۔"

یہی باتیں دیوی منڈولا سے کہہ رہی تھی۔ منڈولا نے پوچھا "اور آپ تمام باتیں سن کر خاموشی سے چلی آئیں؟"

"میں حالات اور غیر معمولی کردار کو تم سے زیادہ سمجھتی ہوں۔ ان کا برادر کبیر مجھے دیکھے اور سمجھے بغیر میرے بارے میں ایسی باتیں

کہہ رہا تھا جو اس سے ایک بار پہلے بھی ہوچکی ہیں۔ میں عجیب و غریب صلاحیتیں رکھنے والوں سے کتراتی ہوں۔ شاید وہ میرا نام نہیں جانتا ہے۔ مجھے دیوی بھی نہیں کہہ رہا تھا بلکہ ناگواری سے مجھے ایک بلا کہہ رہا تھا۔"

"ویسے ہمارا یہ شبہ درست نکلا کہ وہ کوئی عام سا جوان نہیں تھا۔ تارچ سیل میں ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے اس کی حفاظت کررہے تھے۔"

"اور ہم نے یہ دانش مندی بھی کی کہ اسے مزید قیدی بنا کر نہیں رکھا۔ اس کا تعاقب کرنے سے یہ تو معلوم ہوا کہ تمہارے اسرائیل میں بھی ایم آئی ایم کے مجاہدین ہیں اور میں حیران ہوں کہ جو مجھے جلیبی کہتا تھا وہی ان کا سربراہ ہے۔"

منڈولا نے پوچھا "یہ جلیبی کیا چیز ہے؟"

وہ اس لفظ کے معنی سمجھتی تھی مگر بولی "پتا نہیں' یہ اس کی زبان کا کوئی لفظ ہے' تم کام کی باتیں کیا کرو۔"

وہ بولا "میں اب تک یہ سوچ رہا تھا کہ فرہاد کے پاس زیادہ خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ انہوں نے تارچ سیل میں جوان کی مدد کی ہے مگر یہ ایم آئی ایم والے بھی اچھے خاصے خیال خوانی کرنے والے رکھتے ہیں۔"

دیوی نے کہا "ہماری ٹیلی پیتھی کی ایک دنیا ہے۔ یہاں زیادہ سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو رکھنے والے کامیاب ہوتے ہیں۔"

وہ بولا "دیوی جی! آپ کی مہربانی سے ہماری تنظیم میں خیال خوانی کرنے والوں کی کمی نہیں رہی ہے۔ ہمارے چار آدمی مرگئے پھر بھی خیال خوانی کرنے والے خاصی تعداد میں ہیں۔"

وہ اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا اور تل ابیب کی طرف واپس جانے لگا۔ دیوی نے جوڈی نارمن کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اسپتال کے بستر پر آرام سے سو رہا تھا۔ اس کے خوابیدہ ذہن نے بتایا کہ اس کے زخم ٹھیک ہورہے ہیں اور وہ الپا کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔

اسے تو تابعدار بنانے کے بجائے گولی ماردی جاتی کیونکہ اصلی غیر معمولی گولیاں اور فارمولے اس کے پاس نہیں رہے تھے لیکن اسے صرف اس لیے زندہ رکھا گیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور یہودی تنظیم کے خیال خوانی کرنے والوں میں اضافہ کررہا تھا اور اب اس کا مذہب تبدیل کرکے اسے یہودی اور محب وطن اسرائیلی بنایا گیا تھا۔

دیوی پھر الپا کے پاس گئی۔ وہ اتنی رات کو برین آدم کے ڈرائنگ روم میں تھی۔ دونوں کو داؤد منڈولا کا انتظار تھا۔ وہ دونوں بھی اس جوان کو اہمیت دے رہے تھے اور منڈولا سے اس کے بارے میں جاننے کے لیے بے تاب تھے۔

الپا نے کہا "پتا نہیں کیا بات ہے۔ مسٹر منڈولا نے اب تک ہم سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ صبح کے چار بج کر بیس منٹ ہوچکے ہیں۔"

برین آدم نے کہا "بہتر ہے تم جاکر سوجاؤ۔ ابھی نہ سہی' صبح اس جوان کے بارے میں معلوم ہوجائے گا۔"

وہ بولی "مجھے نیند نہیں آرہی ہے۔ سچ پوچھئے تو اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موت کا بہت افسوس ہورہا ہے۔"

"ہاں' وہ دوسرا سایہ بہت مکار نکلا۔ خود کو جوڈی نارمن بنا کر ہمیں دھوکا دیتا رہا۔ ہماری فوج کے ہاتھوں سے ہمارے ہی خیال خوانی کرنے والوں کو ہلاک کرادیا۔ پتا نہیں وہ کمبخت کون ہے؟"

"جی ہاں' اس دوسرے سائے کے بارے میں اب تک معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کون ہے؟"

برین آدم نے کہا "دیوی جی' بلاشبہ ہر ایک کے دماغ میں پہنچ جاتی ہیں۔ پتا نہیں وہ بھی اب تک اس سائے کے اندر جاکر اس کے خیالات کیوں نہیں پڑھ سکیں؟"

"باب برادر! آپ بھول رہے ہیں کہ وہ دوسرا سایہ ہمیشہ جوڈی کی آواز اور لہجے میں بولتا تھا۔ اگر وہ اپنے اصل لہجے میں بولتا تو دیوی جی ضرور اس کی اصلیت معلوم کرلیتیں۔"

دیوی شی تارا نے منڈولا سے کہا "الپا اور برین آدم اس جوان کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین ہیں۔ ان سے مختصر گفتگو کرو اور انہیں سونے کے لئے کہہ دو۔ کل کسی وقت باتیں ہوں گی۔"

منڈولا نے برین آدم کو مخاطب کرکے کہا "صبح ہونے والی ہے۔ تم دونوں سوجاؤ۔ کل باتیں ہوں گی۔"

"آپ اس جوان کے بارے میں کچھ تو بتائیں۔"

"ہم نے فی الحال اسے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اس کا تعلق ایم آئی ایم تنظیم سے ہے۔ ابھی اسے چھیڑنے سے اس تنظیم کے تمام خیال خوانی کرنے والے امن و امان کا مسئلہ پیدا کردیں گے۔"

"اس سلسلے میں دیوی جی کیا کررہی ہیں؟"

"کل تک ایم آئی ایم کے سربراہ اور دیوی جی میں اہم گفتگو ہوگی۔ اس کے بعد ہی ہم سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے؟"

وہ انہیں آرام کرنے کی تاکید کرکے دانی طور پر حاضر ہوگیا۔ وہ صبح ساڑھے پانچ بجے تل ابیب کے اپنے بنگلے میں پہنچا۔ گاڑی کو احاطے میں لاکر باہر نکلا۔ پھر برآمدے میں آیا اور دروازے کو کھول کر دیکھا تو ٹھٹک گیا۔ سامنے فرش پر ایک شخص چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اس کے سینے کی ہلکی ہلکی سی لرزش بتارہی تھی کہ سانس چل رہی ہے اور وہ زندہ ہے۔

منڈولا نے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے بلند آواز میں پوچھا "یہاں اور کون ہے؟ جو بھی ہے' سامنے آجائے۔ دن نکل چکا ہے۔ میں شور مچاؤں گا تو لوگ جمع ہوجائیں گے' کسی بھی چھپنے والے کو بھاگنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

وہاں کوئی ہوتا تو جواب ملتا۔ دیوی کے حوصلہ دینے پر منڈولا کمرے میں آیا پھر اس نے میز پر رکھے ہوئے پانی سے بھرے ہوئے جگ کو ہرارے کے اوپر ڈالا۔ پانی منہ پر پڑا تو اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں پھر سہمی ہوئی [illegible] کو دیکھ کر سوچنے لگا کہ وہ کہاں ہے؟

پھر اسے یاد آگیا کہ وہ پوجا کا تعاقب کرتا ہوا آیا تھا لیکن ایک نوجوان کے ایک ہی گھونسے نے اسے فرش پر لٹا دیا تھا۔ وہ فوراً ہی گھبرا کر منڈولا سے بولا "مجھے معاف کردو۔ میں لڑنے جھگڑنے والا آدمی نہیں ہوں۔ پلیز مجھے جانے دو۔"

اس نے جیسے ہی بولنا شروع کیا' دیوی شی تارا اس کے اندر جا کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پھر یہ پڑھ کر چونک گئی کہ ایک دوشیزہ ایک جوان مرد کے ساتھ آئی تھی۔ وہ مرد شی تارا اور پوجا کو اٹھا کر اپنی گاڑی میں ڈال کر اپنی ساتھی دوشیزہ کے ساتھ چلا گیا مگر جانے سے پہلے اسے وہاں بند کر کے چلا گیا۔

دیوی نے کہا "منڈولا کسی نے شی تارا اور پوجا کو اغوا کیا ہے۔ میں اس اغوا کرنے والے سے نمٹ لوں گی۔ فی الحال اس شخص کے ہاتھ پاؤں اچھی طرح باندھ کر کسی کمرے میں ڈال دو۔ یہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور یہ شطرنج کا عالمی چیمپئن مانیک ہزارے ہے۔ یہ بھی شی تارا اور پوجا کو حاصل کرنے آیا تھا مگر مات کھا گیا ہے۔"

منڈولا نے دیوی کے احکامات پر عمل کیا۔ مانیک ہزارے بے ہوشی کے بعد کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ منڈولا سے اپنی رہائی کی جنگ نہ لڑ سکا پھر دیوی بھی اس کے اندر رہ کر اسے لڑنے اور بھاگنے کا موقع نہ دیتی۔ منڈولا اسے دوسرے کمرے میں لے گیا۔ پھر ایک بستر پر لٹا کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے۔

اس کے بعد منڈولا نے دیوی سے پوچھا "کیا آپ نے معلوم کر لیا ہے کہ ان دونوں کو اغوا کر کے کہاں لے جایا گیا ہے؟ اور اب ہمیں انہیں حاصل کرنے کے لئے کہاں جانا ہوگا؟"

دیوی نے مسکرا کر کہا "یہ معلوم کرنا کون سی بڑی بات ہے۔ چور ہمارا مال خود ہی واپس لائے گا۔"

وہ نہیں جانتی تھی کہ وہاں ٹائی اور علی آئے تھے لیکن جاننے کا طریقہ معلوم تھا۔ ڈی شی تارا اور پوجا اس کی معمولہ تھیں۔ ان کے اندر پہنچتے ہی معلوم ہو جاتا کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟ اور انہیں لے جانے والا کون ہے؟

دیوی شی تارا نے معمول کے مطابق پہلے رسمی طور پر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کی سوچ کی لہروں نے ڈی کے دماغ کو تلاش کیا مگر وہ برسوں کا تابعدار دماغ نہیں ملا۔ اس بات پر ذرا حیرانی ہوئی۔ اس نے پوجا کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لایا۔ اس کی سوچ کی لہریں فضا میں بھٹکتی رہیں مگر اسے پوجا کا دماغ بھی نہیں ملا۔

تب دیوی نے سنجیدگی سے سوچا۔ کیا کسی نے ان [illegible] کیے ہوئے میرے عمل کا توڑ کیا ہے؟

جب کوئی توڑ کرتا تو دیوی شی تارا کے لئے کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہوتا تھا۔ ایسے وقت وہ آتما شکتی سے کام لے کر بڑے بڑے متکبر اور یوگا جاننے والوں کے اندر بھی پہنچ جاتی تھی۔ اس بار اس نے آتما شکتی کی غیر معمولی صلاحیت کو آزمایا اور پہلے اپنی ڈی کے پاس پہنچنا چاہا مگر نہ پہنچ سکی پھر اس نے یہی عمل پوجا کے لئے کیا تو اسے پوجا کا دماغ بھی نہیں ملا۔ وہ دونوں اس دنیا سے گم ہو گئی تھیں؟

کیا کسی دشمن نے ان دونوں کو قتل کر دیا ہے؟ موت کے بعد انسانی حواس خمسہ ختم ہو جاتے ہیں۔ مرنے والا نہ بول سکتا ہے' سن سکتا ہے' نہ دیکھ سکتا ہے' نہ دماغ سوچ سکتا ہے اور نہ ہی اپنے عامل کو سونگھ کر اپنے پاس بلا سکتا ہے کہ آؤ میں مر چکا ہوں مجھے آتما شکتی سے زندہ کر دو۔

داؤد منڈولا ایک صوفے پر سر جھکائے بیٹھا تھا اور انتظار کر رہا تھا کہ دیوی جی ابھی اسے مخاطب کریں گی لیکن جب بہت دیر ہو گئی تو اس نے مخاطب کیا "دیوی جی! آپ کا یہ غلام آپ کے کسی حکم کا منتظر ہے۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دو تین بار مخاطب کیا پھر صوفے پر لیٹ گیا۔ پارس کا سایہ بھی اس کے اندر آرام سے لیٹ کر سونے لگا۔ ثانی اس سے یہ کہہ کر چلی گئی کہ آرام کرو۔ دیوی جی دیر تک بھٹکتی رہیں گی۔

اور وہ بھٹک رہی تھی اور سوچ رہی تھی' ایسا دشمن کون ہے جو دو حسین عورتوں کو بنگلے سے کہیں لے جا کر قتل کر دے؟

دیوی شی تارا کے علم میں ایسا کوئی دشمن نہیں تھا۔ وہ زیادہ تر میں دمائی طور پر حاضر ہو کر مہادیو شیو شنکر کی مورتی کے آگے جوڑ کر پوچھنے لگی "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ دونوں ایک ساتھ اس بنگلے سے کہیں لے جائی جائیں گی اور دشمن انہیں قتل کر دے گا۔"

وہ اپنے بھگوان کو پکارنے لگی "ہے بھگوان! مجھے جس حد آتما شکتی ملی ہے اسے اور بڑھا دے۔ مجھے اتنی شکتی دے کہ میں دونوں کو زندہ یا مردہ دیکھ سکوں اور اگر واقعی انہیں ہلاک کیا گیا تو میں ان کے قاتل کو پہچان سکوں۔"

کہتے ہیں کہ روحیں بھٹکتی ہیں۔ بعض افراد دعویٰ کرتے ہیں انہوں نے اپنے کسی عزیز کی روح کی جھلک دیکھی ہے۔ ایسا زیادہ تر چاہت' بہت زیادہ دلی لگاؤ کے باعث بھی ہوتا ہے کہ مرنے والا آنکھوں کے سامنے کبھی کبھی آ کر مسکراتا ہے۔ اپنی زندگی کوئی پچھلی بات دہراتا ہے پھر پلک جھپکتے ہی غائب ہو جاتا ہے۔

دیوی شی تارا کو اپنی ڈی سے کوئی دلی لگاؤ نہیں تھا لیکن چار برسوں سے پارس کی وجہ سے وہ ڈی سے خاص لگاؤ رکھتی تھی۔ شاید اسی لئے بھگوان سے پرارتھنا کرتے وقت اسے ڈی دھیمی دھیمی سی سرگوشی سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "میں نے اپنا کو صرف اپنا بدن ہی نہیں اپنا دل بھی دیا ہے۔ وہ بھی مجھے جان سے چاہتا ہے۔ وہ اصلی اور نقلی عورت' اصلی اور نقلی شی تارا کو نہیں بلکہ میری شخصیت' میرے عورت پن اور میرن دل رہائی پر جان دیتا ہے۔ میں محبت کے امتحان میں پاس ہو چکی ہوں اور تم اس کی محبت میں صفر ہو۔ کچھ بھی نہیں ہو۔ اس کے اور دنیا کے لئے محض ایک دیوی ہو۔ کسی بھی دیوی کی پوجا کی جاتی ہے' محبت نہیں کی جاتی اور محبوبہ کی پوجا نہیں کی جاتی اس سے محبت کی جاتی ہے۔ اس لئے وہ مجھ سے صرف مجھ سے محبت کرتا ہے۔ جو ڈی تھی وہ بیت چکی ہے جو اصلی تھی وہ ہار گئی ہے ہاہاہا۔ ہار گئی ہے۔ ہاہاہا۔"

وہ بھگوان سے پرارتھنا کرنا بھول گئی تھی۔ بالکل خاموش رہ کر سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ واقعی وہ اپنی ڈی کی آواز سن رہی ہے یا یہ محض واہمہ ہے۔ ٹیلی پیتھی سر کے اندر بولتی ہے اور محبت کا جادو سر چڑھ کے بولتا ہے۔ یہ سمجھنے میں دشواری ہو رہی تھی کہ وہ اندر بول رہی ہے یا پارس کی شی تارا سر چڑھ کر بول رہی ہے؟

ڈی شی تارا حسن و جمال میں دیوی شی تارا سے کم نہیں تھی۔ ان دونوں کے چہروں میں ذرا فرق تھا۔ آواز بھی مختلف تھی۔ باقی ایک مرد پر جادو کرنے کے لئے ایک عورت کے پاس قدرت کے جو عطیات ہوتے ہیں وہ سب کچھ ڈی کے پاس تھا۔ شاید اسی لئے اس کی سماعت میں یہ آواز گونج رہی تھی کہ ڈی جیت گئی اور اصلی ہار گئی۔ اور اس کی ہار پر قہقہوں کی آوازیں بھی گونج رہی تھیں۔

دیوی شی تارا پھر ایک بار اپنی آتما شکتی کو آزمانا چاہتی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ ایک دھندلکے میں پہنچ گئی ہے اور اس دھند میں کچھ ایسی آواز سنائی دی ہے جیسے کھٹ کی آواز کے ساتھ ٹیلی فون کا ریسیور رکھا گیا ہو۔

وہ فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کر کے داؤد منڈولا کے پاس پہنچی۔ اس وقت منڈولا فون کا ریسیور رکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا "یہ تم ابھی کس سے باتیں کر رہے تھے؟"

وہ بولا "دیوی جی! میں آپ کو کئی بار آوازیں دے چکا ہوں۔ ابھی فون پر شی تارا بول رہی تھی کہ وہ پوجا کے ساتھ خیریت سے ہے اور آئندہ پوری آزادی کے ساتھ خیریت سے رہے گی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ آپ نے ایک ڈی کو برسوں سے اس قدر سچ بنا دیا ہے کہ وہ سچ ہو گئی ہے اور جو سچ ہے وہ صفر بن چکی ہے۔ پھر اس نے قہقہہ لگا کر ریسیور رکھ دیا۔"

دیوی نے پوچھا "تم نے اس سے یہ کیوں نہیں کہا کہ وہ مجھ سے بات کرے؟"

"اس نے آپ سے ہی باتیں کرنے کے لئے فون کیا تھا۔ اسی لئے میں آپ کو پکار رہا تھا۔"

"کیا تم نے پوچھا نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ آئندہ اس سے کیسے رابطہ ہو سکتا ہے؟"

"دیوی جی! اس نے مجھے کچھ کہنے یا پوچھنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اپنی باتیں کہنے کے بعد اس نے قہقہہ لگایا پھر ریسیور رکھ دیا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ ابھی بھگوان سے پرارتھنا کرتے وقت کچھ زیادہ آتما شکتی ملنے کے وقت اس کے اندر جو آوازیں آ رہی تھیں وہ واقعی اس ڈی کی تھیں۔ وہ سن رہی تھی اور اسے واہمہ سمجھ رہی تھی۔ اس نے پھر آتما شکتی کے ذریعے ڈی کے پاس پہنچنا چاہا۔ ایک نہیں کئی بار کوششیں کیں مگر ناکام رہی۔ وہ دیوی اس شی تارا تک نہ پہنچ سکی جو جیت گئی تھی اور اسے شکست دے چکی تھی۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ اس نے پوری آتما شکتی کے ساتھ ایک حسینہ پر بڑی پختگی سے عمل کر کے اسے اپنی ڈی بنایا تھا۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس عمل کا توڑ نہیں کر سکتا تھا۔ آئندہ چھ برس تک وہ اس کی ڈی بن کر رہنے والی تھی لیکن وہ اس کے زبردست اور پختہ تنویمی عمل سے آزاد کیسے ہو گئی؟

یہ بھید سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ایک خیال تھا کہ ایسا شاید روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیا گیا ہے لیکن وہ ڈی پہلے دنوں پارس کی نظروں سے گر گئی تھی۔ فرہاد کی ٹیلی سے نکال دی گئی تھی۔ پھر یہ کہ جناب تمیزی کی طرح ہر ایک کو روحانی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں ہو جاتا۔ ایسے لوگ شاید ہی کہیں نظر آتے ہیں جو پوجا بھگتی' عبادت و ریاضت کے ذریعے آتما شکتی یعنی روحانی قوت حاصل کرتے ہیں۔

بیت المقدس کے ایم آئی ایم کے گروہ میں جناب تمیزی

خوابوں کی تعبیر' ان کی حقیقت اور ان کی افادیت کے بارے میں ایک نادر کتاب

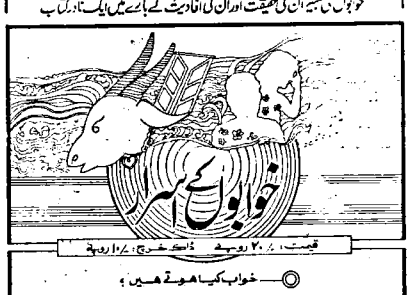

قیمت صرف ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۲ روپے

- خواب کیا ہوتے ہیں؟
- ان کی تعبیر کیا ہوتی ہے؟
- خواب کیوں نظر آتے ہیں؟

خوابوں کے بارے میں مکمل معلومات

کتاب کے چند عنوانات:

■ تمہید	■ خوابی سلسلوں	■ تعبیر نفسی کے طریقے
■ بچوں کے خواب	■ الہامی خواب	■ دیدۂ صادقہ
■ کثرت سے نظر آنے والے خواب	■ خواب اور الجھنیں	■ خواب اور آدمی
■ خواب اور میراثیت	■ خواب اور اسلام	■ خواب اور تعبیر
■ خوابوں کی ہندی میت	■ خوابوں کی لغت	

خوابوں پر ایک مکمل اور مستند کتاب

ایک ہی کتاب میں خوابوں کی دنیا

نہیں تھے لیکن مجاہدین کے لیڈر کے ذریعے کوئی کہہ رہا تھا کہ اس جوان کے اندر ایک بلا چھپ کر آئی ہے۔ یہ روحانیت یا بھی غیب کی باتیں ایم آئی ایم کے کسی برادر کبیر کو کیسے معلوم ہوگئی تھیں۔

کیا یہ کوئی چال تھی۔ یا قدرتی حالات تھے کہ دیوی تل ابیب سے بیت المقدس آئی اور ادھر تل ابیب سے شی تارا اور پوجا کو غائب کردیا گیا۔ ایسی سازشیں اور چال بازیاں ہوتی ہی ہیں۔

لیکن دیوی کے دماغ میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا کہ یہ روحانی ٹیلی پیتھی، غیب کی باتیں ہوں یا چال بازی جو کچھ بھی ہے لیکن خیال خوانی اور آتما شکتی کے ذریعے شی تارا اور پوجا سے دماغی رابطہ قائم کیوں نہیں ہو رہا ہے؟

ٹیلی فون کی گھنٹی نے ایک دم سے چونکا دیا۔ دیوی کی مرضی کے مطابق منڈولا نے لپک کر ریسیور اٹھایا پھر کہا "ہیلو دیوی جی موجود ہیں۔ تم شی تارا ہو نا؟ بولو تم کون ہو؟"

دوسری طرف سے مردانہ آواز سنائی دی "تم کون بے وقوف ہو۔ مجھ جیسے نذر کو مونث شی تارا بنا رہے ہو۔ میں برادر کبیر ہوں۔ تمہاری دیوی میرے اندر آسکتی ہے۔"

پارس نے دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا۔ اسی علاقے میں اسے ایک ایسا بنگلا مل گیا تھا جو بند پڑا ہوا تھا۔ اس نے اس بنگلے میں گھس کر ایک کمرے کی کھڑکیاں اور دروازے بند کرکے بالکل اندھیرا کرنے کے بعد وہاں کا ٹیلی فون استعمال کیا تھا اور اب مختلف آواز اور لہجے میں بول رہا تھا۔ اس نے اپنا ریسیور رکھا ہی تھا کہ دیوی شی تارا اس کے اندر آکر بولی "تم..... تم وہی ہو نا؟"

"ہاں وہی ہوں۔ تم نے مجھے مرجانے کو کہا۔ میں مرگیا۔ پھر دوسری بار زندہ ہوگیا۔"

"تم نے دوسری زندگی پاتے ہی مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"کیسے کرتا؟ میرے ایک بار مرنے اور دوسری بار نئی زندگی پانے کا ایک اہم مقصد تھا۔ وہ مقصد پورا ہونے کے بعد تم سے باتیں کررہا ہوں۔"

"تم چند گھنٹے پہلے بیت المقدس میں مجھ سے باتیں کرسکتے تھے۔"

"نہیں کرسکتا تھا۔ تمہیں اور تمہارے منڈولا کو اتنی دور دوڑانے کا مقصد یہی تھا کہ مجھے زیادہ سے زیادہ خیال خوانی کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں نے شی تارا اور پوجا کو مار ڈالا۔"

"کیا؟" وہ بے یقینی سے بولی "جب تمہیں خیال خوانی کرنے والوں کی ضرورت ہے تو پھر ان دونوں کو کیوں مار ڈالا؟"

"تاکہ وہ بھی نئی شخصیت کے ساتھ واپس آئیں۔ جیسا کہ تم دیکھ چکی ہو، میں ایک بار مرچکا تھا اب دوسری بار زندگی پاکر تم سے بول رہا ہوں۔"

"مجھے سے بولی "تم فراڈ ہو۔ کوئی ایک بار مرنے کے دوبارہ زندہ نہیں ہوتا۔ تم نے میری خیال خوانی کرنے والوں کو مروا کیا ہے۔"

"اگر ایسا کرتا تو تم آتما شکتی کے ذریعے ان کے پاس پہنچ جاتیں اسی لئے دونوں کو ہلاک کرڈالنے کے بعد انہیں دوبارہ پیدا کیا ہے۔ اس وقت زچہ خانے میں ہوں۔ دونوں بچیاں آپریشن سے ہوئی ہیں دونوں بڑے سائز کی جوان بچیاں ہیں۔ اس لئے ڈاکٹروں کو آپریشن کرنا پڑا۔ تم خود سوچو ایک نہیں دو دو بچیوں کو جنم دینے میں میری کیا حالت ہوئی ہوگی۔ میں بہت کمزور ہوگیا ہوں۔ ڈاکٹروں نے مجھے زیادہ باتیں کرنے سے منع کیا ہے۔ اب جاؤ، شام کو باتیں ہوں گی۔"

پارس نے سانس روک لی۔ وہ اس کے دماغ سے باہر ہوگئی۔ پھر زیر زمین مہادیو کی مورتی کے سامنے دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ گم صم سی ہوکر مہادیو شیو شنکر کو دیکھتی رہی اور سوچتی رہی۔ میں مقفل دماغوں میں اور یوگا جاننے والوں کے اندر پہنچ کر اپنی آتما شکتی کی دھاک بٹھاتی رہی۔ اس آتما شکتی کے باعث کوئی میرے دماغ کو چھو نہیں سکتا۔ کوئی میری صورت، میری آواز اور میری اصلیت معلوم نہیں کرسکتا۔ مجھے تو ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہر ایک سے بازی لے جانا چاہئے لیکن یہ برادر کبیر کون ہے۔ اس کی شکتی (قوت) کیا ہے؟ یہ اپنی یا کسی کی بھی شخصیت کیسے بدل دیتا ہے؟ کہ میں آتما شکتی کے زور پر بھی اپنی ڈی شی تارا اور پوجا تک نہیں پہنچ پا رہی ہوں۔

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر آنکھیں بند کرکے بھگوان کی بھگتی میں ڈوبنے لگی۔ بڑی دیر تک دھیان گیان میں رہی پھر عقل کہنے لگی "مجھے جو تش ودیا کے مطابق بے شک دس برس تک زیر زمین رہنا چاہئے لیکن باہر کی دنیا کو بھی سمجھنا چاہئے کہ دشمن میرے مقابلے میں کیسے کیسے غیر معمولی علوم حاصل کررہے ہیں۔ مجھے اپنی شکتی سے دشمنوں کی کمزوریوں کو بھی سمجھنا چاہئے اور اب میں سمجھ لوں گی کہ یہ ایم آئی ایم کیا چیز ہے اور برادر کبیر کی کسی نہ کسی کمزوری تک کس طرح پہنچا جاسکتا ہے؟

وہ برادر کبیر اسے کہتا رہا تھا جبکہ وہ دوسرے تمام خیال خوانی کرنے والوں پر برتری حاصل کرتی جارہی تھی۔ یہ تو بہرحال برتری اور کمتری کا مسئلہ تھا۔ وہ برادر کبیر سے نمٹنے کے کئی راستے نکال سکتی تھی لیکن سب سے اہم مسئلہ زندگی اور موت کا ہوتا ہے اس لئے منجھلی اعلیٰ بی بی (ثانی) ایک اہم اور بنیادی مسئلہ بنی ہوئی تھی۔

دیوی شی تارا چاہتی تھی کہ اعلیٰ بی بی (ثانی) سات برس کی ہونے پائے ورنہ دس برس زیر زمین رہنے اور پارس کو اپنے دھرم میں لانے سے پہلے وہ لڑکی اس کی پوجا بھگتی اور تپسیا کو ناکام بنا دے گی۔ دس برس پورے ہونے سے پہلے ہی اسے دنیا والوں کے سامنے بے نقاب کردے گی۔

جناب تبریزی کی پیش گوئی اور دیوی کی جوتش ودیا کے مطابق منجھلی اعلیٰ بی بی (ثانی) سات برس تک اس طرح خطرات سے کھیلنے والی تھی کہ ہر برس کے ساتویں مہینے اس پر مصیبتیں آتیں اور ایسی والی مصیبت اس بچی کے لئے موت بھی بن سکتی تھی۔ دیوی نے کوئی ایسا ہی کچھ خطرناک منصوبہ بنالیا تھا۔ وہ ڈیڑھ برس کی ہوگئی تھی۔ بنی ایک برس چھ ماہ کے بعد ساتواں مہینہ شروع ہوچکا تھا۔ اس مہینے میں دیوی کی طرف سے جو جان لیوا حملہ ہونے والا تھا وہ اعلیٰ بی بی (ثانی) کے لئے واقعی جان لیوا ثابت ہوسکتا تھا۔

لیکن اس خطرناک کھیل کی تکمیل کے لئے اسے اپنی ماتحت دیوی شی تارا کی سخت ضرورت تھی اور اسے چند گھنٹوں کے لئے حاصل کرنا تھا اور حاصل کرنے کے لئے برادر کبیر سے دشمنی کے باوجود دوستی کرنی لازمی تھی اور وہ اسی فکر میں تھی کہ چند دنوں کے لئے یا چند گھنٹوں کے لئے ڈی شی تارا اسے پھر سے مل جائے۔

اسے چرایا گیا تھا یا چھینا گیا تھا اور چرائی یا چھینی ہوئی چیز کا واپس ملنا ناممکن تو نہیں ہوتا؟

○☆○

یہ بہت پرانی بات ہوگئی جب پی ایل او کے مجاہدین نے پہلی بار مملکت اسرائیل کی مخالفت شروع کی تھی اور کئی برس تک یہودیوں کے خلاف جہاد کرتے رہے تھے۔ اسی طرح چھوٹی بڑی اسلامی [illegible] بھی بیت المقدس کی آزادی کے لئے جان کی بازیاں لگاتی رہیں لیکن عالمی سیاست اور وہ بھی سپرپاور کی سیاست بڑے بڑے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کردیتی ہے۔ انہوں نے پی ایل او کو مغربی غزہ کی ایک چھوٹی سی پٹی دے کر اس تنظیم کو ذرا ٹھنڈا کردیا۔

اس دوران حماس کے نام سے مسلمانوں کی ایک ایسی زبردست تنظیم ابھری کہ یہودی اپنے ہی ملک میں اس تنظیم کے کسی مجاہد کو دیکھ کر دہشت کے مارے کہیں چھپ جاتے تھے۔ آج کل امریکا اور اسرائیل وغیرہ حماس سے بھی کوئی امن سمجھوتا کرنے کی کوشش میں ہیں۔

ابھی یہ کوششیں جاری تھیں کہ ایم آئی ایم یعنی مجاہدین اسلام مشن نے ایسا تہلکہ مچادیا کہ اس تنظیم سے صرف یہودی نہیں، وہ اسلامی ممالک کے سلاطین بھی پریشان ہوگئے، جو اسرائیل کو تسلیم کرکے اس سے سفارتی تعلقات قائم کرنا چاہتے تھے اور ایم آئی ایم کی ابتدائی سرگرمیاں ثابت کررہی تھیں کہ وہ سفارتی تعلقات کے بہانے یہودیوں کو اسلامی ممالک میں پھیلنے نہیں دیں گے۔

اس تنظیم کے سربراہ کو کئی بار مذاکرات کی دعوتیں دی گئیں لیکن کوئی دعوت نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی اس کے برعکس یہ بات عام ہوگئی کہ ایم آئی ایم سے ہونے والے مذاکرات کو امریکا ناکام بنا رہا ہے۔ اس نے ایک بار اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو ایم آئی ایم کا فراڈ سربراہ بنا کر بھیجا۔ دوسری بار جوڈی نارمن فراڈ سربراہ بن کر آیا۔ اس کا تعلق بھی امریکا سے تھا۔

اسرائیلی حکام نے اور دوسرے بڑے ممالک کے اخبارات نے بارہا یہی نکتہ اٹھایا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمانوں اور یہودیوں کے مذاکرات میں رکاوٹیں کیوں پیدا کرتے ہیں؟ سپراسٹرو غیرہ پریشان تھے کہ اب ان کے پاس ایک پاشا کے سوا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہا اور جو خیال خوانی کرنے والے امریکا سے تعلق رکھتے تھے وہ اپنی مرضی سے ایسی حرکتیں کرکے اپنے ملک کو بدنام کررہے تھے۔

اسرائیلی حکام نے امریکا سے اس سلسلے میں رسمی سی شکایات کیں کیونکہ دونوں ممالک سیاسی اعتبار سے ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم تھے۔ پھر یہ کہ اس طرح کے فراڈ اور مذاکرات کی ناکامیوں سے یہودی تنظیم کو دو بڑے فائدے پہنچے تھے۔ ایک تو یہ کہ جوڈی نارمن زخمی ہونے کے بعد الپا کا یعنی یہودی تنظیم کا معمول اور تابعدار بن گیا تھا اور اب علی نے مائیک ہرارے کو منڈولا کے بنگلے میں بے ہوش چھوڑ کر اسے بھی مجبور کردیا تھا کہ وہ منڈولا کا یعنی یہودی تنظیم کا تابعدار رہے۔

اسرائیلی حکام امریکا پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے کہ انہوں نے ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ انہوں نے جوڈی نارمن اور مائیک ہرارے کو اپنا تابعدار بنانے کے بعد ان کی شخصیت بھی تبدیل کردی تھی۔ یہ ظاہر نہیں کیا تھا۔ ان کے پاس

دنیا کے حیرت انگیز فن تحریر شناسی کی مدد سے
دوستوں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں۔
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر و بے مثال کتاب

تحریر اور شخصیت

قیمت پر ۲۰۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

○ آپ کو بتائے گی کہ آپ کیا کچھ کرسکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دور کی جاسکتی ہیں۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ نفیس ۱۵ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

دو امریکی خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ ہوگیا ہے۔

ایم آئی ایم کا اصل سربراہ ذاکر علی عبادت میں مصروف رہتا تھا اور اپنی تنظیم کے نام پر ہونے والے یہ تماشے دیکھتا رہتا تھا۔ اس نے صرف پہلی بار مذاکرات کے وقت ایک انسانی ڈھانچا کو سربراہ بنا کر دمشق بھیجا تھا۔ یہ ڈھانچا علامت کے طور پر تھا کہ اسلامی ممالک کے عوام اور سربراہ یہودیوں اور عیسائیوں کی سازشوں کو نہیں سمجھیں گے اور غفلت اور پسماندگی میں رہیں گے تو دنیا کے تمام مسلمانوں کا مستقبل خدانخواستہ ایسا ہی ڈھانچا ہوگا۔

پھر ذاکر علی نے پہلے اجلاس میں یہ بھی کہا تھا کہ ایم آئی ایم کا سراغ لگانے اور اس کے سربراہ کو حسین عورتوں کے ذریعے پھانسنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے اس لئے خود سربراہ نہیں آیا ہے۔ مذاکرات کے لئے انسانی ڈھانچا ہی کافی ہے جسے کوئی گرفتار نہیں کرسکے گا اور واقعی نہ کوئی اس سربراہ کے اڈے کا پتا معلوم کرسکا نہ اسے گرفتار کرسکا۔ وہ ڈھانچا ان کے سامنے ہی موم کی طرح پگھل گیا تھا۔

اس کے بعد ہی دوسرے تمام اجلاسوں میں ایم آئی ایم کے نام سے فراڈ سربراہ آنے لگے تاکہ مجاہدین کی اس تنظیم کو دنیا والوں کے سامنے فراڈ ثابت کیا جاسکے۔ ایسی سازشیں کرنے کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکل رہا تھا۔

جب ایسے تماشے ہوچکے تو ایم آئی ایم کے سربراہ نے اسلامی ممالک کے سربراہان اور وہاں کے اہم عہدیداران کے نام ایک تفصیلی خط ٹائپ کیا۔ اس خط کی کئی کاپیاں تیار کیں اور انہیں تمام اسلامی ممالک میں ارسال کردیا۔

خط کا متن کچھ یوں تھا "الحمدللہ کہ ہم سب مسلمان ہیں اور ایک محتاط سروے کے مطابق پوری دنیا میں ہماری تعداد ایک ارب پچیس کروڑ ہے۔ جتنی ہماری تعداد ہے اتنا زیادہ ہمارا ایمان نہیں ہے۔ مسلمان کہلانا آسان ہے' مسلمان ہونا بہت مشکل ہے۔ ہم محض اپنے اپنے ملک اور علاقے کو کسی حد تک اہمیت دے کر اپنی برتری اور وقار قائم رکھتے ہیں اور پسماندہ ممالک کے مسلمانوں کو کمتر سمجھ کر ان سے متحد نہیں ہوتے۔ ان سے صرف ہمدردی کرتے ہیں اور زکوٰۃ و خیرات دینے کے انداز میں ان کی مدد کرتے ہیں لیکن ان کی سیاسی حمایت نہیں کرتے اور غیر مسلموں کی سیاست میں شریک ہوکر محض نمائشی برتری حاصل کرتے ہیں۔ یہی سوچنے اور سمجھنے کا مقام ہے کہ ہمیں اپنی برتری قائم رکھنی ہے یا دین اسلام کی؟

"میں نے ایم آئی ایم کے سربراہ کی حیثیت سے پہلی بار مذاکرات کی دعوت قبول کی تو معلوم ہوا کہ امریکی اور اسرائیلی نمائندے بھی اجلاس میں شریک ہورہے ہیں جبکہ انہیں شریک ہونے کی اجازت نہیں دینا چاہئے تھی۔ کیونکہ ہم اپنے اسلامی معاملات پر اور تمام مسلمانوں کے مستقبل پر باتیں کرنے والے تھے اور ان باتوں کا تعلق امریکا اور اسرائیل سے یا کسی بھی غیر مسلم سے نہیں تھا۔

"آپ میں سے کئی اسلامی ممالک اسرائیل سے سیاسی اور کاروباری معاہدے کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان معاہدوں پر عمل کرکے مسلم اور غیر مسلم سب ہی مناسب فائدے اٹھائیں۔ اسلام میں ابتدا سے کاروباری معاملات میں یہودیوں اور عیسائیوں سے رابطے رہے ہیں۔ بشرطیکہ کاروبار دیانتداری سے ہو اور منہ سے شہد ٹپکا کر پیٹھ میں چھرا گھونپنے والی باتیں نہ ہوں۔

"اگر آپ حضرات چاہتے ہیں کہ بات نہ بگڑے اور پرامن طریقوں سے بن جائے اور چھوٹے بڑے تمام اسلامی ممالک متحد ہوکر ترقی کی راہوں پر گامزن رہیں تو پھر ہمیں سب سے پہلے صرف اسلامی کانفرنس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ پہلے صرف اسلامی ممالک کے اکابرین آپس میں مل بیٹھیں اور اپنے مسائل پر گفتگو کریں۔ اس کانفرنس میں کوئی غیر مسلم نہ ہو۔ کانفرنس کی صرف ویڈیو اور آڈیو ریکارڈنگ ہو اور انہیں فی الحال دنیا کے سامنے پیش نہ کیا جائے اور آپس کی باتیں آپس ہی میں رکھی جائیں میرا یہ مشورہ قبول ہو تو مندرجہ ذیل پر اپنے جوابات ارسال فرمائیں۔

پتا درج کرنے کے بعد آگے تحریر کیا گیا تھا.....

"میرا خیال ہے کہ اس بار انقرہ میں اسلامی کانفرنس ہو یا پھر اکثریت کی جو رائے ہوگی اس کے مطابق کانفرنس کی جگہ مقرر کی جائے گی۔ میں جواب کا منتظر رہوں گا۔ فقط والسلام راقم الحروف سربراہ ایم آئی ایم....."

تمام اسلامی ممالک اس خط کو پڑھ کر ایک دوسرے سے مشورے اور تبصرے کرنے لگے۔ اس خط کی سب سے اہم بات یہ تھی کہ اس میں صرف اسلامی کانفرنس کے انعقاد کی بات تھی اور یہ اندیشہ نہیں تھا کہ وہاں کوئی غیر مسلم پہلے کی طرح فراڈ سربراہ بن کر آئے گا۔ اس بار کسی طرح دھوکا کھانے کا اندیشہ نہیں تھا۔

چند اسلامی ممالک جو امریکا اور اسرائیل کے زیر اثر تھے جو امریکا کے سیاسی مشوروں پر عمل کرتے تھے انہوں نے راز داری سے مشورہ طلب کیا۔ امریکا اور اسرائیل نے کہا۔ یہ اچھا ہا اسلامی کانفرنس کے بہانے ہی ایم آئی ایم کے مجاہدین اور سربراہ منظر عام پر آنے دو اور انہیں امریکا اور اسرائیل سے دوستی مائل کرو۔

جو امریکا نواز تھے اور مسلمان بھی رہنا چاہتے تھے ان کا خیال تھا کہ ایم آئی ایم کا سربراہ دانشمند ہوسکتا ہے مگر نادان بھی ہے۔ اسلامی کانفرنس میں غیر مسلموں کو شامل ہونے سے نہیں روک سکے گا۔ ایسا اسلامی دجذباتی خط لکھتے وقت وہ بھول گیا تھا کہ امریکی یہودی اور ہندو ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اپنے مسلمان چمچوں کے دماغوں میں رہ کر اسلامی کانفرنس میں شرکت کریں گے اور سربراہ کو خبر بھی نہیں ہوگی' وہ خوش فہمی میں مبتلا رہے گا۔

دیوی شی تارا جو ٹیلی پیتھی کے علاوہ آتما شکتی رکھتی تھی وہ اب ایم آئی ایم کے سربراہ کی جانی دشمن بن چکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ ایم آئی ایم کے مجاہدین اپنے سربراہ کو برادر کبیر کہتے ہیں اور اسی برادر کبیر نے اس کی ڈمی شی تارا اور پوجا کو چھین لیا تھا اور وہ چھیننے والا اسلامی کانفرنس میں ضرور آئے گا۔ جو شخص دماغی رابطے کے ذریعے اسے کئی بار الو بنا چکا تھا اور اس کی خیال خوانی کرنے والیوں کو چھین کر نقصان پہنچا چکا تھا۔ اسے وہ اپنے کسی آلہ کار کے ذریعے کانفرنس میں دیکھے گی پھر اس سے اپنی ڈمی اور پوجا کو حاصل کرے گی یا پھر اسے زندہ اس کانفرنس سے نہیں جانے دے گی۔

ایم آئی ایم میں سربراہ ذاکر علی (وارنر بنک) کے سوا کوئی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا لیکن میرے خیال خوانی کرنے والوں نے کئی بار کافی تعداد میں مجاہدین کی مدد کی تھی اور ایم آئی ایم کے نام سے دشمنوں کو ٹیلی پیتھی کا جواب ٹیلی پیتھی سے دیا تھا اس لئے دشمن یہ سمجھ رہے تھے کہ ایم آئی ایم کے سربراہ کی پشت پر بے شمار خیال خوانی کرنے والے رہیں گے۔

یوں تو سربراہ ذاکر علی صرف ٹیلی پیتھی جانتا تھا لیکن دن رات عبادت کرتا تھا۔ مراقبے میں اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رکھتا تھا۔ ساری دنیا کی دولت حاصل کرسکتا تھا لیکن حماقت کے ساتھ نہایت سادگی سے زندگی گزار رہا تھا۔ اسے دیکھنے اور جاننے والے اسے ولی اللہ کہتے تھے۔ برسوں کی سچی اور بے غرض عبادت گزاری نے اسے کشف و کمال عطا کیا تھا اور وہ بہت سی نامناسب چھپی ہوئی باتوں کو سمجھ لیا کرتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ دیوی جب اس ایم آئی ایم کے جوان کے اندر چھپ کر بیت المقدس کی اس کھنڈر نما عمارت میں گئی تھی تو ذاکر علی نے مجاہدین کے ایک لیڈر کے ذریعے کہہ دیا تھا کہ اس جوان کے اندر ایک بلا موجود ہے اور اشارتاً پارس سے بھی کہا تھا کہ وہ آج کل میں دیوی سے باتیں کرنے والا ہے۔ پارس سمجھ گیا تھا کہ ایک بار مرنے کا ڈھونگ رچا کر اسے دوسری بار زندہ ہوکر دیوی سے باتیں کرنا چاہئیں۔

اس طرح بات یوں بنی کہ دیوی نے پارس کو ایم آئی ایم کا برادر کبیر سمجھ لیا اور یہ بھی سمجھ لیا کہ اسلامی کانفرنس میں جو بھی سربراہ آئے گا وہ اس کا دشمن برادر کبیر ہی ہوگا۔

اسلامی کانفرنس کے لیے مشترکہ طور پر یہ طے کیا گیا کہ وہ اگلے ہفتے انقرہ میں ہوگی اور ترکی کی حکومت میزبانی کے فرائض انجام دے گی۔ جس عمارت میں یہ اجلاس ہوگا اس کے اطراف چار میل تک عام راہ گیروں کے لیے راستے بند رہیں گے۔ تمام سربراہان اور عہدے داران کو فوجی ایئرپورٹ سے سخت انتظامات کے ساتھ لایا جائے گا۔ کسی بھی غیر مسلم کو ایسے کسی راستے سے گزرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور غیر مسلم اخباری رپورٹرز و فوٹوگرافرز کو بھی اس اجلاس میں شریک ہونے کا اجازت نامہ نہیں ملے گا۔

جن ممالک کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے وہ مطمئن تھے۔ انہیں اپنے ملک میں بیٹھے ہی بیٹھے اس اسلامی کانفرنس کی مکمل رپورٹ ملنے والی تھی۔ یوں حساب کیا جائے تو مخالفین میں سب سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیل میں تھے جبکہ چار عدد مارے گئے تھے لیکن ان کے بعد انہیں جوڈی نارمن اور مائیک ہرارے مل گئے تھے۔ الپا جیسی ایکشن میں رہنے والی عورت تھی۔ منڈولا ان سب کا سربراہ تھا اور دیوی شی تارا پس پردہ رہنے والی ان سب کی مالکہ تھی۔

سپر ماسٹر اور وہاں کی فوج کے اعلیٰ افسران پریشان تھے۔ ان کے پاس صرف ایک پاشا رہ گیا تھا۔ وہ اسی کے ذریعے اسلامی کانفرنس کی الٹی سیدھی رپورٹ حاصل کرسکتے تھے لیکن اس سے ذہانت اور حاضر دماغی کی توقع نہیں کرسکتے تھے۔ وہ مائیک ہرارے سے حب الوطنی کی امید رکھے ہوئے تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ اب اپنے اختیار میں نہیں رہا تھا۔ اب انہیں ٹرانسفارمر مشین پر بھی بھروسا نہیں رہا تھا۔ اس مشین کے ذریعے جنہیں ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا گیا تھا وہ کسی حد تک سیکھنے کے باوجود ایب نارمل ہوگئے تھے۔ اس مشین کی خرابی سمجھ میں نہیں آرہی تھی اس لیے مزید ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا نہیں کئے جارہے تھے۔

دیوی شی تارا کو یہودیوں سے نہ محبت تھی اور نہ کوئی جذباتی لگاؤ تھا۔ وہ منڈولا کو اپنا آلہ کار بنائے رکھنا چاہتی تھی اس لیے یہودی خفیہ تنظیم پر چھائی ہوئی تھی۔ حکمرانی کا شوق کسے نہیں ہوتا۔ دیوی کو بھی تھا۔ وہ اپنے پارس کو حاصل کرنے کے بعد دنیا کے تمام خیال خوانی کرنے والوں پر حکمرانی کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے وہ اسرائیل کی طرح امریکی خیال خوانی کرنے والوں کے پاس رہ کر وہاں کے حکمرانوں کو بھی اپنے دباؤ میں رکھنا چاہتی تھی۔

اسے معلوم تھا کہ اب ان کے پاس ایک کند ذہن پاشا رہ گیا ہے۔ وہ کبھی وقت آنے پر اس کی غیر معمولی سماعت اور بصارت سے بھی کام لے سکتی تھی۔ فی الحال وہ اسلامی کانفرنس کے سلسلے میں سپر ماسٹر وغیرہ کی مایوسیاں دور کرسکتی تھی۔ اس نے منڈولا سے کہا "تم نے مائیک ہرارے پر عمل کرکے اسے اپنا تابعدار بنایا ہے لیکن وہ میری مرضی کے مطابق کبھی کبھی اپنے ملک اور قوم کے لیے بھی کام کرتا رہے گا۔"

وہ بولا "میں آپ کا تابعدار ہوں۔ اس بات سے انکار نہیں کرسکتا لیکن برین آدم اور تنظیم کے دوسرے افراد اور حکمرانوں کو معلوم ہوگا کہ مائیک ہرارے صرف ہمارا نہیں ہے اور میں کسی وجہ سے مجبور ہوں تو میری بڑی سبکی ہوگی۔"

وہ بولی "میں ہرارے کو اس طرح استعمال کروں گی کہ تمہارے لوگوں کو اس کا علم نہیں ہوگا۔ تم فکر نہ کرو۔"

دیوی ہرارے کے پاس آئی پھر بولی "تم یوگا کے ماہر ہو مگر مجھے

آنے سے نہیں روک سکتے۔ تم پہلے کیا تھے' یہ نہیں جانتے لیکن آج یہودی ہو اور مملکت اسرائیل کی وفاداری کر رہے ہو۔"

ہرارے نے پوچھا "تم کون ہو؟ واقعی میں سانس روک رہا ہوں پھر بھی تم موجود ہو۔"

"دشمن مجھے بلا سکتے ہیں۔ تم بھلا کہنے لگو گے کیونکہ میں تم سے بھلائی کروں گی۔ تم پر جو عمل کیا گیا ہے' اسے میں کمزور کروں گی۔ تمہیں پچھلی زندگی یاد آجائے گی۔"

"پھر تو تم میرے لیے باعث رحمت ہو۔ میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔ کیا مجھ پر تنویمی عمل کرو گی؟"

"میں معمولی اور عام ٹیلی پیتھی جاننے والی نہیں ہوں۔ میرے پاس آتما شکتی ہے۔ میں چند منٹوں میں سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ بنا دیتی ہوں۔ تم اسی طرح صوفے پر آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھے رہو اور آنکھیں بند کرلو۔ تمہیں بند آنکھوں کے پیچھے اپنی زندگی کے اہم اور خاص حالات کی فلم چلتی ہوئی دکھائی دے گی۔"

مائیک ہرارے نے اس کی ہدایات پر عمل کیا اور آنکھیں بند کرلیں۔ پھر واقعی جیسے سنیما کے اسکرین پر اسے اپنی زندگی کے اہم واقعات دکھائی دینے لگے۔ آخری سین بھی نظر آیا کہ علی کس طرح اسے ایک ہی گھونسا مار کر بے ہوش کرکے چلا گیا تھا۔ بعد میں داؤد منڈولا نے آکر اس پر تنویمی عمل کرکے عیسائی سے یہودی بنا کر مملکت اسرائیل کا وفادار بنا دیا تھا۔

ان مناظر کے دوران یہ بھی دکھائی دیا کہ شی تارا اور پوجا کو کوئی اغوا کرکے لے گیا ہے۔ پھر بند آنکھوں کے پیچھے یہ معلومات فراہم کی گئیں کہ اگلے ہفتے انقرہ میں اسلامی کانفرنس ہونے والی ہے۔ وہاں غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع ہے۔ سپر ماسٹر وغیرہ پریشانی سے سوچ رہے ہیں کہ ان کے پاس مائیک ہرارے جیسے خیال خوانی کرنے والے ہوتے تو وہ زرخرید مسلمانوں کے اندر رہ کر اسلامی کانفرنس کی تمام خفیہ رپورٹ حاصل کرلیتے۔ پھر یہ کہ ہرارے کی معمولہ بننے والی شی تارا اور پوجا بھی بہت کام آتیں۔

مائیک ہرارے نے آنکھیں کھول کر کہا "مجھے سب کچھ یاد آگیا ہے۔ میں یہودی نہیں عیسائی ہوں۔ امریکی ہوں اور میں ملک کی خاطر کسی زرخرید مسلمان کے دماغ میں رہ کر اس کانفرنس میں جاؤں گا اور وہاں کی مکمل رپورٹ حاصل کروں گا۔"

دیوی نے کہا "میں نے تمہیں پچھلی زندگی یاد دلائی ہے۔ تمہاری اصلیت تمہیں بتائی ہے مگر تم عیسائی بھی رہو گے اور یہودی بھی۔ امریکا کے لیے بھی کام کرو گے اور اسرائیل کے لیے بھی۔"

"نہیں۔ میں صرف امریکی ہوں۔ محب وطن ہوں' صرف اپنے وطن کے لیے کام کروں گا۔"

دیوی نے اسے آنکھیں بند کرنے پر مائل کیا۔ اس نے آنکھیں بند کیں پھر چند سیکنڈ کے بعد کھولیں۔ دیوی نے کہا "تمہاری حب الوطنی کی ایسی کی تیسی۔ اب بولو تم کون ہو؟"

وہ پریشان ہو کر تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر بولا "میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ تم جو کہو گی' وہی رہوں گا۔"

"تم عیسائی بھی رہو گے اور یہودی بھی۔ امریکا کے وفادار بھی رہو گے اور اسرائیل کے بھی۔ جاؤ اور سپر ماسٹر کو تسلی دو کہ تم شی تارا اور پوجا کے ساتھ اسلامی کانفرنس میں رہو گے اور امریکی حکام کو مکمل رپورٹ فراہم کرو گے۔"

"لیکن ان دونوں کو تو اغوا کرلیا گیا ہے۔ تم غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہو۔ کیا بتا سکتی ہو کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"میں جانتی ہوں۔ ان دونوں کو ایم آئی ایم کا سربراہ برادر کبیر لے گیا ہے۔ میں تدبیر کر رہی ہوں۔ ہم ان دونوں کو حاصل بھی کریں گے اور برادر کبیر کو بھی اپنے قابو میں کریں گے۔"

"تم جو کہو گی' وہ کروں گا۔ میں تمہارا تابعدار رہوں۔"

"تم صرف میرے نہیں بلکہ داؤد منڈولا کے تنویمی عمل کے مطابق اس کے بھی تابعدار رہو گے۔ میں جب چاہوں گی تم سب کے مزاج بدل دیا کروں گی۔ اب جاؤ اور اپنے سپر ماسٹر کو تسلی دو۔"

وہ بیٹھے بیٹھے خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ پہلے وفتر کے باہر کھڑے ہوئے مسلح فوجی جوان کے اندر جا کر اسے دفتر میں لے گیا۔ وہاں فوجی افسران اہم گفتگو کر رہے تھے۔ سپر ماسٹر نے ناگواری سے پوچھا "تم اجازت حاصل کئے بغیر کیوں آئے ہو؟"

فوجی جوان نے کہا "میں نہیں آیا ہوں بلکہ ہرارے آیا ہے۔"

مائیک ہرارے۔"

ان سب نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر ہرارے! ابھی ہم تمہیں ہی یاد کر رہے تھے۔"

وہ بولا "مجھے اندازہ تھا کہ اسلامی کانفرنس ہونے والی ہے اور ایسے وقت میں ہی کام آؤں گا۔ اگر آپ لوگ پاشا سے کام لیں گے تو پچھتاوے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"بے شک۔ ہم یہ سوچ رہے تھے کہ تم نہیں آؤ گے تو ہم پاشا کی غیر معمولی سماعت سے کام لیں گے۔ وہ یہاں بیٹھ کر کانفرنس میں ہونے والی تمام گفتگو سنتا رہے گا' وہ گفتگو ساتھ ساتھ اپنی زبان سے دہراتا رہے گا اور وہ تمام باتیں ہم ریکارڈ کرتے رہیں گے۔"

مائیک ہرارے نے کہا "یہ طریقہ بھی بہت خوب ہے۔ آپ لوگوں کو پاشا کی اس صلاحیت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ادھر شی تارا اور پوجا کے ساتھ خیال خوانی کے ذریعے موجود رہوں گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تم نے یہاں آکر ہماری تمام پریشانی دور کردی ہے۔ ویسے کبھی شی تارا اور پوجا سے بھی ہماری بات کراؤ۔"

"ضرور کراؤں گا لیکن ابھی وہ دونوں دوسری جگہ مصروف ہیں۔ اچھا اب چلتا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔"

مائیک ہرارے دماغی طور پر اپنے صوفے پر حاضر ہو گیا۔ اس نے سوچ کے ذریعے دیوی کو آواز دی۔ جواب میں منڈولا

سوچ کے ذریعے کہا "دیوی جی مصروف ہیں۔ میں تمہارا عامل بول رہا ہوں۔ تم نے دیوی جی کے حکم پر عمل کیا۔ اپنے سپر ماسٹر کے پاس جا کر اسے تسلی دی۔ بس اسی طرح احکامات کی تعمیل کرتے رہو۔ دیوی جی ہر لمحہ تمہاری حفاظت کرتی رہیں گی۔"

غیر مسلموں کو یہ منظور ہے کہ طوفان' سیلاب اور زلزلے آتے رہیں لیکن تمام مسلمان یکجا نہ ہوں۔ دنیا میں ان کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ یہ متحد ہو جائیں تو پھر کوئی دوسری سپر پاور نہیں بن سکے گی خواہ وہ امریکا ہو' اسرائیل ہو یا بھارت ہو۔ وہ اسلامی کانفرنس بھارت کے لیے بھی تشویش کا باعث بن گئی تھی کیونکہ اس کے مشرق' مغرب اور شمال میں اسلامی ممالک تھے۔ ان تمام ممالک کے درمیان وہ جیسے ایک چنگی میں رہے گا۔ جتنے بھی ایٹم بم اور میزائل تیار کرلے' مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ انہیں مارنے کے لیے ہتھیار کی نہیں' حکمت عملی کی ضرورت تھی۔ عیسائی' یہودی اور ہندوتینوں کی یہ مشترکہ پلاننگ تھی کہ مسلمانوں کو خواہ کتنا ہی سر پر چڑھا لیا جائے لیکن انہیں کبھی متحد نہ ہونے دیا جائے۔ یہ یکجا ہوں گے تو دوسری تمام قوموں کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ موجودہ حکمت عملی بہت خوب ہے کہ یہ اسلامی ممالک متحد نہیں ہو پاتے اور ان میں اتحاد نہ ہونے کے باعث یہ بڑے بڑے اسلامی ممالک ایک ناخن برابر اسرائیل کے دباؤ میں شعوری یا غیر شعوری طور پر رہتے ہیں۔

بھارتی حکمرانوں اور ان کی فوج کے اعلیٰ افسروں کے لیے یہ بات پریشان کن تھی کہ وہ اسلامی کانفرنس کی کارروائی نہیں دیکھ سکیں گے' ان کی خفیہ گفتگو نہیں سن سکیں گے کیونکہ وہاں غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع تھا۔

ایک فوجی افسر نے کہا "امریکا اور اسرائیل کے پاس کئی خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔ وہ چھپ کر اس کانفرنس میں جا سکیں گے۔ کاش! ہمارے پاس بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوتا۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "آپ ہونے کی بات کرتے ہیں۔ جبکہ ہمارے پاس ایک خیال خوانی کرنے والی تھی۔ وہ اپنا نام پوجا بتاتی تھی۔ وہ کشمیر میں فرہاد کے بیٹے پارس کو اپنا قیدی بنانا چاہتی تھی لیکن ہم نے اسے دشمن بنا لیا۔"

ایک اور انٹیلی جنس نے کہا "ہمارے ایک نہایت ہی تجربہ کار جاسوس نے رپورٹ دی تھی کہ اس کا اصل نام پوجا نہیں بلکہ شی تارا ہے۔ وہ فرہاد کے بیٹے سے محبت کرتی تھی اس لیے کشمیر میں ہمارے تمام فوجی افسران کو وارننگ دی تھی کہ کوئی پارس کو ہلاک نہ کرے صرف زخمی کرے۔ بے شک وہ ہندوستانی تھی لیکن اپنے دیس کے خلاف ایک مسلمان سے محبت بھی کر رہی تھی اور ہمارے فوجی افسروں کی توہین بھی کر رہی تھی۔ جب اسے پارس نہ ملا تو اس نے ہمارے کئی افسران کو گالیاں بھی دیں اور انہیں سزائیں بھی دیں۔"

"ہاں۔ وہ ہمارے دیس کی تھی۔ ہندو تھی' مگر ایک مسلمان کے لیے ہمیں نقصان پہنچا رہی تھی۔ وہ دیس بھگت نہیں تھی۔ اس لیے بھارت کو چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے۔"

وہ بھارتی حکمران اور فوجی افسران ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ ایک ملازمہ نے آکر کہا "مجھے اندر آنے کی اجازت نہیں دی جا رہی تھی۔ باہر کھڑے ہوئے فوجی مجھے روک رہے تھے لیکن دنیا کی بڑی سے بڑی فوج میرا راستہ نہیں روک سکتی۔ دیکھ لو کہ میں تمہاری خفیہ میٹنگ میں آگئی ہوں۔"

ایک افسر نے ڈانٹ کر پوچھا "تم یہاں کیسے آگئی ہو؟ کیا ہتھیار چھپا کر لائی ہو؟ میں تمہاری تلاشی لوں گا۔"

وہ افسر اپنی جگہ سے اٹھ کر ملازمہ کے قریب آیا پھر اپنے لباس کو ٹٹولنے لگا اور ایک ریوالور نکال کر سینٹر ٹیبل پر رکھ کر بولا "دیکھا آپ لوگوں نے یہ اپنے لباس میں یہ ریوالور چھپا کر لائی تھی۔"

سب لوگ حیرانی سے اس افسر کو دیکھ رہے تھے۔ ایک حاکم نے کہا "میجر! ٹھیک نکرمی! آپ نے اس ملازمہ کی نہیں خود اپنی تلاشی لی ہے اور یہ ریوالور بھی آپ کا ہے۔"

"ایں؟" میجر! ٹھیک نکرمی نے حیرانی سے اپنے ریوالور کو اٹھا کر دیکھا۔ ملازمہ نے مسکرا کر کہا "یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔"

سب لوگوں نے ایک بار پھر چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بولی "میں یہاں کی ملازمہ ہوں مگر میری زبان سے شی تارا بول رہی ہے۔"

وہ سب گم صم ہو کر اسے تکنے لگے۔ وہ بولی "ابھی یہاں میرے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ مجھے غدار کہا جا رہا تھا اور ایک مسلمان سے محبت کرنے کا طعنہ دیا جا رہا تھا۔ بے شک میں نے چند بھارتی فوجی افسران کو سزائیں دیں کیونکہ وہ ڈیوٹی کے وقت بھی شراب پیتے تھے' ٹھوس منصوبوں کے بغیر اپنے فوجی جوانوں کو لڑنے کے لیے آگے بڑھا دیتے تھے اور خود عیاشی میں مصروف رہتے تھے۔ ایسے تو تم لوگ قیامت تک کشمیر کے حالات کو کنٹرول نہیں کرسکو گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم تمہاری باتوں کو ایک حد تک درست تسلیم کرتے ہیں مگر تم نے ایسا غیر معمولی علم حاصل کرکے اپنے بھارت دیس کے لیے کیا کیا؟ یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ تم ایک مسلمان نوجوان کی دیوانی ہو۔"

وہ بولی "جو بات دیکھنے میں درست لگتی ہے' وہ اندر سے کچھ اور ہوتی ہے۔ فرہاد ٹیلی پیتھی کا دیوتا ہے جسے تم اوپر سے نہیں مار سکو گے' اسے اندر سے مارو تو وہ مرجائے گا یا پھر کمزور پڑ جائے گا۔ میں اس کے بیٹے پارس کو زخمی کرکے اس پر تنویمی عمل کرکے اسے ہندو بنانا چاہتی تھی۔ بیٹا اپنے باپ کا سرمایہ ہوتا ہے۔ یہ

سرمایہ میں لوٹ لیتی تو فرہاد آدھا مرجاتا اور جو آدھا رہ جائے' وہ دیوتا تو کیا انسان بھی نہیں رہتا۔"

"تم نے یہ باتیں پہلے کیوں نہیں بتائیں؟"

"اس لیے کہ فرہاد کے بڑے وسیع ذرائع ہیں۔ اسے معلوم ہوتا کہ میں کیسی چال چل رہی ہوں تو وہ بیٹے کو بدستور مسلمان رکھنے اور زندہ سلامت رکھنے کے لیے مجھے مار ڈالتا۔"

"کیا ابھی تمہیں اس سے خطرہ نہیں ہے؟"

"وہ کچھ عرصے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں رہنے گیا ہے۔ جب تک وہاں رہے گا' دنیاوی معاملات میں دلچسپی نہیں لے گا۔ حتیٰ کہ اگلے ہفتے ہونے والی اسلامی کانفرنس میں بھی شریک نہیں ہوگا۔ البتہ اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے وہاں ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایم آئی ایم کے پاس بھی خیال خوانی کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ امریکا اور اسرائیل کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ضرور کسی نہ کسی طرح اس کانفرنس میں چھپ کر رہیں گے۔"

ایک حاکم نے پوچھا "کیا عقل اسے تسلیم کرتی ہے کہ ایم آئی ایم کے ساتھ ایک اہم اسلامی کانفرنس ہورہی ہو اور وہاں فرہاد موجود نہ ہو؟"

"جو اندر کی بات نہیں جانتے' ان کی عقل تسلیم نہیں کرے گی۔ فرہاد کانفرنس میں شریک نہیں ہوسکے گا کیونکہ کل رات تک اس کی سب سے چھوٹی بیٹی الٰہی بی بی (ثانی) ماردی جائے گی اور اس بچی کو ختم کردینے کے مکمل انتظامات ہوچکے ہیں۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے جو معلومات رکھتی ہو' وہ ہم نہیں رکھتے لیکن تمہاری باتوں سے ثابت ہوگیا ہے کہ تم فرہاد کو کسی طرح اندر ہی اندر کمزور بنارہی ہو۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے درمیان غلط فہمی رہی اور ہم نے تمہیں دشمن سمجھ لیا۔ ہم شرمندہ ہیں' معافی چاہتے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ اپنے دیس کی بھلائی کے لیے کام کرو۔"

"کیوں کروں؟ تم لوگوں کی دشمنی کے باعث پارس مجھ سے بچھڑ گیا۔ میں اس سے جی جان سے محبت کرتی ہوں لیکن یہ قسم کھاچکی ہوں کہ اسے اپنانے سے پہلے مسلمان سے ہندو بناؤں گی لیکن اب میں اسے کہاں تلاش کروں؟"

"تم جہاں کہوگی' ہم وہاں اسے تلاش کریں گے۔ جو طریقے بتاؤ گی' اس پر عمل کریں گے۔ بے شمار ممالک میں ہمارے جاسوس ہیں۔ وہ سب تمہارے احکامات کی تعمیل کریں گے۔"

"اور اس کے عوض تم چاہتے ہو کہ میں اپنے دیس کی طرف سے اسلامی کانفرنس میں موجود رہوں اور وہاں کی تمام خفیہ باتیں معلوم کروں؟"

"ہاں' تم ہمارے دل ودماغ کی باتیں جانتی ہو' تم ہی بتاؤ کیا تمام مسلمانوں کو متحد رہنا چاہیے؟"

"ہرگز نہیں۔ اگلے ہفتے اسلامی کانفرنس میں جو اہم اور خفیہ باتیں ہوں گی' انہیں سننے کے بعد ایک لائحہ عمل تیار کیا جائے گا۔ اگر پانچوں انگلیاں مل کر جب ایک گھونسا بنتی ہیں تو اس گھونسے کی انگلیوں کو پھر کس طرح الگ الگ کیا جاسکتا ہے۔ اگر تم دور سے التجا نہ بھی کرتے تو میں وہاں ضرور جاتی کیونکہ جب کبھی ایم آئی ایم کے سربراہ کے آنے کی بات ہوتی ہے' وہاں پارس ضرور جاتا ہے۔ میں نے دمشق' عمان اور تل ابیب میں اس کی موجودگی کے آثار پائے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ اگلے ہفتے بھی ضرور آئے گا۔"

ایک افسر نے کہا "جس عمارت میں وہ کانفرنس ہونے والی ہے' اس عمارت کے چاروں طرف چار میل تک عام راہ گیروں اور غیر مسلموں کو جانے کی اجازت نہیں ہے لیکن چار میل کے اس پار ہمارے کئی جاسوس موجود رہیں گے۔ تم انہیں اپنا آلہ کار بنا سکتی ہو۔ کیا ابھی ان کے دماغوں میں جانا چاہوگی؟"

"مجھے صرف ایک کی آواز سناؤ۔ میں باقی سب کے اندر بھی پہنچ جاؤں گی۔ چونکہ میرے دیس کے فوجی اور حکمران مجھ پر بھروسا کررہے ہیں اس لیے ایک اور خوش خبری سنارہی ہوں۔ ہمارے بھارت دیس میں ایک نہیں دو ٹیلی پیتھی جاننے والیاں ہیں اور اس دوسری کا نام پوچا ہے۔ کیا آپ لوگ اس سے باتیں کریں گے؟"

سب نے خوشی کا اظہار کیا۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "آج ہمارے دیس کے لیے یہ بہت یادگار دن ہے۔ ہم ایک کے لیے ترس رہے تھے' ہمیں دو ٹیلی پیتھی جاننے والیاں مل گئی ہیں۔"

اتنی دیر سے دیوی اس ملازمہ کی زبان سے شی تارا کی آواز اور لہجے میں بول رہی تھی۔ اسے مجبوراً ایسا کرنا پڑا کیونکہ اس کی ڈی شی تارا اور پوجا اس کی گرفت سے نکل کر ایسی محو ہوئی تھیں کہ وہ آتما شکتی کے ذریعے بھی ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ پارہی تھی۔ اس بار دیوی نے پوجا کی آواز اور لہجے میں کہا "میں پوجا ہوں اور اپنے دیس کے حکمرانوں اور فوج کے تمام افسران کو نمستے کرتی ہوں۔"

ان سب نے بھی اپنے اپنے ہاتھ جوڑ کر اس ملازمہ کو نہیں کہا' پوجا بولی "میں شی تارا کو دیدی کہتی ہوں اور اپنی اس دیدی کی محبت اور توجہ سے اس مقام تک پہنچی ہوں۔ ابھی انقرہ میں ایک مسلمان کے اندر موجود تھی۔ آپ سے مختصر سا تعارف حاصل کرنے آئی ہوں اور اب جارہی ہوں۔ جانے سے پہلے ایک اہم بات بتادوں' آپ فون کے ذریعے انقرہ میں اپنے جاسوس سے بات کریں گے تو دیدی آپ کے دماغ میں رہ کر اس جاسوس کی باتیں سنیں گی اور اس کے اندر پہنچ جائیں گی۔ آپ اپنے تمام جاسوسوں کو پارس کی ایک اہم پہچان بتادیں کہ وہ پلکیں نہیں جھپکتا ہے۔ زہریلے سانپ کی طرح اس کی دونوں آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ جب اسے یاد آتا ہے یا وہ اپنی یہ پہچان چھپانا چاہتا ہے تو پلکیں جھپکتا ہے۔ اچھا اب میں جارہی ہوں۔ جے رام جی کی....."

پوجا چلی گئی جبکہ وہ موجود ہی نہیں تھی۔ دیوی نے پھر ڈی شی تارا کی آواز اور لہجے میں بھارت کے ان بڑوں سے باتیں کیں۔ فون کے ذریعے انقرہ میں ایک ہندو جاسوس کی آواز سنی اور یہاں سے رخصت ہوگئی۔

اس طرح اس نے اسرائیل' امریکا اور بھارت کے اکابرین سے باتیں کیں' ان کا اعتماد حاصل کیا اور جن کے پاس خیال خوانی کرنے والے تھے' ان کے تمام خیال خوانی کرنے والوں پر قبضہ جمایا۔ بھارت میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ تھا۔ ویسے حقیقتاً وہ خود بھارت سے تعلق رکھتی تھی۔ اپنے دیس کے لیے تو وہ تمام خیال خوانی کرنے والوں کو استعمال کرسکتی تھی اگر ڈی شی تارا اور پوجا اس کے قابو میں ہوتیں تو اسے خود بھارت جاکر اتنی باتیں نہ کرنی پڑتیں۔ وہ زیر زمین رہ کر ہی سب کو دیکھ سکتی تھی اور سب کے پاس پہنچ سکتی تھی۔ صرف میرے خیال خوانی کرنے والے اس سے محفوظ تھے۔ دس برس پورے ہونے تک وہ ہم میں سے کسی کے قریب نہیں آسکتی تھی۔

اسے جو آتما شکتی حاصل ہوئی تھی اس کے مطابق وہ ایسی ہی چالیں چل سکتی تھی جن کے نتیجے میں وہ آئندہ تمام خیال خوانی کرنے والوں کی ملکہ کہلاتی۔ ملکہ عالم بننے کا جو راستہ تھا' اس پر وہ کامیاب ہوتی جارہی تھی۔

مگر راستے میں رکاوٹیں بھی ہوتی ہیں۔ فی الوقت دو رکاوٹیں تھیں' ایک ننھی الٰہی بی بی (ثانی) اور دوسرا وہ برادر کبیر جو اس کی دو خیال خوانی کرنے والیوں کو چھین کر لے گیا تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ برادر کبیر میں کوئی غیر معمولی صلاحیت نہیں ہے۔ البتہ وہ بہت مکار ہے۔ دوسروں کو بے وقوف بنا کر اپنا کام نکالنا جانتا ہے۔ اس نے بے وقوف بنا کر ہی اسے اور منڈولا کو بیت المقدس تک دوڑایا تھا تاکہ اتنی دیر میں ڈی شی تارا اور پوجا کو آسانی سے کہیں لے جاسکے۔

اس کی ان حرکتوں سے یہ بھی پتا چل رہا تھا کہ وہ تل ابیب میں ہے۔ شی تارا اور پوجا کو بھی اسی شہر میں چھپا کر رکھا ہے اور وہ آتما شکتی رکھنے کے باوجود اس لیے ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ پارہی ہے کہ اس نے اپنا شی تارا والا لباس' میک اپ' لب ولہجہ' آواز اور شخصیت بدل دی ہے۔ جب تک وہ ان کی نئی آواز اور لہجہ نہ سنتی' تب تک ان کے اندر نہیں جاسکتی تھی۔

ویسے اسلامی کانفرنس میں یقین تھا کہ وہ ایم آئی ایم والا برادر کبیر ضرور موجود ہوگا اور وہاں جس آواز اور لہجے میں بھی گفتگو کرے گا' اسے سن کر وہ اس کے اندر پہنچ جائے گی اور جب اس کے اندر پہنچے گی تو شی تارا اور پوجا کا بھی سراغ لگالے گی۔ اس نے تمام خیال خوانی کرنے والوں پر اسی لیے قبضہ کیا تھا کہ کسی نہ کسی کے ذریعے نہیں چھپے ہوئے برادر کبیر تک ضرور پہنچے گی۔

ایسا بھی تو ہوسکتا تھا کہ برادر کبیر سربراہ نہ ہو بلکہ ایم آئی ایم

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام روحیں

میاں شاہد علی کی داستان حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظر عام پر آئی ہے
ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کردیا۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اس کا سینہ انتقام کے شعلے اگل رہا تھا۔ انتقام کے شعلے اس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ۔۔۔ ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مرد کامل کے آستانے تک کردی۔!!

وہ عشق حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہوگیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کریدکر پھر ہرا کردیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے ابھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت:- ۱۵۰ روپے

منگوانے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز، چوک دالگراں، کراچی

کا کوئی دوسرا عمدے دار ہو۔ اس نے ہر پہلو سے سوچ کر منصوبہ بنایا تھا اور جو منصوبے خوب سوچ سمجھ کر بنائے جاتے ہیں' ان میں کامیابی یقینی ہوتی ہے۔

شی اعلیٰ بی بی (ٹانی) کے خلاف بھی اس نے کئی ماہ پہلے یہ انتظامات کرلیے تھے کہ جب وہ ڈیڑھ برس کے بعد ساتواں مہینہ گزارے گی تو اسے کس طرح ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹایا جاسکے گا۔

وہ خود زمین کی تہ سے اوپر نہیں آسکتی تھی۔ جو کام ہوتا تھا' وہ اپنی ڈی شی تارا کے ذریعے کرتی تھی لیکن وہ ڈی بھی بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جاسکتی تھی۔ جب قریب پہنچنے کی کوئی صورت نہ ہو تو دور سے کالا جادو ہی کیا جاسکتا ہے۔

وہ خود کالا جادو نہیں جانتی تھی مگر کسی بہت بڑے جادوگر سے یہ کام کراسکتی تھی۔ جنوب مغربی افریقہ میں ایک ژولو قبیلہ ہے۔ اس قبیلے میں کرونا ڈونگا نامی ایک خطرناک اور ناقابل شکست جادوگر رہتا تھا۔ اسے ناقابل شکست اس لیے کہا جاتا تھا کہ افریقہ کے دوسرے کئی قبیلوں کے جادوگروں میں سے جب بھی کسی سے اس کا مقابلہ ہوا تو اس نے اپنی جادوئی قوت سے اسے شکست دی۔ وہ جسمانی طور پر قد آور پہاڑ دکھائی دیتا تھا۔ اتنا طاقتور تھا کہ جادوئی قوت کے ساتھ جسمانی قوت سے بھی اپنے حریف کی گردن یا ہاتھ توڑ دیتا تھا۔

دیوی نے اس کے بارے میں کافی معلومات حاصل کی تھیں اور ڈی شی تارا کو اس کے دماغ میں پہنچایا تھا۔ شی تارا کئی ماہ پہلے اس کے قبیلے میں گئی تھی اور اس سے معاملات طے کیے تھے۔ اسے بتایا تھا کہ پیرس کے ایک مضافاتی علاقے میں ایک بچی ابھی ایک برس تین ماہ کی ہے۔ اب سے ٹھیک چوتھے ماہ اس کے مقدر میں مصیبت لکھی ہوئی ہے۔ اس مصیبت کو اس بچی کی موت میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

جادوگر کرونا ڈونگا نے پوچھا "اس بچی کو مارڈالنا کیا اتنا مشکل ہے کہ تم اتنی دور میرے پاس آئی ہو؟"

"ہاں۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں رہتی ہے۔ یوں سمجھو ایک ایسے قلعے میں ہے جس میں کوئی دشمن داخل نہیں ہوسکتا پھر اس کے ماں باپ اور بھائی وغیرہ بہت خطرناک ہیں۔ اگر وہ خطرے کی بو سونگھ لیں تو پھر دشمن کو زندہ نہیں چھوڑتے۔"

وہ اپنے چٹان جیسے سینے پر گھونسے مار کر بولا "میرا نام ڈونگا ہے' کرونا ڈونگا۔ میرے سامنے کسی کو خطرناک مت بولو۔ میں موت کو چبا کر نگل جاتا ہوں۔ جاؤ' ان خطرناک کہلانے والوں سے کہہ دو کہ اب سے چوتھے مہینے وہ بچی ان کی آنکھوں کے سامنے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجائے گی۔"

"بچی کے بزرگوں سے کچھ نہیں کہنا ہے۔ اگر یہ کام رازداری سے کروگے تو منہ مانگی رقم دی جائے گی۔ تمہارے دوسرے مطالبات بھی پورے کیے جائیں گے۔"

"میرا مطالبہ ہے' پچاس ہزار ڈالر۔ پیرس میں میرا ایک بھائی زبردست پہلوان ہے۔ کشتی کا عالمی چیمپئن ہے۔ تم اس ملو اور اس کے بینک اکاؤنٹ میں میری مطلوبہ رقم جمع کرادو۔"

"میں ابھی جاؤں گی' کل تمہارے بھائی سے ملاقات کروں گی۔ پرسوں رقم جمع ہوجائے گی لیکن کام نہ ہوا اگر تمہیں کچھ ہوگئی تو....؟"

"کرونا ڈونگا نے کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھا۔ میں نے بڑے جادوگروں کو مٹی میں ملادیا ہے۔"

"اس بچی کا باپ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا شہنشاہ کہلاتا ہے۔ خاندان میں اور کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں جو دماغوں میں گھس آتے ہیں۔ میں تمہیں اس لیے بتارہی ہوں کہ وہ تمہارے دماغ میں آکر تمہارے جادو کو ناکام بناسکتے ہیں۔"

"تم نے بتادیا' اچھا کیا۔ پہلے میں کالے جادو سے اپنے دماغ کو پتھر بناؤں گا۔ ٹیلی پیتھی کی لہریں اس پتھر سے ٹکرا کر واپس چلی جائیں گی۔ کوئی میرے کام میں رکاوٹ پیدا نہیں کرسکے گا۔"

"تم اس بچی کو کیسے ختم کروگے؟ اس کا نام اعلیٰ بی بی (ٹانی) ہے۔ اس کی ماں کا نام سونیا اور باپ کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔"

کرونا ڈونگا نے اپنے ماتحت سے ان کی پسی ہوئی دال منگائی۔ جب وہ دال آگئی تو اسے سرسوں کے تیل سے گوندھ کر ایک موٹی پتلا بنایا گیا۔ کرونا ڈونگا نے اس پتلے کو اپنے دیوتا کے قدموں میں رکھا پھر اس کے ساتھ ایک لانبی سے سوئی رکھی۔ اس کے بعد بولا "یہ اس بچی اعلیٰ بی بی (ٹانی) کا پتلا ہے۔ جب میرا بھائی مرونا ڈونگا یہ خبر بھیجے گا کہ تم نے اس کے اکاؤنٹ میں پچاس ہزار ڈالر جمع کرادیے ہیں تو میں ہر صبح سورج نکلنے سے پہلے اس پتلے کے سینے پر اپنے دیوتا کے قدموں میں منتر پڑھا کروں گا۔ یہ عمل چوتھے مہینے کی پہلی تاریخ سے شروع ہوگا۔ پھر سات تاریخ کی صبح منتر پڑھتے ہوئے سوئی ادھر اس پتلے کے سینے میں دل کی جگہ پیوست کردوں گا اور ہزاروں میل دور وہ بچی تڑپ تڑپ کر مرجائے گی۔"

شی تارا وہاں سے پیرس آئی۔ اس نے کبھی یہ محسوس نہیں کیا کہ ایسے رازداری سے ہونے والے کاموں کو انجام دیتے وقت وہ سحرزدہ سی رہتی ہے۔ وہ یہی سمجھتی رہی کہ ہندوستان سے افریقہ' افریقہ سے پیرس کا سفر صرف اپنے پارس کی تلاش میں کرتی ہے۔ اسے تلاش کرنے کے دوران جو حرکتیں اس سے ہوتی ہیں' وہ اسے یاد نہیں رہتیں کہ زیر زمین رہنے والی دیوی شی تارا اسے رازدارانہ باتیں اس کے ذہن سے بھلادیا کرتی تھی۔

اس نے پیرس آکر اس پہاڑ جیسے پہلوان مرونا ڈونگا سے ملاقات کی۔ اسے اس کے بڑے بھائی کرونا ڈونگا سے ملاقات کا مقصد بتایا۔ پھر دوسرے دن اس کے اکاؤنٹ میں پچاس ہزار ڈالر جمع کرادیے۔ اس کے بعد وہ بھول گئی کہ اس نے کیا کیا تھا۔ وہ اپنے پارس کے عشق میں بھٹکنے لگی۔

وہ حسین تھی' دل نشین تھی۔ پارس اسے بے حد چاہتا تھا مگر بعض اوقات اس کی احمقانہ حرکتوں سے بیزار ہوکر اس سے دور ہوجاتا تھا۔ نہ وہ سمجھتا تھا نہ یہ سمجھ پاتی تھی کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

دیوی نے خود کو بہت پراسرار بنا رکھا تھا۔ چونکہ اب اعلیٰ بی بی (ٹانی) کی مصیبت یا موت کا وقت قریب آرہا تھا اور اس کا علم کہہ رہا تھا کہ اسے زیر زمین رہ کر آئندہ کے لیے تمام خیال خوانی کرنے والوں پر حکومت بھی کرنا ہے اس لیے وہ پہلے پروفیسر ایزک اور پھر داؤد منڈولا پر ظاہر ہوئی۔ ساتویں ماہ کی پہلی تاریخ شروع ہوچکی تھی۔ ہزاروں میل دور ژولو قبیلے کا کرونا ڈونگا کالا عمل شروع کرچکا تھا۔ اس عمل کا کچھ رد عمل اس بچی پر ہورہا تھا' وہ پہلی تاریخ کو بخار میں مبتلا ہوگئی۔

دوسری تاریخ کو سارا بدن دکھنے لگا۔ وہ بے چینی اور تکلیف محسوس کرنے لگی۔ اس بچی میں بلا کی قوت برداشت تھی۔ تکلیف محسوس کرتے وقت مسکرانے لگتی تھی۔ اس کی مسکراہٹ کہتی تھی کہ موت بھی آئے گی تو وہ ہنستے ہنستے جان دے دے گی۔

تین تاریخ کو پیرس میں کئی بین الاقوامی پہلوانوں کا زبردست مقابلہ تھا۔ جمیلہ رازی اور ہیرو وغیرہ وہ مقابلہ دیکھنے گئے۔ وہ دونوں جسمانی طور پر ایسے طاقتور تھے کہ اگر مقابلے پر آتے تو تمام پہلوانوں کے ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ دیتے لیکن وہ صرف تماشا دیکھنے آئے تھے۔ جب مرونا ڈونگا رنگ میں آیا تو چاروں طرف سے تالیوں کا شور بلند ہوا۔ تماشائی اس کے لڑنے اور جیتنے کے انداز کو بہت پسند کرتے تھے۔ اس کے مقابلے میں ایک نیا پہلوان تھا' جو دیکھنے میں پہلوان نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے پورے کپڑے پہن رکھے تھے اور سر پر بڑا سا رومال باندھا ہوا تھا۔

مرونا ڈونگا نے مائیک ہاتھ میں لے کر کہا "دیکھو' پہاڑ کے مقابلے میں مٹی کا ایک کیڑا آیا ہے۔ اسے میں لباس اتارنے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔ یہ ابھی یہاں سے بھاگتا ہوا نظر آئے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے مائیک ایک طرف پھینک کر اس پر حملہ کیا۔ مگر حملہ ناکام رہا۔ اس نے پلٹ کر دوسرا پھر تیسرا حملہ کیا۔ پھر حملے کرتا چلا گیا۔ طرح طرح سے داؤ دے کر اس نئے پہلوان کو صرف ایک ہاتھ مارنا چاہتا تھا اور وہ ایک ہاتھ مارنے کی حسرت رہ جاتی تھی۔ وہ نیا پہلوان ہر حملے کے وقت کبھی ادھر سے ادھر ہوجاتا تھا کبھی اچھل کر اس کے سر پر سے گزر جاتا تھا۔

مرونا ڈونگا کبھی اس طرح ناکام نہیں ہوا تھا۔ بار بار کی ناکامی اسے اشتعال دلا رہی تھی۔ اس کا غصہ اور جنون بڑھتا جارہا تھا۔ وہ غصے سے پاگل ہوکر حملہ کرنا چاہتا تھا کہ ایسے ہی وقت نئے پہلوان نے فضا میں اچھل کر گھومتے ہوئے اس کے منہ پر ایک لگ لگائی۔ ایسی زبردست لگ تھی کہ مرونا ڈونگا کا منہ گھوم گیا۔ وہ لڑکھڑا کر رنگ کے رسّے سے ٹکرایا۔ اس کے منہ اور ناک سے خون بہنے لگا تھا۔

جس ایرینا میں مقابلہ ہورہا تھا' وہاں ہزاروں تماشائی تھے۔ سب پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک عالمی چیمپئن کئی ناکام حملوں کے بعد ایک ہی لات کھا کر رنگ کے رسّے کا سہارا لے گا اور اس کے منہ اور ناک سے خون بھی بہنے لگے گا۔ ادھر مرونا ڈونگا کا سر چکرا گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک نئے پہلوان کا پہلا حملہ اتنا زوردار ہوگا۔

وہ جلد ہی سنبھل کر جوابی حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن پھر زوردار گھونسا پڑا۔ وہ ذرا سا ڈگمگایا لیکن سنبھلنے سے پہلے ہی مقابل نے اسے دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر سر سے بلند کیا پھر فرش پر پٹخ دیا۔ ریڑھ کی ہڈی میں ایسی چوٹ لگی کہ وہ فوراً اٹھنے کے قابل نہ رہا۔

تب مقابل پہلوان نے اپنے سر سے بندھے ہوئے رومال کو کھینچ کر ایک طرف پھینکا تو ہزاروں تماشائی حیرت سے چیخ پڑے۔ وہ مقابل مرد نہیں تھا۔ عورت تھی۔ اس کی زلفیں شانوں تک تراشیدہ تھیں۔ پھر اس نے اپنے جسم سے لانبا سا گاؤن اتارا۔ وہ ایک خوب صورت اور صحت مند جسم کی مالکہ تھی۔

میں جمیلہ رازی اور ہیرو کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے موبائل فون نکالا اور نمبر ڈائل کیے۔ ژولو قبیلے میں بابا صاحب کے ادارے کا ایک شخص پہنچا ہوا تھا۔ اس نے ہیلو کہہ کر پوچھا "لیں سر! کیا میں اسے فون دوں؟"

میری اجازت سے اس نے کرونا ڈونگا کو فون کا ریسیور دیا۔ وہاں سے کرونا ڈونگا کی آواز آئی "ہیلو کون ہے؟"

"میں پیرس کے ایرینا سے بول رہا ہوں۔ یہاں تمہارا بھائی مرونا ڈونگا اپنی زندگی کی آخری کشتی لڑرہا ہے۔ یہاں سے وہ چار آدمیوں کے کاندھوں پر جائے گا۔"

"یو شٹ اپ۔ میرا بھائی ایسا شہ زور ہے کہ کتنے ہی پہلوانوں کو اسپتال پہنچا چکا ہے۔ کون ہے اس کے مقابلے پر؟"

"تم جس بچی کو مارڈالنے کے لیے کالا جادو کررہے ہو۔ تمہارا بھائی اسی بچی کی ماں سے مقابلہ کررہا ہے۔"

ایک زوردار قہقہہ سنائی دیا پھر وہ بولا "کیا تم کوئی مسخرے ہو؟ میرے بھائی کے سامنے وہ عورت کھڑی بھی نہیں ہوسکے گی۔"

"فون پکڑے رہو۔ میں تمہارے بھائی سے ابھی بات کراتا ہوں۔"

اتنی دیر میں سونیا نے رنگ کے اندر مرونا ڈونگا کو مار مار کر لہولہان کردیا تھا۔ وہ ایک رسّے کو پکڑ کر رنگ میں اٹھنے کی کوشش کررہا تھا۔ میں نے اس کے قریب آکر کہا "یہ فون پکڑو۔ تمہارا بھائی بات کرنا چاہتا ہے۔"

وہ فون پکڑ کر زور زور سے ہانپنے لگا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سنا۔ ادھر وہ کہہ رہا تھا "یہ میں کیا سن رہا ہوں' کیا تم واقعی کسی عورت سے مقابلہ کررہے ہو؟"

"ہاں۔ مم..... مگر یہ عورت نہیں کوئی بلا ہے۔ یہ ابھی میری گردن لاک کرکے کہہ رہی تھی کہ یہ اس بچی کی ماں ہے جسے مارنے کے لیے میرے اکاؤنٹ میں پچاس ہزار ڈالر جمع کیے گئے تھے۔"

"کیا بکواس کررہے ہو؟ ایک عورت نے تمہاری گردن دبوچ کر ایسا کہا اور تم نے سن لیا۔ اسے ختم کردو۔"

"یہ مجھے ختم کررہی ہے۔ میں اسے ایک بار بھی ہاتھ نہ لگا سکا۔ یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ میں یہ مقابلہ چھوڑ کر جانا چاہتا ہوں مگر یہ جانے کا موقع نہیں دے رہی ہے۔"

سونیا نے اس کے ہاتھ سے فون چھین کر اپنے کان سے لگا کر کہا "سن شیطان کے بچے! دنیا کا کوئی پہلوان اس ماں سے نہیں لڑسکتا جس کی اولاد کی زندگی خطرے میں ہو۔ اسے ختم کرنے کے بعد میں تیرے پاس آرہی ہوں۔"

سونیا نے فون مجھے دیا پھر مرونا ڈونگا کے سر اور ٹھوڑی کو ایک داؤ سے پکڑ کر زور کا جھٹکا دیا۔ اس کے حلق سے آخری چیخ نکلی۔ میں نے فون پر کہا "کرونا! یہ تیرے بھائی کی آخری چیخ تھی۔ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے۔"

وہ چیخ کر بولا "یہ جھوٹ ہے۔ ایک عورت اتنی شہ زور نہیں ہوسکتی۔ میرے بھائی سے بات کراؤ۔"

میں نے کہا "ہم جانتے ہیں کہ وہ بچی سات تاریخ کی صبح تک زندہ رہے گی مگر تم نہیں جانتے کہ اس کی ماں تمہاری زندگی میں سات تاریخ نہیں آنے دے گی۔ اب اپنی فکر کرو۔"

یہ کہہ کر میں نے فون بند کردیا۔ وہاں ایک اسٹریچر ٹرالی آگئی تھی اور اس پر مرونا ڈونگا کی لاش رکھی جارہی تھی۔ فوج کے دو افسروں اور کئی مسلح فوجی جوانوں نے سونیا کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا تاکہ مرونا ڈونگا کی پارٹی کے لوگ مشتعل ہوکر اس پر حملے نہ کریں۔ پھر جمیلہ رازی اور ہیرو کے ساتھ میں بھی تھا۔ ہم نے یہ انتظامات پہلے سے کررکھے تھے اور فرانس کی حکومت سے کہہ دیا تھا کہ آج کشتی لڑنے کے بہانے مرونا ڈونگا کو مار دیا جائے گا۔ لہٰذا سونیا کی سیکیورٹی کے لیے مکمل انتظامات کیے جائیں۔

ہم ایرینا سے نکل کر اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر بابا صاحب کے ادارے کی طرف جانے لگے۔ ادھر سے کرونا ڈونگا فون کے ذریعے ریسلنگ آرگنائزیشن کے عہدے داروں سے معلومات حاصل کررہا تھا اور اپنے بھائی کی موت کی تصدیق کرچکا تھا۔

ہمیں معلوم تھا کہ اس کا دماغ پتھر ہے۔ سوچ کی لہریں اس پر اثر نہیں کرتی ہیں۔ میں نے وہاں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے شخص سے کہا "کرونا ڈونگا کو گولی مار کر زخمی کرو۔ گولی چلانے کا الزام تم پر نہ آئے۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا پھر مجھے اس کے اندر جگہ مل گئی۔ دو ..... ن فلائٹ سے سونیا خنوبی افریقہ جانے والی تھی۔ میرے لیے ضروری ہوگیا تھا کہ کرونا ڈونگا کو کہیں چھپنے اور عمل

کرنے کا موقع نہ دوں۔ اس کے دماغ میں رہوں پھر وہ جہاں وہاں سونیا کو پہنچا دوں۔

یہ جو دشمن جاں ہوتے ہیں' انہیں آرام اور سکون کی پسند نہیں آتی۔ یہ ہنگامہ آرائی کے پیچھے موت کو دعوت دینے اس سے بڑی نادانی کیا ہوگی کہ ایک شیرنی اپنے بچوں کے سو رہی تھی' خواہ مخواہ اسے جگا دیا گیا۔

○☆○

انفرہ کی رونق قابل دید تھی۔ بڑے بڑے دولت مند ممالک کے سلاطین' ان کے مشیر اور اعلیٰ عہدے دار آئے تھے۔ ان کی شان و شوکت کے مطابق ان کی رہائش کا انتظام تھا۔ شہر کے تمام فائیو اسٹار ہوٹل ریزرو تھے۔ وہاں ان ممالک کے صحافی' اخباری رپورٹرز اور فوٹو گرافرز کا قیام تھا۔ کے شراب فروشوں نے اسکاٹ لینڈ کی مہنگی سے مہنگی شرا بوتلیں اپنی دکانوں میں سجا رکھی تھیں۔ دنیا کی حسین ترین سیاحت کے بہانے شہر کے ہوٹلوں' کلبوں اور تفریح گاہوں آرہی تھیں۔ امیر کبیر مسلمان عیاشی میں عالمی شہرت رکھتے ایک رات کی قیمت اتنی دیتے ہیں کہ اتنی رقم میں صومال لاکھوں فاقہ زدہ مسلمان ایک ہفتے تک پیٹ بھر کر کھا سکتے ہیں

اسلامی کانفرنس صرف ایک دن کے لیے تھی لیکن ایک ہفتے پہلے سے میلہ لگا ہوا تھا۔ تمام رات پورا شہر سے جگمگاتا رہتا تھا۔ بڑے بڑے شاپنگ سینٹرز میں مردوں دنیا کر حسین دوشیزاؤں کو سیلز گرل رکھا گیا تھا۔ وہ مسکرا کر کی جو قیمت بتاتی تھیں' خریدار اپنی شان اور ثروت دکھانے اسی قیمت پر چیزیں لے جاتے تھے۔

غیر مسلموں کو کانفرنس میں شریک ہونے کی اجازت نہ لیکن شہر میں ان کا داخلہ ممنوع نہیں تھا۔ عیسائی' یہود بھارت کے بڑے بڑے اخبارات کے صحافی اور نقاد یہ تماشا رہے تھے۔ مسکرا رہے تھے۔ تبصرے لکھ رہے تھے اور ذرائع سے ایسی ایسی تصاویر حاصل کررہے تھے جن سے ظا تھا کہ اسلامی کانفرنس کے بہانے عیش و عشرت کا بازار گرم ہے۔

دنیا سمجھ رہی تھی کہ کانفرنس میں سب سے اہم مسئلے بحث رہے گا کہ اسلامی ممالک کو اسرائیل سے سمجھوتا کرنا کرنا اور اس سے سفارتی تعلقات قائم رکھنے چاہئیں یا نہیں؟

بہت عرصہ پہلے مصر نے کیمپ ڈیوڈ سمجھوتا کرکے اس غور طلب بنا دیا تھا کہ جلد یا بدیر اسلامی ممالک کو اسرائیل دوستانہ مصافحہ کرنا پڑے گا ورنہ ہر اسلامی ملک اپنی ڈیڑھ مسجد بنا کر باری باری اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرنے مجبور تھا۔ اس کے بعض علاقے اسرائیل کے قبضے میں

سے دوستانہ معاہدہ ہونے پر وہ علاقے اردن کو واپس مل (کچھ علاقے اردن کو واپس مل چکے ہیں) ملک شام کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ مسئلہ تھا۔ اس قسم کے مسئلے اسرائیل کو تسلیم کرنے پر مجبور کررہے تھے۔

وہ جو اسلامی کانفرنس ہورہی تھی' اس کے نتائج سب کو معلوم تھے۔ ایسے نتائج کو سمجھنے کے لیے ٹیلی پیتھی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سب جانتے ہیں کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں' ساڑھے چار نہیں ہوتے لیکن میری داستان میں جو واقعات پیش ہوتے ہیں وہ ٹیلی پیتھی کے حوالے سے ہوتے ہیں۔ یہودیوں سے جنگ جاری رکھنے کے لیے مجاہدین اپنی جان کی بازیاں لگاتے رہتے ہیں۔ ایسے میں ایم آئی ایم جیسی دھماکا خیز تنظیم قائم ہو اور اس کے مجاہدین یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان فولادی دیوار بن جائیں تو پھر طرح طرح کی سیاسی چالیں چلی جاتی ہیں۔

ایم آئی ایم اور اس کے سربراہ کو بدنام کرنے کی پہلی چال ناکام ہوئی پھر ایم آئی ایم کے فراڈ سربراہ بن کر آنے والے بے نقاب ہوتے گئے۔ تب تمام اسلامی ممالک کو مجبور ہو کر ایم آئی ایم کے مشورے پر یہ تسلیم کرنا پڑا کہ پہلے صرف مسلمان آپس میں بیٹھ کر اپنے ملکی استحکام اور باوقار مستقبل کی راہ ہموار کریں پھر جسے چاہے تسلیم کریں۔

غیر مسلموں اور خصوصاً امریکا' اسرائیل اور بھارت کو اس کانفرنس سے زیادہ دلچسپی تھی اور یہ رائے قائم کی جارہی تھی کہ اس بار بھی ایم آئی ایم کا سربراہ منظر عام پر نہیں آیا اور اپنی جگہ کسی اور کو سربراہ بنا کر بھیجا تو کانفرنس کے مقاصد کمزور پڑ جائیں گے۔

بہرحال کانفرنس کے انعقاد کا دن آگیا۔ دن کے دس بجے سے کانفرنس کی ابتدا ہونے والی تھی لیکن آرام طلب مسلمان اکابرین نے اجلاس میں آتے آتے دن کے بارہ بجا دیئے۔ مختلف ملکوں کے اکابرین آرہے تھے اور اس کرسی کو دیکھ رہے تھے' جہاں ایم آئی ایم کا ایک معمر سربراہ بیٹھا ہوا تھا۔ سوا بارہ بجے تلاوت کلام پاک سے کانفرنس کا آغاز ہوا پھر اس معمر سربراہ نے کہا "میں چند ابتدائی کلمات کے بعد آپ حضرات کو باری باری اپنی بات کہنے کا موقع دوں گا۔"

وہ معمر سربراہ اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر بولا "یہ کرسی ایم آئی ایم کے سربراہ کے لیے ہے۔ میں اسے اس لیے چھوڑ رہا ہوں کہ سربراہ میں نہیں ہوں۔ جو صاحب ہیں' وہ اس کرسی پر تشریف رکھتے ہیں۔"

وہ معمر شخص اپنی جگہ سے ہٹ کر کرسی کے پیچھے چلا گیا۔ تمام حاضرین نے غور سے دیکھا۔ اس کرسی پر ایک سایہ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ملک کے سربراہ نے کہا "یہ کیا مذاق ہے۔ جب بھی ایم آئی ایم کی طرف سے اجلاس منعقد ہوتا ہے تو ایسے ہی بچکانا تماشے ہوتے ہیں۔"

سائے نے کہا "یہی تو مشکل ہے کہ جو آنکھوں کے سامنے سچ دکھائی دیتا ہے' آپ اسے تماشا کہتے ہیں اور دیدہ دلیر ہم مسلمانوں کے ساتھ جو تماشا کرتے رہتے ہیں' انہیں ہم سچ تسلیم کرلیتے ہیں۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا تاکہ لوگ اسے آسانی سے دیکھ سکیں پھر بولا "میں پہلی ملاقات میں ایک انسانی ڈھانچا بن کر آیا اور آپ سے میں نے صاف لفظوں میں کہا تھا کہ اب بھی ہم نے ایمان کا راستہ اختیار نہ کیا تو دنیا کے سارے مسلمان صرف ڈھانچے بن کر رہ جائیں گے لیکن میری وہ بات اور میرا وہ ظاہر آپ کے لیے محض ایک تماشا تھا۔

"پھر ایم آئی ایم کو بدنام کرنے کے لیے فراڈ سربراہ آئے لیکن آپ میں سے کسی نے امریکا سے یہ نہیں پوچھا کہ آپ کے ساتھ وہ تماشے کیوں کیے گئے؟ پھر جوڈی نارمن سربراہ بنا ایک تماشا بن کر آیا۔ ابھی میں آپ کے سامنے ایک سایہ ہوں لیکن سایہ بننے تو وہ آیا تھا اور سایہ بن کر آپ کے سامنے سے چلا گیا لیکن آپ نے اسے تماشا نہیں کہا۔ کیوں نہیں کہا؟ کیا اس لیے کہ وہ امریکی مائی باپ تھا؟"

دوسرے سربراہ نے پوچھا "ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ یہاں ہماری طرح گوشت پوست کے جسم میں تشریف کیوں نہیں لائے؟"

سائے نے جواب دیا "اس لیے کہ میں موجودہ مسلمانوں کی نمائندگی کرنے آیا ہوں۔ آپ تمام حضرات 'مسلمان' ہیں۔ ہم سب مسلمان انسانی جسم رکھتے ہیں لیکن اسلامی جسم نہیں رکھتے۔ ہم سب نے اسلام کو سایہ بنا دیا ہے۔ روشنی پیچھے ہو تو ہم اسلام کے سائے کو سامنے زمین پر پھینکتے ہیں اور روشنی آگے ہو تو اپنے ایمان کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

"گوشت پوست کے جسم میں جانور بھی جیتا اور مرتا ہے۔ ہمیں اس کانفرنس میں یہی طے کرنا ہے کہ ہم جانور کی طرح جی رہے ہیں یا انسان کی طرح؟ اگر انسان کی طرح جی رہے ہیں تو انسان کسی مقصد کے لیے جیتا ہے اور وہ مقصد ہمیشہ ایمان ہوتا ہے۔

"آئیں' ہم ایمان کے سہارے یہ طے کریں کہ غیر مسلموں کے محتاج نہیں رہیں گے اور اپنے تمام تر وسائل کے ذریعے دین اسلام کی حکمرانی قائم کریں گے۔ ایسا ہوا تو میں آپ کے سامنے اس سائے کو چھوڑ کر گوشت پوست کے انسانی روپ میں آجاؤں گا۔"

"کیا آپ نے وعظ اور نصیحت کرنے کے لیے ہمیں یہاں بلایا ہے؟"

"صرف میں نے نہیں بلایا۔ ہم سب نے یہاں مل بیٹھنے کا مشترکہ فیصلہ کیا ہے۔ یہاں ہر فرد کو اپنی بات کہنے کی آزادی ہے۔

مجھ پر الزام عائد کیا گیا ہے کہ میں تماشے کرتا ہوں۔ میں نے اس الزام کا جواب دیا ہے۔ ویسے آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟"

"اس اجلاس کے ایجنڈے میں پہلی بات یہی ہے کہ ہمیں اسرائیل سے تعلقات رکھنے چاہئیں یا نہیں؟ کیا ہمیں سفارتی سطح پر تعلقات قائم کرنے چاہئیں یا نہیں؟"

سائے نے کہا "جب پہلی بار فلسطین میں اسرائیلی حکومت قائم کی جارہی تھی تب آپ تمام اسلامی ممالک نے اس کی مخالفت کی تھی۔ جب کیمپ ڈیوڈ سمجھوتا ہوا تو آپ تمام ممالک مصر سے ناراض ہوگئے کیونکہ اس نے اسرائیل کو تسلیم کیا تھا۔ مگر آج آپ بھی وہی کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تھوک کر چاٹنا منظور ہے تو پھر یہ آپ کا عمل ہے۔"

"آپ سخت اور ناگوار انداز میں کیوں کہتے ہیں۔ اس بات کو نرم لہجے میں بھی کہا جاسکتا ہے۔ اپنی حکومت قائم رکھنے کے لیے سیاسی تبدیلیاں لازمی ہوتی ہیں۔ ہم اردن کے مسلمانوں نے یہودیوں سے جنگ کی۔ ہمارے کچھ علاقے ان کے قبضے میں چلے گئے، کیا ہم ان علاقوں سے دست بردار ہوجائیں؟ یا امن معاہدہ کرکے وہ علاقے واپس لے لیں، آپ بتائیں دانش مندی کیا ہے؟"

"جب پانی سر سے گزر گیا تو دانش مندی کی بات کی جارہی ہے! یہودیوں سے جنگ کرتے وقت امن معاہدے کا خیال نہیں آیا! اردن کے آس پاس کے اسلامی ممالک نے جنگ میں اس کا ساتھ نہیں دیا کیونکہ سب نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا رکھی تھی۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا ساتھ نہیں دے رہا تھا لیکن اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے آج تمام مسلمان ایک ساتھ مل کر یہاں بیٹھے ہیں۔ یہ آپ حضرات کا اسلامی عمل ہے۔ نصرت، فتح و کامرانی حاصل کرنے کا وقت تھا تو سب الگ الگ تھے لیکن ذلت کی پستی میں سب ایک جگہ نظر آرہے ہیں۔ جب کلام پاک کی یہ ہدایت آپ کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ یہود و نصاریٰ کبھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہوں گے تو پھر میری باتیں آپ کی سمجھ میں کیا آئیں گی اس لیے آئندہ ایم آئی ایم آپ کے سیاسی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی۔ ہمیں یہودیوں اور عیسائیوں سے شکایات ہوں گی تو ہم ان سے نمٹ لیا کریں گے۔ ایسے وقت آپ میں سے کوئی ان کی حمایت اور ہماری مخالفت کرے گا تو ہم آپ سے بھی دشمنی سے باز نہیں آئیں گے۔"

اس بات پر ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ وہاں کانفرنس میں شریک ہونے والے اسلامی ممالک کو یہ اطمینان ہوگیا کہ آئندہ اسرائیل سے معاہدہ کرنے پر ایم آئی ایم والے ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔

سائے نے کہا "آج میرے لیے انتہائی مایوسی کا دن ہے لیکن آپ حضرات کے لیے، یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے روز عید

ہے۔ میں نے اسلامی کانفرنس کے لیے شرط رکھی تھی کہ اجلاس میں غیر مسلموں کو شریک نہ کیا جائے لیکن یہاں پر الپا، داؤد منڈولا، عیسائی مائیک ہرارے اور ایک دو غلا شاہ ہے۔ آپ مسلمان حضرات اتنے منافق ہوگئے ہیں کہ انہیں اندر چھپا کر لائے ہیں۔ منافقوں کے درمیان بیٹھ کر علم و دانش حق و ایمان کی باتیں نہیں کی جاسکتیں لہٰذا اس اجلاس کو برخاست ہونا چاہیے۔"

ایک اسلامی ملک کی خاتون صحافی نے کہا "اس کانفرنس میں غیر مسلم شریک ہوتے تو کوئی فرق نہ پڑتا کیونکہ یہاں ان کے حق نہیں، ان کے حق میں باتیں ہوتی رہی ہیں۔"

"اس لیے ہوتی رہی ہیں کہ مسلمانوں کی منافقت نے ان بدل لیا ہے اور محترم خاتون اس وقت تم نہیں بول رہی ہو۔ تم زبان سے دیوی بول رہی ہے۔ وہ دیکھنے آئی ہے کہ برادر ہے؟ وہ اس اجلاس کے دوران دوبار میرے دماغ میں آچکی لیکن میرے خیالات نہ پڑھ سکی۔ میں اس کی الجھن دور کر ایم آئی ایم کے مجاہدین اپنے سربراہ کو برادر کبیر کہتے ہیں اور دو خیال خوانی کرنے والیوں کو میں نے ہی پناہ دی ہے اور وہ بھی میں ہی ہوں جو ایک بار مرنے کے بعد دوسری بار زندہ ہے۔"

وہ خاتون اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی "تم جھوٹے فراڈ ہو دعوے سے کہتی ہوں کہ تم ایم آئی ایم کے سربراہ نہیں ہو نے اس اجلاس کے اندر اور باہر اچھی طرح معلوم کیا ہے آئی ایم کا ایک بھی مجاہد یہاں نہیں ہے۔ کیا سربراہ کا کوئی گارڈ نہیں ہوتا ہے؟"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ باڈی گارڈ اور مجاہدین میں آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ذاتی حفاظت کے لیے باڈی گارڈ رکھ ہے اور مجاہدین ملک و قوم، مذہب اور نیک مقاصد کے لیے کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ میں ابھی سایہ ہوں۔ میرا یعنی جسم نہیں ہے۔ پھر باڈی گارڈ کی کیا ضرورت ہے؟"

ایک ملک کے نمائندے نے پوچھا "اس بات کا کیا ثبوت کہ تم ایم آئی ایم کے سربراہ ہو؟"

"میرے ماں باپ زندہ ہوتے تو وہ گواہی دیتے۔ انہوں میرا نام محمد سربراہ خان رکھا تھا۔"

"ہم نام نہیں، عمدہ پوچھ رہے ہیں۔"

"وہ تو میرے باپ کا نام تھا۔ محمد عمدہ خان۔"

ایک ملک کے اعلیٰ عہدے دار نے کہا "ابھی آپ نے دانش مندانہ اور ایمان افروز باتیں کررہے تھے اور اب جوابات دے رہے ہیں۔"

"سوال احمقانہ ہوگا تو جواب بھی ویسا ہی ملے گا۔ سائل جانتی ہے کہ کسی ملک کے سربراہ کی طرح کبھی میری تصویر

نہیں ہوئی۔ کسی تنظیم کے سربراہ کی طرح میں کبھی منظر عام پر نہیں آیا۔ پھر میں ایم آئی ایم کے سربراہ ہونے کا ثبوت کیسے پیش کروں گا؟"

"یہی تو مسئلہ ہے۔ کوئی شناخت نہ ہونے کے باعث ایم آئی ایم کے سربراہ ہونے کا دھوکا کئی بار دیا گیا ہے۔"

"اصلی سربراہ ہونے کی ایک شناخت ہے۔ ابھی میں دیوی سے ایک بات کہوں گا، وہ یہاں سے بھاگ جائے گی۔"

ایک نمائندے نے پوچھا "یہ دیوی کون ہے؟"

سائے نے کہا "ان محترم خاتون کے اندر ایک عورت خیال خوانی کے ذریعے موجود ہے۔ اس کی اصلیت کوئی نہیں جانتا۔ وہ دیوی کہلاتی ہے۔ میری بات سننے کے بعد وہ پھر نہیں بولے گی کیونکہ یہاں سے فوراً چلی جائے گی۔"

دیوی نے اس خاتون کی زبان سے کہا "ہاں میں خیال خوانی کے ذریعے اس خاتون کی زبان سے بول رہی ہوں اور عام طور پر دیوی کہلاتی ہوں، بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ تمہارے پچاس ہزار ڈالر ضائع ہورہے ہیں۔ ڈولو قبیلے کا کرونا ڈونگا منتر پڑھتے پڑھتے بھول جاتا ہے۔ اسے منتر بھولنے نہ دو۔ پرسوں سات تاریخ ہے۔"

یہ ایسی بات تھی کہ دیوی شی تارا کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ کرونا ڈونگا کے وعدے کے مطابق سات تاریخ کی صبح کو اعلیٰ بی بی (ثانی) کی موت کا لے جادو سے لکھ دی گئی تھی لیکن سائے نے کہہ دیا تھا کہ اس کے راستے کا ننھا سا کانٹا پاؤں میں چبھا رہے گا۔ کالے جادو سے بھی نہیں نکلے گا۔ یہ سنتے ہی وہ خاتون صحافی کے دماغ سے نکل کر کرونا ڈونگا کے دماغ میں پہنچ گئی۔

ادھر اجلاس میں سائے نے صحافی خاتون سے پوچھا "کیوں دیوی جی! خاموش کیوں ہوگئیں؟ کچھ تو بولو۔ یہاں لوگ تمہاری آواز سننے کا انتظار کررہے ہیں۔"

صحافی خاتون نے کہا "مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں ابھی تک بے اختیار اپنی مرضی کے خلاف بولتی رہی۔ پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا ہے؟"

سائے نے کہا "جو ہوا تھا، وہ اب نہیں ہوگا۔ میں نے اپنے سربراہ ہونے کا ثبوت پیش کردیا ہے، اب وہ نہیں آئے گی۔ میں بھی جارہا ہوں۔"

وہ سایہ چلتا ہوا اس شخص کے پاس آیا جو کرسی کے پیچھے کھڑا تھا پھر وہ اس کے جسم میں سما گیا۔ وہ شخص بیرونی دروازے کی طرف جانے لگا۔ ایک ملک کے سربراہ نے کہا "ذرا ایک منٹ رک جاؤ اور بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

"میں آپ حضرات کی طرح انسان ہوں۔ یہ سمجھتا ہوں کہ سچائی انسان کے اندر چھپی ہوتی ہے اس لیے جب تک سربراہ کی کرسی کے پیچھے کھڑا تھا، میرے اندر کا سچ سایہ بن کر آپ لوگوں کی سچائیوں کو بیان کررہا تھا۔" پھر وہ ہنستے ہوئے بولا "ہم اور آپ بھی کیا چیز ہیں۔ اپنے ساتھ جھوٹ کو لیے پھرتے ہیں اور سچائی کو سایہ بنا کر زمین پر چھوڑتے جاتے ہیں مگر وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتی...."

وہ کہتا ہوا بیرونی دروازے تک گیا پھر وہاں سے پلٹ کر بولا "میں نے ایم آئی ایم کا سربراہ ہونے کا ثبوت پیش کردیا۔ دوسرا ثبوت یہ پیش آیا کرے گا کہ جو بھی سربراہ بن کر آنا چاہے گا، وہ آئندہ کسی اجلاس میں پہنچنے سے پہلے اوپر پہنچ جائے گا۔ یوں بھی آج بات ختم ہوگئی۔ اسلامی ممالک کی اپنی اپنی مرضی ہے۔ جو چاہیں وہ کریں۔ ایم آئی ایم کا کوئی بندہ آپ کے کسی اجلاس میں شریک نہیں ہوگا لیکن جو بات خلاف اسلام ہوگی اور جس سے بھی ہوگی، وہ ہمارے ہاتھوں جہنم میں پہنچایا جائے گا۔ ویلکم آل۔"

وہ جانا چاہتا تھا پھر رک کر بولا "میں نے ابھی ویلکم آل کہا۔ مجھے ایک مسلمان کی حیثیت سے رخصت ہوتے وقت خدا حافظ کہنا چاہیے لیکن نہیں کہہ سکتا، مجبوری ہے۔ میرے کہنے سے خدا اس کی حفاظت کبھی نہیں کرے گا جو حصول تحفظ کے لیے ایمان کے مطابق عمل نہ کرتا ہو۔"

وہ دروازہ کھول کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد تمام اسلامی ممالک کے اکابرین ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے کہ بات بن گئی ہے۔ اب ان کے ملکی اور سیاسی معاملات میں ایم آئی ایم کے مجاہدین مداخلت نہیں کریں گے۔

ان میں سے جن اکابرین کے دماغوں میں جتنے خیال خوانی کرنے والے تھے، وہ اپنے اپنے ملک کے حکمرانوں کو یہ خوش خبری سنا رہے تھے۔ امریکا اور اسرائیل تو جشن منانے لگے۔ یہ خوش خبری بھارت کو بھی مل گئی تھی لیکن وہ اتنی اچھی خبر سننے کے لیے شی تارا اور پوجا کا انتظار کررہے تھے۔

دیوی شی تارا نے اپنے بھارت دیس کی بھلائی کے لیے وہاں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والیوں کی موجودگی لازمی سمجھی تھی۔ آئندہ اس نے پروگرام بنایا تھا کہ بھارت میں چند خیال خوانی کرنے والوں کو اپنا تابعدار بنا کر رکھے گی۔

اس پروگرام کے مطابق شی تارا اور پوجا کو بھارت میں ہونا چاہیے تھا لیکن وہ دونوں اس کی گرفت سے نکل گئی تھیں۔ اس لیے پچھلی بار اس نے بھارتی حکمرانوں کی تسلی کے لیے خود ہی شی تارا اور پوجا بن کر بات کی تھی اور انہیں خیال خوانی سے متعلق سنہری سپنے دکھائے تھے۔

اب اس کا فرض تھا کہ وہ اسلامی کانفرنس میں غیر مسلموں کی کامیابی کی خوش خبری خود بھارتی حکمرانوں کے پاس آکر سناتی مگر اسے بہت بری خبر ملی تھی۔ اس نے اپنی راہ سے ایک ننھا سا کانٹا نکالنے کے جو انتظامات کیے تھے، سائے نے ان کی ناکامی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اس لیے وہ سب کچھ بھول کر طوفانی رفتار سے کرونا ڈونگا کے اندر پہنچ گئی تھی۔

اس کے پتھر جیسے دماغ میں کوئی اور نہیں پہنچ سکتا تھا لیکن اس کے خیالات نے بتایا کہ کسی نے اسے گولی مار کے زخمی کیا ہے۔ زخمی کرنے والا فرار ہو کر کہیں چھپ گیا تھا۔ کرونا ڈونگا اس کا تعاقب نہ کر سکا تھا۔ اس کے قبیلے کے لوگ اسے اٹھا کر لائے تھے اور اس کے زخم کا علاج کر رہے تھے۔

یہ واردات تین اور چار تاریخ کی درمیانی شب ہوئی تھی۔ وہ ہر صبح دیوتا کے قدموں میں رکھے ہوئے اطلی بی بی (ثانی) کے ماش کی دال کے پتلے پر منتر پڑھتا تھا لیکن چار تاریخ کی صبح شدید تکلیف کے باعث نہ پڑھ سکا۔ اسے سات دن تک وہ کالا عمل کرنا چاہیے تھا لیکن ایک دن کا ناغہ ہو گیا تھا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کوئی بات نہیں وہ آخری منتر سات کو نہیں آٹھ تاریخ کو پڑھے گا۔

دیوی پریشان ہو رہی تھی۔ دنیا میں سات کے ہندسے کو خوش بختی کی علامت سمجھا جاتا ہے لیکن نسفی اطلی بی بی (ثانی) کے لیے سات کا ہندسہ ایک طرح سے منحوس تھا۔ ہر برس کا ساتواں مہینہ اور ہر مہینے کا ساتواں دن اس بچی کے لیے وبالِ جان بنتا رہتا۔ ادھر کرونا ڈونگا نے ایک دن کا ناغہ کر دیا تھا۔ اب وہ آٹھ تاریخ کو عمل کرنے والا تھا۔ یعنی وہ منحوس تاریخ گزار کر کالا عمل کرتا تو ضروری نہیں تھا کہ کامیابی ہوتی۔ ناکامی کے زیادہ امکانات تھے۔

دیوی ہمیشہ رودینہ کی آواز اور لہجے میں بولتی تھی۔ اس نے کہا "ڈونگا! تم کام بگاڑ رہے ہو۔ تم سے معاملات طے کرتے وقت بتایا گیا تھا کہ اس بچی کے لیے سات کا ہندسہ منحوس ہے اور تم سات تاریخ گزارنے کے بعد عمل کرنا چاہتے ہو؟"

اس کی بیمار سوچ نے کہا "جب سے مجھے گولی لگی ہے، میرے اندر پتا نہیں کون کون عورتیں بولتی رہتی ہیں؟ پہلے بولنے والی کی آواز اور لہجہ کچھ اور تھا۔ یہ ابھی کسی دوسری آواز میں بول رہی ہے۔"

دیوی نے کہا "یہ تو میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ کسی خیال خوانی کرنے والی یا والے نے تمہارے اندر پہنچنے کے لیے تمہیں زخمی کیا ہے۔ مجھے بتاؤ، کیا وہ پہلے آنے والی تمہارے کالے جادو میں کوئی رخنہ ڈالتی ہے؟"

"میں تو نہیں سمجھتا کہ وہ ایسا کرتی ہے۔ آج پانچ تاریخ کی صبح کو میں نے دیوتا کے چرنوں میں اس پتلے پر منتر پڑھا تھا اور پورا پڑھا تھا مگر میرا چیلا کہہ رہا تھا کہ میں نے منتر کچھ عجیب سا پڑھا تھا۔ میرے اس چیلے نے میری زبان سے پہلے کبھی ایسا منتر نہیں سنا تھا۔"

"پھر تو تمہارا وہ چیلا درست کہہ رہا ہے۔ اس بچی کو زندہ رکھنے کے لیے دشمن چال چل رہے ہیں۔"

"تم کون ہو؟ میں تمہاری آواز بھی پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"میں وہی ہوں جو تمہارے پاس معاملات طے کرنے آئی تھی۔ میں نے اپنی آواز بدل دی ہے۔ اگر یقین کرنا چاہتے ہو تو لو وہی آواز سنو۔"

وہ ڈی شی تارا کی آواز میں بولی "میں نے تمہاری بڑی شہرت سنی تھی کہ تم بہت خطرناک جادوگر ہو۔ اسی لیے تم پر بھروسا کر کے میں نے پیرس میں تمہارے بھائی مرونا ڈونگا کے اکاؤنٹ میں پچاس ہزار ڈالر جمع کرائے تھے۔"

وہ تکلیف سے کراہتا ہوا بولا "آہ! میرا جوان شیر جیسا بھائی کشتی کا عالمی چیمپئن تھا۔"

"تھا؟" دیوی نے حیرانی سے پوچھا "یہ تم "تھا" کیوں کہہ رہے ہو۔ کیا اب وہ کشتی نہیں لڑتا ہے؟"

"آہ! اس دنیا میں رہتا تو لڑتا رہتا۔ مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا ہے کہ کوئی عورت اس قدر شہ زور ہو سکتی ہے۔ اس نے میرے بھائی سے کشتی لڑی، اسے بری طرح زخمی کیا پھر اس کی گردن توڑ دی۔"

دیوی حیرانی اور بے یقینی سے سن رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کون تھی وہ عورت؟"

"یہی تو اب تک پتا نہیں چلا۔ میں نے اپنا ریسلنگ آرگنائزیشن کے عہدے داروں سے معلوم کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ مرد بن کر آئی تھی۔ کشتی کے دوران اس نے خود کو عورت ظاہر کیا۔"

"یہ کشتی کے اصولوں کے خلاف ہے۔ پہلوان ایک دوسرے کو زخمی تو کر سکتے ہیں لیکن جان نہیں لے سکتے۔ تمہیں فرانس حکومت سے رجوع کرنا چاہیے تھا۔"

"میں نے ایسا کیا تھا لیکن حکومت اور انتظامیہ بھی اس عورت کو تلاش کرنے کا کہہ کر تسلیاں دے رہی ہے۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ پولیس وغیرہ کو ڈاج دے کر کہیں روپوش ہو گئی ہے۔"

"کیا تم کالے جادو سے اس عورت کا سراغ لگا سکتے ہو؟"

"ہاں، اگر میں ایک خاص منتر پڑھ کر اپنے جسم کے کسی حصے پر بھی تکلیف دوں تو وہ تکلیف اس عورت کے جسم کے اسی حصے پر پہنچے گی۔"

"اگر وہ کہیں روپوش ہو گی اور تکلیف اٹھائے گی تو مجھے کیسے پتا چلے گا؟"

"میں بار بار منتر پڑھ کر اپنے جسم کو تکلیف دیتا رہوں گا۔ تکلیف سے بے حال ہو کر خفیہ پناہ گاہ سے نکلے اور کسی ڈاکٹر کے پاس جانے پر مجبور ہو جائے گی۔ اب تم سوچو کہ وہ منظر عام پر آئے گی تو کس طرح پولیس وغیرہ کی مدد سے اسے گرفتار کر سکو گی۔"

"ہوں۔ اس بچی پر کامیاب عمل کرنے کے لیے پہلے اس عورت کو ٹھکانے لگانا ہو گا۔"

"ابھی تم کہہ رہی تھیں کہ سات تاریخ گزر جائے تو کالا عمل ناکام ہو سکتا ہے۔"

"ہاں، میں نے کہا تھا مگر ایک اہم بات یہ ہے کہ یہ بچی

پیدائش کے لحاظ سے ایک سال بعد ساتواں مہینہ ہے۔ تاریخ سات نہ سہی۔ مہینہ تو ساتواں ہے۔ کامیابی کے ننانوے فیصد امکانات ہیں۔"

"اگر میرے چیلے کے کہنے کے مطابق میرے منتر پڑھنے کے دوران گڑبڑ ہوتی ہے اور مجھے اس کا علم نہیں ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ عورت کہیں روپوش رہ کر میرے کالے جادو میں رکاوٹ ڈال رہی ہے۔"

"اسی لیے تو کہتی ہوں کہ پہلے اس عورت کو اس کی خفیہ پناہ گاہ سے نکالنا ہو گا۔"

"تم کہو تو میں ابھی وہ خاص منتر پڑھتا ہوں پھر اپنے جسم کے کسی حصے کو تکلیف پہنچاؤں گا تو وہ تڑپنے لگے گی۔"

"تمہارے عمل کا اثر کب تک رہے گا؟ یعنی وہ کب تک تڑپتی رہے گی؟"

"ایک گھنٹا یا ایک گھنٹے سے کچھ کم وقت تک اسے تکلیف محسوس ہوتی رہے گی۔"

"اس کے بعد اسے آرام آ جائے گا تو وہ اپنے خفیہ اڈے سے نہیں نکلے گی۔"

"میں پھر منتر پڑھوں گا اور پھر اپنے جسم کے کسی حصے کو تکلیف دوں گا۔ میرے حصے کی تکلیف اسے پہنچتی رہے گی، ایسا عمل کئی دن، کئی ہفتے جاری رکھوں گا تو اسے مجبور ہو کر منظرِ عام پر آنا ہو گا۔"

"واقعی تم پاکمال جادوگر ہو۔ ابھی منتر نہ پڑھو۔ وہ پیرس میں ہو گی۔ میں وہاں چند گھنٹوں میں درجنوں آلہ کار بناؤں گی۔ ان آلہ کاروں کو زیادہ سے زیادہ اسپتالوں اور ڈاکٹروں کی نگرانی پر مامور کروں گی۔ وہ عورت آخر کار کسی نہ کسی ڈاکٹر کے پاس علاج کے لیے ضرور آئے گی۔ تم آرام کرو، زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے کے اندر آؤں گی۔"

دیوی کرونا ڈونگا کے دماغ سے نکل آئی۔ اب اس کا ارادہ تھا کہ اپنے تمام ماتحت خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے بھی کئی آلہ کار بنائے گی اس طرح پیرس میں سیکڑوں آلہ کار بن جائیں گے اور اس خفیہ پناہ گاہ میں رہنے والی کو ڈھونڈ نکالیں گے۔

حقیقت نہ کرونا ڈونگا کو معلوم تھی اور نہ ہی ایرینا ریسلنگ آرگنائزیشن کے ممبران کو معلوم تھی۔ ہم نے حکومتِ فرانس کی فوج، انٹیلی جنس اور پولیس کو راز دار بنا کر مرونا ڈونگا کو مار ڈالا تھا۔ سونیا میک اپ میں آئی تھی۔ اس نے جادوگر کرونا ڈونگا کو وارننگ دینے کے لیے اس کے بھائی کو ہلاک کیا تھا۔ پھر وہاں سے چلی آئی تھی۔ فوج اسے گھیرے میں لے کر ایرینا سے باہر آئی تھی۔ سب نے یہی دیکھا تھا کہ سونیا کو مرڈر کیس میں گرفتار کر کے لے جایا جا رہا ہے۔ بعد میں مختلف ابلاغ کے ذرائع سے بتایا گیا کہ وہ عورت کوئی چھلاوا تھی۔ فوج اور پولیس کو ڈاج دے کر کہیں روپوش ہو گئی ہے۔

سونیا دوسرے دن چار تاریخ کو پیرس سے روانہ ہوئی۔ اپنے ساتھ ڈی شی تارا کو ساتھ لے گئی۔ آئندہ اسے ڈی نہیں کہا جائے گا۔ وہ شی تارا ہی کہلائے گی کیونکہ پارس کی محبوبہ وہی تھی۔ ماضی میں جتنی دشمنی کرتی رہی اس میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ یہ بات اب صاف ہو گئی تھی اس لیے میری فیملی میں اسے اور پوجا کو قبول کر لیا گیا تھا۔ پوجا کو صرف پارس نے چھوٹی بہن نہیں بنایا تھا بلکہ میں نے، سونیا نے اور آمنہ نے اپنی بیٹی بنا کر گلے لگایا تھا۔

شی تارا کو سونیا اس لیے ساتھ لے گئی تھی کہ اس نے ژولو قبیلے میں جا کر کرونا ڈونگا سے نسفی اطلی بی بی (ثانی) کے خلاف معاملات طے کیے تھے۔ اب وہ معاملات طے کرنے والی شی تارا نہیں رہی تھی۔ جناب تیریزی نے اس کی اور پوجا کی شخصیت کو

مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوریاں

وہ تمام کہانیاں جو اب تک لکھی گئی ہیں

قیمت ۲۰/- روپے

ڈاک خرچ ۱۰/- روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

بدل دیا تھا اور روحانی ٹیلی پیتھی کے باعث دیوی ان دونوں کے دماغوں میں خاموشی سے داخل نہیں ہو سکتی تھی۔

شی تارا نے چار تاریخ کی صبح ہی کرونا ڈونگا کے منتر پڑھنے کے دوران خیال خوانی کے ذریعے گڑبڑ کی تھی اور کالا جادو کرنے کا ایک دن ضائع کردیا تھا۔ پانچ تاریخ کو شی تارا بڑی خاموشی سے کرونا ڈونگا کے دماغ میں رہی۔ خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت دیوی کرونا ڈونگا کے دماغ میں رہ کر وہی پلان بنا رہی تھی کہ پہلے مرونا ڈونگا کی قاتلہ کو اس کے خفیہ اڈے سے منظرِعام پر لایا جائے اور اسے ہلاک کیا جائے تاکہ وہ کرونا ڈونگا کے کالے جادو میں آئندہ گڑبڑ نہ کرسکے۔

شی تارا یہ تمام باتیں سونیا کو بتاتی جارہی تھی۔ پھر دیوی تقریباً دو گھنٹوں کے لیے اپنے بے شمار آلۂ کار بنانے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد سونیا پھوس کی اس جھونپڑی میں داخل ہوئی' جہاں کرونا ڈونگا ایک چٹائی پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے ایک دراز قد حسین عورت کو دیکھا تو اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا "تم کون ہو؟"

"میں وہی تمہارے بھائی مرونا کو مارنے اور جہنم میں پہنچانے والی عورت ہوں۔"

کرونا ڈونگا نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا۔ پھر پوچھا "تم یہاں کیسے آگئیں؟"

"موت تو کہیں بھی آسکتی ہے۔ میں نے ایرینا میں ہی فون پر کہا تھا کہ مرونا کو ختم کرنے کے بعد تمہارے پاس آؤں گی مگر تمہیں یقین نہیں تھا۔ اس لیے ابھی دماغ میں آنے والی کو تم نے میری تلاش میں بھیج دیا ہے۔"

وہ حقارت سے بولا "میرے قبیلے میں آنے کے بعد کیا یہاں سے زندہ جاسکو گی؟"

"ہاں' اس قبیلے کے سردار کی کھوپڑی پر میری ایک خیال خوانی کرنے والی سوار ہے۔ وہ قبیلے کے کسی فرد کو میرے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا۔ اس جھونپڑی میں تم تنہا رہ گئے ہو۔ مشکل یہ ہے کہ زخمی بھی ہو۔ میرا مقابلہ کیسے کروگے؟ مجھ پر کوئی جادو کرنے کے لیے منتر پڑھنا پڑے گا اور میں منتر تمہیں پڑھنے کا موقع نہیں دوں گی۔"

وہ بے بسی سے سونیا کو دیکھ کر سوچنے لگا کہ کس طرح اس پر کامیاب حملہ کرنے کے لیے مہلت حاصل کرے۔ یہ کسی طرح ایک بار میرے قابو میں آئے گی تو اپنے بھائی کا انتقام بہت برے طریقے سے لوں گا۔

سونیا نے کہا "جتنی تدابیر کرسکتے ہو' کرلو۔ مگر یہ بھی دیکھ لو کہ ٹیلی پیتھی ایسا جادو ہے جو دشمن کو سوچنے کے قابل بھی نہیں چھوڑتا۔"

شی تارا اس قبیلے کے سردار کے دماغ پر قبضہ جما کر اسی جادوگر کی جھونپڑی کے باہر تھی۔ یعنی وہاں کا سردار بھی جھونپڑی کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ سونیا نے بلند آواز سے کہا "تارا بیٹی! ایک ہلکا سا جھٹکا پہنچا کر پھر سردار کے پاس چلی جاؤ۔"

شی تارا نے کرونا ڈونگا کے اندر پہنچ کر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ چیخ مار کر چٹائی پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کا دماغ پھوڑے کی طرح رہا تھا اور وہ تکلیف برداشت کررہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد تکلیف ہونے لگی۔ وہ گہری گہری سانسیں لے کر بولا "مجھے معاف کر میں سمجھ گیا ہوں کہ تم مجھ سے زیادہ زبردست ہو اور یہ بھی ہوں کہ تم اس بچی کی ماں ہو جس پر میں کالا جادو کررہا تھا۔ آگیا ہے۔ میں نے تمہاری آواز ایرینا سے فون پر سنی تھی۔"

"میں تمہیں کیوں معاف کروں۔ اپنی معصوم بچی کی ہلا دشمن کو معاف کرکے مجھے کیا ملے گا؟"

"تم جو کہو گی' وہ کروں گا۔ زندگی بھر تمہارا غلام بنا رہوں گا

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو میں ابھی تمہیں آزماتی ہوں۔ میرے حکم کی تعمیل کروگے تو تمہیں معاف کروں گی۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میں ابھی تعمیل کروں گا۔ مجھے دو' میں ابھی عمل کروں گا۔"

"ہاں۔ بات عمل کرنے کی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے تم کہہ تھے کہ ایک خاص منتر پڑھو گے پھر اپنے جسم کے کسی حصے کو تکلیف پہنچاؤ گے تو وہ تکلیف تمہیں نہیں' مجھے پہنچے گی۔"

"مجھے معاف کردو' میں نے اپنے جادو کے غرور میں تھا۔"

"میں نے معاف کیا مگر تم ایسا کرسکتے ہو۔ جو دیوی تمہارے دماغ میں آئی تھی اس دیوی پر جادو کرنے کی نیت سے وہ خاص پڑھو اور اپنے جسم کے کسی حصے کو تکلیف پہنچاؤ۔"

اس نے بے چون وچرا اپنے چیلے کو بلا کر انگارے دہکانے ہوئی ایک انگیٹھی منگائی۔ پھر وہ خاص منتر پڑھنے لگا۔ جب مکمل ہوا تو اس نے انگیٹھی سے ایک دہکتے ہوئے انگارے اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔ ایک دہکتا ہوا انگارا ہتھیلی پر ہوا اور تکلیف نہ ہو؟ لیکن کرونا ڈونگا کو کچھ نہیں ہو رہا تھا۔

یکبارگی دیوی کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ اپنی ہتھیلی یوں گئی جیسے سلگتا' دہکتا ہوا انگارا آکر چپک گیا ہو' ایسی جلن ہو جیسے ہتھیلی کا گوشت اس انگارے سے پکنے والا ہو۔

وہ مہادیو شنکر کی مورتی کے قدموں میں گر کر تڑپنے لگی۔ تڑپ کر پرارتھنا کرنے لگی۔ "ہے مہادیو! یہ میری ہتھیلی پر ہے۔ میں برداشت نہیں کرسکوں گی۔ مجھے آرام دے بتادے' میرے ساتھ کوئی دشمنی کررہا ہے تو میں اس کا کروں؟"

پتھر کی مورتی نہیں بولتی' عقل سے سمجھنا پڑتا ہے۔ جلد یا بدیر یہ سمجھنا تھا کہ اس نے شدید تکلیف میں ہاتھ ایک ماں اپنے بچوں کی بلائیں لیا کرتی تھی۔ ممتا سے والی کو اس نے بلا بنا ڈالا ہے۔

وہ اپنی ہتھیلی کو کبھی پھونک رہی تھی' کبھی پنکھا جھل رہی تھی مگر انگارے کی جلن بڑی تکلیف دہ تھی۔ زندگی میں پہلی بار اس کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ وہ ہتھیلی کو کبھی پانی میں ڈبو رہی تھی۔ بڑی مشکل یہ تھی کہ اسے ابھی اور چھ برس زیرِ زمین رہنا تھا اور وہ وہاں سے نکل کر علاج کے لیے کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں جاسکتی تھی۔

ایک ذرا سہولت یہ تھی کہ وہ ہمالیہ کی وادی میں ایک گھرے تہ خانے میں تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ برف جمی ہوئی تھی۔ وہ بار بار برف پر ہتھیلی کو رگڑ رہی تھی۔ اس طرح تکلیف میں ذرا سی کمی ہوتی تھی۔ اسے ہمیشہ بھگوان کو یاد کرکے شانتی ملتی تھی۔ بھگوان ہو' خدا ہو' رب کائنات ہو۔ نام کوئی سا لو۔ خدا اوّل وآخر خدا ہے۔ ساری کائنات کا خالق ہے۔ اس نے ہدایات کے لیے آسمانوں سے صرف کتابیں نہیں بھیجیں' دنیاوی حالات کو سمجھنے کی عقل بھی دی ہے۔

دیوی سے جب بے عقلی ہوتی' کسی مصیبت میں گرفتار ہوتی تو بھگوان کی مورتی کے آس پاس رامائن اور شریمد بھگوت گیتا رکھی ہوتی تھی' جنہیں وہ پڑھتی تھی اور اپنی ذات پر نازل ہونے والے مصائب کے اسباب معلوم کرتی تھی۔ وہاں رکھی ہوئی شریمد بھگوت گیتا کے اوراق ہوا سے الٹنے لگے تو اس نے پڑھا۔ ایک صفحے پر لکھا تھا۔

وہ مورکھ جو مایا کے دھوکے میں آئیں
گنوں اور افعال سے دل لگائیں
جو پاپی خود اپنی ہی خاطر پکائیں
تو اپنے ہی پاپوں کا بھوجن وہ کھائیں

یہ بات اس کے دماغ میں پتھر کی طرح آگر لگی کہ برائی پکائیں گے تو کھانے کو بُرا ہی ملے گی۔ جیسا کریں گے ویسا بھریں گے۔ عقل نے سمجھایا' ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ کرونا ڈونگا کے دماغ میں رہ کر یہ منصوبہ پکا رہی تھی کہ وہ خاص منتر پڑھ کر عمل کرے گا تو وہ روپوش رہنے والی منظرِعام پر آئے گی۔ وہی پکا ہوا منصوبہ اسے کھانے کو مل رہا تھا۔ روپوش تو وہ بھی تھی۔ کیا کسی ڈاکٹر کے پاس جانے کے لیے منظرِعام پر آسکتی تھی؟

کیا وہ کرونا ڈونگا جو کالا عمل کررہا تھا' اس کا الٹا اثر اس پر ہو رہا تھا۔ وہ اسے گڑھا کھودنے کے لیے کہہ کر آئی تھی اور خود اس میں گر رہی تھی۔ لیکن ابھی تو اس نے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ ایک گھنٹے میں کئی آلۂ کار بنائے گی اس کے بعد وہ عمل کرے گا۔ مگر ابھی کررہا ہے۔ کیوں کررہا ہے؟

اب ہتھیلی کی جلن کم ہو رہی تھی۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی کرونا ڈونگا کے اندر پہنچی۔ وہ ایک چٹائی پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ جس عورت پر عمل کرنا چاہیے تھا' وہ اچانک اس کی جھونپڑی میں آگئی تھی۔ اس کے بھائی مرونا ڈونگا کی قا... تھی۔ اور اب جھونپڑی میں اسے قتل کرنے آئی تھی۔ اس نے اس ... دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اور اسے مار ڈالنا چاہتی تھی۔

اس نے اپنی جان بچانے اور زندہ رہنے کے لیے اس سے معافی مانگی تو اس عورت نے اسی شرط پر معاف کرنے کا وعدہ کیا کہ دیوی جو عمل اس پر کرانا چاہتی تھی' وہی عمل اب دیوی پر کیا جائے۔ تب اس نے وہ انگارے والا عمل کیا تھا جس کے نتیجے میں اتنی دیر سے اس کی ہتھیلی جلتی اور اسے تڑپاتی رہی تھی۔

وہ حیرانی سے سوچنے لگی کہ آخر وہ عورت کون ہے جو یہ جان گئی تھی کہ سونیا کی بیٹی کو کالے جادو سے ہلاک کیا جائے گا؟ پھر وہ جسمانی طور پر کس قدر شہ زور تھی کہ اس نے ایک پہلوان کی گردن توڑ دی تھی اور کیسی تیز طرار تھی کہ دیوی اسے پیر میں ڈھونڈنے والی تھی اور وہ جنوبی افریقہ پہنچ گئی تھی۔ وہ کیسے ذرائع کی مالکہ ہے کہ اس نے کرونا ڈونگا کو سزا دی۔ اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا اور ژولو قبیلے کے سردار اور دوسرے لوگوں نے اس عورت کو ایسی حرکتوں سے باز نہیں رکھا؟

دیوی ابھی سونیا کے متعلق نہیں سوچ رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ کالے جادو کے ابتدائی عمل سے منحنی اعلیٰ بی بی (ثانی) بیمار رہنے لگی تھی۔ اس لیے ایک ماں اپنی بیمار بیٹی کو چھوڑ کر اس طرح میدانِ عمل میں نہیں آئے گی۔ پھر یہ کہ وہ ایک عرصے سے بابا صاحب کے ادارے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ رسونتی (آمنہ) کی طرح شاید اسی ادارے میں رہ کر دنیاوی معاملات سے دور ہوگئی تھی اور اب عبادت میں اور اپنے بچوں کی پرورش وتربیت میں مصروف رہے گی۔

اس کی معلومات کے مطابق میری فیملی میں صرف ایک جمیلہ رازی ایسی تھی جو پاشا کی طرح غیر معمولی سماعت وبصارت کے علاوہ بے حد وحساب جسمانی قوت کی مالکہ تھی۔ اسی نے کرونا ڈونگا کے پہلوان بھائی کی گردن توڑی ہوگی اور وہی جنوبی افریقہ گئی ہوگی۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی اس لیے اس کے کسی ساتھی نے کرونا ڈونگا کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا ہوگا۔

اس نے کچھ اور معلومات حاصل کرنے کے لیے کرونا ڈونگا کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا وہ عورت اس سے انگارے والا عمل کرانے کے بعد چلی گئی تھی اور جانے سے پہلے کہہ گئی تھی کہ وہ ہر ایک گھنٹے کے بعد یہی عمل کرتا رہے کہ وہ دیوی زمین کی تہ سے نکل کر منظرِعام پر آنے کے لیے مجبور ہوجائے۔

اگر وہ جمیلہ رازی تھی تو بہت ہی چالاک تھی۔ دیوی کا داؤ دیوی پر ہی آزما رہی تھی۔ یہ تو اچھا ہوا کہ اس نے اس جادوگر کے خیالات پڑھ لیے ورنہ ہر گھنٹے ایسا عمل ہوتا رہتا تو وہ علاج کے لیے زمین کے اوپر آنے پر مجبور ہوجاتی۔

اس نے کرونا ڈونگا کو مخاطب کیا "تم تو تھالی کا بینگن نکلے۔

میرے دشمن کی طرف لڑھک گئے۔ اب ایک گھنٹے بعد کون سا عمل میرے خلاف کرو گے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں مجبور ہوں۔ تمہارے پچاس ہزار ڈالر واپس کر دوں گا۔"

"ذلیل! کتے! میں تیرے ہر ایک گھنٹے کے عمل کے نتیجے میں مرجاؤں گی تو ڈالر میرے کیا کام آئیں گے۔"

وہ بولا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس کے کام آؤں۔ میں تو دونوں طرف سے مارا جا رہا ہوں۔ کیا تم بھی میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرو گی؟"

"ایسا کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ میں تمہیں کچھ اور کرنے پر مجبور کروں گی تو ادھر سے پھر جوابی کارروائی ہوگی۔ میں سمجھ رہی تھی تمہارے ذریعے بڑی رازداری سے اس بچی کو مار ڈالا جائے گا اور کسی کو خبر نہیں ہوگی۔ لیکن وہ بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ وہاں ایک سے بڑھ کر ایک خیال خوانی کرنے والے اور غیر معمولی جسمانی قوت کے حامل افراد ہیں۔ میں ان سے کترا کر اپنی منزل تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ بہرحال اپنے چیلے کو بلاؤ۔"

اس نے چیلے کو بلایا۔ پھر دیوی کی مرضی کے مطابق بولا۔ "وہاں جو ... ڑی رکھی ہوئی ہے اسے لے آؤ۔"

چیلے نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ بولا "اب اس کلہاڑی کے پھل کو تیزی سے میرے سر پر مارو۔"

وہ حیرانی سے بولا "مگر وہ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

وہ بولا "یہ ایک نیا جادوئی عمل ہے۔ تم جیسے ہی کلہاڑی سے میرے سر کے دو ٹکڑے کرو گے۔ میں دو دشمن عورتوں سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر لوں گا۔"

چیلا ایسا کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ دیوی نے اس کے دماغ پر غالب آکر اسے کلہاڑی سے وار کرنے پر مجبور کیا۔ پھر اس نے مجبور ہو کر اتنی زور سے سر پر ضرب لگائی کہ واقعی کلہاڑی کا پورا پھل کھوپڑی کے اندر دھنس گیا۔ سر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ پھر وہ پیٹھے پیٹھے اوندھے منہ جھک کر فرش پر گر پڑا۔ دیوی کی خیال خوانی نے اس سے رابطہ کرنے یا اس کی موت کا یقین کرنے کے لیے پرواز کی مگر سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ وہ مر چکا تھا۔

یہ خطرہ ٹل گیا کہ اب ہر ایک گھنٹے بعد اسے کالے جادو کے عذاب سے گزرنا ہوگا۔ دیوی نے کالے جادو کا باب ہی ختم کر دیا تھا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر مہادیو کے چرنوں میں اوندھے منہ گر پڑی۔ اطمینان کی گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ اس کا باپ علم نجوم میں عالمی شہرت کا حامل تھا۔ وہ خود ایسی جوتش دویا میں کامل تھی۔ باپ نے اپنی موت سے پہلے سمجھایا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے اور فرہاد علی تیمور کی فیملی کے کسی معمولی فرد سے بھی نہ کبھی بات کرنا نہ اپنی اصلی صورت دکھانا' اس طرح کی روپوشی اسے محفوظ رکھے گی۔

واقعی وہ اس طرح اب تک محفوظ رہ کر زندگی گزار رہی تھی۔ اس روز پہلی بار وہ موت کے منہ میں جاتے جاتے بچی تھی۔ اور ایسا محض اس خوش فہمی سے ہوا تھا کہ وہ بڑی رازداری سے منجھلی اعلیٰ بی بی (ثانی) پر حملہ کرائے گی۔ اس واردات میں راست شریک نہیں رہے گی۔ جس طرح پچھلے چار برسوں سے اس ڈی شی تارا سے کام لیتی آئی تھی اسی طرح اسے آلہ کار بنا کر صاحب کے ادارے سے ہزاروں میل دور ایک وچ ڈاکٹر (جادوگر) کروناذونگا سے بچی کو قتل کرائے گی۔

وہ چھوٹے بڑے معاملات میں ہمیشہ ڈی شی تارا کو آلہ کار کامیاب ہوتی آئی تھی۔ خصوصاً پارس کے معاملے میں کامیاب رہتی تھی۔ اس نے ڈی کے ذریعے پارس کو اپنا دیوانہ بنا لیا اسی طرح اس نے اعلیٰ بی بی (ثانی) کی ہلاکت کے لیے کامیابی یقین کیا تھا۔ ایسے وقت اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ چار برس اس سے شکنجے میں رہنے والی وہ ڈی آزاد ہو جائے گی اور وہ ایم ایم کا سربراہ برادر کبیر اسے اس طرح اغوا کرے گا اور اس کی کے دماغ کو اس طرح تبدیل کرے گا کہ وہ اپنی آتما شکتی کے ذ بھی اس کے اندر نہیں پہنچ سکے گی۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ ایم ایم کا برادر کبیر بابا صاحب کے ادارے سے کوئی تعلق رکھتا ہے۔ اس نے شی تارا کو اغوا کرنے کے بعد اس سے معلوم کیا ہوگا کہ وہ ڑدلو قبیلے کے ایک کے پاس اعلیٰ بی بی (ثانی) کی ہلاکت کے لیے گئی تھی۔ جب اس ڈی کی اس بچی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ پھر شاید بابا صاحب کے ادارے میں روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کیا گیا ہوگا ڈی ہمیشہ سحر زدہ رہ کر کسی کی آلہ کار بنی رہتی تھی اور اس پارس سے بھی کبھی محبت اور کبھی دشمنی کرتی تھی۔

دیوی بڑی تشویش سے یہ بھی سوچ رہی تھی' کیا روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کس نے پارس کی تارا کو ڈی بنایا تھا؟ کیا یہ بھی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اصلی شی کوئی اور ہے اور وہ پارس کا مذہب بدل کر اسے اپنا شوہر بنا کر کے لیے دس برس تک زیر زمین رہے گی؟

یہ ایسے تشویش ناک سوالات تھے جو اس کے ذہن دھماکے کر رہے تھے اور اسے دھمکیاں دے رہے تھے کہ منجھلی بی بی (ثانی) سے دشمنی کرنے کا انتقام لینے کے لیے وہ بزرگ تیمور روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے پاس زیر زمین پہنچ ہیں۔ وہ سہم کر اپنی جنم کنڈلی کے مطابق پھر ... تش دویا کی مدد میں اپنے مستقبل کا حال معلوم کرنے لگی۔ بہت دیر تک حساب کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے لوگ شکتی کی انتہا کو پہنچنے والے بھی اس کے پاس فی الحال نہیں پہنچ گے۔ ابھی مقدر اس کی حمایت میں ہے۔

یہ مقدر کی حمایت اس لیے بھی ہے کہ بعض بزرگان دین ہندوؤں کے رشی منی اور مہاتما کو کائنات کے بہت سے گہرے راز معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ چپ کا تالا منہ پر لگائے رکھتے ہیں۔ جب تک قدرت کی طرف سے اشارہ نہیں ملتا' وہ ایشور اور سنسار کے بھید کسی کو نہیں بتاتے۔ ویسے بعض اوقات ان کی باتوں سے کچھ اشارے سمجھ میں آجاتے ہیں۔

جیسا کہ ایک بار جناب تمیزی نے کہا تھا کہ اصلی شی تارا کا چہرہ اور اصلی آواز کوئی سات برس تک سن نہیں پائے گا۔ اعلیٰ بی بی (ثانی) سات برس کی ہونے کے بعد اسے بے نقاب کرے گی۔ ان کی اس پیش گوئی سے واضح ہو گیا تھا کہ وہ ڈی شی تارا کو ڈی ہی سمجھ رہے ہیں اور اس سے آگے کچھ نہیں بتا رہے ہیں۔ اب اس سے آگے سات برس کی اعلیٰ بی بی (ثانی) بھید کھولے گی۔

ان خیالات سے دیوی کی ڈھارس بندھ رہی تھی کہ ابھی روحانی ٹیلی پیتھی بھی اس کی نشاندہی نہیں کرے گی اور نہ ہی وہ بزرگ انتقامی کارروائی کے لیے کسی کو بتائیں گے کہ اصلی شی تارا کون ہے اور کہاں ہے؟ یہ کاتب تقدیر نے لکھا تھا کہ وہ ساڑھے پانچ برس ابھی اور محفوظ رہے گی اور اگر ستاروں کی چال میں تبدیلی آئے گی تو شاید کاتب تقدیر اپنی تحریر بدل دے اور ایک بچی کے ذریعے اسے بے نقاب نہ کرے اور اس طرح وہ اپنی تپسیا کے دس برس زیر زمین رہ کر پورے کر سکے۔

مرتے مرتے ایک نئی زندگی ملے اور محتاط انداز میں وہ نئی زندگی گزارنے سے مراد یں پوری ہوتی رہیں تو پھر اپنے اندر ایک نیا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ اعلیٰ بی بی (ثانی) پر ناکام حملہ کرنے کے بعد وہ بال بال بچی تھی۔ قسمت نے ساتھ دیا تھا۔ نہ اس کی اصلیت ابھی تک کسی پر ظاہر ہوئی تھی اور نہ کسی کو انتقامی طور پر اس نے جان لیوا حملہ کرنے دیا تھا۔ اس سے پہلے ہی اس کروناذونگا کو ختم کر دیا تھا۔

اس طرح خود کو محفوظ کر لینے کے بعد آئندہ کے لیے حفاظتی انتظامات ضروری تھے۔ سب سے پہلے تو اپنی پوجا اور تپسیا میں اور شدت پیدا کر کے آتما شکتی کی انتہا کو پہنچنا ضروری تھا۔ وہ فی الوقت اتنا چاہتی تھی کہ روحانی ٹیلی پیتھی کی وجہ سے اس کی نشاندہی نہ ہو اور آتما شکتی کے کمال سے وہ روپوش ہو جایا کرے۔

ایسے مقاصد کے لیے مسلمانوں کو کسی پیر کامل کی اور ہندوؤں کو کسی گرو گھنتال سے راہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ دیوی نے یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے یہ طے کر لیا کہ جلد سے جلد کسی ایسے مہاتما کو تلاش کرے گی جو اسے روحانی قوتوں سے بچ کر رہنا سکھائے گا۔ اور مذہب یعنی دھرم کے معاملے میں اس کی راہنمائی کرتا رہے گا۔

وہ مہادیو کی مورتی کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے جوتش دویا کی ایک ضخیم کتاب رکھی ہوئی تھی۔ وہ کتاب علم نجوم پر عالمی شہرت رکھنے والے اس کے باپ نے لکھی تھی۔ باپ کی لکھی ہوئی کتاب نے بیٹی کی بڑی راہنمائی کی تھی اور اب تک مشکلات اور مسائل کے دوران اسے راستہ دکھاتی رہتی تھی۔ اب بھی وہ راستہ دکھا رہی تھی۔ باپ مرچکا تھا مگر اس کا علم اور تجربہ کہہ رہا تھا کہ فرہاد کا بیٹا صرف اسی صورت میں تیرا دھرم پتی بنے گا کہ تو دس برس تک اس کے بیٹے سے ملتی بھی رہے اور اس سے اس طرح چھپتی بھی رہے کہ وہ آئندہ ہونے والی دھرم پتنی شی تارا کی اصلی صورت بھی نہ دیکھ سکے اور اصلی آواز بھی نہ سن سکے۔ یہ عجیب پہیلی تھی کہ وہ دس برس تک پارس کے پاس بھی رہا کرے اور اتنی دور بھی رہا کرے کہ اس کے پاس نہ آئے۔ جب تک دس برس پورے نہ ہو جائیں۔

ان دس برسوں میں یوں تو چھوٹی بڑی مصیبتیں آئیں گی' جن سے نمٹتے رہنا ہوگا۔ لیکن ایک بہت بڑی مصیبت آئے گی جو اس کی جان کا عذاب بن جائے گی۔ دس برس پورے ہونے سے پہلے اس مصیبت کی گردش میں آکر بے نقاب ہو جائے گی۔ اس طرح وہ پارس کو ہندو دھرم پتی نہیں بنا سکے گی۔ اس کے برعکس ایک اونچی ذات کی ہندو برہمن ہو کر اس کی مسلمان شریک حیات بن جائے گی۔

پھر ایسے وقت بھی ایک مسئلہ پیدا ہوگا کہ پارس اسے قبول کرے گا یا نہیں؟ کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک اور ہستی آئے گی جو پارس کے دل و دماغ پر چھائی رہے گی۔

یہ ستارہ شناسی یا جوتش دویا بڑی الجھی ہوئی ہوتی ہے۔ اس الجھن کے اندر سے سلجھے ہوئے راستے تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ دیوی نے پہلا راستہ یہی تلاش کیا کہ اس نے ایک ڈی شی تارا تلاش کی اور اسے پارس کے پیچھے لگا دیا۔ اس طرح وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا اس کے ساتھ بھی تھی اور اس سے اتنی دور بھی کہ اس کا اصلی چہرہ پارس یا اور کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا اور نہ اصلی آواز سن سکتا تھا۔ یہ مسئلہ تو حل ہو گیا تھا۔ مگر چار سال بعد جب وہ ڈی ہاتھ سے نکل گئی' کسی دوسرے کے قابو میں چلی گئی تو باپ کی لکھی ہوئی وہ بات یاد آگئی کہ جب دس برس پورے ہو جائیں گے تو پارس اسے قبول کرے گا یا نہیں؟ کیونکہ ان کے درمیان ایک دوسری ہستی آئے گی جو پارس کے دل و دماغ پر چھائی رہے گی۔

اب یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ دوسری ہستی وہی ڈی ہوگی جو اب پارس کے اور ساری دنیا کے سامنے شی تارا کی حیثیت سے جانی پہچانی جاتی تھی اور پچھلے چار برسوں میں وہ پارس کے دل و دماغ پر چھائی تھی۔ پارس حسین عورتوں کے معاملے میں غیر سنجیدہ رہا کرتا تھا۔ اس کی زندگی میں کتنی ہی حسینائیں آئی تھیں اور نہ جانے کتنی آئیں گی۔ اس کے باوجود وہ شی تارا کو سب سے زیادہ چاہتا تھا۔ اتنا زیادہ کہ شی تارا کی موجودگی میں اگر کوئی حسینہ عالم بھی آجائے تو اسے نظر انداز کر کے صرف اپنی شی تارا کو اہمیت

دیتا۔

ان تمام حالات کے پیش نظر یہ بات صاف ہوگئی تھی کہ اصلی شی تارا کے مقابلے میں اس کی ڈمی بازی لے جانے والی تھی۔ یعنی وہ بھی ایک مسئلہ بن گئی تھی۔ اب اسے بھی تلاش کرکے پارس کی زندگی سے اتنی دور کرنا تھا کہ وہ پھر کبھی قریب نہ آپاتی۔ چتائی آگ اسے ٹھنڈا کردیتی۔

انسان کو اونچا مقام حاصل کرنے کے لیے یا اپنی دلی مرادیں پوری کرنے کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ دن رات کا سکھ چین غارت کرکے بڑی محنت اور دماغ سوزی سے کام کرنا پڑتا ہے۔ بعض لوگ اپنا ایک اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لیے ایمان اور تہذیبی اصولوں پر چلتے ہیں اور بعض کو صرف ایسے ہی راستے دکھائی دیتے ہیں جو دیوی کو دکھائی دے رہے تھے۔

اس نے باپ کی لکھی ہوئی تحریر دیا کی کتاب کو اچھی طرح ایک کپڑے میں لپیٹ کر رکھ دیا۔ مہادیو کی مورتی کو جھک کر پرنام کیا۔ پھر اپنے کمرے میں آگئی۔ اس زیر زمین حصے کے کمرے میں بھی چھت پر، دیواروں پر، بستر کی چادر اور تکیے کے غلافوں پر پارس کی تصویریں مسکرا رہی تھیں۔ وہ چادر پر پارس کے اوپر آگرلیٹ گئی۔ تکیے کو اس لیے سینے سے لگالیا کہ اس کے غلاف میں بھی پارس مسکرا رہا تھا۔ پھر وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے مائیک ہرارے کے پاس پہنچ گئی۔

ہرارے دو بیڈ روم کے ایک چھوٹے سے بنگلے میں تھا۔ اس کی رہائش گاہ کا علم صرف دیوی اور داؤد منڈولا کو تھا۔ اس وقت وہ خیال خوانی کے ذریعے سپر باسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران کے پاس ایک دفتر میں تھا اور انہیں یہ خوش خبری سنا رہا تھا کہ اسلامی کانفرنس کے نتائج امریکا اور اسرائیل کے حق میں ہوئے ہیں۔

اس نے کانفرنس کے مختصر سے حالات بتاتے ہوئے کہا۔ "وہاں ایم آئی ایم کا سربراہ تنہا آیا تھا اور اس کرسی کے پیچھے کھڑا رہا تھا جس پر سربراہ کو بیٹھنا چاہیے تھا۔ پھر سب نے دیکھا کہ اس کرسی پر ایک سایہ بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے اسلامی ممالک کے اکابرین سے بہت سی چبھتی ہوئی باتیں کیں اور وعدہ کیا کہ وہ ان ممالک کے ملکی و سیاسی معاملات میں آئندہ مداخلت نہیں کرے گا۔ کاتب تقدیر نے جن کے لیے ذلت اور پستی لکھ دی ہے، وہ مجاہدین کی جدوجہد سے بلندی اور عزت کے مقام پر نہیں آئیں گے اور جن مسلمانوں کے لیے کاتب تقدیر نے سربلندی لکھ دی ہے ان کے لیے مجاہدین کو جہاد نہیں کرنا پڑے گا۔ پھر اس سائے نے اجلاس سے جاتے وقت کہا کہ ایم آئی ایم اگرچہ مداخلت نہیں کرے گی لیکن کسی بھی اسلامی ملک میں دین اسلام کے خلاف کوئی بات ہوگی تو مجاہدین اس ملک کے لیے عذاب جان بن جائیں گے۔"

سپر باسٹر نے کہا "یہ ہمارے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے۔ اب اسرائیل اور اردن کے درمیان معاہدہ ہوسکے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "مسٹر ہرارے! کیا اسلامی کانفرنس کے اکابرین نے یہ سوال نہیں کیا کہ ایم آئی ایم کا سربراہ تنہا کیوں آیا ہے؟"

ہرارے نے کہا "یہ سوال کیا گیا تھا، اس نے جواب دیا مجاہدین نیک مقاصد کے لیے جہاد کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ باڈی گارڈ کسی بڑی شخصیت کی جسمانی حفاظت کے لیے ہوا کرتے ہیں۔ ایک سائے کا کوئی جسم نہیں ہے۔ اس لیے باڈی گارڈز نہیں لایا گیا ہے۔"

"دیکھا جائے تو اس نے بڑا معقول جواب دیا ہے لیکن وہ شخص کون تھا جو سائے کی کرسی کے پیچھے کھڑا تھا؟"

"اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے شی تارا اور پوجا اس کا تعاقب کررہی ہیں۔ اور مجھے یقین ہے یہودی خیال خوانی کرنے والے بھی اس کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش میں ہوں گے۔"

جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا جاچکا ہے، شی تارا اور پوجا پہلے ہرارے کے قابو میں آئی تھیں۔ پھر اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھیں۔ یہ ابھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ دونوں کہاں ہیں۔ دیوی کو برادر کبیر نے بتایا تھا کہ وہ اب اس کی پناہ میں ہیں۔ ہرارے جھوٹ بول رہا تھا کہ وہ دونوں اس شخص کا تعاقب کررہی ہیں جو اجلاس میں سائے کے ساتھ آیا تھا۔

حقیقت یہ تھی کہ الپا اور منڈولا اس شخص کے تعاقب میں تھے۔ منڈولا نے الپا سے کہا تھا کہ وہ شی تارا بن کر بھارت حکمرانوں کو خوشخبری سنا کر چلی آئے اور ان سے یہ مصروفیت کروے کہ ابھی ایم آئی ایم کے سربراہ کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے اس کا تعاقب کررہی ہے۔ الپا نے بھارت کے حکمرانوں سے یہی کہا تھا اور پھر اس شخص کے دماغ میں آگئی تھی۔ وہ خیال خوانی کرنے والے اس بات پر حیران تھے کہ انہیں تعاقب کرنے کے لیے اس شخص کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی اور وہ سب آسانی سے اس کے خیالات پڑھ رہے تھے۔

اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ ایک سیدھا سادا انسان ہے۔ پانچ وقت کا نمازی ہے۔ زیادہ وقت مسجد میں گزارتا ہے۔ گھر میں صرف ایک عورت ہے۔ اس کے پاس کمائی کے ذرائع ہیں۔ کئی افراد اسے تین وقت روٹیاں پہنچاتے ہیں۔ صرف سوچتا ہے اور کسی سے بھی کہہ دیتا ہے کہ آج فلاں کھانے کو جی چاہتا ہے۔ آدھے گھنٹے کے اندر اس کی مطلوبہ ڈش اس کے گھر میں پہنچ جاتی ہیں۔

ہرارے نے اس کی سوچ میں پوچھا "کیا آج کانفرنس میں میرے سائے نے جو وعدہ کیا ہے اس پر میں قائم رہوں گا؟ اسلامی ممالک کے سیاسی معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا؟"

"بے شک اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔ جب کہ

بیانی اور مرغ مسلم مل رہا ہو تو آرام سے گھر میں بیٹھ کر موج کرنا چاہیے۔ دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنے سے خواہ مخواہ دن رات مصروف رہنا پڑتا ہے۔"

پھر اس کی سوچ میں پوچھا گیا "میرے تمام مجاہدین کہاں ہیں؟"

اس کی سوچ نے کہا "آہ! اب کہاں رہے۔ میں تو ئیں ، ج کر کانفرنس میں آیا تھا کہ آج سے تنظیم کا سلسلہ ختم۔ دوں گا۔ اسی لیے تمام مجاہدین کو چھٹی دے دی تھی۔ لن سے کہہ دیا تھا کہ اب وہ اپنے طور پر زندگی گزاریں۔ آج کانفرنس میں اسی لیے تنہا آیا تھا کہ اب میرے پاس کوئی مجاہد نہیں رہا تھا۔"

وہ ایک چرچ کے بڑے سے گیٹ کو کھول کر احاطے میں آیا۔ چرچ میں داخل ہونے والے دروازے پر ایک بوڑھی عورت کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی آگے بڑھ کر بولی "میں جانتی تھی کہ نماز کا وقت ہوگا تو تو سیدھا یہاں آئے گا۔ بیٹے! میں تجھے کیسے سمجھاؤں کہ یہ چرچ ہے مسجد نہیں ہے۔"

وہ بولا "مجھے سمجھانے کی کیا ضرورت ہے ماں! یہ تجھے سمجھنا چاہیے کہ خدا یہاں بھی ہوگا۔ عبادت یہاں بھی ہوسکتی ہے۔"

"بے شک۔ یہاں عبادت ہوتی ہے۔ مگر ہر مذہب میں عبادت کے طریقے الگ ہوتے ہیں۔ میرے بیٹے! میں نے بڑی بڑی رقمیں خرچ کی ہیں۔ بڑے ڈاکٹروں سے تیرے نارمل ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ پھر تجھے پاگل خانے سے نکال کر لائی ہوں۔ تو پھر الٹی سیدھی حرکتیں کرے گا تو تجھے پھر پاگل خانے پہنچا دیا جائے گا۔"

اس کے بعد پھر کسی خیال خوانی کرنے والے نے ان ماں بیٹے کی باتیں نہیں سنیں۔ سب اپنی اپنی جگہ۔ دماغی طور پر حاضر ہوکر اپنا سر پکڑ کر سوچنے لگے "یہ ہمیں سرا سر الو بنایا گیا ہے۔ ہم اب تک ایک پاگل کے خیالات پڑھ رہے تھے۔"

الپا نے اس بوڑھی ماں کے بھی خیالات پڑھے تو تصدیق ہوگئی کہ وہ واقعی ایک پاگل بیٹے کی ماں ہے۔ بیٹے کے لیے پریشان رہتی ہے اور بڑے بڑے ڈاکٹروں سے اس کا علاج کرواتی رہتی ہے۔

الپا نے برین آدم کے پاس آکر کہا "پتا نہیں وہ دوسرا سایہ کس بدمعاش کا ہے جس نے جوڈی سے گولیوں کی ڈبیا چھین کر خود کو ایک سائے میں تبدیل کرلیا ہے....."

داؤد منڈولا، مائیک ہرارے سب ہی برین آدم کے پاس خیال خوانی کے ذریعے پہنچے ہوئے تھے۔ دیوی بھی موجود تھی اور خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ منڈولا نے کہا۔ "وہ سایہ ... والا شخص نہایت ہی مکار ہے۔ پہلے تو خود کو جوڈی نارمن کہہ کر ہمیں دھوکا دیتا رہا۔ اس کے فریب میں آکر ہمارے فوجیوں نے ہمارے چار بہترین خیال خوانی کرنے والوں کو مار ڈالا۔ آج ایک اسلامی کانفرنس میں سربراہ کی کرسی تک پہنچنے کے لیے ایک پاگل کے جسم میں سما کر آیا تھا۔"

ہرارے نے کہا "اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آج کی اسلامی کانفرنس بھی ایک فریب تھی۔ اصل ایم آئی ایم کا سربراہ نہیں آیا تھا۔ وہ سایہ ہم سب کا وقت ضائع کررہا تھا۔"

الپا نے کہا "سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایم آئی ایم کے ساتھ مذاکرات کرنے کے لیے ہر بار وسیع پیمانے پر اعلانات کیے گئے۔ اس کے بعد بھی اس تنظیم کا سربراہ کبھی نہیں آیا اور نہ ہی اس نے کسی ایسے اجلاس کے خلاف کچھ کہا۔ وہ ہمیشہ خاموش رہتا ہے اپنی کسی خفیہ پناہ گاہ سے اٹھتا نہیں ہے اور اس کی جگہ دوسرے لوگ سربراہ بن کر دھوکا دینے چلے آتے ہیں۔"

برین آدم نے کہا "ہمیں فی الحال انجان بن جانا چاہیے کہ اس بار بھی دھوکا ہوا ہے۔ ہم میں سے کوئی غیر مسلم اس کانفرنس میں نہیں تھا۔ اسلامی ممالک کے اکابرین کے ٹیلی فون اور فیکس وغیرہ موصول ہورہے ہیں۔ اردن کے مراسلے میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ اسرائیل سے معاہدہ کرنے کی تاریخ مقرر کی جائے۔ ایم آئی ایم والے ہمارے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔"

دیوی نے منڈولا کے اندر رہ کر کہا "برین آدم بہت ہی دانشمندانہ مشورہ دے رہا ہے۔ چوبیس گھنٹے انتظار کیا جائے اگر ایم آئی ایم کے کسی سربراہ کی جانب سے اس اسلامی کانفرنس کی مخالفت نہیں ہوگی تو فوراً اسرائیل اور اردن کا معاہدہ ہوجانا چاہیے اس طرح بات صاف ہوجائے گی کہ ایم آئی ایم مداخلت کرے گی یا نہیں؟"

منڈولا نے ان سب سے یہی بات کہہ دی کہ صرف چوبیس گھنٹے ایم آئی ایم کے مخالفانہ بیان کا انتظار کرنے کے بعد فوراً اسرائیل اور اردن کا معاہدہ ہوجانا چاہیے۔ پھر دیوی نے منڈولا سے کہا "تم نے مائیک ہرارے پر عمل کیا تھا۔ تم اس کے عامل ہو۔ مگر میں حکم دیتی ہوں کہ میرے اگلے حکم تک تم ہرارے کے دماغ میں نہ جاؤ۔"

پھر وہ ہرارے کے پاس آکر بولی "میں تھوڑی دیر دوسری جگہ مصروف رہوں گی پھر تم سے آکر گفتگو کروں گی۔ ہماری اہم گفتگو کے دوران تمہارا عامل منڈولا بھی موجود نہیں رہے گا۔ میں نے اسے تمہارے اندر آنے سے منع کردیا ہے۔"

وہ تمام خیال خوانی کرنے والے اس کے ماتحت بن چکے تھے۔ اس کے احکامات کے پابند رہا کرتے رہتے تھے۔ وہ منڈولا اور ہرارے کو پابند کرکے پارس کے دماغ میں آئی۔ اس کی چھٹی حس نے بتایا کہ محترمہ تشریف لائی ہیں "تم نے کانفرنس میں میری بات سنتے ہی وہاں سے بھاگ کر میری عزت رکھ لی۔ سب نے مجھے ایم آئی ایم کا سربراہ تسلیم کرلیا ہے۔"

"تم پگلے بدمعاش ہو۔ ایک پاگل کے جسم میں سما کر اس کانفرنس میں آئے تھے۔"

"تم مجھے پکا کچا بدمعاش کہہ رہی ہو۔ جب کہ میں نے تمہیں ایک اہم اطلاع دے کر احسان کیا ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں سونیا کی بیٹی پر کالا جادو کرا رہی ہوں اور وہ جادو گر کرونا ڈونگا اس مقصد میں ناکام ہو رہا ہے۔ مجھے سچ بتاؤ ورنہ تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

"ایک سایہ ناہموار زمین پر سے گزر رہا ہے تو اس کا منہ اور جسم ٹیڑھا میڑھا ہوتا رہتا ہے۔ تم خواہ مخواہ میرا منہ توڑنے کی زحمت نہ کرو۔ ذرا عقل سے کام لو تو سمجھ میں آجائے گا کہ مجھے اس کالے جادو والی ساری باتیں کیسے معلوم ہوئیں۔"

"مجھے عقل سے کام لینے کے لئے نہ کہو۔ جلدی بتاؤ تمہیں میرا یہ اندرونی راز کیسے معلوم ہوا؟"

"خدا تمہیں عقل دے۔ سیدھی سی بات سمجھ نہیں رہی ہو کہ میں نے شی تارا اور پوجا کو اغوا کر کے ان پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ مجھے شی تارا نے بتایا ہے کہ تم سونیا کی بیٹی کو اپنے راستے سے کیوں ہٹانا چاہتی ہو اور کالے جادو کے معاملات طے کرنے کے لیے تم نے شی تارا کو جنوبی افریقہ کرونا ڈونگا کے پاس بھیجا تھا۔"

وہ بولی "واقعی" میں نے یہ پہلو نظر انداز کر دیا تھا۔ میرا دھیان جناب تیرزی کی روحانی ٹیلی پیتھی کی طرف تھا۔ میں سمجھ رہی تھی کہ شاید روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے سونیا وغیرہ کو کالے جادو کا علم ہو گیا ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہی تھیں۔ میں نے سنا ہے کہ روحانی ٹیلی پیتھی بڑی خطرناک ہوتی ہے۔ کوئی روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والا اگر دشمن بن جائے تو اس سے نہ تم چھپ کر زیر زمین رہ سکتی ہو اور نہ میں سائے کے اندر اپنی اصلیت چھپا سکتا ہوں۔ ہم جیسے تمام پراسرار پردہ نشین چشم زدن میں ظاہر ہو جائیں گے۔"

"تمہاری باتوں سے یہ حوصلہ مل رہا ہے کہ ابھی ہم دونوں روحانی ٹیلی پیتھی سے محفوظ ہیں اور تمہارے پاس شی تارا کی موجودگی بھی یہی ثابت کر رہی ہے کہ میں سونیا' فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والوں سے تو محفوظ ہوں مگر تم سے نقصان اٹھا رہی ہوں۔ اب پورے یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ تم نے اور شی تارا نے میرے کالے جادو والے منصوبے کو ناکام بنایا ہے۔"

"شکر کرو کہ صرف ناکام بنایا ہے۔ تمہارے اس شیطانی عمل والی بات سونیا تک نہیں پہنچائی ہے ورنہ بابا صاحب کا پورا ادارہ تمہارے خلاف حرکت میں آجاتا۔"

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ تم نے مجھ پر یہ مہربانی کیوں کی ہے اور ساتھ ہی نامہربان ہو کر میرا کام کیوں بگاڑا ہے؟"

"میں نے صرف تم پر مہربانی نہیں کی ہے۔ اپنے آپ پر بھی کی ہے۔ اگر میں یہ بات بابا صاحب کے ادارے تک پہنچاتا تو وہ صرف تمہیں ہی نہیں مجھے بھی سائے کے اندر سے ڈھونڈ نکالتے۔"

"ہاں۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے کہ تم نے دراصل اپنا تحفظ کیا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ تم نے میرا کام کیوں بگاڑا ہے۔ تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"بات دشمنی کی نہیں' محبت کی ہے۔ محبت سے یہ مراد ہے کہ مجھے تمہاری جیسی بدصورت عورت سے محبت ہو گئی ہے۔"

وہ غصے سے بولی "یو شٹ اپ۔ میں اتنی حسین ہوں کہ تم دیکھو گے تو دنیا کی تمام حسیناؤں کو بھول جاؤ گے۔"

"یہ ساری دنیا کہتی ہے کہ حسن کبھی چھپایا نہیں جاتا بدصورتی کو چھپانے کے لیے منہ پر نقاب ڈالا جاتا ہے مگر تم نے تو کر دی۔ اپنے عیب چھپانے کے لیے زمین کے اندر چلی گئیں۔"

"تم سے باتیں کرتے وقت کبھی کبھی سر چکرانے لگتا ہے۔ جو اصل بات ہوتی ہے' اسے بھول جاتی ہوں۔ میں خوبصورت بدصورت جیسی بھی ہوں۔ میری بات کا جواب دو۔ تم نے میرا کام کیوں بگاڑا؟"

"میں وہی کہنے جا رہا تھا کہ محبت کی وجہ سے۔ وہ جو شی تارا ہے' وہ فرہاد کے بیٹے پارس سے محبت کرتی ہے۔ اور وہ اعلیٰ پائے (ثانی) پارس کی چھوٹی بہن ہے۔ شی تارا نہیں چاہتی تھی کہ اس کے محبوب کی چھوٹی بہن پر عمل کیا جائے۔ میرا دل بہت نرم۔ کسی محبت کرنے والی کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتے۔ پھر کہ وہ میری معمولہ اور تابعدار ہے۔ تم میری کوئی نہیں ہو۔ اس لیے میں نے اس کا کام بنایا۔ تمہارا بگاڑ دیا۔"

یہ قائل کرنے والی بات تھی۔ دیوی جانتی تھی کہ ڈی شی تارا پارس پر جان دینے لگی ہے۔ اس نے ہی اپنے محبوب کی چھوٹی بہن کو بچانے کے لیے کالے جادو کو ناکام بنایا ہے۔ وہ بولی "تم نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے کیا اس کے دماغ سے پارس نام و نشان نہیں مٹا سکتے تھے؟"

"میں کہہ چکا ہوں محبت کرنے والوں کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا اور پارس کو اس سے ملا نہیں سکتا۔ کیونکہ ہم ایم آئی ایم اور بابا صاحب کے ادارے والوں میں کچھ اندرونی اختلافات ہیں جو میں بتا نہیں سکتا۔ اور شی تارا کی آنکھوں میں اب میں کیا کرتا؟ ہاں ایک ترکیب سوچی ہے۔ کسی خوبرو جوان کو پکڑ کر اس پر تنویمی عمل کروں گا۔ اسے پارس بنا دوں گا اور پارس اس رونے والی کو پیش کر دوں گا۔"

"تم اس رونے والی کے ساتھ مرجاؤ تو اچھا ہوگا۔"

"میں نے اس سے کہا تھا کہ مجھ پر مرو۔ مگر وہ صرف پارس کے لیے ہی روتی ہے۔ میں نے اسے سمجھایا کہ میں دنیا میں بالکل تنہا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد کوئی آنسو بہانے والا نہیں ہے۔ اپنے آنسو میری میت کے لیے سنبھال کر رکھو مگر وہ راضی نہیں ہوئی۔"

"میں ایک بات اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تم اس کے محبوب کی چھوٹی بہن کو آئندہ حملوں سے بھی بچاؤ گے کیونکہ وہ

پارس کو چھوڑے گی' نہ اس کی بہن کو نقصان پہنچنے دے گی۔"

"میں مجبور ہوں۔ تم کوئی مشورہ دو۔"

"مجھ سے شی تارا کا سودا کرو۔ بولو اسے میرے حوالے کرنے کی کیا قیمت لوگے یا کن شرائط پر اسے میرے حوالے کرو گے؟"

"تمہارے حوالے کیسے کروں؟ وہ تو مرنے کے بعد زمین کے اندر جائے گی۔"

"بکواس مت کرو۔ سنجیدگی سے اپنی شرائط پیش کرو۔"

"قصہ حاتم طائی کی طرح سات سوالوں کے جوابات دو اور اسے لے جاؤ۔"

"اگر تم واقعی سنجیدگی سے کہہ رہے ہو تو صرف میرے بارے میں نہ پوچھنا کہ میں کون ہوں اور کہاں رہتی ہوں؟ باقی جو سوالات ہیں۔ وہ پوچھو۔"

"پہلا سوال یہ ہے کہ میں ایک سایہ ہوں۔ کیا مجھے شادی کرنے کے لیے ایک سائی مل جائے گی؟ اور اگر کہیں سے مل جائے گی تو ہم سایہ اور سائی کے سایہ سایہ سے بچے ہوں گے اور اگر ہوں گے تو خاندانی منصوبہ بندی والوں پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟"

وہ فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل کر اپنے بستر پر حاضر ہو گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی "ہے بھگوان! یہ ایم آئی ایم کے مجاہدین کیسے گدھے ہوں گے جنہوں نے ایسے شخص کو اپنا سربراہ بنایا ہے؟ اور اسے برادر کبیر کہتے ہیں۔" پھر وہ کچھ سوچ کر بڑبڑائی "نہیں۔ اس کا تعلق ایم آئی ایم سے نہیں ہو سکتا۔ اگر ہوتا تو وہ ایک پاگل کے جسم میں سما کر کانفرنس میں نہیں آتا۔ پہلے وہ خود کو جوڈی نارمن کہہ کر سب کو بیوقوف بناتا رہا۔ اب ایک تنظیم کا سربراہ بن کر پھر کوئی مکارانہ چال چل رہا ہے۔ یہ بہت خطرناک ہے۔ بہت خطرناک..... سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اسے کیسے اپنے اعتماد میں لوں؟"

وہ محسوس کر رہی تھی کہ اس سے باتیں کرنے کے بعد سر گھوم رہا ہے۔ دماغ گرم ہو گیا ہے۔ وہ تھوڑی دیر تک اپنے دماغ کو ٹھنڈا کرتی رہی۔ پھر مائیک ہزارے کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے اندر خاموش رہ کر اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔

جب تک وہ ہزارے کے خیالات پڑھ رہی ہے' تب تک یہ ذکر ہو جائے کہ پارس اس اسلامی کانفرنس میں کیسے پہنچا؟ پچھلے باب میں ذاکر علی (سابقہ وارنر بیگ) کا اور حمائلہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ وہ دونوں استنبول آکر ایک علاقے میں نہایت سیدھی سادی سی زندگی گزار رہے تھے۔ جب کہ ذاکر علی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا کی تمام دولت اور آسائشیں حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن دونوں میاں بیوی نے دنیا داری کے بجائے دین داری اختیار کی۔ ذاکر علی نو مسلم تھا۔ اس نے وہاں کی مساجد لائبریریوں میں دینی کتب کا مطالعہ کیا تھا علمائے کرام کی صحبت میں وقت گزارتا رہا تھا اور ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے دنیائے اسلام کی حالت زار کو سمجھ کر بڑے صدمات سے سوچتا تھا کہ دولت مند اسلامی ممالک کی کمی نہیں ہے پھر بھی کئی اسلامی ممالک کے مسلمان پسماندگی اور محتاجی کی زندگیاں گزارتے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس علم اور ذہانت کی کمی نہیں ہے' لیکن دولت مند اسلامی ممالک اپنے ذہین مسلمانوں کی ذہانت اور جدید ٹیکنالوجی کی صلاحیتوں کو ابھارنے کے لیے اپنی دولت اور قدرتی وسائل کو کام میں نہیں لاتے ہیں۔

تب' ذاکر علی اور حمائلہ نے یہ طے کیا کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں استعمال کر کے دنیائے اسلام کے جس حد تک کام آسکتے ہیں' آنا چاہیے' اس مقصد کی ابتدا کے وقت جواد خیری جو اشہ زور اور مسلمانوں کے لیے دردمند دل رکھنے والا نوجوان مل گیا۔ پھر اس کے بعد رفتہ رفتہ تعلیم یافتہ اور باصلاحیت مجاہدین ملتے چلے گئے۔ چند دیانت دار مشیر بھی ملے اور اسے مشورے دیتے رہے کہ غیر مسلموں کی سازشوں کو کمزور بنانے یا ختم کرنے کے لیے اور مسلمانوں کا وقار بلند رکھنے کے لیے دشمنوں کی مکاریوں کا جواب ہمیشہ شرافت سے نہیں کبھی کبھی مکاریوں سے بھی دینا پڑتا ہے۔ اگرچہ مکاری اچھا عمل نہیں ہے لیکن سیاست میں نیک مقاصد کے لیے مجبوراً ایسا کرنا پڑتا ہے۔

مثلاً ایم آئی ایم کو بدنام اور کمزور کرنے کے لیے اور مشکلات پیدا کرنے کے لیے فراڈ ایم آئی ایم کے فراڈ سربراہ یکے بعد دیگرے آرہے تھے اور یہ تاثر دنیا والوں کو دے رہے تھے کہ یہ بکھری ہوئی کوئی منتشر تنظیم ہے۔ اسلامی ممالک کو دھمکیاں دے کر بلیک میلنگ کرتی ہے۔ درپردہ بڑی بڑی رقمیں طلب کرتی ہے اور بظاہر مسلمانوں کے جذبات کو ابھارنے اور انہیں مشتعل کرنے کے لیے کہا جاتا ہے کہ یہودیوں سے دوستی نہیں ہونی چاہیے اور امریکا پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔

ذاکر علی کے جتنے مشیر تھے' وہ مشورہ دے رہے تھے کہ اب اسے اصل سربراہ کی حیثیت سے منظر عام پر آکر دشمنوں کے جھوٹ اور فریب کا جواب دینا چاہیے۔

لیکن ذاکر علی نے پہلے دن سے یہ اٹل فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سربراہ کی حیثیت سے اپنے مجاہدین اور تمام مشیروں کے سامنے بھی نہیں آئے گا۔ وہ ہمیشہ موبائل فون کے ذریعے یا خیال خوانی کے ذریعے اپنے قابل اعتماد لوگوں سے گفتگو کرتا تھا۔ اس نے مشیروں کو سمجھایا "میں سربراہ کی حیثیت سے جاؤں گا تو اپنے دین کے مطابق اصولی گفتگو کروں گا۔ میرے مقابل بیٹھنے والے سیاسی ہیرا پھیری سے مجھے قائل کریں گے۔ میں تو کلام پاک کی ایک ہی بات پر قائم رہوں گا کہ یہود و نصاریٰ کبھی مسلمانوں کے دوست نہیں بن سکتے۔ وہ ہمیشہ جھوٹ اور فریب سے مسلمانوں کے ساتھ تعلقات قائم رکھیں گے اور انہیں پسماندگی کی طرف لے جاتے رہیں گے۔ کیا قاہرہ کانفرنس اس بات کا ثبوت نہیں ہے۔ وہاں کہا گیا کہ تمام دنیا کے ممالک آبادی کم کریں۔ اس

بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ اپنی آبادی نہیں بڑھائیں گے اور مسلمان ان کی باتوں میں آکر اپنی نسل کم کرتے جائیں گے۔ کیا ہم اپنی عقل سے اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ غیر مسلم ہم مسلمانوں کی اکثریت سے پریشان ہیں۔"

ایک مشیر نے کہا "آپ ایسے ہی حقائق کانفرنس میں بیان کرسکتے ہیں۔"

"سیاسی دنیا میں بیان بازی کچھ ہوتی ہے اور عمل کچھ اور ہوتا ہے۔ فی الوقت تو یوں سمجھ لو کہ میں محض نام کا سربراہ ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک جگہ بیٹھ کر آپ حضرات کو بڑی بڑی امداد فراہم کرسکتا ہوں لیکن عملی طور پر کبھی میدان عمل میں نہیں آؤں گا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ایم آئی ایم کی سربراہی کسی ایسے شخص کے ہاتھوں میں ہو' جو اینٹ کا جواب پتھر سے دینا جانتا ہو۔ اگر ہم نے اس سلسلے میں جلد ہی کوئی قدم نہ اٹھایا تو پتا نہیں اور کتنے فراڈ سربراہ آکر ہماری تنظیم کو بدنام کرتے رہیں گے۔"

اس بات پر سب متفق ہوئے کہ ایم آئی ایم کا بنیادی سربراہ تو ذاکر علی رہے گا لیکن عملی سربراہ کسی نہایت تیز طرار اور چالباز شخص کو ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں کئی سیاسی چالبازوں کے ناموں کی فہرست بنائی گئی۔ لیکن جو چالباز ہوتے ہیں' وہ اپنی تنظیم کے لیے بھی کبھی کوئی چالبازی کرسکتے ہیں۔ عملی سربراہ تو ایسا ہو' جو دولت اور اقتدار کی خواہش نہ رکھتا ہو۔ اور صرف دینی مقاصد کے لیے' تنظیم کے لیے وفاداری سے کام کرنا چاہتا ہو۔

ایک مشیر نے کہا "ایسا بے لوث' بے غرض' باصلاحیت اور ذہین شخص بابا صاحب کے ادارے سے مل سکتا ہے۔"

مشکل پھر وہی تھی کہ ذاکر علی بابا صاحب کے ادارے' مجھ پر اور میری فیملی کے کسی فرد کے سامنے ظاہر نہیں ہونا چاہتا تھا۔ وہ خاموشی اور گمنامی سے دین اسلام کے لیے کام کرتے کرتے اس دنیا سے ایک عام انسان کی طرح رخصت ہوجانا چاہتا تھا۔

اس مشکل کو آسان کرنے کے لیے ایک مشیر بابا صاحب کے ادارے میں آیا اور جناب تبریزی سے ملاقات کی۔ انہوں نے کہا "مجھے کچھ نہ بتاؤ۔ ایم آئی ایم کا سربراہ سچا مسلمان ہے۔ اس اصول پر قائم ہے کہ ایک ہاتھ سے نیکی کرو تو اپنے دوسرے ہاتھ کو اس کی خبر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ سربراہ اپنی خواہش کے مطابق گمنامی میں رہ کر نیکیاں کرتا رہے گا۔ عملی سربراہی کے لیے میرے انتخاب کے مطابق ایک نوجوان آپ کی تنظیم میں رہے گا۔ ہماری بھی خواہش ہے کہ وہ نوجوان اور اس کا نام کسی پر ظاہر نہ ہو۔ حتیٰ کہ ایم آئی ایم کا بنیادی سربراہ بھی خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں کرسکے گا۔ لیکن اس کا نام اور پتا معلوم نہ کرسکے گا اور نہ ہی کوئی اس کی اصلی صورت کبھی دیکھ سکے گا کیونکہ فی الحال نہ اس کی کوئی صورت ہے نہ اس کا کوئی جسم ہے۔"

مشیر نے کہا "آپ کی بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی؟"

"میرے ادارے کا وہ نوجوان عملی سربراہ بنے گا جس نے پچھلی بار جوڈی نارمن سے گولیاں چھین کر ایک کھائی تھی اور سایہ بن گیا تھا۔ وہ آج بھی ایک سایہ ہے۔"

"کیا اب وہ ہمیشہ سایہ بن کر رہے گا؟"

"نہیں۔ گولی کے اثر کے مطابق وہ انسانی جسم میں نمودار ہوگا۔ لیکن وہ اپنی اصلی صورت اور شناخت کے ساتھ نہیں رہے گا۔ تاہم ان شرائط پر پورا اترے گا کہ تنظیم کے مقاصد بے غرضی سے کسی لالچ یا معاوضے کے بغیر حاصل کرے گا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے رہائشی اور ذاتی اخراجات بھی خود پورے کرے گا۔"

انہوں نے ایک آڈیو کیسٹ منگوا کر مشیر کو دیا۔ پھر کہا۔ "اس میں اس جوان کی آواز ہے۔ تمہارا مومن سربراہ یہ آواز سن کر اس سے دماغی رابطہ کرسکے گا۔"

اسی رات وہ مشیر کیسٹ لے کر استنبول پہنچ گیا۔ ذاکر علی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرچکا تھا۔ اس نے مشیر سے کہا۔ "مجھے اس جوان کی آواز سناؤ۔ میں تمہارے اندر رہ کر سن رہا ہوں۔"

اسے آواز سنائی گئی۔ اس نے کہا "ہاں یہ اسی جوان کی آواز ہے جسے ہم نے ٹی وی اسکرین پر دیکھا تھا۔ اس نے صرف جوڈی نارمن سے گولیاں نہیں چھینی تھیں بلکہ اہم دستاویزات اور ویڈیو کیسٹ کا بریف کیس بھی اس اجلاس سے لے گیا تھا۔ واقعی وہ ہمارا عملی سربراہ بن سکتا ہے۔ میں ابھی اس سے بات کرتا ہوں۔"

ذاکر علی خیال خوانی کی پرواز کرکے پارس کے دماغ میں آیا۔ پارس نے کہا۔ "السلام علیکم! اطلاع ملتے ہی میں استنبول آگیا ہوں۔ پرسوں اسلامی کانفرنس ہے۔ آپ فرمائیں میرے لیے کیا ہدایات ہیں؟"

ذاکر علی نے کہا "میں تمہارے پاس آکر حیران ہوں۔ تم نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس نہیں روکی جب کہ عملی سربراہ کے عہدے کے لیے یوگا کا ماہر ہونا لازمی ہے۔"

"میں جسے چاہتا ہوں اپنے دماغ میں آنے دیتا ہوں۔ ورنہ سانس روک لیتا ہوں۔ میرے بزرگ جناب تبریزی نے ہدایت کی تھی کہ آپ کا خیر مقدم کروں اور آپ کے کام آتا رہوں۔"

"لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں ہی تمہارے اندر آتا ہوں؟ کوئی دشمن بھی آسکتا تھا۔"

پارس نے سانس روک لی۔ ذاکر علی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اس نے پھر اس کے اندر آکر پوچھا "تم نے ابھی سانس کیوں روک لی تھی؟"

"آپ کو یہ بتانے کے لیے کہ کوئی دشمن یا ناپسندیدہ شخص آتا تو میں اس طرح یوگا کی مہارت سے کام لیتا۔ یہ میرے بزرگ محترم جناب تبریزی کی مجھ پر خاص عنایت ہے۔ دنیا میں بے شمار عجوبے ہیں۔ انہوں نے میرے دماغ کو عجوبہ بنایا ہے۔ کسی کی بھی سوچ کی

ل کو محسوس کرتے ہی دوست اور دشمن کو پہچان لیتا ہوں۔ اور دشمن کو اپنے اندر رہ کر باتیں کرنے کی اجازت دوں تو وہ میرے یہ خیالات پڑھنے میں ناکام رہتا ہے۔ آپ ہمارے اپنے ہیں۔ ں آزمائش کے طور پر آپ کو اپنے خفیہ خیالات پڑھنے نہیں دوں ا۔ آپ پڑھنے کی کوشش کریں۔"

وہ خاموش ہوگیا۔ ذاکر علی اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ ا کے اس حصے میں پہنچ گیا تھا جہاں انسان اپنے عیب اور اپنی اریاں چھپا کر رکھتا ہو۔ اسے اس حصے سے بہت کچھ سنائی دے رہا ا مگر سنائی دینے والی زبان سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ اس نے رالی سے پوچھا "یہ کون سی زبان ہے؟"

وہ بولا "زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم۔ یہ آپ کی ترکی بان ہے۔ لیکن آپ کسی ترکی زبان کی فلم کو تیزی سے الٹا چلائیں آپ خود اپنی زبان سمجھ نہیں پائیں گے۔ دنیا کی ہر قوم اپنی زبان تیزی سے الٹا آڈیو چلا کر سنے تو ان کے پلے کچھ نہیں پڑے گا۔"

"میں حیران ہوں کہ تمہارے خفیہ خیالات کے خانے میں کسی ں زبان کے الفاظ کیسے الٹ جاتے ہیں اور کیسے اتنی تیزی سے ے لگتے ہیں۔ کیا یہ بھی جناب تبریزی کی روحانیت کا کمال ہے؟"

"جی ہاں۔ آئندہ بھی حیران ہونے کے لیے بہت کچھ ہے۔ ب لیے میرے دماغ کی باتیں سنتے رہیں۔ آپ یہ بتائیں کہ اسلامی فرنس میں کیا چاہتے ہیں؟ ویسے آپ اپنی تنظیم سے پہلے پی ایل او کا انجام دیکھ رہے ہیں کہ وہ کس طرح بھلائے جارہے ہیں۔ دوسری اسلامی مجاہدین کی خطرناک تنظیم حماس ہے۔ اس کے لیے بھی جال بچھائے جارہے ہیں اور سمجھوتے کی راہیں نکالی جارہی ہیں۔ ایک عظیم شاعر نے کہا تھا کہ اس قوم کی حالت کبھی نہیں بدلتی' جو خود کو بدلنے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں۔ بیشتر اسلامی ممالک کے پاس اپنی تقدیر بدلنے اور اسلام کو سربلند رکھنے کے بہت زیادہ وسائل ہیں۔ مگر وہ ان وسائل کو بھی غیر مسلموں کے سائے میں رہ کر استعمال کرتے ہیں اور انہیں ہی فائدے پہنچاتے ہیں۔"

"تم درست کہتے ہو۔ میں اسی کے لیے فکر مند ہوں کہ اپنی قوم کی حالت کیسے بدلے گی۔"

"ایک نادان بچہ کسی گرم چیز کو چھوتا ہے تو اسے چھونے دیا جائے۔ ایک بار اس کی انگلیاں جلیں گی تو دوسری بار وہ اسے ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اسی طرح جو اسلامی ممالک یہودیوں کی گود میں گرنا چاہتے ہیں' انہیں ذرا ایک بار گرنے دیں۔ ان کی ڈھکی چھپی ہوئی مکاریوں سے ٹھوکریں کھا کر انہیں منہ کے بل گرنے دیں۔ پھر وہ خود ہی یہودیوں کی گود سے نکل کر بھاگیں گے۔"

ذاکر علی نے کہا "لیکن یہ پتا نہیں ہے کہ یہودیوں سے معاہدہ کرنے والے اسلامی ممالک کو کتنے برسوں میں عقل آئے گی۔ کیا تب تک ہم تمام مسلمانوں کو پسماندہ زندگیاں گزارتے اور طرح طرح کے کافرانہ ہتھکنڈوں سے مرتے دیکھتے رہیں گے۔"

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جاں باز کا سفر

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں..... جب خون جگر برفاب ہوا

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلہ وار شائع ہونے والی مقبول کہانی

علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کتابی شکل میں چار حصے شائع ہوگئے ہیں

قیمت فی حصہ =/ بہم روپے ..... ڈاک خرچ ۱۰ روپے

چاروں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۔ کراچی نمبر ۷۴۲۰۰

"ہرگز نہیں۔ ہم اپنے ایک بنیادی اصول پر قائم رہیں گے اور وہ یہ کہ جس اسلامی ملک میں، دین اسلام کے قوانین سے خلاف کوئی قانون بنے گا۔ یا کہیں ہمارے مذہب کو تضحیک کا نشانہ بنایا جائے گا، وہاں ہم ایسے اسلام دشمنوں کو جہنم میں پہنچا دیں گے۔"

"تمہاری بات دل کو لگ رہی ہے۔ ہم ساری دنیا کے مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلا نہیں سکتے مگر گمراہی سے روک ٹوک سکتے ہیں۔ اگر وہ باز نہیں آئیں گے تو دنیا والوں کے سامنے دنگے کی چوٹ پر ان کی غلط پالیسیوں کی نشاندہی کریں گے۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا "مگر تم تو فی الحال ایک سایہ ہو۔ اس کانفرنس میں کیسے جاؤ گے؟"

"جیسے آپ نے پہلی بار ایک ڈھانچے کو بھیجا تھا۔"

"اس طرح تو دنیا والے پھر ہمیں فراڈ سمجھیں گے۔"

"جب ہم ان کے درمیان ہونے والے معاہدوں میں مداخلت نہیں کریں گے تو امریکا اور اسرائیل جیسی بڑی طاقتیں کبھی دنیا والوں کے سامنے ہمیں فراڈ نہیں کہیں گی۔ اور ہمارے مانیٹر بھی رہیں گی کہ اسلامی ممالک میں دین اسلام کے خلاف کوئی کام تو نہیں ہو رہا۔ اگر ہم پھر ان کے، دشمن بن جائیں گے۔"

"تمہارے پتے کی باتیں کر رہے ہو۔ واقعی میں نے جیسا ایک عملی سربراہ کے لیے سوچا تھا، تم اس سے بھی زیادہ باکمال اور ذہین ہو۔ کیا میں تمہاری رہائش کا انتظام اس شہر میں کروں؟"

"آپ بھول رہے ہیں کہ میں فی الحال ایک سایہ ہوں۔ میری رہائش ہمیشہ تاریکی میں رہتی ہے۔ آپ میری فکر نہ کریں۔"

اس طرح پارس ایم آئی ایم کا ایک ایسا عملی سربراہ بن گیا جسے کوئی پارس کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔ اس تنظیم کا ایک بنیادی سربراہ ڈاکٹر علی تھا اور دوسرا عملی سربراہ پارس تھا۔ عجیب تنظیم تھی کہ دونوں سربراہ ایک دوسرے کی اصلیت نہیں جانتے تھے۔ مجاہدین اور مشیر وغیرہ انہیں برادر کبیر کہتے تھے۔ وہ ایسے برادر تھے جنہیں کبھی کسی نے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی ان کا پتا ٹھکانا جانتے تھے۔

اس اسلامی کانفرنس میں جو کچھ ہوا، اس کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر علی خیال خوانی کے ذریعے پارس کے اندر تھا اور اس کی ایمان افروز باتیں اور فیصلے سنتا رہا تھا۔ وہ مطمئن تھا۔ مگر الجھن میں تھا کہ یہ کس قسم کا بندہ ہے؟ ایک پاگل کے جسم میں سما کر پاگل ہو گیا ہے؟

جب وہ کانفرنس کے اختتام پر پاگل کے جسم میں سما کر واپس جا رہا تھا تو ڈاکٹر علی اس وقت بھی اس کے دماغ میں تھا۔ پھر اس نے اس پاگل کو ایک شخص کے گلے لگتے دیکھا۔ پاگل نے کہا "ارے بھائی جان! آپ کہاں گم ہو گئے تھے" اس شخص نے فوراً اس سے علیحدہ ہو کر پوچھا "کیا تم پاگل ہو؟ خواہ مخواہ مجھے اپنا بھائی بنا رہے ہو؟"

پاگل نے معذرت چاہی۔ پھر کہا "میں پاگل نہیں ہوں۔ میری شکل میرے بھائی جان سے ملتی ہے۔ میں دھوکا کھا گیا تھا۔ معاف کر دیں۔ سوسوری۔"

پاگل آگے بڑھ گیا۔ پارس اس شخص کے جسم میں سما گیا۔ جسے پاگل نے بھائی جان کہا تھا۔ ڈاکٹر علی نے سوچ کے ذریعے پوچھا "تم نے ایسا کیوں کیا۔ پاگل کو اس شخص کے گلے لگا کر اس کے جسم میں کیوں سما گئے؟"

مارس نے کہا "آپ میرے دماغ میں تھے اور مجھے آپ کی رہنمائی بھی کہ اس پاگل کے دماغ میں کئی دشمن خیال خوانی کرنے والے موجود تھے اور دیکھنا چاہتے تھے کہ یہ سایہ کدھر جاتا ہے۔ جس کے جسم میں سما کر آیا تھا، وہ شخص کون ہے؟ اب آگے جا کر دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو پتا چلے گا کہ وہ ایک پاگل کے جسم میں رہ کر میرا پیچھا کر رہے تھے۔"

"میں مان گیا۔ اس دنیا میں جینے کے لیے تھوڑی سی چالاکی ضروری ہے ورنہ انسان میری طرح صرف دین، ایمان کو سمجھ کر بھی تم نے کانفرنس میں اسلامی ممالک کے اکابرین کو ملنے کے بعد یہ ڈھیل دے دی کہ وہ یہودیوں سے معاہدہ کر سکتے ہیں۔ امریکا اور اسرائیل کے حق میں باتیں کہہ دی ہیں تو انہیں تو چین ایم آئی ایم کے خفیہ اڈے کا خیال چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ دشمن چور، دشمن ہوتا ہے۔ اور حمایت میں کہنے والوں کا بھی پتا اور ان کی کمزوریاں معلوم کرنے کی کوششیں کرتا رہتا ہے ہوتا تو دھوکا کھا جاتا۔ تم نے تو دھوکے کا منہ توڑ جواب دیا۔ اب میں پوری طرح مطمئن ہوں کہ یہ تنظیم صحیح ڈگر پر چلتی رہے گی۔"

"انشاء اللہ میری میں کوشش رہے گی۔ اب آپ جائیں اپنے مشیروں کے خیالات معلوم کریں۔ میرے پاس جب آنا چاہیں آ سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر علی بہت خوش تھا۔ وہ خدا حافظ کہہ کر اس سے رخصت ہو گیا۔ پارس جس کے اندر سمایا ہوا تھا، وہ ایک کار میں آ کر جا گیا۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرنے لگا۔ پارس نے اس کے اندر سوچ کے ذریعے پوچھا "کیا تم موجود ہو؟"

پوچھنے کہا "جی ہاں۔ کھانا بھی پکا رہی تھی اور اپنے شوہر کی جان کے پاس بھی آ جا رہی تھی۔ آپ کتنی دیر میں آ رہے ہیں؟ بہت زور کی بھوک لگی ہے۔"

"بھوک برداشت کرو۔ میں نے کہا تھا۔ چولہا ہانڈی اور گرہستی چھوڑ دو۔ روزانہ جو مشقیں سکھایا کروں انہیں باقاعدہ کر کے ان میں مہارت حاصل کرتی رہو۔"

"آج انفرمیشن پہلا دن ہے۔ پہلے دن میں اپنے بھائیوں کے ہاتھوں کا کھانا کھلاؤں گی۔ پھر کل سے آپ کے حکم کی تعمیل کروں گی۔"

"اچھا میرے آنے تک شی تارا کے پاس جاؤ اور معلوم کرو کہ وہ فی الحال میں (سونیا) کے ساتھ کیا کر رہی ہے۔"

وہ چلی گئی۔ آگے جا کر ایک کار نے راستہ روک دیا۔ چلانے والے نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے ریورس گیئر میں پیچھے جانا چاہا، پتا چلا کہ پیچھے سے بھی راستہ رکا ہوا ہے۔ پچھلی کار سے ایک شخص نکل کر پارس کے عارضی جسم والے کے پاس آیا۔ پھر بولا۔ "آگے بھی گاڑی پیچھے بھی گاڑی اور بیچ میں تم ہو۔ کل اپنے دفتر کے اسٹاف کو تنخواہ دینے کے لیے دو لاکھ ڈالر لے جا رہے ہو۔"

پارس کے عارضی جسم نے پوچھا "تم کون ہو؟"

جواب ملا "ایک ضرورت مند ہوں مگر تم دو لاکھ مانگنے سے نہیں دو گے اور میرے پاس کوئی اسلحہ بھی نہیں ہے۔ ہاں اگلی کار میں دیکھو پچھلی سیٹ پر تمہاری بیوی بیٹھی ہے اس کے ساتھ جو شخص ہے اس کے پاس گن ہے۔ کسی بھی لمحے ایک گولی تمہاری بیوی کو ختم کر دے گی۔ اگلی سیٹ پر تمہارا دس برس کا بیٹا ہے۔ وہ بھی گن پوائنٹ پر ہے۔ اب بولو انہیں زندہ گھر لے جانے کے لیے تمہیں کیا کرنا چاہیے۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "کتنی رقم لے کر انہیں چھوڑ دو گے؟"

"جتنی بریف کیس میں ہے۔ یعنی پورے دو لاکھ۔ ایک لاکھ میں بیوی زندہ رہے گی۔ دوسرے لاکھ میں بیٹا سلامت مل جائے گا۔"

وہ مجبور تھا۔ رقم سے زیادہ بیوی اور بیٹے کی زندگی عزیز تھی۔ اس نے کہا "ٹھیک ہے۔ میری بیوی اور بیٹے کو لے آؤ اور رقم لے جاؤ۔"

اس شخص نے کہا "ایسے نہیں۔ تم وہ بریف کیس اٹھاؤ۔ سامنے والی کار میں بیٹھے ہوئے شخص کو دو۔ وہ بریف کیس کھول کر اطمینان کرے گا کہ رقم ہے یا نہیں؟ پھر تم اپنی بیوی اور بیٹے کو لے کر اپنی کار میں چلے آنا۔ چلو جلدی کرو۔"

پارس کے عارضی جسم نے کار کا دروازہ کھولا۔ پاس رکھے ہوئے بریف کیس کو اٹھایا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا آگے رکی ہوئی کار کی پچھلی سیٹ کے دروازے کے پاس آیا۔ اس کی بیوی رو رہی تھی۔ لڑکا بری طرح سہما ہوا تھا۔ اس نے پیچھے بیٹھے ہوئے شخص کو بریف کیس کھول کر دکھایا۔ پھر کہا "پورے دو لاکھ ہیں۔ پلیز میری بیوی اور بچے کو چھوڑ دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمہارے جانے کے بعد پولیس کو اطلاع نہیں دوں گا۔"

پیچھے بیٹھے ہوئے شخص نے ہنستے ہوئے کہا "اس علاقے کی پولیس ہماری ہے۔ تم شوق سے اطلاع دے سکتے ہو۔"

وہ بریف کیس لے کر دروازہ کھول کر باہر آیا۔ پارس کا سایہ بریف کیس والے کے اندر سمایا۔ وہ رقم لوٹنے والے تین تھے۔ ایک شخص آگے سیٹ پر لڑکے کے ساتھ تھا۔ بریف کیس لینے والا ان کا باس تھا۔ اس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا "ہم نے اسے آگے سے روکا اور تم اسے پیچھے سے روک کر یہاں لے آئے۔ یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ ہم ایک کمزور عورت اور معصوم بچے کو یرغمال بنا کر ان سے رقم لوٹ رہے ہیں۔"

پچھلی کار والے نے کہا "باس! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ رقم مل گئی ہے فوراً یہاں سے نکل چلو۔"

باس نے پوچھا "اگر تمہارے پاؤں میں گولی لگے گی تو فوراً کیسے نکل چلو گے؟"

یہ کہتے ہی اس نے پچھلی کار میں آنے والے کی ایک ٹانگ میں گولی مار دی۔ وہ چیخ مار کر سڑک پر گر پڑا۔ دوسرے ساتھی نے فوراً اگلی سیٹ سے نکل کر پوچھا "باس! یہ تم نے کیا کیا۔ اپنے ساتھی کو زخمی کر دیا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

باس نے کہا "یہ فوراً چلنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ گولی لگنے کے بعد چل سکے گا۔ یا نہیں اور اگر تمہارا ایک بازو زخمی کیا جائے تو تم کار چلا سکو گے یا نہیں؟"

اس نے بات ختم کرتے ہی دوسری گولی چلائی اور دوسرے ساتھی کے بازو کو زخمی کر دیا۔ اتنی دیر میں سڑک پر سمیٹ لگ گئی تھی۔ گاڑیاں اور راہ گیر سب ہی رک گئے تھے۔ مگر ڈرے سہمے ہوئے تھے کہ کوئی گولی ان کی طرف نہ آ جائے۔ اس نے مجمع سے کہا۔ "ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو ایک شریف آدمی کے بیوی بچے اور اس کی نقد رقم کی حفاظت کر رہا ہوں اور تمہارے سامنے یہ ہتھیار پھینک رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنی گن دور ایک طرف پھینک دی۔ بریف کیس اس کے مالک کو واپس کرتے ہوئے کہا "یہ رہی آپ کی امانت۔ اپنے بیوی بچے کو ساتھ لے جائیں۔"

ایک پولیس افسر نے اس کا پھینکا ہوا اسلحہ اٹھا لیا تھا۔ وہ شخص اپنا بریف کیس لینے باس کے قریب آیا۔ پارس پھر اس کے اندر سے نکل کر بریف کیس والے کے جسم میں داخل ہو گیا۔ دن کی روشنی میں زمین اور کار پر ایک سائے کی ذرا سی حرکت نظر آئی کہ وہ سایہ ایک کے سائے سے نکل کر دوسرے کے سائے میں گم ہو گیا ہے۔ شاید کچھ لوگوں نے دیکھا ہو اور یہ سمجھا ہو کہ اتنی بھیڑ میں کتنے ہی لوگ ادھر سے ادھر ہو رہے تھے۔ ویسے ہی اس سائے نے اپنی جگہ تبدیل کی تھی۔

اب وہ باس بڑی بے بسی سے اس بھیڑ کو اور پولیس افسر کے ہاتھ میں اپنے پھینکے ہوئے ہتھیار کو دیکھ رہا تھا اور افسر اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "شاباش! تم ایک ذمے دار شہری ہو۔ تم نے رقم بھی بچائی اور تین آدمیوں کی زندگی بھی۔"

وہ پریشان ہو کر اپنے زخمی ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔ انہیں مدد کرتے وقت اور لوٹی ہوئی رقم واپس کرتے وقت وہ سمجھ رہا تھا کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے لیکن اس کے اندر سے اختیار ایسا

کوئی کر رہا تھا اور اب ایسا کر چکنے کے بعد وہ شرمندہ سا ہو کر اپنے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔

اب وہ ساتھی نہیں رہے تھے۔ زخموں کی تکلیف سے کراہتے ہوئے اسے گالیاں دے رہے تھے۔ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے "کیا تم پر کوئی آسیب سوار ہو گیا ہے؟ تم نے ہی اس ڈکیتی کا پلان بنایا۔ اور جب کامیاب ہو گئے تو ہمیں زخمی کر کے اتنی بڑی رقم واپس کر کے تمام لوگوں کے سامنے ہیرو بن رہے ہو۔"

وہ واقعی پولیس اور عوام کی نظروں میں ایک ڈاکو سے ہیرو بن گیا تھا۔ حراست میں لیے جانے والے زخمیوں کی چیخ پکار اور سچ بیانی پر کوئی یقین نہیں کر سکتا تھا۔ اس دنیا میں یہی ہوتا ہے۔ جو آنکھوں کے سامنے درست نظر آتا ہے' وہی سچ ہوتا ہے۔ خواہ اس سچ کے پیچھے کتنا ہی جھوٹ اور مکاری چھپی ہوئی ہو۔

پارس جس کے جسم میں سما کر کار میں جا رہا تھا اس کی بیوی کہہ رہی تھی "سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ پاگل کا بچہ کیسا مجرم تھا' وہ بنگلے میں اپنے ان دونوں ساتھیوں کے ساتھ گھس کر ہم ماں بیٹے کو گن پوائنٹ پر اپنے ساتھ یہاں تک لایا تھا۔ اس کے ارادے بتا رہے تھے کہ رقم وصول کرنے کے بعد وہ ہمیں قانونی کارروائی اور گواہی کے لیے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ شیطان سے اچانک فرشتہ کیسے بن گیا۔"

کار ڈرائیو کرنے والے نے کہا "تم درست کہتی ہو۔ میں اس فرشتہ بننے والے کو پہچان گیا تھا۔ وہ میرے ایک کاروباری حریف کا دست راست ہے۔ مجھے بھی رقم دینے کے بعد موت نظر آ رہی تھی۔ وہ ہمیں گواہی دینے کے لیے زندہ نہ چھوڑتا۔ یہ تو معجزہ ہو گیا کہ کامیابی حاصل کرنے کے بعد وہ دشمن سے ہمارا حمایتی بن گیا۔ ہمیں گھر پہنچ کر نماز شکرانہ ادا کرنا چاہیے۔"

اس نے اچانک ایک جگہ گاڑی روک دی۔ دراصل پارس نے رکوا دی تھی۔ اس کی بیوی نے پوچھا "کیا بات ہے؟ آپ نے کار کیوں روک دی؟"

پارس کا سایہ اس کے اندر سے نکل کر کار کی کھڑکی سے باہر چلا گیا تھا۔ ڈرائیو کرنے والے کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے وہاں کار کیوں روکی تھی۔ اس نے سوچتے ہوئے اسے دوبارہ اسٹارٹ کیا۔ پھر پارس کے سائے کو ایک بنگلے کے پاس چھوڑ کر آگے چلا گیا۔ پوجا اسی بنگلے میں اس کا انتظار کر رہی تھی۔

اس نے کال بیل کا بٹن دبایا پھر کہا "میں ہوں۔ نظر نہ آنے والے کے لیے دروازہ کھولو۔"

وہ دروازہ کھول کر بولی "بھوک سے جان نکل رہی ہے۔ پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔ کہاں رہ گئے تھے آپ؟"

اس نے دیر سے آنے کی وجہ مختصراً بتائی پھر کھانے کے دوران پوجا کو بتانے لگی کہ شی تارا کس طرح سونیا کی ہدایات کے مطابق کام کر رہی ہے۔ پھر سونیا نے کس طرح کروناڈونگا کو مجبور کیا تھا کہ جو دیوی کالا جادو کرانا چاہتی تھی' الٹا اس پر جادو کیا جائے۔ کروناڈونگا نے اپنی ہتھیلی پر ایک دہکتا ہوا انگارا رکھ کر کہا تھا کہ آگ کی جلن اس دیوی کی ہتھیلی تک پہنچ رہی ہو گی اور وہ ناقابل برداشت تکلیف محسوس کر رہی ہو گی اور یہ تکلیف گھنٹے بھر تک رہے گی۔

سونیا نے کروناڈونگا سے کہا تھا کہ وہ زندگی چاہتا ہے تو ہر گھنٹے کے بعد ایسا ہی خاص منتر پڑھ کر اپنے جسم کے کسی نہ کسی کو تکلیف پہنچاتا رہے تاکہ وہ تکلیف دیوی کو پہنچتی رہے۔ علاج کے لیے زمین سے باہر نکلنے پر مجبور ہو جائے۔ وہ اپنی رہائی کے لیے سونیا کے حکم کے سامنے ہر ایک گھنٹے کے بعد ایسا کرنے والا تھا لیکن دوسری بار جب شی تارا خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس گئی تو وہ مر چکا تھا۔ اس کے چیلے کی سوچ نے بتایا کہ کس طرح اس کی موت واقع ہوئی تھی اور موت کا وہ طریقہ بتایا جو دیوی نے آئندہ اس کے کالے جادو سے محفوظ رہنے کے لیے کیا ہے۔

پارس نے کھانے کے بعد کہا "میں اپنے کمرے میں جا کر آرام کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ دیوی پھر میرے پاس آئے گی۔ تب تک میرے کمرے کا دروازہ بند رہے' تب تک تم یہی سمجھنا کہ وہ میرے اندر ہے۔ ایسے میں تم مجھے مخاطب کرو گی تو اسے محسوس ہو جائے گا کہ تم انفرہ میں میرے ساتھ ہو اور تم ہو تو شی تارا بھی یہاں ہو گی۔ پھر اس کے ٹیلی پیتھی کے تمام کتے ہماری بو یہاں سونگھتے پھریں گے۔"

پارس کے اندازے کے مطابق دیوی اس کے پاس آئی تھی۔ پارس نے اپنی باتوں سے اسے کافی تنگ کیا تھا۔ وہ اپنا سر پکڑ کر رہ گئی تھی۔ پھر وہ ہمارے کے پاس آئی تھی اور خاموشی سے اس کے خیالات پڑھتی رہی تھی۔

وہ سوچ رہا تھا: میں کیا ہوں؟ میری عجیب حالت ہو گئی ہے۔ میں اپنے ملک امریکا کا وفادار ہوں اور اس کے ساتھ ہی اپنے یہودی کی طرح اسرائیل سے بھی وفاداری کر رہا ہوں۔ دیوی نے بتایا ہے کہ داؤد منڈولا نے مجھ پر عمل کر کے عیسائی سے یہودی بنا دیا ہے۔ لیکن دیوی جب چاہتی ہے مجھے عیسائیت کی طرف اور اس سے وفاداری کی طرف لے آتی ہے۔ آخر یہ دیوی کون ہے؟ اس کی آمد پر میں اس کی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس نہیں کر پاتا۔

'یہاں تو میں بہت بری طرح غلام بن گیا ہوں۔ آہ! آقا صاحب یاد آ رہے ہیں۔ وہ چاہتے تو میری جان بچاتے وقت مجھے معمول اور تابعدار بنا لیتے۔ لیکن انہوں نے مجھے آزاد چھوڑا۔ انہوں نے مجھ سے پہلے بھی کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے آزمائے۔ انہوں نے انہیں بھی اپنا پابند کبھی نہیں بنایا۔ ایک شی تارا اور پوجا کو تنویمی عمل کے اثر سے نکل گئیں تو میں نے فرہاد صاحب کو اپنی کیونکہ صرف وہی جانتے تھے کہ میں نے ان دونوں کو اپنی

بنایا ہے۔ لیکن ایسے وقت یہ بھول گیا کہ ان کی فیملی میں کسی بھی خیال خوانی کرنے والے نے کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کو کبھی اپنی پابندیوں میں نہیں رکھا۔ ہمیشہ اس کے مقدر کے مطابق اسے زندگی گزارنے کا موقع دیا۔

'آہ! میرے مقدر میں ایسی غلامی لکھی تھی کہ ایک طرف داؤد منڈولا کا معمول اور تابعدار رہوں۔ دوسری طرف کسی دیوی کا محکوم رہا کروں۔ کبھی یہودی بن جایا کروں۔ کبھی اپنی عیسائیت کی طرف لوٹ آیا کروں۔ کبھی اپنے ملک امریکا کی وفاداری کروں اور کبھی اسرائیل کتا بن کر پیچھے دُم ہلاتا پھروں۔ یہ میں کیسی دوغلی زندگی گزار رہا ہوں؟'

دیوی اس کے خیالات سنتی رہی۔ پھر بولی "واقعی تم دوغلی زندگی گزار رہے ہو۔ تم جتنے گہرے صدمے سے یہ باتیں سوچ رہے ہو' اس کا اثر مجھ پر ہو رہا ہے۔ میں مانتی ہوں کہ تمہارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔"

وہ دیوی کی آواز پر چونک گیا تھا۔ پھر یہ سن کر تسلی ہوئی کہ وہ اس سے ہمدردی کر رہی تھی۔ وہ بولی "میں نے بھی یہ سنا ہے اور دیکھا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے کبھی جبراً کسی کو تابعدار بنا کر نہیں رکھتے۔ لیکن تم یہ کیسے یقین سے کہہ سکتے ہو کہ فرہاد نے تمہیں بالکل آزاد چھوڑ دیا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے تم پر عمل کیا ہو اور تمہارے ذہن سے اس عمل کو بھلا دیا ہو۔ اور خاموشی سے آ کر چلا جاتا ہو اور تمہیں خبر نہ ہوتی ہو۔ جیسا کہ میری آمد سے تم بے خبر رہے ہو؟"

وہ بولا "میں تمہاری اس بات سے انکار نہیں کروں گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی میرے اندر تمہاری طرح آتا ہو۔ لیکن اس نے کبھی مجھ سے کسی دوسرے کی غلامی نہیں کرائی۔ جیسا کہ ابھی اسرائیل کی غلامی کرائی جا رہی ہے۔ کبھی میرا مذہب تبدیل نہیں کرایا۔ مذہب تبدیل کرانے سے تو بہتر تھا کہ مجھے آدمی سے کتا بنا دیا جاتا۔"

"واقعی جیسا تمہارے ساتھ ہو رہا ہے' ویسا کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ کبھی نہیں ہوا۔ مجھے اپنی اس غلطی کا احساس ہو رہا ہے کہ تمہارا مذہب بار بار تبدیل نہیں ہونا چاہیے۔ تم عیسائی ہو۔ تمہیں عیسائی ہی رہنا چاہیے۔"

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم میرے مذہب کے سلسلے میں میرے جذبات کا احساس کر رہی ہو۔ میں التجا کرتا ہوں کہ میرے حب الوطنی کے جذبات کو بھی سمجھو۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔ میری عقل کہتی ہے کہ تمہارے جیسے عقلمند اور شاطر کو غلام بنا کر نہیں بلکہ دوست بنا کر رکھنا چاہیے۔"

"اوہ خدا! تمہاری زبان سے ایسے الفاظ سن کر مجھے نجات کا راستہ نظر آ رہا ہے۔ میں خداوند یسوع کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تم مجھے تنویمی عمل کے اثرات سے نجات دلواؤ گی تو میں تمام عمر تمہارے کام آتا رہوں گا۔ مجھے ایک بار صرف محکوم نہیں' دوست بنا کر آزماؤ۔ تمہارے دشمنوں کے تمام مخالفانہ ارادوں کو خاک میں ملا دوں گا۔"

"مجھے یقین ہے۔ تم بہت ذہین اور حاضر دماغ ہو اور بڑی مدبرانہ چالیں چلتے ہو۔ مجھے تمہارے جیسے دوست کی ضرورت ہے۔ میں تمہیں داؤد منڈولا کے تنویمی عمل سے نجات دلانے آئی ہوں۔"

وہ خوشی سے کھل گیا۔ صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ فوراً ہی جھک کر فرش پر آ گیا۔ دونوں گھٹنے فرش پر ٹیک کر اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر خلا میں تکتے ہوئے کہا "خداوند یسوع تمہاری عمر دراز کرے۔ تمہارا بھگوان تمہاری آتما شکتی کو اس انتہا پر پہنچا دے کہ روحانی قوت والے کبھی تمہارے مقابلے پر آنے کی جرأت نہ کریں۔ میں تمہارے لیے صرف دعائیں نہیں کروں گا بلکہ دوا بن کر بھی تمہارے کام آتا رہوں گا۔ بس ایک بار صرف ایک بار' میری دوستی کو آزما لو۔"

"اچھا اب فرش پر سے اٹھ جاؤ اور اپنے بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں ابھی تمہیں داؤد منڈولا کے تنویمی عمل سے نجات دلا رہی ہوں۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر بستر پر آیا اور چاروں شانے چت لیٹ کر اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے اور اپنے ذہن کو دیوی کی طرف سے ہونے والے عمل کے لیے مائل کرنے لگا۔ پھر دیوی اسے خیال خوانی کے ذریعے گہری نیند سلا کر اس پر عمل کرنے لگی۔

یہ انسان کی ازلی فطرت ہے کہ اسے کسی کام کے لیے روکا جائے تو وہ تجسس میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ فلاں کام میں ایسا کیا راز ہے کہ اسے کرنے سے منع کیا جا رہا ہے۔ اگر کوئی بات سننے سے منع کیا جاتا ہے تو وہ چھپ کر سننے کی کوشش کرتا ہے۔ دیوی نے منڈولا سے کہا تھا کہ وہ مائیک ہرارے کے دماغ میں اس وقت تک نہ جائے جب تک کہ وہ حکم نہیں دے گی۔ وہ تابعدار تھا۔ اس نے وعدہ کیا کہ دیوی کے اگلے حکم تک وہ ہرارے سے دور رہے گا۔

وعدہ تو اس نے کیا تھا لیکن یہودی بچہ تھا' کھوج لگائے بغیر سکون سے نہیں رہ سکتا تھا۔ اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ دیوی کے خلاف کچھ کرتا۔ لیکن بڑی خاموشی سے ہرارے کے اندر رہ کر یہ سن سکتا تھا کہ آخر دیوی ہرارے سے ایسی کیا باتیں کرنا چاہتی ہے' جسے چھپا رہی ہے۔ تنہائی میں کوئی ایسی کھچڑی نہ پکا رہی ہو' جو اس کے لیے زہر ہو سکتی ہو؟

وہ بڑی خاموشی سے ہرارے کے اندر آ کر اس کی اور دیوی کی باتیں سنتا رہا۔ پھر اس نے دیوی کو تنویمی عمل کرتے سنا۔ اس نے ہرارے پر جو عمل کیا تھا' وہ اس عمل کا توڑ کر رہی تھی۔ یہ تماشا دیکھ کر وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اب ہرارے کے دماغ میں رہ کر وہ کیا کر سکتا تھا؟

وہ دیوی کی غیر معمولی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو چیلنج نہیں کرسکتا تھا۔ اُدھر دیوی کے عمل کے بعد جب ہرارے تنویمی نیند سے بیدار ہوا تو وہ جوابی کارروائی کے طور پر ہرارے کو پھر اپنا تابعدار رازداری سے نہیں بنا سکتا تھا کیونکہ دیوی سے کوئی راز چھپ نہیں سکتا تھا۔ یہ پتا ہی نہیں چلتا تھا کہ وہ کب، دماغ میں آتی ہے اور چور خیالات پڑھ لیا کرتی ہے۔ اگر اس نے یہ پڑھ لیا کہ منڈولا نے اس کے حکم کے خلاف ہرارے کے دماغ میں آکر ان کی باتیں سنی تھیں اور جوابی کارروائی کے طور پر پھر ہرارے کو اپنا تابعدار بنایا ہے تو وہ اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کرتے کرتے اسے پاگل خانے میں بھیج دیتی۔

ایک ایسی بلا گلے پڑی تھی، جس سے وہ شاید کبھی نجات حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ دل اور دماغ پر اس کا خوف بھی طاری رہتا تھا۔ اسی لیے اس نے یہ بھی نہیں سنا کہ وہ ہرارے پر کس قسم کا تنویمی عمل کررہی ہے۔ وہ سن کر اس کا بگاڑ بھی کیا سکتا تھا؟ ویسے اگر وہ سن لیتا تو اسے دیوی کی کچھ پریشانیوں اور کمزوریوں کا علم ہوجاتا۔

اس نے ہرارے کو سب سے پہلے منڈولا کے تنویمی عمل سے نجات دلائی۔ پھر اپنے مطلب پر آئی اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ آئندہ خود کو ایسا ہی آزاد سمجھے گا جیسے فرہاد سے دوستی کے دوران سمجھا کرتا تھا۔ دیوی اس کے دماغ میں آئے گی تو اسے بھی محسوس کرلے گا تاکہ پورا یقین ہوجائے کہ اب وہ دیوی کا بھی معمول اور تابعدار نہیں ہے۔

اس کے بعد ایک اور بات اس کے ذہن میں نقش کی کہ وہ دوسری عورت کا روپ اختیار کرکے آئے گی تو وہ اسے محسوس نہیں کرسکے گا۔ اس کی دوسری آواز اور لہجہ ہرارے کے سحرزدہ ذہن میں نقش ہوجائے۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ ہرارے جب اسے اپنے اندر محسوس کرتے ہی سانس روکے گا تو یقین ہوجائے گا کہ وہ سچ مچ دوستی نبھا رہی ہے اور اسے اس قدر آزادی دے چلی ہے کہ اب خود اس کی اجازت کے بغیر اس کے اندر نہیں آسکتی۔ مائیک ہرارے کو اس قدر اپنے اعتماد میں لینے کا یہی راستہ تھا۔

دوسری طرف اس نے ایک اجنبی آواز اور لہجہ اختیار کرکے اس پر عمل کیا تھا۔ اب اس کے ذہن پر نقش ہوکر آئندہ ایک اجنبی عورت کی سوچ اختیار کرکے آئے گی تو وہ اسے کبھی محسوس نہیں کرسکے گا۔ دیوی کی بنائی ہوئی ایسی زنجیریں پسند نہ کرے گا جو اسے کبھی نظر نہیں آئیں گی اور نہ ہی کبھی دیوی کی دوغلی دوستی پر شبہ کرسکے گا۔

اب اس طرح شکنجے میں لے کر اس نے اس کے اندر یہ بات پتھر کی لکیر بنادی کہ وہ دیوی سے دوستی نبھانے کے لیے خطرناک دشمنوں کا بھی دشمن بن جائے گا۔ اور دیوی کے دو چار اہم مسائل حل کرنے کے لیے اپنی تمام شاطرانہ چالوں کو کام میں لائے گا۔

اور دیوی جب بھی اپنا کوئی اہم مسئلہ پیش کرے گی، وہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے اپنی تمام حب الوطنی اور اپنے تمام فرائض کو پشت ڈال کر پہلے اپنی مہربان دوست دیوی کے کام آیا کرے گا۔

ایسی چند اہم باتیں اس کے ذہن میں نقش کرانے کے بعد اس نے اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر وہ داؤد منڈولا کے اندر آئی۔ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ اندر چھپی ہوئی باتیں خیال خوانی کرنے والوں سے چھپائے نہیں چھپتیں۔ دیوی سے بھی کوئی ایک ذرا سی بات نہیں چھپا سکتا تھا۔ وہ پوشیدہ باتیں خود ہی کھلی ہوئی کتابوں کی طرح سامنے آجاتی تھیں۔

اس نے مخاطب کیا "ہیلو منڈولا۔"

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ پھر بولا "آپ؟ آپ آئی ہیں؟ فرمایئے میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"حکم نہیں ایک سوال ہے کیا تم میرے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہو؟"

وہ سٹپٹاتے ہوئے بولا "جی..... جی ہاں۔ میری کیا مجال ہے کہ آپ کے حکم سے کبھی انکار کروں؟"

"ہاں انکار تو نہیں کرتے ہو مگر چوری چھپے تو کچھ کرتے ہی ہو۔ اگر کرتے ہو تو پھر اگل ڈالو تاکہ مجھے کچھ نہ کہنا پڑے۔"

"جی۔ وہ بات یہ ہے کہ میرے اندر عجیب سی کھلبلی پیدا ہوگئی تھی کہ آپ نے مجھے ہرارے کے دماغ میں تا حکم ثانی جانے سے منع کیوں کیا ہے؟"

"تم برداشت نہ کرسکے اور اس کے اندر چلے آئے۔ ہاں کچھ باتیں بھی سنیں۔ پھر یہ بھی دیکھا کہ میں نے اس کے دماغ سے تمہارے تنویمی عمل کا توڑ کیا ہے۔"

"جی ہاں۔ مگر میں فوراً ہی چلا آیا تھا۔ آپ میری سچائی کو میرے چور خیالات سے معلوم کرسکتی ہیں۔"

"میں نے معلوم کیا ہے۔ تم تنویمی عمل کی ابتدا میں تو ہرارے کے دماغ سے نکل آئے تھے اور آگے میں نے جو باتیں اس کے ذہن میں نقش کیں، وہ تم نے نہیں سنیں۔ میرا جو رابطہ آئندہ ہرارے سے وابستہ رہے گا۔ اس سے تم لاعلم ہو اور اس لیے ابھی زندہ ہو۔"

"آپ سمجھ سکتی ہیں کہ مجھے اپنی زندگی عزیز ہے اور دیوی کی مہربانیوں سے زندہ رہنے کے لیے مزید حماقت نہیں کی۔ آپ جو بھی تنویمی عمل کیا، اس کا ایک لفظ بھی نہیں سنا۔"

"وفاداری یا تابعداری ایسی نہیں ہوتی کہ حکم کی تعمیل کی جائے اور نہ بھی کی جائے۔ تم اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ تمہاری یہ چوری پکڑی جائے گی۔ اگر پکڑے نہ جانے کا یقین ہوتا تو میرے آئندہ کے منصوبے خاک میں ملا چکے ہوتے۔ میں نے زندہ تو چھوڑ دیا ہے مگر تمہاری یہ چوری کی عادت بھی چھڑا دوں گی۔"

"آپ بھیجوں کا مالک ہیں۔ جو چاہیں مجھے سزا دے سکتی ہیں۔"

چوری کی عادت چھوٹ جائے تو اچھی بات ہے۔"

"میں نے کبھی تم پر تنویمی عمل نہیں کیا۔ اس کی ضرورت نہیں سمجھی۔ کیونکہ میں ویسے بھی بن بلائے مہمانوں میں چلی آتی ہوں۔ لیکن اب تمہیں چند معاملات کے سلسلے میں اپنا پابند بنا کر رکھنا ہوگا۔ جاؤ۔ بستر پر لیٹ جاؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی اور بستر پر جا کر لیٹ گیا۔

○

سونیا اور شی تارا جنوبی افریقہ سے واپس آگئی تھیں۔ کروناڈونگا کی موت کے بعد کالے جادو کا خطرہ ٹل گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی پہلے کی طرح صحت مند ہوگئی تھی۔ اس کی زندگی کو موت میں بدلنے والی سات تاریخ گزر چکی تھی مگر اس کی زندگی کے دوسرے سال کا ساتواں مہینہ ابھی جاری تھا۔

اعلیٰ بی بی (ثانی) کی زندگی میں سات کا عدد اس وقت تک تشویش ناک رہتا جب تک وہ سات برس کی ہوکر اصلی شی تارا کا اصلی چہرہ بے نقاب نہ کردیتی اور اسے اپنی اصلی آواز اور لہجے میں بولنے پر مجبور نہ کردیتی۔

سونیا نے مجھ سے کہا "وہ جادوگر مرچکا ہے۔ اس زیرِ زمین رہنے والی دیوی کی چال ناکام ہوگئی ہے مگر ابھی ساتواں مہینہ جاری ہے۔ پتا نہیں وہ چڑیل میری بچی کے خلاف اور کیسے جان لیوا منصوبے بنا رہی ہوگی۔"

میں نے کہا "تم نے ساری زندگی بڑی جدوجہد میں گزاری۔ بڑے بڑے دشمنوں کو زیر کیا۔ اپنی جان کی بھی پروا نہیں کی۔ لیکن اولاد نے ہمیں پریشان ہونا سکھا دیا ہے۔"

سونیا نے کہا "ماں بننے کے بعد میرے اندر بھی یہی تبدیلی آئی ہے۔ میں نہیں جانتی تھی کہ فکر اور پریشانی کیا ہوتی ہے مگر اپنے دونوں بچوں کے لیے اس وقت تک فکرمند رہوں گی، جب تک کہ یا اعلیٰ بی بی (ثانی) کو ملی تیمور اور پارس کی طرح ناقابلِ شکست نہ بنا دوں۔"

میں نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "زیادہ فکر نہ کرو۔ کبریا اور اعلیٰ بی بی کے لیے جناب تیمرزی کی بھی دعائیں کام کرتی ہیں۔ تم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے عین وقت پر شی تارا اور پوچا پر روحانی ٹیلی پیتھی کا عمل کیا تھا۔ تب ہمیں معلوم ہوا کہ یہ بیچاری اصلی نہیں ڈمی شی تارا ہے اور پارس کو پہچاننے کے لیے استعمال کی جاتی رہی ہے۔ ہمارے لیے اب یہ ڈمی نہیں ہے۔ یہی ہمارے لیے شی تارا ہے۔ اسی نے ہمیں بتایا تھا کہ کس طرح کروناڈونگا کے ذریعے ہماری بیٹی پر کالا جادو کیا جانے والا ہے۔"

سونیا نے شی تارا کو اپنی بانہوں میں لے کر اس کی پیشانی چوم کر کہا "میری بیٹی کو بچانے میں میری اس ہونے والی بہو نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ بیچاری ڈمی بن کر دیوی سے خوفزدہ بھی رہی اور ہماری نفرتوں کا شکار ہوتی رہی لیکن اب میں اس ڈمی بنانے والی اصلی شی تارا کو اصلی نہیں رہنے دوں گی۔ اسے ڈمی بنا دوں گی۔ جس طرح وہ کروناڈونگا کے ذریعے مجھ پر جادو کرنے والی تھی اور میں نے جادو کو اس پر الٹ دیا تھا، اس طرح اس کی شخصیت کو بھی الٹ کر اصلی سے ڈمی بنا دوں گی۔"

وہ ایسی ہی چالباز تھی۔ دشمنوں سے زندگی اور موت کی بازیاں کھیلتے کھیلتے چالیں اس طرح بدل دیتی تھی کہ وہ بازیاں ہی الٹ جاتی تھیں۔ پتا نہیں اپنے بچوں کے لیے اس کے ذہن میں ابھی کیسے کیسے منصوبے پک رہے تھے۔ میں نے مسکرا کر دیکھا پھر پوچھا "ارادے کیا ہیں؟"

وہ بولی "کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ صرف تھوڑی سی پالیٹی چاہتی ہوں کہ سونیا نے بابا صاحب کا ادارہ چھوڑ دیا ہے۔ جب تک اعلیٰ بی بی (ثانی) سات برس کی نہیں ہوتی، تب تک سونیا زیرِ زمین رہے گی۔ نہ کسی کو اپنی صورت دکھائے گی اور نہ ہی اپنی اصلی آواز سنائے گی۔ وہ شاید زمین کے اندر ہی اندر کسی سے ملاقات کرنے گئی ہے۔"

میں نے اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ میں فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے کافی مقبول ہوں۔ انسان اپنے سامنے دوسروں کو کمتر سمجھتا ہے۔ لیکن میں اکثر سوچتا ہوں کہ سونیا اور پارس نے کیسا شیطانی دماغ پایا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایسی چالیں چل جاتے ہیں کہ دشمنوں کو یا تو مرنا پڑتا ہے، یا منہ چھپانا پڑ جاتا ہے۔ میں نے کہا "سونیا! تم کیا چیز ہو۔ اس طرح تو تم دیوی کی نیندیں اڑا دو گی۔ وہ بھاگتی پھرے گی اور زیرِ زمین جگہ بدلتی رہے گی۔ اور ایسی ہی بھاگ دوڑ میں وہ بھٹکتی ہوئی تمہارے روبرو آجائے گی۔"

وہ بولی "میں جناب تیمرزی کی پیش گوئی پر یقین رکھتی ہوں۔ اللہ نے چاہا تو میری بیٹی سات برس کی ہوکر اسے منظرِ عام پر لائے گی۔ میں جو چال چل رہی ہوں، یہ محض اسے بدحواس کرنے کے لیے ہے تاکہ وہ پوری ذہانت سے کام لے کر آئندہ میری بیٹی پر حملے نہ کرے اور اگر کرے تو بدحواسی میں غلطیاں کرتی رہے۔"

"تم انسان کی نفسیاتی کمزوریاں سمجھ کر چالیں چلتی ہو۔ کیا واقعی اس ادارے سے باہر جاؤ گی؟"

"ہاں۔ جاؤں گی۔ لیکن دن رات زیرِ زمین نہیں رہوں گی۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جتنے ممالک ہیں، جتنے کھنڈرات، تہ خانے اور زیرِ زمین خفیہ اڈے ہیں۔ ان کے اندر جایا کروں گی۔ پھر اوپر آجایا کروں گی۔ جانتے ہو یوں اوپر بھی رہا کروں گی؟"

"تمہاری کھوپڑی کو پارس ہی سمجھ سکتا ہے۔ مجھے وضاحت سے بتاؤ؟"

وہ بولی "صرف اس بنیادی بات کو سمجھتا ہے کہ وہ دیوی شی تارا اپنا اصلی چہرہ کیوں نہیں دکھا رہی ہے اور اصلی آواز کیوں نہیں سنا رہی ہے؟ میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ وہ پوجا، تھگ کے

ذریعے غیر معمولی علوم حاصل کررہی ہے اور کوئی مخصوص عمل کررہی ہے۔ تاکہ ایک دن ڈی کو ختم کرکے خود پارس کی زندگی میں آسکے۔ اس کے لیے شاید یہ لازمی ہوگا کہ وہ خود کو مخصوص عرصے تک روپوش رکھے۔"

سونیا نے مزید وضاحت سے کہا "اب بنیادی بات یہ ہوئی کہ وہ اپنا چہرہ اور آواز چھپا ہے۔ ایسے تو وہ میک اپ کے ذریعے بھی چھپ سکتی ہے اور آواز بدل سکتی ہے۔ جب اسے معلوم ہوگا کہ میں بھی زیر زمین رہنے لگی ہوں اور کہیں نہ کہیں ہمارا سامنا ہوسکتا ہے تو اپنے بچاؤ کے لیے میک اپ کے ذریعے چہرے اور آواز کو بدل کر زمین کے اوپر بھی آنے پر مجبور ہوگی تاکہ میں زیر زمین اس کے لیے بھٹکتی رہوں۔ اور میں یہی چاہتی ہوں کہ وہ کسی بھی بہروپ میں زیر زمین رہنا چھوڑ دے تاکہ میری سات برس کی بچی کو زیر زمین جاکر اسے تلاش نہ کرنا پڑے۔"

شی تارا نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا "اوہ مما! آپ ایسی ہیرا پھیری سے پلاٹنگ کرتی ہیں کہ میرا تو سر ہی چکرانے لگا ہے۔ مجھے تو پارس واقعی آپ ہی کا بیٹا لگتا ہے۔ آپ ہی نے اسے جنم دیا ہے یا پھر اس کی زبردست ٹریننگ کی ہے۔"

اسی وقت سلمان میرے پاس آیا۔ میں نے کہا "ہاں بولو؟ کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔ ٹرانسفارمر مشین کا انچارج اور اس کا خاص ماتحت جان مائیکل میرے تابعدار تھے۔ لیکن افسوس جان مائیکل اسپتال میں بیمار تھا۔ وہاں اس کی موت ہوچکی ہے۔ اور جو انچارج تھا' وہ کافی بوڑھا ہوچکا تھا۔ اسے ریٹائر کردیا گیا ہے۔ اس طرح اس مشین کو آپریٹ کرنے والے اب ہمارے قابو میں نہیں رہے ہیں۔ وہاں نئے انجینئر اور مکینک آئے ہوئے ہیں۔ وہ سمجھ لیں گے کہ مشین میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ پہلے والے انچارج اور جان مائیکل اس میں خرابی پیدا کردیا کرتے تھے۔ وہ غدار تھے یا پھر دشمن خیال خوانی کرنے والوں کے زیر اثر تھے۔"

میں نے کہا "یہ معاملہ ہمارے خلاف ہوگیا۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ بار بار مشین کو تباہ کرنے سے کوئی بات نہیں بنتی ہے۔ وہ دوسری مشین بنالیتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ مشین کو آپریٹ کرنے والے ہمارے قابو میں رہیں۔ اس طرح اس مشین سے کوئی بھی نارمل خیال خوانی کرنے والا پیدا نہیں ہوگا۔"

سونیا نے کہا "یہ طریقہ بہتر تھا۔ مشین کو تباہ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اسے آپریٹ کرنے کے لیے جو نئے مکینک وغیرہ آئے ہیں وہ کون ہیں؟ شاید ہم انہیں بھی ٹریپ کرسکیں۔"

سلمان نے کہا "میں معلومات حاصل کررہا ہوں۔ لیکن سپر ماسٹر وغیرہ بڑی رازداری سے کام لے رہے ہیں۔ یہ نئے مکینک اور انجینئر بیڈ کوارٹر میں نظر بند رہتے ہیں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے وہاں جن افراد تک پہنچ سکتا تھا' ان کے خیالات نے یہی بتایا کہ وہ نئے انجینئر اور مکینک سے واقف نہیں ہیں۔ ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ وہ نئے آنے والے اور مشین کو آپریٹ کرنے والے یوگا کے ماہر ہیں۔"

اس ملک میں پاشا کے سوا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں رہا تھا۔ اب جو نیا طریقہ کار اختیار کیا گیا تھا' اس سے اب نئے خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ ہونے والا تھا۔ سونیا نے کہا "ہمارے پاس جمیلہ رازی اور ہیرو غیر معمولی ساعت کے حامل ہیں۔ وہ دونوں اسی ادارے میں ہیں۔ یہاں بیٹھے بیٹھے وہ سپر ماسٹر اور ان کے اعلیٰ فوجی افسران کی باتیں سن سکتے ہیں۔ وہ مشین کے نئے مکینک وغیرہ کے علاوہ نئے ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنے والوں کے متعلق بھی گفتگو کریں گے۔ اس طرح ہمیں ان کی مصروفیات اور ان کے منصوبوں کا علم ہوتا رہے گا۔"

میں نے کہا "بے شک! ہم ان کے نئے مکینک اور نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر نہیں پہنچ سکیں گے۔ لیکن جمیلہ اور ہیرو کے ذریعے سپر ماسٹر وغیرہ کی باتوں سے ان کے منصوبوں اور پروگراموں کے متعلق بہت کچھ معلوم کرسکیں گے۔"

سلمان چلا گیا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے جمیلہ اور ہیرو سے رابطہ کیا۔ وہ اسی ادارے میں تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے کے ریکارڈ روم میں جائیں۔ وہاں کا انچارج انہیں سپر ماسٹر کی آواز' آڈیو کیسٹ سنائے گا۔ اس کے بعد وہ وقتاً فوقتاً اس کی اور فوج کے اعلیٰ افسران کی باتیں سنتے رہیں اور ان کی پلاننگ معلوم کرتے رہیں۔ جب بھی وہ اہم منصوبے بنائیں تو جمیلہ اور ہیرو مجھے فوراً بتائیں۔

انہیں یہ ذمے داریاں سونپ کر میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ سونیا نے کہا "آپ پارس سے رابطہ کریں اور اس سے کہیں کہ وہ پاشا سے کچھ اگلوانے کی کوشش کرے۔ شاید پاشا کو مشین کے نئے مکینک اور نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق معلوم ہو۔"

میں نے سونیا سے کہا "تم مجھے پارس سے رابطہ کرنے کو اس لیے کہہ رہی ہو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ مگر میں کیوں اس سے رابطہ کروں؟"

سونیا نے تعجب سے پوچھا "کیوں رابطہ نہیں کریں گے؟ کیا بیٹے سے باتیں نہیں کریں گے؟"

میں نے مسکرا کر کہا "بھئی کچھ سمجھا کرو۔ جب ہماری ہونے والی بہو خیال خوانی کرتی ہے اور اس سے باتیں کرسکتی ہے تو ہمیں بیٹے اور بہو کے درمیان نہیں آنا چاہیے۔"

شی تارا سر جھکا کر مسکرانے لگی۔ سونیا نے ہنس کر کہا "یہ میں بھول ہی گئی تھی۔ شی تارا کو صرف رابطہ ہی نہیں کرنا چاہیے بلکہ وہاں جانا بھی چاہیے وہاں پوجا بھی ہے۔ ان تینوں کی موجودگی سے اپم آئی ایم کی تنظیم کو بڑی تقویت پہنچے گی۔"

پھر اس نے شی تارا سے کہا "ابھی تو تم پارس اور پاشا سے رابطہ کرادو۔ اس کے بعد وہاں جانے کی تیاری کرو۔"

شی تارا سر پر آنچل رکھ کر شرماتی ہوئی دوسرے کمرے میں گئی۔ پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کو مخاطب کیا اور کہا "میں بول رہی ہوں۔ تمہاری بہت بڑی مجرم ہوں۔ مجھے معاف کردو۔"

پارس نے کہا "اب تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگیا ہے۔ اچھی طرح معلوم ہوچکا ہے کہ دیوی تمہیں ڈی بنا کر کیسے ظلم کرتی رہی ہے۔ تمہاری مرضی کے خلاف تم سے کام کراتی تھی۔ تم اس کے حکم پر مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنانا چاہتی تھیں۔ وہ یقیناً تمہیں نہایت ہی غلط عمل تھا مگر اب ہزار بار مجھے اپنا تابعدار بنالو۔ میں بناؤ گی تب بھی جی جان سے تمہارا بنا رہوں گا۔"

شی تارا فرط مسرت سے رونے لگی۔ پھر بولی "میں دل کی گہرائیوں سے تمہیں چاہتی آئی ہوں۔ میری چاہت ایک عبادت کی طرح رہی۔ اس لیے خدا نے تمہارا پیار مجھے انعام کے طور پر دیا ہے۔ مما کہہ رہی ہیں کہ مجھے تمہارے پاس جاکر رہنا چاہیے۔ تم اجازت دو تو میں آنے کی تیاری کروں۔"

وہ بولا "وہ آئیں ہمارے گھر میں خدا کی قدرت ہے۔ کبھی ہم ان کو' کبھی وہ ہم ان کو اور کبھی ہم ان کو دیکھتے ہیں۔ حالانکہ شاعر نے کہا تھا کہ کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں۔ لیکن تم ایسی چیز ہو کہ تمہیں دیکھتے وقت گھر کو دیکھنے کی فرصت نہیں ملے گی۔ اب تم کب آرہی ہو؟"

"شاید آج رات کو یا کل صبح تک۔ اس سے پہلے ایک کام کرنا ہے۔ میں پاشا سے رابطہ کررہی ہوں۔ اس سے یہ اگلوانے کی کوشش کروں کہ ٹرانسفارمر مشین کے دو نئے انجینئر اور مکینک کون ہیں اور نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے جارہے ہیں یا نہیں؟ انکل سلمان پہلے جس مکینک کے دماغ میں جگہ بنائے ہوئے تھے' وہ مرچکا ہے۔"

پارس نے اسے بتایا کہ پاشا سیدھی طرح اسے اپنے اندر آنے نہیں دے گا۔ لہٰذا اس سے رابطہ کرنے کے لیے کون سی چال چلنی چاہیے۔ اس نے چال بتائی۔ شی تارا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم شرارت سے کبھی باز نہیں آؤ گے۔"

پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس سے پہلے کہ پاشا سانس روکتا' وہ بڑے ہی جذباتی انداز میں بولی "ہائے! مجھے پارس سے بچاؤ۔"

پارس کو تو وہ جیسے پیدائشی دشمن سمجھتا تھا۔ پھر ایک عورت کی سریلی آواز نے اس سے التجا کی تھی۔ وہ کسی سریلی چیز کو کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ اس نے پوچھا "اے مظلوم حسینہ! تم کون ہو؟"

"میں ایک شکاری کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ گینڈوں کا شکار کرتا تھا۔ مجھے بچپن سے گینڈے جیسے مرد پسند ہیں۔ مجھے آج تک کوئی ایسا گینڈا نہیں ملا۔ اس لیے اب تک کنواری ہوں اور اپنی بدقسمتی پر رو رہی ہوں۔"

"نہ۔ نہ۔ نہیں۔ تم نہ رونا۔ تمہاری بدقسمتی کے دن سمجھو کہ ختم ہوگئے ہیں۔ میں بالکل گینڈے جیسا ہوں اور اتنا شریف گینڈا ہوں کہ مجھے شکار کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ میں خود پھنس جاتا ہوں۔"

"مگر میں تمہیں کیسے پہچانوں آؤں؟ پارس نے مجھے ایک کمرے میں بند کردیا ہے۔"

"کہاں بند کیا ہے؟ کہاں ہے وہ کمرا؟ میرا مطلب ہے کہ کہاں ہے وہ پارس؟ میں اس کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔"

"وہ اسی مکان کے دوسرے کمرے میں ہوگا۔ میں نے ابھی اس کی آواز سنی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ اگر اس کی آواز اور لہجہ وہی پرانا ہے تو میں ابھی اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کروں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر پارس کے دماغ میں پہنچ کر بولا "ابے او لفنگے! آوارہ' ابے شرم! کیا تیری ماں بہنیں نہیں ہیں؟"

"ہیں۔ مگر ایک گینڈی نہیں تھی۔ اتفاق سے مل گئی ہے۔"

"اے خبردار! اسے ہاتھ نہ لگانا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

"یہی اسے سمجھا رہا ہوں کہ تم سے برا کوئی نہیں ہوسکتا۔ کہاں برے کے پاس پھنسنے جارہی ہو۔"

"تم اسے الٹا سمجھا رہے ہو۔ برا ہونے کا مطلب ہے خطرناک۔ میں تمہارے لیے خطرناک ہوں۔"

"لین گینڈے کی ناک تو چپٹی اور چپکی ہوئی سی ہوتی ہے۔ وہ خطرہ ہوسکتا ہے' ناک نہیں ہوسکتا۔"

"میں جیسا بھی ہوں' وہ مجھے پسند کرتی ہے۔"

"وہ صرف پسند نہیں کرتی۔ تمہارے لیے تڑپتی ہے۔"

"آہ! میرے لیے تڑپتی ہے؟ ارے تم کیوں پیدا ہوگئے؟ کیوں میری محبت کے پیچھے پڑ گئے ہو؟"

"اس لیے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ میں نے اسے سمجھایا ہے کہ ہمارے خاندان میں درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اور گینڈے کے خاندان میں صرف ایک گینڈا جانتا ہے۔ وہاں اور کوئی نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہیں؟ وہ جو چار ایب نارمل تھے انہیں دماغی امراض کے اسپتال میں بھیج دیا گیا۔ اب نئے چار پیدا ہوگئے ہیں۔"

"گینڈی کو حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بول رہے ہو۔ جب مشین سے پیدا ہونے والے ایب نارمل ہوجاتے ہیں تو پھر معقول ٹیلی پیتھی جاننے والے نئے دو سر نئے چار کہیں سے پیدا ہوگئے؟"

"کیسے بھی پیدا ہو گئے؟ تم اس حسینہ کی بات کرو۔"

"میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔ جس گینڈا خاندان میں زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے' وہ اسی خاندان کے گینڈے سے شادی کرے گی۔ میں اس حسینہ کو یقین دلا رہا ہوں کہ ہمارے خاندان کی ٹرانسفارمر مشین سے کبھی ایب نارمل گینڈے پیدا نہیں ہوتے۔ میں نے اسے اپنے ہاں کے کیمیک اور انجینئر کے نام بھی بتا دیے ہیں' جو ہماری مشین آپریٹ کرتے ہیں۔"

"ابے جھوٹے مکار! ٹرانسفارمر مشین تم لوگوں کے پاس نہیں ہے۔ پھر اس کے کیمیک اور انجینئر کہاں سے آ گئے؟"

"یہی بات میں اس سے کہتا ہوں کہ تمہارے ہاں کوئی کیمیک اور انجینئر نہیں ہے۔"

"ہے۔ بالکل نئے نئے آئے ہیں۔ بہت قابل لوگ ہیں۔ حسینہ سے میری بات کراؤ میں بھی اسے یقین دلاؤں گا۔"

تھوڑی دیر بعد شی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "ہائے میرے گینڈے! یہ پارس کہہ رہا ہے کہ تم اپنے ہاں کی مشین کے انجینئر اور کیمیک کو نہیں جانتے ہو۔ وہاں تمہاری عزت دو کوڑی کی ہے۔ کوئی تمہیں راز کی باتیں نہیں بتاتا ہے۔ اور تم اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے بھی کچھ معلوم نہیں کر سکتے ہو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "پارس بہت کمینہ ہے۔ یہاں میری بہت عزت ہے۔ میں خود ہی راز کی باتیں معلوم نہیں کرتا۔ اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا۔"

شی تارا نے کہا "ضرورت ہے۔ اس سے عزت اور وقار بڑھتا ہے۔ اگر تم اپنی غیر معمولی سماعت اور بصارت سے چھپی ہوئی باتیں دور بیٹھ کر سنو گے تو تمہاری معلومات میں اضافہ ہو گا۔ میں فخر سے کہہ سکوں گی کہ میرا گینڈا دنیا جہاں کی معلومات رکھنے والا انسائیکلوپیڈیا ہے۔"

"تم مجھ پر فخر کرنا چاہتی ہو تو اب میں سپر ماسٹر کی باتیں سنتا رہوں گا۔ وہ انجینئر سے' مکینک سے اور فوجی افسران سے جتنی باتیں کرے گا' میں تمہیں فخر کرنے کے لیے سناتا رہوں گا مگر ہماری ملاقات کیسے ہو گی؟"

"اگر تم آج کل میں مجھے فخر کرنے کا موقع دو گے اور مجھے یقین آ جائے۔ تم پارس کی طرح جھوٹ نہیں بول رہے ہو تو میں چالاکی سے پارس کے کھانے پینے کی کسی چیز میں بے ہوشی کی دوا ملا کر اسے بے ہوش کرنے کے بعد یہاں سے بھاگ نکلوں گی۔ پھر تم جہاں بلاؤ گے' وہاں چلی آؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جلد ہی تم سے رابطہ کروں گا۔"

شی تارا اس کے دماغ سے نکل آئی۔ پاشا غیر معمولی سماعت کے ذریعے ان کی باتیں سن سکتا تھا۔ اس لیے انہوں نے زبان سے باتیں نہیں کیں۔ وہ پارس کے اندر آ کر بولی "واقعی سپر ماسٹر وغیرہ پاشا کے اہم معاملات میں رازدار نہیں بناتے ہیں ورنہ ابھی وہ خوش میں آ کر راز کی ساری باتیں بتا دیتا۔"

"کوئی بات نہیں۔ اب وہ گدھا تم سے ملنے کی خاطر غیر معمولی سماعت کے ذریعے سپر ماسٹر وغیرہ کی تمام اہم باتیں سنتا رہے گا اور تمہیں بتاتا رہے گا۔"

پوجا نے کچن سے نکل کر کمرے میں آ کر پارس کے سایہ کو دیکھا۔ سایہ دیوار پر نظر آ رہا تھا۔ وہ سر جھکائے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "بھائی جان! کیا بات ہے؟ ایسا لگتا ہے جیسے پریشان ہو کر سر جھکائے سوچ رہے ہوں۔"

وہ بولا "ہاں پریشانی کی بات ہے۔ وہ یہاں ہمارے گھر آنا چاہتی ہے۔ میں اسے سمجھا رہا ہوں کہ میری بہن اس کا یہاں آنا بالکل پسند نہیں کرے گی۔ لیکن وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہے۔"

"مگر وہ ہے کون؟ کیوں آپ کے پیچھے پڑی ہے۔"

"کیا بتاؤں کہ کون ہے؟ تم اسے دیکھو گی تو غصے سے منہ پھیر لو گی۔ یا پھر اسے دھکے دے کر یہاں سے نکال دو گی۔"

"پتا نہیں کون کون سی بلائیں آپ کے پیچھے پڑی رہتی ہیں۔ ذرا دیکھوں تو سہی' وہ کیا بلا ہے؟"

وہ پارس سے دماغ میں بولی۔ پھر ناگواری سے بولی "اے کون ہو تم؟"

شی تارا نے کہا "میں پوجا ہامی ایک چڑیل کی بہن ہوں۔"

"ویدی!" وہ خوشی سے چیخ مار کر اچھل پڑی "او میری پیاری ویدی! آپ کب آ رہی ہیں؟"

"آج رات یا کل صبح تک۔ آنے سے پہلے فلائٹ کے بارے میں بتا دوں گی۔"

پوجا پارس کے بازوؤں کو پکڑ کر جھٹکے دیتے ہوئے بولی "بھائی جان! آپ بہت خراب ہیں۔ اتنی بڑی خوش خبری یوں ذرا ذرا کر کے دے رہے تھے۔"

شی تارا اور پارس قہقہے لگانے لگے۔

○☆○

نئے انجینئر اور کیمیک نے ٹرانسفارمر مشین کو پوری توجہ سے چیک کرنے کے بعد کہا "اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ تاہم حضرات اس بات کا سراغ لگائیں کہ اس مشین سے گزر کر ایب نارمل کیوں ہو جاتا تھا۔"

نئے انچارج انجینئر نے سپر ماسٹر کے ایک منتخب جوان کو مشین سے گزارا۔ پھر اسے آبزرویشن میں رکھا گیا اور طبی طور سے آزما لیا گیا۔ وہ بالکل نارمل رہا اور صحیح خیال خوانی کے قابل رپورٹ فراہم کرتا رہا۔

پہلے جو بوڑھا انچارج تھا اور ریٹائر کر دیا گیا تھا' اس کے خیالات پڑھے گئے۔ وہ بوڑھا یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ اس کے میں کوئی بھی آ کر مشین میں خرابی پیدا کر سکتا تھا۔ اس کا ماتحت جان مائیکل یوگا کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ مگر شبہ کیا

دشمن اس پر تنویمی عمل کر کے مشین میں خرابی پیدا کرتا رہا ہو گا۔

بڑی' بحری اور فضائی افواج کے ایک ایک اعلیٰ افسر اور سپر ماسٹر نے ایک خفیہ اجلاس میں فیصلہ کیا کہ اس بار ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے جائیں جو کبھی کسی دشمن کے فریب میں نہ آئیں اور ان کے دماغوں کو یوں فولاد کی طرح بنایا جائے کہ کوئی ان پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا تابعدار اور امریکا کا غدار نہ بنا سکے۔

انہوں نے چار عدد ایسے صحت مند جوانوں کا انتخاب کیا جو ذہانت کے تمام مشکل ترین امتحانات میں سو فیصد نمبروں سے کامیاب ہوئے۔ اور حاضر دماغی کا بھی کامیاب مظاہرہ کرتے رہے۔ ان چاروں کو گونگے افراد کی اشاراتی زبان سکھائی گئی۔ جب انہیں مشین سے گزارا گیا تو انہیں ٹیلی پیتھی کا علم نصیب ہوا۔ لیکن مشین کے انجینئر اور کیمیک نے اسے اس طرح آپریٹ کیا تھا کہ ان چاروں کی قوت گویائی ختم ہو گئی تھی۔ وہ چاروں گونگے بن گئے تھے۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے بھی دماغ میں اس کی آواز سن کر اور اس کے مخصوص لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے چور خیالات تک پہنچتے ہیں یا پھر اس کی آنکھوں میں جھانک کر یا اس کی تصویر کی آنکھوں کے راستے دماغ میں چلے آتے ہیں۔ ان چاروں کی آنکھوں میں کانٹیکٹ لینس لگائے گئے تاکہ آنکھوں کی اصل پتلیاں جو اندرونی جذبات و احساسات کی عکاسی کرتی ہیں' وہ کانٹیکٹ لینس کے پیچھے چھپی رہیں۔

ایک ہفتے کے بعد اس ٹرانسفارمر مشین کے ایک بیڈ پر پاشا کو لٹایا گیا اور دوسرے بیڈ پر ان چاروں میں سے ایک کو لٹا کر مشین کو آپریٹ کیا گیا۔ آپریشن کے چند گھنٹوں کے بعد خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ اس نوجوان میں بھی غیر معمولی سماعت اور بصارت کی خوبیاں پیدا ہو گئیں۔ اس کامیاب تجربے کے بعد باقی تین جوانوں کو بھی مشین کے ذریعے غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل بنایا گیا۔

اب سپر ماسٹر کی ماتحتی میں ایک نہیں' پانچ پاشا ہو گئے تھے۔ اصلی پاشا تو تمام تر غیر معمولی صلاحیتوں کے باوجود کند ذہن تھا۔ باقی چاروں بے حد ذہین تھے۔ وہ لوگ مائیک ہرارے کی طرح محب وطن تھے۔ اس کے علاوہ انہیں سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے سربراہوں کا انتہائی تابعدار اور محکوم بنایا تھا۔

صرف اتنا ہی نہیں' مشین کے ذریعے ان کے ذہنوں کو کسی بھی طرح کے تنویمی عمل سے یا کسی اور منفی عمل سے بے حس بنایا گیا تھا۔ ان کے ذہنوں پر جیسا بھی عمل کیا جاتا' وہ ذہن بھی اس عمل سے متاثر نہ ہوتے۔ یعنی کوئی بھی دشمن خیال خوانی کرنے والا ان چاروں میں سے کسی کو اپنا معمول اور تابعدار نہیں بنا سکتا تھا۔

جب بھی ان چاروں پر کامیاب تجربات ہوتے تو سپر ماسٹر اور تمام کے جانے والے کامیاب تجربات پر تبصرے کرتے تھے اور پلاننگ کرتے تھے کہ آئندہ ان چاروں سے اس طرح ڈرامائی انداز میں کام لیا کریں گے کہ دشمنوں کو حیرانی اور پریشانی رہا کرے گی۔ کن غیر معمولی افراد سے ان کا سابقہ پڑا ہے؟ یہ کون لوگ ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور کس ملک یا تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں؟

اکثر سپر ماسٹر کے دفتر میں ایسی خفیہ میٹنگ ہوا کرتی تھی۔ اس کے بند کمرے میں کسی فوجی ملازم کو بھی آنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایسی رازداری تھی کہ وہاں دیواروں کے بھی کان نہیں تھے۔

لیکن تھے۔ ان سے دور ہزاروں میل دور جیلہ رازی اور ہیرو سپر ماسٹر کی تمام باتیں سنتے تھے اور سپر ماسٹر کے ذریعے فوجی افسران کی بھی گفتگو سنائی دیتی تھی۔ یوں تو راز شاید ہی کبھی ہمیشہ راز رہتا ہو۔ بھید پانے کی جستجو میں رہنے والے ایک دن بھید پا لیتے ہیں۔ لیکن جیلہ اور ہیرو نے سپر ماسٹر کا کوئی مشن شروع ہونے اور ان چاروں کو استعمال کرنے سے پہلے ہی ان کے تمام رازوں کو پا لیا تھا۔ اب وہ چاروں دنیا والوں کے لیے یا دوسرے مخالفین کے لیے تو عجوبہ ہو سکتے تھے مگر ہمارے لیے کھلی کتاب بن چکے تھے۔ آئندہ کبھی ان سے نمٹنے کے لیے ہمیں سوچنا سمجھنا تھا کہ موسم کی پیش گوئیاں ہو چکی ہیں۔ آندھیاں چلنے والی ہیں اور ان آندھیوں سے کس طرح بچا جا سکتا ہے یا ان کا رخ موڑا جا سکتا ہے۔

اب سپر ماسٹر وغیرہ مائیک ہرارے کے محتاج بن کر نہیں رہتے تھے۔ ان کے پاس ہرارے سے بھی زیادہ ذہین اور شاطر ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہو گئے تھے۔ اور وہ چاروں بھی ہرارے کی طرح باغی نہ ہوتے' ہمیشہ سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران کے تابعدار رہتے اور تابعدار بھی ایسے کہ ان سے کسی بھی حکم پر کبھی یہ نہ پوچھتے کہ ان سے ایسا کام کیوں لیا جا رہا ہے۔ ایسی بحث صرف مائیک ہرارے خود کو دانشمند سمجھ کر کیا کرتا تھا۔

ایک میٹنگ میں سپر ماسٹر نے کہا "سب سے خطرناک دشمن اپنے ہی لوگ ہوتے ہیں' جو دوستی اور وفاداری کے دعوے کرتے ہیں مگر ہماری لاعلمی میں ہمیں دھوکے دیتے ہیں یا بہت بعد میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہمیں بعد میں ہرارے کے بارے میں معلوم ہوا۔"

ایک افسر نے کہا "ہم سے دور ہو کر' اس ملک سے باہر جا کر وہ حب الوطنی کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر جب سے گیا ہے کبھی اپنے ملک کے لیے کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہمیں یہ کہہ کر فریب دیتا رہا ہے کہ اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والیوں شی تارا اور پوجا وغیرہ کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ مگر بھی ان کی ٹیلی پیتھی سے بھی ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں نے اس کا ذکر اس لیے چھیڑا ہے کہ ہمارے یہ حیرت انگیز ٹیلی پیتھی جاننے والے پہلے اسے فوج کے ڈسپلن کے خلاف ہماری توہین کرنے کی سزا دیں گے۔ وہ جہاں بھی ہو گا اسے پکڑ کر لائیں گے۔ ہم اسے پھر مشین سے گزار کر اپنا [illegible]

تابعدار بنائیں گے۔ وہ بلاشبہ ذہین اور شاطر ہے۔ ہمیں ایسے شخص کی ضرورت ہے۔ ہم اسے موجودہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح ناقابل شکست مگر اپنا تابعدار بنائیں گے۔"

ایک افسر نے کہا "میں تمہاری تائید کرتا ہوں۔ اگر ہم موجودہ طریقے کے مطابق مائیک ہرارے کو بھی اپنے چاروں خیال خوانی کرنے والوں کی طرح بنائیں گے تو وہ ہمارا سب سے زبردست ہتھیار ثابت ہوگا۔"

"اگر وہ اپنی آواز اور لہجے میں گفتگو کرتا ہے تو اس کی آواز کا ریکارڈ ہمارے پاس ہے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے اپنی غیر معمولی سماعت سے اس کی آوازیں سنتے رہیں گے۔ اس کی مصروفیات کے بارے میں بھی معلوم کرتے رہیں گے۔ یہ بھی معلوم ہوسکے گا کہ وہ آج کل کس ملک اور کس شہر میں ہے۔ اس کے بعد اسے گھیرنا آسان ہوجائے گا۔"

سپرماسٹر نے کہا "تو پھر یہ طے ہوگیا کہ ہمارے چاروں میں سے ایک خیال خوانی کرنے والے جان کارٹر کو ہرارے کی آواز سنائی جائے گی۔ پھر جان کارٹر قبر تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔"

سب نے تائید کی۔ سپرماسٹر نے کہا "مائیک ہرارے اپنا آدمی تھا' ہم نے پہلے اپنے آدمی کی بات کی۔ مگر غیروں میں سب سے خطرناک ایک نامعلوم دیوی ہے جس کا آج کل ذکر ہو رہا ہے اور یہ خبر بیان کی جارہی ہے کہ وہ یوگا کے ماہرین کے دماغوں میں بھی گھس آتی ہے اور جسے چاہے اپنا تابعدار بنالیتی ہے۔"

ایک افسر نے کہا "اسی نے مایا کے کھنڈرات کے نیچے ایک خفیہ اڈا بنایا تھا۔ ہماری ایک ٹیم کو وہاں اس کی موجودگی کے آثار ملے ہیں۔ وہ خود کو پراسرار بنا کر کیوں رکھتی ہے اور کیا ارادے رکھتی ہے' یہ معلوم کرنا اور اسے بھی اپنے قابو میں کرنا بہت ضروری ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "اگر وہ کسی کے بھی دماغ میں گھس آتی ہے تو ہوسکتا ہے کہ ابھی ہماری باتیں بھی سن رہی ہو۔"

"سننے دو اور اسے معلوم ہونے دو کہ اب اس کی بھی شامت آگئی ہے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے اسے زمین کی تہ سے بھی نکال لائیں گے۔"

سپرماسٹر نے کہا "میں دیوی کو تلاش کرنے اور اسے پکڑ کر یہاں لانے کی ذمے داری اپنے دوسرے خیال خوانی کرنے والے آنذرے فوک کو دیتا ہوں۔ آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟"

سب نے تائید کی۔ سپرماسٹر نے کہا "پچھلے دنوں ایم آئی ایم کی تنظیم نے ناک میں دم کردیا تھا۔ اگرچہ اسلامی کانفرنس میں واضح طور سے کہہ دیا ہے کہ جو اسلامی ملک چاہے وہ اسرائیل سے معاہدے کرسکتا ہے۔ اس کے باوجود تنظیم دردسری رہے گی۔ کوئی ایسا معاہدہ نہیں ہونے دے گی جس میں سیاسی بہبود کے ذریعے مسلمانوں کو پسماندہ بنایا جائے۔ ہمیں اس تنظیم کے سربراہ تک پہنچنا اور اسے بے نقاب کرنا ہوگا۔"

تینوں افواج کے اعلیٰ افسران توجہ سے باتیں سن رہے تھے۔ سپرماسٹر نے کہا "وہ پہلے مذاکرات میں انسانی ہڈیوں کا ڈھانچا لایا تھا۔ پھر اسلامی کانفرنس میں خود کو ایک انسانی سایہ بنا کر پیش کیا۔ انسانی ٹھوس جسم کو سایہ بنانے والی وہ گولیاں طبی سائنس کا ناقابل یقین حیرت انگیز کمال ہے۔ یہ گولیاں پہلے جو ڈی نارمن کے پاس تھیں جسے ایم آئی ایم کا وہ سربراہ چھین کر لے گیا۔"

ایک افسر نے کہا "سایہ بننے والے اس سربراہ کی آواز کا کیسٹ بھی ہمارے پاس ہے۔ یہ آواز ہمارے تیسرے خیال خوانی کرنے والے مارکوس برٹن کو سنائی جائے۔ اگرچہ سائے کو گرفت میں کیا جاسکتا لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے سایہ بن کر زندہ ہو۔ ہمارا مارکوس برٹن بہت چالاک ہے۔ اس سربراہ سائے کی رگ رگ تک پہنچ جائے گا۔"

ان چاروں خیال خوانی کرنے والوں میں کوئی کسی سے کم نہیں تھا۔ سب باصلاحیت' ذہین اور تیز طرار تھے۔ اس لیے سب نے تائید کی کہ مارکس برٹن ایم آئی ایم کے سربراہ سائے کو (اگر وہ بے نقاب کرے گا۔

سپرماسٹر نے کہا "اسرائیل ہمارا سب سے زبردست مددگار ہے مگر ہمارے لیے دردِ سر بھی بن جاتا ہے۔ اس کی خفیہ یہودی ایجنسی اب وہ پہلا سا دم خم نہیں رہا۔ پھر بھی وہ قائم ہے۔ ہم سے بغاوت کرنے والا داؤد منڈولا بھی اس تنظیم میں کافی اہمیت رکھتا ہے۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ اس یہودی تنظیم میں اب خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں اور کون اسے خفیہ طور پر رکھے ہوئے ہے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارے چوتھے اور آخری خیال خوانی کرنے والے فیوری بوائے کو مامور کیا جائے۔ اور وہ ایسا طریقہ اختیار کرے ان کی لاعلمی میں اس تنظیم کے اندرونی راز معلوم کرتا رہے۔ ان یہودیوں کو خوش فہمی میں بھی مبتلا رکھے کہ کوئی ان کی تہ تک نہیں پہنچے گا۔"

وہ سب سوچ سمجھ کر منصوبے بنا رہے تھے اور ان منصوبوں کے مطابق اپنے چاروں خیال خوانی کرنے والوں کو میدان میں بھیجنے والے تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ جب سے ٹرانسمیٹر مشین بنائی گئی ہے تب سے ناکامیوں کا منہ دیکھنے کے بعد اب انہوں نے نہایت دانشمندی سے اس ٹرانسمیٹر مشین کو استعمال کیا اور چار غیر معمولی ٹیلی پیتھی جاننے والے مجوبے پیدا کیے جو واقعی مخالفین کے لیے لوہے کے چنے ثابت ہونے والے تھے۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سپرماسٹر نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے اس کے ماتحت نے کہا "سر! ابھی ابھی

اخبار آیا ہے۔"

سپرماسٹر نے بات کاٹ کر کہا "شام کا اخبار روز آتا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ میٹنگ کے دوران ڈسٹرب نہ کرنا۔ اخبار ایک گھنٹے کے بعد بھی پڑھا جاسکتا ہے۔"

"لیکن سر! بہت اہم خبر ہے اور وہ سونیا کے متعلق ہے۔"

"کیا؟" وہ چونک کر بولا "ادھوری باتیں نہ کیا کرو۔ کیا لکھا ہے سونیا کے بارے میں؟"

سونیا کا نام سن کر وہاں بیٹھے ہوئے تمام فوجی افسران کے کان کھڑے ہوگئے۔ وہ سوالیہ نظروں سے سپرماسٹر کو فون پر گفتگو کرتے ہوئے دیکھتے رہے۔

پھر سپرماسٹر نے ریسیور رکھ کر افسران سے کہا "ہم تو سمجھ رہے تھے کہ آمنہ (رسونتی) کی طرح سونیا بھی گوشہ نشین ہوگئی ہے۔ لیکن وہ تو کفن پھاڑ کر نکل آئی ہے۔"

ایک نے بے یقینی سے پوچھا "کیا واقعی۔ وہ۔ وہ....."

سپرماسٹر نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "آج شام کے اخبار میں یہ چھپا ہے کہ ا س نے اپنے دونوں بچوں کو بابا صاحب کے ادارے کے حوالے کردیا ہے اور خود ادارہ چھوڑ کر ایک مخصوص مدت کے لیے زیرِ زمین رہائش اختیار کرنے جارہی ہے۔"

"کیا؟" سب ہی نے حیرانی سے پوچھا۔ ایک نے کہا "یہ کیا بات ہوئی۔ وہ زیرِ زمین کیوں رہے گی؟"

"ایک اخباری رپورٹر نے یہی سوال کیا تھا۔ اور اس نے جواب دیا تھا کہ وہ وضاحت سے کچھ نہیں کہے گی بس یوں سمجھ لیں کہ وہ زیرِ زمین کسی سے ملاقات کرنے جارہی ہے۔ ملاقات کے بعد اپنے بچوں کے پاس واپس آجائے گی۔"

چند لمحات تک خاموشی رہی پھر ایک افسر نے میز پر ہاتھ مار کر کہا "بات سمجھ میں آگئی۔ ابھی ہم جس پراسرار دیوی کا ذکر کررہے تھے وہ بھی زیرِ زمین رہتی ہے۔ ہم سب سونیا کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس نے "ملاقات" کا لفظ معنی خیز انداز میں استعمال کیا ہے۔ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ ہوسکتا ہے اس دیوی کے ساتھ اس کی ٹھن گئی ہو۔"

سپرماسٹر نے کہا "اس دیوی سے اس کا کوئی اختلاف ہے یا نہیں؟ یہ وہ سمجھے' ہمارے سمجھنے کے لئے یہ کافی ہے کہ بابا صاحب کے ادارے سے ایک زہریلی گیس خارج ہوگئی ہے۔ وہ ہمارا سانس لینا بھی دشوار کردے گی۔"

ایک افسر نے کہا "فی الحال ہماری اس سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔"

"آپ اس پہلو سے سوچیں کہ وہ مسلمان ہے۔ اگر ایم آئی ایم کے سربراہ نے اس سے مدد طلب کی تو وہ امریکا اور اسرائیل دونوں کے پیچھے پڑ جائے گی۔"

دوسرے افسر نے کہا "اس نے بیان دیا ہے کہ زیرِ زمین کسی سے ملاقات کرنے جارہی ہے۔ اگر ہم لفظ "ملاقات" کو معنی خیز یا طنزیہ نہ سمجھیں اور یہ فرض کرلیں کہ وہ زیرِ زمین رہنے والی دیوی سے دوستانہ ملاقات کے لیے جارہی ہے تو پھر دیوی کی حمایت اور ہماری مخالفت کرے گی۔"

وہ سب شام کا اخبار منگوا کر توجہ سے وہ خبر پڑھنے لگے۔ لیکن خبر مختصر تھی کیونکہ سونیا کا بیان مختصر تھا' وضاحت نہیں تھی۔ سمجھنے کے لیے صرف اتنی سی بات تھی کہ جس بلا کے متعلق گوشہ نشینی کا یقین کرلیا گیا تھا' وہ اس گوشے سے نکل آئی تھی۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ نکلنے کے بعد واقعی زیرِ زمین جائے گی؟ زمین کے کس حصے میں جائے گی؟ یا دھوکا دے رہی ہے اور زمین پر ہی رہے گی؟ کتنے عرصے تک رہے گی؟ یہ سب سمجھ رہے تھے کہ جب تک اپنے بچوں کے پاس واپس نہیں جائے گی' دشمنوں کی آدھی سانس اٹکی رہے گی۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کس روز بابا صاحب کے ادارے سے نکل گئی ہے؟ کس بہروپ میں اور کس سمت گئی ہے؟ جس اخبار کے رپورٹر نے بابا صاحب کے ادارے کے انکوائری سیکشن سے پوچھا' سیکشن انچارج نے اسے سونیا کی آواز کا کیسٹ سنادیا اسی لیے وہ ادارے سے جاتے وقت کسی کو نظر نہیں آئی۔

سپرماسٹر نے کہا "ابھی ہم اپنے چاروں خیال خوانی کرنے والوں کو بلائیں گے۔ میں بابا صاحب کے ادارے کے انکوائری سیکشن سے رابطہ کروں گا اور فون پر سونیا کا ریکارڈ کیا ہوا بیان سنوں گا۔ میرے ساتھ آپ اور وہ چاروں خیال خوانی کرنے والے سنیں گے۔ پھر یہ چاروں کی ڈیوٹی رہا کرے گی کہ وہ تھوڑی تھوڑی دیر میں غیر معمولی سماعت سے سونیا کی آوازیں سنتے رہیں۔ اس طرح معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے؟"

ان چاروں نئے خیال خوانی کرنے والوں کو بلایا گیا اور سمجھایا گیا کہ انہیں ابھی سونیا کی آواز سنائی جائے گی۔ وہ چاروں اس کی آواز کو ذہن نشین کریں اور وقفے وقفے سے اس کی آوازیں سن کر معلوم کرتے رہیں کہ وہ کہاں ہے اور کن خاص لوگوں سے مل رہی ہے اور ایک طویل عرصے کے بعد بابا صاحب کے ادارے سے ایسے وقت کیوں نکلی ہے جب کہ اس کے بچے ابھی چھوٹے ہیں۔ انہیں ماں کی ضرورت ہے اور ماں اتنی اہم ضرورت کو نظرانداز کرکے جاچکی ہے۔

وہ چاروں سپرماسٹر کی باتیں سن کر مسکرائے۔ پھر ایک نے کہا۔ "سر! سونیا کی آواز سنانے کے لیے ہمیں بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم تو یوں بھی سن لیتے۔"

دوسرے نے کہا "جی ہاں' آپ فون پر دوسری طرف سے آنے والی کیسٹ کی آواز سنتے رہتے اور ہم آپ کے ذریعے اس آواز کو ذہن نشین کرتے۔"

تیسرے نے کہا "یہ جو آپ حضرات خفیہ میٹنگ کرتے رہتے

ہیں' آپس میں بولتے رہتے ہیں تو آپ حضرات کا ایک ایک لفظ ہم اپنے اپنے بنگلوں میں بیٹھ کر سنتے رہتے ہیں۔ آپ کی کوئی بھی میٹنگ دنیا والوں کے لیے خفیہ ہو سکتی ہے ہمارے لیے نہیں۔"

سپر سائنز ادر فوج کے اعلیٰ افسران ذرا جھینپ کر ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ وہ بھول گئے تھے کہ اپنے ہی جو تے اپنے پاؤں کو کاٹتے ہیں۔ وہ آپس کا کوئی راز ان خیال خوانی کرنے والوں سے کبھی نہیں چھپا سکیں گے۔

○☆○

مائیک ہرارے تنویمی نیند سے بیدار ہوا۔ لیکن اسی طرح بستر پر لیٹا رہا۔ اور سوچتا رہا کہ دن کے وقت کیوں سو رہا تھا جب کہ دن کو سونے کی عادت نہیں تھی۔

پھر اس نے دیوی کو یاد کیا۔ اسے یاد کرنے سے رفتہ رفتہ کچھ باتیں یاد آنے لگیں اور یوں یاد آنے کی وجہ یہ تھی کہ دیوی بڑی خاموشی سے اس کے اندر موجود تھی اور ہرارے کی سوچ میں اس کی یادداشت تازہ کر رہی تھی۔

اسے یاد آیا کہ دیوی نے بے لوث اور بے غرض دوستی کا وعدہ کیا تھا اور کہا تھا نہ اسے منڈولا کے تنویمی عمل سے نجات دلا دے گی بلکہ اس قدر آزادی دے گی جیسے فرہاد علی تیمور نے دی تھی اور وہ اس کے دماغ میں نہیں آتا تھا۔ اسی طرح دیوی نے بھی اس کے اندر کبھی نہ آنے کا وعدہ کیا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا "مجھ پر تنویمی عمل ہو چکا ہے۔ منڈولا کے عمل کا توڑ ہو چکا ہو گا۔ اور دیوی بھی شاید کبھی نہیں آئے گی' کسی دوسرے ذریعے سے رابطہ کرے گی۔ مجھے یقین ہے کہ دیوی تنہا نہیں رہنا چاہتی اسی لئے دوست بنا کر رکھنے کے لئے اس پر اتنا بڑا احسان کر رہی ہے۔ اگر واقعی وہ سچے دل سے دوستی کرے گی اور مجھے کسی طرح کا دھوکا نہیں دے گی تو میں ہمیشہ اس سے وفاداری کروں گا اور جب بھی اسے میری ضرورت ہو گی تو میں دوسرے تمام فرائض چھوڑ کر اس کے کام آیا کروں گا۔"

دیوی نے ایک ایسی اجنبی آواز اور لہجہ اس کے دماغ میں نقش کیا تھا جسے وہ محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ان لمحات میں انہی اجنبی سوچ کی لہروں کے ذریعے اس کے اندر تھی اور اس کے دوستانہ خیالات پڑھ رہی تھی۔ پھر اس نے ہرارے کی سوچ میں یہ سوال پیدا کیا کہ دیوی اگر فراڈ کرے اور صرف دھوکا دینے والی دوستی کرے تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟

وہ ایک گہری سانس لے کر بے بسی سے سوچنے لگا "میں کر بھی کیا سکوں گا؟ وہ آتما شکتی کے ذریعے اس طرح دماغ میں آتی ہے کہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ وہ میری لاعلمی میں کوئی بھی کام مجھ سے کرا سکتی ہے۔ وہ مجھے نیند کی حالت میں سحر زدہ کر کے جو کام بھی لینا چاہے گی میں وہ کرتا رہوں گا اور مجھے خبر بھی نہیں ہو گی۔"

دیوی نے اسے تھوڑی دیر تک اپنے طور پر سوچنے دیا۔ پھر اس نے ارادہ کیا کہ وہ سپر سائنز سے رابطہ قائم کر کے وہاں کے حالات معلوم کرے گا لیکن اس سے پہلے ہی دیوی نے اپنے معمول کے مطابق روبینہ کی آواز اور لہجے میں اس کے اندر آنا چاہا تو اس نے سانس روک لیا۔ جب سے پروفیسر ایزک کی موت ہوئی تھی تب سے دیوی روبینہ کی آواز اور لہجے کو استعمال کرتی آ رہی تھی اور اس کے تمام خیال خوانی کرنے والے ماتحت اسی آواز کو دیوی کی اصل آواز سمجھتے تھے۔

جب مائیک ہرارے نے سانس روک لی تو وہ تھوڑی دیر بعد آ کر بولی "ایک منٹ' میں دیوی ہوں۔ سانس نہ روکنا۔"

وہ بولا "ہاں میں نے پہلے ہی محسوس کیا تھا کہ وہ آپ کی سوچ کی لہریں ہیں مگر دھوکا بھی ہو سکتا تھا۔ کوئی آپ کی آواز میں بول سکتا تھا۔ اسی لئے میں نے....."

وہ بات کاٹ کر بولی "میری آواز کو تم چند خیال خوانی کرنے والے ہی سنتے اور سمجھتے ہیں یقین کر لو کہ میں بول رہی ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولا "آپ کی سوچ کی لہروں کو یوگا کا کوئی ماہر بھی محسوس نہیں کرتا۔ پھر میں نے کیسے محسوس کر لیا تھا؟"

"اس لئے کہ میں زبان کی دھنی ہوں۔ میں نے تمہیں دوست بنانے کا وعدہ کیا تھا اور دوست کو کوئی اپنا معمول اور تابعدار نہیں بناتا۔ اس لئے میں نے سب سے پہلے اپنی آتما شکتی سے تمہیں آزاد کیا ہے۔ تم پر ایسا عمل کیا ہے کہ تم میری آتما شکتی کو بھی محسوس کر لیا کرو گے۔ جیسا کہ ابھی تم نے محسوس کر کے سانس کو روکا تھا۔"

وہ خوشی سے جھومتے ہوئے بولا "دیوی جی! آپ ہزار برس سلامت رہیں۔ آپ نے سچی دوستی کا ایسا ثبوت دیا ہے کہ آج سے میں دوست تو ضرور رہوں گا لیکن خداوند یسوع کی قسم دوستی میں آپ کی غلامی کروں گا۔ آپ نے مجھے زنجیریں نہیں پہنائیں لیکن اپنی سچائی کا عملی ثبوت پیش کر کے مجھے خرید لیا ہے۔"

"بس کرو ہرارے! زیادہ تعریف غیروں کی کی جاتی ہے۔ آئندہ ہم ایک دوسرے کے رازدار دوست رہیں گے اور اپنی آپس کی رازداری کو قائم رکھنے کے لئے میں نے ایک اور کام کیا ہے' جانتے ہو کیا کیا ہے؟"

"یو آر گریٹ۔ آپ نے ضرور کوئی بڑا کام کیا ہو گا۔"

"ہاں' میں نے داؤد منڈولا پر بھی تنویمی عمل کر کے اس کے ذہن سے تمہارا نام اور تمہاری شخصیت منادی ہے اور یہ بھلا دیا ہے کہ تم اس بنگلے میں رہتے ہو۔"

"واہ' آپ نے تو اس خبیث سے ہمیشہ کے لئے مجھے نجات دلا دی۔ اس کا مطلب ہے آئندہ وہ مجھے کہیں دیکھے گا تو نہ پہچان سکے گا اور نہ ہی اسے میرا نام یاد آئے گا۔"

"ہاں' میں چاہتی ہوں کہ تم اپنی مرضی کے مطابق آزادی سے رہو اور میں زیر زمین رہا کروں گی۔ تم کو ڈورڈز میرے لئے مقرر کرو تاکہ ان کو ڈورڈز کے ذریعے تمہارے دماغ میں آؤں تو مجھے غیر نہ سمجھو۔"

وہ ذرا سوچ کر بولا "وی آر ٹو اوٹی اینڈ نو تھرڈ ون" (صرف ہم دو ہیں اور تیسرا کوئی نہیں ہے۔)

وہ بولی "ٹھیک ہے' یہی کو ڈورڈز رہیں گے لیکن صرف میں تمہارے دماغ میں آؤں گی اور تمہیں اپنے اندر نہیں آنے دوں گی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ میں تم پر بھروسا نہیں کرتی ہوں اور یہ اندیشہ محسوس کرتی ہوں کہ تم میرے چور خیالات پڑھو گے۔ نہیں' یہ بے اعتمادی ہماری دوستی کو کمزور کرے گی اس لئے تم یہی کو ڈورڈز ادا کرو گے تو میں تمہیں اپنے دماغ میں خوش آمدید کہوں گی۔"

"بس اب تو کسی شک و شبے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ اب تو میں تمہیں ہی اپنی زندگی کا مقصد بنا کر صرف تمہارے لئے سوچوں گا اور تمہارے جتنے بھی مسائل ہیں انہیں حل کرنے کے لئے اپنی پوری شاطرانہ ذہانت سے کام لیتا رہوں گا۔ کیا میں ایک بات پوچھوں؟"

"ضرور پوچھو؟"

"تم زیر زمین کیوں رہتی ہو؟ کیا مجبوری ہے؟ کیا مسئلہ ہے؟"

"مجھے علم نجوم میں مہارت حاصل ہے۔ میرا علم کہتا ہے کہ اگر میں دس برس تک اپنی اصلی شخصیت کو نہیں چھپاؤں گی' کسی کو بھی اپنا اصلی چہرہ دکھاؤں گی یا اپنی اصلی آواز سناؤں گی یا اپنا اصلی نام بتاؤں گی تو ایک نہایت ناقابل شکست جوان مجھ پر حاوی ہو جائے گا اور میں اس کی مرضی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاؤں گی اور اگر دس برس تک روپوش رہ کر اپنے بھگوان سے لو لگائے رکھوں گی' میری پوجا اور بھگتی سپھل (قبول) ہوتی رہے گی تو مجھے آتما شکتی بھی حاصل ہو گی اور میں اس جوان پر حاوی ہو جاؤں گی۔ پھر وہ جوان میری مرضی کے مطابق زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

"دس برس کا عرصہ بہت ہوتا ہے۔ مجھے اس جوان کا نام اور پتا بتائیں۔ میں اپنی حکمت عملی سے اسے آپ کے قدموں میں لا کر جھکاؤں گا۔"

"میری زندگی تدبیر اور تقدیر کے درمیان جکڑی ہوئی ہے۔ مشکل تو یہ ہے کہ میں اس کی نشاندہی بھی نہیں کر سکتی۔ اس کا پورا خاندان اتنا زبردست اور خطرناک ہے کہ میں اس خاندان کے کسی فرد کے دماغ میں بھی نہیں جا سکتی۔ تم بہت شاطر ہو۔ وہ لوگ بھی اتنے شاطر ہیں کہ ادھر تم ان کے خلاف کوئی چال چلو گے' ادھر وہ تمہاری ہی چال کا ایک سرا تھام کر ہم دونوں تک پہنچ جائیں گے۔"

"آپ ان سے ٹکرائے بغیر ستاروں کی چال کے مطابق اس جوان پر غالب آنا چاہتی ہیں؟"

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

ابجدِ موسیقی

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے

اس کتاب کے مطالعے سے آپ کو نہ صرف گانا بلکہ گنگنانا بھی آ جائے گا اور طبلے کے بارے میں بھی واقفیت ہو جائے گی

سُر، لَے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور موسیقی کے دیگر اسرار و رموز آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب

برصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کتاب موسیقی کے اُستاد کی جگہ پوری کرتی ہے

قیمت: ۶۰/- روپے ○ ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سیدمینشن بلیو مویا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱

"ہاں' میں چار برس زیرِ زمین رہ کر زندگی کے بڑے قیمتی لمحات پوجا اور بھگتی پر صرف کر چکی ہوں۔ صرف چھ برس رہ گئے ہیں۔ اس عرصے میں مجھ پر مصیبتیں آئیں گی۔ پہلے میں تنہا تھی اب تمہارے ساتھ ان مصائب کو دور کیا کروں گی۔"

"میرے لئے یہ بھی ایک اعزاز ہوگا کہ آپ کی ہر مصیبت میں ساتھ رہوں گا۔ ایسے وقت سمجھوں گا کہ دشمن کیسے ہیں اور ان کی چالیں چلنے کے انداز کیا ہیں؟"

"میں چاہتی ہوں' تم اس سائے کے متعلق سوچو' اسے سمجھو اور کوئی ایسی تدبیر کرو کہ اس سائے کے اندر چھپا ہوا ایم آئی ایم کا برادر کبیر ہماری گرفت میں آجائے۔"

"میں اسے شکنجے میں لینے کی تدبیر ابھی سے کروں گا۔ کیا وہ بھی آپ کے لئے پرابلم بنا ہوا ہے؟"

"تم اپنی ذہانت سے سوچ کر بتاؤ کہ میں اسے کیوں گرفت میں لینا چاہتی ہوں؟"

وہ ذرا سوچ کر بولا "ابھی دو سیدھی سی باتیں سمجھ میں آتی ہیں ایک تو یہ کہ جس جوان پر غالب آنے کے لئے آپ دس برس کا عرصہ روپوشی میں گزار رہی ہیں وہ جوان اسی سائے میں چھپا ہوا ہے۔"

"نہیں' میں نہیں جانتی کہ وہ کس شخص کا سایہ ہے۔ میرا مقصد کچھ اور ہے۔"

وہ بولا "میں سمجھ گیا۔ آپ کو اگر وہ غیر معمولی گولیاں اس سائے سے حاصل ہو جائیں تو آپ باقی چھ برس ان گولیوں کے ذریعے سایہ بن کر زمین کے اوپر آکر آزادی سے زندگی گزار سکیں گی۔ کوئی آپ کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا اور علم نجوم کے مطابق آپ کی روپوشی برقرار رہے گی۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ میں زیرِ زمین رہ کر بے زار ہو گئی ہوں کھلی فضا میں آنا چاہتی ہوں۔ میں اتنی بڑی دنیا میں آزادی سے سانس لوں گی اور کوئی مجھے دیکھ نہیں پائے گا۔"

"پھر تو میں وہ گولیاں حاصل کرنے کے لئے جان لڑا دوں گا۔ آپ آتما شکتی سے کسی کے بھی دماغ میں گھس جاتی ہیں' اس کے اندر جا کر صرف اتنا بتا دیں کہ وہ کہاں ہے؟ پھر میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

"اس سائے کے دماغ میں کئی بار جا چکی ہوں مگر دماغ کی اوپری سطح میں رہ کر باتیں کرتی ہوں اور اس کے چور خیالات پڑھنے میں ہمیشہ ناکام رہتی ہوں۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ اس کے اندر جا کر اسے گفتگو میں الجھائیں' آپ کی موجودگی میں وہ میری سوچ کی لہروں کو سمجھ نہیں سکے گا اور میں خاموشی سے اس کے دماغ کی تہ میں پہنچ کر شاید اس کے چور خیالات پڑھ سکوں گا۔"

"ہوں' میں نے یہ تدبیر نہیں آزمائی ہے۔ دراصل اب سے پہلے تمہارے جیسا قابل اعتماد دوست نہیں ملا تھا۔ اسی لئے یہ تدبیر نہیں کی تھی۔"

"اب تو میں ہوں۔ دیر کس بات کی۔ میں آپ کے بدن میں آتا ہوں' آپ اس کے دماغ میں جائیں۔ اس طرح شکنجے اس کے اندر جگہ مل جائے گی۔"

"ہاں' مگر میں جہاں ہوں وہاں رات ہے۔ سونے کا وقفہ اس سے باتیں کرنے کے بعد میں سونے کے قابل نہیں رہوں گی۔"

"ایسی کیا بات ہے؟"

"وہ ایسی باتیں کرتا ہے کہ اسے سننے اور سمجھنے کے لئے نیند گھی پینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔"

"ایسا بھی کیا ہے۔ میں آپ کے اندر آرہا ہوں۔ اس پاس چلیں۔ آج سے وہ باتیں بتانا بھول جائے گا۔"

دیوی شی تارا بھی آتما شکتی کے ذریعے اپنے چور خیالات چھپانا جانتی تھی۔ اسی لئے اس نے مائیک ہرارے کو اپنے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ ہرارے کے لئے یہ دیوی کی خلوص تھی۔ وہ چور خیالات پڑھ کر دیوی کا اعتماد کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے اندر آکر سائے کے دماغ کے اندر پہنچ گیا۔

کہنے اور سننے میں یہ مضحکہ خیز بات ہے کہ سائے کا بھی دماغ ہوتا ہے لیکن یہ ایک طبی سائنس کا تجربہ تھا کہ پورا جسم اور دماغ سائے کے اندر چھپا ہوا تھا۔ یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جب ایک چیز دوسرے کے اندر چھپ سکتی ہے تو وہی دوسری چیز پہلی چیز کے اندر کیوں نہیں چھپ سکتی؟ یہ آنکھوں کا قصور ہے کہ انسانی آنکھ تاریکی میں بھی ہوتا ہے' اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ بلکہ روشنی کی کرن بھی آجائے تو وہی سایہ کسی طرف نظر آنے لگتا ہے۔

بہرحال وہ دونوں پارس کے اندر پہنچ گئے۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا کہیں تاریکی میں جا رہا تھا لیکن سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے ایک جگہ ٹھٹک گیا۔ پھر بولا "اچھا تو آپ تشریف لائی ہیں؟"

"میں جب بھی آتی ہوں' حیران رہ جاتی ہوں کہ تم مجھے کیسے پہچان لیتے ہو؟"

"جب ایک شہر کے کچھ لوگ پہلی بار ہزاروں میل دور دوسرے شہر کے ٹی وی اسکرین پر نظر آئے تو ساری دنیا حیران ہوئی کہ ادھر کے مجسم لوگ ادھر کیسے چلتے پھرتے اور بولتے دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ عجیب سی ناقابل یقین بات تھی مگر آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔ اب یقین اتنا پختہ ہو گیا ہے کہ ٹی وی کے مناظر حیران نہیں کرتے ہیں' معمول کی چیز بن گئے ہیں۔ بہتر ہے کہ تم بھی ہیبت جدا ہونا چھوڑ دو کہ میں تمہیں کیسے پہچان لیتا ہوں۔"

"ہاں' سائنس نے اب دنیا کو حیران کرنا چھوڑ دیا ہے۔ جو عجوبہ سامنے آتا ہے وہ انسانی ذہن کا کمال ہوتا ہے۔"

"لیکن ایسی حیران کرنے والی بات تو نہیں ہو سکتی؟"

تمہارے ساتھ ہو رہی ہے۔"

"کیوں؟ میرے ساتھ ایسا کیا ہو رہا ہے؟"

"تم زیرِ زمین تنہا رہتی ہو۔ پھر تمہارے پاؤں بھاری کیسے ہو گئے؟"

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"دیکھو' مجھ سے سچائی نہ چھپاؤ۔ تم ماں بننے والی ہو۔ تمہارا وزن بڑھ گیا ہے۔"

"تم فضول باتیں کیوں کر رہے ہو۔ کیا تم میری سوچ کی لہروں کے وزن کو محسوس کر سکتے ہو؟"

"کر رہا ہوں۔ تب ہی کہہ رہا ہوں۔ مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے فارغ ہو چکی ہو۔ ماں بن چکی ہو۔ بھئی اپنے نتھنے کو سنبھالو۔ وہ پھڑک پھڑک کر میرے خفیہ خیالات کے خانے کی طرف آرہا ہے۔ توبہ توبہ ایک ناجائز بچہ پیدا کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آئی۔"

وہ دونوں فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل آئے۔ مائیک ہرارے اپنے بستر پر گم صم بیٹھا ہوا تھا۔ دیوی نے اس کے اندر آکر کہا "سن لیا تم نے وہ کس قدر عجیب و غریب بھی ہے اور بدمعاش بھی ہے۔ مجھے تمہاری ماں بنا رہا تھا جبکہ وہ اسی بات کو سیدھے سے انداز میں کہہ سکتا تھا کہ میں اپنے ساتھ کسی اور خیال خوانی کرنے والے کو لائی ہوں۔"

ہرارے نے کہا "دیوی جی! میں اپنی حیرانی بیان نہیں کر سکتا۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ اس نے آپ کی سوچ کی لہروں کی موجودگی میں میری سوچ کی لہروں کو کیسے محسوس کر لیا؟"

"یہی سوال تو مجھے پریشان کرتا رہے گا۔ میری نیند اڑاتا رہے گا۔ اچھی بھلی سونے کے لئے جا رہی تھی۔ میں نے اسے ٹی وی اسکرین پر نہیں دیکھا مگر ساری دنیا نے دیکھا ہے۔ تم نے بھی دیکھا ہوگا وہ ایک انسان ہے۔ اس نے جو ڈی سے وہ گولی چھین کر کھائی تھی۔ وہ سایہ بننے والا ایک انسان ہے' کوئی جن یا بھوت نہیں ہے کہ اس نے میرے علاوہ تمہیں بھی محسوس کر لیا۔"

"وہ جو کوئی بھی ہے' میرے لئے ایک چیلنج بن گیا ہے۔ اس کا سراغ لگانے کے لئے طریقہ کار بدلنا ہوگا۔ کیا آپ مجھے تنہا اس کے پاس جانے کی اجازت دیں گی؟"

"ہرارے! تم میرے پابند نہیں ہو۔ دوست ہو' آزاد ہو۔ آزادی سے جو کرنا چاہو' کرو۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے پارس کے اندر پہنچا۔ پارس نے کہا "کیا مصیبت ہے۔ بچوں کو کھیلنے کے لئے میدان میں جانا چاہئے مگر تم پیدا ہوتے ہی میرے پاس چلے آئے ہو۔ اپنی ماں سے کہہ دو' میں تمہیں گود نہیں لوں گا۔"

وہ بولا "محترم برادر کبیر! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ کس سے کہہ رہے ہیں؟ میں مائیک ہرارے' شطرنج کا عالمی چیمپئن ہوں۔ اسلامی کانفرنس میں آپ کی آواز سنی تھی اور سوچا تھا کہ آپ سے کچھ اہم مسائل پر گفتگو کروں گا۔"

اس نے پوچھا "کیا تم واقعی مائیک ہرارے' شطرنج کے عالمی چیمپئن ہو؟"

"بے شک۔ میں وہی ہوں۔ آپ سے کچھ....."

پارس نے بات کاٹ کر کہا "کوئی مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ میں نے ایک اخبار میں مائیک ہرارے کا لائف اسکیچ پڑھا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ مسٹر ہرارے وقت کے بہت پابند ہیں۔ وقت پر کھاتے پیتے اور سوتے جاگتے ہیں لیکن تم آج صبح دس بجے بے وقت سوئے اور دوپہر کو دو بجے بیدار ہوئے اور ابھی تک بستر پر بیٹھے ہو۔ جاؤ دانتوں کو برش کرو۔ تمہارے منہ سے بو آرہی ہے۔"

یہ کہہ کر پارس نے سانس روک لی۔ وہ کوئی جادوگر نہیں تھا کہ ہرارے کے بارے میں ایسی باتیں معلوم کر لیتا۔ دراصل جس وقت دیوی اس کے دماغ میں آئی تھی' پارس نے شی تارا کو اشارہ کیا تھا۔ وہ دماغ میں آکر دیوی کو تو پہچان گئی تھی پھر دوسرے خیال خوانی کرنے والے کی سوچ کے لہجے کو سمجھ لیا تھا۔ ان کے واپس جاتے ہی پارس نے شی تارا سے کہا "اس دوسرے کے دماغ میں ابھی دیوی ہوگی۔ تم اس کے اندر جاؤ گی تو وہ محسوس نہیں کرے گا۔"

شی تارا نے اس کے اندر آکر دیکھا تو واقعی دیوی اس سے باتیں کر رہی تھی۔ دونوں حیران تھے کہ برادر کبیر نے دیوی کی سوچ کی لہروں کے علاوہ مائیک ہرارے کی موجودگی کو کیسے سمجھ لیا۔ ان کی باتوں کے دوران شی تارا نے ہرارے کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ وہ آج دن کو سویا تھا اور اس پر دیوی نے تنویمی عمل بھی کیا تھا۔ یہ باتیں شی تارا نے پارس کو بتا دی تھیں۔

ادھر ہرارے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچ رہا تھا "کیا ایم آئی ایم کا برادر کبیر غیب کی باتیں جانتا ہے؟ تھوڑی دیر بعد دیوی اس کے پاس آئی تو وہ بولا "برادر کبیر ناقابل فہم ہے۔ اسے معلوم ہے کہ میں اپنی عادت کے خلاف آج دن کو دس بجے سویا تھا اور دوپہر کو دو بجے بیدار ہوا تھا۔ اور ابھی میں بستر پر بیٹھا ہوا ہوں اور میں نے اب تک دانتوں کو برش نہیں کیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' وہ انسان ہے یا جنات کی نسل سے ہے؟"

دیوی نے پریشان ہو کر کہا "تم شطرنج کے عالمی چیمپئن ہو۔ اب بتاؤ کیا تم بھی خالص گھی پینا چاہتے ہو؟"

وہ بولا "شطرنج کی بازی میں بھی کبھی اپنے اہم مہروں کو شکست کے انداز میں پیچھے ہٹانا ہوتا ہے۔ پھر چال بدلنے سے وہی پیچھے ہٹنے والے مہرے آگے بڑھ کر مات دیتے ہیں اور بازی جیت لی جاتی ہے۔ میں ٹھہر کر پوری ذہانت سے سوچوں گا کہ یہ کون چکر باز ہے جو میرے سونے جاگنے کا وقت بھی جانتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے

کمیں سے جھانک کر دیکھ رہا ہو کہ میں ابھی بستر پر بیٹھا ہوں۔"

"میں نہیں مانتی کہ وہ غیب کی باتیں جانتا ہے۔ تم ایسا کرو کہ اپنی جگہ بدل کر آج کا اخبار پڑھتے ہوئے اس کے دماغ میں جا کر پوچھو کہ ابھی تم کیا کر رہے ہو۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ اس بار وہ صحیح بات کہے گا یا غلط؟"

ہرارے نے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ میز پر رکھے ہوئے اخبار کو اٹھا کر ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے یوں بھی آج کا اخبار نہیں پڑھا تھا۔ اس اخبار کو کھول کر خیال خوانی کرتے ہوئے برادر کبیر کے دماغ میں جانا تھا مگر پہلے ہی صفحے پر سونیا کی تصویر دیکھ کر چونک گیا۔ تصویر کے ساتھ ہی جلی حرفوں میں لکھا تھا "انسان اپنی موت کے بعد زمین میں جاتا ہے۔ وہ زندہ' زمین کے اندر جاری ہے۔"

دیوی نے بھی ہرارے کے ذریعے یہ ہیڈ لائن پڑھی۔ زمین کے اندر جانے والی بات نے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی۔ وہ ہرارے سے بولی "سونیا کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اسے پوری طرح پڑھو۔"

سونیا کی تصویر بڑے سائز میں شائع ہوئی تھی مگر خبر بہت مختصر تھی کہ وہ ایک طویل مدت کے بعد گوشہ نشینی سے نکل چکی ہے۔ اپنے دونوں بچوں کو بابا صاحب کے ادارے کے حوالے کر کے ایک مخصوص مدت کے لئے زیر زمین رہائش کے لئے جا رہی ہے۔ اس کی زیر زمین رہنے والی بات ناقابل فہم ہے مگر اس نے کہا ہے کہ وہ انڈر گراؤنڈ کسی سے ملاقات کرنے جا رہی ہے۔ مادام سونیا ہمیشہ سے پراسرار رہی ہیں اس لئے ان کی زیر زمین جانے والی بات فی الحال ناقابل فہم ہے۔"

خبر ختم ہو گئی۔ دیوی کو محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بھی ختم ہونے جا رہی ہے۔ یہ بات دنیا والوں کے لئے ناقابل فہم ہو گی مگر وہ تو سمجھ گئی تھی کہ اس کی بیٹی پر جو قاتلانہ حملہ ہوا تھا اس حملے کے سلسلے میں اس کی ڈی شی تارا نے شاید سونیا کو بتا دیا ہے۔ یا کسی دوسرے ذریعے سے معلوم ہو گیا ہے کہ ایک معصوم بچی پر حملہ کرانے والی ایک دیوی ہے اور وہ زیر زمین رہتی ہے۔

دیوی کا سر چکرانے لگا۔ وہ ہرارے کے دماغ سے جانا چاہتی تھی' اسی وقت وہ بولا "دیوی جی! یہ سونیا تفریح کے لئے تو زیر زمین نہیں جا رہی گی۔ زمین کے نیچے بھلا تفریح کا کیا سامان ہو گا۔ میرا ذہن کہتا ہے کہ وہ کسی خطرناک ارادے سے جا رہی ہے۔ پھر یہ لکھا ہے کہ کسی سے ملاقات کرنے جا رہی ہے۔" یہ کہتے ہی وہ ہنسنے لگا پھر ہنستے ہوئے بولا "زمین کے اندر تو مردے ہی ملاقات کے لئے ملیں گے۔"

دیوی نے ایک دم سے چیخ کر کہا "یو شٹ اپ۔"

وہ سہم کر ہنسنا بھول گیا۔ اگرچہ شٹ اپ بولنے والی سے دوستی ہو گئی تھی اور دوست سے سمائیں جاتا مگر دماغ کے چور خانے میں دیوی کا معمول چھپا ہوا تھا۔ وہ اپنے اندر کے غلام کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا اسی لئے دوستی کے باوجود سہم گیا۔ پھر خاکساری سے بولا "ساری' کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟"

وہ غصے سے بولی "تم ہنس رہے ہو اور کہہ رہے ہو کہ سونیا کو زمین کے اندر مردے ہی ملاقات کے لئے ملیں گے' کیا میں مردہ ہوں؟"

تب ہرارے کو غلطی کا احساس ہوا۔ وہ ذرا سی دیر کے لئے بھول گیا تھا کہ دیوی زیر زمین رہ کر زندگی گزار رہی ہے اور وہ یہ بات بھول کر گویا اپنی دوست کو بھی مردہ کہہ رہا تھا۔

وہ عاجزی سے بولا "میں بہت شرمندہ ہوں۔ آپ سے میرے میں بھول گیا تھا۔" پھر کچھ سوچ کر بولا "لیکن دیوی جی! جہاں تک میرا خیال ہے' دنیا میں ایک آپ ہی کی ہستی ہے جو زیر زمین ہے اور سونیا کا بیان ہے کہ وہ زیر زمین کسی سے ملاقات کرنے جا رہی ہے۔ کیا.... کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہے؟"

"ہاں..... ہاں۔ وہ ملاقات کرنا نہیں' مجھے قتل کرنا چاہتی ہے۔ وہ میری دشمن ہے۔ دشمن ہے میں کیا کروں؟"

وہ حیرانی سے بولا "سونیا اور آپ کی دشمن؟ دیوی جی! اب آپ تنہا نہیں ہیں۔ میں آپ کا محافظ ہوں۔ پلیز مجھے بتائیں' وہ آپ سے کیوں دشمنی کر رہی ہے؟ اگر آپ اس خطرناک عورت سے محفوظ رہنا چاہتی ہیں تو مجھ سے کچھ نہ چھپائیں۔"

"تم کیا کرو گے؟ کیا اسے اتنا ہی جانتے ہو کہ وہ خطرناک ہے۔ یا یہ بھی جانتے ہو کہ اس کی ہر چال مختلف اور غیر متوقع ہوتی ہے۔ دشمن سوچتا کچھ ہے اور وہ کرتی کچھ ہے۔ یہ خبر اس نے صرف میرے لئے شائع کرائی ہے۔ جانتے ہو کیوں؟"

"تاکہ آپ خوف زدہ ہو کر زمین کی تہ سے نکل آئیں۔"

"نہیں' اس نے آج ہی سے اور اسی لمحے سے مجھے قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہاں میں سکون سے تھی۔ اب ہر لمحے دھڑکا لگا رہے گا کہ وہ اس تہ خانے میں آ رہی ہے۔ میں آج سے گہری نیند نہیں سو سکوں گی۔ سوتے سوتے چونک پڑوں گی۔ پوجا کرتے وقت نہ بھجن گا سکوں گی اور نہ بھگوان سے پرارتھنا کرتے وقت منہ سے آواز نکال سکوں گی۔ یہ دھڑکا لگا رہے گا کہ وہ کہیں سے میری آواز سن کر چلی آئے گی۔"

"فی الحال اس سے دور رہنے کے لئے میرے ذہن میں یہ بات آ رہی ہے کہ وہ آپ کو تلاش کرنے کے لئے سب سے پہلے ہندوستان جائے گی۔ اسے معلوم ہو گا کہ آپ ہندو ہیں' پوجا پاٹ کے لئے وہاں کے مندروں کے تہ خانوں میں ہو سکتی ہیں۔ ایلورا اور اجنتا کے غاروں میں ہو سکتی ہیں۔ میرا ناقص مشورہ ہے کہ آپ فوراً ہندوستان سے کسی دوسرے ملک کے کھنڈروں' غاروں یا زیر زمین جرائم پیشہ افراد کے خفیہ اڈوں میں چلی جائیں۔"

وہ بڑا ہی معقول مشورہ دے رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ ہندوستان ہی میں ہمالیہ کی طرف ہے۔ جب سونیا اس ملک میں پہنچے گی تو شمال کی طرف ہمالیہ کی وادیوں میں ضرور آئے گی اور زیرِ زمین حصوں کا کھوج لگائے گی۔ وہ پریشانی سے بولی "تم دانشمندانہ مشورہ دے رہے ہو مگر میں تمہیں کہہ چکی ہوں کہ وہ ہمیشہ توقع کے خلاف چالیں چلتی ہے۔ ہم سمجھ رہے ہیں کہ وہ مجھے صرف زمین کے اوپر لانا چاہتی ہے لیکن وہ مجھے ہندوستان سے باہر لانا چاہتی ہے کیونکہ دوسرے ملکوں میں مجھے زیرِ زمین مقامات کی تلاش میں کچھ وقت لگے گا۔ میں میک اپ میں اپنا چہرہ چھپائے' اپنی آواز تبدیل کر کے کسی شہر یا کسی چھوٹے پہاڑی علاقے کی طرف جاؤں گی تو ہزار بہروپ کے باوجود وہ مجھے ہندوانہ انداز اور طور طریقوں سے پہچان لے گی۔"

"اخبار میں یہ نہیں لکھا ہوا ہے کہ وہ کس دن' کس فلائٹ سے کس سمت گئی ہے۔ ہاں ایک آئیڈیا ہے۔ ہم اس سلسلے میں پاشا کی غیر معمولی سماعت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

وہ سوچنے لگی "اگر سونیا کی صرف آواز ہی کبھی کبھی سنائی دیتی رہے تو اس کے آس پاس کی آوازوں سے پاشا بتاتا رہے گا کہ سونیا کس ماحول میں ہے اور کون سی زبان بولنے والوں کے ملک میں ہے۔"

ہرارے نے پاشا کو مخاطب کیا۔ غیر معمولی سماعت و بصارت رکھنے والوں کے جسم اور دماغ بھی فولادی تھے۔ پاشا' جمیلہ رازی' ہیرو اور اب نئے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسے مضبوط دماغوں کے حامل تھے کہ دیوی آتما شکتی کے ذریعے ان کے اندر نہیں پہنچ سکتی تھی۔

پاشا نے ہرارے کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں ہوں' تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی مائیک ہرارے۔ تم سے پہلے بھی کئی بار گفتگو ہو چکی ہے۔"

"ہاں' میں پہچان گیا مگر سپر اسٹار کا حکم ہے کہ میں کسی بھی خیال خوانی کرنے والے اور خاص طور پر تم سے گفتگو نہ کروں۔ وہ کہتے ہیں کہ تم باغی ہو گئے ہو اس لئے چلے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ ہرارے ایک فوجی جوان کے ذریعے سپر اسٹار کے پاس آیا۔ پھر بولا "میں ہوں' مائیک ہرارے۔ کیا صرف ہیڈ کوارٹر سے چلے جانے کے باعث آپ مجھے باغی کہہ رہے ہیں۔ ابھی پاشا نے مجھ سے گفتگو کرنے سے انکار کر دیا ہے۔"

"ہاں' تم ہماری نظروں میں باغی ہو۔ تم نے ایسے وقت ہمارا ساتھ چھوڑ دیا جب ہمارے پاس پاشا کے سوا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا۔ ہم آج بھی کہتے ہیں' ملک کے وفادار ہو تو ہمارے پاس چلے آؤ۔ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اب ہمارے پاس بہترین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے اس کے باوجود ہم تمہیں پسند کرتے ہیں۔"

"میں بھی آپ تمام اعلیٰ افسران کی بے حد عزت کرتا ہوں اور آپ کے تمام احکامات کی تعمیل کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہوں۔"

"جب سے ہیڈ کوارٹر چھوڑ کر گئے ہو' تم نے کوئی قابلِ ذکر کام نہیں کیا۔ تمہاری یہ بات بھی جھوٹ لگتی ہے کہ تم نے شی تارا اور پوجا کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔ پھر یہ کہ پوجا ہماری تابعدار تھی تم نے اس پر قبضہ جما کر اسے ہم سے چھین کر وطن دوستی کی ہے دشمنی؟"

"یہ میری بدقسمتی ہے کہ میری نیک نیتی کو آپ دشمنی سمجھ رہے ہیں۔"

"تم نیک نیت ہو تو پوجا سے ہماری بات کراؤ۔ وہ ہماری ہے ہمیں بتا سکتی ہے کہ ملک و قوم کی خاطر کیا کر رہی ہے۔"

دیوی نے ہرارے کے اندر کہا "سپر اسٹار کو اپنی وفاداری کا یقین دلاؤ۔ میں ابھی پوجا کی آواز میں بولوں گی۔"

ہرارے نے کہا "سر! آپ کسی ملازمہ کو بلائیں۔ پوجا اس کی زبان سے بولے گی۔"

سپر اسٹر نے ایک فوجی جوان کو بلا کر حکم دیا کہ وہ ہیڈ کوارٹر کے اسپتال سے کسی نرس یا آیا کو بلا کر لے آئے۔ وہ حکم کی تعمیل کے لئے چلا گیا۔ ہرارے کو ابھی تک سپر اسٹر کے چار نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی غیر معمولی صلاحیتوں کا علم نہیں تھا۔ اور سپر اسٹر کو یہ معلوم نہیں تھا کہ جمیلہ رازی اور ہیرو نے جب ان چاروں کی غیر معمولی سماعت و بصارت کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں تب سے ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اور میری ٹیلی کے دوسرے افراد نے اپنی آواز اور لہجوں کو بدل لیا تھا۔ میرے دونوں چھوٹے بچے کیریا اور اعلیٰ بی بی (ثانی) کچھ کچھ بولنے لگے تھے۔ میں ان دونوں کو بھی دوسرے انداز سے بولنا سکھاتا رہتا تھا۔ سونیا کی عدم موجودگی میں پوری طرح ان کی نگرانی کر رہا تھا اور انہیں باقاعدہ تعلیم و تربیت دے رہا تھا۔

ہیڈ کوارٹر سے ایک نرس نے آکر سپر اسٹر کو سلیوٹ کیا۔ پھر پوچھا "یس سر۔"

سپر اسٹر نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

نرس نے حیرانی سے کہا "سر! آپ اچھی طرح جانتے ہیں' میرا نام مارتھا ڈیوڈ ہے۔"

"میں اس لئے جان بوجھ کر پوچھ رہا ہوں کہ مسٹر ہرارے اور پوجا تمہاری آواز اور لہجے کو سن لیں۔ میرا خیال ہے' اب پوجا تمہاری زبان سے بولے گی اور میں سنوں گا۔"

دیوی نے پوجا کی آواز اور لہجے میں نرس مارتھا کی زبان سے کہا "سر! میں پوجا ہوں اور آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔"

سپر اسٹر نے کہا "پوجا! تمہاری آواز اور لہجہ کچھ بدل سا گیا ہے۔ ذرا ٹھیک طرح اپنی صحیح آواز میں بولو۔"

دیوی ذرا ہچکچائی پھر بولی "سر! یہاں موسم بدلنے کے باعث آواز میں ذرا فرق پیدا ہو گیا ہے۔"

دیوی یہ کہتے ہی سپر اسٹر کے اندر آ گئی۔ اگرچہ وہ اور تینوں سابق کے اعلیٰ افسران یوگا کے ماہر تھے مگر دیوی نے اس کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھے۔ وہ مسکرا کر سوچ رہا تھا۔ اس مکار مائیک ہرارے کو معلوم نہیں ہے کہ ہم نے جو نئے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے تیار کئے ہیں ان کے اندر ٹرانسمیٹر مرمشین کے ذریعے ہماری غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوت بھری ہے۔ ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پوجا کی اصلی آواز کے کیسٹ سے آواز سنی تھی۔ پھر اس کے پاس پہنچا تاکہ وہ ناکام رہا کیونکہ صرف پوجا ہی نے نہیں شی تارا اور فرہاد کی اصلی کے تمام افراد نے بھی آواز کے لحاظ سے خود کو ایسا گم کیا ہے کہ ہمارے چاروں غیر معمولی سماعت رکھنے والے ہزاروں میل دور یا ایک سے ان کی باتیں نہیں سن سکیں گے۔

سپر اسٹر کہہ رہا تھا "چلو مان لیتا ہوں کہ موسم کی وجہ سے نزلہ کام ہو گیا ہو گا اس لئے آواز میں فرق پیدا ہو گیا۔ کوئی بات نہیں' جو تمہاری دیدی شی تارا ہے اس سے بولو کہ مارتھا کی زبان سے مجھے مخاطب کرے۔"

دیوی نے کہا "سر! اب میں ایک سچ بات بتا دوں۔ بابا صاحب کے ادارے میں جمیلہ رازی اور ہیرو نامی دو غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے ہیں۔ وہ بھی پاشا سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی آواز اور لہجہ بدل دیا ہے۔"

سپر اسٹر نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر کہا "کچھ اور باتیں بناؤ مگر عقل کے ساتھ۔ تمہاری اور تمہاری دیدی شی تارا کی طرح مائیک ہرارے نے اپنا لہجہ اور آواز تبدیل کیوں نہیں کی۔ کیا اسے جمیلہ رازی اور ہیرو کی غیر معمولی صلاحیتوں سے خطرہ نہیں ہے؟"

دیوی اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی تھی۔ واقعی اس نے باتیں بناتے وقت یہ فراموش کر دیا تھا کہ ہرارے ابھی تک اپنی اصلی آواز میں بول رہا ہے۔ اپنی اس ناکامی پر دیوی کو جھنجلاہٹ سی ہوئی۔ اس جھنجلاہٹ میں اس نے ایک اور غلطی کی اور کہا۔ "ہاں ہرارے کو خطرہ نہیں تھا اب میں اس کی آواز اور لہجہ بھی بدل دوں گی۔"

"تم بدل دو گی؟ تمہاری گفتگو کا مالکانہ انداز بتا رہا ہے کہ ہرارے تمہارا عامل نہیں ہے' تم اس کی عامل ہو اور اسے بدل دو گی۔ کیوں چپ رہی ہو' صاف بتاؤ تم کون ہو؟"

ادھر ہرارے نے سوچ کے ذریعے کہا "دیوی جی! یہ آپ نے کیا کیا۔ سپر اسٹر نے ہمارا فراڈ سمجھ لیا ہے۔"

"اور میں بھی سمجھ گئی ہوں' وہ ہم سے یہ چھپا رہا ہے کہ اس کے چار نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹرانسمیٹر مرمشین کے ذریعے پاشا جیسی غیر معمولی صلاحیتوں سے بھرپور بنایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک نے پوجا اور شی تارا کو ان کی آواز سن کر تلاش کرنا چاہا مگر اسے وہ آوازیں نہیں ملیں۔ اب سپر اسٹر ٹیلی پیتھی اور غیر معمولی صلاحیتیں جاننے والے تابعداروں کے ذریعے اپنی پوزیشن بہت زیادہ مستحکم بنا چکا ہے۔"

"او گاڈ! اس کا مطلب ہے اس کے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کام کر رہے ہوں گے۔"

"اور وہ تمہاری آواز بھی سن رہے ہوں گے' ابھی اس لئے خیریت سے ہو کہ اس چار دیواری سے باہر نہیں گئے ہو اور ہم زیادہ تر سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہے ہیں۔ میں نے سپر اسٹر کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اس کا ایک جان کار ژنا می خیال خوانی کرنے والا تمہیں اور آندرے فوک نامی خیال کرنے والا مجھے تلاش کر رہا ہے۔ میں آندرے فوک نامی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ناکوں چنے چبانے پر مجبور کر دوں گی۔ مجھے صرف سونیا کی طرف سے دھڑکا لگا ہوا ہے لیکن تمہارے پیچھے جو غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا جان کار ژ پڑا ہوا ہے' اگر تمہاری آواز سن کر یہاں پہنچے گا تو تم بے بس ہو جاؤ گے۔ وہ چاروں حیرت انگیز جسمانی قوتوں کے مالک ہیں۔ جان کار ژ تمہاری ہڈیاں توڑ دے گا۔ یا پھر سپر اسٹر کے حوالے کرے گا تاکہ تمہیں پھر مشین نے گزار کر تابعدار بنایا جا سکے۔"

"او گاڈ! ہمارے لئے مسائل اور پریشانیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔"

"تمہیں تو میں بچا لوں گی۔ ابھی تم پر عمل کر کے تمہارا لہجہ اور شخصیت بدل دوں گی۔ مگر میرا کیا بنے گا۔ وہ چڑیل پتا نہیں کہاں ہے؟ مجھ سے کتنی دور ہے؟ مجھے خود کو روپوش رکھنے کے لئے کیا کرنا ہو گا؟ تمہارے شاطر ذہن کو کیا ہوا ہے؟ میرے لئے کچھ کرو۔"

دیوی کی جان پر بن آئی تھی۔ اب وہ زمین کے اندر بھی چھپ کر نہیں رہ سکتی تھی۔ پھر چھپنے کے لئے کون سی جگہ رہ جاتی تھی۔ اپنے بچاؤ کی فکر میں وہ طرح طرح کے جتن کر رہی تھی۔ اس طرح وہ ساتواں مہینہ گزر گیا جو منحوس اعلیٰ بی بی (ثانی) کے لئے کوئی مصیبت لا سکتا تھا۔ مگر مصیبت لانے والی کے لیے سونیا نے مصیبت بن کر وہ مہینہ گزار دیا۔ اب آئندہ برس کے ساتویں ماہ تک اعلیٰ بی بی (ثانی) بالکل محفوظ رہتی۔

سونیا کہیں بھی زیرِ زمین نہیں گئی تھی' ادارے سے نکل کر پیرس کے اپنے کاٹیج میں آرام کرتی رہی تھی۔ اس نے دیوی پر ایک نفسیاتی حملہ کیا تھا اور اسے خود اپنے بچاؤ کی فکر میں مبتلا کر رکھا تھا۔ ایسے میں واقعی وہ اعلیٰ بی بی (ثانی) کے لئے مصیبت بننا بھول گئی تھی۔ اپنی مصیبت دور کرنے کی تدابیر کر رہی تھی۔

ساتویں ماہ کے آخری دن اس نے بابا صاحب کے ادارے سے ہیرو کو بلایا۔ پھر اپنی اصلی آواز اور لہجے میں اس سے باتیں کرنے لگی اور اس کے ساتھ پیرس کے مختلف علاقوں میں گھومتی پھرتی رہی۔ وہ چاروں نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے دوسرے

فرائض انجام دینے کے علاوہ سونیا کی آواز پر بھی توجہ دیتے تھے کہ شاید کبھی وہ بھول چوک سے اپنی اصلی آواز میں بول پڑے۔

اور وہ بول پڑی تھی۔ سپرماسٹر نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے مارکوس برٹن کو ایم آئی ایم کے سربراہ سائے یعنی پارس کی آواز سننے اور اس کی مصروفیات معلوم کرتے رہنے پر مامور کیا تھا۔ میں نے بہت پہلے ہی خیال خوانی کے ذریعے پارس کو ان نئے خیال خوانی کرنے والوں کی غیر معمولی سماعت و بصارت کے مطابق بتادیا تھا۔ پارس نے اسلامی کانفرنس میں جو آواز اور لہجہ اختیار کیا تھا اس آواز میں اکثر اس وقت بولتا تھا جب تنہا ہوا کرتا تھا۔

گویا بند کمرے کی دیواروں سے گفتگو کرتا تھا۔ پہلے ایک فرضی آواز میں بولتا تھا "اے برادر کبیر! کیا حکم ہے؟"

پھر وہ آواز بدل کر برادر کبیر کی حیثیت سے کہتا تھا "ہم نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ اسرائیلی فوج کا ایک میجر اردن سے شہ قاہرہ میں اردنی فوجی افسران سے ملاقات کے لئے آرہا ہے۔ را و شراب کے ساتھ اس یہودی میجر کو خوش کرنے کے لئے ایک مسلمان حسینہ بھی پیش کی جائے گی۔ جب وہ حسینہ اس یہودی میجر کو شراب کا پہلا جام پیش کرے تو تم اس حسینہ کے دماغ پر قبضہ جما کر شراب میں زہر ملا دو تاکہ وہ یہودی زندہ اپنے وطن واپس نہ جائے۔"

ایسی باتیں کہنے کے بعد وہ شی تارا اور پوجا کے پاس آکر دوسری آواز میں ان سے بولتا تھا اور انہیں پلاننگ سمجھاتا تھا۔

سپرماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مارکوس برٹن نے اس یہودی میجر کے پاس پہنچ کر سوچ کے ذریعے سمجھایا کہ ایم آئی ایم کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک حسینہ کے دماغ پر قبضہ جما کر زہریلی شراب پلانا چاہے گا لہٰذا اسے حسینہ کی پیش کی ہوئی شراب کو ہاتھ نہیں لگانا چاہئے۔

سپرماسٹر نے بڑے فخر سے اسرائیلی حکام سے رابطہ کر کے کہا "دیکھو ہم ایم آئی ایم والوں کی طرف سے ہونے والی جان لیوا دشمنی سے کتنے باخبر رہتے ہیں۔ آج ہمارا خیال خوانی کرنے والے نے تمہارے یہودی میجر کو ہلاک کرنے کے منصوبے کا سراغ لگایا ہے۔" پھر انہیں تفصیل بتائی۔

اس اطلاع پر یہودی خیال خوانی کرنے والی الپا اور داؤد منڈولا بھی میجر کی حفاظت کے لئے اس کے اندر موجود رہے تاکہ ایسے شہر زر قا پہنچنے کے بعد شراب پینے سے باز رکھ سکیں لیکن اس میجر کو اس اسلامی ملک میں پہنچنا ہی نصیب نہیں ہوا۔ وہ ایک چھوٹے سے مخصوص طیارے میں اپنے ایک مشیر اور چند رپورٹر اور فوٹوگرافر کے ساتھ اسرائیل سے روانہ ہوا۔ پوجا کو ٹریننگ دی جارہی تھی کہ کس طرح ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی چال چلنی چاہئے۔ پوجا پہلے خاموشی سے جہاز کے پائلٹ کے اندر رہی اور معلوم کرتی رہی کہ اس کے پائلٹ کے اندر الپا بھی موجود ہے۔

ایسے میں شی تارا نے کہا "میں کو پائلٹ کے دماغ میں آنے پر مجبور کرتی ہوں۔ اس کے جاتے ہی تم اپنا کام کر گزرنا۔"

شی تارا نے کو پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ مار کر گرا بڑا اور تڑپنے لگا۔ الپا اسے سنبھالنے کے لئے پائلٹ کے اندر سے نکل کر کو پائلٹ کے اندر پہنچی۔ ادھر پوجا نے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر اس طیارے کو ایک پہاڑی سے ٹکرا دیا۔ دونوں ٹکر کھا کے طیارے کے پرخچے اڑ گئے۔ اس میں سفر کرنے والا کوئی بھی فرد زندہ نہیں بچ سکا۔

اسرائیل کے فوجی افسران کا ایک تعزیتی اجلاس ہوا طیارے کے حادثے میں ہلاک ہونے والا میجر بہت قابل تھا۔ نے برسوں پہلے اردن میں ہونے والی جنگ میں شاندار خدمات انجام دی تھیں۔ اب اسرائیل اردن امن اور دوستی کے معاہدے کے بعد وہ میجر فاتحانہ شان سے شکست خوردہ اردنی فوج کے افسران سے ملنے جارہا تھا۔ لیکن ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے نے اسے فاتحانہ شان سے اردن کی زمین پر پہنچنے نہیں دیا۔

پھر پارس نے اردن کے اکابرین سے رابطہ کیا اور برادر کبیر کی آواز میں کہا "میں اسلامی کانفرنس میں کہہ چکا تھا کہ جو اسلامی ملک اسرائیل معاہدہ کرنا چاہے، ہم اس کے سیاسی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے لیکن دین اسلام کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کریں گے۔ لیکن تم لوگ ایک یہودی فاتح میجر کو خوش کرنے کے لئے اسے صرف شراب ہی نہیں بلکہ ایک مسلمان لڑکی کو بھی پیش کرنا چاہتے تھے۔ ایسی میزبانی کرنے والوں میں مسلمان سرکاری عہدیدار ہیں، وہ چوبیس گھنٹے کے اندر اپنا ملک چھوڑ دیں۔ اگر وہ خود ملک بدر نہیں ہوں گے تو ان کا انجام یہودی میجر کی طرح ہوگا۔"

اردن سے اسرائیل اور اسرائیل سے امریکا تک فون کھڑکائے جانے لگے۔ خیال خوانی کے ذریعے بھی رابطے ہونے لگے۔ وہ سب تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ آپس میں کہہ رہے تھے کہ ہم اسلامی کانفرنس کے بعد مطمئن ہو گئے تھے کہ ایم آئی ایم تنظیم ہمارے معاملات سے کنارہ کشی اختیار کر چکی ہے لیکن انہوں نے اتنے نامی گرامی یہودی میجر کو مار ڈالا اور میزبانی کرنے والے چند مسلمان عہدیداروں کو ملک بدر کر رہے ہیں اور وہ عہدیدار واقعی ملک چھوڑ کر جارہے ہیں کیونکہ انہیں اپنی زندگی عزیز ہے۔

کچھ عرصے کے لئے ایم آئی ایم کی دہشت کم ہو گئی تھی۔ سمجھا جارہا تھا کہ اب وہ تنظیم کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرے گی۔ اس خوش فہمی میں وہ بھول گئے تھے کہ تنظیم کے سربراہ دین اسلام کے خلاف ہر طرح کے عمل سے منع کیا ہے۔ اب ایک قابل میجر کے قتل اور چند مسلمانوں کی ملک بدری نے پھر ایم ایم کی پہلی جیسی دہشت قائم کر دی اور یہ سمجھا دیا کہ ان کے خلاف خوانی کرنے والے ان کی اخلاق سوز حرکتوں کو فوراً سمجھ لیتے ہیں

سپرماسٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران نے اپنے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے چاروں جوانوں کو بلایا اور مارکوس برٹن سے پہلے کی طرح "دیکھو اور سمجھو" کہ اپنے سینے میں ٹریننگ حاصل کرنے اور عملی میدان میں کام کرنے کا کیا فرق ہوتا ہے اور کس طرح ہر پہلو پر نظر رکھی جاتی ہے اور سب سے پہلے یہ اچھی طرح سمجھ لیا جاتا ہے کہ دشمن کبھی نادان یا کمتر نہیں ہوتا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ایم آئی ایم سے خیال خوانی کرنے والوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ حسین ساقی کے دماغ پر قبضہ جما کر میجر کو زہریلی شراب پلا میں گے لیکن وہ میجر کو ہلاک کرنے کے لئے دوسری لائن آف ایکشن بنائے ہوئے تھے۔ نتیجہ دیکھ لو کہ انہوں نے پہلے سے زیادہ اپنی دہشت قائم کر دی ہے۔"

مارکوس برٹن نے کہا "ہم تسلیم کرتے ہیں۔ بعض اوقات دشمن کی لائن آف ایکشن کو سمجھنا زیادہ مشکل بھی نہیں ہوتا اور بہت مشکل بھی ہوتا ہے۔ مثلاً ابھی دو گھنٹے پہلے میں نے سونیا کی آواز سنی تھی۔"

سپرماسٹر اور دوسرے افسران نے چونک کر مارکوس برٹن کو دیکھا۔ پھر ایک نے کہا "پچھلے تین ہفتوں سے اس کی ایک ذرا سی بھی آواز سنائی نہیں دی۔ پھر دو گھنٹے پہلے تم نے کیسے سن لی؟"

مارکوس نے کہا "مجھے بھی حیرانی ہوئی۔ خیال آیا کہ شاید میں دھوکا کھا رہا ہوں۔ میں نے اپنے ان تینوں خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں سے گزارش کی۔ انہوں نے بھی اپنی غیر معمولی سماعت کے ذریعے سنا ہے۔ آپ ان سے تصدیق کرلیں۔"

باقی تینوں خیال خوانی کرنے والے اور غیر معمولی سماعت و بصارت رکھنے والے جان کارٹر، آندرے فوک اور فیوری بوائے نے تصدیق کی۔ انہوں نے بتایا کہ سونیا پیرس میں کسی شخص کے ساتھ ہے۔ پھر انہوں نے مزید تصدیق کے لئے پاشا کو بھی وہ آوازیں سننے کے لئے کہا۔ اس نے بھی یہی کہا کہ وہ سو فیصد سونیا کی ہی آواز ہے۔

سپرماسٹر نے کہا "وہ تو ادارے سے نکل کر زیر زمین رہائش اختیار کرنے اور کسی سے ملاقات کرنے والی تھی۔"

ایک نے کہا "ہو سکتا ہے۔ اسی شخص سے ملاقات کرنے گئی ہو جس کے ساتھ ابھی پیرس میں ہے۔ اس لئے اب زیر زمین رہنے کی ضرورت نہیں رہی ہو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "نہیں، مجھے تو لگتا ہے وہ کوئی چال چل رہی ہے۔ آج شام تک ہم سب اسی دفتر میں موجود رہیں گے اور تم چاروں خیال خوانی کرنے والے مسلسل اس کی آوازیں سنتے رہو اور ہمیں بتاتے رہو کہ وہ کیا باتیں کر رہی ہے اور ادارے میں اپنے بچوں کو چھوڑ کر پیرس میں کیا کرتی پھر رہی ہے؟"

وہ چاروں اپنی غیر معمولی سماعت کے ذریعے سننے لگے۔ انہوں نے پاشا کو بھی شامل کرلیا۔ وہ کند ذہن سمجھا جاتا تھا لیکن سونیا کی آواز پہچاننے اور اس کی باتیں سپرماسٹر وغیرہ کو سنانے میں غلطیاں نہیں کر سکتا تھا۔

ویسے تو وہ پانچوں غیر معمولی سماعتیں رکھنے والے سونیا کی بہت سی باتیں سنتے رہے لیکن کام کی باتیں یہ تھیں کہ اس کے ساتھ رہنے والے شخص نے پوچھا "مادام! آپ مجھے صبح سے پیرس شہر میں لئے پھر رہی ہیں مگر آپ جو چاہتی ہیں، وہ نہیں ہو رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی چال سمجھ گئی ہو اور ناکامی سے جھنجلا کر آپ سے خیال خوانی کے ذریعے یا فون کے ذریعے کچھ کہنا ہی نہ چاہتی ہو۔"

پھر سونیا کی آواز سنائی دی "وہ بولے گی، کسی ذریعے سے بھی جھنجلا کر چیلنج کے انداز میں بولے گی۔ میں نے ان تین ہفتوں میں اسی زیر زمین رہنے والی دیوی کو خوف زدہ کر رکھا تھا کہ میں اسے تلاش کرنے آرہی ہوں۔ وہ خوف زدہ ہو کر بھیس بدل کر زمین سے اوپر آگئی ہوگی۔ اپنی آتما شکتی سے معلوم کر رہی ہوگی کہ میں آج کل کہاں ہوں اور جب اسے معلوم ہوگا کہ میں پیرس میں ہوں اور زیر زمین رہنے والی جھوٹی بات کہہ کر اسے الو بناتی رہی ہوں تو وہ جھنجلا کر ضرور کوئی حماقت کرے گی اور یہ حماقت اسے بہت مہنگی پڑے گی۔"

یہ باتیں وہ پانچوں سن رہے تھے اور سنا رہے تھے۔ سپرماسٹر نے کہا "میں نے پہلے ہی اندازہ کیا تھا کہ سونیا اس دیوی کی تلاش میں زیر زمین جارہی ہے مگر وہ بہت مکار ہے۔ اس نے دیوی کو خوف زدہ کرنے کے لئے یہ جھوٹی خبر دنیا کے مشہور اخبارات میں شائع کرائی تھی اور بڑی خاموشی سے پیرس میں قیام کر رہی تھی۔"

ایک افسر نے پوچھا "لیکن سونیا نے اپنی آواز کیوں تبدیل کی تھی اور آج اپنی آواز میں کیوں بول رہی ہے؟"

"شاید دیوی بھی آتما شکتی کے ذریعے اصلی آواز سن کر معلوم کر لیتی ہے کہ دوست یا دشمن کہاں ہیں اسی لئے اس نے آواز بدلنے والی چال چلی ہے۔"

پھر وہ سب بڑی سی کمپیوٹر اسکرین پر دیکھنے لگے۔ ان پانچوں غیر معمولی سماعت رکھنے والوں میں سے ایک کمپیوٹر کو آپریٹ کر رہا تھا اور جو کچھ وہ سن رہے تھے، وہ باتیں سپرماسٹر اور اعلیٰ افسران کو بتانے کے لئے اپنی زبان کے بجائے کمپیوٹر کی تحریر سے مدد لے رہے تھے۔

وہ شخص سونیا سے پوچھ رہا تھا "مادام! میں آپ کا خدمت گار ہوں۔ مجھے اتنا بتادیں کہ دیوی سے آخر دشمنی کیا ہے؟"

سونیا کی آواز آئی "میرے بچوں کی پیدائش پر جناب علی اسد اللہ تبریزی نے پیش گوئی کی تھی کہ اصلی شی تارا کو سات برس تک کوئی نہیں دیکھ سکے گا اور نہ ہی اس کی اصلی آواز سن سکے گا۔ جب میری بیٹی اعلیٰ پی پی (ثانی) سات برس کی ہوگی تو اصلی شی تارا کو دنیا والوں کے سامنے بے نقاب کرے گی۔"

اس شخص نے کہا "اچھا تو وہ بے نقاب ہونا نہیں چاہتی۔ اس لئے آپ سے دشمنی کر رہی ہے۔"

"مجھ سے زیادہ میری معصوم بچی سے دشمنی کر رہی ہے۔ وہ میری بچی کو مار ڈالنا چاہتی ہے۔ علم نجوم کے حساب سے یہ مہینہ جس کا آج آخری دن ہے' میری بیٹی کے لئے خطرناک تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ میری بیٹی کے خلاف کوئی چال چلتی' میں نے یہ خبر پھیلا کر اسے خوف زدہ کر دیا کہ میں اس کی تلاش میں زیر زمین آ رہی ہوں۔ اس طرح اسے اپنی فکر ہو گئی اور یہ پورا مہینہ اس نے خود کو محفوظ رکھنے میں گزار دیا۔ اب یہ منحوس مہینہ ختم ہونے والا ہے لہٰذا اس دیوی کہلانے والی اصلی شی تارا کو معلوم ہو گا کہ میں نے اسے کس طرح الو بنایا ہے۔"

"آج رات بارہ بجے یہ مہینہ ختم ہو جائے گا۔ پھر آپ ادارے میں واپس چلی جائیں گی؟"

"نہیں' میں ایک دن اور گزاروں گی۔ پرسوں صبح ادارے میں واپس جاؤں گی۔"

"اب آپ کہاں جانا چاہتی ہیں؟"

"چلو ہلکا سا لنچ کریں۔ پھر مجھے میرے کاٹیج میں پہنچا دینا۔ میں شام تک سونا چاہتی ہوں۔"

سپرسائٹر نے دفتر میں وہ سب کمپیوٹر کی تحریر کو پڑھتے رہے۔ جب سونیا لنچ کے بعد اپنے کاٹیج میں چلی گئی تو کمپیوٹر شام تک کے لئے بند ہو گیا کیونکہ وہ خاموش ہو گئی تھی اور شاید سو گئی تھی۔

سپرسائٹر نے اپنے پانچوں غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں سے کہا "دیکھو اور سمجھو کہ یہ عورت کیسی چالباز اور خطرناک ہے۔ اس نے ایسی چال چلی کہ اپنی بیٹی پر ذرا بھی آنچ نہیں آنے دی اور اب اسے یقین ہے کہ پیرس میں دیوی سے اس کا رابطہ ہو گا۔"

ایک افسر نے کہا "ہو سکتا ہے کہ دیوی اپنے چند آلۂ کاروں کے ذریعے سونیا پر حملہ کرائے۔"

دوسرے افسر نے کہا "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دیوی اپنے آلۂ کاروں کو گائیڈ کرنے کے لئے کسی بھیس میں خود پیرس پہنچے۔"

سپرسائٹر نے کہا "یہ تو ہمارے لئے سنہری موقع ہے۔ سونیا صرف دیوی کو پھانسنے کے لئے پیرس میں ہے۔ وہ ابھی ہمارے متعلق سوچنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھ رہی ہے۔ وہ ایک ماں ہے صرف بیٹی کی دشمن کے لئے پیرس میں ہے۔ ایسے وقت ہمارا ایک غیر معمولی جسمانی قوت رکھنے والا سونیا کی ہڈیاں توڑ سکتا ہے۔"

ایک افسر نے کہا "اور اگر دیوی کا کوئی آلۂ کار ہاتھ آ جائے تو ہمارے خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ میں دیوی کی آواز سن کر اس کی شہ رگ تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔"

اس میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ پیرس میں دو خطرناک عورتوں کی جنگ ہونے والی تھی اور ان دونوں عورتوں کو یہ نہیں معلوم تھا غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے ان دونوں عورتوں کو پیرس کی جنت سے جہنم میں پہنچا سکتے ہیں۔

فوراً یہ منصوبہ بنایا گیا کہ خصوصی طیارے سے جان کارٹر کو پیرس بھیجا جائے۔ وہ جانتے تھے کہ پیرس میں جھیل کے کنارے کاٹیج ہیں' جن میں کبھی کبھی فراڈ کی فیملی کے افراد آ کر رہتے ہیں۔ سونیا بھی ایسے ہی ایک کاٹیج میں تھی۔ اگر کاٹیج کا پتا نہ ہوتا تو جان کارٹر' سونیا کی آوازیں سن سن کر اس کے پاس پہنچ جاتا۔

خصوصی طیارے کی روانگی سے پہلے جتنا بھی وقت ملا وہ سونیا پر توجہ دیتے رہے۔ یہ خیال تھا کہ شاید وہ ایک آدھ گھنٹے میں سونے کے بعد بیدار ہو جائے۔ ان کا خیال درست نکلا۔ وہ گھنٹی نے سونیا کو نیند سے جگا دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان لگاتے ہوئے پوچھا "کون؟"

دوسری طرف سے ایک عورت کی آواز آئی "تم نے چالاکی سے اپنی بیٹی کو بچا لیا مگر یہ نہیں سوچا کہ بیٹی کی بلا ماں پر آ سکتی ہے۔"

سونیا نے کہا "اچھا تو تم دیوی یعنی اصلی شی تارا ہو۔"

"میرا ایک اور نام ہے موت۔ تمہاری موت۔ تم ہمارے ادارے میں واپس نہیں جا سکو گی۔"

سونیا کا قہقہہ سنائی دیا "محترمہ موت صاحبہ! اب مجھے لگانے آ رہی ہو؟"

"میں ہمیشہ علم نجوم کے مطابق کام کرتی ہوں اور ستارے ہیں کہ تم آج کا دن اور ایک رات گزرنے کے بعد صبح پانچ بجے زندگی کی آخری سانس لو گی۔"

"پھر تو میں ابھی آرام سے سو سکتی ہوں۔ خواہ مخواہ میری نیند خراب کر دی۔"

ٹیلی فون کا ریسیور رکھنے کی آواز آئی۔ پھر سونیا کی طرف سے خاموشی رہی۔ وہ پھر سو گئی ہو گی۔ ان پانچوں غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں نے دوسری عورت پر توجہ دی۔ یہ ظاہر ہو چکا تھا کہ وہ دیوی ہے۔ اس وقت کسی سے فون پر کہہ رہی تھی "میں آتما شکتی کے ذریعے یوگا کے ماہرین کے دماغوں میں بھی پہنچ سکتی ہوں۔ آتما شکتی کے لئے اپنی اصلی آواز میں بولنا پڑتا ہے۔ اس لئے فون پر اطلاع دے رہی ہوں۔ تم اپنے آدمیوں کے ساتھ جا کر اس کاٹیج کو گھیر لو گے۔ اس کا ایک سیکریٹری نما خدمت گار ہے۔ اس پر آسانی سے قابو پا سکو گے۔ باقی باتیں میں صبح چار بجے کر لوں گی۔ ابھی مجھے یہ سمجھنا ہے کہ وہ صبح پانچ بجے اپنی موت کو کس طرح ٹالنے کی تدبیر کرے گی۔"

ریسیور رکھنے کی آواز آئی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ کمپیوٹر آف کر دیا گیا۔ سپرسائٹر نے کہا "سونیا بہت چالاک ہے۔ آخر اس نے دیوی کو مقابلے پر آنے کے لئے مجبور کر دیا۔ ہمیں اس پر قابو پانا ہو گا۔"

ایک افسر نے کہا "ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والا

غیر معمولی سماعت و بصارت رکھنے والے اور حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوتوں کے حامل افراد ہیں۔ اگر ایک آتما شکتی والی بھی ہمارے قابو میں آ جائے گی تو ہم ٹرانسمارمر مشین اور دیوی کے ذریعے دوسرے آتما شکتی والے پیدا کر سکیں گے۔"

دوسرے افسر نے کہا "جان کارٹر تو سونیا کو حرام موت مارے گا' دیوی کو قابو میں کرنے کے لئے ہمارے ایک اور غیر معمولی ہیرو کو جانا چاہئے۔"

یہ فیصلہ ہوا کہ جان کارٹر کے ساتھ اب دوسرا غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا فیوری بوائے جائے گا۔ ان کے لئے فوراً ایک خصوصی طیارہ حاصل کیا گیا۔ وہ دونوں اس میں روانہ ہوئے اور ان سے کہا گیا کہ باقی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے مارکوس برٹن' آندرے فوگ اور پاشا وہیں ہیڈ کوارٹر میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے اپنے دونوں ساتھیوں جان کارٹر اور فیوری بوائے سے دماغی رابطہ رکھیں گے اور ان کے کام آتے رہیں گے۔

وہ رات کے دو بجے پیرس پہنچے۔ وہاں ان کے لئے دو کاریں اور امریکی گائیڈ موجود تھے۔ جان کارٹر ایک کار میں بیٹھ کر جھیل کی طرف روانہ ہوا۔ اس جھیل کے اطراف بہت خوب صورت کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ ہر کاٹیج کے گیٹ پر ان کے مالکان کے ناموں کی تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ وہاں علی تیمور' پارس اور سونیا کے نام بھی لکھے ہوئے تھے۔ وہ کار اس کاٹیج کے سامنے رک گئی جس کے گیٹ پر سونیا فرہاد کا نام لکھا ہوا تھا۔

جان کارٹر نے کار سے اتر کر اس کاٹیج کو دیکھا۔ پھر گائیڈ سے کہا "تم یہاں بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ گیٹ کو پھلانگ کر احاطے میں آیا۔ کاٹیج کا دروازہ بند تھا مگر اس کی جسمانی قوت کے آگے دروازہ کیا چیز تھا۔ اس نے ایک لات ماری۔ وہ ٹوٹ کر اندر کی طرف گر پڑا۔ اندر ایک بڑا سا ڈرائنگ روم تھا۔ اس ڈرائنگ روم کے وسط میں سونیا کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "تم صرف میری آواز سن کر آئے ہو یا مجھے صورت سے بھی پہچانتے ہو؟"

وہ بولا "میں نے تمہاری ساکت اور ویڈیو کے ذریعے متحرک تصویریں دیکھی ہیں۔ ہمارا سپرسائٹر کا کام کرتا ہے۔ اس نے تمہاری آڈیو اور ویڈیو کے علاوہ وہ فائل بھی پڑھنے کو دی تھی جس میں تمہاری مکاریوں سے بھرپور واقعات درج ہیں۔"

"میری تمام مکاریاں سمجھنے کے باوجود تم میرے کاٹیج کا دروازہ توڑ کر چلے آئے؟"

"اس دروازے کے بعد اب تمہاری ہڈیاں ٹوٹیں گی۔ تمہیں شاید نہیں معلوم کہ میں پاشا کی طرح گوشت پوست کا روبوٹ ہوں۔ میرا نام جان کارٹر ہے۔ تم جیسی مکار ہو' دیسی ہی غضب کی فائٹر ہو مگر مجھ پر ہاتھ بھی نہیں اٹھا سکو گی۔"

"یہی میں تم سے کہنے والی تھی کہ تم روبوٹ ہی سہی لیکن مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گے۔ اگر مجھے پکڑ سکتے ہو تو پھر آؤ۔"

وہ آگے بڑھ کر اس کے بالکل قریب آیا۔ پھر ایک الٹا ہاتھ سونیا کے منہ پر رسید کیا۔ لیکن وہ اپنی جگہ جوں کی توں کھڑی رہی اور جان کارٹر کو مارنے والا ہاتھ اس کے چہرے کے آر پار ہو کر پھر اپنی جگہ آ گیا۔ وہ اسے حیرانی سے دیکھنے لگا۔

وہ مسکرا کر بولی "مسٹر روبوٹ جان کارٹر! میں تمہارے سامنے موجود ہوں لیکن موجود نہیں ہوں۔ آج رات کے بارہ بجے وہ مہینہ ختم ہو گیا جو میری بیٹی کے لئے منحوس تھا۔ اس لئے میں بابا صاحب کے ادارے میں واپس آ گئی ہوں۔ اب عکس منتقل کرنے والے آلات مجھے اس ادارے سے اس کاٹیج میں منتقل کر رہے ہیں۔"

اس نے یقین کرنے کے لئے اسے چھونے اور پکڑنے کی کوشش کی۔ وہ ہنستی ہوئی بولی "اچھی طرح اپنی تسلی کر لو۔ تمہارے غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے ساتھی بھی تمہارے ذریعے اس پوزیشن کو سمجھ رہے ہیں اور شاید اپنے سپرسائٹر کو بتا رہے ہیں کہ روبوٹ پہاڑ کے ٹکڑے کر سکتا ہے مگر سونیا کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔"

جان کارٹر نے آہٹ سن کر پیچھے دیکھا۔ ایک قد آور انسان کھڑا تھا۔ کچھ کچھ بندر جیسا لگ رہا تھا۔ وہ ٹوٹے ہوئے دروازے پر کھڑا سونیا سے کہہ رہا تھا "مادام! وہ دیوی شیزان ہوٹل کے سوئٹ نمبر تین سو بارہ میں ہے۔ میں وہاں سوئٹ میں داخل ہو کر اس کی گردن مروڑ دینا چاہتا تھا لیکن وہ سنسکرت زبان میں کچھ ایسے منتر پڑھ رہی ہے جن کا اثر مجھ پر ہوتا ہے۔ میں کئی بار سوئٹ کے دروازے پر گیا اور خود بخود واپس چلا آیا۔"

سونیا کے عکس نے کہا "کوئی بات نہیں' واپس آ تو گئے مگر یہاں تمہاری خیریت نہیں ہے۔ اسے دیکھو' یہ گوشت پوست کا روبوٹ ہے۔ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"ہاں۔ باہر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ ایک شخص ہاتھوں میں گن لئے بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے گن لے کر توڑ دی۔ وہ بے چارہ اپنی گن سے بھی زیادہ ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا ہے۔ کیوں مسٹر روبوٹ' تمہارے پاس بھی گن ہے؟"

وہ پلٹ کر بولا "میرا ایک ہاتھ ہی گن سے کم نہیں ہے۔ یہ تمہیں جہنم میں پہنچا دے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے حملہ کیا۔ پھر جیسے دو روبوٹ یا دو پہاڑ ٹکرا گئے۔ کبھی یہ کبھی وہ ایک دوسرے کو اٹھا کر پٹخ رہے تھے۔ کبھی ایسے حملے کرتے تھے جیسے ایک دوسرے کو توڑ کر رکھ دیں گے۔ بڑا زبردست ٹکراؤ ہو رہا تھا۔ وہ جس صوفے یا میز پر گرتے تھے ان کے ٹکڑے بکھر جاتے تھے۔ جس دیوار سے ٹکراتے تھے وہاں کا پلستر اکھڑنے لگتا تھا۔

ان میں سے ایک مشین کا تیار کردہ روبوٹ تھا۔ وہ محض اپنے سینسر کا تربیت یافتہ تھا۔ اس نے کبھی کسی دشمن سے مقابلہ نہیں کیا

تھا یعنی دشمنی داؤ پیچ کا بیر پھیر نہیں جانتا تھا۔

دوسرے ہیرو کو طبی سائنس نے ایجاد کیا تھا۔ پہلے اس نے اپنے موجد سے کمپیوٹر وغیرہ کو ہینڈل کرنا سیکھا تھا۔ پھر بابا صاحب کے ادارے میں اس کی مکمل ٹریننگ بھی ہوئی تھی اور قوت گویائی پیدا کرنے کا تجرباتی کامیاب آپریشن بھی ہوا تھا۔ اس کے بعد وہ میرے ساتھ رہ کر عملی تجربات سے گزرتا آیا تھا۔ اس کے مقابلے میں جان کارٹر جیسا روبوٹ بھلا کتنی دیر ٹھہر سکتا تھا۔ وہ لہولہان ہو رہا تھا' کبھی ڈگمگا رہا تھا' لڑکھڑا رہا تھا' اپنے بچاؤ کے لئے سنبھل رہا تھا۔ بچاؤ کے لئے لازمی ہے کہ آدمی خطرے کی جگہ سے ٹل جائے مگر بھاگنے یا ٹل جانے کے لئے اس کے دونوں زخمی پاؤں ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

وہ اتنی دیر تک اس لئے مقابلے پر ڈٹا ہوا تھا کہ اس کے اندر اس کا ساتھی آندرے فوک بھی موجود تھا۔ اپنی طرف سے بھی اس میں توانائی پیدا کر رہا تھا اور اسے کرنے سے بھی روک رہا تھا۔ اس کے ساتھ پاشا بھی یہی کوشش کر رہا تھا اور ساتھ ہی سپراسٹرو وغیرہ کو بتاتا جا رہا تھا کہ جان کارٹر کا انجام کیا ہو رہا ہے۔

پھر انجام بخیر نہیں ہوا۔ وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح گر پڑا۔ ہیرو کی ٹھوکریں کھاتے کھاتے ساکت ہو گیا۔ صرف سینے میں دل کی جگہ ہلکی ہلکی سی لرزش بتا رہی تھی کہ ابھی اس میں تھوڑی سی جان ہے۔ ہیرو نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے اس کے حلق پر ایک پاؤں رکھ کر دباؤ ڈالا تو وہ بڑی نقاہت سے پھڑپھڑایا۔ پھر ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گیا۔

سپراسٹر کے کمرے میں ماتمی خاموشی چھا گئی۔ تینوں افواج کے اعلیٰ افسران' غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل پاشا' آندرے فوک اور مارکوس برٹن پر تھوڑی دیر کے لئے سکتہ طاری ہو گیا۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ غیر معمولی قوتیں بھی معمولی سے معمولی یعنی صفر ہو جاتی ہیں۔

پھر یہ کہاں کی مردانگی تھی کہ روبوٹ جیسی قوتیں رکھنے والا مرد سونیا کو موم جیسی عورت سمجھ کر ہلاک کرنے آیا تھا۔ وہ سب برسوں سے دیکھتے آئے تھے کہ سونیا بہترین فائٹر ہونے کے باوجود کبھی کبھار ہی ہاتھ پاؤں کو زحمت دیتی ہے ورنہ ہمیشہ دشمنوں کو مکاریوں سے مارتی آئی تھی۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارا ٹرانسفارمر مشین والا تجربہ ناکام نہیں ہوا ہے' جان کارٹر نے غیر معمولی قوت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہمارے موجودہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بے شک و شبہ حیرت انگیز جسمانی قوتوں کے حامل ہیں۔ اس بندر آدمی نے فرہاد سے تربیت حاصل کی ہے اس لئے بازی لے گیا ہے۔ میں نہیں چاہوں گا کہ یہ باقی رہے۔ اسے بھی مرنا ہوگا۔ ہمارے دو غیر معمولی بندے اسے تنہا گھیر لیں گے تو یہ پھر کبھی اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکے گا۔ زمین پر ایسا گرے گا کہ پھر مٹی کے اندر ہی جائے گا۔"

سپراسٹر نے کہا "آپ فوج کے اعلیٰ افسر ہیں۔ اسی لئے صرف مسئلہ سلجھانے کے پہلو سے سوچ رہے ہیں۔ ہمیں سونیا کی چالبازیوں سے پیش نظر یہ سوچنا چاہئے' کیا اس نے ہمارے ایک اہم مہرہ کو ہلاک کرنے کے لئے محض اپنی آواز سنا کر ہمیں بے وقوف بنایا ہے یا واقعی دیوی ابھی صبح پانچ بجے اسے ہلاک کرنے والی ہے؟"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "وہ دیوی کے حملے سے بچنے کے لئے ہی ادارے میں واپس چلی گئی ہے اور پیرس کے کانچ میں اپنی موجودگی ظاہر کرنے کے لئے اپنا عکس منتقل کر رہی ہے۔ اس کے عکس کو دیکھ کر جان کارٹر دھوکا کھا گیا تھا۔ اب اسی طرح وہ دیوی اور اس کے آلہ کاروں کو فریب دے کر ختم کرنے والی ہے۔"

سپراسٹر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "ہوں۔ وہ بندر آدمی سونیا کے عکس سے کہہ رہا تھا کہ دیوی شیزان ہوٹل کے سوئٹ نمبر تین سو بارہ میں ہے اور اپنی آتما شکتی والا کوئی ایسا منتر پڑھ رہی ہے جس کے اثر سے وہ بندر آدمی اس کے دروازے سے بار بار جا کر واپس آ گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سونیا نے اس بندر آدمی کو دیوی کی ہلاکت کے لئے بھیجا تھا مگر وہ ناکام رہا۔"

آندرے فوک نے کہا "سر! میں قوت سماعت سے ابھی دیوی کی آوازیں سن رہا ہوں۔ وہ کسی اجنبی زبان میں چند منٹوں تک کچھ پڑھتی ہے پھر خاموش ہو جاتی ہے۔"

مارکوس برٹن اور پاشا نے بھی تصدیق کی۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے فیوری بوائے سے پوچھا گیا۔ اس نے کہا "جی ہاں' میں کبھی کبھی اس کی آواز سنتا ہوں پھر وہ خاموش ہو جاتی ہے۔ میں آواز کی سمت کا تعین کرتے ہوئے اس کے قریب آیا ہوں مگر صحیح جگہ معلوم نہیں ہو رہی ہے۔"

اسے بتایا گیا کہ وہ ہوٹل شیزان کے سوئٹ نمبر تین سو بارہ میں ہے لیکن وہ آتما شکتی کے ذریعے کچھ پڑھتی ہے جس کے اثر سے کوئی اس کے دروازے کو کھول کر داخل نہیں ہو سکتا۔ فیوری بوائے شاید اس وقت داخل ہو سکتا ہے' جب وہ خاموش ہو جاتی ہے۔

فیوری بوائے نے یہی کیا۔ اس ہوٹل کے تیسرے فلور پر گیا۔ جب دیوی نے پڑھنا بند کر دیا اور خاموش ہو گئی تو وہ دروازے پر آیا۔ کال بیل بجانے سے شاید وہ پھر منتر پڑھنا شروع کر دیتی۔ اس نے دروازے کو توڑنے سے پہلے اس کے ہینڈل کو ذرا سا گھمایا تو وہ کھل گیا۔ دیوی کو اپنے منتروں پر بھروسا تھا کہ اس کے دروازے پر کوئی نہیں آ سکے گا اسی لئے اسے اندر سے بند نہیں کیا تھا۔

وہ دبے قدموں اندر آیا۔ چھوٹے کاریڈور سے گزر کر ایک بڑے سے کمرے میں آیا۔ وہاں ایک عورت قالین پر پالتی مارے بیٹھی منہ کھول کر کچھ پڑھنے جا رہی تھی کہ ایک اجنبی کو دیکھ کر منہ بند کر لیا۔ وہ بولا "اب یہ منہ بند ہی رکھنا۔ باتیں کرنے کے لئے کھول سکتی ہو۔ منتر پڑھنا چاہو گی تو منہ ایسے ٹوٹے گا کہ پہچانی نہیں

جاؤ گی۔"

وہ قالین پر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی "کون ہو تم؟"

"یہی سوال میں تم سے کرتا ہوں۔ تم کون ہو اور ابھی کس زبان میں کیا پڑھ رہی تھیں؟"

سوٹ کے ایک حصے کا پردہ ہلا۔ فیوری بوائے ادھر دیکھتے ہی چونک گیا۔ پردہ ہٹا کر سونیا آئی تھی اور مسکرا کر کہہ رہی تھی "یہ دیوی ہے' مجھے ہلاک کرنے کے لئے منتر پڑھ رہی تھی۔ میں نے اسے سمجھایا کہ ایک وقت میں ایک ہی کو ہلاک کرو۔ میں مرنا نہیں چاہتی' جو مرنے آ رہا ہے اسے ہی مارو۔ مرنے والے کی خواہش پوری کر کے نیکی کمایا کرو۔"

وہ حیرانی سے بولا "تم تو اپنے جھیل والے کانچ میں تھیں؟"

"ہاں' وہاں تمہارا ایک روبوٹ آیا تھا۔ کیا تمہارے سپراسٹر نے تمہیں اس کا انجام نہیں بتایا ہے؟"

دوسری طرف سے آندرے فوک نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "فیوری! اب سونیا کی چالبازی سمجھ میں آ رہی ہے۔ اس کی دشمنی کسی دیوی سے نہیں ہے' وہ ہم سے دشمنی کر رہی ہے۔ تم ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر وہاں سے چلے آؤ۔"

فیوری بوائے نے کہا "تم مجھے بزدل سمجھتے ہو۔ جب سونیا خود ہی مرنے آ گئی ہے تو میں اس کا کام تمام کر کے ہی یہاں سے جاؤں گا۔"

"یہ سونیا نہیں' اس کا عکس ہے۔ یہ آئی ہے تو وہ بندر آدمی بھی آیا ہوگا۔ سپراسٹر کا حکم ہے کہ تم کسی کا مقابلہ نہ کرو' فوراً وہاں سے چلے آؤ۔"

فیوری بوائے نے سپراسٹر کے اندر آ کر کہا "سر! یہ آندرے فوک کیسی بزدلی کی باتیں کر رہا ہے۔ کہتا ہے آپ نے مجھے فوراً واپس آنے کا حکم دیا ہے۔"

"وہ درست کہہ رہا ہے۔ کسی خطرے کا سامنا کرنے سے پہلے چلے آؤ۔ ہم نے جان کارٹر کی موت کا صدمہ اٹھایا ہے۔ اب تمہیں نہیں کھونا چاہتے۔ وہ مکار عورت بڑی زبردست چالیں چل رہی ہے۔"

"آل رائٹ سر! میں آپ کا تابعدار ہوں۔ ابھی آ رہا ہوں۔"

وہ واپس جانے کے لئے پلٹا تو وہ دیوی کا رول ادا کرنے والی کاریڈور کا راستہ روکے کھڑی تھی اور کہہ رہی تھی "شاید ارادہ بدل رہے ہو۔ واپس جانا چاہتے ہو۔"

سونیا کے عکس نے کہا "شاید اسے بتا دیا گیا ہے کہ اس کا روبوٹ ساتھی مٹی کے کیڑے کی طرح مٹی میں مل گیا ہے۔"

وہ بولا "ہاں' مجھے ابھی بتایا گیا ہے۔ اگر وہ بندر آدمی ہوتا تو میں بتا دیتا کہ غیر معمولی جسمانی قوت کیا ہوتی ہے لیکن میں اپنے اعلیٰ افسران کے احکامات کا پابند ہوں۔ انہوں نے مجھے واپس آنے کا حکم دیا ہے اس لئے میں جا رہا ہوں۔"

سونیا نے کہا "تم اپنے اعلیٰ افسران کے حکم سے آئے ہو مگر میری مرضی سے جاؤ گے اور میری مرضی یہ ہے کہ یہ دیوی میری دشمن ہے' اسے اٹھا کر لے جاؤ۔ نہ جانا چاہے تو اسے یہیں ختم کر دو۔"

"میں صرف وہی کروں گا جس کا حکم مجھے اوپر سے مل چکا ہے۔"

وہ آگے بڑھا۔ اپنا راستہ روکنے والی کو ایک طرف دھکا دے کر باہر جانا چاہتا تھا لیکن توقع کے خلاف ایک ایسا ہاتھ پڑا جیسے منہ پر لوہے کا ڈنڈا پڑا ہو۔ وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ ناک اور منہ سے گرم لہو رسنے لگا تھا۔ اس نے سر کو جھٹک کر بے یقینی سے سوچا' کیا ایک عورت کے ہاتھوں میں فولادی قوت ہو سکتی ہے؟

وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی تھی اور کہہ رہی تھی "اس وقت تمہارے دماغ میں سپراسٹر کا پورا خاندان ہوگا' لہٰذا پورے خاندان کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں دیوی نہیں' جیلہ رازی ہوں۔ تمہارے اس روبوٹ کو میرے ہی روبوٹ نے مارا ہے اور اسے یہ شی روبوٹ ختم کرے گی۔"

پاشا نے کہا "شی روبوٹ..... ہاہاہا۔ یہ پہلی بار سنا ہے' ہمارا فیوری بوائے اس کا کچومر نکال دے گا۔"

وہ سب لوگ فیوری بوائے کے دماغ میں تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ جیسے ہی وہ فرش پر سے اٹھنے لگا اس کے منہ پر جیسے لوہے کے جوتے کی ٹھوکر پڑی۔ جوتے کی نوک اس کی ایک آنکھ پر پڑی تھی۔ وہ بے شک غیر معمولی جسمانی قوتوں کا حامل تھا لیکن ایک آنکھ کو پھوٹنے سے نہیں بچا سکتا تھا۔ پھر وہ آنکھ ایک شی روبوٹ کے جوتے سے ضائع ہوئی تھی۔ وہ تڑپ تڑپ کر تکلیف برداشت کرتے ہوئے پھر فرش سے اٹھنے لگا۔

ہیرو نے تو اپنے مقابل کو بڑی آزادی سے مقابلہ کرنے کا موقع دیا تھا مگر جیلہ رازی نے اس کی آنکھ پھوڑ کر اس کی آدھی غیر معمولی قوت گھٹا دی تھی۔ اسے آدھا دیکھنے' آدھا لڑنے اور آدھا سنبھلتے رہنے پر مجبور کر دیا تھا اور جو مقابلے کے ایک پلڑے پر آدھا ہو جائے وہ وزن کے دونوں پلڑے کسی طرح بھی برابر نہیں رکھ سکتا۔

وہ ایک آنکھ سے دیکھ کر اس پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ نظر نہ آتی تو پلٹ کر معلوم کرتا تھا کہ کہاں ہے؟ جدھر وہ گھومتا تھا ادھر سے بدن توڑ حملہ ہوتا تھا۔ اور وہ ٹوٹتا چلا جاتا تھا۔ سونیا کے عکس نے بلند آواز میں کہا "اس کے اندر رہ کر اس کی موت کا تماشا دیکھنے والو! اپنے سپراسٹر اور دوسرے دانش مند افسران سے پوچھو کہ میں ایک عرصے تک گوشۂ گمنامی میں رہ کر منظر عام پر آئی تو امریکا کے پیٹ میں کیوں درد شروع ہو گیا؟ کیا ہماری طرف سے اسے نقصان پہنچا تھا؟ انہوں نے خود کو نقصان پہنچایا ہے۔ اپنے دو

زبردست ردوبدل ضائع کردیے اب جاؤ اور مشین کے ذریعے کچھ اور پیدا کرو۔ یہ تو جارہا ہے اب اس کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔"

پھر جگہ نہیں ملی۔ وہ خیال خوانی کرنے والے مارکوس برٹن' آندرے فوک اور پاشا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئے اور اپنے افسران بالا کو پھر ایک مانگی خبر سنانے لگے۔ وہ سب تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھے رہے پھر سپر باسٹر نے تینوں خیال خوانی کرنے والوں سے کہا "تم لوگ جاؤ اور اپنے اپنے بنگلے میں بیٹھ کر سونیا کا ہر پہلو سے اچھی طرح جائزہ لو۔ غور کرو کہ وہ بولتی کیا ہے؟ دکھاتی کیا ہے؟ اور کرتی کیا ہے؟ جو اس کے بولنے پر یقین کرتا ہے وہ بھٹکتا ہے۔ جو اس کے دکھاوے پر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بھی دیکھتا ہے وہ گویا جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھ کر دھوکا کھاتا ہے اور جو اس کے مقابلے پر جاتا ہے وہ اس سے مقابلہ بھی نہیں کرپاتا اور ختم ہوجاتا ہے۔ دراصل سونیا بھی ایک ایسا سایہ ہے جسے دیکھا جاسکتا ہے' پکڑا نہیں جاسکتا۔ جاؤ اور اپنی اپنی ذہانت کو آزماؤ' اسے کیسے ختم کیا جاسکتا ہے؟"

وہ تینوں وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ سپر باسٹر کے ساتھ صرف اعلیٰ افسران رہ گئے۔ ایک افسر نے میز پر گھونسا مار کر کہا "شٹ!" (لعنت)

دوسرے نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا "یہ ہمارے ساتھ کیا ٹریجڈی ہوتی رہتی ہے۔ موجودہ دور کی وہ عجوبہ مشین بھی ہمیں فائدہ نہیں پہنچا رہی ہے۔"

سپر باسٹر نے کہا "یہ صرف ہمارے ساتھ نہیں ہو رہا ہے۔ اسرائیل میں یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہماری ہی مشین سے گزر کر گئے ہیں لیکن وہ جب فرہاد کی فیملی کے کسی فرد سے ٹکراتے ہیں تو بری طرح نقصان اٹھاتے ہیں۔"

"ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے کبھی نقصان کیوں نہیں اٹھاتے؟"

"اس کا سیدھا سا جواب ہے کہ انہوں نے کبھی فرہاد کے کسی عزیز سے ٹکر نہیں لی ہے۔ فرہاد سے یا بابا صاحب کے ادارے سے ایم آئی ایم والوں کا اب تک کوئی تعلق ظاہر نہیں ہوا ہے۔ ان کی آپس میں دوستی ہے' نہ دشمنی۔ شاید اس لئے کہ وہ سب مسلمان ہیں۔"

"ہم اپنے موضوع سے بھٹک رہے ہیں۔ ہمیں اس بات کو سمجھنا ہوگا کہ وہ ہمیشہ کامیاب اور ہم ناکام کیوں ہوتے ہیں؟"

سپر باسٹر نے کہا "اب ایسی بات بھی نہیں ہے۔ ماضی میں ہم سے پہلے کے سپر باسٹر اور فوجی افسران نے انہیں بھی نقصان پہنچایا ہے۔ آپ لوگ بھول رہے ہیں' ایک بار فرہاد کو موت کے منہ میں پہنچا دیا گیا تھا اور کچھ عرصے سے گمنام رہا تھا۔ ہم نے اعلیٰ پی پی (ثانی) جیسی خطرناک عورت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہودیوں نے فرہاد کی بیوی لیلیٰ کو زندہ نہیں چھوڑا۔ ہم نے کئی بار رسونیکر فرہاد سے متنفر کرکے اسے چھین لیا تھا۔ ہم نے بھی بے شمار کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو صرف ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے نقصان اٹھا رہے ہیں۔"

ایک افسر نے کہا "اس مشین سے جان لبوڑا اور دوسرے کئی وفادار [illegible] کو فائدے پہنچاتے رہے' دشمنوں سے مقابلے لڑتے رہے۔ ہم مشین کو الزام نہیں دے سکتے۔ اب تو ہم پاشا کو استعمال کرکے غیر معمولی ٹیلی پیتھی جاننے والے روبوٹ پیدا کر رہے ہیں اور آئندہ بھی پیدا کریں گے۔ فرہاد کے پاس صرف جمیلہ رازی اور وہ ہیرو بندر آدمی ہے۔ ہمارے پاس درجنوں ہوجائیں گے۔"

ایک افسر نے کہا "ہمیں سچائی کو تسلیم کرنا چاہئے۔ ابھی سونیا نے کہا تھا کہ وہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا رہی تھی پھر ہم نے اسے [illegible] کی کوشش کیوں کی؟"

"صرف اس لئے کہ اس کے ذریعے ہم زیر زمین رہنے والی پراسرار دیوی کو اپنے قابو میں کرسکتے تھے۔ اگر ایسا ہوجاتا تو مشین کے ذریعے ہمارے پاس آتما شکتی والے بھی ہوتے۔"

"ایسا ہوسکتا تھا لیکن آئندہ کچھ عرصے کے لئے صرف پانچ افراد سے کترانا چاہئے۔ فرہاد' سونیا' علی تیمور' پارس اور ٹالی۔ جب بھی کسی مشن کے دوران یہ پانچوں نظر آئیں یا اس مشن سے ان کے کسی تعلق کا پتا چلے تو ان سے کترایا جائے۔"

"کچھ عرصے کے لئے ایسا کرنا مناسب ہے۔ فی الحال ہمارے لیے دوسرے مسائل ہیں۔ اگر ہم کسی طرح دیوی پر قابو پالیں گے تو یہ بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ پھر ہمیں یہ یقین ہے کہ ایم آئی ایم میں جو خیال خوانی کرنے والے ہیں وہ کوئی قدرتی نہیں ہوں گے۔ وہ سب ہماری ہی مشین سے گزر کر گئے ہیں۔ اس مشین سے گزرنے والے کتنے باغی ہوگئے اور کتنوں کو دشمنوں نے ٹریپ کرلیا۔ ہمیں اس بات کا سراغ لگانا ہوگا کہ ان میں سے کتنے خیال خوانی کرنے والے ایم آئی ایم کے لئے کام کر رہے ہیں۔"

"ہمیں صحیح حساب اسی وقت ملے گا جب ایم آئی ایم کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ہمارے قابو میں آئے گا۔ اب تو کوئی ایسی چال چلی جائے کہ ایم آئی ایم والے منظر عام پر آنے کے لئے مجبور ہوجائیں۔"

"جب بڑے اور اہم اجلاس میں کوئی سامنے نہیں آیا' ایک یہودی میجر کی میزبانی اخلاق کے خلاف کی جارہی تھی تب بھی انہوں نے روپوش رہ کر میجر کو مار ڈالا اور چند مسلمان اعلیٰ عہدیداروں کو ملک چھوڑنے پر مجبور کردیا تو پھر اور کوئی ایسی تدبیر نہیں ہوسکتی جس پر عمل کرکے انہیں سامنے آنے پر مجبور کیا جاسکے۔"

وہ سب خاموش ہوگئے اور خاموشی سے سوچنے لگے۔ اعلیٰ سب کے دماغوں میں وہ دیوی اہمیت اختیار کرچکی تھی' اس کو قابو میں کرنے کے لئے وہ اپنے دو اہم غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں سے محروم ہوگئے تھے۔ اب بھی وہ یہی سوچ رہے تھے کہ اس کی آتما شکتی حاصل کرکے بڑی کامیابیاں حاصل کرسکتے تھے۔

دیوی شی تارا دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وہ اب تک سپر باسٹر کے اندر رہ کر تمام معلومات حاصل کررہی تھی۔ اسے یہ معلوم کرکے اطمینان ہوگیا تھا کہ سونیا زیر زمین نہیں گئی تھی صرف اسے اپنی آمد سے خوف زدہ کررہی تھی تاکہ وہ اپنے بچاؤ کی فکر میں مبتلا رہے اور اس ساتویں ماہ کو اس کی بیٹی کے لئے مصیبت نہ بنائے۔

اور واقعی یہی ہوا تھا۔ دیوی اس قدر پریشان ہوئی تھی کہ اپنی حفاظتی تدابیر کرنے کے دوران اس نے اعلیٰ پی پی (ثانی) کو بھلا دیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں اس بات کی معترف تھی کہ سونیا کو نفسیاتی حربے استعمال کرنے میں مہارت حاصل ہے۔ اور ایسی چالباز ہے کہ اس کے کاندھے پر بندوق رکھ کر سپر باسٹر کے دو غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کو مار ڈالا تھا۔ اب تو سپر باسٹر کے تمام غیر معمولی سماعت رکھنے والے سونیا کی اصلی آواز سن کر بھی اس سے دور ہی رہیں گے' کبھی اسے ٹریپ کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔

وہ جمیلہ رازی اور ہیرو کی حیرت انگیز جسمانی قوتوں اور لڑنے کے انداز سے بھی متاثر تھی۔ وہ آتما شکتی کے ذریعے اسی لئے میری فیملی اور بابا صاحب کے ادارے کے کسی فرد کے دماغ میں نہیں جاتی تھی۔ اس کا علم نجوم کہتا تھا کہ ہم سے جتنی دور رہے گی' اتنی ہی محفوظ بھی رہے گی۔

اس نے علم نجوم کی اس وارننگ کو بھلا کر منحنی اعلیٰ پی پی (ثانی) پر حملہ کرانا چاہا تھا۔ اب سوچ رہی تھی کہ آئندہ سال کے ساتویں ماہ میں اس منحنی بچی سے بھی دور رہے گی اور اس دوران اپنی طاقت اتنی بڑھائے گی کہ وہ طاقت پہاڑ بن جائے اور سونیا تنکے کی طرح قدموں میں پہنچنے پر مجبور ہوجائے۔ اصل حکمت عملی یہی ہے کہ اگلا مجبور ہوجائے اور گھٹنے ٹیک کر سر جھکا لے۔ اگر وہ ایسا مقام حاصل کرلے تو منحنی اعلیٰ پی پی (ثانی) پر حملہ کرانے کی نوبت ہی نہ آئے اور وہ بچی حالات کی آندھی میں سوکھے پتے کی طرح اڑ کر خود اس کے پیروں تلے آجائے تو پھر اس کی اپنی کوئی دشمنی یا غلطی نہیں ہوگی۔ دنیا کہے گی کہ چھری خربوزے پر گری تھی۔ خربوزہ خود ہی چھری پر آگرا تھا۔

اس رات جب سپر باسٹر سونے کے لئے بستر پر آیا تو دیوی نے اسے گہری نیند سلا کر اس پر عمل کیا۔ اسے پوری طرح اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ ایک ہفتے کے اندر سات عدد ذہین اور صحت مند جوانوں کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر انہیں ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے کے علاوہ غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل اور حیرت انگیز جسمانی اور دماغی طاقتوں کا مالک بنایا جائے گا۔

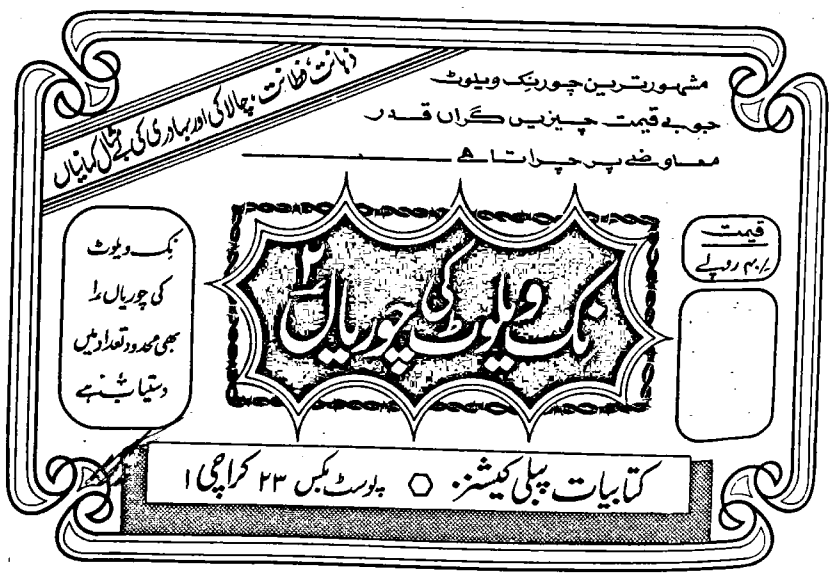

سپرباسٹر نے معمول کی حیثیت سے وعدہ کیا کہ وہ ان احکامات کی تعمیل کرے گا۔ دیوی نے کہا کہ ان سات عدد جوانوں میں سے چار عدد ہندوستانی ہوں گے' دو عدد امریکی اور ایک عدد اسرائیلی ہوگا۔

اس نے تینوں افواج یعنی بری' بحری اور فضائیہ کے افسران اعلیٰ کے دماغوں میں بھی باری باری جاکر یہ عمل کیا۔ انہیں بھی اس بات کا پابند بنایا کہ چار عدد ہندوستانی' دو عدد امریکی اور ایک عدد اسرائیلی جوان ٹرانسفارمر مشین سے گزارے جائیں گے اور ان میں سے چاروں ہندوستانیوں اور ایک اسرائیلی کو آزاد چھوڑ دیا جائے گا اور ایسا کرتے وقت کوئی اعتراض نہیں کرے گا اور اعلیٰ حکام کو قائل کرے گا کہ وہ ملکی مفاد کے لئے درست کام کررہے ہیں۔

پھر اس نے داؤد منڈولا سے رابطہ کیا۔ وہ' الپا اور برین آدم بڑے دل برداشتہ تھے۔ ان کی مضبوط خفیہ یہودی تنظیم نہایت ہی کمزور ہوگئی تھی۔ ان کے چار خیال خوانی کرنے والے پہلے ہی مارے جاچکے تھے۔ صرف الپا اور منڈولا رہ گئے تھے۔ مائیک ہرارے اس تنظیم کا باقاعدہ ممبر نہیں تھا اور جوڈی مارمن کے سلسلے میں یہ بدقسمتی تھی کہ وہ اسپتال میں زیر علاج رہنے کے دوران ہی مرچکا تھا۔

پھر اسرائیلی حکام کو یہ صدمہ تھا کہ ان کا ایک قابل میجر مارا گیا تھا جس کے باعث ایم آئی ایم کی دہشت بڑھ گئی تھی اور یہ ان کی طرف سے عملی وارننگ تھی کہ دین اسلام یا اخلاقی اصولوں کے خلاف کوئی کام ہوگا تو دونوں ممالک کی اہم ہستیوں کو جہنم میں پہنچادیا جائے گا۔

دیوی نے کہا "جن دشمنوں سے ہمارا مقابلہ رہتا ہے ان کے مقابلے میں ہتھیار کام نہیں آتے' صرف ٹیلی پیتھی اور ذہانت کام آتی ہے۔ اس اعتبار سے یہودی تنظیم ذرا کمزور ہوگئی ہے۔ لیکن ایسی بھی مایوسی کی بات نہیں ہے۔ یہاں برین آدم جیسا ذہین شخص موجود ہے' الپا جیسی تجربہ کار اور منڈولا جیسا چالاک خیال خوانی کرنے والا ہے پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس بار تمہیں ایک ایسا یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والا دوں گی جو پاشا کی طرح غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوتوں کا حامل ہوگا۔ جسے گوشت پوست کا روبوٹ کہا جاسکتا ہے۔"

برین آدم نے کہا "یہ تو بہت خوشی کی بات ہے مگر وہ یہودی روبوٹ کون ہوگا؟"

"ایسے کسی ذہین' جوان اور صحت مند کا انتخاب تم کرو۔ اگر ایسا یہودی جوان واشنگٹن میں ہے تو بہتر ہے ورنہ یہاں انتخاب کرو اور اسے کل یا پرسوں تک واشنگٹن پہنچادو۔"

"لیکن آپ اسے ٹرانسفارمر مشین تک کیسے پہنچائیں گی؟ وہاں تو پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا ہے۔ وہ مشین جہاں ہے وہاں سے دو میل کے اطراف تک کسی کو گزرنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔"

"یہ کام مجھ پر چھوڑ دو۔ میں ایسی چال چل رہی ہوں کہ ان کے سخت حفاظتی انتظامات دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔"

برین آدم نے کہا "واشنگٹن میں ایک نہایت ہی چست و چالاک یہودی باڈی بلڈر ہے۔ تعلیم یافتہ اور ذہین بھی ہے ہمارے لئے آج کل وہاں جاسوسی کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ میں ابھی اس سے فون پر رابطہ کرتا ہوں۔ آپ میرے دماغ میں رہ کر اس کی آواز سن سکتی ہیں۔"

اس نے رابطہ کیا۔ پھر اس سے کہا "رابرٹ کلون! میں برین آدم بول رہا ہوں۔ ابھی تمہارے دماغ میں ایک خیال خوانی کرنے والی آرہی ہیں۔ تم سے بہت اہم گفتگو کریں گی۔ وہ تم سے جو کہا کریں اس پر کسی بحث کے بغیر عمل کرتے رہو۔ بس میں فون بند کررہا ہوں۔ وہ آرہی ہیں۔"

دیوی اس کی آواز سننے کے بعد اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ بھی یوگا کا ماہر تھا مگر اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکا۔ وہ تھوڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھتی رہی۔ پھر بولی "میں تمہارے اندر موجود ہوں مگر تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولا "واقعی' ایسا پہلی بار میرے ساتھ ہورہا ہے۔ آپ کون ہیں؟"

"مجھے سب ہی لوگ دیوی کہتے ہیں۔ ابھی میں تمہارے خیالات پڑھ رہی تھی۔ تمہارے اندر اپنی یہودی قوم کے لئے بہت کچھ کرنے کا جذبہ ہے۔ اس لئے میں ایسے انتظامات کررہی ہوں کہ تمہیں جلد ہی ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی سکھادوں۔"

وہ خوشی سے کھل کر بولا "آپ..... آپ تو میرے خوابوں کی تعبیر سنا رہی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو مس کہوں یا میڈم کہوں؟ کس طرح شکریہ ادا کروں؟ اگر مسٹر برین آدم نے ابھی فون نہ کیا ہوتا تو میں آپ کی باتوں کا یقین نہ کرتا اور یہی سمجھتا کہ جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھ کر آپ کی سوچ کی لہروں کو سن رہا ہوں۔"

"تم اب بھی جاگ رہے ہو۔ یہ خواب نہیں ہے۔ اب اس ٹرانسفارمر مشین سے صرف ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کیا جاتا ہے بلکہ تمہیں غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل بنایا جائے گا اور تم حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوتوں کے مالک بھی بن جاؤ گے۔ میں جلد ہی تم سے رابطہ کروں گی اور تمہیں اس مشین تک پہنچادوں گی۔ سپرباسٹر اور اس مشین سے متعلقہ افسران خود تمہیں اس مشین سے گزرنے کا موقع دیں گے۔"

وہ خوشی سے بہت کچھ بولنا چاہتا تھا مگر وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اس یہودی رابرٹ کلون کو مشین تک پہنچانے سے پہلے اس پر تنویمی عمل کرے گی۔ اسے اپنا

تابعدار بنا کر یہ بات خاص طور پر اس کے ذہن میں نقش کرے گی کہ وہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد اور غیر معمولی ملاحیتیں حاصل کرنے کے بعد بھی اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا اور گوشت پوست کا روبوٹ بننے کے باوجود نادانستگی میں اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔

پھر اس نے بھارت کی تینوں افواج کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا۔ انہیں ایک جگہ بٹھا کر اپنا منصوبہ بتایا کہ وہ کس طرح چار ہندوستانی ذہین اور صحت مند جوانوں کو ٹیلی پیتھی بھی سکھانا چاہتی ہے اور گوشت پوست کا روبوٹ بھی بنانا چاہتی ہے۔ اس کا یہ منصوبہ سن کر سب خوشی سے پھولے نہیں سمارہے تھے۔ اس نے کہا "آپ لوگ ایسے ذہین اور صحت مند جوانوں کا انتخاب کریں جو امریکا میں زیر تعلیم ہوں یا وہاں سے فوجی تربیت حاصل کررہے ہوں تاکہ جلد سے جلد انہیں ٹرانسفارمر مشین تک پہنچایا جاسکے۔"

وہ اعلیٰ افسران ایسے جوانوں کے نام اور پتے نوٹ کرانے لگے۔ ان سے فون کے ذریعے رابطہ کرکے دیوی کو ان کی آوازیں سنانے لگے۔ دیوی نے ان چاروں بھارتی جوانوں کے متعلق بھی یہ طے کیا کہ پہلے ان چاروں کو اپنا معمول اور تابعدار بنائے گی پھر انہیں مشین تک پہنچائے گی۔ اس طرح امریکا' اسرائیل اور بھارت تینوں ممالک کے خیال خوانی کرنے والوں پر حکومت کرسکے گی۔

ان تینوں ممالک کے لئے فی الحال ایم آئی ایم والے ایسا مسئلہ بنے ہوئے تھے جس کا کوئی حل نظر نہیں آرہا تھا۔ دیوی کا بھی یہی مسئلہ تھا کہ آخر وہ برادر کبیر کون ہے جس پر اس کی آتما شکتی کا بھی اثر نہیں ہوتا ہے۔ پھر وہ تینوں ممالک کے خیال خوانی کرنے والوں کو اس طرح منہی اعلیٰ بی بی (ثانی) کے پیچھے لگائی کہ وہ اسے اغوا کرتے یا کسی تدبیر سے بابا صاحب کے ادارے کے اندر ہی اس بچی کو ختم کردیتے۔ تدبیر ایسی ہوتی کہ بچی کی موت حادثاتی ہوتی اور دیوی پر کوئی الزام نہ آتا۔

دیوی کے چند روز بڑی مصروفیات میں گزرے۔ وہ ہر اس جوان پر تنویمی عمل کرتی رہی جو ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے والا تھا۔ پھر وہ سپرباسٹر اور فوجی افسران کے خفیہ اجلاس میں بھی خاموشی سے ان کے دماغوں کے اندر رہ کر انہیں مائل کرتی رہتی تھی کہ چار ہندوستانی' دو امریکی اور ایک اسرائیلی جوان اس مشین سے گزارے جائیں۔ وہ سب افسران اور سپرباسٹر پہلے ہی اس کے معمول بنے ہوئے تھے اس لئے اس فیصلے کو تسلیم کرتے رہے جو دیوی پہلے کرچکی تھی۔

جن افراد کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جاتا تھا ان افراد کے نام بہت راز میں رکھے جاتے تھے۔ انہیں صرف متعلقہ افسران ہی جانتے تھے۔ لہٰذا جب مختلف ممالک کے جوانوں کو باری باری ہر روز اس مشین سے گزارا گیا تو کوئی اعتراض کرنے اور پوچھنے والا نہیں تھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں؟ جنہیں مشین سے فائدے پہنچائے جارہے ہیں۔

مائیک ہرارے محب وطن تھا۔ وہ ایسا کبھی نہ ہونے دیتا لیکن وہ بھی نادانستگی میں دیوی کا تابعدار بنا ہوا تھا۔ دیوی نے اسے دوسری جگہ مصروف رکھا تھا اور ادھر اپنا کام پورا کرچکی تھی۔ بھارت کو چار' امریکا کو دو اور اسرائیل کو ایک خیال خوانی کرنے والے روبوٹ مل چکے تھے۔ وہ تینوں ممالک اپنی اپنی جگہ خوش اور مطمئن تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ ایک نامعلوم' نظر نہ آنے والی اور اصلی آواز میں نہ سنائی دینے والی ان تینوں ممالک کے خیال خوانی کرنے والوں پر آئندہ حکمرانی کرتی رہے گی۔

امریکا کے دو روبوٹ خیال خوانی کرنے والے جان کارٹر اور فیوری بوائے کی موت کا جو صدمہ تھا' وہ اب نئے خیال خوانی کرنے والے دو روبوٹوں کے پیدا ہونے سے بڑی حد تک ہلکا ہوگیا تھا۔ ان دو نئے غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کے نام ڈی لنکاسٹر اور بوبی بیکر تھے۔

اسرائیلی یہودی خیال خوانی کرنے والے داؤد منڈولا اور الپا کے علاوہ برین آدم بھی دیوی کا شکر گزار تھا کہ اس نے ان کی تنظیم میں رابرٹ کلون جیسے خیال خوانی کرنے والے روبوٹ کا اضافہ کیا ہے۔

بھارتی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے تو وارے نیارے ہوگئے تھے۔ ان کے پاس اجے کمار' وجے کمار' راجیش اور رگھوناتھ نامی چار خیال خوانی کرنے والے روبوٹ آگئے تھے اور ان کے علم کے مطابق شی تارا نے یہ کمال کیا تھا۔ وہ اصلی شی تارا اپنے دیس بھارت میں خود کو دیوی کی حیثیت سے پیش نہیں کررہی تھی۔

اب امریکی حکام اور وہاں کے اہم ذمے دار عہدیداران کے لئے یہ اطلاع تشویش ناک تھی کہ بھارت میں چار عدد اور اسرائیل میں مزید ایک عدد خیال خوانی کرنے والے روبوٹ کیسے پیدا ہوگئے۔ جبکہ امریکا کے سوا کسی اور ملک کے پاس ٹرانسفارمر مشین نہیں ہے۔ یہ سوالات سپرباسٹر اور تینوں افواج کے بڑوں سے کئے جارہے تھے کیونکہ وہی ٹرانسفارمر مشین کے نگران اعلیٰ تھے اور ان کی اجازت کے بغیر کوئی مشین کے قریب نہیں پہنچ سکتا تھا۔

سپرباسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران حیران اور پریشان تھے کہ یہ کیسے ہوگیا؟ کیا بھارت اور اسرائیل نے بھی ٹرانسفارمر مشین بنالی ہے؟ اور اگر بنالی ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرسکتے ہیں لیکن انہوں نے غیر معمولی سماعت و بصارت رکھنے والے اور روبوٹ جیسی جسمانی قوت رکھنے والے جوان کیسے پیدا کرلئے؟

انہوں نے اپنے ملک کے حکمرانوں کو یہ جواب دے کر مطمئن کردیا کہ ان کی ٹرانسفارمر مشین ایسی جگہ ہے کہ وہاں ملک کا صدر

بھی اجازت کے بغیر نہیں جاسکتا۔ بہت پہلے ماضی میں ٹرانسفارمر مشین کے بلیو پرنٹ چوری ہوگئے تھے۔ شاید اسرائیل اور بھارت نے بھی ایسی مشین بنالی ہو۔ اگر ہم ان سے اس سلسلے میں سوالات کریں گے تو وہ معقول جواب نہیں دیں گے اور ہم ان پر جواب دہی کے لئے دباؤ نہیں ڈال سکتے کیونکہ یہ ان کے ملک کا اندرونی معاملہ ہے۔

سپرماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران نے حکام کو کسی طرح جواب دے کر کسی حد تک قائل کردیا لیکن وہ خود پریشان تھے۔ اتنا سمجھتے تھے کہ اگر اسرائیل کے پاس مشین ہوتی تو وہ صرف ایک ہی خیال خوانی کرنے والا روبوٹ پیدا نہیں کرتا۔ پھر یہ کہ اسرائیل اور بھارت کو غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے روبوٹ پیدا کرنے کے لئے پاشا جیسا کوئی ذریعہ کہاں سے مل گیا ہے۔

وہ بہت کچھ سوچ رہے تھے اور سمجھنے کی کوشش کررہے تھے مگر یہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھے کہ دیوی ان سب کے دماغوں میں چلی آتی ہے اور اس نے ان کے ذہنوں میں یہ بات نقش کردی ہے کہ وہ اس سلسلے میں کبھی دیوی پر شبہ بھی نہ کریں۔

اسرائیل اور بھارت کے نمائندوں نے امریکا آکر سپرماسٹر سے ملاقات کی اور کہا "جس طرح آپ ایٹم بم بناسکتے ہیں اور دوسرے ممالک بھی ایسے بم تیار کرسکتے ہیں اور کرتے رہتے ہیں اسی طرح ہم بھی آپ کی طرح ٹیلی پیتھی جاننے والے روبوٹ قسم کے جوان پیدا کرچکے ہیں۔ آپ کو تشویش میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے بلکہ خوش ہونا چاہئے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہیں۔ ہمارے سیاسی مفادات ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔"

اسرائیلی نمائندے نے کہا "اب ہم تینوں ممالک کے پاس ایسی قوتیں ہیں کہ ہم ایم آئی ایم والوں کو اپنے خفیہ اڈوں سے باہر آنے پر مجبور کرسکتے ہیں۔ انہیں اپنے حق میں یا خلاف بولنے پر مجبور کرسکتے ہیں اور جب وہ بولیں گے تو ہمارے تمام غیر معمولی قوتِ سماعت رکھنے والے دور بیٹھے ان کی آوازیں سنتے رہیں گے اور ان کی باتیں سنتے سنتے یہ معلوم کرتے رہیں گے کہ وہ کون ہیں؟ کون کون سے ممالک سے تعلق رکھتے ہیں؟ ان کے نام اور پتے بھی معلوم ہوتے رہیں گے۔"

"ہم انہیں کس طرح بولنے اور منظرِ عام پر آنے کے لئے مجبور کرسکتے ہیں؟"

"انہوں نے پچھلے دنوں ہمارے ایک بہت ہی قابل میجر کو مار ڈالا تھا اور چند مسلمانوں کو ملک بدر کیا تھا۔ ہم اس سلسلے میں ایک احتجاجی اجلاس منعقد کریں گے۔ اس اجلاس میں چند اور بڑے ملکوں کو شریک ہونے کی دعوت دی جائے گی اور ساری دنیا میں یہ خبر پھیلائی جائے گی کہ ایم آئی ایم کی دہشت گردی کے باعث یہ اجلاس منعقد کیا جارہا ہے۔"

دوسرے نے کہا "جب ان کے خلاف اجلاس ہوگا تو ان کے جاسوس اور خیال خوانی کرنے والے ضرور آئیں گے اور ہم خود ہی انہیں اجلاس میں شرکت کے لئے بلائیں گے تاکہ وہ دنیا والوں کے سامنے اپنی صفائی میں زیادہ سے زیادہ بولیں۔ اور جب وہ بولیں گے تو ہمارے تمام غیر معمولی قوتِ سماعت رکھنے والے ان کی آوازوں کو ذہن نشین کرلیں گے۔"

سپرماسٹر نے کہا "آپ حضرات نے بڑی اچھی ترکیب سوچی ہے۔ ہمیں کسی نہ کسی طرح ایم آئی ایم والوں کو بے نقاب کرنا چاہئے یا اپنی حد تک خفیہ طور سے ہی سہی یہ معلوم کرنا چاہئے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ یہ ابھی تک ہمارے لئے اندھیرے کے تیر ہیں، پتا ہی نہیں چلتا کہ یہ تاریکی کی کس کمان سے نکلتے ہیں۔" پھر وہ بولا "ہم یہاں ایک دشمن تنظیم کی باتیں کررہے ہیں مگر دوستوں کے اندر جو دشمنی چھپی ہوتی ہے وہ زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ ہم نے بھارت اور اسرائیل دونوں ممالک کے سربراہان سے پوچھا ہے کہ ان کے ہاں روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے کیسے پیدا ہوگئے، ہم نے دوستانہ انداز میں جواب طلب کیا تھا لیکن ہم سے غیروں کی طرح کہہ دیا گیا کہ یہ ان کے ملکوں کا داخلی معاملہ ہے۔ کیا دوست اس طرح باتیں بنا کر ٹال دیتے ہیں۔"

اسرائیلی نمائندے نے کہا "آپ موضوع بدل رہے ہیں۔ اس موضوع پر آپ ہمارے حکام سے بہت کچھ کہہ سکتے ہیں۔ ابھی تو ہمیں ایم آئی ایم کی دہشت گردی کو منظرِ عام پر لانا ہے۔"

سپرماسٹر نے کہا "ایم آئی ایم والے بھی آپ لوگوں کی طرح یہ کہہ کر ٹال دیں گے کہ تمہارا قابل میجر طیارے کے حادثے میں ہلاک ہوا تھا اور چند مسلمانوں کو ملک بدر انہوں نے نہیں کیا تھا کیونکہ وہ ایم آئی ایم والوں کا ملک نہیں تھا۔ اگر جبراً انہیں ملک چھوڑنے کے لئے کہا گیا ہے تو اس کا کوئی ثبوت پیش کیا جائے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے ان مسلمانوں کو ملک چھوڑنے پر مجبور کیا تھا اس لئے ان کے خلاف کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکے گا۔"

"ہم جانتے ہیں کہ وہ اپنی صفائی میں ایسا ہی کہیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ کچھ بھی کہیں، وہ ہمیں گالیاں ہی دیں۔ بس ہم ان کی آوازیں اپنے غیر معمولی سماعت رکھنے والوں کو سنانا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ احتجاج اسرائیل کی طرف سے ہوگا اور یہی ملک کسی غیر جانب دار ملک میں اجلاس منعقد کرے گا کیونکہ ان کا ہی میجر مارا گیا ہے۔ ہم اس اجلاس میں شریک ہوجائیں گے لیکن اپنے حکمرانوں سے کہہ دینا کہ ہم امریکی اس احتجاج میں شریک ہونے کے باوجود اسرائیل اور بھارت سے ناراض ہیں۔"

امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "یہ بھی کہہ دینا کہ ہم نادان نہیں ہیں۔ یہ خوب سمجھتے ہیں کہ غیر معمولی صلاحیتوں والی چوری ہمارے ملک سے کی گئی ہے۔ سفارتی سطح پر اور سیاسی ضروریات

دوست ہماری دوستی قائم رہے گی لیکن تمہارے جس شخص کے ...وہ چرائی ہوئی غیر معمولی صلاحیتیں ہوں گی، اسے ہم زندہ نہیں ...دیں گے۔"

سیاست بھی خوب چیز ہے۔ اقتدار کے لئے، اپنی برتری کے ...اور کسی ایک قوم کو پسماندہ رکھنے یا کچل ڈالنے کے لئے چند ...الک آپس میں دوستی بھی کرتے ہیں اور دشمنی بھی۔ اسی طرح ...امریکا، اسرائیل اور بھارت ذاتی مفادات کے لئے ایک دوسرے ...تھوڑا بہت نقصان پہنچاتے ہیں لیکن اسلامی ممالک کو کمزور ...نے اور مسلمانانِ عالم کو پسماندہ رکھنے کے لئے آپس کے ...صلاحیات اور دشمنی کو بھول کر متحد ہوجاتے ہیں۔ وہ ایم آئی ایم ...خلاف دہشت گردی کا پروپیگنڈا کرنے اور ایک اجلاس منعقد ...نے کے لئے آپس میں متحد ہوگئے۔

پھر انہیں متحد کرنے والی وہ دیوی پس پردہ تھی۔ ان سب کے ...ر جاکر انہیں ایسے ایک احتجاجی اجلاس کے لئے مائل کرچکی ...اور یہ اجلاس استنبول میں ہونا قرار پایا تھا۔

پچھلی بار مائیک ہرارے نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ ہندوستان ...ں ہے تو اسے کسی دوسرے ملک میں چلے جانا چاہئے ورنہ سونیا ...ے زیرِ زمین تلاش کرنے ہندوستان ضرور آئے گی۔ اسے کیا ...علوم تھا کہ سونیا نفسیاتی حربہ استعمال کررہی ہے اور اسے ڈرا رہی ...لیکن دیوی واقعی خوف زدہ ہوگئی تھی۔ کہیں بھی زیرِ زمین رہ کر ...ون سے نہ سوسکتی تھی اور نہ ہی بے فکری سے دن گزار سکتی ...تھی۔ اسے ہرارے کا مشورہ قابلِ قبول لگا۔ جب وہ ایک زیرِ زمین ...ل رہائش گاہ چھوڑ کر جاتی تھی تو میک اپ کے ذریعے چہرے کو ...بدلتی تھی کیونکہ دوسری زیرِ زمین رہائش گاہ تک پہنچنے کے لئے ...یکن کے اوپر آتا، ٹرین اور طیارے کے ذریعے سفر کرنا ضروری ...تھا۔

دیوی نے یہی کیا تھا۔ اپنے اصلی حسن کو چھپانے کے لئے ...یک سانولی سی معمولی سی لڑکی کا روپ اختیار کیا تھا۔ اس نے اپنے ...طور پر سوچا کہ سونیا زیرِ زمین اسے تلاش کرتی رہے گی۔ لہٰذا وہ زمین ...پر کسی بڑے شہر میں رہے گی۔ انقرہ میں اسلامی کانفرنس کے بعد وہ ...دوبارہ ایم آئی ایم کے برادر کبیر سے رابطہ کرچکی تھی۔ اس کے ...بارے میں سوچتی تھی کہ کسی طرح وہ قابو میں آجائے تو اس کی ...غیر معمولی صلاحیتوں اور چالبازیوں سے بڑے فائدے حاصل ...کرسکے گی۔

اس سے رابطہ کرنے پر اس نے اندازہ لگایا کہ برادر کبیر ترکی میں ہے لہٰذا ترکی کے بڑے بڑے شہروں میں کچھ عرصہ گزارنا چاہئے۔ وہ ایک سانولی سی لڑکی کے بھیس میں ترکی آگئی تھی۔ اپنے مطلب کو تین ہفتے تک تلاش کرتی رہی پھر اس نے علمِ نجوم کو آزمایا کہ اسے اس ملک میں وہ ملے گا یا نہیں؟ ستارے کامیابی کا اشارہ دے رہے تھے۔ ایسے ہی وقت معلوم ہوا کہ سونیا فریب دے رہی تھی۔ وہ پیرس میں تھی اور ساتویں ماہ کی آخری رات کو بابا صاحب کے ادارے میں اپنے بچوں کے پاس چلی گئی تھی۔

اسے سونیا کی اس چالبازی پر غصہ بھی آیا کہ وہ بے وقوف بنتی رہی اور اطمینان بھی ہوا کہ اب وہ بلا ٹل گئی ہے اور اب وہ زیرِ زمین جاکر پھر اپنی پوجا اور بھگتی میں مصروف رہ کر دنیاوی معاملات سے بھی نمٹ سکتی تھی لیکن وہ زیرِ زمین نہیں گئی کیونکہ علمِ نجوم کے مطابق یہ آگہی مل رہی تھی کہ اس برادر کبیر سے ترکی میں مل سکتی ہے۔

اس نے اسی ملک میں رہ کر سپرماسٹر وغیرہ کو اپنا معمول بنا کر ٹرانسفارمر مشین سے خوب فائدہ اٹھایا۔ امریکا، اسرائیل اور ہندوستان میں روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کردیے پھر ایم آئی ایم کے خلاف احتجاجی اجلاس کا چکر چلایا۔ یہ اس کی تدبیر تھی کہ ایسا اجلاس استنبول میں ہوگا تو برادر کبیر ایک سایہ ہی سہی، کسی جسم میں چھپ کر ضرور آئے گا۔ اس کے دوسرے مجاہد بھی آسکتے ہیں۔ وہ کسی طرح ایم آئی ایم کے دو چار مجاہدین کی آوازیں اپنے غیر معمولی سماعت رکھنے والوں کو سنا دینا چاہتی تھی۔

پھر اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے یہ خبریں نشر ہونے لگیں کہ ایم آئی ایم کے مجاہدین نے دہشت گردی کی ہے۔ اسرائیل کے نامور میجر کو مار ڈالا ہے اور اردن کے چند باعزت اور محترم اکابرین کو اپنا ملک چھوڑ دینے پر مجبور کردیا ہے۔ اب وہ بے چارے مسلمان خانہ بدوشی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں ایک پُرامن اجلاس منعقد کیا جارہا ہے جس میں دنیا کے بیشتر بڑے ممالک شریک ہوں گے۔ چونکہ لڑائی جھگڑے اور ہنگامہ آرائی مقصود نہیں ہے اس لئے ایم آئی ایم کے سربراہ کے علاوہ مجاہدین کو بھی اجلاس میں شرکت کی دعوت دی جارہی ہے تاکہ وہ دنیا والوں کے سامنے اپنی صفائی پیش کرسکیں۔

اس اجلاس کا اچھا خاصا چرچا ہورہا تھا۔ دیوی نے برادر کبیر سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "تم سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی پہچان لیتے ہو کہ میں آگئی ہوں۔"

پارس نے پریشان ہوکر اپنے سر کو تھام لیا اور بڑبڑایا "یہ میرے سر کے اندر کسی عورت کی آواز کیسی آرہی ہے؟ میں ابھی کسی عورت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ شاید یہ اسی عورت کا خیال میرے اندر بول رہا ہے۔"

دیوی کچھ پریشان سی ہوئی کہ شاید برادر کبیر کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیتے وقت کچھ غلطی ہوئی ہے۔ ابھی جس کے اندر گئی تھی اس شخص کی آواز بھی بدلی ہوئی سی لگ رہی تھی۔

اس نے دوسری بار برادر کبیر کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح یاد کرکے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر پارس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے پوچھا "یہ تم ابھی آکر واپس کیوں چلی گئی تھیں؟"

وہ حیرانی سے بولی "اگر میں تمہارے پاس ابھی آئی تھی تو تم

نے اس وقت کیوں نہیں پہچانا تھا؟"

"تم نے آتے ہی کہا تھا کہ میں تمہاری سوچ کی لہروں کو پہچان لیتا ہوں۔ جب تمہیں اتنا اعتماد تھا تو پھر تمہیں واپس نہیں جانا چاہئے تھا۔"

"اچھا تو تم نے مجھے بے وقوف بنایا تھا۔"

"کوئی کسی کو بے وقوف نہیں بناتا۔ انسان کو عقل کی کمی اور اعتماد کی کمزوری بے وقوف بناتی ہے۔ تم کیسی آتما شکتی والی ہو کہ صحیح جگہ پہنچ کر بھٹک جاتی ہو۔"

"تم ہیرا پھیری سے باز نہیں آتے ہو۔ ویسے یہ تم نے درست کہا ہے' واقعی میں آتما شکتی میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہوں مگر تمہارا دماغ بھی بھول بھلیاں جیسا ہے۔ میں تمہارا کوئی ایک خیال پڑھنا چاہتی ہوں تو دوسرا خیال پہلے خیال کو کاٹتا ہے پھر ایسا لگتا ہے کہ تمہارے خیال کی ویڈیو فلم الٹی چل رہی ہو۔ تمہاری کوئی سوچ میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"کوئی بات نہیں' کوششیں کرتی رہو۔ جب میری سوچ سمجھ میں آئے تو مجھے بھی سمجھا دینا' ابھی تم نے آنے کی زحمت کیسے کی؟"

"تم اپنی تنظیم کے بارے میں سن رہے ہو کہ ایک احتجاجی اجلاس ہونے والا ہے' کیا تم اس میں شریک ہونے آؤ گے؟"

"تم عورت ہو' اپنے گھر بلاؤ۔ اجلاس میں کیوں بلا رہی ہو؟"

وہ ہنس کر بولی "میرا گھر تو زمین کے نیچے ہے' وہاں تو تم مرنے کے بعد ہی آسکو گے۔"

"میں بوڑھا ہو کر مروں گا تو تمہارے گھر آنے کا فائدہ کیا ہوگا۔ ہمارے بچے بھی نہیں ہوں گے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں چاہتی ہوں کہ تم اجلاس میں آؤ اور ایسی صفائی پیش کرو کہ دہشت گرد نہ کہلاؤ۔"

"تم میرے لئے بڑے نیک خیالات رکھتی ہو۔ مگر افسوس کہ اجلاس جس دن ہو رہا ہے اسی دن میری شادی ہے۔ اگر اجلاس میں آکر صفائی پیش کروں گا تو ادھر دلہن کسی کے ساتھ صاف ہو جائے گی۔"

"تم اپنی پوری تنظیم کے ساتھ بدنام ہونے والے ہو اور تمہیں شادی کی پڑی ہے۔ کیا شادی کی تاریخ بدل نہیں سکتی؟"

"نہیں بدل سکتی۔ دلہن کو کینسر ہے اس لئے جلد سے جلد جو کرنا ہے وہ کر گزرنا ہوگا۔"

"میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں کہ تم کیا اس کر رہے ہو۔ بہت مکار ہو۔ اجلاس میں ضرور آؤ گے۔ میں چاہتی ہوں تم اپنے مشیر اور مجاہدین کے ساتھ آؤ تاکہ ہر الزام کا منہ توڑ جواب دے سکو۔"

"خدا تمہیں نیکی کا صلہ دے۔ میرے ساتھ میرے مجاہدین کی بھی بھلائی چاہتی ہو۔ اب تو سمجھو شادی کی تاریخ بدل گئی۔ اگر نہیں بدلے گی تو میں مجاہدین کی برات لے کر آؤں گا۔ پہلا ہوٹل اٹینڈ کروں گا پھر لڑکی کے گھر جاؤں گا۔ نکاح میں تین بار قبول ہو جاتا ہے۔ سنا ہے موت کے وقت بھی تین ہچکیاں آتی ہیں۔ بیوی کینسر کی تین ہچکیاں آنے سے پہلے وہ بیچاری تین بار قبول ڈالے۔ پہلی بار امریکا قبول' دوسری بار اسرائیل قبول پھر تبرکاً بھارت قبول۔ خدا ان تینوں کا سایہ تمہارے سر پر' یا تمہارا ان تینوں کے سروں پر سلامت رکھے' آمین نہیں کہوں گا۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ اس نے سمجھ لیا کہ وہ اجلاس میں ضرور آئے گا اور جو کچھ وہ الٹی سیدھی بکواس کر رہا تھا' وہ اس کی گہرائی کو بھی سمجھ رہی تھی اور تسلیم کر رہی تھی کہ اس کی گہرائی تک پہنچنا محال ہے۔

پھر اجلاس کا دن آگیا۔ دیوی نے خیال خوانی کے ذریعے پریس رپورٹر کا کارڈ اور اجلاس والے ہال میں داخل ہونے کا پاس حاصل کیا۔ پھر اپنے شانے پر ایک بیگ لٹکا کر ہال کے دروازے کے سامنے آئی۔ وہاں بڑے ممالک کے بڑے لوگ آئے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ لیڈیز بھی تھیں' جو بظاہر ان کی سیکریٹریز تھیں۔ پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز بھی تھے۔ وہاں کی تیز روشنی میں سب کے سائے کہیں زمین پر اور کہیں دیواروں پر حرکت کر رہے تھے۔

دیوی کی متلاشی نظریں لوگوں سے زیادہ ان کے سایوں پر تھیں۔ اسے یقین تھا کہ برادر کبیر کے سائے کو کسی کا خوف نہیں ہے' وہ کسی کے اندر سما کر آئے گا یا یوں ہی کسی جسم کا سہارا لئے بغیر آئے گا تب بھی کوئی اسے نہ پکڑ سکے گا اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچا سکے گا۔

اجلاس کے میزبان بڑے ممالک کے اکابرین کو ایک دوسرے سے متعارف کرا رہے تھے۔ کئی فوٹو گرافرز ان سب کی تصویریں اتار رہے تھے۔ فلیش لائٹس بجلی کی طرح چمک چمک کر بجھ رہی تھیں۔ ایسے ہی وقت دیوی نے اسے ایک دیوار پر دیکھا۔ اس کے آس پاس مختلف سائے اپنے اپنے جسموں کے ساتھ متحرک تھے۔ ادھر سے ادھر گزر رہے تھے لیکن وہ ایک سایہ دیوار پر اپنی جگہ ٹھہرا ہوا تھا۔

اس بھیڑ میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ تنہا ہے۔ اس کے سارے لوگوں میں وہ بھی کسی جسم کا سایہ ہوگا اس لئے کوئی اس پر توجہ نہیں دے رہا تھا۔

دیوی سلگتی ہوئی اسی دیوار کے قریب گئی لیکن اس دیوار کی جانب اپنی پشت کرلی۔ اسے دیکھ کر اسے شے میں جھانکنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اپنے بیگ میں سے ایک بے بی آئینہ نکال کر اپنے چہرے کے سامنے لا کر یوں چہرے کو نشو پیپر سے کہیں تھپ پونچھنے لگی جیسے میک اپ درست کر رہی ہو۔

لیکن وہ سایہ آئینے میں صاف نظر آرہا تھا۔ وہ دیوار کے قریب ہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ اس سائے میں حرکت پیدا ہوئی۔ وہ ہاتھ بڑھا' بڑھنے کے ساتھ وہ آئینے کا زاویہ بھی حسب ضرورت بدل رہی تھی۔ پھر اس نے دیکھا کہ وہ سایہ اس کے بالکل پیچھے آکر اس کے جسم میں سما گیا۔

دیوی کے جسم میں ایک جھرجھری سی پیدا ہوئی۔ حالانکہ سائے کے جسم میں داخل ہونے سے کچھ محسوس نہیں ہوا تھا لیکن اس کا احساس تھا کہ جس کی تلاش میں آئی تھی' وہ اسی کے جسم میں داخل ہو گیا تھا۔

پارس نے ایسا دانستہ نہیں کیا تھا۔ وہ نہیں جانتا کہ ابھی جس کے جسم میں سما گیا ہے' وہ وہی دیوی ہے جس کا اصلی چہرہ کسی نے نہیں دیکھا ہے اور نہ ہی اصلی آواز کسی نے سنی ہے اور یہ وہی ہے جو پارس کو ہمیشہ کے لئے اپنے دھرم میں لا کر اپنا بنانے کے لئے دس سال تک تپسیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جس میں سے چار برس سات ماہ گزر چکے ہیں۔

اور وہ اتنی طویل پوجا اور بھگتی میں مصروف رہ کر پارس کو پانے کی تمنا کرنے والی بھی یہ نہیں جانتی تھی کہ اسے ایک سائے کی صورت میں پالیا ہے۔ وہ تو یہ سمجھ کر زیر لب مسکرا رہی تھی کہ ایم آئی ایم کا سربراہ برادر کبیر اس کے اندر آکر چھپ گیا ہے۔ اگر وہ آئینے کے ذریعے نہ دیکھتی تو کبھی نہ سمجھ پاتی کیونکہ سایہ اپنا ہوا یا پرایا وہ جسم کے اندر محسوس نہیں ہوتا۔

دراصل پارس اب تک دو جسموں سے گزر کر آیا تھا۔ پہلے ایک شخص کے اندر سما کر ایک کار میں بیٹھ کر وہاں پہنچا تو پتا چلا کہ وہ شخص اجلاس میں شریک نہیں ہوگا۔ کسی کاروباری معاملے میں آگے جانے والا ہے۔ اس کے ساتھ ایک بیرونی ملک کا نمائندہ بیٹھا ہوا تھا جو اجلاس میں شریک ہونے آیا تھا۔ اس لئے پارس اس کے جسم میں سما گیا۔ پھر اس نے بری طرح ناگواری محسوس کی۔ اس شخص کے پسینے میں عجیب سی بو تھی جسے وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ ہال کے بیرونی دروازے کے قریب ہی اس کے جسم سے نکل گیا۔ بظاہر وہ ناپدید تھا لیکن دیوار پر متحرک سایوں کے درمیان ایک جگہ رک گیا تھا۔ وہیں سے اسے دیوی کا جسم ملا تو اس میں آکر سما گیا۔

وہاں ہر طرف مسلح فوجی موجود تھے۔ دیوی دروازے پر آئی تو لیڈی انسپکٹر نے اس کی تلاشی لی۔ اس کے شناختی کارڈ وغیرہ دیکھے۔ دیکھنا چاہئے تھا وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ دیوی کو اندر ہال میں جانے کی اجازت مل گئی۔

وہ اندر آگئی۔ بڑے ممالک کے بڑے بڑے لوگ قیمتی اور آرام دہ کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ ہال میں اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ ہر طرف مسلح فوجی الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ سامنے ایک اسٹیج پر امریکا' اسرائیل اور بھارت کی فوجوں کا ایک ایک نمائندہ افسر بیٹھا ہوا تھا۔ دیوی اسٹیج کے پاس آئی۔ ایک فوجی افسر نے اسے روک کر کہا "میڈم! آپ اپنی سیٹ پر جائیں۔ کسی کو اسٹیج پر جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

اس کی آواز سنتے ہی وہ اس کے دماغ پر غالب آگئی۔ فوجی افسر ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ آگے بڑھ کر دو زینے چڑھ کر اسٹیج پر آئی۔ پھر مائیک کے سامنے رک کر بولی "حاضرین! متوجہ ہوں۔ میں آپ کے لئے ایک تحفہ لائی ہوں۔ یہاں ایم آئی ایم پر دہشت گردی کے الزامات عائد کئے جائیں گے۔ میں اسی ایم آئی ایم کے سربراہ برادر کبیر کو آپ کے سامنے پیش کروں گی اور میں برادر کبیر سے کہتی ہوں کہ اب وہ میرے جسم میں نہ چھپے۔ حاضرین کے سامنے آجائے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پارس کا سایہ اس کے جسم سے نکل کر مائیک کے سامنے آکر بولا "یہ پریس رپورٹر بڑی چالاک نکلی۔ کوئی سائے کو اپنے اندر محسوس نہیں کرتا ہے مگر اس نے پتا نہیں مجھے کیسے محسوس کرلیا۔ بہرحال میں بعد میں اس سے ضرور معلوم کروں گا کہ یہ غیر معمولی احساسات کی حامل کیسے بن گئی ہے۔ ویسے میں یہاں آپ کے الزامات کے جواب دینے آیا ہوں۔ پہلے آپ حضرات یہ بیان کریں کہ ہم دہشت گرد کیوں کہلا رہے ہیں؟"

وہ آگے اور کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن توقع کے خلاف وہ ہوا جو نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اس نے ایک ماہ پہلے جو ڈی نارمن سے جو گولی چھین کر کھائی تھی اس کا اثر اب زائل ہو گیا۔ تمام حاضرین حیرانی اور دلچسپی سے دیکھنے لگے۔ مائیک کے قریب نظر آنے والا سایہ انسانی جسم میں نمودار ہو رہا تھا۔ پہلے ٹرانسپیرنٹ یعنی جسم کے آر پار دکھائی دیا جیسے شیشے کا بنا ہوا ہو۔ پھر وہ گوشت پوست کے ٹھوس جسم میں سب کے سامنے ظاہر ہو گیا۔

پارس ایم آئی ایم کا سربراہ جو ایک عرصے سے روپوش تھا' پراسرار تھا' کوئی اس کی جائے پناہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا' حالات نے اسے بھرے مجمع میں دشمنوں کے درمیان ظاہر کر دیا تھا۔ دیوی اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ تمام فوجیوں نے پارس کو اپنے اپنے ہتھیاروں کی زد پر لے لیا تھا اور اسے چاروں طرف سے گھیرتے چلے آرہے تھے۔

دیوی پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اس کی گردن فخر سے تن گئی تھی۔ دھماکا خیز تنظیم ایم آئی ایم کے سربراہ کو اس نے بھرے مجمع میں بے نقاب کیا تھا اور اب اسے گرفتار ہونے سے بچانے کے لئے کوئی بھی کارروائی کرنا چاہتا تو پارس کو فوراً گولی مار دی جاتی۔

پارس ویسا پہلے کبھی نہیں پھنسا تھا۔ بچاؤ کا اب ولی راستہ نہیں رہ گیا تھا۔

واقعی اب سے پہلے پارس اس بری طرح شکنجے میں نہیں آیا تھا۔ جس طرح کے اس وقت آچکا تھا۔ چاروں طرف دشمن ہی دشمن تھے۔ ان میں مسلح فوجی بھی تھے۔ وہ ان کی مرضی کے خلاف ذرا سی بھی حرکت کرتا تو شاید ایک گولی نہیں چلتی' گولیاں ہی گولیاں چل کر اسے چھلنی کردیتیں۔ وہ ان کے درمیان دشمن ہی ایسا بنا ہوا تھا۔ ہمیشہ روپوش اور پر اسرار رہنے کے بعد اتفاق سے یا اپنی بدقسمتی سے ان کے نرغے میں آگیا۔ یہ شکاری حضرات خوب جانتے ہیں کہ نرغے میں آنے والے شیر پر صرف ایک گولی نہیں چلائی جاتی' چاروں طرف سے شکاری اپنا نشانہ آزماتے ہیں۔ کیونکہ اندیشوں میں رہتے ہیں کہ مشکل سے ہاتھ آنے والا نکل نہ جائے۔

وہ اجلاس میں تنہا آیا تھا۔ اسے بچانے والا کوئی اپنا نہیں تھا۔ البتہ شی تارا اور پوجا اس کے اندر تھیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اپنی اپنی خیال خوانی کے ہتھیار کو کس طرح استعمال کرکے اسے وہاں سے زندہ سلامت نکال سکتی ہیں۔

شی تارا فوراً ہی میرے پاس آئی۔ پوجا نے سلمان' ٹائی' باربرا اور جے مورگن کو بتایا کہ پارس ایسی جگہ پھنسا ہوا ہے جہاں اسے موت ملے گی۔ یا پھر اسے گرفتار کرکے اس سے بہت برا سلوک کیا جائے گا۔ یہ خبر ملتے ہی وہ سب کے سب پارس کے اندر چلے آئے۔ ان کی آمد سے یہ ہو سکتا تھا کہ وہ مسلح فوجیوں کو گولیاں چلانے نہ دیتے۔ لیکن میرے تمام خیال خوانی کرنے والے کتنے فوجیوں کے دماغوں پر غالب آسکتے تھے۔ وہاں تو امریکا' اسرائیل اور بھارت کے نمائندے اور باڈی گارڈ میں سے بھی کوئی ایک فائر کرسکتا تھا اور مرنے کے لیے ایک ہی گولی کافی ہوتی ہے۔

میں نے پارس کے پاس آکر دیکھا۔ اسے چاروں طرف سے گن پوائنٹ پر رکھا گیا تھا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے بیٹے؟"

اس نے کہا "کچھ نہیں پاپا! ایک سائے کا آنکھ مچولی والا کھیل تھا' وہ ختم ہوگیا۔ ویسے ہماری دنیا میں کھیل تماشے ختم کہاں ہوتے ہیں' یہ سلسلہ تو چلتا ہی رہتا ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ جائیں آرام کریں اور میری دوسرے عزیزوں سے بھی یہی درخواست ہے۔"

میں نے کہا "اسے تنہا چھوڑ دو۔ میں جارہا ہوں۔ تم لوگ بھی جاؤ۔"

شی تارا نے چند لمحوں کے بعد ہی معلوم کیا کہ سب چلے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ باپ بھی بیٹے کو موت کے منہ میں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ وہ جھنجلا کر پارس سے بولی "زیادہ خود اعتمادی آدمی کو لے ڈوبتی ہے۔ یہاں صرف ہمارے خیال خوانی کرنے والے ہی نہیں' مجاہدین کی فوج بھی چلی آتی۔ مگر تم نے تو پاپا کو بھی جانے کے لیے کہہ دیا اور وہ شاید چلے گئے ہیں۔"

وہ بولا "تم بھی چلی جاؤ۔ یا پھر خاموش رہو۔ میری اجازت کے بغیر یہاں کسی کے خلاف کوئی حرکت نہ کرنا۔"

پھر اس نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "قسمت ہر ایک کی ہرجائی ہوتی ہے۔ اچانک میرے لیے بدقسمتی اور تم سب کے لیے خوش قسمتی بن گئی ہے۔ میں بھرے مجمع میں اس اسٹیج پر ظاہر ہوچکا ہوں۔ اب مجھے گرفتار کیا جائے گا اور حراست میں رکھ کر تمام مجاہدین اور میرے خیال خوانی کرنے والوں کو مجھے مار ڈالنے کی دھمکی دے کر میری تنظیم کے تمام افراد کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جائے گا۔ وہ ہتھیار نہیں ڈالیں گے تو مجھے گولی مار دی جائے گی۔ بائی دی وے' گیند اب آپ کے کورٹ میں ہے۔ ارادے کیا ہیں آپ حضرات کے؟"

ایک امریکی نمائندے نے کہا "تم اب ایک قیدی ہو۔ اس لیے خاموش رہو گے اور ہم بولتے رہیں گے۔"

پارس نے کہا "جب مجھے یقین ہوجائے گا کہ واقعی قیدی بن چکا ہوں تو شاید خاموش ہوجاؤں۔ فی الحال تو ضرور بولوں گا اور دیوی جی سے معلوم کرنا چاہوں گا کہ اس کی جو کشش وتبا کیا کتنی ہے۔ میرے مقدر میں موت ہے' قید ہے یا رہائی۔"

اس نے ہال میں بیٹھی ہوئی خواتین کو دیکھا پھر کہا "میں یہاں آؤں اور دیوی نہ آئے' یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کیا وہ جواب دینے کی زحمت فرمائیں گی؟"

ایک اسرائیلی نمائندے نے کہا "دیوی سے کیا پوچھتے ہو۔ ہم سے پوچھو' تمہارے مقدر میں ابھی موت نہیں ہے اور رہائی بھی نہیں ہے۔ تم یہاں سے زندہ جاؤ گے مگر ہمارے ٹارچر سیل میں جاؤ گے۔"

پارس نے کہا "اسرائیلی مرغے! آرام سے بیٹھو۔ مقدر کا حال دیوی جی کو بیان کرنے دو۔ ہاں تو دیوی جی' میں آپ کی رس بھری آواز سننا چاہتا ہوں۔"

دیوی ان مسلح فوجیوں سے ذرا دور کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے جسم میں پارس کا سایہ سما کر اسٹیج پر آیا تھا اور یہ دیوی کی خوش قسمتی تھی کہ پارس تو گیا' وہاں کوئی بھی اس کی اصلیت کو نہیں جانتا تھا۔ وہ ایک پریس رپورٹر کی حیثیت سے وہاں آئی تھی۔ اس نے اجلاس میں یہ انکشاف کیا تھا کہ سرراہ کا سایہ اس کے اندر ہے اور اسے باہر آنا چاہیے۔

اور اس وقت پارس کا سایہ اس کے جسم سے نکل آیا تھا۔ دیوی نے یہاں غلطی کی تھی۔ اسے یہ ظاہر نہیں کرنا چاہیے تھا کہ وہ اپنے اندر ایک سائے کو محسوس کرتی رہی تھی۔ بھلا سائے کو کون محسوس کرتا ہے۔ آدمی چھاؤں میں یا اندھیرے میں خود اپنے سائے کو نہ دیکھ پاتا ہے اور نہ ہی محسوس کرتا ہے۔ پارس نے اس سے کہا تھا کہ وہ بعد میں معلوم کرے گا کہ ایک اخبار کی رپورٹنگ کرنے والی عورت نے اس کے سائے کو کیسے محسوس کیا تھا؟ یوں محسوس کرنے کی غیر معمولی صلاحیت اس میں کیسے پیدا ہوگئی ہے؟

بہرحال ابھی تو وہ دشمنوں کے درمیان دیوی کو آوازیں دے

رہا تھا۔ اس سے اپنے مقدر کا حال پوچھ رہا تھا۔ دیوی نے ان مسلح فوجیوں کے پیچھے سے کہا "میں ہوں دیوی اور اس اخباری رپورٹر کی زبان سے بول رہی ہوں۔"

اس نے آگے بڑھ کر پارس کے قریب مائیک کے پاس آکر اپنی بات دہرائی "میں دیوی ہوں اور اس لڑکی کی زبان سے بول رہی ہوں۔ یہاں اجلاس میں اتنی جلدی اس ایم آئی ایم کے سرراہ کے بارے میں صحیح پیش گوئی نہیں کرسکوں گی۔ کیونکہ مجھے اس سرراہ کا نام' اس کی پیدائش کا وقت اور تاریخ وغیرہ معلوم نہیں ہیں۔ میں اس کی جنم کنڈلی بنا کر ہی بتا سکوں گی کہ یہ ابھی اور کتنی سانسیں لے سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے پارس کو دیکھا۔ مگر اس پارس کو نہ پہچان سکی۔ جس کی بڑی بڑی تصویریں اس کی خواب گاہ کی چھت پر' دیواروں پر' بستر کی چادر پر اور تکیے کے غلافوں میں رہا کرتی تھیں۔ پارس کی وہ تصویریں اس کی نیندیں بھی اڑاتی تھیں اور اسے تھپک تھپک کر سلا بھی دیا کرتی تھیں۔

برسوں کا بہت ہی گہرا دلی رشتہ تھا۔ اتنے گہرے جذباتی مگر خیالی تعلق کے باوجود وہ اسے نہیں پہچان رہی تھی۔ اس نے مائیک کے سامنے تمام حاضرین سے کہا "میں اس کے دماغ میں کئی بار جا چکی ہوں اور اس کے خیالات پڑھنے کی کوشش کرتی رہی ہوں۔ لیکن اس کا دماغ ایک عجوبہ ہے۔ اس کی سوچ کی کوئی لہر سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ بہت بڑا مکار ہے۔" پھر وہ زیر لب مسکرا کر بولی۔ "لیکن یہ مکار اپنے جال میں خود آپ آگیا۔ اس نے عمان میں ہونے والے اجلاس میں ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے بموں کے دھماکے کرنے کی دھمکیاں دی تھیں اور وہاں کے تمام اکابرین کو دہشت زدہ کیا تھا۔ وہاں کوئی اس کی اصلیت نہیں جانتا تھا کہ یہ ایم آئی ایم کا سرراہ ہے۔ آج اس کی بدبختی نے خود اسے ظاہر کردیا ہے۔ اس نے عمان میں ریموٹ کنٹرولر کے لیے سب کے ساتھ بم کے دھماکے کرکے مرجانے کا جھوٹا ناٹک کیا تھا۔ ابھی یہ گوشت پوست کے جسم کے ساتھ یہاں موجود ہے مگر اپنی جان پر کھیل جانے کا دعویٰ نہیں کرے گا۔ اگر کرے گا تو اس کے مجاہدین اور خیال خوانی کرنے والے اسے مرنے نہیں دیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ اس ہال کے اندر اور عمارت کے باہر اس کے مجاہدین مختلف بھیسوں میں موجود ہوں گے۔"

اس کی باتوں کے دوران ایک فوجی ماتحت افسر پارس کے جسم اور لباس کی تلاشی لے رہا تھا اور مایوس ہو رہا تھا۔ تلاشی کے نتیجے میں کوئی نقصان پہنچانے والی چیز برآمد نہیں ہوئی البتہ اوپری جیب سے چیونگم کا ایک پیکٹ ملا۔

دیوی نے اس پیکٹ کو لے کر کہا "اس میں وہ گولیاں ضرور ہوں گی جسے نگل کر یہ سایہ بن گیا تھا۔ اچھا ہوا کہ اس کے پاس نہیں رہا اور ہمارے ہاتھ لگ گیا ورنہ یہ ہمیں باتوں میں الجھا کر اس میں سے پھر ایک گولی نکال کر اور اسے نگل کر سایہ بن جاتا اور ہم اسے اپنی گرفت میں رکھنے سے قاصر رہتے۔"

ایک امریکی فوج کا اعلیٰ افسر جو وہیں اسٹیج پر بیٹھا ہوا تھا فوراً ہی اٹھ کر دیوی کے پاس آیا اور اس پیکٹ کو اس سے جھپٹ کر لے لیا پھر کہا "ہاں۔ یہ وہی گولیاں ہوسکتی ہیں۔ میں اس میں سے ایک آزماؤں گا۔ پھر دیکھوں گا کہ یہ سرراہ کتنا بڑا چالاک ہے۔"

اسرائیلی فوج کے ایک افسر نے قریب آکر امریکی افسر کی کلائی پکڑ لی پھر کہا۔ "سوری! یہ صرف تمہیں نہیں' مجھے بھی آزمانا چاہیے۔"

بھارتی فوج کے افسر نے کہا "ہم تینوں اپنے اپنے ملک کے تمام نمائندوں کو یہاں سپروائز کرنے آئے ہیں۔ یہ ایسی چیز ہے کہ اس میں ہم تینوں کی حصہ داری ہوجائے ورنہ یہاں میرے ملک کی نمائندگی کرنے والے میرا محاسبہ کریں گے اور مجھ سے پوچھیں گے کہ اتنی اہم اور غیر معمولی گولیوں سے ہم کیوں محروم رہ گئے ہیں۔"

امریکی افسر نے غصے سے اسرائیلی افسر کو دیکھا۔ پھر سرد لہجے میں کہا "تم نے سب کے سامنے میری کلائی پکڑی ہے۔ فوراً کلائی چھوڑو اور سب کے سامنے اپنی اس احمقانہ جرأت پر معافی مانگو۔"

اسرائیلی افسر نے کلائی چھوڑ دی۔ پھر کہا "اگر یہ پیکٹ کھول کر بھارتی افسر کے مشورے کے مطابق تینوں کا حصہ برابر کردو گے تو یہی بہتر ہوگا۔ میں نے تمہاری کلائی دشمنی سے نہیں پکڑی۔ بلکہ اس بات سے روکا ہے کہ تم اسے تنہا آزماؤ۔ آزمانے کا حق ہم تینوں کو ہے۔"

ایک جاپانی افسر نے اپنی سیٹ پر سے اٹھ کر کہا "ابھی اس پیکٹ کو نہ کھولا جائے اور نہ ہی اس کے تین حصے کیے جائیں۔ یہاں چین اور فرانس کے اعلیٰ عہدیدار بھی موجود ہیں۔ ہم یہاں آپ تینوں کے سایہ بن کر غائب ہوجانے کا تماشا دیکھنے نہیں آئے ہیں۔"

ایک چینی افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "ہم یہاں ایم آئی ایم تنظیم کو دہشت گرد قرار دینے آئے ہیں' ایسا نہ ہو کہ ان گولیوں کو حاصل کرنے کا تنازعہ پیدا ہو اور ہم یہاں آپس میں دہشت گردی شروع کردیں اور دنیا والوں کے سامنے بات الٹی ہوجائے اور ایم آئی ایم کے علاوہ ہم بھی دہشت گرد کہلانے لگیں۔"

فرانس کے افسر نے بھی تائید کی "بے شک۔ یہاں تمام دنیا کے اخباری نمائندے موجود ہیں اور ہم سب کی تصاویر بھی اتاری جارہی ہیں۔ کل جو اخبارات شائع ہوں گے اس میں ہم مضحکہ خیز تماشا بن جائیں گے۔"

فرانس' چین اور جاپان کے افسران بھی اپنی سیٹیں چھوڑ کر اسٹیج کی طرف آنے لگے۔ اسٹیج کے زینے پر کھڑے ہوئے دو فوجی جوانوں نے انہیں روکا۔ ان میں سے ایک نے کہا "پلیز آپ حضرات اپنی سیٹوں پر آرام سے بیٹھیں۔ آپ سب ہمارے لیے

معزز ہیں۔"

ان تمام کے تیور بگڑنے والے تھے۔ ان سب کی باتوں کے دوران دیوی نے تمام خیال خوانی کرنے والوں سے سوچ کے لیے کہا "ان سب کے دماغوں پر غالب آجاؤ اور وہ پیکٹ اس رپورٹر لڑکی کو دے دو جس کی زبان سے میں اب تک بولتی آئی ہوں۔"

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امریکا' اسرائیل اور بھارت کے تمام پرانے اور نئے خیال خوانی کرنے والے غیر شعوری طور پر دیوی کے زیر اثر تھے۔ چند لمحوں کے بعد ہی امریکی افسر نے بے اختیار آگے بڑھ کر وہ پیکٹ رپورٹر کہلانے والی دیوی کے حوالے کردیا۔ پھر کہا "ہم سب کو دیوی جی کے مناسب فیصلے سے اتفاق کرنا ہوگا۔ فرمایئے دیوی جی! کیا میں درست کہہ رہا ہوں۔"

دیوی نے کہا "میں غیر جانبدار ہوں۔ ابھی میں اس پیکٹ کو نہیں کھولوں گی۔ یہ آپ لوگوں کی امانت بن کر اس رپورٹر لڑکی کے پاس رہے گا۔ اور یہ لڑکی آپ سب کی نگرانی میں رہے گی۔"

ایک نے پوچھا "ہم کب تک اس لڑکی کی نگرانی کرتے رہیں گے اور کب یہ پیکٹ کھولا جائے گا؟"

"یہ پیکٹ ابھی یہ لڑکی آپ کے سامنے کھول کر آپ سب کو برابر حصہ دے گی۔ لیکن اس سے پہلے سربراہ برادر کبیر سے معلوم کرنا ہوگا کہ ان گولیوں کے فارمولے کہاں ہیں۔"

اسرائیلی افسر نے کہا "واقعی ہم غیر معمولی گولیوں کو حاصل کرنے کی دھن میں فارمولے کو بھول گئے تھے۔ ہم برادر کبیر سے پوچھتے ہیں کہ وہ فارمولے کہاں ہیں؟"

پارس نے کہا "گولیاں تو گئی ہیں۔ انہیں آپس میں بانٹ لو گے۔ فارمولا ایک ہی ہے' اسے کیسے تقسیم کرو گے؟ اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کرانے کی ذمے داری جسے دی جائے گی' وہ کاپیاں کراتے وقت اس میں ضرور گھپلا کرے گا۔"

"ہم اپنے معاملات خود نمٹا لیں گے۔ تم وہ فارمولا ہمیں دو۔"

"جیسا تم لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ چیونگم کا پیکٹ نہیں ہے۔ اس پیکٹ میں غیر معمولی گولیاں ہیں۔ تو پھر یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ وہ پیکٹ کسی دکان سے نہیں خریدا گیا ہے۔ میں نے اس میں گولیاں رکھ کر وہ پیکٹ بنایا ہے۔ لیکن اس پیکٹ میں صرف چار گولیاں ہیں۔ جب کہ انہیں طلب کرنے والے ابھی تک سات ممالک سامنے آئے ہیں۔ کچھ اور ممالک کے اکابرین بھی ہیں انہیں بھی یہ گولیاں نہ دینا گویا ان سے ناانصافی ہوگی۔"

ایک فوجی افسر نے ڈانٹ کر کہا "ہمیں آپس میں لڑانے کی باتیں نہ کرو۔ وہ فارمولا ہمیں دو۔"

پارس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "ہرگز نہیں۔ برابر تولنا۔ برابر تقسیم کرنا اور صحیح انصاف کرنا لازمی ہے۔ جب ان گولیوں کو برابر تقسیم کرسکو گے تو پھر وہ فارمولا بھی تم لوگوں کے حوالے کردوں گا۔"

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ یہ نہ سمجھو کہ فارمولا حاصل کرنے کی خاطر ہم تمہیں زندہ چھوڑ دیں گے۔ ہمیں وہ نہیں ملا تو تم بھی زندہ نہیں رہو گے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں اور ہر طرح کی ضمانت دیتے ہیں کہ فارمولا لے کر تمہیں رہا کردیں گے۔"

ایک امریکی عہدیدار نے کہا "ہم ساری دنیا کے سامنے تمہاری زندگی کی ضمانت دیں گے۔ اگر ہمیں پہلے معلوم ہوتا کہ تم بدستور سایہ نہیں رہو گے اور اچانک جسمانی طور پر نمودار ہو جاؤ گے تو ہم سیٹلائٹ کے ذریعے پوری دنیا کے ٹی وی اسکرین پر تمہیں پیش کرتے اور باقاعدہ تمہاری زندگی اور سلامتی کا وعدہ کرتے۔ اس کے بعد جھوٹ اور فریب کی کوئی گنجائش نہ رہتی۔"

ایک اسرائیلی افسر نے کہا "ایسا اب بھی ہو سکتا ہے۔ تم اپنے خیال خوانی کرنے والوں سے کہو کہ کسی مجاہد کے ہاتھوں وہ فارمولا یہاں پہنچا دیں۔ ہم اپنے خیال خوانی کرنے والوں سے کہتے ہیں۔ وہ آدھے گھنٹے کے اندر اس اجلاس میں ہم سب کو عالمی نشریات کے چینل سے نشر کرنے لگیں گے۔"

پارس نے کہا "ہماری تنظیم اپنے دینی حقوق کے لیے جہاد کرتی آرہی ہے۔ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے اور نہ ہی تمہارے پاس ہمارے کسی جرم کا ثبوت ہے۔ اس کے برعکس تم لوگوں نے ایم آئی ایم کو دہشت گرد کہنے اور بدنام کرنے کی جتنی عملی کوششیں کی ہیں ان کو جھٹلانے کے لیے ہمارے پاس ویڈیو کیسٹ اور اہم دستاویزات ہیں۔ ابھی تم عالمی نشریات کے ذریعے مجھے دنیا والوں کے سامنے پیش کرنا چاہو گے تو تمہارے خلاف وہ تمام ثبوت ہم پیش کریں گے۔"

بھارتی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "سنا ہے' ہماری "را" تنظیم کے خلاف بھی تمہارے پاس کچھ ثبوت موجود ہیں۔ ہم تمہیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں اور تم ہمیں ساری دنیا میں بدنام کرنے کی دھمکیاں دے رہے ہو۔ کیا مرنے کے ہی ارادے سے آئے ہو؟"

پارس نے کہا "بھارت مہاراج بھی خوب بولتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ ہمارے دین میں کسی نیک مقصد کے بغیر مرنے کا ارادہ کیا جائے تو اسے خودکشی کہتے ہیں۔ تمہارے دیس کی وہ دیوی میرے بارے میں پیش گوئی نہ کرسکی۔ لیکن میں کرتا ہوں کہ جینے کے ارادے سے آیا ہوں اور یہاں سے زندہ ہی جاؤں گا۔"

"یعنی تم نے اعتراف کرلیا کہ یہاں تمہیں بچانے والے مجاہدین موجود ہیں۔"

"پھر غلط سمجھ رہے ہو۔ کوئی کسی کو نہیں بچاتا۔ انسان اپنے مقدر کی زندگی لے کر آتا ہے اور مقدر کی موت مرتا ہے۔ اس لیے اب بھی یہی کہتا ہوں کہ میرا کوئی مجاہد موجود نہیں ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا بچانے والا ان لمحات میں اس زمین پر موجود ہے۔ اوپر صرف اللہ ہے۔ جب میں یہاں سے جاؤں گا تو تم سب اللہ اللہ کرو

گے۔"

ان سب کو تھوڑی دیر کے لیے چپ سی لگ گئی۔ وہ سوچنے لگے کہ اس برادر کبیر نے ایسی کیا تدبیر کی ہے کہ وہاں سے زندہ جانے کا دعویٰ بڑے اعتماد سے کررہا ہے۔ ایک سیکورٹی افسر نے کہا "ہم نے پچھلی بار ایک ریموٹ کنٹرولر ہاتھ میں لے کر ہم سب کو واقعی مشکل میں ڈال دیا تھا۔ اب وہ ریموٹ کنٹرول سے بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ ہم نے اس عمارت کے ہر حصے میں آلات لگا رکھے ہیں۔ یہاں کوئی بھی دھماکا خیز مادہ ہوگا تو ہمیں از خود اطلاع مل جائے گی اور ہمارے بے شمار خیال خوانی کرنے والے ہر ایک کے دماغ میں جھانکتے پھر رہے ہیں۔ کوئی دشمنی کے خیال سے یہاں آیا ہوگا تو ہم سے چھپ کر نہیں رہ سکے گا۔"

"یہاں کے تمام بڑوں نے تمہیں سیکورٹی افسر بنا کر بڑی غلطی کی ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی کے بارے میں اتنا نہیں جانتا کہ تم سب کے خیال خوانی کرنے والوں کی طرح میرے بھی خیال خوانی کرنے والے تم سب کے اندر خاموشی سے خیالات پڑھ رہے ہیں۔ اس سیکورٹی افسر کے پاس ایسا کون سا ڈیوائس یا آلہ ہے جو میرے ایک بھی خیال خوانی کرنے والے کی نشاندہی کرسکے گا۔"

ایک امریکی فوجی افسر نے کہا "ہوں۔ وہ صرف ہم بڑے فوجی افسران اور عہدیداران کے اندر صرف اس لیے خاموش ہیں کہ ہم تمہیں گولی مارنے کا حکم دینا چاہیں تو وہ ہمارے دماغوں پر غالب آکر ہمارا حکم بدل دیں گے۔"

پارس نے کہا "بالکل نہیں۔ تمہارے خیال خوانی کرنے والے غیر معمولی سماعت و بصارت رکھتے ہیں اور جسمانی اور دماغی طور پر فولاد کی طرح اتنے مضبوط ہیں کہ وہ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں تو تم پر غالب نہیں آنے دیں گے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس معاملے میں ہم تم سے ذرا کمزور ہیں۔"

اس بات پر وہ سب قائل ہوگئے۔ یہ بالکل درست تھا کہ امریکا' اسرائیل اور بھارت کے پاس غیر معمولی روبوٹ قسم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ بھارت کے فوجی افسر نے کہا "ہم تمہارا نام نہیں جانتے۔ اس لیے میں تمہیں مخاطب کرنے کے لیے دیوی کی طرح برادر کبیر....."

پارس نے بات کاٹتے ہوئے کہا "برادر کے معنی بھائی کے ہوتے ہیں۔ میں تمہارا بھائی نہیں ہو سکتا کیونکہ تم لوگ ساری دنیا کے سامنے ہندو مسلم بھائی بھائی کے نعرے لگاتے ہو اور اپنے دیس میں کشمیر میں اور اپنے ان مسلمان بھائیوں کے خون سے ہولی کھیلتے ہو۔ تم مجھے صرف کبیر کہہ سکتے ہو۔"

بھارتی افسر نے کہا "یہاں مجھ سے کشمیر کی بات نہ کرو۔ اور خواہ مخواہ ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔ آخری فیصلہ کرو' وہ فارمولا اور باقی گولیاں ابھی ہمارے حوالے کرو گے یا نہیں؟"

پارس نے پوچھا "یہاں کشمیر کی بات کیوں نہ کروں؟ تمہاری گھر والی کا نام کشمیر کماری ہوتا تو میں مان لیتا۔ مگر وہ تو جاں نثار مسلمانوں کا علاقہ ہے جسے وہ دنیا کے نقشے پر پاکستان کا حصہ بنا کر رہیں گے۔"

"تم کسی مقصد کے لیے ہمیں باتوں میں الجھا کر شاید اتنا وقت حاصل کررہے ہو کہ یہاں مجاہدین کی فوج آجائے۔ ہم کبھی مان نہیں سکتے کہ ان کا سربراہ حراست میں ہو اور موت کے منہ میں جاسکتا ہو' یہ جان کر بھی وہ تماشائی بنے رہیں گے۔ ہرگز نہیں۔ تم ان کی پوری فوج بلا لو یا کوئی بھی چال چلو۔ جب ہمیں یقین ہو جائے گا کہ تم ہاتھ سے نکل رہے ہو تو کہیں سے تم پر ایک فائر ہوگا۔"

بھارتی افسر نے کہا "دیوی نے پیش گوئی نہیں کی۔ مگر یہ بڑے اعتماد سے صحیح سلامت جانے کی بات کررہا ہے۔ ضرور کوئی ایسی بات ہے جو ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لو۔ اس کی آستینوں کے دہرے کف اور کالروں کو اچھی طرح چیک کرو۔ شاید ایسی ہی کسی جگہ اس نے ایک گولی چھپائی ہو اور ہمیں باتوں میں لگا کر اسے نگل کر پھر سایہ بن جانا چاہتا ہو۔"

اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ لیا گیا۔ دوبارہ اچھی طرح اس کی تلاشی لی گئی۔ دشمنوں کے غیر معمولی خیال خوانی کرنے والے بھی اس کے دماغ میں آتے رہے اور تسلیم کرتے رہے کہ دیوی کے بیان کے مطابق اس کا دماغ ایک عجوبہ ہے۔ وہ انسانی فطرت کے مطابق سوچتا ہوا سا لگتا تھا۔ لیکن خیالات پڑھے نہیں جارہے تھے۔ اس کی سوچ میں الٹی ویڈیو فلم کی طرح چلتی ہوئی سی لگ رہی تھیں۔ ایک امریکی عہدیدار نے کہا "ہمیں اب وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ میں ابھی ایک ہیلی کاپٹر منگوا رہا ہوں۔ وہ ہیلی کاپٹر اس عمارت کی چھت پر اترے گا۔ برادر کبیر کو اندر ہی اندر اوپر لے جاکر ہم باہر کسی ناگہانی حملے سے محفوظ رہیں گے۔"

اسرائیلی افسر نے کہا "یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ مگر اسے ہیلی کاپٹر میں کہاں لے جائیں گے۔"

امریکی عہدیدار نے کہا "یہاں سے یونان قریب ہے۔ وہاں ہمارا خصوصی طیارہ موجود رہے گا۔ ہم اسے وہاں سے طیارے میں واشنگٹن لے جائیں گے۔"

اسرائیلی فوج کے افسر نے کہا "امریکا بہت دور ہے اور آپ کے واشنگٹن کے مقابلے میں تل ابیب نزدیک ہے۔ آپ اسے ہمارے ملک میں لے چلیں۔"

بھارت کے فوجی افسر نے کہا "امریکا کے مقابلے میں ہندوستان قریب ہے۔ میزبانی ہم کریں گے۔ اسے دہلی پہنچایا جائے۔"

امریکی نے کہا "تم ہندوستانیوں کو انگلی پکڑنے کا سہارا دو تو سر پر چڑھ جاتے ہو۔ جب ہم امریکی اور اسرائیل کے نمائندے بولا کریں تو تم اپنی [illegible] مطابق ذرا کم بولا کرو۔"

بھارتی افسر نے کہا "اوقات کو ذرائع اور طاقت سے سمجھا جاتا ہے۔ اس اجلاس میں کوئی طاقت ایٹم بم کا مظاہرہ نہیں کرے گی۔ یہاں تو ٹیلی پیتھی کی قوت کام آئے گی اور سوئت ہمارے روبوٹ قسم کے غیر معمولی خیال خوانی کرنے والے تمہارے ملکوں کے خیال خوانی کرنے والوں سے زیادہ ہیں۔ تم ہیلی کاپٹر اور طیارہ منگواؤ۔ پھر دیکھو ہمارے ٹیلی پیتھی کے تمام ہیرو اس سربراہ کو تمہارے ہی طیارے میں دہلی پہنچا کر دکھائیں گے اور تم سب کے خیال خوانی کرنے والے بے بسی ظاہر کرتے رہ جائیں گے۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "ایسے ہی وقت پر کہتے ہیں' ایک انار سو بیمار' ویسے میں یقین سے کہتا ہوں کہ ابھی بھارت کا پلڑا بھاری ہے کیونکہ دیوی ہندوستانی ہے اور وہ بھی اپنے دیس والوں کا ساتھ دے گی۔"

دیوی نے کہا "اے تم چپ رہو۔ خواہ مخواہ اپنی باتوں سے ان کو آپس میں لڑانا چاہتے ہو۔"

"میں کیسے خاموش رہوں۔ ان سب کی حماقت پر ہنسی آتی ہے کہ ان سب بڑے ممالک نے اور خصوصاً امریکا اور اسرائیل نے اتنی اہم اور غیر معمولی گولیوں کا پیکٹ دیوی کے کہنے پر اس ہندوستانی رپورٹر لڑکی کو دے دیا۔ آدھا فیصلہ تو ہو ہی چکا ہے کہ یہ تمام گولیاں ہندوستان جانے والی ہیں۔"

امریکی اور اسرائیلی فوجی افسران' عہدیداران اور ان کے نمائندے چونک کر مائیک کے پاس کھڑی ہوئی دیوی کو دیکھنے لگے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سمجھا رہی تھی کہ وہ اپنے دیس کے فوجی افسران کو سمجھائیں کہ یہ سربراہ قیدی اور یہ گولیاں کسی غیر جانبدار ملک میں لے جائی جائیں گی۔

بھارت کے وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے اجے کمار' وجے کمار' راجیش اور رگھوناتھ دیوی کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اپنے دیس کے چند بڑوں کے دماغوں پر حاوی ہو گئے۔ ان بڑوں میں سے ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "ہم اس معاملے کو متنازعہ نہیں بنائیں گے اور ان غیر معمولی گولیوں اور فارمولوں کے سلسلے میں امریکا اور اسرائیل پر بھی بھروسا نہیں کریں گے۔ لہٰذا اس سربراہ قیدی کو کسی غیر جانبدار ملک میں لے جایا جائے گا اور یہ ایسی معقول بات ہے کہ تمام ممالک اسے تسلیم کریں گے۔"

سب نے تائید میں کہا کہ برادر کبیر کو کسی غیر جانبدار ملک میں پہنچایا جائے گا۔ پارس چاہتا تھا کہ وہ دیوی کا یہ جید کھول دے کہ اس نے صرف اپنے بھارت دیس کی بھلائی کے لیے دوسرے تمام ممالک کو بھی اپنے سحر میں جکڑ رکھا ہے۔ پھر وہ عجیب و غریب گولیاں ایسی تھیں کہ پھر شاید کبھی نہ ملتیں۔ وہ ان گولیوں کو یقیناً اپنے ہی پاس رکھنا چاہتی ہوگی۔ اس کے لیے وہ بڑی ذہانت سے کام لے کر فی الحال اپنی ساکھ قائم رکھ رہی تھی۔ پارس نے کہا "میں دیوی کی حاضر دماغی کو مان گیا۔" اس نے چند ہی منٹوں میں یہ منوا لیا کہ وہ صرف بھارت کے نہیں امریکا اور اسرائیل کے ساتھ بھی انصاف کر رہی ہے۔"

اسرائیلی افسر نے کہا "بیوٹ اپ زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ یہ نہایت دانشمندانہ فیصلہ ہے کہ گولیوں کو تمہارے ساتھ کسی غیر جانبدار ملک میں لے جایا جائے۔ اب ہمیں پہلے یہاں کی چھت پر ہیلی کاپٹر منگوانا چاہیے۔"

پارس نے کہا "ارے نہیں۔ کیوں اس مہنگائی کے دور میں ہیلی کاپٹر اور طیارے کا ایندھن خرچ کرو گے۔ مجھے اس غیر جانبدار ملک کا نام بتاؤ۔ میں جیسے یہاں تنہا آیا ہوں' ویسے ہی تنہا اس ملک میں پہنچ جاؤں گا۔ ذرا جلدی سوچ کر اس غیر جانبدار ملک کا نام بتاؤ۔ میں جا رہا ہوں۔ میں جا رہا ہوں۔ میں جا....."

وہ جانے کی بات کر رہا تھا اور جا رہا تھا۔ سب اپنی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ چشم زدن میں اس کا گوشت پوست کا جسم ٹرانسپیرنٹ ہو گیا تھا جیسے شیشے کا بدن ہو۔ پھر دوسرے ہی لمحے وہ شیشہ بدن بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے دونوں بازو پکڑنے والے فوجیوں کی مٹھیاں بند ہو گئیں۔ جن مٹھیوں میں بازو تھے وہ سائے میں تبدیل ہو گئے تھے۔

بڑے ممالک سے آئے ہوئے اکابرین حیرانی سے اٹھ کر ایسے کھڑے ہو گئے تھے جیسے پارس پہلے کھڑا ہوا ہو اور اب بیٹھ گیا ہو اس لیے اپنی سیٹوں پر سے نظر نہ آ رہا ہو۔ ویسے سایہ نظر آ رہا تھا۔ ایک فوجی افسر نے سائے کے منہ پر گھونسا مارا۔ مگر وہ گھونسا سائے کے خلا سے گزرتا ہوا پاس کھڑے ہوئے فوجی جوان کو لگا۔ اس طرح اجلاس کے تمام حاضرین کو یقین ہو گیا کہ سانپ گزر گیا ہے۔ اب وہ صرف لاٹھی زمین پر یا دیواروں پر مار سکتے ہیں۔ وہ سانپ پھر بھی زندہ رہے گا۔

تمام ہال میں ایک منٹ تک گہری خاموشی رہی۔ اس نے کہا تھا کہ زندہ وہاں سے جائے گا اور وہ جانے والا تھا۔ اب اسے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔ وہ سایہ مائیک کے قریب آ کر بولا "پہلے تو میں تم سب کی یہ حیرانی دور کر دوں کہ میں ہاتھ ہلائے بغیر اور کسی گولی کے بغیر پھر سایہ کیسے بن گیا۔ بات یہ ہے کہ جب جوڈی نارمن سے بھی گولیاں اور فارمولے حاصل ہو گئے تو انہیں پڑھ کر معلوم ہوا کہ کتنی خوراک کھانے سے آدمی کتنے گھنٹے' کتنے دن' کتنے ہفتے اور مہینے تک سایہ بن کر رہ سکتا ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد میں نے ایک گولی کے آٹھ چھوٹے چھوٹے بالکل ننھے سے ٹکڑے کیے۔ یہ ٹکڑے مسور کی دال کے دانے کے برابر ہو گئے۔"

تمام حاضرین توجہ سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "میں نے تمام مجاہدین اور خیال خوانی کرنے والوں کو تائید کی تھی کہ کبھی اجلاس میں مجھ پر برا وقت آئے تو کوئی میری مدد کو نہ آئے اور دور سے تماشا دیکھے پھر مجھے اس ہندوستانی رپورٹر لڑکی کا بدن اچھا لگا۔ میں نے اس کے بدن میں سمانے سے پہلے ایک ننھی

گولی کو نکال کر اپنی داڑھ کے نیچے دبا لیا۔ اس گولی کے بارے میں وضاحت ہو جائے کہ اسے صرف منہ کے اندر کہیں دبائے رکھنے سے کوئی اثر نہیں ہوتا۔ سایہ بننے کے لیے اسے نگلنا ضروری ہے۔"

وہاں جتنے اخباری رپورٹر تھے وہ اس کی باتوں کو لکھتے جا رہے تھے اور پریس فوٹو گرافرز اس سائے کی تصویریں اتار رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "میرے جسم کے اور لباس کے ایک ایک حصے کی گولیاں بنا لی گئیں۔ مجھ سے کہا جاتا تو میں اپنا منہ کھول کر بھی دکھا سکتا تھا۔ تب بھی وہ دال کے برابر دانہ جو داڑھ میں دبا ہوا تھا' دکھائی نہ دیتا۔ اسی دانے کو ابھی میں نے نگل لیا ہے۔"

اب وہ ہوا کی طرح سائے کو بھی مٹھی میں پکڑ نہیں سکتے تھے۔ دیوی نے اپنی مٹھی میں اس پیکٹ کو دیکھا پھر پوچھا "کیا واقعی اس پیکٹ میں چار گولیاں ہیں؟"

"ہاں کھول کر دیکھ لو۔ پوری چار گولیاں ہیں۔ مگر قبض کشا گولی' جو کھائے گا صبح سے شام تک ٹائلٹ میں بیٹھا رہے گا۔"

"جب سے میں تمہارے دماغ میں آنے لگی ہوں تب سے پتہ چل رہی ہوں کہ تم پکے بدمعاش اور چالباز ہو۔ مجھے ایک بار اپنا اصلی نام' اپنی پیدائش کی تاریخ اور وقت بتا دو۔ پھر میں تمہاری جنم کنڈلی بنا کر تمہارا سارا کچا چٹھا معلوم کر لوں گی۔"

"تم کسی کی زندگی کا حال معلوم کرنے کے لیے جنم کنڈلی یعنی ہوروسکوپ وغیرہ بنانے کی محنت کرتی ہو۔ پھر کیا کمال کرتی ہو؟ لاہور کے انارکلی گیٹ اور اردو بازار کے درمیان جو فٹ پاتھ ہے اس پر کئی طوطے والے بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کے طوطے مقدر کے لفافوں پر ٹھونگے مارتے ہوئے فوراً اپنے مالک کے گاہک کی قسمت کا لفافہ نکال کر اس کی مختلف لائف ہسٹری پڑھوا دیتے ہیں۔ تم تو ان طوطوں سے بھی گئی گزری ہو۔"

وہ چیونگم کے پیکٹ کو غصے سے فرش پر پھینکتی ہوئی بولی "بیوٹ اپ سہ میں تمہیں دیکھ لوں گی کہ کتنے بڑے چالباز ہو۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ تمہیں بے نقاب کر کے رہوں گی۔"

پارس نے جھک کر فرش پر سے وہ پیکٹ اٹھایا۔ پھر اسے اپنی جیب میں رکھا۔ یعنی سائے کے اندر وہ پیکٹ جا کر تمام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ مائیک کے پاس آ کر بولا "آپ حضرات یہ نہ سمجھیں کہ مجھے قبض کی شکایت ہے اور میں نے ٹائلٹ جانے کے لیے اس پیکٹ کو رکھ لیا ہے۔ اس میں وہی سایہ بنانے والی اصلی گولیاں ہیں۔ میں نے اسے واپس حاصل کرنے کے لیے دیوی جی کو طیش دلایا تھا۔"

امریکا' اسرائیلی اور بھارتی افسران غصے میں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ دیوی بننے والی رپورٹر لڑکی سے کہنے لگے "بیوقوف کی بچی! یہ تم نے کیا کر دیا۔ اس مکار کی باتوں میں آ کر انہیں قبض کشا گولیاں کھا کر پیکنگ دیدی۔ تم نے کس کی اجازت سے انہیں چھیڑا تھا؟ تم نے ہمیں کتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے۔"

جس افسر نے اسے بیوقوف کی بچی کہا تھا' اس کے دماغ میں اس نے زلزلہ پیدا کیا۔ وہ فلک شگاف چیخیں مارتا ہوا فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ دیوی نے کہا "کسی نے میری شان میں کبھی گستاخی نہیں کی۔ اس نے مجھے بیوقوف کی بچی کہا ہے۔ اس لیے میں اسے سزائے موت سناتی ہوں۔"

اس نے دماغ کو ایسی اذیت پہنچائی تھی کہ وہ بڑی دیر تک تکلیف کی شدت سے تڑپتا رہا۔ پھر تکلیف میں کمی محسوس ہوئی تو وہ لرزتا ہوا فرش پر سے اٹھا۔ اس نے اپنے لباس سے ایک ریوالور نکالا۔ پھر کمزور سی لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں نے دیوی جی کی شان میں گستاخی کر کے ناقابل معافی جرم کیا ہے۔ مجھے دیوی کی دی ہوئی سزائے موت منظور ہے۔"

پھر اس سے پہلے کہ ایک قریبی افسر آگے بڑھ کر اسے روکتا اس نے خود کو گولی مار لی۔ یہ ایسا لرزہ خیز واقعہ تھا جسے آنکھوں سے دیکھ کر سب ہی یہ سوچ رہے تھے کہ دیوی جسے چاہے' اسے وہاں سزا دے سکتی ہے۔ جن ملکوں کے پاس فولادی دماغ کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے' وہ اپنے اپنے ملک کے اکابرین سے کہہ رہے تھے کہ دیوی بہت طاقتور ہے۔ وہ کوئی جوابی کارروائی نہیں کر سکیں گے۔

دیوی نے کہا "مجھ سے گفتگو کرتے وقت میری حیثیت اور اپنی اوقات کو یاد رکھا کرو۔ یہ جو مکار سربراہ ہے اسے مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ میں نے جو گولیاں پھینکیں' وہ اصلی نہیں تھیں۔ ایسا چالباز اتنا بیوقوف نہیں ہو سکتا کہ ہم اس سے دشمنی کریں اور یہ دوست بن کر ہمیں اصلی گولیاں دے دے۔"

پارس کے سائے کے اندر سے پھر وہ پیکٹ نکلا۔ سایہ اپنی جگہ سایہ ہی تھا۔ صرف وہ پیکٹ نمایاں ہو گیا تھا۔ اس نے پیکٹ کو فرش پر پھینکتے ہوئے کہا "دیوی درست کہہ رہی ہے۔ یہ اصلی گولیاں نہیں ہیں۔ میں نے اسے اٹھا کر پھر اپنے اندر چھپا کر یہ جھانسا دیا تھا کہ تم لوگ اصلی گولیوں سے محروم ہو گئے ہو۔ یہ سنتے ہی بے چارہ ایک تو مارا گیا۔ ویسے جب سے آیا ہوں تم لوگوں کے لڑنے اور پھر مل بیٹھنے کا تماشا دیکھ رہا ہوں۔"

پھر اس نے ایک ذرا توقف سے کہا "اور صرف میں نہیں' دنیا کے تمام مشہور اخباروں اور رسالوں کے صحافی وغیرہ بھی دیکھ رہے ہیں۔ یہ ہمیں دہشت گرد کہتے ہیں۔ اب یہ لوگ اپنی زبانوں سے سچائی بیان کریں گے کہ وہ اسرائیلی میجر کیسے مارا گیا اور اردن کے چند معزز کملانے والے اکابرین اپنا ملک چھوڑ کر کیوں بھاگ گئے۔ ابھی دیوی نے ایک کو موت کی سزا دی کیونکہ وہ اپنی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتی ہے۔ اسی طرح دہشت گردی کا الزام ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے۔ اگر یہاں موجود مختلف ممالک کے اکابرین اپنے ایک ساتھی کی طرح خود کشی نہیں کرنا

چاہتے ہیں تو سچ بیانی سے کام لیں۔ ورنہ میں تو سایہ ہوں۔ تم لوگوں کے سائے زمین میں دفن ہونے کے بعد میری طرح نظر نہیں آئیں گے۔"

مختلف ممالک کے اکابرین نے اقرار کیا کہ اسرائیلی میجر اردن کے دورے پر آنے والا تھا اور وہاں کے معزز کہلانے والے اکابرین اس یہودی میجر کو خوش کرنے کے لیے مسلمان لڑکیاں پیش کرنے والے تھے۔ اس سے پہلے ایم آئی ایم کے سربراہ نے وارننگ دی تھی کہ ان میں سے کوئی دین اسلام کے خلاف کوئی عمل نہیں کرے گا تو ایم آئی ایم کا سربراہ بھی ان کے سیاسی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔ لیکن انہوں نے برادر کبیر کی وارننگ کو اہمیت نہیں دی جس کے نتیجے میں میجر مارا گیا۔ اور جو معززین مسلمان لڑکیوں کی دلالی کرنے والے تھے انہیں جلاوطنی کا حکم سنا دیا گیا۔ آئندہ ایسا ہوگا تو نتائج بھی ایسے ہوں گے۔

ان اکابرین کے بیان کے دوران دیوی سوچ رہی تھی کہ وہ رپورٹر لڑکی کے جسم میں آئی ہے۔ اس کے اندر برادر کبیر کا سایہ چلا آیا ہے۔ اب اس اجلاس سے واپسی میں کیا ہوگا؟

کیا وہ سایہ پھر اس کے اندر رہ کر اجلاس ہال سے باہر جائے گا؟ اور کیا باہر جا کر اس کے ساتھ رہے گا؟

وہ پریشان ہونے لگی۔ سوچنے لگی۔ آخر وہ کب تک اس کے اندر رہے گا؟ ایسا نہ ہو کہ اس کی کسی چھوٹی سی غلطی سے اس کی اصلیت معلوم ہو جائے۔ وہ ایسا مکار تھا کہ ذرا سے اشارے پر کسی بھی معاملے کی گہرائی تک پہنچ جاتا تھا۔

جب تمام اکابرین کے بیانات ختم ہو گئے تو وہ بولی "میں اب تک اس رپورٹر لڑکی کی زبان سے بول رہی تھی۔ اب اس اجلاس کی ناکامی سے مایوس ہو کر اس لڑکی کے دماغ سے اور اس اجلاس ہال سے جا رہی ہوں۔"

ایک اخباری رپورٹر نے پوچھا "دیوی جی! آپ جانے سے پہلے بتا دیں کہ آپ ایم آئی ایم کی تنظیم کو دہشت گرد سمجھتی ہیں یا نہیں؟ اور آپ یہاں کس ملک کی نمائندگی کرتی رہی ہیں؟"

وہ بولی "جب امریکا، اسرائیل اور اردن کے اکابرین نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ چند مسلمان معززین کو ملک بدر کیوں ہونا پڑا اور اسرائیلی میجر کو بھی موت کی سزا کیوں دی گئی ہے تو یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ ان ممالک نے مسلمانوں کے مذہب اور اخلاقی تقاضوں کے خلاف کام کیا تھا۔ اس لیے ایم آئی ایم کے سربراہ نے انتقامی کارروائی کی۔ لیکن دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو سربراہ برادر کبیر اسرائیلی میجر کے کیس کو عالمی عدالت میں پیش کر سکتا تھا۔ کسی بھی تنظیم کے سربراہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ایک نامور میجر کو سزائے موت دے۔"

پارس نے کہا "یہی سوال میں دیوی سے کرتا ہوں کہ ابھی اس نے آپ سب کے سامنے ایک اعلیٰ افسر کو سزائے موت کیوں دی؟

اس نے صرف گستاخی کی تھی۔ یا بیوقوف کی بچی کہا اور یہ میں کہہ رہا ہوں تو اسے بھی یہ معاملہ عالمی عدالت میں لے جانا چاہیے تھا۔ کیا اس اعلیٰ افسر کی طرح یہ بیوقوف کی بچی میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر سکتی ہے؟ کیا مجھے بھی اس افسر کی طرح خود کو موت کی سزا پر عمل کرنے کے لیے مجبور کر سکتی ہے؟"

وہ بولی "میں تمہاری طرح کسی تنظیم کی سربراہ نہیں ہوں۔ نہ کسی خاص ملک کی نمائندہ ہوں۔ میں امریکا، اسرائیل اور بھارت کی حمایت میں بولنے آئی تھی۔ اب جا رہی ہوں۔"

پارس نے کہا "جا رہی ہو۔ یا بھاگ رہی ہو۔ میرے کسی خیال خوانی کرنے والے نے اس اجلاس میں کسی پر زیادتی نہیں کی۔ اور تم نے ایک نہیں، تین ممالک کی نمائندگی کر کے یہاں قتل کیا اور دہشت گردی کی مثال پیش کی ہے۔"

"مجھے بھاگنے کا طعنہ نہ دو۔ تم مرد ہو کر، سایہ بن کر بھاگ رہے ہو۔"

"میرے بھاگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں تو سایہ بن کر آیا تھا سایہ بن کر جا رہا ہوں۔ پھر یہ کہ میں دشمنوں کے درمیان ہوں اور تم دوستوں کے درمیان ہو۔ تمہیں بھاگنا نہیں چاہیے اور مجھے حکمت عملی کے ذریعے دشمنوں کے شکنجے سے نکلنا چاہیے۔ ایسی دانائی کا تقاضا ہے، جو تمہارے پاس نہیں ہے۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پارس نے کہا "تم اپنے دوستوں اور حمایت کرنے والوں کے ساتھ ہو۔ پھر یہاں سے جلد میں تیزی کیوں دکھا رہی ہو۔ یہ اجلاس ہمیں دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے منعقد کیا گیا ہے۔ لہٰذا اجلاس میں شریک ہونے والے دانشوروں اور بڑے ممالک کے بڑوں کے فیصلے تو سن جاؤ۔"

وہ کیا سنتی؟ اس کی اپنی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ ظاہر کر رہی تھی کہ مائیک کے پاس جو رپورٹر لڑکی کھڑی ہوئی ہے اس کے اندر نہیں ہے۔ وہ نوجوان لڑکی دونوں ہاتھوں سے سر تھامے اجلاس میں بیٹھے ہوئے افراد کو کبھی ادھر کبھی ادھر دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں اور چہرے سے حیرانی اور پریشانی عیاں تھی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "یہ..... یہ مجھے کیا ہو رہا تھا؟ میں بول رہی تھی۔ بہت زیادہ بول رہی تھی۔ آپ لوگوں نے سنا ہوگا۔ کیونکہ میں مائیک کے پاس ہی کھڑی ہوئی ہوں۔ مگر میں ایسی باتیں کیوں کہہ رہی تھی، جو کہنا نہیں چاہتی تھی۔ اور میں رپورٹنگ کے لیے جو سوالات ایم آئی ایم کے اس سربراہ سے کرنا....."

وہ بولتے بولتے ایک دم سے سائے کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ پھر کے بعد کہنے لگی "ہاں یاد آ رہا ہے۔ میری آنکھیں دیکھ رہی تھیں یہ دوبارہ سایہ بن گیا ہے۔ لیکن یہ سب خواب لگ رہا تھا۔ میں دیکھ رہی تھی، سن رہی تھی لیکن اپنی مرضی سے کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔ میری زبان سے بے اختیار ایسے الفاظ نکل رہے تھے۔ ایسی باتیں کر رہی تھی جیسے میں ایک دیوی ہوں۔ ایسی دیوی کی مرضی سے یہ دنیا قائم ہو اور مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میں جو چاہوں کر سکتی ہوں۔ ایک عورت ہو کر بڑے سے بڑے شہ زور مرد کو..."

وہ کہتے کہتے پھر رک گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر چیخ مار کر بولی "میں نے ایک شخص کو سزائے موت دی تھی اور وہ سچ مچ مر گیا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ایسی درندگی دیکھی ہے۔ یہاں کی زبان کے ہلنے سے ایک شخص....."

وہ بات پوری کرنے سے پہلے فرش پر دو زانو ہو گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ بلاشبہ وہ ایسی کامیاب اداکاری کر رہی تھی کہ کسی نے اسے دیوی مان ہی نہیں سکتا تھا۔ سب ہی کو یقین ہو گیا تھا کہ خیال خوانی کرنے والی دیوی اس کے اندر آ کر اب تک زبان سے بول رہی تھی۔ دنیا کے مختلف ممالک سے کتنی ہی رپورٹنگ کرنے والی، فیچر وغیرہ لکھنے والی عورتیں آئی ہوئی تھیں۔ ان میں سے دو عورتوں نے آ کر اسے تھپک کر تسلیاں دیں "ہمیں پتا ہے۔ دیوی کی خیال خوانی کے ذریعے تمہیں آلہ کار بنایا تھا۔ وہ تمہاری زبان سے بول رہی تھی۔"

دوسری خاتون رپورٹر نے کہا "دیوی تمہیں اطلاع دے کر ایسا کرتی تو تم اس طرح ذہنی پریشانی اور حیرانی میں مبتلا نہ ہوتیں۔ ویسے اطمینان کی بات ہے کہ تم نارمل ہو۔ اور بہت سی باتوں کو سمجھ رہی ہو۔ کوئی کمزور ذہن کی عورت ہوتی تو دیوی کے ایسے عمل سے پاگل بھی ہو سکتی تھی۔"

وہ دیوی تھی، پاگل کیا ہوتی۔ سب کو فریب دے رہی تھی۔ دونوں رپورٹر خواتین نے اسے سہارا دے کر فرش سے اٹھایا۔ وہ مائیک کے پاس آ کر بولی "ہاں یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں نارمل ہوں اور آج میں نے ایک عجیب و غریب تجربہ کیا ہے۔ کل اپنے اخبار میں جو کچھ میں لکھوں گی، وہ دنیا کے تمام اخبارات کے رپورٹرز کی تحریر سے مختلف ہوگا۔ اور یہ دلچسپ خبر ہوگی کہ وہ رپورٹر میں ہی ہوں جس کی زبان سے دیوی بول رہی تھی۔ آج کا اجلاس جتنا اہم ہے اتنی ہی میں بھی اہم ہو گئی ہوں۔"

امریکا کا ایک اعلیٰ عہدیدار اس اجلاس کی صدارت کر رہا تھا۔ وہ اسٹیج کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سامنے رکھے مائیک کی طرف جھکتے ہوئے کہا "آج تک دیوی کو کسی نے نہیں دیکھا۔ وہ کبھی کسی کے سامنے نہیں آتی ہے۔ اس اجلاس میں شریک ہونے کے لیے اسے خیال خوانی کے ذریعے کسی نے دماغ میں آنا تھا۔ اس لیے وہ اس لڑکی کے اندر آ کر اجلاس کی کارروائیاں بھی دیکھتی رہی اور اس کی زبان سے بولتی بھی رہی۔ لیکن اس نے اس لڑکی کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

پارس نے کہا "وہ اپنی بولیاں بول کر اڑ گئی ہے اب اس کی باتیں رہنے دیں۔ یہ اجلاس ایم آئی ایم کو دہشت گرد قرار دینے کے لیے منعقد کیا گیا تھا۔ اب آپ اجلاس کے صدر کی حیثیت

بدنام ترین مجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل
قیمت ۳۰ روپے
چارلس سوبھراج کی سرگزشت
میں ملاحظہ فرمائیں
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں
کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

سے فیصلہ سنائیں۔"

"فیصلہ ایم آئی ایم کے حق میں ہے۔ اس تنظیم کے خلاف دہشت گردی کا الزام غلط تھا۔ دیوی کے طیش میں آنے کے باعث یہاں ایک قتل ہوگیا ہے۔ لیکن ایسا دیوی کے ذاتی انتقام کے باعث ہوا۔ لہٰذا جو کچھ دیوی نے کیا اس کے ذمے دار اس کے دوست ملک یعنی امریکا' اسرائیل اور بھارت نہیں ہیں۔ میں یہ فیصلہ سنانے کے بعد اجلاس کے اختتام کا اعلان کرتا ہوں۔"

میزبان ملک کے ایک عہدیدار نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "یہ اجلاس ہمارے اسلامی ملک میں ہوا۔ ہمیں خوشی ہے کہ ایک اسلامی تنظیم ایم آئی ایم کے خلاف کسی اخبار میں رپورٹنگ نہیں ہوگی۔ ہم سربراہ برادر کبیر کو مبارکباد دیتے ہیں اور ان کے ساتھ تمام حاضرین اجلاس سے گزارش کرتے ہیں کہ دوسرے ہال میں آپ حضرات کے لیے لنچ کا انتظام کیا گیا ہے۔ آپ تمام حضرات ہمارے رضاکاروں کی رہنمائی میں وہاں تشریف لے چلیں۔"

میزبانی لازمی ہوتی ہے اور مہمان بھی میزبان کی خوشی کے لیے ضرور کچھ کھاتے پیتے ہیں۔ لیکن دیوی وہاں جسمانی طور پر موجود تھی۔ اگرچہ سب کو مطمئن کرچکی تھی کہ وہ اب وہاں نہیں ہے۔ اسے اب یہ اندیشہ نہیں تھا کہ وہ پہچان لی جائے گی لیکن اس سائے کی طرف سے اندیشہ تھا کہ وہ پھر اس کے جسم میں سمانے چلا آئے گا۔ اس وقت وہ سوچ رہی تھی' موقع اچھا ہے۔ تمام لوگ لنچ کے لیے دوسرے ہال میں جائیں گے تو وہ چپ چاپ دوسرے دروازے سے باہر چلی جائے گی اور اس سائے کو معلوم نہیں ہونے دے گی کہ وہ جارہی ہے۔

سوچنے اور عمل کرنے کے درمیان کوئی رکاوٹ آہی جاتی ہے۔ کئی اخباری رپورٹر عورتوں اور مردوں نے اسے گھیر لیا اور دماغ میں آنے والی دیوی کے متعلق طرح طرح کے سوالات کرتے ہوئے اس کے ساتھ دوسرے ہال میں لنچ کے لیے جانے لگے۔ وہ پریشان ہوکر انہیں مختصر سے جوابات دے کر ٹال رہی تھی اور اس بات سے مطمئن ہورہی تھی کہ وہ سایہ کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ پتا نہیں لوگوں کی بھیڑ میں کہاں گڈمڈ ہوگیا تھا۔

ایسے وقت ٹیلی پیتھی کام نہیں آتی۔ وہ کئی لوگوں کے دماغوں میں بیک وقت جاکر یا دوسرے تمام ماتحت خیال خوانی کرنے والوں کو بلاکر ان سوالات کرنے والوں سے پیچھا چھڑا کر جانا چاہتی تو کئی لوگ شبے میں مبتلا ہوتے کہ انہوں نے بیک وقت اس رپورٹر لڑکی سے دوری کیسے اختیار کرلی اور اسے لنچ کے لیے کیوں نہ روکا؟ شبہات میں مبتلا کرنے والے ایسے کئی خیالات پیدا ہوسکتے تھے۔ آخر اس نے بہانہ کیا۔ ان سب اخباری رپورٹرز سے معذرت چاہتے ہوئے کہا "پلیز' میں ذرا واش روم جانا چاہتی ہوں۔ پھر آکر باتیں کروں گی۔"

بہانہ کامیاب رہا۔ وہ ان سے پیچھا چھڑا کر واش روم کی طرف گئی تاکہ وہاں سے راستہ بدل کر باہر جاسکے۔ ادھر ایم آئی ایم کے سربراہ ذاکر علی نے پارس کے پاس آکر سوچ کی لہروں کے ذریعے اسے مبارکباد دی۔ پارس نے کہا "پلیز آپ فوراً چلے جائیں۔ میں نہیں چاہتا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے میرے اندر آئیں اور آپ کی باتیں سنتے رہیں۔ آپ پھر کسی وقت رابطہ کریں۔"

ذاکر علی دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ پھر حماکلہ کو اس اجلاس کی باتیں اور پارس کی چالبازیوں کے واقعات سنائے۔ وہ خوش ہوکر بولی "میرے بھائی جان کے بیٹے اپنے باپ سے کم نہیں ہیں۔ جناب تیمرزی نے ہماری تنظیم کی عملی سربراہی کے لیے پارس کا خوب انتخاب کیا ہے۔"

شی تارا اور پوجا بھی خوش ہوکر اس کے پاس آئیں۔ پوجا بولی "مبارک ہو واقعی ٹیلی پیتھی نہ جانتے ہوئے بھی آپ نے بڑے بڑے ممالک کے اکابرین سے منوالیا کہ ایم آئی ایم کی تنظیم دہشت گرد نہیں ہے۔"

شی تارا نے کہا "میری تو آدھی جان نکل جارہی تھی کہ تم وہاں تنہا ہو۔ آخر کیسے زندہ سلامت نکل سکو گے۔ مگر تم بہت چالاک ہو۔ پھنسنے سے پہلے نکل آنے کی تدبیر کرکے گئے تھے۔"

"میں پاجامہ پہننے سے پہلے الاسنک ڈال لیا کرتا ہوں تاکہ پورا پاجامہ قدموں میں نہ آجائے۔ اب میں تم سے کہتا ہوں۔ جب تک فون نہ کرلوں میرے دماغ میں نہ آنا ورنہ خیال خوانی کرنے والا دشمن میرے اندر' آکر تم دونوں کی موجودہ آواز اور لہجے کو ریکارڈ کرکے دیوی کو سنادیں گے۔ پھر وہ تم دونوں کے یوگا جاننے کے باوجود تمہارے اندر آکر چور خیالات پڑھ کر تمہاری اصلیت معلوم کرلے گی۔"

وہ دونوں چلی گئیں۔ اجلاس کے امریکی صدر اور میزبان۔ پارس کے سائے سے کہا تھا کہ وہ ان کے ساتھ ایک ہی میز پر کرے۔ اس میز پر امریکا' اسرائیل اور بھارت کے اکابرین ہوں گے۔ اس نے جواباً کہا "میں ایک ایسی اسلامی تنظیم کا سربراہ ہوں کہ ان تینوں ممالک کا ہم نوالہ و ہم پیالہ نہیں بن سکتا۔ ان کے ساتھ ایک ہی لنچ پارٹی میں رہوں گا لیکن دور دور رہوں گا۔"

ایک امریکی نے پوچھا "تمہیں اب اندیشہ کیا ہے جبکہ سب بن چکے ہو۔ کوئی تمہیں پکڑ نہیں سکے گا؟"

"ہاں۔ پکڑ نہیں سکے گا لیکن یہ سب میٹھا زہر ہیں۔ ساتھ کھاتے وقت میرے کھانے میں کچھ ملا سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ میں اس گولی کا ایک ننھا سا ٹکڑا حلق سے اتارا ہے۔ پتا نہیں کب اس کا اثر زائل ہوجائے اور میں پھر نمودار ہوجاؤں۔"

یہ بات امریکا' اسرائیل اور بھارت تینوں ممالک کے اعلیٰ فوجی افسران کے ذہنوں میں تھی اور پارس نے بھی اعتراف کیا کہ گولی کے اس دال برابر ٹکڑے کا اثر دیر تک نہیں رہے گا

مذاسائے پر نظر رکھی جائے۔ تینوں ممالک نے اپنے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو ہدایات دی تھیں کہ وہ مختلف افراد کے دماغوں میں گھس کر اس سائے کے ساتھ ساتھ لگے رہیں پھر جیسے ہی وہ انسانی جسم میں نمودار ہو اسے فوراً جکڑ لیا جائے۔ کوشش کی جائے کہ اسے بڑی خاموشی سے اغوا کیا جائے اور ان ممالک میں سے کسی پر پارس کے اغوا کا الزام نہ آئے۔

وہ ایسا نادان نہیں تھا کہ دشمنوں کی شکست اور انتقامی اقدامات کو نہ سمجھتا۔ وہ ہر معاملے کو اس کے مختلف پہلوؤں سے سوچتا اور سمجھتا تھا اور اس کے مطابق پہلے سے حفاظتی انتظامات کرلیا کرتا تھا۔

اس بار ایم آئی ایم کا ایک مجاہد اس کا خاص ماتحت بن کر اس اجلاس میں موجود تھا۔ وہ مجاہد ایک ملازم کی حیثیت سے شربت اور شراب کی ٹرے لیے گھوم رہا تھا۔ پارس اس محفل کے لوگوں کے سائے میں گڈمڈ ہوکر اس مجاہد کے جسم میں سما گیا تھا۔ مجاہد کی جیب میں ایک چھوٹی سی ڈبیا تھی۔ اس ڈبیا میں ایک گولی کے آٹھ عدد دال کے برابر ٹکڑے کیے ہوئے تھے جس میں سے ایک پارس نے ابھی استعمال کیا تھا۔ اس نے مجاہد کی جیب سے وہ ڈبیا نکال کر کہا۔ "بھارتی فوج کا اعلیٰ افسر ایک حسینہ کے ساتھ پی رہا ہے اور کھا رہا ہے۔ اسے شراب کا ایک جام پیش کرو۔ میں نے ایک جام میں گولی کا ایک دانہ ڈال دیا ہے۔ تمہارا ہاتھ جس جام کو اٹھائے' اسے اس افسر کو پیش کرو۔"

مجاہد ٹرے لے کر اس افسر کے پاس آیا۔ وہ حسینہ کے ساتھ کسی بات پر ہنس رہا تھا۔ پارس اپنے جسم کی توانائی سے مجاہد کا ہاتھ ایک جام کی طرف لے گیا۔ مجاہد نے اسے اٹھا کر افسر کو پیش کیا۔ افسر نے خالی گلاس واپس دے کر بھرا ہوا گلاس مجاہد سے لے لیا۔ اتنی سی دیر میں پارس کا سایہ مجاہد کے اندر سے نکل کر حسینہ میں سما گیا۔ اب وہ پارس کی مرضی کے مطابق افسر کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کے شانے پر سر رکھ کر اسے محفل سے الگ واش روم میں لے آئی۔

واش روم کے اندر کوئی نہیں تھا۔ وہاں افسر کھل کر حسینہ کے ساتھ موج مستی کرسکتا تھا۔ حسینہ نے پارس کی مرضی کے مطابق پہلے اسے شراب پلائی۔ اس کے چند گھونٹ کے ساتھ ہی وہ دانہ اس کے حلق سے اتر گیا۔ پھر جیسے ہی وہ سایہ بننے لگا پارس نے حسینہ کو اس کی طرف سے پلٹا دیا۔ اسے واش روم سے باہر لے آیا تاکہ وہ افسر کو سائے میں تبدیل ہوتے نہ دیکھ سکے۔

ثانی مجاہد کے دماغ میں تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ حسینہ واش روم سے باہر آئی ہے تو وہ مجاہد کے دماغ سے نکل کر افسر کے اندر پہنچ گئی۔ اس مجاہد کو جیسی ہدایات دی گئی تھیں وہ ان پر عمل کررہا تھا۔ اس نے شراب کا دوسرا گلاس حسینہ کو پیش کیا۔ اس میں اگلی دوا ملی ہوئی تھی جو حسینہ کی کھوپڑی الٹ دیتی۔

یہ وہی وقت تھا جب دیوی تمام رپورٹرز سے پیچھا چھڑا کر واش روم میں جانے کا بہانہ کرکے آئی تھی۔ وہ محض دکھاوے کے لیے واش روم کی طرف آئی۔ وہاں ایک ویٹر (مجاہد) اور حسینہ کو دیکھا۔ پھر دروازہ کھول کر اندر آئی تو گھبراہٹ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی کیونکہ اس واش روم کے اندر سایہ نظر آرہا تھا۔

اس کی دانست میں سایہ تو صرف برادر کبیر کا ہی ہوسکتا تھا۔ اور وہ اس سائے سے پیچھا چھڑا کر وہاں سے دور چلی جانا چاہتی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ سایہ اس کے قریب آتا وہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ جلد بازی میں باہر حسینہ سے ٹکرائی تو پارس کا سایہ حسینہ کے اندر سے نکل کر دیوی کے اندر چلا آیا۔ وہ تیزی سے ایک کاریڈور کی طرف مڑگئی۔ بار بار پلٹ کر دیکھتی رہی اور عمارت کے باہر جاتی رہی۔ اسے وہ سایہ اپنے تعاقب میں نظر آیا۔ حتیٰ کہ وہ عمارت کے باہر آگئی۔ فٹ پاتھ کے کنارے ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے بولی "پرل چلو۔ کم آن ہری اپ۔ جلدی کرو۔"

وہ کھڑکی کے باہر دیکھتی رہی۔ اس عمارت کے اندر بجلی کی روشنی اور باہر دن کا اجالا تھا۔ اگر سایہ تعاقب میں آتا تو صاف نظر آجاتا۔ اور وہ نظر نہیں آیا۔ ٹیکسی اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئی۔ پھر بھی دیوی پیچھے پلٹ کر دیکھتی رہی۔ جب ایک موڑ پر وہ عمارت نظروں سے اوجھل ہوگئی تو اس نے اطمینان کی ایک لمبی سانس لی۔ آخر وہ سائے سے پیچھا چھڑانے میں کامیاب رہی تھی۔

پھر اس نے مزید اطمینان حاصل کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی اور سربراہ برادر کبیر کے پاس پہنچی۔ پتا چلا کہ اس کا سایہ کسی تاریک مقام پر ہے۔ انسانی بدن کے اندر روشنی نہیں پہنچتی۔ بدن کے اندر تاریکی رہتی ہے۔ اور وہ یہ سمجھ نہیں سکتی تھی کہ پارس کا سایہ اس کے ہی بدن کی تاریکی میں موجود ہے۔ اس نے کہا۔ "ہیلو۔ تم تو میری سوچ کی لہروں سے مجھے پہچان لیتے ہو۔"

پارس یہ نہیں جانتا تھا کہ جو دیوی اسے مخاطب کررہی ہے اسی کے بدن کی تاریکی میں ہے۔ وہ ابھی تک اسے ایک اجنبی رپورٹر لڑکی سمجھ رہا تھا۔ اگر وہ اپنی جسمانی توانائی استعمال کرتا تب دیوی سمجھ لیتی کہ وہ اس کے اندر ہے اور اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتا اور اس رپورٹر لڑکی کے اندر جاتا اور دیوی سانس نہ روکتی اسے دماغ میں آنے دیتی تب اسے معلوم ہوتا کہ وہ دیوی تک پہنچ گیا ہے۔ لیکن ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔ پارس ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ اس رپورٹر لڑکی کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ صرف اپنی جسمانی توانائی کو استعمال کرکے اسے اپنی موجودگی کا پتا دے سکتا تھا۔ اور وہ ایسا کرنا ابھی ضروری نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے دیوی کے مخاطب کرنے پر کہا "ہاں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ اسی لیے میں فوراً ہی تمہاری سوچ کی لہروں کو سمجھ لیتا ہوں اور تم بھی دنیا کے سارے دھندے چھوڑ کر بار بار میرے پاس چلی آتی ہو۔"

وہ بولی "میرے دل کو تمہارے دل سے راہ نہیں ہو سکتی۔ تم مسلمان ہو اور میں ہندو ہوں۔"

"تم اسی ہندوستان کی ہو جہاں سیکولرازم کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہندو 'مسلم' سکھ' عیسائی سب ایک ہیں اور آپس میں شادیاں کر سکتے ہیں۔ رشتے داریاں کر سکتے ہیں۔ تم لوگوں کی باتیں کچھ ہوتی ہیں اور اعمال کچھ ہوتے ہیں؟"

"میں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتی۔ یہ بتاؤ تم اتنی تاریکی میں کیوں ہو؟"

"کیا روشنی میں آؤں گا تو رشتے داری کرو گی؟"

"تم پھر فضول بات کر رہے ہو۔"

"یہ بھی فضول سا سوال ہے کہ میں تاریکی میں کیوں ہوں؟ میں کہیں بھی رہوں تم میری ذات میں دلچسپی کیوں لے رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم بہت باکمال ہو۔ زبردست چالباز ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم آسانی سے دشمنوں کے نرغے سے نکل جاؤ گے۔"

"اگر تم واقعی میری تعریف کر رہی ہو تو بہت ہی دوغلی ہو۔ جب میں اجلاس میں جسمانی طور پر نمودار ہوا تو دشمن ممالک کا ساتھ دے کر مجھ سے دشمنی کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی اور اب تعریفیں کر رہی ہو۔"

"دشمن تو اب بھی ہوں۔ مگر بہت متاثر کر رہے ہو۔ ایک تو تمہارا دماغ عجوبہ ہے۔ اس پر اب تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ یہ تم اپنے دماغ میں تبدیلیاں کیسے لے آتے ہو؟"

"کتنی نادان ہو۔ اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی کہ سوئچ آف کر دینے سے اندھیرا ہو جاتا ہے۔"

"دیکھو۔ باتیں نہ بناؤ۔ ابھی دوپہر ہے۔ ہر طرف سورج کی روشنی ہے۔ پھر تم نے کون سا سوئچ آف کیا ہے؟"

"میں نے دماغ کا سوئچ آف کیا ہے۔ تمام دشمن خیال خوانی کرنے والے اجلاس کے حاضرین کے دماغوں میں جھانکتے پھر رہے ہیں۔ اور معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میرا سایہ کس کے اندر چھپا ہوا ہے۔ اسی لیے میں نے سوئچ آف کر دیا ہے تاکہ میں انہیں تو کیا تمہیں بھی نظر نہ آؤں کہ ابھی کہاں ہوں۔"

"میں سمجھ رہی ہوں کہ انسانی جسم کے اندر تاریکی ہوتی ہے اور تم ابھی کسی کے اندر چھپے ہوئے ہو۔ اور جس کے اندر ہو' اس کا پتا نہیں چلنے دو گے۔ لیکن اس وقت کیا ہو گا جب اچانک نمودار ہو جاؤ گے۔ کیونکہ تم نے گولی کا بہت ہی چھوٹا سا ٹکڑا کھایا ہے۔"

"میں نمودار ہوتے ہی تمہارے آنچل میں چھپنے کے لیے آجاؤں گا۔ خوش ہو جاؤ۔"

"تم بھی خوش ہو جاؤ۔ چھوٹے بڑے دشمن نے اپنے آلہ کاروں کو حکم دے دیا ہے کہ تمہارے نمودار ہوتے ہی تمہیں گولی ماردی جائے۔"

"یہ تو بڑے راز کی بات ہے جو تم نے مجھے بتا دی۔ اب جانتی ہوں کیا کروں گا؟"

"کسی بھی دشمن کے سامنے نمودار ہونے کے بعد تم کچھ نہیں کر پاؤ گے' فوراً گولی کا نشانہ بن جاؤ گے۔"

"میں ابھی تمہارے دیس کے ایک اعلیٰ فوجی افسر کو اغوا کراؤں گا۔ پھر اس کا میک اپ کراؤں گا۔ دشمن مجھے بھارتی فوج کا افسر سمجھ کر گولی نہیں ماریں گے بلکہ سلیوٹ کریں گے۔"

"ایسی تھرڈ کلاس پلاننگ کرنے سے پہلے سوچ لو کہ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اور اغوا کیے جانے والے افسر کے فرق کو سمجھ لوں گی اور اپنے لوگوں کو بتا دوں گی کہ وہ تم دونوں میں سے کسے گولی مار رہے ہیں۔"

"میری تھرڈ کلاس پلاننگ کا دوسرا حصہ تم نے نہیں سنا۔ تم پہلے بھی دیکھ چکی ہو کہ میں کس طرح اپنی آواز اور شخصیت تبدیل کر لیتا ہوں۔ میں ایک بار مرنے کے بعد دوبارہ ایک نئے انسان کے روپ میں زندہ ہوا ہوں۔ آج سے بلکہ ابھی سے میں اس بھارتی فوجی افسر کی آواز اور شخصیت اختیار کر لوں گا جسے شاید میری تھرڈ کلاس پلاننگ کے مطابق اغوا کیا جا چکا ہو گا۔ اچھا ابھی تم جاؤ۔ پہلے میں معلوم کر لوں کہ اسے اغوا کیا گیا ہے یا نہیں؟"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ سانس روکنے یا یوگا کی مہارت کا مظاہرہ کرنے کے باوجود دیوی کی سوچ کی لہریں موجود رہتی تھیں لیکن وہ پارس کی مرضی کے خلاف اس کے دماغ میں نہیں جا سکتی تھی۔ اسی لیے وہ دماغی طور پر ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہو گئی۔ ٹیکسی پرل ہوٹل کے احاطے میں داخل ہو چکی تھی۔ اس نے ڈرائیور کو کرایہ دیا۔ پھر کاؤنٹر پر آکر اپنے کمرے کی چابی لی۔ پارس کا سایہ اس کے اندر موجود تھا لیکن وہ اسے محسوس نہیں کر رہی تھی۔ وہ یہی معلوم کرنے کے لیے اس کے جسم میں سمایا ہوا تھا کہ اس رپورٹر لڑکی نے جس کا نام ہوٹل کے رجسٹر میں اس نے چکورتی لکھا ہوا تھا' اسے اجلاس میں اپنے اندر کیسے محسوس کرایا تھا۔

وہ اسے اجلاس ہال کے اسٹیج پر لے گئی تھی اور مائیک کے پاس آکر حاضرین سے کہا تھا کہ وہ اپنے اندر ایم آئی ایم کے سربراہ کو لے کر آئی ہے۔ اور اس سائے نے اس چکورتی (دیوی) کے اندر سے نکل کر کہا تھا کہ سایہ کسی کا بھی ہو آدمی اسے نہ چھو سکتا ہے اور نہ ہی اسے اپنے اندر محسوس کر سکتا ہے۔ لہٰذا وہ بعد میں معلوم کرے گا کہ اس رپورٹر لڑکی نے اسے اپنے اندر کیسے محسوس کرایا تھا؟

اب اسی لڑکی کے اندر وہ اجلاس ہال سے لے کر پرل ہوٹل تک آیا تھا۔ اس کے کمرے میں پہنچا تھا اور اس نے اب بھی اسے اپنے اندر محسوس نہیں کیا تھا۔ اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ جب وہ محسوس نہیں کر رہی ہے تو پھر کسی نے اسے

چونکہ وہ رقاصہ بھی تھی اس لیے سیاہ والے پین کے باوجود اس کے بدن کے لوچ اور لچک میں ایسی قابل دید کشش تھی جو پارس کے مائنڈ میں اس کے اندر کھینچ لائی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ پہلے وہ اسے فیملی ممبر سمجھ کر وہاں سے چلا جاتا لیکن اب اس میں صرف کشش ہی نہیں' یہ تجسس بھی پیدا ہو گیا تھا کہ اس نے اپنے آپ کو میک اپ میں یوں چھپا رکھا ہے؟ وہ کون ہے؟ اور کس مقصد کے لیے خود کو دنیا سے چھپاتی پھر رہی ہے؟ یا صرف اپنے دشمنوں سے چھپتی پھر رہی ہے؟

وہ سینڈل اتارنے کے بعد ایزی چیئر کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر کے بیٹھی ہوئی تھی' دراصل خیال خوانی کر رہی تھی۔ بھارت کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر پہنچ کر بول رہی تھی "مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ ایم آئی ایم والے ہمارے کسی فوجی افسر کو اغوا کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے کہو کہ وہ اپنے فوجی افسران کے دماغوں میں آتے جاتے رہیں تاکہ ہم دشمنوں کے اس منصوبے کو ناکام بنا سکیں۔"

اجے کمار نے کہا "دیوی جی! ابھی چند سیکنڈ پہلے کرنل کیدار شرما کے ماتحت افسر نے بتایا ہے کہ وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے کہیں نظر نہیں آرہے ہیں۔ ابھی میں خیال خوانی کے ذریعے ان کا سراغ لگانا چاہتا تھا کہ اتنے میں آپ آکر اغوا کی بات کر رہی ہیں۔ معاملہ کچھ گڑبڑ معلوم ہوتا ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

"تم رہنے دو۔ میں معلوم کرتی ہوں۔"

دیوی اجے کمار کے دماغ سے نکل کر کرنل کیدار شرما کی طرف گئی۔ وہ نہیں مل رہا تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں بھٹک رہی تھیں۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی کیا واقعی اسے اغوا کیا گیا ہے اور اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ کیا یہ سمجھ لوں کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے؟

اس وقت تک پارس کا سایہ پردے کے پیچھے سے نکل کر پھر پیچھے سے آکر اس کے اندر سما گیا تھا۔ وہ برادر کبیر کی باتیں یاد کر رہی تھی۔ اسی نے کہا تھا کہ ایک بھارتی فوجی افسر کو اغوا کیا جا رہا ہے اور آئندہ وہ برادر کبیر اس فوجی افسر کی آواز' لہجہ اور شخصیت اختیار کر لے گا۔ اب دیوی کو یقین ہو گیا کہ برادر کبیر کے اس چیلنج پر عمل کیا جا چکا ہے۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے پارس کے پاس آئی۔ وہ پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ آئندہ اغوا شدہ افسر کی آواز اور شخصیت اختیار کر لے گا۔ اس نے دیوی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی کرنل کیدار شرما کی آواز اور لہجے میں کہا "ارے آپ ہیں دیوی جی! آپ نے تو بہت ناچیز کیدار شرما کو پہلے اچھی طرح ڈھونڈ لیا ہو گا۔ مجھے پتا تھا' آپ مجھ سے کتنا پیار کرتی ہیں اور پیار سے ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں تک ضرور آئیں گی اور آپ آگئیں۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی "تم..... تم کرنل ہو۔ میں تو برادر کبیر

کے دماغ میں آئی ہوں۔"

"برادر کبیر تو مرگیا۔ جیسے اس سے پہلے ایک بار مرگیا تھا پھر زندہ ہوگیا تھا۔ یہ اس کے بار بار مرنے کی بہت بری عادت ہے۔ دیکھتے نا۔ ابھی پھر مرنے سے پہلے مجھے اپنے اندر بٹھا کر چلا گیا ہے۔"

وہ جھنجلا گئی۔ غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔ پارس کو اس کے اندر رہ کر اس کی ایسی جسمانی حرکت کو سمجھنا چاہیے تھا لیکن اس کی توجہ اس بات پر مرکوز تھی کہ کرنل کیدار شرما کی آواز اور لہجے میں فرق نہ آئے۔ وہ غصے سے بولی "یو جینیٹ! میں نے آج تک تمہارے جیسا چالباز اور مکار نہیں دیکھا۔"

"دیوی جی! میں آپ کا خادم شرما ہوں۔ مجھے مکار کہہ کر شرما شری والی بات نہ کریں۔"

"تم کرنل کیدار شرما نہیں ہو۔ تم برادر کبیر ہو اور اسی کی طرح گفتگو کرو۔"

"اچھا وہ مرحوم آپ کا برادر یعنی کہ بھائی تھا۔ آہ! بھائی کی موت پر بہنوں کے دل ٹکڑے ہوجاتے ہیں۔ آج سے آپ اس خادم کو برادر شرم والا کہہ سکتی ہیں۔"

"میں سچ کہتی ہوں' تمہارے آخری دن آگئے ہیں۔ آج سے میں اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو تمہارے پیچھے لگادوں گی۔"

"پیچھے کیسے لگائیں گی۔ کسی بھی سائے کا آگا پیچھا سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ روشنی کے سامنے سیدھی کھڑی ہوکر دیکھیں' دیوار پر آپ کا جو سایہ پڑے گا۔ اس سے پتا نہیں چلے گا کہ وہ آپ کا سامنا ہے یا پیچھا؟ دیوی جی! آپ بھارتی ناری ہیں' اپنے دیس کے فوجی کرنل کے آخری دن لائیں گی تو پورا دیس آپ کا دشمن ہوجائے گا۔"

"میں آخری بار پوچھتی ہوں۔ تم برادر کبیر کی حیثیت سے گفتگو کرو گے یا نہیں؟"

"آپ گیدڑ سے کہیں کہ وہ شیر کی آواز میں دہاڑے تو ممکن نہیں ہے۔ میں نے دال کے دانے کے برابر گولی کھائی تھی۔ اس کا اثر کسی وقت بھی زائل ہوسکتا ہے۔ اپنے آدمیوں سے کہہ دیں کہ میں نمودار ہونے لگوں تو کوئی گولی نہ چلائے اور چلائے گا کیسے؟ میرا چہرہ اور تمام حلیہ تو کرنل کیدار شرما کا بن گیا ہے۔ وہ سب تو مجھے سلیوٹ کریں گے۔"

"تمہیں جوتے ماریں گے۔ تم جیسے ہی کرنل کے بھیس میں کہیں بھی نمودار ہوگے تو تمہیں بچ کر جانے کا موقع نہیں دیں گے' دیکھتے ہی گولی ماردیں گے۔"

وہ جھنجلا کر اس کے دماغ سے نکل آئی۔ ٹانی بھی وہیں موجود تھی۔ ان کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ دماغی طور پر ملی کے پاس آگئی۔ پھر بولی "یہ تمہارا بھائی پکا چالباز ہے۔ اس نے جو پلاننگ کی تھی' ویسا ہی ہونے والا ہے۔ اب وہ دیوی اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو اور دوسرے آلہ کاروں کو حکم دے گی کہ جیسے ہی کرنل کیدار شرما نمودار ہو اسے گولی ماردی جائے۔"

علی اس کی بات سن کر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "جوڈی نارمن نے جو گولی کھائی تھی اس کی تاثیر چوبیس گھنٹے کی تھی لیکن وہ تقریباً تیس گھنٹے تک سایہ بنا رہا۔ میں نے ایسی ہی ایک گولی کے آٹھ برابر ٹکڑے کرکے پارس کو دیے تھے۔ اگر ہم فرض کرلیں کہ ایک پوری گولی کا اثر بتیس گھنٹوں میں زائل ہوتا ہے تو اس حساب سے دال کے برابر دانے والی گولی کا اثر چار گھنٹوں کے اندر ختم ہوجائے گا۔"

ٹانی نے کہا "پارس کو گولی کھائے ہوئے تین گھنٹے ہوچکے ہیں۔ اور کرنل کیدار شرما کو تقریباً پونے دو گھنٹے پہلے گولی کھلائی گئی تھی۔ اس طرح اندازے کے مطابق پارس ایک گھنٹے کے اندر اور کرنل دو گھنٹے بعد ان گولیوں کے اثر سے نجات پائیں گے۔"

"ہاں' تم آدھے گھنٹے بعد مسلسل پارس کے دماغ میں رہو۔ شاید حالات کے بدلنے سے اس کا منصوبہ بھی بدل جائے۔ ہمیں کرنل کے لیے ڈیڑھ یا دو گھنٹے تک انتظار کرنا ہوگا۔"

"خدا کا شکر ہے کہ تمہارے بھائی کو بکواس کرنے کے لیے دیوی مل گئی ہے ورنہ وہ میرا مغز کھاتا رہتا۔"

علی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "وہ جس ہوٹل میں ہے وہاں مغز کا سالن مل جاتا ہے۔ فکر نہ کرو۔ تمہارا مغز سلامت رہے گا۔ میں اسی ہوٹل میں کہیں رہوں گا۔ پتا نہیں کتنے روبوٹ قسم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کم بخت دیوی کے زیر اثر رہے ہیں۔ مجھے ہوٹل میں پارس کے قریب رہنا چاہیے۔"

علی اور ٹانی بھی استنبول چلے آئے تھے۔ علی نے ٹانی سے کہا تھا "ہمیں وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا وہ شیطان سب سے نمٹ لے گا۔"

ٹانی نے کہا "ویسے تو میں بھی تل ابیب میں بیٹھے ہی بیٹھے پارس کے کام آسکتی ہوں۔ مگر میرا دل نہیں مان رہا ہے۔ تم جانتے ہو' میں اس بدمعاش کو کتنا چاہتی ہوں۔ پھر یہ روبوٹ قسم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوکر خطرے کا سگنل بن گئے ہیں۔ ایسے وقت میں پارس سے دور نہیں رہوں گی۔ وہاں اگر میری ٹیلی پیتھی کام نہیں آئے گی تو ہماری چالبازیاں کام آئیں گی۔"

ٹانی کی ضد پر علی چلا آیا تھا۔ اور آنے کے بعد یونی بیٹھے نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ اجلاس سے تین دن پہلے ہی ٹانی کے ساتھ آیا تھا اور معلومات حاصل کررہا تھا کہ امریکا' اسرائیل اور بھارت سے جو لوگ وفد کی صورت میں آرہے ہیں' وہ کون ہیں؟ کتنے فوجی افسران ہیں۔ کتنے اعلیٰ عہدیدار ہیں' کتنے جاسوس اور کتنے روبوٹ قسم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔

ایسی معلومات امیگریشن کے شعبے کے اعلیٰ افسران سے

حاصل ہوسکتی ہیں۔ پوچھنے سے وہ کبھی نہ بتاتے کیونکہ بڑے بڑے ممالک کے زیادہ تر افراد آرہے تھے۔ اس لیے ٹانی نے خیال خوانی کے ذریعے علی تک معلومات پہنچائیں۔ ان بڑے ممالک سے اکابرین اجلاس سے ایک دن پہلے آئے تھے لیکن کئی سراغرساں کئی دن پہلے آگئے تھے اور استنبول کے مختلف علاقوں میں ایم آئی ایم کے مجاہدین کی بُو سونگھتے پھر رہے تھے۔ علی جانتا تھا کہ جب بھی کسی بڑے ملک کے اعلیٰ عہدیدار اپنے وفد کے ساتھ آتے ہیں تو ان سے پہلے اس ملک کا' اجلاس کی عمارت کا اور اس کے آس پاس کے علاقوں کا جائزہ لینے کے لیے اس ملک سے کئی جاسوس فرضی ناموں اور جعلی پاسپورٹس وغیرہ کے ذریعے اس طرح آتے ہیں کہ امیگریشن اور اس ملک کی انٹیلی جنس والوں کو بھی ان کی ہوا نہیں لگتی۔

علی تین دنوں تک اجلاس کی عمارت کے آس پاس دیکھتا رہا۔ صبح سے شام تک دو چار بار بھیس بدلتا تھا اور ایسے افراد کو تاڑنے کی کوششیں کررہا تھا جو بار بار ان اطراف میں دیکھے جاتے تھے۔ جو مشکوک ہوتے تھے ان سے وہ کسی بہانے گفتگو کرتا تھا اور ان کی آوازیں دور بیٹھی ہوئی ٹانی کو سناتا تھا۔ اس طرح امریکا کے دو' اسرائیل کے دو اور بھارت کے چار سراغرسانوں کے اصلی نام اور استنبول میں ان کی رہائش گاہیں ان کے چور خیالات سے معلوم ہوگئیں۔

علی ان میں سے ایک ایک کو جہنم میں پہنچا سکتا تھا۔ لیکن یہ پارس کا معاملہ تھا۔ وہ ایم آئی ایم کا عملی سربراہ تھا لہٰذا پارس کو ان سراغرسانوں کے متعلق تفصیلات بتادی گئیں۔ جب اس تنظیم کے بنیادی سربراہ ذاکر علی نے پارس سے رابطہ کیا تو اس نے ذاکر علی کو ان سراغرسانوں کے تمام نام اور پتے نوٹ کرادیے۔ پھر کہا۔ "ابھی ان میں سے کسی کو نہ چھیڑا جائے۔ آپ مجاہدین سے کہہ دیں کہ اجلاس کا اختتام ہوتے ہی مجاہدین بڑی رازداری سے ان کا کام تمام کریں پھر ان تمام کے چہروں سے میک اپ اتار کر ان کے پاسپورٹ وغیرہ جلا ڈالیں۔ اس طرح استنبول کی حکومت اور انٹیلی جنس کو یہ معلوم نہیں ہوسکے گا کہ وہ اجنبی لوگ کون تھے۔ امریکا' اسرائیل اور بھارت یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ وہ تمام جاسوس ان کے ممالک سے تعلق رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ حرام موت مرنے والے غیرقانونی طور پر استنبول کی حکومت کو دھوکا دے کر آئے تھے۔

دیوی ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ وہ اپنے خیال خوانی کرنے والوں اور دوسرے آلہ کاروں اور سکیورٹی گارڈز وغیرہ کو اطلاع دے رہی تھی کہ ایم آئی ایم کے برادر کبیر نے اجلاس میں یہ منوالیا تھا کہ وہ لوگ دہشت گرد نہیں۔ لیکن وہ اور اس کے مجاہدین بڑی رازداری سے دہشت گردی کررہے ہیں "میں افسوس کے ساتھ اطلاع دے رہی ہوں کہ ہمارا کرنل کیدار شرما مارا گیا ہے۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

اس کے خیال خوانی کرنے والوں نے تائید کی۔ انہوں نے بھی خیال خوانی کے ذریعے اپنے کرنل کو تلاش کیا تھا اور ان کی سوچ کی لہروں کو کرنل کیدار شرما کا دماغ نہیں ملا تھا۔

دیوی نے کہا "لیکن برادر کبیر ہم سب سے بہت بڑا فراڈ کرنے والا ہے۔ ابھی وہ سایہ ہے۔ لیکن جلد ہی جسمانی طور پر نمودار ہوگا تو وہ تم سب کو کرنل کیدار شرما نظر آئے گا اور بالکل اسی کی آواز اور لہجے میں بولے گا۔ میں تم سب کو حکم دیتی ہوں کہ اس کی صورت اور آواز پر اعتبار نہ کرنا۔ جیسے ہی وہ دکھائی دے' اسے فوراً گولی ماردینا۔ اگر اس سے ذرا بھی فریب کھاؤ گے تو وہ دوبارہ سایہ بن جائے گا۔ جیسا کہ اجلاس میں سب کے سامنے بن گیا تھا۔"

وہ اپنے تمام اہم ماتحتوں کو حکم دے رہی تھی۔ ایسے وقت ٹانی نے پارس کے پاس آکر پوچھا "کوئی مسئلہ ہو تو بتاؤ ورنہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد آتی رہوں گی۔"

"ہاں۔ ایک اہم بات ہے۔ یہ رپورٹر لڑکی انجلا جس کے اندر ابھی میں ہوں' یہ بھی پکڑی ہوئی لگتی ہے۔ لباس کے باہر اس کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں سانولے ہیں۔ باقی لباس کے اندر یہ ایک اجلی اور گورے رنگ والی لڑکی ہے۔"

ٹانی نے کہا "ذرا شرم کرو۔ تم نے اسے لباس کے اندر بھی دیکھ لیا۔ مجھ سے ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

وہ بولا "اے علی کی کلی۔ گڑ کی ڈلی۔ بگڑی ہوئی ملی! میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی ہے۔ اس نے سینڈل اتارنے کے لیے ساڑی ذرا اونچی کی تو اس کے گورے پاؤں نظر آگئے تھے۔ اگر اس سے زیادہ دیکھا ہوتو تمہاری آنکھیں پھوٹ جائیں گی۔"

"تم اپنی خیر مناؤ۔ گناہگار آنکھیں پہلے اندھی ہوتی ہیں۔"

"تم جھگڑا کروگی۔ یا کام کی باتیں کروگی؟"

"کام کی بات سمجھ گئی ہوں۔ انجلا نے خود کو میک اپ میں چھپا رکھا ہے۔ اس کا تعلق ضرور کسی اور ملک سے ہے۔ یا وہ دیوی کی خاص آلہ کار ہوگی۔ اسی لیے اجلاس میں دیوی اسی کی زبان سے بول رہی تھی۔ تم یہ بتاؤ' وہ ہوٹل کے کمرے میں کیا کررہی ہے؟"

"جب سے کمرے میں آئی ہے ایک ایزی چیئر پر خاموش بیٹھی ہوئی ہے۔ جبکہ لڑکیاں کبھی خاموش نہیں رہتیں۔ تمہاری طرح بکواس کرتی رہتی ہیں۔"

"مجھے غصہ نہیں آئے گا۔ اس کی مسلسل خاموشی کا مطلب ہے کہ وہ خیال خوانی میں مصروف ہے یا پھر اپنے اندر دیوی کی باتیں سن رہی ہے۔"

"تم یہاں سے دیکھ کر گئی ہو۔ تھوڑی دیر پہلے دیوی' مجھ سے باتیں کررہی تھی اور میں کرنل کیدار شرما بنا ہوا تھا۔ ایسے وقت بھی انجلا خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ ایسے وقت دیوی اسے سحرزدہ کرکے خاموش بٹھادیتی ہو۔ یا وہ دیوی کی واپسی کا انتظار

کر رہی ہو۔"

"اس لڑکی کو اسرار کے پردے سے باہر لانا ہوگا۔ میں دیوی کی آواز اور لہجے میں اس کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ ناکامی ہوگی تو اسے یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ ابھی کس نے اس کے اندر آنے کی کوشش کی تھی۔"

یہ کون ہے؟ کیوں خود کو میک اپ میں چھپائے رکھتی ہے؟ یہ سب کچھ معلوم کرنا ضروری تھا۔ ثانی نے دیوی کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا' خیال خوانی کی پرواز کی لیکن اس کے اندر پہنچتے ہی واپس آگئی۔ اس نے سانس روک لی تھی اور ہڑبڑا کر کرسی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ ثانی اور پارس کو کیا معلوم تھا کہ وہ کون ہے؟

وہ تو آتما شکتی والی تھی۔ سوچ کی لہروں سے پہچان گئی کہ ابھی سونیا ثانی آئی تھی۔ وہ ایک دم سے گھبرا گئی تھی۔ اگرچہ ثانی سے کمتر نہیں تھی۔ ثانی کی یوگا کی مہارت کے باوجود اس کے اندر جا کر زلزلے پیدا کر سکتی تھی لیکن جو تش ودیا کہتی تھی کہ وہ فرہاد کی فیملی کے تمام افراد سے دور رہے۔ کسی سے ٹکرائے گی تو سکون غارت ہو جائے گا' مصائب کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ ایسی مصیبتوں کے باعث وہ اپنی دس برس والی تپسیا پوری نہ کر سکے۔

اسی لیے وہ جوابی کارروائی کے لیے ثانی کے دماغ میں نہیں گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی کہ وہ فرہاد کی فیملی کے کسی فرد سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتی ہے پھر ثانی نے کیسے اس کی آواز اور لہجے کو پہچان لیا اور اس کے اندر کس دشمنی کے لیے آئی تھی۔

دیوی کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ جو تش ودیا کے خلاف میرے بیٹے سے ٹکرا رہی ہے۔ اس لیے اس کا سکون غارت ہو رہا ہے۔ ننھی اعلیٰ بی بی (ثانی) کے ساتھ تو اس نے براہ راست کچھ نہیں کیا تھا۔ اپنی ڈمی شی تارا اور جادوگر کروناڈونگا کو اس کی موت کا ذمہ بنانا چاہا تھا مگر یہاں تو وہ اپنی لاعلمی میں پارس سے براہ راست ٹکرا رہی تھی اسی لیے جو تش ودیا کے مطابق اس پر مصائب کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ سونیا تین ہفتوں تک اس پر نفسیاتی حملے کرتی رہی تھی۔ جن کے باعث وہ زمین کے اندر سے نکل کر اوپر آنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

اور یہ تو اب تک اسے معلوم نہ ہو سکا تھا کہ وہ اپنی لاعلمی میں پارس سے ٹکراتی آ رہی ہے۔ اگر معلوم ہو جاتا تو وہ کبھی اس کی طرف رخ نہ کرتی۔ اب اپنے دماغ میں ثانی کی ناکام آمد سے اس کے اندر خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ عقل نے کہا کہ فرہاد کی فیملی کو اس حد تک معلوم ہو گیا ہے کہ دیوی استنبول میں اجلاس کے بعد بھی موجود ہے اور اجلاس میں اس نے دوسری لڑکی کی زبان سے جتنی باتیں کی تھیں اس وقت وہ زیر زمین نہیں تھی بلکہ استنبول میں ہی تھی۔

اب وہ شہر اس کے لیے خطرے کا گھر بن گیا تھا۔ اس نے اپنی بھلائی اسی میں سمجھی کہ فوراً ہی وہ شہر چھوڑ دے۔ ابھی ثانی نہیں آئی تھی۔ اس کے بعد سونیا بھی نہ جانے کیسی چالیں چلتی ہوئی وہاں چلی آتی۔

یہ سوچتے ہی اس نے اپنی اٹیچی کھولی۔ وہ وہاں سے جانے کے لیے لباس تبدیل کرنا چاہتی تھی۔ پارس حسن پرست تھا لیکن میری طرح کسی عورت کی تنہائی میں چھپ کر اسے نہیں دیکھتا تھا اور نہ کسی حسینہ سے جبراً عشق کرتا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ لباس بدلنے کے لیے اپنی ساڑی اتارتی' اس کا سایہ پشت کی طرف سے باہر آ گیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف آ گیا۔ ثانی نے مسکرا کر کہا "میں اسی لیے تم سے بے حد پیار کرتی ہوں۔ تم شریف بدمعاش ہو۔"

وہ جو اباً کچھ کہنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت پھر گڑبڑ شروع ہو گئی۔ اس دال برابر دانے کی گولی کا اثر ختم ہو گیا۔ وہ گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہونے لگا۔ اس نے کہا "ثانی یہ تو گڑبڑ ہو گئی۔ میں ظاہر ہو چکا ہوں۔"

وہ بولی "شکر کرو کہ تمہاری شرافت کام آئی اور تم اس کے جسم سے نکل کر کاریڈور کے دروازے پر آ گئے۔ ابھی وہ کمرے میں لباس بدل رہی ہوگی۔ تم چپ چاپ دروازہ کھول کر باہر چلے جاؤ۔"

"میں دروازہ آہستگی سے کھول لوں گا لیکن باہر سے بند کرتے وقت ہلکی سی آواز ابھرے گی۔"

"دروازہ پوری طرح بند نہ کرنا۔ یہ نہ سوچو کہ بعد میں وہ دروازہ کھلا دیکھ کر کیا سوچے گی۔ یہ لڑکی یوگا کی ماہر ہے۔ اس نے میری آمد پر سانس روک لی۔ اس کا تعلق ضرور دیوی سے ہوگا۔ تم فوراً یہاں سے نکلو۔"

پارس نے بڑی آہستگی سے دروازے کو کھولا۔ پھر باہر آ کر اسے پوری طرح بند نہیں کیا۔ تیزی سے چلتے ہوئے لفٹ کی طرف جانے لگا۔ ابھی اس کی جیب میں ڈیبا تھی جس میں چھ عدد دال کے برابر دانے والی گولیاں تھیں۔ وہ ان میں سے ایک کو نگل کر پھر سایہ بن سکتا تھا لیکن ایک ان کی خاطر ایسی حیرت انگیز نایاب گولیوں کو ضائع کرنا دانشمندی نہیں تھی۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ دیوی ہے تو وہ اس کے اندر مسلسل چھپ کر رہتا اور اس کے زیر زمین اڈوں کا بھی پتا چلاتا رہتا۔ ثانی نے کہا "علی اسی ہوٹل میں کہیں ہیں یا پھر آنے والے ہوں گے۔ تم لفٹ سے نیچے جاؤ۔ میں اپنے ادارے کے دو جاسوسوں کو یہاں بلا رہی ہوں۔ وہ اس پر نظر رکھیں گے۔ وہ جہاں جائے گی اس کا تعاقب کریں گے۔"

وہ لفٹ کے ذریعے نیچے جاتے ہوئے بولا "تم کم از کم ایک گھنٹے تک میرے پاس نہ آنا۔ میں کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو آنے نہیں دوں گا کیونکہ دیوی اب میرے اندر آئے گی تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ میری گولی کا اثر ختم ہو گیا ہے اور اسے یہ ابھی معلوم نہیں ہونا چاہیے۔"

پارس لفٹ کے ذریعے نیچے گراؤنڈ فلور کی طرف جانے لگا۔ اب وقت اس سے اور ثانی سے ایک غلطی ہو گئی۔ وہ دونوں بھول گئے کہ پارس ایم آئی ایم کے عملی سربراہ کا وہ چہرہ اپنایا ہوا ہے جسے اجلاس میں اور استنبول ہلٹن ہوٹل کے چیئرمین پر سارے شہر نے دیکھا ہے۔ ابھی وہ پارس نہیں بلکہ برادر کبیر ہے۔

وہ گراؤنڈ فلور پر پہنچا۔ پھر ہوٹل کے لاؤنج کی طرف جانے لگا۔ وہاں علی سے ملاقات ہو سکتی تھی۔ وہ استقبالیہ کاؤنٹر کے پاس سے گزرنے لگا تو کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی ہوئی ایک لڑکی اور ایک شخص نے اسے بڑے ادب سے سلام کیا۔ وہ سلام کا جواب دیتا ہوا گزر گیا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ہوٹل کے کاؤنٹر والے ہر آنے جانے والے کو سلام نہیں کرتے ہیں البتہ کاؤنٹر کے پاس جا کر ہوٹل کے سلسلے میں کوئی گفتگو کی جائے تو ضرور سلام کرتے ہیں یا پھر سامنے سے گزرنے والی وی آئی پی شخصیات کو سلام کیا جاتا ہے۔ اس نے دل میں سوچا۔ تعجب ہے۔ میں وی آئی پی قسم کا بندہ نہیں ہوں مگر یہ لوگ سلام کر رہے تھے۔ آخر مجھ میں کیا بات ہے؟

بات پھر بھی سمجھ نہیں آئی۔ ہوٹل میں آنے جانے والے اسے پلٹ پلٹ کر محبت اور عقیدت سے دیکھ رہے تھے۔ اور وہ ان کی اس حرکت پر اخلاقاً مسکراتا جا رہا تھا۔ بعض ایسے بھی تھے جو قریب سے گزرتے وقت بڑی عقیدت سے مصافحہ کرتے تھے۔ وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ یہ معاملہ کیا ہے؟

وہ لاؤنج میں پہنچا۔ وہاں کئی خوبصورت جوڑے بیٹھے تھے۔ کچھ لوگ تنہا تھے۔ ان میں علی بھی تھا۔ سب لوگ اسے دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور عقیدت سے مسکرا مسکرا کر جھک جھک کر سلام کرنے لگے۔ علی نے اسے غصے سے گھور کر دیکھا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا اس سے لاتعلقی ظاہر کرتا ہوا' اس کے قریب سے بڑبڑاتا ہوا گزرا "گدھے کو سربراہ بناؤ۔ پھر بھی وہ گدھا ہی رہتا ہے۔"

علی تو بول کر گزر گیا مگر پارس ایک دم سے اچھل پڑا۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ ہوٹل میں آنے جانے والے مسلمان بڑی عقیدت سے اس لیے مصافحہ کر رہے ہیں' اس لیے جھک جھک کر سلام کر رہے ہیں اور اس کے احترام میں اٹھ کر کھڑے ہو رہے ہیں کہ اسے ایم آئی ایم کا سربراہ سمجھ رہے ہیں۔ اس نے پلٹ کر ادھر ادھر دیکھا۔ اسے علی نظر نہیں آیا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ اب تو اسے ہر جگہ سربراہ سمجھنے والے دوست اور دشمن مل سکتے تھے۔ خیریت اسی میں تھی کہ فوراً کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر قریبی مارکیٹ میں پہنچ کر کہیں سے ریڈی میڈ میک اپ کا سامان خرید لیتا اور اپنا چہرہ اور حلیہ بدل لیتا۔

ہوٹل کے احاطے والے راستے پر پارکنگ ایریا سے دو کاریں آ رہی تھیں۔ ایک کار تو گزر گئی لیکن دوسری کار اس کے سامنے کچھ فاصلے پر رک گئی۔ اسی وقت علی نے پیچھے سے آ کر پارس کی گردن دبوچ لی۔ پھر اس کی کنپٹی پر پستول کی نال رکھتے ہوئے کہا۔ "خبردار! ذرا بھی چالاکی دکھاؤ گے تو گولی مار دوں گا۔"

پھر علی نے کار والے کی طرف پستول کرتے ہوئے کہا "اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو کار سے اترو' میں اپنے دشمن کو لے جاؤں گا۔"

وہ شخص وردی میں تھا۔ کار سے نکلتے ہوئے اپنا کارڈ دکھاتے ہوئے بولا "میں امریکن سیکورٹی افسر ہوں۔ یہ ہم دونوں کا دشمن ہے۔ اسے یہیں گولی مار دو۔"

علی نے کہا "بیوقوفی کی باتیں نہ کرو۔ پہلے ہم اس سے وہ غیر معمولی گولیاں اور فارمولا حاصل کریں گے' فوراً پچھلا دروازہ کھولو۔"

وہ دروازہ کھولتے ہوئے بولا "ہاں۔ میں بھول گیا تھا کہ اس سے بڑی اہم چیزیں حاصل کرنا ہیں۔ آیئے۔"

اس نے دروازہ کھولا۔ علی نے پارس کو پچھلی سیٹ کی طرف دھکا دے کر سختی سے کہا "چلو بیٹھو۔"

پارس کار کے اندر پچھلی سیٹ پر آیا۔ علی بھی اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ سکیورٹی افسر نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی پھر کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا "ہم اسے کہاں لے جائیں گے؟"

علی نے پستول کو سکیورٹی افسر کی کھوپڑی سے لگاتے ہوئے کہا "پہلے کار کا انجن بند کرو پھر اپنا ریوالور مجھے دو۔"

وہ انجن بند کرتے ہوئے بولا "یہ.... یہ تم کیا کر رہے ہو؟ میرا ریوالور کیوں مانگ رہے ہو؟"

علی نے بڑی سفاکی سے کہا "اب ریوالور دینے سے پہلے ایک سوال بھی کرو گے اور دیر کرو گے تو گولی مار دوں گا۔"

اسے تو اب ریوالور دینا ہی تھا۔ یا پھر وہ مارنے مرنے پر تل جاتا۔ اس سے پہلے ہی پارس نے اگلی سیٹ کی طرف جھک کر اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر جھکتا ہوا اگلی سیٹ پر آ کر اس کے لباس کی تلاشی لینے لگا۔ ریوالور پوری طرح لوڈڈ تھا۔ اس کے علاوہ ایک فاضل بھرا ہوا بلٹ چیمبر اس کی جیب سے نکلا۔ اس کی دوسری جیب سے کچھ کاغذات برآمد ہوئے۔ پارس نے ثانی سے کہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے تک اس سے رابطہ نہ کرے لیکن وہ علی کے پاس آتی جاتی رہتی تھی۔ اس بار آئی تو علی نے کہا۔ "ایک شکار ہے۔ اس کی آواز سنو۔"

علی نے اس سے سوال کیا "تم امریکا کے کس عہدیدار کے سکیورٹی افسر ہو؟"

وہ بولا "یہ تم لوگ اچھا نہیں کر رہے ہو۔ مجھے ذرا سا بھی نقصان پہنچاؤ گے تو اس شہر سے زندہ نہیں جاؤ گے" پارس اس کی تلاشی لینے کے بعد ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر دیکھ رہا تھا۔ وہاں ایک ریموٹ کنٹرولر اور پلاسٹک کے دو پیکٹ رکھے ہوئے تھے۔ پارس نے ان چیزوں کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

ثانی علی سے کہہ رہی تھی "یہاں کے اجلاس میں سپر ماسٹر کا نائب آیا ہوا ہے۔ یہ اس نائب کی سیکورٹی فورس کا افسر ہے۔ اسٹیئرنگ کے پاس ڈیش بورڈ کے نیچے ایک خفیہ ٹرانسمیٹر کا بٹن ہے۔ اسے دبانے سے اس کی آواز دوسرے سیکورٹی گارڈ تک پہنچے گی۔ یہ ابھی بٹن دبا کر یہ اطلاع دینا چاہتا تھا کہ ایم آئی ایم کا سربراہ جسمانی طور پر ظاہر ہو چکا ہے اور ابھی یہ پرل ہوٹل کے احاطے میں اس سربراہ کے گن پوائنٹ پر ہے۔ یہ سیکورٹی افسر اس انداز میں تم لوگوں سے گفتگو کر تا کہ تمہیں شبہ بھی نہ ہوتا اور اطلاع دوسری طرف پہنچ جاتی۔"

علی نے کہا "تم یہاں باتیں کر رہی ہو مگر یہ افسر بٹن نہیں دبا رہا ہے اور نہ ہی کچھ بول رہا ہے۔ کیا اور کوئی اس کے اندر ہے؟"

"ہاں۔ میں نے انجلا کی نگرانی کے لیے بابا صاحب کے ادارے سے دو جاسوس بلائے ہیں اور باربرا سے کہا ہے کہ ان کے آنے تک وہ ہوٹل کے عملے کے اہم افراد تک پہنچے اور ان کے ذریعے انجلا پر نظر رکھے۔ میں نے یہاں کی سچویشن دیکھتے ہی باربرا کو اس افسر کے دماغ میں بٹھا دیا ہے۔"

"اب تم باربرا کو ہوٹل میں بھیج دو۔ وہ اپنا کام کرتی رہے گی۔ تم افسر کے پاس رہو۔ ہم اس کا ریوالور واپس کر رہے ہیں۔ ہمارے یہاں سے جاتے ہی اسے اوپر پہنچا دو۔"

"میں یہی کروں گی مگر تمہارے پاس یہ پستول کہاں سے آگیا۔ ہماری فیملی میں تو کوئی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتا ہے۔"

علی نے کہا "یہ ٹوائے پسٹل ہے۔ ہوٹل کے باہر دو بچے کھیل رہے تھے۔ مجھے مجبوراً ایک بچے سے چھین کر یہ ڈراما پلے کرنا پڑا۔" پھر اس نے پارس سے کہا "اس افسر کا ریوالور واپس کر دو اور کار سے باہر جانے دو۔"

پارس نے اسے ریوالور دے کر کہا "اسے لو اور کار سے باہر جا کر اس سے کھیلو۔"

افسر نے ثانی کی مرضی کے مطابق ریوالور لیا۔ پھر دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ علی اس کی جگہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے ہوٹل کے احاطے سے باہر جانے لگا۔ وہ سیکورٹی افسر کھڑا ہوا اس کار کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ سامنے والی شاہراہ پر جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی تو اس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگایا۔ پھر ٹریگر کو دبا دیا۔ گویا موت کا سوئچ آن کر کے زندگی کی لائٹ آف کر دی۔

پھر ثانی باربرا کے ساتھ ہوٹل کے منیجر اور کاؤنٹر گرل وغیرہ کے دماغوں میں پہنچ گئی تاکہ ان کے ذریعے انجلا پر نظر رکھی جا سکے۔ ادھر ہوٹل کے کمرے میں انجلا کہلانے والی دیوی نے لباس بدل لیا تھا۔ اس پر گھبراہٹ طاری تھی۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے اپنے اندر ثانی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ تب سے یہ خوف طاری ہو گیا تھا کہ شاید سونیا اپنے بچوں کے پاس واپس جا کر خاموشی سے

نہیں بیٹھی ہے۔ اسے ثانی اور دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے تلاش کر رہی ہے۔ اور اب ثانی کی آمد سے یہ خطرہ منڈلانے لگا تھا کہ استنبول میں اس کی موجودگی کا سراغ لگا لیا گیا ہے۔ لیکن شاید یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کس روپ میں ہے اور کس علاقے میں ہے۔

اس نے سانولا رنگ اتار دیا تھا۔ میک اپ میں تھوڑی سی تبدیلی کی تھی۔ بلاؤز اور اسکرٹ پہن کر ایک عیسائی حسینہ بن گئی تھی پھر اس نے ایک بیگ میں اپنا نہایت ضروری مختصر سا سامان رکھا۔ اسے شانے سے لٹکایا۔ اس کے بعد تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی اور اسے کھلا دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا تھا۔ وہ باہر سے کھل نہیں سکتا تھا۔ پھر وہ کیسے کھلا ہوا ہے؟

بات یہی سمجھ میں آرہی تھی کہ باہر سے کوئی اسے کھول کر اندر آیا تھا۔ وہ خود کو اندر تنہا سمجھتی رہی تھی۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ سایہ بھی اس کے ساتھ رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر اندر کمرے میں دیکھا۔ کوئی باہر سے آکر بھلا کیسے چھپ سکتا تھا جبکہ وہ سامنے ہی کمرے میں لباس تبدیل کر رہی تھی۔ بات کچھ سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ یہ بھی اندیشہ تھا کہ اس کا سراغ لگانے والے باہر کاریڈور میں چھپے ہوئے ہوں گے۔

اسی وقت ہوٹل کے کسی دوسرے کمرے کے دروازے پر دستک سنائی دی۔ پھر دستک دینے والے نے کہا "سر! میں روم سروس کے لیے آیا ہوں۔"

وہ ہوٹل کا ملازم کسی دوسرے کمرے کی صفائی وغیرہ کے لیے آیا تھا۔ دیوی نے اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا وہ اپنے کمرے سے نکل کر جس کاریڈور سے گزرنے والی تھی وہاں کوئی دوست یا دشمن نہیں تھا۔ اس کا اندیشہ غلط تھا۔ وہ فوراً ہی کمرے سے نکل کر کاریڈور میں آئی۔ ہوٹل کا وہ ملازم دوسرے کمرے کا دروازہ کھلنے کے بعد اندر جا رہا تھا۔ اب دیوی کو وہاں گزرتے ہوئے دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ اگر ہوتا بھی تو کوئی یہ یقین نہیں کر سکتا تھا کہ ہندوستانی دیوی اسکرٹ اور بلاؤز پہنتی ہے۔

وہ بھی اپنے طور پر بہت چالاک تھی۔ اس نے لفٹ کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ ثانی کی آمد نے اور اپنے کمرے کے کھلے ہوئے دروازے نے اسے اور زیادہ محتاط کر دیا تھا۔ اس لیے وہ اس زینے سے نیچے گئی جو کسی ہنگامی حالت کے وقت استعمال کیا جاتا تھا۔ وہاں کسی سے سامنا نہیں ہوا اور نہ ہی اسے کاؤنٹر اور لاؤنج کی طرف سے گزرنا پڑا۔ وہ ہوٹل کے دوسرے حصے سے گزر کر پارکنگ ایریا میں آئی۔ وہاں اس کی کرائے کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ جب وہ دروازہ کھول کر بیٹھنے والی تھی تب ایک دم سے لرز کر رہ گئی۔ ایک فائر ہوا تھا۔ اسے ایسا لگا کہ اس پر گولی چلائی گئی ہے۔ وہ لڑکھڑا کر کار اور کھلے ہوئے دروازے کے درمیان پھنس گئی۔ ایسے وقت

دماغ غالب آجاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کیا جائے۔

وہ اسی طرح پھنسی رہ کر دور احاطے کے اندرونی راستے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ مضبوط اعصاب کی مالکہ تھی۔ جلد ہی سنبھل کر یہ یقین کو سمجھ گئی۔ دور کھڑے ہوئے ایک بادردی سیکورٹی افسر نے اپنی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگا کر گولی چلائی تھی۔ خودکشی کی تھی۔ پھر اوندھے منہ زمین پر گر پڑا تھا۔

وہ آتما شکتی رکھنے والی اور ٹیلی پیتھی جاننے والی سمجھ گئی کہ اس نے خودکشی نہیں کی ہے۔ وہ اس مردہ افسر کو اجلاس میں نائب سپر ماسٹر کے ساتھ دیکھ چکی تھی۔ اور یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ سے ایم آئی ایم کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے خودکشی پر مجبور کیا ہے۔

گویا اس ہوٹل میں صرف سونیا اور اس کے خیال خوانی کرنے والوں کا لشکر نہیں تھا بلکہ ایم آئی ایم والے بھی امریکا' اسرائیل اور بھارت کو یہ بتا رہے تھے کہ دیکھو دہشت گردی کسے کہتے ہیں۔ ہم نے بڑے ممالک کے اجلاس میں ثابت کر دیا کہ دہشت گرد ہیں ہی۔ مگر ہیں۔ جب باڈی گارڈز مارے جائیں گے تو پھر گارڈز کے بعد محض باڈی رہ جائے گی۔ خواہ وہ نائب سپر ماسٹر کی باڈی ہو یا اسرائیل اور بھارتی اعلیٰ عہدیداروں کی۔ وہ خودکشی کرنے پر مجبور کیے جائیں گے اور ان کے روبوٹ قسم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دیکھتے رہ جائیں گے۔

اس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار کے دروازے کو بند کیا' اسے اسٹارٹ کیا۔ پھر اسے پارکنگ ایریا سے نکال کر ڈرائیو کرتے ہوئے محتاط نظروں سے دائیں بائیں دیکھنے لگی۔ فائرنگ کی آواز پر لوگ اس کی لاش کی طرف دوڑتے آرہے تھے۔ جو واقعات پیش آرہے تھے اس سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کے دشمنوں نے پرل ہوٹل میں دیوی کی یا اس کے زیر اثر رہنے والے افراد کی موجودگی کا سراغ لگا لیا ہے۔

اور یہ بات تو دیوی کو حیران بھی کر رہی تھی اور اندیشوں میں گھیر رہی تھی کہ اس کے ہوٹل والے بند کمرے کا دروازہ خود بخود کیسے کھل گیا تھا؟ جیسے کوئی دروازہ کھول کر آیا ہو۔ دیوی کو کمرے میں نہ دیکھا ہو۔

اور پھر کسی کو اطلاع دینے چلا گیا ہو۔

وہ سوچ رہی تھی "لیکن میں تو اخباری رپورٹر انجلا کے روپ میں ہوں۔ آج تک کسی نے میرے اصلی چہرے کو نہ دیکھا اور نہ میری آواز سنی ہے۔ میرے دیوی ہونے کی کوئی شناخت کسی کے پاس نہیں ہے۔ پھر کیا وہ دروازہ کسی جن بھوت نے یا کسی نے غیبی طور سے کھولا تھا؟"

وہ سوچتے سوچتے چونک گئی۔ کار کو بریک لگا کر سڑک کے کنارے روک دیا۔ اب اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا' کسی جن بھوت نے یا کسی جادوگر نے نہیں بلکہ اس متقل دروازے کو برادر کبیر کے سائے نے کھولا تھا۔

لیکن کیسے کھولا تھا؟ کیا ہوٹل سے ماسٹر کی لا کر کھولا تھا؟ اور یوں خاموشی سے کھول کر آنے اور چلے جانے کا مقصد کیا تھا؟ پھر جہاں تک آنے اور جانے کی بات ہے کوئی ضروری تو نہیں کہ وہ آنے کے بعد چلا گیا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ابھی اس کے جسم کے اندر سمایا ہوا ہو۔

ایک دھڑکا سا لگ گیا' ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اندر بیٹھا ہوا ہے۔ ایک منطقی اندازہ یہ کہتا ہے کہ جو دروازہ کھول کر آتا ہے' وہ واپس جاتے وقت اسے ضرور بند کرتا ہے۔ چونکہ وہ سایہ واپس نہیں گیا تھا اس لیے دروازہ بھی کھلا رہ گیا تھا اور وہ سایہ اسے کمرے میں نظر نہیں آیا تھا۔ بھلا کیسے نظر آتا وہ تو آتے ہی اس کی لاعلمی میں اس کے اندر سما گیا ہوگا۔

یہی دھڑکا سا تھا۔ ایک وہم سا تھا۔ ایسا وہم جو سچا لگتا ہے۔ یہ سچ تھا کہ وہ اجلاس میں اس کے اندر سمایا تھا۔ اگر وہ میک اپ درست کرنے کے بہانے اسے بے بی آئینے میں آتے ہوئے اور اپنے اندر سماتے ہوئے نہ دیکھتی تو اسے کبھی محسوس نہ کر پاتی۔ یہ تجربہ تھا کہ پرایا سایہ بھی اپنے اندر محسوس نہیں ہوتا اور ابھی رپورٹر لڑکی انجلا کا بھیس چھوڑ کر ایک حسین عیسائی لڑکی بن کر بھی وہ کھلا ہوا دروازہ ثابت کر رہا تھا کہ وہ لاکھ بھیس بدل لے سایہ اس کے اندر آتا رہے گا اور وہ اب بھی ہے۔

وہ اچانک جیسے بیمار سی ہو گئی۔ اس کے لیے وہ سایہ ایک دائمی مرض بن گیا تھا۔ اس مرض کو دور کرنے کا کوئی علاج' کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ بڑی دل برداشتہ ہو کر آہستگی سے بولی۔ "کیا تم موجود ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر کہا "برادر کبیر! میں تم سے کہہ رہی ہوں' کیا تم میرے اندر سمائے ہوئے ہو؟"

وہ موجود نہیں تھا۔ پھر جواب کیسے ملتا؟ لیکن پرانی کہاوت ہے کہ وہم کا علاج حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔ اور دیوی کا وہم کہہ رہا تھا کہ پہلی بار سائے کے اندر آنے کے بعد اس نے بڑے ممالک کی حمایت میں اس سے دشمنی کی تھی اور بھرے اجلاس میں کہا تھا کہ وہ اس کے جسم سے باہر آجائے۔ اور وہ باہر آگیا تھا۔

پھر وہ خود دیوی تھی اور کہہ رہی تھی "میں دیوی اس رپورٹر لڑکی کی زبان سے بول رہی ہوں" شاید دیوی کو ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ شاید سائے کو شبہ ہو گیا تھا کہ دیوی اور انجلا کے آپس میں تعلقات ہیں۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اجلاس میں اس سائے سے پیچھا چھڑا کر آگئی ہے لیکن یہ غلط فہمی لگ رہی تھی۔ پھر ایک اور غلطی یہ کہ اس سائے نے اسے ہندوا انجلا سے ایک عیسائی لڑکی بنتے دیکھا ہوگا اور اس کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لیے اس کے اندر رہ کر ہمیشہ خاموش رہنے کا فیصلہ کر چکا ہوگا۔

وہ برادر کبیر کے دماغ میں کئی بار جا کر اس کی مکاریوں کو اچھی

طرح سمجھ گئی تھی۔ اب بھی اس کے دماغ میں جاکر پوچھ سکتی تھی کہ وہ ابھی کے اندر موجود ہے یا نہیں؟ لیکن مشکل یہ تھی کہ اب وہ کرنل کیدار شرما بن کر بولتا تھا۔ اور یہ بھی نہ کہتا کہ وہ برادر کبیر ہے اور کسی اور کو مکان بنا کر رہتا ہے۔

پھر بھی اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ دوسری طرف پارس نے سانس روک لی۔ وہ اس وقت علی کے ساتھ کار میں تھا اور یہ نہیں چاہتا تھا کہ دیوی اس کے اندر آکر اس کے آس پاس پہلے جیسی تاریکی نہ دیکھے۔ اس وقت کار ایک بڑے جنرل اسٹور کے سامنے رکی ہوئی تھی اور علی کہہ رہا تھا "تم یہیں بیٹھو۔ میں اسٹور میں جاکر تمہارے لیے ریڈی میڈ میک اپ کا سامان لے کر آتا ہوں۔"

علی کار کا دروازہ کھول کر چلا گیا تھا۔ پارس نے کار میں بیٹھ کر دوسری بار پھر سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ ادھر دیوی مایوس ہوگئی۔ اس نے دوبارہ رابطہ کرنے کی کوشش کی۔ دونوں بار اس نے اسے بھگا دیا۔ اور وہ سوچنے لگی کہ سب سے پہلے اپنی حفاظت کی فکر کرنا چاہیے۔ اگر برادر کبیر کا سایہ گولی کا اثر ختم ہونے کے باعث اس کے اندر سے نکل کر جسمانی طور پر نمودار ہوگا تو اجلاس میں کی جانے والی دشمنی کا بدلہ اس سے لے گا۔ اس پر ظلم کرے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی عزت، آبرو کا بھی دشمن بن جائے۔

اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والے روبوٹ ایجے کمار کے دماغ میں کہا "پرائیویٹ فلائنگ کلب جاؤ اور ایک ہیلی کاپٹر حاصل کرو۔ یہ مشرقی استنبول چھوڑ کر مغربی استنبول جانا ہوگا۔ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا روبوٹ ڈی لنکاسٹر بھی ہوگا۔ وہاں سے دوسرے ملک کا سفر کیا جائے گا۔"

پھر اس نے ڈی لنکاسٹر کے دماغ میں کہا "ابھی پرائیویٹ فلائنگ کلب پہنچو۔ وہاں ایک عیسائی لڑکی ماریان بھارتی اجے کمار کے ساتھ ہوگی۔ وہاں تمہیں آئندہ کا پروگرام بتایا جائے گا۔"

اس نے دونوں کو احکامات دینے کے بعد کار اسٹارٹ کی۔ پھر فلائنگ کلب کی طرف جانے لگی۔ وہ یہ بھی دیکھنا چاہتی تھی کہ برادر کبیر اگر اس کے اندر چھپا ہوا ہے تو اس کے ساتھ مشرقی استنبول سے باہر ہیلی کاپٹر میں جانا چاہے گا یا نہیں۔ اگر نہیں جانا چاہے گا اور اس دوران جسمانی طور پر ظاہر ہوگا تو اجے کمار اور ڈی لنکاسٹر جیسے روبوٹ اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ دیں گے۔

علی ریڈی میڈ میک اپ لے آیا تھا۔ پھر کار آگے بڑھا دی تھی۔ پارس ایک چھوٹے سے آئینے میں دیکھ کر اپنے چہرے پر تبدیلی کرنے لگا۔ علی نے کہا "تمہارا چہرہ تبدیل ہوتے ہی ہم سیکورٹی افسر کی یہ گاڑی چھوڑ کر کسی ٹیکسی میں جائیں گے۔"

ثانی نے علی کے پاس آکر کہا "ہوٹل میں اب کمرا خالی ہے۔ وہ اپنا کچھ سامان چھوڑ کر فرار ہوگئی ہے۔ وہ اس سیکورٹی افسر سے ٹکراؤ کیسے ہوگیا تھا؟"

علی نے پارس سے کہا "یہ ثانی پوچھ رہی ہے کہ سیکورٹی افسر سے کیسے ٹکراؤ ہوگیا تھا۔ بہتر ہے تم خود اپنی حماقت بیان کرو۔"

پارس نے کہا "حماقت میری نہیں' ثانی کی تھی۔ وہ لباس تبدیل کرنے والی تھی۔ میں ایک عورت کی شرم رکھنے کے لیے کمرے سے ذرا ہٹ کر دروازے کے پاس آگیا۔ اسی ثانی نے مجھے ہوٹل میں گدھا کہا تھا۔ اب اپنی اس نک چڑھی کو گدھی کہو۔ اس نے بھی یہ نہیں سوچا کہ میں برادر کبیر کے روپ میں ہوں۔ باہر جاؤں گا تو دوست اور دشمن سب ہی میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

ثانی نے پارس کے اندر آکر کہا "واقعی ہم دونوں نے اپنے اہم پہلو پر غور نہیں کیا۔ ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی۔"

"اس غلطی پر تمہارے علی نے مجھے گدھا کہا تھا۔"

وہ ہنسنے لگی تو پارس بولا "ہنستی کیا ہو؟ اس غلطی کے رشتے تم گدھی ہوگئیں۔"

"اے بکواس مت کرو۔ ہمت ہے تو علی کو جواب میں گدھا کہو۔"

وہ علی سے بولا "تم نے مجھے گدھا کہہ کر بات بگاڑ دی ہے کیونکہ جو کچھ ہوا اس غلطی میں ثانی برابر کی شریک تھی لہٰذا وہ بھی گدھی کہلانے کی مستحق ہوگئی۔ میں بڑے افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں' ایک گدھی کے ساتھ تمہارا رشتہ ہونے کے بعد تم بھی کہلاؤ گے؟"

ثانی نے علی کے پاس آکر کہا "دیکھو علی! یہ بات گھما پھرا کر تمہیں وہ کہہ رہا ہے۔ میرا مطلب ہے' تم نے اسے وہ کہا تھا۔ اس کے جواب میں تمہیں بھی وہ کہہ رہا ہے۔ تم اسے منہ توڑ جواب دو۔"

علی نے ہنستے ہوئے کہا "یہ میرا پکا دوست معاش بھائی ہے۔ اگر یہ نے بھائی ہو کر اسے وہ کہا تو پھر دوسرا بھائی بھی آخر وہی ہوا نا؟ کیوں اس کے منہ لگتی ہو؟"

پھر اس نے گھڑی دیکھ کر کہا "ثانی! کرنل کیدار شرما کا خیال رکھو۔ اس کی گولی کا اثر بھی ختم ہونے والا ہے۔"

ثانی اس مجاہد کے پاس آگئی جو اجلاس کے بعد لنچ کے وقت شراب اور شربت کی ٹرالی لیے گھوم رہا تھا اور جس نے منصوبے کے مطابق کرنل کیدار شرما کی شراب میں سایہ بنانے والی گولی ڈالی تھی۔ ثانی نے اس کے پاس آکر پوچھا "کیا رپورٹ ہے؟"

اس نے جواب دیا "وہ ابھی تک سایہ بنا پڑا ہے۔ گولی کا اثر ابھی باقی ہے۔"

ایک مشکل یہ ہوئی تھی کہ کرنل ایک حسینہ کے ساتھ شراب پیتا ہوا واش روم میں گیا تھا اور وہیں سایہ بن گیا تھا۔ وہ حسینہ بھاگ کر باہر آگئی تھی مگر کرنل نشے کی زیادتی سے واش روم

میں گر گیا تھا۔ اب وہ سایہ تھا اسے دوسرے مجاہد یا کوئی بھی اٹھا کر باہر بھی نہیں سکتے تھے۔ اس سائے کو اغوا کر کے وہاں سے کہیں منتقل کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔

ایسے وقت کوئی دوسرا واش روم میں جاتا تو سب کو بتا دیتا کہ سایہ وہاں زمین پر پڑا ہوا ہے۔ حالانکہ اجلاس کی عمارت میں واش روم تھے۔ کسی بھی واش روم میں کوئی بھی جاسکتا تھا۔ ثانی نے فوراً وہاں کے انچارج کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کے ہاتھوں سے اس واش روم کے دروازے کو لاک کرایا اور دروازے پر چاک سے لکھوا دیا کہ یہ واش روم ناقابل استعمال ہے۔

یوں بگڑنے والی بات بنا دی گئی تھی۔ اندر کرنل نشے میں گر پڑا تھا اور جب ہوش میں آتا تو دیکھا جاتا کہ پہلے گولی کا اثر ختم ہوتا ہے۔ یا شراب کا نشہ؟

لنچ کرنے والے بڑے بڑے ممالک کے فوجی افسران اور دیگر مجاہدان اپنی اپنی رہائش گاہ کی طرف چلے گئے تھے۔ ہر ملک کے مجاہدین اپنی اپنی الگ ٹولیاں بنا کر کسی ایک کی رہائش گاہ میں آکر چلے گئے تھے اور اجلاس میں جو کچھ ہوا تھا اس پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ تقریباً ڈھائی گھنٹے بعد ایک بھارتی افسر نے ہر ممالک کی رہائش گاہوں پر فون کر کے معلوم کیا کہ ان کے کرنل کیدار شرما موجود ہیں یا نہیں؟ ہر طرف سے جواب میں "نہیں" سنائی دے رہا تھا۔ تب اجلاس میں شریک ہونے والے افراد تک یہ بات پہنچائی گئی کہ کرنل کو شاید اغوا کیا گیا ہے۔

اب سوال پیدا ہوا کہ کس نے اغوا کیا ہے؟

ایک ہی سیدھا سا جواب تھا کہ ایسا ایم آئی ایم والوں نے ہی کیا ہے اور تو کوئی دشمن ہو نہیں سکتا۔ لیکن بھرے اجلاس میں دنیا بھر کے تمام پریس رپورٹرز کے سامنے تسلیم کیا گیا تھا کہ ایم آئی ایم کے دہشت گرد نہیں ہیں۔ وہ صرف اپنے دینی اصولوں پر عمل کرتے ہیں۔

ایسے اعتراف کے بعد کسی جواز کے بغیر ایم آئی ایم پر الزام نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کہا تھا کہ ثانی سوچ کی لہروں کو کرنل کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ دیوی نے بھی کہا کہ ایم آئی ایم کا برادر کبیر غیر معمولی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ جب چاہے اپنی اور دوسروں کی آواز اور شخصیت تبدیل کر دیتا ہے۔ ثانی کی حتمی رپورٹ پر جلد ہی یقین آجائے گا۔ کرنل کا سایہ چند گھنٹوں کے بعد جسمانی طور پر ظاہر ہو جائے گا لیکن وہ کرنل نہیں بلکہ اصل خود برادر کبیر ہوگا۔

اسے خود کو کرنل کیدار شرما کہہ کر بھارت کے فوجیوں کو دھوکا دے لہٰذا جب بھی کرنل جسمانی طور پر ظاہر ہو تو دھوکا نہ کھایا جائے۔ اسے فوراً گولی ماردی جائے ورنہ دیر کی جائے کی تو وہ دوبارہ غائب ہو جائے گا۔

پھر نائب سپر ماسٹر کو اطلاع ملی کہ اس کے سیکورٹی افسر نے کیا اور کہاں اپنے ہی ریالور سے پرل ہوٹل کے احاطے میں خودکشی کرلی ہے۔ جاسوس نے اطلاع دی کہ اس کی کار بھی وہاں موجود نہیں ہے۔ کوئی لے گیا ہے۔ اس کے بعد اطلاع ملی کہ وہ رپورٹر لڑکی ا... جس کی زبان سے دیوی بولتی رہی تھی اسے بھی ہوٹل کے کمرے سے اغوا کیا گیا ہے۔ اس نے ہوٹل سے کرائے کی کار لی تھی۔ اس کار کو بھی تلاش کیا جا رہا ہے۔

یہ تینوں واردا تیں ایسی ہوئی تھیں کہ تمام بڑے ممالک کے فوجی افسران اور دیگر عہدیداران کو بھی اپنے لیے خطرہ محسوس ہونے لگا۔ اب ان میں سے کوئی خود کو استنبول میں محفوظ نہیں سمجھ رہا تھا۔ وہ سب جلد سے جلد وہ شہر چھوڑ کر اپنے ملک واپس جانا چاہتے تھے اور اس کے لیے اپنے ماتحت افسران کو حکم دے رہے تھے کہ ان کے خصوصی طیاروں کی چیکنگ کی جائے۔ کہیں ایم آئی ایم والوں نے بم چھپا کر نہیں رکھا ہو۔ وہ اسرائیلی فوج کے میجر کی طرح طیارے کے حادثے میں مرنا نہیں چاہتے تھے۔

علی اور پارس نے ائرپورٹ کے قریب کار روک دی۔ علی نے کہا "یہاں سے ہماری رہائش گاہ قریب ہے۔ تم وہاں چل کر یہ ریڈی میڈ میک اپ ختم کرو اور دوسرا مستقل میک اپ کرو۔"

اس بات کے دوران دیوی کی کار آکر ان کی کار کے پیچھے رک گئی۔ وہ بھی ہوٹل کی پارکنگ سے پیچھے چھڑانا چاہتی تھی۔ اس نے سوچا وہاں سے کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر فلائنگ کلب کی طرف جائے گی۔

وہ کار سے اتر کر اپنے شانے سے بیگ لٹکائے فٹ پاتھ پر چلنے لگی۔ اسی وقت علی اور پارس کار سے اتر کر فٹ پاتھ پر آئے۔ دیوی ان کے قریب تقریباً ایک گز کے فاصلے سے گزرتی ہوئی جانے لگی۔ اس نے گزرتے وقت پارس پر ایک نظر ڈالی۔ اس کے چہرے پر داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ سر پر سنہرے بالوں کی وگ تھی اور آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا۔ وہ ایسا بدل گیا تھا کہ پہچانا نہیں جاتا تھا۔

لیکن دیوی اس کے پاس سے گزر کر آگے بڑھتے ہوئے سوچ رہی تھی جیسے اس داڑھی مونچھوں والے کو کہیں دیکھا ہے۔ پارس بھی اس کی چال میں رقاصہ جیسا لوچ اور لچک دیکھ کر کچھ سوچ رہا تھا۔ علی نے پوچھا "کیا ضروری ہے کہ تم ہر حسین لڑکی کو دیکھتے ہی رہو؟"

دیوی کو ٹیکسی مل گئی تھی۔ وہ اس میں بیٹھ کر جا رہی تھی۔ پارس نے کہا "میں کسی اور خیال سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی چال کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی تھی۔ ویسے کتنی ہی حسینائیں ایسی نزاکت سے چلتی ہیں۔ لیکن..... لیکن....."

پھر وہ ایک دم سے چونک کر بولا "علی! وہ جو ابھی ٹیکسی میں گئی ہے وہ ا... تھی۔ اس کے شانے سے جو بیگ لٹک رہا تھا وہ بیگ میں نے اجلاس میں دیکھا تھا اور اس کے ہوٹل کے کمرے میں

بلھی۔"

"کیا بازار میں ایسے ہزاروں بیگ نہیں ملتے ہیں؟ اس حسینہ کا پیچھا کرنے کے لیے باتیں بنا رہے ہو۔"

"تم جانتے ہو۔ ہم دونوں بھائی کبھی ایک دوسرے سے جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ اس حسینہ میں انجلینا جیسی کوئی بات ہے۔ وہ جب میرے سامنے سے گزر رہی تھی تو....." وہ پھر چونک کر بولا "وہ مجھ سے کافی فاصلے سے گزر رہی تھی مگر ایک ذرا انجلا کی ہلکی سی مہک محسوس ہوئی تھی۔ تم جانتے ہو۔ جس کے قریب میں زیادہ وقت گزارتا ہوں اس کے بدن کی بُو کو پھر کبھی نہیں بھولتا اور انجلا کے اندر تو میں کئی گھنٹوں تک رہا ہوں۔ ابھی وہ ذرا اور قریب سے گزرتی تو میں پورے یقین کے ساتھ اسے پہچان لیتا۔"

"اب پہچان کر کیا کرو گے؟ پتا نہیں، وہ ٹیکسی میں کتنی دور نکل گئی ہے۔"

اس وقت ثانی علی کے پاس آ گئی تھی۔ پارس نے کہا "انجلا کا دیوی سے کوئی تعلق ہے یا پھر وہ دیوی کی معمولہ ہے۔ اگر ہم اسے نظروں میں رکھیں تو دیوی تک پہنچ سکتے ہیں۔"

علی نے کہا "تو پھر اسی کار میں چلو۔ شاید آگے جا کر وہ ٹیکسی میں مل جائے۔"

ثانی نے کہا "ٹھہرو۔ سکیورٹی افسر کی اس گاڑی کو چھوڑ دو۔ اس گاڑی کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ پارس! تم ہمارے بنگلے میں چلو اور پہلے صحیح اور مکمل میک اپ کرو۔ دیوی کے پتا نہیں کتنے معمول اور تابعدار ہیں۔ ایک انجلا کے پیچھے جا کر کچھ حاصل نہ ہوگا۔"

ثانی کی باتوں کے دوران علی دور ائرپورٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ثانی نے پوچھا "کیا ارادے ہیں؟"

علی نے جیب سے چابیاں نکال کر پارس کو دیتے ہوئے کہا۔ "اس میدان کے پیچھے وہ جو فلیٹس بنے ہوئے ہیں ان کے پیچھے کئی بنگلے ہیں۔ پہلی ہی قطار میں سات نمبر کا بنگلا ہمارا ہے۔ تم وہاں جا کر اپنا حلیہ تبدیل کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

پارس نے پوچھا "تم یہاں تنہا رہ کر کیا کرو گے؟"

"میں ابھی آ کر بتاتا ہوں۔ وقت بہت کم ہے۔ اس کرنل کو گولی کھائے ہوئے تین گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس کے جسمانی طور پر نمودار ہونے سے پہلے ہمیں پھر اجلاس والی عمارت میں پہنچنا ہے۔"

پارس چابیاں لے کر چلا گیا۔ علی نے سکیورٹی افسر کے ڈیش بورڈ سے ایک ریموٹ کنٹرولر اور پنسل سیل والے بم نکالے پھر کہا۔ "ثانی! میں ائرپورٹ کے قریب جا کر کسی سے بات کرتا ہوں، تم اس کے دماغ پر قبضہ جما کر ایک ایک پنسل بم ایک ایک طیارے میں رکھوا دو۔"

وہ اپنا پلان بتاتا ہوا ائرپورٹ کے اس خصوصی حصے کی طرف جانے لگا، جہاں بڑے ممالک سے آئے ہوئے خصوصی طیارے رن وے پر کھڑے ہوئے تھے۔ اس کا پلان بہت پیچیدہ نہیں تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس مخصوص حصے کے سکیورٹی افسر کو آلۂ کار بنایا۔ پھر آدھے گھنٹے بعد ہی علی نے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے دھماکے کیے۔ پہلے ایک اسرائیلی طیارہ زوردار دھماکے کے ساتھ تباہ ہوا۔ وہاں بھگدڑ شروع ہو گئی۔ اس طیارے کے پرزے اڑ گئے تھے۔

وہاں کا تمام عملہ جتنی دور بھاگ سکتا تھا بھاگتا چلا گیا۔ پھر ان کے کچھ لوگ رک گئے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ ایک ہی بار تخریب کاری ہوئی ہے۔ اب نہیں ہوگی مگر ذرا دیر بعد ہی بھارت کے ایک خصوصی طیارے کے پرخچے زوردار دھماکے سے اڑے۔ پھر تو عملے کے اوسان خطا ہوئے۔ کچھ لوگ تو دہشت سے بھاگ سکے۔ جہاں تھے وہیں اوندھے منہ گر پڑے۔ دوسرے دھماکے نے دلوں میں یہ دہشت پیدا کر دی کہ قیامت آ گئی ہے۔ اس کے بعد دھماکے ہوتے رہیں گے اور اجلاس میں شرکت کے لیے آنے والے بڑے ممالک کے تمام طیارے اسی طرح یکے بعد دیگرے ہوتے جائیں گے۔

لیکن علی نے دو ہی طیاروں پر اکتفا کیا۔ تیزی سے دوڑتا آ کر اسی سکیورٹی افسر کی کار کے اندر ریموٹ کنٹرول کو پھینک اپنے بنگلے میں آ گیا۔ وہاں ثانی بھی آ گئی تھی اور پارس کو میک اپ کے دوران بتا رہی تھی کہ وہ دھماکے علی کر رہا ہے۔ پارس نے پوچھا "کتنے رن بنائے؟"

علی نے کہا "صرف دو رن بنائے ہیں۔ چونکہ ہاؤنگ امریکی تھی۔ امریکی ساخت کے بم تھے، امریکی نائب سپرماسٹر کے سکیورٹی افسر کی کار میں اب بھی وہ ریموٹ کنٹرولر اور اسی ساخت کے رکھے ہوئے ہیں اس لیے ترکی کی انٹیلی جنس اور پولیس والے اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ سکیورٹی افسر کی خودکشی ایک ڈراما ہو سکتی تاکہ یہی سمجھا جائے کہ اس سے کار چھین کر ان کی کار سے بم لگا کر اسرائیلی اور بھارتی طیارے تباہ کیے گئے۔ لیکن امریکی طیارے سلامت رہا۔ اگر یہ امریکی چال نہیں تھی تو نائب سپرماسٹر سکیورٹی افسر کی کار میں ایسے بموں کی تعداد زیادہ کیوں تھی جنہیں اپنی کار میں لے کر گھومنا قانوناً ممنوع ہے۔ پھر وہ امریکی تباہ کیا ترکی کیوں لایا گیا؟"

وہ باتیں کرتے ہوئے بنگلے سے باہر آئے۔ بنگلے کو لاک کیا پھر کار میں بیٹھ کر اس عمارت کی طرف جانے لگے جہاں اجلاس منعقد کیا گیا تھا۔

دیوی ٹیکسی میں بیٹھ کر فلائنگ کلب جا رہی تھی۔ وہ ہوائی کار چھوڑ کر جب فٹ پاتھ پر چلتی جا رہی تھی تو اس نے دو نوجوانوں کو دیکھا۔ ایک نوجوان کی داڑھی مونچھیں تھیں، آنکھوں پر چشمہ تھا۔ وہ اسے پہچان نہ سکی لیکن یوں لگ رہا تھا کہ اسے کہیں دیکھا ہے۔ چونکہ بہت سے مسائل میں الجھی ہوئی تھی اور جلد از جلد استنبول شہر چھوڑ کر جانا چاہتی تھی اس لیے یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس سیاہ چشمہ والے کو کہاں دیکھا ہے۔

ٹیکسی میں بیٹھ کر آرام سے جاتے وقت جب وہ فلائنگ کلب کے قریب پہنچنے لگی تو ایک دم سے چونک گئی۔ اچانک ہی یاد آیا کہ اجلاس میں ایم آئی ایم کے سربراہ نے بالکل وہی لباس پہنا ہوا تھا۔ بات درست تھی۔ علی نے پارس کو صرف ریڈی میڈ میک اپ کا سامان لا کر دیا تھا۔ خیال تھا کہ وہ کار میں بیٹھا رہے گا۔ صرف چہرہ نہیں پہچانا جائے گا پھر وہ گھر چل کر باقاعدہ میک اپ کر کے لباس بھی بدل لے گا لیکن تقدیر کے چکر کو کون سمجھتا ہے۔ پارس نے اسے بدن کی مہک سے اور دیوی نے اسے برادر کبیر کے لباس سے پہچان لیا تھا۔

اس کے باوجود دیوی کو پورا یقین نہیں تھا۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ برادر کبیر اب بھارتی کرنل کیدار شرابن کر سب کو دھوکا دے کر پھر کہیں روپوش ہونا چاہے گا۔

فلائنگ کلب کے پاس اس کے ریوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے تابعدار اجے کمار اور ڈی لنکاسٹر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ ٹیکسی کا کرایہ ادا کرنے کے بعد ان سے بولی "دیوی میرے دماغ کے اندر مجھے بتا رہی ہیں کہ آپ اجے کمار اور آپ ڈی لنکاسٹر ہیں۔"

دونوں نے کہا "دیوی نے ہمیں بھی بتایا ہے کہ آپ مس مارلن ہیں اور....."

بات پوری ہونے سے پہلے ہی ذرا دور ائرپورٹ میں زبردست دھماکا ہوا۔ زمین وہاں تک ہولے سے لرزتی ہوئی محسوس ہوئی۔ پھر ذرا وقفے سے دوسرا قیامت خیز دھماکا ہوا۔ فلائنگ کلب میں بھی ہلچل سی پیدا ہو گئی تھی۔ فون اور ٹرانسمیٹر پر باتیں ہو رہی تھیں۔ دیوی، ڈی لنکاسٹر اور اجے کمار خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کر رہے تھے۔ دیوی کو یہ سن کر تشویش آ رہا تھا کہ اس کے دیس کے طیارے کو کسی نے تباہ کیا ہے۔

ڈی لنکاسٹر نے کہا "ہم اجلاس میں مجاہدین کی موجودگی کی توقع کر رہے تھے مگر وہاں ایک بھی نظر نہیں آیا۔ لیکن یہ تخریبی کارروائیاں ان کی موجودگی ظاہر کر رہی ہیں۔ پہلے ان کے خیال خوانی کرنے والے نے ہمارے نائب سپرماسٹر کے سکیورٹی افسر کو... خودکشی پر مجبور کیا۔ اب انہوں نے طیاروں کو تباہ کرنے اور بڑے بڑے نقصانات پہنچانے کے اقدامات کرنا شروع کیے ہیں۔"

اجے کمار نے کہا "پھر وہ ہمارے بڑے عہدیداروں اور اہم افسروں کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

دیوی نے مس مارلن بن کر کہا "مشکل تو یہ ہے کہ ان مجاہدین کا کوئی خاص لباس اور کوئی خاص پہچان بھی نہیں ہے۔ ابھی تک کوئی مجاہد ہمارے کسی خیال خوانی کرنے والے کی گرفت میں نہیں آیا ہے۔"

ڈی لنکاسٹر نے مارلن کو دیکھتے ہوئے دیوی کو مخاطب کیا اور کہا۔ "اس شہر میں ہم سب کے ممالک کے اکابرین خطرات میں گھر چکے ہیں۔ ان سب کو زندہ سلامت ان کے ملکوں میں پہنچانے کے لیے ہمیں یہاں رہنا ہوگا۔ اگر دیوی جی مناسب سمجھیں تو ابھی ہمیں یہ شہر چھوڑ کر جانے کا حکم نہ دیں۔"

اجے کمار نے کہا "میرا بھی یہی خیال ہے۔ اگر دیوی جی مس مارلن کو حفاظت کی خاطر یہاں سے بھیجنا چاہتی ہیں تو ہم میں سے ایک مس مارلن کے دماغ میں رہ کر بخیریت انہیں دوسرے ملک میں پہنچا دے گا۔ یعنی ہم سب خیال خوانی کرنے والے یہاں بھی دشمنوں کا مقابلہ کریں گے اور مس مارلن کے سفر کے دوران ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی حفاظت بھی کرتے رہیں گے۔"

وہ دونوں اپنے طور پر درست، کہہ رہے تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ مارلن سے نہیں، دیوی سے کہہ رہے ہیں اور دیوی اس شہر میں اپنے لیے بڑا خطرہ محسوس کر رہی تھی۔ پھر یہ کہ وہ تنہا نہیں جانا چاہتی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ جب تک زیرِ زمین نہیں جائے گی اور زمین پر مختلف ملکوں میں رہے گی تب تک اپنے ساتھ دو ریوٹ باڈی گارڈ رکھے گی۔ اس نے دونوں سے کہا "یہ مارلن جو تمہارے سامنے ہے یہ میری جان سے زیادہ عزیز سہیلی ہے۔ میرا حکم ہے کہ تم دونوں اس کے باڈی گارڈ رہو گے اور یہ جہاں جائے گی اس کے ساتھ جاؤ گے۔ میں اس شہر میں موجود ہوں۔ تم دونوں بھی ہزاروں میل دور رہ کر خیال خوانی کے ذریعے یہاں کے مجاہدین کے لیے مشکلات پیدا کر سکتے ہو۔ ان کی تخریب کاریوں کو دنیا کے سامنے بے نقاب کر سکتے ہو یا انہیں موت کے گھاٹ اتار سکتے ہو۔"

وہ ریوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے ذہنی طور پر دیوی کے غلام بنے ہوئے تھے اس لیے وہ بے اختیار اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ دیوی نے اجے کمار سے کہا "جاؤ اور دیکھو کہ ہیلی کاپٹر ہمارے لیے تیار ہے یا نہیں؟"

اجے کمار خیال خوانی کے ذریعے گیا۔ پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر بولا "دیوی جی دو ملکوں کے طیاروں کی تباہی کے باعث تمام پروازیں منسوخ کر دی گئی ہیں۔ یہ دہشت طاری ہے کہ پتا نہیں اور کون کون سے طیاروں اور ہیلی کاپٹروں میں بم چھپائے گئے ہیں۔ پرواز کے سلسلے میں فلائنگ کلب والوں پر بھی پابندیاں عائد کی گئی ہیں اور یہ بھی احکامات جاری کیے گئے ہیں کہ اس شہر کے ائرپورٹ یا کسی بھی فلائنگ کلب سے احکامات کے خلاف کوئی طیارہ یا ہیلی کاپٹر پرواز کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تخریب کار اور ملک دشمن عناصر یہاں سے فرار ہو رہے ہیں۔ لہٰذا ایسے جبری پرواز کرنے والے طیارے یا ہیلی کاپٹر کو یہاں کے فوجی تباہ کر دیں گے۔"

یہ ایسی رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی کہ دیوی خیال خوانی کے ذریعے

جبراً کوئی ہیلی کاپٹر حاصل کرکے وہاں سے نہیں جاسکتی تھی۔ اگر ایسا کرتی تو وہاں کے فوجی اس آتما شکتی والی دیوی جی کو فضا کی بلندیوں سے آخری بلندی پر پہنچا دیتے۔ وہ مجبور ہو کر بولی "ٹھیک ہے۔ پابندیوں کے ختم ہونے تک میری یہ سہیلی مارلن یہاں رہے گی اور تم دونوں اس سے کچھ فاصلے پر دن رات اس کے ساتھ رہو گے۔ اگر باقاعدہ باڈی گارڈ بن کر اس کے ساتھ چلتے پھرتے رہو گے تو دشمنوں کو شبہ ہوگا کہ یہ لڑکی کسی اہمیت کی حامل ہے۔"

وہ خود اپنے ہی بارے میں ہر طرح سے اپنے تحفظ کے لیے انہیں سمجھا رہی تھی۔ ڈی لکاسٹرا اپنی کار میں وہاں آیا تھا۔ وہ تینوں اس کار میں بیٹھے ہوئے باتیں کررہے تھے۔ پھر انہوں نے امریکا' اسرائیل اور بھارت کے فوجی اعلیٰ افسران اور عہدیداران کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہاں بڑی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ ان کے پاس ترکی حکومت کے ذمے دار افسران تھے۔ ان سے بحث ہورہی تھی کہ ان کی حکومت نے بڑے اور اہم ممالک کے طیاروں کی حفاظت کرنے میں غفلت برتی ہے۔ کئی ممالک کے اعلیٰ فوجی افسران وہاں کی حکومت سے بھی شکایت کررہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ سخت پہروں کے باوجود جب طیارے تباہ ہوسکتے ہیں تو ترکی کی حکومت بیرونی ممالک سے آنے والے اکابرین کی جانوں کی حفاظت کیسے کرے گی؟ اور یہ تک حفاظت کی یقینی ضمانت نہیں دی جائے گی' ان میں سے کوئی یہاں سے کسی طیارے میں نہیں جائے گا بلکہ اپنے عالی شان اور شاہی مہمان خانوں سے باہر نہیں نکلے گا۔

وہاں کی حکومت کے ذمے دار افسران انہیں تسلیاں دے رہے تھے' یقین دلا رہے تھے کہ شہر میں ہر جگہ حفاظتی انتظامات پہلے سے زیادہ سخت کردیے گئے ہیں لیکن بیرونی ممالک سے جتنے اکابرین اپنے وفد کے ساتھ آئے ہیں' ان کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے سائے سے بھی محتاط رہیں۔ کسی ثبوت کے بغیر سایہ بن کر آنے والے ایم آئی ایم کے سربراہ کو کوئی الزام نہیں دیا جاسکتا۔ کوئی دوسرا دشمن بھی سایہ بن کر آسکتا ہے۔ طبی سائنس جتنی ترقی کررہی ہے اتنا ہی انسان بزدل اور غیر محفوظ ہوتا جارہا ہے۔ اب یہ وقت آگیا ہے کہ آدمی کو سائے سے بھی ڈر کر رہنا پڑتا ہے۔

پھر یہ بھی درست ہے کہ خطرناک دشمن اپنی دشمنی ظاہر نہیں کرتے بلکہ دوست بن کر بڑی رازداری سے انتقام لیتے ہیں۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ باہر کی چھری نے مارا ہے جبکہ بغل میں چھری ہوتی ہے۔ لہٰذا بیرونی ممالک سے آئے ہوئے اکابرین کو اپنے وفود کے اندر بھی چھپے ہوئے دشمنوں کو تلاش کرنا چاہیے۔

تقریباً رات کے آٹھ بجے اطلاع ملی کہ اغوا کیا جانے والا بھارتی کرنل کیدار شرما اسی اجلاس والی عمارت کے باہر دیکھا گیا ہے۔ مگر آدھا دیکھا گیا ہے۔ کیونکہ وہ ایک سایہ ہے اور عمارت کے نگرانِ اعلیٰ سے کہہ رہا ہے کہ اس کے لیے کار منگوائی جائے اور اسے اس کی رہائش گاہ میں پہنچایا جائے۔

یہ سنتے ہی تمام خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ میں پہنچنے لگے۔ اس سے پوچھنے لگے "کرنل صاحب! آپ زندہ ہیں؟" کرنل نے کہا "ارے مجھ سے باتیں کررہے ہو اور پوچھتے بھی ہو کہ میں زندہ ہوں یا نہیں؟"۔

ایک خیال خوانی کرنے والے نے کہا "لیکن ہم ایک نہیں' کئی خیال خوانی کرنے والوں نے آپ سے دماغی رابطہ کیا تھا اور آپ کی سوچ کی لہروں کو نہیں پایا تھا۔ اور آپ تو جانتے ہیں کہ مردہ دماغ میں سوچ کی لہریں نہیں ہوتی ہیں۔"

کرنل کیدار شرما نے کہا "تم لوگ خیال خوانی کرتے ہو یا جھک مارتے ہو۔ میرے دماغ میں باتیں بھی کررہے ہو اور میرے دماغ کو مردہ بھی کہہ رہے ہو۔ کیا اس لیے مردہ کہہ رہے ہو کہ میں سایہ بن گیا ہوں۔"

دوسرے نے کہا "ہم خیال خوانی میں کچھ غلطی کرسکتے ہیں لیکن دیوی جی کی آتما شکتی سے کوئی غلطی نہیں ہوسکتی۔ انہوں نے آپ کی موت کی تصدیق کی ہے اور ہمیں آپ کی حقیقت بتادی ہے۔ آپ ہمارے کرنل کیدار شرما نہیں بلکہ ایم آئی ایم کے سربراہ برادر کبیر ہیں۔"

وہ اجلاس والی عمارت کے ایک سامنے والے کمرے میں نگرانِ اعلیٰ اور اس کے دو ماتحتوں کے قریب ایک صوفے پر آڑا ترچھا نظر آرہا تھا کیونکہ صوفے پر اس کی بناوٹ کے مطابق ہی سایہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ خیال خوانی کرنے والوں سے باتیں کررہا تھا۔ امریکا' اسرائیل اور بھارت کے فوجی افسران ترک فوجیوں کے سخت حفاظتی انتظامات کے ساتھ اس عمارت کی طرف آرہے تھے تاکہ اپنی آنکھوں سے اس سائے کو دیکھ کر شاید اسے کرنل کی حیثیت سے پہچان سکیں۔

دیوی نے ان تمام افسران اور دیگر اکابرین سے کہہ دیا تھا کہ برادر کبیر بہت زبردست مکار اور بہروپیا ہے۔ وہ کرنل کیدار شرما کو ہلاک کرچکا ہے اور میک اپ وغیرہ کے ذریعے خود کو کرنل کیدار شرما بنا چکا ہے۔ اس طرح شاید بھارت جاکر وہاں کے فوجیوں کو کرنل بن کر دھوکہ دیتا رہے گا اور وہاں کے فوجی راز معلوم کرتا رہے گا یا پھر اس کا اور کوئی منصوبہ ہوگا جو ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

وہ کرنل کے دماغ میں آکر بولی "تم تو میری سوچ کی لہروں کو پہچان ہی لیتے ہو؟"

وہ بولا "دیوی جی! آپ کیسی باتیں کررہی ہیں۔ آپ تو پہلے بھی میرے اندر آتی رہی ہیں۔ میں بھلا آپ کی سوچ کی لہروں کو کیسے نہیں پہچانوں گا۔ آپ نے تو...."

وہ اس کی بات کاٹ کر بولی "یو شٹ اپ۔ میں تمہیں سمجھاتی ہوں برادر کبیر! تمہیں یہ دھوکا مہنگا پڑے گا۔ تم ہمارے فوجیوں کو اور خیال خوانی کرنے والوں کو نادان نہ سمجھو۔ سایہ بننے والی

گولیاں صرف برادر کبیر یعنی تمہارے پاس ہیں۔ پوری دنیا میں ایسی عجیب و غریب گولی کسی کے پاس نہیں ہے۔ پھر ہمارے کرنل کیدار شرما کے پاس کہاں سے آسکتی ہے' ہمارا وہ کرنل سایہ کیسے بن سکتا ہے؟ وہ بیچارہ تو تمہارے درندے مجاہدوں کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔"

دیوی جی اس بات کا یقین کررہی تھی کہ جو گولیاں صرف برادر کبیر کے پاس ہیں وہ کرنل کو کہاں سے مل گئیں۔ دیوی نے پوچھا۔ "بتاؤ تم سایہ کیسے بن گئے؟ یہاں بڑے ممالک کے اہم اور ذمے دار افراد موجود ہیں۔ بتاؤ کیا ان میں سے ایک گولی تمہیں برادر کبیر نے تحفے کے طور پر دی؟ یا تم نے اس سے چھین لی۔ یا اس نے تمہیں دھوکے سے کھلا دی؟ ایسی غیر معمولی اور نایاب گولی تمہیں دھوکے سے کھلا کر وہ کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے؟ پھر ہماری فوج کا کرنل ایسا نادان تو نہیں ہوسکتا کہ...."

وہ بات کاٹ کر بولا "میں نادان نہیں ہوں۔ میں نے ابھی اس کے بعد لنچ سے پہلے زیادہ پی لی تھی' مدہوش ہوگیا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد پتا چلا کہ میں سایہ بن چکا ہوں۔"

دیوی نے کہا "یہ مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا کہ تم باتیں بنانے کے کتنے ماہر ہو۔ ہوسکتا ہے کہ تم اسی طرح باتیں بنا کر مجھے جھٹلا دو لیکن امریکا' اسرائیل اور بھارت کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیسے جھٹلاؤ گے۔ سب نے اپنے اپنے علم سے اس حقیقت کو سمجھ لیا ہے کہ ہمارے کرنل کیدار شرما کو مار دیا گیا ہے۔"

ایسا کہتے وقت اچانک سائے میں تبدیلی آئی۔ وہ کہتے کہتے چپ ہوگئی۔ وہ صوفے پر بیٹھا ہوا کرنل جسمانی طور پر نمودار ہورہا تھا۔ سب دیکھ رہے تھے۔ اس کے گوشت پوست کے ٹھوس جسم پر فوجی وردی تھی جسے پہن کر وہ اجلاس میں آیا تھا۔ ایک بھارتی اعلیٰ عہدیدار نے کہا "یہ تو واقعی ہمارے کرنل کیدار شرما ہیں۔"

کرنل نے پوچھا "آپ لوگ مجھ پر شبہ کیوں کررہے تھے؟ اب تو میں سایہ نہیں ہوں۔ آپ سب کے سامنے ہوں۔"

ریوالٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے راجیش نے کہا "لیکن ہمارا غیر معمولی ٹیلی پیتھی کا علم کیسے دھوکا کھا گیا؟"

پارس ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ ایسی سچویشن کے لیے اس نے مجھ سے کہا کہ میں برادر کبیر کی آواز اور لہجے میں اس کی طرف سے رول ادا کروں۔ اس نے مجھے مختصر طور پر بتادیا تھا کہ دیوی سے کیسی چیز چھاڑ ہوئی ہے اور وہ اسے کس طرح زچ کرنا اور احساس کمتری میں مبتلا رکھنا چاہتا ہے۔

اس وقت دیوی راجیش سے کہہ رہی تھی "علم کبھی دھوکا نہیں دیتا۔ انسان دھوکا کھا جاتا ہے۔ یہ تم سب کو زبردست فریب دے رہا ہے۔"

وہ مس مارلن کی حیثیت سے وہاں موجود تھی اور اس کی زبان سے بول رہی تھی۔ میں نے کرنل کی زبان سے کہا "پلیز دیوی جی! ذرا زحمت کریں اور میرے دماغ میں آئیں۔"

وہ کرنل کے اندر آکر بولی "یار رکھو۔ تم دھوکا دینے میں ناکامیاب نہیں رہو گے۔ جب گرفتار کیے جاؤ گے اور تمہارے چہرے سے کرنل کا میک اپ اتارا جائے گا تو...."

میں نے بات کاٹ کر برادر کبیر کی آواز میں کہا "پلیز! یہ میک اپ اتارنے والی بات نہ کرو۔ مجھے بھی کچھ کمالات آتے ہیں۔ میرے اس چہرے پر پلاسٹک سرجری کی گئی ہے۔"

دیوی نے مارلن کی حیثیت سے سب کو مخاطب کرکے کہا۔ "دیکھو یہ برادر کبیر ہے۔ ابھی اپنی اصلی آواز میں بول رہا ہے۔ یقین نہ ہو تو دوسرے تمام خیال خوانی کرنے والے ابھی اس کے دماغ میں جاکر باتیں کریں۔"

راجیش نے کہا "دیوی جی! میں ابھی اس کے اندر تھا۔ یہ واقعی کرنل نہیں' برادر کبیر ہے۔ ابھی میک اپ میں ہمارا کرنل بنا ہوا ہے۔"

دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے دماغ میں آئے۔ میں نے کرنل کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ اپنی اصلی آواز میں بولنے لگا "میں سچ کہتا ہوں۔ آخر تم لوگ مجھے کرنل تسلیم کیوں نہیں کرتے ہو۔"

راجیش نے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر ہے! ہماری دیوی کی یہی بات کافی ہے کہ ہمارے کرنل کے پاس سایہ بننے والی گولی نہیں تھی۔ لہٰذا سایہ صرف برادر کبیر کا ہوسکتا ہے اور برادر کبیر ابھی تم اپنی اصلی آواز میں دیوی جی کو چیلنج کررہے تھے۔"

راجیش کے ہاتھ میں ریوالور دیکھتے ہی کرنل نے اپنا ریوالور نکالا۔ میں نے اس کی انگلی ٹریگر پر دبادی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی راجیش کے سینے میں پیوست ہوگئی۔ ادھر دیوی نے دوسرے ماتحت خیال خوانی کرنے والے اجے کمار کو حکم دیا۔ اس نے اپنا ریوالور نکال کر نشانہ لیا اور کرنل کیدار شرما پر فائر کرکے اس کی پیشانی میں سوراخ کردیا۔

ان سب کو کرنل کیدار شرما کی موت کا صدمہ ہونا چاہیے تھا لیکن وہ سب راجیش کی طرف ہمدردی سے دوڑ پڑے۔ مگر وہ مرچکا تھا۔ دیوی کہہ رہی تھی "یہ شیطان برادر کبیر مرتے مرتے بھی ہمارے ریوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے کو لے مرا۔"

یہ کہہ کر اس نے کرنل پر نفرت اور غصے سے تھوک دیا۔

میں نے پارس کے پاس آکر کہا "تمہارا کام ہوچکا ہے۔ راجیش اور کرنل مارے گئے۔ دیوی نے کرنل کی لاش پر غصے سے تھوک دیا ہے۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ علی' ثانی اور پارس اس عمارت کے قریب ہی ایک کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پارس نے قریبی ٹیلی فون بوتھ میں آکر رابطہ قائم کیا۔ اس عمارت کے فون کی گھنٹی بجنے لگی'

جہاں دو لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس عمارت کے نگران اعلیٰ نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

پارس نے کہا "سنا ہے آپ کی محفل میں دیوی جی موجود ہیں؟"

وہ بولا "دیوی جی کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ البتہ وہ مس مارلن کی زبان سے بول رہی ہیں۔"

پھر نگران اعلیٰ نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا "مس مارلن! اگر دیوی جی تمہارے اندر موجود ہوں تو ان سے کہو' کوئی شخص ان سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

مارلن (دیوی) نے آگے بڑھ کر ریسیور لیا پھر کان سے ریسیور لگا کر بولی "ہیلو میں دیوی ہوں اور مارلن کی زبان سے بول رہی ہوں۔"

پارس نے برادر کبیر کی آواز میں پوچھا "اپنے ہی دیس کے ایک نامور کرنل کی لاش پر تھوکنا کیا تمہاری تہذیب ہے؟"

یہ کہتے ہی وہ فون بند کر کے بوتھ سے باہر آگیا۔ دیوی کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئی تھیں۔ اس نے بے یقینی سے کرنل کی لاش کی طرف دیکھا۔ پھر فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر پارس کے دماغ میں پہنچی۔ وہ بولا "مجھ سے یہ نہ پوچھنا کہ میں تمہاری سوچ کی لہروں کو کیسے پہچان لیتا ہوں؟"

وہ بے یقینی سے بولی "تم.... تم زندہ ہو؟"

"تم پہلے بھی دیکھ چکی ہو۔ میں ایک بار مر کر دوبارہ زندہ ہو جاتا ہوں۔ میں کرنل کیدار شرما تھا۔ گولی لگتے ہی مر گیا۔ پھر برادر کبیر کی حیثیت سے زندہ ہو گیا ہوں۔"

وہ ایک دم سے پھٹ پڑی۔ غصے سے چیخ چیخ کر اسے گالیاں دینے لگی۔ یہ خیال نہ آیا کہ پارس نے کچھ سننے سے پہلے ہی سانس روک لی تھی اور وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی تھی۔ وہاں امریکا' اسرائیل اور بھارت کے فوجی افسران اور دوسرے اہم عہدیدار بھی تھے۔ ان کے دماغوں میں تینوں ممالک کے خیال خوانی کرنے والے موجود تھے اور وہ سب مارلن کو غصے سے گالیاں دیتے ہوئے سن رہے تھے۔ سمجھ رہے تھے کہ وہ برادر کبیر کا نام لے کر گالیاں دیتے ہوئے چیلنج کر رہی تھی کہ وہ اسے اس کی تنظیم سمیت خاک میں ملا کر رکھ دے گی۔

تینوں ممالک کے خیال خوانی کرنے والے اس کے معمول اور تابعدار تھے۔ اس لیے وہ اپنی مالکہ کو غصے میں دیکھ کر چپ سادھے ہوئے تھے۔ ایک اسرائیلی فوجی افسر نے پوچھا "مس مارلن! تم غصے میں کچھ زیادہ گالیاں بک رہی ہو اور بولتی جا رہی ہو۔ تمہاری باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تمہارے اندر دیوی غصے سے بول رہی ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا ہے کہ وہ برادر کبیر سے دھوکا کھا گئی ہے۔ وہ زندہ ہے اور تم نے اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے فریب میں آکر اپنے کرنل کیدار شرما کو گولی مار دی ہے۔ ادھر دو طیارے تباہ ہوئے اور ادھر دو بھارتی مارے گئے۔ ایک کرنل اور دوسرا روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والا راجیش۔"

دیوی چپ ہو کر ہانپنے لگی۔ جیسے بہت دیر تک ہوا سے لڑتی رہی ہو۔ وہاں ترکی فوج کے افسران اور سپاہی بھی تھے۔ ایک افسر فون کے ذریعے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کرنے کے بعد وہاں کے واقعات اور دو قتل کی روداد سنانے لگا۔ پھر دوسری طرف کی باتیں سننے کے بعد اس نے ریسیور رکھ کر امریکی فوج کے ایک افسر سے کہا "آپ نائب سپر ماسٹر سے رابطہ کریں۔ میں ان سے ضروری باتیں کروں گا۔"

افسر نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھا کر نائب سپر ماسٹر سے رابطہ کیا پھر کہا "سر! مقامی فوج کے افسر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے دوسری طرف کی بات سنی۔ پھر ریسیور ترکی فوج کے افسر کو دے دیا۔ اس نے کہا "جناب! ہماری انٹیلی جنس نے طیاروں کی تباہی کی تحقیقات کی ہیں۔ ائرپورٹ کے قریب آپ کے نام پر جو کار تھی' وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کار میں سے ایسے چنل سیل کے برابر بم برآمد ہوئے ہیں جو ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے بلاسٹ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی بموں سے اسرائیلی اور بھارتی طیاروں کو تباہ کیا گیا ہے۔ آپ کا طیارہ محفوظ ہے اور شبہ کرنے کی بات ہے کہ دشمنوں نے اسرائیل اور بھارت سے دشمنی کی۔ آپ سے نہیں کی۔ اور آپ ہی کے ملک کی ساخت کے بم تباہی کے لیے استعمال کیے گئے۔"

دوسری طرف سے نائب سپر ماسٹر نے کہا "آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اسرائیل اور بھارت کے خلاف اتنی بڑی تخریب کاری ہماری طرف سے ہوئی ہے؟"

"میں اپنے ملک کی انٹیلی جنس کی رپورٹ پیش کر رہا ہوں۔ آپ نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ ایم آئی ایم والوں نے طیارے تباہ کیے ہیں جبکہ ان کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

"یہ ایم آئی ایم والوں کی چالاکی ہے۔ انہوں نے پہلے میرے سکیورٹی افسر کو گولی ماری اور وہ کار چھین کر لے گئے۔"

"یہ بھی محض الزام ہے۔ کسی نے ایم آئی ایم کے کسی فرد کو نہیں دیکھا کہ اس نے آپ کے سکیورٹی افسر کو گولی ماری ہو۔ یہاں بھی میں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ بھارت کے کرنل کیدار شرما نے راجیش کو گولی ماری اور اسے کمارنے کرنل کیدار شرما کو گولی مار دی۔ یہاں دو لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ ایم آئی ایم کا کوئی بندہ یہاں نہیں ہے مگر مارلن نامی ایک لڑکی فون پر برادر کبیر کو گالیاں دے رہی تھی اور قتل کا الزام بھی اسی پر لگا رہی تھی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ مارلن کی زبان سے ایک دیوی بولتی رہتی ہے۔ یعنی یہ ٹیلی پیتھی کا چکر ہے۔"

نائب سپر ماسٹر نے کہا "وہ درست الزام لگا رہی ہوگی۔ ٹیلی

پیتھی کے ذریعے جتنی واردا تیں کی جاتی ہیں ان کا ایک بھی ظاہری ثبوت نہیں ملتا۔ ہماری آپ کی نظروں کے سامنے بہت سے ناقابل یقین تماشے ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ آپ نے برادر کبیر کو سائے سے گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہوتے دیکھا ہے۔ پھر وہ دوبارہ سایہ بن گیا تھا۔"

"ہاں ہم نے اجلاس میں یہ بھی دیکھا کہ امریکا' اسرائیل اور بھارت نے برادر کبیر سے گولیاں اور ان کا فارمولا طلب کیا تھا۔ اسے اپنا قیدی سمجھ لیا تھا جبکہ وہ ہمارے ملک میں ہے۔ اسے ہمارا قیدی بننا چاہیے تھا۔ لیکن وہ کسی کے ہاتھ نہیں آیا' دوبارہ سایہ بن گیا۔ پھر آپ تمام بڑے ممالک نے ایم آئی ایم کے حق میں متفقہ بیان دیا کہ وہ لوگ دہشت گرد نہیں ہیں۔ آپ تمام کا یہ بیان کل صبح کے اخبارات میں شائع ہوگا۔ ہمارا مشورہ ہے کہ اب آپ لوگ ایم آئی ایم پر کسی ثبوت کے بغیر الزام عائد نہ کریں۔ دنیا کی کسی قانونی کتاب میں یا کسی عدالت میں ٹیلی پیتھی جیسے علوم تسلیم نہیں کیے جاتے ہیں۔ کسی بھی عدالت میں واضح ثبوت اور چشم دید گواہ لازمی ہوتے ہیں۔"

"جہاں تک چشم دید گواہی کی بات ہے۔ اجلاس میں سیکڑوں افراد نے انسانی جسم کے بغیر اس کے سائے کو دیکھا ہے اور وہ سایہ کسی طرح کی بھی واردات کر سکتا ہے۔"

"لیکن سیکڑوں چشم دید گواہوں نے اس سائے کو واردات کرتے نہیں دیکھا۔ اس کے برعکس ہم نے یہاں بھارت کے ذمے دار افراد کو قتل کی واردات کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ یہاں اجلاس ہوگا' آپ حضرات تشریف لائیں گے تو ہمیں میزبانی بہت مہنگی پڑے گی۔ ہیڈ کوارٹر سے کہا گیا ہے کہ بڑے ممالک کے تمام اہم افراد کو نہایت ہی خفیہ طریقے سے پورے حفاظتی انتظامات کے ساتھ رخصت کیا جائے گا تاکہ آئندہ ہمارے سفارتی تعلقات ہمیشہ کی طرح بہتر رہ سکیں۔"

اسرائیلی فوج کے افسر نے کہا "واقعی ہم میں سے کوئی یہاں محفوظ نہیں ہے۔ آپ کی حکومت سخت حفاظتی انتظامات کے ساتھ نہایت خفیہ طریقے سے ہمیں ہمارے ملک پہنچا دے تو ہم ہمیشہ آپ کے شکر گزار رہیں گے۔"

ایک بھارتی عہدیدار نے کہا "ہمارا ایک تجربہ کار کرنل مارا گیا۔ ہمیں اس کی موت کا بے حد صدمہ ہے۔ لیکن اس سلسلے میں کیا جا سکتا ہے کہ ہماری فوج میں بہت سے قابل افسران ہیں جو کرنل کی جگہ لے سکتے ہیں لیکن روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے نہ بار بار پیدا ہو سکتے ہیں اور نہ ہی یہ علم ہر کسی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لیے روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے راجیش کی موت سے ہمارے ملک اور قوم کو بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔"

ایک امریکی عہدیدار نے کہا "سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا جبکہ ایم آئی ایم والے صاف کہتے ہیں کہ وہ اپنے دین کے خلاف اور مسلمانوں کے معاشرے میں اخلاقی تقاضوں کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کریں گے۔ چند مسلمان اکابرین نے ایک اسرائیلی میجر اور اس کے وفد کی میزبانی مسلمان عورتوں کے ذریعے کرنا چاہی۔ پھر اس تنظیم کے لیے اسرائیلی میجر ناپسندیدہ تھا' اس نے لشکر کشی کی تھی اور اردن کے کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس سلسلے میں اور بہت سی باتیں ہیں۔ مختصر بات یہ ہے کہ انہوں نے میجر کو طیارے کے حادثے میں مار ڈالا اور ان بے حیائی سے میزبانی کرنے والوں کو اس اسلامی ملک سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔"

ایک بھارتی افسر نے کہا "یہ بات تو سمجھو' ختم ہو چکی ہے۔ ہم سب نے اجلاس میں مجبوراً تسلیم کر لیا کہ ایم آئی ایم کی تنظیم دہشت گرد نہیں ہے۔ پھر ہمیں نقصان کیوں پہنچایا جا رہا ہے۔ ہمارے لیے روبوٹ راجیش کی موت کا صدمہ ناقابل برداشت ہے۔"

"جب بات ناقابل برداشت ہو تو پھر جوابا انتقامی کارروائی ہوتی ہے۔ یوں بھی بھارت کی پروپیگنڈا مشینری ساری دنیا میں مسلمانوں اور خصوصاً پاکستانیوں کے خلاف کام کرتی ہے۔ بھارتی حکام نے کئی بار امریکا پر یہ دباؤ ڈالا کہ ہم پاکستان کو دہشت گرد ملک قرار دیں۔ ان دونوں ملکوں کے درمیان ہمیشہ سرد جنگ جاری رہتی ہے۔"

ناگواری سے کہا گیا "آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس تنظیم نے پاکستان کی حمایت میں ہمارے ایک کرنل اور ایک غیر معمولی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالا۔"

"آپ حقائق سے گریز نہ کریں۔ پاکستان سے جو دستاویزات جوڈی نارمن لے کر آیا تھا اور جنہیں برادر کبیر کا سایہ عمان کے اجلاس سے لے گیا تھا اس میں ان تمام ہیروں کے نام ہیں جو پاکستان کے مخصوص علاقوں میں دہشت گردی کر رہے ہیں۔ بھارتی تنظیم "را" کی پشت پناہی فوج کر رہی ہے۔ ان دستاویزات میں کرنل کیدار شرما اور راجیش کے علاوہ اور بہت نام ہیں۔ ان دستاویزات کی فوٹو اسٹیٹ کاپی ہمارے سپر ماسٹر کو پہنچائی گئی ہے۔"

ایک اسرائیلی عہدیدار نے پوچھا "آج ہمارے طیارے کو کیوں تباہ کیا گیا؟ کیا وہ طیارہ کسی اسلامی ملک میں بمباری کرنے والا تھا؟"

امریکی عہدیدار نے کہا "پاکستان سے باہر یورپ اور امریکا کی مختلف اسٹیٹس میں آپ لوگ پاکستان کے زر خرید سیاستدانوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ پاکستان بھی ایک دن اسرائیل کو گلے لگا لے گا۔ برادر کبیر نے آپ لوگوں کی خفیہ ملاقات کی تصویروں کی کاپیاں بھی سپر ماسٹر تک پہنچائی ہیں۔ ایم آئی ایم کی طرف سے جب ایسی چیزیں سپر ماسٹر کو موصول ہوتی ہیں تو اس کے پیچھے ایک چھپا ہوا پیغام ہوتا ہے کہ مجاہدین کی یہ تنظیم کسی بھی دن ایسے پاکستانی اور اسرائیلی سیاستدانوں کو سبق سکھائے

گی۔"

ایک بھارتی عہدیدار نے کہا "آپ امریکی سیاستہ ان بڑے سادھو' سیاسی اور فرشتے ہیں۔ آپ لوگوں نے بھارت اور اسرائیل کو تمام مسلمانوں کے خلاف شطرنج کے مہرے بنا رکھا ہے۔ بدنام ہم ہوتے ہیں اور نیکی آپ کماتے ہیں۔"

"بھئی یہ ڈپلومیسی ہے۔ ہماری طرف سے کبھی یہ نہیں کہا جاتا کہ مسلمانوں سے کھل کر دشمنی کرو۔ اگر کبھی بات کھل جائے تو سیاسی حکمت عملی سے اس پر پردہ ڈالو۔"

ایک نے طنزیہ انداز میں کہا "آپ پردہ ڈالنے کے ماہر ہیں۔ اسی لیے آپ صرف بھارت اور اسرائیل کے طیارے تباہ ہوئے۔ مجاہدین نے امریکی طیارے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔"

"آپ طعنہ دینے سے پہلے یہ یاد رکھیے کہ ایم آئی ایم پہلی بار دنیا والوں کے سامنے آئی تو اس نے ہم امریکیوں کے ہی طیارے کو اغوا کیا تھا۔ لیکن ہم نے بڑی حکمت عملی سے طیارے کو اور ایک مسافر کو بھی نقصان نہیں پہنچنے دیا۔"

پھر طعنہ دیا گیا "آپ لوگوں نے طیارہ اغوا کرنے والے مجرم مجاہدوں کو گھر جانے کی چھٹی بھی دے دی۔ انہیں پہلی ہی وارادات میں ایسے سر پر چڑھایا کہ اب وہ ہمارے سروں پر ناچ رہے ہیں۔"

اسرائیلی افسر نے کہا "اس تنظیم سے امریکا کو کبھی نقصان نہیں پہنچا۔ اس کے برعکس سپرماسٹر نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو ایم آئی ایم کا فراڈ سربراہ بنا کر بھیجا۔ اور اس تنظیم کو ہم پر مسلط کردیا۔"

ایک بھارتی افسر نے کہا "امریکی چال ایسی ہی ہوتی ہے۔ سپر ماسٹر نے اپنی ایک ٹیم کو بھارت روانہ کیا۔ وہ ٹیم عکس منتقل کرتی تھی۔ وہ سیاچن کے علاقے کی جاسوسی کرنا چاہتا تھا۔ ادھر پاکستان میں بھی امریکا کی وہی ٹیم گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے باصلاحیت لوگوں کا پاکستانی فوجی ماہرین سے ٹکراؤ ہوا۔"

مارلن نے دیوی بن کر کہا "بات تو تب ہے کہ فائدہ ہم سب کو پہنچے اور نقصان بھی ہم برابر اٹھائیں۔ کچھ تھوڑا سا امریکا کو بھی نقصان پہنچنا چاہیے۔"

ثانی ایک ترکی سپاہی کے اندر رہ کر یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس نے جے مورگن کو بلا کر کہا کہ اسے ابھی کیا کہنا چاہیے اور کیا کرنا چاہیے۔ مورگن نے ہدایت پر عمل کیا۔ اپنی رہائش گاہ میں بیٹھے ہوئے نائب سپرماسٹر کے دماغ پر حاوی ہوگیا۔ پھر اس سے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرائے۔ اجلاس کی عمارت میں جہاں وہ تینوں ملکوں کے اکابرین بیٹھے بحث کررہے تھے اور اپنے نقصان کا ذمے دار امریکا کو ٹھہرا رہے تھے وہاں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

ترکی فوج کے ایک افسر نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے نائب سپرماسٹر نے کہا "اپنے ٹیلی فون سیٹ کا اسپیکر آن کرو تاکہ سب لوگ نائب سپرماسٹر کی باتیں سن سکیں۔"

افسر نے اسپیکر کا بٹن دبا کر وہاں کے تمام حاضرین سے کہا "امریکی نائب سپرماسٹر کا فون ہے۔ انہوں نے اسپیکر آن کرنے کے لیے کہا ہے تاکہ آپ تمام حضرات ان کی باتیں سن سکیں۔ ہاں تو جناب! میں نے اسپیکر آن کردیا ہے' آپ بول سکتے ہیں۔"

اس ٹیلی فون سیٹ کے اسپیکر سے اس کی آواز سنائی دینے لگی۔ "ابھی آپ لوگوں کے درمیان گرما گرم بحث ہورہی ہے۔ بھارت اور اسرائیل ہم امریکیوں کو الزام دے رہے ہیں۔ دیوی جی کی یہ بات نہایت ہی معقول ہے کہ فائدہ ہم سب کو پہنچے تو نقصان بھی ہم برابر کا اٹھائیں۔ کچھ تھوڑا سا امریکا کو بھی نقصان پہنچنا چاہیے۔ لہٰذا نقصان اٹھانے کی ابتدا میں کررہا ہوں۔ دیوی جی کی مرضی سے خودکشی کررہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی ٹیلی فون کے اسپیکر سے ٹھائیں کی آواز گونجی۔ ایک فائر ہوا تھا۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ سب سے پہلے امریکی خیال خوانی کرنے والوں نے اپنے نائب سپرماسٹر کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی مگر وہ دماغ مردہ ہوچکا تھا۔ اسرائیل اور بھارت کے خیال خوانی کرنے والوں کے علاوہ دیوی نے بھی اپنے علم سے تصدیق کی۔ پھر چیخ کر بولی "ہاں۔ میں نے کہا تھا کہ امریکا کو بھی تھوڑا نقصان پہنچنا چاہیے لیکن میں نے..... میں نے نائب سپرماسٹر کو خودکشی پر مجبور نہیں کیا ہے۔ یہ..... یہ سراسر دشمنوں کی چال ہے۔"

وہاں جتنے امریکی اعلیٰ فوجی افسران اور عہدیداران بیٹھے ہوئے تھے' وہ مارلن کو گھور کر دیکھ رہے تھے۔ ایک ترکی افسر نے پوچھا "تم کون ہو مارلن ہو یا دیوی؟ ابھی فون پر دیوی کا ذکر ہوا تھا۔"

وہ بولی "میں مارلن ہوں۔ دیوی جی خیال خوانی کے ذریعے میری زبان سے بولتی ہیں اور اس وقت بھی بول رہی ہیں۔ ہمارے درمیان ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے چھپے ہوئے ہیں۔ انہوں نے صرف اس بات سے فائدہ اٹھایا ہے کہ امریکا کو بھی تھوڑا نقصان پہنچنا چاہیے لہٰذا نقصان پہنچانے کے لیے انہوں نے امریکا کے بہت بڑے عہدیدار کے دست راست کو بے موت مار ڈالا اور الزام مجھے یعنی دیوی کو دے رہے ہیں۔"

اس ملک کا ایک افسر اپنے فوجی ہیڈکوارٹر فون کرکے موجودہ حالات بتا رہا تھا۔ ادھر امریکی افسران اور اعلیٰ عہدیداران دیوی سے کہہ رہے تھے کہ اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ابھی کرنل اور راجیش کی موت کا الزام ایم آئی ایم پر عائد کیا جارہا تھا۔ لہٰذا دیوی نائب سپرماسٹر کو خودکشی پر مجبور کرکے اس کا الزام بھی ایم آئی ایم پر ڈال رہی ہے۔

دیوی نے غصے سے کہا "مجھ پر جھوٹا الزام عائد کروگے تو ہماری آپس کی کشیدگی بڑھے گی۔ ہم دوستانہ ماحول میں امریکا سے شکایت

کررہے تھے۔"

ایک امریکی افسر نے کہا "دوستانہ ماحول میں شکایت کی جاتی ہے' نقصان پہنچانے کی دھمکی نہیں دی جاتی۔ اور پھر فوراً ہی اس دھمکی پر عمل نہیں کیا جاتا۔ دیوی جی! آپ نے بڑی تیزی دکھائی ہے۔ ہمیں ماننا پڑے گا کہ یہ بھی دشمنوں کا کام ہے۔ آپ تو دیوی ہیں دیوی....."

وہ پھر بھڑک کر بولی "ہاں دیوی ہوں۔ ابھی تم سب کو نرک (جہنم) میں پہنچا سکتی ہوں۔ مگر کوئی مجھے چھو بھی نہیں سکے گا۔ سائے کو تو چھو بھی سکتے ہیں کیونکہ وہ نظر آتا ہے لیکن میں نظر بھی نہیں آتی ہوں۔ میں نے مارلن کو اپنی سہیلی بنا کر اپنے لوگوں کے درمیان رکھا ہے تاکہ اس کی زبان سے باتیں کرسکوں۔ تم امریکی دنیا کے لیے سپرپاور ہو' مگر میرے لیے خاک ہو۔ جب چاہوں گی خاک میں ملا دوں گی۔ میں کہتی ہوں۔ میں نے تمہارے نائب سپرماسٹر کو..... خودکشی پر مجبور نہیں کیا ہے۔ اگر یقین کرسکتے ہو تو کرو ورنہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

ایک ترکی افسر نے کہا "ہم کان پکڑتے ہیں' توبہ کرتے ہیں' آئندہ ہم اتنے ممالک کی میزبانی کبھی نہیں کریں گے۔ اور جس ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے اس ملک کے کسی خاص نمائندے کو آنے نہیں دیں گے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ افسر نے ریسیور اٹھایا' دوسری طرف کی باتیں سنیں پھر ریسیور رکھ کر کہا "ہمارے جاسوس نائب سپرماسٹر کی رہائش گاہ پر گئے تھے۔ وہ خود کو گولی مار کر ایک میز پر اوندھا پڑا ہوا ہے۔ اس کے سامنے ایک کھلے ہوئے لیٹر پیڈ پر لکھا ہے "میری موت کا الزام دیوی پر عائد نہ کریں۔ اپنے ملک اور قوم کی بھلائی کے لیے دیوی جی سے ملاقات کرنا ضروری ہے اور ان سے ملاقات کرنے سے پہلے اپنے لہو سے غسل کرنا لازمی ہوتا ہے۔"

اس افسر نے کہا "ہمارے جاسوس نے بتایا ہے کہ اس تحریر کے ساتھ نائب سپرماسٹر کے دستخط بھی ہیں۔"

ایک امریکی افسر نے کہا "اس تحریر سے جو مفہوم واضح ہوتا ہے اس پر اب بحث نہیں کرنا چاہیے۔ ہم اپنے لہو سے غسل نہیں کرنا چاہتے۔ بہتر ہے' ہم یہاں کی فوج کی نگرانی میں نائب سپرماسٹر کی لاش کے پاس چلیں اور اسے امریکا پہنچانے کا انتظام کریں۔"

بھارت اور اسرائیل کے عہدیداروں نے کہا کہ انہیں بھی فوج کی نگرانی میں جلد سے جلد ان کے ملکوں تک پہنچایا جائے۔ وہ سب وہاں سے روانہ ہونے لگے۔ بھارتی وفد کے ساتھ مارلن تھی۔ وہ پھر خاموشی سے پارس کے پاس آئی۔ پارس نے بیزار ہوکر پوچھا "بڑی مشکل ہے۔ تمہیں میرے بغیر سکون کیوں نہیں ملتا ہے؟"

وہ غصے سے بولی "بکواس مت کرو۔ تمہاری مکاریاں اب ناقابل برداشت ہوگئی ہیں۔ اب تم بہت جلد اپنے بدترین انجام کو پہنچنے والے ہو۔"

"تم غلط کہہ رہی ہو۔ تمہیں پتا نہیں ہے کہ میرے گھر میں پانی بہت ہے۔ میں اس کی طرح اپنے لہو سے غسل نہیں کروں گا۔"

"تمہاری باتوں سے اشارہ مل رہا ہے کہ ایک طرف تم نے اپنے خلاف ہونے والے دہشت گردی کے الزامات کو ختم کرادیا' پورے اجلاس میں تمہاری تنظیم کی حمایت میں بیان دیا گیا۔ دوسری طرف تم بڑی مکاری سے کوئی ثبوت چھوڑے بغیر دہشت گردی کررہے ہو۔ بڑے ممالک کو نقصان پہنچا رہے ہو اور مجھے ان ممالک کی نظروں سے گرانے کی کوشش کررہے ہو۔"

"تم جہاں سے بھی گرو گی' میں تمہیں گود میں اٹھالوں گا۔ ویسے میں تمہارے راستے سے ہٹ سکتا ہوں مگر ایک شرط ہے۔"

"میں تمہاری شرط ماننے کو تیار ہوں۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"اپنے اس سوال کا جواب چاہتا ہوں کہ تم زیر زمین رہ کر بوجاپاٹ کرتی رہیں۔ اب زمین سے باہر دنیاوی معاملات میں کیوں سرگرم ہوگئی ہو۔ اور جتنے معاملات میں سرگرمی دکھا رہی ہو' وہ سب مسلمانوں کے خلاف کیوں ہیں؟"

"اور تم جو سرگرمیاں دکھا رہے ہو' وہ ہم ہندوؤں اور یہودیوں کے خلاف ہیں۔"

"اگر تم زیر زمین رہ کر اخبارات پڑھتی رہتیں اور تمام دنیا کے حالات حاضرہ سے واقف رہتیں تو تمہیں معلوم ہوتا کہ تمہاری قوم یہود و نصاریٰ سے مل کر کس طرح مسلمانوں کے خلاف سازشیں کررہی ہے۔ دنیا کا کوئی شخص ایک ایسی عورت کے دنیاوی سوال کا جواب نہیں دے سکتا جو اپنی قبر سے نکل کر آئی ہو۔"

"اگر میں تمہارے خیال سے کفن پھاڑ کر آئی ہوں تو میری دشمنی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔"

"دنیا کا ہر دشمن اپنے دشمن سے یہی ایک مخصوص فقرہ کہتا ہے کہ میری دشمنی تمہیں مہنگی پڑے گی کوئی نئی بات کرو۔"

"میں تم سے بات کرنا پسند نہیں کرتی۔"

"اب تو تم دن رات بات کرنے پر مجبور ہوجاؤ گی کیونکہ میں نے اس حد تک معلوم کرلیا ہے کہ تم اسی شہر میں ہو۔ مگر کہاں ہو' صرف اتنا معلوم کرنا رہ گیا ہے۔ یہ میں دو چار گھنٹوں میں معلوم کرلوں گا۔"

یہ سنتے ہی وہ اس کے دماغ سے ایسے بھاگی جیسے پولیس کے آگے چور سرپر پاؤں رکھ کر بھاگتا ہے۔ اس نے دماغی طور پر حاضر ہوکر گھبراہٹ سے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ اسے اب تک یقین تھا کہ وہ دنیا کے کس ملک اور کس شہر میں ہے' یہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اسی یقین کی بنا پر وہ پہلے انجان اور پھر مارلن بن کر وہاں تھی۔ ویسے اس کا یقین درست تھا۔ یہ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ دنیا کے کس حصے میں بیٹھی خیال خوانی کے ذریعے دوستوں اور دشمنوں سے رابطہ کررہی ہے۔ پارس بھی نہیں جانتا تھا۔ اسے شبہ

تھا کہ وہ شاید اسی شہر میں ہے۔ اسی لیے اس نے اندھیرے میں تیر چلایا تھا جو نشانے پر بیٹھا اور اس نے فوراً اس کے دماغ سے بھاگ کر شبے کو یقین میں بدل دیا تھا۔

اور وہ کرتی بھی کیا؟ ہمیشہ برادر کبیر کی غیر معمولی صلاحیتوں سے متاثر ہوتی آئی تھی اور یہ دیکھتی آئی تھی کہ وہ جو کہتا ہے' اسے کسی نہ کسی طرح کر گزرتا ہے۔ اب اس نے کہا تھا کہ اسے دو چار گھنٹوں میں ڈھونڈ نکالے گا تو یہ بات اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے بعید نہیں تھی۔ وہ دل سے مانتی تھی کہ وہ دنیا کا واحد مکار ہے جو اسے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑا سکتا ہے۔

اس وقت وہ ترکی فوج کے حفاظتی انتظامات کے ساتھ ایک گاڑی میں بھارتی فوجی افسران کے ساتھ تھی۔ ایسی سات گاڑیوں میں امریکا' اسرائیل اور بھارت کے تمام اکابرین تھے اور ان کے ساتھ ترکی فوج کے مسلح جوان اور افسران تھے۔ دیوی نے سوچا تھا کہ مارلن کی حیثیت سے ریوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے اجے کمار اور وجے کمار کی رہائش گاہ میں ان کے ساتھ رہے گی۔ لیکن اب جسمانی طور پر اس شہر میں رہنا گویا برادر کبیر کو اپنے پاس آنے کی دعوت دینا تھا۔ اب تو بہتری اسی میں تھی کہ وہ ابھی یہاں سے نکل بھاگے۔ اس شہر سے ہی نہیں' اس ملک سے بھی دور چلی جائے۔

ان فوجیوں کا قافلہ جا رہا تھا۔ وہ دریائے باسفورس کے قریب پہنچ کر بولی "میں دیوی بول رہی ہوں۔ مارلن' اجے کمار اور وجے کمار کو یہاں اتار دو۔ گاڑی روک دو۔"

گاڑیاں رک گئیں۔ وہ اپنے دونوں تابعداروں کے ساتھ اتر گئی۔ جب وہ قافلہ آگے چلا گیا تو اس نے وجے کمار سے کہا "ہم یہاں سے موٹر بوٹ میں پرنسس آئی لینڈ جائیں گے۔ تم آگے چلو اور موٹر بوٹ حاصل کرو۔"

وہ آگے جانے لگا۔ دیوی اس کے پیچھے چلتے ہوئے اجے کمار سے بولی "پرنسس آئی لینڈ کے ارب پتی مالک کے پاس اس کا ایک ذاتی طیارہ ہے۔ اس ارب پتی کا نام اور فون نمبر معلوم کرو۔ پھر اس کے دماغ پر قبضہ جماؤ اور اسے اپنا تابعدار بناؤ۔ ہم اس کے طیارے میں بیٹھ کر کسی دوسرے ملک میں جائیں گے۔"

پھر اس نے آگے جانے والے وجے کمار سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کر کے کہا "اپنے آس پاس دیکھ کر محتاط رہ کر موٹر بوٹ حاصل کرو۔ ایسا نہ ہو کہ برادر کبیر اور اس کے آدمی ہمارا تعاقب کر رہے ہوں۔"

ثانی' علی اور پارس ایک رہائش گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ثانی نے پارس سے کہا "تم نے اندھیرے میں تیر چلایا مگر خوب نشانے پر چلایا۔ وہ فوراً ہی تمہارے دماغ سے بھاگ گئی۔ اب وہ اتنی عجلت میں اس شہر سے بھاگنا چاہے گی کہ جلد بازی میں ضرور کوئی غلطی کرے گی۔"

علی نے کہا "ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ فرار ہونے کے لیے کون سا طریقہ اور کون سا راستہ اختیار کرے گی۔"

ثانی نے کہا "ظاہر ہے یہاں کی فوج نے ائرپورٹ اور دوسرے فلائنگ کلبس کو اپنے کنٹرول میں لے لیا ہے۔ اگر وہ خیال خوانی کے ذریعے جبری پرواز کرے گی تو فوجی اسے فضا میں مار گرائیں گے۔ میرا خیال ہے' وہ خشکی کا راستہ اختیار کرے گی۔ ہائی وے سے انقرہ کی طرف جائے گی۔ پھر وہاں کے ائرپورٹ سے کسی دوسرے ملک کے لیے فلائی کرے گی۔"

علی نے کہا "یا پھر دریائے باسفورس پار کر کے مشرقی استنبول سے مغربی استنبول جائے گی۔ وہاں سے یونان قریب ہے۔ لیکن وہ پارس کی چالبازیوں سے بڑی محتاط رہتی ہے۔ اب تو وہ خشکی کا راستہ یا دریائی راستہ اختیار ہی نہیں کرے گی۔"

پارس نے کہا "میں اس کی کھوپڑی کو خوب سمجھتا ہوں۔ علی! تم درست کہہ رہے ہو' وہ دریا سے یا خشکی کے راستے سے کبھی نہیں جائے گی۔"

ثانی نے پوچھا "تو کیا اسی ملک میں وہ کہیں زیر زمین چلی جائے گی؟"

علی نے کہا "یہاں تو وہ بری طرح خوفزدہ ہے۔ یہاں سے کسی زیر زمین خفیہ اڈے میں نہیں جائے گی۔ وہ جانتی ہے کہ اس سے زیادہ برادر کبیر اس ملک کے خفیہ اڈوں کو جانتا ہے۔"

پارس نے کہا "یہاں کئی جزیرے ہیں جن میں پرنسس آئی لینڈ مشہور ہے۔ وہاں ایک ارب پتی شخص کے پاس ایک ذاتی طیارہ ہے۔ دیوی اس شخص کو تابعدار بنا کر اس طیارے میں فرار ہو سکے گی۔"

علی نے تائید میں کہا "یہ اس کے لیے زیادہ محفوظ اور آسان طریقہ ہے۔ لیکن وہ جانتی ہوگی کہ برادر کبیر بھی اس ارب پتی شخص کو جانتا ہوگا۔ اس کے باوجود ہم تینوں نے اس کے فرار کے جو راستے سوچے ہیں وہ ان میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کرے گی۔ لہٰذا میں مغربی استنبول جا رہا ہوں۔ ثانی! تم انقرہ کی ہائی وے چوکیوں پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس پر نظر رکھو اور پارس پرنسس آئی لینڈ جائے گا۔"

وہ تینوں پوری تیاریوں کے ساتھ اس رہائش گاہ سے نکل آئے۔ یہ طے پایا کہ ثانی خیال خوانی کے ذریعے کبھی علی اور کبھی پارس کے پاس آتی رہے گی۔ پھر حالات کا تقاضا ہوگا تو اپنے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو بلا لیا جائے گا۔

دریائے باسفورس کے مشرقی ساحل پر دیوی اور اجے کمار بوٹ پلیٹ فارم پر کھڑے ہوئے تھے۔ وہ دونوں محتاط نظروں سے آس پاس دیکھتے جا رہے تھے۔ دیوی سمجھ رہی تھی کہ برادر کبیر بہت چالاک ہے۔ وہ اس کے فرار ہونے کے سلسلے میں دریائی راستے کو بھی نظروں میں رکھے گا۔ وہ چالباز کسی پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرے گا۔

وہ بڑی سنجیدگی اور ذہانت سے سوچ رہی تھی کہ بچاؤ کا اور کیا راستہ ہو سکتا ہے؟ برادر کبیر نے کہا تھا کہ وہ اسے دو چار گھنٹوں میں ڈھونڈ نکالے گا۔ اگر چار گھنٹوں کا حساب رکھا جائے تو آدھا گھنٹا گزر چکا تھا۔ اس کی خیریت اسی میں تھی کہ وہ ساڑھے تین گھنٹوں کے اندر کسی دوسرے ملک پہنچ جاتی۔

وہاں بوٹ پلیٹ فارم پر سمندر اور جزیروں کی سیر کرنے والوں کی خاصی بھیڑ تھی۔ عورتیں' مرد اور بچے سب ہی تھے۔ ایک دھڑکا سا لگا ہوا تھا کہ اس بھیڑ میں وہ دشمن یا اس کے کارندے ہو سکتے ہیں۔ ایسے وقت اس نے ایک نہایت حسین عورت کو دیکھا۔ وہ اتنی حسین اور پُرکشش تھی کہ کئی لوگ اسے دیکھ رہے تھے۔ اس کے ساتھ ایک خوبرو شخص تھا۔ اس حسین عورت کو دیکھتے ہی دیوی کے ذہن میں ایک منصوبہ پکنے لگا۔ اس نے اجے کمار سے کہا "اس خوبصورت جوڑے کو دیکھو۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم دونوں ان دونوں کے خیالات پڑھیں۔"

وہ دیوی کی ہدایت کے مطابق ان کے پاس گیا۔ پھر اس خوبرو شخص سے بولا "معذرت چاہتا ہوں۔ دراصل پہلی بار یہاں آیا ہوں۔ میرے ساتھ میری ایک بہن اور ایک بھائی ہے۔ کیا آپ گائیڈ کریں گے کہ سمندر کی سیر کے لیے ہمیں کس سمت جانا چاہیے۔"

اس شخص نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میرا نام راجر اسمتھ ہے اور یہ میری منگیتر ہے۔ اگلے ہفتے ہماری شادی ہونے والی ہے۔ ابھی رات کا وقت ہے۔ چاندنی میں آپ مغربی ساحل تک یا کسی قریبی جزیرے تک جا سکتے ہیں۔ ہم تو پرنسس آئی لینڈ جا رہے ہیں۔ وہاں رات کو بھی ایسی روشنی اور چہل پہل ہوتی ہے کہ دن کا سماں لگتا ہے۔"

دیوی' اجے کمار کے اندر رہ کر سن رہی تھی۔ وہ دیوی کی مرضی سے بولا "اگر پرنسس آئی لینڈ اس قدر پُررونق جزیرہ ہے تو پھر ہم بھی وہاں جائیں گے۔ کیا آپ بوٹ کے ذریعے جا رہے ہیں؟"

"جی ہاں۔ ہم دونوں کے لیے ایک بوٹ کافی ہے۔"

دیوی ان کے قریب آ گئی۔ وہاں اس کا مارلن کی حیثیت سے تعارف کرایا گیا۔ وہ تمام باتیں سن کر بولی۔ "مسٹر اسمتھ اگر آپ اپنی حسین منگیتر کے ساتھ ہماری لانچ میں چلیں تو ہمیں خوشی ہوگی۔ لانچ کا کیبن آپ دونوں کے لیے مخصوص کر دیا جائے گا۔"

راجر اسمتھ نے کہا "آپ کی آفر میں محبت اور دوستی ہے لیکن ہم دونوں تنہائی چاہتے ہیں۔"

"آپ کو لانچ کے کیبن میں تنہائی ملے گی۔"

وہ بولا "سوری۔ ہم شادی سے پہلے کیبن والی تنہائی نہیں چاہتے۔"

اس بات پر وہ سب ہنسنے لگے۔ پھر مصافحہ کر کے رخصت ہو گئے۔ دیوی نے ان سے الگ ہو کر' بے کمار سے کہا "راجر کے دماغ میں رہو اور اس کی سوچ میں قائل کرتے رہو کہ اسے ہمارے ساتھ لانچ میں چلنا چاہیے۔"

وجے کمار نے آگر کہا "بوٹ کا انتظام ہو گیا ہے۔ میں نے بوٹ والے کے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ بے ضرر آدمی ہے۔"

وہ بولی "پروگرام بدل گیا ہے۔ فوراً جاؤ اور کسی چھوٹی لانچ کا انتظام پندرہ منٹ کے اندر کرو۔ لانچ والے کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کرو تاکہ وہ اور کسی مسافر کو نہ لے جائے۔ ہمارے ساتھ ایک مرد اور ایک عورت ہوگی۔"

وہ چلا گیا۔ اس نے ایک لانچ والے کو فوراً ٹریپ کیا۔ دیوی اس حسینہ کے دماغ میں آئی۔ اس کا ساتھی کہہ رہا تھا "رانی! ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لانچ میں چلنا چاہیے تھا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

راجر اسمتھ دراصل اجے کمار کی مرضی سے ایسا بے اختیار کہہ رہا تھا۔ رانی نے کہا "سوری۔ میں تم سے پہلے کہہ چکی ہوں کہ ہم جی جان سے محبت کریں گے لیکن کسی کمرے یا کیبن کی تنہائی میں تنہا نہیں رہیں گے۔ میں ایک ہندوستانی عورت ہوں اور شادی سے پہلے تمہاری تنہائی میں نہیں آؤں گی۔"

اس کا نام پربھا رانی تھا۔ وہ ہندوستان سے لندن آئی تھی۔ وہاں تعلیم حاصل کرتی رہی تھی۔ ایک دن معلوم ہوا کہ اس کے باپ کا کاروبار تباہ ہو گیا۔ وہ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکا۔ کوٹھی بھی نیلام ہو گئی تھی۔ ماں نے اپنے زیورات بیچ کر اس کے پاس رقم بھجوائی۔ تاکہ وہ لندن سے واپس آ سکے۔ اس کا ماموں رقم لے کر گھر سے نکلا لیکن لندن نہیں گیا۔ مزید کچھ رقم حاصل کر کے وہ دوسرے شہر جا کر ان روپوں سے کاروبار کرنے لگا۔

ادھر جب رانی لندن میں پیسے پیسے کو محتاج ہوئی تو راجر اسمتھ نے اس کی مدد کی۔ دونوں کالج میں دوست کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ راجر اس سے محبت کرتا تھا اور اسے سمجھاتا تھا "واپس جا کر کیا کرو گی۔ ماں کو بھی یہیں بلا لو۔ میں خاندانی رئیس ہوں۔ یہاں پھر تمہاری مسرتوں کے دن واپس آ جائیں گے۔"

وہ انکار کرنے والی تھی۔ راجر ایک اچھا دوست بھی تھا' اچھا انسان بھی تھا لیکن دوستی اور محبت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ وہ ہندوستان جا کر اپنی ذات کے کسی معقول شخص سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت ایک خط ملا کہ ماں بھی مر چکی ہے۔ پھر تو وہ بھری دنیا میں تنہا رہ گئی۔ اب راجر کے سوا اس کا کوئی نہیں تھا۔ حالات نے اسے قائل کر دیا کہ راجر سے اچھا جیون ساتھی اسے نہیں ملے گا۔

اب ایک ہفتے بعد ان کی شادی ہونے والی تھی۔ راجر بزنس ٹور پر اسے اپنے ساتھ استنبول لے آیا تھا۔ شاید اس لیے بھی اسے لے آیا تھا کہ تقدیر دیوی کو پربھا رانی کے ذریعے برادر کبیر یعنی پارس

سے بچانا چاہتی تھی۔

وجے کمار نے لانچ کا انتظام کرلیا تھا۔ دیوی' پربھا رانی کے اور اجے کمار' راجر کے دماغ پر چھا گیا تھا۔ اس طرح وہ ان دونوں کو لانچ میں لے آئے۔ جب لانچ روانہ ہوئی تو دیوی نے رانی کو کیبن میں پہنچا کر وہاں ایک برتھ پر لٹا دیا۔ اجے کمار نے راجر کے دماغ کو خیال خوانی کی مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔ وہ لانچ کے عرشے پر کھڑا تھا اور وجے کمار لانچ کے سٹیوارڈ سے دوستی کرکے اس سے باتوں میں وقت گزار رہا تھا۔ اس کے علاوہ دو اور ملازم تھے جن سے وقت آنے پر نمٹا جاسکتا تھا۔

سفر کے دوران دیوی نے رانی کو اپنا معمول بنایا۔ پھر اس کے دماغ سے اس کے ماضی کو بھلا دیا۔ اس کے بعد اس کے ذہن میں یہ نقش کرنے لگی کہ اس کا نام شی تارا ہے۔ آج کل دیوی کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ وہ ایک مالی شہرت رکھنے والے ماہر علم نجوم کی بیٹی ہے۔ ایک برہمن زادی ہے۔ اس نے بھی باپ کی طرح علم نجوم میں کمال بھی حاصل کیا ہے اور دن رات کی محنت سے ٹیلی پیتھی بھی سیکھی ہے۔

دیوی جو کچھ کہہ رہی تھی وہ رانی کے ذہن میں نقش ہوتا جارہا تھا۔ اور یہ باتیں بھی نقش ہوئیں کہ پارس کا مذہب بدل کر اسے اپنا دھرم پتی بنانا چاہتی ہے۔ اس مقصد کے لیے اس کی جوتش ودیا نے اسے دس برس تک دنیا والوں سے چھپ کر تپسیا کرنے کی راہنمائی کی ہے۔ اس کے مطابق وہ دنیا والوں سے اپنا اصلی چہرہ اور اپنی اصلی آواز چھپاتی آرہی ہے۔ وہ ان دس برسوں میں پارس کے پاس بھی نہیں جاسکتی تھی۔ مگر اسے دیوانہ وار چاہتی تھی۔ اس لیے پارس کو اپنی نظروں کے سامنے رکھنے کے لیے اس نے ایک ڈی شی تارا بنائی تھی۔ اس ڈی کے ذریعے وہ پارس کو دیکھتی تھی اور ایسی تدبیریں کرتی رہتی تھی کہ اسے دس برس تک تپسیا نہ کرنا پڑے اور پارس ذہنی طور پر اس کا معمول اور تابعدار بن کر اپنے مذہب کو بھول کر اس کا دھرم پتی بن جائے۔

لیکن پچھلے دنوں یہ بھید کھل گیا کہ اصلی شی تارا زیر زمین رہتی ہے۔ پھر وہ سونیا سے بچنے کے لیے زمین پر بڑی راز داری سے آئی تھی۔ پھر ایم آئی ایم کے برادر کبیر سے اس کی ٹھن گئی۔ وہ اسے نقصان بھی پہنچاتا رہا۔ پھر اس نے یہ معلوم کرلیا کہ دیوی استنبول میں ہے۔ لہٰذا اب یہ دیوی استنبول سے فرار ہوکر پرنس آئی لینڈ جارہی ہے۔ وہاں سے ایک ارب پتی شخص کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس کے ذریعے اٹلی کے شہر روم جائے گی۔ پھر وہاں سے واشنگٹن جانے کا ارادہ ہے۔

وہ اپنی زندگی کی تمام اہم تفصیلات رانی کو ذہن نشین کراتی رہی۔ اسے ہر پہلو سے زیر زمین رہنے والی دیوی شی تارا بناتی رہی۔ اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے کی کمی رہ گئی تھی۔ اس کے لیے بھی اس نے سوچ لیا تھا کہ وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہونے کے بعد وہ رانی کو واشنگٹن لے جائے گی پھر سپر ماسٹر وغیرہ کو پہلے کی طرح ٹرپ کرکے رانی کو بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزارے گی اور اسے ٹیلی پیتھی جاننے والی مکمل دیوی شی تارا بنا دے گی۔ اس طرح صرف برادر کبیر نہیں' سونیا بھی رانی کو دیوی سمجھ کر دھوکا کھاتی رہے گی۔

اس نے پوری طرح عمل کرنے کے بعد رانی کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر اجے اور وجے کمار سے کہا "اب راجر اسمتھ کو مارکو پاس میں پھینک دو۔ رانی ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سوتی رہے گی۔ اس سے پہلے پرنس آئی لینڈ نہیں پہنچنا چاہیے۔ اس لیے لانچ کو ادھر اُدھر گھماتے رہو۔"

خود کو زندہ اور بااختیار رکھنے کے لیے دوسرے بے گناہوں اور بے قصور لوگوں کی جانیں لی جاتی ہیں۔ بیچارے راجر اسمتھ کو مار کر پھینک دیا گیا۔ اس کے ساتھ لانچ کے دو ملازموں کو بھی پانی میں مچھلیوں کی خوراک بنا دیا گیا۔ صرف اسٹیو ڈ کے دماغ پر حاوی رہ کر اسے زندہ رکھا گیا تاکہ وہ لانچ چلاتا رہے اور رانی کے تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد انہیں پرنس آئی لینڈ پہنچا دے۔

دیوی جس نئے منصوبے پر عمل کررہی تھی اس میں اس حد تک کامیاب ہوچکی تھی کہ اس نے تقریباً ایک مکمل دیوی شی تارا تیار کرلی تھی۔ اگر جزیرے میں برادر کبیر یا اس کے مجاہد دیوی کو تلاش کرتے پھرتے تو شاید رانی تک پہنچ جاتے۔ اسے دیوی سمجھ کر مار ڈالتے۔ یا پھر اسے اپنے کسی خفیہ اڈے میں لے جاتے۔

ویسے دیوی نے یہ طے کرلیا تھا کہ رانی کو ہمیشہ اپنی ڈی بنا کر رکھے گی اور اس کے ذریعے بہت اہم کام کرتی رہے گی۔ اس نے اجے سے کہا "کیبن میں ٹیلی فون ڈائریکٹری پڑی ہے۔ اسے دیکھو اور اس ارب پتی کا فون نمبر معلوم کرکے اس سے رابطہ کرو اور اس کی آواز سناؤ۔"

وہ مشہور شخص تھا۔ نمبر ملنے میں دیر نہیں لگی۔ رابطہ کرنے پر اس کے سیکریٹری کی آواز سنائی دی۔ دیوی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس سے ریسیور رکھوا کر اسے اپنے آقا کے پاس جانے پر مائل کیا۔ اس جزیرے اور وہاں کے محل کی مالکہ پہلے ایک مسلمان حسین اور جوان بیوہ تھی۔ اب اس جزیرے کو ایک ایسے بہت بڑے اسکاٹ مارٹن مارکو نے خرید لیا تھا جو ترک حکومت میں ایک بہت اہم سیاستداں بھی تھا۔ اس لیے ترک فوج اور پولیس والے بھی اسے سلام کرتے تھے۔

اس کا سیکریٹری بھی دیوی کی مرضی سے اسے سلام کرنے گیا تو اس وقت مارٹن مارکو شراب پی رہا تھا اور اس کے سامنے ایک رقاصہ مختصر سے لباس میں ناچ رہی تھی۔ ایسے وقت کوئی اس کی تنہائی اور عیاشی میں مخل نہیں ہوتا تھا۔ سیکریٹری نے اس کی شاہانہ طرز کی خوبصورت سی خواب گاہ میں آکر اسے سلام کیا۔ رقاصہ نے اسے دیکھتے ہی ناچنا بند کردیا۔ مارٹن مارکو نے اسے غصے سے دیکھا پھر کہا "بڈھے سیکریٹری! تو نے یہاں آنے کی جرأت کیسے کی۔ کیا تو نہیں جانتا کہ تیری نوکری تو جائے گی مگر تجھے کتنی بڑی سزا ملے گی؟"

وجے کمار بھی اس کے دماغ میں موجود تھا۔ سیکریٹری نے اس کی مرضی کے مطابق کہا "مارکو! میں اپنی غلطی اور آپ کی طرف سے ملنے والی سزا کو بھی خوب سمجھتا ہوں۔ اس کے باوجود آپ سے ایک شکایت کرنے آیا ہوں۔"

"تو اور مجھ سے شکایت کرنے آیا ہے؟ ذرا میں بھی سنوں کہ شکایت کیا ہے؟"

وہ بولا "میں دو برس بعد ساٹھ برس کا ہوجاؤں گا مگر ابھی سے سٹھیا گیا ہوں۔ اور آپ کی طرح تھوڑی سی پینا اور جوان عورت کا رقص دیکھنا چاہتا ہوں۔"

مارکو کو غصہ آنا چاہیے تھا لیکن اس کے اندر دیوی تھی۔ اس نے دیوی کی مرضی کے مطابق ایک قہقہہ لگایا پھر کہا "تیری آمد پر غصہ آیا تھا مگر اس بڑھاپے میں یہ شوق اور یہ تمنا دیکھ کر بڑا مزہ آرہا ہے۔ تو شکایت کرنے آیا ہے۔ جا میں تیری آرزو پوری کروں گا۔ آج یہ حسین رقاصہ تیرے نام کردوں گا اور یہ آدھی بوتل بچی ہوئی شراب بھی لے جا۔ اس محل کا جو کمرا پسند ہو اس میں جاکر عیاشی کر۔"

پھر اس نے رقاصہ کو حکم دیا کہ وہ بوتل اٹھا کر اس کے سیکریٹری کے ساتھ چلی جائے۔ وہ زر خرید حکم کی بندی تھی' بوتل اٹھا کر سیکریٹری کے ساتھ چلی گئی پھر اس نے اپنے سیکورٹی افسر کو بلایا اور کہا "ابھی ایک لانچ میں میرے تین مہمان آرہے ہیں۔ ایک حسین عورت اور دو مرد۔ عورت کا نام ڈی شی ہے۔ تم ابھی لانچ کی بندرگاہ پر جاؤ اور ان تینوں کو عزت اور آرام سے لے آؤ۔"

وہ "آل رائٹ سر" کہہ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد مارکو نے طیارے کے انجینئر کو بلایا۔ پھر اس کے حاضر ہونے پر کہا "ابھی اپنے ماتحتوں کے ساتھ اس طیارے کو اچھی طرح چیک کرو۔ ایندھن کی ٹنکی فل کرنے کے بعد فاضل ایندھن سے بھرے ہوئے' دو کین بھی رکھ دو۔ ہم ذرا فضائی تفریح کے موڈ میں ہیں۔"

انجینئر نے کہا "میں ابھی آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ لیکن آج دن کے وقت استنبول سے وی آئی پی ائرپورٹ پر دو طیارے تباہ کردیے گئے تھے۔ تب سے حکومت نے کل صبح تک تمام پروازوں کو ملتوی کردیا ہے اور آپ کے نام بھی پیغام ارسال کیا تھا کہ کل صبح تک پرواز نہ کریں۔"

وہ بولا "جس حکومت نے یہ پیغام بھیجا ہے' میں اسی حکومت کا ایک اہم رکن ہوں۔ جاؤ اور طیارے کو تیار رکھو" وہ بھی حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ وجے کمار بھارت کا ایک تجربہ کار پائلٹ تھا۔ وہ انجینئر کے دماغ میں رہا تاکہ طیارے کی چیکنگ ہوتے خود بھی دیکھے اور مطمئن ہوسکے۔ دیوی نے ماسٹر مارکو کو وہیں پلنگ پر لٹا دیا۔ اسے تھپک کر سلایا۔ پھر اس پر عمل کرنے لگی۔ اب سے پہلے اس نے پربھا رانی پر عمل کیا تھا۔ وہ ایک گھنٹے بعد بیدار ہونے والی تھی۔ اتنا وقت گزارنے کے لیے اس نے مارکو کو اپنا معمول بنا کر اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ اس کی ایک مہمان آرہی ہے جس کا نام ڈی شی ہے۔ اس کے ساتھ اس کے دو ساتھی ہیں۔ وہ ان تینوں پر کسی قسم کا شبہ نہیں کرے گا۔ اس کے اندر ڈی شی جو بولے گی' اس پر عمل کرتا رہے گا۔ اگر ڈی شی کے سوا کسی کی سوچ کی لہر وہاں سے آئے تو وہ فوراً سانس روک لے۔ اور آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے بعد بیدار ہوگا تو شراب کا نشہ بھی اتر جائے گا۔

اس طرح اس نے مارکو کو بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا کر آدھے گھنٹے کے لیے سلا دیا۔ اسی حساب سے جب رانی ایک گھنٹے بعد بیدار ہوئی تو ادھر مارکو بھی ایک گھنٹے بعد بیدار ہوگیا۔

لانچ اس جزیرے کے ساحل پر پہنچ گئی۔ مارکو کا سیکورٹی افسر چند مسلح گارڈز کے ساتھ ان کے استقبال کے لیے آیا تھا۔ دیوی کیبن کے اندر چھپی رہی۔ رانی اب خود کو دیوی شی تارا سمجھ رہی تھی۔ وہ اجے اور وجے کمار کے ساتھ محل سے آنے والی گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی۔

دیوی نے لانچ کے اسٹیو ڈ کے دماغ پر قبضہ جمار کھا تھا۔ اس لیے وہ یہ کسی سے نہ پوچھ سکا کہ لانچ میں دو عورتیں اور تین مرد سوار ہوئے تھے' ان میں سے ایک عورت اور ایک مرد (راجر اسمتھ) کہاں ہیں۔ وہ اسٹیو ڈ جزیرے کے مالک کی سیکورٹی فورس کو دیکھ کر مرعوب ہوگیا تھا۔

ان کے جانے کے بعد دیوی نے اسٹیو ڈ کو لانچ کے کیبن میں خیال خوانی کے ذریعے سلا دیا اور اس کے دماغ کو ہدایت کی کہ وہ صبح آٹھ بجے سے پہلے بیدار نہیں ہوگا۔ وہ بیچارہ گہری نیند سوتا رہ گیا۔ یہ لانچ سے اتر کر ساحل پر آگئی۔ وہاں دور تک ساحلی سڑک روشن تھی۔ ہوٹل' قمار خانے اور شراب خانے کھلے ہوئے تھے۔ سنیما' تھیٹر اور بچوں کے کھیل تماشے کے کلب وغیرہ روشنیوں سے جگمگا رہے تھے۔ بوڑھوں کے لیے ٹھنڈی ساحلی ہوا کا لطف اٹھانے' ایک دوسرے سے گزری ہوئی جوانی کا دکھڑا سنانے کے لیے اوپن ریستوران وغیرہ تھے۔ ایسے دو چار ریستورانوں میں صرف بوڑھی عورتیں اور بوڑھے مرد ہی جاتے تھے۔ رانی' دیوی بن کر محل میں جاچکی تھی۔ دیوی ابھی تک مارٹن کے روپ میں تھی۔ وہ بوڑھوں کے ایک ریستوران میں آکر بیٹھ گئی۔

وہاں بیٹھنے کا مقصد یہ تھا کہ اس کے حسن و شباب کو دیکھ کر للچانے والے جوان نہیں تھے۔ کوئی اس کی تنہائی میں مخل نہ ہوتا اور وہ سکون سے خیال خوانی کے ذریعے اپنی نئی ڈی اور ماتحتوں کی خیریت معلوم کرتی رہتی اور ان کے کام بھی آتی رہتی۔

وہ کھلی فضا میں ایک میز کے پاس آکر کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہاں آس پاس کی میزوں پر بیٹھی ہوئی بوڑھیاں اور بوڑھے اور ریستوران کے مالک اور ملازمین نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ ریستوران کا مالک بھی بوڑھا تھا۔ تمام ملازم بھی بوڑھے تھے۔ مالک نے آکر اس سے کہا "مس! شاید آپ نے یہاں کا سائن بورڈ نہیں پڑھا ہے؟"

وہ بولی "مجھے پڑھنا آتا ہے اور اگر نہ آتا تو میں یہاں صرف بوڑھے ہی بوڑھے دیکھ کر سمجھ لیتی کہ یہ ریستوران مجھ جیسی بوڑھیوں کے لیے ہے۔"

مالک نے حیرانی سے پلکیں جھپکا کر اسے دیکھا پھر پوچھا "آپ اس قدر جوان ہو کر خود کو بوڑھی کہہ رہی ہیں؟"

وہ ہنس کر بولی "بڑھاپے میں تمہاری آنکھیں کچھ زیادہ ہی کمزور ہو گئی ہیں۔ مجھے ذرا غور سے دیکھو۔"

وہ اس کے دماغ پر سوار ہو گئی۔ وہ غور سے دیکھنے لگا تو اس کی سوچ میں کہنے لگی "ہاں اندر سے بوڑھی ہے اوپر سے اتنا زیادہ میک اپ کیا ہے کہ جوان نظر آتی ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولا "ہاں آپ بوڑھی ہو سکتی ہیں۔ مگر کمال کا میک اپ کیا ہے۔ بالکل جوان لگ رہی ہیں۔ فرمائیے کیا کھانا پینا پسند کریں گی؟"

اس نے کہا "ایک گلاس ٹھنڈا لیمن اسکواش لے آؤ۔"

"بڑھاپے میں ٹھنڈی چیزیں نقصان پہنچاتی ہیں۔ اس لیے ہم ایسی چیزیں نہیں رکھتے۔"

اسے بھوک لگ رہی تھی۔ وہ بولی "بہترین بھنا ہوا گوشت ملے گا؟"

وہ بولا "بڑھاپے میں گوشت ہضم نہیں ہوتا۔ ہم یہاں ہلکی خوراک رکھتے ہیں۔ اس میں بھی نمک کم ہوتا ہے کیونکہ زیادہ نمک بوڑھوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔"

وہ بیزار ہو کر بولی "اچھا چائے لے آؤ۔"

"ابھی لاتا ہوں۔ مگر چائے پھیکی ہوگی کیونکہ بے شمار بوڑھے شوگر کے مریض ہوتے ہیں۔"

اسے ہنسی آگئی۔ پھر وہ بولی "میں بھول جاتی ہوں کہ بوڑھی ہو چکی ہوں۔ اکثر لوگ بوڑھے ہو کر بھی اس خوش فہمی میں رہتے ہیں کہ وہ جوان ہیں اور جوانوں کی طرح ہر چیز کھا پی کر ہضم کر سکتے ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ جو بوڑھا شوگر کا مریض نہ ہو' اسے تو تم میٹھی چائے دیتے ہو گے۔"

"اسے ہم نصیحت کرتے ہیں کہ شوگر کے مریض نہیں ہو تو خدا کا شکر ادا کرو اور میٹھی چائے سے پرہیز کرو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں تمہاری نصیحت یاد رکھوں گی۔ یہاں تنہا بیٹھ کر کچھ وقت گزارنا چاہتی ہوں اس لیے پھیکی ہی سہی' چائے پلا دو۔"

اس نے پھر نصیحت کی "آپ کو تنہا نہیں بیٹھنا چاہیے۔ اس لیے کہ بوڑھے دن رات تنہا رہتے ہیں۔ ان کی جوان بیٹیاں اپنے شوہروں کے ساتھ اور جوان بیٹے اپنی بیویوں کے ساتھ مگن رہتے ہیں۔ ہم بوڑھوں کے اندر کہنے کے لیے بہت کچھ ہوتا ہے مگر سننے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اسی لیے یہ چند ریستوران قائم کیے گئے ہیں۔ یہاں اجنبی بوڑھیاں اور بوڑھے آتے ہیں۔ ایک دوسرے سے شناسائی پیدا کرتے ہیں اور خوب جی بھر کے اپنے اپنے دل کی باتیں اور اپنا اپنا دکھڑا سنا کر ایک دوسرے سے ہمدردیاں کرتے ہیں۔"

وہ متاثر ہو کر بولی "تم نے بوڑھوں کی زندگی کا بہت ہی دل گداز پہلو پیش کیا ہے۔ یہاں آنے والے بوڑھے جب تک یہاں ایک دوسرے سے بولتے ہوں گے اپنی بے مروت اولادوں کو بھول کر زندگی کا تھوڑا سا آکسیجن حاصل کر لیتے ہوں گے۔"

"جی ہاں۔ میں تو کہتا ہوں' دنیا کے ہر ملک' ہر شہر اور قصبے میں ایسی جگہ قائم کرنا چاہیے جہاں انسان کا بڑھاپا چند گھنٹوں کے لیے خوشگوار ہو جائے اور انہیں اطمینان رہے کہ روز اسی طرح کوئی تو ان کی باتیں سننے والا یا سننے والی ملے گی۔"

وہ بولی "کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ میں صرف چائے پینے تک تنہا رہوں اور تم کسی کو میرے پاس آنے نہ دو؟"

"میں سمجھ گیا۔ آپ یہاں تھوڑی دیر تنہائی میں اپنے کسی مسئلے پر غور کرنا اور اس کا حل تلاش کرنا چاہتی ہیں۔"

"ہاں۔ کچھ ایسی ہی بات ہے۔"

وہ ایک طرف اشارہ کر کے بولا "اس بڑی میز کی طرف دیکھیں۔ وہاں ایک بوڑھے کے اطراف کتنی ہی بوڑھیاں اور بوڑھے بیٹھے اس کی باتیں سن رہے ہیں۔ وہ ہمیشہ یہاں آتا ہے اور پریشان رہنے والے بوڑھوں کے مسائل سن کر انہیں بہترین مشورے دیتا ہے۔ وہ علم نجوم کا ماہر ہے اور اس نے دنیا کے ہر ملک کی سیر کی ہے اور انسانی نفسیات کو خوب سمجھتا ہے۔ آپ چائے پی کر وہاں جا سکتی ہیں۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اسے یہاں بلاؤ اور میں تنہائی میں اس سے باتیں کروں؟"

"یہ ذرا مشکل ہے۔ وہ روزانہ اسی میز پر بیٹھتا ہے۔ ضرورت مند بوڑھے اس کے پاس جاتے ہیں۔ ویسے میں آپ کا پیغام پہنچا دوں گا۔ ہو سکتا ہے' وہ آپ کے پاس چلا آئے۔"

وہ بوڑھا مالک چلا گیا۔ دیوی نے دور ایک بڑی سی میز کی طرف دیکھا۔ اس بوڑھے سے اس لیے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ علم نجوم کا ماہر تھا اور اسے بھی جوتش ودیا میں مہارت حاصل تھی۔ وہ کوئی جاسوس یا دشمن نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہاں روزانہ آیا کرتا تھا اور وہاں روزانہ آنے والا دیوی کا کوئی دشمن نہیں تھا۔

ایک بوڑھا ویٹر چھپکی چائے کی ایک پیالی اس کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ اس نے چائے کی ایک چسکی لی۔ پھر پھیکے پن کے باعث

منہ بنایا۔ ریستوران کا بوڑھا مالک اس بڑی سی میز کی طرف جا رہا تھا۔ جہاں بوڑھے کافی تعداد میں نظر آ رہے تھے۔ مالک نے اس ماہر علم نجوم سے کہا "دس نمبر کی میز پر ایک خاتون آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔"

علم نجوم کے ماہر نے سر گھما کر دیوی کی طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ "عقل کہتی ہے کہ ایک کو خوش کرنے کے لیے دس کو مایوس نہ کرو۔ ویسے میں اسے بھی مایوس نہیں کروں گا۔ یہاں ان سے باتیں کر لینے کے بعد اس خاتون کے پاس ضرور جاؤں گا۔"

دیوی خیال خوانی کے ذریعے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ علم نجوم کے ماہر کے اندر پہنچ گئی۔ اس کا نام کارل بونزا تھا۔ وہ ایک روسی یہودی تھا۔ تقریباً بارہ برس پہلے ہجرت کر کے یورپ آیا تھا۔ اور اس جزیرے میں پچھلے تین برسوں سے تھا۔ سب اس کی عزت کرتے تھے۔ دیوی نے مختصر سی خیال خوانی سے معلوم کیا کہ وہ نہ تو دشمنوں میں سے ہے اور نہ ہی اس سے کوئی نقصان اسے پہنچے گا۔

فی الوقت اتنی ہی معلومات کافی تھیں کیونکہ وہ پہلے اپنوں کی خبر لینا چاہتی تھی۔ اگرچہ ان کے لیے بھی کوئی خاص پریشانی نہیں تھی۔ کیونکہ ڈی دیوی کے ساتھ دو غیر معمولی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے۔ وہ ماسٹر مارکو کے اندر پہنچ گئی۔ دیوی نے اس پر مختصر سا عمل کر کے اپنا معمول بنایا تھا اور اس کے ذہن میں چند اہم باتیں نقش کی تھیں جن کے مطابق اس نے اپنے محل میں آنے والے تین مہمانوں کا استقبال کیا تھا۔

جب اس نے رانی کے حسن و شباب کو دیکھا تو اپنا تھوک نگلنے لگا کہ کہیں رال نہ ٹپک پڑے۔ وہ حسین ترین لڑکیوں کو اپنی دولت سے خرید لیتا تھا۔ لیکن ایسی کوئی بھی حسینہ جو دولت سے خریدی نہ جا سکتی ہو' وہ اور زیادہ حسین لگتی ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ حاصل نہ ہونے والی چیز سب سے مہنگی لگتی ہے اور اسے حاصل کرنے کی ایک ضد سی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ ضد بھی نہیں کر سکتا تھا' اپنی طاقت سے بھی حاصل نہیں کر سکتا اور نہ اس کے قدموں میں گر کر حسن کی خیرات مانگ سکتا تھا۔ کیونکہ دیوی کا معمول اور تابعدار بنا ہوا تھا۔

پھر بھی اس نے کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میری مہمان اس قدر حسین ہوگی۔ سوچتا ہوں تمہارے حسن کی تعریف کیسے کروں؟"

دیوے کمار نے کہا "اچھی چیز کی تعریف کرنا چاہیے مگر یہ بھی سمجھتے رہو کہ پھول کے ساتھ یہ دو کانٹے ہیں۔"

اجے کمار نے کہا "جسم کو صحت مند اور طاقتور بنانے والے کو بازی بلڈر کہتے ہیں مگر ہم دونوں بازی بلڈر جسموں کو بناتے نہیں' بلکہ توڑ پھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔"

ماسٹر مارکو نے کہا "جی ہاں۔ آپ دونوں کے پہاڑ جیسے جسموں کی تعریف بھی ضرور کروں گا۔ ایسا لگتا ہے جیسے آپ دونوں چٹانوں سے تراشے گئے ہیں۔"

رانی نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "میں ہوائی جہاز پر ابھی سیر کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ بولا "ضرور۔ کیوں نہیں؟ میں تمہارے ایک اشارے پر دنیا کا سب سے مہنگا جہاز خرید کر لا سکتا ہوں۔"

"وہ تو بعد میں خریدو گے۔ مگر ابھی جو تمہارے پاس ہے' اس میں بیٹھ کر سیر کروں گی۔"

"بے شک۔ میں نے تمہاری آمد سے پہلے ہی ایک طیارہ سیر و تفریح کے لیے تیار رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں پہلے تم رات کا کھانا میرے ساتھ نوش فرماؤ پھر۔"

وہ بات کاٹ کر بولی "نہیں۔ میں پہلے جس چیز کی خواہش کرتی ہوں' اسے پورا کرتی ہوں۔ اس لیے پہلے سیر کروں گی۔"

وہ رانی کی خواہش پوری کرنے کے لیے ان تینوں کے ساتھ محل کے اندر مختلف حصوں سے گزرنے لگا اور کہنے لگا "تمہاری آمد سے میرے محل کی رونق بڑھ گئی ہے۔ تم طیارے میں سیر کرنے جاؤ۔ میں بڑی بے چینی سے تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا۔"

وہ محل سے نکل کر باغ میں آئے۔ اس خوبصورت باغ سے گزرنے کے بعد ایک وسیع میدان تھا۔ اس پر ایک پختہ رن وے تھا' جہاں ایک چھوٹا طیارہ کھڑا ہوا تھا۔ ایک پائلٹ بھی وہیں موجود تھا۔ اجے کمار نے کہا "ہماری مالکہ فلائی کرنے کے سلسلے میں صرف مجھ پر بھروسا کرتی ہیں۔ میں بھی پائلٹ ہوں۔ لہٰذا آپ کا پائلٹ یا آپ کا کوئی گارڈ بھی ہمارے ساتھ نہیں جائے گا۔"

ماسٹر مارکو نہ اعتراض کر سکتا تھا اور نہ ہی یہ سوال کر سکتا تھا کہ تین اجنبی کون ہیں جو کسی چوتھے کو اپنے ساتھ لے جانا نہیں چاہتے ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ اپنا طیارہ انہیں کیوں دے رہا ہے؟ دیوی نے اس کے دماغ پر حاوی ہو کر اسے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

وہ تینوں طیارے میں سوار ہوئے۔ اسی وقت اجے کمار نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے کہا "تم کون ہو؟ کیا ہماری دیوی جی کو تلاش کر رہی ہو؟ ذرا اپنا تعارف تو کراؤ۔"

وہ ثانی تھی۔ اجلاس والی عمارت میں اجے کمار کی آواز سن چکی تھی۔ لیکن اجے کمار ثانی کو آواز اور لہجے سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ وہ بولی "میں تمہارے ذریعے معلوم کر رہی ہوں کہ تم اپنے ساتھی اور ایک جوان عورت کے ساتھ جا رہے ہو۔ یہ عورت کون ہے؟"

"تم خیال خوانی کرتی ہو۔ اس کے دماغ میں جاؤ۔ اگر نہ جا سکو تو سمجھ لینا یہ ہماری دیوی جی ہیں۔"

پھر اجے نے رانی سے کہا "دیوی جی! کیا آپ کسی کو اپنے دماغ میں آنے دیں گی؟"

رانی ڈی دیوی بنی ہوئی تھی۔ اس نے دیوی کی آواز اور لہجے

میں کہا۔" آنے والی سے کہو۔ سانپ نکل جائے تو لاٹھی نہیں پیٹنا چاہیے۔"

ثانی نے اجے سے کہا "اپنی دیوی سے کہو کہ برادر کبیر سے بات کرے۔"

اجے نے طیارے کے انجن کو اسٹارٹ کرتے ہوئے اصلی دیوی کو مخاطب کیا۔ پھر کہا۔ "ابھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی آئی تھی۔ میں اسے پہچان نہ سکا۔ لیکن اس کا تعلق ایم آئی ایم سے ہے۔ کیونکہ اس نے کہا ہے کہ آپ برادر کبیر سے بات کریں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ طیارہ رن وے پر تیزی سے چلنے پھر دوڑنے لگا۔ اس کے بعد فضا میں بلند ہونے لگا۔ جب اس کی پرواز ہموار ہوگئی تو دیوی نے تینوں کے پاس آکر کہا "آئندہ تم میں سے کوئی کسی کو دماغ میں آنے نہ دے' محتاط رہو۔"

وہ انہیں ہدایات دے کر بوڑھوں کے ریستوران میں دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اس کے سامنے میز پر پھیکی چائے کی پیالی رکھی ہوئی تھی جسے وہ دوا کی طرح ناگواری سے پی رہی تھی۔ اب اسے اطمینان تھا کہ اس کی ڈی بخیریت اجے اور دجے کے ساتھ طیارے میں پرواز کر رہی تھی اور اب برادر کبیر اور اس کی تنظیم کے خیال خوانی کرنے والے انہیں روک نہیں سکتے تھے۔

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور پارس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اس نے کہا "اچھا تو آپ تشریف لے آئیں۔ اب سے چار گھنٹے پہلے میرے دماغ سے کیوں بھاگ گئی تھیں؟"

"اس لیے کہ تم شیطان ہو۔ ایسا لگتا ہے جیسے غیب کی باتیں جان لیتے ہو۔ تم نے یہ جان لیا تھا کہ میں استنبول میں ہوں۔ تم کتنے خطرناک ہو' یہ میں تمہارے اندر رہ کر اسپیڈ بوٹ کی آواز سے سمجھ رہی ہوں۔ تم مجھے ڈھونڈ نکالنے کے لیے پرنسس آئی لینڈ کی طرف آرہے ہو۔"

"آرہا ہوں نہیں' آرہا تھا۔ اب یہ اسپیڈ بوٹ واپس جا رہی ہے۔ ابھی میری خیال خوانی کرنے والی نے بتایا ہے کہ تم دو آدمیوں کے ساتھ ایک طیارے میں سوار ہو چکی ہو۔ اور یقیناً وہ طیارہ ماسٹر مار کو کا ہوگا۔"

وہ فاتحانہ انداز میں بولی "تم واپس جا رہے ہو۔ یہ بھی تمہاری دانشمندی ہے کیونکہ میں تو ہاتھ سے نکل چکی ہوں۔ اس وقت ہمارا طیارہ تیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا ہے۔"

"اکثر پیار کرنے والے کہتے ہیں کہ میری جان! میں تمہارے لیے آسمان سے تارے توڑ لاؤں گا۔ تم بھی آسمان کی بلندیوں پر ہو۔ اور میں تمہارا چاہنے والا ہوں۔ اس لیے تمہیں آسمان سے توڑ لاؤں گا۔ کیسے لاؤں گا' یہ تماشا بھی دیکھ لینا۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر پھر اس ریستوران کی میز پر آگئی۔ پارس نے پھر اس کا دل دھڑکا دیا تھا۔ اگرچہ اس سے سہم جانے والی کوئی بات نہ تھی۔ اس کی اسپیڈ بوٹ پرنسس آئی لینڈ کی طرف نہیں آرہی تھی۔ وہ واپس جا رہا تھا۔ اس کی خیال خوانی کرنے والی نے بتا دیا تھا کہ دیوی اپنے دو آدمیوں کے ساتھ طیارے میں جا چکی ہے۔ لیکن وہ جو بولتا تھا تو اس کے پیچھے کوئی گہری بات ضرور ہوتی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اسے آسمان سے توڑ لائے گا۔

اصل بات یہ تھی کہ وہ واپس نہیں جا رہا تھا' اسی جزیرے میں آرہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جزیرے کے قریب پہنچ رہا تھا۔ اس نے سوچا' جب آ ہی گیا ہے تو رات کو واپس نہیں جائے گا۔ وہ رات جزیرے میں گزار کر کل دن کو کسی وقت چلا جائے گا۔ اس کے فرشتے تو بھی علم نہیں تھا کہ اصلی دیوی شی تارا اس جزیرے میں موجود ہے۔

سب اپنے اپنے طور پر پلاننگ کرتے ہیں۔ پارس کی پلاننگ بظاہر ناکام ہوئی تھی۔ وہ دیوی تک پہنچنے کے لیے صحیح سمت آرہا تھا۔ مگر ایک ڈی دیوی کے طیارے میں جانے سے وہ اور ثانی دونوں ہی دھوکا کھا چکے تھے۔

دیوی کا منصوبہ بھی یہی تھا کہ وہ اپنی روپوشی کے دس برس پورے کرلے اور استنبول میں بھی رہے تاکہ کسی تدبیر سے برادر کبیر کا سراغ لگا سکے۔ اگر برادر کبیر وہ شہر چھوڑ کر کہیں چلا جائے گا تو پھر ایسے خطرناک دشمن تک شاید کبھی نہ پہنچ سکے جو اپنی مکاریوں سے اور حاضر دماغی سے اس کے حواس پر چھا گیا تھا۔ اور اسے ایسے الجھا کر رکھے ہوئے تھا کہ وہ ایک عرصے سے پارس کا سراغ نہیں لگا پا رہی تھی۔

پہلے ڈی شی تارا کے ذریعے پارس کو بالواسطہ پالیتی تھی۔ مگر ڈی شی تارا کا بھید کھل گیا تھا اور وہ مکار ثابت ہوئی تھی تو پارس اسے چھوڑ کر کہیں گم ہوگیا تھا اور میں نے بھی یہ ظاہر کیا تھا کہ شی تارا کو میری فیملی سے نکال دیا گیا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر دیوی یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ شی تارا اور پوجا کو پارس نے اپنے ہی پاس رکھا ہے اور وہ دونوں بھی اسی شہر استنبول میں ہیں۔ شی تارا اور پوجا کی آوازیں اور لہجے بدل گئے تھے اس لیے دیوی ان کے اندر نہیں پہنچ سکتی تھی۔

پھر جناب تبریزی نے سپر ماسٹر وغیرہ سے صاف طور سے کہہ دیا تھا کہ وہ ایم آئی ایم کی تنظیم سے نہ کوئی تعلق رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کے سربراہ کو جانتے ہیں۔ اور انہوں نے سچ کہا تھا۔ کیونکہ اس وقت تک ڈاکٹر علی (وارنر ہیگ) نے ایم آئی ایم کے سربراہ کی حیثیت سے جناب تبریزی سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ آخر میں ڈاکٹر علی نے ضرورت سے مجبور ہو کر بابا صاحب کے ادارے سے ایک ایسے چالباز اور حاضر دماغ جوان کو طلب کیا تھا جو عملی سربراہ کا رول ادا کرسکے۔

ایسی صورت حال کے پیش نظر بھی دیوی کبھی یہ نہیں سوچ

سکتی تھی کہ پارس ہی ایم آئی ایم کے عملی سربراہ برادر کبیر کا رول ادا کر رہا ہے۔ وہ انجانے میں بار بار پارس سے ہی ٹکرا رہی تھی۔

وہ پہلی بار ایک ڈی شی تارا پیش کر کے چار برس بعد ناکام ہوگئی تھی۔ یہ راز کھل گیا تھا کہ اصلی شی تارا زیر زمین رہتی ہے۔ اور یہ سازش بھی ظاہر ہوگئی تھی کہ وہ چونکہ دس برس سے پہلے ظاہر نہیں ہونا چاہتی تھی اور اسے ننھی اعلیٰ بی بی (ثانی) سے خطرہ تھا اس لیے وہ اسے ہلاک کرانے کی ناکام کوشش کر چکی تھی۔

اس کے بعد یہ ظاہر ہوگیا کہ زیر زمین رہنے والی دیوی زمین پر کس ملک اور کس شہر میں آگئی ہے۔ ایسے میں پھر دنیا والوں کو دھوکا دینا ضروری تھا۔ اس لیے اس نے ایک بار پھر ڈی شی تارا بنائی اب اس نام میں دیوی کا اضافہ ہوگیا تھا۔ یہ فریب پہلے مرحلے میں کامیاب رہا تھا۔ دیوی دیکھ رہی تھی' برادر کبیر دھوکا کھا کر یہی سوچ رہا تھا کہ دیوی ایک طیارے کے ذریعے فرار ہوگئی ہے۔ پھر سونیا بھی اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے یہ سن کر خوش ہو رہی ہوگی کہ دیوی زمین سے نکل کر منظر عام پر آگئی ہے۔ مگر بدستور روپوش رہتی ہے۔ اگر اب اعلیٰ بی بی (ثانی) کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گی تو دنیا کے کسی بھی ملک یا شہر سے دیوی کو ڈھونڈ کر ہلاک کردے گی۔ یوں سونیا بھی نہیں جان سکے گی کہ اس نے ایک ڈی دیوی کو ہلاک کیا ہے۔

مختصر یہ کہ ایک ڈی دیوی موجودہ حالات میں ضروری ہوگئی تھی اور بلاشبہ اصلی دیوی نے ابھی اپنی ڈی سے خوب فائدہ اٹھایا تھا۔ جس طرح ثانی اور پارس کو دھوکا دیا تھا اسی طرح آئندہ سونیا کو بھی دھوکا دے سکتی تھی۔

اس نے وجے کمار سے کہا "برادر کبیر کو معلوم ہوگیا ہے کہ تم دونوں میرے ساتھ اس جزیرے سے نکل چکے ہو۔ اب ایم آئی ایم والے مختلف ممالک میں چاق و چوبند ہو کر تم لوگوں کا انتظار کریں گے اور ان کے خیال خوانی کرنے والے ہر اس ایئرپورٹ کے متعلقہ افسران کو ٹریپ کریں گے جہاں تم وہ طیارہ اتارو گے۔ ویسے تم دونوں کی خیال خوانی کے مقابلے میں وہ کمزور رہیں گے اس کے باوجود جتنی جلدی ہوسکے اور اس طیارے سے پیچھا چھڑاؤ۔ ہوسکے تو یونان کے بدنام زمانہ اسکلر انیگزنڈرے پرائیویٹ پورٹ میں جہاز اتارو۔ ہم اس اسکلر سے نمٹ لیں گے۔"

وہ بڑی دیر سے اس ریستوران میں بیٹھی ہوئی تھی۔ رات زیادہ ہو رہی تھی اور بھوک بھی لگ رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ اب کسی دوسرے ریستوران میں جا کر کھانا چاہیے کیونکہ وہاں بوڑھوں کا پرہیزی کھانا ملتا تھا۔ وہ چائے کا بل ادا کر کے جانا چاہتی تھی' اسی وقت وہ بوڑھا کارل بونزا اس کے سامنے میز کی دوسری طرف آگیا۔ وہ بولی "آپ کا شکریہ۔ آپ میرے بلانے سے اس بھیڑ کو چھوڑ کر آگئے۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "میرے آس پاس بھیڑ لگی رہتی ہے۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ اسے آئندہ ہونے والی بات معلوم ہو جائے۔ یا اس کے کسی موجودہ مسئلے کا حل نکل آئے۔ مجھ سے جہاں تک ہوسکتا ہے' میں لوگوں کی پریشانیاں دور کرنے کی کوششیں کرتا ہوں۔ اب تم بتاؤ' تمہارا کیا مسئلہ ہے۔ ویسے یہ بتا دوں کہ تم بھی یہاں ایک مسئلہ بن گئی ہو۔ یہاں پورے ریستوران میں بوڑھیاں اور بوڑھے شرط لگا رہے ہیں کہ تم جوان نظر آرہی ہو مگر بوڑھی ہو۔ بعض کہتے ہیں تم ہرگز بوڑھی نہیں ہو۔"

دیوی نے مسکرا کر پوچھا "آپ نے ان کا مسئلہ بھی حل کیا ہوگا۔ ذرا مجھے بھی بتائیں' کیا میں جوان نظر نہیں آرہی ہوں؟"

"بے شک۔ دودھ' دودھ ہی ہوتا ہے اور پانی' پانی ہی ہوتا ہے۔ دودھ میں پانی مل جائے تو اس کی خاصیت ختم ہو جاتی ہے صرف اس کی سفیدی رہ جاتی ہے۔ اسی طرح پانی کی بھی قدرتی خاصیت ختم ہو جاتی۔ پانی کی جوانی ایک نامعلوم سی لذت ہوتی ہے جو پیاس بجھا دیتی ہے' وہ باقی نہیں رہتی۔"

"میں کچھ سمجھ نہیں پائی۔ ان باتوں کا میری ذات سے کیا تعلق ہے؟"

"یہی کہ تم خالص دودھ تھیں مگر اب اس میں تھوڑا سا پانی ملنا شروع ہوگیا ہے۔ تم اپنی جوانی کے بہترین لمحات ضائع کرتی جا رہی ہو۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ آپ نے یہاں آکر بیٹھتے ہی مجھ میں ایسی کیا بات دیکھی ہے؟"

"میں قیافہ شناس ہوں۔ آنکھیں پڑھتا ہوں۔ جب آدمی زبان سے بولتا رہتا ہے تو آنکھیں بھی اس دوران بولتی رہتی ہیں۔ ایسے وقت زبان کچھ بولتی ہے اور آنکھیں کچھ بولتی ہیں۔ دونوں کی بولیوں میں فرق ہوتا ہے۔ تمہاری حرکتیں بھی کچھ ایسی ہیں۔ جس طرح تم جوان ہو کر بوڑھوں کے ریستوران میں آبیٹھی ہو اسی طرح تم زندگی بھی ایسی جگہ گزارتی رہی ہو جہاں گزارنے سے قیمتی لمحے ضائع ہوتے رہتے ہیں۔ دودھ کو پانی مار دیتا ہے۔ جوانی کو بڑھاپا کھا جاتا ہے اور ضدی آرزوؤں کو مسلسل انتظار چباتا رہتا ہے۔ پھر پتا نہیں چلتا کہ ہم پار ہے ہیں یا کھو رہے ہیں۔ پھر ایک دن آئینہ پوچھتا ہے۔ بتاؤ تمہارے خوبصورت بدن کے ذخیرے میں جوانی کتنی رہ گئی ہے؟ اور بڑھاپے کی مقدار کتنی ہے؟"

دیوی اپنے سامنے بیٹھے ہوئے یہودی بوڑھے کارل بونزا کو ایک ٹک دیکھ رہی تھی۔ وہ اگرچہ فلسفیانہ انداز میں بول رہا تھا۔ لیکن جو بول رہا تھا اس کے پیچھے دیوی کی گزرتی ہوئی زندگی جھلک رہی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا آپ روحانیت میں ڈوب کر بولتے ہیں؟"

"میں ایک گناہگار بندہ ہوں۔ بھلا روحانیت سے میرا کیا تعلق ہوگا۔ میں ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوا مگر آج تک کبھی عبادت

گاہ میں نہیں گیا۔ اگر میں عیسائی ہوتا تو کبھی چرچ نہ جاتا۔ اور مسلمان ہوتا تو کسی مسجد کی سیڑھی پر قدم نہ رکھتا۔ خدا کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ میں نے یہ سوچنے میں بڑا سر کھپایا کہ جس نے یہ کائنات بنائی اسے کیسے سمجھا جائے۔ آخر یہی سمجھ میں آیا کہ خدا خود سمجھ میں آتا ہے۔ اگر انسان صرف اپنے اعمال کو اچھا بناتا چلا جائے۔"

"میں بات کچھ کہہ رہی تھی' آپ اس بات کو دوسری طرف لے جارہے ہیں۔"

"تم نے مجھ سے روحانیت کے متعلق پوچھا تھا۔ کیا میں روحانیت میں ڈوب کر بولتا ہوں۔ میرا جواب ہے نہیں۔ میری کوشش ہوتی ہے کہ میں اچھے اعمال میں ڈوب کر بولتا رہوں۔"

"آپ نے ابھی کہا تھا کہ ضدی آرزوؤں کو مسلسل انتظار چبا جاتا ہے۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں ضدی ہوں اور ضد میں کسی کی آرزو کررہی ہوں؟"

بوڑھے نے بڑی سنجیدگی سے زیرِلب مسکرا کر اسے دیکھا۔ دیوی نے نظریں جھکالیں۔ وہ بولا "اگر تم اپنا پیدائشی نام' پیدائش کا وقت اور تاریخ بتاؤ۔ اور اپنی ماں کا نام بتاؤ تو میں تمہاری زندگی کی پوری داستان تمہارے سامنے بیان کردوں گا۔"

وہ سمجھ گئی کہ وہ بوڑھا بہت پہنچا ہوا قیافہ شناس' ماہر علم نجوم اور نہ جانے کیا کچھ ہے۔ اگر وہ اپنا نام اور جنم دن وغیرہ بتائے گی تو اس بوڑھے کو اس کی تمام اصلیت معلوم ہوجائے گی۔

بوڑھے نے کہا "بعض لوگ نامور ہوتے ہیں اور بعض بے نام ہوتے ہیں۔ لیکن وہ بڑے پیارے ہوتے ہیں' جو اپنا نام اپنی زبان سے ادا نہیں کرسکتے۔ کبھی قبرستان میں جاکر دیکھو' بہت سی قبروں پر مرنے والوں کے ناموں کے کتبے نہیں ہوتے۔ آدمی کو زندگی میں کچھ نہ ملے مگر نام تو ملے۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "میرا نام مارلن ہے۔ صحیح تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہے ورنہ ضرور بتادیتی۔"

"تم نے ریستوران کے مالک کے ذریعے مجھے اپنے پاس بلایا ہے۔ کیا تمہارا کوئی مسئلہ ہے؟"

"ہاں ایک شخص ہے۔ میں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ صرف اس کی آواز سنی ہے۔ میں اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔ لیکن اس طرح کہ وہ مجھے نہ دیکھے۔"

"تم نے اس کی آواز سنی ہے۔ ایک آواز تو وہ ہوتی ہے جو ریڈیو سے آتی ہے۔ ہم اسے سنتے ہیں۔ مگر اس بولنے والے کو دیکھ نہیں سکتے۔ ایک آواز ٹیلی فون سے آتی ہے۔ فون سے بولنے والا بھی دکھائی نہیں دیتا۔ ایک آواز دل سے نکلتی ہے۔ اس آواز کو صرف دل کی دھڑکنیں ہی سنتی اور سمجھتی ہیں۔ تم کسی آواز کے پیچھے بھاگ رہی ہو۔ یا کسی سائے کے پیچھے؟"

"سایہ؟" دیوی نے ایک دم سے چونک کر بوڑھے کو دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا آپ نے یہ خبر پڑھی ہے' یا سنی ہے کہ ایک شخص گوشت پوست کے ٹھوس جسم سے سایہ بن جاتا ہے؟"

"ہاں۔ میں نے سنا ہے۔ وہ ایم آئی ایم نامی تنظیم کا سربراہ ہے۔ کیا تم اسی کو دیکھنا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔ میں اسی کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"یہ کون سا مسئلہ ہے۔ بہت سے پریس فوٹوگرافرز نے اس کی تصویریں اتاری ہیں۔ تم کل کے اخبار میں دیکھ لوگی۔"

وہ جھنجلا کر بولی "آپ اتنی دانائی کی باتیں کرتے ہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ میں صرف اسے دیکھنا نہیں' اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ اس کا پتا ٹھکانا معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"مگر کیوں اس کا پتا ٹھکانا اور اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتی ہو؟ ابھی تک تم نے اپنا مسئلہ بیان نہیں کیا ہے؟ کیا اس نے تم سے قرضہ لے کر واپس نہیں کیا؟ یا وہ کوئی مجرم ہے اور تم قانون کی بالادستی کے لیے اسے پکڑنا چاہتی ہو؟ یا اس نے ذاتی طور پر تمہیں کوئی نقصان پہنچایا ہے؟"

وہ سر تھام کر سوچنے لگی۔ پھر بولی "وہ مجرم ہے۔ مگر جرم ایسے کرتا ہے کہ اپنے پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا۔ اس نے بھارت دیس کے ایک کرنل اور ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو قتل کردیا۔"

"یہ تو بڑے بڑے ملکوں کے معاملات ہیں۔ کیا تم کسی ملک کی جاسوسہ ہو اور اسے گرفتار کرنے کے لیے تلاش کررہی ہو؟"

"ہاں' خون کا بدلہ خون ہوتا ہے۔ میں اسے بھی مرتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"ابھی تم نے کہا ہے کہ اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتی ہو۔ اگر یہ معلوم ہوجائے کہ وہ تمہارا رشتے دار ہے تو کیا پھر بھی اسے قتل ہوتے دیکھنا چاہو گی؟"

"اس دنیا میں میرا کوئی رشتے دار نہیں ہے۔"

"ابھی نہیں ہے۔ مگر شادی کے بعد تو رشتے داری ہوسکتی ہے۔"

"میری اس سے کبھی رشتے داری نہیں ہوگی۔"

"اگر تم تقدیر کو مانتی ہو تو یہ بھی مان لو کہ دشمن کبھی دوست بن کر اپنی زندگی میں داخل ہوجاتا ہے۔"

"میرا ایک ہی آئیڈیل ہے۔ جس کے انتظار میں جی رہی ہوں۔"

"آدمی کبھی کبھی اپنے سائے سے ڈر جاتا ہے۔ جب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی کا سایہ ہے تو وہ اپنے سائے پر مسکرانے لگتا ہے۔"

"آپ یا تو فلسفیانہ انداز میں بولتے ہیں۔ یا پھر گھما پھرا کر باتیں کرتے ہیں۔ کیا میرے مسئلے کا سیدھا سا حل نہیں بتاسکتے۔"

"کوئی مسئلہ ہوتا تو اس کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کرتا۔ وہ مسئلہ نہیں ہے۔ تم نے اپنے لیے ایک مسئلہ بنالیا ہے۔ ابھی تو بری سمجھ میں یہی بات آتی ہے کہ اسے دوست بنالو۔ دشمن سمجھو گی اور وہ تمہارے سامنے بھی آئے گا تو اسے نہ گرفتار کرسکو گی اور نہ ہی اسے کوئی نقصان پہنچاسکو گی۔"

"کیا آپ یہ سوچ کر کہہ رہے ہیں کہ میں ایک عورت ہوں اور ایک مرد پر قابو نہیں پاسکوں گی۔"

"تم یہی سمجھ لو۔ میں تمہارے سامنے ایک مرد بیٹھا ہوں۔ اگرچہ بوڑھا ہوں۔ اس کے باوجود مجھ پر قابو نہیں پاسکو گی۔"

دیوی نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی سوچ میں بولی۔ "میں کرسی سے اٹھ رہا ہوں۔ اٹھنے کے بعد دوبارہ بیٹھ جاؤں گا۔"

بوڑھے کارل بونزا نے سوچ کے ذریعے کہا "میں کیوں خواہ مخواہ کرسی سے اٹھوں پھر دوبارہ بیٹھوں۔ پلیز مجھ بوڑھے کو اٹھنے بیٹھنے کی زحمت نہ دو۔"

وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ مسکرا کر بولا "جب ہوٹل کا مالک وہاں جاکر تمہارا پیغام مجھے دے رہا تھا اور میں مالک کو تمہارے پیغام کا جواب دے رہا تھا۔ اس وقت تم میرے دماغ میں آکر میرے خیالات پڑھنے لگی تھیں اور میں سمجھ گیا تھا کہ تمہارا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں' وہ خود ہی اپنے لیے مسائل پیدا کرلیتے ہیں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "آپ کون ہیں؟"

"میں ایک بوڑھا ہوں۔ سچ مچ بوڑھا ہوں۔ تمہارا یا کسی کا بھی دشمن نہیں ہوں۔ چونکہ میں سب کا دوست ہوں۔ اس لیے میری زندگی میں کبھی کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میرا کوئی مذہب نہیں ہے۔ لیکن میں خدا کو اس لیے پہچان سکتا ہوں کہ اپنے اعمال اچھے رکھتا ہوں۔"

وہ بے یقینی سے بوڑھے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ بولا "یقین کردیا نہ کرو۔ مگر یہ بات گرہ میں باندھ لو کہ خدا کی پہچان صرف اچھے اعمال سے ہوتی ہے۔"

اس نے پوچھا "سچ سچ بتائیں۔ آپ کون ہیں؟ کیا آپ بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟"

"ہمارے درمیان بڑی دیر سے گفتگو ہورہی ہے۔ اتنی دیر میں' میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ کہہ دیا ہے۔ میرے کہنے کا انداز ایسا ہی ہے۔ تم سمجھ نہ سکو تو پھر کوئی تمہیں سمجھ نہیں سکے گا۔"

واقعی اس بوڑھے نے اسے کہا تھا کہ تم زندگی ایسی جگہ گزار رہی ہو جہاں جوانی کے قیمتی لمحات ضائع ہورہے ہیں۔ اس نے ضدی آرزوؤں کا حوالہ دیا تھا۔ اسے سمجھ لینا چاہیے تھا کہ وہ پارس کو دھرم پتنی بنانے کے لیے زیرِزمین رہ کر جوانی کے قیمتی لمحات ضائع کررہی ہے۔ پھر بوڑھے نے کہا تھا کہ ایک دن آئینہ پوچھے گا کہ بدن کے ذخیرے میں جوانی کتنی رہ گئی ہے۔ اور بڑھاپا لٹنا جھاگیا ہے۔ جوانی کے دس برس تنہائی میں گزارنے والی کی اس وقت کیا ہوگی؟

پھر دیوی نے کہا تھا کہ دنیا میں اس کا کوئی رشتے دار نہیں اور بوڑھے نے کہا تھا کہ شادی کے بعد رشتے داری ہوسکتی ہے۔ آدمی کبھی کبھی اپنے سائے سے ڈر جاتا ہے۔ جب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنا ہی سایہ ہے تو وہ اپنے سائے پر مسکرانے لگتا ہے۔

وہ اپنے نیک اعمال سے خدا کو پہچاننے والا دیوی کو سب کچھ سمجھا چکا تھا۔ لیکن وہ تو اسے برادر کبیر سمجھ کر اس سے ٹکرا رہی تھی۔ ایک ڈمی دیوی بناکر اسے دھوکا دے رہی تھی جبکہ بوڑھے کارل بونزا نے یہ بھی سمجھایا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے خود اپنے لیے مسائل پیدا کرتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ بوڑھا نہ جانے کیا کچھ جانتا تھا لیکن اپنے لیے کبھی کوئی مسئلہ پیدا نہیں کرتا تھا کہ سب کو دوست بناکر رکھتا تھا۔

بوڑھے نے کہا "بہت رات ہوچکی ہے۔ ایسے وقت گہری نیند سونا چاہیے۔ لیکن تم نے تو کھانا بھی نہیں کھایا ہے۔ آؤ دوسرے ریستوران چلیں۔ وہاں تمہیں بوڑھوں کا پرہیزی کھانا نہیں ملے گا۔"

وہ اس کے ساتھ اس ریستوران سے نکل کر ساحلی سڑک کے کنارے کنارے چلنے لگی۔ بوڑھے نے کہا "تم میری بیٹی جیسی ہو۔ میں چاہتا ہوں' تم اپنے طریقے کچھ بدلتی رہو۔ دشمنی کے راستے چھوڑنے اور دوستی کے راستے پر چلنے کی کوشش کرو۔ تم دیکھو گی کہ تمہاری پریشانیاں کم ہوتی چلی جائیں گی۔"

دیوی نے کہا "تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ کوئی دوسرا دشمنی کرے تو میں دوستی کیسے کروں گی؟"

"کوئی دوسرا دشمنی کرے تو پہلے تھوڑا سا اپنا نقصان برداشت کرکے اسے سمجھاؤ۔ اگر وہ دوست بن جائے تو آئندہ اس کے ہاتھوں نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ زیادہ سے زیادہ تمہیں بزدل یا کمزور سمجھے گا۔ لیکن جب تمہارے اندر بے پناہ طاقت اور غیر معمولی صلاحیتیں ہیں تو دوسرے تمہیں بزدل سمجھیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"میری یہ بات یوں سمجھ سکتی ہو کہ خدا ایک قوت ہے۔ فرعون نے اور نمرود وغیرہ نے خدا کو کمزور سمجھا اور خود کو طاقتور جان کر خدا کہلانا چاہا۔ پہلے انہیں پیغمبروں کے ذریعے سمجھایا گیا۔ جب ان کی سمجھ میں نہیں آیا تو وہ اپنی جھوٹی خدائی کے ساتھ خاک میں ملادیے گئے۔ انہیں اس خدا نے خاک میں ملایا جسے وہ کمزور سمجھتے تھے۔

"انسان کے اندر قوت ہے۔ لیکن قوتِ برداشت نہیں ہے کہ وہ خدا کی دی ہوئی قوت کو چھپا کر رکھے۔ وہ بزدلی کا طعنہ سنتے ہی اپنی قوت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ امن و سلامتی کا راستہ چھوڑ کر جنگ

وجدل کی راہ اختیار کرتا ہے۔ کیا جس نے تم سے دشمنی میں پہل کی' اسے تم نے پہلے سمجھایا کہ دوست بنو اور امن و سلامتی کی طرف آؤ؟"

وہ ذرا ہچکچائی۔ پھر بولی "آپ تو ایم آئی ایم کے بارے میں جانتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی یہودی قوم کے خلاف اپنی بات منوانے کے لیے ایک امریکی طیارے کو اغوا کیا تھا اور دشمنی کی ابتدا کی تھی۔"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوا تھا لیکن مجھے صرف یہودی قوم سے نہیں' دنیا کی ساری قوموں سے محبت ہے۔ کیونکہ میرا کوئی گھر' کوئی شہر یا ملک یا کوئی مذہب نہیں ہے۔ میرا صرف ایک خدا ہے جسے میں اپنے اچھے اعمال سے پہچاننے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ لہٰذا میرے اندر یہ جذبہ نہ بھڑکاؤ کہ یہودی قوم کے خلاف ایم آئی ایم کے سربراہ نے امریکی طیارے کو اغوا کیا۔ میں صرف تمہاری بات کر رہا ہوں۔ اس برادر کبیر نے تم سے دشمنی میں کس طرح پہل کی؟"

وہ سوچ میں پڑ گئی کہ اپنے مخالف پر کس طرح الزام عائد کرے۔ پھر اس نے کہا۔ "برادر کبیر نے میری دو سہیلیوں شی تارا اور پوجا کو اغوا کیا تھا۔ اور انہیں واپس کرنے سے انکار کر دیا۔"

"نہیں بیٹی! وہ تمہاری سہیلیاں نہیں تھیں۔ تم نے انہیں اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا تھا۔ جب ایک انسان دوسرے انسان کو غلام بناتا ہے تو گویا انسانیت کی توہین کرتا ہے۔ دنیا کی عورتیں مرجانا پسند کرتی ہیں لیکن کسی کو اپنی سوکن بنانا کبھی گوارا نہیں کریں لیکن تم نے اس شی تارا کو چار برس سے اپنی سوکن بنا رکھا تھا۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ پھر ایک پیر پٹخ کر بولی "آپ کون ہیں؟ یہ تمام باتیں کیسے جانتے ہیں۔ میں بوڑھوں کے ریستوران میں سکون سے بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے آکر مجھے بری طرح الجھا دیا ہے۔"

"یاد کرو۔ میں نہیں آیا تھا' تم نے مجھے بلایا تھا۔ اگر میں تمہارے لیے ایک مسئلہ بن گیا ہوں تو سمجھو کہ مسئلہ خود پیدا نہیں ہوتا' آدمی اس مسئلے کو دوسری میز سے اپنی میز پر بلاتا ہے۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی "بھگوان کی سوگند۔ آپ عجیب و غریب انسان ہیں۔ میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں پلیز بتا دیں۔ آپ کون ہیں؟"

وہ پھر آگے چلنے لگے۔ اس نے کہا "ابھی تم نے بے اختیار بھگوان کی قسم کھا کر خود ہی ظاہر کر دیا کہ تم کوئی عیسائی لڑکی مارلن نہیں ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ میں بھی حیرانی' پریشانی یا گھبراہٹ کے عالم میں کبھی اپنی اصلیت خود ہی اگل دوں۔ جب تم چپکے سے میرے خیالات پڑھ رہی تھیں تو میں نے اپنے بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہونے دیا اور کچھ معلوم ہونے نہیں دیا۔ کیا ضروری ہے کہ کسی کے بارے میں سب کچھ معلوم کیا جائے؟ سب کچھ تو صرف خدا کو معلوم ہوتا ہے۔"

"میں آپ کی ہر بات مانتی ہوں۔ میں اعتراف کرتی ہوں کہ غیر معمولی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی صرف اسی حد تک معلومات حاصل کرتے ہیں جو حد خدا نے یا بھگوان نے مقرر کی ہے۔ مگر فار گاڈ سیک' آپ اتنا بتا دیں کہ آپ کون ہیں؟"

"ہاں صرف اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ جتنا کاتب تقدیر کو منظور ہے۔ میرا نام کارل بونزا نہیں ہے۔ میں یہودی' عیسائی' مسلمان کچھ بھی نہیں ہوں۔ میرا نام مقدر بیگ ہے۔ جب میرے اعمال اچھے ہوتے ہیں تو خدا مجھے بناتا ہے۔ میرے اعمال خراب ہوتے ہیں تو خدا مجھے بگاڑتا ہے۔ اسی لیے بار بار کہتا ہوں کہ صرف اچھے اعمال سے خدا کی رحمتوں کو پہچانا جا سکتا ہے۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولی "آپ ہر سوال کا جواب معنی خیز انداز میں دیتے ہیں۔ آپ کی باتیں سمجھ میں آتے ہوئے بھی جیسے بہت کچھ سمجھنے کو رہ جاتی ہیں۔"

"اسی لیے تو کہتے ہیں کہ جو سمجھنے کے لیے رہ جاتا ہے' اسے وقت سمجھاتا ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ایک ہوٹل میں داخل ہوئے۔ وہ بہت بڑا ہوٹل تھا۔ اس کے اطراف مسافروں کے لیے رہائشی کمرے بھی تھے۔ وہ دونوں ڈائننگ ہال میں آگئے اور ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ دیوی نے کھانے کا آرڈر دیا۔ ویٹر کے جانے کے بعد مقدر بیگ نے کہا "میں اسی ہوٹل کے ایک ڈبل بیڈ روم میں رہتا ہوں۔ آج کی رات تم میرے ساتھ رہو گی۔"

وہ اسے محبت سے دیکھ کر بولی "آپ میں ایک عجیب سی کشش ہے۔ آپ کی باتوں سے بھی ذہن متاثر ہوتا ہے۔"

"بیٹی! صرف تاثر کو سمجھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بات پُراثر ہو اور وہ دعوت عمل دے تو اس پر عمل کرنا چاہیے۔"

"میں ضرور عمل کروں گی۔"

"عمل کے لیے کوئی خاص پروگرام نہ بنایا کرو۔ بات اچھی ہو تو ابھی سے عمل شروع کر دو۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟ میں کیا کروں؟"

"تمام دنیا کو دوست بناؤ اور اس کی ابتدا برادر کبیر سے ابھی کرو۔"

وہ ذرا ہچکچائی پھر بولی "آپ جانتے ہیں کہ میں اپنے دیس بھارت پھر امریکا اور اسرائیل کے ساتھ ہوں۔ اور اسلامی تنظیموں کے خلاف ہمارا محاذ بنا ہوا ہے۔"

"یہی محاذ آرائی انسان کو انسان سے الگ کرتی ہے۔ اگر مسلم اور غیر مسلم ہونے کی بات صرف اپنی حد تک رکھو اور سب مل کر صرف ایک خدا کو سامنے رکھو تو سب کا عمل اس ایک خدا کو جاننے اور پہچاننے کے لیے ہو گا اور جب اس کے لیے ہو گا تو پھر نفرت اور محاذ آرائی کے لیے کبھی نہیں ہو گا۔

"یہ دنیا تمہاری نہیں ہے۔ صرف تمہارے رہنے کے لیے

ہے۔ تم یہاں رہو گی۔ پھر فنا ہو جاؤ گی۔ پھر بھی یہ دنیا یہیں اپنی جگہ رہے گی۔ فنا ہونے سے پہلے اس جھگڑے میں نہ پڑو کہ یورپ تمہارا ہے۔ ایشیا ہمارا ہے۔ نہ تمہیں سکندر اعظم بننا ہے اور نہ ہٹلر و چنگیز اور نہ ہی ساری دنیا پر حکمرانی کرنے کے لیے سپر پاور بن سکو گی۔ خواہ کتنی ہی آتما شکتی حاصل کر لو۔ سیدھی سی بات ہے کہ دنیا میں تنہا ہو۔ جتنی زندگی رہ گئی ہے' اسے ایک جیون ساتھی کے ساتھ ہنستے بستے گزار لو۔"

دیئران کے درمیان کھانے کی ڈشیں میز پر رکھنے لگا۔ دیوی سوچ رہی تھی "بوڑھے مقدر بیگ کی ہدایات پر عمل کرنا مشکل ہے۔ مگر ہاں یہ جو اپنے جیون ساتھی کے ساتھ ہنستے بستے کی بات ہے تو یہ بات پریشان کن ہے کہ مجھے پارس کا سراغ لگانے کا وقت نہیں مل رہا ہے۔ اس برادر کبیر نے بری طرح مجھے الجھا لیا تھا۔ شکر ہے کہ میں نے اپنی ڈی کو یہاں سے ایک طیارے میں بھیج کر اسے یقین دلا دیا ہے کہ اب دیوی استنبول اور پرنسس آئی لینڈ سے کہیں جا چکی ہے۔ برادر کبیر اس جزیرے میں آنے سے پہلے واپس جا چکا ہے۔ اب میں اپنی ڈی کے ذریعے پھر پارس کو تلاش کروں گی اور ڈی کو پیش کر کے یقین دلاؤں گی کہ دیوی نے زیر زمین رہنا چھوڑ دیا ہے اور اسے جیون ساتھی بنانے آگئی ہے۔"

ویٹر جا چکا تھا۔ دیوی نے ایک ڈش اٹھائی۔ اسی وقت سامنے والی میز پر پارس آکر بیٹھ رہا تھا۔ وہ بہروپ میں پہچانا نہیں جا سکتا تھا مگر دیوی کے ہاتھ میں ڈش لرزنے لگی۔ اس نے خود کو سنبھالا۔ دل میں کہا "یہ..... یہ جو شرٹ پہنا ہوا ہے' ضروری تو نہیں کہ پورے استنبول یا جزیرے میں ایک ہی ہو۔ وہ شرٹ سرخ اور سیاہ رنگ کے ڈیزائن سے بنی ہوئی تھی۔ برادر کبیر بھرے اجلاس میں سائے سے گوشت پوست کے جسم میں نمودار ہوا تو وہی شرٹ پہنے ہوئے تھا۔ پھر اس نے ریورٹر لڑکی انجیز کا میک اپ اتار کر مارلن کا روپ اختیار کیا اور ایک فائننگ کلب کی طرف جانے لگی تو ائرپورٹ کے پاس ایک داڑھی مونچھوں والے جوان کو بھی اسی شرٹ میں دیکھا تھا۔ اب وہ اس کے بال میں پھر ایک جوان کو اسی شرٹ میں دیکھ رہی تھی۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسی ایک ہی رنگ اور ڈیزائن کی بہت سی شرٹس بازاروں میں ہیں اور اس شرٹ کے جملہ حقوق صرف برادر کبیر کے پاس نہیں ہیں۔

پارس کا معاملہ یہ تھا کہ وہ علی کے ساتھ اس کی رہائش گاہ میں میک اپ بدلنے آیا تھا۔ اس نے میک اپ کے ذریعے خود کو بدل لیا تھا۔ لیکن وہ شرٹ اس نے پچھلی رات خریدی تھی اور اسے بہت پسند تھی۔ اس لیے صبح سے اب تک پہنے ہوئے تھا۔ اس نے بھی ویٹر کو کھانے کا آرڈر دیا۔ پھر کھانے کے انتظار میں ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے ڈائننگ ہال کا جائزہ لینے لگا۔ ایسے وقت اس کی نظر دیوی پر پڑی۔ جب وہ علی کے ساتھ ائرپورٹ کے قریب فٹ پاتھ پر کھڑا ہوا تھا تب دیوی' مارلن بنی ہوئی بلاؤز اور اسکرٹ پہنے اسی فٹ پاتھ پر اس کے سامنے سے گزری تھی۔

ایسے وقت پارس نے اس کے چہرے کو غور سے نہیں دیکھا تھا لیکن رقاصہ کے انداز میں چلنے والی کو دیکھ کر اسے کچھ یاد آرہا تھا۔ علی نے اسے ٹوکا تھا کہ وہ حسین لڑکیوں کو اتنی لگن سے کیوں دیکھتا ہے۔ اور پارس نے کہا تھا کہ وہ کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی ہے۔ وہ تقریباً دو گز کے فاصلے سے گزر گئی تھی۔ اس کے بدن کی ہلکی سی مہک نے اسے چونکا دیا تھا۔ اس نے علی سے کہا تھا کہ اس لڑکی کے بدن کی مہک پوری طرح نہیں ملی۔ وہ بس ہوا کے ہلکے جھونکے کی طرح گزر گئی۔ لیکن ایسی ہی مہک اس کے بدن سے آتی ہے۔

اس مہک کے سلسلے میں اگر پارس دوڑ کر مارلن کے قریب جاتا تو تصدیق ہو جاتی کہ وہ اسی ہے اور مارلن بن کر کہیں جا رہی ہے۔ لیکن تصدیق کرنے سے پہلے ہی وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چلی گئی تھی۔

اب پارس نے اس پر سرسری سی نظر ڈالی۔ وہ ایک بوڑھے کے ساتھ کھانے میں مصروف تھی۔ وہ اسے پہچان نہ سکا کیونکہ پہلے اس کے چہرے کو اس نے توجہ سے نہیں دیکھا تھا۔ وہ جو بلاؤز اور اسکرٹ پہنے ہوئے تھی وہ کوئی غیر معمولی نہیں تھا' عام سا تھا۔ کتنی ہی عیسائی لڑکیاں ایسے ہی رنگ اور ڈیزائن کے لباس پہنتی ہیں۔ ویٹر نے اس کے سامنے میز پر کھانے کی ڈشیں لا کر رکھیں۔ وہ کھانا کھانے لگا۔

دیوی نے کھانے کے دوران دو چار بار چور نظروں سے پارس کی طرف دیکھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جو دیوی ماسٹر مارکو کے طیارے میں وہاں سے جا چکی ہے وہ وہیں اس کے سامنے ذرا دور ایک میز پر کھا رہی ہے۔ وہ شبہ نہیں کر رہا تھا۔ اس لیے اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ اپنے کھانے میں مگن ہو گیا تھا۔

پارس کی اس بے نیازی نے دیوی کو اور زیادہ مطمئن کر دیا کہ شرٹ ایک جیسی ہونے سے شخصیت بھی ایک جیسی نہیں ہوتی۔ وہ کوئی اور ہے۔ اس کا تعاقب کرنے والا برادر کبیر تو جزیرے میں آنے سے پہلے ہی واپس جا چکا ہے۔

پھر بھی مزید تصدیق کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر سکتی تھی کہ برادر کبیر ابھی کہاں ہو گا؟ یہ سوچتے ہی اس نے لقمہ چباتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچی پھر واپس آگئی۔ ادھر اس نے "گیٹ آؤٹ" کہہ کر سانس روک لی تھی۔

ان کے درمیان پانچ چھ گز کا فاصلہ ہو گا۔ لیکن وہ جان نہ سکے کہ اتنے قریب سے خیال خوانی ہوئی تھی۔ پارس نے یہ سوچ کر سانس روک لی تھی کہ دیوی طیارے میں نہ جانے کہاں جا رہی ہے۔ جب ہاتھ نہیں آنے والی ہے، تو پھر اس کے ساتھ کیا اس

کرکے کھانے کا مزہ کیوں خراب کیا جائے۔ اس لیے وہ اسے بھگا کر مزے سے کھاتا رہا۔ یوں بھی اب ثانی کو یہ ذمے داری دی گئی تھی کہ وہ دیوی کے طیارے کا سراغ لگاتی رہے۔

بوڑھا مقدر بیگ آنکھیں بند کرکے کھا رہا تھا۔ اس کی پلیٹ میں مچھلی، مرغی اور دنبے کے گوشت کے تینوں سالن ایک دوسرے سے گڈمڈ ہوگئے تھے۔ اور وہ آنکھیں بند کیے انہیں نٹول کر کھا رہا تھا۔ دیوی نے حیرانی سے پوچھا "یہ آپ آنکھیں بند کرکے کیوں کھا رہے ہیں؟ لوگ دیکھ رہے ہیں۔ وہ کیا سوچیں گے؟"

وہ آنکھیں کھول کر بولا "ایک تجربہ کر رہا تھا۔ آنکھیں بند کرکے پلیٹ میں سے بوٹیاں لے رہا تھا۔ اسے اٹھانے اور چکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مچھلی کا ٹکڑا ہے۔ یہ مرغی کا پیس ہے اور یہ دنبے کی بوٹی ہے۔ یعنی ان جانوروں کو پہچاننے کے لیے آنکھوں سے دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ اس کے برعکس آدمی کملی آنکھوں سے دیکھ کر بھی دوسرے آدمی کو نہیں پہچان سکتا۔ یا پہچاننے میں دھوکا کھا جاتا ہے۔"

دیوی کی نظریں بے اختیار پارس کی طرف گئیں۔ وہ سر جھکائے پہلے جیسی بے نیازی سے کھانے میں مصروف تھا۔ وہ مقدد بیگ سے بولی "آپ کی باتوں سے کبھی کبھی وحشت سی ہونے لگتی ہے۔ یہاں اس وقت آنکھیں بند کرکے کھانے کا تجربہ ضروری تھا؟ یا آپ مجھے کچھ سمجھانا چاہتے ہیں۔"

"بیٹی! جب سے تم ملی ہو اور جب سے ہماری گفتگو کا آغاز ہوا ہے، تب سے نہ جانے کتنی باتیں تمہارے فائدے کے لیے تمہیں سمجھا چکا ہوں۔ اور یہ سمجھ رہا ہوں کہ دشمنی کے راستے چھوڑ کر دوستی کا راستہ اختیار کرنے میں تمہارے لیے بہت سی رکاوٹیں ہیں۔ تم اپنے دھرم کو اور برہمن کی اونچی ذات کے مقابلے میں ایک مسلمان کو کمتر سمجھتی ہو۔ اس لیے اسے اپنے دھرم میں لاکر دھرم پتی بنانا چاہتی ہو۔ پھر دوسرا مسلمان برادر کبیر بھی تمہاری انا کا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ تم اس سے زیادہ صلاحیتیں اور قوتیں حاصل کرنے کے لیے تین ممالک کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو اپنا غلام بنا چکی ہو۔ آج اسے دھوکا دے کر خوش ہو۔ مگر سکون سے نہیں ہو۔ اتنی رات کو ایک جزیرے میں بھٹک رہی ہو۔ آدھی رات گزر چکی ہے۔ پتا نہیں صبح تک سونا نصیب ہوگا یا نہیں؟"

کھانا ختم ہو چکا تھا۔ وہ نیپکن سے ہاتھ پونچھتی ہوئی بولی "میں کامیاب ہو چکی ہوں۔ بالکل مطمئن ہوں۔ ابھی آپ کمرے میں چل کر آرام سے صبح تک سوتی رہوں گی۔"

اس نے بل ادا کرنا چاہا۔ مقدر بیگ نے کہا "رہنے دو۔ یہاں میرا کریڈٹ کارڈ چلتا ہے۔ آؤ کمرے کی چابی لے کر چلیں۔"

انہیں کاؤنٹر تک جانے کے لیے پارس کی میز کے پاس سے گزرنا تھا۔ قریب پہنچتے ہی مقدر بیگ نے لڑکھڑا کر فرش پر گرنے سے پہلے پارس کو تھام لیا۔ پارس نے فوراً ہی اٹھ کر اسے سہارا دیا۔ دیوی نے اس کا دوسرا بازو پکڑ کر پوچھا "آپ ٹھیک تو ہیں؟"

وہ سنبھلتے ہوئے بولا "اب تک تو ٹھیک تھا۔ یوں بھی جو ہوتا ہے ٹھیک ہی ہوتا ہے۔ آؤ بیٹی چلیں۔"

وہ دیوی کا بازو تھام کر چلنے لگا۔ پارس گہری گہری سانسیں لے کر دیوی کو جاتے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ بالکل قریب ہوگئی تھی تو اس نے اس کے جسم کی مہک کو صاف طور سے محسوس کیا تھا۔ وہ اس بوڑھے کے ساتھ کاؤنٹر تک گئی۔ کاؤنٹر گرل نے کی بورڈ سے پچیس نمبر کی چابی نکال کر دی پھر وہ دونوں چابی لے کر چلے گئے۔

پارس اس حسینہ کو جاتے وقت توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ چونکہ دیوی بوجا کے طور پر روزانہ شیو شنکر کی مورتی کے سامنے رقص کرتی تھی اس لیے اس کی چال رقصیدہ رقصیدہ تھی۔

پارس نہیں جانتا تھا کہ دیوی ایک اچھی رقاصہ بھی ہے۔ اس نے تو ریپورٹر لڑکی انجلی کی چال میں رقص کا یہ حسن دیکھا تھا۔ وہ شاخ گل کی لچک کو بھول نہیں سکتا تھا۔

وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ نیپکن سے ہاتھ پونچھ کر ذرا فاصلے پر کھڑے ہوئے ویٹر کو بلایا پھر اسے کھانے کا بل اور ٹپ دیتے ہوئے بولا "ابھی ایک بزرگ یہاں گرتے گرتے سنبھل گئے۔ ہم نے بھی سنبھال لیا۔ کیا تم نے بھی انہیں دیکھا تھا؟"

"جی ہاں۔ مجھے تعجب ہوا۔ اگرچہ وہ بوڑھے ہیں لیکن خاصے صحت مند ہیں۔ پتا نہیں کیسے لڑکھڑا گئے تھے۔"

"کیا تم انہیں جانتے ہو؟ میرا مطلب ہے، ان کا نام جانتے ہو؟"

"انہیں یہاں کون نہیں جانتا۔ وہ قیافہ شناس، ماہر نجوم اور ماہر نفسیات پروفیسر مقدر بیگ ہیں۔ یہاں پچیس نمبر کے کمرے میں رہتے ہیں۔"

"پروفیسر صاحب کے ساتھ لڑکی کون ہے؟"

"پتا نہیں صاحب! آج پہلی بار دیکھا ہے۔ ویسے کئی ضرورت مند پریشان رہنے والی عورتیں پروفیسر صاحب کے پاس آتی رہتی ہیں۔"

ویٹر چلا گیا۔ پارس تھوڑی دیر تک وہاں بیٹھا رہا۔ اسے انتظار تھا کہ وہ دونوں اپنے ہوٹل کے کمرے میں پہنچ جائیں۔

رہائشی کمرے ہوٹل کے دائیں بائیں اور پیچھے تھے۔ وہ دو چار منٹ میں پہنچ سکتے تھے۔ پارس پندرہ منٹ کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ کر ہوٹل کے ٹیلی فون کاؤنٹر کے پاس آیا۔ وہاں تین عدد ٹیلی فون رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز آئی۔ پارس نے کہا "روم نمبر ٹو۔ نٹی فائیو پلیز۔"

وہ ریسیور کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا۔ کمرا نمبر پچیس میں

دیوی پلنگ کے سرے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس پلنگ کے سرہانے رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ دیوی نے باتھ روم کی طرف دیکھا۔ اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ واش بیسن کے نلکے سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ اس کے ساتھ پروفیسر مقدر بیگ کے کلیاں کرنے کی بھی آوازیں تھیں۔

دیوی نے کہا "ذرا جلدی آئیں۔ آپ کا فون ہے۔"

وہ باتھ روم سے بولا "تم اٹینڈ کرو۔ معلوم تو ہو کہ کون ہے؟"

اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ پھر پوچھا "ہیلو۔ کون؟"

دوسرے ہی لمحے میں دیوی کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اسے برادر کبیر کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "تو جہاں جہاں بھی جائے۔ میرا سایہ ساتھ ساتھ ہوگا۔"

اتنی سی آواز سنتے ہی وہ چیخ پڑی تھی۔ پارس نے کہا "مجھے کس طرح دل کی دھڑکنوں سے چاہتی ہو کہ صرف آواز سنتے ہی پہچان لیا۔"

پروفیسر مقدر بیگ نے باتھ روم سے نکل کر پوچھا "کیا بات ہے، ابھی تم نے چیخ ماری تھی۔"

وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولی "وہ..... وہ آگیا ہے۔ وہ کوئی شیطان ہے۔ جن، بھوت یا جادوگر ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، اسے کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ میں کہاں چھپی ہوئی ہوں۔"

پروفیسر نے ریسیور اس کے ہاتھ سے لے کر اپنے کان سے لگا کر کہا "ہیلو! میں پروفیسر بول رہا ہوں۔ شاید تم مجھ سے ملاقات کرنا چاہو گے؟"

"آپ تو دل کی باتیں سمجھ لیتے ہیں۔ کیا آجاؤں؟"

"ہاں۔ چلے آؤ۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دیوی نے گھبرا کر پوچھا "یہ آپ نے کیا کیا؟ اسے یہاں بلایا ہے؟ میرے پاس؟"

وہ مسکرایا پھر بولا "اسے مقدر نے بلایا ہے۔"

وہ سہم کر بولی "میں نے دعویٰ کیا تھا کہ میرا طیارہ تیس ہزار فٹ کی بلندیوں پر پرواز کر رہا ہے۔ اب میں اس کے ہاتھ نہیں آؤں گی اور اس نے کہا تھا کہ چاہنے والے آسمان سے تارے توڑ لاتے ہیں۔ وہ مجھے بھی توڑ لائے گا۔ اب وہ مجھے توڑنے کے لیے آپہنچا ہے۔"

پروفیسر نے پھر اسے مسکرا کر دیکھا اور کہا "آنے دو۔ تمہیں تو بالکل نہیں ڈرنا چاہیے کیونکہ....."

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "مقدر تمہارے ساتھ ہے۔"

دیوی نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ ستارہ شناس تھی۔ اسے یوں لگا جیسے مقدر کے ستارے کو اپنے حق میں جگمگاتے دیکھ رہی ہو۔

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی

مشہور ماہرینِ نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب

احساسِ کمتری

اسباب = تدارک = علاج

اس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ

- احساسِ کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔
- کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
- کیا آپ واقعی احساسِ کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔
- ہوسکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے۔

اسلام حسین

قیمت ۲۰۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

دیوی شی تارا کے لیے وہ بڑا سنسنی خیز لمحہ تھا۔ ابھی برادر کبیر (پارس) نے فون پر کہا تھا "تو جہاں جہ.. بھی جائے' میرا سایہ ساتھ ساتھ ہوگا....."

اور وہ اس کی آواز سن کر حیرانی اور خوف کی شدت سے چیخ پڑی تھی۔ دیکھا جائے تو واقعی حیرانی کی بھی بات تھی اور اسے خوف زدہ بھی ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ برادر کبیر نے کہا تھا کہ اب وہ پرنسس آئی لینڈ کی طرف نہیں آرہا ہے۔ موٹربوٹ واپس استنبول لے جارہا ہے۔ اور اس سے پہلے دیوی نے اس کے اندر آکر فخریہ انداز میں کہا تھا کہ اب وہ اسے کبھی نہیں پاسکے گا کیونکہ وہ اجے اور وجے کمار جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے روبوٹ قسم کے باڈی گارڈز کے ساتھ ایک طیارے میں ہزاروں فٹ کی بلندی پر پرواز کررہی ہے۔ یعنی اس کی دسترس سے نکل چکی ہے۔

لیکن کہاں نکلی تھی؟ دنیا گول ہے کے مصداق آدمی جہاں سے چلے گا دنیا کی گولائی کا چکر لگا کر وہیں پہنچے گا' جہاں سے چلنا شروع کیا تھا۔

اس کی چیخ سن کر مقدر بیگ نے باتھ روم سے نکل کر چیخنے کی وجہ پوچھی۔ پھر ریسیور پر برادر کبیر سے بولا "تم شاید مجھ سے ملنا چاہتے ہو۔ ایسا ہے تو آجاؤ۔"

پھر اس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ دیوی نے پوچھا "یہ آپ نے کیا کیا؟ اسے یہاں کیوں بلا لیا؟"

"ڈرتی کیوں ہو۔ مقدر تمہارے ساتھ ہے۔"

دیوی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ وہ ستارہ شناس تھی۔ اسے یوں لگا جیسے مقدر کے ستارے کو اپنے حق میں جگمگاتے دیکھ رہی ہو۔ ایسا یقین چند لمحوں کے لیے پیدا ہوا تھا۔ پھر اس کی عقل نے سمجھا دیا کہ وہ بری طرح جال میں پھنسنے والی ہے اور اسے اپنے ہوٹل کے کمرے میں لاکر پھنسوانے والا مقدر بیگ ہے۔

اس نے فوراً ہی پرس کھول کر پستول نکال لیا۔ پھر اسے نشانے پر رکھ کر بولی "کون ہو تم؟"

وہ بولا "اتنی دیر سے ساتھ ہوں۔ اپنا مکمل تعارف کراچکا ہوں۔ پھر بھی پوچھتی ہو' میں کون ہوں؟"

"تم نے تعارف نہیں کرایا' دھوکا دیا ہے۔ پہلے اپنا نام کارل بونزا بتایا۔ خود کو پیدائشی طور پر یہودی کہا۔ پھر باتوں ہی باتوں میں ظاہر کردیا کہ تمہارا نام مقدر بیگ ہے اور یہ اسلامی نام ہے۔"

"اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ میرا کوئی مذہب نہیں ہے۔"

"تم باتوں کے دھنی ہو' خوب گھما پھرا کر باتیں کرتے ہو۔ میری مت ماری گئی تھی کہ تمہاری پُراسراریت کو نہ سمجھ سکی۔ تم نے بڑے ہی معنی خیز انداز میں کہا تھا کہ جس طرح میں بوڑھوں کے ریستوران میں چلی گئی تھی اسی طرح غلط جگہ ایک طویل زندگی گزار کر اپنی جوانی کے قیمتی لمحات برباد کررہی ہوں۔ یعنی تم جانتے ہو کہ میں زیرزمین رہ کر اپنے محبوب کے انتظار میں جوانی گزار رہی ہوں۔ تم میرے متعلق بہت کچھ جانتے ہو۔ مجھے بتاؤ کہ کیسے جانتے ہو؟"

"تم اپنے سوال کا جواب خود ہی دو کہ میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ کیا اس زمین پر اور کوئی ایسا ہے جو میری طرح تمہارے اندر کی تمام باتیں جانتا ہو؟"

"نہیں۔ میں ایسی اسرار بھری زندگی گزارتی آرہی ہوں۔ اپنے ہر معاملے کو اس قدر راز میں رکھتی ہوں کہ کوئی مجھے پہچان نہیں سکتا۔ پھر تم کیسے جانتے ہو؟"

"جب کوئی تمہیں پہچان نہیں سکتا ہے تو پھر تم برادر کبیر کی آواز فون پر سن کر کیوں چیخ پڑی تھیں؟ تمہارا یقین کیا ہوا کہ کوئی اور تمہیں نہیں پہچانتا ہے؟"

"وہ کوئی شیطان ہے' کوئی جن بھوت ہے۔ پتا نہیں استنبول واپس جاتے جاتے پھر اس جزیرے میں کیسے آگیا اور اسے کیسے معلوم ہوا کہ میں اس کمرے میں ہوں؟"

"کیا تمہارا خیال ہے کہ میں نے اپنے کسی پراسرار علم کے ذریعے اسے یہاں بلایا ہے؟"

"اس کے سوا اور سوچا بھی کیا جاسکتا ہے۔"

"یہ بھی سوچ سکتی ہو کہ وہ تمہارے حواس پر اس قدر چھا گیا ہے کہ تم دماغ سے کام لینا بھول گئی ہو۔"

"میں بے شک بدحواس ہوں۔ مگر ایسی بھی نہیں کہ برادر کبیر کی آواز نہ پہچان سکوں۔"

"تم نے اسے درست پہچانا ہے مگر خود کو نہیں پہچانا ہے۔ ابھی تم نے فون پر جو اپنی آواز سنائی وہ دیوی شی تارا کی نہیں' بلکہ اجے کی تھی۔ وہ تمہیں اجے سمجھ کر آرہا ہے۔"

وہ ایک دم خوشی سے کھل اٹھی۔ اسے یاد آگیا کہ وہ تو بڑی دیر سے اجے کی آواز میں بولتی آرہی ہے۔ اس نے مارے خوف کے یہی سوچا کہ برادر کبیر اسے دیوی سمجھ رہا ہے۔ مقدر بیگ نے کہا۔ "تمہاری عادت ہے کہ تم اپنے پستول کے چیمبر کو الگ رکھتی ہو۔ اس خیال سے کہ کہیں یہ پرس کسی دشمن کے ہاتھ لگے تو وہ فوراً تم پر گولی نہ چلا سکے۔ ابھی تم خالی پستول سے مجھے ڈرا رہی ہو۔"

وہ پستول کو پرس میں رکھ کر اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "آپ کو بھگوان کا واسطہ دیتی ہوں۔ پلیز بتائیں کہ آپ کون ہیں۔ دوسروں کی ہر چھپی ہوئی بات کو کیسے سمجھ لیتے ہیں؟"

وہ شاید پھر اپنی عادت کے مطابق گھما پھرا کر پیچیدہ سا جواب دیتا لیکن اس سے پہلے ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ وہ بولا "اب آرام سے بیٹھو۔ تم اب مارلن تمہیں اجے ہو۔ اور وہ جو دیوی ہے وہ جزیرے سے فرار ہوچکی ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ پھر اسے کھول دیا۔ کھلے ہوئے دروازے پر ایک اجنبی کھڑا ہوا تھا۔ لیکن دیوی نے اس کی مخصوص شرٹ سے اسے پہچان لیا اور سمجھ گئی کہ

وہ بھی ایسے ہی چہرہ بدل کر آیا ہے جیسے وہ اجے سے مارلن بن کر آئی ہے۔ اس نے مقدر بیگ سے کہا "آدھی رات گزر چکی ہے۔ ایسے میں آپ کے آرام کرنے کے وقت میں نے مداخلت کی ہے۔ اس کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔"

مقدر بیگ نے کہا "مجھ سے رسمی گفتگو نہ کرو۔ مداخلت کرہی چکے ہو تو معذرت کیسی؟ خواہ مخواہ مجھے بھی رسمی طور پر کہنا پڑے گا۔ کوئی بات نہیں۔ جب آہی گئے ہو تو اندر چلے آؤ۔"

پارس نے کہا "آپ درست فرماتے ہیں۔ ہم اپنی عام زندگی میں بہت سی باتیں یونہی رسمی طور پر کرتے ہیں۔ بائی دی وے' آپ بھی رسمی طور پر اندر آنے کو کہہ رہے ہیں تو میں نہیں آؤں گا۔"

بوڑھے نے ہنستے ہوئے پلٹ کر دیوی کی طرف آتے ہوئے کہا "نہ آنے کی بات نہ کرو۔ تم ضرور آؤ گے۔ میری بیٹی کی کشش تمہیں کھینچ لائی ہے۔ مقناطیس کی زد میں آیا ہوا لوہا آگے کو ہی کھنچا چلا آتا ہے۔ پیچھے کبھی جانیں پاتا۔"

پارس نے اندر آکر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا "نیچے ہوٹل میں اور کاؤنٹر پر آپ کی تعریفیں سنی تھیں کہ آپ باکمال قیافہ شناس' نجومی اور ماہر نفسیات ہیں۔ آپ بڑے نفسیاتی انداز میں مجھ سے سلوک کررہے ہیں۔"

وہ دیوی کو دیکھتا ہوا ایک صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ مقدر بیگ ریسیور کان سے لگائے کہہ رہا تھا "تین چائے بھیج دو۔ چینی کے ساتھ۔" پھر وہ ریسیور رکھ کر بولا "شوگر کا مرض عام ہورہا ہے۔ مجھ بوڑھے کو میٹھی چائے نہیں پینی چاہیے۔ مگر کیا کروں؟ دو نوجوانوں کے درمیان بیٹھ کر پیوں گا تو چائے یوں بھی چینی کے بغیر میٹھی ہوجائے گی۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "آپ بہت زندہ دل ہیں۔ اس لیے بڑھاپے میں بھی بوڑھے نہیں لگتے ہیں۔"

مقدر بیگ نے کہا "سنو! تم زندہ دلی کی یہ خوبی ہے اور تم ہو کہ برادر کبیر کو دیکھ کر مرجھا سی گئی ہو۔ اس نے تمہیں مارلن کے روپ میں بھی اس لیے پہچان لیا کہ یہ سایہ بن کر کئی گھنٹوں تک تمہارے اندر رہ چکا ہے۔ لیکن تمہیں پتا نہیں چلا۔ اور تم نے بھی اسے ابھی اس کی مخصوص شرٹ سے پہچانا اور کچھ میں نے بتایا کہ یہاں ایم آئی ایم کا سربراہ آرہا ہے۔ بھئی اب تو مسکرا دو۔"

وہ جبراً مسکرانے لگی۔ پارس نے پوچھا "آپ نے مجھے کس طرح پہچان لیا؟"

"بھئی میری پیدائش کے وقت میرا نام مقدر بیگ رکھا گیا تھا۔ قدرت نے مجھے اسم بامسمّیٰ بنادیا۔ میں جیسے مقدر بن گیا ہوں اور تم تو جانتے ہو کہ مقدر سے انسان کبھی چھپ نہیں سکتا۔"

"یعنی آپ تسلیم نہیں کریں گے کہ پراسرار علوم جانتے ہیں؟"

"راز اس وقت تک راز رہتا ہے جب تک کہ راز رہتا ہے۔ علوم بھی اس وقت تک پراسرار رہتے ہیں جب تک انسانی عقل کے دائرے میں نہیں آتے۔ میری عقل کی حدود میں جو علوم ہیں' وہ اب میرے لیے پراسرار نہیں رہے۔ پھر میں کیسے تسلیم کروں کہ اسرار علوم جانتا ہوں۔"

"آپ گفتار کے غازی ہیں۔ اس انداز میں بولتے ہیں کہ ہم جیسوں کے بولنے کے لیے کچھ نہیں رہ جاتا۔"

"بوڑھوں کی باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ کمرے میں ایک جوان لڑکی ہے۔ اس سے باتیں کرو۔"

وہ بولی "میں بری طرح پھنس گئی ہوں۔ اس دیوی نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر یہ تاثر دیا ہے کہ میں اس سے کوئی تعلق رکھتی ہوں۔"

پارس نے کہا "جب دیوی تمہارے دماغ سے گئی اور تم اس اجلاس سے نکل کر اپنے ہوٹل کے کمرے میں پہنچیں تو میں سایہ بن کر تمہارے اندر تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ تمہارا تعلق دیوی سے ہے۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ تم اپنے چہرے بدلتی ہوئی یہاں تک کیوں چلی آئی ہو؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "میری کچھ مجبوریاں ہیں۔ آپ نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔"

"تم بہتر سمجھتی ہو تو نہیں پوچھوں گا ورنہ تم نے دیکھا ہے کہ میں بڑی طاقتوں کو اجلاس میں شکست دے کر وہاں سے نکلا تھا۔ اگر تم اپنے حالات بتاؤ گی تو میں تمہیں مجبوریوں اور پریشانیوں کی دلدل سے نکال سکوں گا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اب اسے اپنی مجبوریوں اور پریشانیوں کو بیان کرنے کے لیے کوئی جھوٹا قصہ گھڑنا تھا۔ مقدر بیگ نے ہنستے ہوئے کہا "بھئی ایسا پہلی بار ہو رہا ہے۔ یہاں میرے کمرے میں آنے والے اپنی اپنی قسمت کا حال اور اپنے مسائل کا حل پوچھنے آتے ہیں۔ برادر کبیر! تم پہلے جوان ہو کہ اپنے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں پوچھ رہے ہو۔ بیچاری اجے سے اس کا حال پوچھ رہے ہو اور اس کے مسائل کو حل کرنا چاہتے ہو۔"

"کیا مجھے اجے کے کام نہیں آنا چاہیے؟"

"تم دیکھ رہے ہو کہ یہ میری پناہ میں ہے۔ میرے کمرے میں میری بیٹی بن کر ہے اور جب تک یہ میرے پاس ہے' اس پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ تم اپنے مسئلے پر بات کرو۔"

"میرا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ دیوی تمہارے لیے مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ تم اس کے تعاقب میں یہاں تک آئے ہو۔"

"جی ہاں۔ یہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ دیوی یہاں سے کسی دوسرے ملک کی طرف پرواز کرگئی ہے۔"

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ اس جزیرے سے چلی گئی ہے؟"

"اس نے خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آکر کہا تھا کہ وہ اس جزیرے کے مالک مارکو کے طیارے میں پرواز کررہی ہے۔ میری ایک خیال خوانی کرنے والی نے بھی تصدیق کی ہے۔"

"بعض باتیں مصدقہ ہوتی ہیں۔ پھر مقدر کا تماشا ایسا ہوتا ہے کہ وہ تصدیق شدہ بات غلط ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہی دیکھو کہ تم واپس استنبول جانے والے تھے۔ لیکن اس جزیرے میں آگئے۔"

"وہ بات یہ ہوئی کہ میں اپنی موٹربوٹ واپس موڑنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کا ایندھن چیک کیا تو وہ بہت تھوڑا رہ گیا تھا۔ استنبول دور تھا اور یہ جزیرہ قریب تھا۔ اس تھوڑے سے ایندھن میں جزیرے تک ہی آسکتا تھا۔ اس لیے یہاں نظر آرہا ہوں۔"

"اسے کہتے ہیں مقدر کا کھیل۔ جانا کہیں تھا اور پہنچ گئے یہاں۔ اسی طرح دیوی کے ساتھ بھی ہوا ہے۔"

دیوی عرف ایڈنے چونک کر مقدر بیگ کو دیکھا۔ پارس نے پوچھا "دیوی کے ساتھ کیا ہوا ہے؟"

"وہ بھی جزیرے میں واپس آگئی ہے اور ابھی ایک محل میں ہے۔"

دیوی نے اپنی ایک دوسری ڈی تیار کی تھی۔ پربھارانی نام کی ایک نہایت حسین و شیزہ کو دیوی شی تارا بنا کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایجنٹ اور وجے کمار جیسے زبردست سماعت و بصارت رکھنے والے اور حیرت انگیز جسمانی قوتوں کے مالک باڈی گارڈز کے ساتھ طیارے میں دوسرے ملک میں روانہ کردیا تھا پھر کئی گھنٹوں سے ان کی خیریت معلوم نہیں کی تھی۔ اسے اپنے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے گارڈز پر بھروسا تھا کہ وہ اس کی ڈی پر بھارانی کی پوری طرح حفاظت کریں گے۔

اب یہ سن کر حیرانی ہوئی کہ اس کی ڈی اسی جزیرے کے محل میں واپس آگئی ہے۔ اس نے فوراً خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر اپنی ڈی کے اندر پہنچی۔ اس کے مختصر سے خیالات نے بتایا کہ واقعی وہ اس جزیرے کے ایک محل میں ہے۔ لیکن وہ محل مسٹر مارکو کا نہیں ہے، جس کے طیارے میں وہ گئی تھی۔ وہ دوسرا محل تھا۔

ابھی دیوی کے پاس طویل خیال خوانی کا وقت نہیں تھا۔ کیونکہ کمرے میں برادر کبیر اور مقدر بیگ کی گفتگو جاری تھی جسے سننا ضروری تھا۔ دیوی نے صرف اتنا اطمینان حاصل کیا کہ اس کی پربھارانی دونوں باڈی گارڈز کے ساتھ بخیریت ہے۔ یوں مطمئن ہو کر وہ دماغی طور پر مقدر بیگ اور برادر کبیر کے پاس ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہوگئی۔

مقدر بیگ پارس سے کہہ رہا تھا "بات تو وہی ہے، جو تمہارے ساتھ پیش آئی۔ یعنی دیوی جس طیارے میں جارہی تھی اس کا ایندھن ختم ہونے لگا۔"

پارس نے کہا "تعجب ہے۔ دیوی صرف ٹیلی پیتھی ہی نہیں جانتی اس کے پاس آتما شکتی بھی ہے۔ پھر اس کے دونوں باڈی گارڈز بھی خیال خوانی کرتے ہیں اور غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہیں کیا انہوں نے پرواز سے پہلے طیارے کے ذمے دار افسروں اور ملازموں کے دماغ میں جھانک کر معلوم نہیں کیا ہوگا کہ طیارے میں کون سی خامی، خرابی یا کمی رہ گئی ہے؟"

"انہوں نے بہت محتاط رہ کر ان تمام افراد کے دماغوں میں جاکر خیالات پڑھے تھے جو طیارے سے تعلق رکھتے تھے اور وہاں آس پاس دوسری ڈیوٹی ادا کررہے تھے لیکن کسی کے ذہن میں کوئی سازش نہیں تھی۔ طیارے کے ذمے دار شخص نے ایندھن کی ٹنکی فل کردی تھی۔ ڈیش بورڈ پر اس کا کانٹا بھی بتا رہا تھا کہ یہاں سے یونان جانے تک ایندھن کی کمی نہیں ہوگی۔"

ہوٹل کا ملازم چائے لے آیا پھر میز پر رکھ کر چلا گیا۔ دیوی میز کے پاس آکر چائے تیار کرنے لگی۔ مقدر بیگ نے کہا "دراصل دیوی وغیرہ مارکو کے مہمان تھے۔ اس کے محل میں گئے تھے۔ لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ مسٹر مارکو کا ایک دشمن بھائی ہے۔ جس کا نام ڈی وان ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ یہ جزیرہ اس کی ملکیت بن جائے۔ مارکو بہت بڑا اسمگلر ہے۔ ڈالر کے حساب سے ارب پتی ہے۔ اس جزیرے کا مالک بھی ہے۔ اس سے پہلے ایک مسلمان خاتون یہاں کی مالکہ تھی۔ اس کے بعد مارکو نے یہ جزیرہ خرید لیا تھا۔"

وہ چائے کے دو گھونٹ پینے کے بعد بولا "یوں تو جب سے انسانوں نے ہتھیار بنانے اور انہیں استعمال کرنے کی ابتدا کی ہے تب سے وہ قتل و غارت کے مرتکب ہوتے آرہے ہیں۔ لیکن دہشت گردی کی اصطلاح پہلی بار ۱۹۶۹ء میں سننے میں آئی تھی۔ شمالی آئرلینڈ میں تشدد کرنے والے انتہا پسندوں کا گروہ پیدا ہوا۔ اس گروہ نے دہشت گرد ایجنسی کی صورت اختیار کی۔ جو سیاسی پارٹی انہیں زیادہ رقم ادا کرتی تھی وہ اس کے لیے ملک میں تخریبی کارروائیاں کرکے حکومتِ وقت کو مجبور اور بے بس بنا دیتے تھے۔

"پہلی بار شمالی آئرلینڈ میں دہشت گردی کی انتہا کی گئی۔ اس دہشت گردی میں دو سو پولیس والے مارے گئے۔ ۴۸۰ زخمی ہوئے۔ پولیس کے دفتروں پر ۴۸۶ حملے کیے گئے۔ موجودہ تاریخ میں پولیس ڈپارٹمنٹ پر ایسے زبردست حملے اور قتل و غارت گری نہیں ہوئی۔ پورے شمالی آئرلینڈ میں جب آٹھ ہزار بموں کے دھماکے ہوئے تو پورا یورپ لرز کر رہ گیا۔ نئی ممالک نے متحد ہو کر اینٹی ٹیررسٹ اسکواڈ قائم کرکے اس گروہ کو پسپا کیا۔ اس کا سرغنہ گرفتار تو نہیں ہوا لیکن کہیں گمنامی میں مارا گیا۔

"زہر کے پیالے میں اگر ایک قطرہ بھی رہ جاتا ہے تو وہ پانی میں مل کر پانی کی پوری ٹنکی کو زہریلا بنا دیتا ہے۔ وہاں جو دہشت گردی کا زہر ختم کردیا گیا تھا اس کا ایک قطرہ رہ گیا تھا۔ واکوڈی وان اس پسپا ہو جانے والے سرغنے کا ایک خاص اور رازدار ماخت تھا جو اسمگلنگ، اسلحہ کی مارکیٹنگ اور کسی بھی ملک میں دہشت گردی کے ذریعے سیاسی تبدیلیاں لانے اور حکومتیں تبدیل کرانے کے

ہتھکنڈے خوب جانتا تھا۔

"جرائم کی دنیا میں سیاسی دہشت گردی ایک نئی چیز تھی۔ واکوڈی وان کے چار جوان بیٹے تھے۔ اس نے بیٹوں کی مدد سے سیاسی دہشت گردی کو جاری رکھا۔ وہ جس ملک میں گئے، وہاں کی اپوزیشن سیاسی پارٹیوں نے اپنی خفیہ پناہ گاہوں میں رہنے دیا اور ان کے لیے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کیں۔

"مارکو کو ابتدا سے اسمگلنگ کے دھندے میں مہارت بھی حاصل تھی اور وہ زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کے لیے دنیا کی ہر بندرگاہ اور ہر ائرپورٹ کے کسٹم ڈپارٹمنٹ سے گہرے تعلقات رکھتا تھا۔ اس دھندے کے لیے اس نے پرنس آئی لینڈ کو اپنا اڈا اور ہیڈ کوارٹر بنایا ہوا ہے۔

"اس کے دوسرے بھائی مختلف ممالک میں باپ کے بتائے ہوئے دہشت گردی کے راستے پر چل رہے تھے۔ ادھر پچھلے کئی ماہ سے مارکو کے ایک بھائی باسکوڈی وان کو بھی ایک ایسے جزیرے کی ضرورت تھی جہاں وہ اپنے وفاداروں کو دہشت گردی کی باقاعدہ ٹریننگ دے سکے۔

"مارکو نے کہا "باسکو! تم میرے بھائی ہو۔ میں تمہیں اپنے گارڈز کے ساتھ اپنے جزیرے میں رہنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔ لیکن یہاں دہشت گردی کے لیے ٹریننگ سینٹر بنانے نہیں دوں گا۔"

"اس نے اپنے بھائی باسکوڈی وان کو رہائش کے لیے دوسرا محل رہنے کو دیا۔ اور اسے صرف اپنے مسلح گارڈز رکھنے کی اجازت دی۔ لیکن باسکو وہ جزیرہ چاہتا ہے۔ اس نے مارکو سے کہا کہ جزیرے کی قیمت لگائے۔ مگر مارکو اسے فروخت کرنا نہیں چاہتا ہے۔ تب باسکو نے پلان بنایا کہ بھائی مارکو کو ہمیشہ کے لیے کسی حادثے کا شکار بنا دے تو بھائی کی جائیداد اور یہ جزیرہ اسے مفت میں حاصل ہو جائے گا۔ کیونکہ سگا چھوٹا بھائی ہی اس کا وارث ہوگا۔ مارکو نے نہ شادی کی ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے۔"

مقدر بیگ نے خالی پیالی میز پر رکھتے ہوئے کہا "آج چھوٹے بھائی باسکو کو معلوم ہوا کہ مارکو رات کے وقت کہیں طیارے میں جانے والا ہے اور محل کے پیچھے رن وے پر طیارے کی چیکنگ ہو رہی ہے اور ایندھن بھرا جارہا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کسی دیوی نے مارکو کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کیا ہے اور مارکو کی جگہ خود طیارے میں جانے والی ہے۔ لہٰذا اس نے سوچا کہ بھری ہوئی ایندھن کی ٹنکی خالی ہوتی جائے گی تو طیارہ کسی منزل پر نہیں پہنچ سکے گا۔ کسی جگہ گر کر تباہ ہو جائے گا۔"

پارس نے کہا "سمجھ گیا۔ باسکوڈی وان کے کسی آدمی نے ایندھن کی ٹنکی میں سوراخ کردیا ہوگا۔ دیوی اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس آدمی کو نہ دیکھ سکے۔ طیارے کو فضا میں اڑاتے وقت بھی ایندھن کی مقدار بتانے والے کانٹے نے سب میں مثلا نہیں کیا۔ کیونکہ ٹنکی کے سوراخ سے پیٹرول گرنا شروع ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پتا چلا ہوگا۔ ڈیش بورڈ کا کانٹا بتا رہا ہوگا کہ ٹنکی تیزی سے خالی ہو رہی ہے۔ اس لیے دیوی کا باڈی گارڈ فوراً طیارے کو اسی جزیرے میں واپس لے آیا۔"

مقدر بیگ نے کہا "بالکل ٹھیک۔ کچھ ایسا ہی ہوا۔ جب طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا تو باسکوڈی وان نے سمجھا کہ بڑا بھائی مارکو موت کے سفر پر روانہ ہو چکا ہے۔ اب واپس نہیں آئے گا۔ اس نے پہلے ہی اپنے ایک سو بیس دہشت گردوں کو مختلف بھیس میں یہاں بلا کر چھپا رکھا تھا۔ انہوں نے محل کا محاصرہ کرلیا۔

"باسکوڈی وان نے ایسا شب خون مارا تھا کہ محل کے مسلح پہرے دار کچھ مارے گئے اور باقی نے ہتھیار پھینک کر باسکو کی اطاعت قبول کرلی۔ وہ محل کے اندر آیا تو بڑے بھائی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے پوچھا "برادر مارکو! ابھی جو طیارہ گیا ہے، اس میں تم نہیں گئے۔ پھر کون گیا ہے؟"

"مارکو نے پریشان ہو کر کہا "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ میرا دماغ میرے قابو میں نہیں ہے۔ آج شام ہی سے میں بے اختیار ایسے کام کرتا آرہا ہوں جو میری سمجھ سے باہر ہیں۔ میں نے اپنے سیکریٹری سے کہا تھا کہ محل میں میرے مہمان آرہے ہیں۔ ان کی تفریح کے لیے ایک طیارہ تیار رکھو۔ پھر ایک نہایت حسین و جمیل دوشیزہ دو باڈی گارڈز کے ساتھ آگئی۔ میں جیسے اس کا تابعدار بن گیا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ طیارے میں سیر کرنے جائے گی۔ میں نے انکار نہیں کیا۔ وہ میرے پائلٹ کو بھی نہیں لے گئی۔ لیکن میں ایک خاموش تماشائی اور اس کا دیوانہ بنا رہا۔ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ کیا وہ حسینہ ٹیلی پیتھی جانتی ہوگی۔"

"باسکوڈی وان اپنے بڑے بھائی کی باتیں بڑی توجہ سے سن رہا تھا اور طرح طرح کے سوالات کررہا تھا۔ پھر وہ بولا "بے شک یہ ٹیلی پیتھی کا چکر تھا۔ تمہارے بیان سے پتا چلتا ہے کہ اس نے صرف تمہیں نہیں بلکہ تمہارے خاص آدمیوں کو بھی اپنا تابعدار بنا رکھا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے دونوں باڈی گارڈز بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ کیونکہ ایک حسینہ بیک وقت کئی آدمیوں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار نہیں بنا سکتی تھی۔ ویسے یہ اچھا ہی ہوا کہ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جہنم میں پہنچ گئے ہوں گے۔"

مارکو نے پوچھا "یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"ایسے کہ میں نے تمہیں طیارے کے حادثے میں مار ڈالنے کی پلاننگ کی تھی۔ کیونکہ تمہارے بعد مجھے ہی اس جزیرے کا مالک بننا ہے۔"

"کیا تم اپنے گھٹیا ارادے سے باز نہیں آؤ گے؟ یہاں دہشت

گروی کا ٹریننگ سینٹر بنانا چاہتے ہو؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں اس جزیرے سے باہر نکال دوں؟"

"تم اس دنیا سے باہر نکلو گے۔ میرے بڑے بھائی ہو، تمہیں گولی مارتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے۔ مگر کیا کیا جائے۔ مذہبی اور انسانی تاریخ بتاتی ہے کہ اس زمین پر پہلا قتل ایک بھائی نے دوسرے بھائی کا کیا تھا۔"

یہ کہتے ہی اس [illegible] ماردی۔ اپنے وفاداروں اور مقتول مارکو کے وفاداروں کو بلا کر کہا "اب میں اس جزیرے کا بادشاہ ہوں۔ جو میری اطاعت سے انکار کرے گا، مارا جائے گا۔"

سب نے اس کا وفادار رہنے کی قسم کھائی۔ اس نے کہا "مارکو کی لاش کا چہرہ وغیرہ بگاڑ کر سمندر میں پھینک دو۔ دوسری طرف طیارہ تباہ ہو چکا ہوگا۔ دنیا کو اور قانون کو سمجھا دیا جائے گا کہ مارکو طیارے کے حادثے میں ہلاک ہو گیا ہے۔"

اس کے احکامات کی تعمیل کی گئی۔ مارکو کا چہرہ اور اس کے جسم کے شناختی نشانات کو بگاڑ کر سمندر میں پھینک دیا گیا۔ ایسے ہی وقت وہ طیارہ واپس آتا ہوا دکھائی دیا۔

باسکوڈی وان نے پریشان ہو کر کہا "یہ کیا ہو گیا طیارہ واپس آ رہا ہے۔ شاید پائلٹ کو ایندھن کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے۔ میں اپنے پرانے اور نئے وفاداروں سے کہتا ہوں کہ تم سب اس لمحے سے گونگے بن جاؤ۔ وہ واپس آنے والے ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ تم میں سے جو بھی منہ سے آواز نکالے گا اسے میں اور میرے خاص بائحت گولی مار دیں گے۔"

باسکوڈی وان یعنی نئے آقا کے اس وفادار نے جس نے پیٹرول کی ٹنکی میں سوراخ کیا تھا ان لوگوں کی نشاندہی کی جو ڈی دیوی اور اس کے باڈی گارڈز سے مل چکے تھے۔ ان کی پرواز کے لیے طیارے کو رن وے پر چیک کیا تھا یعنی بنیادی بات یہ کہ ان سب لوگوں نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنی آوازیں سنا کر اپنے دماغوں میں جگہ دی ہوئی تھی۔ اور اب وہ واپس آنے والے ان کے دماغوں پر غالب آ کر ان سب کے ذریعے باسکوڈی وان کے وفاداروں کو قتل کر سکتے تھے۔

نئے آقا باسکوڈی وان نے طیارے کے رن وے پر اترنے سے پہلے ہی ان سب لوگوں کو گولیوں سے چھلنی کرا دیا۔ ایسے کسی شخص کو زندہ نہیں چھوڑا جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا آلہ کار بن سکتا تھا۔ بعض حالات میں عقل کام نہیں کرتی۔ ایسے وقت فاتح بننے کا نشہ بھی طاری رہتا ہے۔ اگر ایسے وقت باسکوڈی وان ذرا عقل سے کام لیتا تو اسے یاد آ جاتا کہ ٹنکی کے سوراخ سے بہنے والا پیٹرول رن وے پر گرتا ہوا گیا تھا اور اب طیارے کی واپسی پر بھی اس ٹنکی سے رن وے پر پیٹرول گرتا آ رہا تھا۔ ایسے وقت وہ دور ہی سے ایک جلتی ہوئی مشعل پھینک دیتا۔ یا آگ اگلنے والی گن سے طیارے کی سمت فائر کرتا تو بہنے والے پیٹرول میں آگ لگ جاتی اور وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے طیارے کے ساتھ تباہ ہو جاتے۔

بعد میں اسے عقل آئی۔ لیکن وقت گزر جانے کے بعد عقلمندی دستک دے تو احمقانہ دستک کہلاتی ہے۔ وہ تینوں طیارے سے اتر گئے تھے۔ انہوں نے چاروں طرف دیکھا۔ کوئی نظر نہیں آیا۔ تمام مسلح افراد چھپے ہوئے تھے۔ ڈی دیوی اور اس کے باڈی گارڈز کو اس بات کا غصہ تھا کہ مارکو کے کسی خفیہ گروہ نے ان کی علمی میں ایندھن کا مسئلہ پیدا کیا تھا۔ انہوں نے سوچا تھا کہ جزیرے میں واپس آ کر مارکو کے ذریعے ان نامعلوم دشمنوں تک پہنچیں گے۔

لیکن رن وے میں دور تک یعنی محل کے پچھلے حصے تک ویرانی نظر آئی تو ان کا ماتھا ٹھنکا۔ مارکو سمیت جتنے اہم افراد کے دماغوں میں انہوں نے جگہ بنائی تھی اور جو تابعدار تھے انہیں طیارے کی آواز سن کر آنا چاہئے تھا لیکن وہ بھی نہیں آئے تو دونوں باڈی [illegible] خوانی کی پرواز کی اور مارکو اور دوسرے تابعداروں کے دماغوں تک پہنچنا چاہا تو سب کے مردہ دماغوں سے ان کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ تب انہوں نے اس پہلو سے سوچا کہ دشمن بیچارہ مارکو نہیں تھا۔ دشمن کوئی اور ہے اور ایسی منظم مسلح فوج رکھتا ہے جس نے جزیرے اور محل کے مالک مارکو اور اس کے اہم ماتحتوں کو ختم کر دیا ہے۔

اور اب جو رن وے سے محل تک خاموشی اور ویرانی نظر آ رہی تھی وہ کسی طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی تھی۔ اجے کمار نے کہا "دیوی جی! ہمیں محل کی طرف نہیں جانا چاہیے۔ ہم ایک لمبا چکر کاٹ کر محل کے سامنے والے حصے کی پوزیشن معلوم کریں گے۔ دو چار افراد کو آلہ کار بنا کر محل کے اندر پہنچائیں گے اور وہاں کے اندرونی حالات معلوم کریں گے۔"

وجے کمار نے کہا "اجے! تم دیوی جی کو لے کر ادھر سے جاؤ۔ میں پیچھے پیچھے دیکھتا آؤں گا۔ دشمن کے مسلح افراد پیچھے سے حملہ کر سکتے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی محل کی بلندی سے کئی سرچ لائٹیں روشن ہو گئیں وہ تینوں روشنی میں نہا گئے۔ محل کے پچھلے حصے سے دور تک ایسا اجالا پھیل گیا تھا جیسے دن کا سماں ہو۔ ایسی تیز روشنی میں بے شمار مسلح گارڈز نظر آئے۔ وہ آس پاس کی جھاڑیوں کے پیچھے سے نکل رہے تھے۔ کئی مسلح افراد ان کے پیچھے بھی اور دور آگے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ چاروں طرف سے ان پر گنیں تنی ہوئی تھیں۔ وہ دو باڈی گارڈز اجے اور وجے کمار اپنے پاس گنیں رکھنے کے باوجود خود کو اور ڈی دیوی کو نہیں بچا سکتے تھے۔

ان دونوں نے اپنے ہتھیار دور پھینک دیے۔ پھر اجے کمار نے بلند آواز میں کہا "ہم بالکل نہتے ہو چکے ہیں۔ ہمیں بتایا جائے کہ چند گھنٹے پہلے کی دوستی ایسی دشمنی میں کیوں بدل گئی ہے؟"

کسی طرف سے جواب نہیں ملا۔ تمام وفادار اپنے آقا باسکوڈی وان کے حکم کے مطابق گونگے بنے ہوئے تھے۔ قریب آنے والوں نے اشارے سے انہیں محل کے اندر چلنے کو کہا۔ وہ ادھر چلنے لگے۔ وجے کمار نے پوچھا "ہماری تمہاری کیا دشمنی ہے؟ کچھ تو معلوم ہو؟"

سب ہی کے لبوں پر تالے پڑے ہوئے تھے۔ اجے اور وجے کمار نے اپنے مدراس کی تیلگو زبان میں کہا "شاید انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ اس لیے سب کے سب گونگے بنے ہوئے ہیں۔"

اجے کمار نے کہا "ہم غیر معمولی جسمانی قوتوں کے مالک ہیں۔ ان سب سے تنہا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن چاروں طرف گنیں ہی گنیں ہیں۔ یہ ہمیں گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

وجے نے کہا "پھر یہ کہ ہم ان کے خلاف کوئی حرکت کریں گے تو دیوی جی کو بھی یہ لوگ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ایم آئی ایم والوں نے ہمیں پھانس لیا ہے۔"

"یہ برادر کبیر پکا چالباز ہے۔ اسی نے ایندھن کی ٹنکی میں سوراخ کرایا ہوگا اور اس کے آدمیوں نے مارکو اور اس کے وفاداروں کو ہلاک کر کے محل پر قبضہ جمایا ہوگا۔"

"یہ ہمارے ساتھ ڈی ہے۔ پتا نہیں ہماری اصلی دیوی اتنی رات کو سو رہی ہیں یا جاگ رہی ہیں۔ انہیں ہمارے حالات کا علم ہو گا تو وہ برادر کبیر کی بازی پلٹ دیں گی۔"

اجے نے کہا "رات کا ایک بجنے والا ہے۔ دیوی جی ضرور سو رہی ہوں گی۔ اسی لیے ہم سے رابطہ نہیں کر رہی ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ ہم ان سے رابطہ نہیں کر سکتے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے محل کے اندر پہنچے۔ ایک وسیع و عریض ہال میں باسکوڈی وان ایک شاہانہ طرز کی کرسی پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ اس کے سامنے ایک چھوٹی سی میز پر کئی کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک کاغذ اٹھا کر اجے کمار کو دیا۔ اس پر لکھا تھا "اس محل کا اور جزیرے کا نیا مالک میں ہوں۔ میرا نام باسکوڈی وان ہے۔ یہاں کسی سے یہ توقع نہ رکھنا کہ وہ اپنی آواز سنا سکے گا۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم تینوں ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں؟"

اجے نے کہا "آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ مارکو نے ہماری مالکہ کے حسن و شباب سے متاثر ہو کر ہمیں اپنا طیارہ دیا تھا۔ لیکن شاید نے ہی اس طیارے کو ناکارہ بنا دیا ہے۔"

باسکوڈی وان نے وجے کو دوسرا کاغذ میز پر سے اٹھا کر دیا۔ اس پر لکھا تھا "مارکو اپنی موت سے پہلے بہت حیران اور پریشان تھا اور کہہ رہا تھا کہ جب تک طیارہ یہاں سے پرواز کر کے دور نہیں گیا تب تک مارکو اور اس کے وفادار دماغی طور پر بے بس رہے اور تم تینوں کے احکامات پر عمل کرتے رہے۔ بعد میں انہوں نے محسوس کیا کہ وہ بے بس نہیں ہیں اور ان تینوں کو نہیں پہچانتے ہیں جو طیارے میں سوار ہو کر گئے ہیں۔"

جو بھید ظاہر ہونے لگتا ہے، وہ پھر چھپائے نہیں چھپتا۔ اجے نے وجے سے تیلگو زبان میں کہا "ہم ٹیلی پیتھی کا راز چھپا نہیں سکیں گے۔ شاید یہ نہیں جانتے کہ ہم آنکھوں میں جھانک کر بھی ان کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں۔ میرے اور تمہارے قریب جو گن مین کھڑے ہوئے ہیں، ہم ان کی آنکھوں میں جھانک کر ان کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں اور ان کے ذریعے محل کے اس نئے آقا کو گن پوائنٹ پر رکھ سکتے ہیں۔"

باسکوڈی وان نے ایک کاغذ پر لکھ کر انہیں دیا "تم لوگ کس زبان میں گفتگو کر رہے ہو۔ آئندہ صرف انگریزی زبان میں بات کرنا۔"

اجے نے اسے پڑھ کر اپنے قریب کھڑے ہوئے مسلح گارڈ کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ وجے نے بھی دوسرے گارڈ کی آنکھوں میں دیکھا پھر چند لمحوں کے بعد ان دونوں گارڈز نے اپنی اپنی گن کا رخ اپنے آقا باسکوڈی وان کی طرف کر کے کہا "خبردار! ذرا بھی حرکت نہ کرنا ورنہ تم کو گولی مار دیں گے۔"

ان کی بات ختم ہوتے ہی باسکوڈی وان کے دو گارڈز نے اچانک فائرنگ کر کے انہیں ہلاک کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اجے اور وجے کے بیروں بازوؤں پر بھی گولیاں چلائیں۔ وہ چیختے ہوئے فرش پر گر پڑے۔ ان میں قوت برداشت زیادہ تھی۔ پیروں اور بازوؤں میں گولیاں پیوست ہو گئی تھیں ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو بے ہوش ہو جاتا۔

پھر بھی آپریشن کے ذریعے ان گولیوں کو ان کے جسموں سے نکالنا ضروری تھا ورنہ قوت برداشت جواب دیتی رہتی اور وہ بے ہوشی سے موت کی طرف چلے جاتے۔

ایک گارڈ نے ایک کاغذ اجے کے قریب لا کر دکھایا۔ اس میں لکھا تھا "میں تمہارے سامنے ہوں۔ اب میری آنکھوں میں جھانک کر میرے دماغ میں آؤ۔ اپنا یہ کمال نہیں دکھاؤ گے تو تمہاری حسین مالکہ کو گولی مار دی جائے گی۔"

دوسرے باڈی گارڈ نے یہی تحریر وجے کو دکھائی۔ دونوں نے خیال خوانی کرنے کی ناکام کوششیں کیں۔ پھر اجے نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "مسٹر باسکوڈی وان، کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس بری طرح زخمی ہو کر خیال خوانی نہیں کر سکتا۔ دماغی توانائی زائل ہو جاتی ہے۔ پلیز ہمارے جسموں سے گولیاں نکالیں۔"

باسکوڈی وان نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔ پھر ایک کاغذ پر لکھ کر ڈی دیوی کو دیا۔ اس میں لکھا تھا "اے حور تمثال! کس جنت سے آئی ہو۔ اب ذرا اپنی ٹیلی پیتھی کا کمال دکھاؤ۔ تمہارے سامنے جو شخص کھڑا ہوا ہے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دماغ میں پہنچو۔"

وہ اسے پڑھنے کے بعد بولی "میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں۔ میرے یہ دونوں باڈی گارڈز جانتے تھے۔

لیکن جب تک ان کے زخم نہیں بھریں گے اور دماغی توانائی بحال نہیں ہوگی تب تک یہ ناکارہ رہیں گے' کسی کے دماغ پر حکمرانی نہیں کر سکیں گے۔"

باسکو نے دوسرا کاغذ لکھ دیا "تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو۔ اس کے باوجود میں اپنے تمام وفاداروں کے ساتھ گونگا بنا رہوں گا۔ اب ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ جاؤ اور اپنی پوری ہسٹری سچ سچ بیان کرو۔ مجھے دھوکا دینا چاہو گی تو تمہارے گارڈز کی طرح تمہیں بھی اپاہج بنا دوں گا بلکہ اس حسین کھڑے پر تیزاب ڈال دوں گا۔ میری ایک بری عادت ہے کہ میں حسن و شباب کا رسیا نہیں ہوں۔ حسین ترین عورتوں کو بھی بیڈ روم میں آنے کی اجازت نہیں دیتا ہوں۔ اپنے ایک استاد کی یہ نصیحت ہمیشہ یاد رکھتا ہوں کہ بڑے سے بڑے شہ زور مرد کو صرف عورت ہی کمزور بناتی ہے۔ اور اس کا کوئی راز' راز نہیں رہنے دیتی۔ اسی لیے میری دہشت گرد تنظیم میں کوئی عورت نہیں ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں قسم کھاؤں گی۔ روؤں گی۔ گڑگڑاؤں گی۔ تب بھی شاید تمہیں یقین نہیں آئے گا کہ میں اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہوں۔ میں کب پیدا ہوئی؟ کب ہوش میں آئی؟ بس اتنا یاد ہے کہ آج شام ایک لانچ کے کیبن میں سو کر اٹھی تو یہ دونوں گارڈز وہاں موجود تھے اور مجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں ایک حادثے میں اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہوں۔ یہ دونوں میرے باڈی گارڈز ہیں اور میں ان کی مالکہ ہوں۔ پھر مجھے اس جزیرے میں لے آئے۔ میں محسوس کرتی آ رہی ہوں کہ میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ یہ دونوں جو کہتے ہیں' وہی میں کرتی رہتی ہوں۔"

اس نے ایک کاغذ لکھ کر دیا "تمہاری باتیں کسی حد تک سچ لگ رہی ہیں اور سچ نہ بھی ہوں تو میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔ میرا ایک بھائی دولت مند ممالک کے عیش کدوں میں حسین عورتیں سپلائی کرتا ہے۔ میں تمہیں اس کے حوالے کر دوں گا۔"

پھر اس نے دوسرا کاغذ لکھ کر اجے اور وجے کو دیا اور ان سے کہا کہ وہ دونوں اپنی پوری رام کہانی سنائیں۔ جب تک نہیں سنائیں گے تب تک ان کے جسموں سے گولیاں نہیں نکالی جائیں گی اور وہ یونہی تکلیف سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے.....

وہ سمجھ رہے تھے کہ ان کی دیوی ایسے وقت مدد کے لیے نہیں پہنچے گی تو انہیں مرنا ہی ہوگا۔ کیونکہ باسکو اپنے بڑے بھائی مارکو کی طرح عیاش نہیں تھا اور نہ اسے قابو میں کرنے کے لیے ڈی دیوی کا حسن و جمال ہی کافی ہوتا۔ پھر اسے یقین نہیں دلایا جا سکتا تھا کہ وہ دونوں غیر معمولی جسمانی قوتوں کے مالک ہیں۔ کیونکہ ان کے جسموں میں پیوست ہونے والی چار چار گولیاں انہیں کمزور بنا چکی تھیں۔ لیکن انہیں کوئی تو رام کہانی سنانی ہی تھی۔

اجے نے کہا "امریکا' اسرائیل اور بھارت نے ایم آئی ایم کے خلاف انفرہ میں جو اجلاس کیا تھا ہم اس اجلاس میں بھارت کے نمائندوں کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے۔ اس اجلاس میں جو کچھ ہوا' آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا اور آپ ایک بہت بڑے گروہ کے سرغنہ ہیں۔ خود آپ نے اپنے ذرائع سے بہت کچھ معلوم کیا ہوگا؟"

باسکو نے "ہاں" کے انداز میں سر ہلایا۔ یعنی وہ اجلاس کی تمام کارروائیوں سے باخبر تھا۔ وجے کمار نے کہا "یہ جو حسینہ ہمارے ساتھ ہے اس کا تعلق ہم سے نہیں' ایم آئی ایم سے ہے۔ اس کا نام طاہرہ قدوس ہے۔ یہ ایم آئی ایم کی تنظیم میں ریکارڈ کیپر ہے اور ان کے بہت سے راز جانتی ہے۔ اس نے تنظیم کے سربراہ کو دیکھا بھی ہے۔ کئی مجاہدین کو جانتی بھی ہے۔ ہم نے اس کے چور خیالات پڑھنے کے بعد معلوم کیا کہ یہ ہمارے بہت کام آ سکتی ہے۔ لہٰذا ہم نے اس پر تنویمی عمل کر کے اس کی پچھلی زندگی بھلا دی۔ ہمارا ارادہ تھا کہ اسے مصر لے جاتے پھر وہاں سے ہندوستان پہنچا دیتے۔ وہ ہمارا دیس ہے وہاں ہم اس پر دوبارہ تنویمی عمل کر کے اس کی یادداشت واپس لاتے اور ایم آئی ایم کے ڈھکے چھپے راز معلوم کر لیتے۔ ابھی ہم طیارے میں مصر کے شہر اسکندریہ جانے والے تھے۔"

ایک کاغذ پر لکھ کر پوچھا گیا "ایم آئی ایم والے بڑے خطرناک ہیں۔ تم دونوں ان کی اتنی اہم ریکارڈ کیپر کو کیسے اغوا کر کے استنبول اور استنبول سے پھر یہاں لائے ہو۔"

"ہمیں بڑی محنت کرنی پڑی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سربراہ برادر کیپر بہت خطرناک بھی ہے اور وسیع ذرائع کا مالک بھی۔ جلد ہی یہ معلوم کر لے گا کہ ہم نے اس کی ریکارڈ کیپر حسینہ کو اغوا کیا ہے۔"

ایک کاغذ کی تحریر نے کہا "وہ کتنا ہی خطرناک اور وسیع ذرائع کا مالک ہو' اس جزیرے میں آ کر ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ تم لوگوں نے اس حسینہ طاہرہ قدوس کے دماغ کو لاک کیا ہوگا۔ ایسے میں ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے اس کے اندر نہیں آ سکیں گے اور نہ یہ معلوم کر سکیں گے کہ یہ اس محل میں ہمارے پاس ہے۔ البتہ وہ دشمن تمہارے دماغوں میں آ کر بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔ لہٰذا تمہارے جیسے دماغی توانائی کھو دینے والوں کو میں اپنے لیے مصیبت بنا کر نہیں رکھوں گا۔ تمہیں اب اس دنیا سے جانا چاہیے۔"

یہ پڑھتے ہی وجے کمار نے گڑگڑا کر کہا "نہیں' ہمیں جان سے مارنے کی غلطی نہ کرو۔ ہم تمہارے بہت کام آئیں گے' تمہارے تابعدار بن کر رہیں گے۔"

باسکوڈی وان کے پاس کوئی پیٹا ٹائز کرنے والا نہیں تھا۔ ورنہ اجے اور وجے کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنا لیتا۔ اجے نے کہا "ہم غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ جسمانی طاقت کے مقابلے میں کوئی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

ایک اور کاغذ کی تحریر نے کہا "اگرچہ جسمانی صحت مندی اور طاقت لازمی ہوتی ہے لیکن میرے لوگ دہشت گرد اور تخریب کار ہیں۔ دنیا کے تمام پرانے اور نئے ہتھیاروں کو استعمال کرنے کی مہارت رکھتے ہیں۔ دہشت گردی میں جسمانی طاقت کی حیثیت ثانوی ہے اور اسلحہ کے استعمال کی مہارت کو اولیت دی جاتی ہے۔"

اجے نے کہا "ہمارے پاس اس کے علاوہ بھی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ ہم ہزاروں میل دور کی آوازوں کو سن سکتے ہیں۔"

اس بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔ وجے نے کہا "اسے مذاق نہ سمجھو۔ ہم غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ ہم رات کی گہری تاریکی میں دور تک بالکل واضح طور پر دیکھ لیتے ہیں۔ کوئی دشمن اندھیروں میں ہم سے چھپ کر نہیں رہ سکتا۔"

کاغذ کی تحریر نے کہا "جب موت آتی ہے تو انسان کی بڑی بڑی حیرت انگیز اور غیر معمولی صلاحیتیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ اگر کسی ایک بھی صلاحیت سے' تدبیر سے یا مکاری سے بچ سکتے ہو تو بچنے کی کوشش کرو۔ میں تم دونوں کو دو منٹ کی مہلت دے رہا ہوں۔"

جو ذہین' حاضر دماغ اور غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہیں' ان کے لیے موت جیسی کسی مصیبت سے نکلنے کے لیے دو منٹ بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ تو پلک جھپکتے ہی مصائب سے نکل آتے ہیں بشرطیکہ ان کی موت کا وقت نہ آیا ہو۔ جب وقت آ جاتا ہے تو دو پل ہوں یا دو منٹ آدمی کچھ کر نہیں پاتا۔ مختصر یہ کہ باسکو کے ایک اشارے پر اجے اور وجے کمار کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔

ڈی دیوی دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ ایک مسلح گارڈ نے اپنے آقا کی تحریر اسے دی۔ اس میں لکھا تھا "آنسو پونچھ لو۔ تم زندہ رہو گی۔ تمہیں محل کے ایک دور افتادہ کمرے میں قیدی بنا کر رکھا جائے گا تاکہ ہماری کوئی بات یا آواز تمہارے کانوں تک نہ پہنچ سکے اور تمہارے ذریعے دوسرے خیال خوانی کرنے والے یہاں پہنچ جائیں۔ میں اپنے بھائی سے رابطہ کر کے کل تک تمہیں اس کے حوالے کر دوں گا۔ وہ بہت بڑی رقم لے کر تمہیں کسی شاہ کے عیش کدے میں پہنچا دے گا۔"

اس اکیلی رہ جانے والی نے آنسو بھری آنکھوں سے وہ تحریر پڑھی۔ پھر ایک سرد آہ بھر کر رہ گئی۔ وہ کر بھی کیا سکتی تھی؟

○☆○

جزیرے کے ہوٹل کے اس کمرے میں وہ تینوں خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بڑے صوفے پر مقدر بیگ پارس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اجے اور وجے کمار کی موت اور ڈی دیوی کی بے بسی کی روداد سنانے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اس نے روداد سنانے کے دوران اس دیوی کو ڈی نہیں کہا تھا۔ مگران کے پاس دوسرے صوفے پر بیٹھی ہوئی انجلہ (دیوی) سمجھ رہی تھی کہ اس وقت جزیرے کے محل میں جس دیوی کو قید کیا گیا ہے وہ ڈی ہے اور اپنے بچاؤ کے لیے کچھ نہیں کر سکے گی۔

ان لمحات میں اصلی دیوی شی تارا کے دل پر بجلی گر چکی تھی جب اس نے اپنے بہترین اور زبردست باڈی گارڈز اجے اور وجے کی موت کے بارے میں سنا تھا۔ اس نے اپنے بھارت ویس کے لیے چار غیر معمولی روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے تھے۔ اجے کمار' وجے کمار' راجیش اور رگھوناتھ۔ ان چاروں میں سے راجیش کو کرنل نے گولی مار دی تھی اور اب اجے اور وجے بھی مر چکے تھے۔ ٹیلی پیتھی کے میدان میں بھارت کو ایک مضبوط اور مستحکم ملک بنانے کی پہلی کوشش میں تین عدد روبوٹ قسم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ختم ہو چکے تھے۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اجے اور وجے کمار جیسے زبردست وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والے اتنی آسانی سے مار دیے جائیں گے۔ وہ اب تک کتنے ہی ایسے نقصانات برادر کبیر کے ہاتھوں اٹھاتی آئی تھی۔ ابھی وہ برادر کبیر اس کے سامنے ہپنوٹیا بنا بیٹھا تھا۔ دہشت گردوں کے گروہ کے جس سرغنہ باسکو نے اسے نقصان پہنچایا تھا' اسے تو وہ کتے کی موت مارنے والی تھی۔ لیکن اتنے بڑے بڑے نقصانات کو پورا کرنے اور ان کی جگہ ویسے روبوٹ قسم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنے میں زیادہ دقت اس لیے لگتا کہ برادر کبیر اور ایم آئی ایم اس کے حواس پر چھائے ہوئے تھے۔ اگر ان سے نمٹنے کی بات نہ ہوتی تو وہ پھر سپر ماسٹر اور وہاں کے اعلیٰ فوجی افسران کے دماغوں پر غالب آ کر اپنے قابل اور باصلاحیت بھارتی افراد کو ٹرانسفارمیشن سے گزارتی۔ جو تین عدد مر چکے تھے' ان کی جگہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر لیتی۔

پارس نے مقدر بیگ سے کہا "ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اس محل میں دیوی کیوں کمزور اور بے بس ہو گئی ہے۔ یہ مانتا ہوں کہ باسکوڈی وان اور اس کے آدمیوں نے اپنی آوازیں نہیں سنائیں اور گونگے بنے رہے۔ لیکن دیوی تو یوگا کے ماہرین کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتی ہے۔ وہ صرف باسکوڈی وان کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اجے اور وجے کمار کو بچا سکتی تھی۔"

مقدر بیگ نے چور نظروں سے دیوی (انجلہ) کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "دیوی یہی کرنے والی تھی۔ اس سے پہلے ہی دشمنوں نے گولیاں چلا کر اجے اور وجے کمار کو دونوں ہاتھوں پیروں سے اپاہج بنا دیا تھا۔ ان کے جسموں سے گولیاں بھی نکال دی جاتیں' تب بھی وہ اپاہجوں کی زندگی گزارتے۔ وہ دونوں دیوی کے کام کے نہیں رہے تھے۔ اس لیے وہ آنسو بہا کر اپنی کمزوری کا اظہار کرتی رہی۔ اس نے قیدی بننا منظور کر لیا تاکہ دوسرے دن باسکو کا دوسرا بھائی اسے لینے آئے تو وہ دونوں بھائیوں کو ٹھکانے لگا سکے۔ اس کا ارادہ ہے کہ وہ طاہرہ قدوس کے فرضی نام سے اس محل کی اور اس جزیرے کی

مالکہ بن جائے۔ ابھی اسے جس کمرے میں قید کیا گیا ہے' وہاں وہ فرش پر پلتھی مارے بیٹھی ہے۔ پوجا بھگتی میں مصروف ہے اور آتما شکتی کے ذریعے باسکوڈی وان اور اس کے خاص ماتحتوں کے اندر پہنچتی جارہی ہے۔"

پارس نے کہا "میں اس دیوی کے تعاقب میں یہاں آیا ہوں۔ پہلے تو معلوم ہوا کہ وہ ایک طیارے میں جاچکی ہے۔ اب آپ نے یہ اچھی خبر سنائی ہے کہ وہ محل میں ہے۔ اور کل باسکو کے بھائی کی آمد تک وہاں رہے گی بلکہ اس جزیرے کی مالکہ بن کر اسی محل میں طاہرہ قدوس بن کر رہے گی۔"

مقدر بیگ نے کہا "اس زیر زمین رہنے والی کو آئندہ دنیا والوں سے چھپ کر رہنے کے لیے اس سے زیادہ محفوظ جگہ شاید ہی ملے۔ لہٰذا وہ یہیں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے امریکا' اسرائیل اور بھارت کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر حکومت بھی کرتی رہے گی اور ایم آئی ایم کی تنظیم کی جڑوں تک پہنچنے کی کوشش کرتی رہے گی۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے کہ ایم آئی ایم کا برادر کبیر اس جزیرے میں آپہنچا ہے اور اب میں اس محل میں اچانک اس کے روبرو پہنچ جاؤں گا۔"

دیوی فاتحانہ انداز میں مسکرائی۔ وہ اس کے روبرو جانے کی باتیں کررہا تھا جب کہ وہ اس کے سامنے ہی بیٹھی تھی اور یہ مقدر بیگ کی مہربانی تھی کہ اس نے پردہ رکھا تھا اور پارس سے کہہ رہا تھا "یہ جو انسان کا مقدر ہے' یہ انسان کو بھٹکاتا زیادہ ہے اور کبھی کبھی منزل تک پہنچاتا ہے۔"

پارس نے کہا "آپ دنیا جہاں کے لوگوں کے اندر کی باتیں جانتے ہیں۔ آپ نے دیوی کے ناکام فرار' مارکو اور اجے اور دوجے کی موت کی باتیں ایسے بتائی ہیں جیسے سب کچھ آنکھوں سے دیکھتے رہے ہوں۔ آپ واضح طور سے اپنے متعلق کچھ بتاتے نہیں ہیں۔ میں آپ سے کچھ پوچھنے کی ضد بھی نہیں کروں گا۔ میں نے زندگی کے عملی میدان میں جو عرصہ گزارا ہے اس عرصے میں بڑے بڑے پراسرار بندے دیکھے ہیں اور ایسے حیرت انگیز اور ناقابل یقین مناظر نگاہوں سے گزرے ہیں جنہیں بیان کیا جائے تو سننے والے یقین نہیں کرتے ہیں۔ آپ جو بھی ہیں' میرے لیے محترم ہیں۔ میں صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس محل میں جاؤں گا تو کیا دیوی میری گرفت میں آجائے گی؟"

مقدر بیگ نے کہا "دیوی کو گرفت میں لینے کے ارادے سے نہ جاؤ۔ وہ خود کو چھپا رہی ہے۔ تم بھی اس سے اپنی اصلیت چھپاؤ اور ظاہر نہ ہونے دو کہ اسے دیوی شی تارا کی حیثیت سے جانتے ہو۔ باقی تمہاری اپنی پلاننگ ہوا کرتی ہے۔ جیسا مناسب سمجھو' ویسا کرتے رہو۔"

پارس نے صوفے سے اٹھ کر کہا "میں نے اتنی رات تک آپ دونوں کی نیند خراب کی' اس کی وجہ سے آنا پڑا۔ سوچا تھا کہ اس کے ذریعے دیوی کے بارے میں شاید کچھ معلوم ہوسکے گا۔ لیکن آپ نے تو دیوی کے بارے میں پوری کتاب کھول کر میرے سامنے رکھ دی۔ اچھا' اب آپ آرام کریں۔ انشاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔"

اس نے مقدر بیگ سے رخصتی مصافحہ کیا۔ پھر اجے سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ ویسے میں تو کیا کوئی بھی تم سے دشمنی نہیں کرسکے گا۔ تم مقدر صاحب کی پناہ میں ہو۔ وش یو گڈ لک۔"

پھر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ دیوی نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ مقدر بیگ اپنے بستر کے سرے پر آکر بیٹھ گیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی۔ پھر اس کے سامنے فرش پر دوزانو ہوکر اس کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولی "آپ کوئی دیوتا ہیں۔ بھگوان کے اوتار ہیں۔ برادر کبیر اس قدر مکار ہے کہ اس کے سامنے میں نے کسی کی چال کو کامیاب ہوتے نہیں دیکھا۔ لیکن آپ نے بڑی آسانی سے میری اصلیت چھپا کر میری حفاظت بھی کی ہے اور اس مکار کو بیوقوف بھی بنایا ہے۔"

"میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔ جو کرتا ہے مقدر کرتا ہے۔ تم ستارہ شناس ہو۔ تم نے ایک نہیں کئی بار اپنا زائچہ بنا کر علم نجوم کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ تمہارے آگے دو ہی باتیں ہوں گی۔ ایک تو یہ کہ دس برس تک خود کو چھپا کر رکھنے میں کامیاب رہو گی تو اپنے محبوب پارس کو اپنی مرضی کے مطابق اپنا دھرم پتی بنا لوگی یا پھر جناب علی اسد اللہ تبریزی کی پیش گوئی کے مطابق ایک سات برس کی بچی تمہیں بے نقاب کرکے تمہاری دس برس کی تپسیا برباد کردے گی اور پارس تمہیں اپنی شریک حیات بنالے گا۔ تم اپنے دھرم سے نکل جاؤ گی۔ اسی لیے میں نے ابھی برادر کبیر سے جھوٹ بول کر اسے بھٹکا دیا ہے۔ تمہیں ستاروں کی چال کے مطابق ظاہر ہونا ہے خواہ وہ پارس ہو یا برادر کبیر ہو۔ سب ہی تمہاری اصلیت جاننے کے لیے مقررہ وقت تک بھٹکتے رہیں گے۔ اب جاؤ۔ سوجاؤ۔"

وہ دوسرے بستر پر آکر لیٹ گئی۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنی ڈی کو دیکھا۔ وہ ایک بند کمرے میں ایک بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ فکر اور پریشانی کے باعث اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ دیوی نے اس کے دماغ کو تھپک تھپک کر سلادیا۔ وہ خود بھی تھکن سے چور ہورہی تھی۔ اس لیے اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سوگئی۔

پارس نے بھی اسی ہوٹل میں ایک کمرا حاصل کیا۔ وہ اتنی رات کو محل میں جانا نہیں چاہتا تھا۔ جب یہ معلوم ہوچکا تھا کہ دیوی اس جزیرے کو اپنے چھپنے کی جگہ بنا رہی ہے اور آئندہ محل میں ہی قیام کرے گی تو پھر جلد بازی ضروری نہیں تھی۔ وہ نیند پوری کرنے کے بعد صبح اس محل میں جانا چاہتا تھا لہٰذا وہ بھی ہوٹل کے ایک کمرے میں آکر آرام سے سوگیا۔

دوسری صبح اسے اس محل میں جانا تھا' جہاں تقریباً پونے دو سو مسلح دہشت گرد تھے۔ پھر اس کی موجودہ معلومات کے مطابق وہاں وہ دیوی بھی تھی جو خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرلیتی کہ وہاں برادر کبیر آیا ہوا ہے۔ ویسے جہاں تک دیوی کا تعلق تھا وہ اپنی آواز اور لہجہ بدل کر اسے دھوکا دے سکتا تھا۔ لیکن سیکڑوں دہشت گردوں کے درمیان جانے کے لیے لازمی تھا کہ اس کے پاس ایک سلیمانی ٹوپی ہوتی جسے پہنتے ہی وہ تمام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوجاتا۔ اور اگر ایسی سلیمانی ٹوپی ہوتی تو پھر یہ بچوں کے لیے قصہ کہانی کی بات ہوجاتی۔

بعض قارئین نے اعتراض کے طور پر کہا ہے کہ میری داستان میں بچکانا پن آرہا ہے۔ جو بات عقل تسلیم نہیں کرتی' وہی بات دلچسپی پیدا کرنے کی خاطر پیش کی جاتی ہے۔ مثلاً پارس ایک گولی نگل کر سایہ بن جاتا ہے اور اس کا گوشت پوست کا جسم نگاہوں سے اوجھل ہوجاتا ہے۔ پھر اس سائے کے اندر اس کی زندگی ہوتی ہے اور زندگی کی توانائی اور ذہانت وغیرہ سب کچھ چھپا ہوتا ہے۔ وہ سایہ جب چاہے اپنی توانائی اور ذہانت استعمال کرسکتا ہے۔

کیا ایسا ہوسکتا ہے؟

نہیں ہوسکتا۔ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آنکھیں گواہی مانگتی ہیں اور عقل ٹھوس دلائل کا تقاضا کرتی ہے۔ یہی عدالتوں میں بھی ہوتا ہے کہ چشم دید گواہی اور ٹھوس ثبوت لازمی ہوتے ہیں۔ تب حقیقت تسلیم کی جاتی ہے یعنی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ انسان صرف اسے تسلیم کرتا ہے جسے آنکھوں سے دیکھتا ہے اور جسے عقل تسلیم کرتی ہے۔

لیکن قدرت کی عدالت میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ اس دنیا میں وقتاً فوقتاً ایسے ناقابل فہم واقعات پیش آتے رہے' جن کی توجیہات آج تک نہ پیش کی جاسکیں۔ ایک انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کردینا۔ ہمارے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا۔ یہ تو دنیا کی سب سے عظیم ہستی رسول کریمؐ کے ایک معجزے کی بات ہے۔ لیکن خدا وہ ہے جو مذہب کے بغیر بھی کسی کافر کو اپنے موجود ہونے کا کوئی ناقابل فہم اشارہ دے کر اس کی عقل کو سوچ سوچ کر تھک جانے پر مجبور کردے پھر وہ تھک ہار کر کہہ دے کہ خدا کہیں ہے۔ یا یہ جو ناقابل فہم بات ہوئی ہے' یہ محض ایک اتفاق ہے۔

ابھی جس وقت قارئین یہ داستان پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت لندن میں ایک دس سال کا بچہ موجود ہے جس پر آسمانی بجلی گری تھی۔ بجلی گرے اور کوئی زندہ رہے؟ یہ ناممکن ہے۔ مگر وہ لڑکا زندہ ہے اور بجلی گرنے کے بعد ایک ہائی پاور کی سری بن گیا ہے۔ وہ لڑکا جسے چھولیتا ہے' اسے بجلی کا جھٹکا پہنچتا ہے۔ کوئی قریب آئے تو لڑکے کے جسم سے نیلی شعاعیں خارج ہونے لگتی ہیں۔ وہ ایک اسکول میں زیر تعلیم ہے۔ اسے دوسرے بچوں سے ذرا الگ ربڑ کی بنی ہوئی کرسی پر بٹھایا جاتا ہے۔

میں نے آسمانی قارئین کیم اپریل ۱۹۹۵ء کے روزنامہ جنگ کے آخری صفحے پر اس لڑکے کی مختصر سی روداد پڑھ سکتے ہیں۔ تفصیل میں ہی بیان کرسکتا ہوں کہ ماہر ڈاکٹر اور سائنس داں اس لڑکے کی اسٹڈی کررہے ہیں کہ وہ گوشت پوست کا جسم رکھتا ہے پھر وہ آسمانی بجلی سے جل کر کوئلہ کیوں نہ بن گیا؟ اس کے جسم کا اندرونی نظام بالکل انسانی ہے پھر وہ سری کیسے بن گیا؟ اس کے گوشت پوست سے بجلی کی قوت کیسے خارج ہوتی ہے کہ دوسرے جھٹکا سا محسوس کرتے ہیں؟

ابھی تو بڑی توجہ سے اس لڑکے کی اسٹڈی ہورہی ہے۔ ہوسکتا ہے' ڈاکٹر اور سائنس داں کچھ سمجھ پائیں اور اگر وہ نہ سمجھ سکے تو دو میں سے کوئی ایک بیان دیں گے کہ خدا کا وجود ہے' جو ہم نہیں سمجھتے' وہ خدا سمجھتا ہے۔ یا پھر ان کا بیان ہوگا کہ یہ محض اتفاق ہے۔ کبھی کبھی ایسے ہی دوسری نوعیت کے ناقابل فہم واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

جی ہاں رونما ہوتے رہیں گے جو لوگ اپنے ایمان اور روح کی گہرائیوں سے خالق حقیقی کو سمجھ نہیں پاتے' انہیں سمجھانے کے لیے ایسے ناقابل فہم واقعات رونما ہوتے رہیں گے۔ اگر آئندہ اس سری بن جانے والے لڑکے سے کوئی زیادتی ہوگی اور سیاست داں یا جرائم پیشہ افراد اسے منفی مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہیں گے تو پھر میں مداخلت کروں گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سری بن جانے والا میری داستان کا ایک حصہ بن جائے گا اور اسے بچوں کے پڑھنے کا قصہ کہنا درست نہ ہوگا۔ جب میں صومالیہ کے مسلمانوں کی بھوک پیاس' کشمیری مسلمانوں کے جہاد اور بعض اسلامی ممالک کی بے حسی بیان کرتا ہوں تو یہ بچوں کے پڑھنے کے لیے نہیں بڑوں کے مطالعے کے لیے ہوتی ہیں۔

میری یہ داستان نوجوانوں اور بوڑھے بچوں کے پڑھنے کے لیے ہے۔ اگر میں دلچسپی کا عنصر قائم نہ رکھوں اور وقفے وقفے سے چٹخارے دار مگر دلوں میں برچھی کی طرح اتر جانے والی باتیں نہ کروں تو یہ محض اخباری رپورٹ ہوگی کہ دولت مند عیاش مسلمان یہودی عورتوں سے بچے پیدا کرکے انہیں اسلام کی طرف کم اور یہودیت کی طرف زیادہ لے جارہے ہیں۔ یہ بھی اخباری رپورٹ ہوگی کہ ازبکستان اور ترکمانستان جیسے اسلامی ممالک جو شمالی ایشیا میں ہیں' وہاں جمہوریہ چین کا راستہ روکنے کے لیے امریکا کیسی چالیں چل رہا ہے اور اپنا ملک کس طرح ایک مہرہ بنتا جارہا ہے۔ اگر یہ تمام تفصیلات بیان کروں تو میری پیش کردہ ایک قسط بھی کوئی نہیں پڑھے گا۔

میرا یہ عزم ہے کہ میں تفریحی انداز میں مسلمانوں کو ان تمام خطرات سے آگاہ کروں۔ جو امریکا' اسرائیل اور بھارت کی طرف سے درپیش ہیں۔ مٹھائی تو یوں بھی لذیذ ہوتی ہے۔ پھر وہ کاندا راس

مٹھائی پر چاندی کا ورق چڑھا کر اسے اور جاذب نظر کیوں بناتا ہے؟ وہ کیوں چاہتا ہے کہ دیکھنے والی آنکھیں للچائیں اور مٹھائی خریدنے آجائیں؟

جن حضرات کو عکس کا منتقل ہونا' بندر کا آدمی بن جانا اور پارس کا سائے میں تبدیل ہوجانا پسند نہ ہو' ان سے گزارش ہے کہ ایسی باتوں کو چاندی کا ورق سمجھ کر اسے مٹھائی سے نکال دیا کریں۔ باقی مٹھائی کھاتے رہا کریں۔ ہاں اگر کہیں کڑوا پن محسوس ہوگا تو اس چاندی کے ورق کی ضرورت پیش آئے گی۔

فینٹسی اسے کہتے ہیں جو حقائق کے برعکس ہوتی ہے۔ فینٹسی لکھنے کے لیے کہانی کا تانا بانا ایسے بنا جاتا ہے کہ ناقابل یقین باتوں پر بھی اس لیے یقین آجاتا ہے کہ وہ بڑے دلچسپ پیرائے میں لکھی جاتی ہیں۔ پڑھنے والے دلچسپی کی خاطر خود کو یہ سمجھاتے ہیں کہ یہ بالکل فینٹسی یا بنڈل بازی نہیں ہے۔ جب لکھنے والے نے ٹھوس دلائل اور حوالے دیے ہیں تو یہ سچ ہو سکتا ہے۔

اگر میری اس داستان کے متعلق فرض کیا جائے کہ یہ فینٹسی یا خیالی قصہ گوئی ہے تو پھر یہ دنیا کی پہلی خیالی کہانی ہے' جس میں ساری دنیا کے حقائق اور سیاسی اور معاشرتی سچائیاں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں اور جس میں دنیا کے تمام مسلمانوں کی بے حسی' پسماندگی اور زوال پسندی کا درد و کرب ایسا بھرا ہے جیسے ایک ماں کے سینے میں ممتا بھری رہتی ہے۔ کسی بھی ماں کا کلیجا نوچ کر پھینکا جاسکتا ہے لیکن اس کے اندر سے کوئی طاقت ممتا کا جذبہ نہیں نکال سکتی۔ اسی طرح میری داستان کے اندر سے دورِ جدید کی تمام سچائیوں کو کوئی طاقت نوچ کر نہیں پھینک سکتی۔

میری داستان نوجوانوں اور بوڑھے بچوں کے لیے ہے اور اس میں بچکانا پن نہیں ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں لمبے نہیں ہوتے۔ اس لیے جھوٹ زیادہ دور تک نہیں چل سکتا۔ جب کہ یہ داستان اٹھارہ برس اور سات ماہ سے جاری ہے۔

ایک قلم کار کی تحریر میں خواہ کتنی ہی جان ہو' اس کے لکھنے کے اسٹائل میں خواہ کتنی ہی کشش ہو' وہ اس وقت تک اپنے قارئین کے دل و دماغ پر نقش نہیں ہوگا' جب تک کہ وہ روح کی گہرائیوں میں اتر جانے والی سچائیاں بیان نہیں کرے گا۔

ذرا ان لمحات میں آپ اپنے آس پاس دیکھیں' آپ کے پاس ہی مقدر بیگ بیٹھا ہوا ہے۔ اگر وہ آپ کو نظر نہیں آرہا ہے تو پھر آپ اسے آنکھوں کی بصارت سے دیکھ رہے ہیں۔ کاتب تقدیر کی عطا کی ہوئی بصیرت سے نہیں دیکھ رہے ہیں۔ یہ مقدر بیگ دشمن ہے جو بھٹکاتا ہے اور یہ مقدر بیگ دوست ہے جو گمراہی سے پھر آپ کو راستی پر لاتا ہے۔ اور وہ اس داستان میں کئی بار کہہ چکا ہے کہ اس کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ وہ صرف اچھے اعمال سے خدا کو پہچانتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ سمجھانا چاہتا ہے کہ جب اچھے اعمال سے خدا کو پہچانا جاسکتا ہے تو پھر خدا کو پہچاننے والے سے مقدر بیگ کبھی دشمنی کرنے کی جرات نہیں کرے گا۔ یہ مقدر بنانے کا نسخہ ہے جو مقدر بیگ بتا رہا ہے۔

مشکل یہ ہے کہ کوئی بھی معاملہ جو ایک کے لیے درست ہوتا ہے' وہ دوسرے کے لیے غلط ہو سکتا ہے۔ ایم آئی ایم والے کہتے تھے کہ مسلمانوں کو پسماندہ بنائے رکھنے' دولت مند مسلمانوں کو شراب و شباب میں ڈبونے اور دنیا میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو کم کرنے کی سازشیں کرنا غلط ہے۔ امریکا' اسرائیل اور بھارت کے نقطہ نظر سے یہی غلط بات درست تھی اور وہ اپنی سازشوں کو کامیاب بنانے کے سلسلے میں جو چالیں چل رہے تھے ان میں دیوی پیش پیش تھی۔ مقدر بیگ نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ دوستی' امن اور بھائی چارے کا راستہ اختیار کرے۔ لیکن جن کے مفادات کو نقصان پہنچتا ہو' انہیں نیک ہدایات سمجھ میں نہیں آتیں۔

دیوی نے بھی مقدر بیگ کی نیک ہدایات کو ٹال دیا تھا۔ اس کے باوجود وہ دیوی کی حفاظت کر رہا تھا اور پارس کو بھٹکا رہا تھا۔ کیونکہ کاتبِ تقدیر نے جو تحریر کیا تھا' اس تحریر کے مطابق مقدر بیگ عمل کر رہا تھا۔ دیوی کی روپوشی ختم ہونے کے لیے جس وقت کا تعین ہو چکا تھا' اس سے پہلے مقدر بیگ اسے ظاہر ہونے اور اسے نقصان پہنچنے کے راستے پر چلنے نہ دیتا۔ اور وہ خود ایسے راستے پر چل رہی تھی' تب بھی مقدر بیگ پارس کو گمراہ کر کے اسے تحفظ دے رہا تھا۔

○☆○

دوسرے دن پارس جزیرے پر واقع اس محل میں پہنچ گیا۔ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ دیوی کا یہ جزیرہ دنیا کے نقشے میں ایسی جگہ ہے جس کے شمال میں ترکی اور جنوب میں افریقہ کی اسلامی ریاستیں ہیں۔ دیوی اپنی ڈی کو سامنے رکھ کر خود وہاں روپوش رہ کر تمام اسلامی ممالک کو طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کر سکتی تھی۔ اس جزیرے کے مشرق میں اسرائیل تھا۔ وہ یہودیوں کے سر پر بھی سوار رہتی۔ میری داستان کے ایسے ہی سچے اور کھرے واقعات ہوتے ہیں' جنہیں پڑھنے سے دشمنانِ اسلام کی سازشوں کا علم ہوتا رہتا ہے۔ پارس سایہ بن کر گیا ہے تو جانے دیں۔ اس سائے کو چاندی کے ورق کی طرح سچائی کی مٹھاس کے ساتھ کھالیں یا پھر چاندی کے ورق کو اپنے ذہن سے نکال کر ایک طرف رکھ دیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس صدی کے آخر تک معتبر سائنس داں یہ اعلان کریں کہ انسان نگاہوں سے چشم زدن میں اوجھل ہو سکتا ہے اور جس طرح سایہ انسان کے اندر رہتا ہے اسی طرح انسان سائے کے اندر رہ سکتا ہے۔

بہر حال دیوی اسی ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ مقدر بیگ کسی کام کا بہانہ کر کے کمرے سے چلا گیا۔ وہ جانتا تھا کہ دیوی تنہائی میں خیال خوانی کرے گی اور محل میں قید رہنے والی اپنی ڈی کے اندر رہ کر اسے اصلی دیوی بنائے گی۔ ایسا اس لیے کرے گی کہ پچھلی رات برادر کبیر اس کے کمرے سے اس محل میں جانے اور دیوی پر قابو پانے کا ارادہ کر کے گیا تھا۔

اب سے پہلے وہ ایک ڈی شی تارا بن کر پارس اور تمام دوستوں اور دشمنوں کو فریب دیتی رہی تھی۔ آئندہ وہ ڈی دیوی بنا کر برادر کبیر اور ساری دنیا کو فریب میں مبتلا رکھنا چاہتی تھی۔ اس نے پچھلی رات ڈی کے اندر پہنچ کر معلوم کیا تھا۔ بیچاری بہت پریشان تھی۔ سہمی ہوئی بھی تھی۔ اسے ایک کمرے میں قید کر دیا گیا تھا۔ یہ یاد کر کے وہ رونے بھی لگی تھی کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے دونوں محافظ اجے اور وجے کمار کو مار ڈالا گیا تھا۔ پھر اس بات کا بھی رونا تھا کہ اسے پچھلی زندگی یاد نہیں آرہی تھی۔ اتنا ہی یاد آتا تھا کہ اس کا نام شی تارا ہے اور جتنے لوگ زیرِ زمین رہنے والی شی تارا کا ذکر سن چکے ہیں' وہ اسے دیوی کہتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے' اس کا اصل نام پربھارانی تھا۔ وہ ایک ایسے انگریز سے شادی کرنے والی تھی جو اس کے برے وقت میں بہت کام آتا رہا تھا۔ لیکن دیوی اور اس کے دونوں گارڈز نے انہیں ٹریپ کیا تھا۔ اس کے محسن انگریز مجسٹریٹ کو مار کر سمندر میں پھینک دیا تھا اور دیوی نے لانچ کے کیبن میں پربھارانی پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنی ڈی بنایا تھا۔ لیکن یہ تمام کام بڑی عجلت میں ہوا تھا اس لیے دیوی پوری طرح اپنی تمام باتیں اور عادتیں اس کے ذہن میں نقش نہیں کر سکی تھی۔ اسی وجہ سے پربھارانی خود کو دیوی شی تارا سمجھنے کے باوجود یہ سوچتی رہتی تھی کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور اس کی پچھلی زندگی کیا تھی؟

دیوی کے لیے یہ لمحہ فکریہ تھا کہ برادر کبیر محل کی طرف گیا ہے۔ اگر پربھارانی سے اس کا سامنا ہوگا اور وہ اپنے بھولے ہوئے ماضی کے سلسلے میں کوئی پریشانی ظاہر کرے گی تو وہ مکار برادر کبیر شبہ کرے گا بلکہ یقین کرے گا کہ وہ اصلی دیوی نہیں ہے۔ جو اصلی ہے وہ پہلے کی طرح ڈی شی تارا والا ڈراما پلے کر رہی ہے۔

دیوی کو اس جزیرے کے موجودہ مالک باسکوڈی وان اور اس کے اس بھائی کی فکر نہیں تھی جو پربھارانی کے حسن و شباب کو کسی عیش کدے میں پہنچانے والا تھا۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں رہ کر ہی ان بھائیوں کو چٹکی میں مسل سکتی تھی۔ وہ اپنی ڈی کو مکمل ڈی دیوی بنانا چاہتی تھی لہٰذا اس نے صبح بیدار ہوتے ہی پھر ایک بار پربھارانی کے خوابیدہ دماغ کو آواز سن کر اپنا معمول اور تابعدار بنایا پھر اپنا ایک ایک عادت' ایک ایک ادا' اپنے بدلتے ہوئے لہجے اور آواز کو اس کے ذہن میں نقش کیا۔ اسے پچھلی زندگی یہ یاد دلائی کہ دو برس تک زیرِ زمین رہ کر ستاروں کی چال کے مطابق زمین کے اوپر آنا اور اپنی اصلیت ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اب اس نے زیرِ زمین رہنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے اور مختلف بھروپ میں دنیا والوں کے درمیان رہنے بھی لگی ہے اور اپنے بھارت دیس کی برتری کے لیے امریکا اور اسرائیل سے دوستی نباہ رہی ہے اور دوستی کی آڑ میں انہیں بھی دھوکا دے کر ان کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا چکی ہے۔

پھر یہ بھی ذہن نشین کیا کہ وہ جب ضروری سمجھتی ہے تب خیال خوانی کرتی ہے اور اس نے اپنے دونوں محافظوں کو بچانے کے لیے اس وجہ سے خیال خوانی نہیں کی کہ اس سے پہلے ہی وہ دونوں اپاہج بنا دیے گئے تھے۔ اس کے کسی کام کے نہیں رہے تھے۔ وہ ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی کو استعمال کرنے کے لیے باسکوڈی وان کے دوسرے بھائی کی آمد کا انتظار کر رہی تھی۔

دیوی نے اس بار اسے اپنی مکمل ڈی بنا کر آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اب وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ برادر کبیر محل میں پہنچ چکا ہے یا نہیں؟ یہ معلوم کرنے کے لیے محل میں رہنے والوں کے اندر پہنچنا ضروری تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہوٹل کے ایکسچینج والے سے کہا کہ وہ مسٹر مارکو کے پی اے سے باتیں کرنا چاہتی ہے لہٰذا محل کے کسی فون سے رابطہ کرایا جائے۔

وہ جانتی تھی کہ مارکو اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے پھر بھی وہ انجان بن رہی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ وہاں نئے مالک باسکو کا نیا پی اے آیا ہوگا لیکن اسے اسی پرانے پی اے کی آواز سنائی دی۔ اس کا مطلب ظاہر تھا کہ وہ اپنے پرانے آقا کے بعد اب اپنے نئے مالک کا وفادار بن گیا ہے۔ اس نے پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

"میں زیرو ون بول رہی ہوں۔ آج آدھی رات کے بعد نئے مال کی کھیپ ساؤتھ پورٹ پر آنے والی ہے۔"

"آپ نئے مال کے بارے میں بتائیں۔"

"مسٹر مارکو جانتے ہیں کہ کون سی چیز اسمگل ہو کر آرہی ہے۔"

"سوری میڈم! مسٹر مارکو اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ اب اس جزیرے کے نئے آقا باسکوڈی وان ہیں۔ آئندہ ان سے آپ کی ڈیلنگ ہوگی۔"

"میں کسی سے ملاقات کرنے اور تمام معاملات طے کرنے کے بعد ہی مال سپلائی کرتی ہوں۔ پہلے اپنے آقا سے معلوم کرو۔ کیا وہ مجھ سے کاروبار جاری رکھنا چاہتا ہے؟ میں بعد میں فون کروں گی۔"

وہ ریسیور رکھ کر پی اے کے اندر پہنچ گئی۔ وہ بھی ریسیور رکھنے کے بعد باسکوڈی وان سے کہہ رہا تھا "سر! انڈیا کی ایک لیڈی اسمگلر ہے' اس کا کوڈ نیم زیرو ون ہے۔ آج آدھی رات کے بعد اس کا مال یہاں پہنچنے والا ہے۔ لیکن وہ دوسری پارٹی کو یہ مال دے دے گی کیونکہ آپ اس کے لیے نئے ہیں۔ پہلے وہ ملاقات کرتی ہے' تمام معاملات طے کرتی ہے اس کے بعد مال سپلائی کرتی ہے۔"

"مجھے دہشت گردی کے ذریعے کروڑوں ڈالرز مختلف ممالک

سے ملتے رہتے ہیں۔ اگر اسمگلنگ کے نئے دھندے سے بھی خاصی آمدنی ہوگی تو میں تمہیں اسمگلنگ کے شعبے کا انچارج بنادوں گا۔ تم خود ہی اس سے معاملات طے کرلو۔"

وہ پی اے کے ذریعے باسکوڈی وان کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ گئی اور معلوم کرنے لگی کہ اس محل میں کوئی نیا مہمان آیا ہے یا دہشت گردی کے سلسلے میں کسی ملک کا نمائندہ اس سے کسی ڈیلنگ کے لیے پہنچا ہوا ہے یا نہیں؟

باسکو کے خیالات نے بتایا کہ محل میں کوئی ایسا نمائندہ یا مہمان نہیں آیا ہے۔ ویسے ایک گھنٹے کے اندر اس کا بھائی ڈی راکو وان وہاں پہنچنے والا ہے۔ ان دونوں بھائیوں باسکو اور ڈی راکووان میں خوب بنتی تھی۔ ایک طرح سے دونوں کا دھندا مشترکہ تھا۔ ڈی راکووان خاص طور پر دولت مند اسلامی ممالک کے عیاش حکمرانوں اور دوسرے اعلیٰ عہدیداروں سے رازدارانہ دوستی رکھتا تھا اور بھاری معاوضے پر حسین ترین عورتیں پیش کرتا تھا پھر اپنے بھائی باسکو کے لیے ان ممالک کے حالات معلوم کرتا تھا۔ جس ملک کے حکمرانوں کو اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے دہشت گردوں کی ضرورت ہوتی تھی' اس ملک میں باسکو اپنے ایسے دہشت گرد اور تخریب کار بھیجتا تھا جو اس ملک کی زبان اور رسم و رواج سے واقف ہوتے تھے۔ کسی بھی ملک کی زبان اور تہذیب سے واقفیت رکھنے والے قاتل دہشت گرد وہاں جعلی پاسپورٹوں کے ذریعے رہائش اختیار کرلیں تو وہاں کے عوام اور انتظامیہ کو پتا نہیں چلتا کہ ایسے دشمن ان کے درمیان موجود رہتے ہیں۔

پھر باسکوڈی وان کے خیالات نے بتایا کہ اس کا بھائی ڈی راکو وان تنہا نہیں رہتا ہے۔ اس کے ساتھ دو مسلح گارڈز' ایک بہت ہی تجربہ کار مشیر اور تین عدد بہت ہی بدمعاش قسم کی چھٹی ہوئی عورتیں ہوتی ہیں۔ وہ تینوں مختلف زبانیں جانتی ہیں اور کسی نئی حسینہ کو محبت سے یا ظلم و ستم سے قابو میں کرکے مختلف دولت مند عیاشوں تک پہنچاتی ہیں۔

دیوی کا خیال تھا کہ برادر کبیر ڈی راکووان کو' اس کے باڈی گارڈز کو یا مشیر کو ٹریپ کرے گا اور ان میں سے کسی ایک کے بھروپ میں رہ کر محل کے اندر پہنچے گا۔ جب ایسی کوئی بات نہیں بنے گی تو پھر آخری حربے کے طور پر سایہ بن کر وہاں جائے گا۔ وہ دونوں بھائی نہایت خطرناک اور سفاک قاتل تھے۔ لیکن دیوی انہیں چیونٹی کے برابر سمجھتی تھی۔ اسے محض برادر کبیر کی طرف سے تجسس تھا کہ وہ کس طرح محل میں پہنچے گا' وہاں کیا کرے گا اور اس ڈی دیوی تک کیسے پہنچے گا؟

اصل فکر یہ تھی کہ وہ ایک ڈی ظاہر نہ ہونے پائے اور برادر کبیر اس کے قریب رہ کر بھی اسے اصل دیوی سمجھتا رہے۔ اس مقصد کے لیے اس نے دوبارہ پر بھارانی پر تنویمی عمل کرکے ہر اعتبار سے اسے دیوی بنادیا تھا۔ صرف ایک کمی رہ گئی تھی کہ پر بھارانی خیال خوانی نہیں کرسکتی تھی۔ یہ کمی دور کرنے کے لیے اس نے دو تدابیر بھی کی تھیں۔ ایک تو یہ کہ جب تک برادر کبیر اس ڈی کے پیچھے پڑا رہتا' تب تک وہ خود ڈی کے اندر رہ کر وقتاً فوقتاً خیال خوانی کرتی رہتی۔ دوسری تدبیر یہ تھی کہ وہ جلد ہی پر بھارانی کو ٹرانزسٹار مرمشین تک پہنچا کر اسے ٹیلی پیتھی بھی سکھا دیتی اور اس کے دوسرے بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے ریوٹ راجیش' اجے کمار اور وجے کمار مارے گئے تھے۔ ان کی جگہ وہ چھ بھارتی خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ کرنا چاہتی تھی۔

ڈی راکووان ایک گھنٹے بعد اس محل میں اپنے حواریوں کے ساتھ آگیا۔ دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کی۔ باسکو نے اسے بتایا کہ طاہرہ قدوس (پربھارانی) ایک نہایت حسین و جمیل دوشیزہ ہے۔ وہ اس کے حسن کی ایک جھلک کسی عیاش حکمران کو دکھا کر اس کے ملک کے حالات کے مطابق دہشت گردی کی راہیں ہموار کرسکتا ہے۔

ان کی گفتگو کے دوران دیوی خیال خوانی کے ذریعے موجود تھی اور ڈی راکووان کے حواریوں کے اندر پہنچ کر یقین کررہی تھی کہ برادر کبیر نے ان میں سے کسی کا بھروپ اختیار نہیں کیا ہے۔ اگر وہ کسی کے بھیس میں ہوتا اور دیوی اس کے اندر پہنچتی تو وہ بے اختیار سانس روک لیتا۔ یا پھر اپنی عادت کے مطابق شرارتیں کرتا۔ آواز بدل کر اسے کہتا "دیوی جی! تمہیں محل کے جس کمرے میں قید رکھا گیا ہے میں وہ کمرا کھلوا کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔ آج تک ہماری ملاقات خیال خوانی کے ذریعے ہوتی رہی۔ آج ہم روبرو ملیں گے۔"

لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ کسی حواری کے بھیس میں نہیں تھا۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ وہ سایہ بن کر وہاں کسی کے اندر موجود ہے۔ اور یہ بات زیادہ ترین قیاس تھی کہ وہ ڈی دیوی کے اندر ہی ہوگا اور ابھی خاموشی سے تماشا دیکھنا چاہتا ہوگا کہ دیوی باسکو اور ڈی راکووان سے کس طرح نمٹنے والی ہے۔

باسکو ڈی وان نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ محل کا آخری کمرا کھول کر طاہرہ قدوس کو لایا جائے۔ وہ ماتحت حکم کی تعمیل کے لیے گئے۔ باسکو نے بھائی سے کہا "جیسا کہ میں ابھی بتا چکا ہوں' طاہرہ کے دونوں باڈی گارڈز ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ میں نے انہیں مار ڈالا ہے۔ طاہرہ کے متعلق شبہ ہے کہ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہوگی۔ لیکن وہ اپنے چہرے اور اپنی سنائی ہوئی روداد سے مظلوم نظر آتی ہے۔ ان مرنے والے باڈی گارڈز نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کی پچھلی زندگی بھلا دی تھی۔ اسے یاد نہیں ہے کہ وہ پہلے کون تھی اور کہاں سے آکر اس محل میں قیدی بن گئی ہے۔ بہرحال تم اس کے سامنے زبان سے کچھ نہ بولنا۔ ہم دونوں بھائیوں کو کسی فریب میں نہیں آنا چاہیے۔ بشرطیکہ وہ طاہرہ فریبی ہو۔"

دیوی محل کے ڈرائنگ ہال میں آئی۔ اس کے دائیں بائیں

پیچھے مسلح افراد تھے۔ وہ دونوں بھائی بہت ہی آرام دہ صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ باسکو نے ایک کاغذ پر لکھ کر دیوی کو بتایا "یہ میرا بھائی ڈی راکووان ہے۔ یہ آج شام کو تمہیں کسی ملک میں لے جائے گا۔"

ڈی نے اس تحریر کو پڑھنے کے بعد کہا "یعنی یہ تمہارا دلال بھائی شام تک فون کے ذریعے مختلف ممالک کے دولت مند راکین سے میرا سودا کرے گا۔ جو زیادہ بولی دے گا' اس ملک میں مجھے لے جائے گا۔"

ڈی راکووان نے غصے سے کہا "اے خبردار! مجھے دلال نہ کہنا۔ میں منشیات' اسلحے اور حسین عورتوں کے ذریعے مختلف ممالک کی سیاست میں گھستے ہیں۔ ان ممالک کی سیاسی کمزوریاں معلوم کرتے ہیں۔ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے ہم تمہاری جیسی بے مثال حسیناؤں کو تربیت دیتے ہیں کہ وہ کس طرح ہمارے لیے کام کرتی ہیں گی۔"

ڈی نے مسکرا کر کہا "باسکو' تمہارا یہ بھائی بڑا گرم مزاج ہے۔ اس کی شان کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اسے تم نے سمجھایا تھا کہ یہ میرے سامنے گونگا بہرا رہے۔ لیکن میں نے اسے دلال کہا تو یہ بھڑک کر بولنے لگا۔"

باسکو حیرت سے اپنی کرسی پر سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ پھر بولا۔ "اب تو میں بھی زبان کھول رہا ہوں۔ میں نے تنہائی میں بھائی کو بتایا تھا کہ گونگا بن کر رہنے والی بات سمجھائی تھی اور تم نے محل کے آخری کمرے میں قید رہ کر سن لی۔ اب تم ایک کے بعد ایک کے دماغ میں پہنچتی رہو گی۔"

وہ کہنا چاہتا تھا کہ اب تو اسے زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ اس کے تمام وفادار اسے گولیوں سے چھلنی کردیں گے لیکن وہ ایسا نہ کہہ سکا۔ دیوی نے اس پر غالب آکر اپنی مرضی کے مطابق بولنے پر مجبور کیا۔ اس نے کہا "ہاں تم ایک کے بعد ایک کے دماغ میں پہنچتی رہو گی۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے ساتھ میرے تمام وفادار ٹیلی پیتھی کے ذریعے مارے جائیں لہٰذا میں تمام وفاداروں کو حکم دیتا ہوں کہ اب وہ گونگے بن کر نہ رہیں اور سب ہی ایک ساتھ مل کر کے محترمہ طاہرہ قدوس (دیوی) کو سلام کریں اور اپنا اپنا نام بتاتے جائیں۔"

باسکو کی اس بات پر اس کا بھائی ڈی راکووان اعتراض کرسکتا تھا لیکن دیوی نے اپنے بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے رگھوناتھ کو بلا چکی تھی۔ وہ ڈی راکووان کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ وہاں جتنے مسلح وفادار تھے' وہ اپنے آقا کے حکم کے مطابق یکے بعد دیگرے دیوی کو سلام کرکے اپنا اپنا نام بتانے لگے۔ دیوی کی طرح پاربتی کو بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ ایسے موقع پر ٹانی یا باربرا کو اس کے پاس آنی تھیں۔ اس نے محل میں جانے سے پہلے فون کے ذریعے ٹانی سے کہا تھا "مجھے تمہارے ڈیڈی یعنی انکل سلمان کی ضرورت ہے۔ ویسے تم بھی میرے اندر آتی جاتی رہو۔"

جب ایک وفادار نے سلام کیا اور اپنا نام بتایا تو سلمان نے برادر کبیر کے لہجے میں اس کی زبان سے کہا "ویسے میں نے سلام کرکے غلطی کی ہے۔ مجھے نمستے یا رام رام کہنا چاہیے۔"

دیوی نے اسے چونک کر دیکھا۔ پھر کہا "اچھا تو برادر کبیر! تم آچکے ہو۔ ابھی میں باسکو کے دماغ کو آزاد نہیں چھوڑ سکتی۔ تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گی۔"

"وہ تو نگاہوں کے سامنے آچکی ہو۔ کل تم نے دعویٰ کیا تھا کہ ہزاروں فٹ کی بلندیوں پر پرواز کرتی ہوئی کسی دوسرے ملک جارہی ہو۔ میں بڑا مایوس ہوگیا تھا لیکن میری دعا قبول ہوئی اور تم ہزاروں فٹ کی بلندیوں سے پرواز کرتی ہوئی زمین کی پستی میں آگئی ہو۔ کیا تمہیں احساس نہیں ہوتا کہ تمہارے مقدر میں پستی ہے اور تمہارے لیے ہی کہا گیا ہے۔ پہنچے اسی زمین پر اونچی اڑان والے....."

دیوی اور رگھوناتھ نے باسکو اور ڈی راکووان کے دماغوں کو ذرا ڈھیل دی ہوئی تھی۔ دونوں بھائیوں نے پریشان ہوکر ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر باسکو نے کہا "کیا ایم آئی ایم کا سربراہ برادر کبیر یہاں موجود ہے؟"

اس وفادار نے کہا "ہاں۔ میں ہوں برادر کبیر! یہ جو حسینہ تمہارے سامنے ہے اس کا اور میرا ستارہ کچھ ملتا ہے۔ شاید دل سے دل بھی مل جائے۔ اسی لیے میں اس کی حفاظت کے لیے یہاں آیا ہوں۔ یوں سمجھ لو۔ میں اس چھپکلی کو اپنے زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "تم بھیس بدل کر آئے ہو۔ دشمنوں میں گھرے ہوئے ہو اور مجھے زندہ رکھنے کی بات کرتے ہو۔ کیا یہاں کسی کی گن سے ایک گولی چلے گی تو تمہارا خاتمہ نہیں ہوگا؟"

"دیوانے جان پر کھیل جاتے ہیں۔ اگر میں پروانے کی طرح تم پر نثار ہوجاؤں گا تو میری موت کے بعد بھی تم مجھے یاد کرکے ٹھنڈی آہیں بھرتی رہو گی۔"

دیوی باسکو کے دماغ پر پوری طرح حاوی ہوگئی تھی۔ اس نے برادر کبیر کی باتوں کے دوران بڑی آہستگی سے باسکو کے لباس کے اندر سے ریوالور نکالا۔ پھر اچانک ہی ایک وفادار کا بھیس بدلنے والے برادر کبیر پر گولی چلادی۔ ایک نہیں' یکے بعد دیگرے چھ گولیاں اس کے جسم میں اتار دیں۔ ایم آئی ایم کا سربراہ پہلی بار اس کے نشانے پر آیا تھا۔ وہ اس کی آواز' لہجے اور بولنے کے مخصوص اسٹائل سے دھوکا نہیں کھاسکتی تھی۔ پوری طرح یقین کرنے کے بعد اس کی لاش زمین پر گرادی تھی۔

تھوڑی دیر کے لیے سناٹا چھاگیا۔ وہ دونوں بھائی اور ان کے وفادار گم صم سے ہوکر کبھی اس لاش کو اور کبھی دیوی کو دیکھتے رہے۔ پھر دیوی نے کہا "میں نے اس یقین سے کہا ہے کہ

ایم آئی ایم کے مجاہدین اس محل کے باہر ہو سکتے ہیں اور اس کے خیال خوانی کرنے والے ابھی اس کی موت کی خبر اپنی پوری تنظیم والوں کو سنا رہے ہوں گے۔ وہ اس محل پر بھرپور حملہ کرنے آسکتے ہیں لیکن میں ان کے ہاتھ نہیں آؤں گی۔

پھر اس نے دونوں بھائیوں کو دیکھ کر کہا "تم دونوں بھی میرے دشمن ہو۔ میں ایک ہی وقت میں تمام دشمنوں سے نمٹنا نہیں چاہتی۔ ایم آئی ایم والوں کا حملہ بھرپور ہوگا اس لیے تم دونوں میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔"

پھر وہ رگھوناتھ سے بولی "باسکو پر گولی چلاؤ" ٹھیک اسی وقت اس نے باسکو کے ذریعے ڈی راکو وان پر گولی چلائی۔ سب نے سہم کر دیکھا۔ دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کو اپنے اپنے ریوالور سے مار ڈالا تھا اور اس جزیرے پر اقتدار قائم رکھنے والی کرسی خالی چھوڑ دی تھی۔

تمام وفاداروں نے اپنے ہتھیار فرش پر ڈال کر غلاموں کے انداز میں دونوں ہاتھ باندھ کر سر جھکا لیا تھا۔ گویا دیوی کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ [illegible] نے خوش ہو کر فاتحانہ انداز میں ان سب کو دیکھا پھر ایک [illegible] ٹھہر گئی۔

ایک وفادار کے ہاتھ میں [illegible] کے نشانے پر تھی۔ پہلے تو [illegible] یہ ہوا "تم نے اطاعت قبول نہیں کی۔ اپنے وفاداروں کی موت سے کیا حاصل کرو گی؟"

وہ بولی "میں نے تمہارے جیسی گویر دماغ عورت پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اب سے پہلے میں کئی بار مرنے کے بعد زندہ ہو گیا۔ اس کے باوجود تم نے ابھی ایک نہیں' پوری چھ گولیوں سے مجھے مار ڈالا۔ آخر تمہیں کیا حاصل ہوا؟ میں پھر زندہ ہو گیا۔ ایک تو ہوتا ہے' پکا عاشق جو مرتے دم تک پیچھا نہیں چھوڑتا لیکن میں قیامت کا عاشق ہوں' جب تک زندہ رہو گی' تمہیں بیوہ ہونے نہیں دوں گا۔"

ڈی کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ اس کے اندر دیوی تھی۔ دراصل وہ حیران تھی' اسے یاد آگیا تھا کہ اس سے پہلے بھی برادر کبیر کئی بار مر کر زندہ ہو گیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اپنی آواز اور لہجہ بلکہ شخصیت بدل کر ایسی ڈرامے بازی کرتا رہتا ہے۔ فی الحال وہ اس بات پر حیران تھی کہ جسے ابھی گولیاں ماری تھیں اسے سچ مچ برادر کبیر سمجھی ہوئی تھی اور ان دونوں بھائیوں کو ہلاک کرنے کے بعد مردہ برادر کبیر کے چہرے سے میک اپ صاف کر کے مکمل یقین کرنے والی تھی کہ واقعی اس نے ایم آئی ایم کے سربراہ کا خاتمہ کر دیا ہے۔

وہ ڈرائے باز پھر اپنی زندگی کا ثبوت دے رہا تھا اور یہ سمجھا رہا تھا کہ وہ اس محل میں موجود ہے اور کسی بہروپ میں نہیں آیا ہے۔ وہ موجود بھی ہو اور نہ بھی ہو تو یہ صاف سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ وہ سایہ بن کر آیا ہے اور کسی کے اندر موجود ہے۔

ہو سکتا ہے' اس کی ڈی کے اندر ہی سمایا ہوا ہو۔

وہ جھنجلا گئی۔ عجیب شخص سے پالا پڑا تھا۔ وہ پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہا تھا۔ اس زیر زمین رہنے والی کے لیے وہ جزیرہ بہت ہی مناسب تھا۔ وہ ڈی کو بظاہر دیوی بنا کر رکھتی اور خود وہاں کسی کالج میں رہ کر دشمنوں کو بھٹکاتی رہتی اور امریکا اور اسرائیل جیسے دوستوں کو الو بناتی رہتی۔

اسے مقدر بیگ کی یاد آئی کیونکہ جو کچھ ہو رہا تھا' وہ تقدیر کا ہی تماشا تھا۔ برادر کبیر کل رات استنبول واپس جا رہا تھا مگر نہ جا سکا۔ وہ خود اپنی ڈی کو جزیرے سے دور کسی دوسرے ملک بھیج کر یہ سب پر اور خصوصاً برادر کبیر پر یہ ظاہر کرنے والی تھی کہ چڑیا اڑ چکی ہے۔ اب چڑیمار خالی ہاتھ رہے گا۔ لیکن کیا مقدر کا کھیل تھا کہ طیارہ اس کی ڈی کو واپس جزیرے میں لے آیا۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے رگھوناتھ سے بولی "میں برادر کبیر سے نمٹنے میں مصروف رہوں گی۔ تم اس محل کے معاملات کے ساتھ میری اس ڈی کی حفاظت کرتے رہو۔"

"دیوی جی کا حکم سر آنکھوں پر۔ کیا ضرورت پیش آئے تو میں آپ کی جگہ دیوی بن کر خیال خوانی کا مظاہرہ کر کے ثابت کر سکتا ہوں کہ وہ ڈی ہی دیوی جی ہیں۔"

"ہاں۔ ایسا تو تمہیں کرنا ہوگا لیکن ایک اہم بات یاد رکھو۔ برادر کبیر سایہ بن کر یہاں آیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری ڈی کے اندر موجود ہے لہٰذا محتاط رہنا۔"

پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پارس کے دماغ پر دستک دی۔ پارس کا دماغ بھی ظلسم ہوشربا تھا۔ جناب علی امداد تیرزی نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ناقابل فہم بنا دیا تھا۔ وہ آتما شکتی کے ذریعے یوگا جاننے والوں کے اندر پہنچنے کے باوجود سمجھ نہیں پاتی تھی کہ جس کے لیے وہ دس برس تک روپوش رہ کر ساری دنیا سے اپنی اصلیت چھپانا چاہتی تھی اور اس مقصد میں کامیاب ہونے والی تھی وہ بھی اپنے پارس کو پہچان نہیں پاتی تھی۔

اس نے کہا "ہیلو مسٹر کبیر! میں برادر کبیر نہیں کہوں گی کیونکہ برادر تو بھائی کو کہتے ہیں اور تم میرے عشق میں مبتلا ہو۔"

"میری دیوانگی دیکھو۔ پہلے تمہیں دیکھے بغیر عشق کیا۔ آج پہلی بار اس محل میں تمہارے حسن کا جلوہ دیکھ رہا ہوں۔ کیا قیامت ہو جی چاہتا ہے تمہارے ہی اندر گھر بنا کر رہ جاؤں۔"

"ابھی تم کہاں ہو؟"

"سایہ کبھی اپنے جسم سے جدا نہیں ہوتا اس لیے تمہارے اندر ہوں۔"

"اوہ۔ یہ تو تم میرے اندر رہ کر ظلم کر رہے ہو۔"

"تمہارے اندر رہنا ظلم کیسے ہو گیا؟"

"خود ہی سوچو۔ ایک بیوی بھی چوبیس گھنٹے اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہتی۔ پھر ہمارا کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے۔ تمہیں میرے اندر نہیں رہنا چاہیے۔ میں غسل خانے جاتی ہوں۔ لباس تبدیل کرتی ہوں۔ کیا ایسے میں تمہیں موجود رہنا چاہیے۔"

"تمہیں صرف اس بات پر اعتراض ہے کہ غسل خانے جانا ہوگا۔ لباس تبدیل کرنا ہوگا۔ ایسے میں کسی غیر کو نہیں رہنا چاہیے۔ بھئی غیریت تو ذرا سی دیر میں ختم ہو جائے گی۔ ہم غسل خانے جانے کی غلطی کریں گے۔ تمہاری شکایت دور ہو جائے گی۔"

"تمہیں ایک کنواری لڑکی سے ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

"تم کسی بھی کنوارے کنواری سے پوچھ لو۔ پہلے شرم آتی ہے پھر لاکھ اسے بلاؤ کم بخت واپس نہیں آتی۔"

"کیا تم جانتے ہو' میں کسی کی امانت ہوں۔ جو میرا ہونے والا پتی دیو ہے' وہ شیر کا بچہ ہے۔"

"کیا تمہاری عقل گھاس چرنے گئی ہے۔ انسان ہو کر ایک جانور کو پتی دیو بناؤ گی۔"

"کیا بکتے ہو۔ شیر میں نے فرہاد علی تیمور کو کہا ہے اور اس کا بیٹا پارس ایک دن میرا دھرم پتی بنے گا۔"

"میں مسلمان ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کی عزت کرتا ہوں۔ فرہاد صاحب اور ان کے بیٹوں سے میرا کبھی سامنا نہیں ہوا۔ اگر ہو گا تو دوست اور بھائی کی حیثیت سے ہوگا۔ اگر میں پارس سے درخواست کروں گا کہ تم پر مرمٹا ہوں' وہ تمہیں چھوڑ دے تو مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں چھوڑ دے گا۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ مجھے حاصل کرنے سے باز آجائے گا؟"

"اس لیے کہ اس نے اب تک تمہیں دیکھا نہیں ہے۔ صرف تمہارے نام سے دھوکا کھا کر ایک وفادار شی تارا سے محبت کرنے لگا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس نے تمہیں کبھی نہیں دیکھا ہے۔ پہلے میں نے تمہیں دیکھا ہے اور ایک مسلمان پہلے جسے دیکھ کر اپنا بنانے کا ارادہ کر لیتا ہے' وہ عورت دوسرے مسلمان کے لیے ماں' بہن اور بیٹی ہوتی ہے۔"

"تم فضول باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"میں تمہیں نیکی اور شرافت کی باتیں بتا رہا ہوں۔ جب ایک مسلمان کسی کو پسند کر لے تو دوسرا اس پر میلی نظر نہیں ڈالتا۔ پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ مسلمان جان دے دے گا مگر ایمان نہیں دے گا۔ وہ تمہارا دھرم پتی کبھی نہیں بنے گا۔"

"کیا تم میرے دھرم پتی بن جاؤ گے؟"

"میں ایسی کوئی چیز بنے بغیر تمہارے اندر پہنچا ہوا ہوں۔ ایک شریف عورت اسی مرد کو اپنا بنا لیتی ہے' جو اس کے اندر سما جاتا ہے۔ تم خود ہی بتاؤ کیا تم شریف عورت نہیں ہو؟"

"تم بے کار باتوں میں میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"واقعی ابھی دن کے وقت محل کے اس درباری ہال میں لوگوں کی موجودگی میں ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ ہم اس مسئلے پر رات کو بیڈ روم میں بحث کریں گے۔"

"کسی کے بیڈ روم میں آنا شرافت نہیں ہے۔"

"میں خود نہیں آؤں گا۔ یہ تو تم اپنے پیارے سائے کو خود لے جاؤ گی۔ جس بستر پر سونے جاؤ گی وہاں کروٹ کروٹ ساتھ رہوں گا۔"

"تم تو مجھے لاجواب کر دیتے ہو۔"

"بھلا میں کیا لاجواب کروں گا۔ خدا نے تمہیں لاجواب بنا کر میرے لیے بھیجا ہے۔"

"میں تم سے جیت نہیں سکتی اس لیے التجا کرتی ہوں' کبھی کبھی میرے اندر سے چلے جایا کرو۔"

"تم جب چاہو گی' چلا جایا کروں گا۔ جب بھی بلاؤ گی' حاضر ہو جایا کروں گا۔"

"ذرا ابھی نکل کر دکھاؤ۔"

"یہ لو۔۔۔" وہ اس کے اندر سے نکلا۔ دیوی نے فرش پر بچھے ہوئے قالین پر ایک مردانہ سایہ دیکھا۔ اس سائے کا گوشت پوست والا جسم نہیں تھا۔

وہ بولی "ہاں میں تمہیں دیکھ رہی ہوں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہمیشہ میرے اندر نہ رہو۔ کبھی ضرورت ہو تو میرے پاس آجایا کرو۔"

"تم ہمیشہ روپوش رہی ہو۔ اب مجھے رہنے دیا کرو۔ کوئی عالیشان بنگلا چھوڑ کر جھگی میں رہنا نہیں چاہتا۔ اب جہاں جاؤں گا' وہ بدن جھگی لگے گا۔ پھر یہ کہ بدن بدلتے رہنے سے میرا چال چلن خراب ہوگا۔ عورت کا فرض ہے کہ وہ اپنے مرد کو اپنے ہی گھر میں رکھے۔"

وہ سایہ پھر فرش پر سے رینگتا ہوا ڈی کے سائے میں جا کر مل گیا۔ پھر اس کے اندر آگیا۔

اس نے کہا "میں سمجھ گئی' تم مجھے نہیں چھوڑو گے اور نہ ہی میں تم سے پیچھا چھڑا سکوں گی۔ بہرحال ابھی تمہارے دماغ سے جا رہی ہوں۔ پھر آؤں گی۔"

"یہ کیا ضروری ہے کہ تم خیال خوانی کے ذریعے آؤ۔ ہم تو ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ زبان سے گفتگو کر سکتے ہیں۔"

"بے شک یہی کروں گی لیکن سب کے سامنے تم خود کو میرے اندر ظاہر نہ کرو۔ ہم صرف تنہائی میں زبان سے گفتگو کیا کریں گے۔ اچھا میں جا رہی ہوں۔"

وہ رگھوناتھ کے پاس آکر بولی "میرا خیال درست نکلا۔ وہ دشمن سایہ بن کر ڈی کے اندر ہے۔ تم ذرا محتاط رہنا۔ اسے یہی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ڈی نہیں بلکہ خیال خوانی کرنے والی دیوی ہے۔"

"میں آپ کا غلام ہوں۔ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

وہ دماغی طور پر ہوٹل کے اس کمرے میں حاضر ہو گئی جہاں مقدر بیگ کے ساتھ قیام تھا۔ وہ موجود نہیں تھا۔ اسے آزادی سے خیال خوانی کرنے اور محل پر قبضہ جمانے کے لیے تنہا چھوڑ گیا تھا۔

وہ جیسا چاہتی تھی ویسا ہی ہو رہا تھا۔ ایک بار ڈی شی تارا بنا کر پارس کو دھوکا دیتی رہی تھی اب دیوی شی تارا کی ڈی بنا کر برادر کبیر جیسے گھاگ انسان کو خوش فہمی میں مبتلا کر رہی تھی۔

اس وقت وہ مارلن کے روپ میں تھی۔ برادر کبیر اسے انجلا سمجھ کر گیا تھا۔ اب وہ نیا روپ اختیار کر کے اس جزیرے میں ایک اچھا سا کاٹیج خرید کر وہاں مستقل رہائش اختیار کرنا چاہتی تھی۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ مقدر بیگ سے رابطہ قائم کر کے اسے بتانا چاہتی تھی کہ ہوٹل کا کمرا چھوڑ کر جا رہی ہے۔ اور وہ اتنی بڑی مہربانی کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہتی تھی کہ جس برادر کبیر کو فریب دینا محال ہوتا' اسے مقدر بیگ نے بھٹکا دیا تھا اور اصلی دیوی سے دور کر کے اسے ڈی کے پاس پہنچا دیا تھا۔

دیوی کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آ گئیں۔ ان سوچ کی لہروں کو مقدر بیگ کا دماغ نہیں ملا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ اس نے آواز' لہجہ اور شخصیت بدل لی ہے ورنہ سوچ کی لہریں اسی دماغ سے واپس آتی ہیں جو مردہ ہو جاتا ہے۔ لیکن مقدر تو آدمی کی آخری سانس تک جیتا ہے۔ مقدر گیا تو سانس گئی اور سانس گئی تو مقدر گیا۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

○☆○

کراچی میں ملک کے تمام صوبوں کے کئی خاندان آباد ہیں۔ یہ شہر صرف ایک ملک پاکستان کے لیے نہیں بلکہ دنیا کے تمام ممالک سے اپنی بندرگاہ اور بین الاقوامی ائرپورٹ سے منسلک ہونے کے باعث بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ فرحانہ اور ساجد علی (سابقہ ایوان راسکا) لاہور سے کراچی آئے تھے۔ پھر یہاں سے دنیا کی سیر کرنے کے لیے ایک ایک ملک اور ہر ملک کے اہم شہروں میں بظاہر تفریح کے لیے جانا چاہتے تھے۔

یہ فرحانہ کی خواہش تھی۔ ساجد سے محبت ہونے سے پہلے وہ صرف مغل پورہ تک محدود تھی۔ زیادہ سے زیادہ لاہور کے مختلف علاقوں میں بھی جاتی رہی تھی۔ نہایت غریب' مظلوم اور کمزور تھی۔ کمزور اس لحاظ سے کہ مضبوط ارادوں کے باوجود ایک لڑکی تھی۔ حسین بھی تھی اور مستقل مزاج بھی لیکن کسی شہ زور مرد کا سہارا نہیں تھا۔ ماں باپ بوڑھے اور لاچار تھے اور بھائی آوارہ اور محلے کا ایک معمولی سا غنڈا تھا۔ اس کے پاس دوسروں کو زیر کرنے والی طاقت تھی نہ دولت اور نہ ہی یہ دو چیزیں حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ تھا۔

بھلا ہو مقدر بیگ کا' ایک دن اس کے گھر آ گیا اور اسے ہزاروں میل دور ماسکو میں قید رہنے والے ایوان راسکا یعنی موجودہ ساجد علی سے خیال خوانی کے ذریعے متعارف کرا دیا۔ ان کی ابتدائی جان پہچان کی تفصیلات بہت پہلے ایک باب میں بیان کی جا چکی ہیں۔ ساجد علی نے اسلام قبول کرنے کے بعد فرحانہ سے نکاح پڑھوایا تھا اور اس کے بعد پہلے اسلام آباد پھر لاہور چلا آیا تھا۔

شادی سے پہلے ہی وہ خیال خوانی کے ذریعے فرحانہ کے لیے ایک بہت بڑی طاقت بن گیا تھا۔ وہ مغل پورہ کے چھوٹے سے مکان سے نکل کر عالی شان کوٹھی میں آ گئی تھی۔ اس شہر کے نامی گرامی غنڈوں اور ضمیر فروش پولیس افسروں کے لیے لوہے کا چنا بن گئی تھی۔ اسے سیاست کے ہارس ٹریڈنگ والے گھوڑے بھی نہیں چبا سکتے تھے۔

اس نے ساجد سے ساری دنیا دیکھنے اور گھومنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ساجد بابا صاحب کے ادارے سے مشورے حاصل کیے بغیر کوئی کام نہیں تھا۔ جناب تیمرزی نے اسے اجازت دی کہ وہ فرحانہ کی خواہش پوری کرے۔ کیونکہ اس کی خواہش پوری کرنے کے دوران ان دونوں کو متعدد دشمنوں سے اور مختلف آزمائشی حالات سے گزرنا بھی تھا۔

سفر کا آغاز کراچی کے بین الاقوامی ائرپورٹ سے کرنا تھا۔ اپنے ہی ملک کے شہر کراچی پہنچتے ہی ان دونوں کے لیے وہ شہر ایک چیلنج بن گیا۔ ان دنوں وہاں طوائف الملوکی' لاقانونیت اور قتل و غارت گری کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ وہ دونوں اپنے ملک کے عزیز ترین شہر کو آفات میں چھوڑ کر تفریح کے لیے کسی دوسرے ملک نہیں جا سکتے تھے۔ لہٰذا کچھ عرصہ کے لیے وہاں رہ گئے۔

جناب تیمرزی نے سجاد کو سمجھا دیا تھا کہ جو کچھ کراچی میں ہو رہا ہے' اسے دیکھے سمجھے لیکن اپنے طور پر صرف اسی حد تک کچھ کرے جس حد تک مقدر بیگ اجازت دیتا ہے۔ کیونکہ جب کسی شہر اور ملک کے باشندوں پر اجتماعی آفات نازل ہوتی ہیں تو اس میں قدرت کی بھی کچھ مرضی شامل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہاں کے عوام پر سیاستدانوں اور نوکر شاہی کے کاذب خداوندوں کو مسلط کر کے اپنے بندوں کی قوت برداشت اور ایمان محکم کو آزماتا ہے۔ پھر ایسے ثابت قدم باشعور بندوں کے ذریعے تخت کا تختہ کر دیتا ہے اور یوں انہیں مصائب سے نکلنے کا حوصلہ اور سلیقہ بھی سکھاتا ہے۔

تادم تحریر کراچی کے حالات وہاں کی پولیس اور انتظامیہ کے لیے شرمناک ہیں۔ وہاں دو چار ڈکیتیاں ہوں' چار چھ کاریں چھینی جائیں اور دو ایک بندے قتل کر دیے جائیں تو یہ کہا جاتا ہے کہ ابھی کراچی میں امن اور سکون ہے۔

اگر اسی کو امن و سکون کہا جاتا ہے کہ دہشت گرد اسلحہ لیے

آزاد پھرتے ہیں تو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ شہر کس طرح آفت زدہ بن چکا ہے۔ روزانہ دو چار بچوں' دو چار عورتوں' دو چار بوڑھوں اور جوانوں کا قتل کیا جانا یا ملک الموت کے لیے ہر روز لنچ اور ڈنر پیش کرنا لازمی ہوگیا ہے۔

متعلقین کے ورثا جس کرب و اذیت سے گزر رہے ہیں اس کے پیش نظر انہیں تسلیاں دینے والے الفاظ کا ذخیرہ ختم ہوچکا ہے۔ ان کے آنسو اس لیے نہیں پونچھے جاسکتے کہ مردوں کی قمیصوں کے دامن اور عورتوں کے دوپٹے لہو سے تر ہیں۔ ایسے میں آنسو پونچھے جارہے ہیں تو وہ آنسو لہو کی سرخیوں سے پورے پاکستان کے چہرے پر پھیل رہے ہیں اور ملک خداداد کو ایک عجوبہ اور مضحکہ خیز بنا رہے ہیں۔

کوئی مسلمان پاکستان کو مضحکہ خیز نہیں کہے گا۔ ایسا غیر مسلم کہہ رہے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کو ہندوؤں سے کیا خطرہ تھا کہ انہوں نے پاکستان بنایا؟ بابری مسجد کی تو صرف دیواریں گرائی گئیں۔ پاکستان کی مسجدوں میں تو بم بلاسٹ ہوتے ہیں۔ مساجد کی چاردیواری میں نمازیوں کو قطار میں کھڑا کرکے گولیوں سے چھلنی کردیا جاتا ہے۔ اس شہر کی ایک مسجد میں بم کے دھماکے سے جو تباہیاں منظر عام پر آئیں اس کی تو مثال نہیں ملتی۔ اگر مختلف مسالک کے علما متحد نہ ہوجاتے اور وہ آپس میں لڑانے والے دشمنوں کی چال بازیوں کو سمجھ نہ لیتے تو شہر میں مسلمانوں کے درمیان ہی زبردست خوں ریزی ہوتی اور بنیاد پرستی اور انتہا پسندی کے طعنے دینے والے امریکی اور یورپی ممالک سی این این سے یہ تماشا دکھا دیتے کہ دنیا والو! دیکھو یہ مسلمان ایسے بنیاد پرست ہوتے ہیں کہ غیر مسلم تو کیا خود اپنے ہی دین کے دوسرے فقے والوں کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔ لیکن پاکستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ علمائے کرام نے دشمنانِ اسلام کی ایسی کوششوں پر پانی پھیر دیا۔

فرحانہ اور ساجد نے پرل ہوٹل میں قیام کیا تھا اور وہاں سے کرائے کی کار لے کر کراچی شہر کے مختلف علاقوں میں گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ ہر صبح اخبارات یہی بتاتے تھے کہ نامعلوم افراد موٹر سائیکل پر یا کاروں میں بیٹھ کر فائرنگ کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ یہ بڑی حیرانی کی بات تھی کہ ہر چوراہے پر پولیس اور رینجرز کھڑے رہتے تھے اور گزرنے والی گاڑیوں کو روک کر چیک کرتے تھے اس کے باوجود فائرنگ کرنے والے آزادانہ گھومتے تھے۔ ان نامعلوم افراد میں سے کبھی کوئی پکڑا نہیں گیا۔ کوئی مجرم گرفتار نہیں ہوتا تھا۔ فرحانہ نے ساجد سے کہا "کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ یہاں کی پولیس اور انتظامیہ جان بوجھ کر ان دہشت گردوں کو چھوٹ دے رہی ہے۔ بلکہ ان کے لیے سہولتیں فراہم کررہی ہے۔"

ساجد نے کہا "ظاہر تو یہی ہوتا ہے۔ ویسے جب تک میں کسی دہشت گرد کے دماغ میں نہیں پہنچوں گا تب تک حقیقت معلوم نہیں ہوگی۔"

"مجھے تو بڑا ڈر لگتا ہے۔ پتا نہیں کب کوئی گولی ہماری طرف آجائے۔ ان دہشت گردوں کے حملے کسی خاص دشمن کے لیے نہیں ہوتے۔ وہ اندھا دھند فائرنگ کرتے ہیں۔ ایک شیر خوار بچہ ماں کی چھاتی سے لگا ہوا تھا۔ ایک گولی اس بچے کو لگی جو دوستی اور دشمنی تو کیا اس دنیا کو بھی نہیں سمجھتا تھا۔ صرف ماں کی چھاتی کو پہچانتا تھا۔ وہ چھاتی سے لگا نہ ہوتا تو گولی ماں کے سینے کے پار ہوتی۔ کیا بچہ تھا کہ ماں کے لیے ڈھال بن گیا۔ دنیا میں چار دن کے لیے آیا اور ماں کے دودھ کا حق ادا کرگیا۔"

"چند نامعلوم افراد نے چلتی گاڑی سے نماز کے دوران ایک مسجد میں بم پھینک دیا۔ اب بھلا نمازیوں سے ان کی کیا دشمنی ہوسکتی تھی؟ ویسے ہر اچھے برے کاموں کی وجوہات ہوتی ہیں۔ ہم وجوہات معلوم کریں گے۔"

انہیں یہاں دوسرا مہینہ گزر رہا تھا اور ان کے ساتھ کوئی واردات نہیں ہوئی تھی۔ نہ کسی نے ان پر گولیاں چلائی تھیں نہ ان سے نقدی اور زیور چھینے تھے اور نہ ہی کار چھین کر لے گئے تھے۔ جب کہ روزانہ ایسی ہی وارداتوں کی خبریں شائع ہوتی تھیں اور یہ خبریں جھوٹی نہیں ہوتی تھیں۔ اخبارات پڑھنے کے بعد فرحانہ اور ساجد ان علاقوں میں جاتے تھے اور بے گناہ افراد کی لاشیں دیکھتے تھے۔

فرحانہ نے ہوٹل کے آرام دہ بستر پر لیٹ کر کہا "ساجد! مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے یہاں کے تمام دہشت گردوں کو تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے کا علم ہوگیا ہے۔ اسی لیے وہ ہماری طرف رخ نہیں کرتے ہیں۔ تمہیں کار ڈرائیو کرتے دیکھ کر دور سے کترا جاتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ بڑی بچکانا سی بات ہے۔ لیکن ہماری شادی کی رات اسلام آباد میں کئی غیر ملکی دہشت گرد' تخریب کار اور اسلحہ فروش پکڑے گئے تھے اور فرہاد صاحب کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خوفزدہ ہوکر فرار ہوگئے تھے۔ وہ فرار ہونے والے ہم دونوں کو پہچانتے ہیں۔ اگر ہم اس آفت زدہ شہر میں اور کچھ دنوں تک محفوظ رہیں گے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ وہی اسلام آباد والے مجرم یہاں دہشت گردی کررہے ہیں اور ہمیں پہچان کر ہم سے کترا رہے ہیں۔ شاید یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم تنہا نہیں ہیں۔ اسلام آباد کی طرح فرہاد صاحب کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیم ہماری پشت پر ہے۔"

ساجد کچھ دیر سوچتا رہا پھر مزید بولا "یہ درست ہے کہ یہاں بے گناہ شہری مارے جارہے ہیں۔ لیکن مختلف سیاسی پارٹی سے تعلق رکھنے والے پُرجوش کارکن بھی قتل کیے جارہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں کئی مختلف سیاسی پارٹیوں کے دہشت گرد بھی اسلام آباد سے ہی ہمیں نہیں پہچانتے ہیں۔"

"نہ پہچانیں۔ یا پھر ایسا بھی نہیں ہے کہ ہم ان کے رشتے دار ہیں اس لیے وہ ہمیں معاف کردیتے ہیں اور اپنے ہتھیاروں کا رخ دوسری طرف کردیتے ہیں۔"

ساجد نے کہا "خدا نہ کرے کہ انسانوں کی جانوں سے کھیلنے والے ہمارے رشتے دار ہوں۔ ویسے ایک بات عقل میں آرہی ہے۔ ہمیں کسی طرح ایسے مجرموں کے جال میں پھنسنا چاہیے جو لوٹ مار کرتے ہیں۔ نقدی' زیورات اور کاریں چھین کر فرار ہوجاتے ہیں۔"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ان سے ہمارا سامنا کیسے ہوگا؟"

"میری سمجھ میں آرہا ہے۔ دیکھو ہم پرل ہوٹل میں رہتے ہیں۔ اگرچہ یہ بہت مہنگا ہوٹل ہے اس کے باوجود مجرم ہمیں باہر سے آئے ہوئے مسافر سمجھتے ہوں گے۔ اور ظاہر ہے کہ مسافر لاکھوں روپے لے کر تو نہیں گھومتے۔ پھر یہ کہ وہ پجیرو اور لینڈ کروزر جیسی گاڑیاں چھینتے ہیں اور انہیں اندرون ملک بڑے بڑے وڈیروں اور جاگیرداروں کو فروخت کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ہم کرائے کی معمولی سی کار میں گھومتے ہیں۔ ایسے میں کوئی ڈاکو یا دہشت گرد ہمیں گھاس نہیں ڈالے گا۔"

"ہوں۔ تمہاری بات سمجھ میں آرہی ہے۔ انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہمیں خود کو کروڑ پتی یا ارب پتی ظاہر کرنا ہوگا۔"

"ہاں۔ ہم یہ بھی اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ مختلف سیاسی پارٹی کے لوگ سرمایہ داروں سے بڑی بڑی دکانوں اور تاجروں سے بھتے وصول کرتے ہیں اور ایسے نامعلوم مجرم بھی ہوتے ہیں جو فون وغیرہ پر دھمکیاں دیتے ہیں کہ اگر بیس پچیس لاکھ روپے ادا نہ کیے گئے تو انکار کرنے والے کو گولی ماردی جائے گی۔"

فرحانہ نے کہا "تو پھر ایسا ہی کرتے ہیں۔ ہم رئیس ابن رئیس ابن رئیس بن جاتے ہیں۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا بن جانا کچھ مشکل تو نہیں ہے؟"

قطعی مشکل نہیں تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کسی بھی ارب پتی سیٹھ کو ٹریپ کرکے اس سے کروڑوں روپے حاصل کرکے ڈیڑھ دو کروڑ کی شاندار کوٹھی اور پجیرو یا لینڈ کروزر جیسی دو چار گاڑیاں خرید سکتا تھا۔ لیکن کوٹھی اور گاڑیوں کے خریدنے کے سلسلے میں کاغذی کارروائیوں میں کئی دن گزر سکتے تھے۔ ساجد نے فرحانہ سے کہا "آسان طریقہ یہ ہے کہ یہاں کے ارب پتی تاجروں نے اپنی بیوی بچوں کو حفاظت کی خاطر ملک سے باہر بھیج دیا ہے اور خود تنہا رہ کر حالات کا سامنا کررہے ہیں۔ ایسے کسی تاجر پر تنویمی عمل کرکے اسے تابعدار بنا کر اس کی کوٹھی میں رہ سکتے ہیں۔ اس طرح ہمارا سامنا اصل مجرموں سے ہوسکے گا۔"

فرحانہ نے ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھائی۔ پھر اس کی ورق گردانی کرتے ہوئے بڑی بڑی کمپنیوں کے مالکان کے نمبر یاری باری ڈائل کرنے لگی۔ فون پر جس سے بھی رابطہ ہوتا تھا' ساجد فرحانہ کے اندر رہ کر اس کی آواز سنتا تھا۔ اس کے خیال پڑھتا تھا۔ پھر کہتا تھا۔ "یہ ہمارے کام کا بندہ نہیں ہے۔ کسی اور کو فون کرو۔"

وہ پھر کسی دوسرے کو فون کرتی تھی۔ آخر ایک ایسا تاجر ملا' جو ارب پتی تھا۔ لیکن دولت ایسے چھپا کر رکھتا تھا اور کاروبار میں ایسے بڑے بڑے نقصانات دکھایا کرتا تھا کہ انکم ٹیکس والے اس سے لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپے سے زیادہ وصول نہیں کرسکتے تھے۔ لیکن وہ خفیہ دھندوں کے ذریعے انکم ٹیکس کے طور پر ادا کیے گئے لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ کی جگہ کروڑوں روپے کمالیتا تھا۔ نہایت کنجوس تھا اور بے حد عیاش تھا۔ حسین عورتوں کے ساتھ وقت گزارنے کے لیے اس نے بیوی سے کہا تھا کہ دہشت گرد اسے دھمکیاں دیتے ہیں۔ بچوں کی زندگی خطرے میں ہے۔ لہٰذا وہ میکے چلی جائے۔ وہ بیچاری بچوں کی سلامتی کی خاطر پنڈی چلی گئی تھی۔

ساجد نے اس سے فون پر کہا "ہیلو چودھری صفدر نواز' اتنی عالی شان کوٹھی میں بند ہوکر بڑے بڑے نوٹ گنتے رہتے ہو۔ اس میں ہمارا بھی تو حصہ ہے۔"

وہ ناگواری سے بولا "کون ہو تم؟ کیا مجھے دھمکیاں دے کر مرعوب کرنا چاہتے ہو؟ جانتے ہو میں کون ہوں؟"

"جانتا ہوں۔ اس ملک میں جتنے بڑے بڑے بیوروکریٹس ہیں' ان میں تمہارا بھی نام ہے۔ تم تاجر بھی ہو اور ایک ایسے سرکاری عہدیدار ہو جس کے آگے' ہر آنے والی یا قائم رہنے والی حکومت مجبور ہوتی ہے۔ تمہیں اس قدر تحفظ فراہم کرتی ہے کہ کوئی تمہارے کالے دھندوں کا حساب نہیں لیتا ہے۔ اس کے عوض تم بھی حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کی حفاظت کرتے ہو۔ اپوزیشن اور دوسری سیاسی پارٹیوں سے انہیں محفوظ رکھنے کے لیے تم نے دہشت گردوں کی ایک ایجنسی کی خدمات حاصل کی ہیں۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟"

"تم کون ہو...؟ اور یہ سب کچھ کیسے جانتے ہو؟"

"اتنے اندر کے گہرے راز معلوم کرنے کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ تم اس ملک کی بڑی اپوزیشن یا چھوٹی اپوزیشن کے کارندے ہو کیا حرام موت مرنے کے لیے مجھے فون کیا ہے؟"

"ہم پچھلے دو ہفتوں سے کسی دہشت گرد کا انتظار کررہے ہیں۔ کوئی کم بخت سامنے ہی نہیں آتا تھا۔ آج تم سے گفتگو کا شرف حاصل ہوگیا۔ ہم چھوٹی مچھلی پکڑنا چاہتے تھے بڑی مچھلی ہاتھ آگئی۔ تم ہی وہ دلال ہو جو بیرون ملک کے ایک دہشت گرد گروپ کو بلا کر یہاں ان کے لیے سہولتیں فراہم کررہے ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا تمہاری سیاسی پارٹی والوں نے افغانستان سے ایک دہشت گرد گروپ کو نہیں بلایا ہے؟ یا خود اپنے پیدا کردہ دہشت گردوں سے اپنے سیاسی لوگوں کو قتل نہیں کرا رہے

"تم مجھے جو بھی سمجھ لو۔ مجھے اپنے دہشت گردوں کی پرورش کے لیے پچیس کروڑ روپے کی ضرورت ہے۔ آج رات یہ رقم تیار رکھنا۔ میرے لوگ آئیں گے اور رقم لے جائیں گے۔"

"پچیس کروڑ کیا پچیس پیسے ہیں جو کوٹھی میں رکھے رہتے ہیں۔ کیا یہ رقم تمہارے باپ کی ہے۔"

ساجد نے فون بند کردیا۔ چودھری صفدر نواز کے دماغ میں پنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس نے غصے سے ریسیور رکھ دیا تھا۔ اس کا ایک سیکریٹری کہہ رہا تھا "سر! ایکسچینج والے کہہ رہے ہیں کہ یہ کسی نے کارڈ فون بوتھ سے باتیں کی ہیں اور یہ فون بوتھ صدر کے علاقے میں ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ اسے ساجد کی یہ بات یاد آرہی تھی کہ ایک بڑی مچھلی ہاتھ آگئی ہے اور وہ ارب پتی ایک دہشت گرد گروپ کو یہاں بلا کر ان کے لیے سہولتیں فراہم کررہا ہے۔ اس نے متعلقہ حکام سے موبائل فون کے ذریعے باری باری رابطہ قائم کیا اور انہیں ایک اجنبی کے فون کے متعلق بتایا کہ وہ اجنبی اسے دہشت گرد گروپ کے ایک دلال کی حیثیت سے جانتا ہے اور اس سے پچیس کروڑ کا مطالبہ کررہا ہے۔

اسے ہر فون پر یہی جواب ملا کہ اسے یا اس کے آدمیوں کو پچیس کروڑ لینے کے لیے آنے دو۔ انہیں گرفتار کرکے حقیقت اگلوالی جائے گی۔ پھر چودھری صفدر نواز نے دہشت گرد گروپ کے کمانڈر سے رابطہ کیا۔ اسے بھی اجنبی کے متعلق بتایا پھر کہا "اپنے تربیت یافتہ نشانے باز افراد کی خفیہ ڈیوٹی میری کوٹھی پر لگاؤ اور انہیں سمجھاؤ کہ آج رات یہاں آنے والوں کو گھیرنے اور زندہ پکڑنے کی کوشش کریں یا صرف زخمی کریں۔ ہم انہیں گرفتار کرکے ان سے بہت کچھ اگلوانا چاہتے ہیں۔"

ساجد نے کار کے پاس آکر فرحانہ سے کہا "یہ ہم نے عقلمندی کی کہ صفدر نواز کے خیالات پڑھنے کے بعد ہوٹل سے فون نہیں کیا۔ اس کے سیکریٹری نے اسے بتایا ہے کہ میں اس فون بوتھ سے باتیں کررہا تھا۔ اب تم ڈرائیو کرو۔ میں تمہارے پاس بیٹھ کر خیال خوانی کروں گا۔ وہاں ان کے درمیان بڑی کھچڑی پک رہی ہے۔"

وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آگئی۔ ساجد اس کی جگہ آکر بیٹھ گیا۔ وہ کار چلانے لگی۔ اور وہ اسے بتانے لگا کہ صفدر نواز سے کیا گفتگو ہوتی رہی۔ فرحانہ نے کہا "پچیس کروڑ بہت بڑی رقم ہوتی ہے اور اتنی رقم ان حالات میں کوئی اپنے پاس نہیں رکھتا۔ میرا خیال ہے تم نے اسے محض دھمکی دی ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ رقم تو اس سے وصول کرنا ہی ہے۔ اس کے چور خیالات نے بتایا ہے کہ وہ تمام کالا دھن کوٹھی کے تہ خانے میں رکھتا ہے۔ اور اس تہ خانے کا چور دروازہ کہاں ہے' یہ صرف وہی جانتا ہے۔ اور اب میں بھی جب چاہوں گا' جان لوں گا۔"

وہ صدر سے گورا قبرستان کے راستے پر لانڈھی کی سمت جارہے تھے۔ فرحانہ نے عقب نما آئینے میں دیکھ کر کہا "پیچھے ایک یلو کیب ہے۔ اس کی پچھلی سیٹ کی کھڑکی سے ایک گن نظر آرہی ہے۔"

ساجد نے اپنی طرف کے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ اس یلو کیب کی دوسری کھڑکی سے بھی ایک گن دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے کہا "تم گاڑی کی رفتار بڑھاتی جاؤ۔ ان لوگوں کا عام سا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ آگے والی گاڑی کو اوور ٹیک کرتے وقت فائرنگ کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔"

فرحانہ رفتار بڑھا رہی تھی۔ پیچھے والی گاڑی کی بھی رفتار بڑھتی جارہی تھی۔ ساجد نے کہا "تمہاری ڈرائیونگ کی کامیابی اسی میں ہے کہ انہیں آگے بڑھنے کا راستہ نہ دو اور پچھلی گاڑی کے دائیں بائیں سائیڈ میں بھی نہ رہو۔ ٹھیک اس گاڑی کے سامنے چلتی رہو گی تو انہیں کھڑکیوں سے لنک فائرنگ کا موقع نہیں ملے گا۔"

فرحانہ اس کے کہنے کے مطابق بڑی کامیابی سے ڈرائیو کررہی تھی۔ وہ تقریباً دو سو گز تک ایسی ہی تیز رفتاری سے آگے پیچھے دوڑتے رہے۔ پھر ساجد نے فرحانہ کے دماغ میں پنچ کر خیال خوانی کے ذریعے اچانک اس سے بریک لگوایا اور اسے اپنی طرف کھینچ لیا تاکہ اچانک گاڑی کے رکنے سے وہ اسٹیئرنگ سے نہ ٹکرائے۔ پیچھے والے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آگے والی گاڑی توقع کے خلاف رکے گی۔ ان کی گاڑی آکر اگلی گاڑی سے ٹکرا گئی۔ ڈرائیور نے بریک لگائے۔ لیکن زخمی بھی ہوا۔ پیچھے اسلحہ بردار بھی دو سیٹوں کے درمیان سینڈوچ بن گئے اور غصے میں گالیاں بکنے لگے۔

ساجد یہی چاہتا تھا۔ ان کی آوازیں سننے کے لیے ہی اس نے یہ چال چلی تھی۔ فرحانہ کو بچالیا تھا۔ خود ڈیش بورڈ سے ٹکرا کر ذرا سا زخمی ہوا تھا لیکن خیال خوانی کے قابل تھا۔ گالیاں دینے والوں میں سے ایک کے اندر پنچ گیا۔ اس کے ذریعے معلوم ہوا کہ وہ تعداد میں چار ہیں۔ آگے ڈرائیور کے ساتھ ان کا ٹرینر بیٹھا ہے۔ اس کے پاس ایک ٹی ٹی ہے۔ پیچھے دو گن مین ہیں۔ ساجد ٹرینر یعنی دہشت گردی کی ٹریننگ دینے والے کے اندر تھا۔ چونکہ وہ ان سب کا بڑا تھا اور غصے والا تھا اسی لیے بے تحاشا گالیاں بکنے لگا تھا۔ وہ ڈیش بورڈ سے ٹکرا کر زخمی ہوگیا تھا۔

ساجد نے اسے اٹھنے پر مجبور کیا۔ اس نے سیٹ کے نیچے گری ہوئی ٹی ٹی اٹھائی۔ پھر پیچھے گھوم کر اپنے دونوں مسلح شاگردوں کو دو گولیاں مار کر ختم کیا۔ تیسری گولی ڈرائیور کی کھوپڑی میں اتار دی۔ پھر ٹی ٹی کو وہیں پھینک کر یلو کیب سے نکل کر ساجد کی کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔

فرحانہ سوالیہ نظروں سے کبھی ساجد کو اور کبھی دشمن کو دیکھ رہی تھی۔ ساجد نے ٹرینر کے دماغ میں ایک زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارنے اور پچھلی سیٹ پر تڑپنے لگا۔ ساجد فرحانہ سے بولا "گاڑی

لڑاؤ۔ یہ دہشت گردوں کو ٹریننگ دینے والا ماسٹر ہے۔ یوگا کا ماہر ہے۔ زخمی ہوگیا تھا اس لیے مجھے اس کے اندر جگہ مل گئی۔ میں نے زلزلہ پیدا کرکے اس کے دماغ کو اور پلپلا کردیا ہے۔ اب یہ چور خیالات چھپا نہیں سکے گا۔"

فرحانہ نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "تم بھی زخمی ہوگئے ہو۔"

"میں پہلے سے اپنی پلاننگ کے مطابق محتاط تھا۔ اس لیے معمولی سا زخم لگا ہے۔"

"مجھے تم پر فخر ہے۔ تم نے مجھے زخمی نہیں ہونے دیا۔"

"تم میرا دل ہو اور کوئی اپنے دل پر زخم نہیں لگاتا۔ اب خاموش رہو۔ مجھے دشمن کا جغرافیہ پڑھنے دو۔"

کار کے اندر خاموشی رہی لیکن پیچھے سیٹ پر پڑا ہوا ٹرینر تکلیف سے کراہتا رہا۔ اس کا نام اور خفیہ اڈا معلوم کرنے کے بعد ساجد نے کار روکنے کے لیے کہا۔ فرحانہ نے کار روک دی۔ ٹرینر پھلا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ ساجد نے کہا "اب ہوٹل واپس چلو۔"

فرحانہ نے گاڑی واپس موڑ لی۔ ٹرینر کی جیب میں ایک موبائل فون تھا۔ اس نے ساجد کی مرضی کے مطابق اس فون کے ذریعے دہشت گردوں کے کمانڈر سے رابطہ کیا پھر کہا "ایک بری خبر ہے۔ یلو کیب کا ڈرائیور اور دونوں گن مین مارے گئے ہیں۔ مخالف پارٹی نے اچانک ہی حملہ کیا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے جان بچائی ہے۔ ابھی کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس آرہا ہوں۔"

کمانڈر نے پوچھا "تم اس وقت کہاں ہو؟ تم لوگوں پر حملہ کہاں ہوا تھا؟ کیا تم نے کسی کو پہچانا ہے؟"

"میں ابھی آکر آپ کو پوری تفصیل بتاؤں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔ بس آرہا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کرکے اِدھر اُدھر دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک آئل ٹینکر تیزی سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ ساجد نے پوری طرح ٹرینر کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ جیسے ہی وہ ٹینکر قریب آیا' ٹرینر نے اس کے آگے چھلانگ لگادی۔ اس کی آخری چیخ سنائی دی۔ پھر موت کی خاموشی چھاگئی۔

ساجد نے ایسا اس لیے کیا کہ وہ زندہ رہتا تو کمانڈر کے پاس جاکر سچ اگلتا کہ کسی مخالف پارٹی نے نہیں بلکہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے انہیں نقصان پہنچایا ہے۔ اس طرح کمانڈر سمجھ لیتا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اب اس کے دماغ میں بھی گھس چکا ہوگا اور اس طرح وہ تمام دہشت گردوں تک اور انہیں کرائے پر حاصل کرنے والی پارٹیوں تک ضرور پہنچے گا۔ لہٰذا ٹرینر کی موت کے بعد یہ آپریشن ختم ہوگیا تھا۔

ساجد نے یہ تمام باتیں فرحانہ کو بتائیں۔ پھر ہوٹل پہنچ کر کہا "میں ابھی تم سے باتیں کروں گا۔ پہلے چودھری صفدر نواز سے نمٹ لیتا چاہتا ہوں۔ اس کے تہ خانے میں ایک ارب ستر کروڑ ہیں۔ شہر کے ایک بینک میں اتنی لاکھ روپے ہیں۔ یہ میں اس کے بیوی بچوں کے لیے چھوڑ دوں گا۔ تہ خانے میں جو رقم ہے اس کا چور دروازہ کہاں ہے' کیسے کھلتا ہے' یہ صرف میں جانتا ہوں۔ لندن اور پیرس کے دو بینکوں میں اس کے تین ارب روپے ہیں۔ یہ سب پاکستانی خزانے سے لوٹی ہوئی رقم ہے۔ اسے پاکستان واپس آنا چاہیے۔"

وہ چودھری صفدر نواز کے دماغ پر غالب آگیا۔ چودھری نے لندن اور پیرس کے بینکوں کے نام یہ لکھا کہ اس کے اکاؤنٹ میں جتنی رقم ہے وہ سب اس کے پاکستانی اکاؤنٹ میں منتقل کردی جائے۔ رقم کے سلسلے میں دونوں بینکوں کے پاس اس کے دستخط شدہ چیک پہنچے والے ہیں۔

اس نے یہ تحریر فیکس کے ذریعے لندن اور پیرس کے بینکوں تک پہنچائی۔ پھر دونوں بینکوں کے چیک لکھ کر دستخط کرنے کے بعد اپنی کار میں بیٹھ کر اسٹیٹ بینک آیا۔ وہاں کے متعلقہ اعلیٰ افسر سے ملاقات کی پھر اس سے کہا "اس شہر کے حالات جان لیوا ہوتے جارہے ہیں۔ پتا نہیں کوئی گولی مجھے بھی آلگے۔ میں موت سے پہلے وہ تمام رقم اپنے ملک کے خزانے میں واپس لانا چاہتا ہوں جو بیرونی ممالک میں ہے۔ یہ اس سلسلے کے چیک ہیں اور یہ میرا تحریری اجازت نامہ ہے۔"

اعلیٰ افسر نے چیک کو پھر تحریر کو پڑھا اور کہا "آپ ایک محب وطن شہری ہیں۔ ہمارے ملک کی جو دولت باہر تھی اسے آپ واپس لارہے ہیں۔"

چودھری نے کہا "آپ نے میری تحریر میں یہ بھی پڑھا ہے کہ میری کوٹھی کے تہ خانہ میں ایک ارب ستر کروڑ روپے ہیں۔ میں چاہتا ہوں آپ ابھی ایک پولیس پارٹی کے ساتھ چلیں اور اپنی موجودگی میں وہ رقم نکال کرلے آئیں۔"

وہ سب ملکی خزانے کی رقم تھی۔ اعلیٰ افسر نے اپنے فرض میں کوتاہی نہیں کی۔ ایک گھنٹے کے اندر ایک پولیس پارٹی اور بینک کے مزید دو اہم افسران کے ساتھ گیا۔ چودھری نے چور دروازے سے انہیں تہ خانے میں پہنچایا۔ تمام رقم ان کے حوالے کی۔ پھر دوسرے دن ملاقات کرنے کا وعدہ کرکے انہیں رخصت کردیا۔

ان کے جانے کے بعد اس نے فون کے ذریعے اپنی بیوی سے رابطہ کیا اور کہا "تم تو جانتی ہو کہ کراچی میں کس طرح مردوں' عورتوں اور بچوں کی اموات ہورہی ہیں۔ بچے یتیم ہورہے ہیں اور ماؤں کی گود خالی ہورہی ہے۔ اگر ان سب کو قتل کرنے والا تمہیں مل جائے تو کیا کروگی؟"

"میں پہلے اس پر تھوک دوں گی پھر اسے گولی ماردوں گی۔ جب میں اپنے اکلوتے بچے کو دیکھتی ہوں تو اسے سینے سے لگاکر سوچتی ہوں کہ کراچی کی وہ مائیں کیسے جی رہی ہیں' جن کے سامنے ان کے بچوں کو گولیوں سے چھلنی کردیا گیا؟ کیا ایسی درندگی سے

مارنے والے انسان نہیں ہیں؟ کیا ان کے دلوں میں ذرا بھی خوفِ خدا نہیں ہے؟"

"اصل بات یہی ہے۔ جس کے دل سے خدا کا خوف مٹ جاتا ہے' وہ جانور بن جاتا ہے۔ درندگی کی انتہا کرتے وقت وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ حتیٰ کہ اپنی موت سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ میرا دل خوف سے خالی ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"وہی جو آج تک تم سے چھپاتا رہا۔ ایسے دہشت گردوں اور سفاک قاتلوں کو اپنے ملک میں آنے کی دعوت میں نے دی ہے۔ اگرچہ مخالف سیاسی پارٹیاں بھی یہی کررہی ہیں لیکن آج میں صرف اپنا محاسبہ کررہا ہوں۔ ابھی ہمارا بچہ دو برس کا ہے۔ تم جوان ہو' میرے بعد دوسری شادی کرلینا۔"

"یہ آپ کو کیا ہوگیا ہے؟ آپ کیسی بہکی بہکی باتیں کررہے ہیں۔ میں کبھی یقین نہیں کروں گی کہ آپ اتنی پستی میں گر کر ماؤں کی گود اولاد سے اور مسجدوں کی چار دیواری نمازیوں سے خالی کرتے رہے ہیں۔"

"تمہیں جاننا ہوں' تمہیں یقین نہیں آئے گا۔ کراچی اور پنڈی کے بینکوں میں تمہارے نام سے اکاؤنٹ ہے۔ تم کسی کی محتاج نہیں رہو گی۔ میں نے جو گھناؤنے جرائم کیے ان کی سزا خود کو دے رہا ہوں۔ یہ آواز سنو اور یقین کرلو کہ ایک درندہ اس دنیا سے چلا گیا ہے۔"

اس نے اپنی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگائی۔ پھر ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلادی۔ دوسری طرف سے بیوی کی چیخ سنائی دی۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ کر آوازیں دے رہی تھی۔ میز پر سے لٹک کر جھولنے والے ریسیور سے اس کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ لیکن مردہ کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔

ساجد نے دماغی طور پر حاضر ہوکر فرحانہ کو دیکھا۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

اس نے مختصر سی روداد سنائی پھر کہا "سامان پیک کرو۔ ہم اس شہر سے' اس ملک سے جائیں گے۔"

"کیا دوسرے دہشت گردوں کو چھوڑ دو گے؟"

"میں نے چودھری صفدر نواز کے بلائے ہوئے دہشت گردوں کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ ایک چودھری کے مرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کی جگہ دوسرا آجائے گا۔ کتنے ہی بیوروکریٹس اور سیاستدانوں کے پاس ملکی خزانے سے لوٹے ہوئے اربوں روپے ہیں۔ ان کا محاسبہ کیا جائے گا۔ انہیں سزائے موت دی جائے گی۔ اس کے بعد دوسرے ان کی جگہ لیتے رہیں گے۔ پاکستانی قوم ذرا سی باشعور ہو اور بنیادی برائی کو سمجھ لے کہ جب تک جاگیردار اور سرمایہ دار اقتدار کی جنگ جاری رکھیں گے تب تک وہ دونوں اپنے اپنے ائرکنڈیشنڈ ڈرائنگ روم میں بیٹھے تماشا دیکھتے رہیں گے اور قوم مرتی رہے گی۔ آج میدانِ جنگ کے لیے کراچی کا انتخاب کیا گیا ہے۔ کل لاہور کی باری آئے گی۔ کیونکہ دونوں شہر سرحد کے قریب ہیں۔ "را" کے لیے سرحدوں کو کمزور بنایا جارہا ہے۔ کل بھارتی فوج کے لیے سرحدیں ننگی کرنے کے لیے لاہور بہت اہم ہے۔ جو قوم بنیادی کمزوری کو سمجھ کر خود کو بدلنا نہیں جانتی' اس قوم کو ایک لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی بدل نہیں سکتے۔ چلو سامان پیک کرو۔"

اسے تمیزی صاحب نے جس حد تک عمل کرنے کی تاکید کی تھی اس نے خود کو وہیں تک محدود رکھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اتنے بڑے عالم' بزرگِ دین نے جب تاکید کی ہے اور اسے اپنی ٹیلی پیتھی کو محدود رکھنے کی ہدایت کی ہے تو اس کے پس پردہ یہی حقیقت ہوگی کہ عوام بیزار ہوکر شعوری طور پر حالات کا تجزیہ کریں گے اور چھوٹے بڑے سیاستداں مکافاتِ عمل سے دوچار ہوں گے۔

○☆○

ثانی اور علی ہزاروں فٹ کی بلندی پر ایک طیارے میں تھے اور جاپان کی طرف پرواز کررہے تھے۔ وہ دونوں ذہنی طور پر الجھے ہوئے تھے کہ تمیزی صاحب نے انہیں جاپان جانے کی ہدایت کیوں کی ہے؟ انہوں نے صرف اتنا فرمایا تھا "جاپان جاؤ۔ وہاں ایک نیا مذہب ابھر کر منظرِ عام پر بڑے دبدبے کے ساتھ آرہا ہے۔ اس مذہب کو سمجھنے' پرکھنے اور مذہب کے بانی سے نمٹنے کے لیے پہلے جاپان کے چھوٹے بڑے شہروں میں سے ایک شہر ناکامے گورو پھر دوسرے شہر کامی یاچو میں جاؤ۔ جب کچھ سمجھنے میں کمی رہ جائے تو پھر مجھ سے رابطہ کرنا۔"

وہ دونوں ان کی ہدایت کے مطابق جاپان جارہے تھے۔ علی نے کہا "ثانی! مجھے اپنی اور تمہیں اپنی ذہانت پر بھرپور اعتماد ہے۔ ہم اپنی ذہانت سے دور کی کوڑی لے آتے ہیں۔ مُردے کو قبر سے نکالا جاتا ہے۔ ہم قبر سے بھی زیادہ گہرائیوں سے دشمنوں کو نکال لاتے ہیں۔ یعنی روپوش رہنے والوں کی چالوں اور پراسرار بن کر رہنے والوں کو بے نقاب کردیتے ہیں۔ پھر تمیزی صاحب کی ہدایت سمجھ میں کیوں نہیں آرہی ہے۔ ہمیں جاپان کے کسی مذہب سے کیا لینا ہے؟"

وہ بولی "سچ پوچھو تو میں بھی الجھی ہوئی ہوں۔ تمیزی صاحب مسلمانوں کو جھنجوڑنے اور بیدار کرنے والی راہوں پر ہمیں چلاتے ہیں اور جاپان میں مسلمانوں کے لیے کوئی خاص پراجیکٹ نہیں ہے۔"

"کیا کشمیر کے مسلمان ہمارے لیے کم اہمیت رکھتے ہیں؟"

"کشمیر؟ میں کہتی ہوں' کشمیر کے عام مسلمان اور سر پر کفن باندھے ہوئے مجاہدین ہماری آتی جاتی سانسوں کی طرح ہیں۔"

علی نے کہا "پچھلے دنوں سری نگر کے وکلا نے بھارت کے ہائی کورٹ سے اجازت حاصل کی تھی کہ وہ بھارت کی تمام جیلوں میں جاکر کشمیری قیدیوں سے ملاقات کریں گے۔ ہائی کورٹ نے انہیں سات بڑی جیلوں میں جاکر قیدیوں سے ملنے کا اجازت نامہ جاری کیا تھا۔"

علی کہہ رہا تھا اور وہ سن رہی تھی۔ "بھارت کی تہاڑ جیل میں ۴۰ کشمیری قیدی کی حیثیت سے رکھے گئے ہیں۔ ان کے جرائم نامعلوم تھے۔ محض شبہ تھا کہ وہ باغی (مجاہدین) ہیں۔ یہ نظریات اور ایسے ہی حالات کا فرق ہوتا ہے جو ایک کی نظر میں مجرم ہوتا ہے وہ دوسرے کی نظروں میں مجاہد ہوتا ہے۔ وہاں ایک مجاہد مشتاق احمد زرگر مجاہدین کا سالار تھا۔ اس نے یومِ جمہوریہ کے موقع پر بھارت کا قومی ترانہ گانے سے انکار کردیا تھا۔ اسے اس بری طرح مارا گیا تھا اور ایسے ایسے ستم ڈھائے گئے تھے کہ وہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا تھا۔

بھارت کا ایک مشہور قومی ترانہ یہ ہے۔ "جو تو گونو مونو بھارت بھاگیہ ودھاتا۔ جوتو ہے۔ جونو ہے۔ جونو جونو گونو مونو بھارت بھاگیہ ودھاتا....."

جب مشتاق احمد ظلم وستم سہتے سہتے مجذوب ہوگیا اور اسے جنونی پاگل سمجھا جانے لگا تو جیلر اس سے بولتا تھا "بولو! جونو گونو مونو بھارت....."

وہ مجذوب کہتا تھا "ہو۔ ہو۔ اللہ ہو۔ ہو ہو۔ اللہ ہو۔"

الٰہ آباد سینٹرل جیل میں ۲۴ کشمیری قیدی ہیں۔ انہیں طبی سہولتیں فراہم نہیں کی جاتیں اور ایسی ایسی بدسلوکی کی جاتی ہے کہ سینے میں انسان کا دل رکھنے والا کوئی بھی شخص توبہ توبہ کرے گا۔

۱۹۹۰ قیدیوں نے جیل کے حکام کو خط لکھا کہ بھارتی سیکولرازم کیا یہی ہے کہ مسلمانوں قیدیوں سے کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید نہ پڑھو۔ گیتا پڑھو۔ ۲۴ کشمیریوں کو جو نمازیں پڑھتے تھے' ان کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر وکلا اور قانون دان کے سامنے لایا گیا۔ سوال کرنے پر جواب دیا گیا کہ ان کی یہی سزا ہے۔ انہیں سورج کی روشنی کو دیکھنے نہیں دیا جاتا اور ایک ہی کال کوٹھری میں بند رکھا جاتا ہے۔"

ثانی نے کہا "جب پارس کشمیر میں تھا تو میں اس کے دماغ میں آتی جاتی رہتی تھی۔ پھر اچانک وہ جناب تمیزی کی ہدایت کے مطابق کشمیر سے چلا آیا۔"

علی نے کہا "بھارت میں صوبائی الیکشن کے نتیجے میں شیوسینا کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ شیوسینا کا زور بمبئی اور مہاراشٹر میں ہے۔ اس کا سربراہ بال ٹھاکرے ہے۔ اس نے دہلی کے حکام کو یعنی بھارت کی قومی مرکزی حکومت کو الٹی میٹم دیا ہے کہ ۱۹۹۷ء میں بھارت میں خانہ جنگی شروع ہوگی۔ مہاراشٹر میں ۴۲ ہزار غیر قانونی مسلمان آباد ہیں۔ انہیں بھارت سے نکال دیا جائے ورنہ جنگجو ہندو فسادیوں کی رضا کار مسلمانوں کا قتلِ عام کریں گے اور چونکہ اس صوبے میں شیوسینا کو برتری حاصل ہے اس لیے وہ سرکاری مشینری کو بھی مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں گے۔"

"بابری مسجد کی شہادت کے بعد یہ مسلمانوں کی جان ومال کو نابود کرنے والی دہشت ناک پیش گوئی ہے۔ ہمیں بھارت جاکر ایسے متعصب ہندوؤں سے نمٹنا چاہیے۔ لیکن ہمیں جاپان جانے کی ہدایت کی گئی ہے اور ہم وہیں جارہے ہیں۔"

علی نے کہا "تم تمیزی صاحب سے رابطہ کرو۔ کچھ تو معلوم ہو کہ ہم راستہ کیوں بدل رہے ہیں۔"

ثانی نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر تمیزی صاحب کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا "تم دونوں بڑے ذہین ہو پھر بھی الجھن میں ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم دینی اور ایمانی جذبات میں ڈوب گئے ہو۔ اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں بہنوں اور ماؤں کے کام آنے کے لیے بے چین ہوگئے ہو۔"

"جی ہاں یہی بات ہے۔ ہم پہلے اپنے مسلمان بھائیوں کے کام آنا چاہتے ہیں۔"

انہوں نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو کیوں پیدا کیا ہے؟ کیا اس لیے کہ جب اسے بھوک لگے تو وہ دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ یا اپنی محنت سے کما کر کھائے۔ غیرت اور شرافت کس میں ہے؟"

وہ بولی "اپنی محنت میں ہے۔"

"اپنے ملک یا علاقے کو آزاد رکھنے کے لیے اپنے عزم اور حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لڑنے کے لیے طاقت اور ہتھیار اور خوراک ضروری ہے۔ لہٰذا ہتھیار اور خوراک کسی نہ کسی طرح کشمیری مجاہدین تک پہنچائی جارہی ہے۔"

"لیکن ان سب سے زیادہ طاقت ور ہتھیار ٹیلی پیتھی ہے اور ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ آپ یہ ہتھیار استعمال کرنے کی اجازت کیوں نہیں دے رہے ہیں؟"

انہوں نے فرمایا "کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پہنچائی ہوئی ہدایت سے زیادہ بڑا ہتھیار اس دنیا میں ہے؟ وہ چاند کو دو ٹکڑے کرنے والے دشمنانِ اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کردیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے اے رسول' تمہارا کام بندوں کو میرا پیغام پہنچانا ہے۔ جو (باضمیر اور با ایمان ہیں) راہِ راست پر لائے جانے والے ہیں انہیں ہم راستی پر لائیں گے۔ یہ واضح ہے کہ تمام حریت پسند اور ایمان والوں کو اپنی جنگ خود لڑنا پڑتی ہے۔ کامیابی اور ناکامی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبرؐ کو کوئی معجزانہ طاقت استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی تو پھر ہم اور تم اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کو استعمال کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ دنیا کے جتنے مسلمان اپنے حقوق کے لیے لڑ رہے ہیں' انہیں مختلف حیلوں سے توانائی پہنچائیں اور جو مسلمان پستی کی طرف جارہے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا پر چھوڑ کر ان کے زوال سے سبق اور عبرت حاصل کرتے رہیں۔"

ثانی نے کہا "یہ کلام مجید میں ہمارا پڑھا ہوا سبق ہے۔ ہم بھول گئے تھے۔ آپ نے یاد دلایا ہے تو ندامت ہو رہی ہے۔ مگر آپ سے التجا ہے کہ جاپان میں ابھرنے والے نئے مذہب سے ہمارا کیا تعلق ہے۔ ہم وہاں کیوں جا رہے ہیں؟"

"اللہ تعالیٰ نے دوسروں کی طرح تمہیں اور علی کو بھی ذہانت دی ہے۔ ایسی جلدی کیا ہے؟ جاپان پہنچو اور معلوم کرو۔ تم دونوں کو نئے مذہب کا نام معلوم ہے۔ اس کے نام پر غور کرو۔"

انہوں نے سائس روک لی۔ ثانی نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اسے تیمرزی صاحب کی گفتگو تفصیل سے سنائی۔ علی نے کہا "واقعی ہم نے قرآن مجید پڑھا اور ایسی ہدایات کو بھول گئے۔ اب ہمیں تیمرزی صاحب کے مشورے کے مطابق اس نئے مذہب کے نام پر غور کرنا چاہیے۔"

یہاں میں قارئین کی معلومات کے لیے یہ عرض کروں کہ یہ داستان کا محض ایک دلچسپ حصہ نہیں ہے۔ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ جاپان میں تادم تحریر ایک نیا مذہب ابھر چکا ہے۔ اگرچہ یہ بدھ مذہب سے مماثلت رکھتا ہے لیکن پس پردہ ایک سیاسی چال ہے جو بعد میں واضح ہوگی۔ اس نئے مذہب کا نام ہے "اوم شن ریکو۔"

ثانی اور علی تیمرزی صاحب کے مشورے کے مطابق اس نام پر غور کر رہے تھے اور اس نام کا سرا تھام کر سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد علی نے چونک کر کہا "ثانی! اس مذہب کا نام اوم شن ریکو ہے۔ اور لفظ "اوم" ہندی سنسکرت زبان سے ہے جس کے معنی ہیں 'حقیقتِ کبریٰ'۔ بھارت کے کسی بھی ہندو گھر میں جا کر دیکھو' وہاں ہندی کا لفظ اوم دیواروں پر یا دروازے کی چوکھٹ پر نظر آئے گا۔ بدھ مذہب کی ابتدا ہندوستان سے ہوئی اور اس نئے مذہب کا نام اوم سے شروع ہوتا ہے۔ اوم کے معنی ایک سب سے بڑی ٹھوس حقیقت 'ایک خدا' ایک ایشور۔"

"ہاں یہ اچھے اور مقدس معنی ہیں اور بدھ مذہب نہایت ہی... پُرامن ہے۔ خون ریزی اور دہشت گردی تو دور کی بات ہے' اس مذہب کے ماننے والے ایک چیونٹی کو بھی مارنا پاپ یعنی گناہ سمجھتے ہیں۔"

"بے شک اس مذہب کے افراد مہذب ہوتے ہیں۔ لیکن دنیا کا کون سا ملک' کون سا مذہب اور کون سی قوم ایسی ہے جس میں اچھے اور پُرامن افراد کے درمیان شرپسند نہیں ہوتے۔ پھر اس مذہب کی ابتدا اس بھارت دیس سے ہوئی ہے جہاں ہندو' مسلم' سکھ' عیسائی کے اتحاد کا اور سیکولرازم کا نعرہ لگایا جاتا ہے اور نعروں کے پسِ پردہ ہندوستانی مسلمانوں پر سب سے زیادہ ستم ڈھایا جاتا ہے اور سب سے زیادہ قتل ان کا کیا جاتا ہے تاکہ مسلمانوں کی نسل کشی ہوتی رہے۔"

ثانی اور علی کو اس نئے مذہب "اوم شن ریکو" کے متعلق ابتدائی مختصر سی معلومات حاصل تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ اس مذہب کے بانی کا نام "شوکو آساہارا" ہے۔ وہ موجود عہد کا مسیحا کہلانا چاہتا ہے اور اس کے ماننے والے اسے مسیحا اور نجات دہندہ بھی کہتے ہیں۔

شوکو آساہارا انا پرست ہے۔ خود کو کسی سے کمتر نہیں سمجھتا۔ اگر کوئی غلطی اسے کم تر بتانے والی ہو تو وہ اس غلطی کو مختلف حوالوں سے نیکی کا درجہ دے دیتا ہے۔ وہ جاپان کے ایک مشہور جزیرے کیوشو کے ایک علاقے چیزوماٹسو موٹو میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی ایک آنکھ میں پیدائشی طور پر روشنی نہیں تھی۔ بینائی صرف دوسری آنکھ میں تھی۔ یعنی وہ کانا ہے۔

چونکہ ایک آنکھ بینائی سے محروم ہے اس لیے اس نے نابینائوں کے اسکول میں تعلیم پائی۔ یہیں سے اس کے اندر برتری کا احساس پیدا ہوا کیونکہ اس اسکول میں سب دونوں آنکھوں سے اندھے تھے اور صرف وہ ایک آنکھ سے دیکھ سکتا تھا۔ ان سب طلبا و طالبات کے مقابلے میں برتر تھا۔ اسے کسی بات پر غصہ آتا تو وہ ان کی پٹائی کر دیتا اور بیچارے اندھے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ اس طرح وہ کہاوت کے مطابق اندھوں میں کانا راجا تھا۔

۱۹۷۰ء سے ۱۹۹۰ء کے دوران جاپان نے صنعتی میدان میں اتنی زبردست ترقی کی کہ امریکا اور یورپ کی صنعتی کمپنیاں الیکٹرونک سامان سے لے کر کاریں اور موٹر سائیکلیں تیار کرنے اور جاپان کے مقابلے میں اعلیٰ معیار قائم رکھنے میں ناکام ہونے لگیں۔ ایسی ناکامی اور شکست بھلا مغرب والے کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ جاپان کی اقتصادی اور صنعتی ترقی... میں رکاوٹیں ڈالنے کے لیے کئی طرح کی خفیہ سازشیں کی گئیں۔ ان میں ایک سازش یہ تھی کہ وہاں خریدے ہوئے جاپانیوں کے ذریعے نئے نئے مذاہب پیدا کیے جانے لگے۔ عوام کو یہ سمجھایا جانے لگا کہ ان کا ملک صنعتی ترقی کے نام پر مادیت پرست ہو رہا ہے اور روحانیت سے دور ہوتا جا رہا ہے۔

جاپانی بدھ مذہب کو مانتے ہیں اور روحانیت کے بڑے قائل ہیں۔ لہٰذا ایسے تمام مذاہب کی بھی قدر کرتے ہیں' جن میں روحانیت کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ کانا شوکو آساہارا تعلیم سے فارغ ہو کر دوا سازی کرتا رہا۔ جعلی دوائیں بنانے اور مختلف کیمیکلز کے ذریعے نقصان دہ گیس وغیرہ تیار کرنے کے الزام میں گرفتار ہوا تھا۔ مگر ایک خفیہ ایجنسی نے بھاری جرمانہ ادا کر کے اسے رہائی دلائی اور ہندوستان پہنچا دیا۔ اس نے کوہ ہمالیہ کے دامن میں ایک جگہ تپسیا شروع کر دی جیسے مہاتما بدھ نے مال و دولت اور راج پاٹ چھوڑ کر عبادت اور ریاضت شروع کی تھی۔

وہاں اس نے یوگا کی مشقوں میں کمال حاصل کیا۔ تبت کے ایک لامہ سے آتما شکتی حاصل کی۔ آتما شکتی یعنی روحانی قوت سب ہی کو حاصل نہیں ہوتی۔ پھر روحانیت ایسی چیز ہے جسے سمجھنے کے لیے سب سے پہلے مستحکم ایمان اور نیک نیتی لازمی ہوتی ہے۔

اس داستان کی دیوی شی تارا اسی لیے مکمل طور پر آتما شکتی حاصل نہیں کر پا رہی تھی کہ اس کی نیت میں کھوٹ سدا سے تھا۔ یہی حال کانے شوکو آساہارا کا تھا۔ اس نے کچھ آتما شکتی ایسے حاصل کی جیسے نیم حکیم حکمت و طب کے کچھ ادھورے گُر حاصل کر لیتے ہیں۔

شوکو آساہارا نے واپس جاپان پہنچ کر اعلان کیا کہ اسے "ساتوری" حاصل ہو گئی ہے۔ جاپانی اصطلاح میں ساتوری کا مطلب ہے نروان حاصل کرنا۔ اور نروان کے معنی ہیں عرفانِ حقیقت حاصل کر لینا۔

اولیائے کرام عرفانِ حقیقت معلوم کرنے کے لیے ساری زندگی عبادت و ریاضت میں گزار دیتے ہیں اور وہ کانا شوکو آساہارا صرف دو برس میں ہندوستان اور تبت کے جادوگروں سے ایسے ایسے جادوئی کمالات حاصل کر کے آیا تھا جن کے مظاہرے سے اکثر جاپانی باشندے متاثر ہوتے تھے۔ یہ سمجھ نہیں پاتے تھے کہ وہ جادو کو روحانیت کا نام دے رہا ہے۔

اس نے ۱۹۸۷ء میں نئے مذہب "اوم شن ریکو" کا آغاز کیا اور اس مذہب کے ماننے والوں میں اضافہ کرنے لگا۔ اضافہ اس طرح ہوتا تھا کہ وہ آتما شکتی کا مظاہرہ کرتا تھا۔ ایک بار اس نے ایک بہت بڑے صنعت کار سے تنہائی میں ملاقات کی اور بڑی رازداری سے ہپناٹزم کے ذریعے اسے اپنا تابعدار بنا لیا۔ پھر مختلف شہروں میں ایک مہاتما کی طرح روحانیت کا پرچار کرتے ہوئے کہتا تھا کہ جاپانی حکومت صنعتی ترقی کی آڑ میں مادیت کو حاوی کر رہی ہے اور روحانیت کو اس ملک سے ختم کر دینا چاہتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک صنعت کار شاکی پایا پیش پیش ہے۔ لیکن میری زندگی میں ایسے دشمن صنعت کار کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ مجھے گیان حاصل ہوا ہے کہ اگر صنعت کار شاکی پایا توبہ کر کے روحانیت کی طرف مائل نہیں ہوگا اور اپنی فیکٹری کے آدھے حصے کو میرے مذہب کے ماننے والوں کے لیے عبادت کی غرض سے وقف نہیں کرے گا تو آج سے تیسرے دن اس کی موت واقع ہو جائے گی۔

اس کے اس اعلان اور مذہبی پرچار کو بکواس سمجھا گیا۔ اس کے باوجود حفاظت کے لیے مسلح سپاہیوں کی ڈیوٹی صنعت کار کی رہائش گاہ اور فیکٹری پر لگا دی گئی۔ اس چال بازی سے سب بے خبر تھے کہ اس نے صنعت کار کے دماغ میں ہپناٹزم کے ذریعے یہ بات فیڈ کر دی ہے کہ وہ ایک مخصوص وقت میں خود کشی کر لے گا اور اس بیچارے نے واقعی اپنے ہاتھوں سے اپنی جان دے دی۔

اس واقعے کے بعد اس کے ماننے والوں کی تعداد میں اور اضافہ ہو گیا۔ پولیس اور جاسوس حیران تھے۔ وہ کانے شوکو آساہارا پر قتل کا الزام نہیں لگا سکتے تھے کیونکہ چند جاسوس شوکو آساہارا کی خفیہ نگرانی کرتے رہے تھے اور وہ مجرم جائے واردات سے سیکڑوں میل دور تھا۔

جو جاپان صنعتی انقلاب برپا کرنے اور ساری دنیا پر چھا جانے میں کامیاب ہو گیا ہے' اس پر یہ پہلا زبردست حملہ تھا۔ پھر شوکو آساہارا نے ایک بہت بڑے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ "ہماری حکومت صنعتی مال ساری دنیا میں پہنچا رہی ہے جب کہ حکومت کو چاہیے کہ وہ ساری دنیا کو مادیت کی منڈی بنانے کے بجائے روحانیت کی منڈی بنائے اور یہ ثابت کرے کہ ہمارا جاپان روحانیت کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ اگر ایک ماہ کے اندر حکومت نے مادیت کی جگہ روحانیت کو حاوی نہ کیا تو ہمارے ملک کے کسی حصے میں بڑی آفتیں آئیں گی۔"

بعض اوقات اللہ تعالیٰ شیطانی راہ پر چلنے والوں کو ڈھیل دیتا ہے۔ پھر قدرتی حالات بھی ایسے پیش آ جاتے ہیں کہ ایک جھوٹے کا جھوٹ' سچ بن جاتا ہے۔ پچھلے دنوں جاپان کے شہر کوبے میں جو زلزلہ آیا اسے ٹی وی اور اخبارات کی تصاویر کے ذریعے ساری دنیا نے دیکھا۔ بدھ مذہب کے پیروکار بڑی عقیدت سے شوکو آساہارا کی حمایت کرنے لگے۔

اس کے بعد ہی ایک دن ایک مختص مضافاتی ریلوے اسٹیشن "ناکائے گورو" سے ٹرین پر سوار ہوا۔ اس کے پاس ایک چھوٹا سا کاغذ کا بنڈل تھا۔ جب اگلا اسٹیشن آیا تو وہ اس بنڈل کو سیٹ کے نیچے چھوڑ گیا۔ ٹرین آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی سی دیر میں اس بنڈل سے ایک ناگوار سی بُو والی گیس خارج ہونے لگی۔ کمپارٹمنٹ کے لوگوں نے ناک اور منہ ڈھانپ لیے۔ لیکن ڈھانپنے سے پہلے اس بُو کو جس حد تک سانس کے ذریعے اپنے جسموں کے اندر پہنچا چکے تھے اس کا اثر یہ ہوا کہ آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ پھیپھڑے سانس لینے میں دشواری محسوس کرنے لگے۔ کئی مسافر درمیانی دروازہ کھول کر دوسرے کمپارٹمنٹ کی طرف بھاگنے لگے۔ درمیانی دروازہ کھلنے کے باعث وہ بدبو دار گیس دوسرے کمپارٹمنٹ تک پہنچنے لگی۔

اگلے اسٹیشن پہنچنے تک مسافروں کی حالت بدتر ہو چکی تھی۔ جو دوڑنے بھاگنے کے قابل رہ گئے تھے' وہ ٹرین کے دروازوں اور کھڑکیوں سے چھلانگیں لگا کر باہر کی تازہ ہوا میں آئے۔ جو اندر رہ گئے ان میں سے کچھ مر گئے اور کچھ اسپتال پہنچا دیے گئے۔

یہ واقعہ حکومتِ جاپان اور پولیس کے لیے بڑا پریشان کن تھا۔ اس نئے مذہب کے بانی کی پیش گوئیاں درست ہو رہی تھیں۔ ملک میں آفات آ رہی تھیں۔ پہلی آفت یعنی زلزلہ تو قدرتی تھا۔ لیکن دوسری آفت صاف ظاہر کر رہی تھی کہ وہ مجرمانہ کارروائی ہے۔

تقریباً چار برس پہلے وہ کانا شوکو آساہارا جعلی دوائیں تیار کرنے اور ایک خطرناک گیس تیار کرنے کے سلسلے میں گرفتار ہوا تھا۔ حکومت' پولیس اور انتظامیہ سمجھ رہی تھی کہ جاپان کی صنعتی ترقی کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔ انہوں نے شوکو آساہارا کو

گرفتار کرلیا۔

اسے گرفتار کرتے وقت یہ اندیشہ تھا کہ اس کے ماننے والے ہزاروں افراد مشتعل ہوں گے اور مختلف شہروں میں بغاوت کے علم بلند ہوں گے۔ لیکن خلاف توقع امن وامان قائم رہا۔ شوکو آسا ہارا نے اپنے ماننے والوں سے کہا "فکر نہ کرو۔ میں عدالت جاؤں گا اور باعزت طور پر بری ہو کر آجاؤں گا۔"

جس روز عدالت میں اس کی پیشی تھی اس روز باقاعدہ ٹی وی کیمرے لائے گئے تھے تاکہ پورے جاپان میں عدالتی کارروائی دکھائی جاسکے۔

جب عدالتی کارروائی شروع ہوئی تو سرکاری وکیل نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "مسٹر شوکو آسا ہارا' تمہارے خلاف اب سے تقریباً چار سال پہلے....."

شوکو آسا ہارا نے ہاتھ اٹھا کر وکیل کو آگے کہنے سے روکا پھر پوچھا "آپ مجھے شوکو آسا ہارا کیوں کہہ رہے ہیں؟ میں حوالات سے جیل اور جیل سے عدالت تک یہی کہتا آرہا ہوں کہ میں شوکو آسا ہارا نہیں ہوں بلکہ اس کا ماننے والا ایک ناچیز بندہ ہوں۔"

"تم ہمیں فریب نہیں دے سکتے۔ ہم اور ٹی وی پر دیکھنے والے تمام جاپانی باشندے گواہی دیں گے کہ تم ہی شوکو آسا ہارا ہو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی عدالت کے کمرے میں ایک اور شوکو آسا ہارا داخل ہو کر بولا "یہ درست کہہ رہا ہے۔ یہ وہ نہیں ہے' جو آپ سمجھ رہے ہیں۔"

عدالت میں کھڑے ہوئے پولیس اور ان کے افسران نے دوسرے شوکو آسا ہارا کو گھیر لیا۔ ایک نے کہا "اچھا تو اصلی مجرم شوکو آسا ہارا تم ہو۔"

اسی وقت عدالت کے کمرے میں تیسرا شوکو آسا ہارا داخل ہو کر بولا "خبردار! ہمارے مذہبی گرو شوکو آسا ہارا کو مجرم نہ کہنا۔ کیونکہ اب تک ان پر کوئی جرم ثابت نہیں ہوا ہے اور نہ ہی تم لوگوں نے انہیں حراست میں لیا ہے۔"

عدالت کا جج' وہاں کا عملہ' پولیس والے اور حاضرین کے علاوہ ٹی وی کے ناظرین سب ہی حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ وہ تینوں شوکو آسا ہارا ایک دوسرے کے ایسے ہم شکل تھے کہ ان کے درمیان بال برابر فرق نظر نہیں آرہا تھا۔ پولیس افسران اور جاسوس ان تینوں کے چہروں اور گردنوں کا اچھی طرح معائنہ کررہے تھے۔ ان کے چہروں پر نہ عارضی میک اپ تھا اور نہ ہی انہوں نے ماسک میک اپ کیا ہوا تھا۔

ان تینوں سے سوالات کئے جانے والے تھے۔ اس سے پہلے ہی چوتھا شوکو آسا ہارا عدالت کے کمرے میں داخل ہو کر بولا "مجھے بھی چیک کیا جائے۔ پھر یقین کرلیا جائے کہ ہم نے اپنے مذہبی گرو کی عقیدت میں اپنے چہروں پر پلاسٹک سرجری کرائی ہے یا یہ ہمارے گرو کی آزمائش ہے' جو انہیں کے چاہنے والوں کو ان کے جیسا بنا دیتی ہے۔"

پھر پانچویں شوکو آسا ہارا نے عدالت میں آتے ہوئے کہا۔ "آپ حضرات دیکھتے جائیں کہ ہمارے گرو کتنی سچائی سے روحانیت کا پرچار کرتے ہیں؟ اتنی سچائی سے کہ ان کے بے شمار چاہنے والے ان کے ہم شکل بن چکے ہیں۔"

پھر تو ایک کے بعد ایک شوکو آسا ہارا عدالت میں داخل ہونے لگے۔ وہ بڑا سا کمرا بھر گیا اور کہیں کھڑے ہونے کی جگہ نہیں رہی۔ جہاں نظر جاتی تھی' وہاں وہی نظر آرہا تھا۔ ایک شوکو آسا ہارا نے چند کاغذات جج کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "می لارڈ! میں ایک بیرسٹر ہوں۔ یہ میرا وکالت نامہ ہے اور درخواست بھی ہے کہ میں اپنے مذہبی گرو شوکو آسا ہارا کی جانب سے وکیل صفائی کے فرائض ادا کروں۔"

جج نے کہا "یہ وکالت نامہ درست ہے لیکن بیرسٹر کی جو شناختی تصویر لگی ہوئی ہے' اس سے آپ کا چہرہ مختلف ہے۔ آپ شوکو آسا ہارا دکھائی دیتے ہیں۔"

ایک بیرسٹر نے آکر چند کاغذات پیش کرتے ہوئے کہا "میری صورت شوکو آسا ہارا جیسی نہیں ہے۔ آپ یہ کاغذات اور شناختی تصویر دیکھ لیں اور مجھے وکیل صفائی کے فرائض ادا کرنے کی اجازت دیں۔"

جج نے اجازت دے دی۔ وکیل صفائی نے کہا "یہاں عدالت کے کمرے میں جگہ نہیں ہے اس لئے باہر تقریباً تین ہزار شوکو آسا ہارا کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ کیس عدالت میں اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک کہ اصلی شوکو آسا ہارا کو گرفتار نہ کیا جائے۔"

سرکاری وکیل نے کہا "قانون کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے ہزاروں شوکو آسا ہارا پیدا کردیے گئے ہیں۔ ایسے میں اصلی مجرم کو....."

وکیل صفائی نے کہا "آبجیکشن می لارڈ! جب تک جرم ثابت نہ ہو ہمارے مذہبی گرو کو مجرم نہ کہا جائے۔"

جج نے اس کے اعتراض کو درست تسلیم کیا۔ سرکاری وکیل نے کہا "میں مجرم نہیں' ملزم کہہ سکتا ہوں اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کسی بھی ملزم کو چھپانا بھی جرم ہے۔ یہ جتنے شوکو آسا ہارا نظر آرہے ہیں یہ سب ملزم کا چہرہ بنا کر اسے چھپا رہے ہیں۔ لہٰذا ان سب پر ملزم کو چھپانے کا جرم عائد ہو سکتا ہے۔"

وکیل صفائی نے کہا "ہرگز نہیں' ہمارے ملک جاپان میں بدھ مذہب عام ہے۔ بدھ مذہب کے بھکشو ہزاروں کی تعداد میں اپنے سر منڈواتے ہیں اور گیروے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں۔ ایسا وہ اپنے مذہبی عقیدے کے مطابق کرتے ہیں۔ اسی طرح اس نئے مذہب اوم شن ریکو کے جتنے عقیدت مند عبادت اور تلقین ریاضت کے بعد نروان حاصل کرلیتے ہیں تو اپنے مذہبی گرو شوکو آسا ہارا کے ہم شکل بن جاتے ہیں۔ یہ تمام ہزاروں ہم شکل کسی پلاسٹک

سرجری کے ذریعے نہیں بلکہ روحانیت کے ذریعے قدرتی طور پر شوکو آسا ہارا بن چکے ہیں۔ آپ ان ہزاروں ہم شکلوں کو لیبارٹری میں لے جائیں' طب اور سائنس کے تمام طریقے آزمالیں' نتیجہ یہی نکلے گا کہ ان کے چہروں پر پلاسٹک سرجری نہیں کی گئی ہے۔"

سرکاری وکیل نے کہا "یہ روحانیت نہیں ڈھونگ ہے۔ میں عدالت سے درخواست کرتا ہوں کہ تمام ہم شکل افراد کو حراست میں لے کر جدید آلات کے ذریعے ان کے چہروں کو چیک کرنے کا حکم صادر کیا جائے۔"

وکیل صفائی نے کہا "ہم شکل ہونا کوئی جرم نہیں ہے۔ لہٰذا انہیں حراست میں لینے کا حکم نہ دیا جائے۔ یہ رضاکارانہ طور پر خود کو قانون کے سامنے پیش کرنے آئے ہیں۔ ان سب کو ضرور چیک کیا جائے۔ لیکن یہ بھی اعلان کیا جائے کہ اگر پلاسٹک سرجری ثابت نہ ہوئی اور ہزاروں ہم شکل ہونے کی وجہ مادہ پرست لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے تو پھر ذرائع ابلاغ سے تسلیم کیا جائے کہ یہ روحانیت ہے اور ہمارے مذہبی گرو شوکو آسا ہارا سچی روحانیت کو عام کررہا ہے۔ لہٰذا حکومت کو بھی چاہیے کہ وہ امریکا اور یورپ وغیرہ میں صنعتی مال کی منڈیاں بنانے سے زیادہ ہماری روحانیت کا پرچار کرے۔ ہم جاپانیوں کو صنعتی مال یعنی مادیت کی برتری نہیں بلکہ روحانی برتری چاہیے۔ ہمارا مذہبی گرو جاپانی قوم کا نجات دہندہ ہے۔ وہ ہمیں روحانیت کے ذریعے تمام سپر پاور ملکوں سے برتر و بالا کرے گا۔"

جج نے ان ہزاروں شوکو آسا ہارا کے چہروں کو چیک کرنے کا حکم دیا اور انہیں کیس کے آخری فیصلے کی تاریخ دو ماہ بعد دی۔ جاپان کے اکابرین اور دیگر ذی وقار افسران سمجھ رہے تھے کہ اس ملک کی صنعتی ترقی کو روکنے کے لیے پچھلے کئی برس سے نت نئے مذہب ابھرتے رہے اور ڈوبتے رہے۔ سب کا یہی مقصد تھا کہ ساری جاپانی قوم کو کسی طرح محض روحانیت کی طرف مائل کردیا جائے۔ بالکل اسی طرح جیسے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی ہلاکت ہوتی ہے کہ ان کی اولاد انگلش میڈیم کے جدید تقاضوں کے مطابق اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے یورپ اور امریکا جائے اور باقی عوام کے بچے صرف ایسے مدرسوں اور اسکولوں میں تعلیم حاصل کریں جن کی دیواریں اور چھتیں گرتی رہتی ہیں۔ وہ مذہبی معلومات کے سوا سائنس اور ٹیکنالوجی کی طرف رخ نہ کرسکیں۔

انسان کے لیے روحانیت لازمی ہے۔ کیونکہ جسم تو ایک ساکت شے ہے۔ وہ روح کے بغیر متحرک نہیں ہو سکتا۔ اسلام میں ان مکمل معلومات کے علاوہ دنیاوی علوم کو حتیٰ کہ پوری کائنات کو سمجھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مسلمانوں کو کسی بھی مثبت علم کو حاصل کرنے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔

امریکا اور یورپ کے لیے مسلمانوں کا ایمان اور روحانیت وبالِ جان تھی۔ وہ بڑے اسلامی ممالک کو کسی طرح روحانیت سے دور رکھ کر جدید ٹیکنالوجی کی طرف مائل کررہے تھے تاکہ اسلامی ممالک ان کے صنعتی مال کی منڈیاں بنے رہیں۔ اس کے برعکس جاپانی قوم کی صنعتی ترقی کو خاموش سازشوں کے ذریعے کمزور کرکے انہیں روحانیت کی طرف مائل کرنا چاہتے تھے۔

ایسے وقت جاپان کے ذہین اکابرین اور ان کے مشیروں نے اپنا ایک وفد بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا۔ انہوں نے تبریزی صاحب کو کانے شوکو آسا ہارا کے متعلق بتایا اور یہ بھی شبہ ظاہر کیا کہ یہ امریکا اور یورپی ممالک کی سازش ہے۔ اس کانے مذہبی گرو کے کیس کا فیصلہ سنانے کے لیے دو ماہ بعد کی تاریخ دی گئی ہے جس میں سے ایک ہفتہ گزر چکا ہے۔ یہ ثابت نہیں کیا جاسکے گا کہ ہزاروں ہم شکل افراد نے پلاسٹک سرجری کرائی ہے۔ اس طرح اس کانے مجرم کی جھوٹی روحانیت جاپانی عوام کے دل ودماغ پر بہت زیادہ اثر کرے گی۔ جو مزدور اور کاریگر صنعتی ملوں اور فیکٹریوں میں کام کرتے ہیں' وہ مادیت کو چھوڑ کر نروان حاصل کرنے کے لیے اس فراڈ شوکو آسا ہارا کی طرف مائل ہو جائیں گے۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی کو پہلے سے علم تھا کہ وہ وفد کیوں آیا ہے؟ اور ان سے کیا چاہتا ہے؟ انہوں نے کہا "آپ حضرات فکر نہ کریں۔ اس کیس کا فیصلہ ہونے میں ابھی ایک ماہ اور تین ہفتے ہیں۔ اس سے پہلے ہی جھوٹے کا جھوٹ منظرِ عام پر آجائے گا۔"

وفد کے سربراہ نے کہا "صرف ہم ہی نہیں' دشمن بھی جانتے ہیں کہ آپ کی بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ آپ ہدایات دیں کہ اس دوران ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"جو فریبی ہے' اس کے ساتھ فریب کریں۔ لوہے کو لوہے سے کاٹیں۔ جن ہم شکل لوگوں کو چیک کیا جارہا ہے ان کے نتائج صیغۂ راز رکھیں اور بیانات دیتے رہیں کہ مقررہ تاریخ کو جج صاحب ایک چونکا دینے والا فیصلہ سنائیں گے۔ جاپان کی صنعتی ترقی..... میں رکاوٹیں ڈالنے کے لیے جو سازشیں ہورہی ہیں ان کا سراغ مل گیا ہے۔ اس سلسلے میں دو بڑی ہستیاں ہماری نظروں میں آگئی ہیں باقی تین ہستیاں فیصلے کی تاریخ تک بے نقاب ہو جائیں گی۔"

انہوں نے خوش ہو کر کہا "آپ واقعی ہمارے لیے نجات دہندہ ہیں۔ ہمارے یہاں آنے کا علم دشمنوں کو ہو چکا ہوگا۔"

"ہاں لیکن انہیں یہ نہیں معلوم ہوگا کہ آپ حضرات کی ملاقات مجھ سے ہوئی ہے اور وہ یہ بھی نہیں جان سکیں گے کہ میں نے کس طرح کے مشورے دیے ہیں۔"

ایک نے کہا "بزرگ محترم! ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دماغوں میں گھس کر بہت کچھ معلوم کرسکتے ہیں۔"

"آپ حضرات مطمئن ہو کر جائیں۔ وہ کانا روحانیت کا فریب دے کر روحانیت کا مذاق اڑا رہا ہے۔ لہٰذا دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہماری روحانی ٹیلی پیتھی کچھ جاننے کا موقع نہیں دے گی۔"

— وہ سب مطمئن ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ اس کے دوسرے

دن ہی تیمرزی صاحب کی ہدایت کے مطابق ثانی اور علی جاپان پہنچ گئے۔ وفد کے آنے جانے پھر علی اور ثانی کے وہاں پہنچنے تک سپر ماسٹر کو 'اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اور دیوی شی تارا کو معلوم ہوگیا کہ جاپانی حکومت بابا صاحب کے ادارے سے تعاون حاصل کررہی ہے۔

امریکا' اسرائیل اور دوسرے یورپی ممالک کا مسئلہ صنعتی تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ جاپان ان سے زیادہ اعلیٰ کوالٹی کا فروخت ہونے والا مال تیار کرے۔ لیکن دیوی کا مسئلہ مذہبی تھا۔ وہ نئے مذہب کے مذہبی گرو شوکو آساہارا کی حمایت کرنے اور مدد کرنے کے لیے تیار ہوگئی کیونکہ کانے کا مذہب بدھ مذہب کی طرز پر تھا اور اس نے نئے مذہب کی ٹریننگ کوہ ہمالیہ کے دامن میں حاصل کی تھی۔ یہی جگہ تھی جہاں دیوی نے اپنا بچپن اور جوانی کے ابتدائی ایام گزارے تھے۔

ان دنوں وہ پرنسس آئی لینڈ میں تھی۔ پارس اس کی ڈی کے اندر برادر کبیر کا سایہ بن کر سمایا ہوا تھا اور ایسی کوئی تدبیر سجھائی نہیں دے رہی تھی کہ اپنی ڈی کو اس سائے سے کیسے نجات دلائے۔ اسے ڈی کو دن رات یوں پیش کرتے رہتا تھا کہ برادر کبیر اسے سچ مچ دیوی ہی سمجھتا رہے۔ اس کے لیے لازمی تھا کہ ڈی کو بھی ٹیلی پیتھی کا علم آجائے اور جس طرح پچھلے چار برس سے پارس ڈی شی تارا سے اس کی ٹیلی پیتھی کے باعث دھوکا کھاتا رہا تھا اسی طرح برادر کبیر ڈی دیوی سے فریب کھاتا رہے۔

اس مقصد کے لیے اس نے اپنے بھارتی روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جزیرے میں بلایا اور کہا "میری ڈی امریکا جانے والی ہے۔ تم اس کی عدم موجودگی میں اس جزیرے کے غیر قانونی دھندوں کو سنبھالو گے اور محل میں رہا کرو گے۔"

دیوی کا خیال تھا کہ برادر کبیر کا سایہ ڈی کے اندر رہ کر ہزاروں میل دور امریکا نہیں جائے گا۔ کیونکہ ایم آئی ایم کا ہیڈ کوارٹر استنبول میں کہیں تھا۔ وہ ہیڈ کوارٹر کو چھوڑ کر شاید نہ جاتا۔ سائے کے سلسلے میں یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ ڈی کے اندر کب موجود رہتا ہے اور کب کسی ضرورت کے تحت باہر کہیں چلا جاتا ہے۔

دیوی کی یہ مشکل خود برادر کبیر نے آسان کردی۔ وہ ہر رات ڈی کے ساتھ رہتا تھا۔ اس نے ایک رات ڈی سے کہا "تمہیں پناہ حاصل کرنے کے لیے یہ بہت اچھا جزیرہ مل گیا ہے۔ تم یہ جگہ چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔ میں کچھ دنوں کے لیے جاپان جارہا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ ایک ہفتے کے اندر واپس آجاؤں۔"

ڈی کے اندر رہنے والی دیوی خوش ہوگئی۔ لیکن بظاہر اداسی سے بولی "کیا مجھے تنہا چھوڑ کر جاؤ گے۔ تمہارے ساتھ دو چار راتیں گزارنے کے بعد میں تمہاری عادی ہوگئی ہوں۔ تمہارے بغیر مجھے یہ بستر کانٹوں کا لگے گا۔"

وہ بولا "میں بھی تمہارا عادی ہوگیا ہوں۔ میں ایم آئی ایم کے سربراہ کی حیثیت سے اب تک صرف مجاہدانہ زندگی گزارتا رہا ہوں۔ میری زندگی میں تم سے پہلے کوئی عورت نہیں آئی۔ میرے نصیب میں یہی لکھا تھا کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں پر حکومت کرنے والی دیوی میری آغوش میں رہا کرے گی۔"

"ہمیں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر حکومت نہیں کرنی ہوں۔ مثلاً تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک کبھی نہ پہنچ سکی۔ فراڈ کے خیال خوانی کرنے والوں سے کتراتی ہوں۔ ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا ہی دانشمندی ہے۔"

"پھر بھی تم امریکا' اسرائیل اور بھارت کے خیال خوانی کرنے والوں پر غالب رہتی ہو۔"

دیوی نے جھوٹ کہا "ہاں۔ مگر ان میں سے بھی دو چار ٹیلی پیتھی جاننے والے میری گرفت سے نکل چکے ہیں۔ ویسے تم جاپان کیوں جارہے ہو؟"

"ٹویوٹا کار خریدنے جارہا ہوں۔"

"مجھے اصل مقصد نہیں بتانا چاہتے؟"

"کیا تم کبھی اپنے مقاصد اور منصوبے مجھے بتاتی ہو؟ اور کیا میں کبھی تم سے تمہاری مصروفیت کے بارے میں پوچھتا ہوں؟ یہ مان لو کہ ہماری دوستی ایک دوسرے کے خفیہ معاملات سے تعلق نہیں رکھتی ہے۔"

"یہ حقیقت ہے۔ میں مان لیتی ہوں۔ ہمارا صرف دلوں کا اور محبت کا رشتہ ہے۔ ویسے تم کب جارہے ہو؟"

"کل صبح اس جزیرے سے استنبول جاؤں گا۔ وہاں اپنے مجاہدین کو چند ضروری ہدایات دوں گا۔ پھر کل رات کی فلائٹ سے چلا جاؤں گا۔"

وہ احمق بنانے والی محبت کا اظہار کرتے ہوئے بولی "آہ! یہ ہماری جدائی کی رات ہے۔ کل سے میں تنہا تمہارا انتظار کرتی رہوں گی۔"

وہ دونوں دیر تک پیار بھری باتیں کرتے رہے۔ پھر سو گئے۔

دوسری صبح وہ بولا "میں جارہا ہوں۔ اس بیڈ روم کی تنہائی میں ہم زبان سے گفتگو کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرے جانے کے بعد تم خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ رکھو گی۔"

"میں ہر رات تمہارے دماغ میں آیا کروں گی۔ جب تک تم سے گفتگو نہیں کروں گی' نیند نہیں آیا کرے گی۔"

دن کی روشنی میں دیوی نے اپنی ڈی کے ذریعے سائے کو دیکھا۔ وہ ڈی کے بستر سے اٹھ کر اس کے بیڈ روم سے باہر چلا گیا تھا۔ وہ پوری طرح اطمینان کرنا چاہتی تھی کہ وہ جزیرے سے استنبول کی طرف جارہا ہے۔ اس لیے ایک گھنٹے بعد اس سے دماغی رابطہ کیا۔ پھر پوچھا "تم کہاں ہو' مجھے تمہارے اطراف تاریکی نظر آرہی ہے۔"

وہ بولا "ظاہر ہے کہ میں سایہ ہوں اور ابھی لانچ کے اسٹیورڈ کے اندر ہوں۔ جس کے بھی اندر رہوں گا اس کے جسم کے اندر سورج کی روشنی نہیں رہے گی۔"

"تم ذرا اسٹیورڈ کے اندر سے نکل کر دکھاؤ۔ کیا واقعی لانچ میں ہو؟"

"تعجب ہے۔ تمہیں یقین کیوں نہیں آرہا ہے؟ بہرحال میں چند سیکنڈ کے لیے باہر نکل رہا ہوں' زیادہ دیر باہر رہوں گا تو لانچ کا عملہ یا کوئی مسافر ایک سائے کو دیکھ کر سہم جائیں گے۔ لو دیکھو۔"

دیوی نے اس کے دماغ میں رہ کر سمندر کو دیکھا۔ لانچ ساحل پر تھی اور وہاں سے روانہ ہونے والی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا اب تمہیں یقین آیا؟"

"ہاں' اب جب تم استنبول پہنچو گے تو میں تم سے رابطہ کروں گی۔"

"اس وقت بھی میں کسی کے جسم کے اندر رہوں گا۔ لیکن تمہاری فرمائش پر باہر نہیں نکلوں گا۔ ایسا کرنے سے تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ میں استنبول کے کس علاقے میں ہوں اور ہمارا ایم آئی ایم کا خفیہ اڈا کہاں ہے؟ ہماری دوستی کی ایک حد ہے۔ ہم اسی حد میں رہیں گے۔"

وہ پھر اسٹیورڈ کے جسم میں داخل ہوگیا۔ دیوی اس کے دماغ سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی وہ اسٹیورڈ کے جسم سے نکل کر مختلف لوگوں کے اندر چھپتا ہوا پھر محل میں ڈی دیوی کے اندر آگیا۔ اصل دیوی یا کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو یہ نہیں معلوم ہوسکتا تھا کہ وہ جس کے دماغ میں ہے' وہ کہاں ہے؟ البتہ اس کے چند خیالات پڑھ کر اس جگہ کا علم ہوجاتا۔ دیوی کے لیے مشکل یہ تھی کہ پارس کا دماغ عجوبہ تھا' وہ اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔ لہٰذا اسے یقین کرنا پڑا کہ برادر کبیر لانچ کے ذریعے استنبول جاچکا ہے اور وہاں سے جاپان جانے والا ہے۔

جب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ ایک جاپانی وفد بابا صاحب کے ادارے میں گیا تھا تب سے امریکا' اسرائیل اور بھارت نے یہ رائے قائم کی تھی کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے اور ایم آئی ایم والے ضرور جاپان جائیں گے اور حکومتِ جاپان کے دوست بن کر نئے مذہب کے گرو شوکو آساہارا کو بھی بے نقاب کریں گے اور جاپانی حکومت سے دوستی مستحکم کرکے وہاں دیوی وغیرہ کی چالوں کو آئندہ بھی ناکام بناتے رہیں گے۔

دیوی نے سب سے پہلے جزیرے میں اپنے ذاتی طیارے کے ذریعے ڈی کو یونان بھیجنے کے انتظامات کیے۔ پھر یونان سے وہ اسے واشنگٹن بھیجنا چاہتی تھی تاکہ جلد سے جلد اپنی ڈی کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ایسی مکمل دیوی بنادے کہ برادر کبیر کے علاوہ سارے دوست اور دشمن بھی اسے اصلی دیوی سمجھتے رہیں۔

اس نے بھارتی فوج کے کمانڈر ان چیف سے رابطہ کرکے کہا "آپ فوراً ہی چھ ایسے ذہین' صحت مند اور دلیر فوجی جوانوں کا انتخاب کریں جو روبوٹ خیال خوانی کرنے والے بنائے جاسکیں۔ آپ چوبیس گھنٹوں کے اندر انہیں بھارت سے واشنگٹن روانہ کریں۔ ایک کیسٹ میں ان سب کی آوازیں ریکارڈ کریں۔ میں بعد میں آکر وہ آوازیں سنوں گی اور ان کے لیے ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کا موقع فراہم کروں گی۔"

وہ جلد سے جلد نئے مذہبی گرو شو کو آساہارا کے پاس جاکر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے اور ایم آئی ایم کی تنظیم سے کتنے خیال خوانی کرنے والے وہاں پہنچے ہوئے ہیں اور کیا وہ لوگ شو کو آساہارا کے راستے میں رکاوٹیں بن رہے ہیں؟

لیکن اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کرنا بھی ضروری تھا اور سپر ماسٹر کے ذریعے شو کو آساہارا کی آواز سن کر اس کے پاس پہنچنا بھی تھا۔ لہٰذا وہ خاموشی سے سپر ماسٹر کے اندر پہنچی۔ وہ تین اعلیٰ فوجی افسران سے اسی سلسلے میں کہہ رہا تھا "ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والا پاشا ہے' وہ احمق ہے۔ کبھی کبھی غیر معمولی سماعت و بصارت کے معاملے میں کام آجاتا ہے۔ ہمارے دو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی لنکا سٹرار اور بوبی بیکر ذہین ہیں مگر ہم نے اب تک عملی میدان میں ان کی ذہانت کو نہیں آزمایا ہے۔ کیا ان دونوں کو جاپان کے معاملے میں آزمانا چاہیے؟"

ایک فوجی اعلیٰ افسر نے کہا "اس طرح آزمایا جاسکتا ہے کہ وہ دونوں یہیں ہیڈ کوارٹر میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے شو کو آساہارا کی مدد کریں۔"

دوسرے افسر نے کہا "یہی مناسب ہوگا اور میں تو چاہتا ہوں کہ ہم مزید دو یا تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کرلیں۔ اگر ہم ہمراہ دو تین کا اضافہ کرتے رہیں گے تو ہمارے پاس فراڈ کی ٹیم سے بھی زیادہ خیال خوانی کرنے والوں کی ایک فوج بنتی جائے گی۔"

ایک فوجی جوان نے ان کے دفتری کمرے میں آکر سلیوٹ کیا۔ پھر کہا "میں اپنے ملک امریکا کا وفادار مائیک ہرارے بول رہا ہوں۔ میں نے دروازے کے باہر کھڑے اس فوجی جوان کے دماغ میں رہ کر یہ سنا ہے کہ آپ حضرات ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ لوگوں نے بارہا میری شاطرانہ ذہانت کی داد دی ہے۔ میں مشورہ دیتا ہوں کہ اضافہ کرنے سے نقصان ہوگا۔ پہلے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی باغی ہوکر ہمارے ملک سے چلے جاتے تھے اور کبھی دشمن انہیں ٹریپ کرلیتے تھے۔ یا وہ مارے جاتے تھے۔ اب تو ایک ایسی دیوی آگئی ہے جو کسی کے بھی دماغ میں گھسی چلی آتی ہے۔ اسی لیے میں ابھی لہجہ بدل کر بول رہا ہوں تاکہ وہ میرے اندر نہ آسکے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تم ہم سے دور ہوجانے کے بعد ہمارے ملک سے وفاداری کا دعویٰ نہ کرو۔ ویسے اب ہم ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے عام ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں بلکہ روبوٹ قسم کے ٹیلی

پیٹھی جاننے والے پیدا کر رہے ہیں۔ دیوی کبھی ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کے اندر نہیں پہنچ سکے گی۔"

مائیک ہرارے نے کہا "ذرا عقل سے سوچیں، کیا وہ آپ لوگوں کے اندر نہیں آتی ہوگی۔ جب کہ وہ دوسرے یوگا جاننے والوں کے اندر پہنچ جاتی ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ دیوی ہمارے کس قدر کام آرہی ہے۔ پچھلی بار اس نے بڑی چالاکی سے انفرہ کے اجلاس میں ایم آئی ایم کے سربراہ کو بے نقاب کیا تھا۔ وہ سایہ بن کر چھپا ہوا تھا مگر دیوی سے نہ چھپ سکا۔ گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہوگیا۔ وہ لازمی گرفتار ہو جاتا لیکن اپنی چالاکی سے بچ نکلا۔"

"میں مانتا ہوں کہ دیوی بھارت کی طرف سے ہمارے کام آرہی ہے۔ کیا عقل یہ نہیں کہتی کہ وہ ہمارے کام آکر ہم سے فائدہ اٹھا رہی ہے؟ پہلے بھارت میں شی تارا کے سوا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں تھا۔ لیکن اب وہاں کچھ پیدا ہوگئے ہیں۔ آخر وہ سب کہاں سے پیدا ہوگئے؟"

شاید وہ مائیک ہرارے کے اس سوال کا جواب نہ دے پاتے لیکن سپر ماسٹر نے دیوی کی مرضی کے مطابق کہا "تمہیں دیوی کے بارے میں زیادہ معلوم نہیں ہے۔ اسے آتما شکتی حاصل ہوگئی ہے۔ وہ ایسی شکتی کے ذریعے بھارت کے کسی بھی ذہین اور کام آنے والے شخص کو ٹیلی پیتھی ایسے سکھا دیتی ہے جیسے ہماری ٹرانسفارمر مشین سکھایا کرتی ہے۔"

"پھر تو وہ اور زیادہ خطرناک ہے۔ ہم یہاں مشین کے ذریعے دو پیدا کریں گے تو وہ آتما شکتی کے ذریعے دس پیدا کرے گی۔ ہمیشہ ہم سے برتر رہا کرے گی۔"

"اتنی عقل ہمیں بھی ہے کہ اسے برتری حاصل ہے۔ لیکن وہ فرہاد اور براور کبیر کی طرح ہماری دشمن نہیں ہے۔ وہ ایسی زبردست ہے کہ جلد ہی ہمارے دشمنوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردے گی۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر ہرارے! تم جب چاہتے ہو، ہمارے کسی فوجی جوان کے ذریعے ہماری خفیہ میٹنگ میں چلے آتے ہو۔ دروازے پر دستک بھی نہیں دیتے۔ پھر یہ کہ اتنے عرصے سے تم ہمارے کیا کام آرہے ہو؟"

"آپ مجھے کوئی کام دیں۔ میں اسے بحسن و خوبی انجام دوں گا۔"

"تو پھر ہم تمہیں جاپان کے ایک نئے مذہبی گرو شوکو آساہارا کے بارے میں بتاتے ہیں۔ وہ وہاں روحانیت کا پرچار کر رہا ہے اور ہمارے مقابلے میں جاپان کی صنعتی ترقی میں رکاوٹیں پیدا کر رہا ہے۔ اگر تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد کرو گے تو ہمارے ملک کی صنعتی پیداوار بڑھے گی اور ہمارا مال دنیا کی تمام منڈیوں میں زیادہ فروخت ہوگا۔"

مائیک ہرارے نے کہا "آپ الٹی باتیں کر رہے ہیں۔ ہمارے ملک کے صنعت کاروں کو اتنی عمدہ اور اعلیٰ کوالٹی کا مال تیار کرنا چاہیے کہ وہ صنعتی دوڑ میں جاپان سے آگے نکل جائیں۔ لیکن آپ اپنے ملک میں صنعتی پیداوار کا معیار بڑھانے کے بجائے جاپان کی صنعتوں کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں آپ اپنے کمتر کوالٹی کا مال بنانے والے صنعت کاروں کو لالچی اور منافع خور بنا رہے ہیں۔"

ایک افسر نے کہا "دنیا کے تمام ممالک پر ہمیں کس طرح مسلط ہونا ہے یہ ہم تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ فی الحال ہمارے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔ ہمارے پاس نہ ابھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔ ہم تمہارے محتاج نہ اب ہیں اور نہ آئندہ رہیں گے۔ لہٰذا یہاں سے جاؤ۔"

مائیک ہرارے یہ کہتا ہوا چلا گیا "نصیحت اور نیک مشورے صرف ان کے لیے ہوتے ہیں، جو تکبر اور انا پرستی کو بالائے طاق رکھ کر عقل سے سوچنا، غور کرنا اور پھر عمل کرنا جانتے ہیں۔ آپ حضرات ایک دن بہت پچھتائیں گے۔"

اس کے جانے کے بعد دیوی کو اطمینان ہوا۔ وہ کام بگاڑنے آیا تھا۔ اگر وہ موجود نہ ہوتی تو ہرارے اس کے خلاف ضرور سپر ماسٹر وغیرہ کو بھڑکاتا۔ ایک افسر نے دوسرے فوجی جوان کو بلا کر کہا۔ "دفتر کے باہر چار جوانوں کی ڈیوٹی لگاؤ۔ تم بھی ان کے ساتھ رہو اور یہ تاکید کر دو کہ تم میں سے کوئی یہاں اندر آنا چاہے گا تو وہ یہ سمجھ لیں کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن اسے ہمارے پاس لا رہا ہے۔ لہٰذا اسے فوراً روک دیا جائے اور ہمیں اطلاع دی جائے کہ تم میں سے کوئی یہاں جبراً آنا چاہتا ہے۔"

وہ فوجی جوان حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ ایک افسر نے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اب کوئی نہیں آسکتا تھا۔ بڑی خوش فہمی تھی۔ دیوی تو بہت پہلے سے ان کے درمیان تھی۔ بس دکھائی نہیں دیتی تھی۔

انہوں نے فیصلہ کیا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بوبی بیکر کو بلا کر شوکو آساہارا کی آواز آڈیو کیسٹ کے ذریعے سنائی جائے اور اسے ہدایات دی جائیں کہ وہاں خیال خوانی کے ذریعے کس طرح فرائض انجام دینے ہیں۔ پھر اسرائیلی حکام سے کہا جائے کہ وہ بھی اپنا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں بھیج دیں۔ وہ دیوی سے بھی توقع کر رہے تھے کہ اس معاملے میں وہ خود دلچسپی لے گی یا پھر اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو شوکو آساہارا کے پاس بھیج دے گی۔ دیوی سے اس لیے توقع تھی کہ بابا صاحب اور ایم آئی ایم کی تنظیم کے خلاف امریکا، اسرائیل اور بھارت کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیشہ متحد ہو جایا کرتے تھے۔

پھر انہوں نے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنے کے سلسلے میں فیصلہ کیا کہ اڑتالیس گمنٹوں کے اندر اپنے تین قابل اور ذہین

فوجی افسروں کو مشین سے گزارا جائے گا۔ دیوی کے لیے بھی اڑتالیس گھنٹے کافی تھے۔ اس وقت تک اس کی ڈی اور بھارت کے چھ فوجی جوان واشنگٹن پہنچ سکتے تھے اور وہ سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسروں سے اپنی مرضی کے مطابق اس مشین سے کام لے سکتی تھی۔ وہ ٹرانسفارمر مشین جتنے ذمے دار افسران کے چارج میں تھی وہ سب دیوی کے معمول اور تابعدار تھے۔

وہاں سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا بوبی بیکر آگیا تھا۔ اسے شوکو آساہارا کی آواز آڈیو کیسٹ کے ذریعے سنائی جارہی تھی۔ یہ آواز دیوی بھی سن رہی تھی۔ اس کے بعد سپر ماسٹر نے فون کے ذریعے شوکو آساہارا سے رابطہ کیا اور پوچھا "کیسے ہو؟ کوئی پریشانی تو نہیں ہے؟"

شوکو آساہارا نے کہا "ابھی تک میں بازی لے جارہا ہوں۔ آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی تک میرے پاس نہیں آئے۔"

"آرہے ہیں۔ ابھی ایک آرہا ہے۔ اس کا نام بوبی بیکر ہے۔ تم کوئی کوڈورڈ بتاؤ تاکہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تم دھوکا نہ کھاسکو۔"

وہ بولا "جاپان کا الٹ ناپاچ ہے اور میرے نام کے پہلے لفظ کا الٹ دکوش ہے۔ تمہارے آدمی بوبی بیکر کا الٹ یبوب ریکب ہے۔ وہ میرے اندر آکر کہے گا 'ناپاچ کے دکوش کو سلام' میں جواب میں کہوں گا 'یبوب ریکب کو خوش آمدید۔'"

سپر ماسٹر نے دیوی کی مرضی کے مطابق کہا "ایک دیوی جی بھی تمہارے پاس آئیں گی اور کوڈورڈز کے طور پر کہیں گی نام الٹے لو مگر چال الٹی نہ چلو ورنہ الٹ جاؤ گے۔ تھوڑی دیر بعد اسرائیل کا ایک ذمے دار افسر برین آدم بھی تم سے فون پر رابطہ کرے گا۔ تم اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کوڈورڈز طے کرلینا ویٹس آل۔"

فون کا رابطہ ختم کرنے کے بعد سپر ماسٹر نے بوبی بیکر کو ڈورڈز بتائے۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر شوکو آساہارا کے دماغ میں پہنچتے ہی کوڈورڈز ادا کیے۔ وہ بھی کوڈورڈز کا جواب دے کر بولا۔ "ہم نے قانون اور عدالت کو تو الٹا لٹکا دیا ہے۔ کئی ہزار شوکو آساہارا کی موجودگی میں کوئی مجھ اصل تک نہیں پہنچ سکے گا۔ لیکن یہ اندیشہ ہے کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ تک پہنچنے کا راستہ نکال لیں گے۔"

اس وقت دیوی، بوبی بیکر کے اندر موجود تھی اور ان کی گفتگو سن رہی تھی۔ بوبی بیکر نے دیوی کی مرضی کے مطابق کہا "ہمیں معلوم ہے کہ جاپانی حکومت مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعاون حاصل کررہی ہے۔ جس طرح تمہارے ہزاروں ہم شکل ہیں اسی طرح تمہاری آواز اور لہجے میں بولنے والے بھی تمہارے سیکڑوں عقیدت مند ہیں اور یوگا کے ماہر بھی ہیں۔ تمہارے لہجے میں ایک معمولی سی تبدیلی کے باعث ہم تمہارے اندر پہنچتے رہیں گے۔ اس معمولی سی تبدیلی کا علم دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نہیں ہوگا۔ فی الحال اطمینان رکھو۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے ہم شکل اور ہم آواز عقیدت مندوں کے دماغوں میں بھٹکتے پھریں گے۔"

"میں بھی اسی پہلو سے سوچ رہا ہوں کہ میرے اور عقیدت مندوں کے لہجوں میں معمولی سا فرق ہونے کے باعث دشمن میرا سراغ نہیں لگاسکیں گے۔ میرے چار عقیدت مند مجھے بتاچکے ہیں کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی (یٹانی) ان کے اندر آنا چاہتی تھی۔ لیکن انہوں نے سانس روک لی تھی۔"

"یہ بات غور طلب ہے کہ جب تمہارے ہزاروں ہم آواز ہیں تو وہ صرف چار عقیدت مندوں کے اندر کیوں محسوس کی گئی۔ باقی دو سروں نے اسے محسوس کیوں نہیں کیا؟"

شوکو آساہارا نے کہا "شاید ان چاروں کے لہجے بھی دوسروں سے ذرا مختلف ہوں گے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ عقیدت مندوں کے لہجے مختلف ہوتے رہیں گے تو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے یونہی بھٹکتے بھٹکتے تمہارے قریب پہنچ جائیں گے۔ پھر یہ کہ ہر انسان کی کوئی نہ کوئی چھوٹی بڑی کمزوری ہوتی ہے۔ تم ذرا سوچ کر بتاؤ۔ کیا تمہاری ایسی کوئی کمزوری ہے جس سے دشمن فائدہ اٹھاسکیں؟"

"نہیں۔ میرے اندر کوئی کمزوری نہیں ہے۔"

"ایسا ہر انسان سمجھتا ہے کہ وہ کمزوریوں یا خامیوں سے پاک ہے۔ صرف چند لوگ اپنی کسی کمزوری کو سمجھتے ہیں اور جو لوگ اپنی کمزوری کو سمجھ کر اس کا اعتراف کرتے ہیں، وہ اس کمزوری کو دور کرلیتے ہیں۔"

شوکو آساہارا نے کہا "میرا بہت بڑا درجہ ہے۔ ایک نئے مذہب کا بانی ہوں اور مذہبی گرو کہلاتا ہوں۔ مجھ میں کوئی کمزوری ہو ہی نہیں سکتی۔"

دیوی اتنی دیر میں اس کے چور خیالات پڑھ چکی تھی۔ بوبی بیکر نے اس کی مرضی کے مطابق پوچھا۔ "کیا تم حسن پرست نہیں ہو؟ کیا اپنے عقیدت مندوں سے چھپ کر اپنی پسند کی کسی حسینہ کو ٹریپ نہیں کرتے ہو؟"

وہ چونک کر بولا "میں یہ بھول گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کوئی راز چھپایا نہیں جاسکتا۔ لیکن بات کمزوری کی ہورہی ہے۔ حسن پرستی میرا شوق ہے، کمزوری نہیں۔"

"یہ دنیا کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ عورت بڑے سے بڑے شہ زور کو اس طرح کمزور بناتی ہے کہ پانی سر سے گزرنے کے بعد اس شہ زور کو اپنی کمزوری کا پتا چلتا ہے۔"

اس نے قہقہہ لگا کر کہا "تمہیں میرے خیالات سے یہ بھی معلوم ہوچکا ہوگا کہ میری تنہائی میں آنے والی کوئی عورت ایسی نہیں ہے جو میری تنہائی سے واپس جانے کے بعد مجھے یاد رکھتی ہو۔ وہ مجھے بھول جاتی ہے۔"

"ہمیں پتا ہے کہ جو حسینہ تمہیں پسند آتی ہے تم اس پر پہلے تنویمی عمل کرتے ہو۔ اسے غائب دماغ بنادیتے ہو۔ وہ تنویمی عمل کے زیر اثر تمہارے مقرر کردہ وقت پر تنہائی میں آتی ہے اور جب واپس اپنے گھر پہنچتی ہے تو اس عمل کا اثر ختم ہوجاتا ہے اور وہ پریشانی سے سوچتی رہ جاتی ہے کہ اپنی مرضی کے خلاف کہاں گئی تھی اور کہاں سے واپس آرہی ہے؟"

"بالکل یہی بات ہے۔ کوئی حسینہ ایسی نہیں ہے، جو بعد میں مجھے پہچان کر یہ الزام دے سکے کہ وہ ایک بدکار مذہبی گرو کے ساتھ گناہ آلود لمحات گزار چکی ہے۔"

"ہم تمہیں دشمنوں سے محفوظ رکھنے آئے ہیں۔ جب تک عدالت اور قانون کے محافظ بے بس ہوکر تمہاری حمایت میں فیصلہ نہ سنائیں، تب تک تم کسی کے قریب نہ جاؤ اور نہ ہی اس پر تنویمی عمل کرکے اپنی تنہائی میں بلاؤ۔"

"شہر ٹوکیو کی عدالت میں فیصلہ سنایا جائے گا اور میں اس شہر سے دو سو کلو میٹر دور ہوں۔ یہاں کے نامی گرامی جاسوس ہزاروں شوکو آساہارا کے درمیان مجھے تلاش کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔ وہ کبھی میرے خفیہ اڈے تک نہیں پہنچ سکتے۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ اس نے اپنے ایک درجن ہم شکلوں پر تنویمی عمل کرکے ان کے ذہنوں پر روحانیت کے سلسلے میں ایسی ایمان افروز تقریریں نقش کردی تھیں، جو سراسر مادیت پرستی یا صنعتی ترقی کے خلاف تھیں۔ وہ ایک درجن ہم شکل شوکو آساہارا مختلف شہروں میں تھے۔ ان میں سے ہر ایک مذہبی گرو بن کر ہزاروں کے مجمع میں تقریر کرتا تھا اور روحانیت کی حمایت میں نیک مشورے یا ہدایات دے کر صنعت کاروں پر لعنتیں بھیجتا تھا۔

پھر کسی صنعت کار کے خلاف اس کی تباہی کے بارے میں پیش گوئی کرتا تھا تو وہ آئندہ درست ثابت ہوتی تھی اور جاپانی عوام کو متاثر کرتی تھی۔ عوام اور دانشور کشمکش میں مبتلا رہتے تھے کہ پوری قوم کے لیے روحانیت لازمی ہے۔ اگر لازمی ہے تو کیا اس کی خاطر صنعتی ترقی کو پس پشت ڈال دیا جائے؟

دوسری بار دیوی اس کے دماغ میں آکر خاموش رہی۔ اس وقت بوبی بیکر جاچکا تھا۔ شوکو آساہارا سوچ رہا تھا کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے دانشمندانہ مشورہ دیا ہے۔ اسے عدالت کا فیصلہ سننے تک نہ تو کسی حسینہ کی طرف مائل ہونا چاہیے اور نہ ہی کسی بینک میں یا کسی ارب پتی صنعت کار کی تجوری پر ڈاکا ڈالنا چاہیے۔

مذہبی گرو شوکو آساہارا کو ارب پتی بننے کے علاوہ ہیرے جواہرات جمع کرنے کا شوق تھا۔ وہ کبھی کسی بینک کے اعلیٰ افسر پر کبھی کسی بڑے تاجر پر تنویمی عمل کرتا تھا۔ وہ لوگ اس عمل کے زیر اثر رہ کر بینک سے اس کی مطلوبہ رقم لاتے تھے اور جو تاجر اس کا معمول بن جاتا تھا وہ اپنی تجوری سے ہیرے جواہرات نکال کر خود اس کے پاس حاضر ہوکر اسے وہ قیمتی نذرانے پیش کرتا تھا۔ پھر بعد میں وہ لوگ بھول جاتے تھے کہ انہوں نے غائب دماغ رہ کر اپنا کتنا بڑا نقصان کیا ہے۔

اب یہ معلوم ہوچکا تھا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے بھی اس کی تاک میں لگے ہوئے ہیں تو اسے عدالتی فیصلے تک چوری ڈکیتی کی واردات نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن ان دنوں ایک حسینہ پر وہ بری طرح مرمٹا تھا اور اسے اپنی تنہائی میں لانا چاہتا تھا۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ وہ صبر کرے مگر جذبات بھڑکا رہے تھے اور یہ سوچنے پر مجبور کررہے تھے کہ وہ بڑی رازداری سے ایسا کرے گا تو دشمن تو کیا دوستوں کو بھی خبر نہیں ہوگی۔

دیوی نے کہا "یہی تمہاری بھول ہے۔"

شوکو آساہارا نے گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ پھر بولا "یہ..... یہ میری مرضی کے خلاف کون میرے اندر آکر بول رہی ہے؟ تم کون ہو؟"

"میں بلائے ناگہانی ہوں۔ تمہیں بڑی خوش فہمی ہے کہ بڑی رازداری سے اپنا منہ کالا کرو گے۔ کیا میری موجودگی میں رازداری قائم رکھ سکو گے۔"

وہ حیران اور پریشان ہوکر بولا "میں یوگا کا زبردست ماہر ہوں۔ پندرہ منٹ تک سانس روک لیتا ہوں۔ کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہوں۔ پھر کیا بات ہے کہ تمہیں میں نے محسوس نہیں کیا ہے؟"

"اس لیے کہ میرے پاس آتما شکتی ہے۔ اور تم تبت کے لامہ سے جو کچھ سیکھ کر آئے ہو، وہ آتما شکتی نہیں، محض جادو ہے۔ تم نے جس حد تک جادو سیکھا ہے، وہ سب مجھ پر آزماؤ اور مجھے اپنے اندر سے بھگاؤ۔"

"وہ دراصل میں عام لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے نہ سمجھ میں آنے والے جادوئی تماشے کرتا ہوں اور وہ سمجھتے ہیں کہ روحانیت کا کمال دکھا رہا ہوں۔ مگر تم تو اس معاملے میں میری ماں ثابت ہورہی ہو۔"

وہ غصے میں بولی "کتے کے بچے! میں کوئی بوڑھی نہیں ہوں کہ تو مجھے ماں کہے۔ آئندہ محتاط رہ کر گفتگو کرنا ورنہ کھوپڑی میں ایسا زلزلہ پیدا کروں گی کہ کئی دنوں تک بستر سے اٹھ نہیں سکے گا۔"

وہ بولا "آج تک کسی میں اتنی جرأت نہیں ہوئی کہ میری شان میں گستاخی کرے۔ مگر تم نے مجھے کتے کا بچہ کہہ دیا اور میں برداشت کررہا ہوں۔ تمہارے سامنے اپنی بے بسی کو سمجھ رہا ہوں تمہارا رویہ بتارہا ہے کہ تم کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والی ہو۔ کیا میں درست سمجھ رہا ہوں؟"

دیوی نے سپر ماسٹر کے ذریعے اپنی آمد کے سلسلے میں جو کوڈورڈز سنائے تھے، ان کوڈورڈز کو دہرادیا پھر کہا "میں وہی دیوی ہوں جس کا ذکر سپر ماسٹر تم سے کرچکا ہے۔ میں نے پہلے سوچا تھا کہ اپنی آتما شکتی تم پر ظاہر نہ کروں اور عام خیال خوانی کرنے والی کی طرح کوڈورڈز ادا کرکے آؤں۔ لیکن تمہارے چور خیالات سے تمہاری خوش فہمی کا پتا چلا۔ تم سمجھتے ہو، کوئی بھی غلط کام رازداری سے کرلو گے۔ لیکن تمہیں فرہاد کے خیال خوانی کرنے والوں کی مکاری کا

اندازہ نہیں ہے۔ ان کے علاوہ ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے بھی اپنے سربراہ برادر کبیر کی طرح شاطر ہیں۔ اگر میں تمہارے لیے ڈھال نہ بنوں تو وہ سب کے سب تمہیں ایک پھونک میں اڑا دیں گے۔"

وہ بولا "اب تمہاری باتوں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ تم دشمن نہیں ہو۔ میرے سامنے ڈھال بننے کے لیے آئی ہو۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ عدالتی فیصلے تک روپوش رہوں گا۔"

"تمہیں یہی کرنا چاہیے۔ لیکن مجھے اس حسینہ کے متعلق بتاؤ جس کے لیے تم پاگل ہو رہے ہو۔"

"وہ کوئی غیر ملکی ہے۔ یورپ کی گوری گوری گلابی گلابی سی ہے۔ پہلے میں نے اسے عیسائی انگریز سمجھا تھا مگر وہ مسلمان ہے۔"

"کیا تمہیں اتنی عقل نہیں آئی کہ وہ مسلمان حسینہ تمہارے لیے ناگن ثابت ہو سکتی ہے۔ یہاں تمہارے خلاف جتنے خیال خوانی کرنے والے آئے ہوں گے' وہ سب مسلمان ہوں گے۔"

"تمہاری باتیں سن کر عقل آ رہی ہے۔ شاید وہ لوگ اس حسینہ کے ذریعے جال بچھا رہے ہیں۔"

"تمہارے خیالات نے بتایا ہے کہ تم اس کا نام' پتا اور فون نمبر جانتے ہو۔ میں اس کی آواز سننا چاہتی ہوں۔ مگر تم اسے فون نہیں کرو گے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی فون کالیں ٹیپ کی جا رہی ہوں۔ اگر تمہارے خفیہ اڈے کے فون کا نمبر ٹریس ہو جائے گا تو پولیس والے تمہاری شہ رگ تک پہنچ جائیں گے۔"

"میں سمجھ گیا۔ ابھی میں اپنے ایک مرید کو فون کر رہا ہوں۔ آپ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذریعے فون پر اس حسینہ کی آواز سنیں گی۔"

اس نے یہی کیا' اپنے مرید کو فون کر کے اس کی خیریت دریافت کی۔ مرید نے کہا "میں اس لیے خیریت سے ہوں کہ آپ کا ہم شکل نہیں ہوں۔ پولیس والے مجھ پر شبہ نہیں کر رہے ہیں۔ وہ ان سب کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جو آپ کی طرح مذہبی گرو نظر آتے ہیں۔"

دیوی نے اس مرید کے اندر پہنچ کر اس حسینہ سے فون پر رابطہ کرایا۔ دوسری طرف سے ایک سُریلی آواز سنائی دی۔ "ہیلو کون ہے؟"

مرید نے کہا "میں انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ سے بول رہا ہوں۔ تم اپنے ملک سے اپنی جو شناختی دستاویزات لائی تھیں وہ ہمارے ڈپارٹمنٹ کی فائل سے گم ہو گئی ہیں یا کسی نے چرا لی ہیں۔ کیا تمہارے پاس دستاویزات کی دوسری کاپیاں ہیں۔"

"جی ہاں۔ میں یوکوہاما سلائی مشین بنانے والی کمپنی میں کوالٹی چیکر ہوں۔ آپ اس کمپنی سے میری دستاویزات کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں حاصل کر سکتے ہیں۔"

"کیا تمہارے میڈیکل فٹنس کے سرٹیفکیٹ بھی موجود ہیں؟"

"جی ہاں۔ پہلے میں سانس کی مریضہ تھی۔ دمے کے ابتدائی اسٹیج پر تھی مگر یہاں آ کر زیرِ علاج رہنے کے باعث اب مکمل طور پر صحت یاب ہوں۔"

مرید نے ریسیور رکھ دیا۔ دیوی کے لیے یہ اطلاع کافی تھی کہ وہ پہلے دمے کی مریضہ رہ چکی ہے۔ ایسی مریضہ صحت یاب ہونے کے بعد یوگا میں مہارت حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ اگر کرنا چاہتی تو کافی عرصہ لگ جاتا۔ پھر دیوی کے لیے یوگا جاننے والوں کی کیا اہمیت تھی۔ وہ تو کسی کے بھی دماغ میں پہنچ جاتی تھی۔

وہ حسینہ کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ اس کا نام ماریہ احمد تھا۔ وہ کمپنی کے دیے ہوئے ایک کوارٹر میں رہتی تھی۔ اسے ایک نوجوان سے محبت تھی۔ اس کا نام علی جوزف تھا وہ بھی یوکوہاما سلائی مشین بنانے والی کمپنی میں مشین کے پرزے تیار کرتا تھا۔ وہ ماریہ احمد سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ ماریہ نے کہا تھا کہ ابھی وہ صحت یاب ہوئی ہے' چند ماہ بعد شادی کرے گی۔ علی جوزف بھی کمپنی کے کوارٹر میں اس کے پڑوس میں رہتا تھا۔

ماریہ کے چور خیالات بھی یہی کہہ رہے تھے۔ دیوی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر علی جوزف سے فون پر بات کرائی۔ دوسری طرف سے علی جوزف نے پوچھا "ہیلو ماریہ! خیریت سے تو ہو۔ اتنی رات کو فون کیسے کیا؟"

ماریہ نے کہا "مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ میرے دل نے کہا' تم بھی میری جدائی میں جاگ رہے ہو۔"

"تمہارا دل میرا دوست ہے۔ سچ کہتا ہے۔ میں ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ ہماری جدائی بھی عجیب ہے۔ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں مگر دو قدم چل کر ملن کی گھڑیاں نہیں لا سکتے۔ پتا نہیں کب ہماری شادی ہو گی۔"

دیوی ان کی گفتگو کے دوران علی جوزف کے بھی چور خیالات پڑھ رہی تھی اور خیالات بتا رہے تھے کہ وہ پچھلے تین برس سے یوکوہاما سلائی مشین کی کمپنی میں ملازم ہے اور ماریہ پچھلے ایک برس سے ملازمت کر رہی تھی۔ ان دونوں کے چور خیالات نے دیوی کو مطمئن کر دیا۔ کیونکہ وہ دونوں شوکو آساہارا کے نئے مذہب کی ابتدا سے پہلے آئے تھے۔ انہیں صرف اپنی ملازمت سے اور ایک دوسرے کی ذات سے دلچسپی تھی۔ چونکہ دونوں مسلمان تھے اس لیے شوکو آساہارا کے نئے مذہب سے صرف اس حد تک دلچسپی تھی کہ آئندہ عدالت میں اس نئے مذہب کے بانی کے بارے میں کیا فیصلہ سنایا جانے والا ہے۔ ان کی طرح جاپان کے تمام باشندے بھی عدالتی فیصلے کے منتظر تھے۔

دیوی نے شوکو آساہارا کے پاس آ کر کہا "وہ حسینہ بے ضرر ہے۔ کسی دشمن کی ایجنٹ کار نہیں ہے۔ اسے ایک نوجوان سے محبت ہے اور وہ بہت جلد اس سے شادی کرنے والی ہے۔"

وہ بولا "جب وہ حسینہ دشمن نہیں ہے اور کسی کی ایجنٹ کار بھی نہیں ہے تو پھر میں اسے ٹریپ کر سکتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ اس کا محبوب اس کا پڑوسی ہے۔ تم حسینہ کے

کوارٹر میں جا کر اس پر تنویمی عمل نہیں کر سکو گے۔ اگر اسے اغوا کر کے دوسری جگہ پہنچا کر عمل کرنا چاہو گے تو اس کا پڑوسی محبوب اسے اغوا ہوتے دیکھ سکتا ہے اور تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچ سکتا ہے جہاں تم اس پر تنویمی عمل کرنا چاہو گے۔"

وہ بولا "کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ اس کا محبوب چوبیس گھنٹے اس کی نگرانی کرتا ہو۔"

"اور یہ بھی کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم عدالتی فیصلے سے پہلے ایسی کوئی حرکت کرو۔ ہماری توقع کے خلاف کچھ ہو جائے گا تو ہم سب کی محنتوں پر پانی پھر جائے گا۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولا "میں زندگی میں پہلی بار اپنی مرضی کے خلاف کسی کی باتیں ماننے پر مجبور ہوں۔ ٹھیک ہے۔ میں صبر کروں گا۔"

دیوی نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ اسے اپنی ڈی دیوی اور بھارت سے واشنگٹن پہنچنے والے چھ فوجی جوانوں کی طرف دھیان دینا تھا۔ ڈی جزیرے سے اور وہ چھ جوان بھارت سے روانہ ہو چکے تھے' شام کو امریکا پہنچنے والے تھے۔ سپر ماسٹر اور تینوں فوجی اعلیٰ افسران نے یہ طے کر لیا تھا کہ دوسرے دن اپنے تین منتخب ذہین جوان افسروں کو ٹرانسفارمر مشین سے گزاریں گے۔ یہ انہوں نے سوچا تھا لیکن مرضی دیوی کی چلتی تھی۔ اس مشین سے تین امریکی نہیں' سات بھارتی بھی گزرنے والے تھے۔

ٹانی تھوڑی دیر تک بستر پر لیٹی رہی۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے علی کے پاس آئی۔ وہ اس کے پڑوس کے ایک کوارٹر میں تھا۔ اس نے کہا "دیوی آئی تھی۔ میرے چور خیالات بھی پڑھ رہی تھی۔"

ٹانی نے کہا "میرے پاس بھی آئی تھی۔ یہی معلوم کر کے گئی ہے کہ میرا نام ماریہ احمد اور تمہارا علی جوزف ہے اور ہم دونوں ایک سلائی مشین کمپنی میں ملازمت کر رہے ہیں۔"

علی نے کہا "ٹیمرزی صاحب کی روحانی ٹیلی پیتھی نے ہماری اصلیت چھپالی۔ وہ آتما شکتی والی ہمیں پہچان نہ سکی۔ پارس نے اسے جزیرے میں الجھائے رکھا تھا۔ پھر وہ کم بخت اس معاملے میں بھی کچھ دلچسپی لے رہی ہے؟"

"شاید وہ ایک آدھ گھنٹے کے لیے شوکو آساہارا کی مدد کرنے آئی ہو گی۔ جب اسے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کہیں مصروف ہیں تو وہ ضرور معلوم کرنے آتی ہے کہ ہم کیا کرتے پھر رہے ہیں۔"

"بہرحال ہم نے یہاں آنے کے بعد اس مذہبی گرو کی جو وڈیو فلم تیار کی ہے وہ جاپانی ٹی وی اسٹیشن سے دکھائی جانے والی ہے۔ ہمیں بہت جلد اس وڈیو فلم کا ردِعمل معلوم ہو گا۔"

ٹانی اور علی نے جاپانی حکومت کے اکابرین کے تعاون سے ایک وڈیو فلم تیار کی تھی۔ وہاں پہنچ کر انہیں پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے معلوم ہوا تھا کہ اب تک تین بار مختلف بینکوں سے کروڑوں ین (جاپانی کرنسی) اچانک غائب ہو گئے۔ انہیں چوری اور ڈکیتی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ تمام رقم پراسرار طور پر بینکوں کے سیف سے کہیں چلی گئی تھی۔ پھر دو تاجروں کا بیان تھا کہ ان کی ذاتی تجوریوں سے بھی کروڑوں ین کے ہیرے جواہرات پراسرار طور سے غائب ہو گئے ہیں۔ چار عورتوں نے بیان دیے کہ وہ ایک ایک رات کے لیے غائب دماغ ہو گئی تھیں۔ صبح گھر پہنچنے کے بعد انہیں پتا چلا کہ وہ کہیں سے اپنی عزت لٹا کر آئی ہیں۔

ان سے سوالات کیے گئے تھے کہ وہ غائب دماغ رہنے کے دوران پیش آنے والی کوئی بات یاد کر سکتی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا تھا کہ دھندلی سی کچھ یادیں ہیں' ایک دھواں دھواں سا چہرہ ہے جو یادداشت کے خانے میں آتے آتے رہ جاتا ہے۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ جو کچھ ہوا وہ واقعات لاشعور میں جا کر گم ہو گئے تھے۔ اسے ٹیلی پیتھی جاننے والے چور خیالات کے ذریعے معلوم کر سکتے تھے اور ٹانی نے ایسی عورتوں سے مل کر معلوم کر لیا تھا۔ پھر اس نے بینکوں کے افسران اور دونوں تاجروں کے بھی چور خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ واردات سے پہلے شوکو آساہارا ان کے پاس آیا تھا اور اس نے ان سب پر مختلف اوقات میں تنویمی عمل کیا تھا اور انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ایسی وارداتیں کی تھیں۔

علی نے انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران سے ملاقات کی اور کہا۔ "جو حربہ وہ کاناذہی گرو آزما رہا ہے وہی حربہ ہم اس کے خلاف آزمائیں گے۔ ہمیں اسی قد اور جسامت کا ایک اچھا اداکار چاہیے۔ پھر یہ کہ ٹی وی کیمرے وغیرہ کا مکمل انتظام کریں۔ ہم اس کا نئے کی وڈیو فلم تیار کریں گے۔"

علی کی ضرورت کی تمام چیزیں مہیا کی گئیں۔ اس نے ایک اداکار کے چہرے پر شوکو آساہارا کا میک اپ کیا۔ اس فلم میں چند عورتوں اور چند مردوں نے بھی اداکاری کی۔ فلم تیار ہونے کے بعد جب اسے ٹی وی پر دکھایا گیا تو جاپان کے تمام باشندوں نے دیکھا کہ وہ مذہبی گرو کیسی کیسی واہیاتیں کرتا ہے۔ فلم کی ابتدا میں شوکو آساہارا کہتا ہے "میں ابھی ٹی وی کے سامنے ہوں اور خود کو دیکھ رہا ہوں۔ میں نہ خوبصورت ہوں نہ بدصورت ہوں۔ مگر یہ سب سے بڑا عیب ہے کہ میری ایک آنکھ بینائی سے محروم ہے۔ میں حسن پرست ہوں اور یہ خوب جانتا ہوں کہ دنیا کی کوئی بھی حسین عورت اپنی مرضی سے اور محبت سے کبھی میری تنہائی میں نہیں آئے گی اس لیے مجھے جو حسینہ پسند آتی ہے اس پر میں تنویمی عمل کر کے اسے اپنی معمولہ بنا کر اپنے پاس آنے پر مجبور کرتا ہوں۔"

وہ کس طرح کسی حسینہ پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنے پاس بلاتا ہے یہ مناظر ٹی وی اسکرین پر دکھائے گئے۔ پھر اس نے بتایا کہ وہ کس طرح بینک منیجروں کو اور تاجروں کو لوٹتا ہے اور نقد رقم اور ہیرے جواہرات حاصل کرتا ہے۔

جن بینکوں سے اور تاجروں کے سیف سے ہیرے جواہرات

پر اسرار طور پر غائب ہوئے تھے' انہوں نے اور لٹ جانے والی عورتوں نے بھی یہ بیان دیا تھا کہ وہ دس بارہ گھنٹوں کے لیے تنویمی عمل کے اثر سے غائب دماغ ہو جایا کرتے تھے۔

پھر بندرگاہ کسٹم کے اعلیٰ افسر نے بیان دیا کہ ایک چھوٹے سائز کی وہیل مچھلی امریکا ایکسپورٹ کی جا رہی تھی۔ شبہ ہونے پر اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو وہ وڈیو کیسٹ برآمد ہوا جو ابھی ٹی وی اسکرین پر دکھایا جا رہا ہے۔ شوکو آساہارا اتنا نادان نہیں ہے کہ اپنے جرائم کے ایسے ثبوت تیار کرے اور کسی موقع پر اپنی گردن پھنسائے۔ لیکن وہ ایسا کرنے پر اس لیے مجبور تھا کہ امریکا اور یورپ کی چند کمپنیوں نے شوکو آساہارا کو کرائے پر حاصل کیا تھا اور یہ جانتے تھے کہ وہ کانا پتا ٹرم اور جادو وغیرہ کے ذریعے روحانیت کا فریب دینے میں کامیاب ہوگا۔ وہی کانا امریکا اور یورپ کی کمپنیوں کو بھی بلیک میل کرے گا۔ فی الوقت اسے ماہانہ پانچ لاکھ ڈالر ملتے ہیں۔ بعد میں وہ کامیابی کی منزلیں طے کرتے ہوئے پانچ کروڑ ڈالر کا بھی مطالبہ کر سکتا تھا۔

لہٰذا وہ کمپنیاں اس کانے کی بھی کمزوریاں اپنے پاس رکھتی تھیں۔ ان کمپنیوں کے جاسوس کانے کو مجبور کرتے تھے۔ وہ جتنی وارداتیں کرتا تھا اس کی وڈیو فلمیں وہ جاسوس تیار کرتے رہتے تھے۔ پھر وہ فلمیں جاپان سے امریکا اور یورپ کی کمپنیوں کے پاس بڑی رازداری سے بھیجتے تھے۔ ایسی ہی ایک فلم بندرگاہ کے ایک کسٹم افسر کے ہاتھ لگ گئی تھی۔

پھر جس مرد نے ثانی سے فون پر رابطہ کیا تھا اور اس کے ذریعے دیوی نے ثانی کے پاس پہنچ کر اسے ماریہ احمد سمجھا تھا وہ مرد اس مذہبی گرو کے خاص معتمد ارکان میں سے تھا اور گرو کے بہت سے رازوں کو جانتا تھا۔ ثانی نے اس معتمدِ خاص کے چور خیالات پڑھے۔ پھر علی کے ذریعے انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران کو بتایا کہ وہ مسلح پولیس فورس اور ٹی وی کیمرے لے کر ٹوکیو شہر سے ۷۵ کلومیٹر کے فاصلے پر کامی کوٹسیکی کے علاقے میں جائیں اور وہاں ایک چھوٹی سی عمارت کا محاصرہ کر کے وہاں کے مکینوں کو گرفتار کریں۔ اس عمارت کے اندر انہیں بہت سے ثبوت ملیں گے۔ اور تہ خانے میں ہیرے اور جواہرات ملیں گے اور مختلف بینکوں سے لوٹی ہوئی رقم بھی ملے گی۔

وہاں کے پولیس اور انٹیلی جنس والے فوراً ہی حرکت میں آ گئے۔ دوسری شام پھر ٹی وی اسٹیشن سے وہ وڈیو فلم پورے جاپان میں دکھائی گئی۔ کامی کوٹسیکی کی وہ عمارت اس کانے مذہبی گرو کا خفیہ اڈا تھی۔ وہاں ۵۰ چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ جہاں کئی عقیدت مند کمبل اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ ان میں اٹھنے کی سکت بھی نہیں تھی۔ وہ اپنے مذہبی گرو کی ہدایات کے مطابق کئی مہینوں سے اتنا کم کھاتے تھے کہ جسمانی طور پر لاغر ہو گئے تھے۔ نروان یا ساتوری کے درجے تک پہنچنے کے لیے ایسا کرنا لازمی تھا۔ پھر ایسے تابوت کھولے گئے جس میں کئی خواتین پچھلے ایک ہفتے سے لیٹی ہوئی تھیں۔ ان تابوتوں میں ہوا جانے کے لیے اور سانس لینے کے لیے صرف ایک ایک بڑے سوراخ بنائے گئے تھے۔

وہ تمام عورتیں اور مرد "عرفانِ حقیقت" یعنی ساتوری حاصل کرنے کے لیے ایسا کر رہے تھے۔ دراصل وہ کانا مذہبی گرو شوکو آساہارا یہ آزما رہا تھا کہ اس کے نئے مذہب کو ماننے والوں میں قوتِ برداشت کتنی ہے؟ جو آزمائش پر پورے اترتے تھے وہ انہیں اپنے معتبر مریدوں میں شامل کر لیتا تھا۔

پھر اس وڈیو فلم میں اس عمارت کا تہ خانہ دکھایا گیا تھا جہاں بینکوں سے اور تاجروں کے سیف سے غائب کیے جانے والے ہیرے جواہرات اور اربوں جاپانی ین چھپا کر رکھے گئے تھے۔ وہ لاکھوں ڈالر بھی تھے جو اسے امریکا اور یورپ سے ملا کرتے تھے۔

شوکو آساہارا کا آدھا خون خشک ہو گیا تھا۔ اسے پہلے ہی خبر مل چکی تھی کہ اس کے ایک بہت ہی اہم خفیہ اڈے پر چھاپا مارا گیا ہے۔ اسے عقیدت مندوں کے گرفتار ہونے کی پروا نہیں تھی۔ فکر اور صدمہ یہ تھا کہ تہ خانہ خالی ہو گیا تھا۔ اور وہ بالکل کنگال ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر اسی شام اس نے ٹی وی اسکرین پر پولیس اور انٹیلی جنس والوں کی کارروائی دیکھی۔ اپنی بے تحاشا رقم کے علاوہ ہیرے جواہرات سے بھی خود کو محروم ہوتے دیکھا تھا۔

اس نے سوچا کہ اپنے مغربی آقاؤں کو اس المیے کی رپورٹ دے۔ ایسے ہی وقت بوبی بیکر نے اس کے پاس آ کر الٹے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "تم جیسے الٹے ہو' ویسے ہی تمہارے کوڈ ورڈز اور تمہاری چالیں الٹی ہیں۔ تمہارے ملک میں ہماری جو خفیہ ایجنسی ہے اس نے سپر ماسٹر کو اطلاع دی ہے کہ تم نے بڑی کامیابی حاصل کرتے کرتے کام بگاڑ دیا ہے۔ تم سے جواب طلب کیا گیا ہے۔ بتاؤ تم سے ایسی کون سی غلطی ہو گئی تھی کہ وہاں کے پولیس والے صرف خفیہ اڈے میں ہی نہیں' تمہارے تہ خانے میں بھی پہنچ گئے؟"

"میں سچ کہتا ہوں کہ میرے خلاف اچانک اتنی زبردست کارروائیاں کیسے ہو رہی ہیں' یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ اس سے پہلے میری بینک ڈکیتی اور حسن پرستی کی وڈیو فلم دکھائی گئی۔ امریکا اور یورپ کی کمپنیوں کو الزام دیا گیا کہ انہوں نے مجھے کرائے پر حاصل کیا ہے اور مجھے اپنا پابند بنائے رکھنے کے لیے ایسی واراتوں کی وڈیو فلمیں تیار کی گئی ہیں تاکہ میں مغرب والوں سے بغاوت کروں یا بلیک میل کروں تو وہ فلمیں میرے خلاف پیش کی جا سکیں۔ یہ تو ایسی چالیں چلی گئی ہیں جن کی ہم کبھی توقع نہیں کر سکتے۔"

"میں تمہارے چور خیالات سے معلوم کر رہا ہوں کہ تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے۔ دراصل ہمارے مقابلے پر بابا صاحب کے ادارے اور ایم آئی ایم کی تنظیم سے جو افراد آئے ہیں' وہ

بہت ہی شاطر اور چالباز ہیں۔ انہوں نے تمہاری چال تم ہی پر آزمائی ہے۔ تم نے ہزاروں اپنے ہم شکل پیدا کیے۔ انہوں نے تمہارا صرف ایک ہم شکل پیدا کر کے تمہارے خلاف جاپانی عوام کے دلوں میں نفرت پیدا کی ہے۔ جو لوگ اب بھی تم سے نفرت نہیں کرتے ہوں گے' وہ تم پر کم از کم شبہ کرنے لگے ہوں گے۔"

دوسرے دن کے اخبارات میں عوام سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ اس بھیس کانے گرو کے فریب کو سمجھیں' وہ جاپان کی صنعتی ترقی کے خلاف نفسیاتی طور پر متاثر کرنے والا ایک ہتھیار بنا کر بھیجا گیا ہے۔ پھر عوام کا ردِعمل بھی سامنے آ رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ نئے مذہب کا بانی اور روحانیت کا پرچار کرنے والا شوکو آساہارا سچا ہے اور اس سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا ہے تو وہ خود کو عدالت میں پیش کرے۔

وزیرِ داخلہ کی طرف سے حکم جاری ہوا تھا کہ اگر چوبیس گھنٹوں کے اندر اصلی شوکو آساہارا نے خود کو قانون کے مطابق پیش نہیں کیا تو اس کے تمام ہم شکل افراد کو ایک مجرم کی پشت پناہی کے الزام میں گرفتار کر کے جیل میں پہنچا دیا جائے گا۔

سپر ماسٹر کی طرف سے بوبی بیکر اور اسرائیل کی طرف سے داؤد منڈولا خیال خوانی کے ذریعے اس مذہبی گرو کے پاس آ رہے تھے اور اسے مشورے دے رہے تھے کہ اسے یا تو عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا۔ یا پھر جاپان چھوڑ کر بھاگنا پڑے گا تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔

وہ بولا "تیسرا راستہ ہے۔ اگر آپ میں سے کوئی میرے کسی ہم شکل کے اندر پہنچ کر اس پر تنویمی عمل کرے تو وہ میرا ہم شکل اندر سے یعنی دماغ کی گہرائیوں سے اصلی شوکو آساہارا بن جائے گا۔"

داؤد منڈولا نے کہا "ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ مگر دشمن خیال خوانی کرنے والے بہت ہی چالاک اور چالباز ہیں۔ وہ نقلی شوکو آساہارا کے دماغ کی جڑوں تک پہنچ کر اس کے جھوٹ کا پول کھول دیں گے۔"

بوبی بیکر نے کہا "ویسے تم مجرم ثابت ہو چکے ہو۔ اپنے نئے مذہب کے ذریعے روحانیت کا فراڈ جاری نہیں رکھ سکو گے۔ دوسرے لفظوں میں ہمارے مقاصد کی تکمیل نہیں کر سکو گے۔ تم مشین کا بے کار پرزہ بن گئے ہو۔ ہم تمہارے لیے اپنا وقت ضائع نہیں کریں گے۔ صرف ایک دیوی جی سے امید ہے کہ شاید وہ اپنی آتما شکتی سے تم پر عائد ہونے والے الزامات کو غلط ثابت کر سکیں اور تم پھر سے روحانیت کا فریب دہاں کے عوام کو دے سکو۔ ہم دیوی جی سے رابطہ کر کے تمہارے لیے کچھ کریں گے۔"

لیکن وہ اس روز کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے چھ بھارتی جوانوں اور اپنی ڈی کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے سلسلے میں مصروف تھی۔ سپر ماسٹر کے بھی تین فوجی افسران اس مشین سے گزرنے والے تھے۔ وہ اور فوج کے تین اعلیٰ افسران ایسے وقت مشین کے پاس ان سب کی نگرانی کر رہے تھے۔ لیکن چھ بھارتی افراد اور ایک ڈی دیوی کی وہاں موجودگی کو سمجھنے کے باوجود اعتراض نہیں کر رہے تھے۔ کیونکہ وہ سب دیوی کے معمول اور تابعدار تھے اور اس کی مرضی کے مطابق ان بھارتی افراد کو بھی اپنے ہی آدمی سمجھ رہے تھے۔

دیوی نے امریکی اور اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ ان میں سے کوئی خیال خوانی کے ذریعے اس سے یا سپر ماسٹر وغیرہ سے شام تک رابطہ نہ کرے۔ اگر کوئی کسی ضرورت سے مجبور ہو کر رابطہ کرتا تب بھی ٹرانسفارمر مشین کے پاس بھارتی جوانوں کو دیکھ کر اعتراض کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ کیونکہ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی دیوی کے معمول اور تابعدار تھے۔

اور اب جو نئے رنگروٹ اس مشین سے گزرنے والے تھے' انہیں بھی آئندہ دیوی کا معمول اور تابعدار بن کر رہنا تھا۔... چونکہ ہر معاملے میں کہا جاتا ہے کہ لیڈیز فرسٹ یعنی پہلا احترام عورت کا ہو۔ یا عورت کو پہلے موقع دیا جائے۔ اس کہاوت کے مطابق سپر ماسٹر نے دیوی کی ڈی کو اس ٹرانسفارمر مشین کے ایک ہیڈ پر لیٹنے کا حکم دیا۔ دوسرے ہیڈ پر پاشا کو لٹایا گیا تاکہ پاشا کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کے علاوہ غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی اور دماغی قوتیں بھی اس ڈی کے اندر منتقل ہو جائیں۔

شیطان پھر شیطان ہوتا ہے۔ اس کا راستہ بھلا کون روک سکتا ہے؟

دیوی نے اپنی بھرپور ذہانت اور حکمتِ عملی سے برادر کبیر کے سائے کو اپنی ڈی کے اندر سے نکالا تھا۔ اپنی دانست میں شیطانوں کے اس شیطان کو فریب دے کر جزیرے سے استنبول بھیج دیا تھا۔ اور اپنی ڈی کو ٹرانسفارمر مشین تک لے آئی تھی۔ لیکن اس حقیقت سے بے خبر تھی کہ وہ سایہ ڈی کے اندر ہے اور اس کے ساتھ ٹرانسفارمر مشین کے عمل سے گزر رہا ہے۔

سایہ گوشت پوست کا نہیں تھا۔ مگر سائے میں زندگی تھی۔ وہ بولتا تھا۔ آدمی تب ہی بولتا ہے جب دماغ کام کر رہا ہوتا ہے۔ گویا وہ سایہ اپنے دل و دماغ اور سانس لیتی ہوئی زندگی کے ساتھ ڈی کے اندر تھا۔

ٹرانسفارمر مشین سے ایک وقت میں ہمیشہ ایک ہی فرد کو گزارا جاتا ہے۔ ایسا پہلی بار ہو رہا تھا کہ مشین سے گزرنے والی ایک نظر آ رہی تھی۔ مگر دو افراد بیک وقت گزر رہے تھے۔

جب دو افراد ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں تو ان دونوں کے سائے بھی ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اس ٹرانسفارمر مشین سے ڈی کا دماغ جو کچھ حاصل کر رہا تھا وہ سب کچھ سائے کا زندہ دماغ بھی حاصل کرتا جا رہا تھا۔

دیوی جی کو کبھی کسی نے یہ نہیں سمجھایا تھا کہ درخت کے سائے میں بیٹھو مگر شیطان کے سائے میں کبھی نہ بیٹھو۔ وہ پھر اٹھنے کی مہلت نہیں دیتا۔

آدمی سوچتا کچھ ہے' ہوتا کچھ ہے۔ دیوی کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ جس سائے سے وہ پیچھا چھڑا چکی ہے' وہ بدستور اس کی ڈی کے اندر آرام فرما رہا ہوا ٹرانسفارمر مشین سے گزر گیا ہے۔

دراصل اپنی اپنی سوچ اور اپنی اپنی پلاننگ ہوتی ہے۔ دیوی کی عقل نے اسے سمجھایا تھا کہ برادر کبیر نے ایم آئی ایم کی بڑی ذمے داریاں سنبھالی ہوئی ہیں۔ وہ ہمیشہ سایہ بن کر اس کی ڈی کے اندر نہیں رہ سکے گا۔ اسے کسی ضروری مشن پر کسی دوسرے ملک میں بھی جانا ہوگا۔ پھر کچھ ایسا ہی ہوا۔ دیوی کو پتا چلا کہ جاپان میں ایک نیا مذہب ابھرا ہے۔ وہ مذہب اپنے معتقدین کو جاپان کی صنعتی ترقی کے خلاف ایسی روحانیت کی طرف لے جارہا ہے' جو دراصل روحانیت نہیں تھی بلکہ کالا جادو' ہپناٹزم اور ایسی ہی دوسری بازی گری کے تماشے تھے۔

حکومتِ جاپان نے بابا صاحب کے ادارے سے تعاون حاصل کیا تھا کہ اس نئے مذہب کے فراڈ کو منظرِ عام پر لایا جائے اور عوام کو فریب سے بچایا جائے۔ چونکہ امریکا اور یورپ والے مسلمانوں کو انتہا پسند اور دہشت گرد کہتے ہیں اس لئے یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں روحانیت کے خلاف اقدامات کئے جاتے ہیں وہاں ایک نہیں' کئی اسلامی تنظیمیں میدان میں آجاتی ہیں۔

دیوی کا بھی یہی خیال تھا کہ ایم آئی ایم کا سربراہ بھی اپنے مجاہدین کے ساتھ وہاں جائے گا۔ جب وہ اپنی ڈی کو بڑی رازداری سے امریکا روانہ کررہی تھی' تب ہی اس نے خیال خوانی کے ذریعے برادر کبیر سے دماغی رابطہ کرکے پوچھا تھا "تم کہاں ہو؟ مجھے تمہارے اطراف تاریکی نظر آرہی ہے۔"

وہ بولا "میں سایہ ہوں اور لانچ کے ایک اسٹیورڈ کے اندر ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ جسم کے اندر سورج کی روشنی نہیں پہنچتی۔"

"تم ذرا اسٹیورڈ کے اندر سے نکل کر دکھاؤ کہ واقعی لانچ میں ہو۔"

"تعجب ہے! تمہیں یقین کیوں نہیں آرہا۔ بہرحال میں چند سیکنڈ کے لئے باہر نکل رہا ہوں۔ زیادہ دیر باہر رہوں گا تو لانچ کا عملہ یا کوئی مسافر سائے کو دیکھ کر سہم نہ جائے۔ لو دیکھو۔"

دیوی نے اس کے دماغ میں رہ کر سمندر کو دیکھا۔ لانچ ساحل پر تھی' اور وہاں سے روانہ ہونے والی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا اب تمہیں یقین آگیا؟"

"ہاں' جب تم استنبول پہنچو گے تو تم سے رابطہ کروں گی۔"

"اس وقت بھی میں کسی کے جسم کے اندر ہوں گا لیکن تمہاری فرمائش پر باہر نہیں نکلوں گا۔ ایسا کرنے سے تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ میں استنبول کے کس علاقے میں ہوں اور ایم آئی ایم کا خفیہ اڈا کہاں ہے۔ ہماری دوستی کی ایک حد ہے۔ ہم اسی حد میں رہیں گے۔"

وہ پھر اسٹیورڈ کے جسم میں داخل ہوگیا۔ دیوی اس کے دماغ سے چلی گئی۔ اسے پوری طرح اطمینان ہوگیا کہ وہ جزیرے کو چھوڑ کر استنبول چلا گیا ہے اور اب وہاں سے جاپان جارہا ہے۔ یوں مطمئن ہونے کے بعد اس نے اپنی ڈی کو ایک طیارے میں امریکا روانہ کردیا۔ اپنی ڈی کے دماغ میں وہ پہلے ہی نقش کرچکی تھی کہ وہ ڈی نہیں اصلی دیوی شی تارا ہے اور شی تارا کے نام کو شاید صرف فرہاد اور اس کی فیملی والے جانتے ہیں کہ جو ڈی شی تارا تھی وہ تو ہاتھ سے نکل کر پوجا کے ساتھ برادر کبیر کی پناہ میں چلی گئی تھی اور وہ زیرِ زمین رہنے والی دیوی اصلی شی تارا ہے۔

اس نے اپنی ڈی کے ذہن میں اپنی معلومات کے متعلق ہر بات نقش کردی تھی لیکن خود جو حقیقت نہیں جانتی تھی وہ یہ تھی کہ پہلے اس نے پارس سے فراڈ کرنے کے لئے ڈی شی تارا بنائی تھی اب برادر کبیر کو فریب دینے کے لئے اس کے ساتھ دیوی کی ڈی کو لگا چکی تھی اور اس حقیقت سے بے خبر تھی کہ پارس اور برادر کبیر ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔

پارس دوسری بار ڈی سے دھوکا نہ کھاتا۔ لیکن وہ مقدر بیگ کی باتوں میں آگیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مقدر اسے بھٹکا رہا ہے۔ اصلی دیوی ہوٹل کے کمرے میں ہے اور ڈی جزیرے کے محل میں ہے۔ جب مقدر بیگ نے اسے یقین دلا دیا کہ اصلی دیوی محل میں ہے تو وہ ہوٹل میں اصلی کو چھوڑ کر نقلی کے پاس چلا گیا تھا۔

یہ فریب زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔ پارس کو پہلے تو یہ شبہ ہوا کہ جب وہ محض دکھاوے کے لئے استنبول جانے کے لیے لانچ میں آیا تو دیوی نے اس کی روانگی کی تصدیق کرنے کے لئے دماغی رابطہ قائم کیوں کیا؟ کیا اس لئے کہ اس کے استنبول جاتے ہی وہ بھی جزیرے سے فرار ہوکر اس سے ہمیشہ کے لئے پیچھا چھڑا لے؟ یوں بھی وہ پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ وہ بڑی رازداری سے پھر اس ڈی کے اندر چلا آیا تھا جسے دیوی سمجھ رہا تھا۔

اس کا یہ شبہ درست نکلا کہ دیوی فرار ہورہی ہے۔ وہ اسی رات ایک طیارے سے یونان گئی۔ پھر دوسرے دن امریکا روانہ ہوگئی۔ روانگی سے پہلے بھی تصدیق کی تھی کہ برادر کبیر کا سایہ اس کی ڈی کے اندر نہیں ہے۔

اب وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ دیوی اس سے پیچھا چھڑا کر امریکا کیوں جارہی ہے۔ اس نے بڑے صبر و تحمل سے انتظار کیا۔ تب معلوم ہوا کہ جسے وہ دیوی سمجھ رہا ہے' وہ ٹرانسفارمر مشین سے گزاری جارہی ہے۔ اس عمل نے ظاہر کردیا کہ وہ اب تک سایہ بن کر اصلی دیوی کے اندر نہیں تھا۔ اصلی تو ٹیلی پیتھی جانتی تھی اسے بھلا ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی سیکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ دیوی کا فراڈ ظاہر ہوگیا کہ اس نے اپنی ایک ڈی جزیرے کے محل میں رکھی ہوئی تھی اور اسے دھوکا دینے اور اصل راہ سے بھٹکانے میں مقدر بیگ نے بھی دیوی کا ساتھ دیا تھا۔

صرف کاتبِ تقدیر ہی مقدر کا حال جانتا ہے۔ پارس مقدر بیگ کی باتوں میں آکر اصل راہ سے بھٹک کر ڈی کے ساتھ ٹرانسفارمر مشین سے گزر گیا تھا۔ یعنی وہ دیوی کی چالبازیوں کے باوجود نقصان میں نہیں رہا تھا۔ جن غیر معمولی علوم کے متعلق وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا' وہ تمام علوم اسے حاصل ہوگئے تھے۔ اسے ٹیلی پیتھی کا ہنر آگیا تھا۔ وہ پہلے ہی شہ زور' ذہین اور حاضر دماغ تھا لیکن اب پاشا کی جسمانی اور ذہنی غیر معمولی توانائیاں بھی حاصل ہوگئی تھیں۔ وہ حیرت انگیز قوتِ سماعت سے ہزاروں میل دور کی آوازیں سن سکتا تھا اور گہری تاریکی میں واضح طور پر دیکھ بھی سکتا تھا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کسی کے مقاصد نیک ہوں تو بھٹکانے والے راستے بھی اسے منزل پر لے آتے ہیں جہاں اسے مددگار ملتے ہیں یا پھر غیر متوقع طور پر نت نئے ایسے ہتھیار مل جاتے ہیں جو اینٹ کا جواب پتھر بن کر پاس رہتے ہیں۔

جن افراد کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جاتا ہے انہیں دو چار دنوں تک آرام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے اور کئی ڈاکٹران کا میڈیکل چیک اپ کرتے رہتے ہیں۔ پارس نے سب سے پہلے جناب تمیرزی سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے مسکرا کر کہا "مبارک ہو' میں جانتا ہوں تم کیا کہنے آئے ہو۔ یہ تمہیں جو کچھ بھی ملا ہے' اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ تم اپنے طور پر جو چاہتے ہو کرتے رہتے ہو۔ اب بھی جو چاہو کرو۔ کبھی غلط کرو گے تو تمہیں ٹوک دوں گا۔ ویسے میں تو ایک ناچیز بندہ ہوں' خدا تمہارے ساتھ ہے۔"

"آپ سے ایک تعاون چاہتا ہوں کہ جو میں ڈی دیوی کو محسوس کراؤں وہی وہ محسوس کرے اور ڈاکٹر بھی طبی معائنے کے بعد اس کے احساسات کی تصدیق کرے۔"

"ٹھیک ہے' تم جو چاہو گے' وہی ہوگا۔ خدا حافظ۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ اس نے میرے دماغ پر آکر دستک دی۔ میں نے پوچھا "کون ہے؟"

"آپ کا برخوردار پارس علی ہوں۔ کیا آپ یقین فرمائیں گے؟"

میں نے کہا "اچھا تو میرے بیٹے پارس کا لب و لہجہ اختیار کرکے آئے ہو۔ ابھی سانس روک لوں تو ہوا ہوجاؤ گے۔"

"آپ کے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ آپ پس و پیش میں ہیں اور جناب تمیرزی سے یا میری ماما (آمنہ) کی روحانی ٹیلی پیتھی سے میری اصلیت معلوم کریں گے۔"

"اچھا تو تم میرے چور خیالات بھی پڑھ رہے ہو؟"

"پاپا! وقت ضائع نہ کریں۔ پلیز ماما سے تصدیق کریں۔"

میں نے آمنہ سے رابطہ قائم کیا۔ وہ بولی "میں عبادت میں مصروف ہوں۔ ہمارا پارس درست کہہ رہا ہے۔ ابھی وہ تمہارے اندر ہے۔ خدا حافظ۔"

آمنہ نے رابطہ ختم کردیا۔ میں نے حیرانی سے پوچھا "یہ تم نے ٹیلی پیتھی کا علم کیسے حاصل کرلیا؟"

"پاپا! آپ صرف اپنے ہی آپ کو باپ نہ سمجھیں اور یہ کہاوت یاد رکھیں کہ بچہ آدمی کا باپ ہوتا ہے۔"

"اچھا میرے باپ! فوراً یہ بتادے کہ یہ قصہ کیا ہے؟"

پارس نے اپنے مختصر حالات بتائے۔ میں نے سن کر کہا "خدا مخالفین پر رحم کرے۔ تم تو پہلے ہی طوفان اور زلزلہ تھے اب تو ہر لمحہ قیامت بن کر رہا کرو گے۔"

"پاپا! آپ نے اور ماما نے بڑے بڑے علوم حاصل کئے اور مما (سونیا) نے صرف ذہانت اور حاضر دماغی سے بڑے بڑے شاطر دشمنوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا۔ ہمارے جیسے جہاد کرنے والے ازل سے شیطانوں کے سر کچلتے آئے ہیں۔ اس کے باوجود شیطان اور اس کے چیلے قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ ہنرمندی اور صلاحیتیں اس لئے دیتا ہے کہ ہم جہاد جاری رکھیں اور شیطان کو کبھی سربلند نہ ہونے دیں۔"

"درست کہتے ہو بیٹے! خدا کا شکر ہے کہ تمہیں مزید صلاحیتیں حاصل ہوگئی ہیں۔"

"میں چاہتا ہوں' آپ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو میرے متعلق بتادیں۔ ورنہ ہر ایک کو اپنی روداد سناتے سناتے میری زبان گھس جائے گی۔ میں یہاں مصروف رہنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کسی سے رابطہ نہیں کرسکوں گا۔"

"اوکے برخوردار! تم اپنا کام کرتے رہو۔"

"ایک اور بات! استنبول میں شی تارا اور پوجا بور ہورہی ہوں گی۔ انہیں یا تو اپنے پاس بلالیں۔ یا کسی ایسے مشن پر لگادیں کہ وہ بھی اپنی ذہانتوں اور صلاحیتوں کو آزماتی رہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انہیں بھی کسی مشن پر آزمالوں گا اور ان کی راہنمائی بھی کرتا رہوں گا۔"

"تھینک یو پاپا!" رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے ایک خاص کوڈ ورڈ مقرر کردیا تاکہ پارس ہمارے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا عزیز و اقارب کے پاس کبھی جائے تو وہ سب یقین کرلیں کہ وہ پارس ہی ہے اور کوئی دشمن انہیں فریب دینے نہیں آیا ہے۔

پارس جانتا تھا کہ سپر اسٹرا اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران یوگا کے ماہرین ہیں۔ عام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتے تھے صرف دیوی ان کے اندر آتما شکتی کے ذریعے جاتی آتی رہتی تھی۔

اس نے جناب تمیرزی سے رابطہ کیا پھر پوچھا "میرے محترم استاد! میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ کیا دیوی کی طرح مجھے بھی ایسی روحانی قوت حاصل ہوگئی ہے کہ میں یوگا جاننے والوں کے اندر بھی

پہنچ سکوں؟"

انہوں نے جواب دیا "ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ تم نے بچپن سے سونیا اور میرے پاس خاص تربیت حاصل کی ہے۔ میں نے تمہارے دماغ کو عجوبہ بنا دیا ہے۔ کوئی تمہارے چور خیالات پڑھ نہیں سکتا۔ کوئی تمہارے اصل لب و لہجے تک پہنچ نہیں سکتا اور نہ ہی تمہاری بدلتی ہوئی شخصیات کو پہچان سکتا ہے لیکن بیٹے! گناہ یا جسمانی ناپاکی کے برعکس جو تقدس اور پاکیزگی ہوتی ہے اسے روحانیت کہتے ہیں۔ دیوی شی تارا اب تک گناہ اور جسمانی ناپاکی سے محفوظ ہے۔ وہ پاک صاف رہ کر پوجا بھگتی میں مصروف رہتی ہے۔ اس نے چار برس کی تپسیا یعنی ریاضت کے بعد تھوڑی بہت آتما شکتی حاصل کی ہے۔ اگر اس کی پوجا اور تپسیا جاری رہی تو اس کی آتما شکتی میں مزید توانائیاں حاصل ہوتی رہیں گی لیکن تمہارا مزاج کچھ اور ہے۔ تم عبادت اور ریاضت میں سالہا سال نہیں گزار سکو گے اس لئے تمہیں روحانی قوتیں حاصل نہیں ہو سکیں گی۔"

انہوں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا "ہم روحانیت میں ڈوبنے والے صرف قدرت کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں۔ اگر ہمیں اشارہ یا اجازت ملتی ہے تو ہم تم سب کے کام آتے ہیں۔ ورنہ تمہارے دنیاوی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے۔ پھر یہ کہ تمہیں یوگا کے ماہرین کے دماغوں میں بھی پہنچنے والی قوت حاصل ہو گئی تو تم دیوی کے اندر بھی پہنچ سکو گے اور یہ ابھی تقدیر کو منظور نہیں ہے۔ اسی لئے جزیرے میں مقدر بیگ نے تمہیں بھٹکا دیا تھا۔ ویسے تم ابھی سپر ماسٹر کے اندر جانا چاہتے ہو تو ضرور جاؤ۔ اس کے اندر دیوی موجود ہے اس لئے سپر ماسٹر کا دماغ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

یہ سنتے ہی وہ اس کے اندر آیا۔ واقعی اس نے ایک اجنبی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ اس کے اندر دیوی تھی لیکن خاموش تھی۔ سپر ماسٹر فوج کے تینوں اعلیٰ افسران سے کہہ رہا تھا۔ "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں اب غیر معمولی صلاحیتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ ایک اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہمارے خیال خوانی کرنے والے بوبی بیکر کے ساتھ جاپان کے اس آلۂ کار کے اندر پہنچا تھا جس کا نام شوکو آساہارا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہوں۔ شوکو آساہارا نے ایک نئے مذہب کی ابتدا کی تھی اور بڑی کامیابی سے وہاں کے عوام کو فراڈ روحانیت کی طرف لا رہا تھا اور جاپان کی صنعتی ترقی کو زوال کی طرف لے جا رہا تھا لیکن وہاں اچانک ہی بابا صاحب کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پہنچ گئے۔"

دوسرے افسر نے کہا "یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے دشمن خیال خوانی کرنے والوں کی خصوصیات کیا ہیں؟ وہ بھی انسان ہیں۔ وہ کوئی آسمان سے اتر کر نہیں آئے پھر وہ کس طرح ہمیں ناکام بنا دیتے ہیں؟"

تیسرے افسر نے کہا "میری تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ لوگ سب سے پہلے ہمارے لوگوں کی خرابیاں یا کمزوریاں تلاش کرتے ہیں اس کے بعد عملی قدم اٹھاتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "بالکل یہی بات ہے۔ نئے مذہب کا گرو شوکو آساہارا بڑی کامیابی سے ہمارے مقاصد پورے کر رہا تھا۔ امریکا اور یورپ کی منڈیوں میں جاپان کے مال کی کھپت کم ہو رہی تھی۔ وہاں کی ملوں اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدور اور کاریگر روحانیت کی طرف مائل ہو رہے تھے لیکن وہ کمبخت شوکو آساہارا حسین عورتوں کا دلدادہ تھا۔ اسے خوش فہمی تھی کہ وہ اپنی من پسند حسینہ پر تنویمی عمل کرے گا' اسے اپنی تمنائی میں بلائے گا تو دشمنوں کو خبر نہیں ہوگی۔ اس کی یہی کمزوری اسے لے ڈوبی۔"

تب دیوی نے کہا "میں سپر ماسٹر کی زبان سے بول رہی ہوں۔ بے شک وہ کمبخت شوکو آساہارا حسن پرست تھا۔ دشمنوں نے شوکو ...آساہارا کا حربہ خود اس پر آزمایا۔ اس نے ہزاروں ہم شکل شوکو آساہارا پیدا کر کے قانون اور عدالت کو خوب چکر دیا تھا لیکن دشمنوں نے شوکو آساہارا کا ایک ہم شکل پیدا کر کے چند حسین عورتوں کے ساتھ اس کی ویڈیو فلم بنائی۔ لوگ اسے دیوتا سمجھتے تھے۔ اس دیوتا کا اثر زائل ہونے لگا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ دشمن ہمارے آلۂ کار شوکو آساہارا کے خفیہ اڈوں تک اور تہ خانے میں چھپائے ہوئے خزانوں تک کیسے پہنچ گئے؟"

ایک افسر نے کہا "یہی تو سب سے حیرانی کی بات ہے۔ آخر وہ لوگ تمام خفیہ اڈوں اور تہ خانوں تک کیسے پہنچ گئے؟"

دیوی نے کہا "یہ کارنامہ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے نہیں کیا ہے۔ یہ اس کمبخت برادر کبیر کا کیا دھرا ہے؟"

"کیا واقعی؟"

"جی ہاں۔ اسی لئے میں شوکو آساہارا سے دور رہی۔ میں جانتی تھی' اس برادر کبیر کو مجھ جیسی آتما شکتی والی نہیں روک سکتی تو تمہارے اور اسرائیل کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھلا کیا روک سکیں گے۔"

"آخر اس ایم آئی ایم کے سربراہ کے پاس ایسا کیا جادو ہے کہ آپ جیسی دیوی بھی مجبور ہو گئی تھی؟"

"آپ لوگ بھول رہے ہیں کہ وہ کمبخت سایہ بن جاتا ہے اور کسی کے بھی جسم میں داخل ہو جاتا ہے۔ کیا ہم سائے کو کچل سکتے ہیں؟ گولی مار سکتے ہیں یا کسی بھی تدبیر سے اسے نابود کر سکتے ہیں؟"

"نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ وہ سایہ شوکو آساہارا کے اندر موجود رہا تھا اور اس طرح اس کے تمام راز معلوم کئے تھے۔"

"میں یہی کہہ رہی ہوں۔ پتا نہیں اس کے پاس اور کتنی

گولیاں رہ گئی ہیں اور وہ سایہ بن کر ہمارے لئے کب تک پرابلم بنتا رہے گا۔"

"اس کے پاس تو ایسی گولیاں تیار کرنے کے فارمولے بھی ہیں۔"

"ہاں یہ بھی ایک پرابلم ہے۔ آپ سب یہ سوچ رہے تھے کہ میں اس شوکو آساہارا کی مدد کیوں نہیں کر رہی ہوں۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں نے پہلے ہی ناکامی کو سمجھ لیا تھا۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ جاپان کی صنعتی ترقی کو روکنے یا محدود کرنے اور خود تمام دنیا کی مارکیٹوں پر چھا جانے کے لئے دوسرے منصوبے تیار کریں اور شوکو آساہارا کے نئے مذہب کا باب بند کر دیں۔ آئندہ پیش میں وہ اپنے لاکھوں ہم شکل پیش کرے گا تب بھی برادر کبیر کا سایہ اس کے اندر رہ کر اس کی اصلیت ظاہر کر دے گا۔"

ایک افسر نے کہا "وہ عدالت میں ظاہر ہو گا تو تمام راز اگل دے گا کہ اسے امریکا اور یورپ والوں نے آلۂ کار بنایا تھا اور اسے بڑی بڑی رقمیں دی جاتی تھیں۔ میرا مشورہ ہے کہ اسے عدالت میں پہنچنے سے پہلے گولی مار دی جائے۔"

دیوی اور سپر ماسٹر نے اس مشورے کی تائید کی۔ انہوں نے ایک فوجی جوان کے ذریعے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے بوبی بیکر کو بلایا۔ اس کا بنگلا دفتر کے سامنے ہی تھا۔ وہ فوراً چلا آیا۔ سپر ماسٹر نے کہا "ہم نہیں چاہتے کہ شوکو آساہارا آئندہ عدالت میں پہنچے۔ وہ ہمارے خلاف بہت کچھ اگل سکتا ہے۔ ابھی جاؤ اور کسی طرح بھی اس کا کام تمام کر دو۔"

وہ "یس سر" کہہ کر حکم کی تعمیل کے لئے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سپر ماسٹر نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں مائیک ہرارے بول رہا ہوں۔ پچھلی بار آپ نے اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ کے کسی فوجی جوان کو آلۂ کار بنا کر آپ کے دفتر میں نہ آؤں۔ یوں تو مجھے کوئی آنے سے نہیں روک سکتا۔ لیکن میں باغی نہیں ہوں۔ اپنے ملک سے محبت کرتا ہوں اور آپ حضرات کو اعلیٰ عہدیدار تسلیم کرتا ہوں۔ اس لئے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ میں نے کسی کو آلۂ کار نہیں بنایا ہے۔ فون کے ذریعے رابطہ کیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تم خود کو محب وطن اور ہمارا وفادار ثابت کرنے میں اپنا اور ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو۔ اب ہمارے پاس غیر معمولی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ ہم نے مزید پیدا کر لئے ہیں۔"

"آپ ہزاروں پیدا کر لیں۔ پھر بھی میں ایک امریکی کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کرتا رہوں گا۔ ابھی آپ کو ایک لرزہ خیز خبر ملنے والی ہے۔ شہر اوکلا ہوما میں زبردست بم کا دھماکا ہوا ہے۔ وہاں جو نو منزلہ عمارت ایلفریڈ پی مورا بلڈنگ تھی وہ تقریباً تباہ ہو گئی ہے۔ کئی انسانی جانیں ضائع ہو چکی ہیں اور کئی ہزار افراد زخمی اور اپاہج ہو چکے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے حیران اور پریشان ہو کر "اوہ مائی گاڈ" کہا پھر ریسیور کو کریڈل سے الگ رکھ کر بڑے سے ٹی وی کی آن کیا اور تینوں فوجی افسران کو بتانے لگا کہ مائیک ہرارے کی رپورٹ کے مطابق شہر اوکلا ہوما کی ایک نو منزلہ بلڈنگ بم کے دھماکے سے تباہ ہو گئی ہے۔

ٹی وی اسکرین پر ایک لیڈی اناؤنسر بھی یہی کہہ رہی تھی اور دھماکے سے جو تباہی ہو چکی تھی اسکرین پر اس تباہ شدہ بلڈنگ کو بھی دکھایا جا رہا تھا۔ اس فیڈرل بلڈنگ کا نام امریکا کے سرکٹ کورٹ کے ایک جج ایلفریڈ پی مورا کے نام پر رکھا گیا تھا۔ اس میں ۵۰۰ وفاقی ملازمین کام کرتے تھے۔ ان کے علاوہ وہاں بے شمار بچوں کا ڈے کیئر سینٹر بھی قائم کیا گیا تھا۔

ٹی وی اسکرین پر نظر آ رہا تھا کہ عمارت کے ملبے کے نیچے سے صرف لاشیں ہی لاشیں نکل رہی تھیں یا پھر ایسے زخمی تھے جو اپاہج بن چکے تھے۔ دوسرے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سپر ماسٹر نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "میں اسرائیل کے انٹی ٹیررسٹ ماہرین کا انچارج بول رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اور فوجی افسران اوکلا ہوما میں تباہی کا منظر دیکھ رہے ہوں گے۔"

"ہاں ہم دیکھ رہے ہیں۔ تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ دو برس پہلے ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں ایسا ہی دھماکا ہوا تھا۔ وہاں کے بیسمنٹ کار پارکنگ اور اوکلا ہوما کی فیڈرل بلڈنگ کے بیسمنٹ کار پارکنگ میں ہونے والے دھماکے میں مماثلت ہے۔ آپ یہ جانتے ہیں کہ ایک اسلامی گروہ صرف ہم اسرائیلیوں کے خلاف نہیں بلکہ ہمیں امداد دینے والے امریکا کے خلاف بھی سر پر کفن باندھ کر نکلا ہوا ہے۔ یہ بے شک و شبہ انتہا پسند مسلمانوں کی دہشت گردی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ایسا ہو سکتا ہے لیکن ہم جن کرسیوں پر بیٹھے ہیں وہاں سے صرف شک و شبے پر گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ ثبوت اور گواہ لازمی ہیں۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ انتہا پسند مسلمانوں کو ختم کیا جائے۔ اگر آپ کے ماہرین ان کے خلاف ثبوت پیش کریں گے تو ہمارے لئے بڑی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔"

سپر ماسٹر نے پہلا ریسیور کریڈل سے ہٹا کر رکھا تھا۔ اس میں سے مائیک ہرارے کی آواز آئی "سر! میں نہیں جانتا کہ آپ کس سے فون پر بات کر رہے ہیں مگر یہ آپ کی دانشمندی ہو گی کہ کسی ثبوت کے بغیر مسلمانوں کے خلاف قدم نہ اٹھائیں۔"

اس نے دوسرا ریسیور کریڈل پر رکھا۔ پھر پہلا ریسیور اٹھا کر بولا "مسٹر ہرارے! میں کہہ چکا ہوں کہ ہمیں تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم ویسے بھی مسائل میں الجھتے جا رہے ہیں۔ تم

اور نہ الجھاؤ۔ ناؤ گیٹ لاسٹ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دیوی نے کہا "اصولاً دیکھا جائے تو اصل مجرموں کو گرفتار کرنا چاہئے اور انہیں ضرور گرفتار کیا جائے گا لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھا کر انتہا پسند مسلمانوں کے خلاف ضرور کارروائی کرو۔"

"ہم مسلمان تنظیموں کو اتنے بڑے معاملے میں ضرور ملوث کریں گے لیکن ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ دنیا کے سب سے طاقتور ملک میں کون ایسے دھماکے کر رہا ہے۔ پہلے ایک زبردست دھماکا ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں ہوا۔ اور آج اوکلا ہوما میں ہوا ہے۔"

دیوی اس سے جو کچھ بولتی تھی وہ اس کا جواب زبان سے دیتا تھا تاکہ تینوں افواج کے اعلیٰ افسران سن سکیں کہ دیوی سے کیا باتیں ہو رہی ہیں۔

ایک افسر نے کہا "بے شک ہمارا ملک دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ لیکن ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ جہاں طاقت ہوتی ہے' وہاں دہشت اور تخریب کاری بھی ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں سب سے زیادہ اسلحہ تیار ہوتا ہے۔ دنیا کے کئی ممالک میں ہمارا اسلحہ فروخت ہونے کے باوجود اس قدر بچ جاتا ہے کہ یہ ہمارے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک عام لوگوں کو آسانی سے دستیاب ہو جاتا ہے۔ جب یہ ہاتھوں میں آجاتا ہے تو بے روزگار جوان' معاشرے میں خود کو کمتر سمجھنے والے لوگ اور زیادہ سے زیادہ آسائشیں اور دولت حاصل کرنے کی خواہش کرنے والے ملک دشمن تنظیموں کے آلۂ کار بن جاتے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا "واقعی ہمیں حقائق سے کترانا نہیں چاہئے۔ پچھلے برس ایک محتاط اندازے کے مطابق ہمارے ملک میں دو ہزار سے زیادہ بموں کے دھماکے ہو چکے ہیں۔"

دیوی نے سپرباسٹر کی زبان سے کہا "میں مانتی ہوں کہ اتنے بڑے ملک میں ایسا ہو رہا ہے۔ اگر ایسا مسلمان نہیں کر رہے ہیں تو پھر روسی ایجنٹ پس پردہ رہ کر منتشر مزاج رکھنے والے امریکیوں کو بھاری رقمیں دے کر ایسا کروا رہے ہیں یا پھر یہ اسرائیلی جس تھالی میں کھا رہے ہیں اسی میں چھید کر رہے ہیں۔ ہمیں ہر ایک کا محاسبہ کرنا ہوگا۔ اصل مجرموں کو ضرور سزائیں دی جائیں لیکن مسلمانوں کو ضرور دہشت گرد قرار دیا جائے اور میں تو ایم آئی ایم کے سربراہ برادر کبیر سے بے زار ہو گئی ہوں۔ پچھلی بار بڑی مشکلوں سے اس سے پیچھا چھڑایا تھا۔ اس کی تنظیم کو ضرور اس معاملے میں ملوث کرنا چاہئے۔"

ایک افسر نے کہا "لیکن دیوی جی! ہم نے انقرہ کے اجلاس میں یہ تسلیم کیا تھا اور معاہدے پر دستخط کئے تھے کہ آئندہ ایم آئی ایم تنظیم کو دہشت گرد کبھی نہیں کہیں گے۔"

"ہم نے معاہدے پر دستخط کئے تھے۔ لیکن اس تنظیم کے خلاف کسی طرح ایسے ثبوت تیار کئے جائیں جو بالکل سچ ثابت ہوں تو تم سب کو اور مجھ کو ایک دردِ سر سے نجات مل جائے گی۔"

پارس ایسے وقت دیوی کی ڈی کے اندر تھا۔ صرف خیال خوانی کے ذریعے سپرباسٹر کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ وہاں ہیڈ کوارٹر کے ایک اسپتال میں نرائن غار مرمشین سے گزرنے والے اور ٹیلی پیتھی سیکھنے والے مختلف کمروں میں تھے۔ ایک کمرے میں دیوی کی ڈی بھی بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ ہر کمرے کے باہر ایک مسلح فوجی جوان پہریدار کے طور پر تھا۔

پارس نے ڈی کے کمرے والے فوجی جوان کی آواز سنی ہوئی تھی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے وہاں سے چلا کر تین کمروں کے سامنے سے گزرتا ہوا چوتھے کمرے کے پہریدار کے پاس گیا۔ پھر ایک سگریٹ منہ سے لگا کر بولا "کیا تمہارے پاس لائٹر ہے؟"

وہ بولا "لائٹر تو ہے مگر ڈیوٹی کے وقت سگریٹ نوشی ممنوع ہے۔"

"مجھے پتا ہے۔ دور سے کسی افسر کو آتا دیکھوں گا تو سگریٹ بجھا دوں گا۔"

وہ لائٹر سے سگریٹ سلگا کر واپس ڈی والے کمرے کے دروازے پر آگیا۔ پارس اسے چھوڑ کر لائٹر والے فوجی جوان کے اندر گیا۔ پھر اسے وہاں سے چلاتا ہوا کاؤنٹر کے پاس آیا۔ وہاں کاؤنٹر گرل سے پوچھا "میرا کوئی فون آیا تھا؟"

وہاں ایک جونیئر ڈاکٹر کاؤنٹر گرل کو آغوش میں لئے رومانس میں مصروف تھا۔ اس نے بے زاری سے کہا "کوئی فون نہیں آیا تھا۔ پلیز ڈسٹرب نہ کرو۔"

وہ جوان واپس اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا۔ پارس نے جونیئر ڈاکٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ لڑکی سے بولا "تم جاؤ۔ میرے کمرے میں انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

لڑکی چلی گئی۔ ڈاکٹر نے ریسیور اٹھا کر سپرباسٹر کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ جلد ہی قائم ہو گیا۔ پارس نے آواز بدل کر ڈاکٹر کی زبان سے کہا "ہیلو ماسٹر! تم تو ماسٹر نہیں پکے غلام ہو۔ ایک دیوی تم پر حکمرانی کرتی ہے۔"

وہ غصے سے بولا "کون ہو تم؟ میرا فون نمبر تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"یہ فضول سا سوال ہے۔ میں اس دیوی سے مخاطب ہوں جو ابھی تمہارے اندر ہے۔ اگر نہیں ہے' جا چکی ہے تو بتا دو۔ میں فون بند کرتا ہوں۔"

دیوی نے اس کی زبان سے کہا "میں موجود ہوں۔ یہ جاننا چاہوں گی کہ تمہیں یہاں میری موجودگی کا علم کیسے ہو گیا؟"

"تم تیز ایسی ہو کہ جہاں چھپو گی' وہاں سے تمہاری خوشبو ملے گی۔ ابھی تو میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں کہ یہودیوں کی طرح مسلمانوں سے دشمنی نہ کرو۔ انصاف کے تقاضے پورے کرو۔ اپنے تمام معمول اور تابعداروں سے کہو کہ صحیح طور پر بم دھماکے کی

تفتیش کریں اور اصلی مجرموں کو گرفتار کریں۔ خواہ مخواہ کسی بھی اسلامی تنظیم کے خلاف جھوٹے ثبوت حاصل کر کے مسلمانوں کو ساری دنیا میں بدنام کرنا چاہو گی تو میں تمہیں اس زمین پر رہنے نہیں دوں گا۔ تمہیں پھر سے زیرِ زمین جانے پر مجبور کر دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ڈاکٹر کے ریسیور رکھوا دیا۔ پھر سپرباسٹر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ دیوی نے کہا "وہ مجھے دھمکی دے کر جا چکا ہے۔ آپ پٹر سے معلوم کرو۔ یہ فون کہاں سے آیا تھا۔"

سپرباسٹر نے معلوم کیا۔ پتا چلا کہ اسپتال کے کاؤنٹر والے فون سے کسی نے بات کی تھی۔ فوراً ہیڈ کوارٹر کے دو جاسوسوں سے رابطہ کر کے کہا گیا "معلوم کرو۔ ابھی دس منٹ کے اندر اسپتال کے کاؤنٹر والے فون سے کس نے گفتگو کی ہے اور وہاں کس کی ڈیوٹی ہے؟"

دونوں جاسوس اپنے کام سے لگ گئے۔ دیوی نے سپرباسٹر سے کہا "میں تھوڑی دیر پہلے کہہ رہی تھی کہ اصل مجرموں کے علاوہ انتہا پسند مسلمانوں کو بھی اس کیس میں ملوث کیا جائے اور خاص طور پر میں ایم آئی ایم کے سربراہ کے خلاف بول رہی تھی۔ اس کے پانچ منٹ کے اندر ہی کسی اجنبی نے مجھے دھمکی دے دی۔"

سپرباسٹر نے کہا "میں حیران ہوں۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ میرے اندر موجود ہیں۔"

دیوی نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اجنبی خیال خوانی جانتا ہے اور تمہارے اندر رہ کر ہماری تمام گفتگو سن چکا ہے اور شاید اس وقت بھی وہ موجود ہے۔"

سپرباسٹر نے پریشان ہو کر پوچھا "اگر وہ میرے اندر ہے تو میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کر رہا ہوں؟"

"اس لئے کہ میں موجود ہوں۔ ابھی میرے جاتے ہی تم اسے محسوس کرنے لگو گے۔"

یہ سنتے ہی پارس اس کے اندر سے نکل آیا۔ دماغی طور پر اپنے سائے کے اندر موجود رہا۔ اب اس نے غیر معمولی سماعت سے کام لیا۔ اپنی تمام توجہ سپرباسٹر پر مرکوز کی۔ اس کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا "دیوی جی! کیا آپ جا چکی ہیں؟ میں اس اجنبی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہوں۔"

باہر سے ایک فوجی جوان اندر آیا۔ دیوی نے اس کی زبان سے کہا "میں اس جوان کے اندر ہوں۔ اگر تم اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہے ہو تو اس کا مطلب ہے وہ بہت چالاک ہے۔ تمہارے اندر سے نکل چکا ہے۔ اسے جو کہنا تھا' وہ کہہ کر جا چکا ہے۔"

"لیکن آپ کچھ اندازہ تو کر سکتی ہیں کہ آپ کو دھمکی دے کر جانے والا کون ہو سکتا ہے۔"

"وہ آواز میرے لئے اجنبی تھی۔ یا پھر اس نے آواز بدل کر مجھے مخاطب کیا تھا۔ وہ فرہاد کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا پھر ایم آئی ایم کا کوئی شخص ہو گا۔"

"کیا وہ برادر کبیر نہیں ہو سکتا؟"

وہ بولی "یہ پکا کنا سی بات ہے۔ برادر کبیر ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔"

دونوں جاسوس اس جونیئر ڈاکٹر اور کاؤنٹر گرل کو لے کر اندر آئے۔ ایک جاسوس نے کہا "سر! یہ ڈاکٹر اپنے چیمبر میں اس لڑکی سے مستیاں کر رہا تھا۔ جو وقت آپ نے بتایا ہے اس وقت کاؤنٹر کے فون کے پاس کوئی نہیں تھا۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "ڈاکٹر! تم یہاں ڈیوٹی کر رہے تھے یا عشق؟"

ڈاکٹر نے کہا "سر! معافی چاہتا ہوں۔ آئندہ ایسی غلطی نہیں ہوگی۔"

دیوی ڈاکٹر کی آواز سنتے ہی اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ وہاں پارس پہلے سے موجود تھا اور ڈاکٹر کی آواز اور لہجے میں سوچ رہا تھا "یہ مجھ سے کیا حماقت ہو گئی؟ میں اس لڑکی کے پیچھے پاگل ہو گیا تھا۔ میں نے اس لڑکی کو کاؤنٹر چھوڑ کر اپنے چیمبر میں چلنے کو کہا۔ یہ میری غلطی تھی۔"

دیوی نے اس کی سوچ میں سوال کیا "کیا میں تھوڑی دیر کے لئے غائب دماغ ہو گیا تھا۔ یا میں نے کسی کو فون کیا تھا اور مجھے یاد نہیں رہا؟"

پارس نے اس کی سوچ میں کہا "بھلا میں غائب دماغ کیسے ہو سکتا ہوں۔ ایک ڈاکٹر ہوں۔ نارمل ہوں۔ اگر کسی کو فون کرتا تو ضرور یاد رکھتا۔ میری یادداشت کمزور نہیں ہے۔"

دیوی نے طرح طرح سے معلومات حاصل کرنے کی کوششیں کیں پھر بولی "انہیں جانے دو۔"

دونوں جاسوس انہیں لے کر چلے گئے۔ دیوی نے کہا "کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے نے تمہارے ہیڈ کوارٹر کے کسی فوجی جوان یا افسر کے دماغ میں جگہ بنالی ہے۔ اس نے ڈاکٹر اور نرس کے چیمبر میں جانے کا فائدہ اٹھایا ہوگا اور یہاں اپنے کسی آلۂ کار کے ذریعے اسی کاؤنٹر والے فون سے باتیں کی ہوں گی۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "ہمیں سراغ لگانا ہوگا کہ کس دشمن نے ہمارے کس جوان یا افسر کو آلۂ کار بنایا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ ہمارے ہیڈ کوارٹر کے اندر پہنچنے کا راستہ بنا چکا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "یہ ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ وہ دشمن یہ معلوم کرلے گا کہ ہم نے کئی نئے خیال خوانی کرنے والے تیار کئے ہیں اور وہ اس اسپتال میں ہیں۔ وہ ہمارے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نقصان پہنچا سکتا ہے یا انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا سکتا ہے۔"

سپر باسٹر نے انٹر کام کے ذریعے اپنے ایک نائب کو حکم دیا "اسپتال میں جو عملہ ابھی ڈیوٹی پر ہے اسے فوراً تبدیل کرو۔ ایک وارڈ بوائے سے لے کر بڑے ڈاکٹر تک کو بھی وہاں سے نکال کر دوسرے ڈاکٹر وغیرہ کو حاضر ہونے کا فوراً حکم دو۔ جتنے مسلح جوان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اسپیشل وارڈ میں ہیں' انہیں بھی بلا تاخیر وہاں سے ہٹا کر نئے جوانوں کو پہرے پر لگا دو۔ یہ کام دس پندرہ منٹ کے اندر ہو جانا چاہئے۔"

پھر اس نے ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کر کے کہا۔ "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہمارے فوجیوں کو اپنا آلۂ کار بنا تا پھر رہا ہے۔ آپ اپنے تمام ماتحتوں کو یہاں ہیڈ کوارٹر کے تمام شعبوں میں پھیلا دیں۔ آپ کے تمام جاسوس ہمارے فوجیوں کے چہروں اور ان کی حرکتوں سے معلوم کر سکیں گے کہ ان میں سے کتنے افراد آلۂ کار بن کر ایک یا کئی دشمنوں کے زیر اثر آچکے ہیں۔"

سپر باسٹر نے انٹر کام کو آف کر دیا۔ ایک فوجی اعلیٰ افسر نے کہا۔ "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے جہاں چاہتے ہیں وہاں پہنچ کر خفیہ راز معلوم کر لیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے' دشمن اب سے پہلے بھی یہاں چپکے سے آتے رہے ہوں۔ آج پہلی بار ایک شخص نے خفیہ طور پر ہماری تمام گفتگو سننے کے بعد خود کو ظاہر کیا ہے۔"

دیوی نے کہا "مسلمانوں کی حمایت میں بولنے والا اور مجھے چیلنج کرنے والا وہ کوئی مسلمان ہی ہو سکتا ہے۔ میں نے سوچا' شاید ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اور خصوصاً کسی یہودی نے مسلمان بن کر ہمیں دھوکا دیا ہوگا۔ اس خیال سے میں تمام یہودی

خیال خوانی کرنے والوں کے چور خیالات پڑھ آئی ہوں۔ میں نے اپنے ہندو اور عیسائی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی پرکھ لیا ہے۔ میرے زیر اثر رہنے والے کسی بھی شخص نے ہمیں دھوکا نہیں دیا ہے۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی یہاں موجود ہے تو میں اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ سب انتظار کرنے لگے کہ کچھ دیر پہلے جو شخص خیال خوانی کے ذریعے آیا تھا اور پھر فون کے ذریعے گفتگو کی تھی' وہ شاید جواباً کچھ کہے گا لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ دیوی نے ایک فوجی جوان کی آواز بھی سنائی تاکہ وہ اس کے دماغ میں آکر اس کی زبان سے گفتگو کرے۔ مگر اسے جو کہنا تھا وہ کہہ کر جا چکا تھا۔

دیوی نے پوچھا "اوکلا ہوما میں مسلمانوں کی تعداد کتنی ہوگی؟"

سپر باسٹر نے کہا "وہاں تقریباً پانچ ہزار مسلمان ہیں اور وہیں ان کا ایک اسلامک سینٹر قائم ہے۔ ان سینٹروں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ اوکلا ہوما کے سب سے قریبی ٹاؤن نورمان میں ۲۰۰ اسلامک سینٹر اور ایک مسجد ہے۔ ایک ٹیلی وژن نیٹ ورک کے ذریعے اسلامی پروگرامز بھی پیش کئے جاتے ہیں۔"

دیوی نے کہا "یہ تو ایک شہر اور اس کے قصبے کی بات ہے۔ کیا اس سے اندازہ نہیں ہوتا کہ امریکا میں مسلمانوں کی صرف تعداد ہی نہیں بڑھ رہی ہے بلکہ ان کی سرگرمیاں بھی تسلسل سے جاری ہیں۔"

"یہی تو تشویش ناک مسئلہ ہے۔ برسوں پہلے جب پیرس کے مضافات میں بابا فرید واسطی نے اپنا اسلامی ادارہ قائم کیا تھا تو اسے ایک معمولی سا ادارہ سمجھا گیا تھا۔ گروہ جسے ذرہ سمجھا گیا تھا وہ آفتاب ہوگیا۔ آج پورے فرانس کی دوسری بڑی آبادی مسلمانوں کی ہے۔ ہمارے ملک میں بھی مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ تمام اسلامی ممالک سے تبلیغی جماعتیں آتی ہیں۔ بعض دولت مند ممالک کی جماعتیں کسی نہ کسی شہر میں ایک مسجد اور اسلامک سینٹر ضرور قائم کرتی ہیں۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "ایسے تمام اسلامی ممالک سے ہمارے مستحکم سفارتی تعلقات ہیں۔ اس لئے ہم تبلیغی جماعتوں کو یہاں آنے سے نہیں روک سکتے۔ ہم پابندی عائد کریں گے تو وہ اسلامی ممالک میں بھی ہمارے عیسائی مشن پر پابندی لگائیں گے اور انہیں چرچ وغیرہ تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"کچھ بھی ہو۔ اس تیز رفتار اسلامی گھوڑے کو لگام دینا چاہئے۔"

"یہی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اسی مقصد کے لئے قاہرہ کانفرنس منعقد کی گئی تھی۔ لیکن سعودی عرب' ایران' عراق اور براعظم افریقہ کے چند اسلامی ممالک نے اس کانفرنس کا بائیکاٹ کیا۔ ستان جیسے چند ممالک نے اس میں اس لئے شرکت کی کہ انہیں ی بڑی مالی امداد کا لالچ دیا گیا تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ امداد حاصل رنے کے لئے اپنے ملک کی آبادی کو کم سے کم کرنے کے گراموں پر عمل کر رہے ہیں گویا مسلمانوں کی تعداد کم کرتے ارہے ہیں۔"

یوں دیکھا جائے تو بڑھتی ہوئی آبادی کسی بھی ملک کے لئے ال جان ہے۔ بے شک آبادی کم ہونا چاہئے لیکن انصافاً یہ بھی طے پانا چاہئے کہ کس مذہب کی آبادی کتنی ہو۔ اگر آج مسلمانوں ی آبادی ایک ارب ۲۵ کروڑ ہے تو دنیا کے مسائل کم کرنے کے لئے ۲۵ کروڑ مسلمان کم کر دیئے جائیں گے۔ بلکہ کشمیر' بوسنیا اور ہرزیگووینا میں کم ہوتے جا رہے ہیں لیکن عیسائی' یہودی اور ہندو اپنی اپنی آبادی کس تناسب سے کم کریں گے؟

تمام یورپ' امریکا اور بھارت میں جنسی بے راہ روی اور آزادی ہے۔ ان ممالک میں جائز اور ناجائز بچے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ ان کے ہاں یقیناً خاندانی منصوبہ بندی کا پرچار ہوتا ہے لیکن بچوں کی پیدائش میں کمی نہیں ہوتی۔ ہندو' یہودی اور عیسائی اپنی تعداد بڑھا رہے ہیں۔ ایسی ناقابل تردید حقیقت کے پیش نظر خاندانی منصوبہ بندی مسلمانوں کے خلاف سیاسی چال ہے۔ پاکستان یں اگر صرف تعلیمی استعداد اور زرعی پیداوار بڑھائی جائے زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانے نکالنے کی طرف اتنی زیادہ توجہ دی جائے جتنی خاندانی منصوبہ بندی کی طرف دی جاتی ہے تو مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی زحمت نہیں' رحمت بنتی جائے گی لیکن جہاں بھی چند سیاستداں لوٹ کھسوٹ کے ذریعے ملکی خزانہ خالی کریں گے' وہاں غیر مسلموں سے مالی امداد حاصل کرنے کے لئے مسلمان آبادی کے قاتل بنتے رہیں گے۔ صرف چھ ماہ کے اندر ملک کے مختلف حصوں میں تقریباً چار ہزار پاکستانی مسلمان کم ہو چکے ہیں۔

یہ ایک پرانا مگر مبنی بر حقیقت شعر ہے کہ

سچائی چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

مذکورہ شعر کے مصداق اصلی مجرم گرفتار ہوگئے۔ وہ گوری نسل کے امریکی مسیحی تھے۔ ان کا تعلق مسلح تنظیم مشی گن ملیشیا سے تھا اور انہوں نے اوکلا ہوما میں ہونے والے بم دھماکے کی ذمے داری قبول کرلی تھی۔

مغربی ذرائع ابلاغ نے اس سے پہلے بڑے زور و شور سے انتہا پسند مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا کیا تھا۔ انہیں بم دھماکے کا ملزم ٹھہرایا تھا۔ اب سی این این سمیت تمام ذرائع ابلاغ کو مشی گن ملیشیا کی تخریب کاری تسلیم کرنی پڑی۔

دو برس پہلے ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں بم کا جو دھماکا ہوا تھا اس کی بھی ذمے داری مسلمان تنظیموں پر عائد کی گئی تھی۔ اس جھوٹے الزام کو ثابت کرنے کے لئے یوسف رمزی کو خفیہ طور سے اسلام آباد پہنچایا گیا۔ پھر وہاں سے گرفتار کر کے امریکا بھیج دیا گیا۔ یہ چال بڑی زبردست تھی مگر چالیں خواہ کتنی ہی شاطرانہ ہوں' وہ سچائی سے زیادہ زبردست نہیں ہوتیں۔

چالبازوں کو احساس ہوا کہ ان سے کہیں غلطی ہوگئی ہے۔ اس غلطی پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ بات پھیلائی گئی کہ یوسف رمزی کے خلاف جو ریکارڈ تھا وہ فائل گم ہوگئی ہے یا چوری ہوگئی ہے۔ اس طرح یوسف رمزی کا معاملہ کھٹائی میں ڈال دیا گیا ہے۔

پارس کا سایہ رات کے وقت ڈی کے اندر سے نکل کر اسپتال سے باہر آیا۔ وہ تاریکی میں چلتا رہا تاکہ کسی کو نظر نہ آئے۔ اگر نظر آنے کا خدشہ ہوتا تو وہ کسی کے بھی جسم میں سما جاتا۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ بڑی آسانی سے سپر باسٹر کے بنگلے کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں ایک ڈرائنگ روم اور دو بیڈ روم تھے۔ جس طرح اس کے دفتر میں کئی ٹیلی فون تھے' اسی طرح بنگلے کے ہر کمرے میں ایک ٹیلی فون تھا۔ پارس نے ایک خالی بیڈ روم میں آکر وہاں کے فون کا ریسیور اٹھایا۔ پھر دوسرے بیڈ روم کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسرے بیڈ روم میں سپر باسٹر سو رہا تھا۔ گھنٹی کی آواز پر بیدار ہوگیا' ریسیور اٹھا کر بولا "ہیلو۔"

پارس نے کہا "میں وہی ہوں جو دو روز پہلے دیوی کی موجودگی میں تمہارے اندر آیا تھا۔ پھر فون کے ذریعے دیوی کو چیلنج کیا تھا۔ وہ نصیب والی ہے کہ کسی بھی دھماکے کے سلسلے میں مسلمان بدنام نہیں ہوئے۔ اگر ہوتے تو اسے پھر زمین کے اندر گھر آباد کرنا پڑتا۔"

"تم کون ہو؟ اس روز تم نے کہا تھا کہ میں سپر باسٹر ہوں مگر ایک دیوی کا غلام ہوں۔ تمہاری یہ بات کڑوی ہے مگر سچ ہے۔ کیا تم مجھے غلامی سے نجات دلا سکتے ہو؟"

"تمہیں ایسا سوچنا بھی نہیں چاہئے کیونکہ دیوی جب بھی تمہارے اندر آئے گی' تمہارے چور خیالات سے معلوم کرلے گی کہ تم اس کے خلاف مجھ سے مدد حاصل کر رہے تھے۔"

"میں صرف اتنا پوچھتا ہوں' کیا میرے اپنے دماغ میں دیوی کے آنے کا راستہ روکنے کی تدبیر کر سکتے ہو۔"

"سوال پیدا ہوتا ہے' تدبیر کیوں کروں؟ کیوں تمہیں اس کی غلامی سے نجات دلاؤں۔ کیا تم میرے سگے ہو؟ اور مسلمانوں کے

ہمدرد ہو؟"

"مجھ سے کوئی سی بھی قسم لے لو۔ میں غلامی سے نجات حاصل کرنے ہی صرف مسلمانوں کی حمایت کرتا رہوں گا۔"

"اگر ایسی بات ہے تو اپنی بیوی کی قسم کھاؤ۔"

"میری بیوی نہیں ہے۔ میں نے ابھی تک شادی نہیں کی ہے۔"

"تعجب ہے تم نے ابھی تک ایک بیوی کی غلامی قبول نہیں کی۔ دنیا کے نوّے فیصد مرد اپنی بیوی یا داشتہ کے غلام ہوتے ہیں۔ نوّے فیصد میں تمہارا نام بھی ہونا چاہئے۔ لہٰذا جب تک ایک بیوی کی غلامی قبول نہیں کرو گے تب تک تمہیں دیوی کا غلام بن کر رہنا پڑے گا۔"

"یہ کیا فضول سی بات کر رہے ہو۔ پلیز سنجیدگی سے گفتگو کرو۔"

"میں نہایت سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں کہ میں اپنی عورت کا یعنی کہ بیوی کا غلام ہوں۔ اگر میں تمہیں دیوی سے نجات دلاؤں گا تو میری بیوی میرے خلاف عورتوں کا جلوس نکالے گی اور سب مل کر کہیں گی۔ ہائے ہائے میں نے بغاوت کی ہے اور ایک سپر اسٹار کو ایک عورت کی غلامی سے نجات دلائی ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "کیا تم پاگل ہو؟"

"اگر میں پاگل ہوتا تو ایک سپر اور کہلانے والے ملک کے سپر اسٹار کے بنگلے تک کیسے پہنچ جاتا۔ ہیڈ کوارٹر کے ایکسچینج سے معلوم کرو۔ میں جا رہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر بنگلے سے باہر چلا گیا۔ سپر اسٹار نے فوراً ہی آپریٹر سے پوچھا "ابھی کوئی شخص کس فون سے مجھ سے باتیں کر رہا تھا؟"

آپریٹر نے حیرانی سے کہا "سر! آپ کے ایک بیڈ روم کے فون سے باتیں کی جا رہی تھیں۔ ہمیں آپ کا فون سننے کی ممانعت ہے۔ لہٰذا میں سمجھا آپ کے بنگلے کا سیکیورٹی افسر آپ سے ضروری گفتگو کر رہا ہوگا۔"

سپر اسٹار نے ریسیور رکھ کر سیکیورٹی ٹی وی کنکشن کے ذریعے سیکیورٹی افسر کو بلایا۔ وہ فوراً حاضر ہو گیا۔ اس نے پوچھا "میرے دوسرے بیڈ روم میں کون آیا تھا؟"

"سر! کوئی نہیں آیا تھا۔ میرے تمام گارڈز مستعدی سے پہرا دے رہے ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں بھی جاگ رہا ہوں۔"

"ابھی کسی نے دوسرے بیڈ روم کے فون سے مجھے مخاطب کیا تھا۔ یہ آپریٹر بھی کہہ رہا ہے۔ جاؤ پورے بنگلے کی تلاشی لو۔ وہ کہیں چھپا ہوگا۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ بنگلے کے ایک ایک حصے کو دیکھا گیا۔ وہ نظر نہیں آیا تو یہی رائے قائم کی گئی کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے سیکیورٹی افسر یا کسی اور گارڈ کو آلۂ کار بنا کر بنگلے کے اندر بھیجا تھا اور اس کے اندر رہ کر گفتگو کی تھی۔

پارس نائٹ ڈیوٹی کرنے والے ایک ڈاکٹر کے دماغ میں آیا تھا۔ اس ڈاکٹر نے پارسن کی مرضی کے مطابق ایک بڑی سی سرنج میں زہریلی دوا بھری۔ اس کے بعد اس وارڈ میں آیا جہاں ہر کمرے میں ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا سو رہا تھا۔ پہرا دینے والے فوجی جوان اس ڈاکٹر کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ لہٰذا اسے اندر جانے سے نہیں روکا۔

پارس اسے چھ بھارتی فوجی جوانوں کے کمرے میں باری باری لے گیا۔ انہیں دیوی نے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے ناقابلِ شکست بھارتی سورما بنایا تھا۔ ڈاکٹر نے ان میں سے ہر ایک کے جسم میں اسی ایک سرنج کے ذریعے تھوڑی تھوڑی سی دوا انجکٹ کی۔ پھر اپنے چیمبر میں واپس آ گیا۔ اس نے دیوی کی ڈی اور سپر اسٹر کے تین نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے جسموں میں زہر انجکٹ نہیں کیا۔ ویسے ڈاکٹر نے جو بھی کیا' اسے خبر نہیں تھی کہ اس نے کیا کیا ہے؟

پارس وہاں سے سپر اسٹر کے دفتر میں آیا۔ وہاں اس کی کرسی پر بیٹھ کر ایک قلم اٹھا کر ایک کاغذ پر لکھنے لگا "تمہیں دیوی جی لکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ میں نے تمہاری جیسی بدچلن دیوی نہیں دیکھی۔ تم نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ لیکن جب بھی تمہارے جذبات بھڑکتے ہیں' تم ٹیلی پیتھی جاننے والے بچے پیدا کر لیتی ہو۔ پہلے تمہارے تین بچے اجے' وجے کمار اور راجیش مارے گئے۔ ایک رگھوناتھ بچ گیا۔ یہاں اسپتال میں تمہارے چھ بچے تھے۔ میں نے انہیں مار ڈالا ہے۔ صرف ایک عورت کو اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ میں عورتوں پر ظلم نہیں کرتا۔ آئندہ بے حیائی نہ کرنا۔ بچے پیدا کرنے کا شوق ہے تو پہلے شادی کرو۔ شادی سے پہلے جب بھی تم ایسی کوششیں کرو گی' میں ان تمام بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حرام موت مارتا رہوں گا۔ آزمائش شرط ہے۔ فقط تم اینٹ' میں پتھر....."

وہ اس کاغذ پر ایک پیپر ویٹ رکھ کر آرام سے سونے کے لئے دیوی کی ڈی کے پاس چلا گیا۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات ۳۳ ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں
جو کہ ۱۵ ستمبر ۱۹۹۶ء کو شائع ہوگا

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

دلوں

33

تینتیسواں حصّہ

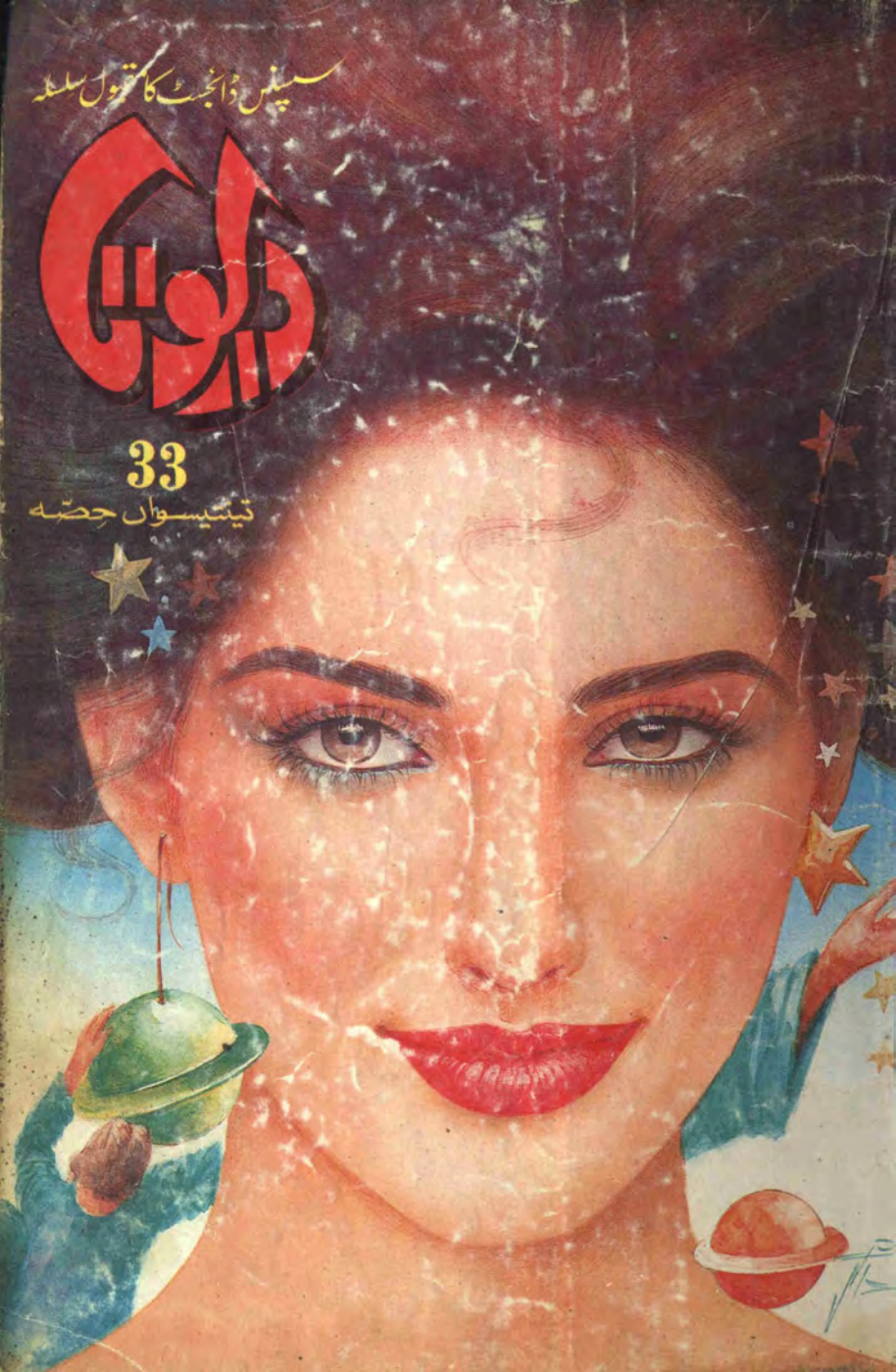

سسپنس کا مقبول ترین سلسلہ

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک طلسماتی اور سحر انگیز آدمی کے شب و روز جس نے جو چاہا فتح کر لیا اور جب چاہا کسی کو موت دے دی۔ خیال خوانی میں ایک نیا جہان معنی متعارف کروانے والے شخص کی جولانیِ طبع کی فسوں کاری۔ اس کی شہرت چار دانگ پھیل چکی ہے۔

عریانی یہ نہیں ہے کہ کوئی آفت کی پرکالہ بے لباس ہو جائے۔ اگر یہ عریانی اور بے شرمی ہوتی تو دنیا کا ہر بچہ ننگا پیدا نہیں ہوتا۔

دراصل عریانی یہ ہے جو شرم و حیا کے برعکس ہوتی ہے مثلاً ایک حسینہ نے مکمل لباس پہنا ہوا ہے۔ لیکن لباس کی تراش خراش ایسی ہو کہ ہر ہر قدم پر بدن کے دلکش نشیب و فراز دعوتِ نظارہ دیتے ہوں تو ایسی حسینہ ملبوس رہ کر بھی بے لباس رہتی ہے۔ دیکھنے والوں کی نگاہوں کو دور تک اپنے اندر پہنچاتی ہو تو اسی نفسیاتی حربے کو عریانی کہتے ہیں۔

ثانی اور علی پاکستان آ گئے تھے اور اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں سیاح کی حیثیت سے مقیم تھے۔ انہوں نے چند دنوں میں ہی جاپان کے مشن کو مکمل کر لیا تھا۔ نئے مذہب کے گرو شوکو آساہارا نے عدالت میں اپنے ہزاروں ہم شکل پیدا کر کے فیصلہ سنانے کی تاریخ کو اگلی پیشی تک ٹال دیا تھا۔ ثانی اور علی نے یہی حربہ استعمال کیا۔ شوکو آساہارا کا ایک ہم شکل بنایا۔ پھر اس کے طویل گناہوں اور جرائم کی ایک ویڈیو کیسٹ تیار کی۔ اسے پورے جاپان میں ریلیز کیا اور شوکو آساہارا سے کہا گیا کہ وہ مجرم نہیں بلکہ ایک مذہبی پیشوا ہم شکلوں کے درمیان چھپا نہ رہے۔

لیکن وہ عدالت میں حاضر نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس کے خفیہ اڈوں تک علی پہنچ گیا تھا۔ ایک تہ خانے سے مختلف بینکوں کی لوٹی ہوئی رقمیں اور صنعت کاروں کے سیف سے چوری کئے ہوئے ہیرے جواہرات برآمد ہوئے تھے۔ وہ بری طرح ثانی اور علی کے دام میں آ گیا تھا۔ اس کے سامنے دو ہی راستے رہ گئے تھے کہ جاپان سے فرار ہو کر اپنے آقاؤں کے کسی ملک میں پناہ لے یا خود کو عدالت میں پیش کرے۔

اتنے زبردست مذہبی جرائم کا جال پھیلانے والا کبھی خود کو عدالت میں پیش نہیں کر سکتا تھا۔ اب وہ اپنے آقاؤں سے کسی ملک میں پناہ مانگ رہا تھا لیکن دیوی کا خیال تھا کہ اسے بے نقاب کرنے والا برادر کبیر ہے۔ اس کا سایہ شوکو آساہارا کے اندر رہتا ہے۔ وہ اس سے عدالت میں حقیقت اگلوا دے گا کہ یورپ اور امریکا والے اسے بڑی رقمیں دے کر اپنا آلۂ کار بنائے ہوئے تھے۔ لہٰذا اس کے عدالت میں پہنچنے سے پہلے اسے ختم کر دیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو وہ شوکو آساہارا کبھی اس سائے سے پیچھا نہیں چھڑا سکے گا۔ وہ جس ملک میں پناہ لینے جائے گا' اس ملک کے حکمرانوں کی شامت آ جائے گی۔

واقعی ایسا ہو سکتا تھا اگر وہ سایہ اس کے اندر ہوتا۔ ثانی اور

علی نے یہ کارنامہ انجام دیا تھا اور نام سائے کا ہو رہا تھا۔ بہرحال سپرماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بوبی بیکر نے شوکو آسا ہارا کا کام تمام کردیا۔ اب کوئی نیا مذہبی گرو اس کا جانشین بننے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ اس لئے کہ اس کے ہم شکل مریدوں نے اس کا فراڈ اور اس کا عبرتناک انجام دیکھ لیا تھا۔

یوں ثانی اور علی کا کام وہاں ختم ہوچکا تھا۔ جناب تمیرزی نے انہیں اسلام آباد جانے کی ہدایت کی اور روانگی سے پہلے سمجھایا۔ "مغربی ممالک مسلمانوں کے اضافے سے خائف ہیں اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو "پاپولیشن بم" کا نام دے رہے ہیں۔ اس صدی کے دوسرے نصف حصے میں یعنی پچھلے پچاس برسوں میں دیت نام کو چھوڑ کر جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں' وہ سب ازخود لڑی نہیں گئیں بلکہ سیاسی چالبازی سے وہ تمام جنگیں اسلامی ممالک میں لڑائی گئیں۔ کشمیر' فلسطین' بوسنیا' برما' صومالیہ' چیچنیا' افغانستان' قبرص اور ہندوستان میں مسلم کش فسادات اور خود پاکستان میں فرقہ واریت اور لسانیت کی بنیاد مسلمانوں کی جان و مال کی بے حرمتی جیسی مثالیں خوابیدہ مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔ ان پچاس برسوں میں کرۂ ارض پر سب سے زیادہ مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔ سب سے زیادہ مسلمان مرد' عورتیں' بچے اور بوڑھے وغیرہ قتل کئے گئے۔

"مسلمانوں کی تعداد کم کرنے کی یہ سیاسی جنگیں آج بھی جاری ہیں۔ ماضی میں جب مسلمان صلیبی جنگ لڑنے کے لئے عیسائیوں کے خلاف صف آرا ہوئے تھے تو انہیں اپنے دشمن آنکھوں کے سامنے نظر آتے تھے۔ آج وہ دشمن نظر نہیں آتے۔ آج وہی عیسائی اور یہودی ائرکنڈیشنڈ ڈرائنگ روم میں بیٹھے سیاسی حکمتِ عملی سے مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں اور اپنا خون اور اپنے ہی لوگوں کا خون بہانے والے مسلمانوں کی سمجھ میں اتنی سی بات نہیں آرہی ہے کہ وہ صلیبی ہتھیاروں سے اپنی ہی قوم کے قاتل بن رہے ہیں۔

"یہ علمائے دین اور بے شمار ایمان والوں کا حوصلہ اور جذبۂ ایمانی ہے کہ وہ محدود وسائل کے باوجود اسلام کو پھیلانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اس کے نتیجے میں مسلمان اگر ایک طرف سازشوں کے تحت مر رہے ہیں تو دوسری طرف اسلام پھلتا' پھولتا اور پھیلتا جارہا ہے اور کلامِ پاک کے اس کلام کی تصدیق ہورہی ہے کہ اسلام تاقیامت زندہ رہے گا۔

"ان پچاس برسوں میں ہندوؤں' یہودیوں اور عیسائیوں کی سمجھ میں آگیا ہے کہ مسلمان جنگوں سے اور حادثوں سے کم نہیں ہوں گے۔ انہیں صرف جسمانی موت مارنا کافی نہیں ہے۔ دنیا کی کوئی بھی قوم اس وقت مرتی ہے جب اس کی تہذیب' اس کے اصول اور اس کے رسم و رواج کو کمزور سے کمزور تر بنایا جاتا ہے۔ اسلامی تہذیب کئی معنوں میں دوسری تمام قوموں سے مختلف ہے۔

جس طرح مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو پاپولیشن بم POPULATION BOMB کا نام دیا گیا ہے اسی طرح مسلمانوں سے تہذیبی ٹکراؤ کو CLASH OF CIVILIZATION کا نام دے کر کہا جارہا ہے کہ دنیا کی دوسری قومیں بھی مہذب ہیں لہٰذا دنیا کے تمام انسانوں کو ایک جیسی تہذیب کا حامل ہونا چاہئے۔"

اس کی وضاحت یہ ہے کہ مشرقی و مغربی تہذیب کو ایک دوسرے سے گلے ملنا چاہئے۔ وہ ہماری تہذیب اپنائیں۔ ہم ان کی تہذیب اپنائیں۔ یہ بات اس حد تک درست ہے کہ دوسروں سے جو اچھائیاں ملتی ہیں انہیں ضرور اپنانا چاہئے۔ یہ ہماری صوابدید پر ہے کہ ان اچھائیوں کو ہر پہلو سے سمجھ کر انہیں کس حد تک قبول کرسکتے ہیں۔

تہذیب کی ابتدا شرم اور اخلاقی تقاضوں پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ اگر ہم زیادہ بچے پیدا کرتے ہیں اور انہیں شرم' اخلاق اور تعلیم نہیں دے سکتے تو اس کا مطلب ہے کہ کیڑے مکوڑے پیدا کرتے ہیں۔ ثانی نے کہا "اگر بچوں کو موجودہ دور کے مطابق تعلیم و تربیت نہ دی جائے تو یہ بچوں کا نہیں' ان کے والدین اور باپ دادا کا قصور ہے۔"

علی نے کہا "اگر باپ کی آمدنی محدود ہو اور بچوں کو ذہانت سے پروان چڑھانے کے لئے سرکار کی طرف سے سہولتیں حاصل نہ ہوں تو وہ زمین پر بوجھ بن کر رہیں گے۔ پاکستان میں یہی ہو رہا ہے۔ تمام جوانی خون پسینہ بہا کر محنت کرنے والے بوڑھوں کو ان کی جوان اولاد' گھر سے نکال دیتی ہے یا ایک اسٹور روم میں کھانسنے اور خون تھوکنے کے لئے چھوڑ دیتی ہے۔ ملک میں ان کے تحفظ کے لئے سرکاری ادارے نہیں ہیں۔ یتیم ہونے والے بچے کم سنی سے محنت و مشقت کرتے ہیں یا بھیک مانگتے ہیں۔ ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے لئے بھی ادارے نہیں ہیں۔ جوان بیوائیں' غنڈوں موالیوں کی داشتائیں بننے پر مجبور ہوجاتی ہیں۔"

"جناب تمیرزی نے شاید اسی لئے ہمیں اسلام آباد بھیجا ہے کہ ہم پاکستانی قوم کو اس کی ذمے داریوں کا احساس دلائیں۔"

"صرف پاکستانی قوم کو نہیں' خاص طور پر سیاستدانوں کو احساس دلائیں کہ وہ ملکی خزانہ خالی کرنے اور اربوں روپے کے قرض دار بننے کے بعد ورلڈ بینک' اقوام متحدہ اور امریکا کی بنائی ہوئی تہذیبی پالیسیوں پر عمل کررہے ہیں۔ یہ وہ پالیسیاں ہیں جو عوام کو غریب سے غریب تر بنا کر بے حیائی کی طرف مائل کریں گی کیونکہ ایک شاخ جتنی سوکھے گی اتنی ہی جلدی ٹوٹے گی اور عوام مہنگائی کے باعث جتنے ٹوٹتے رہیں گے اتنی ہی جلدی بے حیائی کے سیاسی تیزاب کو تسلیم کرکے اسلامی تہذیب کی نفی کرنے پر مائل ہوتے رہیں گے۔"

"کسی کے گھر کو آگ لگانے والا اس کی تباہی و بربادی کو اس وقت تک نہیں سمجھتا جب تک کہ خود اس کے گھر میں آگ نہ لگے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

علی نے تائید میں سر ہلا کر کہا "تمہارا خیال درست ہے۔ سیاستدانوں کو یہ احساس دلانا ہوگا کہ جو آگ وہ عوام کے گھروں میں لگا رہے ہیں' وہی شعلے آگ لگانے والوں کو اپنی لپیٹ میں لیں گے تو شاید انہیں کچھ عبرت حاصل ہوگی۔"

"تو پھر ہم اپنا کھیل چند بڑے سیاستدانوں سے شروع کریں گے۔ جس طرح تم نے جاپان میں اس نئے مذہب کے گرو کو وڈیو فلموں کے ذریعے پھانسا تھا اسی طرح یہاں بھی وڈیو شوٹنگز کے انتظامات مکمل رکھو۔ میں اپنا کام شروع کررہی ہوں۔"

اس سے پہلے کہ ثانی اور علی کے ویلپ کیل کی روداد بیان کی جائے' اس کی تھوڑی سی تفصیل بیان کرنا ضروری ہے کہ ہمارے ملکِ خداداد میں بہت آہستہ آہستہ بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے کس طرح بے حیائی کو فروغ دیا جارہا ہے۔

ایک وقت تھا جب ریڈیو اور ٹی وی کے پروگرام کے دوران اذان نشر نہیں کی جاتی تھی۔ پھر اذان کا سلسلہ شروع ہوا تو آج تک جاری ہے۔ ٹی وی پر خبریں سنانے' کمپیئرنگ اور اناؤنسمنٹ کرنے والی خواتین کے لئے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ وہ اپنے سروں پر دوپٹے کا آنچل رکھیں۔ اسے محض دوپٹا نہیں حیا کا آنچل سمجھیں۔ خوشی کی تقریبات کے دوران مرد رقص کرتے تھے۔ ٹی وی اسکرین پر عورتوں کا رقص ممنوع تھا۔ ایسی بہت سی باتیں تھیں جو شرم و حیا اور اسلامی اصولوں کے مطابق تھیں۔

آج ٹی وی پر خانہ پری کے لئے یا رسم نباہنے کے لئے صرف ان رہ گئی ہے۔ باقی اسکرین پر نظر آنے والی خواتین کے سروں سے دوپٹا غائب ہوتا جارہا ہے۔ بعض ڈراموں میں خواتین نے پٹے سے پرہیز کیا ہے یا پھر رسماً شانے پر ڈال لیا ہے جو پھسل کر گود میں آجاتا ہے۔

یہ چھوٹی سی اور معمولی سی بات ہے بلکہ نظارہ حسن کرنے والوں کے لئے تو یہ دلچسپی کا سامان ہے۔ اگر ذرا سی ناخن برابر بے حیائی مزہ دیتی ہو تو اس پر اعتراض نہیں کیا جاتا۔ مگر درسِ حیا میں برائی ہے۔ طبی نقطۂ نظر سے ناخن میں میل ہو تو وہ کھانے کے ساتھ پیٹ میں پہنچ کر طرح طرح کی بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح برابر بے حیائی نے ترغیب دیتے دیتے ایڈز جیسا لاعلاج مرض پیدا کردیا ہے۔

خواتین کی معقول آزادی اور شریفانہ سماجی و گھریلو سرگرمیوں کے متعلق کلامِ پاک اور احادیث وغیرہ میں تفصیلات موجود ہیں اور ورلڈ بینک نے جو قرضے دیئے ہیں اور آئندہ بھی امریکا کے مالی اداروں سے جو بھاری قرضے ملنے والے ہیں وہ اسی شرط پر دیئے جارہے ہیں کہ اسلامی تہذیب میں رفتہ رفتہ تبدیلیاں لائی جائیں۔ کلچر کو اتنا عام کیا جائے اور یہ کنڈوم اتنی آسانی سے دستیاب ہوتے رہیں کہ یہ صرف شادی شدہ جوڑے تک ہی نہیں' اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں اور لڑکوں کے پرس اور جیبوں میں پہنچتے رہیں۔

ثانی نے سب سے پہلے اسلام آباد کی ان بڑی بیگمات کے اندر جگہ بنائی جو سوشل ورک کے نام پر بڑی بڑی سماجی تنظیمیں قائم کرچکی تھیں اور اپنے اجلاس میں متوسط طبقے کی خواتین کو کھانے پینے اور اپنے مشورے سننے کی دعوتیں دیتی تھیں۔ وہ بچیاں چھوٹے چھوٹے مکانات سے آنے والیاں ان بیگمات کی شان و شوکت سے زیادہ متاثر ہوتی تھیں۔ ان کے ملبوسات' ہیرے موتیوں والے زیورات' ان کی کاریں اور ان کے باوردی ملازمین کو دیکھ کر وہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہوجاتی تھیں۔

وہ کہتی تھیں۔ یہ مولوی حضرات اپنی گھسی پٹی نصیحتوں سے پاکستانی قوم کو ہزاروں سال پیچھے لے جانا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں... ٹی وی پر ناچ گانے کے پروگرام نہیں ہونے چاہئیں یہ کیسی بچکانہ باتیں ہیں جبکہ بھارتی نیم عریاں فلموں کے وڈیو کیسٹس پورے پاکستان میں دیکھے جاتے ہیں۔ پھر ڈش انٹینا اتنا عام ہورہا ہے کہ اب غریب محلوں کے دو چار گھروں میں بھی نظر آنے لگا ہے۔ سیٹلائٹ کے ذریعے دنیا کی آزاد خیال عورتیں اب پاکستان کے ہر گھر میں پہنچ رہی ہیں' جنہیں پاکستانی مولوی حضرات بھی روک نہیں پارہے ہیں۔

ایسے ہی ایک اجلاس میں خواتین کے درمیان بیٹھی ہوئی ایک لڑکی نے ایک تقریر کرنے والی بیگم سے کہا "بیگم صاحبہ! میں مداخلت کی معافی چاہتی ہوں۔ سیٹلائٹ کے طلسم کو اور ڈش انٹینا سے ملنے والے نئے اسباق کو روکا جاسکتا ہے۔"

بیگم کو اس کی مداخلت ناگوار گزری کیونکہ وہ تقریر لکھوا کر اور اسے اچھی طرح یاد کرکے آئی تھی۔ اب مداخلت کی وجہ سے تقریر کی صحیح ترتیب بھولنے والی تھی۔ وہ لڑکی کو دیکھ کر ناگواری سے بولی۔ "تم کون ہو؟ کیا نام ہے تمہارا؟"

"میں ایک غریب لڑکی ہوں۔ میرے ابو کی ماہانہ تنخواہ دو ہزار روپے ہے۔ میرا نام صابرہ ہے۔ ہماری غریبی کے مطابق یہ صبر کرنے والا نام موزوں ہے۔"

"تم غربت اور عاجزی ظاہر کررہی ہو۔ لیکن سیٹلائٹ کے طلسم کو روکنے کا دعویٰ کررہی ہو۔ شاید تمہیں پتا نہیں ہے کہ سیٹلائٹ کیا ہوتا ہے؟"

"میں نے دس جماعتیں پڑھی ہیں۔ کسی حد تک سیٹلائٹ اور الیکٹرونک میڈیا کے متعلق جانتی ہوں لیکن ہمارے ہاں ناخواندہ عورتوں اور مردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ وہ ناخواندگی اور جہالت کے باوجود سمجھتے ہیں کہ سیٹلائٹ بھی شاید امریکا کا دوسرا نام ہوگا۔ اگر عید کا چاند تیس روزوں کی تکمیل کے بعد نظر آنے والا ہو اور وہ ایک دن پہلے رویتِ ہلال کمیٹی کو نظر آجائے تو سمجھ میں آجاتا ہے کہ اب کے برس امریکی چاند اور امریکی عید ہے۔ مختصر یہ

کہ ہمارے ملک میں جو چیز سمجھ میں نہ آئے وہ یا امریکا سے منسوب ہوتے ہی سمجھ میں آجاتی ہے۔"

تمام بڑی بیگمات ایک اونچے خوب صورت سے اسٹیج پر شاہانہ طرز کی کرسیوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک بیگم نے اٹھ کر صابرہ سے پوچھا "کیا تمہیں اپوزیشن والوں نے بھیجا ہے اور تم ہمارے اجلاس کو ناکام بنانے کی احمقانہ کوششیں کررہی ہو؟"

صابرہ نے کہا "یہ اپوزیشن کیا چیز ہے؟ کیا اچھے اور سچے مسلمان ایک دوسرے کے مخالف ہوتے ہیں؟ مخالفتیں صرف وہاں ہوتی ہیں جہاں لوٹ کھسوٹ ہوتی ہے۔ ایران میں ڈش انٹینا پر پابندی عائد کردی گئی ہے۔ اس راستے کو روک دیا ہے جہاں سے بے حیائی آتی ہے۔ آپ بڑی بڑی بیگمات ہیں۔ آپ حکومت سے کہہ سکتی ہیں کہ وہ پاکستان میں بھی ڈش انٹینا پر پابندی لگائے۔ پھر سیٹلائٹ کا جادو ہم پر نہیں چلے گا۔ ہم تہذیب کے دائرے میں رہ کر اپنے ملک کے بہترین ٹی وی ڈرامے دیکھتے ہیں۔ یہ ڈرامے ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ اس شہرت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا ہماری باحیا تہذیب کو پسند کرتی ہے۔"

کتنی ہی عورتیں صابرہ کی تائید میں کہنے لگیں کہ یہ اجلاس تہذیب کے موضوع پر بحث کرنے کے لئے طلب کیا گیا تھا۔ لہٰذا ہماری تہذیب کے جو تقاضے ہیں ان پر سیر حاصل بحث کی جائے۔

تیسری بیگم نے کہا "ہم تہذیب پر ہی گفتگو کرنا چاہتے ہیں لیکن ابھی بیگم شائستہ صاحبہ نے تقریر کا آغاز کیا ہی تھا کہ اس لڑکی صابرہ نے مداخلت کرکے یہ ثابت کردیا کہ ہمارے ملک کی خواتین دنیا کی دوسری تمام خواتین کے شانہ بہ شانہ چلنا نہیں چاہتیں۔ کیا دس جماعتیں پڑھ لینے سے صابرہ دانشور کہلائے گی۔ ہمارے ہاں صدیوں سے ناخواندگی، جہالت اور پسماندگی چلی آرہی ہے۔ ہمیں بڑی فراخدلی اور کھلے ذہن سے یہ سوچنا اور سمجھنا ہوگا کہ ہم ترقی یافتہ قوم کی خواتین بن کر کیسے ابھر سکیں گے۔ پانچ برس کے بعد ہم اکیسویں صدی میں داخل ہوں گے۔ اس سے پہلے ہمیں روشن خیال بننا ہوگا۔"

صابرہ نے کہا "ہمارے پاس صدیوں سے بزرگوں کی دی ہوئی ایک روشنی ہے۔ ہم اکیسویں صدی میں اپنے سروں پر کلام پاک رکھ کر داخل ہوں گے۔"

ایک بیگم نے کہا "یہ اچھی بات ہے۔ ہم سب مسلمانوں کو ایسا سوچنا چاہئے لیکن جذباتی بن کر خود کو محدود کرکے ایسی بات نہ کہو۔ ہمیں زمانے کے ساتھ بھی چلنا ہے۔ یہ ہمارے ہی لئے کہا گیا ہے کہ دوڑو۔ میری ماؤں بہنو! دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا۔"

اس پر تمام بیگمات تالیاں بجانے لگیں۔ وہ بڑے بڑے سیاستدانوں کی بیگمات تھیں۔ ان کی حفاظت کے لیے سیکیورٹی کا نظام بہت سخت تھا۔ اجلاس میں بھی مسلح گارڈز کھڑے ہوئے تھے۔ اسٹیج پر کھڑے ہوئے ایک مسلح گارڈ نے ثانی کے زیر اثر آکر اس کی مرضی کے مطابق کہا "محترمہ بیگم صاحبہ! اگر آپ اجازت دیں تو میں چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں۔"

بیگم شائستہ نے کہا "ضرور کہو۔ اجلاس میں شریک ہونے والی خواتین تمہارے جیسے ملازموں کے طبقے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہم تمہاری زبان اچھی طرح سمجھیں گی۔"

مسلح گارڈ نے کہا "میرا نام محمد اکرم ہے۔ ساری دنیا مدر ٹریسا کو جانتی ہے۔ وہ نوبل انعام یافتہ خاتون ہیں اور عیسائی ہیں۔ آج کی دنیا میں اس محترم خاتون کی طرح کسی نے انسانیت کی تمام عمر خدمت نہیں کی۔ وہ عیسائی ہیں لیکن ہم مسلمان بھی انہیں سلام کرتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ قاہرہ کانفرنس کے نام پر آبادی کم کرنے کے غیر فطری منصوبے بنائے جارہے ہیں تو انہوں نے قاہرہ کانفرنس کے نام اپنے ایک پیغام میں کہا۔ زندگی کو جنگلی تشدد اور اسقاط حمل کے ذریعے ختم ہوتے دیکھنا سخت تکلیف کا باعث ہے۔ زندگی لینے کا حق صرف اسی (اللہ تعالیٰ) کو ہے، جس نے زندگی دی ہے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں، نہ ماں کو، نہ باپ کو، نہ ڈاکٹر کو، نہ کسی ایجنسی کو، نہ کانفرنس کو اور نہ ہی حکومتوں کو۔۔۔۔"

وہ آگے بھی کہنا چاہتا تھا کہ بیگم شائستہ نے چیخ کر کہا "یو شٹ اپ! نان سنس یہاں خواتین کی کانفرنس ہورہی ہے اور تم مرد ہو کر بول رہے ہو؟"

"معافی چاہتا ہوں۔ میں آپ سے اجازت لے کر اس لئے بول رہا تھا کہ آپ کو ایک مسلمان صابرہ کی بات سمجھ میں نہیں آئی تو میں ایک محترم عیسائی خاتون کا حوالہ دینے لگا۔"

وہ غصے میں سیکیورٹی افسر سے بولی "اس کتے کو یہاں سے لے جاؤ۔ حراست میں رکھو اور وہ صابرہ کون ہے؟ اسے بھی لے جاؤ حراست میں رکھو۔"

وہاں چند ایسے اخباری رپورٹروں اور فوٹو گرافروں کو بلایا گیا تھا، جو ان کے زر خرید تھے۔ وہ لوگ بیگمات کی تصویریں بھر اجلاس میں اتار رہے تھے اور ان کے نمائشی انٹرویو لے رہے تھے کیونکہ انہیں اخبارات میں وہی شائع کرنا تھا جو بیگمات کی مرضی ہوتی۔ ان میں سے کسی نے صابرہ اور سیکیورٹی گارڈ محمد اکرم کی تصویریں اتاریں اور نہ ہی سوال کیا کہ انہیں کس جرم میں حراست رکھا جارہا ہے۔

اجلاس میں شریک دوسری خواتین سہم گئی تھیں۔ ان میں سے بیشتر سرکاری ملازمین کی بیویاں، بہنیں اور بیٹیاں تھیں۔ بیگمات کے خلاف کچھ بول کر اپنے کمانے والوں کو سرکاری ملازمتوں سے خارج نہیں کرانا چاہتی تھیں۔

ثانی بیگم شائستہ کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ اس کی ایک جوان، اسمارٹ اور مغرور بیٹی ہے جس کا نام ندرت شاہ ہے لیکن اسے اختصار سے ندا کہا جاتا ہے۔ ثانی نے موبائل کے ذریعے ماں بیٹی میں گفتگو کرائی۔ بیگم شائستہ نے کہا "ندا! تم کہاں ہو؟ میں نے تاکید کی تھی کہ آج کا اجلاس اہم ہے۔ تمہیں شریک ہونا چاہئے۔"

دوسری طرف سے ندا نے کہا "او ممی! میری شرکت ضروری نہیں ہے۔ آپ کے سیکریٹری نے آپ کے لئے تقریر لکھ دی تھی۔ آپ نے یاد بھی کرلی تھی۔ اب کیا پرابلم ہے؟"

"میں تمہاری کمی محسوس کررہی ہوں۔ ہوسکے تو چلی آؤ۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ ثانی ندا کے پاس آگئی۔ وہ ایک ریستوران میں اپنے ایک بوائے فرینڈ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ فون بند کرکے کہہ رہی تھی "ممی مجھے بلا رہی ہیں اور میں یہاں اپنے پرابلم میں پڑی ہوں۔"

بوائے فرینڈ نے کہا "اس میں پرابلم کی کیا بات ہے؟ یہ تو خوشی کی بات ہے کہ تم میرے بچے کی ماں بننے والی ہو۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں کل صبح ہی لیڈی ڈاکٹر کو بلاؤں گی اور حمل ضائع کرادوں گی۔"

"تم میرے ہونے والے بچے کو پیدا ہونے سے پہلے قتل کرانا چاہتی ہو۔ یہ نامناسب ہے۔ ممی اور ڈیڈی سے کہو کہ فوراً ہماری شادی کرادیں۔"

"اپنی اوقات دیکھ کر بات کرو۔ تمہارے فادر صوبائی سطح کے سیاستدان ہیں۔ ایک معمولی اسمبلی رکن ہیں اور میرے ڈیڈی وفاقی حکومت میں بہت بڑے عہدیدار ہیں۔ یہ میری غلطی تھی کہ میں نے اپنے ڈیڈی کی اونچی سطح سے نیچے آکر تمہیں چند راتیں دے دیں۔ جو خیرات مل گئی، وہی بہت ہے۔ اب جاؤ یہاں سے آئندہ میرا نام بھی زبان پر نہ لانا ورنہ تمہارے باپ سے صوبائی کرسی بھی چھین لی جائے گی۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ندا اتنی اونچی چیز تھی کہ اس کی مرضی کے بغیر وہ زبان بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔ وہ سر جھکا کر چلا گیا۔

ثانی نے ندا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پھر اسے اس کی عالیشان کوٹھی میں پہنچایا۔ وہ اپنے شاندار بیڈروم میں آکر بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد آنکھیں بند کرکے سو گئی۔

ثانی نے اسے گہری نیند میں پہنچا کر اس پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ اپنے حمل کو بھول جائے گی اور اسقاط کے لئے کبھی کسی ڈاکٹر سے رجوع نہیں کرے گی۔ آئندہ اس کی معمولہ اور وفادار بن کر رہے گی اور اس کے احکامات پر عمل کرتی رہے گی۔ اس پر ضروری عمل کرنے کے بعد اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔

ادھر اجلاس ختم ہونے کے بعد بیگم شائستہ اپنی کوٹھی میں آئی۔ اس نے صابرہ اور سیکیورٹی گارڈ محمد اکرم کو طلب کیا۔ پھر اس نے صابرہ سے کہا "میں نے اجلاس کے دوران خفیہ معلومات حاصل کی تھیں۔ تم پنڈی کے جس محلے میں رہتی ہو، وہاں ہماری پارٹی کے لیڈر نے تصدیق کی ہے کہ تمہارا تعلق اپوزیشن سے یا کسی بھی سیاسی پارٹی سے نہیں ہے مگر تم پر اسلامی تعلیمات کا بھوت سوار ہے۔ اس لئے تم اجلاس میں جنسی آزادی کے خلاف بول رہی تھیں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ تمہاری جیسی دو کوڑی کی لڑکی ہمارے خلاف بولے گی ہمارا کام رک جائے گا یا اور کوئی بہت بڑا انقلاب آجائے گا؟"

صابرہ نے کہا "میں نہیں جانتی کہ انقلاب کیسے آتا ہے۔ صرف اتنا جانتی ہوں کہ عورت کو ہر حال میں اپنی شرم و حیا کا پاس رکھنا چاہئے۔"

"عورت کی شرم و حیا کو برقرار رکھنے کے لئے بازاروں میں کنڈوم اتنے سستے کردیئے گئے ہیں کہ دو وقت کے فاقے کرنے والے مرد بھی اسے حاصل کرسکتے ہیں۔ عورتیں بھی اسے اپنے پرس میں لے کر پھر سکتی ہیں۔"

"بیگم صاحبہ! خدا کے لئے صرف ایک پہلو نہ دیکھیے۔ یہ بھی سمجھئے کہ کنڈوم کے بہ آسانی دستیاب ہونے سے کچے ذہن کی لڑکیوں اور لڑکوں کو گناہ کی ترغیب ملے گی۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں اپنی اسلامی تہذیب۔۔۔۔"

"یو شٹ اپ۔ تم قائل ہونا نہیں چاہتیں۔ بحث کئے جاتی ہو۔ جس کنڈوم کے خلاف تم بول رہی ہو وہ تمہارے پاس نہیں ہوگا اور ایسے میں کوئی مرد تمہاری تنہائی میں آئے گا اور تمہیں شادی سے پہلے ایک ناجائز بچے کی ماں بنا ڈالے گا تب تمہاری سمجھ میں آئے گا کہ ہم نے کیسی دانش مندی کی باتیں سمجھائی تھیں۔ اگر تمہارے پاس کنڈوم ہوتا تو تم کنواری ماں کبھی نہ بنتیں۔"

صابرہ نے کہا "ہم اونچی سوسائٹی کی لڑکیوں کی طرح آزادی سے کہیں تنہا نہیں جاتے ہیں۔ پھر کوئی مرد کیسے ہماری تنہائی میں آئے گا۔ ہم نے ہمیشہ چادر اور چاردیواری کو اہمیت دی ہے۔"

"آج تو تم تنہا اجلاس میں آئی ہو۔"

"میں اپنی چھ سہیلیوں کے ساتھ آئی ہوں۔ وہ سب مجھے کچھ کہنے سے روک رہی تھیں مگر میں اپنے ضمیر کی سچائی سے بولنے پر مجبور ہوگئی۔"

بیگم نے سیکیورٹی افسر سے کہا "جلسہ گاہ کے باہر اگر چھ لڑکیاں صابرہ کا انتظار کررہی ہوں تو اپنے ماتحت کو سمجھا دو۔ ان سے جاکر کہہ دے کہ صابرہ کو حراست میں نہیں رکھا گیا ہے۔ اسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہ جاچکی ہے اور تم شہر سے باہر کسی ایسے مکان میں صابرہ اور محمد اکرم کو لے جاکر قید کردو جہاں ان کی فریاد سننے والا اور مدد کرنے والا کوئی نہ ہو۔"

سیکیورٹی افسر حکم کی تعمیل کے لئے چلا گیا۔ محمد اکرم نے کہا۔ "میں آپ سے معافی چاہتا ہوں بیگم صاحبہ! آئندہ آپ کے سامنے

زبان نہیں کھولوں گا۔"

"میں کوئی سزا نہیں دے رہی ہوں۔ معافی کیوں مانگتے ہو؟ تمہیں تو اس جوان لڑکی کے ساتھ ایک مکان میں بند رکھا جائے گا۔ جس روز تم یہ خوش خبری سناؤ گے کہ یہ تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے اسی روز تمہیں رہائی مل جائے گی اور اس لڑکی کو ماں بننے تک سخت نگرانی میں رکھا جائے گا۔"

صابرہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ بولی "یہ آپ کیسی بے حیائی کی باتیں کر رہی ہیں۔ مجھ پر ایسا ظلم کر کے آپ کو کیا حاصل ہوگا؟"

"میں تمہیں سبق سکھانا چاہتی ہوں۔ تمہیں کنڈوم کی اہمیت کا احساس دلانا چاہتی ہوں۔ تم کنواری ماں بننے کے بعد چیخیں پھروگی کہ اس پرانی تہذیب کو بدلنا چاہئے۔"

سیکیورٹی افسر چند سپاہیوں کے ساتھ آیا۔ پھر ان دونوں کو پکڑ کر باہر لے گیا۔ وہاں ایک وین میں دونوں کو بٹھا کر آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔ صابرہ روتی اور فریاد کرتی رہی مگر سب حکم کے بندے تھے یا درندے تھے انہیں وہاں سے لے گئے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ انہیں کہاں پہنچایا جا رہا ہے۔ ان کے ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے تھے اس لئے اپنے ہاتھوں سے پٹی کھول کر دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ہاں مگر ثانی دیکھ رہی تھی۔

ثانی نے علی کے پاس آکر اسے تمام حالات مختصر طور پر سنائے پھر کہا "ابھی میں مصروف رہوں گی۔ تمہاری مصروفیت کل صبح سے شروع ہوگی۔ وڈیو فلم تیار کرنے کے تمام انتظامات مکمل رکھو۔ میں ابھی آؤں گی۔ پھر تفصیل سے گفتگو ہوگی۔"

وہ صابرہ کے پاس آئی۔ ایک ویران علاقے کے ایک مکان میں انہیں پہنچایا گیا تھا۔ اس مکان میں تین کمرے تھے لیکن صابرہ اور محمد اکرم کو ایک ایسے کمرے میں قید کیا گیا جس کا ایک دروازہ اور ایک کھڑکی تھی۔ وہاں سے فرار ہونے کے لئے کوئی دوسرا دروازہ نہیں تھا۔ دروازے پر دو مسلح سپاہیوں کا پہرا تھا۔ کھڑکی کے پٹ پر کیلیں ٹھونک دی گئیں۔ یوں انہیں ایک ہی کمرے میں رات گزارنے پر مجبور کر دیا گیا۔

صابرہ نے رو رو کر کہا "محمد اکرم! ہمیں شرافت کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔ مجھے اپنے خدا پر اور تم پر بھروسا ہے کہ میری عزت پر آنچ نہیں آئے گی۔"

اکرم نے کہا "میرا خیال ہے تم صرف خدا پر بھروسا کرو۔ تم نے ابھی صرف بیگم صاحبہ کو دیکھا ہے۔ صاحب تو ان سے بھی زیادہ فرعون ہیں۔ میں نے پتا نہیں کیسے بے اختیار بیگم صاحبہ کے مزاج کے خلاف کہہ دیا تھا۔ اب تو کان پکڑتا ہوں۔ اگر ان کا وفادار نہیں رہوں گا تو میرے بیوی بچے بھوکے مریں گے۔ میں ان کی بھلائی کی خاطر ہی کروں گا جو انہوں نے حکم دیا ہے۔"

وہ روتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔ دیوار سے جا کر لگ گئی۔ وہ بولا "رونے یا فریاد کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ دعا کرو کہ جلد ہی تمہارے پاؤں بھاری ہو جائیں۔ تم ماں بننے کی خبر سناؤ گی تو مجھے رہائی مل جائے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے جماہی لی پھر چارپائی پر بیٹھ کر بولا "تھکن اور نیند سی محسوس ہو رہی ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لئے لیٹ رہا ہوں۔ تب تک تم سوچو' سمجھو۔ ہم دونوں کی بھلائی....."

وہ بولتے بولتے لیٹ گیا۔ آگے کچھ بولنے کے لئے زبان نہیں کھلی۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تو ثانی نے اس پر عمل کیا۔ اس کے ذہن پر ضروری باتیں نقش کیں۔ پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر بیگم شائستہ کے پاس آئی۔ وہاں بھی اس نے بیگم پر' اس کے بعد سیکیورٹی افسر پر تنویمی عمل کیا ان تمام اہم کاموں سے فارغ ہو کر وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی تو علی اس کا انتظار کرتے کرتے سو گیا تھا۔

ثانی نے بڑے پیار سے مسکرا کر اسے دیکھا۔ پھر اپنے بستر پر آکر دماغ کو چار گھنٹوں کی نیند کی ہدایات دے کر سو گئی۔

ان کے بیدار ہونے تک ہر پاکستانی کو ایک سوال کا جواب معلوم کر لینا ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے ملک میں کیا واقعی خاندانی منصوبہ بندی لازمی ہے؟

دنیا کی طوفانی رفتار سے بڑھتی ہوئی آبادی کا تقاضا ہے کہ ہر ملک کے حکمرانوں کو اور عوام کو ضرور آبادی کی بڑھتی ہوئی رفتار میں کمی کرنا چاہئے لیکن فی الوقت سوال صرف پاکستان کا ہے۔ یہاں آبادی بارہ کروڑ سے تجاوز کر رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آبادی کے لحاظ سے وسائل کم ہیں اور وسائل کی کمی کو پورا کرنے کے لئے بیرونی قرضوں کا بوجھ بڑھتا جا رہا ہے۔

جب وسائل اور قرضوں کی بات آتی ہے تو پاکستان کی سیاست میں صاف کھوٹ نظر آتا ہے۔ یہ حقیقت جگمگاتے ہوئے آفتاب کی طرح روشن ہو گئی ہے کہ ملک کا خزانہ ایک عام پاکستانی نے نہیں' کئی سیاستدانوں نے خالی کیا ہے۔ خزانہ بڑھتی ہوئی آبادی نے نہیں' بڑھتے ہوئے لالچ نے خالی کیا ہے۔

پھر ورلڈ بینک اور دیگر مالیاتی اداروں سے قرضے ملتے رہے ان قرضوں کی بھاری رقوم کسی عام پاکستانی کے ہاتھوں میں نہیں' بلکہ لالچی ہاتھوں میں آئیں۔ اور عوام کو کبھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ آتی رہنے والی بھاری رقوم کہاں چلی جاتی ہیں۔ ہر حکومت کا دعویٰ ہے کہ اس نے سب سے زیادہ ترقیاتی کام کئے۔ ان تمام دعووں کو یکجا کیا جائے تو اب تک پاکستان کو سپر پاور بن جانا چاہئے تھا۔ لیکن اڑتالیس برسوں میں ایک چھوٹا سا مسئلہ بھی حل نہ ہو سکا۔ ایک وال اور ایک روٹی سستی نہ ہو سکی۔ یہاں کی زمین میں تیل کا ذخیرہ ہے۔ گیس کی بہتات ہے۔ زمرد جیسے قیمتی پتھروں کی کمی نہیں ہے زراعت میں پڑوسی ملکوں سے برتر ہیں۔ پھر وسائل اور کیا کیا ہیں لیکن المیہ یہ ہے کہ جب زمین کی تہ سے معدنی خزانے کا سراغ لگانے کے لئے چینی یا جاپانی انجینئر آتے ہیں تو ان انجینئروں کو اغوا کرا دیا جاتا ہے۔ اس ملک کی سیاست واضح بھی ہے اور پیچیدہ بھی۔ جب بھی سوال کیا جائے کہ پیچیدگی کیسے دور ہوگی تو سیاستدانوں کا جواب ہوتا ہے کہ آبادی کم کرنے سے ہوگی۔

اور اب تو ورلڈ بینک نے اسی شرط پر قرضہ دیا ہے کہ پاکستان میں تندہی تبدیلی لائی جائے۔ خاموش سفارت کاری پر عمل کرتے ہوئے کنڈوم کلچر کو عام کیا جائے۔ اسقاطِ حمل کو قانونی شکل دی جائے۔

ثانی اور علی صبح چھ بجے بیدار ہو گئے۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتا کیا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے وڈیو کیمرامین وغیرہ ایک بڑی سی وین میں آگئے تھے۔ ثانی نے ناشتے کے دوران کہا "تم وڈیو فلم پوائنٹ کے ساتھ زیرو پوائنٹ جاؤ۔ وہاں ندا اپنی کار میں آئے گی۔ تم اپنے پوائنٹ کو اس کے پیچھے لے جاؤ گے۔ میں کبھی ندا کے پاس اور کبھی تمہارے پاس آتی رہوں گی۔"

علی ہوٹل کے کمرے سے نکل کر فلم یونٹ کے پاس وین میں آیا پھر وہاں سے زیرو پوائنٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ثانی ندا کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے دماغ میں رہنا ضروری نہیں تھا کیونکہ وہ اس کی معمولہ بن چکی تھی۔ ثانی نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ ابھی لباس تبدیل کر کے اپنی کار خود ڈرائیو کرتی ہوئی زیرو پوائنٹ کی طرف جائے گی۔

اس نے یہی کیا۔ ثانی نے علی سے کہا "وہ سیاہ رنگ کی ہنڈا ایکارڈ میں آرہی ہے۔ اس کا تعاقب کرتے رہو۔ میں اسے اس خفیہ مکان کی طرف لے جا رہی ہوں جہاں صابرہ کو قید کیا گیا ہے۔"

وہ ندا کے پاس آگئی۔ اسے مطلوبہ راستے پر لے جانے لگی۔ ندا یہی سمجھ رہی تھی کہ وہ اپنی مرضی سے تفریحاً اس پہاڑی علاقے کی طرف جا رہی ہے۔ پھر وہ ایک مکان کے سامنے پہنچ گئی۔ پچھلی رات وہاں دو مسلح سپاہیوں کا پہرا تھا اب ان کی ڈیوٹی بدل گئی تھی۔ ان کی جگہ دوسرے دو سپاہی ڈیوٹی پر آئے تھے۔ انہوں نے ندا کو کار سے اترتے دیکھ کر سلیوٹ کیا۔ وہ ثانی کی مرضی کے مطابق بولی۔ "یہاں ان قیدیوں کی وڈیو فلم تیار کی جائے گی۔ تم دونوں ان گاڑیوں کے پاس رہو۔ جب تک میں حکم نہ دوں' اس مکان کے قریب نہ آنا۔"

وہ حکم کے بندے تھے۔ گاڑیوں کی طرف چلے گئے۔ ندا اور فلی وڈیو فلم کے تمام سامان اور یونٹ کے ساتھ اندر آئے۔ صابرہ کمرے کے ایک گوشے میں تمام رات بیٹھی رہی تھی اور خدا سے اپنی عزت کی سلامتی کی دعائیں مانگتی رہی تھی۔ علی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "تم میری چھوٹی بہن ہو۔ اپنے دل سے خوف اور تمام صدمات کو نکال دو۔ دوسرے کمرے میں جاؤ۔ ہم تمہارے لئے ناشتا لائے ہیں۔ منہ ہاتھ دھو کر کھالو۔ ہم یہاں ضروری کام سے نمٹ کر تمہیں بخیریت تمہارے گھر پہنچا دیں گے۔"

ثانی نے بھی اس کے دماغ میں رہ کر اس کی ہی سوچ میں حوصلہ دیا کہ اس کی تمام رات کی دعائیں قبول ہو گئی ہیں اور خدا نے اس کے لئے مددگار فرشتے بھیج دیے ہیں۔ وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ کیمرامین اور یونٹ کے دوسرے لوگ شوٹنگ کی تیاری کر رہے تھے۔ ثانی بھی ندا کے اندر اور بھی اکرم کے اندر جا کر یہ باتیں ان کے ذہن میں نقش کر رہی تھی کہ جب تمام لائٹس آن ہوں گی اور کیمرا آن ہوگا تو ان دونوں کو کس طرح بے حیا عاشقوں کی طرح ایکٹنگ کرنی ہے اور کس طرح مکالمے ادا کرنے ہیں۔

تمام تیاریاں مکمل ہونے کے بعد لائٹس آن ہو گئیں۔ کیمرا اسٹارٹ ہو گیا اور ان دونوں نے پریم کہانی شروع کر دی۔ ندا نے اکرم کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "جس پر میرا دل آجاتا ہے میں اس کے ساتھ تنہائی میں رنگین لمحات گزار لیتی ہوں۔ کل سے میرا دل تم پر آیا ہوا تھا۔ پتا چلا کہ تم نے صابرہ نام کی ایک بے قصور شریف زادی کے ساتھ تمہیں یہاں قید کر دیا ہے اس لئے میں تمام رکاوٹیں دور کر کے چلی آئی ہوں۔"

اکرم نے کہا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ ایک بہت اونچی فیملی اور ایک بہت بڑے باپ کی بیٹی مجھے جوانی کی ہوا کھلانے آئی ہے لیکن تمہیں کیا ڈر نہیں لگتا کہ راز کھل جائے گا تو تم بدنام ہو جاؤ گی اور میں غریب مفت میں مارا جاؤں گا۔"

وہ ہنس کر بولی "ہمارے والدین سیاست میں جو کلچر لے کر آئے ہیں اس کے بعد بدنامی کا اندیشہ نہیں رہا ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ ہمارے یہ بڑے سیاستداں جو بو رہے ہیں' اس کی فصل یہ جوان نسل کاٹ رہی ہے۔"

پھر وہ دونوں فصل کاٹنے لگے۔ شوٹنگ تین گھنٹے تک جاری رہی۔ اس دوران تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد شاٹس تبدیل کرنے کے لئے وقفہ ہوتا رہا۔ آخر میں ندا نے وہاں سے جانے سے پہلے اپنے پرس میں ہاتھ ڈال کر سائلنسر لگا ہوا ایک ریوالور نکالا۔ پھر اکرم کو نشانے پر لے کر کہا "تم مرد ہو اور بڑے زبردست ہو۔ اس لئے اپنی تسلی کر لی۔ مگر اب اعلیٰ اور ادنیٰ مقام کی بات ہے اور تمہارے جیسا ملازم تو میرے پاؤں کی جوتی کے برابر بھی نہیں ہے۔ اب جذبات سرد پڑ جانے کے بعد عقل کہہ رہی ہے کہ تم مجھے حاصل کرنے کا فخر کرو گے اور میری انسلٹ ہوتی رہے گی لہٰذا ایسا نہیں ہونا چاہئے۔"

یہ کہتے ہی اس نے اکرم کو گولی مار دی۔ پھر کمرے کا دروازہ کھول کر جانے لگی۔ کیمرا اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اس نے دونوں سپاہیوں کو آواز دی۔ وہ دوڑتے ہوئے آئے۔ ندا نے حکم دیا۔ "اپنے ہتھیار پھینک دو۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اپنے ہتھیار پھینک دیے۔ وہ بولی۔ "میں نہیں چاہتی کہ میرے یہاں آنے اور منہ کالا کرنے کی بات دوسروں تک پہنچے۔ کنڈوم کلچر کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اپنے

گناہوں کا کوئی ثبوت نہ چھوڑا جائے۔ اس لئے میں تم دونوں کو بھی نہیں چھوڑوں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے بڑی پھرتی سے دونوں کو باری باری گولی مار دی۔ انہیں سنبھلنے اور اپنے پھینکے ہوئے ہتھیار اٹھانے کا موقع نہیں دیا۔ پھر وہ مکان کے باہر سے گھوم کر دوسرے کمرے کے دروازے کے پاس آئی اور صابرہ کو آواز دی۔ صابرہ دروازہ کھول کر سہمی ہوئی سی باہر آئی۔ ندا نے کہا "تم دوسرے کمرے میں قید تھیں۔ تم نے نہیں دیکھا کہ یہاں کیا کچھ ہوتا رہا ہے چونکہ تم کسی معاملے کی چشم دید گواہ نہیں ہو اس لئے تمہیں زندہ چھوڑتی ہوں۔ یہاں سے چلی جاؤ ناؤ گیٹ لاسٹ۔۔۔۔"

وہ سہم کر جانے لگی۔ علی نے کیمرا آف کرادیا۔ شوٹنگ بند کردی۔ پھر صابرہ سے کہا "رک جاؤ۔ یہاں سے پنڈی بہت دور ہے۔ ہم تمہیں گاڑی میں چھوڑ آئیں گے۔"

علی نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنی وین میں بٹھادیا۔ ندا سحر زدہ تھی۔ اسے خبر نہیں تھی کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ ثانی جو کہہ رہی تھی وہ کرتی جارہی تھی۔ وہ سب گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ پھر پہلے کی طرح ندا کی کار کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔

زیرو پوائنٹ پر پہنچ کر علی نے یونٹ کے ایک آدمی سے کہا "تم صابرہ کو یہاں سے کسی ٹیکسی میں لے جاؤ اور اسے گھر پہنچا کر اس کے والدین کو تسلی دو کہ یہ ایک رات گھر سے دور رہی ہے لیکن عزت آبرو سے واپس آئی ہے۔ اس نے حق گوئی کی تھی۔ اس کے نتیجے میں شاید آئندہ بھی کوئی مسئلہ پیدا ہو۔ لیکن وہ نہ گھبرائیں۔ صابرہ اور اس کے گھر والوں پر جو بھی مصیبت آئے گی اس کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔"

وہ شخص صابرہ کے ساتھ وین سے اتر گیا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد علی وڈیو فلم یونٹ کے ساتھ ندا کی کار کے پیچھے پھر چلنے لگا۔ وہ ان سب کو اپنی کوٹھی کے احاطے میں لے آئی۔ پہرا دینے والے گارڈز نے بڑے صاحب کی صاحب زادی کے ساتھ ان کو دیکھ کر احاطے کے اندر جانے سے نہیں روکا۔ ندا ثانی کی مرضی کے مطابق اپنے بیڈ روم میں جاکر سوگئی۔ ثانی بیگم شائستہ کے اندر آئی۔ اس نے پچھلی رات بیگم شائستہ اور سیکورٹی گارڈ پر تنویمی عمل کیا تھا اور ان کے ذہنوں میں یہ نقش کردیا تھا کہ دوسرے دن ایک وڈیو فلم یونٹ آئے گا اور ان دونوں کی ایک وڈیو فلم تیار کرے گا۔ وہ دونوں اسقاط حمل اور کنڈوم کلچر کی بے حیائی کے متعلق مکالمے ادا کریں گے اور اپنی ایکٹنگ کے ذریعے سمجھائیں گے کہ ایسی بے حیائی عام ہوجائے تو بڑے گھر کی بیگمات بھی کس طرح بے خوف و خطر اپنے شوہروں کے اعتماد کو دھوکا دے سکتی ہیں اور اب بھی دھوکا دے رہی ہیں۔

بڑے صاحب بیرونی ممالک کے دورے پر گئے ہوئے تھے۔ اس لئے علی نے اطمینان سے ایک اور وڈیو فلم تیار کرلی۔ پھر اپنے لوگوں کے ساتھ وین میں بیٹھ کر جانے لگا۔ ثانی نے اس کے پاس آکر کہا "یہ تو ایک بڑے سیاستدان کے گھر کا اندرونی معاملہ سیکچرائز کیا گیا۔ ایسے اور کئی بے ضمیر اور بے غیرت لوگ ہیں جو عوام سے ووٹ لے کر ان ووٹوں کے بدلے میں مغرب کی بے حیا تہذیب دیتے ہوئے ذرا بھی نہیں سوچتے کہ اسلامی تہذیب مسلمانوں کو کتنا تقدس اور پاکیزگی دیتی ہے۔ اگر عوام کو معلوم ہوجائے کہ ان کے راہنما انہیں بڑی سیاسی حکمت عملی سے رفتہ رفتہ خدا اور رسول سے دور لے جارہے ہیں تو عوامی غیظ و غضب کے سامنے ایسے تمام سیاستدان ہمیشہ کے لئے نابود ہوجائیں گے۔"

"ثانی! مشکل یہ ہے کہ یہاں ناخواندگی کے باعث عوام کی اکثریت فوراً ہی ذہانت سے بھلے برے کی تمیز نہیں کرسکتی ہے اور جذباتی نعروں میں بہہ کر یا اس سیاسی پارٹی سے مراعات حاصل کرکے ایمان اور بے ایمانی کا تجزیہ کرنے سے جان بوجھ کر کتراتی ہے۔ بائی دی وے اب کیا ارادہ ہے؟"

"ہم ایسے ہی چند بڑے سیاسی رہنماؤں کی گھناؤنی زندگیوں کو وڈیو فلم میں ریکارڈ کریں گے پھر ان کا محاسبہ کریں گے۔"

ثانی علی کے پاس سے چلی آئی۔ پھر ان ضمیر فروش سیاستدانوں کے اندر جگہ بنانے لگی اور تنویمی عمل کے ذریعے انہیں اپنا تابعدار بنانے لگی جو صرف اقتدار کے لالچ میں مملکت خداداد کی غیرت کو مغرب کی بے داد گر چھایا میں لارہے تھے۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنا کام کرتی رہی۔ علی فلم یونٹ کو ساتھ لے کر اپنا کام کرتا رہا۔ جب انہوں نے تمام اہم بے غیرت وطن فروشوں بلکہ اسلامی تہذیب فروشوں کی کمزوریوں کو ریکارڈ کرلیا اور ان تمام وڈیو ریکارڈز کی کئی کاپیاں تیار کرلیں تو علی نے ایک کارڈ فون کے ذریعے ایک بڑے لیڈر سے رابطہ کیا۔ اس کے سیکریٹری نے کہا "صاحب! بہت مصروف ہیں۔ اپنا پیغام لکھوادو۔ بعد میں ان کے پاس پہنچادیا جائے گا۔"

علی نے کہا "اونچی کرسی پر بیٹھنے کے بعد اسی طرح عوام کی آواز کو پرسنل سیکریٹری کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ صاحب بہادر خود کبھی عوام کی کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتے۔"

پرسنل سیکریٹری ناگواری سے ریسیور رکھنا چاہتا تھا لیکن اس کے اندر ثانی پہنچ چکی تھی۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا "اچھی بات ہے۔ ہولڈ آن کرو۔ میں ابھی بات کراتا ہوں۔"

اس نے انٹرکام کے ذریعے بڑے لیڈر صاحب کو مخاطب کیا اور کہا "ایک ضروری کال ہے۔ پلیز اٹینڈ کرلیں۔"

چند سیکنڈ کے بعد فون پر بڑے لیڈر صاحب کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ علی نے کہا "جناب عالی! میں عوام بول رہا ہوں۔ بارہ کروڑ عوام کے فرداً فرداً اتنے نام ہیں کہ وہ سب کے سب فون پر سنے نہیں جاسکتے۔ صرف الیکشن کے وقت بیلٹ بکس میں فرداً فرداً پڑھے اور گنے جاتے ہیں۔ اس لئے میں بارہ کروڑ کا مجموعہ بول رہا ہوں اس مجمع کا نام عوام ہے۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "تمہاری باتوں سے ذہانت اور سیاست عیاں ہے۔ مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ آپ سب نے پاکستان کے خزانے کو کھوکھلا کردیا۔ پاکستان کی تہذیب کو کھوکھلا نہ کریں۔ آپ خاندانی منصوبہ بندی کی آڑ میں پاکستانی علما کو تنگ نظر اور دقیانوسی خیالات کے حامل کہہ کر جس طرح بے حیائی کو فروغ دینا چاہتے ہیں اس سے باز آجائیں۔ اس میں آپ کی بقا ہے ورنہ ہماری تہذیب آپ کو فنا کردے گی۔"

وہ ریسیور رکھنا چاہتا تھا مگر ثانی نے رکھنے نہیں دیا۔ اس نے پوچھا "کیا تم نے یہی بکواس کرنے کے لئے فون کیا ہے؟"

"ابھی تو یہ بکواس لگ رہی ہے لیکن اس بے حیائی کی آڑ میں جب تمہارا اپنا گھر جلے گا تو اس آگ کو بجھانے کے لئے پانی نہیں ملے گا۔"

علی نے فون بند کردیا۔ پھر دوسرے، تیسرے اور چوتھے بڑے بڑے ضمیر فروشوں کو اسی طرح باری باری فون کرکے انہیں بے حیائی سے باز آجانے اور اپنی تہذیب کو قائم و دائم رکھنے کی تلقین کی۔ لیکن اقتدار اور وسیع اختیارات حاصل کرلینے کے بعد جو نشہ چھا جاتا ہے اس نشے میں پورے ملک کے عوام احمق نظر آتے ہیں اور عوام کے حوالے سے دی جانے والی نصیحتیں پرانے گراموفون کے گھسے ہوئے ریکارڈ کی طرح لگتی ہیں۔

وہ دن گزر گیا۔ رات کو ڈنر سے پہلے ندا نے اپنے ڈیڈی سے کہا "آج میں نے اپنے بستر کے تکیے پر یہ وڈیو کیسٹ دیکھا۔ پھر کسی نے فون پر کہا، جو کیسٹ تمہارے بستر پر ہے اسے اپنے ڈیڈی اور ممی کے ساتھ دیکھنا۔ اس لئے میں چاہتی ہوں کہ آپ اسے میرے ساتھ دیکھیں۔"

بیگم شائستہ نے کہا "تعجب ہے۔ میرے تکیے پر بھی ایک کیسٹ رکھا ہوا تھا۔ پھر فون پر کسی نے کہا تھا کہ وہ کیسٹ میں اپنے شوہر اور بیٹی کے ساتھ دیکھوں۔"

بڑے لیڈر صاحب نے کہا "یہ بات تشویش ناک ہے کہ تم ماں بیٹی کے بیڈ روم میں کوئی آیا تھا اور ایک ایک کیسٹ رکھ کر چلا گیا۔ دوسری تشویش ناک بات یہ ہے کہ کسی نے تم ماں بیٹی کو تقریباً ایک طرح سے فون پر ہدایات دی ہیں۔ آج صبح کسی نے فون پر مجھے بھی دھمکیاں دی تھیں۔ ذرا لگاؤ ایک کیسٹ، ہمیں دیکھنا چاہئے کہ اس میں کیا ہے؟"

پہلے ندا نے وی سی آر میں کیسٹ لگا کر اسے اور ٹی وی کو آن کیا پھر ریموٹ کنٹرولر لے کر ماں باپ کے درمیان بیٹھ گئی۔ ٹی وی اسکرین پر فلم چلنے لگی۔ فلم کے ابتدائی حصے سے ماں باپ کے دل دھڑکنے لگے۔ پھر انہوں نے ایک سیکیورٹی گارڈ کے ساتھ اپنی بیٹی کو جس حالت میں دیکھا اسے پوری طرح دیکھنے سے پہلے ہی باپ نے بیٹی سے ریموٹ کنٹرولر چھین کر ٹی وی کو آف کردیا۔ پھر گرج کر بیٹی سے بولا "یہ تم نے کیا حرکتیں کی ہیں؟ کسی کے سامنے میرا سر شرم سے نہیں اٹھے گا۔"

ثانی ندا کے اندر موجود تھی۔ وہ بولی "ڈیڈی! تعجب ہے آپ شرما رہے ہیں۔ آپ مغرب سے جو تہذیب لائے ہیں وہ پہلے ہمارے بڑے گھروں سے چلے گی اس کے بعد عوام کے دروازوں تک پہنچے گی۔"

وہ ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوگیا۔ پھر گرج کر بولا "میرے لاڈ پیار کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ایک دو کوڑی کے ملازم کے سامنے ہمارا سر جھکادو۔"

"آپ کا سر نہیں جھکے گا۔ آپ نے پوری فلم نہیں دیکھی ہے۔ میں نے اپنے شوق سے جو کچھ بھی کیا اس کے بعد اس سیکیورٹی گارڈ اکرم کو گولی ماردی۔ پہرا دینے والے دونوں سپاہیوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میں نے بدنامی کے تمام راستے بند کردیے ہیں۔"

"یو نان سنس! تم کس عقل سے بول رہی ہو۔ جس دشمن نے یہ وڈیو فلم تیار کی ہے اس کے پاس اس کی ماسٹر کاپی ہوگی جس کے ذریعے وہ ایسی ہزاروں لاکھوں کاپیاں تیار کرکے تمام مخالف سیاسی پارٹیوں اور مختلف عوامی تنظیموں تک پہنچا سکتا ہے۔ تم نے ایک بیٹی ہو کر باپ کی اونچی اور مضبوط کرسی کے پائے ہلا دیے ہیں۔"

"پائے کمزور ہوں گے تو ضرور ہلیں گے۔ آخر جس تہذیب کا پرچار کرتا ہے اور اسے پورے ملک میں عام کرنا ہے تو پھر اندیشے کیا ہیں؟"

"یہ ہیں کہ پاکستانی عوام بڑے جذباتی مسلمان ہیں۔ ان کے سامنے ایک ناپسندیدہ چیز کو پسندیدہ بنانے کے لئے بڑی دھیمی چالوں اور بڑی سیاسی حکمت عملی سے منشیات کی طرح آہستہ آہستہ پھیلانا ہوگا۔ بیگم! تم ہی اپنی بیٹی کو سمجھا سکتی ہو کہ۔۔۔۔"

وہ بیگم کو مخاطب کرکے کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اسے یاد آیا کہ بیگم کے پاس بھی ایک کیسٹ ہے۔ اس نے پوچھا "وہ تمہارا کیسٹ کہاں ہے؟ کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟"

"میں تجسس میں تھی۔ دیکھنا چاہتی تھی پھر سوچا کہ آپ ہی کے ساتھ دیکھوں گی۔"

وہ کیسٹ لانے اپنے بیڈ روم کی طرف چلی گئی۔ باپ نے بیٹی سے کہا "تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ پتا نہیں اس کیسٹ میں کیا بے ہودگی ہوگی۔"

"بے ہودگی کیا ہوتی ہے ڈیڈی! آپ نے مجھے کبھی تنہا باہر جانے اور لڑکوں سے دوستی کرنے سے نہیں روکا۔ یہ پہلے کیوں نہ سوچا کہ لڑکا لڑکی تنہا ملتے رہیں گے تو وہ ملاقاتیں آج آپ کے لئے بے ہودہ کہلائیں گی۔"

"میری بات کو سمجھو۔ بے ہودگی وہ ہے جو ظاہر ہوجائے جیسے یہ کیسٹ ہمیں بے ہودہ ثابت کرنے کی دھمکی دے رہا ہے۔"

بیگم شائستہ وہ کیسٹ لے آئی۔ باپ نے ندا سے کہا "میں کہہ رہا ہوں تم یہاں سے جاؤ۔"

"ڈیڈی! ابھی آپ نے کہا ہے' جو عوام پر ظاہر ہو جائے وہ بے ہودگی ہے اور ابھی تو ظاہر ہونے والی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم اپنی پارلیمنٹیرین کی رازداری سے دیکھ رہے ہیں۔"

وہ ماں کے پاس آکر کھڑی ہوگئی۔ پھر بولی "اور یہ کیسٹ تو میری ممی لائی ہیں اور ماں بے ہودگی نہیں لاتی۔ ہو سکتا ہے اس میں کوئی نیک پروین دکھائی گئی ہو۔ کم آن ڈیڈی! آپ تو مغربی تہذیب لاتے لاتے پسماندہ مشرقی بن رہے ہیں۔"

باپ نے بیٹی کی کیسٹ وی سی آر سے نکالی اور اس کی ماں کی کیسٹ اس میں لگائی۔ پھر ٹی وی کو آن کر کے ذرا دور ہو کر دیکھنے لگا۔ مگر کیا دیکھتا! اس کی بیگم سیکیورٹی افسر سے دل بہلا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "یہ شوہر حضرات بڑے اُلّو کے پٹھے ہوتے ہیں۔ آج سے پچیس برس پہلے شادی ہوئی تھی۔ جب پانچ برس تک اولاد نہیں ہوئی تو پھر مجھے جو پسند آیا' اسے میں نے خوش کیا جس کے نتیجے میں ندا پیدا ہوئی اور ہمارے بڑے صاحب بڑے خوش ہیں کہ ندا ان کی....."

بڑے صاحب نے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے ٹی وی کو آف کر دیا۔ پھر گھور کر بیگم کو دیکھا۔ بیگم نے کہا "جو ظاہر ہو جائے وہ گناہ اور فریب ہے۔ زہریلی سچائی یہاں کی صرف چار دیواری میں ہے۔ دنیا پہلے دن سے ندا کو آپ کی بیٹی مانتی آئی ہے اب آپ انکار کریں گے تو آپ کی ہی انسلٹ ہوگی۔"

وہ گرج کر بولا "شٹ اپ ول وو آور انسلٹ۔ تم آج تک میرے اعتماد کو دھوکا دیتی رہیں اور خود کو اپنے شوہر کی یعنی کہ میری وفادار ثابت کرتی رہیں۔"

بیگم نے کہا "کنڈوم کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بیوی کی وفاداری ثابت ہوتی رہتی ہے۔ میں نے ندا کے بعد پھر کوئی اولاد پیدا نہیں ہونے دی۔"

وہ گھور کر بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ بیگم نے کہا "ایک بار میرے ایک طلب گار نے شراب کے نشے میں اسے بھلا دیا۔ جس کے نتیجے میں کچھ عرصے بعد پھر میرے پاؤں بھاری ہو گئے۔ مجبوراً مجھے اسقاط کے لئے ایک لیڈی ڈاکٹر کو بھاری رشوت دینی پڑی۔ آج آپ ملک کے قانون ساز اہم افراد میں سے ایک ہیں۔ اسقاطِ حمل کو جلد سے جلد قانون کے دائرے میں لے آئیں۔ بڑے فائدے ہیں۔ دیکھیں ہمارا کتنا روشن خیال گھرانا ہے۔ شوہر' بیوی اور جوان بیٹی پوری آزادی اور فراخدلی سے جنسی تعلقات پر گفتگو کر رہے ہیں۔ دنیا والے ہمیں بیک ورڈ یعنی پسماندہ اور دقیانوسی نہیں کہیں گے۔"

ندا سر جھکا کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی "دنیا کے کسی بھی خاندان میں فخر کرنے کے لئے اپنے باپ دادا کی طرف سے اونچا مقام اور برتری چاہئے۔ میری یہ برتری اور فخر چھن گیا کہ میں اپنے ڈیڈی کی بیٹی ہوں۔ پتا نہیں میرا باپ کون ہے؟ یہ جو میرے نام نہاد ڈیڈی ہیں' یہ قاہرہ کانفرنس سے ایسے نسخے لے کر آئے ہیں جنہیں پورے پاکستان میں عام کر دیا جائے تو یہاں اگلے چند برسوں میں ایسی اولادیں پیدا ہوں گی' جن کے باپ کے نام ان کی مائیں بھی نہیں بتا سکیں گی۔"

بیگم شائستہ نے کہا "بیٹی! تم زیادہ جذباتی نہ بنو۔ میں جانتی ہوں تمہارا اصل باپ ایک بہت ہی اعلیٰ افسر ہے۔ شراب کے نشے میں اس سے غلطی ہو گئی تھی۔"

"کوئی ایک غلطی معلوم ہو جاتی ہے۔ تمام غلطیوں کا حساب گڈمڈ ہو جائے تو کچھ پتا نہیں چلتا۔ جیسا کہ میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ مجھے جو شخص ہینڈسم لگا میں نے اس کے ساتھ وقت گزار لیا۔ اب میں ماں بننے والی ہوں اور یہ نہیں سمجھ سکتی کہ جسے جنم دوں گی اس کا باپ کون ہو سکتا ہے۔"

بڑے صاحب نے چونک کر ندا کو دیکھا۔ پھر غصے سے تلملا کر کہا "تم ماں بننے والی ہو؟ تمہاری ماں مجھے لاعلمی میں جوتے مارتی رہی۔ کیا یہ کم تھا کہ اب تم ایک نئی خبر سنا رہی ہو؟ بیگم! ابھی لیڈی ڈاکٹر کو فون کر کے بلاؤ۔"

بیگم فون کی طرف جانا چاہتی تھی۔ ندا نے کہا "رک جائیں۔ یہ میرا معاملہ ہے۔ میری چیز ہے۔ آپ میں سے کوئی میرے بچے کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے۔"

بڑے صاحب نے کہا "کیا ہمیں بدنام کرنا چاہتی ہو؟ میں سوسائٹی' اسمبلی اور اپوزیشن پارٹی والوں کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔ اگر آج میں ایک عام آدمی ہوتا تو تمہاری ماں کی بدچلنی پر اسے قتل کر دیتا یا طلاق دے دیتا۔ لیکن ہمارے افضل و اعلیٰ خاندان کا جو رعب اور دبدبہ ہے اس کے پیشِ نظر میں خون کے گھونٹ پی رہا ہوں۔ میں صرف تمہاری ماں کی بے غیرتی نہیں' تمہاری بھی کنواری ممتا کو جبراً برداشت کر رہا ہوں۔"

وہ مغرور لڑکی تھی۔ اپنے بلند مقام پر ناز کرتی تھی۔ خود کو بدنام نہیں کر سکتی تھی لیکن ثانی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ نقش کر دیا تھا کہ وہ اپنے ہونے والے بچے کو ضائع نہیں کرے گی۔ اسی لئے وہ اپنے خاندان کی نیک نامی اور برتری کو سمجھنے کے باوجود بضد تھی کہ اپنے ہونے والے بچے کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ بڑے صاحب نے ریسیور اٹھا کر کہا "میں بول رہا ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "میں رضی الدین بول رہا ہوں۔" قاہرہ کانفرنس سے جو نسخے لے کر آئے تھے' اس میں یہ بھی مشورہ دیا گیا تھا کہ آبادی کم کرنے کے لئے ہم جنس پرستی کی آزادی دی جائے۔ جیسا کہ مغربی ممالک میں ہے۔ ہم نے ایسی مغربی تہذیب پاکستان میں رائج کرنے کے لئے کروڑوں ڈالر حاصل کئے ہیں لیکن اب یہ کروڑوں ڈالر کروڑوں جوتوں کے حساب سے ہمارے سروں پر پڑنے والے ہیں۔"

بڑے صاحب نے پوچھا "ایسی کیا بات ہو گئی ہے؟ آپ بہت پریشان لگ رہے ہیں۔"

"میں کس منہ سے کہوں۔ میرے دو نوجوان خوب صورت بیٹے نہ جانے کن غنڈوں بدمعاشوں کے دوست بن گئے ہیں اور ہم جنس پرستی کا شکار ہو گئے ہیں۔ وہ بالکل لڑکیوں یا خسروں کے انداز میں اپنے غنڈے عاشقوں کے لئے آہیں بھرتے ہیں۔"

"آپ کو ان باتوں کا پتا کیسے چلا؟"

"کسی نے دشمنی کی ہے اور میرے بیٹوں کی ایسی ویڈیو فلم تیار کی ہے کہ وہ منظرِ عام پر آجائے تو ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ میں "ہم" اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ایک اجنبی نے فون پر بتایا ہے کہ اسی طرح کے کیسٹ آپ کے پاس بھی ہیں اور ہمارے ساتھ قاہرہ کانفرنس میں شریک ہونے والے سمیع اللہ خان وزیرِ اعظم بیگ کے گھروں میں بھی ایسے شرمناک کیسٹ ہیں۔ آہ! پہلے ہم ان معاملات کو شرمناک نہیں کہتے تھے لیکن یہ آگ دشمنوں نے ہمارے گھروں میں لگائی ہے تو سمجھ میں آرہا ہے کہ سلامی تہذیب ہمیں کس قدر تحفظ فراہم کرتی ہے۔"

بڑے صاحب نے کہا "مسٹر رضی! یہ معاملہ حد سے زیادہ تشویش ناک ہے۔ آپ مسٹر سمیع اللہ خان اور مسٹر اعظم بیگ کے ساتھ فوراً یہاں چلے آئیں۔ ہمیں اپنے بچاؤ کی تدبیر کرنی ہوگی ورنہ ہم سب کو سیاست کے میدان سے ایسے بھاگنا ہوگا کہ اپنے گھروں تک عوام ہمیں پتھر مارتے آئیں گے اور ہمیں قبروں میں پہنچا کر ہی دم لیں گے۔"

فون پر رابطہ ختم ہو گیا تو بیگم شائستہ نے کہا "آپ کی باتوں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ دوسرے اعلیٰ عہدیداروں پر بھی کیسٹس کی صورت میں عذاب نازل ہو رہا ہے۔"

بڑے صاحب نے جھنجلا کر کہا "عذاب کی بات کیوں کرتی ہو؟ یا صلیبیوں آسمان سے نازل ہو رہی ہیں؟ نہیں' یہ آسمانی عذاب نہیں ہے۔ ہمارے دشمنوں کی چالیں ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم نے باقاعدہ کیمروں اور لائٹوں کے ذریعے ویڈیو فلمیں تیار کیں' ایسے وقت نہ تھیں' نہ ندا کو اور نہ ہی ہمارے دوسرے اعلیٰ عہدیداروں کے گھر والوں کو اس کا علم ہو سکا۔ وہ کیسے دشمن تھا کہ ہم میں سے کسی کی نظروں میں نہیں آسکے۔"

اس نے موبائل فون کے ذریعے بیرونی ممالک کے ان سفیروں سے باری باری رابطہ کیا جو قاہرہ کانفرنس سے تعلق رکھتے تھے۔ سب نے بتایا گیا کہ دو تہذیبوں کی جنگ کا آغاز اچھی طرح ہونے نہیں دوست حملہ ہوا ہے کہ پیروں تلے سے زمین نکل رہی ہے۔

تمام سفیروں نے تسلی دی کہ وہ سب ابھی بڑے صاحب کے پاس آرہے ہیں۔ پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ ایسی رکاوٹیں آتی رہتی ہیں۔ جس طرح بھی حملہ کیا گیا ہے اس کا مؤثر جواب دیا جائے گا۔

ایک گھنٹے کے بعد وہ تمام اعلیٰ عہدیدار اور مختلف ممالک کے سفیر وہاں پہنچ گئے۔ بڑے صاحب کی عالیشان کوٹھی کے ہال میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو موجودہ حالات تفصیل سے بتانے لگے۔ ثانی خیال خوانی کے ذریعے ان کے درمیان موجود تھی اور اپنے پاس اسٹیئرنگ پر بیٹھے ہوئے علی کو ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سنا رہی تھی۔ ان کی کار بڑے صاحب کی کوٹھی سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی۔

ایک امریکی نمائندے نے تمام تفصیلات معلوم کرنے کے بعد ہاٹ لائن پر میر اسٹرسے رابطہ کیا پھر کہا "ہمیں یقین تھا کہ پاکستان میں مولویوں' ملّا اور ان کی تنظیموں کو کچل دیا جائے گا یا انہیں ایسے مقام پر پہنچا دیا جائے گا کہ نئی نسلیں انہیں اہمیت نہیں دیں گی۔ اس طرح ہم اپنی تہذیب کو پورے ملک میں پھیلا دیں گے۔ لیکن ابھی یہاں ہماری طرف سے پوری طرح ابتدا بھی نہیں ہوئی ہے اور ہمارے وفادار پاکستانی سیاستدانوں پر ایسے حملے شروع کئے گئے ہیں جو صرف ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے ذریعے ممکن ہیں۔ لہٰذا ہمیں جوابی کارروائی کے لئے یہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے۔"

ادھر ہیڈ کوارٹر میں میر اسٹر اور دیوی وغیرہ کو پارس نے بری طرح الجھا کر رکھا ہوا تھا۔ میر اسٹر نے پریشان ہو کر کہا "یہاں بھی ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔ ایک ہی رات میں اس نے ہمارے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زہریلے انجکشن کے ذریعے مار ڈالا ہے۔ ابھی ہم کسی نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو تمہارے پاس نہیں بھیج سکیں گے۔ صرف ایک ڈی لنکاسٹر نامی خیال خوانی کرنے والا تمہاری آواز کا کیسٹ سن کر تمہارے پاس آئے گا۔ پندرہ منٹ تک انتظار کرو۔"

امریکی نمائندے نے بڑے صاحب اور دوسرے اعلیٰ عہدیداروں سے کہا "آپ حضرات دل سے فکر اور پریشانی نکال دیں۔ جوابی حملے اور آپ سب کے تحفظ کے لئے ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آرہا ہے۔"

بڑے صاحب نے کہا "آپ نے حوصلہ افزا خبر سنائی ہے۔ لیکن ہمارے تمام کیسٹوں کی ماسٹر کاپیاں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کے پاس ہیں۔ کیا وہ ماسٹر کاپیاں ہمیں مل جائیں گی؟"

"ضرور ملیں گی اور دشمن کو منہ توڑ جواب بھی ملے گا۔ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ منہ توڑ جواب کیسے ہوتا ہے؟ دیکھیے ایسے....."

یہ کہہ کر اس نے سینٹر ٹیبل سے شیشے کا ایک گلاس اٹھایا پھر

اسے پوری قوت سے اپنے منہ پر مارا۔ شیشے کا گلاس منہ پر ٹوٹا۔ کچھ ٹکڑے ہونٹوں کے آس پاس چہرے میں پیوست ہوگئے۔ کئی جگہ سے خون رسنے لگا۔ سب نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ ایک نے اس کے ہاتھ سے ٹوٹا ہوا گلاس لیا۔ ایک نے پیوست ہونے والے شیشے کے ٹکڑوں کو نکالتے ہوئے پوچھا "یہ آپ نے کیا کیا؟ کیوں خود کو زخمی کرلیا؟"

وہ بڑی حیرانی اور پریشانی سے بولا "میں نے بے اختیار ایسا کیا ہے۔ وہ۔۔۔ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ضرور میرے اندر موجود ہے۔ اس نے مجھے لہولہان ہونے پر مجبور کردیا تھا۔"

ایک اعلیٰ عہدیدار رضی الدین نے پریشان ہو کر کہا "ابھی آپ نے کہا تھا کہ اسے منہ توڑ جواب دیا جائے گا اور یہ دعویٰ کرتے ہی اس نے عملاً آپ کا منہ توڑ دیا۔ پتا نہیں یہ کون ہے؟"

دوسرے اعلیٰ عہدیدار سمیع اللہ خان نے کہا "وہ جو بھی ہے یہاں موجود ہے۔ ہم اس سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہم سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کرے۔ اگر ہم سے کوئی شکایت ہے تو ہم وہ شکایت دور کریں گے۔ اگر کوئی بڑے سے بڑا مطالبہ ہے تو وہ بھی ہم پورا کریں گے۔"

اسی وقت سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی لنکاسٹر امریکی نمائندے کے دماغ میں آیا پھر بولا "تمہارے خیالات سے معلوم ہورہا ہے کہ ابھی تم نے خود کو بے اختیار زخمی کیا تھا۔ یعنی وہ دشمن تمہارے اندر موجود ہے۔"

"اس کی موجودگی اور عدم موجودگی کا کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ تم یہاں بیٹھے ہوئے ہمارے وفادار سیاستدانوں کو تسلی دو۔"

ڈی لنکاسٹر نے ایک ملک کے سفیر کی زبان سے کہا "میں آپ سب کا دوست ٹیلی پیتھی جاننے والا آگیا ہوں اور اس دشمن سے کہتا ہوں کہ وہ ہمارے ان وفاداروں کے سامنے مجھ سے گفتگو کرے اور اپنی دشمنی کی وجہ بتائے۔"

جب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا والی کسی کی زبان سے بولتا یا بولتی ہے تو آواز اور لہجہ اسی آلۂ کار کا ہوتا ہے، جس کے دماغ میں رہ کر بولا جاتا ہے۔ ثانی نے بھی اسی سفیر کے اندر آکر اس کی زبان سے کہا "ہاں میں اسی دشمن سے کہتا ہوں کہ وہ دشمنی کی وجہ بتائے ورنہ میں اس بیچارے سفیر کو جوتوں سے مارنا شروع کردوں گا۔"

یہ کہتے ہی ثانی کی مرضی کے مطابق اس نے اپنے پاؤں کا ایک جوتا اتارا پھر اپنے ہی سر پر مارنے لگا۔ ڈی لنکاسٹر نے خیال خوانی کے ذریعے اس کا ہاتھ روک دیا۔ ثانی دوسرے کے اندر پہنچ گئی۔ دوسرے نے اپنا جوتا اتار کر اس کے سر پر مارتے ہوئے پوچھا "ابے گدھے! جوتے کو سر کا تاج بناتے بناتے تو نے ہاتھ کیوں روک لیا؟"

ڈی لنکاسٹر فوراً اس دوسرے شخص کے اندر آگیا تاکہ وہ جوتا نہ چلائے۔ وہ اِدھر آیا تو ثانی اُدھر چلی گئی۔ وہ پھر اپنے ہی ہاتھ سے اپنے سر پر جوتے مارنے لگا۔ ڈی لنکاسٹر نے پریشان ہو کر دوسرے کی زبان سے کہا "یہ دشمن ایسی چال چل رہا ہے جیسے میں ہی اِدھر جوتے مار رہا ہوں اور میں ہی اُدھر دوسرے کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

اپنے ہاتھ سے جوتے مارنے والے نے کہا "ہاں تم ہی اِدھر بھی آتے ہو اور اُدھر بھی جاتے ہو۔ ابھی تم اِدھر اس کی زبان سے بول رہے ہو تو میرا ہاتھ رک گیا ہے اور میں خود کو جوتا نہیں مار رہا ہوں۔ فار گاڈ سیک، میرے دماغ میں اب نہ آنا۔"

"ٹھیک ہے، نہیں آؤں گا۔ تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ میں بڑے صاحب کے دماغ میں جا کر ابھی ان کی زبان سے بولتا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوئی تو چند سیکنڈ کے بعد ہی بڑے صاحب اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے گالوں پر طمانچے مارنے لگے۔ ڈی لنکاسٹر نے فوراً ہی ان کے ہاتھوں کو روک لیا۔ لیکن بڑے صاحب خود کو اتنے طمانچے مار کر اپنی توہین محسوس کررہے تھے۔ انہوں نے گرج کر کہا "مجھے نہیں چاہئے ایسا ٹیلی پیتھی جاننے والا مددگار، مجھے طمانچے مارے اور میرے مہمانوں کو جوتے۔"

امریکی نمائندہ ٹوٹے ہوئے گلاس سے زخمی ہونے کے بعد صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ ایک ملازم فرسٹ ایڈ بکس سے دوائیں نکال کر اس کی مرہم پٹی کررہا تھا۔ ڈی لنکاسٹر اس کے اندر آکر بولا "میں دوست بن کر آیا ہوں اور یہ مجھے دشمن کہہ رہے ہیں۔ انہیں دشمن کی چالوں کو سمجھنا چاہئے۔"

امریکی نمائندے نے سوچ کے ذریعے کہا "تمہیں دشمن کی چالوں کو ناکام بنا کر انہیں یقین دلانا چاہئے کہ اب وہ محفوظ رہیں گے لیکن تمہارے آتے ہی یہ لوگ طمانچے اور جوتے کھا رہے ہیں۔ اگر ایسے ہی تماشے ہوتے رہے تو ان کا اعتماد ہم پر سے اٹھ جائے گا۔ یہ لوگ وڈیو کیسٹس کے ذریعے بہت بری طرح بدنام ہونے والے ہیں۔"

"میں انہیں بدنام نہیں ہونے دوں گا۔ لیکن آپ پہلے انہیں یقین دلائیں کہ ابھی جو کچھ ہوا ہے، وہ دشمن نے کیا ہے اور انہیں مجھ پر آرہا ہے۔"

"بھئی تم کیسے خیال خوانی کرنے والے ہو۔ یہ دیکھ رہے، زخموں کی وجہ سے میرے ہونٹوں کے آس پاس مرہم کے ٹکڑے چپکائے گئے ہیں۔ میں منہ کھولنے اور بولنے کے قابل نہیں ہوں اور تم سوچ کے ذریعے بات کررہا ہوں۔ دیکھو ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔ اگر دشمن تم سے زبردست ہے تو فوراً سپر ماسٹر کے پاس جاؤ اور زبردست کے مقابلے میں زبردست لاؤ۔ ایک نہیں دس کسی طرح بھی۔ ہم سے وفاداری کرنے والے ان سیاستدانوں کو بدنامی سے بچاؤ۔ اور یہاں کے سفارت خانے کے کسی عہدے دار سے کہو کہ وہ یہاں آکر میری جگہ سنبھالے۔ ایسی حالت میں آرام کرنا چاہئے۔"

ڈی لنکاسٹر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد بڑے صاحب نے امریکی نمائندے سے پوچھا "کیا ہم سب یہاں خاموش بیٹھ کر ایک دوسرے کی صورت دیکھتے رہیں گے؟"

اس نمائندے نے ایک کاغذ پر لکھا "میں زخموں کے باعث بولنے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ ہمارے سفارت خانے کے ایک صاحب یہاں تشریف لانے والے ہیں۔ ان کے علاوہ اب ہمارے ایک نہیں بلکہ کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے آرہے ہیں۔ آپ ذرا صبر کرلیں۔"

وہ انہیں تسلیاں دینے کے لئے اتنا ہی لکھنا چاہتا تھا لیکن ثانی نے اس کے دماغ کو پوری طرح مٹھی میں لے کر آگے لکھوایا۔ "ویسے ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہاں آکر ناکام رہیں گے تو پھر تم سب کے لئے دو ہی راستے رہ جائیں گے۔ ایک تو یہ کہ بدنامی قبول کرلو۔ دوسرا یہ کہ بدستور سیاستدان رہنے کے لئے اپنے وطن اور اپنی قوم کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرو۔ جو تہذیب تمہاری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی شرم رکھتی ہے اور تمہیں غیرت مند رہنے کا درس دیتی ہے اس تہذیب کو کبھی مٹنے نہ دو۔"

سب نے اس تحریر کو پڑھا۔ پھر ایک عہدیدار نے کہا "تعجب ہے۔ آپ لوگ ہماری جس تہذیب کو مٹا کر اپنی تہذیب کے رنگ میں پاکستانیوں کو رنگنا چاہتے ہیں اسی اسلامی تہذیب کی طرف آخر کار واپس جانے کا مشورہ دے رہے ہیں۔"

اس نے حیران ہو کر دوبارہ اپنی تحریر کو پڑھا اور یہ سمجھ گیا کہ تحریر کا آخری حصہ دشمن خیال خوانی کرنے والے نے لکھوایا ہے۔ وہ اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے اسی کاغذ پر لکھنا چاہتا تھا کہ دشمن نے ایسا لکھنے پر مجبور کیا تھا۔ ان کا سپر ماسٹر شکست تسلیم نہیں کرے گا۔ آخر وقت تک دشمنوں کو زیر کرکے اپنے وفاداروں کو بدنامی سے بچائے گا۔ لیکن قلم پکڑتے ہی وہ بے اختیار لکھنے لگا "جب مریض کو بچانے کے لئے سانسیں کم پڑنے لگتی ہیں تو اسے فاضل آکسیجن فراہم کی جاتی ہے اور وہ سکون سے زندگی کی سانسیں لینے لگتا ہے۔ ہمارا سپر ماسٹر ہر ممکن کوشش کرے گا کہ تم سب کو نیک نامی کی سانسیں ملتی رہیں لیکن سانسیں کم پڑنے لگیں گی تو اسلامی تہذیب کا آکسیجن ماسک پہننا ہی ہوگا تب ہی ایک نئی سیاسی زندگی ملے گی۔"

وہ چاروں اعلیٰ عہدیدار اس کے پاس آکر اس کی تحریر پڑھ رہے تھے۔ اس نے خود اپنی تحریر کے اختتام کے بعد پڑھا تو دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔

تھوڑی دیر بعد سفارت خانے کا عہدے دار آگیا۔ وہ زخمی نمائندہ وہاں سے چلا گیا۔ اس وقت ڈی لنکاسٹر عہدے دار کے اندر آکر بول رہا تھا "وہاں آرمی ہیڈ کوارٹر میں سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران بہت پریشان ہیں۔ وہاں ہمارے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک ہی رات میں دشمنوں نے ہلاک کردیا ہے۔ سپر ماسٹر دیوی کی آمد کا منتظر ہے۔ اس نے کہا ہے کہ وہ سب ذہنی طور پر بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔ آپ کسی طرح پاکستانی سیاستدانوں کو مطمئن کریں۔ اس سے پہلے بھی ایم آئی ایم والوں نے ہمارے اور چند اسلامی ممالک کے خلاف وڈیو فلمیں تیار کی تھیں۔ آپ ان سے مذاکرات کے لئے اڑتالیس گھنٹوں کا وقت حاصل کریں۔ اس کے بعد کوئی تدبیر کی جائے گی۔"

عہدے دار نے اس سے کہا "اچھا تم جاؤ۔ میں نہیں چاہتا، دو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں موجود رہیں اور پھر پہلے کی طرح ہمارے وفاداروں کو ہمارے خلاف بھڑکانے کے لئے دشمنوں کو موقع ملتا رہے۔"

ڈی لنکاسٹر چلا گیا۔ عہدے دار نے بڑے صاحب سے کہا۔ "ابھی ہمارے چند ٹیلی پیتھی جاننے والے آئے تھے۔ میں نے انہیں واپس بھیج دیا ہے۔"

بڑے صاحب نے پوچھا "آپ نے ایسا کیوں کیا؟ کیا لوہے کو لوہا اور ٹیلی پیتھی کو ٹیلی پیتھی نہیں کاٹ سکتی؟"

"بے شک کاٹ سکتی ہے۔ مگر یہ جنگ کرنے والی باتیں ہیں اور ابھی جو ہمارے دشمن ہیں، انہیں دوست بنانا ہے۔ کیونکہ آپ چار بڑے عہدیداروں کی کمزوریاں ان کے پاس وڈیو کیسٹس کی صورت میں موجود ہیں۔"

سب نے تائید میں سر ہلایا۔ عہدے دار نے کہا "جب ہم کسی سے اپنی کوئی چیز چھین نہ سکیں تو پھر دوستانہ ماحول میں ان کی شرائط مان کر ان تمام وڈیو فلموں کی ماسٹر کاپیاں حاصل کرنا چاہئیں۔"

"درست ہے۔ ہم کسی سے دشمنی یا جنگ نہیں چاہتے۔ بدنامی سے بچنا اور اپنی عزت کو بحال رکھنا چاہتے ہیں۔"

اچانک فون کی گھنٹی سنائی دی۔ بڑے صاحب نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے علی نے کہا "یہ جو سفارت خانے کا عہدے دار آیا ہے، کافی سمجھ دار ہے۔ پہلے ایسا کرو کہ اس فون کا اسپیکر کھول دو تاکہ سب ہی میری باتیں سن سکیں۔"

بڑے صاحب نے اسپیکر کو آن کردیا۔ علی نے کہا "شاباش! تم بڑے تابعدار ہو۔"

بڑے صاحب نے ناگواری سے کہا "دیکھو مسٹر! تم جانتے ہو اس ملک میں میرا کتنا اونچا مقام ہے اور تم مجھے تم کہہ رہے ہو؟ ادب اور لحاظ سیکھو۔"

علی نے کہا "ہم نے تو یہی سیکھا ہے کہ بے غیرتوں کے منہ پر تھوک دیا کرو۔ آسمان سے اتر آؤ ورنہ بدنامی کی ایک ٹھوکر تمہیں مٹی میں ملادے گی۔"

عہدے دار نے فوراً بڑے صاحب کے پاس آکر ریسیور ان سے لیا۔ پھر کہا "میں امریکی سفارت کار بول رہا ہوں۔ ابھی آپ نے بڑے صاحب کو جو باتیں سخت لہجے میں کہی ہیں، وہی باتیں میں انہیں نرم لہجے میں سمجھا رہا تھا۔ آپ کے طریقۂ کار سے یہ ظاہر

ہوگیا ہے کہ آپ ایم آئی ایم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب سے پہلے بھی آپ لوگوں نے اپنے مخالفین کے خلاف ٹھوس ثبوت حاصل کرنے کے لئے وڈیو فلمیں تیار کی تھیں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"آپ بولتے جائیں۔ غلط کہیں گے تو ٹوک دوں گا۔"

"تھینک یو۔ اب سے پہلے جو وڈیو فلمیں آپ لوگوں نے تیار کیں انہیں اپنے مخالفین کے خلاف استعمال نہیں کیا یعنی انہیں منظرِ عام پر لا کر انہیں بدنام نہیں کیا۔ اب بھی ہماری درخواست ہے کہ اس ملک میں آپ نے چار برسوں کے خلاف جو وڈیو تیار کی ہیں' انہیں منظرِ عام پر نہ لائیں۔ اس کے عوض ہم آپ کے تمام مطالبات پورے کرنے اور تمام شرائط تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔"

علی نے کہا "ابھی آپ کے سپریمو سٹر کا پیغام ملا ہے کہ ہمیں کسی طرح بھی مخالفانہ کارروائیوں سے اڑتالیس گھنٹوں تک روکا جائے کیونکہ ابھی وہ لوگ ایک دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں۔ وہاں سے نکلنے کے بعد ہم سے نمٹ لیا جائے گا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

عہدے دار نے ہچکچاتے ہوئے کہا "آپ لوگوں سے کوئی راز کی بات چھپائی نہیں جاسکتی۔ لیکن ہمارے سپریمو سٹر کا مقصد جنگ چھیڑنا نہیں ہے۔ اب سے پہلے بھی ہمارے دوسرے وفاداروں کے خلاف کتنے ہی ٹھوس ثبوت آپ لوگوں کے پاس ہیں۔ ان کے لئے نہ ہم نے آپ سے چھیڑ چھاڑ کی ہے اور نہ ہی آپ لوگوں نے ہمارے وفاداروں کو نقصان پہنچایا ہے۔ آج بھی ہم یہی چاہتے ہیں۔ پلیز کوئی ایسا سمجھوتا کریں کہ ہمارے ان چار برسوں کی عزت اور وقار پہلے کی طرح قائم رہے۔"

"عزت کا کام کرنے سے عزت ملتی ہے۔ یہ لوگ ذلت اٹھانے کے جو نسخے لے کر آئے ہیں اور اس پر بڑی دھیمی اور محتاط رفتار سے عمل کر رہے ہیں یہ انہیں ذلت کی پستیوں میں گرائے گا۔"

"جو نسخے یہ لے کر آئے ہیں' اس پر اگر عمل نہ کریں تو پھر آپ ان کی مخالفت نہیں کریں گے؟"

"نہیں کریں گے لیکن اس سلسلے میں چند شرائط ہیں۔ آپ حضرات کاغذ قلم سنبھالیں اور یہ شرائط لکھ لیں تاکہ یہ سبق کی طرح یاد رہے۔"

ان میں سے دو افراد لکھنے لگے۔ علی نے کہا "جتنے زور شور سے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرانے کی کوششیں کی جارہی ہیں اس سے بھی زیادہ زور شور سے وہ کروڑوں اور اربوں روپے کے قرضے وصول کئے جائیں جو سیاستدانوں' جاگیرداروں اور فراڈ صنعت کاروں نے لئے ہیں۔

"اگر آپ اور یہاں کے سیاستداں یہ چاہیں گے کہ اربوں روپے کی وصولی کو التوا میں ڈال کر پاکستانی خزانے کو خالی رکھا جائے تاکہ ورلڈ بینک سے سود پر قرضے لئے جاتے رہیں تو اب ہم اس چالبازی پر عمل نہیں ہونے دیں گے۔

"قوم کے سر سے یہ الزام ہٹایا جائے کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے باعث اس ملک پر قرضوں کا بوجھ بڑھتا جارہا ہے۔

عوام کو سستا اور معیاری اناج فراہم کرنے کے لئے یہاں کے سیاستداں اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کو اناج کی ذخیرہ اندوزی کی اجازت نہ دیں۔ اور قابلِ کاشت زمینوں کو بنجر کہہ کر وہاں نام نہاد صنعتیں لگانے کے لئے اپنے عزیز و اقارب جاگیرداروں کو عیاشی کے لئے قرضے نہ دلائیں۔

"زمین کی تہ سے معدنی ذخیرے حاصل کرنے کے لئے ملکی اور غیر ملکی ماہرین کی خدمات حاصل کی جائیں۔ تیل اور گیس کے ذخیرے دریافت کئے جائیں۔ صوبوں اور وفاق کے درمیان جو سرد جنگ جاری رہتی ہے اس کے نتیجے میں بیچارے انجینئروں اور دوسرے ماہرین کو اغوا نہ کرایا جائے۔

"کسی سیاسی پارٹی کو ڈاکو اور دہشت گرد پالنے کی اجازت نہ دی جائے۔

"کوئی بااختیار سیاستداں پولیس کے کام میں مداخلت نہ کرے اور پولیس افسران پر بے جا دباؤ نہ ڈالے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ پولیس پر عوام کا اعتماد بحال کرے۔

"تعلیم اتنی سستی اور معیاری ہو کہ محدود تنخواہ پانے والا اپنے بچوں کی خداداد صلاحیتوں کو ملک و قوم کے لئے پروان چڑھا سکے۔

"انسان شعور حاصل کرتے ہی پہلے ماں باپ کو پہچانتا ہے پھر بہن کو۔ پھر پیروی اور پھر بیٹی کو اور یہ پہچان غیر مرئی تہذیب کے حوالے سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد اگر عورت کو داشتہ یا بازاری بنایا جاتا ہے یا کنڈوم کلچر کے ذریعے اسے ایک رات کی رانی بنایا جاتا ہے تو یہ عمل تہذیب کے لئے گالی بن جاتا ہے۔ لہٰذا پاکستان سے یہ گالی مٹادی جائے ورنہ گالیوں کو عام کرنے والے مٹ جائیں گے۔

"یہ جتنی شرائط پیش کی گئی ہیں' ان پر عمل کرنے کے لئے جتنی دولت کی ضرورت ہے وہ اس ملک میں ہے اگر تمام بااثر اور بااختیار افراد سے قرضے وصول کئے جائیں۔ اس ملک میں معطل ذخائر اور زرعی پیداوار کی کمی نہیں ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی پر کنٹرول کرنا اسی وقت ممکن ہے جب عوام علم و ہنر سے مالا مال ہوں گے اور اپنے بھلے برے کو خود سمجھیں گے۔ سمجھانے سے آبادی کم نہیں ہوگی۔ اسے صرف معیاری خواندگی کم کر سکتی ہے۔

"بس یہی شرائط ہیں' جن پر آپ حضرات کو عمل کرنا ہے۔ عمل کریں گے تو نیک نامی ملتی رہے گی ورنہ بدنامی..... بدنامی اور بدنامی....."

یہ کہہ کر علی نے فون بند کردیا۔ عہدے دار نے کئی بار ہیلو ہیلو کہہ کر مخاطب کیا۔ پھر اس نے بھی ریسیور رکھ کر بڑے صاحب سے کہا "اسے جو کہنا تھا' اس نے کہہ دیا۔ ریسیور اس لئے رکھ دیا کہ:

ضرورت سے زیادہ کہنا چاہتا ہے اور نہ ہماری طرف سے کچھ سننا ضروری سمجھتا ہے۔ اب اس کی شرائط پر عمل ہوگا تو اسے گویا ہماری طرف سے عملی جواب مل جائے گا۔"

بڑے صاحب نے کہا "یہ تو محض ایک تسلی سی ہے کہ وہ دشمن ہمیں فوراً ہی بدنام نہیں کرے گا۔ جب تک ہمارے خلاف اس کے پاس ثبوت رہیں گے ہمیں فکر اور پریشانی سے نیند نہیں آئے گی۔"

"تو پھر آپ خواب آور گولیاں کھا کر سو جایا کریں۔ ایم آئی ایم کے پاس آپ لوگوں کے علاوہ اور دیگر اہم ممالک کے خلاف بھی ثبوت ہیں۔ آپ لوگ اپنی کمزوریاں خود پیش کریں گے تو ایسے ہی نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا۔ آپ کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ بات ہے کہ وہ بڑی شرافت سے آپ تمام حضرات کے کیسٹس واپس کردے گا تو یہ خام خیال دماغ سے نکال دیں اور اس کی بیان کردہ شرائط برائے الحال عمل کرتے رہیں۔"

"کیسے عمل کریں۔ اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ تمام کروڑوں اور اربوں روپے کے قرضے وصول کئے جائیں۔ لیکن قرضے ایسے بااثر اور بااختیار افراد نے لئے ہیں کہ ان سے قانونی طور پر جبراً وصولی کی جائے تو وہ ہمیں چھوڑ کر اپوزیشن میں چلے جائیں گے۔ ہم ان سے وصول کیا کریں گے؟ انہیں ہمیشہ خوش اور راضی رکھنے کے لئے آئندہ بھی ایسے ہی قرضے دینے پڑتے ہیں' جو کبھی واپس نہیں ملتے۔"

دوسرے عہدیدار نے کہا "ہمیں سمجھنے کہ قرضے کا محض نام ہوتا ہے ورنہ ہم اپنی حکومت قائم رکھنے کے لئے انہیں غنڈا ٹیکس ادا کرتے رہتے ہیں۔"

عہدے دار نے کہا "میں نے وقتی طور پر آپ حضرات کو بدنامی سے بچالیا ہے۔ ہوسکتا ہے ہمارا سپریمو سٹر آپ سب کے بچاؤ کی مزید کچھ کوششیں کرے۔ فی الحال آپ بہبود آبادی کی آڑ میں قاہرہ کانفرنس سے لائے ہوئے نسخوں پر عمل نہ کریں۔ آئندہ دیکھا جائے گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان سے باتیں کرتا ہوا باہر آیا۔ پھر ان سب سے مصافحہ کرکے رخصت ہوگیا۔

علی کار ڈرائیو کررہا تھا۔ ثانی اس کے پاس بیٹھی کہہ رہی تھی "تم نے طویل شرائط کی فہرست لکھوادی ہے۔ کیا وہ لوگ اس پر عمل کریں گے؟"

"بات اگر انسانیت' شرافت اور دیانت داری کی ہو تو عمل کرنا نہایت ہی آسان ہے لیکن یہ جو انسانیت' شرافت اور دیانت داری ہے' یہ سیاست میں نہیں پائی جاتی۔ ابھی تم نے خیال خوانی کے ذریعے سنا ہے کہ وہ اس اندیشے سے اربوں روپے کے قرضے وصول نہیں کرتے ہیں کہ قرض لینے والے بااثر افراد اپوزیشن پارٹی میں چلے جائیں گے۔ یعنی اس ملک میں غنڈا ٹیکس ادا کرکے حکومت کی جاتی ہے۔"

"جناب تبریزی نے ہماری جدوجہد کو محدود کردیا ہے ورنہ میں تمام بااثر افراد کو ناکوں چنے چبوا دیتی۔"

"وہ عالمِ دین ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی بھی معاملے میں بندے کو کس حد تک جہاد کرنا ہے۔ اس حد کے بعد قدرت کی مرضی سے حالات بدلتے ہیں۔ ہمارا کام سمجھانا تھا۔ ہم نے ان بزرگوں کو دباؤ میں لاکر سمجھادیا کہ بڑھتی ہوئی آبادی کو بہانہ بنا کر یہاں بے حیا تہذیب کو مسلط نہ کیا جائے۔ قرضے وصول کرکے' معدنی ذخائر کو دریافت کرکے' زرعی پیداوار میں اضافہ کرکے اس ملک کے عوام کو تعلیم یافتہ اور خوش حال بنایا جاسکتا ہے۔ یہ صاف سمجھ میں آنے والی باتیں عوام کی سمجھ میں بھی آنی چاہئیں۔ صرف تعلیم اور معلومات کی کمی کے باعث وہ سمجھ نہیں پاتے کہ صرف کھیل کے میدانوں میں جیتنے والی قوم نفاذِ اسلام کے میدانوں میں کیسے مات کھاتی چلی جاتی ہے۔"

ثانی اور علی دوسری صبح کی فلائٹ سے پیرس پہنچ گئے۔ پھر وہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں آگئے کیونکہ دوسرے دن عیدالاضحیٰ تھی۔ میری فیملی کے جتنے افراد اپنے اپنے مشن سے فارغ ہوجاتے تھے وہ ایک ساتھ عید منانے کے لئے بابا صاحب کے ادارے میں جمع ہوجاتے تھے۔

اس بار میں جمیلہ اور ہیرو کے علاوہ شی تارا اور یوجا کو وہاں لے آیا۔ آمنہ' سونیا' باربرا' جوجو' سلطانہ' سلمان وغیرہ بھی موجود تھے۔ باقی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے ساتھی مختلف ممالک میں مصروف تھے۔ پارس بھی امریکا میں تھا۔

اس بار ہم سب خیال خوانی کے ذریعے پارس کو عید مبارک کے علاوہ ٹیلی پیتھی اور غیر معمولی سماعت و بصارت وغیرہ کے سلسلے میں بھی مبارکباد دے رہے تھے۔ سب سے زیادہ خوشی سونیا کو تھی کیونکہ اسی نے اسے گود میں کھلایا تھا۔ اسے ایسی تربیت دی تھی کہ مکاری اور حاضر دماغی کے سلسلے میں سب ہی اسے سونیا کا بیٹا کہتے تھے۔ جمیلہ اور ہیرو ٹیلی پیتھی نہیں جانتے تھے لیکن انہوں نے غیر معمولی سماعت کے ذریعے اُدھر سے پارس کی آواز سنی اور اِدھر سے اپنی آواز سنائی اور یوں اسے مبارکباد دی۔

عید کا دن بڑی مسرتوں سے گزرا۔ لیکن دوسرے دن ہم سب پر اداسی چھا گئی۔ بابا صاحب کے ادارے میں تمام دنیا کے اخبارات آتے تھے۔ ان میں سے چند اخبارات نے لکھا تھا کہ درگاہ چرار شریف میں کیسی قیامت برپا کی گئی ہے۔

عیدالاضحیٰ میں سنتِ ابراہیمی "ادا" کرنے کے لئے جانوروں کی قربانیاں دی جاتی ہیں۔ لیکن کشمیری والدین نے اپنے درجنوں بیٹوں کی قربانیاں دے کر صحیح معنوں میں سنتِ ابراہیمی "ادا" کی تھی۔

وہ درگاہ حضرت شیخ نورالدین ولی کی تھی۔ جو ۱۴ویں صدی عیسوی کے صوفی بزرگ تھے۔ ان کے والد سالار سنتر ہندو تھے۔

جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کا اسم گرامی سالار دین رکھا گیا۔ ان کے صاحب زادے حضرت شیخ نورالدین کو ایسے علوم و فضائل حاصل ہوئے تھے کہ مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی ان کے عقیدت مند تھے۔ خاص طور پر ہندو پنڈت جو کسی دوسرے دھرم کی باتیں سننا گوارا نہیں کرتے' وہ بھی ان کی ایمان افروز گفتگو سن کر دم سادھ لیتے تھے۔ روزانہ سیکڑوں پنڈت ان کی درگاہ پر حاضری دیا کرتے تھے اور کشمیری پنڈت انہیں عقیدت سے "نندا شی" یعنی خدا تک پہنچنے والا کہتے تھے۔ ۱۴۳۹ء میں ان کا وصال ہوا تو کشمیر کے بادشاہ سلطان زین العابدین نے بنسِ نفیس جنازے کو کاندھا دیا۔ افغانستان کے گورنر عطا محمد خان نے ان کی یاد میں سکے جاری کئے۔ ان کا ۵۳۵ سال پرانا مزار لکڑی کا بنا ہوا تھا۔

یہ ان صوفی بزرگ کا مختصر سا احوال ہے تاکہ جو قارئین نہیں جانتے ہیں وہ اس حد تک جان لیں کہ جو بزرگ ایسے باکمال تھے اور جنہوں نے تمام عمر بھائی چارے اور محبت کا ایسا درس دیا کہ ہندو پنڈت بھی ان کے عقیدت مند ہو گئے تھے پھر ان ہی ہندوؤں کی موجودہ نسل نے اس مزار شریف کو نفرت اور تعصب کی آگ میں جلا دیا۔ ان کے خلفا کے دس ملحق مزار' ایک مسجد اور قرآن پاک کے سیکڑوں نسخے بھی نذرِ آتش کر دیے۔ ان ایمانی امانتوں کا دفاع کرنے والے ۴۰۰ کشمیری اور ۴۲ مجاہدین شہید ہو گئے اور یہ سب کچھ بھارتی حکومت اور فوج کے ایک منصوبے "آپریشن مون نائٹ اسٹارم" کے مطابق ہوا۔

یہ ایسا ظلم ہے اور مذہبی جذبات کو بھڑکانے اور مسلمانوں کو طیش دلانے والی ایسی درندگی ہے کہ عالمِ اسلام کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک جہاد کے لئے بلا تاخیر پیش قدمی کرنی چاہئے کیونکہ اقوامِ متحدہ سے مسلمانوں کی تباہیوں کے معاملات میں محض طفل تسلیاں ملتی ہیں۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ اسلامی ممالک کے سربراہ بھی صرف بیان بازی سے کام لے رہے ہیں۔ صرف عوام کی طرف سے شدید ردِ عمل کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔

پاکستان کے عوام نے بھی بھرپور غم و غصے کا اظہار کیا۔ لیکن ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ نے چار دنوں تک عید کی بڑی خوشیاں منائیں۔ ناچ گانے بھی پیش کرتے رہے اور خبروں میں کشمیریوں سے ہمدردیاں بھی کرتے رہے۔ ایسا کتنے ہی اسلامی ممالک میں ہوا کہ ان کی ایک آنکھ سے کشمیر کے لئے آنسو بہتا رہا اور دوسری آنکھ ناچ گانے اور عیش و عشرت کے مناظر سے جگمگاتی رہی۔

اے خدا! تو کب تک منافقین کو مسلمانوں پر مسلط رکھے گا؟ اگر یہ تمام سربراہ مسلمان ہیں تو انہیں منافقین نہ رہنے دے۔ اگر یہ منافقین رہنا چاہتے ہیں تو تو انہیں دینِ اسلام سے خارج کر کے اقوامِ متحدہ بھیج دے اور ہمارے لئے ایک..... صرف ایک غازی صلاح الدین پیدا کر دے۔

میں فرہاد علی تیمور ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایک زلزلہ کہلاتا ہوں۔ پھر میں غازی صلاح الدین کیوں نہیں بن سکتا؟ میں اور میری فیملی کے تمام افراد جوش اور جذبے میں تھے۔ ایسے وقت کچھ کر گزرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے اپنی فیملی کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کو اسی شرط پر پناہ گاہ بنایا تھا کہ ہم ادارے کی بزرگ کامل ہستی کی ہدایات کے مطابق عمل کرتے رہیں گے۔

میں ہدایات حاصل کرنے کے لئے جناب علی اسد اللہ تمیزی کے حجرے کے دروازے پر پہنچا۔ اندر سے ان کی آواز آئی۔ "آجاؤ۔"

میں نے حجرے میں داخل ہو کر انہیں سلام کیا۔ پھر جھک کر ان کی دائیں ہتھیلی کی پشت کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد ذرا پیچھے ہٹ کر دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ وہاں مجھ سے پہلے شی تارا اور پوجا پہنچی ہوئی تھیں۔ وہ بھی سر جھکائے دوزانو ہو کر بیٹھی ہوئی تھیں۔

جناب تمیزی نے مجھ سے کہا "یہ دونوں میرے پاس آتے ہی ایسے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں جیسے ان دونوں نے ہی درگاہ چرار شریف میں آگ لگائی ہے اور وہاں کے مجاہدین کو شہید کیا ہے۔"

شی تارا نے کہا "بزرگِ محترم! ہم نے اپنے ہاتھوں سے ایسا نہیں کیا لیکن ہماری ہندو قوم نے تو کیا ہے۔"

انہوں نے پوچھا "تمہاری ہندو قوم نے؟ یہ تمہیں کس نے کہا کہ تم ہندو ہو؟ تم چار برس تک دیوی کی ڈی شی تارا بنی رہیں۔ ڈی کا مطلب جانتی ہو؟"

"جی ہاں۔ اصل کی ہو بہو نقل۔"

"تو پھر اس نے جس طرح تمہیں نقلی شی تارا بنایا اسی طرح نقلی ہندو بنایا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "میں ہندو نہیں ہوں؟"

"نہیں۔ دیوی چاہتی تو کسی ہندو لڑکی کو ڈی شی تارا بنا سکتی تھی۔ لیکن اس کے دل و دماغ میں مسلمانوں سے نفرت بھری ہے۔ وہ پارس کو ہندو بنانے کے لئے دس برس تک گمنام رہ کر آتما شکتی پوری طرح حاصل کر کے اسے اپنا ہندو جیون ساتھی بنانا چاہتی ہے۔ اسی طرح اس نے تمہاری جیسی مسلمان لڑکی پر عمل کر کے ہندو شی تارا بنایا۔ اس کے تنویمی عمل میں بڑی پائیداری ہے۔ تمہیں آج تک پچھلی زندگی یاد نہیں آئی کہ اب سے چار برس پہلے تم کون تھیں؟ اور کہاں رہتی تھیں؟"

وہ بولی "آپ بڑے گیانی ہیں۔ آپ بہت کچھ جانتے ہیں۔ مجھے میرے بارے میں کچھ بتائیں۔"

"تم مشرقی پنجاب کے شہر جالندھر میں پیدا ہوئی تھیں۔ فرقہ وارانہ فسادات میں تمہارے والدین مارے گئے۔ تمہارے ماموں نے تمہاری پرورش کی۔ ماموں نے کبھی شادی نہیں کی۔ تمہیں باپ کا پیار دیتے رہے۔ ایک بار تم ان کے ساتھ تاج محل دیکھنے آگرہ گئیں۔ وہاں دیوی شی تارا نے تمہیں دیکھا۔ اس کی جو تش

ودیا نے بتایا تھا کہ تم اسے تاج محل کے قریب ملو گی اور برسوں تک اس کی آلۂ کار بن کر رہو گی۔ اس نے تمہیں حاصل کرنے کے لئے تمہارے ماموں کو ہلاک کروایا اور تم پر تنویمی عمل کر کے اپنی ڈی بنا کر پارس کو تمہارے پیچھے لگا دیا۔"

"بزرگِ محترم! مجھے ٹیلی پیتھی کا علم کیسے حاصل ہو گیا؟"

"یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ کسی کو علم آگہی دیتا ہے' کسی کو علم تباہی دیتا ہے۔ دیوی شی تارا کو جو تش ودیا نے بتایا تھا کہ تمہارے اندر خیال خوانی کی صلاحیت ہے مگر تم اسے استعمال کرنا نہیں جانتی ہو۔ اس نے تمہیں ڈی شی تارا بنانے کے بعد رفتہ رفتہ تمہاری خیال خوانی کی صلاحیت کو ابھارا تھا۔ تمہارا پیدائشی نام شمناز ہے۔ تمہاری والدہ کا نام زینب اور والد کا نام عباس علی تھا۔"

شمناز عرف شی تارا فرطِ مسرت سے رونے لگی۔ ان کے ہاتھ کو بوسہ دے کر بولی "خدارا مجھے کلمہ پڑھائیں۔"

"ابھی پڑھاؤں گا۔ ذرا صبر کرو۔ اور پوجا! تم درگاہ چرار شریف کے سلسلے میں ایک مجرمہ کی طرح شرمندہ تھیں۔ بے شک تم ہندو ہو لیکن پاکستانی ہو۔ کشمیر میں جو مظالم ڈھائے جا رہے ہیں' اس کے ذمے دار بھارتی حکمران ہیں۔ جبکہ تم بھارتی نہیں ہو۔"

وہ سر جھکا کر بولی "آپ نے دیدی شمناز کی پچھلی زندگی واضح کر کے انہیں اپنوں میں شامل کر لیا ہے مگر میں..... میں خود کو اکیلی محسوس کر رہی ہوں۔"

انہوں نے کہا "بیٹی! تم شمناز کو دیدی اور پارس کو بھائی جان کہتی ہو۔ اگر غیر ہوتیں تو یہ رشتے کہاں سے آتے؟ اور اگر اکیلی ہوتیں تو ہمارے درمیان اتنی محبت سے کیسے بیٹھی رہتیں۔ اس ادارے کا دروازہ کبھی غیروں کے لئے نہیں کھلتا ہے۔ تمہارے لئے اس لئے کھولا گیا کہ تم حالات کے اس موڑ پر اور زندگی کے ان لمحات میں شمناز اور پارس کے ساتھ محبت نباہتے رہنے کے لئے اسلام قبول کرنا چاہتی ہو۔"

وہ خوش ہو کر محترم بزرگ کو دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چمک رہے تھے۔ انہوں نے کہا "میں وہی کرتا ہوں جو قدرت کی مرضی ہوتی ہے اور قدرت کی مرضی یہی ہے کہ تم ہمیشہ ہماری بن کر رہو۔"

پھر انہوں نے مجھ سے کہا "درگاہ چرار شریف کی بے حرمتی تم سے برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ دین کے خلاف اور بزرگانِ دین کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں ہوتی۔ تم اس سلسلے میں ہدایات حاصل کرنے آئے ہو۔ میں تمہیں وہاں جانے کی اجازت دینے سے پہلے یہ ضرور کہوں گا کہ اس بہادر قوم کو اپنی جنگ خود لڑنے دو۔ غیرتیروں کا حوصلہ پست ہونے والا نہیں ہے۔ لہٰذا تم شطرنج کی چال چلو۔ اپنا مہرہ دوسری طرف سے چلو۔ ہمارا اشرم میں ریاستی الیکشن ہارنے کے بعد کانگریس کی پوزیشن کمزور ہو گئی ہے۔ اس سلسلے میں تم خود زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر لو گے۔ میری ہدایت یہ ہے کہ کشمیریوں کے خلاف جو بھی اقدامات ہوتے ہیں ان کے اجازت نامے دہلی سے جاری ہوتے ہیں لہٰذا تم دہلی اور بمبئی کو ٹارگٹ بناؤ۔ ان دو شہروں کی اہمیت تم پر واضح ہو جائے گی۔"

میں نے کہا "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے میرے اندر کی بے چینی دور کر دی۔ اب میں سکون سے پلاننگ کروں گا۔"

انہوں نے کہا "تم دو دن کے بعد جاؤ گے۔ اس عرصے تک شمناز اور پروین میرے پاس حجرے میں رہیں گی۔"

میں نے سوالیہ نظروں سے پوجا کو دیکھا۔ انہوں نے کہا "تم درست سمجھ رہے ہو۔ ابھی پوجا اسلام قبول کرے گی تو اس کا نام پروین ہو گا اور یہ دونوں تمہارے ساتھ ہندوستان جائیں گی۔"

وہ دونوں خوش ہو کر مجھے دیکھنے لگیں۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں بڑی خوشی سے اپنی دونوں بیٹیوں کو ساتھ لے جاؤں گا۔ شمناز تو ہندوستان کے ہر علاقے سے واقف ہے۔ اس لئے میری گائیڈ بن کر رہے گی۔"

شمناز نے کہا "پاپا! دنیا کا کون سا ملک اور کون سا شہر ایسا ہے جہاں آپ کے قدم نہ پڑے ہوں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ کے ساتھ رہ کر ہمیں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملے گا۔"

جناب تمیزی نے کہا "انسان کو جس سے بھی کچھ سیکھنے کا موقع ملے اس سے ضرور سیکھنا چاہئے۔ تم دونوں زیادہ عرصہ اپنے پاپا کے ساتھ نہیں رہ سکو گی۔ کسی دن پارس وہاں پہنچے گا۔ ایسے وقت فرہاد! تم واپس چلے آنا۔ اب جاؤ۔ میں تنہائی میں اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ ایمان افروز لمحات گزاروں گا۔"

میں نے انہیں سلام کیا۔ پھر اٹھ کر اس حجرے سے باہر چلا آیا۔ سونیا اور دوسرے تمام عزیزوں کو بتایا کہ شی تارا اور پوجا کو بھول جائیں۔ اس حجرے سے کسی وقت بھی دو لڑکیاں نکلیں گی تو ان میں سے ایک کا نام شمناز اور دوسری کا نام پروین ہو گا۔ شمناز ہماری بہو ہو گی اور پروین بیٹی۔

سونیا نے کہا "میں ایسے تو بہو نہیں بناؤں گی۔ پہلے باقاعدہ نکاح پڑھایا جائے گا۔"

میں نے تائید کی "ہاں ضرور پڑھایا جائے گا۔ جناب تمیزی فرما رہے تھے کہ جب میں شمناز اور پروین کے ساتھ ہندوستان میں رہوں گا تو کسی دن پارس وہاں پہنچے گا۔ بس اسی دن نکاح پڑھا دوں گا۔"

سونیا نے کہا "شمناز تو مجھے اتنی پسند ہے کہ میں آج ہی اسے بہو بنا دوں گی۔ یہ حسنِ اتفاق دیکھو کہ شمناز کی طرح پارس نے بھی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیا ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے یا ٹیلی فون کے ذریعے ان کا نکاح ایسے ہی ہو سکتا ہے جیسے ساجد اور فرحانہ کا نکاح پڑھایا گیا تھا۔ ساجد یہاں ادارے میں تھا اور فرحانہ وہاں پاکستان میں تھی۔ جناب تمیزی نے انہیں رشتۂ ازدواج میں

منسلک کیا تھا۔"

میں نے کہا "اچھی بات ہے۔ اس سلسلے میں اپنے بیٹے سے بات کرو۔"

"صرف میرا بیٹا کیوں کہہ رہے ہو؟ کیا تمہارا نہیں ہے؟"

میں نے اپنا ایک کان پکڑ کر کہا "ایسا بھی کیا بیٹا کہ کبھی کبھی میرا باپ بن جاتا ہے۔"

سونیا ہنسنے لگی۔ میں نے کہا "بہت خوش ہو رہی ہو۔ تمہاری تربیت نے اسے شیطان بنا دیا ہے۔"

"اے خبردار! میرے بیٹے کو شیطان نہ کہنا۔ باربرا! تم جاؤ اور اس سے کہو کہ ابھی اپنی مما سے بات کرے۔"

باربرا کہنے لگی "ابھی پاپا نے اپنا ایک کان پکڑا تھا۔ میں اپنے دونوں کان پکڑتی ہوں۔ اسے مخاطب کرنے کے بعد اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔"

ثانی نے ہنس کر کہا "اس سے تو سب ہی پناہ مانگتے ہیں۔ کوئی بات نہیں، میں جاتی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر اس کے پاس پہنچ کر بولی۔ "تمہارے چاروں طرف تاریکی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ابھی دیوی کی ڈی کے اندر ہو؟"

اس کی اس بات کے دوران وہ ثانی کے دماغ میں آ کر بولا۔ "پہلے سہار کہا دو کہ میں بھی خیال خوانی کی پرواز کرنے لگا ہوں۔ کیا تم خوش نہیں ہو؟"

"مجھ سے زیادہ خوشی شاید ہی کسی کو ہوگی۔ تمہاری مما بھی فخر کر رہی ہیں کہ تم نے کتنی چالبازی سے ایک ڈی کے اندر رہ کر غیر معمولی علوم حاصل کر لئے۔ مما تم سے شادی کے سلسلے میں بات کرنے کے لئے بلا رہی ہیں۔"

"مجھے پتا ہے۔ میں بڑی دیر سے تمہارے اندر رہ کر تم سب کی باتیں سن رہا ہوں۔"

ثانی نے پریشان ہو کر کہا "اے تم میری اجازت کے بغیر میرے اندر کیوں آئے ہو۔ چلو نکلو یہاں سے۔ بائی دی وے تم تو امریکا میں تھے؟"

"تھا۔ اب تو یہاں ہوں۔ اس ڈی کے اندر رہنے کا اب کوئی فائدہ نہیں تھا اس لئے ایک مسافر کے اندر رہ کر امریکا سے پیرس چلا آیا۔ پھر ادارے میں پہنچ کر اپنے سائے کی رہائش کے لئے تمہارا انتخاب کیا۔"

"میں کہتی ہوں فوراً باہر نکلو۔"

"ایسا کہنے سے پہلے یہ تو سوچو کہ میں تمہیں کتنا چاہتا ہوں۔ علی تو صرف تمہارے دل کی دھڑکنوں میں سمایا رہتا ہے۔ میں تو ابھی تمہارے سر سے پیر تک تمہاری رگ رگ میں سمایا ہوا ہوں ابھی جو تم نے میرے چاروں طرف تاریکی دیکھی تھی وہ اسی لئے ہے کہ تمہارے بدن کے اندر اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔"

"دیکھو پارس فوراً باہر آ جاؤ ورنہ۔۔۔"

"ورنہ تمہارا علی بھی مجھے یہاں سے نکال نہیں سکے گا۔ بھئی مجھے یہ رہائش گاہ پسند ہے۔ تم مکان کا کرایہ بڑھا لو۔ مگر کرائے دار کی بے عزتی کر کے تو نہ نکالو۔"

سونیا، باربرا، سلمان، سلطانہ سب ہی ثانی کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا "بیٹی! پارس کو یہاں بلانے میں اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟"

باربرا نے کہا "مکڑے کے جال میں پھنس گئی ہیں۔ میں تو پہلے سمجھ گئی تھی کہ اسے مخاطب کرتے ہی وہ عذاب جان بن جائے گا۔"

ثانی پاؤں پٹخ کر بولی "مما! اپنے بیٹے کو سمجھائیں۔ یہ سایہ بن کر میرے اندر سمایا ہوا ہے۔ مجھے پریشان کر رہا ہے۔"

سونیا نے کہا "پارس! یہ تمہیں جان سے زیادہ چاہتی ہے اور تم اسے پریشان کر رہے ہو۔ چلو باہر میرے سامنے آؤ۔"

اس نے سونیا کے اندر آ کر سلام کیا پھر کہا "مما! آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا میرا سایہ ثانی کے اندر ہے؟"

"نہیں۔ تم یہاں ہوتے تو پہلے مجھے سلام کرتے اور میرے گلے لگ جاتے مگر اسے کیوں پریشان کر رہے ہو؟"

"یہ میری ہونے والی بہت ہی پیاری چڑیل بہنا ہے۔ دشمنوں کو نچانے کا ناچ نچاتی ہے۔ لیکن میرے سامنے اپنی عقل استعمال کرنا بھول جاتی ہے۔"

سونیا نے کہا "ثانی! تم پارس کے سامنے بدحواس کیوں ہو جاتی ہو۔ کیا میری ہدایات کو بھول گئیں کہ اپنے باپ اور اپنے شوہر کے سامنے بھی پیچیدہ مسئلہ ہو تو بدحواس نہیں ہونا چاہئے۔ تم دشمنوں کے سامنے تو بڑی بڑی آزمائشوں سے گزر جاتی ہو۔ پھر پارس کیا آسمان سے اترا ہوا مجوبہ ہے؟"

ثانی نے کہا "مما! ابھی میں پاپا کی بات دہراؤں گی کہ آپ کی تربیت نے اسے شیطان بنا دیا ہے تو آپ کو برا لگے گا۔ حقیقت یہی ہے کہ اس کی چکربازی فوراً ہی سمجھ میں نہیں آتی۔"

"اس میں سمجھنے کی کیا بات ہے؟ ذرا سی عقل سے سوچو کہ میں اس کی ماں یہاں موجود ہوں اور وہ اتنے عرصے بعد مجھ سے ملے بغیر تمہارے جسم میں سما جائے گا۔ اس نے الو بنایا اور تم بن گئیں۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ ثانی نے گھونسا دکھا کر کہا "اپنے بیٹے سے کہیں، میرے سامنے آئے۔ میں اس کا منہ توڑ دوں گی۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "یہ دوسری احمقانہ بات کہہ رہی ہو۔ بھلا کوئی اپنا منہ تڑوانے کے لئے سامنے آتا ہے۔"

ثانی نے شکست خوردہ انداز میں کہا "تو پھر اس سے کہہ دیں۔ آئی لو ہم۔ میرے لئے اس سے زیادہ پیارا کوئی نہیں ہے۔ علی تو میرے جیون ساتھی رہیں گے لیکن پارس میرا راہنما ساتھی ہے۔ میں نے اس کی شرارتوں سے بار بار رہنمائی حاصل کی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ کر سونیا کے گلے لگ گئی۔ پھر اس کے کان میں بولی "مما! ابھی میں آپ کو نہیں، پارس کو گلے لگا کر اسے غیر معمولی علوم حاصل کرنے کی مبارکباد دے رہی ہوں۔"

سونیا نے کہا "پارس تمہارا شکریہ ادا کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اپنے انکل سلمان کے اندر رہ کر ان کی زبان سے ہم سے باتیں کرے گا۔"

پارس نے سلمان کے پاس آ کر سلام کیا۔ پھر سلمان نے اس کی مرضی کے مطابق پوچھا "مما! ابھی آپ نے مجھے کیوں بلایا ہے؟"

سونیا نے شہناز یعنی سابقہ ڈی شی تارا اور سابقہ پروجا یعنی موجودہ پروین کے متعلق بتایا پھر کہا "شہناز اور پروین دو دن کے بعد تمہارے پاپا کے ساتھ ہندوستان جائیں گی۔ میں چاہتی ہوں اس سے پہلے خیال خوانی یا ٹیلی فون کے ذریعے شہناز سے تمہارا نکاح پڑھوا دیا جائے۔ کیا تمہیں منظور ہے؟"

پارس نے کہا "میری مما کی خوشی میری خوشی ہے۔ ویسے میں واشنگٹن میں بہت مصروف ہوں۔ دیوی نے اپنے چھ بھارتی فوجی جوانوں کو مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی سکھائی تھی۔ میں نے ان تمام کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ ابھی کچھ معلومات اور رہ گئی ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ شہناز اور پروین دو دن تک محترم بزرگ کے حجرے میں رہیں گی۔ کل شام کو نکاح پڑھایا جا سکتا ہے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ مجھے نکاح منظور ہے۔"

سب نے خوشی کا اظہار کیا۔ پارس نے سلطانہ کو مخاطب کر کے کہا "آنٹی دیکھئے کیسا زمانہ آ گیا ہے، آپ کے شوہر نامدار اس عمر میں نکاح منظور کر رہے ہیں۔"

سلمان جھینپ گیا۔ سب قہقہے لگانے لگے۔ اس نے کہا "پارس! واقعی شیطان بھی تم سے کھڑا نا ہوگا۔ خود میری زبان سے نکاح منظور کر رہے تھے اور اب مجھے پسند رہے ہو۔"

"اب آپ اتنے بھی عمر رسیدہ نہیں ہیں کہ کہیں اور نہ پھنسنے پائیں۔ اگر اجازت ہو تو کوئی اچھا گھرانا دیکھوں۔"

"بیٹے خدا کے لئے تم جاؤ ورنہ ابھی سلطانہ سے میری لڑائی کراؤ گے۔"

وہ اپنی مما کے پاس آ کر بولا "اچھا مجھے اجازت دیں۔ میری ننھی منی بہن اعلیٰ بی بی اور میرے بھائی کبرا کو میری طرف سے خوب پیار کریں۔"

"ہاں بیٹے! جاؤ خدا تمہارا نگہبان ہے۔ میں اعلیٰ بی بی اور کبرا کو تمہارے نام سے خوب پیار کروں گی۔"

وہ میرے پاس آ کر بولا "پیلو پاپا! یہ جان کر خوشی ہوئی کہ شہناز پیدائشی مسلمان ہے۔ دیوی نے اپنی تنگ نظری سے اسے ہندو سمجھا تھا۔ آپ اسے بتا کر خوش ہیں نا؟"

"ہاں بیٹے! بہت خوش ہوں۔ دیوی نے جو کچھ کیا، تم تو اس سیر پر سوا سیر ہو جاؤ اور اپنے معاملات سے نمٹنے کے لئے دماغی طور پر حاضر رہو۔"

وہ دماغی طور پر دیوی کی ڈی کے اندر حاضر ہو گیا۔ پچھلی رات اس نے چھ بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جہنم میں پہنچایا اب یہ دوسری صبح تھی۔ سپر ماسٹر حسب معمول پانچ بجے صبح بیدار ہوا۔ ضروریات سے فارغ ہو کر جوگنگ کے لئے جانا تھا اسی وقت اطلاع ملی کہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اسپتال میں مردہ پڑے ہیں۔

یہ زبردست شاک پہنچانے والی اطلاع تھی۔ وہ اپنے بنگلے سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا اسپتال پہنچا۔ وہاں تینوں افواج کے اعلیٰ افسران بھی آ چکے تھے۔ انہوں نے وہاں دیوی کے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی لاشیں دیکھیں۔ یہ معاملہ اور زیادہ تشویش ناک تھا کہ امریکی نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے زندہ تھے اور دیوی کی ایک بھارتی خیال خوانی کرنے والی بخیریت تھی۔ باقی دیوی کے اہم افراد مارے گئے تھے۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارے آرمی ہیڈ کوارٹر میں جو بھی دشمن چھپا ہوا ہے وہ ہمارا نہیں بلکہ دیوی اور بھارتی حکومت کا دشمن ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "دیوی غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتی ہے کہ ہم نے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کی حفاظت کی اور اس کے اہم افراد سے بے پروائی برتی جس کے نتیجے میں وہ مارے گئے۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "ایسی بات نہیں ہے۔ وہ ہم سب کے اندر آتی ہے۔ ہمارے چور خیالات پڑھے گی تو معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے اس کے اہم افراد کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کی ہے اس کا اپنا کوئی دشمن اسے نقصان پہنچا رہا ہے۔"

ملٹری انٹیلی جنس کے چار جاسوس اس ڈاکٹر کو پکڑ کر لے آئے۔ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مخصوص وارڈ میں پہرا دینے والے تمام مسلح فوجی جوانوں نے بیان دیا کہ وہی ڈاکٹر آدھی رات کے بعد انجکشن لگانے کے لئے ان چھ خیال خوانی کرنے والوں کے کمروں میں گیا تھا جو اب مردہ پڑے ہوئے تھے۔

ڈاکٹر خوف زدہ تھا اور قسمیں کھا رہا تھا کہ وہ رات کو اپنے چیمبر میں سو گیا تھا۔ البتہ خواب کی حالت میں اس نے دیکھا تھا کہ ایک سرنج میں زہریلی دوا بھر کر ان چھ افراد کے کمرے میں گیا تھا مگر وہ سب ایک خواب تھا۔

اس کے بیان سے یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ بے قصور ہے اور کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر صرف دیوی کے خاص آدمیوں کو مروا ڈالا ہے۔

سپر ماسٹر نے بوبی ہیکر سے کہا "دیوی کے دماغ میں کوئی جا نہیں سکتا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گی۔ پھر بھی کوشش کرو۔ ایک ہی رات میں چھ اہم افراد کا مارا جانا

معمولی بات نہیں ہے۔ دیوی کو فوراً اس کی اطلاع دینا چاہئے۔ تم اس کے دماغ میں پہنچتے ہی "جوبی" کہو۔ شاید وہ سانس روکنے کے بعد تمہارے پاس آجائے۔"

پارس غیر معمولی ساعت کے ذریعے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ سپرانٹرنیشنز اعلیٰ افسران کے ساتھ اپنے دفتر کی سمت جارہا تھا۔ ایک افسر نے کہا "ہماری دیوی جی کے مقابلے میں وہ دشمن کوئی معمولی سائیکی پیتھی جاننے والا ہوگا اسی لئے وہ ہمارے دماغوں میں نہیں آسکتا ہے اور نہ ہی وہ دیوی جی سے براہِ راست گفتگو کرتا ہے۔ وہ چوروں کی طرح چھپ کر دیوی جی کو نقصان پہنچا رہا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "وہ آئندہ ہمیں بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک طرف تو وہ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو زندہ چھوڑ رہا ہے اور دوسری طرف بڑی چالاکی سے ہمارے فوجی راز معلوم کررہا ہو۔"

سپرانٹرنے دفتر میں داخل ہوکر کہا "یہ نہایت تشویش ناک معاملہ ہے۔ میرا ذہن بھی یہی کہہ رہا ہے کہ وہ ایک طرف ہم پر مہربانیاں کررہا ہے اور دوسری طرف ہمارے فوجی راز چرا رہا ہے۔"

وہ سب اپنی اپنی کرسیوں پر میز کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔ سامنے ہی میز پر ایک پیپر ویٹ کے نیچے ایک تحریر کردہ کاغذ نظر آرہا تھا۔ سپرانٹر نے اس کاغذ کو اٹھاتے ہوئے کہا "یہ کسی اجنبی کی تحریر ہے' میری میز پر کیسے آئی؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "پلیز! آپ پڑھیں۔ معلوم تو ہو کہ کس نے لکھا ہے اور کیا لکھا ہے؟"

سپرانٹر پڑھ کر سنانے لگا۔ تحریر کی ابتدا میں ہی معلوم ہوگیا کہ وہ چیلنج نما خط دیوی کو لکھا گیا ہے۔ اسے وارننگ دی گئی ہے کہ وہ جب بھی اپنے بھارتی سویا افسروں کو مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھانا چاہے گی' ان تمام سیکھنے والوں کو زندہ نہیں چھوڑا جائے گا آزمائش شرط ہے۔

خط کے آخر میں دشمن نے نام کی جگہ لکھا تھا "تم اینٹ میں پتھر۔"

دفتر میں ایک فوجی جوان داخل ہوا۔ پھر بولا "میں دیوی جی کے حکم کے مطابق بول رہا ہوں۔ دیوی جی میرے اندر موجود ہیں۔ انہوں نے یہ خط سن لیا ہے اور بولی بیکر سے معلوم کرلیا ہے کہ کسی انجانے دشمن نے ان کے چھ روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کردیا ہے۔ ایک ہی رات میں اتنا بڑا نقصان ناقابلِ برداشت بھی ہے اور دیوی جی کے لئے بہت بڑا چیلنج بھی ہے۔"

سپرانٹر نے کہا "ہم نے اس ڈاکٹر کو حراست میں رکھا ہے۔ کیا آپ اس کے ذریعے دشمن تک پہنچ سکتی ہیں؟"

"وہ محض ایک آلۂ کار تھا۔ واردات کے وقت سحر زدہ کردیا گیا تھا۔ وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ اسے رہا کردیا جائے۔"

سپرانٹر نے کہا "اس نے ہمارے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زندہ چھوڑ دیا۔ اس کے پیچھے کوئی گہری چال ہے۔ وہ ہمیں فریب دے کر اپنی مہربانیوں کے سحر میں مبتلا کرکے یہاں سے فوجی راز چرا کرلے جانا چاہتا ہے۔"

ایک افسر نے کہا "سوال یہ ہے کہ اس نے صرف آپ سے اتنی بڑی دشمنی کیوں کی۔ میرا خیال ہے آپ اپنے ذاتی دشمن کو آسانی سے سمجھ کر اسے بے نقاب کرسکتی ہیں۔"

فوجی جوان نے کہا "دیوی جی یہی سمجھنے کی کوشش کررہی ہیں اگر وہ دشمنی کرنے والا یہاں موجود ہے تو وہ دیوی جی سے گفتگو کرے۔"

ایک دوسرے فوجی جوان نے کمرے میں آکر کہا "جی ہاں میں موجود ہوں۔ دیوی نے مجھے یاد کیا ہے اس لئے حاضر ہوگیا ہوں لیکن اس دفتر میں تو سب مرد ہی مرد نظر آرہے ہیں۔ وہ آوارہ بدچلن کہاں ہے جو شادی سے پہلے ٹیلی پیتھی جاننے والے بچے پیدا کرتی ہے؟"

وہ غصے سے بھڑک گئی۔ فوجی جوان کی زبان سے بولی "بکواس مت کرو۔ میں مانتی ہوں کہ دشمن چھپ کر حملے کرتا ہے لیکن اپنا نام اور دشمنی کا مقصد ضرور بتاتا ہے۔"

پارس نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا "ان چھ لاشوں کو بھارت کے آرمی ہیڈ کوارٹر میں بھیج دو اور ان سے کہو۔ وہ لاشیں امریکا سے نہیں آئی ہیں' درگاہ چرار شریف پر جو حملے کئے گئے تھے انہی حملوں میں وہ چھ مردود مارے گئے ہیں۔ اگر یہ زندہ رہ جاتے تو مظلوم کشمیریوں پر ٹیلی پیتھی کے ہتھیار استعمال کرتے لہٰذا جب تک کشمیر سے بھارتی فوجیں اور بھارتی انتظامیہ کے عہدیداران واپس نہیں جائیں گے' تب تک تمہارا کوئی بھارتی چوہا ٹرانسفارمر مشین سے نہیں گزر سکے گا۔"

دیوی نے کہا "اچھا تو تمہارا تعلق فرہاد کی فیملی یا ایم آئی ایم کی تنظیم سے ہے۔"

"ہمارے ایم آئی ایم کے سربراہ کو تو تم نے بڑا زبردست فریب دیا ہے۔ وہ جاپان سے واپس آکر تمہیں پرنس آئی لینڈ میں تلاش کررہا تھا۔ آخر اس نے مجھے حکم دیا کہ میں یہاں آکر انتقامی کارروائی کروں۔"

"تمہارا سربراہ غلط سمجھ رہا ہے۔ میں نے اسے دھوکا نہیں دیا ہے۔ وہ جاپان چلا گیا تھا۔ اس کی غیر موجودگی میں جزیرے کا محل چھوڑ کر یہاں اپنے ضروری کام سے آگئی مگر تمہارے سربراہ کی غلط فہمی سے میرے چھ اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ختم ہوگئے۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک بھی ہتھیار کشمیر نہیں جائے گا لہٰذا تمہیں جو کہنا ہے وہ ہمارے سربراہ سے کہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی اس سے گفتگو کرتی ہوں اور کہتی ہوں کہ تمہیں یہاں آرمی ہیڈ کوارٹر سے بلالے۔ مجھے یقین ہے کہ اس

کا حکم سنتے ہی یہاں سے چلے جاؤ گے۔"

"ہم ایم آئی ایم کے مجاہدین حکم کے بندے ہیں۔ اپنے سربراہ کے حکم پر جیتے والی جنگ کو بھی ادھوری چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔"

دیوی نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ یہ پرواز ایسی ہوتی ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے چشم زدن میں کسی کے بھی دماغ میں پہنچ جاتے ہیں اس لئے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ جس کے پاس پہنچے ہوئے ہیں وہ کہاں ہے اور کتنے فاصلے پر ہے۔ پارس اس فوجی جوان کے قریب ہی دوسرے فوجی جوان کے اندر تھا اور دیوی بھی اس کے پاس کھڑے ہوئے جوان کے اندر موجود تھی۔ وہ پارس کے پاس پہنچ کر بولی "برادر کبیر! یہ تو تم سمجھ ہی لیتے ہو کہ تمہارے دماغ میں کس کی سوچ کی لہریں آیا کرتی ہیں۔"

"ہاں یہ تو سمجھ لیتا ہوں۔ لیکن یہ معلوم کرنا مشکل ہوگیا ہے کہ تم اچانک جزیرے سے کہاں چلی گئی ہو۔"

"میں جلد ہی جزیرے میں واپس آرہی ہوں۔ پھر تمہیں اپنی مصروفیات کے متعلق بتاؤں گی۔ ویسے تم نے میرے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کرکے بہت زبردست نقصان پہنچایا ہے۔"

"میری جان! مجھ سے صرف محبت کی باتیں کرو۔ ہم نے جزیرے کے محل میں کتنی رنگین راتیں گزاری ہیں۔ جب میں سوچتا ہوں کہ دیوی جیسی ہستی کو حاصل کرچکا ہوں تو میرا دل خوشی سے باغ باغ ہوجاتا ہے۔"

"میں نے اپنا تن من سب کچھ تمہارے حوالے کردیا اور تم نے محبت کا صلہ نفرت اور انتقام سے دیا۔"

"میں محبت کا جواب محبت سے اور سیاست کا جواب سیاست سے دیتا ہوں۔ اگر تم مجھ سے محبت کروگی اور مسلمانوں سے مخالفانہ سیاست کروگی تو یہ ایسی ہی بات ہوگی جیسے گلے لگ کر میرا گلا کاٹ رہی ہو۔"

"میں مانتی ہوں جس طرح مجھے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موت کا صدمہ ہورہا ہے اسی طرح تمہیں درگاہ چرار شریف کے سانحے کا شدید صدمہ پہنچ رہا ہے لیکن یقین کرو' میں نے کشمیریوں کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

"تم بھی یقین کرو کہ میں نے تمہارے چھ روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نہیں مارا ہے۔ تم تو جانتی ہو۔ مجھے ٹیلی پیتھی نہیں آتی۔ ایک خیال خوانی کرنے والے مجاہد نے انتقام لیا ہے۔"

"لیکن مجاہدین تمہارے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ تم اس خیال خوانی کرنے والے مجاہد سے کہو کہ یہاں سے چلا جائے۔"

"بھارتی حکمران اور بھارتی فوجی بھی تمہارے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ تم ان سے کہو کہ کشمیر سے اپنی فوجیں واپس لالیں۔"

"کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے۔ وہ بھارت کا اہم شمالی علاقہ ہے۔ وہاں بھارتی فوج کو رہنا چاہئے۔"

"واشنگٹن کا آرمی ہیڈ کوارٹر تمہارے بھارت کی جاگیر نہیں ہے اور نہ ہی تمہاری ملکیت ہے اس لئے میرے مجاہدین کو بھی وہاں رہنا چاہئے۔"

"تم خواہ مخواہ بحث کررہے ہو۔"

"یہی میری بھی رائے ہے کہ خواہ مخواہ بحث کروگی تو ایسے جوابات ملتے رہیں گے کہ تم لاجواب رہ جاؤ گی۔"

"کیا تم مجھ سے تعلقات نہیں رکھنا چاہتے؟"

"تعلقات؟ اور تم سے؟ اگر میں جان بوجھ کر انجان بن رہا ہوں تو تم مجھے واقعی نادان سمجھ رہی ہو۔ کیا ایک ذرا سی عقل سے یہ نہیں سوچ سکتیں کہ میرے خیال خوانی کرنے والے نے اگر زہریلے انجکشن کے ذریعے تمہارے چھ کو مارا ہے تو ساتویں عورت کو کمزوری کی دوا دے کر اس کے چور خیالات پڑھے ہوں گے۔"

دیوی ایک ذرا ہچکچا کر بولی "تمہارے مجاہد نے کیا معلوم کیا ہے؟"

"یہی کہ وہ ساتویں ٹیلی پیتھی جاننے والی جسے زندہ چھوڑ دیا گیا ہے اس کا اصل نام پربھارانی ہے۔ تم جزیرے کے محل میں اسے اپنی ڈمی بنا کر میرے سامنے بطور چارا ڈال رہی تھیں۔ آئندہ بھی تم اسے دیوی بنا کر مجھے احمق بناتی رہنا چاہتی تھیں۔"

دیوی کو چپ سی لگ گئی۔ وہ بولا "ابھی تم نے پوچھا تھا' کیا میں تم سے تعلقات رکھنا نہیں چاہتا؟ تم ہی بتاؤ۔ کیا ہمارے تعلقات تھے؟ میں محل میں تم سے ملتا رہا یا تم مجھے پربھارانی سے بہلاتی رہیں؟"

"جب بات کھل ہی گئی ہے تو تمہیں سمجھنا چاہئے کہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کے لئے خلوص نہیں رکھتا ہے۔ جسے موقع ملتا ہے وہ اپنی چال چلتا ہے۔ میری چال ناکام رہی۔ تم نے ایک خیال خوانی کرنے والے مجاہد کے ذریعے انتقام لے لیا۔ اگر تم نے حساب برابر کرلیا ہے تو آپس کی رنجشوں کو یہیں ختم کردو۔ کوئی ایسی راہ اختیار کرو کہ جس پر ہم ساتھ ساتھ چلیں اور آئندہ ایک دوسرے کو شکایت کا موقع نہ دیں۔"

"ہم دوست بنانے والے لوگ ہیں۔ دشمنی کی راہوں سے کتراتے ہیں۔ تم کہتی ہو تو سوچنا سمجھنا ہوگا کہ ہم کس طرح ایک دوسرے سے پہنچنے والے نقصانات سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ تم بھی سوچو سمجھو۔ ہم دو گھنٹے بعد یہاں پھر ملیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں بھی اس معاملے پر غور کروں گی.... فی الحال تم اپنے اس خیال خوانی کرنے والے مجاہد کو واپس بلالو۔"

"مجھے خیال خوانی آتی تو میں اسے بلالیتا۔ لہٰذا تم اس سے کہو کہ میں اسے بلا رہا ہوں۔"

دیوی نے پاس کھڑے فوجی جوان سے کہا "تمہارے اندر جو خیال خوانی کرنے والا مجاہد ہے وہ اپنے سربراہ برادر کبیر کے پاس جائے' اسے طلب کیا جارہا ہے۔"

چند لمحوں کے بعد وہ فوجی جوان یوں چونک کر دیکھنے لگا جیسے پہلے سحرزدہ تھا اور اب ہوش و حواس میں آکر سوچ رہا ہو کہ سپرسانک کے دفتر میں کیسے آگیا؟ دیوی نے اسے جانے کا حکم دیا۔ پھر سپرسانک اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کہا "آپ لوگوں نے ہماری بہت سی گفتگو سن لی۔ ہم فوجی جوانوں کی زبان سے بول رہے تھے پھر میں ایم آئی ایم کے سربراہ سے سمجھوتے کی کوئی راہ نکالنے کی باتیں کرتی رہی۔ ہم اس سلسلے میں غور کررہے ہیں۔ وہ دو گھنٹے بعد پھر مجھ سے باتیں کرے گا۔ آپ لوگ بھی کوئی ایسی راہ نکالیں کہ وہ خیال خوانی کرنے والا مجاہد یہاں سے چلا جائے ورنہ وہ آئندہ بھی ہمیں نقصان پہنچاتا رہے گا۔ میں اب دو گھنٹے سے کچھ پہلے آؤں گی۔"

پارس اس سے گفتگو کرنے کے بعد پربھارانی کے اندر گیا تھا۔ وہ اسے محسوس نہیں کرسکتی تھی کیونکہ ایک معذور دوا کے استعمال کے بعد اس کی توانائی بحال نہیں ہوئی تھی۔ پارس نے اس پر ایک مختصر سا تنویمی عمل بھی کیا تھا اور دو اہم باتیں اس کے ذہن پر نقش کی تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ دماغی توانائی حاصل کرنے کے بعد بھی اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرے تاکہ دیوی آئندہ اسے ڈی بنا کر دھوکا دینا چاہے تو وہ اس کے چور خیالات سے حقیقت معلوم کرلے۔ پھر دوسری اہم بات یہ نقش کردی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ یہ پارس نے ایک نیا شوشہ چھوڑا تھا۔

دیوی سپرسانک سے رخصت ہوکر پربھارانی کے پاس آئی۔ پھر بولی "میں تمہارے پاس آئی ہوں لیکن تم مجھے محسوس نہیں کررہی ہو؟"

وہ بولی "دیوی جی! آپ کو تو کوئی اپنے اندر محسوس نہیں کرسکتا ہے۔"

"جب میں چاہتی ہوں تو کوئی بھی محسوس کرسکتا ہے۔ ابھی میں اسی طریقہ کار سے آئی تھی۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک دشمن خیال خوانی کرنے والے نے ایک دوا کے ذریعے تمہارے دماغ کو کمزور بنایا ہے۔ تمہارے چور خیالات کہہ رہے ہیں کہ ابھی تم پر تنویمی عمل نہیں کیا گیا ہے لیکن تمہارا یہ خیال حیران کررہا ہے کہ تم ماں بننے والی ہو۔"

"جی ہاں۔ میں نے لیڈی ڈاکٹر سے بھی کہا تھا۔ اس نے معائنہ کرنے کے بعد یقین سے کہا ہے کہ یہ میرا وہم ہے۔ میں ماں بننے والی نہیں ہوں۔ پلیز آپ میرے اندر رہ کر معلوم کریں کہ جب لیڈی ڈاکٹر درست کہہ رہی ہے تو میں اپنے اندر تبدیلی کیوں محسوس کررہی ہوں؟ کل سے اب تک تین بار ابکائی سی آتی رہی۔ یہاں اچار نہیں ملتا ہے۔ لیموں چاٹنے کو مل جاتا ہے۔"

"تم جو کہہ رہی ہو، وہی میں تمہارے اندر رہ کر سمجھ رہی ہوں لیکن تمہیں جزیرے سے آئے تین ہفتے ہورہے ہیں۔ برادر کبیر کے سوا تمہاری تنہائی میں کوئی نہیں آیا ہے۔ پھر اتنی جلدی تمہارے پاؤں کیسے بھاری ہورہے ہیں؟"

پربھارانی نے کہا "توبہ! میرے بھی کیا نصیب ہیں۔ ایک شریف عورت کی زندگی میں ایک ہی مرد آتا ہے جسے وہ دیکھ دیکھ کر پیار کرتی ہے لیکن میں نے اب تک اس کی صورت نہیں دیکھی۔ بس ایک سایہ دیکھتی رہی۔ کیا میں بھی اپنے ہونے والے بچے کے باپ کی صورت نہیں دیکھ سکوں گی؟"

"شاید دیکھ سکو گی۔ گولی کا اثر ختم ہوگا تو وہ گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہوگا اور اسے اپنے بچے سے محبت ہوگی تو وہ تمہارے روبرو آئے گا۔"

"کیا میں جزیرے میں واپس جاؤں گی؟"

"ہاں تمہیں اسی محل میں جاکر رہنا چاہئے۔ میں اسے جو فریب دے رہی تھی وہ اسے معلوم ہوچکا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اصلی دیوی کبھی محل میں نہیں آئے گی لیکن وہ میرے لئے نہ سہی، تمہارے لئے اور تمہارے لئے نہ سہی اپنے بچے سے ملنے کے لئے تمہارے پاس اس محل میں ضرور آئے گا۔ میں سوچوں گی کہ اسے کس طرح ٹریپ کیا جاسکتا ہے۔ میں چاہوں گی کہ لیڈی ڈاکٹر کی رپورٹ غلط ہو اور تم اس کے بچے کی ماں ضرور بنو۔ اسے خون کی کشش میرے جال میں پھنسائے گی۔"

وہ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد بولی "میں رگھوناتھ کے پاس جارہی ہوں۔ دشمن نے ہمارے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مار ڈالا ہے۔ صرف تمہیں شاید اسی لئے چھوڑ دیا ہے کہ تم اس کے سربراہ برادر کبیر کے بچے کی ماں بننے والی تھیں۔ لیکن وہ کمبخت رگھوناتھ کے پیچھے پڑ جائے گا۔ میں اس کی حفاظت کرنے جارہی ہوں۔ پھر آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس بھی پربھارانی کے ذہن سے نکل گیا۔ اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ پھر رگھوناتھ کے اندر پہنچا تو وہ روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے محسوس نہ کرسکا کیونکہ دیوی اس کے اندر موجود تھی اور اسے بتا رہی تھی کہ ایم آئی ایم کے ایک خیال خوانی کرنے والے نے کیسی کیسی چالیں چل کر ان کے نئے چھ بھارتی روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مار ڈالا ہے۔ رگھوناتھ نے طیش میں آکر کہا "آپ ایک بار اس ذلیل دشمن سے سامنا کرادیں۔ میں اسے کتے کی موت ماروں گا۔"

"طیش میں نہ آؤ۔ ٹھنڈے دماغ سے کام لو۔ برادر کبیر کی پلاننگ کے مطابق وہ خیال خوانی کرنے والا مجاہد عمل کررہا ہے۔ حالات کا تقاضا ہے کہ تم کسی سے مقابلہ نہ کرو۔ یہ محل اور جزیرہ چھوڑ کر روپوش ہوجاؤ۔ تم ایک ہی ٹیلی پیتھی کے زبردست ہتھیار رہ گئے ہو۔ تمہارے جانے کے بعد ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی پربھارانی اس محل میں آکر رہے گی۔"

"میں میدان چھوڑنے اور روپوش رہنے کو بزدلی سمجھتا ہوں لیکن آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ کیا آپ نئے بھارتی ٹیلی پیتھ جاننے والوں کا اضافہ کریں گی؟"

"تقریباً ایک گھنٹے بعد برادر کبیر سے ہمارے مذاکرات ہوں گے۔ اگر وہ آئندہ ہمارے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا تو سب سے پہلے اپنے دیس میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد میں اضافہ کروں گی۔"

پارس کئی دنوں تک پربھارانی کے ساتھ محل میں رہ چکا تھا اور وہاں کے کتنے ہی مسلح گارڈز وغیرہ سے واقف تھا۔ اس نے ایک گارڈ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پھر اسے رگھوناتھ کے سامنے لے آیا۔ رگھوناتھ نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

گارڈ نے اپنی گن سیدھی کی پھر کہا "مجھے شبہ ہے کہ میرا نشانہ درست نہیں ہے۔ میں ذرا آزمانا چاہتا ہوں۔"

پھر اس سے پہلے کہ دیوی رگھوناتھ کا بچاؤ کرتی، گارڈ نے گولی چلادی۔ وہ گولی رگھوناتھ کے ایک شانے کی ہڈی کو توڑتی ہوئی گزر گئی۔ وہ چیخ مار کر صوفے پر جھکتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ دیوی نے غصے سے گارڈ کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ بچارہ بھی فرش پر گر کر چیخیں مارتے ہوئے تڑپنے لگا۔

دیوی نے دوسرے محافظوں سے کہا کہ وہ فرسٹ ایڈ بکس لاکر رگھوناتھ کی مرہم پٹی کریں۔ ایک محافظ ابتدائی طبی امداد کا سامان لانے لگا۔ اس کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی ایک اور گارڈ نے رگھوناتھ کے ایک گھٹنے پر گولی ماری۔ وہ تکلیف سے چیختے ہوئے پھر تڑپنے لگا۔

دیوی نے اس کی زبان سے چیخ کر کہا "یہ کیا بزدلی ہے۔ ہمت ہے تو سامنے آکر دشمنی کرو۔"

ایک گارڈ نے آگے بڑھ کر پوچھا "کیا تم کبھی سامنے آکر دشمنی کرتی ہو؟ تم تو ہر ایک کے دماغ میں چلی جاتی ہو۔ میرے بھی دماغ میں آؤ۔ مگر کہیں۔ تم زیادہ سے زیادہ میرے اس آلۂ کار گارڈ کے دماغ میں زلزلہ پیدا کروگی۔"

"تم آواز اور لہجہ بدل کر بولتے ہو۔ میں پہلے بھی کوشش کرچکی ہوں۔ ایسی آواز اور لہجے کا کوئی شخص اس دنیا میں نہیں ہے۔ اگر کوئی ہوتا بھی تو میں اس کے دماغ میں پہنچتی، تم پھر بھی محفوظ رہتے۔ میں پوچھتی ہوں، تم آخر کب تک دشمنی کروگے؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ جب تک کشمیر جلتا رہے گا تم ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں کرسکو گی۔ تمہارے اس رگھوناتھ پر تھوڑی سی مہربانی کی ہے۔ اسے اپاہج بنا کر زندہ رکھا ہے۔ ابھی یہ کئی ہفتوں تک خیال خوانی نہیں کرسکے گا۔ جب اس کے شانے اور گھٹنے کے زخم بھرنے لگیں گے تو اسے پھر زخمی کردیا جائے گا۔"

"کیا تمہارے سربراہ برادر کبیر نے تمہیں یہ نہیں بتایا ہے کہ ہمارے درمیان سمجھوتا ہونے والا ہے اور اس سے پہلے کوئی انتقامی کارروائی نہیں ہونی چاہئے۔"

"ہمارے برادر نے بتایا تھا لیکن یہاں رگھوناتھ کے اندر میں نے تمہیں یہ بولتے ہوئے سنا ہے کہ یہ رگھوناتھ روپوش رہے اور پربھارانی اس محل میں آکر رہے۔ ہمارا سربراہ اس سے ملنے یا اپنے ہونے والے بچے کے لئے ادھر آئے گا تو اسے کسی طرح ٹریپ کیا جائے گا۔ تم درپردہ چالیں چلنا چاہتی تھیں۔ میں نے کھلم کھلا چال چلی اور اسے اپاہج بنادیا۔"

"میں تمہارے جیسے چھوٹے خیال خوانی کرنے والے سے بات نہیں کرنا چاہتی۔ دور ہوجاؤ میری نظروں سے۔"

"تمہاری نظریں کہاں ہیں جبکہ خود یہاں موجود نہیں ہو اور دوسرے کے اندر رہ کر بول رہی ہو۔ پھر میں کیسے دور ہوجاؤں۔ میں تو پہلے ہی بہت دور ہوں اور تمہارے اس سیکیورٹی گارڈ کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تم نے بیچارے ایک گارڈ کے اندر زلزلہ پیدا کردیا۔ اس دوسرے کو بھی ذہنی اذیت میں مبتلا کرو پھر ذرا غور کرو۔ کیا تم رفتہ رفتہ ذہنی مریضہ نہیں بن رہی ہو؟"

وہ پریشان ہوگئی تھی۔ دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگی۔

"واقعی میں بے تکی باتیں کررہی تھی۔ جب وہاں موجود نہیں تھی تو اسے نظروں سے دور ہونے کو کیوں کہہ رہی تھی۔ پھر وہ دور ہی تھا۔ صرف گارڈ کی زبان سے بول رہا تھا۔ اس برادر کبیر نے مجھے اتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے کہ میرا دماغ صحیح طرح کام نہیں کررہا ہے۔ میں صحیح طور سے منصوبے نہیں بنا پارہی ہوں۔"

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ عقل کہہ رہی تھی کہ کوئی مسئلہ پیچیدہ ہوجائے اور پریشانی کے باعث اس کا حل سجھائی نہ دے تو بڑے صبر و تحمل سے تھوڑے نقصان اٹھا کر چند گھنٹوں یا چند دنوں تک سکون سے رہنے کی کوشش کرنا اور حالات کا تجزیہ کرتے رہنا چاہئے۔ یا پھر کسی دانا دوست سے مشورہ کرنا چاہئے۔

ایسے وقت اسے داؤد منڈولا یاد آیا۔ وہ بہت ہی چالباز یہودی تھا۔ وہ اس کی ذہانت اور چالبازی سے شاید فائدہ اٹھا سکتی تھی۔ اس خیال سے ذرا سی امید بندھی۔ وہ منڈولا کے اندر پہنچ گئی۔

اس وقت منڈولا خیال خوانی کے ذریعے ایک پاکستانی لیڈر کے اندر پہنچا ہوا تھا اور اس موضوع پر گفتگو کررہا تھا کہ اب جو چالیں چلی گئی ہیں اس کے نتیجے میں یہودیوں کے لئے پاکستان کی سرحدیں کھل جائیں گی۔

لیڈر نے پوچھا "یہ آپ یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"یہ ہماری آزمائی ہوئی ترکیبیں ہیں۔ مسلمان کلام پاک کے ان الفاظ کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں کہ یہودی کبھی مسلمانوں کے دوست یا بھی خواہ نہیں ہوسکتے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم عوام کی اکثریت نے برسہا برس گزر جانے کے باوجود اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی اب تک یہودیوں پر بھروسا کرتے ہیں۔"

"پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ پاکستانی اسرائیل کو قبول کریں گے اور ان کی مصنوعات کو پاکستان کی منڈی میں پھیلنے دیں گے۔"

منڈولا نے کہا "ناممکن کو ممکن بنانے کا یہ آزمودہ فارمولا ہے کہ پہلے مسلمان کو خوب عیاش بناؤ۔ جیسا کہ بعض اسلامی ممالک

کے اکابرین اور دولت مند تاجر یہودی عورتوں سے خفیہ شادی کرتے ہیں یا انہیں گرل فرینڈز بنا کر اپنے ملک کے اہم راز اور کمزوریاں ہم تک پہنچاتے ہیں۔ دوسرا آزمودہ فارمولا یہ ہے کہ پہلے ایک مسلمان کو بہت عروج دو۔ اسے بین الاقوامی سطح کا ہیرو بننے کے مواقع فراہم کرو۔ جیسا کہ پی ایل او کے یاسر عرفات کو شہرت کی بلندی پر پہنچایا گیا۔ امریکا اور اسرائیل کبھی کسی مسلمان کو شہرت کی اتنی بلندیوں پر نہیں پہنچنے دیتے جب تک کہ وہ دردِ سر بن کر کٹھ پتلی بننا پسند نہ کرے۔ یا سر عرفات نے شہرت کی بلندیوں پر پہنچ کر ایک یہودی حسینہ سے شادی کی تو ان کے کارناموں کے سامنے مسلمانوں کے اعتراضات دب کر رہ گئے۔ جبکہ کارنامے کوئی قابلِ ذکر نہیں تھے۔ یہودن سے شادی کرنے سے جہیز کے طور پر مغربی اسرائیل میں غزہ کی ایک پٹی مل گئی۔ نام ہوا کہ وہاں کے مسلمانوں نے اسرائیل کا ایک حصہ حاصل کرلیا ہے جبکہ غزہ کی پٹی میں فوج بھی اسرائیل کی ہے۔ قانون بھی ہم یہودیوں کا ہے اور وہاں ہمارا ہی سکہ چلتا ہے۔"

منڈولا کو علم نہیں تھا کہ دیوی بڑی دیر سے اس کے اندر ہے۔ جب دیوی نے دیکھا کہ وہ پاکستانی لیڈر کے ساتھ لمبی گفتگو کرتا رہے گا تو اس نے کہا "اب اس موضوع کو ختم کرو اور مجھ سے باتیں کرو۔"

داؤد منڈولا نے اس لیڈر سے معذرت چاہی کہ ایک ضروری کام آپڑا ہے' وہ پھر کسی وقت اس سلسلے میں گفتگو کرے گا۔ اس کے بعد وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے پاس آئی ہیں۔ خادم حاضر ہے۔ فرمایئے میرے لائق کوئی خدمت؟"

"ایک خدمت تمہارے لائق ہے۔ اسی لئے آئی ہوں۔ یہ ایم آئی ایم کا سربراہ برادر کبیر دردِ سر بن گیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' اس سے کیسے پیچھا چھڑاؤں؟"

"میں نے انفرہ کے اجلاس میں ہی سمجھ لیا تھا کہ برادر کبیر بہت چالاک اور مکار ہے۔ وہ صرف ٹیلی پیتھی سے مات نہیں کھائے گا۔ اسے گھیرنے اور پکڑ ڈالنے کے لئے بڑی ذہانت سے ایسی پلاننگ کرنی ہوگی جس پر ہم عمل کریں تو ہمیں ناکامی نہ ہو اور وہ بالکل بے بس ہو کر گھٹنے ٹیک دے۔"

"کیا تم نے کوئی پلاننگ کی ہے؟"

"آپ نے کبھی حکم نہیں دیا۔ ابھی بتائیں کیا چاہتی ہیں؟ وہ دشمن کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

"فی الوقت اس کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ وہ سایہ بن جاتا ہے' گرفت میں نہیں آتا۔ رات کی تاریکی میں یا کسی کے جسم میں سما کر چھپ جاتا ہے۔ ہمارے تمہارے اندر اپنے اپنے سائے ہیں اور ہمیں اپنے سائے کی موجودگی کا علم نہیں ہوتا۔ جب ہم روشنی میں آتے ہیں اور سایہ نظر آتا ہے تو اس کی موجودگی کا پتا چلتا ہے۔ اسی طرح وہ جس کے جسم میں بھی جاتا اس جسم والے کو اس کی موجودگی کا پتا نہیں چلتا۔"

"دیوی جی! اس میں شبہ نہیں کہ اس کے پاس یہ ایک بہت بڑا حربہ ہے۔ لیکن ایک بات ہمارے حق میں ہے کہ وہ ہمیشہ سایہ بن کر نہیں رہ سکتا۔ وہ غیر معمولی گولیاں ایک دو ہفتے یا ایک ڈیڑھ ماہ تک اثر دکھاتی ہیں۔ پھر وہ خود سمجھ نہیں پاتا اور اچانک گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ انفرہ کے اجلاس میں خود اپنی توقع کے خلاف ظاہر ہو گیا تھا۔ ہم ایسے کسی موقع کی تاک میں رہیں تو وہ ظاہر ہوتے ہی گرفت میں آسکتا ہے۔"

"ہوں۔ تمہاری باتیں سن کر یاد آیا ہے کہ وہ تقریباً ایک ماہ پہلے سایہ بن کر میری ایک ڈی کے پاس آیا تھا۔ اس دوران میں نے جب بھی اس سے دماغی رابطہ کیا تو اس کے اطراف تاریکی دیکھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ابھی تک سایہ بنا ہوا ہے۔ ایک ماہ گزر چکا ہے۔ مجھے امید ہے کہ دس بارہ دن کے اندر گولی کا اثر زائل ہو جائے گا اور وہ اچانک ظاہر ہو جائے گا۔"

"تو پھر ہمیں سب سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں ہے۔ ہمیں کسی طرح اس کی رہائش گاہ کا پتا چلانا چاہئے۔"

"یہ میں کسی طرح معلوم کرلوں گی۔ لیکن آج اس نے مجھے بڑے نقصانات پہنچائے ہیں۔ اگر وہ میرے سامنے ہوتا تو میں اس کا خون پی جاتی۔"

"آپ ذرا وضاحت سے بتائیں۔ اس نے آپ کے ساتھ کیا زیادتی کی ہے۔"

"میں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اپنے دیس کے لئے چھ روبوٹ قسم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تیار کئے تھے۔ برادر کبیر کے ایک خیال خوانی کرنے والے مجاہد نے میرے ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زہریلے انجکشن کے ذریعے مار ڈالا۔"

"او گاڈ! یہ تو واقعی اس نے بہت زبردست نقصان پہنچایا ہے۔"

"پہلے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے اجے' وجے کمار' راجیش اور رگھوناتھ تھے۔ ان میں سے جو تین پہلے مارے گئے ان کا علم تمہیں ہے۔ آج اس نے دو گولیاں چلا کر رگھوناتھ کو اپاہج بنا دیا ہے۔ یعنی کل رات ہمارے دیس کے چھ مارے گئے اور آج ایک کو اپاہج بنا دیا گیا ہے۔"

"دیوی جی! یہ ایم آئی ایم والے امریکا اور اسرائیل کے خلاف تھے۔ پھر ان کا سربراہ صرف آپ کو کیوں نقصان پہنچا رہا ہے؟"

"وہ کہتا ہے جب تک کشمیر سے بھارتی فوج واپس نہیں جائے گی وہ بھارت دیس کے لئے ایک بھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار تیار کرنے نہیں دے گا۔"

"تم سے کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کررہی ہیں۔"

"اس کا ایک خیال خوانی کرنے والا واشنگٹن کے آرمی ہیڈکوارٹر تک پہنچا ہوا ہے۔"

"کیا آپ کسی طرح نہایت رازداری سے اپنے آدمیوں کو ٹرانسفارمر مشین تک پہنچا سکتی ہیں؟"

"رازداری ممکن نہیں ہے۔ سپرباسٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کو راز دار بنا کر اس مشین تک لے جانے کے بعد اپنے دیس کو ٹیلی پیتھی سکھا سکوں گی۔"

"سپرباسٹر اور فوجی افسران یوگا کے ماہر ہیں۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا ان کے اندر نہیں پہنچ سکتا۔ پھر اسے کیسے معلوم ہوگا کہ آپ کیا کرنے والی ہیں؟"

"یہ ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم سب کی یوگا کی مشق کے باوجود وہ ہماری باتیں کس طرح سن لیتا ہے۔ بڑی حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس نے پچھلی رات سپرباسٹر کے ایک بیڈروم سے دوسرے بیڈروم میں ٹیلی فون کے ذریعے بات کی اور سب سے حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ پچھلی رات سپرباسٹر کے بند دفتر کے اندر پہنچا گیا۔ وہاں اس نے میرے خلاف ایک خط لکھا تھا۔"

داؤد منڈولا نے کہا "پھر تو بات صاف ہوگئی۔ آپ بالکل سچ کی بات نہیں سمجھ رہی ہیں۔ برادر کبیر کا سایہ اس آرمی ہیڈکوارٹر میں پہنچا ہوا ہے۔ دن کو کسی جسم کے اندر چھپا رہتا ہے اور رات کو تاریکی میں کسی کو نظر نہیں آتا ہے۔"

دیوی سوچ میں پڑ گئی پھر بولی "یہ ممکن نہیں ہے۔ وہ جاپان گیا تھا۔ وہاں جو نئے مذہب اور روحانیت کا فراڈ چل رہا تھا اس مذہب کے گرو کو وہ بے نقاب کررہا تھا۔ شاید وہ کل یا پرسوں واپس آیا ہے۔ اس نے جزیرے میں مجھے تلاش کیا۔ جب میں نے اسے دماغی رابطہ کیا تو وہ شکایت کررہا تھا کہ میں اسے دھوکا دے کے جزیرے سے چلی گئی ہوں۔ دراصل اس کے خیال خوانی کرنے والے نے اسے بتایا ہوگا کہ میں یہاں واشنگٹن میں اپنے بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سلسلے میں مصروف ہوں۔ پھر اس کے حکم کے مطابق اس خیال خوانی کرنے والے نے ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مار ڈالا ہے۔"

"آپ درست کہہ رہی ہیں۔ لیکن وہ کل یا پرسوں جاپان سے واپس آتے ہی امریکا چلا گیا ہوگا۔ آپ ذرا غور کریں۔ سپرباسٹر کے دفتر میں صرف ایک سایہ ہی اندر جا کر آپ کے خلاف وہ خط لکھ گیا ہے۔"

"تمہاری اس بات میں وزن ہے۔ لیکن اس کے خیال خوانی کرنے والے نے پہریدار کو آلۂ کار بنا کر سپرباسٹر کے دفتر کو کھول کر اندر لکھنے کے بعد پھر دفتر کو پہلے کی طرح بند کردیا ہوگا۔"

"آپ میری باتوں میں وزن محسوس کررہی ہیں تو عارضی طور پر فرض کرلیجئے کہ برادر کبیر کا سایہ وہاں آرمی ہیڈکوارٹر میں پہنچ گیا ہے۔ ایسا فرض کرنے سے کوئی نقصان نہیں' فائدہ ہوگا۔ وہ کسی وقت بھی گوشت پوست کے جسم میں نمودار ہوگا تو اسے فوراً گرفتار کیا جاسکے گا اور اسے دوسری گولی کھانے اور سایہ بننے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔"

"تم نے معقول مشورہ دیا ہے۔ میں ابھی سپرباسٹر سے کہتی ہوں کہ وہ آرمی ہیڈکوارٹر کے ایک ایک افسر اور ایک ایک سپاہی کو مستعد رکھے اور اسے گوشت پوست کے جسم میں دیکھتے ہی دوسری بار گولی کھانے کا موقع نہ دیں۔"

"آپ سپرباسٹر کو ابھی یہ ہدایات دے کر آئیں' میں کچھ اور ترکیب سوچتا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ داؤد منڈولا اس مسئلے پر غور کرنے لگا۔ وہ ایک یہودی کی حیثیت سے یہ سوچ کر خوش ہو سکتا تھا کہ چلو اچھا ہے صرف بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے جارہے ہیں۔ وہ اور اس کے دوسرے یہودی خیال خوانی کرنے والے محفوظ ہیں۔ دیوی کو نقصان پہنچ رہا ہے تو پہنچتا رہے۔

لیکن ایک معمول اور تابعدار اپنے عامل کے خلاف کبھی نہیں سوچتا۔ اگر وہ معمول نہ ہوتا تب بھی خوف طاری رہتا کہ وہ آتما شکتی کے ذریعے خاموشی سے دماغ میں آکر جو رخیالات پڑھ لیتی ہے لہٰذا دیوی کے سامنے یہودی مکاری نہیں چل سکتی تھی۔ وہ بڑی تابعداری سے دیوی اور بھارت دیس کی بھلائی کے لئے ترکیبیں سوچ رہا تھا۔

دیوی نے دوبارہ آکر کہا "تم واقعی چالاک ہو مگر میرے سچے تابعدار ہو۔ ابھی میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔"

"آپ مجھے اپنا وفادار مانتی ہیں اور مجھ پر مہربان رہتی ہیں۔ یہ میرے لئے بڑے فخر کی بات ہے۔ میرے ذہن میں ابھی ابھی ایک ترکیب آئی ہے۔ آپ اپنے بھارت دیس کے لئے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرسکتی ہیں اور دشمن کو اس بات کی خبر بھی نہیں ہوگی۔"

"میں یہ ترکیب تمہارے چور خیالات سے پڑھ سکتی ہوں لیکن تم خود ہی کہہ دو۔"

"میری عقل کہتی ہے کہ آپ بھارت کے ایسے قابل جوانوں کا انتخاب کریں جو کالے یا سانولے نہ ہوں' امریکیوں کی طرح گورے اور سرخ رنگ کے ہوں۔ کیا ایسے امریکی نظر آنے والے ہندوستانی مل جائیں گے؟"

"ہاں۔ ہمالیہ کی وادیوں میں اور سیاچن گلیشیر میں فرائض ادا کرنے والے ایسے فوجی جوان مل جائیں گے۔ تمہاری ترکیب سمجھ میں آرہی ہے۔ تم چاہتے ہو کہ میں اپنے ہندوستانیوں کو امریکی بنا کر ٹرانسفارمر مشین سے گزاروں گی تو برادر کبیر اور اس کے خیال خوانی کرنے والے دھوکا کھا جائیں گے کہ میں اپنے بھارت کے لئے

ٹیلی پیتھی کا کوئی ہتھیار تیار نہیں کر رہی ہوں۔"

"جی ہاں۔ برادر کبیر کو تو صرف آپ سے اور بھارتی حکومت سے دشمنی ہے اس لئے اس نے امریکا کے تین نئے ٹیلی پیتھی سیکھنے والوں کو زندہ چھوڑ دیا ہے۔"

وہ بولی "اور آنکھ بھی وہ ٹیلی پیتھی سیکھنے والے امریکیوں پر اعتراض نہیں کرے گا۔ اس طرح میرے بھارتی جوان روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے بن جائیں گے۔ شاباش منڈولا! تم نے بڑی ذہانت بلکہ مکاری سے ایسی ترکیب سوچی ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

"اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں انعام چاہتا ہوں۔"

"ہاں بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میری وفاداریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے دو مزید بہوؤں کو ٹرانسفارمیشن سے گزرنے کا موقع دیں۔ ہم سب کی طرح وہ دو نئے ٹیلی پیتھی سیکھنے والے بھی آپ کے وفادار رہیں گے۔"

"تم میرے بچے خدمت گزار ہو۔ میں تمہیں یہ انعام ضرور دلاؤں گی۔"

"ایک بات اور ہے۔ آپ ابھی برادر کبیر سے دماغی رابطہ کریں اور مجھے اپنے دماغ میں رہنے دیں۔ آپ اس سے گفتگو کرتی رہیں گی اور میں اس کے آس پاس کی آوازیں سن کر معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ کہاں ہے؟"

"تمہاری یہ ترکیب بھی اچھی ہے۔ پتا نہیں وہ کس دن اور کس وقت نظروں کے سامنے دکھائی دے۔ ہمیں اس کا موجودہ پتا ٹھکانا معلوم کرنا چاہئے۔ تم میرے دماغ میں چلے آؤ۔"

داؤد منڈولا نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پہلی بار اس دیوی کے اندر پہنچ گیا۔ دیوی نے پارس کے دماغ میں پہنچ کر خاموشی اختیار کی۔ وہ بولا "کیا چپ کا روزہ رکھ کر آئی ہو؟ یا کوئی نئی چال تمہارے دماغ میں کھچڑی پکا رہی ہے؟"

وہ بولی "کوئی نئی چال نہیں ہے۔ میں آزما رہی تھی کہ تم مجھے اپنے اندر پہلے کی طرح محسوس کرتے ہو یا نہیں؟"

"میں تو کچھ زیادہ ہی محسوس کر رہا ہوں۔ کیا تمہارا وزن بڑھ گیا ہے؟"

"یہ کیسی بے تکی سی بات ہے۔ کیا سوچ کی لہروں کا وزن ہوتا ہے؟"

"اس دنیا میں ہر شے وزن رکھتی ہے۔ کیا تم نے اخبارات میں نہیں پڑھا کہ سائنسدان اب ایک خلئے کا وزن بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ میں بھی کچھ ایسا ہی محسوس کر رہا ہوں کہ تم نہا نہیں آئی ہو۔ کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ شوہر کو ساتھ لائی ہو؟"

"تم فضول باتیں کیوں کرتے ہو؟"

"یہ باتیں فضول نہیں ہیں۔ عورت کا وزن دو صورتوں میں بڑھتا ہے۔ ایک تو اس وقت جب وہ شوہر کو گود میں بٹھاتی ہے۔ دوسرا اس وقت جب وہ حاملہ ہوتی ہے۔"

"کام کی بات کرو۔ کیا تم گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہو گئے ہو۔ میں تمہارے خیالات سے معلوم کر رہی ہوں کہ اس وقت تم ایک کار ڈرائیو کر رہے ہو اور سمندر کی ساحلی سڑک پر ہو۔"

"میں ایک دشمن کے تعاقب میں ہوں۔ بہتر ہے ابھی تم چلی جاؤ۔"

ایسا کہتے ہوئے اس نے کار روک دی کیونکہ آگے اور پیچھے سے دو کاروں نے آکر راستہ روک دیا تھا۔ وہ فوراً ہی دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ کار سے نہیں جا سکتا تھا اس لئے دوڑتے ہوئے دشمنوں سے دور جانے لگا۔ اسی وقت دونوں کاروں سے آنے والوں نے اپنی اپنی گنوں سے فائرنگ کی۔ کئی گولیاں چلیں۔ آخر کوئی تو گولی اسے لگتی۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور وہ اچھل کر ساحلی ریت پر گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی صرف اس کا جسم ہی نہیں' دماغ بھی ساکت ہو گیا۔ دیوی اس کے دماغ سے نکل آئی۔ اب اسے مردہ دماغ میں جگہ نہیں مل سکتی تھی۔

اس نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوتے ہی سانس روک لی تاکہ منڈولا اس کے اندر سے نکل جائے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ منڈولا جیسے وفادار کو بھی اس کا پتا ٹھکانا معلوم ہو۔ پھر وہ دھڑکتے ہوئے دل سے ذرا خوش ہو کر سوچنے لگی۔ کہیں یہ خواب تو نہیں ہے؟ کیا واقعی نامعلوم دشمنوں نے برادر کبیر کو گولی ماردی ہے؟ اف چالاک اور ناقابل شکست سربراہ خلاف توقع اچانک ہی مارا جائے گا؟ اس بات پر یقین نہیں آرہا تھا۔

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ برادر کبیر کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح گرفت میں لیا۔ اس کے باوجود اس کے اندر نہ پہنچ سکی۔ اس کا دماغ مردہ ہو چکا تھا۔

وہ منڈولا کے پاس آکر بولی "تم اس کے دماغ میں جاؤ۔ میں ناکام ہو گئی ہوں پھر بھی یقین نہیں آرہا ہے۔ وہ نہیں مر سکتا!"

"کیوں نہیں مر سکتا دیوی جی؟ کیا اس نے قیامت تک جینے کا ٹھیکا لے رکھا ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ اب سے پہلے بھی وہ دماغی طور پر مر چکا تھا۔ پھر پتا نہیں بعد میں کیسے زندہ ہو گیا؟"

"آپ کی یہ بات ناقابل فہم ہے۔ جب ایک بار دماغ مر جائے اور ہماری سوچ کی لہریں بھی اس دماغ کو چھو نہ سکیں تو موت کی تصدیق ہو جاتی ہے۔"

"میرا دل کہتا ہے کہ وہ پھر ایک بار زندہ ہو گا اور مجھے خاطر کرے گا۔"

"پلیز آپ اسے میری گستاخی نہ سمجھیں۔ آپ اب بار بار ہو کر بول رہی ہیں۔ ویسے آپ میری ماں کی طرح ہیں۔ آپ جو کہیں گی مان لوں گا۔ ہم نے جو دیکھا' وہ یہ تھا کہ وہ سوٹ پہنے ہوئے حاملہ

جن دشمنوں نے اسے گولی ماری وہ عربی لباس میں تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی ایسے اسلامی ملک میں تھا جہاں عربی لباس پہنے جاتے ہیں' پتا نہیں وہ کون سا شہر اور علاقہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی موت کی تصدیق یوں بھی ہو گی کہ اس کے خیال خوانی کرنے والوں سے آپ رابطہ کریں گی تو وہ بھی یہی بتائیں گے جو ابھی ہم نے دیکھا ہے۔"

وہ بولی "اوہ! میں تو بھول ہی گئی تھی کہ سپر باسٹر کے دفتر میں اس کا ایک خیال خوانی کرنے والا دو گھنٹے بعد آئے گا اور اب دو گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا ہے۔"

وہ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے ایک فوجی جوان کے اندر پہنچی۔ پھر اسے لے کر سپر باسٹر کے دفتر کے اندر آگئی۔ وہاں تینوں فوجی اعلیٰ افسران بھی تھے۔ وہ بولی "مجھے یہاں آنے میں دیر ہو گئی' ایک جگہ مصروف تھی۔ کیا وہ ہمارا مخالف خیال خوانی کرنے والا نہیں آیا ہے؟"

سپر باسٹر نے کہا "ہم آپ دونوں کا بڑی دیر سے انتظار کر رہے ہیں اور ہم نے آپ کی ہدایت کے مطابق پورے ہیڈ کوارٹر کے افراد کو الرٹ کر دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ جیسے ہی وہ نظر آئے اسے دوسری گولی استعمال کرنے کا موقع نہیں دیا جائے۔ فوراً گرفتار کیا جائے اور اگر وہ فرار ہونا چاہے تو اسے گولی ماردی جائے۔"

دیوی کو اپنے اندر کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ ایک بہت زبردست دشمن مارا گیا تھا' اس بات کی خوشی تھی مگر ایک نامعلوم سا دکھ بھی تھا۔ وہ بہت یاد آرہا تھا۔ یاد وہی آتے ہیں جن سے کوئی لگاؤ ہوتا ہے۔ یوں تو دشمن بھی یاد آتے ہیں لیکن دکھ کا احساس کیوں ہو رہا تھا؟

شاید اس لئے کہ وہ اس زبردست چالباز سے متاثر ہو گئی تھی۔ اس سے دشمنی بھی تھی اور اس کی چالبازیوں سے وہ ایسی رہنمائی حاصل کرتی تھی جیسے اس کی انگلی پکڑ کر چل رہی ہو۔

اب اصل قصہ یوں تھا کہ اسپتال کے اسپیشل کمرے میں رکھا ہوا ٹی وی آن تھا۔ پرھارانی آنکھیں بند کئے لیٹی ہوئی تھی اور پارس کا سایہ اس بند کمرے میں ایک کرسی پر بیٹھا ٹی وی کا ایک پلے دیکھ رہا تھا۔ اس نے جب سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا تب سے اس علم کو مختلف طریقوں سے آزما رہا تھا۔ ٹی وی اسکرین پر ایک شخص سوٹ پہنے کار تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

وہ ایک جاسوسی پلے تھا۔ پارس نے سوچا کہ کیا وہ اس سوٹ والے کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے؟

بھلا کیوں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس نے دیکھا' وہ سوٹ والا جاسوس ایک موبائل فون کے ذریعے اپنے ماتحتوں سے کہہ رہا تھا۔ مجھے شبہ ہے کہ ایک کار میرا تعاقب کر رہی ہے۔ فوراً اس کار کا راستہ روکو۔ میں اگلی کار کا تعاقب کر رہا ہوں۔"

یہ باتیں سنتے ہی پارس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر اس اداکار کے اندر پہنچ گیا جس نے جاسوس کا کردار کیا تھا۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھا یہی پلے دیکھ رہا تھا۔ پارس نے اس کے اندر پہنچ کر معلوم کیا کہ وہ جاسوسی پلے تو چار ماہ پہلے تیار ہو گیا تھا۔ اب وہ ٹی وی پر دکھایا جا رہا تھا۔

پارس نیا تجربہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے جاسوس کا کردار ادا کرنے والے کو چھوڑ کر اسکرین پر نظر آنے والے جاسوس کے اندر پہنچنا چاہا۔ دراصل وہ اداکار اور پلے کا جاسوس ایک ہی شخص تھے اس لئے پارس تھوڑی سی کوشش کے بعد اس پلے والے جاسوس کے اندر کار کے ماحول میں پہنچ گیا۔ اب ایسا ہی لگ رہا تھا کہ وہ خود کار چلا رہا ہے۔ ایسے ہی وقت دیوی اپنے ساتھ منڈولا کو لے کر اس کے اندر پہنچی تو یہی دیکھا کہ برادر کبیر کار چلا رہا ہے۔ اس نے تھوڑی دیر دیوی سے باتیں کرنے کے بعد کہا "تم ابھی جاؤ۔ میں ایک دشمن کا پیچھا کر رہا ہوں۔"

پھر دیوی نے دیکھا کہ دو کاروں نے اسے آگے پیچھے سے گھیر لیا ہے۔ جاسوسی پلے کے مطابق جاسوس اپنی کار سے نکل کر بھاگ رہا تھا مگر دیوی جاسوس کے نہیں' برادر کبیر کے دماغ میں تھی۔ گولی کھا کر جاسوس نے آخری چیخ ماری تو پارس نے سانس ایسے روک لی جیسے دم نکل گیا ہو۔

یوں اس مکار نے ثابت کر دیا کہ برادر کبیر گولی کا نشانہ بن کر مر چکا ہے۔ داؤد منڈولا کو پوری طرح یقین ہو چکا تھا کہ ایک بہت بڑا دشمن مر چکا ہے لیکن دیوی تذبذب میں تھی۔ وہ پہلے بھی اسے کئی بار مرتے اور پھر زندہ ہوتے دیکھ چکی تھی۔

اس وقت ایک مسلح فوجی جوان دفتر کے اندر آیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ صدمے سے نڈھال لگ رہا تھا۔ جب وہ بولا تو پتا چلا کہ وہی ایم آئی ایم کا خیال خوانی کرنے والا ہے' جس نے دو گھنٹے بعد وہاں کسی کھچوتے کے لئے آنے کو کہا تھا۔

اس نے کہا "ہم اپنی زبان کے پابند ہوتے ہیں۔ میں دیر سے آیا ہوں مگر وعدے کے مطابق آیا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ اب میں تین دن تک یہاں نہ آسکوں گا اور نہ ہی کوئی ذمے دارانہ گفتگو کر سکوں گا۔"

دیوی نے اپنے آلۂ کار فوجی جوان کی زبان سے پوچھا "کیا بات ہے کہ تم نے ہمیں زبردست نقصان پہنچایا ہے اور اب اس سلسلے میں گفتگو سے کترا رہے ہو؟ اس کی کوئی معقول وجہ تو ہو گی؟"

"مجھے افسوس ہے۔ میں ابھی وجہ نہیں بتاؤں گا۔"

"تمہاری اداسی اور سنجیدگی بتا رہی ہے کہ تمہارا ایک اہم شخص مارا گیا ہے۔ اس کا سوم ہو گا۔ تب تین دن کے بعد تم گفتگو کرو گے۔"

اس فوجی جوان نے چونک کر دوسرے فوجی جوان کو دیکھا جس کے اندر دیوی تھی۔ وہ بولی "تم ذمے دارانہ گفتگو نہیں کرنا چاہتے کیونکہ سربراہ کے مشورے کے بغیر اہم گفتگو نہیں کی جاتی ہے اور

تمہارا وہ برادر کبیر مر چکا ہے۔"

"کیا؟" سپر ساٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران نے چونک کر پوچھا "کیا واقعی وہ ایم آئی ایم کا سربراہ مر چکا ہے؟"

دیوی نے کہا "جی ہاں۔ میں نے اس کے دماغ میں رہ کر موت کا تماشا دیکھا ہے۔ اس نے میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مار ڈالا۔ بڑا موت کا فرشتہ بن رہا تھا۔ خود موت کے منہ میں چلا گیا۔"

جسے وہ مردہ کہہ رہی تھی وہ برادر کبیر اس کے پاس ہی فوجی جوان کے اندر ایک خیال خوانی کرنے والے مجاہد کی حیثیت سے موجود تھا۔ اس نے سخت لہجے میں کہا "ہم پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ اگر تم ہمارے برادر کبیر کی ہلاکت پر طنزیہ گفتگو کرو گی تو ہم سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

وہ بولی "اسی طرح مجھ پر بھی غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ بہرحال میرا کلیجا ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ اب جب تک تم لوگوں کا نیا سربراہ منتخب نہیں ہو گا' چالیس دن تک یا کم از کم تین دن تک تمہاری تمام سرگرمیاں ملتوی رہیں گی۔ اب جاؤ اور ماتم کرتے رہو۔"

پارس اس فوجی جوان کو سپر ساٹر کے دفتر سے باہر لے گیا۔ اس کے جاتے ہی سپر ساٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں۔ ایک افسر نے کہا "آج ہمارے لئے بہت بڑی خوشی کا دن ہے۔ وہ دردِ سر بن کر رہنے والا جنم میں پہنچ گیا۔"

سپر ساٹر نے کہا "کیا یہ کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس کی موت کہاں ہوئی ہے۔ دراصل انسان کو سایہ بنانے والی گولیاں اس کے پاس تھیں۔ پتا نہیں' وہ گولیاں کہاں چھپا کر رکھتا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے مجاہدین بھی ان گولیوں تک نہ پہنچ سکیں۔ ہمیں کسی طرح پہنچنا چاہئے۔"

دیوی نے کہا "اس کی موت سے ایسا اطمینان ہوا تھا کہ میرا دھیان ان گولیوں کی طرف نہیں گیا۔ واقعی انہیں حاصل کرنے کے لئے کوئی ترکیب آزمانا چاہئے۔ آپ لوگ ترکیب سوچیں' میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ منڈولا کے پاس آئی پھر بولی "اس کے خیال خوانی کرنے والے نے اپنے سربراہ کی موت کی تصدیق کر دی ہے۔"

میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ یہ اچھا ہوا کہ تصدیق ہو گئی۔ اب آپ کسی روک ٹوک کے بغیر بھارت کے قابل جوانوں کو ٹیلی پیتھی سکھا سکتی ہیں۔"

"پتا نہیں ایم آئی ایم کا نیا سربراہ کون ہو گا۔ وہ کسی طرح ہمارے قابو میں آ گیا۔ ... تو پھر میرے راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ ویسے ہم ایک اہم بات بھول گئے تھے۔ برادر کبیر نہ جانے وہ غیر معمولی گولیاں کہاں چھپا کر رکھتا تھا۔ شاید وہ گولیاں مجاہدین کے ہاتھ نہ لگیں۔ ہمیں کسی ترکیب سے وہاں تک پہنچنا چاہئے۔ منڈولا! تم بہت چالاک اور بہت بڑے شاطر ہو۔ اس سے پہلے کہ سپر ساٹر وغیرہ ان گولیوں تک پہنچیں' ہمیں پہنچ کر انہیں حاصل کر لینا چاہئے۔"

"واقعی وہ غیر معمولی گولیاں' ٹیلی پیتھی سے زیادہ باکمال ہیں۔ اگر برادر کبیر بدستور سلامت رہتا تو ان دشمنوں کی فائرنگ سے ہلاک نہ ہوتا۔ آپ کسی طرح یہ معلوم کریں کہ اس کی موت کہاں ہوئی ہے۔ میں بھی معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس جگہ کا علم ہوتے ہی ہم وہاں کسی کو اپنا ایجنٹ کار بنا کر ان گولیوں تک پہنچ سکیں گے۔"

انہوں نے دماغی رابطہ ختم کر دیا اور اپنی اپنی جگہ سوچنے لگے۔ ان کے ذہنوں میں یہ بات تھی کہ ایم آئی ایم کے تمام مجاہدین کو اس جگہ کا علم ہو گا جہاں اسے ہلاک کیا گیا ہے اور وہ لوگ اس کی لاش اٹھا کر وہاں سے لے گئے ہوں گے۔ اس جگہ کے بارے میں کسی مجاہد سے ہی کچھ معلوم ہو سکتا تھا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ کبھی کسی مجاہد سے یا ان کے سربراہ سے رابطہ کرنے کے لئے نہ ہی ان کی تنظیم کے کسی دفتر کا پتا معلوم تھا اور نہ ہی انہوں نے اپنا فون نمبر وغیرہ کبھی بتایا تھا۔

سپر ساٹر نے فوراً ہی حکم دیا کہ سیٹلائٹ کے ذریعے تمام دنیا کے ٹی وی اسکرین پر ایک اناؤنسر کو کہنا چاہئے کہ سپر ساٹر اور اس کے ملک کے تمام حکام کو ایم آئی ایم کے سربراہ کی ناگہانی موت کا دلی صدمہ ہے۔ ان کے مجاہدین سے درخواست ہے کہ برادر کبیر کی آخری رسومات میں انہیں شریک ہونے کا موقع دیں۔ بیشتر ممالک کے سربراہ ان کے جنازے میں شریک ہونا چاہیں گے۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ پلیز ان سے فون پر یا فیکس وغیرہ کے ذریعے رابطہ کریں۔

دیوی نے اسکرین پر یہ اناؤنسمنٹ سنی۔ پھر سپر ساٹر کے پاس آ کر بولی "یہ تم نے اچھا کیا۔ ان روپوش رہنے والوں کو اسی طرح مخاطب کر کے ان سے ہمدردی کے بہانے کسی اڈے کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ایک فوجی جوان دفتر میں داخل ہوا۔ یوں کہنا چاہئے کہ پارس اسے اندر لایا۔ پھر پہلے والی آواز اور لہجہ بنا کر بولا "ہم نے آپ لوگوں کی تعزیت سے بھرپور اناؤنسمنٹ سنی ہے۔ یہ نئی بات ہے کہ ایک بہت بڑے دشمن کی موت کا صدمہ آپ کو ہو رہا ہے۔ ہم نے کبھی مگرمچھ کے آنسو نہیں دیکھے۔ کیونکہ دیکھنے کے لئے اس کے قریب جانا ہو گا یا اس روتے ہوئے مگرمچھ کو قریب بلانا ہو گا جو ہماری جان کے لئے عذاب بن سکتا ہے۔ بائی دی وے آنسو جھوٹے ہوں یا سچے' آپ حضرات کا شکریہ۔ یہ اناؤنسمنٹ بند کرا دیں یا اعلان کرا دیں کہ زندگی میں پراسرار اور روپوش رہنے والے موت کے بعد بھی کبھی ظاہر نہیں ہوتے۔ اس لئے ان کی آخری رسومات میں کسی کو شریک نہیں کیا جائے گا۔"

ان باتوں نے ان سب کو مایوس کر دیا۔ پارس اس فوجی جوان

کے اندر رہ کر دفتر سے باہر آیا۔ پھر ایک طرف چلنے لگا۔ ایک ملٹری انٹیلی جنس کی گاڑی اس جوان کے قریب آکر رکی۔ اس میں ڈرائیور کے علاوہ ان کا چیف اور تین ماتحت بیٹھے ہوئے تھے۔ چیف نے اس جوان سے کہا "سپر باسٹر کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ کہ اس ملک میں ہر جگہ سپاہیوں' فوجیوں اور جاسوسوں کو یہ حکم پہنچا دیا گیا ہے کہ جتنے گھروں میں مردوں کی موت واقع ہوئی ہے ان تمام مردوں کے متعلق تصدیق کی جائے کہ وہ کون ہیں اور زندگی میں کیا کرتے رہے ہیں۔ اگر برادر کبیر اس ملک کے کسی حصے میں بھی مردہ پڑا ہو گا تو ہماری نظروں میں آجائے گا۔"

وہ فوجی جوان حکم کی تعمیل کے لئے جانا چاہتا تھا۔ پارس نے اس کے قدموں کو لڑکھڑایا۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ ڈرائیور نے فوراً گاڑی سے اتر کر اسے اٹھنے کا سہارا دیا۔ ایسے وقت دونوں بہت قریب ہوئے تو پارس کا سایہ ڈرائیور کے جسم میں منتقل ہو گیا۔

اس فوجی جوان نے اس کے سہارے اٹھتے ہوئے شکریہ ادا کیا پھر سپر باسٹر کی طرف جانے لگا۔ ڈرائیور نے آکر گاڑی اسٹارٹ کی۔ چیف نے کہا "کیا فوجی ایسے ہوتے ہیں؟ یہ جوان ایک چھوٹی گن اٹھا کر چلتے چلتے لڑکھڑا گیا۔ جو لوگ سفارشوں کے ذریعے فوجی بنتے آتے ہیں وہ ایسے ہی عورتوں جیسی چال چلتے ہیں۔"

اس کی بات پر دوسرے ماتحت مسکرانے لگے۔ وہ لوگ ہیڈ کوارٹر سے نکل کر واشنگٹن ڈی سی کی سمت جا رہے تھے۔ انٹیلی جنس کا چیف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کے تمام جاسوس اور شہر کے تمام پولیس والے پارکوں' تھیٹروں' سینما گھروں اور دیگر تفریحی مقامات پر مستعدی سے ڈیوٹی دے رہے ہیں یا نہیں؟ ان تمام قانون کے محافظوں کو سمجھا دیا گیا تھا کہ کوئی بھی شخص اچانک گوشت پوست کے جسم میں نمودار ہو تو اسے فوراً اس طرح گرفت میں لیا جائے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کوئی بھی کھانے کی چیز منہ تک نہ لے جائے اور اس کی جیبوں میں جتنی چیزیں ہوں انہیں اپنی تحویل میں لے لیا جائے۔

شام کا وقت تھا۔ دریا کے کنارے بڑی چہل پہل تھی۔ مرد عورتیں اور بچے ریستوران اور ہلے لینڈ وغیرہ میں نظر آرہے تھے۔ پارس بھی ہیڈ کوارٹر کے ماحول کی گھٹن سے نکل کر ذرا تفریح اور تازہ ہوا کے لئے نکلا تھا۔ کسی کے جسم میں رہ کر بھی بے زاری سی ہونے لگی تھی۔ جب شام کی تاریکی پھیلنے لگی اور وہ گاڑی ایک پولیس اسٹیشن کے سامنے پہنچ کر رکی تو وہ ڈرائیور کے جسم سے نکل کر گاڑی کی چھت پر چلا گیا۔

وہاں روشنی بھی تھی اور تاریکی بھی۔ جہاں روشنی ہوتی تھی وہاں وہ چھت پر لیٹ جاتا تھا۔ اس طرح گاڑی کے آس پاس سے گزرنے والوں کی نظروں میں اس کا سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ نیم تاریکی میں اس کا سایہ گڈمڈ ہو جاتا تھا۔ پھر وہ قریب سے گزرنے والے کو بھی نظر نہیں آتا تھا۔

رات کے دس بجے وہ گاڑی شہر سے ہیڈ کوارٹر کی طرف جانے لگی۔ ایک پُل پر سے گزرتے وقت ایک جوان لڑکی دکھائی دی۔ اس نے ایک ننھے سے بچے کو سینے سے لگا رکھا تھا اور ایک ہاتھ میں ایک باسکٹ پکڑی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر شہر کی سمت چلنے لگی۔ انٹیلی جنس کے چیف نے اس کے قریب گاڑی رکوائی۔ پھر اس سے پوچھا "تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ یہ پُل کوئی تفریح گاہ نہیں ہے۔ پھر تم تنہا بھی ہو۔"

وہ بولی "میں ایک ٹیکسی میں اپنے گھر جا رہی تھی لیکن پُل کے ادھر ٹیکسی میں خرابی پیدا ہو گئی۔ میں اس خیال سے پیدل جا رہی ہوں کہ شاید دوسری ٹیکسی مل جائے۔ یا کوئی اپنی گاڑی میں لفٹ دے دے۔"

چیف نے کہا "ہو سکتا ہے' تمہیں آگے لفٹ مل جائے۔ تمہیں شہر جانا ہے اور ہم شہر سے واپس جا رہے ہیں ورنہ تمہیں گھر پہنچا دیتے۔"

لڑکی نے کہا "آپ کا شکریہ۔ مجھے یقیناً آگے لفٹ مل جائے گی۔"

وہ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ ہیڈ کوارٹر کی طرف جانے لگی۔ پارس نے اس گاڑی کو چھوڑ دیا تھا۔ وہ ان لوگوں کی گفتگو کے دوران چھت سے اتر کر پُل کے ایک ستون کی آڑ میں چلا آیا تھا۔ اس نے لڑکی کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے اور سچ کو چھپا رہی ہے۔

اور سچ یہ تھا کہ مغربی تہذیب نے' مردوں اور عورتوں کی بے لگام آزادی نے اسے شادی سے پہلے ایک بچے کی ماں بنا دیا تھا۔ اس کا بوائے فرینڈ جو دن رات اس پر مرتا تھا اس نے ایک بہت ہی دولت مند لڑکی سے شادی کر لی تھی اور اس کے ساتھ ہنی مون منانے سوئٹزرلینڈ چلا گیا تھا۔

اگر اسے پہلے معلوم ہوتا کہ وہ دغا دے گا تو وہ حمل ضائع کرا دیتی۔ محبوب کی بے وفائی اس وقت معلوم ہوئی جب ساتواں مہینہ شروع ہو رہا تھا۔ ایسے وقت اسقاطِ حمل ممکن نہیں تھا۔ ماں بننے والی کی جان جا سکتی تھی۔ اس نامراد لڑکی کا نام ڈولی تھا۔ اس کے ماں باپ اسے شکاگو سے واشنگٹن اس کی آنٹی کے پاس چھوڑ گئے تھے تاکہ شکاگو کی سوسائٹی میں ڈولی پر کنواری ماں بننے کا داغ نہ لگے۔

انہوں نے بیٹی کو سمجھایا تھا کہ ماں بننے کے بعد بچے کو یتیم خانے یا مشن کے ایک ادارے میں دے دے اور پھر سے ایک کنواری لڑکی بن کر شکاگو واپس چلی آئے۔ خود کو' اپنے والدین کو اور اپنے خاندان کو بدنامی سے بچانے کا یہی ایک راستہ تھا۔ وہ والدین کی ہدایات پر عمل کرنے کے لئے راضی ہو گئی تھی لیکن اپنے وجود کے اندر حرکت کرنے والا بچہ اس کی ممتا کو ابھارتا رہتا تھا۔ تکالیف برداشت کر کے ماں بننے کے بعد تو اس بچے سے محبت بڑھ گئی تھی اور دل کسی طرح اسے کسی یتیم خانے یا کسی عیسائی مشن میں دینے کے لئے آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔

اس کی آنٹی نے اسے سمجھایا "ڈولی! تم ایک ماہ سے نال رہی ہو اور بچے کو کلیجے سے لگائے رکھتی ہو۔ ایسے میں تو اس کے لئے ممتا بڑھتی رہے گی۔ اس سے پہلے ہی مجھے دے دو۔ میں نے ایک مشن میں فادر سے بات کر لی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں بچے کو لے آؤں۔ وہاں تمہارے بیٹے کو کسی چیز کی کمی نہیں ہو گی۔"

ڈولی نے کہا "آنٹی! جب آپ نے کسی فادر سے بات طے کر لی ہے تو پھر جلدی کیا ہے؟ میرے لاڈلے کو کچھ روز اور میرے پاس رہنے دیں۔"

وہ اسی طرح اپنی آنٹی کو ٹالتی رہی۔ بچہ تین ماہ کا ہو گیا۔ آنٹی نے اس کے والدین کو فون پر بتایا کہ ڈولی جذباتی طور پر بچے سے وابستہ ہو گئی ہے۔ اس سے الگ ہونا نہیں چاہتی اور وہ ملکی قانون کے مطابق اسے بچے سے جدا ہونے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ اب وہ والدین کی حیثیت سے ہی اسے سمجھائیں۔

قانون یہی تھا کہ بچے کو ماں سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ خواہ اس نے جائز بچے کو جنم دیا ہو یا ناجائز کو۔ پھر کوئی ناجائز ہو تو اس پر کوئی انگلی نہیں اٹھاتا تھا۔ اس کا فیصلہ ماں بننے والی کرتی تھی کہ وہ بچے کو پیدا ہونے سے پہلے ضائع کرے گی یا اسے پیدا کر کے کنواری ماں کہلانے میں فخر کرے گی۔

اب بچہ چار ماہ کا ہو رہا تھا۔ ماں باپ نے اسے سمجھایا تھا کہ دنیا کی ہر عورت کنواری مریم نہیں بن سکتی۔ وہ خدا کی قدرت تھی کہ حضرت عیسیٰ مسیح کو ایک کنواری نے نہایت پاکباز رہ کر جنم دیا تھا۔ وہ بچے کو کلیجے سے لگائے رکھے گی تو کبھی پاکباز نہیں کہلائے گی لہٰذا اس ننھے کو عیسائی مشن میں دے دیا جائے۔

ڈولی نے کہا "اب میں ناداں ہمکنے والی لڑکی نہیں ہوں۔ اب میں ایک ماں بن کر سوچتی ہوں کہ ہماری ماڈرن تہذیب ہمیں کنواری ماں بننے کی راہ پر کیوں چلا رہی ہے۔ جب جوان لڑکیوں کو یہ قانونی رعایت ملے گی کہ وہ کسی بھی بوائے فرینڈ کو ڈیٹس دے سکتی ہیں اور ماں بننے کے آثار ہوں تو قانون کے سائے میں رہ کر ہونے والے بچے کو قتل کر سکتی ہیں تو پھر یہی تماشے ہوتے رہیں گے جو میرے ساتھ ہو رہے ہیں۔"

ڈولی کی یہ ضد دیکھ کر اس کے والدین شکاگو سے آنے والے تھے اور اسے سمجھا بجھا کر اپنی محبتوں اور نیک نامیوں کا واسطہ دے کر اس بچے کو لے جا کر ایک عیسائی مشن کے فادر کے حوالے کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس سے پہلے ہی وہ ایک باسکٹ میں بچے کا ضروری سامان لے کر آنٹی کے گھر سے نکل آئی تھی۔ یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ جب اسے بچے کے ساتھ جینے نہیں دیا جائے گا تو پھر وہ بھی اپنے لاڈلے کے ساتھ جان دے دے گی۔

اب وہ دریا کے پُل پر آکر کشمکش میں مبتلا ہو گئی تھی کہ بچے کے ساتھ زندہ رہنے کے ذرائع نہیں تھے۔ بس اتنی رقم تھی کہ دو چار روز بچے کو اوپری دودھ پلا سکتی تھی۔ اس کے بعد عزت سے کھانے پینے اور زندہ رہنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

وہ ایک بے وفا کی باتوں میں آکر بہت تلخ تجربہ حاصل کر چکی تھی۔ اب ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہتی تھی کہ اس کا اپنا بیٹا ہی بڑا ہو کر اس سے نفرت کرے۔ جب زندگی کے سارے راستے بند ہو جاتے ہیں تو پھر ایک موت کا ہی راستہ رہ جاتا ہے۔

کیا وہ دریا میں چھلانگ لگا کر اپنی بدقسمتی کا خاتمہ کر لے؟ یہ تو بہت آسان ہے۔ پُل کی ریلنگ پر چڑھ کر صرف چھلانگ لگانا تھی۔ اس کے بعد وہاں کوئی بچانے والا نہ ہوتا اور وہ بچے کے ساتھ ڈوب مرتی۔

اس نے نیم تاریکی میں بڑی ممتا سے بچے کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ پارس نے اس کی سوچ میں کہا "میں کیسی ماں ہوں۔ غلطی میں نے کی ہے اور اپنے بچے کو سزائے موت دے رہی ہوں۔ میرے بچے کا کیا قصور ہے؟"

وہ بیٹے کو سینے سے لگا کر سوچنے لگی "ہاں یہ میرا ننھا معصوم اور بے گناہ ہے۔ اگر میں اس کے ساتھ دریا میں چھلانگ لگاؤں گی تو یہ ممتا نہیں' درندگی ہو گی۔ او گاڈ! میں کیا کروں؟"

ایک ستون کے پیچھے سے پارس نے کہا "ماں کا فرض ادا کرو۔"

وہ چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ پارس ستون کے پیچھے سے

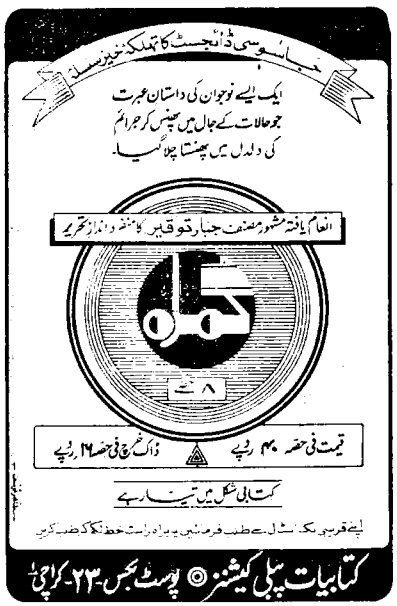

ہٹ کر ایک تاریک حصے میں چلا گیا۔ ڈولی نے ستون کی طرف آکر پوچھا "یہاں کون ہے؟"

پارس نے تاریکی سے کہا "ابھی تم نے اپنے گاڈ سے پوچھا تھا کہ تمہیں کیا کرنا چاہئے تو یوں سمجھو کہ گاڈ نے تمہارے اور بچے کی بھلائی کے لئے ایک فرشتہ بھیجا ہے۔"

"اے نیکی کے فرشتے! تم کہاں ہو؟ کیا میں تمہیں دیکھ سکتی ہوں؟"

"فرشتے کسی انسان کو نظر نہیں آتے۔ البتہ تم میرا سایہ دیکھ سکتی ہو۔"

"میں ضرور دیکھوں گی۔ پلیز میرے سامنے آؤ۔"

وہ تاریکی سے نکل کر اس جگہ آیا جہاں ہلکی سی روشنی تھی۔ ڈولی نے اپنے قریبی ستون پر ایک سائے کو دیکھا۔ پھر چاروں طرف گھوم کر نظریں دوڑائیں۔ کوئی انسان نظر نہیں آرہا تھا مگر ستون پر انسانی سایہ تھا۔

پارس نے کہا "اچھی طرح اپنے قریب اور دور تک دیکھ لو۔ کوئی انسان نظر نہیں آئے گا۔ صرف یہ فرشتہ دکھائی دے گا جو سائے جیسا لگ رہا ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ خدا نے اتنی جلدی میری دعا سن لی ہے اور تمہیں میری مدد کے لئے بھیجا ہے۔"

"تم نے بچے کے ساتھ اپنی زندگی ختم کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ یوں سمجھو کہ تم نے دریا میں چھلانگ لگا دی ہے۔ تم اپنے بچے کے ساتھ دنیا سے فنا ہو گئی ہو اور اب ایک ایسی نئی دنیا میں آئی ہو' جہاں فرشتے سے ملاقات ہو رہی ہے اب تم اس فرشتے کی مرضی کے مطابق زندگی گزارو گی۔"

"تم درست کہتے ہو۔ اگر تم نہ آتے تو میں بچے کے ساتھ مر چکی ہوتی۔ اب یہ نئی زندگی تمہارے دم سے ہے۔ جس طرح کہو گے اسی طرح زندگی گزاروں گی۔"

وہ بولا "بی بی مریم کی پاکبازی کی گواہی آسمانی کتابوں نے دی ہے۔ تمہاری محبت اور وفاداری کی گواہی بھی لازمی ہے۔ ماں وہ ہوتی ہے جو حالات سے لڑ کر اپنے بچے کو اس کے باپ کا نام دلاتی ہے اور محبت وہ ہوتی ہے جو اپنے محبوب سے اپنا حق حاصل ضرور کرتی ہے۔"

"میں ایک تنہا اور بے بس لڑکی ہوں۔ مجھے فریب دینے والا بہت بڑا رئیس بن چکا ہے۔ میں اس سے اپنے اور بچے کے حقوق حاصل نہیں کر سکوں گی۔"

"یہ فرشتہ تمہاری رہنمائی کرے گا تو تم سب کچھ حاصل کر لو گی۔"

"میں تمہارا یہ احسان کبھی فراموش نہیں کروں گی۔"

"فرشتے کسی پر احسان نہیں کرتے۔ وہ کاتب تقدیر کا لکھا ہوا پورا کرتے ہیں۔ تمہیں اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے کچھ دنوں تک اپنے بچے سے الگ رہنا ہو گا۔"

وہ بچے کو سینے سے بھینچ کر بولی "یہ تو ظلم ہو گا۔ یہ ظلم میرے والدین اور رشتے دار بھی کرنے والے تھے۔"

"ان کا ظلم بچے کو ہمیشہ کے لئے تم سے جدا کر دیتا۔ وہ پچھلی زندگی بھول جاؤ۔ میں چاہتا ہوں تم کچھ عرصے تک کنواری کملاؤ' جو کہوں گا وہ کرتی جاؤ۔ وہ بے وفا تمہیں ایک نئے رنگ و روپ میں اور ایک بے انتہا دولت مند حسینہ کی حیثیت سے دیکھے گا تو پھر سے تمہارا دیوانہ ہو جائے گا۔"

"مجھے اس کے ہرجائی پن سے نفرت ہے۔"

"یہ نہ بھولو کہ وہ تمہارے بچے کا باپ ہے اور بچے کو اپنے باپ کا نام عزت سے ملنا چاہئے۔"

"تم بہت اچھی باتیں کر رہے ہو لیکن میں تو غریب ہوں' بے انتہا دولت مند کیسے بن جاؤں گی؟"

"اس کے لئے ذرا صبر کرو۔ وہ بے وفا جس دولت مند کے پیچھے گیا ہے اس کی تمام دولت تمہارے پاس چلی آئے گی۔ یہ بتاؤ وہ کہاں گیا ہے؟"

"میں نے سنا ہے' بالٹی مور کے ساحلی علاقے میں ایک بہت بڑا قمار خانہ ہے۔ اس کیسینو میں ہر رات لاکھوں ڈالرز کا جوا کھیلا جاتا ہے۔ اس کیسینو کی مالکہ کا نام کرسٹینا وائٹ ہے۔ ہنری ورتھ نے مجھے چھوڑ کر اس سے شادی کر لی ہے۔"

"اب یہ بازی الٹ جائے گی۔ فی الحال تم اپنی آنٹی کے گھر واپس جاؤ اور اپنے بچے کو میرے حوالے کر دو۔ کیا مجھ پر بھروسا کرو گی؟"

"ضرور کروں گی۔ میں تو یہی سمجھ رہی ہوں کہ پہلے والی ڈولی اپنے بچے کے ساتھ ڈوب کر مر گئی ہے۔ یہ میری اور میرے بچے کی نئی زندگی تمہارے رحم و کرم پر ہے۔ تم جو کہو گے میں اس پر عمل کروں گی۔"

"شاباش۔ کل شام تک تم بالٹی مور کے اس کیسینو میں ایک دولت مند کنواری لڑکی کی حیثیت سے پہنچ جاؤ۔ کل شام سے پہلے تمہاری آنٹی کے گھر کے لان میں جو سب سے اونچا درخت ہو گا اس کے پیچھے تمہیں ڈالرز سے بھرا ہوا بریف کیس ملے گا اور احاطے کے باہر ایک نئے ماڈل کی کار کھڑی ہو گی۔ اس میں کار کی چابی ہو گی اور ڈیش بورڈ میں کار کے جو کاغذات ہوں گے وہ تمہارے نام ہوں گے۔"

وہ حیرت اور مسرت سے بولی "او گاڈ! مجھے یقین نہیں آتا ہے کہ خودکشی کی حد تک مایوس ہونے کے بعد مجھے ایسی بے انتہا مسرتیں اور کامیابیاں حاصل ہو جائیں گی۔"

پارس نے تاریکی میں جا کر کہا "تمہیں جلد ہی یقین آجائے گا آئندہ کسی ضرورت کے وقت میرا سایہ تمہیں نظر آئے گا ورنہ میں ہمیشہ تمہارے دماغ میں آکر گفتگو کروں گا۔"

"اس قسم کی گفتگو کو ٹیلی پیتھی کہتے ہیں۔"

پارس تاریکی سے گزرتا ہوا ڈولی کے جسم میں سما گیا پھر خیال خوانی کے ذریعے بولا "ہاں۔ یہ دیکھو میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔ کئی لوگ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں پھر مجھ جیسا فرشتہ اس علم سے کیسے محروم رہ سکتا ہے۔"

وہ شہر کی سمت چلتے ہوئے بولی "میں گھر جا کر بچے کے بارے میں کیا کہوں گی؟"

"کہہ دینا' تم نے بیٹے کو عیسائی مشن میں دینے کے بجائے ایک ضرورت مند رئیس کو کروڑوں ڈالرز کے عوض دے دیا۔ اس رقم کی پہلی قسط تمہیں کل ملنے والی ہے۔ اب تم کسی کے دباؤ میں نہیں رہو گی۔ میری مرضی کے مطابق عمل کرتی رہو گی۔"

بچہ رونے لگا۔ وہ رک گئی۔ باسکٹ کے ایک فیڈر میں دودھ تیار تھا۔ وہ ایک کنارے کھڑی ہو کر اسے دودھ پلانے لگی۔ پارس نے کہا "آگے چل کر تم ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر آنٹی کے گھر تک جاؤ گی لیکن بچے اور دودھ سے بھرے ہوئے فیڈر کو پچھلی سیٹ پر چھوڑ جاؤ گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "میں اپنے بیٹے کو تنہا چھوڑ دوں؟"

"میں تمہارے بیٹے کے ساتھ رہوں گا۔ صرف نظر نہیں آؤں گا۔ اپنے سینے میں ماں کے دل کو کمزور نہ بناؤ۔ اولاد کے مستقبل اور اس کے باپ کا نام اسے دینے کے لئے حوصلے سے کام لو۔"

بچہ دودھ پی کر سو گیا۔ وہ پھر آگے بڑھنے لگی۔ کچھ دور جانے کے بعد پل پار کرتے ہی ایک ٹیکسی مل گئی۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر جانے لگی۔ اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ بچے سے جدا نہیں ہونا چاہتی ہے مگر حوصلہ کر رہی ہے اور سوچ رہی ہے کہ یوں بھی اس کے ساتھ بچہ دریا میں ڈوب جاتا۔ اب کوئی فرشتہ اسے نئی زندگی دے رہا ہے تو اسے صبر و تحمل سے اپنے حالات کے بدلنے کا انتظار کرنا چاہئے۔

جب وہ آنٹی کے گھر کے سامنے بچے اور فیڈر کو چھوڑ کر جانے لگی تو پارس اس کے دماغ میں رہ کر اسے اور زیادہ حوصلہ دیتا رہا۔ اس طرح وہ بچے کو چھوڑ کر چلی گئی۔ ڈرائیور نے پچھلی سیٹ پر بچے کو دیکھ کر کچھ کہنا چاہا لیکن پارس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ کچھ کہنا بھول گیا اور اپنے عامل کی مرضی کے مطابق ٹیکسی واپس موڑ کر جانے لگا۔

بچہ سیٹ پر آرام سے سو رہا تھا... اور پارس نے ڈرائیور کے اندر رہ کر اسے غائب دماغ رکھا ہوا تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ڈرائیو کرتا ہوا آرمی ہیڈ کوارٹر کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی مرضی کے خلاف پچھلی سیٹ کی طرف مڑ کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اگر دیکھتا تو اسے صرف بچہ اور فیڈر نظر آتا۔ پارس دکھائی نہ دیتا۔

پھر اس نے ایک ریستوران سے کچھ فاصلے پر ٹیکسی روک دی۔ بدستور سحر زدہ سا ہو کر ریستوران میں گیا اور وہاں سے ایک چائے کا چمچہ لے کر آگیا۔ پارس کے سائے نے وہ چمچہ لے لیا۔ ڈرائیور پھر اپنی سیٹ پر آکر ٹیکسی اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرنے لگا۔ پارس کے سائے نے جیب سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی۔ اس میں سے ایک گولی نکال کر اس کے ٹکڑے کئے۔ ایک ٹکڑا نہایت چھوٹا سوئی کی نوک کے برابر کیا۔ اسے چمچے میں رکھا۔ پھر چمچے میں فیڈر کا دودھ ڈال کر اس سوئی کی نوک کے برابر گولی کو گھول دیا۔ اس کے بعد سونے والے بچے کا منہ کھول کر چمچے کا سارا دودھ اس کے حلق سے اتار دیا۔

بچہ نیند میں تھا۔ اس نے دودھ پی لیا۔ ایسے وقت گولی نے اثر دکھایا۔ اسے پیتے ہی اس ننھے کے گوشت پوست کا جسم فیڈ آؤٹ ہوتے ہوئے سائے میں تبدیل ہو گیا۔ اب پچھلی سیٹ پر وہ بچہ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ صرف دودھ سے بھرا ہوا ایک فیڈر رکھا ہوا تھا۔ پارس نے اس فیڈر کو اٹھا کر اپنے لباس کے اندر رکھا تو وہ بھی بھوت سے نابود ہو گیا۔

آرمی ہیڈ کوارٹر سے ذرا دور ٹیکسی رک گئی۔ پارس نے بچے کو گود میں لیا۔ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ پھر دروازے کو بند کر دیا۔ ایسے وقت وہ ڈرائیور کے دماغ پر چھایا ہوا تھا تاکہ اسے یہ نہ معلوم ہو کہ وہ ٹیکسی ڈرائیو کرتا ہوا آرمی ہیڈ کوارٹر تک آیا تھا۔ وہ پوری طرح غائب دماغ تھا۔ اس کا دماغ اتنا ہی سمجھ رہا تھا جتنا پارس سمجھا رہا تھا۔ وہ ٹیکسی کو موڑ کر تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔

پارس تاریکی میں کھڑا اس ڈرائیور کے اندر موجود رہا۔ جب وہ تقریباً دس کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے اسی پل پر پہنچا جہاں پارس کو ڈولی ملی تھی تو اس نے ڈرائیور کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ ڈرائیور چونک کر کھڑکی کے باہر پل اور دریا کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ ٹیکسی یہاں کیوں رکی ہے؟ وہ یہاں کیسے آگیا؟ پھر کچھ یاد کرتے ہی اس نے پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا تو اسے بچہ بھی نظر نہیں آیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا "میں جاگ رہا ہوں یا خواب دیکھ رہا ہوں؟"

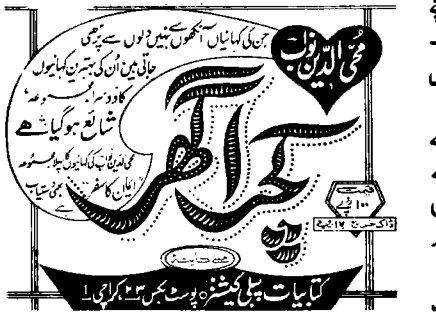

اسے اپنے کسی سوال کا جواب نہیں مل سکتا تھا۔ پارس دماغی طور پر حاضر ہو کر آرمی ہیڈ کوارٹر کے بڑے گیٹ کے قریب آیا پھر بچے کے سائے سمیت ایک مسلح فوجی پہریدار کے جسم میں سما گیا۔ اس کے بعد اس کے دماغ پر غالب آیا تو اس فوجی نے اپنے ساتھی پہریدار سے کہا "میں ابھی ٹائلٹ سے آتا ہوں۔"

وہ گیٹ کے اندر آگیا۔ ٹائلٹ قریب تھا لیکن پارس اسے ایک دوسرے فوجی جوان کے پاس لے گیا۔ اسے چھوڑ کر اس دوسرے کے جسم میں سما گیا اور اسے لے کر اسپتال پہنچ گیا۔ ایک نرس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اسپیشل وارڈ کی طرف جارہی تھی۔ پارس بچے کے سائے سمیت اس کے اندر منتقل ہو گیا۔ پربھارانی کے کمرے کے دروازے پر کھڑے ہوئے مسلح پہریدار نے نرس کی تلاشی لی۔ جب سے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے گئے تھے تب سے نرسوں اور ڈاکٹروں کو بھی چیک کیا جاتا تھا۔ وہ نرس کمرے میں آئی پھر اسے ایک دوا پلانے لگی۔ ایسے وقت پارس اس بچے کے ساتھ پربھارانی کے اندر سما گیا۔

وہ پارس کی مرضی کے مطابق بے چینی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔ "نرس! فوراً ڈاکٹر کو بلاؤ۔ میں ماں بننے والی ہوں۔"

نرس نے کہا "پتا نہیں آپ کو یہ وہم کیوں ہو گیا ہے۔ ہماری تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر نے آپ کو اچھی طرح چیک کیا تھا۔ آپ کے دماغ میں خواہ مخواہ یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ آپ ماں بننے والی ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پارس نے اس کے اندر آکر بچے کے رونے کی آواز نکالی۔ نرس نے حیران ہو کر کہا "یہ بچے کے رونے کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟"

پارس پھر پربھارانی کے پاس آگیا۔ وہ بولی "یہ میرے ہونے والے بچے کی آواز ہے۔ پلیز لیڈی ڈاکٹر کو بلاؤ۔ مجھے فوراً لیبر روم لے چلو۔"

پارس کبھی اس کے اور کبھی نرس کے اندر جارہا تھا۔ اس نے پھر بچے کے رونے کی آواز نکالی۔ نرس بوکھلا گئی۔ دوڑتی ہوئی لیڈی ڈاکٹر کے پاس آئی پھر بولی "وہ جو پربھارانی ہے وہ درست کہہ رہی ہے۔ اسے فوراً لیبر روم لے جانا ہوگا۔ وہ ماں بننے والی ہے۔"

لیڈی ڈاکٹر نے ناگواری سے کہا "کیا بکواس کر رہی ہو۔ نہ اس کا پیٹ نکلا ہے۔ نہ پیٹ میں کسی ننھے سے وجود کے آثار ہیں۔ کیا تم بھی اس کی طرح ایب نارمل ہو گئی ہو۔"

"میں سچ کہتی ہوں۔ اس کے پیٹ میں بچہ رو رہا ہے۔"

"ہیو شٹ اپ! کیا آج تک کبھی ایسا ہوا ہے کہ پیدائش سے پہلے بچے کے رونے کی آوازیں ماں کے پیٹ سے آئی ہو۔"

لیڈی ڈاکٹر کبھی نہ مانتی اور کبھی پربھارانی کے پاس نہ جاتی لیکن پارس کی ٹیلی پیتھی کے زیر اثر تیزی سے چلتی ہوئی اس کمرے میں آئی۔ اس نے پربھارانی کے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر دیکھا۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے کچھ محسوس کرایا۔ لیڈی ڈاکٹر نے جھک کر اس کے پیٹ سے کان لگایا۔ پارس نے لیڈی ڈاکٹر کے دماغ میں بچے کے رونے کی آواز پیدا کی۔ وہ چونک کر سیدھی کھڑی ہو گئی پھر بولی "اوہ مائی گاڈ! یہ میری میڈیکل لائف میں پہلا تجربہ ہے۔ واقعی بچہ پیدائش سے پہلے ماں کے پیٹ میں رو رہا ہے۔ اسے فوراً لیبر روم لے چلو۔"

ذرا سی دیر میں جیسے ہلچل سی مچ گئی۔ کئی نرسیں اور وارڈ بوائز آگئے تھے۔ پربھارانی کو اسٹریچر پر ڈال کر لے جارہے تھے۔ لیڈی ڈاکٹر نے سپرباسٹر کو فون پر یہ اطلاع دی۔ اسے بھی یقین نہیں آیا۔ اس نے بولی بیکر سے رابطہ کر کے کہا "فوراً دیوی جی کو مخاطب کرو اور انہیں بتاؤ کہ پربھارانی کو لیبر روم پہنچایا جارہا ہے۔ وہ ابھی ماں بننے والی ہے۔"

یہ ایسا عجیب اور ناقابل یقین کیس تھا جس پر یقین نہیں آرہا تھا اس لئے سپرباسٹر کے ساتھ تینوں افواج کے اعلیٰ افسران بھی اپنی نیند چھوڑ کر اسپتال چلے آئے۔ اتنی دیر میں دیوی بھی آگئی تھی۔ وہ لیڈی ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ پارس نے اسے لیڈی ڈاکٹر کے اندر بولتے سنا تو وہاں سے نکل آیا کیونکہ اب وہ لیڈی ڈاکٹر کے دماغ میں بچے کے رونے کی آواز نکالتا تو دیوی سمجھ لیتی کہ یہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی شرارت ہے۔

ادھر جیسے ہی دیوی نے لیڈی ڈاکٹر سے کہا کہ وہ پربھارانی کے پیٹ سے کان لگائے تو ادھر پارس کے سائے نے پربھارانی کے اندر بچے کے سائے کی ہلکی سی چٹکی لی۔ وہ نیند سے چونک کر رونے لگا۔ اس بار سچ مچ بچہ رو رہا تھا اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا تھا اس لئے دیوی حیران رہ گئی۔

پربھارانی کے آدھے جسم پر چادر ڈال دی گئی تھی۔ لیڈی ڈاکٹر نے چادر کے اندر ہاتھ ڈالا پھر ایک دم سے حیران ہو کر بولی۔ "ہو گیا۔"

دیوی نے پوچھا "کیا ہو گیا؟"

"بیٹا ہوا ہے۔"

یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی۔ وہاں سب عورتیں تھیں۔ پربھارانی کی چادر ہٹادی گئی پھر کتنی ہی نرسیں حیرانی سے چیخ پڑیں۔ ایک بچہ تھا مگر سایہ تھا۔ وہ سایہ ننھے ننھے ہاتھ پاؤں جھٹک کر رو رہا تھا۔

دیوی کا سر چکرا گیا۔ وہ ایک سائے والا بھرپور جوان دشمن برادر کبیر مارا گیا تھا۔ چونکہ پربھارانی ایک سائے کے ساتھ وقت گزارتی رہی تھی اس لئے مرحوم سائے کا بچہ بھی سایہ بن کر دنیا میں آیا تھا۔

دیوی چند لمحات کے لئے خیال خوانی بھول گئی' اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گئی۔ ازل سے اب تک انسانی زندگی میں اور میڈیکل ہسٹری میں ایسا منظر دیکھنے میں نہیں آیا تھا جیسا کہ وہ شیطان ابن شیطان دکھا رہا تھا۔

فوج کے سپاہی اور افسران کھانے پینے اور سونے جاگنے کے اوقات کے پابند ہوتے ہیں۔ جاگنے کا وقت ہو تو کبھی نہیں سوتے اور سونے کا وقت ہو تو کبھی نہیں جاگتے۔ لیکن اس رات دو بجے آرمی ہیڈ کوارٹر کا پورا عملہ بیدار ہو گیا تھا۔ بات ایسی ناقابل یقین اور اتنی دلچسپ تھی کہ سب اپنا بستر چھوڑ کر اسپتال کی طرف آرہے تھے۔ وہ سب ایک ایسے بچے کو دیکھنا چاہتے تھے جو سایہ بن کر پیدا ہوا تھا۔

سپرباسٹر و انٹیلی جنس کے طبی ماہرین' علم الابدان سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹروں اور سائنس دانوں سے رابطہ کر رہا تھا اور اس نوزائیدہ مجوبے کے متعلق انہیں بتا کر کہہ رہا تھا کہ وہ فوراً ہیڈ کوارٹر آئیں اور زچہ اور بچہ کا معائنہ کریں۔ یہ عجیب بات معلوم کریں کہ پربھارانی بظاہر حاملہ نظر نہیں آتی تھی کیا اس لئے کہ اس کے پیٹ میں گوشت پوست کا انسان نہیں' محض سایہ تھا؟

اور کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک عورت محض ایک انسانی سائے سے تعلق رکھے تو اس کی اولاد بھی سایہ بن کر پیدا ہو؟ اگر ایسا ممکن نہیں ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہو گیا؟ یہ ننھا سا سایہ جسے وجود بھی نہیں کہا جاسکتا اور غیر موجود بھی نہیں کہا جاسکتا' آخر یہ ہے کیا چیز؟ کیا واقعی مرحوم برادر کبیر کی اولاد ہے؟

برادر کبیر کا نام ایسا تھا جسے سن کر دیوی کو بخار سا محسوس ہونے لگا تھا۔ وہ تو سمجھ رہی تھی کہ اس کی موت سے بہت سی پریشانیاں اور ناکامیاں دور ہو چکی ہیں لیکن ایک کی موت کے بعد جونیئر برادر کبیر پیدا ہو گیا تھا۔

ایک ہاتھ بھر کے بچے کی اوقات ہی کیا تھی۔ وہ چاہتی تو اسے چیونٹی کی طرح مسل دیتی لیکن سپرباسٹر نے کہا کہ اس بچے کو زندہ رکھنا ہوگا۔ بڑے بڑے ماہرین اس کا معائنہ اور مشاہدہ کرنے آرہے ہیں۔

پھر ایم آئی ایم کے اسی خیال خوانی کرنے والے (پارس) نے ایک فوجی جوان کے اندر رہ کر سپرباسٹر کے دفتر میں آکر کہا "ہم برادر کبیر کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو یہ خوش خبری ملی کہ ہمارے سربراہ کے ایک بیٹے نے جنم لیا ہے۔ ہم چاہیں تو اسے ابھی یہاں سے لے جائیں لیکن آپ کے ماہرین اس کا معائنہ کرنے والے ہیں۔ ہم ان کی میڈیکل رپورٹ سننا پسند کریں گے اور یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ وہ بچہ اپنے باپ کی طرح بھی گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہو گیا یا نہیں؟"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم بھی یہ تمام باتیں معلوم کرنا چاہتے ہیں اسی لئے اسے یہاں ہیڈ کوارٹر میں رکھا ہے۔"

"آپ ضرور اسے رکھیں مگر یہ نہ بھولیں کہ وہ ایم آئی ایم والوں کی امانت ہے۔ اگر آپ کی دیوی جی یا اور کوئی دشمن بچے کو ذرا بھی نقصان پہنچائے گا تو یہودی' عیسائی اور بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک بھی زندہ نہیں رہ سکے گا اور آئندہ کوئی ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے نہیں پائے گا۔"

یہ دھمکی زبردست بھی تھی اور مؤثر بھی۔ دیوی اور سپرباسٹر اسے گیدڑ بھبکی نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ ایک رات پہلے چھ بھارتی روبوٹ قسم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے تھے۔ آئندہ سپرباسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ہیڈ کوارٹر کے اسپتال سے قبرستان پہنچایا جاسکتا تھا۔ اس کے بعد یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھی شامت آسکتی تھی۔

سپرپاور کہلانے والے امریکا' اسلامی دنیا پر آسیب بن کر چھا جانے والے اسرائیل اور ایشیا میں فوجی طاقت بن کر ابھرنے والے بھارت کے لئے یہ بات توہین آمیز تھی کہ ایم آئی ایم جیسی نئی تنظیم جو کچھ عرصہ قبل ابھری تھی اس نے تین بڑے ممالک کو بے بس اور مجبور کر دیا تھا۔ ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "یہ ہماری انسلٹ ہے کہ ہم ایک نئی تنظیم کو سیاسی شکنجے میں جکڑ نہیں سکتے ہیں۔ ان کا ایک مجاہد بھی ہاتھ نہیں آتا ہے۔"

سپرباسٹر نے کہا "اب اس تنظیم کے مجاہدین ہمارے ہاتھ آسکتے ہیں۔ ان سے سمجھوتا بھی ہو سکتا ہے اور انہیں مختلف ہتھکنڈوں سے دباؤ میں لایا بھی جاسکتا ہے کیونکہ ان کا سب سے چالاک اور مکار برین ماسٹر برادر کبیر مارا گیا ہے۔"

دیوی نے کہا "میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ اب تنظیم کا جونیا سربراہ آئے گا وہ ضروری نہیں ہے کہ برادر کبیر کی طرح زبردست ہو۔ پھر میرے لئے بڑی آسانیاں ہوں گی۔ اس مرنے والے برادر کبیر کا دماغ غیر معمولی تھا۔ میں اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔ اس کے دماغ میں پہنچتے ہی وہ میری سوچ کی لہروں کو سمجھ لیا کرتا تھا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کا سربراہ ہم سے رابطہ کر کے ہمیں اپنی آواز سنائے گا یا نہیں؟ اگر وہ خاموشی اختیار کرے گا تو ہماری دیوی بھی اس کے دماغ میں پہنچنے کا راستہ نہیں بنا سکیں گی۔"

"دو دن بعد وہ نئے سربراہ کا انتخاب کریں گے اور دو دن بہت ہوتے ہیں۔ ہمیں ٹرانسفارمر مشین کی حفاظت اور نئے ٹیلی پیتھی سیکھنے والوں کی سلامتی کے لئے ایسی ٹھوس پلاننگ کرنا چاہئے کہ ہمارے کسی قابل فرد کو ان دشمنوں سے کبھی ایک ذرا نقصان نہ پہنچے۔"

"ہمیں اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے کہ دشمنوں کو ہمارے نئے ٹیلی پیتھی سیکھنے والوں کا علم کیسے ہو جاتا ہے۔ وہ کیسے جان لیتے ہیں کہ ہم کتنی تعداد میں امریکی اور کتنی تعداد میں بھارتی جوانوں کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار رہے ہیں۔"

"یہ تو سیدھی سی سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ وہ سایہ بن کر ہم میں سے کسی کے اندر سما جاتا تھا اور ہمارے تمام منصوبے معلوم کر لیتا تھا۔"

"وہ سایہ بنانے والی گولیاں اب بھی کہیں ہیں۔ وہ مجاہدین کے پاس ہوں گی یا پھر برادر کبیر نے اپنی موت سے پہلے کہیں چھپا کر رکھی ہوں گی یا اس کا کوئی بہت زیادہ قابلِ اعتماد ماتحت ہوگا جو ان گولیوں کا راز جانتا ہوگا۔"

دیوی نے کہا "میرا خیال ہے ایم آئی ایم کا جو مجاہد خیال خوانی کے ذریعے اکثر بیماں آتا ہے اور اب بھی آکر وہ دھمکی دے گیا ہے' وہی برادر کبیر کا خاص ماتحت ہوگا۔ یہ اندازہ اس طرح بھی ہوتا ہے کہ اس نے برادر کبیر کی طرح آوازیں بدل کر بولنا سیکھا ہے۔ میں نے کئی بار اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچنا چاہا لیکن ناکام رہی۔ وہ یہاں آکر جس طرح بولتا ہے اس آواز اور لہجے والے کا دماغ مجھے کبھی نہیں ملا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "دیوی جی! ایک اور بات ہے۔ وہ یہ کہ آپ سپرباسٹر کے اندر آکر بولتی ہیں تو وہ ایسے وقت بھی چلا آتا ہے اس طرح سپرباسٹر اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے اور وہ دشمن اس طرح ہماری تمام باتیں سن لیتا ہے۔"

دیوی نے کہا "ہماری اتنی گفتگو سے دو باتیں سمجھ میں آئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ سایہ بنانے والی گولیاں اگر مجاہدین کے پاس موجود ہیں تو ان میں سے کوئی پھر سایہ بن کر آپ میں سے کسی کے اندر آسکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ مجھے بہت محتاط رہ کر سپرباسٹر کے دماغ میں آنا چاہئے بلکہ دوسرا طریقہ یہ اختیار کرنا چاہئے کہ میں آئندہ کسی فوجی جوان کو آلۂ کار بنا کر اس دفتر میں آتے ہی دروازے کو اندر سے بند کرلوں تاکہ مخالف خیال خوانی کرنے والا کسی دوسرے فوجی جوان کو آلۂ کار بنا کر بے دھڑک اندر نہ آسکے۔ دروازہ بند رہے گا تو وہ باہر ہی رہ جائے گا پھر ہم یہاں جو بھی منصوبے بنائیں گے اس کا علم ان دشمنوں کو نہیں ہوسکے گا۔"

سب نے تائید کی کہ یہ طریقہ کار مناسب رہے گا۔ مخالف خیال خوانی کرنے والے کا راستہ روکنے کی ایک صورت نکل آئی تھی صرف ان غیر معمولی گولیوں کا مسئلہ رہ گیا تھا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ برادر کبیر کی موت کے ساتھ ہی وہ گولیاں بھی کسی خفیہ جگہ رہ گئی ہیں یا اس نے اپنی زندگی میں کسی خاص ماتحت اور قابلِ اعتماد مجاہد کو وہ غیر معمولی ہتھیار دے دیا تھا' جس ہتھیار کے مقابلے میں دیوی جیسی آتما شکتی والی بھی بے بس ہو جاتی تھی۔

انٹرکام سے اشارہ موصول ہوا۔ سپرباسٹر نے ایک بٹن دبایا۔ اسپیکر سے ایک ڈاکٹر کی آواز سنائی دی "سر! ڈاکٹرز' سائنس داں اور ماہرین کی میٹنگ شروع ہونے والی ہے۔ آپ حضرات تشریف لے آئیں۔"

"ہم ابھی آرہے ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے انٹرکام کو آف کردیا۔ اس کے ساتھ فوج کے تینوں افسران اٹھ گئے۔ دیوی نے کہا "میں میٹنگ ہال میں پہنچ کر کسی ڈاکٹر یا ماہر علم الابدان کے

اسپتال کے پچھلے حصے میں ایک بڑا سا ہال تھا۔ وہاں ایک بڑی سی میز کے اطراف ڈاکٹرز' علم الابدان کے ماہرین اور سائنس داں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس بڑی سی میز پر ایک چھوٹا سا آرام دہ بستر بچھا ہوا تھا۔ اس پر بچے کا سایہ لیٹا ہوا تھا۔ ایک بوڑھا ڈاکٹر فیڈر کے ذریعے اس ننھے سائے کو دودھ پلا رہا تھا۔ دوسرے ماہرین اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔ فیڈر کی نپل کا جتنا حصہ ننھے سائے کے ہونٹوں کے اندر گیا تھا' اتنا حصہ نظر نہیں آرہا تھا اور فیڈر کا جو دودھ بچے کے منہ میں جارہا تھا' وہ ہونٹوں کے اندر جاتے ہی نظروں سے اوجھل ہو جاتا تھا۔ یوں سمجھ میں آرہا تھا کہ بچہ شکم سیر ہو کر دودھ پی رہا ہے۔

سپرباسٹر اور فوج کے افسران نے بھی آکر یہ سب کچھ دیکھا دیوی علم الابدان کے ایک ماہر کے دماغ میں آگئی۔ وہ ماہر کہہ رہا تھا "ہم تمام ماہرین' سائنس داں اور ڈاکٹرز اس بات پر متفق ہیں کہ یہ بچہ محض سایہ نہیں ہے۔ ہم نے اسے اٹھا کر دیکھا ہے اور ایک گوشت پوست کے جسم کو محسوس کیا ہے۔ اس کے دل کی دھڑکنیں مناسب رفتار پر ہیں اور اس کا وزن بارہ پونڈ ہے۔ یہ ایک نوزائیدہ بچے کے وزن سے بہت زیادہ ہے۔ یوں لگتا ہے کہ یہ تین یا چار ماہ کا بچہ ہے اور اس کے دودھ کی خوراک بھی نوزائیدہ بچے سے زیادہ ہے۔"

سپرباسٹر نے کہا "ہم سمجھ رہے تھے کہ یہ محض سایہ ہے اس لئے اس کی ماں کا حمل ظاہر نہیں ہوا تھا۔ آپ کے بیان کے مطابق یہ گوشت پوست کا ہے تو پھر اس کی ماں میں مخصوص نشانیاں نظر کیوں نہیں آئیں؟"

ایک سائنس داں نے کہا "ابھی آپ کے سوال کا معقول اور مکمل جواب نہیں دیا جاسکتا لیکن ہمیں جو نظر آرہا ہے اس کے مطابق عقل کہتی ہے کہ جس طرح فیڈر کی نپل اس کے ہونٹوں کے درمیان جاکر نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے اور دودھ اس کے اندر پہنچ کر دکھائی نہیں دیتا ہے اسی طرح یہ سایہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں اپنی ماں کو تو محسوس ہوتا تھا لیکن باہر سے نہ حمل ظاہر ہوتا اور نہ ہی ڈاکٹروں کو چیک اپ کے ذریعے اس کا علم ہوتا تھا۔"

ایک فوجی افسر نے پوچھا "کیا اسے ایکسرے مشین کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے؟"

"جی ہاں۔ ہم نے اس کے کئی ایکسرے فوٹوز لئے ہیں۔ اس لفافے میں ایک ننھے بچے کا دل' گردے' پھیپھڑے' ہڈیاں اور پسلیاں دیکھ سکتے ہیں۔"

وہ افسران لفافے سے ایکسرے رپورٹ دیکھنے لگے۔ وہ صرف ایک بچے کی ایسی رپورٹ تھی جو ہر طرح سے صحت مند تھا۔ سپرباسٹر نے پوچھا "کیا یہ بچہ اپنے باپ کی طرح کبھی گوشت پوست کے جسم میں سب کی نگاہوں کے سامنے دکھائی دے گا۔"

"ہم یقین سے تو نہیں کہہ سکتے لیکن جو خصوصیات باپ

تھیں' وہ بیٹے سے بھی ظاہر ہوسکتی ہیں۔ یہ آئندہ معلوم ہوسکے گا۔"

سپرباسٹر نے دیوی کی مرضی سے کہا "ایک اہم اور ناقابلِ فہم بات یہ ہے کہ برادر کبیر اور پرھارانی کے تعلقات ایک ماہ پہلے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کیا گیا تھا کہ پرھارانی ایک انگریز سے شادی کرنے والی تھی لیکن اس انگریز یا کسی سے بھی اس کے جسمانی تعلقات نہیں رہے تھے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ماہ کے تعلقات میں وہ برادر کبیر کے بچے کی ماں بن جائے اور اسی ایک ماہ کے بعد اسے جنم بھی دے؟"

ایک ماہر نے کہا "یہ بڑی حیران کن اور سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ فی الوقت تو میں یہی کہوں گا کہ آپ کے ٹیلی پیتھی کے علم نے آپ کو بھٹکایا ہے یعنی اس علم کے ذریعے صحیح معلومات حاصل کرنے میں کہیں خامی رہ گئی ہے۔ ہوسکتا ہے' برادر کبیر کا سایہ بہت پہلے سے پرھارانی سے تعلق رکھتا رہا ہو اور یہ بات پرھارانی کے ذہن سے بھلا دی گئی ہو اور آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ حقیقت معلوم نہ ہوسکی ہو۔"

دوسرے ماہر نے کہا "مختصر یہ کہ ہم انسانوں سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں' آپ حضرات بھی کوئی بات اس طرح غلط سمجھ رہے ہیں کہ وہ ٹیلی پیتھی کے حوالے سے درست نظر آرہی ہو اور دشمن چاہتا ہو کہ آپ اسی طرح غلط سمجھتے رہیں۔"

کوئی بات ناقابلِ فہم ہو تو انسان اس پر مغزماری کرتے کرتے عاجز آکر کسی ایک رائے سے متفق ہو جاتا ہے یا پھر بعد میں اس پر غور کرنے کے لئے وقتی طور پر اس سے کترانے لگتا ہے۔

یہ عجیب و غریب تماشا پارس کر رہا تھا اس لئے وہ بھی موجود تھا۔ اس نے ایک ڈاکٹر کی زبان سے کہا "میں ایم آئی ایم کا مجاہد ہوں' آپ حضرات سے پوچھنے آیا ہوں کہ بچے کے متعلق تحقیقات مکمل ہوچکی ہوں تو میں اسے لے جاؤں۔"

سپرباسٹر نے کہا "ایسی بھی کیا جلدی ہے' ابھی تو تحقیقات جاری ہیں۔ ہم جانتے ہیں یہ تمہارے سربراہ کی امانت ہے لیکن ماہرین کو تھوڑا وقت دو۔ یہ اس عجوبے کو اچھی طرح سمجھنا چاہتے ہیں۔"

"میں بڑی دیر سے ان ماہرین کی رپورٹ سن رہا تھا۔ یہ معلوم کرچکے ہیں کہ یہ انسان کا بچہ ہے' گوشت پوست کا جسم رکھتا ہے۔ اس کا وزن ہے' یہ سائے کی طرح ناقابلِ گرفت نہیں ہے۔ آپ سے چھو رہے ہیں' پکڑ رہے ہیں' ہاتھوں میں اٹھا رہے ہیں اور اسے دودھ بھی پلا رہے ہیں اس کے بعد سمجھنے کے لئے کیا رہ گیا ہے؟"

دوسرے ڈاکٹر نے کہا "یہ ایسی چیز ہے کہ اسے آبزرویشن میں رکھ کر اس کے مختلف طبی ٹیسٹ کرنا چاہئیں۔ ابھی اسے اسپتال میں رہنا چاہئے۔"

"ہم تمام مجاہدین نے فیصلہ کیا ہے' اسے زیادہ سے زیادہ کل رات بارہ بجے تک یہاں رہنے دیا جائے گا۔ کل آدھی رات کو ٹھیک بارہ بجے ایک گاڑی ہیڈ کوارٹر کے سامنے آئے گی۔ اگر پرھارانی اپنے بچے کے ساتھ آنا چاہے تو ہمیں اعتراض نہیں ہوگا ورنہ بچے کو پنڈ کورہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا جائے۔ پھر وہ بچہ اپنی منزل تک پہنچ جائے گا۔"

ایک ڈاکٹر نے کہا "بچے کو آبزرویشن میں رکھنے کے لئے کل آدھی رات تک کا وقت کافی نہیں ہے۔ اسے کم از کم تین دن تک یہاں رہنے دیا جائے۔"

پارس نے کہا "میں نے جو کہہ دیا ہے' وہ پتھر کی لکیر ہے۔ بچے کی دیکھ بھال کے لئے ہمارے پاس بھی دنیا کے بہترین ڈاکٹرز اور نرس وغیرہ ہیں۔ سپرباسٹر یہ سمجھ لے کہ بچہ جیسے ہی ہیڈ کوارٹر سے باہر جائے گا ویسے ہی اس کے تینوں نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سروں پر ننگی تلواریں لٹکتی رہیں گی۔ اگر بچے اور گاڑی کا تعاقب کیا جائے گا تو یہ ننگی تلواریں تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کھوپڑیوں میں پیوست ہو جائیں گی۔ اچھا میں جارہا ہوں' کل اپنی امانت لینے آؤں گا۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ رات کے تین بج رہے تھے۔ تمام ماہرین نے کہا "بچہ نارمل اور صحت مند ہے۔ ہمیں اب آرام کرنے کی اجازت دی جائے۔ ہم کل صبح دس بجے حاضر ہو جائیں گے۔"

دوسرے نے کہا "اس بچے کے لئے دو نرسوں کے علاوہ ایک ڈاکٹر کی بھی ڈیوٹی لگائی جائے۔ کل آدھی رات تک ڈیوٹی بدلتی رہے لیکن بچے کو بالکل تنہا نہ چھوڑا جائے۔"

وہ لوگ ضروری ہدایات دے کر چلے گئے۔ دیوی نے سپرباسٹر سے کہا "آپ لوگ بھی جاکر نیند پوری کریں۔ میں ابھی مصروف رہوں گی۔"

"دیوی جی! آپ کو بھی نیند پوری کرکے تازہ دم ہو کر کچھ ایسی تدبیروں پر عمل کرنا چاہئے کہ ہم اس بچے سے کوئی بہت بڑا فائدہ اٹھا سکیں۔"

"ہماری یہی کوشش ہوگی۔ اب آپ آرام کریں۔ میں جارہی ہوں۔"

وہ سپرباسٹر سے رخصت ہو کر پرھارانی کے پاس آئی اور خاموشی سے اس کی سوچ میں سوالات کرکے ان کے جواب معلوم کرنے لگی۔

اس نے سوال کیا "جب بچہ جنم لے رہا تھا تو کیا میں دردِ زہ میں مبتلا تھی اور اس کا جنم ہوتے ہوئے محسوس کررہی تھی؟"

پرھارانی کی سوچ نے کہا "میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ میں کیا جانوں کہ ماں بنتے وقت کیا ہوتا ہے؟ صرف سنا ہے کہ عورت بڑے درد و کرب سے گزرتی ہے۔ جب بچہ

میرے وجود کے اندر رو رہا تھا تو مجھ پر عجیب سی بے خودی طاری ہوگئی تھی جیسے میں خود کہیں نہیں ہوں۔ بے خود ہوں۔ بے حس ہوں۔ بچہ نہیں رو رہا تھا جیسے میں رو رہی تھی۔ میں ایک ایسے عالم میں تھی کہ مجھے اپنے ہونے یا نہ ہونے کا کوئی علم نہیں تھا۔ جب یہ شور بلند ہوا کہ ایک بیٹا پیدا ہوا ہے تو مجھے ہوش آیا اور میں اس سرد موسم میں بھی پسینہ پسینہ ہوگئی تھی۔"

دیوی اس کی سوچ کی لہروں کو سن رہی تھی اور اپنی اس غلطی کو بھی سمجھ رہی تھی کہ زچگی کے وقت اسے پرھارانی کے دماغ میں رہنا چاہئے تھا لیکن پیٹ کے اندر سے بچے کے رونے کی آواز آرہی تھی اور یہ ایسی عجیب وغریب بات تھی کہ وہ پرھارانی کو بھول کر بچے کی طرف توجہ دیتی رہی تھی۔

پھر اس نے دوسرا سوال کیا "کیا میں اپنے بچے کے لئے ممتا محسوس کررہی ہوں؟"

"ہاں۔ وہ میری زندگی میں آنے والے پہلے مرد کا بچہ ہے۔ میں اس بچے کو سینے سے لگا کر برادر کبیر کو یاد کرتی رہوں گی۔"

"لیکن برادر کبیر کے مجاہدین بچے کو ساتھ لے جائیں گے تو کیا میں اپنی دیوی جی کو چھوڑ کر بچے کے ساتھ چلی جاؤں گی؟"

"کوئی ماں اپنے بچے کو چھوڑ کر دیوی دیوتا کے چرنوں میں نہیں رہتی۔ دیوی سے پرارتھنا کرتی ہے کہ اس کے بچے کو لمبی اور خوش حال زندگی دے اور ماں کا سایہ اس کے سر پر رکھے۔"

تب دیوی نے اسے مخاطب کیا "ہیلو پرھا! کیسی ہو؟"

"آپ کی مہربانی ہے' خیریت سے ہوں۔ ابھی میں آپ ہی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ یہ خیال آرہا تھا کہ ایم آئی ایم والے میرے بچے کو لے جائیں گے تو میں کیا کروں گی؟"

"تم صبر کرو گی۔ دیوی پر بھروسا کرو گی۔ میں تمہارے بچے کے ذریعے دشمنوں کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی۔"

"اگر میں بھی بچے کے ساتھ جاؤں گی تو آپ میرے ذریعے بھی دشمنوں کے بہت سے راز معلوم کرسکیں گی۔"

"نہیں۔ میرا تجربہ تم سے زیادہ ہے۔ تم بچے کے ساتھ ان کے پاس جاؤ گی تو وہ تمہارا برین واش کریں گے۔ تمہیں میری آلۂ کار بن کر رہنے نہیں دیں گے۔ تمہاری شخصیت بدل کر تمہارے ذہن سے بچے کو اور ممتا کو بھی بھلا دیں گے۔"

"ہاں۔ وہ ایسا کرسکتے ہیں۔ کیا آپ بچے کو مجھ سے جدا ہونے سے نہیں روک سکتیں؟"

"بچہ صرف کچھ دنوں کے لئے جدا ہوگا پھر میں اسے تمہارے پاس لے آؤں گی۔ تم نہیں جانتی ہو' تم سے پہلے انہوں نے ڈی شی تارا اور پوجا کو مجھ سے چھین لیا۔ پھر برین واشنگ کے ذریعے ان کی شخصیت ایسے بدل دی کہ وہ دونوں مجھ سے اجنبی ہوگئی ہیں۔ ان کی آوازیں اور لہجے ایسے بدل گئے ہیں کہ میں ان دونوں کو کہیں بولتے ہوئے بھی سن نہیں سکتی۔ ایک بار سن لوں تو پھر ان کے اندر کسی رکاوٹ کے بغیر پہنچ جاؤں گی۔"

"جب وہ برین واشنگ کے ذریعے میری ممتا کو ہی بھلا دیں گے تو میں نہیں جاؤں گی۔ آپ پر بھروسا کرتی رہوں گی کہ آپ جلد ہی میرے بچے کو میرے پاس لے آئیں گی۔"

"میں ضرور لاؤں گی۔ باپ کے مرنے کے بعد بچے پر صرف ماں کا حق ہوتا ہے۔ تم اب سو جاؤ۔ میں جاری ہوں۔ بچے کی نگرانی کرو اسے یہاں خصوصی توجہ کے ساتھ رکھا گیا ہے۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وہ جس ملک میں تھی وہاں ابھی رات کے دس بجے تھے۔ ایک تو وہ جلدی سونے کی عادی نہیں تھی دوسرے اس عجیب وغریب بچے اور ایم آئی ایم والوں کے چیلنج نے اس کی نیند اڑا دی تھی۔ ابھی اس کے لئے دو باتیں اہم تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بچے کے ذریعے کسی طرح ایم آئی ایم والوں کے خفیہ اڈوں تک پہنچ سکتی ہے دوسری یہ کہ وہ غیر معمولی گولیاں کہاں ہیں؟ ان مجاہدین کے پاس ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہیں تو برادر کبیر نے انہیں ہلاکت سے پہلے اسے کہاں چھپایا ہوگا؟

دوسری طرف پارس جماہیاں لے رہا تھا' اب آرام سے سونا چاہتا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ٹانی سے رابطہ کرکے کہا "میری پیاری بھابی جان!"

وہ بولی "کیا بات ہے؟ اتنی محبت اور شرافت سے مخاطب کررہے ہو؟"

"وہ بات یہ ہے کہ آج ہی مجھے تمہاری شرافت کا پتا چلا اور میں تمہیں چھچھوری' بدمزاج اور آوارہ....."

وہ بات کاٹ کر بولی "اے خبردار آگے نہ بولنا' ورنہ سارا روک کر بھگا دوں گی۔"

"تم لڑکیوں کے نخرے اور مزاج سمجھ میں نہیں آتے۔ کو عزت سے مخاطب کررہا تھا مگر عزت تمہیں راس نہیں آئی۔"

"بکواس کرو گے یا کام کی باتیں بھی کرو گے؟"

"میں بہت تھک گیا ہوں' سونا چاہتا ہوں۔ پلیز میرے کچھ نمٹا دو۔"

"وہ تو نمٹا دوں گی مگر یاد رکھو۔ سات گھنٹے بعد شہناز (سابقہ شی تارا) سے تمہارا نکاح ہوگا' تمہیں مما کے پاس حاضر ہے۔"

"مجھے چھ گھنٹے سونے کا موقع دو۔ میں ساتویں گھنٹے میں حا ہوجاؤں گا۔"

پھر وہ ٹانی کو ڈولی اور اس کے بچے کے بارے میں بتانے پھر یہ بھی بتایا کہ وہ اس بچے کے ذریعے کس طرح دیوی اور پرا وغیرہ کی نیندیں اڑا رہا ہے۔ ٹانی نے تمام واقعات سن کر کہا بچے بدمعاش ہو۔ بیچاری پرھارانی کو خواہ مخواہ ماں بنا دیا جبکہ نے کسی بچے کو جنم نہیں دیا ہے۔ تمہیں یہ تماشا کرتے ہوئے نہیں آئی؟"

"اگر شرم کسی حسینہ کا نام ہے تو ابھی تک میری زندگی میں نہیں آئی ہے۔ اب تم میری اماں بن کر نصیحتیں نہ کرو۔ بس میرا کام کردو۔"

"بولو' مجھے کیا کرنا ہے؟"

"میں تمہیں ابھی ڈولی کے دماغ میں پہنچا دوں گا۔ اس پر عمل کرکے اس کا دماغ لاک کردو تاکہ میرے سوا کوئی اور خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر نہ آسکے۔"

"کسی وقت دیوی آسکتی ہے۔ وہ تخریبی عمل کے تالے توڑ کر بھی دماغوں میں گھس جاتی ہے۔"

"اس سلسلے میں جناب تیمرزی سے پوچھو۔ میں چاہتا ہوں کہ دیوی بچے کی اصلی ماں تک نہ پہنچے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس سلسلے میں محترم بزرگ سے بات کروں گی۔ آگے بولو۔"

"ہالی مور میں ایک بہت بڑا کیسینو (قمار خانہ) ہے۔ ڈولی کے بے وفا محبوب ہنری ورتھ نے اس کیسینو کی دولت مند مالکہ سے شادی کی ہے۔ تم ڈولی کے ذریعے اس بے وفا کو فون کراؤ۔ اس کی آواز سنو۔ اس کی دولت مند جوئے کا دھندا کرنے والی بیوی کے پاس پہنچ کر اسے سحر زدہ کرو۔ میں نے ڈولی سے کہا ہے کہ یہاں کے وقت کے مطابق کل دوپہر تک اس کے لان میں جو سب سے اونچا درخت ہے اس کے پیچھے اسے بے شمار ڈالروں سے بھرا ہوا بریف کیس ملے گا اور ایک نئے ماڈل کی قیمتی کار اس کی آنٹی کے مکان کے سامنے کھڑی ہوگی۔ اس کے ڈیش بورڈ میں گاڑی کے جو کاغذات ہوں گے وہ ڈولی کے نام ہوں گے۔ اب یہ سب کچھ کیسے ہوگا اور تم کیا کرو گی؟ یہ تم سمجھو۔ کیا میں سونے کے لئے جاؤں؟"

"پہلے مجھے ڈولی کے پاس پہنچاؤ۔"

وہ پارس کے دماغ میں آگئی۔ اس نے ٹانی کو ڈولی کے اندر پہنچایا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ ٹانی نے اس کی آواز اور لہجے کو یاد کرلیا پھر کہا "اب مجھے پرھارانی اور اس بچے تک لے جاؤ۔"

پارس اسے پہلے پرھارانی کے پاس لے گیا۔ یہ وہی وقت تھا جب دیوی پرھارانی کے اندر آکر اس سے باتیں کررہی تھی۔ ان دونوں کی گفتگو سننے کے بعد ٹانی نے کہا "یہ دیوی ایم آئی ایم والوں تک پہنچنے کی دھن میں ہے اور فی الوقت اس کے پاس وہی ایک بچہ ہے جس کو ذریعہ بنا سکتی ہے۔ اگر وہ بچے کے دماغ میں رہے گی تو اس دنیا کو نہ سمجھنے والا بچہ اس کی رہنمائی نہیں کرسکے گا لیکن وہ اس کے اندر رہ کر تمہاری باتیں سن سکتی ہے اور اس طرح معلوم کرسکتی ہے کہ تم اس ننھے کو کہاں لے جارہے ہو۔"

"لیکن وہ بچے کے دماغ میں کیسے پہنچے گی۔ ابھی اس کی کوئی خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے اس ننھے کی ننھی آنکھوں میں جھانکتی اور دماغ میں پہنچ جاتی لیکن وہ نظر نہیں آرہا ہے ابھی صرف ایک سایہ ہے۔"

"بعض چار ماہ کے بچے اوں آں' یا یا کی آوازیں نکالتے ہیں۔ ہوسکتا ہے ایسی ہی آوازوں کو وہ گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچ جائے۔"

پارس ٹانی کے ساتھ اس ڈاکٹر کے پاس آیا جو دو نرسوں کے ساتھ ایک کمرے میں بچے کی نگرانی کررہا تھا۔ اس کے ذریعے پتا چلا کہ بچہ ایک پالنے میں ہے۔ اس سائے کے ہاتھ پاؤں چلنے سے پتا چل رہا تھا کہ وہ جاگ رہا ہے۔

اسی وقت ڈاکٹر کے اندر دیوی کی سوچ کی لہریں سنائی دیں۔ وہ کہہ رہی تھی "میں دیوی بول رہی ہوں۔ اس سائے کو گدگدی کرو یا کچھ اس طرح چھیڑو کہ وہ ہنسے اور منہ سے کچھ آوازیں نکالنے لگے۔"

ڈاکٹر نے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ گدگدی کرنے سے بچہ کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔ پھر آں آں' پاپا' پاپا کی آوازیں نکالنے لگا۔ ٹانی اور پارس نے بڑی توجہ سے ان تمام آوازوں کو سنا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہی اس کے اندر پہنچ گئے مگر خاموش رہے۔ انہیں یقین تھا کہ اس ننھے سے دماغ میں دیوی بھی پہنچی ہوئی ہے اور ننھے سے خاموش دماغ کا مشاہدہ کررہی ہے۔ وہاں جیسے سفید نورانی دھند چھائی ہوئی تھی۔ نہ وہ کچھ سمجھ سکتا تھا اور نہ اپنے اندر آنے والی تین تین سوچوں کی لہروں کو محسوس کرسکتا تھا۔

پھر انہیں چمکارنے کی آوازیں آئیں۔ دیوی اسے چومنے کے انداز میں آوازیں نکال رہی تھی۔ ہاتھ پاؤں ہلانے والا بچہ ساکت ہوگیا تھا۔ اس کے ذہن سے تجسس کا اظہار ہورہا تھا جیسے وہ سوچ رہا ہو کہ ایسی آوازیں کہاں سے آرہی ہیں؟

ایسے وقت اس کمرے میں ڈاکٹر نرسوں سے باتیں کررہا تھا۔ اس بچے کے ذہن اور قوت سماعت سے ان تینوں کو یعنی ٹانی' پارس اور دیوی کو اس ڈاکٹر کے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ بچہ انسانی بولی اور الفاظ وغیرہ کو سمجھ نہیں سکتا تھا لیکن وہ تینوں سمجھ رہے تھے۔

ٹانی اور پارس اس کے اندر سے نکل آئے۔ ٹانی نے کہا۔ "دیکھا تم نے' میرا شبہ درست نکلا۔ دیوی آئندہ اس بچے کے اندر رہ کر تمہاری بہت سی مصروفیات کو سمجھنے لگے گی۔"

پارس نے کہا "میں نے اس پہلو سے سوچا نہیں تھا۔ اچھا ہوا کہ تمہیں بلا لیا۔ ویسے بلانے سے پہلے یہ نہیں معلوم تھا کہ تم بھی ایک آدھ بچے کی ماں ہو اور بچوں کے خالی دماغوں میں جھانکنے کا تجربہ رکھتی ہو۔"

"میں تمہاری بے تکی باتوں میں الجھ کر اپنا دماغ خراب کرنا نہیں چاہتی۔ جاؤ اور اطمینان سے سو جاؤ۔ میں تمام معاملات سے نمٹ لوں گی۔"

پارس دماغی طور سے حاضر ہوگیا۔ وہ ہیڈ کوارٹر کے اسپتال میں

تھا۔ اس نے پربھارانی کے اندر سما کر دماغ کو خاص ہدایات دیں پھر آنکھیں بند کر کے گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

اس نے چھ گھنٹے تک سونے کے لئے دماغ کو ہدایات دی تھیں لیکن پانچ گھنٹے کے بعد ہی چھٹے گھنٹے کے دوران اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس غیر معمولی گولی کا اثر ختم ہو چکا تھا۔ اس سے پہلے ہدایت پانے والے دماغ نے اسے خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔ وہ فوراً ہی پربھارانی کے اندر سے نکل کر بستر پر لڑھکتا ہوا پلنگ کے نیچے آگیا۔ اسی لمحے میں اس نے اپنے ہاتھوں اور بدن کے دوسرے حصوں کو چھو کر دیکھا۔ وہ اپنے مخصوص وزن رکھنے والے گوشت پوست کے وجود میں ظاہر ہو چکا تھا۔

اس وقت شام کی روشنی مدھم پڑ رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں رات ہونے والی تھی لیکن ہیڈ کوارٹر میں رات کو بھی خاص اور اہم مقامات میں بلب وغیرہ روشن رہتے تھے۔ اب وہ نیم تاریکی میں سائے کی طرح چھپ نہیں سکتا تھا۔ یوں بھی وہ تقریباً ڈیڑھ ماہ تک سایہ بن کر رہتے رہتے بے زار ہو گیا تھا۔ اب وہ غیر معمولی گولی استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لئے اس نے باریک سے باریک ذرے کے برابر اس گولی کا ایک ذرہ اپنی داڑھ میں دبا لیا۔ وہاں ہزاروں کی تعداد میں فوجی اور لاکھوں کی تعداد میں اسلحہ تھا۔ ان کی طرف سے ایک بھی گولی آتی تو وہ بچ نہیں سکتا تھا۔ ایسے وقت صرف سایہ بن کر ہی محفوظ رہ سکتا تھا۔

اس وقت ایک ڈاکٹر نرس کے ساتھ آیا پھر پربھارانی کا معائنہ کرتے ہوئے بولا "تم دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح بالکل نارمل ہو۔ ان تینوں امریکی خیال خوانی کرنے والوں کی اسپتال سے چھٹی ہو گئی ہے۔"

پربھارانی نے کہا "پھر میری بھی چھٹی ہونی چاہئے؟"

"جی ہاں لیکن دیوی جی کا حکم ہے کہ تمہیں کل صبح تک یہاں رکھا جائے۔ آج آدھی رات کو ایم آئی ایم والے تمہارے بچے کو یہاں سے لے جائیں گے۔ پتا نہیں کیا ہونے والا ہے۔ دیوی جی نے کچھ سوچا سمجھا ہو گا کہ تمہارے بیٹے کو تمہارے ہی پاس رہنا چاہئے۔ شاید وہ دشمنوں کو بچہ لے جانے کے سلسلے میں ناکام بنا دیں۔"

"میرا بیٹا میرے ہی پاس رہے' اس سے بڑی میرے لئے خوشی نہیں ہو سکتی۔ دیوی جی مجھ پر بڑی مہربان ہیں۔ میں ان کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

ڈاکٹر اس سے باتیں کر کے نرس کے ساتھ چلا گیا۔ پارس یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس کی نیند کے دوران ثانی نے اس کے تمام کاموں کی تکمیل کی ہے یا نہیں؟ لیکن وہاں پلنگ کے نیچے لیٹ کر خیال خوانی کے ذریعے ثانی سے گفتگو کرنا مناسب نہیں تھا۔ یہ بات دیوی بھی جانتی تھی کہ برادر کبیر کا سایہ بھی کسی وقت گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ وہ یقین دلا چکا تھا کہ برادر کبیر مر چکا ہے۔ دیوی' سپر ماسٹر اور داؤد منڈولا کو اس کی موت کا بالکل یقین ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود شبے کی گنجائش کہیں نہ کہیں رہ جاتی ہے۔

پھر یہ کہ وہ سب ان غیر معمولی گولیوں تک پہنچنے کی تدابیر کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ برادر کبیر کی اچانک موت نے اسے اتنی مہلت نہیں دی ہو گی کہ وہ اپنے کسی قابلِ اعتماد مجاہد کو ان گولیوں کا راز بتا سکے۔ اس نے وہ گولیاں اور ان کے تحریری فارمولے کہیں چھپائے ہیں اور وہ جگہ نہ دشمنوں کو معلوم ہے اور نہ ہی دوست مجاہدین اس سلسلے میں کچھ جانتے ہیں۔

ان کے اس خیال کو اس طرح بھی تقویت مل رہی تھی کہ برادر کبیر کی موت کے بعد دوسرا کوئی مجاہد سایہ بن کر اس ہیڈ کوارٹر میں نہیں آیا تھا۔ صرف ایک خیال خوانی کرنے والا مجاہد آیا کرتا تھا۔

پارس اس مسلح سپردار فوجی کے دماغ میں جا سکتا تھا۔ پہلے خیال آیا کہ اسے غائب دماغ بنا کر اس کمرے کے ٹائلٹ میں پہنچا دے۔ پھر خود وہاں جا کر اس آلہ کار فوجی کی وردی پہن کر اس اسپتال سے نکل کر ہیڈ کوارٹر سے باہر چلا جائے لیکن ایسا کرنے سے راستے میں کئی طرح کی رکاوٹیں آ سکتی تھیں صرف وردی پہننے سے کچھ نہ ہوتا۔ وہاں کئی جگہ شناختی کارڈز وغیرہ دیکھے جاتے تھے۔ دوسروں کو شبے میں مبتلا کر کے دیوی کو یہ سوچنے پر مجبور نہیں کرنا تھا کہ برادر کبیر کا سایہ گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہو کر ایک فوجی کے بھیس میں ہیڈ کوارٹر سے فرار ہونا چاہتا تھا۔

تحفظ اور سہولت اسی میں تھی کہ وہ کسی کی نظروں میں آئے بغیر وہاں سے چلا جائے اور کسی کو برادر کبیر کے زندہ رہنے کے شبے میں مبتلا نہ کرے۔ یہ سوچ کر اس نے وہ ذرہ برابر گولی اپنے جسم سے اتار لی۔

اس کا اثر زیادہ دیر تک قائم نہ رہتا۔ وہ فوراً ہی پلنگ کے نیچے سے نکل کر پربھارانی کے اندر آیا پھر اس کے دماغ پر مسلط ہو گیا۔ وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر پلنگ سے اتر کر چلتی ہوئی دروازے پر آئی اور مسلح سپردار سے بولی "میں بستر پر لیٹے لیٹے بور ہو گئی ہوں۔ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔"

وہ اپنی نگرانی میں پربھارانی کو ڈاکٹر کے پاس لے آیا۔ وہ بولی "ڈاکٹر میں تازہ کھلی ہوا چاہتی ہوں۔ آپ نے کہا تھا کہ میں بالکل نارمل ہوں اور کل صبح چھٹی ہو جائے گی لیکن میں اسپتال کے کچھ دیر ٹہلنا چاہتی ہوں۔"

ڈاکٹر نے کہا "آپ یہاں کچھ دیر تشریف رکھیں۔ ایک تو ڈیوٹی بدلنے کا وقت ہو گیا ہے دوسرے میں چھٹی لے کر شہر جا رہا ہوں۔ ابھی دوسرا ڈاکٹر آپ کو باہر ٹہلنے کی اجازت ضرور دے گا۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ پارس اس کے اندر سے نکل کر اور میز کے نیچے سے گزر کر اس ڈاکٹر کے اندر سما گیا۔ وہاں اس نے تمام اندیشوں سے نجات پا کر ثانی کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "کیا تم نے نیند پوری کر لی؟"

"پورے چھ گھنٹے نہ سو سکا۔ گولی کا اثر ختم ہو گیا تھا۔ میرے دماغ نے بروقت خبردار کیا اور میں نے پربھارانی کے اندر سے نکل کر پلنگ کے نیچے پناہ لے لی۔ وہاں پہنچتے ہی میرا وجود ظاہر ہو گیا تھا۔"

"کیا پہلے سے پلنگ کے نیچے چھپ کر سو نہیں سکتے تھے۔ یہ تم ہمیشہ پربھا کے اندر کیوں چلے جاتے ہو؟ دیکھو بدتمیزی والا جواب نہ دینا۔"

"نہایت شریفانہ اور گھریلو قسم کا جواب دے رہا ہوں۔ جو محبت کرنے والے وفادار ہوتے ہیں وہ اپنی محبوبہ یا اپنے بچے کی ماں کے پاس گھسے رہتے ہیں۔ ایک دن علی بھی اپنے بچے کو گود میں لئے تمہارے پاس گھسا بیٹھا رہے گا۔"

"نہایت شریفانہ جواب دیتے دیتے آخر اپنی اوقات پر آگئے۔"

وہ ڈاکٹر اٹھ کر پربھارانی سے رخصت ہو رہا تھا۔ پارس نے کہا "میں اسے وہاں لے جا رہا ہوں جہاں بچے کو انتہائی نگہداشت میں رکھا گیا ہے۔ وہاں بچہ سخت نگرانی میں ہو گا۔ وہ ڈاکٹر کو سپر ماسٹر کی اجازت کے بغیر بچے کو لے جانے نہیں دیں گے۔"

"کیا ابھی اسے لے جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ میں شاید ایک آدھ گھنٹے کے لئے سایہ بن کر رہوں گا۔ اس دوران اسے لے جانا چاہتا ہوں۔ وہاں کے سپردار اعتراض کریں تو تم ان سے نمٹ لینا۔ میں اس ڈاکٹر کے دماغ پر حاوی رہوں گا۔"

وہ ڈاکٹر پارس کی مرضی کے مطابق اپنے چیمبر سے چلتا ہوا اس کمرے میں آیا جو صرف سایہ نما بچے کے لئے مخصوص تھا۔ اس کمرے کے دروازے پر جو مسلح فوجی تھا اس نے ڈاکٹر کو اندر جانے دیا۔ اندر دوسرا ڈاکٹر ڈیوٹی پر تھا۔ ایک نرس بھی تھی۔ پارس کے معمول ڈاکٹر نے بچے پر جھک کر پوچھا "بچہ تو آرام سے سو رہا ہے' کیا اسے دودھ پلایا گیا ہے؟"

ڈاکٹر جھکا ہوا تھا۔ پارس کا سایہ اس کے اندر سے ہاتھ نکال کر بچے کو اٹھا کر اپنے پاس ڈاکٹر کے جسم کے اندر لے آیا۔ نرس اپنے چونک کر کہا "یہ۔۔۔ یہ کیا ہو گیا۔ بچے کا سایہ ڈاکٹر صاحب کے اندر چلا گیا۔"

دوسرا نگرانی کرنے والا ڈاکٹر نرس کے پاس آیا۔ پھر ثانی کی مرضی کے مطابق دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن دبوچ کر بولا "تمہاری زبان کو ہمیشہ کے لئے بند ہو جانا چاہئے ورنہ دیوی تمہارے دماغ سے بہت کچھ معلوم کر لے گی۔"

پارس اس معمول ڈاکٹر کو لے کر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ باہر کھڑے ہوئے مسلح سپردار کو پارس اور وہ بچہ نظر نہیں آ سکتا تھا صرف ڈاکٹر دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے ڈاکٹر کو نہ اندر جانے سے روکا تھا اور نہ باہر آنے پر اسے چیک کیا تھا۔ اس اسپتال کے تمام ڈاکٹر شبے سے بالاتر تھے۔

اور شبے سے بالاتر رہنے والے ڈاکٹر نے کمرے کے اندر نرس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا تھا۔ پھر ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ ثانی اسے دیر تک بٹھا کر رکھنا چاہتی تھی تاکہ پارس بچے کو ہیڈ کوارٹر سے باہر لے جائے۔

اس ڈاکٹر کے لئے ایک گاڑی تیار تھی۔ اس گاڑی میں اس کا سامان رکھا ہوا تھا کیونکہ وہ چھٹی لے کر شہر جا رہا تھا۔ پارس بچے کو ساتھ لئے ڈاکٹر کے اندر تھا اور ڈاکٹر گاڑی کے اندر۔ اس طرح وہ ہیڈ کوارٹر سے باہر آ گیا۔ گاڑی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ ڈاکٹر اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ پچھلی سیٹ پر اس کا سامان رکھا ہوا تھا۔ پارس کا سایہ اس کے اندر سے نکل کر پچھلی سیٹ پر سامان کے درمیان بیٹھ گیا۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ ذرہ برابر گولی کا اثر کسی بھی لمحے میں ختم ہو سکتا تھا اور اس کا اندازہ درست نکلا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ گوشت پوست کے جسم میں تبدیل ہو گیا۔ اس کے دونوں بازوؤں میں بچے کا سایہ تھا۔ اگرچہ بچے کو گولی کا ایک ذرے سے بھی چھوٹا ٹکڑا کھلایا گیا تھا تاہم وہ خوراک بھی ننھے سے بچے کے لئے بہت تھی اس لئے وہ سایہ بنا ہوا تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ثانی کو بتایا کہ اس نے گولی کا جو ایک ذرہ کھایا تھا اس کا اثر ختم ہو چکا ہے لیکن بچہ بدستور سایہ بنا ہوا ہے۔ اس سائے کا ایک وزن ہے اور اسے چھونے سے یہ گوشت پوست کا محسوس ہوتا ہے۔ پتا نہیں یہ کب مکمل طور پر ظاہر ہو گا۔

ثانی نے کہا "جب تک وہ ظاہر نہیں ہو گا تمہارے لئے مسئلہ بنا رہے گا۔ تم اسے اٹھائے ہوئے کسی کے سامنے جاؤ گے تو وہ ایک سایہ نما بچے کو دیکھ کر حیران ہو گا۔ پھر اس عجیب و غریب بچے کا تذکرہ پھیلتے پھیلتے ہیڈ کوارٹر تک پہنچ جائے گا۔ بہتر ہے کہ اس کے ظاہر ہونے تک تم کسی خالی اپارٹمنٹ میں چھپ کر رہو۔ یا ایسا مکان دیکھو جہاں کوئی ایک ہی فرد رہتا ہو۔ اسے تم خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کر کے رہ سکتے ہو۔"

"میں ابھی یہی کروں گا لیکن تم سے بہت سی باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔ تم نے میری نیند کے دوران میرا کتنا کام کیا ہے؟"

"سارے کام ہو چکے ہیں۔ ڈولی کے پاس لاکھوں ڈالر اور ایک نئے ماڈل کی کار پہنچ گئی ہے۔ وہ ابھی بالٹی مور کے کیسینو میں گئی ہے۔ اب میں اسپتال کے اس ڈاکٹر کو چھوڑ کر ڈولی کے پاس جا رہی ہوں۔"

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے' پارس نے وہ بچہ ڈولی جیسی کنواری ماں سے حاصل کیا تھا۔ ہنری ورتھ نامی ایک جوان نے

اسے محبت کا فریب دیا تھا۔ جب وہ اس کے بچے کی ماں بننے لگی تو ہنری ورتھ نے ایک کیسینو (جوا خانہ) کی مالکہ کرسٹینا وائٹ سے شادی کرلی۔ ان حالات میں ڈولی دل برداشتہ ہو کر اپنے بچے کے ساتھ خودکشی کرنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت پارس نے اسے جینے کا نیا حوصلہ دیا۔ اس نے ڈولی کو سمجھایا کہ بچے کو اس کے باپ کا نام ملنا چاہئے۔ وہ اسے مال و دولت کے لحاظ سے اتنے اونچے مقام پر پہنچادے گا کہ ہنری ورتھ پچھتا کر اس کے پاس آئے گا اور اسے ہمیشہ کے لئے اپنا بنالے گا۔

لیکن ڈولی کو اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے کچھ عرصے تک بچے سے جدا رہنا ہوگا اور وہ اس بچے کو اپنے پاس حفاظت سے رکھے گا۔ ایک ماں اپنے بچے کے ساتھ مرسکتی ہے مگر اس سے جدا نہیں ہوسکتی تھی لیکن وہ دو طرح سے قائل ہوگئی۔ ایک تو یہ کہ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے مائل کیا۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنے بچے کو اس کے صحیح باپ کا نام دینا چاہتی تھی۔ پھر اس عورت کی انتقامی کارروائی نے بھڑکایا کہ وہ کرسٹینا وائٹ سے اپنے بچے کے باپ کو چھین کر رہے گی۔

ٹائی اسپتال کے اس ڈاکٹر کو چھوڑ کر ڈولی کے پاس پہنچی۔ وہ ایک نئے ماڈل کی کار ڈرائیو کرتی ہوئی کیسینو پہنچ گئی تھی۔ وہ ایک روز پہلے اتنی غریب تھی کہ سستی سی کار خریدنے کا تصور نہیں کرسکتی تھی۔ وہ اچھی خاصی حسین لڑکی تھی لیکن زندگی کے مسائل نے اس کے حسن کو گہنا دیا تھا۔ اب دولت ملتے ہی اس نے سب سے پہلے خود کو بنایا سنوارا۔ ایک بیوٹی پارلر میں گئی تو اس کے حسن کو چار چاند لگ گئے۔ قیمتی ملبوسات زیب تن کرنے کے بعد وہ کسی ملک کی شہزادی نظر آنے لگی۔ اس نے کیسینو کے پارکنگ ایریا میں اپنی کار پارک کی۔ پھر نوٹوں سے بھرا ہوا ایک بریف کیس ہاتھ میں لے کر کیسینو میں داخل ہوئی تو کتنی ہی نگاہیں اس پر اٹھنے لگیں۔ اس میں بلا کی کشش پیدا ہوگئی تھی۔ ان اٹھنے والی نگاہوں میں اس کے بے وفا محبوب ہنری ورتھ کی نگاہیں بھی شامل تھیں۔

وہ کرسٹینا وائٹ سے شادی کرنے کے بعد اس کیسینو کا انچارج بن گیا تھا۔ وہاں طرح طرح کے جوئے کھیلے جاتے تھے۔ ہنری ورتھ ان سب کی نگرانی کرتا تھا۔ جب اس نے ڈولی کو ایک شہزادی کے روپ میں دیکھا تو اسے یقین نہیں آیا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جسے وہ زیرہ سمجھ کر چھوڑ آیا ہے وہ ایک دن آفتاب کی طرح جگمگاتی ہوئی آئے گی۔

وہ اسے حیرانی سے دیکھتا ہوا کاؤنٹر کے پاس آیا۔ ڈولی منیجر سے پوچھ رہی تھی "یہاں جوا کھیلنے کی حد کیا ہے؟"

منیجر نے جواب دیا "کوئی حد نہیں ہے۔ آپ لاکھوں ڈالر ہار بھی سکتی ہیں اور جیت بھی سکتی ہیں۔"

ڈولی نے بریف کیس کھولا تو وہ بڑے نوٹوں کی گڈیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہنری ورتھ کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ ڈولی ایک لاکھ ڈالر کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے بولی "مجھے ایک لاکھ ڈالر کے ٹوکن دو۔ مجھے تاش کھیلنے سے دلچسپی ہے پھر یہ کہ مجھے ایک ملازم کی ضرورت ہے جو میرا بریف کیس اور ٹوکن وغیرہ کو میرے ساتھ لے کر چلے۔ بائی دی وے یہ جو ملازم کھڑا ہوا ہے' مجھے بڑی دیر سے کیوں تک رہا ہے؟"

منیجر نے جلدی سے کہا "مس! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ یہ ملازم نہیں کیسینو کے مالک ہیں' یہاں تمام دھندوں کی نگرانی کرتے ہیں۔"

وہ بولی "میں نے سنا ہے کہ اس کیسینو کی کوئی مالکہ ہے۔"

"جی ہاں یہ ہماری مالکہ کے شوہر ہیں۔"

"یعنی اصل مالک نہیں ہیں۔ بیوی کی کمائی کھاتے ہیں؟"

ہنری نے جھینپ کر ذرا غصہ دکھاتے ہوئے کہا "تم حد سے بڑھ رہی ہو۔ یہاں ہار جیت کے لئے آئی ہو۔ ہار دیا جیتو پھر چلی جاؤ۔"

"تم مجھے جانے کو کہہ رہے ہو۔ اگر میں یہاں کی مالکہ تک رپورٹ پہنچادوں کہ تم ایک لاکھ ڈالر داؤ پر لگانے والی اسامی یہاں سے جانے کو کہہ رہے ہو تو وہ پھر تمہاری بیوی کی زبان بولے گی یا ایک مالکہ کی حیثیت سے گندی زبان استعمال کرے گی۔"

پھر وہ منیجر سے بولی "میں ابھی یہاں کی مالکہ سے بات کرنا چاہوں۔ فون پر رابطہ کراؤ۔ میں اسے بتانا چاہتی ہوں کہ ایک لاکھ ڈالر کی اسامی کس شخص کی وجہ سے واپس جارہی ہے۔"

منیجر سوالیہ نظروں سے ہنری کو دیکھنے لگا۔ ہنری نے ڈولی سے "مس' میری زبان سے آپ کی شان میں جو گستاخی ہوئی ہے اس کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ آیئے میں آپ کا بریف کیس اور ٹوکن کی ٹرے لے چلتا ہوں۔"

اس نے بریف کیس اور ٹوکن کی ٹرے اٹھالی۔ اس کے بعد قمار خانے کے اس حصے میں جانے لگا جہاں تاش کے پتوں سے کھیلا جاتا تھا۔ اس نے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا "تم ڈولی ہو نا؟"

"تم یہ سوال کیوں کررہے ہو؟"

"میں کنفیوژن میں ہوں۔ تم بالکل ڈولی جیسی ہو مگر اس کا رنگ ایسا نہ تھا۔ وہ چراغ تھی تم چاند ہو۔"

"وہ غریب تھی میں امیر ہوں۔"

"ہاں ہاں۔ میں ابھی یہی کہنے والا تھا۔ کیا وہ تم ہی ہو؟"

"امیر ہو یا غریب' ڈولی صرف ڈولی ہے۔ اس ڈولی کے سامان اٹھائے ایک ملازم کی طرح چلتے ہوئے کیسا لگ رہا ہے؟"

"میں ملازم نہیں ہوں۔ تم نے تجسس پیدا کردیا تھا' اس میں حقیقت معلوم کرنے کے لئے ملازم بن کر چل رہا ہوں۔"

"نہیں مسٹر! میں ایک کیسینو کی مالکہ کے شوہر کو نوکر اپنے ساتھ لے جارہی ہوں۔ تمہاری اوقات یہی ہے۔ اپنی اوقات سے انکار کرو گے تو میں تمہاری بیوی نما مالکہ تک شکایت پہنچادوں گی۔"

وہ چپ رہا لیکن اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتا رہا۔ حیران بھی تھا کہ ڈولی چند ماہ میں اتنی امیر و کبیر کیسے بن گئی ہے کہ بریف کیس میں بڑے نوٹوں کی گڈیاں لے کر کیسینو میں لٹانے کے لئے آئی ہے۔

ہنری نے سوچ لیا کہ اسے جیت کر جانے نہیں دے گا۔ اس بریف کیس میں جتنی رقم ہے وہ سب یہاں سے ہار کر خالی ہاتھ جائے گی۔

ہر قمار خانے کی طرح اس کیسینو میں بھی بڑے چالاک اور تجربہ کار جواری تھے جو اپنی مالکہ کے اشارے پر بڑے بڑے رئیسوں کو ٹھکانے لگا دیتے تھے۔ ہنری نے ڈولی کو ایسی ہی ایک میز پر بٹھایا جہاں ہنری اور کرسٹینا وائٹ کا ایک شاطر پتے باز بیٹھا ایک رئیس کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ ہنری نے اس شاطر سے کہا "مسٹر رائل! یہ مس ڈولی ہیں۔ تم دونوں کے ساتھ لمبا کھیل جاری رکھ سکتی ہیں۔ ان کو اپنے کھیل میں شریک کرلو۔"

رائل نے ڈولی کو خوش آمدید کہا۔ وہاں بیٹھے ہوئے رئیس نے اٹھ کر کہا "میں تو بالکل خالی ہوچکا ہوں' کوئی بات نہیں' کل پھر آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ رائل نے تاش کی گڈی پھینٹ کر ڈولی کو دی۔ پھر کہا "تم بھی اسے پھینٹ لو اور اپنے ہاتھوں سے پتے بانٹو۔ میں کھلاڑی کو پہلا موقع دیتا ہوں۔"

ڈولی پتے پھینٹ کر بانٹنے لگی۔ ہنری ورتھ وہاں سے چلا گیا۔ رائل نے کہا "پہلے دو چالیں بلائنڈ ہوں گی۔ ہم اپنے اپنے پتے دیکھیں گے' بولو کتنے کی چال؟"

ڈولی نے ٹوکن آگے رکھتے ہوئے کہا "پچیس ہزار ڈالر۔"

رائل نے اسے حیرانی سے دیکھا پھر کہا "سوری مس! کیا تم پہلی بار کھیلنے آئی ہو۔ پتے دیکھے بغیر پچیس ہزار کی چال چل رہی ہو۔"

"مسٹر رائل! تمہیں اعتراض ہے تو میں چلی جاؤں گی۔"

"نہیں بھلا مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ یہ لو میں پچیس ہزار دے رہا ہوں۔"

اس طرح دوسری بلائنڈ چال میں پچیس پچیس ہزار آئے۔ ان کے درمیان ایک لاکھ کے ٹوکن پہنچ گئے۔ ڈولی نے اپنے پتے اٹھا کر دیکھے۔ تین بیگم کے پتے آئے تھے۔ رائل کے پاس دو ایس اور ایک نہلا تھا۔ یعنی وہ ہارنے والا تھا۔ لیکن چالبازی سے جانتا تھا۔ جس طرح سمسمریزم جاننے والے نظرہندی کے حیرت انگیز جادوئی تماشے دکھاتے ہیں اسی طرح رائل اپنے مخالف کھلاڑی کی نظرہندی کرتا تھا اور چشم زدن میں پتے بدل لیتا تھا۔

وہ اس بار بھی ڈولی کی نظرہندی کرکے بادشاہ کا تیرا پتا لے آتا اور اپنے پاس آنے والے نہلے کو چھپا دیتا تو یقیناً جیت جاتا لیکن اس کے اندر ٹائی بیٹھی ہوئی تھی۔ رائل نے اپنی دانست میں سمسمریزم کا عمل کیا' ڈولی کی نظرہندی کی پھر اپنے نہلے کے پتے کو گڈی میں رکھ کر اس میں سے ایک بادشاہ کا پتا اٹھانا چاہا۔ ٹائی نے اس پر غالب آکر اسے گڑبڑا دیا۔ اس نے بادشاہ کے بجائے غلام کا ایک پتا لے کر اپنے باقی دو پتوں میں شامل کیا اور مطمئن ہوگیا کہ اب اس کے پاس تین بادشاہ ہوگئے ہیں۔

وہ مسکرا کر بولا "مس ڈولی! تم بڑی مال دار ہو کیوں نہ بڑی رقم لگائی جائے۔ ہم اپنے اپنے پتے دیکھ چکے ہیں۔ میں پچاس ہزار ڈالر کی چال دے رہا ہوں۔"

ڈولی نے بھی پچاس ہزار کے ٹوکن دیئے۔ پھر انٹرکام کے ذریعے منیجر سے کہا "میرے ٹوکن ختم ہوچکے ہیں' دو لاکھ ڈالر کے ٹوکن فوراً لے آئیں۔"

منیجر کے اسسٹنٹ نے ٹوکن پہنچائے اور ڈولی سے نقد دو لاکھ ڈالر لے گیا۔ وہ ایک لاکھ کے ٹوکن آگے بڑھاتے ہوئے بولی "مجھے کچھوے کی چال پسند نہیں ہے۔ یہ رہی ایک لاکھ کی چال۔"

وہ بھی جواباً ایک لاکھ کی چال چلتے ہوئے بولا "معلوم ہوتا ہے تمہارے پاس تین اکے آگئے ہیں۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میرے پاس تین اکے نہیں ہیں۔ میرے کھیلنے کا انداز ایسا ہے کہ مخالف کھلاڑی پریشانی میں کوئی غلطی کر بیٹھتا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں پریشان ہونے اور غلطی کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

وہ مزید ایک لاکھ کے ٹوکن آگے بڑھا کر بولی "شو کراؤ گے یا اور ٹوکن منگواؤں۔"

"میں ہار ماننے والا نہیں ہوں اور ٹوکن منگوالو۔"

ڈولی نے مزید سات لاکھ ڈالر کے ٹوکن منگوائے۔ اس طرح وہ اب تک دس لاکھ ڈالر داؤ پر لگا رہی تھی۔ رائل مطمئن تھا کہ ڈولی کے پاس تین اکے نہیں ہیں لہٰذا اس کے تین بادشاہ بازی جیت جائیں گے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ مطمئن تھے اور ایک ایک لاکھ کی چال چل رہے تھے۔ رائل کے ٹوکن بھی ختم ہوگئے تھے۔ وہ بھی انٹرکام کے ذریعے رابطہ کرکے ٹوکن منگوا رہا تھا۔

ہنری ورتھ کیسینو کی چوتھی منزل میں اپنی بیوی کرسٹینا وائٹ کے ایک خاص کمرے میں آگیا تھا۔ وہاں کئی بڑے بڑے ٹی وی سیٹ تھے۔ کرسٹینا ایک صوفے پر آرام سے بیٹھی تمام ٹی وی کے اسکرین پر کیسینو کے مختلف حصوں میں جوا کھیلنے والوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے ہنری کو دیکھ کر پوچھا "کیا تمہیں میری عزت کا خیال

نہیں ہے۔ تم ایک ملازم کی طرح اس لڑکی کا بریف کیس اور ٹوکن ٹرے اٹھا کر لے جا رہے تھے؟"

"میں نے مصلحتاً ایسا کیا ہے۔ یہ وہی لڑکی ہے جو میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔ میں نے بڑی مشکلوں سے جان چھڑا کر تم سے شادی کی ہے۔ وہ بہت غریب تھی لیکن چند ماہ بعد بے انتہا دولت مند بن کر یہاں رقم لٹانے آئی ہے۔ میں نے اسے رائل کے ساتھ لگا دیا ہے تاکہ بالکل کنگال ہو کر یہاں سے جائے۔"

کرسٹینا نے کہا "شاباش! یہ تم نے اچھا کیا۔ رائل اس لڑکی کو نچوڑ کر رکھ دے گا۔"

ادھر رائل مزید پانچ لاکھ کے ٹوکن منگوانا چاہتا تھا۔ کرسٹینا نے انٹرکام کے ذریعے منیجر سے کہا "رائل سے کہو۔ پہلی بازی اتنی لمبی نہ کھیلے۔ دو لاکھ کے ٹوکن دے کر شو کرائے۔ دوسری بازی میں اس لڑکی کا بریف کیس خالی کرایا جائے۔"

منیجر نے مالکہ کے حکم کے مطابق رائل کو دو لاکھ کے ٹوکن لا کر دیے پھر کہا "یہ آخری ٹوکن ہیں، آپ شو کرائیں۔"

رائل سمجھ گیا کہ یہ مالکہ کا حکم ہے لہٰذا اس نے وہ تمام ٹوکن ڈولی کی طرف بڑھا کر کہا "اپنے پتے شو کرو۔"

ڈولی نے اپنے پتے دکھاتے ہوئے کہا "میرے پاس تین بیگم ہیں۔"

رائل نے ہنستے ہوئے کہا "تمہاری تین بیگموں سے شادی کرنے کے لئے میرے پاس تین بادشاہ ہیں۔ میں بادشاہوں کے چہرے دکھاؤں گا تو تمہاری بیگمات شرما جائیں گی۔"

وہ میز کے وسط میں رکھے ہوئے بائیس لاکھ ڈالر کے ٹوکن دونوں ہاتھوں سے اپنی طرف سمیٹنا چاہتا تھا کہ ڈولی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "اصول کے مطابق پہلے پتے دکھاؤ۔ ہو سکتا ہے میری بیگمات کو دیکھتے ہی تم اپنے تمام بادشاہوں کے ساتھ بھاگ جاؤ۔"

وہ مسکراتے ہوئے سیدھا بیٹھ گیا۔ اس نے پہلے ایک پتا الٹ کر دکھایا۔ پہلا بادشاہ نظر آیا۔ اس نے دوسرا سیدھا کیا۔ دوسرا بادشاہ دکھائی دیا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "میں نے کھیل کے ... ان باتوں ہی باتوں میں تم سے پوچھا تو تم نے قسم کھا کر کہا کہ تمہارے پاس تین اکے نہیں ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ تمہارے پاس جو بھی پتے ہیں وہ بادشاہ سے نیچے ہیں کیونکہ تین بادشاہ میرے پاس ہیں۔ یہ دیکھو تیسرا....."

وہ تیسرے پتے کو سیدھا کرتے کرتے ایک دم سے بوکھلا گیا۔ ٹی وی اسکرین پر کرسٹینا اور ہنری دیکھ رہے تھے کہ رائل کے ہاتھ میں تیسرا پتا بادشاہ کا نہیں، غلام کا ہے۔ ڈولی بائیس لاکھ ڈالر کے ٹوکن اپنی طرف سمیٹ رہی تھی۔ اس میں سے دس لاکھ اس کے اپنے تھے باقی بارہ لاکھ اس نے ایک ہی بازی میں جیت لئے تھے۔ وہ بولی "میں یہ بائیس لاکھ ڈالر ایک ہی چال میں لگا سکتی ہوں۔ کیا اتنا حوصلہ تمہاری کیسینو کی مالکہ میں ہے؟"

یہ کرسٹینا کے لئے ایک چیلنج تھا۔ وہ ہنری سے بولی "اس لڑکی نے پہلی بار دولت دیکھی ہے اور پہلی جیت نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ یہ مجھے چیلنج دے رہی ہے۔"

ہنری ورتھ نے کہا "میں حیران ہوں کہ رائل کیسے ہار گیا۔ سمر رم جانتا ہے۔ ہم نے اسے پتے بدلتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے باوجود وہ ڈولی سے ہار گیا۔"

اسی وقت انٹرکام کا اشارہ موصول ہوا۔ کرسٹینا نے بٹن آن کیا پھر رائل کی آواز سن کر بولی "گدھے کے بچے! تم اناڑی لڑکی سے ہار گئے؟ تم نے مجھے بارہ لاکھ ڈالر کا نقصان پہنچایا ہے۔ کیا بارہ لاکھ ڈالر کم ہوتے ہیں۔"

وہ دوسری طرف سے بولا "سوری میڈم! میں ہر رات لاکھ ڈالر جیت کر تمہیں دیتا ہوں، آج ذرا سی چوک ہو گئی۔ مجھے بادشاہ اٹھانا تھا۔ میں نے بے خیالی میں غلام کا پتا اٹھا لیا۔"

"میں مانتی ہوں۔ تم کبھی ہارتے نہیں ہو اور مجھے لاکھ فائدہ پہنچاتے رہے ہو لیکن میں صرف منافع دیکھتی ہوں، ایک ہارنے کا بھی نقصان برداشت نہیں کر سکتی۔"

"میں ابھی نقصان کو فائدے میں بدل دوں گا۔ وہ لڑکی بازی کھیلنا چاہتی ہے لیکن پہلی ہی بلائنڈ چال میں بائیس لاکھ داؤ پر لگانا چاہتی ہے۔ میں اس کے پورے بائیس لاکھ ڈالر کے قدموں میں لا کر رکھ دوں گا۔"

ثانی کرسٹینا کے دماغ پر حاوی ہو گئی۔ وہ ثانی کی مرضی کے مطابق بولی "اس لڑکی سے کہو صرف بائیس لاکھ نہیں، اس بریف کیس میں جتنی رقم ہے وہ سب ایک ہی چال میں لگائے۔"

منیجر نے ڈولی کے پاس آ کر پوچھا کہ کیا وہ بائیس لاکھ کے علاوہ بریف کیس کی تمام رقم ایک ہی بلائنڈ چال میں لگا سکتی ہے؟ ڈولی نے کہا "میں اسی لاکھ لے کر آئی تھی جس میں دس لاکھ کھیل چکی ہوں اب ستر لاکھ رہ گئے ہیں۔ جاؤ اس بھی ٹوکن لے آؤ اور اپنی مالکہ کے سورما کھلاڑی کو یہاں بھیج۔"

منیجر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ڈولی اور رائل کے لئے لاکھ کے الگ ٹوکن لے آیا۔ رائل نے کرسی پر بیٹھتے ہو "اس بار میں پتے پھینٹ کر بانٹوں گا۔"

ڈولی نے اعتراض نہیں کیا۔ ثانی رائل کے دماغ میں ہوئی تھی۔ رائل کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ اب ہونے کا کمال دکھائے گا۔ یعنی پتے بازی کرے گا۔ یہ ایسا ہنر ہوتا ہے کہ پتے پھینٹنے والا یہ ماہرانہ حساب رکھتا ہے بادشاہ، بیگم اور غلام اور دوسرے پتے کس طرح اس کی مط پر گڈی کے اندر پہنچ رہے ہیں۔ رائل نے طے کیا تھا کہ ا تین اکے رکھے گا پھر باقی جو بھی پتے ڈولی کے پاس جائیں کی ہاری ہار ہو گی۔

وہ تاش پھینٹ رہا تھا لیکن ثانی کی مرضی کے مطابق پتے ... رہا تھا۔ پھر اس نے باقی گڈی کو ایک طرف رکھ کر کہا "بس ... چال، بلائنڈ چال (اندھی چال)۔ نہ میں نے پتے دیکھے ہیں نہ ... نے دیکھے ہیں۔ اس طرح ستر لاکھ ڈالر کی بازی دینے والے ہی ... پلٹتے ہیں۔"

ڈولی نے مسکرا کر ایک پتا الٹا۔ وہ ستہ تھا۔ رائل فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔ پھر اپنا ایک پتا اٹھا کر بولا "میرا یہ پہلا پتا ہی تمہارے لئے دھماکا ہے۔"

اس نے پتے کو الٹ کر دکھایا۔ وہ بھی ستہ تھا۔ اس نے گھبرا کر پتے کو ایسے میز پر چھوڑ دیا جیسے بچھو کو پکڑ لیا تھا۔ اس کے ... اب سے اکا نکلنا چاہئے تھا۔ ڈولی نے اپنا دوسرا پتا دکھایا۔ وہ دہلا ... حساب میں غلطی کے باعث رائل بری طرح بدحواس ہو گیا ... اس نے دوسرا پتا الٹایا۔ ڈولی کی طرح اس کے پاس بھی دہلا آیا ... اس کے پاس تین اکے آنے چاہئے تھے۔ اس کے برعکس ڈولی ... برابر پتے نکل رہے تھے۔ اس سے صبر نہ ہو سکا۔ اس نے تیسرا ... بھی الٹ دیا۔ وہ دہلا تھا۔ اس کے جواب میں ڈولی نے تیسرا پتا ... دیا۔ وہ دہلا تھا۔ اسی کو نہلے پہ دہلا کہتے ہیں۔ ڈولی صرف ایک پتے ... برتری سے ستر لاکھ جیت گئی اور پہلے کے بارہ لاکھ ملا کر اس نے ... لاکھ ڈالر جیت لئے۔ رائل اپنی مالکہ کی ناراضگی کے خیال ... اتنی بڑی شکست تسلیم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ میز پر گھونسا مار کر ... چاہتا تھا "یہ لڑکی کوئی پراسرار عمل جانتی ہے۔ یہ فریب سے ... بڑی رقم جیت رہی ہے۔" لیکن ثانی نے ایسا کہنے نہیں دیا۔ وہ ... کی مرضی کے مطابق کرسی سے اچھل کر دیوار کی طرف گیا اور ... سے سر ٹکرا کر کہنے لگا "میں نے آج تک شکست نہیں کھائی۔ ... ایک لڑکی سے شکست تسلیم کرنے سے پہلے جان دے دوں ..."

کرسٹینا کے حکم سے چند ملازموں نے رائل کو جکڑ لیا۔ اسے ... پر سر مارنے سے باز رکھا اور وہاں سے لے گئے۔ ثانی اب ... کرسٹینا کے اندر آ گئی۔ ہنری اس سے کہہ رہا تھا "وہ اتنی بڑی رقم ... سے نہیں لے جا سکتی۔ ہمارے کرائے کے غنڈے آخر کس ... کام آئیں گے۔"

وہ ثانی کی مرضی کے مطابق بولی "یو شٹ اپ۔ کرائے کے ... تمہیں جوتے مارنے گے کیونکہ وہ تمہاری سابقہ گرل فرینڈ ... سے انتقام لینے آئی تھی اور تمہاری وجہ سے اس نے مجھے ... نقصان پہنچایا ہے۔ جاؤ، میرے کمرے سے نکل جاؤ۔ جب ... میں نہ کہوں مجھے اپنی صورت نہ دکھانا۔"

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ کرسٹینا نے انٹرکام کے ذریعے منیجر سے کہا۔ "ڈولی کو اس کی جیت پر مبارکباد دو۔ اس سے کہو جیت کی تمام رقم میں خود اس کی کار کے پاس لا رہی ہوں۔ تم اس کے ساتھ جاؤ۔"

وہ انٹرکام کو آف کر کے الماری کے پاس آئی۔ اس میں سے دو بڑے چرمی بیگ نکالے۔ انہیں لے کر آئرن سیف کے پاس آئی۔ اسے پہلے چابی سے پھر مخصوص نمبروں سے کھولا۔ وہاں بڑے نوٹوں کی گڈیاں ایک خانے میں بھری ہوئی تھیں۔ وہ رقم دو کروڑ ڈالر سے زیادہ ہو گی۔ اس نے وہ تمام رقم دونوں بیگوں میں بھر دی۔ کچھ بیش قیمت ہیرے اور موتی بھی تھے۔ وہ بھی اس نے بیگ میں ڈال دیے۔ پھر سیف کو اور دونوں بیگوں کو بند کر کے دو ملازموں کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ بیگ اٹھا کر پارکنگ ایریا میں چلیں۔

ڈولی وہاں منیجر کے ساتھ کھڑی ہوئی باتیں کر رہی تھی۔ ہنری ورتھ ایک جگہ چھپا ہوا ڈولی اور اس کی مہنگی کار کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بیاسی لاکھ جیت کر جانے والی کے متعلق سوچ رہا تھا "میں نے اس سے بے وفائی کی۔ یہ زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی۔ یہ مجھے دل میں بٹھاتی تھی اور کرسٹینا مجھے سینڈل کی طرح پہنتی ہے۔ کیا مجھے پھر پٹڑی بدلنا چاہئے؟"

اسی وقت کرسٹینا آ گئی تھی۔ ملازم اس کے حکم کے مطابق پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر دونوں بیگ رکھ رہے تھے۔ پھر اس نے منیجر اور ملازموں کو جانے کا حکم دیا۔ جب وہ چلے گئے تو اس نے کہا "مس ڈولی! آج تم نے کمال کر دیا ہے۔ میں نے تم سے ایک مرد کو چھین لیا تھا۔ تم اس سے بھی زیادہ بہت کچھ چھین کر مجھ سے

سسپنس ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

جسے فارغ آج تک نہیں بھولے

طالوت

۳ حصوں میں (مکمل)

قیمت فی حصہ ۔/۴۰ روپے ڈاک خرچ فی حصہ ۔/۱۶ روپے

□ پُراسرار کہانیوں کے شائقین کے لئے
□ طنز و مزاح پسند کرنے والوں کے لئے
□ جاسوسی کہانیوں کے دلدادوں کے لئے

ایک دلچسپ داستان جو آج تک آپ نے نہ پڑھی ہو گی!

کتابی شکل میں تیار ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے منگوائیں

تینوں حصے ایک ساتھ منگوانے پر محصول ڈاک معاف

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۱۳۳ کراچی ۱

لے جارہی ہو۔ مال و دولت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوتی۔ ہنری جیسے مرد تو ہوائے فرینڈ بن کر آتے جاتے ہی رہتے ہیں۔ میں بھی اس پر تھوک دوں گی اور کہوں گی' جاؤ اب کسی تیسری کو پھانسنے کی کوشش کرو۔"

یہ کہہ کر اس نے الوداعی مصافحہ کیا پھر چلی گئی۔ ہنری چھپا ہوا حیرت سے اس کی قیمتی گاڑی کو دیکھ رہا تھا جیسے ٹھکرا کر آیا تھا وہ بالکل شہزادی کی طرح آئی تھی اور شہزادی کی طرح مال و دولت کا نذرانہ لے کر جارہی تھی۔ جو ایک رات میں لاکھوں ڈالر جیت جائے یا ہار جانے کا حوصلہ رکھتی ہو وہ پتا نہیں کتنی دولت مند ہوگئی ہوگی۔ پتا نہیں اس نے کتنا بینک بیلنس رکھا ہوا اور کاروبار میں کتنے شیئرز خرید رکھے ہوں۔

کر سٹینا کے جاتے ہی وہ مختلف کاروں کے پیچھے سے گزرتا ہوا ڈولی کے پاس آیا۔ وہ اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کررہی تھی۔ وہ عاجزی اور محبت سے بولا "ڈولی! مجھے معاف کردو اور غصہ تھوک کر میری گزارش سن لو۔"

وہ بولی "کر سٹینا کے جاتے ہی تم آگئے۔ یعنی یہاں کہیں چھپے ہوئے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ تم مجھے غصہ تھوکنے کو کہہ رہے ہو کیونکہ اب وہ تم پر تھوک کر اس کیسینو سے تمہیں ٹھوکر مار کر نکال دے گی۔ آئندہ تمہیں کسی اور دولت مند لڑکی کو پھانسنا ہوگا۔ ابھی تو مجھ سے دولت مند تمہیں کوئی نظر نہیں آرہی ہے پھر یہ کہ میں پہلے کی پھنسی پھنسائی ہوں۔ بڑی آسانی سے تمہارے فریب میں آجاؤں گی اسی لئے خاکسار بن کر آئے ہو۔"

"تم طعنے دینے کے بجائے یہ بھی تو سوچ سکتی ہو کہ انسان سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ اگر وہ اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہوجائے تو اسے معاف کردینا چاہئے اور میں دل کی گہرائیوں سے اپنی اس غلطی پر پچھتا رہا ہوں کہ میں نے تمہاری قدر نہیں کی۔ اب میں دن رات تمہاری قدر کرتا رہوں گا اور صرف تمہارا ہی وفادار بن کر رہوں گا۔"

"مجھے وفادار کی ضرورت نہیں' ایک قابلِ اعتماد جیون ساتھی کی ضرورت ہے اور یہ کوالٹی تم میں نہیں ہے۔ جاؤ بابا! معاف کرو۔ کوئی دوسرا دروازہ دیکھو۔"

اس نے جانے کے لئے کار اسٹارٹ کی۔ ہنری نے شکار کو ہاتھ سے جاتے دیکھ کر فوراً ریوالور نکال لیا۔ پھر اس کا نشانہ لے کر بولا "انجن بند کرو۔ گاڑی حرکت کرے گی تو میں تمہیں گولی ماردوں گا۔"

"آگئے اپنی اوقات پر۔ تمہارے جیسا لالچی اور دولت کا پجاری ایسی ہی حرکتیں کرتا ہے۔ اس کھلونے کو اسی طرح پکڑے رہو۔ میں جارہی ہوں۔"

اس نے کار کو ریورس گیئر پر چلا کر موڑا۔ پھر اس کا رخ بیرونی دروازے کی طرف کرکے اسے ڈرائیو کرتی ہوئی جانے لگی۔

ٹانی ہنری کے اندر تھی اس لئے وہ دونوں ہاتھوں سے ریوا پکڑے کھڑا رہا۔ جس گرل فرینڈ کو دوبارہ شکار کرنا چاہتا تھا اور نہ ہونے پر پچھلی سیٹ سے دونوں بیگ چھین کر لے جانا چاہتا تو اس کے سامنے کار میں بیٹھ کر نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی۔

چونکہ ٹانی ہنری کو کنٹرول کررہی تھی اس لئے کر سٹینا کا اس کی گرفت سے نکل گیا تھا۔ وہ کیسینو کی لفٹ کے ذریعے کمرے میں پہنچ کر چونک گئی۔ اسے یاد آرہا تھا جیسے وہ خواب عالم میں عجیب وغریب حرکتیں کررہی تھی اور اپنے سینے سے ہیرے موتی اور تمام نقد رقومات دو بیگوں میں رکھ کر ڈولی کی کار پہنچا آئی تھی۔ یہ خواب جیسی بات تھی مگر دماغ کہہ رہا تھا وہ ایسی حرکتیں کرچکی ہے۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی سیف کے پاس آئی۔ اسے ایک اور نمبروں سے کھول کر دیکھا تو ہوش اڑ گئے۔ سیف خالی تھا۔ اس نے سیکیورٹی گارڈ سے انٹرکام پر کہا "فوراً پارکنگ ایریا آؤ۔ میں وہاں ملوں گی۔"

وہ انٹرکام آف کرکے دوڑتی ہوئی لفٹ کے ذریعے پارکنگ ایریا آئی۔ وہاں سے ڈولی کی کار جاچکی تھی اور ہنری ریوالور لئے کھڑا تھا۔ اس نے کر سٹینا کو دیکھتے ہی کہا "اچھا تو تم مجھ پر تھوک کر اس کیسینو اور اپنی زندگی سے نکال دو گی۔ میں دروازے کا بھکا سے پہلے تمہیں جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی "ٹھہرو' فائر نہ کرنا۔ پہلے میری بات وہ ڈولی....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ہنری نے گولی ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ سینے پر گولی کھا کر لڑکھڑاتی گئی۔ پھر ایک کار سے ٹکرا کر گر پڑی۔ دوسری لفٹ سے گارڈ آگیا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ ہنری نے اس کی مالکہ کردیا ہے تو اس نے فوراً ہی ایک کار کے پیچھے پوزیشن پر فائر کیا۔ اس گولی نے اسے ہلاک نہیں کیا صرف زخمی جوابی فائرنگ کرتا ہوا ایک کار کے پیچھے چھپتے جارہا تھا۔ دوسری گولی نے اس کی کھوپڑی میں سوراخ کردیا۔ ٹانی دماغ سے نکل آئی۔ اب وہ مردہ دماغ میں نہیں رہ سکتی تھی

ڈولی کی انتقامی کارروائی پوری ہوچکی تھی۔ اپنے کو پھینسنے والی کر سٹینا سے وہ کروڑوں ڈالر نقد اور ہیرے کرچکی تھی اور وہ اس بے وفا ہنری کے ساتھ یوں ہلاک آئندہ ڈولی پر یہ الزام نہیں آسکتا تھا کہ اس نے کر سٹینا کی تمام دولت پراسرار طریقے سے حاصل کی۔

پہلے یہ سوچا گیا تھا کہ بچے کو اس کے اصلی باپ طور پر دلایا جائے گا لیکن ہنری کی بے وفائی اور اپنی ثابت کردیا تھا کہ وہ ڈولی کا محبوب شوہر اور بچے کا کر نہیں رہ سکے گا لہٰذا اسے بھی ختم کردیا گیا۔ امریکی

ایک ناجائز بچے کی ماں بن کر رہنا کوئی شرمندگی کی بات نہیں تھی وراب ڈولی اتنی دولت مند ہوگئی تھی کہ آئندہ کسی نئے آئیڈیل سے شادی کرکے بچے کو اس باپ کا نام دے سکتی تھی۔

پارس اس بچے کا کنوارا باپ بنا ہوا تھا۔ بچہ ابھی تک سایہ بنا ہوا تھا جبکہ پارس ظاہر ہوکر اس گاڑی کی پچھلی سیٹ پر آگیا تھا جس میں ڈاکٹر سفر کررہا تھا اور وہ اگلی سیٹ پر فوجی ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اب اس گاڑی سے باہر جانا ضروری ہوگیا تھا کیونکہ بچہ کسی وقت بھی بھوک سے رونا شروع کردیتا تو اگلی سیٹ والوں کو ان کی موجودگی کا علم ہوسکتا تھا۔

اس نے ڈاکٹر کے اندر آکر اس کے دماغ کو لوری دینے کے انداز میں تھپکنا شروع کردیا۔ وہ ایک منٹ کے اندر ہی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر سوگیا۔ پھر اس نے ایک نیم تاریک راستے سے گزرتے ہوئے ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے گاڑی روک دی۔ پارس بچے کو دونوں بازوؤں میں اٹھائے دروازہ کھول کر فٹ پاتھ پر آگیا۔ پھر اس نے دروازے کو بند کرکے ڈرائیور کو آگے جانے پر مجبور کردیا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔

اب اسے نیم تاریک راستوں سے گزرنا تھا۔ روشنی میں بچے کا سایہ دکھائی دے سکتا تھا۔ وہ دائیں بائیں دیکھ رہا تھا تاکہ کسی اپارٹمنٹ یا کسی بنگلے میں اتنے گھنٹوں کے لیے چھپنے کی جگہ مل جائے کہ بچہ جسمانی طور پر ظاہر ہوجائے۔ تب وہ اسے ڈولی کے پاس لے جائے گا۔

فی الوقت اس کے پاس بچے کو نہ لے جانے کی وجوہات یہ تھیں کہ وہ بچے کو سائے کی صورت میں ڈولی کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پھر وہ اپنی آنٹی کے پاس تھی اور وہاں اس کے والدین اور دوسرے رشتے دار آئے ہوئے تھے' وہ ان سب کو تنویمی عمل کے ذریعہ اثر لا کر خود وہاں رہنا نہیں چاہتا تھا۔

ہاں یہ سوچا تھا کہ کہیں پناہ نہیں ملے گی تو پھر ڈولی اس کی اور ٹانی کی منزل تھی۔ وہ اسے اس بات پر مائل کرسکتے تھے کہ اپنے لئے ایک خوب صورت بنگلا خرید کر وہاں اپنے بچے کے ساتھ رہے۔ وہیں پارس بھی رہ سکے گا اور کوشش یہ ہوگی کہ ڈولی کسی اچھے شخص کے ساتھ شادی کرکے ایسی ازدواجی زندگی گزارے کہ دیوی اور انٹیلی جنس والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ وہی بچہ ہے جو کبھی سایہ بن کر ہیڈ کوارٹر پہنچا تھا۔

وہ مختلف بنگلوں کے پاس سے گزرتا جارہا تھا پھر ذرا سا پریشان ہوکر رک گیا۔ بچے کا سایہ رو رہا تھا۔ یہ ایک مسئلہ تھا۔ اگر قریب سے گزرنے والے بچے کے رونے کی آواز سنتے تو حیرانی سے دیکھتے کہ اس کے پاس بچہ نظر نہیں آرہا ہے پھر رونے کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟

پارس نے کبھی تین چار ماہ کے بچے کو گود میں لے کر اس کی ناز برداری نہیں کی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ رونے والے بچے کو کیسے چپ کرایا جاتا ہے پھر بھی وہ اسے تھپکنے لگا۔ دونوں بازوؤں میں اسے جھولے کی طرح جھلانے لگا۔ وہ ایک رہائشی علاقے میں تھا اس لئے اسٹریٹ میں دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ سردی کے باعث رات کے دس بجے ہی سب اپنے مکانوں میں آتش دانوں کے پاس تھے یا کمبلوں میں دبک کر سو رہے تھے۔

بچہ خاموش نہیں ہو رہا تھا۔ وہ بھوکا تھا۔ یا پھر ماں کی گود کی گرمی چاہتا تھا۔ وہ پریشان ہوکر بولا "کیا مصیبت ہے۔ ارے چپ ہوجا میرے باپ! میں تجھے لے کر کسی اسٹور میں دودھ اور فیڈر وغیرہ خریدنے جاؤں گا تو تماشا بن جاؤں گا۔ لوگوں کی بھیڑ لگ جائے گی پھر ہیڈ کوارٹر تک ہماری خبر پہنچ جائے گی۔"

اچانک ایک نسوانی آواز سنائی دی "عجیب احمق آدمی ہے' بچہ پیدا کرلیا مگر اسے آرام اور حفاظت سے رکھنا نہیں جانتا۔"

پارس نے گھوم کر دیکھا۔ ایک دوشیزہ ایک گھنے درخت کے سائے سے نکل کر اس کے پاس آرہی تھی۔ اس نے پارس کے دونوں ہاتھوں کو دیکھ کر پوچھا "تم تو بالکل اناڑی باپ ہو۔"

"یہ باپ کیا ہوتا ہے؟"

"وہ ہوتا ہے جو ماں کے بغیر بچہ پیدا کرتا ہے۔ یہ جو بچہ رو رہا ہے اسے تم نے پیدا کیا ہے نا؟"

"کیا تم پاگل خانے سے آئی ہو؟ کیا مرد کبھی بچے پیدا کرتے ہیں؟"

وہ خالی ہاتھوں کو دیکھ کر بولی "مرد کرتے ہیں اور اپنے بچوں کے لئے مصیبت بن جاتے ہیں۔ تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ بچے کو اپنے آگے دونوں بازوؤں میں لینا چاہئے۔ مگر وہ یہاں آگے نہیں ہے۔ تم نے اس ننھے کو اپنے پیچھے شاید جھولی میں لٹکایا ہے۔"

اس نے پارس کے پیچھے جا کر دیکھا۔ نہ جھولی نظر آئی نہ بچہ۔ وہ پارس کے سامنے آکر حیرانی سے بولی "کیا ابھی پیدا نہیں ہوا ہے؟ تمہارے پیٹ میں رو رہا ہے؟"

پارس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا۔ بظاہر وہ پاگل نہیں لگ رہی تھی مگر پاگلوں جیسی باتیں کررہی تھی۔ اس نے دوشیزہ کا ہاتھ پکڑ کر بچے کے سائے پر رکھ دیا۔ وہ خوش ہوکر دونوں ہاتھوں سے بچے کو ٹٹولتے ہوئے بولی "ارے یہ تو بچہ ہے۔ کمال ہے تم نے کھڑے کھڑے پیدا کرلیا؟"

وہ گہری سانس لے کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "یا خدا! کیا یہ بچہ کم تھا کہ اس کے ساتھ یہ دوسری پگلی بھیج دی۔"

"میرا نام پگلی نہیں کلی سیون ہے۔ بہت اچھا نام ہے نا؟ یہ نام میرے پاپا نے رکھا تھا۔"

"یہ نام رکھ کر تمہیں کھلا کیوں چھوڑ دیا؟ کون ہیں تمہارے پاپا؟"

"وہ بہت اچھے ہیں۔ ان کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔"

پارس نے ایک دم سے چونک کر اسے بے یقینی سے دیکھا۔ وہ

اس کے ہاتھوں سے بچے کے سائے کو لے کر بولی "لاؤ اسے مجھے دو۔ تم تو اسے رلا رلا کر مار ڈالو گے۔"

وہ بچے کو لے کر ایک ہاتھ سے اس کے چہرے کو ٹٹول کر اس پر جھک گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں بچہ چپ ہو گیا۔ لکی سیون اپنی ننھی ننھی سائے کے منہ میں دے رہی تھی اور بچہ اس کی زبان کو چوس رہا تھا۔

پارس نے مجھے مخاطب کیا "پاپا! ابھی میرے سامنے ایک جوان لڑکی ہے۔ یہ مجھے پاگل لگتی ہے لیکن آپ کو پاپا کہتی ہے۔ کیا آپ نے ایسی کسی لڑکی کا نام لکی سیون رکھا تھا؟"

"ہاں بیٹے! وہ مجھے ازبکستان میں ملی تھی۔ اس کی یادداشت اتنی کمزور تھی کہ وہ کوئی سی بھی اہم بات ذرا سی دیر میں بھول جاتی تھی' اسے اپنی پچھلی زندگی کبھی یاد نہیں آتی تھی۔ وہ قدرتی طور پر حیرت انگیز ہے۔ نہ اسے سردی لگتی ہے نہ گرمی۔ ہماری دنیا کا کوئی موسم اسے بیمار نہیں بناتا ہے۔ وہ اتنی بڑی دنیا میں نہ جانے کتنے لوگوں سے مل چکی ہو گی لیکن وہ ملنے والے اسے یاد نہیں رہے ہوں گے وہ سب سے مل کر بھی تنہا رہتی ہے۔"

"پاپا! اس نے آپ کو کیسے یاد رکھا ہے؟"

"میں نے جناب تمہرزی سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنی دعاؤں اور روحانی عمل سے اسے نارمل بنا دیں تاکہ کوئی اس کی معصومیت سے غلط فائدہ نہ اٹھائے۔ معلوم ہوتا ہے جناب تمہرزی کی اس پر خاص عنایت ہو چکی ہے۔ اس کی یادداشت پہلے کی طرح کمزور نہیں ہے۔ اس نے میرا نام یاد رکھا ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی وہ حیرت سے چیخ کر بولی "مائی گاڈ! یہ دیکھو۔ یہ نظر آ رہا ہے۔ ہائے کتنا خوب صورت بچہ ہے۔ تم تو بہت پیارے بچے کے باپ ہو۔ جس طرح تم نے اسے پیدا کیا ہے اسی طرح ایک اور کھڑے کھڑے پیدا کرو اور اسے اپنے پاس رکھ لو۔ یہ میری گود میں ہے۔ اسے میں اپنے پاس رکھ لوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "بیٹے! تمہیں جوڑ کا توڑ ملی ہے۔ تم دوسروں کی ناک میں دم کر دیتے تھے یہ تمہاری ناک میں دم کر دے گی۔ اسے بھگتنے کے لئے نہ چھوڑنا۔ اس کی یادداشت اب کمزور نہیں رہی۔ تم اسے مزید نارمل بنانے اور اس کی زندگی سنوارنے کی کوشش کرو۔"

پارس میرے پاس سے چلا گیا۔ لکی سیون آگے بڑھتے ہوئے کہہ رہی تھی "اس گلی کے بعد مین روڈ ہے۔ وہاں بڑے بڑے جنرل اسٹور ہیں۔ تم بچے کے لئے چوسنی اور چوسنا لے لو۔"

"چوسنی تو سمجھ میں آ گئی۔ بچے بھوکے نہ ہونے کے باوجود منہ میں لئے رہتے ہیں لیکن یہ چوسنا کیا ہوتا ہے؟"

"بڑے شرم کی بات ہے' باپ ہو کر نہیں جانتے۔ ارے جس میں دودھ بھرا ہوتا ہے اور بچہ نپل سے دودھ پیتا ہے۔"

"اسے فیڈر کہتے ہیں۔"

"تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ میرا نام لکی سیون ہے' مجھے لکی ون کہو تو میں نہیں مانوں گی کیونکہ میں ہر مقدر والی لکی سیون ہوں۔ اسی طرح جو خالی ہوتی ہے وہ چوسنی جو دودھ سے بھرا ہو وہ چوسنا کہلاتا ہے۔"

"سمجھ گیا۔ تمہارے ساتھ رہوں گا تو ایک نئی زبان سیکھ لوں گا۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ہ لگی پھر اس نے سانس روک لی۔ پارس نے پوچھا "کیا ہوا؟ کی ہنس رہی تھیں؟"

"میرے دماغ میں گدگدی ہو رہی تھی۔ جب بھی گدگ ہوتی ہے میں سانس روک لیتی ہوں۔ اس طرح گدگدی ختم ہو ہے۔"

"کیا تم اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس ک ہو؟"

"یہ کیا ہوتی ہیں؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی سوچ کی لہروں کو دوسرے دماغ تک پہنچاتے ہیں پھر دوسرے کے اندر چھپے ہوئے خیالات پڑھ لیتے ہیں۔"

"ارے ہاں' یاد آیا۔ میرے پاپا ایسا کرتے تھے۔ بیچارے اچھے ہیں' خدا انہیں جنت نصیب کرے۔"

پارس سٹپٹا کر رہ گیا۔ وہ اس کے باپ کو جیتے جی جنت نص کروا رہی تھی۔

وہ بولا "کیا بکواس کر رہی ہو۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ جنیہ کہتی ہو وہ زندہ ہیں؟"

"جانتی ہوں' زندہ ہیں کہیں نہ کہیں ہوں گے۔ میں ا تلاش کر رہی ہوں۔ بات یہ ہے کہ میں امریکا آنے سے پہلے پا گئی تھی۔ وہاں میں نے ایک حسین بوڑھی خاتون کو دیکھا اس جنت بی بی ہے' بس میں نے فیصلہ کر لیا کہ جس دن پاپا ملیں جنت سے ان کا نکاح پڑھا دوں گی۔ اس طرح انہیں جنت ف ہو جائے گی۔"

وہ جنرل اسٹور میں پہنچ گئے اور بچے کے لئے ضروری خریدنے لگے۔ ایسے وقت اسے پھر ہنسی آئی۔ پارس نے اسے آنکھوں سے دیکھا پھر مجھے مخاطب کیا "پاپا! کیا آپ ابھی لکی کے دماغ میں آئے تھے۔"

"نہیں۔ میں تو تمہاری چھوٹی بہن اعلیٰ بی بی (ثانی) او فرہاد سے کھیل رہا ہوں اور ان کی ذہانت بھری شرارتیں د ہوں۔ ویسے کیا وہ اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں کو محسوس ہے۔"

"جی ہاں۔ عجوبہ ہے۔ دوسرے تو محسوس کرتے ہیں گدگدی لگتی ہے اور وہ سانس روک لیتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے جناب تمہرزی نے اس عجیب لڑکی کے دماغ کو بھی عجوبہ بنا دیا ہے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ معلوم کرو' کون اس کے اندر آتا جاتا تھا؟ بچے کو اسپتال سے لایا گیا ہے اور دیوی بچے کے ذریعے ساری اور لکی سیون کی باتیں سن سکتی ہے۔"

"یقیناً وہی ہماری تلاش میں ہو گی۔"

"دیوی وغیرہ سے زیادہ دیر نہ الجھنا۔ تین گھنٹے بعد یہاں تمہارا شناسا (سابقہ ڈی شی تارا) کا نکاح پڑھایا جائے گا۔ تمہیں خیال خوانی کے ذریعے یہاں حاضر رہنا ہے۔"

"میں ٹھیک تیرے گھنٹے کے اختتام تک پہنچ جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ اس نے اپنے دماغ میں دیوی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ پہلے وہ سانس نہیں روکا کرتا تھا۔ برادر کبیر کی حیثیت سے کہتا تھا "اچھا تو دیوی جی تشریف لائی ہیں۔"

لیکن اس وقت وہ برادر کبیر نہیں پارس تھا۔ دوسری بار پھر دیوی کی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے پھر سانس روک لی۔ چند لمحوں کے بعد لکی سیون کو ہنسی آئی۔ اس نے بھی سانس روک لی پھر بولی "پتا نہیں کون میرے دماغ کو گدگدا رہا ہے۔"

پارس نے کہا "گدگدا رہی ہے۔"

"تم کیسے سمجھ سکتے ہو کہ وہ عورت ہے؟"

"میں اسے جانتا ہوں۔ وہ ایک بانجھ عورت ہے' کبھی ماں نہیں بن سکے گی اس لئے ہمارا بچہ چھین کر اپنی ممتا کی محرومی دور کرنا چاہتی ہے۔ جس نے ہمارا گمشدہ بچہ لا کر ہمیں دیا تھا اس نے مجھے بتایا تھا کہ ایک بانجھ عورت ہمارے پیچھے پڑ جائے گی' اس سے ہوشیار رہنا۔"

لکی سیون نے کہا "بڑی آئی ہمارا بچہ لینے والی' کمینی بدنصیب بانجھ عورت۔ میرے پاس آ کر بچے کو ہاتھ بھی لگائے گی تو صرف اس کے ہاتھ نہیں' پاؤں بھی توڑ دوں گی۔"

دیوی نے اسٹور کے سیلز مین کے دماغ میں آ کر کہا "اے ذلیل! تو نے مجھے کمینی کہا ہے اب میں تیرا جینا حرام کر دوں گی۔"

لکی سیون نے حیرانی سے سیلز مین کو دیکھا پھر پارس سے پوچھا "یہ سیلز مین مرد ہو کر عورت کی زبان اور لہجے میں کیوں بول رہا ہے۔ کیا اس کی جنس تبدیل ہو رہی ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی بلا اس کی زبان سے بول رہی ہے۔ ابھی اس نے میرے دماغ میں آنے کی دو بار کوششیں کی تھیں۔ اب میں سیلز مین کے ذریعے پوچھتا ہوں کہ یہ صرف ہمارے بچے کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہے؟"

سیلز مین نے دیوی کی مرضی کے مطابق پوچھا "اگر یہ تم دونوں کا بچہ ہے تو کسی تیسرے نے اسے سایہ بنا کر آرمی ہیڈ کوارٹر کے اسپتال میں کیسے پہنچا دیا تھا؟"

پارس نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "سایہ بنا کر؟ یہ بچے کو سایہ کیسے بنایا جاتا ہے؟ وہ تو جس طرح ہم سے بچے کو لے گیا تھا اسی طرح واپس کر گیا ہے۔"

"میں تفصیل سے بتانا ضروری نہیں سمجھتی کہ کسی انسان کو سایہ کیسے بنایا جاتا ہے۔ تم اتنا بتاؤ کہ اپنا بچہ کسی اجنبی کو کیوں دیا تھا؟"

"اس نے ہمیں پچاس ہزار ڈالر دیے تھے اور کہا تھا چوبیس گھنٹے کے بعد بچے کو واپس کر دے گا۔ پہلے ہم راضی نہیں ہوئے تو اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری بیوی کو اپنا نارمل بنا دیا اور دھمکی دی کہ مجھے بھی غائب دماغ بنا کر بچے کو لے جائے گا۔ میں نے مجبور ہو کر دے دیا۔ وہ وعدے کا پکا نکلا۔ اس نے بچہ بھی واپس کر دیا اور پچاس ہزار ڈالر بھی دیے۔"

"کہانی تو اچھی بنائی ہے۔ کیا ایک اب نارمل عورت سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ تم بھی یوگا کے ماہر ہو۔ پھر وہ تیسرا شخص تمہارے دماغوں میں کیسے آ گیا تھا۔"

"اس نے دھوکے سے ہمیں بیمار بنا دیا تھا ورنہ ہم میاں بیوی جمناسٹک کے ماہر ہیں۔ کبھی کسی سرکس میں اور کبھی تفریح گاہوں میں جمناسٹک کے حیرت انگیز تماشے دکھا کر اچھی خاصی رقم کماتے ہیں لیکن یہ پچاس ہزار ڈالر ہم نے پہلی بار ایک ساتھ اپنے ہاتھوں میں دیکھے ہیں۔"

"میں تمہیں ہر ہفتے ایک لاکھ ڈالر دوں گی۔ میرے کام آؤ۔ مجھ پر اعتماد کرو اور مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"اب ہم ایسے نادان بھی نہیں ہیں کہ تمہیں دماغ میں آنے دیں اور ہمیشہ کے لئے تمہارے معمول اور تابعدار بن جائیں۔ ہمیں پتا ہے تمہارے آدمی اس جنرل اسٹور میں ہمیں گرفتار کرنے کے لئے آ رہے ہوں گے لیکن انہیں مایوسی ہو گی۔"

یہ کہتے ہی پارس نے لکی سیون کو چلنے کا اشارہ کیا۔ سیلز مین نے انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن وہ دکان سے باہر آ گئے۔ وہ سیلز مین دیوی کی مرضی کے مطابق دکان کے باہر آیا۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ دونوں اس بچے کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ اگر کسی ٹیکسی میں جا رہے ہیں تو اس ٹیکسی کا نمبر یا ان کی اپنی کار کا نمبر کیا ہے۔

پارس نے پلٹ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میں نے پہلا سیلز مین دیکھا ہے جو اپنے گاہکوں کو رخصت کرنے دکاندار کی چھوڑ کر باہر آتا ہے' آئندہ میں اسی دکان میں آؤں گا۔"

اس نے مصافحہ کرتے ہوئے اس کے ہاتھ کو اتنی سختی سے دبایا کہ ہاتھ اور انگلیوں کی ہڈیاں ٹوٹتی ہوئی سی لگیں۔ اس نے ایک چیخ ماری۔ دیوی اس کے اندر توانائی پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی تاکہ وہ اپنا ہاتھ چھڑا سکے۔ ادھر وہ کوشش کرنے لگی ادھر پارس نے اس کے اندر پہنچتے ہی زلزلہ پیدا کر کے ہاتھ چھوڑ دیا۔

سیلز مین چیخیں مارتا ہوا زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

وہ ایسے درد و کرب میں مبتلا ہو گیا تھا کہ دیوی اس کے ذریعے پارس کا تعاقب نہیں کر سکتی تھی۔ جب تک وہ دکان کے کسی دوسرے فرد کو آلۂ کار بنا کر لاتی' اس وقت تک پارس نے ایک ٹیکسی کو روکا پھر لکی سیون اور بچے کے ساتھ بیٹھ کر وہاں سے دور نکلتا چلا گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد اس نے ٹانی سے رابطہ کیا اور کہا "یہ بچہ بھی گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہو گیا ہے۔ دیوی اس کے ذریعے میری آواز سن رہی تھی۔ میرے ساتھ ایک نیم پاگل لڑکی ہے۔ اسے بہت پہلے پاپا نے ازبکستان میں اپنی بیٹی بنایا تھا۔ اس کا نام لکی سیون ہے۔ اس پر جناب تبریزی کی کچھ خاص عنایات ہیں۔ دیوی جیسی آتما شکتی والی بھی اس کے دماغ کے اندر نہ پہنچ سکی۔"

ٹانی نے کہا "جناب تبریزی نے مجھے اور علی کو لکی سیون کے مختصر حالات بتائے ہیں اور کہا ہے کہ وہ ہمیں واشنگٹن میں ملے گی۔"

"کیا تم اور علی یہاں میرے پاس آ رہے ہو؟"

"ہاں۔ ہم نیویارک پہنچنے والے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ تمہاری شادی میں خیال خوانی کے ذریعے میں تو شریک ہو جاؤں گی لیکن علی شریک نہیں ہو سکیں گے۔"

"میں ابھی علی سے بات کروں گا مگر بچے کا پرابلم ہے۔ میں اسے اس کی ماں ڈولی تک پہنچاؤں گا تو دیوی اس کے ذریعے ڈولی تک پہنچ جائے گی۔"

"ایسا نہیں ہو گا۔ بچہ اپنی ماں کی گود میں پہنچے گا تو جناب تبریزی نے فرمایا ہے کہ اس کے اوں آں جیسے بے ربط اور بے معنی الفاظ کی ادائیگی کا انداز بدل جائے گا۔ ایسے میں دیوی کی سوچ کی لہریں بھٹک جایا کریں گی۔"

"پھر تو میں ابھی اسے ڈولی کے پاس لے جا رہا ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر لکی سیون سے بولا "میری ایک بات مانو گی؟"

"ہزار باتیں مانوں گی۔ میں نے زندگی میں تمہارے جیسا پہلا باپ دیکھا ہے۔ تم بہت اچھے ہو۔ باپ بن کر ماں بننے والیوں کی آدھی تکلیف دور کر دیتے ہو۔ اگر یہ بچہ کسی ماں....."

پارس نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں تم سے یہی بات ماننے کی التجا کر رہا تھا کہ جب تک یہ بچہ ہے تم زبان سے کچھ نہ بولو۔ وہ دشمن عورت اس بچے کے ذریعے ہماری باتیں سن لے گی اور ہماری منزل کا پتا معلوم کر لے گی۔"

"ہاں۔ اس اُلّو کی پٹھی کو تو میں بھول ہی گئی تھی۔ ٹھیک ہے اب میں گونگی بن کر رہوں گی۔ زبان سے کچھ نہیں بولوں گی۔"

پارس ٹیکسی ڈرائیور کے دماغ میں گیا۔ وہ اسے سوچ کے ذریعے ڈولی کے ٹھکانے کا پتا بتانے والا تھا کہ اسی وقت ٹانی نے آ کر کہا۔

"میں یہ بتانا بھول گئی تھی کہ ڈولی بالٹی مور کے ایک کیسینو میں کبھی کبھی اور بہت کبھی کبھار اس کے دماغ میں رہ کر اس کے کام آتی ہیں۔ تم بھی وہیں جاؤ۔"

پارس نے کہا "تم میرے ذریعے ٹیکسی ڈرائیور کے دماغ میں پہنچی ہوئی ہو۔ اس کے ذہن میں کیسینو کا پتا اور یہ بات نقش کر دو کہ وہ تمام راستے ہم سے گفتگو نہیں کرے گا۔ دیوی اس کے ذہن میں پہنچنے کی تدبیر کر رہی ہو گی۔"

ٹانی اس ڈرائیور کے اندر گئی۔ پارس نے علی کے پاس پہنچ کر کہا "ہائے علی! میں وہ ہوں جو کبھی کوڈ ورڈز ادا نہیں کرتا۔"

علی نے مسکرا کر کہا "تم نے اپنی طرح عجیب کوڈ ورڈز مقرر کر رکھے ہیں۔ ایسے کوڈ ادا بھی کرتے ہو اور انکار بھی کرتے ہو کہ کبھی کوڈ ورڈز ادا نہیں کرتے ہو۔"

"یہ بتاؤ' اچانک امریکا آنے کا پروگرام کیسے بنا لیا؟ تم کبھی یونہی وقت ضائع نہیں کرتے ہو۔"

"ہاں کوئی مقصد' کوئی بڑا مشن نہ ہو تو وقت تفریح میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اس بار جناب تبریزی نے ہدایت کی ہے کہ مجھے اور لکی سیون کے ساتھ واشنگٹن میں کچھ عرصے رہنا ہے۔ دیوی اور سپر ماسٹر کے آئندہ منصوبوں کو سمجھ کر ہمیں اپنے طور پر کچھ کرنا ہے۔"

"محترم تبریزی نے یہ نہیں بتایا ہو گا کہ یہاں آ کر کیا کرنا ہے یہ ہمارے لئے فکر کی بات ہے کہ انہیں ہماری ذہانت پر بھروسا ہے وہ مختصر ہدایات دیتے ہیں پھر ہماری صوابدید پر ہمیں چھوڑ دیتے ہیں لیکن پیش گوئی کے طور پر خوب سمجھتے ہیں کہ ہم جو کریں گے ان کی عین مرضی کے مطابق ہو گا اور جو کریں گے' وہ قدرت کی منشا کے مطابق منظور ہو گا۔"

علی نے کہا "میں ٹانی کے ساتھ بڑے دشوار گزار مراحل سے گزر جاتا ہوں لیکن اس بار ہدایت کی گئی ہے کہ میں لکی سیون کو بھی اپنے ساتھ رکھوں۔ سنا ہے کہ بڑی عجیب و غریب لڑکی ہے۔"

"ابھی سنا ہے جب دیکھو گے تو کہو گے' ہے دیکھنے کی چیز۔ بار بار دیکھو۔"

"میں تمہاری طرح حسن پرست اور عاشق مزاج نہیں ہوں۔"

"میں حسن و عشق کی نہیں اس کی عجیب و غریب شخصیت کی بات کر رہا ہوں۔ وہ دیکھنے میں معصوم ہے۔ اپنی باتوں سے نیم پاگل لگتی ہے اور حیرانی کی بات ہے کہ وہ دشمنوں سے مغلوب نہیں ہوتی ہے۔ آتما شکتی جاننے والی دیوی بھی اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکی۔"

"جناب تبریزی نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی اس عجوبے کو اپنے ساتھ رکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ دیکھنا ہے کہ وہ میرے ساتھ رہ کر کیا گل کھلاتی ہے۔"

"تمہارے ساتھ رہ کر کیسے گل کھلائے گی؟ ابھی تو تم پارسا بن کر کہہ رہے تھے کہ میری طرح حسن پرست نہیں ہو۔"

"شیطان کہیں کے۔ تم اپنی باتوں سے الجھانے کے ماہر ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ ٹانی خیال خوانی میں مصروف ہے۔ ابھی تمہاری باتیں سن لیتی تو مجھ پر شبہ کرنے لگتی۔"

"علی! اب تم بالغ ہو گئے ہو' فرشتہ نہ بنو صرف انسان ہی رہو۔ میرے چند مشوروں پر عمل کرو گے تو ٹانی کو پتا بھی نہیں چلے گا اور....."

اچانک ٹانی کی آواز سنائی دی "میں سب سن رہی ہوں۔ میں اپنے علی کے مزاج کو دل اور دماغ کی گہرائیوں سے جانتی ہوں۔ علی! اس شیطان کو بھگاؤ یہاں سے۔"

علی نے کہا "تم جانتی ہو کہ شیطان کو بھگانے کے لئے کیا پڑھتے ہیں؟"

ٹانی نے کہا "لاحول ولا قوۃ....."

ٹانی نے آگے بھی پڑھا ہو گا مگر اتنا سنتے ہی پارس دماغی طور پر حاضر ہو کر مسکرانے لگا۔ لکی سیون نے اسے غور سے دیکھا پھر کہا۔ "مجھے بھی بتاؤ۔"

"تمہیں کیا بتاؤں؟"

"وہی لطیفہ جسے یاد کر کے تم مسکرا رہے ہو۔ مجھے ہنستے رہنا اور مسکراتے رہنا اچھا لگتا ہے۔"

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ گونگی بنی رہو گی۔"

"میں نے تو اس چڑیل کی وجہ سے کہا تھا۔ اب وہ ہماری باتیں نہیں سن رہی ہے۔"

"یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ اس خیال خوانی کرنے والی نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا ہے۔"

"اس دشمن عورت سے کہو کہ ہم اپنے اندر اسے آنے دیں گے' وہ سن رہی ہو گی تو ضرور آئے گی۔"

بات معقول تھی۔ پارس نے بھی یہی کہا کہ وہ دیوی کو اپنے اندر آنے دے گا پھر انتظار کرنے لگا لیکن وہ نہیں آئی۔ اس نے لکی سیون کو حیرت سے دیکھ کر پوچھا "تم کیا چیز ہو؟ اسے ہمارے دماغ میں جگہ ملنے والی ہے۔ اس کے باوجود وہ نہیں آ رہی ہے۔ کیا تم کوئی پراسرار عمل جانتی ہو؟"

"تم مجھے پاگل کہہ رہے تھے مگر اتنی سی بات نہیں سمجھ رہے ہو کہ وہ بچے کے ذریعے ہماری آواز سن کر آئے گی لہٰذا میں نے اس ذریعے کو یعنی بچے کو ختم کر دیا۔"

وہ حیرت اور غصے سے اچھل پڑا "کیا؟ تم نے..... تم نے بچے کو....."

اس نے فوراً ہی بچے کو اس کی گود سے لے کر دیکھا۔ اس کی سانس چل رہی تھی۔ دل اور نبض کی رفتار مناسب تھی۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ اس نے کہا "یہ تو زندہ ہے۔"

"میں نے کب کہا کہ مر گیا ہے؟"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ اسے ختم کر دیا ہے۔"

"کیا ختم کرنے کا مطلب ہوتا ہے مر جانا؟ میں ابھی بولنا ختم کر دوں تو کیا مر جاؤں گی۔ تم ابھی سوچنا ختم کر دو گے تو کیا مر جاؤ گے۔ فلموں کے آخر میں لکھا ہوتا ہے دی اینڈ۔ یعنی اختتام جبکہ وہ ختم نہیں ہوتی' دوسرے شو میں پھر شروع ہو جاتی ہے۔"

پارس نے اس کی گود میں بچے کو رکھا پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "مانتا ہوں' تم میرا جواب ہو۔ جوڑ کا توڑ ہو۔ یا خدا! ٹانی اور علی کب یہاں پہنچیں گے۔"

"یہ کون لوگ ہیں؟"

"یہ نجات دہندہ ہیں۔ مجھے ایک بہت بڑی مصیبت سے نجات دلائیں گے۔"

"مجھے نجات دلانے والے لوگ اچھے لگتے ہیں جیسا کہ میں اچھی ہوں۔ میں نے تمہیں بچے سے نجات دلا دی ہے۔"

"خدا کے لئے ایسے الفاظ استعمال نہ کرو۔ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ موقع محل کے لحاظ سے الفاظ کے مفہوم بدل جاتے ہیں۔"

"سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نفسیاتی مریض ہو۔ تمہارے دماغ میں موت بسی ہوئی ہے۔ میں نہ آتی تو تم بچے کو دودھ کے بغیر رلا رلا کر مار ڈالتے۔ میں نے بچے کی جان بچائی اور میرے ہی لفظوں اور فقروں سے سمجھ رہے ہو کہ میں بچے کو مار رہی ہوں۔ عجیب احمق ہو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "مانتا ہوں تم پہلی عجوبہ ہو' جو عجیب و غریب انداز سے مجھے احمق بنا رہی ہو مگر اتنا تو سمجھ لو کہ نیلی پیتھی جاننے والے خوابیدہ دماغ میں رہ کر بھی مخالفین کی گفتگو سن لیتے ہیں۔ وہ اس بچے کے خوابیدہ دماغ میں ہو گی۔"

"نہیں ہو گی۔ دماغ صرف خوابیدہ ہوتا تو ضرور ہوتی مگر یہ تو مدہوش ہے۔ میں نے اسے تھوڑا سا نشہ پلایا ہے۔"

پارس پھر اچھل پڑا "کیا؟ کیا تم بچے کو مار ڈالو گی؟"

وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی "پھر وہی مار ڈالنے والی بات۔ یہ تمہارے دماغ میں موت کیوں سمائی رہتی ہے؟ ابھی تم نے دیکھا ہے کہ اس کے دل کی دھڑکنوں اور نبض کی رفتار مناسب اور معتدل ہے۔ میری یہ بات درست ہے کہ تم ایک نفسیاتی مریض ہو۔"

"خدا کے لئے پہلے یہ بتاؤ' تم نے اس کے دودھ میں کون سا نشہ ملایا ہے؟"

"میں نے کب کہا ہے کہ دودھ میں نشہ ملا کر پلایا ہے۔"

"تم کسی کو بھی پاگل بنا دینے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ بھئی تم نے یہ تو کہا تھا کہ اسے تھوڑا سا نشہ پلایا ہے۔"

"ہاں یہ کہا تھا۔ جب یہ رو رہا تھا تو میں نے اسے اپنی گود میں

لے کر اس کے منہ میں زبان دے دی تھی۔ اس کے بعد یہ آہستہ آہستہ مدہوش ہوتا رہا۔ وہ خیال خوانی کرنے والی آئی اور بگواس کر کے چلی گئی۔ تب بھی یہ کسی قدر ہوش میں تھا لیکن جب یہاں بیٹھ کر فیڈر سے دودھ پلایا تو میری زبان کے نشے نے کام دکھادیا۔ یہ صبح تک آرام سے سوتا رہے گا۔"

پارس اسے حیرانی اور سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا "کیا تم اس قدر نشہ کرتی ہو کہ سراپا نشہ بن گئی ہو؟ کیا تمہارے لعاب دہن کا نشہ دوسروں میں منتقل ہوجاتا ہے۔"

"میں نے کبھی دانستہ نشہ نہیں کیا ہے۔ میں کہہ نہیں سکتی کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ مجھے یاد ہے' ایک بار پہلے بھی کسی بچے کے منہ میں میں نے اپنی زبان دی تھی۔ اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ میں نے اسے سلادیا۔ پھر ایک بار ایک بدمعاش میری مرضی کے خلاف مجھے ہاتھ لگا رہا تھا۔ میں نے بچنے کی کوشش کی تو اس نے دونوں بازوؤں میں مجھے جکڑلیا۔ تب میں نے اپنے بچاؤ کے لئے اسے دانتوں سے کاٹا تو وہ چیخ مار کر الگ ہوگیا' زمین پر گر کر تڑپتے تڑپتے مرگیا۔ عجیب احمق تھا جب مرنا ہی تھا تو مجھے ہاتھ لگانے سے پہلے مرجاتا۔"

پارس نے اسے نظر بھر کر دیکھا' ایک گہری سانس لی پھر کہا۔ "میرا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ہم دونوں کی تاریخ پیدائش ایک ہے۔"

وہ اپنے طور پر درست کہہ رہا تھا کیونکہ وہ بھی زہریلا تھا۔ لیکن لکی سیون اس لحاظ سے مختلف تھی کہ جب وہ محبت سے کسی کو منہ لگاتی تھی تو زہریلی نہیں' نشیلی ہوتی تھی اور کسی مصیبت زدہ کے لئے زندگی برقرار رکھنے کا سبب بن جاتی تھی اور جب نفرت اور غصے سے کسی کو منہ مارتی تھی تو گویا ناگن ڈس لیتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اتنی بڑی دنیا میں تنہا رہنے کے باوجود ناگہانی طور پر مسلط ہونے والے دشمنوں سے محفوظ رہتی تھی۔

وہ ازبکستان میں میرے ساتھ کچھ عرصے تک رہی۔ ان دنوں اس کے دماغ میں جانے سے اسے گدگدی نہیں ہوتی تھی۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے چور خیالات اس لئے نہیں پڑھ سکتا تھا کہ اس کی یادداشت کمزور تھی۔ جو باتیں وہ بھول جاتی تھی' وہ بھلا اس کے چور خیالات کے خانے میں کیسے محفوظ رہتیں البتہ اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا جاسکتا تھا۔

ایسا دیوی شی تارا نے اپنی ڈی شی تارا (موجودہ شہناز) کے ذریعے کیا تھا اور میں نے اسے وارننگ دی تھی کہ آئندہ وہ لکی سیون کے دماغ میں آئے گی تو میں اس کے سگے بھائی کو مار ڈالوں گا جو میری قید میں تھا۔

فی الحال لکی سیون کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کو معلوم ہوجائے کہ بہت گہری اور اندرونی معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ ٹیلی پیتھی نہیں' روحانیت ہے۔ یہ محترم تیرزی جانتے تھے کہ وہ اندر سے کیا بلا ہے' جب میں نے اس معصوم لکی سیون کے حق میں محترم تیرزی سے التجا کی تو اب رفتہ رفتہ اس کے اندر کی صلاحیتیں اجاگر ہو رہی تھیں۔

وہ اپنے وقت پر سونے کی عادی تھی' بالٹی مور پہنچنے سے پہلے سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے سوگئی۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے ڈولی کے اندر جاکر معلوم کیا کہ وہ کہاں ہے؟

یہ وہ وقت تھا جب ڈولی جیت چکی تھی۔ کرسٹینا وائٹ نے خود اپنے سیف کا تمام مال دو بیگوں میں بھر کر اس کی کار کی پچھلی سیٹ پر رکھوادیا تھا۔ ڈولی ہنری کو ٹھکرا کر وہاں سے نکل گئی تھی اور وہاں ہیمنٹ پارکنگ میں ہنری نے کرسٹینا کو گولی ماری تھی اور کر سٹینا کے گارڈنے ہنری کا کام تمام کردیا تھا۔

ڈولی کار ڈرائیو کرتے ہوئے جس راستے سے گزر رہی تھی پارس نے اس راستے پر ٹیکسی ڈرائیور کو چلنے پر مجبور کیا۔ ڈولی اس کی اور ٹائی کی معاملہ تھی۔ پارس نے اس راستے پر اسے ایک جگہ روک دیا۔ پھر ٹیکسی کو بھی وہاں پہنچا کر اسے روکنے کے بعد بچے کو لکی سیون کی گود سے لیا۔ لکی سیون نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ پارس نے کہا "آرام سے سوتی رہو' بچہ میرے پاس رہے گا۔"

اس نے پھر آنکھیں بند کرلیں۔ پارس بچے کو لے کر ڈولی کی کار کے پاس آیا پھر اس کا اگلا دروازہ کھول کر بولا "ڈولی! آج تم نے بڑی دولت حاصل کی ہے' سب سے بڑی دولت یہ تمہارا بیٹا ہے۔ اسے دیکھو' پہچانو اور ممتا کے سائے میں رکھ لو۔"

اس نے بچے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر دیکھا' کار کی اندرونی روشنی میں بیٹے کو پہچانا پھر اسے کئی بار چوم کر سینے سے لگا کر بولی "کیا تم وہی فرشتہ ہو جس نے ہم ماں بیٹے کو خودکشی سے بچایا تھا اور اب ہمیں ایک نئی خوش حال زندگی دے رہے ہو؟"

"میں وہ نہیں ہوں لیکن ایک شخص نے مجھے یہ ذمے داری سونپی تھی اور میں نے پوری کردی ہے۔ یہ صبح دیر تک سوتا رہے تو پریشان نہ ہونا۔ یہ خود ہی نیند سے بیدار ہوجائے گا۔ اب جاؤ اور کسی ایسے شخص کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارو جو تمہارے بیٹے کو ایک سگے باپ کا پیار دیتا رہے' خدا حافظ۔"

ڈولی اس کا اور فرشتے کا شکریہ ادا کرکے کار ڈرائیو کرتے ہوئے چلی گئی۔ وہ واپس آکر ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور کو سوچ کے ذریعے حکم دیا "کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں چلو۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرنے لگا۔ اس کے چور خیالات بتارہے تھے کہ وہ سحرزدہ سا ہے۔ یہ نہیں جانتا ہے کہ واشنگٹن سے بالٹی مور آگیا ہے۔ باربرا نے ٹائی کے ذریعے اس کے اندر آکر مختصر سا عمل کیا تھا۔ اسے معمول اور تابعدار نہیں بنایا تھا صرف عارضی طور پر سحرزدہ کیا تھا تاکہ وہ میرے احکامات پر عمل کرتا رہے۔

اس نے انہیں ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے احاطے میں پہنچا دیا۔ پارس نے لکی سیون کا شانہ ہلا کر بیدار کیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر پوچھا "مال جمع کرادیا؟"

وہ بولا "تمہاری زبان سمجھنے کے لئے مجھے پھر ایک بار پیدا ہونا پڑے گا۔ گاڑی سے اترو۔ ہم اس ہوٹل میں قیام کریں گے۔"

وہ دونوں ٹیکسی سے باہر آئے۔ پارس نے ڈرائیور کو ایک ہزار ڈالر دیئے پھر کہا "تم یہاں سے سیدھے واشنگٹن جاؤ گے۔ اس شہر میں پہنچنے کے بعد ٹیلی پیتھی کے طلسم سے آزاد ہوجاؤ گے۔"

وہ چلا گیا۔ پارس لکی سیون کے ساتھ ہوٹل کے اندر آیا۔ کاؤنٹر سے ایک ڈبل بیڈ کا کمرا لیا پھر اس کمرے میں آنے کے بعد بولا "تم بچے کے بارے میں نہیں پوچھ رہی ہو؟"

"میں نے پوچھا تھا' کیا مال جمع کرادیا؟ لیکن تم نے جواب نہیں دیا تھا۔"

پارس سر کھجانے لگا۔ واقعی جس کا بچہ تھا اسے دے دیا تھا یعنی جہاں کا مال تھا وہاں جمع کرادیا تھا۔ اس نے پوچھا "تم سیدھی طرح یہ سوال نہیں کرسکتی تھیں؟"

"تم سیدھی طرح نہیں بتاسکتے تھے کہ اس بچے کی ماں کوئی اور ہے اور تم باپ نہیں ہو۔"

"باپ نہیں' ماں باپ کہو۔"

"اگر بچہ دونوں کے ساتھ رہے تو وہ ماں باپ کہلاتے ہیں اور ماں نہ ہو صرف باپ کے ساتھ رہے تو وہ تکلیفیں اٹھا کر پیدا کرنے والا تنہا باپ کہلاتا ہے۔ آج تم نے میرا دل توڑ دیا ہے۔ میں زندگی میں پہلا باپ دیکھ کر خوش ہورہی تھی۔ اب یہ سوچ کر مایوس ہورہی ہوں کہ تم بانجھ ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے' تم غلط سمجھ رہی ہو۔"

"اگر میں غلط کہہ رہی ہوں اور تم بانجھ نہیں ہو تو صبح تک ایک بچہ پیدا کرو۔ تم بہت ہینڈسم ہو۔ تمہارا بچہ بھی خوب صورت ہوگا۔ میں بڑی محبت سے اس کی پرورش کروں گی۔"

"ہم دونوں زہریلے ہیں شاید کبھی تمہاری یہ خواہش پوری ہوجائے۔ خدا کے لئے اب سوجاؤ' صبح ہونے والی ہے۔"

وہ بستر پر جاکر لیٹ گئی۔ پارس غسل کرنے چلا گیا۔ خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے بولا "ممّا! محترم تیرزی نے میری مصروفیات کے بارے میں بتایا ہوگا۔ اب فرصت ہے' میں ابھی غسل سے فارغ ہوکر آرہا ہوں۔"

"تم اپنے باپ پر گئے ہو۔ وہ بھی جوانی میں دن رات مصروف رہا کرتے تھے۔ آج یہاں اعلیٰ بی بی (ثانی) اور کبریا فرہاد کے ساتھ بڑی ہنسی خوشی سے فرصت کے دن گزار رہے ہیں۔ بس اب جلدی چلے آؤ' ہم سب انتظار کررہے ہیں۔"

وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر کمرے میں آیا تو لکی سیون سوچکی تھی۔ اس نے جناب تیرزی کو مخاطب کرکے کہا "محترم! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ آپ کی تمام ہدایات اور تمام احکامات سر آنکھوں پر۔ میں آپ کی منظوری کے مطابق شہناز بیگم سے نکاح پڑھوانے آیا ہوں۔"

انہوں نے فرمایا "خوش رہو۔ سلامت رہو۔ تمہاری ہونے والی دلہن پیرس کے ہوٹل میں ہے لیکن تمہاری طرح ابھی میرے اندر موجود ہے۔ میں نکاح خوانی کی ابتدا کررہا ہوں۔"

انہوں نے کلام پاک کی آیات پڑھنے کے بعد پارس اور شہناز کا نکاح پڑھایا۔ ان کے حجرے میں' میں' سونیا' آمنہ' سلطانہ اور سلمان وغیرہ تھے۔ سونیا کے علاوہ سب ہی نے خیال خوانی کے ذریعے دونوں کو نکاح قبول کرتے ہوئے سنا پھر سب نے سونیا کو مبارکباد دی۔ آمنہ نے کہا "سونیا! میں پارس کو جنم دینے والی کہلاتی ہوں لیکن تربیت دینے والی اور اپنے مزاج کے مطابق ڈھالنے والی ماں تم ہو۔ تمہیں بہت بہت مبارک۔"

جناب تیرزی نے بھی اسے مبارکباد دی پھر پارس اور شہناز سے کہا "میری طرف سے اجازت ہے' تم دونوں جاسکتے ہو۔"

شہناز ساگ کی سیج پر دائمی طور پر حاضر ہوگئی۔ دوسرے ہی لمحے میں پارس نے آکر کہا "میں وہ ہوں جو کبھی کوڈورڈز ادا نہیں کرتا۔"

وہ اس کی آمد پر شرمانے لگی۔ پارس نے کہا "تمہیں کہنا چاہئے' میں وہ دلہن ہوں جو ساگ کی سیج پر اپنے دولہا کے ساتھ سوتے ہوئے بھی تنہا ہے۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولی "میں نے تمہارے بغیر ہمیشہ خود کو تنہا محسوس کیا ہے لیکن وہ ایک محبوبہ کے احساسات تھے لیکن آج

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

سونا گھاٹ کا پجاری

قیمت ۔/۴۰ روپے ڈاک خرچ ۔/۱۰ روپے

- ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مرگیا تھا لیکن اس کی خاص مٹی کے تہہ خانے میں اصلی حالت میں موجود تھی۔
- سونا گھاٹ کے علاقے پر اس مہاپجاری کی پراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر گزندہ نقوش آتما تھا۔
- ایک مظلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آکر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا اور زبردست پراسرار طاقتیں حاصل کرلیں۔
- وہ طاقتور ترین شخص بن گیا لیکن کیا ایسی ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔

بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟

ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

انکا (مکمل، دو حصے)	اقابلا (مکمل، دو حصے)	غلام روحیں (مکمل)
قیمت فی حصہ ۱۲۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے	قیمت فی حصہ ۱۲۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے	قیمت ۱۲۵ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی

یک دلہن ہوں اور اپنے جیون ساتھی کی کمی شدت سے محسوس کررہی ہوں۔"

"میں تمہارے جذبات اور احساسات کو سمجھ رہا ہوں لیکن ہزاروں میل دور رہنے کے باعث مجبور ہوں۔ کل ثانی اور علی یہاں پہنچ رہے ہیں۔ ان کی آمد کے بعد میری مصروفیت ختم ہوگی اور میں تیر کی طرح سیدھا تمہارے پاس آؤں گا۔"

"تم جلدی نہیں آسکو گے۔ محترم تمیرزی نے بتایا ہے کہ پہلے تم ایران اور پاکستان جاؤ گے پھر ہندوستان میں ہماری ملاقات ہوگی۔"

"محترم تمیرزی صاحب بدلتے ہوئے حالات کو خوب سمجھتے ہیں۔ ان کی ہدایات پر ہم سب عمل کرتے ہیں۔ ہمیں صبر کرنا ہوگا۔ انتظار میں کیسی لذت ہوتی ہے' ہم اس لذت سے بھی آشنا ہوتے رہیں گے۔"

"میں نے محترم کے حجرے میں بڑے ایمان افروز دن رات گزارے ہیں۔ میرے اندر کوئی کھوٹ رہا ہوگا تو وہ اب نہیں رہا ہے' انہوں نے ایک نصیحت خاص طور پر کی ہے کہ ایک لڑکی جسے عجوبہ کہا جاسکتا ہے اور اس کا نام لکی سیون ہے' وہ کبھی ہماری زندگی میں آئے تو میں اس سے کبھی حسد اور دشمنی نہ کروں بلکہ پروین (پوجا) کی طرح اسے چھوٹی بہن سمجھ کر محبت کروں۔ محترم کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں لکی سیون کو بھرپور محبت دیا کروں گی۔"

"محترم کی اس نصیحت کے پیچھے کئی اہم مقاصد ہیں۔ غیر مسلم اس بات کو جائز نہیں سمجھتے کہ ایک شخص دو یا چار شادیاں کرے۔ اسلام میں ایسی اجازت کسی ضرورت یا مجبوری کے تحت دی جاتی ہے مثلاً میری پہلی شادی جو جو سے ہوئی تھی۔ وہ ماں بننے والی تھی مگر میرے اندر کے زہریلے بچے کو کوکھ میں پنپنے نہیں دیا۔ جوجو زندگی اور موت کی کشمکش میں رہی۔ ڈاکٹروں نے کسی طرح اسے بچالیا لیکن میڈیکل رپورٹ کے مطابق وہ میرے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے قابل نہیں رہی ہے۔ ایسی حالت میں میرے جذبات کے پیش نظر دوسری شادی کی اجازت رہی لیکن ہمارا نکاح پڑھانے سے قبل محترم تمیرزی نے اشارتاً یہ بھی کہہ دیا کہ تم میری شریک حیات رہو گی لیکن میرے بچوں کی ماں نہیں بن سکو گی۔"

"محترم مستقبل کی صحیح پیش گوئی کرتے ہیں۔ انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ میں بانجھ ہوں اور تمہاری نسل آگے نہیں بڑھا سکوں گی۔"

"تم بانجھ نہیں ہو۔ میرے بچے کی ماں بننے کے مرحلے تک پہنچ سکتی ہو لیکن میرے زہریلے پن کے باعث تمہارا حال بھی جوجو کی طرح ہوگا۔ ہم نہیں چاہیں گے کہ تم ایسے خطرات سے گزرو۔"

"میں صرف تمہارے نام کے ساتھ اپنا نام جوڑ کر زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ دعا کروں گی کہ مجھ سے نہ سہی کسی اور سے تمہاری اولاد ہو لیکن ہر جگہ تمہارا زہریلا پن آڑے آسکتا ہے۔"

"محترم نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی نکاح سے پہلے تمہیں لکی سیون کے لئے محبت کا درس دیا ہے کیونکہ وہ میری طرح زہریلی ہے۔ ناگ کی اولاد ایک ناگن سے ہی ہوسکتی ہے۔"

"اوہ خدایا! میں نہیں جانتی تھی کہ وہ زہریلی بھی ہے۔ واقعی محترم بہت دور تک دیکھتے اور حالات کا رخ سمجھتے ہیں لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی جب لکی سیون کہیں موجود ہے تو اس سے تمہارا نکاح پہلے پڑھایا جانا چاہئے تاکہ آئندہ نسل کا سلسلہ شروع ہوسکے۔ مجھ سے بعد میں بھی نکاح پڑھایا جاسکتا تھا۔"

"مصلحت اندیشی ہم سب کے حصے میں نہیں آتی۔ یہ محترم جانتے ہیں۔ میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ علم نجوم کے مطابق میری شادی اس سے ہونا چاہئے جو شی تارا بن کر زندگی گزارتی رہی ہے۔ دیوی کی جو تش دیوتا بھی یہی کہتی ہے کہ یا تو میں مذہب بدل کر شی تارا کا دھرم پتی بنوں گا یا پھر شی تارا اپنا دھرم بدل کر میری مسلمان شریک حیات بنے گی لہٰذا تم شی تارا تھیں۔ تم اسلام قبول کرکے میری شریک حیات بن چکی ہو۔ اگرچہ تم پیدائشی مسلمان نہیں مگر دیوی کے عمل نے سب کچھ بھلا دیا تھا۔ محترم نے تمہیں کلمہ پڑھا کر تمام ماضی کی باتیں یاد دلائی ہیں اور وہ جو پیدائشی شی تارا ہے اس نے اپنے نام کو زیر زمین چھپا کر خود کو دیوی کی حیثیت سے اس قدر مشہور کیا ہے کہ اب اس کا انجام جنم کنڈلی کے حساب سے نہیں بلکہ شہرت حاصل کرنے والے نام سے ہوگا۔"

"میری سمجھ میں یہ بات آرہی ہے۔ مجھ سے نکاح پڑھوانے کے بعد دیوی کہلانے والی شی تارا تمہیں کبھی حاصل نہیں کرسکے گی۔"

"ہاں یہی بات ہے۔ تمہارا دوسرا سوال یہ ہے کہ میں نے جلد سے جلد نسل بڑھانے کے لئے لکی سیون سے شادی کیوں نہیں کی؟ میں تمہیں یہ بتادوں کہ ابھی میں ہوٹل کے ایک کمرے میں ہوں اور بستر پر لکی سیون سو رہی ہے لیکن میرے اور اس کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ شرافت کا تقاضا ہوتا ہے پھر یہ کہ میں اپنی دلہن شہناز کا دولہا ہوں۔ یہ رات اور آئندہ کی ساری راتیں تمہارے لئے ہیں۔"

"یہ تمہاری محبت ہے لیکن آج نہیں تو کل اس سے شادی ہوگی۔"

"خدا جانے کب ہوگی۔ محترم نے لکی سیون کو کسی خاص مقصد کے لئے یہاں بھیجا ہے۔ کل شام تک وہ ثانی اور شی تارا کے ساتھ چلی جائے گی۔ اس کے بعد یہاں سے میری واپسی ہوگی۔"

"اگر تم لکی سیون کو اپنے ساتھ لے آؤ گے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا بلکہ بے حد خوشی ہوگی۔"

"محترم کی ہدایات ہمارے لئے پتھر کی لکیریں ہوتی ہیں۔ جب انہوں نے کہہ دیا ہے کہ وہ ثانی اور علی کے ساتھ رہے گی تو اس ہدایت کے پیچھے کوئی خاص اور اہم مقصد ہوگا۔ ہماری یہ دنیا قدرتی

مختلف حالات کی ترتیب سے چل رہی ہے۔ ہم تمام انسان اس کاتب تقدیر کی بنائی ہوئی ترتیب سے زندگی گزار رہے ہیں۔ ہماری زندگی میں کون آئے گا؟ کون جائے گا؟ کون کس کے ساتھ کتنی دور تک چلے گا؟ پھر ہوا اس کے ہم سفر کو کس طرح تنکے کی طرح اڑا کر دوسرے راستے پر پہنچا دے اور اسے کتنے عرصے تک جدا رکھے گی؟ کیا اسے حیات کے اختتام سے پہلے ملائے گی یا قیامت کے بعد؟ اس لئے ہم صرف تدبیر کرسکتے ہیں' اس پر عمل کرسکتے ہیں لیکن ہوگا وہی جو ہونے والا ہے۔"

"ہاں ہماری مرضی سے شاید کبھی کچھ ہوتا ہے۔ اگر ہوتا ہے تو ہم خوش ہوکر کہتے ہیں کہ ہم اپنی مرضی کے مالک ہیں مگر یہ محض خوش فہمی ہوتی ہے۔ دیکھ لو کہ آج ہم اپنی مرضی کے مالک نہیں ہیں۔ ہم دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ منٹوں میں پاسپورٹ اور ویزا حاصل کرسکتے ہیں' کسی بھی فلائٹ میں سیٹ حاصل کرکے کہیں بھی ہنی مون منانے جاسکتے ہیں لیکن شاید ہم پہلے دولہا دلہن ہیں جو حالات کی ترتیب سے ہزاروں میل دور ہیں۔"

پھر وہ چونک کر بولی "اوہ! میں تو بھول گئی تھی' واشنگٹن میں صبح کے چار بج رہے ہوں گے اور تم ابھی تک جاگ رہے ہو۔"

"سہاگ رات جاگنے کے لئے ہوتی ہے۔"

"دور رہ کر تڑپانے اور بے چینی میں مبتلا کرنے کے لئے نہیں ہوتی۔ جب صبر کرنا اور انتظار کرنا ہی ٹھہرا تو کیوں نہ تم سو جاؤ۔"

"تم سو جاؤ گی تو پھر میں بھی سو جاؤں گا۔"

"یہاں تو ابھی رات کی ابتدا ہے اور وہاں رات تمام ہو رہی ہے۔ پہلے تم سو جاؤ۔"

"آج سے تمہیں آرام پہنچانے کی ذمے داری میری ہے اور ایک بیوی کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مشوروں پر عمل کرے چلو آنکھیں بند کرو۔"

"تمہاری زبان سے یہ سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ میں تمہاری بیوی بن چکی ہوں۔ میں نے زندگی کا سب سے بڑا انعام حاصل کیا ہے۔ میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گی۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سویا کرتی تھی۔ اس رات اس کے دولہا نے اس کے دماغ کو ہدایات دیں۔ اسے آدھے منٹ میں سلا دیا پھر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اسے عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ جس شی تارا کے ساتھ محبت بھرے لمحات گزارتا رہا تھا اس کا مذہب' اس کا نام بدل گیا تھا اور اتنی بڑی تبدیلیوں نے اسے شہناز بنا کر اس کے لئے نئی آرزوئیں پیدا کردی تھیں۔ اسے بالکل نئی نویلی دلہن بنا دیا تھا۔ اور وہ اپنا حسین دلہن سے دور ہوٹل کے ایک کمرے میں ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔

اس سے کچھ فاصلے پر ایک ڈبل بیڈ پر لکی سیون سو رہی تھی۔ خوابیدہ حسن و شباب اور زیادہ پُرکشش ہوتا ہے' دیکھنے والی آنکھوں کو ترغیب دیتا ہے۔ پتا نہیں وہ حسین و جمیل دوشیزہ دنیا کے کتنے ممالک سے بھٹکتی ہوئی آئی تھی' بے شمار ہوس پرستوں نے اسے ترنوالہ سمجھ کر حاصل کرنے کی کوششیں کی ہوں گی اور اپنی جان سے گئے ہوں گے۔ پارس جان سے نہیں جاسکتا تھا۔ وہ تو شاید اسی کے لئے زہریلی بن کر پیدا ہوئی تھی۔

کوئی ضروری تو نہیں کہ نگاہوں کے سامنے پھول کھلا ہو تو اسے توڑ لیا جائے۔ دور سے بھی اس کے حسن کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ پھر ابھی اس نے قدرتی حالات کی ترتیب کی باتیں کی تھیں۔ پھول وہی اپنا ہوتا ہے جو حالات کی ترتیب کے مطابق شاخ سے خود بخود اپنے دامن میں آجاتا ہے۔

وہ کوئی بہکنے والی بات نہیں سوچ رہا تھا۔ اس رات وہ اپنی شہناز کا ایک ایسا محبت کرنے والا وفادار دولہا تھا جو صرف اس کے لئے مخصوص تھا۔ وہ موجود نہیں تھی لیکن اخلاقی تقاضے تو تھے دلہن اس کے بغیر ہزاروں میل دور سو رہی تھی۔ وہ بھی دلہن کے بغیر نیند پوری کرسکتا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ اپنے دماغ کو ہدایات دینا چاہتا تھا کہ اسی وقت ہنسی کی آواز سنائی دی۔ اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اس کے سامنے بستر پر لکی سیون نیند میں ہنس رہی تھی اور کہہ رہی تھی "تو بہت ہی خراب نسل کی کتیا ہے۔ میری نیند کے وقت بھونکنے آگئی ہے۔ چل بھاگ یہاں سے....."

اتنا کہہ کر وہ پھر سو گئی۔ پارس نے سمجھ لیا کہ دیوی اس بچے کو تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ جب وہ نہیں ملا تو اب لکی سیون کے پاس آئی تھی۔ ایسا سوچتے وقت پارس نے دیوی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر فوراً ہی سانس روک لی۔

وہ یقیناً حیران ہوگی کہ جس بچے کے دماغ میں وہ آسانی سے پہنچ جایا کرتی ہے وہ بچہ اس کی دسترس سے کیسے نکل گیا ہے؟ اور اس ننھے سے دماغ کو لاک کرنے کے لئے آخر کس طرح عمل کیا گیا ہوگا؟

بچے پر تنویمی عمل نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ وہ ابھی انسانوں کی کسی زبان کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔ ایسے میں وہ کسی ہپناٹزم کے عامل کے احکامات نہ سمجھ سکتا تھا اور نہ ہی کسی کا معمول بن سکتا تھا۔ دیوی نے بچے کی طرف سے مایوس ہوکر ایک بار پھر لکی سیون اور پارس کے پاس آکر... یہ معلوم کرنا چاہا ہوگا کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟ لیکن وہ یہ بھی معلوم کرنے میں ناکام رہی۔ وہ چلی گئی تھی لیکن پارس جانتا تھا کہ وہ سکون سے نہیں رہے گی۔ اپنا کوئی مقصد حاصل کرنے کے لئے اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہوگی۔

جیسا کہ اسے برادر کبیر کی موت کا یقین ہوچکا تھا۔ اس یقین کے بعد اسے ان غیر معمولی گولیوں کی فکر ہوگی کہ وہ سایہ بنانے والی گولیاں جہاں بھی چھپا کر رکھی گئی تھیں' وہاں سے انہیں حاصل کرلے۔

پھر اس سے کہا گیا تھا کہ جب تک کشمیر سے بھارتی فوج نہیں جائے گی اور کشمیری مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق نہیں دیے جائیں گے' تب تک وہ اپنے کسی بھی بھارتی فرد کو ٹرانسفارمر مشین سے نہیں گزار سکے گی اور اگر فریب سے انہیں ٹیلی پیتھی سکھائے گی تو ان سب کا انجام سابقہ چھ بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں جیسا ہوگا۔ یعنی دیوی کے نئے خیال خوانی کرنے والوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

یہ چیلنج برادر کبیر نے کیا تھا اور وہ اب دنیا میں نہیں رہا تھا۔ ایم آئی ایم کے نئے سربراہ کے آنے تک وہ اپنے اہم اور چاق و چوبند تربیت یافتہ جوانوں کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار سکتی تھی اور شاید وہ ایسے ہی مقاصد کے لیے اپنے دشمنوں کی خبر لے رہی تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی ہوگی کہ بچہ اپنے مرحوم باپ برادر کبیر کے خاندان میں یا باپ کے خفیہ اڈے میں پہنچ گیا ہے تو وہ خفیہ جگہ کہاں ہے؟

لکی سیون اور پارس کے سانس روک لینے سے وہ معلوم نہ کر سکی کہ دونوں کسی ہوٹل کے کمرے میں ہیں اور وہ واشنگٹن چھوڑ کر بالٹی مور پہنچے ہوئے ہیں۔ پارس نے سوچا' دیوی یہاں آتی ہے تو سپر ماسٹر سے ضرور کوئی کام لیتی ہے۔ صبح کے ساڑھے چار بج گئے تھے۔ آرمی ہیڈ کوارٹر میں تمام فوجی جوان اور ان کے تمام افسران پی ٹی اور ورزش وغیرہ کے لیے بیدار ہو گئے ہوں گے۔ ایسے وقت سپر ماسٹر کے دماغ میں دیوی کی موجودگی لازمی ہوگی۔ وہ بچے وغیرہ کے سلسلے میں باتیں کر رہی ہوگی۔

یہ سوچ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچا تو اس نے اسے محسوس نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دیوی بڑی خاموشی سے موجود رہ کر اس کے خیالات پڑھ رہی ہے۔

سپر ماسٹر دانتوں کو برش کرتے ہوئے سوچ رہا تھا "کل رات دیوی نے درست کہا تھا۔ بچہ تو ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ وہ جن کے پاس ہے وہ یوگا کے ماہر ہیں۔ لہٰذا اس کے ذریعے ایم آئی ایم کے کسی بھی اڈے کا پتا نہیں چلے گا۔ بہتر یہ ہے کہ ان کے نئے سربراہ کے مقرر ہونے تک ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے آج ہی رات کو چند نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر لیے جائیں۔"

اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ دیوی نے اپنے سات بھارتی جوانوں کو مشین سے گزارنے کے لیے منتخب کیا ہے۔ اس فہرست میں اسرائیل کے دو یہودیوں کے بھی نام تھے۔ وہ اپنے وفادار داؤد منڈولا کی درخواست پر یہودی خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ کر رہی تھی۔ ایسا کرنے سے دیوی کا فائدہ ہی تھا کیونکہ اسرائیلی اور امریکی تمام خیال خوانی کرنے والے بظاہر محب وطن ہوتے تھے لیکن دیوی در پردہ انہیں اپنا مطیع و فرمانبردار رکھ سکتی تھی۔

سات بھارتیوں اور یہودیوں کے علاوہ امریکا کے بھی تین عدد جوانوں کے نام اس نئی فہرست میں شامل تھے۔ تین امریکی پہلے ہی یہ علم حاصل کر چکے تھے۔ بوبی بیکر اور ڈی لنکاسٹر بھی پہلے سے موجود تھے۔ اس طرح سیکھنے والوں کی تعداد کل بارہ ہوگئی تھی اور ان تمام رنگروٹوں کو رات کے آٹھ بجے ٹرانسفارمر مشین کے خفیہ اڈوں میں پہنچایا جانے والا تھا۔

یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد پارس نے کالی کو مخاطب کر کے کہا "میں ابھی سپر ماسٹر کے چور خیالات پڑھ رہا تھا لیکن اس نے مجھے محسوس نہیں کیا کیونکہ ابھی اس کے اندر دیوی موجود ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں موجود تھی۔ میں نے دیوی کی آواز اور لہجہ اختیار کیا تھا اور خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔"

"میں نے اس پہلو پر توجہ نہیں دی تھی کہ تم کئی بار دیوی کی آواز سن چکی ہو اور اس کے لہجے کو آسانی سے اپنا کر سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران کے دماغوں میں پہنچ سکتی ہو۔"

"صرف اتنا ہی نہیں' میں ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بھی اندر پہنچ سکتی ہوں' جنہیں دیوی نے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر رکھا ہوا ہے۔ کیا تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟"

"ہاں۔ مجھے سونے کا موقع ہی نہیں مل رہا ہے۔"

"ایسی بے ترتیبی سے زندگی گزارو گے تو بیمار پڑ جاؤ گے۔ چلو فوراً سو جاؤ۔ پھر شام سے پہلے بیدار ہو کر مجھ سے رابطہ کرو۔ کیا کالی سیون سو رہی ہے؟"

"ہاں۔ میں وہ دولسا ہوں جو ساگ کے دسترخوان پر بھوکا بیٹھا ہے۔"

"اب تم بیہودہ باتیں شروع کرنے والے ہو' بہتر ہے کہ جاؤ اور سو جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ پارس نے واپس آ کر خوابیدہ کالی سیون کو دیکھا۔ وہ ابھی مزید چند گھنٹوں تک سونے والی تھی۔ وہ ایک صوفے پر آ کر لیٹ گیا۔ اس نے اپنے دماغ کو ہدایات دیں۔ پھر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

پرھارانی آرمی ہیڈ کوارٹر سے نکل کر کسی ہوٹل میں رہائش اختیار کرنے والی تھی۔ وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر جا رہی تھی۔ حالانکہ اسے ہیڈ کوارٹر سے گاڑی مل سکتی تھی لیکن دیوی کی مرضی تھی کہ وہ واشنگٹن کے کسی ہوٹل کے کمرے میں رہنے کا ارادہ کر کے نکلے۔ پھر راستے میں ارادہ بدل دے۔ سپر ماسٹر وغیرہ یہی سمجھتے رہیں کہ وہ واشنگٹن میں ہے۔

ہیڈ کوارٹر سے نکلنے کے بعد اس نے پرھارانی کے دماغ پر مسلط ہو کر اس کا راستہ بدل دیا۔ اس نے واشنگٹن کے ایک مضافاتی علاقے میں دو بیڈ روم کا ایک بنگلا ایک شخص کو آلۂ کار بنا کر خرید لیا تھا۔ پھر اس آلۂ کار پر عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا اور اس کے ذہن میں یہ نقش کر دیا تھا کہ وہ ایک پراسرار دیوی جی کا باڈی گارڈ بھی ہے اور اس بنگلے کی نگرانی بھی کرتا ہے۔ اس کی

لگہ دیوی جی بہت جلد اس بنگلے میں پہنچنے والی ہے۔

وہ پرھارانی کو پہلے ہی اپنی معمولہ بنا چکی تھی۔ اس نے کہا۔ سنو پرھا' میں نے سپر ماسٹر وغیرہ کے سامنے تمہاری یہ موجودہ حیثیت رکھی ہے۔ اب تم پہلے کی طرح دیوی جی کہلاؤ گی۔ ابھی اس بنگلے میں جا رہی ہو' وہاں تمہارا ایک باڈی گارڈ اور تابعدار رہے گا۔ تم وہاں پہنچ کر میک اپ کے ذریعے اپنا چہرہ بدلو گی تاکہ مارا کوئی دوست یا دشمن تمہیں پرھارانی کی حیثیت سے نہ پہچانے۔ میں عمل کر کے تمہاری آواز اور لہجہ بھی بدل دوں گی۔"

"میں سمجھ رہی ہوں' میرے ساتھ جن امریکی فوجی جوانوں نے مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم اور غیر معمولی سماعت اور بصارت حاصل کی ہے وہ غیر معمولی سماعت کے ذریعے دور رہ کر بھی میری گفتگو سنتے رہیں گے اس طرح پہچان لیں گے کہ میں دیوی جی نہیں' پرھارانی ہوں۔"

"شاباش! تم حالات کو خوب سمجھتی ہو۔ ویسے تو میں امریکی اور اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نمٹ لوں گی لیکن ایم آئی ایم کا وہ خیال خوانی کرنے والا جو کئی بار ہیڈ کوارٹر میں آ چکا ہے اس سے محتاط رہنا ضروری ہے۔ وہ کسی بھی طرح تمہیں نہ پہچان سکے۔ میں اپنے بھارتی جوانوں کو ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے والی ہوں۔ یہ بات ایم آئی ایم والوں کو معلوم نہ ہو تو بہتر ہوگا۔"

"آپ میری آواز اور لہجے کو بدل دیں گی تو میک اپ کے بعد نہ کوئی مجھے پہچان سکے گا اور نہ ہی آپ کے ارادوں کو سمجھ سکے گا۔ ویسے میں اس موضوع سے ہٹ کر بول رہی ہوں کہ مجھے وہ بچہ بہت یاد آ رہا ہے۔"

"میں کہہ چکی ہوں' وہ تمہارا بچہ نہیں تھا' دشمن کا فراڈ تھا۔ وہ اسے لے گیا ہے۔ تمہیں بچے سے اتنا ہی لگاؤ ہے تو معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ اسے کون لے گیا ہے اور کہاں لے گیا ہے؟ میں تمہیں ایک لڑکی کی آواز سناتی ہوں۔ تم اس آواز پر توجہ دیتی رہو۔ وہ جتنی بھی دور ہوگی' تم اس کی گفتگو سن کر شاید معلوم کر سکو گی کہ وہ کہاں ہے؟"

دیوی نے لکی سیون کی آواز اور لہجے کو ذرا بدلا پھر اسی آواز اور لہجے میں بولنے لگی "پرھا! غور سے سنو۔ میں اسی لڑکی کی طرح بول رہی ہوں۔ اس کے ساتھ ایک مرد بھی ہے۔ وہ دونوں اسی شہر میں ہوں گے۔"

وہ بولی "اب میں اس آواز پر توجہ دیتی رہوں گی۔"

وہ نئے بنگلے میں پہنچنے تک اسی آواز پر توجہ دیتی رہی۔ اگر لکی سیون جاگتی رہتی اور پارس سے گفتگو کرتی رہتی تو پرھارانی ان کی تمام گفتگو سے سمجھ سکتی تھی کہ وہ بالٹی مور کے ایک ہوٹل میں ہیں۔ لیکن لکی سیون اور پارس سو رہے تھے۔ وہ کچھ نہ سن سکی۔ پھر بنگلے میں پہنچنے کے بعد وہ میک اپ کے ذریعے چہرہ بدلنے میں مصروف ہوگئی۔ پھر دیوی اس کی آواز بدلتی رہی۔ اسے سکھاتی رہی کہ آئندہ دیوی جی بن کر لہجہ کس طرح تبدیل کرنا چاہیے۔

صبح سات بجے لکی سیون بیدار ہوئی۔ آنکھیں کھولتے ہی اسے انجانی سی جگہ محسوس ہوئی۔ وہ سوچنے لگی' میں کہاں ہوں؟ یہ کس کے بستر پر لیٹی ہوئی ہوں؟'

یہ سوچتے ہی وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ہوٹل کے کمرے کو دیکھ کر کچھ یاد آیا پھر پارس پر نظر گئی۔ وہ ایک صوفے پر سو رہا تھا۔ اسے پچھلی رات کی تمام باتیں یاد آ گئیں۔ اسے پارس کی یہ دوری بہت اچھی لگی۔ اب تک جتنے بھی مرد ملے تھے انہوں نے ایک ہی بستر پر ہونے کی ضد اور زبردستی کی تھی پھر بستر پر پہنچنے سے پہلے جہنم میں پہنچ گئے تھے۔ پارس کی یہ پارسائی اسے متاثر کر رہی تھی۔ ویسے پچھلی رات سے ہی دل کو وہ اچھا لگ رہا تھا۔ وہ بستر سے اتر کر قریب آ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی اور اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔

وہ سوچ رہی تھی' یہ اچھی بات نہیں ہے کہ میں آرام سے بستر پر سوتی رہی اور یہ اجنبی ساتھی میری خاطر صوفے پر بے آرامی سے سو رہا ہے۔ اسے جگانا چاہیے کہ بستر پر جا کر آرام کرے۔

وہ ہاتھ بڑھا کر اسے جگانا چاہتی تھی۔ پھر رک گئی۔ دماغ نے سمجھایا' یہ گہری نیند میں ہے۔ نیند ٹوٹے گی تو شاید یہ دوبارہ اتنے سکون سے نہ سو سکے۔

وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگی' میں کسی ملنے والے سے جلد ہی کترا جاتی ہوں مگر اس میں ایسی کیا بات ہے کہ میں ایک انجانی سی کشش محسوس کر رہی ہوں؟'

وہ اس کشش کو فی الحال نہیں سمجھ رہی تھی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ بھی اس کی طرح زہریلا ہے اور ایک کا زہر دوسرے کے زہر کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس سے بڑی اپنائیت سی محسوس کر رہی تھی۔

وہ صوفے سے اٹھ کر غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں چلی گئی۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ پارس سوتا رہا اور وہ خاموشی سے صرف سوچتی رہی۔ اگر اسے بیدار کر کے گفتگو کرتی تو دوسری طرف پرھارانی اور دیوی کو ان دونوں کا سراغ مل جاتا۔ پرھارانی میک اپ مکمل ہونے تک اپنی نئی آواز اور لہجے کو ذہن نشین کرتی رہی اور وقتاً فوقتاً لکی سیون کی آواز پر توجہ دیتی رہی۔

دیوی نے کہا "تم تمام رات جاگتی رہی ہو' میک اپ مکمل ہو چکا ہے' چھ گھنٹے کے لیے سو جاؤ۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گی۔"

دیوی بھی آرام کرنے چلی گئی۔ پرھارانی نے اپنی خواب گاہ میں آ کر بستر پر لیٹ کر برادر کبیر کو یاد کیا۔ اس کے ساتھ گزارے ہوئے خوبصورت لمحات نے اسے بے چین کیا تو اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ کو نیند کے مرکز پر لا کر ہدایات دیں پھر چھ گھنٹے کے لیے سو گئی۔

لکی سیون غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر باتھ روم سے باہر آئی تو

وہ بڑا صوفہ خالی تھا۔ پارس بیڈ پر سو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں پہلے کی طرح بند تھیں۔ وہ قریب آکر بولی "اے تم جاگ رہے تھے اور مجھے فلسفی بنا رہے تھے؟"

وہ آنکھیں کھول کر بولا "میں دماغ کو ہدایات دے کر سوتا ہوں کہ کوئی غیر معمولی بات ہو یا کوئی میرے قریب آئے تو آنکھ کھل جائے۔ جب تم صوفے کے پاس آئیں تو میں بیدار ہو گیا تھا۔"

"تو پھر مجھے فلسفی کیوں بنا رہے تھے؟"

"تمہاری زبان سمجھنے کے لیے ایک عمر لگے گی۔ یہ فلسفی بنانا کیا ہوتا ہے؟"

اس نے پوچھا "وہ کون سا پرندہ ہے جو تمام رات آنکھیں پھاڑ کر خلا میں کسی فلسفی کی طرح دیکھتا اور سوچتا رہتا ہے؟"

"اس پرندے کو اُلو کہتے ہیں۔"

وہ بولی "یہی میں کہہ رہی تھی۔ خود کو اُلو نہیں کہہ سکتی ہوں اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ جاگ رہے تھے تو سونے کا بہانہ کر کے مجھے فلسفی کیوں بنا رہے تھے۔"

"آئندہ نہیں بناؤں گا۔ اتنا بتا دو' کس سیارے کی مخلوق ہو؟ تمہارے الفاظ سن کر پیٹ میں درد ہونے لگتا ہے۔"

"تم کس سیارے کی مخلوق ہو۔ سیدھی سی بات ہضم نہیں کرپاتے اور پیٹ میں درد لے بیٹھتے ہو۔ بائی دی وے تم بستر چھوڑ کر صوفے پر کیوں سو رہے تھے؟"

"کل رات میری شادی ہوئی تھی۔ میں صوفے پر اپنی دلہن کے ساتھ سو رہا تھا۔"

"کہاں ہے وہ دلہن؟ مجھے تو نظر نہیں آ رہی ہے۔"

"جس بچے کو پہلی بار تم نے ہاتھوں میں لیا تھا' کیا وہ بچہ نظر آیا تھا؟"

"نہیں۔ بعد میں نظر آیا تھا۔"

"میرے ساتھ جو بھی رہتا ہے یا رہتی ہے' وہ اکثر نظر نہیں آتی۔"

"دیکھو۔ پھر مجھے فلسفی نہ بناؤ۔"

پارس نے فون کا ریسیور اٹھا کر روم سروس کے لیے ملازم کو بلایا پھر ریسیور رکھ کر بولا "میں ابھی ثابت کروں گا کہ میرے ساتھ رہنے والے کبھی کبھی نظر نہیں آتے۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔ پارس نے اٹھ کر دروازے کے قریب آکر پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے ہوٹل کے ملازم نے کہا "روم سروس۔"

اس کی آواز سنتے ہی پارس اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے دماغ پر مسلط ہو کر دروازہ کھول کر پیچھے ہٹ گیا۔ ملازم نے اندر آکر پوچھا "فرمایئے جناب۔"

پارس نے کہا "گرما گرم ناشتا اور چائے لے آؤ اور یہ بتاؤ کتنے افراد کا ناشتا لاؤ گے؟"

وہ بولا "جناب! آپ یہاں تنہا ہیں۔ ایک ہی کا ناشتا لاؤں گا۔"

لکی سیون نے آگے بڑھ کر ویٹر سے پوچھا "اے کیا تم اندھے ہو۔ یہ تمہیں تنہا نظر آ رہا ہے' میں دکھائی نہیں دے رہی ہوں؟"

ویٹر نے پارس کی مرضی کے مطابق کہا "جناب! یہاں کسی لڑکی کی آواز سنائی دے رہی ہے۔"

پارس نے کہا "پھر تو اس لڑکی کے لیے بھی ناشتا لے آؤ۔ شاید وہ غیر موجود رہ کر ناشتا کرے۔"

وہ جانے لگا تو لکی سیون نے تیزی سے چل کر اس کے سامنے آکر پوچھا "ارے' میں موجود ہوں اور تمہیں نظر نہیں آ رہی ہوں۔ ذرا غور سے دیکھو۔"

ویٹر کمرے سے جانے کے لیے آگے بڑھتے ہوئے اس سے ٹکرا گیا پھر بولا "جناب! مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں کسی لڑکی سے ٹکرا گیا ہوں۔"

پارس نے لکی سیون کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر کہا "اسے جاؤ۔ تم کسی سے نہیں ٹکراؤ گے۔"

ویٹر باہر چلا گیا۔ پارس نے اس کے دماغ پر سے اپنا تسلط ختم کیا صرف اتنا یاد رہنے دیا کہ اسے دو افراد کے لیے ناشتا لانا ہے لکی سیون حیران پارس کے پاس کھڑی تھی۔ وہ بولا "کیا یقین آیا کہ میرے قریب رہنے والے افراد کبھی کبھی نظر نہیں آتے۔ جب ناشتا لے کر آئے گا تو تم نظر آنے لگو گی۔ بالکل اس بچے کی طرح جسے تم نے کل رات خود اپنی آنکھوں سے پہلے غیر موجود پھر موجود دیکھا تھا۔"

وہ حیرانی سے بولی "واقعی یہ تو بڑی حریف بات ہے۔"

"میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ تم شاید کہنا چاہتی ہو کہ بڑی عجیب بات ہے۔"

"عجیب نہیں' حریف کہہ رہی ہوں۔ تمہاری سمجھ میں اتنی بات نہیں آتی کہ میری موجودگی میں یہاں کسی نادیدہ دلہن کو لے آؤ گے تو وہ میری حریف ہو گی۔"

پارس نے اپنا سر پکڑ لیا۔ وہ بولی "کہاں ہے وہ؟ اس سے اب نظر آ جائے۔"

"وہ جا چکی ہے۔ پھر کبھی آئے گی تو تمہیں دکھائی دے گی۔"

"جب تک تم میرے ساتھ رہو گے یہاں کوئی نہیں آئے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ تم تو شام کو مجھ سے بچھڑ جاؤ گی۔"

"تم کون ہوتے ہو' مجھے خود سے جدا کرنے والے؟"

"صرف دو چار دن کی جدائی ہو گی پھر ہم ملیں گے۔ تم شاید میرے بھائی اور ہونے والی بھابی کے ساتھ کہیں جاؤ گی۔"

"یہ تمہارے رشتے دار کہاں ہیں؟"

"وہ دوپہر تک واشنگٹن پہنچنے والے ہیں۔ ہم ناشتا کرنے

بعد وہیں جائیں گے۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ تم کل سے بہت اچھے لگ رہے تھے۔ اب بہت خراب لگ رہے ہو۔ میں تم سے بات نہیں کروں گی۔"

پارس نے مجھے مخاطب کیا پھر کہا "پاپا! یہ لکی سیون پرابلم بن جائے گی۔ یہ ٹائی اور علی کے ساتھ جانا نہیں چاہتی ہے۔ آپ اسے سمجھائیں۔"

"اچھی بات ہے۔ ابھی سمجھاتا ہوں۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور لکی سیون کے دماغ میں پہنچا تو وہ پہلے ہنسی پھر اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آئیں۔ میں بھول گیا تھا کہ جناب تمیرزی نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ میں دوبارہ جاؤں گا تو وہ پھر گڈ گدی محسوس کرے گی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے جناب تمیرزی کی خدمت میں پہنچ کر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا۔ "ٹھیک ہے جاؤ۔ میں اسے سمجھا دوں گا۔"

میں نے پارس کے پاس آکر کہا "یہ لڑکی ہمارے بس کی نہیں ہے۔ اسے محترم تمیرزی ابھی ہماری موجودہ مہم کے لیے قائل کریں گے۔"

پھر میں نے اور پارس نے دیکھا۔ وہ ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گئی تھی اور گم صم سی ہو کر خلا میں تک رہی تھی۔ ہم نے سمجھ لیا کہ اسے بزرگ محترم سے ہدایات مل رہی ہیں اور ان لمحات میں وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے زیر اثر ہے۔

پارس نے پوچھا "آپ شہناز اور پروین (پوجا) کے ساتھ ہندوستان کب جا رہے ہیں؟"

"اب سے بیس گھنٹے بعد ایک فلائٹ میں سیٹیں ریزرو ہو چکی ہیں۔ مہاراشٹر کے انتہا پسند ہندو بمبئی سے ہزاروں مسلمانوں کو غیر ملکی کہہ کر اس شہر سے نکالنا چاہتے ہیں۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسے کاغذات تیار کرا رہا ہوں کہ وہاں ہمیں کوئی غیر ملکی مسلمان نہیں کہہ سکے گا۔ وہ کاغذات ثابت کریں گے کہ ہم بمبئی میں اپنے آباواجداد کے زمانے سے رہتے آ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ کام رہ گیا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ لکی سیون اسی طرح گم صم بیٹھی ہوئی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد ویٹر ناشتے کی ٹرالی لے کر آیا پھر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد لکی سیون نے چونک کر پوچھا "ناشتا آ گیا؟"

"ہاں آ جاؤ۔ کل رات سے بھوکا ہوں۔ تم شاید کچھ سوچ رہی تھیں؟"

وہ سینٹر ٹیبل کے اطراف بیٹھ گئے۔ وہ ناشتا شروع کرتے ہوئے بولی "میں تمہاری باتیں مان لیا کروں گی۔ تم میری باتیں جان لیا کرو۔"

پارس نے پوچھا "یہ تمہاری آواز اور لہجہ کیوں بدل گیا ہے؟"

"ابھی میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ میرے ساتھ تمہیں بھی اپنی آواز اور لہجے کو بدلنا چاہیے۔ میری بات مانو گے نا؟"

پارس نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ یہ سمجھ میں آ گیا کہ آواز اور لہجہ بدلنے کی ہدایت محترم تمیرزی کی طرف سے ملی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ یہ بات بھلا چکا تھا کہ دیوی کے پاس غیر معمولی سماعت رکھنے والے آلۂ کار بھی ہیں۔ وہ ان کے ذریعے اس کا اور لکی سیون کا سراغ لگا سکتی ہے۔ لکی سیون نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ دوسری آواز اور لہجے میں بولا "تم سن رہی ہو' میں نے تمہاری بات مان کر آواز بدل لی ہے مگر تم میری بات ماننے سے انکار کر رہی ہو۔"

"اب انکار نہیں کروں گی۔ تمہارے بھائی اور ہونے والی بھابی کے ساتھ جہاں کہو گے' جاؤں گی اور جو کہو گے' اس پر عمل کروں گی۔ پھر جب بھی بلاؤ گے سینڈل کے بل آؤں گی۔"

پارس نے کراہتے ہوئے کہا "کھاتے وقت پیٹ میں درد پیدا کر رہی ہو۔ دیکھو جب کوئی اپنا بلائے تو بڑی اپنائیت سے آنے کو سر کے بل آنا کہتے ہیں۔"

"آج تک کسی فلسفی (اُلو) نے بھی کسی انسان کو سر کے بل آتے جاتے نہیں دیکھا ہو گا' پیروں سے آتے جاتے ہیں۔ چونکہ پیروں میں سینڈلیں ہوتی ہیں اس لیے سینڈل کے بل آؤں گی۔"

پارس نے ناشتا ختم کرنے تک پھر کوئی بات نہیں کی۔ لڑکیاں پھول لے کر آتی ہیں وہ واحد حسینہ تھی جو پھول پر سینڈل کو ترجیح دے رہی تھی۔ انہوں نے ناشتا کرنے کے بعد ہوٹل چھوڑ دیا۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر واشنگٹن روانہ ہو گئے۔ وہ کرائے کی کار بھی حاصل کر سکتے تھے لیکن لانگ ڈرائیو کا موڈ نہیں تھا۔ پچھلی سیٹ پر آرام سے بیٹھ کر سفر کرتے رہے۔ خیال خوانی کے ذریعے ٹائی اور علی سے رابطہ رہا اور پلاننگ ہوتی رہی کہ آئندہ انہیں کیا کچھ کرنا ہے۔

وہ دوپہر کو واشنگٹن پہنچ گئے۔ ایک گھنٹے بعد ٹائی اور علی بھی وہاں آ گئے۔ پارس نے لکی سیون کا ان سے تعارف کرایا پھر وہ ایک کرائے کی کار لے کر اس میں بیٹھ گئے۔ آہستہ آہستہ ڈرائیو کرتے ہوئے پورے شہر میں گھومتے ہوئے ضروری باتیں بھی کرتے رہے اور وقت بھی گزارتے رہے۔

پارس خاص طور پر لکی سیون کو سمجھا رہا تھا کہ اسے علی کے ساتھ رہ کر کتنا اہم رول پلے کرنا ہے۔ محترم تمیرزی کی آمد نے اس کے دماغ میں انقلابی تبدیلی کی تھی۔ وہ منصوبے کے ایک ایک پہلو کو سمجھتی جا رہی تھی۔ پارس نے اسے ان غیر معمولی گولیوں کے متعلق بھی اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ اس طرح وہ وقت گزارتے ہوئے شام کے چھ بجے آرمی ہیڈ کوارٹر کے قریب پہنچ گئے۔

اس دوران ٹائی خیال خوانی کے ذریعے دیوی کا لہجہ اختیار

کرکے سپرماسٹر وغیرہ کی مصروفیات معلوم کرتی رہی تھی۔ اس نے کہا "دیوی کے سات بھارتی جوانوں' داؤد منڈولا کے دو یہودی جوانوں اور سپرماسٹر کے تین فوجی افسران کو مشین کے خفیہ اڈے تک پہنچانے کے لیے یہاں ہیڈ کوارٹر میں لایا گیا ہے۔ یہ تمام افراد آرمی کی سخت نگرانی میں آدھے گھنٹے کے بعد یہاں سے روانہ ہونے والے ہیں۔ اب لکی سیون اور علی کو بھی جانا چاہیے۔"

علی نے جیب سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی۔ پارس نے سایہ بنانے والی چند گولیاں اسے بھی دی تھیں۔ اس نے ایک گولی کا ایک اتنا چھوٹا سا ٹکڑا لیا جس کے اثر سے وہ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے تک سایہ بن کر رہے۔ اس نے وہ ٹکڑا لکی سیون کو دکھا کر کہا "یہ دیکھو' میں اسے نگل رہا ہوں۔ یہی تمہیں بھی کرنا ہے۔"

اس نے گولی کے اس ٹکڑے کو منہ میں ڈال کر نگل لیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے گوشت پوست کا جسم تحلیل ہو کر ایک سائے میں تبدیل ہو گیا۔

لکی سیون نے بڑے افسوس کے ساتھ اسے دیکھا پھر ثانی کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "بہن صبر کرو۔ بیچارہ بڑی خوبیوں کا مالک تھا۔ تمہارے سہرے کے پھول کھلنے سے پہلے مرجھا کر سایہ بن گئے۔"

ثانی اور پارس بے اختیار ہنسنے لگے۔ ثانی نے کہا "اب تم بھی یہی عمل کرو لیکن میں یہ نہیں کہوں گی کہ تم بھی پارس کو جدائی کا صدمہ دے گئی ہو۔"

پارس نے اپنی ڈبیا میں سے گولی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اسے دیا۔ اس نے منہ میں اسے ڈال کر نگل لیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں تحلیل ہوتے ہوئے سایہ بن گئی۔ علی کے سائے نے اس سے کہا "میرے ساتھ چلو ہم زیادہ سے زیادہ تاریکی میں رہیں گے۔ اگر دیکھ لیے جانے کا خدشہ ہو گا تو کسی کے بھی جسم میں سما جانا۔"

وہ دونوں سائے کار سے باہر چلے آئے۔ علی اسے گائیڈ کرتا رہا اور سمجھاتا رہا کہ جب دیوی اور سپرماسٹر کے رنگروٹ ٹرانسفارمر مشین کے پاس پہنچ جائیں تو وہ مشین سے گزرنے والے کسی رنگروٹ کے جسم میں سما کر اس وقت تک اس کے اندر رہے جب تک علی اسے باہر آنے کو نہیں کہے۔

ثانی اور پارس کار میں رہ گئے تھے۔ وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولی "تم سایہ بن کر آرمی ہیڈ کوارٹر میں کافی دنوں تک رہ چکے ہو اس لیے علی کے پاس رہو۔ اسے اور لکی سیون کو سپرماسٹر کے دفتر یا ایسے کوارٹر میں پہنچا دو جہاں ٹیلی پیتھی سیکھنے والے رنگروٹوں کو بٹھایا گیا ہے۔"

پارس خیال خوانی میں مصروف رہا۔ ادھر پارس اور ثانی' ادھر لکی سیون اور علی بڑے مصروف رہے۔ اپنے منصوبے پر عمل کرتے رہے۔ دیوی اور سپرماسٹر اس ٹرانسفارمر مشین کے خفیہ اڈے میں پہنچنے کے بعد اسی خوش فہمی میں رہے کہ امریکا' اسرائیل اور بھارت کے کل بارہ ذہین افراد اس مشین سے گزر رہے ہیں' جب کہ رات دو بجے تک ۱۴ افراد مشین سے استفادہ کر چکے تھے۔ صبح سے پہلے ان سب کو ہیڈ کوارٹر کے اسپتال میں لایا گیا تھا۔ ڈاکٹر ان کا طبی معائنہ کر کے مطمئن ہو گئے تھے کہ وہ سب نارمل ہیں۔ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے دوران بے ہوشی طاری رہتی ہے۔ پھر یہ بے ہوشی کم از کم بارہ گھنٹے تک قائم رہتی ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد بھی وہ ذہنی اور جسمانی طور پر کمزور رہتے ہیں پھر رفتہ رفتہ پہلے دماغی توانائی حاصل ہوتی ہے۔ جیسے جیسے دماغ صحت مند ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے جسمانی توانائی بھی بحال ہوتی رہتی ہے۔

ثانی خیال خوانی کے ذریعے علی کی خیریت معلوم کرتی رہتی تھی لیکن لکی سیون ایک پرابلم تھی۔ اگر اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے دماغی رابطہ کیا جاتا تو اسے گدگدی ہونے لگتی۔ وہ بے اختیار ہنسنے لگتی پھر اس کا سایہ جس کے اندر ہوتا وہ بوکھلا جاتا کہ اس کے اندر سے کسی لڑکی کی ہنسی کی آواز کیسے آ رہی ہے۔

اسے صرف محترم تمیزی کی آمد سے گدگدی نہیں ہوتی تھی۔ وہ یقیناً اس بجوبے کی خیریت سے واقف ہوں گے۔ اگر اسے کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو بزرگِ محترم ہمیں ضرور اس کے بارے میں کوئی ہدایت دیتے۔

پھر بھی ہم چاہتے تھے کہ اس سے ہمارا رابطہ رہے۔ کچھ تو معلوم ہو کہ وہ کبھی سکون سے ایک جگہ نہ رہنے والی کسی کے اندر سایہ بن کر سکون اور خاموشی سے کیسے وقت گزار رہی ہے؟ ثانی نے علی سے کہا "وہ کبھی نارمل رہتی ہے کبھی ایب نارمل ہو جاتی ہے پلیز معلوم کرو' وہ اتنی خاموشی سے ایک ہی جگہ کیسے رہ رہی ہے؟"

جب دوسری رات آدھی گزر گئی تو علی ایک امریکی فوجی افسر کے جسم سے باہر آیا۔ اس افسر نے ٹیلی پیتھی کا علم تنہا نہیں حاصل کیا تھا' اپنے اندر علی کو بھی لے کر اس مشین سے گزارا تھا۔ اس وقت وہ افسر سو رہا تھا۔ علی اس کمرے کے دروازے پر آیا۔ وہاں ایک مسلح فوجی کھڑا ہوا تھا۔ اسپتال میں نیم تاریکی تھی۔ علی کا سایہ ان دیواروں پر سے گزرنے لگا جہاں جہاں تاریکی یا نیم تاریکی تھی۔

اسے معلوم تھا کہ لکی سیون ایک بھارتی جوان کے اندر سمائی ہوئی تھی۔ وہ اس ٹیلی پیتھی سیکھنے والے جوان کے کمرے میں آیا۔ لیکن اس کا بستر خالی تھا۔ باتھ روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہاں وہ جوان نظر آیا۔ اس کی حالت سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ تکلیف میں مبتلا ہے۔ بڑی مشکلوں سے لڑکھڑاتا ہوا کمرے کے دروازے پر آ رہا تھا۔ پھر اس نے مسلح فوجی سے کہا "مجھے سارا درد اور ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔ ہماری دیوی جی کو بلاؤ۔۔۔ جلدی بلاؤ۔"

مسلح فوجی نے اسے سہارا دے کر واپس بستر پر لا کر لٹایا پھر ڈاکٹر کو بلانے کے لیے دوڑتا ہوا چلا گیا۔ علی نے اس کے اندر آ کر لکی سیون کے سائے سے ملنا چاہا لیکن وہاں اس کا سایہ نہیں تھا۔

اس وقت ثانی اور پارس' علی کے اندر تھے۔ اب علی بھی خیال خوانی کر سکتا تھا۔ وہ تینوں اس بیمار بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر پہنچے۔ وہ کمزوری کے سبب ان کے خیالات کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی مہلک چیز اس کے جسم کے اندر پھیلتی جا رہی ہے اور اس سے زندگی دور ہوتی جا رہی ہے۔ وہ بار بار دیوی کو پکار رہا تھا۔

ڈاکٹر ایک اسسٹنٹ اور نرس کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا آیا پھر اس کا معائنہ کرتے ہوئے پوچھنے لگا "آپ کو اچانک کیا ہو گیا ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ ہماری دیوی جی کو بلاؤ۔۔۔ جلدی بلاؤ۔"

"فکر نہ کرو ہمارے سپرماسٹر تک خبر پہنچ گئی ہے۔ وہ دیوی جی۔۔۔"

ڈاکٹر کہتے کہتے رک گیا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے مریض نے ایک ہچکی لی تھی پھر اس کے دیدے پھیل گئے۔ ڈاکٹر نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ دل کی دھڑکنیں تمام ہو چکی تھیں۔

وہ اسسٹنٹ سے بولا "یہ تو مر چکا ہے۔ فوراً سپرماسٹر کو اطلاع دو۔"

پھر اس نے کہا کہ لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے ڈاکٹر لیوز کے پاس پہنچا دیا جائے۔ اسی وقت دیوی نے ڈاکٹر کے اندر آ کر پوچھا۔ "یہ کیسے ہو گیا؟ مجھے دو گھنٹے پہلے بتایا گیا تھا کہ یہ بالکل نارمل ہے۔"

"میں میڈم! میں نے خود اسے چیک کیا تھا۔ یہ بہت جی دار تھا۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں تیزی سے صحت یاب ہو رہا تھا۔"

وہ غصے سے گرج کر بولی "تو پھر یہ کیسے مر گیا؟ اس کی موت کی وجہ کیسے معلوم ہو گی؟"

"آپ ناراض نہ ہوں۔ ابھی پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے وجہ معلوم ہو جائے گی۔"

علی اس لاش کے اندر سے نکل کر برابر کمرے میں دوسرے بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے رنگروٹ کے اندر آ گیا۔ لکی سیون کو تلاش کر رہا تھا مگر وہ نہیں مل رہی تھی۔ وہ بھی سمجھ رہا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرے گا تو وہ بے اختیار ہنسنے لگے گی۔ یوں ظاہر ہو جائے گا کہ کوئی لڑکی سایہ بن کر وہاں موجود ہے۔ علی اور پارس نہیں چاہتے تھے کہ سایہ بننے والی بات پھر ظاہر ہو۔ وہ دیوی کو خوش فہمی میں رکھنا چاہتے تھے کہ سایہ بنانے والی غیر معمولی گولیاں کسی جگہ چھپی ہوئی ہیں اور ایم آئی ایم والے بھی ان گولیوں سے محروم ہو گئے ہیں۔

وہ اسے تلاش کرتا ہوا ڈاکٹر لیوز کے اندر آیا۔ وہ رپورٹ لکھ رہا تھا کہ اس بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موت زہر سے ہوئی ہے۔ پارس' ثانی اور علی سمجھ گئے کہ لکی سیون کے زہر نے کام دکھایا ہے۔ وہ جس کے اندر تھی اس کے اندر تھوک کر چلی گئی ہو گی تو وہ زہریلا تھوک اس کے جسم میں پھیل کر اس کی ہلاکت کا سبب بن گیا ہو گا۔

دیوی کو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ معلوم ہوئی تو وہ ایک ایک ڈاکٹر کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ پہلی بار جب پارس نے سایہ بن کر اس کے چھ بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا تھا' وہ یہ تھا کہ اس نے ایک ڈاکٹر کو آلۂ کار بنا کر اس کے ذریعے ان چھ دیوی کے پجاریوں کو زہریلے انجکشن سے ختم کیا تھا۔

دیوی کا خیال تھا کہ اس بار بھی ایسی ہی کوئی حرکت کی گئی ہے لیکن تمام ڈاکٹروں کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ کسی کے آلۂ کار نہیں تھے۔ پھر مرنے والے کے جسم میں کسی انجکشن کی سوئی کا نشان بھی نہیں تھا۔ یہ سوچا نہیں جا سکتا تھا کہ کسی سانپ نے آ کر ڈس لیا ہو گا کیونکہ اس لاش کے جسم کے کسی حصے میں بھی ڈسنے کا نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس طرح یہ ہلاکت ایک معمہ بن گئی تھی کہ مرنے والے کے اندر کس طرح زہر پہنچا تھا یا پہنچایا گیا تھا؟

رات کے دو بج گئے تھے۔ سپرماسٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کی نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔ دیوی ان پر برس رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اس کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کھانے یا پینے کی کسی چیز میں زہر دیا گیا ہے اور جس نے بھی یہ حرکت کی تھی' وہ اس کے دماغ میں ابھی تک نہیں پہنچ پائی ہے۔ اتنے بڑے آرمی ہیڈ کوارٹر میں ایک سازش ہوئی ہے اور سازش کا پتا چلانے اور مجرم تک پہنچنے میں اتنی دیر ہو رہی ہے۔ اگر یہی ہوتا رہا تو یہ ہیڈ کوارٹر دشمنوں کے لیے ایک کھیل کا میدان بن جائے گا۔ وہ جب چاہیں گے' موت کا کھیل کھیلیں گے اور روپوش ہو جایا کریں گے۔

وہ برس رہی تھی اور تمام فوجی اکابرین سر جھکائے سن رہے تھے اور تشویش میں مبتلا ہو رہے تھے کہ ان کا ہیڈ کوارٹر محفوظ نہیں ہے۔ ایسے وقت فون کی گھنٹی بجی۔ سپرماسٹر نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے ایک ڈاکٹر نے کہا "سر! بہت بری خبر ہے۔ دیوی جی کا ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہلاک ہو گیا ہے۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اس کی موت بھی ایک ہی طرح کے زہر سے ہوئی ہے۔"

دیوی کو اور زیادہ برسنا چاہیے تھا لیکن اسے چپ سی لگ گئی۔ اسے یاد آ گیا۔ ایم آئی ایم کے ایک خیال خوانی کرنے والے نے پہلے چھ بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ہلاکت کے بعد ایک رقعہ لکھ کر سپرماسٹر کی میز پر رکھا تھا کہ جب تک کشمیر سے بھارتی فوج کی واپسی نہیں ہو گی اور کشمیریوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کی آزادی نہیں دی جائے گی تب تک دیوی اپنے بھارت کے لیے ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں کر سکے گی۔

وہ پہلے چھ مارے گئے تھے۔ دیوی نے اتنے زبردست عملی چیلنج کے باوجود پھر سات عدد بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کر لیا

تھا۔ ان سات میں سے ابھی دو مارے گئے تھے۔ پانچ رہ گئے تھے۔ چیلنج کرنے والے زبردست تھے۔ باقی پانچوں کی موت بھی ہو سکتی تھی۔

اس نے سپر ماسٹر سے کہا "فوراً پانچ گاڑیاں منگواؤ۔ میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں نہیں رہنے دوں گی۔ یہاں موت ہے۔ فوراً میرے پانچ آدمیوں کو الگ الگ گاڑیوں میں بٹھاؤ۔ ان گاڑی کے ڈرائیوروں کو یوگا کا ماہر ہونا چاہیے تاکہ دشمن ان کے خیالات نہ پڑھ سکیں۔ یہ نہ معلوم کر سکیں کہ میں اپنے آدمیوں کو کس جگہ بھیج رہی ہوں۔"

اس کے حکم کی فوراً تعمیل ہونے لگی۔ دیوی حفاظتی تدابیر کر رہی تھی مگر یہ پریشانی تھی کہ اگر ایم آئی ایم کا خیال خوانی کرنے والا ایسی واردات کر رہا ہے تو وہ پانچوں ٹیلی پیتھی سیکھ جانے والے بھارتیوں کے دماغوں میں پہنچے گا کیونکہ وہ پانچوں ابھی مکمل دماغی توانائی سے محروم تھے اور کسی دشمن کو اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکتے تھے۔

اس نے تین امریکی اور دو یہودی خیال خوانی کرنے والوں کے اندر جا کر حکم دیا کہ وہ ان پانچوں کے دماغوں میں مستقل موجود رہیں۔ دشمن اگر کوئی چال چلے تو اس چال کا توڑ کریں۔ ان پانچوں کو فی الحال دوا اور دوسری کھانے کی چیزیں استعمال نہ کرنے دیں۔ حتیٰ کہ ایک گھونٹ پانی پینے کی بھی اجازت نہ دیں۔

اسپتال کے سامنے گاڑیاں آ گئی تھیں۔ ان پانچوں کو پانچ الگ الگ گاڑیوں میں بٹھایا جا رہا تھا۔ دو گاڑیوں کے ڈرائیوروں نے سپر ماسٹر سے کہا "سر! تھوڑی دیر پہلے ہم نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا اور فوراً سانس روک لی تھی۔"

سپر ماسٹر اور فوجی افسران نے پانچوں گاڑیوں کے پاس جا کر دیوی کے ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سامنے کہا "اگر ایم آئی ایم یا کسی مخالف پارٹی کا خیال خوانی کرنے والا موجود ہے تو وہ ہمارے کسی فوجی ماتحت کو آلۂ کار بنا کر ہم سے گفتگو کرے۔ ہم دشمنی نہیں، دوستی چاہتے ہیں۔ پلیز کوئی سمجھوتا کریں۔"

پارس نے دیوی کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی زبان سے کہا "میں آپ لوگوں کے لیے بالکل اجنبی نہیں ہوں۔ پہلے بھی آتا رہا ہوں۔ ہمارے مرحوم سربراہ برادر کبیر نے کہا تھا کہ جب تک کشمیر سے بھارتی فوجیں واپس نہیں جائیں گی اور کشمیریوں کو ان کے جائز حقوق نہیں دیے جائیں گے تب تک دیوی اپنا کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہ کرے ورنہ وہ یہاں سے زندہ سلامت نہیں جائیں گے۔"

دیوی نے پوچھا "کیا تم یہاں اکیلے ہو؟"

"جب تک تم سے رشتہ نہیں ہوگا، اکیلا ہی رہوں گا۔"

وہ ناگواری سے بولی "مجھ سے گستاخی نہ کرو ورنہ تمہارا ہی دنیا سے چلے جاؤ گے۔"

"تمہارے سامنے میرا وجود ہوگا تب دنیا سے رخصت کروں گی۔ اور رخصتی اس وقت ہوتی ہے، جب شادی ہو جاتی ہے۔ ابھی تو ہمیں ایک دوسرے کے گھر کا پتا بھی معلوم نہیں ہے۔"

"کیا تم سنجیدگی سے نہیں بولو گے؟"

"پہلے تو تم نے یہ کہہ کر سنجیدگی ختم کر دی کہ میں یہاں اکیلا ہوں یا نہیں؟ ایک عورت یہ سوال کرے تو دل میں گدگدی ہوتی ہے اور سنجیدگی بھاگ جاتی ہے۔"

"کیا تم ہمیں باتوں میں لگا کر میرے دوسرے آدمیوں کو بھی مارنا چاہتے ہو؟"

پارس نے پوچھا "تمہارے دوسرے آدمی؟ یعنی کتنے آدمی رکھتی ہو؟ میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ ایک شریف عورت کا ایک ہی آدمی ہوتا ہے۔"

وہ جھنجلا کر سپر ماسٹر سے بولی "اس نامعقول سے تم ہی بات کرو۔"

"یعنی اتنے بڑے ملک کا سپر ماسٹر اتنا نامعقول ہے کہ وہ صرف نامعقول افراد سے گفتگو کرتا ہے۔ نامعقول، بدچلن عورت! شادی سے پہلے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے۔ ان کی چتائیں ٹھنڈی بھی نہیں ہوئی تھیں کہ مزید سات پیدا کر کے اپنی بے حیائی کا ثبوت دے دیا۔"

وہ اپنے آلۂ کار کے ذریعے چیخ کر بولی "بکواس مت کرو۔ مرد کے بچے ہو تو سامنے آؤ۔ میں تمہیں خاک میں ملا دوں گی۔"

علی نے ایک فوجی آلۂ کار کے ذریعے کہا "دیوی جی! شانت ہو جاؤ۔ میں ایم آئی ایم کا نیا سربراہ بول رہا ہوں۔ ابھی جو باتیں کر رہا ہے، وہ یقیناً ہمارا خیال خوانی کرنے والا ہے لیکن یہ برادر کبیر سے اتنی محبت اور عقیدت رکھتا ہے کہ مرحوم کے فیصلے کے مطابق تمہارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ جب کہ میں نئے سربراہ کی حیثیت سے اپنی تنظیم کی پالیسیاں بدل رہا ہوں۔ میں نے اس جنونی مجاہد کو سمجھایا ہے کہ ہم دیوی سے دوستی کر کے کشمیر کا مسئلہ حل کریں گے۔"

دیوی نے خوش ہو کر کہا "میں نئے سربراہ کو خوش آمدید کہتی ہوں۔ آپ امن و امان کا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ میں اس راستے پر آپ کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلوں گی۔"

پارس نے کہا "ہمارے سربراہ برادر منیر کی گھر والی ان کے سر پر سوار رہتی ہے۔ وہ تمہیں قدم سے قدم ملا کر چلنے نہیں دے گی۔"

علی نے کہا "میں دیوی جی کے سامنے تمہیں سمجھاتا ہوں، فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ میں تمہارے طریقۂ کار کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ یہاں تم نے دیوی جی کے دو آدمیوں کو مار کر انہیں یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ یہ اپنے باقی آدمیوں کو یہاں سے لے جائیں۔ ہیڈ کوارٹر سے دور واشنگٹن شہر میں تم ان پانچوں کو اس طرح ہلاک کرو گے کہ شہر میں دہشت پھیل جائے گی۔ پریس والے الزام دیں گے کہ اتنے بڑے آری ہیڈ کوارٹر کی گاڑیوں میں آنے والے اس لیے شہر میں مارے گئے کہ امریکی فوج اپنے ہیڈ کوارٹر میں ان کی حفاظت نہیں کر سکتی تھی۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "واقعی ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ یہ پانچوں شہر میں مارے جائیں گے تو فوج کی بدنامی ہوگی۔"

سپر ماسٹر نے کہا "مسٹر برادر منیر! یہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کا مجاہد ہے اس کا نام کیا ہے؟ آپ سربراہ ہیں اسے آپ کے اقدامات کی تعمیل کرنا چاہیے۔ پلیز اسے سمجھائیں۔"

علی نے کہا "ہمارے مجاہدین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام نہیں نمبر ہوتے ہیں۔ یہ جو ابھی موجود ہے اسے زیرو فور کہتے ہیں۔ یہ تمام معاملات میں میرے اقدامات کی تعمیل کرتا ہے لیکن کشمیر کے معاملے میں مجھ سے باغی ہو جاتا ہے۔ میں اور میرے دوسرے مجاہدین اسے گرفتار نہیں کر سکتے۔ یہ ہمارے ہاتھ نہیں آتا ہے۔ برادر کبیر کے پاس سایہ بنانے والی جنتی گولیاں اور فارمولے تھے، وہ سب زیرو فور کے پاس ہیں۔"

"کیا؟" دیوی نے ایسی مایوسی سے کہا جیسے ایک بڑی بازی ہار گئی ہو "کیا واقعی اتنا زبردست ہتھیار زیرو فور کے پاس ہے؟"

علی نے کہا "اسی ہتھیار سے وہ آپ کے دو آدمیوں کو ہلاک کر چکا ہے۔ آپ اور ڈاکٹروں کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ہلاک ہونے والوں کے اندر زہر کیسے پہنچ گیا تھا۔ اب آپ سمجھ سکتی ہیں کہ وہ زیرو فور سایہ بنا ہوا ہے۔ وہ کسی کے بھی اندر جا رہا ہے، زہر کا ایک قطرہ اس کے جسم کے اندر ٹپکاتا ہے اور وہاں سے نکل آتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "او گاڈ! اب سمجھ میں آیا کہ مرنے والوں کے جسم میں سائے کے ذریعے زہر پھیل گیا تھا۔"

دیوی نے کہا "مسٹر برادر منیر! آپ کسی طرح اسے انتقامی کارروائی سے باز رکھیں۔"

"دیوی جی! آپ نے ابھی اس کی باتیں سنی ہیں۔ وہ غیر معمولی گولیاں حاصل کر کے گویا اپنی ذات میں ایک الگ سربراہ بن گیا ہے۔ بظاہر ہمارا وفادار ہے لیکن اس کا عمل اسے باغی ثابت کرتا ہے اور وہ بڑی چالبازی سے مجھے بھی بے بس اور مجبور کر دیتا ہے۔"

"آپ جیسے سربراہ کو کیسے مجبور کر دیتا ہے۔"

"بات یہ ہے کہ میری گھر والی ذرا بدمزاج ہے۔ اس کم بخت زیرو فور نے اسے ایک ننھی سی گولی کھلا کر اسے سایہ بنا کر تمہارے ایک رنگروٹ کے اندر بھیج دیا تھا۔ جب وہ رنگروٹ ٹرانسفارمیشن سے گزرا تو اس کے اندر رہنے والی میری بیوی بھی مشین سے گزری اور اس طرح اس نے ٹیلی پیتھی سیکھ لی۔"

سپر ماسٹر اور تمام فوجی افسران ایک دوسرے کو تشویش بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ یہ تشویش دیوی کو بھی تھی کہ جب تک زیرو فور (پارس) کے پاس وہ گولیاں رہیں گی وہ کسی کو بھی سایہ بنا کر ٹرانسفارمیشن سے گزارتا رہے گا اور بھارت کے جو افراد ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کریں گے، ان کے اندر پہنچ کر زہر سے انہیں ہلاک کرتا رہے گا۔

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولی "یہ زیرو فور بہت خطرناک ہو گیا ہے۔ جب تک وہ ان گولیوں سے محروم نہیں ہوگا تب تک ہماری لاعلمی میں ہماری مشین سے اپنے وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتا رہے گا۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "اس بار ہم نے اپنے بارہ افراد کو مشین سے گزارا تھا۔ ہو سکتا ہے اس نے بھی اپنے بارہ وفاداروں کو سایہ بنا کر ہمارے افراد کے اندر پہنچا کر ان سب کو ٹیلی پیتھی سکھائی ہو۔ جب انسان کو آسانی سے بے انتہا طاقت حاصل ہونے لگے تو وہ ضرور آخری حد تک قوتیں حاصل کرتا رہتا ہے۔"

دیوی نے پوچھا "مسٹر برادر منیر! کیا وہ اس طرح تمہارے خلاف بھی محاذ نہیں بنا رہا ہے؟ بلکہ وہ تم سے زیادہ مستحکم ہوتا جائے گا۔ اس کے پاس صرف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج رہے گی۔"

علی نے کہا "میں اس خطرے سے نمٹنے کے لیے آپ کا اور سپر ماسٹر کا تعاون چاہتا ہوں۔ جب تک زیرو فور ہمارے قابو میں نہ آئے آپ لوگ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا نہ کریں۔ اگر کریں گے تو آپ کے تمام رنگروٹوں کے اندر زیرو فور کے دوسرے وفادار پہنچ کر یہ علم حاصل کرتے رہیں گے۔ پھر جیسا کہ ابھی ہو رہا ہے۔ وہ آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کر کے ان کی تعداد کم اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ بڑھاتا جا رہا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ نکتہ بہت اہم ہے۔ وہ ٹرانسفارمر مشین ہماری ہے اور فائدہ دشمن اٹھا رہا ہے۔ ہم خوش فہمی میں ہیں کہ وہ صرف دیوی کے آدمیوں کو ہلاک کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دوسرے ہتھکنڈوں سے ہمارے اور اسرائیل کے خیال خوانی کرنے والوں کو درپردہ اپنا معمول اور تابعدار بنا رہا ہو۔"

دیوی نے کہا "سمجھ میں نہیں آتا، کیا کیا جائے۔ وہ زیرو فور بہت بڑی مصیبت بنتا جا رہا ہے۔ برادر کبیر نے اپنی زندگی میں ان گولیوں کا استعمال ایسی چالاکی سے نہیں کیا تھا، جیسے یہ کر رہا ہے۔"

اسی وقت اطلاع ملی کہ دیوی کے مزید دو آدمی تکلیف سے تڑپ رہے ہیں۔ ڈاکٹر اب سمجھ گئے تھے کہ ان کے اندر زہر پہنچایا جا رہا ہے۔ لہٰذا وہ زہر کا توڑ کرنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ انہیں اسٹریچر پر ڈال کر واپس اسپتال لے جایا جا رہا تھا لیکن تھوڑی دیر بعد ہی اطلاع ملی کہ وہ مر چکے ہیں۔ اس طرح دیوی کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ختم ہو چکے تھے۔ اب صرف تین رہ گئے تھے۔

وہ تینوں گاڑیوں سے نکل کر آ گئے تھے اور چیخ چیخ کر کہہ رہے

تھے "دیوی جی! آپ کو بھگوان کا واسطہ دیتے ہیں۔ ہم سے ٹیلی پیتھی کا علم چھین لیں۔ ہم مرنا نہیں چاہتے۔ ہم مرنا نہیں چاہتے۔"

ایک نے کہا "اگر آپ ہم سے علم واپس نہیں لیں گی تو ہم غدار بن جائیں گے۔ اس کے غلام بن جائیں گے جو ہمارے ساتھیوں کو ہلاک کرچکا ہے۔"

دوسرے نے کہا "دنیا والے طاقت کے سامنے جھکتے ہیں۔ دیوی جی! آپ ثابت کریں کہ آپ انجانے دشمن سے زیادہ طاقت ور ہیں۔ اگر نہیں ہیں تو پھر ہم آپ کو دیوی ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ آپ کو غصہ آئے گا تو ہمیں مار ڈالیں گی لیکن کیا فرق پڑے گا۔ ویسے بھی ہم موت کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔"

تیسرے نے کہا "ہوسکتا ہے آپ ہمیں مارنا چاہیں اور وہ ہلاک کرنے والا ہمیں بچالے اور ہمیں نئی زندگی دے کر اپنا تابعدار بنالے۔ ہم دیوی کے علاوہ اس انجانے طاقت ور سے کہتے ہیں کہ فار گاڈ سیک ہماری موت کا نہیں' زندگی کا فیصلہ کرے۔"

ہیڈ کوارٹر کے اس حصے میں دور تک فوجی جوان اور افسران کی بھیڑ لگی تھی۔ ڈاکٹرز' لیڈی ڈاکٹرز اور نرسیں وغیرہ بھی تھیں۔ وہ سب ان تینوں کو ہمدردی سے دیکھ رہے تھے۔ انہیں جیسے سزائے موت سنادی گئی تھی اور وہاں کھڑی ہوئی پوری فوج انہیں موت سے نہیں بچاسکتی تھی۔ ان لمحات میں آتما شکتی والی دیوی بھی لاچار اور بے بس ہوگئی تھی۔

علی نے کہا "دیوی جی! میرا مشورہ ہے کہ آپ ان تینوں سے دستبردار ہوجائیں۔ ان کی زندگیاں بچائیں' انہیں زیرو فور کی ماتحتی میں چلے جانے دیں۔ میدانِ جنگ میں دشمن شہ زور ہو تو ذرا پیچھے ہٹ کر حکمتِ عملی تبدیل کرکے میدان مارنے کے نئے منصوبے بنائے جاتے ہیں۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر پرادر منیر بہت عمدہ مشورہ دے رہے ہیں۔ یہ آپ کے بھارتی جوان ہیں۔ انہیں زندہ رہنے کا موقع دیں۔"

"لیکن یہ زیرو فور کہاں ہے؟ بہت دیر سے اپنے خلاف بہت کچھ سن رہا ہے مگر جواباً کچھ نہیں کہہ رہا ہے۔"

علی نے کہا "ابھی دیوی جی کے دو آدمی ہلاک ہوئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمیں مختلف مسائل میں الجھا کر انتقامی کارروائی کررہا ہے۔ ہم اس سے کہتے ہیں کہ یہ کارروائی بند کرکے ان تین بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنی ماتحتی میں رکھ لے مگر اب موت کا کھیل نہ کھیلے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹانی نے ایک لیڈی ڈاکٹر کے ذریعے علی سے کہا "اے منیر! یہاں کیا ہورہا ہے؟ ابھی زیرو فور نے مجھے بتایا ہے کہ ایک دیوی تمہارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے والی ہے۔"

علی نے کہا "یہ زیرو فور اب میری مخالفت پر اتر آیا ہے۔ تمہیں بھگا کر یہاں لے آیا ہے۔ بھئی قدم سے قدم ملا کر چلنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم آپس میں دوست بن کر رہیں گے۔"

ٹانی نے کہا "یہی تو پوچھنے آئی ہوں۔ دیوی ایک عورت ہو کر تمہاری دوست بنے گی۔ عورت سے دوستی کا مطلب کیا میں نہیں جانتی۔"

"میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ دوستی کا مطلب وہ نہیں ہے' تم سمجھ رہی ہو۔"

"میں خوب سمجھتی ہوں۔ پہلے تم نے زبیدہ سے شادی کی دو سال بعد حمیدہ سے نکاح پڑھایا۔ پھر چھ ماہ بعد ہی مجھے پھانس کر تیسری بیوی بنالیا۔ ہمارے ہاں چار شادیوں کی اجازت ہے۔ اب چوتھی شادی دیوی سے کرنا چاہتے ہو؟"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں تم سے سچی محبت کرتا ہوں۔ چوتھی شادی نہیں کروں گا۔"

"اگر تم سچے ہو تو مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔ میں تمہارے چور خیالات پڑھ کر حقیقت معلوم کرلوں گی۔"

"تم نامناسب باتیں کررہی ہو۔ میں کسی کو چور خیالات پڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتا کیونکہ میرے اندر ایم آئی ایم تنظیم کے بہت سے اہم راز پوشیدہ ہیں۔"

"میاں اور بیوی کے درمیان کوئی راز نہیں ہوتا ہے۔ جو شخص اپنی بیوی سے اپنے چور خیالات چھپاتا ہے' اس کے دل میں چور ہوتا ہے۔"

"یہ تم زیرو فور کے بہکانے سے کہہ رہی ہو۔ تمہاری سمجھ میں یہ کیوں نہیں آتا کہ وہ مجھ پر ہر طرف سے دباؤ ڈال کر ایم آئی ایم کا سربراہ بننا چاہتا ہے۔ یہی دیکھ لو کہ یہاں بڑے اہم اور تشویشناک معاملات پر گفتگو ہورہی تھی لیکن وہ تمہیں یہاں لاکر میاں بیوی میں جھگڑا پیدا کررہا ہے۔"

پارس اپنے منصوبے کے مطابق چالیں چل رہا تھا۔ اس کی چال کے مطابق اس بار باربرا ایک نرس کے اندر آئی پھر علی سے پوچھا "ارے او منیر! میں حمیدہ بول رہی ہوں۔ کیا تم دیوی سے شادی کرنے والے ہو؟ کیا اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر شہ کا چوتھا راؤنڈ شروع کروگے؟"

علی نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا "آہ! حمیدہ وہ کم بخت تمہیں بھی بھگا کر یہاں لے آیا۔ دیکھو یہ گھریلو معاملات ہیں۔ بین الاقوامی معاملات دانشمندی سے طے کرنے کے لیے دیوی اور پرامسٹر سے کچھ دوستانہ سمجھوتے کرنا چاہتا ہوں لیکن زیرو فور ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی سکھا کر تم سب کو اپنا معمول تابعدار بنالیا ہے۔ تم سب میری بیویاں ہو مگر اس کم بخت اشاروں پر چلتی ہو۔ وہ نفسیات کا ماہر ہے اور جانتا ہے کہ مرد سے زیادہ اپنی بیوی کے دباؤ میں رہتا ہے۔"

پارس نے کہا "برادر منیر! تم لاکھ میرے خلاف زہر اگلتے رہو۔ میں ابھی زبیدہ کو بھی یہاں لاؤں گا۔ یہ تینوں بیویاں تمہیں دیوی سے دوستی نہیں کرنے دیں گی۔ میرے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت بھی ایک لمبا کھیل شروع کرچکے ہیں۔ میں دیوی اور پرامسٹر کے سامنے ثابت کرنے آیا ہوں کہ میرے مقابلے میں تمہاری پوزیشن کمزور ہے۔ تم زیادہ دن تک سربراہ بن کر نہیں رہ سکو گے۔"

علی نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے قہقہہ لگا کر کہا "سربراہ بننے کے لیے عقل کی ضرورت ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے۔ تم صرف غیر معمولی گولیوں کے بل پر خود کو شہ زور سمجھ رہے ہو۔ ایم آئی ایم کے تمام مجاہدین تمہاری اس حرکت کے خلاف ہیں پھر دیوی اور پرامسٹر نے میری یہ تجویز مان لی ہے کہ اب کسی کو ٹرانسفارمر مشین سے نہیں گزارا جائے گا۔ اس طرح تم آئندہ اپنے لیے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ نہیں کرسکو گے۔"

پرامسٹر نے کہا "بے شک زیرو فور! آئندہ تم ہمیں دھوکا دے کر اپنے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ نہیں کرسکو گے۔"

دیوی نے کہا "زیرو فور! تمہارے پاس صرف غیر معمولی گولیوں کا ہتھیار ہے ورنہ تم برادر منیر کے مقابلے میں بہت کمزور ہو۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جو کمزور ہوتا ہے وہی عورتوں کا سہارا لیتا ہے۔ میں بھی دیکھوں گی کہ یہ عورتیں میرا کیا بگاڑ لیں گی۔ میں ڈنکے کی چوٹ پر برادر منیر سے دوستی کروں گی۔ اس کے دل میں میرے لیے جگہ ہے تو میں اس سے محبت کروں گی۔ اگر یہ مجھ سے شادی کرنا چاہے گا تو میں امن اور سلامتی کی خاطر اور مسلمانوں کو عزیز ترین دوست بنانے کی خاطر اس سے شادی کروں گی۔ جب یہودیوں اور مسلمانوں کو آپس میں دوست بنانے کی خاطر جما ٹما حاقہ بن کر عمران خان سے شادی کرسکتی ہے تو کیا میں برادر منیر سے شادی نہیں کرسکتی؟ کون ہے مجھے روکنے والا؟"

ایسے وقت لکی سیون کی آواز سنائی دی۔ سب نے آواز کی سمت دیکھا۔ ایک لڑکی کا سایہ نظر آرہا تھا۔ علی' ٹانی اور پارس نے بھی حیرانی سے دیکھا۔ وہ اس عجوبہ کو آدھی رات سے تلاش کررہے تھے مگر وہ بھارتی جوانوں کے اندر زہر تھوک کر کہیں چلی جاتی تھی۔

یہ ظاہر کیا جاچکا تھا کہ سایہ بنانے والی گولیاں زیرو فور کے پاس ہیں اس لیے لکی سیون سایہ بن کر آگئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "میرے سامنے یہ دیوی کیا بیچتی ہے؟ موجودہ عالمی سیاست کا تقاضا ہے کہ یہودی قوم اسلامی ملکوں میں سرنگ بنا کر گھستی چلی جائے۔ میں یہودی ہوں لہٰذا میں برادر منیر سے شادی کرکے بڑے بڑے اسلامی ممالک کو ایک انگوٹھی بنا کر اس میں اسرائیل کا نگینہ جڑوادوں گی۔ دنیا کے نقشے میں اسرائیل نگینے کی طرح ننھا سا ہے لیکن یہ اسلامی ممالک کی انگوٹھی میں خوب جگمگائے گا۔"

دیوی نے کہا "تم سایہ ہو۔ اس کا مطلب ہے زیرو فور سے تمہاری جان پہچان ہے۔ تمہارا نام کیا ہے۔ اگر یہودی ہو تو زیرو فور سے کیا تعلق ہے؟"

"نام ابھی نہیں بتاسکتی۔ جب اسلام قبول کرکے نیا نام رکھوں گی اور برادر منیر سے شادی کروں گی تو ساری دنیا کے اخبارات میں میرا نام پڑھ لینا۔ مجھے شبہ تھا کہ شاید برادر منیر مجھ سے شادی نہ کرے۔ زیرو فور نے بھی کہا کہ وہ دیوی سے شادی کرے گا۔ برادر منیر کو مجبور کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میں سایہ بن جاؤں اور اس کے اندر گھس کر پریشان کروں۔ دیوی دلہن بن کر آئے گی تو اس کے اندر گھس کر پریشان کروں گی اس طرح دیوی میدان چھوڑ کر بھاگ جائے گی۔"

علی نے انجان بن کر لکی سیون سے پوچھا "تم کون ہو؟ کیوں مجھ پر عاشق ہوگئی ہو؟"

"میں کہہ چکی ہوں' عالمی سیاست اور خصوصاً امریکا اسرائیل کے مفادات کا تقاضا ہے کہ جتنی مالدار یہودی حسینائیں ہیں' وہ مسلمان سربراہوں سے شادیاں کریں اور تم ایم آئی ایم کے سربراہ ہو۔"

علی نے کہا "میں اب تک چوتھی شادی کی بات زبان پر نہیں لارہا تھا لیکن اب دیوی کی طرح کھل کر کہتا ہوں کہ بھارت اور امریکا سے گہرے تعلقات رکھنے کے لیے دیوی سے ضرور شادی کروں گا۔"

لکی سیون نے کہا "مجھ سے بھی شادی کرلو گے تو یہ بین الاقوامی شادی ہوجائے گی۔"

علی نے کہا "دیوی میری چوتھی بیوی ہوگی۔ اس کے بعد پانچویں شادی کی اجازت نہیں ہے۔"

پارس نے کہا "گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔ پہلی بیوی زبیدہ سیکنڈ ہینڈ ہوچکی ہے۔ اسے طلاق دے کر اس یہودی لڑکی سے شادی کرلو۔"

ٹانی نے پوچھا "یہاں کیا ہورہا ہے؟ یہ امریکا کا آرمی ہیڈ کوارٹر ہے یا شادی دفتر؟"

علی نے کہا "جب دو ملکوں' دو قوموں اور دو مذاہب کے درمیان صلح اور دوستی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو پھر ایک دوسرے کی عورتوں سے شادیاں کرکے آپس کی رنجشیں دور کرلی جاتی ہیں۔"

پرامسٹر نے کہا "بنیادی بات یہی ہے کہ آپس کی رنجشیں دور کی جائیں۔ خواہ وہ کسی طرح بھی دور کی جاسکیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہی دیکھ لیں کہ پہلے اس ہیڈ کوارٹر میں انتقامی کارروائی ہورہی تھی۔ دیوی جی کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہلاک ہوگئے لیکن جب سے دیوی جی اور برادر منیر کے دل

مل رہے ہیں تب سے موت کا اندیشہ نہیں رہا ہے۔ دیوی جی کے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی تک محفوظ ہیں۔ ہماری دنیا میں عورت بہت بڑی طاقت ہے۔ وہ شادی کے ذریعے فولاد کی طرح مضبوط دشمنیوں کو بھی پگھلا دیتی ہے۔"

لگی سیون کے سائے نے کہا "یہ میرا احسان مانو کہ میں نے ابھی تک ان تینوں کو زندہ رکھا ہے۔ ابھی چاہوں تو ان کے اندر سما کر۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ تینوں چیخیں مار کر دوڑتے ہوئے سائے کے پاس آئے اور اس کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ ایک نے کہا "ہمیں معاف کردو۔ تمہارا پاؤں چھونے سے صرف سایہ لگ رہا ہے۔ ہم کس طرح تمہارے پاؤں پکڑ کر اپنی زندگی کی بھیک مانگیں۔"

وہ بولی "مجھ سے نہ مانگو' میرا راہنما یہ زیرو فور ہے۔ میں اسی کے احکامات پر عمل کرتی ہوں لیکن زیرو فور کے بھی پاؤں تمہیں نظر نہیں آئیں گے۔ وہ تو خیال خوانی کے ذریعے بول رہا ہے۔"

پارس نے کہا "میں ان تینوں کو اس شرط پر معاف کرسکتا ہوں کہ برادر منیر تمہاری عزت کرے اور عزت سے گھر والی بنائے۔ مجھے دیوی سے نفرت ہے۔ برادر منیر اس سے شادی کرے یا نہ کرے' مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

آدھی رات سے یہ دہشت پھیلی ہوئی تھی کہ دیوی کے آدمی مارے جارہے ہیں۔ اب یہ دہشت ختم ہوسکتی تھی۔ تین آدمیوں کی جان بخشی جاسکتی تھی۔ علی نے کہا "میں دیوی کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مرنے نہیں دوں گا۔ فی الحال مجبور ہو کر اس یہودی لڑکی سے شادی کروں گا لیکن میں دل سے مجبور ہوں' دیوی کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتا۔ عالمی سیاست میں ایک مضبوط رشتہ چاہتا ہوں۔ آپ حضرات مشورہ دیں' مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

سپر ماسٹر نے کہا "آپ چار سے زیادہ شادیاں نہیں کرسکتے اور یہاں پانچویں ایک یہودن آگئی ہے۔ ایسے میں ایک راستہ ہے۔ اپنی پہلی اور پرانی بیوی کو طلاق دے دو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "بہت کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے۔ میرا بھی یہی مشورہ ہے۔ پہلی کو طلاق دے کر چار بیویوں کا کوٹا پورا کرلیں۔ اس طرح ہمارے درمیان صرف دوستی نہیں' رشتے داری بھی ہوجائے گی۔"

دیوی نے کہا "ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ زیرو فور اپنی دانست میں گہری چال چل رہا ہے۔ مجھ سے اور ایک یہودی لڑکی سے برادر منیر کی شادیاں کرانے کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں برادر منیر کے خلاف نفرت پیدا کرنا چاہتا ہے لیکن میرے پاس بھی ذہانت ہے۔ میں زیرو فور کو شرمناک شکست دوں گی۔"

لگی سیون نے کہا "اے خبردار! زیرو فور میرا راہنما ہے۔ اس کے خلاف کوئی چال چلو گی تو تمہارے اندر گھس کر ایسی پھونک ماروں گی کہ تم غبارے کی طرح پھول کر پھٹ جاؤ گی۔"

پارس نے کہا "اے یہودی حسینہ! میں راہنما کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ شادی کے بعد برادر منیر اور دیوی سے دشمنی نہ کرنا۔ دشمنی کے لیے میں تنہا کافی ہوں۔ فی الحال انتقامی کارروائی ملتوی ہوچکی ہے اس لیے میں جارہا ہوں۔ برادر منیر کی دونوں بیگمات سے بھی کہوں گا کہ اب وہ خیال خوانی کے ذریعے یہاں نہ رہیں' اپنے گھروں میں دماغی طور پر حاضر ہو کر آرام کریں۔ اب صبح ہورہی ہے لہٰذا صبح بخیر۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ لگی سیون کے سائے نے کہا "وہ جاچکا ہے۔ میں بھی جارہی ہوں۔ مسٹر منیر سے کہتی ہوں کہ شادی کے سلسلے میں دھوکا نہ دینا ورنہ میں یہاں آکر سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران کا جینا دوبھر کردوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگی۔ دور تک اتنی بھیڑ تھی کہ پتا نہیں چلا' وہ جاتے جاتے کس کے جسم میں سما کر روپوش ہوگئی ہے۔

علی نے کہا "میری دونوں بیویاں بھی جاچکی ہیں۔ میں دوستی کی ابتدا میں چاہوں گا کہ پہلے میرے اور دیوی کے درمیان کچھ ضروری گفتگو ہوجائے۔"

دیوی نے کہا "میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں' میں کبھی کسی کے روبرو نہیں آتی اس لیے ہماری شادی خیال خوانی کے ذریعے ہوگی تاکہ سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران گواہ رہیں۔ شادی کے بعد صرف منیر مجھے تنہائی میں دیکھ سکے گا۔ میں نے برسوں سے یہی سوچا ہوا تھا کہ میں صرف اپنے جیون ساتھی کے سامنے آؤں گی۔ کوئی اور مجھے نہیں دیکھ پائے گا۔"

علی نے کہا "تم ابھی جس فوجی افسر کی زبان سے بول رہی ہو' میں اس کے دماغ میں آرہا ہوں۔ اسے سحر زدہ رکھو تاکہ وہ ہماری ذاتی گفتگو نہ سن سکے۔"

یہ کہہ کر وہ اس فوجی افسر کے اندر آیا پھر بولا "میں موجود ہوں۔ کیا یہ تمہارا آلۂ کار افسر غائب دماغ ہے؟"

"میں نے پوری طرح اس پر قبضہ جما رکھا ہے۔ ہم آزادی سے گفتگو کرسکتے ہیں۔ ایسی گفتگو جس سے ایک دوسرے کا اعتماد حاصل ہوسکے۔"

"میں ایسی ہی باتیں کرنے جارہا ہوں۔ جو میرے اعتماد پر پورا اترتا ہے میں اسے دشمنوں پر غالب آنے کے مواقع فراہم کرتا رہتا ہوں اور جو میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتا ہے' اسے میں ایسی ٹھیس پہنچاتا ہوں کہ وہ اپنے ہی ہاتھوں خود کشی پر مجبور ہوجاتا ہے۔"

"میں اسے دھمکی نہیں' تمہارا تعارف سمجھ رہی ہوں۔ مجھے تمہارے ہی جیسا زبردست جیون ساتھی چاہیے۔"

"میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کیسا زبردست ہوں۔ میں تمہاری طرح اپنی اصلیت کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ لہٰذا اچھی طرح سمجھ لو کہ میں ایم آئی ایم کا سربراہ برادر منیر نہیں ہوں۔"

وہ چونک کر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ لیکن۔۔۔ لیکن وہ زیرو فور تو تمہیں۔۔۔"

"صرف زیرو فور ہی نہیں' ایم آئی ایم کے تمام مجاہدین میری آواز اور لہجے سے دھوکا کھاتے ہیں۔ ان کا اصل سربراہ برادر منیر معمول اور تابعدار ہے۔ وہ اس وقت اپنے بیڈ روم میں سو رہا ہے۔ وہ میرے حکم پر سوتا جاگتا' کھاتا پیتا ہے اور میری ہی مرضی کے مطابق مجاہدین کے لیے طرح طرح کے احکامات جاری کرتا ہے۔"

"پھر تم زبردست ہی نہیں' پراسرار بھی ہو۔"

"وہ زیرو فور صرف غیر معمولی گولیوں کے باعث مجھ سے مخالفانہ رویہ اختیار کرتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔ ابھی وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ برادر منیر کو اپنے سامنے کمتر بنا رہا ہے۔ جب کہ وہ برادر منیر بیچارہ سو رہا ہے۔ اس کی بیویاں بھی دھوکا کھا کر خیال خوانی کے ذریعے یہاں آئی تھیں ورنہ میں نے تو ابھی تک کسی سے شادی نہیں کی ہے۔ صرف تم میری دلہن ہوگی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں کتنی خوش نصیب ہوں کہ مجھے کنوارا دولہا ملے گا۔ میری کوئی سوکن نہیں ہوگی مگر۔۔۔ مگر وہ یہودی لڑکی؟ وہ تو تمہارے پیچھے پڑی رہے گی۔"

"تم بھول رہی ہو۔ میرے پیچھے نہیں' سربراہ برادر منیر کے پیچھے پڑی رہے گی۔ وہ اصلی برادر منیر میرے حکم کے مطابق اس یہودی لڑکی سے شادی کرے گا۔ یوں سمجھو کہ جس طرح دوست اور دشمن تمہیں صرف خیال خوانی کے ذریعے پہچانتے ہیں اسی طرح میری صورت بھی کسی نے نہیں دیکھی ہے۔ دنیا والوں سے چھپنے والے ہم دونوں پہلی بار دولہا دلہن کے روپ میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔"

"تم ایم آئی ایم سے کس حد تک دلچسپی رکھتے ہو اور تمہارا مقصد کیا ہے؟"

"میں ابھی ان کی جڑوں تک پہنچ رہا ہوں۔ ان کا ایک ایک راز معلوم کررہا ہوں۔ دشواری یہ ہورہی ہے۔ سربراہ برادر منیر کے پس پردہ بھی کوئی پراسرار شخص ہے۔ میں اس شخص تک پہنچنے کی کوشش کررہا ہوں۔"

"میری آتما شکتی اور میری صلاحیتیں تمہارے کام آئیں گی۔ ہم دونوں مل کھوس منصوبہ بنا کر پوری ایم آئی ایم تنظیم پر چھا جائیں گے لیکن تم نے ابھی تک اپنا نام اور مذہب نہیں بتایا؟"

"میرا مذہب کیا ہوسکتا ہے؟ ذرا سی عقل استعمال کرو کہ میں نے ابھی تین بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک ہونے سے بچایا ہے اور اب سے پہلے بھی زیرو فور سے میرا یہی اختلاف رہا ہے میں اس سے بحث کرتا رہا کہ دیوی کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کرنا چاہیے بلکہ دوستی کی راہ ہموار کرنا چاہیے لیکن وہ غیر معمولی گولیوں کے باعث شہ زور بن گیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ ہم بھارتیوں کے حامی ہو۔ ہمارے دھرم سے تعلق رکھتے ہو۔ نام بھی بتادو۔"

"ابھی تو تم نے میرا نام لیا ہے کہ تمہارے دھرم سے تعلق رکھتا ہوں یعنی میرا نام دھرم ویر ہے۔ بائی دی وے اتنی دیر سے صرف میرے بارے میں باتیں کررہی ہو۔ اب اپنے بارے میں بتاؤ۔ اگر کامیابی اور تمام دشمنوں پر برتری حاصل کرنا چاہتی ہو تو مجھ سے کچھ نہ چھپانا۔ جس طرح میں نے ایک ایک بات سچ کہہ دی ہے تم بھی کہہ دو مگر کہنے سے پہلے یاد رکھو کہ میں جھوٹ پکڑنے کا ہنر جانتا ہوں۔"

وہ ذرا سوچ میں پڑ گئی۔ اب تک اس نے یہی سوچ رکھا تھا کہ پربھارانی کو ڈمی دیوی بنا کر جس بنگلے میں چھپا رکھا ہے وہیں برادر منیر کو پہنچا دے گی اور وہ اسے اسی طرح دیوی سمجھتا رہے گا' جس طرح پارس چار برس تک ڈمی شی تارا کو اصلی شی تارا سمجھتا رہا تھا لیکن جس سے سابقہ پڑا تھا' وہ برادر منیر نہیں تھا۔ اس کے ہندو دھرم سے تعلق رکھنے والا دھرم ویر تھا۔

پھر ایسا شاطر اور چالباز تھا کہ جس ایم آئی ایم نے بڑے بڑے ممالک پر اپنی دہشت طاری کردی تھی' اسی ایم آئی ایم کے ایک سربراہ برادر منیر کو اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا تھا۔ ان کے کتنے ہی راز معلوم کرچکا تھا اور اس تنظیم کے پیچھے اس پراسرار شخص کا سراغ لگا رہا تھا جو پوری تنظیم کا اصل سربراہ تھا۔ زیرو فور کچھ کم مکار نہیں تھا' دھرم ویر نے اس مکار کو بھی خوش فہمی اور فریب میں مبتلا کر رکھا تھا۔

علی نے کہا "تمہاری خاموشی بتا رہی ہے کہ تم کسی پر بھروسا نہیں کرتی ہو۔ میں نے مسلمانوں کے خلاف ایک بہت بڑا جال بچھانے کے لیے تمہارے سامنے اپنی اصلیت بیان کردی' تمہیں اپنا راز دار بنا لیا لیکن تم کشمکش میں مبتلا ہو۔"

"یہ تم نے درست کہا۔ میں کشمکش میں ہوں۔ تم نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ میں تمہیں دھوکا نہیں دینا چاہتی۔ کیا تم مجھے تھوڑی سی مہلت دو گے۔ دراصل میں پہلے جوتش ودیا سے ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ تم مجھے دھوکا نہیں دینا چاہتیں۔ تم چاہے جتنی مہلت لو۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ اگر تمہارا دل نہ مانے اور جوتش ودیا میرے خلاف ہو تو بے شک صاف صاف کہہ دینا کہ ہماری راہیں الگ ہیں۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔ تم جب بھی آؤ گی' میرے دماغ کا دروازہ کھلا رہے گا۔"

"ذرا ایک منٹ۔ کیا تم فرہاد اور اس کی فیملی کے خاص افراد سے واقف ہو؟"

"کسی حد تک واقف ہوں۔ مجھے اپنی کتنی ہی صلاحیتوں پر بڑا اعتماد ہے اور ان صلاحیتوں کے متعلق تم ابھی نہیں جانتی ہو۔ میں ان کے بل پر فرہاد اور اس کی فیملی سے ٹکرا سکتا ہوں لیکن ان سے

کترا جاتا ہوں۔"

"ان سے کترانے کی وجہ؟"

"میں نے کئی برسوں تک اسٹڈی کی ہے۔ وہ مات کھانے والے لوگ نہیں ہیں۔ اکثر ایسی چالیں چلتے ہیں جو پہلے سمجھ میں نہیں آتیں۔ جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے تو پتا چلتا ہے پھر ڈوبنے والے کو تیرنا اور ساحل تک پہنچنا نصیب نہیں ہوتا۔ میں نے طے کیا ہے کہ فرہاد اور اس کی فیملی کے ایک بچے سے بھی دور رہوں گا۔"

"تم بالکل میرے انداز میں سوچتے ہو۔ میں غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہو کر ان سے دور رہنے میں ہی دانشمندی سمجھتی ہوں۔"

"میں تمہاری بات سے متفق نہیں ہوں۔ تم ان سب سے دور رہنے کے باوجود قریب رہتی ہو۔ میں بددعا تو نہیں دیتا' سمجھاتا ہوں کہ پارس کو بہندونا کر حاصل کرنے کی ضد تمہیں لے ڈوبے گی۔"

"تمہیں پتا ہے کہ میں اس سنگدل کی دیوانی ہوں۔ اس کے باوجود مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

"تم خود سوچو۔ کیا ایک ہندو ہونے کے ناتے میرا یہ فرض نہیں ہے کہ تمہیں گمراہی سے راستی پر لے آؤں؟ جب سونیا نے ایک بیٹی اور ایک بیٹے کو جنم دیا تو اس ادارے کے بزرگ کی پیش گوئی کا اطلاعیہ ہوئی تھی کہ دیوی شی تارا کی اصلیت سات برس تک چھپی رہے گی پھر سونیا کی بیٹی سات سال بعد تمہیں بے نقاب کرے گی۔ اب بتاؤ کہ اس پیش گوئی کے جواب میں تمہاری جوتش ودیا کیا کہتی ہے؟"

"یہی کہ ایسا ہو سکتا ہے لیکن میں سات برس سے پہلے سونیا کی بیٹی کو ختم کردوں تو اس ادارے کے بزرگ کی پیش گوئی کا رخ بدل جائے گا اور پارس میرا ہو جائے گا۔"

"کیا تم نے سونیا کی بیٹی کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "ایک بار کی تھی مگر اس کی ماں شیرنی ہے۔ شاطر ایسی ہے کہ میری چال مجھ پر ہی الٹ دی تھی۔ میری قسمت اچھی تھی کہ بال بال بچ گئی۔"

"اب ذرا غور کرو۔ کیا تم کسی نہ کسی وجہ سے ان سے دور رہ کر بھی ان کے قریب نہیں ہوتی ہو اور اپنے لیے خطرات پیدا کرتی رہتی ہو؟"

"ہاں۔ ایسا نہ چاہنے کے باوجود ہو جاتا ہے۔ کیا اس سلسلے میں تم میری مدد کر سکتے ہو؟"

"کیسی مدد چاہتی ہو؟ کیا پارس کو لا کر تمہاری جھولی میں ڈال دوں؟"

"یہ تو رقابت والی بات ہو جائے گی کیونکہ تم بھی مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔"

"رقابت تو دور کی بات ہے۔ ایک حسینہ کے دو عاشقوں میں سے ایک زندہ رہتا ہے۔ دوسرا لازماً مرتا ہے اور میں مرنا نہیں چاہتا۔ میری عقل نے برسوں پہلے سمجھا دیا کہ مجھے مرتے دم تک اس فیملی سے دور رہنا چاہیے۔"

"وہ میرے حواس پر چھایا ہوا ہے۔ ٹھیک ہے اس فیملی سے دور رہو مگر کوئی ایسی تدبیر کرو کہ وہ ہمارا دھرم اختیار کر لے۔ یا پھر میرے دل و دماغ سے نکل جائے۔ یا اسے موت ہی آجائے تاکہ صبر آجائے۔ جو پھانس ذہن میں چبھی ہوئی ہے وہ ہمیشہ کے لیے نکل جائے۔"

"ہوں۔ یہ تم نے خوب کہا۔ بانس نہیں رہے گا تو بانسری کیسے بجے گی۔ محبوب خواہ کتنا ہی دل و دماغ پر چھا جائے' اس کی موت کے بعد محبوبہ کو رفتہ رفتہ صبر آ ہی جاتا ہے۔"

"میری جوتش ودیا کے مطابق وہ ایک لمبی عمر تک جیے گا زندگی میں کئی حادثے اور خطرات ہیں۔ شاید ان میں مبتلا ہو کر اپنی زندگی کی مدت پوری نہ کر سکے۔"

علی نے کہا "ہاں کاتب تقدیر ہم سب کے لیے زندگی کی ایک حد مقرر کرتا ہے مگر حرام موت بھی کوئی چیز ہے۔ اپنی کسی غلطی سے مرجائے تو اسے بے موت مرنا یا حرام موت مرنا کہتے ہیں۔"

وہ بولی "یہی وجہ ہے کہ جوتش ودیا یا علم نجوم سے حاصل ہوئی معلومات کبھی غلط بھی ہو جاتی ہیں۔ کسی کے ہاتھ کی لکیر ہے کہ بہت دولت ملے گی جب دولت ملتی ہے تو گھر پہنچنے سے پہلے اس کو ڈاکو لوٹ لیتے ہیں۔ یا کوئی طرح دار طوائف ساری دولت اپنے قدموں میں رکھوا کر اسے پھر سے کنگال بنا دیتی ہے۔ کسی ہاتھ کی لکیر کہتی ہے کہ اس کی عمر بڑی لمبی ہے لیکن شہر میں ہر ہور ہا ہو تو ایک گولی اس لمبی عمر والے کو بھی لگ جاتی ہے اور تمام ہو جاتی ہے۔"

"میں تو یہی کوشش کروں گا کہ میرے راستے کا کانٹا نکل جب وہ دنیا میں نہیں رہے گا تو ختم میری دنیا میں آجاؤ گی۔"

"تو پھر تم کوئی تدبیر کرو گے؟"

وہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولا "ابھی تم نے اپنے متعلق بولنے کے سلسلے میں مجھ سے مہلت مانگی تھی۔ اب میں تم سے مہلت مانگتا ہوں۔ شام تک چند تدابیر پر غور کروں گا۔ تمہیں جو تدابیر بتاؤں گا پھر جو تدبیر قابل عمل ہوگی میں اس پر عمل کر کے اسے ختم کر کے تمہیں اپنی دلہن ضرور بناؤں گا۔ اچھا اب شام کو رابطہ کروں گا۔"

وہ رابطہ ختم کر کے ٹانی کے پاس آگیا۔ وہ اور پارس اس سے علی کے اندر تھے اور کرائے کی کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر تھی اور پارس پچھلی سیٹ پر۔ ایسے میں علی کا ٹانی کے پاس اگلی سیٹ پر آگیا۔ پارس نے کہا "علی! میں سوچ نہیں سکتا تھا کہ تم اتنی اچھی روانی گفتگو کر لیتے ہو۔ تم تو بڑی ہزار جان سے عاشق ہو رہے تھے۔"

علی کے سائے نے پچھلی سیٹ کی طرف گھوم کر کہا "گدھے کہیں کے! یہ تمہاری الٹی سیدھی پلاننگ تھی۔ تم باقی تین بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کرنے سے پہلے دیوی کی ڈی پربھارانی تک پہنچنا چاہتے تھے تاکہ وہ خیال خوانی کرنے والی پربھا رانی بھی دیوی سے چھین لی جائے۔"

ٹانی نے کہا "پارس کی پلاننگ ایسی ہی بے تکی ہوتی ہے۔ پربھا رانی کا کوئی پتا نہ چلا اور پلاننگ کا رخ دوسری طرف ہو گیا۔ اب وہ دیوی پارس کو اپنے دل و دماغ سے نکال کر علی کے لیے دل کے دروازے کھول رہی ہے۔"

پارس نے کہا "دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ علی نے دستک دی ہے تب ہی وہ دروازہ کھول رہی ہے۔"

"علی نے دھرم ویر بن کر اسے مختلف پہلوؤں سے متاثر کیا ہے۔ یہ دھاکا خیز خبر سنائی ہے کہ یہ دھرم ویر ایم آئی ایم کی تنظیم پر چھا رہا ہے۔ ایسی باتوں نے خود غرض دیوی کو قائل کیا ہے۔"

علی نے کہا "دیکھو پارس' تمہاری خواہش کے مطابق میں نے اس حد تک برادر منیر اور دھرم ویر کا رول ادا کیا ہے۔ تمہاری عادت ہے کہ دشمنوں کو چھیڑتے رہتے ہو۔ ایک لمبا گیم کھیلتے ہو اور میں وقت ضائع نہیں کرتا۔ دشمنوں پر سیدھا وار کرتا ہوں اور گزر جاتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں' تم دشمنوں کے ساتھ وقت ضائع نہیں کرتے۔ سارا وقت تو ٹانی کے ساتھ ضائع ہوتا رہتا ہے۔"

ٹانی بولی "علی! اس شیطان کے منہ نہ لگو۔ ہم محترم تیرزی کی ہدایت پر آئے تھے۔ ان کی ہدایت پر عمل کرنے سے تمہیں اور لکی سیون کو صرف ٹیلی پیتھی کا علم ہی نہیں' بلکہ غیر معمولی سماعت و بصارت حاصل ہو گئی ہے۔ حیرت انگیز جسمانی قوتیں بھی حاصل ہو چکی ہیں۔"

پھر وہ چونک کر بولی "ارے یہ لکی سیون پھر کہاں غائب ہو گئی ہے؟"

علی نے کہا "اس نے تو آدھی رات سے پریشان کر رکھا ہے۔ ہم اسے ڈھونڈتے رہے اور وہ دشمنوں کو ہلاک کرتی رہی۔ کم از کم ہم سے مشورہ تو کر سکتی تھی۔"

پارس نے کہا "محترم بزرگ نے اس پر روحانی عمل کیا ہوگا۔ اسی لیے وہ ہمارے دشمنوں کو ہلاک کرتی رہی جب کہ وہ ذاتی طور پر ہمارے دشمنوں کو یا دیوی کے خیال خوانی کرنے والوں کو نہیں پہچانتی تھی۔ ان کے ناموں سے یا کاموں سے قطعی واقف نہیں تھی۔"

"لیکن اسے ہم سے رابطہ رکھنا چاہیے۔ کیا وہ نہیں سمجھ سکتی کہ ہم اسے کتنا چاہتے ہیں؟"

اسی وقت پارس کے ساتھ والی سیٹ پر اس کا سایہ آگیا۔ وہ بولی "تم سب سے مجھے جتنا پیار مل رہا ہے اسے سمجھتی ہوں اس لیے رابطہ رکھتی ہوں۔ میں اس کار میں ابھی تک پارس کے جسم میں سمائی ہوئی تھی۔"

پارس نے کہا "اچھا تو تم نے میرے وجود کو اپنا گھر بنا لیا ہے۔"

"ہاں۔ تمہارے اندر رہنے سے پتا چلا کہ تم میرے مذکر ہو۔"

پارس نے کراہ کر کہا "آہ ثانی! علی! کیا تمہارے پیٹ میں درد ہو رہا ہے؟ یہ ایسے الفاظ استعمال کرتی ہے کہ میں چکرا کر رہ جاتا ہوں۔"

علی اور ٹانی ہنسنے لگے۔ پھر علی نے کہا "لکی سیون! کیا پارس تمہیں پہلے مذکر یعنی مرد نظر نہیں آتا تھا؟"

وہ بولی "مرد نظر آتا تھا مگر میں نہیں جانتی تھی کہ یہ میرا مذکر ہے۔ اس کے اندر رہنے سے پتا چلا کہ جیسے میں زہریلی ہوں ویسے ہی یہ زہریلا ہے۔ کیا اس طرح یہ میرا مذکر نہیں ہوا؟"

ثانی قہقہہ لگا کر بولی "پارس! اللہ تعالیٰ نے میری سن لی ہے۔ تم سے ایسی چیز ٹکرائی ہے کہ اب تمہیں دن میں تارے نظر آئیں گے۔"

وہ بولا "زیادہ کھلکھلا کر نہ ہنسو ورنہ آٹھ آٹھ آنسو رلاؤں گا۔"

"کیا تم مجھے نادان لڑکی سمجھتے ہو کہ ڈرا دھمکا کر رلانا شروع کر دو گے۔"

"تو پھر چیلنج قبول کرو۔ میں جلد ہی علی کی تین شادیاں کراؤں گا' چوتھی تم رہو گی۔"

"اے بکواس نہ کرو۔ میں ایسا بیہودہ چیلنج قبول نہیں کروں گی۔"

علی نے پوچھا "ثانی! تم اس کے ایک چیلنج سے کترا رہی ہو؟ کیا مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟ کیا میں اس کے کہنے سے بہک جاؤں گا؟"

"میں اپنے فرشتے پر بھروسا کرتی ہوں لیکن شیطان پر نہیں کر سکتی۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ اس کی اور شیطان کی تاریخ پیدائش ایک ہے۔"

علی نے کہا "ہم کام کی باتیں کرتے کرتے دوسرے موضوع کی طرف بھٹک جاتے ہیں۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ آئندہ دیوی سے رابطہ نہیں کروں گا۔ بہتر ہے کہ پارس میری آواز اور لہجہ اختیار کرے اور دھرم ویر بن کر دیوی کے ساتھ اپنا سر کھپائے۔"

ثانی نے تائید کی "واقعی پارس! تم اس ڈی دیوی پربھارانی کا سراغ لگانا چاہتے ہو تو اپنے طور پر دیوی سے نمٹتے رہو۔ ہم دوسرے معاملات میں مصروف رہیں گے۔"

لکی سیون نے کہا "تم سب نے میری مصروفیات ختم کر دیں۔ وہ تین شکار رہ گئے ہیں۔ اگر انہیں بھی ہلاک کر دیتی تو کیا فرق پڑتا؟"

"ہمارا طریقہ کار رفتہ رفتہ تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔ دیوی کے لیے وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اہم ہیں۔ وہ زندہ رہیں گے تو وہ ان تینوں کے دماغوں کو لاک کرکے انہیں بھی پربھارانی کے پاس کسی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچا سکتی ہے۔"

لکی سیون نے پوچھا "ہم اس خفیہ پناہ گاہ تک کیسے پہنچیں گے؟"

"وہ ان کے دماغوں کو لاک کرسکتی ہے' جسموں کو نہیں۔ ہم سایہ بن کر ان کے اندر رہیں گے اور ان کے ساتھ اس کی کسی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچیں گے۔"

دیوی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوکر دھرم ویر کے متعلق سوچنے لگی۔ اس نے یہ کہہ کر اسے متاثر کیا تھا کہ وہ ایم آئی ایم کی جڑوں میں گھس رہا ہے اور اس کے ظاہری سربراہ برادر منیر کو اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہے۔ یہ اتنی بڑی کامیابی تھی کہ تنظیم کے اصل سربراہ پر قابو پانے کے بعد وہ مجاہدین کی اس اسلامی تنظیم ایم آئی ایم کو قائم رکھ کر اور فرضی مسلمان بن کر دوسری کئی اسلامی تنظیموں کو اندر ہی اندر کھوکھلا کرکے ختم کرسکتی تھی۔

دھرم ویر اس کے لیے بڑے کام کا آدمی تھا۔ دیوی کے لیے اصل مسئلہ یہ تھا کہ کس طرح دھرم ویر کو اپنا بناکر اس پر پوری طرح مسلط ہوجائے۔ اپنا بنانے سے مراد یہ نہیں تھی کہ وہ اسے پارس کی جگہ دے دیتی۔ وہ تو اس کے عاشقانہ جذبات کا پاس رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ وہ پارس کو ہلاک کردے گا تو پھر وہ اپنے دھرم کے مطابق دھرم ویر کی ہوجائے گی۔

جس پارس کے لیے وہ برسوں سے زیرِ زمین رہ کر تپسیا کررہی تھی اور آئندہ بھی اسے حاصل کرنے کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دے سکتی تھی' اس محبوب کے لیے کسی دھرم ویر سے موت کی پلاننگ نہیں کرسکتی تھی۔ اس کے پیشِ نظر ایک ہی بات تھی کہ کس طرح دھرم ویر کو اپنا معمول اور تابعدار بنالے۔ اس کے بعد وہ پارس کے لیے کبھی موت کی پلاننگ نہیں کرسکے گا۔

اس نے ایک بار آتما شکتی کے ذریعے دھرم ویر کے اندر جانے کی کوشش کی تھی۔ ایسے وقت اس کی سوچ کی لہریں بھٹک گئی تھیں۔ یوں پتا چلا کہ دھرم ویر بہت چالاک ہے' اپنے اصلی لب و لہجے میں نہیں بول رہا ہے۔ ایسے شخص کو اپنے قابو میں کرنا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔

جب اپنا ذہن کام نہیں کرتا تھا تو وہ داؤد منڈولا جیسے شاطر کی ذہانت سے کام لیتی تھی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اسے مخاطب کیا۔ وہ بڑی خاکساری سے بولا "دیوی جی! آپ کا بڑا احسان ہے۔ آپ نے میرے دو بیویوں کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ثابت کردیا ہے کہ آپ اپنے وفاداروں کو ہمیشہ منہ مانگا انعام دیتی ہیں۔ جہاں مجھے یہ انعام پاکر خوشی ہورہی ہے وہاں یہ دیکھ کر افسوس بھی ہورہا ہے کہ دشمن آپ کے بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کررہے ہیں۔"

"کیا تم نے میرے آدمیوں کو بچانے کی کوئی ترکیب سوچی ہے؟"

"پچھلی رات ہیڈ کوارٹر میں کسی نے یہ کہا تھا کہ دشمن شہ زور ہو تو عارضی طور پر میدانِ جنگ میں پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔ پھر ذہنی حکمتِ عملی سے نئے انداز سے حملے کرنے چاہئیں۔ میں اس طریقہ کار سے متفق ہوں۔ میں آپ سے رابطہ کرکے کہنے والا تھا کہ آپ فی الحال کشمیر کے معاملے میں ان کی بات مان لیں۔ یہ وعدہ کریں کہ بھارتی حکومت اور فوج کے اعلیٰ افسران سے مذاکرات کرکے کشمیر سے فوجیں واپس بلالی جائیں گی لیکن اس میں تھوڑا وقت لگے گا۔"

دیوی نے کہا "اس کی نوبت نہیں آئی۔ ایم آئی ایم والوں۔ میرے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زندہ چھوڑ دیا ہے۔"

"دیوی جی! میں خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا۔ وہاں ایم آئی ایم کے نئے سربراہ برادر منیر اور زیرو فور سے مکالمے باز ہوتی رہی پھر برادر منیر کی دو بیویاں خیال خوانی کے ذریعے وہاں گئیں جو معاملہ اصل تھا اس کی نوعیت بدلتی رہی۔ ایسے میں سو پر سما کا یہ ہوا کہ ایک یہودی لڑکی کا سایہ بھی وہاں پہنچ گیا۔ یہ سن زیرو فور کی شرارتیں تھیں لیکن میرا یہودی ذہن کہتا ہے کہ وہاں برادر منیر اور زیرو فور کے درمیان جو لڑائی ہورہی تھی' وہ محض نو کشتی تھی۔ وہ کوئی ایسا ڈراما پلے کررہے ہیں جس کے آخری سی میں آپ کو نقصان پہنچے گا۔"

"شاباش منڈولا! تم واقعی شاطر ہو۔ تم نے دشمنوں کی چال خوب سمجھا ہے لیکن ایک چونکانے والی بات تم نہیں جانتے۔ برادر منیر اصلی نہیں تھا۔ وہ میرے دھرم کا بہت ہی چالباز مخ دھرم ویر تھا۔ اس نے برادر منیر کو اپنا معمول اور تابعدار بنا ہے اور بڑی حکمتِ عملی سے ایم آئی ایم کے اہم راز معلوم کر ہے۔ سب سے اہم راز یہ ہے کہ برادر منیر کے پیچھے ایک پرا شخص ہے۔ وہی اصل سربراہ ہے۔ دھرم ویر اس اصلی سربراہ پہنچنے کے لیے منصوبہ بندی کررہا ہے۔"

داؤد منڈولا اپنا سر کھجانے لگا۔ دیوی نے پوچھا "کیا تم دھ ویر سے مطمئن نہیں ہو؟"

"دیوی جی! آپ خوش ہیں کہ وہ آپ کے ہندو دھرم سے رکھتا ہے اور اس نے بڑی خوش اسلوبی سے آپ کے آخری ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ہلاکت سے بچالیا مگر آپ دوسرے پہلو سے غور کریں۔ یہ آپ جیسی ہندو دھرم والی پر ویر بن کر نفسیاتی حملہ کیا گیا ہے۔ آپ کو ایک سبز باغ دکھا ہے۔ کیا آپ نے دھرم ویر کے چور خیالات پڑھے تھے؟"

"میں نے کوشش کی تھی۔ وہ اپنی اصلی آواز اور لہجے نہیں بولتا ہے اس لیے میری سوچ کی لہریں بھٹک گئیں۔"

"یعنی وہ خود کو آپ سے چھپا رہا ہے؟"

"ہاں۔ اس کی شرط ہے کہ جس حد تک وہ سچ بول چکا ہے اسی حد تک میں بھی اس پر اعتماد کرکے سچ بولوں۔ تم جانتے ہو۔ میں کبھی کسی کے سامنے نہیں آتی۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ وہ مجھ سے شادی کرے گا تو میں اپنی ڈی کو دلہن بناکر پیش کردوں گی۔ لیکن اس نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ جھوٹ پکڑنے کا ہنر جانتا ہے۔ میں نے سچ کہنے کے لیے اس سے مہلت لی ہے۔"

"یہ آپ نے بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔"

وہ بولی "صرف اتنا ہی نہیں' میں نے پارس کو اس کا رقیب بنا دیا ہے۔ یہ ظاہر کیا ہے کہ پارس اس دنیا میں نہیں رہے گا تو مجھے مہر آجائے گا اور میں اس کی محبت بھلا کر دھرم ویر کی ہوجاؤں گی۔"

"واہ آپ نے تو کمال کردیا۔ اب جلد ہی ثابت ہوجائے گا کہ دھرم ویر کتنے پانی میں ہے۔ اگر وہ اس قدر ذہین بلکہ مکار ہے کہ آپ کے قابو میں نہ آنے والی ایم آئی ایم کی جڑوں میں گھس رہا ہے تو پھر وہ اپنی مکارانہ صلاحیتوں سے پارس کو بھی ٹھکانے لگادے گا۔"

"ایسی بات نہ کرو منڈولا! میں اپنے جیتے جی پارس پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔ وہ میرا ہے اور میں اسے حاصل کرکے رہوں گی۔ مسئلہ یہ ہے کہ میں پارس کو بچانے کے لیے دھرم ویر کو نقصان میں پہنچانا چاہتی۔ اگر وہ مجھ سے فراڈ نہیں کررہا ہے تو پھر میرے لیے کام کا آدمی ہے۔"

"ہاں۔ اگر واقعی وہ ایم آئی ایم کے رازوں تک پہنچ رہا ہے اور آئندہ اپنے ساتھ آپ کو اس اسلامی تنظیم کی مالکہ بنائے گا تو سچ مچ کام کا آدمی ہے۔ اس کام کے آدمی کے سچ اور جھوٹ کو جاننا بے حد ضروری ہے۔"

"میں اسی لیے تمہارے پاس آئی ہوں۔ کوئی ایسی تدبیر کرو کہ پارس پر آنچ نہ آئے اور دھرم ویر بھی اس طرح اپنا ہوجائے کہ ہ معمول اور تابعدار بن کررہے۔"

وہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولا "اصل معنوں میں پارس پتھر ہے۔ یہ پتھر جس چیز کو چھولے' وہ چیز سونا بن جاتی ہے مگر پ کا پارس پتھر نہیں' فولاد ہے۔ وہ جس دشمن کو چھولیتا ہے' ہ زندگی سے موت کی طرف ٹرانسفر کردیتا ہے۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ دھرم ویر کی کسی تدبیر سے وہ مارا جائے گا؟"

"اندھیرے سے تیر چلے تو کوئی بھی مارا جاسکتا ہے۔"

"مگر یہ اندھیرے سے نہیں چلے گا۔ دھرم ویر آپ کو بتائے گا پارس کو ختم کرنے کے لیے وہ کس تدبیر پر عمل کررہا ہے۔ آپ اس سے رابطہ کرکے اسے پہلے سے بتاسکتی ہیں کہ وہ دشمن کی چال سے محتاط رہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اس سلسلے میں پارس سے رابطہ کروں؟"

"جی ہاں۔ اس میں حرج کیا ہے؟"

"جب سے ڈی شی تارا کا بھید کھلا ہے وہ مجھے دشمن سمجھنے لگا ہے۔ ایک عرصہ گزر چکا ہے' میں نے اس سے بات نہیں کی ہے۔ پہلے ہمیشہ اپنی ڈی کی زبان سے گفتگو کیا کرتی تھی۔"

"آپ ایک نہ ایک دن اسے حاصل کریں گی اس لیے پھر سے اس کے دل میں جگہ بنائیے اور اپنی غلطیوں پر ندامت ظاہر کریں۔ پھر یہ کہ آپ اسے دھرم ویر کے حملوں سے باخبر رکھیں گی تو وہ آپ کی محبت کا قائل ہوجائے گا۔"

"تم بہت اچھا مشورہ دے رہے ہو۔ میں ایک طرف سے حملے کراؤں گی اور دوسری طرف پارس کو ان حملوں سے باخبر رکھوں گی تو وہ قائل ہوجائے گا کہ میں اسے دل و جان سے چاہتی ہوں۔"

"آپ یہ بھی یقین دلائیں کہ آپ نے مسلمان اور ہندو کی تفریق دل سے نکال دی ہے اور آئندہ کبھی یہ نہیں چاہیں گی کہ پارس اپنا مذہب تبدیل کرے۔ آپ اسے ایک مسلمان کی ہی حیثیت سے قبول کریں گی۔"

داؤد منڈولا اسے بڑے ٹھوس دلائل کے ساتھ مشورے دیتا رہا پھر وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اسے پارس کا وہ لب و لہجہ یاد تھا' جسے وہ اپنی ڈی شی تارا کے ذریعے سنتی رہی تھی۔ اس نے اسی لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے پاس پہنچنا چاہا تو ناکامی ہوئی۔ اسے پارس نہیں ملا۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ اس نے دوسرا لب و لہجہ اختیار کرلیا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی کہ اپنے محبوب تک کیسے پہنچا جائے؟ پھر وہ سپر ماسٹر کے پاس آئی۔ اس نے دیوی کی مرضی کے مطابق فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہونے پر وہاں کے ایک انچارج نے کہا۔ "ہیلو فرمائیں۔ یہ بابا فرید واسطی مرحوم کا ادارہ ہے۔"

"میں سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔ مسٹر پارس سے ضروری گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر پارس اس ادارے میں موجود نہیں ہیں۔"

"لیکن ادارے میں یہ معلومات موجود رہتی ہیں کہ مسٹر فرہاد کی فیملی کے افراد کن نمبروں پر مل سکتے ہیں۔"

"آپ ہولڈ آن کریں۔"

انچارج نے فون پر مجھ سے رابطہ کیا پھر کہا "سپر ماسٹر آپ کے صاحبزادے پارس سے ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ میں لائن کنکٹ کررہا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد سپر ماسٹر کی آواز آئی۔ "ہیلو مسٹر فرہاد علی تیمور! میں آپ کا خادم سپر ماسٹر' آپ سے مخاطب ہوں۔"

میں نے کہا "آپ خادم کیسے ہوگئے؟ ہم تو اپنے گھروں میں کوئی خادم نہیں رکھتے۔ اپنا کام خود کرتے ہیں۔"

"میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میرے لائق کوئی بھی خدمت ہو تو میں حاضر ہوں۔ ابھی آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔ آپ کے صاحبزادے پارس سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ ان کا فون نمبر بتانا پسند کریں گے؟"

"سوری۔ فون نمبر سے پتا چل جاتا ہے کہ میرا کوئی بھی رشتے دار کس ملک اور کس شہر میں ہے۔ البتہ خیال خوانی کے ذریعے پتا نہیں چلتا اور آپ ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں۔"

"میں اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو آپ کے پاس بھیج سکتا ہوں۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو۔ پھر اسے مسٹر پارس کے دماغ میں پہنچا دیں۔"

میں نے ہولڈ آن کرنے کو کہا پھر پارس کے پاس پہنچا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ میری سوچ کی لہروں نے اسے بیدار کر دیا۔ میں نے کہا۔ "سوری بیٹے! مجھے معلوم نہیں تھا کہ تمہیں ابھی سونے کا موقع ملا ہے۔"

"اوہ پاپا! آپ رسمی بات کہہ رہے ہیں۔ میں بیٹا ہوں آپ باپ ہیں، مجھے نیند میں الٹا بھی لٹکا سکتے ہیں۔ ویسے بات کیا ہے؟"

"سپر ماسٹر تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔ میں نے فون نمبر نہیں بتایا۔ یہ کہا کہ وہ اپنا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھیج دے۔ یہ معاملہ کیا ہے؟"

"ابھی سمجھ میں آجائے گا۔ آپ کہہ دیں کہ میں سوتے وقت اپنے دماغ کو لاک کر دیتا ہوں۔ ایسے میں صرف کوئی روحانی ٹیلی پیتھی یا آتما شکتی والا ہی میرے دماغ میں آسکتا ہے۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر فون پر سپر ماسٹر سے کہا "وہ سو رہا ہے اور سونے سے پہلے اپنے دماغ کو لاک کر دیتا ہے۔ ایسے وقت ایک عام ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہیں جا سکے گا۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "کیا آتما شکتی جاننے والا کوئی پہنچ سکتا ہے؟"

میں نے مسکرا کر کہا "تو پھر صاف طور سے کہو نا کہ دیوی شی تارا میرے بیٹے سے باتیں کرنا چاہتی ہیں۔"

"جی..... جی ہاں۔ آپ کو اعتراض نہ ہو تو دیوی جی آپ کے پاس آئیں گی۔ آپ انہیں مسٹر پارس کے پاس پہنچا دیں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ شریمتی جی کو بھیج دیں۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ اسی وقت سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ دیوی نے بڑی میٹھی اور ملائم آواز میں کہا "آداب!"

میں نے کہا "تسلیمات۔ کیا لکھنؤ سے بول رہی ہو؟ تمہیں تو "نمستے" یا "جے رام جی کی" کہنا چاہیے تھا۔"

وہ بولی "آپ میرے بزرگ ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ ہماری دنیا کی ہر چیز میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ انسانوں کے مزاج بھی بدلتے ہیں۔ اب میں دین و دھرم سے بالا تر ہو کر سوچنے لگی ہوں۔ اب میں کٹر ہندو برہمن نہیں ہوں۔ میں وہی بن کر رہوں گی جو پارس کی مرضی ہوگی۔"

"بڑی خوشی کی بات ہے۔ میں نے سنا تھا کہ اکیسویں شروع ہونے سے پہلے ایک بار سورج مشرق کے بجائے مغرب طلوع ہوگا۔"

"پلیز آپ یقین کریں۔ میں بالکل بدل گئی ہوں۔"

"ابھی تم جس کے پاس جا رہی ہو، وہ تمہیں اچھی طرح رکھ دے گا۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ میرے دماغ میں آ اسے پارس کے دماغ میں پہنچا کر واپس آگیا۔ پارس نے پہنچنے سے پہلے اپنے دماغ کو ہدایات دی تھیں کہ اس کے کوئی آئے تو دماغ اسے یہی محسوس کرائے کہ وہ گہری نیند دیوی اس کے اندر آئی تو وہ خراٹے لے رہا تھا۔ وہ بو پارس!"

نیند سے مخمور دماغ نے کہا "ہیلو پارس!"

"پلیز نیند سے بیدار ہو جاؤ۔ میں آئی ہوں۔"

اس کے خوابیدہ ذہن نے پوچھا "کون آئی ہے؟"

"میں ہوں شی تارا۔ دیوی شی تارا۔ میں اصلی شی تا مخاطب ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم اصلی ہو کیونکہ جس شہناز کو شی تارا بنایا تھا وہ اب میری دلہن بن گئی ہے۔"

دیوی کو یہ سن کر شاک پہنچا کہ پارس نے اس کی شادی کرلی ہے اور یہ بھید بھی کھل گیا ہے کہ وہ ڈمی شی نہیں، مسلمان شہناز ہے۔ وہ ذرا بے یقینی سے بولی "کیا ہو؟ تم نے شہناز سے باقاعدہ نکاح پڑھوالیا ہے۔ نہیں میں بول رہے ہو۔ پلیز آنکھیں کھولو۔ بیدار ہو کر باتیں کر

"میرا دماغ لاکڈ ہے۔ یہ ہدایت کے مطابق اپنے بیدار ہوگا اور جب تک نیند میں رہے گا، خواب گفتگو کرتا رہے گا۔"

"کیا ایسی حالت میں تم صحیح باتیں سن رہے ہو اور ہو؟"

"عجیب خر دماغ دیوی ہو۔ جب تمہاری باتیں ہوں تو پھر یہ جوابات کیسے دے رہا ہوں۔"

"خر دماغ کہہ کر میری انسلٹ نہ کرو۔ میں بڑی محبت ہوں۔"

"یہاں میرے ساتھ میری دلہن شہناز سو رہی ہے رہتی اور یہ سن لیتی کہ تم بڑی محبت سے میرے پاس آئی سے لڑنے لگتی۔"

"وہ لڑنے کا حق نہیں رکھتی ہے۔ میں نے اس تمہیں اپنے من مندر کا دیوتا بنایا ہے۔"

"میں دیوتا کیسے ہو سکتا ہوں۔ دیوتا تو میرے پاپا فر

ہیں۔"

"میں ٹیلی پیتھی کے دیوتا کی نہیں' محبت کے دیوتا کی بات کررہی ہوں۔ میں نے شہناز سے پہلے تم سے محبت کی ہے۔"

"مانتا ہوں۔ مگر شہناز نے تم سے پہلے شادی کی ہے۔ تم محبوبہ ہی رہیں اور اس نے بیوی کے تمام حقوق حاصل کرلیے۔ ایک بیوی کسی بھی آتی جاتی محبوبہ کو دھکے دے کر میری زندگی سے نکال سکتی ہے۔"

"تم اپنی بات کرو۔ کیا مجھے اپنی زندگی سے نکال دو گے؟"

"سوچ سمجھ کر سوال کرو۔ جب تم زندگی میں ابھی تک آئی نہیں ہو تو نکالنے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔ میں نے تو تمہیں کبھی دیکھا تک نہیں ہے۔"

"میں اپنی یہ غلطی تسلیم کرتی ہوں۔ میں نے اپنی کوئی شناخت تمہارے پاس نہیں چھوڑی۔ اب میں نے قسم کھائی ہے کہ ساری دنیا سے چھپتی رہوں گی لیکن تم سے پردہ نہیں کروں گی۔ تمہارے روبرو آکر اتنی محبت دوں گی کہ تم شہناز کو بھول جاؤ گے۔"

"تم مجھے خوابوں میں خوش کررہی ہو یا سچ کہہ رہی ہو۔ کیا سچ مچ مجھے اپنا جلوہ دکھاؤ گی؟"

"میں محبت میں جھوٹ بولنا گناہ سمجھتی ہوں۔ میں ساری دنیا سے چھپ کر تم سے ملوں گی۔ تم وعدہ کرو کہ کسی کو میری خفیہ رہائش گاہ کا پتا نہیں بتاؤ گے۔"

"میں زبان کا دھنی ہوں۔ کسی کو تمہارے بارے میں نہیں بتاؤں گا لیکن یقین نہیں آرہا ہے کیونکہ علم نجوم کے مطابق میری چھوٹی بہن اعلیٰ بی بی پچیس سال بعد تمہیں میرے سامنے لائے گی۔"

"لیکن میری جوتش دیویا کہتی ہے کہ ستاروں کی چال میں زبردست تبدیلیاں آچکی ہیں۔ وقت سے پہلے ہمارے درمیان کی دیواریں گر چکی ہیں۔"

"تمہاری یہ باتیں میرے دل کی دھڑکنیں تیز کررہی ہیں۔ تمہارے جیسی غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل دیوی میری آغوش کی زینت بنے گی' اس کے تصور سے ہی نیند اڑ جانا چاہیے لیکن دماغ لاکڈ ہے۔ لہٰذا اپنے وقت پر آنکھ کھلے گی۔"

"کیا تم یہ نہیں پوچھو گے کہ میں نے اچانک تم سے ملنے کا فیصلہ کیوں کیا ہے؟"

"دنیا کی آبادی بڑھانے کے لیے۔"

"صرف یہ بات نہیں ہے۔ میری جوتش دیویا نے بتایا ہے کہ تم چند خطرات سے دوچار ہونے والے ہو اور ان خطرات کو میں ہی ٹال سکتی ہوں۔"

"ایسی بات ہے تو میں آج ہی شام کو ملوں گا۔ تم کہاں ہو؟"

"میں واشنگٹن میں ہوں۔ کیا تم شام کو پہنچو گے؟"

"میں کینیڈا میں ہوں۔ مجھے جس فلائٹ میں بھی سیٹ ملے گی آجاؤں گا اور اگر سیٹ نہ ملی تو تم سے ملنے کے لیے ایک طیارہ چارٹر کراؤں گا۔ مجھے بتاؤ واشنگٹن میں کہاں ملو گی؟"

دیوی نے پربھارانی کو اپنی ڈی بنا کر جہاں چھپایا تھا اس بنگلے کا پتا بتادیا۔ پھر کہا "یہاں میرا ایک باڈی گارڈ ہے۔ تم کوڈورڈز میں اسے بتاؤں گی تو وہ تمہیں بنگلے کے اندر آنے دے گا۔"

پارس نے کہا "کوڈورڈز یہ ہیں کہ پرانی بوتل میں نئی شراب مزہ چکھنے آیا ہوں۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ تم میرے لیے بہت پرانی ہو مگر پہلی بار مل رہی ہو لہٰذا نئی شراب کی طرح ہو۔ ویسے میں اس بنگلے میں جانے سے کسی شخص کو آلۂ کار بنا کر بھیجوں گا۔ اس کے دماغ میں رہ کر کے اندر آکر تم سے باتیں کروں گا۔ جب یقین ہو جائے گا کہ ہی ہو اور میرے ساتھ دھوکا نہیں ہو رہا ہے تو پھر میں آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اچھی طرح تسلی کرلینا۔ تمہاری یہ محبوبہ ماری وہاں ہر حال میں تمہاری منتظر رہے گی۔"

"کیا تم ان خطرات کے متعلق بتا سکتی ہو جو مجھے پیش والے ہیں؟"

"یہ مختصر سی بات نہیں ہے۔ تم شام کو آؤ گے تو میں تفصیل سے بتاؤں گی اور ساتھ ہی ایسی خوشخبری سناؤں گی کہ خطرات کو بھول جاؤ گے۔"

"دیکھو مجھ سے صبر نہیں ہوگا۔ وہ خوشخبری ابھی سناؤ۔"

"ایسے ہی بے صبرے ہو تو سنو۔ میں نے دین و دھرم کی ختم کردی ہے۔ تم جب کہو گے میں اسلام قبول کرکے تم شریکِ حیات بن جاؤں گی۔"

"حافظہ خان اور عمران خان زندہ باد۔ مختلف مذاہ لڑکیاں اور لڑکے ان کی طرح اور ہماری طرح شادیاں کرتے آئندہ تاریخ میں لکھا جائے گا کہ اسلام نو مسلم لڑکیوں کے پھیلا ہے اور اس سلسلے میں یہودی اور ہندو حسیناؤں نے صالح کردار ادا کیا ہے۔ میں ضرور آؤں گا۔ جیسے ہی نیند وقت ختم ہوگا' شہناز کو بستر پر نیند کی حالت میں چھوڑ کر آؤں گا۔"

"اچھا تو پھر نیند پوری کرو۔ میں تمہارا انتظار کرتی ر اوکے سوفار۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی پھر اس نے داؤد منڈولا آکر اسے پارس کے متعلق بتایا۔ اس سے ہونے والی گ تفصیل سے سنائی۔ منڈولا نے کہا "مسلمانوں کے مذہبی عق پورا اترنے سے وہ بیوقوف بن جاتے ہیں اور کسی غیر مذہ کو مسلمان بنانا نیکی سمجھتے ہیں۔ اس حوالے سے پارس ع کی ڈی کے پاس آئے گا۔"

"بھگوان کرے وہ آجائے۔ میں چاہتی ہوں' وہ ہمیشہ کے ذریعے میری نظروں میں رہے۔ یہ بات میں دھرم و

گی۔"

"ہاں۔ اسے پارس کا پتا معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ اگر وہ غیر ل صلاحیتوں کا حامل ہے تو خود ہی پارس کو تلاش کرے گا۔ اہم بات یہ ہے کہ پارس پر بھی بھروسا نہ کریں۔ جس طرح اپنی ڈی پیش کررہی ہیں اسی طرح پارس بھی اپنی ڈی پربھارانی اس پہنچا سکتا ہے۔ لہٰذا بڑے ہمدرد محل سے آپ اپنی ڈی کے ہ کہ پارس کے اصلی یا نقلی ہونے کی حقیقت معلوم کرتی رہیں آپ کبھی دھوکا نہیں کھائیں گی۔"

وہ منڈولا سے رخصت ہو کر اپنی ڈی پربھارانی کے اندر آئی ماموشی سے یہ ذہن نشین کرادیا کہ اس کا وہ پارس اس سے آئے گا جسے حاصل کرنے کے لیے وہ برسوں تک زیرِ زمین تھی اور اب اس کی خاطر اپنا دھرم چھوڑ کر اس کی مسلمان ِ حیات بننا چاہتی ہے۔ اس نے پارس کے کوڈورڈز بھی یاد ہے۔

پربھارانی تنویمی عمل کے ذریعے مکمل دیوی شی تارا بن چکی ر اصلی شی تارا کی پوری ہسٹری اس کے ذہن میں نقش کردی ی۔ اس لیے وہ بڑی عمدگی سے دیوی کا رول ادا کرسکتی تھی۔

دیوی کو اس بات کی خوشی تھی کہ وہ پارس اور دھرم ویر کے ڈبل گیم کھیل رہی تھی۔ دھرم ویر نے اس کے تین ٹیلی پیتھی والوں کو ہلاکت سے بچایا تھا۔ آئندہ وہ پارس کے ذریعے بھی ر کے خلاف محاذ بنا سکتی تھی۔ زیرو فور کے پاس سایہ بنا دینے لیاں تھیں۔ پارس اپنی چالاکی سے زیرو فور کو زیر کرکے وہ ں حاصل کرسکتا تھا اور دیوی اس کے بعد مزید نئے بھارتی ٹیلی پیتھی بنانے والے پیدا کرسکتی تھی۔

پارس کی یہی چکر بازی دشمنوں کو گھن چکر بنا دیتی تھی۔ بے دیوی نہیں جانتی تھی کہ برادر کبیر بھی پارس تھا۔ زیرو فور بھی تھا۔ برادر منیر اور دھرم ویر اگرچہ علی تھا لیکن اس نے بھی یہ چھ پارس کی مدد کرنے کے لیے کیا تھا۔ مختصر یہ کہ ایک ہی ت صرف پارس تھا۔ مگر مختلف ناموں اور کرداروں سے دیوی کی پر پھیلا ہوا تھا اور وہ خوش تھی کہ ہر محاذ سے الگ الگ ے چالیں چل رہی ہے۔

کس بنگلے میں ڈی دیوی (پربھارانی) تھی' اس کے برآمدے ب مسلح سیکورٹی گارڈ ٹہل رہا تھا۔ ڈی نے اسے بتایا تھا کہ رس صاحب آکے مخصوص کوڈورڈز ادا کریں تو انہیں بنگلے ر لے آنا۔ وہ گارڈ انتظار کررہا تھا۔ ایسے وقت اسے آواز ں "کیا میرا انتظار کررہے ہو؟"

وہ چونک کر دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھنے لگا۔ علی کا سایہ اس پوچھ کر اسی کے اندر سما گیا تھا۔ جب کوئی نظر نہیں آیا تو وہ ے میرے کان بج رہے ہیں' کوئی ہے نہیں اور انسانی آواز ی۔ تنہائی اور سناٹے میں ایسا ہوتا ہے۔ کبھی کسی کا تصور جھلکتا ہے' کبھی بھولی بسری آواز سنائی دیتی ہے۔"

پھر آواز سنائی دی "تم باڈی گارڈ ہو کر شاعرانہ انداز میں سوچ رہے ہو' کیا تمہیں نہیں بتایا گیا ہے کہ میں یہاں آنے والا ہوں؟"

وہ حیرانی سے اِدھر اُدھر جا کر دیکھنے لگا۔ تب ایک دیوار کے قریب انسانی سایہ دکھائی دیا' وہ کہہ رہا تھا "میرے کوڈورڈز ہیں پرانی بوتل میں نئی شراب کا مزہ چکھنے آیا ہوں۔"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا "ہاں ہاں' بالکل یہی کوڈ ورڈز ہیں۔"

"تو پھر مجھے بنگلے کے اندر لے چلو۔"

"کیسے لے چلوں؟ آپ نظر نہیں آرہے ہیں۔"

"اگر تم ہوش سے بے گانہ نہ ہو گئے تو پہلے دن میں تارے نظر آئیں گے پھر شاید میں بھی نظر آجاؤں۔"

یہ کہتے ہی سائے کے اندر سے علی کی جسمانی قوت ابھری۔ اس نے ایک الٹا ہاتھ گارڈ کے منہ پر رسید کیا۔ علی اور پارس تو پہلے ہی فولادی تھے۔ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد ان میں پاشا کی بھی حیرت انگیز جسمانی قوت سما گئی تھی۔ وہ مسلح گارڈ ایک ہی ہاتھ میں چکرا کر ایسا گرا کہ پھر زمین پر سے اٹھ نہ سکا۔

وہ بنگلے کے اندر آیا۔ ڈی دیوی پربھارانی اس کا انتظار کررہی تھی۔ وہ ایک سائے کو دیکھ کر سوچنے کے انداز میں اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ علی نے کہا "تم سر سے پاؤں تک دیوی بن جاؤ۔ اس کے باوجود اس سائے کو نہیں بھلا سکو گی' اگر اصلی دیوی کے عمل سے بھول چکی ہو تو یاد کرو۔ عورت اپنی تنہائی میں آنے والے پہلے مرد کو کبھی نہیں بھولتی۔ خواہ وہ مرد سایہ بن کر ہی کیوں نہ آئے۔"

پربھارانی اگرچہ مکمل طور پر دیوی بنا دی گئی تھی۔ اس کے باوجود اس کے اندر چھپی ہوئی عورت اپنے جسم و جان کے مالک ایک سائے کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے بھولے ہوئے خواب کو دیکھ رہی ہو۔

ثانی نے علی سے سوچ کے ذریعے کہا "میں بڑی دیر سے پربھارانی کے اندر ہوں۔ وہاں دیوی ابھی نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو پربھا کو کشش میں مبتلا نہ ہونے دیتی۔ تمہارے سائے کو دیکھ کر اسے برادر کبیر کا سایہ یاد آتے آتے ذہن سے محو ہو جاتا ہے۔ اسے لے آؤ' میں کار میں انتظار کررہی ہوں۔"

علی پربھارانی کے اندر سما گیا۔ پھر اپنے سائے میں جسمانی توانائی پیدا کرکے پربھارانی کے ہاتھ سے ایک کاغذ پر بڑے حروف میں لکھا "پی۔ کے" پھر اس کاغذ کو سینٹر ٹیبل پر گلدان کے نیچے دبا کر وہاں سے جانے لگا۔ وہ ذہنی طور پر دیوی کی معمولہ اور تابعدار تھی لیکن جسمانی طور پر علی کے سائے کی حیاتی توانائی کے تابع ہو کر چل رہی تھی۔ وہ ڈرائنگ روم سے باہر برآمدے میں آئی۔ وہاں باڈی گارڈ بے ہوش پڑا تھا۔ وہ سحر زدہ سی چلتی ہوئی بنگلے کے احاطے کے باہر آئی۔ باہر کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر ثانی بیٹھی ہوئی تھی۔

پرھارانی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔

علی کا سایہ اس کے اندر سے نکل آیا۔ ثانی نے اسے ایک چھوٹی سی سرنج دی اس نے پرھا کے بازو میں سرنج کی سوئی پیوست کی۔ بے ہوشی کی دوا انجکٹ کی تاکہ کسی بھی لمحے میں دیوی اس کے اندر آئے تو اسے بے ہوش پائے اور اسے معلوم نہ ہوسکے کہ اس کی ڈی کو اغوا کرکے کہاں لے جایا گیا ہے۔

دیوی شام ہونے کا انتظار کررہی تھی اور انتظار کے دوران اپنی سابقہ ڈی شی تارا (شہناز) کے متعلق حقارت سے سوچ رہی تھی کہ اس کے ماتحت رہنے اور خدمت گزاری کرنے والی اس کے محبوب پارس کی بیوی بن گئی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس نے دیوی کے تمام حقوق حاصل کرلیے تھے۔

اس نے شہناز کے دماغ تک پہنچنے کی کوششیں کیں لیکن شہناز کی شخصیت اور اس کا لب ولہجہ بدل گیا تھا۔ اگر وہ کسی طرح اس کے دماغ میں پہنچ جاتی تو اسے پھر سے اپنی معمولہ اور تابعدار بناکر پارس کی زندگی سے دور کردیتی۔

اس نے سوچا۔ شاید وہ پوجا کے ذریعے شہناز تک پہنچ سکے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے سگی بہنوں کی طرح محبت کرتی تھیں۔ اس نے پوجا کے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اسے تلاش کیا پھر ناکامی نے سمجھایا کہ پوجا کی بھی آواز، لہجہ اور شخصیت بدل چکی ہے۔

وہ خود کو سمجھانے لگی کہ ابھی سے بے چین کیوں ہورہی ہے؟ مقدر کی لکیروں نے کہہ دیا ہے کہ وہ بارہ برس بعد شاید ہمیشہ کے لیے پارس کو پالے گی۔ ابھی تو اسے اپنی ڈی کے ذریعے بہلانا ہے اور اس کا تعاون حاصل کرکے زیرو فور کی انتقامی کارروائیوں سے نجات حاصل کرنا ہے۔ اپنے ذہین اور قابل بھارتی جوانوں کو ٹیلی پیتھی کا علم سکھانا ہے۔ اس مقصد کے لیے دھرم ویر بھی اس کے کام آتا رہے گا۔ شام ہوگئی۔ دھرم ویر نے اپنے وعدے کے مطابق رابطہ نہیں کیا۔ آج وہ اس کے ذریعے ایم آئی ایم کے چند مجاہدین کے دماغوں میں جگہ بنانا چاہتی تھی اس لیے بے چینی سے اس کا انتظار کررہی تھی۔ ایسے وقت بوبی بیکر نے سوچ کے ذریعے آکر کہا "سپرباسٹر....."

اس کا مطلب تھا، سپرباسٹر کسی اہم معاملے کے سلسلے میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس کے پاس آکر بولی "کیا بات ہے؟"

سپرباسٹر نے کہا "یہ جو ہمارا فوجی جوان کھڑا ہوا ہے اس کے ذریعے زیرو فور بول رہا ہے کہ آپ نے ایم آئی ایم کے خلاف بہت بڑی سازش کی تھی۔"

دیوی نے کہا "یہ بکواس کرتا ہے۔ میں بھلا کیا سازش کروں گی۔"

پارس نے اس فوجی جوان کی زبان سے زیرو فور کی حیثیت سے کہا "دیوی! تمہارے انکار سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ بھید کھل گیا ہے کہ تمہارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہندو ساتھی دیر ہمارے سربراہ برادر منیر کو تخریبی عمل کے ذریعے اپنا تابع بنا چکا تھا۔ میں نے سایہ بن کر برادر منیر اور دھرم دیر کے جسم میں ساکر حقیقت معلوم کرلی۔ اس کے بعد تمہیں یہ سن کر افسوس ہوگا کہ میں نے تمہارے دھرم دیر کو گولی مار کر ٹرک میں پہنچا دیا۔"

تھوڑی دیر کے لیے دیوی کو چپ سی لگ گئی۔ ایک وہی ایسا تھا جو اسے ایم آئی ایم تنظیم کے اندر پہنچا سکتا تھا۔ کوئی بھی نہیں سکتی تھی کہ بہت بڑی کامیابی حاصل کرنے والا اور اچانک زیرو فور کے ہاتھوں ہلاک ہوجائے گا۔

وہ بولی "زیرو فور! جب غبارہ اپنی حد سے زیادہ پھولتا ہے پھٹ جاتا ہے۔ تم بھی اپنی حد سے تجاوز کرچکے ہو اور اب دھماکے سے پھٹنے والے ہو۔"

"تمہیں میری حد کا علم نہیں ہے۔ پھٹ پڑنے کی بہت دور ہے۔ میں نے تو پہلی پھونک ماری تھی کہ دھرم ویر دوسری پھونک میں تمہاری پرھارانی کو لے اڑا ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولی "یہ جھوٹ ہے۔ تم بکواس ہو۔ کوئی میری ڈی تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"سایہ پہنچ سکتا ہے۔ جب تم اسے بڑی رازداری سے خفیہ بنگلے میں پہنچا رہی تھیں تو میں سایہ بن کر اس کے اندر تھا۔ میں نے بہت پہلے ہی وہ خفیہ رہائش گاہ معلوم کرلی اب تک انجان بنا ہوا تھا۔"

یہ سنتے ہی دیوی نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پرا اندر پہنچی لیکن یہ نہ معلوم کرسکی کہ وہ کہاں ہے کیونکہ کرنے کے بعد کوما میں رکھا گیا تھا۔ فی الوقت یہ جاننا کہ اسے کتنے عرصے تک کوما میں رکھا جائے گا۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے بنگلے میں رہنے والے گا پہنچی پھر بولی "تمہاری مالکہ کہاں ہے؟ کون اسے لے گیا کررہے تھے؟"

اس گارڈ کی زبان سے زیرو فور کی آواز سنائی دی تھا "مجھے معلوم تھا کہ پرھارانی کو نہ پاکر تم اس گا آؤ گی۔ میں نے اسے اغوا کرنے سے پہلے اس گارڈ پڑھے تو معلوم ہوا کہ یہاں ایک شخص آئے گا اور کوڈ پر کے گا کہ پرانی بوتل میں نئی شراب کا مزہ چکھنے آیا ورڈز سن کر گارڈ اس شخص کو دیوی جی کے پاس پہنچائے گا۔ گارڈ اس شخص سے واقف نہیں تھا۔ بتادو۔ وہ عقل کا اندھا کون ہے جو پرھارانی کو دیوی والا تھا۔"

دیوی کی دانست میں وہ عقل کا اندھا پارس تھا کے ذریعے اسے فریب دینے والی تھی۔ اس سے پہلے اسے اغوا کرادیا تھا۔ اس کے نتیجے میں اب وہ پارس

ون حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ دوسرا تعاون کرنے والا دھرم ویر ہمارا کیا تھا۔ اس نے جتنے منصوبے بنائے تھے ان پر عمل کرنے پہلے ہی نقصانات کے سوا کچھ حاصل نہیں ہورہا تھا۔

باڈی گارڈ نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر اسے کھولتے ہوئے "ڈرائنگ روم کے سینٹر ٹیبل پر یہ رکھا ہوا تھا۔ اس میں بڑے ں سے "بی" کے "لکھا ہوا ہے۔"

دیوی کی سوچ نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا "یہ بی کے کا ب کیا ہوسکتا ہے؟"

زیرو فور نے گارڈ کی زبان سے کہا "صاف ظاہر ہے "بی" سے اور "کے" سے کافر یعنی تم بڑی کافر ہو۔"

"میو شٹ اپ!" وہ گارڈ کے دماغ سے نکل کر پارس کے پاس پھر بولی "سانس نہ روکنا۔ میں دیوی بول رہی ہوں۔"

وہ بولا "میں جانتا ہوں۔ تم بڑی بے چینی سے انتظار کررہی ۔ ابھی میں اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے سے کہنے والا ہ واشنگٹن کے اس مضافاتی بنگلے میں کسی کو آلۂ کار بنا کر بھیجے تم سے ملاقات....."

وہ بات کاٹ کر بولی "نہیں پارس! کسی کو وہاں نہ بھیجنا، گڑبڑ ہے۔"

پارس نے انجان بن کر پوچھا "کیسی گڑبڑ؟"

"ایک دشمن کو میری اس رہائش گاہ کا پتا معلوم ہوگیا ہے۔ سے پہلے کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچائے، میں اس بنگلے سے ری جگہ چلی آئی ہوں۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ میں دوسری جگہ آکر تم سے ملوں گا۔"

"نہیں۔ ادھر نہ آنا۔ میں نے اسی لیے تم سے رابطہ کیا ہے کہ ں آنے سے روک دوں ورنہ میرے دشمن تمہارے پیچھے پڑ ساگے۔"

"تم مجھے ملن کی خوشیاں دے رہی تھیں۔ اب مایوس کررہی

"ہم ضرور ملیں گے۔ ہوسکتا تو آج ورنہ کل، مگر ضرور ملیں میں ایک دو گھنٹے بعد پھر تم سے رابطہ کروں گی۔"

وہ رابطہ ختم کرنا چاہتی تھی پھر کچھ یاد آیا تو بولی "کیا ڈی شی تمہارے ساتھ ہے؟"

"پلیز اسے اب ڈی نہ کہو۔ وہ میری شریکِ حیات شہناز

"تمہاری شریکِ حیات کے ساتھ کیا پوجا بھی ہے؟"

"اب وہ پوجا نہیں، میری چھوٹی بہن پروین ہے۔"

"کیا ان دونوں نے اپنی شخصیت، اپنا دھرم اور لب ولہجہ بدل ہے؟"

"اس کا مطلب ہے تم نے ان دونوں کے دماغوں میں پہنچنے کی ش کی ہوگی۔"

"ہاں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ دونوں تو برادر کبیر کے پاس تھیں۔ تمہارے پاس کیسے پہنچ گئیں؟"

"برادر کبیر بڑا اصول پرست بندہ ہے۔ حقدار کو اس کا حق پہنچایا کرتا ہے۔ شہناز پر میرا حق تھا اس لیے اس نے پروین یعنی سابقہ پوجا کے ساتھ اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا تھا اور ان کے ساتھ جو پرچہ لکھ کر بھیجا تھا اس کے نیچے نام کی جگہ "بی" کے "لکھا تھا۔"

"بی کے؟" دیوی نے چونک کر پوچھا۔

پارس نے کہا "ہاں۔ وہ برادر کبیر کے بجائے بی کے لکھتا ہے۔ یعنی "بی" سے برادر اور "کے" سے کبیر....."

دیوی کے دماغ میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ ابھی گارڈ نے بنگلے سے جو پرچی اٹھائی تھی اس میں بھی "بی کے" لکھا ہوا تھا۔ کیا اس بی کے سے یہ سمجھا جائے کہ پرھارانی کو برادر کبیر لے گیا ہے؟ نہیں..... وہ تو مرچکا ہے۔ زیرو فور نے اپنے بندوں کے ذریعے پرھا رانی کو اغوا کیا تھا۔ گارڈ کے بیان کے مطابق اس بنگلے میں ایک انسانی سایہ آیا تھا اور سایہ بنانے والی گولیاں فی الوقت زیرو فور کے پاس ہی تھیں۔ وہی پرھارانی کو لے جاتے وقت کاغذ پر "بی کے" لکھ کر گیا ہوگا۔

پارس اسے اپنے اندر محسوس کررہا تھا۔ یہ اطمینان تھا کہ وہ اس کے چور خیالات کبھی نہیں پڑھ سکے گی۔ اس نے انجان بن کر

علامتوں کی شناخت کرکے اپنی زندگی سنوارنے کے سنہرا اصول مرتب کریں

باخبر رہا

قیمت ۳۵ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

انسان میں پائے جانے والے خوف، احساسات اور حرکات کو بیان کرنے والی عجیب و غریب کتاب

علامتوں کا انتخاب نہ صرف آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کرے گا بلکہ یہ بھی بتائے گا کہ ان حالات میں معقول ترین راہِ عمل کیا ہوسکتی ہے۔

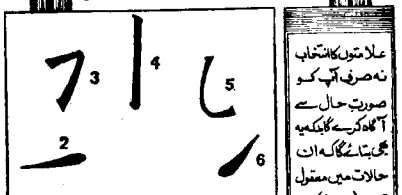

ہر اچھے بک سٹال سے طلب کریں یا ہم سے منگوائیں

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۱۴ کراچی ۱

پوچھا "کیا تم موجود ہو؟"

وہ خیالات سے چونک کر بولی "ہاں۔ میں دراصل اپنے دشمن کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں سوچنے اور فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ مجھے بتاؤ' وہ کون ہے؟ میں اس سے نمٹ لوں گا۔ اسے تمہارے قدموں میں لے آؤں گا۔"

"اس کا تعلق ایم آئی ایم تنظیم سے ہے۔ وہ اپنے نام سے نہیں' نمبر سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ اسے زیرو فور کہتے ہیں۔"

"ہمارا اور بابا صاحب کے ادارے کا تعلق ایم آئی ایم سے نہیں ہے۔ اس نے پہلی بار میرے پاپا سے فون پر کہا تھا کہ شہناز اور پروین بابا صاحب کے ادارے میں یا میرے پاس رہنا چاہتی ہیں۔ میرے پاپا نے ان دونوں کو اپنے پاس ادارے میں بلالیا۔ ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وعدہ کیا کہ کبھی ایم آئی ایم کے اس سربراہ کے بھی کام آئیں گے۔ ہم اس تنظیم کے کسی مجاہد کو نہیں جانتے اور نہ کسی زیرو فور سے واقف ہیں۔ ویسے اطمینان رکھو۔ میں پاپا سے کہوں گا کہ وہ برادر کبیر سے رابطہ کرکے....."

وہ بات کاٹ کر بولی "اب برادر کبیر سے رابطہ کیسے ہوگا؟ وہ تو مرچکا ہے۔"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "مرچکا ہے؟ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں۔ ہمیں ایم آئی ایم تنظیم کی کوئی خبر نہیں ملتی۔ بائی دی وے اس کا انتقال کب ہوا ہے؟"

"آج سے چار دن پہلے کسی دشمن نے اسے گولی ماردی تھی۔"

وہ حیرانی سے بولا "چار دن پہلے؟ یہ کیا کہہ رہی ہو۔ اس نے تو پرسوں پاپا سے گفتگو کرکے شہناز اور پروین کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا تھا۔ کل میری اور شہناز کی شادی ہوئی تھی اور برادر کبیر نے فون کے ذریعے ہمیں مبارکباد دی تھی۔"

پارس نے پھر اسے چکر میں ڈال دیا۔ دیوی اور داؤد منڈولا نے خیال خوانی کے ذریعے برادر کبیر کو گولی لگتے اور مرتے ہوئے دیکھا تھا۔ پھر ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے اس زیرو فور نے تصدیق کرتے ہوئے کہا تھا کہ تنظیم کے مجاہدین تین دن سوگ منائیں گے۔ اس کے بعد نئے سربراہ کا انتخاب کیا جائے گا۔

دیوی نے کہا "برادر کبیر کی ہلاکت مصدقہ ہے۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے زیرو فور نے یا کسی مجاہد نے پرسوں برادر کبیر بن کر فون پر تمہارے پاپا سے گفتگو کی ہو پھر شہناز اور پروین کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دیا ہو۔"

ایسے ہی وقت بوبی بیکر نے آکر کہا "سپر ماسٹر....."

وہ سپر ماسٹر کے پاس آکر ناگواری سے بولی "کیا بات ہے؟"

"بہت افسوسناک خبر ہے۔ یہ دیکھیں یہاں ایک کرسی پر اس یہودی لڑکی کا سایہ بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے آپ کے باقی تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پہلے کی طرح زہر سے مار ڈالا ہے۔"

دیوی کو پے در پے شکست اور ناکامی نے جیسے پاگل اور بنا ڈالا۔ وہ سپر ماسٹر کی زبان سے چیخ کر بولی "کتیا! کمینی! تو زیرو آلہ کار ہے۔ یہودی بھارتی حکومت کے دوست ہیں اور تو کررہی ہے؟"

لکی سیون نے ہنستے ہوئے کہا "ارے سپر ماسٹر! تم عور آواز میں چیخ کر بول رہے ہو۔ بالکل خسرے لگ رہے ہو۔"

دیوی نے کہا "پاگل کی بچی! یہ سپر ماسٹر نہیں' میں ہوں۔ ایک بار میرے سامنے آجا۔ میں تجھے تڑپا تڑپا کر مارو

"کیا میں تمہاری طرح پاگل ہوں کہ جان بوجھ کر تڑپ کر مرنے کے لیے تمہارے سامنے آؤں گی؟ ہاں اگر کبھی آجا تو تمہارے جسم کے اندر بھی سما کر ذرا سا زہر ٹپکا دوں گی۔"

سپر ماسٹر کے سامنے میز کے دوسری طرف تینوں افواج افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ دیوی نے انہیں مخاطب کرتے ہو "یہ آپ کے آرمی ہیڈ کوارٹر میں کیا ہو رہا ہے؟ پہلے میرے اب سات ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے گئے۔ لیکن قاتل میں نہیں آرہا ہے۔ آپ کہیں گے کہ قاتل کا وجود نہیں جو گرفت میں نہیں آتا۔ اگر وہ گوشت پوست کے جسم آجائے تو....."

دیوی کی بات ادھوری رہ گئی۔ سب نے چونک کر دیکھ کی مرادیں پوری ہونے کا وقت آگیا تھا۔ گولی کا اثر زائل اور ان کے پاس کرسی پر بیٹھی ہوئی لکی سیون گوشت پوست میں نمودار ہوگئی تھی۔

ایک دم سے دیوی کا غصہ اور جنون ایسے ختم ہوگیا کی شہ رگ اس کی ایک چٹکی میں آگئی ہو۔ اس نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہا "اسے ذرا سی بھی حرکت نہ کرنے دو دوسری گولی نگل کر سایہ بن جائے گی۔"

فوج کے تینوں اعلیٰ افسران نے بڑی پھرتی سے ا سیون کے دونوں ہاتھوں کو جکڑ لیا۔ تیسرے افسر نے م ہوئے ٹیپ رول کو اٹھا کر اس میں سے ٹیپ کا ایک ٹکڑ اس کے ہونٹوں پر چپکا دیا تاکہ وہ کوئی چیز نہ نگل سکے۔ خیال خوانی کے ذریعے ایک ماتحت افسر کو ہتھکڑیاں لانے جب وہ ہتھکڑیاں آئیں تو انہوں نے کرسی کے دونوں ہتھ ایک ہتھکڑی کے ذریعے اس کے ایک ایک ہاتھ کو جکڑ دیا

اسے پوری طرح جکڑ دیا گیا تھا۔ وہ کسی طرح بھی ہوسکتی تھی پھر اس کے ہونٹوں پر سے ٹیپ ہٹا دیا گیا۔ "تم زیرو فور کے اشاروں پر ناچ رہی تھیں۔ اب وہ نہیں بچا سکے گا۔ مقدر میرے ساتھ ہے۔ میری خوش بازی پلٹ گئی ہے۔"

لکی سیون نے کہا "یہ بازی بھی عجیب چیز ہے۔ ہے اور کبھی الٹ جاتی ہے جیسے ابھی الٹ گئی ہے۔ ا

پہلے تو دیوی پر سکتہ سا طاری ہوگیا۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی۔ جو دشمن کی فائرنگ سے ہلاک ہوگیا اور جس کا دماغ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لئے مردہ ہوچکا تھا وہ پھر کبھی زندہ نہیں ہوسکتا تھا۔ دنیا کے ہر ذی روح کو صرف ایک بار زندگی ملتی ہے لہٰذا یہ ناممکن تھا کہ برادر کبیر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوجاتا۔ وہ اور منڈولا خیال خوانی کے ذریعے اس کی موت کے وقت موجود تھے۔ ٹیلی پیتھی کے علم نے بتایا تھا کہ وہ ایک دشمن کی گن سے چلنے والی گولی کھا کر مردہ ہوگیا تھا۔

"چلبلی۔ چلبلی۔ چلبلی....." کی آواز اور لہجہ کہہ رہا تھا کہ وہ برادر کبیر ہے۔ جب وہ پہلی بار اس کے دماغ میں گئی تھی تو اس نے اسے چلبلی کہا تھا۔ کسی اور نے اب تک اس کے لئے ایسا لفظ استعمال نہیں کیا تھا۔ اس لفظ کے حوالے سے بھی وہ برادر کبیر ہی تھا۔

وہ بے یقینی سے بولی "تم بہروپیے ہو۔ برادر کبیر نہیں زیرو فور ہو۔ برادر کبیر مرچکا ہے اور مرنے والے دوبارہ زندہ نہیں ہوتے۔"

وہ بولا "میرے متعلق عرض ہے کہ بی کے (برادر کبیر) زندہ ہوتا ہے ہر جورو جفا کے بعد۔ تم نے اب سے پہلے بھی کئی بار آزمایا ہے کہ میں مرتا رہا۔ تمہاری سوچ کی لہریں مجھے ڈھونڈتی رہیں۔ جب میری موت کا یقین ہوگیا تو میں پھر زندہ ہوگیا اور تمہاری سوچ کی لہروں نے مجھے اسی طرح پالیا جیسے ابھی پا رہی ہیں۔"

"لیکن اب سے پہلے تم آپ ہی آپ مرتے تھے اور پھر کسی دن زندہ ہوکر مجھے حیران کردیتے تھے۔ اس بار میں نے اپنی آتما شکتی سے دیکھا تھا کہ دشمن نے تمہیں گولی ماری ہے۔"

"کیا تم نے دشمن کے دماغ میں جاکر تصدیق کی تھی کہ اس نے اصلی گن سے مجھے اصلی گولی ماری تھی؟ اور کیا تم نے مجھے گولی کھا کر لہولہان ہوتے دیکھا تھا؟"

وہ سوچ میں پڑگئی۔ چونکہ گولی مارنے والے دشمن کو جانتی نہیں تھی' اس کی آواز بھی نہیں سنی تھی اس لئے اس کے دماغ میں جاکر تصدیق نہیں کرسکتی تھی کہ گن اور گولی اصلی تھی یا نقلی؟ پھر پہلے بھی کئی بار برادر کبیر کا دماغ مردہ ہوچکا تھا۔ اس بار بھی مردہ ہوگیا تھا۔ اگر اس کی سوچ کی لہروں کو دماغ میں جگہ ملتی تو وہ معلوم کرسکتی تھی کہ گولی کھا کر وہ لہولہان ہوا ہے یا نہیں؟

وہ ہنستے ہوئے بولا "جب میری چالبازیوں سے دشمن چکراتے ہیں تو مجھے بڑی مسرت اور تسکین حاصل ہوتی ہے۔ تم نے میری موت کا منظر دیکھا تھا۔ میں پھر وہی منظر تمہیں دکھا سکتا ہوں۔ صرف ایک منٹ کے لئے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ دیوی کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر وڈیو کیسٹ نکالا اسے وی سی آر میں لگایا پھر ٹی وی آن کرکے کیسٹ پلے کردیا۔ اسکرین پر

وہی منظر آنے لگا کہ ایک جاسوس تیزی سے کار ڈرائیو کررہا ہے۔ دشمن کی گاڑی اس کا تعاقب کررہی ہے جب اسکرین پر ایسا منظر چلنے لگا تو وہ صوفے پر بیٹھ کر وڈیو فلم کے جاسوس کے دماغ پر مسلط ہوگیا پھر اس نے دیوی کو کال کیا۔ اس نے دماغ میں آکر دیکھا۔ برادر کبیر اسی طرح ساحلی سڑک پر گاڑی چلا رہا تھا جسے وہ پہلے دیکھ چکی تھی۔

پارس اس وڈیو فلم کے جاسوس کے دماغ پر پوری طرح مسلط تھا اور دیوی پارس یعنی برادر کبیر کے دماغ میں تھی اس لئے یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ اس وقت برادر کبیر تیزی سے کار ڈرائیو کررہا ہے۔ آگے جا کر دو کاروں نے آگے اور پیچھے سے اس کا راستہ روک لیا۔ وہ اپنی کار سے نکل کر بھاگنے لگا۔ ایسے ہی وقت دونوں کاروں سے آنے والوں نے باہر آکر اپنی گنوں سے فائرنگ شروع کردی۔ برادر کبیر بھاگتے بھاگتے لڑکھڑایا اور کراہتے ہوئے گر پڑا پھر گرتے ہی ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا ہوگیا۔ جیسے ہی اس کا دماغ مردہ ہوا' دیوی کی سوچ کی لہریں پھر یا ہر نکل گئیں۔

پارس نے فوراً ہی ٹی وی اور وی سی آر کو آف کردیا۔ ادھر دیوی چند لمحوں تک حیرانی سے سوچتی رہی۔ یہ تو بالکل وہی واقعہ ہے۔ آج برادر کبیر کو دوسری بار گولی لگی ہے۔ وہ پھر سے مردہ ہوگیا ہے۔ کیا پھر سے زندہ بھی ہوجائے گا؟

وہ پھر اس کے دماغ میں آئی تو حیرانی سے بولی "تم..... تم نے اپنے دماغ میں بالکل وہی واقعہ دہرایا ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں نے ایک فلم کو دوسری بار دیکھا ہو۔"

"میں تمہیں اپنے دماغ میں اور بھی دوسری کئی ایسی فلمیں دکھا سکتا ہوں جن میں مجھے صرف گولی نہیں لگتی۔ میں کسی حادثے میں پہاڑی سے گر کر یا کسی بم بلاسٹ میں مرجاتا ہوں یا کوئی مجھے دھوکے سے زہریلا انجکشن لگادیتا ہے۔ میرے پاس موت کا اتنا اسٹاک ہے جتنا کہ مجھے جینے کا سلیقہ آتا ہے۔"

دیوی تھوڑی دیر کے لئے خیال خوانی بھول گئی۔ برادر کبیر کی زندگی کا یقین آنے کے بعد اس کا سر چکرا رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ بڑے عجیب اور خطرناک چکرباز سے پالا پڑا تھا۔ وہ کشمیر کے سلسلے میں یہ چیلنج کرکے اپنی موت کا ناٹک کھیل رہا تھا کہ جب تک بھارتی فوجیں کشمیر سے نہیں جائیں گی اور کشمیری باشندوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کی آزادی نہیں دی جائے گی تب تک وہ اپنے ایک بھی بھارتی شخص کو مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی نہیں سکھائے گی اور اگر دھوکے سے اور رازداری سے سکھانا چاہے گی تو پچھلے چھ بھارتی خیال خوانی کرنے والوں کی طرح اس کے نئے خیال خوانی کرنے والے بھی حرام موت مارے جائیں گے۔

پھر برادر کبیر نے اپنی موت کا یقین دلا کر اسے خوش فہمی میں مبتلا کردیا کہ اب وہ کسی رکاوٹ کے بغیر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے

والے پیدا کرسکتی ہے اور اس نے سات پیدا کئے۔ نتیجہ جلد سامنے آگیا۔ وہ ساتوں مارے گئے۔ حتیٰ کہ خیال خوانی کرنے پر بھارانی بھی ہاتھ سے نکل گئی تھی۔

یہ بھی واضح ہوگیا کہ پربھارانی کو اغوا کرنے والے نے کاغذ پر "بی کے" لکھا تھا' وہ دراصل برادر کبیر کا مخفف تھا۔ وقت دیوی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی ڈی کو کسی مرحلہ اغوا کیا ہوگا۔

وہ پھر اس کے پاس آئی۔ وہ بولا "آؤ صنم' جاؤ صنم گھر ہے۔"

اس نے کہا "تم نے میری پربھارانی کو اغوا کیا ہے۔"

"تم نے پرنسس آئی لینڈ کے محل میں اسے دیوی بنا کر حوالے کیا تھا۔ میں اس کے جسم و جاں کا مالک بن گیا ہوں میری ملکیت ہے۔"

"تم نے میرے ایک بھی خیال خوانی کرنے والے کو زندہ چھوڑا۔ پربھا پسند آگئی ہے اس لئے اسے زندہ رکھا ہے۔"

"تمہیں جو کچھ بھی کہنا ہے سپرماسٹر کے دفتر میں کسی کو بنا کر کہو۔ وہاں میری ایک ساتھی سائے سے گوشت پوست میں ظاہر ہوگئی ہے۔ میں وہاں جارہا ہوں۔"

وہ ہیڈ کوارٹر کے اسپتال کی ایک لیڈی ڈاکٹر کو آلۂ کار سپرماسٹر کے دفتر میں آئی۔ وہاں ایک میز کے اطراف سپر تینوں افواج کے اعلیٰ افسران تھے۔ لکی سیون ایک کرسی ہوئی تھی۔ کرسی کے دونوں ہتھوں سے اس کے دونو ہتھکڑیوں کے ذریعے جکڑے ہوئے تھے۔

پارس نے ایک فوجی جوان کو آلۂ کار بنایا پھر دفتر کے بولا "ہیلو ایوری باڈی! جیسا کہ تم سب نے میری ساتھی کی سنا ہے کہ برادر کبیر زندہ ہے تو پھر زندہ ہے اور میں یہاں کا ثبوت دے رہا ہوں۔"

دیوی نے لیڈی ڈاکٹر کے ذریعے کہا "یہ درست۔ برادر کبیر کی زندگی کی تصدیق کرچکی ہوں۔ یہ ہمارے درمیا ہے۔ اس نے میرے اب تک تیرہ ٹیلی پیتھی جاننے والو کیا۔ آخری پربھارانی تھی جسے اغوا کرلیا ہے۔"

سپرماسٹر نے کہا "ہم برادر کبیر سے درخواست کر دشمنی بہت ہوچکی۔ اب ہمیں دوستی' امن اور سلا اختیار کرنا چاہئے۔"

"میری دشمنی تم سب کی اسلام دشمنی سے ہے سمجھاؤ کہ یہ اپنے بھارتی حکمرانوں کو سمجھائے۔ وہ کشمیر کرنے سے باز آجائیں۔"

دیوی نے کہا "یہ بھارتی حکمرانوں کے معاملات ہیں سیاسی برتری چاہتا ہے۔ جغرافیائی سرحدوں کے اعتبار کے لئے کشمیر بہت اہم ہے۔ میں اپنے ویس کے ایسے ا

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کرسکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں؛

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کردیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجئے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجئے!

قیمت -/۳۰ روپے

مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

امداخلت نہیں کروں گی۔"

"تم پھر ٹرانسفارمر مشین کے تمام پرزے کھول کر رکھ لو۔ اب ام نہیں آئے گی۔ اسے کام میں لانا چاہو گے تو میں اپنے مجاہدین سایہ بنا کر اس مشین سے گزارتا رہوں گا۔ اپنے خیال خوانی نے والوں کی تعداد بڑھاتا رہوں گا اور تمہارے خیال خوانی نے والوں کو جہنم میں پہنچاتا رہوں گا۔"

دیوی نے کہا "تمہارا خیال ہے کہ میرے ٹیلی پیتھی جاننے ں کو زندہ چھوڑا گیا تو وہ کشمیر میں جا کر وہاں کے مجاہدین کو تنویمی کے ذریعے اپنا غلام بنالیں گے۔ یہ کام تو میں بھی کرسکتی ہوں۔ کشمیر کے تمام جہاد کرنے والے اور دیگر اہم مسلمانوں کو اپنا ار بنا سکتی ہوں۔ کیا تم میرا کچھ بگاڑ سکو گے؟ کیا میرے سائے بھی پہنچ سکو گے؟"

"میں ابھی تمہاری بات کا جواب دیتا ہوں۔ پہلے تھوڑا سا زہر ایک گلاس پانی منگواؤ۔"

"کیا زہر پی کر مرنا چاہتے ہو؟"

"یہ ابھی معلوم ہوجائے گا۔"

دیوی کی ہدایت پر سپرماسٹر نے انٹرکام کے ذریعے ڈاکٹر سے کہا۔ ڑا سا ایسا زود اثر زہر لاؤ جو چشم زدن میں پینے والے کا کام کردے۔"

حکم کی تعمیل ہوئی۔ زہر بھی آگیا اور پانی کا جگ اور گلاس بھی یا۔ فوجی جوان نے پارس کی مرضی کے مطابق آگے بڑھ کر ں میں پانی بھرا پھر زہر کی شیشی کھولی۔ ڈاکٹر نے کہا "ذرا احتیاط یہ بڑا مہلک ہے۔ اس کا ایک قطرہ حلق میں اترے گا تو مرنے یاہ پڑجائے گا۔"

پارس نے اس فوجی جوان کے ذریعے گلاس کے پانی میں ایک الا پھر کہا "مائی ڈیئر لکی! اسے پی جاؤ۔"

دیوی نے کہا "تمہاری ایک ساتھی مرے گی تو میرا کلیجا ٹھنڈا گر اس کے ہاتھ جکڑے ہوئے ہیں۔ تم اپنے ہاتھوں سے "

پارس نے کہا "اسے دنیا کی کوئی زنجیر جکڑ نہیں سکتی۔ وہ "

سب نے بڑی حیرت سے دیکھا۔ لکی سیون نے بڑی آہستگی اور اسے اپنا ایک ہاتھ کھینچ کر ہتھکڑی کے تنگ دائرے سے نکال ں کے بعد دوسرا ہاتھ بھی اسی طرح آسانی سے نکالا۔ پھر ہاتھوں سے گلاس کو تھام کر اسے ہونٹوں سے لگایا پھر ٹ زہریلا پانی پی کر گلاس خالی کردیا۔

وہ سب شدید حیرانی اور بے یقینی سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے لاس میز پر رکھا پھر اپنا ایک ایک ہاتھ ہتھکڑیوں کے دائرے بارہ ڈال کر پھر سے قیدی بن کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگالیا۔ طرح آرام سے بیٹھی رہی۔

سب اسے پلکیں جھپکائے بغیر ایسے دیکھ رہے تھے جیسے وہ اب تب میں زہر کے اثر سے مرنے والی ہو مگر وہ زیرِ لب مسکرا رہی تھی۔ پارس نے کہا "یہی لڑکی سایہ بن کر دیوی کے خیال خوانی کرنے والوں کے اندر جاتی تھی اور تھوک کر چلی آتی تھی۔ اس کا زہریلا لعاب دہن انہیں ہلاک کر دیتا تھا۔ یہ بات ڈاکٹروں کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ ہلاک ہونے والوں کے اندر زہر کیسے پہنچتا ہے۔"

وہاں کھڑے ہوئے ڈاکٹر نے کہا "یہ بلیک کوبرا کا زہر ہے۔ میں زندگی میں پہلی بار یہ ناقابلِ یقین منظر دیکھ رہا ہوں۔ یہ لڑکی ناگن سے بھی زیادہ زہریلی ہے۔"

پارس نے کہا "ابھی دیوی کہہ رہی تھی کہ وہ تنہا کشمیری مجاہدین کو اپنا غلام بنائے گی تو میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔ یہ لڑکی دیوی کی بات کا جواب ہے۔ کشمیر میں جتنے بھارتی فوجی ہیں یہ تمام فوجی جوانوں اور افسروں کے اندر سایہ بن کر جایا کرے گی اور تھوک کر آجایا کرے گی۔ ہاں تو دیوی جی! کیا تمہاری بات کا یہ جواب کافی ہے۔"

دیوی شدید حیرانی سے لکی سیون کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا "یہ اتنی زہریلی خطرناک لڑکی کون ہے؟"

"یہ ایک عجوبہ ہے۔ ایم آئی ایم کی ایک مجاہدہ ہے۔ اب تک تم میرے دماغ میں آکر چکراتی رہیں۔ اس کے دماغ میں جاؤ گی تو چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔"

دیوی نے ابھی تک اس کے دماغ میں جانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ برادر کبیر کے دوبارہ زندہ ہونے پر الجھ کر رہ گئی تھی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سامنے بیٹھی ہوئی لکی سیون کے دماغ میں پہنچی تو اس نے ہنستے ہوئے سانس روک لی اور کہا "کوئی مجھے گدگدا رہا ہے۔ مجھ سے گدگدی برداشت نہیں ہوتی۔"

دیوی نے کہا "ارے تم تو وہی لڑکی ہو جو سایہ بن کر پیدا ہونے والے بچے کو لے گئی تھیں۔ بچے کے لئے ایک جنرل اسٹور سے کچھ چیزیں خرید رہی تھیں۔ میں نے تمہارے دماغ میں پہنچنا چاہا تو تم نے گدگدی محسوس کرتے ہوئے سانس روک لی تھی۔"

"اس بیچاری کو تمہاری وہ آہتا شکتی بھی گدگداتی ہے جس کے ذریعے تم یوگا جاننے والوں کے اندر بھی پہنچ جاتی ہو۔ اتنے بڑے ملک کا سپراسٹر، تینوں افواج کے اعلیٰ افسران، امریکی اور اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والے سب ہی تمہارے آگے بے بس ہیں۔ واؤد منڈولا جیسا شاطر چالباز بھی تمہیں اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکتا۔"

سپراسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران اندر ہی اندر اپنی توہین محسوس کر رہے تھے۔ کسی نے سر جھکا لیا تھا۔ کوئی بے چینی سے کرسی پر پہلو بدل رہا تھا۔ سپراسٹر نے ذرا ڈھٹائی سے کہا "مسٹر کبیر! ہمیں دیوی جی کے خلاف بھڑکانے کی کوشش نہ کرو۔ بے شک انہوں نے اپنے مقابلے میں ہمیں کمتر سمجھ رکھا ہے لیکن انہوں نے کبھی ہمیں اور ہمارے ملک و قوم کو نقصان نہیں پہنچایا۔"

"پھر تو آپ کا فرض ہے کہ آپ دیوی جی کے نقصانات کم کریں۔ ان کے احسانات کا بدلہ چکائیں۔"

"ہم تو دیوی جی کے کام آنا چاہتے ہیں لیکن تم رکاوٹ جاتے ہو۔"

"میں رکاوٹ کیسے بن سکتا ہوں جبکہ کہہ رہا ہوں کہ کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے گئے مگر تمہارے اسرائیل کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تو زندہ ہیں۔ جب دوسرے ممالک میں اپنی فوجیں اور اپنے ہتھیار بھیجتا رضاکارانہ طور پر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دیوی جی بھارت اور کشمیر میں بھیج سکتے ہو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ تم عجیب باتیں کر رہے ہو۔ کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کرنے کے بعد بڑی سے ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو وہاں بھیجنے کا مشو رہے ہو۔"

پارس نے کہا "سیدھی سی بات سمجھ لیا کرو۔ یہ م اور دیوی کا جھگڑا ہے۔ میں نے کشمیر سے بھارتی فوج کو ہٹ کشمیریوں کو اپنے طور پر اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق کہا ہے۔ یہ محترمہ بھارتی دیوی ہیں۔ میری شرائط پور ہیں۔ نہیں کریں گی تو ان کے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جا زندہ نہیں رہیں گے۔ ہمارے آپس کے تنازعے کے ب دیوی کو امریکا اور اسرائیل سے ٹیلی پیتھی کی بار دو ملنی رہ اعتراض نہیں کریں گا۔"

دیوی نے کہا "برادر کبیر! مسلمان دعویٰ کرتے ہیں زبان سے نہیں پھرتے۔ کیا تم بھی یہ اجازت دے کر اپنی نہیں پھرو گے؟"

پارس نے کہا "میرا خدا ایک، میری زبان ایک۔ تم اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی پوری فوج کشمیر میں ہو۔"

"تم کشمیری مسلمانوں کا درد اپنے دل میں رکھتے امریکی اور یہودی خیال خوانی کرنے والوں کو کشمیر میں پہنچاؤ گے؟"

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر وعدہ کرتا ہوں کہ پیتھی جاننے والوں کی طرف رخ بھی نہیں کروں گا۔"

"اپنے خدا کا حوالہ دے کر بڑی چالاکی سے وعدہ ان خیال خوانی کرنے والوں کی طرف رخ نہیں کرو۔ وعدے کے پیچھے یہ گنجائش رکھ رہے ہو کہ یہ زہریلی لڑکی انہیں ہلاک کرے گی تو تم زبان کے سچے بھی کہلاؤ گے کارروائی بھی ہوتی رہے گی۔"

"یہ زہریلی لڑکی بھی امریکی اور یہودی خیال خوانی کرنے والوں کے اندر نہیں جائے گی۔ صرف یہی نہیں، میری ایم آئی ایم تنظیم کا بھی مجاہد کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

دیوی نے کہا "ایک گنجائش اب بھی باقی ہے تم کسی دوسرے کو سایہ بنا کر سپراسٹر اور واؤد منڈولا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کروا سکتے ہو۔"

"تک کا علاج حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔ ہر مذہب کی قوم میں جھوٹے اور سچے لوگ ہوتے ہیں۔ اگر یقین کر سکتی ہو تو کر لو۔ میں نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہہ دیا ہے کہ امریکی اور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو میری کسی حرکت سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں یہ وعدہ بھی کرتا ہوں کہ ان کے خلاف اپنی غیر معمولی صلاحیتوں بھی استعمال نہیں کروں گا اور کوئی شک و شبہ رہ گیا ہے تو لو۔"

وہ بولی "اب کوئی شبہ نہیں رہا۔ یہ بات صاف ہو گئی ہے کہ تم نے چیلنج کے مطابق کسی بھارتی شخص کو ٹیلی پیتھی سیکھنے نہیں دو گے۔ میں اپنے کسی بھارتی خیال خوانی کرنے والے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکوں گی۔ البتہ امریکی اور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے جب چاہوں کام لے سکوں گی۔ حتیٰ کہ کشمیریوں کے خلاف بھی میں استعمال کروں گی تو تم انتقامی کارروائی نہیں کرو گے۔"

"ہاں نہیں کروں گا۔ یہ ایک مردِ مومن کی زبان ہے۔"

سپراسٹر اور تمام اعلیٰ افسران خوش ہو کر ایک دوسرے کو بغلیں دینے لگے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر کبیر! تم واقعی ہمیں دیوی کے کام آنے اور اپنے فرائض ادا کرنے کی آزادی دے رہے ہو۔"

لکی سیون نے کہا "پھر تو ہماری آپس کی دشمنی ختم ہو چکی ہے یا میں ان ہتھکڑیوں سے اپنے پاؤں نکال لوں؟"

پارس نے کراہتے ہوئے کہا "آہ! پھر پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ ہتھکڑیاں ہاتھوں میں پہنی جاتی ہیں، پیروں میں نہیں۔"

وہ بولی "تم لوگ اتنی لمبی باتیں کر رہے تھے اور میرے ہاتھوں میں تکلیف ہو رہی تھی اس لئے میں نے ہتھکڑیوں سے ہاتھ نکال لئے اور انہیں پیروں میں پہن لیا ہے۔ اگر سمجھوتا ہو گیا ہے تو بولو۔ رہائی حاصل کر لیتی ہوں۔"

سب نے اپنی کرسیوں پر سے اٹھ کر دیکھا۔ اب واقعی وہ اپنے پیروں میں ہتھکڑیاں پہنے ہوئے تھی۔ دیوی نے اپنی آلۂ کار ٹیلی ڈاکٹر کے ذریعے دیکھا پھر پوچھا "مسٹر کبیر! تم خود ہی کچھ کم بے بس ہو۔ اس پر یہ عجوبہ کہاں سے پکڑ لائے ہو؟ یہ کون ہے؟"

"میں بتا چکا ہوں کہ میری تنظیم کی مجاہدہ ہے۔ سب اسے لکی سیون کہتے ہیں۔ اس کے آگے نہ پوچھو۔ یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کی تہہ سے حیرت انگیز اور عجیب و غریب موتی نکلتے رہتے ہیں۔ مائی ڈیئر لکی! ہتھکڑیوں کو پھینکو، ہم یہاں سے جائیں گے۔"

اس نے پیروں سے ہتھکڑیاں نکال کر پھینک دیں۔ سپراسٹر نے کہا "مسٹر کبیر! پلیز ابھی نہ جائیں۔ پہلے یہ یقین دلا دیں کہ آپ کی دشمنی دیوی سے سہی مگر آپ ہمارے دوست ہیں اور ہمیشہ دوست رہیں گے۔"

"جب تک تم ٹرانسفارمر مشین سے کسی بھی بھارتی کو نہیں گزارو گے، میں دوست رہوں گا۔"

دیوی نے کہا "جب مجھے امریکا اور اسرائیل سے ٹیلی پیتھی جاننے والے ملتے رہیں گے اور میرے مقاصد پورے ہوتے رہیں گے تو میں اپنے دیس کے کسی بھی شخص کو مشین کے پاس نہیں لے جاؤں گی۔"

وہ بولا "بس یہ معاملات طے ہو گئے۔ اب میں لکی کے ساتھ جا رہا ہوں۔"

دیوی نے کہا "ذرا ایک منٹ۔ مجھے ایک بات کھٹک رہی ہے۔"

"چلو۔ وہ کھٹکا بھی دل سے نکال لو۔ بتاؤ کیا بات ہے؟"

"تم مسلمان ہو۔ کشمیری مسلمانوں کے لئے دل میں درد رکھتے ہو۔ جب امریکی اور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کشمیریوں کے دماغوں میں گھس کر انہیں ہلاک کریں گے تو کیا تمہارا اسلامی جوش اور جذبہ تمہیں بے چین نہیں کرے گا؟"

"کوئی بھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی کشمیری مجاہد کے اندر پہنچے گا تو میں ضرور بے چین ہو جاؤں گا۔ میں نے یہ سوچ سمجھ کر وعدہ کیا ہے کہ کشمیر سے تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی لاشیں آتی رہیں گی۔"

وہ سب سوالیہ نظروں سے اس فوجی جوان کو دیکھنے لگے جس کی زبان سے پارس، برادر کبیر بن کر بول رہا تھا۔ دیوی نے پوچھا۔ "جب تم اور تمہاری تنظیم کا کوئی فرد بھارت اور کشمیر کا رخ نہیں کرے گا تو تم ایسی تشویش میں مبتلا کرنے والی پیش گوئی بڑے اعتماد سے کس بنا پر کر رہے ہو؟"

"اس بنا پر کہ ایم آئی ایم کا سربراہ اور مجاہدین تمام ممالک کے متعلق معلومات رکھتے ہیں جب ہمیں معلوم ہوا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا باپ فرہاد علی تیمور بھارت پہنچا ہوا ہے تو ہماری تنظیم نے کشمیر کا میدان چھوڑ دیا ہے۔"

سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ وہاں موت کی سی خاموشی چھا گئی۔ سپراسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران ایک دوسرے کو تشویش بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ واؤد منڈولا بھی خیال خوانی کے ذریعے تمام باتیں سن رہا تھا۔ ان سب کی ایک ہی سوالیہ سوچ تھی، کیا وہ اپنے قیمتی خیال خوانی کرنے والوں کو کشمیر میں قربانی کا بکرا بنا سکتے ہیں؟

○☆○

وہ دونوں آرام دہ بستر پر گہری نیند میں تھے۔ سوتے وقت بھی ان میاں بیوی کی محبت کا اظہار ہو رہا تھا۔ صائمہ کا ایک ہاتھ صابر خان کی گردن پر پھولوں کے ہار کی طرح پڑا ہوا تھا اور صابر خان کا ہاتھ صائمہ کی پتلی خمدار کمر پر رکھا ہوا تھا۔ دونوں کے چہرے ایک دوسرے کی طرف تھے لیکن آنکھیں بند تھیں۔ شاید وہ بند آنکھوں کے پیچھے خواب میں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

سرہانے رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ اس کے بعد صبح ہونے والی تھی۔ ایسے وقت سب ہی گہری نیند میں ڈوبے رہتے ہیں پھر محبت کرنے والے جو ڈھے تو یوں بھی تھک ہار کر نیند کی گہرائی میں چلے جاتے ہیں مگر یہ ظالم زمانہ پیار بھرے انداز میں سونے نہیں دیتا۔ صابر خان نے نیند ٹوٹنے کے باعث ناگواری سے کروٹ لی۔ ہاتھ بڑھا کر ریسیور کان سے لگاتے ہوئے بولا "ہیلو۔ میں ہوں ڈاکٹر صابر خان۔ آپ فرمائیں؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "پھر ہانا کیا ہے جی! بس پوچھنا ہے۔ جس طرح تم نے وصیت لکھی ہے کہ تمہاری موت کے بعد تمہارا دل اور آنکھیں کسی جرورت مند کو دے دی جائیں کیا اسی طرح تمہاری جوان بیوی صائمہ نے بھی اپنا دل اور اپنی آنکھیں دان کرنے والی وصیت لکھی ہے؟"

"جی ہاں لکھی ہے لیکن آپ اتنی رات کو نیند سے جگا کر کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"اجی اب رات کہاں رہی۔ تھوڑی دیر میں صبح ہونے والی ہے۔ تمہارے اسپتال کے کمرا نمبر چھ میں ایک دل کی مریضہ ہے۔ بیچاری کا دل اتنا بے کار ہو گیا ہے کہ وہ جنده نہیں رہ سکے گی۔"

ڈاکٹر صابر خان نے کہا "میں جانتا ہوں۔ ہم نے پورے بھارت کے میڈیکل بورڈ کی طرف سے اپنے دیس کے تمام اسپتالوں میں اور دوسرے ملکوں میں بھی یہ اطلاع بھیجی ہے کہ کسی کی حادثاتی موت ہو اور وہ موت سے پہلے اپنے دل کا عطیہ دینے پر راضی ہو جائے تو ہم اپنے اسپتال کی مریضہ انجلی کو بچالیں گے۔"

"اجی ڈاکٹر صاحب! کیوں اتنی دور دور تک بھاگ دوڑ کر رہے ہو۔ جب مال اپنے گھر میں مل سکتا ہے تو دور جا کر اس مریضہ انجلی کو اتجار کیوں کرا رہے ہو۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟"

"اس میں سمجھنے کی کیا بات ہے۔ اپنی جوان بیوی کا دل انجلی کو دان کر دو۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔ کسی زندہ انسان کا دل دوسرے کو کیسے دیا جا سکتا ہے۔"

"کامرنے کے بعد دیا جاتا ہے؟"

"ہاں جیسے ہی عطیہ دینے والے کی موت واقع ہوتی ہے ویسے ہی اسے آپریشن تھیٹر میں لے جا کر اس عطیہ دینے والے مردہ تن کے دل کی پیوند کاری دوسرے ضرورت مند کے سینے میں کی جاتی ہے۔"

"تو پھر سمجھ لو' تمہاری بیوی مر چکی ہے۔ ہم اسے کتل کر دیتے ہیں۔ تم اسے اسپتال لے جا کر اس کی وصیت پوری کر دو۔"

ڈاکٹر صابر نے کہا "کیا تم کوئی پاگل ہو؟ یاد رکھو تمہارے سر پھرے میرے بنگلے میں قدم بھی نہیں رکھ سکیں گے۔"

فون پر قہقہہ سنائی دیا پھر قہقہہ لگانے والے نے کہا "ہم تمہارے بنگلے کے اندر سے بول رہے ہیں۔ بھئی یہ موبائل پر ہے نا۔ یہ بڑے کام کی چیز ہے۔ میں تمہارے دوسرے کمرے بول رہا ہوں۔ یہ دیکھو۔"

بات ختم ہوتے ہی خواب گاہ کا دروازہ ایک زوردار آواز کھلا۔ اسے لات مار کر کھولا گیا تھا۔ صائمہ نیند سے ہڑبڑا کر بیٹھی۔ ڈاکٹر صابر خان کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ کھلے ہوئے دروازے پر دو افراد نظر آ رہے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں چھرا تھا دوسرے کے ہاتھ میں ریوالور۔ اس ریوالور میں سائلنسر لگا ہوا تھا۔ آنے والوں نے نائلون کی ایک باریک جراب کو اپنے سر سے کر گردن تک نقاب کے طور پر پہن لیا تھا۔ یوں انہیں صحیح شکل سے پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔

وہ دونوں صائمہ کی طرف لپکے۔ وہ چیخ مار کر صابر سے لپٹ گئی۔ صابر نے کہا "رک جاؤ۔ ہم سے دشمنی کیوں کر رہے ہو؟"

ایک نے قریب آ کر ڈاکٹر صابر کو وہ چھرا دیتے ہوئے کہا "یہ لو۔ اپنے ہاتھ سے چھرا اس کے ہلک (حلق) پر رکھو اور سانس کی نالی کاٹ دو۔"

"نہیں۔ یہ تم لوگ کیسی غیر انسانی حرکت کے لئے ایک ڈاکٹر کو کہہ رہے ہو۔"

ریوالور والے نے کہا "تم ڈاکٹر ہو۔ اسی لئے کہہ رہے ہیں۔ اسے ایسے کتل کرو گے تو اس کا دل ٹھیک ٹھاک رہے گا پھر تم اس دل کی دھڑکنوں کو انجلی کے سینے میں پہنچا دو گے۔ اگر انکار کرو گے شور مچاؤ گے تو سائلنسر لگے ہوئے ریوالور کی گولی تمہاری بیوی کی کھوپڑی میں اتر جائے گی۔"

دوسرے نے وہ چھرا صابر خان کے سامنے پھینک دیا۔ صابر نے اسے اٹھا کر کہا "اسے میں اپنے سینے میں گھونپ لوں گا مگر اس صائمہ کی جان نہیں لوں گا۔"

"تو پھر چھرا کاہے کو پکڑے ہو۔ لاؤ واپس کر دو۔ ہم سمجھ گئے ہیں کہ تم اپنی لگائی سے بہت پریم کرتے ہو۔"

ڈاکٹر صابر نے سمجھ لیا کہ موت کی گھڑی آ گئی ہے تو پھر بچانے کی کوشش کرتے ہوئے کیوں نہ جان دی جائے۔ اس نے اچانک بستر سے چھلانگ لگا کر چہرے سے حملہ کرنا چاہا۔ اس سے پہلے ریوالور والے نے ایک فلائنگ کک ماری۔ وہ دور جا کر فرش پر گرا۔ چھرا ہاتھ سے چھوٹ کر دوسرے شخص کے قدموں میں آ گیا۔ وہ بیچارہ انقلابِ قلب کا ڈاکٹر تھا۔ ہاتھا پائی کرنا نہیں جانتا تھا۔ فرش پر سے اٹھنا چاہتا تھا۔ ریوالور والے نے اسے اٹھنے نہیں دیا۔ اس کے سینے پر ایک پیر رکھ کر اس کا نشانہ لے کر بولا "اگر تم نے ابھی حرکت کی تو تمہاری لگائی کو ہم گولی مار دیں گے۔"

صابر خان نے بے بسی سے سر جھکا کر صائمہ کو دیکھا۔ اس دوسرے شخص نے صائمہ کی گردن پیچھے سے دبوچ لی تھی۔ اب اس کے ہاتھ میں چھرا نہیں دوسرا چاقو تھا۔ صابر خان نے تڑپ کر چیختے ہوئے کہا "رک جاؤ۔ رک جاؤ۔"

وہ اپنی جان کی پروا کئے بغیر دشمن کا پیر پکڑ کر اپنے سینے پر کھینچتے ہوئے اٹھنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت دوسرے ظالم نے صائمہ کے حلق پر چاقو پھیر دیا پھر اسے بستر پر گرا دیا۔ صابر خان چیختا ہوا فرش پر سے اٹھ کر دوڑتا ہوا صائمہ کے پاس بستر پر آیا "صائمہ' صائمہ! میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔"

سانس کی نالی کٹ چکی تھی۔ ڈاکٹر صابر خان اس کے دوپٹے کو لے کر اس کی گردن کے اطراف لپیٹنے لگا۔ قاتل نے خون آلود چاقو کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ ریوالور والے نے فرش پر پڑے ہوئے چھرے کو دستانے پہنے ہوئے ہاتھ سے اس کے پھل کی طرف سے پکڑ کر اٹھا لیا کیونکہ اس کے دستے پر صابر خان کی انگلیوں کے نشانات تھے۔ وہ دونوں دروازے تک گئے پھر ایک نے کہا "اگر تم سچے پتی دیو ہو تو فوراً اپنی پتنی کو اسپتال لے جا کر اس کی وصیت کو پورا کرو۔ اس کا دل انجلی کو دان کرو اور یہ تمہارا دھرم ہے ڈاکٹر کا کرتو (فرض) بھی ہے۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ ڈاکٹر ان قاتلوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا مگر صائمہ کے گھٹے ہوئے نرخرے کو سانس لینے کے قابل بنا سکتا تھا۔ اس نے کہا "صائمہ اسی طرح دونوں ہاتھوں سے دوپٹے اور گلے کو دبائے رکھو۔ میں ابھی تمہیں اسپتال لیے جا رہا ہوں۔"

اس نے فوراً ہی اسپتال فون کر کے کہا "میرے آپریشن تھیٹر کے اسٹاف کو الرٹ رکھو۔ میری وائف کا نرخرہ کٹ گیا ہے۔ میں ابھی اسے لے کر آ رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ صائمہ کو دونوں بازوؤں میں اٹھایا پھر لڑکھڑاتی سے چلتا ہوا بنگلے کے باہر اپنی کار کے پاس آیا۔ اس کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس میں اسے لٹایا۔ وہ اٹکتی ہوئی سانس بڑی مشکل سے لیتے ہوئے بولی "مم۔ میری وصیت ضرور۔۔۔ ہاں ضرور۔۔۔"

وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ بند کر کے اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "وصیت پر مرنے کے بعد عمل ہوتا ہے اور میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے کے احاطے سے نکل کر جانے لگا۔ اسپتال زیادہ دور نہیں تھا۔ جب اس نے ایمرجنسی وارڈ کے سامنے گاڑی روکی تو وارڈ بوائے سٹریچر ٹرالی کے ساتھ موجود تھے۔ انہوں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہاں سے صائمہ کو اٹھایا تو پتا چلا' وہ اپنی سانسیں پوری کر چکی ہے۔ اسے اسٹریچر پر لا کر لٹایا گیا۔ ڈاکٹر صابر نے اپنی تسلی کے لئے اسے چیک کیا پھر غم سے نڈھال ہو کر اس سے لپٹ گیا۔

ڈاکٹر کیدار ناتھ نے آ کر اسے صائمہ کی لاش سے الگ کیا۔ پھر کہا "سر! آپ خود کو سنبھالیں۔ آپ مضبوط اعصاب کے سرجن ہیں۔ دل کو ایک سینے سے دوسرے سینے میں منتقل کرنے میں جو مہارت آپ کو حاصل ہے اس کے باعث پورے بھارت میں آپ کی شہرت ہے۔ آپ متقولہ کے پتی ہیں لیکن ایک ذمے دار سرجن بھی ہیں۔"

دوسرے ڈاکٹر گپتا رائے نے وارڈ بوائے اور دوسرے ماتحت ڈاکٹروں سے کہا "لاش کو فوراً آپریشن تھیٹر میں لے جاؤ اور مس انجلی کو بھی وہاں پہنچاؤ۔"

پھر ڈاکٹر گپتا رائے نے ڈاکٹر صابر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "یہ آپ کی دھرم پتنی تھیں۔ یہ پوچھنے کا وقت نہیں ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ آپ وصیت کے مطابق فوراً آپریشن کرنے کے لئے خود کو مستعد رکھیں۔"

ڈاکٹر صابر نے خالی خالی نظروں سے ڈاکٹر گپتا رائے اور ڈاکٹر کیدار ناتھ کو دیکھا۔ کیدار ناتھ نے کہا "یہ امتحان کی گھڑی ہے۔ آپریشن آپ ہی کو کرنا ہوگا۔ آپ ہمارے سینئر ہیں۔ آپ کی موجودگی میں ہم کوئی رسک نہیں لیں گے۔"

وہ دونوں ڈاکٹروں کے درمیان چلتا ہوا آپریشن تھیٹر کی طرف جانے لگا۔ وہ پینتالیس برس کا تھا۔ اس نے پندرہ برس تک یورپ اور امریکا کے نہایت تجربہ کار نامی گرامی ہارٹ سرجنز کے ساتھ کام کیا تھا۔ اسے اپنے پیشے سے اتنا لگاؤ تھا کہ اس نے کبھی کسی حسینہ سے دل نہیں لگایا تھا۔ ایک برس پہلے صائمہ اچانک اس کی زندگی میں آئی تھی۔ یوں اس نے صرف ایک برس تک اس کے ساتھ پیار بھری ازدواجی زندگی گزاری تھی اور اب ہمیشہ کے لئے پھر اسے تنہا چھوڑ دیا تھا۔

وہ آپریشن تھیٹر میں آیا۔ وہاں دو بیڈ تھے۔ ان کے درمیان ایک بڑی ٹرالی تھی جس میں سرجری کے تمام ضروری آلات تھے۔ ایک بیڈ پر صائمہ کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ دوسرے بیڈ پر انجلی بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔

انجلی پچھلے چھ ماہ سے علاج کے لئے ڈاکٹر صابر کے پاس آتی رہی تھی۔ اس کا چچا دین دیال وزیرِ صحت تھا اس لئے علاج کے سلسلے میں انجلی پر خاص توجہ دی جا رہی تھی۔ پچھلے دو ہفتوں سے وہ باقاعدہ اسپتال میں داخل ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر صابر نے تمام رپورٹوں کے پیشِ نظر کہہ دیا تھا کہ اس کے دل کی کارکردگی مایوس کن ہے۔ کوئی اپنا دل اسے دان کرے گا تو اسے نئی زندگی مل سکے گی۔

آپریشن تھیٹر میں ڈاکٹر صابر کے ماتحت اسے ایپرن اور چہرے کا ماسک وغیرہ پہنا رہے تھے پھر وہ دستانے پہن کر صائمہ کے پاس

آیا۔ اپنا ہاتھ اسسٹنٹ لیڈی ڈاکٹر کی طرف بڑھایا۔ لیڈی ڈاکٹر نے اسے تیز دھار کے چھل کا چاقو دیا۔

کبھی ایسی گھڑی بھی آتی ہے کہ آدمی جس سے پیار کرتا ہے اس کا سینہ چاک کرتا ہے۔ شادی کے بعد صائمہ نے کہا تھا "آپ نے اپنے دل کا عطیہ دینے کی وصیت لکھی ہے۔ میں بھی لکھوں گی۔ میری دعا ہے کہ میں آپ سے پہلے اس دنیا سے جاؤں اور آپ میری وصیت پر عمل کریں۔"

صائمہ کا سینہ چیرتے وقت اس کے کانوں میں آواز آرہی تھی۔ "میرے محبوب! یہ دل آپ کی امانت ہے۔ جب چاہیں لے سکتے ہیں۔ یہ کسی کے بھی سینے میں دھڑکے گا تو اس کی تمام دھڑکنیں آپ کے لئے ہوں گی۔"

وہ اپنا فرض ادا کررہا تھا۔ اس اسپتال میں اس کے بعد ڈاکٹر کیدار ناتھ ایک تجربہ کار سرجن سمجھا جاتا تھا۔ اس نے انجلی کے سینے سے دل نکال کر اس کی سانسوں کو اور خون کی روانی کو ہارٹ لنگ مشین سے منسلک کردیا تھا۔ ایک طرف پھولنے اور پچکنے والا بریدنگ بیگ یہ ظاہر کررہا تھا کہ انجلی کا دل نکالنے کے باوجود وہ زندہ ہے۔ ایک ڈاکٹر مانیٹرنگ ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ گراف پر بننے والی اونچی نیچی لکیروں کو دیکھ کر انجلی کی زندگی سے مطمئن ہورہا تھا۔

صائمہ کا دل سینے سے نکالا جاچکا تھا۔ وہ دل ایک میڈیکیٹڈ باؤل میں رکھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر صابر نے اپنی صائمہ کی لاش کو اپنے ہاتھوں سے ایک چادر سے ڈھانپ دیا پھر پلٹ کر دوسرے بیڈ پر انجلی کے پاس آیا۔ اس کے آنے سے ڈاکٹر کیدار ناتھ ایک طرف ہٹ گیا کیونکہ ڈاکٹر صابر اس کا سینئر تھا۔ سینئر بھی تھا اور خوبرو بھی۔ انجلی پہلے اس سے متاثر ہوئی تھی پھر اسے چاہنے لگی تھی۔ وہ بڑی بے باک اور اسمارٹ لڑکی تھی۔ کروڑ پتی باپ کی بیٹی تھی۔ باپ مرگیا تھا۔ اب وہ باپ کی برآمدی تجارت کو سنبھالتی تھی۔

دل کی بیماری اسے اسپتال لائی تھی۔ ڈاکٹر صابر سے علاج کے سلسلے میں ملاقات کرتے کرتے اور زیادہ دل کی مریضہ بن گئی تھی۔ اس نے ایک دن صاف طور سے کہہ دیا تھا "میری زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہے لیکن جب تک یہ بیمار اور کمزور دل دھڑکتا رہے گا اس کی دھڑکنیں تمہارے ہی لئے ہوں گی۔"

ڈاکٹر صابر نے سمجھایا تھا "میرا خیال دل سے نکال دو۔ میں شادی شدہ ہوں اور اپنی صائمہ سے بہت محبت کرتا ہوں۔"

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ جس طرح تم صائمہ کے دل کی دھڑکنیں سنتے ہو اسی طرح میرے دل کی بیمار دھڑکنیں بھی سنتے رہو۔ دیکھو ڈاکٹر انکار نہ کرنا۔ سزائے موت پانے والے سے اس کی آخری خواہش پوچھی جاتی ہے۔ میری آخری خواہش تم ہو۔"

اس آپریشن تھیٹر میں اس کی آخری خواہش پوری ہوگئی۔ صائمہ کا جو دل صابر کے لئے دھڑکتا تھا وہی دل انجلی کے سینے میں آگیا تھا۔

آپریشن کامیاب ہوا تھا۔ ڈاکٹر صابر کے لئے اس دلیر بڑے بڑے ڈاکٹر پیش گوئی کرتے تھے کہ وہ جس کا ہارٹ پلانٹ کرے گا اس میں کامیاب رہے گا۔ صائمہ کی موت سے انجلی ایک نئی زندگی مل گئی تھی۔

صابر اپنا فرض مکمل کرنے کے بعد کٹے ہوئے شہتیر کی طرح ایک کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا تھا۔ ایک لیڈی ڈاکٹر نے کہا "سر! ہم ہمیشہ آپ کو کامیاب آپریشن کی مبارکباد دیتے ہیں آج سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ہمیں کیا کہنا چاہئے۔"

ایک عمر رسیدہ ڈاکٹر نے کہا "میں نے اپنی زندگی میں بڑے آپریشن دیکھے ہیں لیکن ایک ڈاکٹر کو اپنی بیوی کے سینے دل نکالتے پہلی بار دیکھا ہے۔"

ڈاکٹر صابر نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "ہم سب مسیحا مریضوں کو نئی زندگی دینے کے لئے انہیں چیرتے پھاڑتے ہیں صرف مسیحا نہیں، قصائی بھی ہیں۔"

آپریشن تھیٹر کے باہر وزیر صحت دین دیال شاہانہ انداز بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سیکیورٹی گارڈز کے علاوہ پولیس افسر اور کئی سپاہی بھی تھے۔ ایک نرس نے آپریشن تھیٹر سے باہر آ "منتری جی مبارک ہو۔ آپریشن کامیاب ہوا ہے۔ آپ کی مس انجلی کو ایک نئی زندگی مل گئی ہے۔"

منتری دین دیال نے خوش ہوکر نرس کو پانچ سو روپے کا دیا پھر کہا "یہ ڈاکٹر صابر خان بہت باکمال ہے۔ اس سے آ میں غلطی نہیں ہوتی اور آج تو ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ میری آپریشن کررہا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ ناکام ہوگا تو میں اسے پھا چڑھادوں گا۔"

آپریشن تھیٹر سے ڈاکٹر وغیرہ باہر آنے لگے۔ ایک پولیس نے ڈاکٹر صابر خان کو روک کر پوچھا "ڈاکٹر! آپ کی وائف کیسے ہوا؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "دو قاتل ہمارے بیڈ آئے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں چھرا تھا اور دوسرے کے ہا ریوالور۔ وہ کہہ رہے تھے کہ میری بیوی کو قتل کیا جارہا ہے فوراً اپنی بیوی کا دل سینے سے نکال کر انجلی کے سینے میں ہوگا۔"

منتری دین دیال نے کہا "اے ڈاکٹر! ذرا سوچ سمجھ بھتیجی کا نام لو۔ وہ قاتل کون تھے؟ انہیں میری انجلی سے کیوں تھی کہ اسے نئی زندگی دینے کے لئے انہوں نے تمہا والی کو قتل کردیا۔ کیا میری بھتیجی کو بدنام کرنا چاہتے ہو؟"

صابر نے کہا "شریمان! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ آپ کی بدنام کیوں کروں گا جبکہ اسے ایک نئی زندگی دے کر آرہا ہوا

پولیس افسر نے کہا "ڈاکٹر! ابھی ہم نے آپ کے گھر

لی ہے۔ وہاں ایک خون آلود چھرا پڑا ہوا تھا۔ ہم نے اسے فنگر پرنٹس کے ماہر کے پاس بھیج دیا ہے۔ انٹیلی جنس والوں نے بھی وہاں کی تصویریں اتاری ہیں اور محدب شیشے سے معائنہ کرکے کہا ہے کہ وہاں صرف دو افراد کی انگلیوں کے نشانات ہیں۔ کسی تیسرے چوتھے کا نشان نہیں ہے۔"

"وہ قاتل دستانے پہنے ہوئے تھے اور ان کے چہروں پر جرابوں کے ماسک تھے پھر وہ چھرا خون آلود نہیں ہوسکتا کیونکہ ایک قاتل نے ایک چاقو سے میری وائف کو ہلاک کیا تھا۔"

"کیا اپنی ان باتوں کا آپ کے پاس ثبوت ہے؟"

"قاتل چالاک تھے۔ کوئی ثبوت چھوڑ کر نہیں گئے۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ میری وائف کو بھلا اور کون قتل کرے گا؟"

"وہاں صرف دو افراد تھے۔ دو میں سے ایک قاتل ہے۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں نے اپنی محبت کرنے والی وفادار بیوی کو قتل کیا ہے؟"

"ہم کچھ نہیں کہیں گے۔ فنگر پرنٹس کی جو رپورٹ آئے گی وہی درست تسلیم کی جائے گی۔ آپ ہمارے ساتھ تھانے چلیں۔"

افسر نے ایک سپاہی سے کہا کہ صابر کو ہتھکڑی لگائی جائے۔ کئی ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر وغیرہ نے اعتراض کیا۔ ایک نے کہا "ہمارے سر اس دیس کے نامی گرامی معزز ڈاکٹر ہیں۔ آپ انہیں ہتھکڑی لگا کر تمام ڈاکٹروں کی توہین کریں گے۔"

دین دیال نے کہا "آفیسر! میں ایک منتری ہوں۔ قانون کو سمجھتا ہوں۔ قاتل کوئی بھی ہو اسے ہتھکڑی لگائی جاتی ہے لیکن اس ڈاکٹر نے میری بھتیجی کو نئی زندگی دی ہے اس لئے آپ انہیں ہتھکڑی کے بغیر لے جائیں۔"

ایک عمر رسیدہ ڈاکٹر نے کہا "منتری جی! ڈاکٹر صابر کے کارنامے سے خوش ہوکر آپ کو ان کی ضمانت لینی چاہئے مگر آپ انہیں تھانے لے جانے کی اجازت دے رہے ہیں۔"

"میں پولیس اور قانون کے معاملے میں ابھی کچھ نہیں کرسکتا مگر وعدہ کرتا ہوں اگر ڈاکٹر صابر کے خلاف ثبوت کھوکھلے ہوں گے تو میں ان کی ضمانت بھی لوں گا اور ان کا مقدمہ بھی لڑوں گا۔"

اسپتال کا تمام عملہ ڈاکٹر صابر کو چاہتا بھی تھا اور اس کا احترام بھی کرتا تھا۔ انہوں نے ایسی پولیس کارروائی پر اعتراضات کئے لیکن پولیس والے اسے اپنی گاڑی میں بٹھا کر لے گئے۔

شام کو ڈاکٹروں کی ٹیم صابر سے ملاقات کرنے تھانے گئی تو وہاں کے انچارج نے کہا "ڈاکٹر صابر یہاں نہیں ہیں۔ اسے انٹیلی جنس والے لے گئے ہیں۔"

ایک نے پوچھا "کہاں لے گئے ہیں؟"

"ہم نہیں جانتے۔ یہ تو انٹیلی جنس والوں کا معاملہ ہے۔"

ڈاکٹروں کی ٹیم انٹیلی جنس کے دفتر گئی تو وہاں کے چیف نے کہا "ڈاکٹر صابر کو ہم لائے تھے لیکن اسے "را" والے لے گئے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ جو مجرم "را" کی کسٹڈی میں جاتا ہے اس کے خلاف جرم ثابت ہونے تک کسی کو اس سے ملنے نہیں دیا جاتا ہے۔"

"لیکن ہمارے سر نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔"

"جرم نہیں کیا ہے تو رہائی مل جائے گی۔ آپ حضرات خواہ مخواہ پریشان نہ ہوں۔ گھر جاکر آرام کریں یا اسپتال جاکر اپنے فرائض ادا کریں۔"

وہ سب مایوس ہوکر واپس آگئے۔ مایوسی کے باوجود یقین تھا کہ ڈاکٹر صابر بے گناہ ہے۔ دو سرے دن تک رہا ہوکر آجائے گا۔ دوسرے دن کے تمام اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ہارٹ سرجری کا بین الاقوامی شہرت رکھنے والا ڈاکٹر صابر خان اپنی بیوی کے قتل کے الزام میں گرفتار ہوگیا ہے اور اس قتل کے پیچھے ایک بہت بڑی سازش ہے جس کا انکشاف جلد ہی کیا جائے گا۔

بھارت کی تمام ریاستوں کے میڈیکل بورڈ کے اہم عہدیداران نے اس سلسلے میں میٹنگ کی اور ان حقائق پر متفق ہوئے کہ ڈاکٹر صابر خان آباواجداد کے زمانے سے ہندوستانی ہے۔ اس نے ملک کے باہر بھی بڑے پیچیدہ آپریشن کرے اور کامیابیاں حاصل کرکے بھارت کا نام روشن کیا ہے۔ لہٰذا بورڈ کے چند اہم عہدیدار بمبئی جاکر "را" کے اعلیٰ افسران سے ملاقات کریں گے اور ڈاکٹر صابر کے حق میں بیانات دے کر اسے رہائی دلائیں گے یا اس کی ضمانت لیں گے۔

ڈاکٹر صابر کو ایک خفیہ سیل میں رکھا گیا تھا۔ اسے بیوی کی تجہیز و تکفین کی اجازت بھی نہیں دی گئی تھی۔ اس کی رہائی کے انتظار میں صائمہ کی لاش کو سرد خانے میں رکھا گیا تھا۔ صابر کو ایک سیل میں قید کرنے کے بعد چوبیس گھنٹوں تک کوئی اس سے باز پرس کے لئے نہیں آیا۔ اسے بیس گھنٹے کے بعد تھوڑا سا کچھ کھانے اور پینے کے لئے دیا گیا تھا پھر اس سیل میں "را" کے تین افسران آئے۔ وہ سب ایک میز کے اطراف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ صابر کو کھڑا رہنے دیا۔ ایک افسر نے پوچھا "کیا تم نے ایک برس پہلے صائمہ سے شادی کی تھی؟"

اس نے مختصر سا جواب دیا "جی ہاں۔"

"تمہارے اسپتال کے ریکارڈ کے مطابق تمہاری عمر پینتالیس سال ہے۔ تم نے اتنی لمبی عمر شادی کے بغیر گزار دی لیکن صائمہ سے ملتے ہی شادی کرلی۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ وجہ ہم جانتے ہیں لیکن تمہاری زبان سے سننا چاہتے ہیں۔"

"وہ ایک بے یار و مددگار لڑکی تھی۔ اسے پناہ کی ضرورت تھی اس لئے میں نے شادی کرلی۔"

"وضاحت سے بولو۔ بے یار و مددگار کیسے تھی؟ کیا اس کے ماں باپ اور دوسرے رشتے دار نہیں تھے؟ وہ تمہارے پاس رشتے داروں کے ساتھ آئی تھی یا بالکل تنہا؟"

"اس کا ایک بوڑھا باپ اور جوان بھائی تھا۔ انہوں نے اس کا نکاح میرے ساتھ پڑھایا پھر چلے گئے۔ اس کے بعد ان کی کوئی خبر نہیں ملی۔"

ایک افسر نے کہا "اس لئے نہیں ملی کہ وہ چھپتے پھر رہے تھے۔ کشمیری باغی تھے۔ اپنی بچی کے ساتھ آئے تھے۔ تمہارے پاس بچی کا ٹھکانا بنا کر روپوش ہوگئے۔"

صابر نے کہا "آپ انہیں باغی کہتے ہیں اور وہ خود کو مجاہد کہتے ہیں۔ وہ کشمیر کے جس علاقے میں رہتے تھے وہاں بہنوں اور بیٹیوں کی آبرو سلامت نہیں رہتی تھی۔ وہ عزت و آبرو سے صائمہ کا گھر بسانا چاہتے تھے۔ اسی طرح میں نے صائمہ کو شریکِ حیات بنالیا۔"

دوسرے افسر نے کہا "اور اس طرح ان باغی باپ بیٹے کو ایک بہت بڑی فکر سے نجات دلا کر انہیں کشمیر واپس جا کر بھارتی فوج کے خلاف لڑنے مرنے کا حوصلہ دے دیا۔ تم ایک بہت ہی کامیاب اور معزز ڈاکٹر ہو۔ سچ بتاؤ تو کہ صائمہ کے باپ اور بھائی سے پہلے تم نے اور کتنے کشمیری مسلمانوں کو پناہ دی تھی اور کتنے کشمیریوں کی مشکلات آسان کی ہیں۔"

"پلیز میرے متعلق غلط رائے قائم نہ کریں۔ میں کشمیریوں' مسلمانوں اور ہندوؤں میں کوئی تفریق نہیں سمجھتا ہوں کیونکہ میں سیاستداں نہیں ایک ڈاکٹر ہوں۔ ایک ڈاکٹر کے پاس علاج کے لئے پروہان منتری آئے یا کوئی بھنگی آئے وہ سب کا علاج کرتا ہے۔"

"علاج کرنے اور مشکل آسان کرنے میں بڑا فرق ہے۔ تم بھارتی فوج سے لڑنے کے لئے انہیں اسلحہ خریدنے کی رقم دیتے ہو۔"

"یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ میں انتقالِ قلب کا ایک ڈاکٹر ہوں۔ جنگجو سپاہی اور سیاستداں نہیں ہوں۔ کیا ایسا کوئی ثبوت ہے کہ میں نے کسی کو اسلحہ خریدنے کے لئے رقم دی ہو؟"

"تم نے منتری جی کی بھتیجی سے سودا کیا کہ وہ تمہیں ڈیڑھ کروڑ روپے دے گی تو تم اسے ایک نیا دل اور نئی زندگی دو گے اور وہ اس سودے بازی کے بارے میں کسی کو نہیں بتائے گی۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا "آپ ڈاکٹر کے معزز پیشے کو جرائم میں ملوث کر رہے ہیں۔ میں ہارٹ سرجری کی وہ مقررہ فیس لیتا ہوں' جو اسپتال والوں سے طے ہو چکی ہے۔ میں نے کبھی منتری جی کی بھتیجی انجلی سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا ہے۔"

ایک افسر نے ایک فائل کھول کر اس میں سے ایک چیک نکالا پھر صابر کو دکھاتے ہوئے کہا "یہ چیک مس انجلی نے لکھا ہے اور تمہارے نام لکھا ہے۔ رقم ایک کروڑ پچاس لاکھ روپے لکھی ہے۔ اتنی بڑی رقم کسی معشوقہ نے نہیں' ایک مریضہ نے نیا دل حاصل کرنے کے لئے تمہیں دی ہے۔ وہ نئی زندگی حاصل کرنا چاہتی تھی اور تم اتنی بڑی رقم سے کشمیری مجاہدین کے لئے جدید اسلحے کا ڈھیر لگانا چاہتے تھے۔"

"میں باپ دادا کے زمانے سے بھارت کا محب وطن شہری ہوں لیکن آپ کسی ثبوت کے بغیر مجھے دیس کا دشمن کہہ رہے ہیں۔ میں نے مس انجلی سے کہا تھا کہ وہ چاہیں تو غریب مریضوں کے لئے اسپتال کے فنڈ میں کچھ رقم عطیے کے طور پر دے سکتی ہیں۔ میرا خیال تھا وہ رئیس زادی زیادہ سے زیادہ پچاس ہزار یا ایک لاکھ روپے دے گی لیکن اس نے عطیے کے طور پر ڈیڑھ کروڑ روپے کا چیک لکھ کر حیرت زدہ کر دیا۔"

"عطیہ اسپتال کے نام پر وصول جاتا ہے۔ اس نے یہ چیک تمہارے نام لکھا ہے۔"

"میں اسپتال کا سینئر ڈاکٹر بھی ہوں اور وہاں کی انتظامیہ کا انچارج بھی۔ مس انجلی نے یہ چیک میرے نام جاری کیا تو میں نے اسے بینک سے کیش کراتے ہی تمام رقم اسپتال کے فنڈ میں دے دی۔ اسپتال کی انتظامیہ اور تمام ڈاکٹر میرے اس بیان کی تصدیق کریں گے۔ بہتر ہوتا کہ پہلے آپ تصدیق کراتے لیکن آپ نے بینک کے ریکارڈ سے یہ چیک نکلوایا اور مجھ پر الزام دھرنے کے لئے سیدھے میرے پاس چلے آئے۔ مس انجلی بھی گواہی دیں گی کہ یہ رقم مجھے نہیں اسپتال کو دی گئی ہے۔"

"انجلی کو تم نے نئی زندگی دی ہے۔ وہ اپنے محسن کے خلاف کبھی یہ نہیں کہے گی کہ تمہاری بیوی کا دل حاصل کرنے کے لئے اس نے تمہیں اتنی بڑی رقم رشوت کے طور پر دی تھی۔"

"کیا اسپتال کی انتظامیہ اور تمام ڈاکٹر بھی میری جھوٹی حمایت کریں گے۔ کیا آپ ڈاکٹروں کو سچا اور فرض شناس نہیں سمجھتے ہیں۔"

"ہمارے سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ عدالت میں تو یہی ثبوت دیکھا جائے گا کہ چیک پر تمہارا نام ہے اور اسے تم نے بینک سے کیش کرایا ہے۔"

پھر اس نے فائل سے دوسرا کاغذ نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "یہ فنگر پرنٹس کے ماہر کی رپورٹ ہے۔ اس آلۂ قتل پر اور چہرے کے دستے پر تمہاری انگلیوں کے نشانات ہیں۔"

"ان قاتلوں نے بڑی چالاکی سے وہ چھرا میرے ہاتھوں میں دیا تھا لیکن قتل اس چھرے سے نہیں ایک دوسرے چاقو سے کیا تھا۔"

"جس بے تکے پن سے تم آلۂ قتل اور انگلیوں کے نشانات سے انکار کر رہے ہو اسے عدالت تسلیم نہیں کرے گی۔"

"کیا عدالت یہ نامعقول بات تسلیم کرے گی کہ میں نے وفادار بیوی کو صرف اس لئے قتل کیا ہے کہ اس کے عوض کشمیر مجاہدین کے لئے بے انتہا اسلحہ خریدنے کی رقم ملے گی؟"

ایک افسر نے کہا "اس کیس کے دو پہلو ہیں۔ اگر تم یہ ثابت کر لو کہ تم نے اپنی بیوی کو اس لئے قتل کیا ہے کہ وہ کشمیری تم سے بڑی بڑی رقمیں لے کر کشمیری باغیوں کو اسلحہ کے لئے

چھپا کر وہ رقمیں دیتی تھی پھر جب تمہیں پتا چلا کہ وہ بھارت دیس کی غدار ہے تو تم نے اسے قتل کر دیا۔ اس طرح تم قاتل نہیں دیس بھگت کہلاؤ گے۔ تمہاری عزت اور شہرت میں اضافہ ہو جائے گا۔"

صابر نے کہا "میں دیس بھگت ہوں۔ دل سے اور ایمان سے بھارت کا ایک ذمے دار اور قانون کا احترام کرنے والا شہری ہوں۔ میری وائف نے کبھی وہ جرائم نہیں کئے جن کا تذکرہ آپ کر رہے ہیں اور نہ ہی میں نے اپنی وائف کو قتل کیا ہے۔"

"پھر تو اس کیس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ایک کشمیری بیوی کے حوالے سے تمہارے خفیہ تعلقات کشمیری باغیوں سے ہیں اور تم انہیں اسلحہ بھی سپلائی کرتے ہو اور تخریب کار کشمیریوں کو اپنے ہاں پناہ بھی دیتے رہتے ہو۔ یہ دیس سے غداری کا جرم ایسا ہے کہ تمہیں فائرنگ اسکواڈ کے سامنے گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔ لیکن ایک کشمیری بیوی کو قتل کرنا جرم نہیں کہلائے گا۔ ہم ثابت کر دیں گے کہ تم نے بھارت دیس کی محبت میں ایک غدار بیوی کو سزائے موت دی ہے۔ پولیس اور فوج بھی دیس کے دشمنوں کو گولی مارتی ہے۔ تم نے بھی دیس کی خاطر ایسا کیا ہے۔"

"آپ لوگ ایسے الٹے سیدھے مشورے مجھے کیوں دے رہے ہیں۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ کسی خاص اور بڑے مقصد کے لئے میری وائف کو قتل کرایا گیا ہے۔"

"تمہاری بیوی کو تو ایسی ہی موت مرنا تھا۔ وہ کشمیر بھارتی حکومت سے چھپ کر تمہارے گھر میں زندگی گزار رہی تھی اور تمہاری گرفتاری کا مقصد یہی ہے کہ تم اپنی وائف کے باپ اور بھائی کا خفیہ ٹھکانا بتاؤ۔ ہماری معلومات کے مطابق بمبئی سے دور ویران ساحل پر باہر سے اسلحہ آتا ہے۔ وہ یہاں سے مشرقی پنجاب جاتا ہے پھر بائی سکھوں کی مدد سے کشمیری مجاہدین کو تمام ضروریات کا سامان پہنچایا جاتا ہے۔ اتنی لمبی سپلائی لائن میں کئی کشمیریوں کے علاوہ تمہارا سسر اور سالا بھی ہے جن سے تمہارا رابطہ رہتا ہے۔"

"آپ حضرات قیاس اور اندازے سے میرے متعلق ہزار طرح کے غلط الزامات لگا کر بیانات جاری کر سکتے ہیں مگر جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں ایک سچا بھارتی ہوں۔ مجھے کوئی بھی بھارت کا دشمن نظر آئے گا تو میں اس کے خلاف قانون کے محافظوں سے تعاون کروں گا اور جو دشمن نہیں ہوگا اسے جبراً دشمن ثابت کرنے کے لئے آپ کی آنکھوں کی عینک سے نہیں دیکھوں گا۔"

ان تینوں افسران نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے کہا۔ "آؤ چلیں۔ ڈاکٹر اپنی کشمیرن کے پاس جانا چاہتا ہے۔ کشمیرن تو ایک عام سی عورت تھی لیکن ڈاکٹر ملک دشمنی کا الزام اپنے سر لے کر اپنی بین الاقوامی شہرت کو خاک میں ملا کر بے موت مرے گا۔"

وہ تینوں سیل سے باہر آئے پھر ایک کاریڈور سے گزر کر اس عمارت کے گراؤنڈ فلور والے دفتر میں پہنچے۔ گویا ڈاکٹر صابر خان کو تہ خانے کے ایک سیل میں رکھا گیا تھا۔ ڈائریکٹر را کے دفتر میں وزیرِ صحت دین دیال بیٹھا ہوا تھا اور ڈائریکٹر شیام سندر سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کے تینوں ماتحت افسران نے آکر منتری دین دیال کو دیکھ کر مصافحہ کیا پھر ایک نے اپنے ڈائریکٹر سے کہا "سر! وہ بڑا ڈھیٹ ہے۔ اسے ہر طرح سے قانونی شکنجے میں کسا جا رہا ہے لیکن وہ اقرار نہیں کر رہا ہے کہ کشمیری باغیوں کو اسلحہ پہنچانے والوں سے اس کا رابطہ ہے۔"

ڈائریکٹر نے کہا "فولاد پہلی چوٹ پر نہیں مڑتا اس پر بار بار ضربیں لگانی پڑتی ہیں۔ وہ فولاد مڑے گا یا ٹوٹ جائے گا۔ اگر ٹوٹ جائے گا یا مر جائے گا تو ہمارے لئے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

منتری دین دیال نے کہا "مرنے دو کمبخت کو۔ میرا کام تو بن گیا۔ اس کشمیرن کو آپ لوگ قانونی شکنجے میں جکڑ کر سزائے موت دینا چاہتے تھے۔ پتا نہیں اس قانونی ہیرا پھیری میں کتنے مہینے لگ جاتے۔ میری بھتیجی کی حالت روز بہ روز خراب ہوتی جا رہی تھی اس لئے میں نے ایک ہی جھٹکے میں اسے سزائے موت بھی دلا دی اور اپنی بھتیجی کو نئی زندگی بھی دے دی۔"

ایک ماتحت افسر نے کہا "منتری جی! آپ کا کام تو بن گیا لیکن وہ ڈاکٹر بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ وہ ہمارے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک جائے گا۔ ہمارے ملکی اور غیر ملکی تمام ڈاکٹرز اس کی رہائی کے لئے فائٹ کریں گے۔ ہم بڑے بڑے سورماؤں کو ٹارچر سیل میں لے جا کر ہمیشہ کے لئے غائب کر دیتے ہیں لیکن یہ لوہے کا چنا ثابت ہوگا۔"

انٹرکام کی گھنٹی بجی۔ ڈائریکٹر نے اپنی سیکریٹری کی باتیں سنیں پھر کہا "انہیں بٹھاؤ میں ابھی بلاتا ہوں۔"

اس نے انٹرکام کا بٹن آف کر کے کہا "ڈاکٹروں کا ذکر ہو رہا تھا اور وہ سب ایک وفد کی صورت میں آپہنچے ہیں۔ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ ڈاکٹر صابر کے سلسلے میں آئے ہیں۔"

منتری دین دیال نے فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میں نہیں چاہتا کہ وہ لوگ مجھے یہاں دیکھیں۔ میں دوسرے دروازے سے جا رہا ہوں۔"

وہ اپنی دھوتی سنبھالتا ہوا دوسرے دروازے سے چلا گیا۔ ڈائریکٹر نے انٹرکام کے ذریعے سیکریٹری سے کہا "انہیں اندر بھیج دو۔"

تھوڑی دیر میں دس ڈاکٹر وہاں آگئے۔ ڈائریکٹر اور دوسرے ماتحت افسران نے ان سے مصافحہ کیا اور کہا "ایسا لگتا ہے ڈاکٹروں کی پوری فوج آگئی ہے۔"

ایک ڈاکٹر نے کہا "ہم تو صرف آٹھ صوبوں کے میڈیکل بورڈ سے آئے ہیں۔ ہم نے سوچا۔ شاید ہماری جائز بات آپ تسلیم

کرلیں۔ اگر ایک عام سا ڈاکٹر کسی کیس میں پکڑا جاتا تو کوئی بات نہ تھی۔ ڈاکٹروں میں بھی مجرمانہ ذہن رکھنے والے ہوتے ہیں لیکن پچھلے پندرہ برس سے ڈاکٹر صابر خان کا ریکارڈ آئینے کی طرح صاف ہے پھر ہمارے دیس کے لئے یہ قابلِ فخر بات ہے کہ وہ بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ یورپ اور امریکا سے بڑے بڑے ایوارڈز حاصل کئے ہیں۔ ایسے ڈاکٹر کو حراست میں بلکہ جیل میں رکھا جائے تو یہ تمام معزز ڈاکٹروں کے لئے بڑے شرم کی بات ہے۔ یقین کریں ہم تمام ڈاکٹرز اپنی بڑی توہین محسوس کررہے ہیں۔"

ڈائریکٹر نے کہا "میں خود توہین محسوس کررہا ہوں۔ پتا نہیں اس کی حراست میں رہنے کی بات اخبارات والوں تک کیسے پہنچ گئی۔ میں تو اندر ہی اندر بڑی خاموشی سے یہ معاملہ ختم کردینا چاہتا تھا لیکن ڈاکٹر صابر ہم سے تعاون نہیں کررہے ہیں۔"

ایک ڈاکٹر نے پوچھا "آپ کیسا تعاون چاہتے ہیں؟"

"آپ حضرات سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے اتنے معزز ڈاکٹر کو اپنی بیوی کے قتل کے جرم میں پکڑا ہے۔ یہ تو بالکل نامعقول سی بات ہے۔ جو ڈاکٹر آج تک مریضوں کو زندگی دیتا آیا ہے وہ کبھی اپنی بیوی کی جان نہیں لے سکتا۔"

"پھر ڈاکٹر کو کس لئے حراست میں رکھا گیا ہے؟"

"اس کا دوغلا کردار سامنے آیا ہے۔ اس نے پندرہ برسوں میں ہم سب کا اعتماد ایسا حاصل کیا ہے کہ ہم اس پر اندھا اعتماد کرنے لگے پھر اس کے خلاف کتنے ہی ثبوت حاصل ہوگئے کہ وہ دیس کا غدار ہے اور درپردہ کشمیری باغیوں کو اسلحہ پہنچاتا رہتا ہے۔"

تمام ڈاکٹروں نے حیرانی اور بے یقینی سے "را" کے ڈائریکٹر کو دیکھا۔ "را" کے دوسرے افسر نے کہا "ہمیں اس وقت شبہ ہوا تھا جب اس نے ایک کشمیری لڑکی سے شادی کی تھی۔ ہمارے جاسوس بڑی خاموشی سے معلومات حاصل کرتے رہے۔ اس کا سسر اور سالا دونوں ہی بمبئی کے ایک ویران ساحل سے مشرقی پنجاب تک کسی جگہ چھپے رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ اور بھی کئی کشمیری باغی ہیں۔ وہ لوگ بمبئی کے ساحل سے اسلحہ حاصل کرتے ہیں اور باغی گروہوں کی مدد سے وہ اسلحہ کشمیری باغیوں کو پہنچاتے ہیں۔ اس سپلائی لائن میں ڈاکٹر صابر کا سسر اور سالا بھی ہے۔ ہمارا یہ معزز ڈاکٹر ان سب کے خفیہ اڈوں کو جانتا ہے۔ ہم اس سے صرف اتنا ہی تعاون چاہتے ہیں مگر وہ خفیہ اڈوں کا پتا بتانے سے انکار کررہا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "یہ انکار تو کیا اقرار بھی نہیں کررہا ہے کہ باغیوں سے اس کا رابطہ ہے۔"

ایک معمر ڈاکٹر نے کہا "یہ بات ہمارے لئے بڑی شاک پہنچانے والی ہے۔ پندرہ برسوں سے نیک نامی حاصل کرنے والا ڈاکٹر دیس بھگت بن کر دیس سے غداری کررہا ہے۔ سچ پوچھیں تو ہمیں یقین نہیں آرہا ہے۔"

ڈائریکٹر نے کہا "ہمیں بھی یقین نہیں آرہا ہے۔ ہم تو اس بات کو بھی تسلیم نہیں کرنا چاہتے کہ اس نے اپنی بیوی کو قتل کیا ہے لیکن آلۂ قتل پر ڈاکٹر صابر کی انگلیوں کے نشان ہیں۔ فنگر پرنٹس کے ماہر کی رپورٹ ہمارے پاس ہے۔ اس کے علاوہ انٹیلی جنس والوں کی انکوائری رپورٹ کے مطابق جائے واردات پر صرف میاں بیوی تھے۔ کسی تیسرے کی انگلیوں کے یا قدموں کے نشانات نہیں ہیں۔"

ایک ڈاکٹر نے کہا "ہم تو خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ ڈاکٹر صابر اپنی بیوی کا قاتل اور دیس کا غدار ہوسکتا ہے۔ یہ تو بڑے پیچیدہ معاملات ہیں۔"

ایک اور ڈاکٹر نے کہا "اگر ہم سب مل کر سمجھائیں تو شاید ڈاکٹر ان غدار کشمیریوں کا خفیہ ٹھکانا بتادے۔ شاید وہ ہماری بات مان لے۔"

"اگر وہ ہماری طرح ہندو ہوتا تو اپنی دھرتی ماتا کی محبت میں بتادیتا مگر یہ مسلمان کسی طرح بھی سانپ سے کم نہیں ہوتے انہیں محبت سے دودھ پلاؤ تب بھی یہ ڈس لیتے ہیں۔ آپ حضرات فکر نہ کریں۔ ہم ڈاکٹر صابر سے غداروں کے خفیہ اڈوں کا اگلوالیں گے۔"

ایک ڈاکٹر نے پوچھا "کیا ہم ڈاکٹر صابر سے ملاقات کرسکتے ہیں؟"

"آپ پھر کسی دن تشریف لائیں۔ ابھی ہم اسے بڑی راز داری میں رکھ رہے ہیں اور اسے سمجھا رہے ہیں۔ اس کی کوئی کمزوری تلاش کررہے ہیں جس کی وجہ سے وہ زبان کھولنے پر مجبور ہوجائے۔"

معمر ڈاکٹر نے کہا "ایک ہفتے کے بعد انتقالِ قلب کا آپریشن ہے۔ یہ سوچا گیا ہے کہ کشمیر میں جو فوجی یا کشمیری باغی ایک دوسرے سے لڑرہے ہیں ان میں سے جو بھی مارا جائے گا اسے فوراً ہی طیارے کے ذریعے یہاں اسپتال میں پہنچائیں گے پھر اس مردہ دل اپنے ایک مریض کے سینے میں لگادیں گے لیکن یہ پیچیدہ آپریشن صرف ڈاکٹر صابر ہی کرسکتا ہے۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ کیا ہمارا پورا ملک ماہر ڈاکٹروں سے خالی ہے؟ کیا ہمیں ڈاکٹر صابر کا محتاج رہنا ہوگا؟"

ایک ڈاکٹر نے کہا "ہمارے دیس میں ایسے چند ماہرین ہیں۔ ہمارے اسپتال میں ڈاکٹر کیدار ناتھ نے ڈاکٹر صابر کا برسوں اسسٹنٹ رہ کر بہت کچھ سیکھا ہے۔ برسوں وہ ایک آپریشن کرتا رہا ہے۔ اگر وہ کامیاب رہے گا تو بمبئی شہر میں پھر ڈاکٹر صابر کا محتاج نہیں رہے گی لیکن ہمیں ناکامی کا پہلو بھی سامنے رکھنا چاہئے۔"

"ہر انتہائی ضرورت کی چیز اپنے ملک میں نہیں ہوتی وہ دوسرے ملک سے منگوائی جاتی ہے۔ میں ابھی حکومت سے بات کرتا ہوں۔ ہارٹ سرجری کے کسی ماہر تجربہ کار کو ہر قیمت پر یہاں بلایا جائے گا۔ آپ لوگ اطمینان سے جائیں۔ آپ کے اسپتال میں دل کے مریضوں کے جو کامیاب آپریشن ہوتے رہے ہیں ان کے باعث آپ کی نیک نامی اور شہرت برقرار رہے گی۔"

ایک افسر نے کہا "ہوسکتا ہے ڈاکٹر صابر اپنی جان بچانے اور عدالت میں سزا سے بچنے کے لئے کشمیری باغیوں کی اسلحہ سپلائی لائن کے بارے میں سب کچھ بتادے اور آئندہ محب وطن رہنے کا وعدہ کرے لیکن مسلمانوں کو ہم خوب جانتے ہیں لہٰذا آئندہ ہم ڈاکٹر صابر کی صلاحیتوں سے فائدہ تو اٹھائیں گے لیکن اسے سخت پابندیوں میں اور سخت نگرانی میں رکھیں گے۔"

دوسرے افسر نے کہا "وہ بھی اس شرط پر کہ وہ باغیوں کی نشاندہی کرے ورنہ وہ ہماری قید سے کبھی باہر نہیں آسکے گا۔"

ڈائریکٹر نے کہا "آپ تمام ڈاکٹر ہمارے دیس کے مسیحا ہیں۔ آپ کے اسپتال کو ڈاکٹر صابر سے بھی اچھا مسیحا ملے گا۔ ہم ایک ماہ کے اندر بیرونِ ملک سے ہارٹ سرجری کے ماہر کو بلائیں گے اور دو چار دنوں میں آپ کو اطلاع دیں گے کہ بمبئی کے اتنے بڑے اسپتال میں کس ملک سے ڈاکٹر آرہا ہے۔"

ڈاکٹروں کا وہ وفد مطمئن ہوکر چلا گیا۔ "را" کے ڈائریکٹر نے اس سلسلے میں پردھان منتری سے رابطہ کیا اور باغیوں کے بارے میں مختصر طور سے بتانے کے بعد صاف طور سے کہہ دیا کہ ڈاکٹر صابر کو کسی طرح چھوڑا نہیں جائے گا۔ منتری دین دیال نے اس کی کشمیرن بیوی کو ٹھکانے لگادیا۔ ڈاکٹر صابر کے خلاف بھی یہ ٹھوس ثبوت نہیں ہیں کہ وہ باغیوں کی مدد کرتا رہتا ہے۔ اسے قانون اور عدالت کے سائے میں لائیں گے تو اسے سزا نہیں ہوگی۔ اس کی بیوی کی طرح اسے بھی ایسے ختم کرنا ہوگا جیسے دشمنوں نے قتل کیا ہو وہ کسی حادثے کا شکار ہوگیا ہو۔ اس کی جگہ بیرونِ ملک سے دوسرا ہارٹ سرجری کا ڈاکٹر لایا جائے گا۔

پردھان منتری نے دوسرے ملک سے کسی ماہر سرجن کو بلانے کی اجازت دے دی پھر وزارتِ خارجہ کے ذریعے لندن کے میڈیکل بورڈ سے معاملات طے ہونے لگے۔ وہاں سے جواب ملا کہ ایک ہفتے بعد کسی ماہر ہارٹ سرجن کا انتخاب کرنے کے بعد اس سرجن کی مکمل ریکارڈ کاپی ارسال کریں گے تاکہ بھارتی حکمرانوں کو معلوم ہوسکے کہ ان کے دیس کے لئے منتخب ہونے والے ڈاکٹر نے کتنے قلب کے کامیاب آپریشن کئے ہیں۔

اسپتال میں انجلی کو ہوش آنے کے بعد یہ خوش خبری سنائی گئی کہ اس کے سینے میں اب ایک صحت مند دل دھڑک رہا ہے اور اسے ایک نئی زندگی مل گئی ہے۔

وہ خوش ہوکر بولی "میں ڈاکٹر صابر کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں اور اس سے دھیر ساری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز انہیں بلائیں۔"

اس کے منتری چاچا دین دیال نے کہا "بیٹی! وہ تو ایک لمبی چھٹی پر ملک سے باہر گیا ہے۔ میں نے تمہاری نئی زندگی کی خوشی میں اسے چھٹی منانے کے لئے دس لاکھ روپے دیے ہیں۔ وہ اپنی گھر والی کے ساتھ چلا گیا ہے۔"

یہ تمام ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ انجلی کو صدمہ پہنچانے والی بات نہ بتائی جائے۔ جب تک اس سے صائمہ کے قتل اور ڈاکٹر صابر کی گرفتاری کو چھپایا جاسکتا ہے اس سے چھپاتے ہی رہنا چاہئے ورنہ وہ جذباتی ہوگی اور صدمہ اٹھائے گی تو نئے دل کی کارکردگی پر منفی اثر پڑے گا اور دل کے ٹشوز کو نارمل رکھنے کے لئے بڑے طبی مسائل پیدا ہوجائیں گے۔

لیکن جو سچائی اس سے چھپائی جارہی تھی وہ اس لئے نہ چھپ سکی کہ یہ راز دو چار لوگوں کے درمیان نہیں تھا۔ اسپتال کا پورا عملہ جانتا تھا اس لئے یہ بھید چھپ نہیں سکتا تھا۔ پچھلے تین ہفتوں سے ایک نرس خاص طور پر اس کی تیمارداری کرتی رہی تھی وہ جانتی تھی کہ انجلی ڈاکٹر صابر سے محبت کرنے لگی ہے۔ وہ نرس کو روزانہ سو روپے بخشش دیا کرتی تھی۔ نرس نے کہا "مس انجلی! اگر میں آپ کو ایک خوش خبری سناؤں تو کیا انعام دیں گی؟"

انجلی نے کہا "کوئی خوش خبری سنانا ہے تو اسی ڈاکٹر کی بات کرو جو میرے بیمار دل میں بھی دھڑکتا رہا ہے اور اب نئے تازہ دل میں بھی دھڑک رہا ہے۔"

"میں وہی خوش خبری سنانا چاہتی ہوں۔ وہ اپنی بیوی صائمہ کو دل سے پیار کرتا تھا۔ اسی صائمہ کا دل اب آپ کے سینے میں دھڑک رہا ہے۔"

وہ چونک کر حیرانی سے بولی "ڈاکٹر صابر کی دھرم پتنی صائمہ کا دل؟ کیا صائمہ کا دیہانت (انتقال) ہوچکا ہے؟"

"مس انجلی! آپ یہ بات منتری جی، ڈاکٹروں یا اور کسی سے کہیں گی تو میری نوکری بھی جائے گی اور منتری جی مجھے حوالات میں پہنچادیں گے۔"

"میں کسی کو نہیں بتاؤں گی لیکن مجھ سے حقیقت کیوں چھپائی جارہی ہے؟"

"وہ سب سمجھتے ہیں کہ آپ کو صدمہ پہنچے گا تو اس کا برا اثر دل پر پڑے گا۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ آپ ڈاکٹر سے محبت کرتی ہیں اور اب وہ اپنی بیوی کے دل کی دھڑکنیں آپ کے سینے میں سنے گا۔"

"تمہاری یہ باتیں سن کر یقین ہورہا ہے کہ اب وہ صائمہ کے دل کو پانے کے لئے مجھے اپنا بنائے گا۔ ویسے بیچاری صائمہ کی موت پر افسوس ہورہا ہے۔ وہ تو اچھی خاصی صحت مند تھی، اچانک کیسے مرگئی؟"

"کسی نے اسے قتل کردیا ہے؟"

"ہے بھگوان! اس بیچاری سے کس نے دشمنی کی ہے؟"

"یہ تو کوئی نہیں جانتا مگر ڈاکٹر صابر کو اپنی بیوی کا قاتل سمجھا

بارہا ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟ صابر زندگیوں کو سلامت رکھنے والا ڈاکٹر ہے۔ وہ اپنی ہی بیوی کو بھلا کیسے قتل کرے گا؟ کیوں قتل کرے گا؟"

"آپ نے مجھے انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔"

انجلی نے سرہانے رکھے ہوئے پرس میں سے پانچ ہزار روپے نکال کر دیے۔ وہ انعام لے کر بولی "اگر آپ ڈاکٹر صابر سے واقعی محبت کرتی ہیں اور اس کے کسی کام آنا چاہتی ہیں تو اپنا دل مضبوط کر کے میری ایک بات سنیں۔ اگر آپ صدمہ اٹھائیں گی اور آپ کے دل پر برا اثر پڑے گا تو یہاں کے ڈاکٹر آپ کے اس دھڑکنیں کھونے والے دل کو بچا نہیں سکیں گے۔ آپ حوصلہ ہار کر دم توڑیں گی تو پھر ڈاکٹر صابر کو کوئی نہیں بچا سکے گا۔"

وہ پریشان ہو کر نرس کا منہ تکتی رہی پھر بولی "میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ صابر نے مجھے نئی زندگی دی ہے۔ اگر وہ کسی مصیبت میں ہے تو صاف صاف بتاؤ۔ میں اپنے ڈاکٹر کے کام آنے کی خاطر اس کے عطا کیے ہوئے دل کو فولاد بنا کر رکھوں گی۔"

نرس آگے کہتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ انجلی نے پرس سے مزید دو ہزار روپے نکال کر اسے دیے۔ وہ تمام نوٹ اپنے گریبان کے اندر ٹھونس کر بولی "آپ اپنے دل کو فولاد بنالیں۔ ڈاکٹر صابر کی جان بچانے کی قسم کھالیں۔ انہیں اپنی بیوی کے قتل کے الزام میں گرفتار کر کے نہ معلوم کس جیل خانے میں پہنچا دیا گیا ہے۔ اگر ان کا مقدمہ نہ لڑا گیا تو انہیں سزائے موت ہو سکتی ہے اور مقدمہ صرف آپ لڑ سکتی ہیں۔"

انجلی نے دونوں مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔ چہرے پر سختی آگئی تھی اور وہ چھت کو گھور کر دیکھ رہی تھی۔ نرس نے پریشان ہو کر کہا "آپ غصے اور جذبات سے کانپ رہی ہیں۔ پلیز خود کو سنبھالیں۔"

وہ دانت پیستے ہوئے... بولی "میں سنبھل رہی ہوں۔ میرے کانپنے سے نہ گھبراؤ۔ میں صابر کے دیے ہوئے دل کو اپنے سینے میں مرنے نہیں دوں گی۔ بھگوان کی سوگند کوئی صدمہ نہیں کروں گی کیونکہ عزم کر رہی ہوں۔ جب ایک محبت کرنے والی عزم کرتی ہے تو وہ اپنے محبوب کو زندگی کی طرف لاتی ہے ورنہ اس کے ساتھ مرجاتی ہے۔ تم جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

نرس سر جھکا کر کمرے سے چلی گئی۔ انجلی بڑی دیر تک ساکت پڑی چھت کو تکتی رہی پھر اس نے بیل بجا کر وارڈ بوائے کو بلایا اور کہا "ابھی منتری چاچا کو فون کرو اور کہو میں نے فوراً انہیں بلایا ہے۔"

وارڈ بوائے فون کرنے کے لئے استقبالیہ کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ پندرہ منٹ کے بعد واپس آکر بولا "منتری جی کے سیکریٹری نے کہا ہے کہ راجدھانی سے بلاوا آیا تھا' وہ دلی چلے گئے ہیں۔"

انجلی نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا تھا۔ ابھی اسے صبر کرنا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اپنے چاچا ذریعہ صحت دین دیال کے ذریعے صابر کو رہائی دلا سکے گی اور اس کا چاچا اس کی اس فرمائش کو نہیں ٹھکرائے گا۔ اگرچہ اس نے بھتیجی سے جھوٹ کہا تھا کہ ڈاکٹر صابر لمبی چھٹی پر ملک سے باہر گیا ہے مگر اب وہ سچ بولنے پر مجبور ہو جائے گا۔

چاچا دین دیال بڑا لالچی تھا۔ الیکشن میں جیتنے اور منتری بننے سے پہلے وہ انجلی کے باپ یعنی اپنے بھائی کی طرح کروڑ پتی بزنس مین نہیں تھا۔ بھائی نے موت سے پہلے تمام دولت انجلی کے نام کردی تھی۔ کاروباری ذمے داریاں بھی انجلی پوری کرتی تھی۔ اس نے پچھلی بار الیکشن لڑنے کے لئے چاچا کو دو کروڑ روپے دیے تھے۔ اس نے منتری بن کر خوب مال کمایا ہوگا مگر تمام کالا دھن چھپا کر رکھتا تھا اور خود کو بھتیجی کا محتاج ظاہر کرتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ آئندہ الیکشن میں بھی اس کا ایک پیسہ خرچ نہ ہو اور اگلے برس ہونے والے الیکشن میں اس کی بھتیجی کے بینک اکاؤنٹ سے رقم نکلتی رہے۔

انجلی نے سوچ لیا تھا' چاچا کو ضرورمنہ مانگی رقم دے گی لیکن شرط یہی ہوگی کہ وہ اپنے وزیر ہونے کے اختیارات استعمال کرے اور فوراً ڈاکٹر صابر کو رہائی دلائے اور اس پر عائد کیے جانے والے جھوٹے الزامات کو ختم کرادے۔

اسپتال میں ڈاکٹر صابر کے بعد اب ڈاکٹر کیدار ناتھ سینئر ڈاکٹر بن گیا تھا۔ اس نے اپنی سنیارٹی برقرار رکھنے کے لئے تبدیلی قلب کی ایک آپریشن کیا مگر ناکام رہا۔ جس مریض کے سینے میں نئے دل کی پیوند کاری کی تھی وہ چھ گھنٹے تک زندہ رہا پھر مرگیا۔ قلب کی پیوند کاری میں کوئی خامی رہ گئی تھی۔

پہلی بار اسپتال کی نیک نامی کو ٹھیس پہنچی۔ ڈاکٹروں نے پھر "را" کے ڈائریکٹر سے ملاقات کی اور کہا "پانچ دن کے اندر اندر توقع ہے کہ کشمیر میں جو باغی مارا جائے گا اسے فوراً طیارے کے ذریعے ہمارے اسپتال پہنچایا جائے گا۔ ایک کرنل کے سالے کا آپریشن ہے۔ اس کا دل ناکارہ ہو چکا ہے۔ اسے بھی ایک نئے صحت مند دھڑکتے ہوئے دل کی ضرورت ہے۔ اگر آپریشن ناکام ہوگا تو کرنل صاحب غضب ناک ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر صابر کو آپ کم از کم چوبیس گھنٹوں کے لئے رہا کردیں۔ ہمارے اسپتال کی ساکھ کا کچھ خیال کریں۔"

ڈائریکٹر نے کہا "بہت جلد ایک نہایت ہی تجربہ کار ہارٹ سرجن لندن سے آرہا ہے۔ اگر اس کے آنے میں تاخیر ہوگی تو چوبیس گھنٹوں کے لئے ڈاکٹر صابر کو آپ لوگوں کی ضمانت پر رہا کردیں گے۔"

وہ تمام ڈاکٹر مطمئن ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ ڈائریکٹر نے دوسرے ماتحت افسران کو بلا کر کہا "جب بھی اسپتال سے آپریشن کے لئے ڈاکٹر صابر کو طلب کیا جائے گا ہم فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صابر کو ان ڈاکٹروں کے حوالے کردیں گے۔ چوبیس گھنٹے کے بعد جس گاڑی میں ڈاکٹر صابر واپس آئے گا اس گاڑی کو ایک ایسا حادثہ پیش آئے گا کہ وہ زندہ یہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

ایک افسر نے پوچھا "ایسے وقت ہماری ڈیوٹی کیا ہوگی؟"

"پہلے آپ لوگ سر جوڑ کر سوچیں کہ گاڑی کو کس طرح حادثہ پیش آنا چاہئے۔ ایسی ٹھوس اور جامع پلاننگ ہو کہ وہ ہر طرح سے ایک غیر متوقع حادثہ ثابت ہو اور کسی کو کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔"

آپریشن میں ابھی نہ جانے اور کتنے دن لگتے۔ کشمیر میں مجاہدین شہید ہوتے تھے لیکن ان کے ساتھی ان کی لاشیں لے جاتے تھے۔ اس بات کا انتظار تھا کہ کوئی تازہ لاش ہاتھ آئے تو اسے طیارے کے ذریعے فوراً بمبئی کے اسپتال پہنچایا جائے۔ وہ مرنے والے بھارتی فوجیوں میں سے کسی کا دل کرنل کے سالے کے سینے میں فٹ کرسکتے تھے لیکن مجاہدین کے حملے ایسے ہوتے تھے کہ وہ جسم کو نہیں دلوں کو بھی چھلنی کردیتے تھے۔ ایک فوجی کا دل اسپتال پہنچایا گیا لیکن اس دل کی ہیئت' سائز اور وزن کرنل کے سالے کے دل سے بہت مختلف تھا۔

بہرحال انتظار ہو رہا تھا۔ ایسے وقت لندن سے ایک تبدیلی قلب کے ماہر ڈاکٹر کی تصویریں اور اس کے تجربات کی تفصیلی رپورٹ آگئی لیکن رپورٹ کی فائل کھولتے ہی "را" کے تمام افسران چونک گئے۔ فائل کے پہلے صفحے پر ہی ڈاکٹر صابر کی تصویر لگی ہوئی تھی۔

چونکانے اور حیران کرنے والی بات یہ تھی کہ وہ ڈاکٹر صابر کی تصویر تھی مگر وہ ڈاکٹر صابر نہیں تھا۔ تصویر کے نیچے اس کا نام موس انسٹھ لکھا ہوا تھا۔ وہ یہودی تھا۔ اس نے اب تک ہارٹ ٹرانسپلانٹ کے بارہ آپریشن کئے تھے۔ عین وقت پر بجلی کا بریک ڈاؤن ہونے کے باعث ایک آپریشن ناکام رہا تھا۔ باقی گیارہ آپریشن میں وہ کامیاب ہو کر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔

اس کی تمام میڈیکل ہسٹری پڑھنے کے دوران "را" کے افسران بار بار حیرانی سے بار بار موس انسٹھ کی تصویر کو دیکھتے تھے۔ وہ ایسا ہم شکل تھا جیسے ڈاکٹر صابر کا جڑواں بھائی ہو مگر پیدائش اور میڈیکل ہسٹری میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ صابر ہندوستانی تھا اور موس یہودی۔ وہ یہودی لندن میں تھا اور صابر ایک قید خانے میں۔

رپورٹ کے ساتھ جو خط آیا تھا اس میں لکھا تھا۔ "انجلی اور بھارت کے درمیان گہرے تعلقات ہیں لہٰذا آپ ہمیشہ کام کرنے کے لئے ڈاکٹر موس انسٹھ کا انتخاب کیا ہے۔ ڈاکٹر پیرس کے ایک اسپتال میں اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ اس کا پتا اور ٹیلی فون نمبر درج ہے۔ آپ اپنے دو افسر بھیج دیں۔ وہ اسے پیرس سے بھارت لے جائیں گے۔

اسے منتخب کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ہندوستانی زبان اچھی طرح جانتا ہے۔"

خط میں اور بھی بہت کچھ لکھا تھا۔ "را" کے ڈائریکٹر نے ماتحت افسران سے کہا "اسرائیلی حکام اور یہودی مساوات تنظیم سے رابطہ کرو۔ ڈاکٹر موس مین انسٹھ کے بارے میں تصدیق کرو۔ یہ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ ہم جسے یہاں بلا رہے ہیں وہ ڈاکٹر صابر کا ہم شکل ہے۔ یہ قدرتی اتفاق ہو سکتا ہے لیکن دشمنوں کی کوئی چال بھی ہو سکتی ہے۔ آپ لوگ حقیقت جاننے میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔"

وہ سب اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے مساوات تنظیم سے اور اسرائیلی حکام سے رابطہ کیا۔ ڈاکٹر موس مین انسٹھ کی بلیک اینڈ وھائٹ تصویر کا اسکیچ فیکس کے ذریعے ان کے پاس پہنچایا۔ اسرائیلی حکام نے وہ تصویر برین آوم تک پہنچائی۔ برین آوم نے الپا کو وہ تصویر دی اور کہا "ہمارا ایک یہودی ڈاکٹر موس مین انسٹھ ہارٹ سرجری میں بہت نام پیدا کر رہا ہے لیکن میں نے کبھی اسے دیکھا نہیں ہے۔ تم اس تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچو اور حقیقت معلوم کرو۔"

الپا نے تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر میرے دماغ میں پہنچ گئی اس لئے پہنچ گئی کہ اصل ڈاکٹر موس مین یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ وہ میرے چور خیالات پڑھنے لگی۔ اسے یہی معلوم ہوتا رہا کہ میں یہودی ڈاکٹر موس مین ہوں اور پچھلے تین برس سے پیرس کے اسپتال میں اوپن ہارٹ سرجری اور ہارٹ پلانٹیشن کے فرائض انجام دے رہا ہوں۔

پھر وہ میرے ذریعے اسپتال کے انچارج کے پاس پہنچی۔ اس انچارج کے اندر آمنہ (رسونتی) تھی۔ لہٰذا انچارج کے چور خیالات نے بھی میرے خیالات کی اور میرے موس مین ہونے کی تائید کی۔ اس نے مطمئن ہو کر برین آوم کے پاس آکر تصدیق کی کہ ڈاکٹر موس مین کی تصویر اور فیکس کے ذریعے بھیجا ہوا ریکارڈ درست ہے۔

میں پیرس کے جس اسپتال میں تھا وہاں موساد کے دو ایجنٹ آئے۔ انہوں نے اسپتال کی انتظامیہ سے میرے موس مین ہونے کی تصدیق کی۔ اس اسپتال میں واقعی ڈاکٹر موس مین انسٹھ تھا لیکن وہ ڈاکٹر صابر کا ہم شکل نہیں تھا۔ صابر کا ہم شکل میں بنا ہوا تھا۔ ہم نے اصل موس مین کو اغوا کرانے کے بعد اس کا پرین واش کردیا تھا۔ چونکہ فرانسیسی حکومت بابا صاحب کے ادارے سے تعاون کرتی ہے اس لئے اسپتال کے عملے اور وہاں کے انچارج نے بھی ہم سے تعاون کیا اور موساد کے ایجنٹوں سے کہا کہ میں ہی موس مین انسٹھ ہوں۔

اس طرح بھارت میں "را" تنظیم کو تمام یہودی ذرائع سے یقین دلایا گیا کہ ڈاکٹر موس مین انسٹھ کی جو تصویر اور ریکارڈز بھیجے

گئے ہیں وہ درست ہیں۔ ان حالات میں انہیں یقین کرنا پڑا کہ ڈاکٹر موس مین ڈاکٹر صابر کا ہم شکل ہے اور یہ قدرتی امر ہے۔ ہزاروں میل دور رہنے والے دو افراد ایک دوسرے کے ہم شکل ہو سکتے ہیں۔

اس دوران میں نے دن رات ڈاکٹر صابر سے رابطہ رکھا۔ پہلے خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ کر اس کے مزاج اور اس کی لائف ہسٹری کو سمجھتا رہا پھر اسے مخاطب کیا "ہیلو ڈاکٹر صابر!"

وہ نیم تاریک سیل میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ چونک کر اپنے سر کو تھام کر سوچنے لگا "ابھی یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھے مخاطب کیا ہو؟"

میں نے کہا "ہاں۔ تمہیں مخاطب کیا جا رہا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ٹیلی پیتھی کے علم میں سوچ کی لہروں کو دوسرے کے دماغ تک پہنچایا جاتا ہے۔"

"ہاں۔ میں اس علم کے متعلق بہت کچھ پڑھ چکا ہوں۔ آج پہلی بار کسی اجنبی سوچ کی لہروں کو سن رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"فی الحال اتنا ہی سمجھ لو کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ تم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ میں تمہاری مدد کے لئے آیا ہوں۔ "را" کے اہم افسران کو پورا یقین ہے کہ تم اپنی مقتولہ کشمیری شریک حیات کے ساتھ مل کر درپردہ کشمیری مجاہدین کو اسلحہ پہنچاتے رہے ہو اور تم بھارت میں ان مجاہدین کے خفیہ اڈوں سے واقف ہو۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ وہ کبھی کشمیری مجاہدین سے میرا رابطہ ثابت نہیں کر سکیں گے۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ وہ ناکافی ثبوت کے باعث تمہیں عدالت تک نہیں پہنچائیں گے۔ عدالت میں پیشی سے پہلے تمہیں ہلاک کر دیں گے اور یہ بیان دیں گے کہ کشمیری مجاہدین کو اندیشہ تھا کہ تم ان کے خفیہ اڈوں کا پتا بتا دو گے لہٰذا تمہیں عدالت میں پہنچنے سے پہلے ان مجاہدین نے گولی مار دی ہے۔"

صابر نے قائل ہو کر کہا "ہاں۔ وہ مجھے میری شریک حیات کا قاتل بنا رہے ہیں۔ میری صائمہ کشمیری تھی۔ ان کی نظروں میں ایک کشمیری عورت سے شادی کرنا جرم ہے۔ یہ مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ اتنا نہیں سوچتے کہ میں بھارتی ہوں۔ یہاں پندرہ برس سے ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے اس ملک اور قوم کی خدمت کر رہا ہوں۔ میرے علم اور تجربات سے بے شمار مریض موت کی دہلیز تک جاتے جاتے زندگی کی طرف لوٹ آتے ہیں۔"

"تم جتنے بھی متاثر کرنے والے فقرے بولتے رہو، کتنے ہی فرض شناس ڈاکٹر اور دیس بھگت بن جاؤ لیکن ان کی نظروں میں ایک مسلمان ہی رہو گے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ ان حالات میں کیا کروں؟"

"تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ تم ڈاکٹری کے پیشے سے دیوانگی کی حد تک لگاؤ رکھتے ہو اسی لئے تبدیلیِ قلب کے ایک نہایت کامیاب ڈاکٹر ہو۔ تم چاہتے ہو کہ دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رہ کر دکھی انسانیت کی خدمت کرتے رہو۔"

"میرے بھائی! تم درست کہہ رہے ہو۔ میں آخری سانس تک انسانی دلوں کی دھڑکنوں کو نارمل اور صحت مند رکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہیں کسی بھی اسلامی ملک میں پہنچا کر تمہاری یہ خواہش پوری کر سکتا ہوں۔"

"میں صدیوں سے آباواجداد کے زمانے سے اس دیس کی مٹی سے وابستہ ہوں۔ اگر اس کا نام ہندوستان ہے تو کیا یہاں صرف ہندو رہیں گے۔ ہم مسلمانوں کی جڑیں یہاں کی زمین میں صدیوں سے پھیلی ہوئی ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا ہمارے لئے ہے۔ ہمارا میں تمنا نہیں ہوں۔ کروڑوں مسلمان ہیں۔ کیا باطل سے گھبرا کر کروڑوں مسلمان نقل مکانی کر سکتے ہیں۔ دوسرے ممالک میں جا کر بوجھ بننا گوارا کر سکتے ہیں؟"

"درست کہتے ہو۔ یہ ملک آج سے نہیں، صدیوں سے تمہارا ہے اور تمہارے جیسے ان تمام کروڑوں مسلمانوں کا ہے، جن کے ووٹوں کے ذریعے مختلف حکومتیں بنتی آئی ہیں۔ پھر بھی ان میں سیاسی دانائی پیدا نہیں ہو پائی ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مساوی سلوک کریں۔ ویسے بھارت میں رہ کر تم مسلمانوں کی دیس بھگتی قابلِ تعریف ہے اور عین ایمان کے مطابق ہے۔"

"سنا ہے ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑے بڑے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ کیا تم کوئی ایسی تدبیر نہیں کر سکتے کہ میں اسی اسپتال میں پہنچ جاؤں جہاں برسوں سے اپنے فرائض ادا کر رہا ہوں۔"

"اللہ نے چاہا تو تمہاری یہ خواہش پوری ہو گی۔ بھارت کے ایک پیرس کے ایک اسپتال سے ایک ہارٹ سرجن کے ماہر کی ہے اور وہ ماہر میں ہوں۔"

"تم؟" اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم ڈاکٹر ہو؟"

"نہیں۔ ایک ڈاکٹر موس مین اسکتھامی یہودی تھا۔ میں اس کا برین واش کر کے ایک جگہ نظر بند رکھا ہے اور اس کی میں نے لے لی ہے۔"

"اس کی جگہ لینے سے تم ڈاکٹر نہیں بن سکو گے پھر تم اس شکل و صورت کیسے بناؤ گے؟ کیا پلاسٹک سرجری کراؤ گے؟"

"ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ میں پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہم شکل بن گیا ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "تم میرے ہم شکل کیوں ہو؟"

"یہ تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔ میں تمہارے دیس میں پہنچنے والا ہوں۔ ابھی ذرا دشمنوں کے اندر جھانک کر سازشوں کو سمجھوں گا پھر آج رات تم پر تنویمی عمل کروں گا تمہیں دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ لازمی ہے۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر "را" کے چند افسران کے اندر ۔ وہ چاہتے تھے کہ یہودی ڈاکٹر موس مین کے پہنچنے سے پہلے صابر کو ٹھکانے لگا دیں۔ ان کے ڈائریکٹر نے کہا "کل تک ر کرو۔ اس کے بعد ڈاکٹر صابر کو اس شرط پر رہا کر دو کہ وہ بمبئی نہ رہے۔ کسی دوسرے بڑے شہر کے اسپتال میں جا کر اپنے فرض ادا کرے۔ اسے کل رات دس بجے رہائی دی جائے۔ اپنی ی میں بٹھا کر شہر کے باہر پہنچایا جائے۔ اسے ایک ریوالور بھی ئے پھر تم میں سے کوئی اسے گولی مار دے۔ ہم بیان دیں گے کہ خانے سے نکل کر فرار ہو رہا تھا اور تعاقب کرنے والوں پر ریوالور سے فائرنگ کر رہا تھا۔ اس طرح وہ کاؤنٹر فائرنگ میں کیا۔"

ان کے اس منصوبے کے دوران فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ یٹر نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے انجلی کی آواز آئی "میں منتری دین دیال کی انجلی بول رہی ہوں۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرا سیجا آپ قید میں ہے۔ پلیز آپ میری بات کا یقین کریں۔ ڈاکٹر صابر زندگی ہے، زندگی لیتا نہیں ہے۔ اس نے اپنی وائف کو قتل نہیں کیا قتل کسی دوسرے نے کیا ہے۔"

"اگر دوسرے نے کیا ہے تو اسے پکڑ کر لے آؤ۔ ہم صابر کو رہا دیں گے۔"

"میں اسپتال میں ہوں۔ کسی قاتل کا سراغ کیسے لگا سکتی ۔ میرے منتری چاچا ہوتے تو وہ آپ کو قاتل کر دیتے اور کم از ضمانت پر رہا کروا لیتے مگر وہ تین دن سے راجدھانی میں ہیں۔ پتا ب واپس آئیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ ان کی واپسی کا انتظار کر لو۔ ہم ابھی صابر کو ی پر نہیں چڑھا رہے ہیں۔"

"آپ ایسی بات نہ کریں۔ میں اسے کبھی پھانسی کے پھندے نہیں پہنچنے دوں گی۔"

ڈائریکٹر نے ہنستے ہوئے کہا "میں نے فلموں میں دل سے دل کو ہ دیکھا تھا۔ آج حقیقت دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سینے میں اس یرن کا دل ہے اور وہ دل اپنے شوہر ڈاکٹر صابر کی حمایت میں بول ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ تم وہ دل صابر سے لگا رہی ہو۔"

"یہ دل اس نے دیا ہے۔ اسی سے لگا رہے گا۔"

"پھر تو یہ بات بڑی تشویش ناک ہے۔ اگر وہ دل تمہارے سینے ا اگر ابھی تک کشمیری ہے تو ابھی تک مسلمان بھی ہو گا۔ ہماری لڑکی کے سینے میں ایک مسلمان دل کو نہیں ہونا چاہئے۔ جتنی ری ممکن ہو اس دل کو اپنے دھرم میں لے آؤ تاکہ تمہاری آتما ی ملاوٹ کے بغیر ہندو رہے۔"

فون بند ہو گیا۔ میں انجلی کے اندر آیا۔ اس نے اپنی کوٹھی ے موبائل فون منگوا لیا تھا اور ابھی اسی فون سے باتیں کر رہی تھی۔ اس نے فون کو آف کر کے بستر پر ایک طرف پھینک دیا تھا اور پریشانی سے صابر کی رہائی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کے دل پر بوجھ پڑے اس لئے اس کے دماغ کو سکون پہنچانے لگا۔ اسے حوصلے سے یہ سوچنے پر مائل کرتا رہا کہ سچ کبھی نہیں مرتا۔ ڈاکٹر صابر سچا ہے اور اس سچے پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔

میں اس کی سوچ کے ذریعے بول رہا تھا اور اسے حوصلہ مل رہا تھا۔ اس نے موبائل اٹھا کر دہلی میں منتری چاچا کے موبائل نمبر ڈائل کئے۔ تھوڑی دیر میں رابطہ ہو گیا۔ اس نے کہا "چاچو! میں انجلی بول رہی ہوں۔"

"ارے بٹیا! تم کیسی ہو؟ کیا اسپتال سے بول رہی ہو؟"

"جی ہاں۔ میں بہت غصے میں ہوں۔ جس ڈاکٹر نے مجھے نئی زندگی دی ہے اسے "را" والوں نے کہیں قید کر رکھا ہے اور آپ مجھے یہاں چھوڑ کر راجدھانی میں جا کر رہ گئے ہیں۔ آپ فوراً آئیں اور ڈاکٹر صابر کو رہائی دلائیں۔"

"میری پیاری بٹیا! میں یہاں ڈاکٹر صابر کے لئے تو آیا ہوں۔ تم نہیں جانتیں جب کسی کا کیس "را" والوں کے پاس جاتا ہے تو اس کی ضمانت عدالت سے بھی نہیں ہو سکتی۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ پردھان منتری کی سفارش سے اسے رہائی مل جائے دراصل اس پر بیوی کے قتل کا الزام ہی نہیں بلکہ دیس سے غداری کا بھی الزام ہے اور یہ ایسا الزام ہے کہ۔۔۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی "یہ جھوٹ ہے۔ جو ذات پات کا خیال کئے بغیر ہر مذہب اور ہر قوم کے مریضوں کو نئی زندگیاں دیتا رہا ہے اور جو اپنے پیشے کے سوا کبھی کسی معاملے میں دلچسپی نہیں لیتا تھا وہ بھلا دیس کا غدار کیسے ہو سکتا ہے؟"

"تم نہیں جانتیں۔ باغیوں کی پشت پناہی کرنے والے ایسے ہی چالباز ہوتے ہیں۔ اوپر سے کچھ دکھائی دیتے ہیں اندر سے کچھ اور ہوتے ہیں۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ اس کی بیوی کشمیرن تھی اور اس کشمیرن کا باپ اور بھائی بھارتی فوجیوں کے قاتل اور مفرور ہیں۔ ڈاکٹر صابر ان کے خفیہ اڈوں کو جانتا ہے۔ اگر وہ خفیہ اڈے "را" والوں کو بتا دے گا تو اسے رہائی مل جائے گی۔"

"میں نہیں مانتی کہ وہ باغیوں سے ملا ہوا ہے۔ آپ ایک بار اس سے میری بات کرائیں۔ میں اس کے منہ سے سچ سننا چاہتی ہوں۔"

"یہی تو مشکل ہے۔۔۔ وہ سچ بولتا نہیں ہے۔ آخر مسلمان ہے۔ اپنے کشمیری مسلمانوں کو ہماری حکومت سے چھپا کر رکھتا ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ نے منتری کی کرسی حاصل کی ہے۔ اگر آپ نے اس کرسی کا فائدہ مجھے نہ پہنچایا تو آپ بہت نقصان اٹھائیں گے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"وہی جو آپ سن رہے ہیں۔ آپ میری دولت کا حساب جانتے ہیں نا؟"

"اری بٹیا! مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔ بھگوان تیری قسمت سے تجھے دے رہا ہے۔ میرے اندازے کے مطابق کم سے کم پچاس کروڑ روپے تیرے کاروبار میں گردش کر رہے ہیں۔ باہر ملکوں کے بینکوں میں پچیس تیس کروڑ ضرور ہوں گے۔ تو کتنی ہی زمینوں اور کوٹھیوں کی مالکن ہے۔"

"میں ابھی اپنے وکیل کو بلا کر وصیت لکھ رہی ہوں کہ میری تمام دولت اور جائداد و مرہم شالا' پاٹھ شالا اور اناتھ آشرم میں تقسیم کردی جائے۔"

"یہ کیسی نادانی کی باتیں کر رہی ہو۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟"

"وہ جو ایک انجلی تھی' وہ تو تبدیلی قلب کے آپریشن کے وقت مر چکی تھی۔ اس انجلی کے مردہ جسم میں ایک کشمیرن کے دل نے آکر اسے زندہ کیا۔ میرے چاچو! میرے اندر سے وہ کشمیرن بول رہی ہے کہ اگر اس کے خاوند ڈاکٹر صابر کو ذرا بھی نقصان پہنچا تو میں خود کو نقصان پہنچاؤں گی۔ ڈاکٹر کو کسی الزام میں ہلاک کیا گیا تو میں خودکشی کرلوں گی۔"

"دیکھو بٹیا! ایسی کوئی نادانی نہ کرنا۔ میں کسی پہلی فلائٹ سے آرہا ہوں۔"

"آپ کے آنے تک وصیت لکھی جاچکی ہوگی۔ آپ ضرور آئیں مگر ڈاکٹر صابر کو ساتھ لائیں۔ اکیلے آئیں گے تو آپ کو میری لاش ملے گی۔ میں جانتی ہوں کہ آپ نے ایک منتری کی کرسی پر بیٹھ کر کچھ دولت کمائی ہے پھر بھی میری طرح دولت مند کبھی نہیں بن سکیں گے۔ میں اگلے الیکشن میں اپوزیشن والوں کا ساتھ دوں گی۔ آپ کے مقابلے میں جو امیدوار ہوگا اس پر پانی کی طرح دولت خرچ کروں گی۔ اب فیصلہ کریں۔ میری خودکشی چاہتے ہیں یا میں زندہ رہ کر آپ کے نیچے سے منتری کی کرسی گھسیٹ لوں۔ دونوں صورتوں میں آپ کا نقصان ہوگا۔"

"نہیں..... نہیں۔ میں وہاں پہنچتے ہی ڈاکٹر صابر کی رہائی کی کوشش کروں گا۔ مجھے تھوڑا سا وقت دو۔ میں یہاں سے پردھان منتری کا سفارشی خط لے کر آرہا ہوں۔ ڈاکٹر صابر کو تمام الزامات سے بری کردیا جائے گا۔"

انجلی نے فون بند کردیا۔ میرے سفر کا آغاز ہوچکا تھا۔ "را" کے دو ایجنٹ ڈاکٹر موس مین اسمتھ کو پیرس کے اسپتال سے لینے آئے تھے۔ یعنی وہ مجھے ائرانڈیا کے ایک طیارے میں بھارت لے جارہے تھے۔ اس مسافر بردار طیارے میں شہناز (سابقہ شی تارا) اور پروین (پوجا) ہندو لڑکیوں کے روپ میں سفر کررہی تھیں۔ ہم ایک دوسرے سے بظاہر انجان تھے مگر آپس میں دماغی رابطے کا سلسلہ تھا۔

میں نے پروین کو انجلی کے دماغ میں پہنچایا اور اسے سمجھایا کہ انجلی پر تنویمی عمل کرے اور اس کے ذہن میں یہ نقش کرے کہ وکیل سے وصیت ضرور لکھوائے لیکن کبھی حوصلہ نہ ہارے، خودکشی کے متعلق کبھی نہ سوچے۔ اس کے سینے میں سائر کا دھڑک رہا ہے وہ دل ڈاکٹر صابر کو ضرور انجلی کے پاس لائے گا۔

پھر میں نے شہناز یعنی اپنی بہو کو "را" کے ڈائریکٹر دوسرے اہم افسران کے دماغوں تک پہنچا کر کہا "ان کے منہ کو سمجھتی رہو۔ جب بھی یہ ڈاکٹر صابر کو کاؤنٹر فائرنگ کے ہلاک کرنے کے منصوبے پر عمل شروع کریں تو مجھے فوراً اطلاع دو۔"

اس نے پوچھا "پاپا! آپ کیا کررہے ہیں؟"

"میں ڈاکٹر صابر پر تنویمی عمل کروں گا اور اس کے ذہن عبرانی زبان نقش کرتا رہوں گا تاکہ ہندوستان میں اسرائیلی سفارت خانے کے جو یہودی ہیں وہ بھی عبرانی زبان میں صابر سے گفتگو کریں تو صابر کی زبان سے عبرانی سن کر اس کے ڈاکٹر موس مین اسمتھ ہونے کا یقین کرلیں۔"

ڈاکٹر صابر کو اپنے پیشے سے دیوانگی کی حد تک لگاؤ تھا۔ اسی اسپتال سے منسلک رہ کر تبدیلی قلب کے آپریشن کرنا چاہتا تھا۔ اس کی یہ خواہش میں ہی پوری کرسکتا تھا۔ "را" والے اسے زندہ نہ چھوڑتے۔ ایک میں ہی اسے ڈاکٹر موس مین دوبارہ اس اسپتال میں اپنے فرائض ادا کرنے کے مواقع دے تھا اور اس کی جگہ میں ملزم ڈاکٹر صابر بن کر "را" والوں سے نکل سکتا تھا۔

منتری دین دیال نے دوسرے دن "را" کے ڈائریکٹر ملاقات کی اور اسے پردھان منتری کا ایک خط دیا۔ اس خط میں ہوا تھا کہ ڈاکٹر صابر کو رہا کرکے منتری دین دیال کے حوالے جائے۔

ڈائریکٹر نے خط پڑھ کر کہا "آپ نے پہنچنے میں دیر کردی وہ دوپہر کو ہماری قید سے نکل بھاگا ہے۔ اب شام ہورہی ہمارے لوگ رات کا اندھیرا ہونے سے پہلے اسے ڈھونڈ لیں ہیں تاکہ وہ تاریکی سے فائدہ اٹھا کر کہیں دور جاکر رو ہوجائے۔"

منتری نے پریشان ہوکر کہا "یہ تو بہت برا ہوا۔ اگر آیا یا پولیس مقابلے میں مارا گیا تو میں تباہ ہوجاؤں گا۔ میر پتی بھتیجی میرے خلاف ہوجائے گی۔ نہ اس کی موت کے بو میرے ہاتھ آئے گی اور نہ ہی اس کی زندگی میں میں اگلا جیت سکوں گا۔"

"منتری جی! آپ کی بھتیجی اس مسلمان پر عاشق ہو اس کی خاطر آپ جیسے محبت کرنے والے چاچا کو بھی کھونا چاہتی ہے۔"

"آفیسر! اب آپ ہی میری ڈوبتی نیا کو بچا سکتے ہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ وہ ڈاکٹر صابر پولیس مقابلے میں ہلاک ہونے کے بعد بھی زندہ رہے گا۔ ذرا آپ یہ تصویر دیکھیں۔"

اس نے دراز میں سے ڈاکٹر موس مین کی تصویر نکال کر دکھاتے ہوئے پوچھا "یہ کس کی تصویر ہے؟"

منتری دین دیال نے کہا "کیا بچوں جیسی بات پوچھ رہے ہیں۔ میں نے درجنوں بار ڈاکٹر صابر کو دیکھا ہے۔ کیا میں اس کی یہ تصویر نہیں پہچانوں گا۔"

"آپ نہیں پہچان رہے ہیں۔ یہ ڈاکٹر صابر نہیں اس کا ہم شکل ڈاکٹر موس مین ہے۔ تبدیلی قلب کا ایک ماہر یہودی ڈاکٹر ہے۔ آج شام کو پیرس سے یہاں آرہا ہے۔"

دین دیال نے حیرانی ظاہر کی۔ ڈائریکٹر نے کہا "آپ کی طرح انجلی بھی دھوکا کھائے گی۔ اس یہودی ڈاکٹر کو مسلمان ڈاکٹر صابر سمجھ کر خوش ہوجائے گی کہ آپ نے اس کے محبوب کو تمام الزامات سے بری کراکے اس کے پاس اسپتال میں پہنچادیا ہے۔"

دین دیال نے خوش ہوکر کہا "یہ تو چمتکار (معجزہ) ہوگیا۔ اب تو ڈاکٹر صابر کتے کی موت مرجائے' کوئی پروا نہیں۔ اپنی بھتیجی کو بہلانے کے لئے یہ کھلونا مل گیا ہے۔"

"اب آپ انجلی کے پاس جائیں اور اسے یقین دلائیں کہ آپ راجدھانی سے ڈاکٹر صابر کی رہائی کا پروانہ لے آئے ہیں۔ آج ضروری کارروائیاں مکمل کرنے کے بعد کل صابر کو اسپتال پہنچادیا جائے گا۔"

دین دیال نے کہا "میں خود یہاں کل صبح آؤں گا اور اس کے ہم شکل یہودی ڈاکٹر کو یہاں سے لے جاکر انجلی کے سامنے پیش کروں گا۔"

وہ خوش ہوکر چلا گیا۔ ڈائریکٹر اس منتری کو اُلّو بنا کر مسکرا رہا تھا۔ میں ایک یہودی ڈاکٹر کی حیثیت سے "را" کے دو ایجنٹوں کے ساتھ بمبئی پہنچ گیا۔ میرے لئے ایک پُرتعیش بنگلے کا انتظام کیا گیا تھا۔ میری خدمت کے لئے ایک ملازمہ اور ایک ملازم رکھے گئے تھے۔ "را" کے ڈائریکٹر اور اہم افسران نے مجھ سے ملاقات کی۔ مجھے سمجھایا کہ کل صبح میں "را" کے دفتر جاؤں گا۔ وہاں سے منتری کے ساتھ اسپتال جاکر اپنی ڈیوٹی کا چارج لوں گا۔ اسپتال کا عملہ مجھے یہودی ڈاکٹر کی حیثیت سے جانتا رہے گا لیکن مجھے انجلی کے سامنے ڈاکٹر صابر بن کر رہنا ہوگا۔

میں نے کہا "میں نے آپ کی تمام پلاننگ سمجھ لی ہے۔ اگر کچھ باقی رہ گیا ہو تو کل صبح سمجھ لوں گا۔ ابھی سفر کی تھکن سے بدن ٹوٹ رہا ہے۔ میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ سب مجھے آرام کرنے کے لئے چھوڑ کر چلے گئے۔ ہم نے ہفتوں میں رہنے کے دوران بمبئی کے ایک ارب پتی فلم پروڈیوسر اور ڈسٹری بیوٹر سے نرائن کو ٹریپ کیا تھا۔ اس کی دو بیٹیاں سادھنا اور سمترا لندن میں مستقل رہتی تھیں۔ ہندوستان اور ایشیا کا کوئی ملک انہیں پسند نہیں تھا۔ ہم نے ان پر تنویمی عمل کرکے یہ بات ذہن نشین کردی تھی کہ وہ اپنے ہندوستانی باپ سے نرائن کو بھول جائیں گی اور کبھی ٹیلی فون وغیرہ سے کسی بھی رشتے دار سے رابطہ نہیں کریں گی اور سے نرائن کو یہ ذہن نشین کرایا کہ وہ اس بات سے خوش رہے گا کہ دونوں بیٹیوں نے اس کے ساتھ بمبئی میں رہنا منظور کرلیا ہے۔

رات کے دس بجے سے پہلے شہناز نے مجھے مخاطب کیا "پاپا! "را" کا ڈائریکٹر اپنے دو ماتحت افسروں اور چند مسلح سپاہیوں کے ساتھ ڈاکٹر صابر کے سیل کی طرف جارہا ہے۔"

میں نے کہا "تم اور پروین ان افسروں اور سپاہیوں کے دماغوں میں جگہ بناتی رہو۔ میں بھی موجود رہوں گا۔"

ڈائریکٹر اپنے ماتحتوں کے ساتھ اس سیل میں پہنچ گیا تھا اور ڈاکٹر صابر سے کہہ رہا تھا "تم بہت خوش نصیب ہو۔ تمہاری رہائی کا پروانہ راجدھانی سے آیا ہے۔"

اس نے پردھان منتری کا وہ خط صابر کو پڑھنے دیا پھر کہا "میں نے ابھی فون پر پردھان منتری سے بات کی تھی۔ ان سے کہا ہے کہ تمہیں اس سیل کے باہر ایک منٹ کے لئے بھی بمبئی میں رہنے نہیں دیا جائے گا۔ شیوسینا کے مسلم دشمن بال ٹھاکرے کو معلوم ہوچکا ہے کہ تم کشمیری مسلمانوں کی پشت پناہی کرتے ہو۔ ہم تمہیں رہا کریں گے تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا اس لئے میرے یہ افسر اور سپاہی تمہیں بند گاڑی میں لے جاکر بمبئی کے باہر کسی ریلوے اسٹیشن تک پہنچادیں گے۔ وہاں سے تم مدھیہ پردیش یا اتر پردیش جاسکتے ہو۔"

ڈاکٹر صابر کہنا چاہتا تھا کہ وہ بمبئی کے اسی اسپتال میں اپنے فرائض ادا کرنا چاہتا ہے لیکن میں نے ایسا کہنے نہیں دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا "خدا کا شکر ہے۔ مجھ پر دیس سے غداری کا الزام نہیں رہا۔ میں کسی دوسرے صوبے میں جاکر دکھی انسانوں کی خدمت کروں گا۔"

وہ ان کے ساتھ تہ خانے سے باہر آیا۔ عمارت کے باہر ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس کا پچھلا حصہ چاروں طرف سے بند تھا۔ وہاں ڈاکٹر صابر چند مسلح سپاہیوں کے ساتھ بیٹھ گیا پھر وہ گاڑی وہاں سے چل پڑی۔

گاڑی کے اگلے حصے میں "را" کے دو افسر ایک ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ پچھلے بند حصے میں صابر چار مسلح سپاہیوں کے ساتھ تھا۔ میں نے شہناز اور پروین سے کہا "گاڑی اب ہائی وے کے ویران علاقے سے گزر رہی ہے۔ ایکشن کے لئے تیار ہوجاؤ۔ ہم تین سپاہیوں کے دماغوں پر مسلط رہیں گے۔ میں ایک سپاہی کو ختم کردوں گا۔ گاڑی رکے گی اور دونوں افسر پچھلے حصے کی طرف آئیں گے تو انہیں زندہ نہ چھوڑنا۔"

میں نے ایک سپاہی پر مسلط ہو کر اس کی رائفل دوسرے سپاہی کی طرف سیدھی کی۔ دوسرے نے گھور کر پوچھا "اے نتھو رام! تو نے بندوق کیوں اٹھالی۔ اسے نیچے کر۔ نہیں تو غلطی سے گولی چل جائے گی۔"

میں نے کہا "میں اس کا وزن دیکھ رہا ہوں۔ ہمارے افسر لوگ چھوٹا چھوٹا ریوالور لے کر گھومتے ہیں اور ہم سپاہیوں کو اتنی بھاری رائفلیں صبح سے شام تک اٹھائے رکھنے کو کہتے ہیں۔ یہ دیکھو میری ایک انگلی ٹریگر پر ہے۔ یہ ٹریگر بھی اتنا سخت ہوتا ہے کہ اسے دبانے کے لئے ذرا طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں آہستگی سے دبا رہا ہوں۔ یہ نہیں دب رہا ہے۔ اب ذرا طاقت سے....."

میں نے بات پوری ہونے سے پہلے ٹریگر کو دبایا۔ یکبارگی ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی اور سامنے بیٹھے ہوئے سپاہی کے سینے میں پیوست ہوگئی۔ وہ تڑپ کر ہاتھ پاؤں مارتا ہوا سیٹ کے اوپر سے نیچے گر پڑا۔

گاڑی اچانک رک گئی۔ صابر حیرانی سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ ایک سپاہی نے اپنے ہی ساتھی کی جان کیوں لے لی؟ میرے آلۂ کار سپاہی اور اس کے دو ساتھی سپاہیوں نے صابر کو دونوں طرف سے جکڑ لیا تھا۔ ایک نے صابر کے سینے پر رائفل کی نال رکھ دی تھی۔ انگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان جو آہنی دیوار تھی اس کی چھوٹی سی جالی ہٹا کر ایک افسر نے پچھلے حصے کی طرف دیکھ کر پوچھا "یہ گولی کس نے چلائی؟"

میں ڈاکٹر صابر کو جکڑے ہوئے تھا' جواب میں بولا "سر! اس ڈاکٹر نے اچانک رائفل چھین کر ہمارے ساتھی کو گولی ماردی ہے۔ اب ہم نے اسے جکڑ لیا ہے۔"

ڈاکٹر صابر حیرانی سے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر میں نے کہنے نہیں دیا۔ جالی کی دوسری طرف سے دوسرا افسر بھی دیکھ رہا تھا کہ باقی تین سپاہیوں نے ڈاکٹر صابر کو اچھی طرح جکڑ رکھا ہے۔ ایک افسر نے کہا "چیونٹی کے پر نکل آئے ہیں۔ اسے تو ختم کرنا ہی تھا۔ یہ بھی ویرانہ ہے۔ اس کمبخت کو یہیں ختم کردو۔"

وہ دونوں افسر اگلی سیٹ سے اتر کر باہر آئے۔ ایک نے پچھلے حصے کا لاک کھولا پھر دروازے سے دونوں پٹ کھول کر صابر سے بولا "یہ تم نے اچھا کیا کہ ہمارے ایک سپاہی کو مار ڈالا۔ اب ہم ثبوت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ تم پولیس مقابلے میں مارے گئے۔"

میں نے آلۂ کار سپاہی کی زبان سے کہا "زندہ رہو گے تو ایسا بیان دے سکو گے۔ کم آن شہناز اینڈ پروین....."

شہناز اور پروین کو مخاطب کرتے ہی دونوں نے اپنے اپنے آلۂ کار سپاہیوں کے ذریعے تڑا تڑ فائرنگ شروع کردی۔ میں تماشائی بنا رہا۔ سوچا کہ ان کا نشانہ خطا ہوگا تو میں دونوں افسران کو ٹھنڈا کردوں گا مگر شہناز اور پروین نے ان افسران کو ریوالور نکالنے اور وہاں سے بھاگ کر اور چھپ کر فائر کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ دو چار گولیاں چلا کر ہی دونوں کو کونتار کی پکی سڑک پر لٹا دیا۔

پھر شہناز کا آلۂ کار سپاہی پچھلے حصے سے کود کر اسٹیئرنگ سیٹ کے پاس آیا۔ وہ وائرلیس کے ذریعے "را" کے ڈائریکٹر سے کہہ رہا تھا "سر! یہاں گڑبڑ ہوگئی ہے۔ ملزم کے ساتھ کاؤنٹر فائرنگ شروع ہوچکی ہے۔ ہمارے افسران بھی گاڑی کے پیچھے اس سے مقابلہ کرنے گئے ہیں۔"

ڈائریکٹر نے کہا "تم نہیں جانتے۔ یہی ہماری پلاننگ تھی اپنے افسر سے کہو۔ مجھ سے وائرلیس پر بات کرے۔"

وہ ڈرائیونگ سیٹ سے اتر کر پیچھے ہی گاڑی سے باہر نکلا شہناز نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے اسے گولی ماردی۔ شہناز کے بھائی پروین نے آکر کہا "سسز! آؤ اب ہم گولی گولی کھیلیں اور ایک دوسرے پر نشانہ آزمائیں۔"

دونوں نے ایک دوسرے کا نشانہ لیا پھر ایک دو تین کہہ کر گولی چلادی۔ اس کے ساتھ ہی دونوں کے آلۂ کار اچھل کر زمین پر گرے پھر تڑپ تڑپ کر ساکت ہوگئے۔ ڈاکٹر صابر میرے آلۂ کار سپاہی کے ساتھ گاڑی سے نکل کر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے کہا "کیا تم نے سنا نہیں تھا۔ وہ افسر کہہ رہا تھا کہ پولیس مقابلے کے بہانے تمہیں قتل کیا جائے گا۔ اپنے خلاف ہونے والی سازش کو سمجھو۔"

"مگر تم ان کے سپاہی ہو کر میری مدد کر رہے ہو؟"

"یہ سپاہی تمہارے لئے کچھ نہیں کر رہا ہے۔ میں تمہارا شکل ڈاکٹر موس مین اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے تمہارے آگے دُم ہلانے پر مجبور کر رہا ہوں۔ اب تو سب ہی مارے گئے ہیں صرف یہی ایک سپاہی رہ گیا ہے۔ تم اسے گولی ماردو۔"

میں نے آلۂ کار سپاہی کے ذریعے اس کی طرف رائفل بڑھائی۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولا "نہیں۔ میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ زندگی دیتا ہوں' زندگی چھینتا نہیں ہوں۔"

"آج خدا نے ہمیں تمہاری سلامتی کا ذریعہ بنایا ہوا ہے' دشمن تمہاری زندگی چھین لیتے۔ بہرحال یہ بھی درست ہے' ڈاکٹر کو ہمیشہ مسیحا ہی رہنا چاہئے۔"

اس سپاہی نے میری مرضی کے مطابق رائفل کے بٹ زمین پر رکھا۔ اس کی نال پر اپنے حلق کو رکھا پھر ایک انگوٹھے سے ٹریگر کو دبادیا۔ ڈاکٹر صابر گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ میں نے کہا "میں تمہارے اندر ہوں کیونکہ تم ہی یہاں زندہ رہ گئے ہو۔"

وہ بولا "میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"میرا مشورہ ہے کہ ہندو ذہنیت کو نہ بھولو۔ یہ تمہارے مسلمان کو جینے نہیں دیں گے۔"

وہ بولا "ایمان یہ ہے کہ میں ایک مسلمان ڈاکٹر کے فرائض رکھوں اور کسی مذہب کو کمتر یا برتر سمجھے بغیر سب کا علاج کروں۔

"اچھا اب ڈرائیونگ سیٹ پر جاؤ' گاڑی کو شہر کی طرف موڑ کر وہاں تک جاؤ جہاں تمہیں کسی دوسری گاڑی میں لفٹ مل جائے۔"

"مجھے قتل ہونے کے بعد میں واپس جاؤں گا تو گرفتار کرلیا جاؤں گا۔"

"تمہیں کوئی ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ تم واپس آؤ۔ میں اپنے بنگلے میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھتے ہوئے بولا "مجھے کس علاقے میں آنا ہوگا۔ تم کس بنگلے میں ہو؟"

"بس تم چلے آؤ۔ آپ ہی آپ میرے پاس پہنچ جاؤ گے۔"

اس نے گاڑی کو اسٹارٹ کرکے ایک یوٹرن دیا پھر شہر کی طرف جانے لگا۔

میں نے کہا "وائرلیس پر "را" کے ڈائریکٹر سے باتیں کرو۔ وہ بڑی بے چینی سے تمہاری موت کی خوش خبری سننے کا منتظر ہے۔"

اس نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے وائرلیس کے ذریعے رابطہ کیا "ہیلو..... ہیلو میں ڈائریکٹر "را" سے مخاطب ہوں۔"

دوسری طرف سے ڈائریکٹر کی حیرت بھری آواز سنائی دی "تم؟ کیا تم ڈاکٹر صابر بول رہے ہو؟"

"ہاں بولنے کے لئے صرف میں رہ گیا ہوں۔ تمہارے تمام افسر اور سپاہی نرک (جہنم) میں پہنچ گئے ہیں۔"

وہ غصے اور بے یقینی سے بولا "کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے تمام افسروں' چار سپاہیوں اور ایک ڈرائیور کو مار ڈالا ہے۔ کیا تم مجھے کوئی فلمی سین سنانا چاہتے ہو؟"

"فلمی سین تم نے شروع کیا تھا۔ اب اس فلم کا دی اینڈ تمہاری موت سے ہوگا۔ میں واپس بمبئی آرہا ہوں۔ اگر ماں زندہ ہو تو اس کی گود میں چھپنے کی جگہ ڈھونڈ لو۔"

یہ کہتے ہی اس نے وائرلیس کا رابطہ ختم کردیا۔ میں نے کہا "تم دیکھ رہے اور سمجھ رہے ہو کہ "را" کا ڈائریکٹر تم سے کیسی دشمنی کر رہا ہے؟"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ آدمی اگر سانپ بن کر ڈسنا چاہے تو اسے لاٹھی سے مار دینا چاہئے۔ اگر میرے ہاتھ میں ہتھیار ہوگا اور وہ "را" کا ڈائریکٹر میرے سامنے آئے گا تو میں اسے ہلاک کردوں گا۔ لیکن....."

وہ کہتے کہتے ذرا رک گیا پھر بولا "لیکن وہ کبھی مریض بن کر میرے سامنے آپریشن تھیٹر میں آئے گا تو میں اپنے پیشے کے تقدس کی طرف آنے نہیں دوں گا۔ اس دشمن مریض کو نئی زندگی دینے کی کوشش کروں گا۔"

"سمارٹ! تم ایک عظیم اور معزز مسیحا ہو۔ چلو اب گاڑی یہاں چھوڑ دو۔ یہ مین روڈ چھوڑ کر گلی [illegible] دوسری سڑک پر پہنچو اور کسی گاڑی سے لفٹ لینے کی کوشش کرو۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ گاڑی کو مین روڈ پر چھوڑ کر مختلف گلیوں سے گزرنے لگا۔ میں نے شہناز اور پروین سے کہا "یہاں میرے بنگلے میں یعنی بمبوی ڈاکٹر موس مین کے بنگلے میں ایک ملازمہ اور ملازم ہیں۔ وہ سونے کے لئے سرونٹ کوارٹر میں چلے گئے ہیں۔ جب ڈاکٹر صابر یہاں پہنچے تو تم دونوں ان ملازموں کی نگرانی کرو گی۔ وہ سوتے رہیں تو بہتر ہے اگر جاگ جائیں تو انہیں بنگلے کے اندر نہیں آنے دو گی۔"

ڈاکٹر صابر نے دوسری سڑک پر پہنچ کر کئی کاروالوں سے لفٹ لینے کی کوشش کی لیکن آدھی رات کے بعد کسی نے کار نہیں روکی۔ وہ ایک چوراہے پر ٹریفک سگنل کے پاس آیا۔ وہاں سرخ روشنی کے باعث ایک کار آکر رکی۔ ایک بوڑھا اسے ڈرائیو کر رہا تھا۔ ڈاکٹر صابر نے پوچھا "جنٹلمین! کیا آپ مجھے لفٹ دینا پسند کریں گے۔"

وہ بولا "سوری۔ میں اس گلی میں جا رہا ہوں۔ وہیں میرا مکان ہے۔"

میں اس بوڑھے کے اندر آگیا۔ وہ جھک کر دوسری طرف کا دروازہ کھول کر بولا "ویسے کوئی بات نہیں' آپ کو منزل تک پہنچانا میرا فرض ہے۔"

صابر اس کے پاس والی سیٹ پر شکریہ ادا کرتے ہوئے بیٹھ گیا۔ اس بوڑھے نے ایک لمبی ڈرائیو کے بعد اسے میرے موجودہ رہائشی بنگلے تک پہنچادیا۔ شہناز نے میری ہدایت کے مطابق اس بوڑھے کو غائب دماغ بنا رکھا تھا۔ جب وہ واپس اسی چوراہے کے ٹریفک سگنل کے پاس پہنچا تو شہناز نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

ڈاکٹر صابر دروازہ کھول کر بنگلے کے اندر آیا اور ایک کاریڈور سے گزر کر ڈرائنگ روم میں پہنچا پھر مجھے دیکھتے ہی ٹھٹک گیا کیونکہ اپنے سامنے وہ خود کھڑا ہوا تھا۔ یا پھر جیسے سامنے آئینہ تھا جس میں وہ اپنا عکس دیکھ رہا ہو۔

میں نے مسکرا کر کہا "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ تمہارا ہم شکل ہوں۔ کیا اب یقین آرہا ہے۔ یہ پلاسٹک سرجری کا کمال ہے۔"

وہ میرے قریب آتے ہوئے بولا "واقعی ہم دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آرہا ہے۔"

"ایک فرق ہے۔ ہمارے لباس مختلف ہیں۔ اگر اپنا لباس تبدیل کرلو تو "را" کا کوئی دشمن تمہیں پہچان نہیں سکے گا۔ لباس کے ساتھ نام بھی تبدیل کرلو۔ اسی لمحے سے تم بمبوی ڈاکٹر موس مین اسمتھ ہو اور میرا نام ڈاکٹر صابر ہے۔"

"یہ آپ میری حفاظت کے لئے کر رہے ہیں لیکن اتنا بڑا خطرہ کیوں مول لے رہے ہیں۔ ایک ملزم ڈاکٹر صابر بن کر رہیں گے تو "را" والے آپ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"اصل بات یہ ہے ڈاکٹر کہ تم ایک سیدھے سادے انسان ہو۔ اپنے پیشے سے عبادت کی حد تک لگاؤ رکھتے ہو۔ اسپتال میں آنے والا کوئی مریض تمہارا دشمن نہیں ہوتا' تمہارا محتاج ہوتا ہے۔ تمہارے برعکس میری ساری زندگی دشمنوں سے کھیلتے گزری ہے اس لئے میں را' موساد اور جی بی جیسی ہدنام زمانہ تنظیموں سے کھیلتے رہنے کو ایک مشغلہ سمجھتا ہوں۔"

"لیکن میں یہاں ڈاکٹر موس مین بن کر رہوں گا تو آپ کہاں پناہ لیں گے؟"

"میری فکر نہ کرو۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے ذہن میں ڈاکٹر موس مین کا سمتھ کی آواز اور لہجہ نقش کردیا تھا۔ میں تمہارا عامل ہوں۔ میرا حکم ہے کہ اسی لمحے سے تم میری یعنی ڈاکٹر موس مین کی آواز اور لہجے میں بولو گے۔"

"کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ہی آپ میرا لب و لہجہ بھی بدل جائے؟" وہ بولتے بولتے چونک گیا پھر حیرانی سے بولا "واقعی میں تو آپ کی آواز اور لہجے میں بول رہا ہوں۔"

"اور میرا حکم ہے کہ تم بہ وقتِ ضرورت کسی بھی یہودی سے عبرانی زبان میں گفتگو کرو گے۔"

وہ عبرانی زبان میں بولا "کبھی میں نے یہ زبان سنی بھی نہیں ہے۔ اس کا ایک حرف تک نہیں جانتا ہوں۔ پھر یہ زبان....." وہ کہتے کہتے رک گیا۔ حیرانی سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگا "یہ تو معجزہ ہوگیا۔ میں تو ایک اجنبی زبان بول رہا ہوں۔"

میں نے کہا "یہ زبان اجنبی نہیں' عبرانی ہے۔ تم بنا سپتی یہودی ہو۔ یہ تمہاری مذہبی اور مادری زبان ہے۔"

وہ بولا "ڈاکٹر موس مین! آپ واقعی باکمال ہیں۔ آپ نے مجھے کیا سے کیا بنادیا ہے۔ میں آپ کو ڈاکٹر موس مین کہہ رہا ہوں جبکہ جانتا ہوں کہ آپ کوئی اور ہیں۔ کیا اپنے متعلق کچھ بتائیں گے؟"

"تم نہ پوچھو۔ میں اپنے دادا اور پردادا کے حوالے سے کشمیری ہوں۔ میرے والد پاکستان آگئے تھے۔ میں شاہ کوٹ میں پیدا ہوا۔ یوں میں پاکستانی بھی ہوں اور کشمیری بھی۔ تم ذات پات' مذہب' ملک اور ملت سے بالاتر ہو کر دکھی انسانوں کی خدمت کرتے رہے ہو اس کے باوجود تم پر الزام عائد کیا گیا کہ تم کشمیری مجاہدین کو اسلحہ اور دیگر ضروریات کا سامان سپلائی کرتے ہو لیکن اب یہ الزام عائد نہیں ہوگا کیونکہ تم یہودی ڈاکٹر سمجھے جاؤ گے اور اس اسپتال میں اپنے فرائض انجام دیتے رہنے کی جو تمہاری خواہش ہے وہ پوری ہوتی رہے گی۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے میرے ہاتھوں کو تھام کر کہا "آپ میرے لئے خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ پہلے مجھے اس اسپتال سے دلی لگاؤ تھا مگر وہاں کے آپریشن تھیٹر میں اپنی صائمہ کے سینے سے دل نکالتے وقت میرا وہاں سے روحانی رشتہ ہوگیا ہے۔ میں جب تک زندہ رہوں گا اپنی صائمہ کے نام سے اس آپریشن تھیٹر میں دل کے مریضوں کو نئی زندگی دیتا رہوں گا۔"

"تو پھر جاؤ محترم مسیحا! دوسرے کمرے میں لباس تبدیل اور یہ لباس اتار کر مجھے دے دو پھر میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا پھر واپس آکر اپنا اتارا لباس مجھے دیتے ہوئے بولا "میں سوچتا ہوں کہ ڈاکٹر موس مین رہنے کے دوران مجھ سے کوئی غلطی نہ ہوجائے۔"

"میں نے تم پر ایسا عمل کیا ہے کہ تم انجانے میں بھی اختیار ڈاکٹر موس مین کی طرح ہی حرکتیں کرو گے اور اسی کے لہجے میں بولتے رہو گے جیسا کہ ابھی تم بے اختیار مجھ سے زبان میں گفتگو کرنے لگے تھے۔ جاؤ اب آرام سے سو جاؤ۔"

میں اسے پوری طرح مطمئن کرکے وہاں سے نکل آیا اور صابر کے اس بنگلے کی طرف جانے لگا جہاں اس کی بیوی رہ قتل ہوا تھا۔ اس بنگلے کو پولیس کی طرف سے سیل کردیا بیرونی دروازے پر صرف دو مسلح سپاہی رات کو ڈیوٹی دیتے تھے کے وقت ایک سپاہی رہتا تھا۔

میں نے دور سے بنگلے کے سامنے دروازے کے سپاہیوں کو دیکھا پھر ایک چکر کاٹ کر بنگلے کے پیچھے آیا۔ وہاں کے ذریعے چڑھتا ہوا چھت پر پہنچا۔ چھت سے بالکونی آسان تھا۔ بالکونی کا دروازہ بھی مقفل تھا۔ میں نے جیب مڑا ہوا تار نکالا۔ مجھے لاک پر کیٹنگ یا اوپننگ حاصل تھی۔ آدھے منٹ کے اندر دروازہ کھل گیا۔

میں نے اندر آکر دروازے کو بند کیا پھر ایک پنسل روشنی میں ٹائلٹ کے اندر گیا۔ ڈاکٹر صابر کے خیالات کہ اس نے بنگلے میں واردات سے پہلے اپنے میلے کپڑے رکھے تھے۔

میں نے اس کے تمام میلے کپڑے' جرابیں اور رومال کرکے گٹھڑی بنالی۔ الماری سے اس کا ایک دھلا ہوا جوڑا خود پہن لیا اور اپنا اتارا ہوا لباس' جرابیں اور رومال کو میں لے جاکر رکھ دیا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر جس را آیا تھا اسی راستے سے میلے کپڑوں کی گٹھڑی لے کر اس دور چلا آیا۔

جوہو ساحل کے ایک ویران سے حصے میں ویرانی بڑی رونق رہتی تھی۔ بڑے بڑے دولت مندوں کی کاریں کھڑی رہتی تھیں۔ ان کاروں کے اندر عیاشی ہوتی تھی سوڈا اور تلے ہوئے جھینگے پکوڑے بیچنے والے گھومتے پولیس والے بھتا لے کر وہاں کے ٹھانے میں سوتے ادھر بمبئی کے ساحل میں رات بڑی مستی بھری ہوا کرتی ایک کار کے قریب آیا۔ اندر سے ایک عورت کھلکھلانے کی آواز آرہی تھی پھر مجھے قریب دیکھ کر ایک

ڈانٹ کر پوچھا "اے کون ہے؟ جاؤ ابھی ہمارے پاس شراب سوڈا سب کچھ ہے۔"

عورت کی نشے میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی "ڈارلنگ! یہ بھی تو کہو کہ شراب کے ساتھ شباب بھی ہے۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ وہ پچھلی سیٹ پر تھے۔ میں نے چپکے سے کپڑوں کی گٹھڑی اگلی کھڑکی سے اندر ڈال دی پھر وہاں سے دور جاتے ہوئے سیٹھ کے دماغ پر مسلط ہوگیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا "بس اب مجھے گھر جانا ہوگا۔ نہیں تو سیٹھانی جوان اولاد کے سامنے جھگڑنے لگے گی۔ یہ لو ہزار روپے اب کوئی دوسرا گاہک ڈھونڈلو۔"

وہ عورت رقم لے کر کار سے اتر گئی۔ سیٹھ اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا پھر وہاں سے کار ڈرائیو کرکے جانے لگا۔ میں نے اسے تھوڑی دور پہنچانے کے بعد روک دیا۔ اس نے کار سے اتر کر ڈکی سے پیٹرول کا کین نکالا۔ اگلی سیٹ پر آیا پھر کین کو کھول کر میلے کپڑوں کی گٹھڑی پر پیٹرول کو انڈیلا۔ کچھ پیٹرول اپنے جسم پر اور کچھ کار کے اندر جگہ جگہ چھڑک دیا۔ اس کے بعد لائٹر نکال کر اسے سلگادیا۔

چشم زدن میں کار کے اندر آگ بھڑک گئی۔ سیٹھ کا آدھا لباس جل رہا تھا کیونکہ وہ آدھا ننگا تھا۔ میں نے اسے پاپ کے پراشچت (گناہ کی تلافی) کے لئے وہیں بٹھائے رکھا۔ اسے بھاگنے نہیں دیا۔ ذرا سی دیر میں ایک زبردست دھماکا ہوا۔ کار کی پیٹرول کی ٹنکی پھٹ گئی تھی۔ اس کار کی آہنی باڈی کے ٹکڑے دھماکوں کے باعث فضا میں اڑتے ہوئے دور جاکر گر رہے تھے۔ دوسری کاروں والے خوف زدہ ہو کر اپنی کاروں کو وہاں سے دور لے جانے لگے۔

میں اس کے مردہ دماغ سے نکل آیا۔ وہ میلے کپڑوں کی گٹھڑی جل کر راکھ ہوچکی ہوگی۔ میں نے ڈاکٹر صابر کے وہ تمام کپڑے جلادیے تھے جن کے ذریعے اس کے بدن کی بُو کو شکاری بلڈ ہاؤنڈ کتے سونگھ سکتے تھے۔ ہاں وہ میرے ان کپڑوں کو سونگھ کر میری بُو کو پہچان سکتے تھے جنہیں میں اپنے بدن سے اتار کر صابر کے ہاتھ روم میں چھوڑ آیا تھا۔

اور جب کتے میرا تعاقب کرتے تو تصدیق ہوجاتی کہ میں ڈاکٹر صابر ہوں۔ اسپتال میں فرائض ادا کرنے والے صابر پر کوئی کبھی شبہ کرہی نہیں سکتا تھا اور وہ اپنی دلی' دماغی اور روحانی مسرتیں حاصل کرنے کے لئے اسی اسپتال میں اپنے فرائض انجام دیتا رہتا۔

اس ساحلی علاقے میں ایسا دھماکا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ بمبئی کے آئی جی اور کمشنر کے پاس اطلاع پہنچی تو شہر کے تمام پولیس والے فوراً ہی جاگ گئے اور جائے واردات کی طرف گاڑیاں لے کر جانے لگے۔

شہناز اور پروین فلمی پروڈیوسر اور ڈسٹری بیوٹرسٹ نرائن کی بیٹیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس ارب پتی سیٹھ کی کئی کوٹھیاں شہر میں تھیں۔ بیٹیوں نے کہا تھا کہ وہ دونوں بہنیں تنہا جوہو کے سامنے والی ایک کوٹھی میں قیام کریں گی۔ میں اس کوٹھی میں پہنچ گیا۔ وہ دونوں جاگ رہی تھیں۔ میں نے کہا "بیٹے! رات کے تین بج رہے ہیں۔ فوراً جاکر سوجاؤ۔ ہم میں سے جو جلدی بیدار ہوگا وہ ڈاکٹر صابر کے دماغ میں جاکر اس کی نگرانی کرے گا۔"

ہم الگ الگ کمروں میں سونے کے لئے گئے۔ میں نے "را" کے ڈائریکٹر کے بنگلے کا فون نمبر ڈائل کیا۔ ریسیور کان سے لگا کر سننے لگا۔ تھوڑی دیر تک گھنٹی بجتی رہی پھر ڈائریکٹر کی نیند بھری آواز سنائی دی "کون ہے؟"

"میں وہ ہوں جو دیس کا غدار نہیں تھا لیکن تم نے اپنی کم ظرفی اور اسلام دشمنی کے باعث مجھے ملک دشمن تخریب کار بنادیا ہے۔ اتنی بڑی غلطی کرنے کے بعد آرام سے سونے کی غلطی نہ کرو۔ میں تمہارے بہت قریب ہوں مگر نیند کے دوران تمہاری شہ رگ کاٹنا نہیں چاہتا اس لئے جاگتے رہو۔ میں آرہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے فون بند کردیا۔ اس نے کریڈل پر ہاتھ رکھا پھر "را" تنظیم کے ذاتی ٹیلی فون ایکسچینج کے انچارج سے رابطہ کرکے کہا "فوراً کمپیوٹر ریکارڈنگ دیکھو اور بتاؤ ابھی مجھے کس فون نمبر سے مخاطب کیا گیا تھا اور فون کس علاقے میں اور کس مکان میں ہے۔"

ایکسچینج کے انچارج نے فوراً کمپیوٹر کے پاس آکر وہاں کی ریکارڈنگ چیک کی۔ کمپیوٹر اسکرین پر وہی نمبر نظر آیا جو میرے موجودہ فون کا تھا۔ میں نے انچارج کے دماغ کو بھکادیا۔ اس نے نمبر نوٹ کیا تو میں نے نمبروں کو الٹ پلٹ کردیا۔ جوہو کے بجائے اور بمبئی کے ایک فلیٹ کا پتا لکھوادیا پھر اس کے ذریعے صحیح ریکارڈ ہونے والے نمبروں کی ڈسک کو مٹادیا۔ اس کے بعد دشمن کبھی ہماری موجودہ رہائش گاہ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

میں نے ڈائریکٹر کی نیند اڑادی تھی۔ اب وہ میری گرفتاری تک سو نہیں سکتا تھا۔ میں آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر بستر پر لیٹ گیا۔ دماغ کو ہدایات دیں پھر ڈائریکٹر کے حصے کی نیند اپنے نام کرکے سوگیا۔

"را" کے تحت کام کرنے والے اس شہر کے تمام جاسوس حرکت میں آگئے تھے۔ دادر پولیس اسٹیشن کے افسروں اور سپاہیوں نے مطلوبہ فلیٹ کا اور ٹیلی فون کا نبطلاش کیا لیکن ان نمبروں کا نہ کوئی فلیٹ تھا' نہ وہ ٹیلی فون نمبر تھا۔ انہوں نے "را" کے زونل افسر کو ان غلطیوں کی اطلاع دی۔ زونل افسر نے اپنے ڈائریکٹر کے ٹیلی فون ایکسچینج کے انچارج کے پاس آکر کہا "یہ تم نے غلط نمبر دیے ہیں۔ ان نمبروں کا نہ کوئی ٹیلی فون ہے نہ فلیٹ ہے۔"

وہ بولا "سر! میں نے وہی بتایا ہے جو کمپیوٹر سے نوٹ کیا ہے

آپ بھی دیکھ لیں۔"

انچارج نے وہ ڈسک کمپیوٹر میں لگائی جس میں سے میں نے اصل نمبروں کو مٹادیا تھا اور وہ تمام نمبر ڈسک میں ریکارڈ کرائے تھے جو داور کے علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ زونل افسر نے اسکرین پر انہی نمبروں کو دیکھا پھر حیرانی سے بولا "یقین نہیں آتا کہ کمپیوٹر سے غلطی ہو سکتی ہے۔"

انچارج نے کہا "سر! ایسی مثالیں ہیں، بعض اوقات کمپیوٹر سے ملنے والی اطلاعات غلط ہو جاتی ہیں۔ اس کی وجہ کمپیوٹر میں اچانک ہونے والی ٹیکنیکل خرابی ہے یا پھر کمپیوٹر ہینڈل کرنے والے سے انجانے میں بھول ہو جاتی ہے۔"

زونل افسر نے ڈائریکٹر سے فون پر رابطہ کیا پھر اسے بتایا کہ کس طرح کمپیوٹر سے غلط اطلاع ملی تھی۔ ادھر ڈائریکٹر غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا "اس حرام خور انچارج کو لات مار کر وہاں سے نکالو۔ کسی ڈیلوما حاصل کرنے والے کمپیوٹر کے ماہر کو یہ ذمے داریاں دو۔"

"سر! ابھی آپ کے حکم کی تعمیل ہو رہی ہے لیکن یہ ڈاکٹر صابر جو سیدھا سادہ اور بے ضرر انسان دکھائی دیتا تھا اب فلمی ہیرو سے زیادہ ڈرامائی انداز اختیار کر رہا ہے۔ اس نے ہمارے سات مسلح افراد کو تنہا مار ڈالا ہے۔ اب آپ جیسی اہم ہستی کو چیلنج کر رہا ہے۔"

وہ غرا کر بولا "اس نے میری نیند حرام کی ہے۔ میں اس کی زندگی حرام کر دوں گا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ میرے قریب ہے اور مجھے قتل کرنے آ رہا ہے۔ میں نے ایسے انتظامات کئے ہیں کہ وہ یہاں آتے ہی کتے کی موت مارا جائے گا۔"

"سر! ایسا ہی ہوگا۔ انتظامات مکمل ہیں۔ وہ مارا جائے گا۔ آپ اطمینان سے سو جائیں۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ ڈائریکٹر اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ہزار حفاظتی انتظامات کے باوجود وہ بے فکری سے سو نہیں سکتا تھا۔ جس نہتے قیدی نے اس کے سات مسلح افراد کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اس نے کوئی ایسی چال چلی ہوگی کہ تمام ہتھیار والے اس کی چال میں آ کر مارے گئے ہوں گے۔ وہ ڈائریکٹر کی خواب گاہ میں بھی کسی چالبازی سے چھپ کر آ سکتا تھا اس لئے بے فکری سے سو جانا گویا موت کو دعوت دینا تھا۔

"را" کا ہیڈ کوارٹر دہلی میں تھا۔ ڈائریکٹر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ دہلی میں مستقل رہتا تھا۔ ان دنوں ضروری مسائل سے نمٹنے کے لئے بمبئی آیا تھا۔ پہلے اس کے لئے یہ اہم تشویش ناک مسئلہ تھا کہ انتہا پسند ہندو شیو سینا کی سیاسی پارٹی شیو سینا اور بی جے پی نے متحد ہو کر مہاراشٹر میں کانگریس کو شکست دی تھی۔ شیو سینا کے لیڈر بال ٹھاکرے نے اعلان کیا تھا کہ صدیوں پہلے بمبئی کا نام ممبئی تھا اس لئے دہلی مرکز سے مشورہ کئے بغیر بمبئی کے نام کی تختیاں شہر سے ہٹادی تھیں۔ بندرگاہ، ریلوے اسٹیشن اور ائرپورٹ جیسے اہم مقامات پر جلی حرفوں سے ممبئی لکھوا دیا تھا۔

منتخب بال ٹھاکرے کا دوسرا عزم یہ تھا کہ وہ مہاراشٹر کے سب سے بڑے شہر میں مسلمانوں کو رہنے نہیں دے گا۔ پہلے ان مسلمانوں کو وہاں سے نکالے گا جو غیر قانونی طور پر دوسرے شہروں سے یا دوسرے ملکوں سے آ کر روزی حاصل کر رہے تھے۔ جو ہر کے باقاعدہ مسلمان شہری تھے، انہیں زندگی گزارنے کے تمام ذرائع سے محروم کرنا چاہتا تھا۔ ہندو ستانی فلموں کی سب سے معروف فلم اداکارہ مادھوری ڈکشٹ، دلیپ کمار اور نصیر الدین شاہ نے پردھان منتری نرسمہا راؤ کو شکایتی خطوط لکھے تھے۔

بال ٹھاکرے نے مادھوری ڈکشٹ کو دھمکی دی تھی کہ وہ آئندہ کسی مسلمان ہیرو کے ساتھ فلموں میں کام نہ کرے ورنہ اس کا انجام بھی دیویا بھارتی جیسا ہوگا۔ دلیپ کمار اور نصیر الدین شاہ کو کہا جا رہا تھا کہ وہ ہندو دھرم اختیار کر لیں۔

ڈائریکٹر "را" نے بمبئی آنے کے بعد بال ٹھاکرے سے مذاکرات کئے تھے۔ اس سے کہا تھا "ہم بھی تمہاری طرح مسلمانوں کا وجود پسند نہیں کرتے لیکن یہ مسلمان بھارت کی سب سے بڑی اقلیت ہیں۔ اتنی بڑی اقلیت کو پسماندہ اور جوتوں کی نوک پر رکھنے کے لئے ایسی سیاسی چالیں چلنا چاہئیں کہ عالمی سطح پر بھارت بدنام نہ ہو۔"

بال ٹھاکرے نے کہا "تمہاری کانگریسی سرکاری مشینری کہے گی کیونکہ ہندوستان کی آزادی سے اب تک کانگریس والے مسلمانوں کے ووٹوں سے جیتتے اور اپنی حکومتیں بناتے آئے ہیں۔ میں ابھی بمبئی سے مسلمانوں کو ختم کرنے کی پالیسی پر عمل کر رہا ہوں۔ دھیرے دھیرے پورے ہندوستان سے ان مسلمانوں کو نکال کر دوں گا یا پھر ہریجن (بھنگی) بنا کر رکھ دوں گا۔"

ڈائریکٹر نے کہا "اس صوبے مہاراشٹر میں جیتنے کے بعد آسمان پر چڑھ گئے ہو بے شک اس صوبے میں کانگریس کو شکست ہوئی ہے۔ لیکن "را" تنظیم کسی ملک، کسی صوبے اور کسی شہر میں شکست کھانا نہیں جانتی۔ میں آخری بار سمجھاتا ہوں کہ مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرو لیکن طریقے سے۔ اگر انتہا پسند ہندو ازم کا مظاہرہ کر کے بھارت کو دنیا میں بدنام کرو گے تو میں بمبئی اور پورے مہاراشٹر میں ایسی دہشت گردی اور تخریب کاری شروع کرا دوں گا کہ تمہیں ووٹ دے کر کامیاب کرانے والے ہندو تم سے نفرت کرنے لگیں گے۔"

ڈائریکٹر "را" بال ٹھاکرے کو وارننگ دے کر مدراس جانا چاہتا تھا کیونکہ تامل ناڈو کے باغی سری لنکا پر غالب آنے کے لئے اسرائیل سے مدد طلب کر رہے تھے۔

بھارتی حکومت ایٹم بم اور میزائل وغیرہ کی تشہیر کر کے دنیا اور خصوصاً ایشیا میں خود کو سپر پاور ثابت کر رہی ہے لیکن

ہے اس کے اچھے کھلونے ہو رہے ہیں کہ وہ تمام کھلونوں کو سمیٹ کر رکھنے میں اپنی مدت حکومت پوری کرتی رہتی ہے۔ سکھوں کی آزادی کی تحریک ابھی ذرا سست پڑی ہوئی ہے تاہم اندیشہ ہے کہ یہ اوپھٹ کر پھر نکلے گی۔ کشمیر کے مجاہدوں نے تو ہندو انتہا پسندی کا غبارہ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

یہی کشمیر کا معاملہ تھا جس میں ایک سیدھے سادے غیر سیاسی ڈاکٹر صابر کو صرف اس لئے دیس کا غدار قرار دیا جا رہا تھا کہ اس کی شریک حیات ایک کشمیری خاتون تھی۔ ڈاکٹر صابر کے کیس نے ڈائریکٹر "را" کو ایسے الجھا دیا تھا کہ وہ بمبئی سے مدراس اور پھر سری لنکا نہیں جا سکتا تھا۔

دوسری صبح منتری دین دیال نے فون پر پوچھا "شریمان! میں منتری دین دیال بول رہا ہوں۔ مجھے امید ہے آپ نے اس دیس کے غدار کو ٹھکانے لگا دیا ہوگا۔ بھلا آپ سے کون بچ کر جا سکتا ہے۔"

ڈائریکٹر نے کہا "منتری جی! ہم جسے گیدڑ سمجھ رہے تھے وہ شیر نکل رہا ہے۔ ہمارے ہاتھوں سے بچ کر نکل گیا ہے۔"

"وہ موم سے بنا ہوا ڈاکٹر آپ کے فولادی پنجوں سے نکل گیا ہے! نہیں شریمان! یہ یقین کرنے والی بات نہیں ہے۔"

"اگرچہ یہ سب کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے پھر بھی مجھے یقین میں آ رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ سپنا دیکھ رہا ہوں۔ اس معصوم ڈاکٹر نے ہمارے سات مسلح آدمیوں کو مار ڈالا ہے اور اب میری جان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔"

"ہے رام! یہ تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ کیا وہ بھاگ کر چھپ گیا ہے؟"

"جی ہاں۔ آپ فکر نہ کریں، وہ جلد ہی گرفتار ہو جائے گا۔"

"شریمان! کیسے فکر نہ کروں۔ وہ بچ نکلا ہے تو اسپتال میں میری بیٹی کے پاس ضرور آئے گا۔"

"اسپتال کے اندر اور باہر سخت پہرا ہے۔ وہ ایسا احمق نہیں ہے کہ گرفتار ہونے کے لئے ادھر کا رخ کرے گا۔"

"ادھر کا رخ ضرور کرے گا۔ میری بھتیجی انجلی کے پاس ضرور آئے گا کیونکہ اس کی بیوی کا دل میری بھتیجی کے پاس ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولا "ہوں۔ ہمیں یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ انجلی کا نازک دل صابر کے لئے دھڑکتا ہے اور وہ اس کی حمایت میں لڑتی رہتی ہے۔ اسی طرح صابر قدرتی طور پر انجلی میں اس لئے دلچسپی لے گا کہ اس کی کشمیری بیوی کا دل آپ کی بھتیجی کے سینے میں محفوظ ہو گیا ہے۔"

"ہم نے سوچا تھا کہ یہودی ڈاکٹر کو مسلمان ڈاکٹر صابر بنا کر انجلی کو بہلا دیں گے مگر اب تو یہ مشکل نظر آتا ہے۔"

"ایسی کوئی مشکل نہیں ہے۔ ہم اسے اسپتال کے قریب نہیں آنے دیں گے۔ میرا ایک ماتحت آپ کے پاس آ رہا ہے۔ آپ اس کے ساتھ یہودی ڈاکٹر کے بنگلے میں جائیں پھر اسے اپنے ساتھ لے کر اسپتال چلے جائیں۔ وہاں انجلی کے سامنے اسے پیش کر کے فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ ڈاکٹر صابر کو سزا سے بچا کر اس کے پاس لے آئے ہیں۔"

پروگرام کے مطابق وہ ڈائریکٹر کے ماتحت افسر کے ساتھ ڈاکٹر موس مین استھ کے بنگلے میں پہنچا تو اسے حیرانی سے دیکھ کر بولا "او ڈاکٹر! تم تو بالکل ڈاکٹر صابر دکھائی دیتے ہو۔"

صابر نے ماتحت افسر سے پوچھا "یہ کون گدھا ہے جو کسی تعارف کے بغیر مجھے ڈاکٹر صابر کہہ رہا ہے؟"

ماتحت افسر نے کہا "سوری ڈاکٹر! میں تعارف کرانے والا تھا اس سے پہلے یہ بول پڑے۔ یہ وزیر صحت دین دیال صاحب ہیں۔"

صابر نے ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا "سوری میں نے آپ کو گدھا کہہ دیا تھا۔ ویسے کسی وزیر کو غیر ملکی مہمانوں سے تعارف کے بغیر بولنا نہیں چاہئے۔ ہمارے ہاں ایسے لوگوں کو گدھا کہتے ہیں۔ معافی چاہتا ہوں میں نے آپ کو تیسری بار گدھا کہا ہے۔"

منتری نے کہا "تیسری نہیں، یہ چوتھی بار کہہ چکے ہیں مگر میں بہت خوش ہوں۔ آپ نے ڈاکٹر صابر کا ہم شکل ہو کر میری مشکل آسان کر دی ہے۔ میری بھتیجی انجلی آپ کو صابر سمجھ کر بہل جائے گی۔"

ڈاکٹر صابر کو تعجب ہوا کہ انجلی اس کی شخصیت سے کیوں بہل جائے گی؟ صابر اس کے آپریشن سے پہلے اتنا جانتا تھا کہ وہ اسے چاہنے لگی ہے اور اب یہ فطری کشش سی پیدا ہو گئی تھی کہ اس کی صائمہ کا دل انجلی کے سینے میں دھڑک رہا ہے۔

اس نے پوچھا "منتری جی! میں یہ نہیں سمجھا کہ انجلی مجھے دیکھ کر کیوں بہل جائے گی؟"

"میں کیا بتاؤں ڈاکٹر! صابر کی بیوی کا دل اس کے سینے میں ہے اور وہ دل سے صابر کو چاہنے لگی ہے۔ اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر صابر کو سزا ہوگی تو وہ اپنی کروڑوں کی جائداد دھرم شالا، پاٹھ شالا اور اناتھ آشرم وغیرہ میں دے کر خودکشی کر لے گی یعنی صابر کے بغیر زندہ نہیں رہے گی۔ مرتے مرتے مجھے کروڑوں روپے سے محروم کر دے گی۔ یعنی کہ اب ایسا نہیں ہوگا۔ آپ اس کے سامنے خود کو ڈاکٹر صابر کہتے رہیں گے تو وہ اگلے الیکشن میں میرے لئے کروڑوں روپے خرچ کرے گی۔"

ڈاکٹر صابر منتری اور ماتحت کے ساتھ اسپتال کی طرف جاتے ہوئے سوچ رہا تھا "پہلے میری زندگی میں صائمہ تھی۔ میں نے انجلی کو بابا نظر انداز کیا لیکن اب کیسے کروں گا؟ میری صائمہ تو اس کے اندر ہر دھڑکن میں زندہ ہے اور اسے زندہ رہنا چاہئے۔ انجلی کو جذباتی انداز میں خودکشی کے بارے میں سوچنا نہیں چاہئے۔ وہ خودکشی کرے گی تو اس کے ساتھ میری صائمہ بھی مر جائے گی۔ قسمت کے کھیل بھی عجیب ہوتے ہیں۔ اب مجھے صائمہ کے دل کی

دھڑکنوں کو برقرار رکھنے کے لئے انجلی کی دلجوئی کرنی ہوگی۔"

ہم نیند سے بیدار ہوگئے تھے۔ میں نے ناشتے کی میز پر شہناز سے کہا "تم اور پارو ناشتا کرنے کے بعد صابر کے اندر رہو۔"

شہناز نے پوچھا "پارو؟"

میں نے پروین (پوجا) کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا "میں اسے پروین نہیں بلکہ پیار سے پارو کہوں گا۔"

وہ بولی "پاپا! آپ کا پارو کہنا مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

شہناز نے کہا "ہم سب تمہیں پارو کہیں گے اور یاد رکھو تمہیں عملی میدان میں خود کو پاپا کی بیٹی ثابت کرنا ہے اس لئے تم صرف صابر کے پاس نہیں رہو گی بلکہ اس سے ملاقات کرنے والوں کے ذہنوں کو بھی پڑھتی رہو گی۔"

میں نے کہا "اور خاص طور پر ڈائریکٹر "را" اور منتری دین دیال کے خیالات بھی پڑھتی رہو گی۔ تمہیں دین دیال کے چور خیالات سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ صائمہ کے وہ دو قاتل کون ہیں' کہاں رہتے ہیں اور ان کے نام کیا ہیں؟"

شہناز نے پوچھا "اور پاپا! آپ کیا کرتے رہیں گے؟"

"میں شیو سینا کے لیڈر بال ٹھاکرے کی پوری ہسٹری اور اس کے خاندانی حالات معلوم کرتا رہوں گا۔"

ہم ناشتے سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کمروں میں چلے آئے۔ میں اپنے معاملے میں خیال خوانی کے ذریعے مصروف ہو گیا۔ شہناز اور پارو اس وقت ڈاکٹر صابر کے اندر پہنچیں جب وہ بنگلے میں تھا اور منتری دین دیال کو گد حا کہہ رہا تھا پھر وہ ان کے ساتھ اسپتال پہنچ گئیں۔

اسپتال کے تمام عملے کو یہ سمجھا دیا گیا تھا کہ وہ انجلی کے سامنے ڈاکٹر موس مین اسمتھ کو ڈاکٹر صابر کہا کریں ورنہ اس کے دل پر برا اثر پڑے گا۔ اسے دوبارہ زندگی دینے کے لئے ڈاکٹر صابر نے بڑی محنت کی ہے اور ڈاکٹر کی اس محنت کو رائگاں نہیں جانا چاہئے۔

اسپتال کے تمام ڈاکٹروں اور لیڈی ڈاکٹروں نے ڈاکٹر صابر کو ایک یہودی غیر ملکی ڈاکٹر سمجھ کر اس کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ ایک نے کہا "اگر آپ کا مکمل ریکارڈ ہمارے پاس نہ آتا تو ہم آپ کو ڈاکٹر صابر ہی سمجھتے۔"

ایک لیڈی ڈاکٹر نے کہا "میں حیران ہوں کہ آپ ہماری ہندی زبان بھی بول رہے ہیں۔"

ڈاکٹر صابر نے کہا "اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔ آپ سب ہندوستانی ہیں لیکن انگریزی فر فر بولتے ہیں۔ ویسے میری ماں ہندوستانی اور باپ یہودی تھا۔ ماں کے حوالے سے مجھے انڈین کلچر اچھا لگتا ہے۔"

منتری دین دیال نے صابر کو زیادہ دیر ڈاکٹروں کے ہجوم میں رہنے نہیں دیا۔ وہ اپنی بھتیجی کو خوش کرنا چاہتا تھا اس لئے اسے انجلی کے کمرے کی طرف لے آیا۔ وہ اس کی آمد کی خبر سن چکی تھی اس لیے اچھی طرح کنگھی چوٹی کر کے بستر پر بیٹھ گئی تھی۔

اس کے سینے میں دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اور وہ مشکلوں سے دھڑکنوں کو سنبھال رہی تھی پھر کھلے ہوئے دروازے کے باہر سے صابر کی آواز آئی "انجلی! میں تمہارے سامنے آنے سے پہلے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

دروازہ کھلا ہوا تھا مگر وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ انجلی نے کہا "ڈاکٹر! تمہاری آواز پھر ایک بار مجھے زندگی دے رہی ہے۔ تم کہنا چاہتے ہو کہتے رہو۔ میں سنتی رہوں گی۔ ویسے تمہاری آواز بدل سی گئی ہے۔"

"ہاں۔ میرے گلے میں تکلیف تھی۔ میں نے ایک چھوٹا آپریشن کرایا تھا۔ اگر تمہارے منتری چاچا نہ ہوتے تو ان کی سفارش کے بغیر ایک قیدی کا آپریشن کرنے کی سہولتیں نہ ہو جاتیں۔"

باہر اس کے ساتھ کھڑے ہوئے منتری نے خوش ہو کر ڈاکٹر صابر کے شانے کو تھپتھپایا۔ بھتیجی کی نظروں میں اس کی کارکردگی نمبر بڑھ گیا تھا۔

صابر نے کہا "میں سامنے آنے سے پہلے یہ کہنا چاہتا ہوں پہلے تم صرف ایک مریضہ تھیں مگر اب میری مرحومہ بیوی کے نے ہمارے درمیان ایک گہری رفاقت پیدا کر دی ہے۔ وہ مجھے دیکھ کر خود کو بڑے حوصلے اور قوتِ ارادی سے نارمل رکھ گی۔"

وہ بولی "میرے سینے میں جو دل ہے وہ تمہاری امانت ہے۔ امانت میں خیانت نہیں کروں گی۔ میرے اور تمہارے درمیان صائمہ زندہ ہے۔ میں اسے زندہ رکھوں گی۔"

ڈاکٹر صابر کھلے ہوئے دروازے پر آ گیا۔ انجلی نے اسے مسرتوں سے دیکھا۔ اس کے پیچھے دین دیال تھا۔ وہ بولی "چاچو! بہت اچھے ہیں۔ آپ نے ڈاکٹر صابر کو جھوٹے الزامات سے رہا کرایا ہے۔ پلیز آپ ابھی جائیں۔ میں ڈاکٹر سے تنہائی میں بات کرنا چاہتی ہوں۔"

دین دیال کو اپنی توہین کا احساس ہوا۔ بھتیجی تعریف بھی کر رہی تھی اور اسے وہاں سے بھگا بھی رہی تھی۔ اس نے خوش مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "کوئی بات نہیں' ضرور تنہائی میں بات کرو۔ میں پھر آ جاؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ صابر نے کمرے میں آ کر ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تو انجلی نے کہا "وہاں نہیں۔ وہ ڈاکٹر کی کرسی ہے۔"

وہ بولا "ہاں ڈاکٹر کی کرسی ہے اور میں ڈاکٹر ہوں۔"

"لیکن تم صائمہ کے لئے ڈاکٹر نہیں ہو۔ وہ بیمار ہوتی تو کے قریب یہاں بستر پر آ کر بیٹھ جاتے اور تمہاری صائمہ بیمار۔"

وہ ہچکچانے لگا۔ انجلی نے کہا "کیا تم اتنے بے مروت گے کہ اپنی صائمہ کے دل پر ہاتھ نہیں رکھو گے؟"

اس نے کن انکھیوں سے انجلی کے سینے کے اس حصے کو دیکھا جہاں صائمہ کا دل دھڑک رہا تھا۔ صائمہ وہاں چھپی ہوئی تھی اور اس سے آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔

صابر کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میں یہاں صائمہ کو محسوس کر رہا ہوں مگر قریب آؤں گا تو دنیا والے مجھے انجلی کے قریب دیکھیں گے۔"

"اس لئے دیکھیں گے کہ تم دروازہ بند کرنا بھول گئے ہو۔ دروازہ بند ہو گا تو نہ کوئی دیکھے گا اور نہ ہی کوئی اعتراض کرے گا کیونکہ دنیا کا ہر صابر اپنی صائمہ کے پاس بند دروازے کے پیچھے آتا ہے۔"

شہناز نے انجلی کے دماغ پر مسلط ہو کر صائمہ کی آواز اور لہجے میں پکارا "میرے صابر! میری آواز پہچان رہے ہو؟"

صابر نے چونک کر انجلی کو دیکھا۔ وہ صائمہ کے انداز میں بولی۔ "دیکھنے سے میں دکھائی نہیں دوں گی۔ میں انجلی کی پناہ گاہ میں ہوں۔ انجلی کے پاس آؤ گے تو مجھے پاؤ گے۔"

وہ تڑپ کر دروازے کے پاس آیا۔ اسے بند کر کے چٹخنی چڑھائی پھر تیزی سے چلتا ہوا انجلی کے بالکل قریب بیٹھ کر بولا "تم انجلی ہو مگر صائمہ کی زبان سے بول رہی ہو یا میرے اندر کا پیار ہے جو اپنی صائمہ کی آواز سن رہا ہے؟"

وہ بولی "اپنی صائمہ کے دل کو اپنے دل سے لگا کر دیکھ لو۔"

صابر نے دیوانہ وار انجلی کو دونوں بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ دل سے دل مل گئے۔ صائمہ ان کے دل سے لگ کر دھڑکنے لگی۔ اس کی دھڑکنیں اپنے صابر سے کہہ رہی تھیں۔

میں تجھے کھو کے بھی زندہ ہوں یہ دیکھا تو نے
کس قدر حوصلہ ہارے ہوئے انسان میں ہے

پارو' منتری دین دیال کے اندر تھی۔ وہ انجلی کے دروازے سے واپس آ کر ایک ڈاکٹر کے چیمبر میں بیٹھ گیا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "یہ جھوٹ اور فریب کی گاڑی زیادہ دور نہیں چلے گی۔ آج نہیں تو کل یہ بھید کھلے گا کہ وہ صابر نہیں بلکہ ایک یہودی ڈاکٹر ہے۔ ماتا کہ روپوش ہو جانے والا صابر اس اسپتال تک مرنے نہیں آئے گا لیکن فون کے ذریعے یا خط وغیرہ کے ذریعے اسے حقیقت بتا سکتا ہے۔"

منتری کرسی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ پریشان خیالات کہہ رہے تھے کہ انجلی کو حقیقت معلوم ہو گی تو وہ اپنے منتری چاچا سے نفرت کرے گی۔ اس کی نفرت سے کروڑوں روپے کا نقصان ہو گا۔

انجلی کو آپریشن سے پہلے اپنے زندہ رہنے کا یقین نہیں تھا لہٰذا اس نے اپنے وکیل سے کوئی وصیت لکھوائی تھی اور چاچا سے صاف کہہ دیا تھا "دیکھو چاچو! میں نے اپنی دولت سے آپ کو اسمبلی میں پہنچایا۔ اب آپ منتری بن گئے ہیں۔ وزارتِ صحت میں بھی خوب حرام کی کمائی ہوتی ہے۔ آپ جعلی دواؤں کا کاروبار کرنے والوں سے لاکھوں روپے حاصل کر سکتے ہیں لیکن میں مرنے سے پہلے نیکی کمانا چاہتی ہوں اس لئے آپ میری دولت اور جائداد پر نظر نہ رکھیں۔ میری وصیت کے مطابق آپ کو میرے مرنے بعد پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملے گی البتہ جب تک زندہ رہوں گی آپ کے کام آتی رہوں گی۔"

لیکن اب حالات ایسے بدل گئے تھے کہ بھید کھلنے کے بعد انجلی اپنے چاچا سے نفرت کرتی' زندہ رہ کر بھی اس کے کام نہ آتی۔ اس نے تو دھمکی بھی دی تھی کہ اپوزیشن پارٹی سے مل جائے گی اور چاچا کے مقابلے میں جو امیدوار اگلے سال کھڑا ہو گا اس کے لئے اپنی دولت پانی کی طرح بہائے گی۔

ان حالات میں دین دیال کے لئے اپنی بھتیجی کی زندگی اور موت برابر ہی تھی بلکہ اس کی موت سے کچھ فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں ایک شیطانی تدبیر پک رہی تھی۔ اس نے بھتیجی کو زندہ رکھنے کے لئے کرائے کے دو قاتلوں کے ذریعے صائمہ کو قتل کرایا تھا۔ صائمہ کے دل سے انجلی کو نئی زندگی ملی تو انجلی نے وعدہ کیا تھا کہ جب اسپتال سے مکمل طور پر صحت یاب ہو کر جائے گی تو اگلے الیکشن کے لئے ابھی سے بڑی بڑی رقمیں چاچا کو دیتی رہے گی۔

اب حالات کسی وقت بھی پلٹا کھا سکتے تھے۔ ایسے میں یہ تدبیر سوجھ رہی تھی کہ انجلی کو اغوا کرایا جائے' اس سے جبراً چاچا کے حق میں وصیت لکھوائی جائے اور اسے مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے وکیل کو پہلی وصیت منسوخ کرنے کا حکم دے۔ اس دوران وہ مفرور ڈاکٹر صابر کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرے گا کہ اس نے انجلی کو اغوا کیا ہے اور اپنی مرحومہ بیوی کے دل کو اپنے پاس رکھنے کے لئے انجلی کو کہیں جس بے جا میں رکھا ہوا ہے۔

تدبیر اچھی تھی۔ کرائے کے غنڈوں اور قاتلوں کی مدد سے کامیاب ہو سکتی تھی۔ پارو اس کے یہ تمام چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ ڈاکٹر کے چیمبر میں تھا۔ فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں رابطہ ہو گیا۔ کسی نے پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دین دیال نے کہا "میں فون پر نام نہیں بتا سکتا۔ میری آواز سے پہچانو۔"

"ارے آپ تو ہمارے بھگوان ہیں۔ میں نے پہلے ہی پہچان لیا تھا بس یقین کرنے کے لئے پوچھ رہا تھا۔ مالک! حکم کریں۔"

"پچھلی بار تم نے دو بندے دیے تھے۔ انہوں نے بڑی صفائی سے کام کیا تھا۔ ان سے کہو آج سہ پہر تین بجے وہیں ملاقات کریں جہاں پچھلی بار کی تھی۔"

"مالک کا حکم سر آنکھوں پر۔ وہ دونوں ٹھیک وقت پر وہاں پہنچ جائیں گے۔"

دین دیال نے ریسیور رکھ دیا۔ جو شخص دوسری طرف سے باتیں کر رہا تھا' پارو اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ گاندھی نگر کے علاقے

کا دادا چمپک لال تھا۔ بڑی بڑی سیاسی اور کاروباری شخصیات کو ضرورت کے تحت غنڈے اور قاتل وغیرہ سپلائی کرتا تھا۔

چمپک لال نے فون کے ذریعے کسی سے کہا "چندو اور رامو سے کہو میں نے ابھی انہیں بلایا ہے۔ فوراً چلے آئیں۔"

اتنا کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پارو نے میرے اندر آکر کہا "پاپا! آپ زیادہ مصروف نہ ہوں تو میں رپورٹ پیش کروں؟"

"ہاں بیٹے! ضرور بولو کیا بات ہے؟"

وہ مجھے دین دیال کے شیطانی ارادوں کے بارے میں بتانے لگی۔ میں نے کہا "شاباش! اسی طرح خاموشی سے معلومات حاصل کرتی رہو۔ میں تین بجے منتری دین دیال کے اندر پہنچ جاؤں گا۔ تم بھی وہاں موجود رہو گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں بال ٹھاکرے کے متعلق معلومات حاصل کررہا تھا۔ وہ اٹھائیس برس پہلے ایک اخبار میں کارٹونسٹ کی حیثیت سے ملازمت کرتا تھا۔ اس وقت سے وہ مسلمانوں کا مخالف تھا بلکہ یوں لگتا تھا کہ وہ ماں کے پیٹ سے اپنے ذہن میں اسلام دشمنی لے کر پیدا ہوا تھا۔ امریکا کی ایک ہندو تنظیم نے اس انتہا پسند ہندو بال ٹھاکرے کو "ہندو آف دی ائیر" کا خطاب دیا ہے۔ اس کا تعلق شیو سینا پارٹی سے ہے۔ اگر وہ بی جے پی سے اتحاد نہ کرتا تو مہاراشٹر میں کانگریس کو شکست نہیں دے سکتا تھا۔

جس دوسری پارٹی بی جے پی سے اس نے اتحاد کیا وہ بھی متعصب ہے۔ اس پارٹی میں سدھوی رتمبرا نامی ایک عورت ہے جو مسلمانوں اور عیسائیوں کو نقصان پہنچاتی رہتی ہے۔ اگر سدھوی کو عورتوں کی بال ٹھاکرے یا لیڈی ٹھاکرے کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان دنوں ٹھاکرے اور سدھوی صوبے کی حد تک اختیارات حاصل کرنے کے بعد بمبئی پولیس کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کررہے تھے۔ انہوں نے دوسرے شہروں سے آکر بمبئی میں آباد ہونے والے مسلمانوں کو بھگانے کی مہم شروع کررکھی تھی۔

ایسی مہم میں پولیس والوں کی بھی چاندی تھی۔ وہ مسلمانوں کے محلوں اور گھروں میں چھاپے مارتے تھے' ان کی نقدی' زیورات اور دوسرا سامان چھین کرلے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ جو مسلمان لڑکی پسند آجاتی تھی اسے کسی جھوٹے الزام میں تھانے لے جاتے تھے پھر وہاں سے کئی دنوں کے لئے اسے غائب کردیتے تھے۔ جب وہ واپس آتی تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتی تھی۔

ویسے بہت کم لڑکیاں واپس ملتی تھیں۔ باقی ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ فروخت ہوکر ایک شہر سے دوسرے پھر دوسرے سے تیسرے شہر میں جاکر بازار میں بیٹھنے کے قابل رہ جاتی تھیں۔ اس صدی کے اختتام تک یوغنیا' چیچنیا' صومالیہ' ہندوستان اور کشمیر وغیرہ میں جتنی مسلمان عورتیں بے آبرو ہوئی ہیں اگر ان کا شمار کیا جائے تو عالمی اسلامی برادری کے سر شرم سے جھک جائیں گے۔ مرا خیال ہے ان مظلوم مسلمان عورتوں کی بے آبروئی کا حساب تمام اسلامی ممالک میں ہے لیکن حساب تو ہے' غیرت میں آنے والا اسلامی جذبہ نہیں ہے۔

بال ٹھاکرے کے گھر کی عورتیں پچھلی رات ایک شادی کی تقریب میں گئی تھیں۔ اس کی ایک جوان بیٹی رچنا ٹھاکرے بھی پچھلے رت جگے کے بعد آکر سوگئی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ میں جاکر اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ پورا خاندان ہی مسلمانوں کا دشمن تھا۔ اس کی بیٹی رچنا بھی مسلمانوں کو کم ذات اور نیچ ذات کہتی تھی۔ میں نے اس کے خواب میں ڈاکٹر صابر کو پیش کیا اور اس کے ذہن میں یہ نقش کردیا کہ وہ اس مسلمان ڈاکٹر کو دل و جان سے چاہتی ہے۔ اس سے ملتی بھی رہتی ہے۔ اگر اس کے باپ بال ٹھاکرے نے ڈاکٹر صابر سے اس کی شادی نہیں کی اور وہ شنکی کی تو وہ بھی اپنے پورے خاندان کی دشمن بن جائے گی۔ بال ٹھاکرے کو "ہندو آف دی ائیر" کا جو خطاب ملا ہے وہ خاک میں مل جائے گا۔ صرف مہاراشٹر میں نہیں بلکہ پورے بھارت میں اس کا سیاسی کیریئر تباہ ہوگا اور یہ جنگ ہنسائی ہوگی کہ باپ مسلمانوں کا کٹر دشمن ہے اور بیٹی ایک مسلمان کی گرل فرینڈ ہے۔

میرے تنویمی عمل کے مطابق رچنا نے خواب میں ڈاکٹر صابر سے بڑی رومانوی ملاقات کی اور وعدہ کیا کہ آج شام چھ بجے گاندھی پارک میں صابر سے ملاقات کرے گی پھر آدھی رات تک وقت گزارنے کے بعد چلی جائے گی۔

میں نے دن کے وقت بمبئی کے مختلف علاقوں میں گھومنے کے دوران ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے چہرے پر ذرا سی تبدیلی کی تھی پھر ایک فوٹو گرافر کو ٹریپ کیا تھا۔ وہ ایک مکان میں تنہا تھا۔ میں نے اس پر بھی مختصر سا عارضی عمل کیا تاکہ وہ بھی چھ بجے شام کو گاندھی پارک آئے اور ہماری تصویریں اتارتا رہے۔

ان مصروفیات میں دوپہر کے دو بج گئے۔ منتری نے کرائے کے قاتلوں کو اپنی سرکاری کوٹھی میں بلایا تھا۔ میں بھی وہاں تین بجے پہنچا۔ وہ ایک وزیر تھا۔ سرکار کا ایک بہت اہم آدمی تھا۔ اس کوٹھی کے آس پاس پولیس کا پہرا لگا تھا۔ کوئی منتری کی اجازت کے بغیر اندر نہیں جاسکتا تھا۔

پارو نے منتری کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ انٹرکام کے ذریعے سیکیورٹی افسر سے بولا "میرا ایک مہمان گیٹ پر ہے۔ اسے اندر آنے دو۔"

اس نے یہ کہہ کر انٹرکام کا بٹن دبا کر آف کردیا۔ اس کے سامنے کچھ فاصلے پر وہ دونوں کرائے کے قاتل چندو اور راما کھڑے ہوئے تھے۔ رامانے ادب سے ہاتھ باندھ کر کہا "سرکار! ابھی آپ بڑی راجداری (رازداری) کی باتیں کررہے ہیں۔ ایسے میں مہمان کو یہاں بلا رہے ہیں۔ کیا وہ بھی آپ کا راجدار ہے؟"

دین دیال نے پارو کی مرضی کے مطابق کہا "میرے بہت رازدار ہیں۔ تم لوگ صرف اپنے کام کی باتیں کرو۔"

ایسے ہی وقت میں کمرے میں آگیا۔ وہ تینوں مجھے دیکھتے ہی گھبرا گئے کیونکہ میں ڈاکٹر صابر کا ہم شکل تھا۔ منتری دین دیال نے مجھے دیکھ کر یہ سمجھا کہ میں "را" کی قید سے فرار ہونے والا اصلی ڈاکٹر صابر ہوں۔ وہ دونوں قاتل بھی سائمہ کو ہلاک کرتے وقت ڈاکٹر کو اچھی طرح دیکھ چکے تھے۔ منتری نے خوف زدہ ہوکر صوفے سے اٹھتے ہوئے پوچھا "تم..... تم یہاں..... مم..... مگر انجلی تو اسپتال میں ہے۔ اسے تمہارے جیسے قابل ڈاکٹر کی توجہ کی ضرورت ہے۔"

میں نے کہا "اور مجھے تمہارے جیسے منتری کے دل کی ضرورت ہے۔ میں تمہارا دل نکال کر ایک مریض کو علیلے کے طور پر دوں گا۔"

وہ سہم کر بولا "نن..... نہیں۔ میں تو ابھی زندہ ہوں اور زندہ انسان کا دل نہیں نکالا جاتا۔"

"میری شریکِ حیات بھی زندہ تھی لیکن تم نے ان ذلیل قاتلوں کے ذریعے اسے ہلاک کرکے اس کے دل کو اپنی بھتیجی کے سینے میں پہنچادیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح پہلے یہ دونوں تمہیں قتل کریں گے پھر تمہارے دل کو دوسرے کے سینے میں ٹرانسفر کیا جائے گا۔"

چندو نے ہنستے ہوئے کہا "منتری جی! آپ اس بزدل سے ڈر رہے ہیں جو ہمارے مقابلے میں اپنی بیوی کو نہ بچا سکا۔"

رامانے کہا "ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ یہ ڈاکٹر لڑنا اور پھائٹ (فائٹ) کرنا نہیں جانتا ہے۔ جب یہ اپنی بیوی کو بچانے کے لئے ہمارے اوپر حملہ کرنے لگا تو میں نے ایک لات ماری۔ بس منتری جی! ایک ہی لات کھاکر جمین (زمین) پر گر پڑا تھا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے مغموم کر اس کے منہ پر ایک لات ماری۔ وہ پیچھے جاکر ایسے گرا کہ فوراً اٹھ نہ سکا۔ ایک ہی ٹوکر میں اس کا سر چکرا رہا تھا۔ ناک کے نتھنوں اور باچھوں سے دکی پتلی دھار بہہ رہی تھی۔

اس کے ساتھی چندو نے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں نے جھک کر سے دونوں ہاتھوں میں اٹھالیا پھر اسے اپنے سر سے بلند کرکے شیشے ال سینٹر ٹیبل پر دے مارا۔ اس کا پورا جسم شیشے توڑتا ہوا میز کے نیچے قالین پر گیا۔ شیشے کے کتنے ہی ٹکڑے اس کے جسم میں پیوست وگئے تھے۔

منتری دین دیال تھر تھر کانپ رہا تھا۔ رامانے چندو کو شیشے کے ٹکڑوں سے لہولہان ہوتے دیکھا تو فرش پر سے اٹھ کر ریوالور نکال یا پھر کہا "خبردار! دونوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔ یہاں منتری جی کا اجداری والا معاملہ ہے اس لئے میں نے ہتھیار استعمال نہیں کیا ۔ منتری جی نہیں چاہتے کہ اندر کی بات باہر پہرا دینے والوں کو معلوم ہو۔ اپنی جندگی چاہتے ہو تو جمین پر اوندھے منہ لیٹ جاؤ۔"

میں نے دیکھا' پارو اس کے دماغ میں تھی۔ اس نے مجھے رامانے پر رکھا تھا لیکن پارو کی مرضی کے خلاف گولی نہیں چلا سکتا تھا۔ میں نے ریوالور پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ اس کے ہاتھ سے نکل کر اچھلتا ہوا چھت کی طرف گیا پھر نیچے آنے لگا۔ اس نے ریوالور کو کیچ کرنے کے لئے چھلانگ لگائی لیکن پارو نے اسے اوندھے منہ گرادیا۔ اس ریوالور کو میں نے کیچ کرکے کہا "اسی طرح اوندھے منہ لیٹے رہو۔ ہاں تو منتری دین دیال یہ دونوں تمہارے سورما قاتل فرش پر لیٹے ہوئے ہیں۔ یہ تمہیں بچانے کے قابل نہیں رہے۔ باہر جتنے مسلح سپاہی ہیں انہیں آواز دینے کے لئے منہ کھولو گے تو ریوالور کی گولی منہ میں چلی جائے گی۔"

چندو اپنے جسم سے شیشے کی کرچیاں نکال رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا "تم بڑے چالو باز ہو۔ تم نے میری بیوی سائمہ کو پیچھے سے جکڑ کر کیسے اس کے نرخرے پر چاقو چلایا تھا۔ یہ منظر میں پھر دیکھنا چاہتا ہوں۔ جاؤ منتری کو پیچھے سے جکڑلو۔"

منتری دونوں ہاتھ جوڑ کر میرے قدموں میں گرنے آرہا تھا۔ میں نے ایک ٹھوکر مارتے ہوئے کہا "رحم کی بھیک نہ مانگنا۔ میری کشمیری بیوی نے کسی ہندوستانی کا گھر نہیں اجاڑا تھا۔ وہ تمہارے جیسے کسی منتری کی کرسی نہیں چھین رہی تھی لیکن تم نے اس کی زندگی چھین لی۔"

میں نے چندو کا نشانہ لے کر کہا "تم نے فوراً میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ بولو اپنی زندگی چاہتے ہو یا منتری کی؟"

دوسروں کی زندگیاں چھیننے والوں کو اپنی زندگی سے پیار ہوتا ہے۔ چندو نے فوراً ہی منتری کو پیچھے سے جکڑلیا۔ دوسرے ہاتھ سے چاقو نکال کر کھولا۔ میں نے کہا "تم ان قاتلوں کے ذریعے انجلی سے اپنی وصیت لکھوا کر اسے بھی مار ڈالنا چاہتے تھے۔ انجلی کی موت سے میری سائمہ کی بھی موت ہوتی اور اس کے سینے میں وہ پیار بھرا دھڑکتا ہوا کشمیری دل ہمیشہ کے لئے خاموش ہوجاتا لیکن کشمیریوں کی آوازیں اب پوری دنیا میں گونج رہی ہیں لہٰذا تم خاموش ہوجاؤ۔"

میں نے چندو کے دماغ میں پہنچ کر اسے قتل کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے جس طرح سائمہ کے حلق پر چاقو پھیرا تھا اسی طرح منتری دین دیال کے حلق پر پھیر کر اسے فرش پر چھوڑ دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک مرغ بسمل کی طرح پھڑپھڑاتا رہا پھر ہمیشہ کے لئے ساکت ہوگیا۔

رامااوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا "اٹھو اب تم دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کا قتل کرنا ہے۔"

چندو نے کہا "ہم دونوں جگری یار ہیں' ایک دوسرے سے دشمنی نہیں کریں گے۔"

"جو جگری یار ہوتے ہیں وہ دوسروں کی زندگیوں کی بھی سلامتی چاہتے ہیں۔ صرف اپنے یار کی سلامتی نہیں چاہتے۔ تم لوگوں کو سائمہ کے قتل کا حساب دینا ہوگا۔"

میں نے پارو سے کہا کہ وہ رامانے کو اپنی جگہ سے ہلنے نہ دے۔ پھر میں نے چندو کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے آگے بڑھ کر رامانے کے

گلے پر چاقو پھیر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے چاقو کی دھار کو اپنے حلق پر رکھا۔ میں نے پوری قوت سے اس کے ہاتھوں کا دباؤ ڈالا۔ سانس لینے کی نالی کٹ گئی۔ وہ فرش پر گر کر اپنے ساتھی رامانی کی طرح تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

اب وہاں صرف میں رہ گیا تھا۔ پارو کی سوچ کی لہروں کو رہنے کے لئے میرے ہی دماغ میں جگہ ملی۔ اس نے پوچھا "پاپا! آپ یہاں سے کیسے جائیں گے؟"

میں نے انٹرکام کا بٹن آن کیا پھر منتری دین دیال کی آواز اور لہجے میں سیکیورٹی افسر سے بولا "ابھی جو مہمان آیا تھا وہ واپس جا رہا ہے۔ اس کے لئے دروازہ کھول دو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "آل رائٹ سر۔" میں نے انٹرکام کا بٹن آف کر دیا۔ پارو بولی "واہ پاپا! اتنی سی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔"

میں نے کہا "میرے ساتھ رہ کر اسی طرح بہت کچھ سیکھتی رہو گی۔ اب تم جا کر ذرا ڈائریکٹر "را" کی خبر لو۔"

وہ چلی گئی۔ میں منتری دین دیال کے کمرے کا دروازہ بند کر کے وہاں سے چلا آیا۔ کسی پہرے دار نے مجھ پر شبہ نہیں کیا کیونکہ انہیں منتری جی کی آواز میں حکم مل چکا تھا کہ مجھے کسی رکاوٹ کے بغیر جانے دیا جائے۔

اس کارروائی میں ڈیڑھ گھنٹا لگا تھا۔ ساڑھے چار ہو چکے تھے۔ میں نے ضروری شاپنگ کی۔ اپنے لئے دو جوڑے اور پرفیوم کی کئی بڑی شیشیاں خریدیں پھر ٹھیک چھ بجے گاندھی پارک میں پہنچ گیا۔ وہاں رچنا میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے اس کے خواب میں ڈاکٹر صابر کی جھلک پیش کی تھی۔ وہ مجھے دیکھتے ہی تیزی سے چلتی ہوئی میرے پاس آ گئی کیونکہ میں صابر کا ہم شکل تھا۔ وہ میری گردن میں پیار سے بانہیں ڈال کر بولی "تم نے چھ بجے ملنے کو کہا تھا۔ مجھ سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔ میں بے چین ہو کر پانچ بجے ہی چلی آئی۔"

فوٹو گرافر ہم سے دور تھا اور میرے معمول اور تابعدار کی حیثیت سے خاص رومانوی انداز کی تصویریں اتارتا جا رہا تھا۔ ہم پارک میں ٹہلتے رہے۔ گھنی جھاڑیوں کے پیچھے جا کر وہ کچھ زیادہ جذباتی ہو گئی۔ وہ چند جذباتی مناظر کیمرے کی آنکھ کے ذریعے محفوظ کر لئے گئے۔

پھر ہم وہاں سے فوٹو گرافر کے گھر میں آئے۔ وہاں بیڈ روم کے مناظر کی بھی مختلف تصویریں اتاری گئیں۔ میں نے دس بجے رات کو غسل کر کے نیا خریدا ہوا لباس پہنا اور جو پہنا ہوا لباس اتارا اسے ایک پلاسٹک کی تھیلی میں لپیٹ کر رچنا کے بیگ میں رکھ دیا۔ وہ اپنی کار میں نہیں آئی تھی۔ میں نے اسے ایک ٹیکسی میں بٹھا کر رخصت کر دیا۔

میں اپنی موجودہ رہائش گاہ میں پہنچا تو شہناز اور پارو کھانے کے لئے میرا انتظار کر رہی تھیں۔ میں نے کھانے کے دوران پارو کی رپورٹ سنی۔ اس نے بتایا کہ وہ ڈاکٹر صابر کو گرفتار کرنے کے چار بجے تک کوششیں کرتا رہا تھا۔ چونکہ پچھلی رات نیند پوری نہیں ہوئی تھی اس لئے وہ سونے جا رہا تھا کہ اسی وقت اطلاع ملی منتری دین دیال کا قتل ہو گیا ہے اور اس کی لاش کے پاس شراب کے غنڈوں کی بھی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ اس اطلاع کے بعد ڈائریکٹر "را" کی نیند پھر اڑ گئی ہے۔

میں نے کہا "ابھی اس کی اور نیندیں اڑیں گی۔ میں نے مشورہ دوں گا کہ وہ بلڈ ہاؤنڈ کتوں کے ذریعے ڈاکٹر صابر تک پہنچنے کی کوشش کرے۔"

شہناز نے کہا "پاپا! پھر تو آپ کے لئے خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ پھرہ کتے اصلی ڈاکٹر صابر کے پاس اسپتال میں پہنچ جائیں گے۔"

"ایسا نہیں ہو گا۔ ہم احتیاطی تدابیر پر عمل کریں گے۔ اپنے بیڈ روم میں ائرکنڈیشنر آن رکھوں گا۔ کھڑکیاں اور دروازے بند رہیں گے پھر میں پرفیوم اسپرے کروں گا تو بند کمرے میں تیز گھنٹے تک خوشبو مہکتی رہے گی۔ کتوں کو میری بُو نہیں ملے گی اور پارو سونے سے پہلے اپنے دماغ کو ہدایات دو گی کہ تم دونوں باری باری ہر دو گھنٹے کے بعد بیدار ہو گی، میرے کمرے میں آؤ گی اور سر سے خوشبودار اسپرے کر کے میرا کمرا بند کر کے چلی جاؤ گی۔ اس طرح صبح تک کتوں کو میری بُو نہیں ملے گی۔"

"مگر پاپا! ڈاکٹر صابر کے لئے خطرہ پیدا ہو گا۔"

"نہیں بیٹے! میں نے اس کے تمام میلے کپڑے جلا دیئے ہیں اس کی فکر نہ کرو۔"

میں کھانے کے بعد اپنے بیڈ روم میں آیا پھر ڈائریکٹر "را" کے اندر پہنچ گیا۔ نیند پوری نہ ہونے اور ہر یار ناکامیوں کا سامنے کے باعث وہ چڑچڑا ہو گیا تھا۔ اپنے ماتحت افسران پر غصہ تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایک نہایت شریف ڈاکٹر وحشت ناک واردا تیں کیسے کر رہا ہے؟ پہلے اس نے نہتا ہونے کے مسلح افسران اور سپاہیوں کو ہلاک کیا۔ اب منتری دین دیال کے غنڈے بھی مسلح محافظوں کے درمیان رہنے کے باوجود موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ چونکہ وہ تینوں ڈاکٹر کی بیوی صائمہ کے قاتل تھے اس لئے یقین تھا کہ منتری وغیرہ کو ہلاک کرنے والا ڈاکٹر صابر ہی ہے۔

میں نے اس کی سوچ کی لہروں میں کہا "غصے اور جھنجھلاہٹ سے بات نہیں بنے گی۔ مجھے ٹھنڈے دماغ سے سوچنا چاہئے۔ کہیں شہر چھوڑ کر جانے سے پہلے کس طرح اسے گرفتار کیا جائے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "او گاڈ! اتنی سی بات دماغ میں نہیں آئی کہ ڈاکٹر کی رہائش گاہ میں اس کے اتارے ہوئے کپڑے ہوں گے۔ اس کے کپڑوں سے اس کے بدن کی بُو سونگھ لیں تو پھر وہ بھی ہو گا، کتے ہمیں اس کی بُو سونگھتے ہوئے وہاں پہنچا دیں گے۔"

یہ آئیڈیا دماغ میں آتے ہی وہ کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

اسی وقت اپنے ماتحتوں کے ساتھ صابر کی اس رہائش گاہ میں گیا جہاں صائمہ کا قتل ہوا تھا۔ ایک باتھ روم میں انہیں میرے اتارے ہوئے کپڑے مل گئے۔

ایسے ہی وقت میں نے پرفیوم کی ایک شیشی نکالی۔ پہلے اپنے لباس میں اسپرے کیا پھر ائرکنڈیشنر کے سامنے آ کر بہت ساری خوشبو اسپرے کر دی۔ کھڑکیاں اور دروازے بند تھے۔ میرا پورا بیڈ روم خوشبو سے بھر گیا تھا۔

ادھر کتوں نے میرے اتارے ہوئے لباس کو سونگھا پھر فضا میں سر اٹھا کر ایک سمت بھونکنے لگے۔ وہ دو کتے تھے۔ ڈائریکٹر نے کہا "ان کتوں کو کھلی جیپ میں لے چلو۔ مسلح افراد کم از کم پچاس ہوں تاکہ وہ جس مکان یا کوٹھی میں ہو، اس کا چاروں طرف سے محاصرہ کیا جا سکے۔"

احکامات کی تعمیل کی گئی۔ کئی گاڑیوں میں پچاس سے زیادہ مسلح افراد وہاں سے روانہ ہوئے۔ اس قافلے میں سب سے آگے جیپ تھی جس میں ایک افسر اور دو سپاہی، دو کتوں اور کتوں کے ٹرینر کے ساتھ تھے۔ جیپ کے پیچھے والی گاڑی میں "را" کا ڈائریکٹر اپنے خاص ماتحتوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

جب وہ قافلہ ڈاکٹر صابر کی رہائش گاہ سے چلا گیا اور وہاں پہرا دینے کے لئے صرف ایک سپاہی رہ گیا تو میں اس کے دماغ پر مسلط ہو گیا۔ وہ باتھ روم میں گیا پھر جن کپڑوں کو کتوں نے سونگھا تھا ان پر اس نے لائٹر کا تھوڑا سا پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دی۔ وہ کپڑے جلنے لگے۔ پھر جل کر راکھ ہو گئے۔ اس نے وہ تمام راکھ اٹھا کر کموڈ میں ڈالی پھر فلش کر کے ساری راکھ گٹر میں بہا دی۔ اس کے بعد واپس بنگلے کے باہر آ کر اپنی ڈیوٹی کی جگہ کھڑا ہو گیا۔

"را" کا قافلہ بال ٹھاکرے کی بڑی سی کوٹھی کے پاس پہنچ کر رک گیا تھا۔ دونوں کتے اسی کوٹھی کی طرف منہ اٹھائے بھونکتے جا رہے تھے۔

ڈائریکٹر نے ٹرینر سے پوچھا "تمہارے کتے ہمیں غلط گائیڈ تو نہیں کر رہے ہیں؟ کیا تم جانتے ہو کہ یہ بال ٹھاکرے کی کوٹھی ہے؟"

ٹرینر نے کہا "میں تو ٹھاکرے صاحب کا سیوک ہوں۔ لیکن پہلی بار ان کی کوٹھی دیکھ رہا ہوں۔ میں حیران ہوں کہ کتے یہاں کیوں آئے ہیں۔ ہمارے ٹھاکرے صاحب کو مسلمان ایک آنکھ نہیں بھاتے پھر وہ مسلمان ڈاکٹر یہاں آ کر کیسے چھپ سکتا ہے؟"

ایک افسر نے کہا "ہو سکتا ہے ٹھاکرے صاحب کو خبر نہ ہو اور اس کوٹھی کے کسی ملازم وغیرہ نے اسے چھپا رکھا ہو۔"

بال ٹھاکرے کی کوٹھی کے باہر کھڑے ہوئے مسلح گارڈز نے اندر اطلاع دی کہ "را" والے ایک چھوٹی فوج کے ساتھ آئے ہیں اور انہوں نے کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ بال ٹھاکرے نے باہر لان میں آ کر "را" کے ڈائریکٹر اور چند اہم افسران سے ملاقات کی۔ ڈائریکٹر نے کہا "ڈاکٹر صابر ہماری قید سے فرار ہو گیا ہے۔ ہمارے کئی اہم افراد کے علاوہ وہ منتری دین دیال کو بھی قتل کر چکا ہے۔ ہم نے ان کتوں کو اس کی اترن سونگھائی ہے۔ یہ بلڈ ہاؤنڈ ہیں۔ کبھی غلطی نہیں کر سکتے۔ ہمیشہ اپنے شکار پر لپکتے ہیں۔ یہ ڈاکٹر صابر کی بُو سونگھتے ہوئے آپ کی کوٹھی کے لان میں آئے ہیں۔ یہ دیکھیں اب بھی آپ کی کوٹھی کے اندرونی حصے کی طرف منہ کر کے بھونک رہے ہیں۔"

ٹھاکرے نے کہا "آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں نے ایک مفرور مسلمان قیدی کو پناہ دی ہے جبکہ میں مسلمانوں کے سائے پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتا۔"

مجھے اس کی یہ بات بہت بری لگی۔ میں نے ایک افسر کے ذریعے بمبئی کے چند مشہور اخبارات کے دفاتر میں فون کرائے کہ "را" والے بال ٹھاکرے کی کوٹھی پر چھاپا مار رہے ہیں۔ کل صبح کی تازہ خبر کے لئے اپنے رپورٹر اور فوٹو گرافرز کو بھیج دیں۔ ادھر ڈائریکٹر کہہ رہا تھا "ٹھاکرے صاحب ہم خود نہیں آئے ہیں یہ کتے ہمیں لائے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو خبر نہ ہو اور یہاں کسی نے آپ کی بے خبری میں اسے چھپا رکھا ہو۔ آپ ایک سیاسی پارٹی کے ذمے دار لیڈر ہیں۔ آپ کو قانون سے تعاون کرنا چاہئے۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہم بھی آپ کی طرح مسلمانوں کو دیس کا دشمن سمجھتے ہیں۔ اگر وہ یہاں سے پکڑا جائے گا تو آپ کو بھی معلوم ہو سکے گا کہ آپ کے سائے میں وہ کون دشمن ہند ہے جس نے اس مسلمان کو پناہ دی ہے۔"

بال ٹھاکرے نے قائل ہو کر اپنے ملازم سے کہا "تمام عورتوں سے کہو کہ وہ کوٹھی کے پیچھے والے کمرے میں چلی جائیں۔ یہاں قانونی کارروائی ہونے والی ہے۔"

ملازم کوٹھی کے اندر گیا۔ ادھر پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز ایک ایک کر کے پہنچنے لگے۔ ملازم نے اندر جا کر عورتوں کو بال ٹھاکرے کا حکم سنایا۔ میں رچنا کے دماغ پر مسلط ہو گیا۔ وہ گھر کی عورتوں کے ساتھ کوٹھی کے پچھلے حصے میں گئی پھر چپکے سے پچھلے گیٹ کی طرف آئی۔ وہاں بھی "را" کے مسلح افراد گاڑیوں میں موجود تھے۔ انہوں نے کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا۔ رچنا نے "را" کے ایک افسر سے کہا "میں ٹھاکرے صاحب کی بیٹی ہوں تمہارے ڈائریکٹر سے ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔"

افسر نے موبائل فون کے ذریعے رابطہ کرایا۔ رچنا نے کہا "میں ٹھاکرے صاحب کی بیٹی آپ سے رازداری چاہتی ہوں۔ اگر ٹھاکرے صاحب کو معلوم ہو گا تو وہ مجھے گولی مار دیں گے۔"

ڈائریکٹر نے کہا "کچھ نہیں معلوم نہیں ہو گا۔ تم کیا چاہتی ہو؟"

"اپنے افسر کو حکم دیں کہ مجھے اپنی گاڑی میں یہاں سے چپ

چاپ آپ کے دفتر پہنچادیں۔ میں وہاں آپ سے ڈاکٹر صابر کے بارے میں بات کروں گی۔"

ڈائریکٹر نے اپنے ماتحت سے کہا "ٹھاکرے صاحب کی بیٹی کو بڑی رازداری سے میرے دفتر پہنچادو۔ میں ابھی وہاں آؤں گا۔"

ملازم نے کوٹھی سے باہر آکر کہا "مالک! کوٹھی خالی کردی ہے۔"

بال ٹھاکرے نے کہا "آپ لوگ کتوں کو لے آئیں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ کیا تماشا ہے۔"

ٹریزر نے کتوں کی زنجیریں پکڑے ہوئے تھا۔ کتے بھونکتے ہوئے کوٹھی کے اندر آئے اور وہاں مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہونے لگے۔ بال ٹھاکرے نے کہا "یہ میری بیٹی کا کمرا ہے۔ کتے یہاں کیوں آئے ہیں؟"

وہ کتے بستر کے پاس آئے اور اگھیل کر پلنگ پر چڑھ گئے۔ ایک نے لپک کر تکیے کو منہ سے دبا کر ہٹایا۔ دوسرے کتے نے تکیے کے نیچے پڑے ہوئے مردانہ پتلون اور شرٹ کو دیکھا پھر ان پر پنجے مارنے لگا۔

ٹریزر نے کہا "یہ ڈاکٹر صابر کا لباس ہے۔ کتے اس کی بُو پہچان رہے ہیں۔"

بال ٹھاکرے نے گرج کر کہا "یہ کیا بکواس ہے۔ ایک مسلمان کا لباس میری بیٹی کے بستر پر نہیں آسکتا۔"

کئی فلیش لائٹیں یکے بعد دیگرے جل بجھ رہی تھیں۔ اس لباس کو کتوں کے ساتھ کیمروں کی آنکھوں میں محفوظ کیا جارہا تھا۔ کئی رپورٹر "را" کے اعلیٰ افسران اور کتوں کے ٹریزر سے طرح طرح کے سوالات کررہے تھے اور جواب منی کیسٹ ریکارڈر میں ریکارڈ کررہے تھے۔

بال ٹھاکرے نے گرج کر کہا "یہ میرے خلاف سازش ہورہی ہے۔ آپ لوگ مجھے بدنام کرنے کے لئے پریس والوں کو ساتھ لائے ہیں۔ اگر میری بیٹی یا کسی بھی فیملی ممبر کے بارے میں توہین آمیز خبر شائع ہوگی یا تصویر چھاپی جائے گی تو میں پورے بمبئی شہر میں آگ لگادوں گا۔"

ڈائریکٹر نے کہا "ٹھاکرے صاحب! دنیا کے تمام بلڈ ہاؤنڈ صحیح مجرم تک پہنچاتے ہیں۔ آپ کے گرجنے برسنے سے دنیا والے دھوکس میں نہیں آئیں گے۔ جو سچ ہے اسے تسلیم کیا جائے گا۔ اگر جھوٹ ہے تو اپنی بیٹی کو یہاں بلائیں اس سے پوچھیں کہ ایک مسلمان کا لباس ایک ہندو کنواری لڑکی کے بستر پر کیسے آیا ہے؟"

ٹھاکرے نے حکم دیا کہ رچنا کو بلایا جائے۔ رچنا ہوتی تو آتی۔ پتا چلا وہ تھوڑی دیر پہلے کوٹھی میں تھی پھر نہ جانے کہاں چلی گئی ہے۔

ٹھاکرے نے گرج کر پوچھا "کہاں چلی گئی؟ میری بیٹی مسلمانوں پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی ہے۔ یہ کوئی بڑی سازش ہے۔ میری بیٹی کو یہاں سے کہیں لے جایا گیا ہے۔ میں "را" تنظیم کے ڈائریکٹر سے کہتا ہوں۔ میری بیٹی کی بدنامی تمام ہندو جاتی کی بدنامی ہوگی اس لئے "را" کے معزز افسران مجھ سے تعاون کریں۔ جب تک سازش کی نوعیت معلوم نہ ہو اور سازش کرنے والے گرفتار نہ ہوں تب تک میری بیٹی کے بارے میں کوئی خبر شائع نہ کی جائے۔"

پھر ٹھاکرے نے فون کے ذریعے مہاراشٹر کے صدر اور کئی منتری سے رابطے کئے۔ انہیں بتایا کہ اس کی بیٹی کو ایک مسلمان کے ساتھ بدنام کرنے کی سازش کی جارہی ہے اور اس کی بیٹی رچنا اغوا کرلیا گیا ہے لہٰذا "را" والوں سے تعاون کی اپیل کی جائے۔

کئی منتری نے ڈائریکٹر "را" سے فون پر کہا "یہ بہت نازک معاملہ ہے۔ ہم اور آپ مل کر ایک شریف ہندو لڑکی کو بدنامی سے بچاسکتے ہیں۔"

ڈائریکٹر نے کہا "ابھی آپ تعاون کی اپیل کررہے ہیں۔ وہ ہمارے پردھان منتری نے آپ لوگوں کو سمجھایا کہ بمبئی کے مسلمانوں کو نکالنے کی مہم بند کی جائے۔ ہم پہلے ہی کشمیر کے معاملے میں الجھے ہوئے ہیں لیکن آپ لوگوں نے اقتدار کے نشے میں ہمارے نیک مشوروں کو نظرانداز کردیا۔ ہم نے اپنے دیس کو بدنامی سے بچانے کے لئے آپ لوگوں کی اسلام دشمنی کو اپنے دیس کے اخبارات میں نہیں آنے دیا لیکن دنیا کے تمام اخبارات کے رپورٹر اندھے تو نہیں ہیں۔ میڈیا نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ ہم یہاں بیٹھے ہیں تو آواز امریکا میں سنائی دیتی ہے ٹھیک ہے لگاؤ بمبئی میں آگ لگاؤ۔ تمام مہاراشٹر سے مسلمانوں کو نکال دو لیکن ایک مسلمان کے ساتھ بدنام کرنے کا جو کھیل شروع کردیا ہے اس کھیل کو کسی بھی مرحلے پر روک سکتے ہو تو روک کرنا دو۔"

"آپ مہاراشٹر کے کئی منتری سے چیلنج کے انداز میں گفتگو کررہے ہیں۔"

"ہم نے چیلنج کرنا آپ لوگوں سے سیکھا ہے۔ پہلے ان پرندوں کو بھڑکا کر بابری مسجد کو شہید کرایا اور مسلمانوں کی نظروں کا نگریسی حکومت کی پوزیشن کمزور کی۔ وہ رام مندر بنانے والا مذہبی جذباتی مسئلہ تھا کہ کانگریسی حکومت کشمکش میں رہ گئی۔ مسلمانوں کے ووٹ سے اپنا پلڑا بھاری ہوتا تھا ان کے سامنے بس ہوگئی۔ اب بھارت کے تمام مسلمان حکومت کو الزام دے رہے ہیں کہ بمبئی میں مسلمانوں پر کیوں مظالم ڈھائے جارہے ہیں؟ اب تک حکومت دلاسے دے رہی تھی اب آپ لوگوں کی دکھتی رگ ہمارے ہاتھوں میں آئی ہے۔ ٹھاکرے صاحب کی بیٹی ایک مسلمان کی شرمناک داستان کو صرف کل کے اخبارات آنے سے روکا جائے گا۔ کل تک فیصلہ کرو کہ دلی راجدھانی کے اثر رہو گے یا اپنی من مانی کرو گے؟ میرا خیال ہے میں نے بہت کہہ دیا ہے۔ باقی باتیں کل ٹھاکرے صاحب کو عقل آنے کے ہوں گی۔"

ان کی باتوں کے دوران میں نے "را" کے ایک ماتحت افسر کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ وہ میرا لباس وہاں سے اٹھا کر لے گیا۔ وہاں سب بحث میں الجھے ہوئے تھے۔ وہ افسر وہاں سے نکل کر کچن میں آیا۔ پھر اس نے گیس کا چولھا جلا کر اس کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں میرے لباس کو رکھ دیا۔ اس کوٹھی کی عورتیں اور نوکرانیاں وہاں نہیں تھیں اس لئے کچن کی طرف کوئی نہیں آیا۔ لباس جل کر راکھ ہوگیا۔ اس افسر نے چولھے کو بجھایا پھر وہاں سے چلتا ہوا وہیں رچنا کے بیڈروم میں تمام لوگوں کے درمیان آگیا۔

میں اسے چھوڑ کر بال ٹھاکرے کے اندر آیا۔ اس نے اپنے باڈی گارڈ سے ریوالور لیا۔ ڈائریکٹر نے پوچھا "کیا آپ قانون کو ہاتھ میں لیں گے؟ ہم میں سے کتنوں کی زبانیں بند کریں گے؟ آپ کی پوری کوٹھی کا محاصرہ کیا گیا ہے۔"

ٹھاکرے نے کہا "میں کسی انسان کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا مگر جو دشمن آپ لوگوں کو یہاں لے کر آئے ہیں میں انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس سے پہلے کہ اس کی بات سمجھ میں آتی اور اس کے ہاتھ سے ریوالور لیا جاتا اس نے ٹھائیں ٹھائیں کی زوردار آوازوں سے گولیاں چلائیں۔ وہ دونوں بلڈ ہاؤنڈ کتے آخر کتے ہی تھے اس لئے کتوں کی موت مرگئے۔

ڈائریکٹر نے ناگواری سے کہا "بیٹی اور خاندان کی عزت کے مسئلے نے آپ کا دماغ خراب کردیا ہے۔ آخر ان کتوں کو مار کر آپ نے کیا حاصل کیا ہے؟"

وہ ریوالور کو ایک طرف پھینک کر بولا "میرے گھر میں کبھی کتے نہیں آتے۔ یہ میری بدنامی لے کر آئے تھے۔ میرا کلیجا ٹھنڈا ہوگیا۔ کتوں کو مارنا کوئی ایسا جرم نہیں ہے کہ آپ بال ٹھاکرے جیسی شخصیت کو گرفتار کرسکیں گے۔ کوئی قانونی کارروائی کرنا ہو تو جائیں کرتے رہیں۔"

وہ سب وہاں سے جانے لگے۔ میں نے اپنا دوسرا لباس اس لئے راکھ کروایا اور کتوں کو اس لئے ختم کرادیا کہ اب "را" والوں کے پاس مجھ تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہ گیا تھا۔ انہوں نے وہاں سے جاتے وقت میرے اس لباس کو بھی تلاش کیا تھا لیکن انہیں صرف راکھ ملی تھی۔

ڈائریکٹر نے واپسی پر گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا "اس خردماغ نے کتوں کو مار ڈالا ہے۔ ہماری گفتگو کے دوران شاید اسی کے کسی ملازم نے اس لباس کو جلادیا ہے۔ اب ہمارے پاس ڈاکٹر صابر تک پہنچنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے ٹھاکرے کی بیٹی رچنا۔"

اس کے حکم کے مطابق اس کا ایک ماتحت افسر رچنا کو "را" کے دفتر کی طرف لے گیا تھا۔ دفتر بہت دور تھا لیکن اب وہ قریب پہنچ رہے تھے۔ ان سے پہلے میں رچنا کے پاس پہنچ گیا۔ اگلی سیٹ پر دو مسلح ماتحت تھے۔ ان میں سے ایک گاڑی ڈرائیو کررہا تھا۔ ماتحت افسر پچھلی سیٹ پر رچنا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ریوالور نکال کر حکم دیا "گاڑی روکو۔"

افسر کے حکم کے مطابق گاڑی رک گئی پھر افسر نے دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے حکم دیا "باہر آؤ۔"

وہ دونوں باہر آئے۔ افسر نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر دونوں پر فائرنگ کی۔ انہیں کچھ سمجھنے اور سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ انہیں ختم کرنے کے بعد اس نے رچنا کو ریوالور دے کر کہا "فوراً مجھے گولی مارو اور یہاں سے بھاگو ورنہ "را" کے شکنجے میں رہو گی تو کبھی کھلا آسمان نہیں دیکھ سکو گی۔"

رچنا نے ریوالور لیا اور اس افسر کو ٹھکانے لگادیا پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے گاڑی روکی۔ ریوالور کو وہیں سیٹ پر پھینکا پھر گاڑی سے اتر کر ایک فٹ پاتھ پر پیدل چلنے لگی۔ اسے زیادہ دور تک چلنا نہیں پڑا۔ وہ نوجوان تھی، حسین تھی اس لئے ایک کار اس کے قریب آکر رک گئی۔ ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے کھڑکی سے سر نکال کر پوچھا "کیا ہماری منزل ایک ہوسکتی ہے؟"

رچنا نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر کار کے دوسری طرف سے گھوم کر اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ میں نے لفٹ دینے والے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے رچنا کو ہماری موجودہ رہائش گاہ کے سامنے پہنچادیا۔ وہ کار سے اتر گئی اور میرے اگلے عمل تک وہاں کھڑی رہی۔ میں کار والے کو وہاں سے دور لے گیا۔ ایسے وقت پارو میرے کمرے میں پرفیوم اسپرے کرنے آئی تو میں نے کہا "پہلے باہر جاؤ۔ ایک نوجوان لڑکی کھڑی ہوئی ہے اسے اندر لے آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ میں پھر کار والے کے دماغ میں آیا۔ اس نے کار روک دی تھی اور حیرانی سے سوچ رہا تھا۔ "یہ میں کس علاقے میں آگیا ہوں اور وہ حسینہ کہاں چلی گئی ہے؟"

میں نے پھر اسے غائب دماغ بنایا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا اس کی رفتار بڑھاتا ہوا ایک علاقے سے دوسرے علاقے پھر تیسرے علاقے تک جاتا رہا پھر اس نے پوری تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک پیٹرول پمپ سے گاڑی ٹکرادی۔

یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی کہ اس کا انجام کیا ہوا۔ میں اپنے بیڈروم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا تو رچنا مجھے دیکھتے ہی دوڑ کر آئی۔ وہ مجھ سے لپٹ جانا چاہتی تھی مگر میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے روک دیا کیونکہ وہاں شہناز اور پارو بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تم اب بالکل محفوظ ہو۔ ان سے ملو۔ یہ میری بہو شہناز ہے اور یہ میری بیٹی پارو۔ یہ دونوں پوری طرح تمہاری حفاظت کریں گی۔ شہناز! تم اس کا میک اپ کرو اور چہرہ تبدیل کرو تاکہ اسے بال ٹھاکرے کی بیٹی رچنا کی حیثیت سے کوئی پہچان نہ سکے۔"

میں نے شہناز اور پارو کو رچنا کے مختصر حالات بتائے پھر کہا۔

"مسلمان عورتوں کی عزت و آبرو کی دھجیاں اڑانے والے تمام انتہا پسند ہندو کل صبح سے اس ہندو لڑکی کو تلاش کریں گے۔ یہ ٹھاکر خاندان کی عزت ہے۔ یہ انہیں نہ ملی تو بال ٹھاکرے کی ناک کٹ جائے گی۔ شیو سینا اور بی جے پی انتہا پسند ہندوؤں کی جماعتیں ہیں۔ میں انہیں بتاؤں گا کہ مسلمان عورتوں کی آبرو بھی ایسی ہی سلامتی چاہتی ہے جیسی رچنا کی آبرو برقرار رکھنے کے لئے وہ اسے ڈھونڈنے اور ٹھوکریں کھاتے پھریں گے۔"

پھر یہ کہ شیو سینا اور کانگریس آئی کے درمیان رچنا ایک سیاسی مسئلہ بن گئی تھی۔ رچنا "را" والوں کی کسٹڈی میں رہتی تو کانگریسی حکام مہاراشٹر کی صوبائی حکومت کو اپنے زیرِ اثر رکھ سکتے تھے۔

رچنا میری بہو اور بیٹی کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ رچنا کو جس طرح میں نے موہ بنایا ہے اس کا علم شہناز اور پارو کو ہو لہٰذا میں نے سوچا جب رچنا میک اپ کے بعد سو جائے گی تو میں پھر اس پر تنویمی عمل کروں گا اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کروں گا کہ وہ کبھی کسی تیسری ہستی کے سامنے میرے قریب تر نہ ہوا کرے۔

میں نے رچنا کے ساتھ جو کچھ کیا وہ مناسب نہیں تھا لیکن اس کی بات بہت بری لگی تھی کہ وہ مسلمانوں پر تھوکنا بھی نہیں چاہتی تھی پھر یہ کہ بے شمار خاندانوں کی مسلمان لڑکیوں کو کھلونا بنایا جا رہا تھا۔ ہندوؤں کی ایسی شرمناک حرکتوں کو روکنے کے لئے مہاراشٹر میں رچنا سے بڑا اور زبردست مہرہ کوئی نہ تھا۔ میں اس کے ذریعے شیو سینا اور بی جے پی کے تمام انتہا پسند ہندوؤں کے دل و دماغ میں زلزلے پیدا کر سکتا تھا۔

میں اس فوٹو گرافر کے پاس پہنچا جس نے میری اور رچنا کی درجنوں تصاویر اتاری تھیں۔ وہ فوٹو گرافر سو رہا تھا۔ اس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا کہ تمام تصویروں کے نیگیٹو اور پرنٹس مختلف سائز میں تیار ہو چکے ہیں۔ وہ تمام تصاویر کو خشک کرنے کے بعد ان کے نیگیٹو کے ساتھ کئی لفافوں میں بند کر چکا تھا۔ کئی بڑے لفافوں کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس نے درجنوں تصاویر کو مختلف سائز میں تیار کیا تھا اور ان کی چھوٹی بڑی تعداد تقریباً چار سو تھی۔ اتنے پرنٹس اس لئے تھے کہ یہ وقتِ ضرورت انہیں بھارت کے ہندی، انگریزی، بنگالی، تیلگو اور تامل زبانوں کے اخبارات میں بھیجا جا سکتا تھا۔

صبح کے پانچ بجنے والے تھے۔ میں نے اسے نیند سے جگایا۔ اس نے بیدار ہو کر وہ تمام بڑے لفافے اٹھائے پھر انہیں لے کر ایک موٹر سائیکل میں میری رہائش گاہ کے سامنے آیا۔ اس نے وہ تمام لفافے مجھے دیے۔ ایسے وقت وہ غائب دماغ تھا۔ بعد میں یہ یاد نہیں کر سکتا تھا کہ کس علاقے کی کون سی کوٹھی کے سامنے آیا تھا۔ وہ تمام لفافے مجھے دے کر چلا گیا۔ اس نے اپنے مکان میں پہنچ کر آنگن میں موٹر سائیکل کھڑی کی۔ دروازے کو اندر سے بند کیا پھر کمرے میں آکر پہلے کی طرح بستر پر سو گیا۔

میں نے کمرے میں آکر ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا پھر بوسنی نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پہلی بار ڈائل کرنے کے نتیجے میں ایک عورت کی آواز سنائی دی۔ میں نے ریسیور رکھ کر اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا وہ اپنے گھر میں ایک بیٹی اور چھوٹے بیٹے کے ساتھ تھی۔ اس کا خاوند شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ مجھے آلۂ کار بنانے کے لئے ایک مرد کی ضرورت تھی۔ میں نے دوسرے نمبر ڈائل کئے۔ اس بار ایک مرد کی آواز سنائی دی۔ میں ریسیور رکھ کر اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ نیند سے بیدار ہوا تھا جھنجلا کر سونا چاہتا تھا مگر میں نے سونے نہیں دیا۔ اپنے زیرِ اثر رکھ کر بال ٹھاکرے کے نمبر ڈائل کرائے۔ تھوڑی دیر بعد اس کے باڈی گارڈ کی آواز سنائی دی۔ میں نے آلۂ کار کی زبان سے کہا "ٹھاکرے صاحب سے بات کراؤ۔"

وہ بولا "آپ صبح نو بجے بات کر سکتے ہیں۔ وہ سو رہے ہیں۔"

"صرف اتنا کہہ دو کہ رچنا کا سراغ مل گیا ہے۔ اس کی نیند اڑ جائے گی۔"

"آپ کون ہیں؟"

"تمہارا باپ ہوں۔ اپنے مالک کی بیٹی واپس چاہتے ہو یا نہیں؟"

"ہاں ہاں، واپس چاہتے ہیں۔ ذرا ایک منٹ ہولڈ آن کریں۔"

ایک منٹ سے پہلے ہی بال ٹھاکرے کی آواز سنائی دی "ہیلو! میں بال ٹھاکرے بول رہا ہوں۔"

"اور میں ڈاکٹر صابر بول رہا ہوں۔ تمہاری بیٹی ایک مسلمان کے ساتھ بدنام ہو رہی ہے۔ تم کیسے بے غیرت باپ ہو کہ ایسے وقت سو رہے ہو؟"

وہ غصے سے دہاڑ کر بولا "یو شٹ اپ! میں پورے شہر کی ناکہ بندی کرانے کے بعد سو رہا تھا۔ تم اس شہر سے باہر نہیں نکل سکو گے۔ میری بیٹی کہاں ہے؟"

"یہی بتانے کے لئے فون کیا ہے۔ "را" کا ڈائریکٹر تمہارے ساتھ چالیس چل رہا ہے۔"

"کیسی چالیس؟"

"اصل بات یہ ہے کہ رات بارہ بجے تک تمہاری اونچی ذات کی ہندو دھرم کی بیٹی میری آغوش میں کھیلتی رہی۔ اس کے بعد....."

وہ حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے بولا "ڈیمل، کمینے، کتے! میری بیٹی کے لئے ایسے شبد (الفاظ) استعمال کرے گا تو میں شہر کے تمام مسلمانوں کو زندہ جلا دوں گا۔"

"یہاں کے مسلمان زندہ رہ کر غیرت کی آگ میں پہلے ہی جل رہے ہیں۔ تمام ہندو برے نہیں ہوتے لیکن تیری اسلام دشمنی

اور تیرے غنڈوں کی ایسی درندگی نے جو ہماری بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ جاری رکھی ہے "ایسی بے شرمی نے صرف بھارت کو ہی نہیں بلکہ دھرم کو بھی بدنام کیا ہے۔ دنیا کا ہر مذہب اور دھرم انسان کو اچھا سکھاتا ہے مگر تو نے اپنے دھرم کو شیطان بنا دیا ہے۔ بھارت کے تمام غیرت مند اور مہذب ہندوؤں کو چاہئے کہ وہ تجھے زندہ جلا دیں۔"

وہ گرج کر بولا "تو نے مسلمان عورتوں کے بے آبرو ہونے کا انتظام لینے کے لئے میری بیٹی کو موہ بنایا ہے۔ اب تجھے معلوم ہو گا کہ ہندی کے مسلمانوں پر قیامت سے پہلے قیامت کیسے آئے گی۔"

"کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ایک گھنٹے تک انتظار کر لے۔ میرے پاس چند تصویریں پہنچ رہی ہیں۔ وہ میری اور رچنا کی ایسی تصویریں ہیں کہ جنہیں تو دیکھ نہیں سکے گا۔ اس کے بعد بھی انتقامی کارروائی کرنا چاہے گا تو صرف بھارت کے ہی نہیں دنیا کے تمام ٹیلی ویژن یعنی ٹی وی چینلز پر ہوائے جیسے میگزین وغیرہ میں ہماری وہ تمام تصویریں پہنچا دی جائیں گی۔"

فون پر تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے پوچھا "اگر دماغ کچھ ٹھنڈا ہوا ہے تو میں رچنا کے اغوا کے متعلق بتاؤں گا۔"

"اغوا تو نے کیا ہے؟"

"نہیں، یہ ڈائریکٹر "را" کی چال ہے۔ اس نے تمہاری کوٹھی کا محاصرہ کیا تو ایسے وقت رچنا کو کوٹھی کے پچھلے حصے کی طرف گئی۔ "را" کے افسر اور دو سپاہی اسے گن پوائنٹ پر اپنے ساتھ لے گئے۔ جب مجھے پتا چلا تو میں نے ڈائریکٹر سے رابطہ کیا اور اس سے رچنا کا مطالبہ کیا۔ اس نے بڑے غرور سے کہا، "را" کے شکنجے میں جو بھی آ جاتا ہے وہ پھر کبھی رہائی نہیں پاتا۔ میں نے ڈائریکٹر کو دھمکی دی کہ وہ رچنا کو میرے حوالے نہیں کرے گا تو میں بال ٹھاکرے کو حقیقت بتا دوں گا۔ وہ تم سے اپنی بیٹی چھین کر لے جائے گا۔"

"میں "را" کے کسی کتے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"دو کتے تو تم نے مار دیے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ رچنا واپس مل جائے، پھر میں اس کا رشتہ تم سے مانگنے آؤں گا۔"

وہ حلق پھاڑ کر رشتے کی ماں بہن ایک کرنے لگا۔ میں نے فون بند کرایا پھر اس کے اندر پہنچ گیا۔ حلق پھاڑ کر گالیاں دیتے رہنے کے دوران میں اس کی زبان دانتوں کے درمیان لے آیا۔ وہ تکلیف سے تلملا گیا۔ ایسے وقت پتا چلا کہ فون بند ہو چکا ہے اور وہ گالیوں کو گالیاں دے رہا ہے۔

وہ اتنی دیر تک گرجتے رہنے کے باعث ہانپنے لگا۔ میں نے ٹھاکرا کے موبائل نمبر ڈائل کئے۔ اس نے ریسیور سے ڈائریکٹر "را" سے رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ اس نے ریسیور کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پہلے مطمئن تھا کہ رچنا اس کے ماتحت افسر کے ساتھ "را" کے دفتر میں پہنچ گئی ہو گی لیکن دفتر پہنچ کر معلوم ہوا کہ رچنا ان سپاہیوں اور افسر کے ساتھ کہیں گم ہو گئی ہے۔ انہیں بڑے پیمانے پر تلاش کیا گیا۔ دو گھنٹے بعد پتا چلا کہ ایک جگہ دو سپاہی اور ایک افسر فائرنگ کے نتیجے میں مرے پڑے ہیں اور رچنا کا کوئی پتا نہیں ہے۔ اسے جس گاڑی میں لے جایا جا رہا تھا وہ تین میل کے فاصلے پر خالی ملی تھی۔

ڈائریکٹر نے گرج کر اپنے ماتحتوں سے پوچھا تھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے۔ ایک ڈاکٹر تم لوگوں کے قابو میں نہیں آ رہا ہے؟ اسی کمبخت نے ہمارے سپاہیوں اور افسر کو قتل کیا ہے اور رچنا کو اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ اسے تلاش کرو، وہ اسی شہر میں ہو گا۔"

"را" کے ایڈیشنل ڈائریکٹر نے کہا۔ "آپ پر سوں رات سو نہ سکے۔ یہ رات بھی جاگتے ہوئے گزر گئی۔ پلیز آپ سو جائیں۔ ہم رچنا اور صابر دونوں کو پکڑ لائیں گے۔"

وہ تھکن سے نڈھال تھا۔ نیند سے بے حال ہو رہا تھا۔ اس نے ایک صوفے پر لیٹتے ہوئے کہا۔ "آج تک مجھے کسی مجرم نے اتنا نہیں دوڑایا جتنا وہ ڈاکٹر دوڑا رہا ہے اور کھانا، پینا، سونا، جاگنا حرام کر رہا ہے۔"

"سر! یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ڈاکٹر صابر کا جرائم سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ اس کے باوجود وہ ایک جھگ مجرم کی طرح صرف ہمیں ہی نہیں یہاں کی صوبائی حکومت بنانے والی سیاسی پارٹیوں شیو سینا اور بی جے پی کو بھی چیلنج کر رہا ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا سورما بھی بال ٹھاکرے کی بیٹی کو چھونے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا مگر صابر تو اسے اڑاتا پھر رہا ہے۔"

ڈائریکٹر دو راتیں جاگنے کے بعد تھکن سے چُور ہو گیا تھا۔ صوفے پر لیٹنے کے بعد ایڈیشنل ڈائریکٹر کی باتیں سنتے سنتے آنکھ لگ گئی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ پاس ہی میز پر رکھے ہوئے موبائل فون کی گھنٹی بجی جو بہت دھیمی ہوتی ہے مگر صابر حواس پر چھا گیا تھا۔ وہ دھیمی سی آواز دھماکا سی لگی۔ وہ بڑبڑاتا ہوا اٹھا "کون ہے؟ کیا ہے؟"

ایڈیشنل ڈائریکٹر نے موبائل اٹھا کر کہا "سر! کوئی بات نہیں ہے۔ یہ آپ کا فون ہے۔ شاید کوئی اچھی خبر ہے۔"

اس نے فون لے کر اسے آن کر کے پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

"میں ٹھاکرے بول رہا ہوں۔ تم نے میری کوٹھی کا محاصرہ کر کے ذلیل حرکت کی ہے۔ اپنے ایک افسر کے ذریعے میری بیٹی کو اغوا کرا لیا۔ میں جانتا ہوں "را" بہت خطرناک تنظیم ہے لیکن بال ٹھاکرے سے زیادہ خطرناک نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں، ابھی اور اسی وقت میری بیٹی کو واپس لاؤ۔"

ڈائریکٹر رچنا کے اغوا کا مرتکب ہونے سے انکار کرنا چاہتا تھا لیکن میری مرضی کے مطابق بولا "تمہاری بھلائی اور نیک نامی کے لیے میرے آدمی رچنا کو وہاں سے لے گئے تھے تاکہ وہ مسلمان

دوسری بار اس کے بیڈ روم میں آکر تمہارا منہ کالا نہ کرے۔"

وہ ذلت اور توہین کے احساس سے جھنجلا کر بولا "شٹ اپ۔"

"شٹ اپ کا مطلب ہے خاموش رہو۔ اگر خاموش رکھنا ہی تھا تو فون کیوں کیا؟"

"مجھے میری بیٹی چاہیے' ابھی اور اسی وقت۔"

"تم آگے بات سننے سے پہلے ہی گرجنا شروع کردیتے ہو۔ پہلے یہ سن لو کہ جو افسر اور سپاہی رچنا کو میرے دفتر لا رہے تھے' وہ راستے میں قتل کردئے گئے۔ رچنا لاپتا ہوگئی ہے یقیناً وہی ڈاکٹر صابر اسے لے گیا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ رچنا تمہارے پاس پہنچ گئی تھی۔ ڈاکٹر صابر نے تم سے اس کا مطالبہ کیا تو تم نے اس سے بڑے گھمنڈ سے کہا تھا کہ ایک بار جو "را" کے شکنجے میں آجاتا ہے پھر کبھی اسے رہائی نہیں ملتی۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ ڈاکٹر صابر نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا ہے اور نہ ہی رچنا کا مطالبہ مجھ سے کیا ہے۔"

"کیا وہ مطالبہ کرتا تو تم میری بیٹی کو اس کے حوالے کردیتے؟"

ڈائریکٹر نے میری مرضی کے مطابق بے اختیار کہا "ہاں کردیتا۔ جب اس نے مطالبہ ہی نہیں کیا ہے تو اس کے حوالے کیسے کروں؟"

"ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ وہ لاپتا ہوگئی ہے پھر کیسے اس مسلمان کے حوالے کردیتے؟"

وہ چونک کر ہچکچاتے ہوئے بولا "میں نے کہہ دیا' وہ لاپتا ہوگئی ہے۔ میں دو راتوں سے جاگ رہا ہوں۔ پتا نہیں ابھی تم سے کیسی بے تکی بات کہہ دی۔ مجھے پریشان نہ کرو۔ میں سونے جارہا ہوں۔"

میں نے ان دونوں کو فون پر جھگڑا کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ بال ٹھاکرے کے دماغ سے ایک پولیس اسٹیشن کا فون نمبر معلوم کیا۔ اس کے بعد اس نمبر پر رابطہ قائم کرکے دوسری طرف کی آواز سنی پھر ریسیور رکھ دیا۔

وہ تھانے کا انچارج تھا۔ ریسیور رکھ کر اٹھا۔ تھانے سے باہر آکر ایک جیپ میں بیٹھا پھر میری طرف آنے لگا۔ میں نے چھ مختلف تصویریں ایک چھوٹے لفافے میں بند کردی تھیں۔ اس لفافے پر انگریزی میں لکھ دیا تھا "اسے ٹھاکر مہاٹھاکر' بال ٹھاکرے کے پاس پہنچایا جائے اور اسے کھولا نہ جائے۔"

میں کوٹھی کے باہر آکر کھڑا ہوگیا تھا۔ تھانے کا انچارج جیپ ڈرائیو کرتا ہوا آیا۔ اس نے مجھ سے لفافہ لے کر جیب میں رکھا پھر واپس تھانے چلا گیا۔ وہاں اپنے دفتری کمرے میں پہنچ کر اس نے لفافے کو میز پر رکھا پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔ ذرا دیر بعد فون کی گھنٹی نے اسے چونکا دیا۔ میں نے بھی اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' دا ور پولیس اسٹیشن۔"

میں نے کہا "تمہاری میز پر شریمان بال ٹھاکرے کے لیے لفافہ رکھا ہے۔ اسے کھولے بغیر ان کی کوٹھی میں پہنچا دو۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ اس نے میز پر رکھے ہوئے لفافے کو دیکھا اور اوپر لکھی ہوئی تحریر کو پڑھا۔ کسی اور کے لیے وہ لفافہ تو وہ ضرور اسے کھول کر دیکھتا اور کسی کے گھر اسے پہنچانا ضروری سمجھتا لیکن بال ٹھاکرے کا نام ایک چابک کی طرح ان کے ذہن پر پڑتا تھا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ لفافے کو جیب میں رکھ کر سپاہیوں کے ساتھ وہاں سے ٹھاکرے صاحب کی جی حضوری کے لیے چل پڑا۔

اس کا خیال تھا کہ لفافے میں کوئی اچھی خبر ہوگی تو ٹھاکرے کی سفارش پر اس کی ترقی ہوجائے گی اور وہ بڑا پولیس افسر بن جائے گا۔ کوٹھی کے احاطے میں پہنچ کر اس نے مسلح گارڈ کے ذریعے پیغام بھیجا کہ دا ور پولیس اسٹیشن کا تھانے دار ٹھاکر صاحب کے چرن (قدم) چھونے اور ایک لفافہ دینے آیا ہے۔

بال ٹھاکرے کو تھانے دار کا پیغام ملا تو میں نے اس کی میں کہا "کہیں یہ وہی لفافہ تو نہیں ہے جس میں وہ تصویریں جن کا ذکر اس ڈاکٹر نے کیا تھا۔"

اپنے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتے ہی وہ تیزی سے باہر آیا۔ سپاہی سلیوٹ کیا کرتے ہیں لیکن تھانے دار ٹھاکر صاحب کے پاؤں چھونے کے لیے جھکا۔ بال ٹھاکرے نے پیچھے کرکہا "ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ وہ لفافہ کہاں ہے؟"

اس نے جیب سے لفافہ نکال کر پیش کیا۔ بال ٹھاکرے لفافے کی تحریر پڑھی پھر پوچھا "تم نے اسے کھولا تو نہیں تھا؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میری کیا مجال ہے مہاراج! حالت میں میری میز پر رکھا ہوا تھا' اسی حالت میں' میں نے کردیا ہے۔"

"یہ تمہاری میز پر کیسے آیا؟ اسے کون لایا تھا؟"

"حضور! میں ڈیوٹی پر باہر گیا تھا۔ واپس آیا تو یہ میز پر تھا۔ آپ کے پاس اسے جلدی پہنچانا تھا اس لیے میں نے میں پوچھ گچھ نہیں کی' اب کروں گا۔"

"جاؤ۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کس نے میرے ہے؟"

وہ تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کے اندر اپنے کمرے میں اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر اس لفافے کو ایسے جیسے گمشدہ بیٹی کو دیکھ رہا ہو۔ ایسے وقت بھی اس کے دل گوشے میں یہ بات نہیں تھی کہ مسلمانوں کی بیٹیاں بھی اس پسندی کے باعث گمشدہ ہوجاتی ہیں۔

ایسے لوگ اپنے نام' اپنی عزت اور اپنی ذات پر ہونے والے مقابلے میں دوسروں کو کمتر اور کم ذات سمجھتے ہیں۔ خود ٹھوکریں کھانے کے بعد بھی اپنے غرور اور غلطیوں کا احساس

ہوتا۔

اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لفافہ کھولا پھر لفافے میں سے پہلی تصویر کے برآمد ہوتے ہی شرم اور غیرت سے چیخ پڑا۔ ہاتھوں سے لفافہ چھوٹ کر فرش پر آیا۔ اس کے اندر کی تمام تصویریں نکل کر بکھر گئیں۔ وہ دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر ڈگمگاتے ہوئے آگے بڑھا پھر ایک صوفے پر گر پڑا۔

میں اخلاقی مجرم ہوں۔ مجھے ایسی شرمناک حرکتوں سے پرہیز کرنا چاہیے تھا۔ ظالم کو آئینہ دکھانے کا کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے تھا لیکن کون سا راستہ؟ وہ جن راستوں پر چل رہے تھے' ان راستوں پر بابری مسجد شہید ہوچکی تھی۔ کشمیر میں ایک کے بعد دوسری اور پھر تیسری درگاہیں اور مقدس مقامات کو تباہ کیا جارہا تھا۔ اور مسلمان شریف زادیوں کے ساتھ اجتماعی زیادتیاں کی جارہی تھیں۔ ادھر صرف چار بڑے شہروں میں دہلی' الٰہ آباد' بمبئی' پونا' ناگپور' کلکتہ اور مدراس وحیدر آباد کے تمام چکلوں میں اتنی زیادہ مسلمان عورتیں پہنچائی گئی تھیں کہ انہیں دیکھ کر ہر غیرت مند مسلمان بال ٹھاکرے کی طرح دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر ڈگمگا کر زمین پر گر پڑے گا اور دنیا کے امیر ترین اسلامی ممالک سے پوچھے گا کہ مسلمان لاوارث کیوں ہوگیا ہے؟

پتا نہیں اس سوال کا کیا جواب ملے گا۔ میں نے تو ان کے مقابلے میں بال ٹھاکرے کے گھر سے صرف ایک چکلہ کھولا ہے۔ ظالم کا کلیجا اندر سے کھینچنے کے لیے کچھ تو کرنا پڑتا ہے۔ وہ نیچہ لڑائے تو تم بھی نیچہ آزمائی کرو۔ وہ اینٹ مارے تو تم بھی پتھر مارو۔ اور ابھی تو میں نے پہلا پتھر مارا تھا۔

ہم اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق اپنے معاملات میں مصروف رہتے ہیں اور اس بات سے بے خبر رہتے ہیں کہ دوسرے بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لیے کیا کررہے ہیں۔ میں بھی بے خبر تھا' میری لاعلمی میں دیوی شی تارا پہنچ گئی تھی۔

اسے معلوم ہوچکا تھا کہ میں بھارت میں ہوں۔ وہ فوج کے اعلیٰ افسران اور دہلی کے حکمرانوں کے اندر جھانکتی پھر رہی تھی' ان کے خیالات پڑھ کر معلوم کررہی تھی کہ ان کے ساتھ ایسی کوئی غیر معمولی بات ہورہی ہے جس سے ٹیلی پیتھی کا شبہ ہو؟

بھارت کے چند اکابرین میں "را" کا ڈائریکٹر بھی تھا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے سے شبہ ہوا کہ ڈاکٹر صابر کے سلسلے میں جو واقعات ہورہے ہیں وہ غیر معمولی نوعیت کے ہیں۔ ڈاکٹر صابر جرائم پیشہ چالبازیوں سے کوسوں دور رہنے والا تبدیلیٔ قلب کا ایک سیدھا سادہ سا برہمن تھا لیکن "را" کی قید سے فرار ہونے کے بعد اچانک اس قدر چالباز ہوگیا تھا کہ ڈائریکٹر "را" کو ہیرو جیسی حرکتوں سے دو راتوں تک جگاتا رہا تھا۔ وہ رچنا جیسی مسلمانوں سے نفرت کرنے والی لڑکی کو اس مقام پر لے آیا تھا کہ مہاراشٹر کا فولاد بال ٹھاکرے کا سر جھک گیا تھا۔

زبردست چالبازیوں کے نتیجے میں ایسا ہوتا ہے لہٰذا دیوی نے سمجھ لیا کہ فرہاد علی تیمور بمبئی میں ہے اور ڈاکٹر صابر کے دماغ میں وہ کر "را" اور شیو سینا والوں کو دن میں تارے دکھا رہا ہے۔

وہ آتما شکتی رکھتی تھی۔ یوگا جاننے والے بھی اسے اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکتے تھے۔ امریکی اور اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دیوی کے زیر اثر رہتے تھے لیکن وہ مجھ سے اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور رہتی تھی۔ اس کی جو شش دیوی نے کہا تھا کہ ہم سے دور رہنے میں ہی اس کی سلامتی ہے۔

وہ صرف پارس سے اس لیے رابطہ رکھتی تھی کہ اسے پارس نہیں بلکہ ایم آئی ایم کا سربراہ برادر کبیر سمجھتی تھی۔ اس برادر کبیر نے اس کے تمام بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کردیا تھا اور وارننگ دی تھی کہ جب تک کشمیر سے بھارتی فوج نہیں جائے گی اور کشمیری مسلمانوں کو خود اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کی آزادی نہیں دی جائے گی تب تک وہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ایک بھی بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں کرسکے گی۔

برادر کبیر نے دیوی کو ایک رعایت دی تھی کہ وہ کشمیر میں

موسیقی کی اے، بے، ت کا قاعدہ
گانا سیکھنے کے لیے نہایت موزوں کتاب

ابجدِ موسیقی

یہ صرف ہمارے نامور گلوکار مہدی حسن کہتے ہیں کہ:
یہ کتاب ان لوگوں کے لیے بہت مفید ہے جو گانا سیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ کتاب بہت آسان انداز میں لکھی گئی ہے۔ میں اس کتاب کو پڑھ کر یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر میں اپنے بچپن میں اس کتاب کو پڑھ لیتا تو مجھے اپنے فن کو سمجھنے میں بہت آسانی ہوتی۔

میں یہ کتاب کے استاد نظام الدین خاں کہتے ہیں کہ:
[illegible]

معروف ادیب و صحافی شکیل عادل زادہ کہتے ہیں کہ:
[illegible]

جہاں نسل معروف شاعر جمال احسانی کہتے ہیں کہ:
[illegible]

سنگیت پبلی کیشنز یونٹ نمبر ۱۰۲، پلازہ فلور، نشاط سینما بلڈنگ، لیرک روڈ، کراچی

امریکی اور اسرائیلی خیال خوانی کرنے والوں کو استعمال کرسکتی ہے مگر یہ رعایت دینے کے باوجود وہ امریکی اور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کام نہیں لے سکے گی۔

دیوی نے پوچھا تھا کہ جب ایم آئی ایم کا سربراہ اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے رکاوٹ نہیں بنیں گے تو پھر وہ اپنے تمام تابعدار ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کام کیوں نہیں لے سکے گی؟

تب براور کبیر نے کہا "اس لیے کہ بھارت میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا باپ فرہاد علی تیمور موجود ہے۔"

یہ سن کر دیوی کو چپ لگ گئی تھی۔ اس وقت خاموشی کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ خوف زدہ ہوگئی ہے اور مقابلے پر آکر اپنے بھارت دیس کی حفاظت نہیں کرے گی۔ اس نے خاموشی سے یہ طے کیا تھا کہ جوش دیوا کی ہدایت کے مطابق وہ مقابلے پر نہیں آئے گی لیکن اپنے تابعدار ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چپ چاپ بڑی رازداری سے کام لے گی۔

اس مقصد کے لیے اس نے میرے مقابلے میں سب سے زیادہ چالباز داؤو منڈولا کا انتخاب کیا۔ منڈولا نے مشورہ دیا کہ انجلی کو مہوبنا کر ڈاکٹر صابر کو اس سے ملنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔

دیوی نے پوچھا "ڈاکٹر صابر بھلا انجلی سے کیوں ملے گا؟"

"دیوی جی! آپ بھول رہی ہیں' صابر کی بیوی کا دل انجلی کے سینے میں دھڑک رہا ہے۔ وہ ایک پریس کانفرنس میں کہے گی کہ جب سے اس کے سینے میں نیا دل دھڑک رہا ہے تب سے وہ ڈاکٹر صابر کے لیے بے چین رہتی ہے۔ نہ ٹھیک طرح کھاتی ہے اور نہ ہی سوسکتی ہے۔ کبھی سوتی ہے تو خواب میں وہ عورت آکر کہتی ہے کہ مجھے اپنا شوہر چاہیے۔ میرے صابر کو بلاؤ ورنہ میں انجلی کو سکون سے رہنے نہیں دوں گی۔"

دیوی نے کہا "فرہاد نادان بچہ نہیں ہے۔ وہ سمجھ لے گا کہ اسے پھانسنے کے لیے پریس کانفرنس بلا کر انجلی سے جذباتی اور فلمی قسم کا بیان دلایا جارہا ہے۔"

"لیکن جب ماہر نفسیات بھی یہ بیان دیں گے کہ انجلی کے سینے میں جب سے صائمہ کا دل دھڑکنے لگا ہے تب سے وہ صائمہ نفسیاتی انداز میں انجلی کے حواس پر سوار ہوگئی ہے' پھر اس کا علاج کرنے والا ڈاکٹر موس مین اسحٰق ایک یہودی ہے۔ وہ مجھ جیسے یہودی کی ہدایات پر عمل کرے گا۔"

"پہلے تم اس یہودی ڈاکٹر کے خیالات پڑھو اور معلوم کرو کہ وہ کس حد تک ہمارے کام آسکتا ہے؟ ہمیں کسی طرح ڈاکٹر صابر کے دماغ میں خاموشی سے پہنچ کر یہ معلوم کرنا ہے کہ فرہاد اسے آلۂ کار بنا کر کن منصوبوں پر یہاں عمل کررہا ہے؟"

دیوی اور منڈولا پر میرا خوف ایسا طاری تھا کہ وہ خود بمبئی شہر میں نہیں آئے تھے۔ دیوی ہمالیہ کی وادی میں تھی۔ اور منڈولا اسرائیل میں رہ کر خیال خوانی کررہا تھا۔ چونکہ دن رات اپنے خیال خوانی کرنے والوں کی بمبئی میں ضرورت تھی اس لیے اسرائیل سے منڈولا نے اپنے دو ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بمبئی بھیجا تھا اور دیوی نے امریکا سے بوبی بیکر اور ڈی لنکاسٹر جیسے خیال خوانی کرنے والوں کو بلالیا تھا۔ یوں ان کے چار خیال خوانی کرنے والے وہاں موجود تھے۔

منڈولا اپنے ایک نئے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈان کارنل کے اندر آکر بولا "اسپتال میں ڈاکٹر موس مین اسحٰق ڈیوٹی پر ہوگا۔ اس سے فون پر رابطہ کرو لیکن کوئی بات نہ کرو۔ آواز سنتے ہی ریسیور رکھ کر اس کے اندر پہنچ جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

ڈان کارنل نے ہدایات پر عمل کیا۔ دیوی اور منڈولا اس کے اندر تھے۔ رابطہ قائم ہونے پر استقبالیہ کاؤنٹر سے کسی نے کہا "ہیلو! یہ شیواجی اسپتال ہے۔"

ڈان کارنل نے کہا "ڈائریکٹر "را" ڈاکٹر موس مین اسحٰق سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"پلیز ہولڈ آن کریں۔"

تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا پھر ڈاکٹر کی آواز آئی "ہیلو' میں ڈاکٹر موس مین اسحٰق بول رہا ہوں۔"

ڈان کارنل نے ریسیور رکھ دیا پھر اس کے ساتھ دیوی اور منڈولا نے خیال خوانی کی پرواز کی اور صابر کے دماغ میں پہنچے۔ اسی لمحے میں ڈاکٹر صابر نے سانس روک لی۔ میں نے ڈاکٹر صابر پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا تاکہ کوئی دشمن اس کے اندر نہ پہنچے۔

منڈولا اور ڈان کارنل نہ پہنچ سکے لیکن دیوی آتما شکتی کے ذریعے اس کے اندر چلی گئی۔ اس کے چور خیالات پڑھنے کا آغاز کرتے ہی انکشاف ہوگیا کہ وہ یہودی ڈاکٹر نہیں ہے بلکہ اصلی ڈاکٹر صابر ہے۔

ڈاکٹر صابر کے خیالات نے بتایا کہ وہ اپنے ہم شکل یہودی ڈاکٹر موس مین اسحٰق کو زیادہ نہیں جانتا ہے۔ اس سے ملاقات کرنے پر پتا چلا کہ وہ کچھ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس نے حیرت انگیز طور پر صابر کو عبرانی زبان سکھا کر اسے ہر طرح کے شک سے بالاتر یہودی ڈاکٹر بنادیا ہے پھر اسے اپنی جگہ ڈاکٹر موس اسحٰق بنا کر خود ڈاکٹر صابر بن کر کہیں چلا گیا ہے۔

یہ تمام چور خیالات پڑھنے کے بعد ہریات آئینے کی طرح صاف ہوگئی کہ میں "را" اور شیو سینا وغیرہ کے خلاف کیسی چال چل رہا ہوں۔ دیوی خوشی سے پھول گئی۔ اس نے میری چال کو سمجھ لیا تھا۔ وہ فاتحانہ انداز میں ہنستی ہوئی منڈولا کے پاس آئی پھر بولی "اور ڈان اس یہودی ڈاکٹر کے اندر نہ پہنچ سکے لیکن میں پہنچ گئی

ہے اس کی اصلیت معلوم کرلی ہے۔ وہ یہودی نہیں' مسلمان ہے اور ڈاکٹر صابر ہے۔"

منڈولا نے حیرانی سے کہا "اس کا مطلب ہے کہ وہ فرہاد بڑی ہوشیاری سے سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ بنا رہا ہے۔ اگر یہ ڈاکٹر صابر ہے تو پھر وہ یہودی ڈاکٹر کہاں گیا؟ اب میرا یہودی دماغ کہہ رہا ہے کہ وہ ڈاکٹر موس مین اسحٰق اصل میں فرہاد ہے۔"

دیوی نے کہا "تم بالکل درست سمجھ رہے ہو۔ ڈاکٹر صابر "را" کی نظروں میں مجرم ہے اور بال ٹھاکرے کی نظروں میں گناہ گار رہے۔ ہمیں پہلی فرصت میں ڈاکٹر صابر کو قانون کے شکنجے میں پہنچا دینا چاہیے۔"

دیوی اور منڈولا کو یہ اندیشہ نہیں تھا کہ میں اپنے خلاف ان چالبازیوں کو سمجھ سکوں گا کیونکہ وہ دونوں اس شہر میں نہیں تھے جہاں دشمنوں کی شہ رگ تک پہنچتا تو زیادہ سے زیادہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ہی کام تمام کرسکتا تھا۔

اس سے پہلے کہ مجھے ان کی جوابی کارروائی کا علم ہوتا سپر اسٹر ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی لنکاسٹر نے ڈائریکٹر "را" کے اندر آکر کہا "میں سپر اسٹر کا نمائندہ ہوں اور فرہاد علی تیمور کا پیچھا کرتا یہاں تک آیا ہوں۔"

ڈائریکٹر نے پوچھا "میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ بول رہے ہو؟"

"اگر آپ میرے مشورے پر عمل کریں گے تو سچ اور جھوٹ سامنے آجائے گا۔ یہاں آپ کو پریشان کرنے والا ڈاکٹر صابر نہیں بلکہ فرہاد علی تیمور ہے۔ وہ صابر کا ہم شکل بن کر پیرس کے اسپتال سے آیا ہے۔ اس نے پیرس میں ہی اصل ڈاکٹر موس مین اسحٰق کو غائب کردیا ہے۔ یہاں آکر اس نے ڈاکٹر صابر کو آپ کی قید سے چھڑا کر پھر آپ کے مسلح سپاہیوں کو ہلاک کرکے اپنی جگہ اس نے ڈاکٹر صابر کو اسپتال میں ڈیوٹی ادا کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد مشہور ڈاکٹر صابر بن کر واہ واہ تیں کرتا پھر رہا ہے۔"

"تمہاری باتوں میں کچھ وزن ہے لیکن اسپتال میں ڈیوٹی دینے والے کو ہم اصلی ڈاکٹر صابر کیسے ثابت کریں گے؟"

"یہ نہایت آسان ہے۔ ڈاکٹر موس مین کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ وہ ڈاکٹر صابر کا ہم شکل نہیں ہے۔ آپ اسرائیلی حکام کے ذریعے مشہور سے ڈاکٹر موس مین کا اصلی ریکارڈ طلب کریں اور اس کی اصل تصویر دیکھیں۔ اس سلسلے میں فرانس کی حکومت اور وہاں کے اسپتال سے رابطہ نہ کریں کیونکہ فرانسیسی حکومت فرہاد بابا صاحب کے ادارے کی پشت پناہی کرتی ہے۔"

"میں ابھی اسرائیلی حکام اور موساد کے سربراہ سے رابطہ کرتا ہوں۔"

"پہلے آپ فوراً شیواجی اسپتال کے ڈاکٹر صابر کو اس طرح حراست میں لیں کہ فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوبارہ صابر کو آپ کے شکنجے سے نہ نکال سکے۔ اسے حراست میں لینے سے پہلے آپ اسرائیلی حکام اور موساد والوں سے رابطہ کرتے رہیں گے تو فرہاد کو خبر ہوجائے گی پھر یہ بازی آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

ڈائریکٹر "را" نے فوراً کارروائی شروع کی۔ اس نے ایسے افسران اور سپاہیوں کا انتخاب کیا جو یوگا کے ماہر تھے اور جن کے دماغ میں' میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ انہوں نے بڑی خاموشی اور احتیاط سے اسپتال کا محاصرہ کیا پھر اسپتال میں داخل ہوکر ڈاکٹر صابر تک پہنچ گئے۔ وہ ڈیوٹی سے فارغ ہوکر انجلی کے کمرے میں آیا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا "اب تمہیں بستر سے اٹھ کر اسپتال کے باغیچے میں ٹہلنا چاہیے۔ آؤ ہم باہر چلیں۔"

اسی وقت باہر والے اندر آگئے تھے اور انہوں نے چاروں طرف سے ڈاکٹر صابر کو گن پوائنٹ پر رکھ لیا تھا پھر ایک افسر نے آگے بڑھ کر اسے ایک تہ کیا ہوا کاغذ دیا۔ صابر نے اسے کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا۔

"ڈاکٹر صابر! فرہاد علی تیمور جب بھی تمہارے دماغ میں آئے اسے یہ تحریر پڑھا دینا۔ اگر اس نے تمہیں بچانے کے لئے کوئی چال چلنے کی حماقت کی تو ہم ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر تمہیں گولی مار دیں گے۔

"اگر فرہاد چاہتا ہے کہ تم پہلے کی طرح عزت اور وقار کے ساتھ آزاد رہ کر مسیحائی کرتے رہو اور تمہیں کبھی کوئی نقصان نہ پہنچے تو اس کی ایک ہی شرط ہے کہ وہ بھارت چھوڑ کر چلا جائے اور کبھی ہمارے دیس کا رخ نہ کرے۔"

ابھی میں بے خبر تھا مگر اس میں شبہ نہیں تھا کہ دیوی نے میری تمام بازیاں ایک ہی چال میں الٹا دی تھیں۔ وہ چاہتی تھی کہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا بھارت کی زمین پر قدم نہ رکھے اور کشمیریوں کی حمایت میں کوئی انتقامی کارروائی نہ کرے۔

دیوی اپنا یہ مقصد حاصل کرچکی تھی۔ مجھے کشمیر کی بیٹی صائمہ کے دل کی دھڑکنوں کو زندہ رکھنا ہوگا۔ اسے زندہ رکھنے کے لئے انجلی اور صابر کو بھی زندہ رکھنا ہوگا۔ بھارتی فوجی کشمیریوں کے جسم چھلنی کررہے تھے۔ میں عطیہ دینے والی کشمیرن کا دل چھلنی نہیں کرسکتا تھا۔

میری بے خبری میں دیوی قیامت کی چال چل گئی تھی۔ جوابی کارروائی کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔ شطرنج کا کوئی بھی عالمی چیمپئن شکست تسلیم کرتے ہوئے یہ اعتراف کرسکتا تھا کہ دیوی نے شہ کو مات دی ہے۔

○☆○

انجلی کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے محبوب ڈاکٹر صابر کو مسلح پولیس والے یوں اسپتال میں آکر گھیر لیں گے۔ وہ عجیب افسران اور پولیس والے تھے' کوئی اپنے منہ سے کچھ نہیں بول رہا تھا۔ انہوں نے اسپتال کے اس کمرے میں آتے ہی ڈاکٹر صابر کو گن پوائنٹ پر رکھ لیا تھا پھر گرفتاری کی وجہ بتائے بغیر صابر کے ہاتھوں میں ایک تہ کیا ہوا کاغذ تھما دیا تھا۔

اس کاغذ پر جو کچھ لکھا تھا اسے صابر نے پڑھ لیا تھا۔ انجلی پریشان تھی۔ اس نے جھپٹ کر اس کاغذ کو لیا پھر پڑھنے لگی۔ ایک افسر نے ریوالور سے اشارہ کرتے ہوئے صابر کو چلنے کے لیے کہا۔ وہ بولا "ذرا ٹھہریں۔ یہ میری مریضہ ہے۔ میں اسے کوئی شاک پہنچا کر نہیں جاؤں گا۔"

انجلی نے وہ تحریر پڑھ کر پوچھا "یہ فرہاد علی تیمور کون ہے؟"

"یہ وہ مہربان ہے جس نے مجھے "را" کی قید سے رہائی دلا کر یہاں پھر سے دکھی انسانوں کی خدمت کرنے کے لئے بھیج دیا تھا۔ تمہارے منتری چاچا اور دو غنڈوں کو اس لئے ہلاک کردیا تھا کہ انہوں نے تمہارے سینے میں ایک صحت مند دل پہنچانے کے لئے میری صائمہ کو قتل کردیا تھا۔"

"ہاں" انجلی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "تم یہ سب کچھ مجھے بتا چکے ہو۔ میں اپنے چاچا کی ایسی درندگی پر شرمندہ ہوں لیکن تم نے اس فرشتے فرہاد کا ذکر کیوں نہیں کیا جس نے تمہیں میرے پاس پہنچایا ہے۔ یہ لوگ پھر تمہیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔ مجھے اس فرشتے کا پتا بتاؤ۔ میں جاکر اس کے قدموں میں گر جاؤں گی۔ وہ تمہیں پھر رہائی دلائے گا۔"

صابر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "تم اس کا پتا پوچھ رہی ہو۔ پتا ٹھکانا تو انسانوں کا ہوتا ہے' خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے لاپتا ہوتے ہیں۔ وہ صرف حکم خداوندی سے آتے ہیں۔ ہماری دستگیری کرتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں۔"

انجلی نے کہا "لیکن اس کاغذ میں یہ لکھا ہے کہ وہ بھارت سے چلا جائے گا تب تمہیں رہائی ملے گی اور... تم یہاں ہمیشہ کی طرح عزت اور وقار سے مسیحائی کرتے رہو گے مگر یہ کیسے معلوم ہوگا کہ وہ فرشتہ بھارت سے چا چکا ہے؟"

"انجلی! کیا تم یہ چاہتی ہو کہ تمہارے مسیحا کو بچانے والا اس دیس سے چلا جائے؟ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسروں کے بھی کام آ رہا ہوگا۔ مجھ جیسے بے قصور کو گرفتار کرنے والے یہ نہیں چاہتے کہ وہ دوسرے بے قصور مسلمانوں کے بھی کام آئے اسی لئے میری زندگی اور رہائی کی خیرات دے کر اسے بھارت سے جانے پر مجبور کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ بولی "ہاں۔ اب یہ بات کچھ کچھ میں آرہی ہے۔ وہ فرشتہ تم سے بڑا مسیحا اور نجات دہندہ ہے اسی لئے یہ بڑے بڑے ہتھیار رکھنے والے اس کے خوف سے گونگے بن گئے ہیں۔ بولیں گے تو وہ ان کی کھوپڑیوں پر سوار ہو جائے گا۔ اس نجات دہندہ کو ہمارے دیس میں رہنا چاہئے۔ تمہارے ساتھ تمہاری صائمہ کا یہ دل بھی قربانی دے گا لیکن ہم کبھی نہیں چاہیں گے کہ ہمارا وہ مہربان ہمارے دیس کو چھوڑ کر جائے۔"

اس کی باتیں سن کر افسران کو غصہ آرہا تھا لیکن وہ جواب نہیں دے رہے تھے۔ دیوی' داؤد منڈولا اور منڈولا کا ماتحت ڈان کارنل افسران اور سپاہیوں کے اندر موجود تھے اور یہ سمجھ رہے تھے کہ صابر اور انجلی خواہ کتنے ہی جذباتی ہو کر قربانیاں پیش کرنا چاہیں لیکن کبھی ان دونوں کو بے موت مرنے نہیں دے گا۔ انہیں زندہ رہنے کے لئے ملک سے چلا جائے گا۔ اگر کوئی چال چلنا چاہے گا تو یہ کاغذ کی تحریر یاد رہے گی کہ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر صابر کو گولی دی جائے گی۔

ڈاکٹر صابر نے کہا "انجلی! مجھے فخر ہے کہ تم میرے ساتھ ہو۔ دینے کا سچا جذبہ رکھتی ہو لیکن میں بھی جانے سے پہلے تم سے لینا چاہتا ہوں کہ میرے حراست میں رہنے کے دوران تم نارمل رہو گی اور میرے انتظار میں اپنی خوراک اور دواؤں کو وقت کے مطابق استعمال کرتی رہو گی۔"

انجلی نے وعدہ کیا۔ وہ تھوڑی دیر تک اسے اپنی دھڑکنوں کے ساتھ لگانے کے بعد ایک قیدی کی طرح وہاں سے چلا گیا۔

دیوی نے منڈولا سے کہا "فرہاد ابھی موجود نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو ضرور کارروائی کرتا یا پھر صابر کی زبان سے پولیس کو کچھ بولتا۔"

منڈولا نے کہا "وہ بڑا گہرا ہے۔ دوسروں کی پتنگ کاٹنے کے لئے پہلے ڈھیل دیتا ہے پھر اچانک ڈوری کھینچ کر پتنگ لڑانے والے مخالفین کی پتنگیں کاٹ دیتا ہے۔ یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ڈاکٹر صابر کی گرفتاری سے بے خبر ہے۔"

"اسے معلوم ہونا چاہئے تاکہ وہ جلد سے جلد بھارت چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں چلا جائے۔"

منڈولا نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "بال ٹھاکرے کے ذریعے بات بن سکتی ہے۔ اس کی بیٹی فرہاد کے قبضے میں ہے۔ اس کی بیٹی کی آواز سن کر یا میرا ماتحت ڈان کارنل اس لڑکی کی تصویر آنکھوں میں جھانک کر اس خفیہ اڈے تک پہنچ سکتا ہے جہاں وہ ہے۔ فرہاد وہاں ضرور آتا ہوگا۔"

دیوی نے خوش ہو کر کہا "تم نے بڑی اچھی ترکیب سوچی ہے آؤ ہم بال ٹھاکرے کے پاس چلیں۔ ڈان کارنل تم بھی آؤ۔"

وہ تینوں بال ٹھاکرے کے پاس پہنچے۔ وہ فون کا ریسیور کان سے لگائے ہوئے تھا۔ دوسری طرف سے "را" کا ڈائریکٹر اسے بتا رہا تھا کہ وہ سب ابھی تک کس طرح فرہاد علی تیمور کی چالوں سے دھوکا کھاتے رہے۔ وہ پیرس سے ڈاکٹر صابر کا ہم شکل ڈاکٹر بن کر آیا تھا۔ اس نے ان سب کو بری طرح احمق بنایا ہے۔ وہ اپنی جگہ اصل ڈاکٹر صابر کو اسپتال میں پہنچا کر خود ایک مفرور ملزم ڈاکٹر صابر بن کر واردات کرتا رہا ہے۔

بال ٹھاکرے نے کہا "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میری بیٹی کو ڈاکٹر صابر نے نہیں بلکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد نے اغوا کیا ہے۔"

"ہاں۔ یہ بڑی تشویش کی بات ہے کہ فرہاد ہمارے دیس میں ہے۔ وہ ہم سب کے دماغوں میں زلزلے پیدا کرتا رہے گا۔ ہماری کھوپڑیاں الٹا کر ہمیں پاگل خانے بھیج دے گا۔"

"میں ڈاکٹر صابر کو ترنوالہ سمجھتا تھا۔ اس سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے والا تھا۔ لیکن ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تو وبالِ جان بن جائے گا۔"

"ہم نے ایک چال چلی ہے۔ ڈاکٹر صابر کو گرفتار کرلیا ہے۔ فرہاد سمجھوتا کریں گے کہ وہ ڈاکٹر صابر اور انجلی کے سینے میں صابر کی بیوی کے دل کو زندہ رکھنا چاہتا ہے تو بھارت چھوڑ کر چلا جائے۔"

"تم بھول رہے ہو کہ وہ میری بیٹی میں بھی دلچسپی لے رہا ہے کیا وہ ایک ڈاکٹر صابر کے لئے ہمارے دیس کو چھوڑ دے گا؟"

"اگر بمبئی میں اپنی دھاک جمائے رکھنا چاہتے ہو تو ایک بیٹی کی قربانی دو۔ ہم اسے اجازت دیں گے کہ وہ رچنا کو یہاں سے لے جاسکتا ہے۔"

"ڈائریکٹر! زبان سنبھال کر بات کرو۔ میری بیٹی اس مسلمان کے ساتھ جائے گی تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔"

"تو پھر وہ زبردستی تمہارا داماد بن کر بمبئی میں رہے گا اور ہم سب کے سینوں پر مونگ دلتا رہے گا۔"

"میں اس مسلمان کو داماد بننے سے پہلے گولی مار دوں گا۔"

"تمہاری بیٹی تقریباً چوبیس گھنٹے سے اس کے پاس ہے۔ کیا وہ ابھی تک اس کی پوجا کر رہا ہوگا؟"

اس نے غصے سے فون رکھ دیا۔ اسے وہ تصویریں یاد آگئیں جو ایک لفافے میں اس کے پاس پہنچائی گئی تھیں۔ اس کی نظر ایک ہی تصویر پر گئی تھی پھر وہ باپ باقی شرمناک تصویروں کو نہیں دیکھ سکا تھا۔ اس نے تمام تصویروں کو آگ لگادی تھی۔

بال ٹھاکرے کے یہ خیالات پڑھ کر دیوی اور منڈولا کو مایوسی ہوئی۔ انہوں نے سوچا تھا کہ اپنے خیال خوانی کرنے والے ڈان کارنل کو ٹھاکرے کے پاس بھیجیں گے۔ وہ رچنا کی تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا پھر اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ کر فرہاد کی موجودہ رہائش گاہ معلوم کرلیتا۔

ٹھاکرے خاندان میں شادی سے پہلے کنواری لڑکیوں کو تصاویر اتروانے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی اس لئے گھر میں رچنا کی اور کوئی تصویر نہیں تھی اور نہ ہی ایسا کوئی کیسٹ تھا جس میں رچنا کی آواز محفوظ ہو۔

فی الحال بال ٹھاکرے ان تینوں کے کام نہیں آسکتا تھا۔ لہٰذا وہ تینوں "را" کے ڈائریکٹر کے پاس آئے۔ ڈاکٹر صابر کو ایک قیدی بنا کر وہاں پہنچایا گیا تھا۔ ڈائریکٹر اسے ناگواری سے دیکھ کر کہہ رہا تھا "ڈاکٹر صابر! تمہارے ہم شکل نے ہمیں خوب گمراہ کیا تھا مگر ہم "را" والے سمندر کی تہ سے اور پاتال کی گہرائیوں سے اصل مجرم کو پکڑ لاتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد تم سے کس قدر لگاؤ رکھتا ہے۔"

ڈاکٹر صابر نے کہا "وہ ایک اچھا انسان ہے۔ اس نے میری مدد اس لئے کی ہوگی کہ میں تبدیلیِ قلب کے آپریشن کے ذریعے دل کے مریضوں کو نئی زندگی دیتا ہوں۔"

"اگر وہ چاہے گا کہ تم اسی طرح تبدیلیِ قلب کے آپریشن کرتے رہو تو وہ ہماری شرط کے مطابق ہمارے دیس سے چلا جائے گا۔"

"میں اسے جانے نہیں دوں گا۔ بڑے صبر آزما انتظار کے بعد بھارت میں مسلمانوں کا ایک نجات دہندہ آیا ہے۔ اسے یہیں رہنا چاہئے۔"

"جب تمہیں ٹارچر سیل میں پہنچایا جائے گا اور تمہارے جسم میں ڈرل مشین سے سوراخ کئے جائیں گے تو تم چیخ چیخ کر کہو گے جاؤ..... فرہاد جاؤ..... تم نجات دہندہ نہیں ہو' عذابِ جان ہو۔ جاؤ..... یہاں سے جاؤ۔"

دیوی نے ڈائریکٹر کی سوچ میں کہا "مجھے صابر کو صرف حراست میں رکھنا چاہئے۔ یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ وہ فرہاد خاموشی سے میرے دماغ میں آتا ہوگا۔ میں صابر کو ٹارچر سیل میں پہنچاؤں گا تو وہ مجھے نرک (جہنم) میں پہنچا دے گا۔"

ڈائریکٹر نے قائل ہو کر اپنے ماتحتوں سے کہا "اسے تہ خانے کے سیل میں لے جاکر بند کردو۔ اس ڈاکٹر کے پاس صرف وہی افراد جائیں گے جن کو پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوتی ہوں۔ اس طرح فرہاد کبھی ان کے دماغوں میں نہیں آسکے گا اور نہ ہی پہلے کی طرح ہمارے سپاہیوں اور افسران کو ہلاک کرکے اس ڈاکٹر کو یہاں سے لے جاسکے گا۔"

دیوی نے ڈاکٹر صابر کو پھر سے قیدی بنا کر میرے لئے مشکلات پیدا کی تھیں لیکن مشکل اسی کو کہتے ہیں کہ مشکل میں پڑنے والے کو معلوم ہو کہ وہ کسی مشکل سے گزر رہا ہے اور مجھے معلوم نہیں تھا اس لئے میں اس نئی فکر اور پریشانی سے آزاد تھا۔ مشکل تو دیوی اور منڈولا کے لئے تھی کہ وہ بے چینی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ دیوی منڈولا کو اپنے دماغ میں بلا کر بار بار ڈاکٹر صابر کے اندر جاتی تھی۔ انجلی کے اندر بھی جھانک کر دیکھتی تھی پھر مایوس ہو جاتی تھی کہ میں صابر کی طرف سے بے فکر ہوں اس لئے اس کی خبر نہیں لے رہا ہوں۔

یوں دیکھا جائے تو وہ مجھے مشکل میں ڈال کر خود مشکل میں پڑ گئے تھے۔ ان کا سکون برباد ہو گیا تھا۔ رات کو یہ خیال آیا کہ شاید میں آدھی رات کے بعد بڑی رازداری سے صابر کے اندر آتا ہوں۔ یہ معلوم کرنے کے لئے ان کی رات کی نیند بھی اڑ گئی تھی۔

آخر دیوی نے ڈائریکٹر "را" کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے یہ اعلان کیا جائے کہ پیرس سے آنے والے ڈاکٹر موس مین اسمتھ سات تاریخ کو تبدیلی قلب کا ایک پیچیدہ آپریشن کرنے والے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں ڈاکٹر صابر سے ایک ضروری ٹیکنیکل مشورہ لینا چاہتے ہیں۔ پلیز ڈاکٹر صابر رابطہ کریں۔

اس اعلان سے پہلے ہی مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ ڈاکٹر صابر کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ میں نے صابر کے اندر جا کر خاموشی سے اس کے خیالات پڑھے اور اس خط کا مضمون معلوم کیا۔ اس طرح پتا چل گیا کہ اصل دیوی شی تارا میرے معاملات میں مداخلت کر رہی ہے اور یہ اس طرح معلوم ہوا کہ میں نے ڈاکٹر صابر کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ اس کے اندر صرف آتما شکتی والی ہی پہنچ سکتی تھی۔

پہلے تو میں ڈاکٹر صابر سے بے خبر تھا اور یہ طے کر رہا تھا کہ رچنا کو اب اس کے باپ بال ٹھاکرے کے پاس پہنچا دینا چاہئے اور ٹھاکرے کو اس بات کا پابند کرنا چاہئے کہ وہ بمبئی کے مسلمانوں پر اور خصوصاً مسلمان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو بے آبرو کرنے سے اپنے غنڈوں کو باز رکھے گا۔

رچنا کی چند تصویریں میں نے ٹھاکرے کے پاس بھیج دی تھیں پھر چھ گھنٹے تک نیند پوری کرنے کے بعد ایک متعصب اور مغرور باپ کے خیالات پڑھنے گیا تو معلوم ہوا کہ فون پر ڈائریکٹر "را" سے گفتگو ہوئی تھی۔ اس نے ٹھاکرے کو بتایا ہے کہ اصلی ڈاکٹر صابر گرفتار ہو چکا ہے اور رچنا کو اغوا کرنے والا فرہاد علی تیمور ہے۔ لہٰذا ڈاکٹر صابر کو اسی شرط پر رہا کیا جائے گا کہ فرہاد بھارت سے چلا جائے پھر کبھی واپس نہ آئے۔

بال ٹھاکرے کو اس بات سے دلچسپی نہیں تھی کہ میں بھارت میں رہوں گا یا چلا جاؤں گا۔ وہ صرف بیٹی کی واپسی چاہتا تھا اور اس سے پہلے کہ اس کی شرمناک تصویریں اخباروں اور رسالوں میں شائع ہوں وہ بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے گولی مار کر کسی ویرانے میں اس کی چتا جلا دینا چاہتا تھا۔

مجھے یہ منظور نہیں تھا کہ رچنا بے موت ماری جائے۔ میں نے فون پر اس سے رابطہ کیا۔ اس نے میری آواز سنتے ہی کہا "تم پکے فراڈ ہو۔ ڈاکٹر صابر نہیں، ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد ہو۔ تمہارا بھید کھل گیا ہے اور ڈاکٹر صابر "را" والوں کے شکنجے میں چلا گیا ہے۔ اب "را" والے تمہیں اس دیس سے بھاگنے پر مجبور کر دیں گے۔"

میں نے کہا "تمہیں ڈاکٹر صابر اور "را" والوں سے کیا لینا ہے۔ تم صرف اپنے معاملے پر بولو۔ کیا بیٹی واپس نہیں چاہو گے۔"

"اگر تم شرافت سے واپس کر دو تو بہتر ہے۔"

"شریفوں کے ساتھ شرافت کے تقاضے پورے کئے جاتے ہیں اور تم اتنے کمینے ہو کہ بیٹی کو حاصل کر کے اسے کسی ویرانے میں لے جا کر زندہ جلا دو گے۔"

"ہم شیواجی کی نسل سے ہیں۔ غیرت مند مرہٹے ہیں۔ ہمارے گھر کی جو عورت عزت پر کیچڑ اچھالتی ہے، اسے زندہ جلا دیتے ہیں۔"

"تم مسلمانوں سے زیادہ غیرت مند اور منصف نہیں ہو۔ ہم عورت کے سر پر حیا کی چادر رکھتے ہیں۔ رچنا اسی شرط پر واپس ملے گی کہ تم ایک منصف مزاج باپ بن کر اس کے سر پر حیا کا آنچل رکھو گے۔"

وہ سوچنے لگا تو میں نے کہا "یہ نہ سمجھنا کہ میں فون پر گفتگو کر رہا ہوں۔ جب میرے ٹیلی پیتھی کے علم کو جانتے ہو تو یہ بھی جان لو کہ میں تمہارے خیالات پڑھ سکتا ہوں۔ تم ابھی سوچ رہے ہو کہ مجھ سے رچنا کے ساتھ انصاف کرنے کا وعدہ کرو گے مگر جب تمہیں مل جائے گی تو اسے زندہ نہیں چھوڑو گے۔"

"بڑی مشکل ہے۔ تم لوگوں سے اپنے خفیہ خیالات چھپائے نہیں جا سکتے۔"

"ہاں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو۔ اگر تم نے رچنا کو ہلاک کیا تو میں تمہارے خاندان کی دوسری جوان لڑکیوں کو ٹریپ کر کے لے جاؤں گا۔"

"خبردار! میرے خاندان کی دوسری عزت دار لڑکیوں کا ذکر بھی اپنی زبان پر نہ لانا ورنہ.... ورنہ....."

"ورنہ بمبئی کے مجبور اور بے یار و مددگار مسلمانوں کی طرح خود مجبور ہو جاؤ گے۔ وہ بے چارے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

وہ بے بسی سے بولا "ٹھیک ہے۔ رچنا واپس آئے گی تو میں خاندان کی دوسری لڑکیوں سے اسے دور کسی مکان میں رکھوں گا پھر جو بھی لڑکا شادی کے لئے راضی ہو گا اس کی شادی کر دوں گا۔"

"یعنی اس طرح تم دنیا والوں پر ظاہر کرو گے کہ تمہاری بیٹی کسی سے بے آبرو ہو کر آئی ہے جبکہ ابھی تک یہ بات ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ میں نے وہ تمام شرمناک تصویریں اس وقت جلا دیں جب تم بھی وہ تصویریں جلا رہے تھے۔"

وہ بڑی حد تک مطمئن ہو کر بولا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تم نے تمام تصویریں جلا دی ہیں؟"

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ تصویروں کے ساتھ تمام نیگیٹو بھی جلا دیے ہیں۔ یہ بات باہر والے نہیں جانتے کہ وہ اغوا کی گئی ہے۔ تم کہہ سکتے ہو کہ وہ خیالی گئی ہوئی تھی۔"

"میں ضرور ایسا کروں گا۔ تم اس کی عزت رکھ رہے ہو تو باپ ہو کر اسے عزت سے اپنے پاس رکھوں گا۔"

"میں ایسا کچھ کر رہا ہوں مگر تم میرے لئے کیا کرو گے؟"

"تم جو کہو گے وہ کروں گا۔"

"میں دو باتیں چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ بمبئی میں جو مسلمان دیش اور دوسرے ملکوں سے غیر قانونی طور پر آئے ہیں، انہیں ت سے ان کے ملک واپس بھیجنے کے قانونی تقاضے ضرور پورے لیکن بمبئی کے جو مسلمان برسوں اور صدیوں سے آباد ہیں، مکمل عزت اور شہری حقوق دو۔ آئندہ تم ان لوگوں پر غنڈے ورو گے تو میں تم لوگوں پر کتے چھوڑوں گا۔"

"تمہاری باتوں سے بے عزتی کا احساس ہوتا ہے۔ بہرحال یہ شرط پوری کروں گا۔"

"دوسری بات یہ کہ ڈاکٹر صابر آباد اجداد کے زمانے سے بمبئی شندہ ہے۔ اس نے اپنی صلاحیتوں سے تمہارے بھارت دیس کا وشن کیا ہے پھر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ مجرم نہیں ہے۔ تمام انہیں میں نے ڈاکٹر صابر بن کر کی تھیں۔ لہٰذا اسے تمام ات سے باعزت بری کرنا چاہئے۔"

"یہ کیس "را" کے پاس ہے۔ وہ صرف پردھان منتری کا حکم ہیں۔ ہمارے جیسے رہنماؤں کو خاطر میں نہیں لاتے ہیں۔"

"تو پھر ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالو۔ میں تمہیں گائیڈ کروں گا کہ صابر کو کہاں قید کیا گیا ہے۔ تم اس عمارت کا اچانک محاصرہ و اور صابر کو وہاں سے نکال کر انجلی کے ساتھ کسی بھی پہلی ٹ کے ذریعے ملک سے باہر بھیج دو۔"

"را کے بڑے افسران سے لے کر معمولی سپاہی تک اپنے ائفلز کے سامنے بڑے چاق و چوبند رہتے ہیں۔ اپنے قیدیوں تک پرندے کو بھی پر مارنے نہیں دیتے۔"

"تمہارے چور خیالات چغلی کھا رہے ہیں کہ تم ایک مسلمان رکے ساتھ ایک ہندو لڑکی انجلی کو جانے نہیں دینا چاہتے۔"

وہ گڑبڑا گیا پھر جلدی سے بولا "نن... نہیں۔ ایسی بات نہیں۔ میرے دماغ میں ایسی بات آئی تھی لیکن میں انجلی کو صابر کے ساتھ جانے دوں گا۔"

"میں تمہاری مشکل اور آسان کر دوں گا۔ تم اس عمارت کا محاصرہ کرانے کے لئے ابھی سے تیار ہو جاؤ۔ تمہارے مسلح افراد کا ہیلی کاپٹر ایک گھنٹے کے اندر اندر ہونا چاہئے۔ میں تمہاری مشکل اس طرح آسان کروں گا کہ "را" کے ڈائریکٹر ہی کو غائب کر دوں گا۔"

"ایسا ہو جائے تو میں ڈاکٹر صابر کو چٹکی بجا کر لے آؤں گا۔ میرے پاس مسلح فدائیوں کی ایک فوج ہے۔ وہ "را" کے لوگوں کو گولیوں سے بھون ڈالیں گے۔ جو زندہ بچے گا وہ کبھی میرے علاقوں کو پہچان نہیں سکے گا اور کوئی اس سلسلے میں مجھے الزام بھی نہیں لگا سکے گا۔"

اس نے اسے یہ نہیں بتایا کہ دیوی اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر آ کر تمام حقیقت معلوم کر لیں گے اسی لئے میں نے تاکید کی تھی کہ وہ ایک گھنٹے کے اندر اندر صابر کو "را" والوں کی قید سے نکال کر لے آئے۔

یوں تو میں بھی اسے رہائی دلا سکتا تھا لیکن دوسری طرف سے بھی جوابی کارروائی ہوتی اور میں فی الوقت ٹیلی پیتھی کی جنگ شروع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پہلے خاموشی سے یہ معلوم کرنا بہتر ہوتا کہ دیوی کی فوج میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس شہر میں موجود ہیں۔

میں نے شہناز اور پارو سے کہا "تم دونوں رچنا کے دماغ میں رہو اور اسے مائل کرو کہ وہ مختصر سا سامان لے کر ہوٹل تاج محل میں جا کر اپنے لئے ایک کمرا حاصل کر کے وہاں رہے۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگیں۔ رچنا کے چہرے کو میک اپ کے ذریعے ذرا بدل دیا گیا تھا۔ بال ٹھاکرے، شیو سینا اور بی جے پی کی پارٹیوں کا کوئی فرد اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ میں نے پھر ڈائریکٹر "را" کی طرف توجہ دی۔ اس کے خیالات پڑھے۔ وہ اپنے دفتر کے کمرے سے اٹھ کر ماتحتوں سے یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں گیا تھا کہ وہ دو تین گھنٹے تک سوئے گا۔ کوئی اس کی نیند کے دوران مداخلت نہ کرے۔

وہ دوسرے کمرے میں آ کر ایک صوفے پر لیٹ گیا تھا۔ ایسے ہی وقت میں نے اس کے اندر پہنچ کر معلوم کیا۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس پر تنویمی عمل کر رہا تھا۔ اس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ وہ ڈان کارنل ہے اور اس کے ساتھ دیوی اور منڈولا خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔

ویسے یقین تھا کہ دیوی کے حکم سے اس پر تنویمی عمل کیا جا رہا ہے۔ میں نے اچانک اس کے دل میں درد کا احساس پیدا کیا۔ وہ کراہنے لگا۔ ایسے وقت جبکہ وہ تنویمی عمل کے زیر اثر آ رہا تھا، دل کی تکلیف نے مداخلت کر کے عمل کو ضائع کر دیا تھا۔

عامل ڈان کارنل نے ڈائریکٹر سے پوچھا "کیا تم دل کے مریض ہو؟"

"ہاں۔ کبھی کبھی تکلیف محسوس کرتا ہوں پھر ٹھیک ہو جاتا ہوں۔ آہ!"

وہ پھر دل پر ہاتھ رکھ کر کراہنے لگا۔ دیوی خواہ کتنی ہی آتما شکتی جانتی ہو، وہ دل میں اتر کر اس کی اچھی یا بری کارکردگی کو نہیں سمجھ سکتی تھی۔ صرف اس کی سوچ کی لہروں سے سمجھ رہی تھی کہ دل کی تکلیف میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ڈان کارنل نے ڈائریکٹر کی زبان سے ماتحت افسر کو آواز دی۔ افسر فوراً ہی آیا۔ ڈائریکٹر نے کہا "مجھے فوراً اسپتال لے چلو۔ میرے دل کی دھڑکنیں جیسے بند ہو رہی ہیں۔"

فوراً ہی دوسرے ماتحت اور سپاہی وغیرہ آ گئے۔ اسے اٹھا کر باہر لائے پھر ایک گاڑی کی سیٹ پر اسے لٹا کر اسپتال لے جانے لگے۔ دیوی نے منڈولا سے کہا "ہمیں تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ

واقعی دل کی تکلیف میں مبتلا ہوگیا ہے لیکن یہ فرہاد کی چال بھی ہو سکتی ہے۔"

منڈولا نے کہا "بے شک ہو سکتی ہے۔ ہمیں کسی پہلو کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے۔ وہ ہمیں ڈائریکٹر کے ساتھ مصروف رکھ کر ادھر ڈاکٹر صابر کی رہائی کے لئے کچھ کر سکتا ہے۔ میں ابھی ڈی لنکاسٹر' بوبی بیکر اور اپنے دوسرے یہودی خیال خوانی کرنے والے بل کارٹر کو بلاتا ہوں۔"

دیوی نے کہا "ٹھیک ہے۔ ڈائریکٹر کے ساتھ صرف ڈی لنکاسٹر کو رہنے دو۔ باقی ہم سب ڈاکٹر صابر کے اندر رہ کر دیکھیں گے کہ فرہاد وہاں کیا کرنے والا ہے۔"

منڈولا اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلانے گیا۔ دیوی ڈاکٹر صابر کے پاس آئی مگر اس کے اندر نہ پہنچ سکی۔ میں نے صابر کے دماغ پر ایسا قبضہ جمایا تھا کہ وہ صابر نہیں رہا تھا۔ فرہاد بن گیا تھا۔ اس کا دماغ ایسا پتھر ہوگیا تھا جسے آتما شکتی نہیں توڑ سکتی تھی۔

اس نے دوسری بار آنے کی کوشش نہیں کی۔ سمجھ گئی کہ اب مجھ سے ٹکرانا ہوگا۔ ایسے وقت بال ٹھاکرے کے مسلح وفاداروں نے اس دفتر پر حملہ کردیا تھا اور یہ خانے میں آکر اس سیل کا آہنی دروازہ توڑ رہے تھے جس کے پیچھے صابر قید تھا۔

منڈولا اپنے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ آیا تو دیوی نے کہا "ہم جیتی ہوئی بازی ہارنے والے ہیں۔ فرہاد ڈاکٹر صابر کے دماغ پر قبضہ جمائے بیٹھا ہے۔ میں کوشش کروں تو صابر کے اندر پہنچ سکتی ہوں لیکن جو تش ودیا کے مطابق مجھے فرہاد اور اس کی فیملی سے دور رہنا چاہئے۔"

منڈولا نے اپنے ماتحت بل کارٹر سے کہا "تم "را" کے ایک سپاہی کے اندر رہو اور دیکھو کہ یہ نامعلوم حملہ آور ڈاکٹر صابر کو کہاں لے جانے والے ہیں۔"

میں نے ٹھاکرے سے کہا تھا کہ وہ صرف صابر کو رہائی دلائے اسے اپنے کسی اڈے میں نہ لے جائے لہٰذا اس کے وفاداروں نے صابر کو سیل اور یہ خانے سے نکال کر آزاد چھوڑ دیا۔ میں نے صابر کو ایک گاڑی میں بٹھا کر تھانہ تاج محل ہوٹل کی طرف جانے پر مائل کیا۔ وہ اسی طرف جانے لگا۔

بل کارٹر "را" کے دفتر کے باہر موجود تھا۔ اس نے اپنے آلۂ کار سپاہی کے ذریعے صابر کو ایک گاڑی میں جاتے دیکھا۔ بل کارٹر ہوٹل شیرٹن کی ریسٹنڈ کار میں آیا تھا۔ اسے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا صابر کا تعاقب کرنے لگا۔

دیوی' منڈولا' بوبی بیکر' ڈی لنکاسٹر اور ڈان کارنل سب ہی اپنے ساتھی بل کارٹر کے دماغ میں رہ کر صابر کو تیز رفتاری سے جاتا دیکھ رہے تھے۔ دیوی نے ان ماتحتوں سے کہا "تم لوگ وقفے وقفے سے صابر کے اندر پہنچنے کی کوشش کرتے رہو۔ فرہاد مسلسل صابر کے دماغ کو گرفت میں رکھ سکے گا۔ ہو سکتا ہے وہ اسی طرح میں کسی دوسری طرف بھی توجہ دے رہا ہو۔"

اس کا اندازہ درست تھا۔ میں نے صابر کے دماغ کو زیادہ دے دی تھی جبکہ میری کوئی دوسری مصروفیت نہیں تھی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ نئے خیال خوانی کرنے والے رگھوناتھ صابر کے اندر معلوم کریں کہ وہ تاج محل ہوٹل جا رہا ہے۔

اور انہیں یہی معلومات حاصل ہوئیں بلکہ اس سے بھی یہ خوشی کی بات معلوم ہوئی کہ اسی ہوٹل تاج محل میں فرہاد ٹھاکرے کی بیٹی رچنا کو چھپا کر رکھا ہے۔

انہیں صابر کے سلسلے میں یہ ناکامی ہوئی تھی کہ اب میری کمزوری بنا کر مجھے بھارت سے چلے جانے پر مجبور نہیں کر تھے لیکن بال ٹھاکرے کی بیٹی کے سلسلے میں کامیابی ہو رہی منڈولا نے کہا "دیوی جی! اگر رچنا اس ہوٹل میں ہے تو فرہاد کسی بھیس میں وہیں اس کے قریب ہوگا۔ ہم کسی طرح رچنا دماغ میں پہنچ کر فرہاد کا سراغ لگا سکتے ہیں۔"

میں نے شہناز اور پارو کو اپنے پاس بلا کر بال ٹھاکرے کے وفاداروں کو اپنے زیر اثر رکھا تھا۔ شہناز اور پارو ان وفاداروں کو ایک ویگن میں بٹھا کر ہوٹل تاج محل کے قریب آئی تھیں۔

صابر ہوٹل کے اندر پہنچ کر تیزی سے چلتا ہوا لفٹ کے آیا پھر تیسرے فلور پر پہنچ کر ایک کمرے کے دروازے پر دی۔ بل کارٹر بھی اس کے پیچھے چلا آیا تھا۔ صابر کو میں نے حالت میں رکھا تھا جیسے وہ ان حالات میں بری طرح گھبرایا ہوا اس کی سوچ کی لہریں مخالفین کو بتا رہی تھیں کہ وہ رچنا کے محفوظ رہے گا کیونکہ فرہاد صاحب بھی اسی فلور کے کسی کمرے ہیں۔

دستک دینے پر رچنا نے دروازے کو کھولا۔ اس کے ہا میں شیشے کا ایک گلدان تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اندر آنے دیا۔ وہ دروازے کی آڑ میں تھی۔ بل کارٹر بھی بڑی سے اندر آکر رچنا کو قابو میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے نے اس کے سر پر شیشے کا گلدان دے مارا۔

گلدان چکنا چور ہوا۔ بل کارٹر کے سر سے خون نکلا۔ اس ساتھ ہی میں نے اس کے کمزور ہونے والے دماغ میں چلا اس کے چور خیالات پڑھے۔ میں نے فوراً شہناز سے کہا تیزی سے ڈرائیو کرکے ہوٹل شیرٹن کے چوتھے فلور کے گیارہ' چار سو بارہ اور چار سو تیرہ نمبر کے کمروں میں جاؤ وہاں کمرے میں ڈی لنکاسٹر' دوسرے میں بوبی بیکر اور تیسرے میں کارنل ہیں اور وہ تینوں خیال خوانی کے ذریعے ابھی بل کا اندر موجود ہیں۔"

شہناز تیزی سے ڈرائیو کرتی جا رہی تھی۔ رچنا کے کمر

میں نے دیوی اور منڈولا وغیرہ کو باتوں میں الجھایا۔ صابر کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ یہ شخص جو صابر کا پیچھا کرتا آیا ہے یہ ٹیلی پیتھی کا ایک نیا رگھوناتھ ہے چونکہ نیا ہے اس لئے اس کی رہنمائی کے لئے اس کے اندر کوئی پرانا گھاگ ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوگا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

ڈان کارنل نے زخمی بل کارٹر کی زبان سے کہا "مسٹر فرہاد! تم ٹیلی پیتھی کے دیوتا کہلاتے ہو مگر بھارت دیس میں آکر تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ ہم نے معلوم کیا ہے کہ تم اسی فلور کے ایک کمرے میں ہو۔ اب اس کمرے سے زندہ نہیں نکلو گے۔"

میں نے صابر کے ذریعے ہنستے ہوئے کہا "درست کہہ رہے ہو۔ میں اسی چوتھے فلور پر ہوں لیکن میرا کمرا خالی ہے۔ جیسے ہی ڈاکٹر صابر ہوٹل میں داخل ہوا میں دوسری لفٹ سے باہر چلا گیا۔ میں صابر کا ہم شکل ہوں اس لئے تم سب کو ایک سرپرائز دیتا ہوں۔ ایک معمّا ہے۔ اسے حل کرلو گے تو بڑی آسانی سے مجھے بھارت سے تو کیا' اس دنیا سے نکال سکو گے۔"

ڈان کارنل نے پوچھا "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ دونوں ہم شکلوں میں فرہاد کون ہے اور صابر کون ہے؟ ہو سکتا ہے کہ ابھی "را" کے قید خانے سے نکل کر آنے والا ڈاکٹر صابر نہیں ہو' صابر وہ ہو جو ہوٹل سے باہر جا چکا ہے۔ میں نے نامعلوم حملہ آوروں کو "را" کی عمارت میں بلایا ورنہ ان کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں تھانہ قید سے نکل کر آجاتا لیکن میں تمہیں اور تمہارے پیچھے چھپے ہوئے استاد قسم کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے تعاقب میں دوڑاتے ہوئے یہاں لے آیا ہوں۔ اس لحاظ سے میں فرہاد ہو سکتا ہوں لیکن یہ معمّا تم سب حل کرو کہ صابر یہاں ہے اور فرہاد ہوٹل سے جا چکا ہے۔ یا فرہاد یہاں ہے اور صابر جا چکا ہے۔"

زخمی بل کارٹر نے کہا "تم نے اس سے پہلے بھی "را" والوں کو دھوکا دیا تھا۔ صابر کی جگہ خود مفرور صابر بن گئے تھے اور اصلی ڈاکٹر صابر کو اس کے فرائض کی ادائیگی کے لئے اسپتال بھیج دیا تھا۔"

ڈان کارنل نے زخمی بل کارٹر کی زبان سے کہا "آج بھی تم نے ڈاکٹر صابر کو ہم سے بچانے کے لئے اس ہوٹل سے باہر کہیں بھیج دیا ہے اور تم فرہاد ہو۔"

میں نے کہا "اگر یہی معمّے کا حل ہے تو اپنی دیوی سے کہو' میں یہاں کھڑا ہوا ہوں' ذرا وہ اپنی آتما شکتی سے میرے اندر آئے۔"

میں نے اتنی باتیں بنا کر دیوی پر نفسیاتی حملہ کیا تھا۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ جب وہ صابر کے اندر گئی تھی تو اس کا دماغ پتھر کا ہوگیا تھا اور وہ نہیں جا سکی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سیل سے فرار ہوتے ہی اس پتھر دماغ صابر کے اندر صرف دیوی کو نہیں بلکہ اختر کو بھی جگہ مل گئی تھی۔ اس کا مطلب ہے فرہاد نے جان بوجھ کر سب کو اپنے اندر آنے دیا اور انہیں دوڑاتا ہوا وہاں ہوٹل میں لے آیا۔

پھر بھی دیوی نے تصدیق کے لئے صابر کے دماغ میں آنا چاہا تو اس کا دماغ پھر جیسے پتھر کا ہوگیا۔ میں نے اتنی مضبوطی سے صابر کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا کہ وہ اپنی آتما شکتی سے بھی اندر نہ آسکی۔ پھر یہ خوف طاری ہوا کہ وہ جو تش ودیا کی وارننگ کے خلاف فرہاد سے ٹکرا کر اپنا نقصان کرنے والی ہے۔

اس نے دوسری بار صابر کے اندر آنے کی جرأت نہیں کی لیکن جو تش ودیا کے خلاف حرکت کرنے کا کوئی تو نقصان اٹھانا تھا۔ اچانک زخمی بل کارٹر کے اندر سے ڈان کارنل کی چیخ سنائی دی۔ دیوی اور منڈولا نے فوراً ڈان کارنل کے اندر پہنچ کر چیخ کی وجہ معلوم کرنی چاہی مگر اس کا دماغ مردہ ہوچکا تھا۔ شہناز اور پارو' بال ٹھاکرے کے وفاداروں کے ساتھ ہوٹل شیرٹن کے ان تمام کمروں میں پہنچ گئی تھیں جہاں ڈی لنکاسٹر' بوبی بیکر اور ڈان کارنل کا قیام تھا۔ شہناز اور پارو کی مرضی کے مطابق ٹھاکرے کے وفاداروں نے ان کمروں میں پہنچتے ہی سب ہی کو گولیوں سے بھون ڈالا تھا۔

دیوی اور منڈولا اپنی کامیابیوں کے سلسلے میں اتنے پُرامید تھے کہ اتنے بڑے نقصان کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے فوراً ہی زخمی بل کارٹر کے اندر آکر پوچھا "کیا تم ہمت کرسکتے ہو؟ پلیز کسی طرح یہاں سے بھاگو۔"

میں نے کہا "ہاں بھاگو۔ یہ تم سب کی دیوی جی ہے۔ جب مجھے بھارت سے بھگا نہ سکی تو تمہیں بھاگنے کو کہہ رہی ہے مگر یہ تو پوچھو کہ تم بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟ جہاں موت لکھی ہوتی ہے' آدمی وہیں تک بھاگ سکتا ہے۔ دیوی سے بولو' تمہیں بچا لے۔"

منڈولا کا ایک یہودی ڈان کارنل مارا گیا تھا۔ اب بل کارٹر کی باری تھی۔ وہ غصے سے بولا "فرہاد! اگر تم نے بل کارٹر کو اب ذرا سا بھی نقصان پہنچایا تو میں تمہاری آلۂ کار رچنا کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "منڈولا! آخر تم بول پڑے۔ یعنی اپنی دیوی کے ساتھ تم بھی یہاں موجود ہو۔ چلو ایسا کرو پہلے تم رچنا کو مار ڈالو تاکہ تمہیں یقین ہوجائے کہ یہ ٹھاکرے کی بیٹی میری کوئی رشتے دار نہیں ہے۔ ہمارے تیرزی صاحب نے اصل شی تارا (دیوی) کے لئے ایک مخصوص مدت تک معافی دی ہوئی ہے اس لئے ہماری طرف سے اسے جانی نقصان نہیں پہنچایا جاتا ہے۔ اسے صرف اس کی کسی مہم جوئی کی سزا دی جاتی ہے مگر تم نے یہاں میرے خلاف جو چالیں چلی ہیں اس کی سزا موت ہے۔ دیوی سے کہو کہ تمہیں زیر زمین لے جائے ورنہ میرا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے پاس پہنچے گا۔ کسی آہنی پردے میں چھپ سکتے ہو تو چھپ جاؤ۔"

رچنا میری مرضی کے مطابق پھل کاٹنے والا چاقو اٹھا کر لے

آئی۔ میں نے منڈولا سے کہا "تم رچنا کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ دیکھو یہ تمہارے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موت بن رہی ہے۔ تم میں دم خم ہے تو رچنا کی زندگی چھین کر خود کو دیوی جی کا چہیتا ثابت کرو۔"

میں رچنا کے اندر تھا۔ اس نے چاقو کے دستے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر پوری قوت سے اس کے تیز پھل کو بل کارٹر کے سینے میں اتار دیا۔ دیوی اور منڈولا کی طرف سے خاموشی تھی۔ میں رچنا کے اندر رہ کر ان کا انتظار کرتا رہا پھر شہناز کو مخاطب کر کے کہا۔ "میں نے بال ٹھاکرے سے وعدہ کیا تھا کہ اس کی بیٹی واپس مل جائے گی۔ رچنا کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دو۔"

وہ رچنا کے دماغ پر مسلط ہو کر اسے وہاں سے لے گئی۔ یارو نے میری ہدایت کے مطابق صابر سے کہا "اس ہوٹل سے نکل چلو۔ تمہارے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کی جائے گی تاکہ دشمن تمہیں پہچان نہ سکیں۔"

صابر بھی اس ہوٹل سے جانے لگا۔ ابھی مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ دیوی اور منڈولا مسلسل خاموشی اختیار کر کے اب کیا کرنے والے ہیں؟ ویسے وہ کر بھی کیا سکتے تھے؟ دیوی نے عبرت حاصل کی تھی کہ آئندہ خیال خوانی کے ذریعے بھی میرے سائے کے قریب تک نہیں آئے گی۔

پارس نے دوسری طرف برادر کبیر بن کر تیرہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جہنم میں پہنچایا تھا۔ اس کے بعد میں نے دو امریکی اور دو یہودیوں کو ختم کر دیا اور میرے بیٹے نے برادر کبیر کی حیثیت سے کہہ دیا تھا کہ وہ امریکا اور اسرائیل سے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار لے جا سکتی ہے۔ وہ راستے کی دیوار نہیں بنے گا لیکن بھارت میں فرہاد علی تیمور موجود ہے۔ پارس نے پہلے سے خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی۔ وہ گھنٹی اب سنائی دی جب چار خیال خوانی کرنے والے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

منڈولا نے کہا "دیوی جی! میں آپ ہی کی مہربانی سے محفوظ رہ سکتا ہوں۔ آپ اپنی آتما شکتی سے میرے دماغ کو اس طرح لاک کر دیں کہ وہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی میرے اندر آ کر میرا پتا ٹھکانا معلوم نہ کر سکیں۔"

"مجھے تمہارے جیسے ذہین اور مکار یہودی کی ضرورت رہتی ہے۔ میں تمہیں ہر طرح محفوظ رکھنے کی کوشش کروں گی لیکن میری آتما شکتی اس مقام پر نہیں ہے جہاں روحانی ٹیلی پیتھی کو ناکام بنا سکوں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "حال ہی میں مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھنے والے سترہ افراد مارے گئے ہیں اور میں دیوی کہلانے والی کسی کو نہ بچا سکی۔ مجھے سپرسائٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کے سامنے بڑی شرمندگی ہوگی۔"

"شرمندگی کیسی؟ آپ مالکہ ہیں اور وہ سب آپ کے غلام ہیں۔ وہ لوگ ناکامی کا افسوس تو کریں گے لیکن آپ کے خلاف کبھی کچھ نہیں سوچیں گے۔"

"ہاں مگر شرمندگی کے علاوہ یہ بڑا سخت صدمہ ہے کہ ہم دنیا جہان کی صلاحیتیں رکھتے ہوئے ایک طرف ایم آئی ایم سے مات کھاتے ہیں تو دوسری طرف فرہاد اور اس کی فیملی کے افراد ہماری ہر مہم کو ناکام بنا دیتے ہیں۔ ایسا کب تک ہوگا؟"

"ایسا اب نہیں ہوگا۔ ہمیں اپنا طریقۂ کار بدلنا ہوگا۔ اگر ہم انہیں یقین دلا دیں کہ ہم مسلسل ناکامیوں سے مایوس ہو کر ایم آئی ایم کے مجاہدین اور فرہاد کی مسلمان ٹیم کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے باز آ چکے ہیں۔"

"کیا انہیں یقین آ جائے گا کہ ہمارے ہاتھوں میں چھریاں اور ہم مسلمانوں کو مارنے سے باز آ چکے ہیں۔"

"فرہاد کو تو اس مہم میں بھی یقین آ جائے گا کہ آپ اس معاملے میں ملوث نہیں ہیں لیکن آپ نے آتما شکتی کے ذریعے ڈاکٹر صابر کے مقفل دماغ میں جا کر فرہاد کو یہ سمجھا دیا کہ آپ اپنے آلۂ کار کے ذریعے سے ان کے خلاف کام کر رہی ہیں۔"

"واقعی، یہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ آئندہ محتاط رہوں گی۔ تمہارے جیسے عام خیال خوانی کرنے والوں کے اندر جاؤں گی اور کہیں بھی آتما شکتی کا مظاہرہ نہیں کروں گی۔"

"ہمیں اپنی ٹیلی پیتھی کے علم کو بہت محدود کرنا ہوگا۔"

"محدود کرنے سے تمہاری مراد کیا ہے؟"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم کسی کے بھی دماغ میں جا کر اس کے چور خیالات پڑھیں مگر وہ ہمارے خلاف جو چال چل رہا ہو اس چال کا توڑ ایسا کریں جیسے ہم خیال خوانی نہیں جانتے ہیں اور عام دشمنوں کی طرح اس کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ واضح الفاظ میں آئندہ خیال خوانی کے ذریعے جوابی کارروائی نہیں کریں گے۔"

"ہم اپنی خیال خوانی سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے تو پھر ٹیلی پیتھی کا علم رکھنے کا فائدہ کیا پہنچے گا؟"

"دیکھیے ہر انسان چاہتا ہے کہ اسے غیب کی باتیں معلوم ہو جائیں یا کم از کم دشمنوں کے ارادوں کا علم ہو جائے۔ ہمارے پاس یہ سہولتیں ہیں۔ ہم چھپ چھپ دشمنوں کے ارادوں کو معلوم کر سکتے ہیں حتیٰ کہ دشمنوں کی کمزوریاں بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسے بہت سے فائدے پہنچیں گے۔ ہم صرف ایک فائدہ نہ اٹھائیں کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دشمنوں سے مقابلہ کریں تو انہیں کبھی یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ ہم دشمنی کر رہے ہیں۔"

"ہوں۔ تمہارا طریقۂ کار کچھ سمجھ میں آ رہا ہے اور دعا کرو۔"

"اور یہ کہ ہم ٹیلی پیتھی کے بغیر ایک آدھ چال چلیں گے جان بوجھ کر ناکام ہوں گے تو تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے دھوکا کھائیں گے کہ ان کے مقابلے میں خیال خوانی کرنے والے لوگ نہیں ہیں۔ یعنی ہم عام سے دشمن ہیں۔ اس طرح ہمارا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ آئندہ ہمارے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے ہاتھوں مارے نہیں جائیں گے۔"

"واقعی اس طرح ہمارے ماتحت خیال خوانی کرنے والے بے موت نہیں مارے جائیں گے۔ ویسے ان کی حفاظت تو ہو جائے گی لیکن ہمیں کامیابیاں کیسے حاصل ہوں گی؟"

"چالبازیات اور مکاریوں سے۔ مثلاً اب ہم فرہاد کے تمام معاملات کو نظرانداز کر دیں۔ وہ ڈاکٹر صابر کی حفاظت کر رہا ہے، اس کی حفاظت کرنے دیں۔ اس نے بال ٹھاکرے کی بیٹی کو اغوا کیا ہے، اسے اغوا کر کے اپنے پاس رکھنے دیں۔ اس کے کسی معاملے میں مداخلت نہ کریں اور نہ ہی یہ شبہ ہونے دیں کہ چھپ کر خیال خوانی کی جا رہی ہے پھر آپ ایسے وقت خاموشی سے صابر کے مقفل دماغ میں جائیں گی جب یقین ہو جائے کہ فرہاد اور اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے کسی دوسرے معاملے میں مصروف ہیں۔ اس کے بعد۔۔۔۔"

اس نے ذرا خاموش رہ کر سوچا پھر کہا "اس کے بعد آپ جانتی ہیں کہ بال ٹھاکرے اور شیوسینا کے تمام ہندو بیشمار سے مسلمانوں کے دشمن رہے ہیں لہٰذا کسی انتہا پسند ہندو کو ہم اپنا آلۂ کار بنائیں گے۔ وہ انجلی کے سامنے جا کر صابر سے کہے گا کہ ہم کسی مسلمان مرد کو اپنی کسی ہندو عورت کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتے اس لئے ایک ہندو عورت سے کھیلنے کی سزا موت ہے یوں ہمارا آلۂ کار صابر کو قتل کر دے گا تو ہندو انتہا پسندی کا ٹھوس ثبوت موجود ہے گا۔ فرہاد یا کوئی بھی مسلمان خیال خوانی کرنے والا ہم پر کبھی شبہ نہیں کرے گا۔"

"میں یہی چاہتی ہوں کہ آئندہ ہم پر شبہ نہ ہو اور ہمارے باقی خیال خوانی کرنے والے مارے نہ جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں عام چالبازیات اور مکاریوں سے کام لے کر تمام مسلمان خیال خوانی کرنے والوں کو فریب دیتی رہوں گی۔ ابھی تم میرے دماغ میں رہ کر فرہاد سے دو باتیں کرو گی۔"

منڈولا اپنی دیوی کے دماغ میں آیا۔ وہ میرے پاس آئی پھر بولی۔ "آپ سائیں نہ روکیں۔ میں شی تارا ہوں۔"

میں نے پوچھا "اب کیا چاہتی ہو؟ کیا کوئی نئی چال سوچ کر آئی ہو؟"

"نہیں، اپنی تمام ناکامیوں اور نقصانات کا جائزہ لے کر آئی ہوں۔ یہ حقیقت سمجھ میں آ گئی ہے کہ میں جو تش ودیا کے خلاف جنگ لڑ رہی ہوں اور ہمیشہ مات کھاتی ہوں۔ یہ صاف لفظوں میں کہتی ہوں اور مرتے دم تک ہندو رہوں گی۔ اب کبھی آپ کو بہلا کر دھوکا نہیں دوں گی۔ پارس سے بہت دور جانے کے لئے اب پھر زیرِ زمین جا رہی ہوں۔ اب کسی دوست یا دشمن سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہے گی۔"

"یہ سب کچھ مجھ سے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اچھائی کے راستے پر جا رہی ہو تو جاؤ۔ برائی کے راستے پر جا رہی ہو تو ہمیشہ کی طرح برا انجام ہی سامنے آئے گا۔"

"برائیوں کا انجام دیکھنے کے بعد ہی آپ سے کہنے آئی ہوں کہ آئندہ میری وجہ سے بیچارے ماتحت خیال خوانی کرنے والے مارے نہیں جائیں گے۔ سپرسائٹر اور خفیہ یہودی تنظیم کے لوگ مجھے ڈھونڈتے رہیں گے لیکن اب مجھے دیوی کہنے والے کہیں نہیں پائیں گے اور نہ معلوم کر سکیں گے کہ میں زمین کے کس حصے کی تہ میں زندگی گزار رہی ہوں لیکن ایسا کرنے سے پہلے آپ سے ایک التجا کرنے آئی ہوں۔"

"التجا میں سچائی ہوئی تو میں اس پر غور کروں گا۔"

"داؤد منڈولا نے ایک عرصے تک میری خدمت کی ہے۔ زیرِ زمین جانے کے بعد اس سے بھی کوئی رابطہ نہیں رکھوں گی لیکن اس کی خدمات کا صلہ دینا چاہتی ہوں اور یہ صلہ آپ کی مہربانیوں سے ہی دے سکتی ہوں۔"

"سمجھ گیا۔ میں نے چیلنج کیا تھا کہ اب میرا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا جلد ہی اسے ٹھکانے لگائے گا اور تم اپنے خدمت گار کی زندگی چاہتی ہو۔"

"جی ہاں۔ وہ آپ کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ میں ہی اسے آپ کے معاملے میں گھسیٹ رہی تھی۔ آپ سے التجا ہے کہ مجھے سزا دے دیں لیکن اسے معاف کر دیں۔"

"میں کسی کو سزا نہیں دوں گا نہ تمہیں، نہ اسے لیکن اسے سمجھا دینا کہ اپنی یہودی فطرت سے باز رہے۔ نام بدل کر، شخصیت بدل کر چالیں چلے گا تو دونوں پیروں سے چلنے کے قابل نہیں رہے گا۔ اب جاؤ۔"

میں نے سانس روک لی۔ اس کی سوچ کی لہریں میرے اندر سے نکل گئیں پھر منڈولا سے بولی "میں نے بڑی حد تک اسے یقین دلا دیا ہے کہ زیرِ زمین جا رہی ہوں۔ تمہاری بھی جان بخشی کرا دی ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں وہ باپ بیٹے زبان کے پکے ہیں۔ جب تک انہیں یقین نہیں ہوگا کہ چالبازی تمہاری طرف سے ہو رہی ہے تب تک وہ بھی تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"ان باپ بیٹوں کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہوگا کہ میں کیسی چالیں چل رہا ہوں۔ انہیں مجھ پر کبھی شبہ نہیں ہوگا۔"

"اور میں بھی سپرسائٹر وغیرہ سے رابطہ نہیں رکھوں گی۔ وہ لوگ خیال خوانی کرنے والے ماتحتوں کے ذریعے مجھے تلاش کریں گے اور میں انہیں نہیں ملوں گی۔ کوئی میری آواز بھی نہیں سن سکے گا۔ رفتہ رفتہ سب ہی کے ذہن اور زبان سے دیوی کا نام مٹ جائے گا۔"

ان دونوں نے بظاہر شکست تسلیم کرلی۔ بگلا بھگت بن گئے۔ مجھے یقین دلانے کے لئے خود کو گمنامی کے پردے میں چھپالیا پھر بڑی رازداری سے ڈائریکٹر "را" کے اندر گئے۔ یہ معلوم کرتے رہے کہ ڈاکٹر صابر کے دوبارہ قید سے فرار کے بعد اب اسے پھر گرفتار کرنے کے لئے کیا اقدامات کئے جارہے ہیں۔

ڈائریکٹر "را" اس سلسلے میں انٹیلی جنس والوں کو ایک خط لکھ رہا تھا کہ وہ شہر کی ناکا بندی کرکے صابر کو دور نکل جانے کا موقع نہ دیں اور اس دوران انٹیلی جنس کے جتنے اہم جاسوس ہیں وہ گونگے بنے رہیں کیونکہ ڈاکٹر صابر کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی حمایت حاصل ہے۔ چونکہ "را" کا ڈائریکٹر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیرِ اثر آچکا ہے اس لئے ڈاکٹر صابر کا کیس انٹیلی جنس والوں کے حوالے کیا جارہا ہے۔

دیوی نے منڈولا سے کہا "اگر فرہاد ڈاکٹر صابر کا حلیہ اور آواز بدل دے گا تو انٹیلی جنس والے صابر کو کبھی نہیں گرفتار کرسکیں گے۔ تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟"

منڈولا نے کہا "جیسا کہ ہم پہلے صابر کے خیالات پڑھ چکے ہیں وہ ایک ایسا فرض شناس ڈاکٹر ہے جسے اپنے پیشے سے عبادت کی حد تک لگاؤ ہے۔ وہ فرار ہوکر جہاں بھی جائے گا کسی دل کے مریض کو موت کے منہ میں جاتے نہیں دیکھے گا اور اگر بھارت کے کسی شہر میں بھی دل کا آپریشن کرے گا تو قانون کے محافظوں کی نظروں میں آجائے گا۔ میری عقل کہتی ہے کہ وہ دکھی انسانوں کی خدمت کے لئے بھارت سے باہر چلا جائے گا۔"

دیوی نے کہا "جیسا کہ اس کے چور خیالات نے بتایا تھا کہ وہ اپنی صائمہ کے دل سے دور نہیں رہے گا اسی لئے انجلی سے محبت کرتا ہے۔ کیا وہ انجلی اور صائمہ کے دل کو چھوڑ کر اس دیس سے چلا جائے گا؟"

"یہ معلوم کرنا ہوگا۔ فرہاد چوبیس گھنٹے صابر کے دماغ کو پتھر بنا کر نہیں رکھ سکے گا۔ آپ آدھی رات کے بعد صابر کی نیند کے دوران اس کے خیالات پڑھ سکتی ہیں اور انجلی کی محبت اور صائمہ کے دل کے بارے میں معلوم کرسکتی ہیں۔"

پھر وہ چونک کر بولا "ہم ایک آسان راستہ بھول رہے ہیں اور وہ یہ کہ انجلی کے اندر آسانی سے جاسکتے ہیں۔ یوں ہمیں معلوم ہوجائے گا کہ صابر اسے بھی ساتھ کہیں لے جائے گا یا نہیں؟"

وہ انجلی کے اندر پہنچ گئے۔ انجلی پہلے مجھے ایک فرشتہ سمجھتی تھی۔ صابر نے اسے بتایا کہ میں بھی ایک انسان ہوں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان دونوں کے کام آرہا ہوں۔ جب صابر کو دوبارہ گرفتار کیا گیا اور وہ بے چینی سے اس کا انتظار کرنے لگی تو میں نے اس کے اندر جاکر کہا تھا "میں فرہاد ہوں۔ تم اطمینان رکھو۔ صابر کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اگر تم وقت پر کھانا اور دوائیں نہیں کھاؤ گی تو صحت مند نہیں رہ سکو گی۔ یوں سمجھو کہ تمہیں صابر کے ساتھ ایک دور دراز سفر کرنا ہے اور اس کے لئے تمہاری جسمانی اور دلی طور مندی لازمی ہے۔"

انجلی نے پوچھا تھا "کیا میں ڈاکٹر صابر کے ساتھ کہیں اکیلا پر جاؤں گی؟"

"ہاں۔ بھارت کی زمین تم دونوں کے لئے تنگ ہوگئی ہے اگر اسے دل و جان سے چاہتی ہو تو بھارت سے باہر کسی ملک چ جانا ہوگا۔"

"میں ضرور جاؤں گی۔ صابر کے لئے بھارت تو کیا دنیا بھی چھ دوں گی۔"

"تو پھر اچھی طرح کھاتی پیتی رہو۔ کوئی غم نہ کرو۔ میں ر وقت بھی تمہیں اس اسپتال سے نکال کرلے جاؤں گا۔"

یہ گفتگو میں نے انجلی سے کی تھی۔ اب دیوی اور منڈولا اس کے دماغ کی تہ میں گھس کر یہ معلوم کرلیا تھا کہ صابر اس سے تنہا نہیں جائے گا۔ انجلی بھی فرہاد کی مدد سے اس کے سا جائے گی۔

منڈولا نے کہا "دیوی جی! کیا حرج ہے۔ دونوں کو جانے د بھارت سے جانے کے بعد وہ دونوں ہمارے کسی کام کے نہیں گے۔"

وہ بولی "کیسی باتیں کرتے ہو؟ ایک ہندو دولت مند حسینہ مسلمان ڈاکٹر کے ساتھ رہے گی؟ ادھر فرہاد نے بھی بال ٹھاک جیسے کٹر ہندو کی بیٹی کا بھی دھرم نشٹ کیا ہے۔ میں جب فرہ بیٹے پارس کا مذہب بدلنے کے لیے برسوں سے تپسیا کررہی ہوں کیسے برداشت کرلوں کہ انجلی اسی مسلمان کے ساتھ رہے۔"

"اور اگر ڈاکٹر صابر تمہارا ہندو دھرم اختیار کرلے تو؟"

"تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن فرہاد ایسا ہونے دے گا۔"

"فرہاد یہاں بھارت میں دوسرے معاملات میں مصروف گا۔ صابر اور انجلی کو دوسرے کسی ملک میں بھیجنے کے بعد ا طرف سے مطمئن ہوجائے گا۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں کہ اپنی بے پناہ مصروفیات سے نکل کر ایک محفوظ زندگی گزا والے صابر اور انجلی کی خبر لے۔ وہاں آپ صابر پر تنویمی عمل اسے انجلی کا ایک ہندو دھرم اپنا سکیں گی۔"

"تم تمہیں بڑی دور کی سوجھی ہے۔ واقعی ان دونوں دوسرے کسی ملک میں پہنچنے کے بعد میں ڈاکٹر صابر کا مذہب کرسکوں گی۔"

"اب آپ رچنا کے متعلق سوچیں۔ بال ٹھاکرے جیسے پسند ہندو نے اپنی بیٹی کو ایک مسلمان کے پاس کس طرح بھ کیا ہوا ہے؟"

وہ دونوں بال ٹھاکرے کے اندر پہنچے۔ اس کے یہ خیالات کرحیران ہوئے کہ رچنا اس کے پاس پہنچ گئی ہے اور اس نے

مزید خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ میں نے بال ٹھاکرے کی ت رکھنے کے لئے وعدہ کیا ہے کہ رچنا کی کوئی قابلِ اعتراض ہو اخبارات اور رسائل میں شائع نہیں کراؤں گا لہٰذا وہ اپنی کو قبول کرے اور پہلے کی طرح عزت دے۔ ابھی رچنا کے اغوا نے کی بات عام نہیں ہوئی ہے۔ اگر ایسے میں باپ اپنی بیٹی کو لے کی طرح عزت سے نہیں رکھے گا تو دنیا والے طرح طرح کی نیں بنائیں گے اور اگر باپ غصے اور جنون میں بیٹی سے نفرت رے گا اور کسی ویرانے میں لے جاکر اسے زندہ جلائے گا تو میں کے خاندان کی دوسری بہو بیٹیوں کو بھی یکے بعد دیگرے ایسے اغواکروں گا جیسے اس کے ہندو مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کو اغوا رتے ہیں اور ان کی عزتوں سے کھیلتے ہیں۔ میری ایسی تمام باتیں ن کر بال ٹھاکرے نے حالات سے سمجھوتا کیا تھا اور رچنا کو اپنے گھر میں عزت سے رکھ لیا تھا۔

دیوی نے منڈولا سے کہا "دیکھو فرہاد کی چالبازیاں۔ اس نے س طرح بال ٹھاکرے جیسے فولاد کو جھکا دیا ہے۔"

"دیوی جی! وہ فولاد مڑنے اور ٹیڑھا ہونے والا نہیں ہے رف ایک بیٹی کے باعث اچھلنے والی بدنامی نے اسے مجبور کردیا ہے۔ اگر بیٹی مرجائے تو فرہاد کسی طرح بھی بال ٹھاکرے کو دبا میں نہیں رکھ سکے گا۔"

"بیٹی کیسے مرے گی؟ ہم خیال خوانی کے ذریعے اسے موت ے کسی راستے پر لے جائیں گے تو فرہاد ہماری چال بازی سمجھ لے ا۔"

"ڈائریکٹر "را" کو کسی طرح یہ معلوم ہونا چاہئے کہ صابر کو دوسری بار قید سے نکال کرلے جانے والے بال ٹھاکرے کے مسلح فراد تھے۔ جب یہ معلوم ہوگا تو ڈائریکٹر انتقاماً ٹھاکرے کی بیٹی رچنا و اغوا کرائے گا۔ اس سے پہلے بھی "را" کا ایک افسر رچنا کو اس ل کوٹھی سے لے گیا تھا۔ اس طرح ڈائریکٹر اور بال ٹھاکرے میں ن جائے گی۔ فرہاد ان میں سے کسی کے دماغ میں آئے گا تو وہ لیم کرے گا کہ حالات اور واقعات کے مطابق "را" اور شیو سینا لے ایک دوسرے کے دشمن ہوگئے ہیں اور اسی دشمنی کے عث رچنا "را" کی قید میں رہ کر ساری گئی ہے۔"

"شاباش منڈولا! یہ تو ایسی تدبیر ہے کہ اس میں دور تک خیال وانی کا گزر نہیں ہوتا۔ فرہاد کو کبھی ہم پر شبہ نہیں ہوگا۔"

"جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ڈائریکٹر "را" کو پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ صابر کو دوسری بار بال ٹھاکرے کے مسلح افراد لے گئے تھے۔ ہم ڈائریکٹر کے اندر نہیں جائیں گے۔ یہ احتیاط ضروری ہے۔ ڈائریکٹر کو یہ بات اپنے ماتحتوں سے معلوم ہونا چاہئے اور ثبوت کے ساتھ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ ٹھاکرے کے مسلح افراد تھے۔"

"میرا خیال ہے "را" والوں کو ثبوت مل چکا ہوگا۔ بال ٹھاکرے کی جو پرائیویٹ مسلح فورس ہے اس فورس کا ہر سپاہی گیروے رنگ کا لباس پہنتا ہے۔ "را" کے جاسوس بہت دور کی خبر رکھتے ہیں۔ انہیں ٹھاکرے کی پرائیویٹ فورس کے بارے میں اور بہت سی معلومات ہوں گی۔"

"ہمیں خود کو ظاہر کئے بغیر ڈائریکٹر کے خیالات پڑھنے چاہئیں۔"

وہ بڑی خاموشی اور رازداری سے ڈائریکٹر کے اندر پہنچ گئے۔ پتا چلا کہ ٹھاکرے کی پرائیویٹ فورس کے متعلق بہت کچھ معلوم ہوچکا ہے۔ اب "را" والے بال ٹھاکرے کے خلاف جوابی کارروائی کرنا چاہتے تھے۔

منڈولا نے ڈائریکٹر کی سوچ میں کہا۔ "ٹھاکرے خود کو اور بیٹی کو بدنامی سے بچانے کے لئے دشمنی کی ابتدا کررہا ہے۔ اس نے صابر کو رہا کرا کے فرہاد کو خوش کیا ہے اور اپنی بیٹی واپس حاصل کی ہے اب صابر کی جگہ اس کی بیٹی رچنا کو تہ خانے کے سیل میں پہنچائے گا۔"

اگر ایسے وقت میں ڈائریکٹر کے دماغ میں ہوتا تو یہ سمجھ نہ پاتا کہ منڈولا یا اور کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہے۔ منڈولا ڈائریکٹر کی سوچ کی لہروں کے ذریعے بول رہا تھا لہٰذا وہ ڈائریکٹر کی ہی اپنی سوچ لگ رہی تھی۔

"را" کے کئی تجربہ کار جاسوس اور دہشت گرد بال ٹھاکرے کی کوٹھی کے اطراف چکر لگانے لگے۔ انہیں انتظار تھا کہ رچنا شاپنگ وغیرہ کے لئے نکلے گی تو اسے اغوا کرلیں گے۔

وہ باپ اب اپنی بیٹی کو تنہا کہیں جانے کی اجازت نہیں دیتا تھا لیکن رچنا کے واپس گھر آتے ہی ٹھاکرے نے اپنے ایک یتیم بھتیجے سے اس کی شادی طے کردی تھی۔ دوسرے دن شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی تھی۔ گھر میں زیورات کی کمی نہیں تھی پھر بھی ماں نے کہا۔ "رچنا کی پسند سے بھی زیورات خریدوں گی۔ اسے اپنے ساتھ جوہری کی دکان پر لے جاؤں گی۔"

اس طرح وہ ماں کے ساتھ زیورات خریدنے نکلی تو آدھے گھنٹے بعد ٹھاکرے نے فون پر سنا کہ اس کی بیوی اور باڈی گارڈ کار میں زخمی پڑے ہیں۔ ڈرائیور مرچکا ہے اور رچنا غائب ہے۔

بال ٹھاکرے فون پر گرجنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ اس نے سوچا شاید میں نے پھر رچنا کو اغوا کیا ہے۔ وہ بند کمرے میں مجھے دیوانہ وار پکارنے لگا "تم کہاں ہو؟ میرے دماغ میں آنے والے دھوکے باز! مجھ سے باتیں کرو ورنہ میں اس شہر کے مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کرادوں گا۔"

میں انجلی اور صابر کے حلیے بدل کر انہیں ملک سے باہر بھیجنے کے سلسلے میں مصروف تھا اور اس معاملے میں اب بال ٹھاکرے

سے بھی تعاون حاصل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے دیوی پر کسی حد تک بھروسا تھا کہ وہ خوف کے باعث میرے خلاف قدم نہیں اٹھائے گی لیکن یہودی منڈولا پر میں اعتماد نہیں کرسکتا تھا اس لئے شہناز اور پارو کے تعاون سے انجلی اور صابر کو اس ملک سے روانہ کرنے میں مصروف تھا۔ مجھے یہ علم نہیں تھا کہ رچنا کو دوبارہ اغوا کیا گیا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ڈائریکٹر "را" نے بال ٹھاکرے سے فون پر رابطہ کیا اور کہا "ٹھاکرے! تم نے "ہندو آف دی ایئر" کا خطاب حاصل کیا ہے لیکن تم نہایت ہی بے غیرت ہندو ہو۔ ایک مسلمان سے خراب ہوجانے والی بیٹی کو حاصل کرنے کے لئے تم نے اس مسلمان سے سمجھوتا کیا۔ دیس کے غدار ڈاکٹر صابر کو ہماری قید سے نکال کر اس مسلمان سے اپنی بیٹی کا تبادلہ کیا۔"

"بکواس مت کرو! تو "را" کا ڈائریکٹر نہیں کانگریسی حکومت کا کتا ہے۔ تو نے ہندو ہو کر میری بیٹی کو اغوا کیا۔ تجھ سے بہتر وہ مسلمان ہے جس نے میری بیٹی کو گھر پہنچایا۔"

"اب نہیں پہنچا سکے گا۔ تیری بیٹی ایسی جگہ قید کی گئی ہے کہ وہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"کیا؟ تو یہ کہہ رہا ہے کہ میری بیٹی کو تو نے پھر اغوا کرایا ہے؟"

"ہاں۔ اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے۔ تو نے اپنی پرائیویٹ فورس کے ذریعے صابر کو اغوا کرایا۔ اگر بیٹی کی واپسی چاہتا ہے تو صابر کو ہمارے حوالے کردے۔"

"بس میرے لئے اتنی ہی معلومات کافی ہیں کہ تو نے دوبارہ میرے خاندان کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اب ذرا کان کھول کر سن لے۔ راون ایک بار سیتا کو اٹھا کر لے گیا تھا۔ جب رام جی اپنی پتنی سیتا کو راون کی قید سے چھڑا کر لائے تو دنیا والوں نے سیتا جیسی دیوی کی پاکیزگی پر شک کیا۔ میری بیٹی سیتا کی طرح ایک بار نہیں دو بار اغوا کی گئی ہے۔ اب کون رچنا کی پاکیزگی پر یقین کرے گا۔ وہ بیٹی تو جیتے جی میرے لئے مرچکی ہے اس لئے اب تمہارے جیسے راون کے مرنے کی باری ہے۔ میں اپنے مہاراشٹر کے صوبے سے "را" تنظیم کے قدم ہمیشہ کے لئے اکھاڑ دوں گا۔ گھڑی دیکھتے رہو۔ موت تمہارے دروازے پر آرہی ہے۔"

دیوی اور منڈولا نے جو سوچا تھا وہی ہونے لگا تھا۔ "را" اور شیوسینا کے درمیان ٹھن گئی۔ بال ٹھاکرے نے اپنی پرائیویٹ فورس کو استعمال کرنے سے پہلے شیوسینا اور بی جے پی کے وزیروں مشیروں کا ہنگامی اجلاس طلب کیا اور انہیں صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ یہ معاملہ بال ٹھاکرے کی بیٹی اور اس کے خاندان کی عزت کا تھا اس لئے چند اہم افراد نے ڈائریکٹر کے پاس جاکر کہا "ڈاکٹر صابر کے سلسلے میں بال ٹھاکرے سے جو بھی شکایت ہے اس پر بعد میں بات ہوگی۔ پہلے رچنا کو واپس کرو ورنہ ہم تمہارے جیسے کانگریسی حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کو صوبے سے نکال کر دلی راجدھانی کے خلاف محاذ آرائی شروع کردیں گے۔"

ڈائریکٹر نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہم ابھی رچنا کو یہاں بلا لیتے ہیں اور۔۔۔"

ایک نے بات کاٹ کر کہا "ہم سب رچنا کے پاس جائیں گے اور دیکھیں گے کہ تم نے اسے کس حال میں رکھا ہے۔"

وہاں شیوسینا اور بی جے پی کا جو رعب اور دبدبہ تھا اسے حکمران بھی تسلیم کرتے تھے۔ ان دونوں پارٹیوں کا زور توڑنے کی کوششیں کی جارہی تھیں۔ فی الحال ڈائریکٹر "را" ان کے درمیان پھنس گیا تھا۔ ان سب کو ساتھ لے کر نہ خانے میں رچنا کو ایک سیل میں رکھا گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر سب ٹھٹک گئے۔ فرش پر بے لباس مردہ پڑی ہوئی تھی۔

اس فرش پر رچنا نے خون سے لکھا تھا "میں پہلے اپنے سے تھوڑا سا لہو نکال کر یہ لکھ رہی ہوں۔ ایک افسر نے میرے کپڑے اتار دیئے ہیں۔ اب میں کسی کو منہ دکھانے سے پہلے دے رہی ہوں۔"

سب نے دیکھا۔ رچنا کے سینے میں ایک چاقو پیوست تھا۔ اس نے خودکشی کی تھی۔ لیکن خودکشی کا سبب کوئی افسر تھا اور اس نے اغوا کیا تھا جو "را" کے ذریعے ہوا تھا۔

میں تقریباً چھ گھنٹے بعد بال ٹھاکرے کے اندر خاموشی سے تو ان حالات کا علم ہوا۔ ڈائریکٹر کے چور خیالات نے بھی یہ ایسی واردات ہوئی تھی کہ میں نے کسی کی ٹیلی پیتھی پر شبہ کیا۔ ڈائریکٹر نے صابر کو واپس حاصل کرنے کے لئے رچنا کو اغوا کرایا تھا اور یوں بات بڑھ گئی تھی۔ رچنا کی موت کا بدلہ لینے کے لئے شیوسینا کے مسلح لوگوں نے "را" کے کتنے ہی افسران کو مار ڈالا۔ ڈائریکٹر کو اپاہج بنا کر دہلی روانہ کردیا تھا۔

مجھے رچنا کی موت کا بہت افسوس تھا۔ اگرچہ وہ اپنے باپ کی طرح مسلمانوں سے نفرت کرتی تھی تاہم میں نے بال ٹھاکرے کو زندہ چھوڑا ہوا تھا۔ اسی طرح اسے زندہ رکھ کر انہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ مسلمانوں سے خواہ مخواہ دشمنی کریں گے تو نقصان اسی کی ہندو برادری کو پہنچتا رہے گا۔

میں افسوس کرنے کے لئے ٹھاکرے کے اندر پہنچا لیکن مخاطب نہیں کیا۔ پہلے میں اس کے صدمات کو سمجھنا چاہتا ہوں۔ صدمات ان عزیزوں کے لئے ہوتے ہیں جو زندگی میں اور کے بعد بھی ماں باپ کو اور پورے خاندان کو نیک نامی اور دیتے ہیں۔ رچنا نے نیک نامی اور عزت نہیں دی تھی اس باپ کو صدمہ نہیں تھا۔ ایک زانی بیٹی کے لئے افسوس تھا لیکن معنوں میں وہ اندر سے مطمئن تھا۔ جو آگے چل کر بہت بدنامیاں پیدا کرنے والی تھی، وہ مرچکی تھی۔ اس کے ساتھ ہوتا رہا، یہ دنیا کو معلوم نہیں تھا۔ وہ ہر طرح کی ذلت سے حاصل کرچکا تھا۔

اس کے خیالات پڑھ کر میں نے افسوس کرنا مناسب

سمجھا۔ اس کے اندر ڈاکٹر صابر کا خیال پیدا کیا۔ وہ ناگواری سے سوچنے لگا۔ "صابر جائے جہنم میں۔ پتا نہیں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد نے انجلی اور صابر کو کہاں پہنچادیا ہے۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں انہیں ملک سے باہر پہنچادوں لیکن اس نے اس سلسلے میں مدد نہیں لی ہے۔"

پھر ٹھاکرے کی سوچ نے کہا "یہ درست ہے کہ اس نے میری بیٹی کو گھر واپس پہنچادیا تھا لیکن میں نے بھی ڈاکٹر صابر کو "را" کی قید سے نکال کر اس کے حوالے کردیا تھا۔ اس طرح حساب برابر ہوگیا۔ اب اس مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کا مجھ پر کوئی احسان نہیں رہا ہے اور یہ بہت ہی اچھا ہوا۔ کسی مسلمان کا کبھی احسان نہیں اٹھانا چاہئے۔ ان لوگوں کو جوتوں تلے رکھ کر جو سرتیں حاصل ہوتی ہیں ایسی سرتیں دنیا جہان کی دولت حاصل کرنے سے بھی نہیں ملتیں۔"

مجھے یہ خیالات پڑھ کر دکھ ہوا۔ اس کے خاندان کی عزت مٹی میں ملنے والی تھی لیکن میں نے وہ تمام قابلِ اعتراض تصاویر جلادی تھیں۔ رچنا کو بدنام ہونے سے پہلے گھر بھیج دیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ ٹھاکرے کی بیٹی ایک مسلمان کے ساتھ بدنام ہوگی تو مہاراشٹر کے تمام مسلمانوں پر شیوسینا اور بی جے پی کے انتہا پسند ہندو بے حد مظالم ڈھائیں گے۔

لیکن بال ٹھاکرے کی عزت رکھنے کے باوجود وہ تسلیم نہیں کررہا تھا کہ میں نے اس کے گھر کی عزت کو باہر نہیں اچھالا ہے۔ اگر میں ان تصاویر کو نہ جلاتا اور اسے بلیک میل کرتا تو وہ ہمیشہ میرے آگے سر جھکا کر رہتا۔ اب اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ پھر اسلام دشمنی کی روش اختیار کرنے والا ہے۔

میں نے جو سوچ کی لہریں پڑھیں دراصل وہ بال ٹھاکرے کی اپنی نہیں تھیں۔ منڈولا ٹھاکرے کی سوچ میں اسے اسلام دشمنی پر مائل کررہا تھا اور ٹھاکرے کی اپنی ذاتی سوچ جواباً اعتراض نہیں کررہی تھی کیونکہ اس کا اپنا ذہن بھی صدیوں سے ایسا ہی تھا۔ مغل بادشاہ سے مرہٹہ شیواجی نے اپنی بھاری فوج کے ساتھ کئی بار شکست کھائی تھی۔ بال ٹھاکرے اسی نسل سے تھا۔ مسلمانوں سے شکست کا زخم صدیوں سے ہرا ہوتا آرہا تھا۔ وہ جو آگ جلتی آرہی تھی، منڈولا نے اس پر اور پیٹرول چھڑک دیا تھا۔

میری لاعلمی میں دیوی اور منڈولا نے جو چالیں چلی تھیں، اس میں ایک جگہ ان سے غلطی ہوگئی۔ مہاراشٹر کی حکومت نے "را" کے کئی افسران کو ہلاک کرکے اور اس تنظیم کے ڈائریکٹر کو اپاہج بنا کر عالمی شہرت رکھنے والی "را" تنظیم کی بہت بڑی توہین کی تھی۔ یہ توہین ناقابلِ برداشت تھی۔ بھارت میں حکومت قائم کرنے والی کانگریس پہلے ہی شیوسینا اور بال ٹھاکرے کو ناقابلِ برداشت سمجھ رہی تھی۔ ایسے میں دیوی اور منڈولا نے شیوسینا اور "را" کو ایک دوسرے سے ٹکرا کر بہت بڑی غلطی کی تھی۔ یہ غلطی میرے حق میں بہتر تھی۔ میں ان کی آپس کی لڑائی سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

منڈولا کی چال یہ تھی کہ بال ٹھاکرے مسلمانوں کے خلاف مہم جاری رکھے گا تو میں مسلمانوں کی حفاظت کے لئے اس کے اور انتہا پسند ہندو سیاسی پارٹیوں کے خلاف کارروائیاں کرتا رہوں گا اس طرح دیوی کو میری مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا پھر یہ کہ میں ان معاملات میں بمبئی شہر تک محدود رہوں گا۔ یوں انہیں کشمیری مجاہدین سے نمٹنے کا موقع ملے گا۔ اپنے باقی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو کشمیر میں استعمال کیا جاسکے گا۔ ضرورت پڑی تو دیوی اور منڈولا بھی وہاں کے مجاہدین کو جہاد کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔

اگر ایک نہیں کئی محاذ ہوں تو پتا نہیں چلتا کہ کس محاذ سے کون سا حربہ آزمایا جارہا ہے۔ میں بھی دیوی اور منڈولا کے محاذ سے ابھی بے خبر تھا۔ دیوی کے لئے تو جناب تبریزی کی ہدایت تھی کہ اسے نظرانداز کیا جائے۔ دیوی کے التجا کرنے سے میں نے منڈولا کو بھی ڈھیل دے دی تھی۔ مجھے اپنے لائحہ عمل پر بھروسا تھا کہ میں اپنی راہ پر چلتا رہوں گا۔ منڈولا یا اور کوئی کانٹے بچھاتے آئے گا تو زیادہ عرصے مجھ سے روپوش نہیں رہ سکے گا۔

میں نے شہناز سے کہا "تم کئی برس تک دیوی شی تارا کی ڈی بن کر اس کے کام آتی رہی ہو۔ اس کی ایک ایک ادا اور لب و لہجے کو سمجھتی ہو۔ اب تمہیں پھر وہی رول ادا کرنا ہے۔"

"یعنی میں دیوی بن کر کچھ کروں؟"

"ہاں۔ سپرماسٹر اور وہاں کی افواج کے اعلیٰ افسران دیوی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتے ہیں۔ تم دیوی کے لب و لہجے کو اپنا کر ان کے اندر جاؤ گی تو ان کے بہت سے خفیہ منصوبے معلوم کرسکو گی۔"

"اچھی بات ہے پاپا! میں ابھی جاتی ہوں۔"

"ذرا ٹھہرو۔ پہلے پارو کو بھی دیوی کی آواز اور لہجے کی مشق کراؤ۔ جب وہ اچھی طرح سیکھ لے تو تم سپرماسٹر کے پاس چلی جانا۔ میں پارو سے دوسرا کام لوں گا۔"

میں دن رات میں دو چار بار بال ٹھاکرے کے پاس خاموشی سے جاتا تھا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے مجھے معلوم ہوتا تھا کہ شیوسینا اور بی جے پی متحدہ حکومت کی ذمے داریاں سنبھالنے کے علاوہ مسلمانوں کے ساتھ کیسا امتیازی سلوک کررہے ہیں۔ پہلی بار پتا چلا کہ ایک مسلمان خاندان کو سرکاری طور پر نوٹس دیا گیا ہے کہ وہ بمبئی چھوڑ کر مہاراشٹر سے نکل جائیں کیونکہ وہ لوگ بنگلہ دیش سے آنے والے وہ مہاجرین ہیں جو اردو بولتے ہیں۔ یعنی وہ بنگالی بھی نہیں ہیں بلکہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے ٹھکرائے ہوئے بہاری ہیں۔

ایسا سرکاری نوٹس خطرے کی گھنٹی سمجھا جاتا تھا۔ جو خاندان اس نوٹس کے مطابق عمل نہیں کرتا تھا ان کے ہاں بال ٹھاکرے کے غنڈے پہنچ جاتے تھے۔ اس کے بعد اس خاندان کا نہ مال و

اسباب باقی رہتا تھا اور نہ ہی عورتوں کی عزت سلامت رہتی تھی۔

میں ان دنوں ٹھاکرے کے خاندان کی عورتوں کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ اس وقت میں نے اس کی ایک جوان بھانجی رتنا کو فون کے ذریعے رابطہ قائم کرنے پر مائل کیا۔ اس نے رابطہ ہونے کے بعد کہا "ماما ٹھاکرے! میں رتنا بول رہی ہوں۔"

"رتنا؟ تم تو ابھی اوپر والے کمرے میں تھیں۔ یہ فون کہاں سے کر رہی ہو۔"

"اسی اوپر والے کمرے سے کر رہی ہوں۔ میں نیچے آپ کے کمرے میں بھی آسکتی تھی مگر وہ مجھے آنے نہیں دے رہا ہے۔"

"کون نہیں آنے دے رہا ہے؟ کون ہے تمہارے کمرے میں؟"

"ماما! کمرے میں نہیں دماغ میں ہے۔ آپ میرے کمرے میں آئیں گے تب بھی نہ اسے دیکھ سکیں گے' نہ پکڑ سکیں گے اور نہ ہی اسے گولی مار سکیں گے۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا تمہارے دماغ میں فرہاد ہے؟"

"کون فرہاد؟ میں کسی فرہاد کو نہیں جانتی۔"

اسی وقت رتنا کی ماں یعنی بال ٹھاکرے کی بہن نے آکر کہا۔ "بھائی! پتا نہیں رتنا کو کیا ہو گیا ہے۔ اس نے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا ہے۔ میں دستک دیتی رہی۔ آوازیں دیتی رہی لیکن وہ ایک ہی بات کہتی ہے کہ ماما کو فون کرنے کے بعد شاید دروازہ کھول سکے گی۔"

ٹھاکرے نے بہن سے کہا "اچھا ذرا خاموش رہو۔ میں رتنا سے ہی باتیں کر رہا ہوں۔ ہاں تو رتنا! یہ تمہاری ماں جی کیا کہہ رہی ہیں؟ تم نے دروازے کو اندر سے کیوں بند کر لیا ہے؟"

"اور میں کیا کروں؟ ایسی حالت میں ماں جی کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کیسی حالت؟ صاف صاف بولو' تم کس حال میں ہو؟"

"ماما! اس نے..... میں کیا کہوں' اس نے پتا نہیں کیا جادو کیا تھا۔ میں ایک منٹ کے لئے جیسے کہیں گم ہو گئی تھی۔ جب ہوش آیا تو شرم سے چیخ پڑی۔ میرے بدن پر ایک کپڑا بھی نہیں ہے۔ وہ میرے اندر کہہ رہا ہے پہلے اپنے ماما سے فون پر باتیں کرو۔ اپنی حالت بتاؤ۔"

"میں بات کر رہا ہوں۔ وہ تمہارے دماغ میں رہ کر سن رہا ہوگا۔ میں پوچھتا ہوں' وہ کیا چاہتا ہے؟ ہم سے کیا دشمنی ہے؟"

رتنا نے کہا "وہ پوچھ رہا ہے کہ تمہیں مسلمانوں سے کیا دشمنی ہے۔ ناگ پاڑہ کی ایک کچی بستی میں ایک مسلمان خاندان کو بمبئی چھوڑ دینے کا نوٹس دیا گیا ہے۔ اگر وہ نہیں جائیں گے تو آپ کے غنڈے ان کی بہو بیٹیوں کو کس طرح بے لباس کریں گے' اس کا نمونہ پیش کرنے کے لئے وہ مجھے بے لباس کر چکا ہے۔"

بال ٹھاکرے کو تھوڑی دیر کے لئے چپ سی لگ گئی۔ یہ بات فوراً ہی سمجھ میں آگئی کہ اس کے پاس صوبائی حکومت اور بے حد اختیارات ہیں مگر وہ تمام اختیارات کو کام میں لا کر بھی اپنی بھانجی کو لباس نہیں پہنا سکے گا۔

وہ اپنی بیٹی رچنا کا انجام دیکھ چکا تھا۔ رچنا کے بعد رتنا کی باری آئی تھی۔ رتنا کے بعد اور بھی کئی لڑکیاں تھیں۔ شیو سینا کے کئی وزیروں کے گھرانوں میں بھی ہندو تہذیب ننگی ہو سکتی تھی۔ رتنا نے فون پر کہا "آپ خاموش کیوں ہیں۔ وہ کہہ رہا ہے کہ اس گھر کی کسی بھی لڑکی کو کوئی بھی چمت پر لے جا کر اس کا لباس اتار کر اسے نچائے گا اور دنیا کو تماشا دکھائے گا۔"

وہ جلدی سے بولا "نن..... نہیں۔ اس سے بولو' کسی مسلمان خاندان کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی اور جس خاندان کو بمبئی چھوڑنے کا نوٹس دیا گیا ہے اسے منسوخ کیا جائے گا۔ وہ مسلمان بدستور ناگ پاڑہ میں رہیں گے۔"

"شکریہ ماما! وہ کہہ رہا ہے کہ میں ریسیور رکھ کر لباس پہن سکتی ہوں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ بال ٹھاکرے شکست خوردہ انداز میں ریسیور رکھ کر سوچ میں پڑ گیا پھر دوبارہ ریسیور اٹھا کر متعلقہ حکام سے کہنے لگا کہ فی الحال کسی بھی مسلمان فیملی کو بمبئی چھوڑنے کا نوٹس نہ دیا جائے۔ ناگ پاڑہ کی فیملی کا نوٹس بھی منسوخ کیا جائے۔

وہ ریسیور رکھ کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر پریشانی سے سوچنے لگا "یہ ٹیلی پیتھی کی بلا عجیب ہے۔ میرے گلے پڑ گئی ہے۔ میں جھٹلا سکتا ہوں' بچ و تاب کھا سکتا ہوں لیکن نظر نہ آنے والے دشمن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہے بھگوان! ہے شیو شنکر! مجھے اس بلا سے نجات دلاؤ۔"

پریشانی میں سب ہی دعا کرتے ہیں۔ لیکن دعا نامناسب اور قابلِ قبول نہ ہو تو قبول نہیں ہوتی۔

میں دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہوا۔ اب یہ معلوم کرنا تھا کہ "را" والے مہاراشٹر سے نکل کر دہلی راجدھانی آکر اپنی توہین کا انتقام شیو سینا اور بی جے پی سے کیسے لیں گے۔ اس اپاہج ہونے والے ڈائریکٹر کو "را" سے ریٹائر کر دیا گیا ہوگا۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا آیا ہوگا۔ میں وہاں کے پردھان منتری کے اندر پہنچ کر "را" میں ہونے والی تبدیلی کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا لیکن میرے وہاں جانے سے پہلے شہناز اور پارو میرے کمرے میں آگئیں۔ شہناز نے کہا "میں سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے اہم افسران کے دماغ میں گئی تھی۔ وہ سب دیوی شنی تارا کے معمول اور تابعدار ہیں۔ میں نے دیوی کا لب و لہجہ اختیار کیا تو وہ سب مجھے اپنے اندر محسوس نہ کر سکے۔ اب ان سب کو بے چارہ کہنا چاہئے کیونکہ وہ دیوی کا انتظار کر رہے ہیں اور دیوی پچھلے دس گھنٹوں سے

کی دلجوئی کے لئے نہیں آئی ہے۔ سپر ماسٹر کو اپنے خیال خوانی نے والوں کی فکر تھی۔ اس نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے لے کے ذریعے بوبی بیکر اور ڈی لنگاسٹر کی خیریت معلوم کرنا چاہی تو ا دونوں کے دماغ مردہ ہو چکے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا "سپر ماسٹر نے یہودی خیال خوانی کرنے ں کی بھی خیریت معلوم کر کے سرپکڑ لیا ہوگا۔"

شہناز نے کہا "جی ہاں۔ وہ اور فوج کے اعلیٰ افسران دل شہ ہو کر سوچ رہے ہیں کہ دیوی کے تیز بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے ں کی طرح دو امریکی اور دو یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ے گئے ہیں پھر بھی وہ دیوی سے ان چاروں کی موت کی تصدیق اہتے ہیں لیکن دیوی نے ان سے رابطہ ہی ختم کر دیا ہے۔"

میں نے کہا "وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ اب دنیاوی معاملات دلچسپی نہیں لے گی اور زیرِ زمین چلی جائے گی۔ شاید وہ اسی لئے اسٹرو فیبو سے بھی تعلقات ختم کر چکی ہے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو مگر پاپا! میں اس مکار دیوی کی برسوں ڈی بن کر اس کی ایک ایک رگ کو سمجھنے لگی ہوں۔ جب کسی سے خطرہ لاحق ہوتا ہے تو وہ اس خطرے کو مٹائے بغیر ن سے نہیں رہتی اور اسے سب سے زیادہ خطرہ آپ کی چھوٹی ب زادی اعلیٰ بی بی (ثانی) سے ہے۔ جب تک اعلیٰ بی بی ی) زمین کے اوپر زندہ ہے تب تک دیوی زمین کے نیچے بھی ی جائے گی۔"

"بیٹی! اسایچ کو آنچ کیا ہے۔ ابھی ہم معلوم کرتے ہیں کہ دیوی ارادے کیا ہیں؟ کیا میری بیٹی پارو نے دیوی کا لب و لہجہ سیکھا ؟"

پارو نے دیوی کے لب و لہجے میں کہا "پاپا! میں آپ کی رہنمائی ابی شہناز کی محنت اور محبت سے بہت کچھ سیکھتی رہوں گی۔ کیا ا کے اس لب و لہجے میں کوئی غلطی ہو رہی ہے؟"

میں نے پارو کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر کہا "شاباش! تم ی میری بیٹی ہو۔ اب اسی لب و لہجے میں خیال خوانی کرو اور لا کے اندر پہنچو۔ میں اور شہناز تمہارے دماغ میں رہیں ۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا اور منڈولا کے اندر پہنچ گئی۔ ے خبر تھا کیونکہ دیوی کو اپنے اندر محسوس نہیں کرتا تھا۔ پارو ا کے چہرۂ خیالات پڑھنے لگی۔ جھوٹ اور فریب کھل کر سامنے نے لگا۔

یہ باتیں تفصیل سے معلوم ہوئیں کہ دیوی اور اس نے میری فت اور رحم دلی سے فائدہ اٹھایا تھا ورنہ وہ دونوں اب بھی ت میں خیال خوانی کے ذریعے رہ کر میری مصروفیات معلوم ے رہتے ہیں۔ یہ بھی پتا چلا کہ ڈاکٹر صابر جب انجلی کے ساتھ ا ملک میں ازدواجی زندگی گزارتا رہے گا تو دیوی ڈاکٹر صابر پر عمل کر کے اسے انجلی کا ہندو دھرم پتی بنا دے گی۔

پارو اس کے اندر دیوی بن کر پہنچی ہوئی تھی۔ اس کی موجودگی میں' بھی اس کے دماغ میں براہِ راست آیا پھر یکبارگی اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا اپنے بستر پر اچھلا اور تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ یہ بات ہمارے علم میں نہیں تھی کہ زلزلہ پیدا کرتے وقت دیوی کسی کام سے اس کے اندر آئی تھی اور اس کی حالت دیکھ کر حیران رہ گئی تھی پھر اس نے میری آواز سنی۔ میں منڈولا سے کہہ رہا تھا "میں پہلے ہی جانتا تھا کہ یہودی مکار ہوتے ہیں مگر دیوی شنی تارا کی انتخاب پر میں نے تجھے سزا نہیں دی تھی۔ اب میں تجھے زخمی کروں گا تاکہ آئندہ تو میرا راستہ نہ روک سکے اور میں تیرے چور خیالات سے یہودی خفیہ تنظیم کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کر سکوں۔"

میں اسے کچن کی طرف لے گیا تاکہ وہ وہاں سے چاقو لے کر خود کو زخمی کر سکے یا چولھا جلا کر اپنا ایک ہاتھ بری طرح جلائے تاکہ وہ کچھ دنوں تک سانس روکنے والی دماغی توانائی دوبارہ حاصل نہ کر سکے۔

یہودی خفیہ تنظیم والے بڑے نصیب والے تھے۔ اب تک دیوی کے سوا کوئی ان کے اندرونی معاملات تک نہیں پہنچ پایا تھا۔ اب میں پہنچ سکتا تھا لیکن جب تک میں منڈولا کو زخمی کرتا تب تک دیوی خفیہ یہودی تنظیم کے تین خیال خوانی کرنے والوں الپا' مارکوس برٹن اور رابرٹ کلون کے اندر باری باری پہنچ گئی اور انہیں حکم دیا "یہ دیوی کا حکم ہے' آئندہ دیوی اور داؤد منڈولا کی آواز اور لہجوں کو محسوس کرو گے اور فوراً سانس روک لیا کرو گے۔ آئندہ میں تمہارے دماغوں میں سونیا کی آواز اور لہجہ اختیار کر کے آؤں گی اور نئے سرے سے تنویمی عمل کروں گی۔ سابقہ تنویمی عمل کو منسوخ کرتی ہوں لہٰذا ابھی دیوی تمہارے اندر ہے' سانس روک کر اسے بھگا دو۔"

الپا' مارکوس برٹن اور رابرٹ کلون نے باری باری یہی کیا۔ سانس روک کر دیوی کو اپنے دماغوں سے نکال دیا۔

خفیہ یہودی تنظیم میں سب سے پرانی الپا تھی۔ برین آوم اگرچہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا تاہم ذہانت میں یکتا تھا۔ دیوی نے اس کے اندر بھی پہنچ کر وہی حکم دیا۔ اس نے بھی سانس روکی اور دیوی کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے باہر نکل آئیں۔

ویسے پچھلے دنوں دیوی نے سپر ماسٹر کو بڑے فریب دیے تھے۔ مارکوس برٹن اور رابرٹ کلون پہلے امریکی تھے۔ سپر ماسٹر کے ماتحت تھے لیکن دیوی نے منڈولا کی وفاداری اور خدمات سے خوش ہو کر ان دونوں کو یہودی اور منڈولا کا ماتحت بنا دیا تھا۔ اس حساب سے اب سپر ماسٹر کے پاس صرف آندرے فوک اور پاشا رہ گئے تھے۔ تقدیر کے تماشے عجیب ہوتے ہیں۔ وہ ٹرانسفارمر مشین سپر ماسٹر کے پاس تھی لیکن اس سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے صرف

دو ہی افراد آندرے فوک اور پاشا امریکا میں رہ گئے تھے۔ یہودیوں کے پاس ان سے ایک زیادہ خیال خوانی کرنے والا تھا یعنی الپا' مارکوس برٹن اور رابرٹ کلون۔ ان میں منڈولا کو اب شامل نہیں کیا جاسکتا تھا۔

منڈولا نہیں رہا تھا۔ میں یہودی خفیہ تنظیم کے خیال خوانی کرنے والوں کے دماغوں میں منڈولا کا لب و لہجہ اپنا کر پہنچا تو الپا' مارکوس برٹن اور رابرٹ کلون نے سانسیں روک لیں۔ مجھے بڑی حیرانی ہوئی۔ شہناز اور پارو نے دیوی کا لب و لہجہ اختیار کیا تب بھی انہیں ان تینوں یہودیوں کے دماغوں میں جگہ نہ ملی۔ ہم پھر حقیقت معلوم کرنے کے لئے منڈولا کے پاس آئے تو اسی لمحے میں اس نے چاقو کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس کے تیز پھل کو دل کی جگہ سینے میں اتار لیا۔ اس کے تڑپنے اور دم توڑنے تک میں نے اس کی سوچ سے معلوم کیا کہ اس نے دیوی کے حکم سے ایسا کیا ہے۔

تب بات واضح طور سے سمجھ میں آگئی کہ جب تک ہم منڈولا کے پاس مصروف رہے تھے تب تک دیوی نے خفیہ یہودی تنظیم کے تمام اہم افراد کو ہماری ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے محفوظ کرلیا تھا۔ اس کے بعد منڈولا کے پاس آکر اسے خودکشی پر مجبور کردیا تھا کیونکہ وہ وفادار اور خدمت گار اب اس کے کسی کام کا نہیں رہا تھا۔

انسانی زندگی میں اکثر غور و فکر کے مقام آتے ہیں' جہاں آدمی غور کرے تو قدرت تماشے دکھاتی ہوئی نظر آئے گی۔ یہ وہی دیوی تھی جس نے داؤد منڈولا کے لئے مجھ سے جان کی امان مانگی تھی لیکن اغراض و مقاصد بدلنے کے باعث اس امان مانگنے والی نے ہی منڈولا کی جان لے لی تھی۔ کیا عظمت ہے اور کیا کمینگی ہے۔ انسان اسی عظمت اور کمینگی کے درمیان رہ کر لوٹنے کی طرح اِدھر سے اُدھر لڑھکتے لڑھکتے زندگی گزار دیتا ہے۔

ویسے دیوی اپنی شکست سے بہت کچھ سیکھ رہی تھی۔ محاذ آرائی کا اچھا خاصا تجربہ حاصل کرچکی تھی۔ اس نے بڑی حاضر دماغی سے کام لے کر ہمیں یہودی خفیہ تنظیم کے اندر پہنچنے سے روک دیا تھا۔ پچھلے دنوں اس کے اپنے تیرہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اور بھارت میں دو امریکی اور دو اسرائیلی خیال خوانی کرنے والے مارے گئے تھے۔ وہ سب اس کے معمول اور تابعدار تھے۔ اتنے بڑے نقصان نے اسے حالات اور واقعات کو سمجھ کر فوراً جوابی کارروائی کا شدید تجربہ اور چالاکی پیدا کردی تھی۔

فی الوقت اس کے معمول اور تابعدار خیال خوانی کرنے والوں میں الپا' مارکوس برٹن اور رابرٹ کلون اسرائیل میں تھے۔ امریکا میں آندرے فوک اور پاشا رہ گئے تھے۔ وہ آئندہ مشین کے ذریعے خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد نہیں بڑھا سکتی تھی اس لئے اس نے آندرے فوک اور پاشا کے پاس بھی باری باری جاکر کہا "دیوی تمہیں حکم دیتی ہے کہ آئندہ تم دیوی کے لب و لہجے کو اپنے اندر محسوس کرو گے اور سانس روک کر اسے دماغ میں داخل کرو گے۔ میں نیا لب و لہجہ سنا رہی ہوں۔ جب اس لب و لہجے کے ساتھ آؤں تو مجھے محسوس نہیں کرو گے اور اسی لہجے میں جو حکم دوں تو اس پر فوراً عمل کرو گے اور جیسا کہ پہلے کہہ چکی ہوں باہر سپرماسٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کے احکامات تعمیل کرتے رہو گے۔"

اس نے ایسی تمام ضروری باتیں آندرے فوک اور پاشا کے ذہن نشین کرنے کا حکم دیا پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اس پر آرام حرام تھا۔ اس نے بہت دنوں سے ٹیلی پیتھی کے بہت بڑے مہرے کو اپنی نظروں میں رکھا ہوا تھا۔ وہ داؤد منڈولا سے زیادہ ذہین اور شاطر تھا۔ شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے وہ آماشکتی سے اس کے اندر جاتی تھی۔ اس کے خیالات نے بتایا تھا کہ وہ فرداً علی تیمور سے اتنا ستاڑے اور اتنا احسان مند ہے کہ کبھی اس پر اپنی جان بھی نچھاور کرسکتا۔ مائیک ہرارے میرا احسان مند کیوں تھا' یہ سب کچھ پچھلے میں بیان ہوچکا ہے۔

دیوی کو یہ اطمینان تھا کہ میں مائیک ہرارے سے کچھ نہیں لیتا ہوں اور ہرارے نے بھی صاف کہہ دیا تھا کہ دوست رہے گا لیکن اپنے وطن امریکا اور اپنی امریکی فوج مفادات کے لئے کام کرتا رہے گا۔ میرے اور ہرارے درمیان جو بے غرض اور بے لوث دوستی تھی' وہ دیوی کو اطمینان بخش تھی۔ ان دنوں وہ ہرارے کو مجھ سے دور کرکے کھلا محاذ آرائی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ محاذ آرائی کا صحیح وقت آیا تھا۔

ایک شاطر منڈولا مرچکا تھا لہٰذا دوسرے تابعدار شاطر ذہن مشیر کی ضرورت تھی۔ وہ آماشکتی کے ذریعے اس تک پہنچ گئی۔ مائیک ہرارے کینیڈا میں تھا۔ وہاں صبح ہونے والی تھی۔ اب جانے کا وقت ہوگیا تھا۔ دیوی نے پھر اس کے غیر محسوس طریقے سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک کر سلانے کے بعد تنویمی عمل کرنے لگی۔

مائیک ہرارے ہر ہفتے دو ہفتے بعد مجھ سے رابطہ کرتا تھا ضروری باتیں کرتا تھا پھر چلا جاتا تھا۔ ہمارے درمیان مستقل نہ ہونے کے باعث دیوی نے اسے اپنا تابعدار بنانے کا اٹھالیا۔

اگرچہ پارس نے برادر کبیر بن کر اس کے تیرہ خیال کرنے والوں کو ختم کردیا تھا' میں نے بھارت میں چار جاننے والوں کو شہناز اور پارو کے تعاون سے ہلاک کردیا حالات بتا رہے تھے کہ دیوی اسی طرح رفتہ رفتہ اپنے تمام جاننے والے تابعداروں سے محروم ہوجائے گی لیکن اس تیزی اور پھرتی دکھائی تھی۔ باقی جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے انہیں مجھ سے دور کرکے نئے سرے سے اپنے شکنجے میں کس لیا تھا۔

یہودی خفیہ تنظیم جس کے اندر کوئی پہنچ نہیں پایا تھا اور منڈولا کی موت کے بعد میں پہنچ سکتا تھا لیکن دیوی نے پہنچنے نہیں دیا۔ میرے تمام راستے بند کردیئے۔ میں منڈولا کا لب و لہجہ اور شہناز' دیوی کا لب و لہجہ اختیار کرکے بھی یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وہ ایک بازی تو ہار چکی تھی مگر نئی بازی جیت رہی تھی۔ اب چھ تابعدار ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی پناہ میں محفوظ ہوگئے تھے۔ ان کے نام یہ تھے۔ الپا' مارکوس برٹن اور رابرٹ کلون اسرائیل میں' پاشا اور آندرے فوک امریکا میں تھے اور چھٹا شاطر مائیک ہرارے اس کا تابعدار ہوگیا تھا۔

دیوی نے اس حد تک کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد سوچا کہ اب سپرماسٹر کے دماغ میں چپکے سے جاکر معلوم کرنا چاہئے کہ اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے یوبی بیکر اور ڈی لنکاسٹر کی موت کے بعد وہاں کیا ردِعمل ہے۔ شاید برادر کبیر نے بھی سپرماسٹر وغیرہ سے رابطہ کرکے یہ ترغیب دی ہوگی کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مرگئے تو کیا ہوا' وہ مزید دس پیدا کرسکتے ہیں۔

یہ برادر کبیر ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ انسانی جسم کو سائے میں تبدیل کرنے والی گولیوں سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ جن افراد کو ٹیلی پیتھی سکھانے کے لئے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جاتا تھا' برادر کبیر کے مجاہدین ان کے اندر سایہ بن کر جاتے تھے اور یوں وہ بھی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرلیتے تھے۔

ان حالات میں اب ٹرانسفارمر مشین کو استعمال کرکے ایم آئی ایم کے زیادہ سے زیادہ مجاہدین کو یہ غیر معمولی علم نہیں سکھایا جاسکتا لہٰذا وہ مشین فی الحال استعمال نہیں کی جارہی تھی۔

بہرحال دیوی نے کوئی بیس یا بائیس گھنٹوں کے بعد سپرماسٹر کے اندر جانا چاہا۔ ایسے میں ایک نئی بات ہوئی۔ اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ اس کا مطلب تھا کہ سپرماسٹر اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ اس نے تینوں افواج بری' بحری اور فضائیہ کے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں پہنچنا چاہا تو وہاں بھی ناکامی ہوئی۔

اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ چاروں اچانک دنیائے فانی سے کوچ کرگئے ہیں۔ اس نے چند امریکی اعلیٰ حکام کے اندر پہنچ کر ان کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ امریکی فوج کے اندر تنازعہ پیدا ہوگیا تھا۔ چند اعلیٰ فوجی افسران نے بغاوت کی اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کے ساتھ سپرماسٹر کو بھی گولی مار دی ہے۔

اب فوجی ہیڈکوارٹر میں نئے افسران اور نئی انتظامیہ ہے اور ایک ایسا نیا سپرماسٹر اور تینوں افواج کے ایسے اعلیٰ افسران آئے ہیں جو یوگا کے ماہر ہیں۔ چونکہ دیوی یوگا جاننے والوں کے اندر بھی پہنچ جاتی ہے اس لئے وہ سپرماسٹر اور اعلیٰ افسران گونگے بہرے بن گئے ہیں۔ کمپیوٹر کے ذریعے ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں اور ان چاروں کی خفیہ رہائش گاہ کا علم کسی کو نہیں ہے۔ ان کے نائب اور اہم ماتحت کمپیوٹر کے ذریعے ان سے احکامات حاصل کرکے ان پر عمل کرتے ہیں۔

دیوی اس خفیہ اڈے کے معتبر افسران کے پاس پہنچی جو ٹرانسفارمر مشین کی نگرانی کرتے تھے۔ ان کے خیالات نے بتایا کہ انہیں اچانک مشین کے خفیہ اڈے سے ٹرانسفر کرکے نیویارک کے ٹیلی جنس آفس میں بھیج دیا گیا ہے۔

ان افسران کے تبادلے سے یہ سمجھ میں آگیا کہ اس ٹرانسفارمر مشین کو بھی کسی دوسرے خفیہ اڈے میں منتقل کردیا گیا ہے۔ یہ اتنی بڑی تبدیلیاں اس لئے لائی گئی تھیں کہ ایک طویل عرصے سے امریکی اہم عہدیداران دیوی کے زیر اثر رہ کر صرف نقصان اٹھاتے رہے تھے۔ دیوی نے اپنے بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے تیرہ افراد کی موت کے بعد دو امریکی اور دو یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی اپنی غلط پالیسی سے ہلاک کرادیا تھا۔ وہ سابقہ سپرماسٹر وغیرہ کے ذہنوں پر مسلط رہ کر آئندہ بھی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کراسکتی تھی۔

دیوی کے علاوہ ایم آئی ایم کے سایہ بننے والے مجاہدین سے بھی موجودہ تبدیلیوں کے باعث نجات مل گئی تھی۔ اب برادر کبیر (پارس) کو بھی یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ نیا سپرماسٹر' تینوں افواج کے نئے اعلیٰ افسران اور وہ ٹرانسفارمر مشین کون سے خفیہ اڈے میں پہنچائی گئی ہے۔

وہ بھارت میں مجھ سے مات کھانے کے بعد دوسری طرف اچھی خاصی بازی جیت کر اپنا پلڑا بھاری رکھنے میں کامیاب ہوئی تھی لیکن امریکا میں پھر اسے شکست ہو رہی تھی۔ اب نیا سپرماسٹر ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرسکتا تھا اور یہ سوچ سکتا تھا کہ دیوی' پاشا اور آندرے فوک کے ذہنوں پر مسلط رہتی ہے لہٰذا ان دونوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم منادیا جائے یا دونوں کو ہلاک کردیا جائے۔ اب وہ دیوی کو کسی طرح کا فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں دے سکتے تھے۔

اب دیوی بھارت میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو براہِ راست

استعمال کرنے کی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مائیک ہرارے جیسا شاطر اس کا تابعدار مشیر بن چکا تھا۔ آئندہ وہ اپنی ذہانت اور ہرارے کی چالبازیوں سے میرے خلاف نئے ہتھکنڈے استعمال کرنا چاہتی تھی۔

اس سے پہلے اس نے برادر کبیر سے رابطہ کیا۔ وہ بولا "اچھا تو تم ہو۔ بھارت سے کب آئیں؟"

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں بھارت میں تھی اور وہاں سے آئی ہوں؟"

"عقل استعمال کرنے سے ڈھکی چھپی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ میں کل شام سپرباسٹر کے اندر سایہ بن کر گیا تھا۔ وہ فوجی افسران سے اس ایلیے پر گفتگو کر رہا تھا کہ دیوی جی کے مقاصد پورے کرنے کے لئے ان کے دو امریکی اور دو اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے گئے ہیں۔"

"ہاں تم نے کہا تھا کہ تم کشمیریوں کی مدد کے لئے بھارت نہیں جاؤ گے لیکن وہاں فرہاد علی تیمور موجود ہے۔ میں بڑی احتیاط اور مکمل تیاریوں کے ساتھ گئی تھی۔"

"تیاریاں کبھی امریکی اور اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مکمل نہیں ہوتیں۔ بھارت میں تمہیں صرف اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو لے جانا چاہئے تھا۔"

"میرے زخموں پر نمک نہ چھڑکو۔ تمہاری کشمیر دوستی کے باعث میں ان بھارتی خیال خوانی کرنے والوں کو نہ لے جا سکی جنہیں میں نے بڑی ہیرا پھیری سے مشین کے ذریعے پیدا کیا تھا۔"

"تم نے میری باتوں پر غور نہیں کیا۔ میں بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا دشمن ہوں لیکن تمہارے اپنے خیال خوانی کرنے والے ہوتے تو میں دشمنی نہ کرتا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو؟ کیا وہ بھارتی میرے نہیں تھے؟"

"ہرگز نہیں تھے۔ تم نے انہیں مشین کے ذریعے پیدا کیا تھا۔ اگر شادی کر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتیں تو میں دوست بن کر تمہاری تمام خیال خوانی کرنے والی اولاد کو گود میں کھلاتا۔"

"تم میری شکست خوردگی کا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"کیا شادی کرنا اور ٹیلی پیتھی جاننے والی نسل پیدا کرنا مذاق ہے؟ میں تو تمہیں نیک مشورہ دے رہا ہوں۔"

"ایسے مشورے اپنے پاس رکھو۔ کیا سنجیدگی سے گفتگو نہیں کرو گے۔"

"بھارت میں تمہارے چار تابعدار مر گئے۔ یہ میرے لئے خوشی کی بات ہے۔ سنجیدہ مجھے نہیں تمہیں ہونا چاہئے۔ کیا میں نے تمہیں خطرے سے آگاہ نہیں کیا تھا کہ وہاں فرہاد علی تیمور موجود ہے؟"

"میں مانتی ہوں۔ تم صرف کشمیر کے معاملے میں دشمنی کرتے ہو ورنہ میرے لئے مخلص ہو اس لئے تم سے کچھ تعاون چاہتی ہوں۔"

"تمہارے تعاون حاصل کرنے کے پیچھے خطرناک ارادے چھپے ہو سکتے ہیں۔"

"تم نادان نہیں ہو۔ اتنے چالاک ہو کہ میرے ارادے تمہارے لئے نقصان دہ ہوں گے تو تم فوراً بھانپ لو گے۔"

"اپنی تعریف سن کر خوشی ہو رہی ہے۔ آگے بولو۔"

"پہلے تو میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ ہم دونوں کس حد تک دوست بن کر رہ سکتے ہیں؟"

"ہمارے اسلام میں عورتوں سے دوستی کی ممانعت ہے۔"

"کیا دقیانوسی باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو؟"

"یہ تمہارے لئے دقیانوسی بات ہے لیکن میں ماڈرن بن کر تم سے دوستی کروں گا تو میرے جذبات بھڑکیں گے۔ ہوس غالب آ گئی جیسا کہ تم نے پرھا کو ڈی دیوی بنا کر اس کے ساتھ گناہ بنا دیا۔ اب پھر دوستی کے نام پر اپنی جوانی کا چارا ڈال رہی ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ دوستی کے نام میں خود کو تمہارے حوالے کروں گی۔ یہ بات کرہ میں باندھ لو مجھے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ میں صرف پارس کی امانت ہوں۔"

"اچھا تو مجھ سے یہ تعاون چاہتی ہو کہ میں پارس کی امانت پارس کے پاس پہنچا دوں۔"

"میں کوئی اور بات کرنے آئی ہوں اور تم بات کو کہاں سے کہاں لے جا رہے ہو۔ تمہارے جیسا چالاک اور مکار سب کو رہا ہے گمراہ انجان بن رہا ہے۔"

"اس لئے انجان بن کر تمہیں ٹال رہا ہوں کہ تم دوستی اور تعاون جیسے خلوص بھرے الفاظ استعمال کر رہی ہو جبکہ تمہارے پاس خلوص نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔"

"میں نے ایک بار پرھا کو ڈی دیوی بنا کر تمہیں ڈھوکا دیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں مخلص دوستوں کو بھی دھوکا دیتی ہوں۔ مجھے ایک بار آزما کر دیکھو۔ کسی بھی معاملے میں مجھے دیانت دار پاؤ گے۔"

"اچھی بات ہے۔ ایک بار آزما لیتا ہوں۔ اپنا مطلب بیان کرو۔"

"مطلب صرف میرا نہیں، تمہارا بھی ہوگا۔ تمہیں تو معلوم ہوگا کہ سپرباسٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کو ہلاک کروا دیا ہے ان کی جگہ جو نیا سپرباسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران آئے ہیں گونگے اور بہرے بنے ہوئے ہیں۔ کمپیوٹر کے ذریعے اپنے ماتحت سے گفتگو کرتے ہیں اور..... خفیہ رہائش گاہوں میں رہتے ہیں۔"

"ہاں۔ تھوڑی دیر پہلے معلوم ہوا ہے۔ تم یقیناً یہ جاننا چاہتی ہو ان کا پتا معلوم ہو اور ان کی آوازیں سنی جائیں تاکہ تم ان دماغوں میں پہنچ سکو۔"

"ہاں ایسا کرنے سے تمہارا بھی فائدہ ہے۔ تم اپنے غلاموں

نے والے منصوبوں کو سن سکتے ہو۔"

"میں کیسے سن سکتا ہوں؟"

"انجان نہ بنو۔ سایہ بن کر ان کے جسموں میں داخل ہو کر ی اہم معلومات حاصل کر سکتے ہو۔ ابتدا میں دشواری ہوگی۔ تم ک جسم سے دوسرے پھر تیسرے پھر چوتھے اور اسی طرح کئی اہم عہدیداروں کے اندر سے منتقل ہوتے ہوئے ان نئے سپرباسٹر اور ی اعلیٰ افسروں تک پہنچ سکو گے۔"

"تم کہتی ہو تو ایسا کروں گا۔ ان کے جو منصوبے ہوں گے وہ نہیں بتاتا رہوں گا۔"

"مجھے ان کے منصوبے نہ بتانا صرف ان کی آوازیں سنا یا۔"

"ایسی حماقت تو کبھی نہیں کروں گا۔ تم آوازیں سن کر ان کے ماغوں میں پہنچو گی اور یہ معلوم کرتی رہو گی کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کہاں ہے اور وہ امریکی باصلاحیت افراد کو کب مشین سے گزارنے والے ہیں۔ تم پھر ان پر مسلط ہو کر اپنے بھارتی جوانوں کو بھی ٹیلی یتھی سکھاؤ گی۔"

"ایسا کروں گی تو تم میرے بھارتی جوانوں کو زندہ نہیں چھوڑو گے۔"

"اب ایسا نہیں کر سکوں گا۔ جسم کو سایہ بنانے والی گولیاں ستعمال ہوتے ہوتے ختم ہو چکی ہیں۔ صرف ایک گولی رہ گئی ہے۔ ہ بھی چوبیس گھنٹے تک سایہ بنا کر رکھنے والی گولی ہے۔ اس کے بعد ر کبھی سایہ نہیں بن سکوں گا اور نہ ہی تمہارے بھارتی جوانوں کے اندر چھپ کر انہیں ہلاک کر سکوں گا۔"

دیوی کو یہ سن کر خوشی ہو رہی تھی کہ برادر کبیر کے پاس صرف یک گولی رہ گئی ہے۔ وہ بولی "میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ جو بھارتی خیال خوانی کرنے والے پیدا ہوں گے، میں انہیں بھی کشمیری مجاہدین کے خلاف استعمال نہیں کروں گی۔"

"میں تمہاری قسم پر بھروسا نہیں کروں گا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ں اس چوبیس گھنٹے تک اثر دکھانے والی گولی کے دو برابر ٹکڑے کروں۔ اس طرح ہر ٹکڑا بارہ گھنٹے تک اثر دکھائے گا۔ میں ان بارہ گھنٹوں میں نئے سپرباسٹر وغیرہ کو تلاش کروں گا۔ ان میں سے کوئی بھی ملے گا تو میں اس کی آواز تمہیں سناؤں گا اور اگر وہ نہ ملے تو پھر ں سایہ بن کر انہیں تلاش نہیں کروں گا۔"

"تم کر سکتے ہو۔ گولی کا وہ دوسرا ٹکڑا تمہیں پھر بارہ گھنٹے کے لئے سایہ بنا دے گا۔"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں لیکن وہ آخری ٹکڑا بچا کر رکھوں گا کہ کبھی تم سے دھوکا ہوگا تو جوابی کارروائی کے لئے اس آخری ٹکڑے کو استعمال کروں گا۔"

"تم مرد لوگ بڑے شکی اور ضدی ہوتے ہو۔ میری قسم کا بھی عتبار نہیں کر رہے ہو۔ چلو ٹھیک ہے گولی کے دو ٹکڑے کرو۔ کہاں ہے وہ گولی؟"

پارس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک اٹیچی کھولی پھر اس میں سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی لیکن اس ڈبیا کو کھول کر دیکھا تو وہ خالی تھی۔ اس نے حیرانی سے کہا "ارے یہ..... یہ تو خالی ہے۔ گولی کہاں گئی؟"

دیوی نے پوچھا "کیا تم نے اسی ڈبیا میں رکھی تھی؟"

"ہاں۔ میری یادداشت کمزور نہیں ہے۔ او مائی گاڈ! کہیں وہ گولی لکی سیون نے تو نہیں نکال لی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی لکی سیون کی ہنسی سنائی دی۔ وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی "کیسا الو بنایا؟ میں نے کہا تھا کہ میں آنکھوں سے سرمہ چرا لیتی ہوں۔ دیکھ لو، تمہاری اٹیچی کھول کر وہ گولی چرا لی۔"

"لکی! ایسا مذاق نہ کرو۔ تم کہاں ہو۔ سامنے آؤ۔"

"سامنے تو ہوں۔ ذرا سر گھما کر دیکھو، دیوار پر میرا سایہ نظر آئے گا۔"

دیوی نے پارس کے ذریعے دیکھا۔ دیوار پر ایک سایہ تھا۔ پارس نے غصے سے کہا "تم پاگل ہو۔ پاگل رہو گی۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ آخری گولی ہے۔ جب کبھی بہت زیادہ ضرورت ہوگی تو اسے استعمال کریں گے اور اس کے چار ٹکڑے کریں گے تاکہ ہر ٹکڑے کے حساب سے چھ گھنٹے تک سایہ بن کر رہ سکیں۔ چلو کوئی بات نہیں۔ باقی ٹکڑے مجھے دو۔"

وہ بولی "کون سے باقی ٹکڑے؟ میں نے تو پوری گولی نگل لی ہے۔"

"کیا؟" پارس نے پوچھا "تمہیں گولی کھانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہاں ایک بہت بڑا سرکس آیا ہے۔ میں شیروں کے پنجروں میں جاؤں گی اور ان سے کہوں گی 'ارے او خونخوار درندے! میں تیرے سامنے کھڑی ہوں۔ اگر شیر کا بچہ ہے تو مجھے کھا کے دکھا۔ بڑا مزہ آئے گا۔ وہ میرے سائے کو چبانے کی کوشش کرے گا' جھنجلائے گا مگر مجھے کھا نہیں سکے گا۔"

پارس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ دیوی نے کہا۔ "لعنت ہے تمہاری اس لکی سیون پر۔ اس گولی کے ذریعے سپرباسٹر اور ٹرانسفارمر مشین تک پہنچا جا سکتا تھا۔ ذرا اپنے سامان کی تلاشی لو۔ شاید ایک آدھ گولی نکل آئے۔"

"میں گولیاں صرف اس ڈبیا میں رکھتا رہا ہوں۔ ڈبیا کا ڈھکن پیچ دار ہے۔ جب تک اسے ہاتھوں سے کھولا نہ جائے یہ نہیں کھلتا۔"

"اس کا مطلب ہے، تم میرے کسی کام نہیں آؤ گے۔"

"ہم آپس میں دوست بن گئے ہیں۔ ضرور ایک دوسرے کے کام آئیں گے۔ اب ان غیر معمولی گولیوں کو گولی مارو۔ مجھے بتاؤ"

میں اور کس طرح کام آسکتا ہوں۔"

"اب کیا خاک کام آؤ گے۔ تم سے زیادہ مجھ میں غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ صرف ان گولیوں کی وجہ سے تمہاری اہمیت تھی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا ہماری دوستی کی اہمیت نہیں ہے۔"

"دوستی برابر والوں سے کی جاتی ہے یا پھر اس سے کی جاتی ہے جس سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ تم تو اب کسی کام کے نہیں رہے۔"

"دیکھو تم نے قسم کھائی تھی کہ آئندہ کشمیری مجاہدین کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گی۔"

"کیوں نہیں اٹھاؤں گی۔ وہ بھارت سے غداری کررہے ہیں۔ جب بھی میں ٹرانزفارمر مشین تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کروں گی تو میرے بھارتی جوان ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کریں گے اور سب سے پہلے کشمیری مسلمانوں اور مجاہدوں کی کھوپڑیوں میں زلزلہ پیدا کریں گے۔"

پارس نے چونک کر ٹائلٹ کی طرف دیکھا۔ دروازہ کھول کر لکی سیون آرہی تھی۔ وہ بولا "ارے لکی! تم تو نظر آرہی ہو۔ ابھی چند منٹ پہلے سایہ بنی ہوئی تھیں۔"

لکی نے کہا "ہاں سایہ تو تھی لیکن ٹائلٹ گئی تو گولی نکل آئی۔ یہ دیکھو وہی گولی ہے۔ میں پانی سے دھو کر لائی ہوں۔"

دیوی نے خوش ہو کر پوچھا "کیا واقعی یہ وہی گولی ہے؟"

پارس نے کہا "ہاں۔ یہ پگلی ہنسم نہ کرسکی۔ دراصل کل سے اس کے پیٹ میں گڑبڑ ہے۔ یہ آخری گولی آخری نہیں رہی پھر مل گئی ہے۔ ویسے دیوی شی تارا! اب تم میرے دماغ سے جاؤ۔"

وہ بولی "ایسی بے مروتی نہ دکھاؤ۔ اب ہم اس گولی سے ٹرانزفارمر مشین تک پہنچ سکیں گے اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرسکیں گے۔"

"پھر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کشمیری مجاہدین کے دماغوں میں زلزلے پیدا کریں گے۔"

"ارے نہیں" وہ تو میں غصے میں کہہ رہی تھی۔ جب ہم دوست ہیں تو کیا دوست کو دوست پر غصہ کرنے کا حق نہیں ہے؟"

"تم نے کہا تھا کہ میں تمہیں ایک بار آزما کر دیکھوں۔ تم سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ تمہارے ایسا کہتے ہی میں تمہیں آزمانا شروع کردوں گا۔"

"پلیز مسٹر کبیر! میں بہت شرمندہ ہوں۔ دیکھو ابھی تو مسئلہ یہ ہے کہ وہ آخری گولی کون نگلے گا۔ وہ گولی ایسی جگہ سے آئی ہے کہ مجھے اس پگلی پر غصہ آرہا ہے۔"

"اس پر غصہ نہ کرو۔ تم بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنا چاہتی ہو تو اپنے بھارت دیس کی خاطر یہ گولی تم نگل لو۔"

اسے ابکائی سی آئی جیسے قے کرنے والی ہو۔ اوہ..... اونک..... اونک کرتی ہوئی پارس کے دماغ سے چلی گئی۔ وہ دونوں ہنسنے لگے۔ لکی سیون بہت دیر سے پارس کے دماغ میں رہ کر دیوی سے ہونے والی گفتگو سن رہی تھی۔ ان کی گفتگو کے مطابق لکی سیون نے ایک جگہ روشنی میں کھڑے رہ کر ایک دیوار کے سامنے اپنے سائے کو پیش کیا اور یہ ظاہر کیا جیسے وہ سچ مچ گولی نگلنے کے بعد سایہ بن گئی ہے پھر اس نے تھوڑی دیر بعد ٹائلٹ سے نکل کر ایک عام سی گولی پیش کردی۔ ایسے میں پارس نے بڑی فراخ دلی سے کہا کہ دیوی کو اپنے دیس میں ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج پیدا کرنے رہنے کے لئے وہ گولی حلق سے اتار لینا چاہئے۔

اگرچہ وہ سائے میں تبدیل کرنے والی گولی نہیں تھی لیکن دیوی کو تو یہی یقین دلایا گیا تھا اور یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ وہ آخری گولی ہے۔ سایہ بن کر نے سپر ماسٹر اور ٹرانزفارمر مشین کو تلاش کرنے اور اس مشین سے اپنے بھارتی جوانوں کو ٹیلی پیتھی سکھانے کا وہی ایک آخری ذریعہ تھا۔

آنکھوں دیکھی مکھی نگلی نہیں جاتی لیکن دیس بھگتی یعنی حب الوطنی کے لئے کیا آنکھوں دیکھی مکھی نگلی جاسکتی ہے؟ پتا نہیں وطن سے محبت کرنے والوں نے کیسی کیسی گھناؤنی اور غلاظت بھری قربانیاں دی ہوں گی لیکن نفاست پسند دیوی ایسا نہیں کرسکتی تھی۔

وہ پھر پارس کے دماغ میں آئی۔ پارس نے سامنے بیٹھی ہوئی لکی سیون کو سنانے کے لئے کہا "دیوی! تم بھی خوب ہو میری کھوپڑی کو اپنا گھر سمجھ کر جب چاہتی ہو' چلی آتی ہو۔ بائی دی وے اب کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"میں اپنا ایک تابعدار تمہارے پاس بھیجنا چاہتی ہوں۔ وہ معمولی گولی لینے آئے گا اور اسے نگل کر سایہ بن جائے گا۔ پھر اس آخری گولی کو ضائع نہیں ہونے دوں گی۔ اپنے سایہ بن جانے والے تابعدار کے ذریعے اپنی منزل تک پہنچوں گی۔"

"تابعدار اور غلام بھی بیچارے کیا ہوتے ہیں۔ جو کڑوی گولی مالکن کے حلق سے نہیں اترتی' وہ اپنے حلق میں اتار لیتے ہیں۔"

"کبیر! ہم بہت اچھے دوست بن کر رہیں گے اب تو یہ طے ہے کہ وہ غلیظ گولی ہم دونوں استعمال نہیں کریں گے لہٰذا میرا تابعدار سایہ بن کر رہے گا اس کے دماغ میں تم بھی رہ سکو گے۔"

پارس نے کہا "میں بڑے سے بڑا مقصد پورا کرنے کے لئے بڑی سے بڑی کمینگی پر عمل نہیں کرسکتا۔ تمہارا جو تابعدار رہے گا بھی ہماری طرح انسان ہے۔ خدا نہ کرے' اگر میں تمہارا تابعدار ہوتا تو تم مجھ سے بھی ایسا ہی سلوک کرتیں۔"

"پلیز کبیر! یہ شرافت اور اخلاقیات پر لیکچر دینے کا وقت نہیں ہے۔"

پارس نے لکی سے کہا "ٹائلٹ میں جاؤ اور یہ گولی کموڈ میں ڈال کر فلش کرکے آجاؤ۔"

وہ گولی لے کر جانے لگی۔ دیوی نے چیخ کر کہا "نہیں کبیر! اسے روکو اس آخری گولی کو ضائع نہ ہونے دو۔"

"تم نے کہا تھا کہ تم پر ایک بار بھروسا کرکے تمہیں آزمانا

جب لکی سیون نے وہ آخری گولی نگل لی تھی تو تمہارے تیور بدل گئے تھے۔ تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آنے والا تھا اس لئے تم نے کہہ دیا کہ ان غیر معمولی گولیوں کے بغیر میری کوئی اہمیت نہیں ہے اور میں تمہاری دوستی کے قابل نہیں ہوں۔"

"میں اس غلطی کی معافی چاہتی ہوں۔ لکی سیون باتھ روم میں جاچکی ہوگی۔ اسے فوراً آواز دو۔ واپس بلاؤ۔ اس گولی کو ضائع نہ ہونے دو۔"

ملحقہ باتھ روم میں جاکر آنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا۔ لکی نے آکر کہا "میں نے گولی کو کموڈ میں ڈال کر فلش کے ذریعے بہادیا ہے۔"

دیوی نے غصے سے کہا "یو نان سنس! تم دنیا کے سب سے زیادہ احمق اور سب سے زیادہ ذلیل انسان ہو۔ انسان بھی نہیں کہتے ہو۔"

"مجھے کتا کہہ رہی ہو اور خود بھونکتی جارہی ہو۔ تم سپر ماسٹر وغیرہ کے تبدیل ہوجانے سے اس قدر پریشان اور بدحواس ہوگئی ہو کہ غیر معمولی گولیوں کے سلسلے میں ایک اہم بات کو بھلا چکی ہو۔"

وہ جھنجلا کر بولی "گولیوں کے سلسلے میں اب کوئی اہم بات رہ گئی ہوگی تو کیا فائدہ؟ میں اب تم پر تھوکنے بھی نہیں آؤں گی۔"

"جانے سے پہلے سن لو کہ وہ آخری گولی نہیں تھی۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو پھر کوئی الٹ پھیر والی باتیں کررہے ہو۔"

"احمقوں کو احمق اور تابعدار بنا کر خوش رہنے والی احمق دیوی! تم یہ اہم بات بھول گئیں کہ ان غیر معمولی گولیوں کو حسبِ ضرورت تیار کرنے کا ایک مکمل فارمولا بھی میرے پاس ہے اور جب تک ہے تب تک میرے پاس کبھی آخری گولی نہیں رہے گی۔"

دیوی کو چپ سی لگ گئی۔ اسے یاد آگیا کہ جوڈی نارمن نے ایک ماہر سائنس داں سے صرف وہ غیر معمولی گولیاں حاصل نہیں کی تھیں' ان کا فارمولا بھی حاصل کیا تھا۔ اب یہ ناقابلِ تردید حقیقت تھی کہ برادر کبیر کے پاس کبھی وہ گولیاں ختم نہ ہوتیں۔ وہ آخری گولی سے پہلے مزید درجنوں گولیاں تیار کرسکتا تھا۔

وہ ہنکچاتے ہوئے بولی "کبیر! میں..... میں تم سے یعنی کہ تمہارے سامنے....."

پارس نے کہا "ذرا ٹھہرو۔ کچھ کہنے سے پہلے یاد کرو کہ تم نے مجھے کتا کہا تھا۔ پہلے خود کو کتیا کہو۔"

"تم جو کہو گے' وہ کہوں گی۔ میں تمہارے آگے کچھ بھی نہیں ہوں۔ ایک حقیر چیونٹی ہوں۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ خود کو چیونٹی نہیں' کتیا کہو۔"

"ہاں' ہاں۔ دوستی میں دوست کی ہر بات کو ماننا چاہئے۔ تم کہتے ہو تو میں کتیا ہوں۔"

"اگر کتیا ہو تو مجھے سناؤ کتیا کیسے بھونکتی ہے؟"

"پلیز کبیر! میری توہین نہ کرو۔ ایک بار مجھے معاف کردو۔"

"معافی کی بات نہ کرو۔ دوستی برابری کی سطح پر ہوتی ہے۔ تم نے مجھے کتا کہا تھا لہٰذا جب تک خود کو کتیا ثابت کرکے برابری کی سطح پر نہیں آؤ گی تب تک دوستی نہیں ہوگی۔ چلو بھونکنا شروع کرو۔"

وہ اپنی توہین محسوس کررہی تھی لیکن پارس ایک دوست کی حیثیت سے سایہ بن کر اسے نئے سپر ماسٹر اور ٹرانزفارمر مشین تک پہنچا سکتا تھا۔ وہ ہنکچاتے ہوئے بولی "کیا میں تم پر بھروسا کروں کہ میرے بھونکنے کے بعد مجھے معاف کردو گے؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں' تمہیں معاف کردوں گا۔"

وہ بہت جھجکتے ہوئے اور اپنی ذلت محسوس کرتے ہوئے بھونکنے لگی۔ پارس نے کہا "یہ تم مجھے ٹالنے کی کوشش کررہی ہو۔ تمہاری جیسی صحت مند کتیا ایسی مردہ سی آواز میں نہیں بھونکتی ہے۔ اگر تمہیں دوستی منظور نہیں ہے تو میں ابھی سانس روک کر تمہیں بھگادوں گا۔"

"نہیں پلیز سانس نہ روکنا۔ میں پھر سے بھونک رہی ہوں۔"

وہ ذرا جاندار طریقے سے بھونکنے لگی۔ پارس نے کہا "میں اپنے وعدے کے مطابق تمہیں معاف کرتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ تمہیں اتنی لمبی عمر دے کہ تم قیامت تک بھونکتی رہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ اس کے دماغ سے صرف دیوی ہی نہیں' لکی سیون بھی نکل آئی۔ وہ اس کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اور ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی "واہ کیا شاندار طریقے سے بھونک رہی تھی۔ تم بھی میری طرح کامیڈی کرنے کے معاملے میں بادشاہ معاشا ہو اور میں بدملکہ شن ہوں۔"

اس نے پیٹ پکڑ کر کہا "خدا کے لئے نارمل گفتگو کرو۔ یہ تم کس قسم کے الفاظ استعمال کرنے لگتی ہو؟"

ایسے وقت دیوی نے پھر آنا چاہا تھا۔ پارس نے آنے نہیں دیا۔ ظاہر تھا وہ اپنی ذلت اور توہین کے باعث غصے سے پاگل ہورہی ہوگی۔ لکی سیون نے پوچھا "تمہیں میرے الفاظ سمجھ میں کیوں نہیں آتے؟"

"اس لئے کہ وہ دنیا کی کسی زبان اور کسی ڈکشنری میں نہیں ہوتے۔ یہ بادشاہ معاشا اور بدملکہ شن کے معنی کیا ہوتے ہیں؟"

"تم سیدھی سی بات نہیں سمجھ سکتے۔ بھئی ہنسانے کے یعنی کامیڈی کرنے کے معاملے میں کامیڈی کے بدمعاش بادشاہ ہو اور میں بدمعاش ملکہ ہوں۔"

"کیا تم ایسی ہی وضاحت سے پہلے نہیں بول سکتی تھیں؟"

"توبہ کرو۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔ تمہیں بدمعاش نہیں کہہ سکتی تھی اس لئے بادشاہ معاشا کہا تھا اور خود کو

بدمعاش نہیں کہہ سکتی تھی اس لئے بدملکہ شن کہا تھا۔"

دیوی پھر اس کے پاس آئی تو اس نے کہا "میں بار بار سانس روکنے کی زحمت نہیں کروں گا اس لئے پہلے کی طرح یہ برادر کبیر پھر عارضی طور پر مر رہا ہے۔ کبھی ضرورت ہوئی تو زندہ ہو کر واپس آؤں گا۔"

اس نے سانس روک کر اسے بھگایا پھر لکی سیون سے کہا "تم دوسرے کمرے میں جاؤ۔ جب تک نہ بلاؤں میرے سامنے نہ آنا۔"

وہ اٹھ کر جانے لگی۔ اس نے صوفے پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔ تحریری صاحب نے اسے جو عمل سکھایا تھا اس کے مطابق وہ برادر کبیر کی آواز اور لہجے کو لاشعور کے تہ خانے میں بند کر کے اپنے ذہن پر پارس کی اصلی آواز اور لہجہ نقش کرنے لگا۔

دیوی اپنی جگہ غصے سے دانت پیس رہی تھی۔ مٹھیاں بھینچ رہی تھی۔ وہ ہمالیہ کی وادی میں پہاڑ کے ایک غار میں تنہا تھی۔ دور تک کوئی اس کی آواز سننے والا نہیں تھا اس لئے وہ غصے سے چیخ چیخ کر برادر کبیر کو گالیاں دے رہی تھی اور قسمیں کھا رہی تھی کہ اب نئے سپر اسٹرار اور ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کی دوسری تدابیر کرے گی لیکن غیر معمولی گولیوں کی محتاج بن کر برادر کبیر کی باتوں میں آکر کتیا نہیں بنے گی۔ اس نے اسے بھونکنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ بھی جلد ہی اسے اپنا تابعدار بنا کر اپنے قدموں میں کتے کی طرح لوٹنے پر مجبور کردے گی۔

اس طرح کا چیلنج کرنے کے لئے وہ پھر ایک بار برادر کبیر کے پاس جانے لگی تو اس کی سوچ کی لہریں بھٹکتی رہ گئیں۔ اب وہ سمجھ گئی تھی کہ اس کا دماغ مردہ نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ اپنی کسی غیر معمولی صلاحیت سے آواز، لہجہ اور شخصیت تبدیل کرلیتا ہے۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر مہادیو شیو شنکر کی بڑی سی مورتی کے پاس آئی پھر مہادیو کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ اپنے ذہن کو صرف بھگتی کی طرف مائل کرنے لگی۔ ایسا کرنے سے مایوسی، غصے اور توہین کے احساسات کم ہونے لگے۔ وہ پندرہ منٹ تک خود کو پُرسکون رکھنے اور کامیابیوں کی نئی راہیں تلاش کرنے کی کوشش کرنے لگی پھر اس نے پارس کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے اندر پہنچتے ہی بولی "سانس نہ روکنا۔ میں ہوں تمہاری اصلی شی تارا....."

"اچھا تم ہو۔ پچھلی بار تم نے قسم کھا کر کہا تھا کہ خود مجھ سے واشنگٹن میں ملاقات کروگی لیکن میرے واشنگٹن آنے سے پہلے ہی بہانہ کیا کہ تمہیں کسی نے اغوا کرلیا ہے۔ اس کے بعد تم نے رابطہ نہیں کیا۔ آخر یہ چکر کیا ہے؟"

"میں تم سے محبت کرتی ہوں اس لئے جھوٹ نہیں بولوں گی۔ تمہیں دھوکا نہیں دوں گی۔ میری بات کا یقین کرو۔ ایم آئی ایم کا سربراہ برادر کبیر دہری چالیں چل رہا ہے۔ ایک طرف اسلامی تنظیم کا علمبردار بنا ہوا ہے۔ دوسری طرف بدترین حسن پرست اور عیاش ہے۔ اسی نے مجھے اغوا کیا تھا۔"

"اوہو۔ پھر تو اس عیاش نے تمہارے حسن و شباب کی دھجیاں اڑا دی ہوں گی۔ جلدی بتاؤ میرا دل ڈوب رہا ہے۔ جو میری امانت تھی اس میں کیا خیانت ہو چکی ہے؟"

"میں موم کی مورت نہیں ہوں۔ مجھے تقدیر نے تمہارے نام لکھا ہے۔ وہ مجھے ہاتھ بھی نہ لگا سکا۔ میں اپنی آتما شکتی سے خود کو بچاتی رہی پھر اسے ہلاک کر کے اس کی قید سے نکل آئی۔"

"کیا واقعی تم نے ایم آئی ایم کے سربراہ کو ہلاک کردیا ہے؟"

"ہاں مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس سے پہلے بھی وہ کئی بار مرچکا ہے پھر عجیب بات ہے کہ زندہ ہو کر پھر اس دنیا میں چلا آتا ہے۔"

"یہ تو یقین کرنے والی بات نہیں ہے۔"

"ہاں۔ یہ بھی نہیں ہوتا کہ مرنے والا کچھ عرصے بعد زندہ ہوجائے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ غیر معمولی عمل جانتا ہے۔ اپنی آواز لہجہ اور شخصیت وغیرہ بدل کر زندہ رہتا ہے اور مجھے مرنے کا یقین دلا کر احمق بنانا چاہتا ہے۔"

"تمہیں احمق نہیں بننا چاہئے۔ تم دوسروں کو احمق بنانے کے لئے پیدا ہوئی ہو۔ یہ بتاؤ تم نے اس کی قید سے رہائی حاصل کرتے ہی مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا تھا؟"

"کر تو رہی ہوں۔ ابھی ایک گھنٹے پہلے رہائی حاصل کر کے ایک خفیہ رہائش گاہ میں آکر تم سے باتیں کررہی ہوں۔"

"میں نے کہا تھا کہ تم دوسروں کو احمق بنانے کے لئے پیدا ہوئی ہو مگر مجھے تو احمق نہ بناؤ۔ پاپا کہہ رہے تھے کہ تم نے پچھلے چند دنوں سے بھارت میں ان کے خلاف محاذ بنا رکھا ہے۔ انہوں نے مجھے تاکید کی ہے کہ تمہیں اپنے دماغ میں نہ آنے دوں۔"

"اوگاڈ! یہ تو میرے خلاف زبردست سازش ہو رہی ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ پاپا جھوٹ بول رہے ہیں اور تمہارے خلاف سازشیں کررہے ہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ تمہارے پاپا میرے لئے محترم ہیں۔ میری باتوں کو سمجھو۔ میں خود سازشوں کا شکار ہو رہی ہوں۔ میرے مقابلے میں ایک نقلی دیوی شی تارا جانے کہاں سے پیدا ہوگئی ہے؟ اور کسی ملک یا کسی تنظیم کے لئے کام کررہی ہے۔ ویسے وہ نقلی دیوی اچھی طرح سمجھ گئی ہے کہ خود مجھ سے مقابلہ نہیں کرسکے گی اس لئے اس نے پہلے برادر کبیر کو میرے خلاف بھڑکایا پھر میرے نام سے تمہارے پاپا کے مقابلے میں آئی ہوگی۔"

پارس نے کہا "اگر ایسا ہے تو وہ نقلی دیوی تم سے زیادہ خطرناک ہے۔ ہم سب اپنے پاپا پر فخر کرتے ہیں اور اس نقلی سوئر کی بچی نے ہمارے پاپا کو بھی گمراہ کردیا اور وہ دھوکا کھا کر تمہارے خلاف ہوگئے۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ میرا ایک بہت ہی اہم سیودی ٹیلی پیتھی جاننے والا داؤ منڈلا تھا۔ اس فراڈ دیوی نے اسے بھی ٹریپ کرلیا کہ ایسا برین واش کرچکی ہے کہ میں آتما شکتی کے ذریعے بھی اس کا دماغ کے اندر نہیں جاسکتی۔ پلیز اپنے پاپا کو اصل صورتِ حال سے آگاہ کرو۔ میں اس دیوی کے فراڈ کو ثابت کرنے کے لئے تمہارے پاپا کی مدد چاہتی ہوں۔ چونکہ میں تمہاری عزت ہوں اس لئے توقع کرتی ہوں کہ تم برادر کبیر سے میرے اغوا کا انتقام لوگے اور اپنے غیرت مند ہونے کا ثبوت دوگے۔"

"تو یہ میری اصلی شی تارا! میری غیرت کو نہ للکارو۔ بس مجھے اتنی سہولت دو کہ وہ کم ظرف برادر کبیر دوبارہ زندہ ہو کر ہماری دنیا میں آئے پھر میں اسے ایسی موت ماروں گا کہ وہ پھر کبھی زندہ ہو کر واپس نہیں آسکے گا۔"

"کیا تم ایم آئی ایم کے مجاہدین سے رابطہ کر کے یہ معلوم نہیں کرسکتے کہ ان کا سربراہ کہاں ہے؟ وہ یقیناً نئے لب و لہجے اور نئی شخصیت کے ساتھ ایم آئی ایم کی تنظیم میں موجود ہوگا۔"

"ہم میری مکارانہ چالوں سے واقف ہو۔ اسی طرح میں تمہاری چالیں بھی خوب سمجھتا ہوں۔ جیسا کہ تم بھی جانتی ہو میرے پاس غیر معمولی گولیاں ہیں۔ وہ اپنی تنظیم میں سایہ بن کر رہتا ہوگا تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ میں اسے تلاش کررہا ہوں۔ ایسے میں وہ ہوشیار ہوجائے گا پھر مجھ سے دور رہنے کی راہیں اختیار کرلے گا۔"

"تم درست کہتے ہو۔ ہمیں صبر کرنا چاہئے لیکن میں وہ غیر معمولی گولیاں حاصل کرنے کے لئے بے چین ہوں۔ کیا یہ سراغ لگایا نہیں جاسکتا کہ ان گولیوں کے تیار کرنے کا جو فارمولا ہے اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟"

پارس نے کہا "ذرا سوچو! وہ فارمولا تمہارے پاس آتا تو تم اسے تحریر کی صورت میں رکھتیں یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے اپنے ذہن میں نقش کرلیتیں۔ اس کے بعد اس تحریری فارمولے کو جلا ڈالتیں تاکہ وہ کبھی کسی دشمن کے ہاتھ نہ لگے۔"

"میں تو اسے ذہن نشین کرتے ہی جلا ڈالتی۔"

"پھر یقین کرو کہ کسی خاص ماتحت مجاہد نے اس فارمولے کو خفیہ عمل کے ذریعے برادر کبیر کے ذہن میں نقش کردیا ہوگا پھر کبیر نے اسے جلا ڈالا ہوگا۔"

وہ قائل ہو کر بولی "واقعی وہ بڑا مکار ہے۔ اس نے بھی یہی کیا ہوگا۔ ہمیں صبر کرنا ہوگا۔"

"ہاں۔ اللہ تعالیٰ صبر کا پھل دیتا ہے۔ پھل میٹھا بھی ہوتا ہے اور کڑوا بھی۔ وہ اچھے کو اچھا صلہ دیتا ہے اور برے کو اس کے برے انجام تک پہنچاتا ہے۔ تم بھی صبر کرو۔ بہت اچھا صلہ ملنے والا ہے۔"

وہ تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد دماغی طور پر پھر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ جس طرح وہ بات بنانا چاہتی تھی اس طرح بات نہیں بن رہی تھی۔ پہلے اس نے برادر کبیر سے متحد ہو کر نئے سپر اسٹرار اور ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنا چاہا مگر اس نے اسے کتیا بنا کر بھونکنے پر مجبور کردیا تھا۔

پھر یہ تدبیر ذہن میں آئی کہ وہ خود کو پارس کی عزت اور غیرت بنا کر اسے طیش دلائے پھر برادر کبیر سے لڑا دے۔ اسے یقین تھا کہ برادر کبیر کے مقابلے میں پارس زوردار اور نہایت ہی مکار ہے۔ وہ برادر کبیر کو فنا کر کے اس سے غیر معمولی گولیاں اور فارمولا بھی حاصل کرلے گا۔

اس کی دانست میں پارس ایک غیرت مند محبت کرنے والے کی حیثیت سے جوش میں آگیا تھا مگر صبر کی دیوار کھڑی ہوگئی تھی اور وہ صبر نہیں کرسکتی تھی۔ جلد سے جلد نئے سپر اسٹرار اور تینوں افواج کے نئے اعلیٰ افسران کے اندر پہنچ کر سابقہ سپر اسٹرار اور فوجی اعلیٰ افسران کی طرح انہیں بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا لینا چاہتی تھی۔ اس کے بعد ٹرانسفارمر مشین تک پہنچ کر فائدہ اٹھاتے رہنے کا موقع ملتا رہتا۔

پھر یہ بھی گوارا نہیں تھا کہ برادر کبیر اپنے مزید مجاہدین کو سایہ بنا کر اس مشین سے گزار کر اپنی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بناتا رہے۔

جب اپنی تدابیر ناکام ہوتی رہیں تو ایسے وقت ذہین مشیروں کی ضرورت پیش آتی ہے اور شاطرانہ ہزارے دس ذہین مشیروں پر بھاری تھا۔ دیوی نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بناتے وقت سونیا کی آواز اور لہجہ اختیار کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ کسی دن فرہاد کسی سلسلے میں مائیک ہزارے کے پاس آئے گا اور ہزارے سانس روک لے گا تو وہ سمجھ لے گا کہ دیوی نے اس پر عمل کیا ہے لہٰذا وہ اپنی کسی خیال خوانی کرنے والی کو دیوی بنا کر ہزارے کے اندر پہنچادے گا پھر دیوی کے تخویی عمل کا توڑ کرلے گا۔

اس نے ذہانت سے سوچا کہ فرہاد کبھی یہ سمجھ نہیں پائے گا کہ دیوی نے اسی کی سونیا کے لب و لہجے میں ہزارے کو اپنا تابعدار بنایا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ دیوی میرے خلاف نفسیاتی چالیں چل رہی تھی۔ میں آئندہ ایک عرصے تک اس کی اس چال کو سمجھ نہ سکا۔

وہ ہزارے کے اندر آکر سونیا کے لہجے میں اسے اپنے تمام حالات اور واقعات بتانے لگی۔ وہ سننے کے بعد بولا "دیوی جی! آپ کی ایک چال میں خامی ہے اور ایک چال میں خوبی ہے۔ خامی یہ ہے کہ آپ نے اپنے اغوا کی بات کر ڈالی جبکہ آپ زیرِ زمین رہتی ہیں۔ آج تک کسی نے آپ کو روبرو نہیں دیکھا۔ برادر کبیر اب تک بہت ذہین اور مکار ثابت ہوتا آرہا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا لہٰذا ابھی آتما شکتی کی حامل ٹیلی پیتھی جاننے والی دیوی کو عیاشی کے لئے اغوا کرنے کی غلطی نہیں کرے گا۔"

"چلو میں مانتی ہوں' میری اس چال میں کچھ خامیاں ہیں لیکن پارس نے اسے درست تسلیم کیا ہے اور غیرت میں آکر برادر کبیر کو قتل کردینے کا فیصلہ کرچکا ہے۔"

"پارس کو آپ کیا سمجھتی ہیں؟ وہ مکافرِ زمانہ سونیا کا تربیت یافتہ بیٹا ہے۔ وہ برادر کبیر کی بھی ذہانت اور چالبازیوں کو خوب سمجھتا ہوگا۔ یہ کبھی یقین نہیں کرے گا کہ ایک شاطر دیوی کو اغوا کرنے کی کچی چال چلے گا پھر اس سے پہلے فرہاد نے اپنے بیٹے کو آپ کے خلاف بہت کچھ کہا ہے اور اس سے بھی پہلے آپ نے اپنی ڈی کے ذریعے پارس کو کئی بار دھوکے دیے ہیں۔ میں آپ کا تابعدار ہوں' آپ کو نہایت درست مشورہ دے رہا ہوں کہ پارس پر بھروسا نہ کریں۔"

"تم میری چالوں کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک رد کررہے ہو۔ اس طرح میرا دل توڑ رہے ہو۔"

"سچے مشیر کی رائے کچی ہوتی ہے اور اس کی تنقید مایوس کرتی ہے۔ آپ میرے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرسکتی ہیں کہ میں کتنی ذہانت اور سچائی سے بول رہا ہوں۔"

"میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہی ہوں اور تسلیم کررہی ہوں۔ یہ بتاؤ کہ پارس پر بھروسا نہ کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ میں نے ڈی اور ایک فراڈ دیوی کا جو شوشہ چھوڑا ہے' اسے بھی باپ بیٹے تسلیم نہیں کریں گے۔"

"کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔ ماضی سے تاحال ان کے خلاف آپ کی کارکردگی ایسی رہی ہے کہ آپ اپنا خون بہا کر بھی انہیں کسی بات کا یقین دلانا چاہیں گی تو وہ کبھی یقین نہیں کریں گے۔"

وہ ہرارے کی باتوں پر غور کرنے لگی۔ ہرارے نے کہا "اگر آپ میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں گی تو بہت سی غلطیوں سے خود کو بچاتی رہیں گی۔"

"میں تمہاری بات کو آنچل میں باندھ کر رکھوں گی۔"

"انسان ہمیشہ خوش فہمی میں مبتلا ہو کر مات کھاتا ہے۔ آپ کی خوش فہمی یہ ہے کہ آپ کے پاس آتما کی کسی حد تک شکتی ہے جس کے باعث آپ دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے برتر ہوگئی ہیں۔ دوسری خوش فہمی یہ ہے کہ آپ جب چاہیں گی ایک ڈی شی تارا بنا کر پارس کی مصروفیات پر نظر رکھ سکیں گی اور ایک دن اسے اپنی مرضی کے مطابق اپنا دھرم پتی بنالیں گی۔ یہ خوش فہمی انسان کے اندر کینسر کی طرح پیدا ہوتی ہے تو اسے مار کر ہی دم لیتی ہے۔ آپ کی خوش فہمی اس انتہا کو پہنچ رہی ہے کہ اب آپ پارس کے بعد اس کے باپ کے مقابلے میں ایک ڈی دیوی کا شوشہ چھوڑ چکی ہیں۔ ہمیشہ ایک ہی کلہاڑی سے شہتیر کو کاٹنا چاہیں گی تو کلہاڑی کی دھار کند ہوجائے گی۔ وہ شہتیر کو کاٹنے کے بجائے آپ کے ہاتھوں میں چھالے ڈال دے گی۔ فار گاڈ سیک آپ فرہاد علی تیمور کے مقابلے میں کسی ڈی یا فراڈ دیوی کو پیش نہ کریں۔ یہ محض بچکانا چال ہوگی۔"

"تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ واقعی یہ میری خوش فہمی تھی کہ جو فرہاد میری پیدائش سے پہلے ناقابلِ شکست فولاد ثابت ہوچکا ہے' جس نے بڑی بڑی سپر طاقتوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا اس سے میں فراڈ کروں گی۔ میری اس چال میں بہت سی خامیاں ہوں گی۔"

مانیک ہرارے نے کہا "آپ کی ذہانت اور تجربہ بول رہا ہے۔ میں اس بات کی داد دیتا ہوں کہ آپ نے بڑی حاضر دماغی سے پھرتی سے امریکی اور اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو فریب کی گرفت میں جانے سے بچالیا ہے۔ یہودی تنظیم کو پہلے کی طرح طاقتور رکھا ہے۔ اس طرح کافی خیال خوانی کرنے والے آپ کی تابعداری میں محفوظ ہیں۔ آپ خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں گی تو آئندہ آپ کا ایک بھی خیال خوانی کرنے والا مارا نہیں جائے گا۔"

"میں اپنی دانست میں خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتی ہوں۔ منڈولا بھی تمہاری طرح بڑی ذہانت سے بھرپور مشورے دیتا تھا۔ اس کے باوجود وہ برادر کبیر اس لئے ہم پر حاوی ہوجاتا ہے کہ اس کے پاس سائے میں تبدیل کردینے والی گولیاں ہیں۔"

"فرہاد کے پاس ایسی گولیاں نہیں ہیں پھر آپ منڈولا کے ساتھ بھارت میں ناکام کیوں رہیں اور آپ کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے کیسے مارے گئے؟"

"اس نے بڑی چالاکی سے بے وقوف بنایا تھا۔ ڈاکٹر ٹھاکرے "را" کی قید سے نکال کر بال ٹھاکرے کی بیٹی کے پاس پہنچا دیا۔ ہم نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ڈاکٹر صابرہ کے لگادیا تاکہ بال ٹھاکرے کی بیٹی تک پہنچ کر معلوم کرسکیں کہ ڈاکٹر کہاں رہتا ہے اور اس سے کب ملنے آتا ہے۔ یہ بات ہمارے خواب و خیال میں بھی نہیں تھی کہ وہ ہمارے تعاقب کرنے کو ہوٹل تاج محل میں زخمی کرکے اس کے دماغ سے یہ کرلے گا کہ ہمارے باقی تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوٹل میں ہیں۔ اس نے ہمارے زخمی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ہمیں الجھایا۔ ادھر اس کے ساتھیوں نے ہمارے تینوں خیال کرنے والوں کو مار ڈالا۔"

ہرارے نے کہا "یہی شطرنج کی چال ہوتی ہے۔ اپنے چھوٹے مہرے کے ذریعے چال میں الجھا کر دوسری طرف مات دے دی جاتی ہے۔ آپ کے اور منڈولا کے دماغوں میں بات نکل گئی تھی کہ فرہاد کسی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کرکے باقی شیرٹن میں رہنے والے ساتھیوں کا پتا معلوم کرلے گا۔"

"بے شک ہم نے اس پہلو کو بھلا دیا تھا۔ اس بھول کا نقصان پہنچا چکے ہے لیکن جو ہو چکا ہے اس پر مٹی ڈالو۔ میرے مسائل ہیں۔ ان کے حل نکالو۔ ایک مسئلہ تو یہی ہے کہ

بھارت میں ہے اور میں چاہتی ہوں کہ وہ وہاں سے چلا جائے۔"

"اور دوسرا مسئلہ کیا ہے؟"

"یہ کہ کسی طرح برادر کبیر ہمارے قابو میں آجائے تاکہ ہمیں ان غیر معمولی گولیوں کا فارمولا مل جائے۔ وہ چالباز سربراہ اپنے جانبین کو سایہ بنا کر انہیں ٹیلی پیتھی سکھاتا رہے گا۔"

"دونوں ہی مسئلے نہایت پیچیدہ ہیں۔ میرا پہلا دانشمندانہ مشورہ یہ ہے کہ فرہاد سے نہ الجھیں۔ اسے بھارت میں رہنے دیں۔"

"وہ وہاں رہ کر میرے دیس کو نقصان پہنچا رہا ہے۔"

"فرہاد کے بغیر بھی بھارت کے تمام سیاستداں اپنے اپنے مفاد کی خاطر دیس کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ کیا بھارت کو آپ خوشحال ملک بنا سکتی ہیں۔ وہاں جو غریب' غریب تر اور امیر' امیر تر ہوتے جارہے ہیں' کیا آپ یہ ناانصافی ختم کرسکتی ہیں؟"

"اگر میں ایسا نہیں کرسکتی تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فرہاد جیسے دشمن کو اپنے ملک میں رہنے دیا جائے۔"

"جب آپ کی سمجھ میں یہ بات آجائے گی کہ فرہاد کو وہاں سے نکال نہیں سکیں گی تو پھر دوسری تدابیر پر عمل کریں گی۔"

"تم بتاؤ دوسری تدابیر کیا ہوسکتی ہیں؟"

"یہی کہ سب سے پہلے عقل سے یہ سوچنا کہ فرہاد بھارت میں کیوں ہے؟ میں کہتا ہوں کہ وہ کشمیر کی جنگ بھارت میں لڑ رہا ہے۔"

"کمال ہے۔ تم بڑی ذہانت سے وہی بات کہہ رہے ہو جو برادر کبیر نے کہی تھی۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میرے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نقصان نہیں پہنچائے گا بلکہ کشمیر کا رخ بھی نہیں کرے گا کیونکہ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا باپ فرہاد موجود ہے۔ واقعی اس طرح صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فرہاد کشمیر کی جنگ بھارت میں لڑ رہا ہے۔"

"جب صحیح وجہ معلوم ہوجائے تو آپ کو فرہاد سے دور رہ کر وہی چال چلنا چاہئے جو فرہاد چل رہا ہے۔ بابا فرید صاحب کے ادارے کے حوالے سے فرہاد اور اس کی تمام فیملی فرانس میں رہتی ہے۔ انہیں حکومتِ فرانس کی سرپرستی حاصل ہے لیکن اب تمام یورپی ممالک کی طرح حکومتِ فرانس بھی مسلمانوں سے الرجک ہے۔ بھارت کی طرح فرانس میں بھی دوسری بڑی آبادی مسلمانوں کی ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کے مطابق تمام عیسائی اور یہودی سوچ رہے ہیں کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو کیسے روکا جائے۔"

"مانیک ہرارے! تم میرے مسئلے کو کسی اور طرف لے جارہے ہو۔ کیا ہم یورپ میں مسلمانوں کی آبادی کم کریں گے؟"

"اس بات کو گہرائی سے سوچیں۔ اگر آپ فرانس کو اپنا مرکز بنائیں' وہاں کے اعلیٰ حکام کے دماغوں میں یہ خیال ٹھونس دیں کہ بابا صاحب کے ادارے کے باعث فرانس میں مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور آپ ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی کے ذریعے مسلمانوں کی آبادی بھی کم کردیں گی اور بابا صاحب کے ادارے میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے رہتے ہیں ایک دن پیرس آتے ہیں' آپ ان سب کو ٹریپ کرکے حکومتِ فرانس کے حوالے کردیں گی تو وہ آپ کو سر پر بٹھائیں گے۔ جب ادھر فرہاد کا نقصان ہونے لگے گا تو وہ خود ہی بھارت چھوڑ کر پیرس چلا آئے گا۔"

"یہ تو بہت ہی عمدہ چال ہے۔ میں نے بھی پڑھا ہے کہ فرانس میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی پر تشویش کا اظہار کیا جارہا ہے۔ میں مذہبی جذبات کو ابھاروں گی تو فرانس کے تمام عیسائی اعلیٰ حکام اور حمدید اران میری ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی سے فائدہ اٹھانے کے لئے مجھے وہاں بڑی رازداری سے سہولتیں فراہم کریں گے۔ اب میں فرانسیسی اکابرین سے رابطے کروں گی۔ ان کے چور خیالات سے معلوم کروں گی کہ ان میں سے کتنے اکابرین میرے مشن کو پورا کرسکتے ہیں۔ ان کے ذریعے پیرس میں فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچنے کی کوشش کروں گی۔"

"اس کے بعد آپ کے لئے برادر کبیر مسئلہ بنا ہوا ہے۔ فی الحال میں یہ نہیں سمجھتا کہ ہم اس مردہ اور زندہ ہوجانے والے شخص سے غیر معمولی گولیوں کا فارمولا حاصل کرسکیں گے لیکن اسے ان گولیوں کے ذریعے بڑا فائدہ اٹھانے سے روک سکیں گے۔"

"وہ کیسے؟"

"اگر نئے سپر ماسٹر کی خفیہ رہائش گاہ کا جلد سے جلد سراغ لگا کر اس کے اندر پہنچا جائے اور اس خفیہ اڈے کا پتا معلوم کیا جائے جہاں ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی ہے تو ہم اس مشین میں خرابیاں پیدا کردیں گے پھر برادر کبیر اپنے جتنے مجاہدین کو سایہ بنا کر مشین سے گزارے گا تو ناکام رہے گا۔"

"بے شک جب ہم فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے تو برادر کبیر کو بھی فائدہ اٹھانے نہیں دیں گے اور اس کا طریقۂ کار یہی ہوگا جیسا کہ تم کہہ رہے ہو۔ اس طرح برادر کبیر سے براہِ راست ٹکراؤ نہیں ہوگا۔ ہم چپ چاپ مشین کو ناکارہ بنادیں گے۔"

"دیوی جی! آپ غور کریں کہ میں ایسی تدابیر اختیار کرنے کا مشورہ دے رہا ہوں جن پر عمل کرنے سے فرہاد' پارس اور برادر کبیر وغیرہ سے براہِ راست کبھی سامنا نہیں ہوگا اور وہ اپنی ناکامیوں کا الزام آپ کو نہیں دے سکیں گے۔"

"مانیک ہرارے! تمہاری شاطرانہ ذہانت کا جواب نہیں ہے۔ اب تم کسی بھی طرح نئے سپر ماسٹر کا سراغ لگاؤ۔ میں فرانسیسی اکابرین کے پاس جارہی ہوں۔"

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ دیوی دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ دیوی نے چند بڑے ممالک میں ڈی شی تارا بنائی ہوئی تھیں۔ پہلے وہ رات کے بارہ بجے باری باری ہر ملک کی ڈی شی تارا سے رابطہ کرتی تھی لیکن پچھلے کئی ماہ سے وہ کبھی پارس

اور کبھی برادر کبیر کے درمیان الجھی رہی تھی۔ اسے اب تک یہ معلوم نہ ہوسکا تھا کہ پارس ہی برادر کبیر ہے۔

دیوی اس ڈی شی تارا کے پاس پہنچ گئی جو فرانس میں تھی پھر اس کے ذریعے فرانس کے اعلیٰ حکام اور دیگر اہم عہدیداران کے اندر پہنچ کر ان کے خیالات پڑھنے لگی۔ ان میں سے جتنے فرانسیسی اکابرین اس کے کام آسکتے تھے وہ ان پر سونیا کے لب و لہجے میں تنویمی عمل کرکے اپنا تابعدار بنانے لگی۔

اس نے چیف آف آرمی اسٹاف کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر پوچھا "تم لوگ مسلمانوں کے دوست کیوں ہو اور بابا صاحب کے ادارے کو ہر طرح کا تحفظ کیوں دیتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "پہلے تو ہمیں فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بڑے بڑے فائدے پہنچتے تھے اور اس میں شبہ نہیں کہ وہ تمام مسلمان حکومتِ فرانس کے وفادار ہیں لیکن رفتہ رفتہ ان کی بڑھتی ہوئی آبادی نے ہماری حکومت اور عیسائی فرقے کو تشویش میں مبتلا کردیا ہے۔"

"کیا اس بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنے سے اس لئے ڈرتے ہو کہ بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے؟"

"ہاں۔ ہمیں سپرباسٹر نے حوصلہ دیا تھا۔ اسرائیلی حکام نے بھی کہا کہ وہ ہماری بھرپور مدد کرنے اور بابا صاحب کے خیال خوانی کرنے والوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں بھیج دیں گے مگر فرانس کے تمام اکابرین خوف زدہ ہیں۔ وہ برسوں سے فرہاد اور اس کے خیال خوانی کرنے والوں کی ذہانت اور چالبازیوں کے قائل ہیں پھر یہ صرف فرانس کے اکابرین نے ہی نہیں' ساری دنیا نے دیکھا ہے کہ فرہاد اور اس کے ساتھی ہمیشہ سپرپاورز پر غالب رہتے ہیں۔ ان کی لائف ہسٹری میں صرف چند ناکامیاں ہیں۔"

"چند ہی سہی مگر ناکام تو وہ لوگ بھی ہوتے ہیں۔ فرہاد آسمان سے اترا ہوا کوئی فرشتہ یا سپرمین نہیں ہے۔ مایوسیاں اور ناکامیاں ہر انسان کے حصے میں آتی ہیں۔"

"جی ہاں اور میں سمجھتا ہوں کہ فرانس جیسے بڑے اور طاقتور ملک کی حمایت نے فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والوں کے حوصلے بڑھا کر انہیں بیشتر معاملات میں کامیاب ہونے کے مواقع فراہم کئے ہیں۔"

"یہ تم نے دانش مندی کی بات کی ہے۔ میں ٹیلی پیتھی میں فرہاد سے کچھ کم نہیں ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ آتماشکتی کا علم مجھ میں ہے۔ میرے پاس بھی ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے اور جو فوج بابا صاحب کے ادارے میں چھپی رہتی ہے' میں اسے باہر نکالوں گی اور ان کے ایک ایک خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرتی رہوں گی۔"

وہ بڑے تحمل اور اعتماد سے فرانس کے تمام اہم افراد کو تابعدار بنا رہی تھی۔ پہلے وہ بڑے فخر سے خوش فہمی میں مبتلا رہ کر دشمنوں کے مقابل آتی تھی۔ اب مائیک ہرارے اسے تحمل اور اعتماد کے ساتھ پھونک پھونک کر قدم اٹھانا اور قدموں تلے حاکمیت کو روندنا سکھا رہا تھا۔

لیکن فرانس کے کئی اہم حکام اور فوجی اعلیٰ افسران ایسے تھے جن کے دماغوں میں کسی نے تنویمی عمل کیا تھا۔ مائیک ہرارے ان کے اندر نہ جاسکا لیکن دیوی نے آتماشکتی کے ذریعے معلوم کیا کہ کون لوگ کسی خیال خوانی کرنے والے کے معمول اور تابعدار ہیں۔

دیوی نے ایسے ایک تابعدار کی سوچ کے ذریعے پوچھا "میں کس کا معمول ہوں؟ وہ عامل کون ہے جو میرے اندر چلا آتا ہے؟"

اس تابعدار کی سوچ نے کہا "میں تو کسی کا معمول نہیں ہوں۔ یہ میں کیا سوچ رہا ہوں؟ کس کی مجال ہے کہ مجھ جیسے شہ زور فوجی افسر پر عمل کرسکے؟"

"بے شک میں شہ زور ہوں لیکن شراب پیتا ہوں۔ یوگا کا ماہر نہیں ہوں۔ کوئی بھی میری بے خبری میں میرے اندر آکر مجھے اپنا تابعدار بنا سکتا ہے۔"

دیوی نے اس کی سوچ میں قائل کرنا چاہا مگر اسے پتا ہی نہیں تھا کہ اس کے دماغ پر کوئی آکر مسلط ہوجاتا ہے۔ وہ یوگا نہیں جانتا تھا لیکن کسی نے پرائی سوچ کے خلاف اس کے دماغ کو لاک کر رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مائیک ہرارے کی سوچ کی لہروں کے دماغ تک پہنچتے ہی اس نے سانس روک لی تھی۔ صرف دیوی آتماشکتی کے ذریعے اس کے اندر جاکر اس کے خیالات پڑھتی رہی تھی۔

وہ مائیک ہرارے سے بولی "تمہارا کیا خیال ہے؟ فرہاد ایسا کیا ہوگا؟"

ہرارے نے کہا "فرانس کے تمام حکام اور اعلیٰ عہدیداران فرہاد اور اس کی فیملی کے ہر طرح سے کام آتے ہیں تو پھر وہ خواہ مخواہ کیوں ان پر تنویمی عمل کریں گے جبکہ وہ سب پہلے ہی تابعدار ہیں۔"

"ہوسکتا ہے کسی خاص مقصد کے تحت فرہاد کے خیال خوانی کرنے والوں نے انہیں احتیاطاً تنویمی عمل کے ذریعے بھی تابعدار بنا رکھا ہو۔"

"اگر کسی خاص مقصد اور احتیاطی تدابیر کی ضرورت ہوتی تو ان جناب تمیزی روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں پوری طرح جکڑ لیتے پھر آپ بھی آتماشکتی کے ذریعے ان کے اندر جھانک جاسکتی تھیں۔"

"ہُوں۔ تم نے بڑی ٹھوس دلیل دی ہے لیکن وہ کون ہے جو ہماری طرح فرانسیسی حکومت کے اہم اکابرین کو تابعدار بنا رہا ہے۔"

"یہ تو یقین ہے کہ فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے کے علاوہ نہیں کیا گیا ہے۔ امریکی اور اسرائیلی تمام خیال خوانی کرنے والے آپ کے تابعدار ہیں۔ وہ آپ کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کریں گے۔ صرف ایک برادر کبیر کے خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں۔ وہ برادر کبیر کے حکم سے ایسا کرسکتے ہیں۔"

وہ ناگواری سے بولی "ہرارے! یہ بلا میرے گلے پڑ گئی ہے۔ وہ کمبخت ہر جگہ میرے خلاف محاذ بنانے پہنچ جاتا ہے۔"

"دیوی جی! آپ فوراً ہی کسی نتیجے پر نہ پہنچا کریں۔ میں نے ابھی ایک اندازے سے کہا ہے کہ وہ برادر کبیر کے خیال خوانی کرنے والے ہوں گے لیکن دوسرے پہلو پر غور کریں۔ فرانس میں بابا صاحب کے ادارے کا تسلط ہے۔ ایسے میں وہ ایم آئی ایم کا سربراہ اپنے ہی مسلمانوں کے خلاف فرانس میں محاذ کیوں بنائے گا؟"

"ہُوں۔ ان تمام مسلمانوں کا آپس میں سمجھوتا ہے۔ پچھلی بار برادر کبیر نے میرے خلاف کشمیر میں اس لئے محاذ نہیں بنایا کہ وہاں بھارت میں فرہاد موجود ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ فرانس میں ہماری طرح محاذ بنانے والا کون ہے؟ ایسا کون خیال خوانی کرنے والا ہے جسے ہم نہیں جانتے ہیں۔"

"اسی کو خوش فہمی کہتے ہیں۔ آپ ہر پہلو پر غور کئے بغیر دعوے کررہی ہیں کہ دنیا کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو جانتی ہیں۔"

"یہ خوش فہمی نہیں ہے۔ صرف میں ہی نہیں' تم بھی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جانتے ہو۔ بولو کیا نہیں جانتے ہو؟"

"نہیں جانتا ہوں اور آپ بھی ان خیال خوانی کرنے والوں کو نہیں جانتی ہیں جو اد ھر چند روز میں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے پیدا کئے گئے ہوں گے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ ہرارے نے کہا "ہم نئے سپرباسٹر اور ٹرانسفارمر مشین کے نئے خفیہ اڈے کے بارے میں نہیں جانتے ہیں۔ ہم اس بات سے بے خبر ہیں کہ نیا سپرباسٹر ہم سب کی لاعلمی سے فائدہ اٹھا کر کتنے انجانے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کررہا ہے۔ فرہاد اور برادر کبیر وغیرہ بھی ایسے کسی نئے آنے والے طوفان سے بے خبر ہوں گے۔"

وہ قائل ہو کر بولی "واقعی فی الحال فرہاد' برادر کبیر اور ہم سب نئے سپرباسٹر کو نہیں جانتے ہیں۔ تم بھی اسے تلاش کرنے میں ناکام رہے ہو۔ اس سپرباسٹر نے اس سنہری موقع سے خوب فائدہ اٹھایا ہوگا اور اب بھی اٹھا رہا ہے۔ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہاتھ آتے ہی وہ فرانس میں ہماری طرح فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ بنا رہا ہے۔"

ہرارے نے کہا "اگر نیا سپرباسٹر ایسا کررہا ہے تو یہ بات ہمارے حق میں ہے۔ ہم اپنے طور پر فرانس میں بابا صاحب کے ادارے کو کمزور بنائیں گے۔ اس ملک سے فرہاد اور اس کی فیملی کے قدم اکھاڑیں گے۔ وہاں کی بڑھتی ہوئی مسلمان آبادی کو کم بھی کریں گے اور ان مسلمانوں کو فرانس چھوڑنے پر مجبور بھی کرتے رہیں گے لیکن یہ جو کچھ ہم کریں گے اس کے تمام الزامات نئے سپرباسٹر پر عائد کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔"

"لیکن سپرباسٹر نے ہمیشہ خود کو روپوش رکھا اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ظاہر نہ ہونے دیا تو اس پر الزامات کیسے عائد ہوں گے۔"

"آپ یہ سوچیں کہ ہم پر بھی الزامات عائد نہیں ہوں گے۔ ہمارے خلاف بھی کوئی ثبوت نہیں ہوگا۔ جیسا کہ معلوم ہوا ہے' نیا سپرباسٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران روپوش رہ کر کمپیوٹر کے ذریعے اپنی ملکی ذمے داریاں پوری کررہے ہیں تو فرہاد وغیرہ ان پر ہی شبہ کریں گے کہ وہ اپنی طرح اپنے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی آہنی پردوں میں چھپا کر فرانس میں مسلمانوں کے خلاف ایک خاموش جنگ شروع کرچکے ہیں۔"

"ہرارے! تم نہایت دانش مندی سے ہر طرح کے حالات کا تجزیہ کرتے ہو اور درست کرتے ہو۔ بس کسی طرح اس نئے سپرباسٹر کا سراغ لگاؤ۔ وہ چوہا نہیں ہے کہ کسی بل میں گھسا ہوگا۔ وہ انسانوں کی بستی میں کہیں ہوگا۔ پلیز اسے تلاش کرو۔"

وہ ہرارے کے اندر تھی اور ہرارے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچ رہا تھا۔ "اس بار کوئی زبردست شخص ہے جو سپرباسٹر بن کر آیا ہے۔ جب کوئی شکار ہم جیسے شکاریوں کے ہاتھ نہ آئے تو دانشمندی یہ ہے کہ ہم اپنے سے بڑے اور گھاگ شکاری فرہاد کو اس کے پیچھے لگادیں۔ دوسری طرف برادر کبیر کو ہم نیا سپرباسٹر بن کر چھیڑیں۔ جب فرہاد اور برادر کبیر کو چھیڑا جائے گا تو وہ روپوش سپرباسٹر کو اس کی قبر سے بھی نکال لائیں گے۔"

واقعی وہ شطرنج کا عالمی چیمپئن تھا۔ بڑی شاطرانہ چالیں سوچ رہا تھا۔

○☆○

بڑی تبدیلیاں ہورہی تھیں۔ پہلی تبدیلی تو یہ کہ دیوی نے داؤد منڈولا جیسے وفادار کو قتل کرکے اس سے بھی زیادہ شاطر مائیک ہرارے کو اپنا تابعدار بنالیا تھا۔

دوسری تبدیلی یہ کہ ہرارے کے دانشمندانہ مشورے کے مطابق دیوی بھارت میں میری مخالفت نہیں کررہی تھی اور فرانس میں ایک نیا محاذ قائم کرکے کچھ ایسے زبردست اقدامات کرنے والی تھی کہ میں اس کے بھارت دیس سے نکل کر فرانس آنے پر مجبور ہوجاتا۔

ہمارا خیال تھا کہ جلد ہی نئے سپرباسٹر کی خفیہ رہائش گاہ کا علم ہوجائے گا۔ اس کے ساتھ ٹرانسفارمر مشین کے بارے میں بھی معلوم ہوجائے گا۔ میں چاہتا تھا کہ غیر معمولی گولیوں سے فائدہ اٹھایا جائے اور میری فیملی میں شریک ہونے والے عادل' زہریلی صفورا' جمیلہ اور ہیرو کو بھی سایہ بنا کر ٹرانسفارمر مشین سے گزارا

جائے اس لئے ان چاروں کو پارس کے پاس واشنگٹن بھیج دیا گیا تھا اور کلی سیون کو بابا صاحب کے ادارے میں بلایا گیا تھا تاکہ میڈیکل ٹرمنٹ کے ذریعے اسے مزید نارمل بنایا جاسکے۔

یہ تبدیلیاں ہماری طرف سے ہو رہی تھیں۔ اس کے علاوہ ثانی اور علی ایک زبردست چونکا دینے والا کھیل شروع کر رہے تھے۔ میں اگلی سطروں میں اس زبردست کھیل کا انکشاف کروں گا۔

فی الحال سب سے دانشمندانہ کھیل نیا سپر ماسٹر کھیل رہا تھا۔ وہ تینوں افواج کے سربراہوں اور ٹرانسفارمر مشین کے ساتھ روپوش ہو کر تمام دوستوں دشمنوں اور دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بے حد تجسس میں مبتلا کر رہا تھا۔

اس سلسلے میں یہ سب ہی سوچ رہے تھے کہ وہ روپوش رہ کر بڑی دانش مندی سے کام لے کر ٹرانسفارمر مشین سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور نئے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر رہا ہے۔

جیسا کہ میں پہلے بھی کئی بار کہہ چکا ہوں جو وجود میں رہ کر بھی نظر نہ آئے' جو پراسرار رہے لیکن کائنات کے ذرّے ذرّے سے اپنا بھید کھولتا رہے وہ ذاتِ پاک صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ دنیا کا کوئی بندہ پراسرار نہ کر سکتا۔

اسی طرح ایک دن اس نئے سپر ماسٹر کو بھی ظاہر ہونا ہے۔ اس کے ظاہر ہونے میں کچھ عرصہ لگے گا۔ وہ کھلے ہوئے صفحات کی طرح آنکھوں کے سامنے آئے گا لیکن میں اس داستان کو اپنی مخصوص ترتیب کے ساتھ آگے بڑھانے کے لئے ذکر کر رہا ہوں کہ وہ ہماری لاعلمی میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔

اس نئے سپر ماسٹر کا نام اے لالاس تھا۔ وہ کنز کیتو لک تھا۔ امریکا کے نیو ورلڈ آرڈر کے مطابق مسلمانوں کو ان کی تہذیب سے دور اور پسماندہ رکھنے کی سختی سے حمایت کرتا تھا۔

اسے ہم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے زیادہ خطرہ تھا اس لئے وہ پہلے مرحلے میں تینوں افواج کے سربراہوں کے ساتھ روپوش ہو گیا تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کے سابقہ نگرانی کرنے والے فسروں اور فوجی جوانوں کا وہاں سے تبادلہ کر دیا تھا پھر اس مشین کو دوسری جگہ منتقل کر دیا تھا۔

اس نے صرف دس گھنٹوں میں بڑے اہم کارنامے انجام دیے۔ پاشا جسمانی اور دماغی طور پر فولاد تھا۔ اس نے اس فولاد کو صیقلی کنوری کی دوا سے کمزور بنایا پھر اپنے ایک ہپناٹزم کے ماہر کو سمجھایا کہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کی آواز اور لہجہ بدل دیا جائے تاکہ دیوی آتما شکتی کے ذریعے بھی پاشا کے نئے لب و لہجے اور نئی فصیحت تک نہ پہنچ سکے۔

ایسے وقت دیوی دوسرے معاملات میں الجھی ہوئی تھی۔ سے اطمینان تھا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے پاشا اور اندرے فوک اس کے تابعدار رہیں گے اور کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔

لیکن اعصابی کمزوری نے ہپناٹائز کرنے والے کو اس کے کمزور دماغ پر حاوی ہونے کا موقع دیا۔ اس عامل نے اسے معمول بنا کر نئے سپر ماسٹر کا تابعدار بنا دیا۔ سپر ماسٹر اے لالاس ایک ماہر کمانڈو بھی تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کے ایک ایک تختے کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس نے تینوں افواج کے سربراہوں کو بھی اچھی طرح سکھایا کہ مشین کو کس طرح ہینڈل کرنا چاہئے پھر انہوں نے کامیابی سے اسے ہینڈل کیا۔ سپر ماسٹر اے لالاس کو پہلے پاشا کے ساتھ اس مشین سے گزارا گیا۔ اس کے بعد تین دنوں میں وہ تینوں افواج کے سربراہ بھی مشین سے گزرے۔ اس طرح چاروں نے پاشا کی طرح غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی قوتوں کے ساتھ ٹیلی پیتھی کا علم بھی حاصل کر لیا۔

وہ چاروں اچھی طرح جانتے تھے کہ دیوی اگر ان کی آواز سنے گی تو ان کے دماغوں میں پہنچ جائے گی۔ پاشا پر بھروسا نہیں تھا کہ وہ گونگا بہرا بن کر رہے گا۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر میں رہ کر بولے گا تو دیوی کسی کے ذریعے اس کے نئے لب و لہجے کو سن لے گی اور یہ معلوم کر لے گی کہ وہ مشین کہاں چھپائی گئی ہے۔

سپر ماسٹر اے لالاس مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ وہ پاشا کو بھی ختم کر دیتا لیکن اس نے سوچا' وہ روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والا اور غیر معمولی سماعت و بصارت رکھنے والا اکثر کام آتا ہے پھر کبھی اس کی ضرورت پیش آسکتی ہے لہٰذا اسے اس طرح زندہ رکھا جائے کہ دیوی اس کے ذریعے آئندہ کسی بھی امریکی خیال خوانی کرنے والے تک نہ پہنچ سکے۔

اے لالاس ایک پاگل خانے سے ایک نہایت ہی ناقابلِ علاج پاگل کو رازداری سے مشین کے پاس لایا پھر اسے مشین کے فاعل پیڈ پر سلایا اور پاشا کو مفعول پیڈ پر سلا کر مشین کو آن کیا جس کے نتیجے میں پاشا صحیح الدماغ نہ رہ سکا۔ وہ بھی ناقابلِ علاج پاگل بن گیا۔ اس کے بعد اسے بھی پاگل خانے پہنچا دیا گیا۔

اس طرح اے لالاس رازداری کے تمام مراحل سے گزر چکا تھا۔ پاشا کے بعد امریکا میں دیوی کا تابعدار ٹیلی پیتھی جاننے والا صرف آندرے فوک رہ گیا تھا۔ اسے بھی ہپناٹزم کے ذریعے تبدیل کیا جاسکتا تھا لیکن تبدیل کرنے کے دوران دیوی اس کے اندر چھپی رہتی تو نئے سپر ماسٹر کے تمام طریقۂ کار کو سمجھ لیتی۔ ٹرانسفارمر مشین کے خفیہ اڈے کا پتا بھی معلوم کر لیتی۔

وہ ایک آندرے فوک کی وجہ سے کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ لہٰذا آندرے فوک کو گولی مار دی گئی۔ امریکا میں اب ٹیلی پیتھی جاننے والے سپر ماسٹر اے لالاس' بری فوج کا جنرل انسٹیل بروکس' بحری فوج کا چیف ایڈمرل ٹیری ٹیلر اور فضائیہ کا سربراہ ولی ریز تھے۔ ان چاروں نے یہ طے کیا کہ مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج نہ بنائی جائے۔ فی الحال وہ چاروں نہایت رازداری سے ایسا طریقۂ کار اختیار کریں گے کہ کسی پانچویں کی

ت پیش نہیں آئے گی۔ البتہ انہیں ناکامیوں کا سامنا کرتے ہے گا تو پھر وہ اپنے قابلِ اعتماد ذہین اور شاطر افراد کو مشین ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائیں گے۔

ان چاروں کو دیوی سے نفرت تھی۔ اس عورت نے ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے بھارتی مفادات کی خاطر قربان یا تھا اور اپنی آتما شکتی سے سابقہ سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے افسران کو تابعدار بنا رکھا تھا لیکن انہوں نے جذباتی انداز میں ے انتقام لینے کے خیال کو اہمیت نہیں دی۔ ایک تو وہ کبھی نہیں آتی تھی۔ اگر آتی تو اس سے نمٹ لیا جاتا۔

وہ چاروں امریکی تھے اور نیو ورلڈ آرڈر کے مطابق پہلے انوں کی طاقت کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ فرانس کا شمار بڑے زر ممالک میں ہوتا ہے اور وہ ملک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے ں کا گڑھ تھا۔ ان چاروں نے یہ عہد کیا کہ پہلے حکومتِ فرانس اہم اکابرین کو تابعدار بنائیں گے۔ یوں ان کے اندر رہ کر م کرتے رہیں گے کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یوں سے کس طرح فرانسیسی حکام اور اعلیٰ افسران کا رابطہ ہوتا ۔ وہ حکام اور افسران کس طرح ان مسلمانوں کے کام آتے ان سے پیرس وغیرہ میں کب ملاقاتیں ہوا کرتی ہیں اور ٹیلی ں جاننے والے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آکر مختلف ں میں کہاں قیام کرتے ہیں۔

انہوں نے دوسرا عہد یہ کیا تھا کہ کسی بھی معمول اور تابعدار دماغ میں جا کر اپنے لب و لہجے میں کبھی نہیں بولیں گے بلکہ ے تابعدار کی آواز' لہجے اور سوچ میں گفتگو کیا کریں گے۔ اس ح فرہاد اور دیوی وغیرہ کو کبھی ان چاروں تک پہنچنے کا راستہ نہیں ے گا۔

انہوں نے چند ایسے طریقے اپنائے تھے جن کے نتیجے میں دیوی ائیک ہمارے انہیں ڈھونڈ نکالنے میں ناکام ہو رہے تھے۔

پارس نے بھی مجھے یہی بتایا کہ وہاں آرمی ہیڈ کوارٹر میں ک تبدیلیاں آگئی ہیں۔ سپر ماسٹر تین اعلیٰ فوجی افسران کے ساتھ ا گیا ہے۔ اس کی جگہ نیا سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ ران بڑی رازداری سے کام کر رہے ہیں۔ اپنے اعلیٰ حکام اور نے ماتحتوں سے براہِ راست گفتگو نہیں کرتے ہیں۔ کمپیوٹر کے لیے اپنی اہم ذمے داریاں پوری کرتے ہیں حتیٰ کہ انہوں نے سٹرمشین کو بھی کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا ہے۔

عامل' صفورا' جمیلہ اور ہیرو واشنگٹن پہنچ گئے تھے اور پارس ساتھ تھے۔ ان میں پارس' جمیلہ اور ہیرو غیر معمولی سماعت و ارت کے حامل تھے۔ وہ ہزاروں میل دور سے نئے سپر ماسٹر کی از سن سکتے تھے لیکن وہ اور تینوں فوجی افسران گونگے بنے ہوئے ے شاید بند کمروں میں دیواروں سے بولتے ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ واروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ تنہائی میں بھی نہ بڑبڑاتے ہوں۔ میں نے کہا "انتظار کرو۔ مردے بولیں گے ضرور بولیں گے۔ جب بے زبان کمپیوٹر بولتے ہیں تو وہ بھی بولیں گے۔ کیا انسان بیمار نہیں پڑتے؟ اسی طرح مشینیں بھی بیمار پڑتی ہیں۔"

پارس نے کہا "سمجھ گیا پاپا! آپ نے انتظار کرنے کو کہا ہے۔ میں کل تک انتظار کروں گا پھر واشنگٹن کے وحائٹ ہاؤس سے لے کر آرمی ہیڈ کوارٹر تک جتنے بھی کمپیوٹر ہیں انہیں بیمار بنا دوں گا۔ تمام ٹیلی فون لائنوں کو ناکارہ بنا دوں گا پھر وحائٹ ہاؤس میں ایسی گڑبڑ کروں گا کہ وہ نیا سپر ماسٹر صورتِ حال کو سمجھنے کے لئے ضرور متعلقہ حمیدیاروں سے بولے گا۔ بناوٹی آواز اور لہجے میں سہی مگر بولنے کی ابتدا کرا دوں گا۔"

وہ میرے دماغ سے نکل کر شہناز کے پاس گیا "ہیلو شہناز! کیسے گزر رہی ہے؟"

وہ بولی "جیسے آواز کے بغیر گونگی زندگی اور آنکھوں کے بغیر رنگین نظارے گزرتے ہیں۔ تم کب میری آواز اور میری آنکھیں بن کر آؤ گے؟"

"پاپا کی فیملی میں آنے والی دلہنوں کو انتظار کی ایسی ہی آزمائش سے گزرنا پڑتا ہے۔ جب ہم کسی مہم پر نکلتے ہیں تو واپسی کا وقت صرف خدا ہی جانتا ہے۔"

"خدا تو سب کچھ جانتا ہے لیکن بندے بھی اپنی بندی کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کی تدبیر کرتے ہیں۔"

"یہ تدبیر پہلے سے طے ہے کہ میں کسی دن بھارت تمہارے پاس آؤں گا۔"

"وہ دن قیامت کا بھی ہو سکتا ہے۔"

"تم ایسی قیامت ہو کہ تم سے ملنے کو ہی میں قیامت کا دن کہتا ہوں۔ ذرا تحمل سے انتظار کرو۔ تمہیں اور یارو کو پاپا کے ساتھ رہ کر یہ تجربات حاصل ہو رہے ہوں گے کہ وہ کوئی چال چلنے سے پہلے دشمنوں کو کس طرح الجھاتے ہیں پھر انہیں ایسا دوڑاتے ہیں کہ انہیں مرنے سے پہلے اپنی قبریں کھودنے کی بھی فرصت نہیں ملتی۔"

"واقعی ہمارے پاپا لاجواب ہیں۔ انہوں نے بال ٹھاکرے اور "را" تنظیم کو ایسی بھول بھلیوں میں الجھا دیا ہے جہاں سے بال ٹھاکرے نکل کر دہلی نہیں جا سکے گا اور "را" والے دہلی راجدھانی سے نکل کر مہاراشٹر میں ٹھاکرے کا محاسبہ نہیں کر سکیں گے۔ پاپا نے دونوں میں زبردست دشمنی پیدا کر دی ہے۔"

"بس ایسی ہی شاطرانہ چالیں سیکھتی رہو۔ میرے انتظار کی کوفت کم ہوتی رہے گی۔ بائی دی وے' آج کل پاپا اور یارو کے ساتھ کیا مصروفیات ہیں؟"

"پاپا خاموشی سے بال ٹھاکرے کی شیو سینا اور بھارتی حکومت کی "را" کا ٹکراؤ دیکھنا چاہتے تھے مگر یہاں تارا پور سے آج کل سیکڑوں مریض آرہے ہیں۔"

"کیا وہی تارا پور' جہاں مہاراشٹر کا ایٹمی پلانٹ ہے؟"

"ہاں۔ چند برس پہلے بھوپال میں زہریلی گیس خارج ہوئی تھی۔ سیکڑوں ہندوستانی بے موت مرگئے تھے۔ بھارت سرکار کو ایٹم بم بنانے کا بڑا شوق ہے۔ ملک کی اور انسان کی فلاح و بہبود کے لئے ایٹمی توانائی حاصل کرنا بڑی اچھی بات ہے لیکن ایٹم بم بنا کر دوسرے تمام ایشیائی ممالک کو یہ تاثر دینا کہ بھارت ایشیا میں طاقت کے لحاظ سے سپرپاور بن گیا ہے تو یہ سراسر غیر انسانی منصوبے ہیں۔ ہر اچھائی کے پیچھے برائی اور ہر برائی کے پیچھے اچھائی چھپی ہوتی ہے۔ بھارت سرکار اپنی اچھائی کے لئے جو کرنا چاہتی ہے اس کے پیچھے برائی کا عذاب بھی نازل ہو رہا ہے۔"

شہناز نے تفصیل بتائی کہ تقریباً ۴۳ دن سے تارا پور ایٹمی پلانٹ سے تابکار پانی خارج ہو رہا ہے۔ یہ پانی جانداروں کے لئے بہت ہی مضر ہے اور اس ایٹمی پلانٹ کے ذمے دار افسران کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ انہیں ۴۳ دن کے بعد معلوم ہوا کہ وہ تابکار پانی پلانٹ سے نکل کر زیرِ زمین پانی کے ذخیرے میں شامل ہو رہا ہے۔ کنوؤں' تالابوں اور ندیوں میں حل ہو رہا ہے۔

جب وہاں کے مویشی پانی پی کر مرنے لگے' تارا پور کے اسپتالوں اور دواخانوں میں مریضوں کے علاج کے لئے کچھ نہ رہا تو وہ علاج کے لئے بمبئی آنے لگے لیکن سپرپاور کہلانے کے شوقین اس ملک میں مسائل بہت ہیں۔ وہاں کے انتہا پسند ہندو صرف مسلمانوں کے خلاف نہیں ہیں بلکہ وہ اپنے ہی مذہب کی نیچ ذات سے نفرت بھی کرتے ہیں۔

ایک سروے کے مطابق ۳۰۰۰ مریض تارا پور سے بمبئی کے مختلف اسپتالوں میں پہنچ رہے تھے لیکن نفاست پسند کہلانے والے ہندو ڈاکٹر اور سرکاری اہلکار پہلے یہ انکوائری کرتے تھے کہ کسی بھی بیمار ہندو کی ذات کیا ہے؟

مسیحائی کا تقاضا ہے کہ پہلے بیمار کا علاج کیا جائے' اسے صحت مند زندگی دی جائے پھر پوچھا جائے کہ وہ گھوڑا ہے یا گدھا؟

لیکن اعلیٰ ذات کے ہندو کسی کم ذات کے ہندو کے سائے سے بھی دور رہتے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں نیچ ہندوؤں کے ساتھ صدیوں سے ناانصافیاں ہوتی آ رہی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ پھولن دیوی جیسی اچھوت عورت باغی ہو کر ہندو سرکار کے لئے ایسی خطرناک ڈاکو بن گئی تھی کہ وہ جس علاقے سے گزرتی تھی وہاں کے پولیس تھانے خالی ہو جاتے تھے۔ جس کروڑ پتی اور ارب پتی اعلیٰ ذات کے ہندو کے سامنے پہنچ جاتی تھی وہ اعلیٰ ذات والے اس اچھوت اور کم ذات عورت کے قدموں میں گر کر اپنی تجوریوں کی چابیاں اس کے حوالے کر دیتے تھے۔

۳۷ سالہ پھولن دیوی ۱۱ سال جیلوں میں گزار چکی ہے اور اب رہائی پانے کے بعد اس نے سیاست میں آنے کا اعلان کیا ہے۔ ایک کہاوت ہے کہ سینے پر مونگ دلنا۔ اس کے مطابق پھولن دیوی نے کانگریس کے سینے پر مونگ دلنے کے لئے دہلی میں اپنی پارٹی کا مرکز قائم کیا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ صدیوں کی ناانصافیوں کو ختم کر کے اچھوت ذات کو ان کے جائز حقوق دلائے گی۔

میں اپنی داستان کے دوران بعض اوقات ایسی خشک باتوں کی تفصیل بیان کرنے لگتا ہوں جو ایڈونچر پڑھنے والے قارئین پر گراں گزرتی ہیں۔ اگر ایڈونچر خیالی ہو تو میں ایسا نہیں کرتا لیکن ایڈونچر میں سچائی ہو تو اس سچائی کے پیچھے چھپے ہوئے حقائق بھی بیان کرنا ہوں۔ قارئین دیکھیں گے کہ بھارت میں ۱۹۹۱ء کے انتخابات کتنے دلچسپ ہوں گے۔ بڑی بڑی سیاسی پارٹیوں کو بری لاحق ہو گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کے ووٹوں کے بغیر اکثریت حاصل نہیں کر سکے تو پھولن دیوی ہر علاقے سے ان کے ہزار لاکھ ووٹ چھین کر لے جائے گی۔ حالات عجیب طرح سے کروٹیں بدلتے ہیں۔ جو جرائم کی دنیا کی ملکہ بن کر نقدی اور زیورات لوٹ لیا کرتی تھی اب وہ سیاستداں بن کر کانگریس کے ووٹ ان کی آنکھوں کے سامنے چھیننے والی تھی۔

بہرحال یہ تو بھارت میں حال اور مستقبل کی باتیں تھیں۔ فی الحال تارا پور سے جو مریض آئے ان میں اعلیٰ ذات کے ہندو بھی تھے۔ نیچ ذات اور اچھوت بھی تھے اور مسلمان بھی تھے۔ ان مسلمانوں میں وہ کشمیری بھی تھا جو متقولہ صائمہ کا بھائی اور ڈاکٹر صابر کا سالا تھا۔ اس کا نام رحمت علی بگٹی تھا۔

رحمت علی اپنے باپ اور صائمہ کے ساتھ کشمیر سے آیا تھا۔ وہ غیرت مند صرف اتنا چاہتا تھا کہ اس کی بہن بھارتی فوجیوں کی ہوس اور درندگی کا نشانہ نہ بنے۔ ڈاکٹر صابر نے اس کی غیرت اپنے گھر کی عزت بنا لیا تھا۔ تب رحمت علی بگٹی مطمئن ہو کر باپ کے ساتھ کشمیر کی طرف چلا گیا تھا تاکہ جہاد میں حصہ لے سکے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صابر کو ان باپ بیٹے کی کوئی خبر نہیں تھی۔

چونکہ وہ بھارت سرکار کے لئے مفرور مجرم تھے اس لئے دونوں باپ بیٹے کی تصاویر ہر بڑے شہر کے تمام تھانوں میں گئی اسپتالوں میں پولیس افسران بھی آیا کرتے تھے۔ شیو سینا والوں نے انہیں تاکید کی تھی کہ بیماروں میں جو مسلمان ہو اسے فوراً خون دوائیں دے کر بمبئی سے باہر نکال دیا جائے۔

ایک افسر نے اسپتال کے بستر پر رحمت علی بگٹی کو دیکھ کر چونک گیا۔ اگرچہ رحمت علی بگٹی نے داڑھی مونچھیں بڑھا لی تھیں' طرح طرح کے مصائب برداشت کرنے کے بعد اس کے چہرے پر پتھر جیسی سختی آ گئی تھی۔ جا بجا زخموں کے نشانات کے باعث وہ فوراً ہی پہچانا نہیں جاتا تھا۔

اس افسر نے اسپتال کے کاؤنٹر پر آ کر فون کے ذریعے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "سر! میں گنپتی موریا اسپتال سے بول رہا ہوں۔ یہاں بیڈ نمبر دس پر ایک ایسا مریض ہے جو مفرور کشمیری غدار رحمت علی بگٹی جیسا دکھائی دیتا ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ اس غدار نے اپنا حلیہ بدل لیا ہے۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "کیا تم نے معلوم کیا ہے کہ اس کا دھرم اور اس کا نام کیا ہے؟ اور وہ تارا پور کے کس علاقے سے آیا ہے؟"

"یس سر! اگر میں آپ کو اطلاع دینے سے پہلے تحقیقات شروع کروں گا تو مجرم یا اس مجرم کی نگرانی کرنے والے ساتھی ہوشیار ہو جائیں گے۔ میں آپ کے تجربے اور ہدایت سے کام کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سے اعلیٰ افسر نے خوش ہو کر کہا "تم واقعی میرے تجربات سے بہت کچھ سیکھ رہے ہو اور بہت ترقی کرنے والے ہو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

ان کا رابطہ ختم ہو گیا۔ میں شہناز اور پارو کے ساتھ اس جوہو کے کنارے والی کوٹھی میں تھا۔ فی الوقت ایسا کوئی معاملہ نہیں تھا جس کے لئے ہم ایکشن میں آتے۔ کبھی کبھی تفریح کے لئے کوٹھی سے نکلتے تھے پھر واپس آ کر اپنے اپنے کمروں میں جا کر خیال خوانی میں مصروف ہو جاتے تھے۔ شہناز' شیو سینا پارٹی کے اہم لیڈروں کے اندر جا کر ان کے منصوبے معلوم کرتی رہتی تھی۔ وہاں کی دوسری برسرِ اقتدار پارٹی بی جے پی تھی۔ پارو اس پارٹی کے انتہا پسند ہندو لیڈروں کے دماغوں میں جاتی آتی رہتی تھی اور میں دہلی راجدھانی میں کانگریس کے لیڈروں اور "را" کے اہم افسران کے خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ "را" کا نیا ڈائریکٹر اور اس کے دو اہم ماتحت یوگا کے ماہر تھے لہٰذا میں دوسرے افسروں کے ذریعے ڈائریکٹر کے ارادوں کے بارے میں معلوم کرتا رہتا تھا۔

فی الحال "را" کے ڈائریکٹر اور کانگریسی بڑے لیڈروں نے یہ طے کیا تھا کہ بال ٹھاکرے کو ہٹلر بننے سے روکنے کے لئے اور وہاں کی برسرِ اقتدار متحدہ شیو سینا اور بی جے پی کو دہلی کے حکمرانوں کے آگے جھکائے رکھنے کے لئے گرینڈ آپریشن کیا جائے۔ "را" کے دہشت گرد پورے مہاراشٹر اور خصوصاً بمبئی میں ایسی دہشت گردی اور تخریب کاری شروع کریں کہ وہاں کے عوام صوبائی حکومت کو کمزور سمجھنا شروع کر دیں۔ وہاں کے صحافی' وکلا' دانشور اور دیگر سیاستداں دہلی راجدھانی سے اپیل کریں کہ بھارتی فوج کو بھیج کر بمبئی اور پورے صوبے میں امن و امان قائم کیا جائے اور شیو سینا اور بی جے پی کے اتحاد کو توڑنے کے لئے صوبے سے ان کی حکومت ختم کی جائے۔

میں خیال خوانی کے ذریعے گرینڈ آپریشن کی تیاریاں دیکھ رہا تھا۔ میری یہ حکمت عملی کامیاب ہو رہی تھی کہ جو بھارتی فوج کشمیر میں مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہی تھی اب اس فوج کا ایک حصہ مہاراشٹر میں اپنے ہی ہندوؤں کو کچلنے والا تھا۔

ایسے وقت شہناز نے آ کر کہا "پاپا! مقتولہ صائمہ کا بھائی رحمت علی بگٹی گرفتار ہو گیا ہے۔ وہ تارا پور سے بیمار ہو کر یہاں علاج کے لئے آنے پر مجبور ہو گیا تھا۔"

میں شہناز کے ذریعے اس پولیس کے اعلیٰ افسر کے اندر پہنچا جس نے رحمت علی کے بیڈ کے اطراف اور اسپتال کے اندر اور باہر پولیس کا پہرا لگا دیا تھا۔ وہ فون پر مہاراشٹر کے کسی منتری سے کہہ رہا تھا "یہ رحمت علی بگٹی بھارتی حکومت کا مجرم ہے۔ اسے صحت یاب ہوتے ہی دہلی پہنچانا ہو گا۔"

کسی منتری نے کہا "کیا ہم مہاراشٹر کے حکمران بھارتی نہیں ہیں؟ کیا یہاں بھارتی حکومت نہیں ہے؟ اگر ہے تو یہ بگٹی ہمارا مجرم ہے۔"

"سر! آپ درست کہتے ہیں لیکن رحمت علی بگٹی کی تصویریں "را" والوں نے تمام تھانوں میں پہنچائی تھیں اور تاکید کی تھی کہ مجرم کو گرفتار کرتے ہی ان کے حوالے کیا جائے۔"

"اسے سخت پہرے میں رکھو۔ اگر وہ فرار ہو گیا یا کسی بہانے "را" والوں کے حوالے کیا جائے گا تو اس کی جگہ تمہیں سزائے موت بھی مل سکتی ہے۔ تمہیں اجازت ہے کہ ابھی دہلی فون کرو اور انہیں خوش خبری سناؤ کہ ان کا مطلوبہ کشمیری غدار ہماری کسٹڈی میں ہے۔ چونکہ ہمارے صوبے میں گرفتار ہوا ہے لہٰذا اس کا مقدمہ ہمارے صوبے کی عدالت میں جائے گا۔"

میں کسی منتری کے اندر آیا۔ وہ افسر سے رابطہ ختم کرنے کے بعد بال ٹھاکرے کا فون نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد بولا "ٹھاکرے صاحب! میں بول رہا ہوں۔ ایک سمیا (مسئلہ) ہے۔ آپ پچھلے کچھ دنوں سے مسلمانوں کے معاملے میں نرم پڑ گئے ہیں اور ابھی ایک اسپتال میں ایک مسلمان کشمیری گرفتار ہوا ہے۔ وہ راجدھانی کا اور "را" والوں کا مطلوبہ مجرم ہے۔ میں نے آپ کا خیال کر کے اسے دہلی حکومت اور "را" والوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ کیا یہ میں نے آپ کی مرضی کے مطابق کیا ہے یا آپ کچھ اور چاہتے ہیں؟"

بال ٹھاکرے نے کہا "میرے کچھ چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد میری کھوپڑی پر سوار رہتا ہے۔ وہ نہیں چاہے گا کہ ایک کشمیری مسلمان کو سزا دی جائے۔ اسے اپنی کسٹڈی میں رکھا جائے لیکن قیدیوں جیسا سلوک اس سے نہ کیا جائے۔"

میں نے کہا "ٹھاکرے! تم اب انسان بن رہے ہو۔ مسلمانوں کو اپنا سمجھو یا نہ سمجھو مگر ان سے مناسب سلوک کرنے پر مجبور ہو گئے ہو۔"

وہ کسی منتری سے بولا "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد صاحب ابھی میرے دماغ میں موجود ہیں اور ہماری باتیں سن رہے ہیں۔ آپ فون کو ہولڈ آن رکھیں۔"

میں نے ٹھاکرے کی زبان سے فون پر کہا "منتری جی! میں فرہاد ہوں اور آپ کے ٹھاکرے صاحب کی زبان سے بول رہا ہوں۔ اس طرح آپ دونوں میری باتیں سنتے رہیں گے۔ بات یہ ہے کہ رحمت علی بخش، ڈاکٹر صابر کی متوقلہ شریکِ حیات کا بھائی ہے۔ "را" والے اسے غدار کہتے ہیں۔ جنہیں بھارتی حکومت غدار کہتی ہے ہم انہیں مجاہدین کہہ کر سلام کرتے ہیں۔ سلام کے معنی ہیں سلامتی بھیجنا۔ جب میں رحمت علی بخش کی سلامتی چاہتا ہوں تو پھر سلامتی کے مخالفین کی تباہی چاہتا ہوں۔"

کھ منتری نے کہا "فرہاد صاحب! ہم مخالفین نہیں ہیں۔ آپ ٹھاکرے صاحب کی باتیں سن رہے تھے۔ ہم تو رحمت علی کو "را" والوں کے حوالے کرنے سے انکار کررہے ہیں۔"

"اس طرح تم دونوں مجھے خوش کرکے ایک بہت بڑی تباہی سے بچنے والے ہو۔ غور سے سنو۔ "را" والوں نے تم لوگوں کی صوبائی حکومت ختم کرنے کی بڑی زبردست تیاری کی ہے۔ کانگریسی حکومت اور "را" والے براہِ راست تم سے کوئی دشمنی نہیں کریں گے لیکن جو دشمنی ہوتی رہے گی اس کا الزام دہلی حکومت کو نہیں دے سکو گے۔"

کھ منتری نے پوچھا "پلیز آپ تفصیل سے بتائیں۔ وہ ہمارے خلاف کیسی چالیں چلنے والے ہیں اور ان چالوں کا توڑ کیا ہوسکتا ہے؟"

"ان کا توڑ میں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ کل سے "را" کے دہشت گرد بمبئی اور مہاراشٹر کے دوسرے بڑے شہروں میں تخریب کاری شروع کریں گے۔ بے گناہ شہریوں کو قتل کرکے انہیں کچھ دنوں میں اس قدر خوف زدہ کردیں گے کہ وہ یہاں امن و امان قائم رکھنے اور حالات معمول پر لانے کے لئے دہلی حکومت پر دباؤ ڈالیں گے کہ یہاں فوج بھیجی جائے۔ یوں فوج آکر ہنگامی حالات کا اعلان کرے گی اور تمہاری صوبائی حکومت کو ختم کردے گی۔"

بال ٹھاکرے نے کہا "ہم نے ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہنی ہیں۔ اس صوبے میں ہمارے مسلح غنڈے اتنی تعداد میں ہیں کہ وہ "را" کے دہشت گردوں کی لاشوں کا ڈھیر لگادیں گے۔"

میں نے کہا "تمہیں اپنی غنڈا گردی پر بڑا ناز ہے اسی لئے مسلمانوں کے لئے شیطان بن گئے تھے۔ اب دیکھو ہزاروں غنڈے پالنے کے باوجود تم مسلمانوں سے نفرت کرتے ہوئے بھی ان کے خلاف ابھی کوئی کارروائی نہیں کررہے ہو۔"

کھ منتری نے کہا "ٹھاکرے صاحب! آپ ابھی اپنے غنڈوں اور اپنی حکومتی طاقت کی بات نہ کریں۔ ابھی فرہاد صاحب نے کہا ہے کہ وہ ان کی چالوں کا توڑ کریں گے۔"

میں نے کہا "جب دہشت گردی شروع ہوگی تو "را" کے دہشت گرد نامعلوم کہلائیں گے لیکن تمہارے مسلح غنڈے پہچانے جائیں گے۔ تمہاری آپس کی لڑائی میں بے گناہ معصوم شہری مارے جائیں گے تو تمہاری گولیوں سے مرنے والے تمہیں بھی دہشت گرد کہیں گے۔ کام ایسا ہونا چاہئے کہ ایک بھی گولی نہ چلے اور مہاراشٹر کے تمام شہروں میں امن و امان رہے اور "را" والے اپنی بے بسی اور ناکامی پر جھنجلاتے رہ جائیں۔"

کھ منتری نے خوش ہوکر کہا "یہی اصل راج نیتی ہے کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ اس سے بڑی بات کیا ہوسکتی ہے کہ فرہاد صاحب کی حکمتِ عملی سے ہماری صوبائی حکومت ہر طرح کی بدنامی سے محفوظ رہے گی۔"

"تو پھر آپ ابھی دہلی میں "را" کے ڈائریکٹر سے فون پر رابطہ کریں۔ میں آپ کی زبان سے جو بولوں گا وہ آپ سنتے رہیں گے۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ بال ٹھاکرے سے فون کا رابطہ ختم کرکے "را" کے ڈائریکٹر سے رابطہ کیا۔ میں نے دوسری طرف کی آواز سن کر کہا "میں مہاراشٹر کا کھ منتری بول رہا ہوں۔ ڈائریکٹر "را" سے بات کراؤ۔"

پرسنل سیکریٹری نے فوراً رابطہ کرایا۔ ڈائریکٹر نے کہا "کیسے کھ منتری صاحب! میں کیسے یاد آرہا ہوں۔"

میں نے کہا "کل سے آپ اپنے طور پر مبارک دن کا آغاز کررہے ہیں۔ یہ ہماری صوبائی حکومت کو نااہل قرار دینے کی ابتدا ہوگی۔ کل ٹھیک دن کے گیارہ بجے بمبئی سینٹرل اسٹیشن کے مال گودام میں ایک بم پھٹے گا۔ دوسرے بم کا دھماکا بندرگاہ کے مال گودام میں ہوگا۔ کئی کار اور موٹر سائیکل سوار بمبئی کے مختلف علاقوں میں اندھا دھند فائرنگ کرتے ہوئے گزریں گے اور یہ سب آپ کے دہشت گرد ہوں گے۔"

ڈائریکٹر نے گرج کر کہا "یہ کیا بکواس ہے۔ کیا آپ ثابت کرسکتے ہیں کہ وہ ہمارے دہشت گرد ہوں گے؟"

"ثابت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجے گی۔ کل ٹھیک جس وقت بمبئی میں خوف و ہراس طاری کیا جارہا ہوگا اسی وقت راجدھانی دہلی کے ریلوے اسٹیشن اور ائیرپورٹ میں بموں کے دھماکے ہوں گے۔ البتہ ہم دہلی کے بے گناہ شہریوں پر فائرنگ نہیں کریں گے۔ آپ اپنے تمام ماتحت افسران اور کانگریس کے تمام اہم لیڈروں سے کہہ دیں کہ وہ کل صبح سے بلٹ پروف جیکٹ پہن کر نکلا کریں۔"

"مسٹر کھ منتری! یہ دہلی ہے۔ بھارت کی راجدھانی ہے۔ کل ریلوے اسٹیشن اور ائیرپورٹ میں ایسی سختی سے چیکنگ ہوگی کہ کوئی دہشت گرد وہاں قدم نہیں رکھ سکے گا۔"

"میں نے کب کہا ہے کہ میرا کوئی دہشت گرد ایسی نادانی کرے گا۔ بھئی آپ یوگا کے ماہر ہیں۔ ٹیلی پیتھی کے بارے میں خاصی معلومات رکھتے ہوں گے۔ ہمارے کچھ کرم فرما ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ آپ اپنے جن مسلح سپریداروں کی ڈیوٹی لگائیں گے وہی سپریدار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے معصول بن کر خود اپنے ہاتھوں

ریلوے اسٹیشن اور ائیرپورٹ میں جی بھر کے تباہی پھیلائیں گے۔"

ڈائریکٹر پریشان ہوکر سوچنے لگا۔ میں نے کہا "تم یوگا کے ماہر ہو۔ زیادہ سے زیادہ اپنے دماغ میں آنے نہیں دو گے مگر تمہارے ثار ماتحت ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے معصول اور غدار بن کر تمہارے بیڈروم میں، یا تمہاری کار میں یا تمہاری رسی کرسی کے نیچے بم رکھ دیں گے۔ یہ انصاف کا تقاضا ہے کہ جو اراشٹر کے بمبئی میں ہوگا وہی اتر پردیش کے دہلی شہر میں ہوتا رہے اب بتاؤ کیا ہم دونوں ہاتھوں سے تالی بجائیں گے؟"

وہ بولا "مجھ سے پہلے جو ڈائریکٹر تھا اس پر ٹیلی پیتھی کی وجہ سے بتیں آئی تھیں لیکن مجھے یہ نہیں معلوم ہے کہ کچھ ٹیلی پیتھی نے والے آپ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ کیا آپ کوئی ثبوت پیش سکتے ہیں کہ واقعی ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کا ساتھ دیتے ہ"

"میں ابھی چند سیکنڈ میں ثبوت دے رہا ہوں۔"

میں فوراً ہی اس کے پرسنل سیکریٹری کے دماغ پر حاوی ہوگیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا ڈائریکٹر کے دفتری کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ ڈائریکٹر نے اسے دیکھتے ہی کہا "واٹ نان نس تم دستک دیے بغیر اندر کیوں آئے ہو؟"

پرسنل سیکریٹری نے ایک پستول نکال کر کہا "یوگا کے ماہر مارا یہ سیکریٹری تو شراب اور سگریٹ پیتا ہے۔ یہ میری آمد پر کیسے ائس روک سکے گا۔ دیکھو اس نے تمہیں نشانے پر لے رکھا ہے۔ نہیں قتل نہیں کرے گا صرف زخمی کرے گا تو تمہارے دماغ کے دروازے کھل جائیں گے۔ کیا زخمی کروں؟"

وہ جلدی سے انکار میں ہاتھ ہلا کر بولا "نن..... نہیں..... مجھے موت مل گیا ہے۔ میں ابھی حکم جاری کرتا ہوں کہ بمبئی میں دہشت گردی کا منصوبہ ملتوی کیا جائے۔ وہاں کے تمام دہشت گردوں کو اکید کی جائے کہ ایک بھی گولی نہ چلے اور وہ تمام تخریب کار جلد سے جلد دہلی واپس آجائیں۔"

میں نے کہا "ذرا سوچو۔ یہ کتنا اچھا موقع ہے۔ میں ایک گولی چلا کر تمہیں بھی پہلے ڈائریکٹر کی طرح اپاہج بنا سکتا ہوں لیکن میں چاہوں گا کہ تم یوگا کے ماہر رہو۔ اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو روکتے رہو۔ میں اس پرسنل سیکریٹری کی طرح کسی دوسری پتلی گلی سے تمہارے اندر آجاؤں گا۔"

وہ ابھی تک ریسیور پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے کہا "کھ منتری جی ادھر کے ریسیور سے میری آواز سن رہے ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ "را" والوں کو آج کا اتنا ہی سبق کافی ہے۔ آپ فون بند کردیں۔"

میں نے پرسنل سیکریٹری کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر کھ منتری کے پرسنل اسسٹنٹ سے کہا "کھ منتری جی! آپ کو مبارک ہو۔ آپ نے ایک گولی بھی چلائے بغیر دشمنوں کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملادیا۔"

کھ منتری نے کہا "آپ کیوں شرمندہ کرتے ہیں۔ یہ کمال تو آپ نے دکھایا ہے۔ میں آج سے آپ کا سیوک (خدمت گار) ہوں۔ آپ حکم دیں۔ میں آپ کے لئے کیا کرسکتا ہوں۔"

"دو کام کرسکتے ہیں۔ اپنی بہتری کے لئے کوشش کریں کہ اسلام دشمنی سے باز رہیں۔ دوسرا کام یہ کہ رحمت علی بخش کا توجہ سے علاج کرانے کے بعد اسے بخیریت کشمیر پہنچادیں۔"

"میں آپ کے ایک ایک حکم کی تعمیل کروں گا۔ میری خواہش ہے کہ ہمیشہ آپ سے رابطہ رہے۔ اگر کوئی ناگہانی مصیبت پھر نازل ہوگی تو....."

"تو میں خود ہی پہنچ جاؤں گا۔ مجھے آپ لوگوں کے ایک ایک پل کی خبر رہتی ہے۔ اوکے پھر کسی وقت آؤں گا۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کردیا۔ شہناز نے کہا "پاپا! آپ بہت عظیم ہیں۔ آپ نے بمبئی کے ایک شہری کو بھی ہلاک نہیں ہونے دیا اور دشمنوں کے لشکر کا رخ پھیر دیا۔"

میں نے پوچھا "اب یہ بتاؤ کہ کانگریسی حکمرانوں اور "را" والوں کا ردِعمل کیا ہوگا؟"

"سیدھی سی بات یہی سمجھ میں آتی ہے۔ وہ الیکشن سے پہلے مہاراشٹر میں شیو سینا اور بی جے پی کی متحدہ حکومت کو نااہل ثابت کرنے کا کوئی نہ کوئی حربہ ضرور استعمال کریں گے۔ آپ کی موجودہ کارروائی نے انہیں عارضی طور پر خاموش بیٹھنے پر مجبور کیا ہے۔"

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں۔ آج نہیں تو کل وہ جوابی کارروائی کس طرح کریں گے؟ کیا ہماری ٹیلی پیتھی کا جواب ٹیلی پیتھی سے دیں گے؟"

"ان کی کوشش تو یہی ہوگی لیکن ان کے پاس ایک دیوی شکتی تارا کا سہارا ہے اور وہ دیوی آپ کے مقابلے سے گھبرا کر میدان چھوڑ گئی ہے لیکن میں چار برس تک اس کی ڈی بن کر اس کی رگ رگ کو سمجھتی رہی ہوں۔ وہ آپ سے دور رہے گی لیکن اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے کانگریس اور "را" تنظیم کا ساتھ دیتی رہے گی۔ کیا میں کانگریس اور "را" والوں کے پاس جاکر معلومات حاصل کروں؟"

"ضرور جاؤ۔ اپنے ساتھ پارو کو بھی لے جاؤ۔"

اسی وقت پارو نے میرے کمرے میں آکر کہا "پاپا! کھ منتری آپ سے بہت خوش ہے۔ وہ شیو سینا اور بی جے پی کے تمام بڑے لیڈروں کو بتا رہا ہے کہ آپ نے کس طرح "را" کے ڈائریکٹر کو مہاراشٹر میں گرینڈ آپریشن کرانے سے باز رکھا ہے۔ وہ سب آپ کو مانتے ہیں لیکن میں نے ان کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ انہیں یہ پریشانی ہے کہ وہ آپ کے محتاج رہیں گے تو بمبئی سے مسلمانوں کی تعداد کم نہیں کرسکیں گے۔"

میں نے کہا "بیٹے! وہ سیاسی طور پر ایسا سوچ رہے ہیں۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ آئندہ الیکشن میں ایک بھی مسلمان انہیں ووٹ نہیں دے گا۔ لاکھوں ووٹ اپوزیشن پارٹی کو دیں گے۔ اس خیال سے وہ بمبئی سے مسلمانوں کو بھگا کر ان کی تعداد کم سے کم کر رہے ہیں تاکہ اپوزیشن کو مسلمانوں کی کمی سے کم حمایت حاصل ہو۔"

"آپ حالات کا صحیح تجزیہ کر رہے ہیں۔ اب میں چلتی ہوں۔"

وہ دونوں خیال خوانی کرنے کے لئے دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔ شہناز نے درست کہا تھا کہ بھارت کے حکمرانوں کو صرف ایک دیوی کا ہی سہارا تھا۔ اب وہ لوگ اسے تلاش کر رہے تھے۔ دیوی نے فوج کے جنرل' بھارت کے پردھان منتری اور "را" کے چند اہم افسران کو امریکا اسرائیل اور بھارت کے چند ٹیلی فون نمبر دیے تھے اور کہا تھا "یہ سب میرے تابعداروں کے فون نمبر ہیں۔ ان تمام فونوں پر پیغام ریکارڈ ہو جائے گا اور ایک آدھ گھنٹے میں مجھے پیغام موصول ہو جایا کرے گا۔"

پھر یہی ہوا۔ ایک گھنٹے بعد دیوی نے "را" کے ڈائریکٹر کے اندر آکر کہا "ہیلو! میں دیوی بول رہی ہوں۔ تمہارے پیغام سے اتنا ہی اندازہ ہوا کہ مہاراشٹر کی حکومت بے لگام ہو رہی ہے اور انہیں ٹیلی پیتھی کا سہارا مل گیا ہے۔"

ڈائریکٹر نے کہا "جی ہاں۔ ہم گرینڈ آپریشن کرنے والے تھے جس کے نتیجے میں شیوسینا اور بی جے پی کی متحدہ حکومت نااہل ثابت ہوتی اور فوج وہاں پہنچ کر ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیتی لیکن کوئی نہایت ہی اسمارٹ قسم کا ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے سیکریٹری کو آلۂ کار بنا کر میرے سامنے پستول لے کر آگیا تھا۔"

دیوی نے کہا "اس نے پستول رکھ کر بھی تمہیں سابقہ ڈائریکٹر کی طرح اپاہج نہیں بنایا۔ وہ فراڈ ہو گا۔ اس کا طریقۂ کار سمجھ میں نہیں آتا۔ اکثر اپنے مقابل کو الجھن میں مبتلا کر کے اسے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑتا ہے۔"

"وہ اپنی باتوں سے ہی بڑا زبردست لگ رہا تھا۔ ایسے زبردست کو آپ ہی ٹھکانے لگا سکتی ہیں۔ آپ تو ہمارے جیسے یوگا جاننے والوں کے اندر بھی چلی آتی ہیں۔"

وہ بولی "میرے ایک بہت ہی ذہین اور باکمال مشیر نے سمجھایا ہے کہ مجھے کبھی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے اور میں یہ خوش فہمی ذہن سے نکال چکی ہوں کہ فراد کو الٹی سیدھی چالوں کے ذریعے مات دے سکوں گی۔ میں اپنے مشیر کے پاس جاؤں گی اور موجودہ حالات کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد منصوبہ بناؤں گی کہ فراد کو کس طرح بھارت سے بھگایا جا سکتا ہے۔"

اپنی بات ختم کرتے ہی دیوی کو ڈائریکٹر "را" کے دماغ میں اپنی ہی آواز سنائی دی۔ ڈائریکٹر بھی حیران ہوا۔ اسے ایک اور دیوی کہہ رہی تھی "یہ تم کس دیوی سے باتیں کر رہے ہو۔ دیوی تو میں ہوں۔"

"کیا؟" اصلی دیوی شی تارا چونک کر ناگواری سے بولی "تم کون ہو فراڈ کہیں کی؟ تم میری آواز اور لہجے میں بول سکتی ہو مگر میری آتما شکتی کی صلاحیت کبھی تمہیں حاصل نہیں ہوگی۔ سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

دوسری دیوی نے پوچھا "یہ تم آتما شکتی کی کیا بات کر رہی ہو۔ کیا میں ابھی یوگا جاننے والے ڈائریکٹر کے اندر نہیں ہوں؟"

"وہ اس لئے کہ میں پہلے سے موجود ہوں۔ ابھی چلی جاؤں گی تو تمہیں محسوس کرتے ہی یہ سانس روک لے گا۔ یہ لو میں چند سیکنڈ کے لئے جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ دوسری دیوی نے کہا "دیکھ لو ڈائریکٹر! وہ جا چکی ہے ابھی آئے گی مگر کیسے آئے گی۔ تم "را" کے ڈائریکٹر ہو۔ "را" نے اپنی کارکردگی سے پوری دنیا کو یہ تسلیم کرایا ہے کہ یہ تنظیم کسی طرح بھی موساد' کے جی بی اور سی آئی اے سے کم نہیں ہے۔ میں تمہارے جیسے مایہ ناز ڈائریکٹر کے اندر اس فراڈ دیوی کو آنے نہیں دوں گی۔"

ایسے ہی وقت دیوی نے آکر کچھ کہنا چاہا لیکن دوسری دیوی نے ڈائریکٹر کے دماغ پر اتنے استحکام سے قبضہ جما کر اس کی سانس روکی کہ دیوی کی سوچ کی لہریں باہر ہی رہ گئیں۔ دوسری بار اس نے اپنی آتما شکتی کا پورا زور لگایا پھر ڈائریکٹر کے اندر پہنچتے ہی کچھ بولنا چاہا مگر اس نے پھر سانس روک لی۔ وہ پھر دھتکارے جانے کے انداز میں واپس آگئی۔ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ ماں کے پیٹ سے اکیلی پیدا ہوئی تھی پھر یہ اس کی ہمزاد کہاں سے آگئی.....؟

ثانی اور علی پربھارانی کے دماغ میں تھے۔ ثانی نے کہا "ویل ڈن پربھا! تم بڑی مہارت سے یہ رول ادا کر رہی ہو۔"

علی نے کہا "یہ ہمارا کیم ہے۔ اس نے تمہیں ڈمی دیوی بنایا تو اب ہم تمہیں اصلی اور اسے ڈمی بنا کر پیش کرتے رہیں گے۔ اٹس انٹرسٹنگ فار ٹیسٹ۔"

ثانی اور علی کی اپنی ایک الگ لائن آف ایکشن تھی۔ اس بار انہوں نے جیسے کو تیسا والا عمل کیا تھا۔ دیوی نے پربھارانی کو اپنی ڈمی بنایا تھا۔ انہوں نے یہ چال الٹ دی۔ پہلے جناب تیرزی نے مشورہ کیا تھا اور گزارش کی تھی کہ پربھا کو دیوی کی طرح آتما شکتی حاصل نہیں ہوگی اور روحانی قوت حاصل کرنا بھی بچوں کا کام نہیں ہے۔ ساری عمر عبادت اور ریاضت میں مصروف رہنے کے بعد صرف ان جیسے بزرگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایمان افروز انعام ملتا ہے۔

ثانی نے کہا "بزرگ محترم! ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ دیوی نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے غرور میں پہلے شہناز کو اپنی ڈمی بنایا تھا۔ اب پربھارانی کو بنایا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پربھا ڈمی نہ رہے

دیوی کا رول ادا کرے۔"

جناب تیرزی نے کہا "یہ دیوی کو سبق سکھانے کا ایک اچھا پلان ہے۔ پربھا میں صرف یہ کمی ہے کہ وہ دیوی کی طرح یوگا کے رازوں کے اندر نہیں پہنچ سکتی ہے۔ تم دونوں چاہتے ہو کہ وہ کسی طرح ہر پتھر دماغ میں دیوی کی طرح پہنچ جایا کرے۔"

"جی ہاں۔ ہم یہی چاہتے ہیں۔ پربھا کو روحانی قوت حاصل نہیں ہو سکتی لیکن آپ اسے اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے کسی کے ذہن میں پہنچا سکتے ہیں۔"

انہوں نے فرمایا "دیوی ہمارے خلاف بڑی شاطرانہ چالیں چلنے میں چل رہی ہے۔ مجھے جب تک قدرت کا اشارہ نہ ملے میں اسے نہیں روکوں گا۔ وہ اپنے طور پر کچھ کامیابیاں حاصل کرے گی لیکن میں تم دونوں سے اس حد تک تعاون کروں گا کہ تم بھی پربھارانی دیوی بن کر خیال خوانی کی پرواز کرے گی' میں تمہیں کسی بھی متقفل دماغ میں پہنچا دیا کروں گا۔"

ثانی اور علی نے خوش ہو کر کہا "محترم بزرگ! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ ہمیں بس اسی حد تک آپ کا تعاون چاہئے۔ جب بھی پربھا' دیوی بن کر کسی متقفل دماغ میں یا یوگا جاننے والوں کے اندر جانا چاہے گی' اس سے پہلے ہم خیال خوانی کے ذریعے آپ کو اطلاع دے دیا کریں گے۔"

دہلی میں "را" کا نیا ڈائریکٹر یوگا کا ماہر تھا۔ اس ڈائریکٹر کے دماغ میں پہلے اصلی دیوی آئی پھر پربھا' دیوی بن کر پہنچ گئی۔ یوں اصلی دیوی کے سامنے وہ ایک نہ سمجھ میں آنے والا کردار بن گئی تھی۔ وہ اصلی سوچ رہی تھی "میں تو ماں کے پیٹ سے اکیلی پیدا ہوئی تھی پھر یہ میری ہمزاد کہاں سے پیدا ہو گئی ہے؟ جبکہ میری کوئی دوسری ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی جاننے والی بہن بھی نہیں ہے۔"

وہ یکے بعد دیگرے ڈائریکٹر "را" کے اندر جانے کی کوشش کرتی رہی۔ پربھا نے پوری طرح ڈائریکٹر کے دماغ کو جکڑ لیا تھا اور یوں جکڑنے کی توانائی محترم تیرزی کی طرف سے ملتی رہی تھی۔ آخر دیوی نے تھک ہار کر تسلیم کر لیا کہ کوئی عورت اسے اینٹ کا جواب پتھر سے دے رہی ہے۔

"مگر کون ہے وہ عورت؟" دیوی نے سوچا "میں نے کسی عورت کو اینٹ نہیں ماری تھی۔ کیا یہ فراد کی کوئی چال ہے؟ کیا وہ اپنی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو میرے خلاف استعمال کر رہا ہے؟ ایسا ہو سکتا ہے لیکن فراد کی بیوی آمنہ کے سوا کوئی عورت روحانی ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے اور آمنہ نے دنیاوی معاملات سے دور عبادت اور ریاضت کے سلسلے میں گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے پھر یہ عورت کون ہے؟"

اس نے مائیک ہرارے کے پاس آکر یہ واقعہ بتایا۔ بڑی پریشانی سے کہا "یہ میری سمجھ سے باہر ہے کہ وہ فراڈ دیوی آتما شکتی رکھتی ہے۔ جب میں نے ڈائریکٹر "را" کے دماغ سے نکل کر پھر جانا

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جاں باز کا سفر

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں..... جب خون جگر برفاب ہوا

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلہ وار شائع ہونے والی مقبول کہانی
علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کتابی شکل میں چار حصے شائع ہو گئے ہیں

قیمت فی حصہ =/ بہ روپے ..... ڈاک خرچ ۱۶ روپے

کتابیات پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۔ کراچی نمبر ۷۴۲۰۰

چاہا تو اس نے ہر بار میرا راستہ روک دیا۔ میں دوبارہ رڈائریکٹر کے اندر نہ جا سکی۔ آخر یہ نئی بلا کہاں سے آئی ہے؟"

مائیک ہرارے نے پوچھا "کیا وہ مسز آمنہ فرہاد ہو سکتی ہیں؟"

"جناب تبریزی اور آمنہ فرہاد کے متعلق تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اور تمام بڑے ممالک جانتے ہیں کہ انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کرلی ہے۔ کبھی فرہاد وغیرہ کی جان کے لالے پڑتے ہیں تو وہ ان کی مدد کے لئے آتے ہیں پھر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ بھارت میں ایسی کوئی صورتِ حال نہیں تھی کہ فرہاد یا اس کے کسی خیال خوانی کرنے والے پر قیامت ٹوٹ رہی ہو۔ ہماری کوششیں بس اتنی سی تھیں کہ فرہاد کسی طرح بھارت سے نکل جائے اور مہاراشٹر میں کانگریس کا پلڑا بھاری ہو جائے۔"

ہرارے نے تائید کی "ہاں۔ ذہن یہ تسلیم نہیں کرتا ہے کہ عبادت و ریاضت میں گوشہ نشین رہنے والے دنیاوی اور سیاسی معاملات میں مداخلت کریں اور اگر فرض کرلیا کہ وہ مسز آمنہ فرہاد ہے تو وہ یادِ الٰہی چھوڑ کر بار بار دیوی کا رول ادا کرنے نہیں آئے گی۔ آپ پھر ڈائریکٹر "را" کے پاس کسی آلۂ کار کے ذریعے جائیں اور اس فراڈ دیوی سے گفتگو کریں۔ میں بھی آپ کے آلۂ کار کے اندر رہ کر اس کی باتیں سنوں گا۔ شاید ہم اس کی گفتگو کی کسی لغزش سے اس کی اصلیت معلوم کرلیں۔"

دہلی کے "را" ہیڈ آفس میں جاسوس عورتیں بھی تھیں۔ دیوی نے ان میں سے ایک کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ مائیک ہرارے بھی اس جاسوسہ کے دماغ میں پہنچ گیا پھر وہ اسے ڈائریکٹر کے دفتری کمرے میں لے گئے۔ ڈائریکٹر نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھا "تم بغیر اجازت میرے کمرے میں کیوں آئی ہو؟"

وہ سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی "میں آئی نہیں ہوں۔ لائی گئی ہوں۔ میرے اندر دیوی سمائی ہوئی ہے اور وہ میری زبان سے بول رہی ہے۔"

ڈائریکٹر نے حیرانی سے پوچھا "دیوی جی! آپ میرے دماغ میں کیوں نہیں آ رہی ہیں؟ ابھی مجھ سے باتیں کر رہی تھیں پھر کوئی دس منٹ پہلے چلی گئیں اور اب اسے آلۂ کار بنا کر لائی ہیں۔"

"میں وہ فراڈ نہیں ہوں جو ابھی دس منٹ پہلے گئی ہے۔ میں اصلی دیوی ہوں۔ اگر وہ ابھی موجود نہیں ہے تو میں تمہارے اندر آ رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ مائیک ہرارے کے ساتھ ڈائریکٹر کے اندر چلی آئی۔ ڈائریکٹر نے کہا "میں الجھ کر رہ گیا ہوں۔ پلیز آپ دونوں میں سے کوئی ثابت کرے کہ اصلی دیوی کون ہے؟"

"میں ثابت کروں گی۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ وہ تم سے کیا کام کہہ رہی تھی؟"

"یہی کہ آئندہ الیکشن سے پہلے بمبئی اور مہاراشٹر کے دوسرے تمام بڑے شہروں سے مسلمانوں کی حمایت کرنا ضروری ہے۔"

دیوی نے کہا "اس کے فریبی ہونے کا واضح ثبوت یہی ہے کہ وہ مسلمانوں کی حمایت میں بول رہی ہے۔ مہاراشٹر میں ہندوؤں کی تعداد مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ ہے۔ شیو سینا اور بی جے پی سے متحد ہو کر ہندو انتہا پسندی کو ابھار کر اور مسلمانوں کو ٹکر نظر انداز کر کے اس صوبے میں کانگریس برتری حاصل کی تھی۔"

"مگر دیوی جی! اب ایسا نہیں ہو رہا ہے' مسلمانوں کا جانی دشمن بال ٹھاکرے آج کل مسلمانوں کے خلاف کوئی مہم نہیں چلا رہا ہے۔ اس کی شیو سینا پارٹی بھی فی الحال مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ نہیں کر رہی ہے۔ وہ دیوی جو تھوڑی دیر پہلے میرے اندر تھی' وہ کہہ رہی تھی کہ بھارت سیکولر اسٹیٹ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن ہندوستان میں ہونے والے ہندو مسلم فسادات نے جھوٹے سیکولرازم کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے بھی یہ سمجھنا شروع کر دیا ہے کہ جو سیاسی پارٹی مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا بند کرے گی اور ان کی مساجد شہید کرنے کی متعصبانہ سرگرمیوں سے باز رہے گی' مسلمان اسی پارٹی کو ووٹ دیں گے اور اس طرح بھارت سے باہر دنیا میں یہ تسلیم کیا جائے گا کہ بھارت ایک سیکولر اسٹیٹ ہے۔ مذہب اور ذات پات سے بالاتر ہو کر پھولن دیوی جیسی اچھوت کو لوک سبھا میں پہنچنے سے نہیں روکا جا رہا ہے۔"

دیوی نے ڈائریکٹر "را" سے کہا "سیاسی تاریخ میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ اب سے پہلے والی پارٹی نے کون سا طریقۂ کار اختیار کر کے کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ مہاراشٹر کے صوبے میں مسلمانوں کو کچل کر ہی شیو سینا اور بی جے پی کی حصہ دار پارٹیوں سے برتری حاصل کی جا سکتی ہے۔"

"دیکھیے یہ سیاسی معاملہ ہے۔ پہلے یہ مسئلہ تو حل کریں کہ آپ میں سے کون اصلی اور کون نقلی ہے؟ ہندوؤں کی حمایت میں بولنے سے یا مسلمانوں کی مخالفت کرنے سے اصلی دیوی کی شناخت نہیں ہو سکے گی۔"

"تم "را" جیسی تنظیم کے ڈائریکٹر ہو۔ یہ تنظیم بھارت کے حکمرانوں پر بھی حکومت کرتی ہے اور دیس کے دشمنوں سے صرف دیس کے اندر ہی نہیں' باہر بھی دنیا کے بیشتر ممالک میں مقابلہ کرتی ہے۔ اگر تم اصلی دیوی کو نہیں پہچانو گے تو دشمنوں سے بہت بڑا دھوکا کھاؤ گے۔ وہ دیوی مسلمانوں کی شرارت اور چالبازی سے آگاہ ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو فراڈ دیوی مسلمان ہوگی۔ وہ اصلی دیوی کی طرح ہمارے دھرم' رامائن اور گیتا وغیرہ کے متعلق زیادہ کچھ نہیں جانتی ہوگی۔"

دیوی نے کہا "یہ ایک بہت ہی اہم نکتہ ہے۔ لوگ ایک دوسرے کے مذہب کے متعلق تو اوپری حد تک جان سکتے ہیں

ں نہیں جان سکتے۔ میں ایک برہمن پنڈت کی بیٹی ہوں۔ ے دھرم کے بارے میں ایک سوال بھی کروں گی تو وہ یں دے سکے گی۔"

ں کی بات ختم ہوتے ہی دوسری دیوی کی سُریلی آواز سنائی بڑے مُتراور لے میں بول رہی تھی "اوم نمش وائے' اوم ئے ست پھرست (حق) ہے۔ است (باطل) پھر است ے مورکھ دیوی! مجھ سے جو سوال کرنا چاہتی ہے کرلے۔ واب سے تیرے من کا کھوٹ نکلے یا نہ نکلے' میں اپنے ں ڈائریکٹر "را" کے من سے کھوٹ نکال دوں گی۔"

وی نے کہا "معلوم ہوتا ہے تو بھارتی فلمیں زیادہ دیکھتی ہے ایسے عام ہندی الفاظ استعمال کر رہی ہے۔ کیا تجھے نشکام ی معنی معلوم ہیں۔"

لی دیوی شی تارا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کے مقابل جو کر آئی ہے وہ پرھارانی ہے اور ایک ہندو ہونے کی حیثیت اپنے دھرم کو بہت گہرائی تک سمجھتی ہے۔ اس نے کہا۔ کرم کے معنی ہیں کہ ہم جو کام کریں' خدا اور بھگوان کے نام ہمیں ہر کام بےغرضانہ یعنی قربانی سمجھ کر کرنا چاہئے۔"

یا درست جواب سن کر دیوی پہلے حیران ہوئی پھر بولی "کیا تو لوت گیتا کا ادھیائے ۳ اور شلوک ۳۳ سنا سکتی ہے؟"

پرھارانی نے کہا "تو جس ادھیائے اور شلوک کو پوچھ رہی ے شری کرشن بھگوان نے تیرے ہی جیسی مغرور عورت کے ہے کہ

کوئی علم سے لاکھ پُرنور ہے
مگر اپنی فطرت سے مجبور ہے
بشر اپنی فطرت بدلتا نہیں
یہاں جبر سے کام چلتا نہیں

پرھارانی نے اس کا مطلوبہ ادھیائے اور شلوک سنانے کے "ارے او دھوکے باز دیوی! میں دھرم کے بارے میں مشکل مشکل سوالوں کے جواب دیتی رہوں گی لیکن تو کبھی صحیح جواب دے گی کہ تیرا تعلق ایسی کسی تنظیم سے ہے جو ہمارے دیس کی دشمن ہے لیکن میں نے کسی حد تک معلوم کرلیا ہے ون ہو سکتی ہے؟"

ڈائریکٹر "را" نے کہا "دیوی جی آپ مہان ہیں۔ پلیز آپ کر آپ نے فراڈ دیوی کے متعلق کیا اندازہ لگایا ہے۔"

پرھارانی نے کہا "یہی کہ میں نے کئی جگہوں پر اپنی نئی ڈی شی ہوئی ہیں۔ فی الوقت پانچ ممالک کے پانچ بڑے شہروں میں ٹیلی کو موجود رہنا چاہئے لیکن فرانس کے شہر پیرس سے ڈی شی تارا کئی دنوں سے غائب ہے۔ میں اس کا کھوج کے دماغ میں جاتی ہوں تو وہ سانس روک لیتی ہے۔ ایسے آتما شکتی کام نہیں آتی ہے۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ یہ پیرس کی وہی ڈی شی تارا ہے جو ایک برس پہلے تبت کے آتما یوگا کے پاٹھ شالا میں تھی اور آتما شکتی حاصل کرنے کے مرحلوں سے گزرنے کی مشقیں کیا کرتی تھی۔ میں اسے اپنی ڈی بنا کر تبت سے لائی تھی۔ تب اس نے مجھ سے یہ حقیقت چھپائی تھی کہ اسے آتما شکتی میں کمال حاصل ہو گیا ہے۔ آج یہ سچ مچ کی دیوی بننے اور میری جگہ حاصل کر کے میرے بھارت دیس کو نقصان پہنچانے آئی ہے۔"

دیوی غصے سے اسے گالیاں دینے لگی۔ پرھارانی نے کہا "ہم دونوں "را" کے ایک ذمے دار ڈائریکٹر کے دماغ میں ہیں۔ یہ دماغ ایک عدالت ہے اور عدالت میں گالیاں نہیں دی جاتیں۔ ٹھوس دلائل اور ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔"

ڈائریکٹر نے تائید میں کہا "بے شک مہان دیوی نے تمہارے تمام دھارمک سوالوں کے جواب دیے مگر تم جواب نہ دے کر غصہ دکھا رہی ہو اور گالیاں دے رہی ہو۔ اس طرح ظاہر ہو رہا ہے کہ تمہارا تعلق تبت سے ہے۔ تم نے پہلے دیوی کی ڈی بن کر دیوی جی کو دھوکا دیا۔ ایک برس تک ڈی بن کر ان کے تمام معاملات کو سمجھتی رہیں اور اب خود دیوی بن کر میرے اندر آ کر مجھے بھی دھوکا دے رہی ہو۔"

ہرارے نے دیوی کو اپنے اندر بلا کر کہا "آپ طیش میں آئیں گی اور اس فراڈ دیوی کے سوالات کے جوابات نرمی اور سنجیدگی سے نہیں دیں گی تو آپ کی وہ دشمن کامیاب ہو کر خود کو اصلی اور آپ کو نقلی دیوی ثابت کردے گی۔"

"ہرارے! تم دیکھ رہے ہو کہ وہ کس طرح باتیں بنا کر میری جگہ حاصل کر رہی ہے۔ یہ میں کیسے برداشت کروں؟ کیسے معلوم کروں کہ وہ چڑیل کی بچی کون ہے؟"

"میں نے کہا تھا' اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ رفتہ رفتہ معلوم ہوگا۔ ہمیں ایک بات معلوم ہو گئی ہے کہ ہندو دھرم کے متعلق اتنی گہری معلومات رکھنے والی مسلمان نہیں ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ ہندو ہے اور اگر وہ ہندو ہے تو پھر وہ آپ کی سابقہ معمولہ اور تابعدار پرھارانی ہے جسے اغوا کر کے لے جانے کا دعویٰ برادر کبیر نے کیا ہے۔"

وہ ایک دم سے چونک کر سوچ میں پڑ گئی۔ ہرارے نے کہا "بھارت میں آپ کا مخالف فرہاد ہے اس لئے آپ فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے کے حوالے سے سوچ رہی تھیں۔ یوں ہم دونوں نے ہی پرھارانی کو بھلا دیا تھا۔"

"واقعی اب ایک ایک بات واضح ہو رہی ہے۔ برادر کبیر بہت پراسرار ہے۔ اپنی آواز' لہجہ اور شخصیت بدل لیتا ہے اور اپنی مزید غیر معمولی صلاحیتوں کو چھپائے رکھتا ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ اس نے بھی سایہ بن کر ٹراز ڈار مرمشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔ اسے یوگا جاننے والوں کے اندر پہنچنے کا کمال حاصل ہو گا

اور وہ پربھارانی کو دیوی بنا کر ڈائریکٹر کے اندر پہنچا رہا ہے۔"

"یہ طے ہے کہ ہم نقلی دیوی کے سلسلے میں بابا صاحب کے ادارے کی طرف بھٹک رہے تھے۔ اس پربھارانی کا تعلق ایم آئی ایم کے سربراہ برادر کبیر سے ہے۔ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مسز آمنہ فرہاد نہیں بلکہ برادر کبیر اسے متقل دماغ کے اندر پہنچاتا ہے۔ پلیز آپ مسٹر کبیر سے بات کریں۔ شاید کچھ اور معلومات حاصل ہو جائیں۔"

"وہ اپنی عادت کے مطابق پچھلی بار خود کو مردہ ثابت کر چکا ہے۔ مجھے اس کے نئے لب و لہجے کا علم نہیں ہے۔"

"آپ پرانے لب و لہجے کو ہی گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کریں۔ وہ نہیں ملے گا تو پربھارانی کے سابقہ لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کریں۔"

دیوی نے کہا "بڑی مشکل ہے۔ پربھا نے فی الحال میرا ہی لب و لہجہ اپنایا ہے۔ میں اپنے لب و لہجے کے ذریعے اپنے اندر ہی پہنچوں گی پھر بھی کوشش کرتی ہوں۔"

اس نے برادر کبیر کے مردہ لب و لہجے کو یاد کیا پھر خیال خوانی کر کے اس کے اندر آئی تو وہ جو مردہ ہو گیا تھا' زندہ ملا۔ پارس نے ایک گہری سانس لے کر پوچھا "اچھا تو تم ہو۔ میرا پیچھا نہیں چھوڑو گی؟"

دیوی نے کہا "تم ایک ہی بار کیوں نہیں مر جاتے؟ مجھے بتاؤ تمہاری جان کس طوطے میں ہے' میں اس طوطے کی گردن موڑ دوں گی۔"

"تعجب ہے۔ ابھی ایک منٹ پہلے آکر بڑے پیار سے باتیں کر رہی تھیں اور اب دشمنِ جاں بن کر بدلتے ہوئے تیور دکھا رہی ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ میں ایک منٹ پہلے نہیں آئی تھی۔ تم فراڈ کر رہے ہو۔ پہلے پربھارانی کو مجھ سے چھین کر لے گئے اب اس ڈی کو اصلی دیوی بنا کر "را" کے ڈائریکٹر کو الجھا رہے ہو۔"

"کمال ہے۔ کچھ ایسی ہی شکایت وہ پہلے آنے والی بھی کر رہی تھی۔ بڑے پیار سے پوچھ رہی تھی۔ میری جان کی قسم دے کر کہہ رہی تھی' بولو نا جانی! کیا آج کل تم نے دیویاں بنانے کا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔ ایک کمینی میری طرح اصلی دیوی بن کر ڈائریکٹر "را" کے پاس آنے لگی ہے؟"

"کمینی ہو گی وہ اور کمینے ہو گے تت..... تت....."

"اچھا ہوا میری شان میں گستاخی کرنے سے پہلے عقل آ گئی۔ پچھلی بار گستاخی کی سزا دیتے ہوئے تمہیں کتیا بنا دیا تھا اور تم بڑے سُر میں بھونک رہی تھیں۔ میرا مشورہ ہے ٹھنڈی چیزیں کھایا کرو دماغ ٹھنڈا رہا کرے گا۔"

"دیکھو' تمہاری اس بات سے ظاہر ہو گیا کہ میں اصلی دیوی ہوں۔ تم نے پچھلی بار واقعی مجھے سزا دی تھی اور ابھی میں گستاخی کرتے کرتے سنبھل گئی۔ مان لو کہ میں اصلی ہوں۔"

"واقعی تم نے خود کو اصلی ثابت کر دیا ہے لیکن وہ بابا تمہارے انداز میں آتی ہے۔ آئندہ میں کیسے اصلی نقلی کو پہچانوں گا۔"

"تم ایسی باتیں کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ تم پربھارانی اصلی دیوی کا رول پلے نہیں کرا رہے ہو؟ میں تمہارے بہکاوے میں نہیں آؤں گی۔ فار گاڈ سیک' یہی بات مان لو اور میری الجھن دور کرو۔"

"میں تمہارے نازک سے دل کو توڑنا نہیں چاہتا۔ دل ٹوٹے گا تو پریشان رہو گی اور صحت خراب ہو گی۔ صحت بگڑے گی تو بیمار ہو گی پھر خیال خوانی نہیں کر سکو گی۔"

"تم اتنا کیوں بولتے ہو؟ پلیز کام کی بات کرو۔"

"میں کام کی یہی بات کہوں گا تو تم یقین نہیں کرو گی پھر بھی خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ پربھارانی میرے پاس نہیں ہے۔ میں اسے تم سے چھین کر لے جانے کا دعویٰ غلط کر رہا ہوں۔ میں نے یہ بات خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہی ہے۔ تمہیں یقین آئے تو چلی جاؤ۔ مجھے تم سے کوئی رشتے داری نہیں کرنی ہے۔"

"میں یقین کر رہی ہوں۔ تم اپنے خدا کا نام لے کر جھوٹ نہیں بولو گے مگر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ ایک اور دیوی ہو گئی ہے؟"

"اب میں ہر بات کا یقین دلانے کے لیے قسمیں نہیں کھاؤں گا۔ تمہارے آنے سے پہلے ایک دیوی میرے پاس آئی تھی۔ وقت میں اسے اصلی سمجھتا رہا لیکن ابھی تم سے گفتگو کرتے ہوئے سوچ رہا ہوں کہ وہ فراڈ کرنے والی پربھارانی ہو گی۔"

"تم یہ رائے کس طرح قائم کر رہے ہو؟"

"یہ ان دنوں کی بات ہے جب تم نے پربھا کو ٹرانس فارمر سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا تھا۔ میں اس کے اندر سایہ بن کر رہتا تھا اس لیے میں نے بھی ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ لیا۔"

"مجھے یقین کی حد تک شبہ تھا کہ تم بھی ٹیلی پیتھی سیکھ گئے ہو تعجب ہے ٹیلی پیتھی جاننے کے علاوہ تم سایہ بن کر بھی اس کے ساتھ رہتے تھے پھر بھی وہ تم سے دور کہیں چلی گئی ہے۔"

"میں ابھی یہی بتانے جا رہا ہوں۔ وہ جو نظر آتی تھی وہ تھی' بڑی پراسرار تھی۔ میں پہلی بار سایہ بن کر اس کے اندر لگاتو رات کے دو بجے میں نے اس کی دھیمی دھیمی سی آواز میں نے اس کے اندر سے نکل کر دیکھا تو وہ اپنے بستر پر آنکھیں کھلے لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ وہ تبت کی علاقائی زبان میں کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذ اس کے اندر پہنچ کر معلوم کیا کہ وہ محض خواب میں اول فول رہی ہے یا کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے خوابیدہ د تنویمی عمل کر رہا ہے۔"

دیوی نے بڑے تجسس سے پوچھا "کیا وہ تبت کی علاقائی زبان میں بول رہی تھی؟"

"ہاں۔ صرف وہ نہیں' اس کے خوابیدہ دماغ میں بھی کوئی ایسی ہی زبان میں کچھ بول رہا تھا۔ میں وہ زبان جانتا نہیں ہوں لیکن موکی گفتگو کے انداز سے پتا چل رہا تھا کہ وہ کوئی عمل نہیں کر رہا ہے۔ گفتگو کے دوران وہ ایک آدھ بار ہنسے بھی تھے۔ میں اس رات پربھارانی کا یہ نیا روپ دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔"

دیوی نے کہا "تمہاری باتیں سن کر میں خود حیران ہو رہی ہوں۔ میں نے پربھا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے سے پہلے اپنی آتما شکتی کے ذریعے اس کی زندگی کے ایک ایک خفیہ گوشے کے بارے میں معلوم کیا تھا۔ اس کی کسی چور خیال نے اس کا تعلق تبت کے علاقے سے نہیں بتایا تھا۔"

"تمہیں اپنی آتما شکتی پر اتنا غرور کیوں ہے؟ کیا تمہاری آتما شکتی نے کبھی میرے اندر کے وہ بھید معلوم کیے' جنہیں میں چھپائے رکھتا ہوں تو تم ان سے بے خبر رہتی ہو۔ میں عارضی طور پر مردہ ہو کر کہاں گم ہو جاتا ہوں' کیا تمہاری آتما شکتی نے کبھی مجھے ڈھونڈ نکالا ہے؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ تبت کے یوگی لامہ کتنی زبردست آتما شکتی کے حامل ہوتے ہیں؟"

وہ ذرا چپ رہی۔ سوچ کے ذریعے مائیک ہمارے سے بولی۔ "میں تمہارے مشورے پر عمل کر کے خوش فہمی سے باز رہنے کی کوشش کرتی ہوں مگر انجانے میں یہ خوش فہمی مجھے مغرور بنا دیتی ہے۔ برادر کبیر درست کہہ رہا ہے۔ تبت کے کسی یوگی لامہ کے آتما گیان کے مقابلے میں میری آتما شکتی ابھی طفلِ کتب کی طرح ہے اور یہ تو سامنے کی بات ہے کہ جب برادر کبیر اپنے غیر معمولی علم سے روپوش ہو جاتا ہے تو اسے ڈھونڈ نکالنے میں میری آتما شکتی کام میں آتی ہے۔ ہمارے! تم نے درست کہا تھا میں اپنی خوش فہمی کے باعث دھوکا کھاتی اور ناکام ہوتی رہتی ہوں۔ میں پربھارانی کو اپنی معمولہ بنانے کے باوجود اس کی آتما کی گہرائی تک نہ پہنچ سکی اور وہ بظاہر میری معمولہ اور تابعدار بن کر مجھے دھوکا دیتی رہی۔"

ہمارے نے کہا "دیوی جی! آپ میں یہ بڑی خوبی ہے کہ آپ اپنی کمزوری کو خود تسلیم کر لیتی ہیں۔ اس طرح آپ خوش فہمی جیسی کمزوری پر قابو پا لیں گی پھر کوئی دشمن آپ کو خوش فہمی میں مبتلا رکھ کر فریب نہیں دے سکے گا۔ یہ اچھا ہوا کہ برادر کبیر سے رابطہ ہونے کے بعد پربھارانی کی اصلیت بڑی حد تک معلوم ہو گئی ہے۔"

"ہاں۔ جب ہم ڈائریکٹر "را" کے دماغ میں تھے اور پربھا کے بارے میں کہہ رہی تھی کہ وہ مجھے ڈی بنانے کے لئے تبت سے لے کر آئی تھی۔ اگرچہ وہ مکاری سے جھوٹ بول رہی تھی مگر یہ جگہ خود تبت سے تعلق رکھتی ہے اس لئے مجھے تبت کے علاقے سے منسوب کر رہی تھی۔"

"یہ معلوم ہونا چاہئے کہ برادر کبیر نے اس رات پربھا کے دماغ میں جا کر کس مرد کی آواز سنی تھی۔ وہ تبت کی علاقائی زبان بولنے والا کون ہو سکتا ہے؟ کیا وہ پربھا کو آلۂ کار بنا کر بھارت میں کوئی ایسا کھیل کھیل رہا ہے جس سے ان کا یا ان کے پیچھے کسی تنظیم یا کسی بڑے ملک کا مفاد چھپا ہوا ہے؟"

دیوی پھر خیال خوانی کی پرواز کر کے برادر کبیر کے اندر پہنچی جب بھی وہ اس کے اندر پہنچتی تھی تو برادر کبیر فوراً ہی اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے کہتا تھا "اچھا تو تم آ گئیں؟"

اس نے اس بار یہ نہیں کہا کیونکہ وہ پہلے ہی دیوی سے گفتگو کر رہا تھا اور اس سے پوچھ رہا تھا "یہ ابھی تم مجھ سے باتیں کرتے کہاں چلی گئی تھیں؟"

وہ بولی "باتیں میں نہیں کر رہی تھی وہ دو کوڑی کی دیوی کر رہی تھی جس کا غرور میں توڑنے والی ہوں۔"

"اچھا سمجھ گیا۔ تم اصلی دیوی نہیں' بلکہ پربھارانی ہو۔ ہائے پربھا! تم نے میرے ساتھ کتنے رنگین و سنگین لمحات گزارے پھر مجھے دغا دے کر کہاں گم ہو گئی ہو؟"

مظلوم عورتوں کی سچی داستانیں

مورد الزام

آدم زادی

مصنف نور حسین شاہ

آدم زادی ان کہانیوں کا مجموعہ ہے جس میں صنف نازک کے مسائل' مشکلات' اس پر ڈھائے جانے والے مظالم کے سچے واقعات قلمبند کئے گئے ہیں۔

دیہاتی اور شہری خواتین کی سچی کہانیاں
ہر عورت کی اپنی داستان

عمدہ کمپیوٹرائزڈ کتابت۔ مضبوط جلد۔ بہترین طباعت
خوبصورت ٹائٹل

قیمت =/50 روپے: ڈاک خرچ =/16 روپے

رقم منی آرڈر ارسال کرنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23
رمضان چیمبرز۔ بلموریا اسٹریٹ
آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی 74200

"بھول جاؤ ان لمحات کو۔ میں عارضی طور پر دیوی شی تارا کی آلۂ کار بن کر تمہارے پاس چلی آئی تھی۔ وہ دیوی کملانے والی گدھی بہت خوش تھی۔ میری آتما کے اندر اتر کر یہ معلوم نہیں کرسکتی تھی کہ میں ایک اہم مشن پر آئی ہوں۔ میرے گرو گیان رائے نے کہا تھا کہ مجھے دیوی شی تارا اور برادر کبیر کے زیادہ سے زیادہ ہتھکنڈوں سے واقف ہو کر بھارت پہنچنا چاہیے۔"

"یہ گرو گیان رائے کون ہیں؟"

"مشرقی شمالی تبت کے مہاشکتی مان یوگی لامہ ہیں۔ وہ اتنے بڑے گیانی ہیں کہ تم آواز، لہجہ اور شخصیت بدل کر یا سایہ بن کر روپوش ہو جاؤ تب بھی وہ تمہاری خفیہ پناہ گاہ میں پہنچ کر تمہاری گردن دبوچ لیں گے۔ چونکہ تم سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے اس لئے گرو گیان رائے تمہیں نظرانداز کر رہے ہیں۔"

پارس نے کہا "ٹھیک ہے! اس بندے برادر کبیر سے نقصان نہیں پہنچ رہا ہے لیکن دیوی شی تارا سے تمہاری دشمنی چل رہی ہے پھر تمہارے گرو دیو اس دیوی کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ کر اسے ہلاک کیوں نہیں کرتے ہیں؟"

پربھا رانی نے کہا "مجبوری ہے۔ گرو دیو جانتے ہیں کہ دیوی کہاں ہے لیکن وہاں تک پہنچنے سے پہلے ایک ننھی سی بچی اس دیوی کو بچالیتی ہے۔"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "ایک ننھی سی بچی؟ تمہارے گرو دیو اتنے بڑے گیانی ہیں اور ایک ننھی سی بچی کے آگے مجبور ہیں؟ آخر وہ بچی کون ہے؟"

"وہ سونیا کی بیٹی اعلیٰ بی بی (ثانی) ہے۔ علم نجوم کے مطابق ایک دن وہی بچی اس دیوی شی تارا کو بے نقاب کرے گی۔ میرے گرو دیو ستاروں کی چال اور تقدیر کی منشا کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتے ہیں۔ ہاں اگر دیوی شی تارا اس بچی کو کسی طرح ہلاک کروے تو راستے کی دیوار خود گر جائے گی۔ دیوی اس بچی کو مار کر خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے گی اور گرو دیو پھر کسی روک ٹوک کے بغیر دیوی کی شہ رگ تک زیر زمین پہنچ جائیں گے۔"

یہ باتیں سنتے ہی دیوی شی تارا دماغی طور پر مائیک ہرارے کے پاس آگئی۔ وہ بھی دیوی کے ساتھ پارس کے دماغ میں گیا تھا اور سب کچھ سنتا رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں پارس انجان بن کر ان دونوں کو تبت کے فرضی گرو دیو کی کہانی پربھا کی زبانی سنا تا رہا تھا۔

مائیک ہرارے نے پوچھا "دیوی جی! یہ سونیا کی بیٹی کا معاملہ کیا ہے؟"

دیوی نے جوتش ودیا اور جناب حمیزی کی پیش گوئی کے متعلق بتایا پھر کہا "سونیا کی بیٹی اعلیٰ بی بی (ثانی) پر ہر ساتواں مہینہ بھاری پڑتا ہے۔ اس مہینے کی نحوست سے میں فائدہ اٹھا کر اسے ہلاک کرسکتی ہوں۔ اس کی موت کے بعد پھر کوئی مجھے بے نقاب نہیں کرسکے گا لیکن یہ ایک نیا گرو گیان رائے میرے لئے مصیبت بن کر آیا ہے۔"

"آپ کے بیان کے مطابق اعلیٰ بی بی (ثانی) ایک برس کی ہو گئی پھر چھ ماہ کے بعد ساتواں مہینہ آئے گا۔ اس مہینے میں آپ نے اس پر قاتلانہ حملے کرائے مگر سونیا نے تمام حملے ناکام بنادیے۔ اب وہ دو برس ایک ماہ کی ہو چکی ہے۔ اس کے لئے نحوست کا ساتواں مہینہ دوسری بار آرہا ہے۔ کل سے ساتواں مہینہ شروع ہوگا لیکن وہ بچی جو آپ کو ایک دن بے نقاب کرنے والی ہے وہ آپ کو اس مہاشکتی مان گرو گیان رائے سے بچا رہی ہے۔ ان حالات میں آپ بچی کو نقصان پہنچائیں گی تو آپ سے زیادہ شکتی مان والا آپ کو ہلاک کردے گا یا پھر آپ کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنالے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "نہیں۔ بلا سے یہ ساتواں مہینہ گزر جائے۔ میں اعلیٰ بی بی (ثانی) کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

ہرارے نے کہا "یہی دانش مندی ہے کہ پہلے ہم اس گرو گیان رائے تک پہنچیں۔ کسی طرح بھی پہلے اس دشمن کا خاتمہ کریں اس کے بعد آئندہ تیسری بار ساتواں مہینہ آئے گا تو پھر آپ اس بچی کو بھی ختم کرسکیں گی۔"

دیوی نے تائید میں سر ہلایا "ہاں۔ پہلے گرو گھنٹال کو ٹھکانے لگانا ہوگا۔ اسے تلاش کرنا ہوگا۔ وہ بچی تو نظروں میں رہتی ہے۔ اس سے بعد میں بھی نمٹ لیں گے۔"

مگر نمٹنے کا وقت کب آئے گا؟ جب گرو گھنٹال ہاتھ آئے گا۔

ثانی، علی اور پارس نے پربھا کو دیوی بنا کر دیوی شی تارا کے دماغ میں یہ نقش کردیا تھا کہ وہ بچی زندہ رہے گی تو دیوی بھی سلامت رہے گی۔

علی اور پارس نے اپنی بہن اعلیٰ بی بی (ثانی) کو سکون سے ساتواں مہینہ گزارنے کے لئے ایسی چال چلی تھی۔ وہ دیوی شی تارا کو اپنی ننھی بہن سے دور بھارت میں الجھا رہے تھے۔

اعلیٰ بی بی (ثانی) دو برس ایک ماہ کی ہو چکی تھی۔ اس ایک ماہ کے بعد جو دوسرا مہینہ شروع ہوتا، وہ جوتش ودیا کے حساب سے اعلیٰ بی بی (ثانی) کے لیے دوسری بار ساتواں منحوس مہینہ ہوتا۔

ایسے وقت سونیا پھر ایک شیرنی کی طرح ادارے سے نکل کر میدانِ عمل میں آتی۔ پھر جس طرح اپنے مخصوص انداز میں دیوی کو منہ توڑ جواب دیتی، اس کا وہ انداز، اس کی چالبازی اور مکارانہ ہیرا پھیری کو پڑھ کر قارئین پھر سونیا کے لیے واہ واہ کرتے اور فرمائشوں کی بھرمار ہوتی کہ سونیا کو بار بار میری داستان میں پیش کیا جائے۔

لیکن معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ وہ ایک ایسی ماں بھی ہے، جس نے پارس کی تربیت کر کے صحیح معنوں میں اسے ایسا پارس پتھر بنادیا ہے کہ وہ جسے چھولیتا ہے اسے سونے کا بنا کر ہمیشہ کے لیے سونے کو چھوڑ دیتا ہے۔

اعلیٰ بی بی (ثانی) اور کبریا فرہاد دو برس ایک ماہ کے ہو چکے ہیں۔ سونیا نے انہیں جنم دیا ہے اور ابھی سے دونوں کی تربیت شروع کر چکی ہے۔ وہ اپنے بچوں کو دوسرا پارس ضرور بنائے گی۔ ایک ماں کا فرض ہے اور وہ دونوں بچے بھی ماں سے مکمل حقوق حاصل کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

ان حقائق کو سمجھتے ہوئے ثانی، علی اور پارس نے طے کیا تھا دیوی کو ایسے چکر میں ڈالا جائے گا کہ وہ اعلیٰ بی بی (ثانی) کی جان چھے پڑنا بھول جائے اور خود اس کی جان کے لالے پڑ جائیں۔

اسی منصوبے کے تحت انہوں نے پربھا کو تبت سے تعلق والی ایک پراسرار ہستی بنا کر اس کے ساتھ ایک مہاشکتی مان گرو گیان رائے کو دیوی کے لیے موت کا ہرکارہ بنادیا تھا۔

مائیک ہرارے نے دیوی سے کہا "زندگی میں بڑی بڑی ت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ گرو گیان رائے آپ کے لیے جان بن کر آیا ہے۔ ایسے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نقال کو آپ سے دشمنی کیوں ہے؟"

دیوی نے کہا "شاید اس لیے کہ میں نے اس گرو دیو کی آلۂ کار نی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا تھا۔"

"یہ دشمنی کی وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ پربھا حقیقتاً آپ کی بننے کے باوجود آتما کی گہرائیوں سے گرو دیو کی آلۂ کار تھی۔ آپ کا عمل انہیں ناگوار گزرا ہے تو گرو کے پاؤں چھونے ہیں تھیں ہوتی۔ آپ ان سے معافی مانگ کر دوستی کرسکتی

تم میرے دل کی بات کہہ رہے ہو۔ میں پربھا سے دوستی اور ان گرو دیو کو اپنا گرو بنانا چاہتی ہوں۔ اس طرح میں ان کے سلسلے میں زیادہ سے زیادہ شکتی حاصل کرسکوں گی۔"

تو پھر چلیں۔ پربھا ابھی کبیر سے باتیں کر رہی ہوگی۔ اب ں سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں گی۔"

خیال خوانی کے ذریعے پارس کے اندر پہنچ گئے۔ پارس نے یں پہچان گیا۔ تم اصلی دیوی شی تارا ہو۔"

کیسے پہچان گئے جبکہ دونوں دیویوں کی سوچ کی لہریں ایک ں؟"

تمہاری تو ایک جیسی ہیں لیکن تمہارا وزن کچھ زیادہ ہے۔ یا تو ے پاؤں بھاری ہیں اور تم ماں بننے والی ہو یا پھر کوئی تمہارے ہے۔"

تم فضول باتیں بہت کرتے ہو۔ میرے ساتھ میرا ایک ہے۔ میں پربھا سے بات کرنے آئی ہوں۔ میں اس سے دوستی تی ہوں۔ اسے اپنی بہن بنانا چاہتی ہوں۔"

خدا خیر کرے۔ تمہارے خیالات میں یہ انقلاب کیسے

انقلاب کی کیا بات ہے؟ وہ میری دھرم والی ہے۔ دھرم کے یے بھی ہم دونوں بہنیں کہلائیں گی۔"

کہلانا اسے کہتے ہیں جب لوگ ایک ہی بات کثرت سے کہنے یہ تم دونوں کسی کو نظر نہیں آتی ہو۔ کہنے والی دنیا نے کہا کہ ہے پھر تم دونوں بہنیں کیسے کہلاؤ گی۔"

تمہارے پاس آکر پریشان ہو جاتی ہوں مگر کیا کروں، آتا ہے پلٹ کر پھر اسی بات کرادو۔"

تھوڑی دیر پہلے میرے پاس تھی پھر کبھی آئے گی تو تم بھی چلی آنا۔"

کیا تم کسی طرح اس سے رابطہ نہیں کرسکتے؟"

تم دونوں کا لب ولہجہ ایک جیسا ہے۔ میں خیال خوانی کروں گا تو بیک وقت دونوں کے اندر پہنچوں گا۔ ایسا کرو، ابھی جاؤ چند سیکنڈ کے بعد واپس آجانا۔"

وہ ہرارے کے ساتھ اس کے اندر سے نکل گئی۔ پارس نے فوراً ہی علی کے پاس پہنچ کر کہا "دیوی آئی تھی۔ پربھا کو بہن بنانا چاہتی ہے۔ وہ پھر کسی بھی لمحے میں میرے اندر آسکتی ہے۔ تم پربھا کو اچھی طرح سکھا پڑھا کر ایک منٹ کے اندر میرے پاس بھیج دو۔"

وہ پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد دیوی نے آکر پوچھا "کیا میں اپنی بہن کو مخاطب کرسکتی ہوں؟"

"ذرا انتظار کرو۔ وہ آنے ہی والی ہے۔ میں جب گیا تو وہ نگار رہی تھی۔"

"کیا نگار رہی تھی؟ دیکھو کوئی بکواس نہ کرنا۔"

"تم کوئی سوال نہ کرو۔ میں بکواس نہیں کروں گا۔"

"پہلے تجسس پیدا کرتے ہو، پھر کہتے ہو سوال نہ کروں۔ سیدھی طرح بتاؤ وہ کیا نگار رہی تھی؟"

"میں کیسے بتاؤں؟ مجھے شرم آرہی ہے۔"

"بھگوان کی قسم کھا کر کہتی ہوں، اگر تم میرے سامنے ہوتے تو تمہارا منہ توڑ دیتی۔ کوئی شرم والی بات تھی تو تم نے بات کیوں چھیڑی؟"

"تم تو پیچھے پڑ گئی ہو۔ ٹھیک ہے، ضد کر رہی ہو تو بتا رہا ہوں۔ وہ بات یہ ہے کہ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ ایک دم سے شرما گئی۔ ٹیلی پیتھی میں یہی خرابی ہے۔ ہم سوچ کے ذریعے اچانک ایسے وقت پہنچ جاتے ہیں جبکہ پہنچنا نہیں چاہیے۔ ہوا یہ کہ جب میں اس کے پاس پہنچا تو۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی "اے بے شرم! لفنگے! خبردار آگے کچھ نہ کہنا۔"

"عجیب عورت ہو۔ پہلے مجھے بولنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ اب کہہ رہا ہوں تو کہنے سے روک رہی ہو۔"

اسی وقت پربھا کی آواز سنائی دی۔ وہ دیوی کے لب و لہجے میں بول رہی تھی "بیلو مسٹر کبیر! تم نے مجھے کیوں بلایا ہے؟"

دیوی نے کہا "بہن! میں نے تمہیں بلایا ہے۔ میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

پربھا نے پوچھا "کیا وہ ضروری باتیں ایسی ہیں جنہیں کہنے سے پہلے مجھے بہن کہنا ضروری ہے؟"

"کیا بہن کہنے پر تمہیں اعتراض ہے؟"

"ہاں۔ اس سے پہلے جانی دشمن بن کر بولتی رہی ہو پھر اسی زبان سے بہن کہو گی تو صاف طور سے یہی سمجھ میں آئے گا کہ تم میٹھی چھری بن کر بہن کا رشتہ جوڑ رہی ہو۔"

"میں مہا دیو شیو شنکر کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ مجھے صرف اس بات پر غصہ آگیا تھا کہ اصلی دیوی شی تارا میں ہوں اور تم مجھے جھٹلا رہی ہو۔ انسان کو غصہ آتا ہی ہے۔ ہم سب سے غلطی ہوتی ہے۔ میری اس غلطی کو معاف کر کے مجھے اپنے مہا شکتی مان گرو گیان رائے جی سے ایک بار ملا دو۔ میں ان کے قدموں میں داسی بن کر رہنا چاہتی ہوں۔"

"نہ میں تمہاری بہن بن سکتی ہوں اور نہ گرو جی تم سے ملنا پسند کریں گے کیونکہ ہمارے تمہارے راستے الگ ہیں۔"

"اگر راستے الگ ہوں گے تو میں اپنا راستہ چھوڑ کر تمہارے راستے پر آجاؤں گی۔"

"میرے گرو دیو بڑے گیانی ہیں۔ انہوں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ تم کبھی اپنا راستہ اس لیے نہیں بدلو گی کہ تم وقت اور حالات کے مطابق اپنا مزاج بدلنا نہیں جانتی ہو۔"

"تم ایک بار ان سے میری گفتگو کرا دو پھر وہ مجھے نرک (جہنم) میں جانے کو بھی کہیں گے تو چلی جاؤں گی۔"

"ہو سکتا ہے، تم ایسا کر سکو لیکن گرو جی کی آگیا (حکم) مان کر تم اپنے دیس کے خلاف کوئی کام نہیں کرو گی۔"

دیوی ذرا ہچکچائی پھر بولی "وہ مجھے دیس کے خلاف کوئی کام کرنے کا حکم کیوں دیں گے؟"

"اس لیے کہ میرے گرو دیو عوامی جمہوریہ چین کے ایک بہت ہی قابل سیکرٹ ایجنٹ ہیں۔ آج کی دنیا میں یہودی، عیسائی، مسلمان اور تمہارے جیسی ہندو عورت سب ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے اپنے ملک کے کام آتے ہیں۔"

دیوی نے کہا "تم بھی تو ہندو عورت ہو۔"

"ہم مہاتما بدھ کے پجاری ہیں اور تبت کے اس علاقے سے تعلق رکھتے ہیں جو چین کی سرحد میں ہے۔ ہم حکومتِ چین کے وفادار ہیں۔ تمہاری بھارتی حکومت کی خارجہ پالیسی نے حکومتِ چین کو شبے میں مبتلا کیا کہ وہ سیاچن میں امریکی فوج بنانے کی اجازت دے گی تاکہ چینی فوج جنوبی ایشیا اور سینٹرل ایشیا کی طرف پیش قدمی نہ کر سکے۔"

دیوی نے کہا "یہ جھوٹ ہے۔ پاکستانی حکومت ایسے جھوٹے پروپیگنڈے کرتی ہے اور بھارتی حکومت کو بدنام کرتی ہے۔"

پربھا نے کہا "تم بھول رہی ہو دیوی کہ میرے گرو دیو مہاشکتی مان ہیں۔ وہ تمہارے بھی چور خیالات پڑھ سکتے ہیں۔ میں نے گرو دیو کے کانگریسی حکمرانوں اور "را" کے تمام اہم عہدیداروں کے خیالات پڑھے ہیں۔ تمہارے وزیرِ خارجہ کے بھی ارادے ہیں کہ دوستی کا معاہدہ کرنے کے بعد امریکی فوجیں سیاچن میں پراؤ ڈالیں گی تو سیاچن کے محاذ پر لڑنے والے پاکستانی فوجیوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور دوسری طرف سے چینی فوجوں کو سیاچن سے آگے نہیں بڑھا سکے گا۔"

دیوی نے کہا "میں مہادیو شیو شنکر کی پجارن ہوں۔ مجھے سیاسی اور حکومتی معاملے میں نہ الجھاؤ۔ میں تو تمہیں بہن بنانا اور گرو سے آتما شکتی کا درس حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ تم چین اور بھارت کی سیاست میں الجھنا نہیں چاہتیں۔ اگر تم دو ماہ تک صرف پوجا بھگتی میں مصروف رہو گی اور ہمارے سیاسی معاملات میں دخل نہیں دو گی تو گرو دیو تمہیں مکمل آتما شکتی دینے کے لیے خود تمہارے پاس آئیں گے۔"

دیوی نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا وہ میرے روبرو پہنچ جائیں گے؟"

"بے شک۔ یہ ان کے لیے ایک معمولی سی بات ہے لیکن نجوم کے مطابق تمہارے روبرو سب سے پہلے سونیا کی بیٹی پہنچے گی وہ تمہیں مکمل آتما شکتی دینے کی خاطر تمہارے دماغ میں آیا کریں گے۔"

دیوی کو یہ منظور نہیں تھا کہ کوئی اسے کچھ بھی سکھانے کے لیے اس کے دماغ میں آئے لیکن وہ کھل کر اعتراض نہیں کر سکتی تھی۔ اعتراض کرنے کے باوجود وہ گرو گھنٹال کسی نہ کسی روک ٹوک کے بغیر اس کے اندر کسی وقت بھی آسکتا تھا اور ہو سکتا تھا کہ سوتے وقت بھی وہ اندر اطمینان سے رہ کر اس کے خیالات پڑھتا ہو۔ اس کی پریشانی بڑھنے لگی۔ اگرچہ وہ ابھی روبرو نہیں تھی گرو گھنٹال اسے آتما شکتی کے ذریعے دیکھ رہا ہوگا۔ وہ گھبرا کر طور پر حاضر ہو گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس ناگہانی

کو کس طرح اپنے دماغ سے دور رکھے۔ وہ اسے بلاتے ہوئے بھی ڈر رہی تھی کہ وہ کہیں دماغ میں بیٹھا سن نہ رہا ہو۔

ایسے دشمن کو کیسے بھگایا جا سکتا تھا جو گھر کے اندر تھا مگر اس کی آہٹ بھی نہیں مل رہی تھی۔ وہ گھبرا کر اسٹیک ہرارے کے پاس آئی۔ وہ بولا "میں نے تمام باتیں سنی ہیں۔ واقعی یہ بڑی تشویش کی بات ہے کہ وہ گرو دیو آپ کی موجودہ رہائش گاہ بھی جانتے ہوں اور آپ کے اندر بھی آسکتے ہوں۔ آپ میری مالک ہیں۔ میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ کوئی بھی گرو گھنٹال آپ سے مقابلے میں زیادہ ہو اور آپ کو کمتر! اپنا ماتحت بنا کر رکھے۔"

وہ بولی "اگر ایسا ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے تو یہ میری بڑی بدقسمتی ہوگی۔ میں کسی کی ماتحت بننے سے پہلے خود کشی کر لوں گی۔"

"آپ مایوس نہ ہوں، ایک راستہ ہے۔ آپ بھی برادر کبیر کی طرح اپنی آتما شکتی کے ذریعے اپنی آواز، لہجہ اور شخصیت تبدیل کریں۔ ایسا کرتے وقت یقین کر لیں کہ وہ گرو گھنٹال موجود نہیں ہے بلکہ ہم پربھا اور اس کے گرو کو بھارت کے کسی پیچیدہ معاملے میں الجھائیں گے۔ جب یقین ہو جائے کہ وہ دوسری طرف الجھے ہوئے ہیں تو آپ اپنی شخصیت تبدیل کر کے آئندہ بھی دیوی کی حیثیت سے کسی سے تعلق نہ رکھیں۔ پربھا کو دیوی بن کر رہنے دیں۔ آپ کے محفوظ ہو جانے کے بعد ہم پربھا اور اس کے گرو سے نمٹ لیں گے۔"

"میں تمہاری تدبیر پر عمل کروں گی لیکن ابھی پربھا کو کیا جواب دیا جائے اور کس طرح اسے اس کے گرو کے ساتھ بھارت میں مصروف رکھا جائے؟"

اسٹیک ہرارے نے اسے چند اہم مشورے دیے پھر وہ دونوں پارس کو ہمیشہ کی طرح برادر کبیر سمجھ کر اس کے پاس آئے۔ پارس نے پوچھا "تم باتیں کرتے کرتے اچانک کہاں چلی جاتی ہو؟"

"میں اپنے خاص مشیر سے مشورے کرنے گئی تھی۔ اس نے مشورہ دیا ہے کہ مجھے بھارتی سیاست سے الگ رہ کر گرو دیو کے چرنوں (قدموں) میں گیان اور آتما شکتی حاصل کرتے رہنا چاہیے۔"

"تمہارا مشیر بہت ہی ذہین اور چالاک ہے۔ یہ پربھا دیوی موجود ہیں۔ ان سے باتیں کرو۔"

دیوی نے کہا "بہن! میں آج سے دیوی نہیں کہلاؤں گی۔ یہ مانتی ہوں کہ تم دیوی کہلانے کی حق دار ہو۔ میں تم سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ تم کسی معمولی اور غیر جانبدار شخص کو آلۂ کار بنا کر مجھے اس کی آواز سناؤ پھر ہم دونوں اس آلۂ کار کے اندر رہ کر گفتگو کریں گے۔"

پربھا نے کہا "بہتر ہے، تم کسی کو آلۂ کار بنا کر مجھے اس کے اندر بلاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔ ذرا ایک منٹ انتظار کرو۔"

دیوی دماغی طور پر ہمالیہ کی وادی میں اس غار کے اندر پہنچی جہاں اس کی موجودہ رہائش تھی۔ اس نے ریڈیو کے پاس آکر ایک چھتر پر بیٹھ کر اسے آن کیا۔ اس کے کئی اسٹیشن تبدیل کیے۔ پھر ایک اسٹیشن سے ایک شخص کی آواز سن کر ریڈیو بند کیا پھر برادر کبیر کے اندر آکے کہا "بہن پربھا! تم چند سیکنڈ کے لیے میرے اندر آؤ۔ صرف چند سیکنڈ کے لیے۔"

پربھا نے تھوڑی دیر کے بعد آکر کہا "ہم دونوں کا لب و لہجہ ایک ہے۔ میں نے سانس روک کر اپنے دماغ کے دروازے بند کیے ہیں تب تمہارے اندر آنے کا راستہ ملا ہے۔"

دیوی نے ریڈیو پر جس شخص کی آواز سنی تھی اس شخص کے اندر پہنچ کر پربھا سے کہا "تم اس کے اندر جاؤ۔ میں اپنی سانس روک رہی ہوں۔"

پھر اس نے سانس روک لی۔ پربھا اس اجنبی کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اسپین کا رہنے والا تھا۔ نہ انگریزی جانتا تھا اور نہ ہی ہندی زبان سمجھتا تھا۔ وہ دونوں اس کے اندر بولنے لگیں تو وہ بوکھلا گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا۔ یہ میرے اندر عورتوں کی آوازیں کیسی ابھر رہی ہیں؟ یہ کون سی زبان بول رہی ہیں؟

وہ ریڈیو اسٹیشن کے اندر ساؤنڈ بوتھ میں مائیک کے سامنے سائنسی اور جدید ٹیکنالوجی کے موضوع پر بول رہا تھا۔ ایسے وقت بولنا بھول گیا۔ چیخ کر بولا "یہ میرے اندر عورتوں کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ آواز تو ایک ہی جیسی ہے مگر وہ دو یا دو سے زیادہ لگتی ہیں۔"

ساؤنڈ بوتھ کے اس مائیک کو بند کر دیا گیا۔ وہاں کے کئی افراد اس کے پاس آکر اسے تھام کر پوچھنے لگے کہ وہ اچانک ایب نارمل کیوں ہو گیا ہے؟ کیوں فضول سی باتیں کر رہا ہے کہ اس کے اندر عورتیں بول رہی ہیں؟

ریڈیو اسٹیشن کے عملے کے کچھ لوگ اسے پکڑ کر قریبی اسپتال میں لے جانے لگے۔ دیوی اور پربھا کو پروا نہیں تھی کہ اس آلۂ کار کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ اپنی باتوں میں مصروف تھیں۔ دیوی نے کہا "بہن پربھا! میں نے تمہیں اس لیے ایک اجنبی کے اندر بلایا ہے تاکہ برادر کبیر یا اور کوئی شخص ہماری گفتگو نہ سن سکے۔"

"میں تمہارے اس محتاط انداز کو سمجھ رہی ہوں۔ یہاں ہماری آپس کی باتیں ہمارا یہ آلۂ کار اپنی شخص بھی نہیں سمجھ سکے گا۔ اب بتاؤ۔ تم مجھ سے کیا کہنا چاہتی ہو؟"

دیوی نے کہا "ابھی میں کہہ چکی ہوں کہ صرف گرو دیو کے چرنوں میں رہ کر ان سے گیان اور آتما شکتی حاصل کروں گی۔ گرو دیو نے جمہوریہ چین کی وفاداری میں جو محاذ قائم کیا ہے اس سے تمہیں استعمال کر رہے ہیں۔ یہ ان کی پہلی کامیابی ہے کہ بھارت میں صرف میں ایک خیال خوانی کرنے والی تھی۔ انہوں نے تمہیں دیوی بنا کر مجھے دیوی کی جگہ سے ہٹا دیا ہے۔"

پربھا نے کہا "مجھے حیرانی ہے کہ تم معمولی سے مقابلے کے بعد گھٹنے ٹیک رہی ہو۔"

"تمہارے مہاشکتی مان گرودیو ایسی ایسی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں کہ میں ان کے آگے صرف گھٹنے نہیں' سر بھی جھکانا چاہتی ہوں۔ گرودیو مجھے اپنی داسی بنالیں گے تو میں بھارتی سیاست سے بھی دور رہا کروں گی۔"

"کم یہ باتیں براور کبیر کے دماغ میں بھی کر چکی ہو۔ میں سمجھ رہی تھی تم کوئی اہم راز کی بات کرنا چاہتی ہو۔"

"ہاں۔ میں ابھی یہی کہنے والی ہوں۔ میں دیس بھگتی سے باز آکر تمہارے سامنے میدان چھوڑ رہی ہوں۔ تم سے اور گرودیو سے التجا کرتی ہوں کہ میری بھی ایک خواہش پوری کردیں۔"

"اگر تم اپنے دیس کو ہمارے رحم و کرم پر چھوڑ رہی ہو تو ہم تمہاری خواہش ضرور پوری کریں گے۔ بولو کیا چاہتی ہو؟"

"میں فرہاد علی تیمور کو بھارت سے نکالنا چاہتی ہوں۔ وہ آج کل بمبئی میں ہے۔ اس کی کارروائیوں سے پتا چلتا ہے کہ اس کے ساتھ کچھ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

"اس کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہو تب بھی فرہاد میرے گرودیو سے اپنی جان بچا کر بھاگتا رہے گا۔ یہ تو تم ہمارے منصوبے کے مطابق کہہ رہی ہو۔ ہم پہلے ہی طے کر چکے ہیں کہ فرہاد کو بھارت میں رہنے نہیں دیں گے۔"

دیوی نے خوش ہو کر کہا "میں نے اپنی یہ خواہش کبیر کے دماغ میں رہ کر اس لیے بیان نہیں کی کہ وہ مسلمان ہے۔ اگرچہ بابا صاحب کے ادارے کا ایم آئی ایم سے کوئی گہرا تعلق نہیں ہے پھر بھی سب مسلمانوں پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"درست کہتی ہو۔ اسی لیے تو میں براور کبیر کو چھوڑ کر بھارت چلی گئی ہوں۔ یوں بھی امریکا اور پاکستان میں گہری دوستی ہے۔ پاکستانی حکمران بھی امریکا کو سیاچن تک پہنچنے کا راستہ دیں گے۔ اس لیے ہم صرف بھارتی ہندو حکمرانوں کو ہی نہیں' پاکستانی مسلمان حکمرانوں کو بھی اپنی ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی سے مجبور کردیں گے کہ وہ چین کے خلاف امریکا کو سیاچن تک پہنچنے نہ دیں۔"

"اب میں یہ سیاسی باتیں نہیں کروں گی۔ میرے اطمینان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارے گرودیو فرہاد اور اس کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو بھارت سے بھگادیں گے۔ اب رخصت ہونے سے پہلے یہ بتادو کہ میں تم سے اور گرودیو سے آئندہ کیسے رابطہ کرسکوں گی۔"

"گرودیو کے سلسلے میں کہہ چکی ہوں کہ جب تم دو ماہ تک عبادت و ریاضت میں مصروف رہو گی اور ہمارے معاملے میں مداخلت نہیں کرو گی تو گرودیو خود تم سے رابطہ کریں گے۔ تم جب تک ان کی آزمائش پر پوری نہیں اترو گی اس وقت تک وہ تم پر اعتماد نہیں کریں گے اور نہ ہی تم سے بات کرنا گوارا کریں گے۔"

"میں ضرور آزمائش پر پوری اتروں گی لیکن تم سے قبرابطہ ہو سکتا ہے۔"

"ہاں۔ اگر تم سانس روک کر اپنے لب و لہجے کے معاملے خیال خوانی کی پرواز کرو گی تو میرے پاس پہنچ جاؤ گی۔ صرف چند سیکنڈ کے لیے۔ اس کے بعد ہم کسی آلۂ کار کے دماغ میں جاکر ضروری گفتگو کریں گے۔ اچھا اب میں جاتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ دیوی اور مائیک ہرارے نے بھی اس اجنبی عورت کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ہرارے کے پاس آکر بولی "تمہاری چال بڑی کامیاب رہے گی۔ ہم فرہاد کے سائے کے بھی قریب نہیں جائیں گے۔ دور سے تماشا دیکھیں گے۔ پربھا اپنے گرو گھنٹال کے ذریعے تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو میرے دیس سے بھگا دے گی۔"

"جی ہاں۔ ایسا ہی ہوگا۔ آپ خوش فہمی جیسی کمزوری کو دور کررہی ہیں۔ اسی طرح غصے اور گرم مزاجی سے بھی پرہیز کریں گی تو ذہن تر و تازہ رہے گا پھر آپ ایسی ہی چالیں چلیں گی جن کے نتیجے میں اپنا کوئی نقصان کیے بغیر آپ اپنے مختلف دشمنوں کو ایک دوسرے سے لڑتے دیکھیں گی۔"

"واقعی ذہن پُرسکون رہے تو خوب کام کرتا ہے۔ اب ہمیں یہ سوچنا ہے کہ پربھا اور گرودیو تو فرہاد وغیرہ کو بھارت سے بھگائیں گے لیکن ہم پربھا اور گرودیو کی چالوں کو اس دیس میں کیسے ناکام بنائیں گے؟"

"آپ نے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں سے اپنا لب و لہجہ مٹا کر سونیا کی آواز اور لہجے میں ان پر از سرِ نو تخریبی عمل کیا ہے۔ یہ آپ کی دانشمندی ہے۔ فرہاد وغیرہ کبھی سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ ان کی ہی ایک اہم ہستی کے لب و لہجے میں اسے تابعدار بنادیا گیا ہے۔ وہ آپ کے اور مجھ جیسے ماتحتوں کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر یہودی خیال خوانی کرنے والے کے اندر پہنچنے کی کوشش کریں گے اور ناکام ہوتے رہیں گے۔"

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم نئے معمول اور تابعدار سونیا کے لب و لہجے میں بنائیں اور انہیں پربھا اور گروگیان رائے کے خلاف استعمال کریں؟"

"نہیں۔ آپ سیاسی حالات کو پیشِ نظر رکھیں۔ پربھا اور گرودیو جمہوریہ چین کے لیے کام کررہے ہیں۔ ان کی مخالفت یہودیوں کو کرنا چاہیے۔ لہٰذا آپ الپا کے لب و لہجے میں نئے معمول اور تابعدار بنائیں۔ چونکہ آپ الپا کی آواز اور لہجے کو مٹا کر اسے سونیا کی ہم نوا بنا چکی ہیں اس لیے انہیں الپا تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔"

وہ دونوں اپنے اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے چار مردوں اور دو عورتوں پر تخریبی عمل کرنے لگے۔

○☆○

نئے سپر ماسٹر کی حکمتِ عملی ایسی تھی کہ اس کے اور تینوں افواج کے ٹیلی پیتھی جاننے والے افسران کی رہائش گاہوں اور ان کے دماغوں تک کوئی پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اگر ان کی روپوشی مقدر کو منظور نہ ہوتی' ستاروں کی چال بدل جاتی یا ان کے نصیب بگڑ جاتے' تب وہ ظاہر ہو سکتے تھے۔

وہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ابتدا سے مخالف تھے لیکن اب دیوی شی تارا سے انہیں شدید نفرت تھی۔ اس کی آتما شکتی سے محفوظ رہنے کے لیے انہوں نے روپوشی اختیار کی تھی۔ وہ اس تاک میں تھے کہ کبھی دیوی کا سراغ مل جائے تو وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے مار ڈالیں گے۔

ان کا ملک یوں تو آزاد تھا۔ سپر پاور کہلاتا تھا لیکن درپردہ دیوی نے سابقہ سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے افسران کے ذریعے پورے ملک کو اور ان کی پوری قوم کو غلام بنائے رکھا تھا۔ اگرچہ یہ غلامی دنیا والوں پر ظاہر نہیں ہوئی تھی لیکن یہ ان کے لیے سخت توہین آمیز معاملہ تھا کہ پچھلے ایک برس تک اس ملک کو ایک عورت کے شکنجے سے نجات نہیں ملی تھی۔

پھر نجات کا راستہ بری فوج کے جنرل اسٹیل بروکس' بحری فوج کے چیف ایڈمرل ٹیری ٹیلر اور فضائیہ کے سربراہ ری ریز نے مل کر اپنے نہایت ہی ذہین پلان میکر کے ساتھ خفیہ پلاننگ کی پھر اس پلاننگ کے مطابق اس سابقہ سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے ان اعلیٰ افسران کو شوٹ کردیا جو دیوی کے تابعدار بنے ہوئے تھے۔

انہوں نے اپنے پلان میکر اے لالاس کو سپر ماسٹر بنادیا اور ایسی خاموشی اور رازداری سے کام کرنے لگے کہ دیوی انہیں بھی اپنا تابعدار بنانے کے لیے تلاش نہ کرسکی۔

پھر وہ چاروں کس طرح روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے بن گئے' کس طرح پاشا کو ناقابلِ علاج پاگل بنا کر پاگل خانے بھیج دیا اور ٹرانسفارمر مشین کو کیوں دوسری جگہ منتقل کردیا؟ یہ تمام واقعات پچھلے باب میں بیان کیے جاچکے ہیں۔

ان چاروں نے اچھی خاصی عمر گزارنے کے باوجود شادی نہیں کی تھی۔ بیویوں اور بچوں کو اپنی کمزوری نہیں بنایا تھا۔ البتہ دوست احباب تھے لیکن وہ بھی انہیں کبھی اتفاق سے کہیں دیکھ لیتے تو پہچان نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے تبدیل کرلیے تھے اور جس ماہر نے سرجری کی تھی' اسے بھی بعد میں گولی ماردی تھی۔ ایسی رازداری کے نتیجے میں ان کے باپ بھی انہیں نہیں پہچان سکتے تھے۔

انہوں نے تمام پہلوؤں سے خود کو محفوظ رکھنے کی تدابیر پر پوری طرح عمل کرنے کے بعد جو منصوبے بنائے ان میں پہلا منصوبہ یہ تھا کہ کسی طرح دیوی کا سراغ لگایا جائے۔ ان چاروں نے مشین کے ذریعے پاشا کی غیر معمولی قوتِ سماعت و بصارت بھی حاصل کی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے دیوی کے اندر نہیں جاسکتے تھے لیکن ہزاروں میل دور سے اس کی آواز سن سکتے تھے۔

اس سلسلے میں یہ قباحت تھی کہ دیوی صرف سوچ کی لہروں کے ذریعے اپنے تمام تابعداروں کے اندر آتی تھی۔ ان نئے چار خیال خوانی کرنے والوں کے اندر کبھی نہیں آئی تھی۔ انہوں نے اس کی آواز اور لہجے کو نہیں سنا تھا اس لیے وہ کچھ دنوں تک اس کی آواز نہ سن سکے۔

انہیں براور کبیر کی یہ بات معلوم تھی کہ میں بھارت میں ہوں اور کشمیر کی جنگ مہاراشٹر میں لڑ رہا ہوں۔ ان معلومات سے ان چاروں نے سمجھ لیا کہ میں وہاں کی سیاسی جماعتوں اور "را" کے اہم عہدیداروں سے ٹکراؤں گا اور دیوی اپنے دیس کی خاطر میری ٹیلی پیتھی کا توڑ کرنے کے لیے بھارت کے تمام حکمرانوں اور عہدیداروں کے اندر آتی رہے گی۔

یہ سوچ کر وہ بھارت کے کتنے ہی سیاستدانوں اور "را" کے اہم عہدیداروں کے اندر جانے لگے۔ اس طرح وہ "را" کے اس ڈائریکٹر کے پاس پہنچے جو یوگا کا ماہر تھا۔ اس ڈائریکٹر کے اندر صرف دیوی آتما شکتی کے ذریعے جاسکتی تھی لیکن نیا سپر ماسٹر اے لالاس اس کے اندر اس لیے پہنچ گیا کہ دیوی پہلے سے وہاں موجود تھی اور ڈائریکٹر سے باتیں کررہی تھی۔

اس طرح سپر ماسٹر اے لالاس نے خاموشی سے ڈائریکٹر کے چور خیالات پڑھے اور وہاں کے تمام حالات معلوم کیے کہ کس طرح صوبہ مہاراشٹر کے اور بھارتی حکومت کے درمیان خون خرابے کی حد تک اختلافات پیدا ہوگئے ہیں۔ "را" کے پہلے ڈائریکٹر کو مہاراشٹر سے اپاہج بنا کر دہلی بھیج دیا گیا تھا۔

"را" کا موجودہ ڈائریکٹر رائے قائم کررہا تھا کہ ان انتہا پسند ہندو سیاسی پارٹی شیو سینا اور بی جے پی کو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے مدد دے رہا ہوں اور اس طرح بمبئی اور دوسرے بڑے شہروں کے مسلمانوں کے لیے تحفظ کی راہ نکال رہا ہوں۔

سپر ماسٹر اے لالاس نے ان معلومات کے علاوہ دیوی کی سوچ کی لہروں کے ذریعے اس کی آواز اور لہجے کو ذہن نشین کیا۔ اب یہ امید ہوگئی کہ دیوی جہاں بھی چھپ کر رہتی ہے اور تنہائی میں اپنی ذہبی کتاب گیتا وغیرہ پڑھتی ہے تو یوں پڑھنے سے اس کی آواز غیر معمولی سماعت کے ذریعے سپر ماسٹر سن سکے گا۔

لیکن ایسے ہی وقت سپر ماسٹر اے لالاس نے بڑی حیرانی سے دوسری دیوی کی آواز سنی۔ وہ دوسری اپنے اصلی ہونے کا دعویٰ کررہی تھی اور پہلے سے وہاں آنے والی کو نقلی اور دھوکے باز کہہ رہی تھی۔

یہ سپر ماسٹر کے لیے ایک نئی' دلچسپ اور تجسس سے بھرپور سچویشن تھی۔ اس نے اپنے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اسٹیل بروکس' ٹیری ٹیلر اور ری ریز کو اس ڈائریکٹر کے دماغ میں بلا کر دو

بعد دیویوں کا وہ تماشا دکھایا جو دلچسپ ہونے کے باوجود ایک مسئلہ تھا کہ ان میں اصلی کون ہے؟

یہ توقع تھی کہ جب دونوں دیویاں اس ڈائریکٹر کے دماغ سے جائیں گی اور اپنی اپنی خفیہ رہائش گاہوں میں کسی سے فون وغیرہ پر گفتگو کریں گی تو وہ چاروں غیر معمولی سماعت کے ذریعے وقتاً فوقتاً ان کی باتیں سن کر ان کے منصوبے بھی معلوم کرتے رہیں گے۔ ان کا پتا ٹھکانا بھی کسی وقت معلوم ہو جائے گا اور یہ بھی پتا چلے گا کہ کون اصلی ہے اور کون نقلی؟

مگر دونوں ہی چالباز تھیں۔ جب ڈائریکٹر کے دماغ سے گئیں تو لاپتا ہو گئیں۔ پربھا کا اپنا مخصوص لب و لہجہ تھا۔ وہ تو دیوی کی خیال بن کر اس کی سوچ کی لہروں کو استعمال کر رہی تھی اور اصلی دیوی جس لب و لہجے میں خیال خوانی کرتی تھی اس آواز اور لہجے میں بھگوان کی پوجا نہیں کرتی تھی۔ اس وقت اس کا اپنا دوسرا لہجہ ہوا کرتا تھا۔

جب سے غیر معمولی سماعت و بصارت کے حامل افراد کا اضافہ ہو رہا تھا میں نے اور میرے خیال خوانی کرنے والے بیٹوں اور ساتھیوں نے بھی یہی طریقہ کار اختیار کیا تھا کہ خیال خوانی کے وقت اور عام زندگی گزارتے وقت اپنے لب و لہجے میں نمایاں فرق رکھتے تھے۔ اس طرح نہ کوئی دشمن ہماری ذاتی گفتگو محلوں دور سے سن سکتا تھا اور نہ ہی ہمارا پتا ٹھکانا معلوم کر سکتا تھا۔

سپر ماسٹر اے لالاس نے تینوں فوجی افسران سے کہا "وہ دونوں دیویاں وہی کر رہی ہیں' جو ہم کرتے ہیں۔ خیال خوانی کرتے وقت ہماری آواز اور لہجہ مختلف ہوتا ہے اور یہ مختلف لب و لہجہ ہم نے کسی کے بھی دماغ میں جا کر نہیں سنایا ہے۔ خاموشی سے کسی کے بھی اندر جاتے ہیں اور خاموشی سے چلے آتے ہیں۔"

ایک فوجی افسر ٹیری ٹیلر نے کہا "ابھی تو ہمیں ناکامی ہوئی ہے لیکن ان دو دیویوں کے جھگڑوں سے ہمیں جلد ہی فائدہ پہنچے گا۔"

دوسرے افسر اسٹیل بروکس نے کہا "یہ بات ہمارے لیے اطمینان بخش ہے کہ امریکا میں ہم صرف چار خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ اب نہ کوئی پانچواں ہوگا اور نہ دیوی جیسی دشمن کے بہتے چڑھے گا۔"

تیسرے افسر ری ریز نے کہا "جب تک ہم چاروں روپوش رہ کر آپس میں اتفاق رائے سے ذمے داریاں پوری کرتے رہیں گے کوئی ہمارے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

سپر ماسٹر اے لالاس نے کہا "مسٹر بروکس! فی الحال دیویوں کو نظر انداز کریں۔ ہمارا دوسرا بڑا منصوبہ یہ ہے کہ فرانس میں بابا صاحب کے ادارے کو رفتہ رفتہ نہایت کمزور بنا دیا جائے۔ اگر ہم اس ادارے کو وہاں سے ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو وہاں سے فساد کی ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج منتشر ہو جائے گی۔ وہ کسی دوسرے ملک میں ایسا ہی دوسرا اسلامی ادارہ بنانے کے لیے سرگرداں رہیں گے اور ہم کسی بھی ملک میں انہیں متحد ہو کر رہنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

"ہاں۔ منصوبہ بنانے کے بعد ہم نے فرانس کی تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کو ٹریپ کیا ہے۔ ان پر خفیہ عمل کرنے سے پتا چلا کہ ان میں سے ایک افسر کو پہلے ہی کسی عورت نے اپنا تابعدار بنایا ہوا ہے۔"

افسر ری ریز نے کہا "ہمیں اس تابعدار افسر کے اندر جانا چاہیے تھا مگر اس کا دماغ لاکڈ تھا پھر میں نے دوسرے کو آلۂ کار بنا کر اس تابعدار افسر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا پھر اس کے اندر جانے کے بعد اس کے خیالات نے بتایا کہ اسے کسی عورت نے اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔"

"اور یقیناً دیوی نے ایسا کیا ہوگا۔ اب تو یہ بھی معلوم کرنا ہوگا کہ دو میں سے کس دیوی نے ایسا کیا ہے؟"

سپر ماسٹر اے لالاس نے کہا۔ "جس نے بھی کیا ہو' ہماری طرح وہ بھی ایسے ہی منصوبے پر عمل کر رہی ہے کہ فرانس کے حکمران اور فوجی افسران مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیرِ اثر نہ رہیں۔"

اسٹیل بروکس نے کہا "جس طرح ہم امریکی فوج کے تین سب سے بڑے افسران ہیں اسی طرح ہم نے فرانس کے تین بڑے فوجی افسران کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہے۔ اپنی طرح ان کے لب و لہجے کو بدل کر انہیں روپوش رہ کر اپنے فوجی فرائض انجام دینے کا پابند بنا دیا ہے۔ اب دیوی یا فساد کوئی بھی ان تین بڑے فوجی افسران کو تلاش نہیں کر سکے گا۔"

سپر ماسٹر اے لالاس نے کہا "ہمیں نے فرانس کی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کو بھی شکنجے میں لے کر اسی طرح روپوش رہ کر اپنے فرائض ادا کرتے رہنے کا پابند بنا دیا ہے۔ ہم اسی طرح وہاں کے حکمرانوں اور دیگر اکابرین کو اپنے زیرِ اثر رکھیں گے تو وہ سب فرانس کے ظاہری حکمران اور فوجی افسران ہمیں گے لیکن درپردہ ہم امریکیوں کے تابع فرمان رہا کریں گے۔"

"ابھی تو ہمیں اپنے ارادوں میں کامیابی حاصل ہو رہی ہے لیکن دیوی کے بھی یہی ارادے ہیں۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ وہ فرانس میں کس حد تک کامیابی حاصل کر چکی ہے۔"

"جب اس کا اور ہمارا منصوبہ ایک ہے تو دیوی سے ٹکراؤ ضرور ہوگا۔ ہم اس سے ایسی غلطی کرانے کی کوشش کریں گے جس کے نتیجے میں شاید ہمیں اس کا پتا ٹھکانا معلوم ہو سکے گا۔"

سپر ماسٹر اے لالاس اور اس کے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے فوجی افسران دو طرح سے کام کے افراد کو تابعدار بنا رہے تھے۔ ایک تو انہوں نے فرانس کے چیدہ چیدہ افسران اور عہدیداران پر تنویمی عمل کر کے اپنی طرح انہیں روپوش رہنے کا پابند بنایا تھا۔ دوسرے یہ کہ عام سماجی حیثیت رکھنے والوں کے دماغوں میں جگہ بنا کر صرف عارضی طور پر آلۂ کار بنایا تھا۔ وہ چاروں ایسے آلۂ کاروں کے اندر رہ کر انہیں اسی جھیل کے کنارے پہنچایا کرتے تھے جہاں بہت سے خوبصورت کاٹیج بنے ہوئے تھے اور ان میں کئی کاٹیج فوجی افسران اور سونیا وغیرہ کے لیے مخصوص تھے۔ شہر میں کئی اپارٹمنٹس بھی میرے فیملی ممبرز کے لیے مقفل رہا کرتے تھے۔

فرنچ فوج کے جنرل اسٹیل بروکس نے اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے معلوم کیا کہ ایک اپارٹمنٹ کو کھول کر صفائی کرائی گئی ہے اور وہاں ایک میاں بیوی نے آ کر قیام کیا ہے۔ بیوی بہت خوبصورت ہے اور شوہر بھی خوبرو اور صحت مند ہے۔ دونوں سگریٹ اور شراب نہیں پیتے ہیں۔

ان معلومات سے ظاہر ہو گیا کہ وہ دونوں یوگا کے ماہر ہیں۔ شاید وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہوں۔ چونکہ اس مخصوص اپارٹمنٹ میں آ کر قیام کیا تھا اس لیے ان کا تعلق لازماً بابا صاحب کے ادارے سے تھا۔

اسٹیل بروکس نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے اس ملازم کے اور جگہ بنائی جو ان میاں بیوی کی خدمت پر مامور تھا۔ جب وہ میاں بیوی شام کو تفریح کے لیے باہر گئے تو ملازم اپارٹمنٹ میں تنہا رہا۔ اسٹیل بروکس نے اپنے آلۂ کار کو ان میاں بیوی کے تعاقب میں لگا دیا پھر ملازم کے دماغ پر قبضہ جما کر وہاں قیام کرنے والوں کے سامان کی تلاشی لی۔ ان کے پاسپورٹ سے پتا چلا کہ وہ اسرائیل کے شہر تل ابیب سے آئے ہیں۔ وہ عیسائی ہیں۔ مرد کا نام راجر ہے اور بیوی کا نام پاسپورٹ میں بیلا راجر لکھا ہوا ہے۔

یہ تو سبھی جانتے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے میں مسلمانوں کے علاوہ عیسائی بھی علم و ہنر سیکھتے تھے اور بڑی بڑی ڈگریاں لے کر دنیا کے مختلف ممالک میں ملازمتیں حاصل کر کے زندگی گزارتے تھے۔ وہ تمام عیسائی بابا صاحب کے ادارے کے احسان مند اور وفادار ہوتے تھے۔

بابا صاحب کے ادارے میں یہودیوں اور ہندوؤں کا داخلہ ممنوع تھا۔ ایسے میں یہ بات قابلِ غور تھی کہ اس ادارے کا ایک وفادار عیسائی اسرائیل میں کافی عرصے تک انجینئر کی حیثیت سے کیسے کام کرتا رہا؟ پاسپورٹ میں راجر پیشے کے اعتبار سے انجینئر تھا۔ اسرائیل میں کسی ایسے شخص کو ملازمت تو کیا وہاں رہنے کی اجازت تک نہیں دی جاتی تھی' جس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہوتا تھا۔

ایسے میں راجر اور مسز بیلا راجر نے کسی رازداری کے بغیر اس اپارٹمنٹ میں قیام کیا تھا اور یہ نہیں سوچا تھا کہ یہودی جاسوس یا موساد کے ایجنٹ ان کی خفیہ نگرانی کر رہے ہوں گے۔

اسٹیل بروکس اپنے آلۂ کار کے اندر رہا۔ وہ آلۂ کار راجر اور بلا راجر کا تعاقب کر رہا تھا۔ ایلفی ناور کے گارڈن میں ایک شخص نے ان کا راستہ روکا اور ان سے کچھ کہنے لگا۔ اسٹیل بروکس فوراً اپنے آلۂ کار کو ان کے قریب لے گیا۔ اس وقت راجر اس اجنبی شخص سے پوچھ رہا تھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا نام راجر ہے اور میں اپنی وائف کے ساتھ اسرائیل سے آیا ہوں۔"

اس اجنبی نے اپنا کارڈ دکھاتے ہوئے کہا "میرا تعلق اسرائیلی انٹیلی جنس سے ہے۔ میرے اس کارڈ کو دیکھنے کے بعد سچ نہیں بولو گے تو بہت نقصان اٹھاؤ گے۔"

راجر نے کہا "سچ تو یہ ہے کہ پیرس پہنچنے تک میں راجر تھا اور یہ مسز بیلا راجر تھیں مگر اب وہ پاسپورٹ جو ہمیں اسرائیل سے یہاں لایا تھا' ہمارے لیے بیکار ہو گیا ہے۔ اب ہمارے نام بھی بدل گئے ہیں۔ اب چونکہ اسرائیل سے ہمارا کوئی تعلق نہیں رہا اس لیے تم اپنا اور ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔"

"یعنی تم دونوں' سوچ لو۔ بابا صاحب کے ادارے کے ایک اپارٹمنٹ میں قیام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسرائیل میں ان کے لیے جاسوسی کرتے رہے ہو۔"

راجر نے کہا "کچھ بھی سمجھ لو۔ یہ پیرس ہے۔ فرہاد علی تیمور کا شہر۔ تمہیں یہاں سے جان بچا کر بھاگنے کا راستہ بھی نہیں ملے گا۔"

"کیا تم مجھے تنہا سمجھتے ہو؟"

اس بار بیلا راجر نے کہا "تم تنہا نہیں ہو۔ ادھر فوارے کے پاس تمہارے دو جاسوس ساتھی تمہارے اشارے کے منتظر ہیں۔ وہ اشارہ پاتے ہی سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے ہمیں ہلاک کر دیں گے۔"

جاسوس نے چونک کر بیلا راجر کو دیکھا پھر کہا "اچھا تو تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ کہیں سے بھی آنے والی ایک اندھی گولی تمہاری ٹیلی پیتھی کو موت کی نیند سلا دے گی۔"

بیلا راجر مسکرائی۔ وہ جاسوس بے اختیار وہاں سے پلٹ کر فوارے کے پاس کھڑے ہوئے اپنے ساتھیوں کے پاس آیا۔ ایک سے بولا "وہ سائیلنسر لگا ہوا ریوالور نکالو۔"

ساتھی نے ریوالور نکالتے ہوئے پوچھا "کیا انہیں گولی ماردوں؟"

بیلا راجر ریوالور والے کی آواز اور لہجہ سنتے ہی اس کے دماغ پر قابض ہو گئی۔ اس نے دوسرے ہی لمحے میں دونوں ساتھیوں کو ایک ایک گولی ماری پھر ریوالور کو اپنے سینے پر رکھ کر تیسری گولی چلا دی۔ اگرچہ سائیلنسر کے باعث فائرنگ کی آواز نہیں گونجی تھی تاہم ایک کے بعد ایک کو مرتے اور گھاس پر گرتے دیکھ کر وہاں تفریح کرنے والی عورتیں چیخنے لگیں۔ ان کے مرد سہم کر ان لاشوں کو دیکھنے اور سوچنے لگے۔

اب وہ سوچتے ہی رہ جاتے لیکن یہ نہ معلوم ہو تا کہ ان تینوں کے لیے تین گولیاں ریوالور سے نہیں ٹیلی پیتھی کے خفیہ سائیلنسر سے چلائی گئی ہیں۔ ویسے اسٹیل بروکس سمجھ گیا کہ بیلا راجر ٹیلی

پیتی جانتی ہے۔ اب یہ معلوم کرنا تھا کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کی اصلیت کیا ہے' اس کا اصل نام کیا ہے اور بابا صاحب کے ادارے کے لیے پیرس میں کون سی ذمے داری پوری کرنے آئی ہے۔

اسٹیل بروکس نے سپر ماسٹر اے لالاس اور دوسرے دو ساتھیوں کو راجر اور بیلا راجر کے متعلق بتایا۔ وہ سب اس آلۂ کار کے ذریعے ان میاں بیوی کا تعاقب کرتے ہوئے ایک ریستوران میں پہنچے۔ اسٹیل بروکس نے فوراً ہی اپنے آلۂ کار کے ذریعے ایک قریبی ڈرگ اسٹور سے اعصابی کمزوری کی دوا منگوائی سپر ماسٹر اے لالاس نے اس ویٹر کے دماغ میں جگہ بنائی جو کھانے کا آرڈر نوٹ کررہا تھا۔

مختصر یہ کہ ان میاں بیوی کو ٹریپ کرنا آسان ہوگیا۔ جب انہوں نے اپنی پسند کا کھانا کھایا تو دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ بڑی کمزوری محسوس کررہے تھے۔ سپر ماسٹر اے لالاس اور تینوں ساتھیوں نے سب سے پہلے ان کی اصلیت معلوم کی۔ وہ مرینا تھی اور اس کے ساتھی مرد کا نام مورس تھا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کا جاسوس تھا۔ تل ابیب میں رہتا تھا۔ جن دنوں مرینا کالا جلود جاننے والے جے پر گولا کے شکنجے میں بری طرح پھنسی ہوئی تھی ایسے وقت اس نے گڑگڑا کر مجھ سے مدد مانگی تھی۔ میں نے اسے جے پر گولا سے نجات دلا کر مشورہ دیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں برتری حاصل کرنے کا خواب دیکھتی رہے گی تو ہمیشہ کی طرح ذلیل و خوار ہوتی رہے گی۔ لہٰذا کسی سے شادی کرکے گمنام ازدواجی زندگی گزارے۔

میں نے اس کے لیے بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس نام مورس کا انتخاب کیا۔ تب سے مرینا اس کے ساتھ گمنام ازدواجی زندگی گزار رہی تھی پھر بابا صاحب کے ادارے سے نام مورس کو ہدایات دی گئیں کہ وہ تل ابیب سے چلا آئے۔ اسے جاسوسی کے لیے کسی دوسرے ملک بھیجا جائے گا۔

اب چونکہ نام مورس کا تعلق اسرائیل سے نہیں رہا تھا اس لیے وہ بڑی بے باکی سے مرینا کے ساتھ اس اپارٹمنٹ میں آکر قیام کررہا تھا۔ اسے دوسرے دن بابا صاحب کے ادارے سے ہدایات ملنے والی تھیں۔ اس سے کہا گیا تھا کہ فی الحال پیرس میں آرام اور تفریح کرے۔

اسٹیل بروکس کے آلۂ کار نے مرینا اور نام مورس کو اپنی کار میں ایک خفیہ بنگلے تک پہنچایا۔ وہ دونوں بنگلے کے اندر آکر الگ الگ بیڈ روم کے بستروں پر گر پڑے۔ اس کے بعد سپر ماسٹر اے لالاس نے مرینا کو اور اسٹیل بروکس نے نام مورس کو تھپک کر سلایا۔ جب وہ دونوں گہری نیند میں ڈوب گئے تو ان پر بڑے اطمینان سے تنویمی عمل ہونے لگا۔

تنویمی عمل یہ تھا کہ مرینا جب سپر ماسٹر اے لالاس کی سوچ کی لہروں سے کوئی حکم سنے گی تو اس پر عمل کرے گی۔ نام مورس جب اسٹیل بروکس کا حکم سنے گا تو تعمیل کرے گا ورنہ عام حالات میں دونوں بابا صاحب کے ادارے کے وفادار رہیں گے اور یہ بھول جائیں گے کہ وہ کبھی کسی ریستوران میں کھانے کے دوران اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوئے تھے اور ان پر کسی نے تنویمی عمل کیا تھا اور یہ کہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد اس بنگلے سے جائیں گے تو بنگلے کے نمبر اور اس علاقے کو بھول جائیں گے۔

وہ دونوں تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے سو گئے۔ نئے سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران نے فرانس کے سیاسی اور سرکاری اکابرین کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر بابا صاحب کے ادارے کے مقابلے میں اپنے قدم مضبوطی سے جما لیے تھے۔ اس کے بعد ٹیلی پیتھی جاننے والی مرینا کو تابعدار بنا کر میری ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج میں سے ایک کو بڑی خاموشی سے چھین لیا تھا اور اس پر ایسا عمل کیا تھا کہ ہمیں اس کے چھین لیے جانے کی خبر تک نہیں ہوئی تھی اور پتا نہیں' یہ راز ہم سے کب تک چھپا رہنے والا تھا۔

دیوی نے بھی فرانس میں بڑے معرکے سر کیے تھے۔ وہاں کے اہم عہدیدار اور دیگر اہم اکابرین کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رہا تھا۔ اب وہ دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ وہ مجھ سے اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے زیر اثر لانے والی تھی۔

پیرس کے فوجی اور پولیس افسران کو اکثر یہ معلوم رہتا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کا کوئی خاص فرد کب پیرس آتا ہے اور کس طیارے سے ملک کے باہر جاتا ہے یا کون سا اہم فرد ایسا ہے جو کسی دوسرے ملک سے پیرس آرہا ہے پھر اس شہر سے بابا صاحب کے ادارے میں جانے والا ہے۔

یہ معلومات سرکاری افسران کو پہنچائی جاتی تھیں تاکہ وہ ان اہم افراد کی سیکیورٹی کا پورا خیال رکھا کریں۔ ان میں صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمان کا سراغ مل جائے۔ یہ خیال پہلے کبھی نہیں آیا تھا کہ وہ میرے اور بابا صاحب کے ادارے کی قدر و قیمت کو فرانس میں کم کرسکتی ہے۔ مائیک ہرارے نے اسے یہ تدبیر بتائی تھی۔ اگر نہ بتاتا تو وہ تنہا اتنا بڑا قدم نہ اٹھاتی۔

اس نے فرانسیسی فوج کے سب سے بڑے افسر کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو ناکامی ہوئی۔ وہ اس بڑے افسر کو اپنا تابعدار بنا چکی تھی۔ اگر وہ سانس روکتا تو وہ آتما شکتی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ جاتی لیکن دیوی کی سوچ کی لہروں کو اس اعلیٰ افسر کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ مر چکا ہے یا اس نے اپنا حلیہ بدل لیا ہے۔ دیوی نے اس کے ماتحت کے اندر پہنچ کر معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کہ وہ زندہ ہے۔ بڑی' بحری اور فضائیہ کے تینوں سربراہ کہیں روپوش ہوگئے ہیں۔ اب کمپیوٹر کے ذریعے اپنے فرائض ادا کرتے ہیں۔ کسی سے فون پر بھی گفتگو نہیں کرتے ہیں۔

دیوی کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ نئے سپر ماسٹر نے یہ چال چلی ہے۔ جس طرح وہ اپنے امریکی بڑی' بحری اور فضائیہ کے سربراہوں کے ساتھ روپوش ہوگیا ہے اور کمپیوٹر کے ذریعے وہ چاروں اپنے فرائض ادا کررہے ہیں اسی طرح یہ طریقۂ کار فرانس میں اختیار کیا گیا ہے۔

دیوی نے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر اور پولیس چیف کے دماغوں میں بھی جانا چاہا مگر ناکامیوں نے یہ واضح کردیا کہ سپر ماسٹر نے فرانس کے تمام کلیدی عہدوں پر فرائض ادا کرنے والوں کو اپنے شکنجے میں لے کر انہیں خفیہ رہائش گاہوں میں رہنے کا پابند بنا دیا ہے۔

ایک وقت تھا' جب دیوی نے سابقہ سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے سربراہوں کو تابعدار بنا کر ان سب کو بے دست و پا بنا دیا تھا۔ اب وہ ایسا نہیں کرسکتی تھی۔ نیا سپر ماسٹر اس کے پچھلے مظالم کا بڑی کامیابی سے انتقام لے رہا تھا۔ فرانس میں جو چالیں وہ چل رہی تھی وہی چالیں وہ بھی اسے ناکام بناتے ہوئے چل رہا تھا۔

ایسے وقت ایک سوچ کی لہر اس کے پاس آئی۔ مائیک ہرارے اسے بلا رہا تھا۔ وہ اس کے پاس آکر بولی "تم نہ بلاتے تب بھی میں آنے والی تھی۔ وہ نیا سپر ماسٹر فرانس میں ہماری چالوں کو تقریباً ناکام بنا چکا ہے۔"

ہرارے نے کہا "میں آپ کی باتیں بعد میں سنوں گا..... فی الحال پیرس میں ایک خیال خوانی کرنے والا نظروں میں آگیا ہے۔ میرا ایک آلۂ کار اس کی نگرانی کررہا ہے۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"میرا ایک آلۂ کار اپنی محبوبہ کو رخصت کرنے ائرپورٹ گیا تھا۔ اسے رخصت کرنے کے بعد وہ واپس جانا چاہتا تھا۔ تب لگیج ہال کے پاس ایک بڑا سرکاری افسر ائرپورٹ کے کسٹم افسر سے کہہ رہا تھا "مجھ پر جھوٹا الزام لگانے سے پہلے سوچ لو کہ الزام ثابت نہ ہوا تو میں تمہیں کسٹم کے شعبے سے دھکے دے کر نکال دوں گا۔"

کسٹم افسر کشمکش میں تھا۔ وہ بولا "سر! آپ میرے خلاف بہت کچھ کرسکتے ہیں لیکن میرے دماغ میں بار بار یہ بات آرہی ہے کہ آپ کے بریف کیس میں بیس عدد ہیروئن کے پیکٹس ہیں۔"

ایسے ہی وقت ایک جوان نے آکر کسٹم افسر کو اپنا ایک کارڈ دکھایا۔ مائیک ہرارے نے کسٹم افسر کے دماغ میں رہ کر دیکھا۔ وہ کارڈ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتا تھا۔ جوان نے کارڈ اپنی جیب میں رکھ کر کہا "یہ سرکاری افسر خواہ کتنے ہی اختیارات کا مالک ہو مگر قانون سے بالاتر نہیں ہے۔ اس کا بریف کیس کھولو اور اسے ہتھکڑیاں پہناؤ۔"

بابا صاحب کے ادارے کا نام ایسا مستند تھا کہ کسٹم افسر نے اسے پڑھتے ہی یقین کرلیا کہ وہی کارڈ دکھانے والا شخص اس کے دماغ میں اب تک بول رہا تھا اور اس کی انفارمیشن کبھی غلط نہیں ہوگی۔

پھر یہی ہوا۔ بریف کیس جبراً کھولنے کے بعد ہیروئن کے ۲۰ عدد پیکٹس برآمد ہوئے۔ اس بڑے سرکاری افسر کو ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔

مائیک ہرارے نے دیوی سے کہا "وہ کارڈ دکھانے والا شخص ضرور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میں اس کے اندر اس لیے نہیں گیا کہ شاید وہ یوگا کا ماہر ہو۔ میرا آلۂ کار اس کی نگرانی کررہا ہے۔ آپ میرے آلۂ کار کے ذریعے اس کی آواز سن کر آتما شکتی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ سکیں گی۔"

ہرارے نے دیوی کو اپنے آلۂ کار کے اندر پہنچا دیا۔ وہ آلۂ کار دیوی کی مرضی کے مطابق اس اجنبی جوان کے پاس آیا' جس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے تھا۔ اس آلۂ کار نے اپنے ہونٹوں کے درمیان ایک سگریٹ رکھتے ہوئے پوچھا "کیا آپ کے پاس لائٹر ہے؟"

اس نے جواباً کہا "سوری۔ میں سگریٹ نہیں پیتا اور دوسروں کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ جو زہر کینسر کی طرف لے جاتا ہے اس سے پرہیز کریں۔"

دیوی آتما شکتی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ محسوس نہ کرسکا۔ اس کے چور خیالات پڑھتے ہی معلوم ہوا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن ہے۔ اس نے اب تک بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر بڑی اہم تربیت حاصل کی تھی۔ وہ اس ادارے اور جناب تبریزی سے بہت متاثر تھا کیونکہ وہاں طویل عرصے تک رہنے کے دوران کبھی اس سے یہ نہیں کہا گیا تھا کہ وہ عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کرلے۔

اس ادارے میں عیسائی کافی تعداد میں تھے۔ انہوں نے وہاں یہ سیکھا تھا کہ انسان کو انسانیت کے دشمنوں کے خلاف لڑنا چاہیے اور جہاں ناانصافی ہو' وہاں انصاف کا بول بالا کرنا چاہیے۔

دیوی نے کہا "ہرارے! میں جب بھی مایوس ہوتی ہوں' تم کامیابی کی ایک روشنی میں لے آتے ہو۔ یہ بابا صاحب کے ادارے کا ایک بہت اہم خیال خوانی کرنے والا ہے۔ اس کا نام جے مورگن ہے۔ اپنے آلۂ کار سے کہو۔ یہ اس کے ساتھ جائے گا۔ آلۂ کار پیرس کے باہر کسی مضافاتی ہوٹل کا ایک کمرا اس کے لیے حاصل کرے گا اور راستے میں کہیں رک کر میک اپ کا سامان بھی خریدے گا۔"

دیوی نے جے مورگن کے دماغ کو آتما شکتی کے ذریعے پوری طرح جکڑ لیا پھر اس کے احکامات کے مطابق اس آلۂ کار اور مائیک

ہرارے نے میک اپ کا سامان خرید کر اسے شہر سے دور ایک درمیانی درجے کے ہوٹل میں پہنچا دیا۔

اس دوران جے مورگن کے چور خیالات بتاتے رہے تھے کہ ابھی وہ ایک طیارے سے اسرائیل جانے والا تھا۔ اس کے پاس ایک جعلی پاسپورٹ تھا جس کے مطابق وہ ایک یہودی سرکاری ملازم تھا اور رفل ابیب جا رہا تھا۔

یہ تبدیلی اس لیے آئی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے کا ایک جاسوس نام مورس اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی مرینا کے ساتھ واپس آگیا تھا اور پیرس کے ایک اپارٹمنٹ میں ٹھہرا ہوا تھا۔

مرینا کا نام سن کر دیوی خوشی سے کھل گئی۔ جو ایک طویل عرصے سے لاپتا تھی' اس کا سراغ مل گیا تھا۔ ایک زمانہ تھا جب وہ مرینا دیوی شی تارا کے بھائی پے پے سرنا کی داشتہ تھی اور ایسی مکار تھی کہ ایک بار مجھ پر قاتلانہ حملہ بھی کیا تھا۔ دیوی کو ایسی ہی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی ضرورت تھی۔ اس نے ہرارے کو پیرس کے اس اپارٹمنٹ کا نمبر بتایا پھر کہا "میں جے مورگن پر تنویمی عمل کر رہی ہوں تب تک تم اپنے آلۂ کار کے ذریعے اس اپارٹمنٹ پر نظر رکھو۔ وہاں مرینا ڈی فونزا ٹیلی پیتھی جاننے والی کا قیام ہے۔ اگر وہاں کوئی ملازم ہو تو اسے بھی ٹریپ کرو۔"

مائیک ہرارے اپنے آلۂ کار کے ساتھ چلا گیا۔ دیوی نے جے مورگن کو ہوٹل کے بند کمرے میں تھپک تھپک کر سلایا پھر اس پر عمل کرنے لگی۔

عمل یہ تھا کہ وہ خود کو جے مورگن کی حیثیت سے بھول جائے گا اور اپنا چہرہ تبدیل کر کے روپوشی کی زندگی گزارے گا۔

دوسری بات یہ کہ وہ بابا صاحب کے ادارے' فرہاد اور فرہاد کی پوری فیملی کی دوستی اور محبتوں کو بھول جائے گا اور ان سب کو اپنا بدترین دشمن سمجھتا رہے گا۔

تیسرا عمل یہ کہ وہ صرف سونیا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا باقی تمام خیال خوانی کرنے والوں کو محسوس کرے گا اور فوراً سانس روک کر انہیں بھگا دیا کرے گا۔

چوتھا عمل یہ کہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد وہ کمرے میں رکھے ہوئے میک اپ کے سامان کے ذریعے اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرے گا پھر سونیا کی سوچ کی لہریں اسے پیرس کے ایک چھوٹے سے بنگلے میں لے جائیں گی۔ اس بنگلے میں اس کا قیام رہے گا۔ اس کے نئے نام اور نئے چہرے کے مطابق شناختی کارڈ اور دیگر ضروری کاغذات اس بنگلے میں پہنچا دیے جائیں گے۔

وہ تنویمی عمل سے فارغ ہو کر اسے تنویمی نیند سلا کر مائیک ہرارے کے پاس آئی۔ وہ بولا "میں اس اپارٹمنٹ کے ملازم کے اندر پہنچ چکا ہوں۔ اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ مرینا اپنے شوہر کے ساتھ شام کو گئی تھی۔ اب رات کے دو بج رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک واپس نہیں آئی ہے۔"

بہت عرصے پہلے مرینا کی جو آواز اور لہجہ تھا' اسے دیوی نے آزمایا مگر اس کا سراغ نہیں ملا۔ وہ بولی "ہرارے! کچھ گڑبڑ ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ نئے سپر ماسٹر نے اسے ٹریپ کیا ہو؟"

"ایسا ہو سکتا ہے لیکن پیرس کی رات بھی دن کی طرح ہوتی ہے۔ صبح تک نائٹ کلب اور تفریح گاہیں کھلی رہتی ہیں۔ شاید وہ اپنے شوہر کے ساتھ انجوائے کر رہی ہو۔ ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔"

وہ انتظار کرنے لگے۔ سپر ماسٹر اور اسٹیل بروکس نے مرینا اور نام مورس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ انہوں نے تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہو کر اپنے اپارٹمنٹ کا رخ کیا۔ وہ دونوں اپنے اپنے عامل کے احکامات کے مطابق بھول گئے تھے کہ ان پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ واپسی پر یہ خیال ذہن میں رہا کہ وہ تفریح کرنے کے بعد اپارٹمنٹ میں آئے ہیں۔

ملازم نے ان کے لیے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولا پھر دیوی کی مرضی کے مطابق بولا "میں آپ کے انتظار میں تمام رات جاگتا رہا ہوں۔ اب تو صبح ہونے والی ہے۔ آپ لوگ کچھ کھائیں گے یا کافی وغیرہ نوش کریں گے؟"

مرینا نے ایک صوفے پر بیٹھ کر نام مورس سے کہا "ہم نے تمام رات تفریح کی مگر یاد نہیں آرہا ہے کہ کچھ کھایا بھی ہے یا نہیں۔ مجھے تو بھوک لگ رہی ہے۔ کیا تم بھی کچھ کھاؤ گے؟"

نام مورس نے ملازم سے کہا "ہاں' ہم دونوں کے لیے کچھ کھانے کو لے آؤ۔"

ملازم چلا گیا۔ دیوی آتما شکتی کے ذریعے چپ چاپ مرینا کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے چور خیالات الجھے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کہیں تفریح نہیں کی ہے۔ شاید کچھ بیمار ہو گئی تھی۔ شاید کہیں سو گئی تھی۔ چور خیالات کے خانے میں جو یادداشت تھی' وہ کمزور تھی اور یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ اس پر کسی نے تنویمی عمل کیا ہے۔

مرینا کی ذہنی کیفیت بتا رہی تھی کہ وہ اچھی طرح سونے کے بعد کہیں سے آئی ہے۔ اس کی یادداشت سے اس جگہ کا نام اور اس مکان کا نمبر بھی گم ہو گیا تھا' جہاں وہ سوتی رہی تھی۔

سپر ماسٹر اے لالاس نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا تھا اور جانتا تھا کہ وہ کس وقت تنویمی نیند پوری کر کے اپنے اپارٹمنٹ واپس جائے گی۔ اسی حساب سے سپر ماسٹر نے مرینا کے دماغ میں پہلے خاموشی سے آکر دیکھا اور مطمئن ہوا کہ وہ نام مورس کے ساتھ اپنے اپارٹمنٹ میں واپس آگئی ہے۔

ملازم نے میز پر کھانا لگا دیا تھا۔ سپر ماسٹر اب یہ آزمانا چاہتا تھا کہ اس کا تنویمی عمل کس حد تک کامیاب ہوا ہے۔ اس نے کہا۔ "ہیلو مرینا! کیا تم اپنے عامل کی آواز پہچان رہی ہو؟"

وہ کھانے کی میز پر آکر بولی "ہاں۔ پہچان رہی ہوں۔"

اس نے پوچھا "کیا میرے احکامات یاد ہیں؟"

"ہاں۔ یاد ہیں۔ میں تمہارے احکامات کے مطابق عام حالات میں نام مورس کی بیوی اور بابا صاحب کے ادارے کی وفادار رہوں گی لیکن درپردہ تمہارے احکامات کی تعمیل کرتی رہوں گی۔ صرف تمہاری آواز اور لہجے کو محسوس نہیں کروں گی۔ کوئی بری سوچ کی لہر آئے گی تو سانس روک کر اسے بھگا دوں گی۔"

سپر ماسٹر کا تنویمی عمل کامیاب تھا مگر وہ دیوی کی ان سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتی تھی' جو آتما شکتی کے ذریعے دماغ میں آئی ہوئی تھیں اور نہ ہی سپر ماسٹر کو وہاں دیوی کی موجودگی کا علم تھا۔

دیوی مسکرا رہی تھی۔ آخر اس نے نئے سپر ماسٹر کی آواز سن لی تھی۔ وہ چند لمحوں تک اس آواز اور لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کرتی رہی پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کی سوچ کی لہریں کو دماغ میں جگہ مل گئی لیکن جس کے دماغ میں پہنچی وہ سو رہا تھا جب کہ سپر ماسٹر مرینا کے دماغ میں بول رہا تھا۔

دیوی جس خوابیدہ شخص کے اندر پہنچی اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ بیس بال کا ایک مشہور کھلاڑی ہے۔ اس کا امریکی ریاست اور حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ گویا سپر ماسٹر نے مرینا کے لب و لہجے میں مرینا کو معمولہ اور تابعدار بنایا تھا۔ اپنی اصل آواز اور لہجے کو چھپایا تھا۔ بہت چالاک تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ دیوی یا اس کی بھی آلۂ کار کے اندر پہنچ کر اس کی آواز سنے گی تو پھر وہ آتما شکتی والی کو اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکے گا۔

اس نے مائیک ہرارے کو مرینا کے دماغ میں ہونے والی تمام باتیں پھر کہا "مرینا کو تابعدار بنانے والا کون ہے؟ ابھی پوری طرح تصدیق نہیں ہوئی ہے۔ وہ سپر ماسٹر ہو سکتا ہے مگر اس کے تین فوجی ساتھیوں میں سے کوئی ہو سکتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے' ان چاروں کے سوا بھی کوئی ہو سکتا ہے؟"

"میرا خیال ہے۔ ان چاروں میں سے کوئی ہے۔ اگر ہم انفین کا حساب کریں تو ایک طرف فرہاد اور بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ دوسری طرف سپر ماسٹر ہے اور تیسرا محاذ پرما اور اس کے ریڈیو کا ہے۔ جیسا کہ اب تک معلوم ہوا ہے' گروگیان رائے مہا شکتی مان ہیں۔ انہیں مرینا یا کسی اور پر تنویمی عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تو مہا آتما شکتی سے کسی کے بھی اندر پہنچ کر اسے اپنے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔"

دیوی نے تائید کی "ہاں۔ یہ گروگیان رائے کا کام نہیں ہے۔ ہماری خیال خوانی کرنے والی فوج میں مرینا شامل تھی اس لیے ہمارا اسے تابعدار نہیں بنائے گا۔ برادر کبیر بھی بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کام نہیں کرتا ہے اس لیے وہ بھی مرینا کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرے گا۔ یہ صرف سپر ماسٹر اور اس کے تین فوجی ساتھیوں کا کام ہے۔"

ہرارے نے کہا "اس میں شبہ نہیں کہ یہ نیا سپر ماسٹر چالبازیوں سے بھرپور ذہانت رکھتا ہے۔ آپ نے یہ اچھا کیا کہ مرینا کے اندر خاموشی سے اس کی باتیں سنتی رہیں۔ سپر ماسٹر کو خوش فہمی میں رکھنا چاہیے کہ اس کی ان حرکات سے سب بے خبر ہیں۔ اس طرح مرینا کے چور خیالات سے معلوم ہو تا رہے گا کہ وہ فرانس میں اسے معمولہ بنا کر کیا کام لینا چاہتا ہے۔"

"تم میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمہیں مرینا کے اندر لے چلتی ہوں۔ وہ لب و لہجہ اس کے ذہن میں نقش ہے جس کے ذریعے وہ معمولہ بنی ہوئی ہے۔ تم اس کے چور خیالات پڑھ کر اس لب و لہجے کو ذہن نشین کرو۔"

ہرارے نے یہی کیا۔ دیوی کے ذریعے مرینا کے اندر آیا اور اس کے خیالات پڑھ کر اس کے عامل کے لب و لہجے کو کئی بار سن کر ذہن نشین کرنے لگا۔

دیوی نے کہا "فرانس کی تینوں افواج کے سربراہوں کو بھی اسی لب و لہجے کے ذریعے اپنا تابعدار بنایا گیا ہوگا۔ تم ان فوجی سربراہوں کے اندر پہنچنے کی کوشش کرو۔"

ہرارے نے کوشش کی لیکن وہ کسی کے بھی دماغ میں نہ پہنچ سکا۔ سپر ماسٹر بہت چالاک تھا۔ وہ اور اس کے تینوں فوجی ساتھیوں نے پتا نہیں ان اہم افراد کو کس لب و لہجے کے ذریعے تابعدار بنائے رکھا تھا۔ دیوی ان چاروں کے طریقۂ کار کو پوری طرح نہیں جان سکی لیکن ہرارے کو بیس بال کے ایک کھلاڑی کے لب و لہجے سے آشنا کرا دیا۔ آئندہ سپر ماسٹر کی طرح ہرارے بھی بہ وقتِ ضرورت مرینا کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔

وہ اب تک نام مورس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارتی آرہی تھی اور نام مورس اسرائیل میں رہنے کے دوران ان تمام سراغرسانوں کو جانتا تھا' جو بابا صاحب کے ادارے کے لیے وہاں جاسوسی کیا کرتے تھے۔ بڑی فوج کے جنرل اسٹیل بروکس اور مائیک ہرارے نے اس کے دماغ میں پہنچ کر ان تمام سراغرسانوں کے نام پتے اور فون نمبر معلوم کر لیے تھے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے جن کوڈورڈز کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچ کر متعارف ہوتے تھے' وہ کوڈورڈز بھی انہیں اپنے معمول نام مورس کے ذریعے معلوم ہو گئے تھے۔

ایسی معلومات حاصل کرنے کے بعد سپر ماسٹر اور اس کے ساتھیوں کا خیال تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے تمام سراغرسانوں کو بھی یکے بعد دیگرے ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنائیں گے پھر وہ سراغرساں بابا صاحب کے ادارے کے لیے جو جاسوسی کریں گے اور اسرائیل کے خفیہ راز معلوم کریں گے ان سے امریکا کو فائدہ پہنچتا رہے گا۔

دیوی کا ارادہ مختلف تھا۔ وہ ایک طرح سے خفیہ یہودی تنظیم کی سربراہ تھی۔ اس تنظیم کے افراد بیرن آدم کو اپنا سربراہ سمجھتے

تھے۔ وہ دیوی کو جانتے تھے لیکن اپنی سربراہ کی حیثیت سے نہیں جانتے تھے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اسرائیل کے نہایت خفیہ راز سپر ماسٹر کو معلوم ہوں یا وہ بابا صاحب کے ادارے کے سراغرسانوں سے فائدہ اٹھائے۔ اس نے ہرارے سے کہا "اسرائیل میں سپر ماسٹر کے کسی آلۂ کار کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟"

"ہم نے جے مورگن کو غائب کردیا ہے۔ ایسے میں بابا صاحب کے ادارے کے سراغرساں مارے جائیں گے تو اس ادارے کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو آپ پر شبہ ہوگا۔ ہمیں پہلے الزامات سے بالاتر ہوکر اسرائیل سے ان سراغرسانوں کو ختم کرنا ہوگا۔"

"میں سمجھی نہیں۔ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"میں سپر ماسٹر بننا چاہتا ہوں۔ ابھی تک کسی نے نئے سپر ماسٹر کی آواز نہیں سنی ہے۔ میں ایک اجنبی لب ولہجے میں خود کو سپر ماسٹر ظاہر کروں گا اور مخالفین کو چیلنج کروں گا تو اس کے بعد ہم جو واردات کریں گے اس کا الزام سپر ماسٹر پر آئے گا۔"

وہ خوش ہوکر بولی "فنٹاسٹک۔ تم واقعی شطرنج کے عالمی چیمپئن ہو۔ اس نیک کام میں دیر نہ کرو۔"

مائیک ہرارے نے پہلے ٹیلی فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے رابطہ کیا پھر کہا "میں نیا سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔ فرہاد علی تیمور سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری۔ مسٹر فرہاد یہاں موجود نہیں ہیں۔"

"ان کی غیر موجودگی میں جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں کا بڑا ہوتا ہے' اس سے گفتگو کرائو۔"

اسے ہولڈ آن کے لیے کہا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سلمان کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو۔ کیا مجھ سے امریکا کا سپر ماسٹر مخاطب ہے؟"

"ہاں۔ مجھ سے پہلے والا سپر ماسٹر مرچکا ہے۔ مجھ میں یہ خوبی ہے کہ میں روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔ تم فون کا ریسیور رکھ دو گے تب بھی ہزاروں میل دور سے تمہاری آواز سنتا رہوں گا۔"

سلمان نے کہا "بڑی خوشی ہوئی کہ امریکا میں پہلی بار ایک سپر ماسٹر غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہوگیا ہے مگر تمہیں افسوس ہوگا جب فون بند ہونے کے بعد میری آواز نہیں سن سکو گے۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم ابھی اپنے اصل لب ولہجے میں نہیں بول رہے ہو اور یوگا کے ماہر ہو اس لیے جبڑا تمہارے دماغ میں نہیں آسکوں گا۔"

"شاباش سمجھ دار ہو۔ آگے بولو اور اپنے دل کے پھپھولے پھوڑو۔"

"آج تک تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ رہ کر بڑی کامیابیاں حاصل کرتے آئے ہو لیکن یہ بابا صاحب کا ادارہ بھی فرانس سے تحفظ حاصل کرتا ہے۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔"

"تم چاہو تو آئندہ امریکا جو چاہے گا' وہی ہوا کرے گا۔"

"تم کہہ رہے ہو کہ ہوا کرے گا جب کہ ایسا ہونے لگا ہے بہت جلد حکومتِ فرانس بابا صاحب کے ادارے کو نوٹس دے گی کہ اس ادارے کو حکومت کی تحویل میں دیا جائے۔ اس طرح سے تمہارے جیسے تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا بوریا بستر گول ہونے والا ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم سپر ماسٹر نہیں ہو۔ اب پوچھو کہ کیسے؟"

"اور مجھے یقین ہے کہ تم غیب کی باتیں نہیں جانتے ہو پھر بھی پوچھ رہا ہوں' میرے سپر ماسٹر ہونے میں شبہ کیوں ہے؟"

"صرف سپر ماسٹری نہیں' وہاں کی تینوں افواج کے سربراہان اور حکمران جانتے ہیں کہ ہمیں چھیڑا جاتا ہے تو ہم امریکا پر چڑھ دوڑتے ہیں اور تم تو بہت بڑی بات کہہ رہے ہو کہ ہم سب کو فرانس سے بے دخل کیا جائے گا۔ جو اصل سپر ماسٹر ہے اسے اتنی سی عقل ضرور ہوگی کہ یہاں سے بے دخل ہوتے ہی فرہاد علی تیمور کا ٹیلی پیتھی جاننے والا پورا قافلہ امریکا میں پڑاؤ ڈالے گا۔"

ہرارے نے کہا "کوئی اپنی شامت کو نہیں بلاتا لیکن میں بلا رہا ہوں۔ ہمارے پاس موم کے بنے ہوئے خیال خوانی کرنے والے نہیں ہیں۔ سب کے سب روبوٹس ہیں۔ تم لوگوں کو فرانس سے نکلنے کے بعد امریکا جیسے بڑے ملک میں تو کیا' کسی چھوٹے سے جزیرے میں بھی جگہ نہیں ملے گی۔"

"خبریں ختم ہوچکی ہیں یا اور کچھ باقی ہیں؟"

"خوش فہمی میں مبتلا رہنے والے ہمیشہ مات کھاتے ہیں اور آنے والی مصیبتوں کو محض افواہ یا جھوٹی خبریں سمجھتے ہیں۔"

"مسٹر ہنا سپتی سپر ماسٹر! میں نے آج تک ایسا دشمن نہیں دیکھا جو ہمیں آنے والی مصیبتوں سے آگاہ کرتا ہو اور اگر واقعی سپر ماسٹر ہو تو دشمنی سے آگاہ کرنے والی دوستی کا شکریہ۔"

دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ ہرارے سوچ میں پڑگیا۔ دیوی اس کے اندر ان کی گفتگو سن رہی تھی۔ حیرانی سے بولی "اس نے یہ صحیح تجزیہ کیا ہے کہ کوئی اپنے مخالف کو آنے والے مصائب سے آگاہ نہیں کرتا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ ان کے خلاف اقدامات کرنے والا سپر ماسٹر کبھی کھل کر مخالفت کا اعتراف نہیں کرے گا۔ تعجب ہے ہرارے! تمہارے ذہن میں ایسی کمزوری کیوں آئی؟"

"دیوی جی! میں نے جو چال چلی ہے اس کی تعریف میں بہت کچھ کہہ سکتا ہوں' آپ کو قائل کرسکتا ہوں کہ میرے اس اقدام کا نتیجہ خاطر خواہ ہوگا لیکن دانائی یہ ہے کہ آئندہ غلطیوں سے بچنے کے لیے موجودہ غلطی کا اعتراف کیا جائے۔ یہ ضد نہ کی جائے کہ مجھ جیسے شاطر سے کوئی غلطی نہیں ہوسکتی۔"

"ہرارے! تم بہت اچھے ہو۔ اپنے بڑے پن کو نظرانداز

کرکے غلطی کا اعتراف کرتے ہو۔ میں نے ماضی میں کئی غلطیاں کی ہیں۔ ان کا اعتراف کرتے وقت اپنی توہین محسوس کرتی تھی۔ اب میرے حصے میں ناکامیاں زیادہ رہیں۔ آئندہ میں تمہاری طرح جرأت مندی سے ان غلطیوں کا اعتراف کروں گی' جو مجھ سے سرزد ہوا کریں گی۔"

"دوسروں کو ٹھوکریں کھاتے دیکھ کر سبق حاصل کرنا بڑی دانائی کی بات ہے۔ ویسے میں نے جو چال چلی ہے وہ سراسر غلط نہیں ہے مگر کمزور ہے۔ مجھ سے فون پر بات کرنے والے کا انداز بتا رہا تھا جیسے وہ مجھ سے اگلوانا چاہتا ہو کہ میں سپر ماسٹر نہیں ہوں۔ اس کی دلیل اپنی جگہ درست تھی لیکن وہ شبے میں مبتلا تھا اور میں نے آخر تک اسے شبے میں مبتلا ہی رکھا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ شبہ دور کرنے کے لیے سپر ماسٹر سے رابطہ ضرور کرے گا۔"

"پھر تو شبہ دور ہوجائے گا۔ سپر ماسٹر صاف طور سے کہے گا کہ اس نے فون پر رابطہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی وہ فرانس میں ان کے خلاف کوئی چال چل رہا ہے۔"

"دیوی جی! فرہاد کے ساتھیوں میں یہی تو ایک بات مشترک ہے کہ وہ گھما پھرا کر باتیں کرتے ہیں۔ اسے شبہ ہوگا تو وہ پہلے براہِ راست سپر ماسٹر سے بات نہیں کرے گا۔ پہلے فرانس کے اہم کابینہ سے تصدیق کرے گا۔"

مائیک ہرارے کا اندازہ یا یقین درست تھا۔ سلمان نے فون بند کرنے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ کرنا چاہا تو اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ اس نے ڈائریکٹر جنرل کے ماتحت سے رابطہ کرکے پوچھا "میں سلمان بول رہا ہوں۔ ڈائریکٹر جنرل صاحب سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ وہ خیریت سے تو ہیں؟"

"جی ہاں خیریت سے ہیں لیکن کہیں روپوش ہوگئے ہیں۔ انہوں نے اپنی رہائش گاہ بھی بدل لی ہے۔ نہ جانے کہاں رہتے ہیں۔ کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کرتے ہیں اور کمپیوٹر کے ذریعے ہی اہم احکامات صادر کرتے ہیں۔"

"کیا ڈائریکٹر جنرل صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ وہ ایسا کیوں کررہے ہیں؟"

"میں نے بھی پوچھا' حکومت نے بھی یہی سوال کیا لیکن پتا چلا کہ تینوں افواج کے سربراہوں' پولیس چیف اور اہم حکومتی اداروں کے کئی عہدیداروں نے بھی روپوشی اختیار کرلی ہے۔ یہ تمام لوگ کسی سے فون پر باتیں نہیں کرتے ہیں۔ ہم نے پچھلے دو گھنٹے ان کی آوازیں نہیں سنی ہیں۔ اس کے باوجود کمپیوٹر کے ذریعے' وہ سب اپنے حکومتی فرائض ادا کررہے ہیں۔"

سلمان نے ثانی' علی' پارس' سونیا اور مجھ کو اس سلسلے میں بتایا۔

سونیا نے کہا "فرانس کے جتنے حکام اور اعلیٰ عہدیدار ہیں' تم سب خود ہی ان کے اندر پہنچنے اور معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ وہ ایسا کیوں کررہے ہیں؟ میرا خیال ہے' وہ دیوی سے خوف زدہ ہیں۔ وہ آتما شکتی کے ذریعے ان کے پاس آکر انہیں پریشان کررہی ہوگی۔"

ہم سب وہاں کے اعلیٰ حکام' فوجی اعلیٰ افسران اور جتنے بھی کلیدی شعبوں کے عہدیدار ہیں' ان کے دماغوں کی طرف خیال خوانی کی پرواز کرنے لگے اور ناکام ہونے لگے۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ ان سب کا برین واش کیا گیا ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے ان سب کی آواز' لہجہ اور شخصیت بدل کر انہیں روپوش رہنے کا پابند بنایا گیا ہے۔

میں نے امریکی وزارتِ خارجہ سے رابطہ کرکے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں اور سپر ماسٹر سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد نائب سپر ماسٹر سے رابطہ ہوا۔ اس نے کہا۔ "میں نائب سپر ماسٹر ہوں اور آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ آپ ہمارے سپر ماسٹر سے جو گفتگو کریں گے' جواب میں ان کی تحریر کمپیوٹر اسکرین پر آئے گی اور آپ میرے ذہن سے وہ جواب پڑھ سکیں گے۔"

"میں نے سنا ہے نیا سپر ماسٹر روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ پاشا میں جتنی خوبیاں تھیں وہ سب اس میں سما گئی ہیں۔ میں اس کے دماغ میں جاؤں گا تو وہ سانس روک لے گا۔ جب وہ اتنا زبردست بن چکا ہے تو مجھ سے فون پر باتیں کرسکتا ہے۔"

نائب نے کہا "ہوسکتا ہے فون پر ہونے والی گفتگو دیوی سن لے۔ وہ اپنی آتما شکتی سے روبوٹ کے دماغ میں بھی پہنچ سکتی ہے۔"

میں نے کہا "تعجب ہے۔ آج صبح تمہارے سپر ماسٹر نے بابا صاحب کے ادارے میں فون کیا تھا اور فون پر ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دیر تک گفتگو کی تھی۔ کیا اس وقت دیوی کی طرف سے اندیشہ نہیں تھا؟"

"آپ کو دھوکا ہوا ہے۔ ہمارے سپر ماسٹر نے آج تک اپنے ملک کے اعلیٰ حکام کو بھی اپنی آواز نہیں سنائی۔ ان سے بھی کمپیوٹر کے ذریعے اہم معاملات پر گفتگو ہوتی ہے۔ ویسے آپ کہتے ہیں تو میں ابھی سپر ماسٹر سے دریافت کرتا ہوں۔"

نائب نے کمپیوٹر کے ذریعے سپر ماسٹر اے لاس سے رابطہ کیا۔ اسے میری تمام گفتگو سنائی۔ جواب میں اسکرین پر تحریر ابھری۔ "میں نے بابا صاحب کے ادارے کے کسی فرد سے فون پر رابطہ نہیں کیا ہے۔ اگر کسی نے خود کو سپر ماسٹر بنا کر پیش کیا ہے تو وہ دیوی کا کوئی آلۂ کار ہوگا۔"

میں نے پوچھا "ایسی کیا بات ہے کہ دیوی کو ایک جعلی سپر ماسٹر بنانے کی ضرورت پڑگئی؟"

کمپیوٹر اسکرین پر سپر ماسٹر کا جواب ابھرا "ہمارے اور دیوی

کے منصوبے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں۔ ہم فرانسیسی حکومت کو اپنے زیرِ اثر لا چکے ہیں۔ ہماری طرح دیوی نے بھی وہاں کے چند اہم عہدیداروں کو اپنے شکنجے میں کس لیا ہے۔ ہم دونوں کا مقصد یہ ہے کہ اب فرانس کو تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آماجگاہ اور پناہ گاہ نہیں بننا چاہیے اور بابا صاحب کے ادارے کو بھی وہاں سے کسی اسلامی ملک میں منتقل ہو جانا چاہیے۔ اس ادارے کی وجہ سے فرانس میں دوسری بڑی آبادی مسلمانوں کی ہو چلی ہے۔"

"اچھا تو سپر ماسٹر کا عہدہ سنبھالتے ہی کھجلی پیدا ہو گئی ہے؟ تم نے جتنی غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کی ہیں ان کے ذریعے اپنے ملک و قوم کی فلاح و بہبود کے لیے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دے سکتے ہو۔ اس طرح تم اپنے گھر کے رہو گے ورنہ گھر کے رہو گے نہ گھاٹ کے۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ اس وقت میں بھارت کے شہر بمبئی میں تھا۔ سونیا اور سلمان وغیرہ بابا صاحب کے ادارے میں تھے۔ ثانی، علی اور پارس واشنگٹن میں صغورا، جمیلہ، ہیرو اور عادل کے ساتھ تھے۔ ہم سب بہت دور دور ممالک تک بکھرے ہوئے تھے لیکن خیال خوانی کے ذریعے یکجا ہو گئے تھے۔

سلمان نے کہا "بابا فرید واسلمی مرحوم کے زمانے سے یہ ادارہ قائم ہے۔ ان کے ہی زمانے سے یہ ادارہ ترقی کرتے ہوئے اتنے بلند مقام تک پہنچ گیا ہے۔ اس ادارے سے ہم نے حکومتِ فرانس کو طرح طرح کے فوائد پہنچائے۔ کسی بڑے ملک اور سپر پاور کی جرأت نہ ہوئی کہ کبھی حکومتِ فرانس سے مخالفت مول لے۔ تقریباً چھتیس برس کی خدمات کے صلے میں ہم نے صرف فرہاد ویلج بنانے کے لیے زمین حاصل کی۔ ہماری خدمات اور فرانس سے وطن دوستی کی مثالیں دنیا دیتی ہے۔ دوست تو دوست، دشمن بھی تسلیم کرتے رہے ہیں کہ ہماری دوستی کے درمیان کوئی دیوار کھڑی نہیں کر سکتا۔ اب تعجب بھی ہوتا ہے اور افسوس بھی کہ یہ فرانسیسی اکابرین طوطا چشم ہو رہے ہیں۔"

میں نے کہا "وہ فرہاد ویلج قانونی طور پر ہماری ملکیت ہے۔ وہاں سے حکومتِ فرانس ہمیں بے دخل نہیں کر سکے گی۔ اگرچہ وہاں ضروریاتِ زندگی کی تمام چیزیں اور آسائشیں موجود ہیں پھر بھی ہم بابا صاحب کے ادارے سے اتنا لگاؤ رکھتے ہیں کہ اسے چھوڑ کر نہیں جاتے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا "ہمیں اس ملک فرانس سے بھی اتنی محبت ہے کہ ہم اسے اپنا ہی وطن سمجھتے ہیں اور حب الوطنی کے تمام تقاضے پورے کرتے ہیں۔ ایسی فرض شناسی کے دوران ہم نے آج تک یہ نہیں سوچا تھا کہ فرانسیسی حکمراں یوں تیور بدل کر ہماری مخالفت کرنے لگیں گے۔"

سونیا نے کہا "یہ بات نہیں ہے سلطانہ! یہاں کے اہم حکمرانوں کو دیوی اور سپر ماسٹر نے ٹریپ کیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کے زیرِ اثر ہیں اس لیے ہماری دوستی اور رسول کے احسانات کو بھول چکے ہیں۔ ہماری پہلی کوشش یہ ہو گی کہ ہم انہیں دشمنوں کے اثر سے نجات دلائیں۔ جب وہ ان کے سحر سے نکل جائیں گے تو ہم سے عداوت نہیں کریں گے بلکہ شرمندگی محسوس کریں گے۔"

میں نے کہا "درست کہہ رہی ہو۔ ہمیں پہلے دیوی اور سپر ماسٹر سے نمٹنا ہو گا۔ اس سلسلے میں ایک رکاوٹ یہ ہے کہ دونوں ہی روپوش رہتے ہیں۔ ہم سب نئے سپر ماسٹر کے لب و لہجے سے واقف نہیں ہیں اور دیوی ہم میں سے کسی کو اپنے اندر آنے کا موقع نہیں دے گی۔"

علی نے کہا "بابا! ہم نے پربھا کو دیوی بنا کر ڈراما پلے کیا تھا۔ اسے تبت کے مہاشکتی مان یوگی لامہ گرو گیان رائے کی داسی بنا کر اصل دیوی شی تارا کو متاثر کیا تھا۔ وہ اس بات سے سمجھی ہوئی ہے کہ پربھا کے گرو گھنٹال جب چاہیں، دیوی کے روبرو پہنچ سکتے ہیں اور اسے بے نقاب کر سکتے ہیں۔ آپ تو جانتے ہیں کہ یہ تمام ڈراما کس طرح پلے کیا گیا اور دیوی شی تارا کو بھارتی سیاسی معاملات سے دور رہنے پر مجبور کر دیا۔ اسے فرانس کے معاملات سے بھی دور رہنے کے لیے مجبور کیا جا سکتا ہے۔"

سونیا نے کہا "علی! تم نے، ثانی اور پارس نے مجھے میرے دونوں بچوں کے قریب رکھنے کے لیے ایسی چال چلی تھی۔ دیوی کو گمراہ کر دیا تاکہ وہ میری بچی اعلیٰ بی بی (ثانی) کو ساتویں مہینے میں کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ تمہاری یہ تدبیر کامیاب رہی ہے لیکن پربھا کو پھر دیوی بنا کر دیوی شی تارا کو فرانس سے بھی بھاگنے پر مجبور کر دو تو وہ شبہ کرے گی کہ پربھا کو ہمارے مفادات کے لیے دیوی بنایا جا رہا ہے۔"

پارس نے کہا "مما! ہم کوئی دوسری تدبیر کریں گے۔ دیوی اور سپر ماسٹر کی کسی چال کو آئندہ فرانس میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔"

سونیا نے کہا "تم اور علی واشنگٹن میں ہو۔ روپوش رہنے والے سپر ماسٹر سے زیادہ دور نہیں ہو اس لیے اس کا سراغ لگاؤ اور اسے منظرِ عام پر آنے پر مجبور کرو۔"

علی نے کہا "واقعی سپر ماسٹر ہم سے دور نہیں ہو گا لیکن ہم جب تک ہم اس کا سراغ لگائیں گے تب تک وہ فرانس میں اور جانے کیا گل کھلاتا رہے گا۔ دیوی بھی وہاں مخالفانہ کارروائی کر رہی ہو گی۔"

"بیٹے! یہ کیوں بھول رہے ہو کہ میں فرانس میں موجود ہوں ہمارے خلاف پوری طرح منظم ہو کر آنے والے دشمنوں کی خبر دریافت کرنے کے لیے میں ادارے سے باہر نکلوں گی۔"

پارس نے کہا "نہیں مما! جب تک میری ننھی بہن

ساتواں منحوس مہینہ نہیں گزرے گا تب تک آپ کبریا فرہاد اور اعلیٰ بی بی (ثانی) کو چھوڑ کر ادارے سے باہر نہیں نکلیں گی۔ میں اور علی آپ کے جوان بیٹے ہیں۔ سونیا ثانی آپ کا دوسرا روپ ہے۔ ہم تینوں کے ہوتے ہوئے آپ کو وہاں دونوں بچوں پر توجہ دینا چاہیے۔"

سونیا نے کہا "پارس! جب تم بچے تھے تب سے میں نے تم پر بھی اتنی توجہ دی تھی کہ اپنے تمام گر اور تمام داؤ پیچ تمہیں سکھا دیے ہیں۔ اب تمہارا فرض ہے کہ تم نے جو کچھ سیکھا ہے وہ یہاں آکر اپنے دونوں چھوٹے بھائی بہن کو سکھاؤ اور مجھے کچھ روز کے لیے ادارے سے باہر جانے دو۔ اب بتاؤ کیا تمہیں یہاں آکر اپنا فرض ادا نہیں کرنا چاہیے؟"

"مما! آپ نے مجھ پر ایسا الٹا داؤ مارا ہے کہ اس کا کوئی جوابی داؤ میرے پاس نہیں ہے۔ ویسے یہاں کے منصوبے پر کیسے عمل ہوگا؟ صفورا' جیلہ' ہیرو اور عادل کو میرے پاس اس لیے بھیجا گیا ہے کہ موقع ملتے ہی میں انہیں سایہ بنا کر ٹرانسفارمر مشین سے گزاروں اور انہیں ٹیلی پیتھی کا علم سکھاؤں۔"

"ابھی یہ پروگرام قابلِ عمل نہیں ہے۔ نئے سپراسٹرنے ٹرانسفارمر مشین کو نہ جانے کہاں منتقل کردیا ہے۔ پہلے اس کا سراغ لگانا ہوگا۔ وہاں تک پہنچنے کا راستہ بنانا ہوگا پھر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکیں گے اور امریکا میں یہ ساری ذمے داریاں ثانی اور علی کی ہیں۔ تم کل شام تک چلے آؤ اور مزید بحث نہ کرو۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں آرہا ہوں۔"

سونیا کے کمرے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر سنا۔ بابا صاحب کے ادارے کا انچارج کہہ رہا تھا "میڈم! ایک تشویش ناک خبر ہے۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن کل یہاں سے اسرائیل جانے کے لیے روانہ ہوا تھا۔ وہ اسرائیل کے وقت کے مطابق رات کے نو بجے پہنچ جاتا۔ تل ابیب میں ہمارا ایک سراغرساں اس کے استقبال کے لیے ائرپورٹ پر موجود رہتا۔ جے مورگن کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے پہنچنے کی اطلاع ہمیں دیتا لیکن کل رات گزر گئی' آج کا دن گزر رہا ہے اور جے مورگن کی کوئی خبر نہیں ہے۔"

سونیا نے کہا "میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر مجھ سے کہا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے تل ابیب کے ایک سراغرساں سے رابطہ قائم کرنا چاہا تو رابطہ نہ ہوسکا۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ میں نے دوسرے سراغرساں کو مخاطب کیا پھر پوچھا "تم وہاں مجیب احمد کے ساتھ رہتے ہو۔ میرا اس سے رابطہ کیوں نہیں ہو رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا "سر! بڑی افسوس ناک اطلاع ہے۔ کل رات مجیب احمد ہمارے کسی آدمی کو ریسیو کرنے ائرپورٹ جارہا تھا۔ راستے میں کسی نامعلوم شخص نے اسے گولی ماردی۔"

میں نے اس کی موت پر افسوس ظاہر کیا پھر سونیا سے کہا "ہمارا جو سراغرساں جے مورگن کو ریسیو کرنے ائرپورٹ پر اسے کسی نے گولی ماردی ہے۔ جے مورگن کی گمشدگی کا یہ کہ اسے ٹریپ کیا گیا ہے۔ اس پر تنویمی عمل کرنے والے جے مورگن کے چور خیالات پڑھ کر ہمارے ان تمام سراغ کے نام اور پتے معلوم کرلیے ہیں جو اسرائیل کے مختلف شہ ہیں۔ اب وہ ہمارے کسی جاسوس کو زندہ نہیں چھوڑیں گے پہلا نشانہ مجیب احمد بن چکا ہے۔"

سلمان نے کہا "ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے ساتھ ا جارہا ہوں۔ ہم سب وہاں اپنے ایک ایک جاسوس کے ا ان کی آواز' لہجہ اور حلیہ تبدیل کرائیں گے اور انہیں گاہوں تک پہنچائیں گے۔ میں صرف باربرا کو آپ کے پا کررہا ہوں۔"

سلمان چلا گیا۔ سونیا نے مجھ سے کہا "جے مورگن پہلے یہودیوں کا آلۂ کار تھا پھر ہمارے پاس آگیا۔ اب ایک عرصے بعد گیا ہے۔ وہ نہیں جانتا ہے کہ اسرائیل کے کچ میں ہمارے ادارے کے سراغرساں ہیں۔ وہاں پہنچنے کے رفتہ وہ ان سراغرسانوں سے متعارف ہوتا رہتا پھر دشمنوں مورگن کے ذریعے ہمارے سراغرسانوں کے بارے میں کیسے حاصل ہوئی ہوں گی؟"

میں نے کہا "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ مجھے ایسا لگتا مرینا اور ٹام مورس پیرس میں آئے ہوئے ہیں۔ ہوسکتا دیوی اور سپراسٹرن سے فائدہ اٹھا رہے ہوں۔"

سونیا نے کہا "واقعی ٹام مورس ایک طویل عرصے اسرائیل میں اپنے فرائض ادا کرتا رہا ہے۔ بابا صاحب ادارے کے تمام سراغرسانوں کے نام اور پتے جانتا ہے دشمنوں نے اسے اور مرینا کو بھی ٹریپ کیا ہوگا۔"

باربرا نے کہا "مما! مجھے آپ کے ساتھ کام کرکے تجربات حاصل ہوں گے۔ کیا میں مرینا اور ٹام مورس سے رابطہ قائم کروں؟"

سونیا نے کہا "جن پر شبہ ہوجائے کہ ان کے دماغوں کو کیا گیا ہے تو پھر ان سے دماغی رابطہ نہیں کرنا چاہیے۔ ملازم کے خیالات پڑھو جو ان کے اپارٹمنٹ میں ان کی خدمت لیے رکھا گیا ہے۔"

باربرا چلی گئی۔ میں نے سونیا سے کہا "دیوی اور سپراسٹرن آف ایکشن ایک جیسا ہے۔ دونوں نے فرانس کے اکابرین اثر رکھا ہے تاکہ ان کے دلوں میں ہمارے لیے نفرت اور پیدا کی جائے پھر وہ دونوں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں قابو میں کررہے ہیں تاکہ اس میدان میں ہمارے پاس خیال

والوں کی تعداد کم ہوتی رہے اور یہ تعداد ان کے ہاں بڑھتی

باربرا نے تھوڑی دیر بعد آکر کہا "مما! مرینا اور ٹام مورس پیرس میں آنے کے بعد شام تک اپارٹمنٹ میں آرام کیا تھا پھر ج کے لیے باہر کہیں گئے تھے۔ ملازم کا خیال تھا وہ رات کو نے کے وقت تک واپس آجائیں گے لیکن آدھی رات گزر ایک بج گیا' دو بج گئے ان کی واپسی نہیں ہوئی۔ ملازم ایک نے پر بیٹھا کبھی جاگتا رہا' کبھی سوتا رہا۔ آخر وہ تقریباً چار بجے ں آئے۔ انہوں نے آکر کھانا ایسے طلب کیا جیسے تمام رات کے رہے ہوں۔ یہ بات غور طلب ہے کہ انہوں نے تمام رات ج کی۔ کلبوں اور ریستوران وغیرہ میں بھی گئے ہوں گے۔ کیا وں نے کچھ کھایا پیا نہیں ہوگا؟"

سونیا نے کہا "ہاں۔ یہ قابلِ غور پہلو ہے کہ وہ تمام رات کے کیوں رہے۔"

"اور مما! اس ملازم کے خیالات نے بتایا کہ وہ تھکے ہوئے ں لگ رہے تھے جیسے کہیں آرام کرتے یا سوتے رہے ہوں۔ ان ں آنکھوں سے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ نیند سے بیدار کر آئے ہوں۔"

سونیا نے مجھ سے کہا "فرہاد! تمہارا خیال درست لگ رہا ہے۔ کسی نے ان پر عمل کیا ہوگا۔ وہ شاید تنویمی نیند پوری کرکے آئے ں۔ ذرا تم جاکر معلوم کرو۔"

میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس گیا۔ وہ سانس روکنا جانتی تھی۔ میں نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ خوش ہوکر بولی "یہ آپ ں۔ مجھے بڑی خوشی ہورہی ہے کہ آپ نے بہت عرصے بعد مجھے یاد کیا ہے اگر آپ مجھ سے کام لیں گے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔"

"فی الحال اتنا ہی کام ہے کہ تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ تم پچھلی تمام رات ٹام مورس کے ساتھ کہاں رہی ہو؟"

وہ ذرا سوچ میں پڑ گئی پھر بولی "ہم ساری رات تفریح کرتے رہے لیکن مجھے کچھ عجیب خواب سی تفریح کا احساس ہو رہا ہے۔"

"جیسی ایسا لگ رہا ہے کہ تم بیداری میں نہیں خواب میں خود کو تفریح کرتے ہوئے دیکھتی رہی ہو۔ خوابوں میں تفریح تو ہوجاتی ہے پیٹ بھر کر کھایا بھی جاتا ہے لیکن آنکھ کھلنے پر بھوک لگتی ہے۔"

"جی ہاں۔ ہم نے اپارٹمنٹ میں واپس آکر ملازم سے کھانا گرم کرایا اور پیٹ بھر کر کھایا۔ آپ پوچھیں گے کہ ایسا کیوں ہوا؟ اس کا جواب نہیں دے سکوں گی۔"

"تم کچھ الجھی ہوئی ہو۔ تمہاری یادداشت بہت اچھی ہے۔ نہیں ہر چھوٹی بڑی بات یاد رہتی ہے۔ ذرا ذہن پر زور ڈالو۔ کچھ بھلا رہی ہو تو یاد کرنے کی کوشش کرو۔ میں ابھی تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں نے ٹام مورس کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ بھی میری آمد پر بہت خوش ہوا اور میرے سوالات پر مرینا کی طرح الجھتا گیا۔ میں نے کہا "تم ذہین ہو۔ اپنے ذہن پر زور ڈالو اور سوچو کیا تم نے مرینا کے ساتھ کسی چار دیواری میں رات گزاری تھی؟"

وہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولا "مجھے صرف اتنا یاد آرہا ہے کہ میں کسی مکان کے کمرے سے نکلا تھا۔ پتا نہیں کیسے وہاں مرینا مجھے اپنے ساتھ نظر آئی۔ ہم دونوں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپارٹمنٹ میں آگئے۔"

"تم نے ذہن پر زور ڈال کر سوچا تو اتنا یاد آگیا کہ کسی مکان سے نکل کر مرینا کے ساتھ اپارٹمنٹ میں آئے تھے۔ اب ذرا اور سوچو کیا اس سے پہلے تم اس مکان میں سو رہے تھے یا دماغی طور پر غائب رہے تھے۔ میں ابھی تمہارے پاس آؤں گا اور جب تک نہ آؤں تم مرینا کے کمرے میں نہ جانا۔"

میں نے مرینا کے پاس آکر کہا "اپنے بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔ بدن کو ڈھیلا چھوڑ دو اور بتاؤ کچھ اور یاد آرہا ہے یا نہیں؟"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ بستر پر چاروں شانے چت لیٹ کر بولی "مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔ میں نے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا ہے۔ تنویمی عمل کے لیے راضی ہوں۔ آپ اسی طرح میرے لاشعور میں چھپی ہوئی باتیں معلوم کرسکیں گے۔"

میں نے اس پر عمل شروع کیا۔ وہ مجھ پر اعتماد کرتی تھی۔ میری احسان مند تھی کیونکہ میرے مشورے پر عمل کرکے ایک عرصے سے محفوظ ازدواجی زندگی گزار رہی تھی۔ بہت عرصے بعد اس کی ازدواجی زندگی میں ہلچل پیدا ہوئی تھی پھر وہ کسی کی معمولہ اور تابعدار بن گئی تھی۔

اس وقت میں نے اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کرتے ہوئے پوچھا "پیرس پہنچنے کے بعد تمہارے ساتھ کیسے کیسے واقعات پیش آئے تھے؟"

وہ بتانے لگی کہ جب ٹام مورس کے ساتھ تفریح کے لیے ایفل ٹاور کے گارڈن میں گئی تھی تو ایک یہودی جاسوس نے ٹام مورس کا راستہ روکا تھا اور پوچھا تھا کہ ٹام مورس یہودی ہے اسرائیل سے آیا ہے پھر بابا صاحب کے ادارے سے اس کا کیا تعلق ہے کیونکہ اس نے پیرس میں آکر اس اپارٹمنٹ میں قیام کیا ہے جو بابا صاحب کے ادارے کی ملکیت ہے۔

اس یہودی کے دو اور ساتھی فوارے کے پاس کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک کے پاس سائیلنسر لگا ہوا ریوالور تھا۔ مرینا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسی ریوالور سے ان تینوں کو ہلاک کردیا۔

وہ اور ٹام مورس ان یہودیوں سے تو بچ گئے لیکن ایک ریستوران میں کھانے کے دوران وہ دونوں اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوگئے۔ ایک شخص انہیں اپنی کار میں بٹھا کر ایک بنگلے کے

احاطے میں لے گیا۔ وہ علاقہ اور بنگلا اسے یاد نہیں تھا۔ وہ دونوں دماغی طور پر غائب ہوگئے تھے۔

اسے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ کوئی اس کے دماغ میں آیا تھا اور اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ یہ میں سمجھ رہا تھا کہ جب کوئی عامل اپنے معمول کے دماغ کو شدت سے حکم دے کہ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد عامل کے تنویمی عمل کو بھول جائے تو معمول بالکل بھول جاتا ہے۔

یہی مرینا اور ٹام مورس کے ساتھ ہوا تھا۔ میں نے پوچھا "کیا تم نے پیرس میں آنے کے بعد بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا تھا؟"

"نہیں کیا تھا۔ ہمیں ادارے کی طرف سے ہدایت دی گئی تھی کہ ہم اپارٹمنٹ میں رہ کر آرام کریں۔ جب ضرورت ہوگی تو ہمیں طلب کیا جائے گا۔"

"تم ٹام مورس کے ساتھ رات گزار کر آئیں۔ صبح پانچ بجے اس کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس کے بعد بتاؤ کہ دن کیسے گزارا؟"

"ہمیں جاگ کر دن گزارنا چاہیے تھا۔ پچھلی رات کو نامعلوم سی نیند کے بعد ہمیں نیند نہیں آرہی تھی مگر میں بے اختیار اپنے بیڈ روم میں آکر لیٹ گئی۔ آپ ہی آپ آنکھیں بند ہونے لگیں۔ پھر میں گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔ دوپہر کو آنکھ کھلی تو پتا چلا کہ ٹام مورس بھی سو تا رہا تھا۔ وہ بھی دوپہر کو بیدار ہوا تھا۔"

میں نے کہا "تم دونوں کے ساتھ ایسا کیوں ہوا' یہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا کیونکہ تنویمی عمل کو بھول جانے کا حکم تمہارے ذہنوں میں نقش کردیا گیا ہے۔ میرے عمل سے یہ معلوم ہوچکا ہے کہ تم دونوں پر دو بار تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ ایک بار دیوی نے کیا ہوگا اور دوسری بار سپر اسٹرنے۔ بہرحال میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ دو گھنٹے تک سوتی رہو اور سختی سے دوسرا حکم دیتا ہوں کہ میرے تنویمی عمل اور خیال خوانی کے رابطے کو بھول جاؤ۔"

میں اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر سونیا کے پاس آیا۔ اسے مرینا اور ٹام مورس کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا۔ اس نے سب کچھ سننے کے بعد کہا "انہوں نے ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تابعدار بنایا ہے لیکن دونوں کے ساتھ مختلف طریقہ اختیار کیا ہے۔ جے مورگن کو ٹریپ کرنے کے بعد اسے کہیں چھپا دیا ہے۔ ہم فی الحال اس کا پتا نہیں چلا سکتے لیکن انہوں نے مرینا اور ٹام مورس کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کے بعد آزاد چھوڑ دیا ہے تاکہ ان کے خیالات پڑھتے رہیں اور ہماری معصوفیات کو سمجھتے رہیں۔"

"جیسا کہ ہمیں معلوم ہے' یہ حرکتیں دیوی اور سپر اسٹر کررہے ہیں تو ہمیں سمجھنا چاہیے کہ دونوں کے طریقۂ کار مختلف ہیں۔ ایک نے جے مورگن کو اپنا معمول بنا کر کہیں گم کردیا ہے دوسرے نے مرینا کو معمول بنا کر اس کے دماغ کو ڈھیل دے دی ہے۔

سونیا نے کہا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرینا پر دیوی کا تنویمی عمل کیا گیا ہے؟"

"جواب تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جے مورگن پر کیا نے عمل کیا ہے لیکن مرینا پر دیوی اور سپر اسٹر دونوں نے یکے دیگرے عمل کرکے اسے آزاد رکھا ہے۔ تب ہی تیسری بار عمل کرکے آرہا ہوں۔"

"گویا مرینا کا دماغ فری پورٹ بن گیا ہے۔ وہاں ہم ہمارے مخالفین سب ہی آتے جاتے رہیں گے اور ایک دو کے بھید معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ ویسے تم بارہرا نے بڑی حد تک معلومات فراہم کی ہیں اب میں سمجھ کہ مجھے کس طرح ان مخالفین سے نمٹنا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جارہا ہوں۔ میرا بمبئی شہر میں ضروری ہے۔ یہاں بھی اہم معاملات درپیش ہیں۔ ویسے جب مجھے بلالینا۔"

میں بمبئی میں شہناز اور پارو کے ساتھ کن معاملات مصروف تھا؟ اس کا ذکر بعد میں کرسکتا ہوں۔ چونکہ سونیا عمل میں آرہی تھی لہٰذا اب اس کا ہی ذکر مناسب رہے گا۔

اس نے پارس سے کہا تھا کہ وہ ادارے میں آکر اپنے بھائی بمن کی نگرانی اور تربیت کرے۔ اس کے آنے کے ادارے سے باہر جائے گی۔ پارس دوسرے دن شام تک وہا والا تھا۔ سونیا اب تک کافی معلومات حاصل کرنے کے بعد وقت ضائع نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے ادارے میں بیٹھے ہی دشمنوں کے خلاف کارروائی شروع کردی۔

اس نے بارہرا سے پوچھا "تم ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرمال کو اچھی طرح جانتی ہو؟"

"جی ہاں۔ وہ دونوں بہت ہی مخلص اور ہمارے اس ادارے کے وفادار ہیں۔ یہاں مزید تربیت حاصل کررہے ہیں۔ طرح طر کے ہنر سیکھ رہے ہیں۔ ان کی محنت اور لگن کا یہ عالم ہے کہ انہ نے اپنی محبوباؤں سے دوری اختیار کرلی ہے۔ مہینے میں ایک بار ان سے ملنے روم جاتے ہیں یا انہیں پیرس بلا لیتے ہیں۔"

اٹلی کی گاڈ مدر ٹریسیا کا ایک بیٹا دان لوٹن اور تین بیٹیاں مامیلا' میکسی اور انا لانا تھیں۔ انا لانا نے عادل سے شادی کی تھی۔ مامیلا' تھرمال سے محبت کرتی تھی اور میکسی نے جیری سے لگا رکھا تھا۔ کبھی جیری اور تھرمال ان سے ملاقات کرنے روم جاتے تھے کبھی وہ دونوں بہنیں اپنے عاشقوں سے ملنے پیرس آجاتی تھیں۔

سونیا نے بارہرا سے کہا "تم جیری کی محبوبہ میکسی کے پاس اور اس کے دل میں جیری سے ملاقات کرنے کا شدید جذبہ پیدا اسے مائل کرو کہ وہ ابھی جیری سے فون پر رابطہ کرکے کہے وہ آج رات یا صبح تک کسی فلائٹ سے پیرس آرہی ہے۔"

"میں ابھی جاؤں گی اور میکسی کے دل میں وصال کے جذ

گی۔ ویسے میں تجربہ حاصل کرنے کے لیے پوچھ رہی ہوں۔ جیری اور میکسی کی ملاقات کیوں کرانا چاہتی ہیں؟ کیا ان کی ے دیوی اور سپر اسٹر کا کوئی تعلق ہوسکتا ہے؟"

"تم اس حد تک سمجھ گئی ہو تو یہ بھی سمجھ لو کہ دیوی اور سپر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کررہے ہیں۔ میں والنے کے لیے اپنے تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری کو یں ظاہر کروں گی۔"

"آپ کیسے ظاہر کریں گی۔ دیوی اور سپر اسٹر کو کیسے معلوم کہ جیری بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر میکسی سے ملنے آیا ہوا ہے؟"

"تم خود سوچو کہ دشمنوں کو کتنی آسانی سے معلوم ہوجائے ؟"

بارہرا نے ذرا ذہانت سے کام لے کر سوچا پھر کہا "ہمارے ارے سے جو بھی اہم فرد پیرس کسی کام یا تفریح کے لیے جاتا ہے وہاں کی انٹیلی جنس اور پولیس کو یہاں سے اطلاع دی جاتی ہے کہ شہر میں ہمارے ادارے کے اہم فرد کو مکمل سیکیورٹی دی ائے۔ دیوی اور سپر اسٹر نے فوج' پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو ابعدار بنا رکھا ہے۔ وہ ان کے خیالات پڑھ کر معلوم کرلیں گے کہ ری آج رات کو یا کل صبح پیرس کے فلاں کانیج میں پہنچنے والا ہے۔"

"ہاں اسی لیے میں جیری کو استعمال کررہی ہوں اور یہ بات ذہن میں رکھو کہ جب میکسی یہاں اپنے محبوب سے ملنے آئے گی تو اس کی بہن مامیلا بھی ضرور اپنے عاشق تھرمال سے ملاقات کرنے آئے گی۔ میں یہی چاہتی ہوں کہ جیری کے بعد تھرمال کو بھی چارا ماکر پیرس جانے دیا جائے۔ اب بتاؤ میں ایسا کیوں چاہتی ہوں؟"

"مما! آپ کا طریقۂ کار عجیب ہے۔ آپ دونوں بہنوں کو ان کے دونوں عاشقوں کے پاس بلانا چاہتی تھیں لیکن مجھ سے کہا کہ میں صرف ایک بہن کے دل میں رومان اور وصال کے جذبات بھڑکاؤں۔ یعنی آپ نہیں چاہتی تھیں کہ میں دونوں کو جذباتی بنانے میں اپنا وقت ضائع کروں۔ وہاں سے ایک آئے گی تو دوسری بھی آنے کے لیے مچل جائے گی۔"

"یہ طریقہ تم سمجھ گئیں۔ میری اس بات کا جواب دو کہ جیری کے علاوہ تھرمال کو بھی چارا بنا کر پیش کرنا کیوں ضروری ہے؟"

وہ ذرا سوچ کر بولی "دشمن دو ہیں' دیوی اور سپر اسٹر اور جیری ان میں سے کسی ایک کی گرفت میں آئے گا۔ آپ دوسرے دشمن کو بھی موقع دینے کے لیے تھرمال کو استعمال کریں گی۔"

"شاباش۔ اب میکسی کے پاس جاؤ۔"

بارہرا نے دل ہی دل میں کہا "او خدایا! تو نے مما کو کیسی عجیب و غریب ذہانت دی ہے۔ دنیا کے تمام ذہین افراد مخالفین کے خلاف چالیں چلنے کے لیے چھ پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھتے ہیں یعنی آگے' پیچھے' دائیں' بائیں' اوپر اور نیچے۔ یہ چھ سمتیں یا چھ پہلو جس کے پیشِ نظر رہتے ہیں وہ کامیاب منصوبے بناتا ہے اور دشمن ان چھ پہلوؤں سے حملے کرے تو محفوظ رہتا ہے لیکن خدایا! تو نے مما کو چھ پہلوؤں کی نہیں' چھ ہزار پہلوؤں کی شناخت اور ذہانت دی ہے اسی لیے دنیا کا بڑے سے بڑا شاطر مما کا نام سنتے ہی کھانا پینا اور سونا بھول جاتا ہے۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے میکسی کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے ذہن میں جیری کا تصور پیش کیا۔ وہ ذرا مسکرا کر' ذرا ناراض ہوکر بولی "بڑا برا ہوا جائی ہے۔ مہینے میں ایک بار دو چار دنوں کی چھٹی لے کر آتا ہے یا بلاتا ہے۔"

بارہرا نے اس کی سوچ میں کہا "کیا وہ صرف چھٹی میں آسکتا ہے۔ میرے لیے خاص طور پر چھٹی نہیں لے سکتا؟"

میکسی کی سوچ نے کہا "میں نے ایک بار کہا تھا مگر وہ کہتا ہے بابا صاحب کے ادارے کے اصول بہت سخت ہیں۔ وہاں دن رات بڑی محنت سے ہنر سیکھنا پڑتا ہے اور بڑی ہوشیاری سے حاضر دماغی کے امتحانات سے گزرنا ہوتا ہے۔"

بارہرا نے اس کی سوچ میں کہا "مگر عورت اپنے محبوب کو محبت کے امتحان سے گزارتی ہے۔ مجھے ابھی فون پر جیری سے بات کرنا چاہیے۔ میں کہوں گی کہ پیرس آرہی ہوں اور جب سیکڑوں میل کا سفر کرکے آرہی ہوں تو تم مجھ سے چار چھ میل کا سفر طے کرکے ملاقات کرنے آؤ گے یا نہیں؟"

بارہرا نے اسے مائل کیا تو اس نے فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا۔ وہاں کے انچارج نے جیری سے اس کی بات کرائی۔ وہ میکسی کی آواز سن کر خوشی سے بولا "یقین کرو جان من! ابھی میں تمہیں ہی یاد کررہا تھا۔"

"منہ دیکھی باتیں نہ کرو۔ تمہارے دل میں اتنا سا جذبہ پیدا نہیں ہوتا کہ کبھی مقررہ وقت سے پہلے ملاقات کرو۔ اب تم بابا صاحب کے ادارے کے اصول نہ سمجھانا۔"

"اب میں کیسے یقین دلاؤں۔ میرا دل تو چاہتا ہے کہ اڑ کر تمہارے پاس آجاؤں۔"

"تم نہ آؤ۔ میں آرہی ہوں۔ پیرس میں چار روز رہوں گی اور یہ آزماؤں گی کہ تم مجھ سے ملنے کے لیے چھٹی لے کر آؤ گے یا نہیں؟"

"اوہ ڈارلنگ میکسی! مجھے ایسی آزمائش میں نہ ڈالو۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ اگر ملنا چاہو تو خیال خوانی کے ذریعے بتادینا کہ جھیل کے کنارے کون سے کانیج میں ملاقات ہوگی ورنہ آج رات میں پیرس پہنچ کر کسی ہوٹل میں قیام کروں گی۔"

اس نے یہ کہہ کر فون بند کردیا۔ جیری نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ کر کہا "کیا ظلم کررہی ہو۔ تم میرے اتنے قریب پیرس آؤ گی اور میں تم سے ملے بغیر رہ سکوں گا؟ ہرگز نہیں۔

میں کوشش کرتا ہوں۔ شاید ادارے سے چار روز کی چھٹی مل جائے۔"

باربرا نے سونیا کے پاس آکر بتایا کہ جیری ادارے سے چار روز کی چھٹیاں لینے والا ہے۔ سونیا نے فون کے ذریعے انچارج سے کہا۔ "آپ کے پاس جیری کی چھٹی کی درخواست آئے گی۔ اس کے ساتھ شاید تھرہال کی درخواست بھی ہوگی۔ آپ پہلے جیری کی درخواست قبول کریں اور تھرہال سے کہہ دیں کہ اسے دوسرے دن شام کو چھٹی ملے گی۔ ایک ہی دن میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھٹی نہیں دی جاتی ہے۔"

انچارج نے کہا "یس میڈم! میں یہی کروں گا۔"

باربرا نے کہا "مما! یہ تو میں نے سمجھ لیا ہے کہ آپ جیری اور تھرہال پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی ہیں کہ ان کے لیے آپ ایک خاص مقصد سے پیرس جانے کا راستہ ہموار کررہی ہیں۔ جب ہمارے مخالف ان دونوں کو ٹریپ کریں گے اور چور خیالات پڑھیں گے تو انہیں یہی معلوم ہوگا کہ وہ صرف اپنی محبوباؤں سے ملنے آئے تھے اور آپ نے اس سلسلے میں کوئی چال نہیں چلی ہے۔"

"ہاں اور اگر تم جیری اور تھرہال کے دماغوں میں جاؤ گی تو کوڈ ورڈز ادا کرنے پڑیں گے۔ یہ بھی دشمنوں کو معلوم ہوجائے گا۔ اس لیے جس طرح ملازم کے ذریعے ہم نے مرینا کے ٹریپ ہوجانے کی بات معلوم کی اسی طرح جیری پیرس کے جس کالج میں جائے گا وہاں بھی ایک ملازم ہوگا اور یہاں ادارے سے ایک ڈرائیور اسے کار میں لے جائے گا۔ لہٰذا تم ڈرائیور اور ملازم کے اندر آتی جاتی رہو گی تو تمہیں جیری اور تھرہال کے ٹریپ کیے جانے کا پتا چل جائے گا۔"

باربرا نے مسکرا کر کہا "آپ نے یہاں بیٹھے ہی بیٹھے اتنا زبردست جال بچھایا ہے۔ پتا نہیں جب آپ ادارے سے باہر نکلیں گی تو ان کیجنوس کا کیا بنے گا۔"

شام کے وقت جیری کو پیرس جانے کی چھٹی مل گئی۔ تھرہال کو معلوم ہوا تھا کہ میکسی کے ساتھ اس کی بہن مامیلا بھی آئی ہے اور دونوں نے جھیل کنارے والے کالج نمبر چھ میں قیام کیا ہے۔ اس نے بھی اپنی محبوبہ مامیلا سے ملنے کے لیے چھٹی کی درخواست دی لیکن انچارج نے سونیا کی ہدایت کے مطابق اس سے کہا "تمہیں آج نہیں کل شام کو چھٹی ملے گی۔ یہ یہاں کے اصول کے خلاف ہے کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک ہی دن ادارے سے باہر جانے کی اجازت دی جائے۔"

اسی شام ادارے کا انچارج سونیا کے پاس آیا۔ فرانسیسی حکومت کی طرف سے ایک نوٹس آیا تھا۔ انچارج نے وہ نوٹس سونیا کو دیا۔ اس میں لکھا تھا "بابا صاحب کے ادارے کے خلاف بہت سی شکایات موصول ہورہی ہیں۔ سب سے اہم اور بنیادی شکایت یہ ہے کہ ادارے میں صرف مسلمانوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ وہاں عیسائیوں کی تعداد بہت کم ہے اور مذہبی تعصب اتنا ہے کہ غیر مسلم یہودی طلبا و طالبات کا داخلہ ممنوع ہے۔

"فرانس کے تمام چھوٹے بڑے شہروں کے اسکولوں، کالجوں اور ٹریننگ سینٹروں میں ایسی مذہبی تفریق نہیں ہوتی۔ دنیا کے ہر ملک، ہر قوم اور ہر مذہب کے لوگ ان تعلیمی اور تربیتی اداروں سے استفادہ کرتے ہیں۔ پورے فرانس میں صرف ایک بابا صاحب کا ادارہ مسلمانوں کو ترجیح دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو متعصب اور انتہا پسند کہا جاتا ہے۔

"حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کو بھی تمام مذاہب اور تمام قومیتوں کے لیے دروازہ کھولنا چاہیے۔ اسے صرف مسلمانوں کی جاگیر بنا کر نہیں رکھنا چاہیے۔ لہٰذا بابا صاحب کے ادارے کے جو موجودہ قواعد و قوانین ہیں ان میں تبدیلیاں کی جائیں اور اتنی لچک پیدا کی جائے کہ وہاں ہندو اور یہودی طلبا و طالبات کا داخلہ شروع ہوجائے اور ان کے داخلے کے لیے کم از کم ستر فیصد کوٹا مقرر کیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو حکومتِ فرانس، بابا صاحب کے ادارے کو اپنی تحویل میں لے لے گی۔

"امریکا، اسرائیل اور بھارت سے ہمارے بڑے اچھے تعلقات ہیں۔ ان ممالک میں بابا صاحب کے ادارے کے تربیت یافتہ دہشت گرد جاتے ہیں اور تخریبی کارروائیاں کرتے ہیں۔ ان میں فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ لوگ ایک طویل مدت سے ان ممالک کو نقصان پہنچاتے آرہے ہیں۔ آج بھی امریکا، اسرائیل اور بھارت میں یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مخالفانہ کارروائیوں میں سرگرم عمل ہیں۔

"یہ تاکید کی جاتی ہے کہ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان مذکورہ ممالک سے فوراً واپس بلایا جائے ورنہ فرانس میں ان سب کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے گا۔

"مندرجہ بالا احکامات کی تکمیل کے لیے ایک ہفتے کا وقت دیا جارہا ہے۔ تعمیل نہ کرنے کے نتیجے میں حکومتِ فرانس بابا صاحب کے ادارے کو اپنی تحویل میں لے کر وہاں سے انتہا پسند مسلمانوں کو بے دخل کرے گی اور ہندوؤں، یہودیوں اور تمام مذاہب کے افراد کے لیے اس ادارے کے دروازے کھول دے گی۔"

سونیا نے اسے پڑھنے کے بعد انچارج سے کہا "اس نوٹس کے پیچھے دیوی اور سپراسٹر کی زبانیں بول رہی ہیں۔ انہوں نے ہمیں ایک ہفتے کی مہلت دی ہے۔ یہ مہلت میرے لیے ہے۔ میں اس نوٹس کا جواب عمل سے دوں گی آپ تحریر سے دیں۔ یہ لکھیں کہ پہلے ہی اتنا سخت نوٹس نہیں بھیجا جاتا ہے۔ ہمارے دیرینہ تعلقات کا تقاضا ہے کہ ہم آپس میں مل بیٹھ کر اس معاملے پر مذاکرات کریں کیونکہ اس نوٹس کے ملتے سے پہلے ہی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر پیرس میں حملے ہوچکے ہیں اور انہیں دشمنوں نے تابعدار بنالیا ہے جبکہ آج تک فرانس کے کسی حصے میں ہمارے ٹیلی

جاننے والوں کے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ آپ جوابی تحریر میں مذاکرات کی دعوت دیں اور یہ ضرور لکھیں کہ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جیری جھیل کے کنارے کالج نمبر چھ میں کام سے جارہا ہے۔ ہمیشہ کی طرح حکومتِ فرانس اس کی سیکیورٹی کا انتظام کرے۔ جیری ابھی یہاں سے روانہ ہورہا ہے۔"

انچارج وہ نوٹس لے کر گیا پھر اس کا جواب فیکس کے ذریعے ہیڈ آفس میں فرانس کے متعلقہ عہدیدار تک پہنچادیا۔ اس پر نہ صرف عہدیدار نے بلکہ سپراسٹر اور اس کے تینوں ساتھیوں نے بھی خیال خوانی کے ذریعے پڑھا۔ اس طرح سب کو معلوم ہوا کہ فرہاد کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شکار آج پیرس پہنچ رہا ہے۔

سپراسٹر لالاس نے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کو حکم دیا وہ اپنے جاسوس اور پولیس کے عملے کے ساتھ کالج نمبر چھ سے فاصلے پر محتاط رہے۔ وہاں جو بھی شخص آئے، اس کی نگرانی اور کسی طرح تصدیق کرے کہ آنے والے کا نام جیری ہے۔

انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل تابعدار تھا۔ اس نے اپنے خاص ماتحت کو بلا کر احکامات صادر کیے کہ کس طرح کالج نمبر چھ کی دور سے نگرانی کرنا ہے اور وہاں آنے والے شخص کا صحیح نام معلوم کرنا ہے۔

اس ماتحت نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔ اس طرح وہ مطلوبہ کالج سے ذرا فاصلے پر پھیل گئے۔ دیوی انٹیلی جنس ڈائریکٹر کے نئے تابعدار لیے اور اس کی خفیہ رہائش گاہ تک نہیں پہنچ سکتی تھی لیکن اس کے خاص ماتحت کا دماغ اس کے قابو میں تھا۔ اس کے ذریعے دیوی اور ایک ہرارے کو معلوم ہوا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا جیری آرہا ہے لیکن اس کالج کے اطراف سخت پہرا ہے اور ان پہرے داروں کے دماغوں میں سپراسٹر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے اتنا محتاط اور مستعد رہے گا کہ دیوی کی دال نہیں گلنے دے گا۔

اس نے ہرارے سے کہا "جیری کو ہم کسی طرح حاصل کرلیں گے لیکن یہ سوچنا چاہیے کہ وہ پیرس کیوں آرہا ہے جبکہ ان کا ایک خیال خوانی کرنے والا تو مورگن ان کے ہاتھوں سے نکل گیا ہے اور ہمارے قبضے میں آگیا ہے۔"

ہرارے نے کہا "وہ نہیں جانتے ہیں کہ جے مورگن ہمارے قبضے میں ہے۔ ان کا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا گم ہوگیا ہے۔ اسے تلاش کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی کوئی آسکتا ہے اس لیے جیری آرہا ہے۔"

"جھیل کے کنارے اس کالج کے آس پاس سپراسٹر نے بڑا سنہرا جال بچھایا ہوگا۔ وہاں ہماری کامیابی مشکل ہے۔"

"بے شک سپراسٹر نے جس طرح فرانس کی تینوں افواج کے سربراہوں اور انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کو تابعدار بنا کر کہیں چھپادیا ہے اسی طرح وہ جیری پر بھی عمل کرکے اسے کہیں چھپادے گا۔"

دیوی نے کہا "پھر تو دانش مندی یہ ہے کہ جیری کو کالج تک پہنچنے نہ دیا جائے۔"

"آپ کالج کی بات کررہی ہیں ہم اسے پیرس پہنچنے نہیں دیں گے۔ آپ میرے دونوں آلۂ کاروں کے پاس آئیں۔ ہم انہیں لے کر ہائی وے کی پولیس چوکی تک جائیں گے۔ اس چوکی کے افسران اور دو چار پولیس والوں کے دماغوں میں جگہ بنائیں گے۔ ابھی فوراً چلیں۔ جیری وہاں پہنچنے والا ہوگا۔"

ان کے دونوں آلۂ کار ایک گاڑی کو تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے اس پولیس چوکی تک پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے ایک افسر اور پولیس والوں کو اپنی گاڑی کے کاغذات دکھائے۔ افسر نے پوچھا۔ "آگے کہاں جارہے ہو؟"

ہرارے نے آلۂ کار کی زبان سے کہا "آگے کہاں جانا ہے۔ ہماری منزل یہی ہے۔ تم ہمارے لیے بڑے کام کے بندے ہو۔"

وہ اور دیوی ایک افسر سے دوسرے افسر اور سپاہیوں کے دماغوں میں پہنچنے لگے۔ وہ لوگ پیرس کی طرف جانے والی گاڑیوں کو بھی چیک کررہے تھے۔ ایسی ہی ایک کار کی پچھلی سیٹ پر جیری بیٹھا ہوا تھا۔ دیوی نے چیک کرنے والے افسر کے ذریعے جیری کی آواز اور لہجے کو سنا پھر ہرارے سے کہا "یہی جیری ہے۔ اپنا کام کرو۔"

ہرارے کے آلۂ کار نے اس کی مرضی کے مطابق اپنی جیب سے ایک پرفیوم کی شیشی نکالی۔ اس شیشی میں پرفیوم نہیں بے ہوشی کا رقیق مادہ تھا۔ اس نے جیری کے چہرے کے سامنے اسپرے کیا تو وہ چشمِ زدن میں بے ہوش ہوگیا۔ ہرارے نے ڈرائیور کے دماغ میں جگہ بنائی پھر اس کار کو ڈرائیو کرتا ہوا وہاں لے گیا جہاں انہوں نے جے مورگن کو چھپا رکھا تھا۔

اور باربرا جیری کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ سونیا اپنی حکمتِ عملی سے صحیح جگہ پہنچ گئی تھی لیکن ابھی یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ جیری کو جس بنگلے میں پہنچایا گیا ہے اور اس بنگلے میں جو دوسرا شخص ہے وہ جے مورگن ہے کیونکہ دیوی نے تنویمی عمل کے ذریعے جے مورگن کی آواز، لہجے اور شخصیت کو بدل دیا تھا۔

سپراسٹر، اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تینوں فوجی ساتھی فرانس کی انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل اور دوسرے پولیس والے کالج نمبر چھ کی نگرانی دور سے کررہے تھے۔ اس کالج میں دو جوان لڑکیاں آئی تھیں لیکن کئی گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی جیری نہیں آیا تھا۔

سپراسٹر کے حکم کے مطابق ڈائریکٹر جنرل نے فون کے ذریعے کالج نمبر چھ میں آنے والی لڑکیوں سے رابطہ کیا۔ میکسی نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو جیری! کیا تم بول رہے ہو؟ آخر کہاں رہ گئے ہو۔"

میں کب سے انتظار کررہی ہوں۔"

ڈائریکٹر جنرل نے فون بند کردیا۔ سپراسٹر میکسی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ جیری کی محبوبہ ہے۔ اٹلی کے شہر روم سے ملنے آئی ہے۔ اس کے ساتھ اس کی بہن مامیلا بھی ہے۔ وہ بھی اپنے عاشق تھرہال سے ملنا چاہتی ہے لیکن تھرہال نے اسے بتایا ہے کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بابا صاحب کے ادارے سے ایک ہی دن چھٹی نہیں ملتی ہے۔ لہٰذا آج جیری اپنی میکسی سے ملنے آرہا ہے اور کل شام کو تھرہال چھٹی لے کر اپنی محبوبہ مامیلا سے ملنے آئے گا۔

سپراسٹر اور اس کے ساتھیوں کو اور بہت کچھ معلوم ہوا۔ مثلاً یہ کہ وہ دونوں بہنیں گاڈمدر ٹریسیا کی بیٹیاں ہیں۔ اس کی تیسری بیٹی انالانا نے اس عادل نامی جوان سے شادی کی ہے جس کا تعلق فرہاد کی فیملی سے ہے۔

یہ معلومات اہم تھیں مگر حالات کا تقاضا تھا کہ پہلے جیری کی خبر لی جائے۔ سپراسٹر کو یہ بات کھٹک رہی تھی کہ جیری شام کو بابا صاحب کے ادارے سے چلا تھا۔ اسے دو گھنٹے کے اندر پیرس پہنچنا چاہیے تھا اور اب چھ گھنٹے گزر گئے تھے۔ ایسے میں دیوی کھٹک رہی تھی کہ اس نے راستے میں شاید جیری کو ٹریپ کرلیا ہو؟ میکسی خوش فہمی سے یہ بھی سوچ رہی تھی کہ شاید اس کا محبوب اسے تحفے پیش کرنے کے لیے کہیں شاپنگ کررہا ہو۔

ڈائریکٹر جنرل نے سپراسٹر کی مرضی کے مطابق سوچا کہ اسے ہائی وے کی پولیس چوکی والوں سے معلوم کرنا چاہیے۔ اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے وہاں کے افسر نے پوچھا "ہیلو! آپ کون ہیں؟"

"میں انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل بول رہا ہوں۔ کیا اس چوکی سے جتنی گاڑیاں پیرس آتی ہیں' ان گاڑیوں کے مالک کے نام اور گاڑیوں کے نمبر نوٹ کیے جاتے ہیں؟"

"یس سر! ان گاڑیوں کے چوکی سے گزرنے کا وقت بھی نوٹ کیا جاتا ہے۔"

"کیا بابا صاحب کے ادارے کی کوئی گاڑی شام کو پیرس کی طرف آئی ہے؟"

"یس سر! اس گاڑی میں مسٹر جیری پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے پرفیوم کی شیشی سے بے ہوشی کی دوا اسپرے کرکے مسٹر جیری کو غافل بنادیا۔ ہم یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے مگر سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ہم میں سے کسی نے اس شخص کو ایسی حرکت سے کیوں نہیں روکا۔ اس کا ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کرکے پیرس کی طرف لے گیا۔"

فون پر ہونے والی یہ باتیں سن کر سپراسٹر نے ڈائریکٹر جنرل سے کہا "فون بند کردو۔ دیوی اپنی چال چل گئی ہے اب وہ ہمیں جیری کے سائے تک بھی نہیں پہنچنے دے گی۔"

سپراسٹر کے ساتھی فوجی افسر نے کہا "اس طرح تو وہ کو آنے والے تھرہال کو بھی ٹریپ کرلے گی۔"

سپراسٹر نے کہا "دیوی نے میکسی کے ذریعے جیری کی آو لہجے کو سنا ہوگا۔ اب وہ جیری کو اپنا تابعدار بنا کر دونوں بہنوں بات پر مائل کرے گی کہ وہ فون پر تھرہال سے بات کریں۔ وہ تھرہال کے اندر بھی پہنچ جائے گی۔ لہٰذا ہمیں سب سے دونوں بہنوں کے ساتھ ایسا کچھ کرنا چاہیے کہ وہ آئندہ کارنہ بن سکیں۔"

"دیوی کسی وقت بھی ان بہنوں کے پاس پہنچ سکتی ہے طور پر انہیں اسپتال پہنچا کر کوما میں رکھا جاسکتا ہے۔ ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

انہوں نے وقت ضائع نہیں کیا۔ دونوں کو خیال خوا ذریعے سحر زدہ کرکے ایک اسپتال میں پہنچایا پھر ان پر عمل انہیں کوما میں پہنچادیا۔ اس سے پہلے سونیا نے جوجو کو بلا کر تھرہال کے بارے میں بتایا تھا اور کہا تھا "بار بار جیری کے رہے گی۔ تم مامیلا کے دماغ میں رہو۔ دشمن مامیلا کے تھرہال تک پہنچنا چاہیں گے۔ تم ان کے عمل کے مطابق کارروائی کرو اور مجھے رپورٹ دیتی رہو۔"

سونیا کی ہدایات کے مطابق جوجو مامیلا کے اندر پہنچی وقت سپراسٹر کا ساتھی فوجی افسر ری ریز اسے کوما میں رکھنے کا کررہا تھا۔ جوجو نے اسے عمل کرنے دیا لیکن مامیلا کے دما متاثر نہیں ہونے دیا۔ اس کی سوچ کی لہروں میں بولی "یہ نہ کون لوگ ہیں۔ مجھے میرے تھرہال سے جدا کرنے کا یہ اختیار کررہے ہیں۔ میں انہیں دھوکا دینے کے لیے کوما کی میں بے حس و حرکت لیٹی رہوں گی۔"

دیوی نے تخریبی عمل کے ذریعے جیری کا لب و لہجہ اور بدل کر ٹائیک ہرارے سے کہا "اب تم جیری کی آواز اور لہجہ کرکے میکسی کے پاس جاؤ۔ اس کے ذریعے اس کی بہن مامیلا آواز سنو۔"

ہرارے نے پوچھا "کیا آپ تھرہال کو بھی آج ہی قابو میں چاہتی ہیں۔"

"ہاں۔ سپراسٹر بہت تیزی دکھا رہا ہے۔ میں مامیلا کی آواز لہجہ سن کر تھرہال کو فون کروں گی۔ مامیلا بن کر فون پر اس کی سنوں گی پھر اس یوگا جاننے والے تھرہال کے اندر پہنچ کر تو اسے مامیلا سے ملنے پر مجبور کروں گی۔"

"یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ سپراسٹر کو یہ یقین ہوگیا کہ تھرہال شام کو پیرس آئے گا۔ کل کس نے دیکھا ہے' ہم تھرہال کو آج پیرس آنے پر مجبور کریں گے۔"

اس نے دیوی کی ہدایت کے مطابق جیری کا لب و لہجہ اپنا پھر خیال خوانی کی پرواز کرکے میکسی کے پاس پہنچا تو اس کا آلہ ملا۔ وہ زندہ تھی لیکن دماغی حالت بتا رہی تھی کہ وہ کوما میں ہے۔ ذہن بے حسی کے باعث اس کے لیے معلومات کا ذریعہ نہیں بن سکے گا۔

ہرارے نے دیوی کے پاس آکر اس کی ذہنی حالت بتائی پھر کہا۔ سپراسٹر نے واقعی پھرتی اور مستعدی دکھائی ہے۔ اس نے میکسی کی بہن مامیلا کو بھی کوما میں رکھا ہوگا۔"

دیوی چاہتی تو میکسی کی آواز اور لہجے میں بولتی۔ تھرہال جواب میں کچھ بولتا تو وہ اس کے اندر پہنچ جاتی لیکن ایسا کرنے کے لیے اسے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے پہلے رابطہ کرنا پڑتا اور وہ میرے اور بابا صاحب کے ادارے کے اندر خیال خوانی کے ذریعے بھی نہیں جانا چاہتی تھی۔ جو تش ودیا کے مطابق اسے ہم سے زیادہ سے زیادہ دور رہنا چاہیے تھا۔

دیوی بابا صاحب کے ادارے کے نام سے بدکتی تھی کیونکہ وہاں روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والی آمنہ اور تیرہزی صاحب جیسی ہستیاں تھیں اور ان کے سامنے اس کی آتما شکتی کمزور پڑجاتی تھی۔ ہرارے نے کہا "یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ سپراسٹر نے دونوں بہنوں کو کوما میں کیوں رکھا ہے۔ کیا اس نے یہ نہیں سوچا کہ جیری کے گم ہوجانے اور دونوں بہنوں کے کوما میں پہنچادیے جانے کے بعد بابا صاحب کے ادارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے متحد ہوجائیں گے اور تھرہال کو ادارے سے باہر نہیں جانے دیں گے۔"

"یہ بات تو ایک موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ میرا خیال ہے سپراسٹر یہی چاہتا ہے کہ جیری اس ادارے سے باہر نہ نکلے۔ ہمارے مخالف میری آتما شکتی کے پیش نظر یہ سوچ رہے ہیں کہ میں نے جیری کو آتما شکتی کے ذریعے حاصل کیا ہوگا۔ لہٰذا تھرہال کو بھی اسی طرح اپنے قابو میں کرسکتی ہوں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تھرہال ان کے ہاتھ نہ آئے تو ہمارا بھی تابعدار نہ بنے۔"

ہرارے نے کہا "یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ سپراسٹر بابا صاحب کے ادارے والوں کو ہمارے خلاف یہ سمجھا رہا ہے کہ ہم نے میکسی اور مامیلا کو کوما میں رکھا ہے اور کسی نہ سمجھ میں آنے والی تدبیر سے جیری کی طرح تھرہال کو بھی ہم اغوا کرنے والے ہیں۔"

"اب تو وہ لوگ اتنے محتاط ہوجائیں گے کہ ٹائی اور سلمان جیسے ذہن خیال خوانی کرنے والوں کو اہم ضرورت سے پیرس آنے لگیں گے۔ باقی خیال خوانی کرنے والوں کو اب ادارے سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"دیوی جی! میرا مشورہ ہے کہ جب تک آئندہ مسلمان خیال خوانی کرنے والے ادارے سے باہر نہیں آئیں گے تب تک آپ فرانس کی تینوں افواج کے سربراہوں اور انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کی خفیہ پناہ گاہوں تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ ان تمام بڑے افسران اور اہم حکام تک ان کے ماتحتوں کے ذریعے پہنچا جاسکتا ہے اور پہنچنے کے لیے ان تمام اکابرین کی کچھ کمزوریاں معلوم ہوجائیں تو ہماری کامیابی یقینی ہوجائے گی۔"

جب یہ بات سمجھ میں آگئی کہ فی الحال بابا صاحب کے ادارے سے تھرہال یا کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا باہر نہیں آئے گا تو دیوی اور ہرارے نے دوسری طرف توجہ دی اور سپراسٹر نے فرانس کے جتنے اہم اکابرین کو چھپا رکھا تھا انہیں ڈھونڈ نکالنے کا راستہ تلاش کرنے لگے۔

نیٹو فوج کے جنرل اسٹیل بوکس نے سپراسٹر سے پوچھا۔ "آپ نے یہ کیسی چال چلی ہے۔ اس طرح تھرہال تو کیا بابا صاحب کے ادارے کا کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اب نہیں آئے گا۔"

سپراسٹر نے کہا "دیوی بھی یہی سوچ رہی ہوگی۔ وہ اپنی آتما شکتی سے بار بار میکسی اور مامیلا کے پاس جائے گی اور انہیں کوما کی حالت میں پائے گی۔ تھرہال بھی اپنی مامیلا سے دماغی رابطہ قائم کرنا چاہے گا تو اسے کوما کی حالت میں دیکھے گا۔ دیوی کسی ذریعے سے یہ معلوم کرسکتی ہے کہ تھرہال کو ادارے سے باہر جانے سے روک دیا گیا ہے۔"

اسٹیل بوکس نے کہا "یعنی آپ نے تھرہال کو ادارے سے باہر آنے سے روکنے کے لیے یہ پلاننگ کی ہے اور آپ کو یہ یقین ہوچکا ہے کہ وہ باہر آئے گا تو جیری کی طرح دیوی کے ہتھے چڑھ جائے گا۔"

"میں نے دیوی کو تھرہال کے حصول سے مایوس کرنے کے لیے ہی ایسا کیا ہے تاکہ وہ وقت ضائع نہ کرے اور دوسرے معاملات پر توجہ دے۔ جب وہ راستہ بدلے گی تو ہم بڑی آسانی سے تھرہال کو حاصل کرلیں گے۔"

تینوں فوجی افسران نے سپراسٹر کو حیرانی سے دیکھا پھر ایک نے پوچھا "وہ کیسے؟"

سپراسٹر نے اس کا جواب دوسری صبح دیا۔ اس نے میکسی اور مامیلا کو کوما سے نکال لیا۔ انہیں غسل وغیرہ کرکے تازہ دم ہوکر کھانے پینے کا موقع دیا پھر مامیلا کے ذریعے تھرہال سے فون پر رابطہ کیا۔ تھرہال نے حیرانی سے پوچھا "مامیلا! کل رات تم اور میکسی کانیج میں نہیں تھیں۔ خیال خوانی سے پتا چلا کہ تم دونوں کوما میں ہو۔ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟"

مامیلا نے سپراسٹر کی مرضی کے مطابق کہا "معاملہ تم سمجھ سکتے ہو۔ جب جیری میری بہن سے ملنے نہیں آیا تو ہم نے خطرہ محسوس کیا۔ میکسی نے کہا' جیری کو ضرور کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن نے اغوا کیا ہے اور وہ دشمن ہمیں بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ہم نے فوراً ہی کانیج چھوڑ کر ایک ہوٹل میں کمرا لیا۔ ہمارے پاس ایک دوا ہے جسے کھانے کے بعد ہم دس گھنٹوں تک کوما کی حالت میں رہتے ہیں۔ ایسے وقت کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمیں نقصان نہیں پہنچا

سکتا۔ پچھلی رات ہوٹل کے کمرے میں ہم نے وہی دوا استعمال کی تھی۔ دشمنوں کو اب یقین ہو گیا کہ وہ ہمارے دماغوں میں آکر ہمیں آلۂ کار نہیں بنا سکیں گے۔ اس یقین کے ساتھ تم سے ابھی گفتگو کر رہی ہوں۔"

تھرہال نے کہا "یہ تو کمال ہو گیا۔ واقعی دشمن یہ سوچ رہے ہوں گے کہ تم بہنوں کو ٹریپ کر لینے کے بعد اب مجھے ادارے سے باہر نہیں آنے دیا جائے گا۔"

"کیا تم نہیں آؤ گے؟ میں تمہارے لیے سیکڑوں میل دور آکر مصائب سے گزر رہی ہوں۔ تم چاہو تو آواز اور لہجہ بدل کر آسکتے ہو پھر ہم سب مل کر میاں جیری کو تلاش کریں گے۔"

"مجھے یہاں سے باہر جانے کے لیے منع کیا گیا ہے لیکن میں تمہاری ذہانت اور حکمتِ عملی کا حوالہ دے کر ابھی چھٹی حاصل کروں گا۔ تھوڑی دیر بعد تمہارے دماغ میں آکر بتاؤں گا کہ مجھے کس وقت چھٹی مل سکتی ہے۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ تھرہال نے ادارے کے انچارج کے پاس آکر اسے میکسی اور مامیلا کے بارے میں بتایا اور اس یقین دلایا کہ اب کوئی دشمن اسے ٹریپ نہیں کر سکے گا اور وہ پیرس جا کر جیری کو تلاش کرے گا۔

سونیا نے پہلے ہی انچارج کو سمجھا دیا تھا کہ تھرہال چھٹی منسوخ کیے جانے کے بعد دوبارہ چھٹی مانگے تو اسے جانے کی اجازت دے دی جائے لہٰذا اسے اجازت مل گئی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے مامیلا کو خوش خبری سنائی کہ ابھی وہ ایک گھنٹے بعد ادارے سے نکلنے والا ہے پھر دو گھنٹے بعد اس کے پاس پہنچ جائے گا۔

اس نے یہی کیا۔ ایک گھنٹے بعد ادارے سے ایک کار میں نکلا لیکن دو گھنٹے بعد اپنی محبوبہ تک نہ پہنچ سکا۔ اس سے پہلے ہی فرانس کے انٹیلی جنس والوں نے اسے گرفت میں لے لیا پھر اس کے بازو میں بے ہوشی کا انجکشن لگا کر اسے ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دیا۔

سونیا کا منصوبہ کامیاب ہو رہا تھا۔ وہ لوگ صرف تھرہال کو نہیں لے گئے تھے اس کے اندر جو جو کو بھی لے گئے تھے اور جب تھرہال مختصر سی بے ہوشی کے بعد ہوش میں آیا تو اس کا ذہن کمزور تھا۔ اسے پھر سلا دیا گیا۔ اس کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا جانے لگا۔ جو جو نے اسے بظاہر ان کا معمول اور تابعدار بننے دیا۔ جب سپراسٹر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر گیا تو جو جو نے اس پر دوبارہ تنویمی عمل کیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ بظاہر سپراسٹر کا تابعدار بن کر اس کے احکامات کی پابندی کرے گا لیکن جو جو اس کے اندر آکر حکم دے یا سونیا کبھی اس کے روبرو آئے تو وہ سپراسٹر کے اثر سے بالکل آزاد ہو جائے گا۔

جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے سب سیریر سوا سیر تھے۔ صرف سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی مگر دشمنوں کی ٹیلی پیتھی کو خود ان کے لیے ایک فریب بنا دیتی تھی۔ وہ بڑے اعتماد سے خیال خوانی کے ذریعے چالیں چلتے تھے اور یہ نہیں سمجھ پاتے تھے کہ وہ سونیا کی پلاننگ کے مطابق بو رہے ہیں اور سونیا کی مرضی کے مطابق فصل کاٹیں گے۔

مامیلا نے وقتِ مقررہ تک تھرہال کا انتظار کیا پھر پریشان ہو کر ادارے میں فون کیا۔ وہاں کے انچارج نے کہا "تھرہال تین گھنٹے پہلے پیرس کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ اگر وہ نہیں پہنچا ہے تو یہ بڑی تشویش کی بات ہے۔ میں ابھی پیرس کی انتظامیہ سے بات کرتا ہوں۔"

انچارج نے کسٹمز، انٹیلی جنس کے چیف اور پولیس کے اعلیٰ افسران سے باری باری فون پر رابطہ کیا۔ ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ انہیں جیری اور تھرہال کے اغوا ہونے کا افسوس ہے۔ حکومت فرانس کی طرف سے بابا صاحب کے ادارے کو ایک نوٹس بھیجا گیا ہے۔ جب تک اس پر عمل نہیں ہوگا، حکومت ان کے ادارے کے کسی بھی فرد کو تحفظ فراہم نہیں کرے گی۔

فرانس کی تینوں افواج کے سربراہ روپوش رہ کر اپنے فرائض ادا کر رہے تھے۔ ادارے کے انچارج نے ان کے ایک ماتحت افسر سے بھی شکایت کی تو روپوش رہنے والے فوجی سربراہ نے کمپیوٹر کے ذریعے جواب دیا "بابا صاحب کے ادارے سے پہلے بے مورگن لاپتا ہوا پھر جیری اور تھرہال کو اغوا کیا گیا۔ دو روز میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اغوا یا گمشدگی اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کا ادارہ نااہل ہے۔ آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں آج کا سپراسٹر واقعی سپر ہے۔ شہ زور ہے۔ ہم نوٹس کے مطابق ایک ہفتے بعد بابا صاحب کے ادارے کو اپنی تحویل میں لے لیں گے۔"

ابھی اس ایک ہفتے میں سے دو دن گزرے تھے۔ پانچ دن باقی تھے۔ مخالفین بے خبر تھے کہ سونیا ایک جگہ بیٹھے ہی بیٹھے ایک بلائے ناگہانی کی طرح جھپٹنے والی ہے۔ مخالفین بے خبر تھے مگر یہ خبر تو رکھتے تھے کہ جس ادارے کو اپنی تحویل میں لینا چاہتے ہیں وہاں ایک بلا بھی رہتی ہے۔

سپراسٹر نے مرینا کو معمولہ اور تابعدار بنا کر آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ دیوی بھی اسے ٹریپ کرنے آئے گی یا نہیں؟ اگر آئے گی تو وہ مرینا کے چور خیالات پڑھ کر دیوی کے ارادوں کو سمجھتا رہے گا۔

اور دیوی نے بھی اسی طریقے پر عمل کیا تھا۔ مرینا کو تابعدار بنا کر اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ اس کے ذریعے سپراسٹر کے اصل لب و لہجے تک پہنچنا چاہتی تھی۔ ان دونوں کے علاوہ سلطانہ بھی خاموشی سے اس کے اندر جاتی رہتی تھی۔

دیوی اور سپراسٹر کو اس طریقۂ کار پر عمل کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا کیونکہ دیوی جے مورگن اور جیری کو قابو میں کرنے

کے بعد تھرہال کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ ایسے وقت اس نے عارضی طور پر مرینا کو نظر انداز کیا تھا۔ بڑی فوج کے جنرل اسٹیل بروکس نے سپراسٹر سے کہا "مرینا نے ماضی میں بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ وہ بہت چالاک اور تیز طرار ہے۔ دیوی کو پھانسنے کے لیے اسے چارا بنایا جائے۔"

بحریہ کے ایڈمرل ٹیری ٹیلر نے کہا "میں بھی تائید میں کہتا ہوں کہ مرینا کی آواز، لہجہ اور شخصیت بدل کر اسے امریکا میں بلا کر رکھا جائے۔"

اتفاقِ رائے سے فیصلہ ہونے کے بعد مرینا پر دوبارہ عمل کیا گیا۔ اس کی آواز، لہجہ اور شخصیت بدل دی گئی۔ یہ بات ذہن نشین کروا دی گئی کہ وہ اپنے شوہر ہنام مورس کو چھوڑ کر چپ چاپ نام کی فلائٹ سے امریکا جا رہی ہے۔ اسے ائرپورٹ پر پاسپورٹ اور ضروری کاغذات مل جائیں گے۔

سلطانہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے فرائض ادا کرتی تھی لیکن اپنی بیٹی فرزانہ کی پرورش اور گھریلو زندگی کی مصروفیات کے باعث اس سے یہ کوتاہی ہو گئی کہ جب مرینا کی شخصیت تبدیل کی جا رہی تھی تو وہ بھی دیوی کی طرح اس کے دماغ میں حاضر نہیں تھی پھر فرصت پا کر اس کے اندر جانا چاہا تو وہ ایک نئی شخصیت میں گم ہو گئی تھی۔

اس نے سونیا کو بتایا۔ سونیا نے کہا "یہ برا ہوا۔ مرینا پہلے گمراہ تھی پھر ہنام مورس سے شادی کر کے پُرسکون ازدواجی زندگی گزار رہی تھی۔ اب سپراسٹر پھر اسے ہمارے خلاف استعمال کرے گا۔"

سلطانہ نے کہا "بیچارہ ہنام مورس اس کے لیے بہت پریشان ہے اور اسے تلاش کر رہا ہے۔"

سونیا نے کہا "میں ذرا حکومتِ فرانس کے بدلے ہوئے رویّے کو درست کر لوں تو پھر مرینا کو ضرور واپس لانے کی کوشش کروں گی۔"

دیوی کو پتا چلا کہ تھرہال ہاتھ سے نکل گیا ہے تو اس نے مرینا کے پاس آنا چاہا۔ اسے دو سراشاک پہنچا۔ مرینا بھی ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ اس نے مائیک ہرارے سے کہا "ہم نے جے مورگن اور جیری کو حاصل کیا۔ سپراسٹر نے تھرہال اور مرینا کو حاصل کر لیا ہے۔"

"دیوی جی! آپ نے مرینا پر عمل کیا تھا۔ اسے تابعدار بنایا تھا۔ کیا سپراسٹر نے اس کا برین واش کیا ہے؟"

"ہاں۔ اس کی شخصیت بدل دی ہے۔ اپنے آلۂ کاروں سے کہو کہ اسے تلاش کریں۔"

"اس کی آواز، اس کا چہرہ، اس کا حلیہ بدل چکا ہوگا۔ ہمارے آلۂ کار اسے پہچان نہیں سکیں گے۔"

"صورت بدل جانے سے فطرت نہیں بدل جاتی۔ مرینا کی ایک عادت ہے۔ وہ شانے پر بکھری ہوئی زلفوں کو ایک مخصوص ادا سے جھٹک کر پیچھے کرتی ہے۔ تمام آلۂ کاروں سے کہو کہ جو جوان عورت ایک مخصوص روبانی انداز میں سر کو خم دے کر زلفوں کو شانے پر سے پیچھے لے جاتی ہے اس کی ضرور نگرانی کریں۔ ہم ان کے ذریعے مرینا تک پہنچ جائیں گے۔"

یہ وہی شام تھی جب پارس اپنی مما کے حکم کے مطابق پیرس پہنچ رہا تھا۔ امریکا سے آنے والا طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا ایک جگہ رک گیا تھا۔ پارس مسافروں کے درمیان جہاز سے اتر کر ائرپورٹ کی عمارت میں آرہا تھا۔

اور مرینا ایک ٹیکسی سے اتر کر اس عمارت میں داخل ہو رہی تھی۔ ایک امریکا سے آرہا تھا۔ دوسری امریکا جا رہی تھی۔ ایک گھنٹے بعد اس کا جہاز پرواز کرنے والا تھا۔ اگر وہ بورڈنگ کارڈ لینے کے لیے روانگی کے حصے میں چلی جاتی تو پارس سے کبھی سامنا نہ ہوتا۔ یہ تو مقدر کا کھیل ہوتا ہے۔ اسے پیاس لگ رہی تھی اس لیے وہ ٹھنڈی بوتل پینے کے لیے اسنیک بار کے کاؤنٹر پر رک گئی تھی۔

پارس لگیج ہال سے ایک اٹیچی اٹھائے باہر آیا۔ کچھ فاصلے پر وہ اسنیک بار تھا، جہاں مرینا ٹھنڈی بوتل سے پیاس بجھا رہی تھی۔ اس کی صورت، حلیہ اور اسٹائل ایسا تبدیل ہو چکا تھا کہ پارس اسے پہچان نہیں سکتا تھا لیکن اسنیک بار کے قریب سے بلکہ مرینا کے قریب سے گزرتے ہوئے دو قدم آگے جا کر رک گیا۔

مائیک ہرارے کو شبہ تھا کہ جب سپراسٹر نے مرینا کو بالکل تبدیل کر دیا ہے تو اسے پیرس سے باہر فرانس کے کسی دوسرے شہر میں یا دوسرے ملک میں بھیج دے گا۔ زیادہ چانس یہ تھا کہ اسے امریکا بلا سکتا ہے اس لیے ہرارے ایک آلۂ کار کو ائرپورٹ لے آیا تھا اور اس کے ذریعے ہر خوب صورت عورت کو دیکھ رہا تھا کہ کون روبانی انداز میں سر کو خم دے کر شانے پر پڑی ہوئی زلفوں کو پیچھے لے جاتی ہے؟

جب پارس قریب سے گزرا تو مرینا نے اپنے مخصوص انداز میں سر کو خم نہیں دیا تھا اور شانے پر پڑی ہوئی زلفوں کو بھی پیچھے نہیں کیا تھا۔ اس نے کوئی مخصوص انداز نہیں دیکھا تھا۔ اس کے باوجود رک گیا تھا۔

وہ کسی کے ساتھ بھی تنہائی میں کچھ وقت گزارتا تھا تو اس کے بدن کی مخصوص بُو کو کبھی نہیں بھولتا تھا۔ مرینا کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے برسوں پرانی مہک کو محسوس کیا۔ بے اختیار اس کے دل نے کہا "مرینا!... یہ تو مرینا کی مہک ہے۔"

وہ دو قدم آگے جا کر رک گیا تھا پھر اس نے پلٹ کر بوتل پینے والی کو دیکھا۔ مرینا نے ایک جوان کو اپنی طرف متوجہ پایا تو ناز و نخرے کے انداز میں اپنی مخصوص ادا سے سر کو خم دیا اور شانے پر پڑی ہوئی زلفوں کو ایک جھٹکے سے پیچھے کر دیا۔

مائیک ہرارے کو خوشی کا جھٹکا لگا۔ وہ آلۂ کار کے ذریعے اس

کے قریب جانے لگا۔ پارس اس کے روبرو آکر بولا "میڈم! ایسا لگتا ہے جیسے پہلے کہیں تمہیں دیکھا ہے۔"

وہ بولی "پتا نہیں کتنے لوگ مجھے خوابوں میں دیکھتے ہیں۔ ان میں تمہارا بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ بائی دی وے تم نے مجھے میڈم کیوں کہا۔ مس کہہ کر مخاطب کیوں نہیں کیا؟"

وہ بولا "تم حسین اور جوان ہو مگر نوجوان نہیں ہو۔ تمہارے چہرے پر پھولوں جیسی تازگی ہے مگر کنواری نہیں ہو اور کنواری لڑکیوں کو مس کہا جاتا ہے۔"

"ٹان سنس۔ تم کوئی نجومی ہو یا قیافہ شناس؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے۔"

"ایک شادی تو ہو چکی ہے۔ اس سے پہلے نہ جانے کتنے چوہے تمہیں طاعون زدہ کر چکے ہیں۔"

وہ حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے بولی "یو بلڈی فول! تم مجھے طاعون زدہ کہہ رہے ہو۔ میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

اس نے منہ توڑنے کے لیے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل کو بلند کیا۔ ہرارے نے آلۂ کار کے ذریعے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "پلیز اس قدر غصے میں نہ آؤ۔ میں تمہیں مس کہتا ہوں۔ اگر تم سفر کا ارادہ ترک کر کے میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی تو میں تمہارا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے اس نوجوان کو یہاں ننگی کا ناچ نچاؤں گا۔"

وہ آلۂ کار سے بولی "میں اور تمہارے ساتھ جاؤں گی؟ کبھی آئینے میں اپنی صورت دیکھی ہے؟"

"میں نے تو دیکھی ہے۔ تم آئینے میں یہ دیکھنا بھول گئیں کہ میک اپ کے ذریعے اپنے اصلی چہرے کو چھپاتے وقت خامی رہ گئی ہے۔ شاید تم نے بڑی جلدی میں چہرہ تبدیل کیا ہے۔"

پارس ان کی باتوں کے دوران اس آلۂ کار کے اندر پہنچ گیا۔ ہرارے اگرچہ اپنے مخصوص لب و لہجے میں نہیں بول رہا تھا تاہم پارس نے سمجھ لیا کہ پاس کھڑے ہوئے شخص کے دماغ میں کوئی بول رہا ہے اور اسی کے مطابق وہ آلۂ کار بولتا جا رہا ہے پھر اس نے دیوی شی تارا کی آواز سنی۔ اگرچہ وہ بھی اصلی آواز اور لہجہ نہیں تھا مگر اسی آواز اور لہجے میں وہ کئی بار پارس کے اندر آکر گفتگو کر چکی تھی۔

وہ کہہ رہی تھی "ہرارے وقت ضائع نہ کرو۔ میں مرینا کے دماغ پر قبضہ جما رہی ہوں۔ تم اسے آلۂ کار کے ساتھ ٹیکسی میں اسی خفیہ بنگلے میں لے آؤ۔"

"دیوی جی! اسے اس بنگلے میں لے جانا مناسب نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے اندر سپراسٹر چھپا ہوا ہو۔ وہ ہمارے خفیہ اڈے سے واقف ہو جائے گا۔"

"میں اس کے دماغ پر پوری طرح مسلط رہوں گی۔ سپراسٹر کا باپ بھی اس کے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

آلۂ کار نے ہرارے کی مرضی کے مطابق مرینا کا ہاتھ تھام لیا۔ پہلے وہ غصہ اور نخرے دکھا رہی تھی لیکن ہاتھ پکڑنے کے بعد مسکرانے لگی کیونکہ اب پوری طرح دیوی کے قبضے میں تھی۔ پارس نے حیرانی سے کہا "ارے واہ! دور سے باتیں کرو تو غصہ دکھاتی ہے اور ہاتھ پکڑو تو مسکراتی ہے پھر تو میں بھی ہاتھ پکڑوں گا۔"

اس نے مرینا کا ہاتھ تھامنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ پہلے رقیب حملہ کرے گا۔ رقیب آلۂ کار نے مرینا کا ہاتھ چھوڑ کر ایک الٹا ہاتھ پارس کے منہ پر مارنا چاہا لیکن کلائی گرفت میں آگئی۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے وار کیا۔ دوسری کلائی بھی جیسے لوہے کے شکنجے میں آگئی۔ ہرارے اور آلۂ کار نے اپنی مشترکہ قوتوں سے دونوں کلائیوں کو چھڑانا چاہا۔ یوں محسوس ہوا کہ شکنجے سے کلائیاں نکلیں گی تو ٹوٹ کر نکلیں گی۔

ہرارے نے پریشان ہو کر کہا "دیوی جی! یہ تو کوئی فولادی روبوٹ ہے۔ آپ اس کے اندر زلزلہ پیدا کریں۔"

دیوی نے کہا "میں نے ابھی یہی کوشش کی تھی مگر یہ بہروپیا دشمن ہے۔ ہماری طرح لب و لہجہ بدل کر بول رہا ہے۔ جب تک اس کی اصلی آواز اور لہجہ سنائی نہیں دے گا میں اس کے اندر نہیں جا سکوں گی۔"

اس اسنیک بار میں اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ ایک پولیس افسر چند سپاہیوں کے ساتھ آگیا تھا۔ مسافروں کو اپنی راہ جانے کی ہدایت کرنے کے بعد اس نے پارس اور آلۂ کار سے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

پارس نے اس کی کلائیوں کو چھوڑ کر کہا "یہ میرا رقیب ہے۔ میری بیوی کو بہلا پھسلا کر مجھ سے جدا کر رہا ہے۔"

مرینا نے کہا "یہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں اور ایک دوسرے کا نام تک نہیں جانتے ہیں۔"

دیوی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ اس سے پہلے ہی پارس نے مرینا کے موجودہ بہروپ کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ وہ بولا "روزی ڈارلنگ! جھوٹ بولنے سے پہلے اتنا تو سوچو کہ یہ افسر صاحب تمہارا پاسپورٹ دیکھیں گے تو انہیں سچائی معلوم ہو جائے گی کہ تم مسز روزی جان ہو اور میں تمہارا شوہر آندرے جان ہوں۔"

پولیس افسر نے مرینا سے کہا "میڈم! اپنا پاسپورٹ دکھاؤ۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "پاسپورٹ میں تو میری دو نام لکھے ہوئے ہیں۔ اس بہروپیے نے کسی طرح میرے بارے میں بہت کچھ معلوم کر لیا ہے۔"

افسر نے موبائل فون کو دیکھا۔ اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ اس نے فون کو آن کر کے دوسری طرف کی آواز سنی۔ پارس بھی سننے لگا۔ ایک اعلیٰ افسر کہہ رہا تھا "وہاں بھیڑ نہ لگاؤ۔ روزی اور آندرے جان کو میرے دفتر میں لے آؤ۔"

پارس اس اعلیٰ افسر کے اندر پہنچا تو دیوی کہہ رہی تھی "ہیلو سپراسٹر کے چمچے! یہ تم نہیں سپراسٹر بول رہا ہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ مرینا اب میرے قبضے میں ہے اور یہ تمہارا بہروپیا آلۂ کار جو مرینا کا شوہر آندرے جان بن رہا ہے میں اسے دماغی طور پر کمزور بنا کر اس کے اندر جاؤں گی۔"

سپراسٹر نے اس آلۂ کار اعلیٰ افسر کی زبان سے کہا "دیوی! ہم دونوں کسی تیسرے جال میں پھنسنے والے ہیں۔ وہ آندرے جان میرا آلۂ کار نہیں ہے اور میں اس کے دماغ کے اندر پہنچنے میں ناکام رہا ہوں۔ یقین نہ ہو تو تم اپنی آتما شکتی کے ذریعے اس کے اندر جا کر حقیقت معلوم کر سکتی ہو۔"

"وہ مصنوعی لب و لہجے میں بول رہا ہے۔ اس کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنا ہوگا یا پھر ابھی اسے زخمی کیا جائے۔"

"ائرپورٹ میں گولی چلے گی تو ائرپورٹ کی انتظامیہ بدنام ہوگی۔ مسافروں میں بدحواسی پھیلے گی۔ پہلے اسے یہاں پولیس ہیڈکوارٹر میں لایا جائے۔"

"میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ ہاتھ آئی ہوئی مرینا کو پولیس ہیڈکوارٹر جانے دوں گی۔ اسے نہ میری جگہ نہ تمہاری جگہ کسی تیسری جگہ لے چلو۔"

"کہیں بھی لے چلو مگر یہ نہ بھولو کہ اس بہروپیے کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو اس ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے منظم ہو کر اس کے پیچھے چلے آئیں گے۔"

"آئیں گے تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے کیونکہ ہم جسمانی طور پر موجود نہیں رہتے ہیں۔ میں تو مرینا کے اندر رہ کر یہ معلوم کر سکوں گی کہ بابا صاحب کے ادارے والے اسے کہاں لے جاتے ہیں اور یہ بہروپیا کون ہے؟"

پارس نے پولیس افسر سے پوچھا "افسر! یہ تم نے اتنی دیر سے فون کو کان سے کیوں لگایا ہوا ہے؟ کیا دوسری طرف سے سُرسنگیت سن رہے ہو؟"

مرینا نے دیوی کی مرضی کے مطابق کہا "مجھے غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ میں مانتی ہوں کہ آندرے جان میرا شوہر ہے۔ میں ابھی جان کے ساتھ جا رہی ہوں۔"

پارس نے کہا "واہ! کیا معجزہ ہو رہا ہے۔ میرے رقیب کے ساتھ بھاگنے والی بیوی پھر میری ہو گئی ہے۔ ایسا لگتا ہے پھر نئی دلہن بن گئی ہے اور نئی دلہن کے ساتھ ہنی مون کے لیے ضرور جانا چاہیے۔ چلو میری روزی جان!"

وہ دونوں پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگے۔ ہرارے نے اپنے آلۂ کار کو ان کا پیچھا کرنے سے روک دیا۔ پارس کے لیے بابا صاحب کے ادارے سے ایک کار آئی ہوئی تھی۔ اگر وہ اس میں جاتا تو پہچان لیا جاتا کہ اس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ اس نے پوچھا "روزی جان! کیا تمہارے پاس گاڑی ہے؟"

"وہ سرخ رنگ کی اسپورٹس کار ہے۔ کم آن۔"

پارس نے خیال خوانی کے ذریعے سلمان سے کہا "انکل! میں یہاں پہنچ گیا ہوں۔ دیوی اور سپراسٹر سے آنکھ مچولی کھیل رہا ہوں۔ آپ مجھے اس ڈرائیور کے اندر پہنچائیں جو میرے لیے ائرپورٹ کار لے کر آیا ہے۔"

سلمان نے اسے ڈرائیور کے اندر پہنچا دیا۔ اس نے ڈرائیور سے کہا "میں سرخ رنگ کی اسپورٹس کار میں جا رہا ہوں۔ تم فاصلہ رکھ کر ہمارا تعاقب کرو اور اس لمحے سے تا حکمِ ثانی گونگے بن جاؤ۔"

اس نے اسپورٹس کار کا نمبر بھی بتایا۔ ڈرائیور نے دیکھا۔ دور پارکنگ ایریا سے وہ کار جا رہی تھی۔ وہ اس کار کے پیچھے جانے لگا۔ اگلی کار کو پارس ڈرائیو کر رہا تھا۔ مرینا نے پوچھا "ہم کہاں جائیں گے؟"

"جہاں ایک دن جانا ہے، وہیں جائیں گے۔"

"بات الجھاتے کیوں ہو؟ صاف بتاؤ۔"

"سمجھ میں آنے والی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ بھئی ہم کو ایک دن قبرستان جانا ہے تو پھر آج ہی کیوں نہ چلیں۔"

"کیوں خوشی کے موقع پر ایسی فضول سی باتیں کر رہے ہو؟"

"میری جان! یہ فنٹاسٹک آئیڈیا ہے۔ آج تک کسی دولہا دلہن نے قبرستان میں ہنی مون نہیں منایا ہوگا۔ ہم منائیں گے تو دنیا بھر میں ہمارے بے مثال ہنی مون کا چرچا ہوگا۔"

کار تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ مرینا بڑی رازداری سے اپنا پرس کھول کر ایک چھوٹی سی سرنج نکال رہی تھی اور ایک شیشی میں سے بے ہوشی کا رقیق مادہ سرنج میں بھر رہی تھی۔ پارس اسے نظرانداز کر رہا تھا۔ ونڈ اسکرین کے پاریوں مسلسل دیکھ رہا تھا جیسے محتاط ڈرائیونگ کی خاطر صرف سامنے راستے کو دیکھ رہا ہو۔

سپراسٹر اسے بے ہوش کر کے کمزور بنانا چاہتا تھا۔ دیوی بھی اس کے کمزور پڑتے ہی اس کے دماغ سے اس کی اصلیت معلوم کر لینا چاہتی تھی۔ مرینا نے کہا "مائی ڈیئر آندرے! مجھے پیاس لگ رہی ہے۔ ذرا گاڑی روکو۔"

"تھوڑی دیر پہلے تم بوتل پی رہی تھیں۔ اب پھر پیاس لگ رہی ہے۔ تم دن بھر میں کتنا سمندر پی لیتی ہو؟"

اس نے سڑک کے کنارے گاڑی روکی۔ اسی وقت مرینا نے اس کی ران میں انجکشن کی سوئی چبھوئی۔ پارس نے فوراً ہی اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ سوئی چبھونے سے پہلے بھی اس کا ہاتھ پکڑ سکتا تھا مگر ذرا ڈراما کر رہا تھا۔ اس زہریلے بے ہوشی کی دوا اثر نہیں کر سکتی تھی لیکن اس نے خود کو متاثر ظاہر کرنے کے لیے دماغ کے دروازے کھول دیے۔

دیوی اور سپراسٹر دندناتے ہوئے اس کے اندر آئے۔ اس کی

کراہتی ہوئی سوچ نے بتایا کہ وہ ایم آئی ایم کا سربراہ برادر کبیر ہے اسے اطلاع ملی تھی کہ بابا صاحب کا ادارہ حکومتِ فرانس کے ذریعے امریکا اور اسرائیل کی تحویل میں آنے والا تھا۔ دوسری طرف برادر کبیر معطل اور تابعدار بن جاتا اور ایم آئی ایم جتنے زور شور سے ابھری تھی اتنی ہی خاموشی سے فنا ہوجاتی۔ یوں مسلمانوں کے دو بڑے زبردست ادارے ہمیشہ کے لیے ختم ہوجاتے اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کتنے ہی ممالک میں بھٹکتے رہتے لیکن انہیں دوبارہ بابا صاحب کے ادارے جیسا فولادی قلعہ کبھی نہیں ملتا۔

انہیں سرخ اسپورٹس کار تک پہنچنے میں پون گھنٹا لگ گیا۔ پہلے سپرماسٹر کی طرف سے ایک پولیس افسر اور چار سپاہی وہاں پہنچے اور اس اسپورٹس کار کو خالی پایا۔ وہاں سے ذرا دور اسنیک بار اور جنرل اسٹور جیسی دکانیں تھیں۔ ایک سپاہی نے وہاں جاکر دکان والوں سے پوچھا "وہاں جو سرخ رنگ کی کار کھڑی ہوئی ہے اس کے مالک کہاں ہیں؟"

ایک دکاندار نے بتایا "میں نے اس کار کو وہاں رکتے دیکھا تھا۔ اس میں جوان عورت اور ایک جوان مرد تھا۔ جب ایسی گاڑیاں ہماری دکانوں سے دور رک جاتی ہیں تو ہم سمجھ لیتے کہ وہ گاڑیوں والے پہلے ادھر تنہائی میں جوانی کی بھڑاس نکالیں گے پھر یہاں ٹھنڈا گرم پینے آئیں گے۔"

کسی دکاندار نے ادھر یہ نہیں دیکھا تھا کہ سرخ رنگ کی کار کے پاس ایک اور کار آئی تھی اور پارس بے ہوش مرینا کو وہاں سے اٹھا کر دوسری کار میں لے گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دو آلہ کار ایک وین میں آئے۔ ایک کے اندر دیوی اور دوسرے کے اندر مائیک ہرارے تھا۔ انہوں نے اس سرخ رنگ کی کار کو خالی دیکھ کر پولیس افسر سے پوچھا "مرینا اور برادر کبیر کہاں ہیں؟"

سپرماسٹر نے افسر کی زبان سے کہا "ہم خود انہیں تلاش کررہے ہیں۔ جب ہم یہاں آئے تو یہ اسپورٹس کار خالی تھی۔"

دیوی کے آلہ کار نے کہا "سپرماسٹر! ایسا سفید جھوٹ نہ بولو۔ وہ دونوں بے ہوش تھے۔ ان کے ساتھ کوئی تیسرا نہیں تھا۔ کیا تم یہ احمقانہ بات کہہ رہے ہو کہ وہ دونوں بے ہوش رہ کر، خوابِ غفلت میں رہ کر فرار ہوگئے؟"

"میں ایسی احمقانہ بات نہیں کہہ رہا ہوں۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ بابا صاحب کے ادارے والے ان کی تاک میں رہے ہوں پھر انہیں بے ہوش پاکر یہاں سے لے گئے ہوں۔"

دیوی نے کہا "یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ تمہارے خاص تابعدار انہیں لے گئے ہوں اور تم نے ایک جونیئر افسر اور چار سپاہیوں کو یہاں ہمیں یہ سمجھانے کے لیے چھوڑ دیا ہے کہ تم نے مرینا اور برادر کبیر کو حاصل نہیں کیا ہے۔"

"اگر انہیں لے جانا تو فخر سے کہتا کہ میں نے تم پر سبقت یہ بہت بڑی کامیابی ہوتی۔ ایک طرف بابا صاحب کا ادارہ حکومتِ فرانس کے ذریعے امریکا اور اسرائیل کی تحویل میں آنے

ل کی ہے۔ تم نے صرف جے مورگن اور جیری کو حاصل کیا ۔میں نے تھرمال، مرینا اور برادر کبیر کو تمہاری گرفت میں آنے پہلے چھین لیا ہے۔"

سپرماسٹر کی باتوں میں وزن تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔ ہرارے نے کہا "دیوی جی! یہ درست ہے۔ جیتنے والا ہمیشہ فخر سے اپنے ذخ طاقتوں اور غلام بنے ہوئے افراد کا ذکر کرتا ہے۔ مرینا کے ھ کوئی اور چکر چل گیا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پارس نے ہرارے کے آلہ کار کی بان سے کہا "ہیلو چلیلی... چلیلی..."

دیوی نے چونک کر اپنے آلہ کار کی زبان سے کہا "ارے! یہ تو ادر کبیر ہے۔"

"ہاں! میں ہوں برادر کبیر! تمہارے ساتھ شطرنج کا عالمی ہیمپئن رہتا ہے لیکن اتنی سی بات اس چیمپئن کے ساتھ تم بھی ول گئیں کہ میں کئی بار عارضی موت مرچکا ہوں پھر میرے لیے ارضی بے ہوشی خود پر طاری کرنا کون سی بڑی بات ہوسکتی ہے؟"

دیوی نے حیرانی سے پوچھا "کیا بے ہوشی کی دوا نے تم پر اثر نہیں کیا تھا؟"

"میرے ساتھ لکی سیون جیسی زہریلی لڑکی رہتی ہے۔ زہر کے سامنے بے ہوشی کی دوا کی کیا اہمیت ہوسکتی ہے؟"

سپرماسٹر نے اپنے آلہ کار کے ذریعے کہا "تم خطرناک حد تک مکار ہو۔ ہمیں یہ افسوس نہیں ہے کہ تم مرینا کو ہم سے چھین کر لے گئے۔ تشویش یہ ہے کہ ہمارے مقابلے میں بابا صاحب کے ادارے کو حاصل کرنے کے لیے ایک فریق بن کر آئے ہو۔"

ہرارے نے کہا "مجھے تو یہ بھی چالبازی لگتی ہے۔ بابا صاحب کا ادارہ اور ایم آئی ایم کی تنظیم میں سب ہی مسلمان ہیں پھر مسٹر کبیر کس طرح جنابِ تبریزی کے خلاف محاذ بنائیں گے۔"

پارس نے پوچھا "کیا مسلمانوں کے درمیان جھگڑے فسادات نہیں ہوتے؟ ہماری اور تبریزی صاحب کی پالیسیوں میں بڑے تضادات ہیں۔ ہم نے ابتدا میں ایک دوسرے کی مدد کی لیکن جہاں نظریات اور پالیسیوں میں اختلافات ہوں وہاں دوستی قائم نہیں رہ سکتی۔ میں حکومتِ فرانس کو موقع نہیں دوں گا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے کو اپنی تحویل میں لے۔ اس سے پہلے میں اس ادارے کو ایم آئی ایم کا ہیڈ کوارٹر بنالوں گا۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ تم بے حد مکار ہو لیکن جب میرے، دیوی کے اور بابا صاحب کے ادارے کے تین محاذوں کے خلاف آؤ گے تو ہر محاذ پر تمہاری مکاری کام نہیں آئے گی۔ میری کوشش یہ ہوگی کہ کسی طرح ایک بار تم ہمارے ہاتھ لگ جاؤ پھر دنیا تمہارا اور ایم آئی ایم کا عبرتناک انجام دیکھے گی۔"

پارس نے کہا "دیوی شی تارا! یہ سپرماسٹر نے چیلنج کیا ہے۔ کیا تم بھی مجھے چیلنج کرنا چاہتی ہو؟"

"میں ایک بار نہیں، بار بار تمہیں آزما چکی ہوں اور یہ سمجھ گئی ہوں کہ تمہیں چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ دانائی اسی میں ہے کہ تم سے کترا کر، تم سے دور رہ کر اپنے منصوبوں پر عمل کرنا چاہیے۔"

"اس نئے سپرماسٹر نے مجھے چیلنج کیا ہے مگر میں اس کا کچھ نہیں بگاڑوں گا۔ تمہیں موقع دوں گا۔ کیا تم فرانس کی تینوں افواج کے سربراہوں، انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل اور دوسرے تمام اکابرین سے ملاقات کروگی، جنہیں سپرماسٹر نے خفیہ رہائش گاہوں میں چھپا رکھا ہے؟"

دیوی نے خوش ہوکر پوچھا "کیا یہ سچ کہہ رہا ہے۔ کیا تم سپرماسٹر کے ان تمام فرانسیسی اکابرین تک پہنچا سکتے ہو جنہیں سپرماسٹر نے اپنا تابعدار بنا رکھا ہے؟"

"بے شک میں ہر ایک گھنٹے کے بعد فرانس کے ایک ایک اہم عہدیدار تک تمہیں پہنچاتا رہوں گا۔ ابھی تمہیں یہاں کے آرمی چیف آف اسٹاف کے پاس پہنچا رہا ہوں۔ اس کا پتا ذہن نشین کرو۔"

ہرارے نے کہا "مسٹر کبیر! تم یہ راز کی باتیں سپرماسٹر کی موجودگی میں کررہے ہو۔ یہ تو فوراً ان کی رہائش گاہیں تبدیل کردے گا۔"

"پیارے عالمی چیمپئن! تم یہ بھول رہے ہو کہ میں اور میرے مجاہدین سایہ بن کر کسی کے اندر بھی چلے جاتے ہیں۔ یہ سپرماسٹر فرانس کے جتنے عہدیداروں کو جہاں بھی لے جاکر چھپائے گا، ہم میں سے کوئی بھی مجاہد سایہ بن کر اس کے اندر موجود رہے گا۔"

پارس نے جب فرانس کی آرمی کے چیف آف اسٹاف کا صحیح پتا دیوی کو بتایا تو سپرماسٹر نے غصے سے چیخ کر کہا "نہیں۔ تم نہ بتاؤ۔ مسٹر کبیر! تم دیوی کے نہیں، میرے ساتھی بن جاؤ گے تو میں تمہارے بڑے سے بڑے مطالبات پورے کروں گا۔"

دونوں آلہ کار وین میں بیٹھ کر جارہے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دیوی اور ہرارے اس آرمی چیف آف اسٹاف کی شہ رگ تک پہنچے جارہے تھے۔ پارس نے سپرماسٹر سے کہا "تم میرے مطالبات کیا پورے کروگے۔ اس کے برعکس میں تمہاری خواہش پوری کرسکتا ہوں۔"

"تم نے دیوی کو وہاں بھیج کر میرا بہت بڑا نقصان کیا ہے اور اب میری خواہش پوری کرنے کی بات کررہے ہو۔"

"مجھے نادان بچہ نہ سمجھو۔ دیوی سے پہلے ہی تمہارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس آرمی چیف آف اسٹاف کی حفاظت کے لیے پہنچ گئے ہوں گے۔ اس کے باوجود تمہارا نقصان ہوگا تو میں ابھی وہ نقصان پورا کروں گا۔"

"کیسے کروگے؟"

"دیوی نے جے مورگن اور جیری کو جہاں چھپا رکھا ہے، وہاں تمہیں پہنچادوں گا۔"

"کیا واقعی؟ مگر تم کیسے جانتے ہو کہ....."

وہ کہتے کہتے ذرا رکا پھر بولا "ہاں یاد آیا۔ تم اور تمہارے مجاہدین سایہ بن کر کسی کے بھی اندر سما کر اس کے خفیہ اڈے تک پہنچ جاتے ہیں۔"

"اور اس کا ثبوت یہی ہے کہ میں نے دیوی کو تمہارے ایک روپوش بڑے افسر کے پاس بھیجا ہے اور تمہیں دیوی کے تابعدار جے مورگن اور جیری کے پاس پہنچا سکتا ہوں۔"

"میں ضرور دیوی کے دونوں تابعداروں کو چھین لینا چاہوں گا لیکن تم کوئی خطرناک چال چل رہے ہو۔ جے مورگن اور جیری جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تم بھی حاصل کر کے اپنی قوت میں اضافہ کر سکتے ہو اور حکومتِ فرانس کے تمام اکابرین' جو میرے تابعدار ہیں' انہیں بھی تم چھین سکتے ہو۔ ان کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کو اپنی تحویل میں لے سکتے ہو' جیسا کہ ہم لینے والے ہیں پھر تم اپنی ناکامیابیوں کے تمام مواقع سے خود کو محروم کر کے ہم پر یہ مہربانیاں کیوں کر رہے ہو؟"

"کوئی اپنی غرض کے بغیر کسی پر مہربانیاں نہیں کرتا۔ میرا منصوبہ یہ ہے کہ دو کتے آپس میں لڑتے رہیں۔ مجھے کاٹنے کے لیے نہ آئیں اور میں اپنی منزل تک آرام سے تھکتا ہوا پہنچ جاؤں۔ مثلاً مرینا کے لیے تم اور دیوی لڑتے رہے اور میں نہایت آسانی سے تم دونوں کے درمیان سے اسے نکال کر لے گیا۔ اب تم دونوں فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والوں کو لاکھ یقین دلاؤ کہ مرینا میرے قبضے میں ہے تو وہ کبھی یقین نہیں کریں گے کیونکہ میں نے ابھی تک فرہاد اور ادارے کی کھل کر مخالفت نہیں کی ہے۔ ابھی ہم مسلمانوں کے درمیان محض رنجش ہے' دشمنی نہیں ہے۔"

"میں شروع سے کہتا آ رہا ہوں کہ تم بے حد خطرناک ہو۔ اب پتا چلا کہ ہمارے کاندھوں پر بندوق رکھ کر چلا رہے ہو اور تمہاری ڈھٹائی یہ ہے کہ اپنا یہ منصوبہ بھی ہمیں بتا رہے ہو۔"

"اس لیے بتا رہا ہوں کہ میں جو چاہوں گا' وہی دیوی اور تم کرو گے۔ جیسا کہ دیوی میری مرضی کے مطابق تمہارے تابعدار آرمی چیف آف اسٹاف کے پاس گئی ہے۔ اسی طرح کیا تم دیوی کے بھانجے ہوئے جے مورگن اور جیری کو حاصل نہیں کرو گے؟ اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج کی تعداد نہیں بڑھاؤ گے؟"

سپر ماسٹر کشمکش میں مبتلا ہو گیا۔ دیوی کے قبضے میں جانے والے ان دونوں خیال خوانی کرنے والوں کو حاصل کرنا' اپنی قوت میں اضافہ کرنا اور دیوی کو شکست دینا ضروری تھا۔ وہ جھنجلا کر بولا۔ "کیا تمہاری کھوپڑی میں شیطان کا دماغ ہے۔ تم دیوی کے خیال خوانی کرنے والے قیدیوں کو میرے حوالے کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"تاکہ بابا صاحب کے ادارے والے اور فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ دیکھتے اور سمجھتے رہیں کہ تم اور دیوی ان کے خیال خوانی کرنے والوں کو ایک دوسرے سے چھین جھپٹ رہے ہو۔ انہیں اور تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا کہ تم دو کتوں کی لڑائی کے درمیان سے جے مورگن اور جیری کو میں مرینا کی طرح نکال لے گیا ہوں۔ فرہاد اور ادارے والے تم دونوں کے دشمن ہوں گے۔ میں تو بچا رہ سا ہوں۔ بڑے لوگوں سے مقابلہ کرنے کی جرأت ہی نہیں کر سکتا۔"

"تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟ کیا میں جے مورگن اور جیری کو حاصل کر لوں گا تو تم انہیں مجھ سے چھین کر لے جاؤ گے؟"

"چھیننا جھپٹنا اچھی بات نہیں ہے۔ میں تو بڑی محبت سے انہیں مرینا کی طرح لے جاؤں گا۔"

"تم نے بارہا دیوی کو فریب دیا ہے' اسے بیوقوف بناتے رہے ہو لیکن میں دیوی نہیں ہوں۔ عورت نہیں ہوں اور ایک مرد پر ماسٹر ہوں۔ مجھے جے مورگن اور جیری کا پتا بتاؤ۔ میں دیکھوں گا کہ تم کتنے پانی میں ہو اور کس طرح انہیں مجھ سے چھین کر لے جاؤ گے۔ یہ میرا چیلنج ہے کہ تم سایہ بن کر بھی ان دونوں کے سائے تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

"یہ تمہاری چیلنج کرنے کی عادت بہت خراب ہے۔ اس خرابی سے بچو اور یہ بتاؤ کہ ایک گھنٹے بعد کیسے رابطہ ہو گا۔ میں ٹھیک ایک گھنٹے بعد تمہیں جے مورگن اور جیری کا صحیح پتا بتاؤں گا۔"

"کیا ایک گھنٹے بعد کوئی خاص بات ہے؟"

"تم چاہتے ہو کہ وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے لیے فوراً پیدا ہو جائیں۔ پیدائش میں نو ماہ لگتے ہیں۔ میں تو صرف ایک گھنٹا انتظار کرنے کو کہہ رہا ہوں۔"

"یعنی تم بتانا نہیں چاہتے۔ کوئی بات نہیں۔ ابھی تم جس سپاہی کے دماغ میں رہ کر بول رہے ہو' ایک گھنٹے بعد اس کے اندر ملاقات ہو گی۔"

ان کا یہ خیال خوانی والا رابطہ ختم ہو گیا۔ پارس دماغی طور پر بابا صاحب کے ادارے میں اپنے چھوٹے بھائی کبریا فرہاد اور اعلیٰ بی بی (ثانی) کے پاس حاضر ہو گیا۔ اس نے مرینا کو اپنی والدہ آمنہ کے پاس پہنچا دیا تھا تاکہ آمنہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی شخصیت تبدیل کر دے اور آئندہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اسے ٹریپ نہ کر سکے۔

پارس کے آتے ہی سونیا اپنے بچوں کو اس کے حوالے کر کے ادارے سے باہر چلی گئی۔ پارس اپنی مما سے یہ پہلے طے کر چکا تھا کہ جس طرح وہ مرینا کو ائرپورٹ سے پکڑ کر لایا ہے اسی طرح آمنہ بھی وہ اپنے قیدی بن جانے والے جے مورگن' جیری اور تھرمال کو واپس حاصل کرنے کے لیے مما کے ساتھ خیال خوانی کے ذریعے شریک رہے گی۔

وہ ادارے میں پہنچنے کے بعد بھی دیوی اور سپر ماسٹر سے اب تک گفتگو کرتا رہا تھا۔ کمرے میں اعلیٰ بی بی (ثانی) اور کبریا فرہاد ایسے کھلونوں سے کھیل رہے تھے جو انہیں ذہنی آزمائش کے ساتھ دلچسپیاں بھی فراہم کرتے تھے۔ وہ دونوں' ابھی دو برس دو ماہ کے تھے مگر اتنی سی عمر میں کسی کے بھی سامنے جواباً ایسے بولتے تھے جیسے کمپیوٹر چشمِ زدن میں تحریر کے ذریعے بولتا ہے۔

کبریا نے پارس کی طرف دیکھ کر کہا "بھائی جان آ گئے۔"

اعلیٰ بی بی (ثانی) نے کہا "ایسا بھی کیا آنا کہ آ کر بھی نہیں آتے۔"

کبریا نے کہا "ہاں۔ ادارے میں کتنے ہی انکل اور آنٹی ہیں' جو ایک طرف ٹکٹکی لگائے رہتے ہیں۔ جہاں بیٹھتے ہیں' بیٹھے رہ جاتے ہیں۔ بالکل تصویر جیسے لگتے ہیں۔ ایسی تصویروں کو زندہ کہیں گے یا مردہ؟"

اعلیٰ بی بی (ثانی) نے کہا "میں مردہ نہیں کہہ سکتی ورنہ بھائی جان کو بھی مردہ کہنا پڑے گا۔"

پارس نے اعلیٰ بی بی (ثانی) کا کان پکڑ کر کہا "بلی کہیں کی۔ مردہ کہہ بھی رہی ہے اور کہنے سے انکار بھی کر رہی ہے۔ مما نے کیسے بولنا سکھایا ہے۔ ذرا اور بولو؟"

"بولوں گی تو آپ دوسرا کان بھی پکڑ لیں گے۔"

پارس نے کان چھوڑ کر کہا "اب بولو۔"

اعلیٰ بی بی (ثانی) نے کہا "کبریا! تم بتاؤ' جو مردہ زندہ ہو جائے اسے کیا کہتے ہیں؟"

کبریا نے جواب دیا "ڈریکولا۔ مگر میں بھائی جان کو ہرگز ایسا نہیں کہوں گا۔"

پارس نے دونوں کو کھینچ کر سینے سے لگا لیا پھر مسکراتے ہوئے کہا "مما نے مجھے تم دونوں کی نگرانی اور تربیت کے لیے یہاں چھوڑا ہے۔ میں کیا تربیت دوں گا۔ مجھے ہی تم دونوں سے کچھ سیکھنا ہو گا۔"

"مگر بھائی جان! مما تو بڑے فخر سے کہتی ہیں کہ آپ کو سکھانے والا نہ کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ شاید پیدا ہو گا۔"

پارس نے ان دونوں کو اپنے سے الگ کرتے ہوئے کہا "او گاڈ! میں تم دونوں کی باتوں میں بھول گیا۔ مجھے ابھی مما کے پاس پہنچنا ہے۔"

اعلیٰ بی بی (ثانی) نے پوچھا "یعنی آپ پھر خیال خوانی کریں گے؟"

پارس نے کہا "ہاں بھئی' اب مجھے تصویر کہو یا ڈریکولا' مما کے پاس تو جانا ہی ہو گا۔ کیا تمہیں کوئی پیغام دینا ہے؟"

"جی ہاں۔ مما کو سمجھائیں' اچھی بچیاں رات کو گھر سے باہر نہیں رہتیں۔ لہٰذا جلدی چلی آئیں۔"

"تم پکی اماں جان ہو۔ ٹھیک ہے مما سے کہہ دوں گا۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ جب سے جیری کو بے ہوش کر کے اغوا کیا گیا تھا' تب سے باربرا اس کے دماغ میں جاتی رہتی تھی۔ جب اس پر تنویمی عمل کیا گیا تو باربرا نے اس عمل کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ دیوی نے جیری کو اسی بنگلے میں چھپایا تھا' جہاں جے مورگن کو روپوش رکھا گیا تھا۔

جے مورگن کو ابتدا میں باربرا اور جیری پہچان نہ سکے کیونکہ دیوی نے اس کی آواز' لہجہ اور حلیہ بدل دیا تھا اور اس کا نام جے جافری رکھا تھا۔

باربرا کو تجسس ہوا کہ یہ جے جافری کون ہے۔ وہ کچھ جانا پہچانا سا بھی لگتا تھا۔ حلیہ بدلنے سے فطری عادتیں نہیں بدل جاتیں۔ اس کے اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے کے انداز کے علاوہ یوگا کی خاص مشقیں بھی وہی تھیں جو جے مورگن کیا کرتا تھا۔ باربرا نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو ناکام رہی۔

تب اس نے جیری کے ذریعے ایک چاقو سے اس کے جسم پر خراش لگائی۔ اسے زخمی کیا پھر دماغی توانائی ذرا کمزور ہو گئی تو اس کے خیالات پڑھنے کا موقع مل گیا۔ پتا چلا کہ کسی نے اس پر عمل کیا ہے۔ اسے اپنا نام یاد نہیں آ رہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ اپنی پچھلی زندگی بھی بھول گیا تھا۔

تب انہوں نے اس کا برین واش کیا۔ دوبارہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن سے دشمن عامل کی یہ بات بھلا دی کہ وہ اپنا نام اور اپنی پچھلی زندگی بھول جائے گا۔ اس عمل کے نتیجے میں اسے یاد آ گیا کہ اس کا نام جے مورگن ہے۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں برتری اور بادشاہت بابا صاحب کے ادارے کو حاصل تھی کیونکہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ ایک طویل مدت سے میرے ٹیلی پیتھی کے کارنامے دشمنوں پر دہشت اور دبدبہ طاری کرتے آ رہے تھے پھر آمنہ جناب تیمرزی کے سائے میں رہ کر عبادت و ریاضت کے ذریعے روحانی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کر چکی تھی۔ اگرچہ اس نے دنیا داری چھوڑ کر دن رات عبادت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی تاہم دینِ اسلام میں عبادت گزار حضرات کے لیے دنیا داری بھی لازمی ہوتی ہے۔ جب بھی نیک اور پہنچے ہوئے بندوں کو قدرت کی طرف سے اشارہ ملتا ہے وہ گوشہ نشینی سے نکل کر ضرورت مندوں کے مسائل ضرور حل کرتے ہیں۔

یہی بات مخالفین کو خوفزدہ کرتی تھی کہ کبھی ہمیں بہت زیادہ پیچیدہ اور ناقابلِ حل مسئلہ پیش آئے گا تو آمنہ گوشہ تنہائی سے نکل کر ہمارے مسئلے کو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے حل کرے گی پھر مخالفین کو بہت زیادہ نقصانات برداشت کرنے پڑیں گے۔

ہم دونوں کے علاوہ اس ادارے میں' جو جو' باربرا' ثانی' سلطانہ' شہناز' پروین عرف پارو (پوجا)' مرینا' پربھا رانی (جسے فی الوقت دیوی بنایا گیا تھا) لکی سیون' سلمان' علی' پارس' جے مورگن' جیری' تھرمال' ساجد (سابقہ ایوان راسکا)' ایم آئی ایم کا موجودہ سربراہ ذاکر علی (سابقہ وارنر ویگ) اور ڈی کروسو تھا جسے

ٹانی اور پارس نے پاکستان میں ٹریپ کیا تھا۔ اسے سابقہ تنویمی عمل سے نجات دلا کر آزادی سے زندگی گزارنے کے لیے چھوڑ دیا تھا اور اس سے کہا گیا تھا کہ وہ جس ملک میں یا تنظیم میں دیانتداری اور انسان دوستی دیکھے' اسی کا ساتھ دے۔ اس طرح ڈی کروسو آزاد رہنے کے باوجود جناب تیمرزی سے متاثر تھا۔

ان اعداد و شمار کے مطابق مجھے اور آمنہ کو شامل کرنے کے بعد بابا صاحب کے ادارے میں بیس ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ فی زمانہ یہ تعداد بہت زیادہ تھی اور دشمن کے حواس پر مسلط رہتی تھی۔

اگرچہ مرینا' جے مورگن' جیری اور تھرہال کو ہم سے چھین لیا گیا تھا بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ سونیا نے انہیں چھیننے کا موقع دیا تھا تاکہ جب ہم انہیں واپس حاصل کرلیں تو دشمنوں کو اپنی کھوکھلی قوت' کمزور صلاحیتوں اور ناکام منصوبوں کا شدت سے احساس ہو۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہمارے بعد دیوی شی تارا کا رعب اور دبدبہ تھا۔ اگرچہ وہ تنہا تھی لیکن پچھلے دنوں اس نے آتما شکتی کے ذریعے یوگا کے ماہرین کے دماغوں میں پہنچ کر تمام امریکی اور اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تابعدار بنالیا تھا۔ سابقہ سپرماسٹر اعلیٰ فوجی افسران کے دماغوں پر غالب آکر ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے بھارتی جوانوں کو یکے بعد دیگرے ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے لگی تھی لیکن آج تک کسی نے اتنے مچھر نہیں مارے ہوں گے' جتنے کہ پارس نے اس کے بھارتی خیال خوانی کرنے والوں کو ہلاک کیا تھا۔ اس کے بعد لکی سیون نے باقی ماندہ بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر جاکر اپنے اندر کا زہر اگل دیا تھا۔

ایسی اموات کے بعد دیوی نے پھر کوئی نیا بھارتی خیال خوانی کرنے والا پیدا کرنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ ان کی جگہ امریکی اور یہودی خیال خوانی کرنے والوں کو اپنا محکوم بنالیا تھا۔ وہ محکوم بننے والے بھی کتنی ہی مہمات میں ٹانی' علی اور پارس کے ہاتھوں مارے گئے۔ اب دیوی کے پاس ایک زبردست شاطر مائیک ہرارے تھا۔ اس کے علاوہ اسرائیل میں اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تابعدار الپا' رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن رہ گئے تھے۔ یعنی اس کے پاس چار عدد محکوم خیال خوانی کرنے والے تھے۔

اور چار عدد امریکا میں بھی تھے۔ پہلا سپرماسٹر اے لالاس' دوسرا بڑی فوج کا جنرل اسٹیل برد کس' تیسرا تجربہ کار ایڈمرل ٹیری ٹیلر اور چوتھا فضائیہ کا ری ریز اس کے بعد سپرماسٹر نے اپنے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے مشورے سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ آئندہ مشین کے ذریعے کسی کو ٹیلی پیتھی نہیں سکھائی جائے گی بلکہ اس منصوبے پر عمل کیا جائے گا کہ اب تک جتنے خیال خوانی کرنے والے مشین کے ذریعے یہ علم سیکھ کر پرائے ہوگئے ہیں اور دشمنوں کی گرفت میں چلے گئے ہیں انہیں ٹریپ کرکے ان پر تنویمی عمل کرکے' امریکا اور امریکی فوج کا خدمت گار بنایا جائے گا۔

انہوں نے اس منصوبے پر عمل کرنے کی ابتدا مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کمزور بنا کر کی تھی۔ پہلے مرینا کو ٹریپ کیا پھر جیری کو پھانسنا چاہتے تھے لیکن دیوی اسے اور جے مورگن کو لے اڑی۔ ان کے بعد ایک تھرہال ایسا تھا جسے انہوں نے حاصل کرلیا تھا پھر اسے اس خفیہ رہائش گاہ میں پہنچا دیا تھا' جہاں فرانس کے آرمی چیف آف اسٹاف نے روپوشی اختیار کی تھی۔ فضائی اور بحری فوج کے معمول اور تابعدار سربراہ بھی آس پاس کے بنگلوں میں روپوش رہ کر اپنے ملکی فرائض انجام دے رہے تھے۔ ان فرائض میں سپرماسٹر کے احکامات کی ادائیگی بھی شامل تھی۔ انہوں نے اس کے ہی حکم کے مطابق بابا صاحب کے ادارے کے خلاف نوٹس جاری کیا اور اس پر فرانس کے حاکم اعلیٰ کے دستخط کرا کے حکومت کی مہر بھی لگوائی تھی۔

انہی تین بنگلوں میں سے ایک بنگلے میں تھرہال کو پہنچا کر پہلے تنویمی عمل سے برین واشنگ کی تھی تاکہ وہ بابا صاحب کے ادارے کی خوبیوں اور اس ادارے سے اپنی وفاداری کو بھول جائے۔

دوسری بار سپرماسٹر نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ اس عمل کے دوران کہا۔ "یاد کرو۔ تم ایک امریکی ہو۔ تمہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر اس لیے ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا گیا تھا کہ تم اپنے ملک اور قوم کی بہتری کے لیے خدمات انجام دو۔"

تھرہال نے کہا "ہاں' مجھے سب کچھ یاد آرہا ہے۔ پتا نہیں میں کس غلطی کے نتیجے میں فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے فریب میں آگیا اور ان کی طرح بابا صاحب کے ادارے کا وفادار بن گیا۔ لیکن اب ایسا نہیں ہوگا۔ میں اپنے ملک امریکا چلا جاؤں گا۔"

سپرماسٹر خوش تھا۔ تھرہال پر اس کا عمل کامیاب ہو رہا تھا۔ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن چکا تھا جب کہ درپردہ وہ جو اس عمل کی راہ میں دیوار بنی ہوئی تھی۔ پہلے بھی جب اس کی برین واشنگ ہو رہی تھی اور اب بھی جب اسے تابعدار بنایا جا رہا تھا تو وہ سپرماسٹر کی دانست میں اسے کامیاب ہونے دے رہی تھی لیکن تھرہال کو تنویمی عمل سے متاثر نہیں ہونے دے رہی تھی۔ تھرہال بھی بھرپور اداکاری سے سپرماسٹر کا غلام بنا رہا اور سمجھتا رہا کہ اپنے ملک کے اکابرین اور بابا صاحب کے ادارے میں یہ زمین آسمان کا فرق ہے کہ اس ادارے میں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو غلام نہیں بنایا جاتا۔ سپرماسٹر اس کے دماغ کو قابو میں کر رہا تھا جب کہ وہ اپنا دل ادارے کو دے چکا تھا۔

سپرماسٹر روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والا بن چکا تھا۔ وہ زبردست صلاحیتیں رکھنے کے بعد کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی خیال خوانی اور تنویمی عمل کے سلسلے میں دھوکا دے سکتا ہے۔ آدمی یہ یقین کرلے کہ وہ کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا تو اسے خوش فہمی کہتے ہیں۔

مائیک ہرارے نے ایک بار دیوی کو یہ اہم نکتہ سمجھایا تھا کہ انسان کی سب سے بڑی دشمن خوش فہمی ہے۔ یہ بڑے سے بڑے ذہانت اور بااختیار شخص کو اچانک ڈبو دیتی ہے۔ سپرماسٹر بھی کم ذہانت آئی۔ اس کی خوش فہمی کے باعث سونیا کو جو جو کے ذریعے معلوم ہوگیا کہ تھرہال کو جہاں چھپایا گیا ہے' اس کے اطراف فرانسیسی افواج کے تینوں سربراہ الگ الگ بنگلوں میں قیام کررہے ہیں۔

جب پارس امریکا سے آرہا تھا تب ہی طیارے میں سفر کے دوران اس نے سونیا سے رابطہ کیا تھا۔ وہاں کے حالات معلوم کیے تھے پھر پوچھا تھا "مما! کیا میرے وہاں پہنچنے کے بعد ہی آپ ادارے سے نکل کر ان تینوں فوجی سربراہوں کی گردنیں دبوچنے جائیں گی؟"

سونیا نے کہا "پہلے یہاں تمہارا پہنچنا ضروری ہے۔ میں سوچ رہی ہوں' جب تھرہال کے ذریعے فرانس کی تینوں افواج کے سربراہوں کا پتا چل چکا ہے تو پھر وہاں کسی دوسرے وقت بھی پہنچا جاسکتا ہے۔"

"دوسرے وقت؟ یعنی آپ عجلت سے کام لینا نہیں چاہتیں یا اور کوئی وجہ ہے؟"

"ان فوجی سربراہوں کے بعد اٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کی اہمیت ہے۔ میں فوجی سربراہوں تک پہنچوں گی تو سپرماسٹر محتاط ہوجائے گا۔ ڈائریکٹر جنرل کو روپوشی کے لیے کسی دوسری جگہ منتقل کردے گا۔"

"جی ہاں۔ وہ ضرور ایسا کرے گا۔ ہمیں ان کے خلاف قدم اٹھانے سے پہلے ڈائریکٹر جنرل کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا بھی معلوم کرلینا چاہیے۔"

"ہر انسان میں کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے۔ ہمیں اس کے خاص ماتحت کے ذریعے کچھ معلوم ہوسکتا ہے۔ باربرا ایک بار ضرورت کے تحت اس کے دماغ میں گئی تھی مگر پوری طرح اس کے خیالات نہیں پڑھے تھے۔ تم اور باربرا اس کے پاس جاؤ اور کچھ سراغ لگاؤ۔"

جو خاص ماتحت ہوا کرتے ہیں' وہ اپنے اعلیٰ افسران کے بہت سے دفتری رازوں اور ان کی ذاتی کمزوریوں سے واقف ہوتے ہیں۔ سونیا نے صحیح سمت دکھائی تھی۔ پارس نے باربرا کے پاس آکر اس کے ساتھ ماتحت کے اندر جگہ بنائی پھر وہ دونوں اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ پہلے انہوں نے ماتحت کی زندگی کے متعلق بات چھیڑی تو ماتحت کی سوچ بتانے لگی۔

یوں تو اس کی ذاتی زندگی کے متعلق بہت کچھ معلوم ہوا لیکن ایک خاص بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ ڈائریکٹر جنرل کی سفارش پر اٹیلی جنس کے شعبے میں آیا تھا۔ اس کا اعلیٰ افسر اس پر بڑا مہربان تھا۔ مہربانی کی وجہ اس کی حسین اور جوان بہن تھی۔ وہ تقریباً بیس برس کی ہوگی اور ڈائریکٹر جنرل کی عمر اتنی تھی کہ آدھی صدی گزارنے والا تھا۔ اگر وہ ماتحت کی بہن ریٹا سے شادی کی درخواست کرتا تو وہ ایک بوڑھے کو گھاس نہ ڈالتی۔

اس لیے اس نے ریٹا کے بھائی کو زینہ بنایا تھا اور اسے اپنے شعبے میں ترقیاں دے رہا تھا۔ ماتحت نے ایک دن کہا "میں جانتا ہوں آپ میری بہن میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں لیکن اس سے شادی کی بات نہیں کررہے ہیں۔"

"تم میری عادت جانتے ہو۔ میں اپنی ذات کو کبھی کمتر نہیں ہونے دیتا۔ اگر ریٹا نے شادی سے انکار کیا تو میں اپنی توہین برداشت نہیں کروں گا۔"

"پھر آپ مجھے اپنے اس شعبے سے دھکے دے کر نکال دیں گے۔ توہین کرنے والی ریٹا کو بھی کسی ایسے پیچیدہ جرم میں ملوث کریں گے کہ ہم بہن بھائی گھر کے رہیں گے' نہ گھاٹ کے۔"

"ہوسکتا ہے۔ میں انسان ہوں۔ انتقامی کارروائی کرسکتا ہوں لیکن ریٹا کی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا اسی لیے اب تک نہ شادی کی بات چھیڑی ہے اور نہ ہی اس کا انکار سننے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

ماتحت نے مسکرا کر کہا "میں اور ریٹا اکثر آپ کا ذکر کرتے ہیں اور اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کسی دن آپ اس سے شادی کی بات چھیڑیں گے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے خوش ہو کر کہا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ ریٹا میرے لیے راضی ہے؟"

"آگے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ جو کہنا ہے ریٹا کہے گی۔ بشرطیکہ پہلے آپ شادی کی بات چھیڑیں۔"

اس نے اسی شام ریٹا سے ملاقات کی اور اسے اپنے لیے پروپوز کیا۔ وہ بڑے ناز و انداز سے بولی "جائیے میں آپ سے نہیں بولتی۔ آپ نے میرے دل کی بات کہنے میں دو برس لگادیے۔"

"وہ..... وہ دراصل بات یہ ہے کہ تمہیں دیکھ دیکھ کر اپنی عمر کا حساب کرنے لگتا تھا۔"

"اور میں نے جوان ہوتے ہی فیصلہ کرلیا تھا کہ کسی بہت ہی تجربہ کار عمر والے سے شادی کروں گی۔ ایک بوڑھا شوہر اپنی جوان بیوی کا جس قدر دیوانہ رہے گا اتنے دیوانے نوجوان نہیں ہوتے۔ وہ آج ادھر کل ادھر منہ مارتے رہتے ہیں۔"

"واہ! تم نے کیا سچی اور کھری بات کی ہے۔ میرا دل جیت لیا ہے۔"

ریٹا نے واقعی دل جیت لیا تھا۔ پیرس کی رنگین راتوں میں بہت سے جوانمرد مل جاتے ہیں گمرہن گزارنے کے لیے ایک اعلیٰ سرکاری عہدیدار جس کی اندھی کمائی کا کوئی حساب نہ ہو' ایسا دولت مند اور وی آئی پی دیوانہ ریٹا کو مل گیا تھا۔

اس حد تک ماتحت کے چور خیالات پڑھنے کے بعد باربرا نے پارس سے کہا "ریٹا ڈائریکٹر جنرل کی بیوی بن گئی ہے۔ ہم اس کے

ثا، دماغ سے بہت کچھ معلوم کرسکتے ہیں۔"

پیرس میں بابا صاحب کے ادارے میں کئی جاسوس تھے۔ پارس نے ایک جاسوس سے کہا "ڈائریکٹر جنرل کے ماتحت کی رہائش گاہ میں جاؤ۔ وہ ماتحت تمہیں ایک فیملی البم دکھائے گا۔ اس میں رینا کی جنسی بڑی تصویریں اور کلوز اپ ہوں گے انہیں بابا صاحب کے ادارے میں باربرا کے پاس پہنچا دینا۔"

پھر پارس نے باربرا سے کہا "ہمارا ایک جاسوس ماتحت کے پاس جارہا ہے۔ وہاں سے رینا کی تصویریں لاکر تمہیں دے گا۔ تم تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر رینا کے اندر پہنچو گی اور مجھے بھی پہنچاؤ گی۔"

باربرا نے مسکرا کر کہا "میں پہلی بار تمہیں بڑی سنجیدگی سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھ رہی ہوں اور اس کی وجہ بھی خوب جانتی ہوں۔"

"ذرا میں بھی تو سنوں کہ تم نے میری نفسیات کو کہاں تک پڑھا ہے؟"

"خوب پڑھا ہے۔ اس وقت تم مما کے ماتحت بن کر کام کررہے ہو۔ اگر ذرا بھی شرارت کروگے تو تمہاری کھنچائی ہوگی۔"

پارس نے کہا "اسے کہتے ہیں آنبل مجھے مار۔ میں تمہیں چھیڑنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ یہ طیارہ اب پیرس پہنچنے والا ہے۔ مجھے یہاں دماغی طور پر حاضر رہنا ہوگا مگر تمہیں تو کھجلی ہورہی ہے۔ چلو تھوڑا سا کھجا ہی دیتا ہوں۔"

"اے خبردار! کوئی الٹی سیدھی بات نہ کہنا ورنہ مما سے شکایت کردوں گی کہ یہ شیطان کام نہیں کررہا ہے صرف چھیڑ چھاڑ کررہا ہے۔"

"تم لڑکیاں عجیب ہوتی ہو۔ چھیڑو تو نازو انداز سے غصہ دکھاتی ہو اور نہ چھیڑو تو بے چین ہوکر سوچتی ہو کہ حسن و جمال میں کیا کمی رہ گئی ہے کہ دیکھنے والا نظرانداز کررہا ہے۔ ویسے مجھے ایک بات کی خوشی ہے۔"

"بات کیوں ادھوری چھوڑ دی؟ بتاؤ کس بات کی خوشی ہے؟"

"یہی کہ اب تم خود کو لڑکی سمجھنے لگی ہو ورنہ آپریشن کے بعد خود کو لڑکا ہی کہتی رہتی تھیں۔ خوشی یہ بھی ہے کہ خود کو لڑکی تسلیم کرنے کے بعد چھیڑنے کا موقع پہلے مجھے دے رہی ہو۔"

"آگئے اپنی بدمعاشی پر۔ لفنگے کہیں کے۔ چلو بھاگو یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ پارس دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہوگیا۔ باربرا رینا کی تصویر حاصل کرنے کے بعد اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ معلوم ہوا شادی کے بعد ڈائریکٹر جنرل رینا کا اور زیادہ دیوانہ ہوگیا۔ یوں بھی وہ بوڑھے عاشقوں کو دیوانہ بنا کر رکھنا جانتی تھی۔

جب پارس نے ڈائریکٹر جنرل کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر روپوشی کی زندگی گزارنے کا پابند بنادیا تب بھی دیوانگی کا یہ عالم تھا کہ وہ پارس سے التجائیں کرتا تھا۔ کہتا تھا "میں تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ بس میری رینا کو مجھ سے ملادو۔"

پارس نے اس کی دیوانگی اور بے چینی دیکھ کر رینا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس پر تنویمی عمل کیا اور اہم باتیں دماغ میں نقش کردیں کہ وہ جس بنگلے میں ڈائریکٹر جنرل کے ساتھ رہے گی اس بنگلے سے باہر نہیں جائے گی، بالکونی اور کھڑکیوں سے باہر کے مناظر دیکھے گی تو سمجھ نہیں پائے گی کہ وہ پیرس کے کس علاقے میں ہے اور اہم بات یہ کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گی۔ کسی بھی پرائی سوچ کو چند سیکنڈ کے لیے بھی اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔

اس طرح رینا کو پابند بنانے کے بعد اسے ڈائریکٹر جنرل کے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔ اب وہ اس بوڑھے کے ساتھ رہنے لگی تھی۔ پیرس کے نائٹ کلبوں میں جانا چاہتی تھی مگر لاشعوری طور پر اسے تنویمی عمل روکتا تھا۔

وہ باربرا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرسکتی تھی لیکن باربرا نے جیری کے ذریعے فرانس کی تینوں افواج کے سربراہوں کے اندر پہنچ کر سپرماسٹر کے لب و لہجے کو سنا تھا۔ وہ اسی لب و لہجے کے ذریعے رینا کے اندر پہنچی تھی پھر سپرماسٹر کے اسی مخصوص لب و لہجے کو اختیار کرکے اس کے اندر بھی پہنچ گئی تھی..... اب جنسی منزلیں تھیں وہ سونیا کے قریب آگئی تھیں مگر ابھی سوچنے سمجھنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ یہ تو ایک آسان سی بات ہوتی کہ وہ اپنے ایک ایک مخالف کے پاس پہنچ کر ان کی گردنیں توڑ دیتی لیکن سپرماسٹر اس ڈائریکٹر جنرل اور فوجی افسروں کی موت کے بعد دوسرے افسران اور سرکاری اعلیٰ عہدیداران کو اپنا تابعدار بنا کرلے آتا۔ دیوی بھی یہی کھیل کھیلتی۔ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کئی محاذوں سے بدستور حملے ہوتے رہتے۔

سپرماسٹر ادارے کو حکومتِ فرانس کی تحویل میں پہنچا کر یہودیوں کے لیے وہاں کا دروازہ کھولنا چاہتا تھا اور دیوی ہندو طلباء طالبات کے وہاں داخلے کے لیے راستے ہموار کرنا چاہتی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ایسی جرأت پہلے کسی نے نہیں کی تھی۔ اب جرأت کی جارہی تھی تو سونیا اپنے اس ادارے کو مخالفین کے لیے لوہے کا چنا بنادینا چاہتی تھی۔

ان ماں بیٹے نے یعنی سونیا اور پارس نے منصوبہ بنایا کہ الٹی چال چلی جائے۔ دیوی اور سپرماسٹر نے ادارے کے خلاف اپنے اپنے طور پر محاذ قائم کیے ہیں لہٰذا ان دو کے علاوہ تیسرا محاذ بھی قائم کیا جائے۔ پارس اپنے ہی ادارے کے خلاف برادر کبیر بن کر بابا صاحب کے ادارے کو ایم آئی ایم کا ہیڈ کوارٹر بنانے کا پیشکش کرے۔ اب ایک ادارے کے لیے لڑائی دو طرفہ نہ ہو، سہ طرفہ ہو۔

پارس اب یہی کررہا تھا۔ اسے اتفاق سے ایئرپورٹ پر مرینا مل گئی تھی۔ اسے بھی حاصل کرنے کے لیے دیوی اور سپرماسٹر میں ٹھن گئی تھی۔ ان دونوں کی لڑائیوں سے فائدہ اٹھا کر اس نے مرینا کو علاج اور برین واشنگ کے لیے ادارے میں پہنچا دیا تھا۔

ایسا کرنے کے بعد اس نے صاف طور سے اعلان کردیا تھا کہ وہ اسی طرح ان دونوں کی لڑائیوں سے فائدہ اٹھاتا رہے گا اور جلد ہی ایک دن بابا صاحب کے ادارے کو ایم آئی ایم کا ہیڈ کوارٹر بنائے گا۔ اس سلسلے میں دیوی اور سپرماسٹر دونوں ہی اس کے کام آتے رہیں گے۔ اس نے دیوی کو بتایا تھا کہ تھرمال اور تینوں فوجی افسران کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ اسی طرح اس نے سپرماسٹر سے بھی کہا تھا کہ جے مورگن اور جیری کو دیوی نے جہاں چھپا کر رکھا ہے، وہاں کا پتا وہ سپرماسٹر کو بتائے گا۔

برادر کبیر کے اس طریقہ کار سے سپرماسٹر پریشان ہوگیا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ برادر کبیر خود جے مورگن اور جیری کو حاصل کرے گا اور اس سلسلے میں سپرماسٹر پر یہ الزام عائد کرے گا کہ دیوی اس کے تابعداروں کو چھین لینے گئی ہے اور ادھر جے مورگن اور جیری کو دیوی کی قید سے اپنی قید میں لے آیا ہے۔

پارس کے بتائے ہوئے پتے پر دیوی ان فوجی روپوش افسران کی طرف گئی۔ سپرماسٹر کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے فوجیوں نے بھی پارس کی یہ بات سنی تھی۔ انہوں نے اپنے فوجی افسروں کو حفاظت کے لیے ایک پولیس افسر اور چار سپاہیوں کو آرمی چیف آف اسٹاف کے بنگلے کی طرف روانہ کردیا۔ وہ رہائش گاہیں جو خفیہ رکھی گئی تھیں اب میدان جنگ بننے والی تھیں۔

سونیا نے پارس سے کہا "تھرمال کو واپس لانے میں زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا لگے گا۔ اس کے بعد تم سپرماسٹر کو جے مورگن اور جیری کی رہائش گاہ کا پتا بتاؤ گے۔"

ماں کی ہدایت کے مطابق بیٹے نے سپرماسٹر سے یہی وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک گھنٹے بعد اس کے آلۂ کار سپاہی کے دماغ میں آکر اسے دیوی کے اس خفیہ بنگلے کا پتا بتائے گا، جہاں سے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن اور جیری کو حاصل کرسکے گا۔

دیوی اور مائیک ہرارے اپنے دو آلۂ کاروں کو اس خفیہ بنگلے کی طرف لے گئے۔ انہیں زیادہ اعلیٰ کارکردگی کی ضرورت نہیں تھی۔ انہوں نے سوچا تھا، وہاں پہنچتے ہی آرمی کے چیف آف اسٹاف اور تھرمال کو زخمی کریں گے اور فوراً ہی دوسرے اعلیٰ فوجی افسران کا بھی ان کے ذریعے سراغ لگالیں گے۔

سپرماسٹر اور اس کے تینوں فوجیوں کی طرف سے جو پولیس والے چلے تھے وہ دیوی کے آلۂ کاروں سے پہلے اس بنگلے میں پہنچ گئے۔ جب وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے تو وہاں ایک آرام دہ صوفے پر سونیا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا لب ولہجہ اور حلیہ بدلا ہوا تھا۔ پولیس انسپکٹر نے پوچھا "تم کون ہو؟ یہاں تو کوئی عورت نہیں

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سچی کہانیاں

مرزا احمد بیگ کی یادداشتیں

ریٹائرڈ ڈی ایس پی ایک صفحیات کی ڈائری

شیطان صفت

دستِ انتقام

سبز قدم

اسیرِ ہوس

قانونی پیچیدگیاں، عدالتی کارروائی کے اہم رموز و نکات

زن، زر اور زمین کے تنازعوں سے جنم لینے والے مقدمات

ایک ریٹائرڈ ڈی ایس پی کی پیشہ ورانہ زندگی کے پے چیدہ کیسوں کی روداد

جرم و سزا کی وہ کہانیاں جو انسانی حرص و ہوس کا آئینہ ہیں

قیمت فی کتاب ۔ ۱۹۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۶ روپے۔ چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز ❁ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۰۔ رمضان چیمبرز

نزد وہ فقرا خبار جنگ، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی ۔ ۴۲۰۱

رہتی ہے؟"

سونیا نے کہا "تمہارے دماغ کے اندر جو ٹیلی پیتھی جاننے والا بول رہا ہے' وہ جانتا ہے کہ یہاں دیوی جی پہنچی ہوئی ہیں اور ان لمحات میں وہ میرے اندر موجود ہیں۔"

"اچھا تو دیوی تمہارے اندر ہے۔ اس سے کہو' وہ مجھے اور میرے سپاہیوں کو نقصان پہنچا کر بھی ہماری فوج کے اعلیٰ افسران تک نہیں پہنچ سکے گی کیونکہ ہمارے اندر بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک گولی چلی۔ انسپکٹر سینہ تھام کر چیخ مار کر فرش پر گرا۔ ابھی اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اس کے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ انہیں دیوی نقصان نہیں پہنچا سکے گی لیکن دیوی کے آلۂ کار نے بنگلے کے باہر کھڑکی سے فائر کر کے اسے جانی نقصان پہنچا دیا۔

ایک سپاہی چھلانگ لگا کر سوئچ بورڈ کے پاس پہنچا۔ اس نے سوئچ کے دو بٹن آف کیے۔ تیسرا بٹن آف کرتے ہوئے اسے بھی ایک گولی لگی۔ اس نے مرتے مرتے بھی ڈرائنگ روم میں تاریکی کر دی۔ سونیا فائرنگ کی سمت کا اندازہ کرتے ہی صوفے کے نیچے لیٹ گئی تھی تاکہ دو فریقوں کے درمیان چلنے والی گولیوں سے محفوظ رہ سکے۔ وہاں تاریکی میں تین سپاہی تھے۔ ان کی راہنمائی سپرماسٹر کا ساتھی ٹیلی پیتھی جاننے والا فوجی افسر اسٹیل بروکس کر رہا تھا۔ اس نے دو سپاہیوں کو تاریکی میں رینگتے ہوئے برآمدے میں جانے کا حکم دیا۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ باہر ایک بلب کی روشنی تھی۔ دور ایک شخص نظر آیا۔ وہ پوزیشن بدلنے کے لیے ایک جگہ سے دوڑتا ہوا جا رہا تھا۔ سپاہی نے اسے گولی ماردی۔ وہ دیوی کا آلۂ کار تھا۔ دوسرے آلۂ کار نے اس سپاہی کو گولی سے اڑا دیا۔

بنگلے کے باہر دونوں پارٹیوں کے ایک ایک بندے رہ گئے تھے۔ وہ پوزیشن بدل بدل کر فائرنگ کرنے لگے۔ کسی ایک کو تو مرنا تھا۔ آخر دیوی کا آلۂ کار زندہ رہا۔ سپاہی ہلاک ہوگیا۔ وہ آلۂ کار دیوار سے لگ کر اندھیرے میں چھپتا ہوا بنگلے کی ایک کھڑکی کی طرف جانے لگا۔ کھڑکی کے پیچھے ایک سپاہی تھا۔ وہ اسٹیل بروکس کا آخری آلۂ کار سپاہی تھا۔ اس نے کھڑکی کے باہر اندازے سے گولی چلائی پھر تاریک کمرے میں فوراً ہی جگہ بدلتے وقت سائڈ ٹیبل سے ٹکرایا اور ٹکراتے ہی اچھل کر فرش پر اوندھے منہ گرا۔ جہاں وہ گرا' وہاں سونیا فرش پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے دونوں ٹانگوں سے سپاہی کی گردن دبوچ لی۔

اسٹیل بروکس نے سپاہی کے دماغ میں کہا "یہ وہی دیوی کی آلۂ کار ہے۔ اسے گولی مار دو۔"

گولی کیسے مارتا؟ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹا جا رہا تھا۔ گردن دونوں ٹانگوں کے درمیان ایسی سختی سے پھنسی ہوئی تھی کہ سانس رک رہی تھی۔ سانس رکنے سے خیال خوانی کرنے والے

آپ ہی آپ دماغ سے نکل آتے ہیں۔ اسٹیل بروکس بھی نکل آیا۔ پریشان ہو کر بڑبڑایا "یہ کیا ہوگیا۔ میرے تمام آلۂ کار مارے گئے۔ مجھے چیف آف آرمی اسٹاف کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔"

اس نے آرمی چیف کے اندر پہنچنا چاہا مگر وہاں پہلے سے کوئی موجود تھا۔ اس نے راستہ روک دیا۔ آرمی کا وہ اعلیٰ افسر وگا گا باہر نہیں تھا۔ حیرانی کی بات تھی کہ وہ سانس روکے ہوئے تھا۔

دراصل پارس اس کے اندر سما گیا تھا۔ اس کی سانسیں مسلسل روکنے کے باوجود ٹھہر ٹھہر کر بہت ہولے ہولے اسے سانس لینے کا موقع دے رہا تھا۔ ایسے طریقۂ کار کے دوران کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا دماغ میں نہیں آسکتا تھا۔ اگر آتا تو دو سیکنڈ بعد سانس روکنے کے باعث باہر نکل جاتا اور کسی بھی دو سیکنڈ میں اسٹیل بروکس اس کے اندر رہ کر اس کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی یہ معلوم کر سکتا تھا کہ آرمی چیف کس حالت میں ہے؟

وہ اس حالت میں تھا کہ ایک کرسی پر بیٹھا بابا صاحب کے ادارے کے خلاف پھر ایک نوٹس لکھ رہا تھا۔ نوٹس کا خلاصہ یہ تھا "پہلے جو نوٹس جاری کیا گیا تھا' وہ امریکی سپرماسٹر کی مرضی کے مطابق تھا۔ یہ ہمارے دماغوں پر مسلط ہو کر بابا صاحب کے ادارے پر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے لیکن یہ دوسرا نوٹس فائنل ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم پورے ہوش و حواس کے ساتھ لکھ رہے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کو آج سے ایک ہفتے بعد دیوی شی تارا کے حوالے کر دیا جائے گا۔ سپرماسٹر کے علم میں یہ تبدیلی آنی چاہیے۔ اس دوسرے نوٹس کو ابھی اس کے نام امریکا فیکس کیا جا رہا ہے۔"

وہاں تھرہال بھی موجود تھا۔ دوسرا نوٹس مکمل کرنے کے بعد تھرہال اسے پچھلے دروازے سے باہر دوسرے بنگلے میں لے گیا۔ وہاں دوسرے۔ بحری فوج کے اعلیٰ افسر نے اس نوٹس پر اپنے تائیدی دستخط کیے۔ دستخط کرنے کے سلسلے میں اس لیے حیل وحجت نہیں کی کہ پارس اس کے دماغ پر مسلط ہوگیا تھا۔ اسی طرح انہوں نے تیسرے بنگلے میں فضائیہ کے اعلیٰ افسر سے دستخط لے لیے۔

دیوی اور مائیک ہرارے کا ایک آلۂ کار ابھی زندہ تھا۔ دیوی اس آلۂ کار کے ذریعے آرمی کے تینوں اعلیٰ افسران کی آواز سن کر ان کے اندر پہنچ سکتی تھی۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ آلۂ کار بنگلے میں داخل ہوتا لیکن دیوی اور ہرارے کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ تاریک ڈرائنگ روم میں کوئی عورت ہے' جو خود کو دیوی کی آلۂ کار کہتی ہے۔ دیوی نے سونیا کے اندر جانا چاہا تو پتا چلا سونیا پرائے لب ولہجے میں بول رہی ہے۔ لہٰذا اس کے دماغ میں دیوی نہیں پہنچ سکے گی۔

اس آلۂ کار نے بنگلے کے اندر جانے کے لیے پہلی منزل کا انتخاب کیا اور ایک پائپ کے ذریعے چڑھتے ہوئے پہلی منزل کی ایک کھڑکی تک پہنچا پھر کمرے کے اندر جانے کے لیے کھڑکی سے سر جھکا کر گزرنا چاہا۔ اسی وقت اس کی گردن سونیا کے بنگلے میں آگئی۔ اس نے آلۂ کار کی پیشانی کو کھڑکی کی چوکھٹ پر دے مارا۔ پہلی ہی ٹکر ایسی تھی کہ آنکھوں کے سامنے رات کو سورج چمکنے لگا۔ سر چکرا گیا۔ پیشانی لہولہان ہوگئی۔ دوسری ٹکر میں چوکھٹ کی مضبوط لکڑی سے پیشانی آدھی کٹ گئی۔ تیسری ٹکر کے بعد دیدے پھیل گئے۔ سانس رک گئی۔ سونیا نے اس کی گردن چھوڑی تو وہ پیچھے کی طرف پہلی منزل کی بلندی سے اوندھے منہ زمین پر گر گیا۔ اب وہ اٹھ نہیں سکتا تھا۔ چار کاندھے ہی اسے اٹھا سکتے تھے۔

دیوی اس کے مردہ دماغ سے نکل کر ہرارے کے پاس آئی پھر کہا "ہم منزل پر پہنچ کر ناکام ہو رہے ہیں۔ وہاں ہمارا کوئی تیسرا آلۂ کار نہیں ہے۔ فوراً اپنے دو چار آلۂ کاروں کو بھیجو۔ پتا نہیں بنگلے کے اندر وہ کون سی بلا تھی جو خود کو میری آلۂ کار کہتی رہی اور اس چڑیل نے میرے آخری آلۂ کار کو مار ڈالا۔"

مائیک ہرارے نے کہا "میں جلد سے جلد آلۂ کاروں کو بلا رہا ہوں لیکن آپ یہ سمجھ لیں کہ جتنی بھی جلدی کی جائے گی' اتنا فاصلہ طے کر کے آنے تک آدھا گھنٹا ضرور لگے گا اور اتنی دیر میں سپرماسٹر تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کو کسی دوسری خفیہ رہائش گاہ میں پہنچا دے گا پھر بھی میں کوشش کر رہا ہوں۔"

وہ اپنے مزید چار آلۂ کاروں کے دماغوں میں جا کر انہیں آرمی چیف کے بنگلے کا پتا بتا کر فوراً وہاں پہنچنے کا حکم دینے لگا۔ اس بنگلے میں کھیل تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ سونیا نے تھرہال سے کہا "وہ دوسرا نوٹس یہاں کے حاکمِ اعلیٰ کے پاس لے جاؤ اور اس پر اس کے بھی دستخط لے کر حکومت کی مہر لگوالو پھر اسے امریکا سپرماسٹر کے نام فیکس کرو۔ اپنے ساتھ باربرا کو لے جاؤ۔ پارس میرے ساتھ رہے گا۔"

پھر اس نے پارس سے پوچھا "ہاں تو تم نے کیا کیا ہے؟"

وہ ادارے میں تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے رابطہ قائم تھا۔ اس نے کہا "میں نے ادارے کے ایک جاسوس کو وہ غیر معمولی گولی کھلا کر آرمی چیف کے اندر پہنچا دیا ہے۔ فرانس کے ان تینوں اعلیٰ فوجی افسران کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ آئندہ سپرماسٹر دوبارہ ان تینوں کے لب ولہجے اور شخصیت کو بدل کر کسی دوسری جگہ روپوش رکھے گا تو ہمارے جاسوس کا سایہ اس دوسری خفیہ جگہ تک ہمیں پہنچا دے گا۔"

وہ بولی "ٹھیک ہے۔ میں جے مورگن اور جیری کے پاس جا رہی ہوں۔ سپرماسٹر کو ان کا پتا بتا دو۔"

سپرماسٹر سے طے کیا ہوا ایک گھنٹا پورا ہو چکا تھا۔ پارس اس آلۂ کار سپاہی کے پاس پہنچا پھر کہا "میں آگیا ہوں۔ کیا سپرماسٹر موجود ہے؟"

سپاہی نے کہا "وہ ابھی موجود تھے۔ یہ کہہ کر گئے ہیں کہ ابھی ایک منٹ میں آجائیں گے۔"

"بڑے لوگوں کا ایک منٹ کبھی پورا نہیں ہوتا پھر یہ کہ ایک منٹ میں کسی کی بھی زندگی پوری نہیں ہو جاتی ہے۔"

"میں سر! آپ درست کہتے ہیں۔ زندگی کا کوئی بھروسا نہیں۔ ہماری کوئی بھی سانس آخری سانس بن جاتی ہے۔"

"اس کے باوجود انسان طاقت اور اقتدار حاصل کرنے کی لگن میں موت کو بھول جاتا ہے۔ شاید تمہارے دماغوں پر حکمرانی کرنے والا دیوی کا راستہ روکنے گیا ہے۔ میں پندرہ منٹ کے بعد آؤں گا۔"

سپرماسٹر کی آواز آئی "ٹھہرو' میں آگیا ہوں' مسٹر کبیر! یہ تم نے ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا ہے۔ دیوی نے اس بنگلے میں ہمارے تمام سپاہیوں کو مار ڈالا ہے۔ وہ ہمارے فرانسیسی فوجی افسران تک پہنچ گئی۔ تھرہال کو بھی اپنے قابو میں کیا تھا۔ اسے اپنے ساتھ لے گئی ہے اور ہمارے فوجی تابعدار افسران کو چھوڑ دیا ہے۔"

پارس نے کہا "شاید اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ ان تینوں افسران پر تنویمی عمل کرنے کا موقع نہیں ملا ہوگا۔"

سپرماسٹر نے کہا "اور اب میں اسے موقع بھی نہیں دوں گا۔ آرمی چیف کے چور خیالات نے بتایا ہے کہ اس نے کسی حد تک غائب دماغ رہ کر کوئی تحریر لکھی ہے۔ اس تحریر کے نیچے تینوں افواج کے سربراہوں کے دستخط ہو چکے ہیں۔ پتا نہیں دیوی نے کیا لکھوایا ہے اور آئندہ کیا کرنے والی ہے۔"

پارس نے کہا "وہ تو آئندہ معلوم ہو جائے گا۔ فی الحال اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھرہال کو اہمیت دی ہے اور اسے اپنے ساتھ لے گئی ہے۔"

"میں بھی اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا قیدی بناؤں گا' مجھے جے مورگن اور جیری کا پتا بتاؤ۔"

پارس نے ان کا پتا بتا دیا۔ سپرماسٹر نے کہا "مسٹر کبیر! میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ مجھ سے کوئی چالاکی نہ کرنا۔ یہ فضول سا خیال دماغ سے نکال دو کہ مجھے اور دیوی کو ایک دوسرے سے لڑا کر ہمیں دھوکا دے کر خود فائدہ اٹھاؤ گے۔ ہم نادان بچے نہیں ہیں۔"

"میرے تو اپنے بچے نہیں ہیں ورنہ سمجھتا کہ بچے نادان کیسے ہوا کرتے ہیں۔ اب جاؤ' دقت ضائع کرو گے تو جے مورگن اور جیری کے پاس دیوی پہنچ جائے گی۔"

وہ چلا گیا۔ پارس نے چند سیکنڈ کے بعد پوچھا "کیا چلے گئے؟"

کوئی جواب نہیں ملا۔ پارس نے کہا "نادان بچے ایسے ہی ہوتے ہیں نہ پوچھ کر آتے ہیں نہ الوداع کہہ کر جاتے ہیں۔"

سپرماسٹر اور اس کے تینوں فوجی ساتھی پولیس کی ایک پوری جماعت لے کر دہاں خود تو نہیں گئے لیکن ان کی گھوڑیوں پر سوار رہے۔ وہ سب برادر کبیر کے بتائے ہوئے جس پتے پر گئے' وہ کانیج منقل تھا۔ آس پاس کے مکینوں نے بتایا کہ وہ پچھلے پندرہ روز سے منقل ہے۔ پتا نہیں کانیج کا مالک کہاں گیا ہے؟

یہ شبہ ہوا کہ دیوی نے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وہاں

تکنیکی عمل کے ذریعے پابند کرکے باہر سے دروازے کو لاک کرادیا ہے۔ کسی کے مکان کا دروازہ یا تالا توڑنا جرم ہے۔ پولیس والے بھی کورٹ سے اجازت حاصل کیے بغیر ایسی حرکت نہیں کرسکتے۔ رات کے وقت اجازت لینے کے لیے کوئی عدالت کھلی نہیں رہتی۔ سپرماسٹر نے پولیس افسر کو حکم دیا "تالا توڑ دو۔ بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

انہوں نے لاک توڑ دیا۔ دروازہ کھول کر اندر گئے تو کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے تمام کمروں، غسل خانوں اور اسٹور روم وغیرہ میں دیکھ لیا لیکن جے مورگن اور جیری کہیں نظر نہیں آئے۔ پارس نے غلط پتا بتایا تھا۔

دیوی ایک آٹو کار کے ذریعے صحیح پتے پر پہنچی۔ جس بنگلے میں جے مورگن اور جیری کو اپنا تابعدار اور پابند بنا کر رکھا تھا، اس بنگلے کے دروازے کو آٹو کار نے کھولا۔ وہاں کے سارے کمروں، کچن غسل خانے اور اسٹور روم وغیرہ میں دیکھا مگر وہ دونوں پنچھی اڑ چکے تھے۔

ڈرائنگ روم کے ایک سینٹر ٹیبل پر ایک لفافہ رکھا ہوا تھا۔ آٹو کار نے اس میں سے ایک تہ کیا ہوا کاغذ نکال کر اسے کھول کر پڑھا۔

"دیوی جی! تم بڑی مہمان نہیں، بڑی نادان ہو۔ یہ بھول گئیں کہ میں بھی جوابی کارروائی کرسکتا ہوں۔ تم میرے قیدی تھرہال کو لے گئیں۔ میں تمہارے قیدی جے مورگن اور جیری کو لے جارہا ہوں۔ فقط تمہارا جانی دشمن۔ سپرماسٹر۔"

دیوی نے آٹو کار کے ذریعے وہ تحریر پڑھی پھر جھنجلا کر ہرارے سے بولی "وہ جھوٹا ہے، کمینہ ہے۔ ہم نے تھرہال کی صورت بھی نہیں دیکھی اور الزام لگا رہا ہے کہ ہم نے اسے اغوا کیا ہے۔"

ہرارے نے کہا "اور یہ الزام لگا کر وہ ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے قیدیوں کو لے گیا۔ میں حیران ہوں کہ اسے ہمارے اس خفیہ بنگلے کا پتا کیسے معلوم ہوا؟"

"جیسے ہمیں اس کے خفیہ بنگلے کا پتا معلوم ہوا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے جس طرح برادر کبیر نے ہمیں اس بنگلے تک پہنچایا اسی طرح اس نے سپرماسٹر کو جے مورگن اور جیری تک پہنچادیا۔"

وہ بولی "ایسا ہی ہوا ہے۔ برادر کبیر ہمارا اور سپرماسٹر کا دوست بھی بن رہا ہے اور دشمن بھی۔"

ہرارے نے کہا "لیکن یہ تو کوئی شاطرانہ چال نہ ہوئی۔ برادر کبیر کو چاہیے تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن اور جیری کو خود حاصل کرتا اور ایم آئی ایم تنظیم میں خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ کرتا۔ وہ بھلا انہیں سپرماسٹر کے حوالے کیوں کرے گا؟ نہیں، سپرماسٹر نے اپنے ذرائع سے ہمارے خفیہ بنگلے کا سراغ لگایا ہوگا۔"

"میں ابھی سپرماسٹر سے رابطہ کرتی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر نائب سپرماسٹر کے پاس پہنچ کر بولی "میں دیوی ہوں۔ سپرماسٹر سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

نائب نے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا "سر! آپ سے دیوی جی باتیں کرنا چاہتی ہیں۔"

سپرماسٹر کا جواب کمپیوٹر کی اسکرین پر نظر آنے لگا۔ وہ نائب کے ذریعے کمپیوٹر اسکرین پر ابھرنے والی تحریر پڑھنے لگی "دیوی! تم ایسی بدذات ہو کہ تمہیں خوش آمدید نہیں کہہ سکتا۔ تم نے سابقہ سپرماسٹر کے دماغ پر مسلط ہوکر ہمارے ملک و قوم کو بہت نقصان پہنچایا ہے اور اب فرانس میں ہمارے خلاف محاذ قائم کیا ہے۔ ہماری طرح تم بھی بابا صاحب کے ادارے پر قبضہ کرنا چاہتی ہو۔"

وہ نائب کے ذریعے بولی "جو تم چاہتے ہو، وہی میری خواہش بھی ہے اور ہم دونوں کے علاوہ کسی تیسرے چوتھے کی بھی یہی تمنا ہوگی۔"

"ہاں۔ برادر کبیر اس ادارے کو ایم آئی ایم کا ہیڈ کوارٹر بنانا چاہتا ہے اور وہ ہم دونوں کی لڑائیوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔"

"ایک برادر کبیر کی بات نہ کرو۔ ہر شخص اپنے مطلب کا بندہ ہوتا ہے۔ اس کی چالبازیاں اپنی جگہ ہیں لیکن وہ ہم تک صحیح معلومات پہنچاتا ہے۔ اس نے ہمیں اسی بنگلے کا پتا بتایا تھا جہاں تم نے فرانس کے آرمی چیف کو چھپا رکھا تھا۔"

"اور تم نے وہاں پہنچ کر اپنا کام دکھادیا۔ آرمی چیف سے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف دوسرا نوٹس لکھوایا۔ یہ الزام لگایا کہ سپرماسٹر نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہلا نوٹس بھیجنے پر انہیں مجبور کیا تھا۔ اس پہلے نوٹس کو منسوخ کیا جاتا ہے۔ اب دوسرے نوٹس کے مطابق بابا صاحب کے ادارے کو ایک ہفتے بعد دیوی شی تارا کے حوالے کردیا جائے گا۔"

دیوی نے پوچھا "یہ کیا بکواس کررہے ہو۔ میں نے آرمی چیف کو ابھی تک دیکھا نہیں ہے۔ اس کی آواز نہیں سنی ہے پھر یہ سب کچھ کیسے لکھوا سکتی ہوں؟"

"کیا تم اس سے بھی انکار کروگی کہ تم تھرہال کو ہماری قید سے نکال کر نہیں لے گئی ہو؟"

"میں انکار کرتی ہوں۔ میرے آٹو کار اس بنگلے تک ضرور گئے تھے لیکن وہ پولیس مقابلے میں مارے گئے تھے۔ ہم نے ان فوجی سربراہوں اور تھرہال کی صورت بھی نہیں دیکھی اور تم الزام لگا رہے ہو کہ ہم نے تھرہال کو اغوا کیا ہے۔ اس کے بدلے تم نے مورگن اور جیری کو ہماری ایک خفیہ رہائش گاہ سے نکال کرلے گئے ہو۔"

"یہ بکواس ہے۔ برادر کبیر نے جس کاٹیج کا پتا بتایا تھا وہ خالی تھا۔ وہاں جے مورگن اور جیری نہیں تھے۔"

"وہ کاٹیج خالی نہیں تھا۔ خالی تب ہوا ہے جب تم میرے دونوں آدمیوں کو لے گئے۔"

سپرماسٹر اپنی خفیہ رہائش گاہ کے ایک کمرے میں بیٹھا کمپیوٹر کے ذریعے دیوی سے بحث کررہا تھا۔ اسی وقت فیکس مشین سے اشارہ موصول ہوا۔ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے نائب سے کہا۔ "دیوی کو انتظار کرنے کو کہو، میں ابھی ایک منٹ میں باتیں کروں گا۔"

اسے فیکس مشین کا تحریری پیغام موصول ہوا۔ فرانس کی ٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل نے لکھا تھا "سر! پتا نہیں دیوی جی کو کہاں خفیہ رہائش گاہ کا علم کیسے ہوگیا ہے۔ وہ میرے دماغ میں پہنچ گئی ہے۔ اس وقت بھی اسی کے حکم کے مطابق آپ کو فیکس کے ذریعے مخاطب کررہا ہوں۔"

سپرماسٹر حیران ہوا۔ وہ ابھی کمپیوٹر کے ذریعے دیوی سے باتیں کررہا تھا اور انہی لمحات میں فرانس کی انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر کہہ رہا تھا کہ دیوی اس کے اندر موجود ہے، یہ کیا معما تھا؟

وہ فوراً ہی ڈائریکٹر جنرل کے دماغ میں پہنچ کر بولا "یہ تم نے جو فیکس کے ذریعے کیا کہا ہے؟ کیا ابھی تمہارے اندر دیوی موجود ہے؟"

دیوی کی سوچ کی لہروں نے کہا "ہاں۔ میں موجود ہوں اور تمہاری شکتی کے ذریعے تمہارے کسی بھی تابعدار کے اندر پہنچ سکتی ہوں۔"

"میں حیران ہوں۔ کیا واقعی تم دیوی ہو اور اگر ہو تو وہ کون ہے جو ابھی کمپیوٹر کے ذریعے باتیں کررہی ہے؟"

پربھا رانی عرف دیوی نے کہا "اچھا تو وہ فراڈ دیوی ابھی ان باتوں میں تم سے باتیں کررہی ہے؟"

"ہاں۔ کیا وہ فراڈ ہے لیکن میں کیسے سمجھوں کہ تم دونوں میں سے کون اصلی ہے؟"

"تم مجھے اصلی نہیں بھی سمجھوگے تو میرا کیا بگڑ جائے گا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف جو دوسرا نوٹس حکومتِ فرانس نے جاری کیا ہے اسے میں نے ہی ابھی فیکس کے ذریعے تمہارے پاس بھیجا تھا۔ اس نقلی دیوی کو علم نہیں ہے کہ میں بھی بابا صاحب کے ادارے پر قبضہ حاصل کرکے اسے اپنے لیے ایک مضبوط قلعہ بنانا چاہتی ہوں۔"

"وہ دیوی کمپیوٹر کے ذریعے مجھ سے بحث کیوں کررہی ہے؟"

"اپنی ناکامی سے بوکھلا گئی ہے۔ میں نے اس کے جے مورگن اور جیری کو اغوا کیا ہے۔ وہاں ایک تحریر چھوڑ آئی۔ اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم نے ان دونوں کو اغوا کیا ہے۔ تمہارا تھرہال بھی میرے پاس ہے۔"

پربھا رانی نے پوچھا "وہ نقلی دیوی اچانک کیسے پیدا ہوگئی ہے؟ وہ کون ہے پھر یہ کہ آتما شکتی کیسے جانتی ہے؟"

"وہ تبت سے آئی ہے۔ ایک مہاگیانی گرو گیان رائے کی امانت ہے۔ یورپ میں اپنا ایک خاص اڈا بنانا چاہتی ہے۔ اس کی نظریں بھی بابا صاحب کے ادارے پر ہیں۔"

"ہوں۔ تم ذرا ایک منٹ انتظار کرو، میں ابھی بات کرتا ہوں۔" اس نے کمپیوٹر کو ہینڈل کیا۔ اسکرین پر یہ باتیں ابھرنے لگیں "میو فراڈ دیوی! یہ امریکا ہے۔ یہاں تم نقلی دیوی بن کر آؤ گی تو میں تمہارے ساتھ وقت ضائع نہیں کروں گا۔ چلو جاؤ، بھاگ جاؤ۔"

کمپیوٹر کی تحریر ختم ہوئی تو نائب نے کہا "دیوی جی! آپ دیکھ رہی ہیں کمپیوٹر بند ہوگیا ہے۔ اب ہمارے صاحب آپ سے گفتگو نہیں کریں گے۔ پلیز واپس چلی جائیں۔"

دیوی اور ہرارے نائب کے دماغ سے نکل آئے پھر دیوی حیران ہوکر بولی "یہ ہمارے ساتھ کیا ہورہا ہے؟"

ہرارے نے کہا "سپرماسٹر نے آپ کو فراڈ دیوی کہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تبت والی دیوی ہمارے فرانس والے معاملات میں بھی مداخلت کرنے آگئی ہے۔ یہ تو رفتہ رفتہ معلوم ہوگا کہ اس دوسری دیوی کے عزائم کیا ہیں لیکن بابا صاحب کے ادارے پر جبراً قبضہ جمانے والا معاملہ بہت زیادہ پیچیدہ ہوتا جارہا ہے۔"

اس میں شبہ نہیں کہ مخالفین کے لیے یہ مسئلہ بہت زیادہ پیچیدہ ہورہا تھا۔

بابا صاحب کا ادارہ کوئی نوالہ نہیں تھا۔ سونیا اور پارس نے اسے اپنے عزم کے مطابق لوہے کا چنا بنادیا تھا۔ ادارے کے خلاف دو دشمن تھے، دیوی اور سپرماسٹر لیکن ماں بیٹے نے اپنے ہی ادارے کے خلاف پہلے برادر کبیر پھر دوسری دیوی (پربھا رانی) کے نئے محاذ کھول کر اس معاملے کو الجھادیا تھا۔

اب مخالفین دور کو سلجھاتے رہیں گے لیکن سرا نہیں ملے گا اور اگر ملے گا تو اس سرے پر سونیا بیٹھی نظر آئے گی۔

کسی کو کچل ڈالنے کے لئے یا کسی کی جگہ چھین لینے کے لئے اس سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جو مدِمقابل ہے' وہ طاقتور ہو سکتا ہے' دولت مند اور بااختیار ہو سکتا ہے۔ ایسے میں اس پر غالب آنا ممکن نہیں ہوتا۔ ذہانت کا تقاضا ہے کہ کسی کو کچلنے یا گرانے کے لئے اس کی بنیاد ہلا دو۔ بنیاد ہلے گی تو عمارت گرے گی اور مقابل کے قدموں تلے سے زمین ہٹا دی جائے تو وہ ثابت قدم نہیں رہ سکے گا۔

ایک طرف دیوی نے اور دوسری طرف سپر ماسٹر نے بڑی ذہانت سے منصوبہ بنایا تھا کہ فرانس کی زمین پر بابا صاحب کا ادارہ نہیں رہے گا تو اسلامی تبلیغ واشاعت کا ایک ادارہ یورپ سے ختم ہو جائے گا۔ تقریباً تیس برس سے باکمال ڈاکٹر' انجینئر اور سائنس داں بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کر کے دنیا کے ہر ملک میں انسانی خدمات انجام دے رہے تھے اور ادارے کا نام روشن کر رہے تھے۔ ان میں پانچ فیصد عیسائی تھے باقی پچانوے فیصد مسلمان۔ پھر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سلسلے میں بھی مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اور ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا بھی مرکز بابا صاحب کا ادارہ تھا۔

فرانس کی حکومت' فوج' پولیس اور تمام اہم شعبوں کے اکابرین بابا صاحب کے ادارے سے تعاون کرتے تھے۔ حکومتِ فرانس کو بھی بابا صاحب کے ادارے سے اور خصوصاً وہاں کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بڑے فوائد حاصل ہوتے تھے۔ سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ سپر پاور کہلانے والے ممالک' فرانس کو بھی سپر پاور تسلیم کرتے تھے۔

پورے یورپ' امریکا' اسرائیل اور بھارت کے لئے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی اور مسلمانوں میں پھیلتی ہوئی علم کی روشنی باعثِ تشویش تھی۔ فرانس جیسے بڑے ملک کی آبادی میں دوسری بڑی اکثریت مسلمانوں کی تھی۔ برطانیہ اور امریکا میں بھی ان کی آبادی بڑھتی جاری تھی۔ سائنس اور ٹیکنالوجی وغیرہ میں بھی یہ نمایاں مقام حاصل کر رہے تھے۔ دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں بڑی بڑی اسلامی درس گاہیں اور یونیورسٹیاں تھیں۔ قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی ساری دنیا میں اسلامی تعلیمات کے لئے مشہور ہے۔ امریکا' اسرائیل اور بھارت کی مشترکہ رائے تھی کہ مسلمانوں کو دبانے اور کچلنے کے باوجود انہیں زیادہ سے زیادہ ابھارنے میں بابا صاحب کے ادارے کا کمال ہے۔

مجھ سے اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمنی رکھنے والے اب گہری سنجیدگی سے اس نتیجے پر پہنچ گئے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے کو ختم کر دیا جائے یا کمزور بنا دیا جائے تو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمانوں کا اتحاد ختم ہو جائے گا۔ ادارے کی کمزوری کے باعث وہ مختلف ممالک میں پناہ لیں گے۔ کسی بھی تنظیم کے افراد متحد نہ ہوں' جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہوں تو انہیں فرداً فرداً ٹریپ کر کے ہلاک کرنا آسان ہوتا ہے۔

اگرچہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے سے ہزاروں میل کے فاصلے پر رہتے ہیں لیکن خیال خوانی کے ذریعے چشم زدن میں متحد ہو جاتے ہیں۔ اس کے باوجود جسمانی طور پر ہزاروں میل کی دوری قائم رہتی ہے۔

خیال خوانی ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جسمانی طور پر غافل بنائے رکھتی ہے۔ جب وہ ایک کمرے میں بیٹھ کر کسی کے دماغ میں پہنچتا ہے تو اس کمرے میں اس کا خالی جسم رہ جاتا ہے۔ وہ اپنے کمرے میں اپنی ذات سے بے خبر رہتا ہے۔ کیونکہ باخبر رکھنے والا ذہن ہزاروں میل دور کسی معاملے میں مصروف رہتا ہے لہٰذا جسمانی طور پر تنہا رہتا ہے۔ مسلسل مقابلے کے دوران کامیاب حکمتِ عملی یہ ہے کہ دشمنوں کو ایک ایک کر کے تنہا کر دیا جائے۔ ایسے ہی طریقۂ کار کو پیشِ نظر رکھ کر اب یہ کوشش کی جاری تھی کہ بابا صاحب کے ادارے سے ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے قدم اکھاڑ دیے جائیں۔ اس کے لئے لازی تھا کہ پہلے بابا صاحب کے ادارے کو کمزور بنایا جائے' وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ عیسائی برائے نام ہیں اس لئے یہودیوں اور ہندوؤں کے لئے بھی بابا صاحب کے ادارے کے دروازے کھلوائے جائیں۔

دیوی چاہتی تھی کہ میں اور چند ٹیلی پیتھی جاننے والے بھارت میں نہ رہیں۔ بھارتی معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ ہم کسی طرح بھارت سے چلے جائیں۔ ہمیں وہاں سے بھگانے کے لئے دیوی نے کئی طرح سے چالیں چلیں اور ناکام ہوتی رہی۔ تب اس نے سوچا اگر دشمن کے گھر میں آگ لگائی جائے تو دشمن اس کا گھر چھوڑ کر اپنے گھر کی آگ بجھانے جائے گا یا دشمن کے گھر پر قبضہ جمانے کی مہم شروع کی جائے تو وہ اپنے مکان کو بچانے کی کوشش کرنے لگے گا۔

فرانس کے حکمران' فوج اور پولیس کے اعلیٰ حکام ہمارے خیال خوانی کرنے والوں سے مستقل رابطہ رکھتے تھے اور ہم اس طرح ایک دوسرے کے کام آتے تھے۔ دیوی نے منصوبہ بنایا کہ فرانس کے حکام' فوج اور وہاں کے اہم افسران کے دماغوں پر قبضہ جمایا جائے۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا جائے تو حکومتِ فرانس اس کے زیرِ اثر رہ کر سختی سے ہماری مخالفت کرے گی۔

سپر ماسٹر اے لالاس اور تینوں افواج کے سربراہ جو ریوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے بن گئے تھے وہ بھی دیوی کی طرح فیصلہ کر چکے تھے کہ فرانسیسی حکومت کے تمام اہم اکابرین کے دماغوں کو اپنے تنویمی عمل اور ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں جکڑ لیں گے۔ وہاں کے تمام حکام کو بابا صاحب کے ادارے سے کسی قسم کا تعاون نہیں کرنے دیں گے اور ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جتنے امریکی ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد ہمارے زیرِ اثر آ کر بابا صاحب کے ادارے میں رہتے تھے' ان سب کو پھر سے اپنا ہم نوا بنا کر انہیں ہم سے چھین کر لے جائیں گے۔

دیوی اور سپر ماسٹر کے ان منصوبوں کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔ انہوں نے ان منصوبوں پر عمل کیا اور اس کے جو نتائج سامنے آئے انہیں بھی بیان کیا گیا ہے۔ دیوی اور سپر ماسٹر نے بڑی تیزی کے ساتھ حکومتِ فرانس کے تمام اہم اکابرین کے دماغوں پر قبضہ جما لیا تھا۔ میرے خیال خوانی کرنے والوں میں مرینا' جے مورگن' جیری اور تھرمال کو ٹریپ کر کے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا لیکن سونیا نے میدانِ عمل میں آتے ہی تمام بازیاں الٹ دی تھیں۔ مرینا' جے مورگن' جیری اور تھرمال کو ان کے تنویمی عمل سے نجات دلائی تھی۔ اب حکومتِ فرانس کے تمام اہم اکابرین کو ان کے تنویمی عمل سے نجات دلانا باقی رہ گیا تھا۔

دشمنوں کے مقابلے میں ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ سونیا نے سب سے پہلے فرانسیسی فوج کے چیف آف آرمی اسٹاف پر توجہ دی۔ اسے سپر ماسٹر نے خیال خوانی کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ اس کے دماغ سے سپر ماسٹر کا تنویمی عمل ختم کرنا تھا۔ اس مقصد کے لئے اس نے سلمان اور سلطانہ سے کہا کہ وہ دونوں چیف آف آرمی اسٹاف کی دن رات نگرانی کریں۔ جب سپر ماسٹر اور اس کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے فوجی افسران' اس چیف آف آرمی اسٹاف سے غافل رہیں تو سلمان اس کے دماغ میں جا کر تنویمی عمل کا توڑ کرے۔

اس طرح فرانس کی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کے دماغ سے بھی تنویمی عمل کا توڑ کرنے کے لئے سونیا نے باربرا کو ڈائریکٹر جنرل کے پیچھے لگا دیا پھر اس نے ثانی اور علی کو اپنے دماغ میں بلایا اور کہا "تم دونوں واشنگٹن میں ہو۔ تمہارے ساتھ اور کون کون ہے؟"

ثانی نے کہا "پارس یہاں سے آپ کے پاس پہنچ گیا ہے۔ اس کے ساتھ عادل' صفورا' جمیلہ اور ہیرو تھے۔ اب یہ چاروں ہمارے ساتھ ہیں۔"

"تم دونوں موجودہ سپر ماسٹر کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

علی نے کہا "مما! اب تک جتنے سپر ماسٹر گزرے ہیں ان کے مقابلے میں یہ بہت ذہین ہے۔ اس کا نام اے لالاس ہے' یہ دوربیں .... نتائج پر گہری نظر رکھتا ہے۔ ماضی کے تلخ تجربات کے پیشِ نظر اس نے ٹرانسفارمر مشین کو لکس چھپا دیا ہے۔ وہ مزید ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا نہیں کرنا چاہتا۔ اس کے ساتھ صرف تین خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ وہ تینوں یقیناً فوج سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ ابھی میں تینوں کے نام اور عہدے معلوم کرنے کی کوشش میں ہوں۔ سپر ماسٹر اپنے تینوں ساتھیوں سمیت ریوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والا بن چکا ہے۔ ان چاروں نے پاشا کی غیر معمولی سماعت اور بصارت اور زبردست جسمانی و دماغی قوتیں حاصل کر لی ہیں اور پاشا کو ذہنی مریض بنا کر پاگل خانے بھیج دیا ہے۔"

سونیا نے کہا "بیٹے! میں جانتی ہوں' تم سپر ماسٹر اور اس کے تینوں ساتھیوں کے متعلق بہت کچھ معلوم کر لو گے لیکن میں چاہتی ہوں' سب سے پہلے ان چاروں کی خفیہ رہائش گاہوں کا پتا' ان کے فون نمبرز اور کوڈ ورڈز معلوم کرو۔ انہوں نے بابا صاحب کے ادارے کو یہاں سے ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔ فی الحال وہ ناکام ہو رہے ہیں لیکن اپنی ناپاک جدوجہد کو جاری رکھیں گے۔ میں انہیں اتنی بڑی جرأت کرنے کی عبرت ناک سزا دینا چاہتی ہوں تاکہ آئندہ کوئی اس ادارے کو میلی آنکھ سے دیکھنے کا خیال تک دل میں نہ لائے۔"

"مما! آپ کا حکم ہے۔ ہر حال میں اس کی تعمیل ہو گی۔ ہم جلد ہی سپر ماسٹر اور اس کے تینوں ساتھیوں کو بے نقاب کریں گے۔"

سونیا نے کہا "ٹھیک ہے۔ اب جاؤ اور مجھ سے رابطہ کرتے رہو۔ پارس سے کہو' وہ میرے پاس آئے۔"

ثانی اور علی چلے گئے۔ چند منٹ کے بعد پارس نے آ کر کہا "یس مما! میں حاضر ہوں۔"

"تم پاشا کی طرح ہزاروں میل دور کی کوئی مخصوص آواز سن لیتے ہو۔ دیوی تم سے رابطہ کرتی رہتی ہے۔ اس کا پتا ٹھکانا کوئی نہیں جانتا لیکن جہاں بھی رہتی ہے وہاں کسی سے باتیں کرتی ہو گی۔ یا پوجا کرتے وقت اپنے منہ سے الفاظ ادا کرتی ہو گی۔ تم اپنی تمام توجہ اس کی آواز پر مرکوز کر کے معلوم کر سکتے ہو کہ وہ کہاں ہے؟"

"مما! میں کئی بار کوشش کر چکا ہوں۔ وہ جس آواز اور لہجے میں خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے یا دوسروں سے گفتگو کرتی ہے وہ سراسر بناوٹی ہوتا ہے۔ پوجا کرتے وقت وہ بھگوان کے سامنے اپنی اصلی آواز میں بولتی ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ میں غیر معمولی سماعت رکھنے کے باوجود اسے آواز کے ذریعے ٹریپ نہیں کر سکوں گا۔"

"ہاں۔ ہونا تو یہی ہے۔ جس کی پیش گوئی جناب تمیزی کر چکے ہیں۔ میری بیٹی اعلیٰ بی بی (ثانی) ہی اسے بے نقاب کرے گی۔ ہم اسے بے نقاب نہ کر سکیں' یہ الگ بات ہے لیکن کوئی ایسا قدم اٹھایا جائے کہ جس کے نتیجے میں وہ تم سے سہم جائے اور اس اندیشے میں مبتلا ہو جائے کہ تم اس کے موجودہ ٹھکانے تک پہنچنے والے ہو۔"

"جی ہاں' اسے اندیشوں میں مبتلا کرنے والی کسی تدبیر پر عمل کر سکتا ہوں لیکن جناب تمیزی نے مجھے موجودہ اور پچھلی تمام مصروفیات سے دست بردار ہونے کو کہا ہے۔ یہ بھی کہا ہے کہ میں برادر کبیر کا رول بھی ادا نہ کروں۔ ان کی آئندہ ہدایات ملنے تک صرف اعلیٰ بی بی (ثانی) اور کبیر فرہاد.... کے ساتھ آپ کے کوارٹر میں وقت گزاروں۔"

سونیا نے تعجب سے کہا "محترم بزرگ کی یہ ہدایات سمجھ میں نہیں آئیں۔ ویسے ایسی کوئی خاص بات ہے جسے ہم تم سمجھ نہیں سکتے۔"

"وہ ہمیں سمجھائیں گے۔ انہوں نے کہا ہے ابھی ظہر کی نماز

کے بعد میں بابا کے ساتھ آپ کے دماغ میں آؤں گا پھر وہ ہم سے کچھ اہم باتیں کریں گے۔"

سونیا نے کہا "ڈیڑھ گھنٹے بعد ظہر کی نماز ختم ہوگی۔ ٹھیک ہے میں اس وقت اپنی تمام مصروفیات ترک کردوں گی۔"

پارس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سونیا نے موبائل فون پر اشارہ دیکھا پھر اسے آن کرکے بولی "ہیلو! میں ہوں گم نام۔"

دوسری طرف سے ادارے کے انچارج نے کہا "ہیلو مادام! میں انچارج رفیق انور بول رہا ہوں۔ ابھی اس ملک کے چیف آف آرمی اسٹاف نے فون کیا تھا۔ وہ جناب تبریزی سے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ تبریزی صاحب نے فرمایا کہ آپ پیرس شہر میں ہیں۔ چیف آف آرمی اسٹاف آپ سے رابطہ کرسکتا ہے یا آپ ان سے رابطہ کرلیں۔"

"میرے من کی مراد پوری ہورہی ہے۔ میں رابطہ کررہی ہوں۔ آپ جوجو کو میرے پاس بھیج دیں۔"

اس نے انچارج سے رابطہ ختم کیا پھر سوچنے لگی۔ بابا صاحب کے ادارے کو ختم کرنے یا کمزور بنانے میں سپر ماسٹر کو ناکامی ہوئی ہے۔ ابھی وہ چیف آف آرمی اسٹاف سے بات کرے گی تو اس کے دماغ میں سپر ماسٹر اور اس کے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی چھپے رہیں گے۔ اب وہ کوئی نئی چال سوچ کر آرہے ہیں۔

جوجو نے آکر کہا "ہیلو مما! میں حاضر ہوں۔"

"بیٹی! سلمان کو فوراً بلا کرلے آؤ۔"

سلمان کو آنے میں دیر نہیں لگی۔ وہ بولا "میں نے اور سلطانہ نے چیف آف آرمی اسٹاف کے فوجی مشیر کے دماغ میں جگہ بنالی ہے۔ اس کی سوچ نے بتایا ہے کہ ان کا آرمی چیف جناب تبریزی سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

سونیا نے کہا "مجھے معلوم ہے میں محترم تبریزی کی نمائندہ بن کر اس سے ملاقات کروں گی۔"

"آپ یہ خوب سمجھ رہی ہوں گی کہ اس آرمی چیف کے اندر سپر ماسٹر ہوگا۔ کیا وہ آپ کو جانی نقصان نہیں پہنچائے گا؟"

"آرمی چیف کے اندر جب سپر ماسٹر چھپا رہے گا تو پھر تم بھی رہ سکتے ہو۔ وہ سپر ماسٹر کی موجودگی کے باعث تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

"اوسوری۔ یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ کیا آپ ابھی اس سے فون پر رابطہ کرنے والی ہیں؟"

"ہاں۔ ہمارے ادارے کے انچارج نے ابھی آرمی چیف کو بتایا ہوگا کہ میں پیرس میں ہوں اور ابھی فون پر باتیں کروں گی۔ ایسی صورت میں سپر ماسٹر اور اس کے تینوں ساتھی آرمی چیف کے اندر ہوں گے۔ پہلے تم وہاں کی خبر لے آؤ۔ پھر میں اسے فون پر مخاطب کروں گی۔"

سلمان چلا گیا۔ سونیا نے کہا "جوجو! میڈم جورجیا جیکسن نئی امر کی سفیر بن کر آئی ہے۔ میں اسے فون پر مخاطب کررہی ہوں۔ تم اس کے خیالات پڑھو اور جلد سے جلد اہم معلومات حاصل کرکے آؤ۔"

سونیا نے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو! ہیلو کون ہے؟"

سونیا نے فون بند کردیا۔ جوجو اس بولنے والی کے اندر پہنچ گئی۔ وہ جورجیا جیکسن کی سیکریٹری تھی۔ لیڈی سیکریٹری کے چور خیالات نے بتایا۔ وہ سیکریٹری نہیں بلکہ جورجیا کی اسسٹنٹ سراغرساں ہے اور جورجیا امر کی آئی بی ڈپارٹمنٹ کی ایک بہترین باصلاحیت اور تجربہ کار سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ سیکریٹری کی سوچ نے بتایا کہ جورجیا یوگا کی ماہر نہیں ہے۔ جوجو نے سیکریٹری کو انٹرکام پر بات کرنے پر مائل کیا۔ لیڈی سیکریٹری نے کہا "میڈم! اگر آپ اجازت دیں تو میں ذرا لنچ کرلوں۔"

جورجیا کی آواز آئی "ٹھیک ہے جاؤ۔ میں ڈائریکٹ فون اٹینڈ کرلوں گی۔"

جوجو نے سیکریٹری کے دماغ سے پرواز کی پھر کسی روک ٹوک کے بغیر جورجیا کے اندر پہنچ گئی اور اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔

جیسا کہ سپر ماسٹر نے منصوبہ بنایا تھا کہ فرانس کے تمام اہم شعبوں کے سربراہوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنائے گا پھر بابا صاحب کے ادارے کو کمزور کرے گا' اس منصوبے پر عمل کرنے کے لئے جورجیا جیسی سیکرٹ ایجنٹ کی بھی ضرورت تھی اسی لئے جورجیا کو ایک سفیر بنا کر وہاں بھیجا گیا تھا۔

جوجو نے یہ باتیں سونیا کو بتائیں۔ ادھر سے سلمان نے آکر کہا۔ "مجھے بڑی آسانی سے آرمی چیف کے اندر جگہ مل گئی ہے۔ سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران اس کے اندر ہیں اور ایک چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ ان چاروں روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے خود کو دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رکھنے کے لئے آپ کا لہجہ اپنایا ہے۔"

سونیا نے مسکرا کر پوچھا "میرا لہجہ؟"

"جی ہاں۔ ان کی سوچ کی لہروں میں مردانہ بھاری پن ہے لیکن لہجہ اور انداز بالکل آپ کا ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔ تم اسی انداز کو اپنے ذہن پر نقش کرلو اور کوئی اہم بات؟"

"جی ہاں۔ وہ سب بہت خوش ہیں کہ آپ شہر میں ہیں۔ وہ آرمی چیف کے ذریعے آپ کو ملاقات کے لئے جھیل کنارے ایک کالج میں بلائیں گے اور چند باتیں کرکے آپ کے سونیا ہونے کی تصدیق کرکے فوراً گولی ماردیں گے۔ سپر ماسٹر آرمی چیف سے کہہ رہا تھا کہ سونیا کے بعد کسی طرح فرہاد کو بھی پیرس بلا کر ختم کردیا جائے تو تمام مسلمان خیال خوانی کرنے والوں کی کمر ٹوٹ جائے گی۔"

سونیا نے کہا "جوجو! میرے پاس ایک نیوی بلیو کلر کی جینز اور ٹ ہے۔ ایک زرد رنگ اور ایک میرون کلر کا بلاؤز اور اسکرٹ ے۔ تم معلوم کرو۔ ایسے ہی کسی کلر کا لباس جورجیا کے پاس ہے یا ں؟"

جوجو چلی گئی۔ سونیا نے کہا "سلمان! ابھی فرہاد کے پاس جاؤ۔ ے یہاں کے مختصر حالات بتا کر چند گھنٹوں کے لئے بلا کرلے آؤ۔"

سلمان چلا گیا۔ جوجو آگئی۔ اس نے کہا "مما! جورجیا کے پاس یرون کلر کا بلاؤز اور اسکرٹ ہے۔ وہ ایک وقت میں ایک رنگ ند کرتی ہے۔ ہیٹ اور سینڈل بھی میرون کلر کے ہوں گے۔"

"میرے پاس صرف ہیٹ نہیں ہے۔ تم جورجیا کو اس کے فتر سے اس کے بنگلے میں لے جاؤ۔ اسے میرون کلر پسند کرنے پر ائل کرو۔ جب تم اور فرہاد اسے وہاں سے جھیل کنارے لے جاؤ تو اسے ہیٹ نہ پہننے دینا اور تم اس کی زبان سے میری آواز اور لہجے میں بولتی رہو گی۔"

میں نے آکر پوچھا "ہائے سونیا! کیا ارادے ہیں؟"

وہ بولی "سونیا کو ہلاک کرا کے دشمنوں کا کلیجا ٹھنڈا کرنا ہے۔ تم جوجو کے ساتھ نئی امر کی سفیر جورجیا کے دماغ میں جاؤ اور اس طرح اس کے دماغ پر قبضہ جماؤ کہ وہ روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے جورجیا کے خیالات نہ پڑھ سکیں۔ جوجو اس کی زبان سے میری آواز اور لہجے میں باتیں کرے گی۔"

اس حد تک تیاریاں کرنے کے بعد سونیا نے فون کے ذریعے آرمی چیف سے رابطہ کیا پھر کہا "ہیلو! میں مسز سونیا فرہاد بول رہی ہوں۔"

آرمی چیف نے خوش ہوکر کہا "میڈم! آپ کی آواز سن کر خوشی ہورہی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کے انچارج نے بتایا تھا کہ آپ مجھ سے گفتگو کرنے والی ہیں۔ ویسے آپ نے بڑا انتظار کرایا۔"

"مجھے افسوس ہے۔ آپ کو انتظار کرنا پڑا۔ دیوی سے ایک معاملے میں نمٹ رہی تھی۔ ابھی آپ سے باتیں کرکے پھر اس کی خبر لینے جاؤں گی۔"

"آپ تو دو چار گھنٹوں کے بعد بھی اس سے نمٹ سکتی ہیں۔ ملنا چاہتا ہوں آپ مجھ سے ملاقات کریں۔ ہم برسوں سے دوست رہے ہیں لیکن دشمنوں نے مجھے بری طرح الجھا دیا ہے۔ مجھے اور اعلیٰ حکام کو بابا صاحب کے ادارے کے خلاف اقدامات پر مجبور کررہے ہیں۔ اس سلسلے میں بابا صاحب کے ادارے میں دو مختلف ٹائم کے نوٹس بھیجے جاچکے ہیں۔ ایک نوٹس سپر ماسٹر نے ہمارے اداروں پر مسلط ہوکر لکھوایا تھا اور دوسرا نوٹس دیوی نے ہم سے جاری کرایا تھا۔"

سونیا نے کہا "جی ہاں۔ ہمیں دونوں نوٹس مل چکے ہیں۔ میں اسی سلسلے میں آپ حضرات سے ملاقات کرنے پیرس آئی ہوں۔"

"آپ نے یہاں آکر اچھا کیا۔ ابھی میں محسوس کررہا ہوں کہ میرا ذہن بالکل آزاد ہے اور میں دشمن خیال خوانی کرنے والوں کے دباؤ میں آئے بغیر آپ سے اہم گفتگو کرسکوں گا۔"

"آپ فرمائیں۔ آپ کہاں ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ میں اس وقت ہوٹل میں ہوں لیکن ہوٹل میں ہماری ملاقات مناسب نہیں ہوگی۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ جھیل کنارے میرے کالج کا نمبرون اوون ہے۔ میں پندرہ بیس منٹ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"میں آپ کے وہاں پہنچنے کے دس منٹ بعد آجاؤں گی۔"

"یعنی آپ آدھے گھنٹے میں آرہی ہیں؟ باقی دی دے آپ ہوٹل میں کس نام سے قیام کررہی ہیں؟"

"یہی جو میرا نام ہے' مسز سونیا فرہاد۔ فرانس ہمارا ملک ہے۔ پیرس ہمارا شہر ہے۔ آپ نے پہلے بھی دیکھا ہے ہم یہاں دشمنوں سے اپنا نام نہیں چھپاتے ہیں بلکہ دشمن ہم سے چھپتے پھرتے ہیں۔"

"بے شک' بے شک لیکن یہ جو موجودہ حالات ہیں ان کے پیش نظر آپ کو محتاط رہنا چاہئے۔"

"میں محتاط ہوں۔ میں نے ہوٹل میں اپنا اصل نام لکھوایا ہے لیکن چہرے میں ایسی تبدیلی کی ہے کہ مجھے میرے اپنے بھی نہیں پہچان سکیں گے۔ یہ میرا طریقہ کار ہے۔ دشمن ہوٹل میں میرا نام پڑھیں گے۔ مجھے تلاش کریں گے لیکن پہچان نہیں سکیں گے۔"

"واقعی آپ کی الجھی ہوئی چالوں کو سمجھنا دشمنوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ بہرحال میں یہاں سے نکل رہا ہوں۔"

"میں بھی چینج کرکے آرہی ہوں۔"

فون پر رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے کہا "میں جوجو کے ساتھ جارہا ہوں۔ صرف پندرہ منٹ میں اس کا چہرہ تبدیل کرادوں گا۔"

میں اور جوجو وہاں سے جورجیا کے دماغ میں آگئے۔ سلمان آرمی چیف کے پاس چلا گیا اور سونیا اٹیچی سے میرون کلر کا لباس نکال کر پہننے لگی۔ دشمن اپنی جگہ چالاک تھے۔ سپر ماسٹر کے فوجی ساتھی جنرل اسٹیل بروکس نے اس ہوٹل کے منیجر اور کاؤنٹر گرل کے دماغوں میں پہنچ کر معلومات حاصل کیں جہاں سونیا مقیم تھی۔ یہ بات سچ نکلی کہ مسز سونیا فرہاد روم نمبر تھری ون فائیو میں ہے۔

پھر جنرل اسٹیل بروکس نے بیس منٹ کے بعد کاؤنٹر گرل کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا ابھی ایک منٹ پہلے سونیا اپنے کمرے کی چابی کاؤنٹر پر دے کر گئی ہے۔ جنرل اسٹیل بروکس نے لباس کے متعلق پوچھا۔ کاؤنٹر گرل کی سوچ نے کہا "وہ میرون کلر کے لباس اور اسی رنگ کے سینڈل میں بہت اچھی لگ رہی تھی۔ میں بھی اسی کلر کا لباس خریدوں گی۔"

آرمی چیف جھیل کنارے والے کالج میں پہنچ گیا تھا۔ اس

کے اندر سپرماسٹر اور دو فوجی اعلیٰ افسران تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ اسی دماغ میں سلمان بھی چھپا ہوا ہے۔ جنرل اسٹیل بروکس نے آکر سپرماسٹر سے کہا "میں تصدیق کر چکا ہوں، وہ ہوٹل کے روم نمبر تھری ون فائیو میں ہے۔ یہاں آنے کے لئے وہاں سے نکل چکی ہے اور اس نے میرون کلر کا لباس اور اسی کلر کے سینڈل پہنے ہیں۔"

سپرماسٹر نے کہا "ہمیں اس پہلو پر غور کرنا چاہئے کہ وہ نادان نہیں ہے۔ کیا جھیل کنارے تنہا آئے گی؟ میں تو کہتا ہوں وہ بظاہر تنہا ہوگی لیکن اس کے محافظ آس پاس کہیں چھپے ہوئے ہوں گے اور اس کے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی موجود ہوں گے۔ اسے گولی لگتے ہی اس کی موت کی خبر پلک جھپکتے ہی فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں تک پہنچ جائے گی۔"

آرمی چیف نے کہا "وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے لیکن مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہی کہا جائے گا کہ میں نے دشمنوں کو اپنے اندر چھپا کر سونیا کو ہلاک کرانے کے لئے ملاقات کے بہانے بلایا تھا۔"

سپرماسٹر نے کہا "وہ صرف آپ کو الزام دیں گے۔ آپ کہہ سکیں گے کہ یہ سب کچھ آپ کی لاعلمی میں ہوا۔ آپ نہیں جانتے تھے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے اندر چھپے تھے۔"

سپرماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی ری ریز نے کہا۔ "میں آپ کے اندر آواز بدل کر سونیا کی موت پر قہقہہ لگاؤں گا اور اعتراف کروں گا کہ میں نے آپ کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور آپ کے علاوہ دو قاتلوں کو آلۂ کار بنا کر ان کے ذریعے سونیا کو قتل کرایا ہے۔"

آرمی چیف کو یقین دلایا گیا کہ اس پر کوئی الزام نہیں آئے گا بلکہ وہ مظلوم سمجھا جائے گا کہ اسے لاعلمی میں معمول اور تابعدار بنایا گیا تھا۔

سپرماسٹر کے تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بحری فوج کے ایڈمرل ٹیری ٹیلر نے آکر کہا "ہمارا ایک آلۂ کار جھیل کے کنارے اسنیک بار کی چھت پر ٹیلی اسکوپک گن کے ساتھ موجود ہے۔ آرمی چیف کے کاٹیج کا نمبرون اوون ہے۔ کاٹیج نمبرون او تھری کی چھت پر ہمارا دوسرا آلۂ کار موجود ہے۔ دونوں کے نشانہ باز ہیں۔ اب آرمی چیف کو اپنے کاٹیج سے باہر نکل کر ٹہلنا چاہئے۔ سونیا پہنچنے والی ہوگی۔"

آرمی چیف اپنے کاٹیج سے باہر آگیا۔ اس کے ہاتھوں میں مچھلیاں پکڑنے کا سامان تھا۔ وہ ایک ملٹی کلر کی چھتری کے نیچے بیٹھ کر ایک باسکٹ سے سامان نکالنے لگا۔ ایسے ہی وقت جورجیا ایک ٹیکسی میں وہاں پہنچ گئی۔

میں اور جوجو اس کے اندر تھے۔ میں نے جورجیا کے چہرے پر اتنی تبدیلی کی تھی کہ اسے کوئی امریکی سفیر مسز جورجیا جیکسن کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ اور سونیا آرمی چیف سے کہہ چکی تھی کہ وہ دشمنوں سے چھپنے کے لئے چہرہ بدل کر آرہی ہے لہٰذا آرمی چیف کے اندر رہنے والے سپرماسٹر اور اس کے ساتھی اسے سونیا سمجھ رہے تھے اور وہ ان کی معلومات اور یقین کے مطابق میرون کلر کے لباس میں تھی۔

جورجیا نے کرایہ ادا کر کے ٹیکسی والے کو رخصت کیا۔ آرمی چیف اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ قریب آکر مسکراتے ہوئے بولی "ہیلو چیف! تم مجھے صرف آواز اور لہجے سے پہچان سکو گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر آگے بڑھا پھر مصافحہ کرتے ہوئے بولا "آہا! میڈم سونیا! میں آپ کی آواز سے پہچان رہا ہوں۔"

جوجو نے جورجیا کی زبان سے سونیا کے انداز میں کہا "ویسے چیف! میں ان لمحات میں صرف تم سے مصافحہ کر رہی ہوں یا تمہارے اس عامل سے بھی جو ہمارے درمیان چھپا ہوا ہے؟"

"میڈم! میں نے پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ میں اپنے ذہن کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں اور یقین سے کہتا ہوں کہ ابھی میرے اندر کوئی نہیں ہے۔"

"ابھی نہیں ہے پھر کسی وقت آسکتا ہے اور وہ اپنی مرضی سے پھر بابا صاحب کے ادارے کے خلاف آپ سے اقدامات کرائے گا ہے۔"

"جی ہاں۔ یہ معاملہ تشویش ناک ہے۔ ابھی میں بابا صاحب کے ادارے کا حمایتی ہوں، آپ کا دوست اور پرستار ہوں لیکن عامل آئے گا تو میں نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار آپ سے دشمنی کرنے لگوں گا۔"

وہ ہنس کر بولی "اس کی دشمنی ہمارے لئے بچوں کا کھیل ہے میں یہ سوچ کر آئی ہوں کہ وہ تمہارے اندر موجود ہوگا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ میں کس طرح خطرات مول لے کر تم سے ملاقات کرنے اور اس سے یہ کہنے آئی ہوں کہ وہ پچھلے دو دنوں سپرماسٹرز کی فائلیں اٹھا کر پڑھ لے۔ ریکارڈ بتائے گا کہ جس سپرماسٹر نے بھی فرہاد کی فیملی سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی اور دوسرے معاملات میں مصروف رہا اس نے زیادہ زندگی گزار لی۔ پھر جب بھی ہم میں سے کسی سے الجھنے کی کوشش کی تو حرام موت مارا گیا۔"

"میڈم! یہ سپرماسٹر دوسروں سے مختلف ہے۔ وہ اور اس کے تینوں ساتھی ریوٹ بنے ہوئے ہیں اور ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ابھی میرے اندر نہ ہو لیکن ہزاروں میل دور سے غیر معمولی سماعت کے ذریعے ہماری یہ گفتگو سن رہا ہو۔"

"میرا نام سونیا ہے۔ میں ہر پہلو پر نظر رکھتی ہوں۔ یہ بات ایک موٹی عقل سے بھی سوچی جا سکتی ہے کہ غیر معمولی سماعت رکھنے والا ہماری گفتگو سن رہا ہوگا۔ میں اسے یہ سنانا چاہتی ہوں کہ فرانس کا یہ آرمی چیف اس کے لئے بہت اہم ہے۔ اگر کچھ نقصان پہنچانے کی حماقت کی گئی تو آرمی چیف کو بھی نقصان پہنچے گا۔"

سپرماسٹر نے اپنے تینوں ساتھیوں سے کہا "اس کی گفتگو کا سائل بھی سونیا کا ہے۔ اب کوئی شبہ نہیں رہا۔ آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

ایک ساتھی ری ریز نے کہا "ہم نے اپنے اپنے طور پر تصدیق کی ہے۔ اب وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے ورنہ یہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

دوسرا ساتھی ٹیری ٹیلر ایک آلۂ کار گن مین کے دماغ میں اسنیک بار کی چھت پر پہنچا۔ ری ریز کاٹیج نمبرون او تھری کی چھت پر دوسرے آلۂ کار کے دماغ میں پہنچا پھر دوسرے ہی لمحے میں دونوں چھتوں سے بیک وقت فائر ہوئے۔ جورجیا کے جسم میں دو گولیاں پیوست ہوئیں۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتی ہوئی زمین پر اوندھے منہ گری۔ میں اپنے طریقۂ کار کے مطابق یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ چاروں دشمن سونیا کی آخری چکی لینے سے پہلے اس کے چور خیالات سے کچھ معلوم کرنے آئیں گے۔ جوجو نے میری ہدایت کے مطابق جورجیا کے دم توڑتے وقت سونیا کی آواز میں کہا "آہ! فرہاد! میں تمہارے پاس آرہی ہوں۔ ہم نے پچھلے ایک برس سے تمہاری موت کو دشمنوں سے چھپا رکھا ہے۔ تمہاری ڈمی تمہارا رول بہت اچھی طرح ادا کر رہی ہے لیکن میری موت دشمنوں کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ میری ہلاکت چھپی نہیں رہے گی۔ آہ! ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے باقی ساتھی کب تک دشمنوں پر صرف تمہارا رعب اور دبدبہ قائم رکھیں گے۔ آہ! آہ! فرہاد میں تمہارے پاس آرہی ہوں۔"

ایسا کہتے کہتے جورجیا نے دم توڑ دیا۔ سپرماسٹر اور اس کے تینوں ساتھی اپنے اپنے خفیہ اڈے میں تھے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ انہوں نے سونیا کے آخری چور خیالات پڑھ لئے ہیں اور مرتے وقت اس کی سوچ کی لہریں جھوٹ نہیں بول سکتی تھیں۔ وہ چاروں اپنے اپنے بنگلوں میں خوشی سے اچھل کر ڈانس کرنے لگے۔ یہ ان کے لئے زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی۔ سونیا کے ساتھ فرہاد کی موت کی تصدیق ہو گئی تھی۔ یہ معلوم ہو گیا تھا کہ بھارت میں جو فرہاد علی تیمور سرگرم عمل ہے، وہ اصلی نہیں ہے۔ فرہاد کی ڈمی ہے۔

دھماکے بارود کے ہوا کرتے ہیں۔ پہلی بار مسرتوں کے دھماکے ہو رہے تھے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں یہ خبر پھیلتی تو تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی عید ہو جاتی۔ سپرماسٹر نے فوراً ہی اپنے تینوں ساتھیوں کو اپنے اندر بلایا اور کہا "انسان بے انتہا خوشی کے موقع پر غلطیاں کرنے لگتا ہے۔ ہمیں اپنی مسرتوں پر قابو پانا چاہئے۔ تب ہم عالم ڈیوی کو ننگی کا ناچ نچا سکیں گے۔ وہ بھارت میں فرہاد کی موجودگی سے رشاد ہے۔ اسے نہیں معلوم ہونا چاہئے کہ فرہاد مر چکا ہے۔ وہ بھارت میں ڈمی فرہاد سے الجھتی رہے گی تو ہم اسے اپنے جال میں الجھا لیں گے۔"

اس کے ساتھی نے خوش ہو کر کہا "ہم چاروں بہت لکی ہیں۔ مقدر کو یہ منظور تھا کہ سونیا کے دم توڑتے وقت صرف ہم چاروں اس کے چور خیالات پڑھیں اور ہم چاروں کے سوا کسی کو یہ نہ معلوم ہو کہ اپنے نام اور کام کی دہشت پھیلا کے رکھنے والے دونوں بڑے نام اب اس دنیا میں نہیں رہے ہیں۔"

ری ریز نے کہا "یہ مسرتیں برداشت نہیں ہو رہی ہیں۔ جی چاہتا ہے ہم چاروں کسی خفیہ بنگلے میں تمام رات خوب جشن منائیں۔ خوب پئیں اور خوب عیش کریں۔"

سپرماسٹر نے کہا "ہم نے جو اصول بنائے ہیں اس کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ ہم چاروں کبھی ایک شہر میں اور ایک چھت کے نیچے یکجا نہیں ہوں گے۔ نہ ہم کسی کی خوشی میں شریک ہونے کے لئے اس سے ملاقات کریں اور نہ ہی ہم میں سے کوئی کسی کی موت پر اس کی آخری رسومات کے وقت موجود رہے گا۔"

ٹیری ٹیلر نے کہا "ہمیں تو آج تنہائی میں زیادہ خوشی کے باعث زیادہ پینا بھی نہیں چاہئے۔ نشہ بہکا کر تنہائی میں بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم نشے کی مستی میں کسی دشمن کے پاس پہنچ جائیں۔"

سپرماسٹر نے کہا "تم درست کہتے ہو۔ بے قابو ہونے، آپے سے باہر ہونے کا وقت آئے تو ہمیں خود کو قابو میں رکھ کر اپنی قوتِ ارادی کو آزمانا چاہئے۔ چلو ہم تمام خوشیوں کو بالائے طاق رکھ کر دیکھیں کہ بابا صاحب کے ادارے اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر سونیا کی موت سے کیا اثر ہو رہا ہے۔"

وہ سب آرمی چیف کے اندر پہنچ گئے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ سونیا کے ہلاک ہونے کے بعد بھی فائرنگ ہوتی رہی تھی۔ وہ بڑی مشکلوں سے بچتا ہوا اپنے کاٹیج میں آکر چھپ گیا تھا۔ شاید وہ فائرنگ کرنے والے سونیا کے آدمی تھے۔ اب وہ کھڑکی سے دیکھ رہا تھا۔ کچھ لوگ ایک بڑی سی ایمبولینس لے کر آئے تھے اور سونیا کی لاش اٹھا کر لے جا رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد آرمی چیف کے اندر سلمان کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مجھے یقین نہیں تھا کہ تمہارے دماغ میں آسانی سے جگہ ملے گی۔ کیا وہ سپرماسٹر اور اس کے ساتھی اپنا کام کر کے جا چکے ہیں؟"

آرمی چیف نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا، یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟"

پارس کی آواز آئی "تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ میری مما کو تم نے اور سپرماسٹر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر قتل کیا ہے۔ میں تم سب کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

پھر علی کی بھی آواز آئی "آج تک کسی سپر اسٹر نے اتنی بڑی غلطی نہیں کی جیسی تم نے ہماری مما کو مار کر کی ہے۔ بس آج سے تم اپنی زندگی کے دن گنتے رہو۔ ہم تمہیں ابھی ختم کر سکتے ہیں لیکن صرف تمہیں ختم کرنے سے مما جیسی غیر معمولی ہستی کا انتقام پورا نہیں ہوگا۔ تمہارے علاوہ تمہارے تین ساتھی ٹرانسفارمر مشین کے ساتھ فنا ہوں گے۔ ذرا آس پاس توجہ سے دیکھتے رہو۔ اب ہمارے کئی خیال خوانی کرنے والے سائے بن کر پہنچنے والے ہیں۔"

سپر اسٹر اور اس کے تین ساتھیوں کے ذہنوں میں ابتدا سے یہی بات تھی کہ انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے بڑی ذہانت سے کام لیا ہے۔ کوئی دشمن ان کے قریب نہیں پہنچ سکے گا لیکن دشمنوں کے ساتھ ان کے سائے بھی ہوتے ہیں۔ پارس اور علی کے پاس بھی سایہ بننے کا نسخہ ہے اور وہ سایہ بن کر ہر اس جگہ پہنچ سکتے تھے جہاں موت پہنچ سکتی ہے۔

سونیا کی ہلاکت کی خبر دور دور تک پہنچ گئی تھی۔ دیوی اور ہرارے کو یقین نہیں آیا۔ وہ دونوں آرمی چیف کے اندر آئے۔ اس وقت پارس اور علی وغیرہ اس کے اندر اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے تھے۔ دیوی اور ہرارے آرمی چیف کے چور خیالات پڑھنے لگے۔ پتا چلا واقعی سونیا کو قتل کرنے سے پہلے اچھی طرح تصدیق کر لی گئی تھی کہ وہی سونیا ہے پھر آرمی چیف کے چور خیالات نے بتایا کہ سپر اسٹر وغیرہ نے سونیا کے دم توڑتے وقت اس کے چور خیالات پڑھے تھے اور یہ چونکا دینے والا انکشاف ہوا تھا کہ ایک برس پہلے فرہاد علی تیمور کی طبعی موت ہو چکی ہے۔ پوری دنیا اور دشمنوں سے یہ حقیقت چھپائی گئی ہے۔ اسے زندہ سلامت ظاہر کرنے کے لئے اس کی ڈی سے کام لیا جا رہا ہے اور وہ ڈی فرہاد آج کل بھارت میں کام کر رہا ہے۔

چونکہ ایسی اہم بات کا انکشاف سونیا کی آخری سانسوں میں ہوا تھا اور مرتے وقت آدمی زبان سے جھوٹ نہیں بولتا جبکہ سونیا نے زبان سے کچھ نہیں کہا تھا' سپر اسٹر وغیرہ نے بڑے موقع سے ایسے ہی وقت چور خیالات پڑھے تھے اس لئے ان چور خیالات کی صداقت پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

دیوی خوشی سے جھوم گئی۔ شیو شنکر کی مورتی کے قدموں میں گر پڑی۔ ٹیلی پیتھی کا پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔ مکار زمانہ سونیا کو دنیا کی ہر ہستی کی طرح مرنا تھا اس لئے موت آئی اور اسے بھی ساتھ لے گئی۔ اب جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے تھے ان میں فرہاد کی طرح کوئی نمایاں خوبی نہیں تھی اور سونیا کی مکاری صرف ایک پارس میں تھی۔ اس اکیلے سے نمٹا جا سکتا تھا۔

دیوی نے ہرارے کے پاس آ کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "اب مجھے کوئی بے نقاب نہیں کر سکے گا۔ اعلیٰ بی بی (ثانی) اپنی ماں سونیا کے باعث محفوظ رہتی تھی۔ ہو سکتا ہے علی اور پارس اس بچی کی حفاظت کریں۔ میں بھی دیکھوں گی کہ مجھے بے نقاب کرنے والی یہ بچی ساتویں برس تک کیسے زندہ رہے گی۔"

ہرارے نے کہا "آپ برادر کبیر کو بھول رہی ہیں۔ وہ آج تک کبھی کسی دشمن کے قابو میں نہ آ سکا۔ اس میں کچھ غیر معمولی خوبیاں بھی ہیں اور جہاں تک اس بچی اعلیٰ بی بی (ثانی) کا تعلق ہے اس کے سر پر دو بڑے مضبوط سائے ہیں۔ وہ علی اور پارس نہیں بلکہ ان کے بزرگ تیمرزی صاحب اور روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والی آمنہ فرہاد ہے۔"

دیوی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ یہ صاف نظر آنے لگا کہ روحانی ٹیلی پیتھی سے ٹکرانے کے لئے وہ ادارے میں داخل نہیں ہو سکے گی۔ اسے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت بھی دی جائے گی تو وہ آمنہ فرہاد کے سامنے سے اس بچی کو لے جانے کی جرأت نہیں کر سکے گی۔

ہرارے نے کہا "آپ اپنی خوشیوں کو مایوسی میں تبدیل نہ کریں۔ اس بچی کی طرف سے مسلسل ناکامی ہو رہی ہے لیکن یہ خوشی کا موقع ہے۔ دو ناقابل شکست دشمن فنا ہو چکے ہیں۔ اگر ہم کسی طرح سپر اسٹر اور اس کے تین ساتھیوں کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ جائیں گے تو وہ سب آپ کے قدموں میں گر پڑیں گے۔"

میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پیرس کی پولیس اور انتظامیہ سے کہہ دیا کہ سونیا کی لاش کو ان کی تحویل میں نہیں دیا جائے گا۔ صاف ظاہر ہے کہ اس کے جسم میں دو گولیاں پیوست ہوئی ہیں لہٰذا پوسٹ مارٹم ضروری نہیں ہے۔ جس بڑی ایمبولینس میں سونیا (جورجیا) کی لاش رکھی گئی تھی اسے بابا صاحب کے ادارے والے اپنے ساتھ لے گئے پھر اسی دن رات کو وہ لاش فرہاد میں اتار دی گئی۔

سونیا اس روز روپوش رہی پھر چہرہ بدل کر بابا صاحب کے ادارے میں آ گئی۔ امریکی سفارت خانے سے جورجیا غائب ہو گئی پہلے دن یہ سمجھا گیا کہ وہ کسی اہم معاملے میں مصروف ہے۔ جب دوسرے دن بھی واپس نہ آئی تو اس کی اسسٹنٹ نے امریکا اور فرانس کے حکام کو اطلاع دی۔ سپر اسٹر نے اس کی اسسٹنٹ کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ ایک جرمن نوجوان سے عشق کرنے لگی تھی۔ اپنی اسسٹنٹ سے کہا تھا کہ وہ چپ چاپ اپنی رہائش گاہ سے جائے گی پھر دوسری صبح واپس آ جائے گی اگر امریکی حکام کی طرف سے کوئی اہم فون آئے تو وہ کہہ دے کہ جورجیا ایک ٹاپ سیکرٹ مشن پر گئی ہے۔

ٹاپ سیکرٹ مشن کے معنی ہیں سب سے خفیہ ایسا مشن جو رازداری میں سرفہرست یعنی ٹاپ پر رکھا جاتا ہے۔ لیکن اس کا دوسرا مفہوم بھی نکل آتا ہے۔ راز میں رکھنے والا سب سے خطرناک مشن موت ہے۔ جورجیا اسی ٹاپ سیکرٹ مشن پر چلی گئی تھی۔

○☆○

بڑھ گھنٹے بعد جناب تیمرزی میرے اور پارس کے ساتھ سونیا اغ میں کچھ خاص باتیں کرنا چاہتے تھے لیکن حالات نے پلٹا کھایا۔ ہم سونیا کی فرضی موت کا ڈراما پلے کر کے دشمنوں ش فہمی میں مبتلا رکھنے میں مصروف ہو گئے تھے۔

جورجیا کو دفن کرنے کے بعد اطمینان ہوا کہ اب بھید نہیں ہا۔ اس وقت سونیا بھی بہروپ بدل کر بابا صاحب کے ادارے آئی تھی۔ پارس بھی وہاں اعلیٰ بی بی (ثانی) اور کبریٰ فرہاد کے خا پھر وہ ماں بیٹے جناب تیمرزی کے حجرے میں آ گئے۔ میں نے خوانی کے ذریعے سونیا کے دماغ میں آ کر محترم تیمرزی..... لام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا "اللہ تعالیٰ نے وسیع و عریض کائنات تخلیق کی ہے جس میں سورج کے ی گردش کرنے والے سیارے ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار دم سیارچے اور ستارے ہیں۔ ہماری دنیا میں انسانی اور حیوانی ل ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے' کیا اللہ تعالیٰ نے لامحدود کائنات صرف ہماری چھوٹی سی دنیا میں مخلوق پیدا کی ہے اور کائنات کے یاروں اور سیارچوں کو ویران رکھا ہے؟

"عقل یہ تسلیم نہیں کرتی کہ صرف ہماری دنیا آباد ہے اور ی کائنات ویران ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آفتاب سے لے کر ذرّے پیدا کئے ہیں۔ اس خالقِ حقیقی کی ہر تخلیق اپنا ایک مقصد ی ہے۔ ہزاروں صدیوں سے ذرہ..... صرف ایک بے مقصد سمجھا جاتا رہا۔ جب سائنسی تحقیق ہوئی تو انکشاف ہوا کہ ایک جس قدر چھوٹا ہوتا جائے گا وہ ایٹم کی صورت میں حیرت انگیز ت کا حامل ہوگا۔

"جب ایک ذرّے کے اندر اللہ تعالیٰ کی تخلیق بڑے اہم عدد رکھتی ہے تو ہماری دنیا سے الگ کائنات کے ذرّے نہ جانے کیسے کیسے بھید چھپے ہوں گے۔

"ان حقائق کے پیشِ نظر دنیا کے تمام سائنس دان اس بات ہ متفق ہیں کہ اس وسیع و عریض کائنات میں اللہ تعالیٰ نے اور ی مخلوقات پیدا کی ہیں۔ اپنی کائنات کے بیشتر حصوں کو نہ ویران چھوڑے نہ مقاصد سے خالی چھوڑا ہے۔

"جب سے سائنس معلومات میں اضافہ کر رہی ہے تب سے سائنس دان کائنات کے راز معلوم کرنے میں دن رات کوشاں ہیں۔ ان کی توجہ اس بات پر مرکوز ہے کہ اگر کہکشاں یا کسی نامعلوم دوسرے میں کوئی ترقی یافتہ مخلوق موجود ہے تو ان کے وجود کی تصدیق سے ابتدائی طریقہ صرف ایک ہے۔ وہ ترقی یافتہ مخلوق خلا میں ریڈیو سگنلز بھیجتی ہوگی۔ ان سگنلز کو کیچ کرنے کے لئے ہمارے دان ریڈیو ٹیلی اسکوپ ۴۲۰ میگا ہرٹز کو ٹیون کرتے ہیں۔

"اس میں بھی کامیابی ہوتی ہے اور کبھی ناکامی۔ ایسے سگنلز ی ہوتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتے۔"

مکی فرہاد علی تیمور اس داستان کا راوی زیادہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی باتیں کر کے قارئین کی ایک خاص تعداد کو بور نہیں کروں گا۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ جو معلومات بور کرتی ہیں وہی معلومات آگے چل کر زندگی کے لئے لازمی ہو جاتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں میرے قارئین اکیسویں صدی میں داخل ہونے سے پہلے اپنی دنیا کے اندر اور باہر کی کچھ ایسی معلومات حاصل کر لیں جو ہمارے یا آئندہ ہماری نسل کے لئے بے حد لازمی ہوں گی۔

محترم تیمرزی کس قدر دیندار اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں' اس کا علم میری طویل داستان کے قارئین کو ہے۔ سائنس دان مادیت کو بنیاد بنا کر خلائی مخلوق کے متعلق جو کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں وہی معلومات محترم تیمرزی روحانیت کو بنیاد بنا کر ہمیں سمجھا رہے تھے۔

انہوں نے فرمایا "قدرت کی طرف سے کائنات کے ایک ایک بھید کو ظاہر کرنے کا وقت مقرر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک وہ مقررہ وقت نہیں آئے گا سائنس دان ناکام ہوتے رہتے ہیں اور ہم روحانیت کے سمندر میں غرق رہ کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کبھی کبھی ہم پر ایسے بھید آشکار کرتا ہے جس کی ہم کبھی توقع نہیں کر سکتے۔

"میں اس تمہید کے بعد ایک بے حد چونکا دینے والی بات کہہ رہا ہوں اور وہ یہ کہ لکی سیون ہماری دنیا کی مخلوق نہیں ہے۔"

واقعی یہ ایسی چونکا دینے والی بات تھی کہ ہم کئی لمحوں تک گم صم رہ گئے۔ لکی سیون ہماری طرح دو ہاتھ' دو پاؤں' ایک جسم اور ایک مکمل چہرہ رکھتی تھی۔ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق کیسی ہوگی؟ اس سلسلے میں سائنس دانوں نے اور سائنس فکشن لکھنے والوں نے خیالی مخلوق کی طرح طرح کی تصویریں اور متحرک فلمیں بنائی ہیں۔ وہ تمام مخلوقات انسانی جسم سے کسی حد تک مشابہت رکھنے کے باوجود انسان سے مختلف ہیں جبکہ لکی سیون ایک مکمل انسانی جسم کی حامل تھی۔

میں' سونیا اور پارس اپنے اپنے طور پر سوچ رہے تھے اور جناب تیمرزی خاموشی سے ہماری سوچ کی لہروں کو پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا "میں نہیں جانتا کہ لکی سیون مکمل انسانی جسم کی حامل کیسے ہے؟ کیا وہ خلا کے جس حصے سے آئی ہے وہاں کی مخلوق بالکل ہماری طرح ہے جیسی کہ لکی سیون نظر آ رہی ہے؟

"تم سب جانتے ہو کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں جاتے ہیں تو وہ ہنستی ہے' کہتی ہے کہ گدگدی ہو رہی ہے پھر وہ بے اختیار سانس روک لیتی ہے۔"

"میں نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے خیالات پڑھنے کی کوشش کی۔ اسے گدگدی محسوس نہیں ہوئی۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا لیکن میں اس کے دماغ کے ذریعے سنائی دینے والے سگنلز کو سمجھ نہ سکا۔ لکی سیون کا دماغ بھی جواباً سگنلز ارسال کر رہا تھا لیکن وہ ہماری دنیا میں شعوری طور پر اپنے

بارے میں نہیں جانتی ہے کہ وہ اپنے دماغ کے ایک حصے میں کہیں سے موصول ہونے والے سگنلز کے جواب میں خود سگنلز میں دیتی ہے۔

"فی الحال قدرت یہی چاہتی ہے کہ اس سلسلے میں میری معلومات یہیں تک محدود ہوں اور لکی سیون بھی ہماری دنیا میں رہ کر اپنے بارے میں بے خبر رہے کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ ابتدا میں جب فرہاد سے اس کی ملاقات ازبکستان میں ہوئی تو وہ ہر بات چند سیکنڈ یا چند منٹ کے بعد بھول جایا کرتی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دماغ میں ابھرنے والے سگنلز دنیاوی باتوں پر حاوی ہو جاتے تھے جن کی وجہ سے وہ ہر بات جلد ہی بھول جایا کرتی تھی پھر وہ ہماری دنیا میں رہتے رہتے یہاں کی زبانوں کو اور یہاں کی چیزوں کو یاد رکھنے کے سلسلے میں خفیہ سگنلز پر حاوی ہوتی جا رہی ہے۔"

میں نے سونیا کی زبان سے کہا "آپ کی یہ باتیں سن کر مجھے اس کی بہت سی باتیں یاد آ رہی ہیں۔ وہ انتہائی سرد موسم میں بھی ہلکا سا مختصر سا لباس پہنتی ہے اور لحاف اور کمبل کے بغیر ایسے سوتی ہے جیسے گرمی کا موسم گزار رہی ہو۔

"اسے گرمی کے موسم میں جلتے ہوئے سورج کے نیچے کھڑا کر دو تو وہ ایسے کھڑی رہتی ہے جیسے گھنے درخت کی چھاؤں میں یا ائرکنڈیشنڈ کمرے میں کھڑی ہو۔ کھانا گرم ہو یا ٹھنڈا وہ کچھ فرق محسوس نہیں کرتی۔ جو مل جائے اسے چبا چبا کر نگل جاتی ہے۔"

پارس نے کہا "میں نے بھی اس کے ساتھ رہ کر اسے تمام لڑکیوں سے مختلف پایا ہے۔ وہ اندر سے زہریلی ہے۔ سایہ بن کر جس کے اندر جا کر تھوک دیتی ہے وہ مر جاتا ہے۔ یہ بات اسے نہیں معلوم ہے کہ وہ زہریلی کیسے بن گئی ہے۔"

انہوں نے فرمایا "ایک اور غیر معمولی بات ہے جسے تم جانتے ہو۔"

پارس نے کہا "جی ہاں۔ اس نے ایک بار اپنے متعلق کہا تھا۔ کبھی میں سوچتی ہوں کہ کون ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں؟ تو عجیب سا لگتا ہے۔ دنیا میں سب کے ماں باپ ہیں۔ کہیں میرے بھی والدین ہوں گے۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ میں آسمان سے ٹپک پڑی ہوں پھر یہ کہ میں ابتدا میں تمہارے پاپا سے ملی تو از بک زبان بولتی تھی پھر بھول جاتی تھی۔ تمہارے پاپا انگریزی میں بولتے تھے۔ میں بھی انگریزی بولنے لگی۔ جب ان سے بچھڑ گئی تو انگریزی بھول گئی۔ جب فرانس آئی تو دوسروں سے فرانسیسی زبان سن کر خود یہ زبان بولنے لگی۔ لکی سیون کی یہ باتیں سن کر سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ دنیا کی کوئی زبان اس کے حافظے میں مستقل نہیں رہتی ہے۔ اگر اس سے فرانسیسی میں کہا جائے کہ انگریزی میں جواب دو تو وہ فرانسیسی زبان میں ہی پوچھتی ہے کہ انگریزی زبان کیسے بولی جاتی ہے۔ اسی طرح انگریزی زبان میں اس سے کہا جائے کہ فرانسیسی زبان میں جواب دو تو وہ انگریزی زبان میں ہی پوچھتی ہے کہ فرانسیسی زبان کیسے بولی جاتی ہے۔ میرے لئے لکی سیون ایک معما رہی ہے۔"

سونیا نے کہا "جب ہمارے محترم بزرگ فرما رہے ہیں کہ ہماری دنیا کی مخلوق نہیں ہے تو پھر اس کا ذہن' اس کی یادداشت' اس کی بولی اور اس کے طور طریقے ہم سے مختلف ہوں گے۔ اگر انگریزی سن کر انگریزی بولتی ہے' جاپانی زبان سن کر جاپانی بولتی ہے تو پھر اس کا دماغ ایک کمپیوٹر جیسا ہوگا۔ کمپیوٹر میں جس زبان کی ڈسک ڈالی جاتی ہے اس کی اسکرین پر اسی زبان کے سوال و جواب ابھرتے ہیں۔"

انہوں نے فرمایا "میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔ کمپیوٹر کی زبان کی بھی ڈسک نہ ڈالی جائے تو اس کی اسکرین سادہ رہتی ہے۔ اسی طرح لکی سیون کے سامنے کوئی زبان نہ بولی جائے تو اس کا دماغ ہر زبان سے محروم اور خالی رہتا ہے لیکن دماغ اور کمپیوٹر میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ کمپیوٹر ایک مشین ہے اور وہ جذبات سے محروم رہتی ہے۔ لکی سیون کا دماغ خصوصی جذبات کا احساسات رکھتا ہے۔ خصوصی سے مراد یہ ہے کہ وہ عام حالات میں کسی سے متاثر نہیں ہوتی اور وہ سب ہی کے لئے جذبات احساسات نہیں رکھتی ہے۔ ہماری دنیا میں وہ صرف پارس متاثر ہے۔"

پارس نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔ انہوں نے "اب اس کا دماغ کمپیوٹر کی طرح خالی نہیں رہتا ہے۔ اب اس سوچ کی لہریں انگریزی اور فرانسیسی میں پارس کا نام لیتی ہیں۔ ابتدا میں روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی سوچ کی لہروں کو نہیں پایا کیونکہ ابتدا میں اس کے دماغ کے اندر اس دنیا کی کوئی زبان مستقل نہیں رہتی تھی۔ اب پارس جو زبان بولتا ہے وہ اس کی یادداشت میں محفوظ رہتی ہے لیکن وہ پارس کی کسی میں بھی کسی دوسرے کے متعلق کچھ نہیں سوچتی ہے۔ اس کی سوچیں اور تمام جذبات صرف پارس کے لئے ہوتے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "وہ پارس کے سلسلے میں کیا سوچتی ہے؟"

"اس کی سوچ کی لہریں کہتی ہیں کہ وہ پارس کو اپنی طرح چاہتی ہے لیکن وہ خود نہیں جانتی کہ پارس کو اپنی طرح کیوں ہے اور کیسے بنا رہی ہے؟ میں یہ معلوم کرنے کے لئے پچھلی دو سے پارس کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ جب یہ گہری نیند میں ہو اور میں اس کے اندر پہنچتا ہوں تو اس دنیا کی کوئی زبان اس کی لہریں مجھے نہیں سناتی ہے۔ یہ وقتی طور پر تمام زبانیں بھول ہے۔ مجھے اس کے دماغ سے ویسے ہی نامعلوم سگنلز سنائی دیتے جیسا کہ لکی سیون کی سوچ کی لہریں سناتی رہی ہیں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا پارس نامعلوم سگنلز کو سمجھ ہے؟"

پارس نے کہا "نہیں پاپا! میں کچھ نہیں جانتا۔ میں نے اب کوئی نامعلوم سگنل نہیں سنا ہے اور نہ سگنل کی لہروں کو اپنے میں محسوس کیا ہے۔"

جناب تبریزی نے کہا "لکی سیون بھی شعوری طور پر سگنلز کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے لیکن جب تم دونوں گہری نیند میں اپنے سے غافل ہو جاتے ہو تو تم دونوں کے اندر سگنلز کی لہریں یوں ہوتی رہتی ہیں جیسے تم دونوں نامعلوم کو ڈورڈز میں ایک دوسرے سے کچھ بول رہے ہو۔"

پارس کا ذہن بہت حساس تھا۔ وہ گہری نیند میں بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیا کرتا تھا لیکن خلائی مخلوق کے سگنلز میں ایسی کوئی بات تھی جسے وہ محسوس نہیں کرتا تھا۔ غیر شعوری طور پر ایسے سگنلز کے ذریعے نیند میں لکی سیون سے باتیں کرتا تھا پھر بیدار ہوتے ہی خلائی مخلوق کے سگنلز کو بھول جاتا تھا۔

جناب تبریزی نے فرمایا "لکی سیون ہماری دنیا میں نہ جانے کتنے عرصے سے بھٹک رہی ہے۔ فرہاد نے پہلی بار اسے ازبکستان میں پایا پھر ایک طویل عرصے کے بعد امریکا میں پارس سے اس کی ملاقات ہوئی۔ اس کے مسلسل بھٹکنے کی کوئی خاص وجہ ہو سکتی ہے پارس سے ملنے کے بعد اس نے بھٹکنا چھوڑ دیا ہے۔ اسے کہا گیا کہ وہ امریکا سے فرانس آئے اور ہمارے ادارے میں قیام کرے' اس نے یہ مشورہ تسلیم کر لیا اور میرے پاس آ گئی۔"

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا "وہ پارس سے دور ہونے کے بعد شاید یہاں بھی نہ رہتی۔ چپ چاپ کہیں چلی جاتی لیکن جب میں نے اسے آمنہ (رسونتی) سے ملایا اور یہ بتایا کہ وہ پارس کی والدہ ہے تو وہ خوش ہو گئی۔ اس نے آمنہ سے پوچھا "آپ اپنے بیٹے کو یہاں بلائیں گی؟"

آمنہ نے کہا "ضرور۔ میرے دو بیٹے ہیں۔ علی اور پارس' دونوں مجھ سے ملنے کے لئے آتے رہتے ہیں۔ تم کہو گی تو میں جلد ہی پارس کو یہاں بلاؤں گی۔"

"آپ بہت اچھی ہیں۔ میں آپ کے پاس رہوں گی۔"

جناب تبریزی نے آمنہ سے کہا کہ لکی سیون کو اپنے پاس رکھے۔ وہ دونوں یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ وہ کبھی کبھی نارمل کیوں ہو جاتی ہے؟

وہ دونوں اس کی اسٹڈی کرنے لگے۔ ایک ہی دن کی اسٹڈی سے پتا چلا کہ اسے صحیح طور سے سمجھنے کے لئے روحانی علوم سے واقفیت کرنا ہوگا پھر انہوں نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے خیالات پڑھنے کی کوشش کی تب یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ اس کے دماغ کے اندر سوچ کی لہریں نہیں ہیں اور سوچ کی لہریں اس لئے نہیں ہیں کہ وہ ہماری دنیا کی کوئی زبان نہیں جانتی ہے اور جو دماغ کے خلا میں ایسے سگنلز سنائی دیے جو سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ یا تو وہ کوڈ سگنلز تھے یا پھر وہ سگنلز ہی کسی ایسی خلائی مخلوق کی زبان تھی جس کا تعلق لکی سیون سے تھا۔ لکی سیون گہری نیند میں غفلت کے دوران سگنلز کی وہ زبان سمجھتی تھی اور اب ایسی ہی غفلت کے دوران وہ پارس کو بھی یہی زبان سکھا رہی تھی۔

جناب تبریزی نے سونیا سے کہا "تمہیں اور فرہاد کو میں نے یہی غیر متوقع باتیں بتانے کے لئے بلایا ہے۔ آئندہ چند دنوں میں کسی وقت بھی پارس میں نمایاں تبدیلیاں آ سکتی ہیں۔"

میں نے پوچھا "وہ تبدیلیاں کس قسم کی ہوں گی؟"

"یقین سے کہا نہیں جا سکتا۔ لکی سیون اور پارس کے درمیان گہری نیند کے وقت جو باتیں ہوتی ہیں وہ خلائی مخلوق کے سگنلز کی زبان میں ہوتی ہیں۔ پتا نہیں یہ دونوں اس اجنبی زبان میں ہماری دنیا کے بارے میں باتیں کرتے ہیں یا اس دنیا کی باتیں کرتے ہیں جہاں سے لکی سیون کا رابطہ رہتا ہے۔"

سونیا نے کہا "ایک سوال کھٹکتا ہے کہ لکی سیون سگنلز کی زبان پارس کو کیوں سکھا رہی ہے؟ کیا وہ ہماری دنیا میں رہنا نہیں چاہتی؟ کیا وہ پارس کو اپنی دنیا میں لے جانا چاہتی ہے؟"

انہوں نے فرمایا "مجھے اور آمنہ کو یہی تشویش ہے۔ اگر لکی سیون اور پارس سے پوچھا جائے کیا وہ کسی خلائی مخلوق کے سیارے میں جانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں تو وہ جواب نہیں دے سکیں گے کیونکہ یہ بیداری کے لمحات میں سگنلز کے ذریعے ہونے والی گفتگو بھول جاتے ہیں۔"

پارس نے کہا "میں حیران ہوں کہ میرے ذہن میں ایک اجنبی زبان نقش ہو رہی ہے اور میں اس سے بے خبر ہوں۔"

"صرف تم ہی نہیں' لکی سیون بھی بے خبر ہے۔ بیداری کے دوران نہ اسے اپنے آباواجداد کی زبان یاد آتی ہے اور نہ ہی اسے یہ معلوم ہے کہ وہ تمہیں یہ زبان سکھا رہی ہے۔ وہ کچھ نہیں جانتی کہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟"

"پھر تو یہ اندیشہ ہے کہ خلائی مخلوق کے افراد نے لکی سیون کو آلۂ کار بنایا ہے اور وہ ہماری دنیا میں آ کر پارس جیسے باصلاحیت جوانوں کو ٹریپ کر رہی ہے۔"

"بے شک۔ دل میں ایسے اندیشے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں صرف پارس ہی نہیں لکی سیون کو بھی کسی خلائی مخلوق کی سازشوں سے نجات دلانا چاہئے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب لکی سیون کو اپنی اصلیت اور حقیقت معلوم ہو۔ اسے معلوم ہو گا تو پارس کو بھی بہت کچھ معلوم ہو سکے گا۔ پھر یہ خود ہی اپنی اور لکی سیون کی حفاظت کی تدبیر کر لے گا اور ہم بھی ان کی بہتری کے لئے بہت کچھ کر سکیں گے۔"

"سوال پیدا ہوتا ہے کہ لکی سیون کی اصلیت کیسے معلوم ہوگی؟"

"آمنہ دن رات اس پر توجہ دے رہی ہے۔ آج سے پارس

میرے ساتھ حجرے میں رہے گا۔ میں بھی ہمہ وقت اس پر توجہ دیتا رہوں گا۔ مجھے اور آمنہ کو یقین ہے کہ ہم روحانی علوم کے ذریعے ان دونوں کے متعلق کچھ نہ کچھ معلوم کرسکیں گے۔"

میں' سونیا اور پارس سر جھکا کر سوچنے لگے۔ ہم سوچنے کے سوا کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ ہمیں معلوم تھا کہ آمنہ اور جناب تمیرزی کو روحانیت کے علوم میں کمال حاصل ہے۔ انہوں نے ہمیں جو کچھ بتایا تھا وہ اس سے بھی زیادہ جانتے تھے لیکن اتنا ہی بتاتے تھے جتنا کہ قدرت کی طرف سے اشارہ ملتا تھا۔

ہمیں پریشانی تھی لیکن اطمینان بھی تھا کہ لکی سیون' آمنہ کے پاس رہے گی اور پارس جناب تمیرزی کی توجہ کا مرکز رہے گا تو دونوں کے حق میں بہتری ہوگی۔

انہوں نے کہا "تم سب جو سوچ رہے ہو' انشاء اللہ وہی ہوگا۔ سونیا! تم اور فرہاد جاؤ۔ یہاں دشمنوں سے نمٹنے کے لئے جو منصوبے پہلے سے تھے اب ان میں تبدیلی کرو کیونکہ پارس اب یہاں کے معاملات میں تمہارے کام نہیں آئے گا۔"

ہم پارس کو ان کے حجرے میں چھوڑ آئے۔ سونیا بچوں کی دیکھ بھال کرنے والی گورنس کے روپ میں اپنے بچوں کے پاس آگئی۔ میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ سونیا نے اعلیٰ بی بی (ثانی) اور کبریا فرہاد کے پاس آکر آواز اور لہجے کو تبدیل کیا پھر کہا "بچو! میں تمہاری نئی گورنس ہوں۔ تمہاری مما کچھ عرصے تک اس ملک سے باہر رہیں گی۔ ان کی واپسی تک میں تم دونوں کا خیال رکھوں گی۔"

کبریا فرہاد نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر کہا "آپ کا قد ہماری مما کی طرح ہے۔ آپ کو کس نے ہمارے لئے گورنس مقرر کیا ہے؟"

"تمہارے پاپا نے۔ وہ ابھی میرے دماغ میں موجود ہیں۔"

میں نے سونیا کی زبان سے کہا "ہاں بیٹے! اس نئی گورنس کو میں ہی لایا ہوں۔"

"کیا آپ نے مما کو بتایا تھا کہ گورنس جوان ہوگی اور اسے ہمارے ہی لئے لارہے ہیں؟"

سونیا نے مسکرا کر خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے کہا "ملاحظہ فرمائیں۔ یہ ہے آپ کا بیٹا۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "یہ تو بالکل پارس کی طرح بولتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی (ثانی) نے کہا "کبریا! جب پاپا انہیں لائے ہیں تو کچھ سوچ سمجھ کر ہی لائے ہیں۔ بڑوں کے معاملے میں بچوں کو نہیں بولنا چاہئے۔"

اعلیٰ بی بی (ثانی) نے دونوں ننھے بازو سونیا کی طرف بڑھا کر کہا۔ "میڈم! میں آپ کو ویلکم کہتی ہوں۔ کیا آپ مجھے گلے لگانا پسند کریں گی؟"

سونیا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "فرہاد! ذرا اس فتنہ کو دیکھو۔ یہ کوئی چال چل رہی ہے۔"

سونیا نے اعلیٰ بی بی (ثانی) کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے پھر دونوں بانہیں پھیلا کر اعلیٰ بی بی (ثانی) کو گلے سے لگالیا۔ اعلیٰ بی بی (ثانی) نے ایک لمبی سانس کھینچی۔ سونیا نے کہا "تم دونوں بڑے پیارے بچے ہو۔ میں ایک ماں کی طرح تمہارا خیال رکھوں گی۔"

اعلیٰ بی بی (ثانی) نے کہا "ماں کو ماں کی طرح ہی خیال رکھنا چاہئے۔ ڈونٹ میک اَس فول مما!"

سونیا ہنسنے لگی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا "تم ایک گورنس کی کامیاب اداکاری کررہی تھیں۔ اس فتنہ نے تمہیں کیسے پہچان لیا؟"

سونیا نے کہا "خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے' یہ جسموں کی مخصوص مہک سے پہچان لیتی ہے۔ کبھی میں بھی ایسی ہی تھی۔"

ہاں سونیا ابتدا میں ایسی ہی تھی۔ اس کی سونگھنے کی حس غیر معمولی تھی۔ قریب سے گزرنے والے دوستوں یا دشمنوں کو ان کے بدن کی مخصوص مہک سے پہچان لیتی تھی۔ اس کی یہ سونگھنے کی حس بہت عرصے پہلے کمزور پڑتے پڑتے ختم ہوگئی تھی لیکن خدائی قدرت کو کون پوری طرح سمجھ پاتا ہے۔ اعلیٰ بی بی (ثانی) کو یہ غیر معمولی حس ماں کے خون سے ملی تھی۔

سونیا ان دونوں کو دونوں بازوؤں میں اٹھائے کوارٹر کے ایک کمرے میں آئی اور انہیں سمجھاتی رہی کہ اس نے یہ بھیس کیوں بدلا ہے اور آئندہ وہ دونوں اسے مما نہیں' میڈم کہہ کر مخاطب کریں گے۔

میں نے سونیا سے کہا "میں جارہا ہوں۔ ثانی اور علی سے رابطہ کرکے ان کی حکمتِ عملی میں کچھ تبدیلیاں کروں گا۔"

میں بمبئی میں سمندر کے کنارے جوہو کے ایک بنگلے میں دائمی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس بنگلے میں شہناز (سابقہ شی تارا) اور بابر (سابقہ پوجا) میرے ساتھ تھیں۔ میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ بہت دیر تک مصروف رہوں گا لہٰذا وہ دونوں تفریح کے لئے چلی گئی تھیں۔ ان کی واپسی رات کو دیر سے ہوئی تھی۔

میں نے ثانی اور علی کو مخاطب کرکے کہا' وہ دونوں میرے ارادہ آئیں۔ وہ فوراً ہی آگئے۔ جناب تمیرزی نے لکی سیون اور پارس کے متعلق جو حیرت انگیز باتیں بتائی تھیں' وہ ساری باتیں میں نے تفصیل سے ثانی اور علی کو بتادیں پھر کہا "آئندہ پارس ہمارے کسی معاملے میں شریک نہیں ہوگا اس لئے پارس یہاں جن معاملات میں مصروف رہا کرتا تھا اب وہ تمام معاملات علی کے سپرد کئے جارہے ہیں۔"

علی نے کہا "پاپا! اب مجھے واشنگٹن سے پیرس پہنچنا ہوگا۔"

"ہاں۔ پارس نے برادر کبیر بن کر کئی بار اہم کارنامے انجام دیئے ہیں اور آج تک دیوی کو ایم آئی ایم کا سربراہ برادر کبیر بن کر کامیابی سے دھوکا دیتا آرہا ہے۔"

علی نے کہا "پاپا! ایم آئی ایم کے اصل سربراہ ذاکر علی (سابقہ زبیک) کے علم میں یہ بات لانی ہوگی کہ اب سربراہ کا رول ں نہیں میں ادا کروں گا۔"

"ہم ابھی ذاکر علی سے کہہ دیں گے۔ اس سے پہلے یہ کہہ دوں تم کسی بھی معاملے میں پارس سے کم نہیں ہو۔ تم دونوں توڑ جوڑ ماہر ہو لیکن تمہارے مزاج میں سنجیدگی زیادہ ہے جبکہ پارس' ر کبیر کی حیثیت سے دیوی کو ہمیشہ زندہ دلی کے ذریعے فریب دیتا ہے۔"

"پاپا! میں انسان کے مزاج اور بدلتے ہوئے وقت کے مطابق کو بدلتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں دیوی اور سپرماسٹر وغیرہ کو کبھی نہیں چلے گا کہ کوئی دوسرا برادر کبیر آگیا ہے۔"

"مجھے یقین ہے تم بڑی کامیابی سے یہ رول ادا کرو گے لیکن ں کے علاوہ تمہیں کبھی کبھی پارس بن کر بھی دشمنوں سے رابطہ نا ہوگا۔"

علی نے کہا "یہ پارس تو پکا جوکر ہے۔ یہ مجھے بھی جوکر بنادے ۔"

"بیٹے! صرف اتنا ہی نہیں' تمہیں کبھی کبھی شہناز سے بھی بط کرنا ہوگا اور پارس بن کر یقین دلانا ہوگا کہ تم کسی نہ کسی مہم مصروف ہو۔"

"آہ! یہ بڑا مشکل کام ہے۔ وہ کمبخت ایسے عشقیہ مکالمے ادا رتا ہے کہ ایسے مکالمے مجھے کسی بڑے رائٹر سے لکھوا کر یاد کرنے ں گے۔"

ثانی نے ہنستے ہوئے کہا "فکر نہ کرو۔ میں پارس کے اسٹائل کو ب سمجھتی ہوں۔ ایسا وقت آئے گا تو میں تمہیں بتاؤں گی کہ وہ بطان کیسی حرکتیں کرتا ہے اور کیسے مکالمے بولتا ہے۔"

میں نے ایم آئی ایم کے سربراہ ذاکر علی سے رابطہ کیا۔ میرے لاؤڈرز سن کر وہ خوشی سے کھل گیا "فرہاد صاحب! آپ؟ آپ مجھ اجز کے پاس آئے ہیں' یہ میری خوش قسمتی ہے۔ حکم دیجئے بندہ دمت کے لئے حاضر ہے۔"

میں نے کہا "میں تمہارے پاس نہیں آتا لیکن پارس سے تو مارا برابر رابطہ رہتا ہے۔"

"جناب! آپ کے صاحب زادے پارس کی کیا بات ہے۔ نہوں نے جس انداز میں ہماری اسلامی تنظیم ایم آئی ایم کو تمام شمنوں کے حواس پر مسلط کردیا ہے یہ صرف ان کا ہی کام ہے۔"

"میرا بیٹا علی بھی پارس کا جواب ہے۔ میں چاہتا ہوں اب علی ایم آئی ایم کے سربراہ برادر کبیر کا رول ادا کرے۔ میں نے پارس کو ے مشن پر روانہ کردیا ہے۔"

"جناب! میں نے آپ کے صاحب زادے علی صاحب کے نے کارنامے سنے ہیں۔ میرے لئے آپ کے دونوں صاحب ے برابر ہیں۔ میرے ایم آئی ایم کے تمام جان نثار علی تیمور صاحب کو دل سے خوش آمدید کہیں گے۔"

علی نے ذاکر علی سے کہا "میں پاپا کے ساتھ ہوں اور آپ کی گفتگو سن رہا ہوں۔ میں چاہوں گا کہ پارس نے اب تک اپنی جتنی کارکردگی کی رپورٹ آپ کو ریکارڈ کے طور پر دی ہے اسے میں پڑھوں پھر عملی طور پر پارس یا برادر کبیر کا رول ادا کروں۔ اس مقصد کے لئے میں آپ کے دماغ میں آرہا ہوں۔"

علی اس کے دماغ میں رہ گیا۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو کر ثانی سے بولا "سپرماسٹر اور اس کے ساتھیوں تک پہنچنے کے لئے کیا کررہی ہو؟"

اس نے کہا "میرے ساتھ عادل' صفورا' جمیلہ اور ہیرو ہیں۔ اگرچہ ہیرو جسمانی طور پر مکمل انسان بن چکا ہے تاہم چہرہ پوری طرح تبدیل نہیں ہوا ہے۔ اسے دیکھتے ہی دشمنوں کو بندر آدمی یاد آجاتا ہے پھر کسی سے فائٹ کرتے وقت اس کے چھلانگیں لگانے کا انداز بھی بندروں جیسا ہے اس لئے میں نے اسے اور جمیلہ کو نیویارک میں چھوڑ دیا ہے۔ اگر سپرماسٹر یا اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی کو اس شہر میں ایک بندر آدمی کی موجودگی کا علم ہوگا تو وہ نیویارک کی رہائش گاہ چھوڑ کر واشنگٹن بھاگا چلا آئے گا۔ کیونکہ ان سب کا سیاسی مرکز واشنگٹن ہے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "یہ اچھی چال ہے۔ سیاسی کھونٹے سے بندھے ہوئے بیل رسے کی لمبائی تک بھاگتے ہیں۔ پھر کھونٹے کی طرف واپس آجاتے ہیں۔ عادل اور صفورا سے کیا کام لے رہی ہو؟"

"عادل تو ابتدا ہی سے آپ کا دیوانہ ہے۔ آپ کے اسٹائل میں بولتا ہے اور آپ کی طرح حرکتیں کرتا ہے اس لئے علی نے اس کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کے ذریعے ایسی تبدیلی کرائی ہے کہ چہرے کے ایک آدھ زاویے سے آپ کی جھلک ملتی ہے۔ دشمن اسے دیکھ کر یہ شبہ کرسکتے ہیں کہ فرہاد علی تیمور چہرہ بدل کر امریکا پہنچا ہوا ہے۔"

"عادل کو کس شہر میں بھیجا گیا ہے؟"

"آج ہی پلاسٹک سرجری مکمل ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ شکاگو' مین ہٹن' اور میامی بیچ وغیرہ میں دو دو چار چار دن قیام کرے گا۔ ان شہروں میں سپرماسٹر کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوگا تو وہ آپ کے خوف سے وہ شہر چھوڑ کر واشنگٹن کی طرف آئے گا۔"

"اچھا ہوا کہ تم نے یہ بات بتادی۔ دشمنوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اب میں بھارت میں نہیں امریکا میں ہوں۔ میں یہ بات مشتہر کروں گا۔"

ثانی نے کہا "اس طریقہ کار سے کسی نہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بارے میں ضرور معلوم ہوگا کہ وہ ایک پناہ گاہ سے نکل کر اپنے سیاسی مرکز کی طرف آیا ہے۔ تب میں اس مخصوص گولی کے ذریعے سایہ بن کر وہائٹ ہاؤس اور دیگر سیاسی نوعیت کی عمارتوں میں جاؤں گی اور کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے تک ضرور پہنچ جاؤں

گی۔"

"شاباش بیٹی! ایسے ہی طریقۂ کار پر عمل کرتی رہو۔ میں پھر کسی وقت تم سے رابطہ کروں گا۔"

ٹائی میرے دماغ سے چلی گئی۔ میں ایزی چیئر سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ دیوی بڑے فاتحانہ انداز میں میرے پاس آئے گی اور کہے گی کہ میں فرہاد علی تیمور نہیں ہوں' فرہاد مرچکا ہے میں اس کی ڈی ہوں۔

لیکن وہ ابھی تک نہیں آئی تھی جبکہ میری اور سونیا کی موت کی خبر پہلے آٹھ گھنٹے گزر چکے تھے۔ دراصل وہ فرانس میں ہاری ہوئی بازی دوبارہ جیتنے کی کوشش میں تھی۔ میرے بارے میں اسے اطمینان ہوگیا تھا کہ میں ڈی ہوں۔ بھارت میں مجھے اصلی فرہاد سمجھ کر میرے دماغ میں نہیں آتی تھی۔ فرانس کے معاملات سے نمٹ کر اب وہ سیدھی میرے دماغ میں آئے گی اور بھارت کی زمین سے میرے قدم اکھاڑ دے گی۔

اور وہ تمام دشمن بابا صاحب کے ادارے میں قدم جمانے کی بھرپور جدوجہد کررہے تھے۔ سپرباسٹر فرانس کے آرمی چیف اور وہاں کے اعلیٰ حکام کو سمجھا رہا تھا "ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اب تک فرہاد کے نام کی دہشت تھی' وہ مرچکا ہے۔ سونیا مکّارِ زمانہ سمجھی جاتی تھی' اسے بھی ہلاک کردیا گیا ہے۔ اب علی' ٹائی اور پارس رہ گئے ہیں۔ اگرچہ ان تینوں نے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں لیکن اب چیونٹیوں کی طرح مسلے جائیں گے کیونکہ وہ تینوں ہمیشہ فرہاد اور سونیا کی پشت پناہی اور تعاون سے کامیابیاں حاصل کرتے رہے ہیں۔"

دوسری طرف دیوی انٹیلی جنس اور فوج کے اعلیٰ افسران اور فرانس کے ان اعلیٰ حکام تک پہنچی ہوئی تھی جہاں تک پہنچنے میں سپرباسٹر نے دیر کردی تھی۔ وہ بھی فرانس کے تمام اکابرین کو یہی سمجھا رہی تھی کہ فرہاد اور سونیا کی موت سے بابا صاحب کا ادارہ بالکل کمزور ہوچکا ہے۔ وہاں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں وہ دیوی کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکیں گے۔ یا تو دیوی کے ہاتھوں مرجائیں گے یا پھر اس کے تابعدار بن جائیں گے۔

بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے ہارلڈ' جوجو' جے مورگن' تھہال اور جیری سرگرمِ عمل تھے۔ فرانس کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے پرسنل سیکریٹریز اور باڈی گارڈز وغیرہ کے دماغوں میں جگہ بنائے ہوئے تھے۔ جے مورگن نے ایک اعلیٰ افسر کے پرسنل سیکریٹری کی زبان سے کہا "سر! ہمارا ملک بڑے آزمائشی دور سے گزر رہا ہے۔ ایک طرف بابا صاحب کا ادارہ ہے دوسری طرف دیوی ہے اور تیسری طرف سپرباسٹر ہے۔ ان سب نے ہم سب کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا ہے اور وہ سب اپنے اپنے مفاد کی خاطر ہمیں استعمال کررہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ دیوی' سپرباسٹر اور بابا صاحب کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نمائندے کو ایک اجلاس میں بلایا جائے اور اس نتیجے پر پہنچا جائے کہ ان میں سے کون ہمارا بہترین دوست ہے۔"

یہ مشورہ نہایت ہی معقول تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے سب ہی متعلقہ افراد کو ایک گھنٹے کے اندر ایک کانفرنس ہال میں طلب کیا گیا۔ جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے' وہ جسمانی طور پر حاضر نہیں ہوئے لیکن ان کے نمائندے آئے تاکہ خیال خوانی کرنے والے اپنے نمائندوں کی زبان سے سوالات کے جواب دے سکیں۔

اس اجلاس میں سب سے پہلے ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "یہاں ہمارے ملک فرانس کے جتنے اہم اکابرین ہیں' وہ سب کسی نہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مٹھی میں ہیں۔ اگر وہ خیال خوانی کرنے والے اس اجلاس میں نہ آتے تو ہم ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے وہ جب بھی ہم سے جبراً کوئی کام لیں گے ہم بے چون وچرا اسے کر گزریں گے۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے شکر گزار ہیں کہ وہ یہاں پہنچ گئے ہیں۔ ہماری گزارش ہے کہ وہ ہمارے ملک اور قوم کو نقصان پہنچائے بغیر ہم سے کوئی کام لیں۔ دوسری صورت میں ہم تو کسی نہ کسی کے تابعدار بن چکے ہیں' آپ ہمیں ایک دوسرے کے خلاف استعمال کریں گے تو نتیجہ وہی ہوگا جو آپ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آپس کی لڑائی سے ہوچکا ہے۔"

سپرباسٹر کے ایک نمائندے نے کہا "نتیجہ ہمارے حق میں سامنے آیا ہے۔ سب سے خطرناک سمجھی جانے والی سونیا کو ہم نے قتل کیا ہے اور سونیا نے آخری ہچکیوں میں فرہاد علی تیمور کی موت کی بھی تصدیق کردی ہے۔ ہمارا پلڑا بھاری ہے۔ ہم دیوی سے کہتے ہیں کہ اب نہ اس کی آمنا شکتی ہمارا کچھ بگاڑ سکے گی اور نہ ہی شاطر مائنگ ہمارے جیسا مشیر کسی حکمتِ عملی سے اپنی دیوی کو ہمارے مقابلے میں کامیاب کرسکے گا۔"

دیوی اور ہمارے اپنے ایک نمائندے کے دماغ میں تھے۔ ہمارے نے اس نمائندے کے ذریعے کہا "میں شاطر ہوں' شطرنج کا کھلاڑی ہوں' پیچھے ہٹنے والی چال چلتا ہوں تو مخالف کھلاڑی دھوکا کھا جاتا ہے اور جو دھوکا کھا جاتا ہے اس کے نصیب میں شکست لازمی ہوتی ہے۔ سپرباسٹر کو ڈینگیں مارنے سے پہلے سوچنا چاہئے کہ آج صبح تک اس نے ہمارے شکار کیے ہوئے خیال خوانی کرنے والوں کو ہم سے چھینا ہے تو ہم نے بھی اس کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو چھین لیا تھا۔ ہم نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا ہے اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔"

علی تیمور نے ایک شخص کو اپنا آلۂ کار بنا کر اس کی زبان سے کہا "میں ایم آئی ایم کا سربراہ برادر کبیر بول رہا ہوں۔ اگرچہ مجھے اس اجلاس میں شرکت کی دعوت نہیں دی گئی ہے تاہم یہاں میری حاضری ضروری ہے۔ دیوی جی اور سپرباسٹر بڑے دعوے کررہے ہیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کے شکار کیے ہوئے بندے چھین لئے لیکن وہ شکار کیے ہوئے ٹیلی پیتھی جاننے والے بندے

ے پاس ہیں؟ کیا سپرباسٹر کے پاس ہیں؟ کیا دیوی کی ساری کے ں ہیں؟"

علی تیمور ان سوالات کے بعد ذرا خاموش ہوا تو پورے ں میں خاموشی چھا گئی پھر علی نے اپنے نمائندے کے ذریعے بڑے بڑے دعوے کرنے والے اس لئے خاموش ہیں کہ کے شکار کیے ہوئے بندے میری مٹھی میں ہیں۔ میرے اور ب کے ادارے کے درمیان کچھ اختلافات ہیں لیکن میں ہاں ہوں گا کہ ایم آئی ایم کے اختلافات کے باعث بابا صاحب رے کو کوئی نقصان پہنچے۔ میں اس ادارے کے انچارج سے ت کروں گا۔ مذاکرات کامیاب ہوں گے تو اس ادارے کے لی پیتھی جاننے والے میرے قبضے میں ہیں' انہیں واپس ں گا۔"

سپرباسٹر کے نمائندے نے کہا "برادر کبیر! تم اچانک ہمارے ی کے درمیان کود پڑے تھے۔ تم نے ہمیں سوچنے کا موقع یا۔ ہماری اور دیوی کی لڑائی سے فائدہ اٹھا کر....."

لی نے بات کاٹ کر کہا "ہر شکست کھانے والا شرمندگی سے لے یہی کہتا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں ویسا کردیتا۔ بائی ے اگر پھر دیوی اور تم فرانس کے اکابرین کو آلۂ کار بنا کر بابا ے ادارے کے دروازے تک پہنچنا چاہتے ہو تو ایک نہیں رالیں کوشش کرلو۔ بادام سونیا کی ہلاکت نے اس ادارے کو نقصان پہنچا دیا ہے۔ میں تو ان کے خیال خوانی کرنے والوں کے حوالے کرکے چلا جاؤں گا۔ ڈرو اس وقت سے جب نقصان پھٹے گا اور اس کا لاوا تم سب کو نیست و نابود کردے ں صرف اتنا ہی کہنے آیا تھا۔ میری بات ختم ہوچکی ہے۔ میں ول۔"

ہ نمائندہ اجلاس سے باہر چلا گیا۔ اجلاس میں چند لمحوں تک ہاری پھر فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "میں دیوی جی سے سپرباسٹر سے اتنا پوچھتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے ملک میں اپنی پھیر کر کیا کھویا اور کیا پایا؟ آپ ذرا غور کریں کہ برادر کبیر کتنا ے ہے۔ اس نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ سونیا کی ہلاکت کے ہ بڑی زبردست تباہی و بربادی ہوگی۔ برادر کبیر نے خود کو ات سے دور رکھنے کے لئے ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کرنے کا فیصلہ سنا دیا ہے۔ وہ مسلمان ہے' جب آپ لوگوں کی ثمت اختیار کرے گی تو وہ مسلمان کی حیثیت سے بابا صاحب اسے کا ہی ساتھ دے گا۔"

ہارے نے اپنے نمائندے کی زبان سے کہا "جب معمولوں سے جنگ ہوتی ہے تو یہ مسلمان آپس کے اختلافات ایک ہوجاتے ہیں لیکن میں دیوی جی کے مشیر کی حیثیت سے ہوں گا کہ آؤ سپرباسٹر ہم ان مسلمانوں کے خلاف ایک ہوجائیں تو ئیں ہوگا کیونکہ وہ ایک سپرپاور ملک کا سپرباسٹر ہے۔"

سپرباسٹر نے اپنے نمائندے کے ذریعے کہا "میں مسٹر ہرارے کی توقع کے خلاف دیوی کے ساتھ مل کر بابا صاحب کے ادارے سے مسلمانوں کی اجارہ داری ختم کرنے کو تیار ہوں۔ شرط یہی ہے کہ میں نے فرانس کے جتنے اکابرین کو اپنا تابعدار بنایا ہے' دیوی انہیں نقصان نہیں پہنچائے گی اور ہم دیوی کے تابعداروں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

ہرارے نے کہا "سپرباسٹر بہت دانشمندی کا ثبوت دے رہا ہے۔ ہم ایک ہونے کے بعد بابا صاحب کے ادارے سے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نابود کردیں گے یا اپنا تابعدار بنالیں گے۔"

فرانس کے اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "آپ لوگ آپس میں اتحاد کررہے ہیں اور ہمارے ملک کے تمام اہم اکابرین کو مالِ غنیمت کی طرح آپس میں بانٹ کر غلام بنا رہے ہیں۔ فار گاڈ سیک' ہم سے یہ غیر انسانی سلوک نہ کریں۔"

سپرباسٹر نے حقارت سے کہا "بکواس نہ کرو۔ کیا اب تک تمہارا ملک اور تمہاری قوم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تابعدار نہیں تھی۔"

"نہیں' بابا صاحب کے ادارے سے ہمارے تعلقات کو تیس برس گزر چکے ہیں۔ ان کے کسی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہم میں سے کسی ایک کو بھی اپنا معمول اور تابعدار نہیں بنایا۔"

سپرباسٹر نے کہا "اس دنیا میں سپرپاور صرف امریکا رہے گا۔ اب تک بابا صاحب کے ادارے کے تعاون سے فرانس بھی سپرپاور بنا رہا مگر اب نہیں بنے گا۔ ہماری جنگ صرف مسلمانوں سے نہیں ہے بلکہ یہ جنگ سپرپاور بننے کے لئے بھی ہے۔"

تب میں نے ایک شخص کو آلۂ کار بنا کر کہا "اب سپرباسٹر کا اصلی چہرہ سامنے آیا ہے۔ فرانس اور دوسرے ممالک کو یہ چہرہ اچھی طرح دیکھ لینا چاہئے۔ آپ حیران ہیں کہ میری آواز جانی پہچانی ہے مگر میں وہ نہیں ہوسکتا۔ جی ہاں۔ میں بھلا فرہاد علی تیمور کیسے ہوسکتا ہوں بھلا مردے کبھی بولتے ہیں؟"

اجلاس کے تمام حاضرین اس شخص کو سوالیہ نظروں سے تک رہے تھے جس کی زبان سے میں بول رہا تھا۔ میں نے کہا "آج دوپہر سے میری موت کی خبر گردش کررہی ہے اور میں بار بار اپنی نبض ٹٹول رہا ہوں کہ زندہ بھی ہوں یا نہیں؟

"سائنس دان دعوے کرتے ہیں کہ انسانی آوازیں فضا میں منتشر ہوتی ہیں اور خلا میں بھٹکتی رہتی ہیں۔ سائنس دان صدیوں پرانی بھٹکنے والی آوازوں کو بھی کیچ کرکے ریکارڈ کرسکتے ہیں اور آج کے زندہ لوگوں کو صدیوں پرانے مردوں کی آوازیں سنا سکتے ہیں ہوسکتا ہے کسی سائنس دان نے مجھ جیسے مردے کی آوازیں بھی کیچ کرلی ہوں اور اب میری آوازوں کو ریکارڈ کرکے آپ لوگوں تک پہنچایا رہا ہو۔"

ہرارے نے کہا "مسٹر ڈی فرہاد! مجھے دار یا تیں بنا کر مردہ فرہاد کو زندہ ثابت نہ کرو۔ سونیا دم توڑتے وقت فرہاد کی موت کی تصدیق کر چکی ہے۔"

"کیا تم اور تمہاری دیوی جی سونیا کے دم توڑتے وقت وہاں موجود تھے اور تم دونوں نے خود سونیا کی آخری باتیں سنی ہیں؟"

دیوی اور ہرارے کی طرف سے جواب نہیں ملا۔ میں نے کہا "نہیں۔ میری موت کی خبر سپر سانٹرنے اڑائی ہے تاکہ دیوی فرہاد کو ڈی سمجھ کر بھارت میں اس سے براہِ راست ٹکرا جائے اور خود اپنی ہلاکت یا بربادی کا سامان کرلے۔"

سپر سانٹر نے گرج کر کہا "تم جھوٹے مکار ہو۔ باتیں بنا رہے ہو۔ ابھی ہمارا اور دیوی کا اتحاد ہو رہا ہے' تم اس اتحاد کو توڑنے کے لئے ایسی چال چل رہے ہو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "سپر سانٹر! دیکھو تم اپنے ہوش میں نہیں ہو۔ غصے میں کہتے ہوئے اپنی اصلی آواز میں بولنے لگے ہو۔ تمہاری یہ آواز میرے حافظے میں ریکارڈ ہو چکی ہے۔ اب تم اپنی بات پر قائم رہنا کہ فرہاد مر چکا ہے اور بھارت میں فرہاد کی ڈی ہے۔ فار یور انفارمیشن میری ایک ڈی بھارت پہنچ گئی ہے اور میں کل شام تک امریکا پہنچ رہا ہوں۔ تم ذرا پریشان نہ ہونا۔ اپنے دل کو تسلیاں دیتے رہنا کہ جو زندہ ہی نہیں ہے وہ امریکا کیسے آئے گا۔ البتہ اس کی ڈی آسکتی ہے۔ تم اسی طرح مجھے ڈی کہتے رہو گے تو بلڈ پریشر نہیں بڑھے گا۔ میں جا رہا ہوں۔ تم دیوی کو یقین دلاؤ کہ تمہارا بلڈ پریشر ہائی نہیں ہے۔ بائے سپر سانٹر!"

اتنا کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ جو جو میرے آلۂ کار کو اجلاس سے باہر لے جانے لگی۔ سب یہی سمجھ رہے تھے کہ فرہاد اصلی ہو یا ڈی' وہ جا رہا ہے۔ سپر سانٹر نے غصے اور جھنجلاہٹ میں اپنے نمائندے کو مجبور کیا کہ وہ اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر فائر کرے۔ اس نے فائر کیا۔ میرا آلۂ کار بننے والا شخص چیخ مار کر گرا پھر ذرا تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ ایسا توقع کے خلاف ہوا تھا اس لئے سب اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ہرارے نے اپنے نمائندے کے ذریعے کہا "سپر سانٹر! کیا ایسی حماقت کر کے تم نے فرہاد کو گولی ماردی ہے۔ کیا گولی مار کر اسے اپنے ملک امریکا آنے سے روک دیا ہے؟"

سپر سانٹر نے کہا "یو شٹ اپ۔"

ہرارے نے کہا "یو شٹ اپ۔ جب تک تم امریکا پہنچنے والے فرہاد کو ڈی ثابت نہیں کرو گے تب تک وہ اصلی فرہاد رہے گا اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ تم اصلی فرہاد کو ڈی کہہ کر دیوی جی کو دھوکا دے رہے تھے۔ تمہارے جیسے دھوکے باز سے دیوی جی اتحاد نہیں کریں گی۔"

"مسٹر ہرارے! تم اتنے ذہین ہو کر بھی فرہاد کی چالبازی کو نہیں سمجھ رہے ہو۔ ابھی بابا صاحب کے ادارے اور حکومتِ فرانس کے خلاف ہمارے درمیان اتحاد ہوا تھا مگر وہ چشم نظر بازی پلٹ دینے والا فرہاد بڑی آسانی سے ہمارا اتحاد توڑ کر چلا گیا ہے۔"

ہرارے نے کہا "تو تم یہ تسلیم کر چکے ہو کہ ابھی جانے والا فرہاد وہی ہے جو اکثر چشمِ زدن میں بازیاں پلٹ کر رکھ دیتا ہے اور ایسا بازیگر فرہاد اصلی ہی ہوگا۔ کیوں؟ اصلی زندہ ہے نا؟"

وہ جھنجلا کر بولا "تم دیوی کے ساتھ جہنم میں جاؤ۔ ہم دیوی کی دوستی اور تعاون کے محتاج نہیں ہیں۔ ہم نے وہ غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرلی ہیں کہ دیوی اب اپنی آتما شکتی کے ذریعے بھی آئے گی تو ہم سے بری طرح شکست کھا کر جائے گی۔"

میرا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ میں نے دیوی اور سپر سانٹر کو مزید ہونے نہیں دیا تھا اور یہ شوشہ بھی چھوڑ دیا تھا کہ میں دوسرے امریکا پہنچ رہا ہوں۔ ثانی نے عادل کے چہرے پر تبدیلیاں کرائی تھیں اور مجھ سے مشابہت رکھی تھی۔ آئندہ سپر سانٹر اور اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کو عادل نظر آئے گا تو وہ اسے فرہاد سمجھتے رہیں گے۔

دیوی اور سپر سانٹر نے بڑے زور شور سے بابا صاحب کے ادارے کو فرانس کی زمین سے اکھاڑ پھینکنے کا آغاز کیا تھا لیکن پہلی ہی مرحلے میں دونوں کو ناکامی ہوئی تھی اور اب سپر سانٹر کو اپنی اور اپنے تینوں ساتھیوں کی حفاظت کی فکر لاحق ہو گئی تھی۔ بہتر امریکا جانے کا مطلب یہی ہوتا کہ یا تو وہاں کے خیال خوانی والے مار دیتے یا پھر میری طرف سے بڑے پیمانے پر تخریبی کارروائیاں شروع ہو جاتیں۔ ماضی میں ایسی کئی مثالیں تھیں۔ ان کے پیشِ نظر سپر سانٹر کو بابا صاحب کے ادارے اور حکومتِ فرانس کے خلاف محاذ آرائی ترک کرنی پڑی۔

دیوی کے لئے یہ بات اطمینان بخش تھی کہ میں بھارت پہنچ چکا ہوں اور امریکا پہنچنے والا ہوں۔ بھارت میں اب ایک ڈی فرہاد رہا کرے گا۔ میری اس حکمتِ عملی کا ایک کمزور پہلو یہ تھا کہ دیوی ڈی فرہاد کو زیادہ اہمیت نہیں دے رہی تھی۔ وہ اپنی دانست میں کسی وقت بھی ڈی فرہاد کو خاک میں ملا سکتی تھی۔ اس لئے اب وہ فرانس کے ان اکابرین کو اپنی خیال خوانی کی مٹھی میں رکھنا چاہتی تھی جنہیں سپر سانٹر نے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ سپر سانٹر میدان خالی چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اب وہ پوری حکومتِ فرانس کو اپنی ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں لے کر بابا صاحب کے ادارے پر بھی قبضہ کر سکتی تھی۔ میں نے پرھا رانی سے کہا "دیوی سے رابطہ کرو۔ اسے کہو' آج آدھی رات کے بعد سری نگر کے بھارتی ہیڈ کوارٹر پر خیال خوانی کی نظر نہ آنے والی بلائیں حملہ کریں گی۔ اگر وہ اپنے بھارت دیس کی خیر خواہ ہے تو ہیڈ کوارٹر کے فوجی جوانوں افسران اور گولہ بارود کے ذخیروں کی فکر کرے۔"

دیوی کے مقابلے میں پرھا رانی خود دیوی بن کر اس اصلی

ی کو کافی پریشان کر چکی تھی اور یہ ثابت کرتی رہی تھی کہ وہ اصلی ی ہے اور جو اصلی کہلاتی ہے وہ نقلی ہے۔ پھر پرھا رانی نے دیوی بتایا کہ اس کے گرو گیان رائے آتما شکتی کی اس انتہا کو پہنچے ئے ہیں جہاں دیوی شاید کبھی نہ پہنچ سکے۔ دیوی پرھا رانی کو اپنے لب کے لئے بہن بنانا چاہتی تھی لیکن پرھا نے کہا کہ آگ اور یکجا نہیں ہو سکتے۔ پرھا اور گرو گیان رائے عوامی جمہوریہ چین ے ایجنٹ ہیں اور وہاں بھارت کے خلاف کام کر رہے ہیں۔

اس پر پرھا رانی نے جب دیوی کو بتایا کہ آدھی رات کے بعد ی نگر کے بھارتی فوجی ہیڈ کوارٹر میں قیامت کی تباہی آنے والی ، تو دیوی غصے سے بپھر گئی۔ اس نے کہا "تم ہمارے دیس کو نقصان نچانا چاہتی ہو۔ کشمیر میں ہمارے فوجی ہیڈ کوارٹر کو تباہ کر کے ت چین کو کیا حاصل ہوگا۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ اگر حکومتِ چین کی طرف سے مجھے ۔ بھارتی فوجی اڈے کو تباہ کرنا ہوتا تو میں اس کی پیشگی اطلاع یں نہ دیتی۔ دنیا کے بیشتر مسلمانوں کے جذبات کشمیری عوام سے ستہ ہیں اور فرہاد بھی مسلمان ہے۔"

"ہوں" دیوی نے سوچنے کے انداز میں کہا "اب سمجھ میں آیا اد میری مصروفیات کو فرانس سے ختم کرنے کے لئے اور مجھے رت میں مصروف رکھنے کے لئے یہ چال چل رہا ہے۔ چند گھنٹے ے سری نگر کے فوجی اڈے پر حملہ کرنے والی کوئی بات نہیں تھی۔ ب وہ مجھے بابا صاحب کے ادارے سے دور رکھنے کے لئے اچانک میر میں ایک نیا محاذ کھول رہا ہے۔"

پرھا رانی نے کہا "جب جنگ جاری رہتی ہے تو کتنے ہی محاذ ولہ باری سے نابود ہو جاتے ہیں اور کتنے ہی نئے محاذ کھلتے رہتے ہ۔"

"بائی دی وے۔ تم نے مجھے یہ اطلاع کیوں دی؟ تمہیں فرہاد ے منصوبے کا علم کیسے ہو گیا؟"

"فرہاد اور براور کبیر کے درمیان دوستی ہو رہی ہے کیونکہ براور بیر نے بابا صاحب کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنی گرفت سے زاد کرایا ہے۔ اگر آج فرہاد سری نگر کے فوجی اڈے پر حملہ کرے اور براور کبیر اور اس کے جان نثار بھی فرہاد کا ساتھ دیں گے۔"

"پچھلی بار تم براور کبیر سے بدظن ہو گئی تھیں۔ کیا پھر اس سے تی ہو رہی ہے؟"

پرھا رانی نے ہنستے ہوئے کہا "پیار میں لڑائی نہ ہو تو پیار کا مزہ ں آتا۔"

"اچھا تو براور کبیر سے تمہاری پریم کہانی شروع ہو چکی ہے؟"

"ہاں۔ وہ پتھر پگھلنے والا نہیں تھا لیکن میرے لئے اب پگھلنے ا ہے۔"

"کس مکار اور بہروپیے کے چکر میں پھنس رہی ہو۔ سر پکڑ کر ملاؤ گی۔ کیا تم نے اسے کبھی دیکھا ہے؟"

"اب تک خیال خوانی کے ذریعے ہم ایک دوسرے سے متاثر ہوتے رہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ میں اپنا دھرم چھوڑ کر اسلام قبول کرلوں گی تو وہ مجھے اپنی شریکِ حیات بنالے گا۔"

"تمہیں شرم آنی چاہئے۔ ایک فراڈ مسلمان کی خاطر اپنا دھرم چھوڑ رہی ہو۔ مجھے دیکھو۔ برسوں گزر گئے پارس میرا دیوانہ ہے۔ میں بھی اسے چاہتی ہوں لیکن میں نے شادی سے اس لئے انکار کردیا کہ وہ مجھے مسلمان بنانا چاہتا ہے۔ یہ مسلمان بڑے مطلبی ہوتے ہیں۔ ہماری خاطر اپنا مذہب نہیں چھوڑتے۔ ہمارا دھرم ہم سے چھڑانا چاہتے ہیں۔"

"مطلبی اور فراڈ اس وقت کہنا چاہئے جب وہ پیار کے وعدے پورے نہ کرے اور ہماری عزت سے کھیل کر دوسری کے پاس چلا جائے۔"

"میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتی۔"

"بحث تو تم نے شروع کی ہے۔ میں تو صرف اہم اطلاع دینے آئی تھی اور یہ اطلاع اس لئے دے رہی ہوں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے جو تباہی ہونے والی ہے اس کا الزام مجھ پر نہ آئے۔"

"ہمارے ایک فوجی اڈے کی تباہی میں تم شریک ہو یا نہیں' یہ میں معلوم کرلوں گی۔"

دیوی رابطہ ختم کر کے مائیک ہرارے کے پاس آئی۔ وہ آرمی چیف کا برین واش کر چکا تھا۔ سپر سانٹر نے اس پر جو عمل کیا تھا' اسے ختم کر کے اب اس آرمی چیف کو دیوی کا معمول اور تابعدار بنانے والا تھا۔

دیوی نے آکر کہا "پرھا نے اطلاع دی ہے کہ فرہاد اور براور کبیر آج آدھی رات کے بعد سری نگر کے بھارتی فوجی ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے والے ہیں۔ کیا اس طرح فرہاد ہمیں فرانس چھوڑنے پر مجبور نہیں کر رہا ہے؟"

"دیوی جی! آپ درست سمجھ رہی ہیں۔ ہم یہاں تمام اکابرین کو آسانی سے غلام بنانے والے ہیں اور فرہاد ہمیں اس کامیابی سے محروم رکھنا چاہتا ہے۔"

"پھر کیا کیا جائے؟ سری نگر کے فوجی اڈے کی حفاظت کرنا بھی ہماری ذمے داری ہے۔"

"اس فوجی ہیڈ کوارٹر میں سیکڑوں فوجی جوان اور افسران ہوں گے۔ ہماری ہدایت کے مطابق اتنے لوگ گونگے بہرے بن کر نہیں رہیں گے پھر انہیں دوسرے محاذوں سے وائرلیس اور فون کے ذریعے پیغام سننا اور انہیں جواب دینا پڑتا ہے۔ فرہاد اور اس کے ساتھی ایسے ہی پیغامات کے دوران ان کی آوازیں سن کر ان کے ہی ذریعے وہاں تباہی لائیں گے۔ آپ انہیں کسی طرح روک نہیں سکیں گی۔"

"ہم انہیں خطرے سے آگاہ تو کر سکتے ہیں۔"

"آپ یہ فرض ضرور ادا کریں لیکن تباہی کو نہیں روک سکیں گی۔ اگر فرہاد سے سمجھوتا کرنا چاہیں گی تو وہ ہمیں فرانس چھوڑ دینے کے لئے کہے گا۔"

"میں تھوڑی دیر کے لئے بھول گئی تھی کہ بھارت میں اب اصلی نہیں ڈی فرہاد ہے۔ کیا ہم اس ڈی فرہاد کو کسی طرح ٹریپ کرسکتے ہیں؟"

"دیوی جی! آپ غور کریں۔ ہم دوسرے معاملات میں الجھ کر اپنا وقت ضائع کررہے ہیں۔ ہمیں جلد سے جلد آری چیف کو اپنا تابعدار بنانا ہے۔ میں نے اس پر عمل کرنے کے لئے اسے گہری نیند سلادیا ہے۔ اب اس پر عمل شروع نہیں کریں گے اور دوسری طرف دھیان دیتے رہیں گے تو فرہاد کی چال کامیاب ہوتی رہے گی۔"

"ایسا ہوسکتا ہے کہ تم آری چیف پر عمل کرو اور میں فرہاد کو کسی طرح کشمیر کا رخ کرنے سے روکتی رہوں گی۔"

"آپ بھول رہی ہیں۔ میں آری چیف پر عمل کرتا رہوں گا تو فرہاد کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آری چیف کے اندر چھپا رہے گا اور دوسرے عمل کو ناکام بناتا رہے گا۔ ایسی ناکامی سے بچنے کے لئے آپ کو میرے عمل کے دوران آری چیف کے اندر رہنا چاہئے۔"

وہ بولی "جس طرح ہمیں الجھایا جارہا ہے اس سے مزید ثابت ہورہا ہے کہ اصلی فرہاد زندہ ہے۔ مخالفین کو بے بس کردینے والی ایسی چالیں وہی چلتا ہے۔ کوئی بات نہیں سری نگر میں جو ہوگا دیکھا جائے گا' میں آری چیف کے دماغ میں محتاط رہوں گی۔ تمہارے عمل کے دوران کسی کو مداخلت نہیں کرنے دوں گی۔ چلو عمل شروع کرو۔"

وہ دونوں خیالی خوانی کے ذریعے آری چیف کے اندر آگئے۔ مائیک ہرارے نے تھوڑی دیر پہلے اسے گہری نیند سلایا تھا اب آکر دیکھا تو وہ بیدار ہوچکا تھا اور شراب کی بھری ہوئی بوتل کھول کر اس میں پانی یا سوڈا ملائے بغیر پی رہا تھا۔ اس طرح خالص شراب پینے سے دیکھتے ہی دیکھتے نشہ سر چڑھ کر بولنے لگتا ہے۔

ہرارے نے اسے بوتل پھینک دینے پر مجبور کیا۔ اس نے بوتل پھینک دی لیکن دیر ہوچکی تھی۔ وہ آدھی سے زیادہ پی چکا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے درودیوار گھومتے ہوئے سے دکھائی دے رہے تھے۔ دیوی اس کے چکراتے ہوئے دماغ کو آتما شکتی کے ذریعے گرفت میں لینا چاہتی تھی لیکن نشے کی شدت ایسی ہوتی ہے کہ آدمی دین' دنیا' خود کو اور خدا کو بھی بھول جاتا ہے۔ ایسے وقت آتما شکتی کسی کام نہ آئی۔ وہ جھنجلا کر بولی "ہرارے کچھ کرو۔ پوری فرانسیسی حکومت ہماری مٹھی میں آنے والی ہے۔"

وہ بولا "دیوی جی! ایسے وقت دماغ کو ٹھنڈا رکھیں۔ غصہ کرنے سے یہ ناکامی 'کامیابی میں نہیں بدل جائے گی۔"

"صرف یہی ناکامی تو نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی ہم فرانس اور بابا صاحب کے ادارے سے کچھ حاصل نہ کرسکے۔"

"ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں ہیں۔ اسرائیل میں الپا' رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن ہیں لیکن آپ ان اہم معاملات میں ان یہودیوں سے کام لے کر انہیں اپنا رازدار نہیں بنانا چاہتیں۔ ایسی صورت میں صرف ہم دونوں فرہاد کی ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج سے مقابلہ کررہے ہیں۔ نتیجہ تو یہی ہوگا جو ہمارے سامنے ہے۔"

دیوی نے کہا "سپرباسٹر اور اس کے تین ساتھی ریوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اگر وہ آری چیف کے دماغ پر قبضہ جماتے تو فرہاد ان کے مقابلے میں ناکام رہتا۔ لیکن اس نے بڑی چالاکی سے ان چاروں ریوٹ خیال خوانی کرنے والوں کو امریکا میں حاضر رہنے پر مجبور کردیا۔ اب ہمیں بھی فرانس سے جانے پر مجبور کردیا ہے۔"

"اور اس کی حکمت عملی بتارہی ہے کہ ہم یہاں کے جس حاکم اور عہدیدار پر تنویمی عمل کرنا چاہیں گے' اسی طرح عمل کرنے سے پہلے یا عمل کرنے کے دوران مداخلت کی جائے گی پھر یہ کہ فرہاد کے پاس اتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں کہ وہ ان اہم اکابرین کے برین واش کرچکے ہوں گے جنہیں ہم نے اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔"

دیوی نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور اپنے معمول انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کے اندر پہنچنے کی کوشش کی۔ مائیک ہرارے کی بات درست نکلی۔ فرہاد کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے اس اعلیٰ افسر کے دماغ سے پچھلے تنویمی عمل کو واش کرکے اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا۔

پچھلے چھتیس گھنٹوں سے اس نے مائیک ہرارے کے ساتھ جتنی پلاننگ کی تھی فرانس کے تمام حکام اور دیگر اکابرین پر غالب آجانے کے لئے جتنی محنت کرتی رہی تھی ان پر پانی پھر گیا تھا۔ وہ سپرباسٹر کے تابعداروں کو اپنے قبضے میں لینا چاہتی تھی۔ خود اس کے تمام تابعدار اس کے تنویمی عمل کے سحر سے آزاد ہوگئے تھے۔

وہ نڈھال سی ہوکر شیو شنکر کی مورتی کے قدموں میں گر پڑی۔ وہ جسمانی طور پر صحیح سلامت تھی مگر اندر سے بری طرح زخمی ہوگئی تھی۔ اس نے مختلف اوقات میں مختلف معاملات سے نمٹنے اور کامیاب ہونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ ایک عرصے تک سابقہ سپرباسٹر اور اس کے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر حکومت کرتی رہی تھی۔ اسرائیل کی خفیہ تنظیم میں گھس کر یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابعدار بنالیا تھا۔ شطرنج کے عالمی چیمپئن مائیک ہرارے جیسے شاطر کو اپنا غلام بنا چکی تھی۔ وہ جہاں جاتی تھی اپنی صلاحیتوں اور آتما شکتی کا لوہا منوالیتی تھی لیکن علم نجوم میں عالمی شہرت رکھنے والے اپنے ہی باپ کی یہ پیش گوئی بھول گئی تھی کہ وہ فرہاد یا اس کی فیملی سے ٹکرائے گی تو ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گی لہٰذا اس فیملی سے ہمیشہ دور رہا کرے۔

یہ انسان کی فطرت ہے کہ اس سے جو راز چھپایا جائے گا وہ اس راز تک پہنچنے کی قسم کھالے گا۔ جس کام سے منع کیا جائے گا اس ممانعت کے بھید کو سمجھنے کے لئے وہ کام ضرور کرے گا۔ دیوی کا تارا بھی انسانی فطرت کے مطابق یہی کررہی تھی اور منہ کی کھا رہی تھی۔

بڑی بڑی بازیاں ہارنے کے باوجود دماغ میں یہ کھلبلی ہورہی تھی کہ سونیا مرچکی ہے۔ کم از کم اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس کی بیٹی بی بی (ثانی) کو ہلاک کردینا چاہئے۔ ایسا سنہری موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ اس کے سامنے علی' ثانی' زرس' فرہاد اور روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والی آمنہ فرہاد کی شخصیتیں ابھرتی رہیں۔ اس نے انکار میں سرہلایا "نہیں۔ میں خوش فہمی میں مبتلا ہوکر ان پہلوؤں کو نظرانداز کررہی ہوں جو میری شکست کا سبب بنے ہیں۔ مجھے مائیک ہرارے کی یہ بات کبھی نہیں بھلانا چاہئے کہ میں ہمارے دشمن نہیں مارتے' خوش فہمی مارڈالتی ہے۔"

وہ صبح تک اپنے بھگوان شیو شنکر کے چرنوں (قدموں) میں پڑی رہی۔ بڑی سنجیدگی سے سوچتی رہی کہ فرہاد اور اس کی فیملی سے ٹکرانا سراسر شکست کھانے کی شرمندگی بھی ہوتی ہے اور ایک دیوی کی ہار بھرکم شخصیت دو کوڑی کی رہ جاتی ہے۔ لہٰذا اب اسے اپنے آپ کی پیش گوئی کو مدنظر رکھ کر فرہاد اور اس کی فیملی سے دور رہنا چاہئے۔ اگر وہ ایسا کرے گی تو اس کی تمام توجہ اور آتما شکتی دوسری جگہ کام آئے گی۔ امریکا اور اسرائیل سے ٹکرائے گی تو پہلے کی طرح آئندہ بھی ان پر غالب آتی رہے گی۔

کوئی ضروری نہیں ہے کہ سپاہی ہر میدان جیت لے۔ اگر وہ صرف ایک میدان کا رخ نہیں کرے گی' فرہاد کی فیملی سے دور رہے گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ ناکامی کا زخم بھی نہیں لگے گا۔ اس کے نصیب میں ہمیشہ کامیابی و کامرانی رہے گی۔

دیوی شی تارا نے صبح پانچ بجے اپنے بھگوان کے قدموں سے سر اٹھایا۔ ناکامی کا صدمہ کم ہوگیا تھا۔ دل کا بوجھ ہلکا ہوگیا تھا۔ اس نے صرف معلومات حاصل کرنے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی۔ کشمیر میں تعینات رہنے والی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر معلوم کیا۔ پتا چلا پچھلی رات سری نگر میں بھارتی فوج کے ہیڈکوارٹر کو زبردست نقصان پہنچا ہے۔ درجنوں سپاہی اور افسران ہلاک ہوچکے ہیں۔ گولہ بارود اور دیگر جدید ہتھیاروں کا ذخیرہ تباہ ہوگیا ہے۔

وہ دماغی طور پر زیرزمین پناہ گاہ میں حاضر ہوگئی۔ اس فیصلے پر آرہی تھی کہ فرہاد علی تیمور کے سائے سے بھی دور رہے گی۔

وہ میری اس عادت کو اچھی طرح سمجھتی تھی کہ وہ میرے دشمنوں امریکا اور اسرائیل وغیرہ سے ٹکرائے گی اور انہیں تابعدار بناتی رہے گی تو میں اس کے ان معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کروں گا۔

وہ مائیک ہرارے کے پاس آئی۔ وہ سو رہا تھا۔ یوگا کا ماہر تھا لیکن دیوی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے تھکے ہوئے مائیک ہرارے کو نہیں جگایا۔ اس کی بند آنکھوں کے پیچھے ایک دھندلی ناقابل شناخت ہستی کی طرح اس کے خواب میں آکر بولی "میں دیوی تم سے مخاطب ہوں۔ میں فی الحال کچھ عرصے تک نہایت خاموشی سے زندگی گزاروں گی۔ خیال خوانی کے ذریعے بھی کسی سے گفتگو نہیں کروں گی۔ میری واپسی تک تم آزاد رہو گے۔ ہمارے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر خاموشی سے جایا کرو گے۔ انہیں ہمارے تنویمی عمل کی گرفت سے نکلنے نہیں دو گے۔ میری عدم موجودگی میں تم اپنی مرضی کے مطابق کچھ بھی کرسکتے ہو۔ صرف ایک پابندی ہے۔ فرہاد اور اس کی فیملی کے ہر ممبر سے دور رہو گے۔ کبھی ان کے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرو گے۔ میں جارہی ہوں۔ میری واپسی تک تمہیں عارضی آزادی مبارک ہو۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل گئی۔ اس کی زیرزمین رہائش گاہ کا علم کسی کو نہیں تھا۔ کسی نے اس کا جسمانی وجود بھی نہیں دیکھا تھا۔ صرف اس کی خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوتا تھا کہ کسی دیوی کا

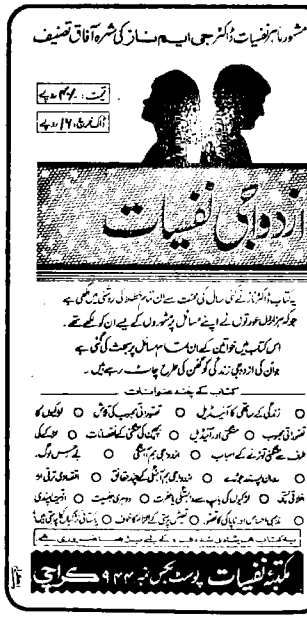

وجود کیں ہے۔ اب اس کی طویل خاموشی کے باعث یہ تجسس قائم رہتا کہ وہ کہاں گم ہوگئی ہے؟ انسان مرنے کے بعد زیر زمین جاتا ہے وہ زندگی میں زمین کے نیچے رہتی تھی۔ کیا زمین نے ہمیشہ کے لئے اسے اپنے نیچے رکھ لیا ہے؟ کسی دیرانے میں گمنامی اور تنہائی کی زندگی گزارنے والوں کا نہ کبھی جنازہ اٹھتا ہے' نہ چتا جلتی ہے۔

○☆○

سپرباسٹر اور تینوں افواج کے سربراہ غیر معمولی سماعت و بصارت حاصل کرنے' حیرت انگیز جسمانی قوت کے حامل ہونے اور ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد دوسرے ممالک میں جاکر خفیہ رہائش گاہوں میں رہ سکتے تھے اور وہاں سے اپنے ملک امریکا کی خدمات انجام دے سکتے تھے لیکن انہوں نے امریکا ہی کی مختلف ریاستوں میں جاکر رہائش اختیار کی۔ انہیں یہ اندیشہ تھا کہ بدقسمتی سے کبھی کوئی دشمن انہیں غیر ملک میں کسی طرح ٹریپ کرنا چاہے گا تو انہیں مقابلہ کرنے یا کہیں روپوش ہونے کے لئے اپنے ملک جیسی سہولتیں حاصل نہیں ہوں گی پھر یہ کہ اعلیٰ حکام کو کبھی ہنگامی حالات میں ایسے مسائل پیش آتے ہیں کہ انہیں فوری طور پر حل کرنے کے لئے ان چاروں کا اپنے ہی ملک میں رہنا ضروری تھا۔ اس لئے وہ امریکا کی مختلف ریاستوں میں رہتے تھے اور خیال خوانی کے ذریعے مخالفین سے نمٹنے کے لئے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتے تھے۔

انہوں نے اپنے طور پر یہ حفاظتی ترکیب سوچی تھی اور اس پر عمل کررہے تھے لیکن میرے امریکا پہنچنے والی بات نے انہیں بدحواس کردیا تھا۔ ماضی میں دوسرے سپرباسٹرز وغیرہ کے ریکارڈز پڑھ کر یہ خوف سما گیا تھا کہ سونیا اور فرہاد کسی مشن پر آتے ہیں تو ناکام واپس نہیں جاتے۔

وہ چاروں اتنے محتاط تھے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو اپنی رہائش گاہ کا پتا نہیں بتایا تھا۔ ایک دوسرے سے کمپیوٹر کے ذریعے گفتگو کرتے تھے تاکہ غیر معمولی سماعت رکھنے والے دشمن کسی کلب یا کسی تقریب وغیرہ میں انہیں کسی سے باتیں کرتے ہوئے نہ سن لیں۔ اگر کوئی ان چاروں میں سے کسی ایک کی آواز سن لے گا تو اس ایک کے ذریعے باقی تینوں تک پہنچ جائے گا۔ اسی اندیشے کے پیش نظر وہ ایک دوسرے سے ٹیلی فون پر بھی باتیں نہیں کرتے تھے اور نہ کسی جگہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے۔ ملاقات کرنے سے گفتگو کرنا بھی لازمی ہوتا ہے اس لئے ان کی ملاقات ایک دوسرے کی کمپیوٹر اسکرین پر ہوتی تھی اور ان کی گفتگو تحریر کی صورت میں اسکرین پر ابھرتی تھی۔

ان چاروں نے فرانس کو امریکا کے زیر اثر لانے اور بابا صاحب کے ادارے کو کمزور بنانے کا ارادہ ترک کردیا۔ انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ وہ دماغی طور پر اپنے اپنے شہر کی اپنی اپنی رہائش گاہ میں حاضر ہوگئے تھے۔ ان کے سامنے کمپیوٹر اور کئی طرح کے الیکٹرونک آلات اور مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ مرزر ایک دوسرے سے کمپیوٹر کے رابطے کی فریکوئنسی جانتے تھے۔

سپرباسٹر نے کمپیوٹر اسکرین پر اپنی گفتگو ٹائپ کی۔ باقی تینوں افواج کے سربراہوں کی کمپیوٹرز اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی۔ سپرباسٹر کہہ رہا تھا "ابھی فرانس میں ہونے والے اجلاس میں فرہاد کہہ رہا تھا کہ وہ کل شام تک یہاں پہنچنے والا ہے۔ کوئی ضروری نہیں کہ وہ سچ بول رہا ہو۔ ہوسکتا ہے وہ پہلے سے یہاں پہنچا ہوا ہو اور میک اپ میں چھپا ہوا ہو۔ ہماری سب سے پہلی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اسے کہیں چھپنے کی جگہ نہ ملے۔ ہمارے ملک کے سراغرسانوں کے پاس اینٹی میک اپ کیمرے ہوں جن کے ذریعے وہ فوراً بے نقاب ہوجائے۔"

سپرباسٹر کے ایک ساتھی اسٹیل بروکس نے کہا "ہم چاروں چار مختلف شہروں میں ہیں۔ ہم اپنے اپنے شہروں میں اپنے سراغرسانوں کا جال پھیلا دیں گے۔ اگر فرہاد ان چار شہروں میں سے کسی ایک شہر میں بھی ہوگا تو سراغرسانوں سے چھپ نہیں سکے گا۔ اگر ان چاروں شہروں میں سے کسی شہر میں نہ ہو اور سیٹ واشنگٹن امریکا کے سیکڑوں شہروں میں بھٹک رہا ہو تو پھر بھٹکتا ہی رہے۔ ہم محفوظ رہیں گے۔"

سپرباسٹر کے دوسرے ساتھی ری ریزنے کہا "کل سے آج تک انڈیا کے شہر بمبئی سے نیویارک جتنی فلائٹس آچکی ہیں اور آج سے کل تک جتنی فلائٹس آنے والی ہیں ان سب کے مسافروں کی فہرستیں ابھی منگوا کر پڑھی جائیں۔ ان میں جتنے ہوا ایشیائی مسافر ہوں گے ان کے بارے میں یہ معلومات طلب کی جائیں گی کہ وہ نیویارک آنے کے بعد کس ہوٹل' کس بنگلے یا کس دوسرے شہر کی طرف گئے ہیں۔ اسی طرح آنے والی فلائٹس کے مسافروں کو بھی چیک کیا جائے گا۔"

سپرباسٹر کے تیسرے ساتھی ٹیری ٹیلر نے کہا "میں نے ابھی دوسرے کمپیوٹر کے ذریعے اپنے سیکریٹری کو ہدایت کی ہے۔ وہ دو گھنٹے کے اندر تمام مسافروں کے ناموں کی فہرستیں جمع کرکے میرے دوسرے کمپیوٹر پر ان کے نام بتائے گا۔ اس کے علاوہ پورے ملک کی انٹیلی جنس کو الرٹ کردیا گیا ہے۔ فرہاد علی تیمور کو سب ہی انٹیلی جنس والے جانتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کوئی اسے بہروپ میں بھی پہچان لے۔"

وہ چاروں ایک دوسرے سے کمپیوٹرز کے ذریعے جو کہہ رہے تھے اس پر عمل بھی کررہے تھے۔ انہوں نے بڑی تیز رفتاری سے اپنے اپنے شہروں میں درجنوں سراغرسانوں کو پھیلا دیا تھا۔ امریکا کے شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک سراغرسانوں اور مخبروں کا جال سا پھیلا دیا گیا تھا۔ ایسے میں کوئی مطلوبہ دشمن چھپا نہیں رہ سکتا تھا۔ کہیں نہ کہیں نظروں میں آنے والا تھا فوراً مجھ سے مشابہت رکھنے والا عادل نظروں میں آگیا۔

اسے ڈھونڈنے میں پندرہ گھنٹے لگے تھے۔ دوسری صبح سپرباسٹر کو فون پر اطلاع ملی کہ ایک ایسا جوان نظروں میں آیا ہے جس کے چہرے پر فرہاد علی تیمور کی جھلک ملتی ہے۔ دور ہی دور سے اس کی نگرانی کی جارہی ہے۔ اگر حکم ہو تو اسے حراست میں لے کر اس کی اصلیت معلوم کی جائے۔

سپرباسٹر موبائل فون کے ذریعے آواز بدل کر انٹیلی جنس کے ایک چیف کی حیثیت سے سراغرسانوں کو ہدایات دیتا تھا۔ اب وہ یہ سن کر پریشان ہوگیا تھا کہ فرہاد سے مشابہت رکھنے والا جوان میامی بیچ میں ہے۔ پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ خود سپرباسٹر اس ساحلی شہر کے ایک بنگلے میں ایک عام شہری کی حیثیت سے رہتا تھا۔

پھر یہ کہ فرانس کے اجلاس میں اس نے غصے اور جھنجلاہٹ میں اپنی اصلی آواز میں بولنا شروع کردیا تھا۔ یہ خوف تھا کہ میں اپنے کسی غیر معمولی سماعت رکھنے والے کے ذریعے اس کی آواز سنتا رہوں گا اور سنتے سنتے اس کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔

جن سراغرسانوں کی ٹیم نے دور سے عادل کو گھیر رکھا تھا' سپرباسٹر نے اس ٹیم کے افسر سے کہا "اسے حراست میں لینے سے پہلے اپنے تمام ماتحتوں کو ایک بار اچھی طرح سمجھا دو کہ وہ فرہاد جیسے خطرناک شخص کو ہتھکڑیاں لگانے والے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ذرا سا غافل ہوگا یا اس کی باتوں کے فریب میں آئے گا تو اسے نکل بھاگنے کا موقع مل جائے گا۔"

انٹیلی جنس کے افسر نے کہا "سر! آپ اطمینان رکھیں۔ وہ ہوٹل کے کمرا نمبر ۳۲۶ میں ہے۔ ہم نے کاؤنٹر سے معلوم کرلیا ہے۔ ہوٹل کے کمرے کا ایک ہی دروازہ ہے۔ اسے فرار ہونے کا موقع نہیں ملے گا۔"

وہ افسر اپنی ٹیم کے ساتھ لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر پہنچا۔ سپرباسٹر اس کے اندر تھا۔ وہ پوری ٹیم کمرا نمبر ۳۲۶ کے سامنے پہنچی۔ افسر نے دروازے کے ہینڈل کو گھمایا۔ وہ مقفل تھا۔ اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ اندر سے جواب نہیں ملا۔ افسر نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا "دروازہ کھولو۔ ہم نے کاؤنٹر سے معلوم کیا ہے۔ تم اسی کمرے میں ہو۔"

ثانی' عادل کے اندر تھی۔ افسر کی باتیں سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس کے ذریعے دیکھا۔ اس دستک دینے والے کے ساتھ تین چھ افراد تھے۔ ثانی نے عادل کے پاس آکر کہا "باہر سات بندے ہیں۔ ایک کی سوچ نے بتایا ہے کہ وہ انٹیلی جنس کا افسر ہے اور اس یقین سے آیا ہے کہ کمرے کے اندر ان کا مطلوبہ فرہاد علی تیمور ہے۔ تم ایک گولی کھالو۔ میں اس افسر کے پاس جارہی ہوں۔"

باہر افسر دروازہ پیٹ رہا تھا۔ ماتحت سراغرساں دوسرے کمرے میں جاکر فون کے ذریعے منیجر سے کہہ رہا تھا "فوراً میرے ظور پر ماسٹر کی لاؤ۔ کمرا نمبر ۳۲۶ کا دروازہ کھولا جائے گا۔"

عادل نے دروازے کی چابی اپنی جیب میں رکھی پھر ایک گھونٹ پانی سے ایک گولی نگل گیا۔ پلک جھپکنے کا جو گزرتا ہوا لمحہ ہوتا ہے اسی لمحے میں دیوار پر عادل کا سایہ نظر آرہا تھا اور سائے والا عادل کمرے سے غائب ہوگیا۔ باہر منیجر نے آکر ماسٹر کی سے دروازہ کھولا۔ وہ سب اندر آگئے۔ کمرے میں پلنگ کے نیچے' الماری کے اندر پھر باتھ روم کے بھی اندر جاکر دیکھا کوئی نہیں تھا۔ عادل ہوٹل کے منیجر کے جسم میں سما گیا تھا۔

سپرباسٹر خیال خوانی کے ذریعے انٹیلی جنس کے افسر سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے پوچھا "ہیلو آفیسر! کیا فرہاد سے مشابہت رکھنے والے کو حراست میں لے لیا ہے؟"

"نو سر! کمرے میں کوئی نہیں ہے۔"

"کیسے نہیں ہے؟ تم نے پورے یقین سے کہا تھا۔ کاؤنٹر سے بھی معلوم کیا تھا۔ اسے کمرے کے اندر ہونا چاہئے۔"

افسر نے منیجر سے کہا "تمہاری کاؤنٹر گرل نے غلط اطلاع دی تھی کہ وہ اپنے کمرے میں ہے۔ کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ تمہارے ہوٹل کی ایک ملازمہ نے غلط کہہ کر ایک مجرم کو فرار ہونے کا موقع دیا ہے؟"

منیجر نے کہا "جناب! کاؤنٹر گرل نے آپ سے غلط نہیں کہا تھا میں نے خود ابھی ماسٹر کی لاتے وقت وہاں کی بورڈ میں دیکھا تھا۔ اس

دنیا کے حیرت انگیز فن تحریر شناسی کی مدد سے
دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں۔
تحریر شناسی کے فن پر ایک منفرد اور رہنما کتاب

تحریر اور شخصیت

قسط پر ۲۵/ روپے ڈاک خرچ ۱۶/ روپے

○ آپ کو بتائے گی کہ آپ کیا کچھ کرسکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دور کی جاسکتی ہیں۔

منگوانے کا پتہ: مکتبہ نفیسہ ○ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

کی بورڈ میں اس کمرے کی چابی نہیں تھی۔ بعض مسافر ہوٹل سے باہر جاتے وقت کاؤنٹر پر چابی دینا بھول جاتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے کمرے میں ہیں۔ اس کمرے کے مسافر نے بھی یہی حماقت کی ہے۔ ہوٹل سے باہر کہیں گیا ہے اور کاؤنٹر پر چابی دینا بھول گیا ہے۔"

سپراسٹرفون کے ذریعے یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے افسر سے کہا "منیجر اپنی جگہ درست کہہ رہا ہے لیکن تم نے پوری ٹیم کے ساتھ اس دروازے پر آکر بہت بڑی حماقت کی ہے۔ فرہاد معلوم کرچکا ہوگا کہ پولیس یا انٹیلی جنس والے اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اب وہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ ہمارے پیچھے پڑ جائے گا۔"

ثانی اس افسر کے اندر رہ کر یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس نے آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا پھر اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی لیکن سوچ کی لہریں بھٹک کر رہ گئیں۔ اس آواز اور لہجے کا حامل کوئی شخص نہیں تھا جبکہ فون پر وہی بول رہا تھا۔ اس طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ دوسری طرف سے فون پر بولنے والا کوئی بہت اہم شخص ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہنے کے لئے آواز بدل کر بول رہا ہے۔

سراغرسانوں کی ٹیم واپس جارہی تھی۔ ان کے افسر کی سوچ نے بتایا کہ ابھی جس سے فون پر گفتگو ہو رہی تھی اسے کسی نے آج تک نہیں دیکھا ہے اور نہ ہی اس کے دفتر اور رہائش گاہ کا پتا کوئی جانتا ہے۔ یہ سرکاری آرڈر ہے کہ اس نامعلوم شخص کے تمام احکامات کی تعمیل کی جائے اس لئے میامی انٹیلی جنس کا تمام عملہ اس کی آواز سن کر الرٹ ہو جاتا ہے۔

ثانی وہاں سے عادل کے پاس آگئی۔ اسے بتانے لگی کہ ان تلاش کرنے والے سراغرسانوں کے پیچھے کوئی پُراسرار شخص ہے جسے تمام انٹیلی جنس والوں نے کبھی دیکھا نہیں ہے۔

عادل نے کہا "یہ پُراسراریت کہہ رہی ہے کہ سپراسٹر اور اس کے تین ساتھیوں میں سے کوئی ایک اسی میامی شہر میں کہیں روپوش رہتا ہے۔"

ثانی نے کہا "تم ان کے ہاتھ نہیں آئے اب سپراسٹر اور اس کے ساتھیوں کو یہ اندیشہ ہوگا کہ پاپا روپوش ہو کر انہیں تلاش کررہے ہیں۔ اب ان چاروں میں سے جو بھی اس شہر میں ہے وہ یہاں سے کسی دوسری جگہ فوراً جانا چاہے گا۔ میں ہائی وے کی پولیس چوکی تک جارہی ہوں۔ تم کسی کے اندر سما کر فلائنگ کلب کی طرف جاؤ۔ ہمارا مطلوبہ شخص ہیلی کاپٹر یا طیارہ کرائے پر لے کر یہاں سے جاسکتا ہے۔ میں صفورا سے رابطہ کرکے اسے بندرگاہ کے اس حصے میں جانے کو کہتی ہوں جہاں موٹر بوٹس وغیرہ کرائے پر ملتی ہیں۔ ہم اسی طرح فرار ہونے والے کی ناکابندی کرسکتے ہیں۔"

ثانی اس کے دماغ سے چلی گئی۔ عادل ہوٹل کے منیجر کے اندر تھا۔ ایک شخص نشے میں لڑکھڑاتا ہوا منیجر کے قریب سے گزرا تو عادل اس شرابی کے اندر چلا گیا۔ وہ ہوٹل کے باہر کھڑی ہوئی کاروں کے پاس آیا پھر ایک کار کا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کرکے ہوٹل کے احاطے سے باہر جانے لگا۔

وہ پتا نہیں کہاں جانے والا تھا۔ عادل اسٹیئرنگ پر رکھے ہوئے شرابی کے ہاتھوں کو اپنی مرضی سے حرکت دے رہا تھا اور اسے فلائنگ کلب کی طرف لے جارہا تھا۔ کار چلانے والا نشے میں بڑبڑا رہا تھا "معلوم ہوتا ہے آج میری کار نے بھی پی لی ہے۔ میں جانا کہیں چاہتا ہوں اور یہ مجھے لے جا کہیں اور رہی ہے۔ نو پرابلم۔ یہ مجھے کسی اچھی جگہ لے جائے گی تو آئندہ اس کار کو پیٹرول نہیں شراب پلایا کروں گا۔"

کار کا اسٹیئرنگ شرابی کے ہاتھوں میں تھا۔ لیکن عادل اسے ڈرائیو کرتا ہوا فلائنگ کلب میں پہنچ گیا۔ اس نے فلائنگ کلب کی عمارت کے سائے میں کار روکی تاکہ اس کا اپنا سایہ کسی کو نظر نہ آئے۔ وہ اس کے جسم سے نکل کر باہر آمدے میں آگیا پھر وہاں سے چلتا ہوا اس دفتری کمرے کی طرف آیا' جہاں امیر کبیر لوگ اپنے شناختی اور دیگر ضروری کاغذات جمع کراتے تھے اور نقد رقم ادا کرکے جہازیا ہیلی کاپٹر کرائے پر حاصل کرکے تفریح کے لیے مختلف شہروں میں جاتے تھے۔

عادل کا سایہ وہاں الماریوں اور میزوں کے سائے میں گڈمڈ ہو کر رینگتا ہوا ہر اس شخص کے اندر پہنچ رہا تھا جو کرائے پر جہازیا ہیلی کاپٹر حاصل کرنے آیا تھا۔ سایہ بننے کے بعد کسی کے بھی اندر جانے سے سائے کا سر اس شخص کے سر میں' دونوں ہاتھ اس شخص کے دونوں ہاتھوں میں' پاؤں اس شخص کے دونوں پیروں میں اور درمیانی جسم اس شخص کے درمیانی جسم میں سما جاتا تھا۔ اس طرح سما جانے سے اس شخص کا دماغ جو سوچتا تھا' وہ سوچ سائے کو سنائی دیتی تھی۔ عادل بھی جس کے اندر جاتا تھا ٹیلی پیتھی نہ جاننے کے باوجود اس کے خیالات سنتا رہتا تھا۔ وہاں ایک شخص بکنگ افسر سے کہہ رہا تھا "آپ کہتے ہیں کہ تمام ہیلی کاپٹر بک ہو چکے ہیں لیکن یہاں آپ کے چارٹ میں ایک ہیلی کاپٹر ہے۔ ابھی تک اس کی بکنگ نہیں ہوئی ہے۔"

بکنگ افسر نے کہا "ہو چکی ہے' لیکن ہم نے بک کرانے والے کا نام نہیں لکھا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جتنے فلائنگ کلب کے مالکان اور منیجر وغیرہ ہیں' وہ اپنے ذاتی استعمال کے لیے یا کسی سرکاری افسر کی بنگامی ضرورت کے لیے ایک چھوٹا طیارہ یا ہیلی کاپٹر ریزرو رکھتے ہیں اس لیے آپ چارٹ میں اس ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہے ہیں جس کی باقاعدہ بکنگ نہیں ہوئی ہے۔"

عادل میز کے نیچے سے رینگتا ہوا اس بکنگ افسر کے اندر سما گیا اس کے سامنے بیٹھا ہوا شخص کہہ رہا تھا "میرا واشنگٹن جانا ضروری ہے ورنہ لاکھوں ڈالرز کا نقصان اٹھاؤں گا۔ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے اس ریزروڈ ہیلی کاپٹر کا کرایہ مجھ سے وصول کرلیں اور اسے میرے نام بک کردیں۔"

عادل نے بکنگ افسر کی سوچ سنی۔ وہ سوچ رہا تھا "یہ ضرورت ہے۔ دگنا کرایہ دے رہا ہے۔ فائدے کا سودا ہے۔ راضی ہوجانا چاہیے۔"

اسی وقت عادل نے بکنگ افسر کے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو سنا۔ کوئی کہہ رہا تھا "دگنا کرایہ قبول نہ کرو۔ وہ دیکھو فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ ریسیور اٹھاؤ۔"

بکنگ افسر نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو! میں فلائنگ کلب کے کاؤنٹر سے بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے وہی آواز سنائی دی جو پرائی سوچ کی لہروں میں تھی۔ وہ فون پر کہہ رہا تھا "میں انٹیلی جنس کا چیف بول رہا ہوں۔ اپنا ریزروڈ ہیلی کاپٹر میرے لیے رکھو۔ میں راستے میں ہوں۔ میری وہاں پہنچنے والا ہوں۔ چارٹ پر میرا نام لکھو۔ انتھونی فورڈ چیف آفیسر آف آئی بی ڈپارٹمنٹ۔"

بکنگ افسر' انتھونی فورڈ کا نام لکھنے لگا۔ اس کے سامنے بیٹھا ہوا شخص مایوس ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ عادل نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ اس انتھونی نے پہلے بکنگ افسر کے دماغ میں کہا۔ پھر فون پر گفتگو کی' جو اپنا شکار ہے۔ سپراسٹر اور اس کے تین ساتھیوں میں سے کوئی ایک ہے جو ابھی آرہا ہے۔

ایک قد آور صحت مند ادھیڑ عمر کا شخص آیا۔ اس نے بکنگ افسر کو اپنا آئیڈنٹی کارڈ دکھا کر کہا "اس ہیلی کاپٹر کو پندرہ گھنٹے کے لیے انتھونی فورڈ چیف آف آئی بی کے نام لکھو اور اس رقم کی رسید دو۔"

انتھونی فورڈ نے نوٹوں کی ایک گڈی اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "جلدی کرو۔ میں تفریح کے لیے نہیں ایک مجرم کے خفیہ اڈے تک پہنچنے کے لیے ہیلی کاپٹر لے جارہا ہوں۔"

اس افسر نے کمپیوٹر میں انتھونی فورڈ کا نام' پیشہ اور ہیلی کاپٹر کی پرواز کا فاصلہ ریکارڈ کیا پھر اسے ہیلی کاپٹر کی چابی دے دی۔ عادل بکنگ افسر کے اندر سے نکل کر انتھونی فورڈ کے جسم میں سما گیا۔ وہ چابی لے کر فلائنگ کلب کے ایک ملازم کے ساتھ جارہا تھا اور سوچ رہا تھا "یہ کمبخت انٹیلی جنس والے بڑے آرام طلب ہوگئے ہیں۔ انہوں نے عقل سے کام لینا چھوڑ دیا ہے۔ ان کی ایک ذرا سی حماقت کے باعث فرہاد ہوٹل سے فرار ہوگیا ہے۔ اب وہ سمجھ لے گا کہ میں اور میرے تینوں ساتھی آئی بی ڈپارٹمنٹ میں عہدیدار دشمن کرخود کو چھپائے رکھتے ہیں۔"

وہ ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچ گیا۔ ملازم نے اس کا سلائیڈنگ ڈور کھول کر کہا "آپ پرواز سے پہلے اچھی طرح اسے چیک کرلیں پھر مطمئن ہونے کے بعد اس رجسٹر پر اوکے لکھ کر دستخط کردیں۔"

اس نے رجسٹر ملازم سے لے کر اسے کھولا پھر اوکے لکھ کر دستخط کرتے ہوئے کہا "میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ پورا ہیلی کاپٹر چیک کروں۔ تم لوگوں نے چیک کرکے اسے فلائنگ اسپاٹ پر رکھا ہے۔ یہی میرے لیے اطمینان بخش ہے۔"

اس نے ملازم کو رجسٹر دیا۔ پچاس ڈالر کی ٹپ دی پھر اگلی سیٹ پر آکر سلائیڈنگ ڈور کو بند کردیا۔ عادل اس کے اندر سے نکل کر پچھلی سیٹ پر آگیا۔ اسی وقت ثانی کی سوچ کی لہروں نے کہا "اس کے اندر سے کیوں نکل آئے؟"

عادل کی سوچ نے کہا "میں نے سوچا' آپ میرے دماغ میں پہنچ کر مجھے مخاطب کریں گی تو یہ انتھونی فورڈ سن لے گا۔"

"اتنی سی بات میں جانتی ہوں کہ تمہارے اندر پہنچ کر اچانک ہی نہیں بولنا چاہیے۔ جب تم اس کے اندر سمائے تھے تب ہی میں تمہارے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ یہ انتھونی نہیں ہے' سپراسٹر ہے۔ یا پھر تینوں افواج کے سربراہوں میں سے کوئی ہے۔"

"جی ہاں۔ اس کی سوچ سے یہی ظاہر ہو رہا ہے پھر یہ بہت گھبرایا ہوا ہے۔ اس کے اندر یہ خوف سما گیا ہے کہ فرہاد بھائی جان کو میامی شہر میں اس کا سراغ مل گیا ہے۔"

ثانی نے کہا "اسے شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہم نے اسے پالیا ہے۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ابھی یہ فلائنگ کلب کے ملازم سے اپنی اصل آواز اور لہجے میں بول رہا تھا یا نہیں؟"

"آپ کیسے معلوم کریں گی؟"

"تم اس کے اندر رہو۔ مجھے اس کے خیالات سننے دو۔ جب میں تمہارے دماغ میں ایک گہری سانس لوں تو اس کے جسم سے نکل آنا۔"

عادل پھر اس کے جسم میں سما گیا۔ سپراسٹر اور اس کے تینوں ساتھی پاشا کی طرح فولادی دماغ رکھتے تھے۔ ان کے اندر آہنی شکتی رکھنے والی دیوی بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ وہ فوراً ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لیتے تھے لیکن ایسے روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے پرائے سائے کو اپنے جسم کے اندر محسوس نہیں کرسکتے تھے۔ اس طرح ثانی کو یہ سہولت میسر آگئی تھی کہ وہ عادل کے دماغ میں تھی اور عادل کا سایہ اس فرار ہونے والے سپراسٹر کے اندر سمایا ہوا تھا۔

میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس وہ سایہ بنانے والی گولیاں رہتی تھیں۔ ثانی کے پاس بھی گولیاں تھیں لیکن وہ استعمال نہیں کررہی تھی۔ عادل کو عملی طور پر ٹریننگ دی جارہی تھی اس لیے ثانی اس کے ساتھ دشمن کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔

اس نے عادل کے دماغ میں رہنے سے پہلے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ ہم میں سے کوئی اسے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب نہ کرے اور میں نے سلمان' سلطانہ اور علی کو ثانی کے پاس جانے سے منع کردیا تھا۔ فرانس کے اجلاس میں میں نے جو چال چلی تھی اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکل رہا تھا۔ وہ چاروں روبوٹ خیال خوانی کرنے والے بوکھلا کر امریکا میں جسمانی طور پر حاضر ہوگئے تھے۔

ثانی نے عادل کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کے ذریعے میرے چہرے کی جھلک پیدا کرائی تھی۔ اس کی یہ چالاکی رنگ لا رہی تھی۔ سپراسٹر یہی سمجھ رہا تھا کہ میں اسے تلاش کرنے کے لیے میامی پہنچ گیا ہوں۔ اب وہ میرے خوف سے میامی شہر چھوڑ کر جا چکا تھا۔

اس کے موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے اسے آن کرکے کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو! میں ہوں چیف آف آئی بی۔"

دوسری طرف سے سراغرسانوں کی ٹیم کے افسر نے کہا "سر! پورے میامی شہر کی پولیس اور انٹیلی جنس والے اسے ڈھونڈنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ سب ہی حیران ہیں کہ وہ ہوٹل کے بند کمرے سے کہاں غائب ہو گیا ہے؟"

"وہ کوئی جادو نہیں جانتا ہے کہ بند کمرے سے غائب ہو جائے وہ بہت مکار ہے۔ اس نے ہوٹل کے کاؤنٹر سے چابی لی تھی لیکن کمرے میں نہیں گیا تھا۔ چھپ کر تمہاری ٹیم کی احمقانہ حرکتیں دیکھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اسے فرہاد کی حیثیت سے پہچان لیا گیا ہے۔ بہرحال اب تم لوگ خواہ مخواہ بھاگ دوڑ نہ کرو۔ وہ اتنی دیر میں اپنا چہرہ اور شخصیت بدل چکا ہوگا اور اب مجھ سے بھی رابطہ نہ کرنا۔"

"ذرا ایک منٹ سر! فون بند نہ کریں۔ میری ایک بات سن لیں میں نے سنا ہے کہ فرہاد کے کسی بیٹے کے پاس بھی ایسی گولیاں ہیں جنہیں نگلتے ہی گوشت پوست کا انسان سائے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔"

سپراسٹر نے کہا "ہوں۔ یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ چند ماہ پہلے ایسی گولیوں کا خوب چرچا تھا۔ فوجی ہیڈ کوارٹر کے بڑے بڑے افسران نے اپنی آنکھوں سے گوشت پوست کے انسان کو سایہ بنتے دیکھا ہے۔ تمہاری بات دل کو لگ رہی ہے۔ فرہاد سایہ بن کر وہیں میامی شہر میں کہیں چھپا ہوا ہے۔"

"سر! پھر تو وہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ سائے کو کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ وہ نظر آئے گا تب بھی گرفت میں نہیں آئے گا۔"

"اگر وہ نظر آئے گا تو کم از کم اس سے باتیں کر سکو گے۔ یہ معلوم کر سکو گے کہ وہ ہمارے ملک میں کس ارادے سے آیا ہے۔ جیسے ہی کوئی ایسا سایہ نظر آئے جس کا گوشت پوست کا وجود نہ ہو تو فوراً مجھ سے رابطہ کرنا۔ میں منتظر رہوں گا۔ یہ سائے والی بات مجھے مضطرب کر رہی ہے۔"

"سر! آپ کس شہر میں رہیں گے۔ میں اسی شہر کے کوڈز کے مطابق موبائل پر رابطہ کروں گا۔"

"میں موبائل استعمال نہیں کروں گا۔ جہاں جاؤں گا وہاں سے عام فون کے ذریعے تمہیں مخاطب کروں گا۔"

اس نے فون بند کر دیا پھر سوچنے لگا "اب کون کمبخت فون سے رابطہ کرے گا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے انٹیلی جنس والوں کے دماغوں میں جھانکتا رہوں گا۔ وہاں فرہاد ہوگا تو ضرور کسی نہ کسی کے دماغ میں بولتا ہوا سنائی دے گا۔"

ثانی نے ایک گہری سانس لی۔ عادل کا سایہ پچھلی سیٹ پر آگیا۔ وہ بولی "عادل! تم نے اس کی آواز پر توجہ دی تھی؟"

"جی ہاں۔ یہ فلائنگ کلب کے ملازم سے جس آواز اور لہجے میں بول رہا تھا' فون پر گفتگو کرتے وقت وہ آواز نہیں تھی۔"

"اب کیسے معلوم کرو گے کہ پہلی آواز اصلی تھی یا یہ فون والی آواز؟"

"فون والی آواز اصلی نہیں ہو سکتی۔ وہ آئندہ میامی کے سراغرسانوں سے فون پر گفتگو نہیں کرے گا۔ اس کی یہ سوچ بتا رہی ہے کہ وہ عارضی طور پر آواز بنا کر میامی کے سراغرسانوں سے رابطہ رکھتا رہا۔"

ثانی نے پوچھا "تو پھر فلائنگ کلب میں ملازم سے ہونے والی گفتگو کا لہجہ اور آواز اصلی ہوگی؟"

"میں ابھی یقین سے نہیں کہوں گا۔ پتا نہیں' یہ آئندہ اور کیسی کیسی آوازیں نکالے گا۔ اس کی اصلی آواز وہ ہوگی جب یہ تنہائی میں بڑبڑائے گا۔ اکثر لوگ جھنجلا کر میز پر یا دیوار پر گھونسا مار کر کسی کو گالیاں دیتے ہوئے بے اختیار کچھ نہ کچھ بولتے چلے جاتے ہیں یا نارمل ہوں تو آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر اپنی شخصیت سے متاثر ہو کر اپنی شان میں کچھ نہ کچھ ضرور کہتے ہیں۔ ایسے ہی وقت یہ آوازیں بدلنے والا طوطا اپنی اصلی آواز اور لہجے میں بولے گا۔"

"شاباش' دشمن کی کمزوریاں معلوم کرنے کے لیے انسانی نفسیات پر اسی طرح گہری نظر رکھنا چاہیے۔ ویسے ایک اور طریقہ ہے جسے سب ہی آزماتے ہیں۔ یوگا کے ماہر یا فولادی دماغ رکھنے والے کو زخمی کیا جائے تو اس کے دماغ میں جگہ مل جاتی ہے اور وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہیں رہتا لیکن اسے زخمی کرو گے تو اس کے باقی تین ساتھی سمجھ لیں گے کہ ہمارے بابا نے ایک کو ناکارہ بنا دیا ہے پھر وہ باقی تین بہت زیادہ محتاط ہو جائیں گے اور ہم انہیں آسانی سے ٹریپ نہیں کر سکیں گے۔"

عادل نے کہا "سسز! اگر یہ خود ہی کسی حادثے میں زخمی ہو گا تو اس کے ساتھی' اس حادثے کو دشمن کی سازش نہیں سمجھیں گے۔"

"یعنی تم کسی حادثے کی سچویشن بناؤ گے؟"

"جان بوجھ کر ایسی سچویشن نہیں بناؤں گا۔ اتفاقاً ایسا ہو گا تو میں اسے کسی حادثے سے دوچار ہونے دوں گا۔"

وہ ہیلی کاپٹر واشنگٹن کے ایک ہیلی پیڈ پر اتر رہا تھا۔ ثانی نے کہا "میں اس شہر میں ہوں اور یہ میری ہی طرف آ رہا ہے۔"

وہ ہیلی کاپٹر سے اتر کر ایک دفتری کمرے میں آیا۔ وہاں اپنا کارڈ دکھا کر بولا "میں جس ہیلی کاپٹر میں آیا ہوں اسے اپنے کسی آدمی کے ذریعے واپس میامی پہنچا دو۔"

یہ کہہ کر وہ کے عمارت سے باہر آیا۔ تیزی سے چلتا ہوا باہر

کھڑی ہوئی ٹیکسیوں کے درمیان پہنچا پھر ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بولا "ہائی وے پر سیدھے چلتے رہو۔"

ٹیکسی چل پڑی۔ عادل کا سایہ اس کی چھت پر لیٹا ہوا تھا۔ ثانی نے کہا "یہ واشنگٹن نہیں جائے گا۔ ہائی وے سے سیدھا کسی دوسرے شہر کی طرف جائے گا۔ میں ابھی جا رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

"سسز! جانے سے پہلے یہ بتا دیں کیا آپ کو یہ بات نہیں کھٹک رہی ہے کہ اس کے تینوں ساتھیوں نے اب تک اس سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ نہ فون پر اور نہ ہی خیال خوانی کے ذریعے۔ کیا وہ سمجھ رہے ہیں کہ انہیں اپنے اس ساتھی سے دور رہنا چاہیے؟"

ثانی نے کہا "ہم میں سے کسی نے ان تینوں کو کسی قسم کے خطرے کا احساس نہیں دلایا ہے۔ وہ ہمارے سلسلے میں محتاط نہیں ہیں بلکہ اپنے اس ساتھی کے حالات سے بے خبر ہیں۔ ان چاروں نے ایک دوسرے سے باخبر رہنے کا کوئی ذریعہ بنایا ہوگا۔ تم اس کے ساتھ لگے رہو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ چاروں ایک دوسرے سے کس طرح رابطہ قائم کرتے ہیں۔ اوکے سی یو۔"

وہ چلی گئی۔ سپراسٹر پچھلی سیٹ پر بیٹھا سوچ رہا تھا "یہ سایہ بن جانے والی بات بڑی تشویش ناک ہے۔ ویسے تو فرہاد میرے سامنے آکر بھی میرے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا لیکن سایہ بن کر میرے اندر سما جائے گا تو میں کیا کر سکوں گا؟ میں تو اپنی بوٹیاں نوچ کر بھی اسے اپنے اندر سے نہیں نکال سکوں گا۔"

ٹیکسی ایک چوراہے کے سگنل کے سامنے رک گئی۔ عادل چھت سے اتر کر سپراسٹر کے اندر سما گیا۔ وہ سوچ رہا تھا "یہ سایہ تو مصیبت بن گیا ہے۔ یہ تو جب چاہے گا اندر آتا رہے گا اور ہمیں اس کی آمد و رفت کی خبر بھی نہیں ہوگی۔"

عادل نے حیرانی سے سوچا "کیا یہ میرے متعلق کہہ رہا ہے؟ کیا اسے میرے آنے جانے کی خبر ہو گئی ہے؟"

سگنل کھلتے ہی ٹیکسی چل پڑی۔ سپراسٹر سوچ رہا تھا "دشمنوں کا سایہ بن جانا ایسی ہی بات ہے جیسے وہ رات کی گہری تاریکی میں نظر نہ آ رہے ہوں اور شب خون مار رہے ہوں لیکن ہم انہیں نہیں مار سکتے کیونکہ وہ نظر نہیں آتے ہیں۔"

اس نے سوچنے کے دوران جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا پھر اس میں سے ایک پیس نکال کر منہ میں ڈالا۔ اس ننھے سے پیکٹ میں ابھی کئی پیس تھے۔ وہ انہیں جیب میں رکھنا چاہتا تھا لیکن اس کے ہاتھ کے اندر عادل کے ہاتھ کا سایہ تھا۔ عادل نے اس ہاتھ کو کھڑکی کے باہر کرتے ہوئے پیکٹ کو پھینک دیا۔

سپراسٹر نے چونک کر کھڑکی کے باہر دیکھا پھر اپنے اس ہاتھ کو گھورنے لگا۔ یہ ہاتھ سے تھام کر سوچنے لگا "یہ میں نے کیا کیا؟ میں پیکٹ جیب میں رکھنا چاہتا تھا پھر کچھ سوچے سمجھے بغیر اسے باہر کیوں پھینک دیا؟"

وہ پریشان ہو گیا۔ اس کے دماغ میں کوئی نہیں بول رہا تھا۔ اسے اپنے اندر کوئی پرایا سایہ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ وہ خود کو سمجھا رہا تھا "میں غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہوں۔ پوری طرح صحت مند ہوں۔ کوئی میرے دماغ میں اور میرے جسم کے اندر نہ ہے اور نہ آ سکتا ہے۔ اس چیونگم کے پیکٹ کو میں نے بے خیالی میں پھینک دیا ہے۔"

عادل کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ باقی تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ڈھونڈ نکالنے تک خاموشی سے سپراسٹر کی مصروفیات کو دیکھتے اور سمجھتے رہنا چاہیے تھا لیکن اکثر اس کے دماغ میں کھجلی ہوتی تھی۔ شرارت کرنے کو جی چاہتا تھا۔ اس کی حالیہ شرارت سے کوئی کام نہیں بگڑا اور اس کے شریر ذہن کی تسلی ہو گئی۔

سپراسٹر بالٹی مور کے ساحلی علاقے میں ٹیکسی سے اتر گیا۔ ٹیکسی کا کرایہ ادا کرکے ایک سمت پیدل جانے لگا۔ اس ساحل پر مال بردار کشتیاں اور لانچ وغیرہ تھیں۔ تفریح کے لیے موٹر بوٹس وغیرہ بھی ملتی تھیں۔ مچھلی مارکیٹ کی وجہ سے وہاں مردوں عورتوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ سپراسٹر اس بھیڑ میں سے گزرتا ہوا جا رہا تھا۔ اس کے شانے سے ایک بیگ لٹک رہا تھا۔ اس بیگ میں اس کی ضرورت کا سامان اور پہننے کے لیے ایک جوڑا تھا۔ وہ اکثر پیدل چلتا تھا' دوڑتا تھا اور جوگنگ کرتا تھا لیکن اس وقت احساس ہو رہا تھا کہ وہ محض دشمن کے خوف سے دور تک چلنے کی زحمت برداشت کر رہا ہے۔ ایسا سوچ کر اسے توہین کا بھی احساس ہو رہا تھا۔ بعض اوقات خوددار' خودپرست اور طاقت کے زعم میں مبتلا رہنے والوں کو اپنی سلامتی اور تحفظ کے لیے ایسی توہین برداشت کرنی پڑتی ہے۔

وہ تقریباً چھ کلومیٹر چلنے کے بعد ایک نہایت ہی صاف ستھرے علاقے میں پہنچا۔ وہاں بڑے بڑے بنگلوں میں کروڑ پتی اور ارب پتی لوگ رہتے تھے۔ وہیں ایک اسٹریٹ پر اس کا ایک پرائیویٹ بنگلا تھا۔

اس نے جیب سے چابیاں نکال کر اس بنگلے کے بیرونی دروازے کو کھولا۔ سامنے ایک کاریڈور تھا۔ کاریڈور کے اطراف کئی کمرے تھے۔ بائیں طرف بڑا سا ڈرائنگ روم اور ڈائننگ روم تھا۔ وہ ایک برس کے بعد اپنے اس بنگلے میں آیا تھا۔ وہاں جا بجا مکڑیوں کے جالے پڑ جانے چاہیے تھے۔ در و دیوار اور فرش کو گرد سے اٹا ہونا چاہیے تھا لیکن وہاں کی ہر چیز صاف ستھری تھی جیسے ہر روز وہاں کی صفائی ہوتی رہی ہو۔

وہ ٹھہر ٹھہر کر چلتا ہوا صاف ستھرے بنگلے کو دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں حیرانی سے کہہ رہا تھا "یہ ناممکن ہے۔ ایک برس میں کچھ تو گرد و غبار ہونا چاہیے۔ بڑے بڑے محل بند رہیں تو مکڑیوں کے جالے پڑ جاتے ہیں۔ روشندان سے آنے والے پرندے گھونسلے بنا لیتے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ ہر روز یہاں کی صفائی ہوتی رہتی

ہے۔ کیا یہاں کوئی موجود ہے۔"

اس نے فوراً ہی کوٹ کے اندرونی حصے سے ایک ریوالور نکال لیا۔ ایک دیوار سے لگ کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اونچی آواز میں بولا "کون ہے؟ یہاں کون ہے؟"

وہ چند لمحے تک انتظار کرنے کے بعد بولا "اگر کوئی ہے تو پہلے اپنی آواز سنائے پھر جس طرح کہوں' اس طرح سامنے آئے ورنہ اچانک سامنے آنے والے کو گولی مار دوں گا۔"

بنگلے کے اندر دور دور تک گہری خاموشی تھی۔ وہاں کی ویرانی اور سناٹا کہہ رہا تھا' کوئی نہیں ہے۔ باہر کھلنے والے تمام دروازے مقفل تھے۔ کوئی اندر نہیں آسکتا تھا۔

وہ ایک بار ڈرائنگ روم میں آیا پھر کاریڈور کے دوسری طرف ایک بیڈ روم میں گیا۔ اگر کوئی ہوتا تو صوفوں پر اور بیڈ پر اس کے بیٹھنے' سونے یا کسی چیز کے استعمال کرنے کے کچھ آثار نظر آتے مگر ایسی کوئی بات نظر نہیں آرہی تھی۔

وہ دبے قدموں چلتا ہوا کاریڈور کے آخری کمرے میں آیا۔ اس کمرے میں ایک بڑا اور ایک چھوٹا کمپیوٹر تھا۔ الیکٹرونک آلات اور کچھ چھوٹی مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے وہاں پہنچ کر ایک ایک چیز کا جائزہ لیا تھا۔ اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ایک برس پہلے وہاں سے جاتے وقت کمپیوٹر اور دوسری چیزوں کو ایک ترتیب سے رکھ دیا تھا۔ اب وہ ترتیب بدل گئی تھی۔ کسی نے اس کا کمپیوٹر استعمال کیا تھا۔

وہ گھبرا کر پھر سے ریوالور سنبھال کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ بنگلے کے ایک حصے سے گزرتے ہوئے کہنے لگا "میں دوست بن کر مخاطب کر رہا ہوں۔ جو بھی یہاں اجازت کے بغیر آیا ہے میں اس کی آمد کا برا نہیں مانوں گا۔ میں اسے خوش آمدید کہتا ہوں سامنے آجاؤ۔"

عادل بھی حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے اندر ہلکی سی گہری سانس محسوس کی پھر سپراسٹر کے جسم سے باہر آگیا۔ ایک صوفے کے پیچھے اس کا سایہ قالین پر بیٹھ گیا۔ ثانی نے کہا "میں بھی بڑی دیر سے دیکھ رہی ہوں۔ یہ حیرانی کی بات ہے کہ جو بنگلا چاروں طرف سے بند ہے اس کے اندر کون آیا تھا؟ آنے والے نے پورے بنگلے کو صاف ستھرا رکھا ہے۔ کسی چیز کو نقصان نہیں پہنچایا ہے صرف کمپیوٹر کو استعمال کیا ہے۔"

عادل نے کہا "میں تو سایہ ہوں اسے نظر نہیں آرہا ہوں' کیا اس مقفل بنگلے میں آنے والا بھی سایہ ہے جو نظر نہیں آرہا ہے؟"

"میرا خیال ہے یہاں کوئی آتا ہے' اس بنگلے کو حسبِ ضرورت استعمال کرتا ہے پھر چلا جاتا ہے۔ ابھی وہ یہاں موجود نہیں ہے۔"

"وہ کمپیوٹر والے کمرے میں جارہا ہے۔ کیا میں اس کے اندر جاؤں؟"

"ہاں جاؤ۔ میں تمہارے اندر خاموش رہوں گی۔"

وہ پھر سپراسٹر کے اندر سما گیا۔ کمپیوٹر کے سامنے تین عدد ڈسک رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے کمپیوٹر کو آن کیا۔ اس کے سامنے بیٹھ کر ڈسک کو اس کے اندر پیش کیا پھر اسے آپریٹ کرنے لگا۔

توقع تھی کہ کمپیوٹر اسکرین پر انگریزی زبان کے حروف ابھریں گے لیکن وہاں کچھ اور نشانات ابھرنے لگے۔ اوپر سے نیچے ایک ترتیب کچھ عمودی کچھ ترچھی لکیریں تھیں۔ وہ لکیریں دس بیس تیس سے لے کر ۱۸۰ ڈگری پر ترچھی تھیں۔ ان کے ساتھ ننھے دائرے' نقطے' بکون' مستطیل اور مربع کے خطوط کھنچے ہوئے تھے۔

سپراسٹر آپریٹ کرتا جارہا تھا۔ اسکرین پر ویسے ہی نشانات دوسری ترتیب سے یوں ابھر رہے تھے جیسے تحریر کی صورت میں پہلے جو کہا گیا تھا وہ بات ابھی جاری ہے' دوسری ترتیب میں کچھ اور کہا جارہا تھا۔ کمپیوٹر کو آپریٹ کرتے رہنے سے ویسے ہی جیومٹری کے نشانات ہوتے تھے صرف ان کی ترتیب بدل جاتی تھی۔

سپراسٹر کی طرح ثانی اور عادل بھی حیران تھے۔ اگر وہ کسی زبان میں پیغام تھا یا کسی نے اس ڈسک میں اپنی یادداشت محفوظ کی تھی تو پھر وہ اس ارضی دنیا کی کسی قوم یا قبیلے کی زبان نہیں ہوسکتی تھی۔ جیومٹری کے تمام نشانات بتا رہے تھے کہ وہ کسی نہایت ہی مہذب اور ترقی یافتہ مخلوق کی زبان ہے۔

سپراسٹر وہاں سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ٹہلنے کے دوران رک رک کر کمپیوٹر کی طرف شدید حیرانی سے دیکھنے لگا۔ اس کمرے میں اس نے ایک برس پہلے جتنی ڈسک رکھی تھیں ان میں جیومٹری کے نشانات والی اجنبی زبان فیڈ نہیں کی گئی تھی۔ ایسی زبان تو وہی فیڈ کرتا جو اسے لکھتا پڑھتا اور سمجھتا ہو۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کمرے میں آکر جس نے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا تھا وہ یقیناً جیومٹری کے نشانات سے ترتیب دی ہوئی زبان کو سمجھتا ہے۔

مزید حیرانی کی بات یہ تھی کہ جب یہ ہماری ارضی دنیا کی زبان ہی نہیں تھی تو پھر ہماری دنیا کے کس آدمی نے اس زبان کو کمپیوٹر میں فیڈ کیا تھا؟ کیا وہ فیڈ کرنے والا ہماری ہی دنیا کا آدمی تھا یا کسی ایسی خلائی مخلوق سے تعلق رکھتا تھا جن کے بارے میں سائنس دان اور کائنات کے علوم حاصل کرنے والے ماہرین کہتے تھے کہ خلا کے معلوم اور نامعلوم سیاروں میں ایسی مخلوقات ہیں جو ارضی دنیا کے انسانوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں اور وہ اکثر خلا میں سگنلز بھیجتے رہتے ہیں؟

سپراسٹر کمپیوٹر کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ اس ڈسک کو کمپیوٹر سے نکال کر اس نے دوسری ڈسک کو اس میں پش کیا پھر کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ اس بار اسکرین پر اس جیومٹری کی زبان کے علاوہ کچھ نقشے ابھرنے لگے وہ چند عمارتوں اور چند مخصوص مقامات کے نقشے تھے۔ پھر اسکرین پر ایک چہرے کے نقوش ابھرنے لگے روشنی اور سائے کے امتزاج سے اس چہرے پر رنگ بھرنے لگے

ئی کی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔

آپریٹ کرتے رہنے سے دوسرا چہرہ ایک عورت کا ابھرا۔ اس تصویر کے ساتھ بھی اجنبی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ یوں ٹ کرتے رہنے سے یکے بعد دیگرے کبھی مرد اور کبھی عورت کی یریں ابھرتی جارہی تھیں۔ اس طرح چھ تصویروں کے بعد جو یں تصویر ابھری اسے دیکھ کر سپراسٹر چونک گیا۔ اس کی سوچ لما "یہ تو لکی سیون ہے۔"

ثانی اور عادل بھی اس کی سوچ سن کر چونک گئے تھے۔ سپراسٹر رہا تھا "مجھ سے پہلے جو سپراسٹر تھا' اس کے دور میں' میں ایک غا۔ واشنگٹن کے قریب جو فوجی ہیڈ کوارٹر ہے وہاں دیوی' برادر اور لکی سیون نے بڑے بنگلے کیے تھے۔ میں نے سابقہ سٹر کے حکم سے لکی سیون کو گرفتار کرنا چاہا تھا لیکن وہ سایہ بن وجھل ہوگئی تھی۔ اس کمپیوٹر اسکرین پر اسی کی تصویر ہے۔ یہ لی ہے۔ سایہ بن کر جس کے اندر جاکر تھوکتی ہے وہ اس کے ے کے زہر سے مرجاتا تھا۔"

سپراسٹر اپنی پیشانی پر دو انگلیاں رگڑتے ہوئے سوچ رہا تھا "یہ سیون تو بہت ہی پراسرار ہے۔ یہ اندازہ حقیقت کے قریب ہے کسی خلائی مخلوق سے اس زہریلی حسینہ کا تعلق ہے۔"

وہ بڑی دیر تک لکی سیون کے بارے میں قیاس آرائیاں کرتا پھر اس نے تیسری ڈسک کو کمپیوٹر میں پش کرکے دیکھا۔ اس کا تعلق اجنبی مخلوق اور اجنبی زبان سے نہیں تھا۔ اس میں سٹر نے بہت پہلے اپنی ضرورت کی اہم معلومات محفوظ کی ہ۔

اس نے وہ ڈسک نکال لی پھر مخصوص کوڈ نمبرز کے ذریعے ما افواج کے سربراہوں سے رابطہ کرنے لگا۔ جب ان تینوں ٹیلی جانے والے ساتھیوں کا رابطہ سپراسٹر کے کمپیوٹر سے ہوگیا تو ساتھی نے پوچھا "تم پچھلے دس گھنٹوں سے کہاں تھے۔ ہم سے تمہارے کمپیوٹر کوڈ نمبرز پر کئی بار تمہیں کال کیا لیکن کوئی ب نہیں ملا۔ کوئی پرابلم ہو تو فوراً بتاؤ؟"

سپراسٹر نے اپنے کمپیوٹر کے ذریعے جواب دیا "ہم چاروں دوسرے کو اپنی رہائش گاہ اور اپنے شہر کا نام نہیں بتاتے۔ میں اس لیے بتا رہا ہوں کہ میای شہر میں فرہاد پہنچ گیا ہے۔ تم سے کوئی اس شہر کا رخ نہ کرے۔"

دوسری طرف سے اسکرین پر کہا گیا "یہ تو بہت بری خبر ہے۔ وہاں اسے تمہاری موجودگی کا علم ہوگیا تھا؟"

"میای انٹیلی جنس کے سراغرسانوں کی غلطی سے وہ اس حد سمجھ گیا ہے کہ ہم چاروں میں سے کوئی اس شہر میں ہے۔ وہ ہن کر نظروں سے اوجھل ہوگیا ہے۔ میں نے صرف آدھے گھنٹے کے اندر وہ شہر چھوڑ دیا ہے۔ اب خطرے سے باہر ہوں۔ دوسرے شہر کی ایک خفیہ رہائش گاہ سے ابھی یہ رابطہ کر رہا ہوں۔"

"دشمنوں کا یہ سایہ بننے والا حربہ ہمارے لیے بڑا تشویش ناک ہے۔ ہم ہر پہلو سے حفاظتی انتظامات کرنے کے باوجود اسی اندیشے میں رہیں گے کہ پتا نہیں فرہاد کا سایہ کب ہم میں سے کسی کے اندر چلا آئے گا اور ہم خود کو محفوظ سمجھتے رہیں گے۔"

"یہ ڈر ہمیشہ رہے گا کیونکہ سایہ بنانے والی گولیاں کا فارمولا فرہاد کے بیٹوں کے پاس ہے۔ فرہاد مر بھی جائے گا تو ہمیں مارنے کے لیے وہ نسخہ سلامت رہے گا۔"

اسی وقت عادل اس کے جسم سے نکل آیا۔ سپراسٹر کے ایک طرف وہ دو عدد ڈسک تھیں جن کا تعلق اجنبی مخلوق اور اجنبی زبان سے تھا۔ سائے نے سپراسٹر کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر وہ دونوں ڈسک اٹھالیں۔ پھر تیزی سے فرش پر رینگتا ہوا دوسرے کمرے میں آگیا۔ ثانی نے کہا "تمہاری سوچ بتا رہی ہے کہ گولی کا اثر ختم ہونے والا ہے۔"

"جی ہاں۔ ابھی چند منٹ باقی ہیں۔ میری نظر اچانک اس کی رسٹ واچ پر گئی تھی۔ میں نے سوچا چند منٹ پہلے نکل آنا چاہیے۔ ویسے یہ ابھی تک معلوم نہیں ہوا کہ ان چاروں میں سے یہ کون ہے۔"

ثانی نے کہا "یہ چاروں کمپیوٹر کے ذریعے بھی ایک دوسرے کو نام سے مخاطب نہیں کرتے ہیں۔ بس اتنا معلوم ہوسکا ہے کہ سابقہ سپراسٹر کے دور میں یہ فوج میں میجر تھا اور یہ لکی سیون کو اچھی طرح جانتا ہے۔"

"سسز! یہ لکی سیون تو بہت پراسرار نکلی۔ آپ کا ذہن کیا کہتا ہے' کیا اس کا تعلق خلائی مخلوق سے ہے؟"

"ہاں۔ جناب تمیرزی نے روحانی علوم کے ذریعے کچھ محدود معلومات حاصل کی ہیں۔ ان معلومات کے مطابق بھی لکی سیون خلائی مخلوق سے تعلق رکھتی ہے۔ جوڈسکس تم نے حاصل کی ہیں ان پر فیڈ کی ہوئی زبان کو لکی سیون اور پارس شاید پڑھ سکیں گے۔"

عادل نے حیرانی سے پوچھا "کیا برادر پارس یہ زبان جانتے ہیں؟"

"لکی سیون نیند کی حالت میں اسے یہ زبان سکھا رہی ہے۔ ہم یہ ڈسکس جناب تمیرزی کے پاس بھیجیں گے تو شاید لکی سیون اور خلائی مخلوق کے بارے میں کچھ معلوم ہوسکے۔"

"یہ شکار جو ابھی کمپیوٹر کے پاس بیٹھا ہے اس کا کیا کیا جائے؟ کیا مجھے دوبارہ گولی داغ کر اس کے ساتھ رہنا ہوگا؟"

"نہیں۔ یہ چاروں بہت پراسرار ہیں۔ ہم کسی ایک کو ٹریپ کرکے باقی تین تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کردو۔"

عادل پھر اس کمرے میں آیا۔ انہی لمحات میں وہ گوشت

پوسٹ کے جسم میں ظاہر ہو رہا تھا۔ وہ دبے قدموں چلتا ہوا سپر اسٹر کے پیچھے آیا۔ اس کی انگوٹھی میں اعصاب شکن دوا تھی۔ اس انگوٹھی کے نخمے سے بٹن کو دبانے سے ایک ننھی سی سوئی باہر نکل آتی تھی۔ عادل نے وہ سوئی اس کی گردن میں پیوست کردی۔

سپر اسٹر حیرت انگیز جسمانی قوت کا حامل تھا فوراً ہی اس پر دوا کا اثر نہیں ہوا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے پلٹ کر عادل کو دیکھا۔ اس کے چہرے سے میرا چہرہ جھلک رہا تھا اور یہ جھلک اسے خوف زدہ کرنے کے لیے کافی تھی۔

"تم؟" اس نے بے یقینی سے کہا پھر لڑکھڑا کر گرتے گرتے کرسی کو پکڑ کر سنبھل گیا۔ فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔

عادل نے کہا "یہ جو فرہاد تمہارے سامنے ہے اسے میامی کی پولیس اور انٹیلی جنس والے تلاش کرتے کرتے بے زار ہوگئے ہیں۔ جب تم نہ معلوم کرسکے کہ میں تمہارے اندر ہوں تو تمہارے باہر والے مجھے کیا خاک تلاش کریں گے؟"

دوا اب اثر دکھا رہی تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ وہ کرسی کو چھوڑ کر فرش پر اوندھے منہ گر پڑا پھر چاروں شانے چت ہو کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

ٹانی نے عادل سے کہا "یہ سپر اسٹر لے لالا ہے۔ تم یہاں سے فوراً نکلو اور واشنگٹن آکر وہ دونوں ڈسک مجھے دو۔ تمہارے آنے تک میں اس پر عمل کرکے اپنا تابعدار بنالوں گی۔"

عادل اسی وقت اس بنگلے سے باہر چلا گیا۔ ٹانی نے سپر اسٹر کے اندر پہنچ کر کہا "ہیلو روبوٹ! کیا دیکھ رہے ہو کہ تمہارے جیسے فولادی انسان کس طرح موم کی طرح پگھل کر فرش پر بکھر جاتے ہیں؟"

اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں۔ دوا کے اثر سے ذہن اس قدر کمزور ہوگیا تھا کہ وہ ابھی تنویمی عمل کے اثرات قبول نہیں کرسکتا تھا۔ ٹانی نے کہا "اس بنا سپتی فرہاد نے کچھ زیادہ ہی دوا انجکٹ کردی ہے۔ خود کو سنبھالو۔ میں عمل کرنے کے لیے ایک آدھ گھنٹے انتظار کرسکتی ہوں۔"

وہ فرش پر پڑا رہا۔ ٹانی نے مجھے مخاطب کیا اور میامی سے لے کر بالٹی مور کے ساحلی شہر تک کی روداد سنانے لگی۔ تمام تفصیلی رپورٹ سننے کے بعد میں نے اس کے ساتھ جناب تیرزی کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا اور ان دونوں ڈسک کے متعلق بتایا جن میں ایک اجنبی زبان اور لکی سیون کی تصویر محفوظ تھی۔ انہوں نے ٹانی سے کہا "عادل وہ ڈسکس لے کر آئے تو ان کی دو سری دو کاپیاں تیار کرو۔ اپنے پاس دو کاپیاں حفاظت سے چھپا کر رکھو اور عادل کو ڈسکس کے ساتھ جلد سے جلد میرے پاس بھیج دو۔"

ان سے رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے ٹانی سے کہا "سپر اسٹر کو اپنا معمول بنا کر آزاد چھوڑ دو۔ تنویمی عمل کے بعد اسے یاد نہ رہے کہ وہ تمہارے زیر اثر رہتا ہے۔ وہ خود کو محفوظ سمجھ کر بدستور سپر اسٹر کے فرائض انجام دیتا رہے گا اور ہمیں اس کی تمام مصروفیات سے آگاہی حاصل ہوتی رہے گی۔"

ٹانی پھر سپر اسٹر کے پاس آگئی۔ وہ اسی طرح کمپیوٹر والے کمرے کے فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ پہلے جو بہت زیادہ کمزوری تھی وہ اب کم ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اتنی توانائی آجاتی کہ وہ فرش پر رینگتے رینگتے کسی بیڈ پر پہنچ سکتا تھا پھر وہ اس پر عمل کرسکتی تھی۔

ایسے ہی وقت ٹانی نے اس کے کمزور ذہن کے ذریعے ہلکی سی آواز سنی۔ کوئی اس بنگلے کے اندر آیا تھا۔ دوسرے ایک دروازہ بند ہونے کی آواز آئی پھر فرش پر اونچی ہیل کے سینڈل کھٹ کھٹ بجنے لگے۔ کھٹ کھٹ کی آواز بنگلے کے اندر مختلف کمروں میں جارہی تھی۔ اگر سپر اسٹر میں اٹھنے کی سکت ہوتی تو ٹانی اسے اپنی توانائی سے بھی اٹھا کر اس کمرے سے باہر کسی آنے والی کو دیکھتی لیکن مجبوری تھی۔ اسے انتظار کرنا پڑا۔

بنگلے کے اندر بھٹکنے والی کھٹ کھٹ کی آواز اس کمپیوٹر والے کمرے کے دروازے پر رک گئی۔ ٹانی نے سپر اسٹر کو سر گھما کر دیکھنے کے لیے دماغی توانائی دی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ ایک قد آور حسینہ اونچی ہیل کے سینڈل، بلاؤز اور اسکرٹ پہنے کھڑی تھی۔ اس کے شانے سے ایک بیگ لٹک رہا تھا۔ وہ فرش پر پڑے ہوئے سپر اسٹر کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

سپر اسٹر کی کمزور سی سوچ ٹانی سے کہہ رہی تھی۔ یہ وہی حسینہ ہے جس کی تصویر ڈسک نمبر دو میں ہے۔ اس کی تصویر کے ساتھ بھی جیومیٹری والی زبان میں کچھ لکھا تھا۔

اگر اس کا کمزور ذہن اسے پہچاننے میں غلطی نہیں کر رہا تھا تو اس کا مطلب یہی تھا کہ لکی سیون کی طرح وہ حسینہ بھی اس ارضی دنیا کی نہیں تھی۔ اس کا تعلق بھی کسی خلائی مخلوق سے ہو سکتا تھا۔

وہ بنگلے کے اندر تمام کمروں میں دیکھتی آئی تھی۔ کمپیوٹر والے کمرے میں بھی دیکھ رہی تھی۔ اسے فرش پر پڑے ہوئے ایک شخص کے سوا کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ وہ کمرے میں آئی پھر آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے سپر اسٹر کے سر کے پاس کھڑی ہوگئی۔

وہ اس حسینہ کو بے بسی اور رحم طلب نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ کمپیوٹر اور دوسرے الیکٹرونک آلات کو دیکھ رہی تھی۔ اسے کمپیوٹر کے پاس صرف ایک ڈسک نظر آئی۔ وہ تیزی سے کمپیوٹر کے پاس آئی اور باقی دو ڈسک تلاش کرنے لگی۔ وہ دونوں ڈسک کہیں نظر نہیں آئیں۔

وہ سپر اسٹر کے پاس آکر جھک گئی۔ فرش پر ایک گھٹنا ٹیک کر اس کی جیبوں کی تلاشی لینے لگی۔ وہ ڈسکس لباس کے اندر بھی چھپائی جاسکتی تھیں۔ اس لیے حسینہ نے کئی جگہ سے اس کے لباس کو پھاڑ ڈالا لیکن اس کی مطلوبہ ڈسکس نہیں ملیں۔

اس کے ہونٹ اور زبان متحرک ہوئے۔ وہ کچھ بولنے لگی۔

تے والوں کے منہ سے آوازیں نکلتی ہیں لیکن اس کے منہ سے ز نہیں نکل رہی تھی۔ جس طرح بعض لوگ گفتگو کے دوران ں ہاتھ اِدھر سے اُدھر نچاتے ہیں اس طرح وہ بھی اپنی زبان اور نوں کے علاوہ ہاتھ نچا رہی تھی۔

ٹانی نے سپر اسٹر کی زبان سے کہا "آئی..... کانٹ..... فولو "

حسینہ نے وہی بات دہرائی "آئی کانٹ فولو یو۔"

اس نے دو تین بار اسی فقرے کو سمجھنے کے انداز میں دہرایا پھر ربلا کے بولی "میں مجھے یاد آیا۔ یہ انگریزی زبان ہے۔ تم میری ت نہیں سمجھ رہے ہو۔"

ٹانی نے کہا "ابھی تم کچھ بول رہی تھیں مگر تمہارے منہ سے از نہیں نکل رہی تھی۔"

"ہماری گفتگو ایسی ہی ہوتی ہے۔ ہم زبان' ہونٹوں اور ہاتھوں حرکتوں سے سمجھ لیتے ہیں کہ سامنے والا کیا کہہ رہا ہے۔"

"بولتے وقت منہ سے آواز نکالنے میں کیا حرج ہے؟"

"ہماری زبان آواز کی محتاج نہیں ہے۔ ہم اپنی زبان میں لکھتے ، پڑھتے ہیں مگر پڑھتے وقت بھی منہ سے آواز نہیں نکلتی۔"

"ایک جگہ سے دوسری جگہ فون پر آواز کے بغیر گفتگو کیسے رتی ہو؟"

"ہمارے ہاں کمپیوٹر فون ہیں فون کا ریسیور نہیں ہوتا۔ ٹیلی ن سیٹ پر چھوٹی اسکرین ہوتی ہے۔ گھنٹی بجتے ہی دونوں طرف کی سکرین پر دونوں طرف باتیں کرنے والے ایک دوسرے کو نظر آتے ہیں اور اسکرین پر منہ اور ہاتھوں کی حرکتوں کے ساتھ ہماری زبان کے الفاظ بھی ابھرتے رہتے ہیں۔"

سپر اسٹر اب بولنے کی حد تک توانائی محسوس کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ تمہاری باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تم ہماری دنیا سے تعلق نہیں رکھتی ہو۔"

وہ بولی "ابھی تمہاری آواز عورتوں جیسی تھی۔ اب مرد کی آواز میں بول رہے ہو۔"

"میرے دماغ سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی بول رہی تھی۔"

"ٹیلی پیتھی؟" حسینہ نے سوچنے کے انداز میں کہا "ہاں۔ ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک پیغام پہنچانے کے عمل کو ٹیلی پیتھی کہتے ہیں۔ ہم بھی یہ عمل جانتے ہیں۔"

"آواز کے بغیر سوچ کی لہریں کس طرح دماغ کے اندر سمجھ میں آتی ہیں؟"

"ہم ایک دوسرے کے دماغ میں منہ سے آواز نکالنے والی گفتگو نہیں کرتے صرف سگنلز نشر کرتے ہیں۔ دیکھو ایسے....."

وہ خاموش ہوگئی۔ دوسرے ہی لمحے میں سپر اسٹر کے دماغ کے اندر کچھ ایسی آوازیں ابھرنے لگیں جیسے ٹیلی گراف کے اشاروں کی آواز ہوتی ہے۔ ٹارے ٹکا ٹکا ٹارے ٹارے... گارے' گانا۔ گانا گارے۔"

کچھ ایسے ہی سگنلز تھے جو ٹانی اور سپر اسٹر کی سمجھ میں نہیں آئے۔ وہ بولی "یہ مخصوص سگنلز تمہاری دنیا کے لوگ سمجھ نہیں سکیں گے۔ ہم اپنی عام قومی زبان میں دماغی رابطہ نہیں کرتے۔ دماغی رابطہ صرف خفیہ پیغامات کے لیے ہوتا ہے۔ میری وہ دونوں ڈسک کہاں ہیں؟ میں نے کمپیوٹر کے ذریعے اپنی زبان میں ضروری پیغامات ڈسک میں محفوظ کیے تھے اور وہ پیغامات تمہاری دنیا کے لیے تھے۔"

"وہ ڈسکس میرا ایک دشمن لے کر چلا گیا ہے۔ اس وقت بھی ایک دشمن لڑکی میرے دماغ میں سوچ کی لہروں کے ذریعے موجود ہے۔"

ٹانی نے کہا "ہاں۔ میں موجود ہوں اور ابھی تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار بناؤں گی۔"

"کیا تم اس بنگلے کی مالکہ ہو؟"

"نہیں۔ یہ اس بنگلے کا مالک ہے۔"

"پھر کیوں اسے نقصان پہنچاؤ گی؟ کیوں اسے غلام بناؤ گی؟"

"اس نے ہمارے ملک اور ہمارے ادارے کو زبردست نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی۔"

"ہماری قوم میں بھی کتنے ہی لوگ اپنی غرض کے بندے ہوتے ہیں لیکن ہم احسان فراموش نہیں ہوتے۔ میں پچھلے پانچ ماہ سے اس شخص کے بنگلے میں آکر آرام سے رہتی ہوں اور اس کے الیکٹرونک آلات کے ذریعے اپنے چند ساتھیوں سے رابطہ رکھتی ہوں۔ جسے تم نے بیمار بنا ڈالا ہے میں اس کی احسان مند ہوں اور اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچانے دوں گی۔"

ٹانی نے کہا "مجھے غلط نہ سمجھو۔ یہ شخص اپنے ملک کو سپر پاور بنا کر دنیا کی تمام قوموں کو غلام بنانا چاہتا ہے۔ کیا تم چاہو گی کہ میں اس شخص کو غلام نہ بناؤں اور یہ تمام دنیا کو اپنا غلام بنالے؟"

"مجھے تمہاری دنیا سے کیا لینا ہے۔ تم اپنی دنیا کو غلامی سے بچاتی رہو۔ میں تو اپنے محسن کو نقصان پہنچانے نہیں دوں گی۔"

سپر اسٹر نے کہا "تم بہت اچھی ہو۔ اگر آج اس مصیبت سے مجھے بچالو گی تو میں ہمیشہ تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

"میں نے تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے اس بنگلے میں رہائش اختیار کی۔ یہاں کی چیزیں استعمال کرتی رہی۔ اس کے بدلے میں تمہارے بہت کام آتی رہوں گی اور ہمیشہ تمہاری دوست بن کر رہوں گی۔"

ٹانی نے کہا "اس سے دوستی کرکے تم بہت بڑی غلطی کرو گی۔ میں تمہیں بتاؤں کہ ہم نے تمہاری قوم کی ایک لڑکی کو دشمنوں سے محفوظ رکھا ہے۔ وہ عزت آبرو سے ہمارے ادارے میں رہتی ہے۔"

"تم کس کی بات کر رہی ہو؟"

"ہم اس کا اصلی نام نہیں جانتے۔ اسے لکی سیون کہتے ہیں۔ ابھی ہم نے تمہاری ڈسک نمبر دو میں اس کی تصویر دیکھی تھی۔ وہ تصویر ساتویں نمبر پر تھی۔"

"اچھا تو تم تمارا کی بات کر رہی ہو۔"

"میں نے کہا نا' ہم اس کا نام نہیں جانتے۔ ابتدا میں اس کی یادداشت بہت کمزور تھی۔ وہ ذرا سی دیر میں پچھلی تمام باتیں بھول جایا کرتی تھی۔"

"میں سمجھ گئی۔ اسی کا نام تمارا ہے۔ وہ زہریلی ہے۔"

"ہاں۔ وہ زہریلی ہے۔ میں اسی کی بات کر رہی ہوں۔ اب تم سمجھ سکتی ہو کہ ہم نے تمہاری قوم کی ایک لڑکی کو کس طرح محبت سے اپنا بنا کر رکھا ہے۔ کیا تم ہمارا احسان نہیں مانو گی؟"

"احسان؟ تم نے ہماری ایک دشمن لڑکی کو پناہ دی ہے۔ ہم سے دشمنی کر رہی ہو اور اسے احسان کہتی ہو۔ اگر تم ابھی سامنے ہوتیں تو تمہیں ان دو ہاتھوں سے سزائیں دے دے کر مار ڈالتی۔"

"بھلو اچھا ہے کہ میں سامنے نہیں ہوں۔ تمہیں مار ڈالنے کی زحمت سے بچا رہی ہوں۔ ویسے پہلوان کی بیٹی! تمہارا نام کیا ہے؟"

"مظفر کر رہی ہو؟ کر لو۔ کبھی سامنا ہو گا تو پتا چلے گا کہ میرا نام موت ہے۔ اب میرے محسن کے دماغ سے چلی جاؤ۔"

"جانا ہی ہو گا۔ ابھی اس پر تنویمی عمل کروں گی تو تم مداخلت کرتی رہو گی۔"

ثانی دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس نے عادل کی خیریت معلوم کی۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھا واشنگٹن کی طرف آ رہا تھا پھر وہ میرے پاس آئی اور اس حسینہ کے متعلق تفصیل سے بتانے لگی۔ میں نے کہا "اس حسینہ نے سپراسٹر کو تمہارا معمول اور تابعدار بنانے سے روکا ہے۔ اس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضرور غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہے۔ تم اب تک سپراسٹر پر تنویمی عمل کر چکی ہوتیں لیکن اس حسینہ نے اس بہترین موقع کو تم سے چھین لیا۔"

"یہ تو ایک مجبوری تھی۔ اس کی موجودگی میں تنویمی عمل کرنا ممکن نہیں تھا لیکن وہ مجھے کب تک روکے گی۔ سپراسٹر اس دوا کے اثر سے تقریباً دس گھنٹے تک مکمل ذہنی توانائی حاصل نہیں کر سکے گا۔ ابھی یہاں رات کے دس بجنے والے ہیں۔ وہ کمزوری کے باعث جلد ہی سو جائے گا۔ اس وقت میں خاموشی سے اس کے اندر جا کر عمل کروں گی۔"

"نہیں بیٹے! صرف سپراسٹر کی دماغی کمزوری کو نہ دیکھو' اس کا ساتھ دینے والی حسینہ کو بھی اہمیت دو۔ وہ اپنے محسن کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہے۔"

"اچھا میں جا رہی ہوں۔ اس حسینہ کے متعلق بھی پوری معلومات کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی پھر اس نے سپراسٹر کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر پرواز کی لیکن اپنے ٹارگٹ تک نہ پہنچ سکی۔ اس نے دوسری بار کوشش کی پھر وہی ہوا۔ اس کی سوچ کی لہروں کے سامنے کوئی رکاوٹ آتی تھی اور وہ سپراسٹر تک نہیں پہنچ پاتی تھی۔

ثانی نے حسینہ کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ہنسنے لگی۔ کہنے لگی "پرائی سوچ کی لہروں سے میرے دماغ میں گدگدی ہونے لگتی ہے پلیز جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ ثانی دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اسے یاد آیا' لکی سیون بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے ہنستی تھی اور کہتی تھی اس کے دماغ میں گدگدی ہوتی ہے۔

وہ دوبارہ حسینہ کے اندر پہنچ کر بولی "سانس نہ روکنا۔ انکار نہ کرنا' سپراسٹر کہاں ہے؟"

"سوری۔ میرا محسن جب تک مکمل طور پر دماغی توانائی حاصل نہیں کرے گا تب تک تم اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکو گی۔ تم چاہو تو اس بنگلے میں جا سکتی ہو' جہاں اسے بیمار چھوڑ آئی تھیں۔ جو اپنا شکار پیچھے چھوڑ جاتا ہے اسے کوئی دوسرا اٹھا کر لے جاتا ہے۔"

اس نے سانس روک لی۔ ثانی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ اسے اپنی ناکامی پر غصہ آنا چاہیے تھا یا مایوس ہونا چاہیے تھا لیکن وہ زیر لب مسکراتے ہوئے علی کے دماغ میں آئی پھر بولی۔ "آج زندگی میں پہلی بار مجھے وہ خوشی ملی ہے جو پہلے کبھی نہیں ملی تھی۔"

علی نے کہا "بڑی خوش نصیب ہو کہ تمہاری من چاہی خوشی تمہیں مل گئی۔ ویسے وہ خوشی کس بات کی ہے؟"

"یہ پوچھو کہ اس خوشی کا نام کیا ہے؟"

"چلو نام ہی بتا دو۔"

"اس خوشی کا نام ہے ٹھوکر۔ جب تک ٹھوکر نہیں لگتی تب تک ذہانت کو عملی تجربہ نہیں ملتا۔ گھوڑے کو جب تک چابک نہ مارو وہ تیز نہیں دوڑتا۔"

"کیا تمہیں کسی معاملے میں ناکامی ہوئی ہے؟"

"جیتنے والوں کے لیے ناکامی اگلی کامیابی کی ضامن ہوتی ہے۔"

وہ بتانے لگی کہ اس نے عادل کے تعاون سے کس طرح سپراسٹر کو گرفت میں لے لیا تھا لیکن ایک خلائی مخلوق آڑے آ گئی۔ اس نے سپراسٹر کو اس سے چھین کر لے گئی ہے۔ علی نے ہنستے ہوئے کہا "پھر تو سپراسٹر اور اس حسینہ کی شامت آ گئی ہے۔ میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ تم صبح ہونے سے پہلے پھر ایک خوش خبری سنانے آؤ گی۔ وش یو گڈ لک۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ عادل آکر ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ایک کمرے میں اسے بلایا۔ وہاں کمپیوٹر اور دوسرے الیکٹرونک آلات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا "عادل! جو ڈسکس لائے ہو ان کی دو کاپیاں تیار کرو پھر ایک ایک کاپی پیرس لے جاؤ۔"

وہ ڈرائنگ روم میں آئی۔ دنیا کے بڑے ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں ہمارے ایسے ٹرولنگ ایجنٹ ہیں جو کسی وقت بھی حکم دینے پر کسی بھی پبلی فلائٹ میں سیٹیں ریزرو کرا دیتے ہیں۔ اگر کہیں ناکامی ہوتی ہے تو ہم خیال خوانی کے ذریعے کامیابی کے راستے ہموار کر دیتے ہیں۔

ثانی نے فون کے ذریعے ایک ایجنٹ سے کہا "پیرس جانے والی کسی بھی پبلی فلائٹ میں عادل کے لیے ایک سیٹ ریزرو کراؤ اس کے ضروری کاغذات یہاں آ کر لے جاؤ۔"

وہ ریسیور رکھ کر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی جناب تیمرزی کے پاس پہنچ گئی پھر انہیں سلام کرنے کے بعد اس حسینہ کے متعلق بتانے لگی جو لکی سیون کی طرح ایک خلائی مخلوق تھی۔ اس نے دو ایسی ڈسک تیار کی ہیں جن کے ذریعے لکی سیون اور خلائی مخلوق کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ عادل یہ دونوں ڈسکس لے کر کل رات تک ان کے پاس پہنچ جائے گا پھر اس نے پوچھا "کیا میں لکی سیون سے کچھ باتیں کر سکتی ہوں۔"

انہوں نے فرمایا "بیٹی! لکی سیون تمہاری ماما آمنہ کی نگرانی میں ہے۔ ان کے پاس جاؤ۔"

وہ آمنہ فرہاد کے پاس آئی پھر سلام کرنے کے بعد بولی "ماما! میں لکی سیون سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"بیٹی! لکی سیون ابھی روحانی عمل کے زیر اثر ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔ صرف میں ہی روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے خیالات پڑھ سکتی ہوں۔ اگر اس سے باتیں کرنا بہت ضروری ہے تو مجھے بتاؤ کیا بات ہے؟"

اس نے دوسری حسینہ کے متعلق بتایا جو لکی سیون کی طرح خلائی مخلوق تھی اور لکی سیون کی دشمن تھی۔ "اس حسینہ نے میری گرفت میں آئے ہوئے سپراسٹر کو چھین لیا ہے اور کچھ ایسا عمل کیا ہے جس کے نتیجے میں میری سوچ کی لہریں سپراسٹر کے دماغ تک نہیں پہنچتی ہیں۔ اس حسینہ نے لکی سیون کا اصل نام تمارا بتایا ہے۔ ہماری تمارا بھی اس حسینہ کے متعلق کچھ جانتی ہو گی۔ میں اس کے متعلق معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"تمارا (لکی سیون) کیسے سمجھے گی کہ تم کس حسینہ کے متعلق معلومات چاہتی ہو؟"

"میں اس کی نشاندہی صرف اس حد تک کر سکتی ہوں کہ وہ پانچ ماہ پہلے بالی مور کے ایک خالی بنگلے میں آئی تھی۔ اس میں ایک صلاحیت یہ ہے کہ اس نے سپراسٹر کے دماغ میں سگنلز کی مخصوص آواز پیدا کی تھی۔ دوسری صلاحیت یہ ہے کہ اس نے سپراسٹر پر کچھ ایسا عمل کیا ہے کہ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک نہیں پہنچتی ہیں۔ جب وہ اپنی خلائی زبان بولتی ہے تو منہ سے آواز نہیں نکلتی' زبان' ہونٹوں اور ہاتھوں کی حرکات سے اپنی باتیں سمجھاتی ہے لیکن ہماری دنیا کی زبان بولتے وقت اس کے منہ سے آواز نکلتی ہے۔ کیا تمارا (لکی سیون) بھی اپنی خلائی زبان بولتے وقت آواز سے محروم رہتی ہے؟"

"میں ابھی تمارا سے باتیں کرتی ہوں۔ تم آدھے گھنٹے بعد آؤ۔"

ثانی دماغی طور پر اپنے ڈرائنگ روم میں حاضر ہو گئی۔ عادل اسے خیال خوانی میں مصروف دیکھ کر دوسرے صوفے پر خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا۔ ثانی نے پوچھا "دونوں ڈسکس کی دوسری کاپیاں تیار ہو گئیں؟"

اس نے چار عدد ڈسک پیش کر دیں۔ ثانی نے دو ڈسکس اسے دے کر کہا "اپنے ضروری کاغذات لے کر ٹرولنگ ایجنٹ کے پاس جاؤ۔ تمہیں کسی بھی پبلی فلائٹ میں سیٹ مل جائے گی۔ یہاں کے ائرپورٹ سے اور پیرس کے ائرپورٹ سے گزرتے وقت ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ میں موجود رہے گا تاکہ کسٹمز والے تمہارے سامان کی تلاشی لیتے وقت ان ڈسکس کو دیکھتے ہوئے بھی نہ دیکھ سکیں۔"

عادل وہاں سے چلا گیا۔ جمیلہ اور ہیرو نیویارک میں تھے۔ ثانی نے ان سے رابطہ کر کے ہدایت کی کہ وہ عادل کی نگرانی کریں اور اسے کسٹمز والوں کے درمیان سے کسی پرابلم کے بغیر نکال دیں۔

پھر وہ آمنہ فرہاد کے پاس گئی۔ آمنہ نے کہا "میں تمارا کے پاس گئی تھی۔ اس پر روحانی عمل کے دوران اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں تھا اس لیے خاموشی سے اس کے چور خیالات پڑھتی رہی۔ تمارا نے اس دشمن عورت کو پہچان لیا ہے۔ اس کا نام بدی بدی ہے۔ اپنی خلائی زبان بولتے وقت وہ جان بوجھ کر بے آواز ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے ایک عاشق سے بے وفائی کی تھی اور اسے اپنے دوسرے عاشق سے ہلاک کرانا چاہا تھا لیکن وہ پہلا عاشق جان بچا کر اب بدی بدی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ وہ خلا میں رہے یا اس دنیا میں آ کر چھپ جائے لیکن جب بھی وہ اپنی خلائی زبان میں کسی سے باتیں کرے گی تو ہزاروں لاکھوں میل دور رہنے والا عاشق اپنی غیر معمولی سماعت کے ذریعے اس کی آواز سن لے گا اور جب وہ اس دنیا کی انگریزی یا کوئی سی بھی زبان بہ آواز بولتی ہے تو اس کا لہجہ بدل جاتا ہے۔ اس کا عاشق بدلے ہوئے لہجے کے باعث اسے پہچان نہیں پاتا ہے۔ اس عاشق کی کچھ مجبوریاں ہیں جن کے باعث وہ اس ارضی دنیا میں نہیں آ رہا ہے۔"

ثانی نے پوچھا "بدی بدی ہماری تمارا کی کیوں دشمن بن گئی ہے؟"

"میں نے ابھی بدی بدی اور تمارا کی دشمنی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا ہے۔ ایسی جلدی بھی کیا ہے ہمیں بعد میں معلوم

ہوجائے گا۔"

"کیا آپ نے یہ پوچھا ہے کہ بدی بدی نے سپراسٹر کے دماغ میں سنگنلز کی آوازیں کس طرح پہنچائی تھیں؟"

"ہماری دنیا کی طرح خلائی مخلوق کے درمیان بھی شیطان ہے۔ بدی بدی نے کالے جادو کے ذریعے محض تھوڑی دیر کے لیے دماغ میں سگنلز پہنچائے تھے اور اس نے کالے جادو کے ذریعے ہی تمہاری سوچ کی لہروں اور سپراسٹر کے درمیان عارضی رکاوٹ کھڑی کی ہے۔ میں نے زیادہ دیر تمارا کے دماغ میں رہنا مناسب نہیں سمجھا اس لیے جلدی چلی آئی۔ میں سمجھتی ہوں تمہارے لیے اتنی معلومات کافی ہیں۔"

"جی ہاں۔ آپ سے ایک تعاون چاہتی ہوں۔ روحانی عمل کے سامنے کالا جادو دھواں بن کر اڑ جاتا ہے۔ آپ میرے راستے سے اس شیطانی عمل کو ختم کردیں۔"

"تم سپراسٹر کے پاس جب بھی جاؤ گی' راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔ اب جاؤ بیٹی! فی امان اللہ۔"

ثانی نے وہاں سے فوراً ہی سپراسٹر کی طرف خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ اسے کوئی پریشانی نہیں تھی' کوئی خطرہ نہیں تھا۔ بدی بدی نے اسے یقین دلایا تھا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے بھی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکیں گے اور نہ ہی کوئی اسے اپنا تابعدار بنا سکے گا۔ سپراسٹر نے بدی بدی میں بڑی خوبیاں دیکھی تھیں۔ وہ اس کے یقین دلانے سے گہری نیند سو گیا تھا۔

دوسری طرف بدی بدی کو بھی اپنے کالے جادو پر بڑا ناز تھا۔ کیونکہ اب تک کسی نے اس کے جادو کا توڑ نہیں کیا تھا۔ لہٰذا وہ بھی بڑے اعتماد اور اطمینان سے سو رہی تھی۔

ثانی کو بھی اطمینان حاصل ہوگیا تھا۔ اس نے سپراسٹر کے خوابیدہ دماغ پر بڑے آرام سے تنویمی عمل کیا اور یہ بات اس کے ذہن میں نقش کردی کہ تنویمی نیند سے بیدار ہوکر وہ بھول جائے گا کہ اس پر عمل کیا گیا ہے اور وہ ثانی کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ اس کے برعکس وہ خود کو پہلے کی طرح آزاد اور فولادی ذہن کا قوی سمجھتا رہے گا۔

ثانی نے اسے اپنے زیر اثر لانے کے بعد ٹیلی پیتھی جاننے والے تینوں افواج کے سربراہوں کے متعلق دریافت کیا تھا کہ وہ تینوں کہاں ہیں اور سپراسٹر ان تینوں سے کس طرح ملاقات کرتا ہے؟

وہ معمول بننے کے بعد جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ اس نے کہا "جب سے ہم چاروں نے پاشا کی غیر معمولی صلاحیتیں اور ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے تب سے ایک ٹھوس منصوبے کے مطابق ایک دوسرے سے جدا ہوگئے ہیں۔ ہم نے صرف کمپیوٹر کو رابطے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اپنی آواز اور لہجہ تبدیل کرنے کے علاوہ چہرے پر بھی پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیلی کرائی ہے تاکہ ہم چاروں ایک دوسرے کو نہ آواز سے اور نہ چہروں سے پہچان سکیں۔"

ثانی ہاری ہوئی بازی جیت کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ علی نے درست کہا تھا۔ وہ صبح ہونے سے پہلے خوش خبری سنانے آئے گی لیکن وہ علی کے پاس نہیں گئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہیرو کو مخاطب کیا پھر کہا "یہ آرام سے سونے کا وقت ہے اور میں تم میاں بیوی کو زحمت دینے آئی ہوں۔"

ہیرو نے ہنستے ہوئے جمیلہ سے کہا "سسز ثانی آئی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ ہمارے آرام کے وقت زحمت دینے آئی ہیں۔"

جمیلہ نے کہا "سسز! ہم جاگ رہے ہیں اور ابھی آپ ہی کا ذکر کررہے تھے۔ اگر آپ زحمت دینے آئی ہیں تو اس سے اچھی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم تفریح کرتے کرتے بے زار ہوگئے ہیں پلیز کوئی کام بتائیں۔"

ہیرو نے کہا "اور ہاں عادل کے سلسلے میں جو ذمے داری آپ نے ہمیں دی ہے وہ کوئی کام نہیں ہے۔ صبح چھ بجے کی فلائٹ سے وہ جارہا ہے۔ ہم اسے کسٹمز والوں کے درمیان سے نکال دیں گے۔"

ثانی نے کہا "اب میں تم دونوں کو جان جوکھم میں ڈالنے والا کام دوں گی۔ میں نے عادل کے ذریعے میامی شہر میں سپراسٹر کو ڈھونڈ نکالا تھا۔ اب تمہارے ذریعے باقی تین میں سے کسی کو ٹریپ کرنا چاہتی ہوں۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ تینوں کس شہر میں ہیں۔ ہمیں اندھیرے میں تیر چلانا ہوگا۔ تم جمیلہ کے ساتھ کسی بھی پرائیویٹ ائرویز کمپنی کے طیارے سے کل صبح تک شکاگو پہنچ جاؤ۔ نیند پوری کرنے کے بعد اوپن اسپورٹس کار میں شہر میں گھومتے رہو۔ تمہارے چہرے پر ابھی کسی حد تک بندر آدمی والی جھلک ہے۔ وہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے تمہیں دیکھ کر محتاط ہوجائیں گے۔ اگر وہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوگا تو شکاگو کو چھوڑ کر بھاگے گا۔ میں نے اور عادل نے سپراسٹر کو اسی طرح بھگاتے ہوئے پکڑا تھا۔"

ہیرو نے کہا "مجھے خوشی ہے کہ آپ ہمیں شکاگو کی پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے آنکھ مچولی کھیلنے کا موقع دے رہی ہیں۔ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹکرائے گا تو اور مزہ آئے گا۔ آپ اطمینان رکھیں ہم ابھی یہاں سے روانگی کی تیاری کرتے ہیں۔ اس مصروفیت کے دوران عادل کو نہیں بھولیں گے۔ اسے بابا صاحب کے ادارے تک بخیریت پہنچادیں گے۔"

ان سے رابطہ ختم ہوگیا۔ ثانی نے صفورا کو مخاطب کیا۔ وہ میامی میں رہ گئی تھی۔ ثانی نے کہا "میامی کا گیم ختم ہوچکا ہے۔ تم وہاں تنہا ہو اور میں یہاں اس لیے چلی آؤ۔"

صفورا نے کہا "میں ابھی فون پر رابطہ کرنے والی تھی۔ اچھا ہوا آپ خیال خوانی کے ذریعے بول رہی ہیں ورنہ فون پر کوئی دوسرا ہماری گفتگو سن سکتا تھا۔"

"کوئی بہت ہی اہم بات ہے کیا؟"

"جی ہاں۔ یہاں بحری جہاز میں جو نائٹ کلب ہے میں اسی کلب میں ہوں۔ کھانے پینے اور عیش کرنے والوں نے بڑی رونق لگا رکھی ہے۔ اس بھیڑ میں میں نے ایک ادھیڑ عمر شخص کو دیکھا ہے اور اسے دیکھ رہی ہوں۔ اب بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گی۔"

"کیا تمہارے اندر کا زہر ابل رہا ہے؟ اس بے چارے کو ڈسنا چاہتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "یہ بات نہیں ہے۔ اس شخص سے جانے یا انجانے میں ایک ایسی حرکت سرزد ہوئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"کیا واقعی؟ یہ تو یقین نہ آنے والی بات ہے اس لیے کہ آج ہی اس شہر میں پاپا سے مشابہت رکھنے والے ایک شخص کو دشمنوں نے دیکھا ہے اور عادل کو پاپا سمجھ کر سپراسٹر وہ شہر چھوڑ کر فرار ہوگیا تھا۔ پھر دوسرا خیال خوانی کرنے والا ایسی دلیری سے وہاں کیوں رہے گا؟"

"سسز! اس نے سوچا ہوگا کہ پاپا تو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پیچھے میامی سے چلے گئے اب وہ اس لیے واپس نہیں آئیں گے کہ یہاں فرہاد علی تیمور کو دیکھ لینے کے بعد کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا نہیں آئے گا۔ لہٰذا اب کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کے لیے یہ میامی شہر محفوظ ہے۔"

"صفورا! تم نہایت شاطرانہ پہلو سے سوچ رہی ہو۔ واقعی سپراسٹر اور عادل کے وہاں سے جانے کے بعد دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کے لیے وہ شہر محفوظ پناہ گاہ بن گیا ہے۔ اس شخص کے متعلق بتاؤ۔"

"ابھی تو میں اس سے دوستی کرنے کی پلاننگ کررہی ہوں۔ دوستی نہ بھی ہوسکی تو اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گی۔ موقع ملے گا تو اپنا تھوڑا سا زہر اس کے جسم میں پکا دوں گی پھر آپ آسانی سے اس کے اندر پہنچ جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے نظروں میں رکھو۔ میں آرہی ہوں۔ کسی وجہ سے نہ آسکی تو برابر خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھوں گی۔"

ثانی وہاں سے اٹھ کر اس کمرے میں آئی جہاں کمپیوٹر اور دیگر ضروری الیکٹرونک آلات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ کر علی کو مخاطب کیا۔ علی نے کہا "مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔ اب تم کچھ نہ کہو تب بھی سمجھ گیا ہوں کہ سپراسٹر کا کباڑا کرچکی ہو۔"

"ہاں۔ ہاری ہوئی بازی کو سپراسٹر کے حوالے سے جیت گئی ہوں۔ اسے اپنا تابعدار بنا چکی ہوں لیکن ابھی وہ خلائی حسینہ بدی بدی کی باتی ہے۔"

"یہ بدی بدی کیا چیز ہے؟"

"اس حسینہ کا نام ہے جس نے سپراسٹر کو مجھ سے چھین لیا تھا۔"

"بھئی تم نے حساب برابر کردیا۔ اب کیا رہ گیا ہے؟"

"اس بدی بدی کو معلوم ہونا چاہیے کہ میرا شکار چھیننے والے کتنے عذابوں سے گزرتے ہیں۔ میرے دماغ میں آؤ۔"

علی اس کے اندر آگیا۔ اس نے کمپیوٹر کو آن کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے سپراسٹر کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے کہ وہ چاروں خیال خوانی کرنے والے مرغے کن کوڈ نمبرز پر ایک دوسرے سے رابطہ کرتے ہیں۔"

وہ مخصوص کوڈ نمبرز پر کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگی۔ دوسری طرف سے ایک خیال خوانی کرنے والے نے اسکرین پر تحریر کے ذریعے کہا "میں آر آر (ری ریز) حاضر ہوں۔" پھر دوسری تحریر ابھری۔ اسکرین پر لکھا ہوا تھا "میں ٹی ٹی (ٹیری ٹیلر) حاضر ہوں۔"

ثانی نے تحریر کے ذریعے کہا "تیسرا ساتھی ایس بی (اسٹیل بروکس) حاضر نہیں ہے۔ شاید وہ کسی نائٹ کلب میں ہے۔ اس کی یہ تفریح کی عادت اسے لے ڈوبے گی۔"

اس طرح رابطہ کرنے سے یہ یقین ہوگیا کہ میامی کے نائٹ کلب میں صفورا نے اسٹیل بروکس کو تاڑ لیا ہے۔

کمپیوٹر کی اسکرین پر سوال ابھرا "مسٹر ایس ایس (سپراسٹر) آپ نے ہمیں کیوں مخاطب کیا ہے؟ خیریت تو ہے؟"

ثانی نے جواباً اسکرین کے ذریعے کہا "خیریت کیسے ہوگی؟ کمپیوٹر اسکرین پر پتا نہیں چلتا کہ کسی مرد سے رابطہ ہورہا ہے یا عورت سے؟ اب یہی دیکھ لو کہ میں مرد نہیں ہوں۔ تمہارا سپراسٹر نہیں ہوں۔ میں ایک کافر حسینہ ہوں اور میرا نام بدی بدی ہے۔ صبح سپراسٹر نیند سے بیدار ہو اور تم سب سے رابطہ کرے تو اس سے پوچھ لینا کہ اس نے بدی بدی کو داشتہ بنایا کوئی بات نہیں لیکن بدی بدی کو راز دار بنانا ٹھیک ہے یا بدی؟"

ثانی نے کمپیوٹر بند کردیا۔ علی نے کہا "ثانی! تم دشمنوں کو گھر سے قبر تک دوڑاتی ہو اسی لیے سونیا ممانے تمہارا نام سونیا ثانی رکھا ہے۔ یعنی دوسری سونیا...."

اگر ثانی کے راستے میں بدی بدی نہ آتی تو سپر ماسٹر یہ سمجھتا کہ ثانی نے اس پر عمل کرکے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے لیکن اب وہ نہیں جان سکتا تھا کہ وہ ثانی کا تابعدار بن چکا ہے کیونکہ وہ پورے یقین کے ساتھ بدی بدی پر بھروسا کررہا تھا کہ وہ ثانی کو ناکام بنا چکی ہے اور آئندہ بھی ناکام بناتی رہے گی۔

اب ثانی نے ایسی چال چلی تھی کہ سپر ماسٹر کا اعتماد بدی بدی پر سے اٹھنے والا تھا کیونکہ ثانی نے سپر ماسٹر کے دوسرے ساتھیوں سے خفیہ کوڈ نمبرز پر رابطہ کرکے انہیں اپنا نام بدی بدی بتایا تھا۔ یہ بھی کہا تھا کہ سپر ماسٹر نے اسے صرف داشتہ نہیں بنایا ہے بلکہ رازدار بھی بنایا ہے۔ بدی بدی کو رازدار بنانے کا ثبوت اس طرح مل گیا تھا کہ کمپیوٹر کے خفیہ کوڈ نمبرز صرف ان چار ساتھیوں کے سوا کسی کو معلوم نہیں تھے لیکن اب پانچویں رازدار بدی بدی بن گئی تھی اور اس نے ان کے اہم معاملات پر گفتگو کی تھی۔

پہلے ثانی نے ان سے کہا "صبح تمہارا سپر ماسٹر نیند سے بیدار ہو اور تم سب سے رابطہ کرے تو اس سے پوچھ لینا کہ اس نے بدی بدی کو داشتہ بنایا کوئی بات نہیں لیکن بدی بدی کو رازدار بنانا نیکی ہے یا بدی۔"

اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی نہیں جانتے تھے کہ بدی بدی کون ہے؟ سپر ماسٹر نے اپنے رازدار ساتھیوں کو اعتماد میں لئے بغیر' انہیں بتائے بغیر کسی پانچویں کو اپنی ٹیم میں رازدار کیوں بنالیا اور وہ بھی ایک عورت کو؟

جس وقت ثانی نے بدی بدی بن کر کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کیا اس وقت دوسری طرف سے ری ریز اور ٹیری ٹیلر اپنے اپنے کمپیوٹر پر موجود تھے۔ تیسرا ساتھی اسٹیل بروکس اپنے کمپیوٹر پر موجود نہیں تھا۔ ری ریز نے کمپیوٹر کے ذریعے سوال کیا۔ "سپر ماسٹر نے تمہیں رازدار بنایا اور تم اس کے خلاف ہم سے پوچھ رہی ہو کہ اس نے اچھا کیا ہے یا برا؟"

ثانی نے بدی بدی کی حیثیت سے کہا "جب مجھے رازدار بنایا گیا ہے تو میرا فرض ہے کہ میں اصولوں پر سختی سے عمل کروں۔ سپر ماسٹر یا تم میں سے کسی سے بھی اصول کے خلاف کوئی کام ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اپنی ٹیم کو بے اصولی سے کمزور بنا رہے ہو۔ میں نے یہی بات سپر ماسٹر سے کی تھی لیکن اس نے کہا۔ میرے باقی ساتھی میرے ماتحت ہیں اور میری بے اصولی کو بھی دانشمندانہ حکمتِ عملی سمجھیں گے۔"

ٹیری ٹیلر نے کہا "بے اصولی میں کبھی دانش مندی نہیں ہوتی۔"

"یہی میں کہتی ہوں۔ جب میں نے سپر ماسٹر کو قائل کیا تو اس نے کہا' وہ فی الحال اپنے ساتھیوں کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتائے گا۔ جب وہ کمپیوٹر پر میرا ذکر ہی نہیں کرے گا تو کسی ساتھی کو میرے بارے میں اس لئے معلوم نہیں ہوگا کہ تینوں ساتھی ہماری خفیہ رہائش گاہ کے بارے میں نہیں جانتے' خود ایک دوسرے کے متعلق نہیں جانتے ہیں کہ سب اپنی اپنی جگہ کس طرح پرائیویٹ لائف گزار رہے ہیں۔ اسی طرح میں اس کی پرائیویٹ پراپرٹی ہوں۔"

ری ریز نے کہا "بدی بدی! ہم تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتے لیکن تمہاری اس بات سے متفق ہیں کہ کسی بھی پانچویں ہستی کو اپنی ٹیم میں شامل کرنے سے پہلے ہم تینوں کو پانچویں کے بارے میں بتانا چاہئے تھا۔ اس نے ایسا نہ کرکے سراسر اصول کے خلاف خطرہ مول لینے کا کام کیا ہے۔"

ٹیری ٹیلر نے کہا "تم برا نہ ماننا۔ ہم تو تمہیں اپنے لئے خطرہ ہی سمجھیں گے اگرچہ ہم تمہاری عزت بھی کررہے ہیں۔"

"آئندہ بھی عزت کروگے کیونکہ میں سچی اور کھری باتیں کروں گی۔ تم سب نے اپنے آپ کو بہت زیادہ پراسرار بنالیا ہے۔ دشمن تو کیا خود تم لوگ بھی ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے لیکن اس کا ایک نقصان وہ پہلو یہ ہے کہ سپر ماسٹر نے صرف مجھے داشتہ نہیں بنایا بلکہ اس یقین سے شراب پیتا ہے کہ نشے کے دوران کوئی دشمن اس کے اندر نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ کوئی اسے سپر ماسٹر کی حیثیت سے کبھی نہیں پہچان سکے گا۔"

"تمہاری یہ بات بھی درست ہے کہ ہماری حکمتِ عملی سے کوئی دشمن نہ ہمیں پہچان سکے گا نہ ہمارے اندر آنے کی ضرورت سمجھے گا لیکن ہم ایک دوسرے کے بارے میں یہ نہیں جانتے کہ کون شراب پی کر اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھتا ہے اور کون کسی حسینہ سے متاثر ہوکر اسے اپنا رازدار بنالیتا ہے۔"

ٹیری ٹیلر نے کہا "بدی بدی! کیا تم اپنے متعلق کچھ بتانا پسند کرو گی؟"

"میرے بارے میں شاید یقین نہ کرو کہ میں خلائی مخلوق ہوں۔ ایک خلائی مخلوق تمہارے جسے تم لوگ کلی سیون کے نام سے جانتے ہو۔ میں رفتہ رفتہ اپنے خلائی مخلوق ہونے کا یقین دلا سکوں گی۔ فی الوقت ہماری واضح پہچان یہ ہے کہ ہم اس دنیا کی کسی زبان سے واقف نہیں ہیں لیکن قدرتی طور پر ہمارے دماغ کے ایک حصے میں ٹرانس لیٹر ہے جو ایک انجانی زبان کا ترجمہ ہماری خلائی زبان میں کرتا ہے پھر ہماری زبان بے اختیار وہ انجانی زبان بولنے لگتی ہے۔"

ری ریز نے کہا "اگر میں افریقہ کی کوئی زبان بولوں تو تمہارے دماغ کا ٹرانس لیٹر تمہیں وہ زبان سمجھا دے گا؟"

"بے شک۔ اگر وہ زبان لکھی اور پڑھی جاتی ہے ورنہ تم کمپیوٹر کی اسکرین پر اسے تحریر کی صورت میں پیش نہیں کرسکو گے۔"

دوسرے ہی لمحے میں ثانی کی کمپیوٹر اسکرین پر ایک انجانی افریقی زبان کی تحریر ابھرنے لگی۔ ثانی گڑبڑا گئی۔ وہ بہت سی زبانیں جانتی تھی لیکن اس انجانی زبان کی تحریر پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

علی نے ہنستے ہوئے کہا "اب کیا ہوا؟ جواب دو؟ تم نے سوچے سمجھے بغیر دنیا کی ہر زبان بولنے کا دعویٰ کیوں کیا؟"

"میں سوچے سمجھے بغیر کوئی کام نہیں کرتی۔ ابھی جناب تمہیں ماما آمنہ کو بلاؤں گی تو وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس زبان کو بھی میرے ذہن میں منتقل کردیں گے۔"

"ان بزرگوں کو زحمت نہ دو۔ چلو کمپیوٹر آپریٹ کرو۔ میں بول رہا ہوں۔"

علی بولنے لگا۔ وہ اس انجانی زبان کو سمجھتے ہوئے اس زبان کو زبانی اسکرین پر پیش کرنے لگی۔

ری ریز نے قائل ہوکر کہا "واقعی' ہمیں یقین کرنا پڑے گا کہ خلائی مخلوق کے دماغ میں قدرتی ٹرانس لیٹر ہے۔ میں نے افریقہ کی ایک غیر معروف زبان پیش کی اور تم نے اسی زبان میں جواب دیا۔"

ٹیری ٹیلر نے ایک بار روسی زبان میں اور دوسری بار ترکی زبان میں سوال کیا۔ ثانی نے انہی زبانوں میں تحریری جواب دیا پھر کہا۔ "میری ایک خوبی یہ ہے کہ میں خیال خوانی کی لہروں کو کسی کے بھی دماغ تک پہنچنے سے روک دیتی ہوں۔ سونیا ثانی سپر ماسٹر کو ٹریپ کرنے میں اور اس کے دماغ تک پہنچنے میں کامیاب ہورہی تھی لیکن میں نے اس کی خیال خوانی کی لہروں کو نہ پہنچنے دیا اور نہ ہی سپر ماسٹر کو اس کے زیرِ اثر آنے دیا۔ آئندہ بھی کوئی خیال خوانی کرنے والا دشمن سپر ماسٹر تک نہیں پہنچے گا۔ میں ہمیشہ اس کی حفاظت کرتی رہوں گی۔"

"یہ ہمارے لئے نئی بات ہے کہ تم خیال خوانی کی لہروں کو کسی کے بھی دماغ میں پہنچنے سے پہلے روک دیتی ہو۔ کل ہم سپر ماسٹر سے اس بات کی تصدیق کریں گے۔ ویسے یہ بتاؤ' تم سپر ماسٹر پر کیوں مہربان ہو؟ کیا اس سے عشق ہوگیا ہے؟"

"ہاں۔ میں اسے چاہنے لگی ہوں لیکن اس کے علاوہ تم لوگوں کے لئے بھی خلوص اور سچائی رکھتی ہوں۔ اس سپر ماسٹر کو چاہنے کے باوجود اس کی ایک غلطی کو تمہارے سامنے پیش کرچکی ہوں۔ تاکہ تم سب سپر ماسٹر کا محاسبہ کرو۔ ایک دوسرے کا محاسبہ کرنے سے ہی ٹیم مضبوط ہوتی ہے۔"

"تم کیوں چاہتی ہو کہ ہماری ٹیم مضبوط ہوتی رہے؟"

"یہ میں سپر ماسٹر کو بتا چکی ہوں کہ تمارا (کلی سیون) کے یونٹ سے ہماری جانی دشمنی ہے۔"

"یہ یونٹ کا مطلب کیا ہوا؟"

"یونٹ کا مطلب ہے قبیلہ۔ تمارا ہمارے دشمن قبیلے کی لڑکی ہے۔ میری طرح وہ بھی بڑی صلاحیتوں کی حامل ہے۔ اگر اسے موقع ملے گا اور اس کا داؤ چل جائے گا تو وہ مجھے مار ڈالے گی۔ وہ اپنے تین ساتھیوں سے بچھڑی ہوئی ہے۔ جس دن بھی اس کے ساتھی اسے ملیں گے اس کی پوزیشن اور مضبوط ہوجائے گی اسی لئے میں سپر ماسٹر کی پناہ میں آگئی ہوں اور چاہتی ہوں کہ تم سب متحد رہو۔ میری سچائی اور وفاداری پر بھروسا کرکے تمارا اور اس کے ساتھیوں کو مجھ تک پہنچنے نہ دو۔"

"ہم سپر ماسٹر سے چند ضروری باتیں کرنے کے بعد تمہیں ہر طرح سے تحفظ دیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ! میں اسی وعدے کے ساتھ رابطہ ختم کررہی ہوں کہ اپنی صلاحیتوں کے ذریعے کسی بھی دشمن کو تم میں سے کسی کے سائے تک بھی نہیں پہنچنے دوں گی۔ اوکے۔ گڈبائی۔"

ثانی نے کمپیوٹر بند کردیا۔ علی نے کہا "میرا احسان یاد رکھنا۔ میں نے افریقی زبان کے سلسلے میں تمہاری مشکل آسان کی تھی۔"

"اپنا احسان اپنے پاس رکھو۔ میں بھی مشکل وقت میں تمہارے کام آتی ہوں۔ یہ بتاؤ تم پارس کی جگہ برادر کبیر کا رول کیسے ادا کررہے ہو؟ کوئی پرابلم تو پیش نہیں آرہی ہے؟"

"صرف ایک پرابلم ہے جس سے میں پریشان ہورہا ہوں۔"

"تم اور کسی مسئلے کے باعث پریشان ہو' میں مان نہیں سکتی۔"

"ماننا چاہئے۔ میں آخر انسان ہوں۔ میرے سینے میں دل ہے اور دل میں جذبات ہیں۔ تم جانتی ہو کہ ہم ہمیشہ سستے جذبات کو کچلتے آئے ہیں لیکن پارس کی جگہ آکر ایسا لگتا ہے کہ پارس کے عاشقانہ جذبات میرے اندر سما گئے ہیں۔ جس حسینہ کو دیکھتا ہوں' اسے چھیڑنے کو جی چاہتا ہے۔"

"بکواس کروگے تو اچھا نہیں ہوگا۔ تم مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہو۔ تم سے ایسی حماقتیں کبھی نہیں ہوں گی۔"

"کیا تم سمجھتی ہو کہ پارس مضبوط قوتِ ارادی کا مالک نہیں ہے۔ وہ کبھی ٹھوکر کھا کر کسی حسینہ پر گرتا ہے تو اس کے پیچھے بڑا اہم مقصد ہوتا ہے۔ اس نے مختلف حسیناؤں کو سیڑھیاں بنا کر کئی کارنامے انجام دیے ہیں۔ اب میرے اندر بے اختیار ایسے ہی طریقۂ کار کے لئے جذبات بھڑک رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ میں بھی ٹھوکر کھا کر کسی حسینہ پر گرنے والا ہوں۔"

"دیکھو' میں تم سے بات نہیں کروں گی لیکن تمہیں چھوڑوں گی بھی نہیں۔ یہاں کی ساری ذمے داریاں چھوڑ کر تمہاری نگرانی کرنے چلی آؤں گی۔"

علی نے ہنستے ہوئے کہا "تمہیں تو مجھ پر بڑا اعتماد تھا کہ میں تمہارے سوا کسی سے بات کرنا تو درکنار دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ کیا ہوا تمہارا اعتماد؟"

"تم ایسے شیطان کی جگہ کام کرنے گئے ہو کہ مجھ جیسی محبت کرنے والی کا اعتماد بھی ڈگمگا جاتا ہے۔ پتا نہیں وہ کتنی حسیناؤں کو سبز باغ دکھانے کے بعد گیا ہے۔ اب وہ ساری حسینائیں تمہیں برادر کبیر سمجھ کر تمہارے پیچھے پڑی رہیں گی۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولا "ساری دنیا کی حسیناؤں کو پیچھے پڑنے

وہ۔ میرا عشقِ حقیقی صرف ایک خدا سے ہے اور میرا عشقِ مجازی صرف ایک سونیا ثانی سے ہے۔ اپنے کام پر توجہ دو پھر ملیں گے۔"

وہ دماغ سے چلا گیا۔ وہ بڑے اعتماد سے مسکرانے لگی۔ اسے اپنے علی کی محبت اور مستقل مزاجی پر ناز تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر خیال خوانی کی پرواز کر کے صفورا کے پاس پہنچی۔ صفورا نے پوچھا "آپ کب تک یہاں آئیں گی؟ ایسا نہ ہو کہ ہاتھ آنے والا شکار نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ اس وقت وہ کلب کے ایک کیبن میں ایک حسینہ کے ساتھ گیا ہے۔"

ثانی نے کہا "مجھے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جس پر تم نے نظر رکھی ہے وہ سپر ماسٹر کا ایک ساتھی اسٹیل بروکس ہے۔ میں وہاں نہیں آؤں گی۔ تم مجھے اس کے دماغ میں پہنچا کر میرے پاس چلی آؤ۔"

صفورا بڑے لوگوں کے کلب میں یونہی بیٹھی نہیں رہ سکتی تھی اس لئے کاؤنٹر کے ساتھ اونچے اسٹول پر بیٹھی وہسکی پی رہی تھی۔ زہریلی صفورا اور پارس کے لئے شراب میں کوئی نشہ نہیں ہوتا تھا۔ وہ محض پانی کی طرح ہوتی تھی۔

وہ کاؤنٹر پر بل ادا کر کے نشے میں مست ہونے کے انداز میں چلتی ہوئی ایک کیبن کے پاس آئی۔ کیبن کی چار دیواری لکڑیوں کی تھی۔ اندر کی آوازیں باہر تک سنائی دیتی تھیں۔ اسٹیل بروکس نشے کی حالت میں مست ہو رہا تھا اس لئے مستی میں لہک لہک کر بول رہا تھا۔ صفورا نے ثانی سے کہا "اس کی باتیں آپ بھی سن رہی ہوں گی۔"

"ہاں۔ تمہارے ذریعے صاف طور سے سن رہی ہوں۔"

"اس کی باتوں اور حسینہ کی آوازوں سے ظاہر ہے کہ وہ گناہوں کی دلدل میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ میں اس کیبن کے اندر نہیں جاؤں گی۔ پہلے آپ یہ معلوم کر لیں کہ وہ نشے کی حالت میں اپنی اصلی آواز اور لہجے میں بول رہا ہے یا نہیں؟ اصلی آواز ہوگی تو مجھے اس کے اندر اپنا زہرا انجکٹ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

ثانی اس کی آواز پر توجہ دیتے ہوئے اس کے اندر پہنچ گئی۔ صفورا نے درست کہا تھا کہ کیبن کے اندر نہیں جانا چاہئے۔ ثانی کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے اسٹیل بروکس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ یکبارگی اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ ثانی باہر آ گئی۔ وہ کیبن کی دلدل میں رہ کر یہ نہیں دیکھنا چاہتی تھی کہ اسٹیل بروکس کس طرح دماغی تکلیف کے باعث اِدھر اُدھر فرش پر تڑپ رہا ہے۔

اس کی چیخیں سن کر کلب کے کتنے ہی لوگ کیبن کی طرف دوڑتے ہوئے گئے۔ کیبن میں جو حسینہ تھی، وہ اپنے گاہک کے اچانک پاگل پن سے خوفزدہ ہو کر جس حالت میں تھی اسی حالت میں بھاگتی ہوئی باہر آ گئی تھی۔ کچھ لوگ کیبن میں جا کر اسٹیل بروکس کو تھام کر پوچھ رہے تھے کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ ایک شخص اسے لباس پہنا رہا تھا۔ وہ کسی کے سوال کا جواب دینے کے قابل نہیں رہا تھا۔ دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔

کلب کے منیجر نے فوراً ہی ایمبولینس بلائی پھر وہاں کے ملازم اسے ایک اسٹریچر پر ڈال کر لے گئے۔ ثانی نے صفورا سے کہا "تم واشنگٹن چلی آؤ۔ میں اسٹیل بروکس کے اندر رہوں گی۔ اس کی ذہنی توانائی بحال نہیں ہونے دوں گی۔"

وہ یہی کر رہی تھی۔ اسپتال پہنچنے تک دماغی تکلیف کم ہو گئی تھی۔

وہ یاشا کی طرح غیر معمولی ذہنی اور جسمانی قوتوں کا حامل تھا۔ شراب کا نشہ ہرن ہو گیا تھا۔ توانائی بحال ہونے والی تھی لیکن نہیں ہو رہی تھی۔ ثانی اس کے اندر رہ کر بہت ہی ہلکے ہلکے جھٹکے پہنچا رہی تھی۔ اس کا بدن بھی جھٹکے کھا رہا تھا۔ اسپتال کے وارڈ بوائز نے دونوں طرف سے اسے تھام رکھا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے ذہنی سکون پہنچانے کے لئے نیند کا انجکشن لگا دیا۔

کمزور ذہن پر انجکشن نے اثر دکھایا۔ وہ گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ ذہنی تکلیف کا احساس ختم ہو گیا۔ ایسے وقت ثانی اس کے خوابیدہ دماغ کو تخریبی عمل کے زیرِ اثر لانے لگی۔

○☆○

سپر ماسٹر کے دو ریوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی ری ریز اور ٹیری ٹیلر محفوظ تھے۔ ابھی وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ سپر ماسٹر اور اسٹیل بروکس پر کیا گزر چکی ہے لیکن ثانی نے بدی بدی بن کر انہیں ایسے اندیشوں میں مبتلا کر دیا تھا جن کے باعث ان کی نیندیں اڑ چکی تھیں۔

ری ریز نے کمپیوٹر کے مخصوص کوڈ نمبرز کے مطابق ٹیری ٹیلر سے رابطہ کیا پھر اسکرین پر تحریر کے ذریعے کہا "میں نے سپر ماسٹر کے کمپیوٹر کو سگنل نہیں دیا ہے۔ اسٹیل بروکس بھی اپنی رہائش گاہ میں نہیں ہے اس لئے اس کا کمپیوٹر بھی خاموش ہے۔ ابھی صرف ہم دونوں کے درمیان رابطہ ہے۔"

ٹیری ٹیلر نے کہا "میں بھی یہ سوچ رہا تھا کہ صرف تم سے رابطہ کروں۔ وہ ہم سے رابطہ کرنے والی بدی بدی مجھے کھٹک رہی ہے۔ اگرچہ اس نے بہت سی ٹھوس اور مدلل باتیں کی ہیں۔ سپر ماسٹر کی ایک غلطی کی بھی صحیح نشاندہی کی ہے۔ اس کے باوجود کیا ہمیں اس پر اعتماد کرنا چاہئے؟"

ری ریز نے کہا "اس نے اپنے خلائی مخلوق ہونے کے دو ایک ثبوت دیئے ہیں اور یہ تو حیرت انگیز بات ہے کہ اس کا دماغ اس دنیا کی تمام زبانیں اسے سمجھا رہتا ہے۔ ہم کل صبح سپر ماسٹر سے معلوم کریں گے کہ واقعی اس نے ثانی کی خیال خوانی سے ..... اسے محفوظ رکھا ہے۔ اگر بدی بدی نہ ہوتی تو ثانی سپر ماسٹر کو اپنا تابعدار بنا لیتی۔"

"ابھی میں نے کہا تھا کہ بدی بدی مجھے کھٹک رہی ہے۔ ایسا اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہم سے پہلے دیوی سابقہ سپر ماسٹر اور ج کے اعلیٰ افسران کو غلام بنا چکی ہے۔ کیا اب وہ بدی بدی بن کر وکا نہیں دے رہی ہوگی؟ ہو سکتا ہے کہ وہ خلائی مخلوق بن کر اپنی معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہی ہو تاکہ ہم اسے آتما شکتی والی ہی نہ سمجھیں۔"

"تیری! تم نے بڑی چونکا دینے والی بات کہہ دی ہے۔ واقعی ں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ دیوی ایک خلائی مخلوق بن کر یں ٹریپ کرنے کے نئے راستے ہموار کر رہی ہوگی۔"

"وہ کہہ رہی تھی کہ سپر ماسٹر نے اسے اپنی داشتہ بنا کر رکھا ہے نی وہ جسمانی طور پر سپر ماسٹر کے پاس ہے جب کہ اس مکار دیوی نے کسی حسینہ پر تخریبی عمل کر کے اس کے دماغ میں خلائی مخلوق والی نیں ٹھونس کر اسے سپر ماسٹر کے پاس پہنچا دیا ہوگا۔"

"بے شک دیوی کو پیشِ نظر رکھ کر حالات کا تجزیہ کیا جائے تو وی کی چالبازی واضح طور سے سمجھ میں آ جاتی ہے۔"

"ہمیں یہ طے کر لینا چاہئے کہ دیوی ہو یا واقعی کوئی خلائی لوق ہو، وہ ہمارے لئے بہرحال خطرہ ہے۔ ایسا الجھا ہوا پیچیدہ خطرہ ابھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے اور جب تک سمجھ میں نہ آئے تب تک ہمیں سپر ماسٹر سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہئے۔"

"کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ رکھنے میں کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے۔ اس کے ذریعے شاید ہم سپر ماسٹر سے باتیں کر کے اس خلائی لوق یا دیوی کی چالوں کو سمجھ سکیں۔"

"پتا نہیں کب صبح ہوگی اور کب سپر ماسٹر بیدار ہونے کے بعد ہم سے رابطہ کرے گا۔ اس نے کسی کو داشتہ بنا کر ہمیں اندیشوں اور اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔ مجھے تو نیند نہیں آئے گی۔"

"ستم بالائے ستم یہ کہ اسٹیل بروکس بھی کمپیوٹر انٹینڈ نہیں کر رہا ہے۔ ہم خود کو تسلی دے سکتے ہیں کہ وہ بھی سپر ماسٹر کی طرح سو رہا ہے یا کہیں تفریح کے لئے گیا ہے لیکن ہمارے درمیان دیوی یا دیوی کی طرح کوئی پراسرار عورت گھس آئی ہے۔ جب تک اس کی حقیقت کھل کر سامنے نہیں آئے گی تب تک ہمیں اطمینان حاصل نہیں ہوگا۔ میں تم سے رابطہ ختم کر کے خواب آور گولیاں کھانے جا رہا ہوں ورنہ صبح تک اندیشے جگاتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ کسی نہ کسی طرح آج رات کی صبح کرنی ہوگی۔ ں بھی گولیاں کھا کر سونے جا رہا ہوں۔"

ری ریز نے کہا "ٹھہرو تیری! کمپیوٹر بند نہ کرنا۔ میرے دماغ ں ایک بات کھٹک رہی ہے۔"

"ہاں بولو۔ اب ذرا سا بھی کھٹکا ہو تو ہمیں اپنے سائے سے بھاگتا ہوگا۔"

"میں کہہ رہا ہوں، تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض کرو کہ دیوی نے اور تمہارے دماغوں تک آ پہنچی ہے اور....."

اس نے بات کاٹ کر تحریر کے ذریعے کہا "دیوی اور ہمارے دماغوں میں؟ دیکھو ایسی جان نکال دینے والی باتیں نہ کرو۔"

"ہماری جان نکل جائے وہ اچھا ہے لیکن ہمیں ہر پہلو پر نظر رکھنی ہوگی۔ اب اسی پہلو پر غور کرو کہ ہم دونوں خلافِ معمول خواب آور دوائیں کھا کر کیوں سونا چاہتے ہیں؟ کیا صرف اس لئے کہ ایک عورت بہت پراسرار بن کر ہماری نیندیں اڑا رہی ہے؟"

"بے شک۔ ہم گہری نیند سوئیں گے تو دوسری صبح ذہن تازہ رہے گا اور ہم حالات کا اچھی طرح تجزیہ کر سکیں گے۔"

"یہ کیوں نہیں سوچتے کہ خواب آور دوا ہمیں گہری نیند سلائے گی تو ہم اس قدر غافل ہو جائیں گے کہ دیوی آسانی سے ہمارے دماغوں میں آ جائے گی اور ہم مسکن دوا کے باعث اسے اپنے اندر محسوس نہیں کر سکیں گے۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔ ہم نے کبھی نشہ نہیں کیا۔ کبھی کوئی مسکن دوا استعمال نہیں کی لیکن محض سکون کی نیند کے لئے نقصان دہ دوا استعمال کرنے جا رہے ہیں۔ نہیں..... نہیں، نیند آئے یا نہ آئے، میں ایسی کوئی دوا استعمال نہیں کروں گا۔"

"یہ سوچو کہ ہمیں خواب آور دوا کے استعمال کرنے کا خیال کیوں آیا؟ کیا وہ ہمارے اندر رہ کر ایسا خیال پیدا کر رہی ہے یا آتما شکتی کا کوئی جھٹکا دور سے آزما رہی ہے تاکہ آزمائش کامیاب ہو تو وہ آسانی سے ہمارے اندر پہنچ سکے۔ میں بھی کان پکڑتا ہوں۔ خواہ صبح تک جاگتا رہوں لیکن دماغ کو غافل بنا کر کسی دشمن کو اپنے اندر آنے نہیں دوں گا۔"

وہ دونوں اندیشوں کے عذاب میں مبتلا ہو گئے تھے۔ نہ جاگنا چاہتے تھے اور نہ ہی سو سکتے تھے۔ ان چاروں نے پہلے یہ طے کیا تھا کہ جب تک بیدار رہیں گے ہر ایک گھنٹے بعد ایک دوسرے سے کمپیوٹر کے ذریعے خیریت معلوم کرتے رہیں گے لیکن اب یہ اندیشوں میں مبتلا کرنے والی بات تھی کہ سپر ماسٹر اپنے ساتھیوں کو شب بخیر کہے بغیر وقت سے پہلے سو گیا تھا اور ان کے ساتھی اسٹیل بروکس نے بھی شب بخیر نہیں کہا تھا۔ پتا نہیں وہ گڈ نائٹ کہنا بھول گیا تھا یا کسی نے اس کے دماغ سے یہ بات بھلا دی تھی۔

وہ دونوں جیسے روشنی میں تھے اور ان کے آگے گہری تاریکی میں ان کے دو ساتھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو ڈھونڈ نکالنے اور حقیقتِ حال معلوم کرنے کے لئے وہ روشنی سے تاریکی میں جانے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ جان عذاب میں مبتلا ہو گئی تھی۔

وہ دونوں کمپیوٹر کے سامنے ایزی چیئر پر تمام رات بیٹھے رہے۔ کبھی نیند کے دباؤ سے اونگھتے رہے اور کبھی یوں چونک جاتے تھے جیسے وہ دشمن عورت ان کے دماغوں پر شب خون مارنے آ گئی ہو۔

وہ دشمن عورت سونیا ثانی تھی۔ اس نے بدی بدی بن کر انہیں سوچتے رہنے اور جاگتے رہنے پر مجبور کر دیا تھا اور خود اسٹیل بروکس پر تخریبی عمل کرنے کے بعد اطمینان سے سو گئی تھی۔

وہ دوسری صبح سات بجے بیدار ہوئی۔ اس نے سپر ماسٹر کو آٹھ بجے اور اسٹیل بروکس کو نو بجے بیدار ہونے کا حکم دیا تھا۔ اس نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر صفورا کے ساتھ ناشتا کیا پھر اس سے کہا "میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گی۔ تم کیا کرو گی؟"

"میں واشنگٹن کے مختلف علاقوں میں گھومتی پھرتی رہوں گی ہو سکتا ہے' یہاں بھی سپر ماسٹر کے کسی ساتھی سے سامنا ہو جائے اور میں کسی طرح اسے پہچان لوں۔"

صفورا کپڑے تبدیل کرنے اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔ ثانی اپنے بیڈ روم میں آکر سپر ماسٹر کے پاس پہنچ گئی۔ وہ پندرہ منٹ کے بعد بیدار ہونے والا تھا لیکن اس کا خوابیدہ ذہن کہہ رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہو رہی ہے۔

ثانی نے اپنے معمول کو حکم دیا کہ تنویمی نیند کافی ہو چکی ہے۔ اب وہ بیدار ہو سکتا ہے۔ اس حکم کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے دروازے پر دستک کے ساتھ بدی بدی کی آواز سنائی دی۔ "دروازہ کھولو۔ کیا تمہارے سونے اور جاگنے کا وقت مقرر نہیں ہے؟"

وہ اٹھ کر دروازے کے قریب آیا پھر بولا "میں جاگ رہا ہوں۔ ابھی غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر آتا ہوں۔ تب تک تم ناشتے کا انتظام کرو۔"

وہ غسل خانے کی طرف جانے لگا۔ ثانی اس کے دماغ سے نکل آئی اور اسٹیل بروکس کی خیریت معلوم کرنے لگی۔ وہ اسپتال کے کمرے میں آرام سے سو رہا تھا۔ ثانی نے پچھلی رات اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ لیکن اب وہ نارمل تھا۔ دماغی توانائی بحال ہو گئی تھی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک سکتا تھا۔ صرف ایک معمول کی حیثیت سے ثانی کو اپنے اندر محسوس نہیں کر رہا تھا۔

ایک گھنٹے کے اندر سپر ماسٹر بیڈ روم سے باہر نکلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ ثانی اس کی سوچ میں کہنے لگی "میں نے پچھلی رات کافی پی لی تھی۔ پتا ہی نہ چلا کہ کب سو گیا لیکن ساتی بن کر پلانے والی بدی بدی میرے اندر جاگتی رہی ہو گی۔ پتا نہیں کیا کرتی رہی ہو گی۔ اسے وہ کوڈ نمبرز معلوم ہو گئے ہوں گے جن کے ذریعے میں اپنے ساتھیوں سے رابطہ کرتا ہوں۔ یہ بہت برا ہوا۔ بدی بدی نے اگرچہ میری محافظ بن کر ثانی کی سوچ کی لہروں کو میرے اندر پہنچنے سے روک دیا پھر بھی مجھے بدی بدی سے دور رہنا چاہئے۔ کل اس نے کوڈ نمبرز معلوم کئے۔ آئندہ اور بہت کچھ معلوم کرتی رہے گی۔"

وہ ثانی کی مرضی کے مطابق سوچتا ہوا بیڈ روم سے باہر آیا پھر آواز دی "تم کہاں ہو؟"

"میں ڈائننگ ٹیبل پر انتظار کر رہی ہوں۔"

وہ ڈائننگ روم میں آیا۔ بدی بدی شوخ رنگوں کے لباس میں بڑی پرکشش لگ رہی تھی۔ مسکرا کر بولی "آؤ ناشتا کرو۔ تم تو پچھلی رات ذرا سی بی کر الٹ گئے۔ میں تمہیں عیش کرانا چاہتی تھی۔ یہ بتانا چاہتی تھی کہ خلائی مخلوق ایک ہی رات میں ایسا دیوانہ بنا دیتی ہے کہ اس کے بعد تمہیں اپنی ارضی دنیا کی ہر عورت حسن سے خالی لگے گی۔"

وہ ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "شراب نے مجھے تمہاری قربت سے محروم کر دیا مگر ان لمحات میں بھی تم مقناطیس کی طرح مجھے کھینچ رہی ہو۔"

"اور تم بھی مجھے پسند آ گئے ہو پھر یہ کہ ہم اپنی اپنی صلاحیتوں سے ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے اس لئے ہمیں ایک چھت کے نیچے رہنا چاہئے اور قدم سے قدم ملا کر چلنا چاہئے۔"

"میرا بھی دل یہی چاہتا ہے۔ میں نے آج تک شادی نہیں کی۔ عورتوں سے اس لئے دور رہتا ہوں کہ ان کے ذریعے دشمن بڑی آسانی سے شہ رگ تک پہنچ جاتے ہیں۔"

"میں تمہاری دنیا کی عورت نہیں ہوں کہ کوئی مجھے ٹریپ کر سکے گا۔ میں تمہیں چیلنج کرتی ہوں' میرے دماغ میں پہنچ کر دکھاؤ۔ تمہارے آتے ہی گدگدی ہونے لگے گی اور میں سانس روک لوں گی۔ تم میری مرضی کے خلاف میرے قریب آنا چاہو گے تو تمہیں اسی طرح روک دوں گی جس طرح کسی دشمن کی سوچ کی لہروں کو تمہارے دماغ تک پہنچنے سے روک دیا تھا۔"

"ہوں۔ تم آئندہ بھی میرے بہت کام آ سکتی ہو۔ تم ہمیشہ میرے ساتھ رہو کہ اپنے دشمن سے محفوظ رہو گی لیکن ہماری رہائش الگ ہو گی اور ہم زبان سے گفتگو نہیں کریں گے۔ صرف کمپیوٹر سے رابطہ رکھیں گے تو کوئی دشمن ہمیں تلاش نہیں کر سکے گا۔"

"میں آج سے تمہیں اپنی خلائی زبان سکھاؤں گی پھر ہم اسی زبان میں بولا کریں گے۔ تمہاری دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا خلائی زبان کو سمجھ سکے گا اور نہ ہی ہمیں تلاش کر سکے گا۔"

"تم کل رات کہہ رہی تھیں کہ خلائی زبان بولتے وقت تمہارے منہ سے آواز نہیں نکلتی ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ کل رات بے آواز ہو گئی تھیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "کل تک میں نے تمہیں اچھی طرح نہیں سمجھا تھا اس لئے جھوٹ کہہ دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ میرا ایک دشمن مجھے تلاش کر رہا ہے۔ وہ میری آواز سن کر ہی مجھ تک پہنچ سکتا ہے اس لئے میں بے آواز نہیں بولتی ہوں۔"

"مجھے یہ زبان سکھاتے وقت تمہیں آواز کے ساتھ بولنا ہو گا۔"

"بالکل نہیں۔ سکھانے کے دوران میں تمہیں اپنے الفاظ آنے دوں گی۔ تم لہجے اور تلفظ کے ساتھ سیکھو گے پھر میرے دماغ سے چلے جایا کرو گے۔"

"کیا ایسے وقت میں تمہارے چور خیالات پڑھ سکوں گا؟"

"نہیں۔ جیسے ہی چور خیالات کے خانے میں آؤ گے' جلدی ہونے لگے گی اور میں سانس روک کر تمہیں باہر بھگا دوں گی۔"

"جب ہم دوست بن گئے ہیں' رازدار بھی بن رہے ہیں تو مجھے چور خیالات کیوں نہیں پڑھنے دو گی؟"

"ہم پر پابندی ہے۔ ہم خلا کے جس حصے سے آئے ہیں وہاں کے بارے میں کسی کو کچھ بتانے کی اجازت نہیں ہے لیکن میں وعدہ کرتی ہوں کہ تم میرے دشمن کو کسی طرح ختم کر دو گے تو میں تم سے خلائی دنیا کی کوئی بات نہیں چھپاؤں گی۔"

"مجھے گائیڈ کرو کہ میں تمہارے دشمن تک کیسے پہنچ سکتا ہوں۔"

"تمہارا یا اس کے تین ساتھیوں میں سے کسی ایک کو ٹریپ کر لے۔ اس کے ذریعے تم میرے دشمن کو مجبور کر سکو گے کہ وہ اس خلائی دنیا میں آئے۔ وہ آئے گا تو میں تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اسے گھیر کر ہلاک کر سکوں گی۔"

"میرے ساتھیوں کی بات نہ کرو۔ وہ نہ کبھی اپنی خفیہ رہائش گاہوں سے نکلیں گے اور نہ ہی اپنی ٹیم میں تمہاری آمد اور غداری پسند کریں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اس کی فکر نہ کرو۔ میں اپنے طریقۂ کار سے تمہارے ساتھیوں کو دوست بنا لوں گی۔"

"میری بات سمجھو۔ ہم چار ساتھی ہیں۔ وہ کسی بانچویں پر وسوسہ نہیں کریں گے۔ انہیں تمہاری لاکھ خوبیاں بتائی جائیں اور بھی کہا جائے کہ تم نے دشمن خیال خوانی کرنے والی سے مجھے محفوظ رکھا ہے تو وہ تمہاری قدر کریں گے' تمہیں دوست بھی سمجھیں گے لیکن اپنی ٹیم میں رازدار نہیں بنائیں گے۔"

"تم بھی مجھے رازدار نہ بناتے لیکن دیکھ لو کہ میں کس طرح تمہارے پاس چلی آئی ہوں اور تم نے مجھے دوست اور رازدار تسلیم کر لیا ہے۔ تم اپنے ساتھیوں سے میرے بارے میں کچھ نہ کہو۔ میں خود سے نمٹ لوں گی۔"

سپر ماسٹر نے اس سے بحث نہیں کی۔ ناشتا کرنے کے بعد وہ کافی کی پیالی ہاتھ میں لے کر کمپیوٹر والے کمرے میں آیا پھر چائے کے دو گھونٹ پینے کے بعد کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا اور اسے اپنے ساتھیوں کے کوڈ نمبرز کے مطابق آپریٹ کرنے لگا۔ اس نے پہلے ٹیری ریز کو مخاطب کیا اور کہا کہ ٹیری ٹیلر اور اسٹیل بروکس کو اطلاع دے تاکہ وہ تینوں سپر ماسٹر کے کمپیوٹر سے منسلک ہو جائیں۔

ثانی نے اپنے کمپیوٹر میں ان کے مخصوص کوڈ نمبر فیڈ کئے اور اسکرین پر ٹائپ کیا "میں اپنی رہائش گاہ میں موجود نہیں ہوں۔ یہ ذاتی معاملے میں دوسرے شہر جا رہا ہوں۔ واپسی پر رابطہ کروں گا۔ اسٹیل بروکس۔"

جب ٹیری ریز نے اسٹیل بروکس کو مخاطب کیا تو اس کے کوڈ نمبر کے مطابق ثانی کے کمپیوٹر سے رابطہ ہوا اور وہی تحریر نظر آئی جسے ثانی نے ٹائپ کیا تھا۔

پھر ٹیری ریز نے سپر ماسٹر کی کمپیوٹر اسکرین پر تحریر کے ذریعے کہا۔ "میں آر آر ہوں۔ ٹی ٹی بھی تمہارے کمپیوٹر سے منسلک ہو گیا ہے۔ اسٹیل بروکس نے اپنے کمپیوٹر پر یہ پیغام چھوڑا ہے کہ اپنے ذاتی معاملے میں دوسرے شہر جا رہا ہے۔ واپسی پر رابطہ کرے گا۔"

ٹیری ٹیلر نے تحریر کے ذریعے سپر ماسٹر سے پوچھا "مسٹر لاس! تم نے پچھلی رات ہمیں شب بخیر کیوں نہیں کہا؟ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہماری نیندیں اڑ گئی ہیں۔ ہم پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے لکھا "میں نے شب بخیر نہیں کہا' صرف اتنی سی بات پر تم دونوں پریشان ہو گئے؟"

"یہ تمہارے لئے اتنی سی بات ہے؟ تم نے ایک اجنبی حسینہ بدی بدی کو اپنی داشتہ بنایا۔ یہ اتنی سی بات ہے؟! اسے رازدار بنایا' ہمارے کوڈ نمبرز بتائے۔ اس نے تمہاری نیند کے دوران ہم سے رابطہ کیا۔ یہ بھی اتنی سی بات ہے؟"

سپر ماسٹر کمپیوٹر اسکرین پر یہ سب کچھ پڑھ رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ اپنے ساتھیوں کو بدی بدی کے بارے میں ابھی کچھ نہیں بتائے گا۔ رفتہ رفتہ ساتھیوں کو اعتماد میں لے کر اس حسینہ سے متعارف کرائے گا لیکن اس کے ساتھی کہہ رہے تھے کہ بدی بدی نے اس کی نیند کے دوران ان سے رابطہ کیا تھا۔

اس نے پاس بیٹھی ہوئی بدی بدی کو غصے سے دیکھ کر پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟ تمہیں میرے ساتھیوں سے رابطہ کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھنا چاہئے تھا۔ اب میں انہیں کیا جواب دوں؟"

وہ بولی "تمہارے ساتھیوں نے ابھی کہا ہے کہ وہ تمام رات جاگتے رہے ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے خفیہ ذرائع سے ہم دونوں کے متعلق معلومات حاصل کی ہوں؟ کیا اب سے پہلے انہوں نے کبھی تم پر الزام لگایا ہے؟"

"جب میں نے ایسی کوئی غلطی پہلے نہیں کی تھی تو وہ الزام کیسے لگاتے۔"

"یعنی تمہارے ساتھیوں کو یہ معلوم ہوتا رہتا ہے کہ تم کوئی غلطی کر رہے ہو یا نہیں؟ اب سے پہلے تم نے کسی کو رازدار نہیں بنایا اس لئے وہ مطمئن رہے اور تم پر اعتماد کرتے رہے۔ کل رات انہیں اچانک سب کچھ معلوم ہو گیا۔ کیا تمہاری عقل کہتی ہے کہ انہیں ہماری باتیں غیب سے معلوم ہو گئیں یا انہوں نے معلومات حاصل کرنے کا ایسا خفیہ ذریعہ بنا رکھا ہے جس سے تم بے خبر ہو۔"

سپر ماسٹر نے سوچتی ہوئی نظروں سے بدی بدی کو دیکھا۔ ثانی نے اس کی سوچ میں کہا "یہ ٹھیک کہتی ہے۔ بدی بدی کے ساتھ رہنا میرا پرائیویٹ معاملہ ہے۔ یہ خفیہ بات انہیں کیسے معلوم ہوئی؟"

سپر ماسٹر نے بدی بدی سے کہا "وہ کہہ رہے ہیں کہ تم نے ان

سے خفیہ کوڈ ورڈز کے ذریعے رابطہ کیا تھا۔"

بدی بدی نے کہا "ذرا سوچو۔ میں نے تمہیں دشمن خیال خوانی کرنے والی سے محفوظ رکھا۔ کیا میں تمہیں دشمن سے محفوظ رکھ کر دوستوں سے بدظن کروں گی؟"

سپر ماسٹر نے سوچا "کل رات دو ڈسکس غائب ہوگئی تھیں اور سونیا ٹائی مجھے تابعدار بنانا چاہتی تھی۔ کیا اس نے بدی بدی بن کر ایسی شرارت کی ہے؟"

ٹائی نے فوراً اس کے خیالات کا رخ بدل دیا "نہیں۔ ٹائی کو میرے ساتھیوں کے کوڈ نمبرز معلوم نہیں تھے اور بدی بدی نے اسے میرے دماغ تک پہنچنے نہیں دیا تھا۔ ٹائی ان سے رابطہ نہیں کرسکتی تھی۔"

وہ ٹائی کا معمول اور تابعدار تھا۔ ٹائی نے اسے جس طرح سمجھایا' وہ سمجھ کر قائل ہوگیا۔ ٹائی نے اسے یہ یاد کرنے نہیں دیا کہ کمپیوٹر کے پاس سے ڈسکس اٹھا کر لے جانے والی خفیہ کوڈ نمبرز بھی معلوم کرسکتی ہے۔

رمی ریز اور ٹیری ٹیلر کی تحریریں اسکرین پر ابھر رہی تھیں۔ وہ پوچھ رہے تھے "مسٹر لالاس! تم اتنی دیر سے کیا کر رہے ہو؟ کیا کمپیوٹر کے پاس سے ہٹ گئے ہو؟ ہم جواب کا انتظار کر رہے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے جواب دیا "میں کمپیوٹر کے سامنے موجود ہوں اور حیران ہو کر سوچ رہا ہوں کہ جب کسی بدی بدی نے تم لوگوں سے مخصوص کوڈ نمبرز پر رابطہ ہی نہیں کیا تو تم لوگوں کو اس کے متعلق کیسے معلوم ہوا؟"

"مسٹر لالاس! ہمارے سوال کے جواب میں تم سوال کر رہے ہو جب کہ تمہیں جواب دینا چاہئے کہ تم نے ہمیں اعتماد میں لئے بغیر ایک حسینہ کو رازدار کیوں بنالیا؟"

"میں جواب دینے سے پہلے یہ اہم بات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرا یہ پرائیویٹ معاملہ تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوا؟"

"ہم نے ابھی کہا ہے کہ بدی بدی نے ہم سے رابطہ کیا تھا۔"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔ میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ بدی بدی کو تم لوگوں تک پہنچنے دوں۔ مجھے صاف صاف بتاؤ۔ تم دونوں کن خفیہ ذرائع سے میری پرائیویٹ لائف میں جھانک رہے ہو۔"

"کیسے خفیہ ذرائع؟ مسٹر لالاس! ہم تمہارے خلاف کوئی جاسوسی نہیں کر رہے ہیں۔ کیا بدی بدی اس بات سے انکار کر رہی ہے کہ اس نے پچھلی رات ہم سے رابطہ نہیں کیا تھا؟"

سپر ماسٹر نے ٹائی کی مرضی کے مطابق جواب دیا "جب بدی بدی کو یا میرے کسی دشمن کو ہمارے کوڈ نمبرز معلوم نہیں ہیں تو پھر نہ بدی بدی تم سے رابطہ کرسکتی ہے اور نہ ہی کوئی دشمن۔ مسٹر آر اور مسٹر ٹی ٹی میرے بارے میں تمہیں غیب سے معلوم نہیں ہوا ہے۔ یہ تسلیم کرلو کہ تم لوگوں نے میری لاعلمی میں خفیہ ذرائع بنا رکھے ہیں۔ میں سمجھ رہا تھا کہ میں مکمل طور پر روپوش ہوں لیکن تم لوگوں نے بڑی چالاکی سے مجھ پر نظر رکھنے کے ذرائع بنا رکھے ہیں۔"

"پلیز' ہمیں یہ فضول سا الزام نہ دو۔ اگر تمہیں پورا یقین ہے کہ بدی بدی نے پچھلی رات ہم سے رابطہ نہیں کیا تھا تو پھر سمجھ لو کہ کوئی انجانا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے۔ ایسے میں دیوی کی طرف دھیان جاتا ہے۔ اس نے آتما شکتی یا کسی اور ذریعے سے ہمارے خفیہ کوڈ نمبرز معلوم کئے ہیں۔"

"ہاں۔ وہ ایسا کرسکتی ہے۔ اس پر ہمیں شبہ کرنا چاہئے۔ اس کی پچھلی کارکردگی اور کامیابیاں حاصل کرنے کے طریقوں کو دیکھا جائے تو ان میں وہ ایک طریقہ ہر جگہ آزماتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اپنے مخالف کو ٹریپ کرنے کے لئے ڈی دیوی بنا کر اپنے اس مخالف کے پاس بھیج دیتی ہے۔ اس بار اس نے ایک حسینہ کو ڈی دیوی نہیں بنایا ہے۔ نئی چال چل رہی ہے۔ اسے ایک خلائی مخلوق بنا کر تمہارے پاس بھیج دیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "میں تمہاری اس بات سے متفق ہوں کہ پچھلی رات دیوی نے کسی چالاکی سے خلائی مخلوق بدی بدی بن کر تم لوگوں سے رابطہ کیا لیکن میرے ساتھ جو بدی بدی ہے اس کا دیوی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ واقعی خلا کے ایک حصے سے آئی ہے۔"

"کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے کہ وہ خلائی مخلوق ہے؟"

"یہ ہماری طرح انسان ہے لیکن اس کا دماغ ہم سے مختلف ہے۔ یہ ہماری دنیا کی کوئی زبان نہیں جانتی ہے لیکن قدرتی طور پر اس کے دماغ کے ایک حصے میں ٹرانس لیٹر ہے جو ہماری کسی بھی زبان کا ترجمہ کردیتا ہے' وہ ہماری کوئی سی بھی زبان سمجھ اور بول سکتی ہے۔"

"مسٹر لالاس! تم اتنی بڑی بات اتنے یقین سے کہہ رہے ہو جیسے اس کے دماغ کا ایکسرے دیکھا ہو۔ کیا اس ایکسرے رپورٹ کی ایک ایک کاپی کمپیوٹر کے ذریعے ہمارے پاس بھیج سکتے ہو؟"

"میں آج ہی بدی بدی کا دماغی ایکسرے کراؤں گا پھر جیسے ہی رپورٹ حاصل ہوگی' اس کی کاپیاں تم تینوں کے پاس بھیج دوں گا۔"

بدی بدی نے کہا "اپنے ساتھیوں سے سوچ سمجھ کر وعدہ کرو۔ جب ایکسرے کے ذریعے معلوم ہوگا کہ میرے دماغ کی ساخت یہاں کے انسانوں سے مختلف ہے اور جب ان مختلف دماغی حصوں کے فنکشنز اس دنیا کے ڈاکٹروں کی سمجھ میں نہیں آئیں گے تو پھر یہ بات ریڈیو' ٹی وی اور پریس میڈیا کے ذریعے تمام دنیا میں پھیل جائے گی۔ یہاں کے ڈاکٹر اور سائنس داں میری دماغی ساخت اور اس کی کارکردگی کا تجزیہ کریں گے۔ یہ سب کچھ تمہاری دنیا والوں کے لئے ایک عجوبہ اور نیا تجربہ ہوگا لیکن میں خطرات میں گھر جاؤں گی۔ یہاں میرے جو دشمن خلا سے آئے ہوئے ہیں' انہیں میرا پتا معلوم ہوجائے گا پھر تمہاری دنیا میں خلائی مخلوق کی ایسی جنگ ہوگی جس سے مجھے تو نقصان پہنچے گا ہی لیکن تمہاری دنیا کے بھی تباہی و بربادی سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔"

وہ بول رہی تھی اور سپر ماسٹر اس کی باتیں تحریر کی صورت میں اسکرین پر پیش کر رہا تھا۔ بدی بدی کی ساری باتیں پڑھنے کے بعد دیر کے لئے رابطہ ختم ہوگیا۔ رمی ریز اور ٹیری ٹیلر ایک دوسرے سے مشورہ کر رہے تھے۔ پھر رمی ریز نے کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا "مسٹر لالاس! پہلے تو اس بات کی تصدیق ہوجائے کہ بدی بدی واقعی خلائی مخلوق ہے۔ تصدیق کی ایک صورت یہ ہے کہ بدی بدی نے جن دشمنوں کے نام بتائے جو اس کی طرح خلا سے آئے ہیں۔ ان کے دشمنوں کو ٹریپ کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان میں سے جو ہماری گرفت میں آئے گا ہم اس کا دماغی ایکسرے کرائیں گے اور ایک نئی ساخت کے دماغ کا تجزیہ کرنے کے لئے اسے دنیا کے دانشوروں اور سائنس دانوں کے حوالے کردیں گے۔ اس طرح بدی بدی کے دماغی ایکسرے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اس کے خلائی دشمن کو پتا نہیں چلے گا کہ وہ تمہارے ساتھ روپوش رہتی ہے۔"

سپر ماسٹر نے بدی بدی سے کہا "میرے یہ دونوں ساتھی بڑی معقول باتیں کر رہے ہیں۔ ان کے طریقۂ کار کے مطابق تم میرے ساتھ بالکل محفوظ رہو گی۔ تم اپنے دشمنوں کے نام بتاؤ۔"

وہ بتانے لگی۔ سپر ماسٹر اسے تحریر کی صورت میں اسکرین پر پیش کرنے لگا "مسٹر آر اور ٹی ٹی! بدی بدی کی ایک دشمن لڑکی کو ہم سب لکی سیون کے نام سے جانتے ہیں۔ اس کا اصلی نام تمارا ہے۔ وہ آج کل بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔"

"مسٹر لالاس! کس ادارے کا نام لے رہے ہو۔ ہم اس ادارے کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی اپنے قابو میں نہ رکھ سکے۔ اس کے برعکس ہمیں اپنی سلامتی کے لئے فرانس سے بھاگ کر یہاں آنا پڑا۔ فرہاد نے تمہیں میامی شہر چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ ہم سب نے اس سے چھپ کر رہنے کے لئے مختلف شہروں میں پناہ لی ہے۔ تمارا عرف لکی سیون کا نام نہ لو۔ دوسرے دشمنوں کے نام اور پتے بتاؤ۔"

"پتا صرف تمارا کا معلوم ہے۔ بدی بدی باقی دشمنوں کے صرف نام جانتی ہے اور ان کے نام یہ ہیں۔ ایک شخص کا نام ایمون ابابا ہے۔ وہ چالیس برس کا ایک دانشمند شخص ہے۔ یہ

الف لیلیٰ ڈائجسٹ کے

سب سے منفرد سلسلے، کتابی شکل میں

ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

جال (مکمل)

قیمت ۸۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۶ روپے

شیخ زلامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی

شہزاد (مکمل)

قیمت ۸۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۶ روپے

- ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلئے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
- اُس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۳۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال تھی
- ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔

- ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔
- جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا۔
- دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
- اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔

مکتبہ پبلشنگ ایسوسی ایٹس کراچی ۱

واضح رہے کہ خلائی مخلوق کی دنیا میں دس دن کا ایک ہفتہ ہوتا ہے۔ اس ہفتے کو وہ ٹینتھ (دسواں) کہتے ہیں۔ چالیس دن کا ایک مہینہ ہوتا ہے اور بیس مہینے کا ایک برس ہوا کرتا ہے۔ اس حساب سے ایمون ابابا کی عمر ہماری دنیا کے حساب سے تقریباً ۶۷ برس ہو چکی ہے۔ ابھی وہ جوان ہے کیونکہ وہاں اسّی برس کی عمر سے بڑھاپا شروع ہوتا ہے۔ یعنی ہماری دنیا کے حساب سے وہاں کے لوگ ایک سو تیس یا پینتیس برس تک جوان رہتے ہیں۔"

رمی ریز نے کہا "ہماری دنیا کے لوگوں کو معلوم ہوگا تو وہ سوا سو برس تک جوانی کے مزے لوٹنے کے لئے خلا کی طرف پرواز کرنے کے لئے زمین سے کئی کئی فٹ اوپر اچھلتے رہیں گے۔ بدی بدی سے کہو وہ ایمون ابابا کا حلیہ اور کوئی مخصوص شناخت بتائے۔"

"خلائی مخلوق کی اجتماعی پہچان یہ ہے کہ نہ انہیں سردی لگتی ہے' نہ گرمی اور نہ ہی بارش میں بھیگتے رہنے سے انہیں کوئی نقصان پہنچتا ہے۔ وہ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی گدگدی محسوس کرنے لگتے ہیں۔ وہاں کی عورتیں خوبصورت ہوتی ہیں۔ مرد بھی خوبرو' قد آور اور صحت مند ہوتے ہیں لیکن ان کے کان بڑے ہوتے ہیں اور سر کا اوپری حصہ اوپر کو اٹھا ہوتا ہے اور پیشانی ابھری ہوئی ہوتی ہے۔ ایمون ابابا بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ وہ لاکھوں میں پہچانا جا سکتا ہے۔"

"ہاں۔ یہ سب ایسی واضح نشانیاں ہیں جن کے ذریعے وہ بہ آسانی پہچانے جا سکتے ہیں۔ اب دوسرے دشمن کے متعلق بتاؤ؟"

"ایمون ابابا کی ایک بیٹی کا نام ایمونا ہے۔ وہ تمارا (نکی سیون) کی سہیلی ہے۔ بدی بدی کی ایک سہیلی کا نام روشنا ہے۔ پتا نہیں وہ دنیا کے کس حصے میں بدی بدی کو تلاش کر رہی ہوگی۔ روشنا کے بڑے بھائی کا نام دھتورا ہے۔ وہ بڑے کام کا آدمی ہے مگر بھروسے کے قابل نہیں ہے۔ جدھر اپنا فائدہ دیکھتا ہے' ادھر لڑھک جاتا ہے۔ اگر دھتورا مل جائے تو اس کا برین ایکسرے کرایا جا سکتا ہے۔ ایک خلائی مخلوق کی حیثیت سے اس کی پبلسٹی اس دنیا میں ہوگی تو بدی بدی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"خلا سے آنے والوں کی تعداد کیا ہے؟"

"بدی بدی کے علم کے مطابق پانچ ہیں۔ ان سے دو چار زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ پانچویں کا نام پاور پلانر ہے۔ وہ اس دنیا میں اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے یہاں کا جائزہ لینے آیا ہے اور دنیا کے مختلف حصوں میں سفر کر رہا ہوگا۔"

"پھر تو اس پاور پلانر کے ارادے بڑے خطرناک ہیں۔ یہاں حکومت قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کو ہماری دنیا کے تمام انسانوں کو محکوم اور غلام بنانا چاہتا ہے۔"

رمی ریز نے کہا "ہمیں سب سے پہلے پاور پلانر کو تلاش کر کے اس کا خاتمہ کرنا چاہئے اور خاتمہ کرنے سے پہلے اس کے اندر سے یہ تمام باتیں اگلوانا چاہئیں کہ وہ مخلوق سائنس اور ٹیکنالوجی میں اور جنگی ہتھیاروں کی تیاری میں ہم سے آگے ہیں یا پیچھے؟"

سپر ماسٹر نے بدی بدی کے کہنے کے مطابق جواب پیش کیا۔ "بدی بدی کہتی ہے کہ اس نے یہاں کی دستاویزی فلمیں دیکھی ہیں۔ ان فلموں میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے بارے میں جو کچھ دکھایا گیا ہے وہ خلائی مخلوق کے سامنے ایسا ہی ہے جیسے ہم ارضی دنیا والے سائنس اور ٹیکنالوجی کی پہلی کتاب پڑھ کر اسکول کی لیبارٹری میں تجربہ کر رہے ہوں۔ بدی بدی وارننگ دے رہی ہے کہ پاور پلانر سے کبھی سامنا ہو جائے تو فوراً اس سے دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ ورنہ دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔"

"مسٹر لالاس! ہم نے صرف یہ اعتراض کرنے کے لئے ابھی رابطہ کیا تھا کہ تم نے ایک عورت کو کیوں رازدار بنایا ہے؟ لیکن اب اس کی موجودگی سے اور دوسری خلائی مخلوق کے یہاں آنے سے خطرات بڑھ گئے ہیں۔ ہمارے سائنس داں بھی کہتے ہیں کہ خلا میں کہیں ایسی مخلوق ہے جو ہم ارضی انسانوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ ہو سکتا ہے یہ وہی لوگ ہوں۔ اس سے پاور پلانر کے متعلق تفصیلات سے معلومات حاصل کرو۔"

تھوڑی دیر تک کمپیوٹرائزڈ اسکرین سادہ رہی پھر جواب ابھرنے لگا۔ "بدی بدی کہہ رہی ہے کہ خلائی زون میں ان کی آبادی پانچ لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ دوسرے خلائی زون کی مخلوق کے حملوں سے بچانے کے لئے پاور پلانر کے زون میں جو فوج ہے اس میں صرف پچاس آرمی جوان اور دس آرمی افسران ہیں۔"

"تعجب ہے پانچ لاکھ کی آبادی کی محفوظ رکھنے کے لئے صرف ساٹھ افراد کی ایک فوج ہے؟"

"ہاں۔ ان ساٹھ افراد کے گوشت پوست کے جسم کو اینم اور ہائیڈروجن پروف بنایا گیا ہے۔ خواہ کتنے ہی جدید ہتھیاروں سے حملے کئے جائیں' ان ہتھیاروں کے بلٹ' لیزر شعاعیں اور ایٹمی ذرات ان ساٹھ فوجیوں کے جسموں پر لگتے ہی بے اثر ہو جاتے ہیں۔ ان ساٹھ فوجیوں کو صرف قدرتی موت آ سکتی ہے' خلائی حملے اور حادثات انہیں نہیں مار سکتے۔ یہ فوجی جو وردیاں پہنتے ہیں ان میں جدید خطرناک ہتھیار چھپے ہوتے ہیں۔ بظاہر ان کے پاس کوئی ہتھیار نظر نہیں آتا لیکن وہ نہ سمجھ میں آنے والے اسلحے سے لیس ہوتے ہیں۔"

اسکرین پر تحریر بدلنے لگی۔ اب دوسری تحریر کہہ رہی تھی۔ "سپاہیوں کی تعداد اس لئے زیادہ ہوتی ہے کہ ایک سپاہی کی ہلاکت کے بعد دوسرا سپاہی اس کی جگہ لے سکے لیکن پاور پلانر کے زون میں جب کوئی سپاہی مرتا ہی نہیں ہے تو پھر سپاہیوں کی تعداد کیوں بڑھائی جائے؟"

"ہماری دنیا میں جو پاور پلانر آیا ہوا ہے' کیا اس کا تعلق فوج سے ہے؟"

"ہاں۔ فوج میں جو دس افسران ہیں وہ سب پاور پلانر کہلاتے ہیں۔ مثلاً پلانر ون۔ پلانر ٹو۔ پلانر تھری۔ اس طرح وہ نمبر ٹین تک ترتیب وار طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ ہماری دنیا میں جو پاور پلانر آیا ہے اس کا نمبر سیون ہے۔"

ٹیری ٹیلر نے تحریر کے ذریعے کہا "ابھی تو یہ سب کچھ ایک سائنس فکشن لگ رہا ہے لیکن انسانی تاریخ گواہ ہے کہ انسان نے اپنے محدود علم سے جو کچھ سوچا اور لکھا وہ پہلے دل بہلانے والے تصور خیالات سمجھے گئے لیکن صدیوں بعد وہی دل بہلانے والے خیالات' حقیقت بنتے گئے۔ بدی بدی کے بیان کے مطابق اگر روس کی خلائی دنیا سے صرف ایک ہی پاور پلانر ہماری دنیا میں آ چکا ہے تو پھر یہ ارضی دنیا بہت بڑے خطرے سے دوچار ہونے والی ہے۔"

"بدی بدی کہتی ہے کہ خطرے کو دعوت دی جائے تو خطرہ پیش آتا ہے۔ اگر پاور پلانر سیون سے پہلی ہی ملاقات میں دوستی کر لی جائے تو خلائی مخلوق سے دشمنی نہیں ہوگی۔ نہ جنگ چھڑے گی۔ نہ دنیا تباہ ہوگی۔ اس کے برعکس یہاں سے غربت اور آلودگی ختم ہو جائے گی۔ یہاں کی زمینوں پر ایٹمی قوتوں سے زرعی پیداوار بڑھے گی۔ گاڑیوں کا دھواں اور کثافت ختم ہو جائے گی' تمام گاڑیاں اور مشینیں ہائیڈروجن پاور سے چلا کریں گی۔ یہاں کے ممالک میں الگ الگ حکومتیں نہیں ہوں گی۔ تمام دنیا ایک ہی ملک یا ایک ہی زون کہلائے گی اور اتنی بڑی دنیا کا نظام نہایت آسانی اور مہارت سے صرف دس پاور پلانرز چلایا کریں گے۔"

ٹیری ٹیلر نے رمی ریز سے کہا "یہ آخری بات ناقابلِ قبول ہے بلکہ ناقابلِ برداشت ہے کہ خلائی مخلوق ہماری دنیا میں آ کر حکمرانی کرے اور ہم محکوم بنے رہیں۔"

رمی ریز نے کہا "بے شک۔ ہماری دنیا میں بھی غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے بے شمار افراد ہیں۔ اگر ہم انہیں یکجا کریں اور ان کی ذہانتوں سے کام لے کر پاور پلانر کے موت پروف جسم اور اسلحہ بردار وردی کا توڑ کریں تو وہ پلانر سیون ہمارے دباؤ میں رہے گا۔"

"ہم آج ہی سے دنیا کے ذہین ترین سائنس دانوں' ڈاکٹرز اور ٹیکنیکی ماہرین کی ایک بڑی ٹیم بنا لیں گے۔ ہر عمل کا توڑ ہوتا ہے۔ ہماری ٹیم کے ماہرین اپنی دنیا کی برتری قائم رکھنے کے لئے پاور پلانر کی تمام صلاحیتوں کا توڑ ضرور کریں گے۔"

"کیا بدی بدی بتا سکتی ہے کہ ہم پاور پلانر سیون کو اپنی دنیا میں کس طرح تلاش کر سکتے ہیں؟"

"بدی بدی کہتی ہے اسے تلاش کرنا مشکل ہے۔ وہ اپنی غیر معمولی اسلحہ بردار وردی کے ذریعے پہچانا جا سکتا ہے لیکن اس نے وردی کے اوپر دوسرا لباس پہن رکھا ہوگا۔ دوسری عام پہچان وہی ہے جو پہلے بتائی گئی ہے یعنی اس کے کان بڑے ہوں گے۔ سر کا اوپری حصہ اوپر اٹھا ہوگا اور پیشانی ابھری ہوئی ہوگی۔"

سپر ماسٹر نے تحریر کے ذریعے کہا "مسٹر آر اور ٹی! اب تم دونوں جواب دو' میں نے بدی بدی کو دوست بنا کر حماقت کی ہے یا عقلمندی؟ ہمیں اپنی دنیا کی تباہی سے پہلے خطرات سے آگاہی ہو چکی ہے۔ ہم نے کسی حد تک خلائی مخلوق کے متعلق یہ معلوم کر لیا ہے کہ وہ ایٹم' ہائیڈروجن اور لیزر شعاعوں کو کس طرح استعمال کر رہے ہیں۔"

"مسٹر لالاس! تم نے ہم سے مشورہ کئے بغیر بدی بدی کو رازدار بنا لیا۔ اب اس عورت سے ہمیں ہزاروں فائدے پہنچتے رہیں تب بھی یہ بات اٹل رہے گی کہ تم نے اصول کے خلاف کام بھی کیا ہے اور ہمارے اعتماد کو دھوکا بھی دیا ہے۔ بہرحال بدی بدی کے تمام بیانات اگر درست ہیں تو ہم تمہاری ان غلطیوں کو نظرانداز کر رہے

ہیں۔"

رمی ریز نے کہا "غلطیاں سب سے ہوتی ہیں اور تم نے فائدہ پہنچانے والی غلطی کی ہے۔ بدی بدی سے کہو' وہ اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر پاور پلانر سیون کو ڈھونڈ نکالنے کی کوئی تدبیر کرے۔ ہم اس پر عمل کرکے پہلے پاور پلانرز کو دوست بنائیں گے اور اس کی کمزوریاں معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"بدی بدی کہہ رہی ہے کہ وہ ابھی تک نکی سیون اور ایمون ابابا جیسے دشمنوں کو تلاش نہیں کرسکی۔ پاور پلانر سیون تو بہت بڑی چیز ہے۔ خلائی مخلوق کو ایک دوسرے سے روپوش رہنے کے بڑے بڑے ہتھکنڈے آتے ہیں۔ بدی بدی کی ہی مثال سامنے ہے۔ اس نے ہم لوگوں کے پاس پناہ لی ہے۔ خلائی مخلوق میں سے کوئی یہاں نہیں پہنچ سکتا لیکن ایک اندیشہ ہے۔ جوڈ سکس چرا کرلے گئی ہے' وہ بہت چالاک ہے۔ اگرچہ ہم نے بنگلا چھوڑ دیا ہے لیکن جانے کیوں ایسا لگتا ہے کہ اس نے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا ہے۔"

"جوڈ سکس لے گئی ہے اور جو ہمارے سپر ماسٹر پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی' اس کا نام ثانی ہے۔ یہ پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ بدی بدی نے اسے ناکام کردیا۔ سپر ماسٹر کو اس کا تابعدار بننے نہیں دیا ورنہ ثانی کے بڑھتے ہوئے قدموں کو ہم میں سے آج تک کوئی نہ روک سکا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "فرہاد نے مجھے میامی شہر چھوڑنے پر مجبور کردیا مجھے امید ہے کہ بدی بدی میرے ساتھ رہے گی تو فرہاد کو بھی ثانی کی طرح مجھ سے دور بھگاتی رہے گی۔ ویسے ہمارے لئے یہ دنیاوی دشمن کچھ کم نہیں تھے کہ اب خلا سے دشمن برسنے لگے ہیں۔ ہم چاروں کو اب اپنی دنیا کے نامور سائنس دانوں' ڈاکٹروں اور ٹیکنیکی ماہرین سے فوراً رجوع کرنا چاہئے اور یہ یقین رکھنا چاہئے کہ ہماری دنیا کے بہترین دماغ پاور پلانر کو خلا میں واپس بھاگنے پر مجبور کردیں گے۔"

انہوں نے یہ طے کیا کہ فی الحال وہ فرہاد اور ثانی سے محفوظ ہیں اس لئے اطمینان سے اپنی اپنی رہائش گاہ میں رہ کر پاور پلانر کو ٹریپ کرنے کے سلسلے میں منصوبے بناتے رہیں گے۔ اب وہ چاروں بڑی حد تک بدی بدی پر بھروسا کرنے لگے تھے۔ اس پر بھروسا کرنا ان کی مجبوری تھی۔ وہ اس عورت کی راہنمائی کے بغیر پاور پلانر سیون تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ کسی مرحلے پر خلائی مخلوق کی زبان کو سمجھنا پڑتا تو ایسے وقت بدی بدی ہی کام آسکتی تھی۔

○☆○

اسرائیلی حکام امریکا کے سائے میں سیاسی طور پر مستحکم تھے۔ کئی اسلامی ممالک پر اسرائیل کی فوجی قوت کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور کئی اسلامی ممالک ایسے تھے جو بظاہر یہودیوں سے نفرت کرتے تھے اور درپردہ انہی یہودیوں سے تجارت بھی کرتے تھے۔

مملکتِ اسرائیل کی بڑھتی ہوئی قوت نے ان اسلامی ممالک کو سیاست میں دوغلی پالیسیاں اختیار کرنے پر مجبور کردیا تھا۔

اسرائیل کی سیاسی و فوجی قوت برقرار تھی لیکن ٹیلی پیتھی کے میدان میں ان کے خیال خوانی کرنے والے غباروں کی ہوا نکل گئی تھی۔ ایک وقت تھا' جب وہاں خیال خوانی کرنے والے خاصی تعداد میں تھے پھر وہ رفتہ رفتہ دیوی کے زیرِ اثر آگئے تھے۔ ان میں سے کئی افراد دیوی کے لئے کام کرتے ہوئے مارے گئے تھے۔ کبھی آدم برادرز کی خفیہ یہودی تنظیم نے بڑے زور شور سے امریکا کو بھی پریشان کررکھا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے' ٹیلی پیتھی کا علم رکھنے والے بھی خفیہ یہودی تنظیم کے کسی ایک فرد تک پہنچ نہیں پاتے تھے۔

اور جب دیوی نے منڈولا کے ذریعے اس تنظیم میں گھسنا شروع کیا تو پھر اس تنظیم کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔ اب وہاں صرف تین خیال خوانی کرنے والے رہ گئے تھے۔ ایک الپا تھی۔ دوسرا رابرٹ کلون اور تیسرا مارکوس برٹن تھا لیکن یہ تینوں اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ دیوی کے معمول اور تابعدار ہیں اور اس کی اجازت کے بغیر کسی دوست یا دشمن کے دماغ میں نہیں جاسکیں گے۔

برین آدم ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا لیکن غیر معمولی ذہانت کے باعث خفیہ یہودی تنظیم کا سربراہ بن کر رہتا تھا۔ دیوی نے اسے بھی اپنا تابعدار بنالیا تھا۔

ادھر چند ماہ سے دیوی بھارت اور فرانس کے معاملات میں ایسی الجھی رہی تھی کہ اس نے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وقتی طور پر نظرانداز کردیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ آئندہ جب چاہے گی' ہم ان کے دماغوں پر حکومت کرنے لگے گی اور اب تو وہ نامعلوم مدت کے لئے زیرِ زمین چلی گئی تھی۔ زمین پر رہنے والے تمام دشمنوں اور دوستوں سے رابطہ ختم کردیا تھا۔

برین آدم بہت مایوس اور دل برداشتہ تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح دیوی سے نجات حاصل کرے۔ پھر اسے اطلاع ملی کہ امریکا سے دیوی کے قدم اکھڑ گئے ہیں۔ نئے خیال خوانی کرنے والے سپر ماسٹر نے سابقہ سپر ماسٹر اور دیوی کے تمام محکوم فوجی افسران کو ہلاک کردیا ہے۔ اس طرح اب دیوی نہ تو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر پہنچ سکتی ہے اور نہ ٹرانسفارمر مشین کا سراغ لگا سکتی ہے۔

یہ بڑی خوش آئند اطلاع تھی۔ برین آدم نے فون پر الپا سے رابطہ کیا اور کہا "امریکا میں انقلاب آگیا ہے۔ نئے سپر ماسٹر نے دیوی کے تمام محکوم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کردیا ہے۔ ہمیں بھی کچھ کرنا چاہئے۔"

الپا نے کہا "یہی تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے۔ ہم

ی ایک ہندو دیوی کے تابعدار بن کر رہ گئے ہیں۔ یہ سوچ سوچ لت کا احساس ہوتا ہے۔ ایسی غلامانہ زندگی سے تو موت اچھی ہ دیوی ہمیں خود کشی بھی نہیں کرنے دے گی۔ ہماری زندگی موت اس کی مٹھی میں ہے۔"

برین آدم نے کہا "شاید اب ایسا نہ ہو۔ نئے سپر ماسٹر نے سے نجات حاصل کی ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ دیوی آج دوسرے معاملات میں الجھی ہوئی ہے۔ کئی دن گزر چکے ہیں۔ نے ہم سے بھی رابطہ نہیں کیا ہے۔ ہمیں اس کی عدم موجودگی فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

"ایسا نہ ہو کہ وہ چھپ کر ہماری یہ باتیں سن رہی ہو؟ ابھی تو اموش رہے گی۔ مگر جب ہم کسی پلاننگ پر عمل کریں گے تو وہ ی پلاننگ کو ناکام بنادے گی۔"

"کوئی بات نہیں۔ اگر وہ ہمیں ناکام بنائے گی تو بنانے دو۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے ضرور کچھ کرنا چاہئے۔ مارے ملک کی سب سے پرانی اور وفادار خیال خوانی کرنے والی ۔ میں چاہتا ہوں پہلے تمہارے دماغ سے دیوی کا تنویمی عمل ختم جائے۔"

"جی ہاں پہلے میں نجات حاصل کرلوں گی تو آپ کا اور اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا برین واش کردوں گی۔ دیوی کا جادو ہم ے سروں سے نکل جائے گا۔"

"تو پھر تم ابھی میرے پاس چلی آؤ۔ میں ایک ہپناٹزم کے ماہر کو رہا ہوں۔ ہماری بہتری اسی میں ہے کہ یہ کام جلد سے جلد جائے۔"

الپا نے ریسیور رکھ کر لباس تبدیل کیا پھر وہاں سے برین آدم طرف چل پڑی۔ خفیہ یہودی تنظیم کے جتنے افراد تھے' وہ سب ن آدم کو بگ برادر کہتے تھے۔ اس نے نمبر ڈائل کرکے رابطہ کیا رکھا "میں انٹیلی جنس کا چیف بول رہا ہوں۔ ابھی تم کسی پر تنویمی ل کردگے۔ اس کے دماغ کو دیوی نے اپنی آہنی طاقت سے قابو میں رکھا ہے۔ لہٰذا پہلے تمہیں دیوی کے تنویمی عمل کا توڑ کرنا ۔"

اس نے کہا "سر! میرا ایک دوست مجھ سے زیادہ ہپناٹزم کا ماہر ہے۔ اگر دیوی مداخلت کرنے آئے گی' تب بھی اس کے عمل میں اوٹس پیدا نہیں کرسکے گی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے ھ لے آؤں۔"

"ہمیں ایسے ہی ماہر کی ضرورت ہے۔ اسے فوراً لے آؤ۔"

الپا برین آدم کے بنگلے میں آگئی۔ تھوڑی دیر بعد ہپناٹزم کا ماہر پنا دوست کو لے کر آیا۔ الپا اور برین آدم نے حیرانی سے اس دوست کو دیکھا۔ وہ عام انسانوں سے ذرا مختلف تھا۔ اس کے ول کان ذرا بڑے تھے۔ سر کا اوپری حصہ ذرا اٹھا ہوا تھا اور پیشانی چوڑی اور ابھری ہوئی تھی۔

برین آدم نے پوچھا "یہ کون ہے؟ پورے اسرائیل میں اور خصوصاً تل ابیب میں ایسا شخص پہلے کبھی نہیں دیکھا ہے۔ یہ تمہارا دوست کیسے بن گیا؟ یہ کس ملک سے یہاں آیا ہے؟ مجھے اس کا ویزا' پاسپورٹ اور دیگر اہم کاغذات دکھاؤ۔"

"سر! اسے آپ کے پاس لانے کا مقصد یہی ہے کہ یہ آپ کے کام آئے اور آپ اسے اسرائیلی شہریت دیں۔ یہ آپ کے بہت کام آئے گا۔"

"لیکن معلوم تو ہو کہ یہ کون ہے؟"

اس اجنبی نے کہا "میں بتاتا ہوں لیکن آپ پہلے یقین نہیں کریں گے پھر رفتہ رفتہ یقین آنے لگے گا۔ میرا تعلق آپ کی اس ارضی دنیا سے نہیں ہے۔ میں ایک خلائی زون سے آیا ہوں اور میرا نام دھنورا ہے۔"

یہ سنتے ہی الپا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس نے ہنستے ہوئے سانس روک لی پھر کہا "پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی مجھے گدگدی سی ہونے لگتی ہے۔ اگر میں تھوڑی دیر تک گدگدی برداشت کرلوں تب بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے خیالات نہیں پڑھ سکے گا کیونکہ میرے دماغ میں صرف ہماری خلائی زبان گردش کرتی ہے۔ اس ارضی دنیا کی تمام زبانیں عارضی طور پر ہمارا دماغ سمجھتا ہے۔ ہم اپنی زبان سے اس دنیا کی زبانیں بولتے ہیں پھر تمام زبانیں ہمارے دماغ سے مٹ جاتی ہیں۔"

الپا نے کہا "ہم کیسے یقین کریں کہ ابھی جو زبان بول رہے ہو اسی زبان کی سوچ کی لہریں تمہارے دماغ میں نہیں ہیں۔"

"سوچ کی لہریں ہیں لیکن گفتگو ختم ہوتے ہی سوچ کی لہریں بھی ختم ہوجاتی ہیں۔ میں گدگدی برداشت کرتا ہوں تم میرے دماغ میں آکر اپنی تسلی کرلو۔"

الپا پھر اس کے اندر گئی۔ وہ جو عبرانی زبان بول رہا تھا' اب اس زبان کی سوچ کی لہریں دماغ میں نہیں تھیں اور جو لہریں تھیں وہ اجنبی زبان کی تھیں جو سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ الپا نے کہا۔ "واقعی صرف اجنبی سوچ کی لہریں ہیں لیکن ہوسکتا ہے تم جان بوجھ کر ہماری زبان کی لہروں کو اپنے دماغ سے نکال دیتے ہو تاکہ ہم تمہاری اصلیت نہ جان سکیں۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ ابتدا میں مجھ پر بھروسا نہیں کیا جائے گا پھر رفتہ رفتہ مجھ پر اعتماد کرنے لگیں گے۔"

برین آدم نے کہا "جب تک تم پر مکمل اعتماد نہیں ہوگا تب تک تم زیرِ حراست رہو گے۔"

"مجھے جہاں بھی رکھا جائے گا' میرے لئے کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن جس کام کے لئے مجھے بلایا گیا ہے وہ کام مجھ سے لیا جائے تاکہ تم لوگ میری قدر و قیمت جان سکو۔"

"کیا تم تنویمی عمل کے علاوہ ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہو؟"

"میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا لیکن پرائی سوچ کی لہروں کو دماغ تک پہنچنے سے پہلے ہی روک سکتا ہوں۔"

اس نے الپا سے کہا "تم چیف صاحب کے دماغ میں جاؤ۔ میں تمہاری سوچ کی لہروں کو وہاں تک پہنچنے نہیں دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ برین آدم کی پیشانی کو پلکیں جھپکائے بغیر دیکھنے لگا۔ پندرہ بیس سیکنڈ کے بعد الپا نے کہا "واقعی میری سوچ کی لہریں واپس آرہی ہیں۔"

برین آدم نے کہا "میں انتظار کررہا ہوں کہ تمہاری سوچ کی لہریں جیسے ہی آئیں گی، میں سانس روک لوں گا لیکن میں نے تمہیں اپنے دماغ میں محسوس تک نہیں کیا ہے۔"

"بگ برادر! اس کا مطلب ہے میری سوچ کی لہریں آپ کے دماغ تک تو گیا، جسم تک بھی نہیں پہنچ پاتی ہیں۔"

دھتورا نے کہا "تم دونوں کے درمیان جب تک میں رہوں گا یا میری نگاہیں رہیں گی تب تک سوچ کی لہریں تمہارے بگ برادر تک نہیں پہنچ سکیں گی۔"

برین آدم نے کہا "یہ عمل تو ہماری خواہش کے عین مطابق ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ابھی تنویمی عمل کے دوران دیوی کی سوچ کی لہریں الپا کے دماغ تک نہ پہنچ سکیں۔"

الپا نے کہا "یہ ہپناٹزم کا ماہر ابھی مجھ پر عمل کرے اور دھتورا اس عمل کے دوران میرے اور دیوی کے درمیان دیوار بن کر رہے تاکہ وہ آمتا شکتی کے ذریعے بھی تنویمی عمل میں مداخلت نہ کرسکے۔"

"کیا تم آمتا شکتی کے ذریعے آنے والی لہروں کو روک سکتے ہو؟"

"میں نہیں جانتا کہ یہ آمتا شکتی کیا ہوتی ہے۔ اگر کوئی ایسی دیوی مداخلت کے لئے آئے گی تو میں آمتا شکتی کو سمجھ پاؤں گا۔"

تھوڑی دیر بعد ایک بیڈ روم میں یہ عمل شروع کیا گیا۔ ہپناٹائز کرنے والا الپا کی آنکھوں میں جھانک کر اسے ٹرانس میں لارہا تھا۔ دھتورا کی آنکھیں الپا کی پیشانی کو تک رہی تھیں۔ الپا ٹرانس میں آکر آنکھیں بند کرچکی تھی۔ اب اس کے کان عامل کی آواز کے سوا دنیا کی کوئی آواز نہیں سن رہے تھے۔ برین آدم دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا کہ کسی طرح دیوی سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے۔

ہپناٹائز کرنے والے کو پہلے سمجھا دیا گیا تھا۔ اس کے مطابق اس نے پہلے دیوی کے تنویمی عمل کو ختم کیا پھر الپا کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ اب اس کی آواز اور لہجہ بدل گیا ہے۔ جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوگی تو اپنی سابقہ آواز اور لہجہ بھول کر ایک نئی آواز اور لہجے میں بولے گی۔

بہت مختصر سا عمل تھا۔ الپا تنویمی نیند سوگئی۔ برین آدم نے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن کو بلایا۔ انہیں سمجھایا کہ اب ہپناٹائز کرنے والا اور دھتورا جب تک عمل میں مصروف رہیں گے تب تک دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی نگرانی کرتے رہیں گے تاکہ وہ کوئی منفی عمل نہ کرسکیں۔

دوسری بار دوسرے بیڈ روم میں برین آدم پر عمل کیا گیا۔ اس کی بھی آواز اور لہجے کو تبدیل کردیا گیا۔ آئندہ دیوی آمتا اور الپا اور برین آدم کی سابقہ آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر ان کے دماغوں میں پہنچنا چاہتی تو اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر رہ جاتیں۔

عمل کے اختتام پر رابرٹ کلون نے دھتورا اور ہپناٹزم کے ماہر سے کہا "تم دونوں ڈنر سے پہلے آنا۔ تمہیں بگ برادر کے دوسرے احکامات پر عمل کرنا ہے۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ برین آدم اور الپا جب تک تنویمی نیند سوتے رہے تب تک رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن اس بنگلے میں ان کی حفاظت کے لئے موجود رہے۔

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں تھے۔ الپا اور برین آدم دو الگ الگ بیڈ روم میں سو رہے تھے۔ جب تنویمی نیند پوری ہوگئی تو وہ دونوں اپنے اپنے بستر پر پڑے سوچتے رہے۔ الپا نے تنویمی عمل کی کامیابی کو آزمانے کے لئے بگ برادر کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی لیکن اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر رہ گئیں۔

اس نے ایک کاغذ پر لکھا "بگ برادر! ابھی میں نے آپ کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ اس کا مطلب ہے تنویمی عمل کامیاب رہا ہے۔ اب آپ میرے سامنے نہ بولیں۔ میں آپ کے سامنے نہیں بولوں گی۔ آئندہ ہم بھی کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کریں گے۔"

اس نے وہ کاغذ تہ کیا پھر برین آدم کے بیڈ روم کے دروازے پر دستک دے کر اس تہ کئے ہوئے کاغذ کو دروازے کے نچلے حصے سے آگے بڑھادیا۔ برین آدم نے اسے اٹھا کر پڑھا پھر دوسرے کاغذ پر لکھا "تم نے وہی لکھا ہے، جو میں نے سوچ رکھا تھا۔ میں رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن پر بھی یہی عمل کراؤں گا۔ تم اسی لمحے یہاں سے جاؤ اور کسی دوسرے شہر میں روپوش رہو۔ آئندہ کوڈ نمبر زیرو نائن بی اے ٹائپ کرکے کمپیوٹر پر رابطہ کرنا۔ بی اے برین آدم کا مخفف ہے۔ میں نے تمہارا کوڈ نمبر ڈبل زیرو ڈبل اے مقرر کیا ہے۔ ڈبل اے الپا آدم کا مخفف ہے۔ ہمارا رابطہ کل دن کے گیارہ بجے ہوگا پھر ہم آئندہ رابطہ کرنے کے اوقات مقرر کرلیں گے۔"

الپا کو بھی وہ تحریر بیڈ روم کے دروازے کے نیچے سے ملی۔ اس نے اسے پڑھا پھر اپنا پرس اٹھا کر بنگلے کے پچھلے دروازے سے چلی گئی۔

اس رات بارہ بجے تک رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن کا عمل تنویمی عمل کیا گیا۔ ان کی آواز اور لہجے بھی بدل گئے۔ ان پر عمل مکمل

تک برین آدم ان کے پاس موجود رہا اور ان سے تحریر کے گفتگو کرتا رہا۔ جب وہ دونوں تنویمی نیند سوگئے تو اس نے ے ذریعے ہپناٹزم کے ماہر کو جگا۔ ان کے لئے کہا اور دھتورا کو س روک لیا۔ ایک کاغذ پر اس سے سوال کیا "تم اپنی پوری یان کرو۔ اگر واقعی خلائی مخلوق ہو تو یہاں کس طرح آئے نے کی وجہ کیا ہے؟ تم تنہا ہو یا تمہارے اور ساتھی بھی ہیں؟ ات اور غیر معمولی صلاحیتوں کے بارے میں تفصیل سے

دھتورا اپنے بارے میں وہی باتیں بتانے لگا جو بدی بدی نے رادر اس کے ساتھیوں کو بتائی تھیں۔ اس نے پاور پلانر کے متعلق بتایا کہ وہ اس ارضی دنیا کا جائزہ لینے آیا ہے۔ اگر سے رہنے کے قابل نظر آئے گی تو وہ یہاں کے تمام چھوٹے ممالک کے حکمرانوں اور فوجیوں کو زیر کرکے یہاں خلائی کے پاور پلانرز کی حکومت قائم کرے گا۔

برین آدم سنتا رہا اور تشویش میں مبتلا ہوتا رہا۔ تشویش کی بھی تھی کہ وہ خلائے آنے والے بہت ترقی یافتہ تھے۔ جدید ہتھیاروں سے انہوں نے اڑنے والے بہت ترقی یافتہ تھے۔ ہائیڈروجن سے گاڑیاں اور جہاز چلاتے تھے۔ ان کے زون میں پٹرول، ڈیزل، آگ کے وغیرہ کی کثافت نہیں تھی۔ ماحول میں کیس آلودگی نہیں فوج کے صرف ساٹھ افراد جدید ترین ایٹمی ہتھیار سے لیس تھے۔ مزید تشویش کی بات یہ تھی کہ وہ دشمنوں کے ہتھیار سے نہیں تھے۔ ان کے گوشت پوست کے جسم موت پروف نہیں صرف قدرتی طور پر موت آتی تھی۔

برین آدم نے کاغذ پر سوال کیا "ہماری دنیا میں تمہارے علاوہ اور ہیں۔ ہم تمہارا عرف لکی سیون کے بارے میں جانتے ہیں۔ علی تیمور کی پناہ میں ہے۔ باقی چار افراد کہاں ہیں؟ کیا تم پاور سیون سے ہماری دوستی کرا سکتے ہو؟"

وہ سم کر بولا "پاور پلانر کی بات نہ کرو۔ وہ مجھے دیکھتے ہی کی طرح مسل دے گا۔ اگرچہ میں جسمانی طور پر بہت طاقتور ر ہمارے زون کے دس پاور پلانر موت پروف ہیں پھر وہ ا کے لئے موت کی وردی پہنتے ہیں۔ ان کی وردی میں عجیب و ہتھیار پوشیدہ ہیں۔ میں نے اپنے زون میں رہ کر دوسروں سے راڈ کئے ہیں اور ایک معزز ہستی کو قتل کیا ہے اس لئے پاور ون مجھے دیکھتے ہی مار ڈالے گا۔"

"اگر تم ہمارے وفادار بن کر رہو گے تو ہم تمہیں پناہ دیں گے چھپا کر رکھیں گے۔ وہ یہاں آکر تمہیں کبھی نہیں دیکھ سکے

میں ہمیشہ تمہارا وفادار بن کر رہوں گا۔ میری بہن روشنا کی مکلی بدی بدی ہے۔ وہ بہت ہی ذہین اور مکار ہے۔ اگر تم کسی ان دونوں کو تلاش کرلو تو فائدے میں رہو گے۔ ہم تینوں میں ایسی صلاحیتیں ہیں کہ ہم ارضی دنیا کے کسی دشمن کو تمہارے قریب نہیں آنے دیں گے۔ یہ تم دیکھ چکے ہو کہ میں نے کس طرح سوچ کی لہروں کو تمہارے قریب آنے سے روک دیا تھا۔"

برین آدم نے تسلیم کیا کہ دھتورا بہت کام آئے گا اور وہ روشنا اور بدی بدی کو بھی تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔

جب رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن نیند سے بیدار ہوگئے تو برین آدم نے ان سے بھی تحریر کے ذریعے گفتگو کی لیکن انہیں زبان سے بولنے کا حکم دیا اور ان کی بدلی ہوئی آواز اور لہجے کو ایک کیسٹ میں ریکارڈ کرلیا پھر اس نے تحریر کے ذریعے دونوں سے کہا۔ "آئندہ تم دونوں اپنی نئی آواز اور لہجے میں کسی سے گفتگو نہیں کرو گے۔ عام حالات میں کسی سے باتیں کرنے کے لئے آواز بدل کر بولو گے۔ اس طرح دیوی بھی تمہارے قریب نہیں آسکے گی۔ صرف الپا تمہارے اندر آئے گی۔ تم دونوں اس کی ہدایات پر عمل کیا کرو گے۔ آج ہی یہ شہر چھوڑ دو۔ کل سے کس شہر میں رہو گے یہ اپنے ساتھی کو بھی نہ بتاؤ۔ ہم سب ایک دوسرے سے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ رکھا کریں گے۔"

اس نے دونوں کے لئے کمپیوٹر کوڈ نمبر مقرر کئے پھر رابرٹ کلون سے کہا "یہ دھتورا تمہارے ساتھ رہا کرے گا۔ ہمیں اس کی بہن روشنا اور اس کی سیلی بدی بدی کو تلاش کرنا ہے۔ وہ دو عورتیں بھی ہمارے بہت کام آئیں گی۔ کل دن کے گیارہ بجے میں کمپیوٹر پر تم دونوں سے رابطہ کروں گا۔ اب تم جاسکتے ہو۔"

پہلے مارکوس برٹن وہاں سے گیا۔ اس کے پندرہ منٹ کے بعد رابرٹ کلون، دھتورا کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ ان کے جانے کے بعد برین آدم نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے پھر اپنی نئی آواز کے سوا دوسری نئی آواز میں کہا "ہیلو ڈاکٹر! میں انٹیلی جنس کا چیف بول رہا ہوں۔"

ڈاکٹر نے کہا "ہیلو میں سن رہا ہوں لیکن آپ کی آواز چیف جیسی نہیں ہے۔"

"آپ جانتے ہیں۔ کبھی کبھی دشمنوں سے چھپنے کے لیے آواز بدلنا پڑتا ہے۔ ابھی صبح ہونے سے پہلے میرا چہرہ بدلنا بھی ضروری ہے لہٰذا میں پلاسٹک سرجری کے لیے ابھی آپ کے پاس آرہا ہوں۔"

"ضرور آئیں۔ آپ ملک اور قوم کی خاطر دن رات مصروف رہتے ہیں۔ میں بھی آج رات آپ کے ساتھ جاگتا رہوں گا۔"

برین آدم ریسیور رکھ کر اپنے بیڈ روم میں آیا۔ وہاں جتنے اہم دستاویزات اور ذاتی استعمال کی ضروری چیزیں تھیں ان سب کو ایک اٹیچی میں رکھا۔ تمام کرنسی بھی رکھ لی پھر اس بنگلے کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلا گیا۔

بڑے عرصے کے بعد دیوی کی ذلت آمیز غلامی سے نجات مل گئی تھی۔ برین آدم بہت سوچ سمجھ کر اپنے اور الپا کے تحفظ کے اقدامات کررہا تھا۔ اس نے اپنی نئی آواز الپا کو نہیں سنائی اور خود

الپا کی نئی آواز نہیں سنی۔ اس طرح وہ کبھی کسی دشمن کے شکنجے میں آتے تو دشمن ایک کے ذریعے دوسرے تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

لیکن اس نے رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن کی نئی آوازیں ریکارڈ کرلی تھیں تاکہ الپا خاموشی سے ان کے دماغوں میں جاتی رہا کرے۔ برین آدم اور الپا کو ان دونوں پر اعتماد نہیں تھا کیونکہ وہ اسرائیلی یہودی نہیں تھے۔ انہیں بہت پہلے ٹریپ کرکے یہودی بنایا گیا تھا۔ ایسے ٹریپ کیے جانے والے کسی وقت بھی دشمنوں کے ہتھے چڑھ جایا کرتے تھے۔ ماضی کے تلخ تجربات نے انہیں سمجھایا تھا کہ رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن پر بھی زیادہ بھروسا نہ کیا جائے اور نہ ہی دھتورا کو قابلِ اعتماد سمجھا جائے لہٰذا برین آدم اب الپا کو رابرٹ کلون کے دماغ میں پہنچا کر دھتورا کو بھی آزمانا چاہتا تھا کہ وہ کس حد تک وفادار رہے گا۔

اس نے دوسرے دن دس بجے کمپیوٹر کے ذریعے الپا سے رابطہ کیا پھر کمپیوٹر اسکرین پر تحریر کی زبان سے کہا "ہم دونوں نے ایک دوسرے کی آواز نہیں سنی ہے۔ اس طرح کوئی دشمن ہمیں ایک دوسرے کے ذریعے ٹریپ نہیں کرسکے گا۔"

"میں آپ کا طریقۂ کار سمجھ رہی ہوں۔ اب آپ بہت محتاط رہ کر اپنے فرائض ادا کریں گے۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔ ہمیں رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن پر بھی احتیاطاً بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ وہ فی الوقت ہمارے وفادار ہیں مگر ہمارے اپنے یہودی نہیں ہیں۔ یہی سوچ کر میں نے ان دونوں کی نئی آوازیں ایک کیسٹ میں محفوظ کرلی ہیں۔ یہ آوازیں تمہیں سنانا چاہتا ہوں۔"

"آپ یہ آوازیں کیسے سنائیں گے؟"

"میں نے اپنا بنگلا چھوڑ دیا ہے لیکن ابھی ٹھیک گیارہ بجے اسی بنگلے میں تھوڑی دیر کے لیے جاؤں گا۔ تم وہاں فون کرو۔ اپنی زبان سے کچھ نہ بولو۔ اپنے ریسیور پر صرف تین بار انگلی سے دستک دو۔ میں اس کے جواب میں وہ کیسٹ سناؤں گا۔ تم رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن کی آوازیں سن کر فون بند کردینا۔"

"میں ابھی اپنی خفیہ رہائش گاہ سے باہر جارہی ہوں۔ کسی بوتھ میں جاکر فون کروں گی۔ آئندہ ہمارے رابطے کا سلسلہ کیا رہے گا؟"

"ہم ہر دو گھنٹے بعد کمپیوٹر کے ذریعے ایک دوسرے کی خیریت معلوم کرتے رہیں گے۔ ایک ضروری بات یہ ہے کہ میں نے ڈاکٹر جافری کے ذریعے پلاسٹک سرجری کرائی ہے۔ اپنا چہرہ تبدیل کیا ہے۔ تم کسی وقت ڈاکٹر جافری پر تنویمی عمل کرکے اس کے ذہن سے یہ بھلا دینا کہ اس نے انسٹیلی جنس کے چیف برین آدم کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی ہے۔"

"میں اس کے حافظے سے یہ بات بھلادوں گی۔"

"میں تمہیں بھی مشورہ دیتا ہوں۔ اپنے چہرے پر تبدیلیاں لے آؤ تاکہ سرِعام تمہیں کوئی پہچان نہ سکے۔"

"میں آپ کے مشورے پر آج ہی عمل کروں گی۔ اب میں جارہی ہوں۔ آپ بھی اپنے پہلے بنگلے میں پہنچیں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ الپا نے بگ برادر کی ہدایات کے مطابق رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن کی آوازیں سن لیں۔ ان آوازوں کے ذریعے ان دونوں کے دماغوں میں آسانی سے پہنچ گئی۔ وہ دونوں اسے اپنے اندر محسوس نہ کرسکے۔ رابرٹ کلون کی سوچ نے بتایا کہ دھتورا اس کے ساتھ رہتا ہے اور اس نے خلائی مخلوق کے بارے میں عجیب وغریب باتیں بتائی ہیں۔

اسی دن الپا نے پلاسٹک سرجری کے ماہر ڈاکٹر جافری کے ذریعے اپنے چہرے پر تبدیلی کرائی پھر جب وہ ڈاکٹر رات کو اپنے وقت کے مطابق سوگیا تو الپا نے اس پر تنویمی عمل کیا اور اس کے ذہن سے یہ بات بھلادی کہ برین آدم نے اور الپا نے اپنے چہرے کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل کیا ہے۔

شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے تنہا رہ گیا تھا۔ دیوی نے گوشہ نشینی سے پہلے اسے ہدایت کی تھی کہ جب تک وہ زیرِ زمین رہے گی تب تک ہرارے آزاد رہے گا اور اپنی مرضی کے مطابق خیال خوانی کیا کرے گا لیکن اسرائیل میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں، ان پر نظر رکھے گا۔ کبھی کبھی ان کے دماغوں میں جایا کرے گا۔ اس طرح اطمینان رہے گا کہ وہ سب بدستور دیوی کے معمول اور تابعدار ہیں۔

دیوی ہندوستان میں اس سے جدا ہوئی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ دو چار روز بمبئی میں رہ کر یقین کرے گا کہ فرہاد بھارت سے امریکا جاچکا ہے اور وہاں اب کوئی ڈی فریاد نہیں ہے۔ وہاں رہنے کے دوران اس نے کئی بار یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور برین آدم کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا، وہ سب دیوی کے تابعدار تھے۔ مائیک ہرارے نے سوچا۔ وہ سب ہمیشہ تابعدار رہیں گے۔ سپراسٹرڈیوی سے ٹکرانے اسرائیل نہیں آئے گا اور یہودیوں نے فرہاد یا اس کے خیال خوانی کرنے والوں کے لیے چیلنج بننے کی صلاحیت نہیں کی تھی اس لیے وہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے بدستور دیوی کے ہی تابعدار تھے۔

اس نے اسی خوش فہمی میں دو دن تک برین آدم اور الپا کے پاس جانے کی زحمت نہیں کی۔ تیسرے دن گیا تو بازی پلٹ چکی تھی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام یہودی پچھی دیوی کے چنگل سے اڑ گئے تھے۔ مائیک ہرارے کو برین آدم کا بھی سراغ نہیں ملا۔ جو تنویمی عمل کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں وہ خود بھی اس شکنجے سے نکل نہیں پاتے۔ کوئی انہیں نکال کرلے جاتا ہے۔ ہرارے کے لیے یہ معلوم کرنا دشوار تھا کہ کسی نے دیوی کے

خیال خوانی کرنے والوں کو چھین لیا ہے۔ سپراسٹرڈیوی اور اس کے تینوں ساتھی روپوش رہتے تھے۔ اس نے میرے دماغ پر دستک دی پھر کہا۔ میں ہوں مائیک ہرارے۔"

میں نے پوچھا "کیسے راستہ بھٹک گئے؟"

"میں پوچھنے آیا ہوں، کیا آپ نے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دیوی سے چھین لیا ہے؟"

"میں اس قدر مصروف رہتا ہوں کہ غیر ضروری معاملات پر نہیں دے سکتا۔ فی الحال یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے غیر ضروری ہیں۔ میں نے اور میرے کسی ساتھی نے بھی ٹیل کا رخ نہیں کیا ہے۔"

"میں آپ کی زبان پر بھروسا کرتا ہوں۔ یقیناً سپراسٹرنے ہی ہے فائدہ اٹھایا ہے۔"

"جانے سے پہلے میرے سوال کا جواب دے کر جاؤ۔ میں نے پوچھا تھا کہ کیسے راستہ بھٹک گئے؟"

"جناب! میں نے جواب دے تو دیا تھا کہ یہودی ٹیلی پیتھی نے والوں کے بارے میں پوچھنے آیا ہوں۔"

"یہ تو جواب نہیں ہوا۔ میرے سوال پر غور کرو۔ تم شطرنج سب سے بڑے چالباز کھلاڑی ہو پھر اپنی چالیں بھول کر کیسے نہ بھٹک گئے؟ کچھ سمجھ میں آیا؟ میرا چھوٹا سا سوال ہے۔ کیسے نہ بھٹک گئے؟"

"وہ... وہ میں نے دیوی سے دوستی کی ہے۔"

"تم نے مجھ سے بھی دوستی کی تھی لیکن میں نے تمہیں غلام بنایا تھا۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ دیوی نے مجھے غلام نہیں بنایا۔"

"میں نے ہمیشہ تمہیں اپنے دماغ میں رہ کر گفتگو کرنے دی۔ اس وقت بھی تم میرے دماغ میں ہو۔ یہ میرا دوستانہ رویّہ۔ غلام کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے عامل کے دماغ میں جگہ نہیں۔ کیا دیوی کبھی تمہیں اپنے دماغ میں رہ کر گفتگو کرنے دیتی ہے؟ بلکہ وہ تمہارے دماغ میں آیا کرتی ہے۔"

"پلیز! ایسی باتیں میرے دماغ پر بوجھ لگتی ہیں۔"

"ایک تابعدار سے اسی کے عامل کے خلاف بات کی جائے تو ناپختہ ذہن سا ہوجاتا ہے۔ جاؤ، ایک آزاد شخص کی باتیں ایک کی سمجھ میں کبھی نہیں آئیں گی۔"

مائیک ہرارے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر جھک گیا۔ میری باتیں اسے چبھ رہی تھیں۔ اسے اس کا احساس ہوتا تھا لیکن دیوی کا تنویمی عمل غالب آتا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے دیوی کے دماغ میں پہنچتے ہی بولا "میں ہوں ہرارے۔"

دیوی نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی دیوی نے اس کے اندر آکر پوچھا "کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ کچھ عرصے تک دنیاوی معاملات میں دلچسپی نہیں لوں گی؟ میرے پاس کیوں آئے تھے؟"

"یہ اطلاع دینے آیا تھا کہ برین آدم اور تینوں یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری گرفت سے نکل گئے ہیں۔"

"بے شک یہ بہت بڑا نقصان ہے لیکن میرا فیصلہ اٹل ہے۔ میں کچھ عرصے تک کسی معاملے میں دلچسپی نہیں لوں گی۔ جب واپس آؤں گی تو نقصان پہنچانے والوں سے نمٹ لوں گی۔ آئندہ مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں ضرورت سمجھوں گی تو تمہیں مخاطب کروں گی۔"

وہ چلی گئی۔ مائیک ہرارے نے جھنجلا کر صوفے کے ہتھے پر گھونسا مارا۔ میری یہ بات پھر اسے چبھ رہی تھی کہ وہ دیوی کے دماغ میں رہ کر گفتگو نہیں کرسکتا۔ وہ سانس روک کر خود اس کے اندر آجاتی ہے۔ اس طرح وہ اسے اپنے زیرِ اثر رکھتی ہے۔ اسے قابلِ اعتماد دوست نہیں، ایک غلام سمجھتی ہے۔

وہ سوچ سکتا تھا، سمجھ سکتا تھا مگر تنویمی عمل کی زنجیریں توڑ کر غلامی سے نجات حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ اسے بمبئی شہر میں گھٹن کا احساس ہونے لگا۔ وہ دیوی کے دیس کا ایک شہر تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ تیزی سے چلتا ہوا بنگلے سے باہر آیا پھر کار میں بیٹھ کر کسی فلائٹ میں سیٹ حاصل کرنے کے لیے ایک ٹریول ایجنسی کی طرف جانے لگا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بھی اپنے لیے ایک سیٹ حاصل کرسکتا تھا لیکن کھلی فضا میں تازہ ہوا کھانے کے لیے نکل پڑا تھا۔

یوں باہر نکلنا مقدر کا بہانہ تھا۔ اس کی زندگی میں تبدیلی آنے والی تھی اس لیے کار ایک ٹرک سے ٹکرا گئی۔ دونوں گاڑیوں کی رفتار سست تھی اس لیے بہت بڑا حادثہ نہیں ہوا پھر بھی اس کا سر اسٹیئرنگ سے ٹکرایا اور وہ بے ہوش ہوگیا۔

جب ہوش آیا تو خود کو ایک اسپتال میں پایا۔ اس کے سر پر اور بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ایک پولیس انسپکٹر نے آکر کہا "ہم آپ کے ہوش میں آنے کا انتظار کررہے تھے۔ یہ جو حادثہ ہوا اس میں ٹرک ڈرائیور کی غلطی تھی۔ وہ ٹرک چھوڑ کر بھاگ رہا تھا لیکن ہم نے اسے گرفتار کرلیا ہے۔"

ہرارے نے کہا "غلطیاں انسان سے ہی ہوا کرتی ہیں۔ میں اس ٹرک ڈرائیور کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ آپ کی بڑی مہربانی بہت ہے کہ آپ نے مجھے اسپتال تک پہنچادیا۔"

انسپکٹر نے کہا "ہم آپ کو نہیں لائے ہیں۔ ہم تو ڈرائیور کے پیچھے دوڑے تھے۔ اسے گرفتار کرکے واپس آئے تو پتا چلا کوئی

عورت آپ کو اپنی گاڑی میں یہاں لائی تھی۔"

"عورت؟ کون عورت؟"

"پتا نہیں وہ کون تھی۔ شاید وہ شام تک آپ کی خیریت معلوم کرنے آئے گی۔"

پولیس انسپکٹر چلا گیا۔ ہرارے اپنی محسنہ کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ کون ہے، جس نے اسپتال پہنچا کر اسے نئی زندگی دی؟

وہ جو بھی تھی، اجنبی تھی۔ جب تک روبرو نہ آتی اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوتا۔ سوچتے سوچتے اس پر نیند غالب آنے لگی۔ وہ ذرا سی دیر میں گہری نیند میں ڈوب گیا۔ اس کے دماغ پر احسان کرنے والی عورت سوار تھی۔ اس نے خواب میں ایک دھندلی سی عورت کو دیکھا۔ وہ کچھ کہہ رہی تھی اور وہ جواباً کچھ کہہ رہا تھا۔ بعض خواب ایسے ہوتے ہیں کہ آنکھ کھلنے کے بعد ذہن سے مٹ جاتے ہیں۔ یہ یاد رہتا ہے کہ خواب دیکھا تھا مگر یہ یاد نہیں رہتا کہ کیا دیکھا تھا۔

جب آنکھ کھلی تو رات ہو چکی تھی۔ کمرے میں بستر کے قریب ایک حسین عورت کھڑی ہوئی تھی۔ ہرارے نے اب تک کسی عورت میں دلچسپی نہیں لی تھی لیکن اسے دیکھ کر یوں لگ رہا تھا جیسے دل اس کی طرف کھنچا جا رہا ہو۔ وہ ہندوستانی تھی۔ ساڑی ایسے سلیقے سے پہنی ہوئی تھی کہ بدن کے نشیب و فراز نمایاں ہو گئے تھے۔

وہ سحر زدہ سا ہو کر اسے دیکھتا رہا پھر اس نے چونک کر پوچھا۔ "تم؟ کیا تم وہی ہو؟"

"ہاں۔ میں وہی ہوں۔ میں نے ہی تمہیں یہاں پہنچایا تھا۔"

"گویا تم نے مجھے نئی زندگی دی ہے۔"

وہ بستر کے قریب ایک کرسی پر ایک ادائے ناز سے ساڑی کا آنچل سنبھالتی ہوئی بیٹھ گئی پھر بولی "حادثہ بڑا نہیں تھا۔ تمہارے زخم بھی گہرے نہیں ہیں۔ تمہیں دیر سے بھی اسپتال پہنچایا جاتا تو تم زندہ رہتے۔ اس اعتبار سے میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔"

"پھر بھی تم نے ایک زخمی کو اسپتال پہنچایا ہے اور مزاج پرسی کے لیے بھی آئی ہو۔"

"مزاج پرسی کے لیے نہیں، یہ سمجھانے آئی ہوں کہ اپنی آواز اور لہجے پر غور کرو۔ کیا تم ایک نئی آواز اور نئے لہجے میں نہیں بول رہے ہو؟"

اس نے چونک کر بڑی سنجیدگی سے غور کیا پھر کہا "ہاں! میں تمہیں دیکھ کر خود کو بھول گیا تھا۔ اپنی آواز پر بھی توجہ نہیں دی واقعی میری آواز اور لہجہ بدل گیا ہے اور مجھے یاد نہیں آ رہا ہے کہ میری آواز پہلے کیسی تھی؟"

"پہلی آواز کو یاد نہ کرو۔ یہ سوچو کہ اب دیوی تمہارے دماغ میں نہیں آ سکے گی۔"

وہ ایک دم سے خوش ہو کر بستر پر اٹھ بیٹھا۔ جوشیلے انداز میں بولا "او گاڈ از گریٹ۔ دیوی جب تک میری نئی آواز اور لہجے کو نہیں سنے گی، میرے اندر نہیں آ سکے گی۔"

وہ بولی "اس لیے یہ نئی آواز اور لہجہ کسی کو نہ سناؤ۔ دیوی کسی الٹ کار کے ذریعے سن لے گی۔ گونگے بن کر رہو یا کوئی دوسری عارضی آواز اور لہجے میں بولو۔"

وہ آواز بدل کر خوشی سے بولا "ہاں۔ میں آزاد ہو گیا ہوں۔ مجھے ایک عورت کی غلامی سے نجات مل گئی۔ اب میں اس آواز میں نہیں بولوں گا جس کے ذریعے وہ میرے اندر دوبارہ پہنچ سکے گی۔ اس نے مجھ جیسے شاطر کو غلام بنا لیا تھا۔ آئندہ میں اسے قریب بھی نہیں آنے دوں گا۔"

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ اپنے سامنے بیٹھی ہوئی اجنبی حسینہ کو تعجب سے دیکھنے لگا۔ وہ مسکرا کر بولی "تم سوچ رہے ہو کہ تمہیں دیوی کے سحر سے کس نے نجات دلائی ہے؟ کیا میں نے؟"

"ہاں، مجھے بتاؤ۔ کیا تم نے مجھے یہ نئی زندگی دی ہے؟"

اس نے مسکراتے ہوئے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ ہرارے نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "بائی گاڈ! میں زندگی بھر تمہارا یہ احسان نہیں بھولوں گا۔ آج تم میرے کام آئی ہو۔ آئندہ تمہیں جب بھی میری ضرورت پڑے گی، میں تمہارے کام آیا کروں گا۔"

وہ بولی "ایک دوسرے کے کام آنے کے لیے ضروری ہے کہ ایک جگہ ایک چھت کے نیچے رہا جائے لیکن دو اجنبی ایک چھت کے نیچے کیسے رہ سکتے ہیں؟"

"سو سوری۔ میں نجات حاصل کرنے کی خوشی میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ تم کون ہو؟ اگر تم نے نجات دلائی ہے تو اس کا مطلب ہے تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

"ہاں جانتی ہوں۔ جب پولیس انسپکٹر تم سے باتیں کر کے چلا گیا تھا تب میں نے تمہیں خیال خوانی کے ذریعے سلا دیا تھا اور تم پر عمل کر کے یہ بات نقش کر دی کہ تم اپنی موجودہ آواز اور لہجے کو بھول جاؤ گے اور تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد نئی آواز اور نئے لہجے میں بولا کرو گے۔"

ہرارے نے کہا "تمہارا تنویمی عمل کامیاب رہا ہے۔ اب وہ آہنی شکنی والی میری نئی آواز کو نہ کبھی سن سکے گی اور نہ ہی میرے اندر آ سکے گی۔ تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر ہولے ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی "میرا نام پربھا ہے..... پربھارانی۔"

وہ حیرانی سے پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھنے لگا، پھر بولا "پربھا! دیوی پربھا!"

"ہاں میں وہی ہوں جو دیوی بن کر اصل دیوی کی راہ میں ڈالتی رہی۔"

"یعنی تم گروگیان رائے کے ساتھ آئی ہو اور تم دونوں عوامی جمہوریہ چین کے لیے کام کر رہے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "چین کبھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار لے کر کسی ملک میں نہیں گیا اور نہ ہی کسی گروگیان رائے کا کوئی وجود ہے۔ میں نے دیوی کو زیر زمین جانے پر مجبور کرنے کے لیے ایسا کیا تھا۔"

"کیا تمہارا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے؟"

"اس ادارے سے تعلق تھا۔ وہاں چند ہفتے رہ کر میں نے کچھ سیکھا ہے۔ یہاں بھارت میں دیوی کے زیر زمین جانے میں نے اس ادارے کے لیے کام کیا تھا۔ اب جناب تیمرزی نے ایت پر مجھے اپنے طور پر زندگی گزارنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اب میں تنہا ہوں لیکن مجھ میں اتنی صلاحیتیں اور اعتماد پیدا کر دیا گیا ہے کہ میں خود کو تنہا نہیں سمجھتی ہوں۔ بڑے مزے سے ایک نئی زندگی گزار رہی ہوں۔"

"یہ بابا صاحب کے ادارے کی بہت بڑی خوبی ہے کہ وہاں ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو غلام بنا کر نہیں رکھا جاتا۔ فرہاد نے مجھے بھی آزاد چھوڑ دیا تھا۔ آج کل ڈی کروسو بھی کہیں نہ کہیں سے اپنے طور پر زندگی گزار رہا ہے اور اب تمہاری بھی مثال سامنے آئی ہے۔ ہم سب اس ادارے کے ممنون اور احسان مند ہیں مگر یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ دشمن ہمیں ٹریپ کر کے ادارے کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔"

پربھا نے کہا "ہم اس ادارے کے مقروض ہیں۔ ہمیں کسی نہ کسی طرح یہ قرض ادا کرتے رہنا چاہیے۔ اس ادارے سے دور رہ کر بھی اس کے کام آتے رہنا چاہیے۔"

ہرارے نے کہا "وہ ادارہ ہمارے تعاون کا محتاج نہیں ہے لیکن ہم نے نیکی اور انسانیت کا جو درس وہاں سے حاصل کیا ہے اسی طرح انسانیت کی راہوں پر چلیں گے اور جس طرح ہمارے ساتھ نیکی کی گئی ہے اسی طرح ہم دوسروں سے نیکیاں کرتے رہیں تو گویا ہم اس ادارے کا قرض ادا کرتے رہیں گے۔"

"کیا ہم دونوں متحد ہو کر ایسا کر سکیں گے؟"

ہرارے نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تم میرے ساتھ رہو گی، میرا ساتھ دیتی رہو گی تو ہم بھی اپنی ذات میں ایک ادارہ بن جائیں گے۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر اس کے پاس بستر کے سرے پر آ گئی پھر بولی "ہماری دنیا میں اچھائیاں کم اور برائیاں زیادہ ہیں۔ میں تمہارے ساتھ رہ کر ایک اچھائی کا اضافہ کروں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے مائیک ہرارے کے شانے پر سرک دیا۔

○☆○

ایک کرسی پر سونیا اور دوسری پر آمنہ فرہاد بیٹھی ہوئی تھیں۔ دو سری دو کرسیوں پر تمارا عرف لکی سیون اور پارس تھے۔ میں سونیا کے اندر موجود تھا۔ پارس ایک کمپیوٹر کو آپریٹ کر رہا تھا۔ اس کمپیوٹر میں وہی ڈسک تھی جو عادل امریکا سے لایا تھا۔

اسکرین پر خلائی مخلوق کی اجنبی زبان ابھرنے لگی۔ لکی سیون اور پارس غور سے اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔ سونیا نے کہا "پارس تمہیں لکی سیون نے یہ زبان سکھائی ہے اسے پڑھ کر سناؤ۔"

پارس وہ زبان پڑھتے ہوئے ترجمہ سنانے لگا "اٹینشن پلیز! اٹینشن۔ بی بی کالنگ ٹو ماسٹر بی بی سیون۔ اٹینشن پلیز اٹینشن۔۔۔"

سونیا نے کہا "کمپیوٹر اسٹاپ کرو۔ لکی سیون! کیا تم جانتی ہو کہ بی بی اور پی پی کن الفاظ کے مخفف ہیں؟"

لکی سیون نے کہا "یہ دونوں نام ہیں۔ بدی بدی ایک خطرناک وچ لیڈی کا نام ہے۔ کالنگ کے وقت خود کو بی بی کہہ رہی ہے اور پی پی پاور پلانر کا مخفف ہے۔ میں خلائی زون کے دس پاور پلانرز کے متعلق تفصیل سے بتا چکی ہوں۔ اس وقت بدی بدی، پاور پلانر سیون کو کال کر رہی ہے۔"

پارس نے کمپیوٹر کو پھر آن کیا۔ بدی بدی کے دوبارہ کال کرنے پر اسکرین کی تحریر بدل گئی۔ وہاں لکھا ہوا تھا "یس بی بی! پی پی سیون اٹینڈنگ یو۔ مجھے یقین ہے، تم خیریت سے ہو اور مزید معلومات فراہم کرنے والی ہو۔"

"یس ماسٹر! تازہ ترین معلومات یہ ہیں کہ میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی میں ایک ایسا روبوٹ تیار ہو رہا ہے جس میں ایک مصنوعی دماغ کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ یہ مصنوعی دماغ ابھی تیاری کے مرحلے میں ہے۔ اس کی تکمیل پر روبوٹ دیکھ سکے گا، سن سکے گا اور پیش آنے والے خطرات سے اپنے لیے حفاظتی تدابیر کر سکے گا۔"

پی پی سیون کی تحریر ابھری "اس کا مطلب ہے، یہ ارضی مخلوق سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذریعے ایسے ہی کامیاب تجربات کرتی رہے گی تو میرے جیسے دس روبوٹ تیار کر لے گی۔"

"تم اس ارضی دنیا میں گوشت پوست کا جسم لے کر آئے ہو۔ یہاں کے لوگ تمہیں روبوٹ نہیں، اپنی طرح انسان سمجھیں گے لیکن تم سے کوئی غلطی یا کوتاہی ہو گی اور تم یہاں کسی شکنجے میں پھنس جاؤ گے تو اس دنیا کے سائنس دان تمہارا ایکسرے لیں گے۔ اور ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ تم روبوٹ ہو۔ وہ تمہارے جیسا گوشت پوست کا ایک مکمل مصنوعی دماغ رکھنے والا روبوٹ آسانی سے تیار کر لیں گے کیونکہ تم نمونے کے طور پر قیدی کی حیثیت سے ان کے سامنے رہو گے۔"

"تم بھول رہی ہو کہ کسی بھی پاور پلانر کے جسم کو ایٹمی ہتھیار بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ ہم فولادی شکنجوں کو توڑ کر نکلنے کی قوت رکھتے ہیں۔ یہاں کے سائنس دان ہمارے جیسے روبوٹ تیار

کرنے کے لیے کبھی مجھے نمونہ بنا کر نہیں رکھ سکیں گے۔ کوئی میرے قریب آنے کی جرأت ہی نہیں کر سکے گا۔"

"تم اپنے طور پر درست کہہ رہے ہو لیکن تم وہ وقت نہ آنے دو کہ وہ تمہارے مقابلے میں روبوٹ تیار کرلیں۔ اس سے پہلے ہی روبوٹ تیار کرنے والے دونوں سائنس دانوں اور ایک تکنیکی ماہر کو ختم کردو۔ میری معلومات کے مطابق ایک سائنس دان اور ایک تکنیکی ماہر کے بیوی بچے شکاگو میں رہتے ہیں۔ دوسرے سائنس دان کی فیملی واشنگٹن میں ہے۔ یہ تینوں کرسمس کا تہوار منانے ایک ہفتے کی چھٹی لے کر جانے والے ہیں۔ میں کرسمس سے دو دن پہلے شکاگو پہنچ جاؤں گی۔ تم بھی وہاں چلے آؤ۔ آج ۱۰ دسمبر ہے۔ تم ۲۲ دسمبر کو شکاگو پہنچ جاؤ۔"

"میں اسی تاریخ کو پہنچ جاؤں گا۔ اس ارضی دنیا پر قبضہ جمانے اور اپنی حکومت قائم کرنے سے پہلے یہاں کے تمام ترقیاتی پروجیکٹس کو ختم کرنا ہوگا۔ ہمارے مقابلے میں یہ دنیا کمزور ہوگی تب ہی ہم یہاں کے لوگوں پر حکمرانی کر سکیں گے۔"

بدی بدی نے کہا "گھر کا بھیدی سب سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔ ایمون ابابا کو یہ راز معلوم ہو چکا ہے کہ تم دس پاور پلانرز قدرتی تخلیق نہیں بلکہ سائنسی تخلیق ہو۔ تم لوگوں پر مصنوعی گوشت پوست کا خول چڑھا کر تمہیں خلائی مخلوق بنا دیا گیا ہے۔ ایمون ابابا ہمارے زون کا بہت ہی ذہین اور مکار سراغ رساں ہے۔ وہ یہ بھی معلوم کر چکا ہے کہ تین شیطانی فطرت کے سائنس دانوں نے تمہارے جیسے دس روبوٹ تیار کیے ہیں۔ میں ان تین میں سے ایک سائنس دان کی بیٹی ہوں اور اس ارضی دنیا میں تمہیں گائیڈ کرنے اور تم سے کئی اہم کام لینے آئی ہوں۔"

"بی بی! یہ درست ہے کہ گھر کا بھیدی زیادہ خطرناک ہوتا ہے لیکن تنہا ایمون ابابا ہمارا کیا بگاڑ سکے گا؟"

"اس کی تنہائی کو نہ دیکھو۔ اس کی ذہانت اور مکاری کو سمجھو۔ اس کی بیٹی ایمونا اور تمارا (لکی سیون) آپس میں سہیلیاں ہیں۔ تمارا ایک ایسے ادارے میں پہنچی ہوئی ہے جہاں ہماری جیسی خلائی مخلوق بھی داخل نہیں ہو سکتی۔ ابھی تو میں یہ سوچ کر مطمئن ہوں کہ تمارا زہریلی ہے اور زہریلے پن کے باعث اس کا حافظہ بہت ہی کمزور ہے۔ وہ ہم سب کو بھول چکی ہوگی۔ اسے کوئی بات چند سیکنڈ یا چند منٹ تک یاد رہتی ہے۔ جو خود کو بھول جاتی ہے وہ دوسروں کو کیا یاد رکھے گی لیکن تشویش یہ ہے کہ ایمون ابابا اگر اس ادارے میں تمارا کے پاس پہنچ جائے گا تو ہمارے بہت سے راز کھولنے کے علاوہ اپنے لیے تحفظ بھی حاصل کرلے گا۔"

"اس ادارے میں ایسی کیا بات ہے کہ ہم وہاں داخل نہیں ہو سکتے؟"

بدی بدی نے کہا "ہم سائنسی قوتوں کے حامل ہیں اور وہاں کے ایک بزرگ اور ایک خاتون روحانی قوتوں کے حامل ہیں۔ ان کے علاوہ ادارے میں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہماری ٹیلی پیتھی کی رینج بہت کم ہے۔ ہم زیادہ سے زیادہ ایک کلومیٹر کے فاصلے پر رہ کر ایک دوسرے کے دماغ تک سگنل پہنچاتے ہیں لیکن ارضی دنیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہزاروں کلومیٹر کی دوری تک اپنی سوچ کی لہروں کو دوسرے کے دماغ تک پہنچا دیتے ہیں۔"

"پھر تو ایمون ابابا کو اس ادارے میں پہنچنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ مجھے اس کی تصویر دکھاؤ۔"

کمپیوٹر میں جو ڈسک تھی اس میں اسی حد تک گفتگو فیڈ کی گئی تھی۔ پارس نے اس ڈسک کو نکال کر دوسری ڈسک لگائی پھر کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ اسکرین پر بدی بدی کی تحریر کہہ رہی تھی۔

"اس ارضی دنیا میں میرے علاوہ اور پانچ خلائی مخلوق ہیں۔ میں ان کے چہروں کے آؤٹ لائن اسکیچ پیش کر رہی ہوں۔ ان چہروں کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔ پہلے ایمون ابابا کو دیکھو۔"

اسکرین پر سے تحریر مٹ گئی۔ ایک شخص کے چہرے کی اسکیچ لائن بننے لگی۔ بیس پچیس سیکنڈ میں ایک چہرہ مکمل طور پر سامنے آگیا۔ اس کے ساتھ تحریر ابھرنے لگی۔ "یہ ایمون ابابا ہے۔ یہ ایک زبردست قیافہ شناس ہے۔ کسی کے بھی چہرے کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے مزاج اور ارادوں کو بھانپ لیتا ہے۔ ایک ذہین اور انتہائی تجربہ کار سراغ رساں میں جو خوبیاں ہوتی ہیں، وہ سب اس میں موجود ہیں۔"

اسکرین سے تصویر اور تحریر مٹ گئیں۔ ایک جوان لڑکی کی تصویر ابھری۔ بدی بدی کی تحریر نے کہا "یہ ایمون ابابا کی بیٹی ایمونا ہے۔ جب دس روبوٹ تیار کرنے والے تین شیطانی سائنس دانوں نے ایمون ابابا کو ہلاک کرنا چاہا تو وہ چالاک سراغ رساں اس سے پہلے ہی اپنی بیٹی ایمونا کو لے کر خلائی زون سے فرار ہو کر اس ارضی دنیا میں آگیا۔ میں ایمونا کے بارے میں کچھ نہیں جانتی لیکن اتنا جانتی ہوں کہ جس دن یہ اپنی سہیلی تمارا (لکی سیون) سے ملے گی تو پھر اس کے باپ ایمون ابابا کو تمارا کے ذریعے اس روحانی ادارے کی پشت پناہی حاصل ہو جائے گی۔"

اسکرین پر تحریر اور تصویر بدل گئی۔ اب لکی سیون نظر آرہی تھی اور بدی بدی کی تحریر کہہ رہی تھی "یہ تمارا ہے۔ نہایت زہریلی ہے۔ تم روبوٹ ہو۔ اس کے زہر سے تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا لیکن میرے لیے یہ موت ہے۔ اسے جہاں بھی دیکھو فوراً ہلاک کردو۔"

لکی سیون کے بعد اسکرین پر دھتورا اور روشنا کی تصویریں باری باری نظر آئیں۔ ان کے متعلق لکھا ہوا تھا کہ دونوں بھائی بہن ہیں۔ روشنا، بدی بدی کی سہیلی ہے۔ اس کے بہت کام آسکتی ہے لیکن دھتورا لالچی اور خود غرض ہے۔ جدھر فائدہ دیکھتا ہے، ادھر

لڑھک جاتا ہے۔

کمپیوٹر ڈسک میں اسی حد تک۔ معلومات فیڈ کی گئی تھیں۔ پارس نے کمپیوٹر کو آف کردیا پھر آمنہ فرہاد سے کہا "ماما! لکی سیون نے مجھے یہ زبان سکھائی اور اپنے طور پر خلائی مخلوق کے بارے میں جو کچھ جانتی تھی، بیان کردیا تھا لیکن بدی بدی اور پاور پلانرز سیون کی یہ تمام گفتگو سننے کے بعد بڑی حد تک ایسے حقائق سامنے آئے ہیں، جنہیں لکی سیون بھی نہیں جانتی تھی۔"

آمنہ فرہاد نے کہا "سب سے اہم اور بنیادی بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ جس طرح ہماری دنیا میں منفی خیالات رکھنے والے سیاست دان ہیں اسی طرح خلائی زون میں شیطانی مقاصد رکھنے والے سائنس دان ہیں۔ یہاں سیاست دانوں کی اور وہاں سائنس دانوں کی حکومت ہے۔ جس طرح لوگ یہاں کے سیاست دانوں کو سمجھ نہیں پاتے اسی طرح ہماری لکی سیون اپنے زون کے سائنس دانوں کو سمجھ نہیں پائی۔ اس نے ہمیں اتنا ہی بتایا، جتنا یہ جانتی تھی۔"

لکی سیون نے کہا "ابھی جو حقائق سامنے آئے ہیں، انہیں سمجھنے کے بعد میں حیران ہوں اور سوچ رہی ہوں کہ خلائی زون میں میری طرح لاکھوں افراد بدی بدی اور تین شیطانی سائنس دانوں کے فریب سے لاعلم ہیں۔ ان دس پاور پلانرز کو اپنی طرح خدا کی پیدا کردہ مخلوق سمجھتے ہیں اور ان سے خوف زدہ بھی رہتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "وہ یہی شیطانی کھیل کھیلنے کے لیے ہماری زمین پر آئے ہیں۔ ابھی ایک پاور پلانر آیا ہے اور اسے گائیڈ کرنے والی ایک شیطانی سائنس دان کی بیٹی آگئی ہے۔ یہ دونوں دوسرے شیطانی سائنس دانوں اور پاور پلانرز کو بلانے سے پہلے یہاں کے بہترین دماغوں کو کچل دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کوششوں کی ابتدا ایسا چوسٹس الکسی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے دو سائنس دانوں اور ایک تکنیکی ماہر کی ہلاکت سے ہوگی۔"

لکی سیون نے آمنہ فرہاد سے کہا "ماما! انہیں مرنا نہیں چاہیے۔ آپ اور جناب تمیزی ان بیچاروں کو ہلاکت سے بچا سکتے ہیں اور اس روبوٹ پاور پلانر کو روحانی قوتوں سے توڑ پھوڑ کر اپنی دنیا کو اور خلائی زون کی مخلوق کو دکھا سکتے ہیں کہ وہ تمام پاور پلانر خدا کی مخلوق نہیں ہیں بلکہ چند شیطانی سائنس دانوں کی پیداوار ہیں۔"

آمنہ فرہاد نے کہا "بیٹی! ہر کام کو انجام تک پہنچانے کا ایک مخصوص اور مناسب طریقہ ہوتا ہے۔ دنیا کے کسی بھی معاملے میں روحانی قوت سے نہیں بلکہ روحانی بصیرت اور انسانی عزائم سے کام لیا جاتا ہے۔ میں نے اور تمیزی صاحب نے پارس کو اسی لیے اپنے پاس رکھا اور تم دونوں کو روحانی بصیرت دی اور روحانیت کے کچھ اسرار بتائے تاکہ خلائی مخلوق میں سے جو شیطانی مقاصد لے کر آئے ہیں ان سے تم دونوں اپنی حکمتِ عملی سے نمٹ سکو۔"

میں نے سونیا کی زبان سے کہا "میں تو ہم امریکی حکام کو اطلاع دے سکتے ہیں کہ ان کے دو سائنس دان اور ایک تکنیکی ماہر کرسمس کی چھٹیوں میں ایک خلائی مخلوق کے ہاتھوں مارے جانے والے ہیں لیکن اس طرح بات پھیل جائے گی اور دشمن محتاط ہو جائیں گے۔ میں نے اس سلسلے میں آمنہ اور تمیزی صاحب سے گفتگو کی ہے۔ ہم سب نے یہ طے کیا ہے کہ خلائی مخلوق سے نمٹنے کے لیے لکی سیون پارس کے ساتھ رہے گی۔"

سونیا نے کہا "تمہارے پاس ایک چھوٹا سا ویڈیو کیمرا رہے گا۔ تم دونوں ۲۲ دسمبر سے پہلے شکاگو جاؤ گے اور اس روبوٹ پاور پلانر کی فلم تیار کرو گے۔ تمہیں کسی بھی حکمتِ عملی سے یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ پاور پلانر گوشت پوست کی مخلوق نہیں ہے۔"

لکی سیون اور پارس نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اس پاور پلانر کے سامنے جا کر مقابلہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس کی وردی میں نہ جانے کیسے کیسے خطرناک ہتھیار چھپے ہوئے تھے پھر بدی بدی کی ہدایت کے مطابق وہ پاور پلانر لکی سیون کو دیکھتے ہی کسی ہتھیار سے ہلاک کردیتا۔ ایسے میں سونیا کہہ رہی تھی کہ انہیں پاور پلانر کی ویڈیو فلم تیار کرنی ہوگی۔

سونیا نے کہا "ثانی جانتی ہے کہ بدی بدی سپر ماسٹر کے ساتھ کس شہر کے کس بنگلے میں رہتی ہے۔ ہم ثانی کو اطلاع کردیں گے کہ تم دونوں کس دن شکاگو پہنچو گے۔ ثانی بھی وہاں پہنچ کر بدی بدی کو ٹریپ کرے گی پھر اسے قیدی بنا کر اس کے شیطانی گروہ کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرے گی۔"

آمنہ نے کہا "میں اس موضوع سے ذرا ہٹ کر بول رہی ہوں۔ فرہاد علی تیمور کی نسل کو آگے بڑھانا ہے۔ ثانی اور علی اب تک شادی کے معاملے کو ٹال رہے ہیں۔ پارس زہریلا ہے۔ وہ شہناز (سابقہ شی تارا) کے ساتھ ازدواجی زندگی تو گزار سکتا ہے لیکن صاحبِ اولاد نہیں بن سکتا۔ ہمیں پوتوں اور پوتیوں کی ضرورت ہے۔ جس طرح لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اسی طرح زہر سے زہر کٹ جاتا ہے اسی لیے لکی سیون اور پارس کا نکاح کل صبح پڑھایا جائے گا۔ یہ دونوں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتے ہی اس ادارے کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

لکی سیون نے مسکرا کر پارس کو دیکھا۔ کسی شخص یا کسی ملک پر ظلم اور بربریت سے حکومت قائم کی جا سکتی ہے، اس کے برعکس محبت سے بھی کسی شخص یا کسی ملک پر حکومت کی جا سکتی ہے۔ بدی بدی اور پاور پلانر سائنس اور شیطانی قوتوں سے اس ارضی دنیا کو زیر کرنے آئے تھے۔ اس کے برعکس بابا صاحب کے ادارے سے ارضی دنیا اور خلائی زون کے درمیان پیار بھرے رشتوں کا آغاز کیا جا رہا تھا۔ خدا میں پتا نہیں ایسے کتنے زون ہوں گے جہاں خالقِ

کائنات کی مخلوقات آباد ہوں گی۔ ابھی ایک خلائی زون کی مخلوق سے ابتدائی تعارف ہوا تھا۔ اس تعارف کی ابتدا میں پارس اور لکی سیون کی شادی تمام خلائی مخلوقات کے لیے محبت کا پیغام تھی۔

شہناز (سابقہ شی تارا) اور پارد (سابقہ پوجا) بابا صاحب کے ادارے میں واپس آگئی تھیں۔ بہت پہلے شہناز نے پارس سے کہا تھا کہ وہ جانتی ہے' کبھی پارس کے بچے کی ماں نہیں بنے گی۔ اس کے باوجود وہ پارس کی شریکِ حیات بن کر زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ اب وہ پارس کی شریکِ حیات تھی اور اس نے پارس کی نسل کو آگے بڑھانے کی خاطر لکی سیون سے اس کی شادی پر اعتراض نہیں کیا تھا۔

دوسری صبح ان کا نکاح پڑھا دیا گیا۔ بابا صاحب کے ادارے میں نہ کسی کو بوائے فرینڈ یا گرل فرینڈ بنانے کی اجازت تھی اور نہ ہی میاں بیوی وہاں کسی ایک کوارٹر میں رہ سکتے تھے اس لیے نکاح کے بعد انہیں ادارے سے باہر جانے کی ہدایت کی گئی۔

جب وہ رخصت ہونے لگے تو جناب تمیرزی نے کہا "سپر اسٹر کے پنگلے سے عادل جوڈ سکس اٹھا لایا تھا ان کے بارے میں بدی بدی سمجھ رہی ہے کہ وہ اس ادارے میں پہنچی ہوں گی اور ہم نے لکی سیون کے ذریعے اس خلائی مخلوق کی زبان کا ترجمہ سن لیا ہوگا۔ اس طرح ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہوگا کہ کرسمس کی چھٹیوں کے دوران شکاگو اور واشنگٹن میں کیا واردات ہونے والی ہے۔ بدی بدی یہ بھی سمجھ رہی ہے کہ ہماری طرف سے اس واردات کو روکنے کی کوشش کی جائے گی لہٰذا دشمنوں کو غافل نہ سمجھو۔ بدی بدی اور پاور پلانر سیون ہمارا مقابلہ کرنے کے لیے پہلے سے تیار رہیں۔"

وہ دونوں جناب تمیرزی اور تمام بزرگوں کی دعاؤں کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ تقریباً تین گھنٹے بعد ادارے کی جانب سے فیکس کے ذریعے تمام بڑے ممالک اور دیگر تمام اہم تنظیموں کو پیغامات ارسال کیے گئے۔ فیکس کے ذریعے کہا گیا "بابا فرید واسطی (مرحوم) کے ادارے سے محبت کا پیغام تمام کائنات کے نام۔ ادارے کے روحِ رواں سید علی اسد اللہ تمیرزی کی جانب سے یہ خوش خبری گوش گزار کی جاتی ہے کہ پارس ولد فرہاد علی تیمور سکنہ ارضی دنیا اور تمارا عرف لکی سیون سکنہ خلائی زون رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو چکے ہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ خلا میں اور کتنے زون ہیں اور کتنی مخلوقات ہیں۔ ہم ارضی دنیا اور خلائی مخلوق کی دو ہستیوں کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر کے دو مختلف مخلوقات کے درمیان محبت اور دوستی کی ابتدا کر رہے ہیں۔ خلا کی دوسری تمام مخلوقات کو بھی ہم محبت اور امن و امان کی دعوت دیتے ہیں اور اپنی ارضی دنیا کے تمام سائنس دانوں' ڈاکٹروں اور دانش وروں سے توقع کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اس محبت و دوستی کے مشن کو جاری رکھیں گے۔ ہم ایسے نیک مقاصد کی تکمیل کے لیے ان سے ہر طرح کا تعاون کرتے رہیں گے۔ ادارے کی جانب سے سلامتی اور دعائیں۔"

یہ خوش خبری اور محبت کا پیغام ارسال کرنے کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ سپر اسٹر کے ذریعے پارس اور لکی سیون کی شادی کی خبر بدی بدی اور پاور پلانر سیون تک بھی پہنچے پھر وہ اپنے ذرائع سے یہ خبر خلائی زون تک پہنچا سکتے تھے۔

جناب تمیرزی کا امن و امان اور محبت کا پیغام ہر اس جگہ پہنچا جہاں وہ چاہتے تھے۔ اس ارضی دنیا میں خلائی مخلوق کی باتیں سالہا سال سے ہوتی چلی آئی ہیں لیکن اس خلائی مخلوق کے تذکرے کو ایک مفروضہ ہی سمجھا گیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے یہ پیغامِ محبت جہاں بھی پہنچا' وہاں کے ممالک اور اہم تنظیموں نے اس بات پر یقین نہیں کیا کہ اس زمین پر خلائی مخلوق سے تعلق رکھنے والے چند افراد آچکے ہیں اور ان میں سے تمارا عرف لکی سیون بابا صاحب کے ادارے میں تھی اور اب پارس کی شریکِ حیات بن کر ادارے سے کہیں چلی گئی ہے۔

اس سلسلے میں کئی ممالک اور تنظیموں کی جانب سے ادارے میں خطوط آئے۔ یہ پوچھا گیا کہ جو پارس کی شریکِ حیات بن چکی ہے اس کے بارے میں کیا ثبوت ہے کہ وہ خلا سے آئی ہے اور اس کے علاوہ بھی چند افراد ارضی دنیا میں موجود ہیں۔

ایسے خطوط کے جواب میں کہا گیا۔ ثبوت پیش کرنے کے لیے لکی سیون کو دنیا والوں کے سامنے پیش نہیں کیا جائے گا کیونکہ خلائی زون سے آنے والے اس کے کئی دشمن ہیں۔ ویسے اس زمین پر خلائی مخلوق کی موجودگی کی تصدیق سپر اسٹر کر سکتا ہے۔

بڑے بڑے ممالک نے امریکی حکام سے رجوع کیا۔ اسرائیل میں برین آدم اور الپا کے پاس بھی ایک خلائی شخص دھتورا پہنچا ہوا تھا۔ برین آدم نے بھی انجان بن کر سپر اسٹر سے یہی سوال کیا۔ "کیا ہماری زمین پر خلائی مخلوق کا وجود ہے؟"

سپر اسٹر کی طرف سے جواب جاری ہوا "ہم اپنی دنیا کے لوگوں کو یہاں ان کی آمد سے بے خبر نہیں رکھنا چاہتے۔ خلائی مخلوق میں کچھ ہمارے دوست ہیں اور کچھ دشمن اور جو دشمن ہیں' وہ بے حد خطرناک ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہم سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ شاید ہم ان کے ایک پاور پلانر کا بھی مقابلہ نہ کر سکیں۔ ہم اپنی دنیا کے تمام بہترین سائنس دانوں اور غیر معمولی ذہانت رکھنے والوں کی ایک بہت بڑی ٹیم بنا رہے ہیں۔ ہر بڑے ملک میں ایسی ٹیمیں بنیں گی اور ناقابلِ شکست خلائی پاور پلانر کو کسی طرح بے بس کر کے اس کے جسم اور دماغ کا ایکسرے لیا جائے گا اور اس کے اندرونی جسمانی اور دماغی نظام کو سمجھ کر اس کے مقابلے میں ہم بھی ایسے ہی روبوٹ پاور پلانر تیار کریں گے۔

"خلائی مخلوق کی عورتیں بے حد حسین ہوتی ہیں۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ نہ انہیں سردی لگتی ہے' نہ گرمی اور نہ بارش انہیں نقصان پہنچاتی ہے۔ خلائی مخلوق کے مردوں کے کان ہم انسانوں سے قدرے بڑے ہوتے ہیں۔ ان کے سر کا درمیانی حصہ اونٹ

کے کوہان کی طرح اٹھا ہوتا ہے اور پیشانی چوڑی اور ابھری ہوئی ہوتی ہے۔ ایسی ہستیاں جسے نظر آئیں' وہ فوراً امریکی حکام کو اطلاع دے۔ اطلاع دینے والوں کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔"

سپر اسٹر کی یہ پیش کش اخبارات میں شائع ہو رہی تھی۔ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے بھی اعلان کیا جا رہا تھا۔ اس طرح یہ فائدہ حاصل ہونے والا تھا کہ بڑے کان والا' ابھرے ہوئے سر والا اور چوڑی ابھری ہوئی پیشانی والا کوئی شخص اب عام لوگوں کے درمیان نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لوگ اسے دیکھتے ہی پکڑ لیتے اور امریکی حکام کے حوالے کر کے منہ مانگا انعام پاتے۔

جناب تمیرزی کے پیغامِ محبت کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ ایمونا بابا اپنی بیٹی ایمونا کے ساتھ چھپتا ہوا بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا۔ اس نے جناب تمیرزی کے حجرے میں حاضر ہو کر کہا "آپ نے تمام ارضی اور خلائی مخلوق کو محبت اور امن و امان کا پیغام دیا ہے۔ میں نے بحیثیت ایک سراغ رساں آپ کے اور اس ادارے کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ میں اس یقین کے ساتھ یہاں آیا ہوں کہ ہم باپ بیٹی کو یہاں پناہ ملے گی۔"

ایمونا نے کہا "تمارا میری بہت عزیز سہیلی ہے۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ اس دنیا کے ایک جوان سے اس کی شادی ہو چکی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ تمارا کے جانے کے بعد میں یہاں آئی ہوں۔ پتا نہیں اس سے کبھی مل سکوں گی یا نہیں؟"

جناب تمیرزی نے کہا "خدا بہتر جانتا ہے کہ تم اپنی سہیلی سے کب مل سکو گی' لیکن تم ابھی اس سے گفتگو کر سکو گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "آپ بہت اچھے ہیں۔ پلیز اس سے گفتگو کرا دیں۔"

"تمہارے دماغ میں سوچ کی لہریں پہنچیں گی تو تمہیں گدگدی سی محسوس ہوگی اور تم سانس روک لو گی لیکن تمارا تمہارے دماغ میں کر تمہاری خلائی زبان میں بولے گی تو تم گدگدی اور اجنبیت محسوس نہیں کرو گی۔ ابھی وہ تمہارے پاس آنے والی ہے۔"

جناب تمیرزی نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "لکی سیون! ہماری سہیلی ایمونا اپنے باپ کے ساتھ ادارے میں پناہ حاصل کرنے آئی ہے۔ کیا تم اس کے دماغ میں پہنچ کر خلائی زبان میں نہیں کر دو گی؟"

"ضرور کروں گی۔ مجھے خوشی ہے کہ میری سہیلی آپ کی پناہ میں پہنچ گئی ہے۔ اس کا باپ ایمون ابابا بہت ذہین سراغ رساں ہے۔ ادارے کے بہت کام آئے گا۔ آپ مجھے ایمونا کی آواز سنائیں۔ بہت عرصہ ہو چکا ہے' میں اس کی آواز اور لہجہ بھول گئی ہوں۔"

انہوں نے ایمونا سے کہا "بیٹی! اپنی خلائی زبان میں اپنی سہیلی کو مخاطب کرو۔ وہ تمہارے دماغ میں آئے گی۔"

ایمونا خلائی زبان میں کچھ کہنے لگی پھر چپ ہو کر خلا میں تکنے لگی۔ وہ اپنے اندر تمارا عرف لکی سیون کو بولتے ہوئے سن رہی تھی۔

"ایمونا! میری سہیلی! میری جان! ہم دونوں ایک دوسرے کی تلاش میں بھٹکتے رہے لیکن یوں بھٹکنا رائگاں نہیں گیا۔ مجھے ایک ایسا جیون ساتھی مل گیا ہے جو میری طرح زہریلا ہے اور بڑی حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔ تم بھی بھٹکتی ہوئی اسی ادارے میں پہنچ گئی ہو۔ یہاں تمہیں دوست ہی دوست اور محبت ہی محبت کرنے والے ملیں گے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں زمین کا اور خلا کا کوئی دشمن قدم نہیں رکھ سکتا۔ تم ایمون ابابا کے ساتھ ہر طرح سے محفوظ رہو گی۔"

"یہ ہم باپ بیٹی کی خوش قسمتی ہے۔ کیا تم جانتی ہو کہ تمہاری دشمن بدی بدی یہاں تنہا نہیں بلکہ خطرناک پاور پلانر سیون کے ساتھ آئی ہے۔ اس کی سہیلی روشنا اور دھتورا بھی اس زمین پر کہیں ہیں۔"

"یہ باتیں مجھے کچھ دنوں پہلے معلوم ہوئیں۔ تم اپنے بابا سے کہو۔ وہ پاور پلانر سیون کے بارے میں جو کچھ جانتا ہے وہ بابا صاحب کے ادارے کے سائنس دانوں کو بتا دے۔"

ایمونا نے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ وہ جناب تمیرزی سے کہہ رہا تھا "وہ تین شیطانی ذہن رکھنے والے سائنس دانوں کا ایک فولادی قلعہ ہے۔ اس کے اندر وہ حیرت انگیز سائنسی تجربات کرتے رہتے ہیں۔ اس قلعے کے باہر ایسے الیکٹرونک آلات نصب کیے گئے ہیں کہ ان کی دیواروں سے دس گز کے فاصلے سے بھی کوئی گزرے تو اندر تینوں سائنس دانوں کو اطلاع مل جاتی ہے اور قلعے کی دیواروں سے نادیدہ ایٹمی ہتھیاروں سے فائرنگ ہوتی ہے۔ وہاں سے گزرنے والا کوئی انسان یا جانور زندہ نہیں رہتا۔"

"تمہیں یہ راز کیسے معلوم ہوا کہ وہ دس پاور پلانر تمہاری جیسی خلائی مخلوق نہیں ہیں بلکہ مشینی روبوٹ ہیں اور ان کے مشینی جسم پر گوشت پوست کا خول چڑھایا گیا ہے؟"

ایمون ابابا نے کہا "ہمارے خلائی زون میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم لازمی تھی۔ ان تین سائنس دانوں نے وہاں کے عوام کو ایسی لازمی تعلیم سے محروم کر دیا۔ یہ پابندیاں عائد کرنے سے پہلے میں تعلیم حاصل کر چکا تھا۔ وہ تینوں مجھے صرف ایک سراغ رساں کی حیثیت سے جانتے تھے۔ میں نے ایک ایسا کیمرا تیار کیا' جس کے لینس فولادی چادر کے آر پار کی تصویریں اتارتے تھے۔

"مجھے یہ تجسس تھا کہ پاور پلانر کیا بلا ہیں جن کے ذریعے وہ تینوں سائنس دان ہمارے خلائی زون کے لوگوں پر حکومت کرنے اور انہیں سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیمات سے محروم کرنے لگے تھے۔

"ان میں سے جو سائنس دان قلعے سے باہر عام آبادی میں آتا تھا' وہ اپنے باڈی گارڈ کے طور پر ایک پاور پلانر کو اپنے ساتھ لایا

کرتا تھا۔ ایک بار بدی بدی کا باپ ایک پاور پلانر کے ساتھ ہماری بستی میں آیا تو میں نے چھپ کر اس کے سر کی ایک تصویر اتاری۔ میرے انسٹنٹ کیمرے سے بلک جھپکتے ہی تصویر اتر کر کیمرے سے باہر آجاتی ہے۔ میں نے وہ تصویر دیکھی تو پاور پلانر کا سر گوشت پوست کا نہیں تھا۔ اس کے سر میں دماغ کی جگہ ایک جدید طرز کا کمپیوٹر ہے۔ وہ کمپیوٹر پیچیدہ تاروں کے ذریعے پاور پلانر کی آنکھوں' ناک' منہ اور کانوں سے منسلک ہے۔ آنکھوں کے پیچھے دو ننھے کیمرے ہیں۔ وہ کیمرے دماغ کی کمپیوٹرائزڈ سکرین پر وہ تمام مناظر پیش کرتے ہیں جو پاور پلانر کی مصنوعی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔

"اسی طرح کانوں کے پیچھے آلۂ سماعت ہے۔ حلق کے اندر بولنے کے لیے اسپیکر ہے۔ اسکرین کے مناظر کے مطابق کمپیوٹر آلۂ سماعت کو سننے کا پاور (قوت) اور اسپیکر کی قوتِ گویائی سپلائی کرتا ہے۔

"میں دوسری تصویر نہ اتار سکا۔ اس پاور پلانر نے بدی بدی کے باپ سے کہا "رک جاؤ ماسٹر! میں نے ابھی دماغ (کمپیوٹر) کی اسکرین پر ایک کیمرے کی جھلک دیکھی ہے۔ اس کیمرے کی لیزر شعاعیں میرے سر کی فولادی چادر کے پار ہو کر اسکرین تک چلی آئی تھیں۔"

"میں جہاں چھپا ہوا تھا' وہاں سے فوراً فرار ہو گیا۔ میں نے خطرے کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اس پاور پلانر کے کمپیوٹر دماغ کی اسکرین پر کیمرے کی ایک جھلک آئی تھی تو کیمرے کے ساتھ میری آنکھیں اور میرا چہرہ بھی اس کمپیوٹر کی یادداشت میں محفوظ ہو گیا ہو گا۔

"جن دنوں ان شیطان صفت سائنس دانوں کی حکومت نہیں تھی ان دنوں سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیمات حاصل کرنے والوں کے پاس طرح طرح کے سائنسی آلات ہوتے تھے اور خلائی زون سے باہر نکل کر کائنات کا وسیع علم حاصل کرنے کے لیے فلائنگ کیپسول ہوا کرتے تھے۔ وہ کیپسول پندرہ فٹ لانبے ایک چھوٹے طیارے کی طرح ہوتے تھے۔ ایسا ہی ایک کیپسول میں نے ایک غار میں چھپا کر رکھا تھا۔ جب میں اپنی بیٹی ایمونا کے ساتھ اس کیپسول میں بیٹھ کر پرواز کر رہا تھا' تب پورے خلائی زون میں یہ اعلان کیا جا رہا تھا کہ ایمون ابابا جہاں بھی ہے' فوراً پاور پلانر سیون کے سامنے حاضر ہو جائے ورنہ ہمارے جاسوس اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔

"ان تینوں سائنس دانوں کو بعد میں معلوم ہوا کہ میں بھی ایک سائنس دان ہوں اور ایک فلائنگ کیپسول کے ذریعے اس زون سے باہر جا چکا ہوں۔ دوسرے سیاروں کے مقابلے میں یہ ارضی دنیا ہمارے زون سے قریب ہے۔ دشمن سمجھ گئے کہ میں فلائنگ کیپسول میں زیادہ دور تک سفر نہیں کر سکوں گا۔ سیدھا زمین کی طرف جاؤں گا اسی لیے وہ پاور پلانر سیون' بدی بدی کی راہنمائی میں یہاں پہنچا ہوا ہے اور مجھے تلاش کر رہا ہے۔"

ایمون ابابا نے جناب تمیرزی کے سامنے وہ کیمرا اور ایک تصویر پیش کرتے ہوئے کہا "یہی وہ کیمرا اور وہ تصویر ہے۔"

وہ ایک فولادی سر اور جدید طرز کے کمپیوٹر کی تصویر تھی۔ جناب تمیرزی نے فون کے ذریعے ادارے کے انچارج کو بلایا۔ جب وہ حاضر ہوا تو انہوں نے کہا "یہ باپ بیٹی ہمارے ادارے میں رہیں گے۔ انہیں رہائش کے لیے ایک کوارٹر دو اور ہمارے تجربہ کار سائنس دانوں سے مسٹر ایمون ابابا کی ملاقات کراؤ۔ ادارے کے سائنس دان مسٹر ایمون ابابا کے ساتھ مل کر کچھ حیرت انگیز تجربات کر سکیں گے۔"

دونوں باپ بیٹی نے اٹھ کر انہیں سلام کیا۔ لکی سیون اپنی سہیلی کے اندر رہ کر یہ سب کچھ سن رہی تھی۔ اس نے کہا "ایمونا! جاؤ' ابھی آرام کرو۔ میں پھر کسی وقت آؤں گی۔ خدا حافظ۔"

ایمونا نے کہا "ذرا سنو۔ ہماری خلائی زبان میں "خدا حافظ" پہلی بار سن رہی ہوں۔ اس کا مطلب کیا ہے؟"

"اس کا مطلب ہے' خدا تمہاری حفاظت کرے۔ اب تم پوچھو گی کہ خدا کیا ہوتا ہے؟ ہمارے خلائی زون میں نہ کوئی مذہب ہے اور نہ کسی کا کوئی خدا' گاڈ اور بھگوان ہے اسی لیے میں ابھی تمہیں سمجھا نہیں سکوں گی۔ اس ادارے میں آئی ہو تو تمہیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔ اچھا پھر ایک بار خدا حافظ۔"

لکی سیون اپنی سہیلی کے دماغ سے چلی گئی۔

○☆○

امریکا اور اسرائیل کے لیے یہ بات زیادہ اہم تھی کہ لکی سیون اور پارس بابا صاحب کے ادارے سے نکل آئے ہیں۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ وہاں میاں بیوی کو ایک ساتھ رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ ان دونوں کے ادارے سے نکلنے کا مقصد یہی سمجھا جا رہا تھا کہ وہ کسی خاص مشن کے لیے کسی خاص ملک کی طرف روانہ کیے گئے ہیں اور یہ قیاس آرائی کی جا رہی تھی کہ لکی سیون اپنے خلائی زون کے باشندوں سے کسی طرح رابطہ کر رہی ہو گی۔ اس دنیا میں ایمون ابابا اور ایمونا جیسے دوستوں سے پارس کے ساتھ ملاقات کرنے گئی ہو گی۔

بدی بدی نے اندر کی بات سمجھ لی تھی۔ وہ ڈسکس جو چرائی گئی تھیں ان کے ذریعے بدی بدی اور پاور پلانر سیون کے خطرناک منصوبوں کا علم بابا صاحب کے ادارے کو ہو گیا ہو گا۔ لہٰذا تمارا (لکی سیون) اور پارس ضرور شکار ہو جائیں گے تاکہ پاور پلانر سیون جیسا چوسٹس کے سائنس دانوں کو ہلاک نہ کر سکے۔ جناب تمیرزی نے یہ بات پہلے ہی لکی سیون اور پارس سے کہہ دی تھی کہ بدی بدی اور پاور پلانر سیون محتاط ہو جائیں گے اور شاید اپنے منصوبے میں تبدیلی کریں گے۔

یوں دیکھا جائے تو ان کی تبدیلی کو سمجھنا دشوار تھا کیونکہ ثانی صرف سپر ماسٹر کے اندر رہ کر بدی بدی کی مصروفیات کو کسی حد تک معلوم کر سکتی تھی۔ ادھر بدی بدی بظاہر سپر ماسٹر کی دوست بن کر اس کے کام آ رہی تھی لیکن ڈسکس کے ذریعے انکشاف ہوا تھا کہ وہ سپر ماسٹر کو بھی دھوکا دے رہی ہے۔ اسے یہ نہیں بتایا ہے کہ پاور پلانر سیون دراصل روبوٹ ہے اور بدی بدی کے کنٹرول میں رہتا ہے۔

بدی بدی اور پاور پلانر سیون کے درمیان کمپیوٹر کے ذریعے جو خفیہ رابطے ہوا کرتے تھے ان کا علم سپر ماسٹر کو نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح ثانی بھی سپر ماسٹر کے اندر رہ کر یہ معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ بدی بدی خفیہ طور پر کیا کر رہی ہے؟

لیکن ثانی کے لیے ایک کڑی سے دوسری کڑی جوڑنا کچھ مشکل نہ تھا۔ اس نے لکی سیون کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا پھر پوچھا "کیا تم خلائی زبان میں سوچ کی لہروں کو بدی بدی کے دماغ تک پہنچاؤ گی تو وہ گدگدی محسوس کرے گی؟"

"نہیں۔ میں خلائی زبان میں اپنی سہیلی ایمونا سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کر چکی ہوں۔ ہم خلائی مخلوق کے دماغوں میں صرف پرائی زبانوں کی سوچ کی لہروں سے ایک سرسراہٹ سی محسوس ہوتی ہے جو گدگدی کا سبب بنتی ہے۔"

"اگر تمہاری سہیلی نے گدگدی محسوس نہیں کی تھی تو بدی بدی بھی محسوس نہیں کر سکے گی۔ تمہیں اس کے اندر جاتے رہنا چاہیے۔ وہ ضرور اپنے منصوبے میں تبدیلی کرے گی۔"

"میں نے ڈسکس کے ذریعے بدی بدی کی تحریر پڑھی ہے۔ بہت عرصے پہلے خلائی زون میں اس کی آواز سنی تھی۔ وہ مجھے یاد نہیں ہے۔"

"تم میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں سپر ماسٹر کے اندر پہنچاؤں گی اور تمہیں بدی بدی کی آواز سناؤں گی۔"

لکی سیون نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اس کے ذریعے سپر ماسٹر کے اندر پہنچ گئی۔ اس وقت وہاں رات کے نو بجے تھے۔ سپر ماسٹر 'بدی بدی' کو آغوش میں لیے اس کے ہاتھ سے شراب پی رہا تھا۔ اس نے ثانی کی مرضی کے مطابق کہا "تمہارے حسن و شباب نے مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ میں تمہیں خلائی زون میں واپس نہیں جانے دوں گا۔ ہمارے بچے اسی زمین پر پیدا ہوں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم تو میرے ہاتھ سے دوسرا پیگ پیتے ہی لڑھک جاتے ہو۔ بچوں کے باپ کیا خاک بنو گے؟"

"ہاں' کیا کروں؟ تمہارے ہاتھوں میں بھی جادو ہے۔ جب پلاتی ہو تو مدہوش ہو جاتا ہوں۔"

"تم ہو بڑے دلچسپ۔ میں تمہیں اپنے ساتھ خلائی زون میں لے جاؤں گی۔"

"پہلے تم مجھے اپنی خلائی زبان سکھاؤ' پھر میں خلا میں جاؤں گا۔"

"ابھی تم نشے میں ہو۔ میری زبان کا ایک لفظ بھی تمہارے پلے نہیں پڑے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ کل سیکھوں گا لیکن ابھی کچھ سناؤ۔ معلوم تو ہو کہ اپنی زبان بولتے وقت تم اور کتنی حسین لگتی ہو۔"

"تم دنیا والوں کے لیے اور خاص طور پر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے ایک چالاک سپر ماسٹر ہو اور میں نے تمہارے جیسے چالاک اور بہت بڑے عہدے دار کو اپنا غلام بنا کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ تم میرے سامنے اتنے بے بس ہو جاتے ہو کہ ہر رات میرے بیڈ روم میں آنے سے پہلے ہی اپنے بیڈ روم میں ہوش سے بے گانہ ہو جایا کرتے ہو۔"

سپر ماسٹر نے ہاتھ اٹھا کر کہا "بس بس۔ میں جانتا ہوں' تم اپنی زبان میں میری تعریفیں کر رہی ہو۔"

لکی سیون نے ثانی سے کہا "تمہارا شکریہ' اب میں بدی بدی کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ وہاں سے اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد تمہارے پاس آؤں گی اور ہاں یہ پارس تم سے کچھ کہہ رہا ہے۔"

لکی سیون چلی گئی تو پارس نے کہا "ہیلو!"

"ہیلو بدمعاش! تم بھی لکی سیون کے ساتھ اتنی دیر سے میرے دماغ میں تھے؟"

"ہاں' مگر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہارے چور خیالات پڑھنے کی بدمعاشی نہیں کی ہے۔ یہ مجھے بدمعاش کہنے والا لفظ واپس لو۔"

"ارے کیا بدمعاش نہ کہنے سے کوئی بدمعاش فرشتہ بن جاتا ہے؟ کتے کی دُم سیدھی ہو سکتی ہے مگر تمہاری کوئی کل سیدھی نہیں ہو سکتی۔"

"کیسی بدمزاج ہو گئی ہو۔ یہ جب سے علی تمہیں چھوڑ کر گیا ہے تب سے تمہارے لاشعور میں یہ جنگ جاری رہتی ہے کہ تمہارا وہ ہونے والا تم سے جدا ہو کر تنہائیوں میں کیا کرتا ہو گا۔"

"یہ تمہاری بدمعاشی ہے' تم میرے چور خیالات پڑھ رہے تھے۔"

"بائی گاڈ! نہیں پڑھ رہا تھا۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جو لڑکیاں ایک ہی مرد کو اپنا بنا کر رکھتی ہیں وہ اسی بے چینی میں مبتلا رہتی ہیں کہ ان کا چاہنے والا کسی دوسری چاہنے والی کی زلفوں میں نہ الجھ گیا ہو۔ تمہاری بھی یہی سائیکالوجی ہے۔"

"بکواس ختم ہو چکی ہے تو اب جاؤ یہاں سے۔"

"جسے تم بکواس کہہ رہی ہو اگر میں اسے سچ ثابت کر دوں تو؟"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میرا علی کسی کی زلفوں کا اسیر ہو گیا ہے؟"

"میرے کہنے سے کبھی یقین نہیں کرو گی۔ میرے دماغ میں آؤ۔ میں ابھی ثبوت پیش کر رہا ہوں۔"

ثانی نے اس کے پاس آ کر کہا "لو میں آ گئی' ثبوت پیش کرو۔"

"میں استنبول کی ایک حسینہ کے دماغ میں تمہیں پہنچا رہا ہوں۔ تم اس کے چور خیالات پڑھو۔ دودھ کا دودھ' پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

اس نے ثانی کو ایک حسینہ کے دماغ میں پہنچا دیا۔ وہ پارس کے دماغ سے نکل کر حسینہ کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ وہ بستر پر لیٹی کچھ سوچ رہی تھی "یہ برادر کبیر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ دو ماہ پہلے وہ برادرانہ تھا۔ میرے ساتھ کتنے ہی رنگین و سنگین لمحات گزار چکا ہے لیکن پچھلے دو ہفتوں سے کچھ بدل گیا۔ مجھ سے ایسے دور رہنے لگا ہے جیسے جانتا ہی نہ ہو لیکن میں ہارماننے والی نہیں ہوں۔ آخر اس نے اپنی بانہوں میں جکڑ لیا۔ ہائے کیا گبرو جوان ہے۔ آج تو اس نے توڑ مروڑ کر رکھ دیا....."

ثانی اس کے آگے چور خیالات نہ پڑھ سکی۔ وہ حسینہ اس برادر کبیر کے بارے میں سوچ رہی تھی جو دو ہفتے پہلے اس سے گریزاں رہتا تھا اور اب اس حسینہ کی بانہوں میں چلا گیا تھا اور پچھلے دو ہفتوں سے جو برادر کبیر بنا ہوا تھا' وہ علی تھا۔

ثانی کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کا علی سستے جذبات کا شکار ہو جائے گا۔ وہ صدمے سے نڈھال ہونے لگی۔ پارس نے اسے مخاطب کیا تو وہ غصے سے بولی "چلے جاؤ یہاں سے۔ سارے مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔ کبھی ایک محبت کرنے والی کے ساتھ ساری زندگی نہیں گزارتے۔ کسی دوسری کے دیوانے ہو کر اپنی پیار کرنے والی کی توہین کرتے ہیں۔"

"تم مجھے غصہ کیوں دکھا رہی ہو۔ جو تمہارے اعتماد کو دھوکا دے رہا ہے اس ہرجائی کا محاسبہ کرو۔"

وہ چیخ کر بولی "ہاں وہ ہرجائی ہے۔"

"صرف ہرجائی نہیں' عیاش اور بدمعاش بھی ہے۔"

"ہاں عیاش ہے' بدمعاش ہے۔"

"اور کم ظرف ہے۔"

"ہاں۔ کم....." وہ کہتے کہتے رک گئی پھر بولی "اے تم کون ہوتے ہو اسے کم ظرف کہنے والے؟ یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔"

"تعجب ہے۔ وہ تمہیں اُلّو بنا رہا ہے۔ تمہیں گدھی سمجھ کر سبز چراگاہ پر سے دل بہلانے لگا ہے اور تم اسے کم ظرف نہیں کہتی ہو۔ چلو شیطان کہہ دو۔"

"شیطان تم ہو' تم ضرور کوئی شیطانی کر رہے ہو۔ میں ابھی علی کے پاس جا کر معلوم کرتی ہوں۔"

علی چائے پی رہا تھا اور برادر کبیر کی حیثیت سے ایک منصوبے پر غور کر رہا تھا۔ ثانی نے کوڈ ورڈز ادا کیے تو اس نے کہا "اچھا تم ہیں ایک بہت ہی اہم منصوبے پر عمل کرنے کے طریقہ کار پر غور کر رہا ہوں۔ تم جاؤ' میں تھوڑی دیر بعد تم سے خود رابطہ کروں گا۔"

"اب مجھ سے رابطہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ابھی دوسری سے دل بہلاؤ۔"

"کیا مطلب؟ یہ دوسری کون ہے؟"

"وہی جس کے پاس چند گھنٹے پہلے تھے۔ آخر تم سستے جذبات سے مغلوب ہو ہی گئے؟"

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے یا وہ شیطان تمہارے پاس ہے۔"

"ہاں ہے اور اس ٹھوس ثبوت کے ساتھ ہے کہ آج تم نے ایک حسینہ کے ساتھ منہ کالا کیا ہے۔"

"مجھے غصہ آنا چاہیے لیکن ہنسی آ رہی ہے۔ ثانی! ممانے چالاکی اور مکاری میں تمہیں دوسری سونیا بنایا ہے۔ تم بڑے سے بڑے شاطر پر غالب آ جاتی ہو لیکن پارس تمہاری تمام مکاریوں کو ایک پھونک میں اڑا دیتا ہے۔ پہلے بھی تم ایک نہیں کئی بار اس کی باتوں میں آ کر بے وقوف بن چکی ہو۔"

"اس بار میں نے پارس کی بات کو اہمیت نہیں دی ہے بلکہ اس حسینہ کے چور خیالات پڑھ چکی ہوں' جس کی آغوش میں تم نے اپنی شرم اور شرافت کو بھلا دیا ہے۔"

"پلیز' مجھے بتاؤ' وہ حسینہ کون ہے؟"

"تم استنبول میں برادر کبیر بن کر رہتے ہو۔ وہ بھی وہیں تمہارے قریب ہے۔"

"اچھا۔ میں تمہارے دماغ میں آ رہا ہوں' تم مجھے اس حسینہ کے دماغ میں لے چلو اور میری موجودگی میں اس کے چور خیالات پڑھو۔"

علی' ثانی کے پاس آ گیا۔ ثانی اس کے ساتھ اس حسینہ کے دماغ میں پہنچی۔ وہ بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اپنی ممی کے شانے پر سر رکھے ہوئے تھی اور اس کے ڈیڈی ریسیور کان سے لگائے کہہ رہے تھے "یس ڈاکٹر! میری بیٹی یہی کہہ رہی ہے۔ میرا خیال ہے' کافی عرصے بعد اس پر دورہ پڑا ہے۔ آپ خود اس سے سوالات کریں۔"

باپ نے بیٹی کو ریسیور دیا وہ بولی "ہیلو ڈاکٹر! اب میں یقین سے کہتی ہوں کہ دماغی مریضہ نہیں ہوں۔ یہ کوئی ٹیلی پیتھی جیسا معاملہ ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے غائب دماغ ہو کر اپنی مرضی کے خلاف سوچنے لگتی ہوں۔ ابھی میں بے اختیار سوچ رہی تھی کہ کسی برادر کبیر سے میرے تعلقات تھے پھر وہ مجھ سے کترانے لگا۔ آخر آج میری بانہوں میں آ گیا اور میں نے اس کے ساتھ بے حیائی کے لمحات گزارے ہیں۔"

ڈاکٹر نے پوچھا "یہ برادر کبیر کون ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ یہ نام پہلی بار میرے دماغ میں آیا تھا۔"

علی نے ثانی سے پوچھا "کچھ سمجھ میں آیا؟ اگر نہیں آیا ہے تو یہ بتاؤ تم اس بے چاری کے دماغ تک کیسے پہنچی تھیں؟"

"مجھے پارس نے اس کے اندر پہنچایا تھا۔"

"اور تمہیں پہنچاتے ہی اس بے چاری کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی سوچ میں اس برادر کبیر کے بارے میں بولتا رہا جسے وہ نہ جانتی ہے اور نہ ہی اس نے کبھی برادر کبیر کا نام سنا ہے۔"

ثانی نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا "اوہ علی! میں تم سے شرمندہ ہوں۔ میں ابھی پاپا سے شکایت کروں گی۔ وہ ہم دونوں کو دشمنوں کی طرح لڑانا چاہتا ہے۔"

"پاپا تم سے پوچھیں گے۔ جب وہ لڑانا چاہتا ہے تب تمہاری ذہانت کہاں چلی جاتی ہے' پھر تم کیا جواب دو گی؟"

"لیکن یہ تو کوئی مذاق نہ ہوا۔ تم ایک بہت اہم منصوبے پر عمل کرنے والے تھے۔ میں بدی بدی کی بدلتی ہوئی چالوں کو سمجھنا چاہتی ہوں۔ ایسے وقت وہ ہم دونوں کا بہت سا وقت ضائع کر چکا ہے۔"

"ثانی! ذرا غور کرو۔ میرا وقت پارس نے نہیں' تم نے ضائع کیا ہے۔ تم عورتوں کی روایتی رقابت اور جلن میں سیدھی میرے پاس چلی آئیں۔ جس لڑکی کے چور خیالات پڑھے' اس کے بارے میں حقیقت معلوم نہیں کی۔"

"ہاں مانتی ہوں۔ میں نے حقیقت معلوم کیے بغیر تمہارا وقت ضائع کیا ہے؟ کیا تم اپنے بھائی سے یہ نہیں پوچھو گے کہ اس نے میرا وقت کیوں ضائع کیا ہے؟"

"ثانی! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم پارس کے سامنے بدحواس کیوں ہو جاتی ہو۔ تم پھر اس لڑکی کے اندر جاؤ۔ پارس نے تمہیں ایسی لڑکی کے دماغ میں پہنچایا ہے جہاں پہلے بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا والی آتی ہے۔ کیا ابھی وہ یہ نہیں کہہ رہی تھی کہ وہ پہلے بھی کئی بار غائب دماغ رہ چکی ہے یا اپنی مرضی کے خلاف سوچتی رہی ہے۔"

ثانی کو چپ سی لگ گئی۔ وہ پارس کو غصہ دکھاتی تھی مگر اسے دل و جان سے چاہتی تھی۔ یہ تسلیم کرتی تھی کہ اس کی ذہانت اور مکاری کے سامنے وہ کسی معاملے کے ہر پہلو پر غور کرنا بھول جاتی ہے۔

علی چلا گیا۔ وہ پھر اس لڑکی کے دماغ میں آئی پھر اس کا نام اور پتا معلوم کیا تو حیران بھی ہوئی اور اپنی حماقت پر شرمندہ بھی۔ وہ حسینہ استنبول میں نہیں' واشنگٹن میں تھی اور ثانی کے پڑوس میں دائیں طرف والے بنگلے میں اپنے والدین کے ساتھ رہتی تھی۔ اس کا نام مونا تھا۔ باپ کا نام گولڈ اسمتھ تھا۔ مونا کے پاس جو بیٹھی ہوئی تھی' وہ اس کی سگی ماں نہیں تھی۔ چند ماہ پہلے گولڈ اسمتھ نے ایک حسین عورت سے شادی کی تھی۔ وہ عورت مونا پر بڑی مہربان تھی۔ اس نے بڑی محبت سے باپ بیٹی کے دل جیت لیے تھے اور دلوں کو جیتنے والی اس عورت کا نام روشنا تھا۔

وہی روشنا جو دھتورا کی بہن اور بدی بدی کی سہیلی تھی۔ وہ مونا کے باپ گولڈ اسمتھ سے شادی کر کے اس گھر میں پناہ حاصل کر چکی تھی۔ ثانی نے گولڈ اسمتھ کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔

اس کی سوچ نے بتایا۔ پانچ ماہ پہلے مونا ہاسٹل میں رہتی تھی۔ گولڈ اسمتھ اپنے بنگلے میں تنہا رہتا تھا۔ ایک رات روشنا اس بنگلے میں آگئی تھی۔ وہ اس کے حسن و شباب سے سحرزدہ ہوا تھا۔ وہ جو کچھ اس سے کہتی گئی تھی وہ اس پر یقین کرتا گیا تھا۔ اس نے بتایا' وہ لندن سے آئی ہے۔ لندن میں اب اس کا کوئی نہیں ہے۔ امریکا میں ملازمت کرنے کا ارادہ ہے۔ چند بدمعاش اس کا وہ بیگ چھین کر لے گئے ہیں' جس میں پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تھے۔

جس طرح بدی بدی نے سپراسٹر کو اپنے قابو میں کر رکھا تھا ویسے ہی ہتھکنڈوں سے روشنا نے گولڈ اسمتھ کو پھانس لیا۔ وہ ایک بہت بڑا سرکاری عہدے دار تھا۔ اس نے اپنے ذرائع سے روشنا کو امریکی شہریت دلائی اور اس سے شادی کر لی۔

گولڈ اسمتھ کے خیالات نے بتایا کہ مونا اسے ایک ماں سے زیادہ سہیلی سمجھتی ہے۔ گولڈ اسمتھ بھی اس کا دیوانہ ہے لیکن روشنا سے میاں بیوی والے تعلقات نہیں ہیں۔ وہ ہر رات اس کے ہاتھوں سے دو پیگ پینے کے بعد ہوش و حواس سے بے گانہ ہو جاتا ہے۔ صبح آنکھ کھلتی ہے تو سوچتا ہے' آج رات نہیں پیئے گا لیکن رات ہوتے ہی روشنا کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے پھر وہ دوسری صبح تک اپنے وجود سے غافل ہو کر سو جاتا ہے۔

پانچ ماہ کے عرصے میں اس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ روشنا کو ایک بیوی کے طور پر حاصل نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اس سے علیحدگی اختیار کر سکے گا۔ روشنا میں ایسی کشش اور اپنائیت تھی کہ وہ اس کے قریب رہنے کا عادی ہو گیا تھا۔

مونا کے خیالات نے بھی بتایا کہ روشنا اس کے حواس پر چھائی رہتی ہے۔ وہ کسی طرح بھی سوتیلی ماں نہیں لگتی۔ ایک سہیلی کی طرح اسے پیار کرتی ہے۔ وہ ہر رات اس کے باپ کو سلانے کے بعد اس کے پاس آتی ہے اور اس کے بستر پر لیٹ کر اسے اپنے سینے سے لگاتی ہے تو اس پر نیند غالب آجاتی ہے اور وہ ذرا سی دیر میں گہری نیند سو جاتی ہے۔ مونا کی سوچ کہہ رہی تھی کہ کسی رات روشنا اس کے پاس نہیں آئے گی تو اسے نیند بھی نہیں آئے گی۔

وہ باپ بیٹی نہیں جانتے تھے کہ روشنا انہیں سلا کر اپنی رات کیسے گزارتی ہے۔ اس سلسلے میں ثانی بھی فی الوقت کچھ معلوم نہیں کر سکتی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ روشنا کے خیالات پڑھنا چاہے گی تو وہ گرد گدی محسوس کرتے ہی سانس روک لے گی اور اپنے لیے خطرہ محسوس کرے گی۔

ثانی نے پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "کتنی گالیاں یاد

کے آئی ہو۔ سناتی جاؤ۔ میں چکنا گھڑا ہوں۔ تمام گالیاں پھسل ئیں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "پارس! آئی لو یو۔ تم مذاق ہی مذاق میں ری ذہانت کا امتحان لیتے ہو اور میں فیل ہو جاتی ہوں۔"

"تم فیل کیوں ہو جاتی ہو؟"

"تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں علی کی دیوانی ہوں۔ تم ری دیوانگی کو کمزوری بنا کر چالیں چلتے ہو اور میں واقعی ایک دیوانی ی طرح حواس کھو دیتی ہوں۔ ذہانت سے تمہاری چالوں کو سمجھنا ول جاتی ہوں۔"

"اگر کوئی دشمن تمہاری اس کمزوری سے کھیلے گا تو کیا تم سونیا انی کملانے کی حقدار رہو گی؟"

"نہیں۔ مجھے مما کا نام ملا ہے۔ میں اس نام کو کمتر نہیں ہونے ں گی۔ تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ آئندہ تم بھی میری کمزوری سے نہیں کھیل سکو گے۔ آزما کر دیکھ لو۔ میں تمہاری ہر ل کا منہ توڑ جواب دوں گی۔"

"مجھے خوشی ہو گی۔ میرا منہ توڑ دو' کوئی بات نہیں مگر مما کی ج زندگی کے کسی بھی آزمائشی لمحے میں کامیاب رہا کرو۔ اب جاؤ ونکہ لکی سیون تمہارے پاس آرہی ہے۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ لکی سیون نے آکر کہا۔ یری اور پارس کی شادی کی خبر خلائی زون تک پہنچا دی گئی ہے۔"

"کس نے پہنچائی ہے اور کیسے پہنچائی ہے؟"

"ربوٹ پاور پلانٹ سیون کے سر میں دو ایسے آلات ہیں جن ں سے ایک خلائی زون کی سمت سگنل بھیجتا ہے اور دوسرا آلہ ائی زون سے آنے والے سگنلز ریسیو کرتا ہے۔"

"یہ دونوں آلات بڑے اہم ہیں۔ اگر یہ ہمارے پاس ہوں تو ائی مخلوق سے گفتگو ہو سکتی ہے۔"

"ایمون ابابا نے اپنے مخصوص کیمرے سے پی پی سیون کے ر کی جو اندرونی تصویر اتاری تھی وہ بابا صاحب کے ادارے کے ائنس دانوں کے سامنے ہے۔ اس تصویر میں ان دو آلات کے لاوہ اور بہت سے آلات نمایاں ہیں۔ امید ہے ادارے کے ائنس دان ایمون ابابا کے تعاون سے ایسے آلات بنا سکیں گے۔"

ثانی نے کہا "جناب تیمرزی نے محبت اور امن و امان کا پیغام رسال کیا تھا۔ اس کے جواب میں خلائی زون کے سگنلز کیا کہتے یں؟"

"خلائی زون پر تین شیطان صفت سائنس دانوں کی حکومت ہے۔ وہ محبت کے پیغام کی کیا قدر کریں گے۔ انہوں نے پی پی سیون اور بدی بدی سے کہا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے میں بظاہر محبت اور دوستی کا پیغام لے کر جائیں۔ دوست بن کر اس ادارے میں رہیں اور معلوم کریں کہ روحانیت کیا ہوتی ہے اور ہم کس طرح جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذریعے روحانی قوتوں کو کچل سکتے ہیں۔ میں نے محترم تیمرزی کو ان کی دوغلی پالیسی کے بارے میں تفصیل سے بتا دیا ہے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ اب بدی بدی اور پی پی سیون کے منصوبے کے متعلق بتاؤ۔ کیا وہ میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے سائنس دانوں کو شکاگو اور واشنگٹن میں ہلاک کریں گے؟"

"نہیں۔ انہوں نے منصوبے میں تھوڑی تبدیلی کی ہے۔ کرسمس سے دو دن پہلے پی پی سیون اور بدی بدی شکاگو جائیں گے لیکن خود سائنس دانوں پر قاتلانہ حملے نہیں کریں گے۔ کرائے کے قاتلوں کے ذریعے حملے کرائیں گے تو میں اور پارس ان حملوں کو ناکام بنانے کے لیے ان کے مقابل آئیں گے۔ اس طرح پی پی سیون اور بدی بدی چھپ کر ہمیں دیکھ لیں گے۔ پھر اس انداز سے ہم پر حملہ کریں گے کہ ہمیں فرار کا موقع نہیں ملے گا۔"

"انہوں نے اپنے طور پر اچھی ترکیب سوچی ہے۔ ہمارے لیے ان کا یہ اطمینان کافی ہے کہ ہم ان کے تبدیل شدہ منصوبے سے بے خبر ہیں۔ اب یہ بتاؤ۔ کیا ۲۵ دسمبر سے پہلے بدی بدی سپر ماسٹر کو ساتھ لے کر جائے گی یا اس کا ساتھ چھوڑ دے گی؟"

"بدی بدی کے ذہن میں سپراسٹر کے سلسلے میں کوئی خاص پروگرام نہیں ہے۔ اس نے سائنس دانوں کو ہلاک کرنے والی بات ابھی تک سپراسٹر سے چھپائی ہے۔ شاید اس انتظار میں ہو کہ وہ پوری طرح اس کا غلام بن جائے۔ اپنے ملک اور اپنی دنیا کے خلاف پی پی سیون اور اس کا ساتھ دے تو پھر وہ سپراسٹر کا ساتھ نہیں چھوڑے گی۔"

"کرسمس کا دن آنے تک ان کے منصوبے میں مزید تبدیلیاں ہو سکتی ہیں۔ فی الحال روشنا کے بارے میں بتاؤ' کیا تم نے اس کے خیالات پڑھے ہیں؟"

"ہاں پڑھ چکی ہوں۔ وہ تمہاری پڑوسن ہے۔ پارس چاہتا تھا کہ تم اس سے بے خبر نہ رہو اس لیے تمہیں پڑوسن کی بیٹی مونا کے دماغ تک پہنچایا۔ مونا کے دماغ میں پہلے کئی بار روشنا پہنچتی رہی اور اسے آلۂ کار بنا کر چھوٹے چھوٹے کام لیتی رہی۔"

"کیا روشنا ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟"

"روشنا اور بدی بدی وغیرہ کی خیال خوانی کی پرواز صرف ایک کلومیٹر کے فاصلے تک محدود ہے۔ روشنا' مونا کے قریب رہتی ہے اس لیے اس کے دماغ میں پہنچ جاتی ہے۔ آج پارس نے مونا کے اندر برادر کبیر وغیرہ کی باتیں کی ہیں۔ یہ بات روشنا کے لیے باعثِ تشویش ہو گی۔ میں ابھی اس کے خیالات پڑھ کر آتی ہے۔"

وہ چلی گئی پھر تھوڑی دیر بعد آکر بولی "واقعی روشنا تشویش میں مبتلا ہے بلکہ اندیشوں میں گھری ہوئی ہے۔ بار بار سوچ رہی ہے کہ جو مونا کے دماغ میں آیا تھا' وہ اس کے باپ کے دماغ میں بھی گیا

ہو گا پھر اس گھر کی تیسری فرد روشنا ہے۔ مونا کے اندر آنے والے کو روشنا کے اندر بھی جھانکنا چاہیے تھا لیکن روشنا نے ابھی تک دماغ میں گدگدی محسوس نہیں کی ہے۔ یہ بات اور زیادہ پریشان کر رہی ہے کہ کسی خیال خوانی کرنے والے نے اس کے اندر آنے کی زحمت کیوں نہیں کی ہے؟ کیا وہ اسے خلائی مخلوق کی حیثیت سے پہچان گیا ہے؟"

"یعنی وہ کسی انجانے دشمن سے سہمی ہوئی ہے؟"

"ہاں۔ وہ خوف زدہ ہے اور ابھی رات کی تاریکی پھیلنے کے بعد وہ مونا اور گولڈا اسمتھ کا گھر چھوڑ کر جانے والی ہے۔"

"وہ جہاں بھی جائے گی تم اس کے دماغ میں پہنچ سکو گی۔ میں نے سپراسٹر کے ایک ساتھی اسٹیل بروکس کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ میں چاہتی ہوں جس طرح بدی بدی سپراسٹر کے پاس پہنچی ہوئی ہے اسی طرح روشنا اسٹیل بروکس کے پاس پہنچ کر اسے اپنا دیوانہ بنا کر رکھے۔"

"ٹھیک ہے۔ روشنا آج رات اس بنگلے سے نکل کر دوسری پناہ گاہ کے لیے بھٹکتی پھرے گی تو میں اس کے دماغ پر حاوی ہو کر اسے اسٹیل بروکس تک پہنچا دوں گی۔ ایسے وقت تم میرے اندر رہو گی تو میں تمہاری راہنمائی میں اسے اسٹیل بروکس کی رہائش گاہ میں پہنچا سکوں گی۔"

دونوں میں یہ طے پایا کہ آج رات وہ روشنا کے اندر رہیں گی اور اسٹیل بروکس کو حسن و شباب کا تحفہ پیش کریں گی پھر ٹائی نے پوچھا "یہ بتاؤ' بدی بدی جس طرح سپراسٹر کو ہر رات مدہوش کر کے سلا دیتی ہے اور اسے اپنے بیڈ پر آنے کا موقع نہیں دیتی ہے اسی طرح روشنا بھی گولڈا اسمتھ کو مدہوش کر کے سلا دیتی ہے اور بیوی ہو کر شوہر کے حقوق ادا نہیں کرتی ہے۔ وہ دونوں ایسا کیوں کرتی ہیں؟"

"بدی بدی اور روشنا مجھ سے اور ایمونا سے مختلف ہیں۔ ہم مختلف یونٹ یعنی مختلف قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بدی بدی کا قبیلہ آج کل خلائی زون پر حکمرانی کر رہا ہے۔ اس قبیلے کی تمام عورتیں ہمارے قبیلے کے اور اس ارضی دنیا کے مردوں کو بہت کمتر سمجھتی ہیں۔ وہ صرف اپنے قبیلے کے مردوں سے شادی کر کے فخر محسوس کرتی ہیں۔ میں نے پارس کو جیون ساتھی بنایا ہے۔ اس کا پورا قبیلہ مجھے حقیر سمجھ رہا ہو گا اس لیے محبت اور دوستی کے پیغام نے ان پر کوئی اثر نہیں کیا ہے۔"

وہ ٹائی کے دماغ سے چلی آئی۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر اس نے پارس کی طرف کروٹ لی پھر اس کی آغوش میں سما گئی۔

وہ دونوں بڑی دیر تک خاموش رہے۔ دو چاہنے والوں کے درمیان جو خاموشی ہوتی ہے' وہ بڑی پراسرار اور سنسنی خیز ہوتی ہے۔ اس دنیا کے بڑے ممالک اربوں کھربوں کی لاگت سے راکٹ تیار کرتے ہیں۔ دن رات محنت کرتے ہیں۔ تب ایسے راکٹوں کے ذریعے ان کے ماہرین خلا کی نامعلوم بلندیوں پر جاتے ہیں۔ پارس کے پہلو میں خلائی مخلوق تھی اور وہ کسی راکٹ کے بغیر خلا کی بلندیوں کو تسخیر کر رہا تھا۔

لکی سیون اس سے زیادہ زہریلی تھی۔ پہلی بار مایا کے زہر نے پارس کو خطرناک حد تک زہریلا بنا دیا تھا لیکن بابا صاحب کے ادارے کے ڈاکٹروں نے اسے زیر علاج رکھ کر اس کے زہر کی شدت کو ختم کر دیا تھا۔ اسے اس حد تک نارمل بنا دیا تھا کہ وہ ازدواجی رشتہ قائم کر سکتا تھا لیکن صاحب اولاد نہیں بن سکتا تھا۔ کیونکہ وہ خطرناک نہ سہی مگر زہریلا بدستور تھا۔

اب لکی سیون کا زہر پارس کے زہر سے گھلنے ملنے لگا تھا۔ ہر رات پارس پر ایک نشہ سا طاری ہو جاتا تھا۔ اس زہریلے پر زہریلی غالب آ جاتی تھی۔ یہ سلسلہ کچھ عرصے تک جاری رہنے والا تھا۔ جب پارس برسوں پہلے کی طرح خطرناک حد تک زہریلا بن جاتا تو پھر لکی سیون پر ہمیشہ غالب آ سکتا تھا۔

لکی سیون سے زہر کی شدت حاصل کرنے کا ایک فائدہ تھا اور ایک نقصان تھا۔ فائدہ یہ تھا کہ لکی سیون آئندہ اس کے بچوں کی ماں بن سکتی تھی اور نقصان یہ تھا کہ لکی سیون کے سوا کوئی اس کی تنہائی میں نہیں آ سکتی تھی۔ آئندہ کوئی بھی آنے والی اس کے زہر سے ہلاک ہو جاتی۔

ایک گھنٹے بعد پارس مدہوش ہو کر سو گیا۔ لکی سیون وقفے وقفے سے روشنا کے دماغ میں جاتی تھی اور اس کے خیالات پڑھتی رہتی تھی۔ اس نے رات کے گیارہ بجے تک گولڈا اسمتھ اور مونا کو سلا دیا پھر وہاں سے جانے کے لیے ایک بیگ میں ضروری سامان رکھنے لگی۔

لکی سیون نے ٹائی سے کہا "وہ بنگلے سے نکل رہی ہے۔ تم میرے پاس چلی آؤ۔"

ٹائی لکی سیون کے دماغ میں پہنچی اور لکی سیون' روشنا کے اندر آ گئی۔ وہ بنگلے سے نکل کر پیدل چلتی ہوئی ایک اسٹریٹ سے دوسری اسٹریٹ میں آئی پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر بولی "فلائنگ کلب چلو۔"

دسمبر کی شدید سردی تھی۔ برف بھی گر رہی تھی۔ ایسے میں روشنا نے مختصر سا لباس پہنا ہوا تھا۔ ڈرائیور نے اسے تعجب سے دیکھا پھر چابی گھما کر انجن اسٹارٹ کیا۔ اس کے بعد ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ ٹائی نے لکی سیون سے کہا "روشنا کو ٹیکسی ڈرائیور سے باتیں کرنے پر مائل کرو۔ میں ڈرائیور کی آواز سن کر اس کے پاس جاؤں گی۔"

چند سیکنڈ بعد روشنا نے لکی سیون کی مرضی کے مطابق ڈرائیور سے پوچھا "واشنگٹن میں کتنے فلائنگ کلب ہیں؟"

وہ بولا "ویسے تو چھوٹے بڑے پانچ کلب ہیں لیکن دو کلب ایسے ہیں جہاں بہترین جہاز اور ہیلی کاپٹرز کرائے پر مل جاتے

ہیں۔"

روشنا نے کہا "تمہارے خیال میں جو فلائنگ کلب بہتر ہے وہاں لے چلو۔"

ٹائی ڈرائیور کے اندر پہنچ گئی۔ ڈرائیور اس کی مرضی کے مطابق راستے بدلنے لگا۔ روشنا وہاں کے راستوں کو اچھی طرح نہیں جانتی تھی اس لیے ڈرائیور کے بھروسے پر خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ ڈرائیور ایک بنگلے کے سامنے گاڑی کو روک کر جھٹکے دے دے کر چلانے لگا پھر اسے روک کر کہا "کوئی خرابی ہو گئی ہے' میں اسے چیک کرتا ہوں۔"

وہ ٹیکسی سے نکل کر اس کا بونٹ اٹھا کر انجن پر جھک گیا۔ ایسے وقت ٹائی اسے چھوڑ کر لکی سیون کے پاس آ کر بولی "بائیں ہاتھ والے بنگلے میں اسٹیل بروکس رہتا ہے۔ روشنا کو کسی طرح وہاں لے چلو۔"

ٹائی ڈرائیور کے پاس آئی۔ وہ سر پکڑ کر سوچ رہا تھا "یہ میں کہاں آ گیا ہوں' کیا میری گاڑی میں خرابی پیدا ہو گئی ہے؟"

پھر وہ اپنی حیرانی بھول گیا۔ ٹائی کی مرضی کے مطابق روشنا سے بولا "سوری میڈم! ٹیکسی آگے نہیں جا سکے گی۔ میں ابھی کسی مکینک کو فون کر کے بلاؤں گا۔ پتا نہیں اس کی مرمت میں کتنی دیر لگے گی۔"

روشنا نے ٹیکسی سے نکل کر ڈرائیور کو تیس ڈالر دیے پھر اسٹیل بروکس کے بنگلے کی طرف دیکھ کر لکی سیون کی مرضی کے مطابق سوچنے لگی "جس طرح میں نے گولڈا اسمتھ کے بنگلے میں بڑے اعتماد سے داخل ہو کر اسے سحر زدہ کیا تھا اسی طرح مجھے اس بنگلے میں جا کر دیکھنا چاہیے۔ اگر فیملی نہیں ہو گی اور کوئی تنہا ہو گا تو میں اسے اپنا تابعدار بنا لوں گی۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بنگلے کے احاطے سے گزر کر دروازے پر آئی اور کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ ٹائی' اسٹیل بروکس کے اندر پہنچ گئی تھی۔ وہ سونے جا رہا تھا۔ گھنٹی کی آواز سن کر بیڈ روم سے باہر آیا پھر کاریڈور سے گزر کر اس نے دروازہ کھول دیا۔

سامنے ایک حسین عورت کھڑی ہوئی تھی۔ اسٹیل بروکس حسن پرست اور عیاش تھا۔ جب ٹائی نے اسے ٹرپ کیا تو وہ میامی بیچ کے ایک کلب میں شراب و شباب سے کھیل رہا تھا۔ اب آدھی رات کو ایک حسینہ اس کے دروازے پر آئی تھی۔ ٹائی نے اس کے ذہن سے یہ بھلا دیا تھا کہ وہ حسینہ کے دماغ میں جا کر اس کی اصلیت معلوم کرے۔ روشنا نے کہا "میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ راستہ بھٹک کر یہاں چلی آئی ہوں۔"

اس نے خوش ہو کر کہا "تم بھٹک کر صحیح جگہ آئی ہو۔ آؤ' آ جاؤ۔"

وہ اندر آئی۔ اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اسے ساتھ لے کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی "یہاں ہر دیوار پر عریاں تصویریں ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے' تمہاری شادی نہیں ہوئی۔ بیوی ہوتی تو ایسی تصویریں اٹھا کر پھینک دیتی۔"

"ہاں' میں نے شادی نہیں کی۔ میرے بیوی بچے نہیں ہیں۔ تم نے ٹھیک کہا بیوی ہوتی تو یہ تصویریں پھینک دیتی۔ تم کیا کرو گی؟"

"میں تصویریں یہیں رہنے دوں گی۔ تمہیں اٹھا کر پھینک دوں گی۔"

"اوں؟" وہ ذرا جھینپ گیا پھر کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا "تم بہت زندہ دل ہو۔"

"زندہ رہنے والوں کے لیے زندہ دل ہوں۔ اگر مرنے والی حرکتیں کرو گے تو میری زندہ دلی کے مزے نہیں لے سکو گے۔"

"نہیں ڈارلنگ! میں مزے لینا چاہتا ہوں' مرنا نہیں چاہتا۔ ویسے یہ نہ سمجھنا کہ تم نے زندہ دلی سے جو دھمکی دی ہے اس سے میں سہم گیا ہوں۔ میں غیر معمولی جسمانی اور دماغی قوتوں کا حامل ہوں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ مرد کو مردہی کی طرح رہنا چاہیے۔"

"تم مذاق سمجھ رہی ہو۔ میں تمہارے دماغ میں چھپے ہوئے خیالات پڑھ سکتا ہوں۔"

"میرے دماغ میں پڑھنے آؤ گے' کیا ماں باپ نے اسکول میں نہیں پڑھایا۔"

اس کے جواب میں خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچا۔ اس نے ہنستے ہوئے سانس روک لی پھر بولی "میرے دماغ کا دروازہ بند ہے' کوئی دو سرا در سہ دیکھو۔"

"اچھا تو تم یوگا کی ماہر ہو؟ اگر میں تمہاری گردن دبوچ لوں تو ہل نہیں سکو گی اور اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو نہیں روک سکو گی۔"

"تم حسین عورتوں سے محبت کرتے ہو یا کشتی لڑتے ہو؟"

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے ایک کمرے میں آ گئے۔ وہاں کمپیوٹر اور اس سے منسلک رہنے والی دو سری کئی مشینیں تھیں۔ وہ بولا "میں سونے سے پہلے اپنے ساتھیوں کو کمپیوٹر کے ذریعے شب بخیر کہتا ہوں۔ آج میں بھول کر سونے جا رہا تھا۔ اچھا ہوا تم رت جگا منانے آ گئیں۔ اب میں ساتھیوں کو شب بخیر کہوں گا۔ کوئی اہم مسئلہ ہو گا تو اس پر اہم گفتگو ہو جائے گی۔"

"مجھے پیاس لگ رہی ہے۔"

"میں تمہاری پیاس ایسے بجھاؤں گا کہ ہمیشہ مجھے یاد کرو گی۔"

"عارضی طور پر بچھڑنے والوں یا مرنے والوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ تم مجھے بچھڑنے نہیں دو گے۔ یہاں سے جانا چاہو گی تو جانے نہیں دو گے لہٰذا تمہارا مرنا ضروری ہے تاکہ ہمیشہ تمہیں یاد کرتی رہوں۔"

"اے تم ہو کیا چیز؟ ابھی پندرہ منٹ کے اندر دربار میرے مرنے کی باتیں کر چکی ہو۔"

اس نے فریج کے پاس آکر اسے کھول کر پانی کی بوتل نکالتے ہوئے کہا "یہ تم نے اچھا کیا ہے کہ کام کرنے کی جگہ فریج رکھا ہے۔ کھانے پینے کے لیے کمرے سے باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی ہوگی۔"

اسٹیل بروکس اسے غور سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا "دسمبر کی سردی ہے۔ باہر برف گر رہی ہے اور تم مختصر سے لباس میں ہو۔ کیا تمہیں سردی نہیں لگ رہی ہے؟"

وہ پانی پینے کے بعد فریزر سے برف نکال کر اپنے بدن پر ملنے لگی۔ ہنستے ہوئے کہنے لگی "میں آئس پروف ہوں' فائر پروف ہوں اور ریڈ پروف ہوں۔"

اسٹیل بروکس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ خلائی مخلوق کی جو پہچان بتائی گئی تھی' وہ یاد آرہی تھی کہ اس مخلوق کو نہ شدید سردی کا احساس ہوتا ہے نہ گرمی کی چبھتی ہوئی دھوپ محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی مسلسل بارش میں بھیگنے سے نقصان ہوتا ہے۔

اس نے حیرانی سے پوچھا "تم کون ہو؟"

"وہی ہوں جس کے متعلق تم سوچ رہے ہو۔"

اس نے مزید حیرانی سے پوچھا "کیا تم میرے خیالات پڑھ رہی ہو؟"

"ہاں۔ ہماری خیال خوانی کی رینج محدود ہے۔ میں ایک کلومیٹر کے فاصلے تک کسی کے بھی خیالات پڑھ سکتی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "ہماری ٹیم کے لیڈر کے ساتھ بھی ایک خلائی مخلوق ہے۔ وہ اس کی دائشتہ بھی ہے اور دوست بھی۔ اس کے بہت کام آتی ہے۔ اس کی طرح آج میں خوش نصیب ہو گیا ہوں۔ تم بھی میری گرل فرینڈ بن کر رہو گی تو میں بڑے فخر سے اپنے ساتھیوں کو تمہارے متعلق بتاؤں گا۔"

روشنا نے اس کے قریب آتے ہوئے پوچھا "تمہاری ٹیم کے لیڈر کے ساتھ جو خلائی ہستی ہے' اس کا نام کیا ہے؟"

"اس کا نام ہبدی بدی ہے۔"

وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ اسٹیل بروکس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم نے مجھے وہ خوشی دی ہے کہ اس خوشی کے بدلے جو مانگو گے' وہ تمہیں دوں گی۔"

"میں تمہارے ساتھ ایسی دوستی چاہتا ہوں' جیسی بدی بدی نے ہمارے سپر ماسٹر سے کی ہے۔"

"وہ میری سب سے عزیز سہیلی ہے۔ اس نے تمہارے سپر ماسٹر سے جیسی دوستی کی ہے ویسی ہی دوستی میں تم سے کروں گی۔ پلیز ابھی بدی بدی سے میرا رابطہ کراؤ۔"

وہ دونوں کمپیوٹر کے سامنے آکر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اسٹیل بروکس کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ سپر ماسٹر کے مخصوص کوڈ نمبرز پر رابطہ ہو گیا۔ دوسری طرف سے تحریر ابھری "مسٹر بروکس! آدھی رات گزر چکی ہے۔ سپر ماسٹر اے لالاس سو رہا ہے۔ کوئی خاص پیغام ہو تو مجھے دو۔ میں بدی بدی تم سے مخاطب ہوں۔"

روشنا نے فوراً ہی اسٹیل بروکس کو ہٹا کر اس کی جگہ بیٹھ کر تحریری جواب دیا "بدی بدی! میری جان! میں تمہاری سہیلی روشنا تم سے مخاطب ہوں۔ ابھی مسٹر بروکس کی رہائش گاہ میں ہوں۔"

اسکرین پر تحریر بدل گئی۔ بدی بدی پوچھ رہی تھی "روشنا! تم روشنا ہو؟ پلیز مجھے یقین دلاؤ۔"

روشنا نے اپنے بیگ سے تانبے کے تار والی ایک کیپ نکالی۔ اسے سر پر پہن لیا۔ اس کیپ میں چار نکیلے پلگ تھے۔ اس نے ایک نکیلے پلگ کو انجکشن کی سوئی کی طرح اپنی پیشانی میں پیوست کر لیا۔ دو پلگ دونوں کنپٹیوں میں اور چوتھے پلگ کو سر کے پیچھے دماغ کی جگہ پیوست کر لیا پھر ایک لانبے تار کے ایک سرے کو کیپ سے اور دوسرے سرے کو کمپیوٹر سے منسلک کر کے اس کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگی۔

اسٹیل بروکس نے بڑی حیرانی سے دیکھا۔ اسکرین پر اجنبی زبان کے حروف' الفاظ اور فقرے ابھر رہے تھے۔ روشنا مخصوص کوڈ ورڈز ادا کر کے بدی بدی سے کہہ رہی تھی "یہ میرے کوڈ ورڈز ہیں۔ میں نے ٹرانس لیٹر کیپ کے ذریعے اس انگریزی زبان کے کمپیوٹر کو اپنی خلائی زبان میں تبدیل کر دیا ہے تاکہ یہ اسٹیل بروکس ہماری باتیں نہ سمجھ سکے۔ یہ ٹرانس لیٹر کیپ تم نے مجھے اور میرے بھائی دھتورا کو دیا تھا۔ تمارا (کلی سیون) ایمونا اور ایمون ابابا جیسے دشمنوں کے پاس یہ کیپ نہیں ہے۔ اب تمہیں یقین ہو جانا چاہیے کہ میں تمہاری روشنا ہوں۔"

"بے شک۔ تم میری جان روشنا ہو۔ ایک عرصے کی جدائی کے بعد تم سے رابطہ ہوا ہے۔ میں اپنی خوشی بیان نہیں کر سکتی۔ دھتورا کہاں ہے؟ ذرا انتظار کرو۔ میں بھی اس کمپیوٹر کو اپنی خلائی زبان میں تبدیل کر رہی ہوں۔"

روشنا انتظار کرنے لگی۔ اسٹیل بروکس نے کہا "میرے سامنے تم دونوں کو انگریزی زبان میں رابطہ رکھنا چاہیے۔ کیا مجھے غیر سمجھا جا رہا ہے اور کوئی بات مجھ سے چھپا کر کی جا رہی ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دو عورتیں باتیں کر رہی ہوں تو کسی مرد کو ان باتوں میں دلچسپی نہیں لینا چاہیے۔"

"عورتوں والی باتیں کر رہی ہو یا خلائی زون کی خفیہ باتیں ہو رہی ہیں؟"

"تمہارے خلائی زون کی باتیں خفیہ ہوں یا نہ ہوں' تمہیں ہمارے کسی بھی معاملے میں ہماری اجازت کے بغیر مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔ یہ اچھی طرح یاد رکھو۔ مجھ پر پابندیاں عائد کرو گے تو میں ابھی چلی جاؤں گی۔ تم مجھے روک نہیں سکو گے پھر بدی بدی اور میرا سپر ماسٹر یہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ میں تمہاری کسی حماقت کے باعث ناراض ہو کر چلی جاؤں۔"

اسٹیل بروکس سوچ میں پڑ گیا۔ دوسری طرف سے بدی بدی

کہا "میں ایک سپر ماسٹر کے ساتھ ہوں۔ اس سپر ماسٹر کے تین ی ہیں۔ یہ سب مختلف شہروں میں روپوش رہتے ہیں کیونکہ ان کو اس دنیا کے نیلی پیتھی جاننے والوں سے خطرہ ہے۔ یہ ں ایک دوسرے کو بھی نہ اپنی خفیہ رہائش گاہ کا پتا بتاتے ہیں نہ ہی کسی کو اپنی آواز سناتے ہیں۔"

"یہ چاروں اپنے دشمنوں سے اتنے زیادہ سہمے ہوئے کیوں ؟"

"مجھے سپر ماسٹر نے بتایا ہے کہ دیوی نامی ایک عورت اور فرہاد یور نامی ایک شخص اپنے ساتھیوں سمیت بہت چالاک اور ناک ہیں۔ صرف آواز سن کر یا تصاویر دیکھ کر اپنے مخالفین کے ں کے اندر جھانک آتے ہیں۔ بہرحال یہ راز داری سے معلوم چاہیے کہ ہم دونوں کہاں ہیں؟"

روشنا نے کہا "میں واشنگٹن میں ہوں۔ اسٹیل بروکس کے ات پڑھ کر معلوم ہوا ہے کہ یہ علاقہ واشنگٹن ڈی سی کہلاتا ۔ بنگلا نمبر ایچ ون ٹو فائیو اسٹریٹ نمبر سیون میں ہے۔"

"یہ اور زیادہ خوشی کی بات ہے کہ ہم دونوں ایک ہی شہر میں ۔ ہمارا بنگلا بوٹانیکل گارڈن کے گیٹ نمبر تھری کے سامنے ہے۔ ں کی نمایاں پہچان یہ ہے کہ یہ ریڈ بنگلو کہلاتا ہے۔ یہ سپر ماسٹر اور ں کے ساتھی خود کو بہت چالاک سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ روں الگ الگ شہر میں رہتے ہیں جبکہ یہ دو ساتھی اسی ایک شہر ں ہیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ باقی دو بھی یہاں ہوں۔"

"میں سپر ماسٹر کے ان دونوں ساتھیوں رمی ریز اور ٹیری ٹیلر ۔ پہنچنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ ابھی تک ناکام ہوں۔ وہ دونوں ے محتاط رہنے کے عادی ہیں۔"

"کیا روبوٹ پی پی سیون سے ہمیشہ رابطہ رہتا ہے؟"

"ہاں۔ وہ میرے باپ کی تخلیق ہے۔ میرا غلام ہے۔ ہمیشہ میرا بعد ار رہتا ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ اچھا ہوا کہ تم سے ملاقات ب آسان ہو گئی ہے۔ میں اور پی پی سیون کرسمس کے دن ایک م منصوبے پر عمل کرنے والے ہیں۔ اس عمل کے نتیجے میں یہاں ے دو سائنس دانوں کے علاوہ تمارا اپنے جیون ساتھی کے ساتھ ی جائے گی۔"

"بدی بدی! تم جانتی ہو۔ میں بڑے بڑے شہ زوروں اور ماروں کو بڑی مکاری سے فنا کر دیتی ہوں لیکن زہریلی تمارا سے ف آتا ہے۔ اس کا ایک دانت بھی ہمارے جسم کے کسی حصے میں ست ہو گا تو ہمیں مرنے سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔"

"سچ تو یہ ہے کہ اس کے زہر نے مجھے بھی روپوش رہنے پر مجبور ا ہے۔ ویسے بھی میں کافی حفاظتی انتظامات کے ساتھ رہتی ہوں۔ ں زہریلی کو کبھی اپنے قریب آنے کا موقع نہیں دوں گی۔ اسے ارسے دیکھتے ہی ایٹمی گن کی شعاعوں سے جلا کر راکھ کر دوں گی۔"

"مجھے بھی ایک ایسی ہی ایٹمی گن دو۔ میں بھی کرسمس سے پہلے ہی تمہارے پاس آجاؤں گی۔"

"تمہیں گن کے علاوہ بھی بہت کچھ دوں گی لیکن جب تک میں نہ کہوں' موجودہ پناہ گاہ سے نہ نکلنا۔ میں نے سپر ماسٹر کو جس طرح سحر زدہ کر رکھا ہے اسی طرح تم اسٹیل بروکس کو اپنا دیوانہ بنا کر رکھو۔"

اسٹیل بروکس' روشنا کے پاس بیٹھا کمپیوٹر اسکرین پر نہ سمجھ میں آنے والی خلائی زبان کی تحریر دیکھ رہا تھا اور بور ہو رہا تھا۔ اس نے کہا "اب بس کرو۔ تم عورتیں خواہ زمین پر رہو یا خلا میں' جنت میں رہو یا جہنم میں' بولتی ہی رہو گی۔ تمہاری باتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔"

روشنا نے اسکرین پر تحریر کے ذریعے کچھ کہا پھر رابطہ ختم کر دیا۔ ٹرانس لیٹر کیپ اتار کر بیگ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے' تمہیں انتظار کرنا پڑا۔ بدی بدی مجھے بتا رہی تھی کہ سپر ماسٹر بہت اچھا دوست اور محافظ ہے۔ اگر میں بھی تم سے دوستی کروں اور یہاں تمہارے ساتھ رہوں تو تمام دشمنوں سے محفوظ رہوں گی۔"

وہ اسے بازوؤں میں سمیٹ کر بولا "تو پھر آؤ۔ ہم دوستی کا آغاز کریں۔"

وہ بولی "دوستی کا آغاز وہسکی کے جام سے ہو گا۔ میں جب تک چار بیگ نہیں پیتی اور اپنے ساتھی کو نہیں پلاتی تب تک بند لفافے کی طرح رہتی ہوں۔"

وہ دونوں وہاں سے اٹھنا چاہتے تھے۔ اسی وقت کمپیوٹر سے منسلک رہنے والے ایک آلے سے سگنل موصول ہونے لگا۔ اسٹیل بروکس نے کمپیوٹر کو آن کر کے اسے آپریٹ کیا تو اسکرین پر تحریر نظر آئی "ہم آر آر اور ٹی ٹی (ری ریز اور ٹیری ٹیلر) اپنے دو ساتھیوں اے ایل ایل (سپر ماسٹر اے لالاس) اور ایس بی (اسٹیل بروکس) کو مخاطب کر رہے ہیں۔ پلیز جواب دیں۔"

اسٹیل بروکس نے جواب دیا "میں اسٹیل بروکس حاضر ہوں۔"

دوسری تحریر ابھری "شکریہ' ہمارا چوتھا ساتھی سو رہا ہے۔ اس کی جگہ بی بی جواب دے رہی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ بابا صاحب کے ادارے سے اطلاع دی گئی ہے کہ خلائی مخلوق کی دو ہستیاں ایمون ابابا اور اس کی بیٹی ایمونا نے ادارے میں پناہ لی ہے۔ ایمون ابابا کے پاس ایک ایسا کیمرا ہے جس کے ذریعے فولادی چادر کے اس پار کی تصاویر بھی اتاری جا سکتی ہیں۔ ایمون ابابا نے خلائی زون سے آنے والے پاور پلانٹ کے سرکی اندرونی ساخت اور دماغ کی تصاویر اتاری ہیں۔ ان تصاویر سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ پاور پلانٹ کوئی قدرتی تخلیق نہیں ہے بلکہ ایک آہنی روبوٹ ہے۔ اس پر گوشت پوست کا خول چڑھا کر خدا کی مخلوق ظاہر کیا جا رہا ہے۔"

اسکرین پر تحریر بدلنے لگی۔ وہاں لکھا ہوا تھا "خلائی زون میں ایسے مزید نو روبوٹ ہیں۔ یہ ایسے خطرناک اور ناقابل شکست ہیں کہ ایک فوج لاکھوں کی تعداد میں بھی انہیں زیر نہیں کر سکتی۔ ان کے پاس جدید ترین ایٹمی ہتھیار ہیں۔ ان کے عزائم ہماری دنیا کے خلاف ہیں۔ ایک پاور پلانٹ کے بعد دوسرے پاور پلانٹ بھی آئیں گے۔ وہ ہمارے بہترین سائنس دانوں اور ٹیکنالوجی کے بڑے بڑے ماہرین کو پہلے ہلاک کریں گے تاکہ ہم ارضی دنیا والے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی سے محروم رہیں۔ وہ دس پاور پلانٹ اور تین بڑے سائنس دان ہماری دنیا کو اپنے قبضے میں لے کر یہاں خلائی مخلوق کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔"

اسکرین سے یہ تحریریں مٹ گئیں۔ بدی بدی نے تحریر کے ذریعے کہا "ایمون ابابا اس ادارے کی ہمدردیاں حاصل کرنے اور وہاں بنی کے ساتھ محفوظ رہنے کے لیے ہمارے پاور پلانٹ کے خلاف زہر اگل رہا ہے۔ اس نے خیالی روبوٹ کی تصاویر حاصل کی ہیں اور اس دنیا کے بھولے بھالے عوام کو اس روبوٹ سے دہشت زدہ کر رہا ہے۔"

روشنا نے اسٹیل بروکس کے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "پاور پلانٹ خلائی زون سے خیر سگالی کا پیغام لایا ہے۔ وہ بہت جلد امریکا میں آئے گا۔ ابھی اس کے خلاف جو کچھ کہا جا رہا ہے' وہ اسے جھوٹ ثابت کر دے گا۔"

ری ریز نے پوچھا "مسٹر بروکس! تم پاور پلانٹ کے متعلق کیا جانتے ہو؟ اور اتنے اعتماد سے کیسے کہہ رہے ہو کہ پاور پلانٹ دشمن نہیں دوست بن کر آ رہا ہے؟"

اسٹیل بروکس نے کہا "ابھی یہ سب کچھ میں نہیں کہہ رہا تھا' روشنا کہہ رہی تھی۔ خلائی زون سے آنے والی ایک حسینہ کا نام روشنا ہے اور یہ میرے ساتھ رہتی ہے۔"

ٹیری ٹیلر نے پوچھا "تمہارے ساتھ رہتی ہے؟ کب سے ساتھ رہتی ہے۔ پہلے سپر ماسٹر نے ہمیں اعتماد میں لیے بغیر بدی بدی سے دوستی کی۔ بالکل اسی طرح تم نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ ہم چاروں ساتھیوں نے قسم کھائی تھی کہ کسی پانچویں کو کبھی اپنا راز دار نہیں بنائیں گے لیکن پانچویں رازدار بدی بدی بن گئی اور اب نمبر چھ پر کوئی روشنا رازدار بن گئی ہے۔"

بدی بدی نے پوچھا "کیا میرے آنے سے تم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچا ہے؟ میں تو تمہارے ملک اور قوم کی برتری قائم رکھنے کے لیے پاور پلانٹ کا تعاون حاصل کر رہی ہوں۔ میں یقین دلاتی ہوں کہ میری طرح روشنا بھی مسٹر بروکس کے ساتھ رہ کر جلد ہی ایسے کارنامے انجام دے گی کہ تم لوگوں کے دماغوں سے تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔"

ری ریز نے کہا "ہم نے ابھی بہت سی اہم باتیں کرنے کے لیے سپر ماسٹر اور اسٹیل بروکس کو مخاطب کیا تھا۔ لیکن اب ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا کہ ہمارے جو ساتھی حسین عورتوں کو بیساکھی بنا رہے ہیں' ان سے ہمیں اہم اور خفیہ معاملات پر گفتگو کرنا چاہیے یا نہیں؟"

ری ریز اور ٹیری ٹیلر نے رابطہ ختم کر دیا۔ روشنا نے تحریر کے ذریعے کہا "بدی بدی! ہم پر شبہ کیا جا رہا ہے۔ ہماری توہین کی جا رہی ہے۔ کیا ایسی صورت میں تمہیں سپر ماسٹر کے پاس اور مجھے اسٹیل بروکس کے ساتھ رہنا چاہیے؟"

اسٹیل بروکس نے کہا "پلیز روشنا! ہم توہین نہیں کر رہے ہیں تم دونوں پر اس قدر بھروسا کر رہے ہیں کہ صرف اپنے گھر میں نہیں' اپنے دل میں بھی جگہ دے رہے ہیں۔"

بدی بدی نے تحریر کے ذریعے کہا "روشنا! سپر ماسٹر اور اسٹیل بروکس بہت ذہین اور معاملہ فہم ہیں۔ ہم دونوں کی محبت اور خلوص کو سمجھتے ہیں۔ غصہ تھوک دو۔ تم مسٹر بروکس کے ساتھ رہو گی شب بخیر۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ روشنا اور اسٹیل بروکس پینے اور کچھ کھانے کا سامان لے کر بیڈ روم میں آئے۔ اسٹیل بروکس بہت خوش تھا۔ خلائی زون کی ایک حسینہ ابھی اس کے بیڈ پر آنے والی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ بدی بدی بھی سپر ماسٹر کے بیڈ پر آتی ہے۔ مگر آنے سے پہلے ہی وہ دو بیگ میں لڑھک جایا کرتا ہے۔

صرف آدھے گھنٹے میں اسٹیل بروکس بھی لڑھک گیا۔

○☆○

رات کے دو بج گئے تھے۔ ری ریز اور ٹیری ٹیلر اپنی اپنی خفیہ رہائش گاہ میں جاگ رہے تھے۔ ان کے دماغوں میں خطرے کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ وہ اپنے اپنے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے "پہلے بدی بدی اچانک سپر ماسٹر کے پاس پہنچی پھر آج اچانک انکشاف ہو رہا ہے کہ اسٹیل بروکس کے پاس بھی ایک خلائی حسینہ ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صرف سپر ماسٹر اور اسٹیل بروکس کے پاس خلائی حسینائیں کیسے پہنچ رہی ہیں؟ کیسے ان کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا ان حسیناؤں کو معلوم ہوا؟"

ری ریز نے ٹیری ٹیلر سے پوچھا "ٹیری! کیا اسی طرح اور دو عدد خلائی حسینائیں اچانک ہم دونوں کے پاس پہنچیں گی اور ہماری یہ خوش فہمی ختم ہو جائے گی کہ ہم بڑی کامیابی سے روپوش رہتے ہیں؟"

ٹیری ٹیلر نے کہا "یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ خلا سے آنے والیاں صرف ہماری خفیہ رہائش گاہوں تک کیسے پہنچ رہی ہیں؟ مجھے ایسا لگ رہا ہے' جیسے کسی حسینہ کی آنکھیں خلا سے جھانک کر مجھے دیکھ رہی ہیں اور تمہیں بھی کوئی دیکھ رہی ہوگی۔ ہم محفوظ نہیں ہیں۔"

"او گاڈ! ہمارے سروں پر چھت نہیں ہے۔ ہم کھلے آسمان کے نیچے ہیں۔ ہم زمین پر ہیں مگر خلا سے آنے والیاں کسی وقت بھی ہمارے پیروں تلے سے زمین ہٹا سکتی ہیں۔"

"میرے دوست ری! میرا دل کہتا ہے کہ اب بھی ہمارے پاس بچاؤ کا وقت ہے۔ اس سے پہلے کہ کوئی ہماری رہائش گاہ تک پہنچے' ہمیں اپنی اپنی جگہ چھوڑ دینا چاہیے۔ ہم صرف دو رہ گئے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ رہ کر پیش آنے والے خطرات سے نمٹنا ہوگا۔ ہم ایک دوسرے سے الگ رہیں گے تو سپر ماسٹر اور اسٹیل بروکس کی طرح کسی کی زلفوں کے اسیر ہو جائیں گے۔ ساتھ رہیں گے تو ایک دوسرے کو بھٹکنے سے اور کسی کے زیر اثر آنے سے بچا سکتے ہیں۔ کیا تم میرے اس مشورے سے متفق ہو کہ ہمیں ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اپنی اپنی جگہ چھوڑ دینی چاہیے۔"

"میں تم سے متفق ہوں۔ موجودہ حالات میں ہمیں ایک ساتھ رہ کر پیش آنے والے مسائل کا سامنا کرنا ہوگا۔ میں ابھی مونٹریال میں ہوں۔ تم کہاں ہو' مجھ سے کب اور کہاں مل سکتے ہو؟"

"میں بھی کینیڈا میں ہوں۔ صبح سے پہلے کوئی ایئر بس نہیں ملے گی تو چارٹرڈ ہیلی کاپٹر کے ذریعے بوسٹن کے ساحلی شہر پہنچوں گا۔ مونٹریال سے بوسٹن قریب ہے۔ تم مجھ سے پہلے وہاں پہنچو گے۔ ہوٹل شیرٹن میں اپنے اور میرے لیے ایک ایک کمرا حاصل کر لو۔ میرے پاس جو شناختی کاغذات وغیرہ ہیں ان کے مطابق میرا نام ہیریسن فورڈ ہے۔ تم اپنا نام بتاؤ۔"

"میرا نام جیکی ہنٹر ہے۔ ہمارے ناموں سے ہوٹل کے جو کمرے ریزرو ہوں گے ان ناموں سے اور روم نمبرز سے ہم ایک دوسرے کو پہچان سکیں گے۔"

"ہمیں اس پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ بوسٹن پہنچنے تک ہماری راہ میں کوئی مصیبت حائل ہو سکتی ہے۔ ہمیں ایک دوسرے سے باخبر رہنے کے لیے اب ایک دوسرے کے دماغوں میں پہنچنا چاہیے۔"

"ہم نے اپنی رہائش گاہوں میں فون نہیں رکھا ہے۔ فون ہوتا تو آوازیں سن کر ایک دوسرے کے دماغوں میں پہنچ جاتے۔"

"کوئی بات نہیں۔ واشنگٹن میں اس وقت اسمبلی کا اسپیکر سو رہا ہوگا۔ ہم دونوں اس کی آواز اور لہجے سے اچھی طرح واقف ہیں۔ آؤ ہم اس کے اندر پہنچ کر باتیں کریں۔"

وہ دونوں دوسرے ہی لمحے میں اسپیکر کے اندر پہنچ گئے۔ ایک تو وہ گہری نیند سونے کا وقت تھا۔ دوسرے یہ کہ اسپیکر نے خواب آور دوا استعمال کی تھی۔ پرائی سوچ کی لہریں اسے بیدار نہیں کر سکتی تھیں۔ ری ریز نے کہا "میں یہاں موجود ہوں۔ مسٹر ہیریسن فورڈ (ٹیری ٹیلر) کیا تم بھی ہو؟"

ٹیری ٹیلر نے کہا "یس مسٹر جیکی ہنٹر (ری ریز) میں تمہاری سوچ کی لہروں کو سن رہا ہوں۔ پہلے اسپیکر کے چور خیالات پڑھ لو۔ یقین کر لو کہ یہ پوری طرح غافل ہے۔"

وہ دونوں اس کے چور خیالات پڑھنے لگے۔ وہ واقعی گہری نیند میں اپنے وجود سے بھی بے خبر سو رہا تھا۔ اس کے چور خیالات کا تعلق وہاں کے سیاسی معاملات سے تھا۔ ری ریز نے کہا "ابھی تو ہماری جان کے لالے پڑے ہیں۔ ہم سیاسی معاملات میں دلچسپی نہیں لے سکتے۔ میں خدا سے دعا مانگتا ہوں' جانے انجانے میں مجھ سے جو گناہ ہوئے ہوں' انہیں معاف کر دے اور ہمیں تمام دشمنوں سے محفوظ رکھ۔ ہماری دعا ہے کہ ہم دشمنوں کی کسی سازش کا شکار نہ بنیں۔ ہمیں کسی کی غلامی منظور نہیں ہے۔"

ٹیری ٹیلر نے کہا "میری بھی یہی دعائیں ہیں۔ ہم اپنی تمام تر ذہانت سے کام لیتے ہیں۔ نت نئی حکمتِ عملی سے خود کو دشمنوں سے دور رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود دشمن ہماری شہ رگ تک پہنچے لگتے ہیں۔ ایسے وقت ذہانت اور غیر معمولی صلاحیتیں کام نہیں آتیں' صرف دعائیں کام آتی ہیں۔ اے خدا ہماری دعائیں قبول کر' ہمیں دشمنوں سے دور اپنی حفاظت میں رکھ۔"

ری ریز نے کہا "اب میں تمہارے دماغ میں آ رہا ہوں۔ اس کے بعد تم میرے اندر آ سکتے ہو۔"

پھر اس نے ٹیری ٹیلر کے اندر آ کر کہا "خدا کے سامنے جھکنے سے اور دعائیں مانگنے سے ایک عجیب طرح کا سکون ملتا ہے۔ شاید اسے ہی روحانی سکون کہتے ہیں۔ اب تم میرے پاس آؤ۔"

ٹیری نے اس کے اندر آ کر کہا "ہم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ غیر معمولی سماعت اور بصارت رکھتے ہیں۔ حیرت انگیز جسمانی اور دماغی قوتوں کے حامل ہیں۔ اس کے باوجود ہم دشمنوں سے خائف ہیں۔ صرف خدا کی مدد اور مہربانیاں حاصل ہونے کی امید پر اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔"

"اب ہمیں اپنی اپنی رہائش گاہ کو چھوڑ دینا چاہیے۔ میں یہاں سے نکل رہا ہوں۔ کہیں دور جانے کے بعد اطمینان سے رابطہ کروں گا۔"

ان دونوں نے اپنا اپنا ضروری سامان ایک اٹیچی اور بریف کیس میں رکھا پھر جسے محفوظ پناہ سمجھتے تھے' اسے چھوڑ کر ائرپورٹ کی طرف جانے لگے۔

ویسے تو وہ دونوں ہر طرح سے محفوظ تھے۔ کسی بھی دوست یا دشمن کو معلوم نہ تھا کہ وہ دونوں کہاں رہتے ہیں؟ ایک عرصے تک ان کی کوئی خبر نہ ملنے پر یہ بھی سوچا گیا تھا کہ وہ مر چکے ہیں۔ صرف امریکی حکام سے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ رہتا تھا۔ ان متعلقہ حکام اور سرکاری عہدے داران کو علم تھا کہ وہ زندہ ہیں۔

انہوں نے اپنا اپنا شہر چھوڑنے سے پہلے اعلیٰ حکام کے نام فیکس روانہ کیا۔ اس میں لکھا تھا "بابا صاحب کے ادارے سے جو اہم معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ درست ہیں۔ ایمون ابابا کی تصویری رپورٹ کے مطابق پاور پلانٹ سیون کوئی گوشت پوست کی مخلوق نہیں ہے۔ وہ ایک آہنی روبوٹ ہے۔ خلائی زون میں ایسے مزید نو عدد روبوٹ ہیں۔ انہیں کنٹرول کرنے والے تین سائنس

واں ہماری ارضی دنیا پر قبضہ جمانے اور اپنی حکومت قائم کرنے کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔ ہمارے بہترین سائنس دانوں اور ٹیکنیکل شعبوں کے ماہرین کی زندگیاں خطرے میں ہیں۔ سب سے پہلے انھیں ہلاک کر کے ہماری دنیا کو جدید سائنسی ترقی سے محروم رکھا جائے گا۔

"اس سلسلے میں سب سے افسوس ناک بات یہ ہے کہ سپراسٹر اے لالاس اور اسٹیل بوکس خلائی زون سے آنے والی حسیناؤں کے دیوانے ہو گئے ہیں اور انھیں اپنا راز دار بنا لیا ہے۔ حکومت سے ہماری درخواست ہے کہ فی الحال ان پر اعتماد نہ کریں۔ اپنے ملک اور اپنی افواج کے سلسلے میں جتنے اہم راز ہیں وہ سپراسٹر اور اسٹیل بوکس سے چھپائے جائیں۔ انھیں حکم دیا جائے کہ وہ دونوں اپنی عورتوں بدی بدی اور روشنا کے ساتھ سامنے آ کر خود کو عدالتِ عالیہ میں پیش کریں اور ان پر جو الزامات لگائے جائیں' ان کا ٹھوس اور معقول جواب دیں۔ ہم اس مقدمے میں ان کے خلاف بیان دیں گے۔ ہم نے ان دونوں کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ ان سے کمپیوٹر کے ذریعے بھی رابطہ ختم کر دیا ہے۔

"آخر میں گزارش ہے کہ اپنے تمام سائنس دانوں اور ٹیکنالوجی کے شعبوں سے تعلق رکھنے والے تمام ماہرین کی حفاظت کے لیے خصوصی انتظامات کریں۔ تمام ارضی دنیا کی سلامتی اور ترقی کا انحصار انھی ماہرین اور سائنس دانوں پر ہے۔ ہم پھر کسی وقت رابطہ کریں گے' فقط ری ریز اور ٹیری ٹیلر۔"

ٹیری ٹیلر نے ایک ہیلی کاپٹر کرائے پر حاصل کیا پھر اس میں بیٹھ کر بوسٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ سفر کے دوران اس نے ری ریز کی خیریت معلوم کی۔ اس نے کہا "میں بوسٹن خیریت سے پہنچ گیا ہوں۔ اس وقت صبح کے پانچ بجے ہیں۔ پوری طرح دن کی روشنی ابھی پھیلی نہیں ہے۔ میں ائرپورٹ کے ویٹنگ ہال میں بیٹھا ہوا ہوں۔"

"تم ہوٹل شیرٹن کیوں نہیں جا رہے ہو؟"

"سوچ رہا ہوں' پتا نہیں ہمیں اس شہر میں کتنے عرصے تک رہنا ہو گا۔ اگر ہم سمندر کے کنارے ایک کاٹیج ماہانہ کرائے پر حاصل کر لیں تو بہتر ہو گا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"خیال ٹھیک ہے۔ ہمیں الگ رہائش گاہ میں رہنا چاہیے۔ لیکن سمندر کے ساحل پر سہ پہر سے لے کر آدھی رات تک حسین عورتوں کا میلہ لگا رہتا ہے۔ اس بات کا اندیشہ ہے کہ ان ہی حسیناؤں میں سے کوئی خلائی حسینہ نکل کر ہمارے ساحل کاٹیج میں چلی آئے گی۔"

"دوست! ان خلائی بلاؤں کا نام نہ لو۔ سنا ہے شیطان سے تعلق رکھنے والی ہستیاں نام لیتے ہی پہنچ جاتی ہیں۔ کیا یہ بہتر ہو گا کہ ہم شہر میں ایک بنگلا کرائے پر حاصل کر لیں؟"

"ہم تنہا بنگلے میں رہ کر دیکھ چکے ہیں۔ وہاں بھی تحفظ حاصل نہیں ہوتا۔ میں نے ہوٹل میں عارضی طور پر اس لیے قیام کرنے کو ترجیح دی ہے کہ وہاں دو چار دن رہیں گے اور شہر کی کسی ایسی خاتون کو ٹریپ کریں گے' جو کسی مکان کی مالکہ ہو اور تنہا یا کسی ایک فرد کے ساتھ رہتی ہو۔ وہ بوڑھی ہو گی تو اسے ماں بنا لیں گے۔ جوان ہو گی تو اسے بہن بنا لیا جائے گا۔ وہ ہماری معمولہ اور تابعدار رہے گی۔ ہم دو مرد تنہا نہیں رہیں گے۔ فیملی لائف گزاریں گے تو کسی کو ہم پر شبہ نہیں ہو گا۔"

"یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ میں ابھی ہوٹل شیرٹن جا رہا ہوں۔"

وہ اپنی اٹیچی اور اوور کوٹ سنبھال کر اٹھنا چاہتا تھا کہ اسی وقت ایک حسین عورت نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا "ہائے' کیا تم تنہا ہو؟"

ری ریز کی آدھی جان نکل گئی۔ ابھی اس نے کہا تھا کہ شیطان سے تعلق رکھنے والی ہستیوں کا نام لو تو وہ فوراً حاضر ہو جاتی ہیں۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر بولا "میں یہاں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ اب تم تنہا بیٹھی رہو گی۔"

"پلیز' مجھے غلط نہ سمجھو۔ میری بات سنو۔"

وہ جاتے ہوئے پلٹ کر بولا "تم میری بات سنو۔ میں عورتوں سے ہمیشہ دور رہتا ہوں۔ تم کال گرل بھی ہو سکتی ہو یا کوئی مصیبت زدہ بھی۔ دونوں صورتوں میں' میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا' میرا پیچھا نہ کرنا۔"

وہ اس حسینہ سے دور تیزی سے جانے لگا۔ اس دوران ٹیری ٹیلر نے حسینہ کے چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ کوئی خلائی مخلوق نہیں تھی۔ اپنے شرابی شوہر سے بیزار ہو کر اپنے والدین کے پاس نیویارک جانا چاہتی تھی لیکن اس کے پاس رقم نہیں تھی۔ وہ کسی سے رقم مانگ کر یا لفٹ لے کر نیویارک جانا چاہتی تھی۔

ٹیری ٹیلر نے ری ریز کو اس حسینہ کے بارے میں بتایا۔ اس نے کہا "میں ابھی اس کے خیالات پڑھنے والا تھا۔ بہرحال یہ اطمینان ہوا کہ وہ خلائی مخلوق نہیں ہے لیکن ٹیری! ہمارے دو ساتھیوں کے پاس جو حسینائیں موجود ہیں' وہ خود کو خلائی ہستیاں ثابت کر رہی ہیں۔ ہم کسی حد تک تسلیم کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود شبہ ہے کہ دیوی حسین عورتوں پر تخریبی عمل کر کے انھیں خلائی مخلوق بنا کر ہمارے پاس بھیج رہی ہے۔"

"ہاں۔ یہ پہلو میری نظروں میں بھی ہے۔ دیوی نے پچھلے سپراسٹر کے دور میں ہمارے ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور فوجی افسران پر بڑی مضبوط گرفت رکھی تھی۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہتا تو وہ پورے امریکا پر حکومت کرنے لگتی۔ موجودہ سپراسٹر نے اسے بری طرح شکست دی۔ اس ملک سے اس کے قدم اکھاڑ دیے۔ وہ بڑی ضدی اور ظالم عورت ہے۔ اپنی شکست کو نہیں بھولی ہو گی۔ ایک نئے سرے سے خلائی مخلوق کا ڈراما پیش کر رہی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے خلائی مخلوق کے سلسلے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ درست ہو سکتا ہے لیکن دیوی جب بھی کچھ کرے گی اس میں فراڈ ضرور ہو گا۔"

"ابھی جو حسینہ اپنے شوہر سے بیزار ہو کر میرے پاس آئی تھی' وہ دیوی کی آلۂ کار ہو سکتی ہے۔ دیوی نے اس کے دماغ سے تمام اصل چور خیالات مٹا دیے ہوں گے اور اس کے دماغ میں شرابی شوہر والی کہانی نقش کر دی ہو گی۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو۔ ہم عورت تو کیا کسی جوان مرد یا بوڑھے پر بھی بھروسا نہیں کریں گے۔"

وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ ٹیری ٹیلر دماغی طور پر ہیلی کاپٹر میں حاضر ہو گیا۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ آگے پائلٹ کے ساتھ اس کا اسسٹنٹ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اسسٹنٹ اپنی سیٹ پر پیچھے ٹیری ٹیلر کی طرف گھوم گیا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے ایک ریوالور کو تھام رکھا تھا۔ اس کا رخ ٹیری ٹیلر کی طرف تھا۔ ٹیری ٹیلر نے پوچھا "مجھے یہ کھلونا کیوں دکھا رہے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "یہ موت کا کھلونا ہے۔ میں نے فلائنگ کمپنی کے آفس میں تمہیں اٹیچی کھولتے دیکھا تھا۔ اس میں ہزار کے نوٹوں کی کئی گڈیوں کی جھلک نظر آئی۔ میرا اندازہ ہے اس اٹیچی میں لاکھوں ڈالر ہیں۔"

"پچیس لاکھ ڈالر ہیں۔ کیا اس معمولی رقم کے لیے تم مجھے مار ڈالو گے؟"

"معمولی رقم!" اس نے حیرانی سے پوچھا "اس کا مطلب ہے تم بہت بڑی اسامی ہو۔ یہ بتاؤ اگر میں تمہیں اغوا کروں گا تو کیا تاوان کے طور پر مجھے ایک کروڑ ڈالر مل سکتے ہیں؟"

"ایک کروڑ!" ٹیری ٹیلر نے سوچنے کا انداز اختیار کیا۔ خاموش رہ کر فوراً پائلٹ کے خیالات پڑھے۔ وہ بے چارہ پریشان تھا۔ فلائنگ کمپنی کی طرف سے آج اسے یہ نیا اسسٹنٹ دیا گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک سپروپا اسسٹنٹ بن کر آئے گا۔

جب ہیلی کاپٹر نے پرواز شروع کی تھی تب اس سپروپے نے ایک چھوٹی سی پرچی پائلٹ کو دی تھی۔ اس پر لکھا تھا "میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔ اسے دیکھو اور خاموش رہو۔ پیچھے بیٹھے ہوئے مسافر کو شبہ ہو گیا یا تم کوئی چالاکی دکھاؤ گے تو فوراً تم دونوں کو گولی مار کر اس ہیلی کاپٹر میں فرار ہو جاؤں گا۔"

سپروپے نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟ خاموش کیوں ہو؟"

ٹیری ٹیلر نے کہا "مجھے سوچنے دو۔ میں اغوا ہونا نہیں چاہتا۔ کوئی ایسی صورت نکالنا چاہتا ہوں کہ مجھے اغوا کیے بغیر تمہیں ایک کروڑ ڈالر یہیں مل جائیں۔"

"کیا تم کوئی چالاکی دکھانا چاہتے ہو؟ مجھے بے وقوف سمجھتے ہو۔ اسی ہیلی کاپٹر میں تم ایک کروڑ ڈالر کہاں سے لاؤ گے؟"

"تم احمق ہو اور احمقانہ سوال کر رہے ہو۔ تمہیں کیا معلوم کہ میں نے اپنی بیوی کے لیے چالیس لاکھ ڈالر کا ایک ہیرے کا نیکلس خریدا ہے۔ وہ اس اٹیچی میں ہے۔"

سپروپے کا منہ لٹکائے ہوئے انداز میں کھل گیا۔ ٹیری ٹیلر نے کہا "پلیز' مجھے ذرا خاموش رہ کر سوچنے دو کہ اور کتنی مالیت کا سامان میرے پاس ہے۔"

وہ بولا "ہاں ضرور سوچو۔ بوسٹن ابھی دور ہے۔ میں پندرہ منٹ کا ٹائم دیتا ہوں۔"

ٹیری ٹیلر نے سوچا' وہ اگر ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرے گا تو پائلٹ واپس جا کر فلائنگ کمپنی کے دفتر میں رپورٹ دے گا کہ اسسٹنٹ ایک سپروپیا تھا۔ مسافر کو لوٹنا چاہتا تھا لیکن مسافر نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سپروپے کو بے بس کر دیا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو معلوم ہو کہ ایک خیال خوانی کرنے والا بوسٹن گیا ہے۔ یہ بات دشمنوں کے کانوں تک پہنچ سکتی تھی۔ اس نے سپروپے کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ذریعے پائلٹ سے کہا "اے ہماری طرف نہ دیکھو۔ پرواز کی طرف دھیان دو۔"

پائلٹ سیدھا ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔ سپروپے نے اپنے ریوالور کے چیمبر سے تمام گولیاں نکال کر ٹیری ٹیلر کو دے دیں پھر خالی چیمبر اپنے ریوالور میں لگا لیا۔ ٹیری ٹیلر نے وہ تمام گولیاں اپنی جیب میں رکھ لیں پھر اپنا ریوالور نکال کر کہا "ہاں یاد آیا۔ پچیس کے بجائے چالیس لاکھ کا نیکلس ہے اور سو ڈالر کا یہ میرا ریوالور

ہے۔ اب ہم نے ایک دوسرے کو نشانے پر رکھا ہے۔ میں بہت ہی فاسٹ گن مین ہوں۔ یقین نہ ہو تو گولی چلاؤ۔ اس سے پہلے کہ ٹریگر کو انگلی سے دباؤ' میں گولی چلا دوں گا۔"

بہروپئے نے پریشان ہو کر ٹیری ٹیلر کے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھا پھر پوچھا "یہ تمہارے پاس کیسے آگیا؟"

"کیا میں نے پوچھا تھا کہ تمہارے پاس ریوالور کہاں سے آیا ہے؟"

پائلٹ نے پریشان ہو کر کہا "سر! اگر گولیاں چلیں گی تو ہیلی کاپٹر کو نقصان پہنچے گا۔ ہم سب اتنی بلندی سے پستی میں جا کر فنا ہو جائیں گے۔"

ٹیری ٹیلر نے کہا "یہ لٹیرا ویسے بھی مجھے مار ڈالے گا کیونکہ میں اسے ایک ڈالر بھی نہیں دوں گا۔ البتہ ایک گولی دوں گا۔ خواہ ایسا کرنے میں میری جان کیوں نہ چلی جائے۔"

پائلٹ نے بہروپئے سے کہا "عقل سے کام لو۔ دونوں طرف سے گولیاں چلیں گی تو ہمارے اور ہیلی کاپٹر کے ساتھ تم بھی لاکھوں اور کروڑوں ڈالر کی حسرت لیے مر جاؤ گے۔ عقل سے سوچو تم کچھ نہیں پاؤ گے اس کے برعکس زندگی ہار جاؤ گے۔"

بہروپیا ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ وہ مرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ شکست خوردہ ہو کر بولا "ٹھیک ہے۔ ہم دونوں فائر نہیں کریں گے۔ دونوں کے مرنے سے کسی کو کچھ حاصل نہیں ہوگا' سمجھوتا کرو۔"

"کیسا سمجھوتا؟"

"تم مجھے وہ کیش پچیس لاکھ ڈالر دے دو۔ میں گولی نہیں چلاؤں گا۔ پائلٹ یہاں کہیں ہیلی کاپٹر اتارے گا۔ میں چلا جاؤں گا۔"

"تمہارے باپ نے کبھی پچیس لاکھ ڈالر دیکھے تھے؟ گدھے کے بچے! تجھے صرف ایک گولی ملے گی۔ زندہ رہنا چاہتا ہے تو اپنا ریوالور پائلٹ کو دے دے۔"

"میں نہتا ہو جاؤں گا۔ تم دونوں مجھے پولیس کے حوالے کر دو گے۔"

"پولیس کسٹڈی میں زندہ تو رہے گا۔ یہاں تو موت ہے۔"

بہروپئے نے اچانک ریوالور کا رخ پائلٹ کی طرف کیا اور کہا "یہاں موت ہے تو موت سہی۔ میں پائلٹ کو ماروں گا۔ چلو تم مجھے گولی مارو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹیری ٹیلر نے صرف تین سیکنڈ کے لیے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر ریوالور کو اس کے ہاتھ سے گرا دیا پھر اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس نے جھک کر خالی ہاتھ کو دیکھا۔ اتنی سی دیر میں پائلٹ نے اپنے پیر کے پاس پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھا لیا تھا اور ٹیری ٹیلر نے بہروپئے کی کنپٹی سے اپنا ریوالور لگا دیا تھا۔

پائلٹ نے ہنستے ہوئے کہا "سر! ہماری قسمت اچھی ہے۔ یہ لٹیرا ناڑی ہے۔ بدحواسی میں اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔"

ٹیری ٹیلر نے کہا "اس کا ریوالور چیک کرو۔ کتنی گولیاں ہیں؟"

پائلٹ نے ریوالور سے چیمبر کو الگ کیا پھر حیرانی سے کہا "سر! یہ تو خالی ہے۔ یہ ہمیں خالی ریوالور سے دھمکیاں دے رہا تھا۔"

بہروپیا حیرانی سے خالی چیمبر کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا پھر اس نے قہقہہ لگا کر کہا "میں کوئی لٹیرا نہیں ہوں۔ نہ میرے پاس بھرا ہوا ریوالور تھا' نہ خالی ریوالور تھا۔ میں تو اس ہیلی کاپٹر میں پائلٹ کا اسسٹنٹ ہوں۔"

ٹیری ٹیلر نے پائلٹ سے کہا "اسے قانونی گرفت میں لانا اور سزا دلانا ضروری ہے۔ میں تمہیں گولیاں دے رہا ہوں۔ تم خالی چیمبر کو لوڈ کرو۔ یہ تمہارا اسسٹنٹ ہے یا عادی مجرم' اس کا ریکارڈ پولیس والوں کے پاس ہوگا۔"

اس نے پائلٹ کو گولیاں دیں۔ وہ چیمبر لوڈ کرنے لگا۔ بہروپیا اسے ایسا کرنے سے روک نہیں سکتا تھا کیونکہ ٹیری ٹیلر کے ریوالور کے نشانے پر تھا اور وہ اپنے بارے میں خوب جانتا تھا کہ وہ پہلے بھی عدالت سے دو بار سزائیں پا چکا ہے۔ اب اسے تیسری بار پھر جیل جانا ہوگا۔

ٹیری ٹیلر جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے لیے یہ معمولی مجرم کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن اس کا طریقۂ کار قابلِ تعریف تھا۔ اس نے بڑی ذہانت سے اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔

کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا ہو' اس کی سلامتی اور بقا اسی میں ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی کے علم کو ظاہر نہ ہونے دے۔ ری ریز اور ٹیری ٹیلر اسی لیے اب تک تمام دشمنوں سے محفوظ تھے۔

○☆○

دیوی پے در پے شکست سے نڈھال ہو کر گوشۂ تنہائی میں چلی آئی تھی۔ اپنے دشمنوں اور ٹیلی پیتھی جاننے والے تابعدار اماتحتوں سے بھی لاتعلق ہو گئی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ دنیا والوں سے دور گہری خاموشی اور تنہائی میں کچھ عرصہ گزارے۔ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں پر غور کرے اور جہاں جہاں اسے شکست ہوئی ہے ان کے اسباب کو سمجھے پھر آئندہ شکست کھانے والے ایسے اسباب سے دامن بچا کر رکھے۔

وہ ہمالیہ کی وادی میں ایک پہاڑ کے غار میں رہتی تھی۔ اس نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ ہندوستان بھی چھوڑ دیا اور سوئزرلینڈ کے شہر زیورچ سے پچاس میل دور ایک پہاڑ کے غار میں آئی۔ اس غار کے نیچے ایک تہ خانہ تھا۔ اس نے وہاں قیام کیا۔ اسے دنیا کے کئی ممالک کے پہاڑوں' غاروں' کھنڈروں اور تہ خانوں کا علم تھا۔ وہ جہاں جاتی تھی' وہاں پوجا پاٹ کا ضروری سامان ضرور لے جاتی تھی۔ بھگوان شیو شنکر کی ایک مورتی ایسی تھی جس کے حصے الگ ہو جایا کرتے تھے۔ وہ دوسری جگہ پہنچ کر ان مختلف حصوں کو جوڑ کر شیو شنکر کی مورتی کو مکمل کرتی تھی۔

ہمالیہ اور سوئزرلینڈ جیسے برفانی علاقوں کا انتخاب اس لیے کرتی تھی کہ وہاں کھانے پینے کا ذخیرہ خراب نہیں ہوتا تھا۔ ٹھار کھانے کے بے شمار سرسبز ڈبے' خشک میوے اور پھلوں کا ذخیرہ تقریباً چھ ماہ تک کام آتا تھا۔

وہاں سال کے بارہ مہینے سردی پڑتی تھی۔ برف اس قدر گرتی تھی کہ وہاں کی زمینیں' پہاڑ' مکانوں کی چھتیں' دیواریں' کھڑکیاں اور دروازے سب ہی برف کی تہ میں چھپ جاتے تھے۔ دیوی ایسے ویران حصے میں تھی جہاں سے برف پر اسکیٹنگ کرنے والے کھلاڑی بھی نہیں گزرتے تھے۔ وہاں کوئی مفرور مجرم بھی چھپنے کے لیے نہیں آسکتا تھا کیونکہ دو چار دن تک وہاں کی شدید سردی برداشت کرنا پھر کھانے پینے کی چیزیں حاصل کرنا دشوار ہوتا بلکہ ناممکن ہوتا تھا۔

دیوی ہمالیہ کے برفانی علاقے میں پیدا ہوئی تھی۔ بچپن سے جوانی تک ایسے علاقوں میں رہنے کی عادی ہو گئی تھی اس لیے نہایت آرام اور سکون سے رات کو سوتی تھی۔ دن کو پوجا پاٹ کے بعد ایک جگہ بیٹھ کر دھیان گیان میں گم ہو جاتی تھی۔ ساری دنیا کو بھول کر سانسیں روک روک کر آتما شکتی میں اضافہ کرتی تھی۔ اپنے ایک ایک مخالف کو تصور میں دیکھ کر اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لیتی تھی اور اس کے ایک ایک طریقۂ کار پر غور کرتی تھی۔ اپنے ہر مخالف کی کمزوریاں یاد کر کے بڑی ذہانت سے سوچتی تھی کہ ان کمزوریوں سے کیسے کیسے فائدے اٹھا سکتی ہے۔

تنہائی میں سکون سے سوچنے سمجھنے سے بڑی گہری باتیں اور بڑی گہری چالیں سمجھ میں آتی ہیں۔ وہ بہت کچھ سمجھ رہی تھی۔ نئی ذہانت سے نئی نئی حکمتِ عملی سے کام لینا سیکھ رہی تھی۔

ایک صبح وہ بھگوان شیو شنکر کے سامنے ہاتھ جوڑے پرارتھنا کر رہی تھی۔ کہہ رہی تھی "اے مہادیو! تیری کرپا سے مجھے غیر معمولی صلاحیتیں اور آتما شکتی حاصل ہوتی رہی ہیں لیکن میں کچھ اور چاہتی ہوں۔ ایسی شکتی چاہتی ہوں کہ کہیں بھی میری ہار ہو تو وہ جیت میں بدل جایا کرے۔ اے بھولے ناتھ! تو دیا وان ہے۔ جو چاہے مجھے دے سکتا ہے۔ مجھے ایسی طاقت دے کہ میرے سامنے فریاد اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹوٹ پھوٹ کر رہ جائیں اور بڑے بڑے ممالک کے سربراہ میرے قدموں میں جھک جائیں۔ میری آتما کو ایسی شکتی دے کہ بابا صاحب کے ادارے کے روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے سامنے ناکام ہو جایا کریں۔ مجھے شکتی دے۔ ہر ہر مہادیو جب تک تو مجھے شکتی نہیں دے گا میں اس تہ خانے سے نکل کر باہر کی دنیا میں نہیں جاؤں گی۔ یہیں تیرے چرنوں میں سر پٹخ پٹخ کر مر جاؤں گی۔"

وہ شیو شنکر کے قدموں میں سر پٹخنے لگی۔ ایسے ہی وقت جیسے ہلکا سا زلزلہ آیا۔ تہ خانے کی چھت سے برف کے ٹکڑے گرنے لگے۔

وہ صبح نیند سے بیدار ہو کر تہ خانے سے باہر گئی تھی۔ یہ روز کا معمول تھا۔ وہ باہر کی تازہ ہوا کھانے جاتی تھی۔ اس کے لیے سیڑھیاں چڑھ کر تہ خانے کی چھت والا دروازہ کھولنا پڑتا تھا۔ واپسی تک اس دروازے پر برف جم جاتی تھی۔ اس صبح اس نے تہ خانے کی سیڑھی پر آکر دروازے کو نیچے سے بند نہیں کیا تھا کیونکہ وہ پوجا کے بعد پھر باہر جانے والی تھی۔

اس نے شیو شنکر کے قدموں سے سر اٹھا کر دیکھا۔ سیڑھی کے ایک ایک پائیدان سے برف کے بڑے بڑے ٹکڑے لڑھکتے ہوئے تہ خانے کے فرش پر آرہے تھے پھر اسے ہلکی ہلکی غراہٹ سنائی دی جیسے کوئی زخمی درندہ تکلیف سے کراہ بھی رہا ہو اور غرا بھی رہا ہو۔

تہ خانے کا وہ چھت والا دروازہ کھل گیا تھا۔ وہاں سے ایک قد آور شخص داخل ہو کر ایک ایک پائیدان پر قدم رکھتا ہوا آرہا تھا۔ دیوی سہم کر شیو شنکر کے قدموں سے لپٹ گئی۔

وہ آنے والا ایسا بھاری بھرکم تھا کہ زینے کے پائیدان پر قدم رکھنے سے برف کی سلیں ٹوٹ کر نیچے آرہی تھیں۔ دیوی سہمی ہوئی تھی مگر اسے توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ آنے والا ڈگمگا رہا تھا۔ کراہ رہا تھا جیسے بہت بری طرح زخمی ہو جبکہ زخم کے نشانات نظر نہیں آرہے تھے۔

اس نے تہ خانے کے فرش پر آکر دیوی کو دیکھا پھر نڈھال سا

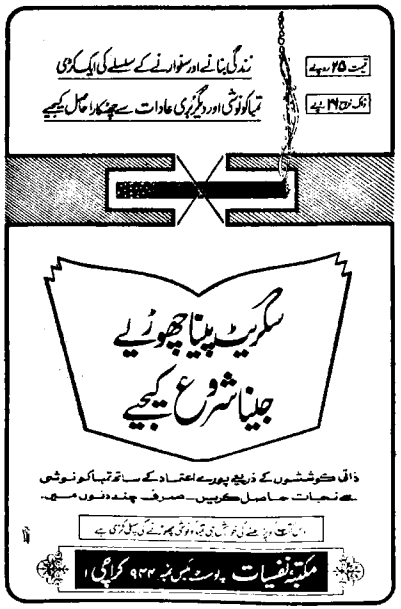

ہو کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ پیچھے ایک چٹان سے ٹیک لگا کر رحم کی بھیک مانگنے کے انداز میں بولا "ہیلپ۔ پلیز ہیلپ می۔ میری مدد کرو۔ تم میرے کام آؤ گی تو میں تمہارے بہت کام آؤں گا۔ میں ایک ایسی طاقت ہوں کہ تمہارے لیے پوری دنیا کو فتح کر سکتا ہوں۔"

دیوی نے بھگوان شیو شنکر کو دیکھا۔ ابھی وہ گڑگڑا رہی تھی کہ اسے ایسی طاقت ملے جس کے سامنے بڑے بڑے ممالک کے سربراہ سر جھکا دیا کریں۔ دیوی نے سمجھ لیا کہ آنے والا کسی وجہ سے مجبور اور بے بس ہے۔ وہ اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچائے گا۔

وہ ایک ایک قدم اس کے قریب جاتے ہوئے بولی "تم کون ہو؟ مجھ سے کس طرح کی مدد چاہتے ہو؟"

"میں... میں ختم ہو رہا ہوں۔ شاید ایک گھنٹے تک زندہ رہوں گا لیکن تم مہربانی کرو گی تو مرنے کے بعد بھی مجھے نئی زندگی مل جائے گی۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ مرنے کے بعد کبھی کسی کو نئی زندگی نہیں ملتی۔ کچھ معلوم تو ہو کہ تمہیں ایسی کیا تکلیف ہے کہ اس کے باعث تم ایک گھنٹے بعد مر جاؤ گے؟"

وہ بولا "میرے اندر اب اتنا ہی پاور رہ گیا ہے۔ میری بیٹری ڈاؤن ہو رہی ہے۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی "بیٹری ڈاؤن ہو رہی ہے؟ اس کا مطلب کیا ہوا؟ تم عجیب انسان ہو۔ عجیب سی باتیں کر رہے ہو۔"

"میں انسان نہیں ہوں۔ ایک آہنی روبوٹ ہوں۔"

دیوی نے اسے بے یقینی سے دیکھا' وہ بولا "میری بات کا یقین کرو۔ میں سر سے پاؤں تک فولاد کا بنا ہوا ہوں۔ میرے سر میں مصنوعی دماغ ہے۔ میرے سینے میں دل کی طرح ایک چھوٹی سی مشین ہے۔ یہ مصنوعی دماغ اور میرے اندر کی مختلف مشینیں ۲۲۰ وولٹ کی بیٹری سے چلتی ہیں اور میں زندہ اور متحرک رہتا ہوں۔ یہ بیٹری چار ماہ تک پوری قوت سے مجھے ایک ناقابلِ شکست روبوٹ بنائے رکھتی ہے۔"

"لیکن تم تو میری طرح گوشت پوست کے انسان دکھائی دے رہے ہو۔"

"میرے سر سے پاؤں تک مصنوعی گوشت پوست کا خول چڑھایا گیا ہے۔"

"ایسا کس نے کیا ہے؟"

"میں زیادہ بول نہیں سکتا۔ میری پشت پر ایک کٹ بند ھی ہوئی ہے۔ اس کٹ میں سے کمپیوٹر نکال کر اس کے تار کا دوسرا نکیلا سرا میرے سر کے اوپر ابھرے ہوئے حصے میں پیوست کر دو۔ کٹ کے اندر نمبردار ڈسک ہیں۔ انہیں کمپیوٹر میں ایک ایک کر کے پُش کرو۔ تمہیں میرے متعلق پوری معلومات حاصل ہو جائیں گی لیکن یہ یاد رکھو کہ میری بیٹری ڈاؤن ہو رہی ہے۔ اس کے بغیر کمپیوٹر زیادہ دیر تک آن نہیں رہ سکے گا۔"

دیوی نے فوراً ہی اس کی پشت کے پاس آ کر کمپیوٹر اور ڈسک کا ایک پیکٹ نکالا۔ چھوٹے سے کمپیوٹر کو ایک ہاتھ میں پکڑ کر اس کے تار کا دوسرا نکیلا سرا اس کے سر کے اوپری ابھرے ہوئے حصے میں پیوست کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ڈسک آن ہو گئی۔

روبوٹ نے کہا "یہ تمام ڈسکس خلائی زبان میں ہیں۔ انہیں اپنی زبان میں سمجھنا چاہتی ہو تو میرے سر سے بالوں کی وگ اتار دو۔ میرے گنجے سر کے اطراف ایک تار لپٹا ہوا ہے۔ اس تار کا نکیلا سرا سوئی کی طرح اپنی پیشانی میں پیوست کر دو۔"

دیوی نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ بالوں کی وگ سر سے الگ کر دی' گنجے سر کے اطراف لپٹے ہوئے تار کو کھول کر اس کے نکیلے سرے کو اپنی پیشانی میں پیوست کیا۔ تکلیف تو ہوئی لیکن تکلیف کے بعد راحت ملتی ہے۔ اس نے ڈسک نمبر ایک کو کمپیوٹر میں پُش کیا پھر اسے آپریٹ کرنے لگی۔ ایک ہی سیکنڈ میں اسکرین پر ہندی زبان میں تحریر ابھرنے لگی۔

بیٹری زیادہ دیر کام نہیں آ سکتی تھی اس لیے وہ جلدی جلدی پڑھنے لگی۔ اس کے پاس ایک چھوٹا کیسٹ ریکارڈر تھا۔ کمپیوٹر سے جو اہم معلومات حاصل ہو رہی تھیں' وہ انہیں اپنی آواز میں کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے ٹیپ کر رہی تھی۔ اس نے ایک کے بعد دوسری اور پھر تیسری ڈسک پڑھی اور اہم باتیں ریکارڈ کیں۔ چوتھی ڈسک کے دوران کمپیوٹر نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ بیٹری اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ کمپیوٹر کو پاور سپلائی نہیں کر سکتی تھی۔

پتھر پر بیٹھا ہوا روبوٹ ایک طرف ڈھلک کر فرش پر آ گیا۔ وہ تقریباً مردہ ہو چکا تھا۔ کبھی کبھی اس کی انگلیوں میں جنبش ہوتی تھی۔ اس کی کھلی ہوئی نیم جان آنکھیں دیوی کو تک رہی تھیں۔

وہ خوش ہو کر کمپیوٹر اور ریکارڈر لے کر بھگوان شیو شنکر کے پاس آئی پھر اس کے قدموں میں سر رکھ کر بولی "تو نے اپنی پجارن کی پوجا اور بھگتی کی لاج رکھ لی۔ میری تابعداری کے لیے ایک ناقابلِ شکست روبوٹ کو زمین کی تہ میں لے آیا ہے۔ اب میں نئی بیٹری کے ذریعے اسے زندگی دوں گی۔ اب سے پہلے کوئی کمبخت بدی بدی اسے اپنے کنٹرول میں رکھتی تھی۔ مجھے یہ راز معلوم ہو چکا ہے کہ میں کس طرح اس روبوٹ کے مصنوعی دماغ سے بدی بدی کا نام و نشان مٹا سکتی ہوں اور اس روبوٹ پر حاوی رہ کر اسے اپنا تابعدار بنا کر دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں سے ٹکرا سکتی ہوں۔ اے بھگوان! تو بڑا شکتی مان اور دیادان ہے۔ تیری لیلا اپرم پار ہے۔ (تیرے قدرتی کھیل ناقابلِ فہم ہیں)

○☆○

وہ جس ملک میں بھی زیرِ زمین جا کر رہائش اختیار کرتی تھی' اس ملک کے اہم افراد کو پہلے تابعدار بنا لیتی تھی تاکہ کوئی برا وقت آئے تو وہاں سے بچ نکلنے کے لئے ان تابعداروں کے ذریعے اپنے تحفظ کا سامان کر سکے۔

ابھی وہ جس غار میں تھی' وہاں سے زیورچ شہر پچاس میل کے فاصلے پر تھا۔ اس نے غار میں آنے سے پہلے زیورچ میں قیام کیا تھا۔ سب سے پہلے ایک فلائنگ کمپنی کے مالک پر خوبی عمل کر کے اسے اپنا معمول بنایا تھا۔ اس طرح وہ جب چاہتی' اس فلائنگ کمپنی کے مالک کو ایک ہیلی کاپٹر کے ساتھ اس غار سے تقریباً ایک گھنٹے کے فاصلے پر بلا سکتی تھی۔ کھانے پینے یا دوسری ضرورت کا سامان بھی اس کے ذریعے منگوا سکتی تھی۔

سوئٹزرلینڈ میں اسکیٹنگ (برف پر پھسلنے) کا کھیل تقریباً سارا سال جاری رہتا ہے۔ غیر ممالک سے آنے والے اس کھیل کے کھلاڑیوں اور شائقین کی تعداد لاکھوں میں ہوتی ہے۔ بڑے بڑے ٹورنامنٹ ہوتے ہیں جن میں دنیا کے نامور کھلاڑی حصہ لیتے ہیں۔ سرکاری طور پر اسکیٹنگ کلب سے کھلاڑیوں کو اجازت حاصل کرنی پڑتی ہے۔ دیوی نے اس سرکاری کلب کے سب سے بڑے عہدیدار کو بھی خوبی عمل کی گرفت میں لے رکھا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ اسکیٹنگ کے کھلاڑیوں کو غیر ملکی جاسوسی کی طرف سے گزرنے کا اجازت نامہ جاری نہ کرے۔

دیوی کا تیسرا تابعدار انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ کا چیف تھا اور وہ تھا زیورچ کا ڈپٹی کمشنر آف پولیس تھا۔ دیوی نے ڈی سی آف پولیس کے دماغ میں رہ کر پوچھا "یہاں سب سے قابل اور تجربہ کار مکینک کون ہے؟"

ڈی سی کی سوچ نے کہا "سائمن کریچن نامی ایک ایسا مکینک ہے جو نہایت پیچیدہ اور ناکارہ مشینوں کی مرمت کر کے انہیں کارآمد بنا دیتا ہے۔"

دیوی نے اس کے ذریعے مکینک سائمن کی آواز سنی پھر اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس وقت وہ ایک ناکارہ ہیلی کاپٹر کی مرمت کر رہا تھا۔ دیوی نے اس کے اندر طبیعت کی خرابی اور جسمانی کمزوری کے احساسات پیدا کئے۔ اس کی سوچ میں بولی "مجھے آج کام نہیں کرنا چاہئے۔ اپنے اپارٹمنٹ میں جا کر آرام کرنا چاہئے۔"

اس نے اپنے ماتحتوں سے کہا "میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ میری عدم موجودگی میں جتنا کام ہو سکے' کرو ورنہ تم لوگ بھی چھٹی کرو۔"

وہ اپنے اپارٹمنٹ میں چلا آیا۔ دن کے گیارہ بجے تھے۔ وہ کوئی سونے کا وقت نہیں تھا لیکن دیوی نے اسے خیال خوانی کی قوت سنا کر گہری نیند سلا دیا پھر اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ اس کے اندر اپنی سوچ کی لہریں آئندہ جو کہیں گی' وہ ان پر کسی پس و پیش کے بغیر عمل کرتا رہے گا۔ آج شام وہ ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر انجانی جگہ جائے گا اور ایک روبوٹ کی پوری طرح اسٹڈی کرے گا۔ غلافی زون کے روبوٹ کا جسمانی مشینی نظام اور ۲۲۰ وولٹ کی بیٹری کیسی ہوتی ہے؟ انہیں اچھی طرح سمجھ کر ایسی بیٹری خرید کر لائے گا۔ اگر اس دنیا میں ایسی بیٹری نہیں ملتی ہے تو وہ پرانی بیٹری کو چارج کرے گا اور اسی ساخت کی نئی بیٹریاں بنائے گا اور اس روبوٹ کو دوبارہ کارآمد بنانے کے سلسلے میں جتنے آلات کی ضرورت ہے وہ سب لے کر آئے گا۔

روبوٹ کے سلسلے میں اس مکینک سائمن کو جس حد تک پابند بنا کر رکھنا چاہئے تھا' دیوی نے اسے پابند کر لیا تھا۔ جب وہ سہ پہر تین بجے خوبی نیند سے بیدار ہوا تو غسل کر کے اچھی طرح کھا پی کر تمام ضروری سامان ایک بڑی اٹیچی میں لے کر فلائنگ کمپنی کے مالک کے پاس پہنچ گیا۔

فلائنگ کمپنی کا مالک رابرٹ جیسن دیوی کا تابعدار تھا۔ وہ سائمن کو اپنے ذاتی ہیلی کاپٹر میں بٹھا کر غار کے قریب ایک میل کے فاصلے پر چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ دیوی نے سائمن کے اندر رہ کر اس کی رہنمائی کی۔ وہ اس کے مطابق چلتا ہوا غار کے اندر آیا پھر خفیہ دروازے سے تہ خانے میں پہنچ گیا۔

دیوی نے کمپیوٹر کے ذریعے جو معلومات حاصل کی تھیں' وہ سائمن کو بتائیں۔ سائمن نے پہلے روبوٹ کا وہ عجیب و غریب لباس اتارا جس میں کئی ایٹمی ہتھیار چھپے ہوئے تھے۔ لباس اتارنے کے بعد اس کا مصنوعی گوشت پوست کا جسم دکھائی دے رہا تھا لیکن اس کی پشت پر گردن سے لے کر کمر تک ایک بڑا سا خانہ تھا جس پر کھڑکی کی طرح دو پٹ لگے ہوئے تھے۔ اس پٹ کے اسکریو پیچ کس سے کھولے گئے۔ اس طرح گردن سے لے کر اوپر سر تک اور نیچے کمر سے لے کر پیروں تک جتنے اسکرو تھے ان سب کو کھولنے کے بعد وہ اندر سے گوشت پوست کی مخلوق نہیں رہا۔ انسان کے اندرونی جسمانی نظام کی طرح اس کے اندر مختلف مشینی نظام تھا۔

دیوی نے سائمن سے کہا "اس کے اندرونی مشینی نظام کو نہ چھیڑا جائے۔ صرف بیٹری نکال کر اسے کارآمد بنایا جائے اور نئی بیٹریاں شہر سے لائی جائیں۔"

سائمن نے بیٹری کو نکال کر دیکھا۔ وہ ایک جدید طرز کی بہت طاقتور بیٹری تھی اسی لئے ۲۲۰ وولٹ کے پاور سپلائی کے باعث چار ماہ تک اس روبوٹ کو زندہ' طاقتور اور ناقابلِ شکست بنا کر رکھتی تھی۔

سائمن نے کہا "میں نے زندگی میں پہلی بار ایسی بیٹری دیکھی ہے۔ ایسی بیٹری ہماری ارضی دنیا میں نہیں ملے گی لیکن یہ میرے سامنے نمونے کے طور پر رہے گی تو میں ایسی کئی بیٹریاں تیار کر لوں گا۔"

"ایک نئی بیٹری تیار کرنے میں کتنے دن لگیں گے؟"

"میری کوشش ہو گی کہ ایک ہفتے میں تیار ہو جائے۔"

"کیا اتنے دنوں تک یہ روبوٹ مردہ پڑا رہے گا؟"

"میں پرانی بیٹری کو بارہ گھنٹے میں چارج کرکے اس روبوٹ کو زندہ کرسکتا ہوں لیکن اس بیٹری کو نمونے کے طور پر میں اپنے پاس رکھوں گا۔ تین چار دن بعد ہی آپ کا یہ روبوٹ نئی زندگی حاصل کرسکے گا۔"

"اچھی بات ہے' یہ بیٹری شہر لے جاؤ۔ جب تک یہ روبوٹ پرانی بیٹری کے ذریعے زندہ نہیں ہوگا اور جب تک تم دوسری بیٹریاں تیار کرکے نہیں دو گے اس وقت تک کوئی دوسرا کام نہیں کرو گے۔ اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرو گے تو تمہیں انعام کے طور پر لاکھوں ڈالر دوں گی۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے دوبارہ رابرٹ جیسن کو ہیلی کاپٹر کے ساتھ بلایا۔ سائنن اپنی اٹیچی اور خلائی زون کی وہ بیٹری وہاں سے لے گیا۔

دیوی نے بھگوان شیو شنکر کے پاس آکر اس کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ اب اس کے اندر یہ بے چینی تھی کہ تین چار دن میں پرانی بیٹری دوبارہ کارآمد ہوجائے اور اسے بھگوان کی کرپا سے ایک ناقابلِ شکست روبوٹ غلام مل جائے۔

○☆○

بدی بدی پریشان ہوگئی تھی۔ وہ ہر رات سپراسٹر کو مدہوش کرکے گہری نیند سلانے کے بعد کمپیوٹر کے ذریعے پاور پلانٹ سیون سے رابطہ کرتی تھی۔ پچھلی رات ایک بجے اس نے رابطہ کیا تو اس کی تحریر پی پی سیون کے کمپیوٹر نے قبول نہیں کی۔ اس کی بیٹری اس قابل نہیں تھی کہ ہزاروں میل دور کمپیوٹر پلس ٹیکس کے الفاظ کو ریسیو کرسکے۔ البتہ اس بیٹری میں اتنا پاور تھا کہ پی پی سیون نے دیوی کے پاس پہنچ کر گفتگو کی تھی اور اس کے کمپیوٹر نے بڑی حد تک دیوی کو معلومات فراہم کی تھیں اور ایسا محض اس لئے ہوا تھا کہ دیوی اس کے بالکل قریب تھی۔

بدی بدی یہ نہیں جان سکتی تھی کہ اس کا تابعدار پی پی سیون دیوی کے پاس پہنچا ہوا ہے۔ جب دو دن پہلے رابطہ ہوا تھا تو بدی بدی نے پی پی سیون کو اچھی طرح سمجھایا تھا کہ وہ جن ملکوں سے گزرتا ہوا امریکا کی طرف آرہا ہے ان ممالک کے نام اور شہر یاد رکھے۔ اس جگہ کے متعلق بتاتا رہے جہاں سے وہ گزرتا ہے۔

پی پی سیون نے اسے بتایا تھا کہ وہ ترکی کے شہر استنبول میں ہے پھر چوبیس گھنٹے بعد بدی بدی نے دوسری رات رابطہ کرنا چاہا تو اس کا وہ تابعدار روبوٹ غائب ہوچکا تھا۔

وہ پہلے ہی بدی بدی سے کہہ چکا تھا کہ بیٹری چوبیس یا اڑتالیس گھنٹوں کے اندر ختم ہوجائے گی۔ خلائی زون میں بدی بدی کو اپنے سائنس دان باپ سے رابطہ کرکے نئی بیٹری منگوانا چاہئے اور بدی بدی نے کہا تھا کہ اس کے پاس دو عدد فاضل بیٹریاں ہیں۔ اسے کسی فلائٹ سے واشنگٹن پہنچنا چاہئے تاکہ اسے نئی بیٹری سے نئی زندگی مل سکے۔

لیکن ارضی دنیا کے باشندے ہوں یا خلائی مخلوق ہو' تقریباً سبھی کو تماشا بناتی ہے۔ پی پی سیون ایک فلائٹ سے سفر کررہا تھا اس دوران اس کے مصنوعی دماغ نے پاور سپلائی کی کمزوری بتائی۔ وہ زیورچ سے آگے نہیں گیا۔ وہیں سفر ملتوی کرکے ویران حصے کی طرف جانے لگا تاکہ کوئی ارضی باشندہ اس کی کمزوری کو نہ سمجھ سکے۔

اسے امید تھی کہ بدی بدی استنبول سے زیورچ تک اس کا سراغ لگا کر نئی بیٹری لے آئے گی لیکن حالات بدل گئے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے سے باہر آنے والی زہریلی تمارنے اس کی تشویش میں اضافہ کیا تھا پھر ایمون ایایا' بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ کر پاور پلانٹ کے متعلق بتاچکا تھا کہ وہ روبوٹ ہے اور اس ادارے کی جانب سے پوری دنیا کو یہ بات بتائی جارہی تھی۔

پھر یہ کہ پی پی سیون استنبول سے کسی فلائٹ کے ذریعے آہا ہے' یہ بات بدی بدی کو اس لئے نہ بتاسکا کہ اس سے صرف آدھی رات کے بعد رابطہ ہوتا تھا۔

بہرحال اسی کو گردشِ حالات کہتے ہیں۔ وہ رات ایک بجے سے تین بجے تک اپنے تابعدار روبوٹ کا سراغ لگانے کی کوشش کرتی رہی اور ناکام ہوتی رہی پھر اس نے سپراسٹر کو جگایا۔ وہ نشے میں گہری نیند سو رہا تھا۔ بار بار جگانے پر آنکھیں کھول کر دیکھتا تھا پھر سوجاتا تھا۔

بدی بدی کے پاس ایک ایسا بیگ تھا جسے صرف وہی کھول سکتی تھی۔ اس میں خلائی زون کے ایسے جدید آلات تھے' جنہیں وہ سپراسٹر سے بھی چھپا کر رکھتی تھی۔ اس نے بیگ سے ایک ڈبیا نکالی۔ اس ڈبیا سے ایک ننھی سی پن نکالی پھر سپراسٹر کے سرہانے بیٹھ کر اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "تم میرے معمول ہو۔ میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو۔"

اس کی خوابیدہ سوچ نے کہا "میں تمہارا معمول ہوں اور تمہارے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔"

"لیکن میری ٹیلی پیتھی کی رینج بہت کم ہے۔ میں عارضی طور پر تم سے دور جارہی ہوں اور دور سے تمہیں اپنے کنٹرول میں نہیں رکھ سکوں گی۔ تم نجات پاتے ہی یہ رہائش گاہ چھوڑ کر بھاگ جاؤ گے۔"

اس کا خوابیدہ دماغ خاموش رہا۔ اس نے کہا "میں ایک پن تمہارے سر کے پچھلے حصے میں پیوست کررہی ہوں۔ اس عمل سے تکلیف ہوتی ہے لیکن میں حکم دیتی ہوں' تم تکلیف محسوس نہیں کرو گے۔"

"میں تمہارے حکم کے مطابق تکلیف محسوس نہیں کروں گا۔"

اس نے سپراسٹر کے سر کے پچھلے حصے میں اس ننھی سی پن کو پیوست کردیا۔ وہ پن دراصل ایک انڈی کیٹر تھی۔ سپراسٹر جہاں بھی جاتا وہ پن کم از کم پچاس میل کے فاصلے تک یہ اشارہ دے سکتی تھی کہ وہ کتنی دور ہے اور کس سمت میں ہے۔

بدی بدی نے اپنا مخصوص بیگ ایک شانے سے لٹکایا پھر اس بنگلے سے باہر احاطے میں آئی۔ وہاں سپراسٹر کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے اسٹیل برادرس کے بنگلے کے احاطے میں آئی۔ پھر اس نے کار سے اتر کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ روشانا اس کے قریب بنگلے کے اندر تھی۔ بدی بدی کے کوڈ ورڈ سن کر اس نے فوراً دروازہ کھولا پھر اس کے گلے لگ کر بولی "تم اتنی رات کو آئی ہو؟ خیریت تو ہے؟"

"خیریت نہیں ہے۔ ہمارا پی پی سیون کہیں گم ہوگیا ہے یوں کہنا چاہئے کہ اب تک مرچکا ہے کیونکہ اس کی بیٹری ڈاؤن ہورہی تھی۔"

روشانا نے کہا "یہ تو بہت برا ہوا۔ اگر روبوٹ ایک لاش کی طرح کہیں پڑا ہوگا تو لوگ اسے پولیس کے پاس پہنچائیں گے۔ اس کا پوسٹ مارٹم کیا جائے گا تو اس کے آہنی روبوٹ ہونے کا بھید کھل جائے گا۔"

"ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم اس کا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔ پتا نہیں وہ ترکی سے امریکا کے درمیان کہاں مردہ پڑا ہوگا۔"

"تم میرے پاس کچھ تو سوچ کر آئی ہو؟"

"ہاں۔ ہمیں جلد سے جلد خلائی زون تک سگنل بھیجنا ہوگا۔ میرے باپ کو اور اس کے دو ساتھی سائنس دانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر پی پی سیون ارضی سائنس دانوں کے ہاتھ لگ گیا تو وہ اس روبوٹ کے مکمل سسٹم کو سمجھ لیں گے پھر ایسے ہی روبوٹ ہمارے مقابلے میں تیار کریں گے۔"

"لیکن ہم سگنل کیسے دیں گے؟"

"ہمیں جنوبی کیلی فورنیا جانا ہوگا۔ وہاں ۱۴۴ فٹ قطر والا انٹینا لگا ہے۔ یہ انٹینا گولڈ اسٹون اسٹیشن میں ہے۔ وہاں سگنل ریسیو کرنے کے علاوہ سگنل نشر کرنے کے آلات بھی ہیں۔"

"ان کی تجربہ گاہ کی حدود کے اندر اور باہر سخت پہرا ہوگا۔ کیا ہمارے لئے اس تجربہ گاہ کے اندر پہنچنا اور ان کے آلات استعمال کرنا آسان ہوگا؟"

"آسان نہیں ہوگا تو مشکل بھی نہیں ہوگا۔ تم میرے ساتھ چلو۔ میں نے سپراسٹر کے سر میں انڈیکیٹر پن پیوست کردی ہے۔ وہ مجھ سے نجات حاصل کرنے کے لئے جہاں بھی چھپے گا' میں وہاں پہنچ جاؤں گی۔ تم بھی اسٹیل برادرس پر یہی عمل کرو۔"

وہ دونوں اسٹیل برادرس کے بیڈ روم میں آئیں۔ روشانا نے اسے مدہوش کرکے سلا دیا تھا۔ اس نے اس کے خوابیدہ دماغ میں کہا "میں روشانا بول رہی ہوں۔ تم میرے معمول اور تابعدار رہو۔ میں حکم دیتی ہوں' تم اپنے سر کے پچھلے حصے میں پن کی چبھن اور اس کی تکلیف محسوس نہیں کرو گے اور یہ بھول جاؤ گے کہ تمہارے سر میں ہمیشہ ایک پن پیوست رہتی ہے۔"

اسٹیل برادرس نے ایک معمول کی حیثیت سے وعدہ کیا کہ وہ سر میں پیوست رہنے والی پن کو بھلا دے گا۔ بدی بدی نے بیگ میں رکھی ہوئی ڈبیا میں سے ایک پن نکالی پھر اس کے سر کے پچھلے حصے میں پیوست کردی۔

روشانا اپنا ضروری سامان لے کر کمپیوٹر والے کمرے میں آئی تو کمپیوٹر سے منسلک رہنے والا آلہ سگنل دے رہا تھا۔ روشانا نے بدی بدی کو بلایا۔ اس نے وہاں آکر کمپیوٹر آن کیا۔ اسکرین پر تحریر نظر آئی۔

"مسٹر برادرس! تم سے وزارتِ خارجہ کا سیکریٹری آنرجم' مخاطب ہے۔ اگر تم جاگ رہے ہو تو میرے کمپیوٹر کے کوڈ نمبرز پر جواب دو۔"

بدی بدی نے جواباً کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی "مسٹر جم! اس وقت مسٹر برادرس سو رہے ہیں۔ میں ان کی پرائیویٹ سیکریٹری روشانا بول رہی ہوں۔"

"برادرس تنہا رہنے کا عادی ہے۔ تم رات کے پچھلے پہر اس کی نیند کے دوران جاگ رہی ہو۔ خود کو اس کی سیکریٹری کہہ رہی ہو۔ رمی ریز اور ٹیری ٹیلر نے اعلیٰ حکام کو تمہارے بارے میں اطلاع دی ہے اور ہم سب ان سوالات کے جواب کے منتظر ہیں کہ تم اچانک اسٹیل برادرس کے پاس کیسے پہنچ گئیں؟"

"اتفاق سے ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ مسٹر برادرس نے میری قابلیت سے متاثر ہوکر مجھے پرسنل سیکریٹری بنالیا ہے۔"

"ایسا ہی اتفاق بدی بدی اور سپراسٹر کے درمیان ہوا اور اس نے بدی بدی کو رازدار بنالیا۔ سپراسٹر اور اسٹیل برادرس ایسے محتاط انداز میں روپوش رہتے تھے کہ امریکی انٹیلی جنس کے جاسوس بھی ان کی رہائش گاہوں تک نہیں پہنچ سکتے تھے لیکن تم اور بدی بدی بڑی آسانی سے یکے بعد دیگرے ان کے پاس پہنچ گئیں اور وہاں تک رسائی حاصل کرنے کو محض اتفاق کی بات کہہ رہی ہو۔"

"مسٹر آنرجم! میرے ساتھ جو حالات پیش آئے وہ میں نے بتادیے۔ مس بدی بدی اور سپراسٹر کے ساتھ بھی ایسے ہی حالات پیش آئے ہیں تو میں اس کی ذمے دار نہیں ہوں پھر یہ کہ آپ اپنے اعلیٰ حکام کے ساتھ صبح تک انتظار کریں۔ مسٹر برادرس بیدار ہونے کے بعد آپ کے تمام سوالات کے جواب دیں گے۔"

"ہمارے حکام سختی سے کہہ رہے ہیں کہ مسٹر برادرس کو نیند سے جگایا جائے۔ اس اہم معاملے پر فوراً گفتگو ہوگی۔"

"سوری! مسٹر برادرس نے مجھے تاکید کی ہے کہ میں کبھی ان کی نیند کے دوران مداخلت نہ کروں۔"

"یہ حکام کا حکم ہے کہ اسے نیند سے جگایا جائے۔"

"پھر ایک بار سوری۔ میں صرف اپنے باس کے حکم کی تعمیل

کرتی ہوں۔ رات زیادہ گزر چکی ہے۔ کیا آپ مجھے سونے کا موقع دیں گے؟"

"اسنیل ہوکس کے سرہانے کی میز پر ایک کارڈ لکھ کر لگا دو کہ بیدار ہوتے ہی سب سے پہلے ہم سے رابطہ کرے۔ ویٹس آل۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ بدی بدی نے بھی کمپیوٹر کو آف کیا۔ روشانے ایک کارڈ پر لکھا "میں ایک ضروری کام سے جا رہی ہوں۔ جلد ہی واپس آؤں گی۔ تم فوراً وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری آونرجم سے رابطہ کرو۔"

اس نے تحریر کے نیچے اپنا نام لکھا۔ اس کارڈ کو سرہانے والی میز پر رکھا پھر بدی بدی کے ساتھ کیلی فورنیا تک سفر کرنے کے لئے اسنیل ہوکس کا بنگلا چھوڑ دیا۔

○☆○

برین آدم اور الپا نے مکمل طور پر روپوشی اختیار کر لی تھی۔ وہ اپنی اپنی رہائش گاہ سے نکلتے تھے۔ آزادی سے گھومتے بھی تھے لیکن کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا تھا۔ پلاسٹک سرجری کے بعد دونوں بدل گئے تھے۔ ان کی آواز اور لہجے میں تبدیلی آ گئی تھی۔ دیوی اپ ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ ان کے اپنے اسرائیلی حکام بھی انہیں نہیں پہچان سکتے تھے۔ اب وہ نئے چہرے اور نئی شخصیت بنا کر جی رہے تھے اور اسی میں ان کی سلامتی تھی۔

ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن نے بھی آوازیں اور چہرے تبدیل کئے تھے۔ ان دونوں کو برین آدم اور الپا کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔ انہوں نے ابتدا میں دھتورا کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے سے یہ معلوم ہوا کہ کلی سیون بھی خلائی مخلوق ہے اور پارس سے اس کی شادی ہوگئی ہے پھر پتا چلا کہ خلا سے آنے والا ایمون ابابا اپنی بیٹی ایمونا کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں رہنے لگا ہے۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ خلا سے ایک ایسا روبوٹ آیا ہے جو بظاہر گوشت پوست کا ہے لیکن سر سے پیر تک فولادی ہے۔ اس کے سر میں ایک مصنوعی دماغ ہے جس کے ذریعے وہ انسانوں کی طرح سنتا اور بولتا ہے۔

برین آدم نے دھتورا کو رابرٹ کلون کی تحویل میں دیا تھا۔ جب خلائی مخلوق کے بارے میں رفتہ رفتہ کئی طرح کی معلومات حاصل ہونے لگیں تو برین آدم نے کمپیوٹر کے ذریعے اسرائیلی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ کیا پھر کہا "ایک خلائی مخلوق جس کا نام دھتورا ہے وہ ہمارے قبضہ میں ہے۔ میں چاہتا ہوں وہ آپ کے قبضے میں رہے۔ آپ اس کے دماغ اور تمام جسم کے ایکسرے حاصل کریں۔ اس کی چھپی ہوئی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کے بارے میں معلوم کریں۔ سپر اسٹرکے پاس ایسی ہی ایک خلائی مخلوق ہے۔ وہ اس سے اہم کام لیتا ہوگا۔ ہمیں بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ہم دھتورا کو کس طرح اپنے لئے فائدہ مند بنا سکتے ہیں۔"

انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل نے دو نہایت تجربہ کار سائنس دانوں اور چار ایسے ڈاکٹروں سے دھتورا کے بارے میں تبادلۂ خیال کیا جن میں سے دو ڈاکٹر برین سرجری کے ماہر تھے۔ انہوں نے خفیہ تجربہ گاہ میں دھتورا کے پورے جسم کے مختلف ایکسرے دیکھے۔ برین سرجن نے کہا "دھتورا کا دماغ ہم انسانوں سے ذرا مختلف ہے۔ مووی ایکسرے کیمرے سے اس کے دماغ کے مختلف حصوں کے فنکشنز کو آسانی سے سمجھا جائے گا۔"

انہوں نے آپریشن تھیٹر میں دھتورا کو ایک جگہ بٹھا کر اس کے سر کے اوپر چاروں طرف سے مووی ایکسرے کیمرے نصب کئے پھر تمام کیمروں کو آن کر کے دھتورا سے باتیں کرنے لگے۔

باتوں کے دوران اس کے دماغ کے اس اضافی حصے میں لرزش پیدا ہوتی تھی جو دماغ کا ٹرانس لیٹر آلہ کہلاتا تھا اور دنیا کی کسی بھی زبان کا ترجمہ خلائی زبان میں پیش کر کے خلائی مخلوق کو اجنبی زبان سمجھاتا تھا۔

پھر دھتورا سے پوچھا گیا کہ وہ اپنے جیسی دوسری مخلوق کے دماغ تک سگنل کیسے پہنچاتا ہے؟

اس نے کہا "تم لوگ جسے سگنل کہتے ہو وہ ہماری زبان ہے۔ میں ٹرانس لیٹر کے ذریعے تمہاری زبان میں تمہارے دماغ کے اندر پہنچ سکتا ہوں لیکن ہماری گفتگو کی لہریں دوسرے دماغوں تک اسی صورت میں پہنچتی ہیں جب وہ دو سو راہم سے ایک کلو میٹر کے فاصلے پر ہو۔ ہماری ٹیلی پیتھی کی رینج اس سے زیادہ نہیں ہے۔"

ایک سائنس دان نے کہا "میں تمہارے قریب ہوں۔ مجھ سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرو۔"

مووی ایکسرے کیمرے کے ذریعے ایک بڑی اسکرین پر دماغ کا ایک حصہ ہولے ہولے لرزتا دکھائی دے رہا تھا۔ ایسے وقت وہ سائنس دان دھتورا کی باتیں اپنے دماغ کے اندر سن رہا تھا۔

رابرٹ کلون نے اپنی آواز بدل کر دھتورا کے دماغ میں اپنی سوچ کی لہریں پہنچائیں تو دھتورا کے دماغ کا دوسرا حصہ ہولے ہولے لرزنے لگا۔ وہ رابرٹ کلون کی باتیں اپنے دماغ کے اندر سن رہا تھا۔

اس طرح معلوم ہوا کہ دھتورا کے دماغ کا ایک حصہ اپنی باتیں دوسروں تک نشر کرتا ہے اور دماغ کا دوسرا حصہ دوسروں کی باتیں ریسیو کرتا ہے۔

اسے جھوٹی خوش خبری سنائی گئی کہ اس کی بہن روشنا کا سراغ مل گیا ہے۔ وہ آج شام کو یہاں آئے گی۔

پھر اس سے کہا گیا "ہم نے جھوٹ کہا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ روشنا کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔"

پھر اس کے سامنے ایک نیم عریاں حسین دوشیزہ کو پیش کیا گیا۔ وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بیٹھ گئی۔

اس طرح اس کی خوشی، غم اور ہیجانی جذبات کے بارے میں معلوم کیا گیا۔ ان تمام معاملات میں اس کا دماغ انسانی دماغ کی طرح کام کر رہا تھا۔

رابرٹ کلون نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "اگر تمہیں روشنا کی آواز اور لہجہ اچھی طرح یاد ہے تو مجھے بتاؤ۔ میں ابھی تمہاری بہن سے رابطہ کروں گا اور اسے بتاؤں گا کہ تم بھائی بہن کی ملاقات کہاں ہو سکتی ہے۔"

دھتورا نے کہا "میں نے صرف خلائی زبان میں اپنی بہن کی آواز اور لہجے کو سنا ہے۔ وہ اس ارضی دنیا کی زبان کیسے بولتی ہے، میں نہیں جانتا۔"

اس نے روشنا کی آواز اور لہجے کو خلائی زبان میں سنایا۔ وہ عجیب زبان تھی۔ رابرٹ کلون اس کی ادائیگی میں ناکام رہا۔ الپا نے کوشش کی اور بڑی حد تک کامیاب ہوئی۔ دھتورا سے کہا گیا۔ "مختصر الفاظ میں روشنا کو پیغام دو کہ تم اس سے ملنا چاہتے ہو۔ وہ اپنا پتا بتائے۔"

دھتورا مختصر الفاظ میں روشنا کو پیغام دینے لگا۔ اس کی سوچ کی لہریں روشنا تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ الپا دھتورا کے ساتھ وہ خلائی زبان بولتی رہی۔ حتیٰ کہ وہ کامیابی سے روشنا کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچ گئی۔

روشنا نے پہلے تعجب سے وہ پیغام سنا پھر اپنی خلائی زبان میں بولی "میرے بھائی! کیا تم میرے قریب ہو۔ ایک کلو میٹر کے فاصلے پر ہو؟"

الپا نے دھتورا سے کہا "تمہاری بہن اپنی زبان میں کچھ بول رہی ہے۔ اس سے مختصر الفاظ میں کس طرح کہا جائے کہ وہ انگریزی زبان میں بات کرے۔"

دھتورا پھر مختصر الفاظ میں بولنے لگا۔ الپا بار بار وہ الفاظ روشنا کی آواز اور لہجے میں بولتی رہی پھر دوسری بار روشنا کے اندر پہنچ گئی۔ الپا کی باتیں سن کر اس نے انگریزی زبان میں کہا "تم میرے بھائی ہو تو پرائی زبان کیوں بول رہے ہو۔ اپنی زبان میں گفتگو کرو۔"

الپا نے کہا "میں ارضی دنیا کا ایک شخص ہوں۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ دھتورا سے میری بہت گہری دوستی ہوگئی ہے۔ میں اس کا پیغام پہنچا کر دوستی کا حق ادا کر رہا ہوں۔ وہ پوچھ رہا ہے کہ تم کہاں ہو۔ اپنا مکمل پتا بتاؤ۔ وہ تمہارے پاس آئے گا۔"

روشنا نے کہا "میرے بھائی سے کہو، اپنا مکمل پتا بتائے۔ میں اس کے پاس آؤں گی۔"

"یہ افریقہ کا ایک خطرناک علاقہ ہے۔ وہ میرے ساتھ اس علاقے سے نکل رہا ہے۔ ہماری کوئی اگلی منزل نہیں ہے اس لئے دھتورا تمہارے پاس آنا چاہتا ہے۔"

وہ بولی "میرے ساتھ بدی بدی ہے۔ دھتورا جانتا ہے کہ بدی بدی کے سامنے کسی کی چالاکی کام نہیں آتی۔ دھتورا کے لئے بدی بدی کا پیغام ہے کہ افریقہ سے نکل کر جس ملک اور شہر میں پہنچو، وہاں کا پتا ہمیں بتا دو۔ اس کے بعد میں اپنے طور پر حالات کا جائزہ لے کر اس کے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

الپا نے دیکھا کہ وہ اس کے قابو میں نہیں آئے گی تو اس نے تھوڑی دیر روشنا کے اندر رہنے کا فائدہ اٹھایا۔ یکبارگی اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ایک دم سے چیخ مار کر گری اور فرش پر تڑپنے لگی۔ مووی ایکسرے کیمروں کی رپورٹ سے معلوم ہو گیا تھا کہ خلائی مخلوق کا دماغ قدرے مختلف ہونے کے باوجود خوشی، غم اور ہیجانی جذبات کے معاملے میں انسانی دماغ سے مطابقت رکھتا ہے۔

الپا کا یہ حملہ کامیاب رہا۔ روشنا کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ الپا کو اس کے ذریعے بدی بدی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ خلائی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ الپا نے روشنا سے کہا۔ "اگر تم چاہتی ہو کہ دوبارہ دماغ میں زلزلہ پیدا نہ ہو تو اپنی ساتھی سے کہو، تم موجودہ تکلیف کے باعث اپنی خلائی زبان سمجھنے سے قاصر ہو لہٰذا وہ تم سے انگریزی میں بولے۔"

"نہیں، میں ایسا نہیں کہوں گی۔ تمہاری ارضی زبان میں میری سہیلی بولے گی تو تم اسے بھی ٹیلی پیتھی کے عذاب میں مبتلا کر دو گے۔"

الپا نے اس کے انکار پر دوسری مرتبہ زلزلہ پیدا کیا۔ اس نے پھر چیخ ماری۔ پہلے زلزلے کے نتیجے میں ایسی نڈھال ہو چکی تھی کہ زیادہ چیخنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ زیادہ تڑپنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔ ایسا لرزہ طاری ہو گیا تھا کہ وہ بدی بدی سے یہ بھی نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ خاموش رہے۔ کچھ نہ بولے ورنہ ٹیلی پیتھی کی بلا اس کے اندر بھی پہنچ جائے گی۔

روشنا نے دو بار زلزلے کے نتیجے میں ایسی چیخیں ماری تھیں کہ ہوٹل کے ملازم اور منیجر وغیرہ ان کے کمرے میں آ گئے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ روشنا کو کیا ہو گیا ہے۔ ایسے وقت بدی بدی نے جواباً انگریزی میں کہا "پتا نہیں اسے اچانک کیا ہو گیا ہے۔ یہ کسی طرح کی تکلیف محسوس کر رہی ہے لیکن بولنے کے قابل نہیں ہے پلیز ڈاکٹر کو فوراً بلائیں۔"

الپا جانتی تھی کہ خلائی مخلوق پرائی سوچ کی لہروں سے گدگدی محسوس کرتی ہے اور سانس روک لیتی ہے۔ اس نے دھتورا سے خلائی زبان کے جو چند الفاظ سنے تھے وہ الفاظ اس نے بدی بدی کے دماغ میں پہنچ کرا دیئے۔ اپنی خلائی زبان سے گدگدی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ بدی بدی وہ باتیں سننے لگی۔ اچانک ہی الپا نے وہاں چند سیکنڈ رہنے کا فائدہ اٹھایا اور زلزلہ پیدا کیا۔ اس بار بدی بدی کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ بھی فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ ہوٹل کا عملہ دونوں کی یہ حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔ منیجر ایمبولینس کے لئے فون کر رہا تھا۔ ہوٹل کی طرف سے انہیں اسپتال پہنچایا جانے والا تھا۔

روشنا پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ الپا نے اس کے خیالات پڑھے۔ دماغی کمزوری کے باعث وہ الپا کی مرضی کے مطابق سوچ رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ دونوں کیلی فورنیا میں گولڈ اسٹون اسٹیشن کے قریب ایک ہوٹل میں ہیں۔ اس ہوٹل سے دو میل کے فاصلے پر ایڈورڈ ائر بیس کا ممنوعہ علاقہ ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں ابتدائی سائنسی تجربات کے سلسلے میں خلائی شٹل اترا کرتی تھیں۔

بدی بدی کے دماغ سے زلزلے کی تکلیف کچھ کم ہو رہی تھی۔ الپا نے روشنا کی طرح اس پر نیم بے ہوشی طاری کرنے کے لئے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا۔ بدی بدی نے ایک کمزور سی چیخ ماری۔ کیونکہ اب وہ بھی چیخنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ وہ بھی ہوش و حواس سے بیگانہ ہو رہی تھی۔

الپا نے کمپیوٹر کے ذریعے برین آدم سے کہا "میں نے دھتورا کی بمن روشنا اور ایک خطرناک خلائی مخلوق بدی بدی کو ٹریپ کیا ہے۔ ابھی دونوں دماغی تکلیف میں مبتلا ہیں۔"

اسکرین پر برین آدم کا تحریری سوال ابھرا "کیا تم نے معلوم کیا ہے کہ وہ دونوں عورتیں کہاں ہیں؟"

"جی ہاں۔ وہ کیلی فورنیا میں ہیں۔ گولڈ اسٹون اسٹیشن کے قریب ان کی موجودگی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ آپ ڈائریکٹر جنرل سے کہیں کہ وہ دھتورا کو اپنی نگرانی میں رکھ کر خلائی زبان کے حروف اور گرامر کی تفصیلات معلوم کریں۔ آپ بہتر سمجھتے ہیں کہ ہمارے چند ذہین افراد کو یہ زبان سیکھنا چاہئے یا نہیں؟"

وہ کمپیوٹر کو آف کر کے پھر بدی بدی کے پاس پہنچ گئی اور اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پہلے تو وہ اپنی خلائی زبان میں سوچ رہی تھی۔ الپا نے دھمکی دی کہ وہ انگریزی زبان میں نہیں سوچے گی تو تیسری مرتبہ زلزلہ پیدا کیا جائے گا۔ وہ خوف زدہ ہو کر انگریزی زبان میں سوچنے لگی۔

بدی بدی اور روشنا دونوں کی آنکھیں بند تھیں لیکن وہ محسوس کر رہی تھیں کہ انہیں اسٹریچر پر ہوٹل سے باہر لایا گیا ہے اور ایمبولینس کے اندر پہنچایا جا رہا ہے۔ دونوں کو اسپتال پہنچائے جانے تک الپا نے بہت سی معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کہ خلائی زون سے آنے والے ریوولٹ پاور پلانٹ سیون کی بیٹری ختم ہو چکی تھی۔ اس وجہ سے وہ بدی بدی کو کچھ بتائے بغیر کہیں گم ہو گیا ہے۔ وہ جہاں بھی ہو گا بے جان پڑا ہو گا۔ اس کا بے جان فولادی جسم سائنس دانوں تک پہنچے گا تو وہ اسے دیکھ کر ایسا ہی معمہ، غ اور سننے بولنے، چلنے پھرنے والا ریوولٹ تیار کر لیں گے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ بدی بدی اور روشنا خلائی زون کے تین بڑے سائنس دانوں کو پی پی سیون کی گمشدگی کی اطلاع دینا اور یہ اندیشہ ظاہر کرنا چاہتی تھیں کہ آئندہ ارضی دنیا میں بھی ویسے ہی ریوولٹ بنائے جائیں گے لہٰذا یہ ضروری ہو گیا ہے کہ خلائی زون سے مزید دو ریوولٹ بھیجے جائیں اور ان کے ذریعے جلد سے جلد یہاں کے سائنس دانوں اور دوسرے بہترین دماغوں کو ہلاک کیا جائے۔

الپا نے دونوں کے چور خیالات پڑھ کر جو سب سے اہم بات معلوم کی وہ یہ تھی کہ سپراسٹر بدی بدی کا اور اسٹیل بروکس روشنا کا تابعدار ہے۔ وہ ان دونوں کے قریب رہتی تھیں اس لئے آسانی سے دونوں کے دماغوں میں ایسے وقت پہنچ جایا کرتی تھیں جب وہ نشے میں رہا کرتے تھے۔

الپا کو بڑی کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں۔ اس نے سوچا سپراسٹر ابھی جاگ رہا ہو گا اور اپنے اہم فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہو گا۔ شاید رات کو پینے کے دوران بدی بدی کا تابعدار بن جاتا تھا۔ الپا نے سوچا وہ پاشا کی طرح دماغی قوت کا حامل ہے اس کے باوجود اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھنا چاہئے۔

وہ بدی بدی کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچی تو جگہ مل گئی۔ بڑی خاموشی سے چور خیالات پڑھنے لگی۔ ان لمحات میں اس کی دماغی حالت بتا رہی تھی کہ شراب نوشی کے باوجود وہ غیر معمولی دماغی قوت رکھتا ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو گہری نیند کی حالت میں بھی محسوس کر کے سانس روک لیتا ہے۔

الپا حیران تھی کہ وہ اسے کیوں محسوس نہیں کر رہا ہے؟ دراصل ابھی تک یہ حقیقت کسی کو معلوم نہیں تھی کہ ٹانی نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا ہے۔ ان لمحات میں الپا سے پہلے ٹانی وہاں موجود تھی اسی لئے سپراسٹر ایک کی موجودگی کے باعث دوسری پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔

وہ پریشان تھا اور اس کی ایک نہیں کئی پریشانیاں تھیں۔ ان پریشانیوں کا آغاز اس وقت ہوا تھا جب بدی بدی سپراسٹر کی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچی تھی اور سپراسٹر نے اپنے ساتھیوں کا اعتماد حاصل کئے بغیر اس عورت کو رازدار بنا لیا تھا۔

دوسری بار روشنا، اسٹیل بروکس کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے بھی روشنا کو رازدار بنا لیا۔ بدی بدی اور روشنا آپس میں سہیلیاں تھیں اس لئے یہ سمجھا گیا کہ خلا سے آنے والیوں کے ساتھ سپراسٹر اور اسٹیل بروکس نے کوئی سمجھوتا کر لیا ہے اور وہ سمجھوتا امریکی حکومت کو نقصان پہنچانے والا ہے۔

پھر یہ کہ ری ریز اور ٹیری ٹیلر نے اعلیٰ حکام کو فیکس کے ذریعے کہہ دیا تھا کہ سپراسٹر اور اسٹیل بروکس ان کے لئے زبردست خطرہ بن گئے ہیں۔ جس طرح انہوں نے بدی بدی اور روشنا کو اپنی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچنے کا موقع دیا ہے اسی طرح وہ دوسری خلائی حسیناؤں کو بھی ری ریز اور ٹیری ٹیلر کی خفیہ رہائش گاہوں تک پہنچا دیں گے لہٰذا وہ موجودہ خفیہ رہائش گاہ چھوڑ کر کہیں چلے گئے تھے۔

آخر میں سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ سپراسٹر اور اسٹیل

بروکس کو بدی بدی اور روشنا کے ساتھ خصوصی عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ خصوصی عدالت میں اعلیٰ حکام اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران ان کا محاسبہ کرنے والے تھے۔

سپراسٹر کی سوچ کہہ رہی تھی "عدالت میں حاضری کا مطلب سزائے موت ہے۔"

اس کے اندر دوسری سوچ نے کہا "بے شک بدی بدی تمہیں عارضی طور پر چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ روشنا نے بھی اسٹیل بروکس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ ان دونوں کی عدم موجودگی سے یہی سمجھا جائے گا کہ تمہیں اور اسٹیل بروکس کو مصیبت میں دیکھ کر وہ کہیں روپوش ہو گئی ہیں۔"

الپا دوسری سوچ کی لہروں کو سن کر چونک گئی۔ وہ سونیا ٹانی کی آواز اور لہجے کو لاکھوں میں پہچان سکتی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ ابھی تک سپراسٹر کے دماغ میں خاموش تھی۔ اگر بول پڑتی تو ٹانی اس کے پیچھے پڑ جاتی۔

سپراسٹر کی سوچ کہہ رہی تھی "میں خصوصی عدالت میں نہیں جاؤں گا۔ میری اس خفیہ رہائش گاہ تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ میں بیس روپوش رہوں گا۔"

ٹانی نے کہا "بدی بدی اور روشنا کہیں پکڑی جائیں گی تو وہ تم دونوں کی رہائش گاہ کا پتا بتا دیں گی۔ اس لئے یہاں سے جتنی جلدی ہو سکے، نکلو۔ تم دونوں بہت پہلے ہی پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرے تبدیل کرا چکے ہو۔ باہر پہچانے نہیں جاؤ گے۔ میں نے اسٹیل بروکس سے کہہ دیا ہے اب تم دونوں ساتھ رہو گے اور موقع پا کر یورپ کے کسی شہر میں چلے جاؤ گے۔"

"ہاں۔ مجھے یہی کرنا چاہئے۔ میں ابھی اسٹیل بروکس کے پاس جا رہا ہوں۔"

ٹانی نے کہا "تم دونوں نے نئے چہرے نئے نام اختیار کئے ہیں۔ پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات بھی تم دونوں کو بہت سے بالاتر رکھیں گے۔ کسی دوسرے شہر جا کر کسی عارضی رہائش گاہ میں رہو۔ میں رات کو کسی وقت آؤں گی۔"

پھر وہ ایک ذرا توقف سے بولی "رات کو کیا خاک آؤں گی۔ تم دونوں پینے کے عادی ہو۔ ایسے وقت تم لوگ کسی اہم مسئلے پر گفتگو نہیں کر سکو گے۔ میں کل صبح دس بجے آؤں گی۔ میں اسٹیل بروکس کو تمہارے دماغ میں پہنچا رہی ہوں۔ یہاں سے دوسری جگہ منتقل ہونے کے سلسلے میں اس سے پروگرام طے کر لو۔"

الپا تھوڑی دیر کے لئے سپراسٹر کے دماغ سے نکل گئی کیونکہ ٹانی اسٹیل بروکس کے پاس جا رہی تھی۔ اس طرح الپا کو معلوم ہوا کہ ٹانی نے ان دونوں کو اپنا تابعدار بنا رکھا ہے۔

وہ دس منٹ کے بعد سپراسٹر کے اندر پہنچی۔ ٹانی اس سے کہہ رہی تھی "میں بروکس کو تمہارے پاس لے آئی ہوں۔ تم دونوں آئندہ کے پروگرام بناؤ۔ میں جا رہی ہوں۔"

چند سیکنڈ تک خاموشی رہی پھر سپراسٹر نے کہا "میں کسی کو اپنے اندر محسوس کر رہا ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ سونیا ٹانی جا چکی ہے۔ مسٹر بروکس! تم خاموش کیوں ہو؟ کیا میرے چور خیالات پڑھ رہے ہو؟"

اسٹیل بروکس نے کہا "نہیں ماسٹر! میں یہ آزما رہا تھا کہ سونیا ٹانی موجود ہے یا نہیں؟ تم مجھے محسوس کر رہے ہو اس کا مطلب ہے ہم پر عمل کرنے والی جا چکی ہے۔"

"ہاں یقیناً وہ چلی گئی ہے۔ میں حیران ہوں کہ اس نے کب ہمیں اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ ہماری بدلی ہوئی آواز اور لہجے کو اس نے کب اور کیسے سن لیا تھا؟"

"یہی میں بھی سوچ رہا ہوں، نہ جانے ہم کب سے خوش فہمی میں رہتے آئے ہیں۔ آج ٹانی نے ہمیں ہر طرف سے مصائب میں دیکھ کر خود کو ظاہر کیا ہے۔"

"میں یہ سوچ رہا ہوں اگر آج ٹانی کی جگہ دیوی ہمارے دماغوں میں قبضہ جما لیتی تو ہم بری طرح غلام بنے رہتے، کبھی اس کے شکنجے سے نکل نہ پاتے۔"

"غلام تو ہم اب بھی ہیں۔"

"بے شک ہیں لیکن بابا صاحب کے ادارے کے اصولوں کے مطابق ان کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسروں کو صرف کچھ عرصے تک اپنا معمول بنا کر رکھتا ہے پھر آزاد چھوڑ دیتا ہے۔"

"یہ تو میں بھول گیا تھا۔ اب دل کو اطمینان ہو رہا ہے کہ سونیا ٹانی کچھ عرصے کے بعد ہمیں اپنے تنویمی عمل سے آزاد کر دے گی۔"

ٹانی کی سوچ کی لہریں سنائی دیں۔ وہ کہہ رہی تھی "بروکس! تم نے سپراسٹر کے دماغ میں خاموش رہ کر میری موجودگی یا عدم موجودگی کو سمجھنا چاہا۔ کوئی معمول اپنے عامل کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا۔ میں واقعی سپراسٹر کے دماغ سے چلی گئی تھی۔ لیکن تم یہ بھول گئے کہ میں تمہارے اندر ہوں اور تم مجھے محسوس نہیں کر رہے ہو۔"

سپراسٹر نے کہا "واقعی ہم یہ بھول گئے تھے کہ تم میرے اندر نہیں ہو لیکن بروکس کے اندر موجود ہو۔ بائی دی وے، تم نے ہماری باتیں سنی ہیں۔ ہم تمہارے خلاف کچھ نہیں سوچ رہے تھے بلکہ مطمئن ہیں کہ تم جلد ہی کسی نہ کسی دن ہمیں اپنے تنویمی عمل سے آزاد کر دو گی۔"

"اگر اس ملک میں تم دونوں کے لئے خطرات موجود نہ ہوتے تو ابھی تم دونوں کو آزاد کر دیتی لیکن یہاں رہ کر تم دونوں سے غلطیاں ہو سکتی ہیں پھر بدی بدی اور روشنا واپس آ کر تمہارے لئے مصیبت بن سکتی ہیں۔ میرا وعدہ ہے جس دن یورپ کے کسی بھی شہر میں پہنچو گے، میں تم دونوں کو آزاد کر دوں گی۔"

"ہمیں یقین ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کے افراد زبان کے

وحشی ہوتے ہیں۔ تم ہمیں ضرور آزاد کرو گی۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آزادی کے بعد ہم بھی تمہارے کام.....“

وہ بات کاٹ کر بولی ”بس زیادہ نہ بولو۔ وقت ضائع نہ کرو۔ انجانے دشمنوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو فوراً موجودہ رہائش گاہ چھوڑ دو۔ اب میں واقعی جا رہی ہوں۔“

الپا ابھی سپراسٹر کے دماغ سے چلی آئی۔ وہ اسنیل بروکس کی آواز اور لہجے کو بھی ذہن نشین کر چکی تھی۔ اس نے یہ طے کر لیا کہ جب وہ کسی نئی جگہ پہنچیں گے اور رات کو پی کر مدہوش ہونے لگیں گے تو وہ ان کے دماغوں سے ثانی کے تنویمی عمل کو مٹا کر انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا لے گی۔

وہ بدی بدی کے پاس آئی۔ وہ دماغی تکلیف سے نجات پا کر ذرا کمزور اور نڈھال سی ہو گئی تھی اس لئے بے وقت سو رہی تھی۔ الپا نے اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کیا اور یہ بات خاص طور پر ذہن نشین کرائی کہ وہ عامل کی سوچ کی لہروں سے گدگدی محسوس نہیں کرے گی اور آئندہ انگریزی زبان میں سوچتی رہے گی۔

دوسری اہم بات یہ نقش کی کہ وہ خلائی زون کے کسی بھی سائنس دان یا اہم افراد سے رابطہ نہیں کرے گی۔ نیند سے بیدار ہو کر نارمل رہے گی اور کیلی فورنیا سے نکل کر یورپ کے کسی شہر میں قیام کرے گی۔

الپا نے یہی تمام باتیں روشنا کے دماغ میں بھی نقش کیں اسے بھی اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا۔ پھر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک راکنگ چیئر پر بیٹھی جھولتی رہی اور سوچتی رہی۔ پھر وہاں سے اٹھ کر کمپیوٹر کے پاس آئی۔ اسے آپریٹ کرتے ہوئے برین آدم سے رابطہ کیا پھر اسکرین پر تحریر کے ذریعے اپنی تمام کارکردگی کی رپورٹ پیش کی۔

برین آدم نے کہا ”تم نے سپراسٹر اور اسنیل بروکس تک پہنچ کر بہت بڑا کام کیا ہے۔ اگر امریکا کے وقت کے مطابق رات کو ان پر کامیاب تنویمی عمل کر دگی اور انہیں ثانی سے چھین لو گی تو دو روبوٹ قسم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے تابعدار بن جائیں گے۔ وہ دونوں پاشا کی طرح غیر معمولی سماعت و بصارت کے حامل ہیں۔ ان دونوں کے علاوہ بدی بدی اور روشنا کو بھی ہم اپنے ملک میں لے آئیں گے۔“

الپا نے کہا ”واشنگٹن میں ہمارے جتنے جاسوس ہیں آپ انہیں یہاں کے ڈائریکٹر جنرل کے ذریعے الرٹ رکھیں۔ وقت آنے پر ان سب کو سپراسٹر، اسنیل بروکس، بدی بدی اور روشنا کی نگرانی پر مامور کیا جائے گا۔ وہ کسی فلائٹ سے انہیں اسرائیل کے لئے روانہ کر دیں گے۔“

الپا نے ٹیلی پیتھی کے عملی میدان میں بڑی غلطیاں بھی کی تھیں اور بڑی کامیابیاں بھی حاصل کی تھیں۔ اسرائیل کے حکام اور دیگر اکابرین اسے سب سے پرانی اور سب سے زیادہ قابلِ اعتماد خیال خوانی کرنے والی تسلیم کرتے تھے۔ وہ بھی بڑی ذمے داری سے اپنے فرائض ادا کرتی تھی کسی بھی معاملے کو نمٹانے سے پہلے اس کے ہر پہلو پر غور کرتی تھی پھر اس معاملے کو نمٹانے کے بعد دوبارہ اس کے ایک ایک پہلو پر سوچتی تھی کہ اس سے کہیں کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی ہے؟

برین آدم سے رابطہ ختم کرنے کے بعد وہ پھر راکنگ چیئر پر آ کر بیٹھ گئی۔ آگے پیچھے جھولتے ہوئے سوچنے لگی ”سونیا ثانی ایک بلا ہے۔ اس کا شکار چھیننے سے پہلے مجھے ہر پہلو پر غور کرنا چاہئے۔ وہ کوئی کام کچا نہیں کرتی ہے۔ کئی بار اس کی ذہانت کی پختگی نے مکمل کامیابیاں حاصل کرنے والے مخالفین کے قدم اکھاڑ دیے ہیں۔“

اس طرح غور کرتے رہنے سے اسے یاد آیا کہ وہ لکی سیون اور پارس کو بھول رہی ہے۔ وہ دونوں شادی کے بعد بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ گئے تھے۔ اب یہ موٹی عقل سے بھی سوچا جا سکتا تھا کہ خلائی زون سے تعلق رکھنے والی لکی سیون دوسری خلائی مخلوق سے دوستی یا دشمنی کرنے پارس کے ساتھ واشنگٹن ضرور جائے گی۔ بدی بدی اور روشنا کو ضرور ٹریپ کرے گی۔ اور اس سلسلے میں سونیا ثانی نے اس کی مدد کی ہو گی اور مدد اس طرح کی ہو گی کہ لکی سیون اور پارس کو بھی سپراسٹر کے اندر پہنچایا ہو گا۔ اسنیل بروکس بھی ان دونوں کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرتا ہو گا۔

الپا جتنا غور کرتی جا رہی تھی، ثانی کی کارگزاری اتنی ہی دور تک پھیلتی جا رہی تھی اور یہ بات تو بالکل واضح تھی کہ لکی سیون خلائی زبان جانتی تھی۔ اس کی ٹیلی پیتھی کی ریچ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک تھی۔ وہ یقیناً بدی بدی اور روشنا کے خیالات پڑھتی ہو گی۔

پاور پلانٹ سیون کہیں گم ہو گیا تھا۔ ایسے میں الپا سوچنے لگی کہ وہ روبوٹ گم نہیں ہوا ہے بلکہ بیڑی ڈاؤن ہونے سے پہلے بابا صاحب کے ادارے والوں کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ ثانی، لکی سیون اور پارس امریکا میں رہ کر ارضی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے لے کر خلائی مخلوق کے دماغوں تک پہنچ رہے ہیں۔

الپا نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ جہاں ثانی اور پارس ہوں اور خلائی مخلوق کے دماغوں تک پہنچنے والی لکی سیون ہو کیا وہاں الپا کسی پر تنویمی عمل کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہے؟ برین آدم اسے اسی لئے پسند کرتا تھا کہ وہ خوش فہمی سے دور رہتی تھی اور کسی بھی معاملے میں نقصان کا ذرا سا بھی اندیشہ ہو تو اس معاملے سے کترا جاتی تھی۔

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے پھر برین آدم سے رابطہ کیا اور اسے لکی سیون اور پارس کے بارے میں بتایا۔ یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ ان میں سے ہر ایک سپراسٹر، اسنیل بروکس، بدی بدی اور روشنا کے دماغوں میں باری باری جاتا ہو گا۔ رات کو وہ دونوں شراب پیتے ہیں۔ ایسے میں کوئی بھی مخالف ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کی

نگرانی کرتا ہو گا اور کوئی بھی نگرانی کرنے والا الپا کو تنویمی عمل کرنے کا موقع نہیں دے گا۔

برین آدم نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا ”تم بڑی ذمے داری سے اپنے فرائض ادا کرتی ہو۔ تم نے جو پہلی رپورٹ دی اگر اس پر دوبارہ غور نہ کرتیں تو لکی سیون یا پارس سے ضرور دھوکا کھاتیں۔ اسی طرح محتاط رہو۔ اس کام میں عجلت نہ کرو۔ ایک دو راتوں تک ان کے دماغوں میں جاتی رہو۔ کسی کو تمہاری موجودگی کا شبہ نہ ہو۔ ہر رات صبح تک ان کے اندر جاتی آتی رہو گی تو معلوم ہوتا رہے گا کہ ثانی کی طرف سے ان کی نگرانی کے کیسے انتظامات کئے گئے ہیں۔“

”میں آپ کی ہدایات پر عمل کروں گی۔ جب تک میدان صاف ہونے کا یقین نہیں ہو گا، میں ثانی کے کسی شکار کو نہیں چھیڑوں گی۔“

برین آدم نے کہا ”فی الوقت ٹیلی پیتھی کی دنیا میں یہی سمجھا جا رہا ہے کہ یہودی خفیہ تنظیم بیشہ کے لئے ختم ہو چکی ہے اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے دیوی کے شکنجے میں رہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں ہمارے تمام مخالفین یہی سمجھتے رہیں۔ تم کسی کے دماغ میں جاؤ اور عمل کرو تو کامیابی ہو یا ناکامی کسی صورت میں ظاہر نہ ہو کہ ہم یہودی ایک نئے سرے سے میدانِ عمل میں آ گئے ہیں۔“

”میری یہی کوشش رہے گی۔ میں خود کو کبھی ظاہر نہیں کروں گی۔ ویسے دیوی کی طرف سے کھٹکا لگا رہتا ہے۔ کئی ہفتے گزر چکے ہیں اور اس نے ہماری خبر نہیں لی۔ اس کا دستِ راست مائیک ہرارے بھی ہمارے پاس نہیں آیا۔“

”ہوں۔ دیوی اپنی ناکامی برداشت نہیں کرتی ہے۔ اسرائیل جیسا اہم ملک اور یہاں کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے شکنجے سے نکل گئے۔ وہ غصے میں ہمارے حکمرانوں کو چیلنج کر سکتی تھی یا انہیں نقصان پہنچا سکتی تھی لیکن اب تک ایسی کوئی بات نہیں ہو رہی ہے۔“

”ایسے میں دو ہی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کی خاموشی کسی بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہے یا موت نے دیوی کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا ہے۔“

”ہم بھی صبر و تحمل سے دیکھیں گے کہ وہ کب تک خاموش رہے گی اور جب آئے گی تو کیسی قیامتیں ڈھائے گی۔ ہمیں اس حد تک اطمینان ہے کہ وہ ہم دونوں تک کبھی نہیں پہنچ سکے گی۔“

برین آدم نے رابطہ ختم کر دیا۔ الپا، ثانی کے علاوہ دیوی کے متعلق بھی سنجیدگی سے سوچنے لگی۔

○☆○

سائنٹن نے بارہ گھنٹے میں پرانی بیڑی کو چارج کر کے دوبارہ کارآمد بنا دیا تھا۔ اس نے دیوی سے کہا ”میں دو چار روز تک خلائی زون کی اس بیڑی کو نمونے کے طور پر رکھوں گا اور دوسری تیار کروں گا۔“

دیوی اس کے اندر رہ کر سمجھ رہی تھی کہ وہ بڑا ہی ذہین کاریگر ہے اور بڑی لگن سے کام کر رہا ہے۔ یقیناً وہ کسی ہی جدید قسم کی دوسری بیڑی تیار کر لے گا۔ اس کی مصروفیات کے دوران دیوی اس روبوٹ کی اسٹڈی کرتی رہی۔ وہ فولادی روبوٹ تہ خانے کے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس کا اگلا حصہ گوشت پوست کا تھا۔ اس نے پچھلے حصے کے گوشت پوست کے خول کو کھول کر اس کے اندر سے بیڑی نکالی تھی۔ اب جب تک دوسری بیڑی اس کے فولادی جسم کے اندر نہ پہنچائی جاتی تب تک اس کے پچھلے حصے پر گوشت پوست کا خول چڑھایا نہ جاتا۔

دیوی نے اس کے کمپیوٹر سے حاصل ہونے والی اہم معلومات کو ایک کیسٹ میں ریکارڈ کیا تھا۔ وہ اس کیسٹ کو سن کر یہ باتیں ذہن نشین کر رہی تھی کہ روبوٹ پاور پلانٹ سیون کو نئی زندگی ملے گی تو اسے کس طرح کنٹرول کیا کرے گی۔ اس سلسلے میں ضروری تھا کہ وہ روبوٹ اس کی زبان سمجھتا ہو۔

پی پی سیون اس تہ خانے میں آنے سے پہلے صرف خلائی زبان جانتا تھا۔ بدی بدی اسی زبان میں اس سے رابطہ رکھتی تھی تاکہ ارضی دنیا کے لوگ ان کی باتیں نہ سمجھ سکیں۔

پی پی سیون کے مصنوعی دماغ میں کوئی ایک زبان فیڈ کی جاتی تو وہ پہلے فیڈ کی ہوئی زبان کو بھول کر موجودہ فیڈ کی ہوئی زبان کو سمجھتا تھا۔ کمپیوٹر نے دیوی کو بتایا تھا کہ کس طرح اس کے دماغ سے پہلی زبان کو مٹا کر نئی زبان فیڈ کی جا سکتی ہے۔

دیوی نے اس طریقے پر عمل کر کے پی پی سیون کے حافظے سے خلائی زبان مٹا کر ہندی زبان فیڈ کی تھی پھر کمپیوٹر ہندی زبان میں ہی اسے معلومات فراہم کرتا رہا۔ جب اسے دوبارہ زندگی ملتی تو وہ آئندہ صرف ہندی زبان ہی سمجھ سکتا تھا۔

اگر وہ کسی ٹیکنیکل خرابی کے باعث آؤٹ آف کنٹرول ہوتا اور دیوی کے لئے خطرہ بن جاتا تو وہ ایک جدید ریموٹ کنٹرول کے ذریعے اسے بالکل اسٹاپ کر سکتی تھی پھر جب تک دوسرا بٹن نہ دباتی تب تک وہ متحرک رہنے والی زندگی نہ پاتا۔ وہ ریموٹ کنٹرول دوسرے ضروری سامان کی طرح پی پی سیون کے پیچھے بندھی ہوئی کٹ میں رکھا ہوا تھا۔ اب دیوی نے اسے اچھی طرح سنبھال کر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ وہ اتنا چھوٹا تھا کہ بلاؤز کے گریبان میں ڈوب کر چھپ جاتا تھا۔

وہ روبوٹ ایک لاش کی طرح پڑا ہوا تھا۔ لاش کبھی زندہ نہیں ہوتی لیکن وہ زندہ ہونے والا تھا۔ دیوی اس کے لباس کو اچھی طرح ٹٹول کر دیکھ رہی تھی۔ کمپیوٹر نے اسے بتایا تھا کہ وہ لباس ہتھیار بھی ہے اور ڈھال بھی۔ دشمن خواہ کتنے ہی خطرناک ہتھیاروں سے گولیاں چلائیں یا شعلے اگلنے والی گن چلائیں، تمام گولیاں اور شعلے اس کے لباس سے ٹکرا کر واپس ان حملہ کرنے والوں کی

طرف جاکر انہیں ہلاک کردیتے تھے۔

لباس میں دو بٹن ایسے تھے جن کو پی پی سیون مخصوص انداز میں گھماتا تھا تو ان میں سے چاندی کی لکیر جیسی تیز چمکیلی کرن نکلتی تھی اور مقابل آنے والے کے گوشت اور ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کردیتی تھی۔

اس کے جوتوں کے تلے دوہرے تھے۔ ان جوتوں کے فیتوں کی جگہ ایک ایک بٹن تھا۔ اگر وہ ان بٹنوں کو دباتا تو سب سے نچلا تلا جوتوں سے فوراً الگ ہوجاتا تھا۔ اس کے بعد جوتوں کا جو تلا رہ جاتا اس تلے میں ایسی ننھی مشین اور پیچیدہ تار تھے جو پی پی سیون کو زمین سے اوپر کھینچ لیتے تھے۔ اسے زمین کی کشش سے آزاد کرکے تیزی سے خلا کی طرف لے جاتے تھے۔ وہ ارضی دنیا سے باہر نکل جاتا تھا۔ یوں وہ جوتے کسی بھی پاور پلانر کو ایک مخصوص روٹ پر لے جاتے ہوئے اس کے خلائی زون میں پہنچا دیتے تھے۔

دیوی ایک تو بڑی توجہ سے اس کی اسٹڈی کرتی رہتی تھی پھر تہ خانے سے باہر بیرونی دنیا میں جانے سے پہلے ایسے اصول اور ترکیبیں سوچ رہی تھی جن پر عمل کرتی رہتی تو دنیا کی کوئی طاقت اسے اور اس کے روبوٹ پی پی سیون کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔

چار دن بعد مکینک سائنٹ کی سوچ نے بتایا کہ پرانی بیٹری کو کار آمد بنانے کے علاوہ اس نے ایک نئی بیٹری تیار کی ہے پہلے نئی بیٹری کو آزمایا جائے گا۔ اگر اس نے خلائی زون کی بیٹری کی طرح پوری کارکردگی دکھائی تو پھر ایسی مزید بیٹریاں تیار کی جائیں گی۔

دیوی نے پہلے کی طرح فلائنگ کلب کے محکوم مالک کو حکم دیا کہ وہ سائنٹ کر پچن کو تمام ضروری سامان کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں غار کے قریب پہنچا دے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ سائنٹ کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے غار سے ایک میل کے فاصلے پر پہنچا کر واپس چلا گیا۔

دیوی شیو شنکر کی مورتی کے سامنے پرارتھنا کررہی تھی کہ جس طرح بھگوان نے روبوٹ کی صورت میں اسے بہت بڑی قوت دی ہے اسی طرح عارضی طور پر مردہ ہوجانے والے روبوٹ کو زندہ کرنے میں مدد کرے اور اس روبوٹ کو ہمیشہ اس کا غلام بنائے رکھے۔

سائنٹ تہ خانے میں آگیا۔ وہ زیورچ شہر میں تنہا رہتا تھا۔ اپنے کام میں زیادہ سے زیادہ مصروف رہنے کے لئے وہ دوستوں کی محفل یا کلب وغیرہ میں نہیں جاتا تھا۔ اگر پچھلے پانچ دنوں میں کوئی قریب رہ کر اسے غور سے دیکھتا تو سمجھ لیتا کہ وہ کچھ سحرزدہ سا ہے اور خود کو فراموش کرکے ایک بیٹری تیار کرنے میں دن رات مصروف رہتا ہے۔

دیوی بوجا سے فارغ ہوکر سائنٹ کی مصروفیت دیکھنے لگی اور سمجھنے لگی کہ کس طرح نئی بیٹری کو روبوٹ کے فولادی جسم کے اندر رکھا جارہا ہے۔ جو مختلف تار جس بیٹری سے منسلک کئے جارہے تھے ان کے بارے میں بھی وہ سائنٹ سے پوچھتی جارہی تھی۔

آخر وہ بیٹری اندر سیٹ کردی گئی۔ روبوٹ کی پشت پر گردن کے نیچے سے کمر تک جو حصہ کھڑکی کی طرح کھلتا تھا اسے اسکریو کے ذریعے بند کردیا گیا۔ اس کے اوپر گوشت پوست کے خول کو ایک زپ کے ذریعے فولادی پشت پر جمادیا گیا پھر پشت کی طرف اس کے مخصوص لباس کے کھلے ہوئے حصے کو بھی زپ کے ذریعے بند کردیا گیا۔

روبوٹ پی پی سیون ایک لاش کی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ دیوی نے سائنٹ سے پوچھا "یہ حرکت کیوں نہیں کررہا ہے؟ کیا تمہاری نئی بیٹری کام نہیں کررہی ہے؟"

"میں نئی بیٹری کو ٹیسٹ کرچکا ہوں۔ یہ زبردست کام کرتی ہے۔ یہ دیکھیے۔"

پی پی سیون کی گردن کے نیچے زپ کے پاس ایک گول بٹن نما چابی تھی۔ چابی کے اطراف تیر کے نشان کے مطابق ذرا ذرا فاصلے پر خلائی زبان میں لکھا ہوا تھا۔ پاور' وولٹیج' زیرو' ون' ٹو' تھری' فور۔

دیوی اور سائنٹ خلائی زبان نہیں سمجھتے تھے لیکن سائنٹ کے کیمیکل ذہن نے سمجھ لیا۔ نہ سمجھتا تب بھی دیوی کے پاس کیسٹ میں معلومات ریکارڈ کی ہوئی تھیں۔

سائنٹ اس بٹن نما چابی کو پاور پوائنٹ پر لایا۔ اندر سے ایسی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دیں جیسے تاروں میں کرنٹ دوڑ رہا ہو۔ اس نے چابی کو زیرو وولٹیج پر سے نمبرون تک گھمایا تو پی پی سیون کی آنکھیں کھل گئیں۔

سائنٹ نے خوف زدہ ہوکر دیوی کو دیکھا۔ وہ بولی "گھبراؤ نہیں یہ روبوٹ دشمن نہیں دوست ہے۔ پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

وہ پی پی سیون سے دور ہوکر بولا "تم ایک عورت ہو۔ مجھے اس فولادی روبوٹ سے کیسے بچا سکو گی۔"

پی پی سیون کا ایک ہاتھ آہستہ آہستہ اٹھنے لگا۔ اسے زیادہ وولٹیج کی ضرورت تھی اس لئے وہ بڑی مشکل سے حرکت کررہا تھا۔ اس کا اٹھنے والا ہاتھ گردن کے نیچے بٹن نما چابی کے پاس گیا۔ پھر اس کی دو انگلیاں چابی کو وولٹیج نمبر دو پر لے آئیں۔ اتنا وولٹیج ضرورت کے مطابق تھا۔ پی پی سیون اوندھا پڑا ہوا تھا۔ کروٹ بدل کر چت ہوا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

دیوی نے بھی مردے کو زندہ ہوکر بیٹھتے دیکھا تو اندر سے ذرا سہم گئی۔ اس سے دور چلی گئی۔ پی پی سیون پھر ایک ہاتھ پیچھے لے گیا پھر چابی کو وولٹیج نمبر تین پر لے آیا۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن نئی زندگی حاصل کرنے کا خمار ایسا تھا کہ پھر کبھی نہ مرنے کے لئے اس نے وولٹیج یا توانائی ضرورت سے زیادہ بڑھادی۔

چابی کے تیر کا نشان وولٹیج نمبر تین پر پہنچتے ہی اس کے حلق

سے ایسی ہیبت ناک گونجتی ہوئی چیخ نکلی کہ تہ خانے کی دیواریں اور چھتیں لرز گئیں۔ ان پر جمی ہوئی برف کے تودے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ ان کی سفیدی اور دھند میں دیوی' سائنٹ اور روبوٹ ایک دوسرے کو نظر نہیں آرہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے تہ خانے کی چھت بیٹھ جائے گی اور وہ سب اس کے نیچے دب کر مرجائیں گے۔

وولٹیج کی زیادتی نے پی پی سیون میں جنونی قوت پیدا کردی تھی وہ ادھر ادھر چلتا ہوا جس دیوار پر ہاتھ مارتا تھا وہاں سے برف اور پتھر کے ٹکڑے گرنے لگتے تھے۔

انسان سوچتا کچھ ہے' ہوتا کچھ ہے۔ دیوی نے جو سوچا تھا اس کے خلاف ہورہا تھا۔ اس کی گرج دار آواز سے دل دہل رہے تھے۔ تہ خانے کی چھت گرتی تو گویا ان کے اوپر پوری پہاڑی آجاتی۔ پی پی سیون اپنے ساتھ دیوی اور سائنٹ کی بھی وہاں قبریں بنانے والا تھا۔

خوف کے مارے دیوی کا ہاتھ اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر گیا تو ایک دم سے یاد آگیا کہ اسے قابو میں کرنے والا ریموٹ کنٹرول گریبان میں ہے۔ اس نے فوراً اسے نکالا۔ دوڑتی ہوئی پی پی سیون سے ذرا فاصلے پر سامنے پہنچی پھر ایک بٹن کو دبایا۔

کمال ہوگیا۔ طوفان تھم گیا۔ روبوٹ پی پی سیون جہاں متحرک تھا' وہاں اچانک ساکت مجسمہ بن گیا۔

ابھی دیوی کی زندگی باقی تھی۔ ارضی دنیا والے اور خلا سے آنے والے بڑے بڑے روبوٹ دیوی کو نہیں مار سکتے تھے۔ اسے تو ایک سات سال کی بچی دن میں تارے دکھانے والی تھی۔

○☆○

وزارت خارجہ کے سیکریٹری آؤٹر جم نے دوسری صبح سپر اسٹر کے کوڈ نمبرز پر کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کیا تو جواب نہیں ملا۔ اس نے اسٹیل بروکس سے بھی اسی طرح رابطہ کیا۔ وہاں بھی خاموشی رہی۔ وہ دوپہر بارہ بجے تک دونوں کو مخاطب کرتا رہا مگر جواباً دونوں کے کمپیوٹر خاموش رہے۔

اس نے اعلیٰ حکام کو اطلاع دی کہ دونوں کی مسلسل خاموشی تشویش ناک ہے۔ وہ دونوں اپنی خفیہ رہائش گاہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں یا بدی بدی اور روشنا جیسی خلائی حسیناؤں کے تابعدار بن کر انہوں نے کمپیوٹر کے کوڈ نمبرز ختم کردیے ہیں تاکہ بیرونی رابطہ ختم ہوجائے۔

اس سلسلے میں ایک اجلاس طلب کیا گیا۔ اس میں آرمی کے دو اعلیٰ افسران اور انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل بھی شامل ہوئے۔ سب سے زیادہ تشویش اس بات کی تھی کہ سپر اسٹر ملک کے اہم سرکاری اور فوجی راز جانتا تھا۔ پتا نہیں خلا سے آنے والوں کے ارادے کیا تھے؟ وہ لوگ سپر اسٹر کے ذریعے بڑے بڑے فائدے اٹھا سکتے تھے۔

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "ری ریز اور ٹیری ٹیلر نے روپوشی اختیار کرتے وقت تمام اعلیٰ حکام کو فیکس کے ذریعے مطلع کردیا تھا کہ سپر اسٹر اے لالاس اور اسٹیل بروکس قابل اعتماد نہیں رہے۔ اس لئے وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ اور کمپیوٹر وغیرہ چھوڑ کر کسی دوسرے علاقے میں جارہے ہیں۔ جب انہیں رہائش اور کمپیوٹر وغیرہ کی سہولتیں میسر ہوں گی تو وہ اعلیٰ حکام سے رابطہ کریں گے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "ری ریز اور ٹیری ٹیلر نے ہمیں بھی فیکس کے ذریعے کہا تھا کہ سپر اسٹر پر بھروسا نہ کیا جائے۔ انہوں نے بابا صاحب کے ادارے سے ملنے والی اس رپورٹ کی تصدیق کی تھی کہ پاور پلانر سیون قدرتی مخلوق نہیں ہے۔ وہ ایک روبوٹ ہے۔ اس کا جسم سر سے پاؤں تک فولادی ہے۔ اس پر مصنوعی گوشت پوست کا خول چڑھایا گیا ہے اس لئے وہ ایک خلائی انسان نظر آتا ہے۔"

"اور یہ حقیقت بھی سمجھ میں آرہی ہے کہ بدی بدی' روشنا اور وہ روبوٹ پاور پلانر ہماری دنیا پر اقتدار حاصل کرنے آئے ہیں۔"

انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل نے کہا "یہ تمام باتیں ہمارے علم میں ہیں۔ فی الوقت ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم کسی بھی طرح سپر اسٹر اور اسٹیل بروکس کو تلاش کریں۔ انہیں گرفتار کریں۔ ان کے ساتھ وہ دونوں خلائی حسینائیں بھی ہمارے قابو میں آجائیں گی اور ہم ان چاروں سے خلائی مخلوق کے عزائم کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرسکیں گے۔"

"نہیں تلاش کرنا ممکن نہیں ہے۔ انہوں نے چہرے' آواز اور لہجے بدل لئے ہیں۔ کل سے آج تک انہیں فرار ہونے کا موقع مل چکا ہے۔ ہوسکتا ہے وہ یہ ملک چھوڑ چکے ہوں۔"

ایک آرمی افسر نے کہا "ہمیں سب سے پہلے اپنے اہم ملکی سرمائے کی حفاظت کرنی چاہئے۔ مثلاً مریخ تک پہنچنے کے لئے جدید طرز کے راکٹ کا جو ڈیزائن اور نقشہ تیار کیا گیا' لیزر شعاعوں کے سلسلے میں جو مزید تحقیقات ہورہی ہیں ان سب کی حفاظت کے لئے سخت انتظامات ہونے چاہئیں۔"

دوسرے آرمی افسر نے کہا "خلائی مخلوق سے مقابلہ کرنے کے لئے ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جیسا ہتھیار ہے۔ ٹرانسفارمر مشین بڑی محفوظ جگہ ہے۔ اس کے باوجود وہاں کے حفاظتی انتظامات کو بھی اور مضبوط بنانا ہوگا۔ اب ہمارے پاس ری ریز اور ٹیری ٹیلر جیسے دو قابل اعتماد خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں۔ ہمیں ایسے ہی مزید قابل اعتماد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے۔"

"بے شک یہ ایک زبردست ہتھیار ہے۔ ایسے لوگوں کا انتخاب کرکے انہیں جلد سے جلد یہ علم سکھانا ہوگا جو ٹیری ٹیلر اور ری ریز کی طرح شراب اور شباب سے دور رہتے ہیں۔ پتا نہیں سپر اسٹر اور اسٹیل بروکس ان خلائی حسیناؤں کے ساتھ ہمارے ملک کے خلاف کن سازشوں پر عمل کررہے ہوں گے ہم نئے ٹیلی

پیتھی جاننے والوں کے ذریعے شاید ان کا سراغ لگا سکیں۔"

اس بات پر سب متفق ہو گئے کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے پاشا جیسے غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی قوت کے حامل ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے جائیں۔

ری ریز اور ٹیری ٹیلر پاشا جیسے روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے لیکن وہ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنی طرح روبوٹ بنانے کے لئے ان کے ساتھ مشین سے گزرنے کے لئے ہرگز نہ آتے۔ روپوش رہنے میں ہی ان دونوں کی سلامتی تھی۔

ایسی صورت میں ایک پاشا رہ گیا تھا۔ اسے پاگل خانے سے نکال کر پہلے تنہا مشین سے گزار کر اس کا پاگل پن ختم کرنا ضروری تھا۔ جب وہ نارمل ہو جاتا تو اس کی تمام غیر معمولی صلاحیتیں اسے ازخود حاصل ہو جاتیں پھر وہ تمام صلاحیتیں نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں منتقل کی جاتیں۔

مصنوعی دماغ کے ساتھ فولادی روبوٹ تیار کرنے میں کافی عرصہ لگ سکتا تھا۔ اس عرصے میں خلائی روبوٹ ارضی دنیا میں تباہی لا سکتے تھے لہٰذا فوری طور پر ان کے مقابلے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے روبوٹ آسانی سے کم وقت میں پیدا کئے جا سکتے تھے۔

آرمی کے اعلیٰ افسر کے پاس انٹرکام رکھا ہوا تھا۔ اس سے اشارہ موصول ہوا۔ افسر نے بٹن دبا کر پوچھا "یس؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "سر! بابا صاحب کے ادارے سے فیکس موصول ہوا ہے۔ کیا اسے کانفرنس ہال میں پہنچایا جائے؟"

"اسے فوراً لے آؤ۔"

افسر نے بیل بجائی۔ بند دروازے کے باہر کھڑا ہوا مسلح فوجی جوان اندر آیا۔ افسر نے کہا "کیپٹن وکٹر جان کو اندر آنے دو۔"

کیپٹن نے اندر آ کر فیکس کے صفحات دیئے پھر سلیوٹ کر کے چلا گیا۔ افسر نے اعلیٰ حکام سے کہا "بابا صاحب کے ادارے سے یہ فیکس آیا ہے ضرور کوئی اہم بات ہو گی۔ میں پڑھ کر سناتا ہوں۔ لکھا ہے:

"اب سے پہلے ہمارے ادارے سے بار بار امریکی حکام سے رابطہ نہیں کیا گیا لیکن ہماری ارضی دنیا کا مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے۔ تاریک اس اعتبار سے کہ یہاں ہم ہوں گے لیکن ہماری آزادی اور خود مختاری نہیں ہو گی۔

"اس سے پہلے ہم نے پاور پلانٹ سیون کے متعلق اطلاع دی تھی کہ وہ گوشت پوست کا مصنوعی انسان ہے اور اصل میں فولادی روبوٹ ہے۔ اب ایک نہایت ہی تشویش ناک اطلاع یہ ہے کہ وہ روبوٹ پاور پلانٹ سیون کہیں گم ہو گیا ہے۔ ہمارے ادارے میں خلا سے آنے والا ایمون ابابا اس فولادی روبوٹ کی اندر کی باتیں جانتا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ وہ روبوٹ ایک نہایت طاقتور بیٹری سے متحرک رہتا ہے۔ اگرچہ وہ ۲۲۰ وولٹ کی بیٹری ہے لیکن ہماری دنیا کے ۲۲۰ وولٹ سے بہت بہتر کارکردگی کی حامل ہے۔

"اس روبوٹ کے گم ہونے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کی بیٹری ڈاؤن ہو گئی ہے اور وہ بے جان ہو چکا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ خلائی زون میں واپس چلا گیا ہے۔ بدی بدی نامی ایک عورت اس روبوٹ کو کنٹرول کرتی ہے اور وہ بدی بدی خلائی زون کے ایک شیطان صفت سائنس دان کی بیٹی ہے۔

"اس طرح یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شیطان کی بیٹی نے اپنے تابعدار روبوٹ کو کسی خاص اور خطرناک مقصد سے خلائی زون کی طرف روانہ کیا ہے۔ اگر یہ اندازہ درست ہے تو پھر خلا سے مزید روبوٹ آئیں گے۔

"اور اگر پہلا اندازہ درست ہے کہ بیٹری ڈاؤن ہو چکی ہے اور وہ ہماری دنیا میں کہیں بے جان پڑا ہوا ہے تو وہ ہماری دنیا کے کسی شیطان صفت سائنس دان کے ہاتھ لگ سکتا ہے۔ ہم اپنے طور پر اسے تلاش کر رہے ہیں۔ امریکی حکام سے بھی کہہ رہے ہیں کہ اسے تلاش کریں۔ ہماری دنیا کو سلامت رکھنے کے لئے تمام بڑے ممالک کو زیادہ سے زیادہ دولت اور ذرائع کام میں لانا چاہئیں۔ ہمیں یقین ہے، پیشِ نظر خطرات کو سمجھتے ہوئے فوری اقدامات کئے جائیں گے۔"

سب توجہ سے سن رہے تھے۔ ایک حاکم نے کہا "بابا صاحب کے ادارے کے افراد بہت مخلص ہیں۔ اس دنیا کو آباد اور سلامت رکھنے کے لئے اور خلائی مخلوق سے نمٹنے کے سلسلے میں بڑی اہم معلومات فراہم کرتے رہتے ہیں۔"

دوسرے حاکم نے کہا "روبوٹ کے بارے میں اگر ہمیں نہ بتایا جاتا تو ہم اسے خدا کی مخلوق سمجھتے رہتے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم نے جس پر اعتماد کر کے سپر ماسٹر بنایا، اسی نے ہمیں حقیقت سے بے خبر رکھا۔"

آرمی کے افسر نے کہا "اب اسے سپر ماسٹر نہ کہا جائے۔ میرا مشورہ ہے کہ ری ریز اور ٹیری ٹیلر دونوں کو سپر ماسٹر کا عہدہ دیا جائے۔ ایک عہدے پر وہ دونوں بڑی کامیابی سے اس لئے کام کر سکیں گے کہ ان دونوں میں بڑا اتحاد ہے۔ وہ ہم مزاج ہیں اور بڑے محتاط رہنے کے عادی ہیں۔"

وہ سب اس مشورے سے متفق ہونے لگے۔ آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا "بابا صاحب کے ادارے سے یہ فیکس بھیجا گیا ہے۔ بلاشبہ ہمیں خطرات سے آگاہ کیا گیا ہے لیکن وہ ہم سے کچھ اہم باتیں چھپا رہے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ایمون ابابا اس روبوٹ کے اندر کی باتیں جانتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ روبوٹ کے مصنوعی دماغ اور اس کے جسم کے اندرونی نظام کو سمجھتا ہے۔ کیا یہ ساری معلومات رکھنے والے نے اس روبوٹ کے اندرونی نظام کا پورا نقشہ بنا کر اس ادارے میں نہیں دیا ہو گا؟"

ایک حاکم نے کہا "واقعی ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔

سان فرانسسکو میں ہمارے چوٹی کے سائنس دانوں اور جدید ٹیکنالوجی کے ماہرین کے اجلاس ہر دو دن بعد ہو رہے ہیں۔ اگر روبوٹ کے دماغی اور جسمانی نظام کو جاننے والا ایمون ابابا ہمارے سائنس دانوں کو مل جائے تو ہم بہت جلد خلائی روبوٹ کے مقابلے میں اپنے طاقتور روبوٹ تیار کر سکیں گے۔"

"میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ حکومتِ فرانس کے تعاون سے اس ادارے میں بڑی رازداری سے روبوٹ تیار کیا جا رہا ہے۔"

"یہ بات عقل تسلیم کرتی ہے۔ حکومتِ فرانس اس سلسلے میں کروڑوں ڈالر خرچ کر سکتی ہے۔ ہم بیشتر معاملات میں حکومتِ فرانس سے تعاون کرتے رہے ہیں۔ کیا اس سلسلے میں وہ ہم سے تعاون نہیں کرے گی؟"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "میں ابھی فون پر ان سے بات کرتا ہوں۔"

آرمی افسر نے کہا "بہت محتاط رہ کر ان سے گفتگو کرنی چاہئے۔ اگر بابا صاحب کے ادارے کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کی آواز سنے گا تو آپ کے ذریعے ہمارے اس خفیہ اجلاس کی باتیں سنتا رہے گا۔ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ جب تک فون پر گفتگو کرتا رہوں، آپ میں سے کوئی کچھ نہ کہے۔ یہاں گونگے بن کر رہیں۔"

اس نے فرانس کے ایک حاکم سے رابطہ کیا پھر کہا "آپ جانتے ہیں، امریکی جاسوس دوسرے ممالک کے کتنے اہم رازوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہمیں یہ راز معلوم ہو چکا ہے کہ حکومتِ فرانس اور بابا صاحب کے ادارے کے سائنس دانوں کی مشترکہ کوششوں سے بالکل خلائی روبوٹ جیسا ایک روبوٹ تیار کیا جا رہا ہے۔"

فرانس کے حاکم نے کہا "تعجب ہے۔ ہمارے گھر میں گوشت نہیں پک رہا مگر اس کی مہک آپ کی ناک تک پہنچ رہی ہے! آپ اندھیرے میں تیر چلا کر وہ راز معلوم کرنا چاہتے ہیں جو راز ہے ہی نہیں۔"

"کیا ادارے میں ایمون ابابا کی موجودگی سے فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا ہے؟"

"ہم نے جناب تمیزی سے کہا تھا کہ فائدہ اٹھایا جائے اور ایک روبوٹ تیار کیا جائے لیکن وہ بڑے ہی کنزدہی ہیں، کہتے ہیں زندہ متحرک مخلوق صرف خدا پیدا کرتا ہے۔ ہمیں روبوٹ جیسے کھلونے نہیں بنانے چاہئیں۔"

"یہ مسلمان مذہب کے معاملے میں لکیر کے فقیر ہوتے ہیں۔ جو ان کا دین کہتا ہے وہ اس سے بال برابر بھی ہٹ کر عمل نہیں کرتے۔ آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ خلا سے روبوٹ آئیں گے تو وہ اپنی اور فرانس کی حفاظت کس طرح کریں گے؟"

"جناب تمیزی نے کہا ہے، ہر داؤ کا توڑ ہوتا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے روبوٹ کا توڑ معلوم کر لیا ہے۔"

"پھر تو ہمیں بھی معلوم ہونا چاہئے۔ ابھی اس ادارے سے ایک فیکس آیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ہم سب کو مل کر خلائی روبوٹ کا مقابلہ کرنا چاہئے۔"

"ہمیں تو یہ کہہ کر مطمئن کیا گیا ہے کہ ان کے پاس توڑ ہے مگر وہ کیا ہے؟ یہ نہیں بتایا گیا۔ عرصۂ دراز سے فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے اعتماد کو کبھی دھوکا نہیں دیا اس لئے ہم ان پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔"

"یہ اندھا اعتماد کسی دن بہت نقصان پہنچائے گا۔"

"سوری۔ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔ صرف ایک ہفتے پہلے تمہارے چار روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے فرانس کے تمام حکام اور اکابرین کو تنویمی عمل کے ذریعے غلام بنانے کی کوششیں کی تھیں مگر مادام سونیا نے میدانِ عمل میں آ کر انہیں امریکا واپس بھاگنے پر مجبور کر دیا۔"

آرمی افسر نے فون بند کر دیا۔ فون کے بڑے اسپیکر کے ذریعے اجلاس کے حاضرین وہ تمام گفتگو سن رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "فرانس کے اکابرین کو غلام بنانے کا منصوبہ اے لالاس (سپر ماسٹر) کا تھا۔ اس کمبخت نے حکومتِ فرانس کو ہم سے بدظن کر دیا ہے۔"

آرمی افسر نے کہا "گڑے مردے نہ اکھاڑے جائیں۔ موجودہ حالات پر بحث کی جائے۔ یہ بابا صاحب کے ادارے والے بڑے چالاک ہیں۔ ہم سے کہتے ہیں اس ارضی دنیا کو سلامت رکھنے کے لئے سب ہی کو کوشش کرنی چاہئے لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کس طرح خلائی روبوٹ کا توڑ کریں گے؟"

ایک حاکم نے کہا "آپ یوگا کے ماہر ہیں۔ ان سے ابھی بات کریں۔"

اس بار بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا گیا۔ وہاں کے انچارج نے کہا "ہم نے فیکس کے ذریعے ضروری معلومات فراہم کی تھیں۔ کیا کوئی بات رہ گئی ہے؟"

آرمی افسر نے کہا "آپ لوگوں نے خلائی روبوٹ کا توڑ معلوم کر لیا ہے۔ ساری دنیا کی سلامتی کا مطلب ہے امریکا کی بھی سلامتی۔ پھر ہمیں وہ تازہ طریقہ کیوں نہیں بتا رہے ہیں۔"

انچارج نے کہا "ہر ملک اور ہر تنظیم اپنا راز دوسرے کو نہیں بتاتی۔ کوئی ملک آپ سے کہے کہ آپ اسے ٹرانسفارمر مشین بنانے کا نقشہ دے دیں تو آپ اس کا مذاق اڑائیں گے۔ آپ ایک کوئی بھی خفیہ پروجیکٹ ہمیں نہیں بتائیں گے پھر ہم سے کیوں توقع رکھتے ہیں؟"

"اس لئے توقع کرتے ہیں کہ یہ ساری دنیا کی سلامتی کا مسئلہ ہے۔"

"تو پھر ساری دنیا کی سلامتی اس طرح ممکن ہے کہ دنیا کے ہر ملک کے جانبازوں کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی جائے اور پاشا کی طرح انہیں ریوٹ بنایا جائے۔"

"یہ آپ ٹالنے والی بات کررہے ہیں۔ ہمیں ریوٹ کا اصل توڑ نہیں بتارہے ہیں۔"

"توڑ یہی ہے۔ ذرا عقل سے سوچیں۔ خلائی ریوٹ مصنوعی دماغ سے سنتے' سونگھتے' بولتے اور دیکھتے ہیں' اس کے باوجود ریوٹ کو راہنمائی کی ضرورت ہے۔ ہماری زمین پر آنے والا ریوٹ بدی بدی کے اشارے پر کام کرتا تھا۔ ایمون ایبا نے بتایا ہے کہ خلائی زون کے تین سائنس دان نو عدد ریوٹس کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اب ذرا پھر عقل سے سوچیں۔ اگر ہم خیال خوانی کے ذریعے ان کنٹرول کرنے والوں کے دماغوں میں جائیں تو بدی بدی جیسے کنٹرول کرنے والے ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی مٹھی میں رہیں گے پھر ان کے ایک کیا' دس ریوٹ بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

آرمی افسر نے قائل ہو کر کہا "واقعی ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے ریوٹ کو کنٹرول کرنے والے ہمارے شکنجے میں رہیں تو ان کے تمام ریوٹ ہمارے اشاروں پر کام کریں گے۔"

"اب بات سمجھ میں آگئی ہے تو آپ ہر چھوٹے بڑے ملک سے جانبازوں کو اپنے ملک میں بلائیں اور انہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزاریں۔"

"کیا ہمارا دماغ خراب ہوا ہے کہ ہم دوسرے ممالک کے لوگوں کو ٹیلی پیتھی سکھائیں۔"

"ہم نے ساری دنیا کی سلامتی کے لئے آپ کو ریوٹ کا توڑ بتادیا۔ کیا آپ دنیا کی سلامتی نہیں چاہیں گے؟"

"آپ نے توڑ بتایا' آپ کا شکریہ مگر ہم ٹرانسفارمر مشین پر کسی کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیں گے۔"

"ممنون بند کرنے سے پہلے آپ شیر اور بلی کو یاد کریں۔ بلی نے شیر کو تمام داؤ پیچ سکھادیے تھے صرف درخت پر چڑھنا نہیں سکھایا تھا۔ میں نے بھی تمام باتیں بتائیں لیکن یہ نہیں بتایا کہ آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے خلائی مخلوق کے دماغوں میں کیسے پہنچیں گے کیونکہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی ان کے اندر گدگدی سی ہوتی ہے اور وہ سانس روک لیتے ہیں۔"

"یہ آپ باتیں بنارہے ہیں۔ تمام خلائی مخلوق کے دماغوں میں گدگدی نہیں ہوسکتی۔ جتنے خلا سے آنے والے ہیں وہ سب کے سب یوگا کے ماہر نہیں ہوسکتے۔"

"آپ یقین نہ کریں۔ ہم نے ایمون ایبا اور اس کی بیٹی کا دماغی ایکسرے دیکھا ہے۔ ان کے دماغ ہم ارضی انسانوں کے دماغوں سے ذرا مختلف ہیں۔ خلا سے تمام آنے والے ایک کلومیٹر کی دوری تک کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ لیتے ہیں اور ہم نے بہت کچھ معلوم کیا ہے لیکن آپ جیسے خود غرض لوگوں کو بتانا نادانی ہوگی۔ اچھا ہے کہ آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے خلائی مخلوق کے اندر پہنچنے میں ناکام ہوتے رہیں۔"

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تمام خلائی مخلوق یوگا کی ماہر ہے اور وہ تمام اس حد تک ٹیلی پیتھی جانتے ہیں کہ ایک کلومیٹر کے فاصلے تک کسی کے بھی خیالات پڑھ سکتے ہیں؟"

"ہمارے کہنے سے آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ بہتر ہے آپ کسی خلائی مخلوق کو پکڑیں اور اس کا دماغی ایکسرے دیکھیں۔ کوئی بھی خلائی فرد آپ کے دماغ میں آکر بولے گا اور آپ اس کے اندر جائیں گے تو وہ گدگدی محسوس کرتے ہی ہنسے گا پھر سانس روک لے گا۔"

"پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان ریوٹس کو کنٹرول کرنے والوں کو زیر کرسکیں گے؟"

"ان ریوٹس کا توڑ اور انہیں کنٹرول کرنے والوں کو زیر کرنے کا طریقہ ہم نے دریافت کیا ہے۔ اب پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ اپنی ٹرانسفارمر مشین پر کسی کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیں گے تو کیا ہم نادان ہیں کہ آپ کو ریوٹس کا توڑ بتادیں گے۔ ہم خلائی ریوٹس کو یورپ اور ایشیا میں تباہ کردیں گے اور ان ریوٹس کے ذریعے آپ کے ملک کی تباہی کا تماشا دیکھیں گے۔ دیٹس آل۔"

رابطہ ختم کردیا گیا۔ اجلاس میں امریکی حکام اور آرمی کے اعلیٰ افسران کو تھوڑی دیر کے لئے چپ سی لگ گئی پھر ایک افسر نے کہا "یہ ایک اہم بات معلوم ہوگئی کہ تمام ریوٹس کو کنٹرول کرنے والے سائنس دانوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے قابو میں کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ رکاوٹ بتائی گئی ہے کہ ان کے دماغوں میں پہنچا نہیں جاسکتا اور یہ بات مضحکہ خیز لگتی ہے کہ خلائی زون کی تمام مخلوق پیدائشی طور پر یوگا اور خیال خوانی جانتی ہے کیا آپ میں سے کسی کی عقل یہ تسلیم کرتی ہے؟"

"ہم خلائی مخلوق کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ صرف ان کے ریوٹس کی موجودگی ثابت کرتی ہے کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہم سے بہت آگے ہیں کیونکہ مصنوعی دماغ بنانے میں کامیاب ہوچکے ہیں۔ اب وہ ہم سے دماغی اور جسمانی لحاظ سے کتنے مختلف ہیں' یہ تو اسی وقت معلوم ہوگا جب کوئی ایک خلائی مخلوق ہمارے ہاتھ لگے گی۔"

ایک حاکم نے کہا "کیا ہی اچھا ہوتا کہ اے لالاس اور اسٹیل بروکس ہمارے ملک اور قوم سے وفاداری کرتے اور بدی بدی اور روشنا کو ہمارے حوالے کردیتے پھر تو ہماری معلومات میں اتنا اضافہ ہوجاتا کہ ہم بھی ان تمام خلائی ریوٹس کا توڑ کرلیتے۔"

"جو غدار ہوگئے ہیں ان سے وفاداری کی توقع نہ کی جائے.... فی الحال ہمارے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ ہم پاشا کو پاگل خانے

نکال کر اسے ذہنی طور پر نارمل بنائیں اور اپنی فوج کے دلیر اور ذہین جوانوں کو ابتدائی تربیت دے کر ٹرانسفارمر مشین سے گزاریں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "میں تائید کرتا ہوں۔ ہمیں خلائی ریوٹس کے مقابلے میں جلد سے جلد پاشا جیسے ریوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک فوج بنانا چاہئے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ تجربہ کریں گے کہ وہ خلائی سائنس دانوں کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں پہنچ سکیں گے تو اس کی وجوہات ضرور معلوم ہوں گی۔"

اجلاس کے اختتام پر یہی طے پایا کہ پہلے پاشا کو پاگل خانے سے نکالا جائے۔ دوسری صبح شکاگو کے ایک پاگل خانے میں ایک ہزار اور چار مسلح فوجی جوان وہاں کے انچارج کے پاس گئے اور سب سے سینئر ڈاکٹر کو بھی بلایا۔ اس سے کہا گیا کہ وہ پاشا کے متعلق رپورٹ پیش کرے۔

سینئر ڈاکٹر نے اپنے ماتحت کو پاشا کی فائل لانے کا حکم دیا پھر کہا "میں ستائیس برس سے مختلف پاگل خانوں میں فرائض ادا کررہا ہوں لیکن میں نے پاشا کے جیسا مضبوط اعصاب اور دماغی قوتوں کا مالک نہیں دیکھا۔ جس دن اسے یہاں لایا گیا وہ بہت خطرناک پاگل لگتا تھا۔ اسے دوسرے پاگلوں سے الگ ایک سیل میں رکھا گیا تھا مگر دوسرے یا تیسرے دن وہ بالکل سنجیدہ اور خاموش ہوگیا۔ ایسا لگتا تھا کہ اس کا ذہنی انتشار جس کے باعث وہ جنون میں مبتلا ہوجاتا تھا' ختم ہوچکا ہے۔ اسے زنجیروں میں جکڑ کر رکھا جاتا تھا۔ تیسرے دن اس کے سیل میں کھانا پہنچایا گیا تو اس نے کھانا لانے والے کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا لیکن جب وہ کھانا وہاں چھوڑ کر سیل سے باہر چلا گیا اور آہنی دروازے پر تالا ڈال دیا گیا تو پاشا نے گرج دار آواز کے ساتھ وہ زنجیریں توڑ ڈالیں۔ ہمیں اطلاع ملی تو ہم سب اس کے سیل کے سامنے آئے۔ وہ اطمینان سے بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر کہا "میں خطرناک نہیں ہوں۔ میں چاہتا تو کھانا پہنچانے والے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے توڑ کر رکھ دیتا لیکن میں نے اسے نہیں زنجیروں کو توڑا ہے۔ جب تک میں ثابت نہ ہوجائے کہ میں نارمل ہوں تو مجھے اپنا ہی سمجھنا اور پاگلوں کے ساتھ کیا جانے والا سلوک مجھ سے نہ کرنا۔"

میجر نے پوچھا "جب وہ اس حد تک نارمل ہوچکا تھا تو آپ نے گورنر میں اطلاع کیوں نہیں دی؟"

ڈاکٹر نے کہا "جنرل صاحب کا حکم تھا کہ اسے پاگل خانے کے اسی سیل میں چھوڑ دیا جائے۔ اس کی ضرورت کے مطابق کھانا دیا جائے لیکن کبھی سیل سے باہر نہ نکلنے دیا جائے اور نہ ہی اس کی کوئی میڈیکل رپورٹ بھیج کر آرمی افسران کا وقت ضائع کیا جائے۔ وہ پاگل پاشا ان کے لئے مردہ ہے۔"

جسے پاگل سمجھ کر مرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا اب پھر اسی کی ضرورت پیش آئی تھی۔ میجر نے اس کی فائل میں لگی ایک ایک میڈیکل رپورٹ پڑھی۔ اس عرصے میں اس کا دماغی ایکسرے لیا گیا تھا اور چند ماہر نفسیات نے ہر پہلو سے اس کی ذہنی حالت کو آزمایا تھا اور وہ ہمیشہ نارمل ثابت ہوتا رہا تھا۔

میجر نے جنرل کو فون پر پاشا کے متعلق یہ تمام تفصیلات بتائیں تو جنرل نے حیرانی سے کہا "پاشا کو ایک بدترین اور خطرناک پاگل کے ساتھ ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا تھا۔ اس وقت وہ واقعی پاگل ہوچکا تھا۔ یہ حیرانی کی بات ہے کہ وہ تیسرے دن ہی خود بخود نارمل کیسے ہوگیا۔"

میجر نے کہا "سر! غیر معمولی جسمانی اور ذہنی توانائی اسی کو کہتے ہیں۔ پاشا کے دماغ میں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جس پاگل کا پاگل پن اور جنون منتقل کیا گیا تھا وہ پاشا کی دماغی قوت کے مقابلے میں معمولی تھا۔ وہ معمولی پاگل پن تین دن میں رفتہ رفتہ ختم ہوگیا۔"

"تم اسے اپنے پاس بٹھا کر گفتگو کرو۔ وہاں کے آرمی کیمپ سے مزید مسلح جوانوں کو بلاؤ۔ اس کا نارمل ہونا ہمارے لئے اچھا ہے۔ اسے مشین کے ذریعے نارمل بنانے میں وقت ضائع نہیں ہوگا۔ جب تم اس کی طرف سے مطمئن ہوجاؤ تو اسے واشنگٹن کے ہیڈ کوارٹر میں لے آؤ۔"

پاگل خانے کے انچارج کے دفتر میں پاشا کو لایا گیا۔ وہ صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے تھا۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ وہ روز صبح شیو کرتا اور غسل کرتا ہے۔ غیر معمولی صلاحیتوں اور جسمانی اور دماغی توانائی حاصل کرنے والوں میں سب سے پرانا شخص پاشا تھا۔ اس کا یہودی استاد مارا گیا تھا۔ ایک بچہ جس طرح قدرتی طور پر رفتہ رفتہ توانائی حاصل کرتے ہوئے جوانمرد بن جاتا ہے اسی طرح پاشا حیرت انگیز طبی تجربات کے نتیجے میں پہلے جس قدر ذہنی اور جسمانی قوتوں کا حامل تھا وہ رفتہ رفتہ بڑھتی گئی تھیں اور ابھی اس انتہا کو پہنچی تھیں کہ ٹرانسفارمر مشین نے اس کے ذہن پر دیرپا اثر نہیں کیا تھا اور جسمانی قوت میں اس قدر اضافہ ہوا تھا کہ اب وہ آہنی زنجیریں صرف ایک جھٹکے سے توڑ دیتا تھا۔

میجر نے اس سے پوچھا "پاشا! کیا تم بتا سکتے ہو کہ تمہیں اس پاگل خانے میں کیوں بھیجا گیا تھا؟"

"میری غیر معمولی صلاحیتوں اور قوتوں سے سب ہی خوف زدہ رہتے ہیں۔ میرا کوئی دوست نہیں ہے۔ میں امریکی حکومت کا وفادار اور سپر ماسٹر کا تابعدار بن کر رہا۔ جب میری ضرورت نہ رہی اور یہ اندیشہ ہوا کہ مجھے دشمن خیال خوانی کرنے والے ٹریپ کرکے لے جائیں گے تو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے مجھے پاگل بنا کر یہاں پہنچادیا گیا۔"

"ہماری حکومت نے تم سے ایسا سلوک کیا۔ اس کے نتیجے میں کیا تم ہمیں دشمن سمجھتے ہو اور کیا ہم سے نفرت کرتے ہو؟"

"آپ خود اپنے سوالات کے جواب دیں کیونکہ میں دشمن کو دشمن نہیں سمجھوں گا اور دشمن سے محبت کروں گا تو پاگل سمجھا جاؤں گا۔"

"دشمنی کرنے والے کبھی کبھی بہترین دوست ثابت ہوتے ہیں۔"

"میں دوست ثابت ہونے والے دشمن کبھی دیکھوں گا تو آپ کی بات تسلیم کرلوں گا۔"

"ہمیں ایک موقع دو۔ ہم خود کو بہترین دوست ثابت کریں گے۔"

"میں کس طرح موقع دے سکتا ہوں؟"

"اس طرح کہ ہمارے ساتھ چلو۔ ہماری دوستی کا پہلا ثبوت یہی ہے کہ ہم تمہیں پاگل خانے سے لے جارہے ہیں۔ تم اپنی مرضی کی زندگی گزارنے کے لئے جتنے مطالبات پیش کرو گے وہ سب پورے کئے جائیں گے۔"

"آپ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہوں گے۔ مجھے لے چلیں۔"

"چلنے سے پہلے یہ بتا دوں کہ ہمیں کبھی دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ہمارے مسلح جوان ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر تمہیں گولیوں سے چھلنی کردیں گے۔"

"اب تک ٹرانسفارمر مشین سے درجنوں افراد نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد امریکی حکومت کو دھوکے دیے۔ آپ نے کتنوں کو گولی ماری ہے؟ خواہ مخواہ دھمکیاں بھی دے رہے ہیں اور دوستی کا دعویٰ بھی کررہے ہیں۔ پہلے اپنے بڑوں سے پوچھیں کہ مجھ پر بھروسا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟"

میجر نے فون کے ذریعے جنرل سے کہا "سر! پاشا میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ اس میں حیرت انگیز تبدیلی آئی ہے۔ پہلے یہ غیر سنجیدہ تھا اور کسی بھی معاملے میں بے پروائی کے باعث کسی نہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ہتھے چڑھ جاتا تھا۔ اس کے برعکس اب یہ نہایت سنجیدہ اور معاملہ فہم ہوگیا ہے۔ اس نے یہ نہیں بھلایا ہے کہ آپ جیسے فوجی افسران نے اسے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے پاگل بنایا تھا۔ یہ بڑی دانائی سے کہتا ہے کہ دشمن کو دشمن نہیں سمجھے گا تو پاگل کہلائے گا۔"

دوسری طرف سے خاموشی رہی۔ پاشا کی ذہانت اور حافظہ پہلے سے تیز ہوگیا تھا۔ اسے جنرل کی آواز اور لہجہ یاد تھا۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "مجھے فون پر جواب نہیں دینا چاہئے۔ پاشا سن لے گا تو غیر معمولی سماعت کے ذریعے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے سر پر سوار ہوجائے گا۔"

پاشا نے کہا "جنرل دی جان! مجھے صرف تم ہی نہیں دوسرے فوجی اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام بھی یاد ہیں۔ میں سب کے دماغوں میں پہنچ سکتا تھا لیکن میں نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔"

جنرل دی جان نے پوچھا "تم یہاں کے اہم اکابرین کے اندر آتے جاتے ہو اور کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے ہو جبکہ تم آسانی سے انتقام لے سکتے ہو۔ تم نے انتقام کیوں نہیں لیا؟"

"مجھے پاگل خانے میں بڑا آرام اور سکون ملتا رہا۔ اگرچہ تم سب نے مجھ سے دشمنی کی تھی لیکن وہ مجھ پر مہربانی ہوگئی۔ میں ایک عرصے تک تنہا رہ کر اپنی تمام کمزوریوں کو سمجھتا رہا۔ دانائی سے سوچتا رہا کہ آئندہ مجھے کس طرح زندگی گزارنا چاہئے۔"

"تو پھر کس طرح زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"یہی کہ دشمنوں سے دور رہا جائے تو بڑا سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔"

"اور اگر دشمن قریب آئیں اور دوستی سے باز نہ آئیں تو؟"

"تو میں پھر پاگل خانے میں چلا آؤں گا۔ یہ ایسی جگہ ہے، جہاں کوئی دشمن نہیں آتا۔"

"واقعی پاگل خانے میں کوئی کسی پاگل سے دشمنی کرنے نہیں جاتا لیکن یہ ظاہر ہوچکا ہے کہ تم پاگل نہیں ہو۔ تمہارا کوئی بھی دشمن وہاں پہنچ سکتا ہے پھر کیا کرو گے؟"

"میں اپنا سر اس کے سامنے جھکا دوں گا۔ آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ میری جان کے دشمن نہ بنیں۔ میں جانتا ہوں آپ لوگ کبھی مجھ پر بھروسا نہیں کریں گے اس لئے مجھے اسی پاگل خانے میں قیدی بنا کر رکھیں۔"

جنرل نے فوج کے اعلیٰ افسر سے فون پر کہا "آپ یوگا کے ماہر ہیں اس لئے آپ سے گفتگو کررہا ہوں۔ اس وقت پاشا میرے دماغ میں ہے۔ یہ پاگل نہیں، نارمل ہے اور پہلے سے زیادہ سنجیدہ اور ذہین ہوچکا ہے۔ اس میں عاجزی اور انکساری اتنی ہے کہ ہم نے اسے پاگل بنایا لیکن یہ ہمارا دشمن نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ ہمیں اس پر بھروسا نہیں ہے تو اسے پاگل خانے میں ہی رکھا جائے۔ اب آپ فیصلہ کریں کہ پاشا کو کام میں لایا جائے یا اسے یہیں قید رکھا جائے۔ آپ کا جو بھی فیصلہ ہوگا، اسے پاشا آپ کے اندر آکر معلوم نہیں کرسکے گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم اس معاملے پر غور کریں گے۔ فیصلہ ہونے تک پاشا کو وہیں سیل میں رکھو اور وہاں جانے والے فوجی جوانوں سے واپس آنے کے لئے کہہ دو۔"

پاشا نے کہا "اپنے اعلیٰ افسر سے کہو، فون بند نہ کرے، میری بات سن لے۔"

جنرل نے اعلیٰ افسر سے یہی کہا۔ اس نے پوچھا "پاشا کیا کہنا چاہتا ہے؟"

"میں آرام سے گوشۂ تنہائی میں تھا۔ جب آپ لوگوں کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے تو یہاں اپنے میجر اور جوانوں کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ خلا سے بڑے خطرناک

روبوٹس آرہے ہیں۔ جو لوگ ان روبوٹس کو کنٹرول کرتے ہیں تم ان سے نمٹ سکو گے۔ ان کنٹرول کرنے والوں کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں اپنے کنٹرول میں کرو گے تو تمام روبوٹس بھی ہمارے قابو میں آجائیں گے۔"

"میں آپ لوگوں کے لئے بہت اہم ہوچکا ہوں۔ اس کے باوجود آپ بڑی رازداری سے میرے بارے میں فیصلہ کریں گے۔ جو فیصلہ مکمل کر نہیں ہوتا، اس میں سازش ہوتی ہے۔ آپ کی ایک سازش کے نتیجے میں، میں پاگل خانے آچکا ہوں۔ پتا نہیں دوسری سازش کیا ہوگی؟"

"تم خواہ مخواہ شبہ کررہے ہو۔ کوئی سازش نہیں ہوگی۔"

"جب آپ کے اندر کوئی منافقت نہیں ہے تو مجھے اپنے اندر آنے دیں۔"

"کیا میں پاگل ہوں کہ خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے اندر آنے دوں گا۔ تم اپنی حد میں رہو اور ہمارے فیصلے کا انتظار کرو۔"

اعلیٰ افسر نے جنرل سے فون کا رابطہ ختم کردیا۔ پاشا جنرل کے اندر سے نکل کر دماغی طور پر پاگل خانے کے انچارج کے کمرے میں میجر کے سامنے حاضر ہوگیا۔ فون کی گھنٹی بجنے پر میجر نے ریسیور اٹھا کر اپنے سینئر افسر کا حکم سنا پھر اس کے مطابق انچارج اور ڈاکٹر سے کہا "پاشا کو بڑے آرام سے رکھو۔ کل صبح فیصلہ کیا جائے گا۔"

میجر اپنے فوجی جوانوں کے ساتھ چلا گیا۔ اب پاشا کی ذہانت کو واقعی غیر معمولی کہا جاسکتا تھا۔ صبح کسی بھی قاتل کو یا خطرناک مخالف کو سزائے موت دی جاتی ہے۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کل صبح اسے فائرنگ اسکواڈ کے سامنے کھڑا کرکے گولیوں سے چھلنی کردیا جائے گا۔

وہ تو سمجھ گیا تھا لیکن وہاں کے سیاسی اور فوجی اعلیٰ افسران نے نہیں سمجھا تھا کہ جو پاگل خانے پہنچ کر تیسرے دن نارمل ہوگیا تھا اب سے اب تک مہینوں پاگل خانے میں نہایت سنجیدگی اور خاموشی سے کیا کرتا رہا تھا؟

وہ جو کچھ بھی کرتا رہا تھا اس کی تمام کارکردگی رفتہ رفتہ ظاہر ہونے والی تھی۔ اعلیٰ افسر نے مسلح گارڈز سے کہہ دیا تھا کہ صبح سے پہلے پاشا فرار ہونا چاہے یا گارڈز کو نقصان پہنچائے تو اسے فوراً گولی ماردی جائے۔

اس اعلیٰ افسر نے اعلیٰ حکام سے کہا "وہ پاگل نارمل ہونے کے بعد مہینوں خاموش رہا اور ہم اسے پاگل ہی سمجھتے رہے۔ میں یقین سے نہ کہہ سکتا ہوں کہ دیوی نے اپنی آتما شکتی سے اس کے پاگل پن کو ختم کیا ہے۔ اب پاشا سے کوئی کام لینے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دیوی دوبارہ پھر ہمارے حکام اور فوجی افسران کے دماغوں پر قبضہ جما کر ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اپنے وفاداروں کو ٹیلی پیتھی سکھائے گی۔"

ایک حاکم نے پوچھا "ہم پاشا کی طرح روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اب کیا ہوگا؟"

"اب تو یہی ہوسکتا ہے کہ ری ریزیا ٹیری ٹیلر میں سے کسی ایک سے کہا جائے کہ وہ اپنے ملک اور قوم کی خاطر ہمارے سامنے ظاہر ہوجائے۔ ہم اسے بڑے سخت انتظامات کے ذریعے چھپا کر رکھیں گے۔ جب وہ ہمارے دو چار جانبازوں کو اپنی طرح غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز ذہنی اور جسمانی قوتوں کا حامل بنادے گا تو پھر اسے پہلے کی طرح مخفیہ زندگی گزارنے کی اجازت دے دی جائے گی۔"

ری ریز اور ٹیری ٹیلر چوبیس گھنٹوں میں ایک بار کہیں نہ کہیں سے ٹیلکس کے ذریعے اپنی خیریت سے آگاہ کرتے رہتے تھے اور جو ملکی مسائل ہوتے تھے انہیں روپوش رہ کر حل کردیتے تھے۔ ایسے مسائل سننے کے لئے صرف ایک حاکم کے دماغ میں خاموشی سے آتے تھے اور اپنی سوچ کے ذریعے کوئی جواب دیے بغیر چلے جاتے تھے۔

اس بار ان سے کہا گیا کہ پاشا بہت بڑا خطرہ بن گیا ہے۔ اس کے ذریعے دیوی پھر ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اپنے فرمانبرداروں کو ٹیلی پیتھی سکھا سکتی ہے۔ اس خطرے کے پیش نظر پاشا کو صبح موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ اس کے بعد یہ لازمی ہوجائے گا کہ ری ریز یا ٹیری ٹیلر میں سے کوئی ایک آرمی ہیڈ کوارٹر میں آئے۔ جو بھی آئے گا اس پر کسی طرح کی آنچ نہیں آنے دی جائے گی۔ اگر وہ کسی ایک ہی فوجی جانباز کے ساتھ ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر اسے روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والا بنادے گا تو اس جانباز کے ذریعے دوسرے روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرلئے جائیں گے۔

ٹیلکس کے ذریعے جواب ملا "ہم میں سے کوئی ایک اس نیک مقصد کے لئے ضرور آئے گا اور جن جانبازوں کا انتخاب ہوگا ہم دونوں ان کے دماغوں میں پہنچ کر چند خیالات پڑھیں گے۔ جو محب وطن اور اپنی قوم سے محبت کرنے والا ہوگا اسی کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے لئے منتخب کیا جائے۔ اس کے علاوہ ٹرانسفارمر مشین کی کارکردگی کو پہلے سے اچھی طرح چیک کرلیا جائے۔ آج ہی فوج کے دو اعلیٰ افسران کو اس خفیہ تہ خانے میں بھیجا جائے جہاں وہ مشین ہے۔ ہم ان افسران کے اندر رہ کر اس مشین کو چیک کریں گے۔"

حاکم کی سوچ نے بتایا "ایک گھنٹے کے اندر دو افسران ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس خفیہ تہ خانے میں جائیں گے۔ وہ دونوں افسران ابھی مجھ سے فون پر باتیں کرنے والے ہیں۔ تم دونوں ان کی آوازیں سن لو۔"

انہوں نے تھوڑی دیر بعد ان کی آوازیں سن لیں۔ ان کے اندر پہنچ کر خاموش رہے۔ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے خفیہ تہ خانے کی طرف جانے لگے۔ وہاں گوریلا فوج کا کیمپ تھا۔ ایک پہاڑی کے

سامنے اور پیچھے' پہاڑی کے اوپر اور اندر غار میں ایسے گوریلا فوجی تھے جو جدید ہتھیاروں سے لیس تھے۔ غار میں الیکٹرونک آلات اور ایکسرے مشین وغیرہ کو ایسی جگہ نصب کیا تھا کہ کوئی چھپ کر تہ خانے میں جاتا تو اس کی تصویریں اتر جاتیں۔ حساس کیمروں اور آلات کے ذریعے چھپا کر لے جانے والی کوئی بھی چیز نظر آجاتی پھر ایسے وقت پہاڑی کے اندر اور باہر خطرے کا الارم دور تک بجنے لگتا۔

مختصر یہ کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کے لئے بھی اس مشین تک پہنچنا ناممکن بنادیا گیا تھا۔

وہ دو افسران ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں پہنچے۔ بڑا سخت پہرا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے اترتے ہی ان افسران کو سر سے پیر تک ڈیٹیکٹو آلات کے ذریعے چیک کیا گیا۔ پھر چار گوریلا سپاہی انہیں اپنے ساتھ غار کے دہانے پر لائے۔ وہاں انہیں ایکسرے مشین کے سامنے کھڑا کردیا گیا۔ دونوں افسر نہتے تھے۔ یہ اطمینان کرنے کے بعد انہیں غار کے اندر ایک تہ خانے کے زینے تک لایا گیا۔ غار کے کئی حصوں میں وڈیو کیمرے آن تھے اور ان کی متحرک فلم تیار کررہے تھے۔

زینے کے نچلے حصے میں ایک آہنی دروازہ تھا جس کا لاک مخصوص نمبروں سے کھلتا تھا۔ ان نمبروں سے لاک کو کھولا گیا۔ اس کے بعد وہ آہنی دروازہ کھل گیا۔

اندر تہ خانے میں کوئی پہریدار نہیں تھا۔ اس کے فرش پر نادیدہ بجلی کے تار بچھائے گئے تھے۔ جو بھی فرش پر قدم رکھتا وہ بجلی کے جھٹکے کھا کر مرجاتا۔ ان افسران کی آمد پر نادیدہ تاروں کا سوئچ آف کردیا گیا تھا۔ وہ تہ خانہ ایک بہت بڑے ہال کی طرح تھا۔ اس کے ایک حصے میں وہ بڑی سی ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی تھی۔

وہاں مشین کے انچارج اور سینئر مکینک کو بلایا گیا۔ ان کا تعلق بھی گوریلا فوج سے تھا۔ وہ مکینک مشین کے قریب آکر ٹھٹک گیا۔ ایک نٹ بولٹ کو دیکھ کر اس نے کہا "یہ نٹ بولٹ پوری لوہے کی مشین کی طرح سرمئی کلر کا تھا لیکن اب یہ سلور کلر کا کیسے ہوگیا؟"

اس بات نے سب کو چونکا دیا۔ فوراً ہی وہاں کے ذمے دار افسران کو بلایا گیا۔ ان کے سامنے اس نٹ بولٹ کے علاوہ دوسرے تمام نٹ بولٹ کھول کر مشین کے اوپری حصے کو الگ کرکے ایک طرف رکھا گیا۔ اس اوپری حصے کو الگ کرتے ہی سب پر جیسے سکتہ سا چھا گیا۔ مشین اندر سے کھوکھلی تھی۔ اندر جتنے چھوٹے بڑے اہم آلات تھے وہ سب غائب تھے۔

پھر تو کھلبلی مچ گئی۔ وہاں کے دوسرے افسران کو بھی بلایا گیا۔ وہ لوگ اعلیٰ حکام سے اور آرمی ہیڈ کوارٹر کے تمام بڑے افسران سے رابطہ کرکے مشین کے متعلق بتانے لگے۔

ٹرانسفارمر مشین کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ فاعل تھا اور دوسرا حصہ مفعول کہلاتا تھا۔ فاعل مشین کے بیڈ پر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو لٹایا جاتا تھا اور وہ مفعول مشین کے بیڈ پر اس منتخب جوان کو لٹایا جاتا تھا جسے ٹیلی پیتھی سکھانا مقصود ہوتا تھا۔ مشین کو آپریٹ کرنے سے فاعل کی دماغی صلاحیتیں مفعول کے دماغ میں منتقل ہوجایا کرتی تھیں۔ اس مفعول مشین کے اوپری ڈھانچے کو بھی کھول کر دیکھا گیا تو ایک بار پھر سب کو ذہنی جھٹکے لگے۔ اس مشین کے بھی تمام اندرونی آلات غائب تھے۔ گویا پوری ٹرانسفارمر مشین اندر سے خالی ہوگئی تھی۔ ایک ایک آلہ وہاں سے نکال لیا گیا تھا۔ اوپر صرف مشین کا ڈھانچا رہ گیا تھا۔

اس خفیہ تہ خانے سے لے کر واشنگٹن تک تمام سرکاری عہدیداران اور آرمی افسران کی نیندیں اڑ گئیں۔ امریکا کی تمام ریاستوں کے جاسوس حرکت میں آئے۔ ری ریزاور ٹیری ٹیلر خفیہ تہ خانے کے تمام ذمے دار افسروں اور گوریلا فوج کے جوانوں کے اندر پہنچ کر ان کے خیالات پڑھنے لگے۔

اس مشین کو بالکل ہی ٹھکھلا کردینے کا ایک ہی راستہ تھا کہ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے وہاں کے تمام ذمے دار افسران کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنا کر اس مشین کے تمام چھوٹے بڑے آلات کو وہاں سے غائب کرادیا ہو۔

یوں چور خیالات پڑھنے سے کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ ری ریز نے مشین کے انچارج اور ٹیری ٹیلر نے مکینک کا تنویمی عمل کے ذریعے برین واش کیا تو پتا چلا کہ وہ دونوں کسی کے معمول اور تابعدار بنے ہوئے تھے۔ برین واش کرنے سے وہ پہلا تنویمی عمل ختم ہوگیا۔ ان سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ کسی نے ان کے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وہ عامل کون تھا۔

انہوں نے فیکس کے ذریعے تمام حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو بتایا کہ ایسا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن نے کیا ہے۔

انہوں نے صبح تک کئی افسروں اور فوجی جوانوں پر عمل کیا تو انکشاف ہوا کہ مشین اور تہ خانے کے انچارج افسران سے لے کر عام فوجی جوان بھی خیال خوانی کے ذریعے سحر زدہ تھے۔ جو بھی مشین کا پرزہ کھول کرلے جاتا تھا وہ ایکسرے مشین کے ذریعے نظر آتا تھا۔ اس کی وڈیو فلم تیار ہوتی تھی۔ ڈیٹیکٹو آلات بتاتے تھے کہ تہ خانے سے کوئی چیز چرا کرلے جائی جارہی ہے لیکن ایکسرے مشین سے دیکھنے والے' ڈیٹیکٹو آلات سے چوری سمجھنے والے ایسے وقت سب کچھ دیکھ سمجھ کر بھی سحر زدہ رہتے تھے اور جو وڈیو فلم تیار ہوتی تھی اس کو مٹا دیا کرتے تھے۔

وہاں تقریباً ڈیڑھ سو افسران اور فوجی جوان تھے۔ اتنی بڑی تعداد کو معمول اور تابعدار بنانے میں کئی دن' کئی مہینے لگے ہوں گے۔ چوری کے لئے بڑے صبر اور اطمینان سے کام لیا گیا تھا۔ اتنے صبر سے کئی دنوں تک سب کو سحر زدہ کرنے والا ایک خیال خوانی کرنے والا بھی ہوسکتا ہے اور کئی خیال خوانی کرنے والے بھی

ہوسکتے ہیں۔

ایک روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والا پاشا تھا اور وہ کئی مہینوں سے سیل کے اندر خاموش بیٹھا رہا تھا۔ وہ شبہ سے بالاتر نہیں تھا۔

دوسرا شبہ اے لالاس (سابقہ سپرماسٹر) اور اسٹیل بروکس پر تھا۔ وہ یقین کے ساتھ سوچ رہے تھے کہ وہ اپنی اپنی محبوبہ بدی بدی اور روشانا کے اشارے پر مشین کو کھوکھلا بنا چکے ہیں۔

ایک خیال یہ بھی تھا کہ ڈیڑھ سو فوجیوں کو معمول اور تابعدار بنانے کے لئے بڑی تعداد میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے وہ واردات کی ہے اور بڑی تعداد میں صرف فرہاد علی تیمور کے پاس خیال خوانی کرنے والے ہیں۔

انہوں نے بابا صاحب کے ادارے سے یا مجھ سے رابطہ نہیں کیا۔ یہ سوچا کہ اگر ہم نے ایسا کیا ہے تو اقرار نہیں کریں گے اور ایسا نہیں کیا ہے تو ہمیں یہ معلوم ہوجائے گا کہ وہ نئے امریکی افراد کو ٹیلی پیتھی سکھانے والے ٹرانسفارمر مشین سے محروم ہوگئے ہیں۔ وہ اس محرومی کو تمام مخالفین سے چھپانا چاہتے تھے۔

اب ان کے لئے یہ ضروری ہوگیا تھا کہ وہ پوری تندہی سے ان دو غداروں اے لالاس اور اسٹیل بروکس کو تلاش کریں۔ ان کو یقین کی حد تک شبہ تھا کہ وہ خلائی حسیناؤں کے لئے اپنے ہی ملک اور قوم اور دنیا کے خلاف کام کررہے ہیں۔

پاشا جیسا روبوٹ ٹیلی پیتھی جاننے والا جو بڑی بے پروائی سے زندگی گزارتا رہا تھا اب سنجیدہ اور نہایت ہی ذہین ہوگیا تھا۔ وہ بہت برے ہی دن پاگل خانے میں نارمل ہونے کے بعد امریکی حکام یا کسی افسران سے رابطہ کرسکتا تھا یا بڑی رازداری سے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ان دشمنوں کو اتنا خوفزدہ موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ خاموشی اور گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی۔

آرمی ہیڈ کوارٹر سے حکم دیا گیا کہ مسلح فوجی جوان اور افسران پاگل خانے جاکر پاشا کا محاسبہ کریں۔ اگر اس نے مشین کو کھوکھلا کیا ہے تو وہ کروڑوں ڈالر کے چھوٹے بڑے آلات کہاں چھپا کر لے گئے ہیں۔ اگر وہ بتادے اور نہ بتائے تب بھی دونوں صورتوں میں اس کو گولی ماردی جائے اور اس کے ذریعے پیدا ہونے والے دیوی بلا کی آندھی کے اندیشے کو ختم کردیا جائے۔

آرمی کے دو افسران دس مسلح جوانوں کے ساتھ پاگل خانے پہنچے۔ پچھلی کھڑکی کے شیشے سے اڑ چکا تھا۔ وہاں کے انچارج اور سینئر ڈاکٹر سے پوچھا گیا "وہ کیسے وہاں سے گیا اور کب گیا؟"

انچارج' سینئر ڈاکٹر اور وہاں کا تمام عملہ حیران اور پریشان تھا کسی نے پاشا کو مقفل سیل سے جاتے نہیں دیکھا تھا۔ سیل کے دروازے کا قفل باقاعدہ چابی کے ذریعے کھولا گیا تھا۔ پاگل خانے کے اندر سے باہر آہنی گیٹ کے دربان تک سب کا ایک ہی بیان تھا کہ ان میں سے کسی نے پاشا کو جاتے نہیں دیکھا ہے۔

بات صاف اور سیدھی تھی۔ اس نے پتا نہیں کب سے وہاں کے تمام چھوٹے بڑے اسٹاف کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا تھا اور اب اپنے لئے خطرہ محسوس کرتے ہی وہ کسی روک ٹوک کے بغیر بڑی آسانی سے چلا گیا تھا۔

ری ریز اور ٹیری ٹیلر نے فیکس کے ذریعے کہا "غلطی جنرل اور سابقہ سپرماسٹر کی ہے۔ انہوں نے پاگل خانے کے انچارج اور ڈاکٹروں کو حکم دیا تھا کہ پاشا بدترین پاگل بن چکا ہے۔ اس کے بارے میں کوئی رپورٹ ہیڈ کوارٹر نہ بھیجی جائے۔ پاشا کو ناکارہ سمجھ کر یہ لوگ اس کی رپورٹ پڑھنا اور وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اگر یہ ذرا سی زحمت گوارا کرلیتے تو پاشا کو وہاں مہینوں رہ کر تمام عملے کو سحر زدہ کرنے کا موقع نہ ملتا۔ صرف اتنا ہی نہیں یہ بھی یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے کئی ماہ کے دوران ان ڈیڑھ سو فوجیوں کو بھی ٹریپ کیا ہے جو ٹرانسفارمر مشین کی حفاظت پر مامور تھے۔

"ہم یہ بات اس لئے یقین سے کہہ رہے ہیں کہ اے لالاس سپرماسٹر کے عہدے پر تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کے کتنے بلیو پرنٹ تیار کئے گئے ہیں اور وہ کہاں کہاں حفاظت سے رکھے گئے ہیں۔ وہ خلائی حسینہ کا تابعدار بن کر کاغذ کا ہلکا سا بلیو پرنٹ لے جائے گا' مشین سے وزنی لوہے کے آلات چرا کر خلا میں نہیں پہنچائے گا۔ خلائی زون کے سائنس دان اور ٹیکنیشن بہت ترقی یافتہ ہیں۔ وہ بلیو پرنٹ دیکھ کر ٹرانسفارمر مشین تیار کرسکتے ہیں۔

"ہماری ان باتوں کی روشنی میں پاشا کو جلد سے جلد تلاش کیا جائے۔ دیر کی جائے گی تو اسے اس ملک سے دوسرے کسی ملک میں جانے اور روپوش رہنے کا موقع مل جائے گا۔"

اس فیکس لیٹر کی روشنی میں فوج کے دیگر اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام نے اس بات کی تائید کی کہ سابقہ سپرماسٹر کے ساتھ جنرل نے بھی پاشا کی طرف سے بے پروا رہ کر ایسی غلطی کی ہے جس کے سنگین نتائج کا سامنا ہورہا ہے۔ پتا نہیں پاشا پاگل خانے کے گوشۂ تنہائی میں رہ کر بڑی سنجیدگی اور رازداری سے کیا کچھ کررہا ہے؟

انہوں نے فیصلہ کیا کہ جنرل کو آئندہ اڑتالیس گھنٹوں تک قیدی بنا کر رکھا جائے۔ اگر اس عرصے میں پاشا گرفتار نہ ہوا تو اسے گولی ماردی جائے گی۔ انہیں ابھی یہ معلوم نہیں تھا کہ پاشا کتنا خطرناک بن چکا ہے۔ وہ سب دراصل دیوی سے خوف زدہ تھے۔ ان کا یہ یقین پختہ ہوتا جارہا تھا کہ پاشا کی پشت پر دیوی ہے اور اسی کے منصوبے کے مطابق پاشا نے ٹرانسفارمر مشین کو کھوکھلا بنادیا ہے۔

جنرل کو جب ایک سیل میں بند کردیا گیا تو اس نے پرائی سوچ کی لہریں محسوس کیں اور سانس روک لی۔ سوچنے لگا "کون میرے اندر آنا چاہتا ہے؟ کوئی بھی ہو' کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا دوست نہیں ہے اس لیے دماغ میں چند سیکنڈ کے لئے بھی کسی کو

آنے کا موقع نہیں دینا چاہئے۔"

اس نے پھر پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ تھوڑی دیر بعد جبلر نے آکر آہنی سلاخوں والا دروازہ کھولا۔ پھر ایک ہاتھ بڑھا کر کہا "جنرل! تم میرے مقابلے میں بہت طاقتور ہو آؤ۔ مجھ سے پنجہ لڑاؤ' جیت جاؤ گے تو میں تمہیں یہاں سے فرار ہونے کا موقع دوں گا ورنہ اڑتالیس گھنٹے بعد کتے کی موت مرو گے۔"

جنرل نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے تم مجھ سے پنجہ کیوں لڑا رہے ہو؟ تم مجھے فرار ہونے کا موقع دے کر قانون اور عدالت کے سامنے کیا جواب دو گے؟"

"تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آرہا ہے جنرل! جو طاقتور ہوتے ہیں وہ پنجہ لڑاتے ہیں اور یہ جبلر جو تمہارے سامنے بول رہا ہے یہ زیادہ طاقتور نہیں ہے پھر یہ کہ تمہارے فرار ہونے کے بعد یہ جبلر جواب دہ ہوگا' مجھ سے کوئی جواب طلب نہیں کر سکے گا۔"

جنرل نے سہمی ہوئی نظروں سے جبلر کو دیکھا۔ اس نے ہنستے ہوئے پوچھا "کیا سمجھے؟"

وہ خوف زدہ ہو کر بولا "تم..... تم پاشا ہو۔ تم جبلر کے اندر یہاں آئے ہو؟"

"ہاں۔ میں پاشا ہوں۔ تم خوف زدہ کیوں ہو۔ تم نے مجھے صرف پاگل خانے بھیجا تھا۔ موت کی سزا نہیں دی تھی۔ کیا سزائے موت دی تھی؟"

"نن... نہیں۔ میں تمہیں زندہ رکھنا چاہتا تھا۔"

"دیکھ لو کہ میں نے بھی تمہیں زندہ رکھا ہے ورنہ کئی ماہ پہلے ایسی موت مار سکتا کہ کسی کو مجھ پر شبہ نہیں ہوتا۔"

"تم بہت عظیم انسان ہو۔ تم نے مجھے زندہ رکھا ہے۔"

"اس کے آگے بھی کچھ کہو۔ مثلاً مجھے زندہ رکھا لیکن پاگل بنا کر رکھا۔ پاگل کی زندگی موت کے برابر ہوتی ہے کیونکہ وہ اس دنیا کو شعوری طور پر دیکھ نہیں پاتا۔ میں تمہیں پاگل نہیں' اپاہج بناؤں گا۔ تم فٹ پاتھ پر گھسٹتے پھرو گے مگر اپنے بنگلے میں نہیں جا سکو گے۔ تمہارے بنگلے میں ایک خوب صورت جوان بیٹھا ہے۔ وہ میرے قبضے میں ہے۔ بنگلے کا رخ کرو گے تو بیٹی کی زندگی برباد کر دو گے۔"

"نہیں۔ ایسا نہ کرو۔ مجھے نہ سہی' میری معصوم بیٹی کو معاف کر دو۔"

"ایک تم ہی نہیں' سارے دوست اور دشمن جانتے ہیں کہ میں حسن پرست ہوں۔ کسی حسین اور جوان عورت کو نہیں چھوڑتا۔ ابھی تمہاری بیٹی کو ہاتھ نہیں لگایا ہے کیونکہ وہ پہلے والا پاشا مر چکا ہے۔ میں اس شرط پر تمہاری بیٹی کی عزت رکھوں گا کہ تم اپاہج بن کر فٹ پاتھ پر بھیک مانگ کر زندگی گزارو گے۔"

"عورت کی عزت رکھنے والا فرشتہ ہوتا ہے۔ تم میری بیٹی کے لئے فرشتہ بن گئے ہو۔ مجھے بھی ایک بار معاف کر کے آزما لو۔ میں ہمیشہ تمہارا تابعدار بن کر رہوں گا۔"

پاشا نے جبلر کے ذریعے ایک ہاتھ سے اس کے جبڑوں کو پکڑ لیا۔ پکڑنے سے ایسی شدید تکلیف ہوئی جیسے آہنی شکنجے نے جکڑ لیا ہو۔ اگر جکڑ لیتا تو جبڑے ٹوٹ جاتے اور تمام دانت باہر آجاتے۔ وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا صرف حلق سے کراہیں نکل رہی تھیں۔

پاشا نے کہا "پاگل ہونے کے بعد نارمل ہو کر عقل آئی کہ میں کس طرح بے بس ہو کر پاگل خانے گیا تھا۔ میری تمام ذہنی و جسمانی قوتیں اور میری غیر معمولی صلاحیتیں میرے کام نہیں آئی تھیں۔ کام آیا تو صرف وہ خدا جس نے مجھے دانائی سکھانے کے لئے دو دن کے لئے پاگل بنا کر رکھا۔ تیسرے دن میرے اندر سے ایک نئے پاشا کو پیدا کر دیا۔ یہ اس رب کریم کا خوف ہے کہ مجھ جیسا عیاش تیری جوان بیٹی کو اپنی بیٹی سمجھ رہا ہے۔ وہ عزت آبرو کے ساتھ رہے گی۔ تو بے عزتی اور محتاجی کی زندگی گزارے گا۔"

اس نے یہ کہہ کر جنرل کا ایک ہاتھ پکڑا پھر ایک ہلکا سا جھٹکا دیا۔ جنرل کے حلق سے ایسی زوردار چیخ نکلی کہ اسسٹنٹ جبلر اور سپاہی دوڑے چلے آئے۔ انہوں نے دیکھا' قیدی کے ایک ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

اسسٹنٹ جبلر نے کہا "سر! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ہمیں کسی قیدی کو سزا دینے کا حق نہیں ہے۔"

جبلر نے پوچھا "کیا تمہارے جبلر میں اتنی قوت ہے کہ وہ ایک صحت مند جنرل کے ہاتھ کی ہڈی توڑ سکے۔ ہاتھ سے زیادہ پیروں کی ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں لیکن دیکھو میں تمہارے سامنے کیسے سوکھی ٹہنی کی طرح ایک ٹانگ کی ہڈی توڑتا ہوں۔"

اس نے ایک ٹانگ پکڑ کر کھینچی۔ وہ فرش پر گرا۔ پاشا نے جبلر کے ذریعے اس کے گھٹنے پر کرائے کا ایک ہاتھ مارا۔ اس بار اس کے حلق سے فلک شگاف چیخ نکلی۔ ہڈی کے ٹوٹنے کی صاف آواز سنائی دی۔ گھٹنے کی ہڈی کسی بھاری بھرکم ہتھوڑے سے توڑی جا سکتی ہے لیکن کرائے کے ایک ہاتھ نے ہڈی کو واقعی سوکھی ٹہنی کی طرح توڑ دیا تھا۔

اسسٹنٹ جبلر اسے پکڑنے آیا تو اس نے اسسٹنٹ کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر سپاہیوں کے اوپر پھینک دیا پھر کہا "میں ان لمحات میں جبلر نہیں' پاشا ہوں۔"

اسسٹنٹ نے فوراً ہی ریوالور نکال کر کہا "خبردار! ذرا بھی حرکت کرو گے تو گولی مار دوں گا۔"

اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات چونتیسویں (34) حصے میں ملاحظہ فرمائیں

جو کہ 15 / مارچ 1997 کو شائع ہوگا

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

دلوں

34

چونتیسواں حصّہ

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک طلسماتی اور سحر انگیز آدمی کی خوشبو
اس کی شہرت چار دانگ پھیل چکی ہے۔ ایک نیا جہان معنی متعارف کرانے والے شخص کی جولانی طبع کی خود کاری
اور اس جہان معنی متعارف کرانے والے شخص کی جولانی طبع کی خود کاری

سسپنس کا مقبول ترین سلسلہ

پاشا نے کہا "گدھے کے بچے! تم اپنے جیلر کو گولی مارو گے اور اپنے سینئر کو قتل کرنے کے جرم میں سزائے موت پاؤ گے۔"

اسسٹنٹ کو اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ پاشا نے کہا "جاؤ اور فوج کے افسران سے کہو کہ ان کا قیدی جنرل پاشا کے ہاتھوں ٹوٹ پھوٹ رہا ہے۔"

اسسٹنٹ سپاہیوں کے ساتھ دوڑتا ہوا اپنے دفتر کی طرف جانے لگا۔ جنرل شدید تکلیف کے باعث فرش پر تڑپ رہا تھا اور چیخیں مار رہا تھا لیکن دوسری ٹانگ کی ہڈی ٹوٹنے کے بعد وہ چیخنے کے قابل بھی نہیں رہا' بے ہوش ہو گیا۔

پاشا اسسٹنٹ کے اندر پہنچا۔ وہ فوج کے ایک بڑے افسر کو بتا رہا تھا کہ پاشا وہاں کے جیلر کے اندر پہنچ کر جنرل کو ہاتھ پیروں سے معذور بنا رہا ہے۔ پاشا کی موجودگی کے باعث جیلر حیرت انگیز جسمانی قوت کا حامل ہو گیا ہے۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا اور نہ ہی اسے گولی ماری جا سکتی ہے کیونکہ گولی پاشا کو نہیں' جیلر کو لگے گی۔

فوج کا وہ افسر ہیڈ کوارٹر کے اعلیٰ افسران کو یہ رپورٹ دینے لگا۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم میں سے کوئی پاشا کو روک نہیں سکے گا۔ اب یہی ہو سکتا ہے کہ جنرل کو فوراً گولی مار دی جائے تاکہ وہ بیچارہ تڑپ تڑپ کر نہ مرے۔"

پاشا نے ایک افسر کی زبان سے کہا "میں پاشا تم لوگوں سے مخاطب ہوں۔ میں نے ماضی میں تمہاری حکومت کا وفادار بن کر رہنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اس کے باوجود تم لوگوں نے سوچا جب میری ضرورت ہو گی تو مجھے نارمل بنا دیا جائے گا ورنہ بدترین پاگل بنا کر رکھا جائے گا۔ کیا تم لوگ انسان ہو؟ جیسا سلوک تم نے مجھ وفادار سے کیا ویسا ہی سلوک دنیا کے تمام وفادار ممالک سے کرتے ہو۔ نصف صدی کی تاریخ گواہ ہے کہ تم وفا کرنے والوں کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہو اور جو طاقتور اور جغرافیائی لحاظ سے مضبوط ہو' اسے بڑی مراعات دیتے ہو۔ اب دیکھو کہ پاشا کا جغرافیہ بدل گیا ہے۔ میں تم سب کو جوتے کی نوک پر رکھوں گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "بے شک' تم نے وہ طاقت حاصل کر لی ہے کہ ہم سے اپنے مطالبات منوا سکتے ہو۔ ہمیں بتاؤ' تم چاہتے کیا ہو؟"

"میں تو اب جو چاہتا ہوں' خدا سے چاہتا ہوں۔ خدا کو بھولنے والے امریکا سے مانگتے ہیں۔ میں تم سب کو وارننگ دیتا ہوں' جنرل کو گولی نہ ماری جائے۔ اس کے ایک ہاتھ اور دونوں پیروں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ ان ٹوٹے ہوئے اعضا کو کاٹ کر اسے زندہ رکھا جائے۔ وہ کبھی اپنے گھر کے دروازے پر نہیں جائے گا۔ اپنی باقی زندگی فٹ پاتھ پر بھیک مانگ کر گزارے گا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو تم سب بھی اس کی طرح اپاہج بنا دیے جاؤ گے۔"

"تم جو چاہتے ہو' وہی ہو گا۔ ہمارے صرف ایک سوال کا جواب دے دو۔ کیا تم نے ہی ہمیں ٹرانسفارمر مشین سے محروم کیا

ہے؟"

"ہاں۔ یہ سعادت میں نے حاصل کی ہے۔ آئندہ بھی یہی کروں گا۔ نہ کبھی نئی مشین بننے دوں گا اور نہ کبھی کسی مجبور اور بے بس کو ایسی مشین کے ذریعے پاگل بنانے کا موقع دوں گا۔"

دوسرے افسر نے کہا "پلیز! میرے بھی ایک سوال کا جواب دو کیا تمہاری پشت پر دیوی ہے؟"

"دیوی کیا بیچتی ہے؟ اب میرا ذہن ایسا فولادی ہو چکا ہے کہ وہ آتما شکتی کے ذریعے بھی میرے اندر نہیں آسکے گی۔"

"تم حقیقت چھپا رہے ہو۔ عقل یہ تسلیم نہیں کرتی کہ تم نے تنہا ڈیڑھ سو فوجیوں کو اپنے کنٹرول میں کرنے کے بعد مشین کے تمام آلات غائب کردیے۔"

"اگر تمہاری عقل یہ تسلیم کرتی ہے کہ میں مہینوں پاگل خانے میں رہ کر گھاس کاٹتا رہا تو پھر مجھے گھسیارا ہی سمجھتے رہو اور ایک گھسیارے کے ساتھ وقت ضائع نہ کرو۔"

وہ ان کے درمیان سے چلا گیا۔ انہوں نے اسے مخاطب کیا۔ جب جواب نہ ملا تو شکست خوردہ انداز میں ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ ان پر بڑا برا وقت آیا تھا۔ ٹرانسفارمر مشین سے محروم ہونے کے بعد گویا ان کی ریڑھ کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ اب ان کے پاس ری ریزار اور ٹیری ٹیلر دو ہی وفادار خیال خوانی کرنے والے رہ گئے تھے۔ اے لالاس اور اسٹیل بروکس خلائی مخلوق کے کام آرہے تھے اور خلائی ردبوٹس کی آمد کا خطرہ خون خشک کررہا تھا۔ ایسے میں ارضی دنیا کا ردبوٹ پاشا ایک نئے ثبت انداز میں انگڑائی لے کر بیدار ہوا تھا۔

اور یہ تو ابھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ دیوی کو ایک خلائی ردبوٹ کی قوت حاصل ہوگئی ہے۔ وہ جب بھی زمین کی تہ سے باہر آئے گی اپنی تمام ہاری ہوئی بازیاں جیتتی چلی جائے گی۔

قوت کو جلد یا بدیر زوال آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی ایک بندے کے پاس قوت کو دائم اور قائم نہیں رہنے دیتا۔ ایک وقت تھا جب یہودی خفیہ تنظیم اتنی طاقتور اور منظم تھی کہ امریکا کے سراغرساں اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس تنظیم کی جڑ تک نہیں پہنچ سکتے تھے پھر وہ طاقتور تنظیم زوال پذیر ہونے لگی اور دیوی ایک ناقابلِ شکست بلا کی طرح امریکا اور اسرائیل کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں پر حکومت کرنے لگی۔

اتنی زبردست اور شاندار فتوحات کے بعد دیوی کے دماغ میں زوال کا کیڑا کلبلانے لگا۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے کو فتح کرنا چاہا۔ صرف بارہ گھنٹوں میں سونیا نے اسے دن میں تارے دکھائے تو اس نے زیرِ زمین جاکر پناہ لی۔

اب خلائی مخلوق کی طاقت خطرے کی گھنٹی بجا رہی تھی۔ یہودی تنظیم ایک بار پھر آہستہ آہستہ قوت حاصل کررہی تھی۔ دیوی کو بھی نئے سرے سے سربلندی کا موقع مل رہا تھا۔ امریکا ٹیلی پیتھی کی جنگ میں سب سے کمزور ہو چکا تھا لیکن وہ سپر پاور نہ جھکنا چاہتا تھا اور نہ ہی ٹوٹنا۔ زوال سے عروج کی طرف جانے کا ابھی ایک راستہ باقی تھا۔

ری ریزار اور ٹیری ٹیلر نے ٹرانسفارمر مشین کا بلیو پرنٹ حاصل کیا۔ چار نہایت ہی ذہین اور تجربہ کار کیلکس کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔ مشین کی تیاری کے لئے امریکا کے جنوب میں ایک ایسے جزیرے کا انتخاب کیا جہاں صرف دو سو ماہی گیر آباد تھے۔ انہیں وہاں سے ہٹانے کے لئے ہیلی کاپٹر کے ذریعے جزیرے میں زہریلی گیس اسپرے کرائی۔ وہ جزیرہ چند دنوں میں ویران ہوگیا۔ ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کے لئے کروڑوں ڈالر، درجنوں مکینک، کاریگروں اور مزدوروں کی بھی ضرورت تھی۔ یہ تمام ضرورتیں خیال خوانی کے ذریعے پوری کی گئیں۔ وہاں سب ہی کو تنویمی عمل کے ذریعے معمول اور تابعدار بنایا گیا اور ان کے ذہنوں سے پچھلی زندگی کی یادیں مٹادی گئیں۔

ان دونوں نے یہ کام اتنی رازداری سے کیا کہ اپنے ملک کے حکام اور فوج کے افسران کو بھی خبر نہ ہونے دی۔ اگر کسی نے یہ شبہ کیا کہ ایک جزیرے میں کسی قسم کی خفیہ سرگرمیاں جاری ہیں تو اس شبہ کرنے والے کی کھوپڑی گھمادی یا اسے مار ڈالا۔

ایک عام شخص بھی بیدار اور کمزور رہنا نہیں چاہتا پھر پوری قوم اور پورا ملک کیسے کمزور رہنا چاہے گا۔ ری ریزار اور ٹیری ٹیلر جیسے محبانِ وطن بڑی رازداری سے کھوئی ہوئی ملکی قوت دوبارہ حاصل کرنے میں مصروف ہوگئے تھے۔

زوال کے سلسلے میں مَیں نے اپنا اور بابا صاحب کے ادارے کا ذکر نہیں کیا کیونکہ زوال اس وقت آتا ہے جب اعمال میں کھوٹ یا خرابی ہو۔ جناب تمیرزی ہم میں سے کسی کو گمراہ ہونے نہیں دیتے تھے اور ضرورت سے زیادہ طاقت حاصل کرنے نہیں دیتے تھے۔ اس کی ایک مثال یہ تھی کہ جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا مخالف ہماری گرفت میں آتا تھا ہم اس کے ذریعے اپنی قوت میں اضافہ نہیں کرتے تھے۔ اس سے کچھ عرصے تک دوستی اور محبت سے پیش آکر اسے آزاد کردیتے تھے۔

اگر ہم پر خطرات مسلط ہوں اور ہم مصائب میں مبتلا ہوں تو تمام دشمن تماشا دیکھتے تھے لیکن ہم نے خلائی ردبوٹس کے خطرات کو سمجھتے ہی تمام چھوٹے بڑے ممالک کے علاوہ اسرائیل اور امریکا کو خلائی زون کے تین سائنس دانوں کے شیطانی ارادوں سے پوری طرح آگاہ کردیا تھا۔ یہ ہمارے خلوص اور انسان دوستی کا ثبوت تھا۔

اس کے برعکس امریکا بہادر ہم سے ناراض تھا کہ ہم نے اسے خلائی ردبوٹس سے نمٹنے کا نسخہ نہیں بتایا تھا۔ ہم نے اپنا ایک راز اپنی حد تک رکھا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو نسخہ ہمارے پاس تھا وہ دشمنوں تک پہنچادیا جاتا... تو وہ اس کے ذریعے منفی اور شیطانی

کردار ادا کرنے لگتے۔

انہیں اپنے حفاظتی نسخے سے محروم رکھنے کے باوجود ہمارے یہ عزائم تھے کہ ہم اسرائیل اور امریکا میں خلائی ردبوٹس کو تباہی پھیلانے نہیں دیں گے۔ اس سے پہلے ہی ان ردبوٹس کو تباہ کردیں گے۔

بات صرف تباہ کن ردبوٹس کی نہیں تھی، خلائی زون کے سائنس دانوں اور وہاں کے منفی ارادوں پر عمل کرنے والوں سے نمٹنا بھی لازمی تھا اور اس کے لئے ضروری تھا کہ خلائی زبان سیکھی جائے تاکہ ان کے عزائم ہم سے چھپے نہ رہیں۔

اس مقصد کے لئے بابا صاحب کے ادارے کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو حتیٰ کہ مجھ کو اور سونیا کو بھی جناب تمیرزی نے ہدایت کی تھی کہ ہم ایمون ابابا اور اس کی بیٹی ایمونا سے روز ایک گھنٹا صبح اور ایک گھنٹا شام کو خلائی زبان سیکھتے رہیں۔

لکی سیون اور پارس خلائی زبان اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ دونوں ثانی اور علی کو خیال خوانی کے ذریعے سکھاتے رہتے تھے۔ ان کے علاوہ ان پر تنویمی عمل کے ذریعے وہ زبان نقش کرتے تھے۔ اس کے نتیجے میں ثانی اور علی نے صرف ایک ہفتے میں وہ زبان اچھی طرح سیکھ لی تھی۔

○☆○

الپا نے بدی بدی اور روشنا کے دماغوں میں زلزلے پہنچا کر ان پر تنویمی عمل کیا تھا۔ ان کے ذہنوں میں خاص طور پر یہ بات نقش کی تھی کہ وہ الپا کی سوچ کی لہروں سے گدگدی محسوس نہ کریں۔ جیسے ہی الپا ان کے اندر آئے وہ انگریزی زبان میں سوچنا شروع کردیں۔

الپا سابقہ سپراسٹرا لالاس اور اسٹیل بروکس کے اندر بھی پہنچی ہوئی تھی۔ یہ سوچا تھا کہ جب وہ دونوں رات کو نشے میں ہوں گے تو ان پر تنویمی عمل کرکے انہیں تابعدار بنائے گی۔

لیکن اس سے پہلے ہی وہ یہ جان گئی کہ ثانی، لکی سیون اور پارس اس سے پہلے ہی بازی لے چکے ہیں۔ وہ تینوں صرف اے لالاس اور اسٹیل بروکس کے اندر ہی نہیں بلکہ بدی بدی اور روشنا کے اندر بھی پہنچے رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر الپا، اے لالاس اور اسٹیل بروکس کو تنویمی عمل کے ذریعے تابعدار بنانا چاہے گی تو وہ تینوں اس کے عمل کو ناکام بنادیں گے پھر یہ بھی ظاہر ہوجائے گا کہ الپا اور یہودی تنظیم پھر میدانِ عمل میں آگئے ہیں۔

الپا سے یہ غلطی ہوئی تھی کہ ثانی، لکی سیون اور پارس کی موجودگی سے پہلے بے خبر تھی۔ اس بے خبری میں اس نے بدی بدی اور روشنا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ ان کے ذہنوں میں اور کئی اہم باتیں نقش کرنے کے علاوہ انہیں یہ بھی تاکید کی تھی کہ وہ خلائی زون سے رابطہ کرکے اس ارضی دنیا میں مزید ردبوٹس کے راستے ہموار نہ کریں۔

اس نے تنویمی عمل کرنے کے دس گھنٹے بعد خیال خوانی کی پرواز کی اور بدی بدی کے اندر پہنچی تو اس نے گدگدی محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ وہ روشنا کے پاس بھی گئی تو اسی طرح ناکام رہی۔ الپا کو اپنی ناکامی پر زیادہ حیرانی نہیں ہوئی۔ اس نے سمجھ لیا کہ ثانی وغیرہ نے اس کے تنویمی عمل کو ناکام بنادیا ہے۔

الپا نے دھتورا سے رابطہ کرکے اس سے پہلے کی طرح خلائی زبان کے چند فقرے سیکھے پھر اس زبان کی سوچ کی لہروں کے ذریعے پہنچ کر بولی "مجھ سے انگریزی زبان میں بولو۔ میں نے تم پر جو تنویمی عمل کیا تھا وہ بے اثر کیوں ہوگیا؟"

بدی بدی نے کہا "قدرتی طور پر ہمارا دماغ ایسا ہے کہ کسی کی منفی بات سے یا منفی عمل سے متاثر نہیں ہوتا۔ تم وہی ہو جس نے ہمارے دماغوں میں زلزلے پیدا کئے تھے۔ ہم نے تم سے نجات پانے کے لئے تمہارے تنویمی عمل کے دوران تمہارے ہر حکم کو قبول کیا پھر آرام سے سوگئے۔ بیدار ہونے کے بعد تمہارے تمام عمل کا اثر زائل ہوچکا تھا۔"

"تم غلط بول رہی ہو۔ مجھ سے پہلے کسی اور نے تم دونوں پر عمل کیا ہے۔ تم دونوں اس کی تابعدار ہو۔"

"بے شک، تم سے پہلے بھی ہم پر کسی نے عمل کیا تھا اور ہماری خلائی زبان کے ذریعے عمل کیا تھا۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ ہماری زبان جاننے والی لکی سیون نے ایسا کیا ہوگا لیکن وہ بھی ناکام ہوگئی ہے۔ اس نے بھی ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم خلائی زون سے دوسرے ردبوٹس نہ بلائیں لیکن میں اپنے سائنس دان باپ سے رابطہ کرچکی ہوں۔ وہ دو ردبوٹس کے ساتھ خود یہاں آنے والا ہے۔ ان میں سے وہ ایک ردبوٹ کو اپنے کنٹرول میں رکھے گا۔ دوسرا ردبوٹ میرے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔"

"لکی سیون نے خلائی زبان میں تم پر عمل کیا ہوگا۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم اس کے زیرِ اثر آچکی ہو، اس کی تابعدار بن چکی ہو اور تمہیں اس کی خبر نہیں ہے۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ ہماری اپنی زبان میں بھی ہم تنویمی عمل کیا جائے تو اس عمل کا اثر زیادہ سے زیادہ ایک آدھ گھنٹے تک رہ سکتا ہے۔ لکی سیون نے ایسا کیا تھا اور میں متاثر ہوگئی تھی لیکن ایک گھنٹے بعد اس کا اثر زائل ہوگیا۔ میں نے اس کے حکم کے خلاف اپنے باپ سے رابطہ کیا ہے۔ اگر وہ میرے دماغ پر حاوی ہے تو اس نے مجھے رابطہ کرنے اور خلائی ردبوٹس کو یہاں بلانے سے کیوں نہیں روکا؟"

"تمہیں حکم کے خلاف کام کرنے سے نہ روکنے میں کوئی مصلحت ہوگی۔ تم نہیں جانتیں کہ لکی سیون کی شادی ہماری دنیا کے سب سے مکار شیطان سے ہوئی ہے۔ وہ بولتا کچھ ہے، کرتا کچھ ہے۔ اس کی چالیں صاف طور پر ہماری سمجھ میں آتی ہیں لیکن جب نتیجہ سامنے آتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ صاف طور پر سمجھ میں آنے والی چالیں محض دکھاوا اور فریب تھیں۔ دشمن کو پتا بھی نہیں چلتا کہ وہ

کب اس کا لباس اتار کر اسے ننگا کر چکا ہے۔"

"وہ تمہاری دنیا والوں کے لئے بہت بڑا شاطر ہوگا مگر ہماری ذہانت کے سامنے اس کی ایک نہیں چلے گی۔ ذرا عقل سے سوچو وہ دو روبوٹ جو آنے والے ہیں وہ کس طرح دنیا میں تباہی لائیں گے اس کا اندازہ لکی سیون اور اس کے مکار شوہر کو ضرور ہوگا پھر وہ کیسا ذہین اور مکار ہے؟ لکی سیون کیسی بیوی ہے کہ اپنے شوہر کی دنیا کو تباہ کرنے کے لئے مجھے اپنے باپ سے رابطہ کرنے سے نہیں روکا۔ یوں خاموش ہیں جیسے دونوں روبوٹ کے قدموں میں جھک کر خوش آمدید کہنے والے ہوں۔"

"میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتی۔ بڑے بڑے شاطر ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری طرح خوش فہمی میں مبتلا رہ کر پکچر ہو چکے ہیں۔ دعا کرو وہ وقت نہ آئے جب وہ روبوٹس کے قدموں میں جھک کر انہیں خوش آمدید کہے۔ اگر وہ جھک گیا تو دونوں روبوٹس اپنے قدموں پر کھڑے رہنے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

"اونہہ!" بدی بدی نے حقارت سے کہا "دس گھنٹے صرف دس گھنٹے کے اندر وہ روبوٹس اس زمین پر پہنچنے والے ہیں پھر جو کچھ ہوگا اسے تم آنکھوں سے نہ سہی' خیال خوانی کے ذریعے ضرور دیکھو گی۔"

بدی بدی نے سانس روکی۔ الپا اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اس دوران اس نے بدی بدی کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی لیکن وہ شعوری طور پر انگریزی میں بول رہی تھی اور غیر شعوری طور پر اپنی خلائی زبان میں سوچ رہی تھی۔ ایسا سب ہی کے دماغ میں ہوتا ہے۔ جس کی مادری زبان پنجابی یا سندھی وغیرہ ہو وہ سروں سے قومی زبان میں گفتگو کرنے کے دوران قدرتی طور پر اس کے لاشعور میں اپنی مادری زبان گردش کرتی رہتی ہے۔ خود بولنے والے کو پتا نہیں چلتا کہ چور خانے میں جو خیالات ہیں وہ ان کی اپنی مادری زبان میں ہیں۔

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے برین آدم کو بتایا "بدی بدی اور روشانا پر جو تنویمی عمل کئے گئے تھے وہ بے اثر ہو چکے ہیں۔ بدی بدی کہتی ہے کہ خلائی مخلوق کے دماغوں میں کوئی بات یا کوئی عمل دیرپا نہیں رہتا۔ لکی سیون نے بھی اپنی خلائی زبان میں اس پر عمل کیا تھا اور وہ عمل بھی بے اثر رہا تھا۔"

برین آدم نے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ لکی سیون کے زیر اثر ہو اور اسے احساس نہ ہو کہ وہ لکی سیون کی معمولہ اور تابعدار بنی ہوئی ہو۔"

"میں نے بدی بدی سے یہ بات کہی تھی لیکن وہ خود کو لکی سیون کے زیر اثر سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اگر مجھے خلائی زبان آتی تو میں اس کے چور خیالات سے بہت کچھ معلوم کر سکتی تھی۔"

"دھتورا ہمارے قبضے میں ہے۔ تم چاہو تو اس کے اندر وقتاً فوقتاً جا کر یہ زبان سیکھ سکتی ہو۔"

"میں آج ہی سے یہ زبان سیکھوں گی اور یہ ضروری بھی ہے بدی بدی نے بتایا ہے کہ دس گھنٹوں کے اندر اس کا سائنس دان باپ دو روبوٹس کے ساتھ ہماری دنیا میں آنے والا ہے۔ ہو سکتا کہ آئندہ ہماری زمین پر خلائی مخلوق کی تعداد بڑھتی رہے۔ ان کے چور خیالات پڑھنے کے لئے میں ان کی زبان ضرور سیکھ لوں گی۔"

برین آدم نے کمپیوٹر کے ذریعے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ کیا۔ صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں نے وہ خلائی زبان سیکھ لی اور اسے ایک خلائی سائنس دان اور دو روبوٹس کے بارے میں بتایا ہے۔ وہ کسی روک ٹوک کے بغیر خلائی سائنس دانوں کے وقت خلا سے ایک سائنس دان دو روبوٹس کے ساتھ آنے والا ہے۔ ہو سکتا کہ آئندہ ہماری زمین پر خلائی مخلوق کی تعداد بڑھتی رہے۔ ان کے چور خیالات پڑھنے کے لئے میں ان کی زبان ضرور سیکھ لوں گی۔"

"یہ بڑی تشویش کی بات ہے کہ ہماری دنیا میں پہلے آٹھ روبوٹ کہیں گم ہو گیا ہے اور مزید دو روبوٹ آنے والے ہیں نہیں یہ کس ملک میں آئیں گے اور ارضی انسانوں کے لئے مشکلات پیدا کریں گے؟"

"آپ ہماری انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کو ہدایت دیں کہ وہ امریکی حکام سے روبوٹس کی آمد پر گفتگو کرے اور یہ معلوم کرے کہ ان روبوٹس سے نمٹنے کے لئے کیسے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔"

برین آدم نے کمپیوٹر کے ذریعے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ کیا۔ صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں نے وہ خلائی زبان سیکھ لی اور اسے ایک خلائی سائنس دان اور دو روبوٹس کے بارے میں بتایا ہے۔ وہ کسی روک ٹوک کے بغیر خلائی سائنس دانوں کے تفصیل سے بتایا۔ ڈائریکٹر جنرل نے وہاں کے ایک اعلیٰ حاکم سے خیالات بھی پڑھ سکتے ہیں اور ان کے دماغوں پر غالب بھی آسکتے "کسی نامعلوم خیال خوانی کرنے والے نے ہمیں بتایا ہے کہ آنے ہیں۔"

"ہاں۔ اب یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ اس ادارے میں ہے۔ کیا ایسی کوئی خبر آپ تک پہنچ رہی ہے؟"

اس حاکم نے جواب دیا "جی ہاں۔ ایسی اطلاع ہمیں خلائی زبان سکھائی ہوگی۔"

صاحب کے ادارے سے موصول ہوئی ہے۔ ہم نے پورے میں تینوں افواج کو الرٹ کر دیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے والا ایک ایمون بابا اور اس کی بیٹی ایمونا اس ادارے میں ہیں۔ دعویٰ کیا گیا ہے کہ صرف ان کے خیال خوانی کرنے والے ان کے ذریعے وہاں کے افراد وہ زبان سیکھ رہے ہیں۔ ہمارے ملک روبوٹس سے نمٹ سکتے ہیں۔ ہماری پوری فوج بھی شاید میں بدی بدی اور روشانا نامی دو خلائی عورتیں ہیں لیکن وہ ہماری سائنس دان اور روبوٹس کو نقصان نہ پہنچا سکے۔"

"لکی سیون تو پارس کے ساتھ کہیں جا چکی ہے۔ خلا سے آنے والے سائنس دان اور روبوٹس کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں معلوم۔ وہ کہاں ہیں۔ پتا نہیں وہ دونوں کہاں روپوش رہتی ہیں۔"

الپا خیال خوانی کے ذریعے اپنے یہودی ڈائریکٹر جنرل ڈائریکٹر جنرل نے امریکی حاکم سے رابطہ ختم کیا پھر کمپیوٹر کے امریکی حاکم کی باتیں سن رہی تھی۔ ایسے وقت اسرائیلی ڈائلوگ لیے یہ تمام باتیں برین آدم کو بتائیں۔ الپا نے کمپیوٹر کے ذریعے جنرل کے پاس بابا صاحب کے ادارے سے فیکس لیٹر آیا۔ اب برین آدم سے کہا "میں نے ڈائریکٹر جنرل اور امریکی حاکم کی باتیں بھی یہی لکھا ہوا تھا کہ کسی وقت بھی خلا سے ایک سائنس دان لی ہیں۔ مجھ سے غلطی ہوئی' ہمارے پاس دھتورا ہے۔ مجھے بہت روبوٹس کے ساتھ آنے والا ہے۔ پوری اسرائیلی فوج اپنے ہی اس سے اس زبان کو سیکھ لینا چاہئے تھا۔ آج پتا نہیں وہ روبوٹس سے مقابلہ نہیں کر سکے گی لہٰذا اس دنیا کی سلامتی کے سائنس دان اور روبوٹس کب اور کہاں پہنچنے والے ہیں۔ میں آج بابا صاحب کے ادارے سے ایک خیال خوانی کرنے والا ہوں یہ زبان نہیں سیکھ سکوں گی پھر بھی سیکھتی رہوں گی۔ آئندہ کبھی پہنچ گیا ہے۔ وہ خلائی مخلوق کے حملوں کو کامیاب نہیں ہونے زبان ہمارے کام آئے گی۔"

الپا کی کمپیوٹر اسکرین پر برین آدم کی تحریر ابھری "الپا! تم ڈائریکٹر جنرل نے امریکی حاکم سے پوچھا "کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے کہ اس حاکم کے چور خیالات پڑھو۔ معلوم کرو کہ وہ بدی بدی اور روشانا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والو تلاش کرنے کے لئے کیا کر رہے ہیں۔"

سائنس دانوں نے روبوٹس کو تباہ کرنے کا سامان کر لیا ہے "نگ برادر! جب ہمارا ڈائریکٹر جنرل اس حاکم سے باتیں کر رہا ہمارے ملکوں کے سائنس دان ابھی تک کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ تب میں نے اس کے چور خیالات پڑھے۔ مجھے ایسی تین اہم ادھر سے جواب ملا "اس ادارے کے فیکس لیٹر سے یہ باتیں معلوم ہوئیں جنہیں وہ سب سے چھپا رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہوتا ہے کہ خلائی روبوٹس کو تباہ کرنے کے لئے سائنس دانوں کو لانے لالاس اب سپر اسٹرنہیں رہا۔ اس نے اور اسٹیل بروکس نے نہیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اری کی ہے اور بدی بدی اور روشانا کے زیر اثر آگئے ہیں۔ یعنی پ ان کے پاس صرف رمی ریز اور ٹیری ٹیکر دو ہی خیال خوانی سنے والے رہ گئے ہیں۔"

"ان کے لئے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر لیں گے۔"

الپا نے کہا "دوسری اہم بات یہی ہے کہ اب ان کے پاس وہ مشین نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس مشین کے اندر کے تمام آلات چرا لئے گئے ہیں۔ ان کے پاس صرف مشین کا ڈھانچا رہ گیا ہے۔"

"تعجب ہے۔ وہ مشین سخت حفاظتی انتظامات کے تحت رکھی جاتی تھی۔ یہ تو آنکھوں سے سرمہ چرانے والی بات ہوگئی۔"

"جی ہاں۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے پاشا کو مشین کے ذریعے پاگل بنا کر پاگل خانے میں قید کر دیا تھا لیکن اس کی غیر معمولی دماغی توانائی غالب آئی اور وہ پاگل خانے پہنچنے کے تیسرے دن ہی نارمل ہو گیا۔ اس نے وہیں قید رہ کر بڑے اطمینان سے رفتہ رفتہ مشین کی حفاظت کرنے والوں کے ذریعے ہی مشین کے تمام آلات وہاں سے چرا کر کسی نامعلوم جگہ پہنچا دیے۔ اسی طرح پاشا نے پاگل خانے کے تمام عملے کو سحر زدہ کیا اور چپکے سے کہیں چلا گیا۔ جسے پاگل بنایا گیا تھا اس نے انہیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔"

برین آدم نے کہا "اگر ڈیڑھ سو فوجی پاشا کے زیر اثر آچکے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پاشا نے اس ملک میں ایک چھوٹی سی فوجی قوت حاصل کر لی ہے۔ تم اس حاکم کے ذریعے وہاں کے اعلیٰ فوجی افسران کے اندر پہنچو اور معلوم کرو کہ وہ لوگ ان ڈیڑھ سو فوجیوں کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟"

الپا خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کرنے لگی۔ معلوم ہوا کہ ان ڈیڑھ سو فوجیوں کو دس دس کی تعداد میں قید کر کے مختلف مقامات پر پہنچایا گیا ہے اور کئی ہپناٹائز کرنے والوں کی خدمات حاصل کر کے ان کے دماغوں سے پاشا کے تنویمی عمل کو مٹایا جا رہا ہے۔

ڈیڑھ سو گوریلا فوج کے جوانوں کا دشمن کے زیر اثر آجانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ایسے تربیت یافتہ گوریلا فوج کے جوانوں کو غدار کہہ کر سزائے موت نہیں دی جا سکتی تھی۔ وہ سب فوج کا بہت اہم حصہ تھے اسی لئے ان کے دماغوں سے پاشا کے تنویمی عمل کو مٹانے کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔

امریکی انٹیلی جنس والے یہ سراغ نہ لگا سکے کہ پاشا کہاں روپوش رہتا ہے۔ وہ جہاں بھی تھا' وہاں اطمینان سے رہ کر اپنے تابعدار فوجیوں کے اندر جاتا رہتا تھا۔ جس کے پاس پہنچ کر معلوم ہوتا تھا کہ اس کے دماغ سے تنویمی عمل کو ختم کیا جا رہا ہے تو وہ ہپناٹائز ... کرنے والے کے عمل کو بڑی خاموشی سے ناکام بنا دیتا تھا۔ یوں انہیں خوش فہمی میں مبتلا کر رہا تھا کہ گوریلا فوج کے جوان پاشا کے اثر سے نکلتے جا رہے ہیں۔

اب وہ پہلے جیسا نہیں تھا۔ اسے عمیق گوشۂ تنہائی میں رہ کر خود اپنا محاسبہ کرنے کا موقع ملا تھا۔ اس نے غیر معمولی صلاحیتیں اور قوتیں حاصل کرنے کے بعد آج تک جتنی غلطیاں کی تھیں اور

جتنے دوستوں اور دشمنوں سے فریب کھائے تھے اور جتنی حسینائوں نے اسے الّو بنا کر دشمنوں کے جال میں پھنسایا تھا ان تمام اعمال کا حساب کرنے کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا کہ اس نے اپنی بے پناہ قوتوں اور صلاحیتوں کے باوجود ہمیشہ نقصان ہی اٹھایا ہے۔

آخر میں فوجی افسران کے اس غیر انسانی سلوک نے اسے جھنجوڑ ڈالا تھا کہ انہوں نے اسے وفادار انسان نہیں بلکہ وفادار کتا سمجھا تھا۔ اسے بدترین اور خطرناک پاگل بنا دیا تھا۔ اسے زندہ رکھا تھا مگر پاگل خانے کی زندگی موت سے بدتر ہوتی ہے۔ اگر وہ تیسرے ہی دن نارمل نہ ہو جاتا تو اب تک ہوش و حواس سے بیگانہ رہ کر اپنے وجود سے بے خبرہ کر زندہ رہتا۔ ایک مردے اور اس میں صرف اتنا فرق ہوتا کہ مردہ قبر میں سوتا ہے وہ پاگل خانے میں دنیا سے اور اپنے وجود سے غافل رہتا۔

اپنا محاسبہ کرنے کے دوران اسے بابا صاحب کا ادارہ بہت یاد آیا۔ جناب تمیزی نے اسے ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی تھی اور کہا تھا۔ شیطان کبھی انسان نہیں بنتا۔ یہ بھی شیطانی حرکتیں کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی تو یہ راہِ راست پر آئے گا ورنہ ساری زندگی ذلیل و خوار ہوتا رہے گا۔

اپنے متعلق ایسی توہین آمیز باتیں سن کر اسے بہت غصہ آیا تھا لیکن وہ جناب تمیزی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ ایک طویل عرصے کے بعد ان بزرگ کی ایک ایک بات درست ثابت ہو رہی تھی۔ اس نے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ اگر وہ شیطانی راہوں پر نہیں چلے گا، عورتوں سے دور رہے گا، کسی دوست یا دشمن پر بھروسا نہیں کرے گا، سرِعام خیال خوانی نہیں کرے گا اور نہ ہی اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرے گا اور بابا صاحب کے ادارے کے کسی فرد کے خلاف کوئی کام نہیں کرے گا تو آئندہ کوئی شاطر ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے ٹریپ نہیں کر سکے گا۔

اب وہ اسی فیصلے پر عمل کر رہا تھا۔ نہ کسی سے دوستی کر رہا تھا اور نہ ہی کوئی نیا دشمن پیدا کر رہا تھا۔ اس نے صرف خود کو پاگل بنانے والے ایک دشمن سے انتقام لیا تھا۔ امریکی انٹیلی جنس اور فوجی سراغرساں اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ اس ملک میں اس کی طرح قد آور اور باڈی بلڈرز لوگ خاصی تعداد میں تھے۔ وہ صرف چہرے سے پہچانا جا سکتا تھا۔ اس نے فوری طور پر ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے عارضی طور پر چہرے میں تبدیلی کی تھی۔

وہ سمجھ رہا تھا کہ اس ملک میں جتنے پلاسٹک سرجری کے ماہر ہیں ان سب کی خفیہ نگرانی ہو رہی ہوگی۔ وہ جس ماہر سرجن کے پاس چہرہ تبدیل کرنے جائے گا وہاں ہمراغرسانوں اور مسلح فوجی جوان پہنچ کر اسے گولی مار دیں گے۔

اس نے پاگل خانے کے تمام عملے کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ سراغرسانوں کا خیال تھا کہ اس نے اپنے کسی تابعدار کے ہاں پناہ لی ہے۔ انہوں نے عملے کے ایک ایک فرد کے گھر کی تلاشی لی۔ پاگل خانے کے انچارج اور سینئر ڈاکٹر کے بنگلوں میں جا کر دیکھا لیکن وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ فوجی افسران نے کہا "اب وہ پہلے جیسا نادان نہیں ہے، ریڈیو شی کے لئے بڑی ذہانت سے کام لے رہا ہے۔ پاگل خانے کے اطراف تمام اسٹاف کے لئے جتنے کوارٹرز اور بنگلے ہیں ان میں وہ نہیں رہے گا۔ اسے شہر جا کر تلاش کیا جائے گا۔"

وہ پاگل خانہ شہر سے چھ کلومیٹر دور ایک پہاڑی پر تھا۔ اس ویرانے میں وہ چھپ نہیں سکتا تھا اسی لئے تلاش کرنے والے وہاں سے چلے گئے۔ ان سے ایک غلطی ہوگئی۔ انہوں نے پاگل خانے کے رجسٹر میں یہ نہیں دیکھا کہ وہاں کے دس چھوٹے بڑے سیلوں میں پاگلوں کی تعداد کتنی ہے؟ پاشا کو تنہا ایک سیل میں رکھا جاتا تھا۔ اس سیل کو خالی دیکھ کر سب نے یہی سمجھا کہ وہ فرار ہو گیا ہے جبکہ وہ وہاں کے بڑے سیل میں چوبیس پاگلوں کے درمیان موجود تھا اور سراغرسانوں کے چیف کے دماغ میں بھی جھانک رہا تھا۔ اگر وہ چیف دوسرے سیل کی طرف آ کر پاگلوں کی گنتی کرتا اور ان کے درمیان اسے تلاش کرنا چاہتا تو وہ خیال خوانی کے ذریعے چیف کو ایسا کرنے سے باز رکھ سکتا تھا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی تھی۔ سب کے ذہن میں یہی بات تھی کہ فرار ہونے والے کو مرا ملے تو وہ کبھی پاگل خانے میں نہیں چھپے گا۔ وہاں سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جانے کی کوشش کرے گا۔

تلاش کرنے والے چلے گئے۔ انہیں قریبی شہر میں بھی ناکامی ہوئی اور وہ آس پاس کی دوسری آبادیوں کی طرف چلے گئے تو اس نے دو سو کلومیٹر دور ایک فوجی کیمپ کے میجر کے اندر پہنچ کر ہیڈ کوارٹر فون کرایا۔ اس نے وہاں کے اعلیٰ افسر سے کہا "میرا نے میرے بیوی بچوں کو یرغمال بنا لیا ہے۔ وہ کہتا ہے اگر صبح میرے بنگلے کے سامنے والے میدان میں ایک ہیلی کاپٹر نہ آیا تو یہ مجھے اور میرے بیوی بچوں کو مار ڈالے گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "پاشا سے میری بات کراؤ۔"

پاشا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں ٹیلی فون کا نہیں ہوں۔ تمہارے اندر بول رہا ہوں اور ابھی تمہاری کھوپڑی بھی الٹ سکتا ہوں۔ ابھی میجر نے جو کہا ہے اس پر عمل کرو۔ پائلٹ ہیلی کاپٹر لائے گا، میں پہلے اس کے دماغ میں جگہ بنا لوں اور اس کے ذریعے پورے ہیلی کاپٹر کو چیک کروں گا پھر مطمئن ہو کر میجر اور اس کی فیملی کو زندہ چھوڑ کر یہاں سے جاؤں گا۔"

"تم نادانی کر رہے ہو۔ ہیلی کاپٹر میں آخر کتنی دور جاؤ گے تم تعاقب کرنے والوں کے دماغوں تک پہنچ سکو گے؟"

"نہیں، میں تمہارے جیسے فوج کے اہم افسران کے اندر انہیں موت کی نیند سلا دوں گا۔ جس طرح ایک بار فرار ہیڈ کوارٹر کے اسلحہ خانے اور گولہ بارود کو تباہ کیا تھا اسی طرح بھی تباہی پھیلاؤں گا۔ یہ خبر گرم ہے کہ خلا سے دو روبوٹ والے ہیں۔ تم لوگ ان سے نمٹو گے یا مجھ سے نقصان اٹھاؤ گے

"ٹھیک ہے۔ میجر اور اس کی فیملی کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ صبح تک تمہارے لئے ہیلی کاپٹر بھیج دیا جائے گا۔"

پاشا میجر کے اندر آ گیا۔ حقیقتاً اس نے میجر کی فیملی کو یرغمال نہیں بنایا تھا۔ وہ تو میجر کی فیملی سے دو سو کلومیٹر دور تھا لیکن ایسی چال چلنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے تلاش کرنے والے تمام سراغرساں اس سے دو سو کلومیٹر دور چلے گئے۔ پاشا کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ وہ ریڈی میڈ میک اپ کا سہارا لے کر ایک گاڑی حاصل کر کے مخالف سمت پچاس کلومیٹر دور ایک شہر میں پہنچا۔ وہاں اس نے ایک پلاسٹک سرجری کے ماہر کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر وہ اس کی مرضی کے مطابق اس کے چہرے پر تبدیلی کرنے لگا۔

اس ماہر سرجن کا ایک بھائی جس کی عمر بتیس برس تھی، مر چکا تھا۔ موت طبعی نہیں بلکہ سازشی تھی۔ سرجن نے ہی بھائی کی تمام جائداد کا مالک بننے کے لئے اسے قتل کیا تھا۔ قتل سے پہلے اپنے احباب کو یہ بتایا تھا کہ ایڈی پال اپنے کسی ضروری کام سے واشنگٹن گیا ہے۔

اس نے پچھلی رات اپنے فارم میں ایک گڑھا کھود کر اس کی لاش چھپائی تھی۔ وہ کوئی پیشہ ور قاتل نہیں تھا اس لئے گھبرا رہا تھا۔ نہ اپنے کلینک گیا..... نہ کسی سے فون پر بات کی۔ دماغ میں یہ خوف سمایا رہا کہ اس سے قتل کے سلسلے میں کوئی غلطی ہو گئی ہوگی تو وہ سزائے موت سے نہیں بچ سکے گا۔

وہ دن گزر گیا پھر دوسری رات آئی۔ تقریباً ایک بجے اسے یاد آیا کہ اس کے بھائی ایڈی پال کا شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دوسرے متعلقہ کاغذات رہ گئے ہیں۔ انہیں ضائع کر دینا چاہئے لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ اس سے پہلے کہ وہ انہیں جلا ڈالتا، پاشا وہاں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر سمجھ گیا کہ معاملہ کیا ہے؟

اس نے سرجن کو اس کے بھائی ایڈی پال کی تصویر دکھا کر کہا۔ "مجھے دوسرا ایڈی پال بنا دو۔ اس میں تمہاری سلامتی ہے۔ میں ایڈی پال کے دستخط کی کامیاب نقل کروں گا اور اس کی تمام جائداد تمہارے نام لکھ دوں گا۔ اس طرح تم قاتل نہیں کہلاؤ گے کیونکہ میں ایڈی پال بن کر سب کو زندہ دکھائی دوں گا اور اس کی تمام جائداد بھی تمہیں مل جائے گی۔"

پاشا نے خیال خوانی کے ذریعے اس کا خوف دور کیا۔ وہ سرجری کے دوران پاشا کو ایڈی پال کی عادات اور حرکات و سکنات کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا۔ اس نے رات کے تین بجے تک پاشا کا چہرہ تبدیل کر دیا۔ اسے ہو بہو دوسرا ایڈی پال بنا دیا۔

وہاں ایڈی پال کی ڈائری اور اس کی ایک ویڈیو فلم موجود تھی۔ اس فلم میں وہ چند گرل فرینڈز اور دوستوں کے ساتھ نظر آیا۔ اس کی فلم دیکھنے اور ڈائری پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ ایلسی نارمن نامی ایک حسینہ کو چاہتا ہے۔ اب تک اس سے دو ملاقاتیں ہوئی ہیں لیکن ان کے درمیان بے تکلفی پیدا نہیں ہوئی ہے۔

پاشا ایڈی پال کی تحریر اور دستخط کی نقل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس میں جسمانی اور ذہنی طور پر جو تبدیلی آئی تھی وہ اب نمایاں ہو رہی تھی۔ اس نے جسمانی قوت سے آہنی زنجیریں توڑ ڈالی تھیں اور اب اپنی ذہانت سے پرائی تحریر اور دستخط کی ایک ایک باریکی کو سمجھ رہا تھا۔

وہ رات اس ارضی دنیا کی سب سے اہم رات تھی۔ صبح کی ہلکی سی روشنی پھیلنے سے پہلے ہی ... وہ روبوٹس خلا سے زمین پر آنے والے تھے۔ پہلے یہ تجسس تھا کہ وہ دنیا کے کس ملک، کس شہر یا کس ویرانے میں آئیں گے پھر آدھی رات سے کچھ پہلے بدی بدی اور روشنا واشنگٹن پہنچ گئیں۔ سیدھی ٹی وی اسٹیشن آ کر پروگرام منیجر سے کہا "ہم وہی بدی بدی اور روشنا ہیں جنہیں تمہاری حکومت تلاش کر رہی ہے۔ اپنے متعلقہ عہدیداران اور یہاں کے حکام سے کہو ہم خلائی روبوٹس کی آمد کے متعلق ٹی وی کے ذریعے دنیا والوں سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

پروگرام منیجر نے کہا "ہم کیسے یقین کریں کہ تم دونوں خلائی مخلوق ہو۔ کوئی ثبوت پیش کر سکتی ہو؟"

"اپنے اوپر والوں سے رابطہ کرو۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو وہ خیال خوانی کے ذریعے ہمیں آزما لیں۔ دیر نہ کرو ورنہ پچھتانے کا بھی وقت نہیں ملے گا۔"

پروگرام منیجر اور ٹی وی کے دوسرے بڑے عہدیدار وہاں کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کر کے ان خلائی حسینائوں کے بارے میں بتانے لگے۔ کتنے ہی حکام اور فوجی افسران ٹی وی اسٹیشن کی طرف آنے لگے اور راستے ہی میں موبائل فون کے ذریعے بدی بدی اور روشنا سے باتیں کرنے لگے۔

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "ابھی ہم تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں لیکن تم دونوں ٹی وی اسکرین پر آ کر روبوٹس کی آمد کے متعلق کچھ کہو گی تو ساری دنیا میں بے چینی پھیل جائے گی۔ لوگ دہشت زدہ ہوں گے اور یہ سوچ کر بھاگتے پھریں گے کہ وہ روبوٹس شاید خلا سے ان کے ہی گھروں میں آنے والے ہیں۔"

بدی بدی نے کہا "میں تمہاری دنیا کے لوگوں کو یہی بتانا چاہتی ہوں کہ وہ خوف زدہ نہ ہوں۔ ہمارے روبوٹس جس جگہ اترنے والے ہیں وہاں فی الحال کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"تم ہمیں بتاؤ کہ وہ خلا سے آ کر کس جگہ اترنے والے ہیں؟"

"جب میں ٹی وی اسکرین پر آ کر اطلاع دوں گی تو تم بھی سن لو گے پھر اس جگہ جہاں چاہو گے وہاں بے شمار وڈیو کیمرے اور لائٹس وغیرہ کے انتظامات کر سکو گے تاکہ دنیا والے بھی انہیں دیکھ سکیں۔"

ایک فوجی افسر موبائل فون کے ذریعے روشنا سے کہہ رہا تھا۔ "ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو تم دونوں کی آمد سے ظاہر ہو رہا ہے کہ خلائی

روبوٹس واشنگٹن یا اس کے آس پاس کہیں اترنے والے ہیں۔"

روشنا نے کہا "تم کافی سمجھ دار ہو۔ اس کے باوجود ساری دنیا میں ٹی وی اسکرین کے ذریعے ہمارے ایک سائنس دان اور دو روبوٹس کو دکھایا جائے۔ ہم ارضی دنیا کے باشندوں کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ ہم ان کے دشمن نہیں ہیں۔ ہم امن، سلامتی اور دوستی چاہتے ہیں۔"

"بے شک، خلائی سائنس دان کو اتنی اچھی باتیں کہنے کا موقع دیا جائے گا لیکن اصولاً پہلے دو دنیاؤں کے بڑوں کو آپس میں متعارف ہو کر دوستی کی فضا پیدا کر کے ٹی وی اسکرین پر آنا چاہئے۔"

حکمران اور فوج کے اعلیٰ افسران ٹی وی اسٹیشن پہنچ گئے۔ بدی بدی نے ان سے کہا "تمہاری دنیا میں اہم مذاکرات بند کمروں میں ہوتے ہیں۔ بہت سی اہم باتیں اور سیاسی سازشیں عوام سے چھپائی جاتی ہیں لیکن ہمارے خلائی زون میں ڈنکے کی چوٹ پر تمام چھوٹے بڑے لوگوں کے سامنے مذاکرات ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہاں سے بیس کلومیٹر دور چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان جو وسیع و عریض میدان ہے وہاں سے ٹی وی کی نشریات کا انتظام فوراً کیا جائے۔ اب سے تین گھنٹے بعد ٹھیک چار بجے وہ تینوں خلا سے اس جگہ پہنچنے والے ہیں۔"

ٹی وی اسٹیشن سے تعلق رکھنے والوں کو فوراً زیادہ سے زیادہ کیمرے، سن لائٹ اور سولر بار جیسی تیز لائٹیں وہاں نصب کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ خلائی زون سے آنے والوں کی واضح تصاویر اور فلمیں اتاری جاسکیں۔

پھر وہاں کی انتظامیہ سے کہا گیا کہ ان کے استقبال کا شاندار انتظام کیا جائے۔ انہیں اپنی طرف سے یقین دلانا چاہئے کہ وہ بھی دوستی، امن اور سلامتی چاہتے ہیں۔

تمام متعلقہ افراد اسی وقت حرکت میں آگئے اور بڑی تیزی اور تندہی سے اپنے فرائض انجام دینے لگے۔ ایک اعلیٰ افسر نے روشنا اور بدی بدی سے کہا "ہم یہ سب کچھ تمہاری خواہش کے مطابق کر رہے ہیں۔ تم بھی ہماری یہ بات تسلیم کرو کہ پہلے ہم خلائی زون سے آنے والوں کی وڈیو فلمیں تیار کریں گے ان کے ساتھ آرام سے بیٹھ کر مذاکرات کریں گے۔ جب ہم دونوں کے درمیان دوستی کا معاہدہ ہو جائے گا تو وہ فلمیں ٹی وی کے ذریعے ساری دنیا کو دکھائی جائیں گی۔"

بدی بدی نے کہا "اگر بند کمرے میں مذاکرات ہوں گے اور تم لوگ دوستی کے بجائے دشمنی کی راہ پر چلنا چاہو گے تو باہر دنیا والوں سے یہی کہو گے کہ تم دوستی کرنا چاہتے ہو اور ہم خلا سے آنے والے دشمنی کر رہے ہیں۔ ہمارے روبوٹس طیش میں آکر تباہی پھیلائیں گے پھر ہمیں ظالم اور حملہ آور کہا جائے گا۔"

روشنا نے کہا "آپ اپنی دنیا والوں کے ساتھ جو پالیسیاں اختیار کرتے ہیں وہ ضرور کریں لیکن ہم خلائی زون والے اپنی پالیسی پر چلیں گے۔ یہاں جو بھی مذاکرات ہوں گے، ٹی وی کے ذریعے ساری دنیا کے سامنے ہوں گے۔"

وہاں کے حکام اور فوجی افسران نے آپس میں مشورہ کیا پھر ٹی وی ... پر اناؤنس کیا جانے لگا کہ خلائی زون سے آنے والی دو حسینائیں آدھے گھنٹے بعد اسکرین پر آکر ضروری اعلان کریں گی۔

ایک ملٹری انٹیلی جنس کے افسر نے بدی بدی سے پوچھا "مسٹر اے لالاس کہاں ہیں؟ ہماری معلومات کے مطابق مسٹر اسٹیل بروکس روشنا کے ساتھ رہتے تھے۔"

"جی ہاں۔ وہ دونوں ہم دونوں کے ساتھ رہتے تھے لیکن عارضی طور پر بچھڑ گئے ہیں۔ وہ دونوں ہمیں ڈھونڈ نہیں سکتے لیکن ہمیں جب ان کی ضرورت ہوگی ہم ان کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

"لیکن ابھی تم دونوں ٹی وی اسکرین پر آؤ گی تو انہیں واشنگٹن میں تمہاری موجودگی کا علم ہو جائے گا۔"

"ہاں۔ ہو سکتا ہے وہ واشنگٹن آجائیں لیکن گرفتاری کے خوف سے ہمارے قریب نہیں آئیں گے۔ کیا یہ درست نہیں ہے کہ آپ لوگ ان دونوں کو غداری کے جرم میں گولی مار دیں گے؟"

"اگر تمہارے سائنس دان سے دوستی کا معاہدہ ہو جائے گا اور تم دونوں ان کی زندگی چاہو گی تو ہم انہیں معاف کر دیں گے۔"

"ہاں۔ ان دونوں کو مرنا نہیں چاہئے۔ وہ ہمارے بڑے کام آتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ہمارے کام آئیں گے۔"

آدھے گھنٹے کے بعد وہ دونوں ٹی وی اسکرین پر نظر آئیں۔ دونوں نے ایک ساتھ کہا "ہیلو....."

بدی بدی نے کہا "کیا ہمیں دیکھنے والے اور سننے والے یقین کریں گے کہ ہم دونوں اس ارضی دنیا کی مخلوق نہیں ہیں۔ ہم ایک خلائی زون سے آئے ہیں۔ یہ جو میرے ساتھ ہے اس کا نام روشنا ہے۔"

روشنا نے کہا "اور یہ جو میرے ساتھ ہے اس کا نام بدی بدی ہے۔ اس ارضی دنیا میں ایک طویل مدت سے خلائی مخلوق کا چرچا ہو رہا ہے اس لئے ناظرین کو یقین کر لینا چاہئے کہ ہم خلا سے آئے ہیں۔"

بدی بدی نے کہا "اور اگر یقین نہ ہو تو واشنگٹن کے وقت کے مطابق آپ چار بجے اسکرین پر یہاں خلائی مخلوق کو زمین پر اترتے دیکھیں گے۔ وہ تعداد میں تین ہوں گے۔ ان میں سے ایک سائنس دان ہے جس کا نام سولارز ہے۔ میں اس سائنس دان سولارز کی بیٹی ہوں۔ میرے باپ کے ساتھ دو روبوٹ ہوں گے۔ ان میں سے ایک روبوٹ کو ہم پی پی فائیو اور دوسرے کو پی پی سکس کہتے ہیں۔ پی پی پاور پلانٹ کا مخفف ہے۔ ان سے پہلے یہاں ایک پی پی سیون آیا تھا۔ وہ اچانک کہیں گم ہو گیا ہے۔ بہرحال ہمارے جو دو روبوٹ آرہے ہیں ان کے متعلق یہ دہشت پھیلائی جا رہی ہے کہ وہ بہت خطرناک ہیں اور وہ دونوں اس ارضی دنیا کو تباہ کر دیں گے۔"

روشنا نے کہا "آپ ذرا غور کریں۔ آپ کی اتنی خوب صورت دنیا کو تباہ کرنے کے بعد ہمیں کیا حاصل ہوگا۔ یہ ضرور ہے کہ ہم آپ کی دنیا سے کچھ زیادہ ترقی یافتہ ہیں لیکن ترقی حاصل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم سائنس اور ٹیکنالوجی میں برتری دکھانے کے لئے ساری دنیا کو کھنڈر بنا دیں۔ ایسا تو پاگل کرتے ہیں اور جو پاگل ہوتے ہیں وہ ہماری طرح ترقی یافتہ مخلوق نہیں ہوتے۔"

آخر میں بدی بدی نے کہا "میرا باپ سائنس دان سولارز خلائی زون کے تین حکمرانوں میں سے ایک حکمران ہے۔ اس نے پہلے مجھے اور پی پی سیون کو آپ کی دنیا میں بھیجا تاکہ ہم یہاں کے جغرافیائی اور تاریخی حالات معلوم کر سکیں۔ ہمیں پتا چلا کہ یہاں سب سے بڑا سپر پاور ملک امریکا ہے اور ہمارے حکمرانوں کو امریکی حکام سے ملاقات کر کے آپ کی دنیا سے دوستی کی ابتدا کرنی چاہئے اسی لئے دو روبوٹ میرے باپ کے ساتھ واشنگٹن سے بیس کلومیٹر دور زمین پر پہنچیں گے۔ ہم نے امریکی حکام سے درخواست کی ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان جو مذاکرات ہوں اور دوستی کا معاہدہ ہو وہ سب ٹی وی کے ذریعے پوری دنیا کو دکھائے جائیں۔ دوستی کے لئے ہم ایک دوسرے کے سامنے جو شرائط پیش کریں گے ان کا علم دنیا کے تمام ناظرین کو ہونا چاہئے۔"

بدی بدی اور روشنا ایسے انداز میں بول رہی تھیں جیسے آسمان سے حوریں اتر کر آئی ہوں اور ان کے بعد تین فرشتے آکر اس دنیا کو جنت بنا دیں گے۔ امریکی حکام کسی حد تک مطمئن تھے کیونکہ خلائی زون کے حکمران بھی امریکا کو سپر پاور کہہ رہے تھے اور اتنی بڑی دنیا میں تمام ممالک کو نظر انداز کر کے پہلے ان سے دوستی کرنے آرہے تھے۔

○☆○

دیوی کے پاس ٹی وی نہیں تھا لیکن وہ خیال خوانی کے ذریعے ایک امریکی حاکم کے اندر رہ کر بدی بدی اور روشنا کی باتیں سن رہی تھی۔

اس کے سامنے تہ خانے کے فرش پر پی پی سیون بیٹھا ہوا تھا۔ جب نئی بیٹری کے ذریعے اسے نئی زندگی ملی تھی تو وہ وقتی طور پر بڑا غضب ناک ہو گیا تھا۔ اس کی گردن کے نیچے جو ریگولیٹر تھا اس کے ذریعے حسب ضرورت وولٹیج بڑھایا یا گھٹایا جاتا تھا۔

سائنس جو بیٹری تیار کر کے لایا تھا وہ خلائی زون کی بیٹری سے بھی زیادہ طاقتور تھی۔ پی پی سیون وولٹیج نمبر ایک میں زندہ اور متحرک ہو جاتا تھا۔ وولٹیج نمبر دو میں ایک روبوٹ کی فولادی قوت حاصل ہو جاتی تھی۔ پی پی سیون وولٹیج نمبر تین کا عادی تھا اس لئے اس نے گردن کے نیچے ہاتھ لے جا کر ریگولیٹر کو نمبر تین پر کیا تو ایک دم سے جیسے طوفانی قوت پیدا ہو گئی۔ اس کا مصنوعی دماغ اتنی زیادہ قوت کو برداشت نہیں کر سکا۔ وہ پاگل سا ہو گیا۔ جنونی انداز میں تہ خانے کی پتھریلی دیواروں اور ستونوں کو توڑنے لگا۔

ایسے جنون کے وقت سائنس اور دیوی کی بھی شامت آجاتی لیکن دیوی کے پاس ایک چھوٹا سا ریموٹ کنٹرول تھا دیوی نے بٹن دبا کر اسے اسٹاپ کر دیا۔ سائنس دوڑتا ہوا پی پی سیون کے پیچھے گیا۔ پھر وولٹیج کو نمبر دو پر لے آیا۔ دیوی نے ریموٹ کنٹرولر کے دوسرے بٹن کو دبایا، وہ پھر متحرک ہو گیا۔ اب وہ نارمل تھا۔ دیوی نے کہا "تم نے بہت بڑی حماقت کی تھی۔ آئندہ میرے حکم کے بغیر ریگولیٹر کو ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں اسٹاپ کرنے کے بعد تمہارے اندر سے بیٹری نکال لوں گی۔"

پی پی سیون نے کہا "معافی چاہتا ہوں، تم نے مجھے نئی زندگی دی تو خوشی کے مارے اور زیادہ قوت حاصل کرنے کو جی چاہا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرا دماغ بھی آؤٹ آف کنٹرول ہو جائے گا۔ آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔"

سائنس نے کہا "میڈم! میں نے اپنا کام پورا کر دیا ہے اب آپ کے پاس ایک پرانی خلائی زون والی بیٹری ہے اور دوسری میں نے تیار کر کے دی ہے۔ اس کے علاوہ بھی کوئی خدمت ہو تو حکم کریں۔"

دیوی نے کہا "تم نے یہ ریموٹ کنٹرولر دیکھا ہے۔ مجھے ایک ایسا ہی تیار کر کے دو۔ میں بیٹری کی طرح ایک ریموٹ کنٹرولر بھی فاضل رکھنا چاہتی ہوں۔"

سائنس نے اس ریموٹ کنٹرولر کو کھول کر دیکھا۔ اس کی اچھی طرح اسٹڈی کی پھر دوبارہ اسے اسمبل کر کے دیوی کو دیتے ہوئے کہا۔ "میں چند روز میں ایسا ہی ایک تیار کرنے کی کوشش کروں گا۔"

دیوی نے خیال خوانی کے ذریعے ہیلی کاپٹر کے مالک سے کہا۔ "یہاں آؤ اور سائنس کو زیورچ پہنچا دو۔"

آدھے گھنٹے بعد ہیلی کاپٹر اس غار سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر آیا اور سائنس کو وہاں سے لے گیا۔ اس کے جانے کے بعد اب دیوی تنہا نہیں تھی۔ اس خفیہ تہ خانے کی تنہائی میں باتیں کرنے کے لئے ایک ساتھی مل گیا تھا۔

وہ اس سے زیادہ سے زیادہ باتیں کرتی تھی تاکہ اس روبوٹ کے اور خلائی زون کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل ہوتی رہیں۔ ایک اندیشہ تھا کہ پی پی سیون زیادہ قوت حاصل کرنے کے لئے پھر ریگولیٹر کو ہاتھ لگانے کی حماقت نہ کرے۔ وہ جاگنے کے دوران محتاط رہتی تھی۔ جب سونے کا وقت آتا تو ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے اسے اسٹاپ کر دیتی تھی۔ وہ تہ خانے میں دیوی کے بیدار ہونے تک اسٹاپ ہی رہتا تھا۔

اس نے پی پی سیون کی خوبیوں اور خامیوں کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اور اس سے خلائی زبان سیکھنے لگی تھی۔ اگرچہ وہ ایک وقت میں ایک ہی زبان یاد رکھتا تھا باقی تمام زبانیں بھول جاتا تھا لیکن

دیوی نے اس کی اچھی طرح اسٹڈی کرنے کے بعد اس کے ساتھ لگے ہوئے کمپیوٹر میں خلائی زبان کی ڈسک فیڈ بیک کی تھی اس طرح پی پی سیون کے منہ کے اندر کا اسپیکر مصنوعی دماغ کی یادداشت کے مطابق ہندی بولتا تھا اور کمپیوٹر ڈسک کے مطابق اسے خلائی زبان سکھاتا تھا۔

وہ پوری طرح تیار ہو کر پی پی سیون کے ساتھ تہ خانے سے باہر کی دنیا میں جانا چاہتی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے بیرونی دنیا کے حالات معلوم کرتی رہتی تھی۔

ایسے ہی وقت اسے معلوم ہوا کہ بدی بدی کا سائنس دان باپ سولارز دو روبوٹس کے ساتھ ارضی دنیا میں آرہا ہے۔ ان سب کو پی پی سیون کے گم ہوجانے کے سلسلے میں تشویش ہے۔ وہ اس ارضی دنیا پر حکمرانی کا بھی منصوبہ بنا چکے ہیں اور اپنے ذرائع سے پی پی سیون کو بھی ڈھونڈ نکالنا چاہتے ہیں۔ دیوی نے پوچھا۔ "ایسے کیا ذرائع ہیں کہ وہ تمہیں ڈھونڈ نکالیں گے؟"

اس نے جواب دیا "ان کے پاس ایک ننھی سی پن جیسا ڈیٹیکٹو آلہ ہے۔ وہ پن میرے سر کے پچھلے حصے میں پیوست کردی گئی تھی۔ بدی بدی کے پاس قطب نما جیسا ایک ننھا سا آلہ تھا۔ میں جہاں بھی جاتا تھا' میرے سر کی ڈیٹیکٹو پن اس قطب نما آلے کو دو کانٹوں کے ذریعے بتادیتی تھی کہ میں کس سمت میں اور کتنے کلومیٹر کے فاصلے پر ہوں۔"

"کیا وہ پن ابھی تمہارے سر میں پیوست ہے؟"

"نہیں۔ جب میری بیٹری ڈاؤن ہورہی تھی تو میں نے وہ پن اپنے سر سے نکال کر پھینک دی تھی۔"

"پھر تو تم نے بیس قریب کہیں پھینکی ہوگی۔"

"مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے۔ ہاں یہ یاد ہے کہ جہاں پھینکی' وہاں دور تک کہیں برف جمی ہوئی نہیں تھی۔"

وہ مطمئن ہو کر بولی "پھر تو تم نے سوئٹزرلینڈ کے باہر کسی دوسرے ملک میں پھینکی ہے۔ ویسے بھی اب میں یہ جگہ بدلنا چاہتی ہوں۔ آج رات اور کل صبح تک بیرونی دنیا کے دشمنوں کے خیالات پڑھوں گی پھر ہم یہاں سے نکلیں گے۔"

جب وہ دن کو خیال خوانی کرنے لگی تو اس وقت امریکا میں رات تھی۔ وہاں بدی بدی اور روشنا ٹی وی اسکرین پر بول رہی تھیں اور دیوی ایک حاکم کے ذریعے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ پی پی سیون کو بھی ان کی باتیں سنا رہی تھی۔

پی پی سیون نے کہا "میں پی پی فائیو اور پی پی سکس کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ خلائی زون میں ہم سب ایک ساتھ ٹریننگ حاصل کرتے تھے۔"

"کیسی ٹریننگ؟"

"وہاں ہمیں سکھایا جاتا تھا کہ اپنے مخالفین کے سوالوں کا اور حملوں کا جواب کیسے دینا چاہئے۔ ہمارے مخصوص لباس میں جو ہتھیار پوشیدہ ہیں انہیں کس طرح استعمال کرنا چاہئے۔"

"تم اپنے لباس میں پوشیدہ ہتھیاروں کو خوب سمجھتے ہو۔ کیا ان ہتھیاروں کو پی پی فائیو اور سکس کے خلاف استعمال کرو گے؟"

"مجبوری ہے۔ ہم سب ایک دوسرے کے ساتھی ہیں لیکن اب مختلف محاذ پر آگئے ہیں۔ میں تمہارا وفادار ہوں اور سائنس دان سولارز مجھے غدار کہے گا اور ان دونوں کے ذریعے مجھے نقصان پہنچائے گا۔ اس کے پاس بھی ایک ریموٹ کنٹرولر ہے۔ وہ اس کے ذریعے مجھے اسٹاپ کردے گا۔ ایسا تم بھی کرو گی تو اس کے دونوں روبوٹس اسٹاپ ہوجائیں گے۔"

"جب تینوں روبوٹس اسٹاپ ہوجائیں گے تو ہماری جنگ اس سائنس دان سولارز سے ہوگی۔ وہ بھی یقیناً روبوٹس کی طرح مسلح ہوگا بلکہ اپنی حفاظت کا سامان کرکے آرہا ہوگا۔"

"اگرچہ میں سائنس دان سولارز کا ماتحت رہ چکا ہوں اس کے باوجود دوسرے روبوٹس کی طرح یہ نہیں جانتا کہ اس نے کیسے کیسے اپنی حفاظت کے انتظامات کئے ہوں گے۔"

"کیا میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے اندر جاسکوں گی؟"

"مجھے افسوس ہے میں سولارز کے دماغ کی اندرونی قوتوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ تم خلائی زبان کسی حد تک سمجھتی ہو بول نہیں سکتیں' ہوسکتا ہے اس کی زبان میں خیال خوانی کرو تو اس کے اندر پہنچ سکو۔"

"یہ میرے حق میں بہتر ہے کہ ان سے ہزاروں میل دور رہوں۔ یہاں سے سولارز اور روبوٹس کی قوتوں اور کمزوریوں کو سمجھ سکوں گی۔"

"میں سمجھتا ہوں تم ان کی کمزوریوں کو نہیں سمجھ پاؤ گی کیونکہ اس ارضی دنیا میں ایسا کوئی شہ زور اور غیر معمولی ذہین شخص نہیں ہے جو سولارز اور اس کے روبوٹس کے مقابل ٹھہر سکے۔"

دیوی نے بے اختیار پارس کو یاد کیا۔ اس نے آج تک کبھی اسے حوصلہ ہارتے اور میدان چھوڑتے نہیں دیکھا تھا۔ اس دنیا کے بڑے بڑے شاطر اس سے مات کھا چکے تھے لیکن کیا سولارز کے سامنے اس کی ذہانت اور مکاریاں کام آسکیں گی؟

"نہیں۔ شاید وہ سمجھ گیا ہوگا کہ خلا سے آنے والے ناقابلِ شکست ہیں اس لئے ان کے معاملات میں وہ خاموش ہے۔ وہ میری طرح چھپ کر کہیں بیٹھا ہوگا اور خلائی مخلوق کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کا تماشا دیکھنا چاہتا ہوگا۔"

"پھر یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک خلائی حسینہ لکی سیون سے شادی کرچکا ہے۔ لکی سیون نے بھی اسے سمجھایا ہوگا کہ وہ اپنی سلامتی کے لئے سولارز وغیرہ کی نظروں میں نہ آئے۔"

دیوی نے آواز اور لہجہ بدل کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے نہ ہی سانس روکی اور نہ ہی دستک کا جواب دیا۔ وہ سر اٹھائے آسمان کی طرف تاریکی میں دیکھ رہا تھا۔

دیوی نے کہا "میں بول رہی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "ہائے میری لکی! میں کتنی دیر سے آسمان کو تک رہا ہوں اور تم اب بول رہی ہو۔ میں سمجھ رہا تھا کوئی حادثہ ہوگیا ہے۔ ادھر سے وہ سائنس دان اپنے روبوٹس کے ساتھ نیچے آنے والا ہے ادھر سے تم اوپر گئی ہو۔ آسمانی سڑک پر اندھیرا ہے۔ ایسے میں تم ان سے ٹکرا سکتی ہو اور میں نہیں چاہتا' تم میرے سوا کسی اور سے ٹکراؤ۔"

"اے! میں تمہاری لکی سیون نہیں ہوں۔ مجھے پہچانو۔"

"کیا تم سمجھتی ہو' میرا حافظہ کمزور ہے؟ نہیں' مجھے یاد ہے تم نے کہا تھا اوپر جانے کے بعد آواز بدل کر بولو گی اور جب میں تمہاری خلائی زبان میں بولوں گا تو تم بھی خلائی زبان میں لکی سیون ہونے کا اقرار کرلو گی۔ اچھا لو' میں تمہاری زبان بول رہا ہوں۔"

وہ خلائی زبان میں بولا "ہاں' اب ہماری دنیا کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ہماری باتیں سمجھ نہیں سکے گا۔ تم بھی اسی زبان میں بولو۔"

دیوی روانی سے وہ زبان نہیں بول سکتی تھی۔ اس نے اٹک اٹک کر کہا "آسمان سے واپس آؤ۔ سر نیچے کرو۔ میں دیوی بول رہی ہوں۔"

"آہ دیوی جی! بھری جوانی میں اوپر پہنچ گئی ہو۔ یہ ہے تو افسوس کی بات لیکن تمہارے حق میں اچھا ہوا۔ اب ہماری زمین پر روبوٹ بھائیوں کی حکمرانی ہونے والی ہے۔ تم زمین پر رہتیں تو تمہاری آتما شکتی روبوٹ بھائیوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ تم شرمندگی سے بچ گئی ہو۔"

"میں شرمندہ ہونے کے لئے کسی سے مات نہیں کھاتی۔ مجھے آتما شکتی کے علاوہ خلا سے آنے والی ایک شکتی حاصل ہوگئی ہے۔"

"اچھا تم اسی سے یہ خلائی زبان سیکھ رہی ہو۔"

"ہاں۔ جلد ہی زمین سے اوپر آؤں گی اور جہاں چاہوں گی اپنی حکمرانی قائم کروں گی۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تمہارا ایک روبوٹ کئی روبوٹس کا مقابلہ نہیں کرسکے گا۔"

"میرے روبوٹ کی بیٹری اتنی پاور فل....."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ اسے احساس ہوا کہ اپنے پاس کسی روبوٹ کی موجودگی کا اقرار کررہی ہے۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "تم..... تم کس روبوٹ کی بات کررہے ہو۔ میں کسی اور خلائی شکتی کی بات کررہی ہوں۔"

"میں اسی شکتی کی بات کررہا ہوں جو پاور فل بیٹری کی محتاج ہے۔ کیسا عجیب اتفاق ہے لکی سیون اوپر آسمان کی طرف گئی ہے تم زمین کے نیچے پی پی سیون کے ساتھ ہو اور میں دونوں سیون کے درمیان زمین پر ہوں۔"

وہ فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل آئی۔ اپنی جگہ حاضر ہو کر پریشانی سے سوچنے لگی "میں اس شیطان کے پاس کیوں گئی تھی۔ کچھ عرصے پی پی سیون کو چھپا کر رکھنا چاہتی تھی لیکن اس نے بڑی مکاری سے پہلے میری سوچ سے خلائی زبان اگلوائی پھر باتوں کی روانی میں یہ راز معلوم کرلیا کہ پی پی سیون میرے پاس ہے۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ پی پی سیون نے پوچھا "کیا تم پریشان ہو؟"

"ہاں۔ وہ بہت مکار ہے۔ پہلے تو اس نے مجھے بھڑکایا کہ میں آئندہ زمین پر اپنی حکمرانی قائم نہیں کرسکوں گی۔ میں نے اپنی برتری کے زعم میں کہہ دیا کہ میرے پاس خلا سے آنے والی شکتی ہے۔ خاص طور پر بیٹری والی بات سے وہ مکار سمجھ گیا کہ تم میرے پاس ہو۔"

"میں نہیں سمجھا کہ پریشانی کی کیا بات ہے۔ میں تمہارے پاس ہوں' وہ تمہارا کیا بگاڑ لے گا؟"

"میں یہ بات چھپانا چاہتی ہوں کہ تم میرے پاس ہو۔ سولارز اور دو روبوٹس کے آنے کے بعد کیا کیا ہونے والا ہے اور وہ خلا سے آنے والے کیا کچھ کرتے ہیں' یہ سب کچھ دیکھنے سمجھنے کے بعد میں تمہارے ذریعے بہت سی باریاں ہوئی بازی جیت لینا چاہتی ہوں لیکن تم اس مکار کو نہیں جانتے۔ وہ عجیب طرح سے بے وقوف بنا کر شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے۔"

"میں حیران ہوں کہ تم میری موجودگی میں اس سے گھبرا رہی ہو۔ اگر تم سمجھتی ہو کہ وہ یہاں تک آسکتا ہے تو آنے دو۔ کیا وہ فولاد سے ٹکرا سکے گا؟ میں اس کی گردن مروڑ کر رکھ دوں گا۔"

"تم اسے ہاتھ لگا سکو گے تب ہی گردن مروڑ سکو گے۔ وہ تو اپنی ایک انگلی بھی چھونے نہیں دے گا پھر میں نہیں چاہتی کہ اسے جانی نقصان پہنچے۔ وہ میرا ہونے والا پتی ہے۔ لا لف پارٹنر ہے۔"

"اس سے اتنا قریبی تعلق ہونے والا ہے پھر اس سے چھپتی کیوں ہو؟"

"ہمارے درمیان ایک ہی رکاوٹ ہے۔ میں اس کا مذہب بدلنا چاہتی ہوں وہ میرا دھرم بدلنا چاہتا ہے۔"

"تمہاری ارضی دنیا میں یہ مذہب اور دھرم والی باتیں عجیب ہیں۔ کوئی ہندو ہے' کوئی یہودی' کوئی عیسائی اور کوئی مسلمان جبکہ سب ہی کے سینے میں ایک دل دھڑکتا اور سر میں ایک دماغ سوچتا ہے۔"

"تم کہاں کی باتیں لے بیٹھے ہو۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ وہ کہاں ہے اور کیا کررہا ہے؟ اسے یا اس کے ساتھیوں کو ابھی واشنگٹن میں ہونا چاہئے۔ وہ سولارز اور روبوٹس تک پہنچے' انہیں سمجھنے اور ان پر غالب آنے کے سلسلے میں ضرور چالیں چل رہے ہوں گے۔"

"اگر تم سمجھتی ہو کہ وہ خلائی زون کے سائنس دان سولارز پر

غالب آسکیں گے تو تمہیں ضرور ان کے دماغوں میں رہ کر ان کے منصوبوں کو سمجھنا چاہئے۔ ان کے کامیاب منصوبے ہمارے بھی کام آسکیں گے۔"

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کے اندر پہنچی۔ وہ واشنگٹن سے بیس کلومیٹر دور ایک وسیع میدان کے اطراف پھیلی ہوئی پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑی کے پتھر پر لکی سیون کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ چاروں طرف پہاڑیوں پر لاکھوں افراد کا ہجوم تھا۔ فوج کے جوان کافی تعداد میں تھے اور لوگوں کو میدان میں جانے سے روک رہے تھے۔

دیوی نے کہا "میں پانچ منٹ سے تمہارے اندر ہوں لیکن کسی سوچ کی لہر نہیں ہے۔ تمہارے دماغ میں سناٹا ہے۔ تم آخر ہو کیا چیز۔ انسان کا دماغ کبھی سوچ سے خالی نہیں رہتا۔ تم کیسے خالی رہتے ہو؟"

"جب میں کوئی ایسی بات سوچتا ہوں جو عورتوں کو نہیں بتائی جاتی تو اپنی سوچ کی لہروں کو گونگا بنا دیتا ہوں اس لئے تم ابھی وہ نہیں سن رہی ہو جو میں سنانا نہیں چاہتا۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ ایسی کیا بات ہے جو عورتوں کو نہیں سنائی جاسکتی؟ مجھے بتاؤ کیا بات ہے؟ دیکھو بے شرمی کی باتیں نہ کرنا۔"

"بھئی میں روبوٹس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے انہیں اب تک دیکھا نہیں ہے مگر ذہن میں ان کا نقشہ ہے۔ اس نقشے کے ذریعے وہ سر سے پاؤں تک سمجھ میں آتے ہیں مگر درمیان سے سوالیہ نشان ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"اتنی سی بات نہیں سمجھ رہی ہو۔ مجھے یہ سوال پریشان کر رہا ہے کہ روبوٹس ٹائٹ جاتے ہوں گے یا نہیں؟"

"لعنت ہے تم پر۔ ابھی دو گھنٹے کے بعد ہماری دنیا میں قیامت آسکتی ہے، ہر شخص مضطرب ہے کہ کیا ہونے والا ہے اور تم روبوٹس اور ٹائٹ کی باتیں سوچ رہے ہو۔"

"میری سوچ کو سنجیدگی سے سمجھو۔ پہلے یہاں ایک روبوٹ آیا پھر دو آرہے ہیں کل تعداد تین ہوگئی۔ آئندہ تین سے تیرہ ہوں گے اور تیرہ ہزار بھی ہوسکتے ہیں لیکن ہم انہیں خاندانی منصوبہ بندی کا سبق کیسے پڑھائیں گے۔ پہلے یہ تو معلوم ہونا چاہئے کہ روبوٹس... میں نر کون ہے اور مادہ کون ہے؟ تمہارا پی پی سیون نر ہے یا مادہ؟"

"میں جانتی تھی تم بے شرمی سے باز نہیں آؤ گے اور یہ بھی جانتی ہوں کہ مجھے بھگانے کے لئے ایسی بکواس کیا کرتے ہو۔ اپنی لکی سیون سے کہو میں اس کے اندر آرہی ہوں۔ میری آمد شکتی ایسی ہے کہ وہ مجھے محسوس نہیں کرسکے گی اور محسوس کرے گی تو سانس روکنے کے باوجود مجھے اپنے اندر سے نہیں نکال سکے گی۔"

پارس نے کہا "مائی ڈیئر لکی! دیوی تمہارے دماغ میں آنا چاہتی ہے۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے اسے خوش آمدید کہو یا بھگا دو۔"

لکی سیون نے پوچھا "میرے دماغ میں کیوں آنا چاہتی ہے؟ کیا اس کے پاس اپنا دماغ نہیں ہے؟"

دیوی نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے اندر پہنچ گئی۔ چند سیکنڈ انتظار کیا، شاید لکی سیون اسے محسوس کرے اور سانس روکنا چاہے پھر پتا چلا کہ پارس کی طرح اس کا دماغ بھی سوچ سے خالی ہے۔ یہ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ اس نے کہا "یہ کیسے ممکن ہے پارس کی طرح تمہارے دماغ میں بھی سناٹا ہے۔ آخر تم سوچ سے کس طرح خالی ہو؟"

لکی سیون کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ دیوی نے پارس کے پاس آکر کہا "کیا تم کچھ کم تھے کہ ایسی عجوبہ کو شریک حیات بنا لیا ہے۔ تمہاری طرح اس کا دماغ بھی سوچ سے خالی ہے میں اس سے بولتی رہی اور وہ خاموش رہی جیسے اسے کچھ سنائی نہ دے رہا ہو۔"

"پھر تو تم غلط وقت پر گئی تھیں۔ ابھی اس کا دماغ خلا کی طرف گیا ہوگا۔"

"بکواس مت کرو۔ جسم یہاں رہے گا اور دماغ خلا کی طرف جائے گا؟ آخر تم بے تکی باتیں کیوں کرتے ہو۔"

"تمہارا جسم کہیں زیر زمین ہے اور تمہارا دماغ ہمارے پاس ہے۔ کیا یہ حقیقت ہے یا بے تکی بات؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ کیا سوچ کر تمہارے پاس آتی ہوں مگر تمہاری بکواس سن کر بھول جاتی ہوں۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ ہماری طرح تم بھی یہاں تماشا دیکھنے آئی ہو۔"

"کیا ہمیں صرف تماشا دیکھنا چاہئے یا آنے والے روبوٹس اور سائنس دان کو اپنے زیر اثر رکھنے کی تدبیر کرنی چاہئے؟"

"اگر تم مجھے ایک مصیبت سے نجات دلا دو تو ہم دونوں مل کر سولارز کو زیر کرنے کی تدبیر کریں گے۔"

"تم اور کسی مصیبت میں مبتلا ہو؟ میں نہیں مانتی۔"

"نہ مانو لیکن میں لکی سیون سے شادی کرنے کے پہلے دن سے آج تک پچھتا رہا ہوں۔"

"بکواس کر رہے ہو۔"

پارس خاموش رہا۔ دیوی نے پوچھا "چپ کیوں ہوگئے؟"

"میں کبھی کبھی مذاق کرلیتا ہوں مگر تم میری ہر بات کو بکواس سمجھنے لگی ہو۔"

"اچھا اب نہیں سمجھوں گی۔ آگے بولو۔"

"کیا تمہیں پتا ہے کہ لکی سیون زہریلی ہے؟"

"ہاں پتا ہے۔ تم بھی تو زہریلے ہو۔"

"یہ مقدار کی بات ہے۔ مجھے تو علاج کے ذریعے کسی حد تک نارمل بنا دیا گیا تھا لیکن لکی بہت زیادہ زہریلی ہونے کے باعث بھی غالب آجاتی ہے۔ میں ایک رات گزارتا ہوں مگر اس کا زہر کئی راتوں تک مجھے بیمار بنائے رکھتا ہے۔"

"تمہاری یہ بات کچھ دل کو لگتی ہے۔ تم اس سے علیحدگی کیوں اختیار نہیں کرتے؟"

"وہ مجھ سے علیحدہ نہیں ہوگی۔ اگر میں زبردستی الگ ہونا چاہوں گا تو وہ اپنے زہر کی زیادہ مقدار سے مجھے ہلاک کرسکتی ہے۔"

"پارس! میں کبھی مان نہیں سکتی کہ تمہارے جیسا مکار ایک لڑکی کے سامنے بے بس ہوسکتا ہے۔"

"دنیا کے مکار ترین لوگ بھی موت کے آگے بے بس ہوجاتے ہیں۔"

"یہ درست ہے۔ میں تمہیں کس طرح اس سے نجات دلا سکتی ہوں؟"

"خلا سے آنے والے سائنس دان سولارز کی بیٹی بدی بدی اور لکی سیون ایک دوسرے کی جانی دشمن ہیں۔"

"یہ بھی درست ہے۔ میں نے پی پی سیون کے ذریعے بدی بدی کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ وہ بھی لکی سیون کے زہر سے خوف زدہ رہتی ہے۔ کیا بدی بدی کو اس کے زہر سے ہلاک کرانا چاہتے ہو؟"

"کیسی الٹی بات کرتی ہو۔ میں بدی بدی کے ذریعے لکی سیون کو ہلاک کرانا چاہتا ہوں۔ اس وقت بدی بدی کو امریکی حکومت کی طرف سے وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جارہا ہے۔ اس کے ایک حکم پر ابھی لکی سیون کو گرفتار کرکے اسے بدی بدی کے باپ سولارز کے سامنے سزائے موت کے لئے پیش کیا جاسکتا ہے لیکن وہ خوفزدہ رہنے والی یہ نہیں جانتی ہے کہ لکی سیون یہاں میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔"

"میں ابھی جاکر ستا دوں گی۔"

"اسی ٹوٹی پھوٹی خلائی زبان میں بولنا ورنہ وہ سانس روک لے گی۔"

دیوی چلی گئی۔ لکی سیون نے مسکرا کر پارس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ وہ جلدی سے ہاتھ ہٹا کر بولا "محبت کے موڈ میں نہ آؤ۔ وہ بدی بدی کے پاس تمہاری موت کا سامان کرنے گئی ہے۔ ہمیں رومانس کے موڈ میں دیکھ کر سمجھ لے گی کہ اسے الو بنایا جارہا ہے۔"

"دیوی اتنی جلدی واپس نہیں آئے گی۔"

"وہاں دور اسٹیج کی طرف دیکھو جہاں امریکی اکابرین کے ساتھ بدی بدی اور روشنا بیٹھی ہیں۔ وہ فوجی جوانوں سے کچھ کہہ رہی ہے اور اب وہ ادھر آرہے ہیں۔"

دیوی ایک فوجی افسر کے دماغ میں رہ کر اسے اور مسلح جوانوں کو اس پہاڑی کی طرف لا رہی تھی جہاں ایک بڑے سے پتھر پر لکی

روشنی کے مینار
اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات
ضیاء تسنیم بلگرامی کے قلم سے
قیمت ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

عظمت کے مینار
ضیاء تسنیم بلگرامی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ
قیمت ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

ایمان کا سفر
محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ
وہ فن پارے، جن کی آپ کو تلاش ہے۔
قیمت ۱۰۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

کچرا گھر
محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔
قیمت ۱۰۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

آدھا چہرہ
محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو بیگم گی کے بارے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں
قیمت ۲۰۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

کالی کہانیاں
جرائم، جادو، شیطان، ازم، ارواح، طنز و مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں
قیمت پر ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

ٹنک ویلوٹ کی چوریاں
مشہور سچوریک ٹیلوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چراتا ہے۔
قیمت جلد اول، ۴۰ جلد دوم ۴۰ روپے
ڈاک خرچ فی جلد ۱۶ روپے

کتابات پبلشرز کی شاخیں

سیون اور پارس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت رات کے تین بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ بیس منٹ کے بعد ٹھیک چار بجے خلا سے تین بن بلائے مہمان آنے والے تھے۔

افسر نے لکی سیون کے سامنے پہنچ کر اسے ریوالور کے نشانے پر رکھ کر کہا "ہمیں معلوم ہے تم زہریلی ہو۔ اگر ہمارے جوانوں میں سے کسی پر حملہ کرو گی تو تمہیں گولی مار دی جائے گی۔ اٹھو اور ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اسی وقت بدی بدی نے آکر پارس کو دیکھا پھر افسر سے کہا "ابھی اے لالاس (سابقہ سپراسٹر) نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے بتایا ہے کہ تمارا (لکی سیون) کے ساتھ پارس ہے۔ اس کا تعلق اسی ادارے سے ہے جہاں ہمارے خلائی زون کا غدار ایمون ابابا اپنی بیٹی کے ساتھ ہے۔ اب ہم اس ادارے سے سودا کریں گے کہ وہ اس جوان پارس کو بحفاظت واپس لے کر ایمون ابابا اور اس کی بیٹی کو ہمارے حوالے کردیں۔"

سابقہ سپراسٹر اے لالاس 'سونیا ثانی کے زیر اثر تھا۔ ثانی نے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر بدی بدی کے دماغ میں بھیجا تھا اور پارس کو گرفتار کرایا تھا۔

لکی سیون اور پارس کو قیدیوں کی طرح اسٹیج کے پاس لاکر کھڑا کیا گیا۔ وہ میدان دور تک خالی تھا۔ لوگ چاروں طرف پہاڑیوں کے نیچے سے اوپر تک لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ ان کے درمیان دوسرے ممالک کے جاسوس' پریس رپورٹرز' فوٹوگرافرز اور دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جسمانی طور پر یا خیال خوانی کے ذریعے موجود تھے۔ خیال خوانی کرنے والی پوری یمودی ٹیم بھی وہاں موجود تھی۔

بدی بدی نے اسٹیج پر مائیک کے سامنے کہا "میں حاضرین اور ٹی وی کے ناظرین سے مخاطب ہوں۔ صرف پانچ منٹ کے بعد آپ کے خلائی مہمان یہاں آنے والے ہیں۔ میرا ڈیٹیکٹو آلہ کہہ رہا ہے کہ وہ زمین سے صرف بارہ میل کے فاصلے پر ہیں۔ آپ آسمان کی جانب دیکھیں۔ زمین والے خلا کی سمت سورج' چاند اور ستاروں کو دیکھتے ہی رہتے ہیں لیکن ابھی زیادہ دیر دیکھنے کی زحمت نہیں ہوگی۔ دیکھیے ہاں وہ دیکھیے اوور بلندی پر ہلکی سی روشنی دکھائی دے رہی ہے۔ آپ کے مہمانوں کے جوتوں کے تلے ایسی ننھی فلائنگ مشینوں اور پیچیدہ آلات سے بنائے گئے ہیں جن کے ذریعے وہ زمین کی کشش سے نکل کر خلا میں جاسکتے ہیں اور خلا سے زمین کی کشش کی گرفت میں آکر زمین پر اتر سکتے ہیں۔"

بلندی سے آنے والی ہلکی روشنی واضح ہوتی جارہی تھی۔ خلائی مخلوق کے تین افراد ایک دوسرے کے بازو میں بازو ڈالے نیچے آرہے تھے۔ نیچے آنے کی رفتار سست ہوگئی تھی۔ لاکھوں افراد۔ گم صم سے ہوکر پلکیں جھپکائے بغیر انہیں دیکھ رہے تھے۔ نہایت آہستگی اور آرام سے تینوں کے قدم زمین پر آکر ٹھہر گئے۔

پارس نے بلند آواز سے کہا "ہاں۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ میرے پاپا فرہاد علی تیمور اس فوجی افسر کے اندر موجود ہیں اور اس کی زبان سے بول رہے ہیں۔"

چند لمحات کے لئے تمام امریکی اکابرین پر سکتہ طاری ہوگیا۔ شاید میں ان کی توقع کے خلاف وہاں پہنچ گیا تھا۔ سائنس دان سولارز نے کہا "یہ ہمارے لئے نئی بات ہے کہ کوئی شخص موجود نہیں ہے لیکن وہ دوسرے کی زبان سے بول رہا ہے۔ ہم بھی دوسروں کے دماغوں میں جاتے ہیں ان کے خیالات پڑھتے ہیں اور ان سے گفتگو کرتے ہیں مگر کسی کے دماغ پر حاوی نہیں ہوسکتے اور نہ ہی اپنی مرضی سے کسی کو کچھ بولنے پر مجبور کرسکتے ہیں۔ یوں سمجھیں کہ ہماری ٹیلی پیتھی ٹیلی فون کا کام کرتی ہے۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے صرف گفتگو کرسکتے ہیں۔"

میں نے کہا "تمہارے خلائی زون کے لوگ کیسے ہیں' کیسی زندگی گزارتے ہیں اور تم سب کو قدرتی طور پر کیسی سہولتیں حاصل ہیں؟ ہم یہ سب رفتہ رفتہ معلوم کرتے رہیں گے۔ فی الحال تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ سیٹلائٹ کے ذریعے ہماری دنیا والے تمہیں ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ خلا سے آنے والی لکی سیون' ایمونا اور ایمون ابابا ہم تمام دنیا والوں کے ایسے ہی معزز مہمان ہیں جیسے کہ مسٹر سولارز تم اس وقت ہمارے مہمان ہو لیکن تمہارے آتے ہی ہماری مہمان کو جو کہ میری بہو بھی ہے گرفتار کرلیا گیا ہے اور میرے بیٹے کو یرغمال بنایا گیا ہے تاکہ ہم اس کے عوض اپنے مہمان ایمون ابابا اور ایمونا کو تمہارے حوالے کردیں۔ کیا تمہارے خلائی زون میں یہی دستور ہے کہ اپنے مہمانوں کو دشمنوں کے حوالے کردیا جاتا ہے۔"

سولارز نے کہا "ہم دوست بن کر آئے ہیں اور تم ہمیں دشمن کہہ رہے ہو۔ تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہم دشمن بن جائیں گے تو تمہاری دنیا میں کیسی قیامتیں آئیں گی۔"

ایک حاکم نے کہا "مسٹر فرہاد! تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی چھوٹی سی فوج رکھ کر معزز سولارز کو ناراض کررہے ہو۔ کیا اپنی محدود طاقت کے غرور میں ساری دنیا کو تباہ کرڈالنا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا "ہم دوستی اور امن چاہتے ہیں۔ پہلے یہ تو معلوم ہو کہ مسٹر سولارز یہاں دوستی کرنے آئے ہیں یا اپنے زون کے باغیوں کو گرفتار کرنے اور سزائے موت دینے آئے ہیں۔"

"دوستی اسی شرط پر ہوگی جب ہمارے باغی ہمارے حوالے کئے جائیں گے۔"

میں نے کہا "اس کے علاوہ جتنی شرائط ہیں وہ ساری دنیا کے سامنے پیش کرو۔"

ایک حاکم نے کہا "مسٹر سولارز ہمارے مہمان ہیں۔ ہم نے ان سے دوستی کا معاہدہ کرلیا ہے اور شرائط معلوم کرلیں گے۔ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔"

"تو پھر تم ہی یہ کام کرو۔ ہمارے مہمان جنہیں یہ باغی کہتے ہیں' انہیں واپس کیا جائے گا یا نہیں' اس کا فیصلہ دوسری شرائط سننے کے بعد کیا جائے گا۔"

سولارز نے کہا "ہم ارضی دنیا سے سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی کا تبادلہ کریں گے۔ اس دنیا سے بے روزگاری' غریبی اور دہشت گردی وغیرہ کا خاتمہ کریں گے۔ ان نیک مقاصد کی تکمیل کے لئے ہمیں اس دنیا میں زمین کا ایک بہت بڑا حصہ چاہئے تاکہ ہم کئی کلومیٹر کے احاطے پر سائنس اور ٹیکنالوجی کے ادارے قائم کریں۔ جدید ہتھیار تیار کرنے کے لئے ہم بڑی بڑی فیکٹریاں قائم کریں گے۔ ہم نے میڈیکل سائنس میں اتنے کامیاب تجربات کئے ہیں کہ یہاں تمہاری دنیا میں کوئی مہلک مرض میں مبتلا نہیں رہے گا۔ اس کے لئے ہم میڈیکل کالج اور اسپتال تعمیر کرائیں گے۔ تمہاری دنیا کے لوگ بہت جلد تسلیم کریں گے کہ ہم ان کے لئے آسمان سے فرشتے بن کر آئے ہیں۔"

میں نے پوچھا "یہ تمام سائنسی اور ٹیکنالوجی کے ادارے' میڈیکل کالج اور اسپتال اور جدید ہتھیار کی فیکٹریاں کہاں قائم کی جائیں گی؟"

سولارز نے کہا "یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے بے شمار وسیع تر پروجیکٹس کے لئے بہت وسیع و عریض زمین کی ضرورت ہوگی۔ فی الحال ہمیں اس دنیا کا کوئی ایک بڑا سا ملک چاہئے۔"

"ایک بڑا ملک؟" امریکی اکابرین کے چہروں سے ناگواری ظاہر ہونے لگی۔

سولارز نے کہا "ہاں' ہم پوری دنیا نہیں چاہتے۔ صرف ایک بڑا ملک چاہتے ہیں۔ جب ہم اس دنیا میں خوش حالی لے آئیں گے تو دنیا والے خود ہی اپنے اپنے ملک میں ہمیں بلائیں گے اور خوش حالی کے لئے اپنا اپنا ملک ہمارے حوالے کرتے جائیں گے۔"

میں نے کہا "شاباش! ہماری دنیا کے تمام سیاستداں بھی اپنے اپنے ملک میں اقتدار حاصل کرنے کے لئے اسی طرح خوش حالی کے سہانے خواب دکھاتے ہیں لیکن ہمیں بھروسا کرنا چاہئے کہ تم خلا کی نامعلوم بلندیوں سے دنیا والوں کو جھوٹے خواب دکھانے نہیں آئے ہو۔ تمہیں اس دنیا کے کسی ملک میں مثالی حکومت قائم کرنے کا موقع دینا چاہئے۔"

ایک حاکم نے کہا "کیسی احمقانہ بات کررہے ہو؟ ہماری دنیا میں کون اپنا ملک انہیں مثالی حکومت قائم کرنے کے لیے دے گا؟"

میں نے کہا "یہ امریکا بہت بڑا ملک ہے۔ اگر اس کے دو حصے کئے جائیں تب بھی یہ بڑا ملک رہے گا۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر سولارز کو یہ ملک سب سے زیادہ پسند آئے گا۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "مسٹر فرہاد! ہم نے تمہاری آمد سے ہی سمجھ لیا کہ تم بڑی مکاری سے ہمارے خلاف کچھ کروگے۔ کیا امریکا

تمہاری جاگیر ہے جسے تم دو حصے کردو گے؟"

"میں کچھ نہیں کروں گا۔ جو کرنا ہے مسٹر سولارز کریں گے۔"

سولارز نے کہا "یہ پوری دنیا خوب صورت ہے۔ یہاں زمینوں کے اندر خزانے بھرے پڑے ہیں۔ یہاں ہمیں ایک بڑا ملک چاہئے چاہے وہ کہیں بھی ہو۔"

"یہاں سیکڑوں میل زمینیں برفانی اور ریگستانی ہیں۔ ویران پڑی رہتی ہیں۔ آپ کو وہ زمین دو شرائط پر دی جائیں گی۔ ایک شرط یہ ہے کہ ہمیں بھی خلائی زون میں اتنا ہی علاقہ دیا جائے جتنا ہم یہاں دے رہے ہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کلی سیون' ایمونا اور ایمون ابابا کو اسی دنیا میں سزائے موت دی جائے۔"

سولارز نے کہا "ہمیں یہ شرائط منظور ہیں۔ اگر اس دنیا کے لوگ ہماری طرح خلائی زون میں پہنچنے کے راستے نکال لیں گے تو ہم انہیں اپنے زون میں خوش آمدید بھی کہیں گے اور بڑی زمینیں بھی دیں گے اور تمہاری دوسری شرط تو ابھی پوری ہوگی۔ یہاں کھلے میدان میں سب کے سامنے ہمارا ایک روبوٹ ایک معمولی ہتھیار سے کلی سیون کے گوشت پوست اور ہڈیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "صرف کلی سیون کو موت نہ ملے اپنے روبوٹ سے کہو کہ پارس کے بھی چیتھڑے اڑا دے۔"

دیوی ایک حاکم کی پرسنل سیکریٹری کے دماغ میں رہ کر یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اور تمام باتیں سن رہی تھی۔ اس نے مائیک کے پاس آکر کہا "میں یہاں کے تمام اکابرین کو وارننگ دیتی ہوں۔ پارس کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہ آئے ورنہ یہ سولارز اور روبوٹ بھی اس ملک کو تباہی سے نہیں بچاسکیں گے۔"

ایک حاکم نے کہا "مسٹر سولارز! ہماری دنیا میں فرہاد اور دیوی دو ایسے دشمن ہیں جو ہمیں نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔ یہ دونوں ہمارے لئے مسائل پیدا کرتے رہتے ہیں۔"

"ان کے انداز سے پتا چلتا ہے' یہ دونوں اسی طرح چھپ کر دھمکیاں دیتے ہیں اور نقصان پہنچاتے ہیں۔ ہماری طرح دلیری ان میں نہیں ہے۔ ہم صرف تین ہیں اور خلا سے یہاں اربوں کی آبادی میں آئے ہیں۔ اگر دیوی اور فرہاد میں جرأت ہے تو ہماری طرح سامنے آئیں۔"

میں نے دیوی سے کہا "شی تارا! تم خاموش رہو۔ اطمینان رکھو۔ پارس کو کچھ نہیں ہوگا۔"

پھر میں نے سولارز سے کہا "تم مجھے سامنے آنے کو کہہ رہے ہو۔ میں آؤں گا تو امریکی اکابرین کی نیندیں اڑ جائیں گی۔ یہاں میرا بیٹا موجود ہے۔ تم خلا سے جتنی ذہانت اور قوت لے کر آئے ہو' جتنے جدید ایٹمی ہتھیار لائے ہو' سب میرے بیٹے اور بہو کلی سیون پر آزمالو۔ اگر تم انہیں ذرا بھی نقصان نہ پہنچا سکے تو میں تمہیں یہاں سے جانے نہیں دوں گا۔ یہ جتنے دشمن ہماری تباہی چاہتے ہیں تم انہیں تباہ کردو گے اور میرے اشاروں پر چلنے پر مجبور ہوجاؤ گے۔"

سولارز نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے قہقہہ لگایا پھر کہا "چلو تم کہتے ہو تو میں تمہاری دنیا کو دکھا دوں کہ میرے روبوٹس کتنے خطرناک اور ناقابل شکست ہیں۔ یہ پلک جھپکتے ہی تمہارے بیٹے اور بہو کے چیتھڑے اڑا دیں گے۔"

پارس نے محبت سے کلی سیون کا ہاتھ تھام لیا۔ دونوں مسکراتے ہوئے کھلے میدان کے وسط میں جانے لگے۔ سولارز نے مائیک کے پاس آکر کہا "پہلے میں اپنی طاقت کا ایک نمونہ دکھاؤں گا پھر ان دونوں کا قیمہ بنادوں گا۔"

میدان میں ایک چھ فٹ اونچا اور تقریباً اتنا ہی چوڑا سخت پتھر رکھا ہوا تھا۔ وہ اتنا بھاری تھا کہ اسے ایک بڑی کرین کے ذریعے ہٹایا جاسکتا تھا۔ دونوں روبوٹس میدان میں ٹہل رہے تھے۔ سولارز نے ایک سے کہا "پی پی سکس! تمہارے پیچھے جو بڑا بھاری پتھر ہے اسے ختم کردو۔"

یہ حکم سنتے ہی روبوٹ پی پی سکس نے پلٹ کر اس پتھر کو دیکھا پھر اپنے مخصوص لباس کے ایک بڑے بٹن کو پکڑ کر آہستگی سے ایک طرف گھمایا۔ یکایک اس بٹن سے ایک چاندی جیسی پتلی سی کرن نکلی۔ وہ کرن پتھر تک گئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک دھماکا سا ہوا۔ سب نے حیرانی سے دیکھا' وہ وزنی مضبوط پتھر ریزہ ریزہ ہوکر بلندی تک فضا میں اڑتا ہوا دور تک بکھر گیا تھا۔

سب گم صم ہوکر دیکھ رہے تھے۔ جہاں پتھر تھا اب وہاں کچھ نہیں رہا تھا۔ دور تک مٹی اور پتھر کے ریزے پھیلے ہوئے تھے۔ سولارز نے کہا "یہ ہمارا تیار کردہ ایک چھوٹا سا ایٹمی ہتھیار ہے۔ اب دوسرے ہتھیار کی تباہی دیکھو۔ یہ دونوں جہاں کھڑے ہیں' وہیں چشم زدن میں جل کر کوئلے کا مجسمہ بن جائیں گے۔"

کلی سیون اور پارس ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ کلی نے بڑی محبت سے پارس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ پارس نے اس کی لچکنے والی کمر کو ایک بازو کے حصار میں لیا۔ سولارز نے حکم دیا "پی پی فائیو! دیکھو وہ دونوں کتنے رومانی انداز میں ہیں۔ انہیں اسی انداز میں کوئلے کا مجسمہ بنادو۔ یہ اس میدان میں یادگار کے طور پر قیامت تک کھڑے رہیں گے۔"

پی پی فائیو نے اپنے مخصوص لباس کے تیسرے بٹن کو دو انگلیوں سے پکڑ کر آہستگی سے گھمایا۔ اچانک اس بٹن میں سے شعلہ نکلا۔ سب نے دھڑکتے ہوئے دل سے دیکھا۔ وہ شعلہ سیدھا ان پیار کرنے والوں کی طرف گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ شعلہ ان کے جسموں کو چھولیتا' وہ دونوں اچانک گم ہوگئے۔

لاکھوں آنکھیں انہیں ڈھونڈ رہی تھیں لیکن وہ نظر نہیں آرہے تھے۔ وہ غیر معمولی ننھی سی گولیاں نکل کر سایہ بن گئے تھے اور دوڑتے ہوئے دونوں روبوٹس کی طرف جارہے تھے۔

سولارز اچھل کر اسٹیج سے نیچے آیا پھر روبوٹس کی طرف

دوڑتے ہوئے بولا "وہ دونوں موجود ہیں کسی تکنیک کے نتیجے میں نظر نہیں آرہے ہیں۔ تم چاروں طرف گھوم کر اپنی ڈارک لینس سے دیکھو۔ وہ نظر آئیں گے۔"

کلی سیون ایک روبوٹ کے پیچھے اور پارس دوسرے روبوٹ کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ دونوں نے ان کی گردن کے نیچے ریگولیٹر کو گھما کر ان کی بیٹری کے وولٹیج کو زیرو پر کردیا۔

وہ دونوں دوسرے ہی لمحے میں بے جان ہوگئے۔ جہاں کھڑے ہوئے تھے وہیں اوندھے منہ گر گئے۔ بدی بدی اور روشنا حیرانی اور پریشانی سے کھڑی ہوگئیں۔ سولارز ایک روبوٹ کے پاس آکر اس پر جھک گیا۔ وہ ریگولیٹر کو وولٹیج نمبر تین پر لانا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی اس کے منہ پر ایک ٹھوکر لگی۔ وہ دوسری طرف الٹ کر زمین پر گر پڑا۔ وہ اگرچہ مضبوط جسم کا مالک تھا لیکن پارس بھی پاشا کی طرح حیرت انگیز جسمانی قوتوں کا حامل تھا۔

مگر کہاں تھا؟

سولارز تیزی سے گھوم گھوم کر دیکھ رہا تھا پھر اس نے اپنے لباس سے اپنی ڈارک لینس نکال کر آنکھوں سے لگانا چاہا لیکن کسی نے انہیں چھین کر توڑ کر پھینک دیا۔

بدی بدی دوڑتی ہوئی اپنے باپ کے پاس آئی پھر اسے زمین پر سے اٹھنے کے لیے سہارا دینے لگی۔ اسی لمحے اس کے منہ پر کسی کا ہاتھ پڑا۔ وہ باپ کو اٹھاتے اٹھاتے خود گر پڑی۔ پھر اسے اپنے دماغ کے اندر کلی سیون کی آواز سنائی دی "میرے زہر سے بہت ڈرتی ہو۔ تمہارا باپ سانپوں کا سرکچل دیتا ہے اب کیسے کچلے گا؟ تمہیں کون بچائے گا بدی بدی؟"

وہ زہریلی موت کے خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ میں نے اسٹیج پر مائیک کے سامنے کہا "سولارز! اب تم ارضی دنیا کے روبوٹس دیکھو گے۔ ابھی یہ ایک چھوٹا سا ٹریلر ہے۔ اب پوری فلم چلے گی....."

سولارز حرام موت مرنے کے لئے ارضی دنیا میں نہیں آیا تھا۔ وہ سائنس دان بھی تھا' ذہین اور حاضر دماغ بھی۔ اس نے سمجھ لیا کہ اس نے دنیا کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ فی الوقت ہاری ہوئی بازی کو جیتنے کے لئے فرار ہونا چاہئے۔

اس نے آہستہ آہستہ اپنے جوتوں کے تلوں کو کھینچ کر ایک طرف پھینک دیا پھر فلائنگ مشین کے ایک کل کو گھماتے ہی اپنی بیٹی بدی بدی کو زمین پر سے اٹھایا۔ اس سے لپٹ کر جیسے ہی کھڑا ہوا' دونوں جوتوں کی مشینوں نے اسے زمین سے بلند کردیا۔ سب نے دیکھا وہ جیسے راکٹ کی تیزی سے بلندی پر جاتے ہوئے نگاہوں سے اوجھل ہورہا تھا۔

صبح کا اجالا پھیل گیا تھا۔ اس کے باوجود دور خلا کی طرف جانے والا سائنس دان سولارز اپنی بیٹی کے ساتھ نظر نہیں آرہا تھا۔

جب وہ زمین کی کشش سے باہر نکل گیا تو بدی بدی نے باپ کے شانے پر سر رکھ کر سوچ کے ذریعے کہا "تھینک یو بوب! اگر آپ حاضر دماغی سے کام نہ لیتے تو وہ کمبخت تمارا مجھے اپنے زہر سے ہلاک کردیتی۔"

وہ دونوں سیدھے بلندی کی طرف خلا میں جارہے تھے۔ اچانک بدی بدی نے خوف سے چیخ ماری۔ ایک دم سے لرز کر بولی۔ "بوب! یہ کہتی ہے کہ اس کا جسم سایہ بن کر میرے اندر موجود ہے۔"

سولارز نے کہا "بیٹی! وہ زہریلی تمارا دہشت بن کر تمہارے حواس پر چھا گئی ہے۔ بھلا غیر مجسم سایہ کیسے بن سکتا ہے؟"

سولارز کو اپنی کھوپڑی میں پارس کی آواز سنائی دی "بالکل ٹھیک! بیٹی کو اسی طرح تسلیاں دیتے رہو۔ اسے ہرگز نہ بتانا کہ میں بھی سایہ بن کر تمہارے اندر موجود ہوں۔"

سولارز کے دیدے حیرانی سے پھیل گئے۔ وہ مہمان بن کر ارضی دنیا پر قبضہ جمانے اور حکومت کرنے گیا تھا۔ اب ارضی دنیا والا مہمان بن کر اس کے خلائی زون میں اس طرح جارہا تھا کہ وہ اسے اپنے وجود کے اندر سے نوچ کر پھینک نہیں سکتا تھا۔

سولارز پر ذرا سی دیر کے لیے سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ اس نے اپنے دماغ میں پارس کی سوچ کی لہروں کو سنا تھا۔ پارس کی سوچ کا لہجہ مختلف تھا اس لیے سولارز کو یہ تسلیم کرنا پڑ رہا تھا کہ زمین کی کشش سے نکلنے کے باوجود ایک زمین والا اس کے اندر بول رہا ہے۔

اگر وہ صرف ٹیلی پیتھی تھی تو سوچ کی لہریں زمین کی کشش تک محدود رہتی ہیں۔ وہ کشش ثقل سے آگے نہیں جاسکتیں۔ سولارز نے پریشان ہوکر پوچھا "اگر تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے اندر بول رہے ہو تو یہ کیسے ممکن ہے۔ تمہاری سوچ کی لہریں کشش ثقل کی حد سے کیسے نکل آئیں؟"

پارس نے کہا "یہ ممکن نہیں ہے۔ اگر میں زمین پر ہوتا تو میری خیال خوانی کی لہریں تمہاری کھوپڑی تک نہ آتیں۔ لہٰذا یہ تسلیم کرلو کہ میں اور تمارا (لکی سیون) زمین پر نہیں ہیں۔ ان لمحات میں تمہارے ساتھ ہیں۔ میں تمہارے اندر ہوں اور لکی سیون تمہاری بیٹی کے اندر۔"

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟ جسمانی طور پر زمین کی کشش سے نکل آئے ہو تو یہاں تمہارا جسم کہاں ہے؟"

"تم خلائی زون کے سائنس دان ہو۔ تم لوگوں کا دعویٰ ہے کہ زمین والوں سے سائنس اور ٹیکنالوجی میں بہت آگے ہو۔ تمہارا یہ دعویٰ بعض پہلوؤں سے درست ہوسکتا ہے لیکن ہم نے بھی میڈیکل سائنس میں ایسے انوکھے اور حیرت انگیز تجربات کیے ہیں جن کی ایک مثال ہم ہیں۔ ہم نے ایسی دوا ایجاد کی ہے جو ٹھوس جسم کو تحلیل کرکے سائے میں تبدیل کردیتی ہے۔ ہم سایہ بن کر تم باپ بیٹی کے اندر ہیں۔"

"سایہ ٹھوس نہیں ہوتا لیکن تم نے زمین پر مجھے ٹھوکر ماری تھی۔ ہمارے دونوں روبوٹس کے ریگولیٹر کو زیرو پوائنٹ پر لاکر انہیں بے جان بنادیا تھا۔"

"بے شک سایہ ٹھوس نہیں ہوتا لیکن ہم اپنی ایجاد کی ہوئی دوا کے فنکشنز کو سمجھتے ہیں۔ بہ وقتِ ضرورت چند سیکنڈ کے لیے اپنے سائے کو ٹھوس بنا کر اپنا کام نکالتے ہیں پھر وہی سایہ بن جاتے ہیں جسے نہ پکڑا جاسکتا ہے اور نہ ہی تمہارے جدید ایٹمی ہتھیار سے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

بدی بدی نے کہا "میں بوب! ہم نے زمین پر دیکھا تھا۔ ہمارے ایک روبوٹ نے لیزر ریز کے ذریعے ٹھوس پتھر کو ریزہ ریزہ کردیا تھا لیکن انہی لیزر ریز نے ان دونوں سایوں کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔"

وہ چاروں خلا میں سوچ کے ذریعے ایک دوسرے کی گفتگو سن رہے تھے اور خیال خوانی کے ذریعے بول رہے تھے۔ پارس نے کہا۔ "اب ہم نہیں بولیں گے۔ پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ تمہارے اندر آرام سے سوتے رہیں گے۔ جب اپنے خلائی زون میں پہنچو تو ہمیں جگا دینا۔"

لکی سیون نے کہا "میری جان پارس! ابھی میں سوچ رہی تھی کہ بدی بدی کے اندر تھوک دوں تاکہ یہ میرے زہر سے مرجائے۔"

وہ خوف کے مارے باپ سے لپٹ کر بولی "نہیں' میں مرنا نہیں چاہتی۔ تمارا! پچھلی دشمنی بھول جاؤ۔ مجھے معاف کردو۔ میں ایک بہترین دوست بن کر تمہارے کام آتی رہوں گی۔"

سولارز نے کہا "پلیز تمارا! میں تمہاری تمام جائز و ناجائز شرائط ماننے کو تیار ہوں۔ میری بیٹی کی جان نہ لو۔"

وہ بولی "ہم شرائط منوائے بغیر تمہاری دشمنی کے مزے لے رہے ہیں۔ تمہاری بیٹی نے میری پوری بات نہیں سنی اور خوف سے گڑگڑانے لگی۔ اصل بات یہ ہے کہ ابھی میں تمہاری بیٹی کو زندہ رکھوں گی۔ اگر یہ میرے زہر سے مرجائے گی تو اس کی لاش سے بدبو آنے لگے گی اور میرا سایہ اس کے اندر نہیں رہ سکے گا۔ لہٰذا بے خوف ہوکر سفر کرتے رہو۔ ہماری نیند میں مداخلت نہ کرو۔"

ان کے درمیان خاموشی چھاگئی۔ پارس نے چپکے سے لکی سیون کے اندر آکر کہا "تمہیں واقعی آرام سے نیند پوری کرنا چاہیے۔ تم سو جاؤ۔ میں سولارز کے چور خیالات پڑھتا رہوں گا۔"

"کیا بات کرتے ہو؟ اس چڑیل کے اندر مجھے نیند نہیں آئے گی پھر ہم دشمنوں کے اندر ہیں۔ ماں کی گود میں نہیں ہیں کہ سو جائیں۔"

وہ دونوں سولارز کے اندر آئے۔ اگر ارضی دنیا کی کسی زبان کی سوچ کی لہریں ہوتیں تو سولارز گدگدی سی محسوس کرتا۔ یہ گدگدی ایک طرح کا سگنل ہوتی ہے جو اچانک خطرے سے انہیں آگاہ کرتی ہے۔ پارس اور لکی سیون نے خلائی زبان میں سولارز کا لہجہ اپنایا تھا اس لیے وہ ان دونوں کو محسوس نہیں کررہا تھا۔

پہلے تو وہ اپنی شکست پر کڑھتا رہا۔ خلائی زون کے ان سائنس دانوں کو اپنی سائنسی ترقی پر ناز تھا۔ وہ ارضی دنیا کے ذہین افراد کو خود سے کمتر سمجھتے تھے پھر بدی بدی کی رپورٹ نے انہیں بتایا تھا کہ ارضی دنیا میں کئی الگ الگ ملک اور الگ الگ حکمران ہیں۔ حکمران ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے زیادہ تر جنگی تیاریاں کرتے ہیں یا سیاسی چالیں چلتے ہیں۔ اس ارضی دنیا میں سائنس سے زیادہ سیاست کو اہمیت دی جاتی ہے۔

خلائی زون میں صرف تین سائنس دان حکمرانی کرتے تھے۔ بدی بدی کی رپورٹ نے یہ سمجھایا تھا کہ زمین کے کئی حصے کرکے کئی ممالک بنا کر متحد نہ رہنے والے جتنے حکمران ہیں وہ دو چار روبوٹس کے حملوں سے ان کے آگے گھٹنے ٹیک دیں گے۔

سوچا تھا کیا اور کیا ہوگیا۔ سولارز کو زمین پر تقریباً تیس چالیس منٹ تک کھڑے رہنے کا موقع ملا پھر اس کے قدم ایسے اکھاڑ دیے گئے کہ وہ اپنی اور بیٹی کی جان بچانے کے لیے وہاں سے روبوٹس کو چھوڑ کر بھاگ آیا۔ اب خود کو تسلیاں دے رہا تھا کہ ٹھوکر کھانا اچھا ہے۔ تجربات میں اضافہ ہوتا ہے۔ جب وہ ارضی دنیا کو اچھی طرح سمجھ کر دوبارہ آئے گا تو اپنے دو سائنس دان ساتھیوں کے ساتھ پوری دنیا کا حکمران بن جائے گا۔

پھر اس کے خیالات نے پارس کو بتایا کہ وہ خلائی زون سے ارضی دنیا تک مسلسل سفر نہیں کرتے ہیں۔ انہوں نے چند اہم ضروریات کے لیے ایک خلائی پلیٹ فارم بنایا ہے جہاں وہ تھوڑی دیر قیام کرتے ہیں۔ سولارز اور دوسرے روبوٹس کے خصوصی جوتوں کے تلے میں جو فلائنگ مشین تھی وہ بلاشبہ خلائی زون کے سائنس دانوں کا کمال تھی۔ اگرچہ وہ سائز میں چھوٹی تھی' جوتوں کے تلے میں سما جاتی تھی لیکن اس کی کارکردگی بے مثال تھی۔ وہ ڈیڑھ لاکھ میل تک پرواز کرتی تھی۔ خلائی زون اور زمین کے درمیان اسی لیے خلائی پلیٹ فارم بنایا گیا تھا کہ وہ فلائنگ شوز پہن کر سفر کرنے والے وہاں قیام کریں۔ قیام کے دوران وہ اپنے جوتے اتار کر خلائی پلیٹ فارم کے نگرانِ اعلیٰ کو دیتے تھے۔ اس کے بدلے نئے جوتے حاصل کرتے تھے پھر ان کے خاص لباس میں جو خفیہ ایٹمی ہتھیار ہوتے تھے ان انہیں چیک کیا جاتا تھا تاکہ ان میں کسی قسم کی خامی یا کمی نہ رہ جائے۔

سولارز ایک چھوٹے سے آلے کے ذریعے سگنل دینے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ سگنل کس طرح دیا جاتا ہے اور اس کا مفہوم کیا ہے؟

وہ خلائی پلیٹ فارم کے قریب پہنچ رہا تھا اور وہاں کے نگرانِ اعلیٰ کو اطلاع دے رہا تھا کہ اپنی بیٹی بدی بدی کے ساتھ پلیٹ فارم پر آنا چاہتا ہے۔ ان کے لیے پلیٹ فارم کا خفیہ دروازہ کھولا جائے اور انہیں اسکرین پر دیکھا جائے کہ وہ کتنی دور رہ گئے ہیں اور حساب لگائیں کہ کتنی دیر میں پہنچنے والے ہیں۔

بدی بدی' باپ کے دماغ میں تھی' اس نے کہا "بوب! بہت دیر سے میں اپنے اور آپ کے دماغ میں ان کی سوچ کی لہریں محسوس نہیں کررہی ہوں' کیا وہ دونوں سچ مچ سو رہے ہیں؟"

"ہم انہیں اپنے دماغوں میں محسوس نہیں کررہے ہیں۔ صرف اسی سے یقین ہوتا ہے کہ وہ سو رہے ہیں۔ دوسری صورت میں ان کی چالبازی ہوسکتی ہے۔ ہوسکتا ہے' وہ کسی طرح ہمارے خیالات پڑھ رہے ہوں۔ ہم نے ان ارضی باشندوں کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ یہ بھی ہماری طرح چالباز اور مکار ہیں۔"

"بوب! آگے کیا ہوگا؟ کیا تمارا سے نجات مل جائے گی؟ کیا وہ مجھ پر بھروسا کرکے میری سہیلی بن کر مجھے نئی زندگی دے گی؟"

"بیٹی! تم جانتی ہو میں کس طرح تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ میں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ وہ تمہاری سہیلی بن جائے۔"

وہ خلا کے اس حصے میں تھے' جہاں سورج کی ہلکی روشنی پہنچ رہی تھی۔ اس روشنی میں ایک بہت بڑا چاندی کی طرح چمکتا ہوا گنبد دکھائی دے رہا تھا۔ وہی خلائی پلیٹ فارم تھا۔ سولارز ایک ریموٹ کنٹرول کے ذریعے فلائنگ شوز کا رخ بدل کر اس گنبد کے نیچے جارہا تھا۔

نیچے چاندی کی طرح چمکتا ہوا ہموار پلیٹ فارم تھا۔ ایک جگہ اس پلیٹ فارم کا نچلا حصہ سلائڈنگ دروازے کی طرح کھلنے لگا۔ وہ دونوں باپ بیٹی پرواز کرتے ہوئے اس دروازے سے داخل ہوئے۔ سلائڈنگ دروازہ خود بخود بند ہوگیا۔ سولارز نے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے فلائنگ شوز کی پرواز کو روکا اور خلائی پلیٹ فارم پر اتر گیا۔

اس خلائی پلیٹ فارم پر گنبد کے سائے میں ایک چھوٹی سی دنیا آباد تھی۔ وہاں چھوٹے چھوٹے کیبن تھے جن میں وہاں ڈیوٹی دینے والے رہتے تھے۔ ٹوسیٹر چھوٹی چھوٹی کاریں تھیں۔ سولارز کے استقبال کے لیے بیس مسلح گارڈز آئے تھے۔ وہ باپ بیٹی ٹوسیٹر میں بیٹھ گئے تھے پھر ان کے آگے پیچھے مسلح گارڈز کی چھوٹی گاڑیاں دوڑنے لگیں۔

وہ سب گارڈز تھے۔ محافظ تھے' سولارز اور اس کی بیٹی پر ایک ذرا آنچ نہیں آنے دیتے لیکن بے چارے نہیں جانتے تھے کہ دو سینٹی والی چھوٹی سی کار میں چار افراد کی سواری جارہی ہے۔

○☆○

ابھی ہم نہیں جانتے تھے کہ خلا میں کیا ہورہا ہے۔ ہمارے منصوبوں کے مطابق لکی سیون اور پارس نے اپنا اپنا رول کامیابی سے ادا کیا تھا۔ ایمون ابابا نے ہمیں بہت پہلے بتادیا تھا کہ زمین کی کشش سے نکل کر خلائی زون کی طرف جانے کے لیے خاص قسم کے فلائنگ شوز پہننا ضروری ہے۔

ہم ایسے فلائنگ شوز سولارز اور اس کے دو روبوٹس سے حاصل کرسکتے تھے۔ پارس یہی کرنا چاہتا تھا لیکن سایہ بننے کے بعد سچویشن بدل گئی تھی۔ سولارز اپنی بیٹی کو لے کر فرار ہورہا تھا۔ پارس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "پاپا! میں اور لکی سیون ان باپ بیٹی کے اندر رہیں۔ فلائنگ شوز کے بغیر ہمارا کام چل رہا ہے۔ آپ ان روبوٹس کے فلائنگ شوز کو مخالفین کے ہاتھ نہ لگنے دیں۔"

واشنگٹن سے کئی میل دور پہاڑی علاقے میں لاکھوں افراد یہ تماشا دیکھ رہے تھے پھر سیٹلائٹ کے ذریعے دنیا کے تمام ممالک میں یہ دیکھا جارہا تھا کہ آخر خلائی مخلوق ہیں کیا چیز؟ انہیں ایک ترقی یافتہ مخلوق سمجھا جارہا تھا جو کسی حد تک درست تھا۔ ان کے روبوٹس کی دہشت طاری تھی۔ یہ بھی غلط نہیں تھا اگر ان روبوٹس کو موقع ملتا تو وہ پورے امریکا کو تہس نہس کردیتے۔

دنیا کے کروڑوں ناظرین نے انہیں دیکھا۔ سولارز بڑی فاتحانہ شان سے اپنے دو روبوٹس پی پی فائیو اور پی پی سکس کے ساتھ خلا کی نامعلوم بلندیوں سے زمین پر آیا تھا۔ ایک روبوٹ نے چھ فٹ اونچے اور چوڑے ٹھوس پتھر کو لیزر ریز کے ذریعے ریزہ ریزہ

کردیا تھا۔ دنیا والوں کو مرعوب اور دہشت زدہ کرنے کے لیے وہ ایک نمونہ ہی کافی تھا۔

لیکن یہ ان کی بدقسمتی تھی کہ وہ ویسے ہی ایٹمی ہتھیار سے لکی سیون اور پارس کو فنا کرنے میں ناکام رہے تھے۔ پچھلے باب میں ان واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ دنیا والے جن روبوٹس سے دہشت زدہ تھے وہ آن کی آن میں بے جان ہوکر اوندھے منہ گر پڑے تھے اور فاتح کی شان سے آنے والا سولارز اپنی بیبی کے ساتھ فرار ہوگیا تھا۔

ٹیلی پیتھی کے میدان میں ایک دوسرے سے برسرپیکار رہنے والے مخالفین کی نظریں ان دو بے جان روبوٹس ... پر تھیں۔ امریکا انہیں حاصل کرکے اپنی سائنس اور ٹیکنالوجی کی تجربہ گاہ میں پہنچانا چاہتا تھا۔

اب یہودی خفیہ تنظیم بھی سرگرم عمل تھی۔ الپا اور رابرٹ کلون خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھے۔ الپا نے رابرٹ کلون سے کہا تھا کہ وہ دونوں روبوٹس پر نظر رکھے اور وہ خود دوسری جگہ مصروف ہوگئی تھی۔ رابرٹ کلون کی یہ کوشش تھی کہ جو بھی روبوٹس کو حاصل کرے وہ اس حاصل کرنے والے کے دماغ میں کسی طرح پہنچ جائے۔ الپا سے یہ توقع کی جارہی تھی کہ وہ کسی اور حکمتِ عملی سے روبوٹس کو اسرائیل پہنچائے گی۔

روبوٹ پی پی سیون کے پاس بیٹھی ہوئی دیوی خیال خوانی کے ذریعے اس میدانِ حشر میں روبوٹس کا برا برا حشر دیکھ رہی تھی اور اپنے روبوٹ کو بتا رہی تھی کہ پارس نے کس طرح بازی پلٹ دی ہے۔ ان کے خلائی زون کا سائنس دان فرار ہوگیا ہے اور دونوں روبوٹس بے جان سے ہوکر اوندھے منہ زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔

پی پی سیون نے کہا "دیوی جی! کسی نے ان کے ریگولیٹر کو زیرو ویلیو پر کیا ہے۔ آپ کہتی ہیں پارس اور تمارا سایہ بن گئے ہیں۔ انہوں نے ہی پی پی فائیو اور سکس کو ناکارہ بنادیا ہے۔"

"ہاں۔ یہ اسی چالباز کا کام ہے۔ کیا ایسی کوئی تدبیر ہوسکتی ہے کہ تمہارے وہ دونوں ساتھی روبوٹس تمہارے پاس آجائیں؟ میں نہیں چاہتی کہ وہ مخالفین کی گرفت میں آئیں۔ میرے مخالفین ان کی اچھی طرح اسٹڈی کرکے ویسے ہی دوسرے روبوٹس تیار کرلیں گے۔"

"دیوی جی! اگر وہ سایہ بن جانے والے وہاں اب بھی موجود ہیں تو وہ اپنے مخالفوں کو میرے روبوٹ ساتھیوں تک نہیں پہنچنے دیں گے اور ہم تو اس لیے بھی نہیں پہنچ سکتے کہ ان سے ہزاروں میل دور ہیں۔"

دیوی نے آواز اور لہجہ بدل کر مجھے مخاطب کیا پھر کہا "میں پارس سے بات کرنا چاہتی ہوں لیکن میری خیال خوانی کی لہروں کو اس کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے۔"

"اس لیے جگہ نہیں مل رہی ہے کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا۔"

"کیا؟" اس کے دل پر ایک گھونسا سا لگا۔ اس کی جو تش وویا کے مطابق ابھی پارس کو زندہ رہنا چاہیے تھا۔ وہ مجھ سے بولی "مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ آپ باپ ہوکر اپنے بیٹے کے بارے میں مذاقاً بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ مرچکا ہے۔"

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ وہ مرچکا ہے۔"

"ابھی آپ نے کہا تھا کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔"

"میں اب بھی یہی کہتا ہوں۔ وہ لکی سیون کے ساتھ سایہ بن کر سولارز کے اندر رہ کر کشش ثقل سے باہر نکل گیا ہے۔ زمین کی کشش سے باہر جانے والے کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔"

"اوہ گاڈ! کیا وہ خلائی زون کی طرف گیا ہے؟"

"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔ لکی سیون اس کی بیوی ہے۔ وہ بیوی کے میکے یعنی اپنی سسرال گیا ہے۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوکر پی پی سیون سے بولی۔ "پارس اور تمارا سایہ بن کر سولارز اور بدی بدی کے ساتھ خلائی زون کی طرف گئے ہیں۔ میں ابھی جاکر ان روبوٹس کو دیکھتی ہوں۔ تم اپنے ساتھیوں کو تمام مخالفین سے بچاکر اپنے پاس لانے کی کوئی تدبیر کرو۔"

وہ ایک امریکی حاکم کے دماغ میں پہنچی۔ اس وقت امریکی فوج کے بے شمار مسلح جوانوں نے ایک بڑے دائرے کی صورت میں ان بے جان روبوٹس کو گھیر لیا تھا۔ فوج کا میجر گرج کر کہہ رہا تھا۔ "خبردار! ان روبوٹس کے قریب کوئی نہ آئے۔ جو آئے گا اسے گولی ماردی جائے گی۔"

یوں بھی ان دونوں روبوٹس کے آس پاس دو سو گز کی دوری تک کوئی نہیں تھا۔ دیوی نے کہا "میجر! نہ جانے کتنے خیال خوانی کرنے والے تمہارے اور روبوٹس کے پاس موجود ہیں۔ انہیں کیسے گولی ماروگے؟"

وہ بولا "ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں جسمانی طور پر حاضر نہیں ہیں۔ وہ ان روبوٹس کو ہاتھ نہیں لگا سکیں گے۔"

"میں تمہارے دماغ پر قبضہ جمارہی ہوں۔ تم ان دونوں روبوٹس کے ریگولیٹر کو ویلیو نمبر تھری پر لاؤ گے۔ وہ دونوں پھر زندہ ہوجائیں گے۔ وہ صرف دو ہیں لیکن تمہارے ہزاروں اور لاکھوں فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتاردیں گے۔"

"نہیں۔ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ خواہ مخواہ تباہی و بربادی اور خون خرابے سے کیا تم ان روبوٹس کو حاصل کرلوگی؟"

"وہ دونوں میرے لیے ضروری ہیں۔ اگر مجھے نہ ملے تو کسی کو نہیں ملیں گے۔ اب میں تم سے جو کہوں گی، وہ تم کروگے۔"

"تم کون ہو؟ اگر فرہاد کی ٹیم سے تمہارا کوئی تعلق ہوتا تو تم میرے تعاون کی محتاج نہیں ہوتیں۔"

"یہ درست ہے۔ میں یہ خفیہ اہم بات جانتی ہوں کہ لکی سیون اور پارس یہاں نہیں ہیں۔ وہ بدستور سائے کی صورت میں سولارز کے ساتھ خلائی زون کی طرف گئے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ راستہ صاف ہے۔"

"ہاں۔ تم ایک روبوٹ کے پاس جاؤ۔ اس کی پشت پر جو ضروری سامان کی کٹ ہے، اس میں ایک ایسا ریموٹ کنٹرولر ہے جس کے ذریعے تم دونوں روبوٹس کو کنٹرول کرسکوگے۔ اسے حاصل کرنے کے بعد ان روبوٹس کے پیچھے جو ریگولیٹر ہے، اسے وویلیو نمبر تھری پر لے آؤ۔ میری ہدایات پر عمل کرتے رہوگے تو وہ دونوں تمہیں اور تمہارے فوجی جوانوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

دیوی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کا تابعدار بن کر تیزی سے چلتا ہوا روبوٹس کے قریب پہنچا۔ وہ جھک کر روبوٹ کی پشت سے بندھی ہوئی کٹ سے ریموٹ کنٹرولر نکالنا چاہتا تھا اسی وقت اس کے منہ پر ٹھوکر پڑی۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے پیچھے جاکر زمین پر گر پڑا۔

تمام فوجی جوانوں نے مستعد ہوکر اپنی گنوں کا رخ دونوں روبوٹس کی طرف کیا لیکن ان کے میجر کے منہ پر ٹھوکر مارنے والا نظر نہیں آیا۔ میجر نے فوراً ہی زمین پر سے اٹھتے ہوئے کہا "تم کہہ رہی تھیں کہ وہ سایہ بننے والا یہاں سے چلا گیا ہے۔"

دیوی نے یہی بات مجھ سے پوچھی۔ میں نے کہا "ٹھوس جسم کو سائے میں تبدیل کرنے والی حیرت انگیز گولیاں صرف پارس اور لکی سیون کے پاس نہیں ہیں، میری ٹیلی پیتھی فیملی کے ہر ممبر کے پاس ہیں۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ میری ٹیم کے کتنے ہی افراد اس وقت سایہ بن کر تمہارے اور روبوٹس کے آس پاس موجود ہیں۔"

"آپ جانتے ہیں، میں پچھلے دنوں ٹوٹ چکی تھی اور گوشہ نشین ہوچکی تھی۔ اب میں اپنی کھوئی ہوئی طاقت اور برتری کو واپس لانا چاہتی ہوں۔ آپ چاہیں تو مجھے یہ سب کچھ مل سکتا ہے۔"

"میں کس لیے چاہوں؟ پھر یہ کہ طاقت اور برتری بھیک مانگنے سے نہیں ملتی۔ میں نے یہاں کے تینوں افواج کے سربراہوں سے کہہ دیا ہے کہ وہ ان دونوں روبوٹس کو اسی طرح مردہ چھوڑ کر یہاں سے چلے جائیں ورنہ یہ ابھی زندہ ہوں گے تو کسی بھی ہتھیار بردار فوجی یا عام شخص کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

اسپیچ پر کھڑے ہوئے فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے مائیک کے سامنے کہا "میں جوانوں کو حکم دیتا ہوں۔ تیزی اور پھرتی دکھاؤ۔ ان روبوٹس کے اٹھنے سے پہلے انہیں ایسے جکڑ لو کہ وہ جوابی حملہ نہ کرسکیں۔"

اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی ثانی اور صفورا نے ان کے ریگولیٹر کے پوائنٹ کو وویلیو نمبر تھری پر کردیا۔ اچانک ہی مردوں کو زندگی مل گئی۔ وہ اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ ایک دم سے اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ فوجی جوانوں نے چاروں طرف سے ان پر فائرنگ شروع کردی۔ بے شمار گولیاں ان کے خاص لباس سے ٹکرا کر زمین پر گر رہی تھیں لیکن جب ان کے ایک ایک بٹن سے ایٹمی شعاعیں نکل کر بیک وقت کئی فوجیوں کو جلا کر کوئلے کے مجسمے بنانے لگیں تو بھگدڑ شروع ہوگئی۔ جب وہ اپنے لباس کے دوسرے بٹن دباتے تھے تو لیزر ریز کی زد میں آنے والوں کے چیتھڑے اڑجاتے تھے۔

صرف پندرہ منٹ میں میدان خالی ہوگیا۔ مسلح فوجی کئی سو گز کے فاصلے پر مختلف پہاڑیوں کے پیچھے چلے گئے۔ ایک بار پھر ان کے بٹن سے لیزر شعاعیں نکلنے لگیں۔ کئی سو گز کے فاصلے کی پہاڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہوکر پتھر اور کنکر بن کر بکھرنے لگیں۔ ان کے پیچھے چھپے ہوئے فوجیوں کے بھی چیتھڑے اڑرہے تھے۔

اگلے دس منٹ میں بالکل ویرانی چھاگئی۔ حدِ نظر تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ ثانی، صفورا، جمیلہ اور ہیرو ان روبوٹس کے پاس موجود تھے لیکن کسی کو نظر نہیں آرہے تھے۔ کئی میل دور سے بڑی طاقتور دوربین کے ذریعے فوجی افسران نے دیکھا۔ وہ دونوں روبوٹس پھر مردہ ہوکر زمین پر گر پڑے تھے۔

ایک افسر نے کہا "وہ دوبارہ مردہ ہوگئے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا "صاف ظاہر ہے کہ فرہاد اور اس کے ساتھی سایہ بن کر وہاں موجود ہیں۔"

افسر نے موبائل فون کے ذریعے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کیا اور حکم دیا کہ فوراً وہاں میزائل بردار ہیلی کاپٹروں کا فوجی دستہ روانہ کیا جائے۔ انہیں یقین تھا کہ ایک ہی میزائل سے دونوں روبوٹس کے چیتھڑے اڑجائیں گے۔

وہ اپنے طور پر نئے حملے کی پلاننگ کررہے تھے۔ ایک افسر نے دوربین سے دیکھتے ہوئے دوسرے افسر سے کہا "وہ دیکھو دونوں روبوٹس کے پیروں سے جوتے اتارے جارہے ہیں۔"

کتنے ہی افسران اپنی اپنی دوربین سے دیکھنے لگے۔ جوتے اتارنے والے نظر نہیں آرہے تھے لیکن اسپورٹس شوز کا ایک جوڑا اور دو مردانہ جوتے زمین پر دکھائی دیے۔ ثانی اپنے اسپورٹس شوز اور ہیرو اپنے جوتے اتار کر دونوں روبوٹس کے جوتے پہن رہے تھے اور پہننے کے لمحات میں دونوں سائے کے پیروں کے وہ جوتے بھی سایہ بن کر دوربین کی آنکھوں سے غائب ہوتے جارہے تھے۔

ان دونوں روبوٹس کی پشت پر ضروری سامان رکھنے کی کٹ بندھی ہوئی تھی۔ صفورا اور جمیلہ وہ تمام اہم سامان نکال کر اپنے اپنے شانے سے لٹکے ہوئے بیگ میں رکھ رہی تھیں۔

دیوی ایک میجر کے ذریعے وہاں کے حالات معلوم کررہی تھی اور اپنے تابعدار روبوٹ پی پی سیون کو بتاتی جارہی تھی کہ فرہاد کی ٹیم سے تعلق رکھنے والے سایہ بن کر دونوں روبوٹس کو ان کے فلائنگ شوز اور ان کے دیگر اہم سامان سے محروم کرتے جارہے

ہیں۔

پی پی سیون نے کہا "ان کے پاس سایہ بن جانے والا زبردست حربہ ہے اور اس حربے کا توڑ کسی مخالف کے پاس نہیں ہے۔ ابھی میری زندگی ہے اسی لیے آپ کے ساتھ زیرِ زمین ہوں۔ اگر ان کے مقابلے پر جاتا تو وہ مجھے بھی میرے تمام دفاعی سامان سے محروم کردیتے۔"

دیوی نے سوچا "سایہ بن کر اتنا زبردست کارنامہ انجام دینے والے ثانی اور علی ہوسکتے ہیں۔ میں انہیں گفتگو میں الجھا کر یہ معلوم کرسکتی ہوں کہ دونوں روبوٹس کے ساتھ کیا سلوک کیا جارہا ہے۔"

اس نے لہجہ بدل کر خیال خوانی کے ذریعے علی کو مخاطب کیا۔ علی نے کہا "پاپا نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہدایت کی ہے کہ ہم آئندہ ایک گھنٹے تک ایک دوسرے سے بھی گفتگو نہ کریں۔ میں یہ بھی نہیں پوچھوں گا کہ تم کون ہو' اب جاؤ۔"

علی نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی پھر اس نے ثانی کو مخاطب کیا۔ اس نے کچھ کہے سنے بغیر ہی سانس روک لی۔ دیوی مجبور ہوکر پھر میجر کے اندر آگئی۔ وہاں میزائل بردار ٹینکوں کا ایک فوجی دستہ آگیا تھا۔ بڑی فوج کا کمانڈر حکم دے رہا تھا کہ پہلے صرف دو عدد ٹینک ان روبوٹس کے قریب جائیں۔ ان کے ساتھ ایک کرین ہوگی جو دونوں روبوٹس کے بے جان جسموں کو اٹھا کر لائے گی۔

کرین کے آہنی ڈھانچے کے اندر ایکسرے مشین تھی جو چھپی ہوئی چیزوں کو ایک اسکرین پر دکھاتی تھی۔ ایسی مشینیں کسٹم کے شعبوں میں ہوا کرتی ہیں تاکہ اسمگل کیا جانے والا سامان چھپا کر نہ لایا جاسکے۔ ان کا خیال تھا کہ روبوٹس کے پاس سایہ بن کر چھپنے والے بھی اس ایکسرے مشین کے ذریعے اسکرین پر نظر آئیں گے۔

وہ دونوں ٹینک ایک کرین کے ساتھ کھلے میدان میں اس سمت جانے لگے جہاں وہ روبوٹس مردہ پڑے ہوئے تھے۔ تمام فوجی جوان اور افسران اس میدان سے بہت دور مختلف محفوظ مقامات پر تھے۔ انہیں یقین تھا کہ کرین کے ذریعے دونوں روبوٹس کو اٹھا کر لایا جاسکے گا۔

ایسے ہی وقت ایک افسر نے دوربین سے دیکھتے ہوئے اپنے اعلیٰ افسر سے کہا "سر! ان دونوں روبوٹس کے جسم پر وہ خاص لباس نہیں ہے' جو ایٹمی ہتھیاروں کا کام کرتے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کمانڈر سے کہا "سر! دونوں روبوٹس کا لباس غائب ہے۔"

کمانڈر نے تعجب سے کہا "واقعی ان کے جسم ہمیں پہلے کیوں نہیں دکھائی دیے؟"

میجر نے دیوی کی مرضی کے مطابق کہا "فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں تمام بڑے افسران کے اندر موجود ہیں۔ وہ جب چاہتے ہیں افسران کو غائب دماغ کردیتے ہیں۔ اب ان کے بے لباس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک زوردار دھماکا ہوا۔ ان روبوٹس کے قریب آنے والے ایک ٹینک کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے پھر ایک ایٹمی شعاع نظر آئی۔ دوسرا ٹینک بھی ایک دھماکے سے اڑ گیا۔ تمام فوجی جوانوں اور افسران نے دوبارا ایٹمی شعاعوں کو دیکھا تھا لیکن جن لباسوں سے وہ شعاعیں نکل رہی تھیں' وہ نظر نہیں آرہے تھے۔

ایک روبوٹ کا لباس ثانی نے اور دوسرے روبوٹ کا لباس ہیرو نے پہنا تھا۔ ہیرو نے پھر ایک بار لباس کے ایک بٹن کو گھمایا۔ دوربین سے دیکھنے والوں کو صرف روشن چاندی کی ایک پتلی سی کرن نظر آئی پھر اس کرین کے بھی بے شمار ٹکڑے فضا میں بکھر گئے۔

اب امریکی حکام اور فوج کے تمام اعلیٰ افسران کو تسلیم کرنا پڑا کہ روبوٹس کو حاصل کرنا تو دور کی بات ہے وہ اپنی کسی حکمتِ عملی کے ذریعے ان کے قریب بھی نہیں پہنچ سکیں گے اور نہ ہی سایہ بن جانے والوں کا کچھ بگاڑ سکیں گے۔

وہ بڑی بے بسی سے دوربین کے ذریعے دیکھ رہے تھے۔ دونوں روبوٹس کے پچھلے فولادی حصے کو کھول دیا گیا تھا۔ ان کی کھوپڑی کے پچھلے حصے کو بھی کھول کر جیلے ان کے مصنوعی دماغ نکال رہی تھی۔ جن بیلٹوں سے انہیں زندگی ملتی تھی' صفورا نے ان بیلٹوں کو ان کے اندر سے نکال کر ایک جگہ زمین پر رکھ دیا۔ جیلے بھی مصنوعی دماغوں کو ان بیلٹوں کے پاس رکھ کر ذرا دور چلی گئی۔ ہیرو نے اپنے لباس کے ایک بٹن کو گھمایا تو چشمِ زدن میں وہ دونوں دماغ اور بیلٹیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں۔

میر نے بڑی فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا "تماشا ختم ہوچکا ہے۔ میرے فیملی ممبرز واپس جارہے ہیں۔ تمہارے ملک کے سائنس دان دونوں روبوٹس کے ڈھانچے اپنی تجربہ گاہوں میں لے جاسکتے ہیں۔"

"مسٹر فرہاد! ہماری تمہاری آپس میں مخالفت تھی لیکن تم لوگوں نے مصنوعی دماغوں اور بیلٹوں کو تباہ کرکے خلائی سائنس دانوں کے مقابلے میں اپنی دنیا کی سائنسی ترقی کو آگے بڑھنے سے روک دیا ہے۔"

"ہم اپنے بزرگ جناب علی اسداللہ تمیزی کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ تمیزی صاحب نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہمیں قدرتی طور پر ایک مقررہ عمر تک زندگی دیتا ہے تو ہم بیٹریوں کے ذریعے مصنوعی روبوٹس یا انسان کیوں پیدا کریں۔ خالقِ حقیقی خدا ہے۔ ہمیں خدا بننے کی کافرانہ کوشش نہیں کرنی چاہیے۔"

پھر میں نے ایک ذرا توقف سے کہا "وہ مصنوعی دماغ کتنا ناپائیدار ہوتا ہے۔ ریموٹ کنٹرولر کا ایک بٹن دبانے سے ساکت

مجسمے کی طرح ایک جگہ ٹھہر جاتا ہے پھر ایک ذرا حرکت نہیں کرسکتا۔ کوئی ترکیب سوچ نہیں سکتا۔ جس کے ہاتھ میں اس کا ریموٹ کنٹرولر ہے' وہی اس کا فرعونی خدا بن جاتا ہے۔"

"تم لوگ بہت ہی انتہا پسند مسلمان ہو اور جب ایسے ہی انتہا پسند ہو تو تمہارے ساتھی فلائنگ شوز اور ایٹمی ہتھیاروں والا لباس کیوں لے گئے ہیں۔ انہیں بھی تباہ کرنا چاہیے تھا۔"

"اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات ہمارے لیے بنائی ہے۔ ہمیں اس کا مشاہدہ کرنا چاہیے۔ وہ فلائنگ شوز ہمیں کششِ ثقل سے باہر کائنات کا مشاہدہ کرائیں گے۔ ہم ان فلائنگ شوز کی اچھی طرح اسٹڈی کرکے کئی درجن فلائنگ شوز بنا سکیں گے۔"

اعلیٰ افسر کا دل ڈوب رہا تھا۔ ہم پہلے ہی ٹیلی پیتھی کے میدان میں تمام مخالفین سے سبقت لے جاتے رہے تھے۔ اب فلائنگ شوز اور ایٹمی ہتھیاروں سے لیس رہنے والا غیر معمولی لباس ہمارے ہاتھ لگ گیا تھا۔

میں نے کہا "بابا صاحب کے ادارے نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہم نے خلائی زون سے آنے والے روبوٹس ... کے حملوں کا توڑ کرلیا ہے اور اب پوری دنیا دیکھ رہی ہے۔ ہم نے جو کہا' وہ کر دکھایا۔ فلائنگ شوز اور ایٹمی لباس کے بارے میں ابھی میں جو کہہ رہا ہوں انہیں بھی دیکھو گے کہ میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے پیروں میں وہ غیر معمولی جوتے اور جسم پر ایٹمی لباس ہوا کریں گے' سوسوری فار یور بیڈ لک۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ امریکی حکام اور فوجی افسران کی توقع کے خلاف ایسے ایسے واقعات رونما ہوتے رہے تھے پھر ان کی تمام کوششیں یوں ناکام ہوتی رہی تھیں کہ وہ اپنے قریب رہنے والی ایک خلائی ہستی کو بھول گئے تھے۔

اور وہ ہستی تھی روشنا۔ وہ بدی بدی کی بہت عزیز سہیلی تھی۔ سولارز کی آمد کے وقت امریکی حکومت نے انہیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا تھا۔ اسے اور بدی بدی کو اعلیٰ افسران کے ساتھ اسپیچ پر بٹھایا تھا۔

لیکن جب سولارز اپنی شکست کو سمجھ کر فرار ہوتے وقت بیٹی کو ساتھ لے گیا تو روشنا نے سمجھ لیا کہ اس پر برا وقت آنے والا ہے۔ وہ ایسا وقت تھا کہ سب کی توجہ مردہ روبوٹس اور فرار ہونے والے سولارز پر تھی۔ یہ موقع روشنا کے لیے غنیمت تھا۔ وہ چپ چاپ اس مجمع سے کھسک گئی۔

الپا نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ اس نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت رابرٹ کلون کو خیال خوانی کے ذریعے اس میدان میں رہنے کے لیے کہا تھا جہاں سولارز آیا تھا اور اس نے خود روشنا پر نظر رکھی تھی۔

ایک بار عارضی طور پر بدی بدی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے کے بعد اس نے اس کے خیالات پڑھے تھے اور یہ معلوم کیا تھا کہ اس کے پاس ایک خاص قسم کا بیگ ہے جسے صرف وہ کھول سکتی ہے' اس نے روشنا کو بھی اس بیگ کا راز بتایا تھا۔ اس کے اندر چند الیکٹرونک آلات' وہ خاص فلائنگ شوز اور ایٹمی لباس تھا جو ان کے روبوٹس استعمال کرتے تھے۔

الپا اس بیگ کو بہت پہلے حاصل کرسکتی تھی لیکن اسے پتا چلا کہ خلائی مخلوق کے دماغوں پر تنویمی عمل کا اثر زیادہ دیر نہیں رہتا پھر یہ کہ سابقہ سپر ماسٹر اے لالاس اور اسنیل بروکس کے دماغوں میں ثانی اور پارس آتے رہتے ہیں۔ ان حالات میں وہ بدی بدی سے ٹکرا کر ثانی اور پارس کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اب الپا کو موقع مل رہا تھا۔

اس نے اپنے چار یہودی جاسوسوں کو حکم دیا کہ وہ مختلف گاڑیوں اور مختلف طریقوں سے روشنا کا تعاقب کریں۔ ایسے وقت جبکہ ساری دنیا سولارز اور روبوٹس کی طرف متوجہ تھی' الپا اپنے ماتحتوں کے ذریعے اس کا میچ میں پہنچ گئی جہاں روشنا پچھلے دن بدی بدی کے ساتھ تھی۔ وہاں بدی بدی کا وہ خاص بیگ موجود تھا۔ الپا کے ماتحتوں نے کاہج میں گھس کر روشنا کو گن پوائنٹ پر رکھا پھر ایک نے اس بیگ کو اٹھا کر کہا "ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔ تمہیں یہ خوش خبری سنانے کے لیے آئے ہیں کہ تمہارا بھائی دستورا اسرائیل کے ایک شہر تل ابیب میں ہے۔ تم ہمارے ساتھ چلو اور اپنے بھائی سے ملاقات کرو۔"

وہ بولی "تم نے آتے ہی مجھے گن پوائنٹ پر رکھا' پھر میری سہیلی کا وہ بیگ اٹھالیا' میں کیسے یقین کروں کہ جہاں تم کہہ رہے ہو' وہاں میرا بھائی موجود ہے۔ صاف کہہ دو کہ مجھے وہاں لے جاکر قید کرنا چاہتے ہو۔"

ایک نے ہنستے ہوئے کہا "جب ہم تمہیں گن پوائنٹ پر لے جاسکتے ہیں تو بھائی کا حوالہ دینا نادانی ہے۔ وہ تو ہم نے خوش خبری سنائی تھی۔ تم کیسی بہن ہو کہ بھائی سے ملانے پر ہمارا شکریہ ادا نہیں کررہی ہو۔"

دوسرے نے کہا "ہمارا ساتھی وہ بیگ لے جاچکا ہے۔"

روشنا نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا' پھر کہا "اگر وہ اسے کھولے گا تو مرجائے گا۔ بیگ کو کوئی کھول نہیں سکتا۔ وہ ایک خاص طریقے سے کھولا جاتا ہے۔ اگر اسے جبراً کھولا جائے گا یا اسے توڑا جائے گا تو اچانک دھماکا ہوگا۔ اس کے ساتھ اس کھولنے والے کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

"یاد ہے' ایک بار تم پر اور بدی بدی پر کسی نے تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ عمل ناپائیدار تھا لیکن اس نے تم دونوں کے دماغوں میں زلزلہ پیدا کیا تھا اور بدی بدی کے چور خیالات سے اس بیگ کے تمام راز معلوم کرلیے تھے۔ ایسا کرنے والی ہماری ایک میڈم ہیں۔ وہ بیگ ہماری میڈم کے پاس جارہا ہے۔ تم صرف اپنی بات کرو۔"

تیسرے نے کہا "ہاں صرف اپنی بات کرو۔ اپنے بھائی سے

ملنے چلو گی تو ٹھیک ہے ورنہ ہم تمہیں ہاتھ لگائے بغیر یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"ہمارے جانے کے بعد تم محفوظ نہیں رہو گی۔ اس ملک کے تمام جاسوس تمہاری بُو سونگھتے پھریں گے پھر تمہیں گرفتار کر کے تمہاری دماغی ساخت اور اس کی کارکردگی معلوم کرنے کے لیے اپنی کسی بڑی لیبی تجربہ گاہ میں لے جائیں گے۔"

وہ بولی "اگر تم لوگ میرا پیچھا چھوڑ دو تو میں عارضی میک اپ کے ذریعے اپنا چہرہ بدل لوں گی۔ یہاں کوئی مجھے پہچان نہیں سکے گا۔"

الپا نے اپنے ایک جاسوس سے کہا "اسے چھوڑ دو۔ اس نے اپنے طور پر ایک منصوبہ بنایا ہے۔ یہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہوگی تو ہم عین کامیابی کے وقت اس کے سر پر پہنچ جائیں گے۔ دور ہی دور سے اس کی نگرانی کرتے رہو۔"

ایک یہودی جاسوس پہلے ہی بیگ لے چکا تھا۔ باقی تین جاسوس بھی اسے "دش یو گڈ لک" کہہ کر چلے گئے۔ ان کے اس طرح چلے جانے سے روشنا کو حیرانی نہیں ہوئی کیونکہ وہ اصل چیز بیگ لے گئے تھے اور اسے بیکار عورت سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔

روشنا کو بیگ کے ہاتھ سے نکل جانے کا بہت افسوس تھا۔ بدی بدی نے اس سے کہا تھا۔ جب ان پر کوئی بڑی مصیبت آئے گی تو وہ اپنی لباس پہن کر وشنوں کو نابود کرے گی اور اگر کسی وجہ سے خلائی زون واپس جانا ضروری ہوگا تو وہ فلائنگ شوز پہن کر روشنا کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گی۔

بدی بدی تو جا چکی تھی۔ روشنا کے لیے وہ بیگ بہت بڑا اور آخری سہارا تھا۔ اب وہ بالکل ہی بے یار و مددگار تھی لیکن اس جیسی چالاک عورت کے لیے یار اور مددگار بنانا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

وہ جانتی تھی کہ خلائی زون سے آنے والے سولارز اور ردبوٹس کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے تمام دوست اور دشمن واشنگٹن آئیں گے' ان میں سابقہ سپر ماسٹر اے لالاس اور اس کا ساتھی اسٹیل بروکس بھی ہوگا۔ وہ آواز اور چہرے تبدیل کر چکے تھے' انہیں پہچان لیے جانے کا اندیشہ نہیں تھا۔

ان کا سراغ صرف روشنا لگا سکتی تھی۔ بدی بدی نے تنویمی عمل کے ذریعے اے لالاس اور اسٹیل بروکس کے سر کے ایک حصے میں ایک ایک پن پوسٹ کی تھی۔ وہ پن انڈیکیٹر کا کام کرتی تھی۔ اگر قطب نما آلے کی قسم کے ایک آلے سے دیکھا جاتا تو وہ آلہ بتا سکتا تھا کہ وہ دونوں پنیں کس سمت میں ہیں۔ وہ دونوں پچاس میل کی حدود میں جہاں بھی ہوتے' روشنا سے چھپ کر نہیں رہ سکتے تھے۔

روشنا اپنا پرس لے کر چھت پر گئی۔ اس نے اپنے پرس میں سے ایک قطب نما آلہ نکالا۔ اس آلے کا کانٹا جنوب کی طرف آ کر رک گیا۔ یعنی وہ واشنگٹن کے جنوبی حصے میں تھے۔ اب روشنا میں بیٹھ کر جنوب کی سمت جاتی تو قطب نما کا کانٹا اپنی جگہ بدل بدل گائیڈ کرتا رہتا کہ اسے کس راستے اور کس گلی کے مکان تک شہریوں کی طرح وہاں ہونے والا تماشا دیکھتے رہے تھے۔

اگرچہ ہمارے جوابی حملوں کے باعث سولارز بھاگ گیا تھا اور الپا کے جاسوس دور چھپے ہوئے تھے اور روشنا کو دیکھ ردبوٹس ... محض کھوکھلے ڈھانچے بن گئے تھے اور امریکا ایک تھے۔ وہ چھت سے اتر کر کمرے میں آئی پھر آئینے کے سامنے بہت بڑی تباہی سے محفوظ رہا تھا' اس کے باوجود رمی ریز اور ٹیری اپ کے ذریعے اپنا چہرہ تبدیل کرنے لگی۔ ٹیلر کو بہت افسوس ہو رہا تھا کہ ردبوٹس ... کی اہم چیزیں میرے

خلا سے آنے والوں کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے سب ہی ساتھی نکال کر لے گئے ہیں۔

چین تھے۔ اور سب ہی جانتے تھے کہ میں یا میرے ساتھی ضرور ان دونوں نے بھی واشنگٹن میں قیام کیا۔ یہ بات بھی ان کے گل کھلائیں گے پھر امریکی فوجی افسران کی حکمت عملی سے بھی ذہن میں تھی کہ سپر ماسٹر اے لالاس اور اسٹیل بروکس اس خلائی تھی کہ وہ خلا سے آنے والے سولارز اور ردبوٹس... کو کسی مخلوق کو دیکھنے اور سمجھنے ضرور آئیں گے۔ اگر وہ کسی طرح پہچان لیے جائیں گے تو انہیں زخمی کر کے ان کا برین واش کر کے انہیں ٹرپ کریں گے۔

بہت کچھ دیکھنے سمجھنے کے لیے وہاں خیال خوانی کے ذریعہ پھر سے امریکا کا وفادار بنا دیں گے۔

دیوی موجود رہی تھی۔ پربھارانی اور مائیک ہرارے بھی تھے۔ گویا صرف روشنا ہی نہیں' رمی ریز اور ٹیری ٹیلر بھی انہیں

اپنے منصوبے کے مطابق کام کر رہی تھی لیکن وہاں جسمانی طور تلاش کر رہے تھے۔ اے لالاس اور اسٹیل بروکس اس اعتماد کے پارس' لکی سیون' ٹانی' صفورا' جمیلہ اور ہیرو تھے۔ ان کے علاوہ واشنگٹن آئے تھے کہ انہیں کوئی پہچان نہیں سکے گا۔ وہاں پاشا بھی موجود رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ میرے ساتھی دوا آنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ ان اطراف میں ٹانی کی موجودگی کا ردبوٹس... کی اہم چیزیں نکال کر لے گئے ہیں تو وہ واشنگٹن شہر یقین کرنا چاہتے تھے۔ انہیں اس بات کا علم تھا کہ ٹانی نے انہیں واپس آگیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ان تمام سایہ بننے والوں نے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ اس نے ان معمولی گولیاں استعمال کی ہیں' ان کا اثر کب تک رہے گا؟ وہ کہ تابعداروں سے اب تک کوئی خاص کام نہیں لیا تھا۔ اور یہ تو سب جسمانی طور پر ظاہر ہوں گے؟ اور جب ظاہر ہوں گے تو ان کے ہی جانتے تھے کہ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے زیادہ عرصے تک کسی کو تابعدار نہ کر سکیں رکھتے ہیں۔ جو بھی مخالف خیال خوانی دونوں ردبوٹس... کے فلائنگ شوز اور ایٹمی لباس ہوں گے کرنے والا گرفت میں آتا ہے' اسے کچھ عرصے کے بعد آزاد نہیں وہ کس طرح ان چیزوں کو چھپا کر امریکا سے باہر بابا صاحب کر دیتے ہیں۔ ادارے میں لے جائیں گے۔

اے لالاس اور اسٹیل بروکس انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ پتا اتفاق سے پاشا اسی فوجی افسر کے دماغ میں تھا جس نہیں ٹانی کب انہیں تنویمی عمل سے آزاد کرتی۔ انہوں نے سوچا' موجود تھا اور میں نے کہا تھا کہ آئندہ ہم ایسے درجنوں فلائنگ سولارز اور ردبوٹس کی آمد پر ٹانی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مصروف اور ایٹمی لباس تیار کریں گے۔ پاشا کی خواہش تھی کہ اسے رہے گی۔ ایسے وقت اے لالاس اپنے ساتھی پر تنویمی عمل کر کے جو ڈا فلائنگ شوز اور ایٹمی لباس مل جائے۔ وہ خلائی زون کی اس کا برین واش کرے گا۔ اسی طرح اسٹیل بروکس اپنے ساتھی جانا چاہتا تھا لیکن مجھ سے یا میرے کسی ساتھی سے ٹکرانا اے لالاس پر عمل کر کے اس کا برین واش کرے گا۔ اور اس کے چاہتا تھا۔ دماغ سے ٹانی کے تنویمی عمل کو مٹا دے گا۔

پاگل خانے میں رہ کر اس نے سنجیدگی سے آئندہ انہوں نے سولارز کی آمد پر پارس اور لکی سیون کو وہاں دیکھا گزارنے کے لیے جتنے فیصلے کیے تھے' ان میں ایک فیصلہ یہ پھر ٹانی کی موجودگی کا بھی اندازہ کیا۔ اس کے بعد ہوٹل کے کمرے کہ وہ مجھ سے اور بابا صاحب کے ادارے کے کسی فرد سے میں چلے آئے۔ جب تک ٹانی وہاں مصروف رہی' تب تک ایک ٹکرائے گا۔ البتہ اتفاق سے اس کی مطلوبہ چیزیں آسانی سے نے دوسرے پر تنویمی عمل کر کے اسے ٹانی کے عمل سے آزاد کیا جائیں گی اور میرے کسی ساتھی سے دشمنی مول لینے کی ضرو اور ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سونے دیا۔

پیش نہیں آئے گی تو وہ ایسے لکی چانس سے ضرور فائدہ اٹھائے ان کا اندازہ درست تھا۔ ٹانی وہاں سولارز کے فرار ہونے پچھلے باب میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ امریکی حکومت کے بعد بھی مصروف تھی۔ ایک گھنٹے بعد اے لالاس تنویمی نیند سے امریکی قوم سے محبت رکھنے والے رمی ریز اور ٹیری ٹیلر بڑی بیدار ہوا پھر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر اس نے اسٹیل بروکس پر وفاداری سے ایک جزیرے میں ٹرانسفارمر مشین بنا رہے ہیں۔ عمل کر کے اسے ٹانی کے تنویمی عمل سے نجات دلا دی۔

سولارز اور ردبوٹس کی آمد پر اس میدان میں آئے تھے اور اس سے پہلے وہ ایسا کرتے تو شاید ناکام رہتے کیونکہ ٹانی کے علاوہ لکی سیون اور پارس وغیرہ بھی ان کے دماغوں میں وقتاً فوقتاً آتے رہتے تھے۔

اسٹیل بروکس ایک گھنٹے تک تنویمی نیند لینے کے بعد بیدار ہو گیا۔ اے لالاس نے کہا "اب سے دو گھنٹے پہلے تک ٹانی کو یہ علم ہو گا کہ ہم دونوں اس ہوٹل میں ہیں فوراً یہاں سے چلو۔"

انہوں نے وہ فائیو اسٹار ہوٹل چھوڑ دیا اور ایک عام سے رہائشی ہوٹل میں آ گئے۔ اسٹیل بروکس نے کہا "ہم اب کسی کے تابعدار نہیں رہے پھر بھی تصدیق کرنا چاہیے کہ ہم نے ایک دوسرے پر کامیابی سے تنویمی عمل کیا ہے یا نہیں؟ ہماری کسی غلطی کے نتیجے میں ٹانی دوبارہ ہم پر مسلط ہو جائے گی۔"

اے لالاس نے ایک امریکی فوجی افسر کے اندر پہنچ کر معلوم کیا تو پتا چلا' ادھر میدان میں دونوں ردبوٹس ... مردہ پڑے ہیں۔ فوجی جوانوں نے ایک بار ان کے قریب جانا چاہا تھا لیکن وہ مردے زندہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایٹمی ہتھیاروں سے حملے کیے تھے پھر فوجیوں کو فنا کر کے اور پسپا کر کے پھر سے مردے کی طرح زمین پر اوندھے منہ گر پڑے تھے۔

اسٹیل بروکس بھی دوسرے اعلیٰ فوجی افسر کے اندر تھا۔ اس افسر کو دیوی نے بتایا تھا کہ لکی سیون اور پارس سایہ بننے کے بعد سولارز اور بدی بدی کے اندر رہ کر خلائی زون کی طرف چلے گئے ہیں۔

اب ان مردہ ردبوٹس ... کے اطراف جو سائے تھے' ان میں ٹانی ہو سکتی تھی۔ اسٹیل بروکس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر لہجہ بدل کر ٹانی کو مخاطب کرنا چاہا لیکن اس نے سانس روک لی۔ اے لالاس نے بھی اسی طرح کوشش کی لیکن وہ بھی ٹانی کے اندر نہ پہنچ سکا۔

اس نے کہا "وہ ان مردہ ردبوٹس ... کے پاس ہے اور ضرور کسی اہم کام میں مصروف ہے۔ یہ لوگ بڑے بڑے خطرات مول لے رہے ہیں۔ پتا نہیں کیسی دلیری سے پارس خلائی زون کی طرف چلا گیا ہے۔ کیا عقل تسلیم کرتی ہے کہ وہ واپس آ سکے گا؟"

"واپس نہ آئے تو اچھا ہے' ہمارے اندر تمام آنے والے فنا ہو جائیں اور ٹانی بھی خلا میں چلی جائے تو بہتر ہے۔"

"ہمارے چاہنے سے ایسا نہیں ہو گا۔ ٹانی اسی زمین پر ہے۔ ہمیں یہ تصدیق کرنا ہے کہ ہم ایک دوسرے پر تنویمی عمل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں یا نہیں؟ پارس بھی ہمارے دماغوں میں آتا رہا ہے۔ تم پارس کی آواز اور لہجہ اختیار کر کے میرے دماغ میں آؤ۔ ابھی ہماری کامیابی اور ناکامی کا پتا چل جائے گا۔"

اسٹیل بروکس نے اپنی یادداشت سے پارس کی آواز اور لہجے کو دہرایا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اے لالاس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی پھر خوش ہو کر کہا "میرے دوست! ہم کامیاب رہے ہیں۔ ٹانی کے تنویمی عمل سے آزاد ہو چکے ہیں۔"

وہ دونوں خوشی سے لپٹ گئے۔ ریکارڈر آن کرکے ڈانس کرنے لگے۔ آزادی بہت بڑی نعمت ہے۔ انہیں یہ نعمت حاصل ہوگئی تھی۔ اسٹیل بروکس نے کہا "ہاہاہا۔ آج تو جی چاہتا ہے' بغل میں حسینہ ہو اور ہاتھ میں شراب کا جام۔ خوشی کو خوشی کی طرح نہ منایا جائے تو پھر خوشی کا مزہ نہیں آتا۔"

"یار بروکس! شباب اور شراب کا نام نہ لو۔ خوشی میں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ان ہی دو چیزوں نے ہمیں ذلت دی تھی۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ ایک رات تم نشے میں اپنے آپ کو بھول گئے تھے پھر دوسری صبح ثانی کے تابعدار بن گئے تھے۔ مجھے بدی بدی نے خوب پلائی تھی۔ اس نے مجھ پر کوئی عمل نہیں کیا لیکن ایسے موقع سے ثانی نے فائدہ اٹھالیا تھا۔ کیا تم پھر ایسی کوئی غلطی کرنا چاہتے ہو؟"

وہ شکست خوردہ انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ کر بولا۔ "درست کہتے ہو' لیکن زندگی کی خوب صورت نعمتوں سے محروم ہونا ایسا ہی ہے جیسے ہم بیمار ہوں۔ ڈاکٹر نے ہمیں زندہ رہنے کے لیے مشورہ دیا ہو کہ لذیذ اور مرغن کھانے نہ کھاؤ' صرف دواؤں پر گزارہ کرو۔"

"شکر کرو۔ ہم پر تمام پابندیاں نہیں ہیں۔ شراب اور شباب کی پابندی ہم خود اپنی بھلائی کے لیے عائد کررہے ہیں۔"

"میں تمہاری بات تسلیم کرتا ہوں۔ اب ہمیں ایسی کوئی حرکت نہیں کرنا چاہیے جو ہمیں پھر کسی کا غلام بنادے مگر دوست! اگر ہم خود کو ایک کمرے میں بند کرلیں اور قسم کھالیں کہ صبح تک باہر نہیں جائیں گے اور باہر سے کسی کو اندر نہیں آنے دیں گے تو پھر کسی اندیشے کے بغیر بند کمرے میں خوب پی سکتے ہیں اور عیش بھی کرسکتے ہیں۔"

"میں تمہاری طرح مسرتوں میں اندھا نہیں ہونا چاہتا۔ ایک تو تم کہتے ہو' باہر سے کسی کو اندر نہیں آنے دوگے مگر وہ جو شراب کے ساتھ دو حسینائیں آئیں گی' کیا ان کے دماغوں میں کوئی مخالف گھس کر نہیں آئے گا؟"

"یار! تم ساری خوشیاں اور جذبات ٹھنڈے کردیتے ہو۔ یہ تو میں بھی کہتا ہوں کہ اب ہم کسی کے غلام نہیں بنیں گے مگر ذرا خوش ہونے کے لیے خواب دیکھ لینے دو۔"

اے لالا اس کے شانے پر ہاتھ مار کر ہنسنے لگا لیکن اس نے دل میں کہا "میں تمہاری ہوس پرستی کو خوب سمجھتا ہوں۔ تم شراب اور شباب سے کبھی باز نہیں آؤگے۔ آج نہیں تو کل ضرور پچھلی غلطی کو دہراؤ گے۔ میری بہتری اسی میں ہے کہ میں تمہیں بتائے بغیر چپ چاپ تم سے دور ہوجاؤں۔"

اس نے گھڑی دیکھ کر کہا "تو بجنے والے ہیں۔ اس میدان میں روبوٹس ... مردہ پڑے ہیں۔ پتا نہیں وہاں کیا کیا ہونے والا ہے۔ ہمیں اس میدان میں چل کر دیکھنا چاہیے۔"

اسٹیل بروکس نے کہا "جب ہم خیال خوانی کے ذریعے سے سب کچھ معلوم کرسکتے ہیں تو پھر باہر جانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں تازہ ہوا میں سانس لینا چاہتا ہوں۔ تم آرام کرو' خوشیاں مناؤ مگر خبردار! شراب کو ہاتھ نہ لگانا۔"

وہ اسے ہوٹل کے کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا لیکن میدان کی طرف نہیں گیا۔ رینٹڈ کار میں بیٹھ کر تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا واشنگٹن شہر سے دور ہوتا چلا گیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیے کہ وہ اپنی لاعلمی میں روشنا سے پچاس میل سے زیادہ دور چلا گیا۔ قطب نما کا کانٹا اس سمت میں تھا' جہاں اسٹیل بروکس پایا جاسکتا تھا۔

روشنا اپنی کار ڈرائیو کرتے کرتے کہیں رک جاتی تھی کیونکہ کانٹا کبھی کبھی سرک جاتا تھا۔ اپنی جگہ بدل کر اس کی راہنمائی کرتا تھا کہ اب اسے کس سمت جانا چاہیے۔ وہ اس آلے کی رہنمائی کے مطابق جارہی تھی۔ اچانک ہی اس کی گاڑی رک گئی۔

اس نے خود نہیں روکی تھی۔ بریک پر پاؤں نہیں رکھا تھا۔ گاڑی تیسرے گیئر پر تھی۔ اسے اپنی رفتار کے مطابق تیزی سے آگے جانا چاہیے تھا لیکن وہ خود بخود رک گئی تھی۔

پھر اس نے محسوس کیا کہ گاڑی کا پچھلا حصہ ذرا اٹھ گیا۔ اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ پیچھے کچھ نظر نہیں آیا۔ اس نے عقب نما آئینے کے زاویے کو بدل بدل کر دیکھا۔ یونہی ایک سایہ سا آیا تھا کہ کسی کرین نے یا کسی کار لفٹر نے گاڑی کو پیچھے سے اٹھایا ہے لیکن تیسرے گیئر پر چلنے والی گاڑی کو اس طرح نہیں اٹھایا جاسکتا تھا۔

اب یہ اندیشہ تھا کہ وہ فوراً گاڑی سے نہیں نکلے گی تو گاڑی کے ساتھ الٹ جائے گی۔ اس نے کار کے انجن کو بند کیا' دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگادی۔

گاڑی کے پچھلے دو پہیے پھر زمین پر آگئے۔ روشنا نے دیکھا گاڑی کے پیچھے سے ایک قد آور پہاڑ جیسا باڈی بلڈر سا نکلا۔ وہ جوان نہیں تھا اور بوڑھا بھی نہیں تھا۔ جوانی اور بڑھاپے کے سنگم پر تھا۔ اس میں ایسی مردانہ کشش تھی کہ روشنا اسے دیکھتی رہ گئی' کچھ کہنا بھول گئی۔

خود اس نے کہا "ڈرائیونگ کے وقت تمہاری نظریں دوسری طرف تھیں۔ تم نے اس سامنے والے بورڈ کو نہیں دیکھا۔"

روشنا نے دیکھا' سامنے بورڈ پر "اسٹاپ" لکھا ہوا تھا۔ سڑک ٹوٹی ہوئی تھی۔ دراصل وہ اس آلے کو دیکھ رہی تھی جو کانٹا ذرا سا سرک کر اسے دائیں مڑنے کا اشارہ دے رہا تھا۔ اسی وقت اس اجنبی نے اسے ٹوٹی ہوئی سڑک پر جاکر گرنے سے بچالیا تھا۔

وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر بولی "آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

اجنبی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ روشنا کو ایسے لگا جیسے اس کا ہاتھ فولادی روبوٹ کی گرفت میں آگیا ہے۔ وہ بولا "شکریے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کے یا کسی کے بھی کام آنا انسانی فرض ہے۔"

"لیکن میں حیران ہوں کہ آپ نے تیزی سے چلتی ہوئی گاڑی کو کیسے پکڑ کر روک لیا اور اتنی وزنی گاڑی کو کیسے اٹھالیا؟"

"بات یہ ہے کہ جب ورلڈ کپ ہوتا ہے تو دنیا کے تمام ملکوں کے تمام علاقوں میں بچے' بوڑھے' جوان سب ہی گلیوں میں کرکٹ کھیلنے لگتے ہیں۔ ہر شخص کرکٹر بن جانا چاہتا ہے۔ اسی طرح آج کل اس ملک میں روبوٹس ... کی غیر معمولی طاقت کا بہت چرچا ہے۔ پتا نہیں دنیا کے کتنے ہیلتھ کلبس میں کتنے لاکھوں کروڑوں لوگ باڈی بلڈر بن کر روبوٹ کہلانا چاہتے ہوں گے۔ میں نے بھی روبوٹ بننے کے لیے تمہاری گاڑی کو پکڑ کر اٹھایا تو یہ اٹھ گئی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تمہاری یہ گاڑی مجھے روبوٹ بنادے گی۔ کہیں یہ کاغذ کی بنی ہوئی تو نہیں ہے؟"

روشنا ہنسنے لگی پھر بولی "تمہارے جیسے جواں مرد کے لیے یہ گاڑی کاغذ کی ہے۔ بائی دی وے میرا نام روسیلا ہے اور تمہارا نام؟"

"مجھے ایڈی پال کہتے ہیں۔"

پاشا کا نیا نام ایڈی پال تھا۔ اس نے کیسی حکمت عملی سے ایک مردہ ایڈی پال کے تمام اہم کاغذات حاصل کرکے پلاسٹک سرجری کے ذریعے خود کو ایڈی پال بنایا تھا' اس کی تفصیل پچھلے باب میں بیان کی جاچکی ہے۔

پاشا نے اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہی لیکن روشنا نے ہنستے ہوئے سانس روک لی۔ پاشا نے پوچھا "تمہیں کس بات پر ہنسی آئی ہے؟"

"کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے بھگادیا' کیا تم ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"جانتا تو نہیں ہوں لیکن اس کے متعلق سنا ہے۔ آج تمہاری زبان سے سن کر یقین ہورہا ہے کہ یہ کوئی غیر معمولی علم ہے' کیا تم بھی یہ علم جانتی ہو؟"

روشنا اس کے دماغ میں پہنچ سکتی تھی کیونکہ خلائی زون سے آنے والے ہر اس شخص کے خیالات پڑھ سکتے تھے جو ایک کلومیٹر کی حدود میں رہتا۔ پاشا تو بالکل سامنے تھا۔ روشنا اس کے دماغ میں پہنچی تو پاشا نے سانس روک لی پھر کہا "میں باڈی بلڈر اور یوگا کا ماہر ہوں۔ میرا ذہن بہت حساس ہے۔ کوئی غیر معمولی بات ہو تو میں بے اختیار سانس روک لیتا ہوں۔ ابھی اچانک مجھے کچھ محسوس ہوا تھا۔"

وہ مسکرا کر بولی "اگر مجھ سے دوستی کروگے تو میں بتاؤں گی کہ تم نے اپنے دماغ میں بے چینی سی کیوں محسوس کی تھی؟"

پاشا اس کے قریب رہ کر اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ مشکوک سی لگ رہی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنا شک دور کرنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار خود اس کے دماغ میں آنا چاہتی تھی۔ ان حالات میں پاشا اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتا تھا۔

وہ مسکرا کر بولا "تمہارے جیسی حسین عورت سے دوستی ہوجائے تو مرد کی ادھوری زندگی مکمل ہوجاتی ہے۔ سنا ہے حسین عورتیں مردوں کی زندگی بالکل ہی مکمل کردیتی ہیں۔ باقی کچھ نہیں رہنے دیتیں۔"

وہ ہنس کر بولی "... تم بڑی دلچسپ باتیں کرتے ہو۔ کیا ایسی باتیں میری گاڑی میں بیٹھ کر ہوسکتی ہیں؟"

وہ دونوں کار کی اگلی سیٹوں پر آکر بیٹھ گئے۔ روشنا ان تین یہودی جاسوسوں سے بے خبر تھی' جو اس کا تعاقب کررہے تھے۔ لیکن ایک جگہ سگنل سرخ ہونے کے باعث وہ رک گئے تھے اور روشنا کی گاڑی آگے نکل گئی تھی۔ بہت آگے جاکر پاشا نے اس کی گاڑی روکی تھی۔ ان تینوں جاسوسوں نے پاشا کو ایک روبوٹ کے انداز میں گاڑی روکتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ذرا دیر سے کچھ فاصلے پر پہنچے' اس وقت تک روشنا اور پاشا کے درمیان دوستی ہوگئی تھی۔

وہ دونوں اگلی سیٹوں پر بیٹھے باتیں کررہے تھے۔ روشنا نے کہا۔ "یہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دشمن ہیں۔ یہ جو میرے پاس آلہ ہے' یہ ان دشمنوں کی نشاندہی کررہا ہے کہ وہ ابھی کہاں ہیں؟"

وہ حیرانی سے بولا "تعجب ہے' یہ آلہ کیسے نشاندہی کررہا ہے؟"

"میں تمہیں بعد میں سب کچھ سمجھادوں گی۔ مجھ سے وعدہ کرو' ہمیشہ دوستی نباہوگے۔ مجھے تمہارے جیسے روبوٹ ساتھی کی ضرورت ہے۔ میں بھی تمہارے ہر طرح کام آؤں گی۔"

"یہ آلہ جن دشمنوں کی نشاندہی کررہا ہے' کیا ان سے انتقام لینا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔ انتقام اس طرح کہ وہ زندہ رہیں اور اپنے ٹیلی پیتھی کے علم سے ہم دونوں کو فائدے پہنچاتے رہیں۔"

"میرا خیال ہے تھوڑی دیر پہلے تمہارے اور میرے دماغ میں وہی ٹیلی پیتھی جاننے والے آئے تھے۔"

"تم ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ تم میرا ساتھ دو۔ میں ان دونوں کو اپنا غلام بنالوں گی۔"

ایسا کہتے وقت روشنا نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ اسے وہ تینوں جاسوس تھوڑی دور ایک کار کے پاس کھڑے ہوئے نظر آئے۔ وہ بھی کار میں بیٹھنے جارہے تھے تاکہ پھر اس کا پیچھا کریں۔

روشنا نے کہا "ہمارے پیچھے تھوڑی دور کے فاصلے پر ایک

سفید گاڑی ہے ... جس میں تین افراد ہیں' پہلے یہ چار تھے۔ ان میں سے ایک میرا ایک اہم بیگ چھین کر لے گیا ہے۔ باقی یہ تین میرا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"کیا میں ان تینوں سے تمہارا پیچھا چھڑا دوں؟"

"میں ان سے نجات حاصل کرنا بھی چاہتی ہوں اور یہ بھی معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ ان کا ساتھی میرا وہ اہم بیگ کہاں لے گیا ہے؟"

"چلو گاڑی اسٹارٹ کرو اور کسی ویران سی گلی میں چلو۔"

وہ اس کی ہدایت کے مطابق کار کو اسٹارٹ کر کے ایک گلی میں موڑنے کے بعد سست رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگی۔ ایک گلی کے بعد دوسری پھر تیسری گلی قدرے ویران سی تھی۔ روشنا نے یہاں کار روک دی۔

پاشا کار سے اتر کر تعاقب میں آنے والی گاڑی کی طرف جانے لگا۔ ان تینوں نے اسے آتے ہوئے دیکھا۔ ایک یہودی جاسوس نے کہا "یہ آنے والا کوئی باڈی بلڈر ہے مگر ہم تین ہیں' پھر یہ کہ ریوالور کی ایک گولی اس کے لیے کافی ہوگی۔"

پاشا ان کے قریب آگیا۔ اس کار کی کھڑکی پر جھک کر بولا "ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں' نہ آپس میں دوست ہیں اور نہ دشمن لیکن اس کار والی حسینہ سے مجھے لفٹ مل رہی ہے۔ وہ اس شرط پر میرے ساتھ وقت گزارنے پر راضی ہے کہ میں تم تینوں کی پٹائی کروں۔ کیا یہ ممکن ہے؟ وہ مجھے ایک روبوٹ سمجھ رہی ہے۔ میں کوئی پاگل تو نہیں ہوں کہ تم تینوں سے لڑائی مول لے کر اسپتال پہنچ جاؤں۔"

ایک نے ہنستے ہوئے کہا "تم بہت سمجھ دار ہو۔ اس حسینہ کے چکر میں نہ پڑو۔ تم نہیں جانتے وہ کون ہے؟"

"یہی تو میں... تم تینوں سے پوچھنے آیا ہوں کہ آخر وہ حسین بلا کون ہے؟"

"بلا آخر بلا ہی ہوتی ہے۔ جاؤ' ہم سے اور اس سے دور رہو۔"

اس مختصر سی گفتگو کے دوران پاشا نے اس بولنے والے کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ جو اپنا نام رومیلا بتا رہی تھی وہ روشنا ہے اور خلائی زون سے آئی ہے۔ اس کے پاس خلائی زون سے تعلق رکھنے والا ایک بیگ تھا۔ ان کا ایک ساتھی وہ بیگ بلیک پورٹ کی طرف لے گیا ہے۔

وہ اس سے زیادہ خیالات پڑھ نہ سکا۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "اے باڈی بلڈر! اب کھڑے کیوں ہو' زندہ رہنا چاہتے ہو تو اس حسینہ کے پاس نہ جاؤ۔"

پاشا نے اس بولنے والے کے دماغ میں اچانک زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر تڑپتا ہوا اپنے ساتھی کے پاس دو سیٹوں کے درمیان گر گیا۔ اس کے ساتھی نے اسے سنبھالتے ہوئے کہا "یہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا ہے؟"

اس ساتھی کے دماغ میں بھی زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ بھی تکلیف کی شدت سے چیخنے اور تڑپنے لگا۔ اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص جو پہلے پاشا سے باتیں کر رہا تھا اس کی کھوپڑی میں بھی ہلچل پیدا ہو گئی۔ اس نے تینوں میں سے کسی کو ہاتھ نہیں لگایا تھا لیکن وہ تینوں گاڑی کے اندر ذبح ہونے والے جانوروں کی طرح تڑپ رہے تھے۔

جس کی دماغی تکلیف کم ہو رہی تھی' پاشا اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ سب یہودی خفیہ تنظیم کے جاسوس ہیں اور ان کی لیڈر ایک میڈم ہے جو خیال خوانی کے ذریعے انہیں احکامات دیتی ہے۔ اسی کے حکم کے مطابق ان کا ایک ساتھی وہ خاص بیگ لے کر بلیک پورٹ کی طرف گیا ہے۔

اس بلیک پورٹ میں ان کی ایک اسپیڈ بوٹ موجود ہے۔ وہ بیگ لے کر اسی بوٹ میں دور سمندر میں جائے گا پھر ایک اسرائیلی طیارہ آکر رسیوں کی سیڑھی کے ذریعے اس بیگ والے جاسوس کو طیارے کے اندر لا کر اسے اسرائیل پہنچا دے گا۔

پاشا نے ایک کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے موبائل فون کے ذریعے بیگ والے سے رابطہ کرنے پر مجبور کیا۔ رابطہ ہونے پر ادھر سے جاسوس نے پوچھا "ہیلو جیمس! خیریت سے ہو' بلیک پورٹ کب تک پہنچو گے؟"

دوسری طرف سے جیمس نے کہا "مجھے تین گھنٹے میں پہنچ جانا چاہیے تھا لیکن گاڑی میں خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ میں نے رینٹ اے کار کے ڈیلر کو فون کیا ہے۔ ابھی دوسری گاڑی آجائے گی۔"

پاشا نے پھر ایک بار تینوں کو شدید دماغی تکلیف میں مبتلا کیا پھر تیزی سے چلتا ہوا روشنا کے پاس اگلی سیٹ پر آکر بولا "یہاں سے جلدی چلو۔ میں نے ان تینوں کو صرف زخمی کیا ہے۔ اگر ان سے زیادہ دیر الجھتا تو پولیس والے آجاتے۔"

روشنا نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اب وہ الجھی ہوئی تھی۔ چونکہ ایک کلومیٹر کی حد میں وہ کسی کے بھی خیالات پڑھ سکتی تھی اس لیے جب پاشا ان تینوں کے پاس گیا تھا تو وہ بھی ایک یہودی جاسوس کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے تینوں جاسوسوں کو ذہنی اذیتوں میں دوبار مبتلا ہوتے دیکھا تھا۔ پاشا نے انہیں ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اس طرح صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔

پھر روشنا نے ایک جاسوس کو موبائل فون کے ذریعے گفتگو کرتے سنا تھا اور یہ معلوم ہوا تھا کہ بیگ بلیک پورٹ سے اسرائیل بھیجا جائے گا۔

پاشا نے اسے تینوں جاسوسوں سے نجات دلائی تھی لیکن اب اسے پاشا سے بھی ڈر لگ رہا تھا۔ وہ کام کا آدمی تھا لیکن پراسرار اور خطرناک تھا۔ اپنی اصلیت چھپا رہا تھا۔ روشنا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس سے کس طرح پیچھا چھڑائے؟

وہ اس طرح پیچھا چھڑانا چاہتی تھی کہ وہ بیگ واپس مل جائے پھر پاشا سے نجات مل جائے۔ پاشا کا طریقۂ کار بتا رہا تھا کہ وہ اپنی اصلیت کو چھپا کر روشنا کی اصلیت بھی معلوم کرنا چاہتا ہے اور اس بیگ کو بھی لے جانا چاہتا ہے۔

اس نے ایک گلی میں گاڑی روک دی۔ اس وقت پاشا خیال خوانی میں مصروف تھا اور بیگ لے جانے والے کے دماغ پر غالب آکر اسے واشنگٹن واپس آنے پر مجبور کر رہا تھا۔

روشنا اسے کن انکھیوں سے دیکھتی رہی اور سمجھتی رہی کہ وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ حسین عورت کا آخری ہتھیار اس کی ادائیں اور اس کے چیختے ہوئے بدن کی خوبصورتی ہوتی ہے۔ وہ قریب ہو کر پاشا کے جسم سے لگ گئی۔ اب اسے اپنی گرمی سے پگھلا کر اپنا کام نکال سکتی تھی۔

وہ گم صم بیٹھا رہا۔ اس نے پوچھا "کہاں کھو گئے ہو؟"

وہ بولا "میں نے تم سے دوستی کا وعدہ کیا ہے۔ ابھی تمہارا وہ بیگ واپس لا کر دوستی کا ثبوت دوں گا۔"

"سچ!" وہ خوش ہو کر اس سے لپٹ گئی "میں زندگی بھر تمہاری کنیز بن کر رہوں گی۔"

"پلیز' خیال خوانی میں مداخلت نہ کرو۔ میں اس بیگ والے کو واپس لا رہا ہوں لیکن ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی رکاوٹ پیدا کر رہی ہے۔"

واقعی الپا پریشان تھی کہ اس کا جاسوس بیگ واپس کیوں لے جا رہا ہے۔ اس نے جاسوس کے دماغ پر غالب آنے کی کوشش کی تو پتا چلا' کسی نے پہلے سے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ پاشا غیر معمولی طور پر دماغی قوتوں کا حامل تھا۔ اس کے مقابلے میں الپا کی ٹیلی پیتھی کی قوت کمتر ثابت ہو رہی تھی۔

پاشا اسی جاسوس کی سانس وقفے وقفے سے روک کر الپا کو بھگا رہا تھا۔ اس نے کئی بار پوچھا "کون ہو تم؟ ٹیلی پیتھی کے معاملے میں ایسی قوت تو فرہاد علی تیمور کے پاس ہے۔ وہ جہاں پہنچ جائے' کسی کی خیال خوانی کام نہیں آتی' کیا تم فرہاد ہو؟"

الپا کو اپنے کسی سوال کا جواب نہیں ملا۔ پاشا جاسوس کی سانسیں روک روک کر الپا کو بھگاتا رہا اور وہ بھاگتی رہی پھر اس نے برین آدم سے کہا "بگ برادر! ایک بہت اہم بیگ ہمارے ہاتھ لگ گیا تھا لیکن ایک ایسا زبردست خیال خوانی کرنے والا دشمن رکاوٹ بن گیا ہے جس کے سامنے میری ٹیلی پیتھی کام نہیں کر رہی ہے۔"

برین آدم نے کہا "ایسا زبردست فرہاد ہی ہو سکتا ہے۔ عقل سے کام لو۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ کسی سے ٹکرائے بغیر فی الحال خاموشی سے اپنی طاقت میں اضافہ کریں گے۔ اس بار ناکامی ہو رہی ہے تو ہونے دو۔ بیگ کو جانے دو۔ تم یہودی خفیہ تنظیم کا سرمایہ ہو۔ میں حکم دیتا ہوں' خیال خوانی نہ کرو۔ آرام کرو۔ ہمیں ہاری ہوئی بازی کو جیتنا آتا ہے۔"

تقریباً ایک گھنٹے تک روشنا اور پاشا کار کے اندر خاموشی سے بیٹھے رہے پھر اس جاسوس کی کار اس گلی میں آئی۔ اس نے کار سے نکل کر روشنا کو وہ بیگ دیا۔ روشنا خوشی سے کھل اٹھی تھی۔ وہ جاسوس اپنی کار میں بیٹھ کر واپس چلا گیا۔ اس کے بعد بھی خاموشی رہی پھر پاشا نے کہا "اب چلو۔ میں نے اس جاسوس کی گاڑی ایک پل پر سے نیچے گرا دی ہے۔ تمہارے پیچھے جتنی مصیبتیں تھیں' انہیں میں نے ختم کر دیا ہے اب میں ایک مصیبت کی طرح ہوں۔ تم چاہو تو گاڑی سے باہر دھکا دے دو۔"

وہ ہنستی ہوئی اس پر نچھاور ہونے لگی۔ پاشا نے کہا "تمہارے پاس جو آلہ ہے اس کا کنٹا دیکھو۔"

اس نے آلے کو دیکھتے ہوئے کہا "او... ہاں' ابھی دو شکار ہیں۔ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ غیر معمولی سماعت و بصارت اور جسمانی قوتوں کے حامل ہیں۔ ان میں سے ایک سابقہ سپر اسٹار اے لالاس ہے اور دوسرا اس کا ساتھی اسٹیل بروکس ہے۔ امریکی حکمرانوں کی نظروں میں وہ دونوں غدار ہیں۔"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی پاشا کو ان دونوں کے بارے میں بتا رہی تھی۔ مختلف گلیوں سے گزرتے وقت نشاندہی کرنے والا کانٹا راہنمائی کرتا رہا پھر وہ ایک چھوٹے سے ہوٹل کے سامنے رک گئے۔ کار سے اتر کر ہوٹل کے اندر گئے تو وہاں بھی اس آلے نے راہنمائی کرتے ہوئے انہیں اسٹیل بروکس کے دروازے پر پہنچا دیا۔

دستک دینے پر دروازہ کھلا۔ اسٹیل بروکس اپنے سامنے روشنا کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ وہ مسکرا کر بولی "تم اور اے لالاس دنیا سے چھپ سکتے ہو' مجھ سے نہیں چھپ سکو گے۔ کہاں ہے اے لالاس؟"

اس نے پاشا کے ساتھ کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اسٹیل بروکس نے کہا "تمہیں ہم سے دور رہنا چاہیے۔ تم نے میک اپ کیا ہے پھر بھی پہچانی جا رہی ہو۔ تمہارے ساتھ ہم بھی پکڑے جائیں گے اور یہ... یہ تم کسے اپنے ساتھ لائی ہو؟"

"پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ اے لالاس کہاں ہے؟"

"وہ مردہ روبوٹس ... کو دیکھنے میدانی علاقے کی طرف گیا ہے۔"

روشنا بیگ اٹھائے باتھ روم کے پاس آئی پھر دروازہ کھول کر بولی "واقعی اے لالاس باہر گیا ہے۔ میں ابھی چینج کر کے آتی ہوں۔"

اس نے باتھ روم میں جا کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ ادھر دروازہ بند ہوتے ہی پاشا نے دو انگلیوں سے اسٹیل بروکس کی دونوں کنپٹیوں کو جکڑ لیا۔ اس نے خود کو اس کی گرفت سے چھڑانے کے لیے اپنی غیر معمولی قوتوں کا مظاہرہ کیا۔ پاشا نے کہا "تم نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے مجھ سے ہی غیر معمولی سماعت و بصارت

اور جسمانی قوتیں حاصل کی تھیں۔ بے شک عام انسانوں کے مقابلے میں تم حیرت انگیز جسمانی قوت کے حامل ہو مگر میری دو انگلیوں کی گرفت سے نہیں نکل سکو گے۔"

اس کی دو انگلیاں کیٹپی کی ایسی رگوں کو دبا رہی تھیں جن پر حد سے زیادہ دباؤ پڑنے سے دماغ سن ہو جاتا ہے۔ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسٹیل بروکس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ پاشا نے اسے بستر پر پھینک دیا۔ وہ بستر پر گر کر بے حس و حرکت پڑا رہ گیا۔ اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔

پاشا اسے چھوڑ کر باتھ روم کے دروازے پر آ گیا۔ اس نے الپا کے چاروں جاسوسوں کے دماغوں میں رہ کر معلوم کر لیا تھا کہ اس بیگ کو خاص طریقے سے کھولا جاتا ہے۔ اگر کھولتے وقت ذرا بھی غلطی ہو گی تو بیگ ایک دھماکے سے پھٹے گا پھر اس کے ساتھ کھولنے والے کے بھی چیتھڑے اڑ جائیں گے۔

اسی لیے اس نے بیگ روشنا کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ وہی اسے کھول کر اس کے اندر سے اہم چیزیں نکال سکتی تھی۔ پاشا یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کے اندر کیا ہے؟

اس نے باتھ روم کے دروازے سے لگ کر سنا۔ روشنا بیگ کھولنے سے پہلے غسل کر رہی تھی۔ تمام دنیا کے دشمنوں سے محفوظ رکھنے والے ایٹمی لباس اور خلائی زون میں پہنچانے والے فلائنگ شوز کو پہننے سے پہلے وہ غسل کر کے تر و تازہ ہو رہی تھی۔ پاشا اپنی غیر معمولی سماعت کے ذریعے میلوں دور سے آوازیں سن لیتا تھا۔ باتھ روم سے آنے والی شاور کی آواز کے علاوہ ہلکی ہلکی سی گنگناہٹ بھی سنائی دے رہی تھی۔ اس نے دروازے کے کی ہول سے ایک آنکھ لگائی۔ وہ غیر معمولی بصارت کے ذریعے بہت کچھ دیکھ سکتا تھا لیکن کی ہول چھوٹا سا تھا۔ اسے باتھ روم کے اندر کا تھوڑا سا حصہ نظر آ رہا تھا۔

دروازہ لکڑی کا تھا۔ پاشا ایک انگلی سے ضرب لگاتا تو دروازے میں سوراخ ہو جاتا لیکن وہاں سے بھی باتھ روم کے اندر کا کوئی دوسرا حصہ دکھائی دیتا۔ وہ ایسی جگہ دیکھنا چاہتا تھا' جہاں وہ بیگ رکھا ہوا تھا۔ اس کے سلسلے میں تجسس تھا کہ وہ کھلتا کیسے ہے اور اس کے اندر کیا رکھا ہوا ہے۔

وہ دوسری طرف روشندان کے پاس آیا۔ چونکہ قد آور تھا اس لیے آنکھیں آدھے روشن دان تک پہنچ رہی تھیں۔ اس نے ایک کرسی پر چڑھ کر دیکھا۔ اب باتھ روم کے اندر کا پورا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ تولیے سے بدن خشک کر رہی تھی۔ بدن ایسا چمکتا دمکتا ہوا سا تھا کہ اس کی آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔ اگر بدن کے "ب" کو ہٹا دیا جاتا تو یہ کہنا پڑے گا کہ غسل خانے میں "دن" نکل آیا تھا۔

وہ بیگ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی پھر جیسے اس کی چھٹی حس نے اسے محتاط رہنے کو کہا ہو۔ وہ ادھر ادھر دیکھتی ہوئی دروازے پر نظر ڈالتی ہوئی روشن دان کی طرف گھوم گئی۔ اسی لمحے میں پاشا بیٹھ گیا۔ روشنا کو وہ روشن دان خالی دکھائی دیا لیکن اسے کمرے کے اندر کی خاموشی کھٹک رہی تھی۔ اس نے روشن دان کے پاس ایک خالی ٹب کو اوندھا کیا پھر اس پر چڑھ کر کمرے کے اندر دیکھنے لگی۔

سامنے بیڈ پر اسٹیل بروکس بے حس و حرکت پڑا نظر آیا۔ اس نے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ مردہ نہیں تھا۔ بے ہوش تھا۔ پاشا اس دیوار سے لگا کھڑا تھا' جہاں سے روشن دان سے وہ دیکھ رہی تھی اور وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اس نے سوچا۔ کیا وہ اسے بے ہوش کر کے کمرے سے چلا گیا ہے؟ لیکن وہ کیوں جائے گا؟ جب کوئی مقصد حاصل کیے بغیر جانا ہی تھا تو آیا کیوں تھا؟

اس نے آواز دی "ایڈی پال! تم کہاں ہو؟"

اس نے جواب دیا "یہاں ایک کرسی پر بیٹھا انتظار کر رہا ہوں۔ تم باہر آنے میں اور کتنی دیر لگاؤ گی؟"

"صرف چند منٹ۔ میں لباس بدل رہی ہوں۔"

وہ ہنس کر بولا "روشن دان کے پاس لباس تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ صرف جھانک کر دیکھا جا سکتا ہے۔"

"یہی میں سوچ رہی ہوں۔ تم بھی یہاں سے جھانک سکتے ہو۔"

"میری زندگی میں آنے والی حسینا ؤں کی فہرست بہت طویل نہ ہوتی تو میں ضرور جھانک کر دیکھتا۔"

وہ خالی ٹب سے اتر کر بولی "تم نے ساری دنیا دیکھی ہے لیکن خلائی زون سے آنے والی حسینہ کو ان لمحات میں دیکھو گے تو آنکھیں چندھیا جائیں گی مگر افسوس اب روشن دان سے بھی نہیں دیکھ سکو گے۔ میں یہاں دیوار سے لگ کر بیگ کھول رہی ہوں۔"

پاشا نے روشندان کی طرف دیکھا۔ وہاں اس کا سایہ نہیں تھا۔ وہ کرسی پر چڑھ گیا۔ اندر غسل خانے میں وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اسی روشن دان والی دیوار سے لگی ہوئی اس بیگ کو کھول رہی تھی۔

روشنا نے ایسے وقت واش بیسن کے اوپر لگے آئینے کا خیال نہیں کیا۔ اس آئینے میں اس کے بدن کا کچھ حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ پاشا یہ نہ دیکھ سکا کہ اس نے بیگ کو کس طرح کھولا تھا لیکن لباس نکال کر پہننے لگی تو پاشا چونک گیا۔ اس نے سولارز اور روبوٹس کے جسم پر ویسا ہی ایٹمی لباس دیکھا تھا۔ جیسے ہی آئینے میں اس لباس کی جھلک نظر آئی' پاشا نے کرسی پر سے چھلانگ لگائی۔ دوڑتا ہوا دروازے کے سامنے آ کر اسے ایک لات ماری۔ دروازہ لاک سمیت ٹوٹ کر کھل گیا۔

روشنا کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اس نے پوری طرح لباس کو نہیں پہنا تھا۔ اگر پہن لیتی تو ایک بٹن کو مخصوص انداز میں گھما کر ایٹمی شعاع کے ذریعے اسے جلا کر کوئلہ بنا دیتی۔

وہ لباس پہنے بغیر بھی اس پر حملہ کر سکتی تھی لیکن اس کا ایک

ہاتھ آستین میں پھنسا ہوا تھا۔ پاشا نے اس کی دونوں کلائیوں کو گرفت میں لے لیا۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگی۔ دونوں کلائیاں جیسے فولادی شکنجے میں پھنس گئی تھیں۔ وہ بولا "میں نے تمہارا نقاب کرنے والوں کے خیالات سے معلوم کر لیا تھا کہ تم خلائی زون سے آئی ہو لیکن وہ نقاب کرنے والے یہ نہیں جانتے تھے کہ اس بیگ میں یہ ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز ہوں گے۔ انہیں الپا نے صرف یہ بتایا تھا کہ اس میں اہم چیزیں ہیں لیکن اسے ایک خاص طریقے سے کھولا جاتا ہے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی "پلیز' میرا ہاتھ چھوڑ دو۔"

اس نے ایک کلائی چھوڑ کر آستین میں پھنسے ہوئے ہاتھ کو نکالا' دوسرا ہاتھ آستین سے پہلے ہی باہر تھا۔ یوں وہ لباس پاشا کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے جھک کر بیگ سے فلائنگ شوز کا جوڑا نکالا۔ ایسے وقت روشنا نے پوری قوت سے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری پھر ایک دم سے چیخ پڑی۔ اسے ایسا ہی لگا جیسے کسی لوہے کو ٹھوکر ماری ہو۔ وہ فرش پر گر کر اس پیر کو سہلانے لگی۔ پاشا بیگ کا تمام سامان نکال کر باتھ روم سے باہر چلا گیا۔

وہ تھوڑی دیر تک فرش پر بیٹھی اپنا پیر سہلاتی رہی۔ ہڈی میں ایسی چوٹ آئی تھی جیسے ہڈی ٹوٹ گئی ہو یا تڑخ گئی ہو پھر اس نے تکلیف برداشت کرتے ہوئے فرش سے اٹھ کر پہلے والا لباس پہنا اور لنگڑاتی ہوئی باتھ روم سے باہر کمرے میں آ گئی۔

وہاں پاشا وہ ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز پہن چکا تھا پھر اس لباس پر اپنا لباس پہن رہا تھا۔ وہ روشنا کو دیکھ کر بولا "خدا مجھ پر مہربان ہے۔ میں نے دل سے خواہش کی تھی کہ یہ لباس اور فلائنگ شوز مجھے مل جائیں۔ وہ داتا جسے چاہتا ہے' اسے بہت کچھ دے دیتا ہے۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولی "تم ہمارے روبوٹس سے زیادہ طاقتور ہو۔ میں تو تم پر مرمٹی ہوں۔ یہ لباس اور جوتے تمہیں دینا چاہتی تھی لیکن پہلے تمہیں محبت سے تڑپانا چاہتی تھی۔ جب تم تڑپ کر بے چین ہو کر میرا لباس اتارتے تو لباس کے نیچے تمہیں یہ لباس میرے حسن و شباب کے ساتھ مل جاتا۔"

وہ مسکرا کر بولا "تم نے بڑا ہی رومینٹک آئیڈیا سوچا تھا۔ میں بہت اناڑی ہوں۔ یہ چیزیں حاصل کر لیں اور حسن کو چھوڑ دیا۔ تم نے کہا بھی تھا کہ میں نے ساری دنیا کی حسینائیں دیکھی ہوں گی لیکن خلائی زون کی حسینہ کو دیکھوں گا تو میری آنکھیں چندھیا جائیں گی۔"

"مگر تم میرے حسن و شباب سے متاثر نہیں ہوئے۔ مجھے باتھ روم میں بے لباس چھوڑ کر اپنے مطلب کی چیزیں لے آئے۔ میں سمجھ گئی ہوں کہ تم عورتوں کے دیوانے نہیں ہو' بالکل پتھر ہو۔ فولادی روبوٹ کی طرح ہو۔"

"فولادی روبوٹ ریموٹ کنٹرولر سے قابو میں کیے جاتے ہیں۔ قدرت نے عورت کے ہاتھ میں حسن و ادا کے جتنے ریموٹ کنٹرولر دیے ہیں ان سے تم مجھے قابو میں نہ کر سکیں اور نہ آئندہ کر سکو گی۔"

"مانتی ہوں' تم بھی مان لو اور حالات کے مطابق مجھ سے سمجھوتا کر لو۔ میں خلائی زون کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کر سکتی ہوں۔ تم فلائنگ شوز کے ذریعے ہمارے زون میں میرے ساتھ چلو گے تو میں قدم قدم پر تمہاری راہنمائی کرتی رہوں گی۔ تمہارے کام آتی رہوں گی۔"

"سپیرے زہریلے سانپوں سے کھیلتے ہیں۔ انہیں پٹاری میں بند کرتے ہیں لیکن وہ زہر سے کھیلنے والے کبھی کسی سانپ کو آستین میں نہیں پالتے۔ کیا میں پاگل ہوں کہ تمہیں آستین میں لیے پھرتا رہوں۔"

"پلیز میرے بارے میں اپنی رائے بدل دو۔ تم میرے بغیر ان فلائنگ شوز کو استعمال کرو گے اور خلائی زون تک جاؤ گے تو زندہ واپس نہیں آؤ گے۔"

"مجھے ابھی اس دنیا سے جانے کی جلدی نہیں ہے۔ میں انتظار کروں گا۔ سولارز یہاں سے شکست کھا کر گیا ہے۔ وہ ضرور بڑی زبردست تیاریوں کے ساتھ ہماری زمین پر واپس آئے گا۔ اس کے ساتھ جو چھوٹی بڑی فوج آئے گی اس کے کسی نہ کسی فرد کو ٹریپ کر کے اسے اپنا آلۂ کار بنا لوں گا۔"

"تم کسی طرح مجھ پر بھروسا نہیں کرنا چاہتے پھر بتاؤ' میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

پاشا کی جیکٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ اندر پہنا ہوا ایٹمی لباس نظر آ رہا تھا۔ اس نے اس کے ایک بٹن کو دو انگلیوں میں لے کر کہا "اسے گھمانے سے جو ایٹمی شعاع نکلے گی' وہ بے آواز ہو گی۔ تم چیخنے سے پہلے ہی جل کر کوئلے کا مجسمہ بن جاؤ گی۔"

وہ سہم کر بولی "نن... نہیں' پلیز رک جاؤ۔ مجھے مار کر تم کچھ حاصل نہیں کر سکو گے۔ تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"اگر میرا اعتماد حاصل کرنا چاہتی ہو تو مجھے ان آلات کے بارے میں بتاؤ۔ یہ کن مقاصد کے لیے ہیں اور کیسے استعمال کیے جاتے ہیں۔"

"میں سب کچھ بتاؤں گی لیکن تم پھر بھی مجھ پر اعتماد نہیں کرو گے۔"

"بھروسا کرنے کا بڑا آسان طریقہ ہے۔ مجھے اپنے خیالات پڑھنے دو۔"

"کیسے پڑھنے دوں۔ پرائی سوچ کی لہریں محسوس کرتے ہی بے اختیار میری سانس رک جاتی ہے۔"

"اگر تم قوتِ ارادی سے یہ طے کر لو کہ سانس نہیں روکو گی اور اگر روکو گی تو میں ہمیشہ کے لیے سانس روک دوں گا تو خوف کے

باعث تم مجھے اپنے خیالات پڑھنے دو گی۔"

"میں کوشش کرتی ہوں اور التجا کرتی ہوں کہ ابتدا میں بے اختیار سانس رکنے لگے تو مجھے مواقع دیتے رہنا۔ میں سانس روکنے والی اپنی عادت سے لڑتی رہوں گی۔"

وہ اس کے دماغ میں آگیا۔ اس نے گدگدی محسوس کرتے ہی سانس روکی پھر جلدی سے سانس لیتے ہوئے بولی "آؤ۔ مسلسل آتے رہو' میں کوشش کررہی ہوں۔"

ایسا دو چار بار ہوا۔ پاشا کو پہلے چند سیکنڈ تک اس کے دماغ میں رہنے کا موقع ملا پھر وہ زیادہ دیر رہ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

وہ شعوری طور پر جو سوچ رہی تھی وہی اس کے چور خیالات بھی کہہ رہے تھے کہ اس نے ایڈی پال (پاشا) کو دھوکا دینے کی کوشش کرکے بہت بڑی غلطی کی ہے۔

غلطی کا یہ احساس فطری تھا کیونکہ اس ارضی دنیا میں اس کا اپنا کوئی نہیں تھا۔ ایک نہایت عزیز سہیلی بدی بدی اسے چھوڑ کر باپ کے ساتھ چلی گئی تھی۔ بدی بدی کو فرار ہوتے وقت موقع ملتا تو وہ اپنا بیگ بھی لے جاتی۔ جان سے زیادہ عزیز سہیلی ہونے کا دعویٰ کرنے والی بدی بدی کی خود غرضی صاف ظاہر ہوگئی تھی۔

ارضی دنیا میں روشنا کی تمنا کی سمجھا رہی تھی کہ اسے ایک ایسے دوست کی ضرورت ہے جو یہاں کے دنیاوی دشمنوں سے اس کی حفاظت کرتا رہے اور پاشا سے بہتر دوست کوئی ہو نہیں سکتا تھا۔

یہ تسلیم کرنے والی حقیقت تھی کہ اس تنہا حسینہ کو ایک مضبوط سہارے کی ضرورت تھی۔ پہلے اس نے ایٹی لباس کو اپنی حفاظت کا ذریعہ سمجھا تھا پھر عقل نے سمجھایا کہ سولارز اور روبوٹس ایٹی لباس کی موجودگی میں شکست کھا سکتے ہیں تو وہ اکیلی عورت ایسے ایٹی لباس سے اپنی حفاظت آپ کیسے کرے گی؟

پاشا مختلف طریقوں سے اس کے چور خیالات تبدیل کرتا رہا اور روشنا کو اپنے خلاف سوچنے پر مائل کرتا رہا لیکن اب اس نے مستقل مزاجی سے فیصلہ کرلیا تھا کہ پاشا سے کبھی کوئی بات نہیں چھپائے گی۔ اس کا اعتماد حاصل کرکے صرف اسی کے ساتھ زندگی گزارے گی۔

وہ مطمئن ہوکر اس کے پاس آیا پھر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر بولا "میں اس وقت تک تم پر اعتماد کروں گا جب تک اعتماد کے قابل رہو گی۔ تمہاری بہتری اسی میں رہے گی کہ تم اپنے دماغ میں ہمیشہ مجھے خوش آمدید کہتی رہو۔"

وہ خوشی سے گلے لگ گئی۔ اسے طرح طرح سے خوش کرنے لگی۔ وہ بیڈ پر آیا۔ وہاں جگہ تنگ تھی۔ اس نے بے ہوش اسٹیل بروکس کو اٹھا کر فرش پر پھینک دیا۔ وہ مسکرا کر بولی "تم نے میرے لیے اسے اٹھا کر پھینک دیا۔ ایسی باتیں ایک عورت کو اچھی لگتی ہیں۔ وہ چاہتی ہے کہ اس کی جگہ کوئی تیسرا یا تیسری نہ آئے لیکن وہ پہلے ہی بے ہوش تھا۔ کہیں مر نہ گیا ہو۔"

"اس ملک میں چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسے ہیں جنہوں نے ٹرانسفارمر مشین سے میرے ساتھ گزر کر غیر معمولی جسمانی قوت حاصل کی ہے۔ ان میں سے ایک یہ کتا اسٹیل بروکس ہے۔ یہ آسانی سے نہیں مرے گا۔"

اس نے ایک آلہ دکھاتے ہوئے کہا "یہ ریموٹ کنٹرولر جیسا ہے' تم اس کی کارکردگی کے بارے میں بتاؤ۔"

وہ بولی "یہ واقعی ریموٹ کنٹرولر ہے۔ صرف پاور پلانٹ روبوٹس کے لیے ہے۔ یوں تو ہمارے زون کے تمام روبوٹس اپنے مصنوعی دماغ کے مطابق خود متحرک رہتے ہیں۔ اپنے طور پر زندگی گزارتے ہیں لیکن وہاں کے سائنس دان اپنی ضرورت کے وقت اپنے طور پر ان سے کام لینے کے لیے ان مختلف بٹنوں کے ذریعے انہیں استعمال کرتے ہیں۔ اگر کبھی وہ روبوٹس بے قابو ہوتے ہیں تو ایک بٹن کو دبانے سے وہ اسٹاپ ہوجاتے ہیں۔ اپنی جگہ سے ذرا سی بھی حرکت نہیں کرسکتے۔"

پاشا نے ایک کین دکھا کر پوچھا "اس میں کیا ہے؟"

"گیس ہے۔ اگر فلائنگ شوز کی گیس اچانک ختم ہوجائے تو اس کین سے شوز میں گیس بھر لی جاتی ہے۔"

اس بیگ سے جتنی چیزیں برآمد ہوئی تھیں وہ سب بڑی کارآمد تھیں۔ کسی بھی برے وقت میں کام آنے والی تھیں۔ اس نے تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد اسٹیل بروکس کے اندر جھانک کر دیکھا۔ اب وہ ہوش میں آنے والا تھا۔ پاشا نے اسے اٹھا کر بستر پر لٹا دیا پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔

اس نے پہلے اس کا برین واش کیا پھر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔ روشنا نے کہا "تمہارے عمل کے دوران میں اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس نے وہاں میدان میں رہ کر سنا ہے کہ تمارا اور پارس سایہ بن کر سولارز کے ساتھ خلائی زون میں گئے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ وہ ہمیشہ سایہ بن کر رہیں گے یا جسمانی طور پر ظاہر ہوتے رہیں گے۔"

پاشا فکرمند ہوگیا۔ اسے بھی ابھی معلوم ہوا تھا کہ پارس خلائی زون کی طرف گیا تھا۔ اسے یہ معلوم تھا کہ اس نے سایہ بن کر دونوں روبوٹس کو ناکارہ بنادیا تھا لیکن یہ اب معلوم ہوا کہ وہ سولارز اور بدی بدی کے ساتھ خلائی زون کی طرف گیا ہے۔

پاشا کی سماعت' بصارت' ذہانت اور جسمانی قوتوں میں پہلے سے کئی گنا زیادہ اضافہ ہوا تھا۔ ایسا اضافہ کہ وہ گوشت پوست کا انسان ہوکر بھی ایک فولادی روبوٹ بن گیا تھا لیکن پارس کا نام سنا کر اس کے تن بدن میں آگ لگ جاتی تھی۔ ماضی میں کئی بار پارس نے اسے بے وقوف بنایا تھا۔ اس نے کئی بار سوچا تھا کہ اپنی غیر معمولی جسمانی قوت کے ذریعے اسے کچل ڈالے لیکن وہ مکار بھی ہاتھ پائی کا موقع ہی نہیں آنے دیتا تھا۔ اس سے پہلے ہی بڑی چالبازی سے اسے بے وقوف بنا کر چلا جاتا تھا۔

روشنا نے اسے فکرمند دیکھ کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

"تم اسے نہیں جانتیں۔ وہ ایسا چالباز اور مکار ہے کہ کبھی میرے قابو میں نہیں آیا۔ ایسا شیطان ہے کہ شیطان بھی اس کے مشوروں پر عمل کرتا ہوگا۔"

"تم کس کی بات کررہے ہو؟"

"اسی پارس کی' جسے تم نے سولارز اور روبوٹس کے مقابلے میں دیکھا تھا۔ کیا وہاں کوئی بھی یہ سوچ سکتا تھا کہ وہ تنہا خطرناک روبوٹس کو ناکارہ بنادے گا اور جو سولارز پوری دنیا کا حکمران بننے آیا تھا اسے فرار ہونے پر مجبور کردے گا۔"

"واقعی اس نے پتا نہیں خود کو اور تمارا کو کیسے سائے میں تبدیل کیا تھا۔ اس نے سایہ بن کر اتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔"

"میں اسی لیے فکرمند ہوں۔ اس کی مکاریاں پہلے ہی کچھ کم نہ تھیں۔ اب وہ سایہ بن کر میرے آس پاس رہے گا تو میں اسے دیکھ بھی نہیں سکوں گا۔"

"اب تو وہ نہیں ہے۔ خلائی زون میں چلا گیا ہے۔"

"ہمارے پاس فلائنگ شوز ہیں۔ میں نے سوچا تھا' اچھی خاصی تیاریاں کرنے کے بعد وہاں جاؤں گا اور اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے وہاں کے حکمرانوں پر غالب آجاؤں گا۔ اب تو تمہارے ذریعے بھی خلائی زون کے بارے میں بہت سی اہم معلومات حاصل ہوسکتی ہیں لیکن مجھ سے پہلے وہ شیطان وہاں چلا گیا ہے۔ پتا نہیں وہاں کیا گل کھلا رہا ہوگا۔"

"میں تمہیں خلائی زون کے متعلق سب کچھ بتاؤں گی۔ ہوسکتا ہے وہ سایہ بن کر جانے والا تمارا کے ساتھ ناکام واپس آئے یا وہیں اس کی موت ہوجائے۔ موت کی صورت میں اس سے نجات حاصل ہوجائے گی اور واپس آئے گا تو ہم اس کی واپسی کی وجوہات کسی طرح معلوم کریں گے۔ اس طرح تمہاری معلومات میں اور اضافہ ہوگا۔"

"کیا ایسا کوئی طریقہ ہوسکتا ہے کہ ہم خلائی زون میں اس کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کرسکیں۔"

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی "زمین سے خلائی زون کی طرف یا خلائی زون سے زمین کی طرف مسلسل پرواز نہیں کی جاتی ہے۔ پرواز کے دوران کچھ ایسی اہم ضروریات ہوتی ہیں جن کے لیے خلا میں رک کر قیام کرنا پڑتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ایک خلائی اسٹیشن قائم کیا گیا ہے۔ سولارز نے بھی اپنے روبوٹس کے ساتھ اس زمین پر آتے وقت اور یہاں سے فرار ہوتے وقت اس خلائی اسٹیشن پر قیام کیا ہوگا۔"

"وہ خلائی اسٹیشن تمہارے زون سے کتنی دور ہے؟"

"تقریباً پانچ ہزار میل کے فاصلے پر ہے۔ اس اسٹیشن پر بڑی بڑی ٹی وی اسکرینوں پر خلائی زون کے مناظر اور وہاں کے لوگوں کی مصروفیات دیکھی جاسکتی ہیں اور ریڈیو وائرلیس کے ذریعے ان سے گفتگو کی جاسکتی ہے۔"

پاشا نے پوچھا "اگر ہم اس خلائی اسٹیشن تک جائیں گے تو کیا وہاں سے پارس کو خلائی زون میں دیکھ سکیں گے؟"

"وہ تو سایہ بن گیا ہے' کیسے دیکھ سکیں گے؟"

"اس نے جو دوا کھائی ہے اس کی تاثیر ختم ہونے کے بعد وہ پھر گوشت پوست کے جسم میں نظر آنے لگے گا۔"

"پھر تو اسے اور تمارا کو خلائی اسٹیشن سے دیکھا جاسکے گا۔"

وہ سوچنے لگا۔ پتا نہیں پارس کتنی مقدار میں وہ غیر معمولی دوا اپنے ساتھ لے گیا ہے؟ وہ رقیق دوا نہیں ہے۔ گولیاں ہیں اور گولیاں اتنی ہی ہوں گی' جتنی اس کی جیبوں میں اور تمارا کے پرس وغیرہ میں گنجائش ہوگی۔ اگر وہ دونوں کئی ماہ تک وہاں رہیں گے تو گولیاں ختم ہوجائیں گی اور انہیں زمین پر واپس آنا پڑے گا۔

روشنا نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں اس شیطان کو کسی طرح اپنی گرفت میں رکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیا خلائی اسٹیشن تک جانا چاہتے ہو؟"

"اگر فلائنگ شوز کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو وہاں تک جاکر دیکھنا چاہوں گا۔ پارس کو بھی اور سولارز کو بھی۔ وہ ہماری دنیا پر حکمرانی کرنا چاہتا ہے۔ میں اسے دوبارہ زمین پر آنے کے قابل نہیں چھوڑوں گا اور وہاں پارس سے نمٹ سکا تو ٹھیک ہے ورنہ اس سے زمین پر آنے کے بعد نمٹ لوں گا۔"

"تمہارے فلائنگ شوز کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ ایک تو اس کے ایندھن کا کین تمہارے پاس ہے پھر یہ کہ خلائی اسٹیشن میں ضرورت کا تمام سامان رہتا ہے۔ ایندھن بھی مل سکتا ہے۔ نئے فلائنگ شوز مل سکتے ہیں اور پرانے شوز کی مرمت ہوسکتی ہے۔ اس کے علاوہ خلائی زون میں سانس لینے کے لیے قدرتی طور پر آکسیجن کی تھوڑی سی کمی ہے۔ اس کمی کو طبی سائنس کے ماہرین نے پورا کیا ہے۔ انہوں نے ایسے کیپسول تیار کیے ہیں جن میں سے ایک کیپسول کو نگل لیا جائے تو چھ ماہ تک سانس لیتے رہنے سے آکسیجن کی کمی کا احساس نہیں رہتا ہے۔ یہ آکسیجن کیپسول بھی خلائی اسٹیشن میں دستیاب ہوجاتے ہیں۔"

وہ خاموش ہوگیا۔ روشنا کے چور خیالات پڑھنے لگا کہ وہ کس حد تک درست معلومات فراہم کررہی ہے۔ روشنا کے دماغ میں برائی سوچ کے باعث گدگدی ہورہی تھی لیکن وہ برداشت کررہی تھی اور پاشا کے اعتماد پر پوری اتر رہی تھی۔

اس نے مطمئن ہوکر کہا "ہمیں ایک بار آزمائشی طور پر خلائی اسٹیشن تک جانا چاہیے۔ ہم وہاں سے خلائی زون کے حالات معلوم کریں گے پھر ان حالات کے مطابق آئندہ کا لائحہ عمل تیار

کریں گے۔"

"ہمیں وہاں قدم قدم پر تمہاری راہنمائی کروں گی۔"

"خلائی اسٹیشن والے تمہیں جانتے ہیں۔ کیا مجھے خلائی پلیٹ فارم پر قدم رکھنے کی اجازت دیں گے؟"

"تم قد اور جسامت کے اعتبار سے روبوٹ ہو۔ آج شام کے اور کل صبح کے اخبارات میں ناکارہ ہو جانے والے دونوں روبوٹس پی پی فائیو اور پی پی سکس کی تصاویر شائع ہوں گی۔ وہ بھی گوشت پوست کے انسان لگتے ہیں۔ تم ان میں سے کسی بھی روبوٹ کا چہرہ بنا کر میرے ساتھ چلو گے تو کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔"

"یہاں سے روانگی کے لئے کون سا وقت مناسب ہوگا؟"

"وہی وقت جب سولارز اپنی بیٹی کے ساتھ گیا تھا۔ ایسے وقت خلائی اسٹیشن کی طرف ہلکی سی سورج کی روشنی رہتی ہے۔ ویسے تاریکی بھی ہو تو تمہارے پاس جو دوسرا ریموٹ کنٹرولر ہے' اس کے ذریعے فلائنگ شوز کا رخ سیدھا خلائی پلیٹ فارم کی طرف رکھا جاتا ہے۔"

"کل ہم اسی وقت روانہ ہوں گے' جب سولارز گیا تھا۔ تب تک تم سوچو کہ میرے اندر ایسی کوئی کمی ہے' جو میرے لیے پرابلم بن سکتی ہے۔"

"صرف ایک کمی ہے۔ تم خلائی زبان نہیں جانتے ہو۔ خلائی پلیٹ فارم پر پہنچنے کے بعد یہ بھید کھل جائے گا۔"

وہ سر جھکا کر زبان کا مسئلہ حل کرنے کے متعلق سوچنے لگا۔ اگرچہ وہاں جانا بہت ضروری نہیں تھا لیکن پارس کا ذکر ہوتے ہی اس کے سر پر ہتھوڑا سا لگتا تھا۔ اس کے دل اور دماغ میں یہ بات گھسی ہوئی تھی کہ جب تک پارس کو چیونٹی کی طرح نہیں مسلے گا یا اسے اپنا تابعدار نہیں بنالے گا' اس وقت تک خود کو ارضی دنیا کا سب سے بڑا شہ زور تسلیم نہیں کرے گا۔ یہ خیال رہ رہ کر چٹکیاں لے رہا تھا کہ وہ شیطان پتا نہیں خلائی زون میں کیا کرتا پھر رہا ہوگا؟

○☆○

خلائی پلیٹ فارم پر سولارز اور بدی بدی کا شاہانہ استقبال کیا گیا تھا۔ ان کے لیے ٹوسیٹر کار آئی تھی۔ باقی آگے پیچھے والی کاروں میں مسلح گارڈز بیٹھے ہوئے تھے۔ سولارز اپنے محافظوں سے کہنا چاہتا تھا کہ دو سیٹوں والی شاہی سواری میں صرف دو نہیں' چار سوار ہیں۔ دو سوار ایسے ہیں' جو محافظوں کو نظر نہیں آئیں گے۔

پارس نے سوچ کے ذریعے کہا "جب نظر نہیں آئیں گے تو محافظوں کو کہنے سے کیا حاصل ہوگا۔ ہم تمہارے اندر ہیں۔ وہ ہمیں مارنے کے لیے تم باپ بیٹی کو ایٹمی گنوں کا نشانہ نہیں بنائیں گے۔"

سولارز نے کہا "ہم نہ بھی بتائیں تو تم دونوں زیادہ دیر چھپ کر نہیں رہ سکو گے۔ خلائی اسٹیشن اور خلائی زون میں قدم رکھنے والوں کا پہلے طبی معائنہ کیا جاتا ہے۔ انہیں ایکسرے مشین کے سامنے کھڑا کیا جاتا ہے۔ تمہاری دنیا کی ایکسرے مشین سے ہماری مشین مختلف ہے۔ یہ ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

بدی بدی اب تک لکی سیون کے زہر سے سہمی ہوئی تھی۔ وہ بولی "تم دونوں ظاہر ہو جاؤ گے' تب بھی میں تمارا کو بہن بنا کر گلے لگاؤں گی۔"

سولارز نے کہا "مسٹر پارس! تم بھی تمارا کی طرح زہریلے ہو۔ تم دونوں ہمارے دوست بن کر ہماری حکومت میں شامل ہو کر ہمارے لیے بہت بڑی طاقت بن سکتے ہو۔ ہم نے ارضی دنیا پر حکومت کرنے کا جو منصوبہ بنایا ہے' کامیابی کے بعد تم زمین پر ہمارے نمائندہ حکمران بن سکتے ہو۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے توجہ سے سنا۔ پارس کے خراٹے سنائی دے رہے تھے۔ اس نے بیٹی سے کہا "ارضی دنیا کے لوگ عجیب ہوتے ہیں۔ باتیں کرتے کرتے سو جاتے ہیں۔ کیا تمہارے اندر تمارا جاگ رہی ہے؟"

"میں نے اسے بہن بنا کر گلے لگانے کی بات کی مگر وہ خاموش رہی بلکہ وہ بڑی دیر سے خاموش ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں اچانک ہمارے اندر سے نکل کر ہمارے گارڈز کے اندر چلے گئے ہوں۔"

اس نے پریشان ہو کر کہا "وہ دونوں ہم دونوں کی موت کی طرح ہیں۔ آج تک کسی نے موت کے فرشتوں کو نہیں دیکھا۔ ہم بھی ان دونوں کو نہ دیکھ رہے ہیں نہ محسوس کر رہے ہیں مگر سمجھ رہے ہیں کہ زندگی کے ساتھ ساتھ موت چل رہی ہے۔"

وہ قافلہ ایک گنبد نما عمارت کے سامنے رک گیا۔ وہ عمارت ایک طبی تجربہ گاہ تھی۔ وہاں کے ڈاکٹر اور دوسرے ماہرین نے گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا پھر ان باپ بیٹی کو میڈیکل چیک اپ کے لیے اندر لے گئے۔

ایک ڈاکٹر نے معائنے کے دوران پوچھا "سولارز! آپ دو روبوٹس کے ساتھ گئے تھے اور خلافِ توقع جلد واپس آئے ہیں لیکن وہ روبوٹس کہاں رہ گئے ہیں؟"

وہ اپنی ناکامی اور شکست کی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "یہ حکومتی معاملات ہیں۔ تم اس سلسلے میں بات نہ کرو۔"

ڈاکٹر کی مجال نہیں تھی کہ ایک حکمران سے پھر کوئی بات کرتا۔ ان باپ بیٹی کو ایکسرے مشین کے سامنے لے جایا گیا۔ وہ مشین ایک بہت بڑے کیمرے کی طرح تھی۔ اس کے سامنے کھڑے ہونے والے کا پورا ڈھانچا سامنے ایک بڑی اسکرین پر نظر آتا تھا۔ جسم کے مختلف اعضا کے تمام ڈاکٹر اس اسکرین کے سامنے بیٹھ کر اپنی اپنی مہارت کے مطابق رپورٹ لکھتے تھے۔

پہلے سولارز کو ایکسرے مشین کے سامنے آنے کے لیے کہا گیا۔ اس نے کہا "میں اپنی بیٹی کے ساتھ ایک ہی وقت میں مشین کے سامنے آرہا ہوں۔ ہمیں توجہ سے دیکھو۔"

وہ دونوں مشین کے سامنے آئے۔ ان کا سراپا اسکرین پر ڈھانچے کی صورت میں دکھائی دینے لگا۔ علم الابدان کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسکرین پر باپ بیٹی کے ڈھانچوں کو دیکھنے لگے۔

انہیں سولارز کے ڈھانچے کے ساتھ ملا ہوا ایک اور ڈھانچا نظر آرہا تھا۔ کچھ ایسا لگ رہا تھا جیسے کیمرا ذرا ہل گیا ہے اور ایک ہی تصویر ایک پر ایک نظر آرہی ہے۔ ایک ڈاکٹر نے کہا "فوکس درست کرو۔ مشین کے لینس کو چیک کرو۔"

ایکسرے مشین آپریٹر نے لینس کو چیک کیا۔ فوکس بھی درست تھا۔ اس کے باوجود بدی بدی کے ڈھانچے پر بھی ایک اور ڈھانچا نظر آرہا تھا۔ سولارز نے کہا "میں نے پہلے بتانا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ تم میں سے کوئی یقین نہیں کرتا۔ ارضی دنیا سے دو گوشت پوست کی ٹھوس ہستیاں سایہ بن کر ہمارے اندر آگئی ہیں۔"

ایک ڈاکٹر نے کہا "یہ عجیب سی بات ہے۔ سایہ تو انسان کے باہر نظر آیا کرتا ہے۔"

دوسرے ڈاکٹر نے کہا "سایہ انسان کے اندر رہتا ہے۔ جب انسان روشنی میں آتا ہے تو سایہ اس کے اندر سے نکل کر باہر آجاتا ہے۔"

سولارز نے کہا "ہم باپ بیٹی روشنی میں ہیں۔ ہمارے پیچھے دیوار پر ہمارے سائے ہیں لیکن یہ جو اندر ہیں انہیں روشنی بھی باہر نکالنے میں ناکام ہے۔ ہم خود انہیں اپنے اندر سے نکال نہیں سکتے۔"

لکی سیون اور پارس ان کے اندر سے نکل کر ان باپ بیٹی کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ اب اسکرین پر چار ڈھانچے سر سے پاؤں تک نظر آرہے تھے۔ پارس نے کہا "لاحول ولا قوۃ۔ خلا میں آنے کے بعد ہماری ننگی تصویریں آرہی ہیں۔ لکی! چلو یہاں سے۔"

وہ دونوں سائے ایکسرے مشین سے ہٹ گئے۔ صرف باپ بیٹی رہ گئے۔ تمام ڈاکٹر اور وہاں کھڑے ہوئے چند گارڈز نے بڑی حیرانی سے یہ تماشا دیکھا تھا۔ گارڈز کو کمانڈ کرنے والے افسر نے کہا۔ "وہ سائے اسی تجربہ گاہ کے اندر ہیں۔ انہیں تلاش کرو۔"

سولارز نے حکم دیا "رک جاؤ۔ کیا انہیں تلاش کر کے گرفتار کر سکو گے؟ کیا سائے کو ایک مٹھی میں یا ایک چٹکی میں بھی پکڑا جا سکتا ہے؟"

گارڈز اور ان کے افسر جواب نہ دے سکے۔ ایک افسر نے پوچھا۔ "کیا ارضی باشندے اسی طرح سایہ بن جاتے ہیں؟"

"نہیں۔ یہ جو سایہ بن کر آیا ہے اس نے یہ انوکھا طبی تجربہ کیا ہے۔ یہ اور اس کے ساتھی کسی دوا کے استعمال سے سایہ بن جاتے ہیں۔ ابھی اس کے ساتھ ہمارے خلائی زون کی ایک زہریلی لڑکی تمارا ہے۔ وہ بھی اس سائے سے شادی کر کے سایہ بن کر ہمارے اندر سما کر یہاں تک چلی آئی ہے۔ اب یہ اس کی راہنمائی کرے گی۔ یہاں کے تمام راز بتائے گی۔"

سہمی ہوئی بدی بدی نے کہا "میرے باس کی باتوں سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم تمارا اور اس کے لائف پارٹنر کو دشمن سمجھ رہے ہیں۔ یہاں انہیں اپنا مہمان سمجھو۔ میں نے تمارا کو بہن بنایا ہے۔ تمارا! تم سن رہی ہو نا؟"

سولارز نے کہا "سیدھی سی بات ہے۔ جسے ہم زیر نہیں کر سکتے اس سے زیر ہو جاتے ہیں۔ ہم اس سائے پارس کو خود سے برتر سمجھتے ہیں۔ کیوں مسٹر پارس! تم سن رہے ہو نا؟"

اس بڑے ہال کے ایک گوشے میں اچانک ہی دونوں نظر آئے۔ پارس نے کہا "سولارز! تم دوست بن رہے ہو۔ مجھے خود سے برتر تسلیم کر رہے ہو اور تمہاری بیٹی میری بیوی کو بہن کہہ چکی ہے تو اب ہمارے درمیان پردہ نہیں رہنا چاہیے۔"

لکی سیون نے کہا "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سایہ بننے والی گولیوں کا اثر ختم ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو دوست مان لیا ہے۔"

پارس نے لکی سیون کو ڈانٹ کر کہا "کیا یہ کہنا ضروری ہے کہ گولیوں کا اثر ختم ہو چکا ہے۔ تم بالکل احمق ہو۔"

"دیکھو جی! میرے میکے میں اگر مجھے احمق نہ کہنا۔ جب میرے میکے والی نے پچھلی تمام دشمنیاں بھلا کر مجھے بہن بنا لیا ہے تو اب ان سے کیا چھپانا کہ سایہ بنانے والی گولی اب ہمارے پاس نہیں رہی ہے۔"

پارس نے اس کی زلفوں کو مٹھی میں جکڑ کر اس کے رخسار پر ایک طمانچہ رسید کیا پھر کہا "بے وقوف کی بچی! ہر عورت اپنے میکے بیچ کر اترانے لگتی ہے۔ چل بھاگ یہاں سے ورنہ کتے کی موت ماری جائے گی۔"

سولارز نے قہقہہ لگایا۔ اپنے ایٹمی لباس کے بٹن کو دو انگلیوں سے تھام کر کہا "بھاگتے کا راستہ کہاں ہے؟ میرے گارڈز تمہارے زیب نہیں جائیں گے۔ تم دونوں زہریلے ہو اور تم میرے قریب نہیں آسکو گے کیونکہ ابھی یہ بٹن گھومنے والا ہے اور تم دونوں کے مجتمعے اڑنے والے ہیں۔"

پارس نے ہاتھ اٹھا کر کہا "پلیز! اپنی بات پر قائم رہو۔ مجھے برتر تسلیم نہ کرو۔ میں دوست بن کر رہوں گا اور تمہارے بہت کام آؤں گا۔"

بدی بدی نے باپ کے ایک بازو کو تھام کر کہا "نہیں بوب نہیں۔ یہ ناگ اور ناگن ہیں۔ یہ ناگن زندہ رہے گی تو میں خوف سے مرتی رہوں گی۔ پلیز' فوراً ان کے زہر سمیت انہیں فنا کر دیں۔"

لکی سیون اور پارس کی نظریں اس بٹن پر تھیں جسے سولارز گھما تا تو وہ دونوں پلک جھپکتے ہی فنا ہو جاتے اور اسے یہ کرنا ہی تھا۔ انہوں نے ہی سایہ بن کر زمین پر اس کے روبوٹس کو ناکارہ بنایا تھا

اور اسے ہارنے والے سپاہی کی طرح میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کیا تھا پھر لکی سیون سے خطرہ تھا کہ اس کی بیٹی کو اپنے زہر سے مار ڈالے گی۔

سولارز نے دو انگلیوں کے درمیان بٹن کو دبایا۔ اس میں سے ایک باریک چاندی کی کرن جیسی اینٹی شعاع نکلی۔ وہ دونوں جس گوشے میں کھڑے ہوئے تھے' وہاں کی ٹھوس دیواریں اور ستون ایک زوردار دھماکے سے چھوٹے چھوٹے پتھر اور کنکر بن کر اڑنے لگے۔ کتنے ہی ڈاکٹرز اور گارڈز زخمی ہو کر بھاگنے لگے۔ دونوں باپ بیٹی ان سب سے پہلے بھاگ کر ہال سے باہر آگئے تھے اور اب عمارت سے باہر دوڑتے جا رہے تھے۔ بدی بدی کو اپنے دماغ میں لکی سیون کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "بد... بد... بد... بدی... بدی... بد... بد... بد... بدی' بدی..."

وہ دوڑنے کے دوران چیخ مار کر اوندھے منہ گر پڑی "بوب! میں مرجاؤں گی۔ وہ میرے اندر بول رہی ہے بوب! وہ زندہ ہے۔"

وہ بیٹی کو سہارا دے کر اٹھانے لگا۔ جس وقت اس نے اینٹی شعاع کا رخ ان کی طرف کیا تھا' اس وقت اس نے بھی ان دونوں کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ پھر سایہ بن گئے تھے۔ یعنی تھوڑی دیر کے لیے ظاہر ہو کر یہ ثابت کر گئے تھے کہ سولارز اور بدی بدی بدترین دشمن ہیں اور دشمن ہی رہیں گے۔

لکی سیون اور پارس کی پہلی گولیوں کا اثر واقعی زائل ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے ہی انہوں نے ایک ایک گولی اپنی داڑھ میں دبالی تھی پھر گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہو کر ایک دوسرے سے لڑنے کا ایسا ڈراما کیا تھا جس سے یقین ہو گیا کہ اب وہ دونوں وہاں دوبارہ سایہ نہیں بن سکیں گے۔ اس یقین کے ساتھ ہی دونوں باپ بیٹی نے چھپی ہوئی دشمنی ظاہر کر کے اپنا دوغلا پن ثابت کر دیا تھا۔

اس عمارت کا ایک حصہ ٹوٹ گیا تھا۔ زخمیوں کو طبی امداد پہنچائی جا رہی تھی۔ وہ باپ بیٹی ٹوسیٹر میں بیٹھ کر کانفرنس ہال کی طرف جانے لگے۔ سولارز بہت پریشان تھا۔ وہ بیٹی کے شانے کو تھپک کر کہہ رہا تھا "بیٹی! حوصلہ کرو۔ اب تو جو ہونا ہے' وہی ہو گا۔ کیا واقعی تم نے تمارا کی آواز سنی تھی؟"

"ہیں بوب! وہ زندہ ہے۔ وہ بول رہی تھی۔ مذاق اڑانے کے انداز میں صرف بد... بد... بدی بدی کہہ رہی تھی۔"

"تم نے کچھ دیر پہلے آواز سنی تھی۔ کیا اس کے بعد اس نے کچھ اور کہا ہے؟" اس کے ساتھی پارس کو بھی کچھ کہنا چاہیے تھا لیکن میرے اندر نہیں بول رہا ہے۔ تم نے ایک ہی بار آواز سنی ہے تو یہ تمہارا وہم اور خوف کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔"

"بوب! اگر وہ آپ کے حملے کی زد میں آتے تو وہاں کنکر پتھر کے علاوہ ان کے جسم کے ٹکڑے بھی نظر آتے۔"

"درست کہتی ہو۔ وہ دونوں زندہ ہیں اور مصلحتاً خاموش ہیں۔"

وہ روتے ہوئے بولی "کیا وہ ابھی میرے اندر ہو گی؟"

"میں تمہیں کیسے سمجھاؤں؟ کیا رونے سے موت ٹل جاتی ہے؟"

"اس کے دل میں میرے لیے رحم پیدا ہو سکتا ہے۔"

"تھوڑی دیر پہلے تم نے کہا تھا کہ میں دونوں زہریلوں کو ہلاک کردوں۔ میں نے وہی کوشش کی اور ناکامی ہوئی۔ اس وقت میرے اور تمہارے دلوں میں ان کے لیے رحم پیدا نہیں ہوا پھر کیسے توقع کرتی ہو کہ وہ تم پر رحم کریں گی۔ میری بیٹی! میں تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ تم پر کبھی کوئی مصیبت نہیں آنے دیتا لیکن موت کا راستہ کیسے روک سکتا ہوں۔ اب تو میں جس قدر بھی گڑگڑاؤں تمہارے لیے رحم کی بھیک مانگوں گا' مجھے بھیک نہیں ملے گی۔ ہمت مضبوط کرو۔ دشمن کو دشمن ہی سمجھو اور اس سے رحم کی توقع نہ کرو۔"

وہ دوسری عمارت میں آئے۔ ان کے ساتھ مسلح گارڈز بھی تھے لیکن اس عمارت کے اندر کسی گارڈ یا عام ورکر کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس عمارت کے درمیان ایک بڑا سا آڈیٹوریم جیسا ہال تھا۔ سامنے سینما کی طرح بڑی اسکرین تھی۔ اس ہال میں صرف خلائی پلیٹ فارم کا انچارج اسٹیشن ماسٹر' مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے چند افسران اور ایک سیکورٹی افسر وغیرہ داخل ہو سکتے تھے۔

اس وقت صرف باپ بیٹی اور دو مشین آپریٹر اس ہال میں آئے پھر اس کے دروازے اندر سے بند کر دیے گئے۔ ایک مشین کو آپریٹ کیا گیا تو سامنے بڑی اسکرین پر ایک سائنس لیبارٹری کے سننگ روم کا منظر ابھرا جس کے پیچھے دو افراد سولارز کی طرح اینٹی لباس پہنے کھڑے تھے۔

کرسیوں پر بیٹھے ہوئے دو افراد سولارز کی طرح سائنس دان تھے۔ سولارز کی طرح اس خلائی زون کے حکمران تھے۔ وہ لیبارٹری کے ایک سننگ روم کا منظر ابھی اسکرین پر دکھائی دے رہا تھا۔ ان میں سے ایک سائنس دان حاکم کا نام ساساکولائی اور دوسرے سائنس دان کا نام ساسا مورائی تھا۔

ساسا مورائی نے ہیلو کہہ کر ہاتھ ہلایا پھر پوچھا "فرینڈ سولارز! آڈیٹوریم میں تم صرف بیٹی کے ساتھ ہو۔ خلائی پلیٹ فارم کے ذمے دار افسر موجود نہیں ہے۔ کیا بہت ہی راز کی بات کہنا ہو؟"

سولارز نے کہا "ہاں راز کی بات میں میرے لیے بڑی اہم ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی کی موجودگی میں ہماری گفتگو سنے۔ میں ہوں۔"

ساساکولائی نے کہا "تم خلافِ توقع ارضی دنیا سے جلد واپس آئے ہو۔ ہم تمہاری رپورٹ سننے کے لیے بے چین ہیں۔"

سولارز نے کہا "ہم نے ارضی دنیا کے باشندوں کو سمجھنے میں غلطی کی تھی۔ اگرچہ ہم کئی معاملات میں ان سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں تاہم وہ بھی کچھ معاملات میں ہم سے آگے ہیں۔ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ایک گروہ بہت مضبوط ہے۔ انہوں نے ایک ایسی دوا تیار کی ہے جسے استعمال کر کے وہ سایہ بن جاتے ہیں۔ ان کے گوشت پوست کا ٹھوس جسم تحلیل ہو کر ان کے اپنے سائے میں گم ہو جاتا ہے پھر ان کے بدن کی سختی اور ٹھوس ہڈیوں کا کچھ پتا نہیں چلتا۔"

"یہ تو تم ایسی ناممکن بات کہہ رہے ہو جسے کوئی بھی صاحبِ عقل تسلیم نہیں کرے گا۔"

سولارز نے کہا "کیا پہلے کسی نے تسلیم کیا تھا کہ مصنوعی دماغ بنایا جا سکتا ہے۔ یہ مضحکہ خیز خیال تھا لیکن ہم نے مصنوعی دماغ والے روبوٹس بنائے ہیں۔ تمہارے لیے یہ ناقابلِ یقین بات ہو گی لیکن ارضی دنیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہزاروں میل دور سے کسی کے بھی خیالات پڑھ لیتے ہیں۔"

"تمہاری جگہ کوئی دوسرا ایسی رپورٹ دیتا تو ہم کبھی یقین نہیں کرتے۔ کیا ایسے ارضی گروہ سے تمہارا سامنا ہوا تھا؟"

"ہاں۔ اس وقت بھی سامنا ہے۔ کیا تمہارے جسم پر تمہارے پیچھے کسی شخص کا سایہ پڑے تو تم اسے محسوس کر سکو گے؟"

"دوسرے کا سایہ ہمارے بدن پر آئے تو ہم محسوس نہیں کر سکتے' روشنی میں اسے دیکھ سکتے ہیں۔"

"اگر وہ سایہ ہمارے جسم کے اندر سما جائے تو روشنی میں بھی نہیں دیکھ سکتے۔ تم دونوں خلائی زون سے ہم باپ بیٹی کو روشنی میں دیکھ رہے ہو لیکن ہمارے اندر چھپے ہوئے دشمنوں کو تمہاری آنکھیں نہیں دیکھ رہی ہیں۔"

ساساکولائی اور ساسا مورائی نے تشویش بھری نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر سولارز سے پوچھا "کیا واقعی تمہارے اندر دشمنوں کے سائے چھپے ہوئے ہیں؟"

"ہاں تمہیں یاد ہو گا' ہمارے زون میں تمارا نام کی ایک زہریلی لڑکی تھی۔ اس نے زمین پر جا کر پارس نامی ایک زہریلے جوان سے شادی کر لی۔ وہ دونوں ہزاروں میل دور تک خیالات پڑھنے والا ٹیلی پیتھی کا علم جانتے ہیں۔ جیسے ہی میں پی پی فائیو اور پی پی سکس کے ساتھ زمین پر پہنچا تو تمارا اور پارس نے سایہ بن کر ہمارے دونوں روبوٹس کو سپلائی ہونے والے دولت کو صفر کر دیا۔ وہ دونوں ناکارہ ہو گئے۔ میں نے پھر دو لنچ بردار بھیجنے اور انہیں کارآمد بنانے کی کوشش کی مگر کامیابی سے پہلے کسی نے مجھ پر حملہ کیا۔ حملہ کرنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ سایہ تھا۔ میں جوابی حملے نہیں کر سکتا تھا۔ تمارا جو سایہ بنی ہوئی تھی اس کا زہر ہم باپ بیٹی کو ہلاک کر سکتا تھا۔ مصلحت اسی میں تھی کہ میں وہاں سے واپس آجاؤں۔ مجھے افسوس ہے میں بیٹی کے ساتھ ناکام واپس آیا۔

بدی بدی نے کہا "ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے' وہ دونوں سایہ بن جانے والے ہمارے جسموں کے اندر سما گئے ہوں گے۔ زمین کی کشش سے باہر آنے کے بعد انہوں نے ہمیں اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔"

ساسا مورائی نے کہا "دونوں سایوں کی موجودگی کا پتا چلتے ہی تم باپ بیٹی کو زمین پر واپس جانا چاہیے تھا۔"

"واپس جانے سے وہ اپنے زہر کے ذریعے ہمیں ہلاک کر دیتے۔"

"تم باپ بیٹی اپنی سلامتی کے لیے خلائی پلیٹ فارم پر موت لے آئے ہو۔ وہ سائے تو وہاں ایک ایک کو چن چن کر ہلاک کر دیں گے۔"

دوسرے نے کہا "سولارز! تم بہت ذہین سائنس دان ہو۔ لیکن بیٹی کی محبت نے تمہیں اس حماقت پر مجبور کر دیا۔ کیا اس پلیٹ فارم پر پہنچ کر تم بیٹی کو تمارا کے زہر سے بچا سکو گے اور کیا خود سلامت رہ سکو گے؟"

سولارز نے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر کہا "میں نے ایسی غلطی کی ہے جس کے نتیجے میں یہاں کے تمام افراد کی زندگیوں کے مالک وہ دونوں ہو گئے ہیں۔"

پارس نے کہا "یہ غلط ہے۔ زندگی اور موت پر صرف خدا کا اختیار ہے۔ ہم یہاں کسی کی زندگی کے مالک نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ تم باپ بیٹی بھی اب تک زندہ ہو اور یہ اس لیے کہ خداوندِ کریم کو ابھی تم دونوں کی موت منظور نہیں ہے۔ یا وہ کاتبِ تقدیر کسی اور طرح تم دونوں کو عبرت ناک موت دینا چاہتا ہے۔"

پارس کی یہ باتیں سولارز اپنی زبان سے کہہ رہا تھا اور خلائی زون کے سائنس دانوں کو سنا رہا تھا کہ پارس اس سے یہ سب کچھ کہہ رہا ہے۔

ساساکولائی نے کہا "ہماری معلومات کے مطابق ارضی دنیا میں بہت سے مذاہب ہیں اور ہر مذہب والوں کا اپنا الگ خدا ہے۔ اگر پارس یہ مانتا ہے کہ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ تم سب کو خدا کے رحم و کرم پر چھوڑ دے اور کسی کو نقصان نہ پہنچائے۔"

سولارز نے پارس کا جواب سنا پھر کہا "وہ کہتا ہے' ان کے عقیدے کے مطابق طبعی موت بھی ہو گی اور حادثاتی موت بھی۔ ان کے خدا نے موت کے ذرائع پیدا کیے ہیں۔ وہ ذرائع ہتھیار بھی ہیں اور زہر بھی۔ ہر ذی روح کی موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس مقررہ وقت سے پہلے کوئی شہ زور کسی کمزور کو نہیں مار سکتا۔ اس مقررہ وقت سے پہلے ان دونوں کا زہر بھی ہم باپ بیٹی کو نہیں مارے گا۔ اس خلائی پلیٹ فارم پر پتا نہیں کتنے لوگوں کی موت کا وقت آچکا ہے اس لیے خدا نے ان دونوں کو ہمارے اندر پہنچا کر یہاں

بھیج دیا ہے۔ وہ دونوں ذریعہ ہیں' موت کا ذریعہ۔"

"تم کہتے ہو' وہ ہزاروں میل دور تک کسی بھی شخص کے خیالات پڑھ لیتے ہیں' کیا وہ ہمارے خیالات پڑھ سکتے ہیں؟"

سولارز نے پارس کا جواب سن کر کہا "انہیں خیال خوانی کے لیے ارضی دنیا میں جتنی ہوا میسر ہے وہ کششِ ثقل کے باہر نہیں ہے اس لیے خیال خوانی کی لہریں خلائی زون تک نہیں پہنچ سکیں گی۔ اس کے لیے انتظار کیا جائے۔ وہ دونوں جلد ہی خلائی زون میں پہنچ کر تم سب کے دماغوں میں بھی پہنچا کریں گے۔"

ساسا مورائی نے کہا "وہ ہمارے خلائی پلیٹ فارم تک پہنچنے کے بعد آگے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ہم خلائی زون تک پہنچنے کا راستہ بند کرنے کی کوئی تدبیر کریں گے۔ فرینڈ سولارز! ہم تینوں سائنس دان اچھے دوست ہیں۔ تم سے کبھی دشمنی نہیں کریں گے۔ تمہاری خاطر ہم تمہارا اور پارس کی تمام شرائط تسلیم کریں گے اور یہ چاہیں گے کہ وہ اپنی دنیا میں واپس چلے جائیں۔ آئندہ ہمارے درمیان دوستانہ تعلقات رہا کریں گے۔"

اس بار پارس نے مشین آپریٹ کرنے والے کی زبان سے کہا۔ "میں ان لمحات میں آپریٹر نہیں ہوں' پارس ہوں۔ اس آپریٹر کے جسم اور دماغ میں سمایا ہوں اور اس طرح براہِ راست جواب دے رہا ہوں۔"

ساسا نکولائی نے کہا "ہم زمین والوں کا یہ نیا کمال دیکھ رہے ہیں۔ مسٹر پارس! تم نے ہمارے ایک آپریٹر کی شخصیت کو اپنا لیا ہے۔"

"ہاں صرف آپریٹر کا جسم تمہارے سامنے ہے۔ باقی اس کا مزاج' اس کی عادات اور خیالات سب میرے ہیں۔ تم ہم سے دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتے ہو اور خلائی زون کا راستہ بند کرنے کی تدبیر بھی کرنے والے ہو۔ تم لوگوں میں دوغلا پن اس قدر ہے کہ دوستی کبھی نہیں ہو گی پھر تم تین سائنس دانوں نے خلائی زون کے عوام کو کمزور اور غلام بنا رکھا ہے۔ میری بیوی تمارا کے باپ اور بھائی نے بغاوت کی تو تم نے انہیں سزائے موت دی۔ اب تمارا ایک طاقت بن کر آ رہی ہے۔ تم خلائی زون کا راستہ بند کرنے کی فکر کرو۔ ویسے پیشگی کہہ دوں کہ یہ کائنات تمہارے باپ کی نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو کائنات کے راز جاننے کی ذہانت اور حوصلہ دیا ہے۔ تم کتنے خلائی راستے بند کر سکو گے؟ ہم آنے ہی والے ہیں۔"

خلائی زون کے دونوں سائنس دانوں نے آپریٹر کو ایسے گھور کر دیکھا جیسے پارس کو دیکھ رہے ہوں پھر ایک نے سولارز سے کہا "خلائی پلیٹ فارم سے باہر جانے کا راستہ لاک رکھو۔ تم بھی اس وقت تک وہاں سے نہ نکلو' جب تک ہم تمہیں مخصوص سگنل نہ دیں۔ اوکے' چند گھنٹوں کے بعد رابطہ ہو گا۔"

خلائی زون سے مشین کو بند کر دیا گیا۔ خلائی پلیٹ فارم کی مشین بھی بند ہو گئی۔ اسکرین سادی ہو گئی۔ وہ باپ بیٹی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے پھر بیٹی نے کہا "جوب! ابھی پارس بول رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے تمارا بھی ہے اور شاید میرے اندر ہے۔"

"بیٹی! میں کیا کروں؟ کیا میری التجا سن کر وہ تمہارے اندر سے نکل جائے گی۔ اقتدار' حکومت اور طاقت حاصل کرنے اور بہت بڑی دنیا کا مالک بننے کا نشہ ایسا ہوتا ہے کہ اس نشے میں بیٹا' باپ کو بھائی' بھائی کو اور دوست' دوست کو مار ڈالتا ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو کیا' ساسا نکولائی اور ساسا مورائی مجھے خلائی زون میں واپس آنے دیں گے؟ کبھی نہیں۔ تمارا اور پارس نے اگر ہمیں ہلاک نہ کیا تو خلائی زون کے وہ دونوں سائنس دان ہمیں مار ڈالیں گے۔"

"کیا ہر طرح سے ہماری موت ہے؟"

"اگر یہ دو زہریلے ہمیں ہلاک نہیں کریں گے تو میں بچاؤ کی تدبیر کر سکتا ہوں۔"

پارس نے کہا "بچاؤ کی تدبیر صرف یہی ہو سکتی ہے کہ ہم تمہارے قاتل نہ بنیں' تمہارے محافظ بن جائیں۔"

سولارز نے حیرانی سے پوچھا "تم ہمیں جان کی امان دو گے؟"

"اب تک دے رہے ہیں۔ اگر ہمارے مشوروں پر عمل کرو گے تو ہمارا زہر کبھی تمہاری جان نہیں لے گا۔"

بدی بدی نے کہا "ہم تمہارے تمام مشوروں پر عمل کریں گے۔ پلیز یوب! آپ مسٹر پارس کے مشوروں پر عمل کریں۔"

سولارز نے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

"پہلے تم بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ کیا ساسا نکولائی اور ساسا مورائی وہاں حکومت کرنے کے لیے تمہیں مار ڈالیں یا یہ چاہتے ہو کہ سانپ کے ڈسنے سے پہلے اسے لاٹھی سے مار ڈالو؟"

"دانش مندی یہی ہے کہ دشمنوں کے کامیاب حملوں سے پہلے ہی انہیں کچل دیا جائے' میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں لیکن دونوں سائنس دان بہت خطرناک ہیں۔ ان کے پاس فی الحال سات عدد روبوٹس ہیں اور ایٹمی آلات کا ذخیرہ بھی ہے۔"

"تم زمین پر آئے تو تمہارے ساتھ دو روبوٹ تھے اور تم نے نے ایٹمی لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے باوجود بری طرح ناکام ہو آئے۔ اگر ہم تمہارے ساتھ خلائی زون میں جائیں گے تو ان سات عدد روبوٹس اور ندھے منہ گرنے پڑیں گے۔ دونوں سائنس دان کے ایٹمی ہتھیار ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"تم دونوں سایہ بن کر رہو گے اس لیے تمہارا کچھ نہیں گا لیکن ہم باپ بیٹی مارے جائیں گے۔"

"ایسا نہیں ہو گا۔ خلائی زون میں پہنچنے کے بعد ہم تمہیں عدد گولیاں نگلنے کو دیں گے۔ اسے نگلتے ہی تم باپ بیٹی بھی سایہ جاؤ گے۔"

بدی بدی نے خوش ہو کر کہا "ونڈر فل آئیڈیا! پارس تم اچھے ہو۔ ہماری دشمنی کے باوجود دوستی کا ثبوت دے رہے ہو۔

سولارز نے کہا "بے شک! تم ہمارے ساتھ ایسی دوستی نباہو گے تو میں نکولائی اور مورائی کے چیتھڑے اڑا دوں گا لیکن تم ہمارے ساتھ یہ مہربانی کیوں کر رہے ہو؟"

"صرف اس لیے کہ وہاں کسی سائنس دان کی ڈکٹیٹر شپ نہ رہے۔ ان دونوں کو ہلاک کرنے کے بعد تم وہاں کے عوام کو حکومت میں شامل کرو گے۔ کسی کو کمتر نہیں سمجھو گے۔ اپنی خلائی مخلوق سے محبت کرو گے تو تمارا کبھی بدی بدی کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

"تمہاری ہر بات قابلِ قبول ہے لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ نکولائی اور مورائی کی ہلاکت کے بعد تم مجھے زندہ چھوڑو گے۔"

"یہ بھول رہے ہو کہ اس وقت اپنی اور اپنی بیٹی کی موت سے باتیں کر رہے ہو اور یہ موت تمہیں نیکی کمانے کے لیے ڈھیل دے رہی ہے۔ تم ہمیں دیکھ نہیں رہے ہو۔ اتنی دیر میں تمارا یہاں کے خفیہ اسٹور روم سے ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز لے آئی ہے اور ہم انہیں پہن چکے ہیں۔ ہم تمہارے بغیر خلائی زون کی طرف جا سکتے ہیں اور جانے سے پہلے تم دونوں کو یہاں موت کی نیند سلا سکتے ہیں لیکن ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ جس دشمن سے نقصان نہ پہنچ رہا ہو' اسے نہ مارو بلکہ ڈھیل دو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ نیکی کے راستے پر چل پڑے۔"

"تمہاری باتیں دل کو لگ رہی ہیں۔ اب تم ہمارے ساتھ جو بھی سلوک کرو' ہم خلائی زون میں سائنس دانوں کی ڈکٹیٹر شپ ختم کر کے عوام کو حکومت میں شامل کریں گے اور کسی کو خود سے کمتر نہیں سمجھیں گے۔"

بدی بدی نے کہا "میں بھی وہی کروں گی جو میرے یوب کریں گے۔ ہمیں حکمرانی نہیں' صرف خوش حال زندگی چاہیے۔"

لکی سیون نے اسے مخاطب کیا تو وہ سہم گئی۔ لکی سیون نے ہنستے ہوئے کہا "جب نیک ارادوں کے مطابق عمل کرنے والی ہو تو ڈرتی کیوں ہو۔ تم جب تک اپنے نیک ارادوں پر عمل کرتی رہو گی' میں تمہاری دوست بن کر رہوں گی۔ تمہارا خوف دور کرنے کے لیے اب میں تمہارے اندر نہیں ہوں۔ اپنے دائیں طرف والی دیوار پر دیکھو' میرا سایہ نظر آئے گا۔"

اس نے اور سولارز نے دیکھا۔ دیوار پر لکی سیون اور پارس کے سائے نظر آ رہے تھے۔ پارس نے سولارز سے کہا "بولتے وقت صرف میری سوچ کی لہریں تمہارے دماغ میں آتی ہیں پھر واپس چلی جاتی ہیں۔ اب ہم دونوں تم باپ بیٹی کے اندر نہیں آئیں گے۔"

"شکریہ مسٹر پارس! یہ بتاؤ خلائی زون کی طرف کب چلنا چاہتے ہو؟"

"میرا خیال ہے جلدی نہ کی جائے۔ تم نکولائی اور مورائی کو یہ تاثر دو کہ ان کے مشوروں کے مطابق اپنی بیٹی کے ساتھ یہیں موجود ہو اور جلد سے جلد اپنے سائنس دان دوستوں کی مدد چاہتے ہو۔"

"مسٹر پارس! تم نہیں جانتے۔ اس خلائی پلیٹ فارم کے نیچے کئی جگہ چھوٹے چھوٹے آکسیجن بم ہیں۔ خلائی زون سے وہ دونوں سائنس دان ریموٹ کنٹرولر کا ایک بٹن دبائیں گے تو یہ پورا خلائی اسٹیشن ٹکڑے ٹکڑے ہو کر خلا میں بکھر جائے گا۔"

"ہم ایک بار پھر بھروسا کر کے تم باپ بیٹی کو ایک ایک گولی دیں گے۔ تم دونوں ان گولیوں کو حفاظت سے رکھو گے۔ جیسے ہی یہاں پسلا دھماکا ہو گا ان گولیوں کو نگل جانا۔ تمہیں اور بدی بدی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

تھوڑی دیر بعد لکی سیون نے کہا "تم دونوں کے سامنے والی کرسی پر دو گولیاں رکھی ہوئی ہیں۔ انہیں اٹھا کر حفاظت سے رکھ لو۔"

انہوں نے فوراً اٹھ کر سامنے والی کرسی پر دو عدد ننھی سی گولیوں کو دیکھا پھر انہیں اٹھا کر سولارز نے کہا "ان لمحات میں میں اپنی شرمندگی بیان نہیں کر سکتا۔ ہم نے دشمنی کی اور تم دوستی کرتے آ رہے ہو۔"

"پچھلی باتیں بھول جاؤ اور میری باتیں توجہ سے سنو۔ میں تمارا کے ساتھ یہاں کے انچارج اسٹیشن ماسٹر کے پاس جا رہا ہوں۔ اسے مجبور کروں گا کہ وہ پلیٹ فارم کا دروازہ کھولے اور ہمیں خلائی زون کی طرف جانے دے۔ وہ مجبور ہو کر دروازہ کھولے گا۔ ہم اسے نظر نہیں آئیں گے۔ چند منٹ کے بعد وہ یہ سوچ کر دروازہ بند کر دے گا کہ ہم جا چکے ہیں۔"

"مسٹر پارس! اس کا فائدہ کیا ہو گا؟ ہمیں سچ مچ سایہ بن کر جانا چاہیے۔"

"فائدہ یہ ہے کہ نکولائی اور مورائی دہشت زدہ رہیں گے کہ ہم دو سائے ان کی طرف آ رہے ہیں۔ وہ ہمارے ہی خوف سے اس خلائی پلیٹ فارم کو تباہ کرنا چاہیں گے لیکن ہمارے آنے کی خبر سن کر ایسے پلیٹ فارم کو تباہ نہیں کریں گے جہاں ایٹمی اسلحہ' فلائنگ شوز اور آکسیجن سلنڈر جیسی اہم چیزیں رکھی ہیں۔ اس طرح اس پلیٹ فارم پر جتنی خلائی مخلوق آباد ہے' ان کی زندگیاں بھی محفوظ رہیں گی۔"

"تم واقعی مہذب انسان ہو۔ اپنے ساتھ دوسروں کی بھی جان و مال کی حفاظت کرتے ہو۔ ٹھیک ہے تم جیسا کہہ رہے ہو' ہم ویسا ہی گفتگو نکولائی اور مورائی سے کریں گے۔"

لکی سیون اور پارس انچارج اسٹیشن ماسٹر کے پاس آئے۔ وہ اپنے ایک پرائیویٹ کمرے میں بیٹھا ریڈیو وائرلیس کے ذریعے خلائی زون کے حکمران ساسا نکولائی اور ساسا مورائی سے باتیں کر رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا "وہ باپ بیٹی ابھی تک اسی آڈیٹوریم میں بیٹھے ہیں۔ مشین آپریٹ کرنے والے باہر جا چکے ہیں۔ شاید وہ

ان زہریلے سایوں سے خوف زدہ ہیں۔ وہ سائے نظر نہیں آرہے ہیں۔ ہمارے لیے پرابلم بن گئے ہیں۔"

ساسا نکولائی نے کہا "ہم نے ان باپ بیٹی کو دیکھا تھا' وہ عام سے لباس میں تھے۔ خلائی سفر کرتے وقت ایسی لباس اور فلائنگ شوز پہنیں گے۔ ابھی ہم ان سے کہیں گے کہ وہ خلائی زون میں آجائیں۔ اگر وہ سائے بھی ان کے ساتھ آئیں گے تو ہم ان سے نمٹ لیں گے۔"

"ان سایوں کو آپ خلائی زون میں بلا کر بہت بڑا خطرہ مول لیں گے۔"

"ہم نادان نہیں ہیں۔ ان باپ بیٹی کو جو فلائنگ شوز پہننے کے لیے دوگے ان شوز میں صرف اتنا ایندھن رکھو کہ وہ خلائی پلیٹ فارم سے صرف تین یا چار ہزار میل جاسکیں۔ ایندھن ختم ہوگا تو وہ نہ خلائی زون کی طرف آسکیں گے اور نہ ہی واپس خلائی پلیٹ فارم تک پہنچ سکیں گے۔ وہ خلا میں بھٹکتے اور الٹے سیدھے بہتے ہوئے کسی سیارچے سے ٹکرا کر مرجائیں گے۔ ان کے ساتھ لپٹ کر رہنے والے سایوں کا بھی یہی انجام ہوگا۔"

"آپ ان سے آڈیٹوریم میں پھر گفتگو کریں۔ تب تک میں آپ کے حکم کے مطابق ان باپ بیٹی کو پہنائے جانے والے فلائنگ شوز کے ایندھن میں کمی کردوں گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ لکی سیون نے کہا "اب ہم سے رابطہ کرو اور پوچھو کہ ایندھن میں کمی کرنے سے تمہارے سر پر کتنے جوتے پڑیں گے۔"

وہ گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پارس نے کہا "ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ ہم اسی وقت خلائی زون میں جائیں گے۔ گیٹ کے سکیورٹی افسر کو حکم دو کہ تم ابھی آرہے ہو۔ اس پلیٹ فارم کا گیٹ کھولا جائے۔ دو سائے باہر خلا میں جائیں گے۔"

وہ بولا "خلا میں جانے کی نادانی نہ کرو۔ خلائی زون تک سفر کرنے کے لیے فلائنگ شوز کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"ہم ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز پہنے ہوئے ہیں۔ ہماری فکر نہ کرو۔ فوراً گیٹ کے سکیورٹی گارڈ سے رابطہ کرو۔"

وہ ٹالنے والی باتیں کرنا چاہتا تھا۔ پارس کا ایک فولادی ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ وہ دور جاکر گرا۔ سامنے کے کئی دانت ٹوٹ گئے۔ منہ سے لہو باہر آنے لگا۔ پارس نے کہا "دیر کروگے تو بولنے کے قابل نہیں رہوگے۔"

وہ لہو پونچھتا ہوا تکلیف سے کراہتا ہوا مائکروفون کے پاس آیا پھر سکیورٹی افسر سے رابطہ کرکے بولا "میں دو سایوں کے ساتھ آرہا ہوں۔ گیٹ کھولو۔"

انچارج اسٹیشن ماسٹر کے پرائیویٹ کمرے کے قریب ہی وہ گیٹ تھا۔ انچارج وہاں پہنچا تو سکیورٹی افسر نے پوچھا "وہ سائے کہاں ہیں؟"

وہ بولا "سائے ہر جگہ نظر نہیں آتے۔ تم گیٹ کھولو۔"

سلائیڈنگ گیٹ کا ایک حصہ ایک طرف سرکنے لگا۔ لکی سیون نے کہا "تھینک یو اسٹیشن ماسٹر! ہم جارہے ہیں۔ ایک سے تین گننے کے بعد تم گیٹ بند کرسکتے ہو۔"

وہ خاموش رہے۔ ایک سے تین تک گننے کے بعد گیٹ بند کردیا گیا۔ انچارج اسٹیشن ماسٹر تیزی سے اپنے پرائیویٹ کمرے کی طرف جانے لگا۔ لکی سیون اور پارس آڈیٹوریم میں آئے۔ وہاں آپریٹر آگئے تھے۔ مشین آپریٹ کررہے تھے۔ سامنے اسکرین پر پہلے کی طرح ساسا نکولائی اور ساسا موراٹی نظر آرہے تھے۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی بات شروع کرتے' انہیں ریڈیو وائرلیس سے پیغام موصول ہونے لگا۔ وہ کانوں سے ائرفون لگا کر سننے لگا۔

پارس نے سولارز کو بتایا کہ ان باپ بیٹی کو خلائی زون میں بلایا جائے گا اور ان کے فلائنگ شوز میں کم سے کم ایندھن رکھا جائے گا تاکہ وہ باپ بیٹی ان دونوں سایوں کے ساتھ خلا میں بھٹک کر مرجائیں۔

ادھر انچارج اسٹیشن ماسٹر ریڈیو وائرلیس کے ذریعے نکولائی اور موراٹی کو بتا رہا تھا کہ تمارا اور پارس خلائی زون کی طرف روانہ ہوچکے ہیں۔

نکولائی اور موراٹی نے پریشان ہوکر ان باپ بیٹی کو دیکھا پھر ایک نے پوچھا "کیا یہ سچ ہے کہ وہ دونوں سائے ہماری طرف آرہے ہیں؟"

سولارز نے انجان بن کر کہا "ہم یہاں بہت دیر سے بیٹھے ہوئے ان سایوں کا انتظار کررہے ہیں۔ ہم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ تمہیں کیسے اطلاع ملی ہے کہ وہ ہمیں چھوڑ کر تم دونوں کے اندر گھسنے چلے گئے ہیں۔"

موراٹی نے خوف زدہ ہوکر کہا "خبردار! ہمارے اندر گھسنے والی بات نہ کرو۔ تم ان سایوں کو اپنے ساتھ لاکر ہمارے لیے مصیبت بنا چکے ہو۔ ہمارا یہ زون ارضی دنیا اور دوسرے سیاروں کی طرح کھلا ہوا ہے۔ وہ سائے پتا نہیں ہمارے زون کے کس حصے میں اتریں گے۔"

"وہ جس حصے میں بھی اتریں کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ وہ نظر نہیں آئیں گے۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ تم دونوں کے بچاؤ کی صورت بتا رہا ہوں۔ کسی ایسی جگہ چھپ جاؤ کہ وہ سائے تمہیں تلاش نہ کرسکیں۔"

"ہمارے سات عدد ریوولس اور اہم سائنسی فارمولوں کا کیا بنے گا؟"

"ہماری سائنس لیبارٹری میں جو تہ خانہ ہے اس کا راز صرف ہم تین سائنس دان جانتے ہیں۔ اس تہ خانے میں تمام ریوولس اور تمام سائنسی آلات اور فارمولے چھپادو۔"

ساسا موراٹی نے کہا "سولارز! بہتر یہ ہے کہ تم بھی یہاں آجاؤ۔"

سولارز نے کہا "وہ موت بن جانے والے سائے جب ہمارے پاس تھے تو تم نے ہمیں اپنے پاس نہیں بلایا۔ اب کیوں بلا رہے ہو اور ہم وہاں آکر کیا کرلیں گے؟ ہمارے پاس کوئی ایسا نسخہ نہیں ہے جس سے تمہاری جان بچاسکیں۔"

"یاد رکھو' اگر ہمیں جان بچانے کا کوئی راستہ نہیں ملے گا تو ہم تم سب کو خلائی پلیٹ فارم کے ساتھ تباہ کردیں گے۔"

"آپس میں لڑکر مرنے کی بات کروگے تو ارضی دنیا والے ہمارے زون پر اپنی حکومت قائم کرلیں گے۔ عقل سے کام لو۔ وہ سائے تین گننے سے پہلے نہیں پہنچیں گے۔ ابھی وقت ہے۔ بچاؤ کی تدبیریں کرو۔ ہم سے باتیں کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔"

انہوں نے اپنے رابطے کی مشین بند کردی۔ اسکرین سادی ہوگئی۔ دونوں باپ بیٹی آڈیٹوریم سے باہر آنے لگے۔ پارس نے کہا۔ "یہاں تباہی کا جو اندیشہ ہے اسے دور کیا جائے۔ تم اس زون کے حکمران سائنس دانوں میں سے ایک ہو۔ یہ جانتے ہو کہ اس خلائی پلیٹ فارم کے نیچے کہاں کہاں آکسیجن بم نصب کیے گئے ہیں۔"

"ہاں۔ میں جانتا ہوں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ ان بموں کو وہاں سے نکال کر پھینک دیا جائے؟"

"یہی کیا جائے۔ تب ہی اس پلیٹ فارم کے تمام لوگ محفوظ رہیں گے۔ میں تمہارے ساتھ پلیٹ فارم کے نیچے جاؤں گا۔ تمارا اور بدی بدی یہاں موجود رہیں گی۔"

ان چاروں نے اپنی اس پلاننگ پر اچھی طرح غور کیا۔ بم ڈسپوزنگ کے جتنے ضروری آلات تھے انہیں پارس نے اپنے پاس چھپالیا۔ سولارز نے گیٹ کے پاس آکر سکیورٹی افسر کو گیٹ کھولنے کو کہا۔ اس نے پوچھا "آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟"

"میں ایک حکمران ہوں۔ مجھ سے سوال نہ کرو۔ حکم کی تعمیل کرو۔"

اس نے انچارج اسٹیشن ماسٹر سے رابطہ کرکے سولارز کا حکم سنایا۔ انچارج نے کہا "ابھی زون کے دونوں حکمرانوں سے بات ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ سولارز اور اس کی بیٹی کو قیدی بنا کر رکھا جائے۔"

پارس نے یہ سنتے ہی لکی سیون اور بدی بدی سے کہا کہ وہ انچارج کے پاس فوراً جائیں اور اسے نکولائی اور موراٹی سے رابطہ نہ کرنے دیں۔

وہ دونوں چل گئیں۔ پارس نے ایک بورڈ کے پاس آکر ایک بٹن کو دبایا تو سلائڈنگ گیٹ کھلنے لگا۔ سکیورٹی افسر اور گارڈز حیرانی سے کھلتے ہوئے گیٹ کو دیکھنے لگے پھر انہوں نے اس بٹن کو دیکھا جو دبا ہوا نظر آرہا تھا لیکن دبانے والا نظر نہیں آرہا تھا۔

سکیورٹی افسر بٹن کے پاس آیا۔ پارس نے سولارز کے پاس آکر پلیٹ فارم سے باہر چھلانگ لگادی۔ گیٹ دوبارہ بند ہوگیا۔ افسر نے انچارج سے رابطہ کیا مگر رابطہ نہیں ہوا۔ لکی سیون نے وہاں پہنچتے ہی تمام ریڈیو وائرلیس کی بیٹریاں نکال دی تھیں۔ انچارج نے ان بیٹریوں کو اٹھانا چاہا تو بدی بدی نے کہا "انہیں ہاتھ نہ لگاؤ۔ ہمارے زون کے کسی حکمران سے بات نہ کرو۔"

انچارج نے کہا "تمہیں اور تمہارے باپ کو قیدی بنا کر رکھنے کا حکم مل چکا ہے۔ ابھی گارڈز آئیں گے اور تمہیں گرفتار کرلیں گے۔"

اس نے ایک بیٹری کو اٹھانا چاہا تو کوئی سخت سی چیز اس کی پیٹھ پر آکر لگی۔ وہ تکلیف سے چیختے ہوئے فرش پر اوندھا ہوگیا۔ حیرانی سے چت ہوکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ بدی بدی دور کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس کی پشت پر دور سے حملہ نہیں کرسکتی تھی۔

وہ اٹھتے ہوئے بولا "کس نے مجھے مارا ہے؟"

سکیورٹی گارڈز اور افسر وہاں آگئے۔ لکی سیون نے کہا "ایک سایہ یہاں موجود ہے۔ جس کی شامت آئی ہو' وہ بدی بدی کو ہاتھ لگائے یا زون کے حکمرانوں سے بات کرے۔"

افسر نے پوچھا "کیا سولارز کو باہر بھیجنے کے لیے تم نے گیٹ کھولا تھا؟"

بدی بدی نے کہا "جن سایوں کو تم دشمن سمجھ رہے تمہاری سلامتی کی کوششیں کررہے ہیں۔ نکولائی اور موراٹی کو بھی یہ کہ وہ دونوں مرنے سے پہلے اس پلیٹ فارم اور کردیں گے۔ میرے بوب پلیٹ فارم کے نیچے سے آ ایسی نکال پھینکنے کے لیے گئے ہیں۔ تم سب برسوں سے یہاں کر لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ اس پلیٹ فارم کے نیچے موت زون کے حکمران جب بھی اپنا برا وقت دیکھیں گے' تم سب کو بھی تباہ کردیں گے۔"

افسر نے پوچھا "تمہاری اس بات میں کہاں تک صداقت ہے؟"

"ہم تھوڑی دیر بعد سچائی کا ثبوت دیں گے۔ فی الوقت ٹی وی اسکرین پر دیکھو کہ اس پلیٹ فارم سے باہر میرے بوب کیا کررہے ہیں۔"

انچارج نے ٹی وی کو آن کیا۔ چینل بدل کر دیکھا۔ سولارز خلا میں معلق تھا لیکن فلائنگ شوز کے باعث مطلوبہ جگہ پہنچ کر پلیٹ فارم کے نیچے سے ایک بم کو چند آلات کے ذریعے الگ کررہا تھا۔ دوسرے گارڈز بھی پلکیں جھپکائے بغیر ٹی وی اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔ ایک گارڈ نے کہا "سر! سولارز کے پاس کوئی بیگ وغیرہ نہیں ہے پھر بم ڈسپوزنگ کے آلات وہ کہاں سے نکال رہے ہیں؟"

بدی بدی نے کہا "میرے بوب کے ساتھ ایک سایہ ہے۔ اس سائے کے پاس آلات کا بیگ چھپا ہوا ہے۔"

افسر نے کہا "لیکن وہ دونوں سائے تو جاچکے تھے۔ کیا یہاں دو

سے زیادہ سائے آئے تھے۔"

"فی الحال یہی سمجھو اور دیکھو کہ تم سب کو اس پلیٹ فارم کے ساتھ فنا کردینے کے لیے کیسے شیطانی انتظامات کیے گئے تھے۔"

اسکرین پر نظر آرہا تھا۔ سولارز ایک ایک کرکے تمام آکسیجن بم نکال کر خلا میں پھینک رہا تھا پھر اس نے گیٹ کھولنے کا سگنل دیا۔ افسر اور گارڈز دوڑتے ہوئے گئے۔ انہوں نے گیٹ کھول دیا۔ سولارز' پارس کے سائے کے ساتھ اندر آگیا۔

پھر وہ سب انچارج کے کمرے میں آئے اور انچارج کو سمجھایا کہ زون کے حکمرانوں سے کس طرح باتیں کرنا ہے۔ اس نے بیری لگا کر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ساسا مورائی کی آواز آئی "ہیلو' کیا دونوں باپ بیٹی کو گرفتار کرلیا ہے؟"

انچارج نے کہا "سائے کو بھلا کون پکڑ سکتا ہے۔ وہ دونوں سائے بن گئے ہیں۔"

"کیا بکواس کررہے ہو۔ وہ دونوں سائے کیسے بن سکتے ہیں؟"

"میں کیا بتاؤں؟ ایک سایہ میرے پاس ہے۔ یہ بول رہا ہے آپ سنیں۔"

سولارز نے کہا "مورائی! تم اور نکولائی بڑے کمینے نکلے۔ ہم باپ بیٹی کے فلائنگ شوز میں کم سے کم ایندھن ڈال کر ہمیں خلا فلاسفر ڈالنا چاہتے تھے۔ اگر ارضی دنیا والے ہمارے دوست نہ رابطہ پر بیٹی انچانے میں مارے جاتے۔"

پوچھو کہ اینڈر نکولائی نے کہا "تم ارضی دنیا والوں کو دوست کہہ رہے ہو۔ اس کا مطلب ہے تم انہیں سازش کے تحت یہاں لائے ہو۔ دو حکمرانوں کو مار کر تنہا حکومت کرنا چاہتے ہو۔"

وہ "میں نے کوئی سازش نہیں کی۔ میں دشمن بن کر زمین پر گیا تھا اور دو زہریلے سائے دشمن بن کر ہمارے اندر چلے آئے تھے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ وہ دشمن ہماری جانیں بچانے والے دوست بن گئے اور تم دونوں جو برسوں سے دوست تھے' آج بدترین دشمن ثابت ہورہے ہو۔"

"دوستی اور دشمنی کیا ہوتی ہے' اسے سمجھنا چاہتے ہو تو آڈیٹوریم میں آجاؤ۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ سولارز' بدی بدی' لکی سیون' پارس' انچارج اسٹیشن ماسٹر اور تمام گارڈز اور دوسرے شعبوں سے تعلق رکھنے والے افسران آڈیٹوریم میں آئے۔ وہاں مشین آپریٹ کی گئی۔ اسکرین پر ساسا نکولائی اور ساسا مورائی نظر آرہے تھے۔ مورائی نے کہا "آڈیٹوریم بھرا ہوا ہے۔ تم سب کو ہمارے خلاف باغی بنا کر لائے ہو۔"

نکولائی نے کہا "ابھی انچارج نے ہم سے کہا تھا کہ تم باپ بیٹی سایہ بن چکے ہو پھر اس طرح صاف کیسے نظر آرہے ہو؟"

"انچارج نے کہا اور تم نے سچ مان لیا۔ یہ نہیں سوچا کہ سایہ بنانے والی دوا بھلا ہمیں کیسے حاصل ہوسکتی ہے جبکہ وہ تمارا اور پارس تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔"

"ہم ان سے نمٹ لیں گے لیکن تم لوگ بغاوت کرکے سزائے موت کے حق دار ہوگئے ہو۔ یہ دیکھ کر خوشی ہورہی ہے کہ باپ بیٹی سایہ نہیں بن سکے۔ سولارز' تمہیں تو پتا ہے کہ ہماری اس میز پر جو اتنی گیزر اور بٹن نظر آرہے ہیں ان میں سے ان چار بٹنو کا تعلق خلائی پلیٹ فارم سے ہے۔ پلیٹ فارم کے نیچے چار عدد آکسیجن بم ہیں۔ ہم یہاں سے ایک ایک بٹن دبائیں گے اور وہاں پلیٹ فارم کا ایک ایک حصہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر خلا میں بکھرتا جائے گا۔"

سولارز نے کہا۔ "مجھے تو معلوم ہے کہ اس پلیٹ فارم کو تم دونوں کس طرح تباہ کرسکتے ہو لیکن نہیں کروگے کیونکہ یہ سب لوگ برسوں سے تمہارے وفادار رہے ہیں۔ ابھی میرے ساتھ یہاں ہیں' اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ باغی ہوگئے ہیں۔ یہ جینے کا حق رکھتے ہیں' انہیں جینے دو۔"

"اگر تم سب یہ چاہتے ہو کہ میں اور نکولائی تمہارے حکمران رہیں۔ اگر تم اپنی وفاداریاں ثابت کرنا چاہتے ہو اور زندہ رہنا چاہتے ہو تو ابھی ان باپ بیٹی کو بیچ آڈیٹوریم میں لے جاکر ہلاک کردو۔"

انچارج اسٹیشن ماسٹر نے کہا "موت کی سزا' قاتلوں اور غدار کو دی جاتی ہے۔ ان باپ بیٹی نے ہم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ کیا تمہیں حکمران کو مار کر صرف تم دونوں حکومت کرنا چاہتے ہو؟"

"تم لوگوں کے انداز اور باتوں سے بغاوت ظاہر ہوچکی ہے۔ لو اور جس پلیٹ فارم پر ہو اس کے ایک حصے کی تباہی کا نمونہ دیکھ لو۔"

ساسا مورائی نے یہ کہہ کر ایک بٹن کو دبایا اور ایک طرف رکھے ہوئے بڑے سے ٹی وی کی اسکرین کو دیکھا۔ اس اسکرین پر خلائی پلیٹ فارم کا باہر کا حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ خلا میں وہ گنبد نما پلیٹ فارم نظر آرہا تھا۔ بٹن دبانے کے باوجود وہاں کوئی دھماکا یا کوئی ہلچل پیدا نہیں ہوئی تھی۔

خلائی زون کے دونوں سائنس دان پہلے حیران ہوئے پھر جلدی جلدی دوسرے' تیسرے اور چوتھے بٹن دبانے لگے۔ بدی بدی نے کہا "جب موت سایہ بن کر تمہاری طرف گئی ہے تو ہماری طرف کیسے آئے گی؟ اس میز پر جتنے بٹن ہیں' سب سے کھیلتے رہو۔"

سکیورٹی افسر نے کہا "تم دونوں نے ہمیں مارنے کی کوشش کرکے ثابت کردیا کہ تمہاری نظروں میں ہماری وفاداری کی کوئی قدر نہیں ہے اور تم دونوں حکمران بن کر رہنے کے قابل نہیں ہو۔"

وہ دونوں قہقہے لگانے لگے پھر ساسا مورائی نے کہا "ہمیں ان دو سایوں کا انتظار ہے۔ ان کی میزبانی کے لیے جو پلاننگ ہم نے کی ہے اس پر عمل کرکے کامیاب ہوں گے تو پھر کوئی ارضی سایہ ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔"

ساسا نکولائی نے کہا "تم سب اپنی خیر مناؤ۔ سولارز نے ایک چالاکی دکھائی' پلیٹ فارم کے نیچے سے تمام آکسیجن بموں کو نکال دیا۔ تم سب خوش ہوگئے لیکن یہ بھول گئے کہ ہمارے روبوٹس خلا میں رہ کر اپنی ہتھیاروں سے تمہارے اس پلیٹ فارم کے چیتھڑے اڑادیں گے۔"

سولارز نے کہا "یہاں پلیٹ فارم پر بھی بے شمار اینٹی ہتھیار ہیں اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ روبوٹس کی صرف آنکھوں پر اینٹی شعاعوں کا اثر ہوتا ہے۔ وہ شعاعیں آنکھوں سے گزر کر مصنوعی دماغ تک پہنچتی ہیں اور انہیں ناکارہ بنادیتی ہیں۔"

"ہم مانتے ہیں' تم بہت بڑے سائنس دان ہو اور ہمارے بہت سے راز جانتے ہو۔ ہم اپنے تمام روبوٹس کی آنکھوں کو اینٹی شعاعوں سے بچانے کی تدبیر کریں گے۔ اگر وہ دو سائے ہماری طرف رخ نہ کرتے تو آج ہی خلائی جنگ شروع ہوجاتی۔"

شاید اس کائنات میں پہلی بار خلائی جنگ ہونے والی تھی کیونکہ روبوٹس خلائی زون سے نکل کر خلا میں آتے اور خلائی پلیٹ فارم والے بھی اپنے خلائی اسٹیشن کو روبوٹس کے حملوں سے بچانے کے لیے پلیٹ فارم سے نکل کر خلا میں آتے۔ دونوں طرف کے لڑنے والوں کے پیروں میں فلائنگ شوز ہوتے' جن کے ذریعے وہ خلا میں معلق رہ کر ایک دوسرے پر حملے کرتے۔ دیکھنے والوں کے لیے وہ خلائی جنگ قابلِ دید ہوتی لیکن یہ جنگ اسی وقت ہوتی جب خلائی زون کے دو حکمران دو زہریلے سایوں سے نمٹ لیتے۔

ابھی تو وہ روشنی میں اپنے سایوں کو دیکھ کر ایک دم سے گھبرا جاتے تھے۔ جب تک موت نہیں آتی' موت کے سائے ڈراتے رہتے ہیں۔

○☆○

دیوی پہلی بار خلا سے آنے والے روبوٹ پی پی سیون کو پاکر اور اسے اپنا تابعدار بناکر بہت خوش تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ زیرِ زمین پناہ گاہ سے نکل کر اپنی تمام کھوئی ہوئی قوت حاصل کرلے گی۔ جتنے خیال خوانی کرنے والے تابعدار اس کے سحر سے نکل گئے تھے ان سے زیادہ خیال خوانی کرنے والوں کو اپنا تابعدار بنالے گی۔

اس نے روبوٹ پی پی سیون سے خلائی زبان سیکھی تھی۔ خلائی زون کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کی تھیں اور سوچا تھا کہ وہاں کے حکمران صرف تین سائنس دان ہیں تو وہ ان کی شیطانی قوتوں کا توڑ کرسکے گی۔ انہیں اپنے زیرِ اثر لاکر یا انہیں ہلاک کرکے خلائی زون میں اپنی حکومت قائم کرسکے گی۔

پھر اسے زمین پر سولارز کی آمد کی اطلاع ملی تو تمام دنیا میں نامعلوم سی دہشت طاری تھی کہ پتا نہیں سولارز اور اس کے روبوٹس اس دنیا کو کس طرح تباہ کرنے آرہے ہیں۔ دیوی نے اسی زیرِ زمین پناہ گاہ میں رہ کر خلا سے آنے والوں کو دیکھا اور سمجھا۔ پھر یہی سمجھ میں آیا کہ اگر پارس کے پاس سایہ بن جانے والا نسخہ نہ ہوتا تو سولارز اور روبوٹس کو زیر کرنا ناممکن ہوجاتا۔

وہ تو برسوں سے پارس کو دل و جان سے چاہتی تھی۔ اس کی جوتش وِدیا بھی یہی بتاتی تھی کہ وہ پارس کو ایک جیون ساتھی کی حیثیت سے حاصل کرسکے گی لیکن اس سے پہلے بڑی رکاوٹیں ہیں۔ وہ اپنے مذہب اسلام سے نہیں پھرے گا اور یہ اپنا دھرم نہیں چھوڑے گی۔

اتنے برسوں میں وہ بیزار ہوکر شاید پارس کو دل سے نکال دیتی لیکن وہ ہر مشکل مرحلے میں اس کے کام آتا تھا اور جو مشکل بازیاں وہ دوسروں سے جیت لیتی تھی' وہی بازیاں پارس سے ہار جایا کرتی تھی۔ اپنے محبوب سے ہارنے میں جو مزہ آتا ہے' اسے دیوی ہی سمجھ سکتی تھی۔

اس بار بھی پارس نے جو بازی جیت لی تھی اس کے جیتنے کی نہ خوشی تھی' نہ ہی افسوس تھا۔ البتہ ایک حسد اور جلاپا تھا کہ لکی سیون کا حصہ اس کی جیت میں بھی ہے اور اس کی زندگی میں بھی۔ اب وہ پارس کو اپنی دنیا اور اپنے سیکے میں لے گئی ہے۔ پتا نہیں اسے کیسے سحر زدہ کرکے رکھے گی۔ جوتش وِدیا نے مقدر کا جو حال بتایا تھا کیا وہ لکی سیون بدل دے گی؟

ایسا اکثر دیکھا گیا ہے کہ انسان اپنے عزم و استقلال اور مسلسل جدوجہد سے بدقسمتی کو خوش قسمتی میں بدل دیتا ہے۔ ایسی تبدیلی کا ایک اشارہ یہ مل رہا تھا کہ لکی سیون نے پارس کو پہلے کی طرح زہریلا بنادیا تھا۔ آئندہ جتنے عرصے تک اس کے ساتھ رہتی' اسے مزید ایسا زہریلا بنادیتی کہ اس زہر کا توڑ کرنا ناممکن ہوجاتا پھر دیوی کیا ایسے زہریلے پارس کو اپنا جیون ساتھی بناسکتی تھی؟

دیوی کے لیے یہ چیلنج تھا کہ پارس کو لکی سیون کے سحر سے نکالے۔ اس مقصد کے لیے وہ خلائی زون کی طرف جانا چاہتی تھی پھر یہ بھی یقین تھا کہ وہاں کے تین سائنس دانوں کو وہ زیر کرکے وہاں اپنی حکومت قائم کرسکتی تھی۔

وہ روبوٹ پی پی سیون سے باتیں کرتی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "تمہارا جو مصنوعی دماغ بنایا گیا ہے وہ کیا صرف دیکھتا' سنتا اور سونگھتا ہے اور کچھ پچھلی باتیں یاد رکھتا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ تمہارے دماغ سے ذہانت کا کیا تعلق ہے؟"

اس نے جواب دیا "ہم میں سے کوئی روبوٹ بہت زیادہ ذہین نہیں ہے۔ میں اپنے طور پر سوچتا ہوں۔ اس دنیا کی جو بات سمجھائی جائے اسے سمجھ لیتا ہوں لیکن کوئی بہت ہی پیچیدہ مسئلہ ہو تو اپنی ذہانت سے اس کا حل سوچ نہیں سکتا۔"

"اس تنہائی میں تم ایسے ساتھی ملے ہو جو میری کسی پلاننگ کے سلسلے میں صحیح مشورہ نہیں دے سکتے۔"

"تم نے خلائی زون کے متعلق جو پوچھا' وہ میں نے اپنی معلومات کے مطابق بتادیا اور کچھ پوچھنا چاہتی ہو تو وہ بھی بتادوں گا۔"

"ان تین سائنس دانوں کو کسی حد تک سمجھ گئی ہوں۔ تمہارے تعاون سے وہاں کے دوسرے روبوٹس کو اپنا دوست بنا سکتی ہوں لیکن پارس سایہ بن کر گیا ہے۔ وہاں وہ سب کچھ کر رہا ہوگا' جو میں یہاں سوچ رہی ہوں۔ اس کے پاس یہ سایہ بننے والا حربہ بڑا زبردست ہے۔ ایسا ہی کوئی نسخہ میرے پاس ہوتا تو میں وہاں پارس سے بازی لے جاتی۔"

"میں کتنے ہی دنوں سے تمہارے ساتھ ہوں لیکن یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ پارس کو تم اپنا سمجھتی ہو یا دشمن؟"

"وہ میرا اپنا ہے۔ میں چاہتی ہوں' وہ ہر میدان جیت لیا کرے لیکن کبھی کبھی میری خاطر میدان چھوڑ دیا کرے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ خلائی زون سے واپس آجاتا اور وہ میدان میرے لیے خالی چھوڑ دیتا۔"

"میرا مصنوعی دماغ تو بس اتنا سمجھتا ہے کہ دوست ہے تو اس سے کبھی دشمنی نہ کرو اور جو دشمن ہے اسے کبھی دوست نہ سمجھو۔ تم تو اس کے خلاف عمل کرنا چاہتی ہو اور اس سے پیار بھی کرتی ہو۔"

"تم میرے دل کا معاملہ نہیں سمجھو گے۔ بس میں کسی طرح خلائی زون میں جانا چاہتی ہوں لیکن یہ نہیں چاہتی کہ وہ وہاں موجود رہے۔"

"تو پھر اس کی واپسی کا انتظار کرو۔ وہ زمین پر آجائے تو ہم وہاں چلیں گے۔"

"وہ لکی سیون اسے واپس نہیں آنے دے گی۔ اگر آبھی گیا تو اس وقت تک ناقابل علاج زہریلا بن جائے گا۔ میں لکی سیون کو اپنی قسمت کی لکیر مٹنے نہیں دوں گی۔"

"پھر تو ہمیں جانا چاہیے۔ تم اور پارس ایک دوسرے کے جانی دشمن نہیں ہو۔ تم خلائی زون میں جاؤ گی تو پارس' لکی سیون کو اجازت نہیں دے گا کہ وہ تمہیں اپنے زہر سے ہلاک کرے۔ وہ تو تمہاری حفاظت کرے گا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر شیو شنکر کی مورتی کے پاس بیٹھ گئی۔ روبوٹ پی پی سیون نے پوچھا "کوئی اور مسئلہ ہے؟"

"ایک نہیں' کئی مسائل ہیں۔ تم میری زندگی کے بارے میں ابھی بہت کم جانتے ہو۔ ایک مسئلہ یہ ہے کہ تمہارے ساتھ جو دیوی شی تارا جائے گی' اسے پارس کبھی تسلیم نہیں کرے گا کہ وہ میں ہوں۔"

"وہ کیسا محبوب ہے کہ تمہیں اپنی محبوبہ تسلیم نہیں کرے گا۔"

"اس لیے کہ میرا اصلی چہرہ آج تک کسی نے نہیں دیکھا ہے۔ میں زیر زمین دنیا سے باہر ایک عام سی عورت بن کر جاتی ہوں' جو چہرہ تم دیکھ رہے ہو یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ دنیا کے کئی ممالک میں کئی ڈی شی تارا ہیں' میں جسے چاہتی ہوں اسے ڈی بنا کر جدوجہد کے لیے مخالفین کے مقابلے میں اور پارس سے پیار کرنے کے لیے بھیج دیتی ہوں۔ پارس میرے اس طریقۂ کار کو اچھی طرح سمجھتا ہے اس لیے تمہارے ساتھ جو بھی دیوی خلائی زون میں جائے گی وہ پارس کی نظروں میں ڈی شی تارا ہوگی۔"

"یہ عجیب ہیرا پھیری ہے کہ ہر جگہ تمہاری ڈی رہتی ہے کہ تمہارے محبوب نے بھی تمہارا اصلی چہرہ نہیں دیکھا ہے اس سے پیار بھی کرتی ہو اور اس سے چھپتی بھی ہو۔ وہ تمہیں چاہتا بھی ہے مگر تمہیں گھاس بھی نہیں ڈالتا ہے۔ پلیز دیوی جی! یہ دماغ مصنوعی ہے۔ اس پر زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔"

تھوڑی دیر تک دونوں خاموش رہے پھر پی پی سیون نے کہا "ابھی تم نے کہا ہے کہ اس زیر زمین پناہ گاہ سے باہر تمہاری ڈی تمہارا رول ادا کرتی ہے۔ اس کا مطلب ہے اگر خلائی زون تک جانے کا فیصلہ کروگی تو میں اپنے فلائنگ شوز کے ذریعے تمہیں نہیں' بلکہ تمہاری کسی ڈی کو لے جاؤں گا۔"

"میں اس دنیا میں اسی طریقۂ کار کے مطابق کام کرتی آئی ہوں لیکن جب سے پارس گیا ہے اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کشش ثقل کے باہر سوچ لہریں کسی کے دماغ تک نہیں پہنچتی ہیں۔ اگر میں اپنی ڈی تمہارے ساتھ بھیجوں گی تو اس کے دماغ میں نہیں رہ سکوں گی۔ تم سے میرا رابطہ ختم ہوجائے گا۔"

"میرے مصنوعی دماغ میں یہی بات آرہی ہے کہ تم خلائی نہیں کرسکو گی۔ تمہاری ڈی تمہارے کام نہیں آئے گی۔ بہتر صبر کرو اور پارس کی واپسی کا انتظار کرو۔"

وہ عجیب کشمکش میں مبتلا تھی۔ اس کی کسی ڈی کو نیلی نہیں آتی تھی۔ اگر آتی بھی تو مقدر سے حاصل ہونے والا روبوٹ پی پی سیون کو اپنی ڈی کے حوالے نہ کرتی۔ ایسا کرنے پر پی پی سیون اس ڈی کا تابعدار بن جاتا کیونکہ اس روبوٹ کو قابو میں رکھنے والا ریموٹ کنٹرول اس ڈی کے پاس رہتا۔

وہ شیو شنکر کی مورتی کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا سوچنے لگی تاکہ عبادت کے انداز میں سوچنے سے اس کے دماغ کی پریشانی دور ہوجائے۔ آئندہ ہونے والا جیون ساتھی زہریلی ناگن سے نجات حاصل کرلے اور کوئی ایسی صورت آئے کہ وہ خود خلائی زون میں جائے اور تینوں سائنس دانوں کو قابو کرکے وہاں اپنی حکومت قائم کرلے۔

اگر ایسا ہوجائے تو وہ بھارت سے اپنے دھرم کے لوگ بلائے گی۔ انسان کی مذہبی تاریخ میں یہ سنہرے حرفوں سے لکھا جائے گا کہ ارضی دنیا سے باہر ایک خلائی زون میں سب سے ہندو دھرم نے اپنے قدم جمائے ہیں۔

وہ ایک طویل عرصے سے خود کو چھپاتی آرہی تھی اور خاص طور پارس سے اس لیے آنکھ مچولی کھیل رہی تھی کہ پہلے اس سے اپنا دھرم قبول کرائے۔ وہ ایک مسلمان کی حیثیت سے اس کے بدن کو ہاتھ نہ لگائے۔ اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ پارس اس کا دھرم پتی بن جائے مگر اب دوسرا بڑا مقصد یہ ہوگیا تھا کہ وہ اپنے دھرم پتی کے ساتھ خلائی زون میں ہندوؤں کی حکومت قائم کرے۔ اگر وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوجاتی تو ایک ہندو ناری کی حیثیت سے یہ اس کا سب سے بڑا کارنامہ ہوتا۔

اچانک اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ ہم اسے بہو بنانا چاہتے ہیں لہٰذا وہ ہمارے جذبات سے کھیل کر اپنا کام نکال سکتی ہے۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی پھر مجھے مخاطب کیا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "جناب تمیرزی کی پیش گوئی ہے کہ ایک دن آپ کی بیٹی اعلیٰ بی بی ثانی مجھے بے نقاب کرے گی اس کے بعد میں آپ کی بہو بن جاؤں گی لیکن پارس آپ کی زہریلی بہو کے ساتھ زندگی گزارتا رہے گا تو کیا آئندہ میں اس زہر کے اثر سے محفوظ رہ سکوں گی؟"

"محفوظ رہو گی' لکی سیون کی نادانستگی میں اس کا علاج ہو رہا ہے۔ یہ علاج کس قسم کا ہے' یہ تمیرزی صاحب جانتے ہیں۔ ان کی پیش گوئی اپنے وقت پر انشاء اللہ درست ثابت ہوگی۔"

"میں خلائی زون میں جانے والی ہوں۔ اگر جاؤں گی تو کیا ان بزرگ کی پیش گوئی کے برعکس وقت سے پہلے بے نقاب نہیں ہوجاؤں گی؟"

"جہاں تمہارے بے نقاب ہونے کا اندیشہ ہوگا' وہاں تم نہیں جاسکو گی؟"

"لیکن مجھے پارس کے پاس جانا چاہیے۔ یہ میرا حق ہے۔"

"تم کئی بار اس کے اور میرے خلاف بھارت میں بہت کچھ کرکے اپنے کافی حقوق ادا کرچکی ہو۔"

"آپ طعنے نہ دیں۔ میں خواہ کتنی ہی مخالفت کروں' آپ باپ بیٹے اپنا کام کرگزرتے ہیں۔"

"یہ جانتے ہوئے بھی تم خلائی زون میں جانا چاہتی ہو؟"

"جو میرے مقدر میں ہوگا' وہی کروں گی۔"

"تو پھر جاؤ۔ مجھے مخاطب کرنے کا مقصد کیا ہے؟"

"آپ کا فرض ہے کہ جناب تمیرزی کی پیش گوئی کے مطابق مجھے وقت سے پہلے بے نقاب نہ ہونے دیں۔ میں خلائی زون میں جاؤں تو کوئی مجھے دیکھ نہ سکے۔"

"بہت گھما پھرا کر مطلب کی بات کر رہی ہو۔ تم چاہتی ہو کہ تمہیں بھی سایہ بن جانے والی گولیاں مل جائیں۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ تمہیں کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔"

"کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مجھے وہ گولیاں ملیں گی تو میں کسی بہت ہی تجربہ کار کیمسٹ کے ذریعے ویسی ہی دوسری گولیاں بنوالوں گی؟"

"تم سے کچھ بعید نہیں ہے' تم کچھ بھی کرسکتی ہو۔ ویسے میں سایہ بن جانے والی گولیاں دوں گا۔ تم اس کے استعمال سے سایہ بن کر رہ سکو گی لیکن ان گولیوں کا ری ایکشن ہوتا رہے گا۔ پہلے رفتہ رفتہ تمہاری آتما شکتی میں کمی آئے گی پھر تم کسی یوگا جاننے والے کے دماغ میں نہیں جاسکو گی۔ یوں سمجھو کہ تم دماغی طور پر کمزور ہوتی جاؤ گی۔"

"کیا پارس اور لکی سیون وغیرہ بھی اسی طرح کمزور ہوتے رہیں گے؟"

"نہیں۔ ہم صرف تمہیں ایسی گولیاں دیں گے۔ تمہیں سایہ بن کر کام کرنے کے مواقع دیں گے لیکن اس کے عوض تمہاری دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھائیں گے۔ میری یہ باتیں سن کر مجھے دشمن کہنے سے پہلے یہ حساب کرلینا کہ تم نے کبھی ایک بار بھی اپنائیت کا ثبوت دیا ہے؟"

میں نے سانس روک لی۔ وہ چلی آئی۔ ابھی حال ہی میں اس نے بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرنے کے لئے زبردست عملی اقدامات کیے تھے۔ اسے مجھ سے کسی تعاون کی توقع نہیں رکھنی چاہیے تھی لیکن وہ ہونے والی بہو کے ناتے اپنائیت جتانے اور مجھ سے فائدہ اٹھانے آئی تھی۔ اسے غلطی کا احساس ہوگیا کہ اسے میرے پاس نہیں آنا چاہیے تھا۔

آمنہ نے مجھے مخاطب کیا۔ پتا نہیں کتنے طویل عرصے کے بعد آمنہ مجھے مخاطب کررہی تھی۔ ہم دونوں اب میاں بیوی جیسی زندگی نہیں گزار رہے تھے کیونکہ آمنہ کی مستقل رہائش اس ادارے میں تھی اور وہاں میاں بیوی کی رہائش کی اجازت نہیں تھی۔ اس کے علاوہ وہ جناب تمیرزی کے سائے میں رہ کر روحانیت کا درس حاصل کرتے کرتے اس کی گہرائیوں میں اس قدر ڈوب گئی تھی کہ اب دنیاوی معاملات میں دلچسپی نہیں لیتی تھی۔

میں نے پوچھا "کیا بات ہے آمنہ؟"

اس نے کہا "ابھی شی تارا آئی تھی۔ آپ نے اسے منہ توڑ جواب دیا ہے۔ اس کے ساتھ یہی ہونا چاہیے تھا لیکن ہمارے بزرگ تمیرزی صاحب نے فرمایا ہے کہ دیوی کہلانے والی کو دیوی دیوتاؤں کی طرح آسمان پر جانے کا ایک موقع دینا چاہیے۔"

"اچھا؟" میں نے تعجب سے کہا لیکن یہ بحث نہیں کی کہ وہ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟ ان کے ایسا چاہنے میں کوئی مصلحت ہوگی۔

میں نے کہا "محترم تمیرزی کی پیش گوئی کے مطابق وہ وقت مقررہ سے پہلے بے نقاب نہیں ہوگی لیکن خلائی زون میں کوئی بھی جبڑا اس کا اصلی چہرہ دیکھ سکتا ہے۔"

آمنہ نے کہا "وہ سایہ بن کر جائے گی۔ جن گولیوں کے اثر سے اس کا ٹھوس جسم سایہ بنے گا وہ گولیاں اس کے پاس اس طرح

پہنچائی جائیں گی کہ شی تارا ان کے حصول کو محض ایک اتفاق سمجھے گی۔"

"کیا وہ ان گولیوں کا طبی تجزیہ کرا کے ویسی ہی دوسری گولیاں تیار نہیں کرائے گی؟"

"میں اسے ایسا کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔"

"وہ یہاں نہ سہی' خلائی زون میں جا کر وہاں کی کسی طبی تجربہ گاہ میں ایسا کر سکتی ہے۔ کیا اسے ایسا کرنے سے پارس روکے گا؟"

"یہ میرے استاد تمیزی صاحب کا حکم ہے اس لیے میں ہی دیوی شی تارا کی نگرانی کروں گی۔ خیال خوانی کی لہریں کشش ثقل سے باہر دور تک کسی کے دماغ تک نہیں پہنچتی ہیں لیکن روحانیت صرف ارضی دنیا کے لیے نہیں' ساری کائنات کے لیے ہے۔ ہماری روحانی ٹیلی پیتھی کی لہریں بھی خلا میں کہیں بھی پہنچتی رہیں گی۔"

میں تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ جسد خاکی سے روح پرواز کرتی ہے تو اس کی پرواز کی انتہا کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ پیدا ہونے والے انسان کی روح' عالم ارواح سے آتی ہے اور مرنے والے کی روح قیامت کے دن تک کے لیے عالم ارواح میں رہتی ہے۔

عالم ارواح اور عالم برزخ کشش ثقل سے باہر ہیں۔ روحانی علوم کے حامل جان سکتے ہیں کہ روح جب کشش ثقل سے باہر جاتی ہے تو اس سے تعلق رکھنے والے علوم بھی خلائی سفر کرتے ہیں۔ ان علوم میں روحانی ٹیلی پیتھی کا علم بھی شامل ہے۔

آمنہ نے کہا "وہ ہماری ہونے والی بہو ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس کے دل میں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔ وہ خلائی زون میں جا کر رام راج قائم کرنا چاہتی ہے۔ وہ ایسا کر سکتی ہے تو ضرور کرے۔ اس کے راستے میں جو مشکل ہے اسے میں آسان کر رہی ہوں۔ اسے وہاں تک جانے اور دوسروں سے روپوش رہنے کے مواقع فراہم کروں گی۔ کامیابی اور ناکامی کا انحصار اس کے دانشمندانہ عمل پر ہے۔ اچھا میں جاتی ہوں' نی امان اللہ۔"

وہ چلی گئی۔ ایک انسان دوسرے انسان کو آگے بڑھنے سے روکتا ہے۔ ہر مذہب دوسرے تمام مذاہب پر چھا جانا چاہتا ہے۔ ہماری دنیا میں سیاست کے پس پردہ مذہبی جنگیں بھی لڑی جا رہی ہیں اور پوری دنیا کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے کہ دین اسلام کو کچل ڈالنے کے لئے کیسے کیسے حربے استعمال کیے جا رہے ہیں۔

جناب علی اسد اللہ تمیزی کی فراخ دلی دراصل دین اسلام کی فراخ دلی ہے۔ انہوں نے ہندو دھرم کا راستہ نہیں روکا۔ کلام پاک کی ایک آیت کے مطابق اس بات پر عمل کیا کہ "تمہارا دین تمہارے ساتھ اور ہمارا دین ہمارے ساتھ" اور ہمارا دین تلوار کے زور پر قائم نہیں ہے اور نہ ہی ہمارا دین کسی سیاست کا محتاج ہے۔ یہ ابتدا سے محبت اور مثبت اعمال سے پھلتا پھولتا آیا ہے۔

آج بھی دیوی کو محبت سے راستہ دیا جا رہا تھا کہ جاؤ' خلائی زون میں جاؤ۔ تمہارا دین تمہارے ساتھ' ہمارا دین ہمارے ساتھ ہے اور رہے گا۔

سائن کرسچن بہت ہی ذہین اور تجربہ کار مکینک تھا۔ اس نے روبوٹ پی پی سیون کو زندہ اور متحرک رکھنے کے لیے جو بیٹری تیار کی تھی وہ خلائی زون میں تیار ہونے والی بیٹری سے زیادہ طاقتور تھی۔ اس نے خلائی زون کے اس ریموٹ کنٹرولر کی بھی اسٹڈی کی تھی جس کے ذریعے کسی بھی روبوٹ کو قابو میں کیا جاتا تھا۔ سائن نے ویسا ہی دوسرا ریموٹ کنٹرولر تیار کر کے دیوی کو دیا تھا۔

دیوی نے سائن کو مالا مال کر دیا تھا۔ اسے چند دنوں میں کروڑوں ڈالر کا مالک بنا دیا تھا پھر اس سے کہا تھا کہ وہ احتیاطاً ایک اور بیٹری تیار کرے۔ فاضل بیٹریوں کو چھپا کر رکھا جائے گا تاکہ روبوٹ پی پی سیون کو مسلسل زندہ رکھنے کے لیے بیٹری کی محتاجی نہ رہے۔

اس نے دیوی سے کہا تھا کہ دوسرے دن دوپہر یا شام تک بیٹری تیار ہو جائے گی۔ وہ صبح رابطہ کر کے معلوم کرے اور اسے بیٹری کے ساتھ اپنے پاس بلائے تاکہ پی پی سیون پر اس نئی بیٹری کو بھی آزمایا جا سکے۔

دیوی نے صبح پوجا کرنے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا۔ سائن جوگنگ کے لیے ایک میدان کی طرف جا رہا تھا۔ راستوں اور میدان کے ان حصوں سے برف ہٹا دی گئی تھی جو اسپورٹس مین ورزش کرتے تھے اور جہاں سڑکوں پر سے گاڑیاں گزرتی تھیں۔

دیوی' سائن کو مخاطب کرنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت فائر کی آواز گونجنے لگی۔ موٹر سائیکل پر جانے والا ایک شخص گولی کھا کر گر پڑا۔ فائرنگ کرنے والے ایک دین میں تھے۔ دین کی راہ بڑھاتے ہوئے وہاں سے فرار ہو گئے۔

سائن دوڑتا ہوا اس زخمی کے پاس آیا۔ گولی اس کے دل کے قریب لگی تھی۔ وہ آخری ہچکیاں لیتا ہوا بولا "میرا کام کرو' تم دنیا کے امیر ترین آدمی بن جاؤ گے۔ میرے لباس کی جیبوں میں جتنی چیزیں ہیں' انہیں لے کر پیرس جاؤ اور وہ چیزیں بابا صاحب کے ادارے میں دے دو۔ تمہیں وہاں سے اتنی دولت..... آہ..... آہ۔"

وہ بات پوری کرنے سے پہلے مر گیا۔ بات پوری ہو گئی تھی۔ دیوی کے لیے بابا صاحب کے ادارے کا ذکر ہی کافی تھا۔ سائن دیوی کی مرضی کے مطابق اس کے لباس کی تمام جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ایک ایک چیز نکالنے لگا۔ ایک موبائل فون' ایک ڈارک آئی لینس' ریڈی میڈ میک اپ کا مختصر سا سامان اور بڑی سی ڈبیا۔ اس نے ڈبیا کو کھول کر دیکھا۔ اس میں سفید گولیاں تھیں۔ ڈبیا کے ڈھکن کے اندرونی حصے میں لکھا ہوا

"۲۴ گولیاں۔ فی گولی ۲۴ گھنٹے کے لیے۔"

دیوی کا دل تجسس سے دھڑکنے لگا۔ سائن کے ذریعے وہ گولیاں دیکھ کر یہی بات ذہن میں آئی کہ وہ سایہ بنانے والی گولیاں ہیں۔

اس نے سائن کو حکم دیا "اس ڈبیا کو بند کرو۔ ایک گولی بھی ضائع نہ ہونے پائے۔ اس مرنے والے کی موٹر سائیکل اٹھاؤ اور فوراً فلائنگ کمپنی کے مالک کے پاس پہنچو۔"

فلائنگ کمپنی کا مالک بھی دیوی کا معمول اور تابعدار تھا۔ اس نے اسے حکم دیا "سائن تمہارے پاس آ رہا ہے۔ اسے اپنے پرائیویٹ ہیلی کاپٹر میں فوراً میرے پاس لے آؤ۔"

روبوٹ پی پی سیون نے دیوی کو خوش دیکھ کر کہا "تم پچھلی رات بہت مایوس اور دل برداشتہ تھیں اب اچانک مسکرا رہی ہو اور یوں بے چینی سے ٹہل رہی ہو جیسے کسی کا انتظار ہو۔"

"ہاں۔ میں سائن کا انتظار کر رہی ہوں۔ میرا دل کہتا ہے کہ بھگوان نے میری پرارتھنا سن لی ہے۔ مجھے میری منزل ملنے والی ہے۔"

وہ دوڑتی ہوئی جا کر شیو شنکر کے ایک پیر سے لپٹ گئی۔ ایک پیر سے اس لیے کہ شیو شنکر کا دوسرا پاؤں رقص کے انداز میں اٹھا رہتا ہے۔ ان لمحات میں دیوی کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکلنے لگے۔ اسے پوجا اور تپسیا کا پھل ملنے والا تھا۔

اس دوران اس کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ وہ گولی کھا کر موٹر سائیکل سے گرنے اور مرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ وہ بابا صاحب کے ادارے کا ذکر کرنے کے بعد ہی مرا گیا تھا۔ دیوی کو اتنا موقع نہیں ملا تھا کہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کرتی۔

وہ بابا بار سائن کے دماغ میں جا رہی تھی اور یہ اطمینان کر رہی تھی کہ اس نے پچاس گولیوں والی ڈبیا حفاظت سے رکھی ہے۔ آدھے گھنٹے بعد وہ ہیلی کاپٹر اس غار سے ایک میل دور اتر گیا۔ سائن وہاں سے برف پر دوڑتا ہوا غار میں آیا۔ پھر اس نہ خانے میں پہنچ گیا۔ دیوی نے فوراً ہی اس سے ڈبیا لے کر اسے کھول کر دیکھا۔ وہ سفید گولیوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس نے ایک گولی لے کر اسے توڑا اور ریت کے ایک ذرے برابر گولی کا وہ حصہ سائن کو دے کر کہا "اسے نگل جاؤ۔"

وہ خود نگل سکتی تھی لیکن اندیشہ تھا کہ وہ کہیں نقصان دہ گولیاں نہ ہوں۔ سائن اس کا محکوم تھا۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اس ذرے کو منہ میں ڈال کر نگل گیا پھر پلک جھپکنے سے پہلے ہی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

پی پی سیون نے حیرانی سے پوچھا "ارے' یہ کہاں گیا؟"

دیوی ڈبیا کو مضبوطی سے بند کر کے قہقہے لگا رہی تھی۔ رقص کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی "ابھی میں نے کہا تھا کہ مجھے اپنی منزل ملنے والی ہے۔ وہ منزل مل گئی ہے۔ میرے ساتھی پی پی سیون! یہی وہ گولیاں ہیں جو ٹھوس جسم کو سایہ بنا دیتی ہیں۔ یہ سائن چند گھنٹوں تک سایہ بن کر رہے گا پھر اپنے ٹھوس جسم کے ساتھ ظاہر ہو جائے گا۔ سائن! تم واپس ہیلی کاپٹر میں جاؤ۔"

وہ جانے لگا۔ آنکھوں سے دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن دیوی کو خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہو رہا تھا۔ فلائنگ کمپنی کا مالک ہیلی کاپٹر میں سحر زدہ سا ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ جب سائن اس کی پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا تو دیوی کے حکم سے وہ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

پھر دیوی نے پی پی سیون سے کہا "ہم خلائی سفر کریں گے اور ابھی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ کیا تمہیں فاضل بیٹری کی ضرورت ہے؟"

"نہیں۔ تقریباً چھ ماہ تک ضرورت نہیں ہو گی۔ البتہ تم وہ تمام کیپسول اپنے پاس رکھ لو۔ ان میں سے ایک کیپسول منہ میں رکھو گی تو خلا میں آکسیجن کی کمی محسوس نہیں ہو گی۔"

وہ خلائی سفر کے لیے تمام ضروری سامان ایک بیگ میں رکھنے لگی۔

○☆○

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی پر برا وقت نہیں آتا لیکن اسے یقین دلایا جاتا ہے کہ کسی وقت بھی اس پر قیامت ٹوٹنے والی ہے۔

لکی سیون اور پارس کے سائے خلائی پلیٹ فارم پر تھے لیکن ساسا نکولائی اور ساسا مورائی کو یقین دلایا گیا تھا کہ وہ دونوں سائے خلائی زون کی سمت روانہ ہو چکے ہیں اور شاید تین گھنٹوں میں اس زون پر پہنچ جائیں گے۔

نکولائی اور مورائی کی بری حالت تھی۔ اگرچہ وہ بچاؤ کی تدبیر کر رہے تھے لیکن گھبراہٹ طاری ہو تو پوری ذہانت سے کام نہیں لیا جا سکتا۔ اپنی حفاظت کے علاوہ اہم سائنسی فارمولوں کو چھپانے کا مسئلہ تھا۔ سولارز ان کا مخالف بن گیا تھا اور وہ اہم سائنسی فارمولوں کو چھپانے کی ہر خفیہ جگہ سے واقف تھا۔

تین گھنٹے گزر گئے تھے اور وہ سوچ رہے تھے کہ دونوں سائے اس زون میں آ چکے ہیں۔ پتا نہیں زون کے کس حصے میں ہیں اور کب تک ان حکمرانوں کے پاس پہنچنے والے ہیں۔ ایسے دہشت آمیز انتظار کے لمحات میں یہ حالت تھی کہ کسی کھلی ہوئی فائل کے کاغذات ہوا کے باعث پھڑپھڑاتے تو وہ سہم کر فائل سے دور چلے جاتے تھے۔ ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ سائے فائل کے کاغذات تیزی سے کھول کر پڑھ رہے ہوں۔

اگر انہیں کہیں سے سگنل ملتا تو وہ گھور کر وائرلیس سیٹ کو دیکھنے لگتے۔ انہوں نے زون میں میلوں تک تمام چوکیوں کے وفاداروں کو سمجھا دیا تھا کہ وہ نادیدہ دشمن آ رہے ہیں۔ تیز روشنی میں زمین پر یا دیواروں پر ان کے صرف سائے دکھائی دیں گے۔

لہٰذا اپنے آس پاس تیز روشنی رکھیں۔ اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو فوراً اطلاع دیں۔"

سگنل ملنے پر وہ سہم سہم کر وائرلیس سیٹ کے پاس آئے۔ پھر مورائی نے اسے آپریٹ کرتے ہوئے پوچھا "کیا تم خلائی پلیٹ فارم سے بول رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں انچارج اسٹیشن ماسٹر ہوں۔ مسٹر سولارز کہہ رہے ہیں کہ تین گھنٹے گزر چکے ہیں۔ وہ دونوں سائے وہاں پہنچ چکے ہوں گے۔ یہ بہتر ہوگا کہ تم آڈیوریم والی مشین آن رکھو۔ ہم بھی یہاں کی مشین سے رابطہ رکھیں گے پھر ہم سب ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم تمہارے کسی کام آسکیں۔"

مورائی نے کہا "دشمن کبھی کام نہیں آتا۔ کام تمام کردیتا ہے' سولارز سے کہو' اپنی خیر منائے۔ ہم ان سایوں سے نمٹنے کے بعد اسے اور اس کی بیٹی کو۔"

بات پوری ہونے سے پہلے ہی مورائی نے خوف سے ایک چیخ ماری۔ دراصل اس کے پیچھے کھڑے ہوئے نگولائی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔ مورائی نے سمجھا' کوئی سایہ اسے پکڑنے آیا ہے۔ اس نے چیخ کر پلٹ کر دیکھا تو نگولائی نے کہا "بھئی' میں ہوں۔"

سولارز کی آواز سنائی دی "بھئی اسکرین پر آؤ۔ ہمیں بھی دیکھنے دو کہ تم دونوں ڈرتے ہوئے کیسے دکھائی دیتے ہو۔"

مورائی نے چیخ کر کہا "یو شٹ اپ۔ تم ہمیں خوف زدہ کرنے کے لیے ایسی چال چل رہے ہو۔ یہاں کوئی سایہ نہیں آئے گا۔"

"اور اگر آجائے تو ہمیں ضرور یاد کرنا۔"

نگولائی نے وائرلیس سیٹ کو آف کردیا۔ ادھر خلائی پلیٹ فارم میں لکی سیون' پارس' بدی بدی' سولارز' انچارج اسٹیشن ماسٹر اور کئی بڑے افسران ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایٹمی ہتھیاروں والا لباس اور فلائنگ شوز پہن رکھے تھے کیونکہ ان دونوں سائنس دانوں کے سات عدد روبوٹس کسی وقت بھی اچانک حملہ کرنے آسکتے تھے۔

سولارز نے کہا "جب سے پارس نے ہم باپ بیٹی کو سایہ بنانے والی گولیاں دی ہیں تب سے دل یہی کہتا ہے کہ سایہ بن کر زون میں جاؤں اور ان دونوں سائنس دانوں کا خاتمہ کردوں۔"

پارس نے پوچھا "کیا یہاں سے سایہ بن کر جانا چاہتے ہو؟"

"نہیں۔ ہم باپ بیٹی یہاں سے جائیں گے پھر جب تک زون میں اپنے لیے خطرہ محسوس نہیں کریں گے تب تک سایہ بنانے والی گولیوں کو حفاظت سے رکھیں گے۔"

پارس نے کہا "وہ دو گولیاں کسی بہت ہی برے وقت کے لیے بچا کر رکھو۔ بہتر یہ ہوگا کہ میں تمہارا ساتھ جاؤں۔ ہماری روانگی کے دو گھنٹے بعد تم باپ بیٹی اپنے کئی جان نثاروں کے ساتھ آؤ۔ ہم اس حد تک میدان ہموار کریں گے کہ تم لوگوں کے آتے ہی نگولائی اور مورائی کو قیدی بنایا جائے گا یا پھر ہلاک کردیا جائے گا۔"

سکیورٹی افسر نے کہا "میں تائید کرتا ہوں۔ ہمیں دشمنوں کے حملے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ ہم دھوکے میں مارے جائیں گے۔"

سولارز نے کہا "یہی مناسب ہے۔ تمارا اور مسٹر پارس کو پہلے جانا چاہیے۔ ہم سب دو گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہوں گے۔"

وہ سب ایک فیصلے پر متفق ہو کر پلیٹ فارم کے گیٹ پر آئے۔ بدی بدی نے کہا "تمارا! تم اور پارس نظر نہیں آرہے ہو' اتنا بتادو کہ تم دونوں کے پاس تمام ضروری سامان ہے یا نہیں؟"

لکی سیون نے کہا "تم فکر نہ کرو۔ ہمارے پاس ضرورت سے زیادہ سامان ہے۔"

سکیورٹی افسر نے گیٹ کھول دیا۔ وہ دونوں تمام خلائی ساتھیوں سے رخصت ہو کر گیٹ کے باہر چھلانگ لگا کر خلا میں چلے گئے۔

ساسا نگولائی اور ساسا مورائی نے تمام اہم فارمولوں کو ایک بڑی اٹیچی میں رکھ لیا تھا۔ جدید الیکٹرونک آلات جن پر تجربہ کیا جارہا تھا اور جو ابھی مکمل نہیں ہوئے تھے انہیں بھی اٹیچی میں رکھ لیا تھا۔

وہ اپنی حکومت چھوڑ کر بھاگنا نہیں چاہتے تھے لیکن برے وقت کے لیے وہ سامان ایک جگہ رکھ لیا تھا۔ انہوں نے سوچ رکھا تھا کہ سایوں کے مقابلے میں روبوٹس کو لاتے رہیں گے۔ ہر جگہ تیز روشنی رکھیں گے۔ جہاں جہاں سائے نظر آتے رہیں گے' اس جگہ کو ایٹمی شعاعوں کے ذریعے تباہ کرتے رہیں گے۔ اس طرح شاید سایوں کو کچھ نقصان پہنچ سکے گا۔

وہ دونوں ایسے حالات سے دوچار تھے کہ سایوں کو ختم کردینے اور اپنی حفاظت کرنے کے ہر پہلو پر غور کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ ان کے ایک موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ نگولائی نے اپنا فون آن کر کے پوچھا "ہاں۔ بولو کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں جنوبی چوکی سے بول رہا ہوں۔ میرے جونیئر افسر اور چند ساتھیوں نے چوکی کی دیوار پر سے ایک سائے کو گزرتے دیکھا ہے۔ ویسے دیکھا تو میں نے بھی ہے۔ میرا خیال ہے خلا کی نامعلوم بلندی سے کوئی سیارچہ گزرا ہے۔ وہ اسی سیارچے کا سایہ ہوگا۔"

نگولائی نے کہا "جب وہ سیارچے کا سایہ ہے تو ہمارے دل میں دہشت کیوں بڑھ رہی ہے؟"

"آپ نے حکم دیا تھا' کوئی سا بھی سایہ نظر آئے تو اطلاع دی جائے اس لیے ہم اطلاع دے رہے ہیں اور پھر میں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ کسی سیارچے کا سایہ ہے جبکہ ہم میں سے کسی نے خلا میں دور تک کسی سیارچے کو نہیں دیکھا۔"

"وہ سایہ کس طرف جارہا تھا؟"

"شمال کی طرف۔"

"کیا کہہ رہے ہو۔ شمال کی سمت ہماری یہ تجربہ گاہ ہے اور ہم یہاں مصروف ہیں۔ دیکھو سوچ سمجھ کر جواب دو۔ سایہ کس سمت جارہا تھا؟"

"آپ میری اطلاع پر یقین نہیں کررہے ہیں۔ یہاں کسی سے بھی پوچھ لیں۔ سب نے اسے شمال کی طرف جاتے دیکھا ہے۔"

اس نے فون بند کر کے کہا "مورائی! جنوبی چوکی والوں نے سایہ دیکھا ہے۔"

مورائی نے کہا "میں فون پر تمہاری باتیں سن کر سمجھ گیا۔ خطرہ ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔"

اس نے واکی ٹاکی قسم کے آلے کو آپریٹ کر کے کہا "پی پی ون یہاں آؤ اور پی پی تھری' فور اور نائن سے کہو اس تجربہ گاہ کی چھت پر چلے جائیں اور دو نادیدہ انسانوں کے سایوں کو تلاش کریں۔"

اس نے واکی ٹاکی کو آف کیا۔ تھوڑی دیر بعد فرش پر قدموں کی دھمک سنائی دی۔ فولادی روبوٹ پی پی ون آرہا تھا۔ مورائی نے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے کمرے کے سلائڈنگ دروازے کو کھولا' پھر کہا "اندر آجاؤ۔"

پھر فرش پر دھمک سنائی دی۔ دروازے پر پی پی ٹو نظر آیا۔ مورائی نے کہا "میں نے پی پی ون کو بلایا تھا۔ تم کیوں آئے ہو؟"

پی پی ٹو نے کچھ کہنا چاہا پھر ایک قدم بڑھایا۔ اس کے ساتھ ہی دھڑام کی زوردار آواز کے ساتھ اوندھے منہ گر پڑا۔ نگولائی اور مورائی خوف سے چیختے ہوئے کمرے کے دوسرے گوشے میں چلے گئے۔ نگولائی نے ہاتھ اٹھا کر کہا "پلیز مسٹر پارس! ہمیں معلوم ہے تم نے زمین پر سولارز کے دونوں روبوٹس کو اسی طرح اوندھے منہ گرایا تھا۔ پلیز' ہم سے پہلے دو باتیں کرلو۔"

انہیں جواب نہیں ملا۔ مورائی نے کہا "دیکھو تمہاری خاموشی ہمیں مار ڈالے گی۔ یقین کرو' ہم ہر قیمت پر تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

فرش پر پھر قدموں کی دھمک سنائی دی۔ دروازے کے پاس انہیں پی پی ون نظر آیا۔ اس نے کہا "میں تینوں روبوٹس کو چھت پر بھیج رہا تھا اور یہاں آکر یہ بتانے والا تھا کہ اس پی پی ٹو کی بیٹری ڈاؤن ہو چکی ہے۔ بے چارہ میرے آنے سے پہلے بے جان ہو گیا ہے۔ اب اسے نئی بیٹری کی ضرورت ہے۔"

نگولائی اور مورائی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پی پی ون کو دیکھ رہے تھے پھر ایک نے پوچھا "کیا اسے کسی سائے نے ناکارہ نہیں بنایا؟"

پی پی ون نے کہا "یہاں تو کوئی سایہ نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو وہ مجھے بھی صفر وولٹ پر لا کر ناکارہ بنا دیتا۔"

نگولائی نے غصے اور جنون میں میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔ "میں ان سایوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ سولارز نے ہمیں دہشت سے مارنے کے لیے کہا ہے کہ وہ سائے ہمارے زون میں آرہے ہیں۔"

مورائی نے ایک کرسی کو لات مارتے ہوئے کہا "ہمیں بے وقوف بنایا جارہا ہے۔ بھلا ٹھوس جسم کس طرح تحلیل ہو کر سائے میں تبدیل ہو جائے گا۔"

نگولائی نے کہا "سولارز اپنی کسی غلطی کے باعث ارضی دنیا سے ناکام واپس آیا ہے اور اپنی غلطی چھپانے کے لیے انسان کے سایہ بن جانے کی کہانی سنا رہا تھا۔"

"ہم نے پلیٹ فارم کے آڈیوریم میں مشین آپریٹر کو یہ کہتے سنا کہ اس کی زبان سے سایہ بول رہا ہے۔ حالانکہ سائے کو کسی دیوار وغیرہ پر نظر آنا چاہیے تھا۔ ہم سے غلطی ہوئی' ہمیں وہاں سائے کی موجودگی کا قائل یقین ثبوت طلب کرنا چاہیے تھا۔ اب تو وہ یہی کہیں گے کہ سائے ہمارے زون میں پہنچ گئے ہیں۔"

"جبکہ یہاں کوئی نہیں ہے۔ صرف ان کی دہشت ہے۔ سولارز اس طرح ہمارے خلاف کوئی چال چل رہا ہے۔"

مورائی نے کہا "ہم نے خوف زدہ رہ کر کئی گھنٹے ضائع کیے ہیں۔ اب ہمیں بے خوف ہو کر سولارز کی چالبازیوں کا توڑ کرنا چاہیے۔"

نگولائی نے پی پی ون سے کہا "چھت پر ایک روبوٹ کو رہنے دو۔ باقی چار روبوٹس سے کہو' وہ ایک ایک فلائنگ کار میں بیٹھ کر زون کے چاروں طرف مختلف سمتوں میں پرواز کریں۔ خلائی پلیٹ فارم سے جو بھی آئے اسے ایٹمی ہتھیاروں سے ہلاک کردیں۔"

مورائی نے کہا "ان کاموں سے نمٹنے کے بعد اپنے ساتھی پی پی ٹو کی بیٹری تبدیل کردو۔"

پی پی ون احکامات کی تعمیل کے لئے چلا گیا۔ موبائل فون سے اشارہ موصول ہوا۔ مورائی نے فون کو آن کر کے پوچھا "کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "ساسا اعظم! میں میڈیکل لیبارٹری کا ڈاکٹر ڈورا بول رہا ہوں۔ لیبارٹری چاروں طرف سے بند ہے۔ باہر مسلح گارڈز کا پہرا ہے۔ میں اپنے ماتحت ڈاکٹر کے ساتھ لیبارٹری میں آنے کے بعد دروازے کو اندر سے بند کر چکا تھا لیکن ایسا لگتا ہے کہ اس بند لیبارٹری میں میرے ماتحت کے علاوہ کوئی اور بھی ہے۔"

مورائی نے ڈانٹ کر کہا "بھئی کہانی مت سناؤ۔ جلدی بتاؤ وہاں اور کون ہے؟"

"کوئی دکھائی دے گا تو بتاؤں گا۔ چند دواؤں کی شیشے کی ٹیوب ہول بینگز میں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک بینگز میں سے ایک ٹیوب نکل کر فرش پر گر کر چکنا چور ہو گئی ہے۔"

"کیا تمہارا خیال ہے' وہ اتفاقاً نہیں گری ہے' کسی نے گرایا

ہے؟"

"ٹیوب اپنے ہینگر کے ہول سے خود بخود نکل کر کیسے گر سکتی ہے؟"

"کیا وہاں تیز روشنی نہیں ہے۔ کیا وہاں تیسرا چوتھا سایہ نظر نہیں آرہا ہے؟"

"صرف میرے اور ماتحت کے دو سائے نظر آرہے ہیں۔ سنا ہے وہ ٹھوس جسم میں سما جاتے ہیں۔ ہمیں یہ سوچ کر عجیب سی بے چینی ہورہی ہے کہ وہ دونوں سائے ہم دونوں کے اندر چھپے ہوں گے۔"

"کسی طرح معلوم کرو وہ ٹیوب کیسے گر پڑی تھی۔ وہ دونوں سائے ہمارے دشمن ہیں۔ انہیں ہماری طرف آنا چاہیے تھا۔ وہ طبی تجربہ گاہ میں جاکر کیا کریں گے؟"

اچانک ڈاکٹر ڈورا کی چیخ سنائی دی۔ وہ بولا "اندھیرا ہوگیا ہے۔ لیبارٹری ہال کی تمام بتیاں بجھ گئی ہیں۔ وہ ہیں' وہ ضرور یہاں ہیں۔"

"شٹ اپ۔ ڈاکٹر ڈورا! ہوش میں رہو۔ ہماری سائنسی تجربہ گاہ میں بھی روشنی نہیں ہے۔ ایٹمی بجلی گھر کے جنریٹر میں کوئی خرابی ہوگئی ہوگی۔ ساسا نکولائی ابھی معلوم کررہے ہیں۔"

ساسا نکولائی کان سے ریسیور لگائے بار بار کہہ رہا تھا "اٹینشن' یور ساسا کالنگ اٹینشن۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "کون ہے۔ آواز اچھی طرح سنائی نہیں دے رہی ہے۔"

نکولائی نے پھر مخاطب کیا۔ اس بار فون کی لائن کٹ گئی۔ نکولائی نے جھنجلا کر دوسری بار رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "ساسا اعظم! جنریٹر کا ایک پرزہ نکل گیا تھا۔ ہم نے اسے دوبارہ لگایا تو دوسرا پرزہ نکل گیا۔ ہم ایمرجنسی لائٹ میں ڈھونڈ رہے ہیں۔ وہ دوسرا پرزہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔"

نکولائی نے ڈانٹ کر کہا "نیا پرزہ لگاؤ۔ کیا وہاں فاضل پرزوں کا اسٹاک نہیں ہے اور یہ کیا بکواس کررہے ہو۔ پرزے خود بخود کس طرح نکل رہے ہیں۔"

"ساسا اعظم! میں جنریٹر کے پاس ہوں اور آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پہلے جو پرزہ لگایا گیا تھا' وہ پھر نکل کر کہیں گم ہوگیا ہے۔"

نکولائی کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا "موورائی! وہ آچکے ہیں۔ وہ حقیقت میں ہیں۔ ہم سولارز کی کہانی کو جھوٹ سمجھ رہے تھے۔"

وہ دونوں آہستہ آہستہ کھسکتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب آگئے۔

موورائی نے کہا "وہ بڑی چالاکی سے یہاں آئیں گے اسی لیے ایٹمی بجلی گھر کو پہلے بیکار کررہے ہیں تاکہ روشنی میں ان کے سائے نظر نہ آئیں۔ ہم ایمرجنسی لائٹس وغیرہ سے انہیں ہر جگہ نہیں دیکھ سکیں گے۔"

نکولائی نے کہا "اپنی اپنی اٹینی اٹھاؤ۔ ہمیں عارضی طور پر زون چھوڑ کر جانا ہوگا۔ بعد میں ہم پوری تیاریوں کے ساتھ آئیں گے۔"

انہوں نے اپنی اپنی اٹینی اٹھائی۔ اپنے سات عدد روبوٹس کو کال کیا پھر ان سے کہا "اپنے اپنے فاضل بیٹریاں' اٹینی لباس اور فلائنگ شوز فوراً لے کر آؤ۔"

وہ ساتوں جلدی جلدی تمام سامان ایک ایک بیگ میں رکھ کر لے آئے پھر اپنے دونوں ساسا اعظم کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے خلائی نامعلوم دستوں کی طرف جانے لگے۔

خلائی پلیٹ فارم سے سولارز اپنی بیٹی اور جان نثاروں کی فوج کے ساتھ آرہا تھا۔ وہ سب نکولائی اور موورائی کے ساتوں روبوٹس سے جنگ کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہوکر آئے تھے۔ وہ زون کے جس حصے میں اترے وہاں کوئی ان کے مقابلے پر نہیں تھا۔

سولارز نے موبائل فون کے ذریعے سائنسی لیبارٹری میں فون کیا۔ وہاں کے انچارج نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں یہاں کا حکمران سولارز۔ ان دونوں ساسا سے کہو مجھ سے بات کریں۔"

"سولارز اعظم! تھوڑی دیر پہلے وہ دونوں اپنے ساتوں روبوٹس کے ساتھ کہیں چلے گئے ہیں۔"

"پورے زون میں تاریکی کیوں ہے؟"

"میں نے سنا ہے' ارضی دنیا کے دو سائے یہاں آئے ہیں۔ انہوں نے خود کو روپوش رکھنے کے لیے ایٹمی بجلی گھر کے جنریٹر میں خرابی پیدا کردی ہے۔"

"وہ ہمارے ساتھی ہیں۔ جنریٹر کی خرابی جلد ہی دور ہوجائے گی۔ تم تمام فلائنگ کاریں جنوبی زون کی طرف بھیج دو۔ کارکنوں والوں سے کہو' مخالفانہ رویہ اختیار کریں گے تو حرام موت مارے جائیں گے۔ میرے الیکٹرونک سگنل کے مطابق یہاں جلد سے جلد پہنچیں۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ بدی بدی نے کہا "ٹیوب! وہ دونوں ساسا اپنے روبوٹس کے ساتھ فرار ہوگئے ہیں۔ اب یہاں تاریکی نہیں ہونی چاہیے۔"

"پتا نہیں وہ دونوں سائے کہاں ہیں اور کیا کررہے ہیں۔ انہیں ہماری آمد کی اطلاع ملنی چاہیے۔"

پھر اس نے زون کے ناظم اعلیٰ سے رابطہ کرکے کہا "میں سولارز ہوں' وہ دونوں ساسا ہمارے زون سے فرار ہوگئے ہیں۔ وہ یہاں کے حکمران کی حیثیت سے حکم دیتا ہوں کہ پورے زون میں میری نئی حکومت قائم ہونے کا اعلان کراؤ اور دونوں سایوں کو مخاطب کرکے کہو۔ سولارز اس زون میں آچکا ہے۔ وہ مجھ سے ملاقات کریں۔"

تھوڑی دیر بعد ہی اس کے حکم کے مطابق اعلان ہونے لگا۔ فلائنگ کاریں بھی پہنچ گئیں۔ وہ کاریں وہاں کی سڑکوں پر بھی چلتی تھیں لیکن تیز رفتاری سے چند منٹوں میں زون کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنا ہو تو وہ کاریں فضا میں پرواز کرتی تھیں۔

سولارز نے اپنے دو اعتماد کے جان نثاروں کو سائنس لیبارٹری کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ سائنس لیبارٹری اور دونوں ساسا کی رہائش گاہوں میں جاکر صحیح معلومات حاصل کریں۔

چند منٹ کے بعد پورے زون میں روشنی پھیل گئی۔ وہاں کے مکانات' گلیاں اور سڑکیں روشن ہوگئیں۔ بدی بدی نے کہا "تمارا اور پارس نے اعلان سن لیا ہے۔ وہ ایٹمی بجلی گھر سے نکل چکے ہیں اسی لیے روشنی ہوگئی ہے۔ وہ دونوں یہاں آتے ہی ہوں گے۔"

لیکن کافی انتظار کے بعد بھی وہ نہیں آئے۔ فلائنگ کار میں جانے والوں نے واپس آکر کہا "وہ دونوں ساسا واقعی یہاں سے جاچکے ہیں۔ ان کی رہائش گاہ کے سامنے ڈاکٹر ڈورا اور اس کے ماتحت کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ پتا نہیں کیوں انہوں نے جاتے وقت ان ڈاکٹروں کو مار ڈالا ہے۔"

"کیا تمارا اور پارس نے تم لوگوں کو مخاطب کیا ہے؟"

"راستے میں ان نادیدہ ساتھیوں کی آواز ہم نے نہیں سنی۔ ناظم اعلیٰ کی طرف سے انہیں کہا جارہا ہے کہ وہ زون کے نئے حکمران سولارز کے پاس آجائیں۔"

سولارز نے کہا "میرا خیال ہے' تمارا اور پارس ان دونوں ساسا کے ساتھ گئے ہیں۔ دونوں ساسا اور ساتوں روبوٹس کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ ان کے ساتھ دو سائے بھی کہیں خلائی سفر کررہے ہیں۔"

پھر اس نے اپنے جان نثاروں کو ہدایات دیں کہ زون کے کون کون سے خاص مقام پر انہیں اپنا قبضہ جمانا ہے اور وہاں کی پولیس کو نئے حکمران کا تابعدار رہنا ہے۔

ضروری ہدایات دینے کے بعد وہ بیٹی کے ساتھ فلائنگ کار میں بیٹھ کر طبی تجربہ گاہ میں آیا۔ اس کے ساتھ دو مسلح گارڈز بھی تھے۔ وہ گارڈز دروازے کے باہر کھڑے رہے۔ اندر لیبارٹری میں سولارز نے بیٹی سے کہا "ہمارے پاس صرف دو گولیاں ہیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ ہم یہ گولیاں بچا کر رکھیں گے تاکہ موقع ملنے پر ان ادویات کا تجزیہ کرسکیں جن کے مرکب سے یہ گولیاں تیار کی گئی ہیں۔"

بیٹی نے ایک گولی نکال کر دی۔ باپ نے اپنی جیب سے گولی نکالی پھر وہ پہلے ایک گولی کو پیس کر ان کا سفوف بناتے ہوئے بولا۔ "میڈیکل کمپیوٹر کو یہ سفوف فیڈ کیا جائے گا تو ابھی معلوم ہوجائے گا کہ اس میں کتنی جڑی بوٹیوں کے اجزا شامل ہیں۔ یہ اجزا ہماری تجربہ گاہ کے اسٹاک روم میں ضرور ہوں گے۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے معلوم کرنے لگا۔ بدی بدی نے کہا۔ "ٹیوب! آپ بہت چالاک ہیں۔ پہلے یہ بات میرے دماغ میں نہیں آئی تھی کہ ہم ان گولیوں کے ذریعے سایہ بنانے والی ہزاروں گولیاں تیار کرسکتے ہیں۔"

وہ میڈیکل کمپیوٹر اس سفوف کا الگ الگ تجزیہ کرتے ہوئے ادویات کے ایک ایک جز کا نام اور تفصیلات بتانے لگا۔ یہ معلومات ایک کاغذ پر پرنٹ بھی ہورہی تھیں۔

اب مختلف دواؤں کا مختلف وزن معلوم کرنا تھا لیکن پہلی گولی کا سفوف جس خانے میں فیڈ کیا گیا تھا وہ سفوف وہاں سے گزر کر اس خانے میں چلا گیا تھا جہاں ڈاکٹر ڈورا نے پہلے کسی سفوف کا تجزیہ کیا تھا۔ اس طرح پہلی گولی کا سفوف دوسری دوا کے سفوف میں گڈمڈ ہوگیا تھا۔

سولارز نے دوسری گولی کو پیس کر نئے سرے سے کمپیوٹر کو اوزان کے لیے آپریٹ کیا۔ اس کمپیوٹر کو دوسری گولی کا سفوف فیڈ کیا۔ اسکرین پر مختلف دواؤں کا مختلف وزن تحریر کی صورت میں ابھرنے لگا اور وہ سب کچھ ایک کاغذ پر پرنٹ ہونے لگا۔

سولارز نے بدی بدی سے کہا "ویسی ہی سایہ بنانے والی گولیاں تیار کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ تم اس وقت تک فلائنگ کار میں پورے زون کا دورہ کرو اور وہاں کے حالات معلوم کرو۔ جو لوگ میری حکمرانی کے خلاف بولنا چاہیں انہیں فوراً ہلاک کردو۔"

سولارز نے خلائی پلیٹ فارم سے روانہ ہونے سے پہلے اپنے پچیس وفاداروں کو ایٹمی لباس پہنایا تھا اور ان سے کہا تھا کہ وہ روبوٹس کی طرح فولاد کے بنے ہوئے نہیں ہیں لیکن ایٹمی لباس کے باعث وہ روبوٹس کی طرح خطرناک ہوچکے ہیں۔ خلائی زون کے عوام اور پولیس والوں کے پاس ایٹمی لباس نہیں ہیں لہٰذا وہ پچیس وفادار سولارز کی نئی حکومت میں اعلیٰ عہدے دار ہوں گے۔

بدی بدی ان پچیس میں سے چھ وفاداروں کو فلائنگ کاروں میں اپنے ساتھ لے گئی۔ اس بار وہ کاریں سڑکوں پر چلتی رہیں اور اعلان ہوتا رہا کہ ساسا نکولائی اور ساسا موورائی حکمران بن کر رہنے کے قابل نہیں تھے اس لیے وہ اس زون سے جاچکے ہیں۔ ان کی طرف سے ہمیشہ یہ اندیشہ رہے گا کہ وہ اپنے سات روبوٹس کے ذریعے کسی وقت بھی حملہ کرسکتے ہیں لیکن سولارز ان سے زیادہ طاقتور ہے اور وہ زون کے عوام کی حفاظت کرتا رہے گا۔ عوام کو چاہیے کہ وہ سولارز کی اطاعت کریں۔

ایسے وقت کئی افراد خلائی سفر کررہے تھے۔ ان میں ایک ٹیم روشنا اور پاشا کی تھی۔ پاشا نے روبوٹ پی پی فائیو کی اخباری تصاویر سامنے رکھ کر اس کا چہرہ اپنایا تھا تاکہ خلائی پلیٹ فارم کا اسٹیشن ماسٹر اسے پی پی فائیو سمجھ کر اپنے پلیٹ فارم پر آنے کی اجازت دے۔

روشنا اس کے پیروں پر اپنے پیر رکھے' اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کھڑی ہوئی تھی اور فلائنگ شوز کا ایک جوڑا ان

دونوں کو خلائی اسٹیشن کی طرف لے جارہا تھا۔

ان کے منہ میں ایک ایک کیپسول تھا۔ اس کیپسول کے ذریعے خلا میں آکسیجن کی کمی پوری ہوجاتی تھی۔ دونوں کے چہرے ایک دوسرے سے لگے ہوئے تھے۔ اتنے قریب رہ کر وہ سوچ کے ذریعے گفتگو کرسکتے تھے۔ روشنا اس کی سوچ کی لہروں کی عادی ہورہی تھی اس لیے اب گدگدی محسوس نہیں کرتی تھی۔ وہ مسکرا کر سوچ کے ذریعے بولی "تم نے مجھے اپنا عادی بنادیا ہے۔ اب تو میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔"

"تم خلا میں بھی رومانی گفتگو کررہی ہو۔ میں اپنی دنیا سے پہلی بار باہر نکل کر عجیب سا محسوس کررہا ہوں۔ ہماری دنیا میں جب کوئی مرتا ہے تو کہتے ہیں' وہ دنیا سے چلا گیا ہے۔ میں جیتے جی دنیا سے چلا آیا ہوں۔"

"ہاں تمہارے احساسات کچھ عجیب سے ہوں گے۔ لیکن میں بہت خوش ہوں۔ سولارز جیسا چالاک سائنس دان اور ہمارے زون کا حکمران جس ارضی دنیا سے شکست کھا کر گیا ہے' میں وہیں سے تمہیں جیت کر لارہی ہوں۔"

"ایسا تو ہوتا ہے' مرد سے ہارنے کے بعد بھی عورت اسے جیت لیتی ہے اور اسے اپنا دیوانہ بنا کر رکھتی ہے لیکن تمہیں اپنے زون پر حکمرانی کرنی چاہیے۔"

"آہ! یہ میرا پرانا خواب ہے۔ بدی بدی کو دیکھ کر سوچتی تھی' وہ کتنی خوش نصیب ہے۔ اپنے باپ کی ذہانت اور طاقت کے بل پر حکومت کرتی ہے۔ وہاں ہر جگہ اس کا حکم چلتا ہے اور زون کے عوام اس سے خوف زدہ رہتے ہیں۔"

"تم وہاں ملکہ بن کر حکومت کرسکو گی۔ اگر صحیح طرح مجھے گائیڈ کروگی اور وہاں کی جتنی کمزوریاں جانتی ہو' وہ سب مجھے بتاتی رہوگی اور وہاں کے جتنے افراد سے خطرہ پیش آسکتا ہے' ان کی نشاندہی کرتی رہوگی۔"

"میری زندگی کا سب سے اہم اور بڑا دن وہ ہوگا جب میں وہاں کی ملکہ کہلاؤں گی۔ وہاں سب سے خطرناک تین سائنس دان ہیں۔ ان تینوں کو موت کے گھاٹ اتاردوگے تو پھر کوئی تمہارے سامنے سر نہیں اٹھا سکے گا۔"

"میں ان تینوں کو جان سے نہیں ماروں گا۔ انہیں تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنا کر رکھوں گا تاکہ وہ ہمارے لیے نئی سائنسی ایجادات اور نئے ایٹمی ہتھیار تیار کرنے کے لیے دن رات کام کرتے رہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم واقعی حکومت کرنے والی ذہانت سے سوچ رہے ہو۔ میں تو یہ سوچ کر خوش ہورہی ہوں کہ بدی بدی کو اپنے قدموں میں جھکا کر اسے اپنی کنیز بنا کر رکھوں گی۔ وہ شیطان کی بچی بڑے دعوے سے کہتی تھی کہ میری سہیلی ہے اور مجھ پر کبھی برا وقت آئے گا تو میرے کام آئے گی لیکن زمین پر مجھے بے یارومددگار چھوڑ کر اپنے باپ کے ساتھ بھاگ گئی۔ میں اس سے ضرور انتقام لوں گی۔"

"میں نے پاگل خانے میں کچھ عرصے رہ کر سنجیدگی اور ذہانت سے سوچنا اور اس پر عمل کرنا سیکھا ہے۔ تمہیں بھی ایک بات سکھاتا ہوں' خواب صرف ایک بار دیکھو' ٹھوس منصوبہ صرف ایک بار بناؤ۔ اس کے بعد عمل کرو۔ عمل کرو اور عمل کرتے رہو۔ جب تک کامیابی حاصل نہ ہو' تب تک جاگتی آنکھوں سے خواب نہ دیکھا کرو۔ تم ملکہ بن کر بدی بدی کے ساتھ کیا سلوک کروگی' اس کا انحصار کامیابی پر ہے۔ لہٰذا ہمیں صرف ان تین سائنس دانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کی ترکیب سوچنا چاہیے۔"

وہ سوچنے کے انداز میں خاموش رہی۔ وہ بھلا کیا سوچتی؟ حالات نے تو پاشا کو سنجیدہ اور ذہین بنایا تھا۔ اس نے روشنا کو خاموش رکھنے کے لیے سوچنے کی طرف مائل کیا تھا اور خود خلائی زون پر اپنی حکومت قائم کرنے کے منصوبوں پر غور کررہا تھا۔

اسی خلائی حصے میں دوسری ٹیم سفر کررہی تھی اور وہ دیوی کی ٹیم تھی۔ اس کے دونوں پیررووٹ پی پی سیون کے پیروں پر تھے۔ وہ اپنی بانہیں پی پی سیون کی گردن میں ڈال کر اس کے فولادی جسم سے لگی ہوئی تھی۔ اصلی دیوی شی تارا کبھی کسی کو اپنا بدن چھونے نہیں دیتی تھی۔ خواہ وہ انسان ہو یا فولادی روبوٹ۔ اس کے علاوہ روبوٹ مرد ہوتا ہے' نہ عورت۔ وہ کسی سے جسمانی تعلقات قائم نہیں کرسکتا۔ اس کا مشینی دل بیری کا محتاج رہتا ہے اور مشینی دل انسانی جذبات کو نہیں سمجھتا۔ اس کے باوجود دیوی روبوٹ کو بھی اجازت نہیں دے سکتی تھی کہ اسے ہاتھ لگائے۔ اس وقت جو شی تارا روبوٹ سے لگی ہوئی تھی' وہ ڈی تھی اور اصلی دیوی شی تارا سایہ بنی ہوئی اپنی ڈی کے اندر تھی۔

وہ ایسا طریقہ اختیار کرکے پارس اور لکی سیون وغیرہ کو یقین کرنے پر مجبور کرسکتی تھی کہ وہ ڈی شی تارا کو اصلی دیوی سمجھیں۔ یہ سوچیں کہ اصلی دیوی پی پی سیون کو حاصل کرنے کے بعد کسی ڈی کے حوالے نہیں کرے گی' کیونکہ کشش ثقل سے نکلنے کے بعد ڈی اور پی پی سیون اصلی دیوی کی گرفت سے آزاد ہوجاتے اور دیوی زمین پر رہ کر ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی کے ذریعے انہیں اپنا تابعدار بنا کر نہیں رکھ سکتی تھی۔

ٹھوس جسم کو سایہ بنانے والی غیر معمولی پچاس عدد گولیاں اسے نصیب ہوگئی تھیں۔ وہ سایہ بن کر خلا میں اپنی ڈی کے ذریعے خیال خوانی کرتی تو پارس وغیرہ اسے اصلی دیوی ہی سمجھتے۔

دیوی نے اپنی ڈی کی زبان سے پوچھا "پی پی سیون! یہ سفر کب تک جاری رہے گا؟"

وہ بولا "ہم شاید ایک ڈیڑھ گھنٹے میں خلائی اسٹیشن تک پہنچ جائیں گے۔"

جس طرح روشنا' پاشا کے چہرے سے چہرہ لگا کر سوچ کے ذریعے

گفتگو کرتی رہی تھی اسی طرح ڈی شی تارا' پی پی سیون کی پیشانی سے پیشانی لگا کر سوچ کے ذریعے باتیں کررہی تھی۔

پی پی سیون نے کہا "پرواز کے دوران میرے فلائنگ شوز سے ایٹمی شعاعیں خارج ہوتی ہیں اور ذرا دور تک پھیل کر بجھتی چلی جاتی ہیں۔ میں بہت دور ایسی ہی ایٹمی شعاعوں کو دیکھ رہا ہوں۔ میرا خیال ہے ہمارے علاوہ کوئی دوسرا بھی خلائی سفر کررہا ہے۔"

دیوی نے ڈی کے ذریعے کہا "یہ تشویش کی بات ہے۔ وہ خلائی مسافر ہمارا دشمن بھی ہوسکتا ہے۔ فلائنگ شوز کی رفتار کو بڑھاؤ۔ آگے بڑھ کر دیکھو' وہ تھا ہے یا اس سے بھی آگے اس کے دوسرے ساتھی ہیں۔"

پی پی سیون نے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے فلائنگ شوز کی رفتار بڑھائی اور تیز رفتاری سے پرواز کرنے لگا۔

روشنا نے دور خلا میں دیکھتے ہوئے کہا "پاشا! وہ دیکھو۔ ہمارے علاوہ خلا میں کوئی دوسرا مسافر ہے۔ مجھے صرف شوز سے خارج ہونے والی ایٹمی شعاعیں دکھائی دے رہی ہیں۔ تم اپنی غیر معمولی بصارت سے دیکھو۔"

پاشا نے سر گھما کر دیکھا۔ خلا میں نیم تاریکی تھی۔ دوسرے مسافر دور تھے پھر بھی اس نے غیر معمولی بصارت سے دیکھا۔ جس طرح روشنا اس کے پیروں پر پیر رکھے اس سے لپٹی کھڑی تھی اسی طرح ڈی شی تارا اسے ایک شخص سے ہم آغوش ہو کر سفر کرتی ہوئی نظر آئی۔ پاشا نے ڈی شی تارا اور پی پی سیون کو نہیں پہچانا۔ فولادی روبوٹس بظاہر گوشت پوست کے انسان نظر آتے تھے۔ اسی فریبِ نظر کا فائدہ اٹھا کر پاشا نے خود کو روبوٹ پی پی فائیو بنالیا تھا۔

اس نے روشنا سے کہا "عجیب اتفاق ہے۔ تمہاری طرح ایک حسینہ وہاں بھی ایک شخص سے لپٹ کر اسی طرح سفر کررہی ہے۔"

وہ گھبرا کر بولی "اوہ پاشا! زمین پر وہ جو سایہ بن جانے والوں کا ایک گروہ ہے اور جس میں زہریلی تمارا بھی شامل ہے' یہ دونوں خلائی مسافر اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ہمارے دشمن ہیں۔"

"وہ فرہاد علی تیمور کا گروہ ہے۔ ان دونوں خلائی مسافروں کا تعلق فرہاد سے ہوتا تو وہ سایہ بن کر سفر کرتے لیکن وہ دونوں مجھے صاف نظر آرہے ہیں۔"

وہ بولی "یہ تو سوچو کہ سولارز' پی پی فائیو اور سکس کو بے جان چھوڑ کر چلا گیا پھر اس میدان سے چند سائے دونوں بے جان روبوٹس کے ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز لے گئے۔ میری بات پر غور کرو۔ زمین پر صرف فرہاد کے گروہ میں وہ فلائنگ شوز ہیں۔ صرف اسی گروہ کے افراد خلائی سفر کرسکتے ہیں۔"

پاشا فکرمندی سے سوچنے لگا۔ لکی سیون اور پارس پہلے ہی سایہ بن کر خلائی زون میں پہنچ گئے ہوں گے۔ اب یہ دو افراد اور جارہے ہیں۔ فرہاد اور سونیا بڑے مکار ہیں۔ ہوسکتا ہے' وہ دونوں سایہ بن کر ان نظر آنے والے خلائی مسافروں کے ساتھ جارہے ہوں۔

روشنا نے کہا "میں تو بھول ہی گئی تھی۔ فلائنگ شوز کا ایک اور جوڑا تمہاری دنیا میں تھا۔ بدی بدی اپنے ساتھ پی پی سیون کو لائی تھی لیکن وہ دونوں بچھڑ گئے تھے پھر پی پی سیون اچانک گم ہوگیا تھا۔"

"کیسے گم ہوگیا تھا؟ وہ بدی بدی سے رابطہ کرسکتا تھا۔"

"اس کی بیٹری کا پاور ختم ہوچکا تھا۔ وہ جہاں بھی بے جان ہو کر گرا ہوگا وہاں کسی ذہین شاطر کے ہاتھ لگا ہوگا۔ پی پی سیون کے رکٹ میں ایسا سامان تھا جن کے ذریعے اس خلائی روبوٹ اور فلائنگ شوز کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوسکتا تھا۔ ذرا سوچو' کیا کوئی تیسری پارٹی تمہاری دنیا میں ایسی تھی جو خلائی سفر کی جرات کرسکتی ہو اور اسے خطرہ نہ ہو کہ خلائی زون کے سائنس دان اور ایٹمی ہتھیار اس کا کچھ بگاڑ سکیں گے؟"

پاشا تیسرے فلائنگ شوز کے بارے میں سوچنے لگا۔ ایسے ہی وقت پی پی سیون تیز رفتاری سے پرواز کرتا ہوا پاشا سے کچھ فاصلے پر پہنچا۔ دونوں ایٹمی لباس والوں نے ایک دوسرے کی طرف رخ کیا۔ ایک نے روشنا کو دوسرے نے ڈی شی تارا کو اپنے اپنے ایک بازو میں سنبھالا پھر دوسرے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اپنے اپنے لباس کے ایک بٹن کو تھام لیا۔ یوں دونوں نے خاموشی سے ایک دوسرے کو دھمکی دی کہ اگر ایک نے ایٹمی شعاع سے ہلاک کرنا چاہا تو دوسرا بھی اسی لمحے میں ایٹمی شعاع کے ذریعے اسے فنا کردے گا۔

ایسے ہی وقت پاشا نے حیرانی سے دیوی شی تارا کو دیکھا۔ اصلی دیوی نے اپنی ڈی کی وہی شکل وصورت رکھی تھی جسے برسوں سے دوست اور دشمن دیکھتے آئے تھے۔ وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ دیوی خلائی زون میں کیوں جارہی ہے؟ کیا یہ آتما شکتی کے ذریعے وہاں دشمنوں پر غالب آسکے گی؟

اوھر پی پی سیون نے دیوی سے کہا "یہ پی پی فائیو ہے۔ زون میں ہم ایک ساتھ رہتے تھے اور اس کے ساتھ جو نظر آرہی ہے اس کا نام روشنا ہے۔ یہ سولارز کی بیٹی بدی بدی کی سہیلی ہے۔"

دیوی نے کہا "پی پی سیون! تم دھوکا کھارہے ہو۔ میں نے خلائی سفر شروع کرنے سے پہلے جو معلومات حاصل کی تھیں ان معلومات کے مطابق چند سائے پی پی فائیو اور سکس کے ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز لے گئے تھے۔ ان کی بیٹریوں اور مصنوعی دماغوں کو ایٹمی شعاعوں کے ذریعے نابود کردیا تھا۔ جب بیٹیاں نہ رہیں' مصنوعی دماغ نہ رہے تو پھر پی پی فائیو نے دوبارہ کیسے زندگی حاصل کی ہے؟"

پی پی سیون نے کہا "دیوی جی! آپ کی بات غور طلب ہے۔ یہاں خلا میں گفتگو ہوسکتی تو میں اسے مخاطب کرکے حقیقت معلوم

کرلیتا۔ یہ ہمارے اور ان کے لیے بہتر ہے کہ ہم ایک دوسرے پر حملے نہیں کررہے ہیں۔ تھوڑی دیر میں ہم خلائی اسٹیشن پہنچیں گے۔ یہ بھی وہاں ضرور جائیں گے۔ تب ان کی اصلیت سامنے آجائے گی۔"

ادھر پاشا نے روشنا سے پوچھا "کیا تم نے ارضی دنیا میں رہ کر دیوی شی تارا کا ذکر سنا ہے؟"

"شاید سنا ہو۔ مجھے یاد نہیں ہے۔"

"پھر تو تم نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا ہے۔ یہ ایسی خطرناک ہے کہ اس کا نام ایک بار سن کر پھر کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ یہ آتما شکتی کے ذریعے پتھر جیسے دماغوں کو بھی موم بنادیتی ہے۔ اس نے مجھے ابھی پہچانا نہیں ہوگا لیکن خلائی پلیٹ فارم پر پہنچ کر مجھے پہچان لے گی۔"

"کیا یہ تمہارے دماغ میں بھی گھس آئے گی؟"

"نہیں۔ جب تک کسی چالاکی سے میری دماغی توانائی میں کمی نہیں کرے گی تب تک میرے اندر نہیں آسکے گی۔"

"تمہیں کمزور کرنے کے لیے اپنے روبوٹ جیسے اس شخص سے حملے کرا سکتی ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ وہ یقیناً پی پی سیون ہے۔"

"میں نے لباس کے اندر ایٹمی لباس پہنا ہے۔ مجھ پر حملوں کا اثر نہیں ہوگا پھر بھی میری کوشش ہوگی کہ دیوی کے اس ساتھی کو کمزور بنا دوں یا اسے ختم کردوں۔"

انہیں خلائی اسٹیشن نظر آنے لگا۔ پی پی سیون وہاں کے انچارج اسٹیشن ماسٹر کو سگنل دینے لگا۔ انچارج نے خلائی منظر پیش کرنے والی اسکرین پر دیکھا۔ اسے پی پی سیون کے علاوہ پی پی فائیو بھی ایک ایک حسینہ کے ساتھ نظر آئے۔

انچارج نے خلائی پلیٹ فارم کا گیٹ کھول دیا۔ ان سے زیادہ سوالات اس لیے نہیں کیے کہ وہ دونوں جانے پہچانے روبوٹ تھے۔ وہ اپنی اپنی ساتھی کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے گیٹ سے گزرتے ہوئے پلیٹ فارم پر آگئے۔

انچارج اسٹیشن ماسٹر نے پوچھا "روشنا تم کہاں رہ گئی تھیں؟ اور پی پی فائیو' یہاں سولارز نے آکر بتایا ہے کہ چند سایوں نے تمہیں بے جان کردیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے روشنا نے اپنی کوششوں سے تمہیں نئی زندگی دی ہے۔"

یہ گفتگو خلائی زبان میں ہورہی تھی۔ پاشا یہ زبان بول نہیں سکتا تھا۔ روشنا نے جلدی سے کہا "جی ہاں۔ میں نے بڑی کوششوں سے اسے دوبارہ زندگی دی ہے۔"

پھر وہ گفتگو کا رخ بدل کر پی پی سیون سے بولی "تم ارضی دنیا میں گم ہوگئے تھے' پھر یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟"

"یہ میری محسنہ ہے۔ اسی نے مجھے نئی زندگی دی ہے۔ یہ اپنی دنیا میں تنہا تھی اس لیے میں اسے اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔"

روشنا نے انچارج سے پوچھا "کیا سولارز اعظم اور بدی بدی یہاں ہیں یا زون میں؟"

"سولارز اعظم نے ارضی دنیا سے آنے والے دو سایوں کے ذریعے ساساکولائی اور ساساموراگی کو زون سے بھاگنے پر مجبور کردیا ہے۔ وہ دونوں سائنس دان اپنے سات عدد روبوٹس کے ساتھ وہ زون چھوڑ کر جاچکے ہیں۔ اب وہاں صرف سولارز کی حکومت قائم ہورہی ہے۔"

"پہلے تین سائنس دان حکومت کررہے تھے۔ اب ایک کی حکومت قائم ہوگئی ہے۔"

"پہلے یہاں سے دو سائے زون میں گئے تھے پھر سولارز نے یہاں سے جانے سے پہلے وعدہ کیا تھا کہ عوام کی حکومت قائم ہوگی لیکن وہاں تو سولارز کے حکمران بننے کا اعلان کیا جارہا ہے۔ اس سلسلے میں وہ دو سائے خاموش ہیں۔ شاید وہ سائے کھولائی اور موراگی کے تعاقب میں گئے ہیں۔"

روشنا نے کہا "یہ تو سولارز سراسر دھوکا دے رہا ہے۔ ہمیں اسے نیا حکمران تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔"

"وہ یہاں سے اپنے پچیس جان نثاروں کو ایٹمی لباس پہنا کر لے گیا ہے۔ اس زون میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکے گا۔"

دیوی اپنی حکومت قائم کرنے آئی تھی۔ اس نے اپنی ڈی کی زبان سے کہا "میرے پاس ٹیکی پیتھی کا زبردست علم ہے اور میرے ساتھ پی پی سیون ہے۔ ہم وہاں اپنی یعنی عوام کی حکومت قائم کریں گے۔"

پی پی سیون نے کہا "میرے علاوہ یہ پی پی فائیو ہے لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ پی پی فائیو کی بیٹری اور دماغ کو زمین والوں نے فنا کردیا تھا پھر یہ زندہ کیسے ہوگیا؟"

روشنا نے کہا "بدی بدی وہاں سے فرار ہوتے وقت میرے پاس اپنا ایک خاص بیگ چھوڑ گئی تھی۔ اس میں ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز تھے جسے تم میرے ساتھی کے جسم پر دیکھ رہے ہو۔ یہ روبوٹ پی پی فائیو نہیں ہے لیکن اس سے زیادہ طاقتور گوشت پوست کا انسان ہے۔"

دیوی نے کہا "اچھا تو اس کے چہرے پر پی پی فائیو کا میک اپ کرا کے خلائی مخلوق کو دھوکا دے کر اسے یہاں لائی ہو؟"

روشنا نے کہا "یہ دھوکا سہی لیکن ہمارے زون کے عوام کو ناقابلِ شکست روبوٹ جیسے لوگوں کی ضرورت ہے۔ یہ تمہارے پی پی سیون سے زیادہ طاقتور اور ذہین ہے۔ اگر ہم آپس میں لڑیں گے تو زون پر عوام کی حکومت قائم نہیں کرسکیں گے۔ بولو کیا چاہتی ہو' آپس میں لڑنا مرنا یا اپنی حکومت قائم کرنا؟"

دیوی کو سولارز کے خلاف زیادہ سے زیادہ طاقت اور حمایت کی ضرورت تھی۔ اس نے کہا "ہم خواہ مخواہ نہیں مریں گے۔ ڈون میں جاکر عوام کی حکومت قائم کرنے کے لیے سولارز سے مقابلہ کرتے ہوئے جان دیں گے۔"

انچارج اسٹیشن ماسٹر نے کہا "شاباش۔ میں تو مایوس ہوگیا تھا کہ اب ہمیں سولارز کے خلاف جنگ کرنے کی قوت نہیں ملے گی۔ اب یہاں دو روبوٹس آگئے ہیں اور ہمارے اسٹاک روم میں درجنوں ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز ہیں۔ اب ہم جان نثاروں کی فوج بنائیں گے۔"

دیوی نے یہ سنا کہ وہاں درجنوں ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز ہیں تو اس نے دل ہی دل میں طے کیا کہ وہ تمام چیزیں زیادہ سے زیادہ اپنے استعمال میں لائے گی۔ روشنا نے ڈی شی تارا کے پاس آکر معافی کے لیے ہاتھ بڑھا کر کہا "ہم متحد ہو کر رہا کریں گے تو عوام کی حکومت ہمیشہ رہے گی۔ سولارز بھی دوسرے سائنس دانوں کی طرح وہاں سے بھاگ جائے گا۔"

ڈی نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "بے شک۔ مجھے تم سب کے تعاون سے یہاں رام راج قائم کرنا ہے۔"

"رام راج کا مطلب کیا ہے؟"

"اس کا مطلب ہے ایک مثالی حکومت۔"

پاشا نے کہا "پہلے میں سمجھ رہا تھا کہ تم فرہاد کی ٹیم سے تعلق رکھتی ہو اور شی تارا کے بھیس میں آگئی ہو لیکن تمہارے رام راج کی پلاننگ سے یقین ہوگیا ہے کہ تم دیوی ہو۔"

دیوی نے کہا "اور میرا بھی یہ اندازہ غلط نہیں ہے کہ تم پاشا ہو۔ پارس کے دشمن ہو اور میرے دوست بن کر رہو گے۔"

وہ مسکرا کر بولا "میں پارس سے دشمنی کرسکتا ہوں مگر میری کیا مجال کہ میں اپنے دین سے دشمنی کروں۔ بہرحال .... سولارز کو شکست دینے تک ہم متحد رہیں گے۔"

پھر وہ سب انچارج اسٹیشن ماسٹر کے ساتھ جانے لگے۔ دیوی نے بعد میں موقع پاکر تنہائی میں پی پی سیون سے کہا "یہاں کے لوگوں کو اپنے اعتماد میں لو اور میری حمایت کے لیے تیار کرو۔ ان کے دماغوں میں یہ بات نقش کردو کہ تم ان کے اپنے خلائی روبوٹ ہو اور پاشا نقلی روبوٹ بن کر یہاں آیا تھا۔ اسی طرح وہ آئندہ بھی دھوکے دے گا۔ وہ ارضی دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔ اسے خلائی زون کے عوام سے صرف دکھاوے کی ہمدردی ہے اور روشنا اس کے عشق میں دیوانی ہوکر اپنی ہی چالبازی دکھائے گی جیسے بدی بدی اپنے باپ سے مل کر دکھا رہی ہے۔"

خلائی پلیٹ فارم پر اتحاد بھی قائم ہورہا تھا اور منافقت بھی ہورہی تھی لیکن منافقت کے باوجود سولارز اپنے زون میں ان کے اتحاد سے جلد ہی ٹکرانے والا تھا۔ کوئی کسی سے کمزور ہونا یا پسپا ہونا نہیں چاہتا اس لیے سولارز نے بھی سایہ بنانے والی گولیوں کی غیر معمولی قوت حاصل کرلی۔

اس نے پوری سو گولیاں تیار کیں۔ پچاس گولیاں اپنی بیٹی بدی بدی کے لیے اور پچاس اپنے لیے۔ بدی بدی پورے زون کا دورہ کرکے لیبارٹری میں آئی تو گولیوں کو دیکھ کر خوش ہوگئی۔ باپ سے لپٹ کر بولی "ڈیڈ! تم بہت گریٹ ہو۔ یوں تو اب ہمیں کوئی شکست نہیں دے سکے گا لیکن سب سے زیادہ خوشی اور اطمینان یہ ہے کہ تمارا کا زہر میرے سائے کو ڈھونڈتا رہے گا اور وہ کبھی ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔"

"بیٹی! تم میری کل کائنات ہو۔ میں یہ سب کچھ تمہارے لیے کررہا ہوں۔ جب پارس نے وہ دو گولیاں دی تھیں' تب ہی میرے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ اب میں ان دو گولیوں سے دو لاکھ گولیاں بنا سکوں گا۔"

انہوں نے دو پلاسٹک کی ڈبیوں میں پچاس پچاس گولیاں رکھیں پھر ان میں سے ایک ایک گولی نگلنے کے لیے اٹھائی۔ اسی وقت اچانک تاریکی چھاگئی۔ خوف کے مارے دونوں کے ہاتھوں سے گولیاں چھوٹ کر میز پر گرگئیں۔ خوف یہ تھا کہ تمارا اور پارس کے سائے آگئے ہیں اور آنے سے پہلے اندھیرا کردیا ہے۔

بات کچھ ایسی ہی تھی۔ پارس نے غیر معمولی بصارت سے تاریکی میں میز پر پڑی ہوئی گولیوں کو دیکھا۔ انہیں اٹھایا اور ان کی جگہ دوسری گولیاں رکھ کر خیال خوانی کے ذریعے لکی سیون سے کہا۔ "لائٹ آن کردو۔"

روشنی ہوگئی۔ تاریکی صرف چند سیکنڈ کے لیے تھی۔ زیادہ دیر تاریکی رہتی تو وہ باپ بیٹی اپنے بچاؤ کے لیے فوراً ہی ڈیا سے دوسری گولیاں نکال کر نگل لیتے۔

پارس یہ نہیں چاہتا تھا۔ ان کے پاس جو پچاس پچاس گولیاں تھیں' وہ ان باپ بیٹی کو سایہ نہیں بنا سکتی تھیں۔

روشنی ہوتے ہی انہوں نے میز پر دو گولیوں کو دیکھا' پھر ایک ایک اٹھا کر اسے منہ میں رکھ کر حلق سے نیچے اتار لیا۔ پلک جھپکتے ہی وہ دونوں سایہ بن گئے۔ بدی بدی نے خوشی سے چیخ کر کہا "ڈیڈ! تم نظر نہیں آرہے ہو' کیا میں تمہیں دکھائی دے رہی ہوں؟"

"نو مائی چائلڈ! تم بھی نظر نہیں آرہی ہو۔ میں نے ان دو گولیوں کا کامیاب تجربہ کیا ہے۔ اب ہم ناقابلِ شکست بن چکے ہیں۔"

وسیع و عریض لیبارٹری کے ایک گوشے میں کھڑی ہوئی لکی سیون نے پارس سے کہا "بے چارے۔ کتنے خوش ہورہے ہیں۔"

پارس نے کہا "دعا کرو' شیطان انہیں سدا خوش رکھے۔"

آگ زیادہ ہو تو اس آگ پر ایک دیگ چڑھی ہو۔ اس دیگ میں پانی کھول رہا ہو۔ دیگ کے اوپر برف کی سل رکھ کر کسی احمق کو بٹھا دیا جائے تو وہ ٹھنڈ سے خوش ہوتا رہے گا۔

برف پگھلنے کے بعد کیا ہوگا؟ یہ تو بعد کی بات ہے۔

مگر نہیں' یہ بعد کی بات ہے۔ ویسے موٹی عقل سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک دیگ میں گرم کھولتا ہوا پانی ہو اور اوپر برف کی سل رکھی ہو تو برف پگھلتے ہی اس سل پر بیٹھا ہوا شخص گرم کھولتے ہوئے پانی میں جاگرے گا۔

ایسا ہی کچھ انجام سولارز اور بدی بدی کا ہونے والا تھا۔ وہ سایہ بننے کے بعد بہت خوش تھے۔ پلاسٹک کی دو ڈبیاؤں میں وہ گولیاں تھیں جو انہیں یقین دلا رہی تھیں کہ وہ دونوں آئندہ بھی اپنے ٹھوس جسموں کو سائے میں تبدیل کرتے رہیں گے۔

انہیں سب سے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ ان کے پاس صرف گولیاں نہیں تھیں بلکہ ویسی گولیاں تیار کرنے کا فارمولا بھی تھا۔ اب وہ صرف اپنے زون پر ہی نہیں' دوسرے خلائی زون پر بھی اپنی حکومت قائم کرسکتے تھے۔

پھر یہ خوشی تھی کہ وہ اپنی طبعی عمر تک زندہ رہ سکتے تھے۔ انہیں کوئی دشمن مار نہیں سکتا تھا۔ ان سایوں پر سے بلڈوزر گزر جاتا' ان پر ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم برسائے جاتے تب بھی وہ زندگی سے بھرپور قہقہے لگاتے رہتے۔

بدی بدی نے کہا "بوب! میں اس وقت تک گولیاں استعمال کرتی رہوں گی جب تک زہریلی تمارا اور زہریلا پارس ٹھوس جسم میں نظر نہیں آئیں گے اور میں ایٹمی شعاعوں سے انہیں ہلاک نہیں کردوں گی۔ تب تک سایہ بن کر ان کے زہر سے محفوظ رہوں گی۔"

سولارز نے کہا "میں بھی سایہ بن کر رہوں گا۔ وہ دونوں ہمارے دشمن نکولائی اور موراٹی کے پیچھے گئے ہیں۔ پتا نہیں کب واپس آئیں گے' آؤ ہم چلیں۔"

باپ بیٹی کے سائے ایک دیوار پر متحرک نظر آرہے تھے۔ سولارز نے ہاتھ بڑھا کر بند دروازے کو کھولا تو سوچ میں پڑگیا۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ سایہ بن جانے والا اپنی مرضی سے دروازہ کھولنا چاہے تو اس کا ہاتھ ٹھوس ہوجاتا ہے۔ دروازہ کھولنے کے بعد پھر وہ ہاتھ ٹھوس نہیں رہا تھا۔ سایہ بن کر نا قابلِ گرفت ہوگیا تھا۔

اسے یاد آیا کہ ارضی دنیا میں جب اس کے دونوں روبوٹس بے جان ہوگئے تھے اور اس نے انہیں زندہ کرنے کے لیے ان کا وولٹیج بڑھانا چاہا تھا تو پارس کے سائے نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری تھی۔ یعنی ٹھوکر مارتے وقت سائے کا پیر ٹھوس ہوگیا تھا۔ اس نے بدی بدی سے کہا "بیٹی! ہم یہ بھول گئے تھے کہ سایہ جب چاہے اپنے جسم کے کسی بھی حصے کو ٹھوس بنا سکتا ہے۔ ایک سایہ دروازے کو پکڑ نہیں سکتا لیکن ابھی میں نے تمہارے سامنے دروازے کو پکڑ کر کھولا ہے۔"

"ہاں بوب! یہ میں بھی بھول گئی تھی کہ ہم جب چاہیں عارضی طور پر ٹھوس بن سکتے ہیں۔ میں ابھی آپ کا بازو پکڑنا چاہتی ہوں۔ آپ دایاں ہاتھ ٹھوس بنالیں۔"

دونوں نے اپنی اپنی مرضی سے ایک ایک ہاتھ کو ٹھوس بنایا۔ ایک دوسرے کے ہاتھ کو تھام لیا۔ ایسا چند سیکنڈ کے لیے ہوا۔ دونوں کے ٹھوس ہاتھ خود بخود ناقابلِ گرفت سائے بن گئے۔ بدی نے پریشان ہوکر کہا "بوب! سایہ بننے کے باوجود وہ زہر ہمارے لیے خطرناک ہیں۔ چند سیکنڈ کے لیے ٹھوس بن کر انہوں نے ہمارے اندر پہنچا سکتے ہیں۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ ویسے ہم ان سے دشمنی ظاہر کرنے سے پہلے اس بات کو سمجھ گئے ہیں۔ لہٰذا جب تک انہیں ہلاک کردیں' دوست بن کر رہیں گے۔"

لکی سیون اور پارس ان کی باتیں سن کر اس عمارت سے باہر آگئے۔ پارس نے کہا "وہ دونوں چوبیس گھنٹے تک سائے بن کر رہیں گے۔ اس کے بعد یہ بھید کھل جائے گا کہ انہوں نے کیپسول کے ذریعے جو فارمولا حاصل کیا تھا اس میں ہم نے گڑبڑ کردی ہے۔ ان کے پاس جو گولیاں ہیں' وہ انہیں سایہ نہیں بنا سکیں گی۔"

لکی سیون نے کہا "سولارز سایہ بن کر فرعون بن جانا چاہتا ہے۔ خلا میں ہزاروں میل کے آس پاس جتنے زون ہیں سب پر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے لیکن ابھی ہمارے خوف سے ایسا نہیں کرے گا۔"

"اگر اسے یقین ہوجائے کہ ہم مرچکے ہیں تو پھر وہ کھل کر فرعون کا کھیل کھیلے گا اور اسے چند گھنٹوں تک ایسا کھیل کھیلنا چاہیے تاکہ عوام اس کی اصلیت سے واقف ہوجائیں۔ آؤ اس کے جان نثاروں اور ان کی عورتوں میں سے کسی کو پارس اپنے لائف پارٹنر پارس کے ساتھ ان فرار ہونے والوں کے تعاقب میں گئی ہے۔

وہ باپ بیٹی محل میں پہنچے۔ چاروں گارڈز نے محل میں ڈیوٹی دینے والے افسران اور ملازموں کو بتایا کہ سولارز اور بدی بدی سایہ بن گئے ہیں اور ابھی ان کے آس پاس محل میں موجود ہیں۔

سولارز نے کہا "ہمارے یہ گارڈز درست کہہ رہے ہیں۔ ہمیں رپورٹ دی جائے کہ ہماری آمد پر زون کے عوام کے تیور کیا ہیں؟ بتاؤ گے؟"

ایک افسر نے کہا "یہاں کے لوگ نکولائی اور موراٹی کے چلے جانے سے خوش ہیں لیکن یہ افواہیں گشت کررہی ہیں کہ عوام آپ کی موجودگی سے خوش نہیں ہیں لیکن آپ کے خوف سے خوشی ظاہر کررہے ہیں۔"

سولارز نے کہا "حاکم کا خوف نہ رہے تو عوام بے لگام ہوجاتے ہیں۔ انہیں خوف زدہ رہنا چاہیے۔"

بدی بدی نے کہا "بوب! میں تھک گئی ہوں۔ آرام کرنے کا تمارا سمجھے گا اور ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر انہیں ہلاک کردیا جارہی ہوں۔"

"بیٹی! جب تک تمارا اور پارس نہ آجائیں' تب تک تم میری خواب گاہ میں آرام کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔"

اس نے محل کے افسران اور دوسرے جان نثاروں کو حکم دیا کہ جیسے ہی تمارا اور پارس کی آمد کی خبر ملے' اسے فوراً اطلاع دی جائے۔ وہ حکم دے کر بیٹی کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آگیا۔ وہ تھکی ہوئی تھی' بستر پر لیٹتے ہی سوگئی۔ سولارز بھی ایک آرام دہ راکنگ چیئر پر بیٹھ کر موجودہ حالات پر سوچتے سوچتے اونگھنے لگا۔ وہ بھی تھکا ہوا تھا۔ اسے چیئر پر نیند آگئی۔

وہ ایسی گہری نیند میں تھے کہ انہیں جگایا نہ جاتا تو گھنٹوں سوتے ہی رہتے۔ کال بیل کی آواز نے باپ بیٹی کو چونکا دیا۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ بدی بدی نے پوچھا "بوب! کیا آپ موجود ہیں؟"

"ہاں موجود ہوں۔ ذرا دیکھ لوں کہ کون آیا ہے؟"

اس نے دروازے کے پاس آکر پوچھا "کون ہے؟"

ایک گارڈ کی آواز آئی "سولارز اعظم! تمارا اور پارس بہت بری حالت میں آئے ہیں۔"

"وہ دونوں سائے ہیں۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ بری حالت میں ہیں۔"

"سولارز! اب وہ دونوں سائے نہیں رہے ہیں۔ ہم سب کو صاف طور پر نظر آرہے ہیں۔"

"کیا؟" بدی بدی خوشی سے چیخ کر بستر سے اٹھی۔ دروازے پر باپ کا سایہ نظر آرہا تھا۔ وہ قریب آکر بولی "بوب! گولڈن چانس ہے۔"

وہ دروازہ کھول کر بولا "میں سمجھ رہا ہوں میری بیٹی! آؤ یہ قصہ ہی تمام کردیا جائے۔"

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے محل کے بڑے ہال میں آئے۔ وہاں کئی جان نثار ادھر اُدھر کھڑے ہوئے تھے۔ لکی سیون اور پارس فرش پر بیٹھے ہوئے گہری گہری سانسیں لے رہے تھے۔ سولارز نے کہا "پارس! میں سولارز تم سے مخاطب ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو اور میں دکھائی نہیں دوں گا لیکن تم دونوں کو کیا ہوا ہے اور تم سایہ کیوں نہیں بن رہے ہو؟"

ڈی پارس کے اندر پارس کا سایہ تھا' اس نے کہا "ہم نکولائی اور موراٹی کا تعاقب کررہے تھے۔ ان کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے۔ وہ ہماری موجودگی سے بے خبر تھے لیکن ہماری بدقسمتی کہ اسی وقت گولیوں کا اثر زائل ہوگیا اور ہم گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہوگئے۔"

ڈی لکی سیون کے اندر لکی سیون کا سایہ تھا' وہ بولی "اس سے پہلے کہ ہم دوسری گولیاں اپنی جیب سے نکالتے ان کے روبوٹس نے ہمیں جکڑلیا۔ میں نے اور پارس نے ان کے بازوؤں کو دانتوں سے کاٹا لیکن وہ فولاد کے تھے۔ ان پر ہمارے زہر کا اثر نہیں ہوا۔"

پارس نے گہری سانس لے کر کہا "پتا نہیں انہوں نے ہمارے بازوؤں میں کون سا انجکشن لگایا ہے کہ ہم ایسی کمزوری محسوس کررہے ہیں جیسے ہماری جان نکل رہی ہو۔ انہوں نے ہماری جیب سے گولیوں کی دونوں ڈبیا نکال لیں پھر کہا کہ وہ ہمیں واپس زون میں جانے کے لیے زندہ چھوڑ رہے ہیں تاکہ ہم تم تک ان کا پیغام پہنچا سکیں۔ وہ... وہ سایہ بنانے والی گولیوں کا طبی تجزیہ کرکے ویسی ہی

ہزاروں گولیاں تیار کریں گے پھر سائے بن کر یہاں حملہ کرنے آئیں گے۔"

سولارز نے غصے سے کہا "ولیل! کتو! تم دونوں نے وہ گولیاں انہیں دے کر ہمارے دشمنوں کو بہت طاقت ور بنا دیا ہے۔"

پارس نے کہا "تم ہمارے دوست ہو۔ غصہ نہ کرو۔ ہمارا علاج کرو۔ ہم اپنے زہر سے دونوں ساسا کو مار ڈالیں گے۔"

بدی بدی نے کہا "بوب! یہ صحت مند ہو کر ہمیں بھی زہر سے مار ڈالیں گے۔ انہیں فوراً ختم کردو۔"

ان باپ بیٹی نے صرف ایک بار ارضی دنیا میں پارس کو تمارا کے ساتھ دیکھا تھا۔ مزید تصدیق کرنے کے لیے زہر کے خوف سے ان کے قریب نہیں گئے۔ پارس نے یوں بھی بڑی مہارت سے اپنی اور تمارا کی ڈمی تیار کی تھی اور ایسا ڈراما رچا گیا تھا کہ دونوں باپ بیٹی دھوکا کھا گئے۔ دونوں نے ایٹی لباس پہن رکھا تھا۔ انہوں نے اپنے اپنے لباس کے ایک بٹن کو دو انگلیوں سے تھاما۔ وہ سائے تھے۔ لباس بھی سائے کے ساتھ نادیدہ ہو گئے تھے لیکن بٹنوں سے نکلنے والی ایٹمی شعاعیں سب کو نظر آئیں۔ اس کے ساتھ ہی ڈمی تمارا اور پارس کی ادھوری چیخیں سنائی دیں۔ ان چیخوں کے مکمل ہونے سے پہلے ہی دونوں ڈمیوں کے چیتھڑے اڑ گئے۔

بدی بدی کے نقطۂ نظر سے بہت بڑی فتح حاصل ہوئی تھی۔ ہمیشہ کے لیے ان زہریلوں کا خوف دل سے نکل گیا تھا لیکن سولارز نے غصے سے پاؤں پٹخ کر کہا "یہ کیا ہو گیا؟ وہ گولیاں دونوں ساسا کو مل گئی ہیں۔ وہ بھی ہماری طرح سیکڑوں ہزاروں گولیاں تیار کر سکتے ہیں۔ ان کمبخت زہریلوں کو مار تو ڈالا ہے مگر میرا سکون غارت ہو چکا ہے۔"

اس نے اپنے پچیس جان نثاروں کو بلا کر کہا "دونوں ساسا کی طرف سے حملے کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔ لہٰذا ہر لمحے چوکس رہا جائے۔ اگر وہ سایہ بن کر آئیں گے تو ہم بھی تم سب کو سایہ بنانے والی ایک ایک گولی دیں گے۔ تمہارے سایہ بننے کے بعد ان کے حملے ناکام ہوتے رہیں گے۔"

پھر اس نے کچھ سوچ کر کہا "میں تو یہ بھول ہی گیا تھا کہ وہ اپنے ریوٹوس کو سایہ نہیں بنا سکیں گے کیونکہ وہ نہ کچھ کھاتے ہیں اور نہ کوئی چیز ان کے فولادی جسمانی نظام کو متاثر کرتی ہے۔"

ایک جان نثار نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف وہ دونوں ساسا ان گولیوں کے ذریعے سایہ بن کر آئیں گے۔ ان دونوں کے ساتھ گوشت پوست کے جسموں والا کوئی دوسرا جان نثار نہیں ہے۔"

سولارز نے کہا "بے شک۔ تم سب سایہ بن کر دونوں ساسا سے بھی نمٹو گے اور ان کے تمام ریوٹوس کے ریگولیٹرز کو صفر ووولٹیج پر لے آؤ گے تو وہ سب ناکارہ ہو جائیں گے۔"

سولارز کو اب ذرا اطمینان ہو رہا تھا۔ حالات بتا رہے تھے کہ صرف یہ ساسا کھولائی اور ساسا مورائی... سایہ بن کر آئیں گے انہیں ہلاک کرنا یا پھر انہیں زون سے فرار ہونے پر مجبور کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔

لکی سیون اور پارس ان باپ بیٹی کے اندر تھے۔ ان خوشیوں اور اندیشوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ انہیں خوشی تھی کہ انہوں نے زہریلوں سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر لی تھی۔ اپنی دانست میں تمارا اور پارس کو موت کے گھاٹ اتار تھا۔ اب صرف دو دشمن ساسا کے سائے مصیبت بن رہے تھے لیکن یہ اطمینان تھا کہ وہ زہریلے نہیں ہیں۔ ان سے نمٹ جائے گا۔

مختصر یہ کہ اس زون میں باپ بیٹی کو من مانی حکومت قائم کرنے سے روکنے والے زہریلے نہیں رہے تھے۔ ہاں زون بند نہیں رہے تھے' ان کے اندر تھے۔ اس طرح مر چکے تھے کہ ان باپ بیٹی کے جسموں کی قبر میں دفن ہو کر آرام فرما رہے تھے۔

○☆○

خلائی پلیٹ فارم پر پی پی سیون' دیوی کی ہدایت کے مطابق کام کر رہا تھا۔ اس نے سب سے پہلے تنہائی میں انچارج اسٹیشن ماسٹر سے ملاقات کی پھر اس سے کہا "یہ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم سب کو متحد رہ کر سولارز سے جنگ کرنا ہے لیکن تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ سولارز یہاں سے عوامی حکومت کا خواب دکھا گیا تھا لیکن زون میں پہنچ کر اس نے تم سب کے اعتماد کو دھوکا دیا۔ یہ روشنا' سولارز کی بیٹی کی بڑی گہری اور رازدار سہیلی ہے۔ یہ ارضی دنیا کے عاشق پاشا کے ساتھ یہاں سے جائے گی اور بدی بدی اور سولارز کی حمایت کرنے لگے گی۔"

انچارج اسٹیشن ماسٹر نے کہا "تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ ہم پہلے ایک بار دھوکا کھا چکے ہیں۔ آئندہ محتاط رہیں گے روشنا زون میں پہنچ کر پٹری بدلے گی تو ہم اسے اس کے عاشق ساتھ ہلاک کر دیں گے۔"

"اس کے لیے لازمی ہے کہ ایٹمی لباس پہننے والے حملہ جتنے ساتھی یہاں سے جائیں گے انہیں ہم اپنی یہ بات اچھی سمجھا دیں کہ جو پی پی فائیو کے بھیس میں دھوکا دے کر روشنا ساتھ آیا ہے' اس پر بالکل بھروسا نہیں کیا جائے۔"

انچارج اسٹیشن ماسٹر نے دوسرے اہم شعبوں کے افسران تمام باتیں سمجھائیں اور کہا "روشنا اور پاشا ور پردہ کوئی حملہ کر سکتے ہیں۔ ان پر کڑی نظر رکھی جائے۔ ہمیں پی پی سیون بھروسا کرنا چاہیے جو اصلی ریوٹ ہے اور ہم سب کے کنٹرول رہے گا کیونکہ ہم تمام خاص افسروں کے پاس ریموٹ کنٹرول لیکن اس ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے ہم پاشا کو اپنے کنٹرول نہیں رکھ سکیں گے۔"

ایسی باتوں سے وہاں کے چھوٹے بڑے افسران قائل

تھے۔ پاشا دیوی سے کمتر بن کر نہیں رہ سکتا تھا اس لیے روشنا بھی وہاں کے اہم افراد کو اپنے اعتماد میں لینے کے لیے بڑے پیار سے' بڑی اداؤں سے یوں دل لبھا رہی تھی جیسے ان پر مرمٹی ہو۔ خلائی اسٹیشن میں جو لوگ ڈیوٹی انجام دیتے تھے' ان کی بیویاں اور بچے زون میں رہا کرتے تھے۔ وہاں کے ساسا بڑی طویل مدت کے بعد انہیں زون میں اپنی بیویوں کے پاس جانے دیتے تھے۔ اس کے علاوہ ایسے افراد خلائی پلیٹ فارم میں زیادہ رکھے جاتے تھے جن کی بیویاں یا فیملی ممبرز نہیں ہوتے تھے۔ دونوں صورتوں میں ایسے تمام افراد عورت کی محبت اور اپنائیت سے محروم رہتے تھے۔

ایسے میں انہیں روشنا ملی تو گویا صحرا میں پیاسوں کو ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ مل گیا۔ اس نے اشارہ ایسے بڑے افسران کو خوش کر دیا جو ایٹمی لباس پہن کر زون میں جانے والے تھے۔ وہ تنہائیوں میں ان سے ملتی رہی۔ ان اشارہ میں سے ہر افسر یہی سمجھتا رہا کہ وہ حسینہ صرف اس کے لیے ریزرو ہو چکی ہے۔

دوسری طرف پاشا اپنی غیر معمولی ساعت سے کام لے رہا تھا۔ وہ خلائی زبان بول نہیں سکتا تھا لیکن سن کر کسی حد تک سمجھ لیتا تھا۔ پی پی سیون جس کے پاس جا کر اس کے اور روشنا کے خلاف زہر اگلتا تھا وہ دور ایک جگہ بیٹھا اس کی باتیں سن لیتا تھا پھر روشنا کو بتاتا تھا۔

روشنا ایسے کسی فرد کو تنہائی میں اُلو بناتی تھی۔ اس سے انگریزی زبان میں باتیں کرتی تھی۔ وہ بھی اپنے دماغی ٹرانس لیٹر کے ذریعے انگریزی بولتا تھا۔ پاشا آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے روشنا کی باتوں اور جذبوں سے اور زیادہ متاثر کرتا تھا۔

پاشا کی غیر معمولی ساعت اور بصارت کے بارے میں دیوی بہت کچھ جانتی تھی لیکن یہ سوچ کر مطمئن تھی کہ وہ خلائی زبان نہیں جانتا ہے۔ وہ دور کہیں بیٹھ کر خلائی زبان بولنے والوں کی صرف آوازیں سن سکے گا لیکن ان کی باتیں سمجھ نہیں پائے گا اور نہ ہی ان کی زبان کی سوچ کی لہروں کو اپنا کر ان کے دماغوں میں پہنچ سکے گا۔

دیوی نے بڑی حد تک خلائی زبان سیکھ لی تھی اور اٹک اٹک کر بولنے بھی لگی تھی لیکن اس طرح وہ روشنا کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔ وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ روشنا جب کسی اہم افسر کو تنہائی میں پھانستی تھی تو پاشا کی سہولت کے لیے ہر اہم افسر کو انگریزی بولنے پر مائل کرتی تھی۔

دونوں طرف سے اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے جو چالیں چلی جا رہی تھیں ان میں روشنا اور پاشا کو زیادہ کامیابی ہو رہی تھی۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ ڈمی شی تارا بہت حسین اور پُرکشش تھی۔ خلائی پلیٹ فارم کے کئی اہم افسران نے اس سے تنہائی میں دوستی کی خواہش کی لیکن وہ دامن بچا کر نکل گئی۔ دراصل دیوی نے اپنی ڈمی شی تارا کو پارس کے لیے ریزرو رکھا تھا۔ پارس خلا میں اسے دیوی ضرور تسلیم کر لیتا اور جس دیوی کو اب تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہے اس کی طرف مائل ضرور ہوتا۔

ڈمی شی تارا کی پارسائی کے سبب کئی اہم افسران اس سے بدظن ہو کر سوچنے لگے کہ یہ ارضی دنیا کی حسینہ مغرور ہے۔ خلائی مخلوق کو کمتر سمجھتی ہے لہٰذا زون میں پہنچ کر اسے برتر ہونے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

زون کی طرف جانے سے پہلے خلائی پلیٹ فارم پر زبردست تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ہر چار چھ گھنٹے کے بعد تمام اہم افسران کا اجلاس ہوتا تھا اور پچھلے اجلاس کے حوالے سے پلاننگ کی جاتی تھی تاکہ سولارز سے جنگ شروع ہو تو پلیٹ فارم سے جانے والوں میں کوئی کمی یا خامی نہ رہے۔

کئی اجلاس کے بعد تیس جان نثاروں کو پہننے کے لیے ایٹمی لباس دیے گئے۔ ڈمی شی تارا اور روشنا کو بھی ایٹمی لباس دیے گئے۔ دیوی اس بات سے غافل تھی کہ روشنا اور پاشا نے اس وقت تک بیس ایٹمی لباس پہننے والوں کو اپنی طرف مائل کر لیا ہے۔ تعداد کے حساب سے وہ روشنا اور پاشا سے کمزور ہے۔

پھر سب کی متفقہ رائے سے انچارج اسٹیشن ماسٹر نے تنہا آڈیٹوریم میں آ کر سولارز سے رابطہ کیا۔ سامنے بڑی اسکرین پر سولارز کے محل کا بڑا ہال دکھائی دیا۔ وہاں دو خالی کرسیاں تھیں۔ ان دو کرسیوں کے دائیں بائیں اور پیچھے سولارز کے ایٹمی لباس پہنے ہوئے جان نثار ادب سے کھڑے ہوئے تھے۔ محل کے ناظم اعلیٰ نے انچارج اسٹیشن ماسٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تمہیں اپنے آڈیٹوریم کی اسکرین پر یہ دو کرسیاں خالی نظر آ رہی ہوں گی لیکن یہ خالی نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک پر سولارز اعظم تشریف رکھتے ہیں اور دوسری کرسی پر ان کی صاحب زادی ہے۔"

وہ ریوالونگ کرسیاں آپ ہی آپ دائیں بائیں چلنے لگیں۔ دونوں باپ بیٹی کے قہقہے سنائی دے رہے تھے پھر سولارز نے کہا "تم نے خلائی پلیٹ فارم میں تمارا اور پارس کے دو سائے دیکھے تھے۔ اسی طرح ہم باپ بیٹی سایہ بن چکے ہیں۔ ہمارے پاس ایسی بے شمار گولیاں ہیں جو ہمیں ہمیشہ سایہ بنا کر رکھیں گی۔ اس کائنات کا کوئی دشمن ہمیں کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

خلائی پلیٹ فارم والے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سولارز جیسے خطرناک دشمن کو سایہ بننے کے لیے غیر معمولی گولیوں کی ایک اور طاقت مل جائے گی۔ انچارج اسٹیشن ماسٹر کا دل ڈوبنے لگا۔ اس نے پوچھا "وہ سایہ بن کر رہنے والے تمارا اور پارس کہاں ہیں؟"

وہ پھر قہقہہ لگا کر بولا "ان دونوں کی موت انہیں زمین سے کھینچ کر خلائی زون پر لے آئی تھی۔ ان دونوں کے منحوس وجود کے چیتھڑے اڑ چکے ہیں۔"

یہ اور زیادہ خوف زدہ کرنے والی بات تھی کہ سولارز نے دو

ناقابل گرفت سایوں کو دوست بنا کر ہلاک کردیا ہے۔ سولارز نے کہا۔

"تم اسکرین پر میری خالی کرسی کو دیکھ رہے ہو۔ میں نظر نہیں آرہا ہوں لیکن تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تم پریشان نظر آرہے ہو۔ تمہیں میری کامیابیوں پر خوشی نہیں ہورہی ہے؟"

وہ جلدی سے بولا "خوشی ہورہی ہے لیکن....."

وہ بات ادھوری چھوڑ کر سوچنے لگا کہ آگے کیا کہنا چاہیے۔ سولارز نے گرج کر کہا "یونان سنس۔ تم کوئی بات چھپا رہے ہو۔ یاد رکھو میرے جان نثار خلائی اسٹیشن کی طرف آئیں گے اور پلیٹ فارم کے نیچے سے میں نے جتنے آکسیجن بم بنا دیے تھے انہیں پھر نصب کردیں گے۔ تم سب وہاں حرام موت مروگے۔"

وہ سہم کر بولا "سولارز اعظم! میں کوئی بات نہیں چھپا رہا ہوں۔ دراصل ہم سب یہاں ایک مشکل میں گرفتار ہیں۔ ارضی دنیا سے آپ کی صاحب زادی کی سہیلی روشانا پی پی فائیو کے ساتھ آئی ہے اور پی پی سیون شی تارا نام کی ایک حسینہ کے ساتھ آیا ہے۔"

دوسری خالی کرسی سے بدی بدی کی آواز آئی "پی پی سیون ارضی دنیا میں گم ہوچکا تھا۔ اگر تم سچ بول رہے ہو تو ان چاروں کو آڈیٹوریم میں لاؤ۔ ہم یہاں سے انہیں دیکھیں گے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر' میں ابھی انہیں لے کر آتا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا آڈیٹوریم سے باہر آگیا۔ باہر پی پی سیون' ڈی شی تارا' روشانا' پاشا اور تمیں اینٹی لباس پہنے ہوئے جان نثار کھڑے ہوئے تھے۔ انچارج نے انہیں سولارز کی باتیں سنائیں اور یہ بتایا کہ اس نے تمارا اور پارس کو ہلاک کردیا ہے اور آئندہ اپنی بیٹی کے ساتھ ہمیشہ سایہ بن کر رہے گا۔

یہ سن کر دیوی نے اپنی ڈی کے ذریعے قہقہہ لگایا پھر کہا۔ "سولارز اور پارس کو ہلاک کرے گا؟ یہ ناممکن ہے۔"

انچارج نے پوچھا "تم اسے ناممکن کیسے کہتی ہو جبکہ وہ دونوں باپ بیٹی سایہ بنے ہوئے ہیں۔"

ڈی شی تارا نے کہا۔ "وہ دونوں فراڈ کررہے ہیں۔ ایسا فراڈ میں بھی کرسکتی ہوں۔ کسی دوسری جگہ چھپ کر وہاں مائیکروفون سے کہوں گی کہ میں سایہ بن گئی ہوں تو انہیں یقین کرنا ہوگا۔ وہ جانتے ہیں کہ ارضی دنیا والوں کے پاس سایہ بنانے والی گولیاں ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ ایسی گولیاں صرف فرہاد کے گروہ کے ممبروں کے پاس ہیں۔"

پاشا نے کہا "میں بھی یہ یقین نہیں کرسکتا کہ سولارز نے پارس کو ہلاک کردیا ہے کیونکہ شیطان کو قیامت تک کوئی ہلاک نہیں کرسکتا۔"

روشانا نے کہا "پارس زندہ ہو یا مردہ' ہمارے لیے تشویش کی بات یہ ہے کہ وہ باپ بیٹی سایہ بن سکتے ہیں۔"

انچارج نے کہا "پارس نے اس پلیٹ فارم سے جانے سے پہلے سولارز اور اس کی بیٹی کو سایہ بنانے والی ایک ایک گولی دی تھی۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ان گولیوں کے ذریعے وہ دونوں سایہ بنے ہوئے ہیں۔"

ڈی شی تارا نے کہا "تم نے یہ بات پہلے نہیں بتائی کہ پارس نے انہیں گولیاں دی تھیں۔ اب تو میں پورے یقین سے کہتی ہوں کہ پارس ہماری سمجھ میں نہ آنے والی چال چل رہا ہے۔"

انچارج نے کہا "آڈیٹوریم کی اسکرین پر سولارز تم سب کا انتظار کررہا ہے۔ ہمیں فوراً کسی نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔"

ایک افسر نے کہا "شی تارا کی یہ چال درست ہوگی کہ یہ دوسری جگہ سے مائیکروفون کے ذریعے گفتگو کرے اور یہ تاثر دے کہ ارضی دنیا سے آنے والے بھی سایہ بن سکتے ہیں۔ اس طرح سولارز ذرا دباؤ میں رہے گا۔"

وہ سب اس بات سے متفق ہوگئے۔ ڈی شی تارا دو افسران کے ساتھ دوسری جگہ چلی گئی۔ روشانا' پاشا اور پی پی سیون' انچارج کے ساتھ آڈیٹوریم کے اندر آگئے۔ اسکرین کی ایک خالی کرسی سے سولارز کی گرج دار آواز سنائی دی۔ وہ گالیاں دے کر بول رہا تھا۔ "کیا میں تمہارے باپ کا نوکر ہوں؟ یہاں بیٹھا کتنی دیر سے انتظار کررہا ہوں' کہاں مرگئے تھے؟"

پاشا نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "تم گرج کر نہیں' دھیمی آواز میں بولو گے تب بھی ہمیں سنائی دے گا۔"

دوسری خالی کرسی سے بدی بدی نے پاشا سے کہا "پی پی فائیو! کیا تم بھول گئے ہو کہ سولارز اعظم کے سامنے ان کے تمام جان نثار اور تمام روبوٹس کھڑے رہتے ہیں؟"

پی پی سیون نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "پی پی فائیو کی طرح میں بھی بیٹھ رہا ہوں کیونکہ ہمیں سولارز کے سامنے کھڑے رہنا چاہیے لیکن وہ ہمیں نظر نہیں آرہا ہے۔"

"کیا تمہیں انچارج نے نہیں بتایا ہے کہ ہم سایہ بن کر رہنے لگے ہیں؟"

"سایہ بن کر رہنا کون سا کمال ہے۔ میرے ساتھ جو شی تارا ہے وہ بھی سایہ بن کر ابھی یہاں موجود ہے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ایسی گولیاں صرف ہمارے پاس ہیں۔"

سولارز اور بدی بدی کی آواز سنائی دی۔ "میں شی تارا بول رہی ہوں۔ ان لمحات میں پی پی سیون کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی ہوں۔ تم باپ بیٹی یہ بھول رہے ہو کہ ارضی دنیا والوں کے پاس سایہ بنانے والی گولیوں کی کمی نہیں ہے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ وہ باپ بیٹی پہلے ہی فکرمند تھے کہ دونوں ساتھ کسی وقت حملہ کرنے کے لیے سایہ بن کر آئیں

گے۔ اب یہ دوسری فکر شروع ہوگئی کہ ارضی دنیا سے بھی سایہ بننے والی ایک شی تارا خلائی پلیٹ فارم تک پہنچ گئی ہے۔

سولارز نے کہا "مجھے شبہ ہے کہ تمہارے درمیان کوئی سایہ بننے والی نہیں ہے۔ پی پی سیون کے ساتھ جو شی تارا آئی ہے وہ کہیں چھپ گئی ہے اور وہاں سے اپنی آواز سنا رہی ہے۔"

پاشا نے کہا "ہمیں بھی شبہ ہے کہ تم باپ بیٹی کہیں چھپ کر وہاں سے بول رہے ہو اور سائے بن جانے والی جھوٹ بات کررہے ہو۔ ان خالی کرسیوں کے کبھی کبھی ہلنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان پر سائے بیٹھے ہوئے ہیں۔"

سولارز نے کہا "ہماری کرسی کے سامنے میز پر پھل رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں توجہ سے دیکھو۔"

سب نے دیکھا۔ ان پھلوں میں سے ایک پھل خود بخود اٹھ کر خالی کرسی کے پاس گیا۔ اس پھل کی واپسی پر وہ تھوڑا سے یوں کٹا ہوا تھا جیسے کسی نے دانتوں سے کاٹ کر واپس اس پھل کو رکھ دیا ہو۔

بدی بدی کی آواز آئی "ہم نے ثبوت پیش کیا ہے۔ اب وہ سایہ بننے والی شی تارا اپنی موجودگی کا ثبوت پیش کرے۔"

شی تارا نے کہا "ثبوت ضرور پیش کروں گی لیکن پہلے یہ بتاؤ۔ سولارز یہاں سے عوامی حکومت قائم کرنے کا وعدہ کرکے گیا تھا لیکن وہاں فرعون بن کر حکومت کرنے لگا ہے۔ اس نے عوام کے اعتماد کو دھوکا کیوں دیا ہے؟"

سولارز نے کہا "میں یہاں کا حکمران ہوں اور حکمران کسی کے سوال کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوتا بلکہ اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات سنتا ہے تو اس بات کرنے والے کو زندہ دفن کردیتا ہے۔ اگر تو اس زون میں رہ کر یہ سوال کرتی تو تیرا انجام بھی بڑا عبرت ناک ہوتا۔"

پھر اس نے انچارج کو مخاطب کرکے کہا "پی پی فائیو اور سیون کو فی الحال ناکارہ بنا دو۔ روشانا اور شی تارا کو گرفتار کرلو۔"

شی تارا کی آواز آئی "میں تو سایہ ہوں۔ مجھے کوئی گرفتار نہیں کرسکے گا۔ اب میں بھی تمہاری طرح سایہ بن کر رہنے کا ثبوت پیش کرتی ہوں۔ دیکھو' انچارج اسٹیشن ماسٹر کو توجہ سے دیکھو۔"

پھر اس نے انچارج سے کہا "تم اپنا منہ کھولو۔ مجھے ثبوت پیش کرنے دو۔"

انچارج کشمکش میں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ شی تارا ثبوت پیش نہیں کرسکے گی لیکن یہ بھی خیال آیا کہ شاید وہ کوئی چال چل کر سولارز کو مطمئن کرے گی۔ اس نے منہ کھولا پھر محسوس کیا کہ اس کے منہ میں ریت کے برابر ایک ذرّہ آیا ہے۔ شی تارا کی سرگوشی سنائی دی۔ "اس ذرّے کو فوراً نگل جاؤ۔ یوں سمجھو کہ میں دشمن کو بے وقوف بنا رہی ہوں۔"

اس نے ذرّے کو نگل لیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ روشانا اور پاشا نے حیرانی سے انچارج کی خالی کرسی کو دیکھا۔ ادھر باپ بیٹی حیرانی اور پریشانی سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے تھے۔ ثبوت مل گیا تھا۔ یقین ہوگیا تھا کہ سایہ بن جانے والی ایک ہستی ارضی دنیا سے آگئی ہے۔

شی تارا کی آواز سنائی دی "خلائی زون کا فرعون ایسے خاموش ہے جیسے مرگیا ہو۔ ویسے بہتری اسی میں ہے کہ میرے زون میں پہنچنے سے پہلے بیٹی کے ساتھ خودکشی کرلو۔"

سولارز نے کہا "تم مجھے خودکشی کا مشورہ دے رہی ہو۔ میں تمہیں دوستی کا مشورہ دیتا ہوں۔ ذرا غور کرو۔ ہم یہاں سائے بن جانے والے دو ہیں اور تم تنہا ہو۔ ہم سے مل جاؤ گی تو ہماری اور تمہاری طاقت میں اضافہ ہوجائے گا۔"

"یہ بات دماغ سے نکال دو کہ میں یہاں تنہا ہوں۔ دیکھو اس آڈیٹوریم کا دروازہ کھل رہا ہے اور ایک فوج تمہارے سامنے آرہی ہے۔"

دروازہ کھل گیا۔ خلائی پلیٹ فارم کے تمیں جان نثار اینٹی لباس پہنے ہوئے اندر آئے۔ شی تارا کی آواز آئی "انہیں گن لو۔ یہ تمیں عدد ہیں لیکن سایہ بنانے والی ہزاروں گولیاں میرے پاس ہیں۔ میں ان سب کو سایہ بنا کر زون میں آؤں گی۔ میرے آنے سے پہلے فیصلہ کرلو کہ خودکشی کروگے یا دونوں ساسا کی طرح بیٹی کے ساتھ وہاں سے فرار ہوجاؤ گے؟"

انچارج اسٹیشن ماسٹر کا قہقہہ سنائی دیا پھر اس نے کہا "دیکھو سولارز! میں تمہارے سامنے بیٹھے بیٹھے نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اسی طرح ہمارے یہ تمیں جان نثار نظروں سے اوجھل ہوکر تمہارے پاس پہنچیں گے۔ اس سے پہلے تم اپنی دی ہوئی دھمکی کے مطابق اس پلیٹ فارم کو آکسیجن بموں سے تباہ کرنا چاہو گے تو ہم تمام سایوں کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ شی تارا کے مشورے کے مطابق جلد ہی فیصلہ کرلو۔ خودکشی یا فرار؟ تیسرا راستہ ہے ہم سے جنگ۔ جو تم نہیں کرسکو گے۔"

سولارز نے کہا "میں جھکنے والا ہوں اور نہ ٹوٹنے والا۔ شی تارا کو معلوم ہو کہ میرے پاس سایہ بنانے والی گولیوں کا فارمولا ہے۔ فی الوقت میرے پاس اٹھانوے (۹۸) گولیاں ہیں اور یہ اپنی فوج کو ابھی سایہ بنانے کے لیے کافی ہیں۔ میں ابھی لیبارٹری میں جاکر بے شمار ایسی گولیاں تیار کروں گا۔"

یہ کہتے ہی ادھر سے مشین کو آف کردیا گیا۔ اسکرین سادہ ہوگئی۔ روشانا اور پاشا دل برداشتہ ہورہے تھے۔ انہوں نے شی تارا کے پیش کردہ ثبوت کو دیکھا تھا۔ انچارج کو سایہ بنا کر اس نے یہ ثابت کردیا تھا کہ وہ روشانا اور پاشا سے برتر ہے۔

وہ سب آڈیٹوریم کے باہر آئے۔ ان سے پہلے ڈی شی تارا دو افسران کے ساتھ تمام جان نثاروں کے پاس آگئی تھی اور حیرانی سے کہہ رہی تھی کہ انچارج سایہ بن گیا ہے۔

ان سب کو انچارج کی آواز سنائی دی "ہاں۔ میں سایہ بن گیا ہوں اور یہاں موجود ہوں لیکن شی تارا' تم نے ہی میرے منہ میں کوئی دوا رکھی تھی۔"

ڈی کے ساتھ جو افسران تھے' انہوں نے کہا "نہیں۔ یہ شی تارا تو ہمارے ساتھ تھی۔ ہم خود حیران ہیں۔ ہم نے سولارز کو سایہ بن جانے والی بات کے سلسلے میں دھوکا دینا چاہا لیکن وہ فریب اور جھوٹ' سچ بن گیا۔"

پاشا نے ڈی شی تارا کو سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے کہا "دو افسران گواہی دے رہے ہیں کہ تم ان کے ساتھ تھیں پھر انچارج کے منہ میں کس نے دوا رکھی؟ کس نے اسے سایہ بنایا ہے؟"

دیوی نے روشنا کے اندر سما کر کہا "میں روشنا کی زبان سے انگریزی بول رہی ہوں کیونکہ تمہاری زبان روانی سے بول نہیں سکتی۔ میں نے سولارز پر تم لوگوں کی دہشت طاری کرنے کے لیے انچارج کو سایہ بنایا ہے۔ یہ چار گھنٹے بعد نظر آنے لگے گا۔"

پھر ڈی شی تارا نے دیوی کی مرضی سے سوال کیا "مگر تم کون ہو؟ میں تو سایہ بن جانے کا جھوٹا دعویٰ کر رہی تھی' تم نے اسے سچ کر دیا ہے۔"

دیوی نے پھر روشنا کے ذریعے کہا "مجھے افسوس ہے' میں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔"

پاشا نے کہا "ہم عقل سے سمجھ سکتے ہیں۔ سایہ بنانے والی گولیاں صرف بابا صاحب کے ادارے میں ہیں۔ تم اسی ادارے سے آئی ہو۔"

ڈی شی تارا نے کہا "میں بھی یہی جانتی ہوں کہ ایسی گولیاں صرف اسی ادارے میں ہیں اور میری عقل کہتی ہے کہ تم یہاں تنہا نہیں آئی ہو۔ تمہارے ساتھ اس ادارے کے دوسرے نیلی پیتھی جاننے والے بھی ہوں گے۔"

پاشا نے تائید میں کہا "میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ جس طرح لکی سیون اور پارس سایہ بن کر سولارز اور اس کی بیٹی کے ساتھ یہاں آئے تھے اسی طرح تم بھی پتا نہیں کتنے ساتھیوں کے ساتھ سایہ بن کر ہمارے ساتھ یہاں تک آئی ہو۔"

انچارج نے کہا "تم جو کوئی بھی ہو' ہماری محسنہ ہو۔ تم نے سولارز جیسے ظالم اور خطرناک حکمران کے سامنے ہمیں بہت زیادہ طاقتور ظاہر کیا ہے۔ اب وہ بھی سایہ بنانے والی ہزاروں گولیاں تیار کرے گا۔"

دیوی نے کہا "اگر سولارز کو سایہ بن جانے والی گولی پارس نے دی ہے اور گولیاں تیار کرنے کا فارمولا بھی پارس نے دیا ہے تو پھر سولارز سے زیادہ بے چارہ کوئی نہیں ہوگا۔ چند گھنٹوں میں پتا چل جائے گا کہ کیا ہونے والا ہے۔"

انچارج نے کہا "سولارز کا انجام عبرت ناک ہونا چاہیے۔ ہم اپنی محسنہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے تیس عدد جان نثاروں کو بھی سایہ بنا دے۔ ہم ابھی یہاں سے سولارز کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوں گے۔"

"میں وہاں عوام کی حکومت قائم کرنے کے لیے ہر طرح تعاون کروں گی لیکن ابھی کسی کو سایہ بنانے والی گولی نہیں دوں گی۔ تم سب زون میں پہنچو گے اور تمہارے مقابلے میں دشمن سایہ بن کر آئیں گے تو میں ایک منٹ میں وہاں تم سب کو سائے میں تبدیل کر دوں گی۔"

پاشا نے کہا "اگر تم ابھی سے وہ گولیاں ہمیں دے دو گی تو کیا فرق پڑے گا؟ سایہ بنتے ہی ہمارے حوصلے اور بلند ہو جائیں گے۔"

"میرے پاس بے شمار گولیاں ہیں۔ میں ان گولیوں کو زیادہ سے زیادہ بچا کر رکھنا چاہتی ہوں اسی لیے صرف ضرورت کے وقت تم لوگوں سے تعاون کروں گی۔"

پاشا یہ کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ ایسی غیر معمولی گولیاں دیوی کے ہاتھ لگ گئی ہوں گی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس پلیٹ فارم پر سایہ بن کر رہنے والی بابا صاحب کے ادارے سے آئی ہے۔ وہ صرف اس کی ہی نہیں شی تارا کی بھی دشمن ہوگی۔

اس نے روشنا کے دماغ میں آ کر کہا "میں سایہ بن کر رہنے والی ہستی سے مخاطب ہوں' یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ پہلے والا پاشا مر چکا ہے۔ میں گمراہی سے توبہ کر زندگی گزار رہا ہوں۔ اگر یقین نہ ہو تب بھی میں ایک سولارز ہوں اور وہ شی تارا خلائی زون میں رام راج قائم کرنے کے لیے آئی ہے۔ تم سب کو اس کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ کیا تم اور تمہارے سایہ بن کر رہنے والے ساتھی دیوی شی تارا کو خلائی زون سے جانے دیں گے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دوبارہ اسے مخاطب کیا پھر خاموشی رہی۔ اس کے اندر جواب دینے کے لیے دیوی موجود نہیں تھی' جا چکی تھی۔ اگر موجود ہوتی تو یہ نادانستگی میں پاشا کی حمایت ہوتی کہ وہ دیوی کا محاسبہ کرنے کے لیے دیوی سے ہی کہتا رہتا۔ اس کی دشمنی سے اور زیادہ اس سے متنفر ہو جاتی۔

○☆○

سولارز تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ وہ فرار ہونے والے دل سا کے خلاف محاذ آرائی میں مصروف تھا۔ یہ فکر لاحق تھی کہ دونوں سایہ بن کر آئیں گے۔ ان حالات میں وہ بھول گیا تھا زمین پر تین روبوٹ چھوڑ کر آیا ہے۔ ان کے ذریعے دوسرے ارضی دنیا والے سایہ بن کر آ سکتے ہیں۔

جب اس نے آڈیٹوریم میں بیٹھے ہوئے انچارج کو نظروں او جھل ہوتے دیکھا تو ہوش اڑ گئے۔ انچارج کو سایہ بنانے ہستی چیخ کر رہی تھی کہ اس کے پاس ایسی ہزاروں گولیاں ہیں وہ خلائی اسٹیشن سے ایٹی لباس پہنے ہوئے جان نثاروں کو سا گولیاں کھائی تھیں۔ ایک ہی وقت میں سایہ بن گئے تھے۔ اب ایک ہی وقت میں ان گولیوں کا اثر ختم ہوا ہے اور ہم ظاہر ہو رہے ہیں۔"

"اوہ یوب! ایسی فنٹاسٹک دوا ہمارے ہاتھ لگی ہے اور آپ کا تجربہ بھی بڑا کامیاب رہا ہے۔ کیا ہم مسلسل سایہ بن کر رہیں گے؟"

"جب تک ہم تمام دشمنوں کو مات نہیں دیں گے سایہ بن کر رہیں گے تاکہ دھوکے سے بھی کوئی ہم پر وار نہ کر سکے۔ اب یہ میں ایسی ہی گولیاں تیار کرنے کے لیے لیبارٹری جا رہا ہوں۔ مجھے روبوش رہ کر ایسا اہم کام کرنا چاہیے۔"

اس نے اپنی جیب سے پلاسٹک کی ڈبیا نکالی۔ بیٹی نے بھی یہی کیا۔ دونوں نے ڈبیا کے ڈھکن کو کھول کر اس میں سے ایک ایک گولی نکالی پھر اسے نگل لیا۔

انہیں یقین تھا کہ وہ سایہ بن چکے ہیں اس لیے ایک دوسرے کو نہیں دیکھا۔ سر جھکا کر اپنی ڈبیا کا ڈھکن بند کرنے لگے۔ اسے اپنی اپنی جیب میں رکھنے کے بعد اس نے بیٹی کو دیکھ کر کہا "گولی منہ میں نہ رکھو' اسے نگل لو۔"

"میں تو نگل چکی ہوں' آپ سے پوچھنا ہے کیا آپ نے اسے نگل لیا ہے؟"

"ایسا کیوں پوچھ رہی ہو؟ کیا میں نظر آ رہا ہوں؟"

"جی ہاں' سر سے پاؤں تک نظر آ رہے ہیں اور آپ کی باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ میں بھی دکھائی دے رہی ہوں۔"

دونوں نے محل کے ناظم اور باڈی گارڈز کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ناظم نے کہا "سولارز اعظم! آپ اور آپ کی صاحب زادی دونوں ہی ہمیں نظر آ رہے ہیں۔"

دونوں نے فوراً ہی اپنی اپنی ڈبیا نکالی پھر اسے کھول کر دیکھا۔ سولارز نے کہا "ڈبیا وہی ہے۔ گولیاں بھی وہی ہیں۔ میں اس دوران غافل نہیں رہا۔ اسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔"

"میں چند گھنٹے تک سوتی رہی تھی لیکن بیڈ روم اندر سے بند تھا۔ میری ڈبیا بھی کوئی تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔"

انہوں نے پھر ایک ایک گولی نکال کر اسے نگل لیا پھر ایک دوسرے کو دیکھا اور پوچھا "کیا وہ نظر آ رہے ہیں؟"

وہ نظر آ رہے تھے۔ ناظم اور باڈی گارڈز بھی تصدیق کر رہے تھے۔ سولارز نے کہا "ہم نے اسی ڈبیا سے گولی نکال کر استعمال کی تھی اور سایہ بن گئے تھے۔ اب کیوں نہیں بن رہے ہیں؟"

وہ تیزی سے چلتا ہوا محل کے باہر آیا پھر فلائنگ کار میں بیٹھ کر میڈیکل لیبارٹری میں پہنچ گیا۔ گارڈز کو حکم دیا کہ کسی کو لیبارٹری کے اندر نہ آنے دیا جائے۔ بیٹی ہمیشہ ساتھ رہتی تھی اور کسی بھی طبی یا سائنسی تجربے کے دوران اس کی مدد کرتی تھی۔

سولارز وہ فارمولا میز پر رکھ کر مختلف ادویات کا وزن کر کے ان ادویات کو گرائنڈر میں ڈالنے لگا۔ ایسی معصوفیات کے دوران مقابلے کے لیے زون میں بھیجے گی اور اس تیسرے سائنس دان کو بھی وہاں سے بھاگنے پر مجبور کرے گی۔

سولارز اگرچہ سایہ بن جانے والے خلائی اور ارضی دشمنوں میں گھرا ہوا تھا اس کے باوجود اطمینان تھا کہ وہ بھی ہزاروں غیر معمولی گولیاں تیار کر سکتا ہے۔ وقت کا تقاضا تھا کہ وہ جلد سے جلد ایسی گولیاں تیار کرے ورنہ شامت آ جائے گی۔

وہ محل سے نکل کر لیبارٹری کی طرف جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ محل کے ناظم نے موبائل فون لا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "کوئی آپ سے بات کرنا چاہتا ہے مگر اپنا نام اور شناختی نمبر نہیں بتا رہا ہے۔"

سولارز نے کہا "تم جانتے ہو' میں ایسے لوگوں سے بات نہیں کرتا۔"

"میں نے اس اجنبی سے کہا تھا۔ اس نے جواباً کہا کہ مجھ سے بات نہ کر کے سولارز اعظم پچھتائیں گے۔ دشمنوں کی تعداد اور بڑھ جائے گی۔"

سولارز نے فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے رعب اور دبدبے سے کہا "کون ہے؟ کیا میرے دشمنوں کی تعداد بڑھانے کی دھمکی دے رہے ہو؟"

"تمہارے کرتوت ایسے ہیں کہ دشمن ہزاروں ہوں گے دوست ایک بھی نہیں رہے گا۔ تمہارے وفادار بھی تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے۔"

"کیا تم نے یہی کہنے کے لیے فون کیا ہے؟"

"تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہا ہوں' جتنی جلدی ہو سکے' عوام کی حکومت قائم کرنے کا اعلان کرو۔"

"بکواس مت کرو۔ بزدلوں کی طرح چھپ کر باتیں کر رہے ہو۔"

"سامنے آؤں گا تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں' کس طرح ہوش اڑاؤ گے سامنے آؤ۔"

"میں تو آنا چاہتا ہوں۔ میری گھر والی منع کر رہی ہے۔"

"یہ گھر والی کے کہتے ہیں؟"

"گھر والی اسے کہتے ہیں' جو باہر والی نہیں ہوتی۔ باہر والی دل بہلا کر چلی جاتی ہے۔ گھر والی مرتے دم تک پیچھا نہیں چھوڑتی۔"

"کیا تم پاگل ہو؟ میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ تم زون کے کس حصے سے بول رہے ہو۔"

اس نے فون بند کیا۔ اس وقت محل کے ناظم نے خوش ہو کر کہا "سولارز اعظم! آپ نظر آ رہے ہیں۔"

اس نے چونک کر بدی بدی کو دیکھا۔ وہ نظر آ رہی تھی اور کہہ رہی تھی "ہاں یوب' آپ نظر آ رہے ہیں۔"

"بیٹی! تم بھی دکھائی دے رہی ہو۔ ہم نے ایک ہی وقت میں

موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ بدی بدی نے اس فون کو آن کرکے کان سے لگایا پھر پوچھا "کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "تم مجھے نہیں جانتی ہو۔ میں زہریلی تمارا کے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ تم نے پتا نہیں کتنے عاشقوں کو کھلونا سمجھ کر کھیلا۔ جب دل بہل گیا تو انہیں قتل کرادیا تاکہ کوئی ایک حکمران کی بیٹی کے حسن وشباب سے کھیلنے کا دعویٰ نہ کرے۔ ان عاشقوں میں تمارا کا بھائی بھی تھا۔ تم نے اس کے ساتھ بھی خوب وقت گزارا پھر اسے موت کی نیند سلادیا۔ اس کے بعد تمہیں پتا چلا کہ اس کی بہن تمارا زہریلی ہے۔ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔ تمہارے باپ نے تمام ریوولس کو حکم دیا تھا کہ تمارا کو ایٹمی شعاعوں سے ہلاک کردیں لیکن وہ ہاتھ نہیں آئی۔ اس خلائی زون سے زمین کی طرف چلی گئی۔"

بدی بدی نے ناگواری سے کہا "تم اتنی بکواس کیوں کررہے ہو؟ تمہیں اس فون کا نمبر کس نے بتایا ہے؟"

"تمہاری شامت نے بتایا ہے۔ خلائی اسٹیشن سے تمہارے باپ کا خاتمہ کرنے کے لیے سایہ فوج آرہی ہے۔ وہ فوج کسی کو نظر نہیں آئے گی لیکن اس کے حملوں سے تمہارے باپ کے وفادار مرتے رہیں گے اور میں تمہیں آسانی سے مرنے نہیں دوں گا۔ تمہیں ایک ایسے کمرے میں چھوڑ دوں گا' جہاں سانپ ہی سانپ ہوں گے۔"

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میرے بوب کتنے بڑے سائنس دان اور کتنے شاطر حکمران ہیں۔ انہوں نے بھی سایہ بنانے والی گولیاں تیار کی ہیں۔"

"تم باپ بیٹی نے ان گولیوں کا اثر اپنے محل میں دیکھ لیا۔ اب پھر سے گولیاں تیار کرنے کے لیے لیبارٹری میں جھک مار رہے ہو۔"

"تم کیسے جانتے ہو کہ ہم نے محل میں وہ گولیاں استعمال کی تھیں اور وہ بے اثر رہی تھیں؟"

سولارز گرائنڈر سے تیار ہونے والی دوا نکال رہا تھا۔ اس نے سر گھما کر پوچھا "کون ہے؟ یہ کون جانتا ہے کہ ہمارا پہلا تجربہ ناکام رہا ہے؟"

"پتا نہیں بوب! یہ کہہ رہا ہے کہ خلائی اسٹیشن سے نادیدہ فوج یہاں آنے والی ہے۔ آپ کو مار ڈالا جائے گا اور مجھے کسی ایسے کمرے میں بند کردیا جائے گا' جہاں زہریلے سانپ ہی سانپ ہوں گے۔"

اس نے گرائنڈر سے نکلنے والی دوا کو ایک چھوٹی سی مشین میں رکھا۔ گیلی دوائیں اس مشین سے گزر کر خشک ہوجاتی تھیں اور دوسری طرف سے گولیوں کی صورت میں باہر آتی تھیں۔

بدی بدی ان گولیوں کو ایک شیشے کے مرتبان میں جمع کرنے کے لیے باپ کی جگہ آگئی۔ باپ نے فون لے کر اسے کان سے لگا کر پوچھا "کون ہو تم؟"

"میں کون ہوں؟ یہ سوال تم نے محل میں بھی کیا تھا۔ یہاں تمہاری بیٹی نے بھی یہی پوچھا۔ اب پھر تم پوچھ رہے ہو۔ دیکھو وہ دوا خشک ہوکر گولیوں کی صورت میں مشین سے نکل رہی ہے۔ اب وقت ضائع نہ کرو۔ ان میں سے ایک گولی استعمال کرکے نتیجہ دیکھ لو۔"

"تم کیسے جانتے ہو کہ میری تیار کردہ دوائیں کن مراحل سے گزر رہی ہیں۔ تم ضرور لیبارٹری کے باہر ہو اور چھپ کر ہمیں دیکھ رہے ہو۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا لیبارٹری کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ تمام گارڈز سے اس نے پوچھا "یہاں کوئی آیا ہے؟"

"سولارز اعظم! کوئی نہیں آیا ہے۔ آپ نے حکم دیا ہے کہ کسی کو یہاں قدم نہ رکھنے دیا جائے۔"

اس نے فون کو کان سے لگا کر پوچھا "تم کہاں سے بول رہے ہو؟ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں' پراسرار بننے کی حماقت نہ کرو۔"

وہ بولتا ہوا لیبارٹری کے اندر آیا۔ فون پر جواب نہیں ملا۔ دوسری طرف سے رابطہ ختم کردیا گیا تھا۔ بدی بدی ایک طرف کھڑی دونوں ہاتھ کمر پر رکھے مسکرا رہی تھی۔ سولارز نے پوچھا "کیا بات ہے' تم مسکرا رہی ہو؟"

وہ ایک دم سے مرجھا کر بولی "اوہ بوب! کیا میں نظر آرہی ہوں؟"

"تم محل سے نظر آتی رہی ہو۔ اس سوال کا مطلب کیا ہے؟"

"آپ نے یہ جو نئی گولیاں تیار کی ہیں ان میں سے ایک کو میں نے نگل لیا ہے۔ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ میں سایہ نہیں بن رہی ہوں۔ بوب! یہ تجربہ بھی ناکام رہا ہے۔"

سولارز نے فوراً آگے بڑھ کر شیشے کے مرتبان سے ایک گولی نکالی پھر اسے منہ میں ڈال کر نگل لیا۔ سوالیہ نظروں سے بیٹی کو دیکھنے لگا۔ وہ رونے کے انداز میں بولی "بوب! آپ نے ادویات کے بارے لکھنے یا کسی دوا کا وزن لکھنے میں غلطی کی ہے۔ آپ کے پاس جو فارمولا ہے' وہ غلط ہے۔"

"اگر غلط ہے تو پہلے تیار کی ہوئی گولیوں میں سے ہم دو گولیاں نگل کر سایہ کیسے بن گئے تھے؟ اب انہی گولیوں کو دوبارہ نگلنے کے باوجود جسمانی طور پر نظر آرہے ہیں۔"

"یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ جن گولیوں سے ہم سایہ بن گئے تھے اب وہی گولیاں بے اثر کیسے ہوگئی ہیں۔"

وہ دونوں شکست خوردہ سے ہوکر بیٹھ گئے۔ ناکامی نے ان کی کمر توڑ دی تھی۔ بدی بدی رونے لگی' کہنے لگی "اگر ہم سایہ نہ بن سکے تو یہاں ہماری حکومت نہیں رہے گی۔ میں ایک شہزادی کی شان سے زندگی نہیں گزار سکوں گی۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر بولا "ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اب یہ تسلیم کرلینا چاہیے کہ ان گولیوں کے معاملے میں دھوکا کھا چکے ہیں۔ نہ ہمارے پاس صحیح فارمولا ہے اور نہ ہی پارس دوسرا جنم لے کر ہمیں سایہ بننے کے لیے دوسری گولیاں دے گا۔"

"بوب! وہ پارس مکار تھا۔ اس نے ہمیں سایہ بنانے والی گولیاں نہیں دی تھیں۔"

"اگر وہ مکار تھا تو ہم نے اسے ختم کردیا ہے۔ اب تو ہمیں صرف اپنے بچاؤ کی فکر کرنی ہوگی۔ آؤ محل میں چلیں۔"

دونوں تیزی سے چلتے ہوئے باہر آئے پھر فلائنگ کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ بدی بدی نے کہا "وہ دونوں ساسا آئیں یا خلائی اسٹیشن کے باقی یہاں آئیں' وہ سب سایہ بن کر رہیں گے۔ خلائی زون ہوں یا ارضی دنیا ہو' اب تو جہاں بھی جنگ ہوگی' وہ سایوں کے درمیان ہوگی اور یہ غیر معمولی حربہ ہمارے پاس نہیں ہے۔"

وہ بولا "یہی میں سمجھ رہا ہوں۔ ہم سایہ نہیں بن سکیں گے۔ اس لیے اب یہاں حکومت نہیں کرسکیں گے اور محکوم بن کر بھی نہیں رہیں گے۔ بس ایک ہی راستہ ہے کہ ہم چپ چاپ یہاں سے فرار ہوجائیں۔"

وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ فرار ہوکر کہاں جائیں گے' اس سے پہلے ہی اسے اپنے اندر آواز سنائی دی "بدبدبدبدی بدی۔ بدبدبدبدی بدی۔"

بدی بدی نے مارے دہشت کے ایک چیخ ماری۔ وہ پرواز کرتی ہوئی کار سے نیچے گرنے والی تھی۔ باپ نے اسے پکڑ لیا پھر پوچھا۔ "کیا ہوا؟ کیوں چیخ رہی ہو۔ ابھی میں نہ پکڑتا تو نیچے گر جاتیں۔"

وہ چیخ کر روتے ہوئے بولی "تمارا میرے اندر بول رہی ہے۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ میں نے تمہاری آنکھوں کے سامنے تمارا اور پارس کو ایٹمی شعاعوں سے ہلاک کیا تھا۔ ہمیں سایہ بننے کے سلسلے میں ایسی ناکامی ہوئی ہے کہ تم بدحواس ہوگئی ہو۔"

"میں پورے ہوش وحواس میں ہوں۔ وہ میرے اندر ابھی میرا مذاق اڑا رہی تھی۔"

"اوہ پلیز' پہلے ہی پریشانیاں کچھ کم نہیں ہیں' تم اور پریشان نہ کرو۔"

فلائنگ کار محل کے دروازے کے سامنے اتر گئی۔ باپ بیٹی کار سے باہر آئے۔ ان کے لیے محل کا بڑا دروازہ کھولا گیا۔ سولارز چلتے چلتے اچانک ہی لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا۔ دو گارڈز اسے اٹھانے کے لیے تیزی سے قریب آئے۔ اس سے پہلے وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں گارڈز کو گھورتے ہوئے بولا "کس نے میری ٹانگ پر ٹانگ ماری ہے؟"

"سولارز اعظم! ہم آپ سے دور تھے اور کوئی قریب نہیں آیا تھا۔ کسی نے یہ جرأت نہیں کی ہے۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے اپنے ایک پیر کو دیکھا۔ اس نے صاف طور سے محسوس کیا تھا کہ اس پیر پر کسی نے اپنا پاؤں مارا تھا مگر کس نے یہ جرأت کی تھی؟ گارڈز میں سے کوئی ایسا نہیں کرسکتا تھا۔

وہ سوچتا ہوا بیٹی کے ساتھ محل کے اندر آیا۔ بدی بدی نے اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ کچھ سمجھ رہی تھی لیکن باپ نے کہا تھا کہ پریشان نہ کرے اس لیے خاموش تھی۔

وہ اپنے بیڈ روم کے دروازے پر پہنچ کر بولا "بیٹی! اپنے کمرے میں جاؤ اور ایک کٹ میں جتنا ضروری سامان آسکتا ہے وہ سب رکھ لو۔ میں بھی ایک کٹ اپنی پشت پر باندھ لوں گا۔ جتنی جلدی ہوسکے' ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

وہ اپنے کمرے میں گیا۔ بدی بدی آگے بڑھ کر اپنے بیڈ روم میں آئی پھر سیدھی الماری کے پاس گئی۔ قریب پہنچتے ہی الماری کے دونوں پٹ خود بخود کھل گئے۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ اپنے منہ پر دونوں ہاتھ رکھ لیے تاکہ چیخ نہ نکلے۔ وہ باپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

باپ کے بیڈ روم میں بھی یہی ہوا تھا۔ الماری خود بخود کھل گئی تھی۔ اس نے سہم کر ادھر ادھر دیکھا پھر پوچھا "کون ہو تم؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ الماری کے نچلے حصے میں رکھی ہوئی کٹ خود بخود اٹھ کر فضا میں جیسے اڑتی ہوئی پلنگ پر آگئی۔

بدی بدی اپنے کمرے میں تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس کی الماری کے نچلے حصے سے بھی ایک کٹ نکل کر اس کے بستر پر پہنچ گئی تھی۔ وہ وہاں سے بھاگنے لگی لیکن کمرے کے وسط میں اوندھے منہ گر پڑی۔ اس کے ایک پیر پر کسی نے اپنا پیر مارا تھا۔ اوندھے منہ گرتے ہی اس نے چت ہوکر چیخنے کے لیے منہ کھولا۔ کسی نے اس کے منہ میں ایک پلاسٹک کی بوتل ٹھونس دی۔ وہ چیخ بھی نہ سکی۔ اس نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے پلاسٹک کی بوتل کو پکڑ کر اپنے منہ سے نکالا۔ اس بوتل پر لکھا ہوا تھا "زہر۔"

وہ تھرتھراتی ہوئی آواز میں بولی "تمتم۔۔۔ تمارا' تت۔۔۔ تم ہو۔ تم زن۔۔۔ زندہ ہو۔ میں نے تمہاری آواز سنی تھی۔ تم زندہ ہو۔ میں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتی ہوں' ایک بار معاف کردو۔"

اس کی زلفوں کو کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔ اسے ایک جھٹکے سے اٹھا کر کھڑا کردیا پھر اسے آگے الماری کی طرف دھکا دیا۔ دوسرے کمرے میں سولارز کی پیٹھ پر ایک لات پڑی' وہ لڑکھڑاتا ہوا آکر کھلی ہوئی الماری کے پاس گرتے گرتے سنبھل گیا پھر پلٹ کر جھنجلاتے ہوئے بولا "اور مارو۔ جان سے مار ڈالو مگر یہ تو بتاؤ' کون ہو تم؟"

جواب نہیں ملا۔ الماری کے اندر سے ایک ایٹمی لباس نکل کر اس کے سامنے آگیا۔ سولارز نے اس لباس کو تھام لیا۔ ایسا ہی ایٹمی لباس وہ پہنا ہوا تھا۔ ایک فاضل لباس لے جانا چاہتا تھا۔

بدی بدی نے بھی کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ایک فاضل ایٹمی لباس کو تھام لیا۔ وہ لباس خود بخود اس کے پاس آیا تھا۔ وہ کٹ

کھول کر لباس کو رکھتے ہوئے بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا' میں کن الفاظ میں اور کس انداز میں گزگڑاؤں کہ تمہیں مجھ پر رحم آجائے۔"

الماری کے اندر سے فلائنگ شوز کا ایک فاضل جوڑا باہر آیا۔ دوسرے کمرے میں فاضل جوڑے کا ایک ایک جوتا سولارز کے منہ پر پڑا پھر وہ جوتے کٹ کے اندر چلے گئے۔

وہ بولا "اگر نکولائی اور مورائی سایہ بن کر آتے تو وہ ہمیں فرار ہونے کے لیے یہ سامان نہ دیتے۔ وہ تو آتے ہی ہمیں مار ڈالتے۔ یہاں کے عوام اور خلائی اسٹیشن کے تمام باغی بھی سایہ بن کر آتے تو وہ ہمیں زندہ نہ چھوڑتے مگر تم کون ہو کہ ہمیں فرار ہونے اور جان بچانے کا موقع دے رہے ہو؟ ایسا تو دوست کرتے ہیں مگر تم دوستی بھی کر رہے ہو اور لات جوتے بھی مار رہے ہو۔"

وہ لات جوتے کھا کر بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہاں کس کا سایہ پہنچا ہوا ہے لیکن پارس جواب نہیں دے رہا تھا۔ دوسرے کمرے میں لکی سیون بھی خاموش تھی۔ اس نے الماری سے ایک پیکٹ نکال کر پھینکا۔ وہ بدی بدی کے منہ پر آکر لگا۔ اس پیکٹ میں آکسیجن کیپسول تھے۔

بدی بدی کے منہ پر چوٹ لگی تھی۔ وہ روتے ہوئے اور آکسیجن کیپسول کے پیکٹ کو کٹ میں رکھتے ہوئے بولی "نہ تم جان سے مارتی ہو' نہ پیچھا چھوڑتی ہو۔ تم اگر تمارا نہیں ہو تو پھر خلائی پلیٹ فارم سے بولنے والی شی تارا ہو۔ وہ وہاں سایہ بنی ہوئی تھی۔ کئی گھنٹے گزر چکے ہیں۔ شی تارا یہاں آچکی ہوگی' پلیز بتادو' کیا تم شی تارا ہو؟"

اس کے سینے پر پلاسٹک کا ایک کین آکر لگا پھر وہ بستر پر گر پڑا۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگی۔ اس پلاسٹک کے کین میں فلائنگ شوز کے لیے فاضل ایندھن تھا۔

دونوں کمروں میں باپ بیٹی کی کٹ ضروری سامان سے بھر گئی تھی۔ انہوں نے اپنی اپنی کٹ کو پشت پر رکھ کر باندھ لیا۔ پھر وہ اپنے اپنے کمروں سے باہر آئے۔ بدی بدی دوڑتی ہوئی آکر باپ سے لپٹ گئی۔ روتے ہوئے بولی "بوب! میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی مگر اس نے مجھے بہت مارا ہے۔ وہ میرے قریب کہیں موجود ہے۔"

اس نے بیٹی کو تھپک کر کہا "میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ کسی نے میری پٹائی کی ہے۔ کوئی سایہ میرے قریب کہیں موجود ہے۔"

"لیکن بوب! وہ دونوں گونگے ہیں۔ کچھ بولتے نہیں ہیں۔ کیا ہمیں یقین کرنا چاہیے کہ تمارا اور پارس مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں؟"

سولارز کے کچھ کہنے سے پہلے دو گارڈز تیزی سے چلتے ہوئے آئے پھر ایک گارڈ نے کہا "سولارز اعظم! بڑی حیرانی کی بات ہے۔ تمارا اور پارس مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں۔ وہ دونوں آپ سے ملاقات کرنے آئے ہیں۔"

باپ بیٹی نے ایک دوسرے کو بے یقینی سے دیکھا پھر تیزی سے چلتے ہوئے محل کے بڑے ہال میں آئے۔ وہاں تمارا اور پارس صاف نظر آرہے تھے۔ انہیں دیکھ کر وہ دونوں فرار ہونے والے ٹھٹک گئے۔ بڑی بے یقینی سے کبھی تمارا اور کبھی پارس کو دیکھنے لگے۔

پارس نے کہا "اچھی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو۔ ہم پہلے بھی اسی محل میں ٹھیک اسی جگہ بیمار اور کمزور ہو کر آئے تھے۔ تم نے ایٹمی لباس کے ذریعے ہمارے وجود کے چیتھڑے اڑا دیے مگر ہماری ارضی دنیا کے لوگ مختلف عقیدوں کے حامل ہوتے ہیں۔ وہ جو شی تارا خلائی اسٹیشن سے یہاں آنے والی ہے اس کا دھرم کہتا ہے کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ جنم لیتا ہے اور ہمارے دین والوں کا یہ ایمان ہے' جسے اللہ رکھے' اسے کون چکھے۔ تمہارا کیا خیال ہے سولارز! ہم نے مرنے کے بعد دوسرا جنم لیا ہے یا یہ بات پتھر کی لکیر ہے کہ جسے اللہ بچاتا ہے اسے بندہ نہیں مار سکتا؟"

سولارز نے کہا "پارس! میں نے تمہاری قدر نہیں کی۔ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ میں معافی مانگنے کے بھی قابل نہیں ہوں مگر تم بڑے دل والے ہو' ایک بار مجھے معاف کر کے میری دوستی اور وفاداری کو آزماؤ۔ تم مجھے کتے سے زیادہ وفادار پاؤ گے۔"

"تم نے پہلی بار کاٹا تھا ہم چودہ ٹیکے لگا کر آئے ہیں پھر ایک بار کاٹو' ہم دونوں تمہارے سامنے کھڑے ہیں۔ تم نے ایٹمی لباس پہن رکھا ہے بس ایک بٹن گھمانے کی دیر ہے۔ ہمارے وجود کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

بدی بدی نے ہاتھ جوڑ کر کہا "اب ہم ایسی غلطی نہیں کریں گے۔"

تمارا نے کہا "ہمیں ہلاک نہیں کرو گی تو ہمارے زہر سے ڈر کر زندگی گزارتی رہو گی۔"

ایک جان نثار نے اپنے ایٹمی لباس کے بٹن کو دو انگلیوں سے تھام کر کہا "میں اپنے حاکم اور شہزادی کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ میں تم دونوں....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے پارس کے لباس میں سے ایک ایٹمی شعاع نکلی پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس جان نثار کے وجود کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

سب نے حیرانی سے دیکھا۔ لکی سیون اور پارس عام سے لباس میں تھے لیکن اس سے نکلنے والی ایٹمی شعاع نے ایک زندہ وجود کے چیتھڑے اڑا دیے تھے۔

پارس نے کہا "کیوں سولارز! یہ کیسا کمال ہے؟ ہم عام سے لباس میں ہیں لیکن اس میں سے بھی ایٹمی شعاعیں نکلتی ہیں۔"

سولارز نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو جھکا کر کہا "میں مانتا ہوں کہ تم بہت باکمال ہو۔ تم تمارا سے بہت محبت کرتے ہو۔ میں تمہیں تمارا کا واسطہ دے کر التجا کرتا ہوں۔ مجھے دوست نہ بناؤ۔ اپنا غلام بنالو۔ میری بیٹی تمارا کی کنیز بن کر رہے گی۔"

بیٹم باپ بیٹی خلائی سفر کی تیاریاں کر کے جانے ہی والے تھے پھر یہاں غلام اور کنیز بن کر رہنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"ہمیں یقین نہیں ہے کہ تم ہمیں اس زون سے جانے کا موقع دو گے۔"

"عجیب ناشکرے ہو۔ میں نے اور تمارا نے تم باپ بیٹی کے بیڈ روم میں رہ کر تمہارا سامان سفر باندھا ہے پھر بھی کہہ رہے ہو کہ ہم تمہیں جانے نہیں دیں گے۔"

تمارا نے کہا "ہم چاہتے ہیں کہ ٹھوکریں کھاتے رہنے کے لیے یہاں سے جاؤ۔ آخر کار گھوم پھر کر ہمارے زہر سے مرنے کے لیے دوبارہ ہمارے سامنے آجاؤ۔ کیا یہ ہماری فراخ دلی نہیں ہے کہ ہم تمہیں کچھ مزید جینے کا موقع دے رہے ہیں۔"

بدی بدی نے پوچھا "کیا واقعی ہم یہاں سے جائیں؟"

پارس نے کہا "بے شک جاؤ مگر جانے سے پہلے یہ تو دیکھ لو کہ ہم مرنے کے بعد زندہ کیسے ہو گئے؟"

وہ سب توجہ سے دیکھنے لگے۔ تمارا اور پارس جیب سے ایک لوشن نکال کر اپنے چہروں پر لگا رہے تھے پھر انہوں نے رومال سے چہرے کو صاف کیا تو سب نے حیرانی سے دیکھا۔ وہاں تمارا اور پارس نہیں تھے۔ ان کی جگہ سولارز کا ایک جان نثار اور اس کی محبوبہ کھڑی ہوئی تھی۔

اس جان نثار نے کہا "سولارز اعظم! ہم مجبور ہیں۔ وہ دونوں سائے ہمارے اندر ہیں۔ وہ جیسا چاہتے ہیں' ہم ویسی ہی حرکتیں کرتے ہیں اور اس وقت بھی میں نہیں بول رہا ہوں۔ پارس کی مرضی سے میری زبان ہل رہی ہے اور آواز نکل رہی ہے۔"

اس کی محبوبہ نے کہا "میرے اندر بھی تمارا کہہ رہی ہے کہ آپ نے پہلے جس تمارا اور پارس کو ہلاک کیا تھا وہ بھی آپ کے جان نثار تھے۔ ان کے چہروں پر بھی ایسا ہی میک اپ کیا گیا تھا جیسا ابھی آپ نے ہمارے چہروں پر دیکھا تھا اور ہمیں تمارا اور پارس سمجھ کر دھوکا کھا رہے تھے۔"

اس جان نثار نے کہا "ہم نے عام سا لباس پہنا ہے لیکن ہمارے اندر دونوں سایوں نے ایٹمی لباس پہن رکھا ہے۔ اسی لباس کی ایک ایٹمی شعاع نے میرے سامنے سے نکل کر ابھی آپ کے ایک جان نثار کو ہلاک کیا ہے۔"

باپ بیٹی کے چہرے زرد پڑ گئے تھے۔ ایسے چالباز دشمن سے وہ کبھی نہیں ٹکرائے تھے۔ اسی جان نثار نے کہا "سولارز! اب تمہارے پاس طاقت رہی ہے نہ حکومت کرنے کی صلاحیتیں اس لیے میں تمہارا جان نثار بن کر نہیں رہوں گا۔ یوں بھی تم جا رہے ہو۔ پارس کہہ رہا ہے' تم اپنے ساتھ اپنے جان نثاروں کو لے جانا چاہو تو لے جا سکتے ہو۔"

سولارز نے کہا "میں پارس کی فراخ دلی کو سلام کرتا ہوں لیکن میں صرف اپنی بیٹی کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔"

اس جان نثار نے کہا "آؤ اور محل کی چھت پر چلو۔"

وہ باپ بیٹی اس جان نثار کے پیچھے چلتے ہوئے محل کی چھت پر آئے۔ ایسے وقت ان کے ساتھ کوئی گارڈ نہیں تھا۔ چھت پر پہنچ کر سولارز نے اپنے جوتوں کے تلے ایڑی کی طرف سے کھینچ کر نکالے۔ وہ چاہتا تھا کہ صرف اپنے فلائنگ شوز کو استعمال کرے اور اسی کے ساتھ بیٹی کو لے جائے تاکہ بیٹی کے شوز بعد میں ان کے کام آئیں۔

تمارا نے بدی بدی کے اندر آکر کہا "جاؤ مگر یہ کبھی نہ بھولنا کہ تمہارا یہ جسم میرے زہر کی امانت ہے۔ جاؤ' ٹھوکریں مبارک ہوں۔"

وہ بدی بدی کے اندر سے نکل آئی۔ اب فلائنگ شوز سے ایٹمی شعلے نکل رہے تھے اور وہ باپ بیٹی تیزی سے بلندی کی طرف جا رہے تھے۔ ان سے پہلے ساسا نکولائی اور ساسا مورائی وہ زون چھوڑ کر جا چکے تھے۔ خلائی اسٹیشن سے دیوی اور پاشا آرہے تھے۔ پتا نہیں وہ دونوں بھی کب تک زون میں رہ کر جانے والے تھے لیکن سب زون سے نکل کر کہاں جا رہے تھے؟

ظاہر ہے وہ سب کسی ایک منزل کی طرف نہیں گئے تھے۔ ایک ہی منزل پر پہنچنے کا نتیجہ یہ ہو تا کہ وہ آپس میں لڑنے مرنے لگتے جبکہ وہ سب شکست کھا کر پہلے سے زیادہ طاقتور بننے کے لیے خلا کے مختلف حصوں میں گئے تھے اور کائنات کی نامعلوم وسعتوں میں نامعلوم کیسی کیسی دنیائیں آباد ہوں گی۔ اس سلسلے میں علامہ اقبال فرما چکے ہیں۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

نکولائی' مورائی' بدی بدی اور سولارز کن جہانوں میں گئے ہیں' اس کا ذکر بعد میں ہوگا۔ ابھی تو خلائی اسٹیشن سے دیوی' پاشا اور باغیوں کی فوج آرہی تھی۔ ان میں سے کوئی سائے میں تبدیل نہیں ہوا تھا لیکن سولارز نے شی تارا سے سن لیا تھا کہ خلائی اسٹیشن سے تیس عدد مسلح سائے زون میں آئیں گے۔ سولارز بیٹی کے ساتھ خلا میں پرواز کرتے وقت اس سایہ بننے والی فوج کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا تھا اس لیے وہ زون سے نکل کر دوسرے روٹ پر گیا تھا۔

دیوی اور پاشا تیس عدد جان نثاروں کے ساتھ زون میں آگئے۔ وہ سب جنوبی حصے میں پہنچے تھے۔ وہاں کی رابطہ چوکی کی... مسلح پولیس نے جب تیس عدد ایٹمی لباس والوں کو دیکھا تو ان کے آگے اپنے ہتھیار پھینک دیے۔ ایٹمی لباس والے ایک افسر نے پولیس والوں سے کہا "میں اپنی فوج کا کمانڈر ہوں۔ یہاں سولارز کی حکومت کا خاتمہ کرنے آیا ہوں۔ اگر تم پولیس والے عوام کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہو تو ہتھیار اٹھالو۔"

پھر کمانڈر نے محل والوں سے فون پر رابطہ کیا۔ محل کے ناظم نے بتایا کہ سولارز اپنی بیٹی کے ساتھ یہ زون چھوڑ کر جا چکا ہے۔

کمانڈر نے زون کے ناظمِ اعلیٰ سے فون پر کہا "جیسا کہ تم جانتے ہو' سولارز نے ہمارے خوف سے یہ زون چھوڑ دیا ہے لہٰذا پورے زون میں وقفے وقفے سے اعلان کراتے رہو کہ اب یہاں عوامی حکومت قائم کرنے کے لئے فوج آچکی ہے۔ یہاں کے وہ تمام سائنس دان' ڈاکٹرز' انجینئرز اور دانش ور جنہیں تین سائنس دانوں نے کبھی ابھرنے کا موقع نہیں دیا وہ کل صبح دس بجے سولارز کے محل میں تشریف لے آئیں اور زون کے تمام اہم شعبوں کے ذمے دار افسران ابھی سولارز کے محل میں آجائیں۔ ہمارے لیے بیس عدد فلائنگ کاریں فوراً روانہ کرو۔"

ڈی شی تارا نے فون پر ناظمِ اعلیٰ سے کہا "کیا پارس یہاں موجود ہے۔ میں اس سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"آپ محل کے ناظم سے معلوم کریں۔"

اس نے محل کے ناظم سے رابطہ کر کے پارس کے متعلق پوچھا۔ اس نے جواب دیا "سولارز اور اس کی بیٹی کی روانگی کے وقت تمارا اور پارس محل کی چھت پر تھے۔ پتا نہیں ان کی پلاننگ کیا تھی۔ ان باپ بیٹی کی روانگی کے بعد جب بار بار تمارا اور پارس کو مخاطب کیا گیا اور کوئی جواب نہ ملا تو یہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ دونوں سائے بھی ان باپ بیٹی کے ساتھ چلے گئے ہیں۔"

شی تارا نے کہا "جب نکولائی اور موورائی یہاں سے گئے تھے تو یہ کہا جا رہا تھا کہ تمارا اور پارس سایہ بن کر ان کے تعاقب میں گئے ہیں۔"

محل کے ناظم نے کہا "صرف اتنا ہی نہیں' وہ دونوں سائے جسمانی طور پر ظاہر ہو کر محل میں آئے تھے۔ سولارز نے انہیں تمارا اور پارس سمجھ کر ہلاک کر دیا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ جنہیں ہلاک کیا گیا تھا' وہ نقلی تمارا اور پارس تھے۔"

"کیا پارس نے سولارز سے انتقام نہیں لیا؟"

"اس سے بڑا انتقام اور کیا ہو گا کہ اس نے سولارز کو سایہ بنانے والی گولیوں کا جعلی فارمولا دیا تھا۔ وہ باپ بیٹی ایک بار سایہ بننے کے بعد دوسری بار سائے میں تبدیل نہیں ہو سکے۔ انہیں یہاں کی حکومت سے دست بردار ہو کر بھاگنا پڑا۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ پارس نے ان باپ بیٹی کو فرار ہونے کا موقع دیا جبکہ وہ جانی دشمن تھے۔ وہ ان دونوں کو ہلاک کر سکتا تھا۔"

شی تارا نے پوچھا "اب تم لوگوں کا خیال ہے کہ وہ دونوں سائے باپ بیٹی کے ساتھ جا چکے ہیں؟"

"جی ہاں' وہ دونوں پہلے بھی نکولائی اور موورائی کے ساتھ گئے تھے پھر واپس آگئے تھے۔ توقع ہے کہ وہ شاید پھر واپس آجائیں۔"

"زون کا ناظمِ اعلیٰ' تمارا اور پارس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ کیا وہ دونوں یہاں کے اہم اکابرین اور ماہرین سے رابطہ نہیں رکھتے تھے؟"

"جب ان دونوں کے بارے میں ناظمِ اعلیٰ کچھ نہیں جانتا ہے تو دوسرے اہم شعبوں کے افسران بھی شاید ہی ان کے متعلق کچھ جانتے ہوں۔"

شی تارا نے فون بند کیا پھر پاشا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ بڑا بدمعاش ہے۔ اب تک یہاں سے تینوں سائنس دانوں کو بھگا چکا ہے لیکن یہاں کا ناظمِ اعلیٰ ایسے کارنامے انجام دینے والے سے بے خبر ہے۔ کسی حکمران کے لیے یہاں کی کرسی خالی ہے لیکن پارس نے کرسی پر نہ تو خود قبضہ جمایا ہے اور نہ ہی کسی نمائندے کو اس کرسی پر بٹھایا ہے جبکہ وہ آسانی سے ایسا کر سکتا تھا۔"

پاشا نے کہا "اس کی ایسی ہی حرکتیں ہمیں فکر میں مبتلا کرتی ہیں کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے۔ اگر حکومت کرنا نہیں چاہتا تھا تو سابق حکمرانوں کو یہاں سے کیوں بھگایا ہے۔"

شی تارا نے کہا "اس سے زیادہ ہمیں فکر میں مبتلا کرنے والا یہ بات ہے کہ وہ کہاں ہے؟ میری عقل تسلیم نہیں کرتی کہ وہ سولارز کے ساتھ یہاں سے جا چکا ہے۔ وہ چالباز ہماری راہوں میں ناقابلِ دیوار بننے کے لیے موجود ہے۔ ہو سکتا ہے' ہمارے قریب ہی موجود ہو۔"

پاشا نے کہا "اور پلیٹ فارم پر انچارج کو چند گھنٹے کے لیے سایہ بنانے والی بھی خاموش ہے۔ مجھے پہلے سے یقین تھا کہ اس سایہ بنانے والی کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ وہ اس زون میں آتے ہی پارس سے ملاقات کرنے گئی ہو گی۔"

فلائنگ کاریں آگئیں۔ وہ سب دو دو کی تعداد میں اس پر سوار ہو گئے۔ ہر کار کے ساتھ ایک ایک ڈرائیور تھا۔ ان ڈرائیورز میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔

روشنا اور پاشا جس کار میں سوار ہوئے اس کی ڈرائیور ایک حسین تھی۔ ڈی شی تارا اور پی پی سیون کی کار کا ڈرائیور ایک خوبرو جوان تھا۔ کمانڈر نے کہا "یہ کاریں پرواز کر سکتی ہیں لیکن ہم ان کاروں میں سڑکوں پر سے گزریں گے۔ یہاں کے لوگوں کو یہ دکھانا ہے کہ ولاتے ہوئے جائیں گے کہ ہم ان کی حکومت قائم کرنے آئے ہیں۔"

وہ تمام کاریں سڑکوں پر سے گزرنے لگیں۔ راستے میں ہریالی تھی اور کہیں چھوٹے بڑے شہر تھے۔ شہروں میں ان کاروں کی رفتار سست ہو جاتی تھی۔ ایٹی لباس پہنے ہوئے جان نثار لوگوں سے کہتے تھے کہ غلامی کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اب لوگ آزاد ہیں اور جلد ہی وہاں عوامی حکومت قائم کی جائے گی۔

شہروں سے نکلنے کے بعد وہ کاریں ڈیڑھ سو کلو میٹر کی رفتار سے فاصلہ طے کر رہی تھیں۔ سفر کے دوران ڈی شی تارا اور پی پی سیون کے ڈرائیور نے پوچھا "پی پی سیون! یہ جو تمہارے ساتھ حسینہ ہے اس کا نام کیا ہے؟"

پی پی سیون نے کہا "یہ میری مالکہ ہے اور تم یہاں کے سرکاری ملازم ہو۔ اپنا کام کرو' نام نہ پوچھو۔"

وہ دونوں غلائی زبان میں بول رہے تھے۔ سایہ بنی ہوئی دیوی اپنی ڈی شی کے اندر رہ کر ان کی باتیں کسی حد تک سمجھ رہی تھی۔ نوجوان ڈرائیور نے کہا "پی پی سیون! تم یہ بھول رہے ہو کہ پچھلی سرکار ختم ہو چکی ہے۔ میں سرکاری ملازم نہیں ہوں اور عوامی حکومت میں یہ حسینہ ایک روبوٹ کی مالک نہیں رہے گی کیونکہ تم آئندہ حکومت کی پراپرٹی رہو گے۔"

"عوامی حکومت میں کسی سے کوئی چیز چھینی نہیں جاتی پھر میری مالکہ سے مجھے کیوں چھین لیا جائے گا؟"

"اس لیے کہ تم اسی زون میں تیار کیے گئے ہو۔ تم اس حسینہ کی نہیں' اس زون کی ملکیت ہو۔"

دیوی نے سوچ کے ذریعے اپنی ڈی شی تارا سے کہا "اس کے انداز و گفتگو سے یہ شبہ ہو رہا ہے کہ یہ پارس ہے۔ تم اس سے باتیں کرو۔"

ڈی نے کہا "تم دونوں اپنی زبان میں گفتگو کر رہے ہو اور میں خود کو غیر اور اجنبی سمجھ رہی ہوں۔ کیا تم پی پی سیون کی طرح انگریزی بول سکتے ہو؟"

نوجوان ڈرائیور نے کہا "ہمارے دماغ میں قدرتی طور پر ایک ٹرانس لیٹر ہے۔ اس کے ذریعے ہم کسی بھی زبان کو سمجھ سکتے ہیں اور بول سکتے ہیں۔ کیا میں ابھی صحیح انگریزی بول رہا ہوں؟"

"بالکل صحیح بول رہے ہو۔ مجھے خوشی ہو رہی ہے۔"

"میں نے پی پی سیون سے تمہارا نام پوچھا تھا۔"

"میرا نام شی تارا ہے اور تمہارا نام؟"

"میرا نام پارس ہے۔"

دیوی اور شی تارا دونوں چونک گئیں۔ حیران بھی ہوئیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ پارس چہرہ بدلنے کے بعد اپنا اصلی نام بتا دے گا۔

ڈی نے دیوی کی ہدایت کے مطابق کہا "اگر تم پارس ہو تو تم نے اپنا چہرہ کیوں تبدیل کیا ہے اور اگر تبدیل کیا ہے تو اصلی نام کیوں بتا رہے ہو؟"

"دراصل میں ہمیشہ سایہ بن کر رہنا نہیں چاہتا۔ جب مجھے پتا چلا کہ پاشا غلائی اسٹیشن تک پہنچ گیا ہے تو میں نے یہ بھیس بدل لیا ہے۔ عقل کہتی ہے کہ پاشا جیسا خردماغ یہاں تک آسکتا ہے تو نہ جانے اور کتنے عقل کے دشمن اور جان کے دشمن آتے رہیں گے۔"

"تم پارس ہو تو مجھے شی تارا کی حیثیت سے جانتے ہو گے۔ پھر میرا نام کیوں پوچھ رہے تھے؟"

"میں نے پوچھا اور تم نے بتا دیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں نے تمہیں شی تارا تسلیم کر لیا ہے کیونکہ شی تارا کے پاس سایہ بنانے والی گولیاں نہیں ہیں۔ تم نے پلیٹ فارم کے انچارج کو سایہ کیسے بنا دیا تھا؟"

"میں دیوی کہلانے والی شی تارا ہوں اور وہ غیر معمولی گولیاں صرف تمہارے خاندان میں نہیں ہیں۔ میرے پاس بھی ہیں۔"

"پھر تم سایہ کیوں نہیں بنتی ہو۔ تم نے پی پی سیون کے ساتھ غلا میں سفر کیا۔ غلائی اسٹیشن میں رہیں۔ اب یہاں ہو اور ہر جگہ گوشت پوست کے نظر آنے والے جسم میں دکھائی دیتی ہو۔"

"جب میں خطرہ محسوس کروں گی تو سایہ بن جاؤں گی۔"

"تم سایہ بن جاؤ یا آسیب اور چڑیل میں ثابت کروں گا کہ تم ایک ڈی ہو۔ دیوی شی تارا نہیں ہو۔"

پی پی سیون نے غصے سے کہا "دیوی جی! یہ آپ کو چڑیل کہہ رہا ہے۔ کیا میں اس کی گردن توڑ دوں؟"

ڈی نے کہا "نہیں۔ غصہ برداشت کرو۔ پارس! میں تمہاری چالاکیوں اور چالبازیوں سے محتاط رہوں گی۔ پتا نہیں تم کیا سوچ کر اس کار کے ڈرائیور بن کر آئے ہو اور آئندہ کیا کرنے والے ہو؟ میں تمہیں اپنا مان کر سمجھاتی ہوں کہ میرے راستے کا پتھر نہ بننا۔ میرے پاس صرف ایک روبوٹ کی ہی طاقت نہیں ہے۔ تم خود پر برا وقت لانا چاہو گے تو پھر دکھاؤں گی کہ میں یہاں کتنی طاقتور بن کر آئی ہوں۔"

"مجھے صرف اتنا سمجھا دو' تم وقتِ مقررہ تک روپوش رہنے والی تھیں پھر اس طرح ظاہر ہو کر علمِ نجوم' جو تمہاری دیوی کو کیوں جھٹلا رہی ہو؟"

"میں نے جھٹلایا نہیں ہے۔ اب بھی میک اپ میں روپوش ہوں۔"

"لیکن یہ تمہارا چہرا پھر تابدار تو ظاہر ہے۔ اس بدن کا وہی ناپ ہے نا؟ چھاتیاں' ہپس' چھاتیاں؟"

پی پی سیون نے کہا "دیوی جی! یہ آپ سے بدتمیزی کر رہا ہے۔ اس کی شامت آگئی ہے۔"

"نہیں پی پی سیون! برداشت کرو۔"

"یہ تمہارا روبوٹ جب بدتمیزی کو سمجھ رہا ہے تو گالیوں کو بھی سمجھتا ہو گا۔ کم آن پی پی سیون! ان گالیوں کے معنی سمجھو اور سمجھاؤ۔"

یہ کہتے ہی وہ پی پی سیون اور دیوی کو سڑی سڑی گالیاں دینے لگا۔ وہ ایسی گالیاں تھیں کہ پی پی سیون سنتے ہی پاگل ہو گیا۔ جنون میں مبتلا ہو کر آگے بیٹھے ہوئے خوبرو ڈرائیور کی گردن دبوچ لی۔

پارس اس ڈرائیور کے اندر تھا۔ جیسے ہی وہ ڈرائیور کی گردن پر ہاتھ لایا اس نے اس کے اندر سے نکل کر روبوٹ کے پیچھے آکر ریکولیٹر کو صفر ردو تبع پر کر دیا۔ وہ فولادی روبوٹ پوری طرح ڈرائیور کی گردن نہ دبوچ سکا' بے جان ہو کر اگلی سیٹ کی طرف ڈھلک گیا۔

وہ روبوٹ دیوی کا ایک طاقتور سہارا تھا۔ اسے اچانک ہی بے

جان ہوتے دیکھ کر سب سے پہلے اسے جان دار بنانے کا خیال آیا۔ اس کا سایہ فوراً ہی ڈی کے اندر سے نکل کر ریگولیٹر کو صفر سے ووٹیج نمبر دو پر لے آیا۔

پارس کا سایہ اس ریگولیٹر کے پاس دیوی کا مختصر تھا۔ کسی بھی سائے کے متعلق یہ ذکر ہو چکا ہے کہ وہ چند سیکنڈ کے لیے اپنے جسم کے کسی بھی حصے کو ٹھوس بنا سکتا ہے۔ پارس کے سائے نے بھی ریگولیٹر کو صفر پر لاتے وقت اپنے ایک ہاتھ کو کلائی تک ٹھوس بنایا تھا۔ دیوی نے بھی جب ریگولیٹر کو ووٹیج نمبر دو پر لانے کے لیے ایک ہاتھ کو کلائی تک ٹھوس بنایا تو پارس نے اپنے ہونٹوں کو ٹھوس بنا کر اس کی ہتھیلی کی پشت کو چوم لیا۔

دیوی شی تارا کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی پھر وہ اپنے ہاتھ کو سایہ بنا کر اپنی ڈی کے اندر واپس آگئی۔ اس کا دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اس روپوش رہنے والی کو کبھی کسی مرد نے ایک انگلی سے بھی چھونے کی جرأت نہیں کی تھی۔ اس نے سر سے پیر تک خود کو پارس کی امانت بنا کر رکھا تھا۔ اسی پارس نے اس کنواری کے اندر ایک بوسے کا دھماکا کیا تھا۔

اس کی جو حالت تھی، وہی جانتی تھی۔ جذبات نے جھرجھری سی پیدا کی۔ احساسات نے حیا سے زبان بند کردی۔ اسے غصہ آیا مگر دھیما دھیما سا آیا۔ پیار آیا تو ٹوٹ ٹوٹ کر آیا۔ آئندہ ہونے والے جیون ساتھی کی رفاقت کیسی ہوگی؟ جیسی بھی ہوگی، اس کا پیش لفظ وہ بوسہ تھا۔

پارس کے سائے نے ریگولیٹر کو ووٹیج نمبر ایک پر رکھا تھا تاکہ پی پی سیون میں جان رہے۔ وہ متحرک رہے مگر خون میں جتنا ہو کر نقصان پہنچانے والی قوت اسے نہ ملے۔ اس نے ڈرائیور کے اندر آکر اس کی زبان سے کہا "پی پی سیون! یہ نہ بھولا کرو کہ تمہاری فولادی قوت ریموٹ کنٹرولر کی محتاج ہے اور ہم سایوں کے رحم وکرم سے برقرار رہتی ہے۔ میں نے تمہاری لائف پاور کو ابھی ایک نمبر پر رکھا ہے۔ تم پیچھے ہاتھ لے جا کر اپنی ضرورت کے مطابق قوت حاصل کرسکتے ہو لیکن ایسا کرنے سے پہلے یاد رکھنا کہ دوبارہ میری گردن دبوچنا چاہو گے تو میں پھر تمہیں بے جان بنا دوں گا۔"

پی پی سیون نے اپنا ایک ہاتھ پیچھے لے جا کر ووٹیج نمبر دو کی توانائی حاصل کی پھر کہا "میں نے اپنا ایک ہاتھ ریگولیٹر پر رکھ لیا ہے۔ اب تم اس ہاتھ کو نہ ہٹا سکو گے اور نہ ریگولیٹر کو چھو سکو گے۔"

ایسا کہنے کے بعد وہ اپنا دوسرا ہاتھ ڈرائیور کی گردن کی طرف بڑھانا چاہتا تھا کہ اس کا ہاتھ ذرا سا آگے بڑھا پھر وہ سر سے پیر تک اسٹاپ ہوگیا۔ پارس نے کہا "تم نے یہ نہیں سوچا کہ میرے پاس ریموٹ کنٹرولر ہو سکتا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد پی پی سیون پھر متحرک ہوگیا۔ اس نے کہا۔ "دیوی جی! یہ ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے مجھے اسٹاپ کر رہا ہے۔ آپ اپنے ریموٹ کنٹرولر سے مجھے فوراً ہی متحرک کیوں نہیں کر رہی ہیں؟"

پارس نے کہا "تمہاری دیوی جی ایک مشرقی عورت ہے۔ اس وہ شرم وحیا کی برسات میں بھیگ رہی ہے۔ تم فولادی روبوٹ ہو اگر ہمارے جذبات کو سمجھتے تو اس وقت اپنے معاملے میں الجھاتے۔ تم اتنے دن ارضی دنیا میں رہے۔ دیوی کے ساتھ جا کوئی بھارتی فلم دیکھ لیتے تو ابھی مجھے اور دیوی جی کو بارش میں بھیگ کرنا چنے گانے کا موقع دیتے۔"

ڈی شی تارا، دیوی کی موجودہ حالت سے بے خبر تھی۔ اس نے پارس سے پوچھا "تم مسخرا بننے کے لیے بے تکی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

پارس نے کہا "پس پردہ جو ہو رہا ہے، وہ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے مان لیتیں کہ میں مسخرا نہیں مسخرا کرنے والا ہوں۔ کیوں دیوی جی ٹھیک کہتا ہوں نا؟"

اصلی شی تارا کی عمر جو بھی رہی ہو، فی الوقت سولہویں سال بخار چڑھ گیا تھا۔ اسے چپ سی لگ گئی تھی۔ پارس نے نظر آنے والی شی تارا کے متعلق کہا تھا کہ وہ اسے ڈی ثابت کردے گا اور اس نے بڑی چالاکی سے اسے ڈی ثابت کردیا تھا اور یہ جان لیا تھا کہ اصلی شی تارا سایہ بنی ہوئی ہے۔

جناب تیرزی اور آمنہ فرہاد نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پارس کو یہ نہیں بتایا تھا کہ سایہ بنانے والی گولیاں کس طرح اصلی شی تارا تک پہنچائی گئی ہیں اس لیے پارس حیران تھا کہ وہ سایہ کیسے بن گئی ہے اور اس نے کتنی گولیاں کہاں سے حاصل کی ہیں؟

اس نے کہا "میرے من مندر کی دیوی! تمہاری طرح میں بھی چپ سادھ لی ہے لیکن چند سوالات میرے ذہن میں چبھ رہے ہیں پھر کبھی تنہائی میں سوالات کروں گا۔ ابھی جا رہا ہوں۔ ڈرائیور میرا آلۂ کار ہے۔ آئندہ اسی کے ذریعے ملاقات ہوگی اس یقین کے ساتھ جا رہا ہوں کہ اپنے روبوٹ کے ذریعے میرے آلۂ کار کو نقصان نہیں پہنچے دو گی۔"

اصلی شی تارا جس کار میں جا رہی تھی، پارس اس کار سے لے گیا۔

روشنا اور پاشا جس کار میں تھے اس کار کو ایک حسینہ ڈرائیو کر رہی تھی۔ پارس کی طرح لکی سیون نے اس حسینہ کو اپنی آلۂ کار بنایا تھا اور سایہ بنی ہوئی اس کے اندر موجود تھی۔

جب کار میں سفر شروع ہوا تو لکی سیون نے اس حسینہ کے ذریعے کہا "روشنا! تم مجھے نہیں جانتی ہو لیکن میں تمہیں اس طرح جانتی ہوں کہ تم یہاں کی شہزادی بدی بدی کی سہیلی تھیں۔"

روشنا نے کہا "اس کمینی کا نام مت لو۔ بڑی سہیلی بنتی تھی مجھے ارضی دنیا میں بے یار ومددگار چھوڑ کر آئی تھی۔ اچھا ہوا یہاں سے ذلیل ہو کر بھاگ گئی ہے۔"

"اس کے چلے جانے سے اس کے تمام عاشق اداس ہوگئے ہیں لیکن تم یہاں جتنے عاشق چھوڑ کر گئی تھیں وہ تمہیں دیکھ کر خوشیاں منائیں گے۔ تمہاری راتیں بھی بڑی رنگین گزریں گی۔"

وہ غصے سے بولی "کیا بکواس کر رہی ہو۔ میں بدی بدی کی طرح بے شرم نہیں ہوں۔ میرا ایک ہی عاشق ہے اور یہ ابھی میرے ساتھ ہے۔"

"اچھا! یہ نیا ہے۔ ارضی دنیا سے لائی ہو۔ روشنا! یہ ایک ہی تمہارے پاس ٹک جائے تو اچھا ہے۔ عورت چاہے جتنے جوتے بدل کر پہنے لیکن عاشق ایک ہی ہونا چاہیے۔ عاشق اور جوتے میں فرق ہوتا ہے۔"

"یو شٹ اپ۔ بکواس مت کرو۔"

پاشا نے کہا "کیوں اسے ڈانٹ رہی ہو۔ یہ بات میرے دل کو لگ رہی ہے کہ میں تمہارا عاشق نہیں جوتا ہوں۔"

روشنا نے ناگواری سے کہا "تمہیں اس کی باتیں متاثر کر رہی ہیں یا اس کا حسن وشباب؟"

"حسن وشباب متاثر کرے گا تو میں اس کا نام اور پتا پوچھ لوں گا لیکن تم مان لو کہ یہ تمہارے بے حساب عاشقوں کے بارے میں درست کہہ رہی ہے۔"

"کیا میں بے وفا ہوں؟ کیا میں محبت کا فریب دے رہی ہوں؟"

"روشنا! محبت کی بات نہ کرو۔ ہم صرف دوست ہیں۔ اگر مجھ سے محبت ہوتی تو خلائی پلیٹ فارم کے افسروں کے ساتھ تنہائی میں وقت نہ گزارتیں۔ کیا مجھے احمق سمجھتی ہو۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ میں غیر معمولی سماعت کے ذریعے ہزاروں میل دور کی آواز بھی سن لیتا ہوں۔ تم نے ان افسروں کے ساتھ کیسے وقت گزارا اور ان سے کیسی باتیں کرتی رہیں، وہ سب میں سنتا رہتا تھا۔"

"میں نے تمہیں دیوی سے زیادہ طاقتور بنانے کے لیے ان افسروں کو اپنی طرف مائل کیا تھا۔"

"بظاہر تو یہی بات ہے لیکن یہاں جو کمانڈر بن کر آیا ہے تم نے اس کے ساتھ یہ منصوبہ بنایا ہے کہ وہ کمانڈر عوام کی حمایت حاصل کرکے یہاں اقتدار حاصل کرے گا اور تم اس کی ملکہ بنو گی۔ یہ پلانگ مجھ سے دور سرگوشیوں میں ہوئی تھی لیکن میرے سننے کی صلاحیت نے وہ سرگوشیاں بھی مجھے سنا دیں۔"

روشنا نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "مجھے اعتراف کرلینا چاہیے میں کمانڈر کے ساتھ پلانگ کرتے وقت تمہاری غیر معمولی صلاحیتوں کو بھول گئی تھی۔ وہ مجھ پر نثار جان سے عاشق ہوگیا ہے اور میں اس کی مقبولیت کو سمجھتی ہوں۔ وہ عوام کا اعتماد حاصل کرکے یہاں کا حکمران بنے گا تو میں ملکہ کہلاؤں گی۔"

"میں تمہارے جیسی عورت کو اپنے پہلو سے اٹھا کر پھینک دیتا ہوں۔"

وہ ہنس کر بولی "اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھو۔ یہ تمہاری ارضی دنیا نہیں ہے۔ اگر تم مجھے ذرا سا بھی نقصان پہنچاؤ گے تو کمانڈر کے ماتحت تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے مگر کمانڈر کو میں کیوں زحمت دوں۔ میرے بدن پر یہ جو ایٹمی لباس ہے یہی تمہارے چیتھڑے اڑا دے گا۔"

پاشا نے کہا "میں نے بھی ایٹمی لباس پہنا ہوا ہے۔ کیا تم بچ سکو گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "خلائی پلیٹ فارم میں تمہارے لباس اور فلائنگ شوز کو چیک کیا گیا تھا۔ کمانڈر نے حکم دیا تھا کہ تمہیں نیا ایٹمی لباس دیا جائے اور تم خوش ہوگئے تھے۔ یہ جو لباس تم نے پہنا ہے اسے آزمایا نہیں ہے۔ چلو مجھ پر آزماؤ۔ اگر تم ناکام رہو گے تو میں اپنے ایٹمی لباس کو تم پر آزماؤں گی۔"

پاشا نے پریشان ہو کر سوچا "یہ تو میرے ساتھ بہت بڑا دھوکا ہوا ہے۔ پتا نہیں یہ لباس بدلنے والی پلانگ کب کی گئی تھی۔ میں سن نہ سکا۔ شاید میں ایسے وقت کسی دوسرے معاملے میں مصروف تھا لیکن اس عورت نے زبردست فریب دیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "سوچنے کیا ہو۔ اپنے اس ایٹمی لباس کے بٹن کو دو انگلیوں میں تھام کر ایک طرف گھماؤ۔ ایک ایٹمی شعاع نکلے گی اور میرا کام تمام ہو جائے گا۔"

پاشا نے دوسری طرف گھوم کر لباس کے بٹن کو تھام کر خالی جگہ کی سمت گھمایا۔ کچھ نہیں ہوا۔ اس بٹن سے ایٹمی شعاع نہیں نکلی۔ وہ بری طرح پھنس گیا تھا۔ ایک تو دیوی دشمن تھی۔ دوسرے یہ کہ اس زون میں پارس کہیں موجود تھا۔ تیسری سمت روشنا اپنے ایٹمی لباس کے بٹن کو دو انگلیوں میں تھام کر بیٹھی ہوئی تھی۔

وہ ہاتھ اٹھا کر بولا "رک جاؤ۔ پہلے یہ بتاؤ مجھ سے دشمنی کیا ہے؟ تم کمانڈر کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو میں دیوار نہیں بنوں گا۔"

وہ بولی "دیوار بننے میں دیر نہیں لگتی۔ میں نے یہ بدی بدی سے سیکھا ہے۔ کوئی نیا مرد پسند آجائے تو پچھلے کو ٹھکانے لگا دو ورنہ وہ رقابت میں ہماری جان کا دشمن بن جائے گا۔"

وہ ڈرائیو کرنے والی حسینہ سے بولی "کار روکو۔ اسے کار سے باہر جانے دو تاکہ اس کے وجود کے ٹکڑے میرے بالکل قریب نہ ہوں۔ ایسا ہوگا تو اس کے لہو سے میرا بدن غلیظ ہوگا۔"

کار ڈیڑھ سو میل فی گھنٹا کی رفتار سے جا رہی تھی۔ روشنا نے ڈانٹ کر کہا "کیا تم نے سنا نہیں؟ کار روکو۔"

اسے اپنے اندر کھنکتی ہوئی ہنسی سنائی دی پھر سرگوشی میں کہا گیا۔ "تم نے بدی بدی کے ساتھ ساتھ رہ کر بڑی کمینی حرکتیں سیکھی ہیں۔ کیا تمارا کے زہر سے ڈرنا بدی بدی سے نہیں سیکھا؟"

وہ سہم کر کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے کہا گیا "زبان سے کچھ نہ بولنا۔ پاشا کو یہ معلوم نہ ہو کہ تمہارے اندر تمارا بول رہی ہے۔ میرا سایہ تمہارے اندر ہے۔ میرے حکم کے خلاف زبان

کھولو گی تو میں تمہارے اندر زہر تھوک دوں گی۔"

وہ لرز کر رہ گئی۔ سوچ کے ذریعے بولی "اگر تم ہمارا ہو تو یہ پاشا تمہارے پارس کا دشمن ہے۔ کیا تم اپنے لائف پارٹنر کے دشمن کو ہلاکت سے بچانا چاہتی ہو؟"

"اپنی دوستی اور دشمنی ہم خوب سمجھتے ہیں۔ تم فوراً میرے حکم کی تعمیل کرو۔ اپنا ایٹمی لباس اتار کر پاشا کو دے دو۔"

"میں اسے یہ لباس دوں گی تو وہ مجھے مار ڈالے گا۔"

"یہ تمہیں مارے گا۔ باتوں میں وقت ضائع کرتے ہوئے یہ نہ سمجھو کہ کمانڈر تمہاری حفاظت کے لیے آئے گا۔ کیا وہ تمہیں میرے زہر سے بچا سکے گا؟"

"نہیں۔ تمہارے زہر سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔"

"میرے خاموش ہوتے ہی تم نے لباس نہ اتارا تو میں تھوک کر چلی جاؤں گی۔"

اس کے خاموش ہوتے ہی وہ ایٹمی لباس اتارنے لگی۔ زون میں جتنے ایٹمی لباس تھے وہ سب صحت مند جنگجو افراد کے لیے تھے۔ روشنا نے وہ ڈھیلا سا لباس صرف اپنی حفاظت کے لیے پہنا تھا۔

اس نے لباس اتار کر پاشا کی طرف بڑھاتے ہوئے رونے کے انداز میں کہا "اسے تم پہن لو اور اپنا لباس مجھے دے دو۔"

پاشا نے حیرانی سے اسے دیکھا لیکن سوچنے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ فوراً اس لباس کو جھپٹ لیا پھر اپنا لباس اتارتے ہوئے بولا۔ "یہ دشمنی کا انداز کیوں بدل گیا ہے۔ ابھی تو تم مجھے ہلاک کرنا چاہتی تھیں؟"

روشنا نے لکی سیون کی ہدایت کے مطابق کہا "خلائی اسٹیشن میں جس سایہ بن کر رہنے والی ہستی نے ہم سے باتیں کی تھیں وہ ابھی میرے اندر ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ میں ایٹمی لباس تمہیں دوں ورنہ وہ مجھے ہلاک کر دے گی۔ کمانڈر بھی مجھے نہیں بچا سکے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا "اے نادیدہ ہستی! میں تیرا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ ایک مرد کی زبان سے وعدہ کرتا ہوں، جب بھی تجھے میری ضرورت ہوگی، میں تیرے لیے جان قربان کر دوں گا۔"

اس نے وہ اصلی ایٹمی لباس پہن لیا پھر کہا "یہ میری التجا ہے کہ تمہارا سایہ میرے اندر آئے اور تم مجھ سے موجودہ اہم معاملات پر گفتگو کرو۔"

روشنا نے کہا "وہ ہستی کہہ رہی ہے کہ ابھی تم سے براہ راست گفتگو نہیں کرے گی۔ وہ چاہتی ہے کہ کمانڈر کو ہمارے لباس تبدیل کرنے والی بات معلوم نہ ہو۔ کل صبح اہم اجلاس ہوگا۔ اس وقت تک کسی پر یہ ظاہر نہ ہو کہ ہم دونوں میں عداوت پیدا ہو گئی ہے۔"

"میں اس ہستی کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ میرے لیے یہ اطمینان کافی ہے کہ میں تمہارے اور کمانڈر جیسے دشمنوں سے محفوظ رہوں گا۔"

اسی وقت پارس دیوی شی تارا سے نمٹ کر ڈرائیو کرنے والی حسینہ کے اندر آیا۔ لکی سیون بھی روشنا کے اندر سے نکل کر اس حسینہ کے اندر آئی پھر پارس کو بتایا کہ روشنا نے کمانڈر کو کن مقاصد کے لیے اپنا نیا عاشق بنایا ہے اور کس طرح پاشا کو فریب دے کر ہلاک کرنے والی تھی لیکن اب وہ اسے ہلاک نہیں کر سکے گی۔

روشنا سر جھکائے پاشا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ پاشا نے پوچھا "کیا غبارے سے ہوا نکل گئی؟"

وہ نظریں چرا کر بولی "مجھ سے غلطی ہو گئی۔ اگر تم میری ایک غلطی معاف کر دو گے تو میں کمانڈر کو بھی تمہارا دوست بنا دوں گی۔ وہ اس زون کا حکمران بننے کے بعد مجھے اپنی ملکہ بنائے گا۔ پھر تمہیں اس کی حکومت میں سب سے اعلیٰ عہدیدار بناؤں گی۔"

"کچھ اور لذیذ قسم کا چارا ڈالو۔ اعلیٰ عہدیدار والا چارا بدمزہ ہے۔ تمہارا خیال ہے، کمانڈر زیادہ سے زیادہ لوگوں کی حمایت حاصل کر کے یہاں کا حکمران بنے گا۔ تھوڑی دیر پہلے اس چھوٹی سی کار کے اندر تم مجھ سے زیادہ طاقتور بن گئی تھیں۔ میری موت کا وقت قریب لے آئی تھیں مگر پلک جھپکتے ہی بازی پلٹ گئی ہے اسی طرح کمانڈر کے حکمران بنتے بنتے بازی پلٹ سکتی ہے۔"

"یہی تو میں نہیں چاہتی۔ اگر تم میرے اور کمانڈر کے دوست بن جاؤ تو وہ سایہ بننے والی ہستی تمہاری خاطر ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

"تمہارے چاہنے یا التجا کرنے سے دوست نہیں بنوں گا۔ اس کو وہی ہوگا، جو سایہ بننے والی ہستی چاہے گی۔"

روشنا نے کہا "اے ہستی! کیا تم میرے اندر موجود ہو؟ پلیز کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دو چار بار مخاطب کیا پھر پاشا سے بولی "وہ جا چکی ہے۔"

پھر اس نے ڈرائیو کرنے والی حسینہ کو دیکھا۔ کچھ سوچتا پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولی "میرا نام روشنا ہے۔"

روشنا نے ناگواری سے کہا "مذاق نہ کرو۔ اپنا نام بتاؤ۔"

"مجھے تمہارا نام بہت پسند ہے۔ تمہاری زندگی کے دن پورے ہونے والے ہیں پھر تم نہیں رہو گی صرف نام رہ جائے گا اس میں یہ نام اپنا رہی ہوں۔"

ذرا ذرا سہم کر بولی "کیا وہ ہستی تمہارے اندر ہے؟ کیا کہہ رہی ہے کہ میرے دن پورے ہونے والے ہیں؟"

"تم کس ہستی کی بات کر رہی ہو؟ میں تو تینوں سائنس دانوں اور بدی بدی کا انجام دیکھ کر پیش گوئی کر رہی ہوں۔ ان سب یہاں سے فرار ہونے کے مواقع مل گئے۔ ضروری نہیں کہ تم موقع ملے۔ اس سے پہلے کمانڈر تمہیں ختم کر دے گا۔"

"تمہاری پیش گوئی بے تکی ہے۔ کمانڈر میرا دیوانہ ہے۔

مجھ پر مرتا ہے' وہ مجھے کیوں مارے گا؟"

"اب یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔"

وہ تمام کاریں اپنی منزل پر پہنچ گئیں۔ اس محل کے سامنے آگئیں جہاں پہلے سولارز اپنی بیٹی کے ساتھ رہتا تھا۔ سفر کے دوران ہر شہر میں کمانڈر اور اس کے ماتحتوں کو بڑی گرم جوشی سے خوش آمدید کہا گیا تھا۔ محل کے سامنے بھی ہزاروں لوگ جمع ہو گئے تھے۔ کمانڈر کے لیے زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ آخری حکمران سولارز کمانڈر کی آمد سے خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا ہے۔

کمانڈر نے محل کے ایک اونچے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر کہا۔ "میں نے کل صبح اس زون کے ذہین سائنس دانوں' ڈاکٹروں' انجینئروں اور دانشوروں کو بلایا ہے۔ ان سب کے مشوروں اور آپ سب کی حمایت سے یہاں عوامی حکومت قائم ہوگی۔ یہاں کوئی ڈکٹیٹر یا بادشاہ نہیں ہوگا۔ یہاں آپ سب مل کر حکومت کریں گے۔"

ہزاروں لوگ تالیاں بجانے لگے۔ کمانڈر زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ زون کے عوام ارضی دنیا کے عوام کی طرح تھے۔ کوئی بھی لیڈر جو شیلی تقریر کرے اس کے حق میں نعرے لگانے اور تالیاں بجانے لگتے تھے۔

وہاں لوگوں کے سامنے سولارز کے جان نثاروں کو قیدی بنا کر پیش کیا گیا۔ کمانڈر نے اپنے جان نثاروں سے پوچھا "انہیں کس نے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا ہے؟ یہ لوگ تو ایٹمی لباس پہنے ہوئے تھے۔"

کمانڈر کی حیرانی درست تھی۔ وہ تو ابھی وہاں پہنچا تھا لیکن پہلے سے دشمنوں کے جسموں سے ایٹمی لباس اتار لیے گئے تھے اور یہ کام ان کی آمد سے پہلے لکی سیون اور پارس نے کیا تھا۔ انہیں دھمکی دی تھی کہ وہ ایٹمی لباس اتار کر خود کو گرفتاری کے لیے پیش نہیں کریں گے تو وہ سب ان دو سایوں کے زہر سے تڑپ کر مریں گے۔

ناظم اعلیٰ نے کمانڈر سے کہا "ارضی دنیا سے آنے والے سایوں نے انہیں آپ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا ہے۔"

کمانڈر نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا "تمام حاضرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ ارضی دنیا کے کچھ لوگ اپنے ٹھوس جسموں کو سائے میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ ہماری آج کی کامیابی میں ان ارضی باشندوں کا تعاون بھی شامل ہے۔ یہ جتنے دشمن گرفتار ہوئے ہیں' انہیں ابھی قیدی بنا کر رکھا جائے گا۔ نئی حکومت قائم ہونے کے بعد انہیں سزا سنائی جائے گی۔ اب میں آپ کے سامنے روشا کو بلاتا ہوں۔"

روشا خوش ہو کر دو جان نثاروں کے درمیان چلتی ہوئی کمانڈر کے قریب آئی۔ کمانڈر نے کہا "تمام حاضرین اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ بدی بدی کی سہیلی ہے۔ جب سولارز اقتدار میں تھا تو روشا اور بدی بدی نے کتنے جوانوں سے عشق کیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہم نئی حکومت قائم کرنے سے پہلے تمام سانپوں کو پٹارے میں بند کر دیں گے لہٰذا روشا کو بھی باقاعدہ سزا سنانے تک قیدی بنا کر رکھا جا رہا ہے۔"

وہ چیخ کر بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم نے مجھے سبز باغ دکھائے تھے؟ تم دھوکے باز ہو۔ حکمران بننے کے لیے لوگوں کے دل جیتنے کے لیے مجھے بد چلن قاتلہ کہہ کر قیدی بنا رہے ہو اور بیوقوف عوام کو خوش کر رہے ہو۔ میں بد چلن ہوں تو تم نے بھی میرے ساتھ منہ کالا کیا ہے۔ اپنے لیے بھی یہی سزا سناؤ۔"

لوگ یہ نہیں سن رہے تھے کہ کمانڈر بھی بدکار ہے۔ انہیں یہ سن کر غصہ آرہا تھا کہ روشا عوام کو بیوقوف کہہ رہی تھی۔ جہاں عوام سالہا سال سے بیوقوف بنتے چلے آرہے ہوں وہ کبھی خود کو بیوقوف تسلیم نہیں کرتے۔ اس لفظ کو گالی سمجھ کر غصے میں آجاتے ہیں اور یوں اپنی بیوقوفی کو دانشمندی سمجھتے رہتے ہیں۔ دو جان نثاروں نے روشا کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ لیا تھا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ اس نے ایٹمی لباس پہنا ہوا ہے' انتقاماً حملہ کر سکتی ہے۔ ایک جان نثار نے وہ لباس اس کے جسم سے اتار دیا۔ لکی سیون نے اس کے اندر کمانڈر ڈرائیو کرنے والی حسینہ درست کہہ رہی تھی کہ کمانڈر تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

وہ گڑگڑا کر بولی "پلیز' مجھے بچاؤ۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"میں تمہیں بچاؤں گی مگر اسے میرا احسان نہ سمجھنا۔ یہ ہمارے منصوبے میں شامل ہے کہ تمہیں بھی فرار ہونے کا موقع دیا جائے۔ میں نے تمہارے فلائنگ شوز کے تلے الگ کر دیے ہیں۔ اب بٹن دبانے جا رہی ہوں۔"

کمانڈر کے دونوں جان نثار اس کا ایٹمی لباس اتار کر مطمئن ہو گئے تھے کہ اب وہ حملہ نہیں کر سکے گی۔ وہ دونوں نیچے بیٹھ کر اس کے پیروں سے فلائنگ شوز اتارنا چاہتے تھے۔ اسی وقت انہیں جھٹکے سے لگے۔ وہ بیٹھے بیٹھے پیچھے کی طرف گرے اور روشا بیکبارگی فضا میں تیزی سے بلند ہوتی چلی گئی۔

تمام حاضرین کی طرح کمانڈر بھی حیران رہ گیا کیونکہ روشا نے فلائنگ شوز کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا اور شوز کی مشین آپ ہی آپ آن ہو کر اسے خلا میں لے گئی تھی۔ ایک جان نثار نے کمانڈر سے پوچھا "کیا ہم اس کا تعاقب کریں؟"

"نہیں۔ وہ بہت آگے نکل گئی ہے۔ شاید ہاتھ نہیں آئے گی پھر یہ کہ اس سے پہلے تین سائنس دان اور بدی بدی جا چکے ہیں۔ ایک اس کے چلے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

لکی سیون نے اس کے اندر آکر کہا "میں نے روشا کے شوز کی مشین آن کی تھی۔ تم عوامی حکومت کا خواب دکھا کر تنہا حکمران بننے کی پلاننگ کر چکے ہو۔ میں تمہارے اندر رہ کر تمہارے چور خیالات پڑھتی رہتی ہوں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جس طرح میں نے روشا کو اڑا دیا اسی طرح تمہیں بھی فرار ہونے پر مجبور کر دوں۔"

وہ بولا "میں ہزاروں لوگوں کے سامنے کھڑا ہوا ہوں۔ میری باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔"

"جو کام ابھی ہو سکتا ہے اسے فوراً کرنا چاہیے۔ ابھی اعلان کرو کہ عوام کے لیے پنچایت نما حکومت قائم ہوگی۔ پانچ افراد کے مشوروں اور متفقہ فیصلوں سے ملکی نظام جاری رہا کرے گا۔ پانچ میں سے تین افراد خلائی زون کے ہوں گے اور دو ارضی دنیا کے افراد ہوں گے۔ فی تارا اور پاشا کو سب کے سامنے بلاؤ اور نظامِ حکومت کے لیے انہیں قابلِ اعتماد تسلیم کرو۔"

اس نے پوچھا "کیا تم وہی خلائی پلیٹ فارم والی ہستی ہو' جس نے انجارج اسٹیشن ماسٹر کو چند گھنٹوں کے لیے سایہ بنا دیا تھا؟"

"ہاں۔ میں وہی ہوں۔ باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔"

وہ مجبور ہو گیا۔ ابھی روشا کے فرار ہونے کا ایک نمونہ دیکھ چکا تھا۔ اگر وہ ہستی اس کے شوز کی مشین کو چپکے سے آن کر دیتی اور وہ پرواز کرنے لگتا تو اپنی مرضی سے واپس نہیں آسکتا تھا۔ وہ ہستی اس کے اندر رہ کر واپسی کے لیے شوز مشین کا ریموٹ کنٹرول استعمال نہیں کرنے دیتی اور یہ ہو سکتا تھا کہ دور کہیں خلا میں پہنچا کر اس کے دونوں شوز اتار دیتی اور خود پس کر زون میں واپس آجاتی۔

جو کچھ وہ سمجھ بھی نہیں سکتا تھا وہ سب کچھ وہ کر سکتی تھی۔ اس نے فی تارا اور پاشا کو اونچے پلیٹ فارم پر بلا کر تمام حاضرین سے ان کا تعارف کرایا پھر جو لکی سیون نے کہا تھا وہی طوطے کی طرح حاضرین کے سامنے بولتا چلا گیا۔

○☆○

ساسا کھولائی اور ساسا مورائی نے زون سے فرار ہونے کے بعد سوچا کہ انہیں کس سمت اور کہاں جانا چاہیے؟

انہوں نے خلا میں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر سر سے سر جوڑ کر سوچ کے ذریعے گفتگو کی۔ کھولائی نے کہا "ہمیں مختلف سمت جانا چاہیے۔ ہم کسی منزل پر پہنچ کر اپنی سابقہ شان و شوکت کے مطابق کامیابی حاصل کریں گے۔ ہم میں سے جسے ناکامی ہوگی وہ اپنی جگہ چھوڑ کر کامیاب ہونے والے ساتھی کے پاس آجائے گا۔"

مورائی نے کہا "میں تائید کرتا ہوں۔ ہم سب کو کسی ایک جگہ جا کر نہیں پھنسنا چاہیے۔ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"پہلے میں نے سوچا تھا' زون ٹو میں جاؤں گا لیکن وہ زون ون سے قریب ہے۔ سولارز اپنے ایٹمی لباس والے جان نثاروں کو سایہ بنا کر بھیج سکتا ہے لہٰذا میں زون تھری میں جاؤں گا۔"

"زون تھری میں انسان نما خطرناک جانور ہیں۔ اگر تم انہیں اپنے زیرِ اثر لا سکو گے تو پھر ایک طاقتور حکمران بن کر وہاں رہ سکو گے۔"

"انسان نما جانوروں کا خطرہ ہے مگر ذرا سوچو' خطرہ کہاں نہیں ہے۔ سولارز ارضی دنیا والوں کو کمتر سمجھ کر گیا تھا پھر بری طرح شکست کھا کر آیا تھا۔"

مورائی نے کہا "اس نے شکست کھائی تھی' میں نہیں کھاؤں گا۔ میرے دماغ میں وہ سایہ بنانے والی گولیاں چھپ رہی ہیں۔ میں ارضی دنیا سے ان غیر معمولی گولیوں کا فارمولا ضرور حاصل کروں گا لیکن تم سے ایک دوستانہ مطالبہ ہے۔"

"ہم ایک جان دو قالب ہیں۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"ہمارے پاس سات روبوٹس ہیں۔ مجھے چار روبوٹس دے دو۔ میں ارضی دنیا میں پوری قوتوں کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم پی پی ون' نو' تھری اور فور لے جاؤ۔ میں پی پی ایٹ' نائن اور ٹین کے ساتھ جاؤں گا۔"

ان دونوں نے رخصتی مصافحہ کیا۔ کھولائی اپنے ساتھ تین روبوٹس لے کر زون تھری کی طرف چلا گیا۔ مورائی نے اپنے چار روبوٹس کو دائیں بائیں اور پیچھے رہ کر سفر کرنے کا اشارہ کیا پھر ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے اپنے فلائنگ شوز کا رخ ارضی دنیا کی طرف کر دیا۔ اس طرح ان کا طویل سفر شروع ہو گیا۔ فلائنگ شوز کا میٹر اور گھڑی بتا رہی تھی کہ کتنا وقت گزرتا جا رہا ہے اور کتنا فاصلہ طے ہوتا جا رہا ہے۔

اسے یاد تھا کہ سولارز نے کششِ ثقل میں آکر اپنے شوز کا رخ کس طرح امریکا کی سمت کیا تھا۔ مورائی امریکا میں ٹھیک اسی جگہ نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس وقت امریکا میں رات کے دو بجے تھے۔ اینٹی ڈارک آئی لینس پہننے کے باوجود صحیح طور سے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ خاصی سردی کے باعث اوس پڑ رہی تھی۔ ہر سو دھندلکے کی سفیدی چھائی ہوئی تھی۔

جب وہ اپنے ہم سفر روبوٹس کے ساتھ زمین سے دو میل کے فاصلے پر آیا تو زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نظر آیا۔ اس کے چاروں طرف سمندر تھا۔ دو میل کا فاصلہ طے ہو گیا تو وہ پانچوں ایک جزیرے کے ساحل پر اتر گئے۔ وہاں قدم رکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ جزیرہ ویران نہیں' آباد ہے۔ اس آبادی میں روشنی نہیں کی جاتی۔ شام سے صبح تک تاریکی رکھی جاتی ہے اور ایسا کسی خاص فوجی علاقے میں ہوتا ہے۔

بلیک آؤٹ ایسے فوجی علاقے میں رہتا ہے جہاں جنگی تیاریاں ہو رہی ہوں اور تاریکی میں گوریلا فوج کی ٹریننگ جاری ہو یا پھر بڑی رازداری سے جدید جنگی ہتھیار تیار کیے جا رہے ہوں۔

جزیرے کے ساحل پر کئی جگہ واچنگ ٹاور بنے ہوئے تھے۔ وہاں ایسی مشینیں اور آلات تھے جو سمندر کے راستے آنے والے جہازوں اور آبدوز کے علاوہ فضائی راستے سے آنے والے دشمن کے طیاروں کی نشاندہی کرتے تھے۔

جب مورائی اور اس کے روبوٹس زمین سے چالیس ہزار فٹ

کی بلندی پر تھے تب ہی واچنگ ٹاور کی مشینوں اور آلات نے ان کی نشاندہی کردی تھی۔ جزیرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ اطلاع دی گئی تھی کہ خلا کی بلندیوں سے ایسی اور روشنیاں دکھائی دے رہی ہیں جو سولارز اور اس کے روبوٹس کی آمد پر دکھائی دیتی رہی تھیں۔

تمام فوجی افسران اور جوان الرٹ ہوگئے تھے اور بڑی تیزی سے مورچا بندی میں مصروف ہوگئے تھے۔ دو افسران کارڈلیس فون پر باتیں کررہے تھے۔ ایک افسر کہہ رہا تھا "شاید سولارز واپس آگیا ہے اور اپنے ساتھ چار روبوٹس لے کر آیا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہم ان کی طاقت کو بھی جانتے ہیں اور کمزوری کو بھی۔ یہ ایٹمی شعاعوں کے ذریعے پورے جزیرے کو کھنڈر بنادیں گے۔ ہم نے بڑی محنت سے کم وقت میں ٹرانسفارمر مشین تیار کی ہے۔ وہ مشین ایک ہی ایٹمی شعاع سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گی۔"

وہ وہی جزیرہ تھا جہاں ری ریز اور ٹیری ٹیلر بڑی رازداری سے ٹرانسفارمر مشین تیار کررہے تھے۔ انہوں نے تینوں افواج کے سربراہوں کو رازدار بنا کر ان کے اعتماد کے فوجی جوانوں کو وہاں پہرے داری کے لیے رکھا تھا۔ یہ حفاظتی انتظامات کافی تھے لیکن وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ خلا سے آنے والے وہاں پہنچ جائیں گے۔

ری ریز اور ٹیری ٹیلر اپنی نگرانی میں اس طرح یہ کام کرا رہے تھے کہ دونوں بیک وقت اس جزیرے میں نہیں رہتے تھے۔ ان میں سے ایک وہاں سے چلا جاتا تو دوسرا آجاتا تھا۔ انہیں اپنے ملک کے فوجی افسران پر بھی پورا بھروسا نہیں تھا۔ اگر وہ بیک وقت ساتھ رہتے تو کسی سازشی افسر کی گرفت میں آسکتے تھے۔

اس رات ری ریز جزیرے میں تھا اور ایک جگہ چھپ کر غیر معمولی بصارت سے تاریکی اور دھندلکے میں بھی موراٹی اور اس کے چار روبوٹس کو صاف طور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے مائیک کے ذریعے کہا "ہم خلا سے آنے والوں کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ کیا تم سولارز ہو؟"

موراٹی نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ اینٹی ڈارک آئی لینس کے ذریعے واچنگ ٹاور اور ایک بڑی سی گودام نما چار دیواری بہت فاصلے پر نظر آرہی تھی لیکن کوئی انسان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے کہا "میں سولارز نہیں ہوں۔ مجھے ساسا موراٹی کہتے ہیں۔ میں دوستی اور امن و سلامتی کے لیے آیا ہوں لیکن تم لوگ چھپ کر ہمیں خوش آمدید کہہ رہے ہو۔ کیا ارضی دنیا میں چھپ کر یا دور رہ کر دوستی کی جاتی ہے؟"

"ہم جلد ہی روبرو ہوں گے۔ پہلے یقین ہوجائے کہ ہمیں ایک دوسرے سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"نقصان پہنچنے کا اندیشہ مجھے ہونا چاہیے کیونکہ مجھ سے پہلے سولارز کو تم لوگوں نے نقصان پہنچایا تھا۔"

"ہم نے نہیں، ہمارے دشمنوں نے سولارز سے ہماری دوستی نہیں ہونے دی تھی۔ دشمنوں کو اندیشہ تھا کہ خلائی مخلوق سے ہماری دوستی ہوجائے گی تو ہم طاقتور بن جائیں گے اور وہ دشمن کمزور ہوجائیں گے۔"

"سچ بات یہ ہے کہ سولارز نے ہمیں اس دنیا کے بارے میں پوری رپورٹ نہیں دی تھی۔ ہم نہیں جانتے کہ یہاں کون ہمارا دوست بنے گا اور کون دشمن؟ اگر تم دوست ہو تو پھر دوستی کا کوئی ثبوت دو۔"

"دوستی کے لیے پہلے ایک دوسرے پر بھروسا کیا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے مسائل حل کیے جاتے ہیں۔ اس طرح دوستی کا ثبوت حاصل ہوتا رہتا ہے۔"

"یہ درست ہے کہ ایک دوسرے کے مسائل حل کیے جاتے ہیں۔ تم ہمارا ایک مسئلہ حل کردو پھر ہم تمہیں دوست تسلیم کرلیں گے۔"

"تمہارا مسئلہ کیا ہے؟"

"وہ غیر معمولی گولیاں جسے لگتے ہی ٹھوس بدن تحلیل ہوکر ہوا بن جاتا ہے۔ تم میں سے کسی نے سایہ بن کر سولارز کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔"

"ہم نے مجبور نہیں کیا تھا۔ ہمارے دشمنوں کے پاس سایہ بنانے والی گولیاں ہیں۔ ہم خود اس فکر میں ہیں کہ وہ گولیاں یا ان کا فارمولا کس طرح ان سے حاصل کیا جائے۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ وہ گولیاں تمہارے پاس نہیں ہیں؟"

"اگر وہ ہمارے پاس ہوتیں تو سایہ بن کر تمہارے روبوٹس کے پیچھے جاتے اور ان کی بیٹریوں کے پاور کو صفر ووولٹیج پر لے آتے۔ پچھلی بار ہمارے دشمنوں نے سولارز کے روبوٹس کو اس طرح ناکارہ بنادیا تھا۔"

"یہ ماننے والی بات ہے۔ ہم بڑی دیر سے یہاں ہیں اور کسی سائے نے ہمارے خلاف کچھ نہیں کیا ہے۔"

"سایہ ہوگا تو کچھ کرے گا۔ تم لوگوں نے ایسا لباس پہن رکھا ہے، جو ہتھیار بھی ہے اور ڈھال بھی۔ اگر ہمارے فوجی جوان حملہ کریں گے تو تمام گولیاں تمہارے لباس سے لگ کر واپس ان کے پاس آئیں گی اور انہیں ہلاک بھی کرسکتی ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تم سب کی آنکھوں میں گولیاں ماری جائیں تو تم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ فولادی روبوٹس کی آنکھوں میں سے گزرنے والی گولیاں ان کے مصنوعی دماغ کو توڑ پھوڑ دیں گی۔ اتنا کچھ ہوجانے کے بعد بھی ہماری طرف سے فائرنگ نہیں ہورہی ہے۔ کیا یہ دوستی کا ثبوت نہیں ہے؟"

"بے شک۔ تم نے ہمیں قائل کردیا ہے۔ اب ہمیں ملنا ملانا ہونا چاہیے۔"

"ہمارا ایک فوجی جوان آرہا ہے۔ وہ تم سب کو اس غار میں لے آئے گا۔ جہاں ہم تمہارا انتظار کررہے ہیں۔"

خاموشی چھاگئی۔ ایک فوجی جوان ان کے پاس جانے والا تھا۔ ری ریز نے خیال خوانی کے ذریعے فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے کہا۔ "میں آبدوز میں جارہا ہوں۔ تم سب ان بن بلائے مہمانوں کا استقبال کرو۔ اپنے اعتماد میں لو۔ انہیں دوستی کی زنجیروں میں اس طرح جکڑا جائے کہ ان کا ایٹمی لباس، فلائنگ شوز اور مصنوعی دماغ کسی طرح ہمارے سائنس دانوں کو اسٹڈی کے لیے مل جائے۔"

فوجی افسر نے کہا "ہم انہیں ایٹمی شعاعوں کے ذریعے جزیرے کو تباہ کرنے کا موقع نہیں دیں گے لیکن وہ دوست بن کر جزیرے کو دورہ کریں گے پھر اس ٹرانسفارمر مشین کو دیکھ کر سوالات کریں گے اور اپنے طور پر اس مشین کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ ایک اندازے کے مطابق وہ مشین کی کارکردگی کو سمجھ لیں گے۔"

"ہاں۔ یہ ایک پرابلم ہے۔ فی الحال انہیں جزیرے کا دورہ کرنے سے یہ کہہ کر روکا جاسکتا ہے کہ اندھیری رات ہے اور یہاں روشنی نہیں کی جاتی، دن کے وقت دورہ کرسکتے ہیں۔"

ری ریز نے رابطہ ختم کیا پھر ایک خفیہ راستے سے گزر کر ایک آبدوز میں پہنچ گیا۔ اس نے ساسا موراٹی کے خیالات نہیں پڑھے۔ وہ جانتا تھا کہ کسی بھی خلائی مخلوق کے دماغ میں سوچ کی لہریں پہنچتی ہیں تو اسے گدگدی محسوس ہوتی ہے اور وہ سانس روک لیتی ہے۔

ساسا موراٹی اپنے چار روبوٹس کے ساتھ جزیرے کے ساحل پر کھڑا تھا۔ ایسے وقت ایک مسلح فوجی وہاں آیا۔ موراٹی نے اس سے مصافحہ کیا۔ جوان نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "ہم اسی ساحل پر دو کلومیٹر تک پیدل چلیں گے کیونکہ اس چھوٹے سے جزیرے میں آمدورفت کے لئے صرف دو ٹرالیاں ہیں، جو زیر مرمت ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ہم پیدل چلیں گے۔ ویسے ہمارے استقبال کے لیے کسی اعلیٰ افسر کو آنا چاہیے تھا۔"

"سوری۔ میں نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔ میں فوج میں میجر ہوں۔ میرا نام جان شیفرڈ ہے۔ تم سے یہ کہا گیا تھا کہ ایک سپاہی تمہاری راہنمائی کے لیے آرہا ہے مگر میرے سینئر افسران نے کہا کہ جن سے ہمیں دوستی کرنی ہے ان کا استقبال مجھ جیسے اعلیٰ افسر کو کرنا چاہیے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے سمندر کے کنارے کنارے چلنے لگے۔ دوسرے خلائی باشندوں کی طرح ساسا موراٹی ایک کلومیٹر کی حدود میں.... کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو پڑھ سکتا تھا۔ میجر جان شیفرڈ تو اس کے بالکل قریب تھا پھر یہ کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ جزیرے کے اسّی فیصد فوجی یوگا کے ماہر تھے۔ کوئی ان کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ باقی بیس فیصد فوجی میجر جان شیفرڈ کی طرح تھے۔

ری ریز، ٹیری ٹیلر اور تینوں افواج کے سربراہوں کو خلائی مخلوق کے متعلق بہت کچھ معلوم تھا لیکن سب کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ خلا سے آنے والے قدرتی طور پر ایک کلومیٹر کی حدود میں ایک دوسرے کے خیالات کو پڑھ لیتے ہیں۔

ساسا موراٹی پیدل چلنے کے دوران بہت کم باتیں کررہا تھا اور زیادہ سے زیادہ میجر کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اسے پتا چلا کہ ان جزیرے والوں کے پاس سایہ بنانے والی گولیاں نہیں ہیں۔ اس دنیا کے ایک ملک میں بابا صاحب کا ایک ادارہ ہے۔ وہ گولیاں اسی ادارے میں تیار کی جاتی ہیں۔

پھر موراٹی کو معلوم ہوا کہ اس جزیرے میں بڑی رازداری سے ٹرانسفارمر مشین تیار ہوچکی ہے۔ اس مشین کی خصوصیت یہ ہے کہ کسی ایک شخص کی تمام ذہنی صلاحیتیں اور تمام جسمانی قوتیں دوسرے شخص میں ٹرانسفر کی جاسکتی ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے دو نیلی پیشگی جاننے والے ری ریز اور ٹیری ٹیلر ہیں۔ وہ غیر معمولی سماعت اور بصارت کے حامل ہیں اور جسمانی قوت میں بھی کسی روبوٹ سے کم نہیں ہیں۔ کچھ دیر پہلے ری ریز موراٹی سے باتیں کررہا تھا پھر وہ ایک خفیہ راستے سے آبدوز... میں چلا گیا ہے۔

میجر کو جس حد تک وہاں کے بارے میں معلوم تھا، وہ سب کچھ موراٹی نے معلوم کرلیا۔ کچھ باتیں میجر کے علم میں نہیں تھیں۔ مثلاً وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے سینئر افسران ایٹمی لباس، فلائنگ شوز اور مصنوعی دماغ کی اسٹڈی کرنے کے لیے کیسی پلاننگ کررہے ہیں۔ موراٹی اور اس کے روبوٹس کے ساتھ ان کا سلوک کب تک دوستانہ رہے گا۔ ایسی کچھ راز کی باتیں تھیں، جو میجر کو بھی نہیں بتائی گئی تھیں۔

وہ ایک چھوٹی سی عمارت میں پہنچے۔ وہاں ایک بڑے کمرے میں فوج کے بڑے بڑے افسران موجود تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر بڑی گرمجوشی سے موراٹی کا استقبال کیا۔ میجر کو دروازے سے ہی رخصت کردیا گیا۔ بڑے کمرے میں لوہے کی کرسیاں اس ترتیب سے رکھی گئی تھیں کہ موراٹی ایک خلائی زون کے حکمران کی حیثیت سے ایک جگہ فوج کے جنرل کے ساتھ بیٹھ گیا۔ باقی دوسرے افسران اور چار روبوٹس ذرا فاصلے پر آہنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

جنرل نے کہا "مسٹر ساسا موراٹی، ہمارے ہاں دستور ہے کہ جب دوسرے ملک کا سربراہ ہمارے ملک میں آتا ہے تو ہم اسے اپنا قومی ترانہ سناتے ہیں اور مہمان کے ملک کا قومی ترانہ سنتے ہیں۔ کیا تم اپنا قومی ترانہ لے کر آئے ہو؟"

موراٹی نے کہا "ہمارا قومی ترانہ نہیں ہے۔ وہاں کے عوام ہماری شان میں ترانے گاتے ہیں۔"

"تو پھر اجازت دیں۔ ہم اپنا قومی ترانہ سنائیں؟"

"بے شک۔ دوستی کی ابتدا میں ایسی اچھی باتیں ہونی

چائیں۔"

جنرل اپنی کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ کرسی کے دونوں ہتھوں پر ہاتھ رکھ لیے پھر کہا "میری درخواست ہے کہ قومی ترانے کے دوران صرف ایک منٹ کے لئے آپ سب اس طرح ادب سے بیٹھ جائیں۔"

بڑے کمرے میں ترانہ گونجنے لگا۔ سب کے سب ادب سے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ سب ہی کے ہاتھ اپنی اپنی کرسیوں کے ہتھوں پر تھے۔ ایسے وقت موراِئی نے جنرل کے خیالات پڑھنے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ جنرل نے سانس روک لی تھی۔

ناکامی کے دوسرے ہی لمحے میں موراِئی ایک دم سے چونک گیا۔ کرسی کے دونوں ہتھوں پر اس کے دونوں ہاتھ خفیہ ہتھکڑیوں میں جکڑ گئے تھے۔ لوہے کی کرسیاں اسی لیے رکھی گئی تھیں کہ وہ چاروں روبوٹس اپنی بے پناہ قوتوں سے فوراً نہ توڑ سکیں۔ انہوں نے ہتھکڑیاں لگتے ہی انہیں توڑنے کی کوششیں کیں۔ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاتے لیکن اس سے پہلے ہی فوجی جوان چلانگیں لگاتے اور دوڑتے ہوئے آئے پھر انہوں نے ان کے وولٹیج پاور کو صفر کر دیا۔

موراِئی کے دونوں ہاتھ جکڑے ہوئے تھے۔ وہ جھک کر ایٹمی لباس کے بٹن کو اپنے ایک جکڑے ہوئے ہاتھ کی طرف لانا چاہتا تھا کہ جنرل نے اس کے منہ پر ایک گھونسا مارا۔ وہ جھکتے جھکتے سیدھا ہو گیا۔ پیچھے سے ایک جوان نے اس کی گردن دبوچ لی۔ دوسرا جوان اس کا ایٹمی لباس اتارنے لگا پھر اس نے جنرل سے کہا "سر! لباس کو جسم سے الگ کرنے کے لیے اس کے ہاتھوں کو کھولنا ہوگا۔"

جنرل نے انکار میں سر ہلا کر کہا "کوئی بھی خطرہ مول لینا حماقت ہے۔ یہ کسی چالبازی سے ایٹمی لباس کو ہماری موت بنا سکتا ہے۔ لباس کو جسم سے علیحدہ کرنے کی ایک ہی صورت ہے۔ اس کے دونوں ہاتھوں کو کاٹ کر پھینک دو۔"

موراِئی حلق پھاڑ کر چیخنے چلانے لگا لیکن اس کی شامت اسے زمین پر لے آئی تھی۔ اس کے ساتھ وہی ہوا' جو ہونا تھا۔ دونوں ہتھیلیاں کلائیوں سے الگ کر دی گئیں۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔

چاروں روبوٹس ناکارہ ہو گئے تھے۔ ان کے جسموں سے ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز الگ کیے جا رہے تھے۔ جنرل نے حکم دیا کہ ان سب کی بیٹریاں نکال کر انہیں امریکا کی سب سے بڑی سائنسی تجربہ گاہ میں پہنچایا جائے جہاں ان کے مصنوعی دماغ کی اسٹڈی ہوگی اور ایسے مزید دماغ تیار کیے جائیں گے۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے جنرل سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایٹمی لباس کے ذریعے چشمِ زدن میں بڑے بڑے شہروں کو کھنڈر بنانے والے دشمن اتنی آسانی سے ہمارے قابو میں آ جائیں گے۔"

جنرل نے کہا "آپ اگر سولارز کی شکست کو سامنے رکھ کر سمجھ لیتے کہ یہ خلا سے آنے والے ذہین سائنس دان ہیں تو ہم ہماری دنیا والوں کی طرح بہت زیادہ مکار اور چالباز نہیں ہیں۔"

وہ ذرا توقف سے بولا "ہماری دنیا ایک محبوبہ ہے۔ مجھے فخر ہے کہ خلا اور کسی سیارے کی مخلوق طبی' سائنسی اور ٹیکنیکی اعتبار سے ہمارے مقابلے میں زیادہ ترقی یافتہ ہوگی۔ اتنی ترقی یافتہ کہ ہمارے سامنے ہم کیڑے مکوڑے لگیں گے لیکن ہم ارضی انسانوں کی مکاریوں کے آگے وہ کیڑے مکوڑے بن جایا کریں گے۔ ایسا ہے کہ خدا نے شیطانوں کو صرف ہماری دنیا میں پیدا کیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے مسکرا کر کہا "سر! کیا اس طرح آپ خود کو اور سب کو شیطان کہہ رہے ہیں؟"

جنرل نے کہا "پتا نہیں اکیسویں صدی میں کائنات کے کیسے راز کھلیں گے؟ کتنے سیاروں کی مخلوق کے متعلق معلومات حاصل ہوں گی اور جتنی بھی معلومات حاصل ہوں گی ان کا نچوڑ یہ ہوگا کہ ہم انسان دوسرے سیاروں کی ترقی یافتہ مخلوقات کے مقابلے میں کمتر ہیں' اس کے باوجود ترقی یافتہ مخلوقات ہماری دنیا فتح کرنے کے خیال سے توبہ کریں گی' اپنے کان پکڑیں گی اور تب اپنے شیطان ہونے پر فخر کریں گے۔"

یہ درست ہے۔ ارضی دنیا کے باشندے اپنی ذات میں انا بھی ہیں اور شیطان بھی۔ اگرچہ سب ہی ایسے نہیں ہیں لیکن یہ جانا جاتا ہے کہ انسان خود ہی اپنے اندر شیطان ہوتا ہے اور اس کی شیطانی حرکت تو سنہرے حرفوں سے لکھی جائے گی کہ چند انسان نے اپنا قومی ترانہ سنا کر خلائی مخلوق کو ننگا کر دیا۔ سارے کپڑے اتار لیے۔

○☆○

زون ٹو میں تین سگے بھائیوں کی حکومت تھی۔ انہوں نے زون کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا تاکہ تینوں بھائیوں میں اقتدار حاصل کرنے کی جنگ کبھی نہ ہو۔ بڑا بھائی ریزر ڈونا کے علاقے ایٹمی مشینوں سے کاشتکاری ہوتی تھی اور اتنا زیادہ اناج پیدا ہوتا کہ باقی دو بھائیوں کے علاقوں میں بھی سپلائی کیا جاتا تھا۔

دوسرے بھائی گیزر ڈونا کا علاقہ صنعتی تھا۔ وہاں سائنس طب اور الیکٹرونک کے تمام چھوٹے بڑے آلات تیار کیے جاتے تھے۔ تیسرے بھائی لیزر ڈونا کے علاقے میں بڑی بڑی لیبارٹیاں سائنسی ورس گاہیں اور تجربہ گاہیں تھیں۔

ان میں سے بڑا بھائی ماہر طب تھا۔ باقی دو بھائی سائنس اور ٹیکنالوجی کے ماہر تھے۔ وہ تینوں بھائی زون ون کے تینوں سائنس دان سولارز' ساسا نکولائی اور ساسا موراِئی سے صلاحیتوں میں کسی طرح کم نہیں تھے۔ جب بھی کسی بیرونی زون سے حملے ہوتے تو تینوں بھائی متحد ہو کر حملہ کرنے والوں کو شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیتے تھے۔

بہت عرصے پہلے سولارز' نکولائی اور موراِئی نے ان کے زون پر قبضہ کرنے کے لیے حملہ کیا تھا پھر بری طرح شکست کھا کر اپنے زون میں واپس آ گئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے پھر کبھی ان زون بھائیوں سے ٹکرانے کی جرأت نہیں کی تھی۔

تینوں بھائیوں سے سولارز پر برا وقت آیا تو وہ اپنی بیٹی کے ساتھ اسی حملہ آور ہو کر زون ٹو کی سمت گیا۔ زون ٹو کے اطراف اپنے زون سے فرار ہو کر زون ٹو کی سمت گیا۔ زون ٹو کے اطراف اپنے زون سے ایسے الیکٹرونک آلات نصب کیے گئے تھے کہ کسی بھی زون سے آنے والے نمیں ہزار میل کے فاصلے پر ہوتے تو تینوں بھائیوں کے زون میں خطرے کا الارم بجنے لگتا تھا پھر وہ الیکٹرونک مشینوں کے ذریعے ایک بڑی اسکرین پر خلا میں آنے والوں کو دیکھتے تھے اور دوسری طرف کی بڑی اسکرین پر وہ تینوں ایک دوسرے کو دیکھ کر آپس میں مشورہ کرتے تھے کہ کس غیر کو اپنے زون میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے یا اسے واپس جانے پر مجبور کر دیا جائے۔

ان تینوں نے خلا میں سولارز اور بدی بدی کو دیکھا پھر سگنلز کے ذریعے وارننگ دی کہ وہ باپ بیٹی فائرنگ تارگٹ سے باہر رہیں ورنہ دونوں کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔

سولارز نے دونوں ہاتھوں کے خاموش سگنلز کے ذریعے کہا۔ "ہم باپ بیٹی پناہ لینے آئے ہیں۔ ہمارے زون کے عوام باغی ہو گئے ہیں۔ انہوں نے ارضی دنیا کے باشندوں کی مدد سے ہمیں شکست دی ہے۔ نکولائی اور موراِئی پتا نہیں فرار ہو کر کس سمت گئے ہیں۔ ہم تمہارے سائے میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔"

ان سے کہا گیا کہ انہیں پناہ دینے کے بارے میں وہاں غور کیا جا رہا ہے۔ جب تک ان کے حق میں فیصلہ نہ ہو' تب تک وہ دونوں خلا میں ان کے ٹارگٹ سے باہر رہیں۔

زون ٹو کا ان تینوں بھائیوں نے ہر اعتبار سے زرخیز بنایا تھا۔ وہاں ضرورت کی ہر چیز پیدا ہوتی تھی یا تیار کی جاتی تھی لیکن وہاں عورتوں کی کمی تھی۔ وہاں نوّے فیصد مرد اور دس فیصد عورتیں تھیں۔ وہ عورتیں سرکاری پراپرٹی کے طور پر رہتی تھیں۔ وہاں تینوں حکمرانوں اور اعلیٰ عہدیداروں کے پاس اس وقت تک رہتی تھیں جب تک انہیں ایک بچے کا باپ نہیں بنا لیتی تھیں۔ پاؤں بھاری ہونے کے ایک برس تک کوئی ان کے قریب نہیں جاتا تھا۔ جب وہ ماں بن جاتیں تو تین ماہ کے بعد ان سے بچے لے لیے جاتے پھر عوام میں جو افراد اپنے زون کے لیے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے' وہ عورتیں ان کے حوالے کر دی جاتی تھیں۔

زون ٹو میں قدرتی طور پر کچھ ایسی باتیں تھیں کہ وہاں لڑکیاں کم پیدا ہوتی تھیں۔ ان کی تجربہ گاہوں میں مصنوعی آکسیجن کے کیپسول بڑی تعداد میں تیار ہوتے تھے۔ زون ون میں اکثر آکسیجن کے کیپسول کی کمی ہوتی تھی۔ وہ تینوں سائنس دان ان تینوں بھائیوں کے زون سے آکسیجن امپورٹ کرتے تھے اور کیپسول کی مخصوص تعداد کے مطابق اپنے زون کی لڑکیاں ان کے حوالے کر دیتے تھے۔ ایک عرصے تک یہ لین دین جاری رہنے کے باوجود زون ٹو میں پھر بھی عورتوں کی کمی تھی۔ اس کی قدرتی وجہ یہ تھی کہ وہاں ماں بننے والیاں اگر نو بیٹے پیدا کرتی تھیں تو ہزار تمناؤں کے بعد ایک بیٹی پیدا ہوتی تھی۔

وہاں کے ڈاکٹروں اور سائنس دانوں نے ٹیوب بے بی کے بھی تجربات کیے تھے لیکن ٹیوب کے ذریعے بھی بابا پیدا ہوتے تھے' بے بی نہیں ہوتی تھی۔ ان حالات کے پیشِ نظر ان تینوں بھائیوں نے بڑی اسکرین پر خلا میں سولارز کے ساتھ اس کی بیٹی کو دیکھا اور یہ طے کیا کہ بدی بدی ایک ایک برس تک ہر بھائی کے پاس رہ کر انہیں باپ بنائے گی پھر اعلیٰ عہدیداروں میں تقسیم کر دی جائے گی۔

بڑے بھائی ریزر ڈونا نے سگنلز کے ذریعے کہا "تم دونوں اپنے ایٹمی لباس اور سامان کی کٹ اتار کر پھینک دو پھر زون میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔"

وہ مجبور تھے۔ پناہ لینا ضروری تھا اس لیے انہوں نے اپنی اپنی کٹ اور ایٹمی لباس اتار کر خلا میں پھینک دیے۔ تب انہیں سگنل دیا گیا کہ اب وہ آ سکتے ہیں۔

زون کی طرف جاتے ہوئے بدی بدی نے باپ کی گردن میں بانہیں ڈال کر پیشانی سے پیشانی ملا کر کہا "پاپ! ہم جانتے ہیں کہ یہاں کتنے مصائب سے گزرنا ہوگا لیکن آپ اپنی بیٹی پر بھروسا رکھیں۔ یہاں مجھے تمارا کے زہر کا خوف نہیں ہے۔ یہاں دشمن کتنے ہی شہ زور ہوں' انہیں کمزور بنانے کا ہنر مجھے آتا ہے۔"

"تم تو میری دست راست ہو۔ وہاں مردوں کی آبادی زیادہ ہے۔ وہ کسی قیدی یا باہر سے آنے والے مرد کو مار ڈالتے ہیں کیونکہ وہ ان کے لیے بیکار ہوتے ہیں۔ میں سائنس دان ہوں۔ لیکن وہ خود کو سب سے بڑے سائنس دان سمجھتے ہیں۔ مجھے بھی بیکار سمجھیں گے لیکن میں خود کو بہت ہی کارآمد ثابت کرنے کے لیے جھانسا دیتا رہوں گا۔ تم فوری طور پر... کچھ کر سکو گی تو میں زندہ رہ سکوں گا۔"

"ہم باپ بیٹی ایک دوسرے کی جان ہیں۔ میں آپ کے لیے جان کی بازی لگا دوں گی۔"

وہ دونوں زون کے ایک حصے میں اتر گئے۔ وہاں کے فوجی افسر اور جوان ایٹمی ہتھیاروں سے لیس تھے۔ ایک افسر نے ان سے کہا۔ "اپنے فلائنگ شوز اتار دو۔"

وہ شوز اتارنے لگے۔ زون ٹو کے اس حصے کا حکمران دوسرا بھائی گیزر ڈونا تھا۔ وہ اپنی خوبصورت فلائنگ کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب اس نے بدی بدی کے گورے گلابی بدن' اس کے چہرے کے تیکھے نقوش اور اس کی اداؤں اور بولنے کے انداز کو دیکھا تو خود کو بھول کر اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ شوز اتارتے ہوئے بول رہی تھی۔ "ہائے میں جوتوں کے بغیر کیسے چلوں گی۔ مجھے تو ننگے پاؤں پھولوں پر چلنے کی عادت ہے۔"

بدی بدی نے اس خوبصورت فلائنگ کار سے اندازہ لگایا تھا کہ زون کی کوئی اہم شخصیت وہاں موجود ہے۔ اور وہ حکمران گیزر ڈونا اس کے خوبصورت اور نازک سے پاؤں کو دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ پھولوں پر قدم رکھنے والی کو پہلے اس کی خواب گاہ میں قدم رکھنا چاہیے۔

لیکن تینوں حکمران بھائیوں کے دستور کے مطابق زون کی ہر چیز میں پہلے بڑے بھائی ریزر ڈونا کو حصہ ملتا تھا۔ دونوں بھائی ریزر ڈونا کو بزرگ اور دانا تسلیم کرتے تھے۔ آئندہ زون' زر اور زمین کی تقسیم کے سلسلے میں کوئی فساد نہ ہو اس لیے انہوں نے ہر معاملے سے نمٹنے کے لیے دستور بنائے تھے اور ان کے پابند رہا کرتے تھے۔

وہاں جو عورتیں اب تک آتی رہی تھیں وہ خوبصورت ہوتی تھیں لیکن ان میں بدی بدی کی طرح شاہانہ رعب اور دبدبے کے ساتھ حسن و جمال کی آمیزش نہیں تھی۔ کنیزوں کے مقابلے میں ایک شہزادی کو جیت لینے میں جو فخر حاصل ہوتا ہے اس کی شان کچھ اور ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ ایسے چیختے ہوئے حسن و شباب کی مالک تھی کہ اسے دوسروں سے پہلے پالینے کی ضد اندر ہی اندر مچلنے لگتی تھی اور یہی ہلچل گیزر ڈونا کے اندر پیدا ہو گئی تھی۔

ایک افسر بدی بدی سے کہہ رہا تھا "قیدیوں کو ننگے پاؤں چلایا جاتا ہے۔ تمہیں بھی اسی طرح چلنا ہوگا۔"

گیزر ڈونا اپنی کار سے باہر آیا۔ تمام فوجیوں نے اٹینشن ہو کر اسے سلیوٹ کیا۔ اس نے قریب آکر بدی بدی کو سر سے پیر تک ایسی للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا جیسے پہلی بار کسی حسین ترین دوشیزہ کو دیکھ رہا ہو۔

اس نے افسر سے کہا "سولارز قیدی ہے۔ اسے ننگے پاؤں لے جاؤ لیکن یہ پھولوں پر چلتی ہے۔ مٹی میں گورے پاؤں میلے ہو جائیں گے۔"

اس نے بدی بدی کو دونوں بازوؤں پر اٹھالیا پھر کار کی طرف جاتے ہوئے بولا "ہم عورت کے لیے ترستے ہیں۔ عورت کبھی کبھی ملتی ہے لیکن ایسی کبھی نہیں ملی جیسی تم ہو۔ میں نے تمہیں پھول سمجھ کر اٹھایا لیکن مجھ سے لگ کر انگارے کی طرح دہک رہی ہو۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "کسی حسینہ کو چھونے سے پہلے اسے کوئی تحفہ دیا جاتا ہے۔"

"تم جو مانگو گی' وہ تمہیں ملے گا۔"

اس نے بدی بدی کو کار کی سیٹ پر بٹھادیا۔ وہ بولی "میں اپنے باپ کے لیے رحم کی التجا کرتی ہوں۔ اگر اسے زندہ رکھا جائے گا تو وہ تمہارے بہت کام آئے گا۔"

"ہم تینوں بھائیوں کے مشوروں کے مطابق سولارز کی زندگی اور موت کا فیصلہ ہوگا۔ ہاں اگر وہ خود کو بہت کارآمد ثابت کرے گا تو میں اس کے حق میں کہوں گا کہ اسے زندہ رکھا جائے۔"

بدی بدی نے باپ کو فوجیوں کی حراست میں دیکھا پھر ایک انگلی سے آنکھ کھجائی۔ یہ اشارہ باپ نے سمجھ لیا کہ بیٹی اپنے مقصد میں کامیاب ہونے والی ہے۔

گیزر ڈونا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ جب وہ تیز رفتاری سے دوڑنے لگی تو اس نے ایک بٹن دبایا۔ وہ آہستہ آہستہ فضا میں بلند ہونے لگی۔ پرواز کے دوران بدی بدی نے گیزر ڈونا کے شانے پر سر رکھ کر کہا "قسمت نے مجھے تمہارے لئے یہاں بھیجا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں ساری زندگی تمہاری ملکیہ بن کر رہوں اور کوئی دوسرا مجھے ہاتھ لگانے کی جرأت نہ کرے؟"

وہ کچھ اسی قسم کی باتیں سوچ رہا تھا۔ اس زون میں اس کی ضرورت کی ہر چیز اپنی تھی لیکن عورت کبھی اس کی صرف اپنی نہیں رہی اور نہ ہی پہلے اس نے کسی کو اپنی ملکیت بنانے کے متعلق سوچا تھا لیکن جو حسینہ اس کے پہلو میں تھی' اس کے لیے دل یہی ضد کر رہا تھا کہ وہ ہمیشہ اس کے پاس رہے اور اگر ہمیشہ نہ رہے تو کم از کم پہلے اس کے حصے میں آئے لیکن پہلے تو اسے اپنے سے بڑے بھائی کے پاس ایک برس کے لیے چھوڑنا ہوگا۔ جب وہ اپنے محل میں پہنچے گا تو بڑے بھائی ریزر ڈونا کے دو فوجی افسران آئیں گے اور بدی بدی کو لے جائیں گے۔

یہ بات گیزر ڈونا کو بری لگ رہی تھی۔ پہلی بار ایسا لگ رہا تھا کہ ریزر ڈونا بڑے بھائی ہونے کا فائدہ اٹھا کر چھوٹے بھائی کے منہ سے لقمہ چھین کر اپنے پاس منگوالے گا۔

بدی بدی نے کہا "تم خاموش ہو۔ شاید تمہاری کوئی مجبوری ہے لیکن ایک حکمران کبھی مجبور نہیں ہوتا پھر تمہارے جیسا گبھرو جوان کیسے مجبور ہو سکتا ہے۔ تمہارے پہلو میں ایسا لگ رہا ہے جیسے کسی فولادی روبوٹ کے پاس ہوں۔"

وہ اس کی مردانہ وجاہت کی تعریف کر رہی تھی اور ایک حکمران کی آن اور وقار کو مسئلہ بنانے کے لیے کہہ رہی تھی کہ وہ کسی کے سامنے مجبور نہیں ہوگا۔

وہ آدھے گھنٹے میں محل تک پہنچے۔ اس آدھے گھنٹے میں بدی بدی نے ایسی ایسی حرکتیں کیں کہ وہ لوہے کی طرح گرم ہو گیا۔ جب لوہا گرم ہو جائے تو اسے کسی طرف بھی موڑا جا سکتا ہے اور کسی بھی سانچے میں ڈھالا جا سکتا ہے۔

وہ محل میں پہنچ کر بولی "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میرے باپ رہنے تک میرے بوب کو بھی محل کے کسی حصے میں قید رکھا جائے؟"

اس نے اپنے فوجی افسروں کو حکم دیا "سولارز کو محل کے مہمان خانے میں رکھا جائے۔ برادر ریزر ڈونا کے فوجی آئیں تو انتظار کرنے کے لیے کہا جائے۔ میں ایک ضروری معاملے میں مصروف ہوں۔ بعد میں ان سے ملاقات کروں گا اور بدی بدی کو ان کے حوالے کروں گا۔ محل کے خاص حصے میں کسی کو قدم رکھنے کی اجازت نہ دی جائے۔"

وہ احکامات صادر کر کے بدی بدی کے ساتھ اس حصے میں چلا گیا' جہاں اس کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ریزر ڈونا کے دو فوجی افسر آگئے۔ گیزر ڈونا کے فوجی افسر نے ان سے کہا "وزیٹرز روم میں انتظار کرو۔ ماسٹر سیکنڈ ڈونا مصروف ہیں۔ وہ بعد میں ملاقات کریں گے۔"

ریزر ڈونا کے فوجی افسر نے کہا "ماسٹر فرسٹ ڈونا کا حکم ہے کہ سولارز کی بیٹی کو فوراً حاضر کیا جائے۔ اگر تمہارا ماسٹر ہم سے ملاقات کرنا چاہتا ہے تو ہمارا یہ ایک افسر یہاں رہ جائے گا۔ میں اپنے ماسٹر کی امانت ابھی لے جاؤں گا۔"

"تمہارے ماسٹر کی امانت محل کے اس حصے میں ہے' جہاں ہم جا نہیں سکتے۔ تم دونوں کو انتظار کرنا ہی ہوگا۔"

ایک افسر نے موبائل فون کے ذریعے ریزر ڈونا سے رابطہ کیا پھر کہا "آپ کی امانت یہاں محل کے اس حصے میں ہے جہاں ماسٹر سیکنڈ ڈونا کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں رکھ سکتا ہے اور ماسٹر سیکنڈ ڈونا کسی معاملے میں مصروف ہے۔"

ریزر ڈونا نے پوچھا "ایسی کیا مصروفیت ہے کہ سولارز کی بیٹی کو ہمارے حوالے کرنے کی اسے فرصت نہیں ہے؟"

"ہمیں ان کی مصروفیت کا علم نہیں ہے اور نہ ہی یہاں کے افسران کچھ جانتے ہیں۔"

"وہاں کے اعلیٰ افسر کو فون دو۔"

گیزر ڈونا کے فوجی افسر نے اس سے فون لے کر کہا "ماسٹر فرسٹ ڈونا! آپ کا تابعدار سلام عرض کرتا ہے۔"

"سلام اپنے ماسٹر کو کرو اور اس سے کہو ہم سے فون پر بات کرے۔ یا رابطہ اسکرین پر ہمیں نظر آئے۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں' وہ کس سلسلے میں مصروف ہے۔"

"میں معافی چاہتا ہوں۔ میں آپ تینوں ماسٹرز کا نمک خوار ہوں لیکن آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتا۔ ماسٹر سیکنڈ ڈونا نے فون کے ذریعے بھی گفتگو سے منع کیا ہے۔"

"سچ سچ بتاؤ۔ سولارز کی بیٹی کہاں ہے؟"

"ہم آپ سے جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ وہ سولارز کی بیٹی کے ساتھ محل کے خاص حصے میں ہیں۔"

ریزر ڈونا نے اس سے رابطہ ختم کیا پھر چھوٹے بھائی لیزر ڈونا سے رابطہ کیا اور کہا "ہمارے بھائی گیزر ڈونا کی نیت میں فتور پیدا ہو گیا ہے۔ وہ میری امانت میں خیانت کر رہا ہے۔ اس نے سولارز کی بیٹی کو اب تک میرے افسران کے حوالے نہیں کیا ہے۔"

لیزر ڈونا نے کہا "ہو سکتا ہے' کوئی مسئلہ پیدا ہو گیا ہو۔ آپ نے اس کے افسران سے گفتگو کی ہے۔ ذرا صبر کریں۔ تھوڑی دیر بعد ہم دونوں رابطہ اسکرین پر اس کا محاسبہ کریں گے۔"

"تم کہتے ہو تو میں صبر کرتا ہوں لیکن وہ چھوٹا ہو کر میری توہین کر رہا ہے۔ محل کے اس خاص حصے میں بدی بدی کو لے گیا ہے جہاں اس کا کوئی ماتحت اجازت کے بغیر نہیں جاتا ہے۔ ایسی جگہ میری امانت کو پہنچانے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ کیا میں اس کا مستحق ہوں؟"

"پلیز برادر! ہم تینوں بھائیوں میں کبھی کسی بات پر اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ ایسا پہلی بار ہو رہا ہے۔ ہماری دانش مندی یہی ہوگی کہ ہم اس اختلاف کو بڑھنے نہ دیں۔ ہمارا اتحاد ہمیشہ کی طرح قائم رہنا چاہیے۔"

چھوٹے بھائی کے سمجھانے پر بڑے بھائی نے تھوڑی دیر تک صبر کیا مگر دو گھنٹے پھر چار گھنٹے گزر گئے۔ بڑے بھائی کے دونوں افسران نے واپس آکر کہا "ماسٹر سیکنڈ ڈونا اپنے محل کے خاص حصے سے باہر نہیں آرہا ہے۔ اس نے کارڈلیس کے ذریعے ہم سے کہا ہے کہ ہم واپس جائیں۔ وہ کسی وقت آپ سے رابطہ کرے گا۔"

ریزر ڈونا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس نے چھوٹے بھائی سے رابطہ کر کے کہا "تم نے تھوڑی دیر تک صبر کرنے کو کہا تھا مگر اب پانچوں گھنٹا گزر رہا ہے۔ اس نے میرے افسران کو واپس بھیج دیا ہے اور کہا ہے کہ مجھ سے کسی وقت رابطہ کرے گا۔"

چھوٹے بھائی لیزر ڈونا نے کہا "برادر گیزر ڈونا کی یہ حرکت یقین دلا رہی ہے کہ وہ دستور کے خلاف کام کر رہا ہے۔ اب ہمیں سوچنا ہوگا کہ اس کا محاسبہ کس طرح کیا جائے؟"

"وہ بھائی کہلانے کے قابل نہیں رہا۔ ایک عورت کی خاطر اس نے ہم دونوں کے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ وہ ہمارے زون کے ایک حصے میں حکومت کرنے کے قابل نہیں رہا۔ ہم دونوں بھائی اس کے علاقے کا محاصرہ کریں گے اور اسے حکومت سے دست بردار ہونے پر مجبور کریں گے۔"

"میں آپ کے فیصلے کی تائید کرتا ہوں لیکن ہمیں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ ہم آج نہ سہی کل اس کے علاقے کا محاصرہ کریں گے۔ اسے اپنا فیصلہ نہیں سنائیں گے' پہلے اسے صفائی پیش کرنے کا موقع دیں گے۔"

ریزر ڈونا نے کہا "اب میں کل تک صبر کروں گا۔ وہ ایک عورت کو لے کر ہمارے زون سے آخر کہاں جا سکے گا۔ اسے اپنی صفائی پیش کرنی ہوگی اور ہماری دی ہوئی سزا کو بھگتنا ہوگا۔"

دس گھنٹے گزرنے کے بعد ریزر ڈونا نے پھر فون پر گیزر ڈونا کے فوجی افسر سے رابطہ کیا۔ افسر نے کہا "ماسٹر فرسٹ ڈونا! میں کیا عرض کروں؟ ہمارا ماسٹر کھانے پینے کے لیے بھی باہر نہیں آرہا ہے میں اس کا معتمر خاص ہوں۔ اس نے مجھ سے کھانے پینے کی چیزیں منگوائیں۔ میں ضرورت کی چیزیں دے کر واپس آیا ہوں۔"

ریزر ڈونا رابطہ ختم کر کے سوچنے لگا۔ اس نے اسکرین پر خلا میں بدی بدی کو آتے وقت دیکھا تھا۔ وہ بلاشبہ وہاں کنیزیں کر رہنے والی عورتوں کے مقابلے میں زیادہ حسین اور پُرکشش تھی۔ گیزر ڈونا پچھلے دس گھنٹے سے محل کے خاص حصے میں تھا۔ باہر نہیں آرہا

تھا۔ یہ دیوانگی بتا رہی تھی کہ بدی بدی اس پر حسن و شباب کا سحر پھونک رہی ہے۔

پھر اچانک پورے زون میں خطرے کا الارم بجنے لگا۔ تینوں بھائیوں نے اسکرین پر خلا کا منظر دیکھا۔ وہاں روشنا نظر آ رہی تھی۔ بڑے بھائی ریزر ڈونا نے چھوٹے بھائی لیزر ڈونا سے کہا "ایک اور حسینہ آ رہی ہے مگر اکیلی ہے اور اس کے جسم پر ایٹمی لباس بھی نہیں ہے۔"

روشنا بھی حسن و شباب میں بدی بدی سے کم نہیں تھی۔ چھوٹا بھائی لیزر ڈونا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ ریزر ڈونا نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ میری بات کا جواب نہیں دے رہے ہو؟"

لیزر ڈونا نے چونک کر پوچھا "برادر! آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"مگر تم کہاں کھو گئے تھے؟"

"میں سوچ رہا تھا کہ یہ اکیلی کیوں بھٹک رہی ہے اور یہ کون ہو سکتی ہے۔ شاید سولارز اسے جانتا ہو۔"

محل کے خاص حصے میں بدی بدی گیزر ڈونا کی آغوش میں تھی۔ اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "یہ تو میری سہیلی روشنا ہے لیکن اب سہیلی نہیں رہی۔ میری دشمن بن گئی ہے۔ میں چاہتی ہوں اسے اپنے زون میں نہ آنے دو۔"

گیزر ڈونا نے کہا "اس زون میں عورت کو بڑی فراخ دلی سے خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ میں نے تمہاری خاطر دونوں بھائیوں کو ناراض کیا ہے۔ وہ دونوں میرے خلاف کارروائی کرنے کے لیے ضرور کچھ سوچ رہے ہوں گے۔ اگر میں ان سے کہوں گا کہ روشنا کو یہاں نہ آنے دیا جائے تو وہ میری بات نہیں مانیں گے۔"

روشنا کے پاس ایٹمی لباس نہیں تھا۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اسے زون میں آنے کی اجازت دے دی گئی۔ بدی بدی نے چونک کر کہا "میں یہ بتانا بھول گئی تھی کہ ارضی دنیا کے کچھ لوگ اپنے ٹھوس جسم کو سائے میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ روشنا کے ساتھ ضرور کوئی سایہ آ رہا ہے۔"

گیزر ڈونا نے کہا "تم مضحکہ خیز بات کہہ رہی ہو۔ بھلا ٹھوس جسم سائے میں کیسے تبدیل ہو سکتا ہے؟ میں تمہارا دیوانہ ہو گیا ہوں۔ تمہاری اس بات کو سچ مان لوں گا لیکن میرے دونوں بھائی یہی سمجھیں گے کہ میں انہیں ایک حسین عورت سے محروم کرنے کے لیے ایسی بچکانہ باتیں کر رہا ہوں۔"

"مجھے تمہارے بھائیوں کی نہیں، تمہاری فکر ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ روشنا کے ساتھ آنے والا سایہ تمہاری طرف رخ نہ کرے لیکن روشنا دشمن بن کر ضرور ادھر کا رخ کرے گی۔"

"میری جان! میں دشمنوں سے نمٹنا جانتا ہوں۔ تم میرا موڈ خراب نہ کرو۔ مجیب جادو گرنی ہو۔ مجھے اپنے آپ سے اور سب ہی سے بیگانہ کر دیا ہے۔ کرو اور جادو کرو۔"

وہ اسے بہلانے لگی لیکن روشنا نے فکر مند کر دیا تھا۔ سولارز اسی محل میں تھا۔ وہ سوچ کے ذریعے بولی "یوب! ہم دونوں یہاں محفوظ تھے۔ آپ کی بھی سلامتی یقینی تھی لیکن ابھی روشنا اس زون میں پہنچ گئی ہے۔ یہاں سب کو تماشا دکھائی دے رہی ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ وہ تنہا نہیں ہوگی۔ اس کے ساتھ ایک یا ایک سے زیادہ سائے ہوں گے۔ یہ تو ہمارے لیے مصیبت بن جائے گی۔"

سولارز نے کہا "ہم پر بڑا برا وقت آیا ہے۔ ایک مصیبت سے بچتے ہیں تو دوسری مصیبت پیچھے پڑ جاتی ہے۔ بہرحال میں سوچوں گا کہ روشنا کو دوبارہ کس طرح اپنایا جا سکتا ہے۔ ہماری سلامتی اسی میں ہے کہ وہ پھر تمہاری بہترین سہیلی بن جائے۔"

دوسری طرف روشنا زون کے اس حصے میں پہنچ گئی تھی جہاں چھوٹے بھائی لیزر ڈونا کی حکمرانی تھی۔ ایک فوجی افسر اس سے کہہ رہا تھا۔ "یہ شوز اتار دو۔ قیدیوں کو ننگے پاؤں رکھا جاتا ہے۔"

لیزر ڈونا اسکرین پر ہی اسے دیکھ کر دیوانہ سا ہو گیا تھا۔ وہ اپنی خوبصورت گاڑی میں اسے قریب سے دیکھنے آیا تھا اور اسے دیکھ کر سحر زدہ سا ہو رہا تھا۔ اب اس کے سوچنے کا انداز بھی بدل گیا تھا کہ ایک حکمران کی حیثیت سے اس کے پاس سب کچھ تھا لیکن کوئی ایسی حسین عورت نہیں تھی جسے وہ ہمیشہ اپنی ملکیت بنا کر رکھ سکتا۔ وقت اس پر مہربان تھا۔ اس کے ایک بھائی کی طرح اسے بھی ایک بے مثال حسینہ مل سکتی تھی۔ بشرطیکہ وہ اپنے بھائی گیزر ڈونا کی طرح بڑے بھائی کی امانت میں خیانت کرنے کا حوصلہ کرتا۔

لیزر ڈونا نے افسر سے کہا "اسے ننگے پاؤں نہ چلاؤ۔ یہ میری کار میں بیٹھ کر شوز اتارے گی۔"

اس نے روشنا کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ مسکرا کر ایک ادائے دلبری سے اس کے ساتھ چلنے لگی۔ لیزر ڈونا اس کے حسن اور اس کی اداؤں پر دل ہی دل میں قربان ہو رہا تھا۔ روشنا نے کار میں بیٹھ کر شوز اتار کر فوجی افسر کے پاس پھینک دیے پھر وہ کار چل پڑی۔ رفتاری سے دوڑنے کے بعد فضا میں پرواز کرنے لگی۔

روشنا جانتی تھی کہ اس زون میں کس طرح عورت کو مثالی طرح تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس نے لیزر ڈونا کی دیوانگی کو بھانپ لیا اور یہ سوچ لیا تھا کہ اسے اپنا اسیر بنائے گی۔ اگر نہ بنا سکی تو اس کی کمزوری کا فائدہ اٹھائے گی۔

اس نے لیزر ڈونا سے محبت کا ڈراما شروع کر دیا۔ اس کے محل میں پہنچنے تک اس طرح اپنا دیوانہ بناتی رہی کہ وہ کئی برس کا بھوکا پیاسا اس کے لیے جنون میں مبتلا ہو گیا۔

پھر اس نے بھی محل میں پہنچ کر وہی کیا۔ حکم دیا کہ محل کے خاص حصے میں کوئی قدم نہ رکھے۔ باہر فوجیوں کا سخت پہرا رہے۔ اگر بڑے بھائی ریزر ڈونا کے افسر آئیں تو ان سے کہہ دیا جائے کہ ابھی ابھی امپورٹ ہونے والی حسینہ اس کی ملکیت ہے لہٰذا اسے ان کے حوالے نہیں کی جائے گی۔

اس نے فوج کے کمانڈر سے رابطہ کر کے کہا "فوج کے تمام جوانوں کو الرٹ رکھو۔ وہ بوڑھا ریزر ڈونا جوان عورت کو دیکھ کر منہ سے رال ٹپکانے لگتا ہے۔ اپنے چھوٹے بھائیوں سے دشمنی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس کے کسی فوجی افسر کو میرے علاقے میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔"

اس کے احکامات کی تعمیل ہونے لگی۔ جب ریزر ڈونا کے دو افسران اس علاقے میں داخل ہونے لگے تو انہیں روک دیا گیا اور یہ کہہ کر واپس کر دیا گیا کہ یہ ماسٹر تھرڈ ڈونا کا حکم ہے۔ ایسا حکم کیوں صادر کیا گیا ہے، یہ بھائی بھائی آپس میں سمجھ لیں گے۔

ریزر ڈونا نے روشنا کو اسکرین پر دیکھا تھا اور دل کو سمجھایا تھا کہ بدی بدی نہ سہی، اس کے مقابلے کی ایک حسینہ ملنے والی ہے۔ وہ بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا تھا لیکن فون پر اس کے افسران نے بتایا کہ لیزر ڈونا کے حکم پر انہیں اس علاقے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

یہ سنتے ہی اس کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک کے بعد دوسرا بھائی بغاوت کر رہا تھا۔ اس نے فون پر محل کے افسر سے رابطہ کیا اور کہا۔ "لیزر سے کہو، ابھی مجھ سے اسکرین پر رابطہ کرے۔"

افسر نے معذرت چاہتے ہوئے کہا "محل کے خاص حصے میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اس حصے کے تمام فون بھی بند کر دیے گئے ہیں۔ جب تک وہ روشنا کے ساتھ باہر نہیں آئیں گے تب تک ان سے بات نہیں ہو سکے گی۔"

ریزر ڈونا غصے سے تلملا گیا۔ اس نے فون بند کر کے سوچا ابھی اپنی فوج کو تیاری کا حکم دے اور لیزر ڈونا کے محل پر چڑھائی کر دے۔ اس نے فوج کے کمانڈر کو بلا کر مشورہ کیا۔ کمانڈر نے کہا۔ "ماسٹر! ان دونوں بھائیوں نے سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق ایسا کیا ہے۔ وہ دونوں متحد ہوں گے تو ہم کمزور پڑ جائیں گے۔ دو متحدہ فوجی قوتوں کو للکارنا دانشمندی نہیں ہے۔"

"کیا تم ہمیں اپنی توہین برداشت کرنے کا مشورہ دے رہے ہو؟"

"آپ حکمت عملی سے کام لیں۔ کسی ایک بھائی کو اپنا بنا کر رکھیں اور اسے دوسرے کے خلاف جنگ پر آمادہ کریں۔ جب وہ دوسرا آپ کے قدموں میں آ گرے گا تو پھر تیسرے بھائی سے نمٹنے میں آسانی ہوگی۔"

ریزر ڈونا نے سر جھکا کر سوچا "بڈھاپے میں بڑی جلدی غصہ آتا ہے۔ میں نے غصے میں یہ نہیں سوچا کہ یہ سب کچھ دونوں بھائیوں کی ملی بھگت سے ہو رہا ہے۔ اگر میں ایک پر حملہ کروں گا تو دوسرا اس کی مدد کے لیے آئے گا پھر مجھے دونوں چھوٹے بھائیوں سے شرمناک شکست کھانی پڑے گی۔ مجھے غصہ تھوکنا ہوگا۔ تب ہی حکمت عملی سے ان دونوں پر تھوک سکوں گا۔"

تقریباً پندرہ گھنٹے بعد گیزر ڈونا نے بڑے بھائی سے فون پر رابطہ کیا پھر کہا "برادر! تمہیں اس بات پر غصہ آیا ہوگا کہ میں نے امانت میں خیانت کی ہے لیکن میں دل سے مجبور ہوں۔ اب بھی بدی بدی کا دیوانہ ہوں۔ تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے بھول جاؤ۔ یہ اب ہمیشہ میری شریکِ حیات بن کر رہے گی۔ کوئی دوسرا اسے ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔"

دونوں اپنی اپنی اسکرین پر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ریزر ڈونا نے ہنستے ہوئے کہا "میں بڑا بھائی ہوں۔ میرا دل بھی بڑا ہے۔ میں پہلے ہی یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ جو تمہیں پسند آ گئی ہے وہ تمہاری ہی رہے گی لیکن وہ لیزر ڈونا مجھے تمہارے خلاف بہت بھڑکا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تمہارے علاقے پر فوج کشی کی جائے اور تمہیں شکست دے کر اس زون سے نکال دیا جائے۔"

گیزر ڈونا نے کہا "برادر! وہ ایسا کیوں کہے گا۔ وہ بھی تو یہی کر رہا ہے، جو میں کر رہا ہوں۔"

"اس لیے کر رہا ہے کہ میں نے تمہارے خلاف قدم نہیں اٹھایا ہے۔ وہ بھی تمہارے نقشِ قدم پر چل رہا ہے۔ میں تو تمہارے لیے فراخ دل ہوں لیکن اسے معاف نہیں کروں گا۔ دل میں ایسی دشمنی رکھنے والا بھائی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔"

اسی اسکرین پر اچانک چھوٹا بھائی لیزر ڈونا نظر آیا۔ اس نے کہا "میں نے اپنی مشین کا ساؤنڈ کھلا رکھا تھا اور بڑے بھائی کی باتیں سن رہا تھا لیکن مشین کے اس حصے کو بند رکھا تھا جو میرا عکس تم دونوں کی اسکرین تک پہنچاتا ہے۔ اب آپ میری بولتی ہوئی تصویر بھی دیکھ رہے ہیں۔"

پھر اس نے گیزر ڈونا کو دیکھتے ہوئے کہا "بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا یہ بوڑھا بھائی ہم دونوں کی جوانی سے جل رہا ہے۔ اسی بھائی نے مجھ سے کہا تھا کہ تم باغی ہو گئے ہو۔ تمہارے علاقے کا محاصرہ کیا جائے گا پھر تمہیں اس علاقے کی حکمرانی سے محروم کر دیا جائے گا۔"

ریزر ڈونا نے کہا "یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ تمہیں میرے خلاف بھڑکا رہا ہے۔"

لیزر ڈونا نے کہا "میں جھوٹے کو اس کی قبر تک پہنچاتا ہوں۔ میں نے آپ کی وہ تمام باتیں ریکارڈ کر لی تھیں۔ یہ ریکارڈنگ آپ بھی سنیں۔"

اس نے ایک ریکارڈر کو آن کیا۔ اس میں سے بڑے بھائی ریزر ڈونا اور چھوٹے بھائی لیزر ڈونا کی پچھلی گفتگو سنائی دینے لگی۔ یہ ثابت ہونے لگا کہ بڑے بھائی نے گیزر ڈونا کے علاقے کا محاصرہ کرنا چاہا تھا لیکن چھوٹے بھائی نے سمجھایا تھا کہ کل تک صبر کیا جائے اور گیزر ڈونا کو اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیا جائے۔

بڑے بھائی نے کہا "یہ جھوٹ ہے۔ لیزر ڈونا فراڈ کر رہا ہے

ریکارڈر سے میری آواز نہیں آرہی ہے کیونکہ میں نے ایسا نہیں کہا ہے۔"

گیزر ڈونا نے بڑے بھائی سے کہا "میں نادان بچہ نہیں ہوں بدی بدی میرے پاس ہے۔ تم دس گھنٹے کے دوران کئی بار میرے محل کے افسر کو فون کر چکے تھے اور اسے غصہ دکھانے رہے تھے اور اب جھوٹی فراخدلی دکھا رہے ہو کہ تم نے بدی بدی کو میرے نام کردیا ہے۔ آج سے پہلے تم نے کبھی ہمارے چھوٹے بھائی لیزر ڈونا کے خلاف کچھ نہیں کہا تھا۔ اب تم بوڑھی چال چل رہے ہو اور ہم دو بھائیوں کو آپس میں لڑا کر دونوں کا اتحاد توڑ کر باری باری ہمیں کچلنا چاہتے ہو۔"

لیزر ڈونا نے کہا "یہ اب بڑا بھائی نہیں رہا۔ ہمارے لیے خطرہ بن گیا ہے۔ کسی وقت بھی ہمیں بے خبری میں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم دونوں بھائی متحد ہو کر اس بوڑھے کو اس کے علاقے سے محروم کردیں۔"

بڑے بھائی نے کہا "بکواس مت کرو۔ تمہاری کیا طاقت ہے کہ مجھے اس علاقے سے بے دخل کرسکو۔"

گیزر ڈونا نے کہا "دو بھائیوں کی متحدہ قوت کی آندھی میں تم تنکے کی طرح اڑ جاؤ گے۔ بہتر ہے کہ تم خود کو گرفتاری کے لیے پیش کردو۔ جنگ ہوگی تو بے شمار بے قصور فوجی مارے جائیں گے ہم تین گھنٹے بعد تم سے آخری رابطہ کریں گے۔"

مشینیں آف ہوگئیں۔ تینوں کی اسکرین سادہ ہوگئی۔ بڑا بھائی ریزر ڈونا غصے سے اٹھ کر ٹہلنے لگا پھر اس نے کمانڈر کو بلا کر کہا۔ "تمہارے مشورے کے مطابق میں حکمت عملی سے کام لے رہا تھا لیکن وہ دونوں تو پہلے ہی سے یہ منصوبہ بنا چکے ہیں کہ مجھے اپنے اس علاقے سے محروم کردیں گے۔"

کمانڈر نے پوچھا "وہ کہتے کیا ہیں؟"

"اور کیا کہیں گے۔ انہوں نے صاف طور سے کہا ہے کہ میں خود کو گرفتاری کے لیے پیش کردوں ورنہ جنگ چھڑ جائے گی۔ کیا ہم ان سے کمزور ہیں۔ کیا تم مشورہ دو گے کہ ہم ان کے سامنے ٹھنے ٹیک دیں؟"

وہ بولا "میں ایسا مشورہ نہیں دوں گا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں فوج کے چند اعلیٰ افسران کو بلاتا ہوں۔ ہم سب مجھ کر موجودہ صورتِ حال کے مطابق جنگی تیاریاں کرنے کے منصوبے بنائیں گے۔"

"شاباش! تم واقعی ولیر کمانڈر ہو۔ جاؤ اور فوج کے اعلیٰ افسران کو لے آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ آدھے گھنٹے بعد فوج کے چھ اعلیٰ افسر کمانڈر کے ساتھ آئے۔ انہوں نے آتے ہی اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ایک نے لیزر گن اس کی کنپٹی سے لگا کر کہا "ذرا بھی حرکت کروگے تو جان سے جاؤ گے۔"

دوسرے افسر نے اس کے جسم سے تمام ہتھیار اتار لیے پھر کمانڈر نے کہا "ابھی میں نے ماسٹر سیکنڈ ڈونا سے فون پر بات کی تھی۔ وہ دانا ہے۔ جنگ چھیڑ کر بے قصور فوجیوں کی ہلاکت نہیں چاہتا ہے جب کہ تم اپنی آن کی خاطر ہم سب کو موت کے منہ میں دھکیلنا چاہتے ہو۔"

ریزر ڈونا نے کہا "کمانڈر! تم بہت بڑی غلطی کررہے ہو۔ میں ان کا بڑا بھائی ہوں۔ وہ ہزار اختلافات کے باوجود میری یہ توہین برداشت نہیں کریں گے کہ چند فوجی افسر مجھے حراست میں لے کر نہتا کردیں۔"

کمانڈر نے رابطے کی مشین آن کی۔ اسکرین پر دونوں چھوٹے بھائی اپنے اپنے محل میں نظر آئے۔ گیزر ڈونا نے کہا "برادر! میں نے تمہارے کمانڈر سے کہا تھا کہ آج تک اس زون میں کسی فوجی کا خون نہیں بہایا گیا۔ لہٰذا امن و سلامتی کی خاطر خاموشی سے بڑے بھائی کو حراست میں لے کر آہنی سلاخوں کے پیچھے رکھا جائے۔"

چھوٹے بھائی لیزر ڈونا نے کہا "اس بڑھاپے میں ہمارے بھائی کی ہوس نہیں گئی لہٰذا آہنی سلاخوں کے پیچھے ایک عورت پہنچا دی جائے۔ ایسی عورت جو اس کی جوانی اور بڑھاپے کی تصویر پیش کرسکے۔"

دونوں بھائیوں کے احکامات کی تعمیل کی گئی۔ ریزر ڈونا کو آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا گیا۔ وہاں اس کے آرام کرنے کے لیے کرسیاں اور سونے کے لیے پلنگ تھا۔ ضرورت کی ہر چیز موجود تھی اور جو کمی رہ گئی تھی، وہ بھی پوری کردی گئی۔ آہنی سلاخوں کے پیچھے ایک عورت پہنچا دی گئی۔

اس عورت کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ چہرے پر جھریاں تھیں۔ منہ میں دانت نہیں تھے۔ سر کے تمام بال سفید ہوگئے تھے۔ وہ اسے دیکھتے ہی گرج کر بولا "کون ہو تم؟ جاؤ یہاں سے۔"

وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی "ڈونا! مجھے پہچان! میں تیری جوانی کی پہلی عورت ہوں۔ میں نے تیرے لیے اولاد پیدا کی۔ تو نے مجھے فوج کے اعلیٰ افسروں کے حوالے کردیا۔ کیا عورت کو اس طرح ذلیل کیا جائے گا تو یہ پہچان باقی رہے گی کہ کون کس کی اولاد ہے؟ تمہاری پہلی اولاد کا نام ہے گیزر ڈونا۔ تم نے اسے بیٹے کے بجائے بھائی بنا کر جوان کیا۔ بیٹا جوان ہو تو باپ بوڑھا کہلاتا ہے۔ بھائی جوان ہو تو بوڑھے ہونے والے باپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بھائی سے صرف دو برس بڑا ہے۔ تمہیں ہمیشہ جوان بن کر رہنے کا شوق تھا۔"

وہ پھر گرج کر بولا "بکواس مت کرو۔ میں گلا گھونٹ کر تمہیں مار ڈالوں گا۔"

"مرنے والی کو کیا مارو گے۔ میں تیس برس میں اٹھارہ بچے پیدا کرچکی ہوں۔ مجھ میں جان کیا رہی ہے؟ میں تو مرنے والی ہوں۔ افسوس کہ اٹھارہ میں سے صرف گیزر ڈونا کو پہچانتی ہوں۔ میرے باقی بچے کہاں بکھر گئے، مجھ سے ہونے والی بیٹیاں جوان ہو کر کہاں کہاں تقسیم ہوتی رہیں، یہ کبھی مجھے معلوم نہ ہوسکا۔"

آہنی سلاخوں والا دروازہ کھلا۔ ایک دوسری بوڑھی داخل ہوئی۔ اس نے کہا "میں تمہارے دوسرے بیٹے لیزر ڈونا کی ماں ہوں مگر تم نے اس کی پرورش بیٹا نہیں بھائی بنا کر کی۔ آج اس جوان بیٹے کے تم بوڑھے باپ نہیں ہو بلکہ بڑے بھائی ہو اور بڑے بھائی کی عمر باپ کے برابر نہیں ہوتی۔ بس چھوٹے بھائی سے کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ آج ہم بوڑھیوں کو دیکھ کر اپنی عمر کا حساب کرو۔ ہمیں یہ کبھی ظاہر کرنے کی جرأت نہ ہوتی کہ ہم نے تمہارے دو بیٹوں کو جنم دیا ہے لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ تم حکمران نہیں رہے تو ہم نے تمہارے دونوں بیٹوں پر ان کی اصلیت ظاہر کردی۔"

گیزر ڈونا کی ماں نے کہا "وہ دونوں بیٹے طیش میں آگئے تھے۔ تم نے ان کی ماؤں کو بازاری بنا دیا تھا۔ وہ تمہیں اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا چاہتے تھے لیکن ہم نے اپنی قسم دے کر انہیں تمہاری ہلاکت سے باز رکھا ہے۔"

لیزر ڈونا کی ماں نے کہا "ہماری خواہش کے مطابق تمہیں ایک پنجرے میں بند کرکے پورے زون میں گھمایا جائے گا۔ زون کے تمام باشندے تمہیں تنکر ماریں گے اور تم پر تھوکیں گے۔"

"ان تھوکنے والوں میں ہمارے بیٹے اور بیٹیاں یعنی گیزر اور لیزر کے ماں جائے ہوں گے جنہیں وہ اپنے بھائی بہن کی حیثیت سے پہچانتے ہیں نہ ہی ہم جنم دینے والیاں اب انہیں پہچان سکتی ہیں۔"

"تمہیں پورے زون میں گھمانے کے دوران اعلان کیا جائے گا کہ آئندہ یہاں ہر عورت کسی ایک کی شریکِ حیات بن کر رہے گی۔ عورت کو جبراً کسی کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ وہ جسے پسند کرے گی، وہی اس کا جیون ساتھی ہوگا۔"

ان دونوں بوڑھیوں کی مٹھیوں میں کنکر تھے۔ وہ اسے کنکر مارنے لگیں اور اس پر تھوکنے لگیں۔ جو اس کے ساتھ ہونے والا تھا یہ اس کی ابتدا تھی۔ ریزر ڈونا اپنے چہرے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ان کے قریب آیا پھر ان کی گردنیں دبوچ کر دونوں کے سر ٹکرا دیے۔ ان بوڑھیوں میں جان کتنی رہ گئی تھی، دونوں کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اس نے دونوں بازوؤں میں ان کی گردنیں دبوچ لیں۔ باہر سے ایک سپاہی نے اسے للکارا "چھوڑ دو انہیں۔"

وہ جلدی سے آہنی دروازے کو کھول کر اندر آیا۔ اس کے قریب آنے تک ریزر ڈونا نے انہیں چھوڑ دیا۔ وہ دونوں ٹوٹی ہوئی شاخوں کی طرح فرش پر گر پڑیں۔ دونوں کے دیدے پھیل کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگئے تھے۔

○☆○

بڑی توجہ، احتیاط اور حفاظتی انتظامات کے باوجود راز ہمیشہ راز نہیں رہتا۔ لوہے کی چار دیواری میں بھی کوئی راز ہو تو اس لوہے کی دیوار میں سوراخ بن جاتا ہے۔ ری ریز اور ٹیری ٹیلر نے بڑی رازداری سے ٹرانسفارمر مشین تیار کرلی تھی۔ جہاں وہ مشین تیار کی گئی تھی، اس جزیرے میں رفتہ رفتہ اتنے فوجی افسر اور جوان آگئے تھے کہ وہ جزیرہ یہودی سراغ رسانوں کی نظروں میں آگیا تھا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب مشین تیاری کے پہلے مرحلے میں تھی۔ جزیرے کے قابل اعتماد افسران کی ڈیوٹی بدلتی رہتی تھی۔ ایک افسر ڈیوٹی کرنے کے بعد آرام کرنے جزیرے سے نکل کر واشنگٹن آیا تو ایک یہودی جاسوس نے اسے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا پھر الپا نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا تابعدار بنالیا۔ اسے ہدایات کیں کہ وہ شعوری طور پر یہ بھولا رہے گا کہ اس پر عمل کیا گیا ہے۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی حسبِ عادت سانس روک لیا کرے گا۔

ٹرانسفارمر مشین کے مکمل ہونے تک الپا نے ایک اور اعلیٰ افسر کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔ دو یوگا کے ماہر افسران الپا کے آلۂ کار بن گئے تھے۔ ری ریز اور ٹیری ٹیلر وقتاً فوقتاً جزیرے کے تمام افسران اور فوجی جوانوں کے دماغوں میں جاتے رہتے تھے اور ان کے چور خیالات پڑھتے رہتے تھے لیکن جو افسران الپا کے تنویمی عمل کو بھول گئے تھے اس عمل کی باتیں ان کے دماغ کے چور خانے میں بھی نہیں تھیں۔ الپا نے اپنے تابعدار افسروں کے لیے ایک سگنل کوڈ مقرر کیا تھا۔ اس کوڈ کو سننے کے بعد وہ افسران از خود اس کے تابعدار بن جاتے تھے۔ ایسی صورت میں ری ریز اور ٹیری ٹیلر ان افسران پر شبہ نہ کرسکے۔ وہ مطمئن ہوتے رہے کہ اس جزیرے کا کوئی فوجی فرد کسی دشمن کے زیرِ اثر نہیں ہے۔

پھر انہیں بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ انہوں نے موراکی اور اس کے چار روبوٹس کو بڑی چالبازی سے گرفتار کیا۔ ان سب کے ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز حاصل کرلیے اور صفر ڈگری پر بے جان رہنے والے روبوٹس کے مصنوعی دماغوں کی اسٹڈی کرنے کے لیے امریکا کے تجربہ کار سائنس دانوں کے پاس بھیج دیا۔

دوسرے قابلِ اعتماد سائنس دانوں کو ہدایت کی کہ وہ فوجی ہیڈ کوارٹر میں آئیں اور وہاں ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز کے نمونے دیکھ کر ویسے ہی بے شمار ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز تیار کریں۔

یہ تمام چیزیں جزیرے میں تھیں۔ انہیں سخت نگرانی میں واشنگٹن کے آرمی ہیڈ کوارٹر میں پہنچانا تھا۔ ری ریز نے جنرل سے خیال خوانی کے ذریعے کہا "ہمیں پانچ لباس اور پانچ شوز کے جوڑے حاصل ہوئے ہیں۔ میں اور ٹیری ٹیلر دشمنوں کی گرفت سے بچتے ہوئے ملک و قوم کی خدمت کررہے ہیں۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ تحفظ حاصل ہونا چاہیے اس لیے ہم دونوں کو دو ایٹمی لباس اور دو جوڑے فلائنگ شوز دیے جائیں۔ ہمارے جسموں پر وہ لباس ہوگا

تو کوئی دشمن ہمیں ٹرپ کرنے نہیں آئے گا۔"

جنرل نے کہا "ہمارے سائنس دان اور ہتھیار بنانے والے ماہرین ان چیزوں کی اسٹڈی کریں گے۔ پتا نہیں انہیں کتنے لباس اور شوز کی نمونے کے طور پر ضرورت ہوگی۔ یہ چیزیں پہلے ماہرین کے سامنے ہماری نگرانی میں رہیں گی۔ جب ایسے ہی لباس اور شوز کامیابی سے تیار ہو جائیں گے تو تم دونوں کا یہ مطالبہ ضرور پورا کیا جائے گا۔"

ٹیری ٹیلر نے کہا "سولارز کے ساتھ دو روبوٹ آئے تھے۔ ان کے ایٹی لباس اور فلائنگ شوز بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئے۔ ہو سکتا ہے اس ادارے کے ماہرین ایسے ہی لباس اور شوز تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔ صرف ایک نمونہ دیکھ کر ایسی چیزیں تیار کی جا سکتی ہیں۔"

رمی ریز نے کہا "ہم جتنی کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں اتنے ہی خطرات ہمارے لیے بڑھ گئے ہیں۔ ہم دونوں کے لیے وہ لباس اور جوتے بہت ضروری ہیں۔"

جنرل نے کہا "آپ دونوں کی خدمات ہمیشہ مثال بنا کر پیش کی جائیں گی۔ آپ نے بڑی ذہانت سے خود کو روپوش رکھا ہے۔ جب تک دوسرے ایٹی لباس اور فلائنگ شوز تیار نہ ہوں' آپ دونوں اسی طرح روپوش رہیں۔ دشمن آپ دونوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"کیا آپ کی اتنی باتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ ابھی ہمیں یہ چیزیں نہیں دی جائیں گی۔"

"یہ تمام چیزیں آپ دونوں کی ہیں لیکن فوجی نظم وضبط اور اصولوں کو مدِنظر رکھیں اور ابھی ان چیزوں کا مطالبہ نہ کریں۔"

انہوں نے جنرل سے رابطہ ختم کر دیا پھر رمی ریز نے ٹیری ٹیلر کے پاس آ کر کہا "یہ جنرل ہمیں فوجی نظم وضبط اور اصول سکھا رہا ہے۔ ہم نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے۔ ہر مشکل وقت میں ملک اور قوم سے وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ کیا جنرل ہمارا ایسا مطالبہ پورا نہیں کر سکتا ہے جس سے ہم اور زیادہ محفوظ رہیں۔ اس طرح ملک وقوم کی بھلائی ہوگی۔"

ٹیری ٹیلر نے کہا "جنرل نے اپنے اصول بتائے ہیں۔ ہم بھی اپنے بتائیں گے تو اسے عقل آجائے گی۔"

ان تمام ایٹمی لباسوں اور شوز کو جزیرے سے لے جانے اور آرمی ہیڈ کوارٹر پہنچانے کی ذمے داری کرنل کو دی گئی۔ کرنل نے ایک اور اعلیٰ افسر اور دو فوجی جوانوں کو ساتھ لیا۔ ایٹمی لباس اور شوز کو پانچ الگ الگ بیگوں میں رکھ کر انہیں لاک کیا پھر ایک ہیلی کاپٹر میں جزیرے سے روانہ ہو گیا۔

ہیلی کاپٹر جزیرے سے پرواز کر کے سمندر پر سے گزرتا ہوا جنوبی امریکا کے مغربی ساحل پر پہنچا تو ایک ویران سے ساحل پر اترنے لگا۔ کرنل نے پوچھا "یہاں کیوں اتر رہے ہو؟"

پائلٹ نے کہا "ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی محسوس ہو رہی ہے۔ میں اسے چیک کر کے مطمئن ہونے کے بعد آگے چلوں گا۔"

رمی ریز اور ٹیری ٹیلر جزیرے کے کرنل اور ایک اعلیٰ افسر پر حاوی تھے۔ ان کے ایک آلۂ کار نے ہیلی کاپٹر کے اندر آ کر وہاں سے دو بیگ اٹھا لیے۔ دو فوجی جوانوں نے انہیں گن پوائنٹ پر روکنا چاہا تو کرنل نے حکم دیا "اسے نہ روکو۔ بیگ لے جانے دو۔"

دونوں فوجی جوانوں نے اسے نہیں روکا۔ اس نے دونوں بیگ اٹھا کر ہیلی کاپٹر سے چھلانگ لگائی پھر دوڑتا ہوا دور ایک ہیلی کاپٹر میں جا کر بیٹھ گیا پھر وہ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔

رمی ریز اور ٹیری ٹیلر ان دونوں افسران کے دماغ سے نکل گئے لیکن الپا اپنے معمول اور تابعدار کرنل کے اندر موجود تھی۔ کرنل نے اس کی مرضی کے مطابق ایک بیگ اٹھایا پھر ہیلی کاپٹر سے باہر جانے لگا۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا "سر! آپ یہ بیگ کہاں لے جا رہے ہیں؟"

کرنل نے کہا "میرے ایک بیگ کو نہ دیکھو۔ ابھی چند منٹ پہلے جو دو بیگ یہاں سے گم ہو چکے ہیں پہلے انہیں تلاش کرو۔"

ہیلی کاپٹر کے باہر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ کرنل نے کار میں بیٹھے ہوئے شخص کو وہ بیگ دیا۔ کار تیز رفتاری سے جانے لگی۔ اعلیٰ افسر نے کہا "روکو۔ اس کار کو روکو۔"

دونوں فوجی جوان ہیلی کاپٹر سے باہر آئے لیکن کار بہت دور جا کر نظروں سے اوجھل ہو رہی تھی۔ الپا نے کرنل کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک ہاتھ سے سر تھام کر بولا "میں ہیلی کاپٹر سے باہر کیسے آگیا؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "سر! کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے آپ کو آلۂ کار بنایا تھا۔ وہ دشمن ایک بیگ لے گیا ہے۔"

ایک فوجی جوان نے اعلیٰ افسر سے کہا "آپ بھی دشمن کے آلۂ کار بن گئے تھے۔ اس سے پہلے دو بیگ یہاں سے ایک شخص لے گیا ہے۔"

ان افسران نے ہیلی کاپٹر کے اندر آ کر دیکھا۔ تین بیگ غائب ہو چکے تھے۔ صرف دو رہ گئے تھے۔ وہ سب پریشان ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

پائلٹ اپنی سیٹ پر آگیا۔ کرنل نے پوچھا "تم نے ہیلی کاپٹر یہاں کیوں اتارا تھا؟"

"سر! مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ یہ احساس بار بار پیدا ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا کوئی حادثہ نہ ہو جائے اس لیے یہاں اتر کر میں نے انجن وغیرہ چیک کیا ہے لیکن کسی جگہ کوئی خرابی نہیں ہے۔"

کرنل نے کہا "کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پہلے پائلٹ کو اترنے پر مجبور کیا پھر اس نے ہم لوگوں کو آلۂ کار بنایا تھا۔"

رمی ریز اور ٹیری ٹیلر نے پائلٹ کو مجبور کیا تھا اور دو بیگ لے گئے تھے۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کے بعد الپا بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے والی ہے اور وہ فائدہ اٹھا چکی تھی۔

ہیلی کاپٹر پھر پرواز کرنے لگا۔ کرنل نے موبائل فون کے ذریعے جنرل سے رابطہ کیا پھر جو کچھ ان کے ساتھ ہوا' وہ سب کچھ بتانے لگا۔ جنرل نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا "کرنل! تم نے اور اس افسر نے یہ بات کیوں چھپائی کہ کسی کے معمول اور تابعدار بن چکے ہو؟"

"ہم کسی کے معمول اور تابعدار نہیں ہیں۔ آپ ذرا غور کریں صرف رمی ریز اور ٹیری ٹیلر ایسے ہیں جن کی سوچ کی لہروں کو ہم میں سے کوئی محسوس نہیں کرتا ہے۔ آپ انکوائری کریں ابھی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

جنرل فوراً ہی قائل ہو گیا۔ رمی ریز اور ٹیری ٹیلر نے ایٹمی لباس اور شوز کا مطالبہ کیا تھا۔ مطالبہ پورا نہ ہونے پر انہوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے ہی ملک کے فوجی افسروں کو ٹرپ کیا اور اپنے ہی ملک کے لیے کام آنے والی اہم چیزیں لے کر چلے گئے۔

جنرل ان کے خلاف سوچ رہا تھا اور غصے سے مشتعل ہو رہا تھا پھر اس نے آرمی ہیڈ کوارٹر اور ملک کے اعلیٰ حکام سے رابطہ کیا اور رمی ریز اور ٹیری ٹیلر کے خلاف زہر اگلنے لگا۔ ایسے وقت اسے اپنے اندر رمی ریز کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "جنرل! تم جیسے افسران نے ہمارے دشمنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو باغی بنایا اور انہیں ہمارے مخالفین کے پاس جا کر پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔"

ٹیری ٹیلر نے کہا "اگر تم ہمیں دو ایٹمی لباس اور دو جوڑے فلائنگ شوز دے دیتے تو ہم زبردستی اپنی مطلوبہ چیزیں حاصل نہ کرتے۔ ابھی تم سوچ رہے ہو کہ ہم تمہارے دماغ میں کیسے چلے آئے تو یہ بھی سن لو۔ میں نے اور رمی ریز نے جزیرے میں ٹرانسفارمر مشین کے پاس جتنے افسران اور فوجی جوانوں کو آنے دیا ہے ان سب کو فوراً فوراً پہلے اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے پھر ان کے دماغ سے تحریکی عمل کیے جانے والی بات بھلا دی۔"

رمی ریز نے کہا "ہم تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر اپنی مطلوبہ چیزیں حاصل کر سکتے تھے لیکن یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے کہ تم ہمارے معمول ہو۔ ابھی تم ہمارے خلاف زہر اگل رہے ہو اس لیے مجبوراً ہم تمہارے اندر آ کر تمہارے ہی کہ تمہاری حیثیت کیا ہے؟ تم جنرل ہو مگر ہمارے غلام ہو۔"

جنرل دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ رمی ریز نے کہا۔ "ابھی تم ہمارے خلاف غلط رپورٹ دے رہے تھے کہ ہم تین بیگ لے گئے ہیں۔ ہمیں صرف دو کی ضرورت تھی اور ہم صرف دو بیگ لے گئے ہیں۔"

جنرل نے پوچھا "تو پھر تیسرا بیگ کون لے گیا ہے؟"

"کیا واقعی تیسرا بیگ نہیں ہے۔ آرمی ہیڈ کوارٹر میں صرف دو بیگ پہنچ رہے ہیں؟"

"بیگ لے جانے والے کرنل نے یہی رپورٹ دی ہے' یقین نہ ہو تو جا کر کرنل کے خیالات پڑھ لو۔"

وہ دونوں کرنل کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ تب معلوم ہوا کہ جب ان کا آلۂ کار دو بیگ لے کر چلا گیا تو کرنل غائب دماغ تھا۔ دوسرے افسر نے اسے بتایا کہ وہ ایک بیگ اٹھا کر ہیلی کاپٹر سے باہر گیا تھا اور اس نے وہ بیگ ایک کار میں بیٹھے ہوئے شخص کو دیا تھا پھر اس سے پہلے کہ وہ ان تمام حالات کو سمجھتے' وہ کار دور جا کر ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

رمی ریز نے حیرانی اور پریشانی سے پوچھا "ٹیری! تیسرا بیگ کون لے جا سکتا ہے؟"

ٹیری نے کہا "جو لے گیا ہے وہ کرنل کو آسانی سے آلۂ کار بنا لیتا ہے۔ یعنی کرنل اس بات سے بے خبر ہے کہ وہ کسی کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔"

"ہمیں اس کے عامل کے بارے میں اس کے چور خیالات سے کچھ معلوم نہیں ہوگا اور ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن بے شمار ہیں۔ ہم صرف اتنا یقین سے کہتے ہیں کہ فرہاد کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ایسا نہیں کیا ہے کیونکہ ایسا کرنے کے لیے وہ اتنی جدوجہد نہیں کرتے۔ سایہ بن کر آسانی سے پانچوں بیگ لے جاتے۔ یہ ایسے خیال خوانی کرنے والوں میں سے کسی کا کام ہے جو سایہ نہیں بن سکتے ہیں۔"

وہ سوچنے لگے۔ دیوی' پاشا' نائیک ہمارے اور الپا چار بڑے نام ذہن میں آ رہے تھے۔ ان کے علاوہ بھی کئی خیال خوانی کرنے والے تھے لیکن چالبازی میں وہ چاروں سب سے آگے تھے۔

رمی ریز' ٹیری ٹیلر اور دنیا کے بڑے ممالک اور خطرناک تنظیموں کو ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ دیوی اور پاشا خلائی زون میں پہنچ گئے ہیں۔ آئندہ بھی خلائی سفر کرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں تیاریاں ہو رہی تھیں۔ امریکا میں ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز تیار کیے جانے والے تھے۔ ایسے میں یہودی پیچھے نہیں رہ سکتے تھے۔ ایسے غیر معمولی جوتے اور لباس تیار کرنے کے لیے الپا بھی ایک بازی جیت کر گئی تھی۔

○☆○

خلائی زون ون کے چھ سائنس دان' دس ڈاکٹر اور بارہ دانشور اور ٹیکنالوجی کے کئی ماہرین ایک بہت بڑے کانفرنس ہال میں آ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ان کے علاوہ زندگی کے دوسرے شعبوں سے تعلق رکھنے والے اور عوام میں اچھی شہرت رکھنے والے لوگ بھی آئے تھے۔ ان سب کے سامنے اونچے پلیٹ فارم پر کمانڈر' پاشا اور ڈی شی تارا اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ شی تارا کے پیچھے روبوٹ پی پی سیون باڈی گارڈ کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ ان کے پیچھے کمانڈر کے کئی جان نثار ایٹمی لباس پہنے فوجیوں کے انداز میں کھڑے تھے۔

سائنس دان اور ڈاکٹر وغیرہ باری باری اٹھ کر اپنی تعلیم' صلاحیتوں اور تجربوں کے متعلق بتا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ نئی حکومت میں انہیں کام کرنے کے مواقع دیے جائیں گے تو وہ سب بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے۔

دانشور کہہ رہے تھے کہ وہ سیاسی' سماجی اور معاشرتی علوم کے ماہر ہیں اور آئندہ حکمرانوں کے لیے بہترین مشیر ثابت ہوں گے۔

کمانڈر نے ڈی شی تارا کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہا "تم کل شام سے نظر نہیں آئیں۔ میں تمہیں تلاش کرتا رہا۔"

ڈی شی تارا نے پوچھا "خیریت تو ہے؟ کیوں تلاش کر رہے تھے؟"

کمانڈر نے کہا "کل میں نے ہزاروں لوگوں کے سامنے تمہارے حکم کے مطابق کہہ دیا کہ یہاں کا نظام حکومت پانچ افراد آپس کے مشوروں سے چلائیں گے۔ پانچ میں سے دو ارضی باشندے ہوں گے اسی لیے میں نے تمہیں اور پاشا کو اپنے پاس بلا کر عوام سے تم دونوں کا تعارف کرایا تھا۔"

ڈی شی تارا اس کی باتیں سن رہی تھی اور اس کے اندر دیوی سوچ رہی تھی' اس نے یہ سب کچھ کمانڈر سے نہیں کہا تھا۔ یقیناً لکی سیون نے اس کے اندر آ کر دو ارضی باشندوں کو حکومت میں شامل کرنے پر مجبور کیا ہوگا۔ ڈی نے دیوی کی مرضی کے مطابق کہا۔ "کل کی بات کل ہو گئی' ابھی کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اگر تم میری ایک بات مان لو تو میں تمہارا تابعدار بن کر رہوں گا۔"

"بولتے رہو۔ میں سن رہی ہوں۔"

"اگر تم چاہو تو صرف ہم دونوں یہاں حکومت کر سکتے ہیں' یہ پاشا وغیرہ کو شامل کرنا کیا ضروری ہے؟"

"کمانڈر! تم نہیں جانتے۔ تم سرگوشی میں بول رہے ہو لیکن پاشا اپنی غیر معمولی سماعت سے ہماری باتیں سن رہا ہے۔"

وہ حیرانی اور بے یقینی سے بولا "کیا واقعی؟"

پاشا نے کہا "میں نہیں سن رہا ہوں' تم بولتے رہو۔"

کمانڈر بے بسی سے پاشا کو دیکھنے لگا۔ دیوی نے کہا "کمانڈر! تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ یہاں صرف میں ہی نہیں' تمارا اور پارس بھی سایہ بن سکتے ہیں بلکہ وہ دونوں اس وقت سایہ بنے ہوئے میرے یا تمہارے اندر ہوں گے۔"

وہ سہم کر سیدھا ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسی وقت کانفرنس ہال کے دروازے پر کئی لوگوں کی آوازیں آئیں۔ وہ "ہرے رام' ہرے کرشنا۔ کرشنا کرشنا ہرے رام" کہتے ہوئے ہال میں داخل ہو رہے تھے۔ ان میں جو سب سے آگے تھا اسی کے دونوں ہاتھوں میں بھگوان شری کرشن جی کی مورتی تھی۔

وہ لوگ کرشنا اور رام کی مالا جپتے ہوئے اس اونچے پلیٹ فارم پر آ گئے جہاں شی تارا' کمانڈر اور پاشا بیٹھے ہوئے تھے۔ جس شخص کے ہاتھوں میں مورتی تھی' اس نے کہا "یہاں کے تمام باشندے مجھے جانتے ہیں۔ میرا نام زبورا ہے۔ میں نے آج تک کسی کو ادھار نہیں دیا اور نہ ہی کبھی جھوٹی بات زبان سے نکالتا ہوں۔ تم اس مُرلی بجانے والے کی مورتی دیکھ رہے ہو۔ پچھلی رات یہ شری کرشن مُرلی والے میرے خواب میں آئے اور کہا' جو دھرم کو نیچر سمجھتا اس کے کرم اچھے نہیں ہوتے۔ انسان کو انسان سے اس طرح محبت کرنا چاہیے' یہ جاننے کے لیے پہلے بھگوان کی پوجا پریم بھگتی سیکھو۔"

اس نے ذرا چپ ہو کر کانفرنس ہال میں بیٹھے ہوئے سب افراد کو دیکھا پھر کہا "بھگوان کرشن نے خواب میں مجھ سے کہا! زبورا! تو سچا اور نیک انسان ہے۔ میں تیرے گھر کے سامنے والے میدان میں مٹی کے نیچے ہوں۔ مجھے وہاں سے نکال کر اس پر میرے نام سے ایک مندر تعمیر کر' میری پوجا کر اور نئی حکومت بنانے والوں کو یہ سمجھا کہ انسان کے بغیر گھر ویران' بھگوان کے بغیر سونا اور دھرم کے بغیر حکومت کھوکھلی ہوتی ہے۔"

ایک سائنس دان نے پوچھا "کیا یہ مورتی تمہیں اسی میدان سے ملی ہے؟"

"ہاں۔ یہ جتنے میرے پڑوسی اور محلے والے ہیں' میں انہیں ساتھ لے کر میدان میں گیا تھا پھر میں نے ایک جگہ کھدائی کی وہاں مٹی کے نیچے شری کرشن مُرلی والے براجمان تھے۔ میں نے مٹی ہٹائی تو مجھے ان کے درشن ہوئے۔ ہرے رام۔۔۔ ہرے کرشنا۔"

ڈی شی تارا اپنی کرسی سے اٹھ کر زبورا کے پاس آئی۔ اس نے سر جھکا کر دونوں ہاتھ مورتی کے سامنے جوڑے پھر بھگوان کے قدموں کو چھو کر اپنے ہاتھوں کو اپنی پیشانی اور سر پر رکھا۔ زبورا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "میرے اندر غیب سے باتیں ہوتی ہیں۔ میرے اندر بھگوان بولتے ہیں کہ ارضی دنیا سے آنے والی شی تارا ایک مہان ہستی ہے۔ ایک دیوی ہے۔ یہ دھرم کے اصولوں پر نئی حکومت کی بنیاد رکھے گی۔ یہاں سب کے دکھ پھر جائیں گے۔ سب خوش حال رہیں گے۔ یہاں کوئی کسی پر ظلم کرے گا تو یہ بھگوان اسے ایسی سزا دیں گے کہ پھر ظالم لوگ ظلم کرنا بھول جائیں گے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ ہمارے زدن کے دکھ مٹ جائے۔"

سب نے بیک زبان کہا "ہاں۔ ہم ظلم کا خاتمہ چاہتے ہیں۔"

"کیا تم چاہتے ہو کہ حکمرانوں کی طرح تمہارے بیوی بچے شاہانہ انداز میں زندگی گزاریں؟"

پھر سب نے کہا "ہاں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری عورتیں اور بچے شاہانہ انداز میں زندگی گزارتے رہیں۔"

"کیا آج تک۔ تم لوگوں نے کبھی مجھے جھوٹ بولتے سنا ہے؟"

سب نے کہا "کبھی نہیں۔ کبھی نہیں۔ تم سچ ہو۔"

"میں سچا ہوں تو میرا بھگوان بھی سچا ہے اور میرا دھرم بھی سچا ہے۔"

دیوی شی تارا نے پچھلی رات خیال خوانی کے ذریعے یہی کہا تھا جو اب زبورا کہہ رہا تھا۔ اس نے زبورا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ زدن کے باشندے صرف چند گھنٹوں تک تنویمی عمل کے زیر اثر رہتے تھے لیکن دیوی نے آتما شکتی کے ذریعے زبورا کو سحر زدہ کر لیا تھا۔

اور یہ تو بھارت کے ہندو باشندے بھی کہتے ہیں کہ کسی کے فائیو اسٹار ہوٹل یا کلب کی تعمیر رکوانا ہو تو اس کی زمین میں بھگوان کی مورتی گاڑ دو۔ جب بنیاد کی کھدائی کے وقت وہ مورتی نکلے گی تو تمام ہندو متھ ہو کر کہیں گے کہ وہاں فائیو اسٹار ہوٹل یا کلب نہیں' مندر بنے گا۔ دیوی اپنے آلۂ کار کے ذریعے یہی ڈراما کر رہی تھی۔

کانفرنس ہال میں دھرم کے سلسلے میں اس لیے گرم جوشی پیدا ہو گئی تھی کہ زبورا واقعی سچا اور نیک انسان تھا۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ دیوی نے اپنے دھرم کے پرچار کے لیے زبورا کی نیک نامی کا سہارا لیا تھا۔ وہ وہاں جو کچھ بھی کہہ رہا تھا اسے سب ہی سچ تسلیم کر رہے تھے۔

پاشا کٹر مذہبی نہیں تھا لیکن اپنے دین کی برتری چاہتا تھا۔ اسے دیوی کی چال پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ ہمارا دین بھی انسانوں کو مہذب بناتا ہے اور ہر مذہب اور ہر قوم کے افراد کو امن و سلامتی کا درس دیتا ہے لیکن اس کے منہ کھولنے سے پہلے ہی یکلخت خاموشی چھا گئی۔

ایک آواز گونج رہی تھی۔ کوئی کلام پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ سب لوگ سر جھکا جھکا کر دیکھنے لگے تھے۔ تلاوت کرنے والا نظر نہیں آ رہا تھا لیکن آواز ہر ایک کے قریب سے گزرتی ہوئی جاری تھی اور ہر شخص یہ محسوس کر رہا تھا کہ کوئی اس کے پاس کھڑا کہہ رہا ہے "شروع کرتا ہوں اللہ کے پاک نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

وہ سورۃ رحمان کی تلاوت کر رہا تھا "اور تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔"

ڈی شی تارا کے چہرے کی رونق ماند پڑ گئی۔ روپوش دیوی کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ سمجھ گئی کہ پارس اپنے مقدس کلام پاک کو بڑی قرأت کے ساتھ پڑھ رہا ہے۔ اور وہ ایسا شخص ہے جسے وہ آتما شکتی سے نہ جھکا سکتی ہے نہ توڑ سکتی ہے اور نہ ہی اسے تلاوت سے روکنے کے لیے اس کا منہ بند کر سکتی ہے۔

زدن کے تمام باشندوں کے دماغ قدرتی طور پر ایسے تھے کہ ان کے دماغ کا ایک حصہ ٹرانس لیٹر تھا۔ خواہ کوئی سی اجنبی زبان ہو' اس کا ترجمہ خلائی زبان میں پیش کرتا تھا اور قدرتی صلاحیت ایسی تھی کہ دماغ کے سمجھانے سے وہ ویسی ہی اجنبی زبان بولنے لگتے تھے۔

کانفرنس ہال میں بیٹھے ہوئے تمام افراد عربی زبان کی اس آیت کا ترجمہ لفظ بہ لفظ سمجھ رہے تھے۔ ایسے وقت لکی سیون نے دیوی کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کر کے زبورا کے اندر پہنچ گئی۔ زبورا حیرانی سے ڈی شی تارا کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا اور دیوی اس کے اندر بول رہی تھی "فکر نہ کرو۔ یہ ارضی دنیا کے ایک بازیگر پارس کا سایہ ہے جو کسی کو نظر نہیں آ رہا ہے۔ صرف اس کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ تم اونچی آواز میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہرے رام' ہرے کرشنا کا جاپ کرو۔"

زبورا نے کہا "یہ یہاں کے اصول کے خلاف ہے جب ایک بول رہا ہو تو دوسرے کو سننا چاہیے جیسے میرے بولنے کے دوران پارس کا سایہ خاموش تھا اور مجھے کہنے کا موقع دے رہا تھا۔ ذرا سنو' جیسے وہ دلائل سے بھرپور باتیں کر رہا ہے ویسی ہی دھرم کی باتیں مجھے سمجھاؤ۔"

"میں تمہیں بھگوت گیتا کی دل میں اتر جانے والی باتیں سناتی ہوں۔ جب کورو اور پانڈو ایک دوسرے کے خلاف میدانِ جنگ میں آئے تو۔۔۔"

زبورا نے پوچھا "یہ کورو اور پانڈو کا مطلب کیا ہے؟"

"میں کورو' پانڈو' نکی اور بدی کی جنگ کا حال بیان کر رہی ہوں۔ کورو سو بھائی تھے اور پانڈو صرف پانچ۔ ان پانچوں میں ارجن اس وقت بہت نراش ہو رہا۔۔۔"

"یہ ارجن کون ہے؟"

"میں نے ابھی کہا ہے کہ ان پانچوں بھائیوں میں سے ایک کا نام ارجن تھا۔ پہلے بھگوت گیتا میں بیان کیے ہوئے زندگی سے قریب حقائق کو سنو' بیچ میں نہ بولا کرو۔"

"لیکن تم جو کچھ سنانے جا رہی ہو' وہ ارضی دنیا کے کورو اور پانڈو کی داستان ہے۔ اس داستان میں یقیناً دل میں اتر جانے والی باتیں ہوں گی لیکن وہ سایہ جس آسمانی کتاب (قرآن مجید) کی باتیں سنا رہا ہے ان کا اور حقائق کا تعلق صرف ارضی دنیا سے نہیں ہے' پوری کائنات سے ہے۔ تم صرف ارضی دنیا کی باتیں کرو گی تو زدن کے باشندے متاثر نہیں ہوں گے۔"

اس وقت پارس کہہ رہا تھا "کوئی تو ہے جس نے تم سے پہلے اس کائنات میں سورج' چاند اور دوسرے سیاروں کو ایک متوازن گردش میں رکھا۔ تم نے سائنسی ترقی کے دوران کائناتی نظام کو کسی حد تک سمجھا ہے اور یہ تسلیم کیا ہے کہ تمام سیارے اپنے گردش کے مقام سے ناخن برابر ہٹ جائیں تو توازن بگڑ جائے گا پھر سب ایک دوسرے سے ٹکرا کر فنا ہو جائیں گے۔

"فنا نہیں ہونے اور آپس میں ٹکرانے سے بچانے کے لیے کس نے ان کے درمیان توازن قائم رکھا ہے؟

"کس نے تمہارے جسم کے تمام اعضا کو ایک نظام کے تحت مربوط رکھا ہے؟ جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہوتی ہے تو اسے

پہلے دماغ محسوس کرتا ہے اور وہی دماغ اس تکلیف کو دور کرنے کی تدابیر کرتا ہے۔ زون کے سائنس دانوں نے مصنوعی دماغ بنایا جو مشینی پرزوں کا محتاج ہے۔ وہ دماغ سن سکتا ہے' سوچ سکتا ہے لیکن کوئی ترکیب سوچنے کی صلاحیت اس میں نہیں ہے۔

"یہاں کی سائنسی تجربہ گاہ میں ایک خفیہ فائل ہے۔ اس میں تینوں سائنس دانوں سولارز' ساسا کولائی اور ساسا مورائی نے اپنے تجربات کی روشنی میں لکھا ہے کہ انہوں نے زون کے کئی افراد کو سزائے موت دینے کے بہانے ان کے دماغوں کے آپریشن کیے۔ ان بے گناہ انسانوں کے دماغوں کو ریوٹ کے سروں میں رکھا اور مصنوعی دماغوں کو ان انسانوں کے سر میں رکھ کر مشینوں کے ذریعے انہیں فعال بنانا چاہا مگر ناکام ہوتے رہے۔ میں اس خفیہ فائل کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں آپ کے سامنے پیش کررہا ہوں۔ آپ چاہیں گے تو ان ظالم سائنس دانوں کی اصل فائل بھی پیش کروں گا۔"

اس ہال میں بیٹھے ہوئے ہر شخص کے سامنے ایک ایک کاغذ آنے لگا۔ وہ کاغذ لے رہے تھے اور دینے والے کو دیکھنا چاہتے تھے جو نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ کاغذ کمانڈر' پاشا' ڈی شی تارا اور زبورا کے پاس بھی آیا۔ وہ سب اسے لے کر پڑھ رہے تھے۔

پارس کی آواز گونج رہی تھی "جب ظالم حکمرانوں کا ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان حکمرانوں کو عبرت ناک سزا دینے کے لیے اپنے بندوں سے کام لیتا ہے اور انہیں نجات دہندہ بنا کر اس مظلوم قوم کے درمیان بھیج دیتا ہے۔ یہ بات سب کے علم میں ہے کہ کمانڈر' دیوی شی تارا اور پاشا کے آنے سے پہلے ہی تمہارے زون کی رہنے والی تمارا نے پہلے ساسا کولائی اور مورائی کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا پھر تمارا کے خوف سے سولارز اپنی بیٹی کے ساتھ فرار ہوگیا۔ جب میدان صاف ہوگیا تب مٹی کے اندر سے بھگوان نکل آیا۔ بھگوان کو تو ظالم سائنس دانوں کے دور میں مٹی سے نکلنا چاہیے تھا اور دیوی شی تارا کو یہاں آنے کے لیے میدان صاف ہونے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

شی تارا اپنے ہونٹ بھینچ رہی تھی اور دیوی بے بسی سے سوچ رہی تھی کہ پارس کی ان باتوں کا کیا جواب دے؟ جبکہ وہ وہی حقائق بیان کررہا تھا جو عوام کے سامنے تھے۔ سائنس دانوں کو بھگانے والے دو سائے تھے جن میں ایک تمارا کا سایہ تھا اور زون والوں کے لیے یہ فخر کی بات تھی کہ ان کے ہی زون کی لڑکی نے اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔

تمارا نے کم سے کم مقدار میں زہر کو زبورا کے جسم میں پہنچایا۔ اتنی سی زہر کی مقدار بعض دواؤں میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ ایسا کرنے سے زبورا کے اندر دیوی کی آتما شکتی کا سحر ٹوٹ گیا۔ وہ کمزوری محسوس کرتے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھ گیا پھر اس مورتی کو ڈی شی تارا کے حوالے کرتے ہوئے کہا "میں آپ سب کے سامنے یہ اعتراف کرتا ہوں کہ میرا ذہن جکڑا ہوا تھا۔ پتا نہیں کیسی باتیں میرے دماغ میں آرہی تھیں اور میں کچھ سوچے بغیر بولتا جارہا تھا۔"

دیوی نے اس کے دماغ میں آکر کہا "زبورا! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ بولو ہرے رام ہرے کرشنا۔"

زبورا نے پوچھا "یہ کون لوگ ہیں؟"

"یہ بھگوان کے دو روپ ہیں۔ رام اور کرشنا۔ بھگوان کی نظر نہیں آتے۔ ہم ان کی مورتیوں میں ان کے روپ دیکھتے ہیں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آیا۔ بھگوان نظر نہیں آتے تو پھر معلوم ہوا کہ ان کی صورت اور سراپا اسی مورتی جیسا ہے؟"

"وہ رام' کرشنا' شیو شنکر اور کتنے ہی دیوتاؤں کے روپ دھار کر دھرتی (زمین) پر آئے تھے۔ انہیں دیکھ کر ان کی مورتیاں تیار کی گئی ہیں۔"

"وہ تمام دیوتا زمین پر آئے تھے۔ تم پھر زمین کی باتیں کررہی ہو۔ زمین کی باتوں سے زون والوں کو صرف معلومات کی حد تک دلچسپی ہوگی۔"

تمارا نے کہا "دیوی جی! تمہیں اپنے دھرم کے پرچار کا حق ہے۔ رامائن اور گیتا قابل احترام کتابیں ہیں۔ ان میں سچائی کے حقائق اور نیکی و بدی کی جنگ اور گمراہی سے بچنے کی ہدایات دی گئی ہیں۔ جھوٹ اور فریب سے منع کیا گیا ہے لیکن تم نے زون کے عوام کو فریب دینے کے لیے بھگوان کی مورتی مٹی کے اندر سے برآمد کرائی اور وہ زبورا جو ہمیشہ سچ بولتا ہے' اسے تم نے جھوٹ بولنے پر مجبور کردیا۔ تمہارا جھوٹ اور فریب خود رامائن اور جیسی محترم کتابوں کے خلاف ہے۔ تمہاری حرکتیں خود اپنے دھرم کی نفی کررہی ہیں۔"

"تم خاموش مت کرو۔ میں اپنی سوکن سے بات کرنا پسند نہیں کرتی۔"

"سوکن؟" کلی سیون نے کہا "زبورا! اس سے پوچھو کہ کیا میرے شوہر کی بیوی ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر ایک جھوٹ اور بولا ہے۔"

زبورا نے پوچھا "کیا تم تمارا کے شوہر کی دوسری بیوی ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ دیوی شی تارا روانی میں کلی سیون کو سوکن کہہ چکی تھی جبکہ فی الوقت وہ سوکن نہیں تھی۔ آئندہ رشتہ ہونے والا تھا اور کیسے ہونے والا تھا؟ اتنی لمبی داستان زبورا کو سنانا نہیں چاہتی تھی۔ اگر وہ کہہ دیتی کہ میں آنجہانی کی شریک حیات بننے والی ہوں تو زبورا سوال کرتا کہ جس کے زندگی گزارنا ہے' اس کے خلاف مذہبی نظریہ کیوں رکھتی ہو؟

کلی سیون نے کہا۔ "اس نے تم پر پچھلی رات جادو کیا تھا اور تم اس کے معمول بن کر یہاں اپنے لوگوں سے بھگوان کی مورتی حاصل کرنے والی جھوٹی بات کہہ چکے ہو۔"

زبورا نے کہا "میں پارس سے درخواست کرتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوجائے۔ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

پارس خاموش ہوگیا۔ زبورا نے کہا "میں اپنے زون کے باشندوں سے شرمندہ ہوں۔ اس شی تارا نے مجھ پر نجانے کیا عمل کیا تھا۔"

دیوی نے یہ بات کہنے سے پہلے زبورا کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہا لیکن کلی سیون نے زبورا کے دماغ کو جکڑ لیا تھا پھر اس نے صرف ایک چھوٹا سا جملہ کہا "جاؤ ورنہ تمہاری ڈی میرے زہر سے مرجائے گی۔"

دیوی کو اپنی ڈی کی حفاظت کے لیے جانا پڑا۔ تب زبورا نے کہا "میں نے ابھی اس مورتی کے سلسلے میں جو کچھ کہا وہ سحر زدہ ہو کر کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے دماغ میں یہ بات کیسے آئی کہ مجھے گھر کے سامنے میدان کے کسی حصے میں کھدائی کرنا چاہیے؟ پھر یہ کہ کل رات ہی کو ایسا کیوں ہوا؟ شی تارا کی آمد سے پہلے بھگوان میرے خواب میں کیوں نہیں آئے؟ ایسے کئی سوالات ہیں جن کے جواب میرے پاس بھی نہیں ہیں لیکن اس حد تک میری سمجھ میں آچکا ہے کہ میں یہاں دیر تک بولتے رہنے کے دوران اپنے ہوش وحواس میں نہیں تھا جبکہ قابل یقین اور سچی باتیں ہوش وحواس میں کی جاتی ہیں۔ بس میں اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں۔ پارس کا شکریہ کہ اس نے مجھے اپنی باتوں کے دوران بولنے کا موقع دیا۔"

پارس نے کہا "میں تمام حاضرین سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ شی تارا کو غلط نہ سمجھیں۔ اس سے ایک غلطی ہوگئی اور غلطی سب ہی سے ایک آدھ بار ہوجاتی ہے۔ ہمیں ہر اس بات سے پرہیز کرنا چاہیے جو تنافر نہ ہو میرے دین اور شی تارا کے دھرم کا معاملہ بھی متنافر ہے لہٰذا اس کا دھرم وہ جانے' میں صرف اپنے دین کی باتیں کررہا ہوں۔ اب تک میں جو کچھ کہہ چکا ہوں اس پر آپ غور کریں تو یہ حقیقت صاف طور سے سمجھ میں آئے گی کہ اس پوری کائنات اور ہم سب کو پیدا کرنے والی ایک ایسی ہستی ہے جو ہم پر اور کائنات کے ذرّے ذرّے پر قادر ہے۔ ہم اسے قادر کہتے ہیں یعنی ہر شے پر قدرت رکھنے والا۔ ہم اسے خالق کہتے ہیں کیونکہ ہم سب اس کی تخلیق ہیں اور ہم سب اسے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

"ہمارے ذہن کو سوچنے اور ارتقا کے مراحل طے کرنے کی قوت خود بخود پیدا نہیں ہوئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ یہ ہوا ہم نہیں چلاتے' ایک قوت چلاتی ہے۔ وہ قوت اللہ تعالیٰ ہے۔ ہوا کے بغیر ہم سانس نہیں لے سکتے اور سانس لیے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ جب انسانی زندگی اور کائناتی علوم کی گہرائیوں میں اترو گے تو اس ربّ کائنات کو تسلیم کرلوگے۔ ابھی میں نے سورۃ رحمان کی تلاوت کی تھی۔ اس سورۃ میں بار بار سوال کیا گیا ہے۔ "اور تم اپنے ربّ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟" حقائق کو سمجھنے کے بعد تمہاری زبانیں بے اختیار کہیں گی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کو جھٹلا نہیں سکتے۔"

پھر کمانڈر' شی تارا اور پاشا کے پاس سے پارس کی آواز آئی۔ اس نے کہا "آج سے نئی حکومت کے قیام کی ابتدا ہورہی ہے۔ ایسے وقت میں کہنا چاہتا ہوں کہ دین اسلام کو سمجھ کر نئی حکومت کی تشکیل کی جائے۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ظلم اور بربریت از خود ختم ہوجاتی ہے۔ اگر تم دینی احکامات کو سمجھے بغیر سیاست کروگے تو میں یہی کہوں گا۔ جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھاگئی پھر کلی سیون نے کہا "ہم کلام پاک کے نسخے اور اسلامی قوانین تحریری صورت میں لے کر آئے ہیں' ان سب کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں آپ حضرات کو دی جائیں گی۔ آپ ان کا مطالعہ کریں۔ اگر اسلامی قوانین آپ کے لیے قابل قبول ہوں تو آپ اس کے مطابق نئی حکومت بنائیں۔ اگر قابل قبول نہ ہوں تو ہم جبر نہیں کریں گے کیونکہ دین اسلام زبردستی کسی پر مسلط نہیں کیا جاتا ہے۔ اسے ذہانت سے سمجھ کر دل سے قبول کیا جاتا ہے۔

"لیکن ہم ایسی کوئی حکومت قائم نہیں ہونے دیں گے جو عوام کو ان کے تمام جائز حقوق سے محروم رکھتی ہے۔ دیوی شی تارا کو پوری آزادی ہے' وہ اپنے دھرم کے پرچار کے لیے صحیح طریقوں پر عمل کرسکتی ہے۔ آج کی طرح وہ آئندہ غلط راستہ اختیار نہ کرے۔

"کمانڈر کو مشورہ دیتی ہوں کہ وہ تنہا حکمران بننے کی سازشوں سے باز آجائے۔ زبورا جیسے سچے اور نیک افراد کے مشوروں سے استفادہ کرے۔ وہ تین سائنس دانوں کا عبرت ناک انجام دیکھ چکا ہے۔ وہ ایسے انجام تک پہنچنے کا راستہ اختیار نہ کرے۔ اب میں اس سے کہوں گی کہ وہ آج کے اجلاس کی اختتامی تقریر کرے۔"

کمانڈر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "معزز حاضرین! آج کے اجلاس میں آپ نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کی ہوگی کہ ارضی دنیا سے آنے والوں نے ہمیں اپنے دباؤ میں رکھا ہے اور یہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔"

زبورا نے کہا "میں مداخلت کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ یہ سراسر غلط ہے کہ ارضی دنیا سے آنے والے ہم پر دباؤ ڈال رہے ہیں۔ شی تارا نے اپنے دھرم کو پیش کیا اور پارس نے ہمیں اسلامی قوانین کا مطالعہ کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ دراصل ہمارے زون سے تعلق رکھنے والی معزز تمارا نے کہا ہے کہ اسلامی قوانین اگر قابل قبول ہوں تو ان کے مطابق نئی حکومت بنائی جائے۔ ہم تو تمارا کے احسان مند ہیں کہ اس نے ظالم حکمرانوں سے ہمیں نجات دلائی ہے۔ وہ آئندہ بھی کسی ظالم کو حکمران بننے نہیں دے گی۔ تمارا پر ہمیں اعتماد ہے اس لیے ہم پہلے اسلامی قوانین کا مطالعہ کریں گے پھر تمارا اور یہاں کے دانش وروں کے ساتھ مشورے کریں گے۔ میری مداخلت کا مقصد صرف یہ ہے کہ ارضی دنیا سے آنے والوں کو یہ الزام نہ دیا جائے کہ وہ ہم پر دباؤ ڈال رہے ہیں۔"

زبورا اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ کمانڈر سوچ میں پڑ گیا۔ یہ سمجھ گیا کہ فی الوقت کسی کے خلاف کچھ نہیں کہنا چاہیے۔ اس نے کہا۔ "میں زبورا جیسے سچے اور معقول انسان سے بحث نہیں کروں گا۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ کس طرح ارضی دنیا والے ہم سب پر حاوی ہو جائیں گے اور آنے والا وقت یہ بھی بتائے گا کہ تمارا اپنے ارضی دنیا کے شوہر کے اشاروں پر چل رہی ہے۔ ہمارے زون میں کبھی کوئی مذہب نہیں رہا۔ ہم باپ دادا کے زمانے سے مذہب کے بغیر زندگی گزارتے رہے ہیں۔"

ایک دانشور نے اٹھ کر کہا "ہم غلاموں کی زندگیاں گزارتے رہے اور سہم سہم کر ظالم حکمرانوں کے احکامات کی تعمیل کرتے رہے۔ ظلم کی انتہا کیا ہوتی ہے؟ اس کاغذ کو پڑھ کر معلوم ہو جاتا ہے۔ تینوں سائنس دانوں کی خفیہ فائل سے پارس یہ کاغذ لایا ہے۔"

ایک نے کہا "ہم سائنس دان کائنات کے مطالعے سے یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ان سب کا خالق کون ہے۔ پارس کے دین میں اس خالق کائنات کو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔"

ایک ڈاکٹر نے کہا "کمانڈر کی یہ بات درست ہے کہ ہم باپ دادا کے زمانے سے بے دین رہے لیکن دین والے آکر ہمیں عزت اور وقار سے جینے کی راہ دکھا رہے ہیں۔"

کمانڈر نے کہا "اگر آپ تمام حضرات دین والوں کی راہ پر چلنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں بھی آپ کی طرح اسلامی قوانین کا مطالعہ کروں گا' ہم دو دن کے بعد پھر اس ہال میں جمع ہوں گے۔ میں آج کے اجلاس کے اختتام کا اعلان کرتا ہوں۔"

وہ سب کانفرنس ہال سے جانے لگے۔ دیوی شی تارا نے پارس کے پاس آکر کہا "میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور کرو لیکن بہتر ہو گا کہ پہلے اپنی رہائش گاہ میں جاؤ۔ مجھ نے جو کہنا چاہتی ہو اس پر اچھی طرح غور کرو پھر ایک گھنٹے بعد میرے پاس چلی آنا۔"

وہ چلی گئی۔ کمانڈر جب محل میں پہنچا تو تمارا نے اس کے اندر آکر کہا "میں اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کا خواہ مخواہ مظاہرہ نہیں کرتی ہوں لیکن دشمنی کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کرتی ہوں۔ تم نے اجلاس میں یہ کیسے کہہ دیا کہ میں اپنے شوہر کے اشاروں پر چل کر اپنے زون والوں کو نقصان پہنچاؤں گی؟ کیا تم نے دیکھا ہے کہ میرا شوہر زون والوں کے خلاف حکم دیتا ہے اور میں اس پر عمل کرتی ہوں؟"

"کیا تم اب تک پارس کے تعاون سے کام نہیں کر رہی ہو؟"

"میں نے پارس کے تعاون سے ظالم حکمرانوں کو بھگا دیا۔ کیا اس طرح زون کے عوام کو فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے؟ تمہیں نقصان یہ ہو رہا ہے کہ تم یہاں کے تنہا حکمران نہیں بن سکو گے۔"

"تم جو کہو گی' میں تمہارے زہر کے خوف سے چپ چاپ سنتا رہوں گا۔"

"تم جس راہ پر چل رہے ہو' اس پر میرا زہر ہی ملے گا۔ اسے دھمکی نہ سمجھو۔ میں ابھی تمہارے ایک جان نثار کو اپنے زہر سے ہلاک کروں گی تاکہ تم ہمیشہ اس کی موت کو یاد کر کے یا تو سیدھے راستے پر چلو یا پھر سابقہ حکمرانوں کی طرح یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

"میں نے تمہارے زہر کے متعلق اب تک صرف سنا ہے' زہر سے کسی کو مرتے نہیں دیکھا۔"

"تو پھر دیکھو۔ یہ جو تمہارے پیچھے محافظ کی طرح کھڑا ہوا ہے' ابھی تڑپ تڑپ کر مرے گا۔"

کمانڈر نے ایزی چیئر سے اٹھ کر پیچھے کھڑے ہوئے جان نثار کو دیکھا۔ وہ عجیب سا منہ بنا رہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا پھر وہ اچانک فرش پر جھٹکا ہوا گر گیا اور ادھر سے اُدھر تڑپنے لگا۔ اس کی باچھوں سے جھاگ نکل رہا تھا۔ پھر وہ ایڑیاں رگڑتے رگڑتے ایک دم ساکت ہو گیا۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔

کمانڈر نے دوسرے جان نثار سے کہا "اس کی تصویریں اتار اور زون کے اہم افراد کو بلا کر دکھاؤ کہ تمارا اسی طرح اپنے زہر سے خوف زدہ کر کے سابقہ حکمرانوں کی طرح مجھے بھی بھگانا چاہتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ وہ غصے سے مجھے بھی ہلاک کر دے لیکن یہ ثابت ہو جائے گا کہ اس نے کمانڈر کی مخالفت برداشت نہیں کی اور عوامی حکومت قائم کرنے کے معاملے میں جمہور کی نفی کی ہے۔"

کلی سیون نے کہا "تم نے تو زبردست سیاسی چال چلی ہے واقعی یہ تاثر پیدا ہو گا کہ میں نے حکومت میں اپوزیشن لیڈر برداشت نہیں کیا اور اسے ہلاک کر دیا یا بھاگنے پر مجبور کر دیا۔"

"میں یونہی حکمران نہیں بننا چاہتا۔ مجھے سیاست آتی ہے۔"

"حکمران تب بنو گے' جب زندہ رہو گے۔ جب مجھے یہ اٹھانا ہی ہے تو میں تمہیں بھی اپنے زہر سے ہلاک کروں گی۔"

وہ خوف سے ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ کلی سیون نے کہا "تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ میرے زہر سے مر جاؤ یا سابقہ حکمرانوں کی طرح فرار ہو جاؤ۔ اس طرح جہاں جاؤ گے' زندہ رہو گے۔ بولو تم کیا چاہتے ہو یا موت؟"

"مم۔۔۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں لیکن یہاں سے چلا جاؤں تو مجھے کسی دوسرے زون میں حکومت کرنے کا اتنا اچھا موقع نہ ملے گا' جیسا کہ یہاں ملنے والا ہے۔"

"مگر یہاں تمہاری لاش حکومت نہیں کر سکے گی۔"

"ایسی بات نہ کرو۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔"

"اس طرح معافی مانگنا بھی سیاست ہے۔ تم یہاں سے زندہ رہو گے تو اپنے اس جان نثار کی لاش کو میرے خلاف منظم نہ کر لاؤ گے۔"

میں وعدہ کرتا ہوں۔ اس لاش کو کسی کے سامنے نہیں لاؤں گا۔ اسے چپ چاپ محل کے پائیں باغ میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا جائے گا۔"

"یہاں تمہارے کئی جان نثار موجود ہیں۔ کیا انہیں دکھ نہیں پہنچے گا کہ ان کا ایک ساتھی بے قصور مارا گیا اور تم میرے خلاف اقدامات نہیں کر رہے ہو؟"

"یہ سب میرے لیے جانیں قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ اسی طرح ابھی ایک جان کی قربانی دی ہے۔"

ایک جان نثار نے کہا "لیکن یہ تو اپنی مرضی سے قربان نہیں ہوا۔ یہ بے قصور تھا۔ اگر تم بے قصور مارے جانے والے وفاداروں کے حق میں نہیں لڑو گے تو ہم سب اسی طرح ہلاک کیے جاتے رہیں گے۔"

کلی سیون نے کہا "اگر میں کمانڈر کو زندہ چھوڑوں گی تو اس کی زندگی کے بدلے ایک اور جان نثار کو اپنے زہر سے ہلاک کروں گی۔ تم میں سے کون اپنے کمانڈر کو زندہ رکھنے کے لیے مرنے کو تیار ہے؟"

تمام جان نثار ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ کمانڈر نے کہا "تمارا! تم بڑی چالاکی سے میرے جان نثاروں کو میرے خلاف بھڑکا رہی ہو۔"

"تم اسے چالاکی کہہ رہے ہو۔ میں دس تک گنتی گنوں گی۔ اگر کوئی جان نثار تمہارے بدلے خود مرنے کو تیار نہیں ہو گا تو میں تمہیں ہلاک کر دوں گی۔"

اس نے گنتی شروع کی "ایک۔۔۔"

گنتی کے ساتھ ان کے خوف میں اضافہ ہونے لگا "دو۔۔۔"

کمانڈر نے کہا "تم سب جاں نثار ہو' جاں نثاری کا ثبوت دو۔"

ایک نے کہا "حرام موت مرنے کو جان نثاری نہیں کہتے۔ ہم مقابلے پر آنے والے دشمنوں سے لڑ کر جان دے سکتے ہیں لیکن جو نظر نہیں آ رہی ہے اور جس سے ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے اس کے زہر سے مرنا حماقت ہے۔"

دوسرے نے کہا "تمہیں ہماری جان سے زیادہ حکمرانی عزیز ہے۔ تمارا تمہیں زندہ چھوڑنے کو تیار ہے۔ شرط یہی ہے کہ تمہیں اس زون کو چھوڑ کر جانا ہو گا لیکن تم حکمران بننے کے لیے یہاں سے جانا نہیں چاہتے۔ ہم میں سے کسی ایک کو قربانی کا بکرا بنانا چاہتے ہو۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ تم سب کو میرے خلاف بھڑکا رہی ہے۔"

"ہمیں اس سے مطلب نہیں ہے کہ تمارا کیا کر رہی ہے۔ ہمیں تو اپنی جانیں عزیز ہیں۔ تم یہ زون چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

"ہرگز نہیں۔ تمارا! مجھے زندہ رہنے دو اور ان میں سے کسی

معاشرتی جبر کے خلاف زاہدہ حنا کا قلم تیغِ برہنہ بن جاتا ہے

اُن کی کتاب

سیاست قلندری

سسکیاں بھرتے ہوئے مظلوموں کے لیے اُن کی تحریریں مرہم کا درجہ رکھتی ہیں

اُردو افسانے میں زاہدہ حنا کا نام اور کام کسی تعارف کے محتاج نہیں

زاہدہ کے افسانوں کا یہ مجموعہ مشاہیر ادب اور عوامی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے

قیمت ۱۲۰/- روپے ڈاک خرچ ۱۶/- روپے
رقم پیشگی منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کا تیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے

کتابیات پبلی کیشنز، چوک اردو بازار، کراچی

ایک کو اپنے زہر سے ہلاک کردو۔"

تمام جان نثاروں نے اپنے ایٹمی لباس کے بٹن کو دو انگلیوں سے تھام لیا۔ ایک نے کہا "تمارا ہم میں سے کسی ایک کو ہلاک کرے گی۔ باقی سب تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہارے ساتھ وفاداری کی جائے۔"

کمانڈر سہم کر تمام وفاداروں کو دیکھنے لگا۔ اس نے بھی ایٹمی لباس پہنا ہوا تھا۔ لیکن وہ کسی ایک وفادار کو ایٹمی شعاع سے ہلاک کرتا تو چاروں طرف سے ایٹمی شعاعیں آکر اسے فنا کردیتیں۔

تمارا نے کہا "تم سب ایک خودغرض کو حکمران بنانے کی غلطی کررہے تھے اگر اس غلطی کا احساس ہوگیا ہو تو میں تمہارے مردہ ساتھی کو زندہ کردوں گی کیونکہ ناگن جسے ڈستی ہے اس کے جسم سے اپنا زہر چوس لے تو وہ زندہ ہوجاتا ہے۔"

وہ سب خوش ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا "تمارا! یہ تمہارا بڑا احسان ہوگا۔ یہ ہمارا اچھا ساتھی تھا۔ اسے زندہ کردو۔"

"پہلے کمانڈر کا ایٹمی لباس اتارو۔ یہ چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے' انکار نہیں کرے گا۔"

اس نے انکار نہیں کیا۔ یہ سوچ کر لباس اتار دیا کہ زندہ رہے گا تو ان تمام مخالفین اور تمارا سے نمٹ لے گا۔

جو جان نثار زہر سے ہلاک ہوا تھا وہ اٹھ بیٹھا۔ دراصل تمارا نے اسے زہر سے ہلاک نہیں کیا تھا۔ پارس نے صابن کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اس شخص کے منہ میں ڈال دیا تھا اور اس کے اندر رہ کر اس کا منہ بند کرکے اسے فرش پر گرا کر تڑپاتا رہا تھا پھر اسے ایک لاش کی طرح بے حس و حرکت بنا دیا تھا۔ اس کے منہ میں صابن کا ٹکڑا گھل کر جھاگ بن گیا تھا۔ وہ جھاگ پاخانوں سے نکلنے لگا تو کمانڈر کو یقین ہوگیا کہ اسے زہر سے ہلاک کیا گیا ہے۔

تمام جان نثار خوش ہو کر زندہ ہونے والے ساتھی کے پاس آئے۔ اس کی خیریت دریافت کرنے لگے۔ اس نے پارس کی مرضی کے مطابق کہا "میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

تمارا نے تمام جان نثاروں سے کہا "اپنے ساتھی کی فکر نہ کرو۔ اسے یہاں آرام کرنے دو۔ کمانڈر کے فلائنگ شوز اتار کر اسے دوڑاتے ہوئے شہر کے چوراہے پر لے جاؤ اور لوگوں کو بتاؤ کہ یہ کتنا خودغرض اور سازشی ہے۔ اسے لوگ سزا دیں گے اور اگر کہیں گے کہ اسے زون سے نکال دیا جائے تو اس کے فلائنگ شوز اسے دے دینا۔"

انہوں نے کمانڈر کو دھکا دیا اور کہا کہ وہ دوڑتا ہوا نہیں جائے گا تو اسے مار پڑتی رہے گی۔ وہ مار سے بچنے کے لیے دوڑتے ہوئے جانے لگا۔

دیوی شی تارا کو اس زون میں پہلی ناکامی ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ وہاں رہ کر پارس کو اپنا بنائے رکھے گی تب ہی کامیابیاں حاصل کرتی رہے گی۔ لی سیون اسے کانٹے کی طرح چبھ رہی تھی۔ وہ ہمیشہ پارس کے ساتھ رہتی تھی۔ دیوی کو یہ خیال بھی پریشان کررہا تھا کہ وہ پارس کے دماغ میں جاکر رازداری سے کوئی بات کرے گی اور پیار بھرے انداز میں اسے لبھانے کی کوشش کرے گی تو ایسے وقت لی سیون اپنے شوہر کے دماغ میں چھپی رہ سکتی ہے اور اس کی تمام کوششوں پر پانی پھیر سکتی ہے۔

اس نے کمانڈر کے بارے میں سوچا' وہ دلیر ہے۔ اس نے کانفرنس ہال میں لی سیون کے خلاف بولتے وقت ذرا بھی خوف محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ کمانڈر کا ساتھ دے کر بھی لی سیون اور پارس کے مقابلے میں آئندہ کامیابیاں حاصل کرسکتی ہے۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے کمانڈر کے اندر پہنچی تو حیران رہ گئی۔ وہ صرف ایک نیکر پہنے بھاگ رہا تھا اور اس کے کئی وفادار اسے دوڑاتے جارہے تھے۔ اس کے یوں ننگے ہو کر بھاگنے کی وجہ معلوم کرنے کے لیے شہر کے لوگ بھی پیچھے دوڑتے جارہے تھے۔

دیوی نے پوچھا "کمانڈر! یہ تم اس طرح کیوں بھاگ رہے ہو؟"

اس کی سوچ نے بتایا "میں نے کانفرنس ہال میں تمارا پر الزام لگایا تھا کہ وہ زون والوں سے زیادہ اپنے شوہر کو اہمیت دیتی ہے اور اسی کے اشاروں پر ناچتی ہے۔ اب اس مخالفت کا نتیجہ بھگت رہا ہوں۔"

وہ دوڑتا ہوا شہر کے ایک بڑے چوراہے پر پہنچ گیا تھا۔ وہاں چاروں طرف سے لوگوں نے اسے گھیر لیا تھا۔ ایک جان نثار کہہ رہا تھا کہ کمانڈر خودغرض اور سازشی ہے۔ جب یہ برے وقت پر جان نثاروں کا ساتھ نہیں دیتا ہے تو پھر یہاں کے عوام کی بھلائی کیا خاک کرے گا؟ یہ سابقہ حکمرانوں کی طرح یہاں تنہا حکمرانی کرنا چاہتا ہے اور اسی مقصد کے لیے تمارا اور پارس کے خلاف سازشیں کررہا ہے۔

اس چوراہے پر بہت بڑا مجمع لگ گیا تھا۔ وہاں تمارا کی آواز سنائی دی "یہ کمانڈر جانتا ہے کہ میں اس زون میں رہوں گی تو یہاں اپنی بادشاہت قائم نہیں کرسکے گا اس لیے مجھے آپ لوگوں کی نظروں سے گرا کر مجھے اس زون سے بھگانا چاہتا ہے۔ میں جانتی ہوں اسے اپنے زہر سے ہلاک کرسکتی تھی لیکن میں اسے آپ لوگوں کے سامنے پیش کررہی ہوں۔ اقتدار حاصل کرنے کے لیے اس نے مجرمانہ خیالات کو اس کے جان نثاروں نے بھی ناپسند کیا یہ اس کے وفادار بھی آج اس کے خلاف ہوگئے ہیں۔ اسے زندہ رہنا چاہیے یا مرجانا چاہیے' ایسے عوام دشمن کو زون میں رہنا چاہیے یا حکمرانوں کی طرح اسے بھی یہاں سے بھگا دینا چاہیے' اس کا فیصلہ میں عوام پر چھوڑتی ہوں۔"

لوگ کمانڈر سے سوالات کرنے لگے۔ ایک نے پوچھا "تمارا کے دشمن کیوں بن گئے ہو؟ تمہیں شرم آنی چاہیے۔"

تمارا نے ہمیں ظالم حکمرانوں سے نجات دلائی ہے' تم اس کی مخالف! اجلاس میں بھی بول رہے تھے۔"

دوسرے نے پوچھا "اگر تمہارے اندر اقتدار کی ہوس نہیں ہے تو بتاؤ' تمہارے ہی وفادار تمہارے خلاف کیوں ہوگئے ہیں؟"

زبورا نے مجمع کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ کر کہا "آج شی تارا نے مجھے گمراہ کیا تھا اور یہ تمارا کے خلاف بول رہا تھا۔ میرا مشورہ ہے کہ اسے سابقہ ظالموں کی طرح زون سے نکال دیا جائے۔"

سب ہی زبورا کو چاہتے تھے۔ وہ اس کی تائید میں کہنے لگے کہ اسے زون سے نکال دیا جائے ورنہ یہ مزید سازشیں کرتا رہے گا اور یہاں عوام کی حکومت قائم نہیں ہونے دے گا۔

پورا مجمع یہی کہنے لگا کہ اسے زون سے نکال دیا جائے۔ ایک جان نثار نے اسے فلائنگ شوز دیے۔ وہ شوز پہنتے ہوئے بولا "اپنا لاکھ برا سہی' اپنا ہی ہوتا ہے۔ یہ ارضی دنیا والا پارس جب اپنے لوگوں کو بلا کر یہاں آباد کرے گا اور تم لوگوں کو زون سے بھاگنے پر مجبور کرتا رہے گا تب میری یہ بات یاد آئے گی کہ اپنا لاکھ برا سہی' اپنا ہی ہوتا ہے۔"

دیوی شی تارا زبورا کے پڑوسیوں اور دوسرے ساتھیوں کو پچھلی رات سے جانتی تھی۔ اس نے ایک شخص کو کہنے پر مجبور کیا۔ وہ بولا "ٹھہرو کمانڈر! تم یہاں سے نہیں جاؤ گے۔ تم ہمارے اپنے ہو۔"

دوسرے نے بھی دیوی کے زیر اثر ہو کر کہا "ہم کئی لوگ اس بات کی ضمانت لیتے ہیں کہ کمانڈر حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں اپنے زون کے لوگوں سے دشمنی نہیں کرے گا۔"

تیسرے نے کہا "تمارا سے کمانڈر کی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ نئی حکومت کی تشکیل کے دوران سیاسی مخالفتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ایسی مخالفتوں کو حکومت قائم ہونے تک برداشت کرنا چاہیے اور حکومت قائم ہونے تک کمانڈر کو زون سے نکالنا نہیں چاہیے۔"

زبورا نے کہا "آج صبح اجلاس تک یہ تمام لوگ میرے حمایتی تھے۔ اب میرے فیصلے کی مخالفت اور کمانڈر کی حمایت کررہے ہیں۔ میں خوب سمجھتا ہوں' شی تارا ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں اپنا آلہ کار بنا رہی ہے۔"

دیوی شی تارا فلائنگ شوز کے ذریعے پرواز کرتی ہوئی ریوٹ پی پی سیون کے ساتھ وہاں پہنچ گئی پھر کہا "میں کسی کو آلہ کار نہیں بنا رہی ہوں۔ یہ لوگ کمانڈر کی صحیح حمایت کررہے ہیں۔ اگر ابھی کمانڈر کو زون چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تو یہ ریوٹ ناانصافی کرنے والوں کو ہلاک کردے گا۔ کمانڈر کے وفادار جو غدار بن چکے ہیں وہ اپنے ایٹمی لباس سے ریوٹ پر حملے کریں گے تو فولاد پر اس کے ایٹمی لباس پر ان کے حملے ناکام رہیں گے۔ جو اپنی سلامتی چاہتا ہے' وہ یہاں سے چلا جائے۔"

لوگ خوف زدہ ہو کر وہاں سے جانے لگے۔ تمارا نے کہا "لوگو! رک جاؤ۔ میں ابھی تمہارا خوف دور کردوں گی' یہ دیکھو۔"

تمام لوگوں نے دیکھا۔ اچانک ہی پی پی سیون بے جان ہو کر زمین پر اوندھے منہ گر پڑا تھا اور لی سیون کہہ رہی تھی "دیوی! اگر تم اس کا بیٹری پاور بڑھاؤ گی تو میں تمہاری ڈی کو زہر سے ہلاک کردوں گی۔ آؤ' شہر کا یہ چوراہا ہمارے لیے میدان جنگ ہے۔ دیکھیں کون میدان مارتا ہے۔"

اس چوراہے پر دور دور تک خاموشی چھائی تھی۔ سب ہی کو یہ انتظار تھا کہ اب آگے کیا ہونے والا ہے؟

چوراہے پر بے شمار عورتیں اور مرد نظر آرہے تھے۔ دور تک سری سر دکھائی دے رہے تھے۔ چوراہے کے دائرے نما چبوترے پر کمانڈر صرف ایک نیکر پہنے کھڑا ہوا تھا۔ باقی جسم ننگا تھا۔ ایسی حالت میں فلائنگ شوز اس کے پاؤں میں تھے۔ اس کے جتنے جان نثار تھے وہ سب اس کے مخالف ہوگئے تھے اور اسے اس زون کو چھوڑ کر جانے پر مجبور کررہے تھے۔

دیوی کو تمارا (لی سیون) کے خلاف زہر اگلنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ چند لوگوں کے دماغوں میں جاکر انہیں یہ بولنے پر مجبور کررہی تھی کہ وہاں عوام کی حکومت قائم ہونے والی ہے۔ کمانڈر کو بھی نئی حکومت میں شامل ہونے کا موقع دیا جائے لیکن تمارا کمانڈر سے یہ جمہوری حق چھین رہی ہے۔ وہ کمانڈر کو یہاں سے جانے پر مجبور کررہی ہے۔

تمارا نے کہا "شیطان کو جمہوری حقوق نہیں دیے جاتے۔ اسی لیے میں نے پہلے ساسا کولائی اور مورائی جیسے دو شیطانوں کو یہاں سے بھگایا۔ ان کے بعد سولارز اور اس کی بیٹی بدی بدی کو بھی یہاں سے جانا پڑا۔ یہ دیوی کہلانے والی خواہ مخواہ مجھ سے جلتی رہتی ہے اور بغیر کسی وجہ کے میری مخالفت کرتی رہتی ہے۔ اگر میں کمانڈر کی حمایت کروں گی اور اسے یہاں رہنے دوں گی تو یہ دیوی

سب رنگ ڈائجسٹ میں پھنسنے والی سلسلے وار کہانی

قسط: ۱۴۰ روپے ② ڈائجسٹ: ۱۶۰ روپے

① ایک ایسے مجاہد کی داستان جو صدیوں پہلے مر گیا تھا لیکن اس کی لاش مٹنے کے تہہ خانے میں ابھی حالت میں موجود تھی۔

② سرنگاٹ کے بعد تے پراسرار مگر بھیانک کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر مرنے والے کو زندہ کرکے اپنا غلام بنا لیتا تھا۔

③ ایک خلائی اور پراسرار انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آکر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کرلیں۔

④ وہ طاقتور ترین شخص بن گیا جسے کوئی ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔

بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟

ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

اپنے قریبی ایجنٹ سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

اژدہا (ناول، دو حصے)	**اقابلا** (ناول، دو حصے)	**غلام رؤیائی**
قیمت: ڈائجسٹ ۱۶۰ روپے	قیمت: ڈائجسٹ ۱۶۰ روپے	قیمت: ۳۰ روپے، ڈائجسٹ ۱۶ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۔ کراچی ۱

میری مخالفت میں اسے یہاں رہنے نہیں دے گی' یہاں سے بھگادے گی۔"

دیوی نے اپنی ڈی کی زبان سے کہا "تم بکواس کررہی ہو۔ میں کبھی عوام کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتی۔"

"اسی لیے تھوڑی دیر پہلے تم نے دھمکی دی تھی کہ جو لوگ کمانڈر کو زون چھوڑنے پر مجبور کریں گے' انہیں تمہارا روبوٹ پی پی سیون موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ میں نے تمہارے روبوٹ کو صفرو لیٹچ پر پہنچا کر اوندھے منہ گرادیا ہے۔ اب تم مجھے بدنام کرنے کے لیے کوئی الٹی چال چلو گی۔ بہرحال میں عوام کے سامنے اعلان کرتی ہوں کہ کمانڈر کو یہ زون چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور میں تمام جان نثاروں سے التجا کرتی ہوں کہ وہ اپنے کمانڈر کی ایک غلطی اور خود غرضی کو معاف کردیں اور اسے یہاں عزت سے رہنے دیں۔"

ایک جان نثار نے کہا "تمارا! ہم تمہاری عزت کرتے ہیں اور آج سے تمہارے جان نثار ہیں۔ تمہاری ہدایت کے مطابق ہم کمانڈر کی مخالفت نہیں کریں گے۔"

دیوی نے کہا "تم نے پارس کے ساتھ رہ کر زبردست مکاریاں سیکھ لی ہیں۔ تم نے پہلے تو تمام جان نثاروں کو کمانڈر کے خلاف اتنا بھڑکایا کہ وہ کمانڈر کو یہ زون چھوڑنے پر مجبور کرنے لگے۔ اب کمانڈر کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھ رہی ہو۔ اب جان نثاروں کی طرح یہ کمانڈر بھی تمہارا مرید ہوجائے گا جب کہ یہ میرا حمایتی تھا۔ تمہاری سیاست اور چال بازی سے آئندہ یہ میری حمایت نہیں کرے گا لیکن میں اپنے حمایتی کو تمہاری جھولی میں نہیں جانے دوں گی۔ میں ہاری ہوئی بازی پلٹنا جانتی ہوں۔"

دیوی نے اپنے طور پر یہ پنچنیچ کیا۔ وہ یہ کہنا چاہتی تھی کہ کمانڈر کو بدستور اپنا حمایتی بنا کر اسے تمارا کی مکاریوں سے بچاتی رہے گی لیکن اس سے پہلے کہ وہ آگے کچھ کہتی' پارس اور تمارا نے پھر موجودہ بازی پلٹ دی۔

اچانک تمارا چیخ کر کہنے لگی "اے دیوی! یہ کیا کررہی ہے۔ چھوڑ دے کمانڈر کو۔ چھوڑ دے....."

سب ہی لوگ کمانڈر کو دیکھنے لگے۔ یہ کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا کہ پارس سایہ بن کر کمانڈر کے اندر تھا۔ اسے اِدھر سے اُدھر ڈگمگانے پر مجبور کررہا تھا اور وہ ڈگمگاتے ہوئے پارس کی مرضی کے مطابق کہہ رہا تھا "ارے دیوی جی! یہ تم کیا کررہی ہو؟ میں تو تمہارا حمایتی ہوں اور ہمیشہ تمہاری ہی حمایت کرتا رہوں گا۔"

تمارا ڈی شی تارا کے اندر آکر کہہ رہی تھی "خبردار! اپنی ڈی کے ذریعے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہو گی تو میں اس ڈی کو ڈس لوں گی۔"

ادھر کمانڈر کہہ رہا تھا "نہیں' دیوی جی! میں یہ زون چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ مجھے مجبور نہ کرو۔ یہ..... یہ میرے ہاتھ میرے جوتوں کی طرف نہ لے جاؤ۔ میں فلائنگ شوز کو آن نہیں کروں گا۔"

تمارا نے کہا "دیکھو لوگو! میں نے پہلے ہی کہا تھا' اگر میں کمانڈر کی حمایت کروں گی تو یہ دیوی اس کی مخالفت کرے گی۔ دیکھ لو۔ یہ کمانڈر کو یہاں سے بھگانا چاہتی ہے۔ اسے روکو۔ کمانڈر کو جانے نہ دو۔"

کچھ لوگ آگے بڑھے تاکہ کمانڈر کو پکڑ لیں۔ اس طرح جکڑ لیں کہ وہ دیوی کی زبردستی کے باعث مجبوراً پرواز نہ کرے۔ پرواز کرے جس کے پرواز کر جانے کا وقت آجاتا ہے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ یکبارگی فلائنگ شوز سے شعلے نکلے۔ وہ چوراہے کے چبوترے سے بلند ہوا اور لوگوں کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی فضا میں تیز سے پرواز کرتا چلا گیا۔

لوگ نظریں اٹھائے اس وقت تک اسے دیکھتے رہے' جب تک کہ وہ نظر آتا رہا تھا پھر وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اتنی ہی میں دیوی روبوٹ پی پی سیون کو صفرو لیٹچ سے نمبر دو پر لے آئی۔ ڈی شی تارا نے بھی فلائنگ شوز پہنے ہوئے تھے۔ وہ پی پی سیون کے ساتھ پرواز کرتی ہوئی تمام لوگوں سے دور اپنی رہائش گاہ کی طرف چلی آئی۔

اگر وہ ایسا نہ کرتی تو لوگ مشتعل ہو کر ڈی شی تارا سے ریموٹ کنٹرولر چھین لیتے۔ روبوٹ پی پی سیون کو اس کنٹرولر کے ذریعے کوئی بھی اپنا تابعدار بنا سکتا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ تمارا ریموٹ کنٹرولر کو ڈی شی تارا سے چھین لے گی۔

اس لئے بھی اپنی رہائش گاہ میں چلی آئی کہ پارس نے چالبازی سے کام لے کر اسے لوگوں کی نظروں سے گرا دیا تھا۔ بہت بڑا مسئلہ پیدا کردیا تھا کہ دیوی اس زون کے لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنائے اور جو نئی حکومت بننے والی ہے اس میں اپنے اعتماد کے لوگوں کی ایک مضبوط جماعت بنائے۔ اب ایک عام شہری کی طرح زون میں رہنا ہوگا یا زون چھوڑ کر ارضی دنیا میں واپس جانا ہوگا۔

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ پارس کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرنا اور اس زون میں برتری حاصل کرنا ممکن نہیں ہے اس کے باوجود وہ شکست کھا کر ارضی دنیا میں واپس نہیں جانا چاہتی تھی۔ یہ اس کا عزم تھا کہ وہاں رام راج قائم کرے گی پھر ارضی دنیا میں بھارت کی زمین پر پہنچ کر وہاں سے نہایت تجربہ کار سائنس دانوں اور ٹیکنیکل ماہرین کو زون میں لائے گی۔ اس کے بھارتی سائنس دان اور ماہرین کتنے ہی اہم شعبوں میں اس کی راہنمائی بھی کریں گے اور یہاں کی عورتوں سے شادیاں کرکے ہندو آبادی بڑھاتے رہیں گے۔

لیکن اب تک جو کچھ بھی ہوتا آرہا تھا' اس سے یہی ظاہر ہورہا تھا کہ جہاں وہ کامیابیاں حاصل کرنا چاہتی تھی' پارس وہاں سے اس کے قدم اکھاڑ دیتا تھا۔ وہ شکست خوردہ انداز میں سنجیدگی سے یہ فیصلہ کرنے لگی تھی کہ آئندہ پارس کے مقابلے پر نہیں رہے گی۔ یہ فیصلہ کرنے لگی تھی کہ آئندہ پارس کے مقابلے پر نہیں رہے گی۔ اس نے ارضی دنیا میں پارس سے دور رہ کر بڑی زبردست کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ امریکا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور اسرائیل کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں پر حکومت کرتی رہی تھی۔ اب اس کے اندر یہ خیال پک رہا تھا کہ وہ خلا میں بھی پارس سے دور رہ کر اپنی ایک علیحدہ حکومت قائم کرسکتی ہے۔ ضروری نہیں کہ اسی زون میں رام راج قائم کیا جائے۔ اس کائنات میں ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔

وہاں ایسی راہنما فلمیں اور ایسے نقشے تھے جو زون ون کے آس پاس کئی دوسرے زونوں کی طرف راہنمائی کرتے تھے۔ ان نقشوں میں یہ تفصیلات بھی درج تھیں کہ فلائنگ شوز کو کس زاویے' کس فاصلے اور کس سمت پر رکھنے کے لیے ان جوتوں میں ٹیکنیکی تبدیلیاں کی جاسکتی ہیں۔ ان تبدیلیوں کے مطابق پرواز کرنے والا اپنے کسی بھی مطلوبہ زون تک پہنچ سکتا تھا۔

دیوی کو معلوم تھا کہ ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز کا ذخیرہ کہاں ہے۔ وہ اس گودام میں گئی پھر وہاں سے چھ جوڑے لباس اور چھ جوڑے جوتے چھپا کر لے آئی۔ چوں کہ وہ سایہ تھی اس لیے کوئی پہرے دار اسے نہ دیکھ سکا۔ وہ چھ جوڑے بیک وقت نہیں' یکے بعد دیگرے اپنے لباس میں چھپا کر لائی تھی۔

وہاں بھوک پیاس سے بے فکر رہنے کے لیے ایسے کیپسول بھی تھے کہ ایک کیپسول نگلنے کے بعد تقریباً ایک ہفتے تک بھوک پیاس نہیں لگتی تھی۔ دیوی نے ایسے کیپسول اور پرواز کے لیے گیس کین کافی تعداد میں رکھ لیے پھر اس نے روبوٹ پی پی سیون سے پوچھا "اور کسی چیز کی کمی ہے تو بتاؤ؟"

دیوی بھول گئی تھی۔ روبوٹ نے یاد دلایا کہ آکسیجن کیپسول بھی رکھ لے جائیں۔ وہ ایسے کیپسول بھی لے آئی۔ ڈی شی تارا نے کہا "میں یہ سوچ کر خوفزدہ ہوں کہ تمارا کا سایہ میرے اندر ہوگا۔ وہ ہمارے سفر کی یہ تیاریاں دیکھ رہی ہوگی۔ ہماری روانگی کے وقت رکاوٹ بن جائے گی۔"

"یقیناً ہماری یہ تیاریاں تمارا اور پارس سے چھپی نہیں ہوں گی۔ وہ دونوں دیکھ رہے ہوں گے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مداخلت نہیں کریں گے۔ وہ دونوں تمام مخالفین کو ایک ایک کرکے یہاں سے بھگا چکے ہیں۔ ہمارے یہاں سے جانے پر بھی خوش ہوں گے۔"

بات یہی تھی۔ تمارا اور پارس انہیں نظرانداز کررہے تھے۔ تمارا نے پارس سے کہا "ٹھیک ہے کہ وہ جارہی ہے۔ اگر رہنا چاہتی تو میں اسے رہنے نہ دیتی لیکن جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمارے زون سے ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز جیسی قیمتی چیزیں اٹھا کر لے جائے۔"

"تم میری نظروں سے دیکھو' وہ ایک دن میری شریکِ حیات بنے گی۔ میرا فرض ہے کہ اسے اپنے میکے رخصت کرتے وقت کچھ تحائف دوں۔ وہ جو کچھ بھی لے جارہی ہے اپنے ہونے والے شوہر کا مال سمجھ کر لے جارہی ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ کبھی تمہاری شریکِ حیات بن سکے گی۔ تم زہریلے ہو۔ سانگ کی پسلی ہی رات میں تمہارا زہر اسے ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کردے گا۔"

"میں نہیں جانتا کہ وہ ایک ناگ کی دلہن بن کر کس انجام کو پہنچے گی۔ ہمارے بزرگ تیمرنی صاحب نے جو پیش گوئی کی ہے' اس پر یقین ہے۔ اس کے مطابق وہ ضرور ایک دن میری دلہن بنے گی۔"

"ہاں۔ وہ ایک دن تمہاری دلہن بنے گی۔ صرف ایک دن کے لیے پھر اس کی زندگی میں دوسرا دن نہیں آئے گا۔"

اتنا کہہ کر وہ اچانک ہی کراہنے لگی۔ پارس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی "کچھ عجیب سی تکلیف ہورہی ہے۔ پہلے کبھی ہوئی تھی۔ میں نے سوچا دوسری بار ہوگی تو تمہیں بتاؤں گی۔ میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

"کیا؟" اس نے چونک کر حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"ہاں ادھر آؤ۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے اپنے سایوں کو وجود میں ڈھال لیں پھر تمہیں یقین آئے گا۔"

چند سیکنڈ کے لیے وہ اپنے پیکروں میں لوٹ آئے۔ تمارا نے

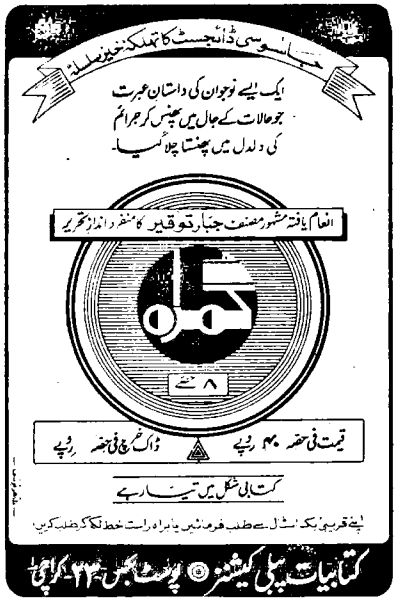

پارس کا ہاتھ تھام کر اپنے پیٹ پر رکھا۔ پارس نے تمارا کے شکم میں بچے کی حرکت محسوس کی پھر دونوں جسمانی سایوں کی سختی ختم ہوگئی۔

پارس نے کہا "بچہ شاید حرکت کررہا ہے۔ تمہیں حاملہ ہوئے چھ ماہ ہوچکے ہیں جب کہ ہماری شادی کو چھ ماہ نہیں ہوئے ہیں۔"

"یہاں زون میں عورتوں کا جسمانی نظام کچھ ایسا ہے کہ ان کے بطن میں پرورش پانے والے بچے دس ماہ کا سفر چھ ہفتے میں طے کرتے ہیں اور پیدا ہونے کے بعد تم نے ہم زون والوں کو دیکھا ہے کہ ہماری عمر رواں سست پڑجاتی ہے۔ ہم تیزی سے نہیں بڑھتے۔ ایک طویل بچپن' ایک طویل جوانی اور ایک طویل بڑھاپا گزارتے ہیں۔"

"اگر چھ ہفتے میں بچہ حرکت کررہا ہے تو میرے حساب سے تم تین ہفتے بعد مجھے باپ بنادو گی۔"

"وہ تو بن چکے ہو۔ ہاں دوسروں کی نظروں میں تین ہفتے بعد میں ماں بنوں گی اور تم باپ بن جاؤ گے۔"

"یہ کیا غضب کررہی ہو۔ مجھے نوجوانی میں والد بزرگوار بنارہی ہو۔ چند برس اور صبر کرلیتیں تو تمہارا کیا بگڑ جاتا۔"

"ہمارے زون میں کوئی باپ بننے والا بزرگ یا بوڑھا نہیں کہلاتا۔ تم جوان ہو' جوان ہی رہو گے۔ ہاں اگر دوسری حسیناؤں کو جوانی کے کرشمے دکھانے کے لیے جوان کہلانا چاہتے ہو تو تمہاری جوانی ہاتھی کے دانت جیسی ہوگی' جو صرف دکھانے کے لیے ہوگی کیوں کہ حسینائیں تمہارے لیے آہیں بھر سکیں گی لیکن جان پر کھیلنے کے لیے تمہاری تنہائی میں کبھی نہیں آئیں گی۔"

تمارا ڈی شی تارا کے پاس آگئی۔ وہ دیوی اور پی پی سیون کے ساتھ وہاں سے پرواز کرنے والی تھی۔ تمارا نے کہا "دیوی شی تارا! تم یہاں سے اچھی خاصی نایاب چیزیں لے جارہی ہو۔ میں اور پارس تمہیں یہ چیزیں تحائف کی صورت میں لے جانے کی اجازت دے رہے ہیں۔ تم پارس کا اور خصوصاً میرا شکریہ ادا کرو۔"

شکریہ ادا کرنا گویا تمارا کا احسان مند ہونا تھا اور دیوی اس سے کسی معاملے میں کم تر نہیں ہونا چاہتی تھی۔ اس نے کہا "میرے لیے پارس کے دل میں نرم گوشہ ہے۔ میری بہتری کے لیے میری ضرورت کی چیزیں یہاں سے لے جانے پر اسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس سلسلے میں تمہارا شکریہ ادا کروں گی' یہ تم نے کیسے سوچ لیا؟ پارس کا شکریہ ادا کرو کہ اس کی وجہ سے تم محفوظ ہو' ورنہ تمہیں تکھی کا ناچ نچادیتی۔"

تمارا نے ہنستے ہوئے کہا "تم نچانے کی بات اس کی بیوی سے کہہ رہی ہو' جو تمہیں مدتوں سے تکھی کا ناچ نچاتا آرہا ہے۔"

پارس نے کہا "پلیز آپس میں نہ الجھو اور تمارا تم بات نہ بڑھاؤ۔ دیوی جی کو خوش دلی سے رخصت کرو۔"

دیوی نے کہا "میرے لیے یہی خوشی کی بات ہے کہ یہ نظر نہیں آتی ہے اور روانگی کے وقت میں اس کی صورت نہیں دیکھ رہی ہوں۔"

"آواز تو سن رہی ہو۔ لہٰذا جاتے جاتے ایک دل جلانے والی خوش خبری سن لو۔ وہ جو کبھی تمہارا مرد بننے والا ہے میں اس مرد کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

دیوی کو چپ سی لگ گئی۔ تمارا نے کہا "تم نے کہا تھا میں نظر نہیں آرہی ہوں۔ میں کہتی ہوں' اچھا ہے کہ تم بھی نظر نہیں آرہی ہو ورنہ یہ خوش خبری سنتے ہی تمہارے منہ پر بارہ بجتے ہوئے دکھائی دیتے۔"

کوئی جواب نہ ملا۔ ڈی شی تارا پی پی سیون کے ساتھ چھت پر کھڑی ہوئی تھی۔ اچانک ان کے جوتوں سے شعلے نکلے اور وہ دونوں فضا میں بلند ہوتے چلے گئے۔ ان کی تیسری ہم سفر دیوی نظر نہیں آرہی تھی مگر وہ جاری تھی۔ وہ دونوں جو نظر آرہے تھے' وہ بھی نظروں سے اوجھل ہوتے جارہے تھے۔

○☆○

زون ون کے پہلے دو سائنس دان حکمران ساسا نکولائی اور ساسا موروائی اپنی حکومت چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوگئے تھے۔ وہ میں پہنچ کر دونوں دو مختلف سمتوں میں چلے گئے تھے۔ موروائی ارض دنیا کی طرف گیا تھا۔ اس کا جو حشر ہوا' وہ واقعات بیان کیے جاچکے ہیں۔ ساسا موروائی کے دونوں ہاتھ کلائیوں کی طرف سے کاٹ دیے گئے تھے اور وہ واشنگٹن کی ایک جیل میں اپنی مزید شامت اعمال کا انتظار کررہا تھا۔

ساسا نکولائی نے زون تھری کا رخ کیا تھا۔ اس کے ساتھ تین روبوٹ پی پی ایٹ' نائن اور ٹین تھے۔ ان سب نے اپنے فلائنگ شوز میں زون تھری کی سمت کا تعین کیا تھا۔ اس کے مطابق وہ اسی زون میں پہنچ گئے۔

وہ زون حد نظر تک بہت ہی خوب صورت و دلکش رنگ دکھائی دے رہا تھا۔ قوس قزح کے تمام رنگ دُھند کی طرح اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے۔ وہاں کی سطح پر کہیں کہیں چھوٹے قدرتی گڑھے تھے جن میں سے آہستہ آہستہ سفید رنگ کا دھواں اٹھ رہا تھا۔ کہیں کہیں تہ میں گیس تھی۔ اس گیس کے باعث وہاں ہریالی نہیں تھی۔ وہاں نہ بیج بوئے جاتے تھے اور نہ فصل اگائی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ مکان کی چار دیواری بھی نہیں اٹھائی جاسکتی تھی۔ دیواریں چند ہفتوں میں گر جایا کرتی تھیں۔ وہاں لوہے کے بڑے بڑے موٹے ستونوں پر نٹ بولٹ کے ذریعے مکانات استادہ تھے۔ لوہے کے ستون اتنے مضبوط اور پائیدار تھے کہ ان پر دو منزلہ اور تین منزلہ عمارتیں کھڑی کی گئی تھیں۔

ساسا نکولائی اپنے تینوں روبوٹس کے ساتھ جیسے ہی زون کی سطح پر اترا' ویسے ہی دور دور تک سائرن کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ تقریباً ہر دو سو گز کے فاصلے پر لوہے کے ستونوں پر سنیما کے پردے کی طرح بڑی بڑی اسکرینیں تھیں۔ سائرن کی آوازوں کے ساتھ ہی وہ تمام اسکرینیں روشن ہوگئیں۔ ان پر کئی مکانات اور عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ ان کے دروازے کھل رہے تھے۔ کھلے دروازوں سے جانور نما انسان باہر آرہے تھے۔ وہ سامنے یوں دیکھ رہے تھے جیسے کھلائی اور روبوٹس کو دیکھ رہے ہوں اور واقعی وہ اپنے مکانوں اور عمارتوں کے سامنے لگی ہوئی اسکرینوں پر ان آنے والے اجنبیوں کو دیکھ رہے تھے۔

وہ سامنے دیکھتے ہوئے اپنی زبان میں کہنے لگے "روبوٹس۔ روبوٹس ہیں۔ یہ زون ون سے ہمارے زون میں آگئے ہیں۔"

ان سے پوچھا گیا "کیوں آئے ہو؟ ہمارے زون میں کیوں آئے ہو؟ فوراً جواب دو ورنہ ہمارے ان ہتھیاروں سے موت کی شعاعیں نکلیں گی اور تمہیں فنا کردیں گی۔"

ساسا نکولائی نے اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "پلیز مین حیوانآدمی دھمکی نہ دو۔ تم لوگوں نے روبوٹس کو دیکھ کر یہ تو معلوم کرلیا کہ میں زون ون سے آیا ہوں۔ لیکن میرے اس خاص لباس کی کارکردگی سے واقف نہیں ہو۔ یہ ایٹمی لباس ہے۔ اس سے نکلنے والی شعاعیں پہاڑوں کو بھی ریزہ ریزہ کردیتی ہیں اور جس ہتھیار سے بھی ہم پر حملہ کیا جاتا ہے اس ہتھیار کی گولیاں اور تباہ کن شعاعیں ہمارے لباس سے ٹکرا کر واپس پلٹ جاتی ہیں اور ہم پر حملہ کرنے والے کے چیتھڑے اڑا دیتی ہیں۔"

ایک حیوانآدمی نے کہا "تم لوگوں کے متعلق ہماری معلومات محدود ہیں پھر بھی یہ جانتے ہیں کہ تم لوگوں نے بڑی سائنسی ترقی کی ہے اور جتنی ترقی کی ہے' اتنے ہی برباد ہوتے جارہے ہو۔ تم بھی برباد ہو کر ان فولادی روبوٹس کے ساتھ یہاں آئے ہو۔ کیا پناہ لینا چاہتے ہو؟"

نکولائی نے کہا "ہاں۔ میں یہاں پناہ لینا چاہتا ہوں لیکن پہلے اپنی طاقت اور بے پناہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کروں گا تاکہ تمہیں یہ یاد رہے کہ میں بے بس اور مجبور نہیں ہوں۔ تم لوگ کبھی فریب اور مکاریوں سے مجھے ہلاک نہیں کرسکو گے۔"

"یہی دعویٰ ہمارا ہے۔ تم بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ تم نے اپنے ایٹمی لباس کی خاصیت بتادی۔ یہ لباس ہر آنے والی گولی یا شعاع کو حملہ آور کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ ہماری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیوں کہ جو خاصیت تمہارے لباس میں ہے وہی ہمارے جسموں میں ہے۔ تمہاری ایٹمی شعاعیں ہمارے جسموں کے کسی بھی حصے سے ٹکرا کر تمہاری ہی طرف واپس چلی جایا کریں گی۔ یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لو۔ ہمارا ایک حیوانآدمی تمہارے پاس آرہا ہے۔"

ساسا نکولائی اسکرین پر ان حیوانآدمیوں کو دیکھنے لگا۔ وہ سب سر سے پیر تک انسان تھے لیکن ان کے چہروں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ صدیوں پہلے وہ جانور رہے ہوں گے پھر ان میں رفتہ رفتہ تبدیلیاں آتی رہیں۔ وہ چار پیروں سے جھک کر چلنے کے بجائے سیدھے دو پیروں پر کھڑے ہو کر تن کر چلنے لگے۔ چہروں پر بھی تبدیلیاں آتی رہیں۔ ڈارون کی تھیوری کے مطابق انسان پہلے بندر تھے پھر ہزاروں برسوں میں ارتقائی منازل طے کرتا ہوا خوب رو انسان بنتا چلا گیا۔ یہاں یہ بحث نہیں ہے کہ ڈارون کی تھیوری صحیح ہے یا غلط؟ لیکن زون تھری کے حیوان سیکڑوں ہزاروں برسوں سے ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے دو ہاتھ اور دو پیروں کے انسان بن چکے تھے۔ صرف چہروں پر حیوانوں کے آثار رہ گئے تھے۔ ان میں سے کچھ بندروں سے' کچھ لومڑیوں سے اور کچھ شیروں سے مشابہت رکھتے تھے۔

ویسے ان کی جسمانی تبدیلیوں سے زیادہ ان کی ذہنی تبدیلیاں حیرت انگیز تھیں۔ انہوں نے سائنس' طب اور ٹیکنیکل شعبوں میں ارضی دنیا کے انسانوں اور زون ون کے سائنس دانوں سے زیادہ ترقی کی تھی۔ وہاں کی ایک عورت فضا میں تیرتی ہوئی آئی پھر نکولائی اور روبوٹس کے سامنے پہنچ کر سیدھی کھڑی ہوگئی پھر اپنے منہ سے ایک کیپسول نکال لیا۔

وہ صحت مند جسم کی ایک حسینہ تھی۔ صرف چہرہ ایسا تھا کہ اسے دیکھ کر لومڑی یاد آجاتی تھی۔ وہ بولی "ہم باہر سے آنے والوں کو خوش آمدید نہیں کہتے اس لیے میں بھی نہیں کہوں گی۔ اگر تمہیں توہین کا احساس ہو تو مجھے اپنے لباس کی ایٹمی شعاعوں سے مار ڈالو۔"

آنے والی نے صرف ایک چرمی نیکر اور ایک چرمی بلاؤز پہنا ہوا تھا۔ باقی جسم ننگا تھا۔ صرف ایک ایٹمی شعاع اس کے حسین بدن کے چیتھڑے اڑا دیتی لیکن وہ اس دعوے کے ساتھ سینہ تان کر آئی تھی کہ کسی بھی ہتھیار سے اس کے بدن پر حملہ کیا جائے تو حملہ آور کو ناکامی ہوگی۔

ساسا نکولائی نے بے یقینی سے پوچھا "کیا ایٹمی ہتھیار سے بھی یہ حسین وجود فنا نہیں ہوگا؟"

"میں سامنے کھڑی ہوں۔ آزما لو' حملہ کرو مگر ہوشیار رہنا۔ تمہاری ایٹمی شعاعیں تمہاری ہی طرف لوٹ کر آئیں گی۔"

"تم ہمیں محتاط رہنے کو بھی کہہ رہی ہو اور توہین بھی اس لیے کررہی ہو کہ ہم مشتعل ہو کر تم پر حملہ کریں لیکن میں نادان نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں پہلے ہم ایک دوسرے کی طاقت کا حساب کرلیں۔ اگر ہماری طاقتیں متوازن ہوں گی تو ہم دوست بن جائیں گے ورنہ طاقت کا توازن نہ ہو تو کمزوروں کو کچل کر اپنی حکومت قائم کی جاتی ہے۔"

"یہاں ہماری حکومت ہے اور ہماری ہی رہے گی۔ اس سے پہلے کہ تمہاری طاقت کا توازن ہمارے سامنے بگڑ جائے' ہم تمہیں

بتائیں گے کہ ہم کس قدر قوی اور ذہین ہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔۔۔۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے منہ سے نکالے ہوئے کیپسول کو دوبارہ منہ میں رکھا پھر زون کی سطح سے چھ فٹ بلند ہوگئی۔ انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے دوسری طرف پلٹ گئی۔ ساسا نکولائی اور تینوں روبوٹس نے اپنے اپنے فلائنگ شوز کی پرواز کا تعین مخصوص بلندی اور محدود فاصلے تک کیا پھر اس کے پیچھے پرواز کرتے ہوئے کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک آبادی میں پہنچ گئے۔

وہاں بھی تمام مکانات اور دو تین منزلہ عمارتیں لوہے کے ستونوں پر بنائی گئی تھیں۔ وہاں جو عورتیں' مرد اور بچے تھے' وہ چھوٹے سائز کی کاروں میں آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ کاریں بھی زون کی سطح سے چار چھ فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہی تھیں۔ وہاں کے باشندے زون کی سطح کو فصل اگانے' رہنے اور آمدورفت کے لیے استعمال نہیں کرتے تھے۔ وہ نہ تو زون کی سطح پر رہتے تھے نہ آسمان پر' سطح اور آسمان کے درمیان فضا میں معلق رہ کر زندگی گزارتے تھے۔ اس کے باوجود اس زون کی سطح سے بے حد استفادہ کرتے تھے۔ سطح پر پڑے ہوئے بے شمار گڑھوں سے جو گیس خارج ہوتی تھی' وہ سانس لینے کے لیے آکسیجن کی کمی کو پورا کرتی تھی۔ زون کی تہ میں قدرتی غذا تھی۔ وہ غذا دور سے پتھروں اور چٹانوں کی طرح دکھائی دیتی تھی لیکن وہ چٹانیں اتنی ملائم تھیں کہ بچے بھی انہیں ہاتھوں سے نوچ کر اور دانتوں سے کاٹ کر کھا لیتے تھے۔ پہاڑوں کی بلندی پر برف کے تودوں کو توڑا جاتا تھا پھر اس بلندی سے پانی ان کی آبادی تک پہنچتا تھا۔

ان کی راہنمائی کرنے والی لومڑی حسینہ ایک دو منزلہ عمارت کے پاس آکر رک گئی۔ عمارت کے چاروں طرف کار پارکنگ اور پرواز کرنے والے افراد کے اترنے کے لیے دسیع و عریض پلیٹ فارم بنا ہوا تھا۔ وہ سب پرواز کرتے ہوئے اس پلیٹ فارم پر اتر گئے۔ ساسا نکولائی نے پوچھا "اس دو منزلہ عمارت میں کیا ہے۔ کیا تم ہمیں اندر لے جانا چاہتی ہو؟"

"تم اپنے روبوٹس کے ساتھ خود ہی اندر جاؤ گے۔ تمہیں یہاں تک پہنچانا' میری ڈیوٹی تھی۔ میری یہ ڈیوٹی ختم ہوگئی۔ اب میں جا رہی ہوں۔"

"ٹھہرو! اپنے لوگوں سے کہو' ہم اس عمارت کے اندر نہیں جائیں گے۔ وہ لوگ باہر آئیں۔"

"تمہارے زون میں آکر اپنی بات نہ منواؤ۔ یہاں وہی ہوتا ہے' جو ہم چاہتے ہیں۔ تم اندر جاؤ گے۔ نہیں جاؤ گے تو اسی طرح باہر کھڑے رہو گے۔ کسی دوسری جگہ جانا چاہو گے تو کہیں سے بھی ہائیڈروجن گیس کی ایک لکیر تمہاری ناک تک آئے گی۔ تم صرف ایک ہی سانس کھینچو گے تو تمہارے جسم کے اندر گوشت اور آنتیں پگھل کر پانی ہو جائیں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ لومڑی حسینہ پرواز کرتی ہوئی وہاں سے چل پڑی۔ نکولائی نے روبوٹس سے کہا "ہم یہاں مصیبتیں مول لینے آگئے ہیں۔ ہمیں کسی دوسرے زون میں جانا چاہیے۔"

ایک روبوٹ نے کہا "کیسے جائیں گے۔ وہ دھمکی دے کر گئی ہے کہ ہم یہاں سے کسی دوسری جگہ جانا چاہیں گے تو ہائیڈروجن گیس کے ذریعے ہلاک کر دیا جائے گا۔"

نکولائی نے کہا "ہو سکتا ہے' یہ محض دھمکی ہو۔ ہمیں چاہیے۔ میں گوشت پوست کا سانس لینے والا انسان ہوں۔ ہائیڈروجن گیس کے ذریعے ہلاک کر سکتے ہیں مگر تم تینوں نہیں لیتے ہو۔ وہ گیس تمہارے اندر نہیں جائے گی اور نہ نقصان پہنچائے گی۔ تم میں سے کوئی ایک فلائنگ کر کے اس زون سے باہر جائے۔ اس کے بعد ہم چلے آئیں گے۔"

پی پی ٹین نے کہا "میں جا رہا ہوں۔ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچے تو میرے پیچھے تم سب چلے آنا۔"

یہ کہہ کر اس نے بلندی کی طرف پرواز کی۔ نکولائی اور روبوٹس سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگے۔ پہلے چند سیکنڈ تک یہی دکھائی دیا کہ کچھ نہیں ہوگا لیکن ہو گیا۔ اس کے فلائنگ شوز کے پیچھے شعلے نکل رہے تھے۔ ٹھیک اسی جگہ ایٹمی شعاع کی چاندی جیسی سی کرن نے ایک جوتے کو چھو لیا پھر پلک جھپکنے سے پہلے ہی زبردست دھماکا ہوا۔ نکولائی نے ڈوبتے ہوئے دل سے دیکھا۔ پی ٹین کے فولادی جسم کے پرخچے اڑ گئے تھے۔

ان سے کچھ فاصلے پر سنیما کے پردے کی طرح بڑی اسکرین تھی۔ اس اسکرین پر ایک حیوانادمی نظر آیا۔ اس نے کہا "اس روبوٹ کے جسم پر حملہ نہیں کیا کیوں کہ اس کے جسم پر لباس تھا۔ ہماری ایٹمی شعاع اس کے لباس سے ٹکرا کر آجاتی۔ ہم اس کے چہرے اور آنکھوں پر حملہ کر سکتے تھے۔ ہاری فوکس پیوٹی (لومڑی حسینہ) نے جو وارننگ دی تھی وہ دھمکی نہیں تھی۔ اب تم کھڑے رہو اور فیصلہ کرتے رہو کہ اس عمارت میں داخل ہونا چاہو گے یا اپنی آخری سانس تک وہی کھڑے رہو گے؟ تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

ساسا نکولائی نے بے بسی سے اپنے باقی رہ جانے والے روبوٹس کو دیکھا۔ اس کا سہارا اور طاقت وہی دو روبوٹس تھے۔ اس کا ایٹمی لباس تھا۔ اس کے علاوہ کوئی غیر معمولی صلاحیت تھی اور اپنی حفاظت کے لیے کسی خفیہ طاقت کا سہارا نہیں تھا۔

وہ مجبور ہو کر آگے بڑھا۔ اس عمارت کا بڑا دروازہ کھل گیا۔ اندر کچھ حیوانادمی اپنے کاموں میں مصروف نظر آئے۔ کچھ ادھر ادھر آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان سے کچھ لومڑی نما' کچھ بندر نما تھے اور کچھ ایسے ہیبت ناک شیر بھیڑ دکھائی دیتے تھے لیکن انسانوں کی طرح کمر سیدھی تھی۔ دو پیروں سے چل رہے تھے۔ دو ہاتھوں سے کام کر رہے تھے اور ہر محاذ پر ذہانت سے کام لے رہے تھے۔

ایک کاریڈور کے پاس کھڑے ہوئے حیوانادمی نے ان سے کہا۔ "ادھر آؤ۔ تمہیں اس کاریڈور سے جانا ہے۔"

وہ تینوں اس کاریڈور سے گزرنے لگے۔ آگے دائیں بائیں اور سامنے کتنے ہی کاریڈور درخت کی شاخوں کی طرح نہ معلوم کس سمت گئے تھے۔ ایک نلکے سے کاریڈور کے سامنے کھڑے ہوئے حیوانادمی نے کہا "ادھر آؤ۔ تمہارا راستہ یہ ہے۔"

وہ کاریڈور اتنا تنگ تھا کہ ایک وقت میں ایک ہی شخص وہاں سے گزر سکتا تھا پھر وہاں ایک دروازہ تھا جسے کھول کر جانے کے بعد وہ خود بخود بند ہو جاتا تھا۔

پہلے ایک روبوٹ نے جانا چاہا لیکن وہ ایسا لحیم شحیم تھا کہ اس کاریڈور میں پھنس کر رہ جاتا۔ حیوانادمی نے کہا "دونوں روبوٹس آگے دوسرے کاریڈور سے جا سکتے ہیں۔ تم یہاں سے جاؤ۔"

نکولائی نے کہا "میں اپنے روبوٹس کے ساتھ جاؤں گا۔"

"نہیں' تمہارا راستہ الگ ہے۔ منظور ہے تو یہ دروازہ کھول کر تنہا کاریڈور میں جاؤ ورنہ یہیں کھڑے رہو۔ تمہیں واپس جانے کی یا کہیں آگے جانے کی اجازت نہیں ملے گی اور اجازت کے بغیر ایک قدم بھی اٹھاؤ گے تو موت کی طرف جاؤ گے۔"

وہ بری طرح پھنس گیا تھا۔ نہ آگے جانے کا حوصلہ تھا اور نہ ہی وہاں کھڑا رہ سکتا تھا۔ آخر اس نے روبوٹس سے کہا "تم دونوں آگے جاؤ۔"

وہ اس کاریڈور میں آگے بڑھ گئے۔ نکولائی دروازہ کھول کر اس تنگ سے کاریڈور میں آگیا۔ دو چار قدم چلنے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ کاریڈور کے اندر حرارت بڑھ رہی تھی۔ مزید چند قدم آگے جانے کے بعد حرارت ناقابل برداشت ہوگئی۔ وہ دوڑتا ہوا واپس دروازے کے پاس آیا اور اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ لاک ہو چکا تھا۔

دوسری طرف بھی ایک دروازہ تھا۔ اس میں کوئی چٹخنی یا لاک وغیرہ نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ تیزی سے ادھر جانے لگا۔ اتنی دیر میں اس کا تمام جسم پسینے سے بھیگنے لگا تھا۔ جسم پر لباس چبھ رہا تھا۔ وہ جلدی جلدی لباس اتارتا ہوا دوڑتا رہا۔ دوسرے دروازے کے پاس پہنچا تو واقعی وہ لاک نہیں تھا۔ نکولائی اسے کھولتا ہوا باہر آیا۔ جان لیوا حرارت سے نجات مل گئی۔ اطمینان سے سانس لیتے وقت یاد آیا کہ وہ ننگا ہو چکا ہے اور ایٹمی لباس کاریڈور میں رہ گیا ہے۔

وہ ایک دم سے لپک کر دروازے کے پاس آیا۔ اسے کھولنے کی کوشش کی تو کھول نہ سکا۔ اس کے پیچھے آہنی سلاخیں تھیں۔ سلاخوں کے پیچھے ایک کمرا تھا۔ اس کی ایک دیوار پر لگی ہوئی اسکرین روشن ہوئی۔ اسکرین پر ایک حیوانادمی مسکرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "اس کمرے میں آجاؤ۔ یہ آہنی سلاخوں والا دروازہ خود بخود بند ہو جائے گا۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر چیختے ہوئے بولا "میو فراڈ! چیٹر! مکار! دھوکے باز! تم لوگوں نے دھوکے سے مجھے ننگا کر دیا ہے۔"

حیوانادمی نے کہا "ننگا نہیں ہوگا کر دیا ہے۔ ایسی حالت میں تم اپنے زون میں بھی واپس نہیں جا سکو گے۔"

"تم لوگ پچھتاؤ گے۔ میرے روبوٹس پورے زون کو تباہ کر دیں گے۔"

اسکرین کا منظر بدل گیا۔ روبوٹ پی پی ایٹ اور نائن نظر آرہے تھے۔ وہ ساکت کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے آس پاس کھڑے ہوئے حیوانادمی مختلف اوزاروں سے ان کی پشت کا حصہ کھول کر وہ پیٹریاں نکال رہے تھے جن کے ذریعے وہ دونوں متحرک رہتے تھے۔ نکولائی اپنے اندر جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

اسکرین سے آواز آئی "سلاخوں کے اِدھر آؤ گے یا اُدھر ہی رہو گے؟ مگر کب تک اُدھر رہو گے؟ کیا ساری زندگی؟"

وہ سر جھکا کر آہنی سلاخوں والے دروازے سے گزر کر اندر آیا پھر پلٹ کر دیکھا۔ وہ دروازہ خود بخود مقفل ہو گیا تھا۔

ایک بہت بڑے گنبد نما ہال میں جدید سائنسی آلات اور مشینیں ترتیب سے رکھی ہوئی تھیں۔ چاروں طرف بڑی بڑی اسکرینیں تھیں۔ ان اسکرینوں پر اس زون کے مختلف علاقے دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں سے ایک اسکرین پر نکولائی نظر آرہا تھا۔

اس ہال میں ایک شاہانہ طرز کی بڑی ریوالونگ چیئر پر منکی ماسٹر بیٹھا ہوا تھا۔ اب وہ منکی یعنی بندر نہیں رہا تھا' قد آور انسان بن گیا تھا لیکن اپنے آباؤ اجداد کے حوالے سے منکی کہلاتا تھا۔ چوں کہ وہاں کے حکمرانوں میں سے ایک تھا اس لیے منکی ماسٹر کہلاتا تھا۔ دوسری اسکرین کے سامنے ٹائیگر ماسٹر اور تیسری ریوالونگ چیئر پر فوکس مسٹریس بیٹھی ہوئی تھی۔ دوسرے ماتحت منکی' ٹائیگر اور فوکس سکیورٹی گارڈز کی طرح اِدھر اُدھر الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔

وہ تینوں ریوالونگ چیئر پر بیٹھے اس اسکرین کو دیکھ رہے تھے جہاں نکولائی نظر آرہا تھا۔ وہ آہنی سلاخوں والے دروازے سے گزر کر اندر آگیا تھا۔ دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا۔ اندر ایک کرسی اور ایک چھوٹا سا بیڈ تھا۔ وہ کرسی پر آکر بیٹھا اور اس نے اپنے ہاتھ کرسی کے ہتھوں پر رکھے تو دونوں ہاتھ ہتھکڑیوں سے جکڑ گئے۔ وہ ہتھکڑیوں سے نجات پانے کے لیے جدوجہد کرنے لگا۔ بڑی سی اسکرین پر منکی ماسٹر نظر آرہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "کلائیاں ٹوٹ جائیں گی مگر رہائی نہیں ملے گی۔ عقل سے سمجھو اور ساکت بیٹھے رہو۔"

عقل نے بھی یہی سمجھایا کہ کلائیاں ٹوٹ جائیں گی۔ خود کو ٹوٹ پھوٹ سے بچائے رکھنا چاہیے۔ اس کے سوچنے کے دوران

چھت پر سے ایک آئرن کیپ اس کے سر پر آگئی اور اس کے سر کو پیشانی اور کنپٹیوں تک ڈھانپ لیا۔ نکولائی محسوس کر رہا تھا کہ آئرن کیپ کے اندر کئی تار اور پرزے اس کے سر پر مقناطیس کی طرح چپک رہے ہیں۔

تب اس نے اسکرین پر دیکھا۔ منکی ماسٹر نے بھی سر پر ویسی ہی آئرن کیپ پہن لی تھی۔ وہ ہونٹوں کو بند کیے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن اس کی سوچ کی لہریں نکولائی سے کہہ رہی تھیں "یہ اپنے خیالات سنانے والی اور دوسروں کے خیالات سننے والی کیپ ہے۔ تم میرے خیالات سن رہے ہو اور میں تمہارے خیالات سننے والا ہوں۔ جب تک وہ کیپ تمہارے سر پر رہے گی تب تک تم اپنے ہونٹوں اور زبان کو جنبش نہیں دے سکو گے۔ تمہارے چور خیالات بولتے رہیں گے اور تم انہیں بولنے سے نہیں روک سکو گے۔"

منکی ماسٹر خاموش ہو گیا۔ نکولائی کے چور خیالات بے اختیار بولنے لگے۔ اس نے کوشش کی کہ کچھ نہ سوچے مگر اس کا اپنا ذہن اپنے قابو میں نہیں رہا تھا۔ گویا وہ آئرن کیپ پینٹا نائز کرتی تھی۔ عمل تنویم کے ذریعے ذہن کو انسان کے اختیار سے باہر کر دیتی تھی اور ٹیلی پیتھی کے عمل کی طرح سوچ کی لہروں کو عامل تک پہنچاتی تھی۔ اپنی کارکردگی کے مطابق وہ ٹی ایچ کیپ یعنی ٹیلی پیتھی پینٹا نائزنگ کیپ کہلاتی تھی۔

وہ تینوں سربراہ منکی ماسٹر، ٹائیگر ماسٹر اور فوکس مسٹریس اس کے چور خیالات سے معلوم کر رہے تھے کہ زون ون میں ارضی دنیا کے باشندے آرہے ہیں۔ ان ارضی باشندوں میں بڑی حیرت انگیز صلاحیتیں ہیں۔ وہ ایسی کسی ٹی ایچ کیپ کے بغیر ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوسروں کے خیالات پڑھ لیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں، سایہ بن کر نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔

نکولائی کے خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ یہاں پناہ لینے آیا تھا۔ مگر قیدی بن گیا ہے۔ یہ بھی غنیمت ہے، اپنے زون میں رہتا تو جان سے مارا جاتا۔ اب تو زون ون میں بڑی تبدیلیاں آچکی ہوں گی۔ ارضی باشندے بہت چالاک اور مکار ہیں۔ انہوں نے سولارز اور اس کی بیٹی کو بھی وہاں سے بھگا دیا ہوگا۔

فوکس مسٹریس یعنی ملکہ لومڑی نے نکولائی سے سوچ کے ذریعے پوچھا "ارضی باشندے کس تکنیک سے سایہ بن کر نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں؟"

"انہوں نے غیر معمولی گولیاں تیار کی ہیں۔ میں ان کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ ساسا سولارز ارضی دنیا والوں سے شکست کھا کر زون ون میں واپس آرہا تھا تب ہمارے زون کی ایک لڑکی تمارا اپنے شوہر کے ساتھ سایہ بن کر سولارز اور اس کی بیٹی کے وجود کے اندر سما گئی تھی۔ اس طرح وہ زون ون کے خلائی پلیٹ فارم تک پہنچ گئے تھے۔"

ان تینوں سربراہوں نے نکولائی سے رابطہ ختم کر دیا۔ اپنے سروں سے کیپ اتار دی پھر ٹائیگر ماسٹر نے کہا "تشویش کی بات ہے کہ ارضی دنیا کے باشندے نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ یہاں آئیں گے تو ہمیں کئی طرح سے مجبور بے بس بنا دیں گے۔"

فوکس مسٹریس نے کہا "میں اپنی مکاری اور سیاست سے زون کی ملکہ بن گئی ہوں۔ اپنی مکاریوں سے مخالفین کو کچل ہوں لیکن منکی ماسٹر تم سائنس دان ہو۔ یہاں کی تمام سائنسی ایجادات تمہاری سائنس دان برادری کی مرہونِ منت ہیں۔ کوئی ایسا آلہ ایجاد کرو کہ وہ سایہ بن کر غائب ہونے والے تمہارے آلے کے سامنے سایہ نہ بن سکیں یا سایہ بننے کے چھپ کر ہم پر حملے نہ کر سکیں۔"

منکی ماسٹر نے کہا "واقعی بڑی تشویش کی بات ہے۔ وہ سایہ جاتے ہیں اور دوسروں کے وجود میں سما جاتے ہیں۔ اگر وہ آئیں گے اور ہمارے اندر سما جائیں گے تو ہم کبھی انہیں نہیں کر سکیں گے۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے اپنے ماتحت سائنس دانوں تک ہدایات پہنچانے لگا کہ اس نکتے پر غور کیا جائے اور عملی تجربے لیے راستہ نکالا جائے کہ ایک گوشت پوست کے ٹھوس جسم سائے میں کس طرح تبدیل کیا جا سکتا ہے پھر جس سائے کو کبھی پکڑ نہیں سکتے، اسے چھو کر کچھ محسوس نہیں کر سکتے اور جو روشنی کی ضد ہے وہ سایہ کیسے دوبارہ گوشت پوست کے ٹھوس میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

یہ ناممکن سی بات تھی لیکن سائنس دان اور ماہرین ناممکن کو ممکن بنا دیا کرتے ہیں اور ممکن بنانے کے لیے انہیں رات ایک ہی نکتے پر غور کرنے اور قابلِ عمل راستے نکالنے لیے برسوں تک محنت کرنی پڑتی ہے۔

منکی ماسٹر کی سائنس دان برادری بھی برسوں تک محنت والی تھی لیکن نکولائی کے قیدی بننے کے صرف پچپن گھنٹوں کے دیوی اپنی ڈی شی تارا اور روبوٹ پی پی سیون کے ساتھ زون کی سطح پر پہنچ گئی۔ پورے زون میں خطرے کا سائرن گونج وہاں کھلے مقامات پر جہاں جہاں بڑی اسکرینیں تھیں، روشن ہو گئی تھیں۔ فوکس مسٹریس، ٹائیگر ماسٹر اور منکی ماسٹر رہے تھے "تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟"

ان تینوں سربراہوں کو ایک جگہ قد آور روبوٹ کھڑا ہوا آرہا تھا۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ نے اس زون کی سطح پر قدم رکھنے سے پہلے ہی اپنی ڈی شی ایک گولی کھلا دی تھی تاکہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ کے سائے پی پی سیون کے اندر سمائے ہوئے تھے۔

دیوی نے کہا "کوئی بھٹکا ہوا مسافر تمہاری نگری میں آ

دور سے اسے مخاطب نہ کرو۔ سامنے آکر اسے مہمان سمجھ کر استقبال کرو۔"

ٹائیگر ماسٹر نے غرا کر کہا "جب تک تعارف حاصل نہ ہو اور ہمیں اطمینان حاصل نہ ہو، تب تک ہم بن بلائے مہمان کو خوش آمدید نہیں کہتے۔"

فوکس مسٹریس نے کہا "مسٹر روبوٹ! تمہاری آواز عورتوں جیسی ہے۔ کیا تم میری طرح ایک لیڈی ہو؟"

دیوی نے کہا "روبوٹس نر اور مادہ نہیں ہوتے لیکن تم مجھے لیڈی سمجھ سکتی ہو۔ ایک عورت دوسری عورت کو کبھی اپنے برابر چگہ نہیں دیتی۔ اگر یہ غلط ہے تو آواز اور میرے لیے کسی فلائنگ کار کا انتظام کرو۔ میں اس پورے زون کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"ہمارے زون کو دیکھ کر تم کیا کرو گی؟"

"اگر پسند آگیا تو یہاں اپنی حکومت قائم کروں گی۔"

"بڑے احمقانہ عزائم کے ساتھ آئی ہو۔ تم سے پہلے زون ون کا ایک سائنس دان نکولائی تین روبوٹس کے ساتھ آگیا تھا۔ ہم نے ایک روبوٹ کے پرخچے اڑا دیے۔ باقی دو کو ناکارہ بنا دیا ہے اور یہاں حکومت کرنے کے خواب دیکھنے والا نکولائی ہمارا قیدی بنا ہوا ہے۔"

دیوی نے ڈی شی تارا سے کہا "تم باتیں کرو۔ میں ان کے دماغوں میں جاری ہوں۔ یہ ہمارے لیے اچھی خبر ہے کہ یہاں دو روبوٹس ہیں۔ انہیں ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔ میں انہیں اپنے لیے کارآمد بنا لوں گی۔"

اس نے فوکس مسٹریس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی پھر بڑی آسانی سے ملکہ لومڑی کے اندر پہنچ گئی۔ وہ کچھ بے چینی سی محسوس کرنے لگی۔ دیوی نے کہا "ہیلو فوکس! تم استقبال کرنے نہیں آئیں۔ میں آگئی۔ کیا مجھے اپنے اندر سے بھگا سکو گی؟"

وہ گھبرا کر بولی "ٹائیگر ماسٹر! وہ شی روبوٹ جو اسکرین پر ہم سے ایک گھنٹے کے فاصلے پر ہے وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دماغ کے اندر آگئی ہے۔"

ٹائیگر ماسٹر نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا واقعی؟ وہ یہاں پہنچ گئی ہے... یہ ہمارا منکی ماسٹر کہاں چلا گیا ہے؟ ایسے وقت ہمیں اس کی ذہانت کی ضرورت ہے۔"

دیوی نے اس کے اندر آکر کہا "ہیلو ٹائیگر! تمہارا منکی ماسٹر خواہ کتنا ہی ذہین ہو، میرے آگے گھٹنے ٹیک دے گا۔ میں نے فوکس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے کہ تم تینوں اس زون پر حکومت کر رہے ہو۔ میں تم تینوں کو اپنی مٹھی میں رکھوں گی تو اس زون کی مالک و مختار بن جاؤں گی۔"

وہ باتوں کے دوران اس گنبد نما ہال میں رکھے ہوئے جدید سائنسی آلات اور مشینوں کو دیکھ رہی تھی۔ چھ مسلح گارڈز اس ہال کے مختلف حصوں میں کھڑے ہوئے تھے۔ دیوی نے ٹائیگر ماسٹر سے کہا "تم مجھے اسکرین پر دیکھ رہے ہو۔ میں اس ویران علاقے میں ہوں۔ میرے لئے فوراً ایک فلائنگ کوچ بھیجو اور میرے وہاں پہنچنے تک اپنے حکمراں ساتھی منکی ماسٹر کو یہاں حاضر رہنے کا مشورہ دو۔"

اس کے احکامات کی تعمیل ہونے لگی۔ روبوٹ کے لیے ایک فلائنگ کار روانہ کی گئی۔ فوکس مسٹریس اور ٹائیگر ماسٹر مختلف ذرائع سے منکی ماسٹر کا سراغ لگا رہے تھے لیکن وہ زون کی کسی اسکرین پر نظر نہیں آرہا تھا اور نہ ہی کسی کی کال کا جواب دے رہا تھا۔

دیوی نے فوکس مسٹریس سے پوچھا "کیا تمہیں پہلے سے یہ علم تھا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں؟"

"ہمیں اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ تم خلا کے کس حصے سے آئی ہو۔ یہاں آس پاس جتنے زون ہیں ان سب کی ایک ہی زبان ہے۔ تم یہ زبان بول رہی ہو لیکن بولتے وقت غلطیاں کر رہی ہو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمہارا تعلق کسی زون سے نہیں ہے اور تم ارضی دنیا سے آئی ہو۔ نکولائی نے ہمیں بتایا تھا کہ ارضی دنیا کے باشندے ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور وہ جب چاہتے ہیں خود کو سائے میں تبدیل کر کے نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ کیا تم ارضی دنیا سے آئی ہو؟"

اس کے جواب دینے سے پہلے ہی ٹائیگر ماسٹر نے کہا "میڈم فوکس! اپنا کمپیوٹر آن کرو۔ منکی ماسٹر ہم سے رابطہ کر رہا ہے۔"

فوکس مسٹریس نے اپنے قریب رکھے ہوئے کمپیوٹر کو آن کیا۔ دوسری طرف سے منکی ماسٹر کی تحریر اسکرین پر ابھرنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا "میڈم فوکس! ہمارے زون میں کوئی ارضی دنیا سے آئی ہے۔ وہ ہماری زبان صحیح طرح نہیں بول رہی ہے۔ اس کی باتیں سن کر مجھے شبہ ہوا تھا۔ جب تم نے چیخ کر کہا کہ وہ تمہارے دماغ کے اندر پہنچ گئی ہے تو میرے شبے کی تصدیق ہو گئی۔ میں فوراً ہی تم سے اور ٹائیگر ماسٹر سے دور چلا آیا ہوں۔"

فوکس مسٹریس نے دیوی کی مرضی کے مطابق کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا "تم کہاں ہو؟ ایسی مصیبت کے وقت ہمیں چھوڑ کر کیوں گئے ہو؟ کیا ہمیں اس بیرونی حملے سے نجات دلا سکو گے؟"

"میری یہی کوشش ہوگی۔ ویسے تم لومڑی کی نسل سے ہو تمہیں مکاری سے کام لے کر اپنی عقل سے سوچنا چاہیے تھا کہ وہ ارضی دنیا سے آنے والی ہمیں مکاری دکھا رہی ہے۔ ایک روبوٹ کے اندر وہ کیا بول رہی ہے جب کہ کوئی روبوٹ کسی لیڈی کی آواز اور انداز میں نہیں بولتا ہے۔ وہ روبوٹ کے اندر چھپ کر آئی ہے اور آئندہ تم سب کے اندر چھپ کر رہے گی۔ یہاں کوئی اسے جسمانی طور پر گرفتار نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اسے ہلاک کیا جا سکے گا۔ ابھی میں نہیں جانتا کہ تمہیں اور ٹائیگر ماسٹر کو اس سے کس

طرح نجات دلاؤں گا۔ پہلے تو میں اپنا اور اپنے زون کے اہم اکابرین کا تحفظ کررہا ہوں۔ میں نے ان سب کو اپنی منکی برادری والے علاقے میں بلایا ہے۔ انہیں اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ وہ نامعلوم مدت کے لیے گونگے بن جائیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے دھیمی آواز میں بھی نہ بولیں۔ ہمیشہ کمپیوٹر کے ذریعے گفتگو کریں۔"

ٹائیگر ماسٹر نے پوچھا "کیا ہمارے بولنے کے باعث وہ ہمارے دماغ میں آئی ہے؟"

"ہاں۔ تم دونوں بول رہے تھے۔ یہ مقدر کی بات ہے کہ میں خاموش تھا۔ اگر بولتا تو وہ میرے اندر بھی چلی آتی۔ بہرحال میں نے اپنے علاقے کی سرحد پر مسلح گارڈز کا سخت پہرا لگایا ہے۔ تم دونوں اپنے علاقوں کے لوگوں سے کہہ دو کہ میرے علاقے کی سرحد سے دور رہیں۔ نظر بھی نہ آئیں۔ جو بھی نظر آئے گا' میرے گارڈز اسے فنا کردیں گے۔"

"کیا تم نے ہمارے خلاف محاذ بنالیا ہے؟ تمہارے گارڈز ہمارے آدمیوں کو کیوں فنا کریں گے؟ کیا دشمنی ہے؟"

"دشمنی نہیں ہے۔ وہ سایہ بن کر رہنے والی تمہارے لوگوں کے اندر چھپ کر آئے گی تو ہمیں اس کی آمد کا علم نہیں ہوگا پھر وہ ہمارے علاقے میں آکر میرے وجود کے اندر بھی سما جائے گی۔ تمہیں اور ٹائیگر ماسٹر کو میری حفاظت کی خاطر اپنے لوگوں پر پابندیاں عائد کرنا چاہئیں۔"

فوکس مسٹریس دوستانہ انداز میں جواب دینا چاہتی تھی لیکن دیوی کی مرضی کے مطابق کمپیوٹر کے ذریعے بولی "تم نے ہمارے لوگوں کو فنا کرنے کی دھمکی دی ہے۔ ہم تمہاری دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوں گے۔ اگر تم اپنی سرحد بند کروگے تو ہم اس سایہ بننے والی کو دوست بنا کر تمہارے علاقے میں داخل ہوجائیں گے۔ اب میں اپنے دماغ میں رہنے والی سے پوچھتی ہوں۔ پلیز وہ اپنا نام بتائے۔"

دوسری طرف سے منکی ماسٹر کی تحریر نے کہا "اچھا تو اس وقت وہ تمہارے اندر ہے۔"

"ہاں۔ اس کا نام دیوی ہے۔"

"دیوی سے کہو اس کی شامت اسے یہاں لائی ہے۔ دیٹس آل۔"

دوسری طرف سے کمپیوٹر بند کردیا گیا۔ دیوی نے کہا "اس بندر نے مجھے چیلنج کیا ہے۔ مجھے بتاؤ' وہ کیسی کیسی قوتوں کا حامل ہے؟"

"منکی ماسٹر اور اس کی برادری کے اکثر لوگ بڑے ذہین اور تجربہ کار سائنس دان ہیں۔ انہوں نے بڑے حیرت انگیز سائنسی آلات اور مشینیں ایجاد کی ہیں۔ اب کسی ایسے فارمولے پر کام کررہے ہیں جس کے نتیجے میں وہ غیر معمولی کیپسول تیار ہوگا جسے نگلنے پر وہ بھی تمہاری طرح سایہ بن جائیں گے۔ اس کے علاوہ ایسا آلہ تیار کررہے ہیں جس کے ذریعے وہ تمہاری روپوشی اور تمہارے سائے سے ٹھوس جسم میں آنے کا راز معلوم کرسکیں گے۔"

دیوی ذرا تشویش میں مبتلا ہوئی پھر بولی "یہ ناممکن ہے۔ وہ ایسا کوئی غیر معمولی کیپسول یا غیر معمولی آلہ کبھی تیار نہیں کرسکیں گے۔"

"جب منکی ماسٹر اور اس کے ساتھی سائنس دان کسی بھی فارمولے پر کام کرتے ہیں تو ہمیں بھی یقین نہیں آتا کہ وہ ناممکن کو ممکن بنادیں گے لیکن ان کی کامیابیاں ثابت کردیتی ہیں کہ وہ سب واقعی بندروں کی نسل سے ہیں۔ وہ دوسروں کی نقالی کے ماہر ہیں۔ تم گوشت پوست کی ہو مگر سایہ بن جاتی ہو۔ اب وہ تمہاری بھی نقالی کرتے ہوئے کبھی غائب ہونے اور کبھی ظاہر ہونے کا تماشا دکھائیں گے۔"

"ایسی بات ہے تو میں انہیں ایسے فارمولوں پر کام کرنے سے روکوں گی۔ آج ہی روکوں گی۔ ابھی روکوں گی۔"

وہ فوکس مسٹریس اور ٹائیگر ماسٹر سے معلومات حاصل کرنے لگی کہ وہ دونوں کس طرح منکی ماسٹر کے خلاف اپنی طاقت استعمال کرسکتے ہیں۔ دونوں سہمے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے' وہ کسی بھی دشمن کے خلاف بہت طاقتور ہیں لیکن منکی ماسٹر کے ایٹمی ہتھیاروں سے خوف زدہ ہیں۔ اس کے سائنس دانوں نے ایسے چھوٹے بڑے سائنسی آلات تیار کیے ہیں جن کا استعمال صرف وہی جانتے ہیں۔ باقی دوسروں کے لیے وہ آلات بڑے پراسرار ہیں۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر فوکس مسٹریس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ روبوٹ پی پی سیون کی رہائش کے لیے ایک گیسٹ ہاؤس مخصوص کیا گیا تھا۔ وہاں روبوٹ ایک طرف کھڑا ہوا تھا اور ایک پلنگ پر ڈی شی تارا کا سایہ لیٹا ہوا تھا۔ دیوی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا' وہ سو رہی تھی۔ گہری نیند میں تھی۔

دیوی اپنے بستر سے اٹھ کر اس کے بستر کے سرے پر آکر بیٹھ گئی پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "تھوڑی دیر کے لیے بیدار ہوجاؤ۔ اس کے بعد دوبارہ سوجانا۔"

وہ بیدار ہوگئی۔ وہ دونوں سایہ بن کر رہنے کے دوران خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرتی تھیں لیکن اس وقت ان کی گولیوں کا اثر ختم ہوگیا۔ دونوں ہی گوشت پوست کے جسموں میں ظاہر ہوگئیں۔ ڈی نے کہا "دیوی جی! آپ ظاہر ہوگئی ہیں۔"

"تم بھی ظاہر ہوگئی ہو۔ ایک مقررہ وقت سے پہلے کوئی میری اصل صورت نہیں دیکھ سکے گا۔ تم بھی نہیں دیکھ رہی ہو اور نہ ہی یہ میری اصلی آواز اور لہجہ ہے۔"

"ہاں میں سن رہی ہوں۔ آپ میری آواز اور لہجے میں بول رہی ہیں۔"

"میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے جگایا ہے کہ میں ایک ضروری کام سے جارہی ہوں۔ میری واپسی چند گھنٹوں میں بھی ہوسکتی ہے اور کچھ عرصہ بھی لگ سکتا ہے۔ تم میرے لیے پریشان نہ ہونا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تم سے رابطہ رکھوں گی۔"

"دیوی جی! میں جسمانی طور پر ظاہر ہوچکی ہوں۔ یہاں کے لوگ مجھے دیکھتے ہی مار ڈالیں گے۔"

دیوی نے گولیاں نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا "یہ دو گولیاں ہیں۔ ہماری ارضی دنیا کے وقت کے حساب سے ایک گولی کا اثر تین ماہ تک رہتا ہے۔ دو گولیاں تمہیں چھ ماہ تک روپوش رکھیں گی۔ اگر میں جلد ہی واپس آؤں گی تو تم سے ایک گولی واپس لے لوں گی۔ ایک گولی کہیں گم نہ ہونے پائے۔ اسے کہاں چھپاؤ گی؟"

"یہ میری کلائی میں جو کنگن ہے اس کے خول میں چھپا کر رکھوں گی۔ میں سایہ بنی رہوں گی۔ کسی کی نظر میرے کنگن پر نہیں پڑے گی۔"

وہ مطمئن ہوکر وہاں سے اٹھ گئی پھر بولی "اپنی نیند پوری کرو۔ میں جارہی ہوں۔"

دیوی ایک گولی نگل کر سایہ بن گئی۔ اس نے دیکھا۔ ڈی شی تارا نے گولی حلق سے نہیں اتاری تھی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ دروازے کھڑکیاں بند ہیں۔ یہاں کوئی داخل نہیں ہوسکے گا۔ میں نیند پوری کرنے کے بعد سایہ بن جاؤں گی۔ ویسے گولیوں کو بچا کر رکھنا چاہیے' خطرہ پیش آتے ہی نگلنا چاہیے۔

وہ دونوں گولیوں کو کنگن میں چھپا کر بستر پر لیٹ گئی۔ دیوی نے اس گیسٹ ہاؤس کے اندر اور باہر اچھی طرح دیکھا۔ اس کی ڈی سے دور یا نزدیک کوئی نہیں تھا۔

دیوی نے دوسرے کمرے میں آکر پی پی سیون کے فلائنگ شوز میں منکی ماسٹر کے علاقے تک کے فاصلے اور سمتوں کا تعین کیا پھر اس سے کہا "مقررہ فاصلے تک چلو' پھر میری ڈی کے پاس واپس آجانا۔ میں شاید کچھ عرصے تک تم سے دور رہوں گی۔"

ڈی شی تارا نے دیوی کی ہدایت پر دروازہ کھولا۔ پی پی سیون باہر آیا۔ وہ دروازہ دوبارہ اندر سے بند ہوگیا۔ دیوی پی پی سیون کے اندر سما کر وہاں سے منکی ماسٹر کے علاقے کی طرف روانہ ہوگئی۔

انہی لمحات میں منکی ماسٹر سائنسی تجربہ گاہ میں مصروف تھا۔ ایک ماتحت تیزی سے دوڑتا ہوا آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک جدید قسم کا تھری انچ کا آڈیو ریکارڈر تھا۔ اس نے کہا "ماسٹر! یہ سنیں' ڈیٹیکٹو آلے کے ذریعے یہ آوازیں ریکارڈ کی گئی ہیں۔"

اس نے ریکارڈر کو آن کیا۔ منکی ماسٹر توجہ سے سننے لگا۔ دیوی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "یہ دو گولیاں ہیں۔ ہماری ارضی دنیا کے وقت کے حساب سے ایک گولی کا اثر تین ماہ تک رہتا ہے۔ دو گولیاں تمہیں چھ ماہ تک روپوش رکھیں گی....."

وہ دونوں ہندی زبان بول رہی تھیں۔ اس زون کے لوگوں کے دماغوں میں جو قدرتی ٹرانس لیٹر آلہ تھا اس کے ذریعے وہ ہندی زبان منکی ماسٹر کی سمجھ میں آرہی تھی۔ جب اس نے یہ سنا کہ ڈی نے وہ دو گولیاں اپنے کنگن میں چھپائی ہیں اور دیوی روبوٹ کے ساتھ کہیں جارہی ہے تو اس نے تمام ساتھی سائنس دانوں سے کہا۔ "برین لاکنگ کیپ پہن لو۔ شاید وہ دیوی ادھر آرہی ہے۔ سرحد کے تمام گارڈز کو مستعد اور چوکنا رہنے کو کہو۔"

منکی ماسٹر اور سب ہی سائنس دان برین لاکنگ کیپ پہننے لگے۔ وہ کیپ دماغ کو مقفل کردیتی تھی۔ اجنبی سوچ کی کوئی لہر کیپ پہننے والے کے دماغ تک نہیں پہنچ پاتی تھی۔ پراسرار سوچ کی لہریں کیپ سے ٹکرا کر واپس چلی جاتی تھیں۔

منکی ماسٹر نے دیوار پر لگے ہوئے کئی بٹنوں میں سے ایک بٹن کو دبایا۔ اس سائنسی تجربہ گاہ کی چھت کا ایک حصہ کھلنے لگا۔ اس نے ایک کیپسول نکال کر اپنے منہ میں رکھا۔ اس کے ساتھ ہی پرواز کرتا ہوا کھلی ہوئی چھت سے گزرتا ہوا باہر چلا گیا۔ چھت دوبارہ بند ہونے لگی۔

دیوی کو فوکس مسٹریس اور ٹائیگر ماسٹر کے چور خیالات نے بتایا تھا کہ روبوٹ کو جو گیسٹ ہاؤس رہائش کے لیے دیا گیا ہے وہاں کوئی خفیہ جاسوسی آلہ نہیں ہے۔ ان کے خیالات نے سچ کہا تھا۔ وہ دونوں یہ نہیں جانتے تھے کہ منکی ماسٹر ان سے بہت سی باتیں چھپاتا ہے۔ اس نے گیسٹ ہاؤس کے علاوہ کئی اہم عمارتوں میں جاسوسی آلات چھپا رکھے تھے۔ وہ فوکس مسٹریس اور ٹائیگر ماسٹر کی بھی خفیہ گفتگو ریکارڈ کرتا رہتا تھا۔

وہ خفیہ جاسوسی آلات اس لیے کسی کی نظروں میں نہیں آتے تھے کہ وہ دروازوں کے ہینڈل کا ایک لازمی حصہ بن کر رہتے تھے۔ منکی ماسٹر اس گیسٹ ہاؤس کے دروازے پر پہنچ گیا۔ وہاں اس نے اپنے لباس میں سے ایک چھوٹا سا آلہ نکالا جو ریموٹ کنٹرولر کی طرح تھا۔ اس کا ایک بٹن دباتے ہی اس میں سے ایک پتلی اینٹی شعاع نکلی۔ روشنی کی اس پتلی سی دھار نے دروازے کے لاک کو تین طرف سے کاٹ دیا۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔

ڈی شی تارا گہری نیند میں تھی۔ اس کی ایک کلائی میں وہ کنگن تھا۔ دماغ کے قدرتی ٹرانس لیٹر آلے نے سمجھایا تھا کہ کنگن ایک زیور ہے جسے کلائی میں پہنا جاتا ہے۔ وہ بستر کے سرے پر بیٹھ گیا پھر اس کے ہاتھ کو تھام کر وہ کنگن کلائی سے اتارنے لگا۔

ڈی شی تارا کی آنکھ کھل گئی۔ وہ ایک اجنبی کو دیکھ کر چیخنا چاہتی تھی' ماسٹر نے ایک ہاتھ سے اس کا منہ دبا دیا۔ وہ اس کے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں تڑپنے لگی پھر نڈھال سی ہوکر تڑپنا بھول گئی۔ کنگن اس کی کلائی سے نکل گیا۔

منکی ماسٹر نے کنگن کے خول سے دونوں گولیوں کو نکال کر اپنے لباس میں چھپالیا۔ ڈی شی تارا اسے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ بولا "گھبراؤ نہیں' میں نے تمہاری اور دیوی کی گفتگو ہندی

زبان میں سنی ہے۔ ہم ہر زبان سمجھ لیتے ہیں۔ تم سن رہی ہو کہ میں تمہاری زبان بول رہا ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "میں التجا کرتی ہوں۔ میری گولیاں واپس کردو۔"

"تم صرف دو گولیاں مانگ رہی ہو' میں ایسی سیکڑوں دوں گا۔ پہلے اس کا کیمیائی تجزیہ کرکے اس کا فارمولا تیار کرلینے دو۔"

"میں مرجاؤں گی۔ دیوی جی مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گی۔"

"تم میرے پاس رہو گی۔ دیوی خیال خوانی کے ذریعے بھی تمہارے دماغ میں نہیں آسکے گی۔ یہ کیپ دیکھ رہی ہو؟ یہ برین لاکنگ کیپ ہے۔ یہ سر پر رہے تو پرائی سوچ کی لہریں تمہارے دماغ کو چھو بھی نہیں سکیں گی۔"

"کیا تم مجھے یہاں سے لے جاؤ گے؟"

"ہاں۔ کیا تمہیں کسی جوان نے یہ نہیں بتایا کہ تم کتنی حسین ہو۔ بس یہ سمجھ لو کہ تم اپنی ارضی دنیا سے میری تمنائیں دور کرنے آئی ہو۔"

اس نے ایک کیپسول منہ میں رکھا۔ شی تارا کو دونوں بازوؤں میں اٹھایا پھر دوڑتا ہوا گیسٹ ہاؤس سے باہر آکر پرواز کرنے لگا۔

○☆○

رمی ریز اور ٹیری ٹیلر بڑے وفادار اور محبِ وطن تھے۔ تمام سابقہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مختلف حالات میں اپنے وطن سے غداری کی۔ اپنے امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے ماتحت بن کر رہنا گوارا نہیں کیا۔ امریکا چھوڑ کر دوسرے ممالک میں گئے پھر دوسروں کے جال میں پھنس کر ان کے غلام بن کر رہ گئے۔

اس بار جنرل کی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث رمی ریز اور ٹیری ٹیلر اس کے مخالف بن گئے۔ ان دونوں کا مطالبہ تھا کہ انہیں اپنی حفاظت کے لیے ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز دیے جائیں۔ جنرل انہیں یہ دے سکتا تھا۔ ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز پانچ بعدد تھے۔ ان میں سے دو بعدد ان دونوں کو دیے جاسکتے تھے لیکن جنرل نے کہا کہ پہلے سائنسی تجربہ گاہ میں ان خلائی اشیا کا تجزیہ کیا جائے گا ایسے ہی سیکڑوں لباس اور جوتے تیار کیے جائیں گے اس کے بعد وہ لباس اور جوتے اپنے ملک کے دونوں خیال خوانی کرنے والوں کو دیے جائیں گے۔

رمی ریز اور ٹیری ٹیلر نے اپنی توہین محسوس کی۔ انہوں نے دو بعدد لباس اور جوتے چرا لیے پھر جنرل اور اعلیٰ حکام سے کہا "جنرل محض اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے ہمیں ان چیزوں سے محروم رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے کمینے پن کے باعث ہم نے عارضی طور پر اپنی وفاداری کو بالائے طاق رکھا۔ صرف دو لباس اور دو جوڑے جوتے چرائے لیکن ہمیں الزام دیا جارہا ہے کہ ہم نے تین بعدد لباس اور تین جوڑے جوتے چرائے ہیں۔ یہ محض الزام ہے۔ تیسرا لباس اور جوتے کس نے چرائے ہیں' اس کا سراغ لگایا جائے۔"

انہوں نے جنرل کے چور خیالات پڑھے۔ پتا چلا اس نے نہیں کسی دوسرے نے چرائے ہیں۔ اعلیٰ حکام اور دوسرے اعلیٰ فوجی افسران نے کہا "اگر جنرل ہمارے دونوں خیال خوانی کرنے والوں کو ناراض نہ کرتا تو وہ دونوں اپنی نگرانی میں ان لباسوں اور جوتوں کو بہ حفاظت سائنسی تجربہ گاہ تک پہنچا دیتے۔ حکومت چاہتی ہے کہ رمی ریز اور ٹیری ٹیلر ہمیشہ کی طرح محبِ وطن اور اپنے حکمرانوں کے وفادار رہیں۔ ہم ان کی وفاداریوں کے پیشِ نظر جنرل کو فوج کی ملازمت سے برخاست کرتے ہیں۔"

اس طرح امریکی حکام نے رمی ریز اور ٹیری ٹیلر کی ناراضگی دور کردی۔ ان سے کہا "سائنسی تجربہ گاہ میں ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز کی تکنیک اور میکانزم کو سمجھا جارہا ہے۔ جلد ہی یہ چیزیں خاصی تعداد میں تیار کی جاسکیں گی۔ ٹرانسفارمر مشین بالکل تیار ہے۔ اب ہمیں نئے خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ کرنا چاہیے۔"

وہ دونوں حکومت اور فوج کے مختلف شعبوں سے ایسی جوان لڑکیوں اور جوان مردوں کا انتخاب کرنے لگے جو صحت مند' باڈی بلڈر' نہایت ذہین اور حاضر دماغ تھے۔ انہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے لیے لازمی تھا کہ اس مشین کے ایک بیڈ پر رمی ریز یا ٹیری ٹیلر کو لیٹنا پڑتا تاکہ ان کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ان جوانوں کے دماغوں میں منتقل ہوسکیں لیکن رمی ریز اور ٹیری ٹیلر اپنے حکمرانوں اور فوج کے اعلیٰ افسروں کے سامنے نہیں آتے تھے۔ وہ دوستوں اور دشمنوں سے چھپ کر زندگی گزارتے تھے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے فوج کے اعلیٰ افسران سے کہا "ہم دونوں میں سے کوئی ایک ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر قابل نوجوانوں کے اندر ٹیلی پیتھی کا علم ٹرانسفر کرے گا پھر وہاں سے واپس چلا آئے گا۔ اگر تعاقب کیا جائے گا اور ہماری خفیہ رہائش گاہ کا سراغ لگایا جائے گا تو ہماری وفاداری غداری میں تبدیل ہوجائے گی۔"

وہ دونوں محبِ وطن تھے مگر ان کے اور حکمرانوں کے درمیان اعتماد قائم نہیں رہا تھا۔ جب ٹرانسفارمر مشین کو استعمال کرنے کا وقت آیا تو ٹیری ٹیلر اس جزیرے میں گیا' جہاں وہ مشین تھی۔ وہ ایک نوجوان کے ساتھ مشین سے گزرنے کے بعد اس جزیرے سے واپس آگیا۔

جس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کی جاتی تھیں وہ مشین سے گزرنے سے پہلے بے ہوش ہوجاتا تھا اور بعد میں بھی دو چار گھنٹے تک بے ہوش رہتا تھا۔ ٹیری ٹیلر نے جس نوجوان کے اندر ٹیلی پیتھی اور دیگر غیر معمولی صلاحیتیں پیدا کی تھیں' اس کے دماغ میں رمی ریز موجود رہا۔ جب وہ ہوش میں آنے لگا تو رمی ریز نے اس پر تنویمی عمل کیا اور یہ بات نقش کردی کہ اسے محبِ وطن رہنا چاہیے لیکن حکمران اور فوجی افسران کے نامعقول احکامات کی تعمیل نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اسے اچھے مقاصد کے لیے بہتر مشوروں کی ضرورت ہو تو وہ کسی وقت بھی رمی ریز اور ٹیری ٹیلر سے رابطہ کرسکتا ہے۔

ٹیری ٹیلر کے ذریعے ایک جوان نے ٹیلی پیتھی کے علاوہ سماعت و بصارت کی غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرلی تھیں۔ اس نوجوان کے ذریعے دوسری نوجوان لڑکی کے اندر وہی صلاحیتیں منتقل کی گئیں پھر اس لڑکی کے ذریعے تیسرے نوجوان تک وہ صلاحیتیں پہنچائی گئیں۔ ان سے بہت دور بیٹھے ہوئے رمی ریز اور ٹیری ٹیلر ان تمام نو آموز ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر جاتے تھے اور ان پر تنویمی عمل کرکے وہی باتیں نقش کردیتے تھے کہ انہیں اپنے حکمران اور فوجی افسران کے بے جا احکامات کی تعمیل نہیں کرنا چاہیے۔

مسلسل بارہ دن تک پانچ نوجوان صحت مند حسین لڑکیوں اور سات خوبرو جوان مردوں کو اس مشین سے گزارا گیا۔ رمی ریز اور ٹیری ٹیلر ان سب کے دماغوں میں وطن سے محبت اور معقول احکامات پر عمل کرنے کے اصول نقش کرتے رہے۔

اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران نے ان بارہ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حکم دیا کہ وہ دوسرے دن فوجی ہیڈ کوارٹر میں حاضر ہوجائیں۔ انہیں مزید ٹریننگ کے لیے مختلف شہروں کے انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ میں بھیجا جائے گا۔

دوسرے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران آرمی ہیڈ کوارٹر کے پریڈ گراؤنڈ میں بے شمار فوجی جوانوں کے ساتھ آئے اور ان بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا انتظار کرنے لگے لیکن ان بارہ میں سے کوئی ایک بھی نہیں آیا۔

انہوں نے اس ہاسٹل کے سیکیورٹی افسر سے فون کے ذریعے پوچھا "اس ہاسٹل کے بارہ رنگروٹ کہاں ہیں؟"

سکیورٹی افسر نے جماہی لیتے ہوئے کہا "سر! میں ابھی سو رہا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے مجھ پر اور یہاں کے دوسرے تمام گارڈز پر پچھلی رات تنویمی عمل کیا۔ ہمیں سلا دیا پھر وہ سب یہاں سے کہیں چلے گئے۔ اب اس ہاسٹل میں الو بول رہے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے غصے سے پوچھا "کیا بکواس کررہے ہو؟ خواب اور حقیقت میں فرق ہوتا ہے۔ جاؤ ان بارہ رنگروٹوں سے کہو۔ ابھی مجھ سے فون پر بات کریں۔"

فون پر دوسری آواز نے کہا "میں ان بارہ میں سے ایک رنگروٹ ہوں۔ سکیورٹی افسر کی اس رپورٹ پر یقین کرلیں کہ ہم میں سے کوئی اس قید خانے میں نہیں ہے' جسے آپ ہاسٹل کہتے ہیں۔ سکیورٹی افسر نے خواب نہیں دیکھا تھا۔ ہم سب نے تمام گارڈز کو سحر زدہ کیا تھا اور خود پر لگائے گئے پہرے کو توڑ دیا تھا۔ اب ہم سب آزاد ہیں۔"

"کیا تم یہ کہہ رہے ہو کہ ہم نے تمہیں قیدی بنایا تھا اور اب تم سب آزاد ہو کر باغی بن گئے ہو۔ کیا وطن دشمنی کے لیے تم سب کے اندر غیر معمولی صلاحیتیں پیدا کی گئی تھیں؟"

"ہم دشمن نہیں' وطن دوست ہیں۔ جب فوج کا شعبہ آزاد رہ کر وطن کی سلامتی اور بہتری کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتا ہے تو ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی آزاد رہ کر ملک اور قوم کے لیے ہمیشہ جدوجہد میں مصروف رہ سکتے ہیں۔ کیا رمی ریز اور ٹیری ٹیلر نے آزاد رہ کر اس ملک اور قوم کو نقصان پہنچایا ہے؟"

"اچھا تو ان دونوں خیال خوانی کرنے والوں نے تم سب کو اپنے تنویمی عمل سے جکڑ لیا ہے۔ تم سب خود کو آزاد سمجھ رہے ہو لیکن ان دونوں کے معمول اور تابعدار ہو۔"

"یہ آپ کا خیال ہے ورنہ انہوں نے ہمیں آپ جیسے اکابرین کے بے جا دباؤ میں رہ کر فرائض ادا کرنے سے منع کیا ہے۔ اب سے پہلے جتنے ہمارے خیال خوانی کرنے والے آپ جیسے افسران کی پابندیوں میں تھے انہیں اپنے بُرے انجام سے دوچار ہونا پڑا۔ ہم ماضی سے سبق حاصل کرچکے ہیں۔ آئندہ ملک اور قوم کی خدمت اس طرح کریں گے جس طرح رمی ریز اور ٹیری ٹیلر کررہے ہیں۔"

"ہماری راہنمائی کے بغیر کس طرح ملک و قوم کی خدمت کرو گے؟"

"آپ جیسے فوجیوں کی راہنمائی سے خدا بچائے۔ آپ سے پہلے بھی فوجی افسران نے اپنے الٹے سیدھے منصوبوں سے ہمارے درجنوں خیال خوانی کرنے والوں کو بھٹکا دیا۔ دوسروں کا غلام بنا دیا یا پھر انہیں موت کے منہ میں پہنچا دیا۔"

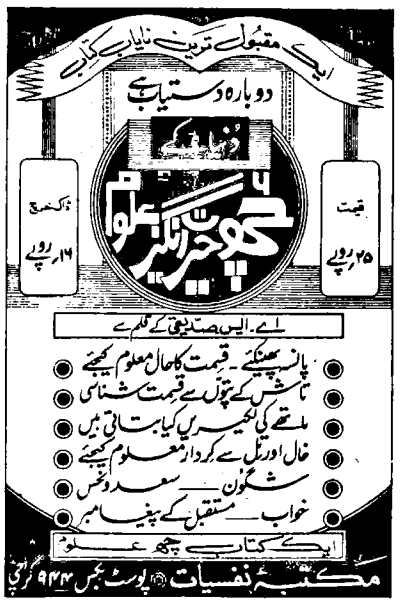

اس فوجی اعلیٰ افسر نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک اعلیٰ حاکم سے کہا "ہم زبردست دھوکا کھا رہے ہیں۔ وہ تمام رنگروٹ ہم سے بغاوت کر چکے ہیں۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا "معلوم ہے۔ اس وقت ایک رنگروٹ میرے دماغ میں بول رہا ہے۔"

دوسرے حکام اور افسران بھی کہنے لگے کہ ان کے دماغوں میں بھی ان بارہ میں سے کوئی نہ کوئی بول رہا ہے۔ ان تمام اکابرین کو بیک وقت یہ معلوم ہو رہا تھا کہ ری ریز اور ٹیری ٹیلر کی طرح وہ بارہ خیال خوانی کرنے والے بھی روپوش رہ کر اپنے فرائض ادا کرتے رہیں گے۔

ایک اعلیٰ حاکم نے غصے سے کہا "کیا خاک فرض ادا کریں گے؟ کیسے فرض ادا کریں گے؟ کسی بھی کام کے لیے پہلے ہم سے اجازت لینی ہوگی۔ ہم عوام کے منتخب نمائندے ہیں۔ یہاں ہماری حکومت ہے۔"

"چھوٹی حکومت ہو یا امریکا جیسے بڑے ملک کی حکومت، سب ہی حکومتیں فوج کے بل بوتے پر رہتی ہیں لیکن ہم فوج سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔ ہم اپنے حکمرانوں کو دباؤ میں نہیں رکھیں گے اور فوج کے بڑوں کو اپنی من مانی کرنے نہیں دیں گے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "تم ہمارے خلاف کیا کر لو گے؟"

"یہ رفتہ رفتہ معلوم ہوگا۔ فی الحال ہم اپنے ملک اور قوم کی بہتری کے لیے ٹرانسفارمر مشین کو اپنی نگرانی میں رکھیں گے۔ کسی فوجی افسر کو اس جزیرے میں جانے کی اجازت نہیں ہوگی جہاں یہ مشین ہے۔"

اعلیٰ افسر اٹھ کر اپنے ماتحت سے بولا "جزیرے میں ڈیوٹی دینے والے جوانوں اور افسروں کو فوراً خطرے سے آگاہ کرو۔ ان سے کہو کہ ہیلی کاپٹرز کے ذریعے مزید فوجی امداد بھیجی جا رہی ہے۔"

ایک جوان نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "سی ان سی صاحب اتنا مت اچھلو۔ وہاں جزیرے میں جتنے فوجی تھے ان سب نے ہمارے حکم پر وہ جزیرہ چھوڑ دیا ہے۔ وہ واشنگٹن پہنچنے والے ہیں۔ ہم تینوں افواج کے سربراہوں سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنی فوجوں کو جزیرے کے قریب نہ پہنچنے دیں۔ ایٹمی لباس صرف تمہارے ہی پاس نہیں، ہمارے پاس بھی ہیں۔ ہم ایک ملک اور ایک قوم کے باشندے ہیں، ہمیں آپس میں امن اور سلامتی سے رہنا ہوگا۔ اپنی فوجی برتری کے زعم میں جو بھی قدم اٹھاؤ گے وہ تمہیں نقصان پہنچائے گا اور ہم اپنے ملک کے فوجیوں کو نقصان نہیں، فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں۔ آپ تمام اکابرین موجودہ حالات پر غور کریں پھر شام کے چار بجے آپ سب جہاں بھی ہوں گے ہم آپ کا فیصلہ سننے آپ کے دماغوں میں حاضر ہو جائیں گے۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ ذہنوں پر سناٹا چھا گیا۔ وہ نئے خیال خوانی کرنے والے چلے گئے۔ فوج کے اعلیٰ افسر نے فضا میں گھونسا لہرا کر

کہا "یہ نئے خیال خوانی کرنے والے جوان اس حد تک ہمارے لیے کبھی چیلنج نہ بنتے" یہ ری ریز اور ٹیری ٹیلر کے بھگانے ہمارے خلاف محاذ بنا چکے ہیں۔"

ایک نے کہا "یہ تمام نوجوان نادان نہیں ہیں کہ کسی کے بھگانے پر ایسا راستہ اختیار کریں گے۔ وہ پانچ لڑکیاں اور سات جوان مرد بے حد ذہین ہیں، حاضر دماغ ہیں اسی لیے انہیں ٹرانسفارمر مشین تک پہنچایا گیا تھا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ انہیں ری ریز اور ٹیری ٹیلر کی راہنمائی مل گئی ہے۔"

"وہ حکمرانوں اور فوجیوں کو اپنی دانست میں مجبور اور بے بس بنا رہے ہیں۔ بغاوت کے پہلے ہی مرحلے میں ٹرانسفارمر مشین پر قبضہ جما لیا ہے۔ اگر ہم نے انہیں جزیرے سے بے دخل نہ کیا تو ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔"

"انہوں نے ایسے حالات پیدا کیے ہیں کہ ہمیں جنگ لڑنے کے راستے پر لے آئے ہیں مگر ہم کس سے جنگ کریں گے۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ری ریز اور ٹیری ٹیلر کی طرح روپوش رہیں گے۔ جزیرے میں اپنے کئی تابعداروں کو مسلح رکھیں گے۔ ہمارے حملوں سے تمام تابعدار مریں گے۔ وہ تمام باغی روپوش رہ کر ہم پر حملے کریں گے پھر تشویش کی بات یہ ہے کہ ان کے پاس دو عدد ایٹمی لباس ہیں۔"

ایک افسر نے چونک کر کہا "اوہ ہم یہ بھول رہے ہیں کہ یہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سائنسی تجربہ گاہ میں پہنچ سکتے ہیں۔ ہمیں وہاں کے فوجی جوانوں اور افسروں کو محتاط اور مستعد کرنا چاہیے۔"

واقعی وہ ذرا دیر کے لیے یہ بھول گئے تھے کہ ٹرانسفارمر مشین کو ان سے چھیننے والے سائنسی تجربہ گاہ میں پہنچ کر وہاں سے مسلح فوجیوں کو بھگا سکتے ہیں۔ انہوں نے سائنسی تجربہ گاہ کے انچارج افسر سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا "کیا وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں؟"

"جی نہیں، مسٹر ری ریز اور مسٹر ٹیری ٹیلر نے ہمیں اب تک مخاطب نہیں کیا ہے۔"

"وہ لوگ خاموشی سے دماغوں میں آ سکتے ہیں۔"

"وہ ہمارے اپنے ہیں۔ چوروں کی طرح چھپ کر کیوں آئیں گے؟"

"اب وہ اپنے نہیں رہے، چور بن گئے ہیں۔ ان کے ساتھ بارہ نئے خیال خوانی کرنے والے بھی باغی ہو گئے ہیں۔"

انچارج افسر کو بتایا گیا کہ انہوں نے ٹرانسفارمر مشین پر قبضہ جما لیا ہے۔ اس سائنسی تجربہ گاہ پر بھی قبضہ جما سکتے ہیں لہٰذا معلوم کیا جائے کہ وہ چوری چھپے وہاں موجود ہیں یا نہیں؟ وہاں کوئی خلاف توقع بات ہوئی ہو، جس سے شبہ ہوتا ہو کہ خیال خوانی کرنے والے تجربہ گاہ کے اندر مصروف رہنے والوں کے دماغوں میں چھپے ہوئے ہوں۔

انچارج افسر اس سلسلے میں چھان بین کرنے لگا۔ اس نے ایک گھنٹے کے بعد رابطہ کر کے کہا "سر! یہاں کسی خیال خوانی کرنے والے کی موجودگی کے آثار نہیں ہیں۔ ویسے چھپ کر دماغ میں رہنے والے کو محسوس بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ہمارے آپ کے دماغوں میں جتنا محتاط رہے گا، اتنے ہی ہم اس کی موجودگی سے بے خبر رہیں گے۔"

شام چار بجے یہ نوجوان ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام حکمرانوں اور فوجی افسروں کے دماغوں میں آئے پھر ایک نے اعلیٰ افسر سے کہا۔ "یہ عجب بے بسی ہے کہ جب تک مخاطب نہ کیا جائے تم ہمیں اپنے اندر محسوس بھی نہیں کر سکتے۔"

"ہم خوب سمجھ رہے ہیں۔ تم سب سائنسی تجربہ گاہ میں جاتے ہو اور وہاں چھپ کر رہتے ہو۔"

"وہ ہمارے ملک کی بہت بڑی سائنسی تجربہ گاہ ہے۔ ہم وہاں جانے کے حقدار ہیں، پھر ہم چھپ کر کیوں جائیں گے؟"

"اس نیت سے چھپ کر جاؤ گے کہ ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز تیار ہوتے ہی انہیں وہاں سے چرا لے جاؤ۔"

"ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ وہاں تیار ہونے والی تمام چیزوں کو ایک بڑے اسٹور روم میں لاک کر کے رکھا جائے گا۔ جب خلا سے آنے والے حملہ کریں گے تو ہم اسٹور روم سے ان چیزوں کو نکال کر جوابی حملہ کریں گے۔ تم یہ خیال دل سے نکال دو کہ کوئی فوجی جوان یا افسران ایٹمی لباسوں اور فلائنگ شوز کو خلا میں جانے کے لیے استعمال کر سکے گا۔"

"وہ لباس اور جوتے خلا میں جانے کے لیے تیار کیے جا رہے ہیں۔ کیا تم ہمارے دلیر اور ذہین فوجیوں کو وہاں جانے سے روکو گے؟"

"ہاں۔ پہلے یہ بتانا ہوگا کہ خلا میں جانا کیوں ضروری ہے۔ کیا وہاں کے مختلف زونوں پر حکومت کرنے کا ارادہ ہے؟"

"بے شک، ہم وہاں کے تمام زونوں میں جا کر امریکی پرچم لہرائیں گے۔"

"ہماری دنیا کے جتنے ملکوں میں امریکی امداد کا پرچم لہرا رہا ہے، وہاں کون سی خوش حالی ہے۔ ہم چھوٹے ممالک کو دباؤ میں رکھ کر وہاں کے عوام سے اپنی برائیاں سنتے ہیں۔ کیا خلا میں گالیاں سننے کا ارادہ ہے؟ اس دنیا میں ہمارے بے شمار دشمن ہیں۔ ایک طویل مدت سے تم لوگ فرہاد علی تیمور کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نہ کر سکے۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ فرہاد کا بیٹا خلا میں پہنچا ہوا ہے۔ یہاں اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو خلائی زون میں جا کر کون سا تیر مار لو گے؟"

"ہم اس سلسلے میں تم سے نہ بحث کرنا چاہتے ہیں اور نہ مشورہ لینا چاہتے ہیں۔"

"مشورہ تو لینا ہی ہوگا ورنہ تم میں سے جو بھی فلائنگ شوز پہنے گا، اس میں کوئی نہ کوئی خرابی ہم پیدا کر چکے ہوں گے۔ وہ جوتے تمہیں تھوڑی سی بلندی تک لے جا کر واپس زمین پر گرا دیں گے۔"

وہ نیا خیال خوانی کرنے والا جوان ایک فوجی جوان کی زبان سے بول رہا تھا۔ تمام سننے والوں کو ذرا دیر کے لیے چپ سی لگ گئی پھر ایک حاکم نے پوچھا "خلا کی وسعتوں میں جانا اور کائنات کے راز معلوم کرنا انسان کا حق ہے۔ تم لوگ اعتراض کیوں کر رہے ہو؟"

"ہم چاہتے ہیں، پہلے زمین کے جھگڑے نمٹاؤ۔ پھر خلا میں جھگڑے شروع کرو۔ پارس کے مقابلے میں پہلے کون سی کامیابی حاصل کی ہے کہ خلائی زون میں جا کر کامیابی کے جھنڈے گاڑ دو گے؟"

ایک افسر نے کہا "ہم ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز کے ذریعے اب فرہاد علی تیمور کو ضرور گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کریں گے۔"

"تم سے پہلے بابا صاحب کے ادارے میں یہ چیزیں تیار ہو چکی ہوں گی۔ تم لوگ کب تک اس ادارے اور فرہاد کو اپنے سے کم تر سمجھتے رہو گے۔"

"تم سب نئی نسل کے جوان ہو۔ فرہاد سے متاثر بھی ہو اور مرعوب بھی۔ کیا اس کے قدموں میں گرنے کا ارادہ ہے؟"

"کسی بھی دانش مند سے پوچھ لو۔ وہ کہے گا، جس دشمن کو زیر نہیں کر سکتے اسے دوست بنا لو۔ اس طرح شکست کھا کر نیچے نہیں گرو گے۔ دوستی کر کے اس کے برابر رہو گے۔"

"فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ اپنے اس خیال سے باز آ جاؤ کہ ہمارے منتخب افراد کو خلا میں جانے سے روکو گے۔ ہم نے اس خیال سے ٹرانسفارمر مشین کو نظر انداز کیا ہے کہ وہ مشین ہمارے ہی امریکی جوانوں کی نگرانی میں ہے۔ ہمیں آپس میں لڑنا نہیں چاہیے۔ تم لوگ بھی اپنے اندر لچک پیدا کرو۔ ہم تمہارے معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے۔ تم ہمارے معاملات سے دور

اسپرانزا زندگی کے لیے ایک کوچہ گردہ نورد کی سرگزشت

بابر زمان خان کی آپ بیتی جگ بیتی

سب رنگ میں شائع ہونے والا مقبول ترین سلسلہ

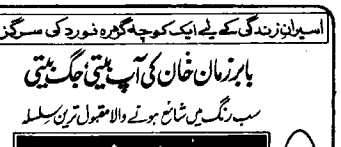

قیمت فی حصہ ۱۶ روپے

ڈاک خرچ فی حصہ ۴ روپے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے منگوائیں

کتابیات پبلی کیشنز، چوک دالن سی ۳۲ کراچی ۱

رہو۔ ہمارے لوگوں کو خلا میں جانے سے نہ روکو۔ اس طرح ہمارے درمیان امن اور سلامتی رہے گی۔"

اس نوجوان نے کہا "بے شک ہمیں آپس میں لڑنا نہیں چاہیے۔ ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز کی تیاری میں نہ جانے کتنے ہفتے اور کتنے مہینے لگیں گے۔ ان چیزوں کے تیار ہونے تک ہمارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہوگا۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ وہ جتنے خیال خوانی کرنے والے تھے' وہ سب مختلف سمت چلے گئے تھے۔ رمی ریز اور ٹیری ٹیلر کی طرح انہوں نے یہ طے کیا کہ روبرو کبھی کسی سے نہیں ملیں گے۔ خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھیں گے۔ اپنا چہرہ اور حلیہ بھی وہ تبدیل کرچکے تھے۔ انہوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ اپنے طور پر کوئی قدم اٹھانے سے پہلے رمی ریز اور ٹیری ٹیلر سے مشورہ لے لیا کریں گے۔

جو نوجوان فوج کے اعلیٰ افسر سے باتیں کررہا تھا' اس کا نام جان ٹریزر تھا۔ رمی ریز نے اس سے کہا "ٹریزر بھائی! ہمارا فوجیوں کا جھگڑا چلتا ہی رہے گا۔ وہ فوجی وردی پہن کر اور ہتھیاروں کے ذخیرے پر کھڑے ہوکر سمجھتے ہیں کہ سب ہی ان کے آگے سہم کر سر جھکائے رہیں گے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے ملک کے حکمرانوں کو بھی اپنے سامنے جھکائے رکھتے ہیں۔ بہرحال اب ان کی انا اور برتری کو دھچکا لگ رہا ہے۔ انہیں دھچکے برداشت کرنے دو۔ اب یہ سراغ لگاؤ کہ ایک ایٹمی لباس اور ایک جوڑا فلائنگ شوز کس نے چرایا ہے۔ میں نے اور ٹیری ٹیلر نے صرف ایک ایک لباس اور ایک ایک جوڑے جوتے چرائے تھے۔ ہمارے علاوہ جس نے چوری کی اس نے بھی خیال خوانی کے ذریعے کامیابی حاصل کی ہے۔"

جان ٹریزر نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے میں بھی ہیں اور اسرائیل میں بھی پھر دو چار آزاد خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ آزاد خیال خوانی کرنے والوں میں سے کوئی ان فلائنگ شوز کو پہن کر خلائی زون کی طرف چلا گیا ہو۔"

اچانک ایک لڑکی کی سوچ کی لہروں نے کہا "میں جولی آدم بول رہی ہوں۔ جان ٹریزر! تم نے کہا تھا کہ ہم جب چاہیں' ایک دوسرے کے دماغ میں آسکتے ہیں اس لیے میں بغیر اجازت آئی ہوں۔ میں نے تمہاری چند باتیں سنی ہیں۔ میرا خیال ہے' کوئی آزاد ٹیلی پیتھی جاننے والا تنہا خلائی زون کی طرف نہیں جائے گا۔"

"تم بھول رہی ہو' پارس تنہا گیا ہے۔"

"وہ خلائی زون سے آنے والی نکی سیون کے ساتھ گیا ہے۔ اس نے نکی سیون سے خلائی زون کے متعلق بہت کچھ معلوم کیا ہوگا۔ میں یقین سے کہتی ہوں' لباس اور جوتے اس نے چرائے ہیں' جو ان چیزوں کو زیادہ تعداد میں تیار کرنا چاہتا ہوگا۔ وہ چوری کسی ایک شخص کے شوق کے لیے نہیں بلکہ پورے ادارے یا پورے ملک کو فائدہ پہنچانے کے لیے کی گئی ہے۔"

رمی ریز نے کہا "شاباش۔ صحیح لائن پر سوچ رہی ہو۔"

جولی آدم نے کہا "بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے اسی دن دو روبوٹس کے جسموں سے ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز اتار کرلے گئے تھے جس دن سولارز خلائی زون سے آیا تھا اور پھر واپس بھاگ گیا تھا۔ اس طرح یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ چیزیں بابا صاحب کے ادارے والوں نے نہیں' بلکہ کسی یہودی خیال خوانی کرنے والے نے اسرائیلی مفاد کی خاطر چرائی ہیں۔"

رمی ریز نے کہا "ہمارا بھی یہی خیال ہے۔ وہ اسرائیلی بھی اپنی کسی لیبارٹری میں خلائی لباس اور جوتوں کی تیکنیک اور میکانزم کو سمجھ رہے ہوں گے اور شاید ایسے لباس اور جوتے تیار کرنے کے مرحلوں سے گزر رہے ہوں گے۔"

ٹریزر نے کہا "وہ ایسی غیر معمولی چیزیں ہمارے ملک سے چرا کر لے گئے ہیں۔ ہم انہیں ان کے ارادوں میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔"

جولی نے کہا "ہم اسرائیلی خیال خوانی کرنے والوں تک شاید نہ پہنچ سکیں لیکن ایسی کسی تجربہ گاہ تک پہنچ سکتے ہیں جہاں وہ چیزیں تیار ہورہی ہوں گی۔ وہاں تک پہنچنے کے بعد یہودی خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچنے کا راستہ مل سکے گا۔"

"پہلے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ غلطیاں کرتے رہے کہ کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے دشمن کے ملک یا علاقے میں جاتے تھے پھر ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کی گرفت میں آکر ان کے تابعدار بن جاتے تھے۔ ہم ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ اپنے ہی ملک میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کے علاقے میں جائیں گے۔ وہاں ہمارے معمول اور تابعدار ہوں گے۔ ہم ان کے ادارہ کراپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوششیں کریں گے۔"

ان کے درمیان یہ طے پایا کہ وہ امریکا میں رہنے والی دو یہودی لڑکیوں اور دو جوان مردوں کو ٹریپ کریں گے۔ تنویمی عمل کے ذریعے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنائیں گے پھر انہیں اسرائیل روانہ کردیں گے۔ ان کے وہ چاروں تابعدار جسمانی طور پر اور ان کے عامل دماغی طور پر اسرائیل میں رہ کر اس خفیہ ادارے تک پہنچنے کی کوششیں کریں گے جہاں ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز تیار ہورہے ہوں گے۔

رمی ریز اور ٹیری ٹیلر ان بارہ نئے خیال خوانی کرنے والوں کے ساتھ بڑی ذہانت اور حکمت عملی سے کام کررہے تھے۔ انہوں نے ایک درجن صحت مند افراد کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر جزیرے میں پہرے داری کے لیے بھیج دیا تھا۔ وہ معمول پہرے دار ٹرانسفارمر مشین کے آس پاس مسلح اور مستعد رہتے تھے اور خیال خوانی کرنے والے جوان ان کے دماغوں میں آتے جاتے رہتے تھے۔

وہ روزانہ ایک باصلاحیت اور بااعتماد صحت مند جوان کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارتے تھے۔ روز ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ کرکے بڑی رازداری سے خیال خوانی کرنے والی ایک فوج بنا رہے تھے۔

یہ تمام خیال خوانی کرنے والے کسی چیز کے محتاج نہیں تھے۔ وہ جب چاہتے تھے' لاکھوں کروڑوں ڈالر ان کے قدموں میں پہنچ جاتے تھے۔ مختلف شہروں اور علاقوں میں وہ شاندار رہائش گاہوں میں رہنے لگے تھے۔ سب نے اپنا نام اور حلیہ بدل لیا تھا۔ رمی ریز اور ٹیری ٹیلر نے اپنی اس فوج کا نام ٹی پی آر می رکھا تھا۔ ابھی ان کی تعداد بیس تک پہنچی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ تعداد سو سے اوپر جاسکتی تھی۔

بڑی تعداد کا حساب رکھنے کے لیے ایک معمول اور تابعدار کے دماغ کو سب نے اپنی حاضری کی جگہ بنایا تھا۔ وہ سب روز صبح سات بجے سے دس بجے تک اس کے دماغ میں آکر اپنا اپنا شمار نمبر بتاتے ہوئے کہتے تھے "میں نمبر نائن بخیریت ہوں۔"

وہ معمول اور تابعدار اپنے دماغ میں وہ آوازیں سن کر ایک رجسٹر میں لکھتا تھا کہ نمبر نائن' نمبر فورٹین' نمبر ایٹین خیریت سے اور سلامتی سے ہیں۔

رمی ریز اور ٹیری ٹیلر وقتاً فوقتاً اس تابعدار کے دماغ میں آکر رجسٹر چیک کرتے تھے پھر اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کی خیریت اور سلامتی سے آگاہ ہوکر مطمئن ہوجاتے تھے۔

دو ہفتے بعد ایک دن پتا چلا کہ نمبر بیس اور نمبر اکیس کی حاضری رجسٹر میں درج نہیں ہے۔ انچارج نے کہا "جتنے افراد میرے اندر آکر بولتے رہے' میں فوراً ان کی حاضری لکھتا رہا۔ آج پہلی بار میں نے نمبر بیس اور اکیس کی آواز نہیں سنی ہے۔"

رمی ریز اور ٹیری ٹیلر دوسرے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو ان دونوں کی غیر حاضری کی اطلاع دینے لگے۔ پہلے یہ انتظار کیا گیا کہ شاید وہ دونوں سو رہے ہوں گے یا اچانک بیمار پڑ گئے ہوں گے اور بیماری کے باعث خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہے ہوں گے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دو دن تک ان کا انتظار کیا۔ اس دوران ان کے دماغوں میں گئے تو انہیں بے ہوشی کی حالت میں پایا۔ تقریباً چھ گھنٹے بعد وہ ہوش میں آگئے۔ رمی ریز نے پوچھا۔ "مولی! تم بے ہوش کیسے ہوگئی تھیں؟"

اس نوجوان حسینہ کا نام مولی پارکر تھا۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ رمی ریز کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔ اسی وقت ٹیری ٹیلر نے رمی ریز کے پاس آکر کہا "کوئی ہمارے ساتھ گڑبڑ کررہا ہے۔ میں میک کالم کے دماغ میں گیا تھا۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ میں نے دوسری بار جاکر اسے اپنا نام بتایا۔ اس کے باوجود اس نے میری سوچ کی لہروں کو بھگا دیا۔"

"ابھی مولی نے بھی میرے ساتھ یہی کیا ہے۔ مولی اور میک کالم کو ضرور کسی نے ٹریپ کیا ہے۔ ان دونوں کو ہم سے چھین لیا گیا ہے۔ ہمیں اپنی آرمی کے تمام جوانوں کو ہوشیار رہنے کی تاکید کرنا چاہیے۔ آج دو کے ساتھ ہوا ہے۔ کل دس کے ساتھ بھی ایسا ہوسکتا ہے۔"

انہوں نے اپنے طور پر پہلے ہی کافی احتیاطی تدابیر کی تھیں۔ وہ جن تدابیر پر عمل کررہے تھے' ان میں سے ایک طریقہ ایسا تھا جو دشمنوں کو فائدہ پہنچا رہا تھا۔ وہ طریقہ یہ تھا کہ آرمی کے تمام افراد ایک دوسرے کے دماغ میں آکر گفتگو کرتے تھے لیکن اپنی رہائش گاہوں کا پتا ایک دوسرے کو نہیں بتاتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کوئی دشمن ایک ساتھی کے دماغ میں پہنچے گا تو اس کے چور خیالات سے دوسرے تمام ساتھیوں کے بچے ٹھکانے معلوم کرلے گا۔ ان کا یہ طریقہ بڑی حد تک درست بھی تھا۔ مولی اور میک کالم کو اغوا کرنے والے ان کے چور خیالات سے ان کی آرمی کے دوسرے جوانوں کا پتا معلوم نہیں کرسکتے تھے۔

یہ معلوم نہ ہوسکا کہ انہیں کس نے اغوا کیا ہے۔ ایک اندازہ تھا کہ دشمن جزیرے سے دور امریکا کے جنوبی ساحل پر کہیں چھپے رہتے ہیں اور ساحل سے جزیرے تک آنے جانے والوں پر نظر رکھتے ہیں۔ جو لوگ جزیرے سے آتے ہیں' ان کے متعلق یہ خیال قائم کرتے ہیں کہ ان میں سے جو صحت مند جوان ہے' وہ ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر آرہا ہے۔ لہٰذا وہ اس کا تعاقب کرتے ہیں۔ جب وہ دو چار دن میں اپنی الگ خفیہ رہائش گاہ بنالیتا ہے تب اسے ٹریپ کرتے ہیں۔

حقیقت ان کے اندازے سے کچھ اور تھی۔ یہودی جاسوس ہمیشہ واشنگٹن کے بدلتے ہوئے حالات پر نظر رکھتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ وہاں فوج اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان ٹھن گئی ہے۔ ٹرانسفارمر مشین صرف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے قبضے میں ہے اور انہوں نے کئی افراد کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر انہیں مشین کی پہرے داری کے لیے اس جزیرے میں قید کردیا ہے۔

کئی جاسوسوں نے ان قیدی پہرے داروں کے عزیز و اقارب کو تلاش کیا پھر الپا کو ایک قیدی کے بیوی بچوں تک پہنچا دیا۔ الپا دو چار دن کے لیے واشنگٹن آئی تھی۔ اس نے بڑی رازداری سے اس قیدی کی بیوی سے ملاقات کی۔ اس کے شوہر کی تصویر دیکھی پھر تصویر کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ جب وہ ڈیوٹی سے فارغ ہوکر سونے کے لیے گیا تو الپا نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔

اس کے بعد کامیابی کا راستہ ہموار ہوگیا۔ اس جزیرے میں روز ایک صحت مند نوجوان لڑکی یا خوبرو جواں مرد کو مشین سے گزارا جاتا تھا۔ رمی ریز اور ٹیری ٹیلر مشین سے گزرنے والے کی

خیریت معلوم کرتے تھے۔ جب وہ مشین سے گزرنے کے بعد بے ہوش ہوجاتا تھا تو وہ دونوں چلے جاتے تھے۔ الپا اپنے معمول کے ذریعے اس جوان کے دماغ تک پہنچتی تھی۔ جب وہ ہوش میں آنے لگتا تو تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کردیتی تھی کہ وہ اب سے پانچویں دن فلاں مقام پر پہنچے گا۔ وہاں مسٹر فلاں سے ملے گا پھر اس کے ساتھ کہیں چلا جائے گا۔

الپا نے اسی طرح پہلے مولی پار کر اور میک کالم کو سحرزدہ کرکے ایک خفیہ اڈے میں پہنچایا۔ پھر وہاں سے دونوں کو اسرائیل پہنچادیا گیا اس کے چھ دن بعد اس نے مشین سے گزرنے والی اپنی ڈی سوزا پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے دوسرے دن مورس جانسن نامی جوان کو اپنا معمول بنالیا۔ تیسرے دن ایک اور مشین سے گزرنے والے جوان رائٹ بوائے کو بھی اپنا تابعدار بنالیا۔ جب وہ جزیرے سے واپس آکر مختلف شہروں میں رہائش اختیار کرنے لگے تو الپا ان تینوں تابعداروں کو اپنے پاس بلا کر انہیں ساتھ لے کر اسرائیل چلی گئی۔ یہودی سراغ رسانوں سے کہا کہ وہ ان سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھے گی۔ آئندہ بھی اسی طرح راستہ ہموار رہا تو مزید نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرتی رہے گی۔

وہ پھر ایسا نہ کرسکی۔ رمی ریز نے جزیرے میں پہرے دار قیدیوں کے دماغوں کو کھنگالنا شروع کیا تو ایک قیدی کے چور خیالات نے بتایا کہ اس کے دماغ میں ایک بار کوئی آئی تھی پھر اس نے اپنے دماغ میں دوبارہ اس کی آواز نہیں سنی۔

اس قیدی کے معمول اور تابعدار بننے کے باعث رمی ریز اور نئے خیال خوانی کرنے والوں نے اپنے پانچ ساتھیوں کا نقصان اٹھایا تھا۔ انہوں نے اسے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا اور یہ طے کیا کہ آئندہ صبح وشام پہرے دار قیدیوں کے دماغوں میں جاکر ان کے چور خیالات پڑھتے رہیں گے۔

جہاں مال و دولت ہو یا نایاب اور غیر معمولی چیزوں کا ذخیرہ ہو وہاں بڑی شاطرانہ ذہانت سے چوریاں ہوتی رہتی ہیں لیکن انسان غیر معمولی بن کر کچھ ایسی خوش فہمی میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ اپنی قوتِ پرواز سے زیادہ بلندی پر اڑنا چاہتا ہے۔ ماضی میں بھی ایسا ہوتا رہا۔ اس بار بھی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والوں میں سلاٹر سول' اسکاٹ بنگ اور الان اونچی پرواز کے لیے رمی ریز کی بنائی ہوئی آرمی کو چھوڑ کر کہیں چلے گئے۔ انہیں تمام ساتھیوں کے ساتھ متحد رہ کر کام کرنا گوارا نہیں تھا۔ وہ اپنی ایک ایسی آرمی بنانا چاہتے تھے جس کے سربراہ وہ خود رہیں۔

رمی ریز' ٹیری ٹیلر اور ان کی آرمی کے تمام خیال خوانی کرنے والوں نے سمجھا کہ پچھلے پانچ ساتھیوں کی طرح ان تینوں کو بھی اغوا کیا گیا ہے۔ انہوں نے ان تینوں کے دماغوں میں کئی بار جانے کی کوششیں کیں لیکن وہ سانس روکے رہے۔ آخر انہوں نے صبر کرلیا اور یہ معلوم کرنے لگے کہ ہر طرح کے حفاظتی انتظامات کے باوجود انہیں کس طرح اغوا کیا گیا ہے؟

رمی ریز کی ٹی پی آرمی' چار یہودیوں پر تنویمی عمل کرکے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اسرائیل روانہ کرچکی تھی۔ ان تابعداروں میں دو لڑکیاں اور دو جواں مرد تھے۔ ٹی پی آرمی کی کوئی بھی دو لڑکیاں ان تابعدار لڑکیوں کے دماغوں میں جاکر ان سے اپنے مطلب کا کام نکال سکتی تھیں۔ اسی طرح دو جواں مرد ان دو تابعدار مردوں کے اندر جاکر بہت سی معلومات حاصل کرسکتے تھے۔

اور وہ یہ معلومات حاصل کرنے میں مصروف تھے کہ ایٹی لباس اور فلائنگ شوز کس خفیہ اڈے میں تیار کیے جارہے ہیں۔ وہ چاروں یہودی تابعدار اسرائیلی حکومت کے مختلف اہم شعبوں میں ملازم تھے۔ ان کے ذریعے وہ فوج' انٹیلی جنس' وزارتِ داخلہ اور وزارتِ خارجہ کے بڑے بڑے عہدے داروں کے اندر پہنچ رہے تھے۔ خلائی لباس اور جوتوں کو اس قدر راز میں رکھا گیا تھا کہ ان بڑے بڑے عہدے داروں کو بھی اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔

ایسے وقت اسرائیلی فوج کے جنرل کو کسی نے ٹیلی فون پر کہا "اپنے ملک کے حکمرانوں اور فوج کے بڑے افسروں سے کہو کہ وہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ آج شام کانفرنس ہال میں جمع ہوجائیں۔ سرزمینِ اسرائیل پر چند بن بلائے مہمان آئے ہیں۔ وہ یہاں کے اکابرین سے گفتگو کریں گے۔"

"تم کون ہو؟ اور وہ بن بلائے مہمان کون ہیں؟"

"یہ شام کو کانفرنس ہال میں معلوم ہوجائے گا۔"

"بکواس مت کرو۔ تم نے ہمارے حکمرانوں' فوجی افسروں اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیا سمجھا ہے۔ وہ تمہارے جیسے پراسرار بننے والوں کو گھاس بھی نہیں ڈالتے ہیں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "گھاس چباؤ۔"

جنرل ریسیور کو کان سے لگائے یوں منہ چلانے لگا' جیسے گھاس چبارہا ہو۔ وہ پریشان ہو رہا تھا کہ ایسا کیوں کررہا ہے۔ خود کو ایسی حرکت سے باز رکھنے کی کوششیں کررہا تھا اور ناکام ہورہا تھا۔ ریسیور سے آواز آئی "گھاس کھانے والے جانور کس طرح سینگ مارتے ہیں؟ ذرا سینگ مار کر دکھاؤ۔"

وہ ریسیور پھینک کر سینگ مارنے کے انداز میں سر کو ذرا جھکا کر اپنے ماتحت افسر کی طرف دوڑتا ہوا گیا۔ ماتحت نے پریشان ہو کر اسے دیکھا پھر ٹکر سے بچنے کے لیے ایک طرف ہٹ گیا۔ جنرل اپنی دھن میں دوڑتا ہوا دیوار کی طرف گیا۔ اس نے سینگ مارنے کے انداز میں اپنا سر دیوار سے ٹکرادیا اور نتیجے کے طور پر تکلیف سے چیختا ہوا پیچھے کی طرف الٹ کر فرش پر گر پڑا۔

کتنے ہی چھوٹے بڑے افسر دوڑتے ہوئے آئے۔ وہ اسے سہارا دے کر اٹھانا چاہتے تھے اس سے پہلے ہی جنرل اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ دوڑتا ہوا ٹیلی فون کے پاس آیا۔ پھر کریڈل پر ہاتھ رکھ کر بڑبڑاتے ہوئے ریسیور کو اٹھا کر انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ کیا اور کہا "میں جنرل ڈی ڈامیانا بول رہا ہوں بلکہ میں نہیں بول رہا ہوں۔ میری زبان سے ایک خیال خوانی کرنے والا بول رہا ہے۔ کہتا ہے آج شام کو اعلیٰ حکمران' فوجی اعلیٰ افسران اور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کانفرنس ہال میں آجائیں اور وہ کہتا ہے' تل ابیب کاٹن فیکٹری جو باہر سے مقفل نظر آتی ہے اس کے اندر خلائی لباس اور جوتے تیار ہورہے ہیں۔ اگر شام چار بجے کانفرنس ہال میں مطلوبہ اکابرین نہیں آئیں گے تو چار بج کر دو منٹ پر وہ کاٹن فیکٹری ایک دھماکے سے تباہ ہوجائے گی۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا "آپ بہت سہمے ہوئے ہیں۔ پہلے یہ تو معلوم کرلیں کہ وہ خیال خوانی کرنے والا کتنے پانی میں ہے۔ تل ابیب کاٹن فیکٹری میں خلائی لباس اور جوتے تیار کیے جاتے تو پہلے ہم انٹیلی جنس والوں کو معلوم ہوتا۔"

جنرل نے کہا "اب معلوم ہورہا ہے۔ وہ میرے دماغ میں کہہ رہا ہے کہ یقین کرلو۔ اسے دھماکے کرنے کا شوق ہے لیکن جہاں بم نہ رکھتا ہے وہاں اس کا سوئچ آن نہیں کرتا۔ جیسے تمہاری کرسی کے نیچے بم رکھا ہوا ہے۔"

ڈائریکٹر جنرل ایک دم سے کرسی پر سے اچھل کر دور چلا گیا۔ اس نے ذرا جھک کر دیکھا۔ کرسی کے نیچے ایک چھوٹی سی مستطیل ڈبیا نظر آرہی تھی۔ وہ تیزی سے دوڑتا ہوا دفتری کمرے سے باہر آیا اور چیخا "بم ہے۔ شاید ٹائم بم ہے۔"

انٹیلی جنس کے وسیع وعریض دفتر میں بھگدڑ شروع ہوگئی۔ لیڈی سیکریٹری نے چیخ چیخ کر کہا "رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ خطرہ نہیں ہے۔ اس بم کا سوئچ آن نہیں ہے۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے پوچھا "یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ اس کا سوئچ آن نہیں ہے؟"

"سر! میں جانتی ہوں۔ میں نے ہی وہ بم لے جاکر آپ کی کرسی کے نیچے رکھا تھا۔ اگر میں ایسا نہ کرتی تو وہ میرے دماغ میں آنے والا مجھے مار ڈالتا۔ اب وہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں اندر جاؤں اور اس بم کو اٹھا کر لے آؤں۔"

یہ کہتے ہی وہ ڈائریکٹر جنرل کے دفتری کمرے کے اندر چلی گئی۔ باقی سب لوگ دروازوں کی طرف چلے گئے۔ لیڈی سیکریٹری وہ بم ہاتھ میں لے کر باہر آئی۔ ایک جونیئر افسر نے آگے بڑھ کر اس بم کو دیکھا پھر بولا "واقعی اس کا سوئچ آن نہیں ہے۔"

سب نے اطمینان کی سانس لی۔ ڈائریکٹر جنرل فوراً ہی دفتری کمرے میں آکر فون کے ذریعے اعلیٰ حکام سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے برین آدم سے بھی کہا کہ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کانفرنس ہال میں بھیج دے۔

شام کو ایک جگہ جمع ہونے کے لیے سب ہی ایک دوسرے سے رابطہ کررہے تھے اور ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ فوج کے جنرل اور انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کو وہ فون کرنے والا اور خیال خوانی کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟

یہ خیال قائم کیا جارہا تھا کہ اس خیال خوانی کرنے والے کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے یا پھر امریکا سے ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی آزاد خیال خوانی کرنے والا ہو۔

رمی ریز اور ٹیری ٹیلر اسرائیل میں اپنے معمول تابعداروں کے اندر آتے جاتے رہتے تھے۔ انہیں بھی اپنے تابعداروں کے ذریعے معلوم ہوا کہ شام کو کانفرنس ہال میں کوئی خیال خوانی کرنے والا وہاں کے حکمرانوں اور دوسرے عہدے داروں کے اندر آئے گا اور کچھ اہم باتیں کرے گا۔

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ اس خیال خوانی کرنے والے نے ایک ایسی کاٹن فیکٹری کی نشاندہی کی ہے جہاں بڑی رازداری سے خلائی لباس اور جوتے تیار کیے جارہے ہیں۔

یہ سنتے ہی رمی ریز کے کان کھڑے ہوگئے۔ اس نے فوراً اپنے ایک تابعدار کو اس کاٹن فیکٹری کی طرف روانہ کیا اور ٹی پی آرمی کے چند جوانوں کو اس تابعدار کے دماغ میں رہنے کی تاکید کی۔ چھ جوانوں نے اس تابعدار کے اندر جگہ بنالی۔

الپا نے خلائی لباس اور جوتوں کی تیاریوں کو راز میں رکھا تھا لیکن نامعلوم خیال خوانی کرنے والے نے راز کھول دیا تھا۔ الپا رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن کے ساتھ اس کاٹن فیکٹری کی عمارت میں آئی اور باہر پہرا دینے والے مسلح جوانوں کے دماغوں میں جھانکتی رہی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ خیال خوانی کرنے والا اجنبی ضرور وہاں پہرا دینے والے مسلح جوانوں کے دماغوں میں آتا جاتا ہوگا۔

اس طرح تلاش کرنے کے دوران وہ تابعدار مل گیا جو ٹی پی آرمی کا آلۂ کار بنا ہوا تھا۔ وہ کاٹن فیکٹری کے اطراف اس طرح چکر لگارہا تھا کہ کسی کو شبہ نہ ہونے پائے لیکن الپا کو شبہ ہوگیا۔ اس نے ایک پہرے دار کے ذریعے اسے للکار کر پوچھا "اے تم کون ہو؟"

اس تابعدار نے اپنے بارے میں سچ بتایا کہ وہ انٹیلی جنس کے کمپیوٹر کے شعبے میں ہے۔ الپا اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے چور خیالات نے تصدیق کی۔ وہ سچ بول رہا تھا لیکن اس کے دماغ میں دو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے بول رہے تھے۔ الپا کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ اسرائیلی انٹیلی جنس کے ایک شعبے سے تعلق رکھنے والے کو آلۂ کار بنایا گیا ہے۔ الپا نے یہ تو سمجھ لیا کہ وہ رمی ریز کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں لیکن یہ غلط اندازہ لگایا کہ وہی رمی ریز اسرائیلی حکام اور فوجی افسران کو کانفرنس ہال میں حاضر ہونے پر مجبور کررہا ہے۔

الپا نے اس تابعدار کے دماغ میں کہا "اگر تم میں سے کوئی رمی ریز ہے تو میں اس سے گفتگو کروں گی۔"

ایک جوان نے کہا "ہم ری ریز کی ٹی پی آر ی کے جوان ہیں۔"

"یہ ٹی پی آر ی کا مطلب کیا ہے؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج۔ ہمیں یقین ہے کہ تم نے ہمارے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے جوانوں کو اغوا کیا ہے۔"

"آٹھ کا الزام نہ دو۔ ہم نے صرف پانچ کو اغوا کیا ہے۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ جب اغوا کرنے کا اعتراف کر ہی ہو تو پوری تعداد کا اعتراف کرو۔"

"ابھی دودھ پیتے بچے ہو۔ جاؤ ری ریز اور ٹیری ٹیلر سے کہو' مجھ سے بات کریں ورنہ ابھی تمہارا یہ آلۂ کار مٹی میں مل جائے گا۔"

"دھمکی نہ دو۔ ہمارے ایسے کئی آلۂ کار یہاں موجود ہیں۔ ہم ایسے دھماکے کریں گے کہ یہاں تیار ہونے والے تمام خلائی لباس اور جوتے تباہ ہو جائیں گے۔ تم ہمارے ملک سے جو لباس اور جوتے چرا کر لائی ہو' وہ بھی تمہارے پاس نہیں رہیں گے۔"

ٹیری ٹیلر کی آواز آئی "جان ٹریزر! یہ تم کس سے باتیں کر رہے ہو؟"

جان ٹریزر نے کہا "ہمارے اس تابعدار کے اندر الپا چلی آئی ہے۔"

وہ بولی "ہیلو مسٹر ٹیلر! چیونٹی کے تو پر نکلتے ہی ہیں۔ تم لوگوں کے بھی پر اتنے نکل آئے ہیں کہ اسرائیلی اکابرین کو دھمکیاں دے کر کانفرنس ہال میں بلا رہے ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ جس طرح تمہارے اکابرین کو یہاں کسی نے دھمکیاں دی ہیں اسی طرح ہمارے ملک کے اکابرین کو بھی مجبور کیا جا رہا ہے۔ یہاں کانفرنس ہال میں آنے کا جو وقت دیا گیا ہے' ٹھیک وہی وقت وہاں بھی مقرر کیا گیا ہے۔"

"تمہاری ان باتوں میں کہاں تک صداقت ہے؟"

"میں ابھی اپنے ملک کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے خیالات پڑھ کر آ رہا ہوں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے میری باتوں کی تصدیق کر سکتی ہو۔"

"وہ تو کروں گی لیکن تم سب اسرائیل کیوں آئے ہو۔ کیا ہمیں نادان اور غافل سمجھ کر خلائی لباس اور جوتے تباہ کر سکو گے؟"

"ہم کیا کریں گے؟ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ ہم سے یہ نہ پوچھو کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟ ہم نے تم سے نہیں پوچھا کہ تم ہمارے ملک میں چوری اور اغوا کرنے کیوں آئی تھیں؟"

"جو میں کرتی ہوں' وہ تمہاری پوری ٹی پی آر ی بھی نہیں کر سکے گی۔ ابھی تو میں نے تمہاری آر ی کے پانچ جوانوں کو اغوا کیا ہے۔ اگر تم لوگوں نے اپنی سرگرمیاں بند نہ کیں اور یہاں سے واپس نہ گئے تو میں چور دروازوں سے تمہاری آر ی کے ایک ایک جوان کو ٹانی اور کھلونوں سے چھسلا کر یہاں لے آؤں گی۔"

جان ٹریزر نے ٹیری ٹیلر سے کہا "سر! یہ اغوا کے سلسلے میں صرف پانچ کا اعتراف کر رہی ہے۔ کہتی ہے اس نے ہمارے باقی ساتھیوں کو اغوا نہیں کیا ہے۔"

ٹیری ٹیلر نے پوچھا "الپا! کیا واقعی تم نے ہمارے آٹھ ٹیلی صرف پانچ آدمی اغوا کئے ہیں؟"

وہ بولی "صرف پانچ۔ اگر آٹھ کو شمار میں لیتی تو آٹھ کا اعتراف کرتی۔ ویسے ہمارے درمیان تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور وہ تیسرے ہی ہو سکتے ہیں جو ہمارے اور تمہارے ممالک کے اکابرین سے شام کو کچھ اہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہم ان سے نمٹ لیں گے مگر الپا جب تک ہمارے پانچ جوانوں کو تم واپس نہیں کرو گی ہم تمہیں سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔ فی الوقت تم دو اطراف سے گھری ہوئی ہو۔ ہمارے علاوہ شام کو کانفرنس میں آنے والے بھی تمہارا جینا حرام کر دیں گے۔"

"میں ٹیلی پیتھی کے میدان کی پرانی کھلاڑی ہوں۔ اس میدان میں بڑے بڑے سورما خیال خوانی کرنے والے حرام موت مرتے رہے لیکن میں فرہاد علی تیمور' پارس اور علی جیسوں سے بیک وقت کئی محاذوں پر لڑتی رہی ہوں اور آج بھی زندہ ہوں۔"

"ہم مانتے ہیں' تم بڑی تجربہ کار اور مکار ہو لیکن ہم تمہارے ملک میں کیوں آئے ہیں؟ یہ تمہیں اس وقت معلوم ہو گا جب پانی سر سے گزر چکا ہو گا۔"

"پتا نہیں' پانی کب سر سے گزرے گا؟ اس سے پہلے ہی میں بارہ گھنٹے کا وقت دیتی ہوں۔ اپنی اپنی گھڑی دیکھو اور یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔ اگر بارہویں گھنٹے میں تم میں سے کسی کی بھی موجودگی کا سراغ ملے گا تو تیرہویں گھنٹے کے آغاز میں اس جزیرے پر بمباری ہو گی' جہاں وہ ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ تم بھی اچھے بچوں کی طرح گھر چلے جاؤ۔"

وہ اس تابعدار کے دماغ سے نکل کر ایک امریکی فوجی افسر کے اندر پہنچی۔ اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ وہاں بھی کسی خیال خوانی کرنے والے نے تمام حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو وائٹ ہاؤس کے ایک کانفرنس ہال میں بلایا ہے۔ فوجی افسران وائٹ ہاؤس کے اندر اور باہر سخت حفاظتی انتظامات کر رہے تھے۔ ری ریز کے ایک افسر نے کہا تھا "ایسے وقت ہم آپس کے اختلافات بھلا چکے ہیں۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے حکام اور افسران کے دماغوں میں موجود رہیں گے اور کسی کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔"

بہرحال شام کو چار بجے سے پہلے ہی امریکی حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کانفرنس ہال میں آ گئے۔ وہاں جتنے سکیورٹی گارڈز تھے ان میں سے ایک گارڈ نے ایک چھوٹے سے اونچے پلیٹ فارم پر آ کر

کہا "ان لمحات سے میں آپ کا سکیورٹی گارڈ نہیں ہوں' وہی اجنبی ہوں' جس کی فراغش پر آپ سب یہاں جمع ہوئے ہیں۔

"سب سے پہلے میں اپنا تعارف کرا دوں۔ میں وہی ہوں جسے آپ حضرات کبھی بندر آدمی کہا کرتے تھے۔ میرے چاہنے والے مجھے ہیرو کہتے ہیں۔ میرے ساتھ میری وائف جمیلہ ہے۔ ہم یہاں سے میلوں دور ہیں۔ ویسے یہ بات نامناسب ہو گی کہ آپ حضرات یہاں حاضر ہوں اور ہم حاضر نہ ہوں۔ ہمیں منہ نہیں چھپانا چاہیے۔ اس کے باوجود ہم اس لیے غیر حاضر ہیں کہ آپ سے گفتگو ہم نہیں کریں گے۔ جو کرے گا' وہ ٹھیک چار بجے یہاں حاضر ہو جائے گا۔"

اسی سکیورٹی گارڈ کی زبان سے جمیلہ نے کہا "میں اپنے ہیرو کی ہیروئن جمیلہ آپ سے مخاطب ہوں۔ آپ اپنے تمام گارڈز' فوجی جوانوں اور افسروں کو حکم دیں کہ جو مہمان یہاں آ رہا ہے' اس کا راستہ نہ روکا جائے۔ اس کی تلاشی نہ لی جائے اور نہ ہی اسے کوئی مخاطب کرے۔ وہ صرف آپ حضرات سے مخاطب ہونے آ رہا ہے۔"

فوج کا اعلیٰ افسر موبائل فون کے ذریعے وائٹ ہاؤس کے اندر اور باہر تمام افسران کو حکم دینے لگا کہ آنے والے مہمان کو نہ روکا جائے نہ ٹوکا جائے۔ کسی سوال جواب کے بغیر اسے آنے دیا جائے۔

کانفرنس ہال میں بیٹھے ہوئے تمام اکابرین تجسس میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں پوچھ رہے تھے۔ کون آ رہا ہے؟

ہیرو اور جمیلہ کی آوازیں سن کر یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آنے والے کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے اور جب وہ بڑی بے باکی سے تنہا آ رہا ہے تو وہ فرہاد ہی ہو گا۔

تل ابیب میں بھی یہی کچھ ہو رہا تھا۔ وہاں کے تمام اکابرین کانفرنس ہال میں آ چکے تھے۔ ایسے وقت ایک اونچے پلیٹ فارم پر ایک لیڈی انسپکٹر نے آ کر کہا "میں ان لمحات میں انسپکٹر اور لیڈی سرچ نہیں ہوں۔ میرے دماغ میں دو خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔ وہ دونوں یکے بعد دیگرے آپ سے مخاطب ہو رہے ہیں۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ پھر دوبارہ بولی تو اس کی آواز مردانہ تھی۔ کوئی کہہ رہا تھا "ہیلو ایوری باڈی! الپا اور برین آدم کے ساتھ میری اتنی پرانی شناسائی ہے کہ وہ مجھے آواز سے پہچان لیں گے۔ اگر دشوار ہو تو میری ہونے والی بیگم کی آواز انہیں چونکا دے گی۔"

دوسری بار نسوانی آواز سنائی دی "ہیلو الپا! ہیلو مسٹر آدم! آؤ اور اپنے اکابرین کو بتا دو کہ ہم کون ہیں؟"

لیڈی انسپکٹر کی ایک ماتحت ہال میں آئی پھر پلیٹ فارم پر لیڈی انسپکٹر کے قریب پہنچ کر بولی "میں ہوں الپا! میں تمہیں لاکھوں کروڑوں میں پہچان سکتی ہوں۔ تم سونیا ثانی ہو اور تمہارے ساتھ علی تیمور ہے۔ ہمارے اکابرین چاہتے ہیں کہ تم یہاں کسی طرح کا ڈراما پیش کر کے وقت ضائع نہ کرو۔ جو اہم گفتگو ہے اس کا آغاز کرو۔"

ثانی نے کہا "اہم گفتگو کا مزہ روبرو آتا ہے۔ کیوں علی؟"

علی نے کہا "بے شک' منہ چھپا کر گفتگو نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں الپا؟"

الپا نے کہا "یہ تم دونوں کوئی ڈراما شروع کر رہے ہو۔ ہم کبھی یقین نہیں کر سکتے کہ تم یہاں روبرو آنے کی جرأت کرو گے۔"

"آہ! علی! اس الپا نے ہماری غیرت اور حوصلے کو للکارا ہے۔ اسے بتا دو کہ ٹھیک چار بجے ان کے روبرو بابا صاحب کے ادارے کی ایک شہزادی آ رہی ہے۔"

علی نے کہا "باادب باملاحظہ ہوشیار! اپنے تمام فوجی جوانوں اور افسروں کو حکم دو کانفرنس ہال کے باہر ہماری شہزادی کی کار آئے تو سب کے سب اس سے دور رہیں۔ نہ کوئی اسے روکے ٹوکے نہ اس کی تلاشی لینے کی گستاخی کرے اور نہ کوئی اس سے سوال کرے اور نہ کسی جواب کی توقع رکھے کیوں کہ وہ صرف آپ حضرات سے مخاطب ہونے آ رہی ہے۔"

فوج کا اعلیٰ افسر موبائل فون کے ذریعے اور رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن خیال خوانی کے ذریعے تمام فوجی جوانوں اور افسروں کو تاکید کرنے لگے کہ شہزادی سے دور رہیں۔ ایسا کوئی قدم نہ اٹھائیں جس کے نتیجے میں یہاں کا امن اور سکون برباد ہو جائے۔

نظامِ شمسی کے مطابق پہلے اسرائیل میں شام کے چار بجے۔ ایک نہایت خوب صورت مہنگی کار کانفرنس ہال کے احاطے سے گزرتی ہوئی بیرونی دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ تمام اسرائیلی فوجی جوان اور افسران اس کار سے دور جا کر تجسس سے دیکھنے لگے۔ اس کار کا پچھلا دروازہ کھلا اور ایک پیر باہر آیا۔

کانفرنس ہال میں مختلف جگہ کھڑے ہوئے مسلح فوجی جوان بیک زبان' اونچی آواز میں کہنے لگے "ویل کم یو ٹسل پرنس۔ ویل کم اعلیٰ بی بی ثانی..... ثانی ثانی۔ اعلیٰ بی بی ثانی۔ ثانی' ثانی....."

کار سے تین برس کی شہزادی باہر آئی۔ وہ تین برس کی تھی لیکن قد اور جسامت میں چھ برس کی لگ رہی تھی۔ اس نے جینز اور جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس کے چلنے کا انداز ایسا تھا کہ بالکل سونیا جونیئر لگ رہی تھی۔ وہ دروازے سے گزرتی ہوئی کانفرنس ہال میں آئی۔ اسرائیلی فوج کے چند مسلح جوان اسی طرح کہہ رہے تھے "اعلیٰ بی بی۔ ثانی..... ثانی ثانی۔ اعلیٰ بی بی ثانی۔ ثانی ثانی....."

وہ اپنے قد کے مطابق لمبے ڈگ بھرتی ہوئی پلیٹ فارم پر آ گئی۔ فوج کے بڑے افسران اپنے مسلح جوانوں کو ڈانٹنے لگے "بند کرو اپنی زبان۔ ہم سمجھ گئے ہیں کہ یہ سونیا فرہاد کی بیٹی ہے اور یہ بھی سمجھ گئے ہیں کہ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری زبانوں سے اعلیٰ

بی بی ثانی کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔"

وہ سب خاموش ہوگئے۔ الپا ماتحت لیڈی انسپکٹر کے ذریعے اعلیٰ بی بی کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولی "میں نے پہلے ہی کہا تھا' سونیا ثانی ڈراما کرے گی۔ یہ کیسی بچکانا اور بے تکی حرکت ہے کہ بزرگوں کے درمیان ایک ننھی بچی کو یہاں پیش کیا گیا ہے۔ کیا یہ اہم مسائل پر ہم سے گفتگو کرسکے گی؟"

اعلیٰ بی بی نے ماتحت لیڈی انسپکٹر سے ذرا دور ہو کر پوچھا۔ "اے تم کون ہو؟ تو یہ' کیسی بو آرہی ہے۔ کیا غسل نہیں کرتی ہو؟"

الپا نے کہا "شٹ اپ' میں تم سے زیادہ صفائی پسند ہوں۔ میرے لباس سے بہترین پرفیوم کی خوشبو پھیل رہی ہے۔"

"تعجب ہے۔ ڈیوٹی کے وقت وردی پر پرفیوم لگاتی ہو؟"

"میں اس ماتحت انسپکٹر کی نہیں اپنی بات کررہی ہوں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر موجود ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میرے بزرگو! اپنی ایک خیال خوانی کرنے والی کی حماقت دیکھو۔ میں اس ماتحت انسپکٹر کے جسم اور لباس کی بو کے متعلق کہہ رہی تھی اور وہ دماغ میں چھپی ہوئی اپنی خوشبو کی پبلسٹی کررہی ہے۔ کیا خیال خوانی کے ذریعے خوش بو کو یہاں تک پہنچایا جاسکتا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "میڈم الپا! تمہیں سمجھنا چاہیے تھا کہ یہ بے بی تم سے نہیں اس ماتحت انسپکٹر سے مخاطب تھی۔"

الپا نے جواب نہیں دیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "تم نے مجھے ننھی بچی کہا تھا۔ اب بولو ننھی بچی! خاموش کیوں ہو؟"

وہ حاضرین کو دیکھتے ہوئے بولی "میری ماما سونیا اور میرے پاپا کی جان میرے اندر ہے۔ اگر کوئی یہاں میری گردن مروڑے گا تو وہاں میری ماما اور پاپا کا دم نکل جائے گا۔ ایک طویل مدت سے میرے والدین کی ذہانت کا ڈنکا بج رہا ہے۔ کیا آپ بتاسکتے ہیں کہ ایسے ذہین والدین نے مجھے دشمنوں کے درمیان بھیجنے کی یہ غلطی کیوں کی ہے؟"

ذرا دیر خاموشی رہی پھر ایک اعلیٰ افسر نے کہا "بے بی! میں نے تمہیں دیکھتے ہی سوچا۔ سونیا اور فرہاد نے یہ کیا کیا ہے۔ کہیں سے بھی بندوق کی ایک گولی آکر اس بچی کا کام تمام کرسکتی ہے۔"

"جی ہاں۔ کیا خیال ہے؟ کہیں سے ایک گولی بھیجنے کا ارادہ ہے؟"

الپا نے کہا "ہمیں نادان نہ سمجھو۔ ہم ایک طویل مدت سے تمہارے والدین کے طریقۂ کار کو سمجھتے آرہے ہیں۔ انہوں نے اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی کی ڈپی یہاں بھیجی ہے۔ ہم تمہیں ان کی سگی بیٹی تسلیم کرنے کی حماقت نہیں کریں گے۔"

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنی عظیم ماما اور پاپا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں ڈپی نہیں ہوں۔ سر سے پیر تک اصلی ہوں۔ میرے والدین نے اس یقین کے ساتھ مجھے یہاں بھیجا ہے کہ میں یہاں سے صحیح سلامت واپس جاؤں گی۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "تمہارے والدین وہی پرانا ہتھکنڈا استعمال کریں گے۔ ہمیں دھمکیاں دیں گے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ہمارے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کردیں گے۔ ہماری دفاعی قوتوں کو کمزور بنادیں گے۔"

"وہ مجھے یہاں بھیجنے سے پہلے دھمکی دیتے کہ ان کی بیٹی آرہی ہے۔ کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے لیکن میں تو آچکی ہوں اور ان کی طرف سے آپ کو دھمکیاں نہیں مل رہی ہیں بلکہ دھمکیوں کا وقت گزر چکا ہے۔ اب یہاں میری جان خطرے میں ہوگی تو وہ آپ کا ایٹمی پلانٹ تباہ کرکے کیا کریں گے؟ کیا ایسا کرنے سے میں انہیں واپس مل جاؤں گی؟ ایٹمی پلانٹ کو تباہی کے بعد دوبارہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ یہاں میری جان جائے گی تو انہیں دوبارہ ایسی بیٹی نہیں ملے گی۔"

ایک فوجی افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مسلح جوان سے گن لے کر اعلیٰ بی بی کو نشانے پر رکھا پھر کہا "میری انگلی ٹریگر کو دبائے گی پھر پلک جھپکنے سے پہلے کئی گولیاں تمہارے ننھے سے جسم میں پیوست ہوجائیں گی۔"

ذرا سی دیر کے لیے خاموشی رہی۔ پھر اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "میرے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے انکل کہہ رہے ہیں کہ تم نے محض آزمائش کے لیے مجھے نشانے پر رکھا ہے۔ فائر نہیں کرو گے لیکن اب میرے انکل تمہیں ہاتھوں سے گن چھوڑنے نہیں دیں گے۔ میں ایک دو تین کہوں گی تو تم میری طرف کئی گولیاں چلاؤ گے۔ مسلسل فائرنگ کرو گے۔"

پھر وہ گن کی طرف سینہ تان کر بولی "چلو فائر کرو۔ ون۔ ٹو۔ تھری....."

اس افسر نے نہ چاہنے کے باوجود تڑاتڑ کی آواز کے ساتھ اعلیٰ بی بی پر گولیاں چلائیں۔ کانفرنس ہال میں تمام لوگ اچھل کر کھڑے ہوگئے کیوں کہ فائرنگ کے ساتھ ہی اعلیٰ بی بی اچھل کر پلیٹ فارم کے فرش پر گری تھی۔ سب نے یہی سمجھا کہ اسے گولی لگی ہے لیکن چشمِ زدن میں وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ سایہ بن گئی۔

ہا....! تمام حاضرین کے منہ کھل گئے۔ منہ کھلتے ہی ٹھنڈی ہوا باہر نکلی۔ ہا!.....

دور کھڑی ہوئی لیڈی انسپکٹر پلیٹ فارم پر آکر بولی۔ "میں ہوں اعلیٰ بی بی ثانی۔ میرا سایہ اس عورت کے اندر سمایا ہوا ہے۔ میں پندرہ منٹ کے بعد پھر اپنے ٹھوس جسم کے ساتھ ظاہر ہوجاؤں گی۔"

ادھر واشنگٹن میں چارج گئے تھے۔ وہاں کانفرنس ہال کے اندر فوجی جوانوں نے یک بارگی بیک وقت کہا "ویلکم ماسٹر کبریا۔ کبریا فرہاد کبریا۔ کبریا۔ کبریا فرہاد۔ کبریا۔ کبریا فرہاد....."

تین برس کا شہزادہ اک شانِ بے نیازی سے چلتا ہوا کانفرنس ہال میں داخل ہوا۔ اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو توقع نہیں تھی کہ ایک بچہ وہاں آئے گا۔ اسے دیکھ کر ان سب کے بڑے پن کو ٹھیس پہنچی۔ فوج کے اعلیٰ افسر نے اپنے جوانوں کو ڈانٹ کر کہا "شٹ اپ۔ خاموش رہو۔ تم لوگ کسے ویلکم کہہ رہے ہو؟"

ایک مسلح جوان نے کہا "سر! یہ آپ کے سامنے جو بچہ ایک اونچے پلیٹ فارم پر آکر کھڑا ہوا ہے یہ بچہ نہیں' آپ جیسے باپ کا باپ ہے۔ فرہاد علی تیمور کا بیٹا کبریا فرہاد ہے۔"

سب اسے دیکھنے لگے۔ اگرچہ وہ تین برس کا تھا لیکن قد اور جسامت کے لحاظ سے چھ برس کا لگ رہا تھا۔ دوسرے افسر نے اپنے ماتحت سے پوچھا "تم کیسے جانتے ہو کہ یہ فرہاد کا بیٹا ہے۔"

دوسرے ماتحت نے کہا "تمہاری عقل گھاس چرنے گئی ہے۔ کیا اتنی سی بات نہیں سمجھ رہے ہو کہ بابا صاحب کے ادارے والے تمہارے ان مسلح جوانوں کے اندر موجود ہیں۔ یہ تمہارے مسلح جوان وہی کہہ رہے ہیں جو ہم انہیں بتا رہے ہیں۔"

اونچے پلیٹ فارم پر کھڑے ہوئے مسلح گارڈ کی زبان سے ہیرو نے کہا "جس مہمان کا ذکر میں نے کیا تھا وہ مہمان یہی شہزادہ ہے۔ شہزادہ کبریا فرہاد سن آف فرہاد علی تیمور۔"

دو مسلح جوان کبریا فرہاد کے پاس آئے۔ ایک نے کہا "میں رمی ریز ہوں۔"

دوسرے نے کہا "اور میں ٹیری ٹیلر ہوں۔ ہم اپنے ملک کے وفادار کل بھی تھے۔ آج بھی ہیں اور آخری سانسوں تک رہیں گے۔"

تمام اکابرین خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ جیسے کوئی ہیرا کوئی بات سننے کے لیے کان پر ہاتھ رکھتا ہے اسی طرح کبریا فرہاد نے اپنے کان پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "کیا؟ یہ وہ نہیں ہیں؟ وہ ہیں؟ اگر وہ ہیں تو یہ دونوں وہ کیوں کہہ رہے ہیں؟"

پھر کبریا نے تمام حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "بزرگو! میں آپ لوگوں کے درمیان قدم رکھتے ہی آپ کو ایک بہت بڑے فریب سے بچا رہا ہوں۔ ان دونوں نے اپنا نام وہ بتایا ہے۔ وہ یعنی رمی ریز اور ٹیری ٹیلر اور آپ تصدیق کیے بغیر وہ بجا رہے ہیں یعنی تالیاں بجا رہے ہیں۔ ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہ دونوں یہودی خیال خوانی کرنے والے رابرٹ کلون اور مارکوس برٹن ہیں۔"

جمیلہ ان دونوں میں سے ایک کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ کبریا کی بات ختم ہوتے ہی وہ اس ایک مسلح جوان کو وہاں سے بھگا کر لے جانے لگی۔ اس بھاگنے والے کے اندر ٹیری ٹیلر تھا۔ وہ اپنے اس آلۂ کار کو بھاگنے سے روکنے لگا۔ پیچھے سے ہیرو نے دوسرے مسلح جوان کے اندر آکر کہا "رابرٹ! رک جاؤ۔ نن نہیں' رمی ریز رک جاؤ۔ واپس آؤ۔"

اس دوسرے کے اندر رمی ریز تھا۔ اس نے جلدی سے کہا۔ "یہ کیا بکواس ہے۔ رمی ریز تو میں ہوں۔ تم کیوں بھاگ رہے ہو۔ ٹیری واپس آؤ۔"

اس دوسرے کے اندر رمی ریز تھا۔ اس نے جلدی سے کہا۔ "یہ کیا بکواس ہے۔ رمی ریز تو میں ہوں۔ تم کیوں بھاگ رہے ہو۔ ٹیری واپس آؤ۔"

وہ واپس آکر اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا "تم بھی چلو۔ میڈم الپا نے کہا تھا۔ بھید کھل جائے تو ہمیں باہر جا کر دوسری چال چلنا چاہیے۔"

کبریا فرہاد نے دونوں مسلح جوانوں سے کہا "گدھے ہو۔ باہر جانے کے لیے کیا ضروری ہے کہ ان دو فوجی جوانوں کو بھی لے جاؤ۔ جانا ہے تو ان کے داغوں سے چلے جاؤ۔"

لیکن جمیلہ اور ہیرو ان دونوں کو بھگاتے ہوئے لے جانے لگے۔ رمی ریز اور ٹیری ٹیلر اپنے دونوں آلۂ کاروں کے اندر رہ کر انہیں بھاگنے سے روک رہے تھے لیکن ناکام ہوتے جارہے تھے۔

ایک فوجی افسر نے اچانک اونچی آواز میں کہا "میں ہوں رمی ریز۔ میں ماسٹر کبریا فرہاد کا مشکور ہوں کہ اس نے یہودی خیال خوانی کرنے والوں کو فراڈ ظاہر کردیا۔ وہ دونوں یہودی پھر واپس آسکتے ہیں۔"

اسی وقت ایک اور افسر نے کہا "اے تم رمی ریز نہیں ہو' میں رمی ریز ہوں۔"

پہلے رمی ریز بننے والے افسر نے کہا "دیکھیے ابھی میں نے کہا تھا کہ وہ دونوں یہودی پھر واپس آسکتے ہیں۔ یہ شیطان پھر واپس آگیا ہے۔"

بے چارہ دوسرا رمی ریز اصلی تھا۔ وہ گرج کر بولا "بکواس مت کرو۔ تم پھر میرے ملک کے اکابرین کو دھوکا دینے آئے ہو۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "تم دونوں خاموش رہو۔ ہمیں الجھانے کی کوششیں نہ کرو۔ ہم اپنے طور پر اصلی اور نقلی کو سمجھ سکتے ہیں۔"

میری بیٹی اعلیٰ بی بی اور بیٹا کبریا تین برس کی عمر میں ماشاءاللہ بہت ذہین اور تیز طرار تھے لیکن ایسے بھی عالم نہیں تھے کہ ملکی' سیاسی اور خیال خوانی کے معاملات میں سیر حاصل بحث کرتے اور منہ توڑ جواب دیتے اس لیے اعلیٰ بی بی کی راہنمائی کے لیے سونیا ثانی اس کے اندر تھی اور میں اپنے بیٹے کا راہنما بنا ہوا تھا۔

کبریا نے فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا "اصلی اور نقلی کو سمجھنا نہایت آسان ہے۔ اگر مجھے اجازت دی جائے تو میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردوں گا اور چاہوں گا کہ مجھ سے پہلی بار ملنے کے بعد آپ لوگ زندگی بھر مجھے بھلا نہ سکیں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "ماسٹر کبریا فرہاد! تم نے آتے ہی ہمیں ایک فراڈ سے بچایا ہے۔ ہمیں خوشی ہوگی اگر تم اصلی نقلی کی پہچان

کرادو۔"

کبریا نے کہا "ری ریز اور ٹیری ٹیلر نے ابھی دعویٰ کیا ہے کہ وہ اس ملک اور قوم کے وفادار ہیں اور وفادار رہیں گے۔ لیکن یہ دعویٰ زبانی نہیں ہونا چاہیے۔ وہ دونوں وفاداری کا عملی ثبوت ابھی پیش کرسکتے ہیں۔"

ایک حاکم نے پوچھا "وہ کیسے؟"

کبریا نے کہا "سچائی کو تسلیم کرکے اور سچائی یہ ہے کہ دنیا کے ہر چھوٹے بڑے ملک میں فوج کو معتبر اور معزز سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا ری ریز اور ٹیری ٹیلر یہاں سب کے سامنے اعلانیہ کہیں کہ انہیں اپنے ملک کی افواج پر پورا بھروسا ہے۔"

اس بات پر تمام فوجی خوش ہوکر تالیاں بجانے لگے۔ ایک مسلح جوان کے ذریعے ری ریز اور دوسرے مسلح جوان کے ذریعے ٹیری ٹیلر نے کہا "ہمیں اپنے ملک کی افواج پر پورا اعتماد ہے۔"

کبریا نے کہا "یہ کون نہیں جانتا کہ فوج کی طاقت کو تقسیم کرکے اس ملک میں دوسری فوج بنائی جائے تو خانہ جنگی شروع ہوجاتی ہے اور یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اپنے ملک کی باقاعدہ افواج پر بھروسا نہیں کیا جارہا ہے۔ ری ریز اور ٹیری ٹیلر جواب دیں کہ انہوں نے اپنے ہی ملک کی افواج کے خلاف ایک علیحدہ پی آر ٹی کیوں بنائی ہے؟"

ری ریز نے کہا "ہم نے اپنی افواج کی طاقت بڑھانے کے لیے ہی پی آر ٹی بنائی ہے۔"

"کیا یہ آرمی بنانے سے پہلے تینوں افواج کے سربراہوں سے اور اپنے اعلیٰ حکام سے اجازت لی گئی تھی؟"

تینوں افواج کے سربراہ اور دوسرے افسران اور جوان پھر تالیاں بجانے لگے۔ ٹیری ٹیلر نے کہا "اجازت مانگنے سے کبھی نہ ملتی اس لیے ہم اجازت کے بغیر پی آر ٹی کے ذریعے اپنے وطن کی خدمت کررہے ہیں۔"

"فوج کا اعتماد قائم رکھے بغیر تمہاری خدمات یہ ہیں کہ تم زیادہ سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹرانسفارمر مشین سے پیدا کررہے ہو اور اب تک اپنی افواج اور حکام کو یہ نہیں بتایا ہے کہ یہاں سے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اغوا ہوچکے ہیں۔ ان میں سے پانچ الپا کے زیر اثر آکر سودیوں کی قوت میں اضافہ کررہے ہیں۔ کیا یہ حقیقت بتائی گئی ہے یا چھپائی گئی ہے؟"

ایک فوج کے سربراہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "شیم۔ شیم۔ پی آر ٹی بنانے والوں کو شرم آنی چاہیے۔ اگر وہ ہم پر پورا بھروسا کرنے کا دعویٰ کررہے ہیں تو ہم سے اتنے بڑے نقصان کو کیوں چھپایا ہے۔ ان محبانِ وطن بننے والوں کی تینوں افواج میں ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے اور انہوں نے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوسرے ملکوں میں پہنچادیا ہے۔"

ری ریز نے کہا "ہم سے صرف یہ کوتاہی ہوئی ہے کہ ہم نے آٹھ خیال خوانی کرنے والوں کے نقصان کے بارے میں اپنی افواج اور اپنے حکام کو کچھ نہیں بتایا لیکن ہم ان خیال خوانی کرنے والوں کو واپس لانے کے لیے تل ابیب میں پوری طرح سرگرم عمل ہیں۔"

کبریا نے پوچھا "کیا تم نے اپنی افواج کو یہ بتایا ہے کہ تمہاری پی آر ٹی والوں کو الپا نے وارننگ دی ہے کہ اگر تم لوگوں نے بارہ گھنٹے کے اندر اسرائیل کی زمین کو نہ چھوڑا تو وہ خیال خوانی کے ہتھکنڈوں سے جزیرے میں بم باری کرائے گی اور وہ جزیرہ ٹرانسفارمر مشین سمیت سمندر میں غرق ہوجائے گا۔"

ری ریز نے کہا "ہم بتانے والے تھے۔"

تینوں افواج کے سربراہ یکے بعد دیگرے گرجنے لگے "کب بتانے والے تھے۔ بولو کیا پانی سر سے گزرنے کے بعد بتانے والے تھے۔"

کبریا نے کہا "الپا کے الٹی میٹم کے بارہ گھنٹوں میں سے چھ گھنٹے گزر چکے ہیں اور اب صرف چھ گھنٹے باقی رہ گئے ہیں۔"

ٹیری ٹیلر نے کہا "یہ بچہ نہیں فتنہ ہے۔ ہمیں آپس میں لڑانے آیا ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ نیک ارادوں سے آیا ہوں۔"

ری ریز نے کہا "تم بالشت بھر کے ہو۔ تمہارے کیا خاک ارادے ہوں گے۔ تمہارے پیچھے تمہارے ماں باپ بول رہے ہیں اور ہماری افواج کے سربراہوں اور حکام کو ہم سے لڑا رہے ہیں۔"

"ہاں۔ مجھ جیسا بچہ ملکی معاملات میں بڑی مہارت سے تم لوگوں کو آپس میں لڑا نہیں سکتا۔ تمہارے اندازے کے مطابق میری پشت پر میرے والدین ہوسکتے ہیں۔ ایسا ہونے سے کیا تمہاری وطن سے دشمنی اور افواج سے دشمنی چھپ جائے گی؟ اپنے خلاف الزامات کو غلط ثابت کرو تو یہ ثابت ہوجائے گا کہ میں تم لوگوں کو آپس میں لڑانے آیا ہوں۔"

ایک فوج کے سربراہ نے کہا "ری ریز! صرف چھ گھنٹے رہ گئے ہیں۔ تم نے جزیرے اور مشین کو بچانے کے لیے کیا اقدامات کیے ہیں؟"

"ہمارے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے جزیرے کی سختی سے نگرانی کررہے ہیں۔ الپا کو خیال خوانی کے ذریعے کوئی چال نہیں چلنے دیں گے۔"

کبریا نے کہا "الپا تمہارے ہی ملک کی فضائیہ کے چند جوانوں کو معمول اور تابعدار بنا کر جزیرے پر ہوائی حملے کرے گی۔ تم جوابی کارروائی کے طور پر اپنی ہی فضائیہ کے جوانوں اور طیاروں کو مار گراؤ گے۔ الپا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

فضائی فوج کے سربراہ نے گرج کر پوچھا "یہ کیا ہورہا ہے؟ کیا الٹی میٹم کا وقت گزرنے کے بعد ہم اپنے ہی پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنے والے ہیں؟"

دوسری فوج کے سربراہ نے پوچھا "کیا ہم ری ریز اور ٹیری ٹیلر کا محاسبہ نہیں کرسکیں گے؟ کیا ہم اپنی تباہیوں کا تماشا بے بسی سے دیکھتے رہیں گے۔"

کبریا نے کہا "اگر ری ریز اور ٹیری ٹیلر اب بھی اپنے باغیانہ انداز سے باز آجائیں تو کیا آپ انہیں گلے لگا کر ان کے ساتھ مل کر جزیرے کی حفاظت کریں گے؟"

تینوں افواج کے سربراہ باری باری کہنے لگے کہ وہ باغی ری ریز اور ٹیری ٹیلر کی پچھلی ساری غلطیوں کو معاف کردیں گے۔ کبریا نے ان دونوں سے پوچھا "کیا تم دونوں اپنے دعوے کے مطابق ابھی اپنی وطن دوستی کا ثبوت دو گے؟"

انہوں نے پوچھا "کیا ثبوت چاہتے ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے' ٹرانسفارمر مشین اپنی افواج کے حوالے کردو۔ وہ جزیرے کی حفاظت اچھی طرح کریں گے۔"

ایک سربراہ نے کہا "تجھے فرشتے! تم زندہ رہو۔ پائندہ رہو۔"

دوسرے سربراہ نے کہا "وہ جزیرہ ابھی ہمارے حوالے کردیا جائے گا تو ہم الپا کے حملوں کا منہ توڑ جواب دے سکیں گے۔"

ری ریز نے کہا "ہم خود اسے منہ توڑ جواب دیں گے۔ ہم وطن دوست ہیں اور وطن دوستی کا ثبوت دینے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ ہم ٹرانسفارمر مشین سے محروم ہوجائیں۔"

تیسری فوج کے سربراہ نے کہا "تم اپنی کھوکھلی حب الوطنی ظاہر کررہے ہو۔"

"ہمیں کھوکھلا کہو لیکن چھ سات گھنٹے انتظار کرلو۔ ہم الپا کے کسی بھی آلۂ کار کو جزیرے کے قریب نہیں پہنچنے دیں گے۔"

"یہ بچکانا دعوے ہیں۔ اگر تمہیں ناکامی ہوئی اور وہ مشین جزیرے کے ساتھ تباہ ہوجائے گی تو ہم کہاں' اگر تمہارا گریبان پکڑیں گے؟"

"اور اگر تینوں افواج کے سربراہ بھی اس مشین کی حفاظت نہ کرسکے تو ہم انہیں کیا سزا دیں گے؟"

کبریا نے کہا "میں یہاں کس لیے آیا ہوں؟ اس لیے کہ مشین کی حفاظت ہوسکے یا نہ ہوسکے' اسے فوج کی تحویل میں رہنا چاہیے۔ ایک بات صاف طور پر کہہ دوں کہ ہمیں اس ملک کی فوج سے نہ کچھ لینا ہے' نہ کچھ چھیننا ہے۔ ہمارا فائدہ یہ ہے کہ مشین فوج کے پاس رہے گی تو ری ریز اور ٹیری ٹیلر ہر روز ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں کرسکیں گے۔ یہ دونوں خبطی ہیں۔ ایک سو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آرمی بنانا چاہتے ہیں لیکن ابھی ان کے تیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے آٹھ اغوا ہوچکے ہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ غیر معمولی علوم رکھنے والے جتنے ہوں گے اتنے ہی اغوا کیے جائیں گے یا وہ خود باغی ہوکر آرمی کو ٹھوکر مار کر چلے جائیں گے۔ اس طرح جانے والے اور اغوا ہونے والے ہمارے ہی دشمنوں کی طاقت میں اضافہ کرتے رہیں گے۔ اس ملک امریکا سے ہمارے تعلقات کبھی اچھے نہیں رہے۔ اس کے باوجود میں اپنے بزرگوں کی ہدایت پر یہاں کی افواج کی حمایت کرنے آیا ہوں۔ میرے بزرگ نہ پہلے کبھی ٹرانسفارمر مشین کے محتاج رہے ہیں اور نہ اب وہ مشین حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آخری اور اٹل بات یہ ہے کہ میں اس ٹرانسفارمر مشین کو یہاں کی افواج کے حوالے ہی کرکے واپس جاؤں گا۔"

ری ریز نے کہا "تم کیا' تمہارے بڑے بھی اس مشین کو ہم سے چھین کر کسی دوسرے کے حوالے نہیں کرسکیں گے۔"

"میرے بڑوں کی بات نہ کرو۔ وہ جب میدانِ عمل میں آتے ہیں تو خطرناک تنظیموں اور بڑے بڑے ممالک کو بخار چڑھ جاتا ہے اس لیے آج انہوں نے اسرائیل اور امریکا میں دو چھوٹے چھوٹے بخار بھیجے ہیں۔ فی الحال تم سب اسی سائز کے بخار سے گزارہ کرو۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "ہم سمجھ رہے تھے کہ اس کانفرنس ہال میں ہمارے دشمن آرہے ہیں لیکن آنے والے دوست نکلے اور جو وطن دوست کہلاتے تھے وہ دشمنی کا کھلا ثبوت دے رہے ہیں۔ کیا ماسٹر کبریا بتاسکتے ہیں کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کس طرح ہماری افواج کی تحویل میں آئے گی؟"

"بتاؤں گا لیکن میں جن نیک مقاصد کے لیے آیا ہوں' ان کے لیے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

اچانک ایک مسلح جوان کے ذریعے ری ریز نے چیخ کر کہا۔ "تمہارے نیک مقاصد کی ایسی کی تیسی۔ پہلے یہ بتاؤ کہ وہ مشین کس طرح ہم سے چھین کر فوج کے حوالے کرو گے۔ فوراً بتاؤ۔ ورنہ تم نشانے پر ہو۔ چشم زدن میں کئی گولیاں تمہارے ننھے وجود کو چھلنی کردیں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ ننھا وجود اچانک غائب ہوگیا۔ سایہ بن گیا۔ تمام حکام اور فوجی افسران اچھل کر کھڑے ہوگئے۔

تل ابیب میں پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ اعلیٰ بی بی (ثانی) گوشت پوست کے ٹھوس وجود میں ظاہر ہوچکی تھی۔

الپا نے کہا "تم نے سایہ بن کر سمجھادیا ہے کہ یہاں کوئی کسی بھی ہتھکنڈے سے تمہیں ہلاک نہیں کرسکے گا۔ پلیز اب اپنے آنے کا مقصد بتادو۔"

"میں ایک چھوٹی سی بچی ہوں اور دنیا کے کروڑوں بچوں کی طرف سے بولنے آئی ہوں کہ ہم بچوں کو بارود اور دہشت نہ دو۔ ہمیں سلامتی سے زندہ رہنے کی راہوں پر چلو۔ اس کا پہلا راستہ یہ ہے کہ بچے پیدا کرو تو ہتھیار پیدا نہ کرو۔ تم سب ایک دوسرے کے حملوں سے بچنے کے لیے اینٹی لباس پہن لوگے۔ عالمی جنگ چھڑے گی تو بچے اینٹی لباس کہاں سے لائیں گے۔ تم فلائنگ شوز پہن کر اپنی حفاظت کے لیے چلے جاؤ گے۔ بچوں کو ایسے جوتے کہاں سے ملیں گے۔ کیا تم سب مل کر ہم بچوں کے لیے محفوظ اور مسکراتی

ہوئی دنیا نہیں بنا سکتے؟"

"ایسی باتیں صرف ہم سے کیوں کہہ رہی ہو۔ امریکا میں بھی ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز تیار ہو رہے ہیں اور کیا تمہارے بابا صاحب کے ادارے میں یہ چیزیں تیار نہیں ہو رہی ہیں؟"

"بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں دشمن بھی کہتے ہیں کہ وہاں سے ہمیشہ امن وسلامتی ملتی ہے۔ اس ادارے میں دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار ٹیلی پیتھی سب سے زیادہ تعداد میں ہے اور یہ ہتھیار محض اپنے دفاع کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ وہاں بے شمار ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز تیار ہو چکے ہیں لیکن اب تک اس ایٹمی لباس سے کسی کو ہلاک نہیں کیا گیا ہے اور نہ فلائنگ شوز کے ذریعے کوئی خلائی زون کی طرف گیا ہے۔"

"پارس گیا ہے۔"

"میرے پارس بھائی جان کا کمال یہ ہے کہ وہ فلائنگ شوز کے بغیر گئے ہیں۔ انہیں وہاں جانے کا حق ہے کیوں کہ وہ خلائی زون ان کی سسرال ہے۔ باقی ہم زمین والوں کو اپنی زمین چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے۔"

"کیوں نہیں جانا چاہیے؟"

"اس لیے کہ ہماری دنیا میں بے شمار مسائل ایسے ہیں جو حل طلب ہیں۔ اگر یہاں کے لوگ خلائی زون میں جائیں گے تو خلائی مخلوق ہماری بہت سی کمزوریاں جاننے کے بعد یہاں آئے گی۔ زبردست جنگ کا آغاز ہوگا اور ہم بچوں کو لوریوں کی جگہ موت کی چیخیں سنائی دیتی رہیں گی۔"

"ایسا تو ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا۔ یہ زندہ انسانوں کی دنیا ہے۔ یہاں قہقہے بھی ہوں گے اور موت کے دھماکے بھی۔ اس دنیا کے انسان ہوائی جہاز میں محدود پرواز نہیں کریں گے۔ وہ لامحدود پرواز کے لیے خلائی زون کی طرف بھی جائیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے سختی سے کہا "میرے پارس بھائی جان کے بعد کوئی خلا کی طرف پرواز نہیں کرے گا۔ جس طرح ہمارے پاس خلائی چیزیں بحفاظت رکھی رہیں گی اسی طرح یہی چیزیں تمہارے پاس رہیں گی۔"

"کیا صرف نمائش کے لئے رکھی جائیں گی؟"

"جس طرح دو ملکوں میں ایٹم بم ہوں تو وہ ایک دوسرے کے خوف سے جنگ نہیں کرتے اسی طرح ہمارے تمہارے اور امریکا کے پاس یہ چیزیں ہوں گی تو طاقت کا توازن رہے گا اور کوئی کسی پر حملہ نہیں کرے گا۔"

"تمہاری بات معقول ہے لیکن خلا میں جانے کے سلسلے میں کوئی پابندی قبول نہیں کرے گا اور ہم یہودی تو ضرور خلائی زون کی طرف جائیں گے۔"

"جب پر نہیں رہیں گے تو یہودی پرواز کیسے کریں گے؟"

الپا نے ہنستے ہوئے کہا "آج صبح تمہارے کسی خیال خوانی کرنے والے نے یہ ظاہر کردیا تھا کہ کاٹن فیکٹری کی ایک عمارت میں خلائی لباس اور خلائی جوتے تیار کیے جا رہے ہیں۔ وہ تمام چیزیں بم کے ایک دھماکے سے اڑا دی جائیں گی۔ اب ہم ایسے بے وقوف نہیں ہیں کہ ان غیر معمولی چیزوں کو وہیں چھوڑ دیتے۔ ہم دروازے سے ان تمام چیزوں کو دوسری محفوظ جگہ منتقل کرچکے ہیں۔"

"یہ بہت بڑی محماقت کی۔ پہلے دھماکا ہوتا تو کاٹن فیکٹری خالی عمارت کے ساتھ وہ چیزیں نابود ہو جاتیں۔ اب تو ان چیزوں کے ساتھ آرمی ہیڈ کوارٹر کا ایک بڑا حصہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔"

"کیا؟" الپا نے شدید حیرانی سے پوچھا "تم لوگوں کو کیسے پتا ہو جاتا ہے کہ ہم وہ چیزیں کہاں چھپاتے رہتے ہیں؟"

"ذرا عقل سے سمجھنا چاہو گی تو سمجھ لوگی۔ اب ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے چھپی ہوئی چیزوں کے سراغ نہیں لگاتے ہیں۔ ہمارے عادل بھائی سایہ بن کر ان تمام کاری گروں کے اندر جاتے رہتے ہیں جو خلائی لباس اور جوتے تیار کر رہے ہیں۔ تم جہاں بھی چیزوں کو منتقل کردگی وہاں تمہارے کاری گر ضرور جائیں گے۔"

الپا کو چپ سی لگ گئی پھر وہ برین آدم کے پاس آکر بولی "برادر! یہ سایہ بننے والے تو بلائے جان بن گئے ہیں۔ اب ہمارے اہم اور غیر معمولی چیزوں کو کہاں چھپائیں گے؟ عادل کا سایہ وہاں بھی پہنچ جایا کرے گا۔"

"بڑی مشکل ہے۔ جب میں نے کانفرنس ہال میں سونیا اور علی کی آوازیں سنیں، تو سمجھ گیا تھا کہ وہ لوگ کوئی بڑی مصیبت بن کر آئے ہیں۔"

"اس مصیبت سے نجات کیسے ملے گی؟"

"فی الحال ان کی بات مان لو۔ وعدہ کرلو کہ ہمارا کوئی فرد خلائی زون کی طرف نہیں جائے گا۔ اس طرح ہمارے تمام خلائی لباس اور خلائی جوتے محفوظ رہیں گے۔"

وہ واپس لیڈی انسپکٹر کے دماغ میں آئی۔ اس وقت کانفرنس ہال میں ایک حاکم اعلیٰ بی بی سے کہہ رہا تھا "یہ درست ہے کہ خلائی زون میں جانے سے اس زون کے لوگ بھی ہماری دنیا میں آئیں گے اور نت نئے فسادات کا سبب بنیں گے لیکن ہم زون میں گئے ہیں، تب بھی سولارز ہماری دنیا میں حکومت کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔"

"جیسے آیا تھا، ویسے ہی دو تین گھنٹوں کے اندر دُم دبا کر بھاگ گیا۔"

"بات بھاگنے تک محدود نہیں ہے۔ وہ بھاگنے کے باوجود بار بار آتے رہیں گے اور ہمارے وہاں جانے کا فائدہ یہ ہے کہ ہم ان کی ٹیکنالوجی اور سائنسی ایجادات سے فائدے اٹھاتے رہیں گے۔"

"جو لوگ خلائی زون سے ہم پر حملے کرنے آئیں گے وہ سولار نہیں ہوں گے۔ وہ ہماری دنیا کے انسان ہوں گے۔ ہم ان کی طرح اپنی سائنس اور ٹیکنالوجی یہاں چھوڑ بھاگیں گے۔"

"تو انتظار کرنے والی بات ہوئی کہ وہ آئیں گے تو ہمیں ان سے کچھ حاصل ہوگا۔ آخر ہمارے وہاں جانے پر اعتراض کیوں ہے؟"

"ہماری دنیا کے بچے یہ چاہتے ہیں کہ پہلے ان کے لیے اس ارضی دنیا کو جنت بنائیں۔ بچوں کے کھانوں کی چیزوں میں ملاوٹ کی جاتی ہے۔ انہیں آہستہ آہستہ مارنے والی زہریلی خوراک دی جاتی ہے۔ انہیں اغوا کرکے ان پر زیادتی کی جاتی ہے۔ ان کے نازک جسموں پر چابک برسائے جاتے ہیں۔ انہیں گولیوں سے چھلنی کیا جاتا ہے اور ہم ان کی حفاظت نہیں کرسکتے ہیں تو اس دنیا کے تمام بڑے خود غرض اور مفاد پرست ہیں۔ وہ خلا کی وسعتوں میں جانے کے راستے تلاش کرتے ہیں لیکن مخصوص معمولی کوششوں سے بچوں کو تحفظ فراہم نہیں کرتے۔ اب ہم بچے جبراً اپنے حقوق حاصل کریں گے۔ کسی کو خلائی زون کی طرف جانے نہیں دیں گے۔"

الپا نے کہا "شہزادی اعلیٰ بی بی سے بحث نہ کی جائے۔ ہم نہیں چاہتے کہ جو خلائی سامان ہم تیار کر رہے ہیں، اسے کوئی نقصان پہنچے۔ بابا صاحب کے ادارے نے ایک بچی کو بھیج کر بچوں کے حوالے سے احساس دلایا ہے کہ پہلے ہمیں اپنے بچوں کے لیے اس دنیا کو خوب صورت بنانا چاہیے اور خلائی زون کی طرف جانے کا خیال دل سے نکال دینا چاہیے۔ لہٰذا ہم نے یہ خیال دل سے نکال دیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے خلائی سامان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔"

"میں دنیا کے تمام بچوں کی بھلائی اور خوش حالی کی خاطر وعدہ کرتی ہوں کہ تمہارے کسی خلائی سامان کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہم اپنے وعدے سے نہیں پھریں گے لیکن ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی جائے گی اور یہاں سے تمہارے یہودی خلائی زون کی طرف جائیں گے تو پھر تمہارے اپنے اسرائیل کی زمین تم سب پر تنگ ہو جائے گی۔ نہ یہاں رہ سکو گے اور نہ خلا میں جا سکو گے۔ اب میں جا رہی ہوں۔ وعدہ خلافی نہ ہوئی تو کبھی نہیں آؤں گی۔"

الپا نے کہا "آؤ۔ میں تمہیں باہر تک چھوڑنے جاؤں گی۔"

الپا ماتحت انسپکٹر کے دماغ میں تھی۔ اعلیٰ بی بی کے ساتھ جانے کے لیے ایک قدم آگے بڑھی پھر دوسرا قدم نہ بڑھا سکی۔ کیوں کہ اعلیٰ بی بی غائب ہو گئی تھی۔ سایہ بن کر کہیں چلی گئی تھی۔

وائٹ ہاؤس کے کانفرنس ہال میں کبریا فرہاد کے سایہ بنتے ہی تینوں افواج کے سربراہ غصے سے تلملانے لگے۔ ایک نے کہا "رمی ریز! تم نے ملک اور قوم کو فائدہ پہنچانے والے کبریا فرہاد کو سایہ بننے پر مجبور کردیا۔ تم ہمارے بدترین دشمن ہو۔"

دوسرے سربراہ نے کہا "تمہیں اور ٹیری ٹیلر کو اس بات کا غور ہے کہ اس ملک میں ٹیلی پیتھی کے علم پر تمہاری اجارہ داری ہے مگر تم دونوں کا زوال شروع ہو چکا ہے اور یہ زوال تم پر ایک بچہ لا رہا ہے۔"

تیسرے سربراہ نے کہا "ہم ماسٹر کبریا فرہاد سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ دوستی نبھانے کے وقت ہمیں چھوڑ کر نہ جائے۔ ہم اور ہمارا پورا ملک اس کے ساتھ ہے۔"

ایک مسلح جوان کے ذریعے ہیرو نے کہا "یہ اس باپ کا بیٹا ہے جو کبھی میدان چھوڑ کر نہیں جاتا۔ کبریا فرہاد بھی میدان مار کر جائے گا۔ وہ ابھی چند منٹ بعد گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہو جائے گا۔ رمی ریز کو یہ عقل آگئی ہوگی کہ دنیا کا کوئی ہتھیار سایہ بننے والے کبریا کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

رمی ریز نے کہا "میں یہاں کسی کو تمہارا آلۂ کار بننے نہیں دوں گا۔ تم جس کے اندر آکر بولو گے میں اسے گولیوں سے چھلنی کردوں گا۔"

اس نے اپنے آلۂ کار مسلح جوان کی گن سے گولیاں چلائیں۔ ہیرو جس کے اندر تھا وہ بے چارہ مسلح جوان بے موت مارا گیا۔ فوج کے ایک سربراہ نے کہا "رمی ریز! تم پاگل ہو گئے ہو۔ تم نے ہیرو کو نہیں، اپنے ہی وطن کی فوج کے جوان کو ہلاک کیا ہے۔"

"ہاں ہلاک کیا ہے۔ اب وہ کبریا فرہاد گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہوگا تو میں ابھی اسے گولی مار دوں گا۔"

ایک سربراہ نے کہا "ابھی ہم نے ماسٹر کبریا سے التجا کی تھی کہ وہ ہمارا ساتھ نہ چھوڑے۔ ہم اب بھی یہی کہتے ہیں لیکن یہ چاہتے ہیں کہ وہ گوشت پوست کے جسم میں یہاں ظاہر نہ ہو بلکہ بڑی راز داری سے ہم سے ملاقات کرے۔ وہ سایہ بن کر ہم سے کہیں بھی مل سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں کانفرنس کے اختتام کا اعلان کرتا ہوں۔"

وہ تمام اکابرین وہاں سے اٹھ کر ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہوئے ہال سے باہر جانے لگے۔ ہیرو نے فوج کے ایک سربراہ کے اندر آکر کہا "اپنے اعتماد کے دو ایسے افسران سے ملاؤ، جن کے اندر رمی ریز اور ٹیری ٹیلر نہ آسکیں۔"

اس سربراہ نے یوگا کے ماہر دو افسران کے پاس آکر کہا "تم دونوں خفیہ طور سے بہت اہم فرائض انجام دو گے۔ اس سلسلے میں ہیرو تمہارے دماغ میں آرہا ہے۔ اسے آنے دو اور اس سے بات کرو۔"

دونوں نے اپنی اپنی آواز سناتے ہوئے کہا "ہم حاضر ہیں۔ ہیرو کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

ہیرو نے ان کے اندر آکر کہا "ابھی اعلانیہ کہا گیا تھا کہ ماسٹر کبریا سایہ بن کر راز داری سے کہیں بھی مل سکتا ہے۔ رمی ریز اور ٹیری ٹیلر نے یہ سنا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ابھی میرے ساتھ ہی تمہارے اندر آیا ہو۔"

یہ کہتے ہی ہیرو اس کے اندر سے نکل آیا پھر چند سیکنڈ کے بعد اس کے اندر دوبارہ جا کر اس کے چور خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ

ہیرو کے جانے کے بعد بھی اپنے اندر سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا رہا تھا۔ اس نے پوچھا "مسٹر ہیرو! تم مجھ سے باتیں کرتے کرتے اچانک خاموش کیوں ہو گئے ہو؟"

"میں یہ آزمانا چاہتا تھا کہ میرے علاوہ تمہارے اندر دشمن بھی ہے یا نہیں؟ ابھی میرے جانے کے بعد بھی تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے رہے۔"

"کیا ابھی تم میرے اندر نہیں تھے؟"

"نہیں، دشمن تھا اور اب بھی ہے۔ لہٰذا میں جا رہا ہوں۔ تین گھنٹے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔ اس سے پہلے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی انہیں بھگا دیا کرنا۔"

وہ اس کے اندر سے چلا گیا۔ دونوں یوگا جاننے والے افسروں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے دوسرے سے پوچھا "کیا تمہارے اندر کوئی آیا تھا؟"

"ہاں میڈم جمیلہ آئی تھیں پھر میرے اندر چھپے ہوئے دشمن کو سمجھنے کے بعد پھر کبھی آنے کا کہہ کر چلی گئی ہیں۔"

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے کانفرنس ہال سے باہر آئے۔ باہر کھلی جگہ میں اعلیٰ حکام اور فوجی افسران اِدھر اُدھر کھڑے ہوئے اپنے موجودہ حالات پر غور کر رہے تھے اور اپنے طور پر تبصرہ کر رہے تھے۔ جمیلہ اور ہیرو کے سائے ان دونوں افسران کے اندر تھے۔ وہ افسران دس منٹ کے اندر دوبارہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے انہیں بھگا چکے تھے۔

ایک فوجی جوان نے ان کے سامنے آ کر ایک چھوٹی سی پرچی پیش کی۔ ایک نے اس پرچی کو کھول کر پڑھا۔ لکھا ہوا تھا "آنٹی جمیلہ اور انکل ہیرو تم دونوں کے اندر ہیں۔ انہیں کسی تیسرے یوگا کے ماہر افسر کے پاس پہنچا دو۔"

اس تحریر کے نیچے کیرا فراد کا نام لکھا ہوا تھا۔ وہ دونوں وہاں سے چلتے ہوئے ایک یوگا جاننے والے افسر کے سامنے پہنچے۔ ان میں سے ایک نے کہا "میجر! ابھی آپ رازداری سے ایک اہم فرض ادا کریں گے۔ میڈم جمیلہ اور مسٹر ہیرو آپ کے اندر آ رہے ہیں۔ وہ آپ سے جو کہتے رہیں، آپ فوراً عمل کرتے رہیں۔"

میجر نے پوچھا "کیا ہمارے جنرل کو اس رازداری کا علم ہے؟"

"جی ہاں۔ انہوں نے ہم سے خفیہ طور پر فرض کی ادائیگی کے لیے کہا تھا لیکن ری ریز اور ٹیری ٹیلر ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"کیا وہ دونوں میرے اندر نہیں آئیں گے؟"

"نہیں۔ آپ آدھے گھنٹے تک اپنے اندر کسی بھی سوچ کی لہر کو جگہ نہ دیں پھر ہیرو آ کر کوڈ ورڈز کے طور پر کہے گا۔ چراغ روشن ہے۔ یہ کوڈ ورڈز سن کر آپ اس پر بھروسا کریں اور اہم معاملات پر گفتگو کریں۔"

بحریہ کا ایڈمرل راجر ڈی ہنٹر ایک باتھ روم کے اندر آیا۔ باتھ روم میں ایک وقت میں ایک ہی شخص ہوتا ہے لیکن وہ کیرا فراد کو دیکھ کر چونک گیا۔ اس نے کہا "سوری انکل! میں اجازت کے بغیر آپ کے اندر سایہ بن کر آیا ہوں۔"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولا "مجھے تنہائی میں تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

کیرا نے کہا "ری ریز اور ٹیری ٹیلر اپنے دوسرے خیال پڑھنے والوں کے ساتھ تمام چھوٹے بڑے افسران کے ذہنوں میں جھانکتے پھر رہے ہیں۔ میرے پاپا نے کہا ہے کوئی خیال خوانی کرنے والا آپ کے اندر نہ آ سکے۔ میں آپ کے بیڈ روم میں آؤں گا۔ آپ کو بتاؤں گا کہ آپ جزیرے پر الیا کے حملوں کو کس طرح روکیں گے اور ری ریز سے ٹرانسفارمر مشین کس طرح چھپائیں گے۔ اوکے سوفار۔"

یہ کہتے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کیرا فراد اور ایڈمرل ٹی ٹائی کو سوئی کی نوک کے برابر غیر معمولی گولیوں کے ذرات دے گئے تھے۔ وہ دونوں ان ذرات کو اپنی داڑھ میں دبا کر رکھے۔ ضرورت کے وقت ان میں سے ایک ذرہ نگل کر چند سیکنڈ منٹ کے لیے دوسروں کی نظروں سے اوجھل ہو جایا کرتے تھے۔

وہ اوجھل ہونے والا آئندہ۔ بحریہ کے ایڈمرل کے بیڈ روم میں اس سے ملنے والا تھا۔

○☆○

ویوی اور منکی ماسٹر اپنے اپنے طور پر جوڑ توڑ میں لگے ہوئے تھے۔ ویوی سایہ بن کر روبوٹ پی پی سیون کے ذریعے منکی ماسٹر کے علاقے کی سرحد تک آئی پھر اس نے پی پی سیون سے کہا "تم یہاں سے منکی ماسٹر کی سائنسی تجربہ گاہ تک جاؤ۔ کوئی تمہیں دیکھ سکے گا۔ تم واپس جاؤ اور شی تارا کا خیال رکھو۔"

پی پی سیون شوز کے ذریعے فلائی کرتا ہوا گیسٹ ہاؤس میں پہنچا تو وہاں سے ڈی شی تارا غائب ہو چکی تھی۔ اس نے آواز دی "شی تارا کیا تم سایہ بن چکی ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تم کہاں ہو؟ بستر پر تو سایہ نظر نہیں آ رہا ہے۔"

اسے منکی ماسٹر لے جا چکا تھا۔ پی پی سیون کو اس کی طرف سے جواب نہیں ملا۔ وہ گیسٹ ہاؤس کے اندر اور باہر نظر آئی۔ پی پی سیون گیسٹ ہاؤس کے اندر کھڑا رہ گیا۔ جب تک واپس نہ آتی، وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ایک تابعدار کی طرح ایک جگہ کھڑا رہتا۔

منکی ماسٹر اس زون میں فوکس مسٹریس اور ٹائیگر ماسٹر کے ساتھ حکومت کرتا رہا تھا لیکن اس نے اپنے سائنس دانوں کو سائنسی ایجادات کو اپنے ساتھی حکمرانوں سے ذرا الگ رکھا تھا۔ وہ ساتھی حکمرانوں کو ان ایجادات سے فائدے اٹھانے دیتا تھا لیکن یہ نہیں بتاتا تھا کہ وہ کس طرح ایجاد کی گئی ہیں۔ اگر بتاتا بھی ساتھی یہ نہیں جانتے تھے کہ اس تجربہ گاہ میں جو تہ خانہ ہے وہاں منکی ماسٹر کی رہائش گاہ بھی ہے اور وہاں خفیہ طور پر کسی نئے تجربے بھی ہوتے رہتے ہیں۔

منکی ماسٹر ڈی شی تارا کو اس تہ خانے میں لے آیا۔ اسے ایک برین لاکنگ کیپ پہنا کر بولا "اب تمہاری وہ دیوی تمہارے اندر نہیں آ سکے گی۔"

پھر اس نے اپنے ماتحت سائنس دانوں کو بلا کر ایک غیر معمولی گولی انہیں دے کر کہا "یہ وہی ٹیبلٹ ہے جسے دیوی نگل کر سایہ بن جاتی ہے۔ اسی وقت جاؤ اور اس کا کیمیاوی تجزیہ کرنا شروع کرو۔ جب تک اس کا فارمولا تیار نہ ہو اور کامیابی سے ایسی گولیاں تیار نہ کر لو تب تک اس تہ خانے سے اپنے ساتھیوں کے لہٰذا ہم خود سایہ بننے کے بعد ہی اس تہ خانے سے باہر جائیں گے۔"

دیوی اس سائنسی تجربہ گاہ کے اوپری حصے میں پہنچ گئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ تہ خانے میں بھی ایک تجربہ گاہ ہے لیکن وہاں پہنچنے کے بعد آسانی سے معلوم ہو گیا۔ وہاں سب نے برین لاکنگ کیپ پہن رکھا تھا۔ خیال خوانی کی لہریں اس کیپ کے آر پار ہو کر دماغ تک نہیں پہنچ سکتی تھیں لیکن منکی ماسٹر یہ بھول گیا کہ دیوی سایہ بن کر کسی کے اندر سمائے گی تو اس کے اندر ہی اندر خیال خوانی کی لہریں دماغ تک پہنچ جایا کریں گی۔

وہ ایک ماتحت سائنس دان کے اندر سما گئی پھر اس کے اندر ہی اندر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا "منکی ماسٹر کہاں ہے؟"

منکی ماسٹر اس وقت گیسٹ ہاؤس میں گیا ہوا تھا اور اس نے کسی کو نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں گیا ہے۔ دیوی کو اس کے آلۂ کار کے دماغ نے بتایا کہ وہ کسی کو بتا کر کہیں نہیں جاتا ہے۔ شاید وہ ایک آدھ گھنٹے میں واپس آ جائے گا۔

دیوی اس کے انتظار میں اس تجربہ گاہ کی ایک ایک جگہ جا کر سائنسی آلات اور مشینوں کو دیکھنے لگی۔ اپنے آلۂ کار کے ذریعے ان کے استعمال کو سمجھنے لگی۔ وہاں ایک چھوٹا سا آلہ ڈیٹیکٹو فون یعنی جاسوس ٹیلی فون کہلاتا تھا۔ اس کی ڈائلنگ میں صفر ڈائل کرنے کے بعد جس شخص کا فون نمبر ڈائل کیا جاتا، اس شخص کے فون نمبر پر ہونے والی گفتگو جاسوس ٹیلی فون پر سنی جا سکتی تھی۔

سائنسی تجربہ گاہ کے سامنے بنے ہوئے بنگلوز میں تمام سائنس دان اور ماتحت سائنس دان رہا کرتے تھے۔ دیوی نے سوچ لیا کہ جتنے عجیب و غریب سائنسی آلات ہوں گے وہ انہیں اپنے آلۂ کار کے بنگلے میں چھپائے گی پھر وہاں سے انہیں لے جائے گی۔

جب تک وہ اس تجربہ گاہ کی ایک ایک چیز کو دیکھتی اور سمجھتی رہی، تب تک منکی ماسٹر ڈی شی تارا کے ساتھ تہ خانے میں آ کر ایک کیمیاوی تجزیے کے لیے دے کر وہاں سے اپنی ایک خفیہ رہائش گاہ میں لگایا تھا۔ اسے ارضی دنیا کی ایک نوجوان حسینہ مل گئی تھی۔ وہ اسے ہاتھ لگانے اور اسے بازوؤں میں لے کر پرواز کرنے کے دوران ہی اس کا دیوانہ ہو گیا تھا۔

اس کی رہائش گاہ میں ایک ہی وسیع و عریض ہال نما کمرا تھا اور وہ سائنسی آلات اور مشینوں سے بھرا ہوا تھا۔ دیواروں پر بڑی بڑی اسکرینیں تھیں۔ انہیں آن کرنے سے کہیں فوکس مسٹریس دکھائی دینے لگتی اور کہیں ٹائیگر ماسٹر نظر آنے لگا۔ ایک اسکرین پر سائنسی تجربہ گاہ کے مختلف مناظر نظر آ رہے تھے۔ دوسری اسکرین پر تہ خانے والی تجربہ گاہ میں تین سائنس دان اس غیر معمولی گولی کا کیمیاوی تجزیہ کر رہے تھے۔

وہ ملائم اور لچک دار بستر پر آ گیا۔ اس بستر پر آنے والا ہلکی سی جنبش پر ہی ہولے ہولے اوپر نیچے جھولنے لگتا تھا۔ وہ اسے آغوش میں لے کر بولا "ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ اسکرین پر دیکھو۔ اس گولی کا تجزیہ ہو رہا ہے۔ آؤ میں تمہارا تجزیہ کروں۔ یہ تو معلوم ہو کہ زون کی بند دنیا اور ارضی دنیا کی بند دنیا میں کیا فرق ہوتا ہے؟"

بڑا فرق تھا۔ شی تارا کے ناز نخروں میں بڑی دل ربائی تھی۔ اس کا ہر انداز اسے دیوانہ بنا رہا تھا پھر یہ کہ دنیا کے لوگ ہوں یا خلائی مخلوق سبھی کو امپورٹڈ مال اچھا لگتا ہے۔ زون تھری میں وہ ایک ہی پیس باہر سے آیا تھا اس لیے وہ منکی ماسٹر کے دل و دماغ پر چھا گئی۔

ادھر دیوی انتظار کر رہی تھی۔ وہ سب سے پہلے منکی ماسٹر کے جسم میں سما کر اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنا تابعدار بنانا چاہتی تھی لیکن اسے تو اس کی ڈی نے ہی حسن و شباب کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ وہ انتظار کرتے کرتے بے زار ہو گئی۔ اس نے اپنی ڈی کے اندر پہنچنا چاہا مگر سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔

اس نے پھر ایک بار کوشش کی اور پھر ناکام رہی۔ وہ پریشان ہو گئی۔ سوچ کی لہریں مردہ دماغ سے واپس آتی ہیں یا کسی کے سانس روکنے پر دماغ میں جگہ نہیں ملتی۔ اس کی ڈی نے سانس نہیں روکی تھی کیوں کہ سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک نہیں پہنچی تھیں۔ وہ برین لاکنگ کیپ سے ٹکرا کر آ گئی تھیں۔ یہ بات دیوی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس تجربہ گاہ سے چلی آئی۔ منکی ماسٹر کے علاقے کی سرحد پار کرنے کے بعد اس نے کچھ فاصلہ طے کیا پھر ریموٹ کنٹرول کے ذریعے روبوٹ پی پی سیون کو سگنل دینے لگی۔ اسے جوابی سگنل ملا کہ وہ اسی جگہ آ رہا ہے، جہاں دیوی کو چھوڑ کر گیا تھا۔

وہ انتظار کرنے لگی۔ ادھر منکی ماسٹر اس کی ڈی کو آغوش میں لیے اسکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تجربہ گاہ کے کچھ سائنس دان اس ماتحت سائنس دان کا محاسبہ کر رہے تھے جس کے اندر دیوی کا سایہ سمایا ہوا تھا۔ اس سے پوچھا گیا "یہ تم کیا کر رہے تھے۔ یہاں اِدھر سے اُدھر جا رہے تھے اور کتنے ہی سائنسی آلات اٹھا کر اپنے بنگلے میں لے جا کر رکھ رہے تھے۔"

اس ماتحت نے کہا "مجھے واقعی کچھ ایسا لگ رہا ہے جیسے میرا دماغ مجھے کئی سائنسی آلات کے پاس لے جا کر پوچھ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے جب کہ میں تمام آلات کے بارے میں جانتا ہوں۔ اس کے باوجود میں مختلف آلات کے بارے میں نہ جانے کیسے بتاتا رہا اور یہ بھی مجھے کچھ کچھ خواب سا لگتا ہے کہ میں سائنسی آلات اٹھا کر اپنے بنگلے میں لے جا رہا ہوں اور انہیں ایک جگہ چھپاتا جا رہا ہوں۔"

منکی ماسٹر نے اسکرین سے نظریں ہٹا کر شی تارا سے کہا۔ "تمہاری دیوی تو بڑی چور نکلی۔ اپنی ضرورت کا سامان چرا کر لے جانے والی تھی۔ وہ چھپ کر آئی تھی تو اسے چھپ کر ہی رہنا چاہیے تھا مگر اس چوری نے بھید کھول دیا ہے کہ وہ تجربہ گاہ میں کہیں موجود ہے۔ ویسے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ہمارے ماتحت نے برین لاکنگ کیپ پہنی ہے پھر وہ اس کے دماغ میں کیسے پہنچ گئی؟"

شی تارا نے کہا "پہلے اس کا سایہ اس ماتحت کے جسم میں گیا پھر جسم کے اندر ہی اندر خیال خوانی کی لہریں ماتحت کے دماغ میں پہنچی ہوں گی۔"

"ہوں۔ یہ بات عقل تسلیم کرتی ہے۔ دیوی نے یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ آئندہ بھی یہی کرتی رہے گی۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم نے مجھے یہ کیپ پہنا کر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ میں ایک عرصے کے بعد اس کے تنویمی عمل اور آتما شکتی سے آزاد ہوئی ہوں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں ہمیشہ تمہارے بازوؤں کی قید میں رہ کر اس سے رہائی پا جاؤں؟"

"ہوں۔ آئندہ تم کیپ پہن کر بھی جاؤ گی تو وہ تمہارے جسم میں سما کر دماغ میں آئے گی پھر اس کا سابقہ تنویمی عمل بحال ہو جائے گا۔"

"یہ ہم دونوں کے حق میں بہتر ہوا کہ ہم اس تجربہ گاہ میں نہیں ہیں۔ وہ کسی وقت بھی نہ جانے والی تجربہ گاہ میں پہنچ سکتی ہے۔ ہمیں آئندہ وہاں نہیں جانا چاہیے۔"

وہ سوچنے کے انداز میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا پھر بولا "اسے نہ خانے تک نہیں پہنچنا چاہیے۔ وہاں غیر معمولی گولی کا تجزیہ کیا جا رہا ہے۔"

وہ بستر سے اٹھ کر ایک مشین کے پاس آیا پھر اسے آپریٹ کیا۔ اسکرین پر پہلے بے آواز منظر دکھائی دے رہا تھا۔ اب اس نہ خانے کے سائنس دانوں کی باتیں سنائی دینے لگیں۔ منکی ماسٹر نے کہا "ہیلو ایوری باڈی!"

وہ سب سامنے دیکھتے ہوئے ادب سے کھڑے ہو گئے۔ سینئر سائنس دان نے کہا "ہیلو ماسٹر مائنڈ! خوش خبری ہے۔ جتنے ایٹم کے مرکب سے وہ گولی تیار کی گئی تھی وہ تمام ایٹم ہمارے اسٹاک میں ہیں۔ اب ہم ہر ایٹم کا وزن نوٹ کر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے [redacted] چھ گھنٹے کے اندر ایسی گولیاں تیار کر سکیں گے۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم اس غیر معمولی گولی کی جڑوں تک پہنچ جاؤ گے لیکن اس اچھی خبر کے ساتھ پریشانی بھی ہے۔ دیوی کا سایہ [redacted] تجربہ گاہ میں پہنچ گیا ہے۔ وہ نہ خانے میں بھی آ سکتی ہے۔ [redacted] دروازے اندر سے لاک رکھو اور اس پروجیکٹر کو آف کر دو جو [redacted] کے ذریعے نہ خانے کی مصروفیات دیکھی جا سکتی ہیں۔"

انہوں نے فوراً احکامات کی تعمیل کی۔ وہاں تین سائنس دان تھے۔ ایک نے پروجیکٹر مشین کو بند کر دیا۔ دروازے پہلے ہی مقفل تھے۔ ان پر ڈبل لاک چڑھا دیے گئے۔ منکی ماسٹر نے کہا "میں اسکرین پر تجربہ گاہ کے تمام اسٹاف کو دیکھ رہا ہوں۔ وہاں سے کوئی خطرہ تمہاری طرف آئے گا تو میں آگاہ کروں گا۔ اگر ہم چھ گھنٹے تک دیوی سے بچ کر رہیں گے تو پھر اپنی تیار کردہ غیر معمولی گولیوں کے زیر اثر دیوی سے محفوظ رہ سکیں گے۔"

اس نے آواز کا رابطہ ختم کر دیا۔ اسکرین پر پہلے کی طرح بے آواز منظر دکھائی دے رہا تھا۔ منکی ماسٹر نے تمام احتیاطی تدابیر کے ذریعے خود کو اور اپنے تین خاص ماتحت سائنس دانوں کو چھ گھنٹے کے لیے دیوی سے دور کر دیا تھا لیکن نادانستگی میں دیوی کو اپنے بہت قریب بلا لیا تھا۔

وہاں کے مختلف زونوں میں رہنے والوں پر تنویمی عمل عارضی ہوا کرتا تھا۔ منکی ماسٹر نے شی تارا کے بارے میں بھی یہی سمجھا۔ اس گہرائی سے نہ سوچ سکا کہ برین لاکنگ کیپ کے نیچے جو دماغ ہے، وہ آتما شکتی کے زیر اثر ہے۔ ڈی شی تارا آتما کی گہرائیوں سے دیوی کی معمول اور تابعدار ہے۔ اس کی آغوش میں اوپر سے، ہے، اندر سے کچھ ہے۔

وہ بولی "اب مجھے جانے دو۔ میں غسل کروں گی۔"

"تمہیں چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ میں بھی غسل خانے میں چلوں۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ بے شرمی ہے۔ ہم ارضی دنیا کی لڑکیاں اپنے سائے کو بھی باتھ روم میں نہیں آنے دیتیں اور نہانے میں کم سے کم دو گھنٹے صرف کرتی ہیں۔"

"دو گھنٹے؟ اتنی دیر کیا کرتی رہو گی؟"

"نہانے کے بعد پوجا کروں گی۔ اب پوچھو گے پوجا کیا ہوتی ہے تو یہ میں آ کر بتاؤں گی۔"

وہ مسکراتی ہوئی اس سے ہاتھ چھڑا کر باتھ روم میں آئی۔ دروازے کو اندر سے لاک کیا پھر اس باتھ روم کو اچھی طرح متلاشی نظروں سے دیکھنے لگی۔ کوئی روشن دان نہیں تھا اور نہ ہی کوئی خفیہ ڈیٹیکٹو آلہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے مطمئن ہو کر برین لاکنگ کیپ کو اپنے سر سے الگ کر دیا۔

پی پی سیون فلائی کرتا ہوا اسی جگہ آیا، جہاں دیوی انتظار

کر رہی تھی۔ اس نے کہا [redacted] شی تارا سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔

"مگر رابطہ نہیں ہوا۔ کہاں ہے؟ خیریت تو ہے؟"

"دیوی جی! میں تمہیں یہاں چھوڑ کر گیسٹ ہاؤس میں گیا تو وہ نہیں تھی۔ میں نے سمجھا شاید وہ سایہ بن گئی ہے پھر بھی اطمینان کے لیے اسے پکارا۔ کئی بار پکارا۔ گیسٹ ہاؤس کے باہر بھی دیکھا لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئی۔ اگر وہ آس پاس ہوتی تو ضرور مجھ سے ہم کلام ہوتی۔"

"وہ کہاں جا سکتی ہے؟ میں نے اسے آتما شکتی میں جکڑ رکھا ہے۔ وہ مجھ سے کبھی غداری نہیں کرے گی۔ ایسا نہ ہو کہ کسی نے اسے مار ڈالا ہو یا اسے دماغی طور پر کوما میں رکھا ہو۔ سمجھ میں نہیں آتا، میری سوچ کی لہریں واپس کیوں آ جاتی ہیں؟"

اس نے فوکس مسٹریس کے دماغ میں جا کر پوچھا "کیا تم کسی سائنسی حربے سے خیال خوانی کی لہروں کو روک سکتی ہو؟"

وہ بولی "میرے پاس ایسا کوئی حربہ نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو تمہیں اپنے اندر آنے سے روک دیتی۔"

"یہاں کے سائنس دان منکی ماسٹر کو ماسٹر مائنڈ کہتے ہیں۔ کیا اس کے پاس ٹیلی پیتھی سے بچنے کا کوئی آلہ ہو گا؟"

"آج تک یہاں کسی نے خیال خوانی نہیں کی۔ کچھ عرصہ پہلے منکی ماسٹر نے ہم سے کہا تھا کہ زون ون کے سائنس دانوں نے معلومات حاصل کی ہیں کہ ارضی دنیا کے باشندے ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور سایہ بن جایا کرتے ہیں۔ منکی ماسٹر نے عزم کیا تھا کہ وہ بھی کسی سائنسی طریقے سے دوسروں کے دماغوں میں جانے اور دوسروں کی سوچ کی لہروں سے محفوظ رہنے کی تدابیر کرے گا۔"

دیوی نے کہا "شاید وہ ایسا کام کر چکا ہے۔ میری ایک ساتھی شی تارا لاپتا ہے۔ میرا اس سے دماغی رابطہ بھی نہیں ہو رہا ہے۔ تم اس زون کی بڑی بڑی اسکرینوں کے ذریعے منکی ماسٹر اور دوسرے لوگوں سے پوچھو کہ شی تارا کو کس نے اغوا کیا ہے اور اسے کہاں چھپایا ہے۔ بہتری اسی میں ہے کہ اسے گیسٹ ہاؤس میں پہنچا دیا جائے ورنہ میں یہاں کے اکابرین کا سکون برباد کر دوں گی۔ فوراً یہ اعلان کرو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ پی پی سیون نے کہا۔ "دیوی جی! شی تارا سے رابطہ کرو۔ شاید وہ مل جائے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس بار اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ دیوی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ باتھ روم میں بیٹھی بار بار یہی زیر لب کہہ رہی تھی "کسی طرح دیوی جی آ جائیں، بس ابھی آ جائیں۔ آدھا گھنٹا گزر چکا ہے۔ ڈیڑھ گھنٹے تک مجھے یہاں سے نکلنا ہو گا پھر اس برین لاکنگ کیپ کو بھی پہننا ہو گا۔ اس کے بعد دیوی جی مجھے ڈھونڈتی رہیں گی۔ یہ کیپ ان کی سوچ کی لہروں کو روکتی رہے گی۔ اگلی بار تنہائی میں کیپ اتارنے تک مجھے منکی ماسٹر کو برداشت کرنا ہو گا۔"

دیوی اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر رہی تھی۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر معمولی گولی کا کیمیاوی تجزیہ ہو چکا ہے۔ سائنس دان اور ہر طب کہہ رہے تھے کہ چھ گھنٹے میں گولیاں تیار ہو جائیں گی اور شی تارا کی سوچ کہہ رہی تھی اب پانچ گھنٹے رہ گئے ہیں۔ اگر پانچ گھنٹوں میں دیوی جی سے رابطہ نہ ہوا تب بھی وہ ان غیر معمولی گولیوں اور ان کے فارمولے کو چرائے گی پھر کسی طرح فرار ہو کر اپنی دیوی جی تک پہنچے گی۔

دیوی نے خوش ہو کر اسے مخاطب کیا "میری ڈی! میری جان! میں تمہیں نہ پا کر پریشان ہو گئی تھی۔"

وہ بھی خوش ہو کر بولی "بھگوان کا شکر ہے کہ آپ آ گئی ہیں۔ میں بالکل بے قصور ہوں۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ منکی ماسٹر مجھے اغوا کرنے آئے گا تو میں پہلے ہی ایک گولی کھا لیتی۔ اس طرح وہ گولیاں اس بندر کے ہاتھ نہ لگتیں۔"

"یہ تم نے اچھا کیا کہ ان گولیوں کو ان کی تجربہ گاہ تک پہنچنے دیا۔ میں تمہارے خیالات پڑھ کر سب کچھ معلوم کر چکی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم وہ فارمولا اور گولیاں ضرور چرا کر لاؤ گی۔ لیکن ایسی تدابیر ہونی چاہئیں کہ میں بھی کسی طرح اس نہ خانہ کی تجربہ گاہ میں پہنچ سکوں۔"

"انہوں نے بڑے سخت انتظامات کیے ہیں۔ جب تک منکی ماسٹر اور وہ تینوں سائنس دان کامیاب تجربہ کر کے سایہ نہیں بنیں گے تب تک نہ خانے کی تجربہ گاہ کے دروازے نہیں کھولیں گے اور وہ سب برین لاکنگ کیپ پہنے رہیں گے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ابھی میں کہاں ہوں تو آپ یہاں آ کر میرے اندر چھپ سکتی تھیں۔"

"ذرا ایک منٹ۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

وہ پھر فوکس مسٹریس کے پاس آئی پھر بولی "کیا تم منکی ماسٹر کے خفیہ اڈوں اور رہائش گاہوں کے بارے میں جانتی ہو۔"

اس نے دو خفیہ اڈوں کے بارے میں بتا کر کہا "جب میں اور ٹائیگر ماسٹر بھی ان اڈوں کو جانتے ہیں تو وہ خفیہ نہیں کہلائیں گے۔"

"میں ایسی جگہ کے متعلق پوچھ رہی ہوں جہاں وہ آرام دہ بستر پر سوتا ہو اور اس بڑے کمرے میں بے شمار سائنسی آلات اور مشینیں ہوں۔"

"سوری، میں ایسی کوئی جگہ نہیں جانتی ہوں۔"

اس نے ٹائیگر ماسٹر کے دماغ میں آ کر یہی سوال کیا۔ اس نے کہا "مجھے بہت پہلے سے شبہ تھا کہ منکی ماسٹر ہم سے بہت سے راز چھپاتا ہے۔ میرے ایک ماتحت نے اسے ایک مکان سے باہر نکلتے دیکھا تھا جس میں ایک بہت بڑا ہال نما کمرا ہے۔ منکی ماسٹر کے وہاں سے جانے کے بعد میرے ماتحت نے اس مکان میں جھانک کر دیکھا تو ایسی ہی چیزیں نظر آئیں، جن کا ذکر تم کر رہی ہو۔"

"تم فوراً میرے ریوٹ کو اسکرین پر دیکھو' اس جگہ کو پہچانو اور ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر میرے پاس آؤ یا اپنے اس ماتحت کو بھیج دو۔"

"میرا ماتحت تمہاری صحیح راہنمائی کرے گا۔ وہ ابھی تمہارے پاس آرہا ہے۔"

دیوی نے شی تارا کے پاس آکر کہا "میں نے تمہارے پاس آنے کا ایک راستہ نکالا ہے۔ بھگوان کرے مجھے صحیح راہنمائی حاصل ہو۔ تمہارے اندر پہنچ کر اپنی کامیابی کا یقین ہو گا۔"

"مجھے یہ سن کر خوشی ہو رہی ہے۔ کیا اب میں یہ برین لاکنگ کیپ پہن کر باتھ روم سے جاؤں؟"

"جاؤ۔ میں کسی نہ کسی طرح تمہارے اندر پہنچوں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ تھوڑی دیر میں ٹائیگر کا ماتحت پرواز کرتا ہوا آیا پھر ریوٹ کے سامنے کھڑا ہو کر اپنے منہ سے کیپسول نکال کر بولا "میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

وہ پی پی سیون سے بولی "تم گیسٹ ہاؤس میں انتظار کرو۔ پانچ گھنٹے بعد منکی ماسٹر سے زبردست ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔ اس جنگ میں بہت اہم کردار ادا کرنے کے لیے تیار رہو۔"

وہ آنے والے سے بولی "میں تمہارے جسم میں سما رہی ہوں۔ تم پرواز کرو اور مجھے اس مکان کے سامنے پہنچاؤ۔"

وہ اس کے اندر چلی آئی۔ آنے والے نے کیپسول کو منہ میں رکھا پھر ایک سمت پرواز کرتا چلا گیا۔ منکی ماسٹر کی وہ خفیہ رہائش گاہ اس کے اپنے علاقے سے باہر تھی اور صرف آدھے گھنٹے کے فاصلے پر تھی۔ وہ ماتحت اس چار دیواری سے صرف دس گز کے فاصلے پر رک گیا۔ دیوی نے کہا "انتظار کرو۔ میں اس جگہ کو پہچاننے کے بعد تمہیں جانے کی اجازت دوں گی۔"

وہ ایک کھڑکی کے قریب گئی۔ وہ اندر سے بند تھی۔ اس نے کھڑکی پر چڑھ کر روشن دان سے جھانک کر دیکھا۔ بالکل ویسا منظر تھا جیسا کہ وہ شی تارا کے خیالات پڑھ کر اپنے تصور میں دیکھ چکی تھی۔ تھوڑی دیر بعد پلنگ پر لیٹی ہوئی شی تارا نے کھڑکی کی طرف کروٹ لی تو اس کی صورت دیکھتے ہی وہ خوش ہو گئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس ماتحت سے کہا "مجھے منزل مل چکی ہے۔ تم جا سکتے ہو۔"

وہ چلا گیا۔ دیوی اس چار دیواری کے گرد چکر لگانے لگی۔ اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ روشن دان کو پکڑ کر اس کے اندر سے گزرنے کے لیے اپنے جسم کو ذرا دیر کے لیے ٹھوس بنانا پڑتا۔ ٹھوس جسم سے آہٹیں پیدا ہو سکتی تھیں۔ منکی ماسٹر کو شبہ ہو سکتا تھا۔ اس طرح کام بگڑ سکتا تھا۔ وہ سایہ بنانے والی گولیاں اور فارمولا حاصل کرنے سے پہلے منکی ماسٹر کو اپنی موجودگی سے بے خبر رکھنا چاہتی تھی۔

وہ چار گھنٹے تک اس رہائش گاہ کے دروازے کے پاس بیٹھی رہی۔ پانچویں گھنٹے میں دروازہ کھلا۔ وہ اٹھ کر دیوار سے لگ گئی تاکہ سایہ نظر نہ آئے۔ منکی ماسٹر شی تارا کے ساتھ باہر آیا۔ فوراً ہی شی تارا کے جسم میں جا کر شامل ہو گئی پھر بولی "تم خوش ہو گی اس لیے میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔"

پھر اس نے دماغ کو ڈھیل دی۔ شی تارا نے خوش ہو کر کہا "آپ کے آنے سے میرا حوصلہ بڑھ گیا ہے۔ بھگوان نے چاہا تو ضرور کامیاب ہو سکیں گے۔"

"کیا یہ تمہیں تہ خانے کی تجربہ گاہ میں لے جا رہا ہے؟"

"ہاں۔ اس کے تین بڑے ڈاکٹر اور سائنس دانوں نے اطلاع دی ہے کہ انہیں کامیابی حاصل ہو گئی ہے۔ انہوں نے چوہے کو نقطہ برابر گولی کا ذرہ کھلایا۔ ہم نے اسکرین پر دیکھا' نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔"

"اس میں شبہ نہیں ہے کہ منکی ماسٹر اور اس کے سائنس دان ساتھی بہت ہی ذہین اور تجربہ کار ہیں۔ ہماری کامیابی یہ ہو گی کہ مطلوبہ چیزیں حاصل کرنے تک ان سب کو میری موجودگی کا پتا تک نہیں ہونے دیں۔"

وہ تینوں سائنس دان تہ خانے میں اسکرین پر منکی ماسٹر اور شی تارا کو آتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ جب وہ قریب آگئے تو ان کے لیے چور دروازہ کھول دیا گیا۔ منکی ماسٹر نے دروازوں پر ڈبل لاک لگایا تھا تاکہ دیوی اندر نہ آسکے اور اب وہ خود ہی لاعلمی میں اسے لے کر تہ خانے میں آگیا۔

انہوں نے موجودہ کامیابی پر خوب ہنستے بولتے ہوئے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا پھر ایک چھوٹی سی میز کے اطراف کرسیاں میز کے پاس ہی ایک مشین تھی جس میں سے ٹیبلٹ تیار ہو کر میز کے اطراف آرہی تھیں۔ ان کی تعداد ہزار سے زیادہ تھی اور مزید مشین سے نکلتی جا رہی تھیں۔

ایک ساتھی سائنس دان ان گولیوں کو پلاسٹک کی تھیلی میں رکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "ایک تھیلی میں آٹھ سو گولیوں کی گنجائش ہے۔ کیا ہم اپنے پاس ایک ایک تھیلی رکھیں گے؟"

"ہاں۔ ہم چار ہیں اور شی تارا کو بھی ایک تھیلی دی جائے گی۔ اس کا فارمولا کہاں ہے؟"

کمپیوٹر کے پاس بیٹھے ہوئے ساتھی نے کہا "میں فارمولے کا ڈسک تیار کر رہا ہوں۔ ذرا اسے دیکھ لیں۔"

وہ سب کمپیوٹر کے پاس آئے۔ گولیوں سے بھری ہوئی تھیلیاں تھیں۔ باقی گولیاں میز پر بکھری ہوئی تھیں۔ دیوی بڑی پھرتی سے چوتھی تھیلی کو بھی بھرنے لگی پھر اس تھیلی کے منہ کو بند کرتے وقت ایک سائنس دان کی نظر ادھر گئی۔ وہ حیرانی سے بولا "دیکھو' چوتھی تھیلی خود بخود بھر گئی ہے۔"

ان سب نے ادھر دیکھا۔ اسی وقت ان چاروں تھیلیوں کو میز پر سے اٹھایا پھر وہ اچانک غائب ہو گئیں۔ منکی ماسٹر نے ساتھیوں سے کہا "فوراً ایک ایک گولی استعمال کرو۔ دیوی

سائے کو تلاش کرو۔ وہ یہاں موجود ہے۔"

وہ سب ایک ایک گولی حلق سے اتارنے لگے۔ سائے میں تبدیل ہونے لگے۔ انہیں یہ اندیشہ تھا کہ ٹھوس جسم میں رہیں گے تو دیوی ان کے اندر سما جائے گی پھر برین لاکنگ کیپ پہننے کے باوجود وہ ان کی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکیں گے۔

جب تک وہ گولیاں کھاتے رہے اور سایہ بنتے رہے' اتنی دیر میں دیوی نے کمپیوٹر کے پرنٹر سے وہ کاغذ نکال لیا جس پر فارمولا پرنٹ کیا گیا تھا۔ وہ کاغذ بھی دیوی کے لباس کے اندر جا کر غائب ہو گیا۔

وہ سائے فوراً ہی کمپیوٹر کے پاس آئے پھر ایک نے کمپیوٹر کے اندر سے وہ ڈسک نکال لی جس میں فارمولا ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا گیا تھا۔ باقی دو سائے گولیاں تیار کرنے والی مشین کو بند کر چکے تھے اور میز پر پھیلی ہوئی گولیوں کو دو تھیلیوں میں ڈالتے جا رہے تھے۔

سائے ٹھوس نہیں ہوتے' وہ ایک گولی کو بھی پکڑ نہیں سکتے۔ انہوں نے پکڑنے اور تھیلیوں میں بھرنے کے لیے اپنے دونوں ہاتھوں کو ٹھوس بنا لیا تھا۔ اس طرح وہ سب بہت کچھ کر رہے تھے لیکن خاموش تھے۔ کچھ کہنے کے لیے اپنے ہونٹوں' زبان' حلق اور سینے کو ٹھوس بنانا پڑتا یا پھر کسی ٹھوس جسم کے اندر کچھ بولنے کے لیے جانا پڑتا اور وہاں کسی کا جسم ٹھوس نہیں تھا۔

منکی ماسٹر نے ایک ٹائپ رائٹر کے پاس آکر اس پر ایک کاغذ چڑھا کر ٹائپ کرنا شروع کیا۔ دیوی اور شی تارا اسے پڑھنے لگیں۔ وہ کاغذ پر ٹائپ رائٹر کی زبان سے کہہ رہا تھا "دیوی! میں حیران ہوں کہ تم اس خفیہ تجربہ گاہ میں کیسے پہنچ گئیں؟ ویسے مانتا ہوں بہت چالاک ہو۔ فارمولے کی ڈسک ہمارے پاس ہے لیکن تم نے بھی پرنٹ فارمولا اور تین ہزار سے زیادہ غیر معمولی گولیاں حاصل کر لی ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم دونوں کی طاقت برابر برابر ہے۔ اب کھل کر اپنا ارادہ ظاہر کرو۔ کیا چاہتی ہو۔ یہاں رہنا' یا واپس جانا۔

"یہاں رہو گی تو پورے زون پر حکومت کرنے کے لیے مجھے راستے سے ہٹانا ہو گا اور میں بھی یہاں تمہاری موجودگی برداشت نہیں کروں گا۔ میرا ایک مشورہ ہے کہ واپس چلی جاؤ۔"

دیوی دوسرے ٹائپ رائٹر کے پاس بیٹھ کر اس کے ذریعے کہنے لگی "مجھے اس زون پر قبضہ جمانے اور تمہیں کچل ڈالنے میں خاصی جدوجہد کرنی پڑے گی اور ایسا میں کر سکوں گی لیکن اس زون میں نہ ہمارا ہے نہ سایہ دار درخت ہیں۔ یہاں انسان ہیں لیکن جانوروں سے مشابہت کے باعث انسان اور حیوان کا مکسچر نظر آتے ہیں۔ اگر میں ارضی دنیا سے اپنے لوگوں کو بلاؤں گی تو ہو سکتا ہے کہ ان کے بچے بھی صورت شکل سے حیوانوں کی طرح ہوں۔ ایسی بہت سی باتوں کے پیش نظر میں یہاں نہیں رہوں گی۔ لیکن یہ زون چھوڑ کر جانے کے عوض کچھ وصول کروں گی۔ اگر تم نہیں چاہتے کہ ہمارے ٹکراؤ کے باعث بہت سے بے گناہ افراد مارے جائیں اور میں اپنے حربوں سے اتنی بڑی سائنسی تجربہ گاہ برباد کر دوں تو چند چیزیں میرے حوالے کر دو۔

"مجھ سے پہلے سائنس دان نکولائی یہاں تین روبوٹس کے ساتھ آیا تھا۔ تم نے اسے قیدی بنا لیا۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہاں اس کا ایک روبوٹ تباہ کر دیا گیا۔ دو روبوٹ تمہارے قبضے میں ہیں۔ میں ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔

"ان کے علاوہ میں وہ کیپسول چاہتی ہوں جنہیں منہ میں رکھتے ہی انسان کا وزن کاغذ کی طرح ہلکا ہو جاتا ہے۔ وہ ہوا میں اڑتا ہے اور ایک لاکٹ ٹارگٹ میٹر کے ذریعے اپنی سمتوں اور منزل کی طرف پرواز کرتا ہے۔ مجھے ایسا کیپسول تیار کرنے کا فارمولا بھی چاہیے۔ یہ چیزیں حاصل کرتے ہی میں ہمیشہ کے لیے اس زون سے چلی جاؤں گی۔"

منکی ماسٹر وہ تحریر پڑھنے کے بعد دوسرے ٹائپ رائٹر کے پاس آیا پھر اس کے ذریعے جواباً کہنے لگا "تمہیں روبوٹس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کیوں کہ ہم تمام سائنس دان اپنی ذات میں فولادی روبوٹس سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ ہم نے ان دونوں کے کئی جسمانی حصے کھول دیے ہیں اور ان کی بیٹریاں الگ کر دی تھیں۔ اب انہیں اسمبل کر کے تمہارے حوالے کر دیں گے۔

"یہاں فلائنگ کیپسول عام طور پر سب ہی کو دیا جاتا ہے۔ تمہیں بھی ہزاروں کی تعداد میں دے دیں گے لیکن اس کی تیاری کا فارمولا نہیں دیں گے۔ اس کے لیے ضد کرو گی تو امن و سلامتی کے لیے بنی ہوئی بات بگڑ جائے گی۔ ہم سے ٹکراؤ گی تو سراسر نقصان اٹھاؤ گی۔ یہاں سے جو مل رہا ہے' اسے لے جاؤ۔"

دیوی نے اسے پڑھا پھر ٹائپ رائٹر کے ذریعے رضامندی ظاہر کر دی۔ وہ سب تہ خانے کی تجربہ گاہ سے نکل آئے۔ منکی ماسٹر نے حکم دیا کہ دونوں روبوٹس کو جوڑ کر مکمل کیا جائے۔ ان کی بیٹریوں اور فلائنگ شوز کے انجن کو چیک کر کے ان کی کمی پوری کی جائے۔

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ منکی ماسٹر نے وہاں ایک ٹائپ رائٹر کے ذریعے دیوی سے پوچھا "تم نکولائی کے روبوٹس اور ہمارے فلائنگ کیپسول لے جا رہی ہو لیکن تم نے اپنی کنیز شی تارا کا ہم سے مطالبہ نہیں کیا؟"

دیوی نے ٹائپ رائٹر کے ذریعے کہا "شی تارا کو کنیز نہ کہو۔ وہ دوسری دیوی ہے۔ مجھ سے وفا کرنے والی میری بہن ہے۔ میں تم سے اس کا مطالبہ اس لیے نہیں کر رہی ہوں کہ وہ نہ تو پہلے تمہارے قبضے میں تھی اور نہ اب ہے۔ تم اپنی ذہانت کے باعث یہاں ماسٹر مائنڈ کہلاتے ہو لیکن ارضی دنیا کی عورت کو ہاتھ لگاتے ہی تمہاری ساری ذہانت خاک میں مل گئی۔ اب تک یہ نہ سمجھ سکے کہ میری شی تارا ہی مجھے تہ خانے کی تجربہ گاہ میں لے گئی تھی۔"

منکی ماسٹر نے مختصر سی بات ٹائپ کی "میں فوراً ہی اپنی نادانی تسلیم کررہا ہوں۔ اے ارضی دنیا کی عورتو! جتنی جلدی ہوسکے، یہاں سے چلی جاؤ۔"

منکی ماسٹر کے حکم پر دو ہزار فلائنگ کیپسول دیوی کو دیے گئے۔ ایک گھنٹے کے اندر دونوں روبوٹ کو مکمل کرکے گیسٹ ہاؤس کے سامنے پہنچا دیا گیا۔ دیوی کے پاس اب تین روبوٹ ہوگئے تھے۔ تین ہزار سے زیادہ سایہ بنانے والی گولیاں اور ان کا فارمولا اس کو مل گیا تھا اور وہ دو ہزار فلائنگ کیپسول بھی حاصل کرچکی تھی۔

اس قدر غیر معمولی دولت کے ساتھ وہ ارضی دنیا پر بھی حکومت کرسکتی تھی۔ لہٰذا وہ شی تارا اور تینوں روبوٹس کے ساتھ اپنی دنیا کی طرف روانہ ہوگئی۔ اس قدر غیر معمولی قوتیں حاصل کرنے کے بعد اس کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ وہ زون ون میں جاکر پارس کو شکست دے کر وہاں اپنی حکومت قائم کرسکتی ہے۔

لیکن عقل نے سمجھایا۔ اب سے پہلے سیکڑوں بار خوش فہمی میں مبتلا رہ کر اس کے مقابلے پر آئی پھر منہ کی کھا کر اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔ یہ بھی سمجھ میں آیا کہ وہ ایسی جگہ حکمرانی کرسکتی ہے، جہاں پارس نہ ہو اور ایسی جگہ ارضی دنیا تھی۔

○☆○

کیپٹن آرمر اپنی رہائش گاہ میں آیا پھر وردی اتار کر غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں چلا گیا۔ جب واپس آیا تو اپنے بیڈ روم میں کبریا فرہاد کو دیکھ کر چونک گیا۔ اس نے پوچھا "تم کیسے آگئے؟ میں نے دروازے کو اندر سے لاک کیا ہے؟"

کبریا نے کہا "ایک سائے کے لیے تمہارے جسم کا دروازہ کھلا تھا۔ میں تمہارے اندر رہ کر یہاں تک آیا۔ اب اپنے ٹھوس جسم کے ساتھ تمہارے سامنے ہوں۔"

"ہمارے ایک یوگا جاننے والے افسر نے کہا تھا کہ تم مجھ سے خفیہ طور پر ملاقات کرو گے۔ مجھے امید نہیں تھی کہ اتنی جلدی ملاقات ہوگی۔"

"مسٹر آرمر! اس سے پہلے کہ میں کام کی بات کروں، تم اپنے سینئر افسران سے یہ معلوم کرلو کہ انہوں نے تمہیں عارضی طور پر تمہارے عہدے سے زیادہ اختیارات دیے ہیں یا نہیں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس پہلے ہی کافی اختیارات ہیں۔"

"کیا تم وارنٹ حاصل کیے بغیر کسی کے مکان میں داخل ہوکر اسے گرفتار کرسکتے ہو؟"

"میں تو کیپٹن ہوں۔ مجھ سے بڑے افسران بھی کسی کے مکان میں سرچ وارنٹ کے بغیر داخل نہیں ہوسکتے۔ ہم قانون کے محافظ ہیں، غیر قانونی اقدامات نہیں کرسکیں گے۔"

"اسی لیے کہہ رہا ہوں۔ اپنی فوج کے سربراہ سے فون پر پوچھو، جو میں کہہ رہا ہوں، وہ غیر [redacted] پر کرو گے یا نہیں؟"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا "سر! میں کیپٹن آرمر بول رہا ہوں۔ ماسٹر کبریا فرہاد میرے [redacted] میں ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں، مجھے کسی کے مکان میں غیر قانونی [redacted] داخل ہوکر کسی شخص کو گرفتار کرنا ہوگا۔"

"ماسٹر کبریا فرہاد تمہیں سر کے بل کھڑا ہونے کو بھی کہے ہو جاؤ۔ کیا تم نے کانفرنس ہال میں نہیں دیکھا کہ فرہاد کے [redacted] کس طرح فوج کا وقار بلند کیا تھا اور ری ریز کو کس طرح مجبور کیا کہ وہ مکمل کرا اپنے وطن کی فوج کی مخالفت کرے۔"

"یس سر! آج ری ریز اور ٹیری ٹیلر کی چھپی ہوئی وطن [redacted] تمام حکمرانوں اور فوجی افسروں پر ظاہر ہوچکی ہے۔ میں ماسٹر [redacted] کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔"

اس نے ریسیور رکھا پھر کبریا کے سامنے ایک کرسی پر آ [redacted] گیا۔ کبریا نے کہا "جب الپا اور امریکا کے یہودی جاسوس [redacted] ساحلی علاقوں میں چھپے رہتے تھے اور جزیرے سے ٹیلی پیتھی [redacted] آنے والوں کا تعاقب ان کی نئی خفیہ رہائش گاہ تک کیا کرتے [redacted] ان دونوں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ری ریز کی ٹی پی آ [redacted] کے جوانوں کی رہائش گاہوں تک پہنچتے رہتے تھے۔"

"یعنی... تم لوگ ان نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خف [redacted] رہائش گاہوں کے پتے جانتے ہیں۔"

"ہاں۔ میں نے اسی لیے تم سے پوچھا تھا۔ کیا ایسی رہائ [redacted] گاہوں میں وارنٹ کے بغیر داخل ہوسکتے ہو اور انہیں گرفتار کر [redacted] ہو؟"

"ماسٹر! تم جیو ہزاروں سال۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے [redacted] ہمارے ملک اور ہماری فوج کا سرمایہ بنیں گے۔ میں تمہارے بتا [redacted] ہوئے ہر پتے پر جاؤں گا اور ٹی پی آرمی کے ایک ایک جوان [redacted] گرفتار کروں گا۔"

"اس سے پہلے اپنے دو یوگا جاننے والے افسروں سے کہو [redacted] وہ تنویمی عمل کرنے والے ایسے ماہرین کی خدمات حاصل کریں [redacted] پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک سکتے ہوں۔ پھر ان ماہرین کو دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے بچا کر [redacted] جاسکتا ہو تو فوراً ایسے ماہرین کو راز داری سے آرمی ہیڈ کوارٹ [redacted] پہنچائیں۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنا چاہتا تھا۔ کبریا نے کہا "پہلے پوری بات سن لو۔ تم ٹی پی آرمی کے ایک ایک جوان کے بنگلے پر باری باری جاؤ گے۔ اس سے سامنا ہوتے ہی اسے خیال خوانی کرنے کی مہلت نہیں دو گے۔ مہلت دو گے تو وہ ری ریز کو آرمی ایکشن کی اطلاع پہنچا دے گا۔"

"میں سمجھ گیا۔ میں کسی جوان کو مہلت نہیں دوں گا۔ سامنے ہوتے ہی آرمی کے جوان اسے جکڑ لیں گے اور انجکشن کے ذریعے اسے بے ہوش کردیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب کاغذ قلم لو اور نوٹ کرو لیکن پہلے تنویمی عمل کے ماہرین کی خدمات حاصل کرنے کے لیے کہہ دو۔"

اس نے یوگا جاننے والے دو افسران کو یہ ذمے داریاں سونپیں کہ وہ تنویمی عمل کے ماہرین کی خدمات حاصل کریں اور آرمی ہیڈ کوارٹر میں انتظار کریں۔ ان کے پاس ٹی پی آرمی کے بے ہوش جوان پہنچتے رہیں گے۔ انہیں ہوش میں لاکر تنویمی عمل کے ذریعے اپنے ملک اور فوج کا وفادار بنایا جائے۔

پھر وہ کاغذ قلم لے کر کبریا کے سامنے بیٹھ گیا اور ٹی پی آرمی کے جوانوں کے پتے نوٹ کرنے لگا۔ کبریا نے انہیں گیارہ جوانوں کے پتے نوٹ کرائے پھر مشورہ دیا "بہتر ہوگا، اگر تمہاری طرح اور دو چار یوگا جاننے والے افسران ہوں اور تم سب بیک وقت ان جوانوں کو گرفتار کرو۔ اس طرح یہ مشن کم سے کم وقت میں پورا ہوگا اور یہ اندیشہ بھی نہیں رہے گا کہ ری ریز اور ٹیری ٹیلر مشن کے دوران رکاوٹ بنیں گے۔"

کیپٹن اس مشورے پر عمل کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے وردی پہننے لگا۔ جب وردی پہننے کے بعد اس نے پلٹ کر دیکھا تو بیڈ روم میں کبریا فرہاد نہیں تھا جب کہ دروازہ اندر سے ابھی تک بند تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ ننھا فرشتہ اس کے اندر سما گیا ہے۔

ادھر تل ابیب میں کانفرنس ختم ہورہی تھی۔ اعلیٰ بی بی جارہی تھی۔ الپا نے کہا تھا "چلو میں تمہارے ساتھ باہر تک چلوں گی۔"

لیکن دو قدم چلتے ہی اعلیٰ بی بی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ الپا کو اپنی توہین کا احساس ہوا کہ اس بالشت بھر کی لڑکی نے اس کے ساتھ چلنا گوارا نہیں کیا۔ اسی وقت سونیا ثانی نے کہا "الپا! ابھی اس ماتحت لیڈی انسپکٹر کے دماغ سے نہ جانا۔ ایک ضروری بات ہے۔ تم نے ری ریز کو الٹی میٹم دیا تھا کہ وہ اپنی ٹی پی آرمی کے جوانوں کے ساتھ اسرائیل سے واپس نہیں جائے گا تو تم ٹیلی پیتھی کے جھٹکوں سے جزیرے میں بم باری کراؤ گی جس کے نتیجے میں ٹرانسفارمر مشین اس جزیرے کے ساتھ سمندر میں ڈوب جائے گی۔"

"ہاں۔ انہوں نے یہ ملک نہ چھوڑا تو انہیں ٹرانسفارمر مشین سے محروم ہونا پڑے گا۔"

"مشین کی تباہی سے تمہیں کیا فائدہ پہنچے گا؟ کچھ نہیں۔ ابھی تو یہ فائدہ ہے کہ تم کبھی کبھی ان کے ایک دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کرکے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ کرلیتی ہو۔ مشین نہیں رہے گی تو تم بھی نقصان میں رہو گی۔"

"میں نے نقصان کے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ میں اس مشین اور جزیرے کو تباہ نہ کروں؟"

"میرے چاہنے سے تم ایسا نہیں چاہو گی۔ تم اپنے فائدے اور نقصانات پر خود غور کرو۔"

"تم بہت گہری ہو۔ تم کسی اہم مقصد کے تحت مجھ سے ایسا کہہ رہی ہو۔"

"ظاہر ہے میرا کوئی مقصد ہے اسی لیے آئی ہوں ورنہ باتیں کرنے کے لئے میری چھوٹی بہن اعلیٰ بی بی کافی ہے۔"

"اچھا ہوا تم مجھ سے گفتگو کرنے آگئیں۔ مجھے بتاؤ بڑے اور اہم مسائل پر گفتگو کرنے کے لیے ایک بچی کو منظرِ عام پر کیوں لایا گیا ہے؟"

"بے شک ان مسائل پر میں اور علی گفتگو کرسکتے تھے لیکن لاکھوں مسائل پر بحث کرنے کے بعد بھی ہم معصوم بچوں کے بنیادی حقوق انہیں نہیں دے سکیں گی۔ بچوں کی ذمے داریاں بھول کر خلائی زون کی طرف جانا بڑوں کی بے حسی اور خود غرضی ہے۔ اس خود غرضی اور غیر ذمے داری کا احساس دلانے کے لیے اعلیٰ بی بی یہاں اور کبریا فرہاد واشنگٹن پہنچا ہوا ہے۔"

"تم لوگوں کا خیال ہے کہ بڑے اور اہم معاملات سے نمٹنے والے بچوں کی باتوں اور ضد سے متاثر ہوسکیں گے؟"

"تھوڑی دیر پہلے تم اور تمہارے حکمران متاثر نہیں ہورہے تھے۔ ہم اعلیٰ بی بی اور کبریا فرہاد کو یہ ٹریننگ دینے لائے ہیں کہ جو بات سے نہ مانے اسے لات سے منواؤ اور اعلیٰ بی بی نے آخر منوالیا۔"

"تم "لات" جیسا لفظ استعمال کرکے ہماری توہین کررہی ہو۔"

"اگر تم نے میری بھی بات نہ مانی اور ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنا چاہا تو میری طرف سے بھی لات پڑے گی۔ اپنی چھوٹی بہن کے بعد میری بھی وہی دھمکی ہے۔ ادھر مشین جزیرے کے ساتھ ڈوبے گی، ادھر تیار ہونے والے خلائی سامان کے چیتھڑے اور پرزے اڑیں گے۔"

الپا سوچ میں پڑ گئی۔ ثانی نے پوچھا "خاموشی کیوں ہے؟ کیا جاچکی ہو۔ ٹھیک ہے جاؤ خلائی سامان کے لیے جس قدر احتیاطی تدابیر کرسکتی ہو کرلو، تمہارے دل میں کوئی حسرت نہ رہے۔"

الپا نے شکست خوردہ انداز میں کہا "میں وعدہ کرتی ہوں۔ میں اور میرا کوئی ماتحت ٹرانسفارمر مشین کی طرف رخ نہیں کرے گا۔"

"شاباش۔ ایسی ہی سمجھ داری سے کام لیا کرو۔ ہمیشہ خوش رہا کرو گی۔"

وہ جل بھن کر چلی گئی۔

ادھر واشنگٹن کے قریب آرمی ہیڈ کوارٹر میں اعلیٰ افسران خوشیاں منا رہے تھے۔ گیارہ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے ہیڈ کوارٹر میں آگئے تھے۔ ان سب پر تنویمی عمل کیا جاچکا تھا اور وہ سب تنویمی نیند پوری کررہے تھے۔

وہ اعلیٰ افسران خوشی سے پی رہے تھے اور جھوم رہے تھے۔ ایسے وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک ماتحت نے ریسیور اٹھا کر

سنا پھر اس نے اعلیٰ افسر کو ریسیور دیا۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔
"میں ہیرو بول رہا ہوں۔ ہمارا شہزادہ کبریا فرہاد تم سب کے درمیان پہنچنے والا ہے۔ اس سے پہلے تمام گلاس اور شراب کی بوتلیں پھینک دو۔ وہاں شراب کی مہک نہیں ہونی چاہیے۔"
اعلیٰ افسر نے ریسیور رکھ کر بلند آواز میں کہا "جسٹ اے منٹ۔ فرہاد علی تیمور کا اور ہمارا بھی شہزادہ کبریا فرہاد آرہا ہے۔ یہ تمام گلاس اور بوتلیں یہاں سے دور پہنچادو۔ ماسٹر کبریا کو اس کی بو پسند نہیں ہے۔ یہاں پورے کمرے میں پرفیوم اسپرے کرو۔"
آرمی کے جوان ان احکامات کی تعمیل کرنے لگے۔ جب کبریا وہاں پہنچا تو وہ کمرا خوشبو سے بھرا ہوا تھا۔ اعلیٰ افسر نے کہا "ماسٹر کبریا! تم نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم کرو۔"
"ابھی تو میری ہی خدمات پوری نہیں ہوئی ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں' میں گیارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیش کرنے کے بعد اور کچھ نہ پیش کروں اور چلا جاؤں۔"
"نہیں ماسٹر! آپ تو ہمارے دلوں پر حکومت کرنے لگے ہیں۔ ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے۔ کیا آپ ہمارے لیے کچھ اور کرنے والے ہیں۔"
"جی ہاں۔ یہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' یہ پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں لیکن ٹرانسفارمر مشین نہیں مرتی۔ اس مشین کو آپ کے پاس ہونا چاہیے۔"
"کبریا فرہاد زندہ باد۔ کیا آپ ایسی تدبیر بتائیں گے جس پر عمل کرکے ہم مشین پر اپنا قبضہ جماسکتے ہیں؟"
"آسان سی تدبیر ہے۔ اس پر آپ لوگ عمل بھی کرسکیں گے پھر مشین ری ریز کے قبضے سے نکل کر آپ کی ہوجائے گی لیکن اس سے پہلے میں اپنے واشنگٹن آنے کا مقصد بتادوں۔"
"ہاں ضرور۔ آپ نے کانفرنس ہال میں بھی اپنی آمد کا مقصد بتانا چاہا تھا مگر ہمارے معاملات میں الجھ گئے تھے۔"
"میں چاہتا ہوں' دنیا کی تمام حکومتیں بچوں کے بنیادی حقوق پورے کریں۔ آپ عالمی سروے کے بعد اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اس دنیا میں بڑوں سے زیادہ بچے بیمار پڑتے ہیں۔ بڑوں سے زیادہ بچے فاقے کرتے ہیں۔ موجودہ صدی کی ابتدا میں بچے پندرہ برس کی عمر تک بے فکری سے ہنستے مسکراتے تھے اور اسی صدی کے آخر میں پانچ برس کا بچہ ایک بوڑھے کی طرح پریشان اور فکرمند نظر آتا ہے اور ایسا محض اس لیے ہے کہ آج بچوں کی کتابوں سے زیادہ ہتھیار بنائے جارہے ہیں۔ اس دنیا کے کروڑوں بچے دو وقت کے فاقے کرتے ہیں۔ کیا آپ ان ننگے بھوکے بچوں سے پریشان ہو کر اپنی دنیا سے دور خلائی زون میں جانے کی تیاری کررہے ہیں؟"
"نہیں شہزادے! اگر کروڑوں بچے کسمپرسی کی حالت میں جی رہے ہیں تو اس الیے کا تعلق خلائی زون سے نہیں ہے۔"

"تعلق ہے۔ اگر یہاں کے [illegible] وہاں جائیں گے تو وہ کی مخلوق بھی یہاں آئے گی پھر اس خلائی مخلوق سے جنگ شروع ہوجائے گی۔ ہماری دنیا میں پہلے ہی ہر ملک ہر شہر میں دنگے فساد ہورہے ہیں۔ باہر سے بھی اجنبی مخلوق حملے کرنے آئے گی تو ہم کیا کر سکیں گے؟"
"یہ تو تم نے عجیب سا موضوع چھیڑ دیا ہے۔ ہم تمہاری خوا کی خاطر بچوں کی خوش حالی کے لیے عالمی فنڈ قائم کریں گے۔"
"عالمی فنڈ سے زیادہ بچوں کو بڑوں کی توجہ کی ضرورت ہے میں آپ لوگوں سے درخواست کرنے آیا ہوں کہ خلائی زون میں جائیں۔ اپنی دنیا کے تمام بچوں پر توجہ دیں۔"
"اگر تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو تو ہم سے پہلے تمہارا جہاز پارس وہاں گیا ہوا ہے۔"
"وہ میری بھابی کے میکے گئے ہیں اور جلد ہی واپس آنے والے ہیں پھر بابا صاحب کے ادارے سے بھی کوئی خلا کی طرف پرواز نہیں کرے گا۔ ہم سب کو نئی صدی کا استقبال اپنی زمین پر کرنا چاہیے۔"
"ماسٹر! تمہاری یہ بات دنیا کا کوئی بڑا ملک تسلیم نہیں کرے گا۔ اس صدی کے اختتام تک کتنے ہی ممالک کے مہم جو خلائی زون کی سمت پرواز کریں گے۔ آنے والی اکیسویں صدی خلا اور میں سفر کرنے اور سیاروں کو تسخیر کرنے کی صدی ہے۔"
"آنے والی اکیسویں صدی تمام بچوں کے لیے اس دنیا کو جنت بنانے کی صدی ہے۔ میری بہن اعلیٰ بی بی بی باتیں سمجھانے کے لیے اسرائیل میں موجود ہے۔ میں ایک بچہ دنیا کے تمام بچوں کا نمائندہ ہوں اور آپ سے یہ سودا کررہا ہوں کہ امریکی حکام خلائی زون کی طرف جانے کا ارادہ ترک کردیں گے تو میں آپ کو ٹرانسفارمر مشین تک پہنچادوں گا۔"
"مشین ہمارے لیے ضروری ہے اور خلا میں جاکر وہاں کی سائنس اور ٹیکنالوجی کو بھی سمجھنا لازمی ہے۔ تم ترقی کی راہیں مسدود کررہے ہو۔"
"جب بھی خلائی مخلوق آئے گی تو اپنے ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی بھی لائے گی۔ ہمارا آپ کا وہاں جانا ضروری نہیں ہے۔"
"کیا اسرائیلی حکام اور وہاں کے اعلیٰ فوجی افسران تمہاری بہن کی بات مان کر خلا میں جانے کا ارادہ ترک کردیں گے؟"
"انہیں میری بہن کی بات مان لینا چاہیے ورنہ وہاں جنے ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز تیار ہورہے ہیں' وہ سب تباہ کردیے جائیں گے۔"
"کیا تمہارے بزرگ جانتے ہیں کہ وہ یہودی کہاں چھپ کر خلائی سامان تیار کررہے ہیں؟"
"ہمارے لوگ سایہ بن کر کسی بھی خفیہ اڈے تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہمارے بزرگ صرف اسرائیلی خفیہ اڈے کا پتا نہیں' یہاں آپ کے بھی خفیہ اڈوں [illegible] جانتے ہیں۔"
"تم اپنی باتوں سے ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کررہے ہو کہ ہم خلائی زون کی سمت جانے سے باز نہ آئے تو ہمارے ملک میں تیار ہونے والے خلائی سامان کو بھی نابود کردیا جائے گا۔"
"اور آپ خلائی زون میں جانے کی ضد کرکے ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کریں گے کہ آپ کو اپنی دنیا کے بچوں کی کوئی پروا نہیں ہے اور ایک بچے کی ان خدمات کی بھی اہمیت نہیں ہے کہ اس کے ذریعے ری ریز جیسے غدار بے نقاب ہورہے ہیں۔ فوج کا صرف وقار ہی بلند نہیں ہورہا ہے بلکہ اسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نئی قوت حاصل ہورہی ہے اور جب ٹرانسفارمر مشین بھی فوج کے پاس آجائے گی تو اس ناممکن کامیابی کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ پھر بچہ ہی سمجھا جائے گا اور آپ خلائی سفر کی تیاریاں جاری رکھیں گے۔"
اعلیٰ افسر نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "خلائی زون میں جانا ضروری نہیں ہے۔ ٹرانسفارمر مشین ہمارے لیے ضروری ہے۔ پلیز بتاؤ کہ یہ ہمیں کس طرح حاصل ہوگی۔"
"اور مشین کو حاصل کرنے کے بعد کیا ہوگا؟"
"ہم ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز تیار کریں گے لیکن انہیں استعمال اس وقت کریں گے جب بابا صاحب کے ادارے یا اسرائیل سے کوئی خلا کی طرف جائے گا۔"
"ہاں۔ ایسے وقت آپ کے ملک کو بھی یہ حق پہنچے گا لیکن یہ دیواروں پر لکھ لیں کہ ہم سے چھپ کر' ہمیں دھوکا دے کر کوئی خلائی طرف پرواز نہیں کرسکے گا۔"
"جب تمہیں یقین ہے کہ ہم چھپ کر بھی خلائی زون میں نہیں جاسکیں گے تو پھر یہ بحث چھوڑ دو۔"
"یہ بحث نہیں ہے' آئندہ کے لیے تاکید ہے۔ ہم نے اپنا فرض ادا کیا ہے تاکہ بعد میں یہ نہ کہا جائے کہ ہم نے آنے والی مشکلات سے آگاہ نہیں کیا تھا۔"
"ہم تمہاری تاکید کے طور پر کہی ہوئی باتیں یاد رکھیں گے۔ اب ہمیں بتاؤ وہ ٹرانسفارمر مشین ہمیں کب تک مل سکتی ہے؟"
"یوں سمجھیں کہ مل چکی ہے۔ اس جزیرے میں ری ریز کی ٹی پی آرمی کے صرف تین نوجوان ہیں جو پچیس مسلح گارڈز کو اپنے کنٹرول میں رکھتے ہیں۔ بارہ گھنٹے کے بعد ان تین خیال خوانی کرنے والے جوانوں کی ڈیوٹی ختم ہوجاتی ہے۔ دوسرے تین نوجوان ان کی جگہ ڈیوٹی پر آتے ہیں۔ دو گھنٹے کے بعد ڈیوٹیاں بدلنے والی ہیں۔ جو تین نوجوان مشین اور جزیرے کا چارج سنبھالنے آئیں گے' وہ تینوں میرے انکل ہیرو اور آنٹی جمیلہ کے معمول اور تابعدار ہیں۔ اپنی ایک مختصر سی فوج بنا کر جزیرے میں بھیج دیں۔ وہ تینوں خیال خوانی کرنے والے آپ کی فوج کا استقبال کریں گے۔ آپ کی فوج میں جو لوگ گائیڈ کے فرائض انجام دیں گے وہی ضروری گفتگو کیا کریں گے۔ باقی

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب
جسے
ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

قیمت ۳۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۶ روپے
اردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔
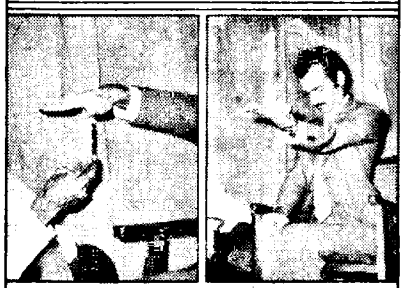
- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔
ملنے کا پتہ
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۱۰۳۰ کراچی

تمام گونگے بنے رہیں گے۔ ان تین خیال خوانی کرنے والوں کو عزت اور محبت سے آرمی ہیڈ کوارٹر میں لایا جائے اور تنویمی عمل کے ذریعے ان کے برین واش کیے جائیں۔"

پھر وہ دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولا "میں جا رہا ہوں۔ یہ خیال رہے کہ فوج جب تک جزیرے پر قبضہ نہ جمائے' تب تک ری ریز وغیرہ اس آرمی ایکشن سے بے خبر رہیں۔ نہایت رازداری سے آپریشن کو تکمیل تک پہنچایا جائے۔"

وہ دروازے سے باہر جا کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

تل ابیب میں اعلیٰ بی بی کی طلب کردہ کانفرنس ختم ہو چکی تھی۔ اس کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ یہودی خلائی زون کی طرف نہیں جائیں گے لیکن بابا صاحب کے ادارے یا امریکا سے کوئی خلائی پرواز کے لیے پر تولے گا تو پھر یہودیوں کو بھی پرواز کا حق حاصل ہو گا۔

برین آدم نے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے کہا۔ "کانفرنس میں دوستانہ فیصلے ہو چکے ہیں۔ فی الحال کسی کو کسی سے شکایت نہیں ہے۔ لہٰذا اعلیٰ بی بی ٹائی کو اپنی ٹیم کے ساتھ واپس جانا چاہیے اور ہمیں کسی طرح یقین دلانا چاہیے کہ وہ واقعی جا چکے ہیں۔"

جب برین آدم ایسا کہہ رہا تھا تب ہی اعلیٰ بی بی ٹائی وہاں پہنچ گئی۔ برین آدم کے سامنے اور دائیں بائیں ٹی وی کیمرے آن تھے۔ وہ خلاف توقع اعلیٰ بی بی کو دیکھ کر چونک گیا' وہ کہنے لگی "تم نے مجھے یاد کیا' میں تمہارے پاس آ گئی۔ جہاں تک اس ٹی وی کی نشریات پہنچتی ہیں' وہاں تک لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں اور میری باتیں سن رہے ہیں۔"

وہ کیمروں کی طرف رخ کرتے ہوئے بولی "میں نے اسرائیل آ کر دنیا کے تمام بچوں کے بنیادی حقوق کا مطالبہ کیا ہے۔ اسرائیلی حکومت نے دل پر پتھر رکھ کر میرا مطالبہ تسلیم کر لیا ہے لیکن وہ مجھے جلد از جلد یہاں سے بھگانا چاہتے ہیں اور یقین کرنا چاہتے ہیں کہ میں اپنی ٹیم کے ساتھ جا چکی ہوں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہیں ہمارے چلے جانے کا یقین کیسے آئے گا؟ میری چھوٹی سی عقل میں یہ بات آتی ہے کہ میں مسٹر آدم کو اپنے ساتھ لے جاؤں تو یہاں ان کی غیر موجودگی سے یقین ہو جائے گا کہ ہم جا چکے ہیں پھر مسٹر آدم بھی جہاں رہیں گے' وہاں سے اپنی حکومت اور قوم کو یقین دلاتے رہیں گے۔"

برین آدم نے کہا "چھوٹی سی گڑبڑ ہے مگر زہر کی پڑیا ہے۔ اس کا یہ آئیڈیا مجھے پسند آیا ہے۔ میں اس کی ٹیم کے ساتھ جانے کو تیار ہوں بشرطیکہ یہ بھی اسرائیل چھوڑ دے۔"

"میں ابھی اسرائیل چھوڑ دوں گی بشرطیکہ میرے ساتھ اصلی برین آدم چلے' تم تو بہروپیے ہو۔"

"کیا بکواس کرتی ہو۔ یہاں کا پورا انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ مجھے صورت شکل سے پہچانتا ہے۔"

"مگر ڈپارٹمنٹ یہ نہیں جانتا کہ اصل برین آدم روپوش [illegible] ہے اور تم اس کی ڈمی کے طور پر اپنے فرائض انجام دیتے ہو۔ میری بات سے انکار نہ کرو ورنہ تمہارے چہرے پر سے ابھی ماسک میک اپ اتار دوں گی۔"

اس ڈمی برین آدم کے اندر الپا تھی۔ ڈمی نے الپا کی مرضی سے کہا "تم بچی ہو۔ بچوں جیسی باتیں کرو۔ ان فضول باتوں کو چار دو۔ اپنے جانے کی بات کرو۔"

"میں کہہ چکی ہوں ابھی جاؤں گی لیکن مسٹر آدم کو میرے ساتھ جانا ہو گا ورنہ میں آج نہیں چوبیس گھنٹے کے بعد جاؤں گی۔"

ڈمی برین آدم نے پیچھا چھڑانے کے لیے کہہ دیا "ٹھیک ہے چوبیس گھنٹے بعد ضرور چلی جانا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "جیسا کہ میں کانفرنس میں اور یہاں ٹی وی اسٹیشن میں آزادی سے آئی ہوں اسی طرح اس شہر میں آزادی سے تفریح کروں گی اور شاپنگ کروں گی۔ یہ اسرائیلی حکومت کی ذمے داری ہے کہ چوبیس گھنٹے تک میرے لیے حفاظتی انتظامات سخت کرے' کسی نے مجھے نقصان پہنچانے کی حماقت کی تو نقصان مجھے نہیں اسرائیلی حکام کو پہنچے گا۔"

یہ کہہ کر وہ ڈمی برین آدم اور ٹی وی کیمروں کے درمیان سے چلی گئی۔

اسی دوپہر کو پورے اسرائیل میں کھلبلی پیدا ہو گئی۔ وہاں کی سائنس لیبارٹری کے آبزرونگ ٹاور سے اطلاع ملی کہ خلا میں نئے ننھے شعلے دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ ایسے ہی شعلے ہیں جیسے خلائے سولار ز کی آمد کے وقت دکھائی دیے تھے۔ وہ خلا سے زمین کی طرف آ رہے ہیں اور ان کا رخ سرزمین اسرائیل کی طرف ہے۔

یہ ہوش اڑا دینے والی اطلاع تھی۔ پوری فوج حرکت میں آ گئی۔ شہریوں کو تسلیاں دی گئیں کہ وہ اطمینان سے رہیں۔ آنے والی مخلوق آبادی سے دور کھلے وسیع میدان میں آئے گی۔

ایک گھنٹے کے جان لیوا انتظار کے بعد تل ابیب سے پچیس میل دور پہاڑیوں کے درمیان کھلے میدان میں فوجیوں نے دیکھا آسمان کی بلندیوں سے تین فولادی روبوٹ نیچے آ رہے تھے۔ ان کے جوتوں سے نکلنے والے شعلے دھیمے پڑتے پڑتے بجھ رہے تھے۔ پھر تینوں روبوٹ زمین پر آ کر سیدھے کھڑے ہو گئے تھے۔

ان تینوں کے جسم پر ایٹمی لباس تھا۔ ان کی طرف گولیاں چلائی جاتیں یا راکٹ لانچر پھینکے جاتے تو وہ سب پلٹ کر حملہ کرنے والوں کی طرف واپس آ جاتے۔ اگر وہ اپنے ایٹمی لباس سے بچ کرتے تو ایک بھی نہ بچتا' وہاں جتنی فوج تھی' ان سب کے چیتھڑے اڑ جاتے۔

وہ تینوں زمین پر آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ بالکل خاموش تھے جیسے بے جان مجسمے ہوں۔ صرف ان کے سروں پر جلنے بجھنے والے سرخ بلب اور وہاں سے ابھرنے والی ٹوں ٹوں کی آوازوں سے

چل رہا تھا کہ وہ تینوں [redacted] ہیں اور کسی وقت بھی حرکت کر سکتے ہیں۔

وہاں ٹی وی کے بڑے بڑے کیمرے تھے۔ وہ سب ان تینوں کو ٹی وی اسکرین پر نشر کر رہے تھے۔ ایک فوجی افسر نے چھوٹی سی ہاتھی پر چڑھ کر میگا فون کے ذریعے پوچھا "یہ ہم سمجھ رہے ہیں کہ تم تینوں روبوٹ ہو۔ تم سے پہلے ہماری دنیا میں دو روبوٹ آئے تھے لیکن انہیں کنٹرول کرنے والا خلائی زون کا ایک سائنس دان سولار زان کے ساتھ تھا لیکن تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے۔ کیا تم تینوں خود کار ہو۔ کسی کے محتاج نہیں ہو؟"

ان تینوں کے قریب سے ڈمی شی تارا کی آواز ابھری "ہم نے ایک طویل سفر کیا ہے۔ ہم بہت تھکے ہوئے ہیں۔ ابھی آرام کریں گے۔ گہری نیند سونے کا ارادہ ہے پھر جاگنے کے بعد تمہارے سوالوں کا جواب دیں گے۔"

سونیا ٹائی اور علی کے سائے بھی وہاں موجود تھے۔ ٹائی نے حیرانی سے کہا "علی! ان میں سے کوئی روبوٹ نسوانی آواز میں بول رہا ہے۔"

علی نے کہا "جب نسوانی آواز ہے تو کہو کہ روبوٹ بول رہی ہے۔ میرا خیال ہے' روبوٹ تیار کرنے والوں نے ان کے اندرونی کمپیوٹر میں کسی عورت کی آواز فیڈ کی ہے۔ چلو قریب چل کر دیکھیں۔"

ادھر روبوٹس کے قریب سے ڈمی شی تارا نے کہا "پچھلی بار اس زمین کے کچھ سایہ بننے والوں نے روبوٹس کو ناکارہ بنا دیا تھا۔ اس بار وہ ایسی حماقت نہ کریں۔ انہیں بری طرح ناکامی ہو گی۔"

علی نے خیال خوانی کی پرواز کی' ڈمی شی تارا کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے فوراً سائنس روک لی' اس نے کہا "کمال ہے۔ یہ فولادی روبوٹس ہیں مگر انسانی دماغ کی طرح حساس ہیں۔ سائنس روک لیتے ہیں۔"

ٹائی نے کہا "یہ ناممکن ہے کہ فولادی روبوٹ کے اندر حساس انسانی دماغ ہو۔"

ڈمی کی آواز ابھری "ہمارے قریب ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ وہ اپنی شامت کو نہ بلائیں اور ہمارے قریب نہ آئیں ورنہ پچھتائیں گے۔"

الپا اپنی مخفیہ رہائش گاہ میں بیٹھی ٹی وی اسکرین پر روبوٹس کو دیکھ رہی تھی اور ایک نسوانی آواز سن رہی تھی۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ روبوٹس کے قریب جو خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں' وہ ٹائی اور علی ہیں۔

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے برین آدم سے کہا۔ "ٹائی اور علی ان روبوٹس کے قریب ہیں۔ وہ پہلے کی طرح روبوٹس کے لائف پاور کو صفر و وولٹیج پر لا کر انہیں ناکارہ بنانے کی کوشش کریں گے۔ اگر وہ ناکام ہوں گے تو وہ روبوٹس ہماری زمین پر تباہی لے آئیں گے۔"

برین آدم نے کہا "وہ اسکرین پر دیکھو۔ وہاں کچھ ہو رہا ہے۔"

اسکرین پر نظر آ رہا تھا' ایک روبوٹ کی گردن کے نیچے جو ریگولیٹر تھا وہ آپ ہی آپ صفر پاور پر آ گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ٹائی اور علی کے سائے انہیں ناکارہ بنا رہے ہیں۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ روبوٹ اوندھے منہ زمین پر گرتا' اس کے ریگولیٹر کی چابی صفر سے پھر وولٹیج ٹوپر آ گئی۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ روبوٹس کے ساتھ ان کے محافظ سائے ہیں' جو انہیں بے جان ہونے سے بچا رہے ہیں۔

الپا اور برین آدم حیرانی سے سوچ رہے تھے' کیا خلا سے آنے والی مخلوق بھی سایہ بن جاتی ہے؟

ریگولیٹر کی چابی کو صفر پر لانے کے لیے علی کو اپنا ہاتھ ٹھوس بنانا پڑا۔ وہ اپنا ہاتھ جیسے ہی ریگولیٹر کے پاس لایا' ویسے ہی ایک ہاتھ میں چاقو نمودار ہوا لیکن اس سے پہلے کہ چاقو کی نوک ہاتھ پر لگتی' علی نے ہاتھ کو پھر سایہ بنا لیا۔ ٹائی کے سائے کے ساتھ دور چلا آیا۔ خود کو ذرا سی دیر کے لیے ٹھوس بنا کر بولا "ٹائی! بات سمجھ میں نہیں آئی۔ جس ہاتھ نے چاقو سے مجھ پر حملہ کیا تھا اس کی انگلی میں سونے کی انگوٹھی تھی اور اس انگوٹھی پر ہندی کا حرف اوم کندہ کیا ہوا تھا۔"

ٹائی نے کہا "تعجب ہے۔ کیا خلا سے بھگوان کی پوجا کرنے والی ہستیاں آئی ہیں؟"

"ہمیں ان سے دور رہ کر ذرا مبہوتھل سے دیکھنا ہو گا کہ ان

ردبوٹس کے پاس چھپی ہوئی ہستیاں آگے کیا کرتی ہیں؟"

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے فوجی افسر سے کہا "ثانی اور علی ان ردبوٹس سے نمٹ رہے ہیں' ہم ردبوٹس کو دوستی کی پیش کش کرو۔"

فوجی افسر نے میگا فون کے ذریعے کہا "ہم تینوں ردبوٹس سے مخاطب ہیں۔ تمہاری آمد کو پینتالیس منٹ گزر چکے ہیں۔ تمہاری خاموشی یقین دلا رہی ہے کہ تم دشمن نہیں ہو۔ یہاں امن وسلامتی کے لیے آئے ہو۔ ہم تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔"

ڈی شی تارا نے کہا "ہم نے پہلے کہہ دیا ہے کہ کسی سوال کا' کسی بات کا جواب نہیں دیں گے۔ پہلے اپنی نیند پوری کریں گے' ابھی ایک دشمن سایہ بن کر آیا تھا۔ اس کی سمجھ میں آچکا ہوگا کہ ہم ردبوٹس کے محافظ بھی سایہ بن کر ہمارے اندر رہتے ہیں۔ ہمیں کوئی دشمن ناکارہ نہیں بنا سکے گا۔ بہرحال اب ہمیں کم از کم چھ گھنٹے تک مخاطب نہ کیا جائے۔"

دیوی نے شی تارا سے کہا "میں تل ابیب شہر جارہی ہوں۔ ایک طویل عرصے سے اپنی ارضی دنیا کا کھانا نہیں کھایا ہے۔ میں کھا پی کر آؤں گی تو تم چلی جانا۔ میری واپسی تک اس سایہ بن کر آنے والے سے محتاط رہنا۔"

وہ ایک فوجی افسر کے اندر آئی۔ وہ جیپ میں بیٹھ کر شہر کی طرف جانے لگا۔ ادھر الپا اور برین آدم اس فکر میں مبتلا ہوگئے تھے کہ ان ردبوٹس کی محافظ ہستیاں سایہ بن کر رہتی ہیں۔ اسرائیل کی پوری فوج بھی ان سایہ بننے والیوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔

تل ابیب میں شام کا اندھیرا رات کی تاریکی میں تبدیل ہورہا تھا۔ دیوی شہر میں پہنچتے ہی ایک تاریک جگہ پر جیپ سے اتر گئی۔ وہیں اندھیرے میں انگڑائیاں لینے لگی۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد سایہ بنانے والی گولی حلق سے باہر آگئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ گوشت پوست کے جسم میں ظاہر ہوگئی۔

اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ اسے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے فٹ پاتھ پر آکر ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ڈرائیور کو شہر کے وسطی حصے میں چلنے کو کہا۔ اس کا لباس میلا ہوچکا تھا۔ زلفیں بکھر کر الجھ گئی تھیں۔ عجیب سا حلیہ ہوگیا تھا۔

اس نے ایک بوتیک میں آکر ایک بہترین بلاؤز اور اسکرٹ خریدا پھر بیوٹی پارلر میں آکر غسل کیا۔ اپنے بالوں کو سنوارا' چہرے کو نکھارا اس کے بعد کچھ اور ضروری چیزیں خریدنے کے لیے ایک بہت بڑے شاپنگ سینٹر میں آئی۔ جب وہ اس سینٹر کے فرسٹ فلور پر گئی تو اعلیٰ بی بی ثانی نے گراؤنڈ فلور میں قدم رکھا۔ وہ ایک ننھی سی آفت تھی' شامت بن کر پہنچ گئی تھی۔

ابھی وہ سات برس کی نہیں ہوئی تھی۔ جناب علی اسد اللہ تمیرزی کی پیش گوئی کے مطابق سات [redacted] کی ہونے کے بعد دیوی شی تارا کو سب کے سامنے بے نقاب کرنے والی تھی مگر سامنا ابھی سے ہورہا تھا۔ ابھی سے آنکھ مچولی شروع ہوگئی تھی۔

وہ اپنی ضرورت کی چیزیں پسند کرتی ہوئی فرسٹ فلور پر جانے کے لیے زینے کے نچلے حصے میں آئی۔ دیوی واپس جانے کے لیے زینے کے اوپری حصے پر پہنچی۔ اس نے اوپر سے دیکھا۔ نیچے ایک گڑیا جیسی پیاری سی لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ایک نہایت ہی حسین دوشیزہ نظر آرہی تھی۔ وہ اسے دیکھتی ہوئی اوپر سے نیچے آرہی تھی۔

دیوی نے نیچے آکر مسکرا کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر کہا "ہیلو گڑیا!"

اعلیٰ بی بی نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "ہیلو میچ لیس بیوٹی!"

دیوی نے خوش ہوکر کہا "تم میرے حسن کو بے مثال کہہ رہی ہو؟ کیا عمر سے کچھ زیادہ نہیں بول رہی ہو؟"

"تربیت اگر ذہین والدہ کرے تو بچے میری طرح تیز طرار نکلتے ہیں۔"

"تمہاری ممی کہاں ہیں۔ تم بالکل تنہا دکھائی دے رہی ہو۔"

"میں بڑی ہوگئی ہوں' ماں کی انگلی پکڑ کر نہیں چلتی۔"

دیوی ہنسنے لگی پھر اس نے ذرا غور سے اسے دیکھتے ہوئے کہا "تمہاری صورت کچھ جانی پہچانی سی لگتی ہے۔"

"میں اپنی ماما کی ہم شکل ہوں۔ تم نے شاید میری ماما کو دیکھا ہوگا۔"

"کون ہے تمہاری ماما؟ کیا نام ہے؟"

"سونیا فرہاد!"

دیوی کے دماغ کو جیسے بجلی کا جھٹکا پہنچا۔ وہ اس سے ہاتھ چھڑا کر بولی "اور تمہارا نام؟"

"اعلیٰ بی بی ثانی۔"

اس نے یکبارگی دہشت زدہ ہوکر ایک چیخ ماری۔ اس سے دور بھاگتے ہوئے ایک گولی کو منہ میں رکھ کر نگل گئی۔ سب نے دیکھا۔ بھاگنے والی نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی۔

وہ اوجھل ہونے والی بدحواسی میں بھاگتی ہوئی شاپنگ سینٹر سے باہر آئی۔ اس کا ذہن چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ سات برس گزر چکے ہیں۔ وہ سات برس کی بچی اسے بے نقاب کرنے آگئی ہے۔

اس کے سائے نے منہ میں ایک کیپسول رکھا پھر وہ تیزی سے ظلائی کرتی ہوئی ردبوٹس کی طرف جانے لگی۔

اعلیٰ بی بی ثانی شاپنگ سینٹر کے دروازے پر آکر سوچنے لگی "وہ کون تھی؟ مجھ سے باتیں کرتے وقت نارمل تھی پھر اچانک ایک چیخ پڑی جیسے دورہ پڑا ہو مگر نہیں وہ پاگل تو نہیں ہوسکتی۔ اس کے پاس بھی سایہ بننے والی کوئی دوا ہے۔ اسے یہاں کسی سے خطرہ ہے اسی لیے سایہ بن کر فرار ہوگئی ہے..... بے چاری!

"کیا میں سایہ بن کر اسے تلاش کروں؟"

اس وقت میں اپنی بیٹی کے دماغ میں تھا اور یہ سمجھنے کی کوشش کررہا تھا کہ وہ چیخیں مار کر بھاگنے والی کون تھی؟

اگرچہ وہ اعلیٰ بی بی کا نام سن کر خوف زدہ ہوئی تھی لیکن اس سے پہلے اس نے سونیا فرہاد کا نام سن کر اعلیٰ بی بی سے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا اس لیے یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ فرار ہونے والی ہم سب سے واقف ہے۔ ماضی میں کوئی ایسی بات ہوگئی ہوگی جس کے نتیجے میں وہ ہم سے چھپ کر رہتی ہے لیکن چھپنے کے لیے سایہ کیسے بن گئی؟

اگر اس کے پاس چھپنے کا کوئی فارمولا ہے' ہمارے جیسی گولیاں ہیں تو یہ سب کچھ اس کے پاس کہاں سے آگیا۔ اتنی بڑی دنیا میں ابھی تک صرف ہمارے پاس ایسی گولیاں تھیں۔

جناب تمیرزی نے ہم میں سے کسی کو نہیں بتایا تھا کہ انہوں نے صلاحاً سایہ بنانے والی گولیاں دیوی شی تارا تک پہنچائی تھیں اور ہمیں ابھی یہ بھی نہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ زون تھری سے ایسی ہزاروں گولیاں اور فارمولا ساتھ لائی ہے۔

اگر وہ سایہ بن کر نظروں سے اوجھل نہ ہوتی' اس کے پاس ایسی گولیاں نہ ہوتیں تو میں بغیر کسی منفرماری کے سمجھ لیتا کہ وہ دیوی شی تارا ہے۔ یہ ہم میں سے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دیوی سایہ بن سکتی ہے۔

اعلیٰ بی بی شاپنگ سینٹر میں پھر ضرورت کی چیزیں دیکھنے لگی۔ وہاں جتنے لوگ تھے اس سے پوچھ رہے تھے کہ وہ کون تھی؟ اس نے چیخ کیوں ماری تھی؟ اور وہ غائب کیسے ہوگئی تھی؟

اعلیٰ بی بی نے طرح طرح کے سوالات سے بیزار ہوکر زینے پر چڑھ کر کہا "دیکھئے مہربان قدردان! وہ اس طرح غائب ہوئی تھی۔"

یہ کہتے ہی اس نے داڑھ میں دبی ہوئی گولی نگل لی۔ چشم زدن میں نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ یہ تماشا دیکھنے والے چکرا کر رہ گئے۔ وہ ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔ ایسے وقت علی نے مجھے مخاطب کیا "پاپا! میں اور ثانی ٹھوس جسم کے ساتھ ہیں۔ پلیز آپ فوراً آئیں۔"

میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا "وہ دیکھیں' وہ تینوں ردبوٹس اچانک ہی زمین چھوڑ کر پرواز کررہے ہیں۔ یہ بات ناقابلِ فہم ہے کہ ان ردبوٹس کو کنٹرول کرنے والی ہستیاں یہاں تھوڑی دیر کے لیے کیوں آئی تھیں اور اب پتا نہیں ہماری دنیا کے کسی دوسرے حصے میں جارہی ہیں یا اپنے خلائی زون کی طرف لوٹ رہی ہیں۔"

ثانی نے کہا "اور پاپا! ایک عجیب بات ہے۔ جب وہ سایہ بن کر رہنے والی اپنے ردبوٹس کی حفاظت کے لیے علی کے ہاتھ پر چاقو مارنے لگی تو علی نے دیکھا اس کی انگلی میں موجود انگوٹھی پر ہندی زبان کا حرف اوم کندہ تھا۔ کیا خلائی زون میں ہندو دھرم ہے؟"

"بیٹی! میں ابھی اعلیٰ بی بی کے پاس تھا۔ وہاں ایک دوشیزہ اعلیٰ بی بی میں بڑی دلچسپی لے رہی تھی لیکن میرا اور تمہاری ماما کا نام سنتے ہی اچانک سایہ بن کر نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ میں اس کے سایہ بننے پر حیران تھا۔ یہاں تم کہہ رہی ہو کہ ردبوٹس کو کنٹرول کرنے والی بھی سایہ بن کر رہتی ہے۔ سایہ بننے والی اعلیٰ بی بی کے پاس بھی تھی اور یہاں بھی تھی۔"

علی نے کہا "ابھی تھوڑی دیر پہلے شاید نہیں تھی۔ تینوں ردبوٹس کافی دیر سے سکون سے کھڑے ہوئے تھے پھر اچانک متحرک ہوکر پرواز کرتے ہوئے چلے گئے۔"

"اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ سایہ بننے والی تل ابیب شہر گئی تھی پھر وہاں سے بھاگ کر یہاں آئی اور اپنے ردبوٹس کے ساتھ کہیں چلی گئی۔"

"کیا ہم اس سے یہ نتیجہ نکالیں کہ خلائی زون سے آنے والی کے پاس سایہ بننے والی گولیوں کا فارمولا ہے؟"

میں نے کہا "فی الحال تو یہی سمجھ میں آرہا ہے۔"

ثانی نے پوچھا "کیا ہم اس انگوٹھی کو دیکھ کر یقین کرلیں کہ خلائی زون میں ہندو دھرم ہے؟"

"بیٹی! یہ تو پارس کے آنے پر ہی معلوم ہوگا۔"

"پاپا! میں غور کرتی ہوں تو ہندو دھرم کے حوالے سے میرا دھیان دیوی شی تارا کی طرف جاتا ہے۔"

ثانی اور علی ایک ویرانے سے گزر رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "دیوی شی تارا ایک طویل عرصے سے خاموش ہے۔ یا تو اس نے گوشہ نشینی اختیار کرلی ہے یا پھر بڑی رازداری سے کچھ کرتی پھر رہی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ وہ بہت کچھ کرسکتی ہے لیکن عقل نہیں مانتی کہ وہ خلا تک جاکر تین ردبوٹس اور سایہ بنانے والی گولیوں کے فارمولے کے ساتھ آسکتی ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی دور کہیں سے میگا فون کے ذریعے للکارنے کی آواز آئی۔ "ہالٹ' ہوازدیئر۔"

وہ دونوں رک گئے۔ ایک بار پھر پوچھا گیا "ہیلو کون ہو تم لوگ؟"

ثانی نے بلند آواز میں کہا "ایک بار سن لو۔ دوسری بار مائیکرو فون کے بغیر نہیں بولوں گی۔ ہم دونوں ابھی تین عدد خلائی سواریوں میں آئے تھے۔ وہ سواریاں ہم نے واپس بھیج دیں۔ کچھ عرصہ زمین پر رہنے کا ارادہ ہے۔"

"ہم وارننگ دیتے ہیں۔ اس میدانی علاقے سے باہر نہ آؤ ورنہ تم دونوں کو نیست ونابود کردیا جائے گا۔"

میں وارننگ دینے والے کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنا چاہتا تھا۔ وہاں الپا اس سے کہہ رہی تھی۔ "یونان سنس! وہ خلائی مخلوق ہیں۔ ان پر حملہ کیسے کروگے؟ انہوں نے ایٹمی لباس پہنا ہوگا۔"

"میڈم! میں اینٹی ڈارک گاگلز کے ذریعے دیکھ رہا ہوں۔ ایک

دوشیزہ نے پرانے فیشن کی میکسی پہنی ہوئی ہے اور دوسرے کے جسم پر پتلون اور جیکٹ ہے۔ ان دونوں نے دنیاوی لباس پہنا ہے۔"

الپا نے کہا "دنیاوی لباس کے اندر کیا ایٹمی لباس چھپا ہوا نہیں ہوگا؟"

"جی ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔"

"میں تمہیں حکم دیتی ہوں۔ ان کے پاس تنہا جاؤ اور دوستانہ رویہ اختیار کرو۔"

"پلیز میڈم! وہ خطرہ بن سکتے ہیں۔"

"یعنی تم سمجھتے ہو کہ وہ ہمارے ملک کے لیے خطرہ بن کر آئے ہیں۔ کیا اس خطرے کو ٹالنا یا ان سے سمجھوتا کرنا تمہارے جیسے فوجی افسر کا فرض نہیں ہے؟"

"جی ہاں مگر۔"

"اگر مگر نہ کرو۔ کم آن گو اہیڈ۔"

وہ مجبور ہو کر چھوٹی سی پہاڑی سے اتر کر ثانی اور علی کی طرف آتے ہوئے کہنے لگا "ہم نے آپ جیسے معزز مہمانوں کو پہلے بھی خوش آمدید کہا تھا۔ اب میں تنہا آپ سے دوستی کرنے آرہا ہوں۔ کیا امید کروں کہ آپ سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا؟"

ان دونوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سہم سہم کر آرہا تھا اور پوچھتا جارہا تھا کہ وہ دونوں خاموش کیوں ہیں۔ کوئی جواب کیوں نہیں دے رہے ہیں۔ جب قریب آگیا تو ثانی نے کہا "میں پہلے کہہ چکی تھی کہ دوسری بار مائیکروفون کے بغیر نہیں بولوں گی۔ قریب آچکے ہو' اس لیے بول رہی ہوں۔"

علی نے پوچھا "کس لیے آئے ہو؟ کیا تکلیف ہے تمہیں؟"

"وہ بات یہ ہے کہ میں اپنے ملک کے نمائندے کی حیثیت سے آیا ہوں۔ دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہتا ہوں۔"

"خبردار! ہاتھ نہ بڑھانا۔ ہمیں چھونے کی حماقت نہ کرنا۔ تمہارے جسم کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

وہ سہم کر ایک قدم پیچھے چلا گیا پھر بولا "میں' میں دور رہوں گا۔ پلیز ہم سے دوستی کریں۔ ہمارے حکمران آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔"

"اپنے حکمرانوں سے کہو' ہم کسی کو خوش کرنا چاہتے ہیں' نہ کسی کو پریشان کرنے کا ارادہ ہے۔ نہ کسی کو دوست بنانا چاہتے ہیں' نہ کسی سے دشمنی کرنے آئے ہیں۔"

علی نے کہا "ہم اس زمین کی رونقیں دیکھنے کے بعد چلے جائیں گے۔ ہمارے لیے ایک گاڑی کا انتظام کرو۔"

الپا نے اس کے دماغ میں کہا "میں ابھی گاڑی بھیج رہی ہوں۔ اچھا ہے کہ یہ یہاں گھوم پھر کر واپس چلے جائیں۔"

الپا چلی گئی۔ ثانی نے اس فوجی افسر سے کہا "تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟ جاؤ گاڑی لے آؤ۔"

"میں نے کہہ دیا ہے۔ ابھی گاڑی آجائے گی۔"

"جھوٹ بولتے ہو۔ ابھی تم نے کسی سے نہیں کہا ہے۔ اگر کہتے تو کیا ہمیں سنائی نہ دیتا؟"

"آپ یقین کریں۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کہا ہے۔"

ثانی نے کہا "اوہ۔ ہاں' یاد آیا۔ وہ جو ارضی دنیا سے ہمارے زون میں آیا ہوا ہے وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

الپا فوجی افسر کے دماغ میں واپس آچکی تھی۔ ثانی کی باتیں سن رہی تھی۔ فوجی افسر نے اس کی مرضی کے مطابق پوچھا "ہمارے ارضی دنیا سے کون ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے زون میں گیا ہے؟"

ثانی نے کہا "وہ ایک خوبرو جوان ہے۔ بہت زندہ دل بھی ہے اور مکار بھی۔ اس کا نام پارس ہے۔"

"تم دونوں کے لیے گاڑی آرہی ہے۔ کیا گاڑی آنے تک پارس کے بارے میں بتاؤ گی کہ وہ وہاں کیا کر رہا ہے؟"

"زون والوں کی ناک میں دم کر رہا ہے۔ وہاں کے سائنس دانوں نے ایک ایسا انجکشن تیار کیا ہے کہ جسے لگایا جائے تو آدمی ایک سے دو ہو جاتا ہے۔"

"ایک سے دو؟ اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"مطلب یہ کہ تم ایک ہو۔ اگر تمہیں وہ انجکشن لگایا جائے گا تو تمہارے اندر سے ایک اور تم نکل آؤ گے اور تم دونوں ہم شکل جڑواں بھائی دکھائی دو گے۔"

"یہ تو ایک ناقابلِ یقین اور حیرت انگیز بات ہے۔ کیا زون کے لوگ ایک سے دو ہو رہے ہیں؟"

"دو ہونے والے تھے۔ اس سے پہلے ہی پارس نے سائنس دانوں کے پاس سے اس انجکشن کا فارمولا چرا لیا۔ ان کی لیبارٹری سے تمام انجکشن بھی لے گیا۔ وہ اور اس کی بیوی تمارا اب سنگل نہیں ڈبل ہو گئے ہیں۔ ایک تمارا اور پارس رات کو سوتے اور دن کو جاگتے ہیں۔ دوسری تمارا اور پارس رات کو جاگتے اور دن کو سوتے ہیں۔"

"اس طرح وہ کیا فائدہ حاصل کر رہے ہیں؟"

"محبت سے فائدے حاصل کر رہے ہیں۔ ہم چوبیس گھنٹوں میں سے آٹھ دس گھنٹے سو کر ضائع کر دیتے ہیں۔ کچھ وقت کھانے پینے اور عیش کرنے میں ضائع ہو جاتا ہے۔ تقریباً ہم آدھی زندگی کوئی کام نہیں کرتے لیکن وہاں ایک پارس بارہ گھنٹے کام کرتا ہے تو رات کو جاگنے والا دوسرا پارس بھی بارہ گھنٹے کام کرتا ہے۔ اس طرح وہ دونوں مل کر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر چوبیس گھنٹے کام کرتے ہیں اور چوبیس گھنٹے عیش و آرام فرماتے ہیں۔"

علی نے کہا "پھر بیوی حسین ہو تو جی چاہتا ہے ایسی دو ہوں۔ ایک پارس کی دو تمارا ہیں اور ایک تمارا کے دو پارس شوہر ہیں۔"

ثانی نے کہا "پھر یہ کہ بچے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس انجکشن کو سال میں ایک بار استعمال کیا جائے گا تو دوسرے پارس سے تیسرا پارس اور دوسری تمارا سے تیسری تمارا نکل آئے گی۔ اس طرح ایک تو زچگی کی تکلیف سے نجات مل جائے گی۔ دوسرے یہ کہ پلے پلائے جوان پارس اور جوان تمارا کا اضافہ ہو جائے گا۔ وہ بڑھاپے میں بھی انجکشن لگایا کریں گے تو ان کے اندر سے جوان تمارا اور جوان پارس نکلا کریں گے۔ یعنی وہ بوڑھے ہونے کے باوجود جوان رہا کریں گے۔ چالیس برس بعد اس زون کی آبادی میں صرف تمارا ہی تمارا اور پارس ہی پارس نظر آئیں گے۔ جس گھر کے دروازے پر دستک دی جائے گی اس دروازے سے وہی دونوں باہر آئیں گے۔"

فوجی افسر کا سر چکرا رہا تھا۔ اس کے اندر الپا شدید حیرانی سے سن رہی تھی اور حساب لگا رہی تھی کہ پارس اگر تمارا کے ساتھ قتل ابیب میں رہے گا تو چالیس برس میں پورا تل ابیب شہر تمارا اور پارس سے بھر جائے گا۔ وہاں کسی یہودی کے رہنے کی گنجائش نہیں رہے گی۔ فوجی افسر نے الپا کی مرضی کے مطابق سوال کیا "کیا پارس خلائی زون سے واپس زمین پر آئے گا؟"

"وہ زون کے سائنس دانوں اور حکمرانوں سے کہہ رہے تھے کہ وہ ہر سال ایک تمارا اور ایک پارس کو ارضی دنیا کے ایک ایک ملک میں بھیجا کریں گے اور انہیں انجکشن کا ذخیرہ دیا کریں گے تاکہ وہ ہر ملک میں تمارا ہی تمارا' پارس ہی پارس کا اضافہ کرتے رہیں۔"

"یہ ناممکن ہے' ایک ہی شخصیت ایک سے دو' دو سے چار اور چار سے آٹھ نہیں ہو سکتی۔ ایسا ہوا تو اکیسویں صدی کے دوران پوری دنیا میں صرف تمارا اور پارس نظر آئیں گے۔ باقی لوگ کہاں جائیں گے؟"

"باقی لوگوں کے گھر بچے پیدا نہیں ہوں گے۔ انہیں خاندانی منصوبہ بندی کے سلسلے میں ایسی دوائیں کھلائی جائیں گی کہ وہ سب اولاد سے محروم رہتے رہتے اپنی عمر گزار کر دنیا سے چلے جائیں گے۔"

"کیا فرہاد علی تیمور کی فیملی بھی اس طرح ختم ہو گی اور صرف تمارا اور پارس رہ جائیں گے؟"

"فرہاد علی تیمور کی پوری فیملی خلائی زون میں جا کر رہا کرے گی۔"

الپا نے فوجی افسر کی زبان سے بے اختیار کہا "وہ فرہاد فیملی نہیں' فراڈ فیملی ہے۔ اسرائیل اور امریکا پر پابندی لگائی جا رہی ہے کہ ہم میں سے کوئی خلائی زون کا رخ نہ کرے۔ یعنی فرہاد' پارس کے ذریعے زون میں اجارہ داری قائم کر رہا ہے۔ دوسروں کا راستہ روکنے کے حربے استعمال کرتا جا رہا ہے۔"

ثانی نے فوجی افسر سے کہا "تعجب ہے' تم اچانک کسی عورت کی آواز میں بول رہے ہو۔"

علی نے کہا "معلوم ہوتا ہے' ارضی دنیا والوں کی جنس کھڑے کھڑے بدل جاتی ہے۔"

ان کے لیے گاڑی آگئی۔ علی نے کہا "ڈرائیور کو گاڑی سے نکلنے کو کہو۔ ہماری گاڑی میں کوئی نہیں آئے گا۔"

افسر نے کہا "آپ کو ڈرائیو کرنے میں زحمت ہوگی۔"

"ہم جو کہہ رہے ہیں' وہ کرو۔ اگر ہمارے پیچھے آؤ تو ہم سے کم از کم تین چار گز کے فاصلے پر رہنا ورنہ ہم کسی کے جانی نقصان کے ذمے دار نہیں ہوں گے۔"

وہ دونوں کار کی اگلی سیٹوں پر آکر بیٹھ گئے۔ وہ صرف ٹیلی پیتھی نہیں جانتے تھے بلکہ غیر معمولی سماعت و بصارت کے بھی حامل تھے۔ میلوں دور کی ہلکی سے ہلکی آواز بھی سن لیتے تھے۔ اس وقت کار کے انجن میں ایک چھوٹا سا بم لگا ہوا تھا۔ اگر ٹائم بم ہوتا تو ٹک ٹک' ٹک ٹک کی آواز کوئی بھی سن سکتا تھا لیکن وہ ریموٹ کنٹرول سے بلاسٹ ہونے والا بم تھا۔ اس بم کی ننھی سی بیٹری میں اتنی ہلکی سی سرسراہٹ تھی کہ دونوں نے غیر معمولی سماعت کے ذریعے اسے سن لیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ سایہ بن گئے۔ ان سے دور جانے والے ڈرائیور نے الپا کی مرضی کے مطابق ریموٹ کنٹرولر کے ایک بٹن کو دبایا۔ اس کے ساتھ ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔ کار کے ٹکڑے ہو کر شعلوں میں لپٹ کر دور تک فضاؤں میں بکھرنے لگی۔

فوجی افسر اور ڈرائیور زیادہ دور نہیں تھے۔ وہ بھی دھماکے کی زد میں آکر تڑپ تڑپ کر دم توڑنے لگے۔ الپا نے پہلے ہی یہ پلاننگ کی تھی۔ ڈرائیور اس کار میں ہوتا تو اس کے دماغ پر قابض ہو کر اس کے ہاتھ سے ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دبا دیتی۔ خلائی مخلوق کے ساتھ ڈرائیور کو بھی قربان کر دیتی اور وہ ایسا کر چکی تھی۔ اپنی دانست میں دونوں خلائی مخلوق کو فنا کر چکی تھی۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے برین آدم سے بولی "بگ برادر! تین روبوٹس کے جانے کے بعد اس میدان میں دو خلائی مخلوق رہ گئی تھیں۔ میں نے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے ایک بم سے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔"

"کیا واقعی؟ تم اچھی طرح اطمینان کرو۔ جہاں وہ ہلاک ہوئے ہیں وہاں دور تک ان کے گوشت اور ہڈیوں کے ٹکڑے بکھرے ہوں گے۔"

"میں ابھی تصدیق کر کے آپ کے پاس آتی ہوں۔"

اس نے دو فوجی افسروں کو دھماکے کی جگہ جانے کا حکم دیا۔ وہ دونوں چند مسلح جوانوں کے ساتھ پہاڑی سے اتر کر آئے۔ سرچ لائٹ کے ذریعے دور تک دیکھنے لگے۔ وہاں ایک فوجی افسر اور ڈرائیور کی سالم لاشیں پڑی ہوئی تھیں لیکن بم کے دھماکے سے جن دو خلائی مخلوق کے چیتھڑے اڑے تھے ان کے گوشت اور ہڈیوں کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ کافی دیر تک تلاش کرنے کے باوجود ناکامی ہوتی رہی۔

الپا نے آہ کر کہا "بگ برادر! کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔ ان کی لاشوں کے ٹکڑے کہیں نظر نہیں آ رہے ہیں۔"

"الپا! تم نے انہیں ہلاک کرنے سے پہلے ہر پہلو کا جائزہ نہیں لیا۔ تمہیں معلوم تھا کہ وہ خلائی مخلوق سایہ بن جاتی ہے اور کسی سائے پر بم کے دھماکے اثر انداز نہیں ہوتے۔"

وہ چونک کر بولی "اوہ بگ برادر! جب بم کا دھماکا ہوا تو اس کے ساتھ ان کے ایٹی لباس سے ایٹمی شعاعوں کو نکلنا چاہیے تھا لیکن وہاں ان کے لباس کے تباہ ہونے کے بھی آثار نظر نہیں آئے۔"

"کوئی خلائی مخلوق ایٹمی لباس کے بغیر نہیں آئے گی۔ اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ دونوں زندہ ہیں۔ وہ دھماکے سے پہلے ہی سایہ بن گئے تھے۔ تمہاری یہ ناکامی انہیں ہمارا دشمن بنا چکی ہوگی۔"

"میں نے انہیں فریب سے ہلاک کرنا چاہا۔ وہ غصے میں ہمارے خلاف کچھ نہ کچھ کر سکتے ہیں لیکن ان کی طرف سے ایسی خاموشی ہے جیسے وہ مر چکے ہوں۔"

"ان کی موت کے آثار نظر نہیں آئے لہٰذا ان کی خاموشی سے یہ فریب نہ کھاؤ کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔"

"او گاڈ! پتا نہیں' ان کی خاموشی کون سا طوفان برپا کرنے والی ہے۔ جب تک ان کی انتقامی کارروائی کی نوعیت معلوم نہ ہو' ہم حفاظتی اقدامات بھی نہیں کر سکیں گے۔"

الپا برین آدم کو اس فارمولے کے متعلق بتانے لگی جس کے بارے میں ٹائی اور علی سے سن چکی تھی۔ برین آدم نے سننے کے بعد کہا "یہ بچکانا سی بات ہے کہ ایک شخص کے وہ مخصوص انجکشن لگایا جائے تو اس کے اندر سے ویسا ہی ایک اور شخص نکل آتا ہے لیکن اس بیسویں صدی کے آخر میں ایسے ایسے ناقابلِ یقین تماشے نظر کے سامنے آ چکے ہیں کہ اب ہم ناممکن سی بات کو بھی ممکن سمجھنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ویسے یقین کر لینے سے ہمارا کچھ نہیں بگڑتا۔ اگر ایک سے دو اور دو سے چار ہو جاتے ہیں تو یہ تماشا بھی ایک نہ ایک دن ہمارے سامنے ہوگا۔"

"یہ سب فرہاد کی پلاننگ ہے۔ اس پلاننگ کے مطابق اکیسویں صدی کے وسط تک ساری دنیا میں صرف تمارا ہی تمارا اور پارس ہی پارس نظر آئیں گے۔ دنیا کے باقی لوگ بے اولاد رہ کر مر جائیں گے اور فرہاد کی پوری فیملی تمارا اور پارس کو اس دنیا میں چھوڑ کر خلائی زون میں آباد ہو جائے گی۔ اسرائیل اور امریکا کو اسی لئے دھمکیاں دی جا رہی ہیں کہ ہم خلائی زون کا رخ نہ کریں ورنہ زون کی طرف لے جانے والے فلائنگ شوز اور اپنا دفاع کرنے والے ایٹمی لباس تباہ کر دیے جائیں گے۔"

"ایک سے دو اور دو سے چار ہونے والی بات کہاں تک درست ہے' یہ آئندہ دیکھا جائے گا۔ فرہاد اور اس کی فیملی کے لوگ خلائی زون پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے لیے ضرور کچھ کر رہے ہیں اور اتنی رازداری سے کر رہے ہیں کہ ہمارے ذہین جاسوس معلومات حاصل کرنے کے لیے زون کی طرف پرواز نہیں کر سکیں گے۔"

"بگ برادر! ہمیں جلد سے جلد ان پابندیوں کو توڑنا چاہیے جو فرہاد بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے لگائی گئی ہیں۔"

"امریکی انٹیلی جنس والے ہم سے تعاون کریں گے تو شاید ہم کچھ کر سکیں گے۔ تم ان سے رابطہ کرو۔ انہیں آئندہ پیش آنے والے بدترین حالات کا آئینہ دکھاؤ۔ تمہارے ذریعے میں بھی ان سے گفتگو کروں گا۔"

کچھ عرصے پہلے الپا نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کر کے ری ریز اور ٹیری ٹیلر کو اپنا دشمن بنایا تھا۔ یہ دشمنی بالواسطہ امریکا سے تھی۔ اب اسی ملک سے دوستی اور تعاون کے لیے اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور فوج کے ایک جنرل کے پاس پہنچ گئی۔

آرمی ہیڈ کوارٹر میں جنرل اور دوسرے اعلیٰ افسران جشن منا رہے تھے۔ انہیں ٹرانسفارمر مشین مل گئی تھی۔ جزیرے پر ان کا قبضہ ہو گیا تھا۔ فوج کا بول بالا ہو گیا تھا۔ ری ریز نے کچھ عرصے تک فوج کو کنٹرول کیے رکھا تھا۔ اب پھر سے برتری حاصل ہو گئی تھی۔

انہوں نے بڑی رازداری سے برتری حاصل کی تھی۔ جزیرے پر قبضہ ہونے تک ری ریز اور ٹیری ٹیلر کو شبہ تک نہیں ہوا۔ وہ بڑے پُراعتماد تھے کہ جزیرے اور مشین تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ جب ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچی' تب تک وہ بری طرح اپنا سب کچھ ہار چکے تھے۔

پہلے الپا ان کی ٹی پی آرمی کے پانچ جوانوں کو لے گئی۔ تین جوان ٹی پی آرمی سے نکل کر آزاد رہنے کے لیے کہیں گم ہو گئے۔ ماسٹر کبریا فرہاد کے ذریعے پہلے گیارہ عدد خیال خوانی کرنے والے ری ریز کی سرپرستی سے نکل کر آرمی ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گئے پھر جزیرے میں جو بقیہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے وہ بھی ٹرانسفارمر مشین کے ساتھ فوج کے سائے میں چلے گئے۔

اب ری ریز کے پاس صرف سات خیال خوانی کرنے والے رہ گئے تھے۔ فوجی افسر جس وقت کامیابی کا جشن منا رہے تھے اس وقت ری ریز اور ٹیری ٹیلر ماتمی انداز میں سر پکڑ کر بیٹھے ہوئے تھے۔

ٹیری ٹیلر نے کہا "ہم کتنی تیزی سے کامیابیاں حاصل کرتے ہوئے عروج حاصل کر رہے تھے۔ اچانک ایسی پستی میں گریں گے' یہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔"

ری ریز نے کہا "فرہاد نے اپنے بیٹے کو اس ملک میں پہنچا کر ہماری بساط الٹ دی ہے ورنہ فوج کے تمام اعلیٰ افسران ساری عمر کوشش کرتے رہتے' تب بھی ہمارے جوانوں اور اس مشین تک نہ پہنچتے۔"

"مجھے یہ سوچ کر غصہ آ رہا ہے کہ ہم اس بچے کا کچھ نہیں بگاڑ

سکے۔ وہ سایہ بن کر ہمیں ناکام بناتا رہا۔"

"غصہ کرنے سے اپنی ہی صحت پر برا اثر پڑے گا۔ کبریا فرہاد کے پاس سایہ بنانے والی گولیاں تھیں اور کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے سایہ بن کر اس کے آگے پیچھے تھے۔ ایسے میں کوئی اسے ایک انگلی سے بھی نہیں چھو سکتا تھا۔ ویسے بھی جو ہو چکا ہے اس کے لیے سر پیٹنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"وہ تمام افسران جشن منا رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں ان کے دماغوں میں پہنچ کر زلزلے پیدا کروں۔ انہیں یہ ذہن نشین کرا دوں کہ وہ سب یوگا کے ماہر نہیں بن سکیں گے۔ ہم جب چاہیں گے ان کے اندر زلزلے پیدا کرتے رہیں گے۔"

"ہم پہلے ہی غدار اور ملک دشمن کہلا رہے ہیں۔ اپنے ملک کے فوجیوں کو ذہنی مریض بنانے کے نتیجے میں ہم غداری کا لگا ہوا الزام نہیں دھو سکیں گے۔ اس کے علاوہ کبریا فرہاد وہاں موجود ہوگا۔ وہ ہمارے خلاف پھر کچھ ایسے اقدامات کرے گا کہ جو سات خیال خوانی کرنے والے ٹی پی آرمی میں رہ گئے ہیں' وہ بھی ہاتھ سے نکل جائیں گے۔"

"اس بچے نے ہمیں سہم کر رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ مجھے پھر غصہ آ رہا ہے۔"

"پلیز ٹیری! ہمیں سنجیدگی اور سکون سے سوچنا چاہیے کہ ہم ہاری ہوئی بازی کیسے جیت سکتے ہیں۔"

"میرا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔ تم ترکیب سوچو' میں اس پر عمل کروں گا۔"

"ابھی میں جشن منانے والے فوجیوں کے اندر جا رہا ہوں۔ یہ معلوم کروں گا کہ کبریا فرہاد ہمارے ملک میں کب تک رہے گا۔ ہمیں اس کی موجودگی میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہیے جس سے نقصان پہنچتا ہو۔ اس سے بچ کر رہنا دانش مندی ہے۔"

ری ریز خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا جنرل کے دماغ میں پہنچا۔ وہاں الپا پہلے سے موجود تھی۔ جنرل اس سے کہہ رہا تھا۔ "تم نے دھمکی دی تھی کہ جزیرے پر بمباری کراؤ گی اور ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کر دو گی۔ اب ہمیں مشین حاصل کرنے کی مبارک باد دے رہی ہو۔"

وہ بولی "میں نے جزیرے اور مشین کو تباہ کرنے کی دھمکی تمہیں نہیں دی تھی۔ اس وقت وہ ری ریز کی تحویل میں تھی اور میں نے ری ریز کو دھمکی دی تھی۔"

"چلو یہی سہی۔ اب کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"میری بات ذرا توجہ سے سنو۔ بابا صاحب کے ادارے سے اعلیٰ ٹی پی (ٹائی) کو ہمارے ملک میں بھیجا گیا ہے اور تمہارے ملک میں کبریا فرہاد پہنچا ہوا ہے۔ وہ اس دنیا کو بچوں کے لیے جنت بنانے کی باتیں کرتے ہیں۔ ہمیں خلائی زون کی طرف جانے سے روکتے ہیں اور خود وہاں پارس کو بھیج کر اس زون پر اپنی اجارہ داری قائم کر رہے ہیں۔ وہ جب چاہتے ہیں' سائے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آئندہ وہ ایک اور حیرت انگیز تماشا دکھانے والے ہیں۔ اس تماشے کے متعلق سنو گے تو یقین نہیں کرو گے۔"

"جب ہم ٹھوس جسم کے سائے میں تبدیل ہونے کا تماشا دیکھ رہے ہیں تو آئندہ ناقابلِ یقین تماشوں پر بھی یقین کر لیں گے۔"

"خلائی زون کے سائنس دانوں نے ایک ایسی دوا تیار کی ہے جسے اگر تمہارے جسم میں انجکٹ کیا جائے تو تمہارے اندر سے ایک اور "تم" نکل آئے گے۔ ایک جنرل کے دو جنرل بن جائیں گے۔ اگر دوسرے جنرل کے جسم میں انجکشن لگاؤ گے تو اس کے اندر سے بھی ایک اور جنرل نکل آئے گا۔"

"یہ تو انتہائی بچکانا سی بات ہے۔ تمہیں خلائی زون کی بات کیسے معلوم ہوئی؟"

"کیا تم نے ہمارے چینل کا پروگرام آٹھ گھنٹے پہلے نہیں دیکھا۔ خلائی مخلوق تین روبوٹس کے ساتھ آئی ہے۔ وہ روبوٹس تو واپس چلے گئے ہیں لیکن دو خلائی ہستیاں یہاں رہ گئی ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ پارس زون میں کیا کر رہا ہے۔ اس نے ایک سے دو اور دو سے چار بنانے والا فارمولا اور دوائیں سائنس دانوں سے چھین لی ہیں۔"

الپا جنرل کو وہ تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگی کہ آئندہ پارس ایک نہیں رہے گا۔ اکیسویں صدی کے وسط تک ارضی دنیا کے تمام ملکوں میں تمارا ہی تمارا اور پارس ہی پارس نظر آئیں گے۔ دنیا کے باقی لوگ بے اولاد رہ کر نابود ہو جائیں گے۔ فرہاد کی فیملی کے تمام افراد خلائی زون میں جا کر آباد ہو جائیں گے۔

جنرل نے کہا "ایسا ممکن ہے یا نہیں؟ لیکن یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے کہ فرہاد اور اس کی فیملی کے افراد خلائی زون میں اپنی حکمرانی قائم کرنے کے لیے ہمارا راستہ روک رہے ہیں۔"

"انہوں نے ہمارے ممالک پر پابندی لگائی ہے۔ ہمارا ایک بھی فرد خلائی زون کی طرف پرواز کرے گا تو وہ ہمارا اور تمہارا تمام خلائی سامان تباہ کر دیں گے۔ ہمیں ایک دوسرے کے تعاون سے ان پابندیوں کو توڑنا ہوگا۔ اگر ایسے وقت ہم ایک نہ ہوئے تو آئندہ صدی میں ان کے غلام بن جائیں گے۔"

جنرل سوچ میں پڑ گیا۔ الپا نے کہا "تم سوچ رہے ہو کہ فرہاد کے بیٹے نے تم فوجیوں پر بڑے احسانات کیے ہیں۔ اب ان کی عائد کردہ پابندیوں کو کیسے توڑو گے؟ اس کے باوجود تم یہ بھی سوچ رہے ہو کہ انہوں نے اپنے دباؤ میں رکھنے کے لیے ہی یہ احسانات کیے ہیں۔ بے شک یہی چال چلی گئی ہے۔ ری ریز سے ٹرانسفارمر مشین اور خیال خوانی کرنے والے جوان چھین کر تمہاری جھولی میں ڈال دیے۔ سوچنے کی بات ہے ایسی غیر معمولی مشین اور خیال خوانی کرنے والے کوئی کسی کے حوالے نہیں کرتا۔ فرہاد ان سے

بتیرے فائدے حاصل کرسکتا تھا لیکن ان فائدوں سے زیادہ خلائی زون پر حکومت کرنے کے فائدے ہیں اسی لیے احسانات کی زنجیروں میں جکڑ کر خلائی زون کی طرف جانے سے روکا جارہا ہے۔"

"میں ان باتوں کو سمجھ رہا ہوں لیکن ایسا کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا ہے کہ ہم اپنے خلائی سامان کو سایہ بننے والوں سے چھپاکر رکھ سکیں۔"

"کیا وہاں کبریا فرہاد موجود ہے؟"

"نہیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں جارہا ہے۔ یہ چار گھنٹے پہلے کی بات ہے۔ وہ جاچکا ہوگا۔ اس کی بات کا یقین کرنا پڑے گا۔ سایہ بن جانے والوں کی موجودگی اور عدم موجودگی دونوں ہی ہمارے لیے برابر ہے۔"

"سایہ بن جانے والی دو ہستیاں خلائی زون سے ہمارے ملک میں آئی ہیں۔ میں نے انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی مگر ناکام رہی۔ وہ دونوں میری دشمن بن چکی ہوں گی۔ اب ان سے رابطہ ہوگا تو تمہارا ایک خیال خوانی کرنے والا انہیں امریکا آنے اور تم سے رابطہ کرنے کی درخواست کرے گا۔ اگر تم انہیں کسی طرح دوست بنالوگے تو وہ دونوں سایہ بن جانے والی ہستیاں فرہاد کے سایہ بننے والوں کو ایسے کاٹیں گی جیسے لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔"

"ہُوں۔ ہمارے پاس سایہ بننے والے نہیں ہیں۔ اگر وہ دو ہستیاں ہماری دوستی قبول کریں گی تو ہم سب سے پہلے ان کے ذریعے خلائی سامان کو دوسری جگہ چھپائیں گے۔"

ریکریشن ہال میں جشن منایا جارہا تھا۔ جنرل اس ہال سے ملحقہ ایک کمرے میں بیٹھا الپا سے باتیں کررہا تھا۔ ایسے وقت فوج کا کرنل وہاں آیا۔ وہ نشے میں لڑکھڑا رہا تھا۔ اس کے قریب آتے ہوئے کہا "ان لمحات میں تمہارے سامنے میں نہیں بول رہا ہوں۔ وہ میرے اندر جو بول رہی ہے وہی بات میں دہراتا جارہا ہوں۔"

جنرل نے پوچھا "تمہارے اندر کون بول رہی ہے؟"

"وہ خلائی زون سے آئی ہے اور وہ ایک نہیں دو ہیں۔"

الپا نے چونک کر جنرل سے کہا "یہ دونوں وہی ہیں جنہیں میں ہلاک نہ کرسکی۔ تم دوستانہ انداز میں اسے مخاطب کرو۔"

جنرل نے کہا "میں خلا سے آنے والی دونوں ہستیوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اسرائیل میں تمہیں ریموٹ کنٹرولنگ بم سے ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ دراصل اسرائیل کے فوجیوں نے ایسا نہیں کیا تھا۔ وہ ہمارے دشمن فرہاد علی تیمور کی چال تھی۔ وہ تم دونوں کو اسرائیلی حکام کے خلاف بھڑکانا چاہتا تھا۔"

کرنل کے ذریعے دیوی نے پوچھا "تم کس کی باتیں کررہے ہو۔ ہمیں کسی نے اسرائیل میں ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میں تو اپنے تینوں روبوٹس کے ساتھ اس جزیرے میں ہوں جہاں ٹرانسفارمر مشین بحفاظت رکھی گئی ہے۔"

جنرل اچھل کر کھڑا ہوگیا "نہیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ ہماری اس مشین تک کوئی پہنچتا تو یہاں خطرے کی گھنٹی بجنے لگتی۔"

"ہم نے جزیرے کے کسی آدمی کو اس قابل نہیں چھوڑا ہے کہ وہ وہاں سے خطرے کا سگنل دے سکے۔ تمہارے مسلح فوجیوں کے علاوہ چار خیال خوانی کرنے والے تھے۔ انہیں ہم نے کوما میں رکھا ہے۔"

جنرل نے پریشان ہوکر فون کے ذریعے جزیرے کے انچارج سے رابطہ کیا۔ ادھر سے آواز آئی "ہیلو! یہ اُن فون آئی لینڈ ہے تم کون ہو؟"

"میں ٹیلی پیتھی جاننے والے وکٹر رائس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں آرمی کا جنرل بول رہا ہوں۔"

"جنرل صاحب' میں تم کو سلیوٹ کررہا ہوں مگر فون پر تم دیکھ نہیں سکوگے۔ تمہارے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی کوما میں ہیں اور نہ جانے کب تک اسی حالت میں رہیں گے۔"

"تم کون ہو؟"

"میرے سامنے تین روبوٹ کھڑے ہیں۔ میں ان کا غلام ہوں۔ یہ کہہ رہے ہیں' کوئی جزیرے کا رخ نہ کرے ورنہ یہ روبوٹس واشنگٹن کا رخ کریں گے تو اس شہر کو کھنڈر بنادیں گے۔"

جنرل جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ فون کے ذریعے تینوں افواج کے سربراہوں اور اعلیٰ حکام سے رابطہ کرنے لگا اور انہیں بتانے لگا کہ خلائی مخلوق دو عدد ہیں اور روبوٹس تین عدد۔ خلائی مخلوق خیال خوانی کے ذریعے آرمی ہیڈ کوارٹر میں ہیں اور تین روبوٹ جزیرے میں ٹرانسفارمر مشین پر قبضہ جما چکے ہیں۔ انہوں نے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کوما میں رکھا ہوا ہے۔ پوری فوج کو مستعد رکھا جائے۔ خلائی مخلوق اور روبوٹس کے ایٹمی ہتھیاروں سے بچاؤ کی تدابیر کی جائیں۔

وہ دیر تک اپنے ملک کے تمام اکابرین کو خطرات سے آگاہ کرتا رہا۔ اس دوران الپا نے کرنل کے دماغ میں آکر کہا "میں خلائی مخلوق سے مخاطب ہوں۔ میرا نام الپا ہے۔ میرا تعلق اسرائیل سے ہے۔ ابھی خلائی مخلوق نے کہا ہے کہ میرے ملک میں کسی نے انہیں ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کیا یہ درست ہے؟ اگر درست ہے تو وہ دونوں کون تھے جو ریموٹ کنٹرولڈ بم کی زد میں آنے سے پہلے خود کو خلائی مخلوق کہہ رہے تھے۔ وہ بھی سایہ بن کر ہم کے دھماکے سے محفوظ رہے ہیں۔ کیا تم جانتی ہو کہ تمہارے علاوہ بھی دو عدد خلائی ہستیاں اس ارضی دنیا میں آئی ہوئی ہیں۔"

دیوی نے کہا "میں حیران ہوں کہ میرے علاوہ دو اور ہستیاں یہاں پہنچی ہوئی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو وہ تمارا اور پارس ہوں گے۔"

الپا پہلے تو حیران ہوئی پھر بولی "لیکن وہ دونوں تمارا اور پارس کے بارے میں عجیب وغریب باتیں بتارہے تھے۔"

دیوی نے کہا "میں جانتی ہوں۔ پارس خلائی زون میں اپنی

حکمرانی قائم کرنے کی کوششیں کررہا ہے' مولوی بن گیا ہے۔ وہاں اسلام پھیلا رہا ہے۔"

"اسرائیل میں جو خلائی ہستیاں ہیں وہ کہہ رہی تھیں کہ پارس کے پاس ایسی انجکٹ کی جانے والی دوائیں ہیں جن کے ذریعے وہ ایک پارس سے دو پارس اور دو سے چار' چھ' آٹھ' دس کتنے ہی پارس بنا سکتا ہے۔"

"بکواس ہے۔ میں نے وہاں رہنے کے دوران ایسی کوئی بات نہیں دیکھی اور یہ بچوں کی سی باتیں ہیں کہ پارس ایک سے دو اور پھر کئی پارس بنتا چلا جاتا ہے۔"

"میری یہ الجھن دور کرو۔ وہ خلائی ہستیاں کون ہیں۔ ان کے پاس ایٹمی لباس ہیں اور وہ سایہ بن جاتی ہیں۔"

دیوی نے کہا "مجھے زمین پر آکر معلوم ہوا کہ اب اس دنیا میں بھی ایٹمی لباس کافی تعداد میں ہیں اور ایک خاص گروہ کے لوگ سایہ بن جایا کرتے ہیں۔ انہی سایہ بننے والوں نے تمہارے سامنے خود کو خلائی ہستیاں بنا کر پیش کیا ہوگا۔"

"اگر وہ فریبی ہیں تو میں ان سے نمٹ لوں گی۔ کیا تم مجھ سے دوستی کروگی؟ تمہارے تین روبوٹس کے حوالے سے پتا چلتا ہے کہ تم ارضِ اسرائیل پر آئی تھیں پھر ہم سے کچھ کہے سنے بغیر یہاں چلی آئی ہو۔ میں اپنے ملک میں دوستی کی پیش کش نہ کرسکی۔ یہاں کررہی ہوں۔ تم ارضی دنیا کے دشمنوں کو نہیں جانتی ہو۔ میں بمن بن کر تمہاری راہنمائی کروں گی۔"

"دوست بنوگی یا بمن! دوستی دور سے بھی ہوسکتی ہے۔ بمن بنوگی تو ہم دونوں کو ایک دوسرے کے روبرو آنا ہوگا۔"

"دونوں طرف طاقت کا توازن ہو تو روبرو آنا چاہیے۔ تمہارے پاس غیر معمولی صلاحیتیں ہیں لہٰذا دور کی دوستی بہتر ہوگی۔"

وہ دونوں کرنل کے دماغ میں بول رہی تھیں۔ ایسے وقت رمی ریز کی سوچ کی لہروں نے کہا۔ "میں خلائی ہستی سے مخاطب ہوں۔ میرا نام رمی ریز ہے۔ میں خلائی ہستی سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

دیوی نے کہا "طاقتور کے سب ہی دوست ہوتے ہیں۔ مجھے اپنی طاقت کا اندازہ تھا۔ اب یقین ہورہا ہے۔ تم دوستی کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا "بابا صاحب کے ادارے سے امریکا اور اسرائیل کو دھمکیاں دی گئی ہیں کہ وہ خلائی زون کی طرف جانا چاہیں گے تو ان کے خلائی لباس اور جوتے تباہ کردیے جائیں گے لیکن میرے پاس کوئی خلائی سامان نہیں ہے اور نہ ہی کوئی سایہ میرے اور تیری ٹیلر کے اندر آسکتا ہے۔ اے خلائی ہستی! میں تمہارے تعاون سے خلائی زون کی طرف جانا چاہتا ہوں۔"

دیوی نے اس کا ٹیلی فون نمبر نوٹ کیا پھر کہا "الپا اور امریکی جنرل سے باتیں کرنے کے بعد تم سے علیحدگی میں بات کروں گی۔ تم آج رات ایک بجے انتظار کرنا۔ اب ہم عورتوں کے درمیان سے جاؤ۔"

جنرل نے اپنے اکابرین سے باتیں کرنے کے بعد پوچھا "کرنل! تم اس طرح سر جھکائے کیوں بیٹھے ہو؟"

کرنل نے کہا "میں سر اٹھانے کے قابل نہیں رہا۔ دو عورتوں نے میرے دماغ کو ملاقات کی جگہ بنالیا ہے۔"

الپا نے جنرل کے اندر آکر کہا "کرنل کی شکایت بجا ہے۔ بے چارے کا سر درد کررہا ہوگا۔"

دیوی نے کہا "تو میں بھی جنرل کے پاس آجاتی۔ اتنی دیر میں جنرل تمام حفاظتی انتظامات کرچکا ہوگا۔"

جنرل نے کہا "بھلا ہم تمہارے حملوں کے خلاف کیا کرسکتے ہیں۔ تم دھمکی دے چکی ہو کہ ہماری فوج جزیرے کا رخ کرے گی تو تمہارے روبوٹس واشنگٹن کو تباہ کردیں گے۔ اب کھل کر بتادو۔ تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

"ارادوں کے متعلق پوچھا جائے تو ہم سب کے ارادے ایک ہی ہیں۔ ہم سب ایک دوسرے کے مقابلے میں زیادہ طاقت' مضبوط اقتدار اور اپنی انا کی تسکین کے لیے برتری چاہتے ہیں۔ انہی باتوں کے لیے اس دنیا میں اتنے ہنگامے ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔"

الپا نے کہا "تم شام کو روبوٹس کے ساتھ ہمارے ملک میں آئیں پھر امریکا میں رات ہوتے ہی آرمی ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گئیں۔ جزیرے پر قبضہ بھی کرلیا۔"

دیوی نے کہا "اس کے لیے کافی وقت لگا ہے۔ اسرائیل اور امریکا کے درمیان سورج کافی سست رفتاری سے فاصلہ طے کرتا ہے۔"

"تم خلائی زون سے آئی ہو لیکن ارضی دنیا کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو' کیا پہلے بھی زمین پر آچکی ہو؟"

"میرا اس زمین سے بہت گہرا تعلق ہے لیکن تمہیں نہیں بتاؤں گی۔ جنرل سے کہتی ہوں اگر یہاں کے فوجی دس دن تک جزیرے کا رخ نہیں کریں گے تو میں گیارہویں دن اس جزیرے اور مشین کو چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔"

"یعنی تم دس دن تک ہمارے ملک میں رہوگی؟ وہاں کیا کروگی؟ کیا خلائی باشندوں کو بلاکر انہیں مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھاؤ گی؟"

"میں جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔ تمہیں یہ سوچ کر مطمئن ہونا چاہیے کہ اپنے سیکڑوں ہزاروں فوجیوں کی ہلاکت کے بغیر وہ ٹرانسفارمر مشین درست حالت میں تمہیں واپس مل جائے گی۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ تم دس دن بعد مشین واپس کردوگی؟"

"یقین نہیں ہے تو جنگ کرو۔ مجھ سے مشین چھین لو۔"

جنرل بے بسی سے پہلو بدلنے لگا۔ الپا نے اس سے کہا "وہ مشین کچھ عرصے تک ری ریز کے قبضے میں رہی تھی پھر تمہیں مل گئی۔ اب بھی اسی طرح صبر کرو۔ وہ صرف دس دن تک تمہاری تحویل میں نہیں رہے گی۔ تمہاری چیز ہے پھر تمہیں مل جائے گی۔"

دیوی نے کہا "اور یہ بھی یقین رکھو کہ دس دن بعد صرف مشین ہی نہیں ملے گی' خلائی زون کی طرف جانے کے سلسلے میں میرا بھرپور تعاون بھی ملے گا۔"

جنرل نے چونک کر پوچھا "کیا واقعی اس سلسلے میں ہم سے تعاون کروگی؟ لیکن... لیکن تم خلا سے آئی ہو' تمہیں بابا صاحب کے ادارے کی طاقت کا اندازہ نہیں ہے۔"

"تم نہایت ہی بکواس جنرل ہو۔ نہ مجھ پر یہ یقین کرتے ہو کہ میں مشین واپس کروں گی اور نہ ہی یہ یقین ہے کہ میں بابا صاحب کے ادارے کی طاقت کے سامنے ٹھہر سکوں گی۔ بہتر ہے تم اکیلے ہی فکر کرتے رہو اور مرتے رہو۔ الپا! یہاں سے چلو' مجھے بتاؤ کس کے دماغ میں ہماری ملاقات ہوگی۔"

الپا نے اسے ایک ٹیلی فون نمبر بتایا پھر وہ دونوں جنرل کے دماغ سے چل گئیں۔ دیوی کی معصوفیات کے دوران ڈی شی تارا دوسرے اہم معاملات میں مصروف تھی۔ وہ سایہ بن کر امریکا میں ہندوستانی سفیر کے پاس آئی۔ وہ اپنے بیڈروم میں شراب پی رہا تھا۔ ایک پیگ پینے کے بعد بوتل اٹھا کر گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔ شی تارا نے نیچے سے گلاس ہٹادیا۔ تھوڑی سی شراب نیچے گری۔ سفیر چونک کر گلاس اور بوتل کو دیکھنے لگا۔ اسے آواز سنائی دی "میں تمہارے پاس موجود ہوں۔ میں ہوں دیوی شی تارا۔ تم نے میرا نام سنا ہوگا۔"

وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا "کیا تم ٹیلی پیتھی جاننے والی دیوی ہو؟"

"ہاں۔ میں وہی ہوں۔ میں نے کئی بار اپنے دیس کی بھلائی کے لیے اور اس کا وقار بلند رکھنے کے لیے خطرناک دشمنوں سے جنگ کی ہے لیکن بھارتی سرکار مجھے اپنے ہی دیس کا دشمن سمجھتی رہی۔ بھارتی نیتا کبھی مجھ پر بھروسا کرتے ہیں اور کبھی نہیں کرتے لیکن اب بھروسا کریں یا نہ کریں' میں بھارت کے تمام اعلیٰ حکام پر حکومت کروں گی۔"

"دیوی جی! آپ میرے پاس کیوں آئی ہیں؟"

"میں نے تمہارے چور خیالات پڑھے ہیں۔ تم ایک سچے ہندوستانی ہو' تم سوچتے ہو کہ تمہیں کوئی غیر معمولی قوت حاصل ہو جائے تو تم بھارت دیس کو سپر پاور بنادو گے۔"

"جی ہاں' میں اکثر سوچتا ہوں۔ کئی بار یہ بھی سوچا کہ بھارت سرکار آپ کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتی ہے۔"

"میں چاہتی ہوں' تم فائدہ اٹھاؤ۔ یہاں امریکا میں میرے نمائندے کی حیثیت سے.... کام کرو۔ مجھے ایسے ہندوستانی صحت مند جوانوں کے نام اور پتے بتاؤ' جو امریکا میں ہیں اور جو تعلیم یافتہ' ذہین اور حاضر دماغ ہیں۔ میں ان تمام جوانوں کو چوہیں گھنٹے کے اندر ٹیلی پیتھی سکھاؤں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولا "ٹیلی پیتھی؟ کیا آپ ٹیلی پیتھی سکھائیں گی؟"

"ہاں۔ میں جیسے قابل اور باصلاحیت جوان چاہتی ہوں' ویسے جوانوں تک مجھے پہنچاؤ۔"

"میرا بیٹا وجے دت صحت مند اور ذہین ہے۔ یہاں ایک ڈاکٹر اور سائنس دان کی پرائیویٹ لیبارٹری میں اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔"

"اس کا فون نمبر اور پتا بتاؤ۔ میں کسی وقت بھی اس سے باتیں کروں گی۔ اب دوسرے جوانوں کے نام اور پتے بتاؤ۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے دفتری کمرے میں آیا۔ وہاں ایسی کئی فائلیں تھیں جن میں ہندوستان سے آنے والوں کے نام اور پتے درج تھے۔ وہ ان فائلوں کو پڑھ کر نام پتے اور ٹیلی فون نمبر نوٹ کرانے لگا۔

جب دیوی اپنی معصوفیات سے فارغ ہوئی تو ڈی شی تارا نے تمام نوٹ کیے ہوئے نام اور پتے اس کے سامنے رکھ دیے۔ دیوی نے کہا "میں باری باری ان جوانوں کے دماغوں میں جاؤں گی۔ جو بہت ذہین' صحت مند اور معاملہ فہم ہوگا میں اسے اپنا معمول اور تابعدار بناؤں گی۔ پھر ہم انہیں جزیرے میں لے جائیں گے۔ اس کام میں کافی وقت لگے گا۔"

ڈی شی تارا نے کہا "میڈم! آپ میری ایک خواہش پوری کردیں۔ مجھے بھی اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھادیں۔"

"ضرور۔ تم اکثر دیوی بن کر میرا رول ادا کرتی ہو۔ تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم ضرور آنا چاہیے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہارے علاوہ میں ایک اور ڈی بنانا چاہتی ہوں۔ مجھے ایسی ایک نہایت حسین لڑکی مل گئی ہے۔ میں اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بناؤں گی۔ کل صبح سے پہلے تم اس لڑکی کے ساتھ جزیرے میں جاؤ گی۔ وہاں تم دونوں کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر ری ریز کے دیے ہوئے نمبر ڈائل کیے۔ وہ اس سے مدد چاہتا تھا۔ اس کے اور ٹیری ٹیلر کے پاس ابھی سات خیال خوانی کرنے والے جوان تھے۔ دیوی ان سب کو اپنے زیرِ اثر لانا چاہتی تھی۔ اس نے رات کے ایک بجے ری ریز سے فون پر باتیں کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ ریسیور کان سے لگائے رہی۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بجتی رہی۔ کسی نے فون اٹینڈ نہیں کیا۔ اس نے ناکواری سے ریسیور رکھ دیا پھر اپنی نئی منتخب کی ہوئی حسین دوشیزہ کو اپنی معمولہ اور تابعدار ڈی بنانے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔

ری ریز نے اپنے زوال کو سمجھ لیا تھا۔ اس کی عقل سمجھا رہی تھی کہ وہ کسی بڑی طاقت سے مل کر نہیں رہے گا تو امریکا کی افواج کے سربراہ کبریا فرہاد کے تعاون سے اس کے باقی سات جوانوں کو بھی اغوا کرلیں گے۔ ہوسکتا ہے اسے اور ٹیری ٹیلر کو بھی اپنا غلام بنالیں۔

پہلے اس نے سوچا' الپا سے دوستی کرے اور مجبوراً یہودیوں کی پناہ میں رہے۔ اس بات کے لیے دل نہیں مان رہا تھا۔ ایسے وقت اس نے کرنل کے دماغ میں دیوی کی باتیں سنیں۔ عقل نے کہا' اس سے اچھی بات کیا ہوگی' وہ ارضی دنیا والوں کی مدد حاصل نہ کرے' احسان مند ہونا ہے تو پھر خلائی ہستی کا ہونا چاہیے۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ دیوی سے تعاون حاصل کرنا کتنا مہنگا پڑے گا۔ وہ اس کے جال میں پھنسنے والا تھا لیکن اس سے پہلے ہی ایک دوسری حسینہ کے جال میں پھنس گیا۔ اور وہ حسینہ تھی پرھارانی۔

دیوی کے آجانے سے بڑے حالات تبدیل ہو رہے تھے۔ وہ امریکا اسرائیل کو زیرِ اثر لانے کے سلسلے میں بڑی سہولت سے چالیں چل رہی تھی۔ میں اور میری فیملی کے افراد بھی دیوی کے معاملات سے بے خبر تھے۔ کبریا فرہاد' جمیلہ اور ہیرو کو بابا صاحب کے ادارے میں بلالیا گیا تھا۔ ثانی اور علی بھی اسرائیل سے چلے گئے۔ جناب تمیرزی نے سونیا سے کہا "تمہاری بیٹی نیویارک جارہی ہے۔ تم بھی جاؤ۔ اسے تمہاری سرپرستی کی ضرورت ہے۔"

سونیا نے پوچھا "آپ کچھ راہنمائی کریں گے؟"

"کچھ عرصے پہلے دیوی شی تارا کو ایک ریوولٹ مل گیا تھا پھر اسے سایہ بنانے والی پچاس گولیاں مل گئیں۔ یہ نہ پوچھنا کہ وہ سب کچھ اسے کیسے مل گیا۔ اس کے مقدر میں یہ لکھا تھا کہ وہ خلا میں جائے گی اور پہلے سے زیادہ طاقتور ہو کر آئے گی۔ اب وہ واشنگٹن میں ہے۔ بڑی تیزی سے اپنی طاقت میں اضافہ کرتی جارہی ہے۔ اب تم یہ سمجھو کہ اس نے کیسی کیسی غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کی ہیں اور وہ اس زمین پر آنے کے بعد کس طرح اپنی طاقت میں اضافہ کرتی جارہی ہے۔ میرا صرف ایک مشورہ ہے' وہاں اعلیٰ بی بی (ثانی) کا حلیہ بدل دینا۔ بس بیٹی! اب جاؤ۔"

سونیا سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ ہوا تو اس نے مجھے دیوی کے متعلق بتایا۔ میں نے کہا "اب میری سمجھ میں آیا کہ قل ایب کے شاپنگ سینٹر میں دیوی تھی۔ جیسے ہی اسے معلوم ہوا کہ اسے بے نقاب کرنے والی اعلیٰ بی بی روبرو ہے تو وہ چیخیں مارتی ہوئی سایہ بن کر فرار ہوگئی تھی۔"

سونیا نے کہا "جناب تمیرزی کا یہ مشورہ اب سمجھ میں آرہا ہے کہ اعلیٰ بی بی کا حلیہ کیوں بدلنا چاہیے۔"

"جناب تمیرزی روحانیت کے ذریعے ہم سے زیادہ معاملات کی گہرائی اور پیش آنے والے حالات کو سمجھتے ہیں۔ ایک ہفتے پہلے انہوں نے سایہ بنانے والی پچاس گولیاں پرھارانی کے لیے بھیجی تھیں۔ اس کے پیچھے بھی کوئی راز ہوگا۔"

میری اور سونیا کی گفتگو ہوتی رہی پھر وہ نیویارک کے لیے روانہ ہوگئی۔ میں پچھلے باب میں پرھارانی کا ذکر کرچکا ہوں۔ اس نے شلزبج کے عالمی چیمپئن مائیک ہرارے کو دیوی کے سحر سے آزاد کیا تھا پھر پرھارے اور ہرارے نے ایک دوسرے کو پسند کیا اور شادی کرلی۔

وہ دونوں میرے اور بابا صاحب کے ادارے کے احسان مند تھے۔ ہم نے انہیں کبھی اپنا معمول اور تابعدار نہیں بنایا تھا۔ مائیک ہرارے تو جیسے میرا مرید بن گیا تھا۔ اس نے اور پرھارانی نے عہد کیا کہ ساری زندگی ہمارے نیک مقاصد کے لیے کام کرتے رہیں گے اور اپنی ایک ٹیم بنائیں گے۔ ایسا عہد کرنے کے کچھ عرصے بعد انہیں خیال خوانی کرنے والا ڈی کروسو مل گیا۔ میں نے اسے بھی آزاد کرتے وقت کہا تھا کہ وہ جہاں چاہے اور جس طرح چاہے زندگی گزار سکتا ہے۔

ڈی کروسو نے مائیک ہرارے سے ملاقات ہونے پر کہا "میں پچھلے ڈیڑھ برس سے انتظار کررہا ہوں کہ شاید فرہاد صاحب فریب دے کر میرے دماغ میں چھپ کر آتے ہوں اور میری لاعلمی میں مجھ سے اپنے احکامات کی تعمیل کراتے ہوں لیکن آفرین ہے' میں نے ان کی طرف سے کبھی فریب اور مکاری نہیں دیکھی۔ بے شک وہ دماغوں پر نہیں' دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔"

پرھارانی نے کہا "تم ان کے ایسے ہی پرستار ہو تو ہمارے ساتھ رہو۔ انہوں نے ہمیں آزاد چھوڑ دیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم نیک مقاصد کے لیے کام کرتے رہیں۔ ہمارے نیک ارادے تمیرزی صاحب سے پوشیدہ نہیں رہیں گے۔ اگر ہم پر کوئی برا وقت آئے گا تو وہ مدد ضرور فرمائیں گے۔"

اس طرح پرھارانی' مائیک ہرارے اور ڈی کروسو متحد ہوگئے تھے۔ ایک ہفتے پہلے پرھا کو پچاس عدد سایہ بنانے والی گولیوں کا ایک پیکٹ ملا۔ اس پیکٹ میں جناب تمیرزی کی تحریری دعا تھی۔ "خوش رہو۔ خدا تم تینوں کو اور نیکیاں دے۔ جاؤ کچھ عرصہ نیویارک اور واشنگٹن میں گزارو۔"

وہ تینوں نیویارک آگئے۔ ری ریز اور ٹیری ٹیلر بھی نیویارک میں تھے۔ ان کے نام اور حلیے بدل گئے تھے۔ وہاں وہ آزادی سے گھومتے پھرتے تھے۔ کبھی سرِعام خیال خوانی نہیں کرتے تھے۔ دشمنوں سے محفوظ رہنے کی تمام تدابیر پر عمل کرتے تھے۔

وہ اکتالیس اور بیالیس برس کے تھے۔ ابھی بڑھاپا حاوی نہیں ہوا تھا۔ جذبات بھڑکتے تھے مگر وہ کسی حسینہ کو دوست اور رازدار نہیں بناتے تھے۔ بڑی رازداری سے خیال خوانی کے ذریعے اسے ٹریپ کرتے تھے۔ اس کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارتے تھے۔ پھر اسے کہیں دور چھوڑ کر اپنے سحر سے آزاد کردیتے تھے۔

اس رات ری ریز کے بتائے ہوئے ٹیلی فون نمبر پر دیوی رابطہ کرنے والی تھی۔ وہ اور ٹیری ٹیلر اسکیٹنگ کلب میں آئے۔ جس

نمبر پر وہ کال کرنے والی تھی وہاں انہوں نے اپنے ایک آلۂ کار کو بٹھایا تھا۔ یہ سوچا تھا کہ وہ اسکیٹنگ کلب سے خیال خوانی کے ذریعے آلۂ کار کے دماغ میں رہیں گے اور دیوی سے باتیں کریں گے۔

کلب کا اسکیٹنگ فلور ٹھوس برف کا تھا۔ اس کی چکنی سطح پر جوان لڑکیاں اور لڑکے ڈانس کرنے کے انداز میں کبھی دو پاؤں سے اور کبھی ایک پاؤں سے پھسل رہے تھے۔ وہ بڑا دلچسپ منظر تھا۔ پربھا رانی بھی وہ دلچسپ تماشا دیکھنے آئی تھی۔ مائیک ہرارے اور ڈی کروسو اس کے پیچھے کافی فاصلے پر تھے۔ وہ دونوں کسی بحث میں الجھے ہوئے تھے اس لیے پربھا سے پیچھے رہ کر ایک چھوٹی میز کے اطراف بیٹھ گئے تھے۔

ری ریز اور ٹیری ٹیلر نے پربھا کو دیکھا تو چلتے چلتے رک گئے۔ اس نے بڑے ہی دلکش انداز میں ساڑی پہنی ہوئی تھی۔ اس ماحول میں وہ لباس نیا نہیں تھا۔ اکثر ہندوستانی عورتیں ساڑیاں پہن کر آتی جاتی تھیں لیکن پربھا کے حسن میں ایسی دلکشی تھی کہ دونوں اس پر لٹو ہو گئے۔

وہ دونوں اس کے دائیں بائیں آکر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا "ہائے!"

پربھا نے مسکرا کر کہا "ہائے۔"

دوسرے نے کہا "تنہا تفریح کرنے میں خاک مزہ آتا ہے؟ تم تنہا ہو نا؟"

"میری تنہائی تم دونوں کے لیے عذابِ جان بن جائے گی۔ مجھ سے ذرا دور ہو جاؤ۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پربھا نے یکبارگی سانس روک کر خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "ہرارے! میرے دائیں بائیں دو شکار ہیں۔"

ہرارے نے ڈی کروسو سے کہا "یار ڈی! پربھا کی طرف دیکھو اس کے دائیں بائیں دو آدمی کھڑے ہوئے ہیں۔ پربھا کہہ رہی ہے، وہ دونوں یا ان میں سے ایک خیال خوانی جانتا ہے۔"

پربھا کے سانس روکتے ہی ری ریز اور ٹیری ٹیلر نے سمجھ لیا کہ غلط جگہ جال پھینکا تھا۔ یہ حسینہ یا تو صرف حساس دماغ رکھتی ہے یا پھر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے قبیلے سے اس کا تعلق ہے۔ ٹیری ٹیلر نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ ایک ہاتھ سے سر تھام کر بولی "ابھی کوئی بات نہ کرو۔ کبھی کبھی کوئی ایسی غیر معمولی بات ہوتی ہے جس کے نتیجے میں اچانک سانس روک لیتی ہوں۔ اس کے بعد میرا سر بھاری ہو جاتا ہے۔ جب تک ہچکی حلق سے نہ اتاروں تب تک آرام نہیں آتا۔"

"یہ تو تم ہمارے دل کی بات کر رہی ہو۔ چلو ہچکی ہماری طرف سے ہو گی۔"

"میں کھلی جگہ پینا پسند نہیں کرتی۔ کسی پرائیویٹ بنگلے میں یا کسی ہوٹل کے کمرے میں چلو۔"

دونوں کی مرادیں پوری ہونے والی تھیں۔ وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے پارکنگ شیڈ میں آئے۔ وہاں نیم تاریکی سے گزرتے وقت ایک سایہ ری ریز کے اندر اور دوسرا ٹیری ٹیلر کے اندر سما گیا۔

وہ دونوں پاشا کی طرح بے حد حساس ذہن کے حامل تھے۔ چلتے چلتے رک گئے۔ ری ریز نے کہا "میں کچھ عجیب سا محسوس کر رہا ہوں۔"

ٹیری ٹیلر نے کہا "میں بھی کچھ ایسا محسوس کر رہا ہوں جیسے میرا جسم بھاری ہو گیا ہے۔"

پربھا جس کار میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئی تھی، اس کا اگلا دروازہ کھول کر بولی "عورتوں کے پاؤں بھاری ہوتے ہیں۔ تمہارے جسم بھاری ہو گئے ہیں۔ اب کچھ نہیں ہو سکے گا۔ کوئی راہِ نجات نہیں ہے۔"

وہ دونوں پاشا کی طرح فولادی دماغ رکھتے تھے۔ خیال خوانی کی لہریں ان کے اندر نہیں آسکتی تھیں لیکن مائیک ہرارے اور ڈی کروسو ان دونوں کے اندر سمانے کے بعد اندر ہی اندر ان کے دماغوں تک پہنچ گئے تھے۔ وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہے تھے لیکن ان سایوں کو سانسیں روک کر بھی نہیں بھگا سکتے تھے۔

وہ دونوں اپنی کار میں آکر بیٹھ گئے۔ ری ریز نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا "پرائی سوچ کی لہریں ہمارے چور خیالات پڑھ رہی ہیں۔"

"یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ہم اپنے خیال خوانی کرنے والے جوان ہارتے رہے پھر ٹرانسفارمر مشین ہار گئے اور اب اپنے آپ کو ہارنے والے ہیں۔"

"ہم اپنا وہ اصول بھول گئے تھے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے دور رہ کر صرف خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کریں گے۔ اگر اس اصول پر عمل کرتے رہتے تو ابھی دونوں ایک ساتھ جال میں نہ پھنستے۔ کوئی ایک دور رہ کر دوسرے کو بچانے کی تدبیر کرتا۔"

"اب سر پیٹنے سے کیا ہو گا؟ یہ بتاؤ کہاں جا رہے ہو؟"

"میں تو کہیں نہیں جا رہا ہوں۔ صرف کار ڈرائیو کر رہا ہوں۔ باقی اسٹیرنگ وغیرہ اس کے قبضے میں ہیں جو میرے دماغ پر مسلط ہو گیا ہے۔"

ٹیری ٹیلر نے بڑے کرب سے پوچھا "بھائیو! تم دونوں کون ہو؟ ہم دونوں سے کیا دشمنی ہے؟"

ری ریز نے پوچھا "کیا تم دونوں وہ خیال خوانی کرنے والے ہو، جو کبرا فرہاد کے گارڈز بن کر رہتے ہیں۔"

انہیں کسی سوال کا جواب نہیں مل رہا تھا۔ گاڑی ایک بنگلے کے پورچ میں پہنچ کر رک گئی۔ وہ دونوں گاڑی سے باہر آئے۔ بنگلے

کے دروازے پر پربھا کو دیکھ کر چونک گئے۔ وہ مسکرا کر بولی "آؤ تم دونوں کی خاطر تواضع کا پورا انتظام ہے۔"

وہ دونوں اس کے پیچھے چلتے ہوئے دو مختلف بیڈ رومز میں آئے پھر اپنے کمرے کے بیڈ پر لیٹ گئے۔ اس کے چند لمحوں کے بعد ہی ان پر نیند طاری ہونے لگی۔ انہوں نے بڑی کمزوری کوششیں کیں کہ نیند نہ آئے مگر اسے آنا تھا، وہ آگئی۔

انہیں معمول اور تابعدار بننا تھا، وہ تنویمی عمل کے دوران بنتے گئے اور یہ بیان کرتے رہے کہ امریکی افواج کے سربراہوں کو اپنے سے کمتر بنانے کے لیے وہ پہلے الپا سے گھ جوڑ کرنے والے خط پھر خلائی ہستی سے مدد طلب کی۔ اس سے ابھی ایک بچے گفتگو ہونے والی تھی۔ انہوں نے خلائی ہستی کے متعلق بتایا کہ وہ تین ربولس کے ساتھ آئی ہے اور اس نے جزیرے میں رکھی ہوئی ٹرانسفارمر مشین پر قبضہ جما لیا ہے۔

مائیک ہرارے اور ڈی کروسو کے لیے یہ معلومات نئی اور دلچسپ تھیں۔ ری ریز اور ٹیری ٹیلر اپنے خیال خوانی کرنے والے سات جوانوں کے رہائشی پتے جانتے تھے۔ یہ تمام پتے معلوم کرنے کے بعد انہوں نے ان دونوں کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ انہیں تاکید کی کہ وہ جب تک انہیں بیدار ہونے کا حکم نہیں دیں گے، وہ سوتے ہی رہیں گے۔

اس کے بعد وہ سات خیال خوانی کرنے والوں کو بھی اپنا معمول اور تابعدار بنانے کے لیے اس بنگلے سے چلے گئے۔

ابھی سب ہی جوڑ توڑ میں لگے ہوئے تھے۔ پربھا، ہرارے اور کروسو زیادہ سے زیادہ خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے زیرِ اثر لا رہے تھے۔ دیوی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ہندوستانی جوانوں کو ٹیلی پیتھی سکھا رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ امریکا اور اسرائیل پر حاوی ہو جائے گی۔ مستقبل کے وہ تمام راستے آسان اور ہموار نظر آرہے تھے جن پر چل کر وہ آج کے تمام بڑے ممالک کو پاور بنا کر خود سپر پاور بن سکتی تھی۔ اسے یہ یقین اس لیے تھا کہ زمین پر اس کی راہوں میں رکاوٹ بننے والا پارس نہیں تھا۔

☆

پارس جیسے زندہ دل جوان کے لیے زون ون ایک چھوٹا سا علاقہ لگ رہا تھا۔ وہ محض فرائض کی ادائیگی کے لیے وہاں وقت گزار رہا تھا۔ اس نے ایسے سنجیدہ افراد کو کلام پاک کے نسخے مطالعے کے لیے دیے تھے، جو دینِ اسلام کو سمجھنے سے دلچسپی رکھتے تھے۔ انہوں نے واقعی بڑی لگن سے مطالعہ کیا۔ پھر وہ آپس میں ایک دوسرے سے دینی احکامات پر بحث کرتے رہے۔ دینی احکامات کی گہرائیوں اور ان کی گرفت کو سمجھتے رہے۔

خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور ہدایات کو سمجھنے میں زبورا پیش پیش تھا۔ وہ اس زون کا سب سے نیک، شریف اور سچا انسان تھا۔ وہاں کے تمام لوگ اس پر اندھا اعتماد کرتے تھے۔ وہ لوگوں کو چوراہے پر بلا کر اسلام کی تبلیغ کرتا تھا۔ پارس نے کہا "زبورا! تمہاری شخصیت میں بڑی کشش ہے۔ لوگ تمہاری طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ تم دینِ اسلام کے بارے میں جو سچی باتیں کرتے ہو، اس پر لوگ یقین کر لیتے ہیں۔ مجھے اطمینان ہے کہ میں یہاں سے جاؤں گا تو تم اپنے رفقا کے ساتھ ہمارے دین کو گھر گھر پہنچاؤ گے۔"

زبورا نے کہا "پارس! تم بہت اچھے ہو اور اچھے انسان کو زہریلا نہیں ہونا چاہیے۔ سانپ کا زہر خود سانپ کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ یہی دیکھو کہ تمارا تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ ایسی حالت میں وہ بیمار ہے۔ اسے جو دوائیں دی جاتی ہیں، ان دواؤں کو اس کا زہر مار ڈالتا ہے۔ میں یہاں کا ماہر طبیب ہوں لیکن تمارا کا علاج کرنے میں ناکام ہو رہا ہوں۔"

"زبورا! اسے کسی طرح بچاؤ۔ اگر وہ یہاں ناقابلِ علاج ہے تو میں اسے اپنی دنیا میں لے جا کر اس کا علاج کراؤں گا۔"

"تم نے یہاں دیکھا ہے کہ ہم طب اور سائنس میں کتنی ترقی کر چکے ہیں۔ یہاں ایسی ایسی دوائیں ہیں، جو کبھی زمین پر دستیاب نہیں ہوں گی۔ میں اپنی آخری صلاحیتوں تک اسے صحت مند رکھنے کی کوشش کرتا رہوں گا لیکن تمہارے سلسلے میں جو چاہتا ہوں، اس پر تم عمل کرو۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"میرے پاس ایک آزمودہ دوا ہے۔ اس کے ذریعے میں تمہارے اندر کا تمام زہر ختم کر سکتا ہوں۔ ذرا سوچو، کبھی تم بھی بیمار پڑو گے اور دوائیں تم پر بھی اثر نہیں کریں گی تو کہاں جا کر اپنا علاج کراؤ گے؟"

پارس قائل ہو گیا۔ زبورا اسی دن سے اس کا علاج کرنے لگا۔ علاج کے دوران وہ زبورا سے ایسی دواؤں کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا جو ارضی دنیا میں نہیں تھیں۔ وہ ان دواؤں کے فارمولوں کی نقل بھی اپنے پاس حفاظت سے رکھتا رہا۔

اس کے اور تمارا کے لیے زہریلا بن کر رہنا اب تک اچھا رہا کیونکہ وہ اب تک کبھی بیمار نہیں ہوئے تھے۔ تمارا پہلی بار حاملہ ہو کر کمزور اور بیمار ہوئی تو یہ تاریک پہلو سامنے آیا کہ اس کے اندر کا زہر تمام مؤثر دواؤں کو کاٹ رہا ہے۔ اس نے پارس سے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم ابھی تک بیمار نہیں پڑے۔ اس سے پہلے ہی تمہارے زہر کو ختم کرنے کا علاج ہو رہا ہے۔"

"خدا نے چاہا تو زبورا کے علاج سے تمہارا زہر بھی ختم ہوتا رہے گا اور تمہیں صحت ملتی رہے گی۔"

"مجھے اپنی نہیں، اپنے ہونے والے بچے کی فکر ہے۔ وعدہ کرو اگر میں نہ رہی تو تم ہمارے بچے کا بھی علاج کراؤ گے اور بچپن ہی میں اس کا زہر ختم کر دو گے۔"

"بچہ جب ہو گا، دیکھا جائے گا۔ ابھی تم خود زندہ رہنے کا

حوصلہ کرو۔ زیورا' بمت ہی قابل طبیب ہے۔ تم اس کی دواؤں کے ذریعے لڑتی رہو گی تو بیماریاں شکست کھا جائیں گی۔"

پارس گوشت پوست کے ٹھوس جسم میں رہا کرتا تھا۔ اس نے اور تمارا نے جو گولیاں حلق سے اتاری تھیں ان کے اثر سے وہ چھ ماہ تک سایہ بن کر رہ سکتے تھے۔ پارس نے ابکائی لے کر گولی کو حلق سے باہر اگل لیا تھا۔ تمارا بیماری کے باعث کمزور تھی۔ ابکائی لیتے اور اُگلتے وقت تکلیف ہوتی تھی اس لیے گولی اس کے اندر تھی اور وہ بدستور سایہ بنی رہتی تھی۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے پارس اور زیورا سے بولتی تھی۔ دوائیں کھاتے پیتے وقت چند سیکنڈ کے لیے ٹھوس ہو جاتی تھی پھر سایہ بن جایا کرتی تھی۔ ایسی ہی حالت میں رفتہ رفتہ زچگی کا دن آگیا۔

اس روز زیورا بمت پریشان تھا۔ جس کمرے کے بیڈ پر تمارا کا سایہ لیٹا ہوا تھا' وہاں دو نرسیں' ایک لیڈی ڈاکٹر' اپنے سینئر ڈاکٹر زیورا کے ساتھ تھیں۔ کمرا اندر سے بند تھا اور باہر پارس بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔

شوہر کو ایسے وقت بیوی کے کمرے میں جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اسے بھی اجازت نہیں دی گئی لیکن وہ کمرے سے باہر ہونے کے باوجود خیال خوانی کے ذریعے اندر تھا۔ زیورا کے خیالات سے معلومات کر رہا تھا کہ تمارا بے حد کمزور ہے۔ ایسے وقت اسے زچگی کے مرحلے سے نہیں گزرنا چاہیے تھا لیکن قدرت نے زچگی کا وہی وقت مقرر کیا تھا اور وہ بڑے کرب سے گزر رہی تھی۔

زیورا اسے توانائی پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا لیکن توانائی پیدا کرنے والی دوائیں اس کے زہر سے پانی ہو رہی تھیں۔ آخر بڑی تکالیف کے بعد اس کی ایک چیخ سنائی دی پھر وہ خاموش ہو گئی۔

لیکن نوزائیدہ بچے کے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ پارس چند لمحوں کے لیے خوش ہوا پھر زیورا کے خیالات نے بتایا کہ تمارا کا جسم سر سے پیر تک ٹھوس ہو گیا ہے۔ اگرچہ سایہ بنانے والی گولی اس کے اندر تھی لیکن ٹھوس جسم مردہ ہو جائے تو اس مردہ جسم کے اندر کوئی دوا اثر نہیں کرتی۔ وہ سایہ بنانے والی گولی بھی اپنا اثر کھو چکی تھی۔

پارس شدتِ غم سے دیوار سے ٹیک لگائے سر جھکائے کھڑا رہا۔ اس کے کانوں میں تمارا کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔ وہ قہقہے زندگی سے ایسے بھرپور تھے جیسے انہیں موت نہیں آئے گی' مگر آگئی۔

زیورا نے دروازہ کھول کر کہا "سوری' قدرت کو جو منظور ہوتا ہے اسے ہم نامنظور نہیں کر سکتے۔ میری حکمتِ عملی فیل ہو گئی۔ تمارا اہم سے دور جا چکی ہے۔"

پارس کمرے میں آیا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی نظر آرہی تھی۔ آنکھیں بند تھیں۔ جتنی زندگی تھی' اتنی سانسیں لیتے لیتے تھک گئی تھی۔ اب سانسوں کی آمد و رفت سے نجات پا کر آرام کر رہی تھی۔

پارس نے قریب آکر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ مر چکی تھی لیکن حسن مردہ نہیں ہوا تھا۔ وہ بہت خوب صورت' بہت معصوم دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے جھک کر اس کی پیشانی کو چوم لیا۔

اسی وقت پھر بچے کے رونے کی آواز آئی۔ پارس نے چونک کر دیکھا۔ جہاں تمارا تھی' اس کے دوسری طرف بستر سے ہی آواز آرہی تھی مگر بچہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

بستر کے دوسری طرف کھڑے ہوئے زیورا نے جھک کر دونوں ہاتھوں سے جیسے کوئی چیز اٹھائی پھر کہا "یہ ہے تمہارا بیٹا۔"

پارس نے حیرانی سے دونوں ہاتھ بڑھائے۔ زیورا سے نادیدہ وجود کو لیا۔ وہ نادیدہ تھا مگر سائے کی طرح نہیں تھا کہ اسے کوئی چھو نہ سکے۔ باپ نوزائیدہ بیٹے کو چھو رہا تھا۔ اسے سر سے پیر تک ٹٹول رہا تھا۔ اس کا وجود ٹھوس تھا مگر نظر نہیں آرہا تھا۔

ماں سایہ تھی۔ بچے نے سائے کے خون میں اور سایہ بنائے رکھنے والی گولی کے ساتھ رہ کر سائے کے پیٹ میں پرورش پائی تھی۔ ان حالات میں جب وہ سائے کی کوکھ سے باہر آیا تو سائے کی طرح دیدہ نہیں تھا۔ ٹھوس جسم کا حامل ہونے کے باوجود نادیدہ تھا۔

اس نے بیٹے کو چوم کر کہا "ہرماں کی خواہش ہوتی ہے کہ جان لیوا تکالیف کے بعد جسے جنم دیا ہے' اس کی صورت دیکھے لیکن تمارا نے صورت دیکھنے سے پہلے ہی ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ اگر آنکھیں کھلی رہتیں تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ یہ بے چاری حسرت سے گود میں لیے رہتی مگر صورت نہ دیکھ پاتی۔ قدرت نے یہ خوب مذاق کیا ہے۔ مجھے صاحبِ اولاد بنایا ہے مگر میں فخر سے کسی کو اپنی اولاد نہیں دکھا سکتا۔"

تمارا کی آخری رسومات ادا کر دی گئیں۔ زیورا نے بچے کو اپنے پاس رکھا اور صبح و شام اس کا معائنہ کرنے لگا۔ پارس کی طرح اسے بھی ایسی دوائیں دیتا رہا' جن کے اثر سے اس کے ننھے سے جسم سے بھی زہریلے اثرات ختم ہوتے رہے۔

وہ دوائیں ارضی دنیا والوں کے لیے نایاب اور بے مثال تھیں۔ نہایت زود اثر تھیں۔ وہ باپ بیٹے رفتہ رفتہ زہر سے خالی ہو گئے۔ زیورا نے کہا "تم نے ابھی تک اپنے بیٹے کا نام نہیں رکھا۔ ہمارے زون میں باپ اپنے بچے کا نام تجویز کرتے ہیں۔"

"نام میرے ذہن میں ہے لیکن میں اپنی ممی اور پاپا کے مشوروں سے نام رکھوں گا۔"

"کیا تم ممی اور پاپا کے پاس' اپنے لوگوں میں واپس جاؤ گے؟"

"آپ تمام بھی میرے اپنے ہیں لیکن یہاں تمارا کی یادیں میرا پیچھا کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ میرے بیٹے کو اپنی دادی کے سائے میں پرورش پانا چاہیے۔ میں جاؤں گا لیکن آتا رہوں گا۔ کبھی میں نہ آسکا تو میرے دوسرے عزیز و اقارب یہاں آسکتے ہیں۔ آپ ایسے کوڈ ورڈز مقرر کریں جن کے ذریعے یہاں آنے والے میرے عزیزوں کو پہچان سکیں۔"

"تم نے ہمارے زون میں آکر جو سب سے بے مثال اور انسانیت نواز تحفہ دیا ہے' وہ ہے دینِ اسلام۔ تمہارے جانے کے بعد میں اسے گھر گھر پہنچاؤں گا۔ اپنے عزیزوں سے کہنا کہ یہاں جب بھی آئیں تو مجھے یہ کوڈ ورڈز سنائیں۔ دینِ اسلام اوپر سے مسلط نہیں ہوتا' اندر سے ماں کے دودھ کی طرح رگوں میں دوڑتا ہے۔"

چند روز بعد پارس نے رختِ سفر باندھا۔ زیورا سے گلے مل کر بچے کو بازوؤں میں لیا پھر تمام چاہنے والوں کو الوداع کہتا ہوا وہاں سے فلائنگ شوز کے ذریعے روانہ ہو گیا۔

آمنہ فرہاد عبادت میں مصروف تھی۔ عبادت کے دوران سب ہی پر فطرتاً سنجیدگی طاری رہتی ہے لیکن وہ دعائیں مانگنے کے بعد روزانہ جیسی مراقبے میں گئی تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔ چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا۔ وہ اسی لمحے میں خیال خوانی کے ذریعے جناب تمیرزی کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ انہوں نے پوچھا "بہت خوش ہو!"

"آپ کی دعائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا سے وہ ہو جاتا ہے جس کی توقع نہیں ہوتی۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ میرا زہریلا بیٹا مجھے دادی جان بنا دے گا مگر یہ شانِ خداوندی ہے کہ زہریلے بیٹے اور زہریلی بہو نے مجھے ایک پوتا دیا ہے۔"

"خوشی کے ساتھ صدمات بھی ہوتے ہیں۔"

"جی ہاں' پوتے کی خوشی کے ساتھ یہ صدمہ بھی ہے کہ میں اپنی پیاری بہو کو کبھی نہیں دیکھ سکوں گی۔ وہ بڑی جنتی تھی۔ خداوند کریم اسے جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین!"

جناب تمیرزی نے کہا "آمین! پوری ہونے والی توقع کبھی تو ہو ہی جاتی ہے۔ تمہیں پوتا ملے گا مگر اسے دیکھ نہیں سکو گی۔ تم اس کے ہنسنے کی آوازیں سنو گی لیکن اس کے چہرے کی مسکراہٹ نہیں دیکھ سکو گی۔ یہ سب کچھ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تم روحانیت میں ڈوب کر کمال حاصل کرنے کے بعد آج پہلی بار دنیاوی رشتوں اور جذبوں سے نہال ہو رہی ہو۔ ہمارے دین میں دنیاداری لازمی ہے لیکن جذبات میں بہنے سے منع کیا گیا ہے۔"

"لیکن میرے جذبات نیک ہیں۔ میں اپنے پوتے کو بہت بڑا عالم اور روحانی پیشوا بنانا چاہتی ہوں۔"

"ہمارے تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہم صرف کسی کو ہدایت دے سکتے ہیں۔ ہدایات پر عمل کرنے والا مثبت راہیں اختیار کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ باقاعدہ عمل کرے۔"

"کیا آپ اس کا زائچہ بنا رہے ہیں؟"

"بنا چکا ہوں۔ تشویش کی کوئی خاص بات نہیں ہے اگرچہ وہ خطرات سے بھرپور زندگی گزارے گا۔ جرائم پیشہ اور منفی خیالات رکھنے والے اس کے نادیدہ ہونے کو برداشت نہیں کریں گے۔ اسے منظرِ عام پر لانے کے لئے طبی اور سائنسی تجربات کرتے رہیں گے۔ اسے نقصان نہ پہنچا سکے تو دوسرے پہلوؤں سے اس کے عزیز و اقارب اور دیگر چاہنے والوں کو نقصانات پہنچا کر اسے ذہنی اذیتیں دیتے رہیں گے۔"

"جی ہاں۔ ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ وہ دکھائی نہیں دیتا ہے اس لیے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہ دنیا والے بڑے شاطر ہیں۔ میرے پوتے پر جسمانی طور پر غالب نہیں آسکیں گے تو اسے ذہنی اذیتیں پہنچایا کریں گے۔"

جناب تمیرزی نے کہا "اس کے زائچے سے اس حد تک معلوم ہونے کے بعد یہ ذہن نشین کر لو کہ تم اپنے پوتے کی تعلیم اور تربیت کے دوران علمِ نفسیات کو ہمیشہ ترجیح دو گی۔ اپنے پوتے کو ماہرِ نفسیات بناؤ گی۔"

"انشاء اللہ۔ میں اپنے پوتے کو ایک بے مثال ماہر نفسیات بناؤں گی۔ اس میں باپ کی فطرت ہو گی۔ کیا ماں کی عادات بھی ہوں گی؟"

"ہاں۔ تمارا تمام موسموں سے بے نیاز رہتی تھی۔ شدید سردی ہو' بدن کو آگ لگاتی ہوئی گرمی ہو' اولے برساتی ہوئی بارش ہو یا ہڈیوں کو سن کر دینے والی برف باری ہو' وہ ہمیشہ ہلکے مختصر سے لباس میں رہتی تھی۔ ماں کی طرح بیٹے پر بھی کوئی موسم اثر انداز نہیں ہوا کرے گا۔"

"بزرگ محترم! میرے پوتے کا نام رکھیں۔"

"بابر... بابر علی فرہاد۔"

آسمان کی بلندیوں میں فلائنگ شوز کے شعلے بھڑک رہے تھے اور دیدہ باپ اور نادیدہ بیٹے کو زمین پر لا رہے تھے۔

○☆○

دیوی نے خاطر خواہ کامیابی حاصل کی تھی۔ اس نے ڈمی شی تارا کو اور ایک نہایت حسین دوشیزہ کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم سکھا دیا تھا۔ وہ حسین دوشیزہ ہندوستانی تھی۔ اس کا نام کلپنا تھا لیکن اب وہ ڈی ٹو کہلانے لگی تھی۔

دیوی نے امریکا میں رہنے والے پندرہ ہندوستانی جوانوں کو ٹیلی پیتھی سکھانے کے لیے منتخب کیا تھا۔ ان تمام پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا چکی تھی۔ جب ڈی شی تارا اور ڈی ٹو نے ٹیلی پیتھی سیکھ لی تو دیوی نے ان دونوں سے کہا۔ "میرے پندرہ تابعدار فلائنگ کلب کے دو ہیلی کاپٹروں میں سفر کریں گے۔ تم دونوں ایک ایک ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ میں رہو گی۔ ان ہیلی کاپٹروں کو برازیل جانے کے لیے کرائے پر حاصل کیا جائے گا۔ پرواز کے دوران تم دونوں ان ہیلی کاپٹروں کا رخ موڑ کر انہیں جزیرے میں لے جاؤ گی۔"

انہوں نے ہدایات پر عمل کیا۔ جب وہ پندرہ جوان دو ہیلی کاپٹروں میں پرواز کرنے لگے تو راستے میں انہوں نے دونوں پائلٹوں

کے دماغوں پر قبضہ جمایا اور انہیں مسافروں کے ساتھ جزیرے میں بلالیا۔ وہ مسافروں کو وہاں اتار کر واپس چلے گئے پھر وہ بڑی سہولتوں اور اطمینان سے ایک ایک تابعدار ہندوستانی جوان کو مشین سے گزارنے لگیں۔

دیوی بہت بڑی کامیابیاں حاصل کررہی تھی۔ اب سے پہلے اس نے امریکی اور اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر حکمرانی کی تھی لیکن وہ اس کے اپنے نہیں تھے۔ اپنے وہ پندرہ ہندوستانی اور دو ڈی شی تارا تھیں۔ آئندہ وہ سترہ خیال خوانی کرنے والے تمام ممالک کے مقابلے میں اپنے دیس کی برتری کے لیے کام کرنے والے تھے۔

اس نے ڈی ون اور ڈی ٹو سے کہا "اب تم ایک ایک خیال خوانی کرنے والے کو اپنا ماتحت بنا کر رکھو۔ تین جوانوں کو واشنگٹن میں مختلف رہائش گاہوں میں رہنے کی تاکید کرو۔ باقی دس جوانوں کو میرے پاس نیویارک بھیج دو۔"

ڈی دن شی تارا نے شیام سندر نامی جوان کو اپنا تابعدار بنایا۔ ڈی ٹو (کلپنا) نے شری کانت کو اپنے زیر اثر رکھا۔ تین جوانوں کو ہدایت کی کہ کبھی سرِعام خیال خوانی نہ کریں اور واشنگٹن میں الگ الگ رہائش کا انتظام کریں۔ انہوں نے باقی دس جوانوں کو نیویارک روانہ کردیا۔

نیویارک میں دیوی نے ایک محل نما بنگلے پر قبضہ جمایا تھا۔ اسے اب یہ اندیشہ نہیں رہا تھا کہ دشمن اسے دیکھ کر حملے کریں گے اور اسے گھیر لیں گے۔ سایہ بنانے والی گولیاں اسے شاطر دشمنوں سے بھی بچا سکتی تھیں۔

اس نے دس تابعدار جوانوں کو ایک دن کے لیے اپنے بنگلے میں رکھا۔ انہیں ایک ایک چھوٹی ڈبیا دی۔ اس ڈبیا میں سایہ بنانے والی بے شمار گولیاں تھیں۔ وہ سب ریت کے ذرے کے برابر تھیں۔ اس نے کہا "یہ ریت کے ذرے کے برابر ہیں لیکن چھ سے آٹھ گھنٹے تک ایک ذرہ تمہیں سایہ بنائے رکھے گا۔ جب تک جان جانے کا خطرہ نہ ہو اور دشمنوں کی قید سے نکلنے کا مسئلہ نہ ہو، تب تک اس ڈبیا کا ایک ذرہ بھی استعمال نہ کرنا۔ ان گولیوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں بچا کر رکھنا۔"

پھر اس نے انہیں ایک ایک کیپسول دے کر کہا "یہ فلائنگ کیپسول ہیں۔ اسے منہ میں رکھتے ہی تم کاغذ کی طرح ہلکے ہو کر فضا میں بلند ہو جاؤ گے اور اپنی مرضی کے مطابق جدھر چاہو گے ادھر پرواز کرسکو گے۔"

اس نے ایک نوجوان کو اضافی کیپسول دے کر کہا "تم چاروں نوجوان سائنس میں ڈپلوما حاصل کرنے کے بعد تجربہ کار سائنس دانوں کے ماتحت بن کر کام کرتے رہے ہو۔ اب تم یہ اضافی کیپسول لے کر ہندوستان جاؤ۔ ہمارے بھارتی سائنس دان اور ڈاکٹر بے حد ذہین اور تجربہ کار ہیں۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر کیپسول اور سایہ بنانے والی گولی کا طبی تجزیہ کراؤ اور دونوں کے فارمولوں کے مطابق مزید کیپسول اور گولیاں تیار کرو۔ میرے پاس دونوں کا فارمولا ہے۔ یہ ان فارمولوں کی نقل ہے۔ اسے اپنے پاس رکھو اور دیکھو کہ ہمارے ماہرین کس حد تک صحیح فارمولا تیار کرتے ہیں۔"

وہ باقی چھ جوانوں سے بولی "تم میں سے ایک دہلی میں، دوسرا بمبئی میں، تیسرا مدراس میں، چوتھا کلکتہ میں اور پانچواں سری نگر کشمیر میں رہے گا۔ اور تم نمبر چھ کسی بھی بھارتی شہر میں رہ کر ان پانچوں سے رابطہ رکھو گے اور ان کی مصروفیات کے بارے میں مجھے رپورٹ دیتے رہو گے۔ فی الحال اتنی ہی ہدایات کافی ہیں۔ آئندہ ضرورت کے مطابق ہدایات ملتی رہیں گی۔ تم سب بھارت جانے والی کسی بھی فلائٹ میں سایہ بن کر جاسکو گے۔ تمہیں نہ پاسپورٹ کی ضرورت ہوگی اور نہ ٹکٹ کی۔ بس اب یہاں سے جاؤ۔"

وہ سب اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اس نے فوج کے جنرل کے پاس پہنچ کر کہا "ہیلو جنرل! میری سوچ کی لہروں سے مجھے پہچان رہے ہو یا پھر اپنا تعارف کراؤں؟"

"تم وہی خلائی ہستی ہو۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ....."

"آگے نہ بولو۔ میں زبان کی دھنی ہوں۔ وہ جزیرہ خالی کرچکی ہوں۔ وہاں تمہاری ٹرانسفارمر مشین صحیح سلامت ہے اور تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کو کوما سے نکال دیا گیا ہے۔ تم اپنے اطمینان کے لیے اپنے طور پر معلومات حاصل کرو۔ میں پھر آؤں گی۔"

الپا نے دیوی کو ایک ٹیلی فون نمبر دیا تھا۔ دیوی نے اس نمبر پر رابطہ کیا۔ الپا کے ایک آلۂ کار نے پوچھا "ہیلو، تم کون ہو؟"

"میں خلائی ہستی ہوں۔ الپا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"آپ پندرہ منٹ کے بعد میرے دماغ میں آئیں گی تو شاید میڈم الپا سے گفتگو ہوسکے گی۔"

آلۂ کار نے فون بند کیا پھر دوسرے نمبر ڈائل کیے۔ دیوی اس کے اندر تھی۔ اس کے ذریعے دوسری طرف بولنے والے کے اندر بھی پہنچ سکتی تھی لیکن رابطہ ہونے پر اس آلۂ کار نے کہا "آواز نہ سنانا۔ وہ خلائی ہستی میرے اندر پہنچ گئی ہے۔"

دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ اب وہ دوسرا شخص کسی دوسرے کو دیوی کی آمد کے بارے میں سگنل دے رہا ہوگا۔ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد الپا نے اس آلۂ کار کے اندر آکر پوچھا۔ "کیا وہ موجود ہے؟"

دیوی نے کہا "میں موجود ہوں۔ تم جانتی ہو کہ وہ ٹرانسفارمر مشین میرے قبضے میں تھی اور میں نے وعدہ کیا تھا کہ اسے امریکی فوج کے حوالے کروں گی۔"

"ہاں۔ تم نے میری موجودگی میں جنرل سے وعدہ کیا تھا۔ میرا

مشورہ ہے کہ اسے واپس نہ کرو۔ وہ ایک غیر معمولی مشین ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے جان کی بازیاں لگائی جاتی ہیں۔"

"میں زبان کی پکی ہوں۔ جو کہتی ہوں، اس پر عمل کرتی ہوں۔ میں وہ مشین امریکی فوج کے حوالے کرچکی ہوں۔"

"پھر تو واقعی تم قابلِ اعتماد ہو۔ تم پر کسی بھی معاملے میں بھروسا کیا جاسکتا ہے۔"

"میں یہی دیکھنا چاہتی ہوں کہ تمہاری ارضی دنیا میں سچائی اور ایمانداری کی کتنی قدر کی جاتی ہے۔ اب تم بتاؤ، مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"ہماری یہ دنیا تمہارے لیے انجانی ہے۔ میں دوست بن کر تمہاری راہنمائی کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں اس دنیا میں آنے سے پہلے یہاں کے تمام ممالک اور تمام قوموں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرچکی ہوں۔ جو معلومات باقی رہ گئی ہیں، انہیں میں خیال خوانی کے ذریعے یا سایہ بن کر معلوم کرتی جارہی ہوں۔ اس سلسلے میں تمہاری راہنمائی کی ضرورت نہیں رہی ہے پھر تمہاری دوستی میرے کس کام آئے گی۔"

"دیگر بہت سے معاملات اور مسائل درپیش ہوں گے۔ کیا ایسے وقت میرے جیسی دوست کی ضرورت محسوس نہیں کرو گی؟"

"اگر تم پیدا نہ ہوتیں، ابھی موجود نہ ہوتیں تو میں اپنے طور پر یہاں اپنا مشن پورا کرنے میں مصروف رہتی۔ دراصل ہم خلائی ہستیاں بھی ایک دوسرے کا سہارا تلاش نہیں کرتی ہیں۔ تمہیں سہارے کی ضرورت ہے لیکن میرا تعاون حاصل کرنے سے پہلے تم میرے کام آنے کی بات کہہ کر مجھے احسان کے بوجھ تلے دبانا چاہتی ہو۔"

"ابھی تم اپنے مشن کی بات کررہی تھیں۔ وہ مشن کیا ہے؟"

"میں یہاں کے تمام چھوٹے بڑے ممالک کو اپنے زیر اثر لانا چاہتی ہوں۔ اس طرح پوری دنیا پر حکومت کرنا چاہتی ہوں، یہی میرا مشن ہے۔"

"ایسا خواب دیوانے، خبطی اور ابنارمل لوگ دیکھتے ہیں۔ آج تک کسی ایک شخص نے تنہا پوری دنیا پر حکومت نہیں کی ہے۔"

"یہ ضروری نہیں ہے کہ جو آج تک دنیا میں نہ ہوا ہو وہ آئندہ بھی نہ ہو۔ کمال تو یہی ہے کہ جو کبھی کسی نے نہ کیا ہو، وہ کارنامہ کرکے دکھایا جائے۔"

"تمہارے عزائم کہتے ہیں کہ تم اسرائیل پر بھی حکومت کرو گی۔"

"حکومت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں کسی بھی ملک میں دھرنا مار کر بیٹھ جاؤں اور وہاں اپنے قوانین نافذ کروں۔ تمہارے ملک میں یہودیوں کی حکومت ہی رہے گی لیکن وہ حکمران میرے معمول اور تابعدار رہا کریں گے۔"

"یہ بڑی نامناسب بات ہوگی۔ مانا کہ تم غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہو۔ بڑی شہ زور ہو۔ خیال خوانی کے ذریعے یا سایہ بن کر ہمارے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے اندر پہنچ کر انہیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرو گی لیکن ہماری خفیہ یہودی تنظیم کے اندر کبھی نہیں پہنچ سکو گی۔ ہماری تنظیم جب تک تمہارے ناپاک عزائم سے محفوظ رہے گی تب تک تم ہمارے حکام اور افواج کے ذریعے یہاں حکومت نہیں کرسکو گی۔"

"اگر ایسی بات ہے تو میں پہلے تمہاری خفیہ یہودی تنظیم کے اندر پہنچ کر دکھاؤں گی۔"

"جب پہنچو گی، تب دیکھا جائے گا۔ میں تو تم سے دوستی اور تعاون چاہتی تھی مگر تم ہمارے ملک اور قوم کے لیے چیلنج بن گئی ہو۔ میرا دوستانہ مشورہ ہے کہ عداوت کی راہوں سے ہٹ کر دوستی اور مصلحت اندیشی کی راہیں اپناؤ۔ اس طرح ہم سب اپنے سب سے بڑے دشمن سے محفوظ رہ سکیں گے۔"

"اگر سب سے بڑے دشمن سے تمہاری مراد بابا صاحب کا ادارہ ہے تو مجھے صرف ایک پارس سے خطرہ تھا۔ وہ خلائی زون میں اپنے دین کی تبلیغ کررہا ہے اور وہاں اپنی حکومت قائم کرنے میں مصروف ہے۔ اب زمین کی طرف نہیں آئے گا۔"

"کیا تم پارس سے خوف زدہ ہو؟"

"خوف وہ نہیں، اس سے محتاط رہتی ہوں اور اس کے لیے بھی ایک چیلنج ہوں۔ اگر وہ زون کو چھوڑ کر یہاں آئے گا تو میں زون میں جاکر اس کی تبلیغی کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدل کر رام راج قائم کروں گی۔"

"رام راج!" الپا نے چونک کر پوچھا "کیا تم ہندو ہو؟ میں نے سنا ہے خلائی زون میں کوئی مذہب دھرم نہیں ہے پھر تم ہندو کیسے ہو؟ رام راج قائم کرنے سے تمہیں دلچسپی کیوں ہے؟"

"صرف دلچسپی نہیں ہے، یہ میرا فرض بھی ہے کیونکہ میں پیدائشی ہندو برہمن ہوں اور بھارت میرا جنم استھان ہے۔ میں وہ ہوں، جو کچھ عرصہ پہلے تم سب کے دماغوں پر حکومت کرچکی ہے۔"

"اوائی گاڈ! تم دیوی ہو؟"

"ہاں، وہ دیوی ہوں جو خلاؤں میں سفر کرکے بہت سی غیر معمولی قوتیں حاصل کرکے اپنے ساتھ تین روبوٹس لائی ہے۔"

"تم غیر معمولی قوتیں حاصل کرچکی ہو پھر تم نے زون پر اپنی حکومت کیوں نہیں قائم کی؟"

"پارس سے میری ٹھن گئی ہے۔ اس نے مجھے زون پر حکومت قائم کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اسے منہ توڑ جواب دینے کا یہی طریقہ ہے کہ میں یہاں تمام ممالک میں اقتدار قائم کروں۔ وہ میری برتری ختم کرنے یہاں آئے گا تو میں خلائی زون میں جاکر اس کی تمام کامیابیوں پر پانی پھیر دوں گی۔ ایسا کرنے کے لیے امریکا اور اسرائیل میرے ساتھ خلائی زون میں رہیں گے لیکن امریکی جنرل

اور تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔ جب تم دونوں میرے مخالف ہو تو پھر میں کیوں بابا صاحب کے ادارے سے ٹکرا کر تمہیں خلائی زون لے جاؤں؟ بابا صاحب کے ادارے نے تمہیں خلا میں جانے سے جو روک رکھا ہے تو یہ اچھا ہی کیا ہے۔"

"تم نے بھی اچھا ہی کیا جو اپنے اور پارس کے درمیان جاری رہنے والی جنگ کے بارے میں بتا دیا۔ ہمارے لیے یہی مناسب ہے کہ ہم تمہاری مخالفت میں پارس کی حمایت کریں۔ پارس کی خوبی یہ ہے کہ وہ امریکا اور اسرائیل کے اکابرین پر تمہاری حکومت کبھی قبول نہیں کرے گا۔ ہم اس سے اس طرح تعاون کریں گے کہ تمہیں اس کی کامیابیوں کو ناکامی میں بدلنے کے لیے خلائی زون میں جانے کا موقع نہیں دیں گے۔ تمہیں مختلف مسائل میں الجھائے رکھنا ہمارے لیے مشکل نہ ہوگا۔"

"پارس سے اس وقت تعاون کروگی' جب اپنے اختیار میں رہوگی۔ یہ بھول چکی ہو کہ میں تم سب کے دماغوں پر حکومت کر چکی ہوں۔ تمہیں یاد دلانے کے لیے میں بہت جلد تمہارے اور برین آدم کے دماغوں میں حکومت کرنے آؤں گی۔"

وہ الپا کے آلۂ کار کے دماغ سے چلی آئی۔ جنرل کے پاس آکر بولی۔ "کیا تم نے اطمینان کرلیا کہ جزیرہ اور مشین تمہارے پاس ہیں؟"

"ہاں۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے بھی ہمیں مل گئے ہیں۔ تمہاری ان مہربانیوں کا شکریہ لیکن تمہارے وہ تینوں روبوٹس جزیرے میں ہیں۔ کیا وہ ہم پر مسلط رہیں گے؟ انہوں نے ہمارے ایک سپاہی کو ہلاک کردیا ہے۔"

"وہ سپاہی ضرور کسی روبوٹ کے پیچھے اس کے بیٹری پاور کو صفر پر لانے گیا ہوگا۔ وہ تینوں روبوٹس ایک دوسرے کے قریب ایسے زاویوں سے کھڑے ہوئے ہیں کہ ان میں سے کسی کے بھی پیچھے کوئی دشمن جائے گا تو باقی دو روبوٹس اسے ہلاک کردیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہمارے سپاہی سے غلطی ہوگئی تھی لیکن وہ روبوٹس کب تک وہاں رہیں گے؟"

"آج کسی وقت چلے جائیں گے۔ تمہیں میری طرف سے کوئی پریشانی نہیں ہوگی لیکن ہمارے درمیان ایسی دوستی نہیں ہے' جس کے باعث میں ہمیشہ مہربانیاں کرتی رہوں گی۔"

"اس کا مطلب ہے' آئندہ تم کچھ کرنا چاہتی ہو۔"

"میرے پاس غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ جب میں سپر پاور کہلانے والے ملک سے کسی طرح کم نہیں ہوں تو پھر میں تم سب پر برتری حاصل کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ کرتی رہوں گی۔"

"اگر ہمارے درمیان دوستی ہوجائے تو؟"

"تو پھر میں دشمنی نہیں کروں گی۔ بہتر ہے' میں تمہاری بڑی فوج کے سربراہ سے گفتگو کروں۔ تم اس سے فون پر رابطہ کرو۔"

اس نے رابطہ کیا پھر اپنے اعلیٰ افسر کی آواز سن کر کہا "سر! وہ خلائی ہستی میرے اندر ہے۔ آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "وہ تمہارے ذریعے ہماری آواز سن رہی ہوگی۔ ہم اسے مخاطب کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین اور جزیرہ واپس کرکے دوستی اور خلوص کا ثبوت دیا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی پھر دوبارہ سانس لیتے ہوئے کہا "میں خلائی ہستی سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ میرے دماغ میں نہ آئے۔"

دیوی نے جنرل کے ذریعے فون پر کہا "مجھے جنرل کے چور خیالات نے بتایا تھا کہ تینوں افواج کے سربراہ یوگا کے ماہر نہیں ہیں لیکن تم سانس روک لیتے ہو۔ کیا تم شراب نہیں پیتے ہو؟"

"ہم تینوں افواج کے سربراہ کل تک شراب پیتے تھے لیکن اس نے ہماری شراب بھی چھڑادی اور ہمارے دماغوں کو لاک بھی کردیا ہے۔"

"کس نے ایسا کیا ہے؟"

"آتما شکتی جاننے والی دیوی نے۔"

"کیا؟" وہ چونک کر بولی "تم اپنے ہوش وحواس میں رہ کر بول رہے ہو؟"

"میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی ہے کہ اپنے حواس میں نظر نہیں آرہا ہوں۔"

"ابھی تم نے کہا ہے کہ دیوی نے تمہارے دماغ کو لاک کیا ہے۔"

"میں نے غلط نہیں کہا ہے۔"

"تو پھر تم نے کسی سے دھوکا کھایا ہے۔ اس دنیا میں آتما شکتی والی دیوی صرف میں ہوں۔"

"تم؟" اعلیٰ افسر نے ہنستے ہوئے کہا "اب شاید تم ہوش وحواس میں نہیں ہو۔ خود کو خلائی ہستی کہتے کہتے اب دیوی جی بن رہی ہو۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں خلا سے آئی ہوں لیکن اپنی اس دنیا سے خلائی زون میں گئی تھی۔ وہاں سے تین روبوٹس اور غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرکے آئی ہوں۔"

"یعنی تم خلا میں گئیں تو زمین پر دیوی کی خالی جگہ پُر کرنے دوسری دیوی آگئی۔ ویسے ہمارے لیے تو دیوی دیوی ہے' جو ہمیں تمہاری اور دوسروں کی سوچ کی لہروں سے محفوظ رکھ رہی ہے۔"

"میں اس کا طلسم توڑ دوں گی۔ ابھی آتما شکتی کے ذریعے تمہارے اندر آکر خود کو اصلی دیوی ثابت کروں گی۔"

اس نے آتما شکتی کے ذریعے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچی۔ اسی لمحے میں اعلیٰ افسر نے سانس روک لی۔ دیوی نے اس کے دماغ سے نکل کر محسوس کیا کہ اعلیٰ افسر کے دماغ کے اندر کوئی قوت چھپی ہوئی تھی جس نے آتما شکتی کے خلاف

اسے سانس روکنے کی توانائی دی ہے۔

وہ جنرل کے ذریعے فون پر بولی "تمہارا یہ حوصلہ نہیں ہوسکتا کہ آتما شکتی کے خلاف جنگ کرو۔ کوئی قوت تمہارے اندر چھپی ہوئی ہے۔ اب مجھے یاد آرہا ہے' کچھ عرصہ پہلے جب میں بھارت میں تھی تو ایسی ہی ایک قوت میرے مقابلے پر آئی تھی اور خود کو دیوی جی کہتی رہی تھی۔"

اعلیٰ افسر نے فون پر کہا "اور اس دیوی جی سے شکست کھا کر تم خلائی زون کی طرف بھاگ گئی تھیں۔"

"میوشٹ اپ۔ میں سمجھ رہی ہوں' وہ نقلی دیوی ابھی تمہارے اندر موجود ہے۔ میں اس سے پوچھتی ہوں' وہ کون ہے؟ جب ایسی شہ زور ہے کہ میرے مقابلے پر آتی ہے تو اسے اپنے اصلی روپ میں اصلی نام کے ساتھ آنا چاہیے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "تمہیں بھی اصلی روپ میں آنا چاہیے۔ اگر خلائی ہستی ہو تو تمہارا ایک باپ زون میں ہوگا اور ارضی دنیا کی ہو تو دوسرا باپ اس زمین پر ہوگا۔ پہلے یہ تو معلوم ہو کہ تمہارے کتنے باپ ہیں اور تمہارے کتنے روپ ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ یہ تم نہیں بول رہے ہو' تمہاری کھوپڑی کے اندر وہ فراڈ دیوی بول رہی ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ فراڈ دیوی تمہیں تحفظ فراہم کررہی ہے تو میں ابھی اپنی مہربانیاں واپس لیتی ہوں۔ میرے تینوں روبوٹس تمہارے جوانوں کو جزیرے میں ہلاک کریں گے اور اس مشین پر دوبارہ قبضہ جمالیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اگر تم ایسا نہ کرسکیں تو ثابت ہوجائے گا کہ تم فراڈ دیوی ہو اور ہمارا تحفظ کرنے والی اصلی ہے۔"

"ٹھیک ہے' یہی سمجھ لینا۔ آج میں اس فراڈ دیوی کا پول کھولوں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ سوچنے لگی "میں اس عورت کو بھول گئی تھی' جو ایک بار دیوی بن کر بھارت میں میرے خلاف محاذ بنا رہی تھی۔ میں نے دوسرے معاملات میں الجھ کر اسے نظرانداز کردیا تھا۔ اب میں اس کی جڑوں تک پہنچوں گی اور اس کمینی کو حرام موت ماروں گی۔"

جزیرے میں جن امریکی خیال خوانی کرنے والوں کو اس نے کما میں رکھا تھا' انہیں اپنا معمول اور تابعدار بھی بنایا تھا۔ وہ ایک جوان کے اندر آکر بولی "ان تینوں روبوٹس کے پاس جاؤ۔ میں تمہاری زبان سے انہیں مخاطب کروں گی۔ وہ میری آواز سن کر میرے احکامات کی تعمیل کریں گے۔"

"فسوسہ دیوی جی! تینوں روبوٹس کے سامنے جانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ وہ مردہ کھڑے ہیں۔ ان کی بیٹریوں کے پاور صفر پر آگئے ہیں۔"

"یہ نہیں ہوسکتا۔ ان کی بیٹریاں فل چارج کی گئی تھیں۔ وہ بیٹریاں ڈاؤن نہیں ہوسکتیں۔"

"جی ہاں' تینوں بیٹریاں ایک ہی وقت میں ڈاؤن نہیں ہوسکتیں۔ کسی نے کچھ کیا ہے۔"

وہ اس بات پر چونک گئی۔ کوئی سایہ بن کر ہی روبوٹس تک جاسکتا ہے اور ان کی وولٹیج کی' کو صفر پر لاسکتا ہے۔ کیا وہ دیوی بن کر دھوکا دینے والی سایہ بھی بن جاتی ہے؟

اس نے خیال خوانی کرنے والے جوان سے کہا "تم روبوٹس کے پاس جاؤ اور ان تمام وولٹیج کی' کو نمبر دو پر لے آؤ۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے گیا۔ ایک روبوٹ کے پیچھے پہنچ کر اس نے وولٹیج کی' کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا۔ وہ بوکھلا کر چیخ مارتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ دیوی نے کہا "میرا اندازہ درست نکلا۔ میری نقالی کرنے والی دیوی! تمہارے پاس بھی گولیاں ہیں۔ تم بھی سایہ بن جاتی ہو۔"

دیوی نے اپنے آلۂ کار کی زبان سے ایک اجنبی دیوی کو مخاطب کیا لیکن جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر دوسری بار مخاطب کیا۔ "میری نقالی کرنے والی! خاموش کیوں ہو' جواب دو۔"

جواب زبان سے نہیں عمل سے ملا۔ دیوی نے آلۂ کار کے ذریعے دیکھا۔ ایک مردہ روبوٹ کے جوتوں سے اچانک شعلے نکلے۔ وہ مردہ کھڑے ہی کھڑے خلا کی بلندیوں کی طرف پرواز کرتا چلا گیا۔

دیوی نے کہا "نہیں۔ یہ میرے روبوٹس ہیں۔ انہیں مردہ رکھ کر فلائنگ شوز آن نہ کرو۔ وہ خلا کی وسعتوں میں کہیں گم ہوجائیں گے۔"

اس کے احتجاج کرنے کے دوران دوسرا مردہ روبوٹ بھی زمین سے بلند ہو کر فضا میں پرواز کرنے لگا۔ وہ چیخنے لگی "ذلیل! کمینی! میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اگر میں یہاں ہوتی تو سایہ بن کر تیرا مقابلہ کرتی۔ تجھے تڑپا تڑپا کر مار ڈالتی۔"

وہ واپس جنرل کے پاس آئی۔ اس کے ذریعے فون پر بڑی فوج کے سربراہ کو مخاطب کیا "اگر وہ کمینی تمہارے دماغ میں ہے تو مجھ سے بات کرے۔ وہ بے وقوف' پاگل کی بچی ہے۔ اس نے تینوں روبوٹس ایسے اڑا دیے جیسے پتنگ اڑا رہی تھی۔ اسے کیا ملا؟ نہ ان روبوٹس کو اپنے پاس رکھا' نہ میرے پاس رہنے دیا۔ میں اسے چیلنج کرتی ہوں' وہ منہ نہ چھپائے' میرے مقابلے پر آئے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اتنا مت چلاؤ۔ تم بھی منہ چھپاتی ہو پھر اس منہ چھپانے والی کے مقابلے پر کیسے آؤ گی؟"

"میں اس کے روبرو آؤں گی۔"

"تم نہیں تمہاری ڈمی آئے گی۔ دنیا والوں کو ناداں نہ سمجھو۔ پھر اب مقابلے کے لیے کیا رہ گیا ہے۔ تم اب وہ ٹرانسفارمر مشین حاصل نہیں کرسکو گی۔ تمہارے روبوٹس بھی واپس نہیں آئیں گے۔ میں نے کہا تھا اگر مشین دوبارہ حاصل نہ کرسکو' جزیرے پر قبضہ نہ جماسکو تو یہ ثابت ہوجائے گا کہ تم فراڈ دیوی ہو۔ اگر تمہیں

اپنی شکست پر شرمندگی نہیں ہے تو ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔ جاؤ۔"

دوسری طرف فون کا ریسیور رکھ دیا گیا۔ دیوی جنرل کے دماغ سے چلی آئی۔ وہ نیویارک کے محل نما بنگلے میں تھی۔ صوفے سے اٹھ کر پریشانی سے ٹہلنے لگی۔ خلائی زون سے آنے کے بعد اس نے پہلی بار بری طرح شکست کھائی تھی اور اسے شکست دینے والی ایک پراسرار دیوی تھی۔ تشویش یہ تھی کہ وہ روپوش رہنے والی دیوی اسی طرح اور ایک آدھ بازی جیت لے گی تو وہی اصلی دیوی کہلائے گی۔ اس کا رعب اور دبدبہ رہے گا۔ امریکا اور اسرائیل موجودہ حالات کے مطابق اس سے دوستی کرکے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ایک ٹیم بنائیں گے اور وہ ٹیم اصلی دیوی کے خلاف بھی ہوگی۔

اب تک دیوی کی برتری کا انحصار سایہ بن جانے پر تھا۔ اس کے مقابلے میں دوسری بھی سایہ بن کر سیریز سوا سیر ہوگئی تھی۔ یہ سوال ذہن میں پیدا ہو رہا تھا کہ اس دوسری نے وہ غیر معمولی گولیاں کہاں سے حاصل کی ہیں؟ کیا اس فراڈ دیوی کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔

دیوی نے سوچا "میرے پاس بھی غیر معمولی گولیاں ہیں۔ لیکن میرا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے نہیں ہے۔ اس طرح وہ بھی اس ادارے سے تعلق نہیں رکھتی ہوگی۔ یہ عجیب بات ہے کہ میں آتما شکتی والی کہلاتی تھی تو وہ بھی ہندوستان میں میرے مقابلے پر آتما شکتی والی کہلانے لگی۔ میں نے سایہ بنانے والی گولیاں حاصل کی ہیں تو اس نے بھی کہیں سے ایسی گولیاں حاصل کی ہیں۔ آخر یہ ہے کون؟ اور میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہے؟"

جب تک پربھا رانی خیال خوانی کے ذریعے اس سے ملاقات نہ کرتی، تب تک دیوی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ پربھا رانی اور مائیک ہرارے جو اس کے سامنے کبھی چیونٹیوں کی طرح تھے اب پہاڑ بن چکے ہیں۔

دیوی نے سوچا "مجھے صبر و تحمل سے کام لینا ہوگا۔ خاموشی اختیار کرنی ہوگی۔ تمام اہم معاملات کو خفیہ طور پر نمٹانا ہوگا۔ اس پراسرار بننے والی دیوی کا سراغ لگانے کے لیے مجھے منظرِ عام پر نہیں آنا چاہیے اور نہ ہی کچھ عرصے تک امریکی جنرل اور الپا سے رابطہ کرنا چاہیے۔"

اس نے خاموشی سے معلومات حاصل کرتے رہنے کے لیے امریکی جنرل کے علاوہ فوج کے دو بڑے افسران کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ اسرائیلی فوج اور دوسرے سرکاری شعبوں میں بھی اس نے اپنے آلۂ کار بنائے۔ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھارتی جوانوں کو ان تمام آلۂ کاروں کے دماغوں میں پہنچایا اور انہیں حکم دیا کہ چوبیس گھنٹے ان کے دماغوں میں آتے جاتے رہیں اور جو اہم معلومات حاصل ہوں، انہیں دیوی تک پہنچاتے رہیں۔

وہ کئی گھنٹوں تک خیال خوانی میں مصروف رہنے کے باعث تھک گئی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر فیصلہ کیا کہ آئندہ چند گھنٹوں تک خیال خوانی نہیں کرے گی اور باہر جا کر تفریح کرے گی۔ اپنے ذہن کو سکون پہنچائے گی۔

○☆○

سونیا نے ایک طویل مدت کے بعد نیویارک کی زمین پر قدم رکھا تھا۔ وہ حلیہ بدل کر آئی تھی۔ اگرچہ پختہ عمر کی تھی لیکن میک اپ اور گیٹ اپ کے ذریعے جوان اور اسمارٹ بن کر آئی تھی۔ اگر کوئی اسے سونیا کی حیثیت سے پہچان لیتا تو یہی کہتا کہ اس کی جوانی اور شیرنی کی چال لوٹ آئی ہے۔

وہ ایک ٹرالی پر سامان رکھ کر بیگج ہال سے باہر آئی۔ اس طیارے سے آنے والوں کے بہت سے عزیز و اقارب ان کا استقبال کرنے آئے تھے۔ اس بھیڑ میں اعلیٰ بی بی بھی اپنی ماما کے استقبال کے لیے آئی تھی۔ جے مورگن اس کے محافظ کی حیثیت سے دور کھڑا ہوا تھا۔ وہ بھی بیگج ہال سے نکلنے والوں کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن سونیا کو پہچان نہیں پا رہا تھا۔

شاید اعلیٰ بی بی کو بھی بابا صاحب کے ادارے کا کوئی فرد پہچان نہ پاتا۔ وہ تین یا چار برس کا ایک سکھ لڑکا دکھائی دے رہی تھی۔ سر پر چھوٹی سی پگڑی تھی۔ شلوار قمیص پر ریشمی واسکٹ پہنے ہوئے تھی۔ سونیا نے اسے دیکھتے ہی سامان کی ٹرالی ایک طرف روک دی۔

وہ جیسے بھیڑ میں بھٹکتی ہوئی اپنی ماں کو تلاش کر رہی تھی پھر ٹرالی کے پاس آکر سامان پر بیٹھ گئی۔ سونیا سے بولی "دیکھو میڈم! میں ایک چھوٹا سا بچہ ہوں۔ اپنی ماما کو اس بھیڑ میں ڈھونڈنے آیا ہوں لیکن مائی ماما از ویری نائی۔ وہ میرے سامنے نہیں آئیں گی۔ میں انہیں تلاش کرتا رہوں گا اور وہ آنکھ مچولی کھیلتی رہیں گی۔ کیا تم میری مدد کر سکتی ہو؟"

"وائے ناٹ؟ تم کیسی مدد چاہتے ہو؟"

"کیا تم انہیں تلاش کر سکتی ہو؟"

"کیسے کروں؟ میں تمہاری ماما کو جانتی نہیں ہوں۔ انہیں کیسے پہچانوں گی؟"

"ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ بڑھاپے میں بھی جوان بن کر رہتی ہیں لیکن اکثر اپنی غلطی سے بڑھاپا ظاہر کر دیتی ہیں۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ آج بھی وہ غلطی کریں گی؟"

"کریں گی نہیں، کر چکی ہیں۔ ٹھوڑی کے نیچے ناخن سے کھجانے کے باعث ان کے میک اپ کی تہ اکھڑ گئی ہے۔"

سونیا نے بے اختیار اپنا ہاتھ اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھا پھر ایک دم سے اسے غلطی کا احساس ہوگیا۔ وہ اعلیٰ بی بی کا کان پکڑ کر بولی "چنڈال! مجھے یاد ہے، میں نے پیرس سے یہاں تک ٹھوڑی کے نیچے نہیں کھجایا ہے۔ میرا میک اپ سلامت ہے۔"

"تو پھر میرا کان بھی سلامت رہنے دیں۔ اسے کیوں اکھاڑ رہی ہیں؟" بیٹی سے ہارنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اس طرح انتظام لیں۔"

وہ کان چھوڑ کر بولی "میں تھوڑی دیر کے لیے بھول گئی تھی کہ ناخنوں اور غیروں کو ان کی بُو سے پہچان لیتی ہے۔"

وہ ماں سے لپٹ گئی۔ دونوں ایک دوسرے کو چومنے لگیں۔ دور کھڑے ہوئے جے مورگن نے مسکراتے ہوئے کہا "کمال ہے۔ بیلی نہ ہوتی تو میڈم کو پہچان نہ پاتا۔"

وہ اعلیٰ بی بی کا ڈرائیور بن کر آیا تھا۔ واپسی پر ماں بیٹی کو ان کے ایک بنگلے میں لے آیا۔ وہاں پربھا رانی، مائیک ہرارے اور ڈی کاسو موجود تھے۔ ان تینوں کو ائرپورٹ جانے کے لیے منع کیا گیا تھا۔ سونیا نے پربھا کو گلے لگا کر مائیک ہرارے سے کہا "بابا صاحب کے ادارے سے ہم سب نے تمہیں اور پربھا کو شادی کی مبارکباد دی تھی۔ اب میں روبرو پھر ایک بار مبارکباد دے رہی ہوں۔"

ہرارے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے اعلیٰ بی بی نے پوچھا "ماما! کیا آپ کی شادی میں بھی دوبار مبارکباد دی گئی تھی؟"

اس بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔ سونیا نے کہا "میں اس چھوٹی کی موجودگی میں بہت محتاط رہتی ہوں پھر بھی یہ بات پکڑ لیتی ہے۔"

بڑی سی ڈائننگ ٹیبل پر طرح طرح کی ڈشیں رکھی ہوئی تھیں۔ سب میز کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔ اعلیٰ بی بی جے مورگن کے ساتھ والی کرسی پر آگئی۔ وہ سب پلیٹیں لے کر اپنی اپنی پسند کا کھانا نکالنے لگے۔

جے مورگن نے کھانا شروع کرنے سے پہلے دعائیہ انداز میں سر کو جھکا لیا۔ پربھا رانی دونوں ہاتھ جوڑ کر زیرِ لب کچھ کہنے لگی۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "ماما! انہیں کیا ہو گیا ہے؟"

سونیا نے گھور کر کہا "خاموش رہو۔ یہ اپنے بھگوان اور گاڈ کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔"

"ماما! کیا ان کے شکریے کے ساتھ کھانوں کی خوشبو بھگوان اور گاڈ تک پہنچ رہی ہوگی؟"

سونیا نے کہا "پلیز عالیہ! ذرا کم بولا کرو۔ کیا تم کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتی ہو؟"

"پڑھتی ہوں۔ ویسے آپ اعلیٰ بی بی کو شارٹ کر کے عالیہ کہہ رہی ہیں۔ کیا میرا نام بہت لمبا ہے؟"

"کیا تمہیں شارٹ نیم پسند نہیں ہے؟"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ میں جوان اور لمبی ہو جاؤں تو آپ میری لمبائی شارٹ کر کے کہیں۔ تم تین برس کی ہی اچھی لگتی ہو۔"

پربھا نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا "گڑیا! تم اتنی ہی رہو۔ جوان ہو کر تو کسی کو بولنے کا موقع ہی نہیں دو گی۔"

سونیا نے کہا "میں پربھا اور جے مورگن کو اپنی بیٹی کی طرف سے سوری کہتی ہوں۔ تم دونوں کی عبادت کے دوران ہمیں خاموش رہنا چاہیے تھا لیکن یہ بچا مجھے بھی بولتے رہنے پر مجبور کرتی رہی۔"

"پلیز میڈم! آپ سوری بول کر شرمندہ نہ کریں۔ عالیہ تو بولنے والی گڑیا ہے۔ یہ بولتی ہوئی اچھی لگتی ہے۔ ہاں اگر یہ خاموش رہے تو میں یہاں کے حالات بیان کروں گی۔"

سونیا نے کہا "عالیہ! پرامس کرو۔ آنٹی جب تک رپورٹ پیش کرتی رہیں گی، تم منہ بند رکھو گی۔"

"بڑی مشکل ہے ماما! منہ بند رکھوں گی تو کھاؤں گی کیسے؟"

اس بات پر سب ہنسنے لگے، پربھا نے کہا "میڈم! آپ اس گڑیا کو بولتے رہنے دیں۔ میں رپورٹ سنا رہی ہوں۔"

وہ بتانے لگی کہ دیوی نے کس طرح امریکی افواج کے سربراہوں کو اپنے زیرِ اثر رکھا تھا۔ ٹرانسفارمر مشین پر قبضہ جما لیا تھا۔ اپنے کئی ہندوستانی جوانوں کو ٹیلی پیتھی سکھا چکی ہے۔

پھر جناب تیمرزی کی طرف سے مائیک ہرارے کو ہدایات ملیں۔ اس کے مطابق ہرارے اور ڈی کاسو نے دیوی کے روبوٹس کو عمرہ بنا کر خلا میں واپس بھیج دیا ہے۔ شاید وہ روبوٹس خلائی زون والوں کے بھی ہاتھ نہیں لگیں گے۔

پربھا نے یہ بھی بتایا کہ اس نے کس طرح دیوی بن کر اس دیوی شی تارا کو الجھا دیا ہے۔ پہلے اس نے امریکی افواج کے سربراہوں کو اپنے دباؤ میں رکھا تھا۔ اب اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی ہے اور اس نے پچھلے چھ گھنٹے سے خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔

سونیا نے کہا "اس کا طریقۂ کار سمجھ میں آرہا ہے۔ اب وہ بڑی خاموشی سے خیال خوانی کرتی رہے گی۔ امریکی اور اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں رہ کر تمہارے بارے میں معلوم کرتی رہے گی کہ اس کے مقابلے میں آنے والی نقلی دیوی کیا کرتی پھر رہی ہے۔"

"جی ہاں۔ اب وہ مجھے ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔ وہ مجھے امریکی اکابرین کی نظروں سے گرانے کے لیے میرے نام سے تخریبی کارروائی بھی کر سکتی ہے۔"

"امریکی اکابرین جانتے ہیں کہ تم ان کی ہمدرد اور مددگار ہو۔ ان کے ملک میں تخریبی کارروائیاں نہیں کرو گی۔ دیوی نادان نہیں ہے، وہ تمہاری ساکھ کو بگاڑنے کے لیے ایسی حرکتیں نہیں کرے گی۔"

"میڈم! میں چاہتی ہوں، دیوی پراسرار خاموشی اور روپوشی اختیار نہ کرے۔ اسے ٹیلی پیتھی کے میدان میں ظاہر ہوتے رہنا چاہیے۔"

"اسے اتنا طیش دلاؤ کہ وہ جنون میں مبتلا ہو کر خیال خوانی کے ذریعے ٹکراتی رہے یا پھر یہ ملک چھوڑ کر چلی جائے۔"

"اس سے کوئی رابطہ رہے گا تو اسے طیش دلایا جائے گا۔"

"ذرا ذہن پر زور دو۔ سمجھ میں آئے گا کہ رابطہ نہ ہوتے

ہوئے بھی رابطے کے کئی ذرائع ہیں۔"

وہ سوچنے لگی۔ مائیک ہرارے نے چٹکی بجاکر کہا "میں سمجھ گیا' ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ذریعے دیوی کو للکارا جاسکتا ہے۔"

سونیا نے کہا "تم شطرنج کے عالمی چیمپئن ہو۔ ادھوری چال نہ سوچو۔ اسے کس طرح للکارنا چاہتے ہو؟ پھر یہ کہ تم فاتح ہو' مفتوح کو للکارو گے تو چھوٹی سی بات ہوگی۔ ایسی چال چلو کہ نقلی دیوی پر بھار کوئی بات نہ آئے اور وہ غصے سے تلملاتی رہے۔"

مائیک ہرارے نے آنکھیں بند کرکے تصور میں شطرنج کی بساط بچھائی۔ اس پر اپنی اور دیوی کی چالبازیوں کے مہرے رکھے۔ پرھا ایک اہم مہرہ تھی۔ دیوی کا رول ادا کرچکی تھی۔ ہرارے کے ذہن میں سوال پیدا ہوا۔ اگر یہاں کی مقامی ٹی وی اسکرین پر پھر ایک بار پرھا دیوی کا رول پلے کرے تو دیوی ضرور طیش میں آئے گی۔

مائیک ہرارے نے کہا "میڈم! پرھا پھر ایک بار دیوی بن کر ٹی وی اسکرین پر کچھ ایسی حرکتیں کرے گی کہ دیوی خود کو بدنام ہوتے دیکھ کر طیش میں آئے گی پھر ضرور جوابی کارروائی کرے گی۔"

سونیا نے کہا "شاباش! میرے ذہن میں یہی چال تھی۔ تم واقعی شطرنج کے عالمی چیمپئن ہو لیکن اس سلسلے میں قدم اٹھانے سے پہلے یہودی تنظیم کے برین آدم یا الپا سے رابطہ کرو۔ یہ معلوم کرو کہ دیوی وہاں کیا کرتی رہتی ہے۔ وہاں سے کچھ اہم معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔"

انہوں نے سونیا کے مشورے پر عمل کیا۔ اسرائیلی ملٹری انٹیلی جنس کے ڈی جی سے فون پر رابطہ کیا پھر پرھا نے کہا "میں دیوی بول رہی ہوں۔ برین آدم یا الپا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

ڈی جی نے کہا "ہولڈ آن کرو۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ مسٹر آدم اور میڈم الپا سے رابطہ ہوسکے گا یا نہیں؟"

ڈی جی نے فون بند کرکے برین آدم کی ڈی سے رابطہ کیا۔ تینوں افواج کے سربراہ' وہاں کے حکام اور انٹیلی جنس کے ڈی جی جیسے اکابرین بھی نہیں جانتے تھے کہ ان کا رابطہ ہمیشہ برین آدم کی ڈی سے رہتا ہے۔ وہ سب اسے اصلی برین آدم سمجھتے تھے۔

ڈی جی نے برین آدم کی ڈی سے فون پر کہا "مسٹر آدم! دیوی تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔"

"وہ دیوی تو الپا سے باتیں کرچکی ہے۔ الپا اس دیوی سے ناراض بھی ہے۔ بہرحال میں اس سے پوچھتا ہوں۔"

پرھا ڈی جی کے دماغ سے ڈی برین آدم کے اندر پہنچ گئی۔ اس ڈی نے کمپیوٹر کے ذریعے الپا سے رابطہ کیا۔ اسے دیوی کے بارے میں بتایا۔ الپا نے اسکرین پر تحریر کے ذریعے کہا "وہ دیوی ہمیں چیلنج کررہی تھی۔ اب کیا کہنے آئی ہے۔ اس سے پوچھو' وہ کیوں وقت برباد کرنے آئی ہے؟"

وہ کمپیوٹر اسکرین پر تحریر کے ذریعے بولا "میں تمہارے ڈی برین آدم کے ذریعے بول رہی ہوں۔ میں اصلی دیوی ہوں۔ اب سے پہلے ایک فراڈ عورت بھی خلائی ہستی بن رہی تھی اور کبھی خود کو دیوی کہہ رہی تھی۔ تمہیں یقین نہ آئے تو امریکا کے تینوں افواج کے سربراہوں سے ابھی تصدیق کرسکتی ہو۔"

اسکرین پر جوابی تحریر ابھری۔ "میں ابھی تصدیق کروں گی۔ ہم اسی برین آدم کے دماغ میں ٹھیک آدھے گھنٹے بعد آؤں گی۔"

پرھا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر سونیا کو الپا کے متعلق بتایا۔ سونیا نے مائیک ہرارے سے کہا "تم نے اور ڈی کرسونے ری ریز ٹیری ٹیلر اور ان کے سات خیال خوانی کرنے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ ان میں لڑکیاں کتنی ہیں؟"

"دو لڑکیاں ہیں۔ وہ خاصی ذہین اور تیز طرار ہیں۔"

ڈی کرسونے کہا "میڈم! ان میں ایک لڑکی کرسٹائن ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔"

"اچھا تو ہمارے باڈی بلڈر پہلوان کا بھی دل دھڑکنے لگا ہے؟"

سب ہنسنے لگے۔ ڈی کرسونے جھینپ کر کہا "جی ہاں' بڑے سے بڑے پہلوان کو کوئی پیار کرنے والی حسینہ ہی چت کرتی ہے۔ میں چاہتا ہوں' آپ مجھے کرسٹائن کے ساتھ کسی مشن پر کام کرنے کا موقع دیں۔"

"ٹھیک ہے۔ کرسٹائن کو آدھے گھنٹے کے اندر پرھا سمجھائے گی کہ وہ کس طرح دیوی کا رول ادا کرتی رہی ہے۔ اسی طرح آدھے گھنٹے بعد کرسٹائن دیوی کا رول ادا کرے گی۔"

"میڈم! کرسٹائن کو کیا کرنا ہے؟"

"آدھے گھنٹے بعد ٹی وی پر جو بھی لائیو پروگرام ہورہا ہو وہاں کسی خاص شخص کے دماغ میں کرسٹائن دیوی بن کر پہنچے اور اپنی شکست پر جھنجلائے اور چیلنج کرے کہ وہ اصلی دیوی ہے۔ اگر فراڈ دیوی پر امریکی افواج کے اعلیٰ افسران بھروسا کریں گے تو اسی طرح ابلاغ کے ذرائع سے انہیں پریشان کرتی رہے گی۔"

مائیک ہرارے نے کہا "میڈم! یہ فنتاسٹک آئیڈیا ہے۔ جس وقت پرھا رانی ادھر الپا سے گفتگو کرتی رہے گی' ادھر کرسٹائن دیوی بن کر یہ ثابت کرتی رہے گی کہ ایک ہی وقت میں دو دیویاں دو جگہ تھیں اور دوسری وہی خلائی ہستی اور فراڈ دیوی ہے۔"

سونیا نے کہا "اگر پرھا اور الپا کی گفتگو طوالت اختیار کرے تو کرسٹائن اس ڈی برین آدم کے پاس بھی جائے اور اسے مجبور کرے کہ وہ اس کا رابطہ الپا سے کرائے۔"

ڈی کرسو نے کہا "میں میڈم! میں ابھی پرھا کے ساتھ کرسٹائن کے پاس جارہا ہوں۔"

وہ پرھا کے ساتھ خیال خوانی کے ذریعے کرسٹائن کے پاس آیا۔ پرھا نے اسے دیوی کا لب ولہجہ بتایا اور اب تک جس طرح دیوی کا رول ادا کرتی رہی تھی اس کے بارے میں مختصر طور پر بتایا۔ ٹھیک آدھا گھنٹا گزرتے ہی ڈی برین آدم کے پاس پہنچ گئی۔ وہاں الپا ڈی سے پوچھ رہی تھی۔ "کیا اصلی دیوی موجود ہے؟"

پرھا نے کہا "اصلی دیوی ہمیشہ وقت کی پابندی کرتی آئی ہے۔ میں موجود ہوں۔ میرا خیال ہے' تمہیں فراڈ دیوی کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوچکا ہے۔"

"ہاں۔ تھینکس گاڈ! وہ چیلنج کرنے والی فراڈ ثابت ہوگئی ہے۔ تم ہماری دنیا کی رہنے والی دیوی ہو۔ ابھی معلوم ہوا کہ تم نے اس کے تینوں روبوٹس کو خلا کی طرف اڑادیا ہے۔ وہ اب کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ ٹرانسفارمر مشین کو اس فراڈ نے چھین لیا تھا۔ تم نے اس فراڈ سے مشین واپس چھین کر امریکی فوج کے حوالے کردیا ہے۔"

"بھگوان کا شکر ہے' تمہیں بھی اصلی نقلی کی پہچان ہوگئی؟"

"دیوی جی! یہ بہت بڑی بات ہے کہ تم نے اس غیر معمولی مشین پر خود قبضہ نہیں جمایا۔ وہ جس کی تھی اسی کے حوالے کردیا۔"

پرھا نے کہا "میں نے پچھلی بار تم سب کے دماغوں پر حکمرانی کی تھی۔ ایسی جبری حکمرانی سے میں نے بہت سے نقصانات اٹھائے۔ اب میں نے عہد کیا ہے کہ تم سب کا دل جیتنے کے لیے ہمیشہ دوستانہ رویہ رکھوں گی۔"

"دیوی جی! اس کم بخت نے ہمیں بڑی ذہنی الجھنوں میں مبتلا کیا تھا۔ تم اپنے دوستانہ رویے سے ساری الجھنیں دور کرچکی ہو۔ میں اپنی پوری یہودی قوم کی طرف سے یقین دلاتی ہوں کہ میں اپنی یہودی تنظیم کے ساتھ تمہارے اچھے برے وقت میں ہمیشہ کام آتی رہوں گی۔"

"مجھے یقین ہے' محبت کا جواب ہمیشہ محبت سے ملتا ہے۔ اگر ہمارے درمیان خود غرضی نہیں رہے گی تو ہماری محبتوں میں کبھی فرق نہیں آئے گا۔"

الپا اسے بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں بتانے لگی۔ یہ دکھڑا سنانے لگی کہ ان کی طرف سے پابندیاں عائد کی گئی ہیں' اسرائیل اور امریکا سے مہم جو خلائی زون کی طرف نہیں جاسکتے ہیں۔ اب وہ دیوی جی کی مدد سے ان پابندیوں کو توڑنے کے سلسلے میں باتیں کرنے لگی۔

اس وقت امریکی ٹیلی وژن پر لائیو پروگرام چل رہا تھا۔ ایک اعلیٰ حاکم قوم کو مخاطب کرتے ہوئے تقریر کررہا تھا "اگرچہ ہم بہادر کہلاتے ہیں لیکن چھوٹے اور پسماندہ ممالک کی سرپرستی بھی کرتے ہیں۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ تمام چھوٹے ممالک بھی ترقی کریں۔"

اچانک اس کی آواز بدل گئی۔ وہ کہنے لگا۔ "اب میں دیوی بول رہی ہوں۔ اس ملک کی افواج کے تینوں سربراہ ڈکٹیٹر بن چکے ہیں۔ وہ ایک فراڈ دیوی کے فریب میں آکر میرے قہر وغضب کو للکار رہے ہیں۔ میں انہیں سمجھاتی ہوں کہ وہ فراڈ دیوی کا ساتھ چھوڑ دیں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو یہ ثابت ہوجائے گا کہ اس فراڈ دیوی نے تینوں افواج کے سربراہوں کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنالیا ہے۔ یہاں کے تمام حکمرانوں اور ہماری پوری قوم کو سوچنا چاہیے کہ افواج کے سربراہ کسی کے غلام بن جائیں گے تو اپنے ساتھ پوری قوم کو بھی غلام بنادیں گے۔"

اس وقت ریڈیو اسٹیشن سے موسیقی کا پروگرام نشر کیا جارہا تھا۔ ایک سنگر گارہی تھی۔ وہ گاتے گاتے اچانک رک کر بولی "میں دیوی بول رہی ہوں۔ اس ملک کی افواج کے تینوں سربراہ ڈکٹیٹر بن چکے ہیں۔ وہ ایک فراڈ دیوی کے فریب....."

کرسٹائن نے ٹی وی اسٹیشن سے ایک اعلیٰ حاکم کے ذریعے جو کچھ کہا تھا' وہی ریڈیو کی سنگر کی زبان سے کہہ دیا پھر وہ اعلیٰ حاکم کے پاس آئی۔ وہاں اس حاکم کی تقریر رکی ہوئی تھی۔ ایک فوج کا افسر کہہ رہا تھا "جیسا کہ ابھی میں کہہ چکا ہوں' ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی خود کو دیوی منوانے کے لیے ایسا بے تکا راستہ اختیار کررہی ہے۔ ہم دیوی جی بننے والی کو سمجھاتے ہیں کہ آج تک کبھی کوئی زبردستی خود کو منوانے میں کامیاب نہیں ہوا۔ زیادہ سے زیادہ عارضی کامیابی ہوتی ہے لیکن جبراً غالب آنے والے بعد میں بڑی ذلت اٹھاتے ہیں۔"

کرسٹائن نے اس فوجی افسر کی زبان سے کہا "میں پھر ایک بار اس فوجی افسر کی زبان سے بول رہی ہوں۔ یہ جونیئر فوجی افسر اپنے اعلیٰ افسران کے حکم کے مطابق میرے خلاف بول رہا ہے۔ ابھی یہ لوگ اپنی صفائی میں طرح طرح سے بولیں گے لیکن میری بات پتھر پر لکھ لو' پوری امریکی قوم تینوں افواج کے سربراہوں کے باعث غلام بن جائے گی۔ ان سربراہوں کی چھٹی کردیا غلام بننے کے لیے تیار ہوجاؤ۔"

دیوی شی تارا اپنے بنگلے کے ڈائننگ روم میں آرام سے رات کا کھانا کھارہی تھی۔ اس کے نئے خیال خوانی کرنے والے ہندوستانی ماتحت نے آکر کہا "دیوی جی! ٹی وی پر وہ فراڈ دیوی آپ کی طرف سے ایک چال چل رہی ہے۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر ڈائننگ روم سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ اس وقت کرسٹائن' دیوی کا رول ادا کرکے اس اعلیٰ حاکم کے دماغ سے جاچکی تھی۔ اس اعلیٰ حاکم کی تقریر ادھوری رہ گئی تھی۔ دیوی شی تارا نے اس حاکم کے خیالات پڑھے۔ پروگرام تھوڑی دیر کے لیے روک دیا گیا تھا۔ اس کے خیالات بتارہے تھے کہ ایک دیوی ابھی تینوں افواج کے سربراہوں کے خلاف کچھ بول کر گئی ہے۔

کچھ دیر بعد وضاحت کی گئی۔ دیوی کے خلاف اور اعلیٰ فوجی افسران کی حمایت میں بولا گیا۔ دیوی شی تارا نے سوچا کہ ابھی خیال خوانی کی پرواز کرے اور فوجی افسر کے اندر جاکر اس کے ذریعے اپنی صفائی پیش کرے لیکن اس سے پہلے کرسٹائن پھر تینوں افواج کے سربراہوں کے خلاف بولنے لگی۔

دیوی آتما شکتی کے ذریعے کرسٹائن کے اندر پہنچ سکتی تھی لیکن وہ ان لمحات میں دیوی کی آواز اور لہجے میں بول رہی تھی۔ وہ جھنجلا کر جنرل کے پاس آئی پھر اس کے ذریعے بڑی فوج کے سربراہ سے کہا "میں اصلی دیوی بول رہی ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اصلی دیوی ہمیشہ میرے دماغ میں آکر بولتی ہے۔ ابھی تم ڈی وی کے ذریعے ہمارے خلاف زہر اگل رہی تھیں۔ اب کیا لینے آئی ہو؟"

"میں تم لوگوں کے خلاف نہیں بول رہی تھی۔ وہ کمینی! میری دشمن میرے خلاف یہ نئی چال چل رہی ہے۔ وہ خود تم لوگوں کے خلاف بول رہی ہے۔"

"الپا تھوڑی دیر پہلے میرے پاس آئی تھی۔ اس نے اصلی دیوی کے بارے میں تصدیقی معلومات حاصل کیں پھر اس دیوی سے باتیں کرنے چلی گئی۔ جب وہ دیوی ادھر الپا سے باتیں کررہی ہے تو پھر وہ ہمارے ڈی وی پر ہمارے خلاف بولنے کیسے آئے گی؟"

"ہوسکتا ہے' وہ الپا سے گفتگو کرنے کے دوران ایک آدھ منٹ کے لیے یہاں آکر میرے خلاف چالیں چل رہی ہو؟"

"ابھی الپا سے معلوم ہوجائے گا کہ دیوی اس سے گفتگو کرنے کے دوران غیر حاضر ہوجایا کرتی ہے یا نہیں؟"

اعلیٰ افسر نے جنرل سے کہا کہ وہ برین آدم سے فون پر رابطہ کرے۔ جنرل نے حکم کی تعمیل کی۔ ڈی برین آدم سے رابطہ ہوگیا۔ دیوی نے کہا "میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں' کیا الپا اور اس فراڈ دیوی کی گفتگو جاری ہے؟"

ڈی کے دماغ میں اس وقت الپا اور پربھا باتیں کررہی تھیں۔ الپا نے کہا "فراڈ دیوی تم ہو۔ یہ کیوں معلوم کرنا چاہتی ہو کہ میں دیوی سے گفتگو کررہی ہوں؟"

"صرف اتنا بتادو' وہ تم سے گفتگو کرنے کے دوران کتنی بار ایک آدھ منٹ کے لیے غائب رہی۔"

"ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہیں' وہ مجھ سے مسلسل ایک گھنٹے سے گفتگو کررہی ہے۔"

دیوی شی تارا نے غصے سے کہا "یہ ناممکن ہے۔"

یہ تمام باتیں فون پر جنرل اور ڈی برین آدم کے درمیان ہورہی تھیں۔ ایک طرف جنرل کے دماغ میں دیوی تھی دوسری طرف ڈی برین آدم کے اندر الپا بول رہی تھی اور جنرل کے فون سے اعلیٰ افسر کا فون منسلک تھا۔ اس طرح وہ سب مختلف ذرائع سے دیوی اور الپا کی باتیں سن رہے تھے۔

اس وقت دیوی شی تارا کہہ رہی تھی "وہ فراڈ عورت چالبازی دکھارہی ہے۔ وہ ایک طرف الپا سے باتیں کررہی ہے اور دوسری طرف اپنی کسی ماتحت کو ٹی وی اسٹیشن میں میرے خلاف چال چلنے کے لیے بھیج دیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "تم بکواس کرتی ہو۔ تمہاری چالبازی ناکام ہورہی ہے۔ تم ٹی وی کے ذریعے پورے ملک میں ہمارے خلاف زہر اگل چکی ہو اور اب صفائی پیش کررہی ہو۔ تم ٹرانسمیٹر وغیرہ کے سلسلے میں پہلے ہی بھرپور دشمنی کرچکی ہو۔ یہ کیسے توقع کرسکتی ہو کہ ہم کسی بھی مرحلے میں مجبور ہو کر تم سے سمجھوتا اور دوستی کرلیں گے۔"

"مجھے تم سے کسی طرح کا سمجھوتا اور دوستی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے جیسے سپر پاور ملک کی محتاج نہیں ہوں۔ اب میں دوسرے بڑے ملک کو غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے امداد پہنچاؤں گی کہ وہ ملک تم سے بڑا سپر پاور بن جائے گا اور تم اس کی خوشنودی حاصل کرتے رہنے پر مجبور ہوتے رہو گے۔ میں جارہی ہوں۔ یہاں سے جارہی ہوں۔ آئندہ دوسرے بڑے ملک کے کاندھے پر فاتح بن کر تم لوگوں پر حکمرانی کرنے آؤں گی۔"

وہ جنرل کے دماغ سے چلی گئی۔ الپا اور پربھا بھی جنرل کے دماغ میں تھیں۔ الپا نے کہا "آج اس فراڈ دیوی کی مکاریاں پوری طرح ہم سب پر عیاں ہوگئی ہیں۔ اس فراڈ نے مجھے بھی چیلنج کیا تھا کہ وہ ہم یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں پر حکمرانی کرے گی۔ ابھی پھر چیلنج کرکے گئی ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "وہ ہمارے دماغوں پر حکمرانی کرنے آئے گی؟ ہم اپنی دیوی جی کے تعاون سے اسے ناکام بنا سکیں گے لیکن ہمارے مقابلے پر رہنے والے کسی ملک کو غیر معمولی صلاحیتوں اور ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں سے لیس کرے گی تو وہ ملک ہمارے مقابلے میں سیاسی برتری حاصل کرلے گا۔"

الپا نے بھی تشویش سے کہا "ہاں۔ وہ ایسی سیاسی چال چلے گی اور کسی بڑے اور ہمارے دشمن ملک کے لیے طاقت بن جائے گی' ہمیں سیاسی برتری حاصل کرنے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔"

امریکا اور اسرائیل ایک دوسرے پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ اس کے باوجود ایک دوسرے کے تعاون سے تمام زیر اثر ممالک کا خون چوس کر سیاسی برتری حاصل کرتے رہتے ہیں۔ روس اور چین ان کے زیر اثر نہیں ہیں۔ روس اگرچہ سیاسی طور پر کچھ بیمار ہوگیا ہے لیکن امریکا کے لیے زخمی شیر کی طرح ہے۔ ایسے میں دیوی اس شیر کے زخم بھرے گی' اسے پہلے سے زیادہ توانائی فراہم کرے گی تو وہ امریکا کو ہر سیاسی مرحلے پر مات دینے کے قابل ہوجائے گا۔ لہٰذا امریکا اور اسرائیل یہ نہیں چاہتے تھے کہ دیوی ان کی مخالف ملک روس کا رخ کرے۔

پربھا رانی نے اصلی دیوی کی حیثیت سے انہیں سمجھایا "اگر نقلی دیوی روس کے لیے ازسرنو طاقت اور اقتدار حاصل کرنے کا باعث بنے گی تو میرے پاس بھی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ مخالفین کے درمیان طاقت کے توازن میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ ہمارے اور روس کے درمیان بھی یہی ہوتا رہے گا۔ کبھی کسی کا اور کبھی کسی کا پلڑا بھاری ہوتا رہے گا۔ نقلی دیوی اور روس کو بھی ہمارے مقابلے میں کامیابیاں حاصل ہوں گی لیکن میں یقین دلاتی ہوں' روس کبھی برتری حاصل نہیں کرسکے گا۔"

امریکا اور اسرائیل کو اپنی طاقت اور دیوی جی (پربھا) کے فرمان پر بھروسا تھا اس لیے وہ مطمئن ہوگئے۔ الپا نے کہا "ہمیں تم پر پورا اعتماد ہے لیکن اس فریبی عورت کے پاس سایہ بنانے والی گولیاں ہیں۔ وہ اگر روس کے چند نامور سراغ رسانوں کو سایہ بنا کر ہمارے ملکوں میں بھیجے گی تو ہمارا کوئی سیاسی اور فوجی راز پھر راز نہیں رہے گا۔"

"ہاں۔ سایہ بن کر بڑی کامیابی سے جاسوسی کی جاسکتی ہے لیکن وہ چالاک عورت کسی روسی جاسوس کو وہ گولی نہیں دے گی۔ اندیشہ رہے گا کہ روسی سائنس دان ویسی ہی گولیاں تیار کرلیں گے۔"

"ٹھیک ہے کہ وہ کسی روسی کے ہاتھ میں گولی نہیں دے گی لیکن جس روسی سے اہم کام لینا ہوگا' وہ اپنی نگرانی میں اسے گولی کھلا دے گی یا اس کی لاعلمی میں اس کے کھانے پینے کی چیز کے ذریعے گولی اس کے حلق سے اتار دے گی۔"

"ہاں۔ وہ ایسا کرسکتی ہے۔"

"دیوی جی! تم بھی ایسا کرسکتی ہو۔ اگر ہمارے جاسوسوں کو اپنی لیبارٹریوں سے نادیدہ بنادیگی تو وہ روس اور چین جاکر ان کے بہت سے سیاسی اور فوجی راز معلوم کرسکیں گے پھر دیوی وہاں جو کچھ کرے گی' اس کی رپورٹ ہمیں ملتی رہے گی۔"

"میں ضرور تمہارے سراغ رسانوں کو وہاں جاکر نادیدہ بن کر کام کرنے کے مواقع دوں گی لیکن پہلے یہ تو معلوم ہو کہ وہ فراڈ دیوی ہمارے خلاف محاذ بنانے کے لیے چین جائے گی یا روس؟"

"وہ دو میں سے کسی ایک ملک میں جائے گی اور ہم دونوں ملکوں میں اپنے جاسوس بھیجنا چاہتے ہیں۔ تم چاہو تو ہمارے سراغ رسانوں کو آج ہی نادیدہ بنا سکتی ہو۔"

پربھا انہیں ٹال رہی تھی۔ وہ سونیا سے مشورہ لیے بغیر ایک کو بھی کسی کو نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس نے کہا "جو گولی نقلی بناسکتی ہے' اسے اگلا بھی جاسکتا ہے۔ اگلنے کے بعد اس گولی کو بھاری مقدار میں پہنچا کر ان ادویات کا تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔ اس گولی کا فارمولا معلوم کیا جاسکتا ہے۔ پھر اس فارمولے کے مطابق سایہ بنانے والی بیکٹریا ہزاروں اور لاکھوں گولیاں تیار کی جاسکتی ہیں۔ ہم امریکا اور اسرائیل کے ہر طرح کام آؤں گی مگر اپنی غیر معمولی صلاحیتیں نہیں دوں گی۔"

الپا چپ رہی۔ اعلیٰ افسر نے کہا "دیوی جی! آپ اس سلسلے میں کچھ کریں۔ اگر ہمارے آدمی نادیدہ نہیں بن سکیں گے تو اس فراڈ دیوی کے مقابلے میں ہمیں کامیابی نہیں ہوگی۔"

الپا نے کہا "ہم سے حلف اٹھوالو۔ ہم کبھی اس غیر معمولی گولی جیسی دوسری گولیاں تیار نہیں کریں گے۔"

"ہمیں ایسی راہ اختیار کرنا چاہیے کہ حلف اٹھانے یا ایک دوسرے پر اعتماد کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ امریکا اور اسرائیل اپنے سراغ رسانوں کو چین اور روس بھیجنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں اس کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میرے ماتحت ان ممالک میں جائیں گے۔ نادیدہ بن کر وہاں جاسوسی کریں گے اور فراڈ دیوی وہاں جو کچھ کرے گی' اس کی مکمل رپورٹ مجھے دیں گے۔ میں تمہیں وہ رپورٹ سناؤں گی۔"

بات معقول تھی۔ ان دونوں کو راضی ہونا پڑا کہ دیوی جی (پربھا) انہیں فراڈ دیوی کے بارے میں ضروری معلومات پہنچاتی رہے گی۔

دیوی شی تارا نے اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوکر اپنے اس ارادے کو مستحکم بنالیا کہ وہ دوسرے بڑے ملک کے ذریعے امریکا اور اسرائیل پر برتری حاصل کرے گی اور وہ دوسرا ملک روس ہوگا۔

وہ خود روس جانے یا اپنی ڈی کو وہاں بھیجنے کے متعلق غور کرنے لگی۔ اس دوران اس نے ان خیال خوانی کرنے والوں سے باری باری رابطہ کیا جو ہندوستان پہنچ گئے تھے۔ وہاں کے مختلف شہروں میں رہائش اختیار کرچکے تھے۔ ان میں سے دو ایسے خیال خوانی کرنے والے جوان تھے جو بھارت کے دو ذہین اور نہایت تجربہ کار سائنس دانوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا چکے تھے اور آئندہ ان کے ذریعے سایہ بنانے والی گولیاں اور پرواز کرنے والے کیپسول تیار کرنے والے تھے۔

دیوی کو اپنے ان نوجوانوں پر پورا اعتماد تھا کہ وہ پوری ذمے داریوں کے ساتھ کام کرتے رہیں گے۔ اس کے باوجود ان کی نگرانی کے لیے اس نے اپنی ڈی نمبر ٹو (کلپنا) کو بھارت روانہ کردیا۔ ڈی ٹو شی تارا کا خاص ماتحت ایک خیال خوانی کرنے والا شری کانت تھا۔ وہ شری کانت کے ساتھ بھارت چلی گئی۔

اس نے ڈی ون شی تارا سے رابطہ کیا اور کہا "ایک نقلی دیوی نے مجھے بہت پریشان کیا ہے۔ میں ابھی تک سمجھ نہیں پائی کہ وہ کون ہے؟ اور اسے مجھ سے کیا دشمنی ہے؟ بابا ربابا صاحب کے ادارے کی طرف خیال جاتا ہے کیونکہ نقلی دیوی کے پاس سایہ بنانے والی گولیاں ہیں۔"

ڈی ون نے کہا "دیوی جی! ایسی گولیاں ہمارے پاس بھی ہیں۔ کوئی ضروری نہیں کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتی ہو۔"

"میں بھی سوچ رہی ہوں پھر یہ کہ پچھلے دنوں ثانی' علی' اعلیٰ بی بی اور کبریا فرہاد اور نہ جانے فرہاد کی فیملی کے کتنے ممبر امریکا اور اسرائیل میں موجود تھے۔ انہوں نے اپنے نام اور مقاصد نہیں چھپائے۔ صاف طور سے پابندیاں لگادیں کہ امریکا اور اسرائیل

سے کوئی شخص خلائی زون کی طرف نہیں جائے گا لیکن وہ فراڈ دیوی ان کی طرح کھل کر خود کو اور اپنے مقاصد کو ظاہر نہیں کررہی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتی تو اس طرح چھپ کر کام نہ کرتی' شیرنی کی طرح میرے مقابلے پر آجاتی۔"

"دیوی جی! آپ اسے اپنی پریشانیوں کا سبب سمجھ کر اور زیادہ پریشان ہوتی رہیں گی۔ اسے اہمیت نہ دیں۔ وہ زیادہ عرصہ چھپ کر نہیں رہ سکے گی۔ آپ اس پر سبقت لے جانے کے لیے کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں۔"

"میں یہی کررہی ہوں۔ ایسا راستہ اختیار کررہی ہوں کہ امریکا اور اسرائیل بدحواس ہوکر میرے قدموں میں آجائیں گے۔ شاید ایک آدھ دن میں تمہیں روس جانا ہوگا۔ ہمارا کھیل اب وہاں سے شروع ہوگا۔"

"آپ کی باتوں سے اندازہ ہورہا ہے کہ آئندہ آپ کیسی چالیں چلیں گی۔"

"اور تمہارے چور خیالات بتارہے ہیں کہ جس خیال خوانی کرنے والے شیام سندر کو تم نے اپنا ماتحت بناکر رکھا ہے' اس کے ساتھ تم راتیں گزار رہی ہو۔"

"دیوی جی! میرے چور خیالات نے یہ بھی بتایا ہوگا کہ جب تک میری زندگی میں کوئی نہیں آیا تھا میں تنہا ہی راتیں گزارتی تھی۔ اس منگی ماسٹر نے میری زندگی میں آکر میرے مزاج اور جذبات کو بدل دیا ہے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔ کل کسی وقت تم پر عمل کروں گی اور تمہارے اندر سے کسی کی قربت کی خواہش اور جذبات کو نکال دوں گی۔ میری ڈی کو میری طرح کنواری اور تروتازہ نظر آنا چاہیے۔"

وہ پھر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر بیڈ روم میں آگئی۔ جب وہ سونے کے لیے بستر پر لیٹی تو پھر وہی سوالات سر میں چکرانے لگے۔ "وہ فراڈ دیوی کون ہے؟ اس کا مقصد اب واضح ہورہا ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ امریکا اور اسرائیل سے میرے تعلقات مستحکم ہوں اور میں ان دو ممالک پر حاوی رہوں اسی لیے وہ یہاں سے میرے قدم اکھاڑ رہی ہے بلکہ میرے قدم اکھڑ چکے ہیں۔ آخر وہ کون ہے؟"

اس نے اپنے ذہن سے اسے باہر نکال دیا۔ اپنے دماغ کو ضروری ہدایات دیں پھر بند آنکھوں کے پیچھے گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

وہ دوسری صبح بیدار ہوئی تو ذہن ہلکا پھلکا سا محسوس ہوا۔ کوئی پریشانی نہیں تھی۔ اس نے یہ سوچ کر نقلی دیوی کو ذہن سے نکال پھینکا تھا کہ آئندہ نئے محاذ پر ٹکراؤ ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ وہ غسل کرنے کے بعد خود کو تازہ دم محسوس کررہی تھی۔

وہ ناشتا کرنے کے دوران اپنی دونوں ڈمیوں سے باری باری باتیں کرتی رہی اور ان کے ذریعے اپنے دوسرے تمام بھارتی خیال خوانی کرنے والوں کی خیریت اور معمولات سے آگاہ ہوتی رہی۔

ڈی ون پچھلی رات شیام سندر کے ساتھ جاگتی رہی تھی۔ دیوی نے کہا "جاؤ غسل کرو اور بستر پر جاکر لیٹ جاؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ جب وہ بستر پر آکر لیٹ گئی تو اس نے اس پر عمل کرنا شروع کیا۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے تھپکی کر سلادیا۔ وہ پہلے سے اس کی معمولہ تھی۔ اس نے اسے اسے معمولہ بناکر اس کے دماغ کو حکم دیا کہ وہ جنسی خواہش سے خالی ہوجائے۔ اپنے دل ودماغ میں صرف اپنی دیوی کی خدمت کا جذبہ رکھے۔ جب نقلی نیند سے بیدار ہوجائے تو شیام سندر پر نقلی عمل کرے اور اس کے دماغ میں یہ نقش کردے کہ وہ اس کی ماتحت اور تابعدار ہے۔ لہٰذا صرف تابعدار رہے۔ یہ بھول جائے کہ کبھی اپنی مالکہ شی تارا (ڈی) سے اس کا کوئی عشقیہ تعلق تھا۔

دیوی نے تمام ضروری خیال خوانی سے فارغ ہوکر لباس تبدیل کیا پھر ذرا تفریح کے لیے تنہا اپنی کار میں بیٹھ کر سمندر کے ساحلی علاقے کی طرف جانے لگی۔

وہ عمر کے ایسے حصے میں تھی' جہاں کوئی حسینہ تنہا تفریح نہیں کرتی۔ اسے چاہنے والا کوئی ساتھی اس کے ساتھ ہوتا ہے لیکن دیوی شی تارا نے جس طرح اپنی ڈی ون کے اندر سے تمام منفی جذبات نکال پھینکے تھے' اسی طرح اس نے بہت پہلے اپنے دل کو بھی ہدایات دی تھیں کہ اس کا تن من سب کچھ پارس کے لیے لیکن ایک مناسب وقت سے پہلے اس کا دل جذبات میں بہہ کر پارس کے قدموں میں نہیں جائے گا۔ وہ اپنی اور اپنے دھرم کی برتری اس سے منوائے گی۔ اس کے بعد وہ جذبات میں اندھا دھند بہتی ہوئی اس کی آغوش میں پہنچ جائے گی۔

وہ بوٹ بیسن کے پاس آکر کار سے اتر گئی۔ اسے لاک کرکے ڈیک پر آئی۔ وہاں چھوٹی بڑی موٹر بوٹس کرائے پر ملتی تھیں۔ فراٹے بھرنے والے بوٹ میں بیٹھ کر مجسمۂ آزادی کی طرف جانے کے لیے دیوی شی تارا بھی سمندر کی سیر کرنا چاہتی تھی۔ وہیں ایک طرف اعلیٰ بی بی ایک سکھ لڑکے کے روپ میں کھڑی ہوئی تھی۔ جب اس نے شی تارا دوسری طرف دیکھتی ہوئی قریب سے گزری تو اعلیٰ بی بی چونک گئی۔ وہاں سے دوڑتی ہوئی ایک بک اسٹال کے پاس آئی۔ وہاں سونیا اور جے مورگن کھڑے میگزین دیکھ رہے تھے۔ وہ "ماما! وہ جو مجھے تل ابیب میں ملی تھی پھر چیخیں مار کر بھاگتی ہوئی گم ہوگئی تھی' وہ ابھی میرے سامنے سے گزر کر گئی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تم نے اس کی صورت اچھی طرح دیکھی ہے؟"

"وہ صورت شکل سے تل ابیب والی نہیں ہے۔ میں نے اسے اس کی جسمانی مہک سے پہچانا ہے۔"

"پھر تو تم پہچاننے میں غلطی نہیں کررہی ہو۔ اگر تفریح کا موڈ ہو تو اس کے پاس جاسکتی ہو۔"

وہ "حتیٰ تک یو ماما!" کہہ کر دوڑتی ہوئی ادھر جانے لگی۔ جے مورگن نے پوچھا "میڈم! وہ کون ہے؟"

سونیا نے کہا "جب وہ تل ابیب میں میری بیٹی سے ملی تو فرہاد بھی اسے پہچان نہ سکے۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ دیوی شی تارا تھی۔"

"آپ نے عالیہ بے بی کو تنہا کیوں جانے دیا ہے؟"

"جناب تیمرزی نے فرمایا تھا' کبھی ایسا کوئی موقع آئے تو عالیہ کو آزاد چھوڑ دیا جائے۔ آؤ چلیں' وہ خود ہی بنگلے میں پہنچ جائے گی۔"

وہ دونوں پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگے۔

شی تارا نے کاؤنٹر پر ایک موٹر بوٹ کے کرائے کی رقم جمع کی۔ بوٹ کا نمبر اور رسید لی پھر کاؤنٹر سے پلٹ کر جانے لگی۔ ایک قدم بھاگتے ہی رک گئی۔ قریب ہی ایک سکھ بچہ سر پر چھوٹی سی پگڑی پہنے کھڑا... اسے دیکھ رہا تھا۔ بہت معصوم اور بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔ اس نے قریب جاکر پوچھا "ہیلو! کیا تم اکیلے ہو؟"

اس نے جواباً پوچھا "کیا تم میری سسٹر ہو؟"

وہ بولی "اگر میں تمہاری سسٹر ہوں تو مجھے پہچانو۔ میرا نام بتاؤ؟"

"میرے ساتھ یہی پرابلم ہے۔ مجھے کسی کا نام یاد نہیں رہتا۔ کیا تم میرا نام جانتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اچھا تو اپنا نام بھی بھول گئے؟"

یہ کہتے ہی وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کا ذہن ایک ایسے کاغذ کی طرح لگا جس پر بہت سی یادداشتیں لکھی ہوئی تھیں لیکن ایک تحریر دوسری تحریر پر چڑھی ہوئی تھی۔ ایک سوچ دوسری سوچ کے ساتھ گڈمڈ ہوگئی تھی۔ سوچ کی لہروں کو الگ الگ کرکے پڑھا نہیں جاسکتا تھا۔

شی تارا نے کوششیں کیں۔ اس ننھے ذہن سے ایک نام ابھرا۔ دلبیت سنگھ پھر اس کی ایک سوچ نے کہا "ابھی میری ماں میرے ساتھ تھی۔ میں بہت دور سے چل کر آرہا ہوں مگر میں کہاں سے آرہا ہوں؟"

شی تارا نے کوششیں کیں۔ ایسا ذہن کسی ایسے بچے کا ہوتا ہے جو پیدائشی ایب نارمل ہو اور جس کا حافظہ نہ ہونے کے برابر ہو۔ وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "تم اپنی ماں کے ساتھ تھے۔ یاد کرو' ماں کے ساتھ کہاں تھے؟"

"ہاں یاد آیا' ماں کے ساتھ تھا۔ یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"میں اندازے سے کہہ رہی ہوں۔ سوچ کر بتاؤ' کیا تمہاری ماں یہیں کہیں ہے؟"

"یہاں تو تم ہو۔ کیا تم میری ماں ہو؟"

"پہلے تم سسٹر کہہ رہے تھے۔ اب ماں کہہ رہے ہو۔ کیا تمہارا نام دلبیت سنگھ ہے؟"

اس نے خوشی سے اچھل کر کہا "ہاں دل جیت۔ دل جیت سنگھ۔ تم بہت اچھی ہو۔ میری ماں کا نام بتاؤ؟"

وہ پھر اس کی سوچ کی گڈمڈ ہونے والی لہروں کو پڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس وقت اعلیٰ بی بی کا ذہن روحانی ٹیلی پیتھی کے زیر اثر تھا۔ وہ اپنا ماضی بھول گئی تھی۔ اس کے دماغ میں وہ رہ رہ کر ایسی باتیں جھلک رہی تھیں' جن کا تعلق اس کی اپنی اصل زندگی سے نہیں تھا۔ دلبیت سنگھ کی حیثیت سے کچھ کچھ باتیں جھلک رہی تھیں۔

اس بار اس کے ذہن سے "بے بے کلونت کور" کا نام ابھرا۔ شی تارا نے پوچھا "کیا تمہاری بے بے کا نام کلونت کور ہے؟"

اعلیٰ بی بی اس کا ہاتھ تھام کر بولی "بالکل یہی نام ہے۔ تم میرے بارے میں سب کچھ جانتی ہو مگر تمہارا ذہن کمزور ہے۔ میرے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو مگر حافظہ کمزور ہونے کے باعث تمہیں فقط کہ ہمارے نام یاد آرہے ہیں۔ کوئی بات نہیں' آرام سے یاد کرو۔ مجھے جلدی نہیں ہے۔ چلو کہیں آرام سے بیٹھیں گے۔"

"تم بہت دلچسپ ہو۔ یادداشت تمہاری کمزور ہے اور کہہ رہے ہو کہ میں تم لوگوں کے نام اور حالاتِ زندگی بھول رہی ہوں۔ بہرحال میں بونگ کے لیے جارہی ہوں' یہ بتاؤ تمہارا کیا کیا جائے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ بچے تفریح چاہتے ہیں۔ مجھے بھی بونگ کے لیے لے چلو۔"

"اگر تمہاری ماں ادھر تلاش کرتی ہوئی آئے گی تو تمہیں نہیں پائے گی۔"

"کیا میری ماں جانتی ہے کہ میں یہاں ہوں؟"

"مجھے کیا معلوم؟ میرے ساتھ چلو میں بوٹ بیسن کے دفتر میں تمہیں بٹھاؤں گی۔ تمہاری ماں ضرور ادھر آئے گی۔"

"دفتر والوں سے کہہ دو۔ میری ماں آئے تو یہاں انہیں بٹھائیں۔ ہم سمندر کی سیر کرکے دو چار گھنٹے میں آجائیں گے۔"

"ارے واہ! اپنے مطلب کی بات بڑی عقلمندی سے کہتے ہو۔ اسی عقل سے اپنی رہائش گاہ کا پتا یاد کرو۔"

"شاید سمندر کی سیر کرتے وقت یاد آجائے۔"

وہ اسے لے کر دفتر میں آئی' وہاں ایک افسر سے بولی "یہ بچہ ایب نارمل ہے۔ اگر کوئی اسے تلاش کرتا ہوا آئے تو اسے یہاں انتظار کرنے کے لیے کہہ دیں۔ یہ میرے ساتھ بونگ کے لیے جارہا ہے۔"

وہ دفتر میں اس کا نام اور حلیہ لکھوا کر اپنی بوٹ میں آگئی۔ اس سے بولی "سیفٹی بیلٹ باندھ لو تاکہ سلامتی سے بیٹھے رہو۔"

"تم لڑکی ہو' تمہیں سیفٹی بیلٹ باندھنا چاہیے۔ میں مرد ہوں' میں بوٹ چلاؤں گا۔"

وہ اس کا سیفٹی بیلٹ باندھتے ہوئے بولی "ابھی مرد نہ بنو۔ بچے

ہو' بچے ہی رہو۔"

"مجھے بچہ یوں کہہ رہی ہو جیسے خود بوڑھی ہو گئی ہو۔"

"میں تم سے کم از کم بیس برس بڑی ہوں۔"

"مجھ سے بیس برس بڑی ہو؟ اس کا مطلب ہے' پچاس برس کی ہو چکی ہو۔"

"کس حساب سے کہہ رہے ہو؟ کیا تم تیس برس کے ہو؟"

"ہاں۔ مگر میری ماں تین کے ساتھ صفر لگانا بھول جاتی ہے۔ تمہاری طرح اس کا بھی حافظہ کمزور ہے۔"

"کمال ہے۔ تم ایب نارمل ہو مگر چکرا دینے والی باتیں کرتے ہو۔"

وہ موٹر اسٹارٹ کر کے بوٹ ڈرائیو کرنے لگی۔ تھوڑی دور جا کر اعلیٰ بی بی نے کہا "تم بہت خوب صورت اور جوان ہو۔ اگر انڈیا میں میرے ساتھ اکیلی بوٹنگ کرتیں تو بدنام ہو جاتیں۔"

وہ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولی "تمہیں ابھی سے جوان مرد بننے کا شوق ہے۔"

"صرف میری بات نہیں ہے۔ تمہیں جو بھی بچہ دیکھے گا' جوان ہو جائے گا۔"

"او مائی گاڈ! تم کیسی پکی پکی باتیں کر رہے ہو؟ آخر تم ہو کیا چیز؟"

"میری ماں کہتی ہے' میں ایک بلا ہوں۔ گلے پڑ جاؤں تو پیچھا نہیں چھوڑتا۔"

"میں ایسا نہیں کہوں گی' جب چاہو گی' تم سے پیچھا چھڑا لوں گی۔"

"ہماری بوٹ سمندر میں ہے۔ زمین دور ہے۔ اگر میں سمندر میں چھلانگ لگا دوں تو کیا تیر کر ساحل تک جا سکو گی؟"

شی تارا نے پلٹ کر اسے دیکھا پھر پوچھا "ارے! یہ تم نے سیفٹی بیلٹ کیوں کھولا ہے۔ بوٹ ڈگمگائے گی تو گہرے پانی میں گر پڑو گے۔ بیلٹ باندھ لو۔"

"میں نے باندھنے کے لیے نہیں کھولا ہے۔ میں سمندر میں چھلانگ لگانا چاہتا ہوں۔"

"اے خبردار! ایسی کوئی حرکت نہ کرنا۔ ڈوب جائے گا' مر جائے گا۔"

"میں ڈوبنے لگوں تو میرا ہاتھ پکڑ لینا۔"

"ارے کیا پاگل ہو گیا ہے؟"

"وہ تو ہوں۔ تم مجھے شروع سے ایب نارمل کہتی آ رہی ہو۔"

"مجھ سے بھول ہو گئی۔ مجھے معاف کر دو' آئندہ کبھی تمہیں ایب نارمل نہیں کہوں گی۔"

"تم نے کہا تھا' جب چاہو گی' مجھ سے پیچھا چھڑا لو گی۔"

"وہ بھی میری بھول تھی۔ چاروں طرف پانی ہی پانی ہے۔ بھلا میں پیچھا کیسے چھڑا سکوں گی۔"

"تم اتنی پریشان کیوں ہو؟ میرے ڈوب جانے سے تمہارا کیا نقصان ہو گا؟"

"وہ بوٹ بیسن کے دفتر والے جانتے ہیں کہ تم ایب نارمل ہو اور میں تمہیں اپنی ذمے داری پر لائی ہوں۔ اگر واپسی میں میرے ساتھ نہیں رہو گے تو انہیں کیا جواب دوں گی؟"

"کیا تم کسی تدبیر سے چھپ کر اکیلی نہیں جا سکو گی؟"

وہ اسے دیکھتے ہوئے سوچنے لگی "ہاں' میں سایہ بن کر جاؤں گی تو کوئی مجھ سے پوچھنے والا نہیں ہو گا کہ وہ ایب نارمل لڑکا کہاں ہے؟ لیکن یہ کتنا معصوم' کتنا خوب صورت ہے۔ دل آپ ہی آپ اس کی طرف کھنچنے لگتا ہے۔ شاید اسی لیے میں اسے پہلی بار دیکھتے ہی پسند کرنے لگی تھی۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟"

وہ خیالات سے چونک کر بولی "ہاں' میں تمہارے بغیر چھپ کر جا سکتی ہوں۔ بوٹ بیسن والے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے لیکن تم مجھے اچھے لگتے ہو۔ بہت اچھے لگتے ہو۔ بھگوان نہ کرے تم ڈوب جاؤ گے تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گی۔"

"اس کا مطلب ہے' تم مجھ سے محبت کرنے لگی ہو؟"

"ہاں۔ یہ دل تمہیں بے اختیار چاہنے لگا ہے۔"

"تو پھر میرے پاس آؤ اور مجھے پی دو۔"

"میں ادھر آؤں گی تو بوٹ ڈگمگانے لگے گی۔"

اعلیٰ بی بی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آئی پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر اس کے رخسار کو چوم کر بولی "آخر تم نے مان لیا کہ میں مرد ہوں۔"

شی تارا نے ہنستے ہوئے کہا "میں تو ایک ہی مرد سے پیار کرتی ہوں۔ اس کے سوا کوئی دوسرا مرد مجھے چھو نہیں سکے گا۔"

"لیکن میں مرد ہوں۔ تمہیں چھو رہا ہوں اور جب چھو رہا ہوں تو پھر ایک ہی کام رہ گیا ہے۔"

"کون سا کام؟"

"یہی کہ مجھ سے شادی کر لو۔"

وہ ہنس کر بولی "تمہاری ماں آئے گی اور تمہیں لے جائے گی۔"

"تمہیں بھی بہو بنا کر لے جائے گی۔ وعدہ کرو' میرے ساتھ جیو گی اور میرے ساتھ مرو گی۔"

"اچھا بابا وعدہ کرتی ہوں' تمہارے ساتھ جیوں گی' تمہارے ساتھ مروں گی۔"

"کیا یہ سچا وعدہ ہے؟"

"بالکل سچا ہے۔ جب چاہو' مجھے آزما لو۔"

وہ شی تارا سے الگ ہو کر کھڑی ہو گئی' پھر بولی "میں ڈوبنے اور مرنے جا رہا ہوں۔ آؤ میرے ساتھ مرنے آ جاؤ۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "ادھر آؤ۔ ادھر پانی میں گر جاؤ گے' پلیز

نارمل رہو۔ ایب نارمل نہ بنو۔"

"میں تمہارے وعدے کی سچائی دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں مرنے جا رہا ہوں۔ اگر تم سچی ہو تو بوٹ سے چھلانگ لگا دو۔"

یہ کہتے ہی اس نے چھلانگ لگائی۔ سانس روک کر پانی کے اندر تھی اور داڑھ میں دبی ہوئی گولی نگل لی۔ پانی میں ہلکی چیز کبھی نہیں ڈوبتی۔ سایہ ہلکا ہوتا ہے' وہ پانی کی سطح پر آ گئی تھی۔

شی تارا موٹر بوٹ کو روک کر پریشان ہو کر آوازیں دے رہی تھی۔ "ولیت! ولیت! یہ تم نے کیا کیا؟ مجھے پہلے سمجھنا چاہیے تھا تم ایب نارمل ہو۔ کسی وقت کچھ بھی کر سکتے ہو۔ آہ! میں نے تمہیں ساتھ لا کر غلطی کی۔"

اعلیٰ بی بی کا سایہ ٹھہری ہوئی بوٹ سے ٹکرا کر اس پر سوار ہو گیا۔ سردی کا موسم تھا۔ سورج نہیں چمک رہا تھا۔ فضا میں شبنمی دھند چھائی ہوئی تھی۔ ایسے میں انسانی یا کسی بھی ٹھوس چیز کا سایہ نظر نہیں آتا۔ اعلیٰ بی بی کا سایہ بھی شی تارا کو نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ بڑی دیر تک سر جھکائے بوٹ پر بیٹھی رہی۔ ایک خوب صورت سا بچہ اس سے پیاری پیاری باتیں کرتے کرتے اچانک ڈوب گیا تھا اور وہ اسے بچا نہ سکی۔ اسی بات کا اسے افسوس تھا کہ ایک بچے کو ڈوبنے کے بعد پانی سے نہیں نکال سکتی تھی کیونکہ وہ سمندر کے گہرے پانی میں تیر نہیں سکتی تھی۔ اگر سایہ بن کر جاتی تو پانی کی سطح پر رہ جاتی۔ سایہ پانی کی گہرائی میں نہیں جا سکتا تھا۔ اگر پانی میں چلا بھی جاتا تو کسی کے ٹھوس جسم کو پکڑ کر بوٹ تک نہیں لا سکتا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ پانی میں ڈوبنے والے بچے کا جسم ٹھوس رہا ہو گا۔

وہ بڑی دیر تک اداس بیٹھی رہی پھر موٹر بوٹ کو اسٹارٹ کر کے واپس جانے لگی۔ بوٹ بیسن کے ڈیک کے قریب پہنچتے ہی ایک گولی نگل کر سایہ بن گئی۔ بوٹس جاری کرنے والے نے حیرانی سے دیکھا کہ ایک بوٹ سمندر سے خالی واپس آئی تھی۔ اس پر جانے والی ایک جوان دوشیزہ اور ایک سکھ لڑکا واپس نہیں آیا تھا۔

شی تارا کا سایہ ڈیک پر آ کر پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگا۔ اس کے پیچھے اعلیٰ بی بی کا سایہ تھا۔ شبنمی دھند کے باعث وہ ایک دوسرے کے سائے کو نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ اعلیٰ بی بی اس خیال سے پارکنگ ایریا میں آئی کہ دوسرا سایہ بھی ضرور اپنی کار کی طرف آئے گا۔

چند منٹ کے بعد ہی اعلیٰ بی بی نے دیکھا۔ ایک کار کا دروازہ خود بخود کھل کر بند ہو گیا تھا۔ یہ پتا چل گیا کہ اسی کار میں سایہ پہنچا ہوا ہے۔ اعلیٰ بی بی کھڑکی کے راستے پچھلی سیٹ پر آ گئی۔

شی تارا نے اسٹیرنگ سیٹ پر آ کر گولی کو حلق سے اگل کر ہتھیلی پر لیا۔ اس کے ساتھ ہی ٹھوس جسم کے ساتھ نمودار ہو گئی۔ اس نے گولی کو رومال سے پونچھ کر پھر داڑھ میں دبا لیا۔ کار اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتے ہوئے پارکنگ ایریا سے باہر آئی پھر ایک شاہراہ پر تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگی۔

وہ خیال خوانی سے تھک کر تفریح کے لیے آئی تھی لیکن ایک خوب صورت بچے کے ڈوبنے کے باعث ذہن بوجھل سا ہو گیا تھا۔ وہ ایک کارنیوال میں آئی' جہاں طرح طرح کے کھیل تماشے ہو رہے تھے۔ اس نے ایک ریستوران میں دوپہر کا کھانا کھایا پھر آرام سے خیال خوانی کرنے کے لیے اپنے محل نما بنگلے میں آ گئی۔ اس طرح اعلیٰ بی بی اس کی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ گئی۔

جب وہ باتھ روم میں گئی تو اس نے ڈرائنگ روم میں آ کر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا "ہیلو ماما! میں ٹوینٹی فورتھ اسٹریٹ سے بول رہی ہوں۔ بنگلو نمبر ٹو ون ٹو زیرو کے سامنے کار بھیج دیں۔"

اس نے دوسری طرف سے سونیا کا جواب سنا پھر "سو فار ماما!" کہہ کر ریسیور رکھ دیا پھر وہاں سے چلتی ہوئی بیڈ روم میں آئی۔ باتھ روم کے اندر سے شاور سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ اندر غسل کر رہی تھی۔ الماری سے کپڑے نکال کر لے گئی تھی۔ الماری کھلی چھوڑ دی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس کے بنگلے کے اندر اور خاص طور پر اس کے بیڈ روم میں کوئی نہیں آئے گا۔ اس کا ماتحت خیال خوانی کرنے والا بنگلے سے باہر انیکسی میں تھا۔

اعلیٰ بی بی الماری کی تلاشی لینے لگی۔ ایک سیف میں دو بڑے بڑے پلاسٹک کے ڈبے تھے۔ ہر ڈبے کے نیچے تہ کیے ہوئے کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک ڈبے کو کھول کر دیکھا۔ اس میں ہزاروں گولیاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ بالکل ایسی ہی تھیں جیسی سایہ بنانے والی گولیاں ہوتی ہیں۔

اس نے بوٹ میں شی تارا کو سایہ بنتے دیکھا تھا۔ دماغ میں یہی آئی کہ وہ سایہ بنانے والی گولیاں ہیں۔ وہ آئینے کے سامنے اپنے حلق سے گولی نکال کر ٹھوس جسم کے ساتھ نمودار ہوئی پھر ڈبے سے نکالی ہوئی ایک گولی کو حلق میں اتارا تو دوبارہ سایہ بن گئی۔ سامنے آئینے میں خود کو نظر نہیں آ رہی تھی۔

وہ پلٹ کر الماری کے سیف کے پاس آئی۔ دوسرے ڈبے کو کھول کر دیکھا۔ اس میں کیپسول رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک کیپسول کو زبان سے چکھ کر محسوس کیا۔ کوئی خاص بات معلوم نہ ہوئی پھر اس نے اسے زبان پر رکھ کر منہ بند کرتے ہوئے سوچا اسے نگلنا چاہیے یا نہیں؟

منہ بند کرتے ہی اس کا سایہ اچانک فضا میں بلند ہو گیا۔ ایسے وقت اس نے دروازے کا رخ کیا تو دروازے کی سمت فضا میں پرواز کرتے ہوئے جانے لگی۔ واپس گھوم کر الماری کے پاس آنے کی کوشش کی تو ٹھیک الماری کے پاس آ گئی۔ منہ سے کیپسول نکالتے ہی پھر فرش پر پہنچ گئی۔

وہ خوش ہو رہی تھی۔ فضا میں پرواز کرنے کا بڑا مزہ آیا تھا۔ اس نے ایک بڑے سے رومال کو کھولا۔ مٹھی بھر بھر کر ڈبے سے

کیپسول نکال کر رومال میں رکھے پھر اس رومال کو باندھ لیا۔ ڈبے کے نیچے جو کاغذات تھے انہیں کھول کر دیکھا۔ اس کی عمر کے مقابلے میں وہ فارمولا ناقابل فہم تھا پھر اس نے اپنی ماما کو کھانے کے لیے کاغذات کو تہ کرکے اپنے لباس کے اندر رکھ لیا۔ سیف کی باقی چیزیں پہلی ترتیب کے مطابق رکھیں۔ الماری کے پٹ بند کیے پھر منہ میں کیپسول رکھ کر پرواز کرتی ہوئی بنگلے کے باہر آگئی۔

باہر کشادہ اسٹریٹ پر جے مورگن کار لے آیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ کار کا اگلا دروازہ کھلا ہے پھر بند ہوگیا ہے۔ اس نے مسکرا کر اپنے ساتھ والی سیٹ کو دیکھا پھر کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔

○☆○

پارس نے اپنے نادیدہ بیٹے بابر علی تیمور کو آمنہ فرہاد کی گود میں رکھ کر کہا "ممی! آپ کو ایک پوتے کی بڑی تمنا تھی۔ یہ لیجیے، آپ اس کے جسم کو محسوس کرتی رہیں گی لیکن اسے دیکھ نہیں سکیں گی۔"

آمنہ نے کہا "انسان کی تمام خواہشیں پوری نہیں ہوتیں۔ کچھ ادھوری رہ جاتی ہیں۔ میں پوتے کی صورت نہیں دیکھ سکوں گی پھر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی رہوں گی، پوتے کی آرزو تو پوری ہوگئی ہے۔"

میں خیال خوانی کے ذریعے موجود تھا۔ میں نے کہا "آمنہ! پاکستان میری جائے پیدائش ہے لیکن میری کسی اولاد اور کسی عزیز نے وہاں رہائش اختیار نہیں کی جبکہ میرے خاندان کے کسی نہ کسی فرد کو وہاں رہنا چاہیے تھا کیونکہ میرے خون کے حوالے سے وہ ہم سب کا وطن تھا۔ میں چاہوں گا کہ میرا یہ پوتا وہاں رہے۔"

آمنہ نے کہا "آپ کی باتوں سے پاکستان کی مٹی کی خوشبو آرہی ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہمارا پوتا شاہ کوٹ میں رہے؟"

"اب ہماری زمینیں شاہ کوٹ میں نہیں رہیں۔ ہمارا بابر کسی ایک جگہ نہیں، پورے پاکستان میں رہے گا۔ ہر صوبے کے ہر بڑے شہر میں اس کی رہائش کے انتظامات ہوجائیں گے۔ تم بتاؤ کیا اس کے ساتھ پاکستان میں رہوگی؟"

"میں اپنے پوتے کے ساتھ صحراؤں اور بیابانوں میں بھی رہوں گی، پاکستان تو پھر ایک خوب صورت ملک ہے۔"

وہ دادی اور میں دادا۔ یہ سن کر کیسا لگتا ہے کہ فرہاد علی تیمور دادا بن گیا ہے؟ ہمارے دلوں میں طوفانی لہروں کی طرح جذبات امنڈ رہے تھے۔ ہم اس کی رہائش اور پرورش کے سلسلے میں ایک وسیع اور جامع منصوبہ بنانے لگے۔

پارس اپنی شہناز (سابقہ شی تارا) کے پاس آگیا۔ بابا صاحب کے ادارے میں میاں بیوی کو ساتھ رہنے کی اجازت نہیں ملتی اس لیے وہ شہناز کے ساتھ پیرس کے کالج میں آگیا۔ پارو (سابقہ پوجا) وہاں پہلے سے ایک کالج میں تھی۔ شہناز نے بتایا کہ پروین عرف پارو کسی نوجوان کو پسند کرتی ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس نوجوان کی پوری ہسٹری پڑھ لی ہے اور مطمئن ہے۔ شاید چند ماہ میں اس سے شادی کرلے گی۔

ٹانی اور علی بھی وہیں پارس کے ساتھ والے کالج میں تھے۔ ان دنوں علی کے مزاج میں تبدیلی آگئی تھی۔ یوں تو وہ پہلے ہی سے سنجیدہ تھا۔ اب اور سنجیدہ ہوگیا تھا۔ گہری سوچ میں ڈوبا رہتا تھا۔

وہ ایک صبح کالج کی چھت پر ریلنگ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ پاس والے کالج سے پارس، شہناز کے ساتھ ہنستا ہوا باہر آیا۔ وہ دونوں کار کی اگلی سیٹوں پر جا کر بیٹھ گئے۔ کار کی چھت فولڈ کی ہوئی تھی۔ وہ دونوں صاف صاف نظر آرہے تھے۔ پارس نے کار اسٹارٹ کرنے سے پہلے شہناز کو اپنی طرف کھینچ کر آغوش میں لے لیا۔

علی فوراً ہی گھوم کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ اس کا دل ایسے جذبے سے دھڑکنے لگا جو ہر نوجوان کے اندر ہوتا ہے۔ پارس نے کتنے ہی عشق کیے تھے۔ ایک بیٹے کا باپ بھی بن گیا تھا مگر علی اب تک تنہا تھا۔ اب وہ گہری سنجیدگی سے سوچنے لگا تھا کہ آخر کب تک جوانی کی رنگین و سنگین مسرتوں سے محروم رہے گا۔

اس نے ریلنگ کی طرف سے پلٹ کر دیکھا۔ ٹانی پاس آکر کھڑی ہوگئی تھی۔ اس نے باہر دوسرے کالج کے سامنے کھڑی ہوئی کار کو دیکھا۔ پارس اگلی سیٹ پر شہناز کے چہرے پر جھکا ہوا تھا۔ ٹانی نے منہ پھیر کر علی کو دیکھا پھر کہا "یہ پارس بہت بے شرم ہوگیا ہے۔ مانا کہ یہ یورپ ہے لیکن ہم نے یہاں کی تہذیب میں پرورش پانے کے باوجود اپنی شرم و حیا کو فراموش نہیں کیا ہے۔"

علی نے کہا "پارس کے لیے خلوت اور جلوت ایک ہے۔ اس کی بات چھوڑو۔ میری بات کرو۔ میری تنہائی میں جوانی کی مسکراتی ہوئی گھڑیاں کبھی آئیں گی یا نہیں؟"

ٹانی نے سر جھکا لیا۔ علی نے کہا "جب میں ایسی کوئی بات چھیڑتا ہوں، تم سر کو جھکا لیتی ہو۔ کئی بار تمہیں سمجھایا کہ سلطانہ آنٹی تمہاری والدہ ہیں۔ سلمان انکل تمہارے والد ہیں۔ انہیں یہ راز بتادو۔ میں بھی ممی، پاپا سے کہہ دوں گا کہ ہماری شادی نہیں ہوسکتی۔ ہم کبھی ازدواجی زندگی نہیں گزار سکیں گے۔"

ٹانی نے کہا "اپنے بزرگوں سے ایسا کہہ دینا آسان ہے لیکن یہ بات پھیلے گی تو میں اپنی انسلٹ محسوس کروں گی۔"

"جو بات خدا کو منظور ہوتی ہے اس میں بندوں کی انسلٹ نہیں ہوتی۔ اپنے حالات کے مطابق قدرت کے فیصلے کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ میں نے لندن اور شکاگو میں بڑی رازداری سے تمہارا علاج کروایا۔ اپنوں سے اتنی بڑی بات چھپائی ہے کہ تمہارے دو آپریشن ہوچکے ہیں۔ تم تبدیل ہوچکی ہو۔ کیا تمہیں احساس ہے کہ تمہاری آواز بھاری ہے اور اس تبدیلی کو دوسرے ضرور سمجھیں گے۔"

وہ بولی "میں باتیں بنا سکتی ہوں کہ ٹانسلز کی شکایت تھی۔ گلے کا انفیکشن ہوا جس کے نتیجے میں آواز بھاری ہوگئی ہے۔"

"اس طرح بات بن جائے گی لیکن یہ تو سوچو، ہمارے بزرگ ہماری شادی کا انتظار کریں گے۔ پرسوں ممی نے پارس کو گود میں لے کر خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے کہا، علی! تمہاری اولاد کو کب گود میں کھلاؤں گی۔ ٹانی کو سمجھاؤ، اپنی ضد توڑ دے۔ ہم روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کوئی راز چھپا نہیں رہتا ہے۔ اب تم ہی سوچو، جناب تیمرزی سے بھی یہ بات چھپی نہیں ہوگی لیکن وہ کسی مصلحت سے خاموش ہیں۔"

ٹانی نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ علی نے کہا "اب اور آگے سوچو۔ ممی نے پاپا اور ماما کو یہ بات بتائی ہوگی پھر یہ بات تمہاری ممی اور ڈیڈی تک ضرور پہنچی ہوگی لیکن یہ تمام بزرگ اس لیے خاموش ہیں کہ جناب تیمرزی نے اس سلسلے میں خاموشی اختیار کی ہے۔"

وہ بولی "بزرگوں کو خاموشی اختیار کرنے دو۔ میں نے تمہیں اب یہ بھی کہا تھا کہ ہم پیرس نہیں جائیں گے۔ یورپ کے کسی اور ملک میں یا امریکا کی کسی ریاست میں چلو۔ وہاں جس پر دل آئے اس سے عشق کرو۔ پیرس میں ایسا کرو گے تو بات نہیں چھپے گی۔"

"تم اپنے دماغ سے یہ بات نکال دو کہ میں کسی سے شادی کروں گا تو میرے دل سے تمہاری محبت کم ہوجائے گی۔ تم ہماری ملاقات کے پہلے دن سے ایک دوست بن کر رہی ہو اور ہمیشہ دوست رہوگی۔ تمہاری جگہ کوئی نہیں لے گا۔ میں پیرس میں بھی کسی سے شادی کروں گا یا شادی کروں گا تو تمہاری قدر کم نہیں ہوگی۔ تم ہمیشہ اسی طرح دوست رہوگی۔ میرا مطلب ہے رہوگی۔"

ٹانی نے اسے حسرت سے دیکھا پھر تیزی سے چلتی ہوئی، زینے سے اترتی ہوئی نیچے بیڈ روم میں چلی گئی۔ علی نے پریشان ہو کر سوچا۔ "پتا نہیں کیا مصلحت ہے۔ ممی بھی اس سلسلے میں خاموش ہیں اور جناب تیمرزی بھی ٹانی کو نصیحت نہیں کررہے ہیں۔ خدا جانے یہ معاملہ کب تک چلے گا؟"

وہ ایک گہری سانس کھینچ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہاں سے پانچویں کالج کی چھت پر ایک حسینہ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ہاتھ ہلا کر علی کو مخاطب کیا۔ گزشتہ روز اس سے روبرو ملاقات ہوئی تھی۔ وہ ٹانی کی موجودگی میں چمک رہی تھی۔ اس کی باتوں اور انداز سے صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ اس کی ذات میں دلچسپی لے رہی ہے۔

ٹانی نے اس سے تنہائی میں کہا تھا "پلیز، یہاں کسی میں دلچسپی نہ لینا۔ چلو ہم فرینکفرٹ چلیں۔ وہاں میں اس سلسلے میں اعتراض نہیں کروں گی۔"

"ٹانی! جب تک تم اپنی موجودہ تبدیلی کو ذہنی طور پر تسلیم نہیں کروگی، میں اپنے جذبات کو کچلتا رہوں گا لیکن تمہیں صدمہ پہنچانے کے لیے کسی میں دلچسپی نہیں لوں گا۔"

وہی حسینہ پانچویں کالج کی چھت پر کھڑی اپنا موبائل فون دکھا کر اشارے کررہی تھی۔ علی نے اپنے موبائل فون کو آن کیا۔ نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ ہونے پر بولا "ہیلو! کیا تکلیف ہے؟"

وہ ہنس کر بولی "دل کے ڈاکٹر بن جاؤ، میری تکلیف خود ہی سمجھ لوگے۔ ویسے تم پتھر ہو۔ مجھ پر جوان اور بوڑھے سب ہی مرتے ہیں مگر تم پر اثر نہیں ہوتا ہے۔ میں نے اپنا یہ موبائل نمبر تمہیں نہ بتایا ہوتا تو اب بھی بات نہ کرتے۔ کم از کم اپنا موبائل نمبر تو بتادو۔"

"میرا موبائل ون وے ہے۔ ادھر سے فون کرسکتا ہوں۔ دوسروں کی کال ریسیو نہیں کرسکتا۔"

"میں پہلی بار ایسا سن رہی ہوں۔ موبائل میں ون وے نہیں ہوتا۔"

"ہوتا ہے۔ اگر تم بھی اپنا نمبر نہ بتاؤ تو تمہارے فون پر کوئی کال نہیں آئے گی۔ اس طرح تمہارا موبائل بھی ون وے ہوجائے گا۔"

"اچھا اسی لیے تم نے مجھے اپنا نمبر نہیں بتایا ہے۔ مانتی ہوں بڑے بے نیاز ہو۔ مڑ توجہ نہ دے اور بے نیاز رہے تو عورت کے لیے اور زیادہ پُرکشش ہوجاتا ہے۔ تمہیں پتا ہے میں جہاں سے گزرتی ہوں وہاں جوان اور بوڑھے سب ہی مجھ پر مرنے لگتے ہیں۔"

"تم نے کہا، جہاں سے گزرتی ہو۔ ایسا نہ کہو، ابھی تمہاری عمر جہاں سے گزرنے کی نہیں ہے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ علی نے کہا "پہلے بھی تم کہہ چکی ہو کہ تم پر جوان اور بوڑھے مرتے ہیں۔ کیا مرنے والوں کی تعداد سیکڑوں میں ہے؟"

وہ بڑے فخر سے بولی "سیکڑوں نہیں، ہزاروں میں ہے۔"

"پھر تو ان کے تابوت اٹھاتے اٹھاتے بوڑھی ہوجاؤ گی۔ میں بڑھاپے میں تم سے ملاقات کروں گا۔"

اس نے فون بند کردیا۔ اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ جھنجلا رہی ہوگی۔ اسے مخاطب کرنے کی تدبیر کررہی ہوگی۔ لیکن وہ ادھر نہیں دیکھ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت آمنہ فرہاد نے اسے مخاطب کیا "بیٹے! ریلنگ کے پاس سے ہٹ جاؤ۔ جناب تیمرزی نے ٹانی کو ابھی طلب کیا ہے۔ وہ کالج سے نکل رہی ہے۔ اسے کہا گیا ہے کہ وہ تم سے رخصتی کے وقت ملاقات نہ کرے۔ تم بھی اسے ریلنگ کے پاس نظر نہ آؤ۔"

علی نے وہاں سے ہٹ کر چھت کے وسط میں آکر پوچھا "ممی! ٹانی کو اچانک کیوں بلایا گیا ہے؟"

"وہ یہاں چالیس دن تک گوشہ گمنامی میں رہے گی۔ چالیس

دن تک اس پر کسی کا سایہ نہیں پڑے گا۔ وہ جسمانی طور پر تبدیل ہو چکی ہے۔ ان چالیس دنوں میں ذہنی طور پر تبدیل ہو جائے گی۔ اس کے دل و دماغ سے ماضی کی ٹافی مٹ جائے گی اور اس کے اندر سے ایک نیا شخص ابھر کر سامنے آئے گا۔"

"اس کا مطلب ہے۔ میں چالیس دن بعد ٹافی سے نہیں' ایک اجنبی دوست سے ملوں گا۔"

"ہاں۔ یہی ہونے والا ہے۔ اب تم بستر پر جا کر آرام کرو۔ جناب تبریزی عمل کریں گے۔ پارس کی طرح تمہارے دماغ کو بھول بھلیاں بنائیں گے کیوں کہ تم آج رات کی فلائٹ سے انڈیا جا رہے ہو۔"

وہ ماں کی ہدایت پر عمل کرنے کے لیے زینے سے اتر کر نیچے بیڈ روم میں چلا گیا۔

پارس کو بہت عرصے بعد معصومیات سے نجات ملی تھی.... فی الحال کسی مشن پر نہیں جانا تھا اس لیے وہ شہناز کے ساتھ پُرمسرت لمحات گزار رہا تھا۔ پیرس جیسے خوب صورت شہر میں تفریح کر رہا تھا۔ کبھی وہ دریا میں یونگ کر رہے تھے۔ کبھی ایفل ٹاور کی بلندی سے حدِ نظر تک شہر کا نظارہ کر رہے تھے۔

اس بلندی پر شہناز نے اس کے سینے پر سر رکھ کر کہا "دو روز پہلے میں خود کو بڑی بدنصیب سمجھ رہی تھی۔"

"شاید اس لیے کہ میں تم سے دور' اس دنیا سے بھی دور خلائی زون میں چلا گیا تھا اور تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ میں تمہارے پاس کبھی نہیں آؤں گا۔"

"کیا مجھے ایسا نہیں سمجھنا چاہیے تھا؟ تم اس قدر زہریلے ہو گئے تھے کہ تمارا کے سوا کسی اور کے ساتھ ازدواجی زندگی نہیں گزار سکتے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ تمہارے اندر کا سارا زہر ختم ہو چکا ہے۔ اب مجھے ایسی مسرتیں مل رہی ہیں جن کی میں توقع بھی نہیں کر سکتی تھی۔ دو روز پہلے خود کو بدنصیب سمجھتی رہی۔ آج مجھ جیسی خوش نصیب کوئی نہیں ہوگی۔ اب تو مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے؟"

"کون کافر تمہارے حسن و شباب کو چھوڑ کر جانا چاہتا ہے لیکن بابا صاحب کے ادارے میں اصولوں کی پابندی اور فرائض کی انجام دہی لازمی ہوتی ہے۔ جب کسی مشن پر جانے کا حکم ملتا ہے تو پھر حکم کی تعمیل لازمی ہوتی ہے۔"

"فرائض کی ادائیگی لازمی ہے لیکن آئندہ کہیں جانا ہوگا تو کیا مجھے ساتھ نہیں لے جاؤ گے؟"

"ضرور لے جاؤں گا لیکن کسی ایسی مہم پر جانا ہوگا جہاں عورت کا ساتھ مشکلات پیدا کرے گا تو تمہیں ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں ملے گی اور میں خود بھی تمہیں مصائب میں مبتلا کرنے کے لیے نہیں لے جاؤں گا۔ کوشش کروں گا کہ جلد ہی تمہارے پاس واپس آجاؤں۔"

وہ ایفل ٹاور کی بلندی سے اتر کر ایک ریستوران میں ایک کیبن میں بیٹھ کر کھانے کا آرڈر دیا۔ شہناز نے کہا "آدھا گھنٹہ ہونے تک میں ذرا باتھ روم سے ہو کر آتی ہوں۔"

وہ باتھ روم کی طرف چلی گئی۔ کھانا جلد ہی آگیا' شہناز آئی۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "کیا کر رہی ہو میز پر لگ چکا ہے۔"

"بس دس منٹ میں آرہی ہوں۔"

پارس دماغی طور پر حاضر ہوا۔ اسی وقت تین گن مین اندر کیبن میں داخل ہوئے۔ ایک نے پارس کی پیشانی پر پستول رکھتے ہوئے کہا "ہم اسی انتظار میں تھے کہ سامنے کھانا آئے تو منہ میں چھپائی ہوئی گولی نکال کر جیب میں رکھ لو گے تاکہ کھانے دوران گولی منہ میں نہ رہے۔"

دوسرے نے تیسرے سے پوچھا "تم نے کہا تھا کہ یہ اپنے ساتھی کے ساتھ کیبن میں ہے۔ یہ تو اکیلا ہے۔"

تیسرے نے کہا "وہ یہیں تھی۔ شاید ٹائلٹ گئی ہوگی۔ میں اسے کراسے قابو میں کرتا ہوں۔"

وہ کیبن سے باہر گیا۔ پارس نے کہا "شہناز! خطرہ ہے! ایک دشمن تمہاری طرف آرہا ہے۔ روپوش ہو جاؤ۔"

وہ گولی نگل کر بولی "تم خیریت سے ہو نا؟"

"میرے دماغ میں آکر دیکھ لو۔"

وہ اس کے اندر آگئی۔ دو سیکنڈ میں پارس کی تلاشی لیتے ہوئے کہہ رہا تھا "تمہاری جیب میں گولیاں نہیں ہیں۔"

پارس نے منہ کھول کر انہیں دکھایا پھر کہا "میرے منہ میں گولیاں نہیں ہیں اور تمہارا ساتھی خواہ مخواہ میری ساتھی کی تلاش میں گیا ہے۔ وہ ایک ضروری کام سے کامیج کی طرف گئی ہے۔"

"تمہاری معلومات کے مطابق فرہاد کے تمام فیملی ممبرز کے سایہ بنانے والی گولیاں ہوتی ہیں۔ تمہارے پاس کیوں نہیں ہیں؟"

"آج ہی صبح آخری گولی ختم ہوگئی۔ میں نے بابا صاحب ادارے سے مزید پچیس گولیاں منگوائی ہیں۔ شام تک ملیں گی گولیاں تمہیں دے دوں گا۔ کیا وہی گولیاں حاصل کرنے کے اتنے بھاری ہتھیار اٹھا کر آئے ہو۔"

"زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ ہم خوب سمجھتے ہیں' تم باتوں کے دوران خیال خوانی کے ذریعے اپنے لوگوں کو یہاں بلا رہے ہو گے۔ ان کے آنے سے پہلے ہی اٹھو اور ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ بڑی تابعداری سے اٹھ کر ان کے ساتھ کیبن سے باہر آیا۔ ریستوران کے باہر ان کی ایک وین کھڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے وین کی درمیانی سیٹ پر اسے بیٹھنے کا حکم دیا پھر اس کے پاس والی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ شہناز کا سایہ پارس کے اندر سمایا ہوا تھا۔

جب گاڑی چلنے لگی تو ایک نے پارس کی آنکھوں پر پٹی باندھ

دی پھر کہا "تمہیں خیال خوانی کرنے کی آزادی ہے۔ اپنے لوگوں کو بتا دو کہ ہم تمہیں قیدی بنا کر لے جا رہے ہیں۔"

"اب مجھے یقین ہو جائے گا کہ میں قیدی بن چکا ہوں تو کسی کو اطلاع دینے کے لیے ضرور پکاروں گا۔"

"بکواس مت کرو' تم قیدی ہو۔"

"اب قیدی کو نہیں معلوم ہے کہ وہ قیدی ہے تو تمہارے کہہ دینے سے وہ قیدی نہیں کہلائے گا۔ بھئی یہ فضول سی باتیں چھوڑو۔ کام کی باتیں کرو۔ کچھ اپنے بارے میں بتاؤ' کون ہو تم لوگ؟ اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ہم چاہتے ہیں تم اپنے بھائی اور باپ کو اپنے دماغ میں بلاؤ۔ انہیں بلانے سے پہلے یہ یقین کر لو کہ ہم یوگا کے ماہر ہیں۔ تم اور تمہارا باپ بھی ہمارے اندر نہیں آسکے گا۔"

"مجھے یقین ہے اسی لیے میں نے تم لوگوں کے دماغوں میں آنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ تم میرے بھائی اور باپ کی موجودگی کے بارے میں جانتے ہو۔ پتا نہیں کیوں مصائب بڑھانا چاہتے ہو۔ بہرحال ہمارے درمیان جو گفتگو ہو رہی ہے وہ میرے پورے خاندان والوں تک پہنچ رہی ہے۔ ان لمحات میں میرے تمام خاندان والے پانچ پانچ انسانوں کو دیکھ رہے ہیں یعنی تم لوگوں پر لعنت بھیج رہے ہیں۔"

"دیکھو مسٹر! تم خلائی زون میں گئے تھے۔ وہاں سے تم طبی اور سائنسی ایجادات کے تمام فارمولے ضرور لائے ہو گے۔ ایٹمی بم اور فلائنگ شوز جیسی بہت سی غیر معمولی چیزیں وہاں سے حاصل کی ہوں گی۔ ہم وہاں کی طبی اور سائنس ترقی کے بارے میں مکمل معلومات چاہتے ہیں۔ وہاں سے جتنے فارمولے لائے ہو ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں ہمیں دو۔"

پارس نے کہا "بڑے بلند ارادے ہیں۔ یہ ارادے کس کے دماغ میں پیدا ہوئے ہیں؟ تمہاری پشت پر کون ہے؟"

"ہم ہی ہیں اور تمہارے سامنے ہیں۔"

"کیا مجھے اغوا کرنے کا منصوبہ بناتے وقت پورا یقین تھا کہ میں تمہارے پیچھے چھپے ہوئے شخص یا ادارے تک نہیں پہنچ سکوں گا اور وہ شخص یا ادارہ میری جوابی کارروائی سے محفوظ رہے گا؟"

"ہاں کہ تم اور تمہارے خاندان والے فولادی قلعوں میں بھی قید ہو کر اندر پہنچ جاتے ہیں لیکن ہمارے اندر پہنچتے پہنچتے بات کا دھیان آجائے گا پھر بھی تم نہیں پہنچ سکو گے۔"

"بھئی اتنی لمبی تاریخ نہ دو۔ میں قیامت کے دن کا انتظار نہیں کروں گا۔ جو تمہارے دماغ کے اندر بیٹھا تمہیں گائیڈ کر رہا ہے اس کو فون پر بلاؤ۔ وہ ابھی میرے سامنے آئے گا یا میں اس کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں؟"

اس کی آواز بدل گئی۔ اس کی زبان سے کوئی دوسرا بولنے لگا۔ آواز اور اس کے لہجوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بہت غصے میں ہے۔ تم اس دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مجھے ڈھونڈتے رہو گے مگر میرے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکو گے۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "تم خاموش رہ کر بڑے پراسرار بن رہے تھے۔ آخر میں نے تمہیں بولنے پر مجبور کر دیا۔" پھر اس نے محض دھمکی دینے کے لیے کہا "تم شاید جانتے ہو گے کہ میری ممی روحانی ٹیلی پیتھی جانتی ہیں۔ تمہارے بولتے ہی وہ تمہارے اندر پہنچ گئی ہوں گی۔"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ پارس کو گن پوائنٹ پر رکھنے والے نے کہا "ہمیں روحانی ٹیلی پیتھی سے نہ ڈراؤ۔ ہم سے ان فارمولوں کی بات کرو جو خلائی زون سے لائے ہو۔"

"پہلے اسے تو آواز دو جو ابھی تمہارے دماغ میں تھا۔"

"میرے دماغ میں کوئی نہیں تھا۔ میں ہی آواز بدل کر بول رہا تھا۔"

"اس وقت میں تمہارے دماغ میں ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے۔"

"تم مجھ سے باتیں کر رہے ہو اور اندر ہی اندر پریشان ہو رہے ہو کہ وہ تمہیں گائیڈ کرنے والا کہاں چلا گیا ہے۔ تمہاری سوچ نے ابھی "شٹ" کہا ہے۔"

"او گاڈ! تم میرے خیالات پڑھ رہے ہو جب کہ میں تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہوں۔"

"کیا تمہیں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ یوگا جاننے والوں کے اندر سایہ سما جائے تو پھر وہ اپنے دماغ میں آنے والوں کو محسوس نہیں کر سکتے۔"

"تم لوگ واقعی خطرناک ہو۔ میں جلد از جلد خفیہ اڈے کے قید خانے میں تمہیں پہنچاؤں گا۔"

"میری ساتھی کا سایہ تمہارے اندر سے نکل کر ڈرائیور کے اندر گیا ہے۔ دیکھو گاڑی رک گئی ہے۔"

ایک گن مین نے ڈرائیور سے پوچھا "گاڑی کیوں روک دی؟ جلدی چلو۔ یہ خطرناک قیدی ہے۔"

وہ گاڑی کو واپس موڑنے لگا۔ شہناز نے اس گن مین کے اندر سما کر اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا پھر دوسرے کے اندر سما کر اسے بھی دماغی اذیتوں میں مبتلا کیا۔ دونوں کے ہاتھوں سے ہتھیار گر پڑے تھے۔ پارس نے ان سے کہا "دماغ کو زلزلے کے جھٹکوں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو گاڑی سے باہر چلانگ لگا دو۔"

وہ دونوں اپنے دماغ کو پھوڑا نہیں بنانا چاہتے تھے اس لیے دروازہ کھولتے ہوئے باہر کود گئے۔ کچھ دور آگے جا کر گاڑی رک گئی۔ وہ ڈرائیو کرنے والا تیسرا گن مین گاڑی سے اتر کر وہاں سے جانے لگا۔ شہناز گولی اگل کر ٹھوس جسم کے ساتھ نمودار ہو کر بولی۔ "اب کیا ارادہ ہے؟"

"گاڑی ڈرائیو کرو۔ ہم آرمی کیمپ کی طرف جائیں گے اور

ایک فاضل گولی مجھے دے دو۔ میں کامیج سے نکلتے وقت گولیاں رکھنا بھول گیا تھا۔"

اس نے ایک گولی دی پھر اسٹیرنگ سیٹ پر جا کر ڈرائیو کرنے لگی۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے آرمی چیف کو مخاطب کیا پھر اسے بتایا کہ اسے چند نامعلوم افراد نے اغوا کرنے کی کوشش کی تھی پھر ناکام ہو کر بھاگ گئے۔ ان کی پشت پر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ یہ کوئی نیا گروہ ہے جو پیرس میں سرگرم عمل ہے۔ وہ اس سلسلے میں کچھ ضروری باتیں کرنے آ رہا ہے۔ لہٰذا آرمی انٹیلی جنس کے چیف کو بھی ان کی گفتگو میں شامل ہونا چاہیے۔

پارس نے اسی وقت ملاقات کا وقت طے کیا پھر شہناز کے ساتھ آرمی کیمپ کے دفتر میں پہنچ گیا۔ آرمی کے اعلیٰ افسران نے ان کا استقبال کیا پھر وہ سب دفتر کے ایک پرائیویٹ کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔ ملٹری انٹیلی جنس کے چیف نے کہا "مسٹر پارس! جیسے ہی آپ نے یہاں رپورٹ دی ویسے ہی ہم نے پورے شہر میں سراغ رسانوں کا جال بچھا دیا ہے۔ آپ مشورہ دیں کہ ہمیں اور کیا کرنا چاہیے؟"

"آپ اپنے سراغ رسانوں سے کہہ دیں کہ انہیں تلاش نہ کریں۔ میں نے اغوا کرنے والوں کو خود ہی بھگا دیا ہے۔"

"آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

"اس لیے کہ وہ کرائے کے ٹٹو تھے۔ ان کے ذریعے اصل مجرم تک نہیں پہنچا جا سکتا تھا۔"

"مسٹر پارس! انہوں نے کچھ تو بتایا ہوگا کہ وہ آپ سے چاہتے کیا تھے؟"

"جی ہاں، میں خلائی زون سے جو کچھ لایا ہوں وہ سب مجھ سے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اگر مجھے یرغمال بنا کر وہ لوگ بابا صاحب کے ادارے کو چیلنج کرتے کہ انہیں مطلوبہ چیزیں نہیں دی جائیں گی تو مجھے زندہ نہیں چھوڑا جائے گا تو ایسی صورت میں بابا صاحب کے ادارے سے انہیں وہ تمام چیزیں مل جاتیں جن پر ہم نے کسی کا سایہ بھی پڑنے نہیں دیا ہے۔"

انٹیلی جنس کے چیف نے کہا "ہماری تینوں افواج کے سربراہوں نے جناب تبریزی سے گزارش کی تھی کہ آپ خلا سے بڑی ہی غیر معمولی اور نایاب چیزیں لے کر آئے ہیں۔ انہیں حاصل کرنے کے لیے تمام بڑے ممالک اور خطرناک خفیہ تنظیمیں آپ لوگوں کی جان کی دشمن بن جائیں گی۔ آخر یہی بات سامنے آ رہی ہے۔"

"آپ کی افواج کے سربراہوں نے ہمیں دوستانہ انداز میں سمجھایا تھا لیکن اس ملک کے اعلیٰ حکام نے سختی سے کہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے پر حکومتِ فرانس کے بھی حقوق ہیں۔ اس ادارے میں جو بھی اہم اور غیر معمولی چیز ہوگی اس چیز میں حکومتِ فرانس کا بھی حصہ ہوگا۔"

"ہمارے ملک کے حکام نے غلط نہیں کہا تھا۔ آپ خلائی زون سے طب اور سائنس کی جو نئی ایجادات اور ان کے فارمولے لائے ہیں ان سے حکومتِ فرانس کو محروم نہیں رکھنا چاہیے۔ آپ کی بھی حکومت ہے۔ آپ کے تمام بزرگ اس ملک کے شہری تھے، آپ بھی ہیں اور آئندہ نسلیں بھی رہیں گے۔"

"بے شک، فرانس کو ہم اپنا ملک سمجھتے ہیں۔ جناب تبریزی نے اعلیٰ حکام کو یقین دلایا تھا کہ میں جو کچھ خلا سے لایا ہوں ان کے ذریعے ہم فرانس اور فرانسیسی قوم کی خدمت کریں گے لیکن نامعلوم فارمولے اور سایہ بنانے والی گولیاں کسی بھی فرانس کے حاکم، فوجی افسر کو نہیں دیں گے کیوں کہ پچھلے دنوں دشمنوں نے آپ تک لوگوں کو ٹریپ کیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف مہم چلائی تھی اور آپ لوگ بھی ہمارے خلاف اقدامات کر رہے تھے۔ یعنی ماما اگر آپ لوگوں کو ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے نجات نہ دلاتیں تو آپ ہمارے بدترین دشمن بن چکے ہوتے۔ لہٰذا حالات سنبھلنے کے لیے ماضی کا ایک تلخ تجربہ کافی ہے۔"

"ضروری نہیں کہ آئندہ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ہمیں سحر زدہ کریں پھر یہ تو دیکھو کہ دشمنوں سے تم لوگ بھی محفوظ نہیں ہو۔ آج تم ان کی گرفت سے نکل آئے۔ ضروری نہیں کہ ہمیشہ ان کے حملوں سے خود کو محفوظ رکھ سکو۔"

"ہمارا طریقۂ کار یہ ہے کہ ہم پہلے ہی حملے میں اصل دشمن کی پہچان لینے کی کوششیں کرتے ہیں۔ پہچان لینے کے بعد پھر اسے دوسرا حملہ کرنے کا موقع ہی نہیں دیتے ہیں۔"

"کیا تم نے پہچان لیا ہے کہ آج تمہیں کون اغوا کرنا اور یرغمال بنانا چاہتا تھا؟"

"جی ہاں۔ ان تینوں میں سے جس نے مجھے گن پوائنٹ پر لیا تھا وہ تمہاری ملٹری انٹیلی جنس کا اسسٹنٹ چیف یعنی تمہارا ماتحت ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ میرا ماتحت ایسی حرکت نہیں کرے گا۔"

"جب یہ خوش فہمی ہو کہ یوگا کے ماہر کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی لہریں نہیں پہنچ سکیں گی اور ہمیں سایہ بننے سے پہلے حراست میں لے لیا جائے گا اور ہماری گردن خرگوش کی طرح ایک ہی جھٹکے میں گرفت میں آ جائے گی تو پھر خوش فہمی میں رہنے والے ایسی ہی حرکتیں کرتے ہیں جیسی میرے ساتھ کر چکے ہیں۔"

"اگر تم نے اس کے چور خیالات سے یہ معلوم کیا ہے تو اسے ضرور سزا دیں گے۔"

"مسٹر چیف! تم نے اور تینوں افواج کے سربراہوں نے اپنے ماتحت چیف کو استعمال کیا ہے۔ تم لوگوں کو خلائی زون سے لائی جانے والی کوئی چیز سیدھے راستے سے بھی مل سکتی تھی مگر تم لوگ خود سیدھے نہیں ہو اس لیے یہ ٹیڑھا راستہ اختیار کیا اور ناکام ہو گئے۔"

"مسٹر پارس! تم خواہ مخواہ الزام دینے آئے ہو۔ ابھی تک کہا ہے کہ تمہیں اغوا کرنے والوں کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا جب کہ ہمارے پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔"

"تمہارے ماتحت چیف کے چور خیالات نے بتایا ہے کہ امریکا میں ری ریز نے خیال خوانی کرنے والے جوانوں کی ایک ٹی ٹی آر آرمی بنائی تھی۔ اس آرمی سے تین جوان فرار ہو کر فرانس آ گئے ہیں اور اب انہیں حکومتِ فرانس نے گلے لگا لیا ہے۔ وہ تم لوگوں کی سرپرستی میں اس ملک کے تین بڑے شہروں میں روپوش رہ کر شاہانہ زندگی گزار رہے ہیں۔"

تھوڑی دیر تک سب چپ رہے پھر ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارے ملک کا شمار بڑے ملکوں میں ہوتا ہے لیکن ایک چٹکی برابر اسرائیل میں خیال خوانی کرنے والے ہیں اور ہمارے پاس نہیں تھے۔ تم سب ہمارے کہلاتے تھے لیکن اپنے رویّے سے خود کو بے گانہ بنا لیا ہے۔"

پارس نے کہا "جب سے تم نے خارجہ پالیسی تبدیل کی ہے اور کئی اسلامی ممالک کے خلاف امریکا کا ساتھ دے رہے ہو، تب سے ہم نے اپنا رویّہ تبدیل کیا ہے۔ آج اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے تم لوگوں نے مجھ پر حملہ کرایا اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ تمہارا اعلانِ جنگ خفیہ تھا۔ میں نے یہاں تم لوگوں کے درمیان آ کر اسے واضح کر دیا ہے۔ اب سوچو کہ تم اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کتنے مجبور ہیں۔ ہم تمہاری فوج کے درمیان ہیں لیکن ہمیں قیدی نہیں بنا سکو گے۔ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔ تم ہمارا راستہ نہیں روک سکو گے۔"

پھر اس نے شہناز سے کہا "ہم یہاں سے جائیں گے۔ کوئی پیچھے سے گولی مار سکتا ہے اس لیے۔۔۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا پھر دوسرے ہی لمحے میں ان سب کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

وہ سب تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ اپنے اپنے طور پر سوچتے رہے پھر ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم نے بڑی رازداری سے پارس کو یرغمال بنا کر خلائی زون کا سامان حاصل کرنا چاہا تھا مگر ان لوگوں سے کوئی راز چھپا نہیں رہتا۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "امریکا کے سیکڑوں ٹیلی پیتھی جاننے والے مات کھاتے رہے ہیں۔ ہمارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ان سے دشمنی ہمیں مہنگی پڑے گی۔"

"کیا ہم ان سے مرعوب ہو کر اس ادارے کے تابعدار بن جائیں؟"

"ہم ان سے برتر نہیں ہو سکتے لیکن کم تر بھی نہیں رہیں گے۔ ہمیں حالات سے سمجھوتا کرنا ہوگا۔ ابھی پارس اور اس کی وائف نے ہمارے درمیان نظروں سے اوجھل ہو کر ثابت کر دیا ہے کہ ہم ان کے سامنے بے بس اور مجبور ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنا چاہا لیکن بے اختیار ریسیور کو واپس کریڈل پر رکھ دیا۔ دوسرے افسر نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "میں بابا صاحب کے ادارے میں جناب تبریزی سے صلح صفائی کی باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے بے اختیار ریسیور رکھ دیا۔"

ایک افسر نے کہا "ریسیور بے اختیار نہیں رکھا گیا ہے۔ اس وقت میرے دماغ میں ہمارے تین خیال خوانی کرنے والوں میں سے ایک سلاٹر سول موجود ہے۔ اس نے تمہیں ریسیور رکھنے پر مجبور کیا ہے۔ اب یہ میری زبان سے بول رہا ہے۔"

سلاٹر سول نے کہا "تمہارے آدمی پارس کو اغوا کرنے میں ناکام رہے۔ میں نے کہا تھا، مجھے چالاک اور تیز طرار لوگ دیے جائیں لیکن انہوں نے اپنی حماقت سے پارس کی وائف کو سایہ بننے اور ان کے اندر آنے کا موقع دیا۔ تم جواب دو۔ اگر ان سے حماقت نہ ہوتی تو کیا پارس ابھی تک چوہے کی طرح ہمارے پنجرے میں نہ ہوتا؟ اس کا باپ بھی یہ نہ سمجھ پاتا کہ حکومتِ فرانس کے اکابرین نے اسے یرغمال بنایا ہے۔"

"ہم مانتے ہیں۔ ہمارے آدمیوں سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ ہماری دشمنی ظاہر ہو گئی ہے۔ اب ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ان سے صلح صفائی کی باتیں کریں۔"

سلاٹر سول نے کہا "یہ ہمارے لیے شرم کی بات ہوگی۔ فرانس دنیا کے بڑے ممالک میں سے ایک ہے اور آپ ایک ادارے کے آگے گھٹنے ٹیک دیں گے؟"

"ہتھیار ڈالنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم دوبارہ ہتھیار نہیں اٹھا سکیں گے۔ ان سے صرف اس لیے صلح صفائی کی جائے گی کہ ہمارے سابقہ تعلقات بحال ہو سکیں ورنہ خلائی زون سے لائی جانے والی چیزیں ہمارے دل و دماغ میں چبھ رہی ہیں۔ وہ غیر معمولی چیزیں ہمارے ملک میں ہیں لیکن ہماری تحویل میں نہیں ہیں۔ ہم انہیں کسی اور تدبیر سے حاصل کریں گے۔ تم بھی ترکیب سوچو، ہم بھی سوچتے ہیں لیکن کامیابی حاصل کرنے تک ہمیں فراد اور اس کی فیملی سے سمجھوتا کرنا پڑے گا۔"

سلاٹر سول نے کہا "ٹھیک ہے آپ ان سے سمجھوتا کریں۔ میں کوئی ترکیب سوچوں گا۔"

اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا۔ انچارج نے کہا "فرمایئے۔ آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں آرمی چیف ہوں اور جناب تبریزی سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری، یہ ان کی عبادت کا وقت ہے۔ ایسے وقت میں ان

کے فون کے تمام معاملات میں نمٹایا کرتا ہوں۔ آپ مدعا بیان کریں۔"

"ہماری انٹیلی جنس کے ایک ماتحت چیف سے بڑی غلطی ہوگئی۔ اس نے مسٹر پارس کو اغوا....."

انچارج نے بات کاٹ کر کہا "ہمیں پوری رپورٹ مل چکی ہے۔ اگر آپ کے ایک جونیئر افسر سے غلطی ہوگئی ہے تو کوئی بات نہیں، غلطی انسانوں سے ہی ہوا کرتی ہے۔ ہم سب کو دل بڑا رکھنا چاہیے۔ کبھی پارس سے بھی کوئی غلطی ہوگی تو امید ہے آپ نظر انداز کردیں گے۔"

اس نے چونک کر پوچھا "جی۔ کیا مطلب ہے؟ کیا مسٹر پارس انتقاماً کچھ کرنے والے ہیں؟"

"جب کوئی شکایت ہوگی تو کچھ کیا جائے گا۔ ابھی آپ صفائی پیش کررہے ہیں۔ ہمارا دل صاف ہوگیا ہے۔ میں نے تو ایک عام سی بات کہہ دی ہے۔ غلطی کسی سے بھی ہوسکتی ہے۔ آپ سے بھی ہوسکتی ہے، ہم سے بھی ہوسکتی ہے، لہٰذا ایک دوسرے کو معاف کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہنا چاہیے۔"

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ کی ایک بات کے پیچھے دوسری بات چھپی ہوئی ہے۔ آپ بتادیں کہ جناب تیرہزی عبادت سے کب فارغ ہوں گے۔ میں اس وقت ان سے فون پر گفتگو کروں گا۔"

"وہ بعض اوقات کئی دنوں، کئی ہفتوں اور کئی مہینوں تک عبادت کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ ان دنوں میں وہ ادارے کے خاص لوگوں سے کوئی ضروری بات کرلیا کرتے ہیں۔ ادارے کے باہر کسی سے کوئی رابطہ نہیں رکھتے۔ جب وہ عبادت سے فارغ ہوں گے تو میں آپ کا ذکر کروں گا۔ پھر وہ چاہیں گے تو خود ہی آپ سے رابطہ کریں گے۔ اچھا خدا حافظ۔"

اعلیٰ افسر نے ریسیور رکھ کر اپنے ساتھی افسروں سے کہا۔ "جناب تیرہزی طویل عبادت میں مصروف ہیں۔ انچارج بڑی ذومعنی باتیں کررہا تھا۔ وہ بڑی فراخ دلی ظاہر کررہا تھا لیکن اس کا انداز دوستانہ نہیں تھا۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہمیں اس حقیقت سے انکار نہیں کرنا چاہیے کہ بابا صاحب کا ادارہ اب ہم سے مخلص نہیں رہے گا۔ وہ ہمارے ملک میں اس طرح رہے گا جیسے ہم نے آستین میں سانپ پال رکھا ہو۔"

انٹیلی جنس کے چیف نے کہا "میں بڑی دیر سے سوچ رہا ہوں کہ ٹیلی پیتھی کے میدان میں ہمیں امریکا، اسرائیل اور دیوی سے مدد حاصل کرنی چاہیے۔ ان سب کا تعاون آسانی سے حاصل ہوگا کیوں کہ وہ سب ہی بابا صاحب کے ادارے کا خاتمہ چاہتے ہیں۔"

سب نے تائید کی۔ یہ اہم نکتہ تھا۔ امریکا اور اسرائیل ہمیشہ حکومتِ فرانس سے شکایت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ اپنے ملک میں انتہا پسند مسلمانوں کو ایسا مضبوط ادارہ قائم رکھنے کی اجازت دے کر اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں اور اب یہ بات سامنے آرہی تھی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر غیر مسلم جماعتیں یک جا اور متحد ہورہی تھیں اس لیے فرانس کے اکابرین کو یقین تھا کہ دیوی، امریکا اور اسرائیل ضرور ان سے تعاون کریں گے۔

فرانس کی وزارتِ خارجہ سفارتی سطح پر امریکا اور اسرائیل سے گفتگو کرنے لگی۔ جب گفتگو خاطر خواہ آگے بڑھنے لگی تو تینوں ممالک کے اہم اکابرین سوئٹزرلینڈ میں خفیہ اجلاس کے لیے جمع ہوگئے۔

فرانس کے وزیرِ خارجہ نے اس اجلاس میں بابا صاحب کے ادارے پر خود غرضی اور حکومتِ فرانس سے غداری کے الزامات لگائے۔ امریکی وزیرِ خارجہ نے کہا "برسوں پہلے جب فرہاد صاحب اولاد نہیں تھا۔ وہ اور سونیا بابا صاحب کے ادارے میں پہلی بار داخل ہورہے تھے تب ہی ہمارے سابقہ حکمرانوں نے فرانس کے سابقہ حکام سے کہا تھا کہ وہ اپنے ملک میں بابا صاحب کے ادارے کو نہیں بلکہ ایک آتش فشاں کو بننے اور اسلامی لاوا اگلنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ آج ہمارے سابقہ حکمرانوں کی پیش گوئی درست ہورہی ہے۔"

"ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے سابقہ حکمرانوں اور ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ اب ان غلطیوں پر سر پیٹنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہمیں ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنانا ہوگا۔ اگر ہم نے ایسا نہیں کیا اور منتشر رہے تو ہمیں جلد ہی پتا چل جائے گا کہ پارس کے خلائی زون سے آنے کے بعد بابا صاحب کا ادارہ اس دنیا کی بہت بڑی طاقت بن چکا ہے۔ ہم ایک دوسرے سے دور رہ کر اس طاقت کو نہیں کچل سکیں گے۔"

ایک اسرائیلی وزیر نے کہا "ہمیں اندازہ ہے کہ پارس خلائی زون سے نئی حیرت انگیز ٹیکنالوجی اور عجیب وغریب طبی اور سائنسی فارمولے لے کر آیا ہوگا۔ آئندہ چند ماہ میں نہ جانے اس ادارے کے لوگ کیسی کیسی غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں گے..... فی الحال ان کے پاس سایہ بنانے والی جو گولیاں ہیں ان کے باعث ہم ان سے کم تر ہوگئے ہیں۔ اب اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ان سے کھل کر جنگ کریں۔"

"ان کے علاوہ سایہ بنانے والی گولیاں دیوی کہلانے والی دو عورتوں کے پاس ہیں۔ ایک دیوی سے ہمارے اچھے تعلقات ہیں۔ ہمیں اپنے متحدہ محاذ میں اس دیوی کو شامل کرنا چاہیے۔ وہ سایہ بن کر ہمارے بہت سے مسائل حل کرتی رہے گی۔"

ایک خالی کرسی پر سے آواز آئی "تم لوگوں نے دیوی کو یاد کیا اور دیوی حاضر ہوگئی۔"

ان سب نے چونک کر دیکھا۔ ان کے قریب ایک خالی کرسی پر ایک حسین عورت نمودار ہوگئی تھی۔ وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی "میں وہ اصلی دیوی ہوں جسے امریکی اور اسرائیلی اکابرین نقلی اور فراڈ سمجھ رہے ہیں اور جو فراڈ ہے، وہ بڑی چال بازی سے اصلی بن کر ان اکابرین کو دھوکا دے رہی ہے۔ وہ ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے ان کے خلاف زہر اگلتی ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ میں ان اکابرین کو اپنے اصلی ہونے کا یقین نہیں دلا سکتی۔"

پھر اس نے فرانس کے وزیرِ خارجہ سے کہا "اس فراڈ دیوی کو اس خفیہ اجلاس کا علم نہیں ہے۔ وہ نہیں جانتی ہے کہ حکومتِ فرانس کو سایہ بننے والی دیوی کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اگر اسے معلوم ہوتا تو وہ میری جگہ دیوی بن کر چلی آتی۔"

امریکی وزیرِ خارجہ کے سیکریٹری نے کہا "اس دیوی نے تمہارے مقابلے میں ہمیں زیادہ تحفظ دیا ہے۔ زیادہ فائدے پہنچائے ہیں اس لیے وہ اصلی ہو یا نہ ہو، ہمارے لیے واقعی مہربان دیوی ہے۔"

"اس مہربان دیوی کی اصلیت جب سامنے آئے گی تو اپنا سر پیٹ کر ماتم کرو گے۔ میں پیش گوئی کرتی ہوں کہ اس دیوی کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ اس نے سایہ بننے والی گولیاں اسی ادارے سے حاصل کی ہیں کیوں کہ ایسی گولیاں صرف اسی ادارے میں ہیں۔"

"تو پھر تم نے کہاں سے گولیاں حاصل کی ہیں؟"

"میں ایسی گولیاں خلائی زون سے لائی ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے ایک ایسی صلاحیت حاصل کی ہے جسے بابا صاحب کے ادارے والے کبھی حاصل نہیں کرسکتے اور نہ ہی یہ صلاحیت اس فراڈ دیوی کے پاس ہے۔"

یہ کہہ کر وہ کرسی سے اٹھ گئی۔ اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر اس نے ایک کیپسول نکالا پھر اسے منہ میں رکھتے ہی فرش سے بلند ہوگئی۔ سب ہی حیرانی سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ وہ فرش اور چھت کے درمیان اِدھر سے اُدھر پرواز کررہی تھی پھر دروازہ کھول کر تیزی سے پرواز کرتی ہوئی دور چلی گئی۔ اس کے بعد کمرے میں واپس آکر فرش پر کھڑی ہوگئی۔ منہ سے کیپسول نکال کر مسکراتی ہوئی بیٹھ گئی۔

یہ سب کچھ چند ثانیوں میں ہوا تھا۔ ان سب دیکھنے والوں کو خواب سا لگا تھا۔ وہ آکر بیٹھ گئی تھی۔ باقی سب کھڑے ہی رہ گئے تھے۔ بیٹھنا بھول گئے تھے۔ وہ بولی "میں ابھی دروازے سے باہر دو کلومیٹر دور گئی تھی۔ صرف تیس سیکنڈ میں واپس آگئی۔ یوں میری پرواز کی تیز رفتاری کا اندازہ کرسکتے ہو۔ پلیز سٹ ڈاؤن۔"

وہ سب بیٹھ گئے۔ فرانس کے وزیرِ خارجہ نے کہا "کوئی یقین کرے یا نہ کرے، میں تم پر اندھا اعتماد کرتا ہوں۔ تم ہی اصلی دیوی ہو۔ میں تم سے ہر مناسب شرط پر دوستی کروں گا اور تمہارا تعاون حاصل کروں گا۔"

"میں فرانس میں رہوں گی اور دل وجان سے دوستی کروں گی تمہارے ملک کو بھی بابا صاحب کے ادارے سے کم تر نہیں ہونے دوں گی۔ تمہیں اس قدر فائدے حاصل ہوں گے جنہیں دیکھ کر امریکا اور اسرائیل کے اکابرین کو میرے اصلی ہونے کا یقین آجائے گا۔"

امریکی وزیرِ خارجہ کے سیکریٹری نے کہا "تمہاری یہ بات معقول ہے کہ تم حکومتِ فرانس کو فائدے پہنچاؤ گی تو ہمیں تمہارے اصلی ہونے کا یقین ہوجائے گا۔ ادھر چند ماہ تک ہم اسے مزید آزمائیں گے جس نے ٹرانسفارمر مشین تم سے چھین کر ہمارے حوالے کی تھی۔"

"اس کی کیا مجال ہے کہ وہ مجھ سے کوئی چیز چھین سکے۔ اپنے فوجی افسران سے پوچھو۔ میں نے خود وہ مشین واپس کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ میں واپس کرتی، اس نے میری لاعلمی میں دشمنی سے میرے تینوں ربولس اڑا دیے اور مشین تمہارے فوجیوں کے حوالے کرکے خود کو دوست ثابت کرکے مجھے دشمن ثابت کردیا۔ میں اپنی سادگی اور شرافت سے دھوکا کھا گئی۔ آئندہ میں شرافت کا مظاہرہ نہیں کروں گی۔"

ان کے درمیان بڑی دیر تک اہم معاملات پر گفتگو ہوتی رہی پھر وہ ایک دوسرے سے رخصت ہوگئے۔ دیوی نے فرانسیسی وزیرِ خارجہ سے کہا "میں فرانس میں تم سے ملاقات کروں گی۔ تم وہاں پہنچتے ہی ایسے جوانوں کو یک جا کردو جو ذہین اور یوگا کے ماہر ہوں۔"

وہ دیوی کی ذی شی تاراون تھی جو دیوی کے ساتھ خلائی زون کی طرف گئی تھی۔ اس نے دوسری شام فرانس کے شہر پیرس میں وزیرِ خارجہ سے ملاقات کی۔ اس وزیر نے ایسے پچیس جوان یک جا کیے تھے جو تعلیم یافتہ، ذہین، صحت مند اور یوگا کے ماہر تھے۔ ذی شی تاراون نے وزیرِ خارجہ پر تنویمی عمل کرکے اس کا دماغ لاک کیا پھر اسے رازداری سے یہ بتایا کہ جب وہ پچیس جوان امریکا پہنچا دیے جائیں گے تو ہر رات دو جوانوں کو سایہ بنا کر جزیرے میں لے جائے گی پھر ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے انہیں ٹیلی پیتھی سکھائے گی۔ اس طرح دو ہفتوں میں حکومتِ فرانس کے پاس اپنے فرانسیسی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے پھر انہیں کسی دوسرے ملک اور قوم پر بھروسا نہیں کرنا پڑے گا۔

سایہ بنا کر ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی سکھانے کی تدبیر اتنی عمدہ تھی کہ وزیرِ خارجہ نے خوش ہوکر ذی شی تاراون کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں لیا۔ اس کے سامنے گھٹنے ٹیکے پھر ہاتھ کو چوم کر کہا "تم تعاون نہیں کررہی ہو بلکہ بہت بڑا احسان کررہی ہو۔ تم نے پہلے ہی دن ثابت کردیا ہے کہ تم پوری سچائی سے دوستی کررہی ہو۔"

وہ بولی "اگر تمہارے ملک میں میرا وہی مقام ہوگا جو بابا صاحب کے ادارے میں فرہاد کا ہے تو میں فرانس کو دنیا کا سب سے طاقت ور ملک بنادوں گی۔"

وزیرِ خارجہ نے وعدہ کیا کہ ایسا ہی ہوگا پھر وہ دیوی کے پاس امریکا آگئی تاکہ اس کی مدد سے فرانس کے پچیس جوانوں کو ٹیلی

پیتی سکھائی جاسکے۔

دیوی کو پربھا سے عارضی طور پر شکست ہوئی تھی لیکن اب وہ فرانس کی دوستی کے ذریعے امریکا اور اسرائیل کو متاثر کرنے اور اپنی طرف مائل کرنے والی تھی۔ وہ مطمئن تھی۔ کامیابیاں اس کے قدم چومنے والی تھیں لیکن کبھی کبھی وہ سوچ میں پڑجاتی تھی کہ اس کی الماری کے اندر جو سیف ہے' اس میں سے فلانگ کیپسول والا فارمولا کیسے غائب ہوگیا ہے؟

خیال تھا کہ فراڈ دیوی نے ایسا کیا ہے لیکن وہاں گولیاں اور کیپسول جوں کے توں موجود تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ فارمولا چرانے والی فلانگ کیپسول چرا کر کیوں نہیں لے گئی؟ فلانگ کیپسول کا فارمولا وہ زدن تھری سے چرا کر لائی تھی کیونکہ منکی ماسٹر نے اسے دینے سے انکار کردیا تھا' نہ نایت اہم تھا۔

اعلیٰ پی پی کیپسول چرا کر لے گئی تھی لیکن ہزاروں کیپسول میں سے چند مٹھیاں بھر کر لے گئی تھی اس لیے کمی کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ دیوی کی سمجھ کے مطابق کوئی چور تھا تو کیپسول اور گولیوں کے پورے ڈبے اٹھا کر لے جاتا۔ اس کا خیال تھا کہ فراڈ دیوی اس فارمولے کو چرانے کے بعد اس پر اپنی برتری ظاہر کرے گی لیکن اس دیوی کی طرف سے خاموشی تھی۔

اس فارمولے کی دوسری کاپی اس کے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان کے پاس ہندوستان میں تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ماتحت کو حکم دیا تھا کہ مکمل فارمولا فلیکس کرے اور اس نے دو گھنٹے کے اندر فلیکس کے ذریعے مکمل فارمولے کی دوسری کاپی پہنچادی تھی۔

دیوی فارمولے سے محروم نہیں ہوئی تھی لیکن یہ بات دل میں کانٹے کی طرح چبھ رہی تھی کہ وہ غیر معمولی فارمولا کسی کے ہاتھ لگ گیا ہے اور اب اس کا محل نما بنگلا محفوظ نہیں ہے۔ اس نے اسی دن وہ بنگلا چھوڑ دیا تھا اور دوسری جگہ رہائش اختیار کرلی تھی۔

وہ دو ہفتوں تک اپنی ڈی اور فرانس کے پچیس جوانوں کے ساتھ مصروف رہی۔ ہر رات وہ دو جوانوں کو ایک ذرہ برابر گولی کھلا کر سایہ بناتی تھی۔ انہیں جزیرے میں پہنچاتی تھی۔ مشین کے آس پاس جو پہرے دار ہوتے تھے ان کے دماغوں پر آتما شکتی کے ذریعے حاوی رہتی تھی۔ اپنی ڈی اور دوسرے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مدد سے ہر رات دو جوانوں کو مشین سے گزارتی رہتی تھی۔ یہ کام اس نے اتنی رازداری سے کیا کہ امریکی فوجیوں' مائیک ہرارے اور پربھا رانی کو بھی اس کا علم نہ ہوسکا۔

پربھا سے ایک بار شکست کھانے کے بعد دیوی نے یہ پہلی بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ اس کے بعد پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان فرانس پہنچ گئے۔ دیوی نے دوسرا اہم کام یہ کیا کہ فرانسیسی حکام اور اعلیٰ فوجی افسران پر تنویمی عمل کرکے ان کے دماغوں کو لاک کردیا۔ دیوی' اس کی ڈی ون اور ڈی ٹو صبح وشام فرانس کے ان تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کرتے تھے جو حکومت کے مخالف شعبوں میں اہم فرائض ادا کرتے رہے تھے۔ اس طرح دیوی فرانس میں اپنے آس پاس فولادی دیواریں اٹھا رہی تھی۔ کوئی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا' فرانس کے حکام' فوجی افسران اور دوسرے کسی راستے سے اس فولادی قلعے میں داخل نہیں ہوسکتے تھے جسے وہ تعمیر کررہی تھی۔

اس دنیا میں بہت سی جنگیں لڑی گئیں' لاٹھیوں سے' تلواروں سے' توپ سے' بندوقوں سے اور ایٹم بموں سے مگر آئندہ غیر معمولی صلاحیتوں اور عجیب وغریب حربوں سے جنگ لڑنے کی تیاریاں کی جارہی تھیں۔

○☆○

بھارتی حکمرانوں کی پریشانیاں بڑھتی جارہی تھیں۔ پریشانیوں کا سبب ان کے اپنے ہی بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان تھے۔ جتنے بڑے بڑے منسٹر تھے وہ ایک دوسرے سے ملاقاتیں کررہے تھے اور ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے "کیا آپ کے دماغ میں کوئی بولتا ہے؟"

"جی ہاں۔ کہتا ہے' وہ دشمن نہیں دوست ہے۔ دیس بھگت ہے۔"

ایک اور منسٹر نے کہا "میرے بھی دماغ میں کوئی بولتا نہیں' بولتی ہے کہ بھارت کی جوان نسل اپنے ساتھ صرف ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہی نہیں بلکہ ایسی حیرت انگیز صلاحیتوں سے لیس ہوکر میدانِ عمل میں آرہی ہے جن کے سامنے بڑے سے بڑے ملک گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوجائیں گے۔"

"میرے دماغ میں بھی کوئی بولتی ہے کہ ہم سیاست دانوں کو خود غرضی اور مکاری بھول کر دیس کی بھلائی اور جنتا کی بہتری کے لیے کام کرنا ہوگا۔"

"میرے اندر جو بولتا ہے' وہ دہلی میں رہتا ہے۔"

"اور میرے اندر بولنے والا بمبئی میں ہے۔"

"پتا نہیں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان ہیں۔ مجھ سے بولنے والا کہتا ہے کہ وہ مدراس میں ہے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا' بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے اچانک ہمارے دیس میں کیسے پیدا ہوگئے ہیں؟"

وہ تمام منسٹر اس مسئلے پر گفتگو کرنے کے لیے دہلی کے گورنر ہاؤس میں جمع ہوگئے تھے۔ اس وقت ڈی شی تارا ٹو (کلپنا) نے ایک خاتون منسٹر کی زبان سے کہا "بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے رفتہ رفتہ پیدا ہوئے ہیں لیکن ایک ساتھ اچانک ظاہر ہورہے ہیں۔ اس وقت میں دیوی بول رہی ہوں۔ کیا تم سب ٹیلی پیتھی جاننے والی دیوی کو بھول چکے ہو؟"

ایک منسٹر نے کہا "ہم نہیں بھولے۔ دیوی نے کئی بار دیس بھگتی کا دعویٰ کیا لیکن دیس کے لیے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا۔"

دوسرے نے پوچھا "کیا تم وہی دیوی ہو؟ کیا تم ہی ہماری منسٹر کی زبان سے ابھی بول رہی ہو؟"

"ہاں بول رہی ہوں۔ اسے اپنے گھر کی دیواروں پر لکھ لو کہ اپنے دیس کو پُرپاور بنانے کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج کے ساتھ آئی ہوں۔ تمہارے جیسے اونچی کرسیوں پر بیٹھنے والے سیاست دانوں کو چتاؤنی (وارننگ) دیتی ہوں کہ جو دیس کے کام نہیں ہوگا' خود غرضی' لالچ کو چھوڑ کر ہمارا ساتھ نہیں دے گا' ہم اسے راج نیتی کی کرسی سے نیچے گرادیں گے۔"

ایک منسٹر نے کہا "دیوی جی! ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کے مشوروں کے مطابق بھارت کو سپرپاور بنانے کے لیے کام کرتے رہیں گے' تو ہمیں کیا ملے گا؟"

"کیا تم دیس کی سیوا کرنے کی قیمت چاہتے ہو؟"

"سب ہی مال ودولت چاہتے ہیں۔ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا جہان کی دولت حاصل کرسکتی ہیں۔ دولت کے بغیر نہ آپ ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج رکھ سکتی ہے اور نہ آپ سوکھی روٹی کھا کر اور پانی پی کر دیس کی سیوا کرنے آئی ہیں۔ ہم دیس کے لیے جان دیں گے لیکن دولت اتنی ہی لیں گے جتنی آپ کے پاس ہے۔ آپ کے پاس دنیا کے تمام بینکوں کی ایک چابی ہے اور وہ ہے ٹیلی پیتھی۔"

دوسرے منسٹر نے کہا "آپ ہمارے لیے انصاف کی دیوی بن جائیں۔ جیسے آپ جی رہی ہیں اسی طرح ہمیں بھی جینے دیں پھر ہم پیسہ اور جنتا کو نہیں لوٹیں گے۔ ہمارے لیے ڈالر اور پاؤنڈ کمانے کی راہیں ہموار کردیں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم میں سے کوئی اپنے دیس کے خزانے سے ایک پیسہ بھی نہیں لے گا۔ تم سب کے غیر ملکی اکاؤنٹ میں ڈالر اور پاؤنڈ جمع ہوتے رہیں گے۔ تمہیں اتنی دولت ملتی رہے گی جتنی تم نے اپنے دیس سے حاصل نہیں کی ہوگی۔ اب جاؤ اور اپنے اپنے فرائض انجام دو۔ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے جنتا کے دماغوں میں یہ بات منتقل کردو کہ دیوی اور تمام بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے نجات دہندہ بن کر آئے ہیں اور بھارت دیس کو جلد ہی دنیا کا سب سے طاقت ور ملک بنانے والے ہیں۔"

سیاست میں کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر عمل کرنا ہی پڑتا ہے۔ ڈی ٹو نے بھی یہی کیا۔ ڈالر اور پاؤنڈ کے عوض تمام برسرِ اقتدار سیاست دانوں کو خرید لیا۔ دیوی شی تارا نے خوب سوچ سمجھ کر کلپنا بھارتی کو اپنی ڈی ٹو بنایا تھا۔ کلپنا بھارتی نے سیاسیات میں ایم اے کیا تھا۔ اپنے ڈاکٹریٹ سے علمِ نفسیات کو سمجھا تھا۔ وہ ذہین اور حاضر دماغ تھی۔ بڑی معاملہ فہمی سے کسی بھی مسئلے کو سلجھاتی تھی پھر سونے پر سہاگا یہ کہ بڑے ہی منفرد حسن کی مالک تھی۔ اٹھتا کی چہرہ بڑا جاذبِ نظر تھا۔ اسے دیکھ کریوں لگتا تھا جیسے چودھویں صدی عیسوی کے زمانے کی حسینہ اجنتا کے غار سے نکل کر انسانوں کے سامنے آگئی ہو۔

وہ شاہی محل جیسی وسیع وعریض کوٹھی میں ایک راج کماری کی طرح رہنے لگی تھی۔ اس کا باڈی گارڈ ایک خیال خوانی کرنے والا ماتحت تھا۔ اس کے علاوہ اور کئی مسلح گارڈز کوٹھی کے باہر مستعد رہتے تھے۔

وہ شام سے آدھی رات تک بڑے بڑے سرمایہ داروں اور سیاست دانوں کے کلبوں میں وقت گزارتی تھی۔ باقی وقت خیال خوانی کرتی تھی اور سوجاتی تھی۔ ان دنوں اس کی توجہ ان ڈاکٹروں اور سائنس دانوں پر تھی جو سایہ بنانے والی گولیاں اور فلانگ کیپسول تیار کرنے میں مصروف تھے۔ تین بھارتی خیال خوانی کرنے والے جوان ان ڈاکٹروں اور سائنس دانوں کو سحرزدہ کرچکے تھے اور ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے رہے تھے۔ کلپنا بھارتی خیال خوانی کے ذریعے ان سب کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔

گورنر ہاؤس میں جشنِ آزادی بڑی دھوم دھام سے منائی جارہی تھی۔ کلپنا بھارتی دہلی میں رہائش اختیار کرنے کے بعد پہلی بار گورنر ہاؤس میں ہونے والی تقریب میں شریک ہوئی تھی۔ وہاں بڑے بڑے ارب پتی صنعت کار اور وہ راجے مہاراجے آئے ہوئے تھے جو راج پاٹ ختم ہونے کے بعد بھارتی سیاست کے ٹھیکے دار بن گئے تھے اور اپنے وسیع ذرائع اور امریکا وروس تک اثر ورسوخ رکھنے کے باعث ملکی سیاست کا رخ بدلتے رہتے تھے۔ ایسے لوگ حسن وشباب کے رسیا ہوتے ہیں۔ جوان ہوں یا بوڑھے' وہ حسین ترین عورت کو جیت لینے کی ضد کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے شرط لگاتے ہیں کہ جو مطلوبہ حسینہ کو جیت لے گا اسے تمام سرمایہ دار مل کر لاکھوں روپے دیں گے۔ اگر ہار جائے گا تو اسے لاکھوں روپے ہارنے ہوں گے۔

ایسے دل پھینک اور دولت پھینک رئیسوں نے جب کلپنا بھارتی کے حسن وشباب کو دیکھا تو آنکھیں چندھیا گئیں۔ وہ ہوش اڑانے والی حسینہ بڑی طرح دار' بڑی بے نیاز اور بڑی مغرور نظر آرہی تھی۔ صرف گورنر اور منسٹر سے گفتگو کررہی تھی اور وہ گورنر اور منسٹر وغیرہ اسے دیوی شی تارا کی حیثیت سے جانتے تھے۔ دوسروں کو یہ بتا رہے تھے کہ اس کا نام کلپنا بھارتی ہے۔ ایک ارب پتی باپ کی بیٹی ہے۔ حال ہی میں یورپ سے آئی ہے۔

اس کے اطراف جوان اور بوڑھے پروانے چکر کاٹنے لگے۔ اس سے متعارف ہونے کے لیے منسٹروں کا سہارا لینے لگے۔ ایک بوڑھے ارب پتی نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "آپ سے مل کر بہت خوشی ہورہی ہے۔"

لاوہ لیکن مجھے بوڑھوں سے مل کر خوشی نہیں ہوتی۔ میں نے اسی لیے دستانے پہن رکھے ہیں تاکہ مصافحہ کرتے وقت ہاتھ جراثیم سے محفوظ رہیں۔"

ایک نوجوان نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے وہی رسمی الفاظ ادا کیے "آپ سے مل کر بہت خوشی ہورہی ہے۔"

وہ بولی "کیا میں دیوالی کا تہوار ہوں؟ کیا میرے بدن سے

چھلبڑیاں چھوٹ رہی ہیں جنہیں دیکھ کر آپ خوش ہو رہے ہیں۔"

"مس بھارتی! اونچی اور مہذب سوسائٹی میں رسمی طور پر کہنا چاہیے کہ آپ کو بھی مجھ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

"مہذب سوسائٹی میں جھوٹ نہیں بولا جاتا۔ مجھے خوشی ہوگی تو خوشی کا اظہار کروں گی۔"

"میں ارب پتی باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ آپ کو خوش کرنے کے لیے آپ کے قدموں تلے سونے کا فرش بچھا سکتا ہوں۔ آپ بتائیں' آپ کی خوشی کتنی مہنگی ہے۔ میں وہ منہگی قیمت ادا کروں گا۔"

"میری خوشی مہنگی نہیں بہت سستی ہے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ لانے کے لیے اپنے کپڑے اتارو اور ننگے ہو کر رقص کرو۔ میں اپنا دل ابھی تمہیں دوں گی۔"

"میں آپ کا دل جیتنے کے لیے آسمان سے تارے توڑ کر لا سکتا ہوں مگر یہ کپڑے اتارنے والی بات....."

اس کے بولنے کے دوران کلپنا بھارتی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ جوش میں آکر سینہ ٹھونک کر بولا "میں آپ کی خاطر کپڑے اتار کر ابھی رقص کروں گا۔"

وہ اپنے کپڑے اتارنے لگا۔ پہلے کوٹ' پھر نکٹائی' پھر شرٹ' پھر پتلون کو اپنے جسم سے الگ کرنے لگا۔ عورتیں شرم سے چیخ کر منہ پھیر کر دور جانے لگیں۔ کئی مرد قریب آکر اس جوان کو پکڑتے ہوئے بولے "یہ کیا کر رہے ہو؟ مہذب سوسائٹی میں ننگے ہو رہے ہو؟ کیا پاگل ہو گئے ہو؟"

لوگ اسے جھنجوڑنے لگے تو اسے ہوش آیا اس لیے ہوش آیا کہ کلپنا بھارتی اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر وہاں سے جا رہی تھی۔ اس نے چونک کر اپنے آپ کو دیکھا۔ خود کو صرف انڈرویئر میں دیکھا پھر جھینپ کر جلدی جلدی اپنے کپڑے پہننے لگا۔

ایک مہاراجا نے ایک منسٹر سے کہا "تم صرف ایک منتری ہو۔ میں تمہیں کھ منتری بنا دوں گا۔ تم جانتے ہی ہو کہ میری پہنچ کہاں تک ہے؟ تم مجھے صرف اس حسینہ تک پہنچا دو۔"

منسٹر نے کہا "مہاراج! وہ بہت مغرور ہے۔ کسی کو ایک انگلی سے بھی چھونے نہیں دے گی۔"

"میں گورنر صاحب کے بیڈ روم میں جا رہا ہوں۔ تم کسی طرح بھی اسے وہاں پہنچا دو اور میری طرف سے انعام کے حق دار بن جاؤ۔"

وہ گورنر ہاؤس کے اندر چلا گیا۔ منسٹر نے بھارتی کے پاس آکر آہستگی سے کہا "دیوی جی! ایک مہاراجا نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ اگر میں آپ کو گورنر صاحب کے بیڈ روم میں نہیں لے جاؤں گا تو وہ بڑی پہنچ والا ہے۔ منسٹر کی کرسی سے میری ٹانگ کھینچ لے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ مجھے وہاں لے چلو۔"

وہ دونوں گورنر ہاؤس کے اندر آئے۔ وہاں مختلف حصوں میں سے گزرتے ہوئے ایک شاہی بیڈ روم میں آئے۔ مہاراجا نے حسینہ کو دیکھا تو خوشی سے باچھیں کھل گئیں۔ منسٹر واپس چلا گیا۔ مہاراجا نے کہا "مجھے فخر ہے کہ میرے ایک بلاوے پر آگئی ہو۔ باہر تقریب میں سب ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ تم مغرور ہو۔ کسی کو اپنے سائے تک بھی نہیں پہنچنے دو گی۔"

وہ دونوں بازو پھیلا کر اس کی طرف آنے لگا لیکن قریب پہنچ کر دروازے کی طرف مڑ کر جانے لگا۔ وہ اس کے دماغ پر مسلط ہو گئی تھی۔ مہاراجا نے دروازے کا پٹ لگا کر اسے لاک کیا پھر لاک کو آزمایا کہ وہ بند ہوا ہے یا نہیں؟ آزماتے وقت لاک کو کھولا تو دروازہ کھل گیا۔ اس نے دوبارہ بند کیا پھر اسے کھول لیا۔ یہ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ خود ہی اسے بند کر رہا ہے اور خود ہی کھول رہا ہے۔ آخر اس نے پلٹ کر کہا "اتنے بڑے بھارت کی گورنر کا یہ بیڈ روم ہے اور دروازے کا لاک ناکارہ ہے۔ کسی ابھی کسی لاک مرمت کرنے والے کو بلاتا ہوں۔"

اس نے ایک کیبنٹ کے پاس آکر اسے کھولا۔ وہسکی کی بوتل نکالی پھر اسے منہ سے لگا کر غٹاغٹ پینے لگا۔ آدھی سے زیادہ بوتل خالی کرتے ہی کھوپڑی گھوم گئی۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے باہر جانے لگا۔ بھارتی دیوی اس سے پہلے جا چکی تھی لیکن مہاراجا کے دماغ میں تھی۔

وہ محفل میں آکر ناچنے اور گانے لگا "ایک کمرے میں بند ہوں اور چابی کھو جائے۔ یہاں کوئی تالا چابی بنانے والا ہے۔ اتنے بڑے دیس کے گورنر کے بیڈ روم کا دروازہ نہیں ہے۔ نہیں دروازہ ہے اس کا لاک خراب ہے۔ دروازہ لاک ہو گا تو میں تم میں سے کسی کی بہن کو بیڈ روم میں لے جاؤں گا۔"

کتنے ہی لوگ طیش میں آگئے۔ اسے لعنت ملامت کرنے لگے۔ دور کھڑے ہوئے چند رئیسوں نے کہا "جو بھی اس کے پاس جاتا ہے' اس کی قربت سے دیوانہ ہو کر الٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ اب تک تمہارے چار شکاری ناکام ہو چکے ہیں۔ وہ شرط کے مطابق ایک ایک لاکھ روپے ہم عاشقوں کے کلب میں دیں گے۔ بہرحال یہ بتاؤ اب کون اسے جیتنے جائے گا؟"

اگلا شکاری بڑا محتاط تھا۔ اس کی عقل نے سمجھایا کہ وہ حسینہ محبت اور دولت سے نہیں ملے گی۔ اسے طاقت اور چالاکی سے حاصل کرنا ہو گا۔ وہ ایک سیاسی غنڈا تھا۔ اپنے آگے پیچھے تین گارڈز کی مختصر سی فوج رکھتا تھا۔ اس نے اپنے گارڈز کو حکم دیا کہ وہ گورنر ہاؤس کے اندر اور باہر مستعد رہیں۔ جیسے ہی وہ حسینہ اسے بے ہوش کر کے اس کی شاندار کوٹھی کے بیڈ روم میں پہنچا دیا جائے۔

کلپنا بھارتی اس بار دھوکا کھا گئی۔ اس نے یہ نہیں سوچا کہ اونچی مہذب سوسائٹی کے شرفا کہلانے والوں کے درمیان سے اغوا کرلیا جائے گا۔ وہ باتھ روم میں جانے کے لیے گورنر ہاؤس کے اندر گئی تو اسے اچانک پیچھے سے جکڑ لیا گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ چیختی' کسی نے اس کے منہ میں دبی ہوئی کوئی چیز حلق سے نگلنے پر مجبور کر دیا۔ اس کی ناک پر کلوروفارم سے بھیگا ہوا رومال رکھ دیا گیا۔ اس نے سانس لینے کے لیے منہ کو کھولا تو رومال اس کے منہ سے نکل کر منہ سے باہر قالین پر کہیں گر پڑا۔

وہ بہت ذہین اور حاضر دماغ تھی لیکن زندگی کے عملی میدان میں یہ پہلا تجربہ تھا اور بڑا مہنگا تجربہ تھا۔ حاضر دماغی کو کام میں لانے سے پہلے ہی وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

جب ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک آرام دہ بیڈ روم میں پایا۔ اٹھنے کی کوشش کی لیکن کمزوری کے باعث اٹھ نہ سکی۔ ایک ذرا سر کو اٹھا کر دیکھا۔ ایک ادھیڑ عمر کا صحت مند شخص ایک صوفے پر بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ "چلو اچھا ہوا ہوش میں آگئیں۔ میں سوچ رہا تھا مجھے زیادہ چڑھ جائے گی تو میں بھی تمہاری طرح بے ہوش ہو جاؤں گا۔"

کلپنا بھارتی نے پہلے خیال خوانی کی کوشش کی لیکن کمزوری کے باعث سوچ کی لہریں پرواز نہ کر سکیں۔ اس نے بڑی نقاہت سے کہا "میں کہاں ہوں؟ میں..... میں....."

وہ کمزوری سے ہانپنے لگی۔ آگے بول نہ سکی۔ وہ بولا "کمزور ہو گئی ہو۔ سرہانے تازہ پھل اور دودھ رکھا ہوا ہے۔ کچھ کھاؤ پیو اور مجھے خوش کرنے کے لیے محنتی ہو جاؤ۔"

"تم..... پچھتاؤ گے....."

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں پرانا پاپی ہوں۔ پاپ کرنے کے بعد کبھی نہیں پچھتاتا۔ ویسے میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ میں نے اس بیڈ روم میں بے شمار حسیناؤں کو دیکھا ہے مگر تمہارے حسن کے سامنے سب ماند پڑ گئی ہیں۔"

وہ سوچ رہی تھی کہ وہ قریب آئے گا تو کیسے بچاؤ کرے گی۔ پتا نہیں کتنی دیر تک بے ہوش رہی تھی۔ اس کے خیال خوانی کرنے والے باڈی گارڈ نے سوچ کے ذریعے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ ایک بار نہیں بار بار کوششیں کی ہوں گی اور اب مایوس ہو کر دوسرے گارڈز کے ساتھ اسے تلاش کر رہا ہو گا۔

وہ سینٹر ٹیبل پر خالی گلاس رکھ کر صوفے سے اٹھ گیا۔ مسکراتے ہوئے بولا "بہت مغرور ہو۔ کسی کو منہ نہیں لگاتی ہو۔ اب دیکھوں گا تم کتنے پیار سے مجھے منہ لگاؤ گی۔"

وہ آگے بڑھا۔ وہ گھبرا کر بولی "نہیں..... دور رہو۔"

"تقدیر کی بات مان لو۔ آج کی رات تقدیر نے تمہیں میرے بھرے ہم لکھ دیا ہے۔"

وہ لڑکھڑاتا ہوا قریب آیا پھر بولا "پہلے میں اس چکنے بدن کو چھو کر دیکھوں کہ ہاتھ کیسے پھسلتا ہے۔"

اس نے ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ کمزوری کے باوجود زور سے چیخ کر بولی "نہیں' مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ میں زندہ بچ گئی تو

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

ابجدِ موسیقی

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے

سُر، لے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور
موسیقی کے دیگر اسرار و رموز
آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب

برِصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کتاب موسیقی کے اُستاد کی جگہ لے سکتی ہے

قیمت: ۱۰۰/- روپے ○ ڈاک خرچ: ۱۸/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ رمضان چیمبرز طارق روڈ پی آئی بی کالونی کراچی ۱۲

تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی قریب آنے والے کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ وہ تکلیف سے منہ پر ہاتھ رکھ کر ایسے پیچھے کی طرف گیا جیسے منہ پر کسی نے گھونسا مارا ہو پھر وہ حیرانی سے بولا "تم؟ کیا تمہارے ہاتھ ایسے فولادی ہیں کہ..... کہ....."

اس نے اپنے منہ پر سے ہاتھ ہٹا کر دیکھا۔ ہاتھ لہو سے بھر گیا۔ منہ اور ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ کلپنا بھارتی نے خوش ہو کر کہا "ویل ڈن شری کانت! تم ٹھیک وقت پر پہنچے ہو۔"

پلنگ کے سرہانے والے حصے کے پیچھے ایک خوبرو جوان کھڑا ہوا تھا۔ مار کھانے والے نے پوچھا "یہ..... یہ کمرا بند ہے۔ تم اندر کیسے آگئے؟"

"موت بند کمرے میں بھی آجاتی ہے۔"

کلپنا بھارتی نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اس کا خیال خوانی کرنے والا ماتحت شری کانت آگیا ہے لیکن وہ کوئی دوسرا ہی قد آور جوان تھا۔ اس نے بھارتی سے کہا "میرا نام شری کانت نہیں ہے۔ میں آج شام سے اپنا نام یاد کرنے کی کوششیں کر رہا ہوں مگر پتا نہیں میرے دماغ کو کیا ہوگیا ہے۔ اپنا ہی نام یاد نہیں آرہا ہے۔"

مار کھانے والا دروازے پر پہنچ گیا تھا۔ اسے کھولنا چاہتا تھا۔ جوان نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس کی گردن دبوچ لی۔ وہ گڑگڑا کر بولا "تم اس کے شری کانت نہیں ہو۔ خود کو پہچانتے بھی نہیں ہو پھر کیوں ایک لڑکی کے لیے اپنی زندگی خطرے میں ڈال رہے ہو۔"

جوان نے اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا' اپنے سر سے بلند کیا پھر اسے شیشے کی سینٹر ٹیبل پر پھینک دیا۔ وہ ٹیبل پر آگرا۔ اس کے وزن سے شیشہ چکنا چور ہوگیا۔ جوان نے کہا "میں نہیں جانتا یہ لڑکی کون ہے؟ میں اس کوٹھی کے باہر کھڑا تھا۔ تمہارے حواری اسے اٹھا کر یہاں لا رہے تھے۔ میں بھی چھپتا ہوا اس کمرے میں آگیا۔"

پھر اس نے بھارتی سے پوچھا "اے تم کون ہو؟ میں تمہاری عزت بچا رہا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آرام سے پلنگ پر لیٹی رہو۔ کیا اپنے گھر نہیں جاؤ گی؟"

"میں آرام نہیں کر رہی ہوں۔ بہت کمزور ہوگئی ہوں۔ میں اٹھ کر بیٹھ سکتی ہوں مگر چل نہیں سکوں گی۔"

"اس کا مطلب ہے' میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا تب ہی تم اپنے گھر پہنچو گی۔"

"میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ مجھے کسی طرح میری کوٹھی میں پہنچا دو۔ میں اس کے بدلے تمہارے کمزور حافظے کا علاج کروں گی۔ لیکن..... لیکن یہاں سے کیسے جائیں گے۔ اس کوٹھی میں اس بدمعاش کے مسلح غنڈے ہوں گے۔"

پھر وہ اپنے گریبان پر ہاتھ رکھ کر بولی "میں نے یہاں ایک ڈیا رکھی تھی۔ پتا نہیں وہ کہاں گر گئی ہے۔ اگر وہ ہوتی تو ہم یہاں سے آسانی سے جاسکتے تھے۔"

وہ جیب سے ایک ڈبیا نکال کر دکھاتے ہوئے بولا "یہ پلنگ کے نیچے پڑی ہوئی تھی۔ کیا یہی وہ ڈبیا ہے؟"

وہ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئی' ہاتھ بڑھا کر بولی "یہی ہے مجھے دو۔ پلیز مجھے دو۔"

وہ بولا "تعجب ہے۔ اسے دیکھتے ہی تم کمزوری بھول کر ایکدم سے اچھل کر بیٹھ گئی ہو۔ آخر اس کے اندر کیا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ کچھ نہیں ہے۔ اسے نہ کھولنا۔ میری دوا ہے۔"

وہ بستر پر کھسکتی ہوئی پلنگ کے سرے پر آکر فرش پر کھڑی ہوگئی۔ ڈبیا کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے آگے بڑھی پھر لڑکھڑا گئی۔ جوان نے اسے گرنے سے پہلے ہی اپنے بازو میں سمیٹ لیا پھر کہا "تم اس ڈبیا کے لیے کچھ زیادہ ہی بادئی ہو رہی ہو۔ کیا یہ تمہاری جان کی طرح اہم ہے؟"

"ہاں۔ یہی سمجھو۔ پلیز مجھے ڈبیا دے دو۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"کچھ بھی ہے۔ لاؤ وہ ڈبیا۔"

"یہ ڈبیا تمہیں نہ ملے تو تمہارا کیا نقصان ہوگا؟"

"مجھ سے کوئی سوال نہ کرو۔ میری چیز مجھے دے دو۔"

"اس کے بدلے کیا دو گی؟"

"ساری دنیا کی دولت دوں گی۔"

"ساری دنیا کی دولت ایک طرف اور تمہارا حسن ایک طرف۔ میں نے کبھی کسی لڑکی کو ہاتھ نہیں لگایا لیکن تم مقناطیس کی طرح کھینچ رہی ہو۔ دیکھو کس طرح بازوؤں میں آکر سینے سے لگ رہی ہو۔ جب یہاں تک پہنچ گئی ہو تو مجھے ایک پپی دے دو۔"

وہ خود کو اس کے بازوؤں سے چھڑاتے ہوئے بولی "ایسی باتیں نہ کرو۔ پلیز میں اس ڈبیا کی دوا کھاؤں گی تو میری توانائی بحال ہوجائے گی۔"

"مجھے بھی توانائی ملے گی۔ اگر ایک پپی ملے گی۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔"

"تم وقت ضائع کر رہی ہو۔ وہ بدمعاش بے ہوش پڑا ہے لیکن اس کے مسلح غنڈے ہوش میں ہوں گے اور ہمارے ہوش اڑا دیں گے۔"

وہ دور ہو کر بولی "یہ ڈبیا تو کیا' میری جان بھی چلی جائے پھر بھی کسی کو قریب نہیں آنے دوں گی۔ میرا یہ جسم' یہ جان صرف اس کے لیے ہے جو کبھی میری زندگی میں آئے گا۔"

وہ مسکرا کر بولا "تمہاری اس بات نے دل خوش کر دیا۔ میں ایسی ہی حیا والی کی تلاش میں تھا۔ یہ لو۔"

اس نے ڈبیا آگے بڑھائی۔ بھارتی نے اسے لے کر کھولا۔ اس میں گولیاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ اور ذرا پیچھے ہٹ کر ایک گولی

نکال کر بولی "میں تمہارے جیسے رئیس زادوں کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ تم لوگوں کے درمیان مقابلہ ہو رہا ہے کہ تم میں سے کون مجھے حاصل کر سکے گا۔ لاکھوں روپے کی شرطیں بھی لگائی گئی ہیں اور مجھے ایک دوسرے سے چھیننے کے لیے آپس میں ایک دوسرے کا خون بھی بہا رہے ہو۔ تم نے میری عزت بچانے کے لیے اس شخص کو مار کر بے ہوش نہیں کیا ہے بلکہ مجھے اس سے چھین لینے کے لیے اسے لہولہان کر کے مجھے احسان مند بنا رہے ہو۔ کیا غلط ہے؟ ہیرو بن کر مجھ سے پیار مانگ رہے تھے۔ اب تم مجھے ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔ یہ دیکھو' یہ ایک گولی میں منہ میں رکھ رہی ہوں۔"

اس نے گولی منہ میں رکھ کر دانت میں دبائی پھر کہا "یہ گولی ابھی میرے منہ میں ہے۔ جب اسے نگل لوں گی تو تمہارے فرشتے بھی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکیں گے۔"

"کیا اس گولی کو نگلنے کے بعد تم بجلی کے جھٹکے دینے لگتی ہو؟"

"میری دماغی توانائی بحال ہونے دو' میں تم سب کو دماغی جھٹکے پہنچاؤں گی۔ یہ جو گولی میں نے منہ میں رکھی ہے یہ مجھے تم سے دور لے جائے گی۔"

اجنبی جوان نے کہا "یہ نہیں ہوسکتا۔ رخصت ہونے سے پہلے میں تم سے مصافحہ کروں گا۔"

وہ ایک طرف تھوک کر بولی "مرد ہو تو مجھے چھو کر دکھاؤ۔ میں تمہارے ہاتھ نہیں آؤں گی۔"

"تم نے میری مردانگی کو للکارا ہے۔ اب تو میں تمہیں آغوش میں لے کر اپنے دل کی حسرت ضرور پوری کروں گا۔"

وہ آگے بڑھا۔ بھارتی گولی کو نگل کر قہقہہ لگانے لگی۔ وہ رک گیا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا "میں نے کہا تھا نا کہ مجھے چھو نہیں سکو گے۔ آگے بڑھو۔ اب کیوں رک گئے؟"

"میں اس لیے رک گیا ہوں کہ تم خواہ مخواہ ہنس رہی ہو جب کہ ہنسنے کی کوئی بات نہیں ہے اور یہ کیا بے شری ہے۔ میرے سامنے اپنا گریبان کھول کر ڈبیا رکھ رہی ہو؟"

وہ ایک دم سے شرما کر گھبرا کر گریبان کا بٹن لگاتے ہوئے بولی۔

"کک۔ کیا میں نظر آرہی ہوں؟"

"نظر کیوں نہیں آؤ گی۔ کیا میں اندھا ہوگیا ہوں؟"

اس نے گداز بازوؤں کو تھام کر اسے اپنی طرف کھینچ کر کہا۔ "تم نے میری مردانگی کو چیلنج کیا تھا۔ دیکھو میں نے چھو لیا ہے اور اب تمہارے لبوں کی لالی چرانے والا ہوں۔"

وہ اس کے چہرے پر جھکنے لگا۔ وہ پوری قوت سے جدوجہد کرنے لگی لیکن اس مرد کی گرفت ایسی فولادی تھی کہ وہ نڈھال سی ہو کر بے بسی سے بولی "تمہیں بھگوان کا واسطہ دیتی ہوں۔ مجھے نہ لوٹو۔ میری عزت رکھ لو۔"

"تم مجھے عیاش سرمایہ دار کہہ رہی تھیں۔ عیاش اور گناہ گار کبھی حسین اور جوان عورت کو نہیں چھوڑتے اور اس وقت تم میرے شکنجے میں اتنے قریب ہو کہ ہماری سانسیں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہیں۔ بتاؤ ایسے وقت کون چنڈت یا دیوتا ہوگا جو تمہارے جیسی حسینہ سے محروم ہونا چاہے گا؟"

اس نے دھکا دے کر اسے پلنگ پر گرا دیا پھر جیب سے ایک ڈبیا نکال کر اس کے پاس بستر پر پھینکتے ہوئے بولا "تمہاری اصل گولیاں اس ڈبیا میں ہیں۔"

اس نے جھپٹ کر بستر سے ڈبیا اٹھالی۔ اسے کھول کر دیکھا۔ اس میں گولیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک گولی اٹھا کر اجنبی جوان کو بے یقینی سے دیکھا۔ جوان نے کہا "میں تمہارے خیال میں ایک عیاش اور بدنیت انسان ہوں۔ جاؤ اسے لے کر اپنے گھر چلی جاؤ مگر تم ایک بار ضرور سوچنا کہ میں کتنا احمق تھا کہ حسن و شباب کے خزانے کو چھوڑ کر موت کے منہ میں جانے کے لیے یہاں آگیا۔"

اس کی باتوں کے دوران وہ سائے میں تبدیل ہوگئی۔ آئینے کے سامنے جا کر دیکھا تو عکس نظر نہیں آرہا تھا۔ اسے یقین ہوگیا کہ اجنبی نے اصلی گولیاں واپس کر دی ہیں۔

اس نے آئینے کے پاس سے پلٹ کر دیکھا۔ بیڈ روم کا دروازہ کھل گیا تھا۔ وہ جا چکا تھا۔ بھارتی نے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچا "ہائے' وہ کون تھا' جو مجھے عزت دے کر اپنی جان سے کھیلنے گیا ہے؟"

وہ الجھ رہی تھی کہ وہ کون ہے؟

قارئین سمجھ رہے ہوں گے کہ کسی کنواری کی عزت رکھنے والا ایک علی ہی ہوسکتا ہے

بے پناہ کشش بھارتی میں تھی لیکن وہ دوڑتی ہوئی کھلے دروازے سے یوں گئی جیسے کشش اس مرد میں ہو جسے وہ چیلنج کر کے پچھتا رہی تھی۔

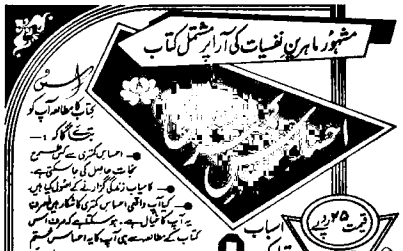

علی کی زندگی میں زبردست تبدیلیاں آئی تھیں۔ پہلے اس کی محبتوں کا مرکز سونیا ثانی تھی۔ قدرتی حالات نے اسے دور کردیا تھا اور وہی قدرتی حالات اسے کسی دوسرے روپ میں کسی دن اس کے سامنے لانے والے تھے۔ اس دن کے آنے میں ابھی دیر تھی اور علی کی عمر کا تقاضا تھا کہ اب وہ نئی سمت محبتوں کا سفر کرتا لہٰذا ایسے ہی ایک سفر کا آغاز بھارت کی سرزمین سے ہونے لگا۔

اسے دو ملکوں کے درمیان طاقت کا توازن قائم رکھنے کے لیے بھارت روانہ کیا گیا تھا۔ دیوی سایہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسول کے ذریعے بھارت کو مضبوط ترین اور پاکستان کو کمزور ترین ملک بنانے والی تھی پھر جس طرح اس نے پندرہ بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور پچیس فرانسیسی ٹیلی پیتھی جاننے والے مشین کے ذریعے پیدا کیے تھے' آئندہ اسی طرح مزید بھارتی خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ کرتی رہتی تو واقعی بھارت کو سپر پاور نمبر ون بنا سکتی تھی۔ اس طرح دونوں ملکوں پاکستان اور بھارت کے مابین طاقت کا توازن جو پہلے ہی بگڑا ہوا تھا' بالکل یکطرفہ ہو جاتا۔

بابا صاحب کے ادارے میں بھی سایہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسول کا ذخیرہ تھا۔ وہ بے شمار پاکستانی جوانوں کو سایہ بنا کر ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی سکھا کر بھارت سے طاقت کا توازن برقرار رکھ سکتے تھے۔

لیکن بڑی معذرت کے ساتھ اور بڑی شرم کے ساتھ کہ پاکستان کو قابل اعتماد اور قابل فخر قیادت.... بہت کم میسر آئی ہے۔ عالمی سروے کے مطابق ہمارا ملک کرپشن میں دوسرے نمبر پر ہے۔ جب راہنما راہ پر نہ ہوں تو قوم کا گمراہ ہو جانا یقینی ہو جاتا ہے۔ اپنی راہ گم کرنے والی قوم میں سے ہم نہایت ذہین اور صحت مند پاکستانی جوانوں کا انتخاب کرسکتے ہیں لیکن دور تک پھیلے ہوئے کچرے میں ننھے ننھے موتی چھپے ہوئے ہوں تو انہیں تلاش کرنے میں دیر لگتی ہے۔

ہمیں بھی دیر لگے گی لیکن ہم مایوس نہیں ہیں۔ جب پاکستان سے ذہین اور حیرت انگیز صلاحیتوں سے بھرپور جوان منظرِ عام پر آئیں گے تو ساری سیاسی غنڈا گردی کا خاتمہ کرنے کے علاوہ سپر پاور بننے والے پڑوسی ملک کے ساتھ طاقت کا توازن قائم کرکے رہیں گے۔

ابھی پہلے مرحلے پر علی بھارت میں بے جا طاقت کا توڑ کرنے گیا ہے اور ہمارے دو خیال خوانی کرنے والے بڑی خاموشی سے پاکستان کے ہر شہر اور قصبے میں جانے والے ہیں اور ڈھیر سارے کچرے میں سے موتی چننے والے ہیں۔

علی نے بھارت پہنچ کر دہلی میں رہائش اختیار کی۔ کبھی خیال خوانی کے ذریعے اور کبھی سایہ بن کر دیوی اور اس کے خیال خوانی کرنے والوں کو تلاش کرتا رہا۔ یہ تو موٹی سی عقل سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ دیوی اپنے ماتحتوں کے ساتھ دہلی راجدھانی میں ہوگی

اپنی ایجنسی علی نے وہاں کے سیاست دانوں پر نظر رکھی تھی۔ ان کے دماغوں میں پہنچتے رہنے کے دوران کئی سیاست دانوں کے چور خیالات نے بتایا کہ دیوی سے ان کا سمجھوتا ہوگیا ہے۔ وہ اپنی راجدھانی کے سیاست دان اپنے دیس کے خزانے کو نہیں لوٹیں گے۔ دیوی ان کے غیر ممالک کے اکاؤنٹس میں ڈالر اور پاؤنڈ جمع کرادیا کرے گی۔

ان کے چور خیالات سے دیوی کی رہائش گاہ کا پتا چلا۔ یہ پتا میں آیا کہ اصل دیوی ہوتی تو اپنی رہائش گاہ کا کسی کو پتا چلنے نہیں دیتی۔ دہلی میں جو ہے' وہ دیوی کی ڈمی ہے۔ علی پہلے سایہ بن کر اس کی رہائش گاہ میں گیا۔ جب اسے اس کے بیڈ روم میں دیکھا تو ہم زدہ ہو کر اس کے حسن و شباب کے نظاروں کو دیکھتا رہ گیا۔

اس نے بے راہ روی سے ہمیشہ گریز کیا تھا جبکہ پارس ورجنوں عشق کرچکا تھا اور ایک سے زائد شادیاں کرنے کے بعد ایک بچے کا باپ بھی بن چکا تھا۔ اب علی کے مزاج میں تبدیلی آرہی تھی۔ تبدیلی کے اس اہم موڑ پر کلپنا بھارتی کا اچانک ہی اس کی آنکھوں سے اتر کر دل میں سما گیا۔

جب وہ رات کو گہری نیند سو گئی تو علی کا سایہ اس کے اندر سما گیا۔ اس نے گہری نیند میں بے چینی محسوس کی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی تھی۔ علی اس کے اندر سما کر دماغ تک پہنچا۔ اس کی سوچ کی لہروں میں بولا "کوئی بے چینی نہیں ہے۔ میں گہری نیند میں ہوں اور خواب میں اپنے آئیڈیل کو دیکھ رہی ہوں۔"

وہ خواب میں علی سے ملتے جلتے گبھرو جوان کو دیکھنے لگی اور وہ اس کے چور خیالات پڑھتا رہا۔ اصلی دیوی شی تارا اس کے بھائی پارس کی امانت تھی۔ کلپنا بھارتی کے چور خیالات نے علی کو مطمئن کیا کہ وہ ابھی کسی کے نام نہیں ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ یہ اہم بات معلوم ہوئی کہ دیوی کے ماتحتوں نے خیال خوانی کے ذریعے دو ڈاکٹروں اور دو سائنس دانوں کو محفوظ کر رکھا ہے اور ان سے فلائنگ کیپسول اور سایہ بنانے والی گولیاں تیار کرانے میں مصروف ہیں۔

اس کا خوابیدہ دماغ علی کی مرضی کے مطابق ایک سائنس دان کی آواز اور لہجے کو دہرانے لگا۔ علی اس کے ساتھ دو تین بار اس آواز اور لہجے کو دہراتا رہا پھر اس سائنس دان کے دماغ میں پہنچ گیا۔

ان ڈاکٹروں اور سائنس دانوں کے دماغوں کو لاک کردیا گیا تھا۔ علی نے کلپنا بھارتی کی آواز اور لہجہ اختیار کیا تھا اس لیے اس سائنس دان کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ چونکہ آدھی رات گزر چکی تھی اس لیے وہ سائنس دان سو رہا تھا۔ علی وہاں سے واپس آگیا۔

اس نے دوسرے دن اس کے اندر پہنچ کر اس کے ساتھی سائنس دان اور ڈاکٹروں کی آوازیں سنیں پھر کلپنا بھارتی بن کر اظہار کرکے ان کے دماغوں میں بھی جگہ بنا آگیا۔ ان کے اندر ان ماتحتوں کی سوچ کی لہروں کو بھی سنتا رہا جو دیوی کے حکم کے مطابق ان کی نگرانی کررہے تھے۔

وہ تمام ماتحت کلپنا بھارتی کے بھی تابعدار تھے اس لیے اس کی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس نہیں کرسکتے تھے۔ اسی طرح علی' کلپنا بھارتی کے لہجے کو اپنا کر ان کے اندر بھی پہنچتا رہا۔

اس رات وہ ایک ایک ڈاکٹر اور سائنس دان کے خوابیدہ دماغوں میں جاکر ان پر تنویمی عمل کرتا رہا اور یہ حکم دیتا رہا کہ وہ چاروں دیوی اور اس کے ماتحتوں کے بدستور معمول اور تابعدار رہیں گے لیکن گولیاں اور کیپسول تیار کرنے کے دوران کہیں ایک آدھ غلطی ایسی ضرور کریں گے جس کے نتیجے میں صحیح کیپسول اور گولیاں تیار نہیں ہوسکیں گی۔

صرف یہی ایک بات نقش کرانے کے بعد اس نے حکم دیا کہ وہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد موجودہ تنویمی عمل کو یاد نہیں رکھیں گے اور پہلے تنویمی عمل کے مطابق دیوی اور اس کے ماتحتوں کے تابعدار رہیں گے۔

کلپنا بھارتی نے علی کے دل میں اپنے نام کی دھڑکنیں بھردی تھیں۔ اس کے باوجود وہ اپنے فرائض کی ادائیگی پر پہلے توجہ دیتا تھا۔ وہاں بھی اس نے پہلے ہی مرحلے میں ڈاکٹروں اور سائنس دانوں کو بڑی رازداری سے ٹریپ کرکے غیر معمولی گولیاں اور کیپسول تیار کرنے کے عمل کو ناکارہ بنا دیا تھا۔

تیسری رات دہی جشنِ آزادی کی تقریب تھی اور وہ اس تقریب کے مہمانوں کی بھیڑ میں موجود تھا۔ کلپنا بھارتی کے نازو انداز کو دیکھتا رہا تھا۔ جب اسے بے ہوش کرکے اغوا کیا گیا تو وہ سایہ بن کر وہاں موجود تھا۔ اس نے اس کی بے ہوشی کے دوران اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر سایہ بنانے والی گولیوں کی ڈبیا نکال لی تھی۔

اسے بے ہوشی کی حالت میں ایک بہت بڑے سیاسی دلال کے بیڈ روم میں پہنچایا گیا تھا۔ علی نے اس دلال کا کیا حشر کیا تھا یہ پچھلے باب میں بیان کیا جاچکا ہے۔

ابتدا میں کلپنا بھارتی' علی کو بھی عیاش شکاری سمجھتی رہی لیکن علی کے شریفانہ طرزِ عمل نے اس کی غلط فہمی دور کردی۔ وہ سایہ بن کر علی کو وہاں چھوڑ کر جانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے علی چلا گیا جہاں مسلح بدمعاش اسے جانی نقصان پہنچا سکتے تھے۔ ایسے وقت کلپنا بھارتی نے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچا "وہ کون ہے جو مجھے غیر مرئی طور پر اپنی جان کی بازی لگانے گیا ہے۔"

کلپنا بھارتی کا سایہ فوراً ہی کھلے ہوئے دروازے سے گزرتا ہوا کوٹھی کے ایک حصے میں پہنچا۔ وہاں دو مسلح بدمعاش علی کا راستہ روک کر پوچھ رہے تھے کہ وہ کون ہے؟ اور کوٹھی کے اندر کیسے اور کب آیا ہے؟

علی نے جواب دیا "تم سب غافل رہنے والے پہرے دار ہو۔ یہ نہیں جانتے کہ میں کیسے اندر آیا اور یہ بھی نہیں جانتے کہ میں نے تمہارے باس کو مار مار کر بے ہوش کردیا ہے۔"

انہوں نے چونک کر پوچھا "کیا؟"

حیرانی اور بے یقینی کے مختصر سے لمحات میں علی نے دونوں کے سر ٹکرا دیے۔ ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی دونوں بازوؤں میں ایک ایک کی گردن دبوچ لی۔ کلپنا بھارتی نے سوچا تھا کہ ان بدمعاشوں کے گولیاں چلانے سے پہلے ہی وہ خیال خوانی کے ذریعے انہیں خود کو ہلاک کرنے پر مجبور کردے گی لیکن علی اس کا موقع ہی نہیں دے رہا تھا۔ وہ دونوں چند سیکنڈ میں ہی بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑے۔

ایسے وقت تیسرا شخص گن لے کر وہاں پہنچ گیا۔ اپنے ساتھیوں کی حالت دیکھتے ہی اس نے گن سیدھی کی' گن سیدھی کرکے نشانہ لینے میں جتنا وقت لگتا ہے اس سے کم وقت میں وہ اچھل کر فضا میں قلابازیاں کھاتا ہوا قریب آیا پھر گن میں کے منہ پر ایک کک ماری۔ اس کے ہاتھ سے گن گر پڑی۔ وہ پیچھے کی طرف الٹ کر سیڑھیوں سے لڑھکتا ہوا نیچے جاکر آرام سے فرش پر لیٹا رہ گیا۔

کلپنا بھارتی اس کی مدد کرنا بھول گئی تھی۔ حیرانی سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "یہ انسان ہے یا فولادی روبوٹ۔ جسے ایک ہاتھ مارتا ہے یا دبوچتا ہے' وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔"

اس نے ایک جھرجھری سی لی۔ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ مرد کیا ہوتا ہے؟ اس نے تڑپ کر سوچا "اس مرد کی جدوجہد میں میرا بھی حصہ ہونا چاہیے۔ یہ مجھے موقع نہیں دے رہا ہے لیکن میں موقع حاصل کروں گی۔" وہ علی سے پہلے ہی کوٹھی کے باہر پہنچ گئی۔

باہر ایک مسلح بدمعاش دوسرے بدمعاش سے کہہ رہا تھا۔ "معلوم ہوتا ہے' اندر کچھ گڑبڑ ہے۔ ہم میں سے کسی ایک کو اندر جاکر معلوم کرنا چاہیے۔"

دوسرے نے کہا "میں ابھی جاکر معلوم کرتا ہوں۔"

بھارتی نے اس کے دماغ پر حاوی ہو کر اس کے ذریعے فائرنگ کی۔ اس کے دو ساتھی آخری چیخیں مار کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئے پھر اس نے بھی خود کو اپنی گن سے ہلاک کرلیا۔ علی نے باہر آکر یہ تماشا دیکھا تو سمجھ گیا کہ وہ دلربا اس کے لیے کچھ کررہی ہے۔ وہ پورچ میں کھڑی ہوئی کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا ذرا آگے بڑھ کر رک گیا۔ کار کی اگلی سیٹ کا دروازہ خود بخود کھلا۔ پھر بند ہوگیا۔ وہ پھر کار کو ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کے احاطے سے باہر نکل آیا۔

کلپنا بھارتی نے ابکائی لے کر گولی کو حلق سے نکالا۔ اس کے ساتھ ہی وہ علی کے ساتھ والی سیٹ پر نمودار ہوگئی۔ زیرِ لب مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

بھارتی نے تھوڑی دیر بعد پوچھا "میرے غائب ہونے پر تم حیران نہیں ہوئے تھے اور اب نمودار ہونے پر مجھے نہیں دیکھ رہے ہو' کیا بے نیازی دکھا رہے ہو؟"

"میں تم سے محتاط رہنا چاہتا ہوں۔ تمہیں دیکھوں گا اور دو چار باتیں کروں گا تو پھر مجھے عیاش شکاری ہونے کا طعنہ دو گی۔"

"اب تم مجھے طعنہ دے رہے ہو۔ آج ہماری پہلی ملاقات ہے اور پہلی ملاقات میں ایک دوسرے کو سمجھنے میں غلطیاں ہوتی ہیں۔ مجھ سے بھی غلطی ہوگئی۔ میں سوری کہتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ میرے لیے یہ بہت ہے کہ تم مجھے غلط نہیں سمجھ رہی ہو۔ بولو' تمہیں کہاں ڈراپ کردوں؟"

"گاندھی گارڈن کے سامنے میری کوٹھی ہے لیکن لمبے راستے سے چلو۔ میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"باتیں کرنا چاہتی ہو یا سوالات کرنا چاہتی ہو؟"

"ہاں' پہلا سوال ہے کہ تم کون ہو؟"

"ایک سوال تم کرو۔ ایک سوال میں کروں۔ اس طرح ہم ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں گے۔ میں نے سیاسیات میں ایم اے کیا ہے۔"

وہ بولی "میں نے بھی سیاسیات میں ایم اے کیا ہے۔"

"میں احمد آباد کا رہنے والا ہوں۔"

"عجیب بات ہے' میں بھی احمد آباد کی رہنے والی ہوں۔"

"احمد آباد میں میرے پتاجی جو دھوپور چار راستے کی چنگی میں منشی تھے۔"

"یہ تو کمال ہوگیا۔ ہمارا مکان بھی جو دھوپور چار راستے کی ایک گلی میں تھا۔"

علی دو دن پہلے اس کے اندر سما کر اس کے تمام حالات معلوم کر چکا تھا۔ ان معلومات کے مطابق کلپنا بھارتی کا تعلق جن باتوں سے' جن مقامات سے تھا وہ ان ہی باتوں اور ان ہی مقامات سے اپنا تعلق بھی جوڑ رہا تھا۔ اس نے کہا "میں جو کہہ رہا ہوں' وہی تم بھی کہہ رہی ہو۔ اب میں کہوں گا کہ ہم ذات کے کائستھ ہیں تو۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر حیرانی اور خوشی سے بولی "ہم بھی کائستھ ہیں۔ یہ تو عجیب اتفاقات ہیں۔ دھرم بھی ایک' ذات بھی ایک' جنم استھان بھی ایک اور ہماری تعلیمی صلاحیتیں بھی ایک ہیں۔"

"مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ میں اپنا جو نام بتاؤں گا' تم بھی اپنا وہی نام بتاؤ گی۔"

اس نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"دیکھو' میں نام بتا رہا ہوں۔ اسے اپنا نام نہ کہنا۔"

وہ ہنس کر بولی "مرد اور عورت کا نام ایک جیسا نہیں ہوتا۔"

"اچھا تو سنو۔ میرا نام کبیر بھارتی ہے۔"

وہ حیرانی سے اچھل کر چیخ مارنے کے انداز میں بولی "میرا بھی کلپنا بھارتی ہے۔ پتا نہیں' بھگوان کو کیا منظور ہے۔ ہم دونوں کی تمام باتوں میں یکسانیت ہے۔"

"ہاں' جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تو ایسا لگا جیسے تم سے کوئی قریبی رشتہ ہے اور یہ قریبی رشتہ خون کا نہیں بلکہ جنم استھان کا ہے' ہماری ایک ذات اور ایک تعلیمی صلاحیتوں کا ہے۔"

"تم اس شہر میں کہاں رہتے ہو؟"

"یہاں میرا مستقل ٹھکانا نہیں ہے۔ ایک ہوٹل میں رہتا ہوں۔ ایک سیاست دان نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے اپنا سیکریٹری بنائے گا۔ میں نے سوچا ہے' ملازمت مل جائے گی تو ہوٹل چھوڑ کر کرائے کا مکان لے لوں گا۔"

"کیا میری آفر قبول کرو گے؟"

"کیسی آفر؟"

"کسی کی ملازمت نہ کرو۔ میرے پرسنل سیکریٹری بن کر رہو۔ میں تمہاری تمام ضروریات پوری کروں گی۔"

"سوری' میں عورتوں کی ملازمت نہیں کرتا پھر یہ کہ میرا دل تمہیں چاہتا ہے۔ جسے دل چاہتا ہے اسے میں دل میں بٹھاتا ہوں' مالکہ بنا کر سر پر سوار نہیں ہونے دیتا۔"

"تم اپنی چاہت کا اظہار ایسے کر رہے ہو' جیسے میری طرف سے بھی چاہت کا یقین ہو۔"

"تمہاری چاہت نہیں ملے گی تو قیامت نہیں آجائے گی۔ میں پیاس بجھانے کسی دوسرے گھاٹ پر چلا جاؤں گا۔"

"کسی حسین لڑکی کو ایسا پتھر مارنے والا جواب نہیں سننا چاہیے۔ محبت سے اس کا دل جیتنا چاہیے۔"

"میں محبت کے آداب نہیں جانتا۔ اگر تمہارا دل میرے لیے مچلنے لگا ہے تو ابھی زبان سے کہہ دو ورنہ تمہیں گھر پہنچا کر ایسے جاؤں گا کہ کبھی نظر نہیں آؤں گا۔"

"یہ اچھی زبردستی ہے۔ ضروری تو نہیں کہ میں بھی تم سے محبت کروں۔ ہم اچھے دوست بن کر بھی رہ سکتے ہیں۔"

"دوست ایک دوسرے کو سینے سے لگاتے ہیں۔ کیا میرے سینے سے لگ کر رہو گی؟"

وہ شرما کر منہ پھیر کر بولی "سینے سے لگنا ضروری نہیں ہے۔"

"دوست ایک برتن میں کھاتے ہیں۔ ایک بستر پر سوتے ہیں۔ کہہ دو کہ یہ بھی ضروری نہیں ہے۔ جب دوستی کے طور طریقوں پر عمل نہیں کیا جائے گا تو پھر ہم دوست کیسے کہلائیں گے؟"

"تم تو الٹی سیدھی باتیں کرنے لگے۔ ارے یہ تو تم میری کوٹھی کے قریب آگئے ہو۔ کیا میری کوٹھی کا پتا جانتے ہو؟"

"میں تو یونہی اِدھر سے اُدھر ڈرائیو کر رہا ہوں۔ جو راستہ سامنے آتا ہے' چل پڑتا ہوں' میں کیا جانوں تمہاری کوٹھی کہاں ہے؟"

"وہ یہاں سے دوسری کوٹھی ہے۔ ذرا آگے ..... ہاں' ہاں۔ بس یہاں ہارن بجاؤ۔ گیٹ کھل جائے گا۔"

اس نے ہارن بجایا۔ مسلح گارڈ نے گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھول کر اپنی مالکہ کلپنا بھارتی کو دیکھا پھر بڑے گیٹ کو کھول دیا۔ علی کار ڈرائیو کرتا ہوا احاطے کے اندر پورچ میں آیا۔ گاڑی روک کر بولا۔ "ہمارا ساتھ یہیں تک تھا۔ شاید ہم پھر کبھی نہ ملیں۔"

"ہم کبھی ملیں گے یا نہیں ملیں گے؟ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ ابھی اندر چلو' میں چائے بہت اچھی بناتی ہوں۔"

وہ اس کے ساتھ کوٹھی کے اندر آیا۔ وہ کوٹھی بڑے قیمتی سامان سے آراستہ تھی۔ وہ ڈرائنگ روم میں آئے۔ اس نے کہا۔ "تم یہاں بیٹھو' میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ کوٹھی کے اندرونی حصے میں آئی۔ بے ہوشی کے بعد جو کمزوری طاری تھی' وہ اب ختم ہوگئی تھی۔ دماغی توانائی بھی بحال ہوگئی تھی۔ اس نے بیڈ روم میں آکر خیال خوانی کی پرواز کی پھر علی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔

وہ اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر کے اور اس کے مزاج اور کردار کی خرابیاں اور خوبیاں سمجھ کر یہ اعتراف کرنا چاہتی تھی کہ اس کا دل بھی علی کے لیے بے طرح دھڑکنے لگا ہے۔

اس کے چور خیالات نے بتایا کہ اس کا نام کبیر بھارتی ہے۔ اس نے بھی کلپنا بھارتی کی طرح سیاسیات میں ایم اے کیا ہے۔ اسی کی طرح احمد آباد کا رہنے والا کائستھ ہے۔ اس کے علاوہ وہ باڈی بلڈر ہے۔ اگر غلط راستہ اختیار کرے تو ایک بہترین فائٹر کی حیثیت سے بڑی دولت کما سکتا ہے لیکن شریفانہ طریقے سے ایک اونچے درجے کی ملازمت کرنے احمد آباد سے دہلی آیا ہے۔

کلپنا بھارتی اس سے متاثر ہو کر اسے اپنی طرف مائل کرنے لگی۔ اس کی سوچ میں کہنے لگی۔ "میں کلپنا بھارتی کے ساتھ رہوں گا تو میرا مقدر بدل جائے گا۔ یہ بہت دولت مند حسینہ ہے۔ میری زندگی بنا دے گی۔"

علی ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنا سر تھام کر سوچا "یہ میرے ذہن میں کیسی باتیں آرہی ہیں۔ یہ حسینہ دولت مند ہوگی تو اپنے لیے۔ میں وہ مرد نہیں ہوں' جو عورت کو سیڑھی بنا کر بلندی پر پہنچتے ہیں۔"

وہ خوش ہو رہی تھی کہ جسے اپنا بنانے والی ہے' وہ غیرت مند اور اصول پرست ہے۔ ساری زندگی اس کی حفاظت کرنے والا ایک باڈی بلڈر اور بہترین فائٹر ہے اور ایسا خوبرو گبھرو جوان ہے کہ محفلوں میں اس کے ساتھ شانہ بہ شانہ رہ کر فخر کرتی رہے گی۔

مسئلہ یہ تھا کہ وہ دولت مند بننے کے لیے عورت کا سہارا نہیں لینا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے سوچا کہ خیال خوانی کرے گی اور دوسرے ذرائع سے اس کے پاس بے انتہا دولت پہنچاتی رہے گی۔

اسے یاد آیا کہ کبیر نے اس کے سایہ بن کر غائب ہونے پر حیرانی ظاہر نہیں کی تھی۔ کیا وہ سایہ بننے والی غیر معمولی صلاحیت سے واقف تھا؟

اس نے علی کے دماغ میں یہ سوال پیدا کیا۔ اس کے ذہن سے جواب ابھرا۔ "مجھے کسی بات پر حیرانی ہوتی ہے تو میں ظاہر نہیں کرتا بلکہ انتظار کرتا ہوں کہ آگے چل کر اس غیر معمولی اور حیران کرنے والی بات کو خود سمجھنے کی کوشش کروں یا کوئی مجھے اس کے متعلق بتا دے۔ میں انتظار کر رہا ہوں کہ شاید کلپنا بھارتی مجھے اس سلسلے میں کچھ بتائے گی۔"

کلپنا بھارتی نے سوچا "یہ راز شاید بتانا ہی ہوگا۔ ویسے کوشش کروں گی کہ کبیر کو ٹالتی رہوں۔ سایہ بنانے والی گولیوں کا راز اسے نہ معلوم ہو تو اچھا ہی ہوگا۔"

ایسا سوچنے کے بعد اس نے اپنی دانست میں علی کے دماغ پر قبضہ جمایا اور اسے اپنے بیڈ روم میں آنے پر مائل کیا۔ وہ صوفے سے اٹھ کر ڈرائنگ روم سے چلتا ہوا کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا اس کی خواب گاہ میں آگیا پھر چونک کر بولا "ہم۔۔۔ میں یہاں کیسے آگیا؟ سوری مجھے تمہاری اجازت لے کر اندر آنا چاہیے تھا۔"

وہ مسکرا کر بولی "تم نہ آتے تو میں تمہیں بلانے والی تھی۔"

خواب گاہ میں زیرو پاور کی کیف آور سبز روشنی تھی۔ اس مدھم روشنی میں وہ کسی حسین خواب کی دھیمی دھیمی تعبیر لگ رہی تھی۔ علی نے آگے بڑھ کر کہا "تم مجھے بلانے والی تھیں جبکہ خواب گاہ میں کسی اجنبی کو بلایا نہیں جاتا۔"

وہ ذرا قریب ہو کر بولی "جو خواب گاہ میں آنے سے پہلے دل میں چلا آئے' وہ اجنبی نہیں رہتا۔"

یہ حوصلہ بڑھانے والی بات تھی۔ جذبات انہیں دھکیل کر اور قریب لے آئے۔ وہ لمحات یاد آرہے تھے' جب اس سیاسی دلال کے بیڈ روم میں وہ ایک دوسرے کی سانسوں کے قریب آگئے تھے۔ وہاں پیاس بڑھ گئی تھی' یہاں پیاس بھڑک گئی تھی۔

اس نے بھرے بھرے بازوؤں کو یوں تھام لیا جیسے ہاتھوں میں جام لیا۔ پھر۔۔۔ پھر کچھ نہ زباں سے کام لیا۔۔۔

○☆○

ایک بار ری ریز نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنائی تھی لیکن اس فوج کو مستحکم اور قائم رکھنے میں ناکام رہا تھا۔ اب دیوی فرانس کے پچیس خیال خوانی کرنے والے جوانوں کی فوج بنا کر انہیں ٹریننگ دے رہی تھی۔ فی الوقت دیوی کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تھی۔ اس کے ذاتی خیال خوانی کرنے والے بھارتی جوانوں کو بھی شامل کیا جائے تو اس نے واقعی

ایک فوج بنالی تھی۔

اس نے فرانس کے مختلف شہروں میں ان نوجوانوں کو رہنے کی آزادی دی تھی۔ ان پر پابندی یہ تھی کہ وہ سرِعام کبھی خیال خوانی نہیں کریں گے۔ جہاں جائیں گے اور جتنا وقت رہائش گاہ سے باہر گزاریں گے' اس کے بارے میں پہلے دیوی کو بتائیں گے پھر رہائش گاہ سے باہر جائیں گے۔

ان پچیس جوانوں کی انچارج ڈی ون شی تارا تھی۔ وہ تمام جوان اور حکومتِ فرانس کے تمام اکابرین ڈی ون کو دیوی سمجھ رہے تھے۔ ان پچیس میں پانچ خوب صورت فرانسیسی لڑکیاں تھیں۔ لڑکیوں پر پابندی تھی کہ وہ کسی مرد سے دوستی نہ کریں اور جوانوں کو سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ وہ کسی بھی لڑکی کے عشق میں گرفتار نہ ہوں ورنہ ان سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں چھین کر ایک عام انسان کی طرح ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا۔

دیوی کو معلوم ہو چکا تھا کہ پارس خلائی زون سے واپس آچکا ہے۔ فرانسیسی اکابرین نے اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے پارس کو یرغمال بنانے اور بابا صاحب کے ادارے سے خلائی سامان حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس پر عمل بھی کیا تھا' پھر ناکام رہے تھے۔

اب دیوی حکومتِ فرانس کے لیے مضبوط راہیں ہموار کررہی تھی۔ ان راہوں پر چل کر حکومت بابا صاحب کے ادارے سے خلائی سامان کا مطالبہ کرسکتی تھی۔ پارس شہناز کے ساتھ پیرس میں تھا اور یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ دیوی کی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج سے پارس ہی ٹکرائے گا۔ دیوی بھی اس کی مکاریوں اور بدمعاشیوں کو بہت اچھی طرح سمجھتی تھی۔ اس جیسے دل پھینک اور آوارہ کو پھانسنے کے لیے ایک نہایت حسین دوشیزہ لازمی تھی۔

ڈی ون خوب صورت تھی لیکن دیوی پارس کے حسن پر نظر کو خوب سمجھتی تھی۔ اس نے ڈی ون سے کہا "فرانس کی پانچ حسین لڑکیوں میں سے جو سب سے زیادہ حسین اور ہوشربا ہے' اسے دیوی کا رول ادا کرنے کی ٹریننگ دو۔ بارہ گھنٹوں کے اندر اسے میری طرح ہو جانا چاہیے۔ فرانس میں آئندہ وہی دیوی کا رول ادا کرے گی اور تم پسِ پردہ رہ کر اس کی راہنمائی کرتی رہو گی۔"

پھر اس نے فرانسیسی فوج کے اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر کہا۔ "میں نے تمہارے ملک کے تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔ کوئی دشمن خیال خوانی کے ذریعے تمہیں پریشان نہیں کرسکے گا۔ اب تم الپا اور برین آدم سے رابطہ کرو اور انہیں بتاؤ کہ میں نے تمہارے ملک اور تم لوگوں کو کیا سے کیا بنا ڈالا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ ڈی برین آدم نے دوسری طرف سے کہا "ہیلو! میں برین آدم بول رہا ہوں۔"

"میں فرانسیسی فوج کا کمانڈر ان چیف بول رہا ہوں۔ میڈم الپا کو اپنے دماغ میں بلاؤ۔ میں ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

ڈی نے کمپیوٹر کے ذریعے الپا سے رابطہ کیا' پھر کمانڈر سے کہا۔ "میڈم الپا میرے دماغ میں موجود ہیں۔ آپ میرے ذریعے گفتگو کرسکتے ہیں۔"

اس نے کہا "میڈم! شاید آپ کو ہمارے منصوبوں کی کامیابیوں کا علم ہو رہا ہوگا۔ اب ہم بابا صاحب کے ادارے کے مقابلے میں طاقت اور صلاحیتوں میں کسی طرح کم نہیں ہیں۔ اس وقت ہمارے پاس انتیس خیال خوانی کرنے والے ہمارے فرانسیسی اور امریکی جوان موجود ہیں۔"

الپا نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا "یہ انتیس خیال خوانی کرنے والے تمہارے پاس کہاں سے آگئے؟"

"پہلے چار امریکی خیال خوانی کرنے والے جوان ہمارے پاس پناہ لینے آئے تھے پھر دیوی جی نے ہمارے فرانس کے پچیس جوانوں کو نہایت رازداری سے سایہ بنا کر ٹرانسفارمر مشین سے گزارا' اس طرح ہمارے ملک میں زبردست ٹی پی آری بن گئی ہے۔"

"اوگاڈ! میں یہ نہیں کہتی کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں لیکن یقین نہیں آرہا ہے۔ بہت عرصہ پہلے ایک دیوی جی نے ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تابعدار بنالیا تھا۔ اب ایک دیوی نے تمہارے ملک کو پچیس خیال خوانی کرنے والوں کا تحفہ دیا ہے۔ تمہارے ملک کو بابا صاحب کے ادارے کے مقابلے میں مستحکم بنارہی ہے' کیسی عجیب بات ہے؟"

"ابھی کسی کو یقین نہیں آئے گا۔ دیوی جی نے فرانس کے تمام اہم اکابرین کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔ اب تم بھی ہمارے دماغوں میں نہیں آسکو گی۔"

الپا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں داخل ہونا چاہا' اس نے سانس روک لی۔ وہ فوج کے دوسرے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام کے اندر بھی باری باری جانے کی کوشش کرتی رہی اور ناکام ہوتی رہی۔ کمانڈر فون بند کرچکا تھا۔ وہ امریکی فوج کے کمانڈر کے پاس آئی پھر اسے بتانے لگی کہ جسے امریکا اور اسرائیل فراڈ دیوی سمجھتے ہیں وہ فرانس کو تقریباً سپر پاور بنا چکی ہے۔

اس نے کہا "وہ فرانس کے جوانوں کو تمہاری ٹرانسفارمر مشین سے سایہ بنا کر گزار چکی ہے۔ فی الوقت فرانس میں انتیس خیال خوانی کرنے والوں کی ایک فوج بن گئی ہے۔"

کمانڈر نے کہا "تعجب ہے۔ اس نے اتنے بڑے پیمانے پر ہماری مشین کو استعمال کیا اور ہمیں خبر نہ ہوئی۔"

"دیوی نے حکومتِ فرانس کے تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔ میں کتنے ہی اہم اکابرین کے دماغوں میں جانے کی ناکام کوششیں کرچکی ہوں۔"

"پھر تو واقعی فرانس ناقابلِ تسخیر ہو رہا ہے۔ میں حکومتِ فرانس سے احتجاج کروں گا کہ اس نے ہمیں فریب دے کر ہماری مشین کیوں استعمال کی؟ یہ سفارتی تعلقات کے خلاف ہے۔"

"احتجاج کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ آئندہ اس مشین کو زمین کی تہ میں بھی چھپا دیا جائے گا' تب بھی دیوی اپنے لوگوں کو سایہ بنا کر اس مشین سے فائدے حاصل کرتی رہے گی۔"

"واقعی یہ بڑی تشویش کی بات ہے۔ جس دیوی سے ہماری دوستی ہے اس نے پچھلے دو دن سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ ہمارے پاس اس سے رابطہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اسے یہ بتانا ضروری ہے کہ دوسری دیوی فرانس کو کس طرح سپر پاور بنا رہی ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کمانڈر نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا "ہیلو! کیا بات ہے؟"

"سر! دیوی جی میرے دماغ میں ہیں۔ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔"

کمانڈر نے کہا "میڈم الپا میرے ایک ماتحت کے دماغ میں رہ کر گفتگو کررہی ہیں۔ یہ ماتحت ابھی فون پر اپنی آواز سنا رہا ہے۔ دیوی جی اس کے اندر بول سکتی ہیں۔"

اس نے ریسیور ماتحت کو دیا۔ ماتحت نے اسے منہ کے سامنے لاکر اپنی آواز سنائی۔ دیوی نے اس کے اندر آکر کہا "تھینک یو کمانڈر! تم نے دوسری دیوی کے مقابلے میں میری دوستی کی قدر نہ کی۔ اس کے باوجود مجھ سے بات کررہے ہو اور یہ بھی اچھی بات ہے کہ الپا بھی موجود ہے۔ اس نے بتایا ہوگا کہ میں حکومتِ فرانس سے دوستی کی ایک نئی مثال قائم کررہی ہوں۔"

"ہاں۔ اس سلسلے میں ابھی میڈم الپا سے باتیں ہو رہی تھیں۔ تم نے حکومتِ فرانس سے دوستی نباہنے کے لیے ہم سے دھوکا کیا ہے۔ ہماری اجازت کے بغیر تم نے ہماری ٹرانسفارمر مشین استعمال کی ہے۔"

"جب کوئی چیز اجازت کے بغیر مل جائے تو اس کے لیے اجازت حاصل کرنا سراسر حماقت ہے۔ تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہیے۔"

"کیوں نہیں ہونا چاہیے۔ کسی کی چیز چھین کر دوسرے کو دی جائے تو کیا غصہ نہیں آئے گا؟"

"اگر تم اسے نیکی سمجھ لو تو غصہ نہیں آئے گا۔ یہ سمجھ لو کہ حکومتِ فرانس کمزور تھی' اسے خون کی ضرورت تھی۔ تمہارے خون کا گروپ اس سے مل گیا اس لیے تمہارا خون اسے دے دیا گیا۔ سوچو کہ تم نے کتنی بڑی نیکی کی ہے۔"

"تم ایسی باتوں سے مجھے اور غصہ دلا رہی ہو۔"

"جس دیوی کو دوست بنایا ہے اس سے کہو' وہ مجھ سے انتقام لے کر تمہارا غصہ ٹھنڈا کردے۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین کو مجھ سے چھین کر تمہارے حوالے کیا اور تم خوش ہوگئے۔ اب اس سے پوچھو کہ وہ مشین اس نے تمہیں دے دی ہے تو اسے میں کس طرح استعمال کررہی ہوں اور ایسا کررہی ہوں تو کیا وہ مجھے روک سکتی ہے؟"

"تم دو دیویاں آپس میں لڑ رہی ہو اور ہمیں نقصان پہنچا رہی ہو۔"

"ہماری لڑائی کسی ملک میں بھی ہو سکتی ہے۔ یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ تمہارے ملک میں ہو رہی ہے۔ اپنی دیوی سے کہو جس طرح میں نے فرانس کے اکابرین کے اطراف فولادی دیوار کھڑی کی ہے' کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مخالف انہیں اور ان کے ملک کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا اسی طرح تمہاری دیوی بھی تمہارے ملک کے اکابرین اور مشین وغیرہ کے اطراف فولادی دیوار کھڑی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرسکے تم سب کو تحفظ نہ دے سکے تو پھر وہ دیوی کیسی ہے؟ وہ تمہارا سر سہلاتی رہے گی اور میں مشین سے فائدے اٹھاتی رہوں گی۔"

الپا نے کہا "دیوی جی! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم بھی اسرائیل اور امریکا سے دوستی کا معاہدہ کرو۔ دوسری دیوی کے ساتھ ہماری پالیسی دوسری ہوگی اور تمہارے ساتھ کچھ اور پالیسی ہوگی۔"

"ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ پہلے اپنی دیوی سے کہو' میں نے فرانس سے جیسی دوستی کی مثال قائم کی ہے ویسی ہی مثال وہ تمہارے ملک کے ساتھ پیش کرے۔ جب وہ تمہاری امیدوں پر پانی پھیر دے گی تو میں کمانڈر کے اسی ماتحت کے دماغ میں آکر اور ڈی برین آدم کے دماغ میں آکر باری باری تم سے اور الپا سے باتیں کروں گی۔ بس اب میں جا رہی ہوں۔"

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ جب سے اس کے بیڈ روم سے فلائنگ کیپسول والا فارمولا چوری ہوا تھا' تب سے اس نے اپنی وہ محل نما کوٹھی چھوڑ دی تھی۔ یہ اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کوئی اس کی رہائش گاہ تک پہنچ گیا ہے۔ وہ ہستی جو بھی ہے' اس کی دشمن ہے۔ اسے چھپ کر دیکھ رہی ہے۔ وہ جگہ بدل بدل کر رہنے لگی تھی۔ اس طرح یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کون اس کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ یوں جگہ بدلنے اور کبھی کبھی سایہ بن کر لوگوں کے اندر سما کے ہر طرف دیکھنے کے بعد یقین ہوگیا کہ اب کوئی اس کے تعاقب میں نہیں ہے۔

اس یقین کے بعد اس نے حلیہ بدل لیا۔ موجودہ حلیے میں کوئی اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ ویسے پہچان لیے جانے کا ڈر اس لیے زیادہ نہیں تھا کہ داڑھ میں ایک گولی دبی رہتی تھی جو چشمِ زدن میں کسی بھی دشمن سے اسے دور کرسکتی تھی۔

ان غیر معمولی گولیوں نے اسے تمام اندیشوں سے بچالیا تھا۔ وہ آزادی سے سرِعام کہیں بھی کھلی فضا میں زندگی گزارنے لگی تھی۔ اب زمین کی تہ میں چھپ کر رہنے والا وقت گزر چکا تھا۔

وہ نچلی بار بوٹنگ نہیں کرسکی تھی۔ اس سکھ لڑکے دلجیت سنگھ کے پانی میں ڈوبنے کے بعد اس کا دل بھاری ہوگیا تھا۔ وہ آزادی کے جھمیلے تنگ جانے سے پہلے ہی واپس آگئی تھی۔

اس بار وہ بوٹ بیسن میں آئی۔ اس روز بوٹنگ کرنے والے سیاحتین کی کافی بھیڑ تھی۔ کاؤنٹر سے بوٹ کا نمبر مل رہا تھا اور کہا جارہا تھا کہ جب کوئی بوٹ سمندر سے واپس آئے گی تب وہ بوٹنگ کرسکے گی۔ وہ بوٹ کی واپسی کا انتظار کرنے کے لیے اوپن ریستوران میں آگئی۔

کلب، ریستوران اور تفریحی مقامات ایسے ہوتے ہیں، جہاں ایسی ہستیوں سے سامنا ہوجاتا ہے، جو تلاشِ بسیار کے باوجود کسی دوسری جگہ نہیں ملتیں۔ وہ جس میز پر آکر بیٹھی، ٹھیک اسی کے پیچھے کرسٹائن اور ڈی کروسو بیٹھے ہوئے تھے۔

وہ دونوں میز پر جھکے ہوئے تھے اور دھیمی آواز میں باتیں کررہے تھے۔ دیوی جہاں جاتی تھی، وہاں احتیاطاً لوگوں کو تاڑنے والی نظروں سے دیکھتی تھی اور ان سے ذرا دور رہنے کے باوجود آتما شکتی کی قوتِ سماعت کے ذریعے ان کی باتیں سنتی تھی۔ یوں بھی اسے طرح طرح کی دلچسپ باتیں سننے میں مزہ آتا تھا۔

اس وقت کرسٹائن عرف کرسٹی کہہ رہی تھی "مائی ڈیئر کروسو! ہمیں شادی کرلینی چاہیے۔"

کروسو نے کہا "کیا تم زندگی میں کچھ بننا اور ترقی کرنا نہیں چاہتی ہو۔ شادی کے بعد بچوں کا سلسلہ شروع ہوجائے گا پھر تم بڑے بڑے کارنامے انجام نہیں دے سکو گی۔"

"میرے لیے تمہارے بچوں کی ماں بننا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔"

"صرف شادی کرنا اور بچے پیدا کرنا تھا تو تم نے ٹیلی پیتھی کیوں سیکھی؟"

اس بات پر دیوی کے کان کھڑے ہوگئے۔ وہ پوری توجہ سے ان کی باتیں سننے لگی۔ کرسٹی کہہ رہی تھی "تم خواہ مخواہ بچوں کو بوجھ سمجھ رہے ہو۔ میں ماں بن کر بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے بہت اونچا مقام حاصل کروں گی۔ محترمہ آمنہ فرہاد اور میڈم سونیا بچوں کی مائیں بننے کے بعد بھی بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہی ہیں پھر میں کیوں نہیں ایسا کرسکوں گی۔"

دیوی کا دل دھڑکنے لگا۔ آمنہ فرہاد اور سونیا کے حوالے سے ظاہر ہورہا تھا کہ وہ گفتگو کرنے والے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ڈی کروسو کہہ رہا تھا "تم جن ہستیوں کا حوالہ دے رہی ہو ان کی صلاحیتوں کے آگے تم ذرے کے برابر بھی نہیں ہو۔"

کرسٹی نے پوچھا "کیا تم میری صلاحیتوں کی تعریف نہیں کروگے؟ کیا دیوی شی تارا کوئی معمولی ہستی ہے، اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہو۔ میں نے کتنی کامیابی سے دیوی کا رول ادا کیا تھا۔"

دیوی شی تارا کے کانوں میں جیسے رس گھل گیا۔ وہ خوشی سے لرزنے لگی۔ فراڈ دیوی بننے والی بدترین دشمن کی آواز کانوں تک پہنچ گئی تھی۔ اب وہ اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ پیچھے گھوم کر دیکھنا دانشمندی نہ ہوتی۔ اس نے پرچی سے ایک بے بی مرر نکالا پھر میک اپ درست کرنے کے بہانے اسی آئینے میں اسے صاف طور سے دیکھنے لگی۔ اس کے ساتھی کی صرف پشت دکھائی دے رہی تھی۔

کرسٹی اپنے چہرے سے اور اندازِ گفتگو سے خالص امریکی لگ رہی تھی۔ دیوی سوچ رہی تھی، اس فراڈ دیوی کے پاس سایہ بنانے والی گولیاں ہیں۔ اگر اس کا تعلق واقعی بابا صاحب کے ادارے سے ہے تو آتما شکتی کے ذریعے آنے والی سوچ کی لہروں کے خلاف اس کے دماغ کو لاک کیا گیا ہوگا اور جب آتما شکتی کے خلاف عمل کیا گیا ہوگا تو پھر وہ سایہ بن کر بھی اس فراڈ دیوی کے اندر جائے گی تو وہ اسے محسوس کرلے گی۔

وہ بڑی بے چینی سے سوچنے لگی، کیا کرے؟ کچھ تو کرنا ہی ہوگا ورنہ وہ اس میز سے اٹھ کر چلی جائے گی تو پتا نہیں اس کا تعاقب کیا جاسکے گا یا نہیں؟ ایک خیال آیا، جہاں کار پارک کی گئی ہیں، وہاں جاکر انتظار کرے۔ وہ فراڈ اپنے ساتھی کے ساتھ جس کار میں بیٹھے گی وہ اسی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر اس کی رہائش گاہ تک پہنچ جائے گی۔

اس نے یہی کیا۔ اپنی میز پر سے اٹھ کر کار پارکنگ ایریا کے پاس آکر اس طرح کھڑی ہوئی کہ وہاں سے وہ فراڈ دیوی بھی اسے نظر آتی رہی۔

محبت کرنے والے جہاں بیٹھ جاتے ہیں وہیں ایک دوسرے کی قربت میں کھو جاتے ہیں۔ وہ دونوں جذبوں میں ڈوب کر گفتگو کررہے تھے اور دیوی بور ہورہی تھی۔ انہوں نے ویٹر کو بلا کر کچھ آرڈر دیا تھا۔ اس کا مطلب تھا، وہ اور دیر تک بیٹھے رہیں گے۔ دیوی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ وہ ویٹر کی آواز سننے کے بعد اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ فروٹ جوس سے بھرے ہوئے دو گلاس ٹرے میں رکھ کر لے جارہا تھا۔ جب ان کے قریب پہنچا تو دیوی نے اس کے پیروں میں لغزش پیدا کی۔ وہ سنبھلتے سنبھلتے بھی میز کے پاس ایسے گرا کہ سارا فروٹ جوس کرسٹی کے لباس پر آگرا۔ وہ غصے سے چیختی ہوئی کھڑی ہوگئی "یو نان سینس!"

اس نے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ ڈی کروسو نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ پلیز غصہ تھوک دو۔"

وہ اپنے کپڑے جھٹکتے ہوئے بولی "ساری تفریح چوپٹ ہوگئی۔ لباس بدلنے کے لیے اپارٹمنٹ جانا ہوگا۔"

ڈی کروسو نے ویٹر کو بل کی رقم دیتے ہوئے کہا "کوئی بات نہیں۔ ایسا ہوجاتا ہے۔ بہتر ہے کہ تم تنہا جاؤ۔ میں ہمارے سے ملنے جارہا ہوں، آؤ چلیں۔"

وہ پارکنگ ایریا کی طرف آنے لگے۔ دیوی نے دو کاروں کے قریب جاکر ان کے درمیان چھپ کر گولی کو نگل لیا۔ کرسٹی کا موڈ بگڑا ہوا تھا اس نے اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر دروازے کو زور سے بند

کیا۔ ڈی کروسو نے کہا "غصہ کار پر نہ اتارو، ہیجو ٹھیک رکھو ورنہ حادثہ پیش آسکتا ہے۔"

دیوی کا سایہ کھڑکی کے راستے پچھلی سیٹ پر آگیا۔ کرسٹی نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے آگے بڑھا کر ڈرائیو کرتی ہوئی مین روڈ پر آگئی۔

ایسے وقت ڈی ون نے دیوی کے دماغ میں آکر اسے مخاطب کیا۔ دیوی نے کہا "واپس جاؤ، میں آرہی ہوں۔"

ڈی ون اپنی جگہ واپس آگئی۔ دیوی نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا "کیا بات ہے، خیریت تو ہے؟"

"کچھ زیادہ تشویش کی بات نہیں ہے۔ آپ کی ڈی ٹو کلپنا بھارتی کسی خوبرو جوان کے عشق میں گرفتار ہوگئی ہے۔ میں آپ کے حکم کے مطابق تمام ماتحتوں کے علاوہ کلپنا بھارتی کے دماغ میں بھی چوری چھپے جاتی رہتی ہوں۔ ابھی میں اس کے اندر گئی تھی۔ وہ اپنے بیڈ روم میں حسن و عشق کی داستان کے رنگین باب سے گزر رہی تھی۔"

"وہ جوان کون ہے؟"

"میں نے اس جوان کے بھی چور خیالات پڑھے ہیں۔ اس کا نام کبیر بھارتی ہے۔ وہ ملازمت کے لیے دہلی آیا تھا۔ کلپنا بھارتی سے اس کی ملاقات بڑے ہی ڈرامائی انداز میں ہوئی پھر یہ ملاقات بیڈ روم کے عشق میں بدل گئی۔"

ڈی ون تفصیل سے بتانے لگی کہ گورنر ہاؤس کی ایک تقریب میں کس طرح کلپنا بھارتی کو اغوا کیا گیا تھا اور کبیر بھارتی نے کس طرح اس کی عزت بچائی تھی۔

دیوی کی سب سے قابلِ اعتماد ہستی ڈی ون تھی اس لیے کلپنا بھارتی پر تنویمی عمل کے دوران اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردی گئی تھی کہ وہ کبھی ڈی ون کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔ یہی وجہ تھی کہ کلپنا بھارتی اس بات سے بے خبر رہی کہ اس کی خواب گاہ کی خفیہ اور ذاتی باتیں دیوی تک پہنچ گئی ہیں۔

دیوی نے پوری رپورٹ سن کر کہا "تمہاری رپورٹ کے مطابق کبیر بھارتی سازشی ذہن رکھنے والا جوان نہیں ہے۔ وہ بے ضرر ہے۔ اس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس کے باوجود میرگل کسی ڈی کو کسی مرد کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔ تم دونوں سے پہلے جو میری ڈی تھی، وہ پارس کے عشق میں گرفتار ہوگئی تھی۔ اس نے پارس کے اشاروں پر چل کر مجھے بہت نقصان پہنچایا تھا لہٰذا کلپنا بھارتی سے اس جوان کو دور کردیا جائے گا۔ میں ذرا محتاط ہوں، فرصت ملتے ہی بھارتی کے پاس جاؤں گی۔"

وہ دائمی طور پر واپس کار کی پچھلی سیٹ پر آگئی۔ کرسٹی نے اپنے گرانڈ فلور اپارٹمنٹ کے سامنے گاڑی روک دی تھی۔ وہ گاڑی سے نکل کر اپارٹمنٹ کے دروازے کے پاس آئی۔ اسے ایک تالا کھولا پھر بڑی بے خبری میں دیوی کے سائے کے ساتھ اندر آکر دروازے کو لاک کردیا۔

پھر وہ الماری کے پاس آئی۔ اس میں سے ایک جوڑا پہننے کے لیے نکالا۔ شاید وہ غسل کرنے کے بعد لباس بدلنے والی تھی اور جیسا لباس وہ پہننے والی تھی اس سے ظاہر ہورہا تھا کہ پھر باہر جائے گی۔ دیوی نے اب اس سے مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ سوچا کہ اگر وہ اسے اپنے اندر محسوس کرے گی تو فوراً کسی چیز سے زخمی کردے گی پھر وہ سانس نہیں روک سکے گی۔

اس کا سایہ کرسٹی کے اندر سما گیا۔ دیوی نے چند لمحوں تک انتظار کیا۔ اسے حیرانی ہوئی۔ کرسٹی نے اس کے سائے کو اپنے اندر محسوس نہیں کیا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ بابا صاحب کے ادارے سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ اس کے دماغ اور جسم کو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے حساس نہیں بنایا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پربھا، مانیک ہرارے اور ڈی کروسو وغیرہ کے دماغوں میں یہ بات نقش کی گئی تھی کہ ان کے چور خیالات سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوگا کہ ان کا تعلق بابا صاحب کے ادارے یا اس ادارے کے کسی فرد سے ہے۔

دیوی بڑی آسانی سے خیال خوانی کے ذریعے کرسٹی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے بڑی جھنجلاہٹ سی ہوئی کہ خواہ مخواہ بوٹ بیسن سے اس اپارٹمنٹ تک اپنا وقت ضائع کیا۔ وہ بہت پہلے ہی اس کے چور خیالات پڑھ سکتی تھی۔ بہرحال وہ اطمینان سے پڑھنے لگی۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اس کا نام کرسٹائن عرف کرسٹی ہے اور وہ ڈی کروسو سے بہت محبت کرتی ہے۔

دیوی کی سوچ نے پوچھا "یہ ڈی کروسو کون ہے؟"

"ڈی کروسو، پربھا رانی اور مانیک ہرارے کا ساتھی ہے۔ ان تینوں نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک ٹیم بنائی ہے۔ ری ریز، ٹیری ٹیلر اور ان کے ماتحت خیال خوانی کرنے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔ میں بھی ان تابعداروں میں سے ایک ہوں۔"

"تم نقلی دیوی بن کر اصلی دیوی شی تارا کی مخالفت کیوں کررہی ہو؟"

"میں کسی اصلی دیوی کو نہیں جانتی۔ دراصل پربھا رانی دیوی بن کر امریکا اور اسرائیل کو اصلی دیوی کا دشمن بنارہی ہے۔ اس نے ایک بار مجھے دیوی کا رول ادا کرنے کے لیے کہا۔ مجھے اس کام کی ٹریننگ دی پھر میں نے بڑی کامیابی سے وہ رول ادا کیا تھا۔"

"وہ دیوی بننے والی پربھا رانی کہاں ہے؟"

"اسی نیویارک شہر میں ہے۔ وہ مانیک ہرارے کی بیوی ہے۔ ڈی کروسو انہی سے ملنے گیا ہے۔"

"کیا وہ تینوں یوگا کے ماہر ہیں؟"

"ہاں۔ وہ کئی منٹ تک سانس روک لیتے ہیں۔"

"کیا ان کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے؟"

"کسی ادارے سے ان کا تعلق نہیں ہے۔ وہ تینوں آپس میں بڑے گہرے دوست ہیں اور ہمیشہ اہم معاملات میں ایک دوسرے سے مشورے لیتے رہتے ہیں۔"

کرسٹی بستر پر آکر لیٹ گئی۔ دیوی نے خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلادیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی تابعدار بنانے لگی۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردی کہ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد اصلی دیوی کے تنویمی عمل کو بھول جائے گی۔ ڈی کروسو کی محبوبہ اور پرجھا وغیرہ کی دوست اور وفادار بن کر رہے گی لیکن حقیقتاً اصلی دیوی کی معمولہ اور تابعدار رہے گی۔ وہ اسے تنویمی نیند سلا کر اس کے اپارٹمنٹ سے باہر چلی گئی۔

آئندہ وہ کرسٹی کے ذریعے پرجھا اور مائیک ہرارے کے اندرونی راز رفتہ رفتہ معلوم کرسکتی تھی۔ ان کی تمام کمزوریوں سے واقف ہونے کے بعد وہ اس سے دیوی بننے کا انتقام لے سکتی تھی۔

اس نے عارضی طور پر سمندر کے ساحل پر ایک کاٹیج کرائے پر لیا تھا۔ وہ چند روز وہاں گزار کر ہندوستان جانا چاہتی تھی۔ وہ کاٹیج میں آکر تھوڑی دیر تک بستر پر لیٹی رہی پھر اپنی ڈی ٹوکلپنا بھارتی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اپنے ہم سفر شب کے ساتھ بستر پر گہری نیند میں تھی۔ صبح ہورہی تھی اور وہ دونوں تھکن سے چور تھے۔

اس نے بھارتی کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا "کیا تم مجھے خواب میں دیکھ رہی ہو؟"

"جی ہاں دیوی جی! میں دیکھ رہی ہوں۔"

"جب میں تمہارے خواب وخیال میں رہتی ہوں تو تمہارے دل ودماغ میں بھی رہتی ہوں پھر یہ اجنبی نوجوان تمہارے جسم کے کس حصے میں آیا ہے؟ دل میں یا دماغ میں؟ خواب میں یا خیال میں؟ تم نے مجھے کہاں سے ہٹا کر اسے جگہ دی ہے؟"

"نہیں دیوی جی! آپ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ میں اس جوان کبیر بھارتی سے محبت کرتی ہوں' لیکن آپ سے محبت بھی ہے اور عقیدت بھی۔ میں تمام عمر آپ کی خدمت کرتی رہوں گی۔ جبکہ کبیر بھارتی کی محبت میری جوانی کا تقاضا ہے۔"

"تقاضا پورا کرنے کے لیے مجھ سے اجازت حاصل کرنا چاہیے تھی۔ مگر تمہاری جوانی دیوانی ہوگئی تھی۔ ایسی دیوانگی عورت کو رفتہ رفتہ غیر شعوری طور پر اپنوں سے دور اور کسی بیگانے سے اتنا قریب کردیتی ہے کہ وہ اپنے تمام فرائض بھول جاتی ہے۔ بہت عرصہ پہلے میری ایک ڈی نے پارس سے دل لگایا اور اس جوان سے سحرزدہ ہوکر مجھے نقصان پہنچانے لگی۔ میں نہیں چاہتی کہ آئندہ میری کوئی ڈی مجھے نقصان پہنچائے۔"

"دیوی جی! آپ میرے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرسکتی ہیں کہ میں آپ پر جان قربان کرنے والی ایک داسی ہوں۔"

"جس ڈی نے مجھ سے غداری کی تھی وہ بھی مجھ پر جان دیتی تھی لیکن جذبات بدلتے ہیں تو چور خیالات بھی بدل جاتے ہیں اس لیے میں تمہارے چور خیالات پڑھ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ سیدھی سی بات ہے۔ اس پر تمہارا دل آیا' تم نے دل کے ارمان پورے کرلیے۔ اب اسے یہاں سے رخصت کردو۔ میرے تجربے کہتے ہیں' یہ دوبارہ تمہاری زندگی میں آئے گا تو ہمارے لیے دائمی نادانستہ مصائب لے کر آئے گا۔"

"دیوی جی! آپ ہندوستانی عورت کی شرم کو اچھی طرح سمجھتی ہیں۔ میری زندگی میں کبیر بھارتی کے سوا کوئی دوسرا نہیں آئے گا۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں آپ کی موجودگی میں ابھی اس پر تنویمی عمل کروں' اسے ہمیشہ کے لیے اپنا تابعدار بنالوں۔ اس کے بعد کوئی دشمن اسے ٹریپ کرنا چاہے گا تو مجھے یہ خود ہی اپنے بدلے ہوئے حالات بتادے گا۔ میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ میرا موجودہ اور آئندہ خدمات کے صلے میں اس جوان کو انعام کے طور پر مجھے دے دیں۔"

"آج میں نے فراڈ دیوی کی اصلیت کو سمجھ لیا ہے اور اسے عبرت ناک موت کی آغوش میں پہنچانے کی راہ کا تعین کرلیا ہے۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ میں یہ جوان تمہیں انعام کے طور پر دے رہی ہوں۔ تم ابھی اس پر تنویمی عمل کرو۔ میں بھی اس کے اندر موجود رہوں گی۔"

کلپنا بھارتی نیند سے بیدار ہوگئی۔ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے پاس کبیر گہری نیند میں تھا۔ وہ دیوی کے ساتھ اس کے اندر رہ کر اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔

دیوی خاموشی سے اس پر ہونے والے عمل کو دیکھتی رہی۔ جب کلپنا بھارتی نے عمل مکمل کرلیا تو دیوی نے کہا "بھارتی! میں نے ہر پہلو سے تنویمی عمل کے ذریعے اسے جکڑ لیا ہے۔ میں مطمئن ہوں۔ اب تم اطمینان سے سوسکتی ہو۔"

وہ دوبارہ کبیر بھارتی کے پاس لیٹ گئی۔ دیوی نے اسے چند سیکنڈ میں سلادیا پھر کبیر بھارتی کے دماغ میں آکر بولی "ابھی تمہیں تنویمی نیند کی ابتدا کی ہے لہٰذا نیند سے واپس آؤ۔ میں تمہاری گرو بھارتی بول رہی ہوں۔"

وہ ابھی تک معمول بنا ہوا تھا۔ سحرزدہ سی سوچ میں بولا "میں نیند میں نہیں ہوں' تمہاری سوچ کی لہروں کو سن رہا ہوں۔"

"تم میرے معمول ہو۔ میں تمہیں حکم دے رہی ہوں کہ میرے تابعدار کی حیثیت سے ہمیشہ تابعدار ہی رہو۔ میرے بارے میں کبھی میرے بستر پر نہ آؤ۔ کیا میرے حکم کی تعمیل کروگے؟"

"میں تابعدار ہوں' تعمیل کروں گا۔"

"تم تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد مجھ سے بیزار ہوجاؤ گے۔ میرے قریب آنے سے انکار کروگے۔ میری توہین کروگے اور مجھے چھوڑ کر کہیں دور چلے جاؤ گے۔ کیا ان الفاظ کی تعمیل کروگے؟"

"میں تابعدار ہوں' تعمیل کروں گا۔"

دیوی نے اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دیا پھر اس کے دماغ

سے نکل آئی۔ علی نے سمجھ لیا کہ اب دیوی اور کلپنا بھارتی اس کے اندر نہیں ہیں۔ اگرچہ دیوی نے کلپنا بھارتی کی سوچ اور لہجے میں وہ زبانی احکامات صادر کیے تھے تاہم اس کے دماغ میں روحانی عمل کے جو اثرات تھے' ان کے ذریعے اس نے کلپنا بھارتی اور دیوی کے فرق کو سمجھ لیا تھا۔

اس نے آنکھیں کھول کر اپنے پہلو میں حسنِ تمام کو دیکھا۔ حسن خوابیدہ ہو تو اسے دیکھنے والا اور ندیدہ ہوجاتا ہے لیکن اب وہ اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔ دیوی نے اس پر جو عمل کیا تھا اس کے مطابق اسے بھی اپنے طور پر ڈراما پلے کرنا تھا۔

وہ اپنے دماغ کو یہ ہدایت دے کر سوگیا کہ دو گھنٹے کے بعد آنکھ کھل جائے۔ کلپنا بھارتی دو گھنٹے سے پہلے ہی بیدار ہوگئی۔ وہ آنکھیں کھول کر بڑے پیار سے کبیر کو دیکھنے لگی۔ دیوی نے مہربانی کی تھی۔ اسے کبیر کے ساتھ زندگی گزارنے کی اجازت دے دی تھی۔ وہ بہت خوش تھی۔ اس نے کبیر کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کے چہرے پر اپنا چہرہ رکھا۔ علی کی آنکھ کھل گئی اب اسے وہی کرنا تھا' جو دیوی چاہتی تھی۔

اس نے ناگواری سے کہا "یہ کیا حرکت ہے؟"

"عورت حرکت کرے تو برکت ہوتی ہے۔ اسے محبت کہتے ہیں۔"

"اسے محبت نہیں' بکواس کہتے ہیں۔ کتنی گہری نیند میں تھا۔"

"سوری کبیر! میں نے تمہیں گہری نیند سے جگادیا۔ آؤ میرے سینے پر سر رکھو۔ میں تمہیں سلادوں گی۔"

وہ اسے پرے ہٹا کر اٹھ بیٹھا' جماہی لے کر بولا "کیا خاک سلاؤ گی' ایک بار نیند اڑادی جائے تو پھر میں دوبارہ سو نہیں پاتا۔"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ پیار سے بھی نیند میں مداخلت کی جائے تو تمہارا موڈ بگڑ جاتا ہے۔"

وہ پیار سے منانے کے انداز میں اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "پلیز موڈ ٹھیک کرلو۔"

وہ بیڈ سے اتر کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا' وہ بولی "تم میری توہین کررہے ہو۔ تمہیں اتنا تو سمجھنا چاہیے کہ عورت ایک ہی رات میں اپنے مرد کے مزاج کو پوری طرح سمجھ نہیں پاتی۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ تم میرا مزاج سمجھتی رہو۔ مجھے تو جانا ہے۔"

"کہاں جاؤ گے؟"

"جہاں میرا قیام ہے' میرا سامان ہے۔ میں غسل کرکے لباس تبدیل کروں گا۔"

"تم اپنے لباس کا ناپ بتاؤ۔ تمہارا مکمل ڈریس ابھی آدھے گھنٹے میں آجائے گا۔ یہیں غسل کرو اور لباس تبدیل کرو۔ چلو میں تمہیں غسل کراؤں۔"

"میں بچہ نہیں ہوں اور تم اماں نہیں ہو کہ مجھے غسل کرائیں۔"

"کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ کیا دو پیار کرنے والے ایک ساتھ غسل نہیں کرتے ہیں؟"

"بے حیائی کی باتیں نہ کرو۔ شادی سے پہلے دو جوان جسموں کو ایک دوسرے کے قریب نہیں آنا چاہیے۔ پتا نہیں' مجھ سے یہ ایک غلطی کیسے ہوگئی؟"

"ہم نے بڑے ہی پیار بھرے جذبوں سے رات گزاری ہے اور تم اسے غلطی کہہ رہے ہو۔ تمہاری باتوں سے ایسا لگ رہا ہے جیسے ایک ہی رات میں بیزار ہوگئے ہو اور مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو۔"

"ہاں یہی سمجھو۔ میں جارہا ہوں۔ جوانی ستا رہی ہے تو کسی دوسرے سے یاری کرلو۔"

وہ پلٹ کر جانے لگا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "میری عزت اتنی سستی نہیں ہے کہ تم کھلونے کی طرح کھیل کر چلے جاؤ۔ اب تمہارے دماغ میں ہونے والے زلزلے بتائیں گے کہ میں کیا چیز ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے دماغ میں زلزلے کے جھٹکے پیدا کیے۔ کبیر بھارتی ایک چیخ مار کر فرش پر گرا اور تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا لیکن روحانی عمل کے اثر سے علی محفوظ تھا۔

کلپنا بھارتی فاتحانہ شان سے اسے تڑپتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ جب اس کی تکلیف کم ہونے لگی تو اس نے حکم دیا "چلو اٹھو اور بستر پر جاکر لیٹ جاؤ۔"

وہ کراہتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ڈگمگاتے ہوئے بستر پر آکر گر پڑا۔ وہ اس کے دماغ میں تھی۔ کبیر اس کی سوچ کے مطابق چاروں شانے چت لیٹ گیا پھر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ کلپنا بھارتی نے پہلے اسے گہری نیند سلایا پھر اسے اپنا معمول بنا کر بولی۔

"اب تم میرے عمل کے زیرِ اثر ہو۔ تم میرے ہر سوال کا صحیح جواب دوگے۔"

اس نے سحرزدہ ہوکر کہا "میں تمہارے ہر سوال کا صحیح جواب دوں گا۔"

"تم ایک رات پہلے میرے دیوانے تھے پھر یہ رات گزارنے کے بعد تمہارا رویہ کیوں بدل گیا ہے؟ مجھ سے کیوں بیزار ہوگئے ہو؟"

"تم نے مجھے تابعدار بنا کر حکم دیا تھا کہ میں تم سے بیزار ہوجاؤں اور تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں۔"

"جھوٹ مت بولو۔ میں نے تم پر اپنے خلاف کوئی عمل نہیں کیا تھا۔ تمہیں تابعدار نہیں بنایا تھا۔ کوئی معمول اپنے عامل سے جھوٹ نہیں بولتا۔ میں حکم دیتی ہوں' سچ بولو۔"

"میں سچ بول رہا ہوں۔ تم نے کہا تھا' میں تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد تمہارے تنویمی عمل کو بھول جاؤں لہٰذا میں صبح جاگنے کے بعد تمہارے عمل کو بھول گیا تھا۔ اب تم دوبارہ عمل

کررہی ہو تو مجھے پہلا تنویمی عمل یاد آرہا ہے۔ میں تمہارا دیوانہ ہوں۔ تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں لیکن تنویمی عمل سے بیدار ہو کر تمہارے حکم کے مطابق پھر تم سے بیزار ہو کر تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ پہلے تنویمی عمل کے دوران میں نے تمہیں بیزار ہونے اور چھوڑ کر جانے کا حکم نہیں دیا تھا۔ سوچو اور بتاؤ کہ میں نے کب ایسا حکم دیا تھا؟"

"تم نے تنویمی عمل کے بعد تنویمی نیند سونے کا حکم دیا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہی تم نے پھر اپنے پچھلے عمل کو جاری رکھتے ہوئے مجھے اپنے خلاف حکم دیا تھا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے ایسا نہیں کیا تھا جیسا وہ کہہ رہا تھا۔ اسے شبہ ہوا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ ایک ہی خیال آنے لگا کہ اس کے تنویمی عمل کے بعد کسی دوسرے نے بھی اس کی آواز اور لہجے میں کلپنا بھارتی بن کر ایسا کیا ہے۔

"اور ایسا کون کر سکتا ہے؟ صرف دیوی کو معلوم تھا کہ اس وقت کبیر پر عمل کیا جا رہا ہے۔ دیوی نے تو مجھ پر مہربانی کی تھی۔ لہٰذا وہ میرے خلاف عمل نہیں کرے گی۔ ہاں، وہ ڈی ون میرے اندر آتی رہتی ہے۔ اس کے رویّے سے پتا چلتا ہے کہ وہ مجھ سے حسد کرتی ہے۔ وہی آئی ہوگی اور اس نے میرے محبوب کو تنویمی عمل کے ذریعے مجھ سے بیزار ہونے اور مجھے چھوڑ کر جانے کے لیے کہا ہوگا۔"

اس نے کبیر کو حکم دیا کہ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اس سے نہ بیزار ہوگا اور نہ ہی اسے چھوڑ کر جائے گا۔ آئندہ پہلے کی طرح اس سے دیوانوں کی طرح محبت کرے گا۔

وہ اسے تنویمی نیند کے لیے چھوڑ کر بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ اسے ڈی ون پر غصہ آرہا تھا۔ وہ دیوی سے اس کی شکایت کرنے والی تھی پھر اس نے سوچا، دیوی سے شکایت کرے گی تو ڈی ون پھر اس کے خلاف عمل کرنے کبیر کے اندر پہنچ جائے گی۔

وہ دیوی کے پاس نہیں گئی لیکن دیوی نے دوسری بار آکر اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ وہ کبیر کو کلپنا سے بدظن کرنے میں ناکام رہی ہے اور کلپنا اس سلسلے میں ڈی ون پر شبہ کر رہی ہے۔

دیوی چاہتی تو پھر کبیر پر کلپنا کے خلاف عمل کر سکتی تھی لیکن اس کے دماغ نے سمجھایا کہ یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا؟ وہ اگر چاہتی ہے کہ اس کی ڈی کبیر سے متاثر نہ رہے تو کبیر کو اس دنیا سے ہی اٹھا دینا چاہیے۔

وہ نیویارک کے عجائب گھر کے گارڈن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے اطمینان تھا کہ جب چاہے گی، کبیر کو چٹکی میں مسل دے گی۔ اس نے کبیر کو زندہ رہنے کے لیے چند گھنٹوں تک چھوڑ دیا کیونکہ وہ فراڈ دیوی پر بھرپور توجہ دے رہی تھی۔ اپنی معمولہ کرسٹی کے ذریعے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتی جا رہی تھی۔

امریکا جیسے بڑے ملک میں بھی بے روزگاری ہے۔ نیویارک میں اور خصوصاً چائنا ٹاؤن میں بے روزگار آوارہ نوجوانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ نوجوان نشہ کرنے اور اپنی دوسری ضروریات پوری کرنے کے لیے اکثر واردات کرتے ہیں۔ ایسے ہی ایک نوجوان نے دیوی کو گارڈن میں دیکھا۔ اس کے پاس ایک پرس تھا۔ پرس میں یقیناً ڈالر ہوں گے۔ وہ ٹہلتا ہوا قریب آیا پھر یکبارگی اس سے پرس چھین کر بھاگنے لگا۔ دیوی کو رقم کی پروا نہیں تھی لیکن پرس کے اندر غیر معمولی گولیوں سے بھری ہوئی ڈبیا تھی۔ وہ پریشان ہو کر اس کے پیچھے دوڑنے لگی۔ اگر اس کی آواز سن لیتی تو روکنا پڑتا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس جوان کو اپنے پاس بلاتی۔ زندگی میں شاید پہلی بار اسے کسی کے پیچھے دوڑنا پڑا۔

گارڈن کی گھاس پر اعلیٰ بی بی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے سامنے سے دوڑ کر گزرنے والے کے سامنے اپنی ایک ٹانگ بڑھا دی۔ وہ ایک دم سے الجھ کر اوندھے منہ گرپڑا۔ اعلیٰ بی بی دوڑتی ہوئی اس کے پاس پہنچی پھر ایک جھٹکے سے پرس کو چھین لیا۔ وہ گھاس پر سے اٹھ کر پھر پرس چھیننا چاہتا تھا۔ اچانک اس کی پیشانی پر ایک پتھر آکر لگا۔ کچھ لوگ دوڑتے آرہے تھے۔ وہ پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کراہتا ہوا وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔

دیوی نے اعلیٰ بی بی کو دیکھا تو شدید حیرانی سے دیکھتی رہ گئی تھی۔ وہ سکھ لڑکا جو اس کی بوٹ سے چھلانگ لگا کر سمندر میں ڈوب گیا تھا اور اس کی آنکھوں کے سامنے ڈوب کر پھر نہیں ابھرا تھا، وہ زندہ نظر آرہا تھا۔

دیوی کو تو اس کی موت کا یقین ہو چکا تھا اور یقین ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ وہ ڈوبنے کے بعد دیر تک نظر نہیں آیا تھا۔ تیزی سے اس کے قریب آکر گھاس پر بیٹھ گئی پھر بولی "تم؟ دلبیت تم زندہ ہو؟"

اعلیٰ بی بی حیرانی سے بولی "دلبیت! کیا تم میرے بھائی کو جانتی ہو؟ پلیز بتاؤ تم وہ کہاں ہے؟"

وہ تعجب سے بولی "تم دلبیت نہیں ہو؟ اس کے بھائی ہو؟ گاڈ بالکل وہی لگ رہے ہو۔"

"میں اس کا جڑواں بھائی ہوں۔ ہمیں تو ہماری پیدا کرنے والی ماں بھی پہچان نہیں پاتی۔ تم بعد میں حیران ہوتی رہنا۔ پہلے یہ بتاؤ ابھی کیا کہہ رہی تھیں؟ ہاں، تم کہہ رہی تھیں دلبیت تم زندہ ہو، کیا تم نے اسے مردہ دیکھا تھا؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "نہیں تو، میں نے اسے مردہ نہیں دیکھا تھا۔"

"پھر تم نے کیوں پوچھا کہ وہ زندہ ہے یا نہیں؟ تم ضرور کچھ چھپا رہی ہو۔ سچ بتاؤ تم نے اسے کہاں مردہ دیکھا تھا؟"

"تم تو پیچھے پڑ گئے ہو۔ کہہ جو دیا کہ میں نے اسے ایک بار دیکھا تھا۔ اس نے اپنا نام دلبیت بتایا تھا۔"

"تم پھر جھوٹ بول رہی ہو۔ وہ اپنا نام دلجیت کیسے بتا سکتا تھا؟ دلجیت تو میرا نام ہے۔"

"کیا؟ تم دلجیت ہو؟ مگر وہ تو کہہ رہا تھا کہ۔۔۔"

"ہاں ہاں' کہہ رہا ہوگا۔ کبھی وہ میرا نام اپنا لیتا ہے۔ کبھی میں اس کا نام چرا لیتا ہوں پھر بڑی گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ میں بھول جاتا ہوں کہ میرا اصلی نام کیا تھا؟ کیا تم بتا سکتی ہو کہ میرا اصلی نام کیا ہے؟"

دیوی نے اس کے اندر جھانک کر خیالات پڑھے پھر غصہ دکھاتے ہوئے کہا "مجھے الو بناتے ہو؟ تم ہی دلجیت ہو اور تمہارا کوئی جڑواں بھائی نہیں ہے۔"

"تم نے پوچھا تھا کیا میں زندہ ہوں تو مجھے پتا چلا کہ میں دلجیت مر چکا ہوں اور میں دلجیت اس لیے زندہ ہوں کہ اس کا جڑواں بھائی ہوں لیکن تم کہہ رہی ہو کہ میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔ کیا تم میری ماں ہو؟"

"تم ویسی ہی باتیں کر رہے ہو' جیسی اس روز کر رہے تھے۔ تمہارا حافظہ کمزور ہے۔ مشکل تو یہ ہے کہ تمہارے دماغ میں ایک سے زیادہ سوچیں گڈمڈ ہوتی رہتی ہیں۔ کیا تم یاد نہیں کر سکتے کہ پانی میں ڈوبنے کے بعد تمہیں کس نے بچایا تھا؟ میں نے تو کسی بچانے والے کو بھی نہیں دیکھا تھا۔"

"کیا میں پانی میں ڈوب گیا تھا؟"

"اے بھگوان! اس کے پاس تو حافظہ نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کے ماں باپ کیسے ہیں کہ اسے تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔"

"کیا تم میری ماں ہو تیں تو مجھے اس طرح تنہا چھوڑ دیتیں؟"

"ہرگز نہیں۔ تمہارے جیسے پیارے بچے کو سینے سے لگا کر رکھتی۔"

"تو پھر میری ماں بن جاؤ۔"

"شٹ اپ۔ ابھی تو میری شادی نہیں ہوئی ہے۔"

"میں تمہاری شادی کرا دوں گا۔ میں بہت اچھا بچہ ہوں۔ ابھی میں اس چور کو نہ گراتا اور پتھر سے نہ مارتا تو وہ تمہارا پرس لے کر بھاگ جاتا۔"

"ہاں۔ میں تو بھول ہی گئی تھی۔ تم نے واقعی کمال کیا ہے۔ مجھے ایک بڑے نقصان سے بچایا ہے۔"

"تو پھر میری کنواری ماں بن جاؤ۔"

وہ ہنس کر بولی "ماں تو نہیں' دوست بنوں گی۔ تمہیں اپنے ساتھ لے جا کر معلوم کروں گی کہ تمہارے ماں باپ یا سرپرست کون ہیں؟ وہ جو بھی ہیں' تمہیں تلاش کرتے ہوئے ضرور میرے پاس آئیں گے۔"

وہ گھاس پر سے اٹھ گئی۔ اعلیٰ بی بی نے بھی اٹھتے ہوئے اپنی گردن کھجائی۔ دور ایک جگہ بیٹھے ہوئے جے مورگن نے دیکھا۔ اعلیٰ بی بی گردن کھجانے کا اشارہ کر کے کہہ رہی تھی کہ وہ چلا جائے۔ پچھلی بار کی طرح وہ پھر واپسی سے پہلے اس سے رابطہ کرے گی۔"

جے مورگن وہاں سے جانے لگا۔ اعلیٰ بی بی' دیوی کے ساتھ آکر کار میں بیٹھ گئی۔ وہ تھوڑی دیر پہلے کرسٹی کے دماغ میں جا کر ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن پرس چور نے پھر اعلیٰ بی بی نے اسے الجھا دیا تھا۔

اس نے کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کرسٹی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنی کار سے اتر کر اپنے اپارٹمنٹ میں جا رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اپنے اپارٹمنٹ میں ڈی کروسو کے ساتھ وقت گزارے گی۔

دیوی نے اس کی سوچ میں کہا "اپنی ڈیوٹی یاد رکھو۔ ابھی تم کھانے یا پینے کی کسی چیز میں ڈی کروسو کو اعصابی کمزوری کی دوا دھوکے سے دو گی۔ میں آ رہی ہوں' اس پر تنویمی عمل کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کیا گاڑی چلانا بھول گئی ہو۔ سوچو' جلدی سوچو اسے کیسے چلاتے ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "میرا دماغ تمہاری طرح کمزور نہیں ہے۔ یہ دیکھو کار ایسے چلاتے ہیں۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرنے لگی۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "تم مجھے پہلے سے جانتی ہو پھر پہلے ہی مجھے اپنے گھر کیوں نہیں لے گئیں؟"

"کیسے لے جاتی؟ تم پانی میں ڈوب گئے تھے۔ تم نے تو مجھے الجھا دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' تم کب پانی سے نکل کر پھر زندگی کی طرف لوٹ آئے۔ وعدہ کرو' اب پانی میں چھلانگ لگانے والی جیسی حرکت نہیں کرو گے۔"

"کیا تمہارے گھر میں ڈوبنے کے لیے پانی ہے؟"

"نہیں' ڈوبنے کے لیے نہیں ہے۔"

"کبھی شرم سے ڈوب مرنا ہو تو کیسے مرو گی؟"

"تم خاموش ہی رہو تو بہتر ہے۔"

وہ قدرت کی طرف سے چابی دی ہوئی گڑیا تھی۔ خاموش نہیں رہتی تھی۔ وہ تمام راستے اس کے کان کھاتی رہی۔ دیوی نے کرسٹی کے اپارٹمنٹ کے سامنے پہنچ کر گاڑی روکی پھر کہا "میں ابھی آتی ہوں۔ تم اچھے بچوں کی طرح یہاں بیٹھے رہو۔ دروازہ کھول کر باہر نہیں نکلنا۔"

وہ اسے تاکید کرنے کے بعد کار سے نکل کر اپارٹمنٹ کے دروازے پر آئی۔ کال بیل کا بٹن دبا کر خیال خوانی کے ذریعے بولا۔ "کرسٹی! میں ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

چند لمحوں کے بعد دروازہ کھل گیا۔ اعلیٰ بی بی نے چونک کر کرسٹی کو دیکھا پھر فوراً ہی سیٹ کے نیچے دبک گئی۔ کرسٹی اسے دیکھ لیتی تو اسے اعلیٰ بی بی کہہ کر مخاطب کرتی جبکہ وہ ایک سکھ لڑکا بنی ہوئی تھی۔ اس نے داڑھی میں دبی ہوئی گولی حلق کی طرف نگل کی پھر اسے نگل لیا۔

دروازے پر دیوی کرسٹی سے کہہ رہی تھی۔ "شاباش! تم نے ڈی کروسو کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے مجھ سے وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔"

وہ بولی "دیوی جی! اندر آ جاؤ۔"

"آتی ہوں مگر میرے ساتھ ایک چھوٹا سا لڑکا ہے۔ میں اسے لے کر آتی ہوں۔ تم اسے دوسرے کمرے میں لے جا کر دروازہ بند کر لینا۔ جب میں ڈی کروسو پر تنویمی عمل کروں تو اسے اس کمرے میں نہ آنے دینا۔"

وہ دروازے سے پلٹ کر کار کے پاس آئی۔ وہ کار کے اندر نظر نہیں آئی۔ اس نے آواز دی "دلجیت! دلجیت تم کہاں ہو؟"

وہ کار کے باہر اور آس پاس کی گلیوں میں اسے ڈھونڈنے لگی۔ وہ سکھ لڑکا کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ واپس آ کر کرسٹی سے بولی "مجھ سے غلطی ہو گئی۔ اسے اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ اس کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے۔ پتا نہیں پھر بھٹکنے کے لیے کہاں چلا گیا ہے۔"

دیوی نے پھر ایک بار دور تک متلاشی نظروں سے دیکھا پھر کرسٹی کے ساتھ اندر آ گئی۔ ان سے پہلے اعلیٰ بی بی کا سایہ اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں ڈی کروسو بے حد نقاہت کے باعث آنکھیں بند کیے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔

اس کمرے میں زیرو پاور کی دھیمی سی روشنی تھی۔ پلنگ اور الماری کے سائے گہرے تھے۔ ان میں اعلیٰ بی بی کا سایہ گڈمڈ ہو گیا تھا۔ دیوی نے پلنگ کے پاس آ کر کہا "ڈی کروسو! تم تو بڑے۔۔۔ شرمندہ ہو پھر جوہے کی طرح کیوں پڑے ہو؟"

اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ وہ بولی "مجھے نہیں پہچان سکو گے۔ میں تمہاری پرجھارانی کی طرح فراڈ دیوی نہیں اصلی دیوی ہوں۔"

ڈی کروسو نے پریشان ہو کر پہلے اسے پھر کرسٹی کو دیکھا۔ دیوی نے کہا "تمہاری محبوبہ کرسٹی میری تابعدار ہے اور اب تم میرے تابعدار بن جاؤ گے۔ تمہارے بعد میں مائیک ہرارے کو بھی اپنا تابعدار بنا کر پرجھا کو تنہا کروں گی۔ اسے دیوی بننے کی سزا یہ ملے گی کہ تم اور مائیک ہرارے مل کر اسے تڑپا تڑپا کر قتل کرو گے۔"

وہ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے گہری نیند سلا کر تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنانے لگی۔ اعلیٰ بی بی چپ چاپ تماشا دیکھ رہی تھی۔ دیوی نے آدھے گھنٹے بعد اپنے عمل سے مطمئن ہو کر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا پھر کرسٹی کے ساتھ باہر جاتے ہوئے بولی "میں جا رہی ہوں۔ جب تک ڈی کروسو خود بیدار نہ ہو تم اس کے قریب نہ جانا۔"

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے اپارٹمنٹ سے باہر چلی گئیں۔ اعلیٰ بی بی گولی اگل کر ٹھوس جسم میں نمودار ہوئی۔ اس نے پہلے اس کمرے کے دروازے کو اندر سے لاک کیا پھر ڈی کروسو کے پاس آ کر اسے جھنجوڑنے لگی۔ وہ تنویمی نیند پوری نہ کر سکا۔ نیند کی ابتدا میں ہی بیدار ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی کو دیکھ کر بولا "بے بی عالیہ! تم یہاں ہو؟"

"انکل! میں نہ ہوتی تو تم دیوی کے غلام بن چکے ہوتے۔ کرسٹی کے ساتھ گزبڑ ہو چکی ہے وہ اس کی کنیز بن چکی ہے۔"

"ہاں۔ مجھے یاد آ رہا ہے۔ میں نے یہاں ایک حسین عورت کو دیکھا تھا۔ وہ خود کو دیوی کہہ رہی تھی۔ میرے اور ہرارے کے ذریعے پرجھا کو قتل کرانا چاہتی تھی۔"

باہر کار اسٹارٹ ہونے کی آواز ابھر رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "دیوی یہاں آئی تھی۔ کار کی آواز سنو۔ وہ جا رہی ہے۔ اسے جانے نہ دو۔ اسے پکڑو۔"

"آہ بے بی! میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں' تم کچھ کرو۔"

وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی ٹیلی فون کے پاس آئی۔ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ رابطہ ہونے پر جے مورگن کی آواز سنائی دی' اس نے پوچھا "انکل! ماما کہاں ہیں؟"

"میڈم اپنے مشن پر ہیں۔"

سونیا اس وقت سایہ بن کر ان خفیہ اڈوں کی طرف گئی تھی جہاں ایٹمی لباس اور فلائنگ شوز تیار ہو رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "انکل! میرے کروسو انکل پراہم میں ہیں۔ ان کے دماغ میں پہنچیں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ کرسٹی باہر سے دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ حیران ہو رہی تھی کہ دروازہ اندر سے۔۔۔ خودبخود لاک کیسے ہو گیا؟ اس نے ڈی کروسو کو تنویمی نیند سوتے دیکھا تھا۔ اس کے سوا کوئی اپارٹمنٹ کے اندر نہیں تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک پریشانی سے سوچتی رہی پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے دیوی کو مخاطب کیا۔ "دیوی جی! میں آپ کو سی آف کرنے اپارٹمنٹ سے باہر آئی تھی اور ابھی تک باہر ہوں۔ اپارٹمنٹ کا دروازہ اندر سے بند ہو گیا ہے جبکہ وہ خود بخود کبھی بند نہیں ہوتا ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ اپارٹمنٹ کے اندر کروسو کے علاوہ کوئی موجود ہے؟"

"میں نے اور آپ نے تو کسی کو نہیں دیکھا تھا پھر وہ کیسے بند ہو گیا؟"

"پھر تو کوئی سایہ بن کر آیا ہوگا۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے ڈی کروسو کے دماغ میں آئی۔ وہ بڑی کمزوری سے کسی سے بول رہا تھا۔ دیوی نے حیرانی سے پوچھا "تم تنویمی نیند نہیں سو رہے ہو؟ یعنی میرے عمل کے وقت مجھے دھوکا دے رہے تھے۔ اب میں تمہارے دماغ کو زلزلے کے جھٹکے پہنچا کر تم پر تنویمی عمل کروں گی۔ تمہیں ہر قیمت پر اپنا تابعدار بناؤں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے اسے ذہنی اذیت میں مبتلا کرنا چاہا۔ اس سے پہلے ہی کروسو نے سانس روک لی۔ دیوی اپنی کار میں دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ یہ سمجھ میں آگیا کہ ڈی کروسو کے ساتھی اس کی مدد کرنے پہنچ گئے ہیں۔ اس کے دماغ کو لاک کررہے ہیں۔ اب وہ اسے کرسٹی کی طرح اپنا تابعدار نہیں بنا سکے گی۔ وہ کرسٹی سے بولی۔ "اندر خطرہ ہے۔ فوراً وہاں سے بھاگو' کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر کہیں دور جاتی رہو۔ میں تمہاری جیسی خیال خوانی کرنے والی کو ہاتھ سے نہیں جانے دوں گی۔ جب میں دیکھوں گی کہ دشمن تمہارے تعاقب میں نہیں ہیں تو میں تمہیں کسی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچادوں گی۔"

وہ اپارٹمنٹ سے دور بھاگ رہی تھی اور کہہ رہی تھی "اگر ان میں سے کوئی میرے دماغ میں آئے گا تو میں اسے روک نہیں سکوں گی۔"

"پروا نہ کرو۔ میں تمہیں ان کے شکنجے میں نہیں جانے دوں گی۔"

وہ دوڑتی ہوئی ایک سڑک کے کنارے پہنچی پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر سوچنے لگی کہ آگے جاکر ایک بس میں بیٹھے گی پھر نیویارک شہر سے باہر کسی چھوٹے سے ٹاؤن میں چلی جائے گی۔

دیوی اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی اور پریشان ہوکر سوچ رہی تھی "جب میں کروسو پر تنویمی عمل کررہی تھی تو صرف کرسٹی اپارٹمنٹ میں تھی۔ اگر کسی کا سایہ تھا تو وہ مجھے تنویمی عمل سے روک سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ جب کرسٹی میرے ساتھ آئی تو اس نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے' وہ سایہ مجھ سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

پھر دیوی کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ کرسٹی نے جب کروسو کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا اور دیوی کی آمد کا انتظار کرتی رہی۔ اس سارے عرصے میں اپارٹمنٹ کے اندر وہ سایہ نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو کروسو کو اعصابی کمزوری میں مبتلا نہ ہونے دیتا اور کروسو کے ساتھیوں کو اطلاع دے دیتا۔ اس کے بعد اسے اپنے اپارٹمنٹ کے اندر جانے اور تنویمی عمل کرنے کا موقع ہی نہ ملتا۔

اس طرح یہ بات یقینی ہے کہ دیوی کے اپارٹمنٹ میں جانے کے بعد ہی وہ سایہ اندر آیا ہوگا۔ کیا وہ دیوی کا تعاقب کررہا تھا؟ اگر ایسا تھا تو یہ بات دیوی کے لیے تشویش ناک تھی۔ وہ سایہ اس کی موجودہ رہائش گاہ تک اس کے تعاقب میں آسکتا تھا۔

وہ پریشان ہوکر دروازے کو دیکھنے لگی۔ کبھی کھڑکی کے پردوں سے جھانکنے لگی۔ اس کی داڑھ میں سایہ بنانے والی گولی دبی ہوئی تھی۔ اچانک خطرہ پیش آتے ہی وہ چشم زدن میں سایہ بن کر اپنی حفاظت کرسکتی تھی۔

پھر اس نے اعلیٰ بی بی کے متعلق سوچا۔ کیا اس سکھ لڑکے کو سایہ بننے والوں نے اغوا کیا ہے؟ ایسا ہوسکتا ہے۔ دلجیت کے اچانک غائب ہونے کی کوئی وجہ ہوگی۔

پہلے اس نے سوچا کہ دلجیت کے دماغ میں جھانکنا فضول ہے۔ اس کے اندر کئی سوچیں گڈمڈ رہتی ہیں۔ اس کے خیالات سے کوئی خاطر خواہ بات معلوم نہیں ہوسکے گی پھر اس نے سوچا شاید کچھ معلوم ہوسکے۔ شاید یہ بات معلوم ہوسکے کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

وہ اس کے اندر پہنچ گئی۔ بڑی الجھی ہوئی سوچیں تھیں۔ دیے کوئی اس کے اندر کہہ رہا تھا "تم عجوبہ ہو۔ ایسا الجھا ہوا ذہن رکھ کر نارمل دکھائی دینا عجیب سی بات ہے۔ تھوڑی دیر پہلے اس عورت کی کار میں تھے۔ اب کہہ رہے ہو کہ تمہیں کچھ یاد نہیں ہے۔"

دلجیت نے پوچھا "کیا تم میرے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"اگر میں جانتا تو تمہارے پیچھے اپنا دماغ خراب نہ کرتا۔ میں نے سوچا تھا تمہیں یرغمال بناکر اس عورت کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھاؤں گا۔"

دیوی نے دلجیت کی سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "تم کس قسم کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارے جیسے بالشت بھر کے چھوکرے سے کیا کہوں؟ یہ عشق کا معاملہ ہے۔ تم نہیں سمجھو گے۔"

"کیوں نہیں سمجھوں گا۔ میں بھی تو آخر کسی کے عشق کے نتیجے میں پیدا ہوا ہوں۔"

"او گاڈ! ایسا لگتا ہے' تم نہیں' تمہارے پیچھے کوئی بڑھا بول رہا ہے۔"

"کیا تم نے نہیں سنا کہ بچہ آدمی کا باپ ہوتا ہے۔"

"میرے باپ! پتا نہیں تم مجھے اور کیا کیا سناؤ گے۔ بہتر ہے اب جاؤ۔ یہ دیکھو تمہاری جیب میں پانچ سو ڈالر رکھ رہا ہوں۔ یہ تمہاری ضرورت کے کام آئیں گے۔ اب جاؤ۔"

"کہاں جاؤں؟"

"میں نہیں جانتا' کہیں بھی جاؤ۔ کوئی نہ کوئی تمہیں تمہارے صحیح پتے پر تمہارے ماں باپ تک پہنچادے گا۔"

اس شخص نے ایک ٹیکسی روکوائی۔ دلجیت اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس شخص نے ڈرائیور سے کہا "یہ جہاں جانا چاہے' اسے لے جاؤ۔ وش یو گڈ لک دلجیت۔"

ٹیکسی چل گئی۔ دیوی نے سوچا' اس شخص کے اندر جاکر خیالات پڑھے۔ معلوم کرے کہ وہ کون ہے؟

وہ آتما شکتی کے ذریعے اس کے اندر پہنچی' وہ سوچ رہا تھا۔ "اب مجھے دیوی جی کے پاس جاکر رپورٹ دینا چاہیے۔"

اتنا سوچتے ہی اس نے چونک کر سانس روک لی۔ دیوی چھ سیکنڈ کے بعد پھر اس کے اندر پہنچی۔ وہ بولا "میرے اندر کوئی نہیں آسکتا۔ تم ضرور آتما شکتی جاننے والی دیوی ہو۔ میں ابھی۔ اب میں بول رہا ہوں اور بھول رہا ہوں کہ تم میرے اندر گھسی ہوئی ہو' گٹ لاسٹ۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ دیوی دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگی "میں اس کے دماغ میں چند سیکنڈ رہی۔ اتنی سی دیر میں اس کا چور خیال کہہ رہا تھا' میں مردہ تھا۔ زندہ ہوگیا ہوں' اس کا مطلب کیا ہوا؟"

وہ پھر خیال خوانی کی پرواز کرکے اس کے اندر پہنچی' وہ بولا۔ "کیا مصیبت ہے۔ تم میرا پیچھا نہیں چھوڑو گی۔ ایک طویل عرصے کے بعد تم میرے دماغ میں کیوں آئی ہو' کیا میں پھر مرجاؤں؟"

دیوی نے شدید حیرانی سے پوچھا "کیا تم وہی ہو جو اپنی مرضی سے مرجاتے ہو؟ ایسے وقت تمہارا دماغ بھی مردہ ہوجاتا ہے پھر تم اپنی مرضی سے زندہ ہوجاتے ہو' کیا تم وہی برادر کبیر ہو؟"

"میں وہی ہوں۔ کیا تم اتفاق سے میرے دماغ میں آگئی ہو یا اس سکھ لڑکے کے دماغ میں موجود تھیں؟"

دیوی نے جھوٹ کہا "میں اس سکھ لڑکے کو نہیں جانتی۔ بہت عرصے بعد تمہاری یاد آئی تو سوچا' تمہارے دماغ میں پہنچ کر دیکھوں کہ تم پھر ایک بار زندہ ہوچکے ہو یا نہیں؟"

"آہ! کتنی بار مرنے کی کوششیں کیں۔ تم گواہ ہو لیکن تقدیر شاید تمہارے لیے مجھے بار بار زندہ کردیتی ہے۔ یہی دیکھو کہ تقدیر تمہیں پھر میرے پاس لے آئی ہے۔"

وہ پارس تھا۔ بہت عرصہ پہلے دیوی کے ساتھ ایسے ہی تماشے کیا کرتا تھا۔ وہ سوچتی تھی شاید وہ پارس ہے۔ ایک بار اس نے برادر کبیر کے دماغ سے نکلتے ہی پارس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو پارس اس برادر کبیر سے بالکل مختلف تھا۔

اس کے دماغ سے یہ شبہ دور ہوگیا۔ جو کبھی اپنے دماغ کو مردہ اور کبھی زندہ کرلیتا تھا اسے صرف برادر کبیر سمجھنے لگی۔ اس کے بعد پھر کبھی اس پر پارس ہونے کا شبہ نہیں کیا۔

اس وقت پارس' شہناز کے ساتھ پیرس میں تھا۔ اپنی سونیا مما کی خیریت معلوم کرنے خیال خوانی کے ذریعے آیا تو سونیا نے کہا۔ "اپنی چھوٹی بہن کے پاس جاؤ۔ پتا نہیں وہ کیا کرتی پھر رہی ہے؟"

وہ اجنبی بن کر اعلیٰ بی بی کے اندر آیا۔ وہ بہن کے الجھے ہوئے دماغ کو پڑھ سکتا تھا۔ اس نے کہا "چنڈیل بی بی! میں ہوں۔ مجھے خیالات پڑھنے دو۔ معلوم تو ہو کہ کون سا میدان مار لیا ہے۔"

وہ بولی "ہونہہ' وہی ناز نخرے والی ہے جو کبھی بھابی بنے گی۔ پہلی کی طرح تو نہیں بنے گی مگر میں سات برس کی ہونے تک اس بچہ چلیبی کو سیدھا کردوں گی۔"

وہ بھائی کو بتانے لگی کہ دیوی جی کے ساتھ کیسے آنکھ مچولی کھیل رہی ہے۔ پہلے کھیل میں فلائنگ کیپسول کا فارمولا حاصل کیا۔ دوسرے کھیل میں ابھی ڈی کروسو کو اس کا غلام نہیں بننے دیا۔ پارس نے کہا "بھائی کی جان! خدا تمہیں بہت لمبی عمر دے۔ اب جاکر آرام کرو۔ میں تھوڑی دیر تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ وہ آئے گی تو اسے محسوس کرتے ہی ڈراما شروع کردوں گا۔ تم کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر جاؤ۔"

ٹیکسی میں بیٹھنے سے پہلے ہی دیوی اس کے اندر آئی۔ پارس نے اعلیٰ بی بی کی ذہنی حالت سے اس کی موجودگی کو سمجھ لیا پھر کہنے لگا۔ "تم عجوبہ ہو۔ ایسا الجھا ہوا ذہن رکھ کر نارمل دکھائی دینا عجیب سی بات ہے۔ تھوڑی دیر پہلے تم اس عورت کی کار میں۔۔۔"

وہ ایسے مکالموں سے دیوی کو فریب دیتا رہا۔ اعلیٰ بی بی کے دماغ میں ایسے بولتا رہا جیسے اسی نیویارک شہر میں ہو اور اس سکھ لڑکے کو ٹیکسی میں بٹھا کر رخصت کررہا ہو۔

اعلیٰ بی بی کے رخصت ہونے کے بعد دیوی اس کے دماغ میں آئی تو وہ ایک مدت پہلے کا برادر کبیر بن گیا۔ دیوی اس تماشے پر حیران رہتی تھی کہ وہ کیسے مردہ اور پھر زندہ ہوجاتا ہے؟

دیوی نے کہا "اگر تم میرے لیے بار بار زندہ ہوجاتے ہو تو پھر مجھ سے دور کیوں رہتے ہو؟ کیا ہم اچھے دوست نہیں بن سکتے؟"

"عورت سے دوستی کا دوسرا نام ہے شادی لیکن تم شادی کرنے کے لیے کبھی سامنے نہیں آؤ گی۔"

"ضرور آؤں گی۔ اب مجھے کسی سے کوئی خطرہ نہیں رہتا۔ میں چشم زدن میں سایہ بن جاتی ہوں۔"

"آہ! سایہ۔۔۔ میں نے سنا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کے خیال خوانی کرنے والے سایہ بن جایا کرتے ہیں۔ تم نے بھی یہ حربہ سیکھ لیا ہے؟"

"ہاں۔ اب تم سے بھی کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ تم نے کئی ماہ تک اپنی غیر معمولی دماغی صلاحیتوں سے کبھی مردہ ہوکر اور کبھی زندہ ہوکر مجھے پریشان کیا ہے۔ اب میں سایہ بن کر تم سے آنکھ مچولی کھیلوں گی۔ کبھی تمہارے ہاتھ نہیں آؤں گی۔"

"میں نادان نہیں ہوں کہ تمہارے سامنے آؤں اور تم سایہ بن کر میرے اندر سما جاؤ اور میرے اندر کے سارے راز معلوم کرلو۔ تم سے دور ہی کی دوستی بھلی ہے۔"

وہ ہنس کر بولی "چلو دور ہی کی سہی۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ مجھ سے ایسی دوستی کرو کہ ماہ گھنٹوں میں ایک بار ضرور دماغی رابطہ قائم کرلیا کرو۔ تم بہت ذہین ہو۔ مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت پیش آتی رہے گی۔"

"یعنی میں مفت میں تمہارا مشیر بن جاؤں؟"

"دوستی میں تم میرے کام آؤ گے تو میں بھی تمہارے کام آؤں گی۔ یہ صرف سوچ کے ذریعے نہیں کہہ رہی ہوں۔ تم کسی بھی ضرورت کے وقت مجھے آزما سکتے ہو۔"

"میں شوہر بن کر آخری سانسوں تک تمہارے کام آسکتا ہوں۔"

"شوہر بننے کے لیے میرے سامنے نہیں آؤ گے۔ کیا

آسکو گے؟"

"ہاں۔ اگر سایہ بنانے والی ایک گولی مجھے بھی دے دو گی تو پھر ہم ساری دنیا کے سامنے ساگ کی بیج پر جائیں گے اور دنیا ہمیں دیکھ نہیں سکے گی۔ دنیا یہ بھی نہیں دیکھ سکے گی کہ تم میرے کتنے بچے پیدا کررہی ہو۔"

"یو شٹ اپ۔ یہ کیا شادی اور بچوں کی بکواس کررہے ہو۔ میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ تمہیں سایہ بنانے والی گولی دوں گی۔"

"میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ تم سے کچھ لیے بغیر دوستی کروں گا۔"

"تم میرے لیے ضروری ہو مگر ایسے ضروری بھی نہیں ہو کہ تمہیں اپنے لیے مصیبت بنالوں۔ اپنی دوستی کے لیے کوئی قابلِ قبول شرط رکھو۔"

پارس نے کہا "تمہارے پاس حسن وشباب کے سوا دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ تم کسی اور طرح میرے کام نہیں آسکو گی۔"

"تم مسلمان جانبازوں کے برادر کبیر ہو۔ تمہاری مذہبی جدوجہد کے دوران میں تمہارے کام آسکتی ہوں۔"

"کام آنے کے لیے پہلے تمہیں اسلام قبول کرنا ہوگا۔ ویسے تم اسلام قبول نہیں کروگی اور نہ میں اب ان جانبازوں کا برادر کبیر ہوں۔ میں کئی ماہ سے تنہا زندگی گزار رہا ہوں۔ اب تک میرا کوئی دوست تھا' نہ دشمن لیکن تم اچانک دوبارہ آج میرے دماغ میں پہنچ گئی ہو۔"

"مجھے یہ سن کر خوشی ہورہی ہے کہ تم مسلمان جانبازوں کے سرپرست نہیں رہے۔ اب تم برادر کبیر نہیں ہو' بائی دی وے' تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام میر محمد شیخ فتحیاب سلطان زادہ عرف ملتان وا ملنگا۔"

"یہ کیسا نام ہے؟ وہ بھی اتنا لمبا۔"

"ملتان والے نام میں بھی لمبے اور کام میں بھی لمبے ہوتے ہیں۔ میں کسی کو اپنا یہ نام نہیں بتاتا اور بتاتا ہوں تو نام کو مختصر کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر تم میرے پورے نام سے مخاطب کروگی تو ٹھیک ہے ورنہ یہ نام بھول جاؤ۔"

"پھر میں کس نام سے تمہیں پکاروں؟"

"اے جی! او جی! سنو جی! اگر شادی ہوجائے اور گود بھر جائے تو منے کے ابا کہہ کر پکار سکو گی۔"

"تم بات کرتے کرتے شادی اور بچوں پر کیوں آجاتے ہو؟"

"کیا اتنی دیر باتیں کرنے کے بعد یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ تم ہوا میں دوستی کی بنیاد رکھنا چاہتی ہو اور ایسا کبھی نہیں ہوسکے گا۔ لہٰذا میں جارہا ہوں۔ یعنی تم میرے دماغ سے جارہی ہو۔ اس کے بعد میں مرجاؤں گا۔"

"نہیں' پلیز یہ مرنے کا تماشا نہ کرو۔ ہمارے درمیان کسی نہ کسی پہلو سے دوستی کا سمجھوتا ہوجائے گا۔"

پارس نے سانس روک لی۔ دیوی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ یہ بات اس کے مزاج کے مطابق تھی کہ اب وہ مسلمان جانبازوں کا سربراہ نہیں رہا تھا۔ دیوی اس کی ذہانت اور صلاحیتوں سے فائدے اٹھاسکتی تھی۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن دماغ نہ ملا۔ سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب دماغ مردہ ہوجاتا ہے۔

اس کے مردہ بننے سے وہ جھنجلانے لگی۔ سوچنے لگی "یہ کمبخت جب بھی آتا ہے' مجھے جھنجلاہٹ میں مبتلا کردیتا ہے۔"

پارس دماغی طور پر اپنے کامیج میں حاضر ہوگیا۔ اس کے پاس لیٹی ہوئی شہناز ہولے ہولے کراہ رہی تھی۔ پارس اس کے دماغ میں جھانک کر اس کے کراہنے کی وجہ معلوم کرنے لگا۔ وہ پیٹ میں درد اور سوزش محسوس کررہی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اب سے پہلے بھی پچھلے دو ہفتوں میں وہ کئی بار ایسی تکلیف سے دوچار ہوچکی ہے لیکن وہ عارضی تکلیف ہوتی تھی۔ آپ ہی آپ ختم ہوجاتی تھی۔

پارس نے کہا "تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ ایسی تکلیف ہوتی رہتی ہے۔ تمہیں کسی لیڈی ڈاکٹر سے کنسلٹ کرنا چاہیے تھا۔"

"میں سوچ رہی تھی۔ کل صبح تمہارے ساتھ اسپتال جاؤں گی لیکن یہ تکلیف بڑھتی جارہی ہے۔"

"چلو اٹھو۔ میں ابھی تمہیں اسپتال لے جاؤں گا۔"

وہ دونوں اٹھ کر لباس تبدیل کرنے لگے۔ اس جھیل کے کنارے چھتے کامیج تھے ان کے مکینوں کی حفاظت کے لیے دس مسلح پہرے دار جھیل کے اطراف گشت کیا کرتے تھے۔ اب وہ تمام پہرے دار فرانس کے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے آزاد کاربن گئے تھے۔ چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے ذریعے پارس کے کامیج پر نظر رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ ایکسچینج والوں کو تاکید کی گئی تھی کہ پارس کے کامیج سے ہونے والے فون کی گفتگو ریکارڈ کی جائے۔

پھر ایک خیال خوانی کرنے والے نے ایکسچینج کے آپریٹر کے دماغ میں جاکر معلوم کیا کہ پارس نے ایک اسپتال کی لیڈی ڈاکٹر کو فون کیا ہے اور اس سے کہا ہے کہ وہ ابھی اپنی وائف کو چیک اپ کے لیے لارہا ہے۔

وہ شہناز کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ کر کار ڈرائیو کرتا ہوا اپنے کامیج سے دور جانے لگا۔ کچھ دور جانے کے بعد اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سگنل ملا۔ اس نے کہا "ہاں بولو' کیا بات ہے؟"

"جب آپ جھیل کی باؤنڈری سے باہر آئے تو ایک کار آپ کے پیچھے چل پڑی۔ وہ اب بھی آپ کے تعاقب میں ہے۔"

"شکریہ۔ میں محتاط رہوں گا۔"

وہ عقب نما آئینے میں تعاقب کرنے والی کار کو دیکھنے لگا۔ اس نے ایک جگہ کنارے پر گاڑی روک دی۔ دوسری گاڑی بھی پیچھے کچھ فاصلے پر رک گئی۔ پارس نے دروازے کو ذرا سا کھول کر دیکھا۔ نیچے سڑک پر کچھ پتھر پڑے ہوئے تھے۔ وہ ایک پتھر اٹھا کر باہر آیا۔ پتھر کو مٹھی میں دبا کر منہ کے پاس یوں لایا جیسے وہ ہینڈ گرینیڈ ہو اور وہ دانتوں سے گرینیڈ کی چابی کھینچ کر نکال رہا ہو پھر اس نے بولنگ کرنے کے انداز میں اس پتھر کو اس کار کی طرف پھینکا۔

اس کی حرکتوں سے یہی سمجھ میں آیا تھا کہ وہ دھماکا خیز ہینڈ گرینیڈ پھینک رہا ہے۔ اس کار میں بیٹھے ہوئے دونوں آدمی بڑی پھرتی سے نکل کر اپنی کار سے دور بھاگنے لگے۔ اس سے پہلے کہ ان کی کار کے چیتھڑے اڑتے اور انہیں بھی نقصان پہنچتا' وہ کار سے بہت دور چلے جانا چاہتے تھے۔

ان کے بھاگتے ہی پارس نے دوبارہ اپنی کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر پوری تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا راستے بدل کر دوسرے اسپتال کی طرف جانے لگا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ اس کے فون پر ہونے والی گفتگو ریکارڈ کی گئی ہے اور دشمنوں کو معلوم ہوچکا ہے کہ وہ کس اسپتال میں شہناز کو لے جانے والا ہے لہٰذا اس نے اسپتال بدل دیا۔ بابا صاحب کے ادارے کے جتنے جان نثار پیرس میں تھے ان کے لیڈر کو خیال خوانی کے ذریعے کہہ دیا کہ میرا اسپتال کے اندر اور باہر شہناز کی نگرانی کے لیے پہنچ جائیں اور جب تک وہ زیرِ علاج رہے' وہ سب ڈیوٹی کے اوقات بدل بدل کر وہاں موجود اور مستعد رہیں۔

پارس کے اسپتال پہنچنے کے پندرہ منٹ بعد ہی بارہ جان نثار وہاں پہنچ گئے۔ ایک لیڈی ڈاکٹر ایک بند کمرے میں شہناز کو چیک کررہی تھی۔ باہر پارس انتظار کررہا تھا۔ لیڈر نے آکر کہا "سر! ہم الرٹ ہیں۔ چھ جان نثار باہر اور چھ اسپتال کے اندر رہیں گے۔ ڈاکٹر اور نرس کے سوا کسی کو میڈم کے قریب نہیں جانے دیں گے۔"

لیڈی ڈاکٹر نے پارس کو کمرے میں بلا کر کہا "مریضہ کے اندر کچھ خرابی ہے۔ ایکسرے وغیرہ کے ذریعے مزید معلومات حاصل کی جائیں گی۔ ابھی ہم مریضہ کو نیند کی دوا دے کر سلادیں گے۔"

پارس نے کہا "ڈاکٹر! معمولی سی بھی خرابی ہو تو فوراً اسے سمجھنا چاہیے۔ میں صبح تک انتظار نہیں کروں گا۔ میری وائف کا ایکسرے ابھی ہونا چاہیے۔"

"اس وقت آدھی رات ہوچکی ہے۔ ایکسرے کا شعبہ بند ہے۔ وہ صبح آٹھ بجے کھلے گا۔"

پارس نے اس لیڈی ڈاکٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ پارس کی مرضی کے مطابق سوچنے لگی۔ "ایمرجنسی کیس میں ابھی ایکسرے ہوسکتا ہے۔ میں ابھی فون کرتی ہوں۔"

وہ فون کرنے لگی۔ آدھے گھنٹے کے اندر ایکسرے کرنے والا اسٹاف اپنے کوارٹروں سے نکل کر اسپتال میں آگیا۔ سب کے سب بڑی مستعدی سے اپنے فرائض ادا کرنے لگے۔ ایک گھنٹے بعد لیڈی ڈاکٹر نے پارس سے کہا "یہ میڈیکل رپورٹ ہے۔ تمہاری وائف حاملہ ہے لیکن رحم میں کوئی خرابی ہے۔ خون وغیرہ کی رپورٹ سے شبہ ہوتا ہے کہ مریضہ کے خون میں زہریلے اثرات ہیں۔"

پارس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ یہ وہی معاملہ تھا' جیسا جوجو کو پیش آیا تھا۔ جب جوجو پارس کے بچے کی ماں بننے والی تھی تو اس کے خون میں بھی زہریلے اثرات پائے گئے تھے اور ایسا پارس کے زہریلے ہونے کی وجہ سے ہوا تھا۔

اس نے پریشان ہوکر آمنہ سے رابطہ کیا پھر کہا "ممی! آپ کی بہو شہناز کے پاؤں بھاری ہیں لیکن میڈیکل رپورٹ کے مطابق اس کے خون میں زہر ہے جبکہ خلائی زون میں ہی میرے اندر سے تمام زہر کو ختم کردیا گیا تھا۔ یہاں بھی ہرماہ میرا خون ٹیسٹ کیا جاتا ہے۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق میرے اندر زہر کے اثرات نہیں ہیں۔"

"بیٹے! ضروری نہیں کہ زہر تمہارے ذریعے پھیلے۔ شہناز کو یہاں لے آؤ۔ ہمارے ادارے کے اسپتال میں اس کا علاج ہوگا۔ شہر کے اسپتالوں میں اسے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ حکومتِ فرانس کے اختلافات ہم سے بڑھتے جارہے ہیں۔"

"جی ہاں۔ اس ملک کی زمین ہمارے لیے تنگ کی جارہی ہے۔ ابھی اسپتال آتے وقت میری راہ میں رکاوٹیں پیدا کی جانے والی تھیں۔ اس سے پہلے ہی میں نے انہیں ناکام بنادیا۔ میں شہناز کو جانبازوں کی نگرانی میں آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ میں نہیں آؤں گا۔ آج ہی رات سے حکومتِ فرانس کے اکابرین کو بتاؤں گا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنا کر اور اپنے دانعوں کو لاک کرکے آہنی قلعے کے اندر بیٹھے رہیں گے' تب بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔"

اس نے لیڈر سے کہا "ابھی اپنے تمام جان نثاروں کی نگرانی میں میڈم کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچادو۔ میں تم سے دماغی رابطہ رکھوں گا۔ اچانک کوئی افتاد آپڑے تو میڈم کے پاس سایہ بنانے والی گولیاں ہیں' وہ گولیاں تم سب ہی کے کام آئیں گی۔"

اس نے شہناز کو ان کے ساتھ رخصت کردیا..... اس کی میڈیکل رپورٹ نے اسے پریشان کردیا تھا۔ بار بار جوجو کا کیس یاد آرہا تھا۔ اس کے جسم میں بھی حمل کے دوران زہر پھیل گیا تھا۔ لیکن جوجو کے وقت وہ زہریلا تھا اور اب میڈیکل رپورٹ کے مطابق اس کے اندر سے تمام زہر نکل چکا تھا۔ حیرانی اور پریشانی یہ تھی کہ اس کے نارمل ہونے کے باوجود شہناز کے خون میں زہریلے اثرات پائے جارہے تھے۔

شہناز کو رخصت کرنے کے بعد وہ اپنی کار میں آیا۔ ایک سیٹ کے نیچے سے ریڈی میڈ میک اپ کا سامان نکال کر اپنے چہرے پر تبدیلی لانے لگا۔ اس نے بلیو رنگ کا کوٹ پہنا تھا۔ اس کوٹ کو

الٹ کر پہننے سے وہ سرخ رنگ کا ہو جاتا تھا۔ اس طرح اس نے لباس میں بھی تبدیلی کرلی تھی۔ یہ یقینی بات تھی کہ دشمن شہر کے تمام اسپتالوں میں اسے تلاش کررہے ہوں گے۔ وہ میک اپ کرنے کے دوران اسپتال کی لیڈی ڈاکٹرز' نرس اور کاؤنٹر گرل کے دماغوں میں جھانکتا جارہا تھا۔

ایسے ہی وقت دو افراد نے کاؤنٹر پر آکر پوچھا "کیا مسز پارس نام کی کوئی مریضہ یہاں داخل کی گئی ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے کہا "اس نام کی مریضہ میڈیکل چیک اپ کے لیے آئی تھی پھر واپس چلی گئی۔"

پارس اس شخص کے اندر پہنچ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ محض ایک آلۂ کار ہے۔ اس کے دماغ میں کوئی احکامات صادر کرتا رہتا ہے اور وہ ان احکامات کی تعمیل کرتا رہتا ہے۔

پھر اس کے دماغ میں سوچ ابھری "گاڑی میں واپس آجاؤ۔ پارس اپنی وائف کے ساتھ کاٹیج میں واپس گیا ہوگا۔"

جو شخص خیال خوانی کے ذریعے ایسا کہہ رہا تھا اس سے ایک غلطی ہوگئی۔ اس نے کہا تھا "گاڑی میں واپس آجاؤ" اس کا مطلب ہے وہ گاڑی میں بیٹھ کر اپنے آلۂ کار کو واپس بلا رہا تھا۔ اگر وہ کسی دوسری جگہ ہوتا تو کہتا "گاڑی میں واپس جاؤ" دونوں فقروں میں "آجاؤ اور جاؤ" کا فرق تھا۔ اس فرق سے چھپا ہوا شخص ظاہر ہورہا تھا۔

پارس نے اس آلۂ کار کے ذہن سے معلوم کیا' وہ جس گاڑی میں بیٹھنے جارہا تھا' وہاں ڈرائیور کے ساتھ ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اسی شخص کی راہنمائی میں وہ لوگ اسپتالوں میں پارس کو ڈھونڈتے ہوئے وہاں تک آئے تھے لیکن ان کے دماغوں میں کوئی اور بولتا تھا۔ ایسے وقت ان کی راہنمائی کرنے والا خاموش رہا کرتا تھا۔

پارس نے اندازہ لگایا کہ وہی شخص خیال خوانی بھی کرتا ہے۔ وہ گولی نگل کر سایہ بن کر اس گاڑی کی طرف آیا جہاں دو افراد اسپتال کے کاؤنٹر سے واپس آکر اس کا دروازہ کھول کر بیٹھ رہے تھے۔ پارس اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کے اندر سما گیا۔

اگر وہ خیال خوانی کے ذریعے اندر جانا چاہتا تو وہ سانس روک لیتا۔ جسم کے اندر سمانے کے بعد وہ اندرونی راستے سے دماغ میں پہنچا۔ اس شخص نے کچھ بے چینی سی محسوس کی مگر یہ سمجھ نہ سکا کہ کوئی دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔ اس کا دماغ ایسی پرائی سوچ کی لہروں کے خلاف لاک کیا گیا تھا جو باہر سے آتی ہیں اور پارس باہر سے نہیں' اندر سے پہنچ رہا تھا۔

وہ فرانس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا جوان تھا۔ اگرچہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ابھی نیا تھا لیکن خاصی ٹریننگ حاصل کرچکا تھا۔ اس وقت خیال خوانی کے ذریعے ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے کہہ رہا تھا "پارس اپنی وائف کو میموا اسپتال میں لایا تھا۔ ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ اسے واپس لے گیا ہے۔ شاید پھر کاٹیج میں واپس گیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے حکم دیا۔ "تم اپنے بنگلے میں واپس جاؤ۔ کاٹیج کے پاس جن کی ڈیوٹی ہے' وہ لوگ پارس سے نمٹ لیں گے۔"

فرانس کے تمام خیال خوانی کرنے والے تینوں افواج کے سربراہوں کے تابعدار تھے اور ان کے حکم کے مطابق ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کے ماتحت بن کر رہا کرتے تھے۔ وہ خیال خوانی کرنے والا اپنے چھوٹے سے بنگلے میں آگیا۔ اس کے آلۂ کار پارس کے کاٹیج کی طرف چلے گئے۔

چند ماہ پہلے جب فرانس کے اکابرین دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے سحر زدہ ہوگئے تھے' تب انہوں نے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف نوٹس بھیجا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے کے دروازے ہندوؤں' یہودیوں اور عیسائیوں سب کے لیے کھول دیے جائیں۔

بابا صاحب کے ادارے میں شروع سے عیسائیوں کے لیے گنجائش تھی۔ جو عیسائی جوان ایماندار اور باصلاحیت ہوتے تھے انہیں ادارے کی یونیورسٹی میں داخلہ مل جاتا تھا لیکن یہودیوں اور ہندوؤں کو کسی قیمت پر وہاں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ اس کے نتیجے میں یہودیوں' عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرف سے دیوی نے یہ سازش کی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے کے دروازے سب کے لیے کھولے جائیں یا اس ادارے کو پوری طرح سرکاری تحویل میں لے لیا جائے۔

سونیا نے ان سب کی سازشوں کو ناکام بنادیا تھا۔ حکومتِ فرانس کے اکابرین دشمنوں کے سحر سے نکل آئے تھے۔ اب دوسری بار حکومتِ فرانس کی طرف سے ویسے ہی اقدامات کیے جارہے تھے پھر بابا صاحب کے ادارے میں یہ وارننگ لیٹر بھیجا گیا تھا کہ ادارے نے خلائی زون سے لایا ہوا غیر معمولی سامان حکومتِ فرانس کے حوالے نہ کیا تو ادارے کو اس ملک کی سرزمین سے ختم کردیا جائے گا۔

حکومتِ فرانس پہلے یہودیوں' عیسائیوں اور ہندوؤں کے درمیان گھری ہوئی تھی۔ ان کی ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کامیابی حاصل نہ کرسکی۔ اس بار صرف دیوی کے تعاون سے فرانس میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بن گئی تھی۔ حکومت کے تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کردیا گیا تھا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں نہیں آسکتے تھے۔ اس طرح انہیں یہ خوش فہمی ہوگئی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اگر سایہ بن کر آئیں گے تو دیوی سایہ بن کر دشمن سایوں سے مقابلہ کرے گی۔

پارس نے خاموش کارروائی شروع کی۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہونے دیا کہ اس کا سایہ کس طرح ان کے درمیان رازداری سے پہنچ رہا ہے۔ وہ فرانس کے اس نوجوان ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بنگلے میں آیا۔ اس نوجوان نے بنگلے کے اندر آکر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پارس اس کے اندر سے نکل آیا پھر گولی کو حلق سے نکال کر جسمانی طور پر نمودار ہوگیا۔

اس نے دروازہ بند کرکے جیسے ہی گھوم کر دیکھا تو حیرت سے چیخ نکل گئی۔ پارس نے کہا "حیرانی کی کیا بات ہے؟ تم میری تلاش میں پریشان ہورہے تھے۔ میں یہاں آکر تمہاری پریشانی کا خاتمہ کررہا ہوں۔ خاتمہ سمجھتے ہو نا؟ یا تو پریشانی ختم ہوجاتی ہے یا پریشان ہونے والے کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک گھونسا اس کی ناک پر جمایا۔ وہ پیچھے دروازے سے جاکر ٹکرایا۔ اسے ایسی تکلیف ہورہی تھی جیسے گھونسا نہیں ہتھوڑا پڑا ہو۔ ناک سے خون بہنے لگا تھا۔ پارس نے کا میں ہاتھ نہ اٹھایا مگر تم خیال خوانی کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو سگنل دے رہے تھے۔ اب زخمی ہوکر ایسا نہیں کرسکو گے۔"

وہ بھی کافی صحت مند اور طاقتور تھا۔ اس نے پلٹ کر حملہ کیا لیکن پارس اچھل کر ایک طرف ہوگیا۔ اس نے دوسری بار حملہ کیا۔ وہ پھر اپنی جگہ پر نہیں تھا۔ وہ طیش میں آکر تیزی سے ہاتھ پاؤں چلانے لگا۔ کراٹے کے پوز بنا کر حملے کرنے لگا لیکن جیسے ہوا سے لڑ رہا تھا۔ جسے مارنا چاہتا تھا' وہ ٹارگٹ سے ہٹ جاتا تھا۔ بڑی دیر تک حملے کرتے رہنے کے بعد وہ ہانپنے لگا۔ ڈگمگانے لگا۔ پارس نے گھوم کر اس کے منہ پر ایک کک ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جاکر بیڈ سے ٹکرا کر شانے چت ہوگیا۔

پارس نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "اب تم بڑی شرافت سے مجھے اپنے اندر رہنے دو گے۔ ذرا سیدھے ہوکر آرام سے لیٹے رہو اور آنکھیں بند کرلو۔"

پارس نے اپنے احکامات کی تعمیل کرائی۔ اس کی آنکھیں بند کرنے کے بعد اسے گہری نیند سلادیا پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کرنے لگا کہ وہ بنیادی طور پر پارس کا معمول اور تابعدار رہے گا لیکن سطحی طور پر دیوی جی کے احکامات کی تعمیل کرے گا۔ اس کے چور خیالات بھی یہ ظاہر نہیں کریں گے کہ وہ پارس کے زیرِ اثر رہنے لگا ہے۔

اس کے سحر زدہ ذہن نے بتایا کہ وہ تینوں افواج کے سربراہوں کے احکامات کی تعمیل کرتا ہے لیکن دراصل دیوی جی کا معمول اور تابعدار ہے۔ یہ بات وہ ہوش وحواس میں رہنے کے دوران بھول جاتا ہے کہ وہ دیوی جی کا معمول اور تابعدار ہے۔ وہ خود کو وطن پرست اور اپنے وطن کے فوجی افسران کا وفادار سمجھتا رہتا ہے۔ پارس نے پوچھا "تم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے ساتھیوں سے کیسے رابطہ کرتے ہو؟"

"ہمارا ایک دوسرے سے رابطہ نہیں رہتا۔ ہمیں جو کچھ کہنا ہوتا ہے' ہم دیوی جی سے کہتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ میرے ملک میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ابھی سحر زدہ ہو کر یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ میرے وطن کے تمام خیال خوانی کرنے والے بھی میری طرح دیوی جی کے غلام ہیں۔"

"تم فرانس والوں نے خود ہی اپنے مقدر میں غلامی لکھی ہے۔ ہماری دوستی تمہارے حکمرانوں کو راس نہیں آئی۔ بہرحال اب تم سو جاؤ۔ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد تم میرے تنویمی عمل کو بھول جاؤ گے۔"

وہ اسے سلانے کے بعد بنگلے سے باہر آیا پھر اس کی کار میں بیٹھ کر ان بنگلوز کی طرف جانے لگا جہاں فوج کے اعلیٰ افسران رہائش پذیر تھے۔ پارس نے سوچا' ان افسران کو خیال خوانی کرنے والے تمام نوجوانوں کا پتا ٹھکانا معلوم ہوگا لہٰذا پہلے ان کے ہی مقفل رہنے والے دماغوں کے قفل کھولے جائیں۔

اس نے ان بنگلوز سے ذرا دور گاڑی روک دی پھر گولی نگل کر وہاں سے آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک بنگلے میں آیا۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ ایک اعلیٰ افسر گہری نیند میں تھا۔ پارس اس کے اندر سما گیا پھر اسے ٹرانس میں لاکر اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔ اس تابعدار نے بتایا کہ یہاں کے دو اعلیٰ حاکموں کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان ماتحت ہیں اور چار اعلیٰ فوجی افسران کے ماتحت آٹھ نوجوان ہیں۔ معمول بننے والے اعلیٰ افسر نے اپنے ماتحت رہنے والی ایک لڑکی اور ایک نوجوان کا پتا بتایا۔ پارس نے جمیلہ اور ہیرو کو مخاطب کرکے اس لڑکی اور جوان کا پتا بتا کر کہا "دونوں کو بڑی رازداری سے اپنا معمول اور تابعدار بنالو۔"

پھر اس نے جیری اور تھہمال کو مخاطب کرکے کہا "تمہیں ایک فوجی افسر کے دماغ میں جانا ہوگا۔ تم دونوں میرے اندر رہو۔ اس افسر کو معمول اور تابعدار بنا کر اس کے خیال خوانی کرنے والے ماتحتوں کے نام اور پتے معلوم کرو پھر انہیں بھی اپنا تابعدار بنالو۔"

جیری اور تھہمال پیرس آئے ہوئے تھے۔ وہ پارس کی ہدایات پر عمل کرنے لگے۔ اسی طرح پارس نے سلمان اور سلطانہ کو میرے فوجی افسر اور اس کے دو ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پیچھے لگادیا۔

بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خاصی تعداد تھی۔ وہ سب نیند سے بیدار ہوکر پارس سے تعاون کرنے لگے۔ صبح ہونے تک تمام اہم اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام پارس کے زیرِ اثر آگئے۔ جمیلہ' ہیرو' جیری' تھہمال' سلطانہ اور سلمان وغیرہ نے پارس کی آواز اور لہجے میں عمل کیا تھا تاکہ آئندہ پارس ہی انہیں ہینڈل کرتا رہے۔

ایک رات میں اتنی کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد پارس اپنے کاٹیج میں آیا۔ فرانس کے جتنے خیال خوانی کرنے والے تھے ان سب کو حکم دیا تھا کہ کوئی بھی اس پر حملہ کرنے آئے تو وہ سب

پارس کو پہلے سے آگاہ کردیں۔ ایسا حکم دینے کے بعد وہ کسی خوف وخطرے کے بغیر سو سکتا تھا۔ وہ رات بھر کا جاگا ہوا تھا اس لیے کاسمیج کے دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کرکے دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا۔

وہ دوپہر دو بجے تک سوتا رہا۔ بیدار ہونے کے بعد سب سے پہلے شہناز کی خیریت معلوم کی۔ آمنہ نے بتایا۔ "ابھی دو ڈاکٹر اس کے کیس کی اسٹڈی کررہے ہیں اور اس کے مختلف قسم کے ٹیسٹ لیے جارہے ہیں۔ خدا نے چاہا تو اس کی بیماری کا سبب معلوم ہوجائے گا پھر کامیابی سے علاج ہوگا تو وہ جلد صحت یاب ہوجائے گی۔ تم فکر نہ کرو۔ میں اس کی تیمارداری کررہی ہوں۔"

"ممی! کیا وہ ماں بن سکے گی؟"

"نہیں بیٹے! جو حمل ظاہر ہوا ہے وہ آج ضائع ہوچکا ہے۔ ڈاکٹروں نے یقین دلایا ہے کہ اس کا مکمل علاج ہوگا پھر وہ آئندہ ماں بننے کے قابل ہوجائے گی۔"

وہ دماغی طور پر کاسمیج میں حاضر ہوگیا۔ فریج سے مکھن، جیلی، فروٹ جوس نکال کر کچن میں آیا پھر وہاں ڈبل روٹی کے ساتھ ناشتا کرنے لگا۔ اپنے لیے بلیک کافی بنائی۔ ایسے وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ ٹیلی فون اٹھا کر کچن میں آیا پھر ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر بولا "ہیلو' میں بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے سُریلی میٹھی آواز سنائی دی "میں کون؟"

"میں یعنی کہ میں' جسے تم نے فون کیا ہے۔ اگر مجھے فون نہیں کیا ہے تو میں ریسیور رکھ دیتا ہوں۔"

"ایسا نہ کرو۔ میں پہچان گئی ہوں۔ تم ہی ہو' یہ بتاؤ کیا کررہے ہو؟"

"اپنے ہاتھوں سے کافی بنائی ہے۔ اپنے ہاتھوں سے ناشتا تیار کیا ہے۔ اب اسے حلق سے اتارتے وقت سوچ رہا ہوں ایک سے زیادہ بیویاں ہونی چاہئیں تاکہ ایک نہ ہو تو دوسری ناشتا تیار کرکے دے سکے۔ میں نے بھی کیا قسمت پائی ہے۔ دوسری کے لیے سوچ ہی رہا تھا کہ تم فون کے راستے گنگنانے لگی ہو۔"

"کیا جو فون کرتی ہے اسے بیوی بنانے کا خواب دیکھنے لگتے ہو؟"

"جسے بیوی بننا ہوتا ہے' وہ خود ہی فون پر چھیڑ چھاڑ شروع کردیتی ہے۔ تم نے کوئی نئی چیز مانگنے کے لیے فون نہیں کیا ہے۔ تمہارے اپنے کچھ کھٹے میٹھے ارادے ہوں گے۔"

"تمہیں اپنے بارے میں بڑی خوش فہمی ہے۔"

پارس ریسیور کو کریڈل پر رکھ کر کافی پینے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی پھر گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہاں بولو؟"

مترنم آواز نے پوچھا۔ "فون کیوں بند کیا تھا؟"

"یہ بتانے کے لیے کہ میں خوش فہمی میں نہیں رہتا۔ میں جانتا تھا کہ تم دوبارہ فون کروگی۔"

"تم نے پوچھا نہیں کہ میں کون ہوں؟"

"پوچھنا ضروری نہیں ہے' تم خود بتاؤ گی۔"

"ایسی بے نیازی نہ دکھاؤ۔ کسی لڑکی کا دل رکھنے کے لیے اس کا نام ضرور پوچھنا چاہیے۔ ویسے تم کل رات خوب شکار کھیلتے رہے۔"

پارس سمجھ گیا کہ کل رات جو کچھ رازداری سے ہوا' وہ اب راز نہیں رہا۔ اس نے کہا "ہاں جو ملا' اسے شکار کیا۔ باقی سراغ نہیں ملا کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

"یہ تم کبھی جان نہیں سکو گے۔ دیوی جی اس ملک کے تمام اکابرین اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر دوبارہ عمل کررہی ہیں۔ تمہارے عمل کا توڑ کررہی ہیں۔ تم نے جن افراد کو تابعدار بنایا تھا' وہ سب تمہارے سحر سے نکل رہے ہیں۔"

"دیوی سے کہنا' یہ کھیل بھی خوب رہے گا۔ وہ میرے عمل کا توڑ کرکے اپنے لوگوں کو میرے اثر سے نکال رہی ہے۔ میں پھر ان سب کو اپنے اثر میں لے آؤں گا۔ وہ بے چارے اکابرین اور خیال خوانی کرنے والے بھی دیوی کے معمول اور تابعدار بنیں گے اور بھی میرے۔ ہر دو چار دن میں یہ تماشا ہوتا رہے گا تو تمام معمول اور تابعدار بننے والے اپنا ذہنی توازن کھودیں گے۔ پاگل ہوجائیں گے۔ یوں دیوی' فرانس کو سپر پاور نہیں' سپر پاگل پاور بنا کر رکھ دے گی۔"

فون پر اچانک دوسری آواز سنائی دی۔ "تم ہمیشہ میرے پیچھے پڑے رہتے ہو۔ تم نے مجھے خلائی زون سے جانے پر مجبور کردیا لیکن فرانس سے جانے پر مجبور نہیں کرسکو گے۔ یہاں میں نے بڑی مضبوطی سے قدم جمائے ہیں۔ میں یہاں سے تمہارے قدم اکھاڑ دوں گی۔"

"تمام اکابرین اور تمام خیال خوانی کرنے والوں کے ساتھ ہم جو تماشے کررہے ہیں یہ تماشے کب ختم ہوں گے۔ تم ابھی میرے عمل کا توڑ کررہی ہو۔ کل میں تمہارے عمل کا توڑ کرنے لگوں گا۔ یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟"

"اس سلسلے کو ختم سمجھو۔ میں نے صرف ایک گھنٹے میں آتماشکتی کے ذریعے تمام افراد کو تمہارے اثر سے نکال لیا ہے۔ ان کی جگہ بدل دی ہے۔ آئندہ تم ان کے سائے تک بھی نہیں چھو سکو گے۔"

"جب تمہیں یقین ہے کہ میں آئندہ جوابی کارروائی نہیں کرسکوں گا تو ابھی کسی حسینہ کے ذریعے مجھ سے فون پر رابطہ کیوں کیا ہے؟ یہ بتانا ضروری نہیں تھا کہ آئندہ میں تمہارے مقابلے میں کامیاب نہیں ہوسکوں گا۔ جب میں ناکام ہوتا تو خود ہی تمہاری آتماشکتی کا قائل ہوجاتا۔"

"میں حکومتِ فرانس کی ایک نمائندے کی حیثیت سے اہم باتیں کررہی ہوں۔ تمہیں سمجھانا چاہتی ہوں۔ خلائی زون سے جو کچھ لائے ہو' اس میں سے حکومتِ فرانس کو بھی حصہ دو۔"

"یہ ہوئی کام کی بات' تم بھی خلائی زون سے بہت کچھ لائی ہو۔ تم اپنی چیزوں میں سے کچھ مجھے دو۔ میں اپنی چیزوں میں سے کچھ تمہیں دوں گا۔ حکومتِ فرانس کے پاس اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے والا کوئی سامان نہیں ہے اس لیے تم ہی سے لین دین ہوسکتا ہے۔"

"میرے پاس زون سے لائی ہوئی کوئی غیر معمولی چیز نہیں ہے۔"

"تو پھر تم سے بھی لین دین نہیں ہوگا۔ میں اتنی دیر تک اس لے دے گفتگو کرتا رہا کہ ناشتا کررہا تھا۔ اب ناشتا ختم ہوچکا ہے۔ برے فرائض کی ادائیگی کا وقت شروع ہوچکا ہے۔ جو حسینہ تمہارے پاس بیٹھی ہے اس سے کہو' میں آرہا ہوں۔ دیکھنا چاہتا ہوں' آواز ایسی سُریلی ہے تو اس کا سراپا کتنا سُریلا ہوگا۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ڈی ون نے ریسیور کو دیکھا پھر کان سے لگا کر بولی "ہیلو ہیلو۔ ہیلو ہیلو۔"

پھر اس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ اس کے پاس بیٹھی ہوئی حسین دوشیزہ نے پوچھا۔ "دیوی جی! کیا اس نے فون بند کردیا؟"

"ہاں۔ مگر خطرے کی گھنٹی بجا کر فون بند کیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ اسے تمہاری سُریلی آواز پسند آئی ہے۔ اب وہ تمہیں پسند کرنے آرہا ہے۔"

وہ ہنس کر بولی "یہاں کیسے آئے گا۔ تم نے مجھ پر دوبارہ تنویمی عمل کیا ہے۔ میرا چہرہ' میرا حلیہ بدل دیا ہے۔ میں اس نئی رہائش گاہ میں آگئی ہوں۔ اگر اس نے کل رات مجھ پر عمل کرتے وقت مجھے دیکھا ہوگا تو اب مجھے پہچان نہیں سکے گا۔"

"تم نہیں جانتیں کہ وہ کیسا عجیب وغریب شیطان ہے۔ وہ جو کہہ دیتا ہے اسے کرتا ضرور ہے۔ تم مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں ضروری خیال خوانی کررہی ہوں۔"

وہ اپنی دیوی جی کے پاس پہنچ گئی۔ پارس سے ہونے والی گفتگو اسے تفصیل سے سنانے لگی۔ دیوی نے تمام باتیں سن کر کہا "میں اسے برسوں سے جانتی ہوں۔ مجھ سے زیادہ کوئی اسے نہیں جانتا ہوگا۔ اس کے باوجود وہ میرے لیے بھی بڑا پُراسرار ہے۔ جب اس نے کہہ دیا ہے کہ اس حسین لڑکی جینی کے پاس آئے گا تو پھر ضرور آئے گا۔"

"مگر دیوی جی! کیسے آئے گا۔ میں نے جینی کو سرسے پاؤں تک تبدیل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اب تو جینی کے پیدا کرنے والے ماں باپ بھی اسے نہیں پہچان سکیں گے پھر وہ کیسے اسے پہچان لے گا؟"

"یہ میری بھی سمجھ میں نہیں آرہا ہے لیکن ہمیں خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔ اگر وہ واقعی جینی کے پاس آجائے گا تو تم بھی اس کی نظروں میں آجاؤ گی اس لیے ابھی وہ جگہ چھوڑ دو۔ جینی کو وہیں رہنے دو۔ خیال خوانی کے ذریعے جینی کی نگرانی کرو اور دیکھو کہ وہ ناممکن کو ممکن کیسے بنائے گا۔"

"ٹھیک ہے دیوی جی! میں ابھی جینی کو ضروری باتیں سمجھا کر یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

ڈی ون دماغی طور پر حاضر ہوکر اسے پیش آنے والے حالات کے بارے میں بتانے لگی۔

پارس نے ڈی ون سے باتیں کرنے کے بعد فون بند کرتے ہی ٹیلی فون ایکسچینج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس کی سوچ میں پوچھا "کاسمیج نمبر ٹو تھری ٹو میں ابھی جو فون کال آئی تھی' وہ کال کس فون نمبر سے تھی؟"

اعلیٰ افسر کی سوچ نے کہا "بابا صاحب کے ادارے کے جتنے کاسمیج جھیل کنارے ہیں ان سب کے فون کی لائنیں ایک اسپیشل نئے ایکسچینج سے ملادی گئی ہیں۔"

پارس نے اس نئے اسپیشل ایکسچینج کے اعلیٰ افسر سے فون پر رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ اس نے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو۔ ہیلو کون ہے؟"

پارس نے اپنے آلۂ کار افسر سے ریسیور رکھوادیا پھر نئے اسپیشل ایکسچینج کے افسر کے اندر جاکر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ فرانس میں جتنے اکابرین کے دماغوں کو لاک کیا گیا تھا اور جتنے نئے خیال خوانی کرنے والے تھے ان سب کے لیے وہ علیحدہ ایکسچینج قائم کیا گیا تھا۔

اعلیٰ افسر کے چور خیالات ان تمام افراد کے بنگلوں کے نمبر اور ان کے فون نمبر بتانے لگے۔ پارس ان سب کو نوٹ کرتا رہا۔ ابھی جینی کے بنگلے سے جو کال آئی تھی اس کا نمبر بھی معلوم ہوگیا۔

پارس نے اٹھ کر لباس تبدیل کیا۔ روانگی کے لیے پوری طرح تیار ہونے کے بعد اس نے گولی نگل لی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کاسمیج کے باہر ناک میں رہنے والے دشمن اسے دیکھیں۔ وہ پیچھے پڑجاتے تو ان سے جان چھڑانے میں دیر ہوجاتی اس لیے نظروں سے اوجھل ہوکر کاسمیج کے قریب سے گزرنے والی ایک کار کے اندر جاکر نہایت امن وسلامتی کے ساتھ وہاں سے دور چلا آیا پھر اس کار سے اتر کر دوسری کار میں آیا۔ اس کار میں آنے والا دو ہنسوں کا جوڑا نیچے میں جاکر پیار ومحبت میں مصروف تھا۔ پارس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر گولی حلق سے نکالی پھر اس کار کو ڈرائیو کرتا ہوا جینی کے بنگلے کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے وہ کار بنگلے سے ذرا دور روکی پھر دوبارہ سایہ بن کر مطلوبہ بنگلے کی طرف جانے لگا۔

دیوی شی تارا کو بھی تجسس تھا کہ پارس جینی تک کیسے پہنچے گا؟ اس لیے وہ اپنی ڈی ون کے ساتھ جینی کے دماغ میں موجود تھی۔ ایک خیال یہ بھی تھا کہ جینی پر اگر تنویمی عمل کامیابی سے نہیں کیا گیا ہوگا تو پارس' جینی کے چور خیالات پڑھ کر اس کے پاس پہنچ جائے گا۔

دیوی' جینی کے چور خیالات بھی پڑھ رہی تھی اور مطمئن ہو رہی تھی کہ اس کے چور خیالات اس بنگلے کی نشاندہی نہیں کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود وہ پہنچ گیا۔ کال بیل کی آواز سن کر وہ تینوں چونک گئیں۔ جینی نے کہا "دیوی جی! اس نئے بنگلے کا علم کسی کو نہیں ہے۔ یہ میرا کوئی شناسا نہیں آیا ہے' پتا نہیں کون ہے؟"

دوسری بار کال بیل کی آواز سنائی دی۔ دیوی نے جینی سے کہا۔ "جاؤ' دروازہ کھولو۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھول کر دیکھا۔ سامنے ایک خوبرو جوان مسکرا رہا تھا۔ اس نے ایک گہری سانس لی جیسے خوشبو سونگھ رہا ہو پھر جینی کو دونوں بازوؤں سے تھام کر کہا "میں تمہارے حسن کی تعریف بعد میں کروں گا۔ پہلے دیوی سے مخاطب ہوں۔ میں پچھلی رات عمل کرنے کے لیے سایہ بن کر جینی کے اندر گیا تھا۔ دیوی یہ بھول گئی کہ ایک بار صنفِ مخالف کی قربت مجھے مل جائے تو اس کے بدن کی مہک میری یادداشت میں محفوظ ہو جاتی ہے۔ اسے سرسے پاؤں تک بدل دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود میں نے اس کے بدن کی قدرتی مہک سے اسے پہچان لیا ہے۔"

دیوی شی تارا نے قائل ہو کر کہا "ہاں۔ میں بھول گئی تھی۔ تم کسی کو بھی اس کے بدن کی مخصوص مہک سے پہچان لیتے ہو۔"

"تمہاری ڈی نے فون پر دعویٰ کیا تھا کہ میں آئندہ کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کے سائے تک نہیں پہنچ سکوں گا کیونکہ تم نے آتما شکتی کے ذریعے میرے پچھلی رات کے عمل کا توڑ کیا ہے۔ کیا تم آتما شکتی سے میری سونگھنے والی صلاحیت کو ختم کر سکتی ہو؟ میں نے پچھلی رات جن افراد کے اندر سما کر تنویمی عمل کیا تھا' کیا ان افراد کے بدن کی قدرتی مہک کو ختم کر سکتی ہو؟"

دیوی شی تارا الجھن میں پڑ گئی۔ پارس نے کہا "جاؤ' تدبیر کرو کہ تمہارے ان خیال خوانی کرنے والوں کے جسموں کی مہک بدل جائے۔ ایسی کوئی ترکیب سوچنے میں کئی دن' کئی مہینے' کئی سال اور کئی صدیاں گزر جائیں گی اس لیے اس بنگلے میں صدیاں نہ گزارو' پلیز جاؤ اور مجھے جینی کے ساتھ تنہا چھوڑ دو۔"

"ہرگز نہیں۔ تمہیں ایسی بات کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ میں یہ برداشت نہیں کروں گی کہ میرا ہونے والا جیون ساتھی کسی دوسری حسینہ کے ساتھ تنہا رہے۔"

"تعجب ہے۔ آج سے پہلے تم نے کسی حسینہ کے ساتھ تنہا رہنے پر اعتراض نہیں کیا۔ کیا آج کوئی نئی بات ہو گئی ہے؟"

"ہاں میری جوتش دیدا اور جناب تیمرزی کی پیش گوئی کے مطابق میں چار برس چھ ماہ بعد اپنی اصلی شخصیت کے ساتھ ظاہر ہو جاؤں گی اس کے بعد ہماری شادی ہو گی لہٰذا اب تم میرے اور صرف میرے ہو۔ اگر کوئی تمہارے قریب آئے گی تو میں اسے جان سے مار ڈالوں گی۔"

"پھر میں تمہیں جو سزا دوں گا اس کے نتیجے میں تم اپاہج بن کر باقی عمر گزارو گی۔ مجھ سے شادی کرنے کا خواب اس وقت تک نہ دیکھو جب تک کہ میرا دین اسلام قبول نہ کرو۔ اس سے پہلے ہمارا ایک دوسرے سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"تم نے پہلے کئی بار کہا ہے کہ شادی کے بعد میں اپنے دھرم کا پالن کروں گی اور تم اپنے دھرم پر قائم رہو گے۔ اب مجھے اسلام قبول کرنے کے لیے کیوں کہہ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ اس طویل عرصے میں تمہاری اسلام دشمنی کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ میں صرف تمہارے حسن و شباب کے حصول کے لیے شادی نہیں کروں گا' بلکہ تم سے ہونے والے بچوں کو مکمل مسلمان بنائے رکھنا میرا مقصد ہو گا اور میرے مقصد کو ایک اسلام دشمن ماں نقصان پہنچاتی رہے گی۔ جاؤ' اس مسئلے پر غور کرو پھر مجھ سے گفتگو کرو۔"

جینی دیوی کی تابعدار تھی۔ اسے اپنے دماغ سے نہیں نکال سکتی تھی۔ پارس نے اس کے اندر آ کر اس کی سانس روکی تو دیوی اور ڈی دن دونوں جینی کے دماغ سے باہر ہو گئیں۔ جینی پھر سانسیں لینے لگی۔ وہ پیچھے ہٹ کر ایک الماری سے ٹیک لگا کر بولی "تم۔ تم مجھ سے کیسا سلوک کرو گے؟"

"تم کیا توقع کرتی ہو؟"

"میں تمہاری دشمن کی تابعدار ہوں۔ بات یہی سمجھ میں آتی ہے کہ تم دشمنوں جیسا سلوک کرو گے۔"

"تم سے میری ذات اور مقاصد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور نہ ہی دیوی تمہارے ذریعے آئندہ مجھے نقصان پہنچا سکے گی اس لیے میں تم سے دشمنی کرنے نہیں آیا ہوں۔"

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تم بہت عیاش ہو۔ تمہاری دوستی میں بھی دشمنی چھپی ہوتی ہے۔"

"ہم بڑی دیر سے اس بنگلے میں تنہا ہیں۔ میں اتنی دیر میں عیاشی کا پورا کورس مکمل کر چکا ہوتا لیکن ہمارے درمیان اتنا فاصلہ برقرار ہے جتنا تم نے رکھا ہے۔ میں نے دعویٰ کیا تھا کہ میں تمہارے پاس آؤں گا' سو آ گیا۔ یہ نہیں کہا تھا کہ تمہیں ہاتھ لگاؤں گا اس لیے نہیں لگا رہا ہوں۔"

"میں تم سے متاثر ہوں۔ تم نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا ہے اس خفیہ رہائش گاہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تم نے یہاں پہنچنے کی بات کی اور ایک گھنٹے کے اندر پہنچ گئے۔ ہمارے ملک کے اعلیٰ حکام اور فوج کے بہت بڑے افسران دیوی کے سامنے عاجزی سے باتیں کرتے ہیں۔ تم باتوں کے دوران دیوی کی توہین کر رہے تھے اور وہ خاموشی سے سن رہی تھی۔ میں سمجھ گئی ہوں' تم فولاد ہو' دیوی بھی تمہیں توڑ نہیں سکے گی۔"

"میری تعریفیں نہ کرو۔ دیوی تمہارے دماغ میں واپس آئے گی۔"

"میں تمہاری تعریف کر رہی ہوں مگر دیوی کی برائی نہیں کر رہی ہوں۔ میں تو اس کی ایک معمولی کنیز ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ دیوی کے ساتھ راضی خوشی رہو۔ میں جا رہا ہوں' دروازہ اندر سے بند کر لو۔"

وہ جانے لگا۔ جینی بھی دروازہ بند کرنے آئی۔ وہ غیر معمولی سماعت رکھتا تھا۔ اس نے دروازے کے دوسری طرف سے آہٹ سنی پھر ایک گن سے سیفٹی کیچ ہٹانے کی آواز آئی۔ اس نے جینی کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ ایک طرف دیوار سے لگ کر اس نے دروازے کو ایک جھٹکے سے کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی تڑاتڑ فائرنگ شروع ہو گئی۔ سامنے ذرا فاصلے پر ٹی وی اور شیشے کی الماری چکنا چور ہونے لگی۔ فائر کرنے والا ایک ہی تھا۔ اسے عقل آئی کہ شکار سامنے نہیں ہے۔ وہ چھلانگ لگا کر کمرے میں آیا۔ جینی خوف سے چیخنے لگی۔ آنے والے نے ڈانٹ کر کہا "شٹ اپ۔ جلدی بتاؤ' وہ کہاں ہے؟"

پارس نے حلق سے گولی نکال کر اس کے پیچھے نمودار ہو کر کہا۔ "میں یہاں ہوں۔"

وہ پھرتی سے پلٹ کر فائر کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی پارس نے اس کی گردن پر کراٹے کا ایک ہاتھ مارا۔ دوسرا ہاتھ مارنے پر اس کے ہاتھ سے گن گر گئی۔ اس کے بعد حملہ آور کو مار کھانے کی فرصت ہی فرصت ملتی رہی۔ اس کی پٹائی کے دوران پارس نے اس کے چور خیالات پڑھ لیے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ کسی عورت نے اسے حکم دیا تھا کہ دروازے کے سامنے آ کر کھڑا ہو جائے پھر جیسے ہی دروازہ کھلے' فائرنگ شروع کر دے۔ اس نے اس کے حکم کی تعمیل کی تھی۔

وہ مار کھاتے کھاتے بے ہوش ہو گیا۔ پارس نے کہا "شی تارا! تم جینی کے اندر خاموش تماشائی بنی بیٹھی ہو۔ میں اس بے ہوش ہونے والے کے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ کیا تم غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرنے کے بعد مغرور ہو گئی ہو؟ تم ہزار دشمنی کے باوجود مجھ پر قاتلانہ حملہ نہیں کرا سکتی تھیں۔ آج ایسا کر کے تم خود کو جانی دشمن ثابت کر چکی ہو۔"

وہ جینی کے ذریعے بولی "ہاں۔ تم میری کمزوری بن گئے ہو۔ مجھے فیصلہ کیا ہے۔ تم ہلاک ہو جاؤ گے تو کچھ روز تک میرے دل کو صدمہ ہو گا پھر صبر آ جائے گا۔ تمہیں مرجانا چاہیے' میں کبھی تمہارا دین قبول نہیں کروں گی۔ تمہیں مرنا ہو گا۔"

"میرا مرنا جینا خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن تم نے یہ سوچا کہ فائرنگ کی زد میں آ کر جینی بھی ہلاک ہو جائے گی۔"

"جینی کی کیا اہمیت ہے؟ میں ایسی خیال خوانی کرنے والی بے شمار لڑکیاں پیدا کرتی رہوں گی۔"

جینی نے کہا "دیوی جی! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ میں آپ کی وفادار رہوں۔ کیا آپ خواہ مخواہ میری جان لے سکتی ہیں؟"

"تم ہمارے درمیان نہ بولو ورنہ ذہنی مریضہ بنا دوں گی۔"

"تو پھر بنا دو۔ ایسی وفاداری کا کیا فائدہ کہ وفاداری کے صلے میں ذلت اور موت ملے۔"

"تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ تم اس عیاش پر مرمٹی ہو اور یہ سمجھتی ہو کہ یہ تمہیں میرے قہر و غضب سے بچا لے گا۔"

اچانک پارس نے جینی کا گلا دبوچ لیا۔ پہلے دیوی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔ گلا دبوچنے سے جینی کا منہ کھل گیا۔ پارس نے اس کے منہ کے اندر ایک گولی ڈال کر کہا "فوراً نگل جاؤ۔"

وہ نگل گئی۔ پلک جھپکتے ہی سایہ بن گئی۔ چند سیکنڈ کے بعد دیوی نے پارس کے اندر آ کر کہا "تم نے بڑی مکاری دکھائی ہے۔ آخر اسے کب تک سایہ بنا کر رکھو گے۔ میری کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی تمہارے پاس جائے گی تو میں اسے کسی وقت بھی موت کے گھاٹ اتار دوں گی۔"

"اس نے بہت بڑی گولی حلق میں اتاری ہے۔ اسے ہلاک کرنے کے لیے تمہیں چھ ماہ تک انتظار کرنا پڑے گا جبکہ میں چھ دن میں تمہارا غرور خاک میں ملا کر رکھ دوں گا۔ اب جاؤ' دفع ہو جاؤ۔"

اس نے سانس روکی۔ دیوی اس کے اندر سے نکل گئی۔ اب وہ جینی کے سائے کے اندر نہیں جا سکتی تھی۔ پارس کے دماغ میں بھی جگہ نہ ملتی۔ اگر اپنے ماتحتوں کو اس بنگلے میں بھیجتی تو پارس بھی سایہ بن جاتا۔ فی الحال وہ جینی اور پارس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔

پارس نے خالی کمرے کو دیکھتے ہوئے کہا "جینی! تم سایہ بن چکی ہو۔ چھ ماہ تک دیوی کی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رہو گی۔ اب تم جہاں جانا چاہو' جا سکتی ہو۔"

دوسری طرف خاموشی رہی پھر پارس نے میز کی طرف دیکھا۔ ایک کاغذ کے پیڈ پر ایک قلم خود بخود جھکا ہوا لکھ رہا تھا۔ پارس نے آگے بڑھ کر پڑھا۔ وہ لکھ رہی تھی "ابھی میں نے بولنے کی کوشش کی مگر بڑی دقت ہو رہی تھی اس لیے لکھ رہی ہوں۔ تم نے مجھے دیوی کے ظلم سے بچایا ہے۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ کیا تم مجھے پناہ دو گے؟"

پارس نے کہا "وہ غیر معمولی گولی معدے میں نہیں جاتی ہے۔ اگر تم اگلنے کی کوششیں کرتی رہو تو جب بھی اسے حلق سے باہر نکالو گی' ٹھوس جسم کے ساتھ نمودار ہو جاؤ گی۔ اگر تم میری پناہ میں آنا چاہتی ہو تو میرے جسم کے اندر چلی آؤ۔ میں اپنے کاسنج کی طرف جا رہا ہوں۔"

جینی کا سایہ اس کے اندر سما گیا۔ پارس اس بنگلے سے جانے لگا۔

دیوی شی تارا بری طرح جھنجلا رہی تھی۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ پارس سے ہر محاذ پر شکست کیسے کھا جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اس سے متاثر تھی۔ صرف اسی کو اپنے جسم و جان کا مالک

بنانا چاہتی تھی لیکن اب سوچنے کا انداز بدل گیا تھا کہ کسی طرح وہ اس دنیا سے اٹھ جائے گا تو وہ صبر کرلے گی۔ وہ جو حواس پر چھایا رہتا ہے تو اس کی موت کے بعد دیوی جیسی شخصیت پر غالب آنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

وہ فرانس میں جیسی کامیابیاں حاصل کررہی تھی ان پر پارس پانی پھیر سکتا تھا۔ اس نے خلائی زون میں اسے رام راج قائم کرنے کا موقع نہیں دیا۔ وہاں سے بھاگنے پر مجبور کردیا۔ اب وہ ایک بڑے ملک فرانس کی بالواسطہ ملکہ بن رہی تھی۔ پارس وہاں سے بھی اسے بھگانے والا تھا۔ اب وہ بھاگنا نہیں چاہتی تھی بلکہ بھگانے والے کو قتل کرانے کی قسم کھاچکی تھی۔

یہ عجیب اتفاق تھا کہ وہ پارس کے علاوہ دوسرے بھائی علی کو بھی قتل کرنے کا فیصلہ کرچکی تھی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ جس کبیر بھارتی کو اپنی ڈی کلپنا سے الگ کرنے کے لیے ہلاک کرنا چاہتی ہے' وہ علی ہے۔

پہلے اس نے تنویمی عمل کے ذریعے کبیر اور کلپنا کو ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہا تھا لیکن ناکام رہی تھی۔ کلپنا یہ سمجھ رہی تھی کہ دیوی مہربان ہے۔ وہ اسے کبیر کے ساتھ رہنے کی اجازت دے چکی ہے لیکن ڈی ون حسد کرتی ہے اور اس کے کبیر کو اس سے جدا کردینا چاہتی ہے۔

دیوی نے سوچا' کبیر کی وجہ سے کلپنا اور ڈی ون ایک دوسرے کی دشمن بن جائیں گی۔ اگر کبیر کو ہلاک کردیا جائے تو کلپنا اس کی ہلاکت کا الزام ڈی ون کو دے گی' اپنی دیوی جی پر کبھی شبہ نہیں کرے گی۔

وہ پہلی فرصت میں کبیر بھارتی کو ختم کرچکی ہوتی لیکن امریکا میں پربھارانی نے اور فرانس میں پارس نے اسے الجھا رکھا تھا۔

ادھر علی اپنی زندگی کے بہت خوب صورت دن اور بہت رنگین راتیں گزار رہا تھا۔ کلپنا بھارتی بہت خوش تھی۔ اس سے کہتی تھی "میں نے تمام عمر مسرتیں حاصل کرنے کے لیے جتنا سوچا تھا' مجھے اس سے زیادہ مسرتیں مل رہی ہیں۔"

علی نے کہا "بچوں کی طرح یہ نہ سوچو کہ تمام عمر خوشیاں ملتی رہتی ہیں۔ ہر انسان خوشیوں کے ساتھ صدمے بھی اٹھاتا ہے۔ ہمیں بھی شاید جلد ہی ایک صدمہ برداشت کرنا ہوگا۔"

"کیسا صدمہ! کیوں خواہ مخواہ مجھے ڈرا رہے ہو؟"

"یہ نہ بھولو کہ ایک بار مجھے تم سے جدا کرنے کی سازش ناکام ہوچکی ہے۔ ہوسکتا ہے' دوسری بار دشمن کامیاب ہوجائے۔"

"کبھی نہیں' میں نے دیوی جی سے شکایت کی ہے۔ وہ ڈی ون کی ایسی خبر لیں گی کہ پھر وہ ہمارے درمیان کانٹا بننے کی جرأت نہیں کرے گی۔"

علی چاہتا تھا کہ کلپنا' دیوی پر اندھا اعتماد نہ کرے۔ وہ اس کے سامنے دیوی کے خلاف بولتا تو وہ کبھی یقین نہ کرتی بلکہ علی سے ناراض ہوجاتی۔

علی نے اس سے کہا "تم جس طرح مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتی ہو اس سے یہ یقین ہوتا ہے کہ میں موت کو گلے لگاؤں گا تو تم بھی میرے ساتھ اپنی جان دے دوگی۔"

"ہاں۔ تمہارے ساتھ جیوں گی' تمہارے ساتھ مروں گی۔ تمہارے بغیر یہ دنیا بالکل خالی اور کھوکھلی لگے گی۔ ایسی دنیا میں میں ایک سانس بھی نہیں لوں گی۔"

"میں چاہتا ہوں کہ اس زندگی میں جو کچھ میں کروں' وہی تم بھی کرو۔"

"ضرور کروں گی' تمہاری خوشی میں میری خوشی ہے۔"

"میں دھرم بدل رہا ہوں' مسلمان بننے والا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "کیوں بچکانا بات کہہ رہے ہو۔ ہم دونوں کٹر ہندو ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔"

"میں کٹر ہندو نہ پہلے تھا اور نہ اب ہوں۔ یوں سمجھو کہ مسلمان بننے والا نہیں بلکہ بن چکا ہوں۔"

"پلیز ایسا مذاق نہ کرو۔"

"میں مذہبی معاملے میں مذاق نہیں کرتا۔ تم نے اپنا تن من سب کچھ میرے حوالے کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی مسلمان ہوجاؤ۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟ اگر بکواس ہی ہے تو واپس اپنے دھرم میں آجاؤ ورنہ میں تم سے دور ہوجاؤں گی۔"

"مجھ سے دور کہاں جاؤگی؟ تم کہہ رہی تھیں' میرے بغیر اس دنیا میں ایک سانس بھی نہیں لوگی۔"

"میں وفا محبوب کے لیے جان دے سکتی ہوں اور نادان محبوب کی جان لے سکتی ہوں یا اسے ٹھکرا سکتی ہوں۔"

"تو پھر میری جان لو یا مجھے ٹھکرادو۔"

وہ اس کے قریب تھی' دور ہوگئی۔ صوفے سے اٹھ کر بولی۔ "میں جارہی ہوں۔ اگر واقعی تم مسلمان ہو تو میرے بیڈ روم میں نہ آنا اور صبح ہونے سے پہلے یہاں سے چلے جانا۔ میں اس توہین کو برداشت کرنے کی کوشش کروں گی کہ تم میری عزت سے کھیل کر گئے ہو۔ اگر توہین برداشت نہ ہوئی تو میں خیال خوانی کے ذریعے تمہیں ذہنی اذیتیں دے کر ہلاک کردوں گی۔"

"صرف میں تمہاری عزت سے نہیں کھیلتا رہا۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ زندگی کے ایک آزمائشی موڑ پر تم مجھے چھوڑ رہی ہو لیکن میں اب بھی تمہیں چاہتا ہوں اور چاہتا رہوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر چلا گیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں کھڑی رہی۔ سوچتی رہی کہ یہ کیا ہوگیا۔ زندگی کی آخری سانس تک مسرتیں حاصل کرنے کا یقین کرنے والی اچانک صدمات سے دوچار ہونے لگی۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی بیڈ روم میں آئی پھر بستر پر اوندھے منہ گر پڑی۔ بستر جیسے پوچھنے لگا کہ اپنے کبیر کے بغیر اسے نیند کیسے آئے گی؟

اسے نیند نہیں آئی۔ وہ آدھی رات تک کروٹیں بدلتی رہی۔ اس نے سوچا' شاید وہ اپنی کلپنا سے دور ہوکر بچپنا رہا ہو۔ اس کے حالات کا علم ہونا چاہیے۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ کبیر اس کا معمول اور تابعدار ہے۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہا ہے اور تھوڑی دیر بعد ایک تابعدار کی طرح پھر اپنے دھرم میں واپس آکر اس کے بیڈ روم میں چلا آئے گا۔

علی نے کلپنا کو دیوی کے اثر سے نکالنے کے لیے یہ منصوبہ بنایا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے سراغ رسانوں کو سمجھادیا تھا کہ اشارہ ملتے ہی انہیں کس طرح ڈراما پلے کرنا ہے۔

جب اس نے کلپنا کو اپنے اندر محسوس کیا تو ایک ذرا سا اپنے سر کو کھجایا۔ وہ سراغ رساں حرکت میں آگئے۔ علی ایک ویران سی جھونپڑی کے سامنے ٹہل رہا تھا۔ جیب سے چار افراد باہر آئے۔ انہوں نے منہ پر ڈھاٹا باندھا ہوا تھا۔ ایک نے علی کو گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا "تم ساری دنیا سے چھپ سکتے ہو لیکن ہماری دیوی جی سے نہیں چھپ سکتے۔ اب مرنے کے لیے تیار ہوجاؤ۔"

علی نے پوچھا۔ "دیوی جی نے مجھے اور کلپنا کو ساتھ رہنے کی اجازت دی تھی۔ اب وہ میری جان کیوں لینا چاہتی ہیں؟"

"یہ سب ہماری دیوی جی کی چال ہے۔ اسی نے کلپنا کے تنویمی عمل کے بعد تمہارے دماغ میں کلپنا بن کر عمل کیا تھا۔ تمہارے دماغ میں کلپنا کے خلاف بیزاری اور نفرت پیدا کی تھی اور کلپنا سمجھتی رہی کہ ایسا ڈی ون نے کیا ہے۔"

علی نے پوچھا "دیوی مجھے کلپنا سے کیوں دور کرنا چاہتی ہے؟"

"وہ نہیں چاہتی کہ اس کی کوئی بھی ڈی کسی مرد کو اپنا جیون ساتھی بنائے۔ ایسا کرنے سے بہت سے راز کھلنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ بس اب زیادہ نہ پوچھو۔ تم مسلمان ہو۔ ویسے بھی ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائر کیا۔ نشانہ خطا ہوا۔ علی نے اس پر چھلانگ لگائی پھر ان دشمنوں سے تمانزنے لگا۔ اس دوران کلپنا نے دشمن کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن اس نے سانس روک لی۔ وہ دیوی کے پاس جاکر اپنے کبیر کے لیے رحم کی بھیک مانگنا چاہتی تھی۔ اسی لمحے میں گولی چلی پھر کبیر کی چیخ سنائی دی۔ اس نے کبیر کے اندر رہ کر معلوم کیا۔ اسے گولی لگی تھی۔ پھر دوسرا فائر ہوا اور دوسری گولی لگی۔ اس کا دم رک گیا۔ کلپنا کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔

اس نے تڑپ کر چیختے ہوئے کہا "نہیں کبیر! تم نہیں مرسکتے۔ نہیں مرسکتے۔"

اس نے یقین کرنے کے لیے دوبارہ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن علی کا دماغ ایسے ہی گم ہوگیا تھا جیسے پارس کا دماغ ہوجایا کرتا تھا اور دیوی آتما شکتی کے ذریعے بھی اسے تلاش نہیں کرسکتی تھی۔

یہ بالکل آسان سی تکنیک تھی۔ پارس کا دماغ مردہ نہیں ہوتا تھا صرف اس کی آواز اور لہجہ اس کے دماغ سے نکل جاتا تھا۔ دیوی اسی آواز اور لہجے کو باربار گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کرتی تھی اور اس لہجے کو کسی کے بھی دماغ میں نہیں پاتی تھی۔

علی کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ گولی لگتے ہی اس کے دماغ سے موجودہ آواز اور لہجہ نکل گیا۔ ایک نئی آواز اور لہجہ پیدا ہوا جسے کلپنا نہیں جانتی تھی اس لیے باربار خیال خوانی کی پرواز کرنے کے بعد یقین ہوگیا کہ اس کا کبیر مرچکا ہے۔

اس نے غصے میں دیوی کو مخاطب کیا' وہ بولی "ہوش میں تو ہو؟ یہ تم کس انداز میں مجھے مخاطب کررہی ہو؟"

"دیوی جی! اب میں ہوش میں آگئی ہوں۔ تم مجھے بے وقوف بنارہی تھیں۔ بظاہر مجھے اور کبیر کو ساتھ رہنے کی اجازت دے کر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں میرے خلاف بیزاری اور نفرت پیدا کردی تھی۔ اگر سچی دیوی ہو تو سچ بولو۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

اس نے سانس روک کر کلپنا کو بھگایا پھر اس کے دماغ میں آکر بولی "اگر میں سچی دیوی نہ بھی ہوئی تو تم میرا کیا بگاڑ لوگی؟ میں چاہتی تھی' خاموشی سے کبیر کو تم سے دور کردوں لیکن سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلا۔"

"اس لیے تم نے انگلی ٹیڑھی کرلی اور میرے کبیر کو قتل کرادیا۔"

دیوی اس بات پر چونک گئی۔ کلپنا کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ اسے معلوم ہونے لگا کہ کبیر کو کسی ویرانے میں جن لوگوں نے گھیر کر قتل کیا تھا' وہ خود کو دیوی کا تابعدار کہہ رہے تھے۔

دیوی نے حقیقت معلوم کرنے کے لیے خیال خوانی کے ذریعے کبیر کے اندر پہنچنا چاہا' یہ تصدیق ہوگئی کہ کبیر مرچکا ہے۔

وہ حیران ہورہی تھی کہ اس کے کندھے پر کس نے بندوق رکھ کر چلائی ہے؟ جو کبیر' دیوی اور کلپنا کے درمیان متنازعہ تھا' اسے ہلاک کرکے اور زیادہ متنازعہ بنادیا گیا ہے۔

کلپنا نے پوچھا "دیوی جی! خاموش کیوں ہیں؟ میرے کبیر کو آپ نے ہمیشہ کے لیے چھین لیا۔ آپ جو چاہتی تھیں' وہی کردکھایا۔"

دیوی واقعی کبیر کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی وہ قتل ہوگیا۔ اس نے کلپنا سے کہا "کبیر کو آج نہیں تو کل حرام موت مرنا ہی تھا۔ اب اپنے تیور درست کرو لیکن نہیں' کبیر کی جدائی کا صدمہ بہت گہرا ہے۔ میں تمہیں سلاؤں گی اور نئے سرے سے تنویمی عمل کروں گی تاکہ تمہارے اندر سے میرے خلاف بغاوت کی تحریک ختم ہوجائے۔"

وہ کلپنا کو تھپک تھپک کر سلانے لگی۔ وہ سونا نہیں چاہتی تھی لیکن اس کے زیرِ اثر رہنے کے باعث مجبور تھی۔ علی اس کے اندر رہ کر اس کی مجبوری سمجھ رہا تھا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اپنی ممی (آمنہ فرہاد) کے پاس آیا پھر سلام کرنے کے بعد کہا "ممی! میں نے آپ کے لیے ایک بہت خوب صورت سی بہت پیاری سی بہو دیکھی ہے۔ کیا آپ دیکھنا چاہیں گی؟"

"تم نے دیکھ لی میں نے دیکھ لی۔ تمہاری پسند' میری پسند ہے پھر بھی میں اسے ضرور دیکھوں گی۔"

"میرے دماغ میں آئیں۔ میں اس کے پاس پہنچا دوں گا۔"

وہ بیٹے کے دماغ میں آئی پھر اس کے ذریعے کلپنا بھارتی کے اندر پہنچ گئی۔ وہاں دیوی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کلپنا پر تنویمی عمل کر رہی تھی۔ اس کے دماغ سے کبیر کی موت کی تمام یادیں مٹا رہی تھی۔

آمنہ نے علی کے اندر آکر کہا "کان پکڑو۔"

اس نے دونوں کانوں کو پکڑ کر پوچھا "ممی! یہ کس لیے؟"

"تم سیدھی طرح نہیں کہہ سکتے تھے کہ میری ہونے والی بہو مصیبت میں ہے۔"

"میں مصیبتیں بیان کرتا تو اس کے دماغ میں پہنچنے میں دیر ہو جاتی اور ممی! آپ دیر کر رہی ہیں۔ پلیز' میں چاہتا ہوں' آپ روحانی عمل کے ذریعے کلپنا کو فولاد بنا دیں۔ دیوی آتما شکتی کے ذریعے اس کے دماغ میں جا سکے اور نہ سایہ بن کر اس کے جسم میں سما سکے۔"

"میں جو بہتر سمجھتی ہوں' کروں گی۔ تم اس کے دماغ میں ابھی نہ آنا۔"

وہ بیٹے کے دماغ سے چلی گئی۔ ادھر دیوی کلپنا پر نئے سرے سے تنویمی عمل کر کے مطمئن ہو گئی۔ اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر ڈی ون کے پاس آگئی۔

وہ فرانس کے محاذ کو سب سے زیادہ اہمیت دے رہی تھی کیونکہ وہ فرانس کے تمام اکابرین اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے زیرِ اثر لا کر بالواسطہ اس ملک کی بے تاج ملکہ بن چکی تھی۔ راستے میں صرف ایک بڑا پتھر تھا۔ وہ اس پتھر کو توڑ دینے' اسے ریزہ ریزہ کر کے مٹی میں ملا دینے کی تدبیر کر رہی تھی۔

یہ ایک بات اس کے دماغ میں نقش ہو گئی تھی کہ جب تک پارس اس دنیا سے نہیں جائے گا' تب تک وہ فرانس پر پوری طرح مسلط نہیں ہو سکے گی۔ اس نے فرانس پر حاوی رہنے کے تمام معاملات ڈی ون کے حوالے کر دیے تھے اور اپنی ساری توجہ پارس پر مرکوز کر دی تھی۔

پارس جینی کو سایہ بنا کر لے گیا تھا۔ دیوی اگرچہ جینی کے اندر نہیں جا سکتی تھی پھر بھی وقتاً فوقتاً اس کے دماغ کی طرف اس لیے پرواز کرتی تھی کہ جینی ٹھوس جسم کے ساتھ نمودار ہو گی تو اس کے دماغ میں جگہ مل جائے گی۔

ایسا کبھی کبھی ہونے لگا۔ جینی نے گولی کو حلق کے باہر اگلنا سیکھ لیا تھا۔ جب تک کابینج کی چار دیواری میں پارس کے ساتھ رہتی تھی' سایہ نہیں بنتی تھی۔ یوں دیوی کو اس کے اندر رہنے کا موقع ملتا رہتا تھا۔

دیکھا جائے تو دیوی کابینج کے اندر پارس کی شہ رگ تک پہنچ گئی تھی۔ اس کے کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا سکتی تھی لیکن اس لیے نہیں ملا رہی تھی کہ شاید زہر اس زہریلے پر اثر نہ کرے۔ اگرچہ وہ زہریلا نہیں رہا تھا اس کے باوجود وہ سابقہ عادت کے مطابق دیوی کے دیے ہوئے زہر کو پی کر سکتا تھا۔

وہ پارس کو ٹریپ کرنے اور ہلاک کرنے کے سلسلے میں کوئی چھوٹی سی بھی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ پوری طرح محتاط رہ کر پہلی اور آخری بار ایسا اچانک حملہ کرنا چاہتی تھی کہ پارس کو سنبھلنے اور بچنے کا موقع نہ ملے اور وہ حرام موت مر جائے۔

اس کی جو تشویش وہ ابتدا سے محسوس کرتی آرہی تھی کہ شی تارا اور پارس کی شادی میں الجھنیں بہت ہیں۔ شادی ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی ہو سکتی۔ اگر وہ شادی کرے گی تو ایک مسلمان کی بیوی بننے کے بعد اپنے دھرم سے نکل جائے گی۔ پارس اسے اس طرح مائل کرے گا کہ وہ اسلام قبول کر لے گی۔

اور یہی وہ نہیں چاہتی تھی کہ پارس کو ہندو بنانے کی خوش فہمی میں شادی کر لے اور اپنے دھرم سے بھی جائے۔ یہ سارا جھگڑا صرف اس طرح ختم ہو سکتا تھا کہ پارس کو ختم کر دیا جائے۔

وہ اتنا نادان نہیں تھا۔ اس کھلی ہوئی حقیقت کو سمجھتا تھا کہ جینی اپنے ٹھوس جسم کے ساتھ رہے گی تو دیوی اس کے اندر رہ کر پارس کے کابینج میں گھسی رہے گی۔ جینی کے ذریعے پارس کی باتیں سنے گی اور اس کے منصوبے معلوم کرتی رہے گی۔

وہ جینی پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو آتما شکتی کے خلاف لاک کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ دراصل وہ بھی یہ چاہتا تھا کہ دیوی جینی کے پاس آتی رہے۔ ایسے وقت وہ بھی جینی کے اندر خاموشی سے آتے جاتے ہوئے دیوی کی موجودگی کو سمجھتا رہے اور یہی ہو رہا تھا۔ دشمن کی موجودگی کا علم رہے تو پھر اس دشمن کو اچانک حملہ کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ دیوی بھی پارس کے لیے اچانک مصیبت نہیں بن سکتی تھی۔

جب سے اسے غیر معمولی صلاحیتیں حاصل ہوئی تھیں' وہ خود کو ناقابلِ شکست سمجھنے لگی تھی۔ کہیں شکست بھی ہوتی تو کچھ عرصے بعد اس شکست کو فتح میں بدل دیتی تھی۔ جیسے نقلی دیوی پربھا سے شکست کھانے کے بعد وہ پربھا کو پہچان گئی تھی۔ کرشنی اور گرو سوامی تنویمی عمل کر کے پربھا اور مائیک ہرارے کے رشتے کو سمجھ گئی تھی۔ ان کی ٹیم کس طرح کام کرتی ہے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا۔ صرف یہ بات راز میں رہی کہ ان سب کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔

بہرحال وہ ناکامیوں اور کامیابیوں کے درمیان امریکی اور اسرائیلی حکمرانوں کے حواس پر چھا گئی تھی اور درپردہ فرانس پر حکومت کر رہی تھی۔ ایسی کامیابیوں نے اس کا دماغ خراب کر دیا تھا پھر پارس نے اسے اپنے کابینج کے اندر آنے کا موقع دے کر اس کا دماغ آسمان پر پہنچا دیا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اپنی چالاکی سے جینی کے اندر رہ کر پارس کی خفیہ اور اہم باتیں سنتی رہتی ہے اور کسی دن بھی کابینج کے اندر یا باہر پارس کا کام تمام کرنے کا کوئی سنہری موقع ضرور مل جائے گا۔

پارس نے دیوی کی تمام توجہ اپنی طرف مرکوز کر لی تھی اور دوسری طرف سلمان کے ذریعے حکومتِ فرانس کے تمام اکابرین کو پھر ٹریپ کرتا جا رہا تھا۔ سلمان تمام خیال خوانی کرنے والے جوانوں تک رفتہ رفتہ سایہ بن کر پہنچتا تھا اور پارس بن کر انہیں تابعدار بنا لیتا تھا۔

ایک ہفتے بعد ڈی ون کے لیے مسئلہ پیدا ہو گیا۔ وہ ایک ضروری کام سے ایک خیال خوانی کرنے والے کے پاس پہنچی تو اس نے کہا "واپس جاؤ۔ میں صرف دیوی جی کا وفادار ہوں۔"

ڈی ون نے کہا "کیا بکواس کرتے ہو۔ میں ہی تمہاری دیوی ہوں۔"

"تم دیوی نہیں' اس کی چیچی ہو۔ ہماری نگرانی کرنے کے لیے ہمارے ملک میں رہتی ہو۔"

"یہ تم سے کس نے کہا ہے؟ میں دیوی ہوں' اصلی دیوی۔"

"میں کہہ چکا ہوں' یہاں سے جاؤ۔ میرے دماغ میں صرف اصلی دیوی آئے گی۔ تم ایک نمبر نہیں' دو نمبر ہو۔ جاؤ اسے بھیج دو۔"

ڈی ون جینی کے اندر آکر دیوی کو اس خیال خوانی کرنے والے جوان کے بارے میں بتانے لگی۔ ایسے وقت جینی سحر زدہ سی ہو جاتی تھی۔ دیوی کی معمولہ تھی' اس لیے دیوی اور ڈی ون کے بارے میں پارس کو نہیں بتاتی تھی کہ اس کے دماغ میں دو چڑیلیں باتیں کر رہی ہیں۔ پارس اس کے سحر زدہ ہونے کے انداز سے سمجھ لیتا تھا اور چپ چاپ جینی کے اندر جا کر ان دونوں کی باتیں سنتا رہتا تھا۔

دیوی نے ڈی ون سے کہا "وہ جوان ہمارا معمولی اور تابعدار ہے۔ اگر وہ تمہیں نقلی دیوی کہہ رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے تنویمی عمل کے سحر سے نکل چکا ہے۔ بہرحال میں ابھی اس کے چور خیالات پڑھ کر حقیقت معلوم کروں گی۔"

اس نوجوان کے دماغ کے چور خانے میں سلمان تھا اور اسی جوان کی سوچ میں کہہ رہا تھا "میں صرف دیوی جی کا تابعدار ہوں اگر کوئی دوسری آئے گی تو اسے دیوی تسلیم نہیں کروں گا۔"

دیوی نے پوچھا "اصلی دیوی کے نام سے کوئی ڈی آتی ہے' یہ تمہیں کس نے بتایا ہے؟"

"پارس نے بتایا ہے بلکہ ابھی بتا رہا ہے۔"

"کیا ابھی پارس موجود ہے؟"

پارس نے کہا "کیا میری موجودگی پر تمہیں اعتراض ہے؟"

وہ فوراً خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر جینی کے پاس پہنچی' وہاں کابینج کے اندر پارس جینی کو آغوش میں لے کر کہہ رہا تھا "تم اتنی حسین ہو کہ تمہیں کسی کی بھی نظر لگ سکتی ہے۔ چلو ہم دنیا دے اس کھنڈر چلے جائیں گے جہاں نظر لگانے والے بندے اور بندے دی ذات نہ ہووے۔"

دیوی پھر خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اپنے تابعدار کے دماغ میں پہنچی۔ وہاں سلمان' پارس کے لہجے میں کہہ رہا تھا "میری آواز سنتے ہی وہ کہیں گئی ہے' اس کا مطلب ہے' وہی اصلی دیوی تھی۔"

ڈی ون نے کہا "میں کہیں نہیں گئی ہوں' یہیں موجود ہوں اور اصلی ہوں' بالکل اصلی۔"

"دکان دار ہر مال کو اصلی کہہ کر بیچتا ہے مگر مال اصلی نہیں ہوتا۔"

دیوی نے پوچھا "تم کیسے پہچانو گے کہ اصلی کون ہے؟"

"حکومت کرنے والی دیوی کا لہجہ اور اس کی گفتگو کے تیور صاف پہچانے جاتے ہیں' تم ہی اصلی ہو۔"

"اور تم اصلی ہو یا نہیں؟ ایک ہی وقت میں یہاں بھی ہو اور دوسری جگہ بھی' تم نے اپنی کتنی ڈمیاں بنائی ہیں؟"

"میں اطمینان سے یاد کروں گا کہ میری ڈمیاں کتنی تعداد میں ہیں۔ ویسے میں خود اس کے دماغ میں رہتا ہوں' جو میرا نیا معمول اور تابعدار ہوتا ہے جیسا کہ یہ جوان ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس وقت کابینج میں جو پارس ہے' وہ محض ایک ڈی ہے؟"

"صرف کابینج میں نہیں' اس وقت کتنے ہی پارس تمہارے فرانسیسی تابعداروں کے اندر موجود ہیں۔"

وہ ایک دم سے بھڑک کر بولی "تم خود کو بہت چالاک سمجھتے ہو۔ تم نے بڑی رازداری سے دوبارہ ان سب کو تابعدار بنایا ہے لیکن تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔"

"میں اپنے فائدے کے لیے نہیں' تمہارے فائدے کو روکنے کے لیے ایسا کر رہا ہوں۔ فرانس کے تمام اہم افراد ٹیلی پیتھی کی تھال میں بینگن کی طرح کبھی تمہاری طرف اور کبھی میری طرف لڑھکتے رہیں گے۔ ایسی رسا کشی کے دوران تم بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کچھ نہیں کر سکو گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے کئی بار ارادہ کیا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف فرانس کے حکمرانوں کو عملی اقدامات کرنے کا مشورہ دے اور وہ تابعدار اس کے مشورے پر عمل کریں گے لیکن پارس اسے الجھاتا جا رہا تھا۔ وہ بار بار فرانس کے اکابرین اور

ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں جاکر پارس کے عمل کا توڑ کرنے پر مجبور ہورہی تھی اور آئندہ بھی پارس اسے اسی طرح مصروف رکھنے والا تھا۔

پارس نے کہا "تم سمجھ رہی تھیں کہ میں جینی کے ساتھ کاسنج میں رہتا ہوں کیونکہ میں حسن پرست ہوں۔ جینی کے ساتھ کوئی ڈی پارس نہیں رہے گا۔ تمہارے سوچنے کے اسی انداز سے میں نے فائدہ اٹھایا۔ جینی جیسی حسینہ کو ڈی پارس کے حوالے کرکے یہاں تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوبارہ شکار کرتا رہا۔ اگر تم اپنے وعوے کے مطابق مجھے قتل کرتیں تو میرے دھوکے میں ایک ڈی کو ہلاک کردیتیں۔ اب دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچو کہ آئندہ بھی تم اسی طرح بے وقوف بنتی رہوگی لیکن میرے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکوگی۔"

دیوی کی طرف سے خاموشی رہی' پارس نے پوچھا "سکتہ طاری ہوگیا ہے یا جاچکی ہو؟"

پارس خلائی زون کے بعد یہ دوسری زبردست شکست دے رہا تھا۔ فرانس میں جیتی ہوئی بازی کو ہارنے پر مجبور کررہا تھا۔ ایسے میں وہ غصے سے پھٹ پڑی۔ جنون میں مبتلا ہوکر اس خیال خوانی کرنے والے جوان کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا' جس کے دماغ میں اس وقت سلمان' پارس اور ڈی ون کے علاوہ وہ خود تھی۔

وہ بے چارہ چیخیں مارتا ہوا تڑپنے لگا۔ وہ ایک اعلیٰ حاکم کے پاس گئی۔ جب اس کی سوچ سے معلوم ہوا کہ پارس اس کے اندر بھی پہنچ چکا ہے اور اب اس حاکم کا دماغ لاک نہیں رہا تو اس نے اس کے دماغ میں بھی زلزلہ پیدا کیا۔ وہ اعلیٰ حاکم بھی تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔

دیوی نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ ان سب کے علاوہ چار مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھی شامت آگئی۔ جن اکابرین اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر پارس نے عمل نہیں کیا تھا' دیوی نے انہیں نقصان نہیں پہنچایا۔

پارس جینی کی چیخیں سن کر دماغی طور پر کانچ میں حاضر ہوا۔ وہ بھی دماغی تکلیف کی شدت سے فرش پر گر کر تڑپ رہی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں' دیوی نے شہناز کی بیماری سے فائدہ اٹھایا۔ اس کے اندر بھی پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ بے چاری کمزور ہوگئی تھی۔ زلزلے کو برداشت نہ کرسکی۔ اس کا دم رکنے لگا۔ دیوی کو اس بات کی پروا نہیں تھی کہ پارس اور بابا صاحب کے ادارے والے اس کے خلاف کیسی کارروائی کریں گے۔ شہناز ایک ہی زلزلے کا جھٹکا برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے دوسرا شدید جھٹکا پہنچایا تو یکبارگی اس کا دم نکل گیا اور دیدے پھیل کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگئے۔

ایسا آمنہ کی لاعلمی میں ہوا تھا۔ وہ ادارے کے اسپتال میں شہناز کے پاس موجود نہیں تھی ورنہ دیوی کا جنون خاک میں ملادیتی۔

وہ اتنی بڑی واردات کرنے کے بعد اپنی موجودہ رہائش گاہ کے ایک کمرے میں آئی۔ وہاں ایک دیوار پر بھگوان شیو شنکر کی تصویر تھی۔ وہ تصویر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گئی' کہنے لگی "ہرہر مہادیو! مجھے اور شکتی دو۔ آج میں آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑی ہوں اور ایسا کرنے سے یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ جب بار بار پارس سے شکست ہی کھانا ہے تو پھر میں ایسی جوابی کارروائی کیوں نہ کروں' جیسی آج تک کسی نے فرہاد کی فیملی کے خلاف نہیں کی۔ پارس سے شکست میری آدھی موت ہے اور میں پوری موت پانے سے پہلے فرہاد کی فیملی کی نیندیں اڑادوں گی۔ مرنے سے پہلے فرہاد کی کسی اولاد کو ساتھ لے کر مروں گی۔"

ادھر شہناز کی ہلاکت پر میری پوری فیملی سوگوار ہوگئی تھی۔ پارس بابا صاحب کے ادارے میں اس کی آخری رسومات ادا کرنے آگیا تھا۔ اس نے آمنہ سے کہا "ممی! آپ کی یہ بہو' آپ کی نگرانی میں تھی' شی تارا نے گویا آپ کے گھر میں واردات کی ہے۔ آپ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے سزا دے سکتی ہیں۔"

آمنہ نے کہا "بیٹے! جب تک قدرت کی طرف سے اشارہ نہ ملے' تب تک ہم خاموش تماشائی بن کر رہتے ہیں۔ شی تارا کے خلاف مجھے کوئی اشارہ ملے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ اب میں اس کی زندگی عذاب بنادوں گا۔"

"جس طرح ہماری روحانی ٹیلی پیتھی قدرتی اشاروں کی پابند ہے اسی طرح دنیا کے تمام انسانوں کی جدوجہد یا انتقامی کارروائی اس حد تک کامیاب ہوگی جتنی کہ قدرت کو منظور ہے۔ اگر دیوی کے مقدر میں سلامتی ہے تو تم اسے جانی نقصان نہیں پہنچاسکوگے۔"

"جانی نقصان سے زیادہ ذہنی نقصان صدمہ پہنچاتا ہے۔ میں اسے ذہنی اذیتیں پہنچاتا رہوں گا۔"

آمنہ خاموش رہی۔ بیٹا غصے میں تھا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آتی کہ ابھی دیوی شی تارا کے مقدر میں سلامتی اور بڑی حد تک کامیابیاں لکھی ہوئی ہیں۔

دیوی بھگوان شیو شنکر کی تصویر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی اور سکون سے سوچ رہی تھی "مجھے کچھ عرصے تک زیر زمین رہنا چاہیے۔ میں دونوں ڈمیوں کے ذریعے یہاں کے تمام معاملات سنبھالتی رہوں گی۔ فرانس میں پارس مجھے نقصان پہنچاتا رہے گا۔ میں فرہاد کی فیملی کے ایک ایک ممبر کو جہنم میں پہنچاتی رہوں گی۔ اب ہمارے درمیان کھل کر جنگ ہوتی رہے گی اس لیے مجھے جسمانی طور پر روپوش رہنا چاہیے۔ میں جو ہیں مٹھے ساہ بن کر نہیں رہنا چاہتی۔ ایسے میں پارس کسی بھی ہتھکنڈے سے میرے قریب آکر سایہ بن کر میرے جسم میں سما سکتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ میں پارس کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے تک زیر زمین رہا کروں۔"

اس نے زیر زمین رہ کر اپنے منصوبوں پر کام کرتے رہنے کا فیصلہ کرلیا۔ امریکا چھوڑ کر ہندوستان جانے کی تیاریاں کرنے لگی۔ وہاں ہمالیہ کے دامن میں ایک غار تھا' اس غار کی گہرائیوں میں بھگوان شیو شنکر کی بڑی سی مورتی تھی' وہیں وہ رہا کرتی تھی۔

اب ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لیے پاسپورٹ ضروری نہیں تھا۔ سایہ بن کر طیارے کے اندر پہنچ کر آسانی سے سفر کیا جاسکتا تھا۔ دیوی کے پاس ایک چھوٹا سا سفری بیگ تھا۔ وہ ائرپورٹ پہنچنے کے بعد ٹائلٹ میں گئی تھی پھر سایہ بن کر باہر آتے ہی ایک مسافر عورت کے اندر سما گئی تھی۔ نہ پاسپورٹ' نہ ویزا اور نہ کسٹم چیکنگ' وہ آرام سے طیارے میں آگئی۔ دوسرے مسافر آرہے تھے اور اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ رہے تھے۔ ان مسافروں میں دلجیت کو دیکھتے ہی دیوی چونک گئی۔

وہی سکھ لڑکا دلجیت سنگھ جو دیوی سے دوبار مل چکا تھا وہ ایک شخص کی انگلی پکڑ کر سیٹوں کے درمیان راہداری سے آرہا تھا پھر وہ اس شخص کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

دیوی اس عورت کے اندر سے نکل کر دلجیت کے ساتھ بیٹھنے والے شخص کے جسم میں سما گئی۔ اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ اس شخص نے دلجیت کو مین ہٹن کے علاقے میں بھٹکتا ہوا پایا تھا۔ دلجیت کو دیکھنے سے پہلے اس نے ایک اخبار میں اس کی تصویر دیکھی تھی۔ تصویر کے ساتھ یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ وہ بچہ ایب نارمل ہے۔ وہ صرف آج کی باتیں یاد رکھتا ہے۔ کل کی باتیں بھول جاتا ہے۔

دلجیت کی ماں نے وہ تصویر اور خبر اخبار میں شائع کرائی تھی۔ اس اخبار کے ذریعے کسی نے کہا تھا کہ وہ دلجیت کی تلاش میں ناکام ہوکر ہندوستان جارہی ہے۔ اگر وہ بچہ کسی کو ملے تو اسے جالندھر شہر پہنچانے والے کو پچاس ہزار ڈالر دے گی۔ اخبار میں جالندھر شہر کا پتا درج تھا۔

دلجیت جیسے پیارے بچے پر اس شخص کو پیار آیا۔ اس نے دلجیت کو اس کی ماں تک پہنچانے کا فیصلہ کیا۔ اسے انعام کا لالچ نہیں تھا۔ وہ خود ایک کروڑ پتی بزنس مین تھا۔ اٹلی کے شہر روم جارہا تھا لیکن دلجیت کے لیے بھارت کے شہر دہلی کا ٹکٹ لیا تھا اور سوچا تھا کہ مسافروں میں جو بھارت جانے والا ہوگا' دلجیت کو اس کے حوالے کردے گا۔

دیوی نے سوچا۔ "آخر دلجیت کی ماں کا پتا چل ہی گیا۔ یہ لڑکا مجھ سے دوبار مل کر بچھڑ گیا۔ اب میں اسے بھٹکنے نہیں دوں گی۔ اپنے ساتھ دہلی لے جاؤں گی۔ وہاں سے جالندھر فون کرکے اس کی ماں کو دہلی بلاؤں گی پھر دلجیت کو اس کے حوالے کردوں گی۔"

اس وقت وہ سایہ بنی ہوئی تھی۔ اس نے دوسروں کی نظریں بچاکر اپنا چھوٹا سا سفری بیگ سیٹ کے نیچے رکھ دیا۔ دوسرے بچوں کی طرح اعلیٰ بی بی کی بھی عادت تھی کہ ادھر اُدھر تاک جھانک کرتی رہتی تھی۔ اس نے اس سفری بیگ کو سیٹ کے نیچے اچانک نمودار ہوتے دیکھ لیا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ کوئی سایہ بننے والی ہستی اس کے قریب ہی موجود ہے۔

اس نے یہ بات اس شخص کو نہیں بتائی' جس کے ساتھ سفر کررہی تھی۔ انتظار کرنے لگی کہ وہ سایہ کسی نہ کسی وقت نمودار ہوسکتا ہے یا کسی طرح اس سائے سے دوستی ہوسکتی ہے۔

سفر کے دوران مسافروں کے آگے رات کا کھانا لاکر رکھا جانے لگا۔ وہ شخص کھانے سے پہلے باتھ روم کی طرف گیا۔ دیوی نے اعلیٰ بی بی کی نظریں بچاکر اس شخص کی ٹرے میں سے کھانا اٹھاکر کھانا چاہا۔ ایسے وقت اسے اپنے ایک ہاتھ کو ٹھوس بنانا پڑا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "ہاتھ سے پتا چلتا ہے تم کوئی عورت ہو۔ مجھ سے دوستی کروگی؟"

دیوی نے کہا "ہماری پہلے کی دوستی ہے۔ ہماری ملاقات عجائب گھر کے گارڈن میں ہوئی تھی۔ ایک بدمعاش میرا پرس لے کر بھاگ رہا تھا۔ تم نے اسے پتھر سے مارا تھا۔"

اعلیٰ بی بی نے سوچنے کے سے انداز میں کہا "سوری' مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔ تم کہتی ہو تو ہم پہلے سے دوست ہوں گے۔ تم میرا کھانا کھاؤ۔ اس کا کھاؤ گی تو وہ شبہ کرے گا۔"

دیوی سیٹوں کے درمیان نمودار ہوکر دب گئی تھی اور اعلیٰ بی بی کے حصے کا کھانا کھارہی تھی۔ ایسے وقت اعلیٰ بی بی نے اس کے بدن کی مخصوص مہک سے پہچان لیا کہ وہ دیوی شی تارا ہے۔ اس نے پوچھا "تم چھپتی کیوں ہو' کیا گھر سے بھاگ کر آئی ہو؟"

وہ ہنس کر بولی "ہاں' یہی سمجھ لو۔"

"کیسے سمجھ لوں؟ لڑکی کسی لڑکے کے ساتھ بھاگتی ہے۔ تمہارے ساتھ لڑکا نہیں ہے۔ ویسے ماں باپ کو دھوکا دے کر گھر سے بھاگنا نہیں چاہیے۔"

وہ جواب نہ دے سکی۔ اس شخص کے آتے ہی پھر سایہ بن گئی۔ وہ سیٹ پر بیٹھ کر اعلیٰ بی بی کی خالی ٹرے دیکھ کر بولا "تعجب ہے۔ تم نے اتنی جلدی سب کچھ کھالیا؟"

وہ بولی "ہاں مگر پیٹ نہیں بھرا۔ مجھے اور بھوک لگ رہی ہے۔"

"تو پرابلم' تم یہ کھاؤ۔ میں دوسرا کھانا منگوالیتا ہوں۔"

اس نے ائرہوسٹس سے کھانے کی ایک اور ٹرے کی فرمائش کی۔ اعلیٰ بی بی کھانے میں مصروف ہوگئی تھی۔ بہت لمبا سفر تھا۔ مسافر کھانے کے بعد سونے لگے۔ ہر مسافر کو اوڑھنے کے لیے کمبل دیا گیا۔ دیوی پھر ٹھوس جسم میں ظاہر ہوئی۔ دو سیٹوں کے درمیان اعلیٰ بی بی کے کمبل کے باعث وہ کسی کو نظر نہیں آسکتی تھی۔ اس نے اس شخص کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلادیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "یہ سوگیا ہے۔ اب ہم مزے مزے سے باتیں کریں گے۔ تمہیں نیچے

تکلیف ہو رہی ہوگی۔"

"نہیں' میں آرام سے ہوں۔ میرا خیال ہے تمہیں سو جانا چاہیے۔ اچھے بچے رات کو جلدی سوتے ہیں۔"

"میں تو تم سے خوب باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ جہاز لندن پہنچے گا تو میں ایک تدبیر سے ظاہر ہو جاؤں گی پھر مجھ سے جی بھر کے باتیں کر لینا۔ ابھی سو جاؤ۔"

"تم کہتی ہو تو سو جاتا ہوں' اچھا گڈ نائٹ۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دیوی نے سیٹ کے نیچے اپنے بیگ کو کھول کر دیکھا۔ ایک سوٹ کے درمیان دو بڑے ڈبے چھپے ہوئے تھے۔ ایک ڈبے میں سایہ بنانے والی گولیاں تھیں اور دوسرے میں خلائی کیپسول تھے۔ اس نے مطمئن ہو کر بیگ کو بند کر دیا۔ وہ خیال خوانی کرنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے اعلیٰ بی بی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلانے کے لیے اس کے اندر آئی تو حیران رہ گئی۔ وہ اتنی جلدی گہری نیند میں ڈوب گئی تھی۔

اس نے پچھلے کئی گھنٹوں سے کلپنا بھارتی کی خبر نہیں لی تھی۔ اس پر دوبارہ تنویمی عمل کر کے اس کے اندر سے بغاوت کو کچل کر پوری طرح اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر اس کے دماغ سے چلی آئی تھی اور اس بات سے بے خبر تھی کہ اس کے بعد آمنہ فرہاد کلپنا کے پاس گئی تھی اور روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ کو اور جسم کو جیسے فولاد بنا دیا تھا۔ دیوی آتما شکتی کے ذریعے اس کے دماغ میں نہیں جا سکتی تھی اور سایہ بن کر اس کے جسم میں نہیں سما سکتی تھی۔

وہ سیٹوں کے درمیان کمبل کے نیچے آرام سے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہاں سے اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر کلپنا کے پاس پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ اس نے دوسری بار پھر اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی مگر اسے ناکامی ہوئی۔ سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔

اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ اب تک اس بات سے مطمئن تھی کہ بھارت میں کوئی اس کا مخالف نہیں ہے لیکن کلپنا کے منقفل ہونے والے دماغ سے خطرات کا علم ہو گیا۔ وہ اس کی ڈی تھی۔ اس کی رازدار تھی۔ بھارت میں بڑی رازداری سے سایہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول تیار ہونے والے تھے۔ کلپنا یہ راز جانتی تھی اور اب جس نے بھی کلپنا کے دماغ کو منقفل کیا تھا' وہ بھی اس راز سے واقف ہو چکا ہوگا۔

اس نے اپنی ڈی ون کو مخاطب کیا اور اسے بتایا "ڈی ٹو کلپنا بھارتی باغی ہو گئی ہے۔ کسی نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ میں آتما شکتی کے ذریعے بھی اس کے اندر جانے میں ناکام ہو رہی ہوں۔ ڈاکٹروں اور سائنس دانوں کی بھی نگرانی کرنے والے ہمارے جتنے جوان ہیں' ان سے کہو کہ وہ اس لمحے سے کلپنا کی سوچ کی لہریں سنتے ہی سانس روک لیا کریں۔ وہ دشمن بن چکی ہے۔ اسے سایہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسول کے بارے میں کوئی بات نہ بتائیں۔"

"دیوی جی! ان گولیوں اور کیپسولوں کا کیا ہوگا' جو کلپنا کے پاس ہیں؟"

"مجھ سے بڑی بھول ہوئی کہ میں نے اسے پچیس گولیاں اور پانچ کیپسول دیے۔ اب وہ واپس نہیں ملیں گے۔ بہرحال تم بھارت میں ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والوں کے پاس جاؤ۔ میں بھی جا رہی ہوں۔ انہیں فوراً کلپنا کی دشمنی سے آگاہ کرو۔"

وہ دونوں بڑی دیر تک خیال خوانی کرتی رہیں اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو کلپنا کی دشمنی سے آگاہ کرتی رہیں۔ پھر دونوں نے ڈاکٹروں اور سائنس دانوں کے خیالات پڑھے۔ معلوم ہوا کہ سایہ بنانے والی گولیاں کل تیار ہو جائیں گی۔ دیوی اور اس کی ڈی نے ان ڈاکٹروں اور سائنس دانوں پر دوبارہ عمل کیا۔ ان کی آواز اور لہجے بدل دیے' ان کے دماغوں کو لاک کر دیا تاکہ کلپنا کسی طرح بھی ان سے نئی تیار ہونے والی گولیاں حاصل نہ کر سکے۔

اس قدر جدوجہد کرتے کرتے تقریباً چار گھنٹے گزر گئے۔ تمام مسافر سو رہے تھے۔ کوئی کوئی جاگ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر کمبل سے باہر آ گئی۔ اس پر کوئی شبہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ پاسپورٹ اور ٹکٹ کے بغیر سفر کر رہی ہے۔

وہ اعلیٰ بی بی اور اس شخص کے سامنے سے گزر کر جانے لگی۔ جب ٹائلٹ کی طرف جانے لگی تو اعلیٰ بی بی نے آنکھیں کھول کر دیکھا پھر کمبل کے نیچے کھسک کر سیٹوں کے درمیان آئی۔ دیوی کے بیگ کو کھول کر دیکھا۔ اسے ایک لباس میں لپٹے ہوئے دو ڈبے دکھائی دیے۔ وہ ان ڈبوں کو امریکا میں دیوی کے بیڈ روم کی الماری میں دیکھ چکی تھی۔ کچھ کیپسول اور ان کا فارمولا چرا کر لے گئی تھی۔ سونیا نے بعد میں اسے گولیوں اور کیپسول کی اہمیت بتائی تھی۔ اور سمجھایا تھا کہ ایسی چیزوں کو صرف ہمارے پاس رہنا چاہیے۔ انہیں دشمنوں کے استعمال کے لیے ان کے پاس نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اگر ان سے چھین کر لانے کا موقع نہ ملے تو انہیں ضائع کر دینا چاہیے۔

اس نے سکھ لڑکے والی گڑی اتاری۔ ان ڈبوں سے تمام گولیوں اور کیپسولوں کو نکال کر گڑی کے اندر ڈالا پھر اسے دوبارہ پہن لیا۔ بیگ کو دوبارہ بند کر کے سیٹ کے نیچے رکھ دیا۔ وہاں سے اٹھ کر کمبل کو ایک طرف ہٹا کر ٹائلٹ کی طرف جانے لگی۔

دیوی نے ٹائلٹ سے نکل کر اسے دیکھا پھر پوچھا "ارے تم جاگ گئے؟"

"بے تکا سوال ہے۔ جاگ گیا ہوں' تب ہی یہاں تک تلا ہوں۔ کیا تم سمجھ رہی ہو کہ میں نیند میں چل رہا ہوں؟"

وہ ہنس کر بولی "مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں نے بے تکا سوال کیا تھا۔ جاؤ ٹائلٹ خالی ہے۔"

دیوی سیٹ کی طرف جانے لگی۔ اعلیٰ بی بی نے ٹائلٹ میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر ہتھکڑی اتار کر اس میں سے مٹھی بھر کر گولیاں اور کیپسول نکال کر کموڈ میں ڈالنے لگی۔ تمام گولیاں اور کیپسول ڈالنے کے بعد اس نے فلش کیا۔ پانی کے تیز بہاؤ سے وہ تمام چیزیں کموڈ کے اندر سے گزر کر نیچے چلی گئیں۔

وہ ٹائلٹ سے نکل کر اپنی سیٹ پر آ گئی۔ دیوی نے کہا "اب میں سایہ بن جاؤں گی کیونکہ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

وہ تھوڑی دیر بعد سایہ بن گئی۔ اطمینان سے سو گئی۔ اعلیٰ بی بی سے پہلی ملاقات میں دیوی کے فلائنگ کیپسول اور فارمولا چوری ہوا تھا۔ دوسری ملاقات میں وہ ڈی کرو سو کو تابعدار بنا کر بھارت اور مالیگ ہزارے تک پہنچنا چاہتی تھی لیکن اعلیٰ بی بی نے دیوی کو ناکام بنا دیا تھا۔ وہ ڈی کرو سو کو تابعدار نہیں بنا سکی تھی۔

اب تیسری ملاقات میں دیوی کے پاس جتنی گولیاں اور کیپسول تھے' وہ سب اعلیٰ بی بی نے ضائع کر دیے تھے۔ وہ جب بھی ملتی تھی' دیوی کا اس طرح کباڑا کرتی تھی کہ اسے اس پر کسی طرح کا بھی شبہ نہیں ہوتا تھا۔

وہ طیارہ لندن پہنچ گیا۔ وہاں کچھ مسافر اترنے والے تھے اور کچھ نئے مسافر آنے والے تھے۔ دیوی ایک ہندوستانی عورت کے اندر سما کر ریفریشمنٹ ہال میں آ گئی۔ آگے سفر کرنے والے مسافر وہاں کچھ کھاتے پیتے اور خریداری کرتے تھے۔

دیوی اس ہندوستانی عورت کو ٹائلٹ میں لے گئی۔ وہاں اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر کے اسے منہ بند رکھنے پر مجبور کیا۔ وہ بے چاری چیخ بھی نہ سکی۔ دو تین بار جھٹکے کھانے کے بعد بے ہوش ہو گئی۔ دیوی نے اس کا بیگ لیا۔ گولی کو حلق سے نکالا پھر ٹھوس جسم میں نمودار ہو کر اسی ٹائلٹ کے قریب رہی تاکہ کوئی عورت ادھر جائے تو اس پر قابو پا سکے اور بھید نہ کھلنے دے۔

ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ طیارے کی روانگی کا وقت ہوا تو وہ دوسرے مسافروں کے ساتھ طیارے میں آ گئی۔ وہاں پاسپورٹ وغیرہ طلب نہیں کیا جاتا۔ پہلے کے بورڈنگ کارڈ کے مطابق جو سیٹ تھی وہ اس پر آ کر بیٹھ گئی۔

اعلیٰ بی بی نے اسے دیکھا پھر قریب آ کر سرگوشی میں بولی "تم سب کے سامنے آ گئی ہو۔ کیا اب سایہ نہیں بنو گی؟"

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ میں تمہیں اپنے ساتھ بھارت لے جاؤں گی اور تمہیں وہاں تمہاری ماں کے حوالے کروں گی۔ تم اپنے ساتھ والے مسافر سے کہو کہ وہ میری سیٹ پر آ جائے پھر میں تمہارے ساتھ والی سیٹ پر آ جاؤں گی۔"

اعلیٰ بی بی اس کے پاس آ گئی۔ اسے بتانے لگی کہ ایک ہندوستانی عورت اسے جالندھر پہنچا دے گی۔ لہٰذا وہ اس کی سیٹ پر چلا جائے۔ اس نے دیوی کے پاس آ کر کہا "میں یہی چاہتا تھا کہ کوئی اس بچے کو انڈیا ساتھ لے جائے۔ تمہارا شکریہ' تم میری سیٹ پر بیٹھ سکتی ہو۔"

وہ اعلیٰ بی بی کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ اعلیٰ بی بی نے خوش ہو کر کہا۔ "اب ہم خوب باتیں کریں گے۔ کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟"

"تم اتنے سے ہو' میری شادی کی فکر کر رہے ہو۔ کوئی دوسری بات کرو۔"

"دوسری بات کیا کروں؟ لڑکی جوان ہو جائے تو اس کی فکر کھائے جاتی ہے۔"

وہ ہنس کر بولی "تم تو میرے باپ دادا بن کر فکر کر رہے ہو۔"

"آخر کسی کو تو فکر کرنی پڑتی ہے۔ کیا تمہاری نظر میں کوئی لڑکا ہے؟ کیا تم کسی سے محبت کرتی ہو؟"

اس کے تصور میں پارس آ گیا۔ وہ ناگواری سے بولی "ہاں ایک میرے دل میں تھا۔ اب وہ میری جوتیوں تلے آئے گا اور مسلا جائے گا۔"

"کیا وہ سائز میں اتنا چھوٹا ہے کہ جوتیوں کے نیچے آ جائے گا؟"

"تم نہیں سمجھو گے۔ دوسری بات کرو۔"

"تم سایہ کیسے بن جاتی ہو؟ کیا مجھے غائب ہونا سکھاؤ گی؟"

"یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ کوئی دوسری بات کرو۔"

"واہ! میں جو کہتا ہوں' اس کا جواب نہیں دیتی ہو۔ یہی کہتی ہو کوئی دوسری بات کرو۔ ٹھیک ہے یہ بتاؤ' پارس کو جانتی ہو؟"

دیوی نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا "تم اسے کیسے جانتے ہو؟"

"بھئی پہلے میں نے سوال کیا ہے اب تمہیں سوال پر سوال نہیں کرنا چاہیے۔ پہلے جواب دینا چاہیے۔"

"میں پوچھتی ہوں' تم اس ذلیل بدمعاش کو کیسے جانتے ہو؟"

"تعجب ہے۔ ایک پتھر بدمعاش کیسے ہو سکتا ہے؟"

"پتھر؟"

"ہاں۔ پارس پتھر۔ یہ پتھر جسے چھو لے' وہ سونے کا ہو جاتا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "یہ ایک خیالی پتھر ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

"پھر تو دیوی بھی ایک خیالی ہوگی۔ سچ مچ اس کا وجود نہیں ہوگا۔"

"تم کس دیوی کی بات کر رہے ہو؟"

"دیوی تو ایک ہی ہوتی ہے۔ پتھر کی دیوی' جس کی پوجا کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ پتھر کی دیوی سن رہی ہے۔ کیا وہ سچ مچ سنتی ہے یا یہ خیالی باتیں ہیں۔"

"وہ سچ مچ سنتی ہے اور من کی مرادیں پوری کرتی ہے۔"

"دیوی بھی پتھر کی اور پارس بھی پتھر کا۔ اگر وہ پتھر والی سچ مچ ہے تو پارس بھی خیالی نہیں ہے۔"

"تم کہاں کی بحث لے بیٹھے ہو۔ کوئی دوسری بات کرو۔"

"پھر وہی بات کہ دوسری بات کرو۔ تم ہی بتاؤ کہ میں کیا کروں؟"

"بہتر ہے' خاموش رہو۔ میں تھوڑی دیر سونا چاہتی ہوں۔"

اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ اپنی ڈی ون کو مخاطب کرکے پوچھا "فرانس میں ہماری کیا پوزیشن ہے؟"

ڈی ون نے کہا "ابھی تک امن وامان ہے۔ پارس نے کوئی جوابی کارروائی نہیں کی ہے۔ اس کی خاموشی کسی بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہوسکتی ہے۔"

"اب وہ لاکھ آندھی طوفان بن کر آئے' میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ میں نے شہناز کو ہلاک کرکے اسے سمجھادیا ہے کہ وہ فرانس میں میرے معمول اور تابعداروں کو ٹریپ کرے گا' مجھے اس ملک سے بھگانے کی کوشش کرے گا تو اب میں اس کے عزیزوں اور رشتے داروں سے انتقام لیا کروں گی۔"

"دیوی جی! فرہاد علی تیمور کی بہو کو ہلاک کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ آپ نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ امریکا اور اسرائیل نے مجھے دیوی سمجھ کر اس جرأت پر مبارک باد دی ہے۔"

"کیا تم نے نہیں کہا کہ وہ فراڈ دیوی سے بھی ایسی جرأت کا مطالبہ کریں۔"

"وہ خود ہی کہہ رہے تھے کہ وہ آپ کو اصلی دیوی تسلیم کرتے ہیں اور جو خود کو دیوی کہہ رہی تھی' وہ پچھلے دو ہفتوں سے لاپتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے امریکا اور اسرائیل میری طرف جھک رہے ہیں۔ اگر وہ دوستی کی بات کریں تو کہہ دینا' حکومتِ فرانس جس طرح ہم پر اندھا اعتماد کرتی ہے وہ بھی کریں۔ ہم ان دونوں ممالک کے اکابرین پر بھی تنویمی عمل کرکے ان کے دماغوں کو لاک کریں گے۔"

"میں دوستی کی یہی شرط پیش کروں گی' کیا آپ دہلی پہنچ گئی ہیں؟"

"ایک گھنٹے بعد پہنچنے والی ہوں۔ اس کمبخت کلپنا کی طرف سے فکر لاحق ہوگئی ہے۔ وہ وہاں تیار ہونے والی نئی گولیاں اور کیپسول حاصل کرنے کے لیے پتا نہیں کیا کرے گی؟ معلوم ہوتا ہے' پارس نے انتقامی کارروائی کا رخ بدل دیا ہے۔ اگر وہ کلپنا کو اپنے قابو میں کرچکا ہے تو ہماری نئی گولیاں اور کیپسول کلپنا کے ذریعے ضرور ہم سے چھین لینا چاہے گا اور اگر وہ کامیاب ہوگیا تو ان کے فارمولے بھی چھین کرلے جائے گا۔"

"دیوی جی! آپ نے شہناز کو ہلاک کرنے سے بہت پہلے کلپنا پر دوبارہ تنویمی عمل کیا تھا۔ اس وقت پارس انتقامی کارروائی کے لیے کلپنا کے پاس نہیں جاسکتا تھا کیونکہ پیرس میں ہمارے تابعداروں پر سے ہمارے تنویمی عمل کا توڑ کررہا تھا۔ کلپنا کی بغاوت کے پیچھے کسی دوسرے کا ہاتھ ہے۔ وہ دوسرے پربھا اور ہرارے بھی ہوسکتے ہیں۔"

"ہوں۔ اسی لیے امریکا میں پربھا کی سرگرمیاں ختم ہوگئی ہیں۔ وہ وہاں نقلی دیوی کا تماشا ختم کرکے بھارت میں میرے خلاف محاذ آرائی شروع کرچکی ہے۔"

"بھگوان نے چاہا تو آپ بھارت میں بھی پربھا کو اس کے ارادوں میں ناکام بنائیں گی اور کلپنا کو اس کی بغاوت کی سزا دیں گی۔"

دیوی کو ذرا اطمینان ہوا کہ بھارت میں کوئی زبردست دشمن نہیں ہے۔ اپنی نئی گولیوں اور کیپسولوں کو محفوظ رکھنے میں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئے گی۔

وہ دہلی پہنچ گئی۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کیا یہاں تمہارے ماں باپ رہتے ہیں؟"

"میرا کوئی نہیں ہے' میں دنیا میں اکیلی ہوں۔"

"اسی لیے آوارہ پھرتی ہو۔ مجھے اپنے ساتھ رکھو۔ میں تمہیں گھر سے نکلنے نہیں دوں گا۔ جتنی جلدی ہوسکے' تمہارے ہاتھ پیلے کردوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "چلو اتنی بڑی دنیا میں کوئی تو ہے جو میرا گھر بسانے کی فکر کرتا ہے۔ آئی لو یو دیبیت۔"

وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں آگئے۔ دیوی نے وہاں سے جالندھر فون کیا۔ ادھر گھنٹی بجتی رہی۔ کسی نے فون اٹینڈ ہی نہیں کیا۔ اس نے جالندھر ٹیلی فون ایکسچینج کے افسر سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا کہ وہ فلاں ٹیلی فون نمبر کے سلسلے میں انکوائری کرے۔ افسر نے وعدہ کیا لیکن ریسیور رکھ کر کہا "ہونہہ! ایسے حکم دے رہی تھی جیسے اندرا گاندھی ہو۔ میں کیا اس کے باپ کا نوکر ہوں۔"

دیوی نے اسے کرسی سے اٹھادیا۔ اسے دو ڈاتی ہوئی باہر اس کی کار میں لے گئی۔ دوسرے افسر نے پوچھا "خیریت تو ہے' کہاں بھاگے جارہے ہو؟"

"ایک ضروری کام ہے۔ ہمارے دفتر کے پیچھے ایک بیوہ کلونت کور رہتی ہے۔ اس سے ملنے جارہا ہوں۔"

وہ اس محلے میں پہنچا۔ محلے والوں نے بتایا کہ کلونت دو ماہ پہلے اپنے بیٹے کے ساتھ امریکا گئی تھی' ابھی تک واپس نہیں آئی ہے۔

دیوی دماغی طور پر حاضر ہوکر دبیت سے بولی "تمہاری ماں نے امریکا میں تمہاری گمشدگی کی اطلاع شائع کرائی۔ یہ لکھا کہ وہ بھارت جارہی ہے لیکن وہ ابھی تک واپس نہیں آئی ہے۔"

"چلو اچھا ہے' میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

"کیا تمہیں اپنی ماں کی فکر نہیں ہے۔ اسے تم سے پہلے یہاں آنا چاہیے تھا۔"

"کیا میری ماں امریکا سے آنے والی ہے؟ کیا تم میری ماں کو

جانتی ہو؟"

"میں نہیں جانتی اور تمہاری بھولنے کی عادت نے اور مسئلہ پیدا کردیا ہے۔ اگر حافظہ اچھا رہتا تو اپنے کسی دوسرے رشتے دار کا نام اور پتا بتاتے۔ تم اپنے مسئلے میں الجھارہے ہو اور ابھی میرے اپنے بہت سے کام پڑے ہیں۔"

"تم اپنا کام کرو۔ میں ذرا باہر سے گھوم کر آتا ہوں۔"

"بھگوان کے لیے یہاں سے باہر نہ جانا۔ یہ سوئٹ بہت بڑا ہے۔ یہاں کھیلتے رہو۔ کارٹون پروگرام دیکھتے رہو۔ ہم ایک گھنٹے بعد نیچے ڈائننگ ہال میں کھانا کھانے جائیں گے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے سورہی ہوں۔"

"تم سوتی بہت ہو۔ جب چاہتی ہو' آنکھیں بند کرکے سوجاتی ہو۔ تمہیں نیند کیسے آتی رہتی ہے۔ کیا فیون کھاتی ہو؟"

اس نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر آنکھیں بند کرکے ڈی ون کے پاس پہنچ گئی۔ ڈی نے کہا "میں آپ کا انتظار کررہی تھی۔ ابھی لیبارٹری میں ایک سائنس دان کے اندر ہوں۔ ہمارے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت یہیں موجود ہیں۔"

"کیا گولیاں تیار ہوگئی ہیں؟"

"جی ہاں۔ ڈاکٹر نارائن نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ آپ اجازت دیں' اس گولی کو آزمایا جائے گا۔"

"ہمارے تینوں ماتحتوں میں سے کسی ایک سے کہو وہ ایک گولی نگل جائے۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان نے ٹرے میں سے ایک گولی اٹھا کر منہ میں ڈالی پھر اسے نگل گیا۔ دیوی اور ڈی ون تجسس سے اسے دیکھنے لگیں۔ وہ سایہ نہیں بن رہا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر کراہنے لگا۔ دیوی نے اس کے دماغ میں جھانک کر معلوم کیا۔ وہ سینے میں جلن محسوس کررہا تھا۔ وہ جلن تمام جسم میں پھیلتی جارہی تھی۔ اب وہ تکلیف سے تڑپنے لگا تھا۔ پہلے فرش پر اکڑوں بیٹھا پھر اوندھے منہ گر پڑا۔ دیوی نے ڈاکٹر سے پوچھا "یہ تم نے کیسی گولی بنائی ہے؟ اس کے تمام جسم میں ایسی جلن ہے جیسے انگارے دہک رہے ہوں۔"

لیبارٹری میں موجود افراد نے دیکھا' اندر کی شدید جلن کے باعث جسم اور چہرے پر آبلے پڑنے لگے تھے۔ وہ اس آگ کو برداشت نہ کرسکا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا دم نکل گیا۔

تھوڑی دیر کے لیے سب کے دماغوں میں سناٹا چھاگیا پھر ڈاکٹر نارائن نے کہا "میں نے فارمولے کے عین مطابق یہ گولیاں تیار کی ہیں۔ اس میں ایک ذرا سی بھی تبدیلی نہیں کی۔"

دیوی نے کہا "یہ گولیاں فارمولے کے مطابق نہیں ہیں۔"

"دیوی جی! آپ کسی بھی تجربہ کار کیمسٹ کے ذریعے فارمولے اور میری بنائی ہوئی گولیوں کا موازنہ کرسکتی ہیں۔ اگر میں نے اپنے کام میں ذرا سی بھی کوتاہی کی ہوگی اور کوتاہی ثابت ہوجائے گی تو میں بھی یہ جان لیوا گولی کھا کر جان دے دوں گا۔"

دیوی نے ایک خیال خوانی کرنے والے جوان سے کہا "تم جاؤ اور کسی ماہر کیمسٹ کو سحرزدہ کرکے یہاں لے آؤ۔ میں ایک گھنٹے بعد آؤں گی۔"

وہ ڈی ون کے پاس آکر بولی "اگر ڈاکٹر درست کہہ رہا ہے تو پھر کلپنا نے فارمولے میں کوئی گڑبڑ کی ہے۔"

"دیوی جی! میں ڈاکٹر کے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔ وہ بے قصور ہے۔ اس نے دیانت داری سے فارمولے کے مطابق وہ گولیاں بنائی ہیں۔ میرا خیال ہے' اس نے ڈاکٹر کے دماغ پر مسلط ہوکر فارمولے میں تبدیلی کرائی ہے۔"

"ابھی کوئی ماہر کیمسٹ آئے گا۔ جب وہ ادویات کا تجزیہ کرے گا تو میں بھی اپنے پاس رکھے ہوئے فارمولے سے ان ادویات کا موازنہ کروں گی۔"

اس نے ایک گھنٹے بعد یہی کیا۔ لیبارٹری میں جو فارمولا تھا اس کے مطابق ادویات کے مرکب سے گولیاں بنائی گئی تھیں لیکن دیوی کے پاس جو فارمولا تھا اس کے مطابق دو ادویات میں تبدیلی کی گئی تھی۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ کلپنا نے ہی خیال خوانی کے ذریعے لیبارٹری والے فارمولے میں تبدیلی کرائی ہے۔

حقیقت یہ تھی کہ علی نے ایسا کیا تھا۔ دیوی بھارت میں علی کی موجودگی سے بے خبر تھی۔ اسے کبیر بھارتی کی حیثیت سے جانتی تھی اور اس کی معلومات کے مطابق وہ کبیر بھارتی بھی ہلاک ہوچکا تھا۔ دیوی سے یہ معما حل نہیں ہوسکا تھا کہ کن لوگوں نے خود کو دیوی جی کا وفادار کہہ کر کبیر کو قتل کیا تھا۔

دیوی نے سوچا تھا کہ بھارت میں کسی زبردست دشمن سے ٹکراؤ نہیں ہوگا لیکن حالات بتارہے تھے کہ ایک نہیں کئی دشمن ہیں۔ ایک دشمن کلپنا تھی جو آستین کا سانپ بن کر دیوی کو ڈس رہی تھی۔ دوسری پربھا ہوگی اور تیسرا بھی کوئی ہے جس کے آدمیوں نے کبیر بھارتی کو ہلاک کیا تھا۔

دیوی نے ڈی سے کہا "اب میرے پاس جو فارمولا ہے اس کے مطابق گولیاں تیار کی جائیں گی۔ ہمارا ایک خیال خوانی کرنے والا جوان تین دن تک ڈاکٹر نارائن کے ساتھ تنہا لیبارٹری میں بند رہے گا۔ باہر سے کوئی لیبارٹری میں نہیں آئے گا اور خیال خوانی کرنے والا جوان کسی سے دماغی رابطہ نہیں رکھے گا اور میں مسلسل تین دن تک ڈاکٹر نارائن کی سختی سے نگرانی کرتی رہوں گی۔ تم انتظامات کرو۔ یہ کام کل سے شروع ہوگا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ سایہ بنانے والی گولیاں تیار کرنے میں ناکامی ہوئی تھی۔ ایک خیال خوانی کرنے والے کی جان بھی گئی تھی۔ آئندہ بھی یہ اندیشہ تھا کہ کلپنا ان گولیوں کی تیاری میں رکاوٹیں ڈالے گی پھر ایسا ہی ہوتا رہا تو اپنے پاس گولیوں کا ذخیرہ ختم

ہو جائے گا اور دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے غائب ہو جانے کی صلاحیت نہیں رہے گی۔

عقل نے سمجھایا کہ ان حالات کے پیشِ نظر اپنے پاس جو گولیاں ہیں انہیں خوب سوچ سمجھ کر استعمال کرے اور ڈبوں میں جو گولیاں اور کیپسول ہیں انہیں فی الحال بینک کے لاکر میں رکھے۔

اس نے اپنے گریبان سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی۔ اسے کھول کر دیکھا۔ اس میں چھ گولیاں اور دو کیپسول رکھے ہوئے تھے۔ اگر وہ احتیاط سے ان گولیوں کو استعمال کرتی تو وہ ایک ڈیڑھ برس تک کام آسکتی تھیں۔ ایک کیپسول کی کارکردگی چھ ماہ تک رہتی تھی۔ اس نے حساب کرنے کے لیے اپنے سفری بیگ کو کھولا۔ اندر سے دونوں ڈبوں کو نکالتے وقت وہ وزن میں ہلکے لگے پھر انہیں کھول کر دیکھا تو حلق سے چیخ نکل گئی۔

دونوں ڈبے خالی تھے۔ ایک بھی کیپسول 'ایک بھی گولی نہیں تھی۔ وہ جیسے صدمے سے پاگل ہو گئی۔ دونوں ڈبوں کو فرش پر پھینک کر کھڑی ہو گئی۔ کبھی اِدھر جانے لگی کبھی اُدھر آنے لگی۔ "نہیں' نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ میں خواب دیکھ رہی ہوں۔ بھلا بند ڈبوں اور بیگ کے اندر سے یہ چیزیں کہاں جاسکتی ہیں۔ کوئی جادو سے انہیں غائب نہیں کر سکتا۔ نہیں' میں خواب دیکھ رہی ہوں۔"

وہ گولیاں اور کیپسول ڈبوں کے اندر سے کیسے گئے تھے جیسے دیوی کے جسم سے جان نکل گئی ہو وہ ہر طرح کی ناکامی برداشت کر سکتی تھی لیکن ان گولیوں اور کیپسولوں کا نقصان برداشت نہیں کر سکتی تھی اس لیے نیم پاگل سی ہو گئی تھی۔ کتنی ہی چیزوں کو اٹھا کر توڑ دیا پھینک دیا۔ آخر خود ہی چکرا کر گر پڑی۔

اعلیٰ بی بی بڑی دیر سے اس کی جنونی حرکتوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے گرتے ہی دوڑتی ہوئی سنگار میز کے پاس گئی۔ وہاں سے پرفیوم کی شیشی اٹھا کر لائی پھر اس پر اسپرے کرنے لگی۔

دیوی نے ٹھنڈی خوشبودار ہوا کا جھونکا محسوس کیا۔ آنکھیں کھول کر اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ صدمے اور جنون میں کمی ہوئی تھی۔ وہ اعلیٰ بی بی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی "شکریہ' تم بہت اچھے ہو۔ مجھے ہوش و حواس میں رہنا چاہیے۔ میں غافل تھی' کوئی سایہ بن کر وہ تمام گولیاں اور کیپسول لے گیا۔ کب لے گیا؟ کہاں قریب آکر لے گیا؟ یہ سوچنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔"

"تمہارا غصہ ختم ہو گیا۔ اب امید ہے کہ مجھے رات کا کھانا مل جائے گا۔"

"اوہ' میں تو بھول ہی گئی تھی کہ ہم نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا ہے۔ چلو میں ذرا چینج کر لوں پھر چلتے ہیں۔"

وہ پندرہ منٹ کے بعد اپنے کمرے سے نکل کر اعلیٰ بی بی کے ساتھ ڈائننگ ہال میں آئی۔ ہال کی میزوں پر دور تک خوش پوش دولت مند حسین عورتوں کے ساتھ بیٹھے کھا رہے تھے اور ہنستے بولتے جا رہے تھے۔ وہ دونوں ایک میز کے اطراف آکر بیٹھ گئیں۔ دیوی نے پوچھا "کیا کھاؤ گے؟"

"اتنی زور کی بھوک لگ رہی ہے کہ گھاس بھی کھا سکتا ہوں۔ پلیز کچھ منگاؤ' جلدی منگاؤ۔"

دیوی ویٹر کو بلا کر آرڈر نوٹ کرانے لگی۔ ذرا فاصلے پر ایک میز کے پاس ایک خوبرو جوان بیٹھا ہوا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اسے دیکھ کر آنکھ ماری۔ وہ مسکرا کر اثبات میں سر ہلا کر اپنی کرسی سے اٹھ گیا پھر ڈائننگ ہال سے باہر جانے لگا۔

وہ علی تھا۔ دونوں بھائی بہن کسی بھی بہروپ میں ایک دوسرے کو پہچان سکتے تھے اور ایک دوسرے کے اشاروں کا مطلب بھی سمجھ لیتے تھے۔ ویٹر جلدی کھانے کی چیزیں لے آیا۔ اعلیٰ بی بی جلدی جلدی کھانے لگی۔ دیوی نے کہا "آرام سے کھاؤ۔ جلدی کیا ہے؟"

وہ بولی "کوئی بھروسا نہیں ہے' آنے والا وقت کیسا ہو گا۔ کبھی کبھی اچانک کچھ ایسا ہو جاتا ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ تم بھی جلدی سے کھالو۔"

وہ مسکرا کر کھانے لگی۔ کھانا شروع کرتے ہی ہال کے کتنے ہی لوگ حیرت سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ اس ڈائننگ ہال میں ایک پالتو کتا آیا تھا لیکن وہ فرش پر نہیں دوڑ رہا تھا بلکہ فضا میں بلند ہو کر پرواز کر رہا تھا۔

دیوی ایک دم سے چونک کر کھڑی ہو گئی۔ یہ بات دماغ کو لگی کہ کتے کے منہ میں فلائنگ کیپسول ہے اسی لیے وہ زمین سے بلند ہے اور وہ جانور یہ سمجھ نہیں پا رہا ہے کہ کس طرح نیچے اترنا چاہیے۔

ایک بوڑھی خاتون چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی "یہ میرا کتا ہے۔ پلیز' اسے پکڑو۔ اسے نیچے اتارو۔ یہ کیا جادو ہے۔ یہ نیچے سے اوپر جا کر دور ہا ہے۔ کسی طرح اسے پکڑو' نیچے لاؤ۔"

کچھ لوگ خاتون سے پوچھنے لگے "یہ اوپر کیسے چلا گیا؟"

علی نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا "اوپر جانے والوں کو بھلا کون روک سکتا ہے۔"

خاتون نے پوچھا "کیا یہ نیچے نہیں آئے گا؟"

علی نے کہا "جو زبردستی بلندی پر جاتے ہیں' وہ ضرور پستی میں گرتے ہیں اور جو موت کے بعد اوپر جاتے ہیں' وہ واپس کبھی نہیں آتے۔"

اعلیٰ بی بی نے دیوی کے قریب آکر سرگوشی میں کہا "تم اس آدمی کو دیکھ رہی ہو؟"

"کس آدمی کو؟"

"وہی جو زیادہ بول رہا ہے' جس نے نیوی بلیو کلر کا سوٹ پہنا ہے؟"

"ہاں دیکھ رہی ہوں۔ اس میں کیا خاص بات ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ابھی میری نظر اس میز کے نیچے گئی تھی

پہلے تو میز کے نیچے کچھ نہیں تھا پھر یہ سوٹ والا اچانک نظر آیا۔ میز کے نیچے سے نکل کر اس بھیڑ میں شامل ہو گیا ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ پہلے سایہ تھا۔ میز کے نیچے سب سے چھپ کر ٹھوس جسم میں نمودار ہو گیا۔"

"ہاں' میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

دیوی نے علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہوں۔ تو یہ سایہ بننے والا یہ کتے کا تماشا مجھے دکھا رہا ہے۔ شاید اسی نے میری گولیاں اور کیپسول چرائے ہیں۔ میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

اس نے اعلیٰ بی بی سے کہا "میں بھی سایہ بن کر جا رہی ہوں۔ تم کھانے کے بعد اوپر اپنے سوئٹ میں چلے جانا۔ مجھے واپسی میں دیر ہو جائے گی۔"

لوگ ابھی تک کتے کو نیچے لانے یا ڈائننگ ہال سے بھگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ سب اسی کی طرف متوجہ تھے۔ دیوی فوراً ہی بیٹھ کر میز کے نیچے گئی پھر سائے میں تبدیل ہو گئی۔

وہ کتا اب گھبرا کر ڈائننگ ہال سے باہر چلا گیا تھا۔ عورتیں اور مرد اپنی اپنی میزوں کی طرف جا رہے تھے۔ ایسے وقت دیوی' علی کے اندر سما گئی۔ اس نے مسکرا کر اعلیٰ بی بی کو دیکھا پھر اس کے پاس آکر بولا "ہیلو ینگ ماسٹر! کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

"میری سسٹر ابھی یہاں سے گئی ہیں۔ کرسی خالی ہے' بیٹھ جاؤ۔"

وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ ذرا سوچ کر بولی "کیا ہے میرا نام؟ یہ بڑی پرابلم ہے' میں اپنا نام بھول جاتا ہوں۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"میں ہوں کبیر بھارتی۔"

دیوی اس کے اندر سما کر اپنی دانست میں اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی اور چور خیالات بھی اس کا نام کبیر بھارتی بتا رہے تھے۔

وہ کہہ رہا تھا "ینگ ماسٹر! میرا ایک کام کرو گے؟"

"میں ہر ایک کے کام آتا ہوں۔ بولو کیا کام ہے؟"

"وہ جو بالکونی میں ایک میز پر تنہا ہے اور خاموشی سے سر جھکائے کھانے میں مصروف ہے' وہ میرا دل ہے' میری محبت اور میری زندگی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "دل' محبت اور زندگی یعنی تمہری اِن دن ہے۔ اتنی دور سے بھی بے حد حسین لگ رہی ہے۔ اگر تم اس سے محبت کرتے ہو تو میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"وہ سمجھتی ہے کہ میں مر چکا ہوں۔ اگر میں اچانک اس کے سامنے جاؤں گا تو شاید وہ ڈر جائے گی یا پھر یقین نہیں کرے گی کہ میں اس کا کبیر بھارتی ہوں۔"

"اچھا تو میں اسے یقین دلاؤں کہ تم مرنے کے بعد مرگھٹ سے واپس آگئے ہو؟"

"یہ نہ کہنا کہ مرگھٹ سے واپس آیا ہوں۔ کوئی مرنے کے بعد زندہ ہو کر دنیا میں واپس نہیں آتا۔ تم جا کر اس سے اتنا کہہ دو کہ جسے وہ مردہ سمجھ رہی ہے' وہ کبھی نہیں مرا تھا۔ زندہ تھا' زندہ ہے اور اس میز پر اس کا انتظار کر رہا ہے۔"

"اسے یہاں کیوں بلا رہے ہو؟ تم وہاں کیوں نہیں جاتے؟"

"میں جانا چاہتا تھا۔ اچانک میرا جسم بھاری ہو گیا ہے اسی لیے میں اس کرسی پر بیٹھ گیا ہوں۔ پتا نہیں میرا وزن اچانک کیسے بڑھ گیا ہے۔"

"اچھا سمجھ گیا' تم اس لیے نہیں اٹھ رہے ہو کہ تمہارے پاؤں بھاری ہو گئے ہیں۔"

"تو مسٹر! پاؤں عورتوں کے بھاری ہوتے ہیں' پلیز جاؤ۔"

دیوی علی کی باتوں سے سمجھ گئی تھی کہ بالکونی والی میز پر کلپنا بھارتی ہے۔ اب وہ منتظر تھی کہ کلپنا اپنے کبیر کے قریب آئے گی تو وہ باغی ڈی کے جسم میں سما جائے گی۔

اعلیٰ بی بی نے بالکونی میں آکر کلپنا سے پوچھا "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ بولی "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن تم کون ہو؟ کیا تمنا ہو؟ نہیں' تمہارے بڑے تمہارے ساتھ ہوں گے۔"

"ہاں۔ میرا ایک بڑا میرے ساتھ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جسے تم مردہ سمجھتی ہو وہ مردہ نہیں ہے' زندہ ہے اور ادھر اس میز پر ہے۔"

کلپنا نے دور ادھر دیکھا۔ علی کی پشت نظر آرہی تھی۔ وہ بولی۔ "میں سمجھی نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں کہہ رہا ہوں' کبیر بھارتی مردہ نہیں زندہ ہے۔"

وہ چونک کر بولی "کیا؟ کیا کہہ رہے ہو؟"

وہ دور بیٹھے ہوئے علی کی پشت کو دیکھنے لگی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "جسے تم دیکھ رہی ہو' وہ کبیر بھارتی ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اسے ایک دشمن عورت کے غنڈوں نے مار ڈالا تھا۔ اسے دو گولیاں لگی تھیں۔"

"تم چل کر پوچھ لو' اسے کہاں کہاں گولیاں لگی تھیں اور اس کے بعد بھی وہ زندہ کیسے ہے؟"

"نہیں' وہ میرا کبیر ہوتا تو میرے پاس آتا۔"

"نہیں آسکتا۔ مجبور ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس کا جسم اچانک بھاری ہو گیا ہے۔ کیسے ہو گیا ہے' یہ وہاں چل کر پوچھ لو۔ کیا مردہ اگر زندہ ہو کر آجائے تو تم اسے بھوت سمجھ کر ڈر جاتی ہو؟"

"میں بھوت پریت کو نہیں مانتی۔ چلو دیکھتی ہوں' وہ کون ہے؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اعلیٰ بی بی کے پیچھے چلتی ہوئی علی کے سامنے آئی پھر اسے دیکھتے ہی چونک گئی۔ وہ سچ مچ اس کا کبیر بھارتی

تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ زبان سے حیرانی کا اظہار بھی نہ کر سکی۔ علی نے کہا "تمہاری حیرانی درست ہے لیکن مجھے چھو کر دیکھ لو۔ میں تمہارا کبیر ہوں اور یہاں زندہ بیٹھا ہوا ہوں۔"

وہ بولی "یہ کیسا چمتکار ہے۔ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آرہا ہے۔"

"یقین آجائے گا۔ پہلے آرام سے بیٹھو۔"

وہ کرسی پر بیٹھنے آئی پھر سیدھی کھڑی ہو کر اپنے آس پاس دیکھنے لگی۔ کہنے لگی "کوئی ہے، ابھی کوئی میرے جسم سے ٹکرایا تھا؟"

علی نے کہا "تعجب ہے، ٹھیک اسی وقت میرا جسم ہلکا ہو گیا ہے۔ کیا تم اپنے جسم میں بھاری پن محسوس کر رہی ہو۔"

"نہیں۔ جب سے میں نے دیوی سے بغاوت کی ہے، مجھ میں ایک مستحکم خود اعتمادی پیدا ہو گئی ہے۔ میں یہ سمجھنے لگی ہوں کہ وہ آتما شکتی کے ذریعے میرے دماغ اور میرے جسم میں نہیں سما سکے گی۔ شاید اسی لیے اس کے آتے ہی میں نے اسے محسوس کر لیا ہے۔ وہ ہمارے آس پاس یا پھر تمہارے جسم کے اندر موجود ہے۔"

"اسے موجود رہنے دو۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تم اب دیوی پر اندھا اعتماد کرنے والی کلپنا نہیں رہیں۔ دیوی شروع سے ہمیں الگ کرنا چاہتی تھی۔ میں تمہیں اس کی چالبازی کے بارے میں بتانا چاہتا تھا مگر تم کبھی دیوی پر دشمنی کا شبہ نہ کرتیں۔"

کلپنا کرسی پر بیٹھ گئی۔ علی نے کہا "جب تم میرے دماغ میں آئیں تو میں نے ایک ناٹک کھیلا۔ میرے آدمیوں نے خود کو دیوی کا آلۂ کار کہا۔ یہ اعتراف کیا کہ دیوی نے ان سب کو میری ہلاکت کے لیے بھیجا ہے پھر انہوں نے مجھے گولی ماردی۔ میں سانس روکتا ہوں تو میرا دماغ بھی مردہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح تم نے مجھے مردہ سمجھ لیا۔"

"تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تم نے مجھے بہت رلایا ہے۔"

"تمہیں رلانے کا یہ فائدہ ہوا کہ تم پورے یقین سے دیوی کو دشمن سمجھنے لگیں۔ اس سے بغاوت کی اور اب اس مقام پر ہو کہ وہ آتما شکتی کے ذریعے بھی تمہارے اندر نہیں جا سکتی ہے۔ بے چاری اس وقت میرے اندر موجود ہے۔"

"کیا واقعی تم اپنے اندر سائے کو محسوس کر لیتے ہو؟"

"پتا نہیں، میں جسے محسوس کر رہا ہوں، وہ سایہ ہے یا محض میرا احساس، وہ جو کچھ بھی ہے، میرے لیے فرق نہیں پڑتا۔"

اعلیٰ بی بی نے محسوس کیا کہ کوئی اسے کبیر اور کلپنا سے دور لے جا رہا ہے۔ دوسری میز سے پرے جا کر دیوی نے سرگوشی میں کہا۔ "تم کمرے میں جاؤ۔ میں ان کے پیچھے لگی رہوں گی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "یہ دونوں تمہاری توہین کر رہے ہیں۔ تم ان سے انتقام نہیں لے سکو گی۔ مجھے ہی انتقام لینا ہو گا۔"

"تم بچے ہو، اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکو گے۔ یہاں سے جاؤ۔"

"کیا تم چاہتی ہو کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں؟"

"ہاں۔ میں نے کوشش کی تھی مگر ناکام رہی۔"

"مگر میں ناکام نہیں رہوں گا۔"

علی نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا "تم ہم سے دور وہاں کیوں چلے گئے ہو؟"

وہ علی اور کلپنا کے قریب آکر بولی "میں نے سوچا، تم دونوں بچھڑنے کے بعد ملے ہو۔ جب تمہاری اپنی اپنی باتیں ختم ہو جائیں گی تو پھر میں اپنی بات کروں گا۔"

کلپنا نے کہا "ہماری باتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ تم اپنی بات کرو۔"

اعلیٰ بی بی نے علی کی طرف دیکھا پھر کہا "تم نے وعدہ کیا تھا کہ میری ہونے والی ممی سے تمہاری دوستی ہو جائے گی تو میرے بارے میں بتاؤ گے۔"

کلپنا نے حیرانی سے پوچھا "ممی؟ میں اور تمہاری ہونے والی ممی؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ہاں۔ ڈیڈی نے کہا تھا، تم سے پہلی شادی کی بات نہیں چھپائیں گے لیکن معلوم ہوتا ہے اب یہ تمہیں بتا کر کھونا نہیں چاہتے۔"

علی اپنی بہن کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔ وہ تردید میں بہت کچھ کہہ سکتا تھا مگر سمجھ گیا تھا کہ ننھی سی شیطان کی خالہ دیوی کو خوش کر رہی ہے۔ وہ کلپنا کے سامنے اپنی صفائی پیش کرنے کے بجائے گول مول سی باتیں کرنے لگا۔ اعلیٰ بی بی سے بولا "دیکھو چھوٹا منہ بڑی بات نہ کہو، اپنی زبان بند رکھو۔"

کلپنا نے کہا "یہ کیوں اپنی زبان بند رکھے۔ اگر یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے تو اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاؤ کہ میری کوئی سوکن نہیں ہے۔ میں غلط کہہ رہی ہوں، وہ تمہاری بیوی رہے گی۔ سوکن تو میں بننے والی تھی۔ خاموش کیوں ہو، اس بچے کی قسم کھاؤ۔"

وہ بولا "بھارتی پلیز! ہم بچھڑنے کے بعد پھر مل رہے ہیں۔ خوشی کے موقع پر مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں تم سے دل کی گہرائیوں سے..."

وہ یکبارگی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ سخت لہجے میں بولی "عاشقوں والے ڈائیلاگ نہ بولو۔ اس بچے کے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاؤ ورنہ میں جا رہی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ڈیڈی! آپ کے قسم کھانے سے میں مر تا ہوں تو مرنے دیں۔ آپ اپنی تیسری شادی کر لیں۔"

"تیسری؟" کلپنا نے غصے سے پوچھا۔

"ہاں۔ دوسری سے بھی ایک بیٹا ہے۔ یہ ہماری ماؤں کو دھمکی دیتے ہیں کہ بیٹا پیدا نہیں کریں گی تو انہیں طلاق دے دیں گے۔"

علی نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ کلپنا غصے سے پھٹ پڑی۔

"میں جا رہی ہوں۔ تمہاری اصلیت کھل چکی ہے۔ خبردار! میرے پیچھے نہ آنا۔"

وہ پاؤں پٹخ کر جانے لگی۔ علی نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا "رک جاؤ۔ میری بات سنو۔"

وہ اس کے پیچھے جانے لگا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کا کوٹ پکڑ کر کہا۔ "ڈیڈی، جانے دیں، میں آپ کے لیے دوسری ممی لے آؤں گا۔"

"ابے چپ" اس نے اپنا کوٹ چھڑا کر کہا "تو میرا گھر آباد ہونے سے پہلے ہی اجاڑ رہا ہے۔ چل بھاگ یہاں سے۔"

وہ کلپنا کو پکارتا ہوا ڈائننگ ہال کے باہر چلا گیا۔ دیوی ایک جگہ چھپ کر نمودار ہوئی پھر بولی "دبیت! تم نے تو کمال کر دیا۔ جو کام میں نہ کر سکی، وہ تم نے کر دکھایا۔ کلپنا اب کسی عورت کی سوکن بننا گوارا نہیں کرے گی۔ اس طرح میرے خلاف ان دونوں کا اتحاد کبھی نہیں ہو سکے گا۔"

وہ اعلیٰ بی بی کے ساتھ جانے لگی۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ کبیر اس کے سائے کو اپنے اندر محسوس کر لیتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ اس کے اندر رہ کر کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتی تھی۔

وہ اعلیٰ بی بی کے ساتھ ہوٹل کی ایک دکان میں آئی اور میک اپ کا ضروری سامان خریدنے لگی۔ خریداری کے بعد اس نے آس پاس دیکھا تو دبیت نظر نہیں آیا۔ اس نے دکان کے اندر اور باہر اسے تلاش کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا۔ اس کی گڈمڈ سوچیں کچھ بتا نہیں سکتی تھیں۔ اتنا پتا چلا کہ اس کی آنکھیں بند ہیں اور وہ کسی گاڑی میں سفر کر رہا ہے۔

دیوی نے افسوس کے انداز میں ایک گہری سانس لی۔ "پتا نہیں کون ہے؟ اچانک ملتا ہے۔ اچانک گم ہو جاتا ہے۔ عجیب آنکھ مچولی کھیل رہا ہے۔"

کلپنا غصے میں ہوٹل سے باہر آئی۔ پارکنگ ایریا میں پہنچی۔ پھر اسٹیرنگ سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھتے وقت علی بھی دوسری طرف کا دروازہ کھول کر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

وہ منہ پھیر کر بولی "میرے قریب نہ آؤ۔ تم نہیں جاؤ گے تو میں گاڑی سے باہر چلی جاؤں گی۔"

"تم اس دنیا سے باہر چلی جاؤ۔ میں وہاں بھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ تم کیسی احمق ہو، اتنا نہیں سمجھتیں کہ وہاں دیوی بھی۔ اسے خوش کرنے کے لیے میں نے اور میری بہن نے وہ ناٹک کھیلا تھا۔"

"بہن؟ کون بہن؟"

"وہ سکھ لڑکا نہیں ہے، میری بہن ہے۔ ایک دن میری بہن اس دیوی کا کباڑا کرے گی اس لیے بہروپ بدل کر اس سے آنکھ مچولی کھیلتی رہتی ہے۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ مسلمان ہوں۔ آج ایک راز اور بتاتا ہوں کہ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا علی تیمور ہوں۔"

اس نے چونک کر اسے شدید حیرانی سے دیکھا۔ وہ بولا "میں ایک سے زیادہ شادیاں کر سکتا ہوں لیکن میں نے نہیں کیں۔ تم میری زندگی میں آنے والی پہلی عورت ہو۔"

وہ ذرا پیچھے ہٹ کر بولی "تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم مسلمان ہو؟"

"میں تمہیں دیکھ کر اپنے ہوش میں نہیں رہا تھا۔ مجھ پر عجیب سی دیوانگی طاری ہو گئی تھی۔ غلطی محبت اور دیوانگی میں ہو، تب بھی غلطی ہی ہوتی ہے۔ میں نے زندگی میں پہلی بار ایسی غلطی کی ہے۔"

"کہنے کو تو صرف ایک غلطی ہوئی لیکن میں اپنا سب کچھ لٹا چکی ہوں۔"

"میں نے جس طرح فراخ دلی سے اپنی غلطی تسلیم کی ہے اسی طرح تمہیں بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ ایک کنواری لڑکی کو شادی سے پہلے اپنے محبوب کی تمنائیں میں نہیں آنا چاہیے۔ یہ غلطی تم نے بھی کی ہے۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ علی نے کہا "میری والدہ نے تم پر روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے عمل کیا ہے اسی لیے تم دیوی کی آتما شکتی کے باوجود اسے اپنے دماغ میں اور جسم میں محسوس کر کے بھاگ دیتی ہو۔ میری ممی چاہتیں تو اپنے عمل سے تمہیں دین اسلام قبول کرنے پر مائل کر دیتیں۔"

"ہو سکتا ہے' انہوں نے ایسا کیا ہو اور اس عمل کے نتیجے میں رفتہ رفتہ میں تمہارے اسلام کی طرف شاید مائل ہو جاؤں۔"

"تم مجھ سے دور رہو اور میری ماں کی سچائی اور ایمانداری کو آزماتی رہو۔ ہمارے دین میں سختی سے منع کیا گیا ہے کہ کسی کو چالاکی سے یا زبردستی کر کے مسلمان نہ بناؤ۔ جس کے دل کی گہرائیوں میں ایمان پہنچے گا' وہ خود ہی دین اسلام قبول کر لے گا۔"

"تم نے مجھے سخت الجھن میں ڈال دیا ہے۔ میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی اور تمہارے بغیر بھی نہیں رہ سکوں گی۔"

"ہماری تمہاری عمر ہی کیا ہے۔ پتا نہیں اور کیسی کیسی آزمائشوں سے گزرنا ہوگا۔ ہم موجودہ آزمائش سے اس طرح گزر سکتے ہیں کہ جسمانی طور پر ایک دوسرے سے دور رہیں لیکن دماغی رابطہ برابر رہے۔ کیا اپنے دماغ میں آنے جانے دو گی؟"

"ضرور۔ تمہارے آنے سے مجھے بڑا سہارا ملا کرے گا۔ ہم ایک دوسرے کے دماغ میں آتے جاتے رہیں گے۔"

وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ کلپنا کو یوں لگا جیسے سینے سے دل باہر چلا گیا ہو۔ وہ "خدا حافظ" کہہ کر اپنی کار کی طرف جا رہا تھا۔

شب و روز گزرتے رہے' سونیا بابا صاحب کے ادارے سے باہر نہیں آئی۔ اس دوران میں اور میرے دونوں بیٹے دشمن حالات سے لڑتے رہے۔ سونیا ہماری کسی لڑائی میں شریک نہیں رہی۔ البتہ ایک آدھ بار ایسی صورتِ حال پیش آئی کہ سونیا نے ادارے سے باہر جا کر منہ زور دشمنوں کی ساری گرمی نکال دی پھر ادارے میں آ کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

جب بھی کوئی ایسا مسئلہ ہوتا کہ اس سے نمٹنے کے لیے سونیا کی ضرورت ہوتی تو پھر وہ ضرور ادارے سے باہر قدم رکھتی تھی۔

اس بار بھی وہ اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی کے ساتھ رہنے کے لیے امریکا پہنچی ہوئی تھی۔ حالات کے مطابق اعلیٰ بی بی ماں سے الگ ہو کر دیوی کے ساتھ تماشے کرنے میں مصروف ہو گئی تھی۔ سونیا کے پیشِ نظر ایک بہت اہم اور خفیہ مشن تھا' جسے پورا کرنے کے لیے وہ اخبارات پڑھتی تھی۔ ریڈیو اور ٹی وی کی خبریں سنتی تھی۔ بہت سے اخبارات پابندیوں میں جکڑے نہیں ہوتے۔ وہ آزادی سے تازہ ترین سچی خبریں شائع کرتے ہیں۔

ایسے ہی ایک اخبار نے یہ خبر شائع کی کہ میامی بیچ سے اسّی کلومیٹر دور سمندر میں پراسرار سرگرمیاں جاری ہیں۔ امریکا کا ایک بحری بیڑا سمندر کے گہرے پانیوں میں کھڑا رہتا ہے۔ فوج کے چند اہم افسران رات کی تاریکی میں بڑی بڑی موٹر بوٹس میں اس بحری بیڑے کی طرف جاتے ہیں پھر صبح ہونے سے پہلے میامی کے ساحل پر واپس آ جاتے ہیں۔ اگر یہ خالص قسم کی فوجی سرگرمیاں ہیں تو حکومت اور فوج کا فرض ہے کہ وہاں جاری رہنے والی سرگرمیوں کے بارے میں دوسرے دفاعی شعبوں کو اعتماد میں لیں اور قوم کو بھی بتائیں کہ وہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا تعلق صرف فوج سے نہیں ہے' امریکی حکومت اور امریکی قوم سے بھی ہے۔

یہ خبر اپوزیشن کے ایک اخبار نے شائع کی تھی پھر اسے دوسری بار کسی اخبار میں شائع کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ سونیا یہ خبر پڑھتے ہی فلائنگ کلب کے ایک طیارے سے میامی پہنچ گئی تھی۔ وہاں تمام دن ساحل پر میلوں دور تک گھومتی رہی۔ اس نے ایک ٹاور پر چڑھ کر دوربین سے دیکھا تو دور بہت دور ایک بڑا بحری جہاز کھڑا ہوا دکھائی دیا۔ وہ ٹاور سے اتر کر زینے کے ایک ویران سے حصے میں پہنچتے ہی سایہ بن گئی تاکہ فوجیوں کے درمیان رہ کر معلومات حاصل کر سکے۔

ساحل کا ایک مخصوص حصہ صرف فوجیوں کے لیے تھا۔ وہاں سے عام لوگوں کو گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ نیوی کے ایک جہاز میں آئی۔ اسے معلوم ہوا تھا کہ نیوی کا کمانڈر اور دوسرے افسران اس جہاز کے کیبنوں میں دن کو سوتے ہیں اور رات کو جاگتے ہیں۔

یہ وہی افسران تھے۔ جب وہ رات کے آٹھ بجے مختلف موٹر بوٹس میں سوار ہو کر جانے لگے تو سونیا بھی ان کے درمیان موجود تھی۔ ان کی گفتگو سے پتا چل رہا تھا کہ سمندر میں جو بحری بیڑا ہے' وہاں ایسے معزز مہمان ہیں' جو باہر سے آئے ہیں اور ان مہمانوں کے تعاون سے امریکا پوری دنیا کا واحد حکمران بن جائے گا اور دوسرے تمام ممالک کی علیحدہ حیثیت ختم کر دی جائے گی۔

وہ تمام افسران اس بحری بیڑے میں پہنچ گئے۔ وہاں پہلے سے مزید امریکی فوجی جوان اور افسران موجود تھے۔ کئی حسین عورتیں بھی اِدھر اُدھر جاتے ہوئے اپنے کاموں میں مصروف نظر آ رہی تھیں۔

جہاز کے اندرونی حصے میں ایک بہت بڑا ہال تھا۔ اس ہال کی چار دیواری نیلے رنگ کے شیشوں کی تھی۔ سونیا نے شیشے کے پار ہال کے اندر دیکھا تو پھر دیکھتی ہی رہ گئی۔

ایک بہت بڑی میز کے آخری سرے پر ایک اونچی ریوالونگ چیئر پر ایک ایسا انسان بیٹھا ہوا تھا جو مکمل انسان ہونے کے باوجود بندر سے مشابہت رکھتا تھا۔

وہ زون تھری کا منکی ماسٹر تھا۔

ابھی سونیا نہیں جانتی تھی کہ وہ منکی ماسٹر امریکا کے لیے کیسی کیسی حیرت انگیز ٹیکنالوجی' خطرناک قسم کی سائنسی ایجادات اور غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل بنانے والے نسخے لے کر آیا ہے۔

ابھی سونیا نہیں جانتی تھی لیکن اس منکی ماسٹر کو دیکھ کر جناب تیمرزی کی بات یاد آ رہی تھی۔ انہوں نے کہا تھا "زمین پر بلائیں اتر رہی ہیں۔ ان بلاؤں سے تم اور صرف تم ہی نمٹ سکو گی۔ یاد رکھو' تمہارے آگے پیچھے' دائیں بائیں کوئی اپنا نہیں ہو گا۔ تم وہاں تنہا بالکل تنہا رہ جاؤ گی۔

"وہاں صرف تم رہو گی اور خدا کی ذات رہے گی۔"

امریکن نیوی کا وہ جہاز میامی بیچ سے دو میل دور سمندر کے گہرے پانی میں کھڑا تھا۔ جہاز کے چاروں طرف نیوی کے مسلح جوانوں کا سخت پہرا رہتا تھا۔ اس کے قریب سے دوسرے جہازوں کو گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔ خواہ وہ بحری جہاز ہوں یا فضائی۔ رات کو کوئی بھولا بھٹکا پرندہ ادھر سے گزرتا تو اسے گولی ماردی جاتی۔ اس شبہے کی بنا پر کہ اس پرندے کے پنجوں سے کسی نے ملک بم باندھ کر نہ اڑایا ہو۔

آرمی کے صرف خاص افسران اس جہاز میں جاتے تھے پھر صبح ہونے سے پہلے میامی شہر میں واپس آ جاتے تھے۔ سونیا پہلی غیر فوجی ہستی تھی جس نے اس جہاز تک رسائی حاصل کی تھی۔ وہاں پہنچ کر سونیا نے کئی حسین عورتیں دیکھیں۔ ان کی موجودگی بتا رہی تھی کہ فوج وہاں اپنے اصولوں اور قوانین سے ہٹ کر دوسرے معاملات میں ملوث ہے۔

سونیا جانتی تھی' نیوی کے جہازوں میں فوجیوں کے لیے تفریح کا تمام سامان ہوتا ہے حتیٰ کہ شراب بھی ہوتی ہے لیکن عورتیں نہیں ہوتیں۔ وہاں ان عورتوں کی موجودگی نے سونیا کو تجسس میں مبتلا کیا۔ وہ ایک حسینہ کے اندر سما کر ایک بڑے ہال کے پاس آئی۔ اس ہال کی دیواریں شیشے... کی تھیں۔ باہر سے اندر کا منظر صاف دکھائی دیتا تھا۔ اس وقت ایک بڑی سی میز کے اطراف اعلیٰ فوجی افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک کرسی پر خلائی زون کا منکی ماسٹر نظر آیا جس کے بارے میں سونیا ابھی کچھ نہیں جانتی تھی۔

وہ دو ہاتھوں اور دو پیروں کا ایک مکمل انسان تھا مگر چہرہ بڑی حد تک بندر سے مشابہت رکھتا تھا۔ اس منکی ماسٹر کے ساتھ دو اور منکی مین وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور دو منکی مین اپنے منکی ماسٹر کی کرسی کے پیچھے باڈی گارڈز کی طرح کھڑے ہوئے تھے۔

سونیا اس کانفرنس روم میں آ گئی۔ منکی ماسٹر امریکی فوج کے تینوں سربراہوں سے کہہ رہا تھا "میں کہہ چکا ہوں کہ ہم تمہاری دنیا میں حملہ آور کی حیثیت سے نہیں آئے ہیں جبکہ ہمیں اس زمین پر قدم رکھتے ہی زبردست بن جانا چاہیے تھا کیونکہ زمین والے کچھ سوچے سمجھے بغیر دشمنی کرنے لگتے ہیں۔ پچھلی بار خلائی زون سے سولارز کے ساتھ روبوٹس تمہارے ملک میں آئے تھے۔ ان کے ساتھ تم لوگوں نے دشمنوں جیسا سلوک کیا۔ سولارز کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "ہم نے سولارز کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا تھا۔ ہمارے دشمنوں نے سولارز سے ہماری دوستی نہیں ہونے دی۔"

"تمہیں اپنے علاقے میں اتنا کنٹرول نہیں ہے کہ اپنے دشمنوں کو دشمنی سے باز رکھ سکو۔"

"ہمارے دشمن غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور غیر معمولی گولیوں کے ذریعے ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔"

منکی ماسٹر نے کہا "ہم بھی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں اس لیے تم ہمیں دوست بنا رہے ہو۔ تم نے دیکھا ہے کہ ہم اپنے منہ میں ایک کیپسول رکھ کر زمین سے بلند ہو کر پرواز کرتے ہیں۔ آج میں دوسری صلاحیت کا مظاہرہ کر رہا ہوں۔ یہ میرے سامنے جو ہیلمٹ رکھا ہوا ہے' اسے تم میں سے کوئی پہن لے پھر کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو چیلنج کرے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے تمہارے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔"

تمام افسران نے حیرانی سے ہیلمٹ کو دیکھا پھر ایک نے پوچھا "کیا ہم اسے آزما سکتے ہیں؟"

"بے شک' یہ تمہارے ہی لیے لایا گیا ہے۔"

اس نے ہیلمٹ کو اٹھا کر اپنے سر پر پہنا پھر فون کے ذریعے اپنے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے رابطہ کر کے کہا۔ "میری آواز سن رہے ہو۔ اب میرے دماغ میں آؤ۔ ٹیلی فون بند نہ کرنا۔"

یہ کہہ کر اس نے تیس سیکنڈ تک انتظار کیا پھر فون پر پوچھا۔ "کیا بات ہے' میرے دماغ میں کیوں نہیں آ رہے ہو؟"

"میں دیوار کو شش کر چکا ہوں۔ شاید آپ کی آواز اور لہجے کو صحیح طور سے گرفت میں نہ لے سکا۔ میں پھر کوشش کر رہا ہوں۔"

اس نے پھر کوشش کی پھر ناکام ہو کر بولا "میری سوچ کی لہریں آپ کے دماغ تک پہنچنے سے پہلے کسی ٹھوس چیز سے ٹکرا رہی ہیں۔"

افسر نے ہیلمٹ اتار کر کہا "اب میرے اندر آؤ۔"

وہ دوسرے ہی لمحے میں آ کر بولا "اب کامیابی ہوئی ہے سر! پہلے ناکام ہونے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔"

"سمجھ میں آ جائے گی۔ ابھی جاؤ' میں ایک میٹنگ میں مصروف ہوں۔"

اس نے فون بند کر کے منکی ماسٹر سے کہا "یہ ہیلمٹ تو کمال کی چیز ہے۔ اس کے ذریعے دنیا کے سب سے خطرناک ہتھیار ٹیلی پیتھی کو ناکارہ بنایا جا سکتا ہے۔"

منکی ماسٹر نے کہا "ٹیلی پیتھی سے بچنے کی یہ ہماری ابتدائی کوشش تھی۔ اتنا بڑا ہیلمٹ کوئی مسلسل دن رات پہن کر نہیں رہ سکتا۔ جب بھی اسے اتارا جائے گا' دشمن کی ٹیلی پیتھی ضرور نقصان پہنچائے گی۔"

"درست ہے۔ اس سے بچاؤ ہو سکتا ہے مگر اسے دن رات پہنا نہیں جا سکتا۔ آپ نے بھی اسے نہیں پہنا ہے۔"

"پہنا ہے' یہ جانتا ہوں کہ اس ارضی دنیا میں بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ میں اور میرے ساتھی ہر پہلو سے حفاظتی انتظامات کے ساتھ یہاں آئے ہیں۔"

"آپ کے سر پر ہیلمٹ نہیں ہے پھر کیسے محفوظ ہیں؟"

ایک منکی مین نے اپنے سر کے پچھلے حصے پر ہاتھ رکھ کر ایک ننھا سا آلہ نکالا۔ وہ آلہ ایک چاندی کے روپے کے برابر تھا۔ اس نے ہتھیلی پر اس آلے کو رکھ کر سب کو دکھاتے ہوئے کہا "یہ اینٹی ٹیلی پیتھی انسٹرومنٹ ہے۔ بالوں کے درمیان سر سے چپک جاتا ہے۔ جب تک پوری قوت سے کھینچ کر نہ نکالو تب تک یہ سر سے ہی چپکا رہتا ہے اور کسی ٹیلی پیتھی والے کو ہم سے چپکنے نہیں دیتا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم پہلے ہی تسلیم کر چکے ہیں کہ آپ خلائی زون والے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہم سے بہت آگے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان شعبوں میں آپ نے جتنی ترقی کی ہے' اس سے ہم فائدہ اٹھائیں اور ہم آپ کو وہ تمام چیزیں فراہم کریں جن سے آپ اب تک محروم ہیں۔"

منکی ماسٹر نے کہا "ہمارے زون میں ہریالی' پھل' پھول اور اناج پیدا کرنے والے پودے نہیں ہیں۔ وہاں کی زمین میں تیزابیت ہے۔ تمہارے تعاون کے باوجود ایسی چیزیں وہاں اگائی نہیں جا سکیں گی۔"

"ہم زمین سے اناج اور پھل پھول وغیرہ آپ کے زون میں بھیجا کریں گے۔"

"یہ چیزیں زون میں پہنچنے تک تازہ اور قابلِ استعمال نہیں رہیں گی۔ اس کے علاوہ زون میں عورتیں بہت کم پیدا ہوتی ہیں' جو ہوتی ہیں' انہیں وہاں کی آب و ہوا راس نہیں آتی۔ وہ خوب صورت بھی نہیں ہوتیں۔ ان کے برعکس یہاں کی عورتوں کو دیکھ کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔"

"زون میں جتنی عورتوں کی ضرورت ہوا کرے گی' وہ یہاں سے سپلائی کی جائیں گی۔"

"یہاں سے جانے والی عورتیں بھی وہاں کی آب و ہوا میں اپنی کشش برقرار نہیں رکھ سکیں گی۔"

"جب یہاں سے بھیجے جانے والے پھل اور اناج وغیرہ تازہ نہیں رہیں گے اور یہاں کی عورتیں بھی وہاں تر و تازہ نہیں رہ سکیں گی تو آپ بتائیں' آپ کے ان مسائل کا حل کیا ہو گا؟"

"اس کا آسان حل یہی ہے کہ ہم زمین پر آباد ہو جائیں۔ ہمارے زون تھری میں سائنسی تجربہ گاہیں' طبی لیبارٹریز اور ٹیکنالوجی سے تعلق رکھنے والی صنعتیں ہوں گی اور ہمارے لوگ باری باری چھ ماہ زون میں رہیں گے اور چھ ماہ یہاں آ کر چھٹیاں گزارا کریں گے۔"

"ہمیں منظور ہے۔ آپ کے زون کی آبادی کم ہے۔ یہاں زمین کے کسی بھی حصے میں آپ لوگوں کے لیے ایک شہر آباد کر دیا جائے گا۔"

"آبادی ابھی کم ہے مگر جب یہاں حسین عورتیں ملیں گی تو آبادی بڑھتی جائے گی۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں آپ کو ایک ملک دے دیا جائے گا۔"

"بڑھتی ہوئی آبادی کے سامنے ملک بھی چھوٹا پڑ جائے گا۔"

"آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"یہ آدھی دنیا ہمیں دے دو۔ آدھی اپنے پاس رکھ لو۔"

"یہ تو بالکل ہی بچکانا سی بات ہے۔ ہماری دنیا والے خلائی مخلوق کی حکمرانی قبول نہیں کریں گے۔ اگر وہ آپ کی حکمرانی کی خواہش سن لیں تو آپ کا وجود برداشت نہیں کریں گے۔"

"ہم برداشت کرنا سکھا دیں گے۔ تم دنیا والوں کی پروا نہ کرو۔ اپنی بات کرو۔ یہ ساری دنیا تمہاری جاگیر نہیں ہے۔ یہاں حکمرانی کرنے کے لیے تم سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔ ہم تو تم سے تعاون چاہتے ہیں۔ اگر دوستی اور محبت سے ہمیں یہ دنیا رہنے کو مل جائے تو اچھی بات ہے ورنہ خون خرابا' تباہی و بربادی اس زمین کا مقدر بن جائے گی۔"

"آپ ہماری دنیا میں آ کر' ہمارے درمیان بیٹھ کر ہمیں دھمکی دے رہے ہیں۔ اگر دوستی کی جگہ دشمنی لے لی تو کیا آپ لوگ زندہ سلامت اپنے زون میں واپس جا سکیں گے۔"

"ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ حفاظتی انتظامات کے ساتھ' عزت اور شان و شوکت سے یہاں رہنے آئے ہیں۔"

"آپ کے حفاظتی انتظامات دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ ہم ننگی نہیں چاہتے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے سلسلے میں آپ سے تعاون چاہتے ہیں۔"

"ایک ہاتھ سے لینے کے لیے دوسرے ہاتھ سے دینا پڑتا ہے۔ لین دین برابر کی سطح پر نہ ہو تو ایک دوسرے سے جبراً چھیننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔"

فوج کے اعلیٰ افسران ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ سونیا ایک جگہ بیٹھی خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہی تھی۔ یہ بہت ہی عجیب و غریب اور نہایت ہی تشویشناک بات تھی کہ زون تھری کی مخلوق آدھی دنیا پر اپنی حکمرانی چاہتی تھی۔ اس ارضی دنیا میں کوئی کسی کو بیٹھنے کے لیے اپنی کرسی نہیں دیتا' کجا یہ کہ وہ آدھی دنیا مانگ رہے تھے اور سہولت سے نہ ملنے پر خلائی حملے کی دھمکی دے رہے تھے۔

سونیا سمجھ رہی تھی کہ وہ خلائی مخلوق غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہے اور ان صلاحیتوں کے ذریعے وہ ارضی دنیا پر حکمرانی کا دعویٰ کر رہی تھی لیکن وہ خلائی مخلوق نہیں جانتی تھی کہ اس دنیا میں غیر معمولی صلاحیتوں اور قوتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ مخلوق سائنس اور ٹیکنالوجی کی کس انتہا تک پہنچی ہوئی ہے۔

ایک افسر نے کہا "اگر آپ لوگوں کے پاس اتنی طاقت ہے کہ آدھی دنیا تو کیا پوری دنیا پر حکمرانی کر سکیں تو پھر کوئی آپ کو روک نہیں سکے گا۔ بہتر یہ ہو گا کہ ہمارے منصوبے ایک دوسرے کے حلاف نہ ہوں۔ آپ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہم سے تعاون کریں' ہم آپ سے تعاون کریں گے اور آپ کو یہ معلومات فراہم کرتے رہیں گے کہ پہلے کس ملک پر آپ کو قبضہ کرنا چاہیے۔ ہم اس ملک کی دفاعی طاقت کی صحیح رپورٹ دیں گے اور اس کی کمزوریاں بھی بتائیں گے۔"

منکی ماسٹر نے کہا "ہوں۔ اس طرح ہمارے درمیان دوستی قائم رہے گی۔ ہم کبھی تمہارے ملک کا رخ نہیں کریں گے۔ تم سے اپنی معاہدہ کریں گے۔ تمہیں جدید اور حیرت انگیز سامانِ جنگ فراہم کریں گے۔"

"ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہو گا کہ آپ لوگ امریکا پر کبھی حملہ نہیں کریں گے اور جو ممالک امریکا کے غلام ہیں' انہیں کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"تمہاری اس دنیا میں ایسے کون سے ممالک ہیں' جہاں ہمیں پہلے حملہ کر کے حکومت کرنا چاہیے؟"

"چند اسلامی ممالک ہیں۔ ہم ان ممالک کی کمزوریوں کی پوری تفصیلات پیش کریں گے لیکن سب سے پہلے فرانس کے شہر پیرس پر حملہ کرنا چاہیے۔ پیرس کے مضافات میں بابا صاحب کا ایک ادارہ ہے۔ اس ادارے میں دنیا کے خطرناک ترین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹرینی فوج ہے۔ وہ جب چاہتے ہیں' دیدہ سے نادیدہ بن جاتے ہیں۔ یہ ان کا ایسا زبردست حربہ ہے' جو آپ لوگوں کے لیے مشکلات پیدا کرے گا۔"

"ہم تمام مشکلات کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں۔"

"آپ بڑے بڑے دعوے کر رہے ہیں لیکن سایہ بن جانے والے دشمنوں کا آپ کیا بگاڑ لیں گے؟"

"تم سب دیکھنا چاہتے ہو کہ ہم کس طرح منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں؟" منکی ماسٹر نے یہ کہہ کر فضا میں ایک ہاتھ بلند کر کے چٹکی بجاتے ہوئے کہا "میرے جانثارو! آ جاؤ۔"

اس کا حکم سنتے ہی ایک کے بعد ایک منکی مین اس ہال میں ظاہر ہونے لگا اور اپنی اپنی زبان نکال کر دکھانے لگا۔ سب کی زبانوں پر سایہ بنانے والی گولیاں تھیں۔ وہ ہال بے شمار منکی مین سے بھر گیا تھا۔

کارڈلیس فون پر اطلاع ملی کہ اس بہت بڑے بحری جہاز کے حصے پر ہزاروں کی تعداد میں مسلح منکی مین نظر آ رہے ہیں اور وہ سب اپنی زبانیں نکال کر سایہ بنانے والی گولیاں دکھا رہے ہیں۔

منکی ماسٹر نے کہا "پچھلے ایک ہفتے سے میرے جان نثار سایہ بن کر دن رات میامی شہر میں آ رہے ہیں۔ اگر ہم سب فلائنگ شوز بن کر آتے تو یہاں سب پر ظاہر ہو جاتے۔ ہم کیپسول کے ذریعے زون تھری سے یہاں تک سفر کرتے رہتے ہیں۔ پہلے بھی ہم یہاں خاموشی سے آ کر جا چکے ہیں۔"

یعنی اس بحری جہاز کے علاوہ میامی شہر میں آپ کے جاں نثار ہیں؟"

"ایک نہیں ہزاروں ہیں۔ اب بتاؤ' بابا صاحب کے جس ادارے کو تم خطرناک کہہ رہے ہو' کیا وہ ہم سے زیادہ خطرناک ہے؟"

"نہیں' ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بابا صاحب کے ادارے کے تمام اہم افراد کو نیست و نابود کرنے کے بعد آپ جہاں چاہیں گے' اپنی حکومت قائم کر لیں گے لیکن آپ ان ہزاروں جان نثاروں کو ہم پر بوجھ بنا رہے ہیں۔ ہمیں خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔"

"ہم جس سے دوستی کرتے ہیں' اس کے لیے خطرہ کبھی نہیں بنتے۔ ہم تمہارے ملک میں چند روز رہیں گے پھر مکمل تیاری کے بعد ہمارے جان نثار بابا صاحب کے ادارے کی طرف پرواز کریں گے۔ اس کے چند گھنٹوں بعد تم سنو گے کہ وہ ادارہ ہماری ملکیت بن چکا ہے۔"

اب سونیا کی سمجھ میں آیا کہ جناب اسد اللہ تمیرزی نے خاص طور پر صرف اسے اس مشن پر کیوں بھیجا ہے۔ خلائی زون سے آنے والوں کا پہلا حملہ بابا صاحب کے ادارے پر ہونے والا تھا۔ اس کے بعد بھی وہ اسلامی ممالک کے لیے مصیبت بننے والے تھے۔

اسے تنہا اس مشن پر بھیجنے کا یہ مقصد سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ جتنی رازداری سے امریکا سے دوستی اور اسلامی ممالک سے دشمنی کرنے والے ہیں' سونیا اتنی ہی رازداری سے جوابی کارروائی کرے۔ جب کھل کر منہ توڑ جواب دینے کا وقت آئے گا تو دشمنوں کو معلوم ہو گا کہ بابا صاحب کے ادارے کی ایک سونیا بد ترین اور خطرناک ترین طوفانوں کا رخ تنہا موڑ دیتی ہے۔

ان کے درمیان یہ معاملات طے پا رہے تھے کہ منکی ماسٹر اپنے جان نثاروں کو سایہ بنا کر رکھے گا ورنہ یہ ہزاروں کی تعداد میں ظاہر ہوں گے تو میامی شہر میں خوف و ہراس پھیل جائے گا۔ تمام دنیا کے اخبارات' ریڈیو اور ٹی وی والے اس شہر میں امڈ آئیں گے پھر جب وہ بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کریں گے تو ساری دنیا یہی سمجھے گی کہ خلائی مخلوق امریکا کے تعاون سے آئی ہے۔ امریکا انہیں نصف دنیا کا اور خصوصاً اسلامی ممالک کا حکمران بنا رہا ہے۔

وہ سب ابھی چند روز سایہ بن کر رہنے والے تھے لیکن وہ چوبیس گھنٹے سایہ بن کر نہیں رہ سکتے تھے۔ بھوک لگتی تھی تو وہ اناج چبا کر کھانے کے لیے چھپ کر ٹھوس جسم میں ظاہر ہوتے تھے۔ ٹائلٹ جانے اور کسی عورت کی کمی پوری کرنے کے لیے بھی انہیں ظاہر ہونا پڑتا تھا۔

پچھلے ہفتے سے وہاں کی کئی عورتوں کے ساتھ یوں ہوا کہ جب وہ اپنے بیڈ روم میں تنہا سونے جاتیں تو اچانک کوئی منکی مین ظاہر ہو کر ان کا منہ دبا لیتا تھا تاکہ وہ چیخ نہ ماریں پھر انہیں سمجھاتا تھا کہ ایسا کریں گی تو زندہ رہیں گی ورنہ سایہ بننے والوں کا راز ظاہر ہونے

سے پہلے ہی انہیں ہلاک کردیا جائے گا۔

وہ عورتیں انہیں رات بھر کا مہمان بناتی تھیں۔ کھانا بھی کھلاتی تھیں پھر صبح ہونے کے بعد اپنی سلامتی کی خاطر زبان بند رکھتی تھیں۔ اپنے سائے سے بھی کسی منگی مین کا ذکر نہیں کرتی تھیں۔

اس طرح پچھلے ہفتے سے یہ حقیقت چھپی ہوئی تھی کہ میامی شہر میں خلا سے آنے والے ہزاروں منگی مین موجود ہیں۔ اب وہاں کے فوجی بھی تمام منگی مین کو چھپائے رکھنے کے لیے بڑی رازداری سے انہیں کھانا اور عورتیں سپلائی کررہے تھے۔

سونیا کا ایک اصول تھا کہ دشمنوں کو چیلنج کرنے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ جب کچھ کر گزرنا ہے تو پھر زبان سے کہنے کی ضرورت کیا ہے؟

اس نے مکاری شروع کردی۔ اس رات جہاز میں جتنی عورتیں تھیں، وہ سب منگی مین کے حوالے کردی گئی تھیں۔ وہ عورتیں انہیں شراب پلارہی تھیں اور انہیں خوش کررہی تھیں۔ ایک گھنٹے کے اندر ہی پچیس منگی مین شراب پیتے اور ڈانس کرتے کرتے گرنے لگے اور تڑپ تڑپ کر مرنے لگے۔

منگی ماسٹر نے گرج کر اعلیٰ افسران سے پوچھا "یہ کیا ہورہا ہے؟ صرف میرے ہی جان نثار کیوں مررہے ہیں؟"

ایک افسر نے کہا "ضرور کوئی گڑبڑ ہے، میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

معلومات حاصل کی گئیں تو پتا چلا صرف ان شراب کی بوتلوں میں زہر ملا ہے جنہیں منگی مین شوق سے پی رہے تھے۔ منگی ماسٹر نے پوچھا "یہ کیا چالبازی ہے؟ تم میں سے کسی افسر یا کسی بھی فوجی جوان کی شراب زہریلی نہیں ہے۔ صرف میرے جان نثاروں کو زہر پلایا جارہا ہے۔ کیا تم لوگ ایسی گھٹیا چال چل کر اس جہاز کے تمام جان نثاروں کو ختم کرسکو گے؟ کبھی نہیں۔ میں تم لوگوں سے اس ذلالت کا انتقام لوں گا۔ میرے پچیس کے بدلے اپنے پچیس افسران کو ابھی ہلاک کرو ورنہ میں اس جہاز کے کسی بھی فوجی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ایک افسر نے کہا "ماسٹر! سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہاں ضرور ہمارے دشمن پہنچ گئے ہیں۔ وہ ہماری دوستی کو دشمنی میں بدلنا چاہتے ہیں۔ ہم ایسے احمق نہیں ہیں کہ صرف جان نثاروں کی شراب میں زہر ملا کر انہیں ہلاک کریں اور اپنے پینے والوں کو زندہ رکھ کر تمہاری نظروں میں خود کو مشکوک بنالیں۔ ذرا سوچو، انہیں مار کر ہمیں کیا فائدہ حاصل ہوگا؟"

کئی منگی مین اپنے ہلاک ہونے والوں کے لباس کی تلاشی لے رہے تھے۔ وہ منگی ماسٹر سے کہنے لگے۔ "ہمارے مرنے والے ساتھیوں کی جیبیں خالی ہیں۔ ان کے پاس سایہ بنانے والی گولیاں اور خلائی کیپسولوں کی ڈبیائیں تھیں، وہ غائب ہیں۔ تمام ہلاک ہونے والوں کی جیبیں خالی ہیں۔"

منگی ماسٹر غرا کر افسروں سے بولا "پچیس مرنے والوں کی پچیس ڈبیوں کی چوری کا مطلب یہ ہوا کہ سیکڑوں گولیاں اور کیپسول تم لوگوں نے حاصل کرلیے۔ ان کی ہلاکت سے بہت بڑا خطرہ اٹھالیا۔"

ایک منگی مین نے سیڑھیاں چڑھ کر عرشے پر آکر کہا "ماسٹر! وہاں جہاز کے نچلے حصے میں ہمارے مزید دس ساتھی مارے گئے ہیں۔"

منگی ماسٹر نے کہا "ان کی جیبوں سے بھی گولیوں اور کیپسولوں کی ڈبیا چرالی گئی ہوگی۔ میں تم سب کو حکم دیتا ہوں، یہ جہاز چھوڑ دو۔ شہر میامی کی طرف پرواز کرو۔"

یہ کہتے ہی منگی ماسٹر اپنے خاص ماتحتوں کے ساتھ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ دوسرے جان نثار بھی غائب ہونے لگے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ماسٹر! رک جاؤ۔ میامی شہر نہ جاؤ۔ ہمیں موقع دو۔ ہم ثابت کردیں گے کہ چالاک دشمن ہمیں آپس میں لڑا رہے ہیں۔"

منگی ماسٹر کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ کئی افسروں نے چیخ چیخ کر اسے مخاطب کیا، گڑگڑا کر التجا کرنے لگے۔ قسمیں کھانے لگے کہ وہ خلائی مخلوق سے دشمنی کرنے کی حماقت نہیں کررہے ہیں۔ میامی شہر میں پہلے ہی ہزاروں نادیدہ منگی مین تھے۔ بحری جہاز سے بھی ہزاروں منگی مین میامی جارہے تھے۔ وہاں خود کو ظاہر کرتے تو اچانک ہزاروں منگی مین کو دیکھ کر پورے شہر پر دہشت طاری ہوجاتی۔

ایک افسر نے پریشان ہوکر کہا "یہاں سخت پہرے کے باوجود ہمارے دشمن ہیں۔"

"بے شک ہیں۔ ہم پر کاری ضرب لگائی گئی ہے۔ خلائی مخلوق سے دوستی کے معاملات طے ہوتے ہی دشمنی پیدا کی گئی ہے۔ کون ہے یہاں؟ ہم سے دشمنی کرنے والے جواب دیں۔ تم لوگ کون ہو؟"

"سایہ بنانے والی گولیاں بابا صاحب کے ادارے میں ہیں۔ وہی لوگ سایہ بن کر ہمارے خلاف ایسی حرکتیں کررہے ہیں۔ ہمارے مشورے پر منگی ماسٹر پہلے بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ کمال ذہانت سے ہماری چال پلٹ دی گئی ہے۔ اب منگی ماسٹر ہمارے میامی شہر اور پورے ملک کے لیے دردِ سر بن جائے گا۔"

"مشکل یہ ہے کہ منگی ماسٹر ہمیں اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع نہیں دے رہا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس کا غصہ دور کیا جائے ورنہ وہ انتقامی کارروائی شروع کردے گا۔"

"ہمیں فوراً میامی جانا چاہیے۔ پتا نہیں، وہ وہاں کیا کرنے والا ہے۔"

وہ سب چند منٹ کے بعد ہی میامی بیچ کی طرف روانہ ہونے

لگے۔ سونیا بھی ان کے ساتھ اسپیڈ لانچ میں بیٹھ گئی۔ ایک افسر نے کہا "یہ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ بابا صاحب کا ادارہ ہمارے تازہ ترین معاملات سے بھی باخبر رہتا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "صرف باخبر ہی نہیں رہتا بلکہ فوری کارروائی بھی شروع کردیتا ہے۔"

ایک اور افسر نے چونک کر کہا "ہم یہ بھول رہے ہیں کہ بابا صاحب کے ادارے والے نادیدہ افراد، بحری جہاز میں تھے تو وہ یہاں بھی ہمارے قریب اسپیڈ لانچ میں ہوں گے۔"

وہ بے اختیار ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ سایہ بننے والے نظر نہیں آتے، وہ پریشان ہوکر انہیں دیکھ لینے کی احمقانہ کوشش کررہے تھے۔ ایک نے کہا "ہم درخواست کرتے ہیں کہ یہاں جو بھی ہے، ہم سے گفتگو کرے۔ اگر ہم آگ لگاتے ہیں تو بجھانا بھی جانتے ہیں۔ ہم نے انہیں بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اب ہم اس حملے کا رخ موڑ دیں گے۔ وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ بابا صاحب کے ادارے سے دشمنی نہیں کریں گے بلکہ منگی ماسٹر کو بھی اس ادارے سے دوستی کرنے کا مشورہ دیں گے۔"

وہ خاموش ہوگیا۔ سب جواب کا انتظار کرنے لگے۔ دوسرے افسر نے کہا "خاموشی اختیار کرنے سے ہم اس فریب میں مبتلا نہیں ہوں گے کہ یہاں تم لوگ نہیں ہو۔"

پھر بھی خاموشی رہی۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے ہوا سے باتیں کررہے ہوں۔ وہ شش و پنج میں مبتلا ہونے لگے۔ مسلسل خاموشی کہہ رہی تھی، جو موجود نہیں ہیں، انہیں مخاطب کیا جارہا ہے۔

ایک افسر نے کہا "ہم پر اعتماد کرو، ہم وعدہ کررہے ہیں، آئندہ بابا صاحب کے ادارے سے کبھی دشمنی نہیں کریں گے۔"

امریکی حکام بابا دوستی کرتے رہے تھے، وعدے اور قسمیں کھاتے رہے تھے پھر اپنے مفادات کے پیش نظر اچانک دشمن بن جایا کرتے تھے۔ ایسی وعدہ خلافی اور بے مروتی انہیں یاد نہیں رہتی تھی اس لیے وہ پھر اپنی دوستی اور شرافت کا یقین دلا رہے تھے۔

سونیا ان کی بے مروتی اور خود غرضی یاد دلانا نہیں چاہتی تھی۔ اس کی خاموشی انہیں ذہنی کرب میں مبتلا کررہی تھی۔ دوسرے افسر نے کہا "میرا خیال ہے ہمارے دشمن منگی ماسٹر کے ساتھ میامی گئے ہیں۔"

"یہ ہمارے حق میں اور برا ہوگا۔ پتا نہیں وہ ہمارے خلاف وہاں اور کیا کررہے ہوں گے۔"

ایک افسر موبائل فون کے ذریعے نیول بیس کے افسر سے پوچھ رہا تھا "آرمی کیمپ میں سب خیریت ہے؟"

"یہاں خیریت ہے لیکن شہر میں کچھ گڑبڑ ہے۔ پولیس ہیڈ کوارٹر سے اطلاع ملی ہے کہ کئی پولیس اسٹیشن پر بندر نما آدمیوں نے قبضہ جمالیا ہے۔ وہ کبھی غائب ہوجاتے ہیں اور کبھی نظر آتے ہیں۔ وہ کئی سپاہیوں اور پولیس افسروں کو ہلاک کرچکے ہیں۔ شہر کی انتظامیہ نے فوجی مدد طلب کی ہے۔"

"آپ وقفے وقفے سے پورے شہر میں اسپیکر کے ذریعے منگی ماسٹر کو مخاطب کریں۔ اس سے کہتے رہیں کہ وہ غلطی پر ہے۔ اسے سوچنا چاہیے۔ اگر ہم اس کے آدمیوں کو ہلاک کرتے اور سایہ بنانے والی گولیاں اور خلائی کیپسول حاصل کرتے تو ان غیر معمولی چیزوں کو منگی ماسٹر کی فوج کے خلاف استعمال کرتے لیکن ہم ایسا نہیں کررہے ہیں کیونکہ وہ غیر معمولی چیزیں ہمارے پاس نہیں ہیں۔ آپ فوراً اعلان کرائیں۔"

افسر نے فون بند کرکے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ وہ تمام بندر نما آدمی میامی کی پولیس کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ وہ پہلے اس طاقت کو ختم کررہے ہیں جس کے ذریعے پورے شہر کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ پولیس نہیں رہے گی تو تمام شہری خود کو بندر آدمیوں کے سامنے غیر محفوظ سمجھیں گے اور ان کی اطاعت کرنے پر مجبور ہوجائیں گے۔

وہ پریشان ہورہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ان سایہ بن جانے والوں کا مقابلہ کس طرح کریں۔ ایک افسر نے کہا۔ "ایسے برے وقت میں دیوی ہمارے کام آسکتی ہے کیونکہ اس کے پاس سایہ بنانے والی گولیاں ہیں۔"

اس نے فون کے ذریعے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہا۔ "دیوی فرانس میں ہوگی۔ اگر نہ ہوئی تو اس کی ڈی سے رابطہ ہوسکے گا۔ اس سے التجا کرو کہ فوراً ہمارے پاس آئے۔"

اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے حکم کی تعمیل کی۔ صرف دس منٹ کے اندر دیوی کی ڈی نے ایک افسر کے دماغ میں آکر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ تمام افسران ساحل تک پہنچ گئے تھے۔ اس افسر نے کہا۔ "زون تھری سے منگی ماسٹر ہمارے ملک میں آچکا ہے۔ اس کے ساتھ بے شمار منگی مین ہیں۔ وہ سب کبھی نادیدہ بن جاتے ہیں اور کبھی ظاہر ہوجاتے ہیں۔ وہ میامی شہر میں بڑے مسائل پیدا کررہے ہیں۔ شہر کے کئی پولیس افسران کو ہلاک کرچکے ہیں۔ اگر تم دیوی کی ڈی ہو تو پلیز دیوی کو ہمارے مسئلے کے بارے میں بتاؤ۔ جتنی جلدی ممکن ہو، دیوی سے ہمارا رابطہ کرادو۔"

ڈی ون نے انہیں انتظار کرنے کو کہا پھر دیوی سے رابطہ کرکے اسے منگی ماسٹر اور اس کی نادیدہ فوج کے بارے میں بتایا۔ دیوی نے کہا "تمہیں پوچھنا چاہیے تھا کہ وہ فوجی افسران مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"دیوی جی! وہ منگی ماسٹر اور اس کی نادیدہ فوج سے نجات چاہتے ہوں گے۔ ویسے ان کی طرح ہمیں بھی خطرہ ہے۔ ایک بار زون تھری میں منگی ماسٹر سے ہمارا مقابلہ ہوچکا ہے۔ فوجی افسر کے خیالات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ ہماری آدھی دنیا پر حکمرانی

کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح وہ آپ کی برتری کو بھی ختم کرنا چاہیں گے۔ انہیں قدم جمانے سے پہلے شرمناک شکست دے کر اپنی دنیا سے بھگانا چاہئے۔"

"تم درست کہتی ہو۔ ان کی طرح ہمارے پاس بھی فلائنگ کیپسول ہیں۔ ان کی طرح میں بھی کئی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتی ہوں۔ انہیں اپنے مقابلے میں اس دنیا کی زمین پر قدم جمانے نہیں دوں گی۔"

اس نے ایک افسر کے اندر آکر اس کے چور خیالات پڑھے۔ دو اہم باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ منکی ماسٹر اور اس کی منکی فوج کے تمام افراد کے سر پے ایک ایسا ننھا سا آلہ چپکا رہتا ہے جو ٹیلی پیتھی کی لہروں کو دماغ تک پہنچنے نہیں دیتا ہے۔ یعنی دیوی ان کے خلاف ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہیں کر سکتی تھی۔

دوسری اہم بات یہ تھی کہ بابا صاحب کے ادارے کے کچھ نادیدہ لوگ موجود ہیں۔ انہوں نے منکی ماسٹر سے ہونے والی دوستی کو دشمنی میں بدل دیا ہے۔ اس کے پینتیس منکی مین مارے جا چکے ہیں جس کے نتیجے میں منکی ماسٹر میامی شہر میں انتقامی کارروائیاں کر رہا ہے۔

دیوی نے فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا "اس دنیا میں منکی ماسٹر کا مقابلہ میں ہی کر سکتی ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے والے صرف چالبازیاں دکھائیں گے لیکن انہیں شکست دے کر بھاگنے پر مجبور نہیں کر سکیں گے۔"

"ہمیں یقین ہے، تم ہی ہمارے کام آسکتی ہو۔ فار گاڈ سیک، منکی ماسٹر کو ہٹلر بننے سے روکو۔"

"ابھی تمہارے ملک کے ایک شہر پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے۔ وہ نادیدہ فوج رفتہ رفتہ پورے ملک میں دہشت طاری کرتی رہے گی۔ آدھی دنیا پر حکمرانی کرنے کا عزم کرنے والے پہلے امریکا پر حکمرانی کریں گے۔ تمہارے ملک کو خلائی مخلوق کے تسلط سے بچانے کا فائدہ مجھے کیا ہوگا؟"

"تم کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتی ہو؟"

"سپر پاور ملک کو بچانے کے لیے جتنی بھی قیمت طلب کی جائے، کم ہوگی۔ فی الحال امریکا میں بے شمار بھارتی جوان ہیں۔ میں ہر روز پانچ بھارتی جوانوں کو ٹیلی پیتھی سکھانے کے لیے ٹرانسفارمر مشین سے گزارتی رہوں گی۔"

"ہمیں منظور ہے۔ فار گاڈ سیک، وقت ضائع نہ کرو۔ منکی ماسٹر کو منہ توڑ جواب دو۔"

دیوی کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان واشنگٹن میں تھے۔ وہ دیوی کے قابلِ اعتماد جوان تھے۔ اس نے ان جوانوں کو چند گولیاں اور چند کیپسول دیے تھے اور تاکید کی تھی کہ وہ دوسرے جوانوں کو حاضر دماغی اور حکمتِ عملی اختیار کرنے کی ٹریننگ دیتے رہیں۔ اس نے ایک جوان سے پوچھا "تم دونوں نے کتنے بھارتی جوانوں کو تربیت دی ہے؟"

"اب تک بارہ جوان اچھی خاصی ٹریننگ حاصل کر چکے ہیں۔"

"تم دونوں کو ایک اہم مشن پر ابھی میامی شہر آنا ہے۔ ان بارہ جوانوں کو سایہ بنانے والی ایک ایک گولی دو۔ خلائی زون سے بذریعہ نما لوگ دشمن بن کر آئے ہیں۔ وہ بھی غیر معمولی گولیوں کے ذریعے نادیدہ بن جاتے ہیں۔"

وہ انہیں منکی ماسٹر کے متعلق سمجھانے لگی۔ ان دو جوانوں نے بارہ تربیت یافتہ ساتھیوں کو جمع کیا پھر سب کو ایک ایک گولی دی۔ چھ کو فلائنگ کیپسول دیے پھر کہا "چھ جوان سایہ بن کر باقی چھ کے اندر سما جائیں اور ان کے اندر رہ کر میامی شہر کی طرف پرواز کریں۔"

اس تدبیر سے وہ میامی پہنچے۔ اس وقت تک منکی ماسٹر اس شہر کی پولیس کو ناکارہ بنا چکا تھا۔ پولیس کے شبے سے تعلق رکھنے والے دہشت زدہ ہو کر اپنی وردیاں اتار کر اپنے گھروں تک محدود ہو گئے تھے۔ فوجی جوان شہر میں آگئے تھے مگر ان کی سمجھ میں یہ نہیں آرہا تھا کہ کبھی نظر آنے والے اور کبھی غائب ہو جانے والوں کو کیسے گرفتار کریں؟

ایک نائٹ کلب میں دو منکی مین نظر آئے تھے۔ ایک فوجی نے دونوں کو ہلاک کرنا چاہا۔ ایک کو گولی لگی، دوسرا غائب ہو گیا۔ گولی کھا کر مرنے والے کو اپنے منہ میں رکھی ہوئی گولی نگلنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ دوسرا غائب ہونے والا بار کاؤنٹر کے پیچھے نمودار ہوا۔ اس نے فوجی جوان کو گولی ماری۔ اس وقت مزید دو فوجی جوان کلب کے اندر آرہے تھے۔ وہ بھی گولیوں کی زد میں آکر مر گئے۔

منکی مین نے کہا "ہمارا ایک مرے گا تو تمہارے دس مریں گے۔ کم آن میوزک بند نہ کرو، ڈانس کرو۔"

اس منکی مین نے اپنے ساتھی کی لاش کے پاس آکر اس کی جیبوں سے گولیاں اور کیپسول نکال لیے۔ فوجیوں کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ جہاں عورتیں ہوتی ہیں، وہیں منکی مین پہنچ جاتے ہیں۔ اس لیے کلبوں اور دوسری تفریح گاہوں میں منکی مین نظر آرہے تھے۔

دیوی نے فوجی افسران کو اطلاع دی کہ اس کے بھی نادیدہ جوان میامی پہنچ گئے ہیں اور اب اپنے طور پر منکی ماسٹر کی نادیدہ فوج سے نمٹنے والے ہیں۔

جس وقت دیوی ایک افسر کے اندر بول رہی تھی اسی وقت اچانک ہی منکی ماسٹر نمودار ہو گیا۔ اسے دیکھتے ہی تمام افسران گھبرا کر کھڑے ہو گئے، وہ بولا "گھبراؤ نہیں۔ بیٹھ جاؤ۔ میں تمہارے ملک کے پچاس سے زیادہ بندے مار چکا ہوں۔ اب یہ سمجھ میں آیا ہے کہ تم نے میرے پینتیس آدمی مار کر ان کی گولیاں اور کیپسول چرائے ہوتے تو ہماری طرح نادیدہ بن کر ہمیں شہر میں بھی نقصان پہنچاتے لیکن بہت زیادہ نقصان اٹھانے کے باوجود تم میں سے کوئی

اپنی جان بچانے کے لیے بھی سایہ نہیں بن رہا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ جہاز میں ہمارے آدمیوں کو ہمارے مشترکہ دشمنوں نے مارا ہے۔"

تمام افسران خوش ہو گئے۔ ایک نے کہا "تھینکس گاڈ، ہماری غلط فہمی دور ہو گئی ہے۔ کیا ہم پھر دوست بن جائیں گے؟"

"بے شک، ہم نے تمہیں اس شہر میں جو نقصان پہنچایا ہے، اس کے عوض تمہیں جدید ہتھیار دیں گے۔ ہمارے پاس جو غیر معمولی گولیاں اور کیپسول ہیں، وہ بھی تمہیں دیں گے۔"

"تھینک یو ماسٹر، ہم ہمیشہ تمہاری دوستی پر ناز کریں گے۔"

دیوی نے کہا "کیا بکواس کر رہے ہو۔ یہ بندر کی اولاد ہماری دنیا کے لیے بہت خطرناک ثابت ہوگا۔"

افسر نے کہا "اب یہ ہمارے لیے خطرناک نہیں ہے۔"

"میں انہیں اپنے مقابلے میں رہنے نہیں دوں گی۔ تمام بندروں کو یہاں سے بھاگنا ہوگا۔"

یہ کہتے ہی دیوی نے پوری طرح افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے اس کے زیرِ اثر آتے ہی اپنا ریوالور نکالا پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر منکی ماسٹر پر گولی چلا دی۔

منکی ماسٹر یکبارگی چیخ مار کر اچھلا پھر فرش پر گر پڑا۔ اسے گولی لگی تھی۔ اس سے پہلے کہ دوسری گولی لگتی، وہ گولی نگل کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تمام افسروں نے اپنے ساتھی افسروں سے پوچھا۔ "یہ تم نے کیا کیا؟ اب تو منکی ماسٹر ہمارا دشمن بن کر رہنے کی قسمیں کھا رہا ہوگا۔"

اس افسر نے پریشان ہو کر کہا "میں نے بے اختیار اس پر گولی چلائی ہے۔ دیوی جی نے مجھے آٹو کار بنا کر ایسا کیا ہے۔"

دیوی نے کہا "ہاں۔ میں نے ایسا کیا ہے۔ گولی لگنے کے بعد شاید وہ مر جائے گا۔ اگر زندہ بھی رہے گا تو اپاہج بن کر رہے گا۔ کوئی اپاہج اپنی قوم کا سربراہ نہیں بن سکتا۔ اب کوئی دوسرا منکی مین اپنی قوم کا ماسٹر بنے گا۔ میں اسے بھی گولی مارو گی یا پھر اس دنیا سے بھاگنے پر مجبور کر دوں گی۔"

"دیوی جی! آپ نے ایک طرح سے یہ اچھا کیا ہے لیکن منکی ماسٹر زندہ رہا تو پہلے سے زیادہ غضب ناک ہو جائے گا۔ جب سانپ کا دم پر پاؤں رکھا ہے تو اس کا سر بھی کچل ڈالیں۔"

وہ بولی "اگر وہ صرف زخمی ہوا ہے تو شاید مجھے اس کے دماغ کی جگہ مل جائے۔ میں کوشش کرتی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن رکاوٹ محسوس ہوئی۔ دماغ تک پہنچنے سے پہلے وہ ننھا سا آلہ ایک ڈھال کی طرح ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو روک رہا تھا۔ دیوی اپنے ماتحت جوانوں کے پاس چلی گئی تاکہ ان کے ذریعے دوسرے منکی مین تک پہنچ سکے۔

منکی ماسٹر نے ایک بہت ہی حسین عورت کو پسند کیا تھا۔ اس کے پاس پہنچ کر اسے دھمکی دی تھی کہ وہ اسے ایک رات کے لیے قبول نہیں کرے گی تو ماری جائے گی۔ اس ارضی دنیا کی کوئی طاقت اسے بچا نہیں سکے گی اور اگر اسے خوش کرتی رہے گی تو اس کی توقع سے زیادہ اسے دولت دے گا۔

وہ حسینہ پچھلے تین گھنٹوں سے اس کی داشتہ بنی ہوئی تھی۔ سونیا اس وقت افسران کے درمیان موجود تھی، جس وقت منکی ماسٹر پر گولی چلائی گئی تھی۔ گولی لگنے سے پہلے سونیا سایہ بن کر اس کے اندر سما گئی تھی۔

منکی ماسٹر گولی کھا کر زخمی ہوا۔ اس کے ایک بازو پر گولی لگی تھی۔ وہ ایک کیپسول منہ میں رکھ کر پرواز کرتا ہوا اپنی حسین داشتہ کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہاں جسمانی طور پر ظاہر ہو کر زخم کی مرہم پٹی کرا رہا تھا۔ ایسے وقت سونیا اس کے اندر سے نکل کر دوسرے کمرے میں گئی پھر جسمانی طور پر نمودار ہو کر اپنے چہرے کے اطراف ایک اسکارف لپیٹ لیا تاکہ دیوی اور امریکی فوجی افسران اسے نہ پہچان سکیں۔

وہ اس کمرے میں آئی جہاں ماسٹر کے زخم کی پٹی ہو چکی تھی۔ اس نے وہاں پہنچتے ہی ماسٹر کی گردن پر کرائے کا ایک ہاتھ مارا۔ اس نے داڑھ میں ایک غیر معمولی گولی دبا رکھی تھی۔ گردن پر ہاتھ پڑتے ہی وہ گولی منہ سے باہر آکر فرش پر گر پڑی۔ سونیا نے اسے اپنے جوتے سے مسل دیا۔ منکی ماسٹر نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بولی "تم دوسری گولی منہ میں رکھ سکتے ہو لیکن میں اس کا موقع نہیں دوں گی۔"

"تم سمجھتی ہو گولی لگنے کی وجہ سے کمزور ہو گیا ہوں۔ تمہیں میری جسمانی قوت کا اندازہ نہیں ہے۔ ایک چنگی میں تمہیں مسل دوں گا۔"

اس نے اچانک کرائے کا ایک ہاتھ چلایا۔ اچانک حملہ اس کے لیے ہوتا ہے، جو غافل رہتا ہو۔ سونیا کا ایک پل بھی غفلت میں نہیں گزرتا تھا۔ اس کا کرائے کا ہاتھ فضا میں لہرا کر رہ گیا تھا۔ اس نے جھنجلا کر دوسرا پھر تیسرا حملہ کیا۔ وہ ماہر فائٹر تھا۔ کبھی اس کا داؤ خالی نہیں جاتا تھا۔ یہ اس کی توہین تھی کہ ایک عورت پر ایک بھی حملہ کامیاب نہیں ہوا تھا۔ اس نے غصے میں اس پر چھلانگ لگائی۔ سیدھا دیوار سے جا کر ٹکرایا اور فرش پر آکر گر پڑا۔

اتنی ناکامیوں کے بعد عقل نے سمجھایا کہ ٹھیک حملے کے وقت وہ اپنی جگہ نہیں رہتی ہے۔ جب ٹارگٹ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو نشانہ ہمیشہ خالی جاتا ہے۔ وہ زمین پر پڑا ہانپتے ہوئے بولا "تم کون ہو؟"

"تم شرافت سے بھی یہ پوچھ سکتے تھے۔ اتنا اچھلنے کودنے کی کیا ضرورت تھی؟ میرا نام دنیا ہے۔ جو خلا سے حکومت کرنے یہاں آئے گا اس دنیا کے لات جوتے کھائے گا۔"

اس نے سونیا کو باتوں میں الجھا کر اپنی دانست میں صحیح حملہ کیا۔ اپنے مقابلے پر آنے والی کی چیخ سنی۔ اسے رگیدتا ہوا، اسے

نیچے گرا کر اس پر چڑھ بیٹھا۔ ایسے ہی وقت منہ پر ایک زوردار لگ پڑی۔ تب پتا چلا کہ وہ سونیا کے پیچھے کھڑی ہوئی حسینہ پر حملہ کر کے اس پر چڑھا ہوا تھا اور اب الٹ کر نیچے آگیا تھا۔ وہ بڑی پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہونے لگا۔ ایسے ہی وقت منہ پر دوسری لگ پڑی۔ دوسری بار زمین بوس ہونے کی توہین' عورت سے لات جوتے کھانے کی توہین برداشت نہ ہوئی۔ اس نے غراتے اور گرجتے ہوئے فرش پر سے اٹھ کر پورے ہوش وحواس کے ساتھ اس پر چھلانگ لگائی۔ اس بار سونیا نے گولی نکل لی۔ اس نے اس کے سائے پر چھلانگ لگائی تو منہ کے بل زمین پر گرا۔ گولی سے لگنے والے زخم کی تکلیف نے تڑپا دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ فرش پر سے اٹھتا' سونیا نے اس کے لباس سے گولیوں اور کیپسولوں کی ڈبیائیں نکال لیں۔ پھر اس کے سر سے چپکے ہوئے آلے کو بھی کھینچ کر نکال لیا۔ اب وہ خیال خوانی کی لہروں کو اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکتا تھا۔

وہ جسمانی طور پر ظاہر ہو کر آرام سے ایک صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ منکی ماسٹر نے فرش پر بیٹھتے ہوئے اسے دیکھا اور سوچنے لگا کہ حملہ کرے گا تو وہ پھر سایہ بن جائے گی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کس طرح قابو میں کرے۔ اس نے پوچھا "کیا تم وہی ہو جس نے زون تھری میں بھی مجھے پریشان کیا تھا؟ ہم سے فلائنگ کیپسول وغیرہ لے کر ہمارا پیچھا چھوڑا تھا پھر ہمارے زون سے چلی گئی تھیں۔"

سونیا سمجھ گئی کہ وہ دیوی کے بارے میں کہہ رہا ہے۔ اس نے کہا "تم جس کا ذکر کر رہے ہو' اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے افسر کو گولی چلانے پر مائل کیا اور تم زخمی ہو گئے۔"

"کیا وہ خطرناک عورت اس ملک میں رہتی ہے؟"

"نہیں۔ فوجی افسروں نے تمہارے خلاف محاذ آرائی کے لیے اسے بلایا ہے۔"

"تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"تم ہماری دنیا میں حکمرانی کے ارادے سے آئے ہو۔ تم سے دشمنی نہیں کروں گی تو کیا خوش آمدید کہوں گی۔"

"مگر تم ہو کون؟"

"میں ایک شاطر ہوں' یعنی شطرنج کی کھلاڑی۔ میری بساط پر امریکی فوجی اور تم پر گولی چلانے والی دیوی اور تم سب مہرے کی طرح ہو۔ تم سب اپنی چالیں چلنا چاہتے ہو۔ میں تم لوگوں کو اپنی چالوں کے مطابق چلا رہی ہوں۔"

"تم اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتی ہو لیکن میں سمجھ گیا ہوں۔ تمہارا تعلق اس بابا صاحب کے ادارے سے ہے جہاں ہم سب سے پہلے حملہ کرنا چاہتے تھے۔"

"حملہ تو تب کرو گے' جب اس ملک سے باہر کبھی جا سکو گے۔"

"تم یہ نہ سمجھنا کہ گولی لگنے کے بعد میں کمزور ہو گیا ہوں۔ میں تمہاری اس دنیا میں حکمران بننے کے لیے آیا ہوں اور بن کر رہوں گا۔"

ایسے ہی وقت دو منکی مین نمودار ہوئے۔ انہوں نے اپنے ماسٹر کو فرش پر اور ایک عورت کو صوفے پر دیکھ کر حیرانی سے پوچھا "ماسٹر! کیا بات ہے؟"

دوسرے نے پوچھا "کیا اس نے تم کو زخمی کیا ہے؟"

"زخم اس نے نہیں' اس عورت نے لگائے ہیں' جو ہمارے زون میں آئی تھی۔ وہ دشمن عورت اس ملک کے فوجیوں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف محاذ بنا چکی ہے۔ یہ عورت ان کے ساتھ نہیں ہے لیکن ہماری بھی دوست نہیں ہے۔"

دونوں منکی مین نے غرا کر سونیا کو دیکھا۔ انہوں نے اپنی خلائی گن سیدھی کی۔ منکی ماسٹر نے کہا "رک جاؤ۔ تمہارے ہتھیار کام نہیں آئیں گے۔ یہ ہماری طرح نادیدہ بن جاتی ہے۔"

پھر اس نے سونیا سے پوچھا "کیا ہم سے سمجھوتا کرو گی؟"

"کیا چاہتے ہو؟"

"دیوی ان کا ساتھ دے رہی ہے۔ تم ہمارا ساتھ دو۔"

"میرے تعاون سے تم ان پر غالب آؤ گے۔ جب وہ شکست کھانے کے بعد مقابلے کے قابل نہیں رہیں گے تو پھر مجھ سے مقابلہ کرو گے۔"

"ہم تم سے کبھی جنگ نہیں کریں گے۔"

"میں تو کروں گی جب تک تم اپنی فوج کے ساتھ ختم نہیں ہو جاؤ گے یا ہماری زمین چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور نہیں ہو جاؤ گے تب تک میں تمہیں پوری نیند سونے نہیں دوں گی اور پیٹ بھر کر کھانے نہیں دوں گی۔"

"یہ بچکانا دھمکی ہے۔ تم میرے ہزاروں منکی مین کو پیٹ بھر کر کھانے اور سونے سے کیسے روک سکو گی۔"

سونیا نے اس کے دونوں منکی مین سے کہا "اپنے ہزاروں ساتھیوں سے کہہ دو' کسی کو کھاتے پیتے اور سوتے ہوئے دیکھا گیا تو اس کی سزا منکی ماسٹر کو دی جائے گی۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے زخمی کیا جائے گا۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ اپنے منکی ماسٹر کو بچانے کے لیے کم سے کم کھا سکتے اور کم سے کم سو سکتے ہیں یا نہیں؟"

ان تینوں نے بیک وقت سونیا کے پیچھے دیکھا۔ اسی لمحے میں وہ نادیدہ بن گئی۔ ان کے دیکھنے کا انداز ایسا تھا جیسے اس کے پیچھے ان کا کوئی ساتھی نمودار ہوا ہو۔ اس نے سایہ بن کر دیکھا۔ ایک نہیں دس منکی مین نمودار ہوئے تھے۔ وہ ایک لمحہ بھی ضائع کرتی تو وہ لوگ اسے مار ڈالتے یا زخمی کر دیتے۔

منکی مین نے غصے سے کہا "کیا تم لوگ سایہ بن کر اس عورت کی بات نہیں سن رہے تھے؟ کیا نہیں سمجھ رہے تھے کہ وہ ہماری دشمن ہے؟ تمہیں نمودار ہوتے ہی فائر کرنا چاہیے تھا۔"

ایک منکی مین نے کہا "ہم اس عورت سے بھی نمٹ لیں گے۔ ابھی سب سے اہم ہمارے سربراہ کا معاملہ ہے۔ کوئی سربراہ عورت کے لات جوتے نہیں کھاتا مگر تم کھا چکے ہو۔ اب تمہیں سربراہ تسلیم کرنا ہماری توہین ہوگی۔ لہٰذا اپنے گلے سے وہ سربراہی کا لاکٹ اتار کر ہمیں دو۔ ہم اپنے سب سے ذہین منکی مین کو وہ لاکٹ پہنائیں گے۔"

منکی ماسٹر نے اپنے اطراف تمام منکی مین کو دیکھ کر کہا "ہم اقتدار قائم رکھنے کے لیے آپس میں خون خرابا نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی اکثریت کے فیصلے سے انکار کرتے ہیں۔ میں ایک طویل عرصے تک اپنی ذمے داریاں پوری کرتا رہا۔ اب تسلیم کرتا ہوں کہ ایک عورت سے شکست کھانے والے کو اس عہدے پر نہیں رہنا چاہیے۔"

اس نے گلے سے لاکٹ اتار کر ایک منکی مین کو دے دیا۔ لاکٹ اتارنے کے بعد وہ ایک عام سا منکی مین ہو گیا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ اسے اب یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ اسی وقت زون تھری کی طرف لوٹ جانا چاہیے۔

وہ فرش پر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سونیا اس سے گولیاں اور کیپسول چھین چکی تھی۔ جو ننھا سا آلہ ٹیلی پیتھی کے حملوں سے محفوظ رکھتا تھا' اسے بھی چھین لیا تھا۔ ایک منکی مین نے اسے گولیوں اور کیپسولوں کی ڈبیا دی۔ اس نے ایک گولی منہ میں رکھی پھر ان تمام منکی مین سے مصافحہ کر کے اچانک نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ایک منکی مین نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا "ہم جانتے ہیں سابقہ منکی ماسٹر کو شکست دینے والی یہاں موجود ہے۔ اس نے ہمیں مجبور کر دیا کہ ہم اپنے ایک ذہین ماسٹر کو جدا کر دیں۔ اب ہم اسے اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کریں گے۔"

انہیں کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ منکی ماسٹر کے ساتھ اس... چاردیواری سے چلی گئی تھی۔

○☆○

ہندوستان میں دیوی کی جو مصروفیات تھیں' انہیں چھوڑ کر وہ کسی دوسرے معاملے میں مصروف نہیں رہنا چاہتی تھی لیکن زون تھری کے منکی مین اس کے لیے بہت بڑا چیلنج تھے۔ وہ ارضی دنیا میں رہ کر اس پر غالب آتے رہتے کیونکہ ان کے پاس ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہنے کے آلات تھے۔ وہ نادیدہ بن جاتے تھے اور فضا میں پرواز کرتے تھے۔ وہ غیر معمولی صلاحیتوں میں دیوی سے کسی طرح بھی کم نہیں تھے۔ اس ارضی دنیا سے ان کے قدم اکھاڑنے کے لیے وہ امریکا کا ساتھ دینے پر مجبور ہو گئی تھی۔

وہ خلائی مخلوق کے خلاف امریکی فوجیوں کا ساتھ دے رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ڈی ون نے اطلاع دی "دیوی جی! بھارتی سائنس داں اور ڈاکٹر پھر ناکام ہو گئے ہیں۔"

ایک خفیہ لیبارٹری میں سائنس داں اور ڈاکٹر ٹیلی پیتھی کے زیر اثر رہ کر نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول تیار کر رہے تھے۔ دیوی کے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ سخت نگرانی کے باوجود پہلی بار ناکامی ہوئی تھی۔ نادیدہ بنانے والی گولیوں اور خلائی کیپسولوں کے مکمل فارمولے ان کے پاس تھے۔ سائنس داں اور ڈاکٹر بہت تجربہ کار تھے۔ ان سے غلطی کی توقع نہیں تھی۔ اس کے باوجود کہیں غلطی ہو گئی۔ علی نے ان کے اندر رہ کر غلطی کرادی تھی جس کے نتیجے میں دن رات کی محنت برباد ہو گئی تھی۔ دیوی کو اپنی دشمن کلپنا بھارتی پر شبہ تھا۔ اس نے ماتحتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ دوبارہ لیبارٹری میں مال تیار کریں۔ کلپنا بھارتی کو سزا دی جائے گی۔

یہ چند ہفتے پہلے کا واقعہ تھا۔ دیوی نے اپنی آتما شکتی کے ذریعے کلپنا کو ذہنی مریضہ بنانا چاہا لیکن اس کے دماغ کے اندر جگہ نہیں ملی۔ آتما شکتی کے باوجود اس کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے ٹکرا کر واپس آگئیں۔ تب پتا چلا کہ اس پر روحانی تنویمی عمل کیا گیا ہے اور آئندہ وہ کلپنا کو کبھی اپنی تابعدار نہیں بنا سکے گی۔

اب دوسری بار اطلاع ملی کہ سائنس داں اور ڈاکٹر پھر ناکام ہو گئے ہیں۔ اس نے لیبارٹری میں ایک ماتحت کے پاس آکر دیکھا۔ جو گولیاں تیار کی گئی تھیں' انہیں آزمانے کے لیے ایک ماتحت نے ایک گولی حلق سے اتاری تھی پھر اس گولی کو اگلنے کا موقع نہیں ملا۔ اسے نگلتے ہی اس کی حالت غیر ہو گئی۔ اس پر لرزہ طاری ہو گیا پھر وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔ ڈاکٹر اس کی تکلیف کو سمجھنا چاہتا تھا لیکن کچھ سمجھنے سے پہلے ہی اس کی سانس اکھڑ گئی۔

پہلی بار دیوی نے یہ سوچا تھا کہ لیبارٹری میں جو فارمولے ہیں' اس میں کلپنا بھارتی نے تبدیلی کر دی ہے۔ دیوی نے اپنے پاس رکھے ہوئے فارمولوں کی نقل انہیں دی تھی۔ علی نے ان فارمولوں میں بھی تبدیلی کی جس کے نتیجے میں دیوی کا ایک ماتحت مارا گیا۔ اب یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی تھی کہ کلپنا اور علی اسے کبھی گولیاں اور کیپسول تیار نہیں کرنے دیں گے۔

اس نے ڈی ون اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں سے کہا "پہلے کسی بھی طرح کلپنا کو تلاش کرو۔ اسے دیکھتے ہی گولی مار دو۔ اس کے ساتھ وہ مسلمان بھی ہو گا۔ جب تک وہ دونوں زندہ رہیں گے' ہمیں لیبارٹری میں ایسی ہی ناکامیاں ہوتی رہیں گی۔"

ڈی ون نے کہا "بھارت کے جن شہروں میں ہمارے خیال خوانی کرنے والے ہیں' میں انہیں بھی آپ کا حکم سنا دوں گی۔ ہو سکتا ہے کہ کلپنا کسی دوسرے شہر چلی گئی ہو۔"

کلپنا اسی شہر میں تھی۔ علی سے دور ہونے کے باوجود وہ اس شہر سے دور نہیں جانا چاہتی تھی' جہاں اس کا یار دلدار رہتا تھا۔ وہ کشش اس میں تھی۔ جب سے معلوم ہوا تھا کہ وہ مسلمان ہے' تب

سے اس کے اندر دین اور دھرم کا ٹکراؤ جاری تھا۔ ابتدا میں وہ دھرم کی طرف زیادہ مائل نہیں تھی۔ دیوی کے زیر اثر وہ کرم سے لگاؤ رکھنے لگی تھی۔ ایسے میں علی نے اس کی زندگی میں آکر ہلچل مچادی تھی۔ کبھی کبھی ذہن میں یہ بات آتی تھی کہ دھرم اپنی جگہ ہے اور محبت اپنی جگہ' وہ علی سے اس لیے دور ہے کہ اسے علی پر غصہ آیا ہے۔ اس نے پہلے کیوں نہ بتایا کہ وہ مسلمان ہے؟

علی نے کہا کہ اس کا بھی قصور ہے۔ مسلمان ہو یا ہندو' کسی بھی لڑکی کو شادی سے پہلے تنہائی میں اپنے محبوب کے ساتھ وقت نہیں گزارنا چاہیے۔

اس نے دل ہی دل میں تسلیم کیا' وہ خود جذبات میں بہہ گئی تھی اور علی کو غصہ دکھارہی تھی۔ ایک ہی شہر میں رہ کر اس سے دور ہوگئی تھی۔ دونوں کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ وہ جسمانی طور پر ایک دوسرے سے دور رہیں گے لیکن دماغی رابطہ رکھیں گے۔

دماغی رابطہ یوں بھی ضروری تھا کیونکہ دونوں نے فیصلہ کیا تھا کہ ناویدہ بنانے والی مزید گولیاں تیار نہیں ہونے دیں گے۔ جب انہیں گولیاں تیار کرنے میں مسلسل ناکامی ہوتی رہے گی تو وہ فلانگ کیپسول تیار کرنے سے باز آجائیں گے۔

وہ دونوں اس مشن میں کامیاب ہو چکے تھے لیکن اس کامیابی کا سہرا اعلیٰ بی بی (ثانی) کے سر تھا۔ پہلے اس نے فلانگ کیپسول دیوی کی رہائش گاہ سے چرائے۔ دوسری بار طیارے میں اس کی تمام گولیاں اور کیپسول کموڈ میں ڈال کر ضائع کیے۔ پھر دہلی کے ایک ہوٹل میں قیام کے دوران گولیوں اور کیپسولوں کے وہ اصل فارمولے چرالیے' جن کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں دیوی نے لیبارٹری میں دی تھیں۔

اب دیوی کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہا تھا۔ اصل فارمولے غائب ہوگئے تھے۔ جو نقلیں تھیں' ان میں تبدیلیاں ہو چکی تھیں۔ دیوی اور اس کے ماتحتوں کے پاس ایک ایک ڈیا رہ گئی تھی پھر بھی اطمینان تھا کیونکہ دیوی کو ابھی تک فارمولوں کے اصل کاغذات کے گم ہونے کا علم نہیں تھا۔ اعلیٰ بی بی پہلے کی طرح پھر گم ہوگئی تھی اور تب سے دیوی کو اپنی اٹیچی کھول کر کوئی سامان نکالنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔

جب دیوی کو یقین ہوگیا کہ لیبارٹری میں رکھے ہوئے فارمولے غلط ہیں تو اس نے ماتحتوں سے کہا "لیبارٹری' سائنس دانوں اور ڈاکٹروں کو نرک (جہنم) میں جانے دو۔ اب میں تنہا بڑی رازداری سے فارمولوں کے اصل کاغذات کو کام میں لاؤں گی۔ تم لوگ صرف کلپنا اور اس کے یار کو تلاش کرو۔"

اس کے پاس چند گولیاں اور کیپسول رہ گئے تھے۔ وہ چاہتی تھی' فرصت ملتے ہی کسی ایک سائنس داں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ایک تہ خانے میں خفیہ لیبارٹری قائم کرے گی۔ وہاں کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا انہیں پہنچ سکے گا۔

ایسی رازداری کے لیے خاصا وقت درکار تھا اور دیوی ادھر منکی ماسٹر کی آمد سے الجھ گئی تھی۔ اسے اپنی ارضی دنیا سے بھگانا بہت ضروری تھا۔ اس نے سوچا' منکی مین سے مقابلے کے دوران ان سے گولیاں اور کیپسول چھیننے کا موقع ملتا رہے گا۔ اس طرح ایک خفیہ لیبارٹری قائم کرنے سے پہلے ہی بہت سی گولیاں اور کیپسول اس کی تحویل میں آجائیں گے۔

لیکن میامی میں صبح تک پتا چلا کہ جو بھی منکی مین مارا جاتا ہے اس کی لاش سے گولیاں اور کیپسول غائب ہوجاتے ہیں اور بابا صاحب کے ادارے والے ایسی اہم چیزیں غائب کررہے ہیں۔

فوجی افسران نے ریڈیو' ٹی وی اور موبائل اسپیکر کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے نادیدہ افراد کو مخاطب کیا۔ انہیں مذاکرات کی دعوت دی لیکن اس ادارے کی کسی بھی نادیدہ ہستی سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ آدھی رات کے بعد منکی مین جیسے کہیں گم ہوگئے تھے۔ کوئی منکی مین کسی حسینہ کے پاس بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

یہ وہ وقت تھا جب منکی ماسٹر کو اس کے عہدے سے ہٹا کر دوسرے ذہین منکی مین کو اپنا ماسٹر بنایا جارہا تھا اور سابقہ منکی ماسٹر کو گولیاں اور کیپسول دے کر کہہ دیا گیا تھا کہ وہ زون تھری میں واپس چلا جائے۔

تمام منکی مین کے خیال کے مطابق ان کے سربراہ نے عورت سے شکست کھا کر منکی قوم کی توہین کی تھی۔ قوم کی توہین کرنے والے منکی ماسٹر کو قتل کردینا چاہیے تھا یا اسے ذلیل کرکے اپنی قوم سے نکال دینا چاہیے تھا لیکن انہوں نے صرف اس سے سربراہی کا لاکٹ لے کر اسے عزت سے رخصت کردیا۔

یہ بات سونیا کے حلق سے نہیں اتر رہی تھی۔ منکی ماسٹر بھی کسی بحث کے بغیر آسانی سے وہ عہدہ چھوڑنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔ سونیا نے کم از کم اپنی دنیا میں ایسے اقتدار سے چمٹنے والے سیاست داں نہیں دیکھے تھے۔

وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ منکی ماسٹر کے عہدہ چھوڑنے میں کہاں تک صداقت ہے؟

جب منکی ماسٹر رخصت ہونے سے پہلے تمام منکی مین سے مصافحہ کررہا تھا' تب ہی سونیا سایہ بن کر اس میں سما گئی تھی۔ وہ سب سے مصافحہ کرنے کے بعد سایہ بن کر پرواز کرنے لگا۔ سونیا اس کے اندر موجود تھی۔ اگر وہ زون تھری میں واپس جانے کے لیے خلا کی بلندیوں کی طرف پرواز کرتا تو وہ اس کے اندر سے نکل آتی لیکن اس کی پرواز عمودی نہیں تھی۔ بہت مختصر تھی۔ وہ میامی شہر کی رینکن اسٹریٹ میں ایک بنگلے کی چھت پر اتر گیا تھا۔

وہ بنگلا مقفل تھا۔ اس کا مالک شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ اس خالی بنگلے کو منکی مین نے خفیہ اڈا بنالیا تھا۔ اس نے چھت پر پہنچ کر

حلق سے گولی نکال لی۔ وہاں کئی منکی مین موجود تھے۔ وہ ان کے ساتھ چھت کے زینے سے اتر کر بنگلے کے اندر آیا۔ وہ لوگ اپنے زون سے ایسی دوا لائے تھے جو زود اثر تھی۔ اسے منکی ماسٹر کے زخم پر لگایا گیا تو چند منٹ میں وہ زخم مندمل ہوگیا۔

منکی ماسٹر نے کہا "پتا نہیں وہ عورت کون ہے۔ جونک کی طرح چمٹ گئی تھی۔ مجھ سے گولیاں اور کیپسول چھین کر بالکل ہی بے بس کردیا تھا۔ وہ مجھے زخم پہنچاتی رہتی تو تم لوگوں سے برداشت نہ ہوتا۔ میری خاطر تم نسب ہتھیار ڈال دیتے۔ غیر معمولی گولیاں اور کیپسول اس کے حوالے کرکے مجھے یہاں سے خالی ہاتھ زون میں واپس لے جاتے۔"

ایک نے کہا "ماسٹر! تمہارے منکی برادر نے سمجھ لیا تھا کہ وہ سایہ بن کر تمہارے اندر سما جائے گی۔ تمہیں کہیں روپوش ہونے نہیں دے گی۔ اس نے اسی لیے تم سے ماسٹر کا عہدہ چھین لیا تاکہ وہ تمہیں غیر اہم سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دے۔ آخر یہی ہوا' وہ سمجھ رہی ہوگی کہ تم زون تھری واپس چلے گئے ہو۔"

اس بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔ وہ سونیا کو بے وقوف بنا کر اور دھوکا دے کر بہت خوش ہو رہے تھے۔ سونیا مسکرا کر انہیں دیکھ رہی تھی۔ اسی وقت پارس نے مخاطب کیا "ہیلو مما! آپ کیسی ہیں؟"

"خیریت سے ہوں۔ بندر نما مخلوق سے نمٹ رہی ہوں۔"

"آپ تنہا ہیں۔ کیا میں آجاؤں؟"

"میں ان کے لیے تنہا کافی ہوں' کیا فارغ بیٹھے ہو؟"

"فارغ نہیں ہوں۔ دیوی فرانس کی بے تاج ملکہ بننا چاہتی ہے اور میں اس کے سامنے دیوار بنا ہوا ہوں۔ وہ مجھے قتل کرانے کے منصوبوں پر عمل کررہی ہے اور یہی کرتی رہ جائے گی لیکن۔"

سونیا نے پوچھا "لیکن۔۔۔؟"

"مما! میں فرانس میں نہیں رہنا چاہتا۔ یہاں شہناز یاد آتی ہے۔"

"میں تمہارا دکھ سمجھتی ہوں۔ صدمے کو دل سے نکالو۔ تم زندہ دلی کے لیے پیدا ہوئے ہو۔ ہنستے بولتے رہو۔ کسی دوسرے ملک میں رہو۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔"

"سوچنا کیا ہے۔ اٹھو اور چل پڑو۔ میں تمہارے لیے کام نکالتی ہوں۔"

"جی ہاں کام ضروری ہے۔ معصومیات کے ہجوم میں صدمات نہیں رہتے۔"

"میں تمہیں منکی ماسٹر کی آواز سنا رہی ہوں۔ تم کسی طرح اسے مائل کرو کہ وہ اپنی منکی فوج کا کچھ حصہ تل ابیب روانہ کردے۔"

"وہ منکی ماسٹر وہاں کیا کررہا ہے؟ اس کے بارے میں کچھ بتائیں۔"

سونیا نے مختصر حالات بتائے کہ وہ زون تھری سے آنے والا آدمی دنیا میں حکمرانی کرنے کے لیے کس طرح امریکی فوجیوں اور دیوی سے ٹکرا رہا ہے اور وہ اس کے خلاف کیا کررہی ہے۔

وہ ایک ڈرائنگ روم میں آئی' جہاں منکی ماسٹر بیٹھا ہوا اپنے ساتھیوں سے گفتگو کررہا تھا۔ وہ ماسٹر کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ پارس نے کہا "آل رائٹ مما! میں اس کے اندر جارہا ہوں۔"

ماسٹر کے سر سے جو ننھا سا آلہ چپکا رہتا تھا' اسے سونیا نے نکال لیا تھا۔ ماسٹر نے محفوظ پناہ گاہ میں پہنچنے کے بعد سوچا' اب نہ کوئی اس کی آواز سنے گا اور نہ دماغ میں آسکے گا لہٰذا وہ بعد میں ایک نیا آلہ سر سے لگالے گا۔

ماسٹر اپنے جان نثاروں سے گفتگو کرتے کرتے چونک گیا۔ اسے اپنے دماغ میں ایک نسوانی آواز سنائی دی "ماسٹر! پلیز میری سوچ کی لہروں کو روکنے والا آلہ استعمال نہ کرنا۔ میں دوست ہوں۔ تم سے کچھ کام کی باتیں کرنے آئی ہوں۔"

منکی ماسٹر نے اپنے ایک جان نثار سے ایک آلہ لے کر کہا "یہ میرے ہاتھ میں ہے۔ تم دشمنی کرنا چاہو گی تو میں اسے لگالوں گا۔"

"میں اپنے فائدے کی بات کہنے آئی ہوں لیکن اس میں تمہارا بھی بڑا فائدہ ہے۔"

"ایسی بات ہے تو وضاحت سے بتاؤ۔"

"تم اس دنیا میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہو لیکن اس سے پہلے تمہیں دنیا کے کسی حصے میں اپنا ایک اڈا بنانا چاہیے تھا۔ یہ اہم کام تم نے نہیں کیا اور امریکا پر بھروسا کرلیا کہ وہ تمہیں آدھی دنیا کا حکمران بننے کا موقع دیں گے۔ کسی پر بھروسا کرنے کا نتیجہ تم دیکھ رہے ہو۔"

"تم درست کہہ رہی ہو۔ ہم نے یہاں حکمرانی کرنا آسان سمجھا تھا لیکن مشکلات پیدا ہورہی ہیں تو کوئی بات نہیں' ہم مشکلات سے گزرنا جانتے ہیں۔ ویسے تم ہمیں کیا فائدہ پہنچانا چاہتی ہو؟"

"میں زمین کے ایک حصے پر تمہیں قبضہ جمانے کا موقع دینا چاہتی ہوں۔ تم وہاں قدم جما کر دنیا کے کسی بھی ملک پر کامیاب حملے کرسکو گے۔"

"ارضی دنیا والے میرے مخالف ہیں۔ تم میری حمایت کیوں کررہی ہو۔ ایک خلا سے آنے والے کا ساتھ کیوں دے رہی ہو؟"

"اس دنیا میں جو خیال خوانی کرنے والیاں ہیں' وہ سب میری دشمن ہیں۔ میں ان کے مقابلے میں تنہا ہوں۔ وہ کسی وقت بھی مجھے جانی نقصان پہنچا سکتی ہیں۔"

"تمہارا تعلق کس ملک سے ہے؟"

"میں اسرائیلی حکومت کی بہت ہی مشہور و معروف ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی ہوں۔ میرا نام الپا ہے۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی

والے مجھ سے واقف ہیں۔ کئی ممالک کے حکام مجھ سے ملاقات زدہ رہتے ہیں۔ جب دنیا والوں کو یہ معلوم ہوگا کہ میں تمہاری دوست بن گئی ہوں تو ان پر تمہارا رعب اور دبدبہ زیادہ ہوگا۔"

"تم زمین کے کس حصے پر ہمیں اڈا بنانے کا مشورہ دے رہی ہو؟"

"اگرچہ اسرائیلی حکام میری بہت عزت کرتے ہیں' میں یہاں کے تاج ملکہ ہوں لیکن یہ میرے دشمنوں سے میری حفاظت نہیں کرسکتے۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والیوں کے زیر اثر رہتے ہیں۔ تم اور تمہارے جان نثار ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے محفوظ رہتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ اسرائیل کے شہر تل ابیب چلے جاؤ۔ ایسے حکمران جو مجھے تحفظ نہیں دے سکتے' انہیں اقتدار سے محروم۔"

"کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان حکمرانوں کو نہیں ہٹا سکتیں؟"

"اس ملک میں میرے مخالف خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ مجھے اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ مجھے اپنی ٹیلی پیتھی کے علاوہ فوج اور اسلحے کی بھی ضرورت ہے۔ تمہارے پاس ان کی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں کہ میرا کوئی دشمن تمہارے مقابلے پر نہیں آسکے گا۔"

"میں تمہاری باتوں سے قائل ہورہا ہوں لیکن یہ کیسے یقین کروں کہ تم مجھے سبز باغ نہیں دکھا رہی ہو؟"

"مجھ پر بھروسا کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر تمہارے پاس چار ہزار جان نثار ہیں تو صرف ایک یا دو ہزار جان نثاروں کو اپنے کسی محفوظ جان باز لیڈر کے ساتھ یہاں بھیج دو۔ صرف دو چار دنوں میں ہماری حکمت عملی سے پورے اسرائیل کے حکمران بن جاؤ گے۔"

"پہلے میرے چند جان نثار تمہارے ملک میں آئیں گے اور تم سے ملاقات کرکے یہاں کے سیاسی اور جغرافیائی حالات کا جائزہ لیں گے۔ اگر حالات ہمارے موافق ہوں گے تو ہم وہاں ضرور اپنا اڈا بنائیں گے اور سب سے پہلے اس ملک میں اپنی حکومت قائم کریں گے۔"

"تم جو مناسب سمجھو' وہ کرو لیکن یہ طے ہوجائے کہ ہمارے درمیان رابطہ کیسے ہوگا۔"

"تم وہاں مجھ سے ملاقات کروگی۔ کبھی ہم روبرو ملیں گے اور کبھی فون کے ذریعے رابطہ رکھیں گے۔"

"مجھے بتاؤ تمہارے جان نثار کب آرہے ہیں؟ میں اپنے شوہر کے ساتھ تمہارا استقبال کروں گی۔"

"ہمارے جان نثار یہاں کے وقت کے مطابق دن کے بارہ بجے یہاں پہنچیں گے۔ ہمارے ماہرین میامی سے تل ابیب تک کے راستے اور ستوں کا تعین کرکے ہماری راہنمائی کریں گے لیکن ہم تل ابیب میں تمہیں کیسے پہچانیں گے؟"

"بہت آسانی سے پہچان لوگے۔ میرے شوہر کا تعلق تمہاری قوم سے ہے۔ وہ بھی بندر آدمی ہے۔"

"تعجب ہے' وہ منکی مین کون ہے جو ہم سے پہلے اس دنیا میں پہنچ گیا اور تم سے شادی بھی کرلی۔"

"وہ ہماری دنیا کا منکی مین ہے۔ ملاقات ہونے پر اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرسکو گے۔ میں جارہی ہوں۔ اب تم اپنے دماغ کو لاک کرسکتے ہو۔"

اس نے سونیا کے پاس آکر کہا "مما! میں نے ماسٹر کو شیشے میں اتار لیا ہے' اب میں تل ابیب کے لیے روانہ ہونے والا ہوں۔"

"جاؤ بیٹے! اور اپنے ہنسنے بولنے والی فطرت سے باز نہ آؤ۔"

پارس چلا گیا۔ سونیا اس ڈرائنگ روم میں منکی ماسٹر کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنے لوگوں سے کہہ رہا تھا۔ "اگر وہ ہمیں دھوکا نہیں دے گی تو پھر ہم بہت بڑی کامیابی حاصل کریں گے۔ تم کیا کہتے ہو برادر؟"

منکی ماسٹر اپنے بھائی کو برادر کہتا تھا۔ وہ برادر بھی اس کی طرح ذہین اور معاملہ فہم تھا۔ اس نے کہا "ماسٹر! وہ جو خود کو الپا کہہ رہی تھی' اسے آزمانا چاہیے۔ اگر دھوکا نہ ہوا تو ہم اس دنیا کے ایک ملک میں اپنے قدم جمالیں گے۔"

"تو پھر تم چند جان نثاروں کو ساتھ لے کر جاؤ اور تل ابیب میں الپا سے ملاقات کرو۔"

"میں ضرور جاؤں گا لیکن یہاں میامی میں اب بڑا حملہ ہونا چاہیے۔"

منکی ماسٹر نے اس سے موبائل فون لے کر فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "میں دوستوں کا بہترین دوست ہوں اور دشمنوں کا بدترین دشمن۔ تم نے مجھے گولی ماری' میں بچ گیا۔ اب تمہیں کہاں گولی ماری جائے؟"

"یقین کرو ماسٹر! وہ گولی میں نے اپنی مرضی سے نہیں چلائی تھی۔"

"کیا تم دیوی کو الزام دے رہے ہو؟"

"ہاں۔ دیوی نے میرے ذریعے تمہیں زخمی کیا ہے۔"

"ہم سے یہ حقیقت چھپی ہوئی نہیں ہے کہ تم لوگوں نے دیوی کو میرے خلاف محاذ آرائی کے لیے یہاں بلایا ہے۔"

"ہاں' وہ ہماری مدد کررہی ہے۔ اسی نے تم پر گولی چلائی ہے۔"

"اگر تم اسے مدد کے لیے نہ بلاتے تو وہ گولی نہ چلاتی۔ کیا تم نے اسے میرے گلے کا ہار بنانے کے لیے بلایا تھا؟"

"دیکھو ماسٹر! پچھلے چھ گھنٹوں میں بہت خون خرابا ہوچکا ہے۔ پورے شہر میں دہشت پھیل گئی ہے۔ کل صبح تک پورے ملک میں بلکہ پوری دنیا میں خلائی مخلوق کی آمد اور دہشت گردی کی خبر پھیل جائے گی۔ تم ہماری دنیا میں اپنے لیے نفرتیں پیدا کررہے ہو۔"

"تمہاری سیاسی بدمعاشی نے ہمارے دلوں میں غصہ اور نفرت بھردی ہے۔ کیا تم اپنی دنیا والوں کو بتا سکتے ہو کہ تم دیوی سے مل کر کس طرح ہم سے دشمنی کررہے ہو؟"

"تم دشمنی کے جواب میں دشمنی کرچکے ہو۔ اب بس کرو۔"

"دشمنی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی اس لیے بس کرنے کو نہ کہو۔ ابھی ہم لیزر شعاعوں کے ذریعے نیوی کے ایک جہاز کو تباہ کرنے والے ہیں۔ اگر تم چاہو تو دیوی کا پتا ٹھکانا بتا کر خود کو تباہی سے بچا سکتے ہو۔"

"اس دنیا کا کوئی فرد دیوی کی خفیہ رہائش گاہ سے واقف نہیں ہے۔"

"اس کا تعلق کس ملک سے ہے؟"

"بھارت سے۔"

"کیا اسے اپنے ملک سے اور اپنی قوم سے محبت ہے؟"

"بہت محبت ہے۔ وہ اپنے ملک کو سپرپاور بنانے کی جدوجہد میں مصروف رہتی ہے۔"

"ٹھیک ہے' ہم یہاں عارضی طور پر جنگ بندی کا وعدہ کرتے ہیں۔ کل سے ہم دیوی کے ملک میں جنگ کا آغاز کریں گے۔"

دیوی اس افسر کے دماغ میں آچکی تھی اور فون پر ہونے والی گفتگو سن رہی تھی۔ اس نے افسر سے کہا "کیا میرے ملک اور قوم کے خلاف اس بندر کو بھڑکا رہے ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "نن... نہیں' وہ تمہارا پتا پوچھ رہا تھا۔ میں اسے جواب..."

وہ بات کاٹ کر بولی "صفائی پیش نہ کرو۔ اسے یہ بتانے کی کیا ضرورت تھی کہ میرا تعلق بھارت سے ہے؟"

"میں نہ بتاتا تو کوئی اور بتا دیتا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ یہاں جنگ روک کر تمہارے دیس میں جنگ شروع کردے گا۔"

"تم امریکی لوگ بڑے مکار ہو۔ اپنی بلا ہمارے سر ڈال رہے ہو۔ اس سے کہو' وہ مجھ سے بات کرے۔"

افسر نے فون پر کہا "ہیلو ماسٹر! دیوی تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔ یہ میری زبان سے بولے گی۔"

وہ دیوی کی مرضی کے مطابق بولا "ہیلو' میں دیوی تم سے مخاطب ہوں۔ کیا تم یقین کررہے ہو کہ میں بول رہی ہوں؟"

جواب نہیں ملا۔ افسر نے ہیلو ہیلو کہہ کر آوازیں دیں پھر پتا چلا کہ ماسٹر رابطہ ختم کرچکا ہے۔

وہ غصے سے چیخ پڑی۔ "مو چیٹر! دھوکے باز! تم نے مجھے منکی ماسٹر کے خلاف محاذ آرائی کے لیے بلایا پھر اس مصیبت کا رخ میرے دیس کی طرف کردیا ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو' یہاں تم سب سکون سے رہو گے؟ میرے دیس کے ایک شہر کو نقصان پہنچے گا تو میں تمہارے دس شہروں میں دہشت گردی کا سلسلہ شروع کرادوں گی۔"

افسر نے جھنجلا کر کہا "کیا مصیبت ہے۔ بابا صاحب کے ادارے والے ہم سے دشمنی کررہے ہیں۔ منکی ماسٹر وبال جان بن گیا ہے۔ تم بھی دھمکیاں دے رہی ہو۔ ایک ذرا سی عقل سے سمجھو کہ تم ہماری مدد کررہی ہو۔ خلائی مخلوق کو یہاں سے بھگانا چاہتی ہو پھر ہم خلائی مخلوق کو تمہارے پیچھے کیوں لگائیں گے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ دیوی جا چکی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر دوسرے افسران سے بولا "ہم کیا کریں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے دیوی کے مقابلے میں کمزور اور ناتجربہ کار ہیں۔ وہ دیوی کو ہمارے خلاف اقدامات کرنے سے نہیں روک سکیں گے۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہم سپرپاور ہیں۔ ہمارے ملک میں جدید ترین ہتھیار ہیں۔ ہمارے ملک میں ٹیلی پیتھی سکھانے والی مشین ہے اور درجنوں خیال خوانی کرنے والے ہیں لیکن کیا یہ سب ہمارا تحفظ کررہے ہیں؟ ہم تو سب کچھ ہوتے ہوئے بھی بے دست و پا ہیں۔"

"اپنی کمزوریوں پر کڑھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہمیں اپنے ملک اور قوم کی سلامتی کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔"

"اگر ہمیں منکی ماسٹر اور دیوی کی دشمنی سے کوئی بچا سکتا ہے تو وہ بابا صاحب کا ادارہ ہے۔"

وہ پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ آج ہی رات کے پہلے حصے میں انہوں نے اس ادارے کو نیست و نابود کرنے کے لیے خلائی مخلوق کو آمادہ کیا تھا۔ اب اسی ادارے کے ذریعے اپنی سلامتی نظر آرہی تھی۔

ایک افسر نے کہا "اس ادارے کے نادیدہ لوگ ہماری یہ باتیں سن رہے ہوں گے۔ انہوں نے ہماری دشمنی کی اطلاع پہنچائی ہوگی اب ہماری بدلتی ہوئی پالیسی کے بارے میں رپورٹ دے رہے ہوں گے۔ کیا وہ ایسے میں ہماری مدد کریں گے؟"

"ان سے بات کرلینے میں کیا حرج ہے؟ ہم جناب تیمرزی کے سامنے شرمندہ ہو جائیں گے۔ تنہائی میں شرمندہ ہونے سے ہماری بے عزتی نہیں ہوگی۔"

ایک افسر نے ریسیور اٹھا کر بابا صاحب کے ادارے کے نمبر ڈائل کیے۔ پورے نمبر ڈائل کرنے کے بعد رابطہ ہونے والا فقط اسی وقت سونیا نے کریڈل کو انگلی سے دبا دیا۔

رابطہ نہ ہونے پر افسر نے تعجب سے فون اور ریسیور کو دیکھا پھر دوبارہ نمبر ڈائل کیے۔ دوسری بار بھی رابطہ ہوتے ہی لائن کٹ گئی۔ افسر نے کہا "رابطہ ہو رہا ہے لیکن کوئی رابطہ ختم کررہا ہے۔"

"کیا دیوی ایسا کررہی ہے؟"

"ہو سکتا ہے دیوی ہو اور بابا صاحب کے ادارے والے بھی ہو سکتے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا "نادیدہ منکی بھی ایسا کرسکتے ہیں۔"

ہیں چاہیں گے کہ ہمیں کہیں سے امداد حاصل ہو۔"

افسر نے پھر ایک بار رابطہ کرنے کی کوشش کی پھر ناکامی ہوئی۔ یہ صاف پتا چلا کہ کسی نے لائن کاٹ دی ہے۔ اس نے شکست خوردہ انداز میں ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اب وہ لوگ مدد کے لیے کسی کو پکارنے کے قابل بھی نہیں رہے تھے۔

○☆○

کلپنا اب خیال خوانی نہیں کرتی تھی۔ کبھی کبھی کسی معاملے میں علی سے رابطہ کرتی تھی پھر رابطہ ختم ہونے پر بے چین ہو جاتی تھی۔ جی چاہتا تھا' دوبارہ اسے مخاطب کرے پھر سوچتی تھی وہ دماغ میں آئے گا تو آنکھیں اسے دیکھنا چاہیں گی۔ بدن اس سے ملنا چاہے گا۔

دل لگانا کوئی دل لگی کی بات نہیں ہوتی۔ جو ایک بار کنواری تنہائی میں آجائے' اسے بھلانا یا اس سے دور رہنا ممکن نہیں ہوتا۔ اب وہ علی سے جدا ہو کر پچھتا رہی تھی کہ کیوں دور رہنے کا فیصلہ کیا۔ مشکل یہ تھی کہ وہ علی کے سامنے پچھتانا بھی نہیں چاہتی تھی۔

علی سمجھ رہا تھا کہ وہ سر سے پاؤں تک اسی کی ہے۔ صرف اپنی انا سے مجبور ہے۔ کبھی کبھی دل اسے مجبور کردیتا تھا کہ وہ کسی بہانے دل کو مخاطب کرے۔ ایک بار اس نے مخاطب کیا۔ علی نے پوچھا۔ "طبیعت سے ہو؟"

وہ ہوں کہہ کر خاموش ہوگئی۔ علی نے کہا "تم کچھ کہنا چاہتی ہو مگر کہہ نہیں رہی ہو۔"

"بھلا ایسی کیا بات ہو سکتی ہے کہ جسے میں کہہ نہ پاؤں؟"

"بعض اوقات ایسا ہوتا ہے' دل کی بات دل میں رہ جاتی ہے' زبان پر نہیں آتی۔"

"تمہیں خوش فہمی ہے کہ تمہارے لیے میرے دل میں کوئی بات ہے۔"

"چلو نہ سہی۔ ابھی تم مخاطب نہ کرتیں تو میں کرتا۔"

"کیوں کرتے؟ کوئی اہم بات نہ ہو اور خواہ مخواہ مخاطب کیا جائے تو وہ دل کا معاملہ ہوتا ہے۔"

"تمہیں بھی خوش فہمی ہے کہ میں تم سے دل کی کوئی بات کہوں گا؟"

"دیکھو زیادہ اکڑو نہ دکھاؤ' چلی جاؤں گی۔"

"جاؤ گی تو میں تمہارے دماغ میں آجاؤں گا۔ تم سے جو پوچھنا ہوگا' وہ ضرور پوچھوں گا۔"

"منگی تو میں پوچھ رہی ہوں کہ پوچھنا کیا چاہتے ہو؟"

"سوچتا ہوں' پوچھوں گا تو بچ نہیں بولو گی۔"

"کہاں تیں بنا رہے ہو اور مجھے تجسس میں مبتلا کررہے ہو۔"

"میں ابھی پوچھتا ہوں مگر سچ بولنے کا وعدہ کرو۔"

"مجھے گھبراہٹ سی ہورہی ہے' پتا نہیں کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ فوراً ایک پوچھ بھی لو۔"

"تو پھر سچ بتاؤ' ابھی تم نے کیوں رابطہ کیا ہے؟"

"اتنی سی بات پوچھنے کے لیے مجھے کیوں الجھا رہے تھے؟"

"یہ اتنی سی بات نہیں' بہت بڑی بات ہے۔ تمہیں میرے سوال کے جواب میں سچ بولنا ہے۔"

وہ ذرا چپ رہی پھر بولی "ابھی اسی لیے رابطہ کیا ہے کہ تم سے کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔"

"یا خدا! اب تم کچھ پوچھو گی؟ کیا میں سچ بولنے کی قسم کھاؤں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بتاؤ' کبھی تمہیں شبہ ہوا ہے کہ کوئی تمہارا تعاقب کررہا ہے؟"

"میں اپنے اطراف گہری نظر رکھتا ہوں۔ میں نے کسی کو اپنے تعاقب میں نہیں دیکھا۔ ویسے بات کیا ہے؟"

"آج شاپنگ کے لیے گئی تھی۔ واپسی میں ایک کار مسلسل میری کار کے پیچھے آرہی تھی۔ میں اپنی رہائش گاہ کے سامنے رکی تو وہ پیچھا کرنے والی کار آگے چلی گئی۔"

"کلپنا! دیوی گولیوں اور کیپسولوں کی تیاری میں بری طرح ناکام رہی ہے۔ وہ اور اس کے ماتحت ہمیں قتل کرنے کے لیے تلاش کررہے ہوں گے۔ ان حالات میں تمہیں تنہا نہیں رہنا چاہیے۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔"

"ہم ایک چھت کے نیچے رہ کر بھی ایک دوسرے سے دور رہ سکتے ہیں۔ میں تمہارے بیڈ روم میں کبھی نہیں آؤں گا۔ تم بھی میرے بیڈ روم میں کبھی نہیں آنا۔"

"ایک ہی چار دیواری میں رہ کر تم بدمعاشی کرو گے۔"

"وعدہ کرتا ہوں' نہیں کروں گا۔ میں کنوئیں کے پاس نہیں جاتا۔ کنواں پاس آجائے تو پیاس بجھا لیتا ہوں۔"

"تم کوئی دنیا کے نرالے نہیں ہو کہ کنواں تمہارے پاس آئے گا۔"

"تو پھر ڈرتی کیوں ہو؟ میں آرہا ہوں۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ اس نے دوسری بار کہا "میں آرہا ہوں' تم جواب نہیں دو گی تو خاموشی نیم رضامندی ہوگی۔"

وہ خاموش رہی۔ علی اس کی رہائش گاہ سے دور نہیں تھا صرف پندرہ منٹ میں اس کے دروازے پر پہنچ گیا۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ کلپنا نے دروازہ کھولا تو علی کی دھڑکنیں بے اختیار تیز ہوگئیں۔ اندر صرف ایک بلب روشن تھا۔ اس کی روشنی دوسرے کمرے سے آرہی تھی۔ جہاں دروازہ کھلا تھا وہاں نیم تاریکی تھی۔ وہ تاریکی جیسے رومانی سرگوشیاں کررہی تھی۔ وہ دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑی ہوگئی۔ علی نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر پلٹ کر پوچھا "تم نے اندھیرا کیوں کیا ہے؟ اتنے بڑے بنگلے میں صرف ایک بلب کسی کمرے میں روشن ہے۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ ایسے وقت عورت کچھ نہ بول کر بھی بولتی ہے۔ علی نے ذرا قریب آکر کہا "مجھے میرا بیڈ روم دکھادو۔"

وہ چپ چاپ سر جھکائے کھڑی رہی۔ وہ بولا "چلو اپنا ہی بیڈ روم دکھادو۔"

وہ اپنی ساڑی کا آنچل درست کرنے لگی مگر ایک ہی جگہ کھڑی رہی۔ علی نے اس کے آنچل کو اس کے سر پر رکھتے ہوئے کہا "جب عورت چپ رہے تو اس کی حیا بولتی ہے۔ تم کچھ نہ بولو۔ تمہاری خاموشی مجھے سمجھاتی رہے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے جھک کر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھالیا۔ وہ کمزور سی آواز میں بولی "چھوڑو' مجھے جانے دو۔"

وہ اسے بازوؤں میں اٹھائے ڈرائنگ روم سے گزرتے ہوئے بولا "کہاں جاؤگی؟ جہاں جانا چاہتی ہو' وہیں لے جارہا ہوں۔"

وہ نیم روشنی سے گزر کر تاریکی میں گیا۔ ادھر ایک دروازہ کھلنے پھر بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ تاریکی میں یہی ہوتا ہے۔ صرف آوازیں سنائی دیتی ہیں' دکھائی نہیں دیتا۔

اس دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے' کوئی اپنا گھر بسانا چاہتا ہے اور کوئی بسانے سے پہلے اس گھر کو اجاڑ دیتا ہے۔ آدھی رات کے بعد اس بنگلے کا شیشہ ٹوٹا۔ کسی نے ہاتھ ڈال کر کھڑکی کی چٹخنی کھولی پھر تین آدمی سر اور چہرے کے اطراف ڈھاٹا باندھے اندر چلے آئے۔ ان میں سے ایک دیوی کا ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ وہ کلپنا کو پہچانتا تھا۔ اس نے شام کو ایک شاپنگ سینٹر میں کلپنا کو دیکھا تھا۔ اگرچہ وہ دوسرے میک اپ میں چھپی ہوئی تھی لیکن اپنی چال اور آواز سے پہچانی گئی تھی۔ اس ماتحت نے سوچا تھا کہ اس کے بنگلے میں رات کو جائے گا تو اس کا میک اپ اتار کر پوری طرح اس کے کلپنا ہونے کی تصدیق کرلے گا۔

ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی اس کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ علی کا ایک گھونسا کھاتے ہی وہ چکرا کر گرپڑا۔ دوسرے نے علی پر حملہ کیا پھر خود ہی اس کے حملوں کی زد میں آکر چیخنے لگا۔ دوسری طرف کلپنا کی چیخ سنائی دی۔ علی نے کہا "گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارے پاس ہوں۔"

تیسرا آدمی کھڑکی کی سمت بھاگ رہا تھا۔ علی نے چھلانگ لگا کر اسے دبوچ لیا۔ کلپنا کی کراہیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے بلند آواز سے پوچھا "کیا بات ہے؟ تم خیریت سے تو ہو۔"

اس نے تیسرے کی گردن اس طرح دبوچ لی کہ وہ بازو کی گرفت میں ہی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہوگیا۔ کلپنا کراہتے ہوئے آواز دے رہی تھی۔ علی تاریکی میں سنبھلتا ہوا اس کے پاس آیا۔ اسے فرش پر سے اٹھانا چاہا تو پتا چلا وہ لہو سے تربتر ہے۔ اس تیسرے دشمن نے چھرا گھونپ دیا تھا۔ وہ تڑپ کر علی سے لپٹ کر اس کا نام اٹک اٹک کر لیتے ہوئے ایک دم سے ساکت ہوگئی۔

وہ ہوگیا' جس کی توقع نہیں تھی۔ کچھ دیر پہلے اس کی آغوش میں رہ کر اپنی جوانی کی سوغات دینے والی' اسی آغوش میں اپنی آخری سانس چھوڑ کر رخصت ہوچکی تھی۔

علی تھوڑی دیر تک گم صم بیٹھا رہا پھر اس کے بے جان جسم کو فرش پر لٹا کر سوئچ بورڈ کے پاس آیا۔ ایک سوئچ کو دباتے ہی روشنی ہوگئی۔ دشمنوں میں سے ایک مرچکا تھا۔ دوسرا چکرا کر گرپڑا تھا۔ تیسرا بھاگنا چاہتا تھا۔ علی اسے پکڑ کر پیٹنے لگا۔ وہ غصے سے پاگل ہورہا تھا۔ مار کھانے والا دو چار فولادی ہاتھ کھا کر گر پڑا تھا۔ اس کے بعد بھی علی اسے مارتا جارہا تھا حتیٰ کہ وہ بھی ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑگیا۔

دیوی کا ماتحت فرش پر سے اٹھنے لگا۔ علی نے اس کی گردن دبوچ کر پوچھا "کون ہو تم؟ کلپنا سے کیا دشمنی تھی؟"

"دشمنی صرف اس سے نہیں' تم سے بھی ہے۔ ہم تمہیں بھی زندہ۔۔۔"

وہ آگے نہ بول سکا۔ گردن پر گرفت مضبوط ہوگئی تھی۔ علی اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ دیوی کا ماتحت ہے اور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ دیوی کے تمام ماتحتوں نے کلپنا اور علی کی خیال خوانی سے محفوظ رہنے کے لیے اپنی آواز اور لہجہ تبدیل کرلیا تھا۔ علی اس کے چور خیالات سے ان کے پتے ٹھکانے معلوم کرنے لگا پھر اس نے اسی کی جیب سے ریوالور نکال کر اسے گولی ماردی۔

اس نے فون کے ذریعے قریبی تھانہ انچارج کو بتایا کہ اس بنگلے میں چار لاشیں پڑی ہیں۔ سرکار کی طرف سے ان کا کریا کرم کردیا جائے۔

اس نے فون رکھ کر آخری بار کلپنا کو دیکھا پھر اسے سر سے پاؤں تک ساڑی سے ڈھانپ کر اس بنگلے سے نکل آیا۔ اپنی کار میں بیٹھ کر سیدھا اس خفیہ رہائش گاہ میں پہنچا جہاں دیوی کے تمن ٹیلی پیتھی جاننے والے چھپے ہوئے تھے۔ اس نے کچھ کہے سنے بغیر دو کو گولی ماری پھر تیسرے کو گن پوائنٹ پر رکھ کر کہا "دیوی کے دماغ میں جاؤ اور اسے اپنے ساتھیوں کا انجام بتاؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ دیوی کو مخاطب کرکے کہا "دیوی مئی! آپ فوراً میرے دماغ میں آئیں۔"

وہ واپس آیا۔ دیوی نے اس کے دماغ میں آکر اسے ریوالور کی زد میں دیکھا پھر پوچھا "یہ کیا ہورہا ہے؟"

علی بھی اس کے دماغ میں تھا۔ دیوی کی آواز سنتے ہی بولا "چنڈیل کی بچی! تو نے ان کتوں کے ذریعے کلپنا کو قتل کرایا۔ میں نے تیرے تمام کتے ماردیے۔ یہ آخری بچا ہے۔ تجھے شاید اب تک معلوم نہ ہوا ہو تو اب سن لے' میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا علی تیمور ہوں۔ میں نے لیبارٹری میں تیار ہونے والی گولیوں اور کیپسولوں کا فارمولا بدل دیا تھا۔ آئندہ تجھے کبھی کوئی گولی اور کیپسول نصیب نہیں ہوں گے۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولی "چلو آج تم سے بھی بات ہوگئی بہرحال

مقابلہ تو تم نے خوب کیا مگر مات کھاگئے۔ میں نے کلپنا کو حرام موت دی' تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکوگے۔ لیبارٹری میں مجھے ناکام بنادیا لیکن اصل فارمولے میرے پاس ہیں۔ میں اتنی راز داری سے غیر معمولی گولیاں اور کیپسول تیار کروں گی کہ تمہارا باپ بھی میرے راستے کی دیوار نہیں بن سکے گا۔"

علی نے کہا "ابھی میں اس کتے کو گولی ماروں گا تو تم اس کے دماغ سے نکل جاؤگی۔ اس سے پہلے سن لو' میرا باپ تمہاری جیسی چیونٹی کے مقابلے پر نہیں آئے گا۔ فرہاد علی تیمور کے بچے کے بھی بچے تجھے ننگی کا ناچ نچاتے رہے۔ جا اور اپنی اٹیچی کھول کر دیکھ' تیرے ہوش اڑ جائیں گے۔ ہوسکتا ہے تو پھر ہوش میں نہ آئے۔ یہ فرہاد کے بیٹے سے تیری آخری گفتگو بھی ہوسکتی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے اس کے ماتحت کو گولی ماردی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ سوچنے لگی "علی نے مجھے اٹیچی کھول کر دیکھنے کو کیوں کہا ہے؟ میں نے تو اس میں فارمولے کے اصل کاغذات رکھے ہیں۔ کیا علی کو میری اس اٹیچی کی اہمیت کا علم ہے؟ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے۔ مجھے احتیاطاً اس اٹیچی کو کھول کر دیکھنا چاہیے۔"

پہلے وہ دہلی شہر کے ایک ہوٹل میں تھی پھر گوشۂ تنہائی میں رہنے کے لیے ہمالیہ کی وادی میں گئی تھی۔ لیبارٹری میں ناکامیوں کی وجہ سے واپس دہلی آگئی تھی۔

اس نے نادیدہ رہ کر ایک کیپسول منہ میں رکھ کر پرواز کی۔ ہمالیہ کی وادی میں اس غار کے اندر پہنچی جہاں شیو شنکر کی مورتی اور اٹیچی رکھی ہوئی تھی۔ اس نے فوراً ہی اسے کھول کر دیکھا تو کلیجا دھک سے رہ گیا۔ فارمولے غائب تھے۔ اس نے پھر ایک بار اٹیچی کی چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور پاگلوں کی طرح چیخنے لگی۔ اس نے اب سے پہلے اتنا بڑا نقصان نہیں اٹھایا تھا۔ اس کے نادیدہ بننے اور پرواز کرنے کی صلاحیتیں چھین لی گئی تھیں۔ وہ اچانک ہی سپر پاور سے صفر پاور ہوگئی تھی۔ جسم سے روح نکال لی جائے تو کچھ نہیں بچتا۔ اس کے اندر سے بھی جیسے روح نکال لی گئی تھی۔ وہ صدمات کی شدت سے چکرا کر شیو شنکر کے قدموں میں گر پڑی۔

وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ ہوش میں آنے کے بعد اگر اسے یہ بتایا جائے گا کہ اس کے پیروں تلے سے زمین کھینچنے والی اعلیٰ بی بی (ثانی) ہے تو شاید وہ دوسری بار بے ہوش ہوجائے گی۔

○☆○

جمیلہ اور ہیرو قبیب میں تھے۔ پارس' باربرا کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ اس نے زون تھری کی بندر نما مخلوق کے بارے میں انہیں تفصیل سے بہت کچھ بتایا پھر کہا "میں نے الپا کی آواز میں منکی ماسٹر سے گفتگو کی تھی۔ اب وہ یہاں الپا سے ملاقات کرنے اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ آرہا ہے۔ وہ الپا کے ساتھ اس کے شوہر بندر آدمی سے بھی ملے گا۔ اس لحاظ سے جمیلہ اور ہیرو کو اس سے ملاقات کرنا چاہیے لیکن جمیلہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے اس لیے باربرا' ہیرو کی بیوی بن کر منکی ماسٹر اور اس کے ساتھیوں سے گفتگو کرے گی۔ میں جمیلہ کے ساتھ نادیدہ رہ کر تم دونوں کی نگرانی کرتا رہوں گا۔"

باربرا نے پارس کے دماغ میں آکر کہا "تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ مجھے ہیرو کی وائف کا رول ادا کرنا ہوگا؟"

"اگر بتادیتا تو کیا نکاح پڑھانے قاضی کو ساتھ لاتیں؟"

"بکواس مت کرو۔ جمیلہ بہت شکی ہے۔ میں اس کی جگہ بیوی بن کر رہوں گی تو وہ مجھ پر شک کرے گی۔"

"وہ شک نہیں کرے گی۔ اگر تم ہیرو کے ساتھ بیڈ روم میں نہیں جاؤگی۔"

"میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ ایسی باتیں کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔"

"پہلے تم ایسی باتوں کو اہمیت نہیں دیتی تھیں کیونکہ خود کو مرد کہا کرتی تھیں۔ اب نسوانیت تم پر غالب آگئی ہے اور تم کنواری دوشیزہ کی طرح شرمانے لگی ہو۔"

"ہاں۔ میں خود کو لڑکی تسلیم کرچکی ہوں لیکن اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ میں تمہارے جیسے پلے ہوئے سے پھنس جاؤں گی۔"

جمیلہ نے پوچھا "تم دونوں ہم سے باتیں کرتے کرتے ایک دوسرے کو اتنی دیر سے کیا دیکھ رہے ہو؟"

باربرا خیال خوانی سے چونک گئی۔ پارس نے کہا "یہ میرے دماغ میں گھسی ہوئی تھی اور ضد کررہی تھی کہ اس سے آنکھیں لڑاتا رہوں۔"

"تم جھوٹے اور مکار ہو۔"

"اگر یہ جھوٹ ہے تو میری آنکھوں میں مسلسل کیوں جھانک رہی تھیں؟"

جمیلہ نے ہنستے ہوئے کہا "پارس! ہم تمہاری رگ رگ سے واقف ہیں۔ تم ضرور اسے باتوں میں الجھا رہے تھے۔"

"میں نہ بھی الجھاؤں تو یہ خواہ مخواہ مجھ سے الجھتی رہتی ہے۔ یہ لڑکیوں کی عادت ہے' لفٹ نہ دو تو خود ہی گلے پڑنے لگتی ہیں۔"

باربرا نے کہا "تم کوئی گھنام نہیں ہو۔ عقل کی اندھی لڑکیوں نے تمہیں لفٹ دے کر مغرور بنادیا ہے۔"

ہیرو نے کہا "خدا کے لیے یہ نوک جھوک بند کرو اور کام کی بات کرو۔"

پارس نے کہا "ساحلی ریستوران "رابن ہڈ کارنر" میں باربرا کے ساتھ جاؤ۔ وہ بارہ بجے کے بعد کسی وقت بھی وہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

ہیرو کے پاس اپنے استعمال کے لیے ایک کار تھی۔ جب باربرا اس کے ساتھ جانے لگی تو پارس نے کہا "عزت آبرو سے جاؤ۔ جمیلہ کو شکایت کا موقع نہ دینا۔"

باربرا نے اسے گھور کر دیکھا۔ جمیلہ نے ہنستے ہوئے کہا "تم

جاؤ' اسے بولنے دو۔"

ہیرو نے ہاتھ جوڑ کر کہا "پارس! میری بیوی کے سامنے میرے کیریکٹر کو مشکوک نہ کرو۔ یہ بعد میں مجھ سے لڑتی رہے گی۔"

پارس نے کہا "میاں بیوی میں لڑائی ہو تو محبت اور بڑھتی ہے۔ میں تم دونوں میں محبت بڑھاتا رہوں گا۔"

باربرا اسے ناگواری سے دیکھتے ہوئے جانے لگی۔ جمیلہ نے پوچھا "ہمیں کیا کرنا ہے؟"

"میں خیال خوانی کے ذریعے ہیرو کے اندر رہوں گا اور ضرورت کے مطابق ان دونوں کو گائیڈ کرتا رہوں گا لیکن خیال خوانی کے لیے یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔ ہم اپنی کار میں رابن ہڈ کارنر کے قریب رہیں گے۔ میں کار میں بیٹھا رہوں گا' تم کار کے باہر ادھر ادھر وقت گزارتی رہو گی۔"

وہ دونوں کار میں آ گئے۔ پارس پچھلی سیٹ پر چلا گیا تاکہ مسلسل خیال خوانی کرتا رہے۔ جمیلہ کار ڈرائیو کرنے لگی۔

جب ہیرو پہلی بار تل ابیب آیا تھا تو لوگ اسے حیرت سے دیکھتے تھے پھر انہوں نے اسے ایک مہذب انسان تسلیم کر لیا تھا۔ برین آدم' الپا اور حکمرانوں نے کوشش کی تھی کہ وہ اسرائیل سے چلا جائے۔ وہ ایک بار چلا گیا تھا پھر واپس آ گیا تھا۔ علی نے وہاں کے حکام سے کہہ دیا تھا کہ ہیرو پُرامن شہری کی حیثیت سے رہے گا۔ وہ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ اسے اسرائیل سے نکال سکیں گے۔

رابن ہڈ کارنر کے باتھ روم میں منکی برادر چند جان نثاروں کے ساتھ نمودار ہوا۔ باتھ روم سے نکل کر ریستوران میں آیا تو عورتیں حیرت سے چیخ پڑیں۔ مرد سہمی ہوئی نظروں سے پندرہ منکی مین کو دیکھنے لگے۔ بچے انہیں دیکھ کر دلچسپی سے تالیاں بجانے لگے تھے۔

ہیرو باربرا کے ساتھ ایک میز پر تھا۔ منکی برادر اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ ان سب سے باری باری مصافحہ کرنے لگا۔ کچھ شہری پولیس والوں کو بندر آدمیوں کی آمد کی اطلاع دے رہے تھے اور پولیس والے متعلقہ حکام سے مشورے لے رہے تھے۔ پتا چلا تھا کہ وہ آنے والے جدید اسلحے سے لیس ہیں۔ انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے گی تو شہر میں امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔

تمام منکی مین ریستوران کے باہر ایک بڑی سی میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ منکی برادر نے باربرا سے پوچھا "تم الپا ہو؟"

"ہاں میں ہوں الپا! میں نے ہی دماغی رابطہ قائم کیا تھا۔ میں تم لوگوں کو خوش آمدید کہتی ہوں۔ میری کوشش یہ ہو گی کہ میں تمہارا اعتماد حاصل کروں۔"

"کیا تم یہاں کے حکام سے ملاقات کرا سکتی ہو؟"

"میرے اور حکام کے درمیان اختلافات ہیں۔ انہیں شبہ ہے کہ میں بغاوت کرنے والی ہوں۔ خفیہ پولیس میری نگرانی کرتی ہے۔ اب تم لوگوں کو دیکھ کر انہیں یقین ہو جائے گا کہ میں تم لوگوں کے ذریعے انہیں اقتدار سے ہٹانے کے عملی اقدامات کر رہی ہوں۔"

پارس نے اس کے اندر آ کر کہا "بس اب چلی آؤ۔"

وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر منکی برادر سے بولی "ایکسکیوزمی! میں ابھی باتھ روم سے آتی ہوں۔"

وہ ریستوران کے اندر چلی گئی۔ پارس نے ہیرو کے پاس آ کر کہا۔ "میں نے منصوبے میں اچانک تھوڑی سی تبدیلی کی ہے۔ باربرا واپس نہیں آئے گی۔ تم خود کو یوں ظاہر کرو جیسے تمہیں سحر زدہ کیا گیا ہو۔"

ہیرو بیٹھے بیٹھے چونک گیا۔ منکی برادر نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ حیرانی سے تمام منکی مین کو دیکھتے ہوئے بولا "تم... تم لوگ کون ہو؟ میں یہاں کیسے آ گیا؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر میز پر جھک گیا۔ منکی برادر نے پوچھا "خیریت تو ہے کیا تمہیں یہاں نہیں ہونا چاہیے تھا؟"

"میں اپنی وائف کے ساتھ کالج میں تھا پھر یہاں کیسے آ گیا؟"

"یہ تمہاری وائف بتا سکتی ہے۔ وہ ریستوران کے اندر گئی ہے۔ آتی ہی ہو گی۔"

ہیرو نے کہا "تم کہہ رہے ہو' ریستوران کے اندر گئی ہے۔ میری وائف تو وہ آ رہی ہے۔"

جمیلہ ایک طرف سے چلی آ رہی تھی۔ ہیرو کو دیکھ کر ٹھٹک گئی پھر دوڑتی ہوئی آ کر بولی "ڈارلنگ! تم کالج سے نکل کر یہاں کیوں آ گئے؟"

ہیرو نے کہا "اب میری سمجھ میں آ رہا ہے' کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے سحر زدہ کیا تھا۔"

منکی برادر نے کہا "یہی بات ہے۔ ابھی الپا نام کی عورت تمہیں اپنا شوہر کہہ رہی تھی اور تم اس کے شوہر ہونے سے انکار نہیں کر رہے تھے۔ یقیناً تمہیں سحر زدہ کیا گیا تھا۔"

ہیرو نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہا "وہ... وہ بول رہی ہے۔ میرے اندر کہہ رہی ہے کہ اس کا نام دیوی شی تارا ہے اور وہ کہہ رہی ہے کہ..."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ دو فوجی افسران اور مسلح جوانوں نے آ کر انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ایک افسر نے کہا "مسٹر ہیرو! یہ تمام اجنبی کون ہیں؟ اچانک ہمارے ملک میں کہاں سے آ گئے ہیں؟"

منکی برادر نے کہا "یہ بے چارہ کیا بتائے گا۔ ایک دیوی نے اسے سحر زدہ کر رکھا تھا۔ ہم بے شک یہاں اچانک آئے ہیں۔ اگر اجازت مانگتے تو کبھی یہاں آنے نہ دیا جاتا۔"

"تم سب کہاں سے آئے ہو؟"

"ہم چھوٹے عہدے داروں سے بات نہیں کریں گے۔ یہاں کے حکمرانوں سے ہماری ملاقات کراؤ۔"

پارس اس افسر کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس افسر کے اندر الپا کہہ رہی تھی "ان پندرہ منکی مین کو مہمان بنا کر انٹیلی جنس کے دفتر میں لے آؤ۔"

افسر نے منکی برادر سے کہا "پہلے ایک دفتر میں جانا ہو گا۔ اس کے بعد یہاں کے حکام سے تمہاری ملاقات کرائی جائے گی اور مسٹر ہیرو! تم بھی اپنی وائف کے ساتھ چلو۔"

ہیرو نے پارس کی مرضی کے مطابق کہا "میں تو نہیں جاؤں گا۔ ان اجنبیوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تمہارے دماغ میں بیٹھی ہوئی الپا سے کہتا ہوں' ہم سے زبردستی نہ کی جائے ورنہ ہم مسئلہ بن جائیں گے۔"

افسر نے الپا کا حکم سنا پھر جمیلہ اور ہیرو کو چھوڑ کر پندرہ منکی مین کو ساتھ لے گیا۔ الپا نے منکی برادر کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ ناکام ہونے پر ان اجنبیوں کو انٹیلی جنس کے دفتر میں بلایا تھا۔

دفتر میں برین آدم موجود تھا۔ اس نے منکی برادر سے پوچھا "تم سب کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟"

"ہمارا تعلق خلائی زون تھری سے ہے۔ دنیا والے ہماری آمد پر اعتراض کر رہے ہیں۔ جب تک وہ ہمیں حکومت بنانے کے لیے زمین کا بڑا حصہ نہیں دیں گے' یہ جنگ جاری رہے گی۔"

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"ہمیں الپا نے بلایا ہے۔ یہاں آتے وقت پرواز کے دوران ہم نے اس ملک کو بلندی سے دیکھا ہے۔ یہ جگہ ہمیں پسند ہے۔ ہم اس ملک کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنائیں گے پھر یہاں سے دوسرے ملکوں پر حملے کریں گے۔"

برین آدم نے کہا "تم جارحانہ عزائم کے ساتھ آئے ہو۔ یہ غلط ہے کہ الپا نے تمہیں بلایا ہے۔ تم الپا کا نام کیسے جانتے ہو؟"

"وہ ہمارے منکی ماسٹر کے دماغ میں آئی تھی۔ ویسے اب ہم سمجھ گئے ہیں کہ وہ کوئی فراڈ عورت ہے۔ خود کو الپا کہہ کر ہمیں یہاں آنے پر مائل کیا ہے۔"

"تم کسی فریبی عورت کے کہنے پر یہاں آئے ہو۔ تم سب کے پاس ایک ایک ہتھیار ہے۔ کیا ایک ہتھیار سے ہمارے ملک پر قبضہ جماؤ گے؟"

"ہم اسی ایک ہتھیار سے صرف اس ملک پر نہیں' ساری دنیا پر حکمرانی کریں گے۔ ہم نہیں جانتے کہ تم کون ہو؟ بہتر ہے کہ اپنے حکمرانوں سے ملاقات کراؤ۔ اپنے تمام نشریاتی اداروں کے ذریعے اعلان کرو کہ یہاں حکومت تبدیل ہو رہی ہے۔ خلائی زون تھری کے منکی مین یہاں کے حکمران ہوں گے۔ اگر امن و امان رکھنا مقصود ہے تو کہیں سے کوئی احتجاجی آواز سنائی نہ دے ورنہ۔"

وہ "ورنہ" کہہ کر خاموش ہو گیا۔ برین آدم نے پوچھا "ورنہ...؟"

منکی برادر نے اپنے لباس سے گن نکالی۔ ایک کھلی ہوئی کھڑکی کے پاس آیا۔ باہر ایک شاہراہ کے دوسری طرف ایک دس منزلہ عمارت تھی۔ اس نے گن سیدھی کر کے اس کے بٹن کو دبایا۔ اس کے ساتھ ہی گن سے ایک لیزر شعاع نکل کر سامنے والی عمارت سے ٹکرائی۔ ایک زبردست دھماکا سنائی دیا۔ اس عمارت کی دیواریں کھڑے کھڑے ہو کر دور تک بکھرنے لگیں۔ لوگوں کی چیخ پکار اور دوڑنے بھاگنے کی آوازیں دور تک سنائی دینے لگیں۔ ہر طرف خطرے کے سائرن کی آواز گونجنے لگی۔ اس دس منزلہ عمارت کی دو منزلوں کی دیواریں ٹوٹ کر ایسے گر پڑی تھیں جیسے وہ کاغذ کی بنی ہوئی ہوں۔ ان منزلوں کے اندرونی حصوں میں آگ لگ گئی تھی' جو بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ شعلے بھڑک بھڑک کر باہر آ رہے تھے۔

حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران فون کے ذریعے برین آدم سے اسی سلسلے میں سوالات کر رہے تھے اور وہ جواب دے رہا تھا کہ خلائی مخلوق نے اپنی طاقت کا ایک نمونہ دکھایا ہے۔ وہ ان کے ملک پر قبضہ کرنے کی نیت سے آئے ہیں۔ اگر انہوں نے ان کی حاکمیت تسلیم نہ کی اور ان کی نئی حکومت کا اعلان نہ کیا تو پتا نہیں وہ اس شہر پر اور پورے ملک پر کیا قیامت ڈھائیں گے۔

انہوں نے فوراً ہی ایک آڈیٹوریم میں ہنگامی اجلاس طلب کیا جس میں پندرہ منکی مین کو بھی شامل کیا گیا۔ وہاں پارس' باربرا' جمیلہ اور ہیرو بھی نادیدہ ہو کر موجود تھے۔ اس اجلاس میں منکی برادر سے کہا گیا کہ کچھ دیر پہلے امریکی حکام سے انہوں نے رابطہ کیا تھا۔ وہاں سے رپورٹ ملی ہے کہ ایک منکی ماسٹر اور اس کے ماتحتوں نے میامی شہر میں تباہی مچا دی ہے۔ ان کی رپورٹ کے مطابق وہ لوگ اس دنیا میں حکمران بننے کے لیے آئے ہیں۔ پہلے امریکا سے دوستی ہو رہی تھی پھر دشمنی ہو گئی۔ اس دشمنی میں دیوی شامل ہو گئی اور یہ یقین کی حد تک شبہ ہے کہ بابا صاحب کے ادارے والے نادیدہ افراد امریکی فوجیوں اور ان کے ساتھیوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

دوسرے فوجی افسر نے کہا "پچھلی رات میامی میں تین طرف سے محاذ قائم کیے گئے تھے۔ ایک طرف امریکی فوجی' دوسری طرف دیوی اور تیسری طرف بابا صاحب کے نادیدہ لوگ تھے۔ تم سب تین مختلف مخالفین سے جنگ کرتے رہے۔ اب تم اسرائیل میں چوتھا محاذ کھولنے پر ہمیں مجبور کیوں کر رہے ہو؟ اپنے مخالفین کی تعداد کیوں بڑھا رہے ہو؟"

"ہمیں اپنی قوم کے ساتھ قدم جمانے اور اپنی ابتدائی حکومت قائم کرنے کے لیے ایک چھوٹے سے ملک کی ضرورت ہے۔ پوری دنیا میں جو سب سے زیادہ ترقی یافتہ چھوٹا ملک ہے وہ اسرائیل ہے۔ ہماری پہلی حکومت یہاں قائم ہو گی۔"

"صرف لیزر شعاعوں سے خوف زدہ کرکے تم حکومت قائم نہیں کرسکو گے۔ حکومت کرنے کے لیے عوام کی تائید حاصل کرنا ضروری ہے۔"

"ہمیں اپنے ہزاروں منکی مین کی حمایت حاصل ہے۔"

"بندر آدمیوں کی تعداد کتنی ہے؟"

"یہاں ابھی اتنی ہے کہ ہم اپنی حکومت قائم کرسکتے ہیں۔"

"یہاں ہے؟ کیا تمہارے اور بھی منکی مین یہاں ہیں؟"

"ہاں۔ تمہیں یہ آڈیٹوریم آدھا خالی نظر آرہا ہے جبکہ خالی نہیں ہے۔ یہاں میری فوج موجود ہے۔"

اس نے ہاتھ اٹھاکر چٹکی بجائی۔ چٹکی کی آواز کے ساتھ ہی آڈیٹوریم کی خالی سیٹوں پر منکی مین کے بعد دیگرے نمودار ہونے لگے۔ تمام حاضرین اجلاس گھبراکر اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ کھڑے ہوکر دور تک بیٹھے ہوئے ہزاروں منکی مین کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھنے لگے۔ ان تمام نمودار ہونے والوں نے منکی برادر کی شان میں نعرہ لگایا پھر برادر کے چٹکی بجاتے ہی نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

اسرائیلی اکابرین پسینہ پونچھنے لگے۔ تھوڑی دیر تک پورے آڈیٹوریم میں گہری خاموشی چھائی رہی پھر ایک فوجی افسر نے پوچھا۔ "وہ عورت کون ہے' جس نے اسرائیل پر قبضہ جمانے کا مشورہ دیا تھا؟"

"اس نے اپنا نام الپا بتایا اور کہا کہ وہ اپنے شوہر ہیرو کے ساتھ ہم سے ساحلی ریستوران میں ملاقات کرے گی۔ اس نے ہمیں خوش آمدید کہنے کے لیے ہیرو کو سحرزدہ کیا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا ہوگا کہ یہاں کے فوجی ہم سے ملنے آرہے ہیں تو وہ بہانہ کرکے ریستوران کے اندر گئی پھر کہیں گم ہوگئی۔ ہیرو اور اس کی وائف کہہ رہے تھے کہ ان کی دشمن دیوی نے ایسا کیا ہے۔"

"یقیناً دیوی ہم سے ایسی دشمنی کرسکتی ہے لیکن اس کی دشمنی کی وجہ کو بھی سمجھنا ہوگا۔"

منکی برادر نے کہا "تم نے چیلنج کیا ہے کہ بھارت پر حملہ کریں گے اور وہاں بھی اپنی حکومت قائم کریں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اب سمجھ میں آیا۔ دیوی نے تمہارے حملے کا رخ ہماری طرف موڑ دیا ہے۔"

فوج کے بڑے افسران ایک دوسرے کی طرف جھک کر سرگوشیوں میں کہنے لگے "دیوی اور امریکی فوجی فوری طور پر خلائی مخلوق کے حملے کا بھرپور جواب نہیں دے سکتے تھے اس لیے یہ مصیبت ہمارے ملک میں بھیج دی ہے۔"

پھر ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر منکی برادر! تم نے اس دنیا پر حکمرانی کرنے کے لیے امریکا سے دوستی کی مگر دوستی نہ ہوسکی۔ اگر ہم تمہیں کئی ممالک پر حکمرانی کرنے کے لیے ہر طرح سے تعاون کریں ہر طرح تمہاری مدد کریں تو کیا ہم سے دوستی ہوسکے گی؟"

"بے شک ہم دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن بن جاتے ہیں۔ ہماری دوستی سے تمہیں بہت سے فائدے حاصل ہوں گے۔"

"ہمیں صرف ایک فائدہ حاصل کرنے دو۔ ہم سے مل کر ساری دنیا پر حکومت کرو۔ صرف ہمارے ملک پر قبضہ نہیں جماؤ۔ یہاں صرف ہم یہودیوں کی حکومت رہنے دو۔"

"جب کسی دوسرے ملک میں ہمارے قدم جم جائیں گے تو ہم تمہارے ملک سے چلے جائیں گے۔ پہلے اپنی دوستی کا ثبوت دو۔ اپنی بھرپور امداد سے کسی ملک پر تسلط قائم کرنے دو۔"

"کسی کے ملک پر قبضہ جمانے کے لیے کچھ وقت لگے گا۔"

"جتنا بھی وقت لگے گا' اس وقت تک میں اپنی فوج کے ساتھ اس شہر میں رہوں گا۔ یہاں کی عورتیں بہت حسین ہیں۔ تمہاری اطلاع کے لیے بتادوں کہ ہمارے زون میں عورتیں بہت کم ہوتی ہیں اور وہ تمہاری عورتوں کی طرح حسین اور پرکشش نہیں ہوتیں۔ ہمیں پیٹ بھر کر کھانے کے علاوہ عورتوں کی بھی ضرورت پڑتی رہے گی۔"

برین آدم نے کہا "تمہاری کوشش ہوگی کہ جلد سے جلد کسی ملک میں تمہارا ٹھکانا ہوجائے۔ اس وقت تک یہاں تمہاری تمام ضرورتیں پوری کی جائیں گی لیکن تم ہزاروں کی تعداد میں ہو۔ شہر میں آبادی کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ اس شہر کے باہر میدانوں میں دور تک آرام دہ خیمے لگادیے جائیں گے۔ وہاں تم اپنی پسند کی عورتوں کے ساتھ رہو گے اور تفریح کے لیے شہر آیا کرو گے۔"

برین آدم کے ساتھ الپا بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے الپا کی حیثیت سے کوئی پہچانتا نہیں تھا۔ وہ انٹیلی جنس کی ایک لیڈی افسر کی حیثیت سے وہاں موجود تھی۔ وہ بولی "ہم تمہاری تمام ضرورتیں پوری کریں گے۔ تم میں سے کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔ تمہارا بھی فرض ہے کہ اپنے ماتحتوں کو اس شہر میں خلافِ تہذیب اور خلافِ قانون کوئی حرکت نہیں کرنے دو گے۔"

منکی برادر نے کہا "تمہیں کوئی شکایت ہوگی تو میں اپنے ماتحتوں کی گردنیں اڑادوں گا۔ تم بہت حسین ہو۔ میرا دل تمہاری طرف کھنچا جارہا ہے۔ میں اس بھرے اجلاس میں تمہیں اپنے لیے مانگ رہا ہوں۔"

الپا نے پریشان ہوکر کہا "سوری' میں یہاں کی ایک بڑی عہدے دار ہوں۔ تم سرکاری پراپرٹی طلب نہ کرو۔"

"جب میں پوری سرکار تبدیل کرسکتا ہوں تو سرکاری پراپرٹی کیا چیز ہے؟ ابھی تم نے کہا ہے کہ ہمیں شکایت کا موقع نہیں دو گی۔ لہٰذا میری دوست بن کر رہو۔ میں اپنی قوم کا سربراہ ہوں اس لیے خیموں میں ماتحتوں کے ساتھ نہیں رہوں گا۔ میری رہائش تمہارے ساتھ شہر میں ہوگی۔"

الپا غصے میں کچھ کہنا چاہتی تھی۔ برین آدم نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر سرگوشی میں کہا "برداشت کرو۔ یہاں تم ٹیلی پیتھی

جاننے والی ناقابلِ شکست الپا نہیں ہو۔ حالات سے سمجھوتا کرو۔ یہ اچھی بات ہے کہ وہ تمہارا دیوانہ بن گیا ہے۔ تم اسے تنہائی میں ٹریپ کرسکتی ہو۔"

بات سمجھ میں آگئی۔ الپا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ خلائی مخلوق کے سربراہ نے مجھے پسند کیا ہے۔ اس لیے سے مسٹر منکی برادر میرے مہمان بن کر میرے بنگلے میں رہیں گے۔"

الپا نے آگے بڑھ کر قریب آکر منکی برادر کا ہاتھ تھام لیا۔ سب لوگ خوش ہوکر تالیاں بجانے لگے۔

○☆○

آمنہ' پارس کے بیٹے یعنی اپنے پوتے کو اور سونیا کے بیٹے کبریا فرہاد کو لے کر پاکستان آگئی۔ اس نے پہلے کراچی میں ڈیفنس کے علاقے میں قیام کیا۔ وہاں رہ کر پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں کبریا اور اپنے پوتے بابر کے لیے جائیدادیں خریدنے لگی۔ اس سلسلے میں جے مورگن اس کا دستِ راست تھا۔

کلپنا کی موت کے بعد علی کا دل نہیں لگ رہا تھا۔ وہ بھی پاکستان آگیا۔ آمنہ نے اسے گلے سے لگا کر پیار کیا پھر کہا "یہ تم نے اچھا کیا کہ میرے پاس آگئے۔ ہم نے یہ پلاننگ کی تھی کہ پاکستان میں نہایت ذہین اور ایمان دار لوگوں کو تلاش کریں گے۔ ان ایماندار افراد میں سے جو غیر معمولی ذہانت اور حاضر دماغ ہوگا اسے ہم ٹیلی پیتھی سکھائیں گے۔"

"ممی! یہ اچھی بات ہے۔ یہ پاپا کا اور ہم سب کا ملک ہے۔ ہم یہاں رہ کر کچھ اہم ذمے داریاں پوری کرتے رہیں گے لیکن ٹیلی پیتھی کیسے سکھائی جائے گی؟ کیا بابا صاحب کے ادارے میں؟"

"اور کیا؟ جب ہمارے پاس ٹرانسفارمر مشین موجود ہے تو ہم اس سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔"

"کیا اس طرح یہ انکشاف نہیں ہوگا کہ بابا صاحب کے ادارے میں بھی ایک ٹرانسفارمر مشین موجود ہے۔"

"ہم نے اب تک مشین کو دنیا والوں سے چھپا کر رکھا۔ آئندہ بھی یہی کوشش ہوگی۔ دنیا والوں پر یہ ظاہر کیا جائے گا کہ ہم اپنے خاص آدمیوں کو امریکا بھیجتے ہیں اور ان کی غفلت سے فائدہ اٹھاکر ان کی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اپنے پاکستانیوں کو ٹیلی پیتھی سکھاتے ہیں۔"

علی نے ایک عام شہری کی طرح ایک موٹر سائیکل خریدی۔ ہاکم آباد میں ایک مکان خریدا پھر وہاں رہائش اختیار کرکے عوامی زندگی کا جائزہ لینے لگا۔

سرسری طور سے جائزہ لینے سے ہی اندازہ ہوجاتا تھا کہ کرپشن پھلنے پھولنے بڑھنے پر موجود ہے۔ لوگ زیادہ سے زیادہ کمانے کے لیے غلط راستے اختیار کرتے ہیں۔ چوری' ڈکیتی' قتل اور غارت گری کی وارداتیں ایسی ہوتی تھیں جیسے کچھ ہوا نہ ہو۔ لوگ دہشت گردی کی خبریں پڑھتے تھے پھر بے پروائی سے اخبار ایک طرف ڈال دیتے تھے۔ اجتماعی قتل اور دہشت گردی زندگی کا ایک حصہ بن گئی تھیں۔

یوں دور سے دیکھو تو ہر شخص خود غرض نظر آتا تھا لیکن دنیا کی کسی بھی قوم میں نہ سب کے سب فرشتہ ہوتے ہیں اور نہ سب ہی شیطان ہوا کرتے ہیں۔ ویسے آوے کا آوا ہی بگڑا ہو تو ان میں سے سیدھے انسان کو ڈھونڈ نکالنا مشکل ہوتا ہے۔ چوں کہ کیچڑ میں کنول کھلتے ہیں اور گدڑی میں لعل ہوتے ہیں اس لیے علی درمیانے اور نچلے طبقوں میں رہنے لگا۔ مختلف علاقوں میں موٹر سائیکل پر جاتا تھا۔ جہاں ضرورت سمجھتا تھا' وہاں کے جوانوں سے دوستی کرتا تھا۔ ان سے گھل مل کر باتیں کرتا تھا پھر ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے چور خیالات پڑھتا رہتا تھا۔

ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ تھی' جو بنیادی طور پر نیک اور شریف تھے لیکن بگڑے ہوئے حالات نے ان میں کچھ برائیاں پیدا کردی تھیں۔ علی ایسے جوانوں کو سمجھاتا تھا کہ وہ اپنے اندر کی چھوٹی چھوٹی برائیوں سے جنگ کریں اور انہیں ختم کریں۔

ایک جوان نے پوچھا "کیا یہ برائیاں ختم کرنے سے یہ دنیا ہمارے لیے جنت بن جائے گی؟"

"بن جائے گی۔ جہاں صفائی اور پاکیزگی ہوتی ہے' وہاں فرشتے آتے ہیں۔"

"سب کہنے کی باتیں ہیں۔ ہم نے آج تک کسی فرشتے کو نہیں دیکھا۔"

"فرشتے دکھائی نہیں دیتے۔ سمجھ میں آتے ہیں۔ اگر تم سمجھنا چاہو تو کوئی فرشتہ تمہاری زندگی کا رخ بدل دے گا۔"

"غیب سے ملنے والی امداد اور کسی فرشتے کے آنے کے خواب ہمیں نانا' دادا جیسے بوڑھے دکھاتے ہیں۔ یار! تم جوان ہو۔ بوڑھوں جیسی باتیں نہ کرو۔ یہ دیکھو' مجھے پورے ایک مہینے کی تنخواہ ملی ہے۔ میری مٹھی میں دو ہزار روپے ہیں۔ یہ مٹھی کھلے گی تو منگائی صرف دو دنوں میں یہ ساری رقم کھا جائے گی پھر مہینے کے باقی اٹھائیس دنوں تک امی کے علاج کے لیے رشوت لوں گا۔ بہن بھائی کی فیس' تعلیمی اخراجات اور ان کے لیے کپڑے خریدنے کے لیے اپنے سیٹھ کے کاروبار میں ہیرا پھیری کروں گا۔ اگر مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تو بتاؤ' پھر اپنے گھر والوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے اللہ دین کا جادوئی چراغ کہاں سے لاؤں؟ تم کہتے ہو' کوئی فرشتہ آسکتا ہے۔ کیا شریف اور ایمان دار لوگ محتاج رہ کر ذلیل ہو کر مرجائیں گے تب وہ ہماری قبر پر آئے گا۔"

علی نے کہا "تمہاری باتیں سن کر یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ انسان کی تمام ضروریات پوری ہوتی رہیں گی تو وہ جھوٹ نہیں بولے گا' دھوکا نہیں دے گا اور ایک مثالی شریفانہ زندگی گزارے گا۔"

علی نے آمنہ کے پاس آکر کہا "ممی! حشمت علی ایک اچھا نوجوان ہے۔ اس نے اپنی ماں اور بہن بھائی کی ذمے داریاں پوری کرنے کے لیے شادی نہیں کی۔ جو دوسروں پر اپنی خوشیاں قربان کرتے ہیں وہ اپنی کچھ برائیوں کے باوجود اچھے ہوتے ہیں۔"

آمنہ نے کہا "بے شک ایسے لوگ بنیادی طور پر اچھے ہوتے ہیں۔"

"اگر ہم حشمت کی تمام ضروریات پوری کریں گے تو وہ اپنی ذہانت کو مثبت انداز میں استعمال کرے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کی ضروریات پوری کرو اور اسے آزماؤ۔"

اس رات جب حشمت اپنے گھر والوں کے ساتھ گہری نیند میں تھا تو علی نے اس کے سیٹھ کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ سیٹھ نے اپنے سیف سے پچاس لاکھ روپے نکالے۔ اپنی کار میں بیٹھ کر تنا حشمت کے محلے میں آیا۔ کار دور کھڑی کر کے اس کے مکان میں داخل ہوا۔ حشمت کے کمرے کے اندر آکر الماری کھولی۔ پچاس لاکھ روپے الماری کے ایک خانے میں رکھے پھر واپس اپنی کوٹھی کے بیڈ روم میں آکر سو گیا۔ علی نے اس کے دماغ کو حکم دیا کہ وہ پچاس لاکھ روپے کا حساب کبھی نہیں کرے گا۔ وہ رقم بھول جائے گا۔

پھر اس نے حشمت کے خوابیدہ دماغ میں آکر کہا "تمہارا دوست درست کہتا تھا۔ جو نیکی اور شرافت سے زندگی گزارنا چاہتے ہیں' انہیں قدرت کی طرف سے امداد ملتی ہے۔ تمہیں بھی مل رہی ہے۔ اس امداد کے ساتھ چند شرائط ہیں۔ پہلی شرط یہ کہ آئندہ کبھی جھوٹ نہ بولو' کسی کو دھوکا نہ دو۔ جو دولت ملے اس میں اضافہ کرو مگر مثبت ذہانت سے۔ کبھی شیطانی راستے اختیار نہ کرو۔ اگر تم ایک برس تک ذہانت سے بھرپور ایک مثالی شریفانہ زندگی گزارو گے تو تمہیں ایک اتنا بڑا انعام ملے گا جس کے متعلق تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔ اٹھو اور اپنی الماری کھول کر دیکھو۔"

اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ چھت کی طرف دیکھ کر سوچنے لگا "کیا میں خواب دیکھ رہا تھا؟ لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ میرے پاس آیا ہو۔"

اس نے دروازے کی طرف دیکھا پھر فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا جب کہ اس نے سونے سے پہلے بند کیا تھا۔

اس نے سر گھما کر الماری کو دیکھا۔ اس کا بھی ایک پٹ ذرا سا کھلا ہوا تھا جب کہ اسے بھی بند رکھا جاتا تھا۔ وہ پلنگ سے اتر کر الماری کے پاس آیا۔ اس کے کھلے ہوئے پٹ کو پوری طرح کھولا تو آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں۔ ایک خانے میں بڑے نوٹوں کی گڈیاں نظر آرہی تھیں۔

وہ کئی سیکنڈ تک سانس لینا بھول گیا پھر اس نے گہری سانس لی۔ ان نوٹوں کو چھو کر دیکھا' وہ سچ مچ روپے تھے' خواب نہیں تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے تمام گڈیوں کو سمیٹ کر اٹھایا۔ انہیں پلنگ پر لا کر رکھا پھر انہیں گننے لگا۔ علی نے اس کی سوچ میں کہا "وہ فرشتہ کہہ رہا تھا کہ مجھے جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ کسی کو دھوکا نہیں دینا چاہیے اور مجھے مثبت ذہانت سے اس دولت میں اضافہ کرنا چاہیے۔"

وہ رقم گنتا جا رہا تھا اور عہد کرتا جا رہا تھا کہ فرشتے نے جو ہدایات دی ہیں' ان پر پوری طرح عمل کرے گا۔ ہو سکتا ہے شرافت اور ایمان داری سے زندگی گزارتے رہنے کا انعام اس کی توقع سے زیادہ ملے۔

علی نے یہی طریقہ کار رکھا تھا کہ پہلے ذہانت کو' عادات کو اور نیتوں کو ایک برس تک آزمائے گا۔ پھر بہت بڑے انعام کے طور پر ٹیلی پیتھی سکھائے گا۔

وہ حشمت کے دماغ سے چلا آیا۔ آمنہ لاہور' اسلام آباد' پشاور' ملتان اور سکھر میں رہائش کے لیے جائیداد خرید رہی تھی۔ علی لاہور آگیا۔ وہاں رہائش اختیار کی پھر وہاں سے کبھی گوجرانوالہ' کبھی وزیر آباد' گجرات اور جہلم وغیرہ جا کر ایک آدھ دن رہنے لگا۔ ایسے شہروں میں کتنے ہی ذہین طلبا و طالبات کے خیالات پڑھتا رہا۔ ان میں اکثر بے حد ذہین ملے لیکن ذہین افراد میں کچھ فطری کمزوریاں ہوتی ہیں۔ کوئی اپنے غصے پر قابو نہیں پاتا۔ کوئی جھوٹ بولنے کا عادی ہوتا ہے۔ کوئی دھوکا دینے کو ذہانت سمجھتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ دھوکا دینے اور مکاری کرنے کے لیے ذہانت لازمی ہوتی ہے لیکن اسے منفی ذہانت کہتے ہیں۔

علی نے مختلف چھوٹے بڑے شہروں کے بعض طلبا و طالبات کے خوابوں میں آکر کہا "خوش قسمتی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ تم بے حد ذہین ہو لہٰذا اپنی ذہانت سے اپنی چھوٹی بڑی کمزوریوں کو سمجھو اور انہیں دور کرو۔ اگر چھ ماہ تک اپنی کمزوریوں کو ختم کر دو گے تو تمہیں اتنا بڑا انعام ملے گا کہ اس انعام کے ذریعے تمہاری اور تمہاری آئندہ نسلوں کی زندگیاں سنور جائیں گی۔"

وہ چند روز پشاور میں رہا۔ وہاں بھی اس نے چند طلبا و طالبات کا انتخاب کیا۔ ان کے خوابوں میں بھی جا کر انہیں ہدایات دیں پھر سکھر شہر میں آیا۔ وہاں اس نے تمام طلبا و طالبات کے خیالات باری باری پڑھے' جن کے خوابوں میں جا کر ہدایات دیتا رہا تھا۔ وہ تمام نوجوان حیران تھے کہ انہوں نے ایسا خواب کیوں دیکھا۔ اکثر کا یہ خیال تھا کہ اکثر بے تکے خواب آتے ہیں ان میں سے ایک خواب یہ بھی ہے۔

علی کو پھر ایک بار ان سب کے اندر باری باری جانا پڑا۔ اس بار اس نے دوسری طرح عمل کیا۔ ہر طالب علم اور طالبہ کے دماغ پر قبضہ جماتا رہا اور ان سے ایک کاغذ پر لکھواتا رہا۔ جب تحریر مکمل ہو جاتی تو دماغ کو آزاد چھوڑ دیتا۔ ایسے وقت ان میں سے ہر ایک نے چونک کر سوچا کہ وہ ابھی دماغی طور پر غیر حاضر کیسے ہو گیا تھا پھر ہر ایک نے اپنے سامنے میز پر اپنی لکھی ہوئی تحریر دیکھی۔ اسے پڑھ کر حیرانی ہوئی۔ کاغذ پر وہی لکھا تھا' جو ان کے خوابوں میں کہا گیا

تھا یعنی کہ خوش قسمتی ان کا انتظار کر رہی ہے۔ اگر وہ اپنی ذہانت سے اپنی چھوٹی بڑی کمزوریوں کو ختم کر ڈالیں گے تو انہیں ایسا انعام ملے گا' جس کے ذریعے ان کی اور ان کی آئندہ نسلوں کی زندگیاں سنور جائیں گی۔

علی کے اس طریقۂ کار نے انہیں سنجیدگی سے سوچنے اور یقین کرنے پر مجبور کر دیا کہ ان کے دیکھے ہوئے خوابوں میں اور تحریر میں ضرور حقیقت ہے اور یہ ایک اچھی کوشش بھی ہو گی کہ وہ چھ ماہ کے اندر اپنی کمزوریوں کو ختم کر سکیں گے۔

علی تعلیمی شعبے کے علاوہ دوسرے شعبوں کے جوانوں کو ہدایات دے رہا تھا کہ وہ اپنے اندر کی کمزوریوں اور برائیوں کو ختم کریں۔ وہ سکھر میں رہنے کے دوران بھی یہی کرتا رہا پھر کراچی آنے کے بعد لاہور جانے کا ارادہ کیا۔ وہ طیارے کے ذریعے کم سے کم وقت میں لاہور پہنچ سکتا تھا لیکن اس نے ٹرین میں سفر کیا۔

اے سی پارلر میں تین تین سیٹوں کی قطاریں تھیں۔ ہر سیٹ ایسی آرام دہ تھی کہ اس پر بیٹھ بھی سکتے تھے اور نصف لیٹ بھی سکتے تھے۔ سامنے ٹی وی آن رہتا تھا جو صرف دکھائی دیتا تھا۔ اس کی آواز سننے کے لیے کانوں میں ائرفون لگانا لازمی ہوتا تھا۔

اس کے پاس ایک سفری بیگ تھا جس میں پہننے کے لیے دو جوڑے' کچھ ضرورت کی چیزوں کے علاوہ پچاس ہزار پاؤنڈ تھے۔ پاکستانی کرنسی کے حساب سے وہ تقریباً پچیس لاکھ روپے تھے۔ شام کو علی نے ایک شاپنگ سینٹر میں شیونگ کا سامان خریدتے وقت اس بیگ کو کھولا تو اس میں سے بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں جھانک رہی تھیں۔ دکان دار نے اس سے کہا "جوان! تم اس ملک کے رہنے والے نہیں ہو۔ اگر ہوتے تو اتنی زیادہ رقم لے کر نہ گھومتے۔ اگر اب تک کسی نے نہیں دیکھا ہے تو پھر یہ بیگ آئندہ کہیں عام نہ کھولنا۔ لوٹنے والے تمہیں گولی بھی مار سکتے ہیں۔"

علی نے اس کا شکریہ ادا کر کے بیگ کو بند کر لیا تھا اور یہ بھی تاڑ لیا تھا کہ ایک اجنبی اس کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ جب وہ اسٹیشن آیا ٹرین میں سیٹ نہیں مل رہی تھی۔ ایک قلی نے اس سے دو سو روپے زیادہ لے کر ایک سیٹ کا ٹکٹ دیا۔ وہ ٹکٹ لے کر پلیٹ فارم پر آیا لیکن اس قلی کے دماغ میں رہا۔ اسے اجنبی کی آواز سنائی دی "دو سیٹیں چاہئیں۔"

قلی نے کہا "مل جائیں گی۔"

"ابھی جو جوان ٹکٹ لے کر گیا ہے اس کے ساتھ والی سیٹیں چاہئیں۔"

"اس کے ساتھ کیوں؟ دوسری جگہ لے لو۔"

"نہیں' اس کے ساتھ چاہئیں۔"

"دو ٹکٹوں میں پانچ سو روپے زیادہ دو گے؟"

اس نے پانچ سو روپے زیادہ ادا کیے اور دو ٹکٹ لے لیے۔ علی اپنے سفری بیگ کو سیٹ کے نیچے رکھ کر بیٹھ گیا تھا۔ ٹرین چلنے سے دو منٹ پہلے ایک حسین دوشیزہ آئی۔ اسے دیکھ کر یوں لگا جیسے حسن و شباب کی تمام بہاریں سمیٹ کر لائی ہے۔ اس کے ساتھ ایک قد آور باڈی بلڈر تھا۔ علی کی سیٹ کھڑکی کے ساتھ تھی۔ دوشیزہ نے کہا "بھائی جان! آپ نے کیسی سیٹیں لی ہیں۔ آپ سے کہا تھا' میں کھڑکی کے پاس بیٹھوں گی۔"

"روزی! یہ ٹکٹ بھی مشکل سے ملے ہیں۔ گزارہ کر لو۔"

روزی نے علی سے کہا "مسٹر! کیا سیٹ بدلنا پسند کرو گے؟"

علی نے کہا "میں اُس کنارے بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔ ادھر سے مسافر گزرتے رہتے ہیں۔ میں کھڑکی کے پاس یا پھر درمیانی سیٹ پر بیٹھ سکتا ہوں۔"

وہ بولی "تو پھر ایلم! بیچ والی سیٹ پر آجاؤ۔"

وہ اٹھ کر درمیانی سیٹ پر آیا۔ روزی اس کے دائیں طرف کھڑکی کے پاس آئی۔ اس کا بھائی علی کے بائیں طرف بیٹھ گیا۔ علی نے پوچھا "کیا نام ہے تمہارا؟"

اس نے اپنا نام مراد بتایا۔ علی نے کہا "بڑے ماڈرن ہو۔ اپنی بہن کو بڑی فراخ دلی سے میرے ساتھ بٹھایا ہے۔"

وہ ذرا جھینپ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ علی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر روزی کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ چھ برس پہلے ایک متوسط طبقے کی لڑکی تھی۔ لاہور کے ایک کالج میں پڑھتی تھی۔ باپ بینک میں ملازم تھا۔ ماں نے دوسری شادی کی تھی اس لیے باپ سوتیلا تھا۔ اس باپ کی ایک سگی بیٹی یعنی روزی کی سوتیلی بہن تھی۔ اس کا نام فہمیدہ تھا۔ اسے فہمی کہتے تھے۔

فہمی بھی اسی ٹرین کے تیسرے درجے میں باپ کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ روزی اور مراد نہیں چاہتے تھے کہ واردات کی جگہ وہ دونوں موجود رہیں۔ ویسے بھی وہ بوڑھے باپ اور سوتیلی بہن کو اپنے برابر جگہ نہیں دیتے تھے۔

چھ برس پہلے ایک پینٹرم کا ماہر روزی پر مہربان ہو گیا تھا۔ اسے اپنی بیٹی بنا کر تنویمی عمل کرنا سکھایا تھا۔ تنویمی عمل کے لیے لازمی ہے کہ جس پر عمل کیا جائے' وہ قوتِ ارادی کا مالک نہ ہو۔ جو عزائم کے پکے ہوتے ہیں' وہ عمل کے دوران ٹرانس میں نہیں آتے۔ روزی کے گرو باپ نے ایک دوا کا نسخہ دیا تھا۔ وہ دوا جسے کھلا دی جاتی یا پلا دی جاتی' وہ ذہنی کمزوری میں مبتلا ہو جاتا۔ جب ذہن کمزور ہو جاتا تو پھر اس پر وہ آسانی سے تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول بنا لیتی تھی۔

اس نے پہلی بار اپنے سوتیلے باپ پر عمل کیا تھا کیوں کہ وہ ایک ایمان دار بینک آفیسر تھا۔ سوتیلی بیٹی کا معمول بن کر اسے بینک میں آنے جانے والی رقوم کے متعلق بتانے لگا۔ کس کمپنی کا مالک کس تاریخ کو ملازمین کی تنخواہ کے لیے لاکھوں روپے نکالتا ہے۔ درآمد ہونے والے مال کی بلٹی کے لیے کس تاریخ کو کتنی رقم

نکالی جائے گی۔ ایسی ہی بہت سی معلومات حاصل کرکے وہ اپنے بھائی مراد کے ساتھ ایسے انداز میں واردات کرتی تھی کہ کبھی گرفت میں نہیں آتی تھی۔ اگر کوئی گڑبڑ ہوتی یا کوئی اسے پہچان لیتا تو اس کا باڈی بلڈر بھائی اس پہچاننے والے کو قتل کردیتا تھا۔

باپ کو ابتدا میں پتا نہیں چلا کہ وہ معصول بن کر سوتیلی بیٹی کے جرائم میں شریک رہتا ہے۔ فہمی نے بتایا کہ وہ سحرزدہ سا ہو کر روزی کو اہم معلومات فراہم کرتا رہتا ہے۔ جب معلوم ہوا تو اس نے بیٹی سے کہا "تم یہ غلط کررہی ہو۔ آئندہ واردات کروگی تو میں پولیس کو اطلاع دوں گا۔"

مراد نے کہا "تم روزی کے معصول ہو۔ اس کے خلاف کچھ نہیں کرسکو گے۔"

فہمی نے کہا "میں پولیس کو اطلاع دوں گی۔ اپنے ابّا کو تمہارے سحر سے آزاد کراؤں گی۔"

اس رات مراد نے فہمی کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اسے پلنگ پر لٹا کر باندھ دیا۔ روزی نے اس پر عمل کیا لیکن وہ ٹرانس میں نہیں آئی۔ وہ بڑی زبردست قوتِ ارادی کی مالک تھی۔ مراد نے اسے دوا کی ایک خوراک جبراً پلائی۔ تھوڑی دیر بعد اس پر عمل کیا گیا تو وہ ٹرانس میں آگئی۔ اپنی سوتیلی بہن کی معصول اور تابعدار بن گئی۔ دونوں باپ بیٹی ادنیٰ ملازموں کی طرح روزی اور مراد کی خدمت کر رہے تھے اور ان کی کوٹھی کے سرونٹ کوارٹرز میں رہتے تھے۔ اس وقت بھی وہ ملازموں کی طرح ٹرین کے تیسرے درجے میں سفر کررہے تھے۔

دونوں بہن بھائی کی پلاننگ یہ تھی کہ کھانے یا پینے کی کسی چیز میں دوا ڈال کر علی کو دماغی طور پر کمزور بنایا جائے گا۔ کمزوری کے باعث اسے نیند آجائے گی پھر وہ نوٹوں کی گڈیاں اس کے بیگ سے نکال کر کسی بھی اسٹیشن پر اتر جائیں گے۔ فہمی اور باپ سے بھی سفر ملتوی کرائیں گے تاکہ وہ دونوں خدمت گزاری کے لیے ساتھ رہیں۔

علی کو وہ دوا پلانے کے لیے اسے دوست بنانا ضروری تھا تاکہ روزی کی طرف سے کھانے پینے کی چیزوں کو علی قبول کرسکے۔ سفر کے آغاز میں خاموشی رہی پھر روزی نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا "تم بہت اچھے ہو۔ اپنی سیٹ مجھے بیٹھنے کے لیے دی ہے۔"

علی نے کہا "حالاں کہ کوئی اپنی سیٹ دوسرے کو نہیں دیتا۔ ٹرین سے لے کر اسمبلی ہال تک سیٹوں کے لیے لڑائی ہوتی رہتی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم بہت زندہ دل ہو۔ کیا لاہور جارہے ہو؟"

"تمہیں دیکھ کر منزل بھول گیا ہوں۔ جہاں تیرے قدم ہوں گے، وہیں منزل میری ہوگی۔"

"واہ کیا عاشقانہ سچائی بیان کی ہے۔ اب تک کتنے عشق کرچکے ہو؟"

"کبھی گنتی نہیں کی۔ تم سے گنتی شروع کروں گا۔"

"آہستہ بولو۔ میرے بھائی جان باڈی بلڈر ہیں۔ تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دیں گے۔"

"جھوٹ بولتی ہو۔ وہ غیرت مند ہوتا تو میرے اور تمہارے درمیان دیوار بن کر بیٹھا رہتا۔"

"تم میری توہین کررہے ہو۔ میرے بھائی کو بے غیرت کہہ رہے ہو۔"

"وہ غیرت مند ثابت ہوسکتا ہے۔ اسے کہو ہمارے درمیان بیٹھے۔ ہم دونوں کو ندی کے دو کنارے بنادے۔"

"وہ فوراً ہمارے درمیان آجائے گا مگر میں نہیں چاہتی۔ پتا نہیں تم میں کیسی کشش ہے۔ تمہارے ساتھ بیٹھنا چاہتی ہوں۔"

"میں بھی کھڑکی والی سیٹ سے دور نہیں جانا چاہتا۔ اس سیٹ کے نیچے میرا بیگ ہے اور بیگ میں....."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس نے بے اختیار پوچھا۔ "کیا بیگ میں کوئی خاص چیز ہے؟"

وہ اس کے قریب جھک کر سرگوشی میں بولا "پاؤنڈ ہیں۔ پاکستانی کرنسی میں پچیس لاکھ روپے ہیں۔"

"پچیس لاکھ؟" روزی کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس نے اب سے پہلے دو چار لاکھ تک لوٹنے کی وارداتیں کی تھیں۔ آج کی کامیابی کے بعد وہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی واردات ہوتی۔

ٹرین حیدرآباد اسٹیشن پر رکی۔ روزی نے مراد سے کہا "آپ ملازموں کے پاس جائیں۔ انہیں رات کے کھانے کے لیے کچھ روپے دے دیں۔"

مراد اٹھ کر چلا گیا۔ علی نے کہا "یہ اچھا ہوا کہ تمہارے ساتھ کولر ہے۔ مجھے پیاس لگتی رہتی ہے۔"

"کیا پانی پیو گے؟"

"زحمت نہ ہو تو پلا دو۔"

وہ باتوں کے دوران اپنے پرس سے ایک چھوٹی شیشی نکال چکی تھی۔ کولر نیچے قدموں کے پاس رکھا ہوا تھا۔ روزی نے جھک کر کولر کے اوپری حصے کو کھولا۔ اس نے گلاس میں پانی نکالنے سے پہلے آدھے دونے کو اس طرح گرایا کہ پردہ ہوگیا۔ اس نے پانی نکالنے کے بعد شیشی سے دوا کے دو قطرے ٹپکائے۔ شیشی کو بند کر کے پرس میں رکھا پھر وہ پانی سے بھرا ہوا گلاس علی کو دینا چاہتی تھی مگر بے اختیار خود پینے لگی۔ پیتے وقت گھبرا رہی تھی۔ گلاس کو اپنے ہونٹوں سے الگ کرنا چاہتی تھی لیکن الگ کرنا اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ گلاس خالی ہونے کے بعد ہی وہ اس سے الگ ہوا۔ علی نے کہا "کمال ہے۔ میں سمجھ رہا تھا تم مجھے پانی پلاؤ گی۔"

"آں؟ ہاں۔ پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا۔ پانی تمہیں دینا چاہیے تھا۔ میں نے خود پی لیا۔"

"کوئی بات نہیں، تمہیں پیاس لگ رہی تھی۔ تم نے پی لیا۔"

اس کے ہاتھ سے گلاس چھوٹنے لگا۔ علی نے گلاس کو تھام لیا۔ روزی سیٹ کی پشت سے ٹک گئی تھی۔ ہولے ہولے لرز رہی تھی۔ چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ حساب کررہی تھی کہ کتنے قطرے پئے ہیں اور اب کتنے گھنٹوں تک کمزوری طاری رہے گی؟

وہ مراد کے اندر پہنچ گیا۔ مراد عوامی کمپارٹمنٹ کی ایک کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا ایک بوڑھے سے کہہ رہا تھا "کیا بھوک لگی ہے؟"

بوڑھے نے کہا "میں تو رات گزار لوں گا۔ فہمی کے لیے کچھ پیسے دے دو۔"

اس نے جیب سے پانچ روپے کا ایک نوٹ نکالا جیسے خیرات دینا چاہتا ہو۔ علی نے اس کی جیب سے ایک ایک سو کے پانچ نوٹ نکلوا کر بڑے میاں کو دیے۔ بڑے میاں نے کہا "بیٹے! اتنے روپوں کا کیا کروں گا بس دو روٹیوں کے لیے دے دو۔"

لیکن وہ علی کی مرضی کے مطابق اسے پانچ سو دے کر جانے لگا۔ ٹرین چلنے لگی۔ وہ بھی ٹرین کے ساتھ چلنے لگا۔ ٹرین کی رفتار تیز ہونے لگی۔ وہ بھی اپنی رفتار تیز کرنے لگا۔ ٹرین پلیٹ فارم سے نکل کر دوڑنے لگی۔ وہ بھی پلیٹ فارم سے نکل کر دوڑتا گیا۔ جب ٹرین دور جاکر نظروں سے اوجھل ہوگئی تو وہ رک گیا۔ ہانپنے لگا۔ سوچنے لگا کہ اسے ٹرین میں سوار ہونا چاہیے تھا مگر وہ دوڑیں لگا رہا تھا؟

علی اسے چھوڑ کر بڑے میاں کے دماغ میں آیا۔ ان کا نام فخر زماں تھا۔ وہ بیٹی کے ساتھ روٹی کھا رہے تھے اور اپنے حالات پر کڑھ رہے تھے۔ انہوں نے زندگی میں کبھی رشوت نہیں لی تھی۔ کبھی حرام نہیں کھایا تھا مگر سحرزدہ ہو کر روزی کے زیرِ اثر ہو کر چوری ڈکیتی کی حرام کمائی کھا رہے تھے۔ بیٹی سے کہہ رہے تھے "پتا نہیں خدا کو کیا منظور ہے۔ مجھے تیری فکر نہ ہوتی تو میں حرام کھانے سے پہلے خودکشی کرلیتا۔"

فہمی نے کہا "ابا! تو مجھے سمجھایا کرتا تھا کہ برا وقت آپڑے تو خدا کی ذات سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اپنے بندوں کو مشکلات میں ڈال کر آزماتا ہے۔ وہ بڑا کارساز ہے۔ ہماری بگڑی ضرور بنائے گا۔"

فہمی کے خیالات نے بتایا کہ وہ بہت ذہین اور حاضر دماغ ہے۔ اگر تنویمی عمل کے زیرِ اثر نہ رہتی تو اپنی ذہانت اور حکمتِ عملی سے اپنے باپ کو بھی روزی کے سحر سے نکال لیتی اور دونوں سوتیلے بہن بھائی کو قانون کے شکنجے میں پہنچا دیتی۔

علی ان باپ بیٹی کو تنویمی عمل سے نجات دلا سکتا تھا لیکن اس نے آمنہ سے رابطہ کیا اور کہا "ممی! ایک باپ بیٹی ہیں۔ آپ ان کے خیالات پڑھ کر خوش ہوں گی۔ ہم نے ٹیلی پیتھی سکھانے کے لیے جو اصول بنائے ہیں، یہ باپ بیٹی ان اصولوں پر پورے اترتے ہیں۔ میں انہیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانا چاہتا ہوں۔ آپ فیصلہ کرنے کے لیے میرے پاس آئیں۔"

آمنہ بیٹے کے پاس آئی۔ بیٹے نے اسے فخرزماں کے دماغ میں پہنچا دیا پھر دماغی طور پر روزی کے پاس اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔

روزی ہوش و حواس میں تھی۔ صرف جسمانی کمزوری محسوس کررہی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ ٹرین حیدرآباد سے میلوں دور نکل گئی ہے لیکن بھائی مراد نہیں آیا ہے۔ اگر کسی دوسرے کمپارٹمنٹ میں سوار ہوا ہے تو ٹرین کے اندر ہی اندر چلتا ہوا اپنے کمپارٹمنٹ میں آسکتا تھا۔

علی نے اس کے قریب جھک کر کہا "تمہارا بھائی واقعی غیرت مند ہے۔ وہ تمہیں میرے پہلو میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا اس لیے حیدرآباد میں رہ گیا ہے۔"

وہ نقاہت سے بولی "بھائی مجھے بہت چاہتا ہے۔ میرا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا ہے۔ وہ ضرور آئے گا۔"

"بہتر ہے سونے کی کوشش کرو۔ مجھے بھی نیند آرہی ہے۔"

"مجھے کھانا کھانا چاہیے۔ شاید کھانے سے توانائی بحال ہوجائے۔"

علی نے اپنی آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایات دیں پھر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

ٹرین اپنی مخصوص رفتار سے جارہی تھی۔ وقت گزرتا جارہا تھا۔ کچھ لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ کچھ علی کی طرح کھائے بغیر سوگئے تھے۔ روزی نے آواز دی "مسٹر! اے مسٹر! پلیز اٹھو۔ میرا بھائی ابھی تک نہیں آیا ہے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

علی نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ کوئی اسے جگانا چاہے تب بھی دماغ اسے نہ جگائے۔ ٹھیک چار گھنٹوں کے بعد اس کی آنکھ کھلتی۔ روزی کمزوری کے باعث ہاتھ بڑھا کر اسے جھنجوڑ کر جگا نہیں سکتی تھی۔ وہ بے بسی سے بولی "پلیز اٹھ جاؤ۔ میرے لگن بکس میں سالن اور روٹیاں ہیں۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے کھلاؤ۔ میری توانائی بحال کرو۔"

وہ گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔ روزی کی آواز اس کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ آخر کمزوری نے اسے بھی سلا دیا۔ علی نے خواب میں آمنہ کو دیکھا۔ وہ کہہ رہی تھی "وہ باپ بیٹی ایمان اور شرافت کے پتلے ہیں۔ ایسی ہستیاں کم ہیں پھر بھی بچتی ہیں، ان ہی کے دم سے پاکستان قائم ہے اور انشاءاللہ دائم رہے گا۔ میں کل ہی باپ بیٹی کے ضروری کاغذات تیار کراؤں گی پھر انہیں بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دوں گی۔"

وہ اتنا کہہ کر خواب کی اسکرین سے گم ہوگئی۔ ٹھیک چار گھنٹے کے بعد علی کی آنکھ کھل گئی۔ اس وقت رات کے تین بجے تھے۔ روزی سیٹ پر آدھی بیٹھی اور آدھی لیٹی ہوئی گہری نیند سو رہی تھی۔ دوپٹہ ایک طرف ڈھلکا ہوا تھا۔ بدن کی شادابی ایسی جذبات انگیز تھی کہ ٹرین کے باہر ہوتی تو لٹیرے اسے اٹھا کر لے جاتے۔

علی کو اٹھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ خود ہی اس کے ساتھ چلی جارہی تھی۔

اسے بھوک لگ رہی تھی۔ اس نے ایک طرف رکھے ہوئے فٹن بکس کو اٹھا کر کھولا۔ وہ فٹن بکس اندر سے پاٹ پاٹ تھا اس لیے سالن ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ وہ مزے لے کر کھانے لگا۔ ایسے وقت روزی کی آنکھ کھل گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ پھر بولی "میں کچھ بہتر محسوس کررہی ہوں۔ کھانا کھانے سے اور بہتری ہوگی۔"

علی نے روٹی اور سالن اسے دے دیا۔ وہ کھانے لگی۔ علی نے پانی نکال کر پیا پھر اسے پلایا۔ وہ کسی حد تک توانائی محسوس کررہی تھی۔

علی نے پوچھا "تمہیں کیا ہوگیا تھا؟ اچانک کمزور کیسے ہوگئی تھیں؟"

"اب میرا پرابلم کمزوری نہیں ہے۔ پرابلم میرا بھائی ہے۔ اس نے کبھی میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔ پتا نہیں کہاں رہ گیا ہے؟ اگر ٹرین میں ہے تو اسے اب تک آجانا چاہیے تھا۔"

علی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرچکا تھا۔ وہ جھنجلا کر بولی "میں بھائی کے لیے پریشان ہوں اور تم سو رہے ہو؟ آخر کتنا سوتے ہو۔ میں تمہیں آواز دیتی رہی تھی پھر بھی تم سوتے رہے۔"

وہ آنکھیں کھول کر بولا "اگر تمہارا بھائی کہیں جاکر سو رہا ہوگا تو تمہارے یاد کرنے سے یہاں نہیں آئے گا۔ یہ بتاؤ کیا واقعی وہ غیرت مند ہے؟"

"تم میرے بھائی کی غیرت کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟ کیا ہمیں بے غیرت لگتے ہو؟ ہم غیرت مند لوگ ہیں۔"

"پھر تو بھائی سے مایوس ہوجاؤ۔ وہ بمن کو میرے پہلو میں دیکھ کر گیا ہے۔ اس نے غیرت میں آکر چلتی ٹرین سے چھلانگ لگادی ہوگی۔"

"بکواس مت کرو۔ وہ خودکشی نہیں کرے گا۔"

"کیا موت سے ڈرتا ہے؟"

"موت میرے بھائی سے ڈرتی ہے۔ تم نہیں جانتے" وہ کتنا زبردست فائٹر ہے۔ مقابلے پر آنے والوں کی ہڈیاں اور پسلیاں توڑ کر انہیں اپاہج بنادیتا ہے۔"

"لیکن وہ اس ٹرین کا کیا بگاڑے جو اسے پیچھے چھوڑ کر آگے بھاگتی جارہی ہے۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ پیچھے رہ گیا ہے؟"

"جو ساتھ چلتے چلتے نظر نہ آئے' وہ پیچھے رہ جاتا ہے یا بہت آگے نکل جاتا ہے۔ کیا وہ ٹرین سے آگے نکل سکتا ہے؟"

اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا پھر چپ ہی رہی۔ سر جھکا کر سوچنے لگی "بھائی مراد کہیں نہ کہیں مل ہی جائے گا لیکن یہاں منصوبہ ناکام ہورہا ہے۔ میں نے پچیس لاکھ روپے کبھی ایک ساتھ نہیں دیکھے۔ یہ رقم مجھے ہر حال میں حاصل کرنا چاہیے مگر کیسے؟"

اس نے سوچا "کیا میں اسے کمزوری کی دوا پلادوں؟ مگر یہ تو کھانا بھی کھا چکا ہے۔ پتا نہیں پھر اسے کب پیاس لگے گی۔ میں اس کی طلب کے بغیر پانی کے لیے پوچھوں گی تو یہ سراسر حماقت ہوگی۔"

وہ علی کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی پھر بولی "تم لاہور میں کہاں رہتے ہو؟"

"میں ابھی یہی سوچ رہا ہوں کہ کہاں رہوں گا۔ پہلی بار جارہا ہوں۔"

وہ خوش ہوکر بولی "رہائش کی فکر نہ کرو۔ گلبرگ میں میری بہت بڑی کوٹھی ہے۔ تم میرے ساتھ چلو گے۔ میرے مہمان رہو گے۔"

علی اس کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ وہ صبح چھ بجے لاہور پہنچ گئے۔ اس نے گلبرگ کی کوٹھی میں پہنچ کر کہا "میں نہیں رہوں گا۔ مجھے جانا چاہیے۔"

"کوٹھی کے اندر آکر کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"تم کہہ رہی تھیں کہ تمہارا بھائی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر اپاہج بنادیتا ہے۔"

وہ بار بار بیگ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی "میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ بھائی تم سے دشمنی نہیں کرے گا۔"

وہ اسے اپنے بیڈ روم میں لے آئی پھر بولی "تمہیں بھوک لگ رہی ہوگی۔ یہاں آرام کرو۔ میں تمہارے لیے ناشتا اور دودھ لاتی ہوں۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔ جب میں تھک جاتا ہوں تب بھوک بھی لگتی ہے اور پیاس بھی۔"

وہ دوپٹے کو ایک طرف پھینک کر بستر پر چاروں شانے چت گرتے ہوئے بولی "تم تھک جاؤ گے۔ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے جوس پلاؤں گی۔"

اس نے بیگ کھول کر نوٹوں کی گڈیاں نکالیں پھر گڈیوں کو کھول کر پھول کی پتیوں کی طرح اس پر نوٹ نچھاور کرنے لگا۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بولی "کیا کررہے ہو؟ ملازمہ ادھر آئے گی تو اس کی نیت خراب ہوجائے گی۔"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔

بند دروازے کے پیچھے دولت ہی دولت تھی۔ حسن و شباب کی دولت' جذبات کی دولت اور درخت سے ٹوٹے ہوئے پتوں کی طرح بکھرے ہوئے کرنسی نوٹوں کی دولت۔ جب عورت قسم کھالتی ہے تو پھر اپنی آخری پونجی بھی داؤ پر لگا کر دولت حاصل کرلیتی ہے۔

وہ دروازہ وہ سہ تک بند رہا پھر روزی کی آنکھ کھل گئی۔ ایک

طرف بڑا سا آئینہ تھا۔ کروٹ بدل کر آئینے میں دیکھتے ہی جلدی سے خود کو لباس میں چھپانے لگی۔ حیرانی سے دیکھنے لگی۔ بے شمار نوٹ جو پورے بستر پر بکھرے ہوئے تھے اب نظر نہیں آرہے تھے۔ اس نے فرش پر اور بیڈ کے نیچے دیکھا۔ ایک نوٹ بھی دکھائی نہیں دیا۔ جس بیگ میں نوٹ تھے' وہ بیگ بھی نہیں تھا۔ بیگ والا بھی نہیں تھا۔ اس نے ملازمہ کو آواز دی۔ وہ باہر سے دروازہ کھول کر آئی۔ اس نے پوچھا "میرے ساتھ جو صاحب آئے تھے' وہ کہاں ہیں؟"

"وہ صبح نو بجے چلے گئے۔ بڑے سخی داتا ہیں۔ یہ دیکھیے انہوں نے یہ ولایتی نوٹ دیا ہے۔ سو کا نوٹ ہے۔"

وہ غصے سے چیخ کر بولی "گیٹ آؤٹ اپ اینڈ گیٹ لاسٹ۔"

ملازمہ سہم کر چلی گئی۔ وہ ٹوٹی ہوئی شاخ کی طرح صوفے پر گر پڑی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے سو گئی تھی؟ جسے لوٹنا چاہتی تھی اسے لوٹنے کا موقع دے کر کیسے غافل ہوگئی؟

اسے اپنے کسی بھی سوال کا جواب نہیں ملنے والا تھا۔

○☆○

تل ایپ سے بیس میل دور ایک وسیع و عریض میدان میں خیمے ہی خیمے نظر آرہے تھے۔ وہاں بندر آدمیوں کی ضروریات کا تمام سامان پہنچایا جارہا تھا۔ خاص طور پر خیمے میں ایک عورت پہنچادی گئی تھی۔ زیادہ تر ایسی عورتیں پہنچائی گئی تھیں' جو جنسی مسلک بیماریوں میں مبتلا تھیں اور آئندہ بندر آدمیوں کو طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا کرنے والی تھیں۔

پارس اور باربرا دور تک پھیلے ہوئے خیموں کا منظر دیکھنے آئے تھے۔ وہ میدان سے دور اپنی کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ باربرا نے دوربین سے دیکھتے ہوئے کہا "ہر خیمے کے پاس ایک عورت نظر آرہی ہے۔"

پارس نے کہا "یہ دوپاؤں کی مخلوق بھی عجیب ہے۔ شہر میں رہے یا جنگل میں' محلوں میں رہے یا خیموں میں' ہر جگہ بستر بچھانے کا بندوبست پہلے کرتی ہے۔"

باربرا نے اسے گھور کر کہا "تم نے بے ہودہ باتیں پھر شروع کردیں؟"

"یہ بے ہودہ باتیں نہیں ہیں۔ ایسی سچائی ہے' جس کا ذکر کرو تو برا لگتا ہے اور نہ کرو' چھپاتے رہو تو مزہ آتا ہے۔"

"بس آگے نہ بولو۔ ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"غیر معمولی گولیاں اور کیپسول حاصل کرنے کے لیے۔ ہر گگ مین کے پاس گولیوں اور کیپسولوں کی ایک ایک ڈبیا ہے۔ ہم ڈبیاؤں کے علاوہ ان کی لیزر گنیں اور وہ ننھا سا آلہ بھی حاصل کرتے رہیں گے جو انہیں ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے محفوظ رکھتا ہے۔"

"ہم کیسے حاصل کریں گے۔ وہ نادیدہ بن کر رہتے ہیں۔"

"اپنی اپنی عورت کے پاس پہنچ کر نادیدہ نہیں رہیں گے۔ آگے کہوں گا تو مجھے پھر بے ہودہ کہو گی۔"

"کچھ کہنے سے پہلے تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ مجھے پہلے معلوم ہو تاکہ یہ مہم اتنی واہیات ہے تو میں کبھی تمہارے ساتھ نہ آتی۔ یہ اچھی طرح کان کھول کر سن لو۔ میں ان خیموں میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ میں ادھر میدان کے پہلے حصے میں رہوں گی۔ تم میدان کے آخری حصے میں جاؤ۔"

ان دونوں نے کار سے باہر آکر گولیاں نگل لیں۔ میدان ان سے بہت دور تھا۔ وہ کیپسول کو منہ میں رکھ کر پرواز کرتے ہوئے صرف چند سیکنڈ میں میدان تک پہنچ گئے۔

وہاں خیمے آباد تھے۔ منکی مین کے لیے عورتیں بہت بڑی نعمت تھیں اس لیے وہ اپنے اپنے خیموں میں تھے۔ پارس جس خیمے میں جاتا تھا' وہاں منکی مین کا لباس ایک طرف پڑا نظر آتا تھا۔ وہ لباس میں سے ڈبیائیں نکال کر اور لیزر گن اٹھا کر لے جاتا تھا۔ جب دس بارہ گنیں اور اتنی ہی ڈبیائیں جمع ہوجاتیں تو وہ پرواز کرکے اپنی کار کے پاس آتا' اس کی ڈکی میں وہ تمام چیزیں رکھ کر پھر میدان میں آجاتا تھا۔ اس طرح اس نے آدھی رات تک ایک ہزار منکی مین کو غیر معمولی گولیوں' کیپسولوں اور لیزر گنوں سے محروم کردیا۔

پھر اس نے دیکھا' تاریکی میں باربرا ایک طرف کار سے لگی کھڑی تھی۔ اس نے قریب آکر پوچھا "یہاں کیوں کھڑی ہو؟ کیا خیموں میں نہیں گئیں؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ سر جھکائے کھڑی رہی۔ پارس نے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس کا بدن ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ پارس سمجھ گیا وہ کسی خیمہ میں گئی ہوگی۔ ایک کنواری کو جہاں نہیں جانا چاہیے وہاں جانے کے بعد جو ذہنی' جسمانی اور جذباتی کیفیات ہوتی ہیں انہی کیفیات سے باربرا دوچار ہورہی تھی۔

پارس نے اسے بڑے پیار سے سینے سے لگایا تو وہ ایک دم سے تڑپ کر لپٹ گئی۔

منکی برادر کو الپا نے مہمان بنایا تھا۔ وہ الپا گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکی تھی۔ جب منکی برادر نے بھرے اجلاس میں اس کا مطالبہ کیا تھا' تب ہی اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے کس طرح ٹریپ کرے گی؟

اس نے اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی ماتحت ایبی ڈیسوزا سے دماغی رابطہ کیا۔ اس سے کہا "ایبی! میرے بنگلے میں جاؤ اور بیڈ روم میں چھپ کر رہو۔ میں منکی برادر کے ساتھ وہاں پہنچنے والی ہوں۔ جب وہ اپنا لباس اتارے تو تم فوراً اس کے لباس میں سے ایک ڈبیا نکالو گی۔ پھر لیزر گن حاصل کرتے ہی ہمارے سامنے چلی آؤ گی۔ اس کے بعد میں اس بندر سے نمٹ لوں گی۔"

ایبی نے اس کی ہدایات کے مطابق عمل کیا۔ الپا منکی برادر کے ساتھ آئی۔ اس نے بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے بند

کرتے ہوئے کہا۔ "اس کمرے میں صرف ہم دونوں ہیں۔ یہاں کوئی تیسرا نہیں آئے گا۔ ہم محبت کرنے کے لیے آزاد ہیں۔"

اس نے منکی ماسٹر کی گردن میں بانہیں ڈال کر محبت کا آغاز کیا۔ پیار سے اس کی گردن اور سر کو سہلانے لگی۔ ایسے وقت اس کا ہاتھ تکیے سے آلے پر گیا۔ اس نے پوچھا "یہ کیا ہے؟"

"یہ ایک آلہ ہے۔ ہم اسے برین گارڈ کہتے ہیں۔ جب تک یہ ہمارے سر سے چپکا رہتا ہے۔ ٹیلی پیتھی کی لہریں ہمارے دماغ کے اندر آنے میں ناکام رہتی ہیں۔ وہ لہریں اس آلہ سے ٹکرا کر واپس چلی جاتی ہیں۔"

"کیا یہ آلہ سر سے گرتا نہیں ہے؟"

"جب تک کھینچ کر نکالا نہ جائے' یہ نہیں نکلتا۔"

"یہ تو بڑی عجیب و غریب چیز ہے۔ کیا نکال کر مجھے دکھاؤ گے؟"

"اسے الگ کروں گا تو کوئی خیال خوانی کرنے والا میرے اندر آجائے گا۔"

"یہ کمرا اندر سے بند ہے۔ کوئی باہر سے نہیں آسکے گا۔ کسی کو پتا نہیں ہے کہ ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"میرے جذبات مچل رہے ہیں اور تم آلہ دیکھنا چاہتی ہو۔"

"بند کمرے میں معشوق کو خوش کرنے سے خوشی ملتی ہے۔ تم میری خوشی پوری کرو' میں تمہاری خوشی پوری کروں گی۔"

اس نے سر کے پیچھے ہاتھ لے جا کر اس آلے کو کھینچ کر نکالا ہے پھر اسے ہتھیلی پر رکھ کر الپا کو دکھاتے ہوئے کہا "یہ ہے آلہ۔"

الپا خاموشی سے اس کے دماغ میں گئی تو جگہ مل گئی۔ جگہ ملتے ہی اس نے زلزلے کا جھٹکا پہنچایا۔ منکی برادر کے حلق سے فلک شگاف چیخ نکلی۔ وہ اچھل کر فرش پر گرا اور تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ الپا خوشی سے ناچنے لگی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنی آسانی سے کامیابی حاصل ہوگی۔

اپنی ڈیسوزا پلنگ کے نیچے سے نکل آئی۔ دماغی زلزلے کے باعث منہ سے گولی نکل گئی تھی۔ اپنی نے اسے سینڈل سے مسل دیا۔ منکی برادر کے لباس میں ہاتھ ڈال کر گولیوں اور کیپسولوں کی ڈبیائیں نکال لیں۔ اس کی دماغی تکلیف کچھ کم ہوگئی تھی۔ اس نے پھر ایک بار زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پھر چیخیں مار کر تڑپنے لگا۔ اس نے اس کی لیزر گن فرش پر سے اٹھالی۔ زلزلے کے دو جھٹکوں نے اس کی توانائی اور قوتِ ارادی ختم کردی تھی۔ اس پر نیم بے ہوشی طاری ہو رہی تھی۔

الپا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ہاتھ پاؤں پھیلا کر فرش پر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کرلیں۔ الپا نے صرف ایک منٹ کے اندر اسے گہری نیند سلادیا۔ پھر اپنی کو بیڈ روم سے جانے کے لیے کہا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر گئی۔ الپا نے دروازے کو دوبارہ بند کیا۔ ایک صوفے پر آکر آرام سے بیٹھ گئی۔ اس کے بعد خوابیدہ دماغ میں پہنچ کر اس پر تخریبی عمل کرنے لگی۔

وقت کے دو بج گئے تھے۔

باربرا' پارس کے سینے میں منہ چھپائے ہوئے تھی۔ وہ دونوں ایک ادھیڑ سی چٹان پر لیٹے ہوئے تھے۔ تاریکی میں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ پارس نے اس کے چہرے پر جھک کر کہا "ہم نے آرام کرلیا۔ اب کام کرنا چاہیے۔ میں تقریباً ایک ہزار سے زیادہ منکی مین کو نہتا کرچکا ہوں۔ جو باقی رہ گئے ہیں ہم صبح تک انہیں ان کی تمام صلاحیتوں اور قوتوں سے محروم کردیں گے۔"

وہ دونوں اٹھ کر بیٹھ گئے۔ باربرا نے کہا "پہلے تم جاؤ۔ میں پانچ منٹ بعد آؤں گی۔"

وہ نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے پرواز کرتا ہوا خیموں کے درمیان آگیا۔ پھر ایک ایک خیمے میں گھس کر ایک ایک منکی مین کی گولیاں' کیپسول اور لیزر گن اٹھا کر لے جانے لگا۔ باربرا ابھی دوسرے خیموں میں جا کر یہی کرتی رہی۔ صبح سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ان کا کام ختم ہوگیا۔ تمام منکی مین نہتے ہوگئے تھے اور ان کے تمام سامان سے پارس کی کار بھر گئی تھی۔ وہ تمام اہم سامان اپنی خفیہ رہائش گاہ میں لے گئے۔

دوسرے دن دس بجے پھر اسی آڈیٹوریم میں اجلاس منعقد ہوا۔ الپا منکی برادر کے ساتھ اکابرین کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی "کل آپ سب کے سامنے منکی برادر نے مجھے پسند کیا تھا۔ میں اسے اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ ایک رات گزاری اور ایک رات میں جو کارنامہ انجام دیا وہ کارنامہ اسرائیل اور امریکا کی فوج مل کر بھی انجام نہیں دے سکتی تھی۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم ہماری انسلٹ کررہی ہو۔"

الپا نے کہا "کل تم نے میری انسلٹ کی تھی۔ مجھے انٹیلی جنس کی ایک جونیئر افسر سمجھ کر منکی برادر کی داشتہ بننے کا حکم دیا تھا۔ اب میں اپنی اصلیت بتادوں کہ میں اس ملک کی سب سے سینئر خیال خوانی کرنے والی الپا ہوں۔"

تمام فوجی افسران نے چونک کر اسے دیکھا۔ ایک افسر نے پوچھا "تم ہمیشہ روپوش رہتی ہو۔ آج خود کو کیوں ظاہر کررہی ہو؟"

الپا نے کہا "اس لیے کہ ظاہر ہونے کے بعد مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میرے منہ میں گولی ہے' میں پلک جھپکتے ہی وہ گولی نگل کر نادیدہ بن سکتی ہوں' یہ دیکھو۔"

سب نے دیکھا۔ وہ اچانک غائب ہوگئی تھی۔ سب حیران ہو کر ایک دوسرے سے حیرانی کا اظہار کرنے لگے۔ وہ پھر ظاہر ہو کر بولی "میں منکی برادر کی طرح کسی راکٹ کے بغیر خلا میں جاسکتی ہوں اور کسی طیارے کے بغیر سات سمندر پار جا کر واپس آسکتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے منہ میں ایک کیپسول رکھا۔ پھر جہاں کھڑی تھی وہاں سے فضا میں بلند ہوگئی۔ آڈیٹوریم میں اِدھر سے اُدھر پرواز کرنے لگی۔ سب لوگ حیرانی سے کھڑے ہوگئے تھے۔ سر گھما گھما کر اسے کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر جاتے دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ واپس آکر اپنی جگہ کھڑی ہوگئی۔ سب لوگ خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔

وہ بولی "میں نے غیر معمولی گولیاں اور کیپسول حاصل کیے ہیں۔ یہ کام اسرائیل اور امریکا کے فوجی نہیں کرسکتے تھے۔ ہمارے فوجی افسران اپنی توہین محسوس کررہے ہیں۔ توہین تو ہوگی' جو کام انہیں کرنا چاہیے تھا' وہ اس عورت نے کیا ہے' جسے انہوں نے ایک بندر آدمی کی داشتہ بنادیا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں' میری یہودی قوم کے لیے ایک اور خوش خبری ہے۔ یہ خوش خبری آپ منکی برادر کی زبان سے سنیں۔"

منکی برادر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "کل میں یہاں ایک فاتح کی شان سے آیا تھا۔ اسرائیل جیسے چھوٹے سے ملک پر قبضہ جمانا ہمارے لیے معمولی سی بات تھی۔ لیکن جن گولیوں' کیپسولوں اور لیزر گنوں کے ذریعے ہم دنیا کو فتح کرنے آئے ہیں' وہ تینوں چیزیں اب میرے پاس نہیں ہیں۔ میں نے یہ سب کچھ الپا کو دے دیا ہے۔"

تمام لوگ پھر تالیاں بجانے لگے۔ منکی برادر نے کہا "غیر معمولی گولیاں اور کیپسول کے فارمولے میرے سربراہ بھائی منکی ماسٹر کے پاس ہے۔ جب الپا میری دلہن بنے گی' تب منکی ماسٹر تحفے کے طور پر وہ فارمولے الپا کو پیش کرے گا۔"

پورا آڈیٹوریم تالیوں سے گونجنے لگا۔ منکی برادر نے کہا "زون تھری میں لیزر گن اور کئی ایسے جدید انوکھے ہتھیار میری نگرانی میں تیار ہوتے ہیں۔ اب یہ تمام ہتھیار میں اس ملک میں تیار کروں گا۔"

اس بات پر اور زور زور سے تالیاں بجنے لگیں۔ منکی برادر نے کہا "اس اجلاس کے بعد میں اس میدان میں جاؤں گا' جہاں میرے جان نثاروں کے لیے خیمے لگائے گئے ہیں۔ میں انہیں حکم دوں گا کہ وہ مملکتِ اسرائیل کے وفادار بن جائیں اور اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے اس ملک کی خدمت کریں۔ میں نے اجلاس میں شریک ہونے سے پہلے اپنے بھائی منکی ماسٹر سے فون پر گفتگو کی تھی۔ وہ میرے اور الپا کے رشتے سے راضی ہے۔ وہ مجھے شادی سے پہلے ضروری صلح مشوروں کے لیے اپنے پاس بلا رہا ہے لیکن الپا نے مجھے اس ملک سے باہر جانے سے منع کردیا ہے۔ اس لیے میں بھی یہ ملک چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

اس کی تمام باتیں مملکتِ اسرائیل کے حق میں تھیں۔ اس لیے بار بار تالیاں بج رہی تھیں۔ جس مخلوق کا مقابلہ کرنا ناممکن تھا' اس مخلوق کو الپا نے ایک رات میں زیر کرلیا تھا۔ اس کامیابی کے ساتھ اسرائیل میں زون تھری کی سائنس اور ٹیکنالوجی آرہی تھی۔ وہ دن پوری یہودی قوم کے لیے سب سے زیادہ خوشیوں کا دن تھا۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں۔ اچانک آڈیٹوریم میں چند منکی مین نمودار ہونے لگے۔ ان کے سر جھکے ہوئے تھے۔ وہ سب شکست خوردہ اور غم زدہ دکھائی دے رہے تھے۔ ایک نے منکی برادر سے کہا "برادر! ہم لُٹ گئے ہیں۔ ہم تمام منکی مین کی گولیاں' کیپسول اور لیزر گنیں پتا نہیں کس طرح چرا لیے گئے ہیں۔ ہمارے منہ میں جو ایک ایک گولی تھی' یہی ہمارے پاس رہ گئی ہے۔ باقی تمام طاقتوں اور صلاحیتوں سے ہمیں محروم کردیا گیا ہے۔"

منکی برادر نے پوچھا "یہ کیسے ممکن ہے۔ ہزاروں خیموں سے ایک ہی جیسی چیزیں چوری ہوگئیں اور ایک بھی چور پکڑا نہیں گیا۔ یہ چوری کسی ایک نے نہیں پورے گروہ نے کی ہوگی۔ مگر ایسا کون کرسکتا ہے؟"

اس نے الپا کو دیکھا۔ الپا نے کہا "دیوی امریکا اور بابا صاحب کے ادارے والوں کے پاس غیر معمولی گولیاں ہیں۔ ان میں سے کسی نے نادیدہ بن کر وہ تمام اہم چیزیں چرالی ہیں' جو ہمارے کام آنے والی تھیں۔"

منکی برادر نے کہا "دیوی امریکا سے یہاں تک ہم سے دشمنی کرتی آرہی ہے۔ اسے ایسے اقدامات سے روکنے کے لیے لازمی ہے کہ ہم اپنے چند منکی مین کو اس کے ملک میں بھیج کر اس کی قوم میں دہشت اور بے چینی پیدا کریں۔"

الپا نے کہا "اس کے دیس میں ایسی دہشت گردی اور تخریب کاری کرائی جائے گی کہ وہ توبہ توبہ کرے گی اور منکی ماسٹر سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگے گی۔"

فوج کے ایک جونیئر افسر نے آڈیٹوریم میں آکر کہا "میامی سے اطلاع دی گئی ہے کہ منکی ماسٹر ٹی وی کے ذریعے اپنے برادر اور یہاں کے اکابرین سے مخاطب ہونے والا ہے۔ کیا یہاں ٹی وی لایا جائے؟"

ٹی وی لانے کی اجازت دی گئی۔ دس عدد بڑے اسکرین کے ٹی وی سیٹ لاکر آڈیٹوریم میں مختلف جگہ رکھے گئے تاکہ تمام حاضرین اسکرین پر منکی ماسٹر کو دیکھ سکیں اور اس کی باتیں سن سکیں۔

ان تمام ٹی وی کو وہاں سیٹ کرکے آن کیا گیا۔ چینل بدل کر دیکھے گئے۔ ایک چینل کے ذریعے اسکرین پر منکی ماسٹر کے لیے پیغام تحریر تھا کہ انتظار فرمایئے۔

تھوڑی دیر انتظار کے بعد اسکرین پر ایک منکی مین نظر آیا اس نے کہا "منکی مین کی طرف سے نیک تمناؤں کے بعد عرض ہے کہ میں منکی ماسٹر کا قائم مقام ہوں۔ ہمارا ماسٹر اس لیے اسکرین پر نہیں آیا کہ یہاں آتے ہی گرفتار کرلیا جاتا۔ ہمیں امریکا بہادر پر بھروسا نہیں ہے۔

مجھے یقین ہے کہ قتِ ایب کے آڈیٹوریم میں مجھے دیکھا جارہا ہے اور میری باتیں سنی جارہی ہیں۔ میں سب سے پہلے منکی برادر

سے مخاطب ہوں۔ اس نے اس دنیا میں آکر دیکھا کہ امریکا اپنے دوستی کا معاہدہ کیا۔ پھر چند منٹ کے بعد ہی ہم سے دشمنی کی۔ یہ ہماری ذہانت اور امریکا پر ہماری برتری ہے کہ یہ سپر پاور ملک ہمارے دباؤ میں ہے اور ٹی وی جیسے میڈیا پر اپنے خلاف ہماری باتیں سن رہا ہے۔

"میں منکی برادر کو سمجھاتا ہوں کہ اس دنیا کے لوگ محبت کی زبان نہیں سمجھتے۔ ڈنڈے سے سیدھے رہتے ہیں ورنہ یہ ایک طرف سے دوستی اور محبت کرتے ہیں اور دوسری طرف سے موت کا سامان کرتے ہیں۔ برادر! جب تم اسرائیل کے لیے روانہ ہوئے تو تمہارے ساتھ دو نادیدہ جاسوس تھے تاکہ ان کے ذریعے اسرائیل کے بارے میں ہمیں صحیح رپورٹ ملے۔

"رپورٹ یہ ہے کہ تم الپا کے ساتھ پچھلی رات اس کے بیڈ روم میں گئے۔ تم نے اپنے سر سے برین گارڈ آلہ نکال کر اسے دکھایا۔ اسی وقت الپا نے تمہارے دماغ میں زلزلے پیدا کیے پھر خیری عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔

"برادر! تمہیں پچھلی رات کی باتیں یاد نہیں ہیں خیری عمل کے ذریعے بھلادی گئی ہیں۔ ہمارے نادیدہ جاسوس کی رپورٹ پر بھروسا کرو۔ الپا نے تمہیں اپنا غلام بنالیا ہے۔"

الپا نے غصے سے کہا "یہ بندر بکواس کررہا ہے۔ جو ہمارا دوست بن گیا ہے' اسے دشمن بنارہا ہے۔ ٹی وی بند کرو۔"

دس ٹی وی سیٹوں کی طرف دس فوجی جوان گئے لیکن انہیں بند کرنے سے پہلے ہی کسی کے منہ پر گھونسا' کسی کے پیٹ پر لات پڑی۔ اس طرح دس جوان نادیدہ ہستیوں کے حملوں سے پیچھے چلے گئے۔

ٹی وی پر منکی مین کہہ رہا تھا "جو عورت تمہیں ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرنے کے بعد خیری عمل کرکے غلام بنا چکی ہے وہ تم سے کبھی وفا نہیں کرے گی۔ اس بات کی سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ ادھر تمہیں غلام بناتے ہی اس کے نادیدہ آدمیوں نے ہمارے تمام جاں نثاروں کو غیر معمولی صلاحیتوں اور جنگی قوتوں سے محروم کردیا ہے۔ یہ رپورٹ ابھی ہمیں دوسرے نادیدہ جاسوس نے دی ہے۔

"ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تم معمول بن چکے ہو۔ تم پر ہماری باتوں کا خاطر خواہ اثر نہیں ہوگا۔ لہٰذا میں اپنے منکی ماسٹر کی جانب سے الپا اور اسرائیلی اکابرین سے عرض کرتا ہوں کہ تباہی و بربادی کا راستہ اختیار نہ کریں۔ ہمارے منکی برادر کو خیری عمل سے آزاد کردیں اور ہمارے تمام جان نثاروں کی گولیاں' کیپسول اور لیزر گنیں واپس کردیں۔ وہ ایسا کرکے اپنے ملک اور قوم پر احسان کریں گے۔ ایسا نہ کرنے کے نتیجے میں نادیدہ خلائی مخلوق کے حملے شروع ہوں گے یہ حملے کیسے پریشان کن ہوتے ہیں اس کی تفصیلات امریکی فوجیوں سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔

"یہ حملے آج آدھی رات سے شروع ہوں گے۔ ابھی کافی وقت ہے پیچیدہ حالات پر غور کرو۔ سلامتی کا راستہ اختیار کرو اور اپنی قوم کی دعائیں لو۔ جس حد تک سمجھانا چاہیے تھا' سمجھا دیا گیا ہے۔ اب بس' باقی آدھی رات کے بعد۔۔۔"

اسکرین سے اس منکی مین کی تصویر اوجھل ہوگئی۔ تمام ٹی وی بند کردیئے گئے۔ فوج کے جس اعلیٰ افسر کی انسلٹ ہوئی تھی' اس نے الپا کو دیکھتے ہوئے کہا "اب تالیاں بجائی جائیں۔ میڈم نے جو کارنامہ انجام دیا ہے' اس کے نتیجے میں آدھی رات کو قیامت آنے والی ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "منکی برادر کے دماغ میں زلزلے پیدا کرنے اور اس پر خیری عمل کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا کہ منکی ماسٹر کے نادیدہ جاسوس دیکھ رہے اور میڈم کی مکاریوں کو چشم دید گواہی کے ساتھ سمجھ رہے ہیں کہ امریکا کی طرح اسرائیل میں بھی منکی مخلوق سے دردہ دشمنی کی جارہی ہے۔"

الپا انہیں گھورتی رہی پھر کہنے لگی "میں نے جو کیا ہے' وہ حُبّ الوطنی کے جذبے سے کیا ہے اور اپنے تجربات کے مطابق منکی برادر سے محبت کرکے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔ یہ غلط تاثر دیا جارہا ہے کہ میں نے منکی برادر کو دماغی مریض بنایا تھا۔"

برین آدم نے کہا "الپا! تم برسوں سے اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرتی آرہی ہو۔ ناکامی ایک الگ بات ہے لیکن کام تم نے کبھی غلط نہیں کیا۔ آج بھی تم نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ حاسدوں کو حسد کرنے دو۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم دشمنوں کے متوقع حملے کے بارے میں غور کریں۔"

منکی برادر نے کہا "الپا میری جان ہے۔ میں اسے ناکام نہیں ہونے دوں گا۔ میں اپنے بھائی منکی ماسٹر کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ وہ مجھے اپنی جان سے زیادہ چاہتا ہے۔ میں اس کے حملے کا رخ موڑ دوں گا۔ اس شہر کے امن و امان میں خلل نہیں پڑے گا۔ میں الپا کا سر جھکنے نہیں دوں گا۔"

الپا نے آگے بڑھ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈالیں پھر اسے چومنے لگی۔

○☆○

سونیا آخر سونیا تھی۔ جب بھی میدانِ عمل میں آتی تھی' اپنے طریقۂ کار اور چالبازیوں کا سکّہ جماتی تھی۔ منکی مین جتنی صلاحیتیں اور قوتیں لے کر اس دنیا میں آئے تھے وہ ساری صلاحیتیں اور قوتیں پوری دنیا کو فتح کرلینے کے لیے کافی تھیں۔ ان کے سامنے امریکا کے فوجی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے بے بس ہوگئے تھے۔ دیوی ان کے خلاف امریکا کی بھرپور مدد کرنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ اسرائیلی فوج بھی خلائی مخلوق کے سامنے کمتر تھی۔ الپا منکی برادر کو اپنا تابعدار بناکر اپنے ملک کو تباہی سے بچاری تھی۔ یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ منکی مین کو آئندہ وہاں تسلط قائم کرنے سے روک سکے گی۔

منکی ماسٹر دیوی سے انتقام لینے کے لیے بھارت پر حملہ کرنے کا ارادہ کررہا تھا۔ وہاں بھی منکی مین پہنچ جاتے تو ان کی دہشت براعظم ایشیا میں بھی پھیلتی چلی جاتی۔

ان تمام ممالک میں منکی مین کی دہشت اس طرح طاری نہ ہوتی۔ جس طرح امریکا ان بندروں کو دوست بنارہا تھا اسی طرح یہودی اور ہندو انہیں دوست بنالیتے۔ پھر منکی ماسٹر ان کے تعاون سے پہلے بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرتا پھر دوسرے اسلامی ممالک پر قبضہ جماتا چلا جاتا۔

یہ آسان سی بات ہوتی۔ تمام دنیا پر دہشت طاری نہ ہوتی۔ صرف مسلمانوں پر مصیبتیں نازل ہوتیں۔ منکی مین صرف اسلامی ممالک کے حکمران بنتے اور ہندو' یہودی اور عیسائی خوش ہوکر مسلمانوں کی غلامی کا تماشا دیکھتے رہتے۔

یہ تو جناب علی اسد اللہ تیمرزی تھے' جنہیں کشف و کمال حاصل تھا۔ انہوں نے وقت کی نبض تھام کر مستقبل میں پیش آنے والے خطرات کو سمجھ لیا تھا اور یہ سمجھ لیا تھا کہ صرف سونیا ہی کسی خون خرابے کے بغیر خطرات کا رخ پھیر سکتی ہے۔

اور سونیا کمال عیاری سے ایسا کرچکی تھی۔ اس سے پہلے کہ منکی مین بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کرتے' اس نے ان بندروں کو امریکا کے خلاف بھڑکادیا۔ پارس کے ذریعے ان بندروں کو اسرائیل کا راستہ دکھادیا۔ منکی ماسٹر دیوی کا بھی بدترین دشمن تھا۔ ان حالات میں عیسائیوں' ہندوؤں اور یہودیوں پر ایسی افتاد آپڑی تھی کہ اسلامی ممالک کے خلاف انہیں سازش کرنے کی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ اپنا بچاؤ کرنے کی فکر میں ان سب کا خون خشک ہورہا تھا۔

اور اب حملہ آور منکی ماسٹر کے لیے بھی مسئلہ پیدا ہوگیا تھا۔ الپا نے منکی برادر کو سحر زدہ کرکے یرغمال بنالیا تھا۔ وہ اپنے بھائی سے ایک باپ کی طرح محبت کرتا تھا۔ نہ اسے کسی مصیبت میں دیکھ سکتا تھا اور نہ ہی اس کی توہین برداشت کرسکتا تھا اور یہ بہت بڑی توہین تھی کہ ایک عورت نے اسے اپنا غلام بنالیا تھا۔

سونیا نے اس سے فون پر رابطہ کیا اور کہا "ہیلو ماسٹر! تمہاری قوم میں عورتوں سے کمتر رہنے کو توہین سمجھا جاتا ہے۔ تم اپنے سگے بھائی کے لیے یہ کیسے برداشت کررہے ہو؟"

"میں اس الپا نامی عورت کو کتوں کے آگے ڈال دوں گا۔"

"غصے میں یہ کہنا آسان ہے۔ تم الپا تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

"میں اپنے بھائی تک تو پہنچ سکوں گا۔"

"یہ بہت بڑی حماقت کرو گے۔ ذرا عقل سے سوچو' تمہارے بھائی کو اسی لیے یرغمال بنایا گیا ہے کہ تم ان کے ملک پر حملہ نہ کرو اپنے بھائی سے ملنے کے لیے تل ابیب جاؤ گے تو تمہیں بھی وہ اپنا تابعدار بنالیں گے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ وہ ایسا ضرور کریں گے۔ فی الوقت میں سمجھ میں آرہا ہے کہ بھائی کو واپس حاصل کرنے کے لیے ان کے حساس علاقوں پر حملے کروں۔ انہیں کچھ نقصان پہنچا کر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کروں۔"

"الپا تمہارے بھائی پر خیری عمل کے دوران اس کے چور خیالات پڑھ چکی ہے۔ تم دونوں بھائیوں کی کمزوریاں معلوم کرچکی ہے۔ اگر وہ منکی برادر کو اذیت پہنچائے گی تو کیا تم برداشت کرسکو گے؟ کیا تم چاہو گے کہ تمہارے بھائی کو اپاہج بنادیا جائے؟"

وہ ایک ہاتھ سے سر تھام کر بولا "پلیز ایسی باتیں نہ کرو۔ میں اسے تکلیف پہنچنے کے خیال سے ہی لرز جاتا ہوں۔"

"جب اپنا دماغ کام نہ کرے' جب اپنے تمام حفاظتی ذرائع کام نہ آسکیں تو دوسروں کی مدد حاصل کرنا چاہیے۔"

وہ فوراً ہی بولا "کیا تم میری مدد کرسکتی ہو؟"

"مدد مانگو گے تو ملے گی' نہ مانگنے والے کو کچھ نہیں ملتا۔"

"مگر تم ہو کون؟ میری جنگ امریکا سے ہو' اسرائیل سے ہو یا دیوی سے' تم ہمارے درمیان کچھ نہ کچھ کرتی نظر آتی ہو۔"

"میں جو کچھ بھی کرتی ہوں' کیا اس سے کبھی تمہیں نقصان پہنچا ہے؟"

"پہنچ سکتا تھا۔ ایک بار تم میرے خفیہ اڈے میں پہنچ گئی تھیں۔ مجھے گولیوں اور کیپسولوں سے محروم کردیا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ تم سایہ بن کر میرے اندر رہو گی تو میں بھی روپوش نہیں رہ سکوں گا۔"

سونیا نے کہا "مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے تمہارے منکی برادر کو سربراہ بناکر تمہیں عہدے سے ہٹایا گیا تاکہ میں تمہیں غیر اہم سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دوں لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ میں تمہارا موبائل نمبر بھی جانتی ہوں اور تمہاری اس موجودہ خفیہ رہائش گاہ تک بھی پہنچ سکتی ہوں۔"

اس نے اس بنگلے کا نمبر اور گلی کا نام بتایا تو وہ حیرانی سے بولا۔ "تمہیں یہاں میری موجودگی کا علم ہے اور تم نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا؟ جبکہ ایک بار حملہ کرچکی ہو۔"

"وہ حملہ اس لیے کیا تھا کہ تم نے امریکیوں سے مل کر بابا صاحب کے ادارے کو دشمنی کی نظر سے دیکھا تھا۔ میں نے جو پٹائی کی تھی' وہ ایک نمونہ تھا۔ آئندہ بابا صاحب کے ادارے یا کسی بھی اسلامی ملک پر حملہ کروگے تو تمہارے مقابلے پر فوج نہیں آئے گی صرف میں دوسری بار تمہاری پٹائی کروں گی اور تمہیں اپاہج بناکر پتنگ کی طرح زون تھری کی طرف اڑادوں گی۔"

"مجھے اندازہ ہوگیا ہے' تم عجیب انداز کی فائٹر ہو مگر میری توہین نہ کرو۔ ہمیں کام کی بات کرنا چاہیے۔ اگر تم میرے بھائی کو کسی طرح زندہ سلامت میرے پاس پہنچادو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ بابا صاحب کے ادارے یا کسی بھی اسلامی ملک پر حملہ نہیں کروں گا۔"

"وعدہ نہ کرو۔ سیاسی حالات بدلتے رہتے ہیں۔ اقتدار کی ہوس کبھی ختم نہیں ہوتی۔ تم پوری دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھ کر آئے ہو اور اسلامی ممالک بھی اس دنیا میں ہیں اور مسلمان تمہارے کوئی رشتے دار نہیں ہیں۔ تم ضرور حملے کرو گے۔"

"تمہاری بات پتھر کی طرح لگتی ہے کیونکہ سچ کہتی ہو۔ شاید ہم کبھی اسلامی ملکوں پر حملے کریں لیکن فی الحال تم سے دوستی کریں گے۔"

"تم دوستی کرو یا دشمنی، ہم مسلمانوں پر حملے کرو یا نہ کرو، ہمیں اس سلسلے میں تشویش نہیں ہے۔ ہم حملہ کرنے والوں کو اسی طرح ناچ نچاتے ہیں جیسے تم امریکا، اسرائیل اور دیوی کے درمیان اِدھر سے اُدھر ناچ رہے ہو۔"

"تم بہت خطرناک ہو۔ امریکا سے ہماری دوستی کی ابتدا ہو رہی تھی تب سے تم ہم سب کو شطرنج کے مہروں کی طرح ایک ملک سے دوسرے ملک کے خانوں میں چل رہی ہو۔ ہمیں ایک دوسرے سے لڑا رہی ہو۔ اس لڑائی میں الپا نے میری کمزوری سے کھیلنا سیکھ لیا ہے۔ کیا تم چاہتی ہو کہ بھائی کی خاطر میں بھی اس کا غلام بن جاؤں؟"

"یہ نہ پوچھو کہ میں کیا چاہتی ہوں؟ تم بھائی کی واپسی چاہتے ہو۔ وہ تمہیں چوبیس گھنٹوں کے اندر مل جائے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا "اسے کیسے رہائی دلاؤ گی؟ میں اس سلسلے میں ہر طرح تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ بولو میں کیا کروں؟"

"تم انتظار کرو اور انہیں حملے کی دھمکیاں دیتے رہو۔"

سونیا نے فون بند کیا پھر اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے سے فون پر کہا "پارس کو بھیج دو۔"

دس منٹ کے بعد ہی پارس نے آکر کہا "ہیلو مما؟"

"ہاں بیٹے! اب الپا کو چکر دینا ہے۔"

"سمجھ لیں کہ اس پر برا وقت آگیا ہے۔ آپ کیا چاہتی ہیں؟"

"منکی برادر کو اس کے سحر سے نکالنا چاہتی ہوں۔ اس کے شکنجے سے ایسے نکالنا ہوگا کہ وہ صحیح سلامت بھائی تک پہنچ سکے۔ میں نے منکی ماسٹر سے وعدہ کیا ہے کہ اس کا بھائی اسے چوبیس گھنٹے کے اندر مل جائے گا۔"

"انشاء اللہ آپ کا وعدہ پورا ہوگا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ صبح آڈیٹوریم میں جو اجلاس ہوا تھا اس اجلاس میں الپا نے خود کو ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اب ظاہر ہونے میں خطرہ نہیں ہے۔ اس کے منہ میں گولی رہتی ہے خطرہ محسوس کرتے ہی چشم زدن میں نظروں سے اوجھل ہو جایا کرے گی۔ بہت بڑی کامیابی ہو تو اس خوشی میں چھوٹی چھوٹی غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں۔ وہ بھول گئی تھی کہ کوئی سایہ اس کے وجود کے اندر چھپ کر رہ سکتا ہے۔

الپا اسرائیل کی سب سے زیادہ تجربہ کار اور ناقابلِ گرفت ٹیلی پیتھی جاننے والی تھی۔ اس کے ظاہر ہوتے ہی باربرا اس کے اندر سما گئی تھی۔ اجلاس کے اختتام کے بعد وہ منکی برادر کے ساتھ اپنی خفیہ رہائش گاہ میں آئی، جو اب خفیہ نہیں رہی تھی۔ وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ باربرا کو اپنی گود میں اٹھا کر لے آئی ہے۔

وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر منکی برادر کو سمجھانے لگی کہ اسے اپنے بھائی منکی ماسٹر کو کس طرح یہودیوں کی دوست نوازی کا یقین دلانا چاہیے اور بھائی کی محبت کا واسطہ دے کر اسے اسرائیل بلانا چاہیے۔

الپا نے فون پر منکی ماسٹر کے نمبر ڈائل کیے پھر ریسیور منکی برادر کو دیا۔ اس نے ریسیور کان سے لگا کر کہا "ہیلو ماسٹر! میں تمہارا برادر بول رہا ہوں، تمہیں بہت مِس کر رہا ہوں۔"

"مِس کر رہے ہو تو آجاؤ۔ وہاں تمہیں کسی نے قید نہیں کیا ہے۔"

"میں محبت کا قیدی بن گیا ہوں۔ الپا کو چھوڑ کر نہیں آسکتا۔ یہ میرے بغیر ایک منٹ نہیں رہتی ہے۔"

"کیا وہ ہمیشہ تمہاری گود میں بیٹھی رہتی ہے؟ تم اسے بھی ساتھ لے آؤ۔"

"یہ امورِ مملکت میں بری طرح الجھی ہوئی ہے۔ آپ وہاں کسی اہم معاملے میں مصروف نہیں ہیں، آپ آسکتے ہیں۔"

"میں اس شرط پر آسکتا ہوں کہ مجھے دوستی کا یقین دلایا جائے اور مجھے اس طرح یقین ہو سکتا ہے کہ میرے تمام جان نثاروں کے کیپسول گولیاں اور لیزر گنیں واپس کر دی جائیں۔"

"بھائی! تم یقین کرو، ہمارے یہودی دوستوں اور اسرائیلی فوجیوں نے ہمارے جان نثاروں کو نہتا نہیں کیا ہے۔ ان ہتھیاروں کو تلاش کیا جا رہا ہے۔"

"تمہیں جو سمجھایا جا رہا ہے، تم سمجھ رہے ہو۔ اپنے یہودی دوستوں سے پوچھو، اگر گولیاں، کیپسول اور لیزر گنیں دوبارہ تمام جان نثاروں کو مل جائیں تو کیا اسرائیلی حکومت کو اعتراض ہوگا؟ میں ایسا تو نہیں کہ پھر ایک بار ہمارے جان نثاروں سے سب کچھ چھین لیا جائے۔"

الپا اور باربرا منکی برادر کے دماغ میں رہ کر منکی ماسٹر کی باتیں سن رہی تھیں۔ الپا نے سوچ کے ذریعے کہا "اپنے بھائی سے کہو، جان نثاروں کو دوبارہ لیزر گن نہیں دینا چاہیے۔ ہمارے نادیدہ دشمن پھر ان سے چھین لیں گے۔"

اس نے فون پر بھائی سے یہی کہا۔ بھائی ناگواری سے بولا "کیا موٹی عقل سے اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ اسرائیلی حکومت ہمارے جان نثاروں کو نہتا رکھنا چاہتی ہے۔ ایک بار انہیں نہتا کیا گیا اور خواہ مخواہ نادیدہ دشمنوں پر الزام لگایا گیا اور یہ کہا جا رہا ہے کہ آئندہ بھی نادیدہ دشمن ایسا کریں گے۔"

"بھائی! الپا بہت اچھی ہے۔ جھوٹ نہیں کہتی ہے۔ یہ میلان رکھنے والی وائف ہے۔ تم اس پر بھروسا کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ ایک شرط پر بھروسا کروں گا۔ ہمارے جتنے جاں نثار ہیں، انہیں ابھی اسپیشل فلائٹ سے میامی بھیجا جائے۔"

وہ الپا کی مرضی کے مطابق بولا "آپ میری الپا پر بھروسا نہیں کر رہے ہیں اور خواہ مخواہ شرائط بیان کر رہے ہیں۔ یہ تمام جان نثار میرے ساتھ آئے تھے، میرے ساتھ ہی رہیں گے۔"

"یعنی تمہاری طرح ان ہزاروں جان نثاروں کو بھی یرغمال بنایا گیا ہے۔"

"جو چاہو، سمجھو۔ میں ایک بات کہتا ہوں۔ اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو تم کسی شرط کے بغیر یہاں آجاؤ۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔ اب آؤ گے تو روبرو گفتگو ہوگی۔ فون پر کبھی نہیں ہوگی۔"

الپا نے اس سے ریسیور لے کر رکھتے ہوئے کہا "تم نے صحیح جواب دیا۔"

اس نے کہا "الپا! وہ میرا بھائی بھی ہے اور باپ بھی۔ وہ مجھے بہت یاد آتا ہے۔"

الپا نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنی طرف جھکایا۔ اس کے چہرے کو اپنے کندھے پر رکھا پھر اس کا سر سہلانے لگی۔ باربرا نے منہ پھیر لیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں تھے۔ باربرا ان کے بیڈ روم میں آگئی۔ اس چار دیواری میں گھوم گھوم کر کوئی کام کی چیز تلاش کرنے لگی۔

ایسے وقت پارس نے کہا "میں ڈرائنگ روم میں ہوں آجاؤ۔"

وہ ڈرائنگ روم میں آئی۔ الپا اور منکی برادر ایک صوفے پر تھے۔ پارس نے صوفے کے پیچھے نمودار ہوتے ہی الپا کی گردن پر کراٹے کا ایک ہاتھ مارا۔ اس کے منہ سے کراہ نکلی۔ کراہ کے ساتھ داڑھ میں دبی ہوئی گولی بھی باہر آگئی۔ کراٹے کا ایک ہاتھ کھاتے ہی وہ بے ہوش ہو گئی۔

منکی برادر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ گرج کر بولا "کون ہو تم؟"

"تیری معشوق کی پٹائی کی ہے۔ دوست تو ہو نہیں سکتا۔ اب تجھے جوش میں آکر مجھ پر حملہ کرنا چاہیے۔"

اس نے گرجتے ہوئے چھلانگ لگائی پھر منہ پر گھونسا پڑتے ہی دوسری طرف گھوم کر گر پڑا۔ باربرا نے فرش پر پڑی ہوئی گولی کو سینڈل سے مسلتے ہوئے کہا "اسے بھی جلدی سلاؤ، دیر نہ کرو۔"

پارس نے اس کے حملے سے بچتے ہوئے کنپٹی پر گھونسا مارا۔ وہ ایک دم سے چکرا کر الپا کے پاس لیٹ گیا۔ پارس نے کہا "دیکھ لو میں نے دیر نہیں کی ہے۔ دونوں تنویمی عمل کی سولی پر چڑھنے کے لیے تیار ہیں۔"

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سچی کہانیاں

مرزا امجد بیگ کی یادداشتیں

شیطان صفت

سبز قدم

ریٹائرڈ ڈی ایس پی ایک ضمیمات کی ڈائری

دستِ انتقام

اسیرِ ہوس

قانونی پیچیدگیاں، عدالتی کارروائی کے اہم رموز و نکات

زن، زر اور زمین کے تنازعوں سے جنم لینے والے مقدمات

ایک ریٹائرڈ ڈی ایس پی کی پیشہ ورانہ زندگی کے پے چیدہ کیسوں کی روداد

جرم و سزا کی وہ کہانیاں جو انسانی حرص و ہوس کا آئینہ ہیں

قیمت فی کتاب ۱۰۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۶ روپے۔ چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳۰ رمضان چیمبرز

نزد وفاقی اخبار بلڈنگ، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی ۱۰۴۳۰

ہم نے عزم کیا تھا کہ پاکستان کے ایسے افراد کو ٹیلی پیتھی کا علم سکھائیں گے جو خود کو یہ علم سیکھنے کا اہل ثابت کریں گے۔ ویسے تو حب الوطنی اور قومی جذبات کے پیش نظر ان سب کو یہ علم سکھایا جاسکتا ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ' بے حد ذہین اور خاصے صحت مند ہوں لیکن جس طرح ایمان کامل سب کے مقدر میں نہیں ہوتا' اسی طرح غیر معمولی علوم سیکھنا سب کو راس نہیں آتا۔

امریکی حکام اور ان کے اعلیٰ فوجی افسران نے سیکڑوں ذہین اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ٹیلی پیتھی سکھائی۔ دیوی نے کئی بار درجنوں بھارتی جوانوں کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارا۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ نہ امریکی حکومت کو اپنے خیال خوانی کرنے والوں سے خاطر خواہ فائدہ پہنچا نہ دیوی اپنے جوانوں کے ذریعے بھارت کو سپر پاور بنانے میں کامیاب رہی۔

یہ خدا بہتر جانتا ہے کہ کون ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کا اہل ہے۔ ہمارے تجربات نے سمجھایا ہے کہ اس علم کا حامل ہونے کے لیے سب سے پہلے ایمان کی پختگی لازمی ہے۔ صبر اور برداشت کرنا' دماغ سے نفرت اور غصہ نکالنا ضروری ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں ایسی تربیت دی جاتی ہے کہ تربیت حاصل کرنے والے کبھی گمراہ نہیں ہوتے۔

آمنہ نے ایسی ہی تربیت دینے اور ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے کے لیے پہلے دو پاکستانیوں کا انتخاب کیا۔ وہ دونوں باپ بیٹی تھے۔ باپ کا نام فخرالدین اور بیٹی کا نام نصیدہ عرف ننھی تھا۔

ان دونوں کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔ آمنہ نے ان دونوں پر اس وقت تنویمی عمل کیا تھا جب وہ ریل گاڑی کی اکنامی کلاس میں سفر کر رہے تھے۔ وہ باپ بیٹی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے تک سحر زدہ رہے۔ پھر انہیں سمجھایا گیا کہ اچھے اور سچے مسلمانوں کے لئے بابا صاحب کا ادارہ کتنا اہم ہے؟ اتنا اہم ہے کہ ان باپ بیٹی کو شرافت اور ایمان داری کے صلے میں اب ٹیلی پیتھی سکھائے گا تاکہ وہ پاکستان میں خیال خوانی کے ذریعے ملک دشمن عناصر سے اچھی طرح نمٹ سکیں اور اپنے وطن میں کرپشن کے خاتمے کے لیے جدوجہد کرتے رہیں۔

ننھی نے پہلے کبھی پاکستان سے باہر کی دنیا نہیں دیکھی تھی' اسے بابا صاحب کے ادارے میں رکھا گیا تاکہ وہ دنیا کے بدترین لوگوں سے نمٹنے کی تربیت حاصل کرتی رہے۔ فخرالدین ذہین اور جہاں دیدہ تھا۔ اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے بعد پاکستان واپس بھیج دیا گیا۔

یوں پاکستان سے فرانس جانے اور واپس آنے میں چھ دن گزر گئے۔ روزی حیران تھی کہ اس کا سوتیلا باپ فخرالدین اور اس کی سوتیلی بہن ننھی کہاں غائب ہو گئے ہیں؟ اس کا بھائی مراد بھی حیدر آباد کے اسٹیشن پر بچھڑ گیا تھا۔

لاہور پہنچ کر اس نے فخرالدین اور ننھی پر توجہ نہیں دی۔ وہ علی کے بیگ سے پچیس لاکھ روپے حاصل کرنے کی فکر میں تھی۔ لیکن ہزار کوششوں کے باوجود وہ بھاری رقم حاصل نہ کر سکی۔ علی اسے اچھی طرح الّو بنا کر چلا گیا۔

اتنی بڑی رقم سے محروم ہونے کے بعد اس نے سوچا کہ ملازموں کی طرح خدمت کرنے والے فخرالدین اور ننھی کہاں رہ گئے ہیں؟ روزی کو یقین تھا کہ اس کے معمول اور تابعدار بن کر رہنے والے اسے دھوکا دے کر کہیں نہیں جائیں گے۔ اگر بھٹک گئے ہیں تو واپس آجائیں گے۔

دوسری صبح مراد لاہور پہنچا۔ روزی نے پوچھا "بھائی! تم کہاں رہ گئے تھے؟"

مراد نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کل حیدر آباد کے اسٹیشن پر مجھے کیا ہو گیا تھا۔ ٹرین چل پڑی تھی۔ میں اس میں سوار ہونا چاہتا تھا لیکن اس کے ساتھ دوڑتے رہنے کے باوجود اس میں سوار نہ ہو سکا۔"

"یہ کیا بات ہوئی کہ ٹرین کے ساتھ دوڑ رہے تھے۔ مگر اس میں سوار نہیں ہوئے؟"

"یہی تو سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ تم بتاؤ' کیا تم نے وہ پچیس لاکھ روپے اس اجنبی سے حاصل کیے؟"

"نہیں' وہ بڑا چالباز تھا۔ پچیس لاکھ لے کر ہماری کوٹھی کے اندر آیا تھا لیکن میں کیسے بے خبر ہو گئی' مجھے پتا نہ چلا۔ جب آنکھ کھلی تو وہ اپنے پچیس لاکھ روپے لے کر جا چکا تھا۔"

"یقین نہیں آتا کہ اتنی بڑی رقم ہمارے گھر کے اندر آئی اور تم اسے لوٹ نہ سکیں۔ تم اسے اعصابی کمزوری کی دوا پلا سکتی تھیں۔"

"میں نے یہ بھی کرنا چاہا۔ پانی میں وہ دوا ملائی تھی لیکن نہ چاہنے کے باوجود میں وہ دوا خود ہی پی گئی۔ کیا بتاؤں کہ سفر کے دوران کس طرح کمزوری کا شکار رہی۔"

"تم اپنی مرضی کے خلاف وہ مضر دوا پی گئیں۔ میں اپنی مرضی کے مطابق ٹرین پر سوار نہ ہو سکا اور تم سے بچھڑ گیا۔ ہاں یہ تو بھول ہی گیا میں اسے بڑھے فخرالدین اور ننھی کو کھانا کھانے کے لیے پانچ روپے دینا چاہتا تھا۔ لیکن بے اختیار انہیں پانچ سو روپے دے دیے۔ وہ دونوں کہاں ہیں؟ میں ابھی ان سے پانچ سو وصول کروں گا۔"

"وہ اسی دن سے غائب ہیں۔ میرے تنویمی عمل کے زیر اثر رہنے کے باوجود مجھے دھوکا دے رہے ہیں۔ کہیں چھپے ہوئے ہیں۔"

"روزی! یہ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے تو ایسا لگتا ہے وہ اجنبی جوان کوئی جادوگر تھا۔ مجھ سے ٹرین چھڑا دی' تمہیں دوا پلا دی اور ان لمحوں کو میری جیب سے پانچ سو روپے دلا دیے۔"

وہ دل ہی دل میں بولی "وہ جادوگر بھی تھا اور چکرباز بھی' میرا سب کچھ لوٹ کر چلا گیا۔ اب سے پہلے کسی نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا

کہ مرد زبردست ہاتھ دکھا کر گیا ہے۔"

مراد نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو؟"

"اسے سوچ رہی ہوں۔ وہ پہلا شخص ہے' جس نے مجھے متاثر کیا ہے۔ سیدھی سی بات ہے' میں اسے چاہنے لگی ہوں۔ اسے تلاش کرو۔ اگر وہ میرا لائف پارٹنر بن جائے گا تو اس چالباز کے ساتھ ہم بڑی بڑی واراتیں کر سکیں گے۔"

"میں تو اس لیے بھی اسے تلاش کروں گا کہ مالدار اسامی ہے۔ ایک بار ہمیں ناکامی ہوئی۔ لیکن آئندہ اس سے بڑی رقمیں وصول کی جا سکتی ہیں۔"

ایک ہفتے بعد وہ کسی موٹی اسامی کو پھانسنے کے ارادے سے لاہور آئے۔ وہاں ملکی اور غیر ملکی سرمایہ دار آتے تھے۔ اب سے پہلے وہ کئی لکھ پتی اور کروڑ پتی تاجروں کو پھانس چکی تھی۔ مراد اس سے دور ہی دور رہ کر اس کی حفاظت کرتا تھا اور کسی عیاش کو روزی کے ساتھ بیڈ روم تک پہنچنے نہیں دیتا تھا۔ دونوں بہن بھائی اس سے پہلے شکار کو لوٹ کھسوٹ کر قتل کر دیتے تھے۔ یا پھر اسے کہیں منہ دکھانے اور شکایت کرنے کے قابل نہیں رہنے دیتے تھے۔

روزی کا خیال تھا کہ وہ علی کو بھی اسی طرح ٹریپ کرے گی۔ اسے اپنے بیڈ روم تک آنے دے گی۔ پھر اعصابی دوا کے ذریعے اسے کمزور کر کے پچیس لاکھ روپے چھین لے گی۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے اسے زہر دینے میں بھی تاخیر نہیں کرے گی لیکن پہلی بار وہ ایک مرد کے شکنجے میں آگئی تھی۔

بہرحال وہ مراد کے ساتھ ہال کے ڈائننگ ہال میں آئی تو فخرالدین نظر آیا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ وہ بہت ہی قیمتی سوٹ اور ٹک ٹائی میں تھا۔ آنکھوں پر سنہرے فریم کی عینک تھی اور وہ سر جھکائے کھانا کھانے میں مصروف تھا۔

مراد نے اپنے سوتیلے باپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے روزی سے کہا۔ "ہم نے تو اسے روٹی روٹی کا محتاج بنا رکھا تھا اور یہ ہم سے مانگ کر کھانے والا اس مہنگے ہوٹل میں کھانا کھا رہا ہے۔"

"بھائی! مجھے تو آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آرہا ہے۔ یہ شخص کتنا صاف ستھرا' خوش پوش اور باوقار ہے۔ ہمارا باپ تو بالکل چرواہا لگتا تھا۔"

"یقین تو مجھے بھی نہیں آرہا ہے۔ ہمارا باپ ایک ہفتے پہلے کیس چلا گیا ہے۔ جب بھی واپس آئے گا بھیک مانگتا ہوا آئے گا۔ ایک ہفتے میں نہ ایسا رئیس ہو سکتا ہے اور نہ ایسی باوقار شخصیت کا مالک بن سکتا ہے۔"

"نہیں معلوم کرنا چاہیے۔ یہ ہمارے سوتیلے باپ کا ہم شکل کیسے ہو گیا؟ اس کا کوئی جڑواں بھائی بھی نہیں تھا۔"

وہ اس کی میز کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ انہیں پہچانتا ہے یا نہیں؟ فخرالدین نے لقمہ چباتے ہوئے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ دیکھنے کے انداز میں اجنبیت تھی۔ اس نے دونوں کو گھور کر دیکھنا۔ پھر پوچھا "اپنی پرابلم؟"

"وہ..... میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"کوئی کاروباری بات؟"

"جی نہیں۔ ذاتی سی گفتگو ہو گی۔"

"کیا ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟ جب ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں تو ہمارے درمیان ذاتی گفتگو کیا ہو گی؟"

"آپ بیٹھنے کی اجازت دیں گے تو میں کچھ کہوں گی۔"

"کیسے اجازت دوں؟ معلوم تو ہو کہ کس موضوع پر بولو گی؟"

اس کے موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ روزی نے کہا "دراصل میں....."

اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے آگے کہنے سے روکا پھر موبائل آن کر کے بولا "ہیلو میں فوکر ڈین بول رہا ہوں۔ ہاں۔ ہاں۔ تو پھر کیا ہوا؟ اگر وہ ایک کروڑ روپے دے رہا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم مجھے لنچ کے وقت ڈسٹرب کرو۔ پھر یہ کہ بینک بند ہو چکا ہے۔ میں وہ ایک کروڑ روپے اپنے گھر لے جا کر نہیں رکھوں گا۔ کوئی بھی کتا اور کتی آکر مجھے لوٹ لیں گے۔"

ایک کروڑ کی بات پر دونوں کے دل تیزی سے دھڑکنے لگے تھے۔ کتا اور کتی کہنے کا ان پر اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ فون پر کہہ رہا تھا "ہوں مجبوری ہے۔ یہ رقم وہ اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتا۔ ٹھیک ہے' رقم لے آؤ۔ میری کار ہوٹل کے باہر کھڑی ہے۔ ہوٹل کے اندر نہ آنا۔ کار کے پاس میرا انتظار کرنا۔ میں لنچ سے فارغ ہو کر باہر آؤں گا۔ تمہیں محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ تم جانتے ہو' جس سے رقم لا رہے ہو' وہ میرا جانی دشمن ہے۔ میری جان لینے کے لیے بریف کیس میں رقم کی جگہ بم بھی رکھ سکتا ہے۔ ہوں۔ ہوں۔ شاباش' خوب ہوشیاری سے۔"

اس نے موبائل فون کو بند کیا پھر سر اٹھا کر بولا "ایں۔ تم دونوں ابھی تک کھڑے ہوئے ہو؟ تم شاید کچھ کہہ رہی تھیں۔"

مراد نے کہا "روزی! تم ان سے باتیں کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ روزی نے کہا "میں ایک لڑکی ہوں۔ آپ کو اخلاقاً مجھے بیٹھنے کے لیے کہنا چاہیے۔"

"ہوں لڑکی بھی ہو۔ تنہا بھی ہو۔ چلو بیٹھ جاؤ۔"

وہ شکریہ کہہ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ فخرالدین نے کہا "تم میری بیٹی جیسی ہو۔ بات شروع کرنے سے پہلے بتاؤ' کیا کھاؤ گی؟"

وہ چاہتی تھی کہ فخرالدین لنچ سے جلدی فارغ ہو کر باہر نہ جائے۔ مراد کو ایک کروڑ کا بریف کیس چھین کر فرار ہونے کا موقع مل سکے۔ وہ بولی "مجھے بھوک تو لگی ہے۔ لیکن میں کھانا کھاؤں گی تو آپ کو دیر ہو جائے گی۔"

"مجھے دیر نہیں ہو گی۔ بولو کیا کھاؤ گی؟"

"منگوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں پہلے ہی بہت کھانا

رکھا ہوا ہے۔"

وہ ایک پلیٹ میں سالن لیتے ہوئے بولی "آپ یقین نہیں کریں گے' آپ میرے ڈیڈی کے ہم شکل ہیں۔ ہو بہو ویسی ہی صورت آواز... اور لہجہ بھی ملتا جلتا ہے۔"

"کیا تمہارے ڈیڈی میری طرح دولت مند ہیں؟"

"نہیں۔ وہ بینک میں کیشئر ہیں۔"

فخرالدین بابا صاحب کے ادارے سے واپس آکر خیال خوانی میں مصروف رہا تھا۔ ضحیٰ بابا صاحب کے ادارے میں تھی۔ اس سے گفتگو کرنے کے بعد وہ سوتیلی بیٹی اور بیٹے کے خیالات پڑھتا رہا تھا اور بہت سی ایسی خفیہ باتیں معلوم کرتا رہا تھا جو پہلے اسے معلوم نہیں تھیں پھر پتا چلا کہ وہ دونوں شکار پھانسنے کے لیے ہوٹل پرل جانے والے ہیں۔ لہٰذا وہ انہیں حیران اور پریشان کرنے کے لیے وہاں پہنچا ہوا تھا۔

اس کی زبان سے ایک کروڑ کی بات سنتے ہی مراد باہر آگیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ فخرالدین کی کار کون سی ہے۔ وہ تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا رہا پھر اس نے ایک شخص کو دیکھا' وہ ایک بریف کیس لئے ٹیکسی سے باہر آیا۔ پھر اس نے کرایہ دے کر ٹیکسی کو رخصت کردیا۔ ایک کروڑ کی رقم نے مراد کے اندر ہلچل پیدا کردی تھی۔ اس کا اندازہ درست نکلا۔ وہ شخص بریف کیس لئے پارکنگ ایریا میں جاکر ایک کار کے پاس کھڑا ہوگیا تھا اور اب اس کار والے کا انتظار کررہا تھا۔

مراد تیزی سے چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔ پھر ہیلو کہہ کر اس نے متعارف ہونے کے لیے مصافحہ کیا "مجھے سرنے بھیجا ہے۔ وہ لنچ میں مصروف ہیں۔ انہوں نے کہا ہے' بریف کیس کی نمائش نہ کرو۔ یہاں کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر انتظار کرو۔"

وہ دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر گیا۔ مراد نے بھی اس کے ساتھ کار کے اندر بیٹھتے ہی اس کی گردن دبوچ لی۔ وہ باڈی بلڈر تھا۔ اس کے مقابلے میں وہ شخص ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ پھر اس نے جیب سے ایک پرفیوم کی شیشی نکالی۔ اس میں بے ہوشی کی دوا تھی۔ اس نے خود سانس روک کر دوا اسپرے کی تو وہ چشم زدن میں بے ہوش ہوگیا۔

مراد نے بریف کیس لے کر کار سے نکلنے میں دیر نہیں کی۔ تیزی سے چلتا ہوا اپنی کار کے پاس آیا۔ پھر اس میں بیٹھ کر اسے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنی چھوٹی سی کوٹھی میں پہنچ گیا۔ اب سے پہلے اس نے اتنی بڑی واردات نہیں کی تھی۔ ایک کروڑ روپے کی رقم معمولی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے کمرے میں آکر صوفے پر بیٹھ گیا۔

اس بریف کیس کو نمبروں کے ذریعے لاک کیا گیا تھا۔ اس نے اوزار کے ذریعے اس کے لاک کو توڑ دیا۔ پھر خوشی سے "ہوہا" کا نعرہ لگاتے ہوئے اسے کھولا۔ کھولتے ہی ایک ہلکا سا دھماکا ہوا۔ خلافِ توقع ہلکا سا دھماکا بھی ہو تو وہ بھی دہشت زدہ کردیتا ہے۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ پھر وہ صوفے سے نیچے گر پڑا۔

ہوٹل میں روزی نے فخرالدین کو باتوں میں الجھا رکھا تھا۔ تقریباً پچاس منٹ کے بعد وہ دونوں کھانے کی میز سے اٹھ گئے۔ وہ اس کے ساتھ ہوٹل کے باہر آتے ہوئے بولی "میرا بھائی بہت بے پروا ہے' تھوڑی دیر میں آنے کی بات کہہ کر جاتا ہے پھر گھنٹوں لگادیتا ہے۔ آپ کی رہائش کہاں ہے؟"

"میں گلبرگ منی مارکیٹ کے پاس رہتا ہوں۔ تم کہاں جاؤ گی؟"

"میں ذرا آگے لبرٹی مارکیٹ کے قریب رہتی ہوں۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے پارکنگ ایریا میں آئے۔ وہاں ایک شخص کار کے قریب بریف کیس لئے کھڑا ہوا تھا۔ روزی اسے دیکھ کر پریشان ہوگئی۔ سوچنے لگی' بھائی کہاں چلا گیا؟ کیا اس شخص سے بریف کیس چھین لینے کا موقع نہیں ملا؟

فخرالدین نے اس شخص سے بریف کیس لے کر پوچھا "تم نے اس کے سامنے یہ رقم گن لی تھی؟"

"جی ہاں۔ پوری رقم ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ فخرالدین نے کہا "تمہارا بھائی موقع سے فائدہ اٹھانا نہیں جانتا ہے۔"

وہ چونک کر بولی "جی؟ میں سمجھی نہیں؟"

"بھئی جیسے تم فائدہ اٹھا رہی ہو۔ مجھ سے مل کر ایک وقت کا کھانا بھی کھالیا اور گھر تک جانے کے لیے لفٹ بھی مل رہی ہے۔"

"دیکھئے آپ میری توہین کررہے ہیں۔ میں آپ کے پاس بھوکی محتاج بن کر نہیں آئی تھی اور نہ ہی کسی سے لفٹ مانگتی ہوں۔ میرے پاس گاڑی ہے۔ بھائی لے گیا ہے۔"

"تو پھر بھائی کا انتظار کرو۔ وہ آئے گا۔ ایسا بے غیرت تو نہیں ہوگا کہ تمہیں مجھ جیسے دولت مند کے پاس چھوڑ کر جائے اور واپس نہیں آئے۔"

ایسی باتیں سن کر روزی کو وہیں رک جانا چاہیے تھا۔ توہین کرنے والے کو دکھانا چاہیے تھا کہ وہ گئی گزری نہیں ہے۔ لیکن وہ ایک کروڑ کا بریف کیس نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ اس نے کہا "میں آپ کو باپ کی طرح مانتی ہوں۔ آپ کوئی سخت بات کہیں گے تو برا نہیں مانوں گی۔"

"تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے کہ تم اپنے باپ کو بہت چاہتی ہو اور ان کی عزت کرتی ہو۔"

"آپ مجھے موقع دیں' میں آپ کو بیٹی کا بھرپور پیار دوں گی۔"

"تو پھر بیٹھو کار میں۔ اسے اپنے باپ کی ہی سمجھو۔"

وہ اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ فخرالدین نے بریف کیس کو پچھلی سیٹ پر رکھ دیا تھا۔ پھر کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "میرا ایک بیٹا تھا۔ چار برس پہلے اس نے مجھے

غریب محتاج بوڑھا دیکھ کر گھر سے نکال دیا۔ اب وہ مجھے دولت مند دیکھ کر پچھتا رہا ہے۔ کیا تم پچھتا رہی ہو؟"

وہ چونک گئی پھر بولی "نہیں تو۔ میں نے اپنے باپ سے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ میں تو دل و جان سے انہیں چاہتی ہوں۔"

"میرا بیٹا بہت فراڈ ہے۔ ابھی کوئی دس دن پہلے مجھ سے پچیس لاکھ روپے لے گیا۔ میں اسے دینا نہیں چاہتا تھا لیکن ایسا لگتا ہے جیسے اس نے کوئی پراسرار علم سیکھ لیا ہے۔ پتا نہیں مجھے کیسے راضی کرلیا۔ میں نے بینک سے پچیس لاکھ نکال کر اسے دے دیے۔"

پچیس لاکھ کے ذکر پر وہ علی کو یاد کرنے لگی۔ فخرالدین نے کہا۔ "عجیب احمق لڑکا ہے۔ پچیس لاکھ کراچی لے گیا۔ پھر واپس آکر مجھے دے گیا۔"

"کیا ابھی چھ دن پہلے اس نے ٹرین میں سفر کیا تھا؟"

"ہاں۔ کیا تم اسے جانتی ہو؟"

"جی ہاں' میں نے بھی اس کے ساتھ سفر کیا تھا۔"

"پھر تو بڑا سفر SUFFER کیا ہوگا؟"

"اس کا نام کیا ہے؟"

"پتا نہیں آج کل کیا نام ہے۔"

"کیا اس کا نام نہیں ہے؟"

"نہیں۔ وہ فراڈ کرتے ہوئے جس نام سے بدنام ہوتا ہے' وہ نام چھوڑ کر۔ کوئی نیا نام رکھ لیتا ہے۔"

"اس نے مجھ سے بھی فراڈ کیا ہے۔"

"اس نے تمہارے ساتھ کیا کیا تھا؟"

"میں کسی کو بتا نہیں سکتی۔ یہ میرا اس کا معاملہ ہے۔ میں اسی سے شکایت کروں گی۔"

کار ایک بہت شان دار کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوئی۔ وہ کوٹھی آمنہ فرہاد کی تھی۔ ان دنوں آمنہ اپنے پوتے بابر علی فرہاد اور سونیا کے بیٹے کبریا فرہاد کے ساتھ ملتان میں قیام پذیر تھی لاہور والی وہ کوٹھی خالی پڑی تھی۔ اس لیے اب فخرالدین وہاں رہنے لگا۔ کچھ دن وہاں رہ کر اپنی نئی کوٹھی میں منتقل ہونے والا تھا۔

فخرالدین اس دوران اس کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ وہ اس فکر میں تھی کہ کوٹھی میں پہنچ کر کس طرح اسے اعصابی کمزوری کی دوا پلائے گی۔ فخرالدین خود ہی صوفے پر بیٹھ کر بولا "بڑی پیاس لگ رہی ہے۔ پلیز فریج سے ایک گلاس پانی لے آؤ۔"

اس کی تو جیسے دعا قبول ہوگئی۔ وہ جلدی سے بولی "ابھی لاتی ہوں۔ آپ یہیں بیٹھے رہیں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی فریج کے پاس آئی۔ اسے کھول کر ایک گلاس پانی لیا۔ پھر گریبان سے ایک شیشی نکال کر اس کے دو قطرے پانی میں ٹپکائے۔ شیشی بند کرکے دوبارہ گریبان میں چھپالی۔ اس کے بعد پانی سے بھرے گلاس کو ہونٹوں سے لگالیا۔

ایسے وقت اس نے گھبرا کر سوچا "یہ میں کیا کررہی ہوں؟ یہ تو وہی غلطی دہرا رہی ہوں۔ نہیں' میں نہیں پیوں گی۔"

وہ گلاس کو ہونٹوں سے الگ کرنا چاہتی تھی۔ مگر ایسا کرنے کا صرف ارادہ کررہی تھی۔ اس پر عمل کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ وہ بے اختیار پیتی جارہی تھی۔ یوں نہ پینے کی جدوجہد میں وہ گلاس کا آخری قطرہ تک پی گئی۔

اس نے خالی گلاس کو دیکھا۔ پھر چیخنے لگی۔ فخرالدین نے آکر پوچھا "کیا ہوا؟ کیوں چیخ رہی ہو؟"

وہ فخرالدین کے سوال پر سوچ میں پڑ گئی۔ چیخنے کی وجہ یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ اعصابی کمزوری کی دوا حلق سے اتر چکی تھی۔ وہ بولی۔ "میں کمزوری محسوس کررہی ہوں۔"

"تعجب ہے کمزوری سے آواز بند ہوجاتی ہے۔ تمہاری چیخ تو باہر تک جارہی ہے۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولی "میں ابھی کمزور ہونے والی ہوں۔"

"یہ بھی تعجب کی بات ہے' تمہیں کیسے پتا چل گیا کہ کمزور ہونے والی ہو۔"

"پلیز مجھے کسی بیڈ روم میں لے چلیں اور وعدہ کریں' جب تک میری کمزوری دور نہیں ہوگی۔ آپ مجھے یہاں رہنے دیں گے۔"

فخرالدین نے سہارا دے کر ایک بیڈ روم میں اسے پہنچاتے ہوئے کہا "پتا نہیں تمہاری کمزوری کب دور ہوگی اور تم یہاں کتنے گھنٹے اور کتنے دنوں تک رہو گی۔"

"شام تک میری طبیعت بحال ہوجائے گی۔ پھر چلی جاؤں گی۔"

"میں ابھی ضروری کام سے جارہا ہوں۔ واپسی میں پتا نہیں شام ہوجائے یا رات ہوجائے۔ تمہیں یہاں تنہا رہنا ہوگا۔"

وہ تو یہی چاہتی تھی۔ مگر سوچنے لگی۔ وہ اپنے ساتھ بریف کیس لے جائے گا تو کوٹھی میں تنہا نہیں رہے گی۔ فخرالدین نے اس کے خیالات پڑھ کر اس کمرے کی ایک الماری کھولی۔ پھر اس میں بریف کیس رکھتے ہوئے کہا "یہ رقم کل بینک میں جمع کراؤں گا۔ ابھی اسے یہاں لاک کررہا ہوں۔ تم جب بھی جانا چاہو' کمرے کے دروازے کو باہر سے لاک کرتی جانا۔ فریج میں دودھ اور تازہ پھل رکھے ہوئے ہیں۔ تمہیں توانائی بحال کرنے کے لیے کھانا پینا چاہیے۔"

وہ الماری لاک کرکے اسے بیڈ روم میں چھوڑ کر ڈرائنگ روم میں آگیا۔ روزی بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ الماری کی طرف دیکھ رہی تھی لیکن کمزوری بڑھتی جارہی تھی۔ اس میں کروٹ لینے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اپنے اندر توانائی کے بحال ہونے کا انتظار کرے۔ ایسا اس کے ساتھ دوسری بار ہورہا تھا۔ اس کے قریب اس کی اوقات سے زیادہ دولت تھی۔ لیکن اسے حاصل کرنے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھا سکتی تھی۔

فخرالدین ڈرائنگ روم میں تھا۔ علی نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا "انکل! آپ کی نئی کوٹھی کے کاغذات مکمل ہو چکے ہیں۔ آپ جا کر ان سے کاغذات لیں۔ کوٹھی ویل فرنشڈ ہے۔ آپ آج ہی سے وہاں رہائش اختیار کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ میری دشمن سوتیلی بیٹی روزی میرے لیے گڑھا کھودتے وقت خود گڑھے میں گر پڑی ہے۔ وہ تمہیں جانتی ہے۔ وہ میرے ساتھ اس کوٹھی میں کیوں آئی ہے یہ تم اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکو گے۔ میں جا رہا ہوں۔"

وہ ڈرائنگ روم سے نکل کر کوٹھی کے باہر آیا۔ پولیس کی ایک گاڑی احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ فخرالدین نے علی کے پاس جا کر کہا "میرے دماغ میں آ۔ پتا نہیں پولیس یہاں کیوں آئی ہے۔"

علی اس کے پاس آ گیا۔ پولیس کی گاڑی ایک جگہ رک گئی تھی۔ سپاہی گاڑی سے نکل کر فخرالدین کو گھیر رہے تھے۔ ایک انسپکٹر نے کہا "ہم تمہیں ڈکیتی کے جرم میں گرفتار کرنے آئے ہیں۔"

فخرالدین نے حیرانی سے پوچھا "میں نے ڈکیتی کی ہے؟ کہاں؟"

"بینک میں۔ تھانے چلو۔ وہاں تمہاری اصلیت کھل جائے گی۔"

"ٹھیک ہے' چلتا ہوں مگر جب تک الزام ثابت نہیں ہو گا' مجھے ہتھکڑی نہیں پہنائی جائے گی۔"

"میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ ہتھکڑی ضرور پہناؤں گا۔"

اس نے ایک سپاہی سے ہتھکڑی لی۔ علی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ سپاہی کو ہتھکڑی واپس کرتے ہوئے بولا "آپ بزرگ ہیں۔ میں ہتھکڑی نہیں پہناؤں گا۔ آپ عزت سے اپنی کار میں چلیں۔"

انہوں نے تھانے پہنچنے تک انسپکٹر کے خیالات پڑھے۔ بات یہ تھی کہ فخرالدین بینک میں کیشئر تھا۔ بینک کا بڑا سیف جب بھی کھولا جاتا تھا تو اس وقت بینک منیجر' سیکیورٹی افسر اور فخرالدین کی وہاں موجودگی لازمی ہوتی تھی۔ کوئی ایک غیر حاضر ہو تو بینک کے ہیڈ آفس سے ایک اعلیٰ افسر کو بلا کر سیف کو کھولا جاتا تھا۔

جس کمرے میں وہ بڑا سیف تھا اس کمرے کے باہر چار سیکیورٹی گارڈز ہوتے تھے۔ وہ کسی کو اندر جانے نہیں دیتے تھے۔ اتنے سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود یہ انکشاف ہوا تھا کہ سیف میں رکھی ہوئی سونے کی پانچ سو اینٹیں چرا لی گئی تھیں۔

علی نے کہا "انکل! آپ مجھے بینک منیجر کے اندر پہنچائیں اور آپ سیکیورٹی افسر کے چور خیالات پڑھیں۔ ابھی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

فخرالدین نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بینک منیجر کے اندر پہنچا۔ وہ سیکیورٹی افسر کے ساتھ حوالات میں تھا۔ علی اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا۔ بینک کے سیف میں ڈیڑھ ہزار سونے کی اینٹیں ہیں۔ وہ اپنے منصوبے کے مطابق بڑی آسانی سے وہ تمام اینٹیں چرانے والا تھا۔ لیکن پانچ سو چرانے کے بعد ہی بھید کھل گیا تھا۔

بینک کے اعلیٰ افسران نے سالانہ چیکنگ کے لئے سیف کھولا تو اینٹوں کو دیکھ کر شبہ ہوا۔ ان میں سے ایک اینٹ کو لے کر کسوٹی پر گھسا تو بھید کھلا' وہ چاندی کی اینٹ تھی جس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا تھا۔ فوراً ہی بینک منیجر اور سیکیورٹی افسر کو حراست میں لیا گیا۔ ایسے وقت فخرالدین بابا صاحب کے ادارے میں تھا۔ اسے اب حراست میں لیا گیا تھا۔

ان ڈیڑھ ہزار سونے کی اینٹوں کو کسوٹی پر پرکھ کر دیکھا گیا۔ ان میں سے ایک ہزار خالص سونے کی اینٹیں تھیں۔ باقی پانچ سو چاندی کی تھیں جن پر سونے کا پانی چڑھایا گیا تھا اور ایسا بینک منیجر اور سیکیورٹی افسر کی ملی بھگت سے ہوا تھا۔

وہ دونوں روزانہ دو نقلی سونے کی اینٹیں چھپا کر لاتے تھے۔ سیف والے بند کمرے میں جب فخرالدین سر جھکائے کلوزنگ رقم کا حساب کرتا رہتا تو وہ دو اصلی سونے کی اینٹیں اٹھا کر ان کی جگہ نقلی رکھ دیا کرتے تھے اور اصلی کو لباس کے اندر چھپا کر لے آیا کرتے تھے۔

اس طرح انہوں نے کئی ماہ میں پانچ سو اینٹیں چرائی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ پاکستان کرپشن کے اعتبار سے سرفہرست ممالک میں سے ایک ہے۔ بینک میں ڈاکا ڈالنے کی یہ ایک انوکھی مثال تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کرپشن کے مرتکب کتنی چالاکی اور حکمتِ عملی سے کام کرتے ہیں اور ایسے منفی ذہانت والے آئے دن پاکستان میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ خدا نے چاہا تو محبانِ وطن کی مثبت ذہانت سے یہ کرپٹ عناصر مرتے رہیں گے۔

فخرالدین تھانے پہنچ کر اس سلسلے میں اپنی صفائی پیش کرنا تھا۔ اگرچہ بینک کے اعلیٰ افسران اسے سچا اور دیانت دار تسلیم کرتے تھے۔ لیکن بینک سے جو چوری ہوتی رہی تھی اس چوری کے دوران وہ دیانت دار کیشئر موجود رہتا تھا۔ یہ یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ جائے واردات پر موجود رہنے والا بھی مجرم ہے۔

علی نے کہا "انکل! آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جارحانہ قدم اٹھا کر قانون کی گرفت سے بچ سکتے ہیں۔ لیکن یہ ہمارا ملک ہے اور قانون کے محافظ اس وقت صحیح قانونی کارروائی کر رہے ہیں۔"

"صحیح ہونے کے باوجود میرے معاملے میں غلط ہیں۔ مجھے کسی حکمتِ عملی سے خود کو بچانا اور اصل مجرموں کو سزا دلانا ہو گا۔"

"ایسا ایک ہی راستہ ہے۔ ہم یہ ثابت کر دیں کہ بینک میں چوری نہیں ہوئی۔ وہاں ڈیڑھ ہزار اصلی سونے کی اینٹیں موجود ہیں۔"

"جب وہ وہاں نہیں ہیں تو ہم کیسے ثابت کریں گے؟"

"ہم ان کے چور خیالات سے معلوم کر چکے ہیں کہ انہوں نے وہ پانچ سو اینٹیں کہاں چھپائی ہیں۔ آج ہمارے چند آلۂ کار وہ مال وہاں سے چرا کر واپس بینک کے سیف میں پہنچا دیں گے۔"

"بیٹے! یہ کیسے ممکن ہے۔ اگرچہ رات کو بینک بند رہتا ہے لیکن اس عمارت میں دس گن مین اور دو سیکیورٹی افسران ہوتے ہیں۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے اتنے لوگوں کو کس طرح سحر زدہ کریں گے؟"

"آپ یہ کیوں بھولتے ہیں کہ بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔ آپ کو جتنی ضرورت ہو گی اتنے ہی خیال خوانی کرنے والے آپ کے پاس پہنچتے رہیں گے۔ آپ ابھی سے منصوبے پر عمل کریں تاکہ ہمارے خیال خوانی کرنے والے یہاں کچھ لوگوں کو آلۂ کار بنا کر اس خفیہ جگہ سے سونے کی اینٹیں لا سکیں اور بینک میں ڈیوٹی دینے والے محافظوں کے دماغوں میں پہنچتے رہیں۔"

فخرالدین نے تھانے کے انچارج سے کہا "میں ابھی کوئی تحریری بیان نہیں دوں گا۔ یہاں بینک کے بڑے بڑے افسران موجود ہیں۔ میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میری پچھلی سچائی اور دیانت داری کے پیشِ نظر مجھے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے چوبیس گھنٹے کی مہلت دیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم آپ کو ضرور مہلت دیں گے۔"

"میری دوسری التجا ہے کہ مہلت پوری ہونے تک مجھ سے مجرموں جیسا سلوک نہ کیا جائے۔ مجھے حوالات میں نہ رکھا جائے۔"

بینک کے سب سے بڑے افسر نے کہا "آپ کا سروس ریکارڈ بے داغ ہے۔ ہم آپ کی عزت کرتے ہیں۔ بینک کی طرف سے چوبیس گھنٹے کے لیے آپ کی ضمانت لی جائے گی اور آپ کو ایک آرام دہ مکان میں نظر بند رکھا جائے گا۔ آپ سے صرف آپ کا وکیل ملاقات کر سکے گا۔"

پھر بینک کی طرف سے ضمانت لی گئی۔ فخرالدین کو ایک چھوٹے سے مکان میں منتقل کر دیا گیا۔ وکیل نے آ کر اس سے ملاقات کی۔ فخرالدین نے کہا "آپ ابھی تحریری اپیل کریں گے کہ بینک میں ڈاکا نہیں ڈالا گیا ہے۔ آپ کے موکل کو شیشے کی بنا پر گرفتار کیا گیا ہے۔ آپ کی موجودگی میں سیف کو کھول کر دیکھا جائے گا۔ اگر وہاں تمام مال موجود ہو تو آپ کے موکل کو عدالتی ضمانت پر رہا کر کے فرضی ڈاکے کے کیس کو عدالت میں لایا جائے۔"

وکیل اس سے ضروری ہدایات لے کر چلا گیا۔

شام کے چھ بجے روزی کی طبیعت بحال ہونے لگی۔ وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے اندر کھلبلی سی تھی کہ وہ بریف کیس جلد سے جلد اس کے ہاتھوں میں آ جائے۔ لیکن الماری اس سے دور تھی اور کمزوری ابھی باقی تھی۔ وہ پلنگ سے اتر کر کھڑی ہوئی تو سر چکرانے لگا۔

پوری طرح توانائی بحال کرنے کے لیے وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئی کمرے سے نکل کر فریج کے پاس آئی۔ ایک گلاس میں دودھ لیا۔ پھر وہیں بیٹھ کر سیب کھانے اور دودھ پینے لگی۔ سیب اور ٹھنڈے دودھ کے باعث فرحت محسوس ہوئی۔ ایسی تازگی کا احساس ہوا کہ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہاں سے چلتے ہوئے کمرے میں واپس آئی تو ٹھٹک گئی۔

وہاں علی تھا۔ مقفل الماری کو کھولتے ہوئے کہہ رہا تھا "اسے کھولنا تمہارے بس کی بات نہیں تھی۔ شکر کرو۔ میں پہنچ گیا ہوں۔"

روزی کو اس بات پر غصہ آیا کہ چوری کے مال کا حصے دار آ گیا ہے۔ وہ بولی "کیوں آئے ہو؟ چلے جاؤ۔ تم فریبی ہو۔ مجھے بہت بڑا دھوکا دیا ہے۔ میں صرف دھن لوٹتی ہوں۔ تم نے عزت لوٹی ہے۔ تم لفنگے بدمعاش ہو۔"

الماری کے پٹ کھل گئے۔ علی نے خوش ہو کر کہا "وہ مارا۔ مل گیا' بریف کیس....."

وہ الماری سے بریف کیس نکال کر پلٹا تو وہ بولی "خبردار! یہ میرا ہے۔ اسے میرے حوالے کرو۔"

"تمہارے پاس طاقت نہیں ہے۔ ہتھیار نہیں ہے۔ مگر ایسے للکار رہی ہو' جیسے قتل کر دو گی۔ بھی پیار سے مانگو' دولت بھی دوں گا اور دل بھی۔"

"تم جھوٹے ہو۔ تم نے پچھلی بار میرے بستر پر پچیس لاکھ روپے لٹا دیے۔ میں خوش ہو گئی تھی۔ مگر جب آنکھ کھلی تو معلوم ہوا پورے پچیس لاکھ لے کر چلے گئے ہو۔"

"وہ تمام نوٹ جعلی تھے۔ میں تمہیں کسی مصیبت میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ میں وہ جعلی پچیس لاکھ روپے فوکر ڈین کو دینے والا تھا۔"

"ہاں بوڑھا کہہ رہا تھا کہ تم اس سے پچیس لاکھ لے کر کراچی گئے تھے۔ پھر تم نے وہاں سے واپس آ کر وہ پچیس لاکھ واپس کر دیے۔"

"وہ خوش ہے کہ میں نے اس سے لی ہوئی رقم واپس کر دی ہے۔ اسے اب تک معلوم نہ ہو سکا کہ اس کے پاس جعلی نوٹ پہنچے ہوئے ہیں۔"

"تم اپنے باپ کو دھوکا دیتے ہو؟"

"وہ مجھے بیٹا کہتا ہے مگر باپ نہیں ہے۔"

علی نے بریف کیس کو بستر پر رکھا۔ پھر اسے کھول کر اس میں سے گڈیاں نکال کر بستر پر نوٹوں کی برسات کرنے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ قریب آتے ہوئے اس کے بازو سے لگ گئی۔ پھر سامنے آ کر گلے کا ہار بن کر بولی "وعدہ کرو۔ اب دھوکا نہیں دو گے؟"

"میں تو صرف دھوکا دینے والوں کو دھوکا دیتا ہوں۔ تم تو ایک

سیدھی سادی سی لڑکی ہو' تم سے تو دھوکا کھانا چاہیے۔"

اس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر نوٹوں کی سیج پر پھینک دیا۔

وہ سحرزدہ ہو کر سوچ رہی تھی "بالکل وہی منظر ہے۔ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔ کیا میں پھر دھوکا کھاؤں گی؟ نہیں۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ اس روز میں سو گئی تھی۔ لیکن آج جاگتی رہوں گی۔ موقع پاتے ہی اسے اعصابی کمزوری کی دوا پلا کر پورے کروڑ روپے لے کر چلی جاؤں گی۔"

وہ سوچتی رہی۔ اسے پتا ہی نہ چلا کہ کب اس کی آنکھ لگ گئی۔ خیال خوانی کی لہروں نے دماغ میں چور راستے سے آکر اسے سلا دیا۔

وہ بڑی گہری نیند میں تھی۔ کتوں کے بھونکنے سے آنکھ کھل گئی۔ پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا کہ کہاں ہے؟ پھر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ وہ ہری بھری گھاس پر تھی۔ نوٹوں کی سیج غائب ہو چکی تھی۔ کچھ فاصلے پر کھڑے ہوئے کتے اس پر بھونک رہے تھے۔ کیوں کہ وہ ان کے آرام کرنے کی جگہ پر لیٹی ہوئی تھی اور اب بیٹھ گئی تھی۔

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ دائیں ہاتھ پر صرف ایک گز کے فاصلے پر کوٹھی کا گیٹ تھا۔ وہ اپنی ہی کوٹھی کے گیٹ پر تھی۔ اسے کچرے کی طرح اٹھا کر پھینک دیا گیا تھا۔ وہ غصے سے چیخنے لگی "آئی ہیٹ یو۔ آئی ول کل یو مائی میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گی۔"

وہ غصے اور توہین کے احساس سے کانپ رہی تھی۔ وہاں سے چپل کر کوٹھی کے اندر آئی۔ پھر چیخ کر بولی "بھائی! بے غیرت بھائی! تم کہاں ہو؟ تم نے میری خبر کیوں نہ لی۔ دیکھو میرا کیا حال ہو گیا ہے؟ اس فریبی نے مجھے پھر لوٹ لیا ہے۔"

ایک اندھیرے کمرے سے مراد کی کراہیں سنائی دیں۔ وہ بولا۔ "آہ! تم کہاں رہ گئی تھیں؟ جب میں وہ بریف کیس لے آیا تھا تو تم اس بوڑھے کو چھوڑ کر چلی آتیں۔"

"کیسے آجاتی؟ پتا نہیں تم کس کا بریف کیس لے آئے تھے۔ میں تو بوڑھے کے بریف کیس کے ساتھ تھی۔"

"آہ! یہاں آکر پتا چلا' دھوکا ہوا ہے۔ میں نے جیسے ہی بریف کیس کو کھولا تو ایک دھماکا ہوا۔"

وہ سہم کر بولی "دھماکا؟"

"ہاں۔ مگر پتا نہیں' وہ کیسا بم تھا۔ اس میں سے ایک کالی سیال شے نکلی جس کے چھینٹے مجھ پر پڑے۔ میرا چہرہ کالا ہو گیا ہے۔"

وہ تاریک کمرے سے نکل کر روشنی میں آیا۔ وہ سیاہ فام بھوت لگ رہا تھا۔ سیاہ چہرے کے پیچھے آنکھوں کے سفید دیدے چمک رہے تھے۔ روزی نے پوچھا "تم نے چہرہ کیوں نہیں دھویا؟"

"میں کئی بار دھو چکا ہوں۔ پہلے صابن... سے دھویا۔ پھر مٹی کے تیل اور تارپن سے رگڑ رگڑ کر کالک چھڑانی چاہی مگر ایک ذرا سی بھی کالک صاف نہ ہوئی۔ پھر میں نے ڈاکٹر کو بلایا۔ اس نے اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد کہا' یہ کالک کھال کے ایک ایک ریشے میں جذب ہو گئی ہے۔ یعنی کھال کا ایک حصہ بن گئی ہے۔ اس سیاہی کو کبھی چھڑایا نہیں جا سکے گا۔ آہ! میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ مگر آئینہ دیکھنے سے یہ کسی گناہ گار کے منہ کی کالک دکھائی دیتی ہے۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولی "ہم پر یہ ساری مصیبتیں اس جوان کی وجہ سے آرہی ہیں۔"

"تم کس جوان کی بات کر رہی ہو؟"

"وہ جس کے پچیس لاکھ روپے چھیننے کے لیے ہم نے کراچی سے اس کا پیچھا کیا تھا۔ آج میں آسانی سے ایک کروڑ روپے لے آتی۔ لیکن اس نے اتنی بڑی رقم چھین لی۔ میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے۔ میں اتنی حسین ہوں کہ بڑے بڑے دولت مند عیاش میری طرف مائل ہوتے ہیں لیکن وہ بدمعاش میری بوٹیاں نوچ کر مجھے یہاں ایسے پھینک کر چلا گیا جیسے میٹھے مسالے کھا کر لوگ شوق سے چبانے کے بعد سڑک کے کنارے تھوک کر چلے جاتے ہیں۔"

اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ دونوں بہن بھائی قسمیں کھانے لگے کہ اب اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

○☆○

ایک طویل مدت کے بعد الپا تنویمی عمل کے شکنجے میں آئی تھی۔ پارس نے سونیا کے دماغ میں آکر کہا "مما! میں نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا ہے۔ منکی برادر کو الپا کے سحر سے آزاد کرانے کے لیے ضروری تھا کہ پہلے الپا کو ٹریپ کیا جاتا۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے۔"

سونیا نے پوچھا "کیا منکی برادر کو الپا کے عمل سے نجات دلائی ہے؟"

"جی ہاں۔ باربرا نے اس پر عمل کیا ہے۔"

"اب ایسے انتظامات کرو کہ منکی برادر بہ آسانی اپنے بھائی منکی ماسٹر کے پاس میامی شہر پہنچ جائے۔"

"مما! ہمارا مقصد ہے کہ خلائی مخلوق کو اپنی دنیا میں قدم جمانے کا موقع نہ دیں۔ پھر منکی برادر کو میامی شہر بھیجنا کیا ضروری ہے۔ وہ باربرا کا تابعدار ہے۔ اس کے حکم سے پرواز کرتا ہوا اپنے خلائی زون میں چلا جائے گا۔ پھر واپس نہیں آئے گا۔"

"بیٹے! تم بھول رہے ہو۔ خلائی مخلوق کے دماغوں پر تنویمی عمل کا اثر صرف چند گھنٹوں تک رہتا ہے۔ تم اسے خلائی زون کی طرف روانہ کر دو گے۔ راستے ہی میں وہ تنویمی عمل سے آزاد ہو کر پھر یہاں واپس آجائے گا۔"

"جی ہاں۔ یہ بات میرے ذہن سے نکل گئی تھی کہ ان کے دماغ زیادہ دیر تک تنویمی عمل کے زیر اثر نہیں رہتے ہیں۔ بہرحال

منکی برادر میامی پہنچ جائے گا۔ لیکن اس کے ہزاروں منکی مین کا کیا ہے گا؟"

"تمام منکی مین کو وہیں رہنے دیا جائے۔ وہ حکومتِ اسرائیل پر بوجھ بنے رہیں گے۔ منکی برادر' الپا کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ منکی مین کو قتل ابیب کے کیمپ میں آرام سے نہ رکھا گیا تو اس ملک پر حملہ کیا جائے گا۔"

سونیا نے فون کے ذریعے منکی ماسٹر سے کہا "میں نے وعدہ کیا تھا کہ تمہارا بھائی چوبیس گھنٹے کے اندر تمہیں مل جائے گا اور ابھی صرف چھ گھنٹے گزرے ہیں۔ ہم تمہارے بھائی کو الپا کے سحر سے نجات دلا چکے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "کیا واقعی؟ تم نے اتنے جلدی کامیابی کیسے حاصل کر لی؟"

"یہ میرا اپنا طریقۂ کار ہے۔ یہ بتاؤ' تمہارے بھائی کو کہاں پہنچایا جائے؟"

"یہاں بھیج دو۔ میں بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"قتل ابیب میں تمہارے جو نادیدہ جاسوس ہیں' ان سے کہو کہ وہ تمہارے بھائی کو اپنی نگرانی میں تمہارے پاس پہنچا دیں۔"

مونیا نے اسے الپا کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا بتایا۔ وہ نادیدہ جاسوس وہاں پہنچ گئے۔ الپا تنویمی نیند میں تھی۔ باربرا نے منکی برادر کو تنویمی نیند سے جگا دیا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر اپنے پاس فرش پر لیٹی ہوئی الپا کو دیکھا۔ پھر سوچا "میں یہاں کیسے آگیا؟"

باربرا نے کمرے میں آکر کہا "تم اس کے تابعدار بن گئے تھے۔ کیا اس کی غلامی بھول گئے؟"

وہ سوچتے ہوئے بولا "ہاں یاد آرہا ہے۔ اس نے مجھے غلام بنا لیا تھا۔ تم کون ہو؟"

"میں تمہارے بھائی منکی ماسٹر کے لیے کام کر رہی ہوں۔ میں نے تمہیں اس کی غلامی سے نجات دلائی ہے۔"

اس کمرے میں دو منکی مین اچانک نمودار ہوئے۔ پارس نے کمرے میں آکر کہا "تم منکی برادر کو لے جا سکتے ہو۔"

انہوں نے اپنے منکی برادر کو گولیوں اور کیپسولوں کی ڈبیا دی۔ ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھنے والا آلہ برین گارڈ اس کے سر سے لگا دیا۔ اس نے الپا کو دیکھ کر کہا "میں اسے بھی ساتھ لے جاؤں گا اور اپنی کنیز بنا کر رکھوں گا۔"

پارس نے کہا "پیو! یہاں کا کھلونا یہیں رہنے دو۔ تم نے بہت کھیل لیا۔ اچھے بچے کی طرح گھر جاؤ ورنہ پھر دلدل میں دھنسو گے۔"

اس کے دونوں جاسوس اسے اپنے ساتھ چھت پر لے گئے۔ وہاں تینوں نے اپنے منہ میں کیپسول رکھے۔ پھر وہاں سے پرواز کرتے ہی نادیدہ بن گئے۔ پارس نے سونیا کو بتا دیا کہ منکی برادر وہاں سے روانہ ہو چکا ہے۔

سونیا نے منکی ماسٹر کو فون پر بتایا۔ وہ خوش ہو کر بولا "میں تمہارا احسان ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ یہ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ تم نے میرے بھائی کو عورت کی غلامی سے نجات دلائی۔ مجھے حکومتِ اسرائیل کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی شرمندگی سے بچایا اور اتنے احسانات کے بدلے تم ہم سے کچھ نہیں چاہتی ہو۔ میں نہایت عاجزی سے کہتا ہوں کہ ہم سے دوستی کر دو یا ہم سے کچھ مطالبہ کرو۔"

"مطالبات کرنے والے اور شرائط منوانے والے دوست نہیں' موقع پرست ہوتے ہیں۔ میں آئندہ بھی تم سے رابطہ رکھوں گی۔ فی الحال تم اپنے ان ہزاروں منکی مین کو تحفظ دو جو قتل ابیب کے کیمپ میں ہیں۔"

یہ سونیا کی حکمتِ عملی تھی۔ وہ منکی ماسٹر کو اس کے ہزاروں منکی مین کے تحفظ کے لیے کہہ رہی تھی۔ دشمنی سے یہ نہیں کہہ رہی تھی کہ حکومتِ اسرائیل کے لیے دردِ سر بن جاؤ۔ اسے ایسا کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ منکی ماسٹر خود ہی اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لیے دشمنی کرنے والا تھا۔

اس نے الپا کی رہائش گاہ پر فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ الپا گہری نیند میں تھی۔ گھنٹی کی آواز پر اس نے آنکھیں کھول کر خود کو فرش پر دیکھا۔ حیرانی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ سوچنا اور سمجھنا چاہتی تھی کہ فرش پر کیوں سو گئی تھی؟ لیکن فون کی گھنٹی مخاطب کر رہی تھی۔ اس نے اٹھ کر ریسیور اٹھایا۔ پھر پوچھا۔ "ہیلو؟"

"ہیلو' میں ہوں منکی ماسٹر۔ کیا تم الپا ہو؟"

"ہاں' میں بول رہی ہوں۔ کیا تم نے پھر اپنے بھائی کو میرے خلاف بھڑکانے کے لیے فون کیا ہے؟"

"ہاں' میں اسے تمہاری غلامی سے نجات دلاؤں گا۔ اسے بلاؤ۔ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ شاید ٹوائلٹ میں ہے۔ اگر یہاں ہوتا تب بھی تم سے بات نہ کرتا۔ وہ فیصلہ کر چکا ہے' تم اس سے ملنے یہاں آؤ گے تب ہی روبرو بات کرے گا۔"

"میں تمہارا منصوبہ سمجھتا ہوں۔ اپنے بھائی سے ملاقات کرنے آؤں گا تو مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔ پھر میرے برادر کی طرح مجھے بھی حکومتِ اسرائیل کا اور کسی عورت کا تابعدار بنا دیا جائے گا۔"

"تم آؤ یا نہ آؤ۔ تمہارا بھائی ہمیشہ میرا غلام بنا رہے گا۔ وہ زون تھری میں جدید ہتھیار تیار کرتا تھا۔ اسے غیر معمولی گولیوں اور فلائنگ کیپسول کے مکمل فارمولے زبانی یاد ہیں۔ ہم ایسی تمام غیر معمولی چیزیں اور حیرت انگیز جدید ہتھیار تیار کر کے پوری دنیا پر چھا جائیں گے۔"

"بڑے سہانے سپنے دیکھ رہی ہو۔ ابھی خواب کی تعبیر دیکھو گی

تو سر پیٹنے لگو گی۔ ذرا خیال خوانی کی زحمت اٹھاؤ اور میرے بھائی کے دماغ میں جا کر اسے اپنے پاس بلاؤ۔"

"اس کی بات نہ کرو۔ وہ میری ایک آواز پر دوڑا آئے گا۔"

"نہیں آئے گا۔ تم بلاؤ گی تو تم پر تھوک دے گا۔"

الپا نے سنجیدگی سے سوچا۔ منکی ماسٹر چیلنج کے انداز میں ایسا کہہ رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ لیکن سوچ کی لہریں منکی برادر کے دماغ تک نہ پہنچ سکیں۔

منکی ماسٹر نے کہا "اگر منہ پر ناکامی کا جوتا پڑے تو فون بند نہ کرنا۔ ورنہ میں پہلے کہہ چکا ہوں' آج آدھی رات کو قتل اہیب میں قیامت آئے گی۔"

الپا اپنے تابعدار کے اندر پہنچنے میں ناکام رہی تھی۔ اس ناکامی نے سمجھا دیا تھا کہ وہ بہت بڑی بازی ہار چکی ہے۔ وہ بولی "میں بڑی الجھن میں ہوں۔ تم سے بات کروں گی۔ لیکن مجھے سوچنے سمجھنے کی مہلت دو۔ مجھ سے ایک گھنٹے بعد رابطہ کرو۔"

"میں تمہارا غلام نہیں ہوں کہ تمہاری مرضی کے مطابق رابطہ کروں گا۔ میرے ہزاروں جان نثار وہاں خیموں میں پڑے ہیں۔ ابھی اور اسی لمحے فون بند کر کے خود اس کیمپ میں جاؤ۔ ان کے کھانے پینے اور آرام و آسائش کے انتظامات کرو۔ میں آدھے گھنٹے بعد اپنے نادیدہ جاسوسوں کے ذریعے ان کے حالات معلوم کروں گا۔ ہزاروں میں سے کسی ایک جان نثار کو بھی کوئی شکایت ہوگی تو اس کی سزا تمہارے ملک کے اکابرین کو ملے گی۔ میں ایک گھنٹے بعد رابطہ کروں گا۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوگیا۔ اس نے فوراً ہی برین آدم کے پاس پہنچ کر کہا "پتا نہیں منکی برادر کس طرح تنویمی عمل کے شکنجے سے نکل گیا ہے۔ جب کہ میں ہر رات اس پر عمل کرتی تھی۔ درپردہ کیا ہو چکا ہے' یہ بعد میں معلوم کیا جائے گا۔ ابھی منکی ماسٹر مصیبت بن گیا ہے۔ آپ فوراً حکم دیں کہ ہزاروں منکی مین کو تمام گرام و آسائش کا سامان مہیا کیا جائے۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی کسی طرح کی شکایت ہوگی تو وہ ہمارے اکابرین کو نقصان پہنچائے گا اور اس کا یہ چیلنج اپنی جگہ قائم ہے کہ آج آدھی رات کے بعد ہمارے ملک پر حملہ کرے گا۔"

وہ اور برین آدم ان اعلیٰ عہدے داروں سے رابطہ کرنے لگے جن کا تعلق بجلی' پانی' خوراک اور زندگی کی دیگر ضروریات سے تھا۔ وہ تمام عہدے دار فوراً ہی ہزاروں منکی مین کو سہولیات فراہم کرنے لگے۔

منکی ماسٹر کے مطالبے کے مطابق الپا ان ذمے داریوں سے فارغ ہو کر غور کرنے لگی "اچانک یہ بازی کیسے پلٹ گئی۔ کیا میری نیند اور غفلت سے فائدہ اٹھا کر نادیدہ منکی مین آئے اور منکی ماسٹر کو زبردستی یہاں سے لے گئے۔ میں اس لیے اس کے دماغ میں نہیں جا سکتی کہ انہوں نے اس کے سر سے برین گارڈ منسلک کر دیا ہے۔"

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ پھر اس نے سوچا ہمیں بے وقت کیوں سوگئی تھی اور وہ بھی فرش پر؟ اس طرح سونا میرے مزاج کے خلاف ہے۔ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔"

وہ ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگی۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ سونے سے پہلے وہ منکی برادر کے ساتھ صوفے پر تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ وہ کیسے سوگئی؟ یہ یاد نہیں آ رہا تھا۔

وہ اپنے کتنے ہی شکاروں پر تنویمی عمل کر چکی تھی اور اپنے ہر معمول کو حکم دیتی تھی کہ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اپنے عامل کو بھول جائیں۔ اب وہ سوچ رہی تھی "کیا میرے ساتھ بھی ایسا ہوا ہے۔ کیا کسی نے مجھ پر عمل کر کے میرے ذہن سے اپنی شخصیت مٹا دی ہے؟"

یہ خیال بڑا تکلیف دہ تھا کہ اتنی بڑی ناقابل شکست ٹیلی پیتھی جاننے والی پر کسی نے تنویمی عمل کیا ہے اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے۔

وہ ہمیشہ آزاد رہی ہے۔ ایک بار دیوی کے زیر اثر رہ کر پھر آزاد ہوگئی تھی۔ اب اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ کون ہے وہ؟ اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا "تم کون ہو؟ میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔ تم نے میرے دماغ پر اپنی حکومت قائم کر لی ہے۔ اب تمہیں چھپنا نہیں چاہیے۔"

اس نے جواب کا انتظار کیا۔ لیکن جواب نہیں ملا۔ پھر اس نے وقفے وقفے سے مخاطب کیا۔ ہر بار وہی خاموشی رہی۔ یہی سمجھ میں آیا کہ عامل ابھی موجود نہیں ہے یا وہ مصلحتاً خاموش ہے۔

اس نے برین آدم سے کہا "منک برادر! مجھے یقین کی حد تک شبہ ہے کہ کسی نے مجھ پر تنویمی عمل کیا ہے۔ میری نیند کے دوران منکی برادر کو اغوا کیا گیا۔ میں ایسی گہری نیند نہیں سوتی کہ اغوا کی واردات کے وقت جاگ نہ سکوں۔ پھر میں اچانک ہی بے وقت سوگئی تھی۔"

برین آدم نے کہا "ان حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ تم کسی کے زیر اثر آ چکی ہو اور یہ بات سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ تم ہمارے ملک کا بہت بڑا سرمایہ ہو۔ تمہاری خیال خوانی کے ذریعے ہمارے ملک کو تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ اب تو کوئی تم پر حاوی ہوگا اور تمہارے ذریعے ہمارے ملک کا مقدر بن کر رہے گا۔"

الپا اور برین آدم کے لیے بلکہ پوری یہودی قوم کے لیے یہ ایک جان لیوا بات تھی کہ الپا کسی کے زیر اثر آ گئی تھی۔ اس مسئلے کا حل کیا ہو سکتا ہے؟ الپا کو کیسے نجات مل سکتی ہے؟ یہ بات اتنی جلدی سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی۔ الجھے ہوئے جال سے نکلنے میں بڑا وقت لگتا ہے۔

برین آدم نے کہا "کوئی منکی مین ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ کسی نے تمہیں پہلے سلایا پھر تمہارے خوابیدہ دماغ پر عمل کیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہماری دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کا

دوست بن گیا ہے۔"

الپا نے کہا "منکی ماسٹر بہت چالاک ہے۔ اس نے ہماری دنیا میں کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا بنا لیا ہے۔ سمجھنا یہ ہے کہ وہ خیال خوانی کرنے والا کون ہے جو غیر زمینی مخلوق کو ہماری زمین پر قدم جمانے میں مدد دے رہا ہے۔"

"ایسا تو سب ہی اپنے مفاد کے لیے کرتے ہیں۔ ہم بھی یہی چاہتے تھے کہ وہ تمام بندر ہمارے ملک میں نہ رہیں۔ کسی دوسرے ملک پر حملہ کریں اور وہاں حکومت قائم کریں۔ جس طرح ہم اپنے سر کی بلا دوسرے ملکوں پر ڈالنا چاہتے ہیں اسی طرح وہ دشمن بھی یہی کر رہا ہوگا۔"

"ایک دیوی ایسی ہے جو ایشیا کی طرف ان بندروں کی پیش قدمی روکنے کے لیے اور انہیں یورپ اور امریکا پر مسلط رکھنے کے لیے ان کا ساتھ دے سکتی ہے۔ وہی منکی برادر کو میرے شکنجے سے نکال کر اس کے بھائی کے پاس لے گئی ہوگی۔"

"ایسا تو بابا صاحب کے ادارے والے بھی کر سکتے ہیں۔ یہ خلائی مخلوق اب تک امریکا اور اسرائیل سے آگے نہیں گئی ہے۔ یہ جب تک ہندوستان اور بابا صاحب کے ادارے پر حملہ نہیں کرے گی' ہمیں یہی شبہ رہے گا کہ دیوی یا فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کوئی ان بندروں کا ساتھ دے رہا ہے۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ الپا نے کہا "منک برادر! ٹیلی فون ... کال ہے۔ شاید منکی ماسٹر ہوگا۔ میں گفتگو کے دوران آپ کے دماغ میں رہوں گی۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر "ہیلو" کہا۔ منکی ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو! میرا بھائی میرے پاس پہنچ گیا ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔ تمہارے ظلسم کو توڑنا تقریباً ناممکن تھا۔ لیکن ذہانت آزمائی جائے اور کوشش کی جائے تو ناممکن بھی ممکن ہو جاتا ہے۔"

"تم نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا تعاون حاصل کر کے ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ اس کے بغیر تم کبھی کامیاب نہ ہوتے۔"

"ٹیلی پیتھی؟" منکی ماسٹر نے حیرانی سے کہا "کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مجھ سے تعاون نہیں کیا ہے۔"

"جھوٹ مت بولو۔ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کے بغیر کوئی تمہارے بھائی کو میرے شکنجے سے نہیں نکال سکتا تھا۔"

"میں اپنے بھائی کی قسم کھا کر کہتا ہوں' ہمارا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے تعلق نہیں ہے۔ ہمارے نادیدہ جاسوس منکی برادر کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ تمہیں پتا نہیں چلتا تھا۔ وہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ آج جب وہ تمہارے بنگلے میں گئے تو تم میرے بھائی کے ساتھ فرش پر بے خبر سو رہی تھیں۔ انہوں نے میرے بھائی کو اٹھایا۔ اس کے سر سے برین گارڈ لگایا پھر تمہارے بنگلے کی چھت پر جا کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے وہاں سے پرواز کرتے ہوئے یہاں آ گئے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہارے نادیدہ جاسوسوں کے آنے سے پہلے ہی میں فرش پر بے خبر پڑی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مجھے فرش پر سلا دیا تھا۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ کس نے تمہیں بے خبر سلایا تھا۔ میں اپنی جان سے زیادہ عزیز بھائی کی جھوٹی قسم نہیں کھاتا۔ ہمارا تعلق کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے نہیں ہے۔"

"پلیز ہولڈ کرو۔" الپا نے خیال خوانی کے ذریعے برین آدم سے کہا "ان بندروں کا تعلق کسی خیال خوانی کرنے والے سے نہیں ہے۔ وہ اپنے بھائی کی قسم کھا کر سچ کہہ رہا ہے۔ ہمیں اور بندروں کو آپس میں کوئی بڑی راز داری سے ..... لڑا رہا ہے۔ اس نے ہمیں کمزور بنانے کے لیے منکی برادر کو میرے شکنجے سے نکلنے کا موقع دیا ہے۔"

الپا نے پھر فون کے ذریعے کہا "منکی ماسٹر! تم نے معلوم کیا ہوگا ہم نے تمہارے تمام منکی مین کے لیے آرام و آسائش کا انتظام کر دیا ہے۔"

"آج آدھی رات کو اور دو ہزار مسلح جان نثار وہاں پہنچیں گے۔ بہتر ہے کہ اپنے ملک کا ایک حصہ ہمارے لیے خالی کر دو۔ جس میدان میں میرے جان نثاروں کے لیے خیمے لگائے گئے ہیں' وہ صرف دو کلو میٹر کے رقبے پر ہے۔ ہمیں فی الحال دس کلو میٹر رقبہ چاہیے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ آج رات اپنے جان نثاروں کو یہاں نہ بھیجو۔ پہلے ہمارے حکمرانوں سے گفتگو کرو۔"

"گفتگو بعد میں ہوگی۔ پہلے میں اپنی فوج وہاں اتاروں گا۔ اس فوج کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ کیوں کہ وہ نادیدہ ہوگی۔ ان کی رہائش' ان کا کھانا پینا اور دوسری ضروریات پوری کرنے کے ابھی سے انتظامات شروع کر دو۔"

"دیکھو یہ سراسر زیادتی ہے۔ ویسے بھی اتنی جلدی انتظامات کرتے وقت غلطی ہو سکتی ہے۔ تمہارے جان نثاروں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ایسے میں تم ہمیں الزام دو گے۔ سہولت سے انتظامات کرنے کے لیے ہمیں دو دن کی مہلت دو۔"

"میری فوج تو آج ہی رات وہاں اترے گی۔ جب تک انتظامات نہیں ہوں گے' اس فوج کے تمام جوان قتل اہیب میں رہ کر اپنی ضرورتیں پوری کرتے رہیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ الپا ہیلو ہیلو کہتی رہ گئی۔ پھر وہ بھی ریسیور رکھ کر بولی "منک برادر! اب کیا ہوگا۔ ایسے دشمن آ رہے ہیں جن کا مقابلہ ہمارے فوجی نہیں کر سکیں گے۔ جو نظر ہی نہ آئیں' ان سے بھلا جنگ کیسے کی جا سکتی ہے۔"

برین آدم نے کہا "ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اچانک نادیدہ مصیبتیں نازل ہونے لگیں گی۔ ہمیں تو کچھ سوچنے' سمجھنے اور سنبھلنے کا موقع بھی نہیں مل رہا ہے۔"

الپا نے کہا "ہم پر دو طرف سے حملے ہوئے ہیں۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا بہت پراسرار بن کر ہمارے لیے مصائب پیدا کر رہا ہے۔ مجھے یہ سوچ کر مر جانے کو جی چاہتا ہے کہ میں کسی کی معمولہ اور تابعدار بن گئی ہوں۔"

وہ اور برین آدم اپنے تمام اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کو خطرات سے آگاہ کر رہے تھے اور ایک گھنٹے کے اندر ہنگامی اجلاس منعقد کرنے کو کہہ رہے تھے۔ ایسے سنگین حالات پیش آنے والے تھے کہ سب ہی پریشان ہو کر گورنر ہاؤس میں جمع ہو گئے۔

ان کے پاس طاقت نہیں تھی' جدید ہتھیار نہیں تھے' وہ آنے والوں کو روک نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے امریکی حکام سے درخواست کی کہ منکی ماسٹر کو اپنی فوج کے ساتھ اسرائیل جانے سے منع کریں۔

امریکی حکومت کی طرف سے جواب ملا "منکی ماسٹر! ہماری بات نہیں مانے گا۔ وہ اپنے طور پر جو بہتر سمجھ رہا ہے وہ کر رہا ہے۔ پھر ہم تو دعا کر رہے ہیں کہ وہ اپنی فوج کے ساتھ کسی بھی ملک میں چلا جائے۔ اگر وہ تمہارے ملک میں جا رہا ہے تو ہم اسے کیسے روک سکیں گے۔ انہیں روکنا ہمارے حق میں نقصان دہ ہو سکتا ہے۔"

یہ واضح ہو گیا کہ کوئی ملک منکی فوج کو اپنی زمین پر آنے نہیں دے گا۔ ہر ملک کی کوشش ہوگی کہ وہ منکی بلا کسی دوسرے ملک میں چلی جائے۔ جس طرح ایک مسلمان کو ہر طرف سے مایوس ہونے کے بعد خدا یاد آتا ہے اسی طرح یہودیوں کو بابا صاحب کا ادارہ یاد آیا۔

برین آدم نے یہ مشورہ دیا اور کہا "ماضی میں ایسا ہو چکا ہے۔ ہر طرف سے مایوس ہونے کے بعد ہم نے اس ادارے سے مدد چاہی تو انہوں نے تمام اختلافات کو نظرانداز کر کے ہماری مدد کی تھی۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "جب یہی آخری جگہ رہ گئی ہے تو مدد مانگنے میں کیا حرج ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ انکار کریں گے۔ ہم تو ڈوب رہے ہیں' تنکے ہی کا سہارا لے کر دیکھ لیں۔"

الپا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بابا صاحب کے ادارے کے انچارج کے پاس پہنچ کر کہا "میں اسرائیل کی الپا ہوں۔ ایک مسئلے پر جناب علی اسد اللہ تبریزی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

انچارج نے کہا "میرے دماغ سے جاؤ۔ میں تمہارا پیغام پہنچا رہا ہوں۔ تمہیں ایک منٹ کے اندر جواب مل جائے گا۔"

الپا اجلاس میں برین آدم کے پاس دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ چند سیکنڈ گزرنے کے بعد ہی فوج کے ایک افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میں تمام حاضرین اجلاس سے مخاطب ہوں۔ ابھی الپا بابا صاحب کے ادارے میں آئی تھی۔ تبریزی صاحب سے کسی مسئلے پر بات کرنا چاہتی تھی۔ تبریزی صاحب نے مجھے آپ کے مسئلے کے حل کے لیے بھیجا ہے اور میں ہوں فرہاد علی تیمور۔"

میرا نام سنتے ہی اجلاس کے تمام افراد اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

ان کے کھڑے ہونے سے میں اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوا کہ وہ میری عزت کر رہے ہیں۔ دراصل وہ میری آمد پر حیران ہو گئے تھے۔ پھر یہ امید تھی کہ میں زمینی مخلوق کی حیثیت سے خلائی مخلوق کو اپنی دنیا پر حکومت کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔

میں نے کہا "آپ بیٹھ جائیں اور بتائیں کہ مسئلہ کیا ہے؟"

وہ سب بیٹھ گئے۔ برین آدم نے کہا "فرہاد صاحب! آپ کی آمد سے ہمیں ایک نیا حوصلہ مل رہا ہے۔ آپ یہ اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ خلائی زون سے آنے والے منکی مین اس دنیا پر حکمرانی چاہتے ہیں۔"

"معلوم ہے۔ اور وہ اپنی حکومت قائم کرنے کا آغاز امریکا اور اسرائیل سے کر رہے ہیں۔ جب وہ فتوحات کے جھنڈے گاڑتے ہوئے آگے بڑھیں گے تو ہماری طرف بھی آئیں گے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ان کی ہوسِ اقتدار آگے اور آگے نہیں بڑھے گی تو وہ غلطی پر ہے۔"

میں نے افسر کے ذریعے تمام حاضرین پر ایک سرسری سی نظر ڈال کر کہا "میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جب پہلی بار منکی ماسٹر نے ہماری آدھی دنیا پر حکمرانی کی خواہش ظاہر کی تو اسے مشورہ دیا گیا کہ پہلے بابا صاحب کے ادارے کی غیر معمولی قوتوں کو کچل دیا جائے پھر اسلامی ممالک پر قبضہ جمایا جائے۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "ہم نے یہ بات سنی ہے اور ہم اس معاملے میں امریکا کی مذمت کرتے ہیں۔"

"صرف مذمت کرنے سے کیا منکی ختم نہیں ہوتی۔ اسلامی ممالک سے بے وجہ دشمنی کی سزا ضرور ملنی چاہیے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ منکی ماسٹر امریکی سازش کے باوجود ہمارے ادارے کا رخ نہ کر سکا۔ وہ اپنی فوج کے ساتھ ابھی تک میامی شہر پر مسلط ہے۔"

"لیکن اب وہ ہم پر مسلط ہونے آ رہا ہے۔ آج آدھی رات کو ہزاروں مسلح منکی مین ہماری زمین پر اتریں گے۔ ہم ان پر حملہ نہیں کر سکیں گے۔ وہ نادیدہ ہو جاتے ہیں۔ شاید وہ امریکا سے اپنی تمام فوج کے ساتھ ہم پر حملہ کرنے آ رہا ہے۔"

"یہ کوئی نہیں جانتا کہ منکی ماسٹر کی فوج میں مسلح سپاہیوں کی تعداد کتنی ہے؟ اس نے میامی شہر کو اپنا اڈا بنا لیا ہے۔ وہاں اپنی فوج ضرور رکھے گا اور یہاں بھی خاصی تعداد میں اپنے جان نثاروں کے ساتھ آئے گا۔"

"ہمارا یہی مسئلہ ہے کہ ہماری فوج دلیر ہونے اور ہتھیاروں سے لیس ہونے کے باوجود ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ ان کے پاس لیزر گنیں ہیں۔ ایک لیزر گن کی صرف ایک پُش فائر سے بیک وقت درجنوں سپاہیوں کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

میں نے کہا "اگر لیزر گن کی فائرنگ کے وقت آپ کے فوجی جوان بھی نادیدہ بن جائیں گے تو ان کے لیزر ہتھیار بے اثر ہو جائیں گے۔"

"یہ تو خواب دیکھنے اور دل بہلانے والی باتیں ہیں۔ نہ ہمارے پاس گولیاں ہیں اور نہ ہم نادیدہ ہو سکیں گے۔"

"میں آپ کو ایسی گولیاں دوں گا۔"

یہ سنتے ہی سب چونک گئے۔ کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ کانوں نے جو سنا ہے' وہ درست ہے۔ وہ بے یقینی سے پوچھنے لگے۔ "کیا؟ گولیاں؟ کیا آپ ہمیں غیر معمولی گولیاں دیں گے؟"

"ہاں۔ آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ یہ نادیدہ بنانے والی گولیاں اتنی اہم ہیں کہ کوئی کسی دوست کو بھی نہیں دے گا جبکہ ... آپ دوست بھی نہیں ہیں۔ ہمارے درمیان دشمنی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ لیکن موجودہ حالات میں ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم عارضی طور پر آپس کی دشمنی کو بھلا کر اپنی زمین سے خلائی مخلوق کے قدم اکھاڑ سکتے ہیں۔"

اس بات پر پورے اجلاس میں زور زور سے تالیاں بجنے لگیں۔ میں نے سونیا کے ساتھ یہ منصوبہ بنایا تھا کہ امریکا اور اسرائیل کو خلائی مخلوق کے مقابلے میں کمزور نہیں ہونا چاہیے۔ اگر انہیں نادیدہ بنانے والی گولیاں دے دی جائیں گی تو وہ اپنے ملک سے انہیں بھگانے کے لیے مقابلہ کریں گے۔ اس طرح ان کے ملکوں میں ان کی ہی زمینوں پر جنگ ہوتی رہے گی۔ منکی ماسٹر پورے یقین سے امریکا اور اسرائیل کو دشمن سمجھ کر ان ہی ممالک میں جنگ جاری رکھے گا اور ہم اسے اتنی مہلت ہی نہیں دیں گے کہ وہ ان سے فارغ ہو کر ہمارے ادارے کا رخ کرے۔

میں نے کہا "ہم سب کا فرض ہے کہ اپنی دنیا کو بیرونی حملوں سے محفوظ رکھیں۔ آج وہ آپ کے ملک پر حملہ کرنے آ رہے ہیں لہٰذا آپ ان سے جنگ کریں۔ ہم صرف ضروری امداد دیں گے۔ اگر وہ ہماری زمین پر حملہ کرنے آئیں گے تو ہم آپ سے ضروری امداد طلب کریں گے۔"

برین آدم نے کہا "ہم کسی بھی برے وقت میں آپ کا بھرپور ساتھ دیں گے۔ آج ہم سچے دل سے محسوس کر رہے ہیں کہ آپ لوگوں میں انسانیت ہے اور اپنی دنیا کو محفوظ رکھنے کا ایسا جذبہ ہے کہ آپ آپس کی دشمنی کو بھلا رہے ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ کس طرح ہماری مدد کریں گے اور ہمیں نادیدہ بنانے والی کتنی گولیاں دیں گے؟"

"اگر آپ کے پاس ہزاروں لاکھوں گولیاں ہوں گی اور انہیں صحیح طور پر استعمال کرنے والی ذہانت نہیں ہوگی تو آپ ان گولیوں سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ لہٰذا کم سے کم گولیاں ملیں تاکہ زیادہ سے زیادہ ذہانت سے کام لیا جا سکے۔ منکی ماسٹر کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک سو گولیاں کافی ہیں۔ آپ کے ایک فوجی افسر اور سپاہی نادیدہ بن کر بڑی رازداری سے انہیں نشان پہنچا کر یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں۔ ہم پوری ذہانت سے کام لیں گے۔ لیکن ایک سو گولیاں کم ہیں۔ آپ مہربانی کر رہے ہیں ہم مزید مہربانی کی درخواست کرتے ہیں۔ آپ گولیاں کچھ زیادہ تعداد میں دیں۔"

میں نے کہا "آپ ذہانت سے نہیں سوچ رہے ہیں۔ ذہانت کام میں لائیں گے تو ایک سو گولیوں کے ذریعے ایک ہزار گولیاں حاصل کر سکیں گے۔"

"وہ کیسے؟"

"آپ کا ایک سپاہی جس منکی مین کو ہلاک کرے گا اس منکی مین کے لباس سے اسے درجنوں نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول ملا کریں گے۔ ان کے علاوہ ان سے لیزر گن بھی حاصل کر سکیں گے۔ اگر آپ صرف پچاس منکی مین کو ہلاک کریں گے تو آپ کے پاس ہزاروں گولیوں اور کیپسولوں کا ذخیرہ ہو جائے گا اور لیزر گن جیسا جدید مہلک ہتھیار بھی حاصل ہو گا۔"

"بے شک اس طرح ہم بہت کچھ حاصل کرتے رہیں گے۔"

"لیکن ہماری طرف سے ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ اس اجلاس سے باہر یہ بات نہ جائے کہ آپ کو بابا صاحب کے ادارے سے امداد مل رہی ہے۔ صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ ہم کھلی امداد دے کر خلائی مخلوق کو اپنا دشمن نہیں بنائیں گے۔ لہٰذا ہماری طرف سے ملنے والی امداد کا ذکر آپ اپنے سائے سے بھی نہ کریں۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کی طرف سے ملنے والی امداد کو ہم ٹاپ سیکرٹ بنا کر رکھیں گے۔"

پھر میں نے برین آدم سے کہا "مسٹر آدم! آپ اپنی رہائش گاہ میں جائیں۔ آپ کے بیڈ پر ایک ڈبیا رکھی ہوئی ہے جس میں نادیدہ بنانے والی ایک سو گولیاں اور پندرہ فلائنگ کیپسول ہیں۔ اب میں جا رہا ہوں۔ وش یو گڈ لک۔"

میں نے آلۂ کار افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "شاید فرہاد صاحب جا چکے ہیں۔"

برین آدم نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میں چاہتا ہوں کہ یہاں فوجی افسران کا اجلاس جاری رہے۔ خلائی مخلوق کے متوقع حملے کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے یہ طے کیا جائے کہ ہماری فوج کے اعلیٰ افسران ایک سو گولیوں اور پندرہ کیپسول کو کس طرح کام میں لائیں گے۔ ان میں سے ایک گولی اور ایک کیپسول الپا کو دیے جائیں گے۔ کیوں کہ وہ بھی ملک کی بہت بڑی محافظ ہے۔ میں جا رہا ہوں اور ابھی وہ ڈبیا لے کر واپس آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ وہاں اجلاس کے دوران پارس بابر' جمیلہ اور ہیرو نادیدہ بن کر منکی مین کے خیموں میں جاتے رہے اور ایک گولی اور ایک کیپسول ان کے بستر پر رکھتے رہے تاکہ وہ یہودیوں کے مقابلے میں مجبور اور بے بس نہ رہیں۔ وہ گولیاں اور کیپسول ان

سے ہی چھینے گئے تھے۔ اب ان پر برا وقت آنے والا تھا۔ ایسے وقت انہیں ایک گولی اور ایک کیپسول نہ دینا بڑی زیادتی ہوتی۔

اسرائیلی حکام کی طرف سے پہلی زیادتی یہ ہوئی کہ ہزاروں منکی مین کو رات کا کھانا سپلائی نہیں کیا گیا۔ خیموں کی بجلی کاٹ دی گئی اور پانی سپلائی کرنے والے ٹینکر ان خیموں سے واپس آ گئے۔

تمام منکی مین اندھیرا ہوتے ہی سمجھ گئے تھے کہ جب بجلی کاٹ دی گئی ہے اور پانی کے ٹینکر واپس چلے گئے ہیں تو رات کا کھانا بھی نہیں ملے گا۔ سب نے مل کر یہ طے کیا کہ منکی ماسٹر کی طرف سے مدد پہنچنے تک اپنے زندہ رہنے کے حقوق حاصل کرنے چاہئیں۔

ایک منکی مین نے کہا "ہم پچیس اور تیس افراد کی ایک ایک ٹولی بنا کر شہر جائیں گے اور اپنی ضروریات پوری کریں گے۔"

دوسرے نے کہا "اپنی ضروریات جبراً پوری کرنے کے لیے ہمیں ہتھیار کی ضرورت ہوگی۔"

"کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم سب سے پہلے اسلحہ ڈپو جائیں گے پھر مسلح ہو کر شہر کا رخ کریں گے۔"

وہ منکی مین تقریباً دو ہزار تھے۔ دو کلو میٹر کے رقبے پر ان کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ یوں انہیں یک جا دیکھنے میں تعداد زیادہ لگتی تھی۔ لیکن نادیدہ ہونے کے بعد ان کی کوئی تعداد نہیں رہتی تھی۔ وہ ہزاروں ایک ساتھ گئے اور بہت بڑے اسلحہ ڈپو میں سما گئے۔ ڈپو کے باہر اور اندر سخت پہرا تھا۔ باہر والے پہرے دار انہیں داخل ہوتے نہ دیکھ سکے۔ لیکن اندر ڈیوٹی دینے والوں نے حیرانی سے دیکھا کہ مختلف حصوں سے ایک ایک ہتھیار اور کارتوس کے ڈبے خود بخود اٹھ رہے تھے اور غائب ہو رہے تھے۔ دراصل منکی مین ان ہتھیاروں کو اپنے لباس میں چھپا رہے تھے۔

پھر ان کی سمجھ میں آ گیا کہ نادیدہ لوگ ہتھیار چرا رہے ہیں۔ انہوں نے خطرے کا الارم بجایا۔ اسلحہ ڈپو کے فوجی افسران کو اطلاع دی۔ اسی طرح الپا اور تمام فوجی افسران تک یہ بات پہنچ گئی کہ تمام منکی مین ایکشن میں آ چکے ہیں۔

ان کا خیال تھا کہ خیموں میں رہنے والے منکی مین نہتے ہیں۔ ان کے پاس نادیدہ بننے کے لیے گولیاں نہیں ہیں۔ لہٰذا وہ جنگی قیدی بن کر رہیں گے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہو گیا۔ وہ ہزاروں منکی مین نادیدہ بن کر مسلح ہو گئے تھے۔ آدھی رات کو جو فوج آنے والی تھی اس سے پہلے ہی وہ ہزاروں نہتے بھی جنگ لڑنے کے قابل ہو گئے تھے اور یہ سب فوجی افسران کی غلط حکمت عملی کے باعث ہوا تھا۔ اگر وہ خیموں میں بجلی اور پانی کی سپلائی جاری رکھتے تو وہ آرام سے خیموں میں رہتے۔ ڈپو میں گھس کر ہتھیار لینے نہ آتے۔

کئی پولیس اسٹیشنوں سے اطلاع ملی کہ بڑے بڑے ہوٹلوں ... اور شراب خانوں میں منکی مین نظر آ رہے ہیں۔ وہ شراب پی رہے ہیں، حسین عورتوں کے ساتھ رقص کر رہے ہیں اور بکن میں گھس کر اپنی پسند کے کھانے کھا رہے ہیں۔ ایک فوجی افسر نے کہا "ہم نادیدہ بن کر انہیں ہلاک کر سکتے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا "پبلک پلیس پر فائرنگ اور ہلاکت ہوگی تو پورے شہر میں دہشت پھیل جائے گی۔ پھر یہ کہ جب تک منکی ماسٹر کی طرف سے منظم حملہ نہ ہو، ہمیں یہ راز ظاہر نہیں کرنا چاہیے کہ ہم بھی نادیدہ بن سکتے ہیں۔"

تیسرے افسر نے کہا "ہم یہ راز اس لیے ظاہر نہیں کرنا چاہتے کہ نئے حملہ کرنے والوں پر اچانک حملہ کر کے ان سے گولیاں، کیپسول اور لیزر گن وغیرہ حاصل کر سکیں گے۔ ابھی جو منکی مین شہر میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کے پاس لیزر گنیں نہیں ہیں اسی لیے انہوں نے ہمارے ہتھیار چرائے ہیں۔"

انہوں نے آدھی رات تک ان ہزاروں منکی مین کو ڈھیل دے دی۔ اس طرح کسی منکی مین نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ صرف ہوٹلوں سے جبراً کھانا لے کر کھایا اور اپنی پسند کی عورتوں سے دل بہلایا۔ لیکن نہ کسی سے لڑائی کی، نہ کسی کو ہلاک کیا اور نہ ہی کسی مکان یا دکان کو نقصان پہنچایا۔ اس طرح شہر میں امن وامان برقرار رہا۔

اسّی مسلح فوجی جوان اور دس فوجی افسران آدھی رات سے پہلے گولیاں نگل کر اس میدان میں پہنچ گئے، جہاں منکی مین کے خیمے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ فوج کا نیا دستہ اس میدان میں اپنے لوگوں کے درمیان اترے گا۔

ان کا خیال کسی حد تک درست تھا۔ نئے فوجی زیادہ تعداد میں اسی میدان کی طرف اترے۔ منکی ماسٹر نے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ فوج کا ایک بڑا حصہ میدان کی طرف گیا تھا۔ دوسرا حصہ آرمی ہیڈ کوارٹر میں اور تیسرا حصہ شہر میں پہنچایا تھا۔ منکی ماسٹر چوتھے حصے کو کمانڈ کر رہا تھا۔

میدان میں اترنے والے منکی مین نے اپنے ساتھیوں کے لیے گولیاں اور کیپسول اور لیزر گن لے کر آئے تھے اور انہیں وہ چیزیں دے رہے تھے۔ اسّی اسرائیلی فوجی اور دس افسران میدان کے ایک حصے میں تھے۔ کیوں کہ ان کی تعداد کم تھی، انہوں نے اچانک ان پر حملہ کیا۔ تقریباً بیس یا پچیس منکی مین کو ہلاک کر کے ان سے اہم چیزیں چھین لیں۔ اتنی دیر میں دوسرے منکی مین ہوشیار ہو گئے تھے۔ وہ سب کے سب نادیدہ بن گئے۔

جن فوجیوں نے لیزر گنیں حاصل کر لی تھیں، انہوں نے میدان کے اس حصے میں فائرنگ کی جہاں اسرائیلی فوجی نہیں تھے۔ لیزر گنوں سے کتنی ہی تیز شعاعیں نکل کر دور تک گئیں۔ ان کی زد میں آ کر درجنوں خیمے جل کر راکھ ہو گئے۔ کئی منکی مین مارے گئے۔ باقی محتاط ہو گئے سب کے سب نادیدہ بن گئے۔

کسی بھی جنگ میں ہلاکت یک طرفہ نہیں ہوتی۔ دونوں طرف کے سپاہی مارے جاتے ہیں۔ جو اسرائیلی فوجی مارے گئے ان سے منکی مین نے اپنی آنکھیں، گولیاں اور کیپسول دوبارہ حاصل کر لیے۔

صرف ایک گھنٹے میں نتیجہ نکل آیا۔ اس میدان میں پچیس منکی مین اور بارہ اسرائیلی فوجی ہلاک ہوئے۔ اسرائیلی فوج نے تقریباً چھ سو گولیاں اور کیپسول حاصل کیے۔ پچیس لیزر گنیں حاصل ہوئی تھیں لیکن منکی مین نے بارہ فوجیوں کو ہلاک کر کے ان سے بارہ گنیں، گولیاں اور کیپسول واپس لے لئے تھے۔

اسرائیلی فوجی راز داری کے باوجود نادیدہ بن کر خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اگر وہ اکا دکا حملے کر کے راز داری سے ان کی غیر معمولی چیزیں چھینتے رہتے تو ایک ایک کر کے دیر سے سہی، تمام منکی مین کو ہلاک کر دیتے۔ اب وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ تمام منکی مین کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ فوجی بھی نادیدہ بن سکتے ہیں اس لیے تمام منکی مین جن کی تعداد چار ہزار سے زیادہ ہو چکی تھی، نادیدہ بن گئے تھے۔

منکی ماسٹر کے ساتھ چالیس جاں نثار تھے۔ وہ سب ایک اعلیٰ حاکم کے محل میں داخل ہوئے تھے۔ وہ حاکم بہت بڑے ڈرائنگ روم میں بیٹھا فون پر کہہ رہا تھا "مجھے ایک ایک منٹ کی خبر دو۔ ہلاک ہونے والے منکی مین کے لباس سے جو گولیاں حاصل ہوں ان میں سے ایک ایک گولی ہم حکمرانوں کو بھی ملنی چاہیے تاکہ ہم دشمنوں سے محفوظ رہ سکیں۔"

اس حاکم کے ساتھ فوج کے دو اعلیٰ افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا "ہمارے نادیدہ فوجی جوان اس وقت منکی مین پر حملے کر رہے ہوں گے۔"

دوسرے افسر نے ہنس کر کہا "منکی ماسٹر کو جب معلوم ہوگا کہ ہمارے پاس بھی نادیدہ بنانے والی گولیاں ہیں تو اسے اپنی شکست صاف نظر آئے گی۔"

منکی ماسٹر اب تک یہی جانتا تھا کہ جس ملک پر حملہ کرنے آیا ہے وہاں نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں ہیں۔ اب یہ راز کھل گیا تھا۔ اسے تشویش ہوئی کہ میدان میں ہزاروں جاں نثار مارے جائیں گے۔ وہ انہیں کمانڈ کرنے کے لیے وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت ایک فوجی افسر وہاں نمودار ہوا پھر اعلیٰ افسران کو سلیوٹ کر کے بولا "میں ابھی میدان سے آ رہا ہوں۔ ہمارے اور ان کے کچھ سپاہی مارے گئے ہیں۔ مگر ہمارے لیے پریشانی یہ پیدا ہوتی ہے کہ ہمارے نادیدہ ہونے کا بھید کھلتے ہی وہ ہزاروں منکی مین نادیدہ بن گئے ہیں۔ اب ہم ان پر حملے نہیں کر سکیں گے۔"

یہ رپورٹ سن کر منکی ماسٹر نے اطمینان کی سانس لی پھر چند لمحوں کے لیے نمودار ہو کر اس نے لیزر گن سے فائر کیا۔ اس گن سے گاندی جیسی شعاع نکلی پھر اس نمودار ہونے والے افسر کے پرخچے اڑ گئے۔ اعلیٰ حاکم اور افسران اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ ایک افسر نے پھرتی سے ریوالور نکالا مگر منکی ماسٹر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

وہ تینوں اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ اعلیٰ حاکم نے سہم کر کہا "وہ ہمارے قریب ہے۔ ہمیں یہاں سے جانا چاہیے۔"

ایک افسر نے سکیورٹی گارڈز کو آواز دی۔ چھ مسلح گارڈز دوڑتے ہوئے اندر آئے۔ اسی وقت ایک جانب سے لیزر شعاع آئی پھر بیک وقت چھ گارڈز کے چیتھڑے اڑ گئے۔ ان تینوں کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔

ایک افسر نے ریوالور کو دور پھینک کر کہا "ہم جان کی امان چاہتے ہیں۔"

دوسرے افسر نے بھی اپنی گن پھینک دی۔ ایک منکی مین نے نمودار ہو کر ان کے ہتھیار اٹھا لئے۔ ایک افسر نے کہا "ہم تمہارے منکی ماسٹر سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ کیا تمہارا ماسٹر یہاں حاضر ہو سکتا ہے؟"

"ماسٹر میرے اندر ہے مگر ظاہر نہیں ہوگا۔ تمہارا کوئی بھی آدمی اچانک نمودار ہو کر ہمارے ماسٹر کو گولی مار سکتا ہے۔ جو کہنا چاہتے ہو، کہو۔ وہ سن رہا ہے۔"

"ہم سیز فائر چاہتے ہیں۔ عارضی جنگ بندی تاکہ مذاکرات کے ذریعے امن وسلامتی کی راہ نکال سکیں۔"

"میدان میں ہمارے ساتھیوں پر اچانک حملے کرتے وقت امن وسلامتی کیوں یاد نہیں آئی۔ کیا تمہارے فوجیوں کو نادیدہ بننے سے پہلے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ نادیدہ بن کر ایک ہی بار دھوکا دے سکو گے۔ اس کے بعد ہمارے درمیان نادیدہ بن کر حملے کرنے کی آنکھ مچولی شروع ہو جائے گی اور ہم سے زیادہ نقصان تمہارے پر امن شہریوں کو پہنچے گا۔"

"ہم دھوکا کھا گئے۔ جب ہمیں ایک سو گولیاں اور پندرہ کیپسول ملنے لگے تو ہم خوشی سے اندھے ہو گئے۔ یہ گولیاں اور کیپسول دینے والے دشمن نے بڑی چالاکی سے ہمیں ایک دوسرے سے لڑا دیا ہے۔"

"وہ دشمن کون ہے؟"

"وہ....." اچانک اس کی زبان دانتوں کے درمیان آ گئی۔ وہ چیخنے لگا۔ بار بار اس کے اندر موجود تھی۔ اس نے میرا نام اس کی زبان پر آنے نہیں دیا۔

پارس دوسرے افسر کے اندر تھا۔ اس افسر نے پارس کی مرضی کے مطابق کہا "تم کس دشمن کی بات کر رہے ہو۔ گولیاں، لیزر گنیں اور کیپسول تو ہم نے بڑی چالاکی سے ان منکی مین سے چھین لئے تھے، جو خیمے میں رہتے تھے۔ یہ بات منکی ماسٹر اور منکی برادر کو بھی معلوم ہے۔"

منکی مین نے کہا "بے شک! تم لوگوں نے یہ چیزیں پہلے ہی حاصل کر لی تھیں۔ تمہارے کسی دشمن نے تمہیں نہیں دی تھیں۔ تعجب ہے ہم یہ بھول گئے کہ ہمارے ساتھیوں سے چھینی ہوئی

گولیاں تمہارے پاس ہوں گی۔"

اس کی زبان دانتوں کے درمیان بری طرح کچلی گئی تھی۔ وہ ہائے ہائے کر رہا تھا پھر بار بار کی مرضی کے مطابق بولا "اب میں جھوٹ نہیں بولوں گا لیکن اپنے جاں نثاروں سے کہو' عارضی طور پر جنگ بند کردیں۔ ہماری طرف سے کوئی تمہارے منکی مین پر حملہ نہیں کرے گا۔"

پارس نے دوسرے افسر کی زبان سے کہا "دونوں طرف کے سپاہی نادیدہ بن جاتے ہیں۔ ایسے میں کوئی کسی پر حملہ کرے گا تو اس حملے کا کوئی چشم دید گواہ نہیں ہوگا۔ اگر کوئی منکی مین کسی دوسرے دشمن کے ہاتھوں مارا جائے گا تو اس کا الزام ہمارے نادیدہ سپاہیوں پر آئے گا۔ اب یہ ناممکن سی بات ہے کہ نادیدہ رہنے والوں پر الزام نہ آئے۔ جنگ بندی اور امن وسلامتی کے لیے کوئی نیا راستہ اختیار کیا جائے ابھی یہاں تمام اسرائیلی اکابرین کو بلایا جائے۔"

سب سے پہلے برین آدم اور الپا سے رابطہ کیا گیا پھر انہوں نے دوسرے اکابرین سے کہا "آج کی رات سونے کے لیے نہیں ہے۔ ہمارے ملک پر قیامت آرہی ہے۔ آپ حضرات فوراً اعلیٰ حاکم کے محل میں حاضر ہو جائیں۔"

محل کے اس حصے میں لاشیں اور انسانی اعضا بکھرے ہوئے تھے۔ وہ سب دوسرے بڑے ہال میں آگئے۔ وقفے وقفے سے اطلاع مل رہی تھی کہ قتل اہیب شہر میں اکا دکا وارداتیں ہو رہی ہیں۔ کہیں کوئی منکی مین مارا جارہا ہے اور کہیں اسرائیلی فوجی جوان یا افسر کی لاش مل رہی ہے۔

جب تمام اکابرین وہاں جمع ہوگئے تو ایک نے منکی مین سے پوچھا "ہم یہاں خاصی تعداد میں ہیں لیکن تم تنہا ہو۔ یہاں منکی ماسٹر کو آنا چاہیے۔"

"میں پہلے کہہ چکا ہوں ہمارا ماسٹر سایہ بن کر میرے اندر موجود ہے۔ میں یہاں جو کہوں گا' وہ ماسٹر کی ہدایات کے مطابق ہی کہوں گا۔"

"پھر بھی اپنے ساتھ دو چار مشیر رکھ لو تو بہتر ہے۔"

منکی مین نے فضا میں ہاتھ اٹھا کر چٹکی بجائی۔ تمام حاضرین ایک دم سے گھبرا گئے۔ بیک وقت انتالیس منکی مین نمودار ہوگئے تھے۔ اس ہال میں تل دھرنے کی جگہ نہیں رہی تھی۔ تمام اکابرین ان سب کے ہاتھوں میں لیزر گنیں دیکھ کر سہمے ہوئے تھے۔ منکی مین نے کہا "اس تعداد میں مجھے شامل کیا جائے تو ہم کل چالیس ہیں۔ ہمارا ماسٹر اس ملک میں بیشہ چالیس جاں نثاروں کے ساتھ رہا کرے گا اور چالیس لیزر گنیں تمہارے اس چھوٹے سے ملک کو کھنڈر بنانے کے لیے کافی ہیں۔"

منکی ماسٹر اچانک نمودار ہوا۔ تمام جاں نثار اس کی آمد پر اپنی خلائی زبان میں نعرے لگانے لگے۔ منکی ماسٹر نے تمام اکابرین پر سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے کہا "میں سب سے پہلے وارننگ دینا چاہتا ہوں۔ اگر تمہارا کوئی نادیدہ آدمی اچانک نمودار ہو کر گولی چلائے گا تو صرف میری موت ہوگی۔ لیکن میرے بعد اس دنیا کے نقشے سے اسرائیل کا نام ہمیشہ کے لیے مٹ جائے گا۔ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نادیدہ بن کر میرے سر سے برین گارڈ نکالے گا اور میرے دماغ میں گھس کر مجھ پر حاوی ہونا چاہے گا۔ تو میرے جاں نثار تم میں سے کسی کی کھوپڑی سلامت نہیں رہنے دیں گے۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "ماسٹر! ہمیں دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنی چاہیے لیکن تم اپنی باتوں سے ہماری توہین کر رہے ہو۔"

ماسٹر نے کہا "جیسا کرو گے ویسا سنو گے۔ تمہاری الپا نے میرے بھائی کے سر سے برین گارڈ نکال کر اس کے دماغ میں گھس کر اسے اپنا غلام بنالیا تھا۔ جب میرے بھائی کے ساتھ ایسا ہو چکا ہے تو تمہارے جیسے کم ظرف میرے ساتھ بھی ایسا سلوک کرسکتے ہیں۔"

ایک افسر نے کہا "آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ پلیز توہین آمیز الفاظ سے پرہیز کرو۔ تم نے ہماری دشمنی دیکھی ہے' دوستی نہیں۔ دوستی کرو گے تو ہماری پچھلی دشمنی بھول جاؤ گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارے جتنے افسر اور سپاہی نادیدہ بن جاتے ہیں' انہیں ہم نے بیرک میں واپس بلالیا ہے۔ تم بھی اپنے جاں نثاروں کو حکم دو کہ وہ کسی کو ہلاک نہ کریں اور شہر چھوڑ کر خیموں میں چلے جائیں۔"

ماسٹر نے کہا "جب تمہارے جنگ کرنے والے بیرک میں جاچکے ہیں تو پھر میرے جاں نثار کسی کو کیوں ہلاک کریں گے۔ جب پتھر سے سر ٹکرانے آؤ گے تو پتھر تمہیں نقصان پہنچائے گا۔ میرے جاں نثار ہمیشہ امن وامان سے رہنے کے عادی ہیں۔"

"لیکن وہ شہر میں رہیں گے تو خوف وہراس پھیلے گا۔ ان کے لیے خیمے نصب کیے گئے ہیں۔"

"وہ تو جنگ سے پہلے نصب کیے گئے تھے۔ جنگ کے بعد فاتح محلوں میں رہتے ہیں اور مفتوح جنگی قیدی بن کر خیموں میں رہتے ہیں۔ ابھی یہ فیصلہ نہیں ہوا ہے کہ ہم میں سے کون فاتح ہے اور کون مفتوح لیکن فیصلے سے پہلے تم لوگ دباؤ میں ہو۔ تمہیں یہ پریشانی ہے کہ ہماری لیزر گنوں سے تمہارے شہری مارے جائیں گے۔ لیزر گن کی ایک شعاع سے چھوٹی عمارتیں کھنڈر بن جاتی ہیں اور ہم جب بھی تم سے جنگ کریں گے تو شہروں اور چھوٹی بڑی آبادیوں میں کریں گے۔"

"شہروں میں جنگ لڑنا انسانیت کے خلاف ہے۔"

"ہتھیار اٹھانا ہی انسانیت کے خلاف ہے۔ اگر اتنے ہی انسان دوست ہو تو اپنے ملک کے تمام ہتھیار اٹھا کر سمندر میں پھینک دو۔ عبادت گاہوں میں جا کر بیٹھ جاؤ اور ہمیں امن وامان سے یہاں حکومت کرنے دو۔"

"تم ہمارے ملک میں کیوں حکومت کرنا چاہتے ہو؟ اس دنیا میں بڑے بڑے خوب صورت ملک ہیں۔ تمہیں وہاں حکومت کرنا چاہیے۔"

"ہم وہاں بھی جائیں گے لیکن نشیمن یہاں بنائیں گے۔ پرندوں کی طرح صبح نشیمن سے پرواز کریں گے اور شام کو اندھیرا ہونے سے پہلے واپس آجایا کریں گے۔"

"ہم تمہاری کسی دوسرے ملک میں قدم جمانے کے سلسلے میں مدد کریں گے۔"

"ہم تمہاری مدد کے بغیر تمہارے ہی ملک میں قدم جمارہے ہیں۔"

"تم صلح کرنے والی نہیں' جنگ کرنے والی باتیں کر رہے ہو۔"

"اگر ہمیں یہاں ایک چھوٹا سا شہر رہنے کے لیے دے دیا جائے تو جنگ نہیں ہوگی۔ ہمارے درمیان صلح ہو جائے گی۔"

"تم جبراً اپنی قوم کے ساتھ یہاں رہنا چاہو گے تو ہم تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق جنگ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ہماری یہودی قوم کا ایک ایک فرد اپنی آخری سانس تک لڑتا رہے گا اور تمہارے قدم اکھاڑتا رہے گا۔"

برین آدم نے کہا "ماسٹر! تمہیں یہاں اڈا بنانے کی ضد نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے اندر تھوڑی سی لچک پیدا کرو۔ تم آدھی دنیا پر حکمرانی چاہتے ہو۔ ہم تمہارے خواب کی تعبیر دکھائیں گے۔ تم جو چاہو گے' وہی ہوگا۔ معاملہ گرم ہو تو بحث مباحثہ سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میرا دوستانہ مشورہ ہے ابھی آرام کر کے اپنی تھکن اتارو پھر تازہ دم ہو کر کل شام چار بجے آڈیٹوریم میں ملاقات کرو۔ وہاں اجلاس میں ہم سب کسی دوستانہ فیصلے تک پہنچیں گے۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "ہم تمہارے لیے ایک محل نما گیسٹ ہاؤس میں رہنے کا انتظام کر رہے ہیں۔ وہاں تمہاری تمام ضروریات پوری ہوتی رہیں گی۔"

ماسٹر نے کہا "میرے لیے زحمت نہ کرو۔ میں اپنے ہزاروں جاں نثاروں کی طرح اس شہر میں کہیں ٹھکانا بنالوں گا۔ سیدھی سی بات ہے۔ جب تک میں اپنے جاں نثاروں کے ساتھ یہاں ایک چھوٹا سا شہر آباد نہیں کروں گا تب تک تم میں سے کوئی یہ جان نہیں سکے گا کہ میں اپنے دن رات کہاں گزارتا ہوں۔ اچھا اب چلتا ہوں۔ چلو جاں نثارو!"

اس کا حکم سنتے ہی سب اس کے ساتھ نادیدہ بن گئے۔ اگر وہ سب محل سے باہر جا کر نادیدہ بن جاتے تو یقین ہوتا کہ محل سے جا چکے ہیں لیکن وہ اس ہال میں بیٹھے بیٹھے اور کھڑے کھڑے غائب ہوگئے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا' غائب ہونے کے بعد بھی وہیں موجود ہوں۔ وہ سب موجودہ حالات پر ایک دوسرے سے بہت کچھ کہنا چاہتے تھے۔ لیکن رازداری سے اور جب نادیدہ افراد کی موجودگی کا شبہ ہو تو رازداری ممکن نہیں ہوتی۔

رات کے تین بجے تھے۔ وہ سب اپنی اپنی رہائش گاہ کی طرف جانے لگے۔ جب منکی ماسٹر اجلاس میں بول رہا تھا تب ہی پارس کا سایہ اس کے اندر سما گیا تھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ منکی ماسٹر کتنی رازداری سے کہاں قیام کرے گا؟

الپا بھی منکی ماسٹر کا پیچھا چھوڑنے والی نہیں تھی۔ اس ملک پر بندروں کی حکومت قائم ہونے والی تھی اور وہ یہ برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ اس کا سایہ بھی منکی ماسٹر کے جسم میں سما گیا تھا۔

ماسٹر اپنے خاص ماتحت کو بتا چکا تھا کہ وہ اگلے بارہ گھنٹے فوج کے اعلیٰ افسر کے گھر میں گزارے گا۔ اس کے مطابق وہ سایہ بن کر اس افسر کے اندر چلا گیا تھا۔

گویا ایک افسر کے اندر منکی ماسٹر تھا اور ماسٹر کے اندر الپا اور پارس چھپے ہوئے تھے۔ اس طرح وہ قافلہ افسر کے بنگلے میں پہنچ گیا۔ بنگلے میں اس کی بیوی' دو بچے اور ایک جوان بہن تھی۔ اس جوان حسینہ کو دیکھ کر منکی ماسٹر اپنی ساری تھکن بھول گیا۔ وہ بھائی کی آمد پر خیند سے بیدار ہوئی تھی پھر دوبارہ سونے کے لیے اپنے بیڈ روم میں آگئی۔ اس سے پہلے کہ دروازہ اندر سے بند کرتی ماسٹر کا سایہ بھی بیڈ روم میں آگیا۔

الپا سمجھ گئی کہ وہ حسینہ ماسٹر کو پسند آگئی ہے۔ اب اگر ناسٹر نمودار ہوگا تو وہ خوف سے چیخنے لگے گی۔ منکی ماسٹر کی طرف مائل نہیں ہوگی۔ الپا ایسے ہی موقع کی تلاش میں تھی۔ وہ کسی حسینہ کے ذریعے ماسٹر کو اسی طرح ٹریپ کرنا چاہتی تھی جیسا اس نے منکی برادر کو کیا تھا۔ تمام بندروں کی کمزوری عورت تھی اور وہ عورت کے ذریعے ہی ماسٹر کو کمزور بنانا اور جھکانا چاہتی تھی۔

پارس اس ارادے سے منکی مین کے اندر سمایا ہوا تھا کہ وہ اپنے بھائی کی طرح کسی حسینہ کا دیوانہ نہ بن جائے ورنہ الپا اس کی دیوانگی سے فائدہ اٹھائے گی۔

تمام منکی مین جسمانی طور پر قد آور اور صحت مند تھے۔ عورتیں ان کی جسامت سے متاثر ہوتی تھیں۔ صرف ان کی صورتیں پسند نہیں آتی تھیں۔ وہ پہلی ملاقات میں ان سے منہ پھیر لیتی تھیں لیکن ایک بار ان سے دوستی کرنے کے بعد ان کی دیوانی ہو جاتی تھیں۔

پارس کا خیال تھا کہ اس فوجی افسر کی بہن ٹینا اسے اچانک دیکھتے ہی چیخ پڑے گی۔ اس سے منہ پھیر لے گی لیکن وہ اس کے کمرے میں نمودار ہوا تو اس نے چیخنے سے پہلے اس کا منہ دبادیا۔ وہ پہلے ذرا سہم گئی پھر اس نے آنکھوں سے اطمینان ظاہر کیا۔ منکی ماسٹر نے کہا "میں وعدہ کرتا ہوں' تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ مجھ پر اعتماد کرو گی تو بہتر ہوگا ورنہ تمہیں جی بھر کے چیخنے چلانے کی اجازت ہے۔"

اس نے ٹینا کے منہ پر سے ہاتھ ہٹالیا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر اسے سر سے پیر تک دیکھنے لگی پھر بولی "میں نے ٹی وی پر اور

اخباروں میں کتنے ہی منکی مین کی تصویریں دیکھی ہیں۔ پتا نہیں تم لوگوں میں کیسی کشش ہے۔ میرا دل چاہتا تھا' میری دوستی کسی منکی مین سے ہو جائے۔"

اس کی باتیں سن کر منکی ماسٹر بہت خوش ہوا مگر پارس کو شبہ ہوا۔ اس نے ٹینا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ اندر سے پریشان تھی کہ ایک بندر سے لگاوٹ کی باتیں کیوں کر رہی ہے؟ لیکن پریشانی اور ناگواری کے باوجود وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال رہی تھی۔

بات سمجھ میں آگئی۔ ٹینا کو خیال خوانی کے ذریعے منکی ماسٹر کی طرف مائل کیا جا رہا تھا اور ایسا کرنے والی صرف الپا ہی ہو سکتی ہے الپا کے سامنے یہی ایک راستہ ہو گا کہ سب سے بڑے مہرے کو اپنے قابو میں کرے۔ جس طرح اس نے منکی برادر کو دیوانہ بنا کر اس کے سر کے پچھلے حصے سے برین گارڈ نکال کر اسے اپنا غلام بنا لیا تھا اسی طرح وہ ٹینا کے ذریعے منکی ماسٹر کو دیوانہ بنا کر اس کے سر سے برین گارڈ ہٹا کر اس کے دماغ میں گھس سکتی تھی۔ اسے غلام بنانے کے بعد پوری منکی فوج کو اپنے ملک سے بھاگنے پر مجبور کر سکتی تھی۔

یہ سونیا اور پارس کے منصوبے کے خلاف ہوتا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ امریکا اور اسرائیل آسانی سے خلائی مخلوق سے پیچھا چھڑا لیں۔ وہ دونوں ممالک شریر تھے۔ انہیں نجات حاصل کرنے کی ذرا سی بھی مہلت دی جاتی تو وہ منکی فوج کا رخ بابا صاحب کے ادارے اور اسلامی ممالک کی طرف پھیر دیتے۔ سونیا کا یہ پلان تھا کہ تمام منکی مین ان ہی دو ممالک میں جدوجہد کرتے کرتے اور ناکام ہوتے ہوتے اتنے مایوس ہو جائیں کہ پھر دنیا کے دوسرے ممالک کا رخ نہ کریں۔ تھک ہار کر اپنے زون میں واپس چلے جائیں۔

ٹینا' الپا کے زیر اثر رہ کر منکی ماسٹر کو اپنا دیوانہ بناتی رہی۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے کے دوران الپا نے کئی بار مجبور کیا کہ وہ برین گارڈ کھینچ کر الگ کر دے لیکن ہر بار ٹینا کا ہاتھ برین گارڈ تک پہنچ کر واپس ہو جاتا تھا۔ تب الپا کو سوچنا پڑا کہ ٹینا کے اندر اس کے علاوہ کوئی اور بھی ہے' جو اس کی کوششوں کو ناکام بنا رہا ہے۔

اس رات کی صبح ہو گئی۔ ٹینا اور منکی ماسٹر گہری نیند سو گئے اور الپا اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی۔ وہ مایوس ہو کر برین آدم کے پاس آئی۔ وہ تمام رات کا تھکا ہوا تھا اس لیے سو رہا تھا۔ الپا نے اسے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ اس کے چور خیالات پڑھے تو معلوم ہوا' دو اسرائیلی جاسوس عورتوں نے دو منکی مین کو ٹریپ کیا ہے۔ ان کے سروں سے برین گارڈ نکالے گئے ہیں۔ ان کے دماغوں میں اب تین یہودی خیال خوانی کرنے والے اپنی ڈسوزا مولی پار کر اور رائٹ بوائے پہنچے ہوئے ہیں۔

الپا نے فوراً ہی اپنی ڈسوزا کے پاس پہنچ کر پوچھا "کیا ان دو منکی مین سے ہمیں کچھ فائدے پہنچیں گے؟"

اپنی نے کہا "یس میڈم! ہم نے دونوں کو تہ خانے میں رکھا ہے۔ ان کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ تمام منکی مین کے پاس موبائل فون کی طرح ایک چھوٹا سا آلہ ہے۔ وہ اس آلے کے ذریعے ایک دوسرے سے ان کا شمار نمبر اور خیریت معلوم کرتے ہیں۔ اس آلے کے ذریعے انہیں معلوم ہو جائے گا کہ منکی نمبر دو سو چھ اور منکی نمبر ایک ہزار ایک سو گیارہ لاپتا ہو گئے ہیں۔ منکی ماسٹر اپنے ساتھ پانچ ہزار لیزر گنیں' ایک لاکھ نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول لے کر آیا ہے۔ ہر منکی مین کے پاس ایک لیزر گن اور ایک درجن نادیدہ بنانے والی گولیاں اور کیپسول ہوتے ہیں۔ جتنی فاضل لیزر گنیں' گولیاں اور کیپسول اور برین گارڈز وغیرہ ہیں' ان سب کو میامی شہر سے دور ایک ویران ساحلی علاقے کی چٹانوں کے پیچھے چھپا کر رکھا گیا ہے۔ فی الحال چار ہزار مسلح منکی مین اسرائیل میں ہیں اور تین ہزار امریکا میں ضرورت پڑنے پر وہ اپنے زون سے مزید منکی مین بلا سکتے ہیں۔"

الپا نے کہا "یہ معلومات اہم ہیں کہ وہ لیزر گنوں اور نادیدہ بنانے والی گولیوں کو کہاں چھپا کر رکھے ہوئے ہیں۔ کیا وہ دونوں منکی مین ہمارے جاسوسوں کو ٹھیک اسی جگہ پہنچا سکتے ہیں۔"

"صرف ایک منکی مین وہ جگہ جانتا ہے کیوں کہ اس کا تعلق ہتھیاروں کے ذخیرے کی حفاظت کرنے والوں میں سے ہے۔ وہ ہمارے ملک میں بھی کچھ ذخیرہ لانے والے ہیں۔"

"ذخیرہ یہاں لانے سے پہلے ہی ہم وہاں سے تمام سامان اٹھا لائیں گے۔ یقیناً وہاں نادیدہ منکی مین پہرا دیتے ہوں گے۔"

"جی ہاں۔ ایک منکی مین کے چور خیال نے بتایا ہے' وہاں دن رات پانچ سو مسلح نادیدہ منکی مین رہتے ہیں۔ ہر آٹھ گھنٹے کے بعد ان کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔"

"کیا وہ جانتے ہیں کہ منکی برادر کہاں ہے؟ میامی میں یا تل ابیب شہر میں؟"

"وہ میامی میں ہے۔ اس کے باڈی گارڈز اور نادیدہ جاسوس ہر وقت محتاط رہ کر اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ منکی برادر بھی ہمیشہ نادیدہ رہتا ہے۔ صرف کھانے پینے اور دوسری ضروریات کے وقت نمودار ہوتا ہے۔"

"منکی نمبر دو سو چھ اور نمبر ایک ہزار ایک سو گیارہ کو معمول اور تابعدار بنا چکی ہو؟"

"جی ہاں۔ وہ ہمارے معمول ہیں۔ مولی پار کر اور رائٹ بوائے ہر چار گھنٹے بعد ان پر عمل کرتے رہیں گے۔ ہمیں معلوم ہے چار چھ گھنٹوں میں ان کے دماغوں سے تنویمی عمل کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم سب تین گھنٹوں تک نیند پوری کرو پھر ہم تازہ دم ہو کر کچھ کریں گے۔"

الپا دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وہ اپنے ملک اور قوم کی سلامتی کے لیے بہت کچھ کررہی تھی مگر یہ خیال پریشان کررہا تھا کہ شاید وہ کسی کی معمولہ بن چکی ہے کوئی اس کے اندر خاموش رہ کر اس کے تمام معمولوں کو سمجھتا رہتا ہے اور شاید اسی طرح توڑ کرتا رہتا ہے جیسا کچھ دیر پہلے بیٹا کے دماغ میں رہ کر کرتا رہا تھا۔

پریشانی اپنی جگہ ہے مگر ہر حال میں نیند ضروری ہے۔ اس نے اپنے دماغ کو ہدایات دیں پھر تین گھنٹے کے لیے گہری نیند سوگئی۔ تب پارس ایک اجنبی کی حیثیت سے اس کے خواب کی اسکرین پر آیا پھر بولا "بہت پریشان ہو۔ تمہیں بندروں سے نجات کا راستہ نہیں مل رہا ہے۔"

وہ بولی "ہاں۔ ان کی آمد کا انداز اور ان کی غیر معمولی صلاحیتوں سے پتہ چل رہا ہے' یہ وائی مرض کی طرح ہمارے اندر جگہ بنائے رہیں گے۔"

"منکی ماسٹر کی طاقت ابھی دو حصوں میں تقسیم ہے۔ دوسرا حصہ میامی شہر میں ہے۔ منکی ماسٹر کی توجہ ابھی تل ابیب پر ہے۔ تم میامی میں منکی مین کو قتل کرانا شروع کردو۔ ماسٹر کو ادھر بھی توجہ دینی ہوگی۔ وہ سمجھے گا امریکی فوجی اس کے پُرامن منکی مین پر حملے کررہے ہیں۔ ہوسکتا ہے' منکی ماسٹر اپنے لوگوں کی حفاظت کے لیے پھر میامی چلا جائے۔"

الپا کی آنکھ کھل گئی۔ تین گھنٹے پورے ہوگئے تھے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ خواب کی باتیں یاد کرنے لگی۔ یہ بات دل کو لگ رہی تھی کہ میامی میں رہنے والے بندروں کو نقصان پہنچا کر منکی ماسٹر کو ادھر جانے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ تین گھنٹے کی نیند پوری کرکے واقعی تازہ دم ہوگئی تھی۔

○☆○

دیوی شی تارا دو دن اور دو راتوں تک بدحواس رہی۔ وہ کوئی سی بھی بات ڈھنگ سے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسول کے اصل فارمولے اس کی اپنی سے غائب ہوگئے تھے۔ فارمولوں کے گم ہونے سے ایسا زبردست ذہنی دھچکا لگا تھا کہ وہ حواس باختہ ہوگئی تھی۔ دن رات گم صم سی رہتی تھی۔

انسان مختلف دور سے گزرتا ہے۔ کبھی اسے کامیابیاں ہی کامیابیاں نصیب ہوتی رہتی ہیں اور وہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ کامیابیاں حاصل کرنے اور ہمیشہ برتر رہنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ لیکن اس کی خود غرضی اور غرور اسے ناکام بناتے ہیں۔ ہر طرف سے کامیابی کے راستے بند ہوجاتے ہیں۔ تب ایسا لگتا ہے کہ اب مسرتوں اور کامرانیوں کا دور کبھی نہیں آئے گا۔

دیوی کو بھی ایسا ہی لگ رہا تھا کہ اب اس کے مقدر میں ناکامی' نامرادی اور ذلت لکھ دی گئی ہیں۔ آئندہ وہ کبھی بڑی طاقتوں کے مقابلے میں نمایاں مقام حاصل نہیں کرسکے گی۔ نہ کبھی نادیدہ بنانے والی گولیاں حاصل ہوں گی اور نہ کبھی فلائنگ کیپسول حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔ اب اسے تاحیات گوشۂ گم نامی میں رہنا ہوگا۔

تین دن بعد اس نے اپنی جنم کنڈلی دیکھی۔ کئی گھنٹے تک ستاروں کی چال سے اپنا حال معلوم کرتی رہی۔ تب اسے اشارہ ملا کہ ناکامی کے بعد کامیابی کا دور آرہا ہے۔ اسے نئے سرے سے جدوجہد کا آغاز کرنا چاہیے۔

اسے ذرا حوصلہ ملا تو اس نے سوچا' اپنی کھوئی ہوئی طاقت کیسے حاصل کرسکتی ہے؟ ذہن میں یہ بات آئی "ابھی میں کمزور نہیں ہوئی ہوں۔ میرے پاس نادیدہ بنانے والی چھ گولیاں اور دو فلائنگ کیپسول ہیں۔ یہ ایک ڈیڑھ برس تک کام آسکتے ہیں۔ دراصل فارمولوں کے گم ہونے کے باعث مجھے ذہنی صدمہ پہنچا تھا۔ میں ایسی گولیاں اور کیپسول تیار نہیں کرسکوں گی تو کوئی بات نہیں۔ میں ایسی چیزیں ... دوسرے ذرائع سے حاصل کرلوں گی۔"

لیکن حاصل کرنے کے ذرائع کیا ہیں؟

وہ سوچنے لگی۔ اس کی ڈی شی تارا فرانس میں تھی۔ اس نے اپنی اس ڈی کو پچیس گولیاں اور دس کیپسول دیے تھے۔ پہلے دیوی کے سامنے پچیس اور دس کی تعداد کچھ بھی نہ تھی لیکن اب محرومیوں کے پیش نظر پچیس گولیاں اور دس کیپسول بہت تھے۔ دہلی اور بمبئی میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماحت رہ گئے تھے۔ ایک کا نام شیام سندر اور دوسرے کا نام شری کانت تھا۔ ان کے پاس بھی کچھ گولیاں اور کیپسول تھے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پہلے اپنی ڈی کے پاس پہنچی۔ وہ خوش ہو کر بولی "دیوی جی! تین دن بعد آپ کی آواز سن کر مجھے نئی زندگی مل رہی ہے۔ آپ نے مجھے اپنے دماغ میں آنے سے منع کیا تھا۔ میں بہت پریشان تھی کہ آپ کی خیریت کیسے معلوم کروں۔"

"میں خیریت سے ہوں۔ یہ بتاؤ' تمہارے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول کتنے ہیں؟"

"آپ نے پچیس گولیاں دی تھیں۔ میں نے دو استعمال کی ہیں۔ تیئیس باقی ہیں اور ایک کیپسول استعمال ہوا ہے' نو عدد میرے پاس محفوظ ہیں۔"

"تم وہ سب لے کر دہلی آجاؤ۔ شیام سندر اور شری کانت سے بھی کہو' وہ گولیوں اور کیپسولوں کے ساتھ آج رات دہلی میں موجود رہیں۔"

"میں ابھی ان سے کہہ دوں گی۔ آپ نے بتایا تھا کہ منکی ماسٹر ہمارے دیس پر حملہ کرنے والا ہے۔ کیا اب بھی حملے کا اندیشہ ہے؟"

دیوی نے کہا "شاید منکی ماسٹر امریکا اور یورپ کے ملکوں میں

الجھ کر رہ گیا ہے۔ میں ابھی معلوم کروں گی کہ وہ تمام بندر کہاں ہیں اور کیا کررہے ہیں۔؟"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی "یہ ہمارے حق میں اچھا ہورہا ہے کہ منکی ماسٹر نے اب تک ہماری طرف رخ نہیں کیا ہے۔ اب میری یہی کوشش ہونی چاہیے کہ منکی ماسٹر یہاں کسی طرح بھی نہ آسکے۔"

منکی ماسٹر کے متعلق سوچتے ہوئے ذہن نے کہا۔ ان بندروں کے پاس بے شمار گولیاں اور کیپسول ہیں۔ کوئی زبردست چال چل کر ان سے یہ سب کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے کوئی ٹھوس اور قابل عمل منصوبہ بنانا ہوگا۔

اس نے میامی میں آرمی ہیڈ کوارٹر کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں آکر خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ منکی ماسٹر کی فوج میامی شہر اور تل ابیب میں ہے۔ میامی میں ان بندروں کی سرگرمیاں فی الحال کچھ نرم پڑگئی ہیں۔ تل ابیب میں ان کی کوشش ہے کہ انہیں منکی فوج کا اڈا بنانے کے لیے ایک چھوٹا سا علاقہ مل جائے۔ اسرائیلی حکومت منکی ماسٹر کے دباؤ میں ہے۔ بندروں کے فوجی اڈے کے مطالبے کو ٹال رہی ہے۔ اس سلسلے میں شام کو ایک میٹنگ ہونے والی ہے۔

اس نے اپنی ڈی سے پھر رابطہ کیا اور کہا "ہماری ملاقات دہلی میں نہیں' تل ابیب میں ہوگی۔ شیام سندر اور شری کانت سے کہو وہ فلائنگ کیپسول کے ذریعے آج رات تل ابیب پہنچیں۔ تم سب ابھی روانہ ہوجاؤ۔ وہاں ایک اہم میٹنگ ہونے والی ہے۔ اگر ہم جلد سے جلد وہاں پہنچ کر اس میٹنگ کی کارروائی دیکھ سکیں تو بہتر ہوگا۔"

دیوی نے اس سے رابطہ ختم کیا اور سفر کی تیاری کرنے لگی۔ ایک بیگ میں ضروری سامان رکھا پھر اس غار کی گہرائیوں سے گزرتی ہوئی باہر آئی۔ ہمالیہ کی وادی برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ وہ ایسی جگہ تھی' جہاں سے کوئی انسان نہیں گزرتا تھا لیکن وہ دور نظریں دوڑانے کے بعد ٹھٹک گئی۔ بہت دور ایک چھوٹا سا لڑکا نظر آرہا تھا۔

اس نے غور سے دیکھا۔ لڑکے نے گرم برفانی علاقے کا لباس پہنا ہوا تھا۔ سر پر پگڑی تھی جس سے پتا چلا کہ وہ ایک سکھ لڑکا ہے۔ سکھ لڑکے کے حوالے سے دلجیت سنگھ یاد آگیا۔ اس کی یاد داشت کمزور تھی وہ کئی بار دیوی سے ملتا اور اس سے بچھڑتا رہا تھا۔ اب پھر جانے کہاں سے بھٹکتا ہوا اس برفانی علاقے میں آگیا تھا۔

وہ برف کے اونچے نیچے ٹیلوں کے پاس سے گزرتا جارہا تھا۔ دیوی اس کی طرف جانے لگی لیکن وہ ایک ٹیلے کے پیچھے جاکر کہیں گم ہوگیا۔ دیوی نے اسے آواز دی "دلجیت! تم کہاں ہو؟"

اس کی آواز وادی میں گونج کر رہ گئی۔ جواب نہیں ملا اور نہ ہی وہ نظر آیا۔ وہ اسے دیر تک تلاش کرتی رہی اور پکارتی رہی پھر سوچنے لگی "کیا یہ نظروں کا دھوکا تھا؟ دلجیت سنگھ میرے ذہن پر اس طرح چھاگیا ہے کہ میں شعوری اور لاشعوری طور پر اس کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔ شاید وہ تصور میں نظر آرہا تھا اور میں حقیقت سمجھ رہی تھی۔ بھلا ایسے برفانی والے علاقے میں وہ بچہ تنہا کیسے آسکتا ہے؟"

اس نے ایک فلائنگ کیپسول منہ میں رکھا۔ گولی نگل کر نادیدہ ہوگئی۔ پھر وہاں سے پرواز کرنے لگی۔ وہ اپنی دانست میں تنہا تھی لیکن اپنے اندر الپا بی بی کو لے جارہی تھی۔

دیوی کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کس ملک کے کس علاقے کے زیر زمین حصے میں رہتی ہے۔ ایک اندازہ تھا کہ وہ ان دنوں ہندوستان میں ہے اس لیے ہوسکتا ہے کہ وہاں کے پہاڑی علاقوں میں ہو اور چوں کہ وہ بچپن سے ہمالیہ کی ترائی میں رہتی آئی ہے تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہیں کسی غار میں قیام کررہی ہو۔ اسی اندازے کے مطابق اعلیٰ بی بی (ثانی) کو وہاں پہنچایا گیا تھا اور وہ اندازہ درست نکلا تھا۔

○☆○

پارس نے سونیا کے پاس آکر کہا "مما! میں نے الپا کو اس بات پر مائل کیا ہے کہ وہ میامی میں رہنے والے منکی مین کو خاص تعداد میں ہلاک کرائے۔ اس طرح منکی ماسٹر کی توجہ صرف اسرائیل پر نہیں رہے گی۔ وہ اسرائیل اور امریکا کے درمیان الجھا رہے گا۔"

دُنیا کے حیرت انگیز فنِ تحریر شناسی کی مدد سے
دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں،
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر و رہنما کتاب،
تحریر اور شخصیت
قیمت ۲۵ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے
○ آپ کو بتاتے گی کہ آپ کیا کچھ کرسکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دُور کی جاسکتی ہیں؟
ملنے کا پتہ مکتبہ نفیسہ ○ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

سونیا نے کہا "بیٹے! تم نے ابھی الپا کو ادھر ائل کیا ہے۔ میں نے تو اس طریقے پر عمل شروع کردیا ہے۔ یہاں اب تک چھ منکی مین ہلاک ہو چکے ہیں۔ اس طرح منکی ماسٹر کی سمجھ میں آئے گا کہ امریکی فوجی چھپ کر وشنی کررہے ہیں۔ ہماری کوشش یہی رہے گی کہ وہ اسرائیل اور امریکا دونوں کو دشمن سمجھتا رہے اور ان سے نمٹتا رہے۔"

"ایک اور اہم بات ہے۔ الپا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دو منکی مین کو بڑی راز داری سے اپنا تابعدار بنایا ہے۔ ان کے ذریعے یہ معلوم ہوا ہے کہ میامی شہر سے دور ایک ویران ساحل علاقے میں چٹانوں کے پیچھے لیزر گنیں' نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلاننگ کیپسول چھپائے گئے ہیں۔ وہاں ان چیزوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔"

"پھر تو الپا وہ ذخیرہ حاصل کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگادے گی اور میں ایسی غیر معمولی چیزیں کسی کے ہاتھ لگنے نہیں دوں گی۔ امریکا میں ہمارے ادارے کے جتنے جاسوس ہیں' ان سے رابطہ کرو اور کہو کہ دو گھنٹے کے اندر گولیوں اور کیپسول کے ساتھ میامی پہنچیں۔ میں ان سے سی ڈی اسٹریٹ کے بنگلا نمبر دو سو سات میں ملوں گی۔"

"میں ابھی ان سے رابطہ کرتا ہوں۔"

"اور سنو۔ جہاں وہ ذخیرہ چھپایا گیا ہے اس کی صحیح لوکیشن معلوم کرو۔ میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

پارس سونیا کے دماغ سے نکل کر ادارے کے ایک ایک جاسوس سے رابطہ کرنے لگا۔ ان سب کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلاننگ کیپسول تھے۔ وہ سونیا کا پیغام سنتے ہی اپنے اپنے شہروں اور علاقوں سے میامی کی طرف روانہ ہوگئے۔

پارس اس کام سے فارغ ہو کر الپا کے اندر پہنچا۔ وہ دو معاملات میں بہت مصروف تھی۔ ایک تو اپنے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو میامی کے چند فوجی افسران تک پہنچا رہی تھی تاکہ وہ ماتحت ان افسروں کے دماغوں میں رہ کر منکی مین کو نشانہ بناتے رہیں۔ دوسرا معاملہ اس غیر معمولی ذخیرے کو حاصل کرنے کا تھا۔ الپا نے معمول اور تابعدار بننے والے منکی مین کے ذریعے ان ساحلی چٹانوں کی صحیح لوکیشن معلوم کرلی تھی۔ پارس نے اس کے ذریعے لوکیشن معلوم کی اور سونیا کو بتادی۔

سونیا کے بنگلے میں بابا صاحب کے ادارے کے تقریباً ساڑھے چار سو جاسوس امریکا کی تمام ریاستوں سے آگئے تھے۔ چوں کہ ایک بنگلے میں اتنے جاسوس نہیں سما سکتے تھے اور امریکی فوجیوں کی نظروں میں آسکتے تھے اس لئے وہ سب نادیدہ بنے ہوئے تھے۔

سونیا بنگلے کے اندر سے باہر وسیع و عریض لان میں ٹہلتے ہوئے دھیمی آواز میں کہتی جارہی تھی "میں تمہارے ساتھ نادیدہ بن کر چل رہی ہوں۔ یہاں سے جنوب کی طرف بیس کلو میٹر تک جانا ہے۔ وہاں کی آبادی میں ایک بڑا سا چرچ ہے۔ اس چرچ کے مشرق میں پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر ساحلی چٹانیں ہیں۔ ایک چٹان پر بڑا سا ہولی کراس بنا ہوا ہے۔ اس ہولی کراس کے شمال کی طرف ٹھیک تین کلو میٹر کے فاصلے پر وہ چٹانیں ہیں۔ بظاہر ان کے پیچھے جانے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا ہے لیکن مشرقی حصے میں تلاش کرنے کے بعد غار کے اندر جانے کی جگہ مل جاتی ہے۔ وہاں تقریباً پانچ سو نادیدہ منکی مین ہیں۔ ہم بھی نادیدہ رہیں گے۔ جب ہم غار کے اندر سے وہ غیر معمولی چیزیں اٹھائیں گے تو پہرا دینے والے ان غائب ہونے والی چیزوں کو دیکھ کر ہماری موجودگی کو سمجھ لیں گے۔ ہمیں لیزر گنوں کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ وزنی اور بڑے ہتھیار نہ اٹھائے جائیں۔ نادیدہ بنانے والی گولیاں' فلاننگ کیپسول اور برین گارڈز جیسے آلات سب کے سب اٹھالئے جائیں۔ ایسی ایک بھی غیر معمولی چیز وہاں نہ چھوڑی جائے۔"

وہ انہیں پوری طرح ہدایات دینے کے بعد نادیدہ بن کر ان کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوگئی۔

مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد منزل تک پہنچنا زیادہ دشوار نہیں ہوتا۔ وہ سب سونیا کی راہنمائی میں ان چٹانوں کے پیچھے غار میں پہنچ گئے۔ پہلے وہاں دیکھا گیا کہ ذخیرہ کہاں رکھا گیا ہے؟ وہاں چھوٹے چھوٹے باکس پیک کئے ہوئے رکھے تھے۔ انہیں کھول کر دیکھے بغیر یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ کس باکس میں کون سی چیز رکھی ہوئی ہے۔

ویسے انہیں کھول کر دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ان چھوٹی چھوٹی ڈبوں سے سمجھ میں آرہا تھا کہ ان میں چھوٹی چھوٹی گولیاں' کیپسول اور برین گارڈز رکھے ہوئے ہیں۔ سونیا کے ساتھ آنے والے تقریباً ساڑھے چار سو جاسوسوں نے بیک وقت وہ تمام ڈبے اٹھالئے۔ وہاں جو نادیدہ پہرے دار تھے وہ ایک دم سے چونک گئے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ بیک وقت سیکڑوں ڈبے اٹھانے والے سیکڑوں نادیدہ دشمن ہیں۔ انہیں للکارنے کے لیے گوشت پوست کے جسم میں نمودار ہونا حماقت ہوتی۔۔۔ وہ نادیدہ دشمن گولی مار دیں گے یا پھر توجہ ہی نہیں دیں گے۔ خاموشی سے چلے جائیں گے۔

اور وہ خاموشی سے جارہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے ڈبے ان کے لباسوں میں چھپے ہوئے تھے' نظر نہیں آرہے تھے۔ نادیدہ بن کر پہرا دینے والے مجبور ہوگئے تھے۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ چوری کرنے والے بھی سیکڑوں نادیدہ ہوں گے۔

چٹانوں کے پیچھے اس غار میں بہت بڑی چوری ہوئی مگر کسی نے کسی کو چوری کرتے نہیں دیکھا صرف چوری ہوتے دیکھی۔ بہرحال جو کچھ ہوا' وہ پہرے دار سرندروں کی توقع کے خلاف ہوا۔ وہ مال لے جانے والوں کو نہ دیکھ سکے' نہ پکڑ سکے۔

وہ سارا مال میامی شہر میں سونیا کے بنگلے کے اندر پہنچ گیا۔ سونیا نے ایک بکس کو کھول کر دیکھا۔ ایک ماتحت اس میں رکھی ہوئی

گولیوں اور کیپسولوں کو گننے لگا۔ ہر بکس میں پانچ ہزار گولیاں اور ایک ہزار کیپسول تھے۔ وہ کل دو سو پچیس ڈبے تھے۔ پچیس ڈبوں میں برین گارڈز اور ننھے سے موبائل فون وغیرہ تھے۔

سونیا نے ڈیڑھ سو جاسوسوں سے کہا کہ وہ تمام سامان لے کر فلاننگ کیپسول کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں جائیں۔ وہاں تمام مال جمع کر کے چلے آئیں۔ دوسری طرف الپا اپنے ایک ماتحت رائٹ بوائے اور دس فوجی جوانوں کے ساتھ نادیدہ بن کر انہی چٹانوں کے پاس آئی جن کے پیچھے غیر معمولی گولیوں اور کیپسولوں کا ذخیرہ تھا' جو اب چرا لئے گئے تھے۔

الپا اس بات سے بے خبر نہیں تھی کہ وہاں نادیدہ منکی پہرے دار ہیں۔ غار کے اندر سے جب بھی سامان اٹھایا جائے گا' ان پہرے داروں کو معلوم ہوجائے گا کہ ایسا نادیدہ چور کررہے ہیں۔

اور یہی ہوا۔ الپا اپنے ماتحتوں کے ساتھ غار میں پہنچی تو سونیا پہلے ہی وہاں جھاڑو پھیر چکی تھی۔ صرف لیزر گنوں کا انبار دکھائی دے رہا تھا۔ الپا کے لیے یہ بھی غنیمت تھا کہ اسے وہ گنیں مل رہی تھیں۔

الپا اور رائٹ بوائے کے ساتھ دس فوجی جوان تھے۔ یعنی وہ کل بارہ تھے۔ دو ہاتھوں سے دو گنیں اٹھا سکتے تھے۔ اس طرح انہوں نے چوبیس گنیں اٹھالیں۔ ایسے وقت ایک منکی مین نے ایک چٹان کی آڑ سے للکارا "رک جاؤ۔ تم بیک وقت دو گنیں چھپا کر نہیں لے جاسکو گے۔"

دوسری چٹان کی آڑ سے دوسرے منکی مین نے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ پہلے سیکڑوں کی تعداد میں آکر گولیاں اور کیپسول لے گئے۔ اب صرف بارہ ہو۔ بہرحال جتنے بھی ہو' ہم تمہیں جانے نہیں دیں گے۔"

اچانک ان چٹانوں کے پیچھے سے لیزر شعاعیں نکلیں۔ دھماکا ہوا۔ چٹانوں کے ٹکڑے چھوٹے چھوٹے پتھروں اور سنگ ریزوں کی صورت میں بلندی تک اڑنے لگے اور دور تک پھیلنے لگے۔ وہ سب نادیدہ بننے والے محفوظ رہے تھے۔ الپا اور۔۔۔ دو فوجی جوانوں کے ہاتھوں میں ایک ایک گن رہ گئی تھی۔ باقی گنیں ہاتھوں سے چھوٹنے کے باعث اس دھماکے سے تباہ ہوگئی تھیں۔

اب وہاں کچھ نہیں رہا تھا۔ الپا اپنے لوگوں کے ساتھ وہاں سے کئی کلو میٹر دور آکر ایک چٹان پر بیٹھ گئی۔ پریشان ہو کر بولی "یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میں منکی برادر کو اپنا تابعدار بنا کر بہت بڑی کامیابی حاصل کررہی تھی لیکن وہ اچانک میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ میں پچھلی رات ٹینا کے ذریعے منکی ماسٹر کو بھی اپنا تابعدار بنا سکتی تھی۔ لیکن کسی ایجنسی ٹیلی پیتھی جاننے والے ..... نے اس کوشش میں ناکام بنادیا اور یہاں جو نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلاننگ کیپسولوں کا کوئی ذخیرہ تھا' اسے ہمارے آنے سے پہلے لوٹ کرلے گیا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچ کے ذریعے کہنے لگی۔ "کون ہے؟ میرے اندر کون ہے؟ پلیز خاموشی کو توڑو۔ مجھ سے بات کرو۔ نہیں تو میں پاگل ہوجاؤں گی۔ تم دشمن بن کر ہی بولو مگر کچھ بولو۔"

وہ انتظار کرنے لگی۔ یہ احساس سب سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے کہ کسی نے ہمارے وجود کو جکڑلیا ہے۔ کوئی ہماری مرضی اور مزاج کے خلاف ہمارے اندر حکومت کررہا ہے۔ یہ کیسا ظلم ہوتا ہے کہ ہمیں پتا بھی نہیں چلتا اور وہ ہم سے اپنے احکامات کی تعمیل کراتا رہتا ہے۔

وہ پھر سوچ کے ذریعے بولی "میں ہر پہلو سے تجزیہ کرتی ہوں تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ تمہارا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ اس ادارے کے سوا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھ پر قبضہ جماتا تو اب تک مجھے اپنی جاگیر بنالیتا۔ مجھ سے ہر جائز اور ناجائز کام لیتا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے سوچ کے ذریعے بولی "ایسے وقت جب کہ ہماری دنیا کو ایک بہت بڑے چیلنج کا سامنا ہے اور یہ آثار نظر آرہے ہیں کہ منکی مین ہماری دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر قبضہ جمالیں گے' تعجب ہے کہ وقت بابا صاحب کا ادارہ بالکل خاموش ہے۔ میں ایسی نادان نہیں ہوں۔ خوب سمجھتی ہوں کہ تم تنہا نہیں

ہو' نہ جانے بابا صاحب کے ادارے کے کتنے خیال خوانی کرنے والے میاں اور تل ابیب میں موجود ... ہیں اور جو کرنا ہوتا ہے' وہ خاموشی سے کر گزرتے ہیں۔"

اس نے سر کو جھٹک کر اپنی زلفوں کو پیچھے کیا پھر اس کی سوچ نے کہا "اب میں کیا کر سکتی ہوں؟ کوئی بھی تدبیر اختیار کروں' تم سے پیچھا نہیں چھڑا سکوں گی۔ تو پھر کیوں تمہیں اپنے لیے درد سر بناؤں؟ تمہیں میرے اندر رہ کر جو کرنا ہے' وہ ضرور کرو گے۔ ٹھیک ہے' کرتے رہو۔ مجھے اپنے طور پر جو کرنا ہے' وہ ضرور کروں گی۔"

وہ چٹان سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے تمام ماتحت بھی کھڑے ہو گئے۔ وہ فوجی جوانوں کو دیکھ کر بولی "تم لوگوں نے کیا خاک ٹریننگ حاصل کی ہے۔ وہاں لیزر گنوں سے دھاکا ہوا اور تمہارے ہاتھوں سے گنیں چھوٹ گئیں۔ صرف ان جوانوں کے اور میرے ہاتھ میں گنیں رہ گئی ہیں۔ بڑے شرم کی بات ہے۔"

ان سب نے ندامت سے سر جھکا لئے۔ وہ بولی "میاں میں نادیدہ بن کر ان بندروں کو ختم کرنا ہے۔ ہم یہاں جتنی وارداتیں کریں گے' منکی ماسٹر اتنا ہی زیادہ فکر مند ہو کر تل ابیب چھوڑنے اور یہاں آنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت رائٹ بوائے نے کہا "ہمیں ان بندروں کی طرف سے بھی وارداتیں کر کے امریکی فوجیوں کو نقصان پہنچانا چاہیے۔ پھر یہ سمجھا جائے گا کہ دونوں ایک دوسرے کو اینٹ کا جواب پتھر سے دے رہے ہیں۔"

الپا نے کہا "تم دانش مندانہ مشورہ دے رہے ہو۔ ایسا کرو' تم پانچ جوانوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ باقی پانچ میرے ساتھ رہیں گے۔ تم منکی مین کو زیادہ تعداد میں نقصان پہنچاؤ۔ میں امریکی فوجیوں کو نقصان پہنچاؤں گی۔ آج شام کو منکی ماسٹر سے اہم میٹنگ ہے۔ مجھے وہاں شام سے پہلے پہنچنا ہو گا۔"

انہوں نے نادیدہ بن کر وہاں سے پرواز کی۔ رائٹ بوائے پانچ فوجی جوانوں کے ساتھ میاں شہر پہنچا۔ انہیں ایک ریستوران میں تین منکی مین نظر آئے۔ وہ ایک حسینہ کو چھیڑ رہے تھے۔ رائٹ بوائے اور فوجی جوانوں نے اچانک نمودار ہو کر فائرنگ شروع کر دی۔ وہ چاروں طرف سے گھیرے گئے تھے۔ انہیں اتنی سی مہلت نہیں ملی کہ وہ اپنے اپنے منہ میں رکھی ہوئی گولیاں نگل لیتے۔

ان کے مرتے ہی گولیاں کیپسول اور لیزر گنیں حاصل کر لی گئیں پھر وہ نادیدہ بن کر دوسرے شکار کی تلاش میں چل پڑے۔ اکثر منکی مین رات کو کلبوں میں نظر آتے تھے۔ تمام رات جاگنے کے بعد کسی نہ کسی حسینہ کے اپارٹمنٹ میں کسی بند کمرے کے اندر سوتے تھے۔

نادیدہ بن کر روشن دان وغیرہ کے راستے بند کمروں میں جانا کچھ مشکل نہ تھا۔ رائٹ بوائے اور اس کے ساتھیوں نے انہیں مختلف اپارٹمنٹس میں تلاش کیا۔ انہیں دیکھا پھر انہیں نیند کی حالت میں ہی ختم کر دیا۔

الپا اپنے ماتحتوں کے ساتھ میاں سے کچھ دور نیول بیس میں تھی۔ وہاں نیوی کے کئی بحری جہاز ایک دوسرے سے دور کھڑے ہوئے تھے۔ الپا نے بلندی پر کھڑے ہو کر ایک دور کھڑے ہوئے جہاز کو دیکھا۔ لیزر گن سے اس کا نشانہ لیا پھر شعاعیں خارج کرنے والے بٹن کو دبایا۔ ایک باریک سی چاندی جیسی روشنی کی لکیر نے اس جہاز کو جا کر چھو لیا۔

پھر ایک زبردست دھماکا ہوا۔ اس جہاز میں نیوی کے جوان اور چند افسران تھے۔ کچھ ہتھیار اور بم وغیرہ بھی تھے جن کے باعث زبردست دھماکے ہو رہے تھے۔ وہ ایک ہی واردات کافی تھی۔ الپا شام کے اجلاس میں حاضر رہنے کے لیے تل ابیب کی طرف روانہ ہو گئی۔

اس ایک جہاز کی تباہی سے پورے امریکا میں ہلچل مچ گئی۔ فوری طور پر فیصلہ کیا گیا کہ ان بندروں کے خلاف پوری فوجی قوت استعمال کی جائے۔ نیول بیس سے لے کر تمام میاں شہر میں فوجی جوان موجود رہیں۔ اپارٹمنٹس' بنگلوں' ریستورانوں اور کلبوں میں مسلح امریکی فوجی محتاط رہیں۔ جہاں ایک بھی منکی مین نمودار ہو' اسے فوراً گولی ماردی جائے۔

ہر شاہراہ' ہر گلی' ہر مکان اور دکان کے اندر باہر اتنی زیادہ تعداد میں مسلح فوجی تھے کہ تمام منکی مین پریشان ہو گئے۔ وہ کھانے پینے اور دوسری اہم ضرورت کے وقت نادیدہ سے دیدہ نہیں ہو سکتے تھے۔

جب بھوک اور پیاس نے پریشان کیا تو وہ سب اس شہر سے ہجرت کرنے لگے۔ شہر سے باہر آکر اپنے اپنے موبائل فون کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کیا پھر یہ طے کیا کہ وہ سب پہلے کی طرح کسی ایک شہر میں ایک ساتھ رہیں گے۔ اس بار انہوں نے بالٹی مور میں رہنے کا فیصلہ کیا پھر وہاں سے اسی ساحلی شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

ان میں سے دو منکی جاسوسوں نے تل ابیب آکر اپنے ماسٹر کے موبائل فون پر رابطہ کیا پھر اپنے ماسٹر کی آواز سنتے ہی کہا "ماسٹر! امریکی فوجیوں نے میاں میں ہمارا رہنا مشکل کر دیا تھا۔ آپ کے تمام جاں نثار میاں شہر چھوڑ کر دوسرے ساحلی شہر بالٹی مور چلے گئے ہیں۔"

وہ تفصیل سے اپنے ماسٹر کو حالیہ واقعات بتانے لگے۔ اس نے پوچھا "ہمارے کس منکی نے لیزر گن سے بحری جہاز کو تباہ کیا ہے۔؟"

"ہم میں سے کسی نے یہ حماقت نہیں کی ہے۔ ہاں ہمارے جو ساتھی مر چکے ہیں ان میں سے شاید کسی نے اس بحری جہاز کو تباہ کیا ہو۔"

دوسرے جاسوس نے کہا "لیکن ہم میں سے کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔ آپ نے تاکید کی تھی کہ ہماری طرف سے تخریبی کارروائی کبھی نہ ہو اور ہم خواہ مخواہ کسی کو قتل نہ کریں۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کے جاں نثار آپ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے ہیں۔"

منکی ماسٹر نے کہا "بے شک' میرا کوئی جاں نثار ایسا نہیں کرے گا۔ اس بحری جہاز کو امریکا کے کسی دشمن نے تباہ کیا ہے اور الزام ہم پر آرہا ہے۔ ہمارے جاں نثاروں کے خلاف انتقامی کارروائی کی جا رہی ہے۔ ایسے میں ہمیں حق پہنچتا ہے کہ ہم انہیں اینٹ کا جواب پتھر سے دیں۔"

"ماسٹر! آپ کا بھائی منکی برادر بھی مشتعل ہو رہا ہے۔ وہ آپ کے حکم کے منتظر ہے۔"

"اس سے کہو' ذرا صبر کرے۔ میں یہاں ایک ضروری میٹنگ اٹینڈ کرنے کے بعد سوچوں گا کہ ان امریکی فوجیوں کے خلاف ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ ہمارے جاں نثار تل ابیب اور بالٹی مور میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ہماری تمام قوت ایک جگہ نہیں ہے۔ ہمیں اب کسی بھی دشمن پر حملہ کرنے سے پہلے اپنی منتشر قوتوں کا حساب کرنا پڑے گا۔"

منکی ماسٹر کے لیے یہ مقام فکر تھا کہ دو مختلف ملکوں میں بیک وقت کس طرح جنگ جاری رکھے گا؟ فلائنگ کیپسول کے ذریعے اسرائیل سے امریکا پہنچنے میں تقریباً چار گھنٹے لگتے تھے۔ منکی ماسٹر اپنے بھائی منکی برادر کی کمانڈ میں جنگ لڑنے کی اجازت نہیں دینا چاہتا تھا۔ اگرچہ منکی برادر ذہین تھا لیکن لڑنے کی حکمتِ عملی سے واقف نہیں تھا۔ یہ بھی دیکھا جا رہا تھا کہ دنیا والے بڑے چالاک اور مکار ہیں۔ وہ ہتھیاروں سے زیادہ عقل کے ذریعے لڑ رہے ہیں اور انہیں یہ دنیا چھوڑ کر جانے پر مجبور کر رہے ہیں۔

○☆○

دیوی تل ابیب پہنچ گئی۔ اب اسے معلوم کرنا تھا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ کتنے فریق ہیں' جو اپنے اپنے طور پر محاذ بنا رہے ہیں؟ اور یوں محاذ آرائی سے وہ کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

اس نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ ایک سرکاری آڈیٹوریم میں آدھے گھنٹے بعد اہم میٹنگ ہے۔ وہاں منکی ماسٹر سے مذاکرات ہوں گے۔

اس نے اپنی ڈی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں شیام سندر اور شری کانت سے رابطہ کیا۔ وہ بھی وہاں پہنچے ہوئے تھے اور ہوٹل شیرٹن میں قیام کر رہے تھے۔ ڈی نے ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا تھا کہ پچھلی رات سے منکی ماسٹر اور اس کی فوج کی نئی کیپ نے اسرائیلی حکام پر دباؤ ڈالا ہوا ہے۔ انہیں اندیشہ ہے کہ کسی بھی لمحے ایک تباہ کن جنگ چھڑ سکتی تھی۔ اس جنگ کا خطرہ اسی صورت میں ٹل سکتا ہے کہ منکی ماسٹر کو وہاں اپنا فوجی اڈا بنانے کے لیے تھوڑی سی زمین دے دی جائے۔

وہاں ہزاروں منکی مین نادیدہ بنے ہوئے تھے۔ الپا کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ منکی ماسٹر ایک اعلیٰ افسر کے گھر میں ہے اور اس افسر کی بہن ٹینا کے کمرے میں چھپا رہتا ہے۔

الپا نے دوسری بار ٹینا کے دماغ میں جانا چاہا تو سوچ کی لہریں کسی چیز سے ٹکرا کر واپس آگئیں۔ پتا چلا منکی ماسٹر نے ٹینا کو الپا وغیرہ کی ٹیلی پیتھی سے بچائے رکھنے کے لیے اس کے سر کے پچھلے حصے میں برین گارڈ لگا دیا تھا۔

دیوی ابھی نہیں جانتی تھی کہ منکی ماسٹر نے کہاں قیام کیا ہے؟ اسے اطمینان تھا کہ ابھی جو اجلاس ہونے والا ہے' اس کے بعد وہ منکی ماسٹر کو اپنی نظروں میں رکھے گی۔ اس کی رہائش گاہ کا علم بھی ہو جائے گا۔

اجلاس میں یوں تو ہزاروں منکی مین اپنے منکی ماسٹر کے ساتھ حاضر تھے لیکن نادیدہ تھے۔ صرف ایک منکی مین اپنے منکی ماسٹر کے ساتھ سب کو نظر آرہا تھا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "یہاں منکی ماسٹر کو سب کے درمیان موجود رہ کر ہم سے روبرو گفتگو کرنی چاہیے۔"

"حالات موافق ہوں گے تو ماسٹر ضرور روبرو آئے گا۔"

"ہم اس اجلاس میں ماسٹر کی سلامتی کی ضمانت دے رہے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ تمہارے بے شمار نادیدہ منکی مین یہاں موجود ہیں۔ وہ ہماری حکومت کے اکابرین کو قتل کر سکتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم سب کے سامنے موجود ہیں۔ ماسٹر کو ہمارے سامنے ہونا چاہیے۔"

"اس بحث سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ بہتر ہے کام کی بات کی جائے۔"

"ہم ماسٹر سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں کہ اس نے اپنی فوج کے ساتھ ہمارے ملک میں آکر ہم پر ظلم کیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ اپنی آمد سے پہلے ہم سے رابطہ کرتا۔ اپنے مطالبات پیش کرتا۔ ہم آپس میں تبادلۂ خیالات کرتے پھر اس سلسلے میں کوئی مناسب درمیانی راستہ نکالتے۔ بالکل ہی اچانک آنے اور جبراً اپنے مطالبات منوانے کی روش غلط ہے۔"

"ہم تو اس دنیا میں خانہ بدوش ہیں۔ ہماری کوئی زمین ہوتی تو ہم وہاں بیٹھ کر اپنے مطالبات پیش کرتے اسی لیے ہم نے پہلے تمہارے ملک میں بیٹھنے کی جگہ بنائی ہے پھر مطالبات پیش کر رہے ہیں۔"

"تم یہاں سے پہلے امریکا میں عارضی قیام کرنے کی جگہ پا چکے تھے۔"

"ہم امریکا میں بیٹھ کر وہاں کے حکمرانوں سے معاملات طے کر رہے ہیں۔ تمہارے ملک میں بیٹھ کر تم سے معاملات طے کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر اعتراض کر کے اپنا اور ہمارا وقت کیوں برباد کر رہے ہو۔"

"یہ وقت ضائع نہیں ہو رہا ہے بلکہ ایک دوسرے کو سمجھنے اور سمجھانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں آ رہی ہے کہ میامی میں کتنے زیادہ منکی مین مارے گئے ہیں؟ ان سب کو اس شہر سے بھاگنے پر مجبور کر دیا گیا ہے اور یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تمہارے آدمیوں نے میامی نیول بیس کے ایک بحری جہاز کو بے وجہ تباہ کر دیا۔"

"ہمارے کسی جاں نثار نے ایسا نہیں کیا ہے۔"

"لیزر گن سے وہ جہاز تباہ کیا گیا ہے اور لیزر گنیں صرف تم لوگوں کے پاس ہیں۔"

"ہم سے چھینی ہوئی لیزر گنیں استعمال کی گئی ہیں۔ یہ ہمیں تخریب کار ثابت کرنے کی مکارانہ سازش ہے۔"

"اس دنیا میں ایسا کوئی دشمن نہیں ہے، جو خواہ مخواہ امریکی بحری بیڑے کو تباہ کرے گا۔ تم نے ایسا نہیں کیا ہے، تب بھی ثبوت تمہارے خلاف ہیں۔"

"ثبوت جھوٹے ہیں۔ سچے بھی ہوں گے تو تمہاری دنیا کی کون سی عدالت ہمیں سزا دے گی؟ تم لوگ ان فضول باتوں سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"ہم سمجھانا چاہتے ہیں۔ جس طرح تم نے میامی میں فوج رکھ چھوڑی تھی اور وہاں تخریب کاری ہوئی اسی طرح تم یہاں اپنی فوج رکھو گے تو یہاں بھی تخریب کاری ہوگی۔"

"تم ارضی دنیا کے لوگ بڑے مکار ہو۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر کو آگ لگاتے ہو اور الزام ہمیں دیتے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو، ہمیں ایسے الزامات دے کر دنیا سے بھگا دو گے؟"

"ہم نہیں بھگا رہے ہیں۔ تم لوگ اپنی غلطیوں کے نتیجے میں خود ہی اس طرح بھاگو گے، جیسے آج تمہارے منکی مین میامی شہر چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔"

منکی مین نے ہنستے ہوئے کہا "ہمارے ساتھی بھگوڑے نہیں ہیں۔ انہوں نے ہجرت کی ہے۔ ایک شہر چھوڑ کر دوسرے شہر گئے ہیں۔ لیکن ان ہی کے ملک میں ہیں تم بھی اپنے اس شہر میں ہمیں ہماری ضرورت سے محروم کر دو گے تو ہم دوسرے شہر چلے جائیں گے لیکن تمہارے اسی ملک میں رہیں گے۔"

"اگر ہم تمہاری اور تمام منکی مین کی رہائش کا انتظام کسی دوسرے ملک میں کر دیں تو کیا یہاں سے چلے جاؤ گے؟"

"اگر وہ جگہ پسند آئے گی تو ہم ضرور وہاں چلے جائیں گے لیکن وہ کون سا ملک ہے؟"

اسرائیلی فوج نے اپنے شمال مشرقی حصے میں شام کے پہاڑی علاقے پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اسلامی ممالک چاہتے تھے کہ اسرائیل اس علاقے سے اپنی فوج ہٹا لے۔ اب اسرائیلی حکام یہ طے کر رہے تھے کہ شام کے اس علاقے کو متنازعہ رکھنے کے لیے اسے بندروں کا فوجی اڈا بنانے کی چھوٹ دے دی جائے۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارے ساتھ بیلی کاپٹر میں چلو۔ وہ علاقہ اگرچہ ویران ہے لیکن فوجی اڈا قائم کرنے کے لیے اچھی جگہ ہے۔"

"جس ملک کی وہ جگہ ہے، اس ملک کے حکمران ہم سے جنگ کریں گے۔"

"وہ ایک اسلامی ملک ہے۔ ان میں اتنا دم خم نہیں ہے کہ تمہارا مقابلہ کر سکیں۔ تم تو ان کے پورے ملک پر قبضہ جما لو گے۔ وہاں کھانے پینے اور عیش و آرام کی تمام چیزیں میسر ہوں گی۔ مسلمان عورتیں بہت حسین ہوتی ہیں۔ تم ایک بار انہیں دیکھو گے تو ہمارے ملک میں آنا بھول جاؤ گے۔"

"وہاں ایسی خوبیاں ہیں تو ہم ضرور جائیں گے۔ تم لوگ بیلی کاپٹر میں چلو۔ ہم بیلی کاپٹر کے ساتھ وہاں پہنچ جائیں گے۔"

"تو پھر اس اجلاس کو یہیں ختم کیا جائے۔"

"جب ہمارا ٹھکانا وہاں بن سکتا ہے تو پھر اجلاس کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک جونیئر افسر نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر پوچھا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے پارس نے کہا "میں ایک منکی مین ہوں۔ اپنے منکی ماسٹر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اس جونیئر افسر نے ٹیلی فون اٹھا کر منکی مین کے پاس آ کر ریسیور دیتے ہوئے کہا "تمہارا کوئی منکی مین بات کرنا چاہتا ہے۔"

اس نے ریسیور لے کر اپنے کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہمارا ماسٹر میرے اندر موجود ہے اور میں اس اجلاس میں قائم مقام ماسٹر کی حیثیت سے بول رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

پارس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "ماسٹر! میں منکی نمبر دو سو چھ بول رہا ہوں۔ میرے پاس منکی نمبر ایک ہزار ایک سو گیارہ موجود ہے۔ ہم دونوں کو الپا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے قیدی بنا لیا تھا۔ ہم بڑی کوششوں کے بعد قید سے فرار ہوئے ہیں۔ دشمن ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ ضروری بات یہ ہے کہ ہم نے فرار ہونے سے پہلے الپا کی خفیہ باتیں سنی ہیں۔ وہ آپ کو تمام جاں نثاروں سمیت اپنے پڑوسی ملک شام کے علاقے میں دھوکے سے بھیجنا چاہتے ہیں۔ اس ملک کے فوجی نادیدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے پاس بھی فلائنگ کیپسول اور لیزر گنیں ہیں۔ یہ وہ لیزر گنیں ہیں، جو ساحلی چٹانوں کے پیچھے ہمارے ذخیرے سے چرائی گئی ہیں۔ پتا نہیں کس نے چرایا ہے اور چرانے کے بعد ملکِ شام کے فوجیوں کے حوالے کر دیا ہے۔"

پارس بولنے کے دوران کراہتا جا رہا تھا پھر اس نے آواز بدل کر کہا۔ "میں منکی نمبر ایک ہزار ایک سو گیارہ بول رہا ہوں۔ ہم دونوں کو بہت ٹارچر کیا گیا ہے۔ ہم زیادہ بول نہیں پائیں گے۔ آخری بات یہ ہے کہ یہ اسرائیلی فوجی ہماری لیزر گنوں کے علاوہ

ملک شام کی لیزر گنوں سے خوف زدہ ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہاری طرح شام کے فوجی اسرائیل پر حملہ نہ کریں اس لئے وہ آپ کو ان سے ٹکرانا چاہتے ہیں۔"

پھر پارس نے ایک چیخ ماری اور کہا۔ "وہ آ گئے۔ اسرائیلی فوجی آ گئے۔ نہیں... نہیں ہمیں گولی نہ مارو..."

ٹھائیں کی ایک آواز سنائی دی پھر دوسری آواز سنائی دی۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ منکی مین نے ہیلو ہیلو کہہ کر پکارا پھر غصے سے ریسیور پھینک کر کھڑا ہو گیا۔ دور بیٹھی ہوئی الپا کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ "الپا! ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ فائر!"

اس نے نادیدہ جاں نثاروں کو فائر کرنے کا حکم دیا۔ اچانک کئی جگہ لیزر شعاعیں نمودار ہوئیں اور سیدھی الپا کی طرف گئیں لیکن ان کی زد میں آنے سے پہلے ہی الپا نے نادیدہ بنانے والی گولی نگل لی۔ وہ لیزر شعاعیں اس کے پیچھے اور آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں تک پہنچیں پھر ایک دھماکے سے تقریباً دس فوجی افسران کے چیتھڑے اڑ گئے۔

ایک دم سے اجلاس میں بھگدڑ شروع ہو گئی۔ منکی مین چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "تم لوگ مکار ہو، ذلیل ہو۔ ہمیں کسی دلدل میں پھینکنا چاہتے ہو، ہم وہاں نہیں جائیں گے۔ یہاں تمہارے سینے پر چڑھ کر اپنی حکومت قائم کریں گے۔"

وہاں ایسا خوف اور دہشت پھیل گئی تھی کہ کوئی ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ سب ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے، ایک دوسرے پر گرتے پڑتے اس اجلاس ہال سے باہر چلے گئے۔ تمام یہودی اکابرین حیران اور پریشان تھے کہ منکی ماسٹر اسرائیل چھوڑنے اور ملک شام میں پوری فوج کے ساتھ جا کر آباد ہونے پر آمادہ ہو گیا تھا پھر وہ اچانک کیوں پھر گیا؟ یہ بازی اچانک کیسے پلٹ گئی؟ یہ پوچھنے کے لئے یہودی اکابرین منکی مین کے پاس نہیں رک سکتے تھے۔

اس اجلاس ہال میں دیوی بھی موجود تھی اور یہ تماشا دیکھ رہی تھی کہ یہودی کتنی چالاکی سے منکی فوجوں کا رخ ایک اسلامی ملک کی طرف موڑ رہے ہیں۔ ایسے ہی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی اور ایک افسر نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا تو دیوی اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔

پھر دیوی نے اس کے ذریعے پارس کی آواز سنی۔ وہ خود کو منکی نمبر دو سو چھ کہہ رہا تھا اور تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ دیوی جانتی تھی کہ برین گارڈز کے باعث وہ کسی منکی مین کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گی لیکن وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا اس لئے اس نے اُس کے دماغ میں چھلانگ لگائی تو فوراً اسے جگہ مل گئی۔

اس کے اندر پہنچتے ہی اس نے حیرانی سے دیکھا۔ وہ زخمی نہیں، صحت مند تھا اور فریب دینے کے لئے کراہ رہا تھا اور جھوٹ بول رہا تھا کہ منکی مین ہے پھر تھوڑی دیر بعد وہ فرہی آواز بدل کر دوسرے منکی مین کی آواز میں بولنے لگا۔ اس طرح اُس نے صرف

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جاں باز کا سفر

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں..... جب خون جگر برفاب ہوا

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلہ وار شائع ہونے والی مقبول کہانی
علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کتابی شکل میں چار حصے شائع ہو گئے ہیں

قیمت فی حصہ =/ ۴۰ روپے ..... ڈاک خرچ ۱۶ روپے
چاروں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۔ کراچی نمبر ۷۴۲۰۰

چند منٹ میں یہودیوں کی کامیابی کو ناکامی میں بدل دیا۔

پھر اس فراڈ نے اپنے موبائل فون کے قریب ریوالور سے دو ہوائی فائر کرکے یہ تاثر دیا کہ الپا کی قید سے فرار ہونے والے دونوں منکی مین کو اسرائیلی فوجیوں نے گولی مار دی ہے۔

ادھر اجلاس میں جو ہنگامہ برپا ہوا' اس میں دیوی نے دلچسپی نہیں لی۔ اس فراڈ کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ دو سو برس پہلے پیدا ہوا تھا۔ ان دنوں آج کی طرح آسائشیں نہیں تھیں۔ وہ صبح اٹھ کر رفع حاجت کے لئے جنگل یا... کھیتوں میں جایا کرتا تھا۔ آج کے ائرکنڈیشنڈ ٹائلٹ سے بہتر کھیت ہوتے تھے۔ وہاں وہ آرام سے فارغ ہو جایا کرتا تھا۔ کبھی قبض کی شکایت نہیں رہی۔

دیوی نے ناگواری سے سوچا۔ "یہ کیا بکواس ہے؟ کیا چور خیالات ایسے ہوتے ہیں؟"

وہ پھر پڑھنے لگی۔ اس کے خیالات کہنے لگے۔ "ہائے وہ کیا زمانہ تھا! میں نے بوڑھا ہونے کے خوف سے جلدی جلدی جوانی گزاری۔ جو ملتی گئی' اسے پاس کرتا رہا۔ کسی کو فیل نہیں کیا مگر تجب ہے جوانی کا دور گزر گیا اور بڑھاپا نہیں آیا۔ میں عمر گزارتے گزارتے سو برس کا ہو گیا۔ دنیا والے میری سو برس کی جوانی کو بڑی حیرانی سے دیکھتے تھے پھر میں دو سو برس کا ہو گیا۔ میرے دو سو سالہ جشن میں حسین سے حسین ترین لڑکیاں شریک ہوئیں۔ سب ہی مجھ پر مرتی ہیں اور کہتی ہیں' شراب جتنی پرانی ہو' اتنا ہی زیادہ نشہ چڑھاتی ہے۔ میں حسیناؤں کے لئے پرانی شراب بن گیا ہوں۔ مجھ میں اتنی کشش پیدا ہو گئی ہے کہ لڑکیاں صرف میرے کمرے میں نہیں' میرے دماغ میں آنے لگی ہیں۔ ہاں... تو تم بھی آخر آ ہی گئی ہو۔ چلو بتاؤ' میرے چور خیالات نے کیا بتایا ہے؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "آہا' اب سمجھی تم برادر کبیر ہو۔ اتنی دیر سے سوچ رہی تھی کہ چور خیالات پڑھنے میں ناکامی کیوں ہو رہی ہے۔ بائی گاڈ' تمہارا دماغ عجوبہ ہے۔ کوئی تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا۔ بس تمہاری ایک بدمعاشی پر غصہ آتا ہے۔ جب چاہتے ہو۔ کچھ عرصے کے لئے مر جاتے ہو پھر اچانک زندہ ہونے کے بعد زندگی کے کسی موڑ پر مل جاتے ہو۔"

"آج مرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ آج میں اپنی بے مقصد زندگی کے بارے میں سوچ رہا ہوں' آخر میری زندگی میں کوئی محبت کرنے والی کیوں نہیں آتی؟"

"تمہارے جیسے عجیب و غریب پُراسرار شخص پر تو ہزاروں لڑکیاں مرتی ہوں گی۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ حسینائیں مجھ پر مرتی ہیں' اس لئے محبت کرنے کے لئے زندہ نہیں رہ پاتیں۔"

دیوی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم بہت زندہ دل ہو اور بڑے ہی باکمال ہو۔ تم نے کمال ذہانت سے یہودیوں کی چال پلٹ دی۔ آخر مسلمان ہو نا؟ اس لئے ایک اسلامی ملک کو ان بندروں کی یلغار سے بچا لیا۔ تمہاری ذہانت اور چالبازی کی جتنی بھی تعریف کی جائے' وہ کم ہے۔ ویسے پاکستان بھی ایک اسلامی ملک ہے۔ کیا تم بندروں کو ادھر جانے سے نہیں روکو گے؟"

"کیوں اپنے دل میں پاکستان کے لئے درد پیدا کر رہی ہو؟ اپنے مطلب کی بات کرو۔"

"کہنے کا مطلب یہ ہے کہ منکی فوج پاکستان پر حملہ کرے گی تو ہندوستان بھی محفوظ نہیں رہے گا اور اگر انہوں نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس حملے کی لپیٹ میں پاکستان بھی آئے گا۔"

"کیا تم چاہتی ہو کہ وہ ہزاروں بندر تمہارے دیس میں نہ آئیں؟"

"بے شک! میں یہی چاہتی ہوں۔"

"تعجب ہے' تمہاری پوری ہندو قوم ہنومان (بندر) کی پوجا کرتی ہے۔ ان کی تصویریں اور مورتیاں تمہارے گھروں اور مندروں میں ہوتی ہیں۔ اگر ہزاروں کی تعداد میں ہنومان خلائی زون سے چلے آئے ہیں تو تمام ہندوؤں کو خوش ہونا چاہئے۔ ایک ایک منکی مین کو اپنے گھر میں لے جا کر اونچے سنگھاسن پر انہیں بٹھا کر ان کی پوجا کرنی چاہئے۔"

"بے شک ہم بجرنگ بلی ہنومان جی کی پوجا کرتے ہیں لیکن خلا سے آنے والے ہنومان نہیں ہیں۔"

"ہیں۔ تمہارے بھگوان رام سے وہ ہنومان باتیں کرتے تھے۔ یہ خلا سے آنے والے بندر بھی باتیں کرتے ہیں۔ اگر میں منکی ماسٹر کو یہ بتا دوں کہ ہندوستان جانے سے تمام ہندو اس کی پوجا کریں گے تو وہ آج ہی تمہارے دیس کی طرف روانہ ہو جائے گا۔"

"اے خبردار! منکی ماسٹر کو یہ بات نہ بتانا۔"

"کیوں نہ بتاؤں؟ کیا میں کروڑوں ہندوؤں کو ہنومان جی کے درشن اور پوجا سے محروم کر دوں؟"

"اب تمہارے دل میں ہندوؤں کے لئے درد کیوں پیدا ہو رہا ہے؟"

"ابھی تمہارے دل میں پاکستان کے لئے درد کیوں پیدا ہوا تھا؟"

"اچھا بس رہنے دو۔ میں جانتی ہوں' تم میرے خلاف ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گے۔"

"تم اتنی لگاوٹ سے نہ کہو محبت کی بو آ رہی ہے۔"

"تم نہیں جانتے کہ میں تمہیں کتنا پسند کرتی ہوں۔ اگرچہ کبھی تم میرے کسی کام نہیں آئے پھر بھی تم نے مجھے نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

"تم کہتی ہو' میں کبھی کسی کام نہیں آیا۔ بھئی میں نے نقصان بھی نہیں پہنچایا۔ یعنی تمہیں فائدے میں رکھا۔ اس سے زیادہ اور کیا کام آ سکتا ہوں؟"

"تم چاہو تو ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے کام آ سکتے ہیں۔"

"تم چاہو تو ہم گاڑی کے دو پہیوں کی طرح زندگی بھر ساتھ چل سکتے ہیں۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"قاضی اور پنڈت کو بلاؤں؟"

"ایں؟ نن..... نہیں۔ میرا مطلب وہ نہیں ہے۔ ہم دو بہترین دوستوں کی طرح زندگی بھر ساتھ رہیں گے۔"

"میں نے آج تک کسی عورت سے دوستی نہیں کی۔ تمہیں اپنے دماغ میں آنے دیتا ہوں اس لئے کہ تمہیں پسند کرتا ہوں مگر افسوس تم تو پارس کی امانت بنی ہوئی ہو۔"

"اس کا نام نہ لو۔ مجھے غصہ آتا ہے۔ میں اس سے سخت نفرت کرتی ہوں۔"

"بات کیا ہو گئی؟"

"اس نے اب تک مجھے اتنا نقصان پہنچایا ہے' جتنا ایک بدترین دشمن پہنچا سکتا ہے۔ پہلے تو یہ سوچ کر برداشت کرتی رہی کہ تقدیر نے مجھے اس کے نام لکھا ہے لیکن اس نے تو انتہا کر دی۔ خلائی زون میں مجھے اتنا ذلیل کیا کہ وہاں سے واپس آنا پڑا۔"

"غصہ کر کے کیا کرو گی؟ وہ تمہارے مقدر میں لکھا گیا ہے۔"

"میں تقدیر بدل سکتی ہوں۔ اگر وہ قتل کر دیا جائے تو میری تقدیر کی کتاب سے اس کا نام مٹ جائے گا۔"

"پھر میرے لئے گنجائش نکل آئے گی۔ واہ! تقدیر بدلنے کا یہ بہت اچھا آئیڈیا ہے۔ اسے کب قتل کر رہی ہو؟"

"میں اس پر قاتلانہ حملے کرا چکی ہوں لیکن وہ کمبخت بہت چالاک ہے۔ کبیر! تم اس سے زیادہ چالاک اور غیر معمولی انسان ہو۔ تم چاہو تو مجھے اس سے نجات دلا سکتے ہو۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ وہ بہت چالاک اور مکار ہے۔ اسے قابو میں کرنا اور قتل کرنا آسان نہیں ہو گا پھر بھی ایک شرط پر اس سے مقابلہ کروں گا اور کسی نہ کسی طرح اسے قتل کر دوں گا۔"

"تمہاری شرط کیا ہے؟"

"یہی کہ اسے اپنی تقدیر سے مٹا کر مجھے اپنے نام لکھ لو۔"

وہ سوچنے لگی اس نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "تم نے بات ہی ایسی کہہ دی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ میں تم سے اور تمہاری غیر معمولی صلاحیتوں سے بہت متاثر ہوں۔ یہ تو نہیں کہتی کہ تم سے عشق ہو گیا ہے لیکن مجھ جیسی دیوی کا جیون ساتھی تمہارے جیسا غیر معمولی شخص ہی ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر وعدہ کرو کہ اب تمہارا حسن و شباب پارس کے لئے نہیں' میرے لئے ہو گا۔"

"پارس فنا ہو گا' اب تمہارے لئے ہو گا۔"

"میں ایسے وعدے پر بھروسا نہیں کرتا۔ دیوی جی! تم بھی کچھ کم چالاک نہیں ہو۔ اپنا کام نکال کر مجھے ٹھینگا دکھا دو گی۔"

"تم بھی یہی کر سکتے ہو۔ میری برسوں کی حسین امانت کو لوٹ کر منہ پھیر سکتے ہو۔"

"میں پارس کو پہلے قتل نہیں کروں گا' اسے قیدی بنا کر رکھوں گا۔ وہ تمام رات قیدی بنا رہے گا اور تم تمام رات میرے پہلو میں رہو گی تو میں صبح ہوتے ہی تمہارے سامنے اسے گولی مار دوں گا۔"

"اگر تم اسے قیدی بنا کر اس کا دماغ کمزور کر سکو تو پھر اسے قتل کرنا ضروری نہیں ہو گا۔ میں اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ساری زندگی اسے ذلیل کرتی رہوں گی۔"

"چلو یہی سہی۔ جب وہ میرے قابو میں آ جائے گا تو میں اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دوں گا۔ اس کے بعد تم اسے غلام بنا سکو گی۔"

"تم اسے کب تک میرے قدموں میں لا سکو گے؟"

"وہ جب بھی ملے گا' اس سے زبردست جنگ شروع ہو جائے گی۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہو گا کہ وہ آج کل کس ملک میں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

"منکی ماسٹر کے معاملے میں بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی دلچسپی لے رہے ہیں۔ وہ سب اسرائیل اور امریکا میں کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے' پارس بھی یہاں یا میامی میں ہو۔"

"میں تل ابیب میں ہوں۔ تم میامی جا کر اسے تلاش کرو۔"

"تمہاری یہاں کیا مصروفیات ہیں؟"

"تم نے ابھی دیکھا ہی ہے۔ میں منکی ماسٹر کو کسی بھی اسلامی ملک میں جانے سے روک رہا ہوں اور آئندہ بھی روکتا رہوں گا۔"

"اب ہماری دوستی ہو گئی ہے۔ کیا تم منکی ماسٹر کو میرے دیس جانے سے نہیں روکو گے؟"

"ہماری دوستی؟ محبت کی بنیاد پر نہیں' شرائط کی بنیاد پر ہوئی ہے اور شرط تم ہی نے لگائی ہے۔ میں تمہیں پارس سے نجات دلاؤں گا' تم مجھے اپنے حسن و شباب کا خزانہ دو گی۔ تم چاہو تو شرط بدل سکتی ہو۔ اپنے دیس اور ہندو قوم کو بچانے کے لئے حسن و شباب کو داؤ پر لگا سکتی ہو۔"

"نہیں' یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔"

"یعنی اپنے دیس کے لئے اپنی کوئی چیز قربان نہیں کرو گی؟"

"پلیز مجھے مت الجھاؤ۔ میں تمہاری دوستی اور تعاون چاہتی ہوں۔"

"پلیز اصولوں کو سمجھو۔ کچھ لینے کے لئے کچھ دینا پڑتا ہے۔"

"تم بہت سخت ہو۔ عورت کے معاملے میں کچھ تو نرم ہونا چاہئے۔"

"محبت کرنے والی عورت کے معاملے میں نری اور لچک پیدا کی جاتی ہے اور تم محبت نہیں کرتی ہو۔ صرف مجھے پسند کرتی ہو۔"

"تم میرے دل کی بات نہیں جانتے۔ میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔"

"اللہ! میں خوشی سے مرجاؤں گا۔"

"کیا تمہیں یقین نہیں ہے؟"

"یقین دلانے کا کوئی کام کرو۔ آؤ ہم دو محبت کے متوالے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ساحل کی ٹھنڈی ریت پر ٹہلیں گے۔"

"تمہیں شاید معلوم ہوگا کہ آج تک کسی نے میرا اصل چہرہ نہیں دیکھا ہے اور میری اصلی آواز نہیں سنی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' میں پارس کو تمہارا غلام بناؤں گا تو تم اپنے اصلی روپ میں حسن و شباب کا نذرانہ نہیں دو گی؟"

"مجھے انکار نہیں ہے۔ میری جو تمنا دیویا اور جناب تبریزی کہتے ہیں کہ میں مزید تین برس تک پراسرار رہوں گی۔ بے نقاب ہونے کے بعد پارس سے میری شادی ہوگی لیکن پارس میری مٹھی میں آجائے گا۔ میں اسے غلام بنالوں گی تو پھر غلام سے شادی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔"

"اس کی غلامی اور ہماری شادی ابھی دور ہے۔ تم اصلی پر نقلی چہرہ لگا کر اور آواز بدل کر مجھ سے سمندر کے ساحل پر مل سکتی ہو۔"

"کیا تمہیں احساس ہے کہ تم نے ایسی باتوں میں کتنا وقت ضائع کیا ہے؟"

پارس نے حیرانی سے کہا "ارے یہ تو وہی سکھ لڑکا ہے!"

دیوی نے پوچھا۔ "تم کس کی بات کر رہے ہو؟"

"وہ ایک سکھ لڑکا ہے۔ کچھ ایب نارمل ہے۔ پچھلی باتیں بھول جاتا ہے۔ مجھے ایک بار نیویارک میں ملا تھا۔ اب یہاں نظر آرہا ہے۔"

"ہاں۔ میں اسے جانتی ہوں۔ اس کا نام دلبیت سنگھ ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

"میں یہاں ایک اوپن ریستوران میں ہوں اور وہ ساحل پر چند بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ تم ابھی جاؤ۔ میں ذرا معلوم تو کروں' آخر یہ ہے کیا چیز؟"

وہ بولی۔ "پلیز مجھے اپنے ساتھ رہنے دو۔ میں بھی دلبیت کی حقیقت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ ریستوران سے اٹھ کر ساحل کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "میں اتنی دیر تک کسی کو اپنے اندر نہیں رہنے دیتا۔ اگر تم کامیابیاں حاصل کرنا چاہتی ہو تو جلد سے جلد میری بن جاؤ پھر دیکھو گی کہ جو پہلے کبھی نہیں ہوا وہ اب ہوگا۔"

"ایسی کون سی انوکھی بات ہوگی؟"

"ہماری ہوئی ایک بازی جیت لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے لیکن تمام بازیاں جیت لینا انوکھی بات ہوتی ہے اور کیا یہ انوکھی بات نہیں ہوگی کہ فرہاد کا بیٹا پارس تمہارا غلام ہوگا؟"

"ہاں۔ مانتی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی (ثانی) ایک سکھ لڑکے کی طرح سر پر پگڑی پہنے ہوئے تھی۔ انگریز اور یہودی بچوں کے ساتھ ریت پر گیند سے کھیل رہی تھی۔ بظاہر وہ تنہا نظر آتی تھی لیکن اس کے ساتھ ہمیشہ جے مورگن نادیدہ بن کر رہا کرتا تھا۔

پارس نے قریب جا کر کہا۔ "ہیلو دلبیت!"

اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ بچوں کے ساتھ کھیلتی رہی۔ پارس نے اور قریب جا کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "دلبیت!"

وہ پارس کو دیکھ کر بولی۔ "کیا مجھے کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔ کیا تمہارا نام دلبیت نہیں ہے؟"

"نہیں۔ دلبیت تو کسی لڑکے کا نام ہوتا ہے۔"

"کیا تم لڑکا نہیں ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "اچھا تم میری پگڑی دیکھ کر مجھے سکھ لڑکا سمجھ رہے ہو۔"

اس نے سر سے پگڑی اتار دی۔ خوبصورت ریشمی بال اس کے شانوں تک آگئے۔ وہ بولی۔ "میرا نام پاروتی ہے مگر مجھے پارو کہتے ہیں۔"

"تمہارے ماں باپ کہاں ہیں؟"

اس نے دور ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہاں جو ملٹی کلر کی چھتری ہے' اس کے سائے میں بیٹھے ہیں۔" پارس نے دیکھا پھر ادھر جانے لگا۔

دیوی نے کہا۔ "اگر وہ واقعی اس کے ماں باپ ہوں گے تو آج اس دلبیت کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

"وہ دلبیت نہیں' پارو ہے اور کیا پتا پارو بھی نہ ہو۔"

ملٹی کلر کی چھتری کے سائے میں ایک نوجوان لڑکی اور ایک جوان آدمی تھا۔ وہ جوان آدمی دراصل جے مورگن تھا۔ لڑکی ہندو تھی۔ اسرائیل میں آباد ہونے والے ہندو خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ پتا نہیں کون تھی۔ اپنی یادداشت کھو چکی تھی۔ جے مورگن نے اس پر تنویمی عمل کر کے اپنی بہن بنالیا تھا اور اس کے ذہن میں یہ نقش کر دیا تھا کہ وہ ہنومان جی کی پجارن ہے۔

پارس نے چھتری کے پاس آکر انہیں دیکھا پھر کہا۔ "اس بچی نے اپنا نام پارو بتایا ہے۔ کیا آپ اس کے والدین ہیں؟"

جے مورگن نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ابھی تو ہماری شادی نہیں

ہوئی' ہم والدین کیسے بن جائیں گے۔ یہ میری بہن لکشمی ہے۔ میں پیار سے اسے لکی کہتا ہوں اور وہ ہماری چھوٹی بہن پارو ہے۔ پارو کی یادداشت بہت کمزور ہے۔ وہ تھوڑی دیر پہلے کی باتیں بھول جاتی ہے اسی لئے اس نے ہمیں ماں باپ کہا ہے۔ ویسے میرا نام راج پال ہے۔"

پارس نے کہا۔ "میں نے ایک بار اسے نیویارک میں تنہا بھٹکتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس وقت بھی یہ سکھ لڑکے کی طرح پگڑی پہنے ہوئے تھی۔"

جے مورگن نے کہا۔ "یہ لڑکی بہت پریشان کرتی ہے۔ ہم اس پر کڑی نظر رکھتے ہیں پھر بھی یہ نظر بچا کر نکل جاتی ہے۔ تعجب کی بات ہے' یہ صرف ایک شہر سے دوسرے شہر ہی نہیں بلکہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں بھٹکتی پھرتی ہے۔"

"یہ آپ کو واپس کیسے ملی؟"

"ہم اس کے لئے پریشان رہا کرتے ہیں لیکن یہ اطمینان رہتا ہے کہ چاند کی پہلی تاریخ سے چودہ تاریخ تک اسے سب کچھ یاد آجاتا ہے۔ یہ سیدھی ہمارے پاس چلی آتی ہے۔ جب پندرہ تاریخ سے چاند گھٹنے لگتا ہے تو اس کی ذہنی قوت بھی کم ہونے لگتی ہے۔ یوں سمجھیں یہ ہر ماہ پندرہ یا سولہ دن کے لئے پرابلم بنی رہتی ہے۔"

پارس نے سوچ کے ذریعے دیوی سے پوچھا۔ "کیا پارو کی حقیقت معلوم ہوئی؟"

"ہاں۔ میں لکشمی عرف لکی اور راج پال کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ راج پال کا ہندو گھرانا چھ سال سے تل ابیب میں ہے۔ پارو دنیا کے جس حصے میں بھی بھٹکتی ہے' چاند کی پہلی تاریخ کے بعد کسی دن بھی تل ابیب واپس آجاتی ہے۔"

پارس' جے مورگن سے مصافحہ کر کے پارکنگ ایریا میں جانے لگا۔ اس نے کہا۔ "جب بھی پارس میرے قابو میں آجائے گا' میں تمہیں اپنے دماغ میں بلالوں گا۔ اب تم جاؤ۔"

"جا رہی ہوں مگر منکی مخلوق کے خلاف مجھ سے ذرا تعاون کرو۔"

"ہمارے درمیان صاف اور سیدھی بات ہوتی رہے تو اچھا ہے اور سیدھی سی بات یہی ہے کہ تم میری بن کر رہو گی تو میں تمہارے کام آتا رہوں گا۔ ابھی جاؤ اور میری دوستی کی شرائط پر غور کرو۔"

اس نے سانس روک لی۔ دیوی اس کے اندر سے نکل گئی۔ اس نے باربرا کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ "الپا کس حال میں ہے؟"

"بیچاری کا برا حال ہے۔ کامیابی حاصل ہوتے ہوتے اچانک ناکامی کے جوتے پڑیں تو بڑا ذہنی صدمہ پہنچتا ہے۔ الپا کی طرح دوسرے اکابرین بھی پریشان ہیں۔ باربرا نے دی اور ریڈیو کے ذریعے اعلان کر رہے ہیں کہ منکی ماسٹر ان سے رابطہ کرے۔ وہ ماسٹر کی غلط فہمی دور کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا ماسٹر نے کسی سے رابطہ کیا ہے؟"

"ماسٹر کی طرف سے خاموشی تھی۔ الپا نے ٹینا کے ذریعے ماسٹر کو مخاطب کرنا چاہا لیکن ماسٹر نے ٹینا کے سر سے بھی برین گارڈ ہٹا دیا ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچا نہیں جا سکتا پھر الپا' ٹینا کے بھائی کے اندر پہنچی۔ اس کے ذریعے ٹینا سے کہا کہ وہ جانتی ہے منکی ماسٹر اس کے اندر چھپا رہتا ہے۔ اسے کچھ تھوڑی دیر کے لئے غصہ تھوک دے۔ اسے ایک بار صفائی کا موقع دے۔" ٹینا نے کہا کہ وہ اس کے اندر رہتا ہے لیکن ابھی نہیں ہے۔ کہیں گیا ہوا ہے۔"

باربرا کی بات ختم ہوتے ہی ایک زوردار دھماکا سنائی دیا۔ جہاں پارس کار میں تھا وہاں کی قریبی عمارتیں لرز گئیں۔ کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔ وہ تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کرتا ہوا زیادہ سے زیادہ دور جانے لگا۔ اس علاقے میں مرد' عورتیں اور بچے چیخ رہے تھے اور ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے۔ پارس نے ایک لمبا چکر لگایا... پھر واپس آکر دیکھا۔ اسلحے کا ڈپو جہاں تھا' وہاں اب پتھروں اور لوہے کے ٹکڑوں کا ڈھیر نظر آرہا تھا۔ وہاں حیفہ اور جافا کی فوجی چھاؤنی کا بھتا اسلحہ تھا وہ سب تباہ ہو چکا تھا۔

اور یہ سب کے سمجھ میں آنے والی بات تھی۔ وہ منکی فوج کی طرف سے پہلا بڑا حملہ تھا اور جلد ہی کسی وقت بھی دوسرا حملہ ہو سکتا تھا۔ ریڈیو' موبائل مائیک اور اسپیکر کے ذریعے چیخ چیخ کر منکی ماسٹر سے کہا جا رہا تھا "ماسٹر! ہم تمہاری شرائط منظور کر رہے ہیں۔ تم ہمارے شہروں اور چھوٹی آبادیوں سے دور جہاں اپنی بستی بسانا چاہتے ہو' بسالو۔ ہم تمہیں تمام سہولتیں فراہم کریں گے مگر یہ ظلم نہ کرو۔ شہری آبادی میں دھماکے نہ کرو۔ معصوم اور پُرامن شہری تمہارے دشمن نہیں ہیں۔ ان سے دشمنی نہ کرو۔"

اسلحے کے ڈپو میں دھماکے کے بعد آس پاس کی عمارتوں میں بھی آگ لگ گئی تھی۔ سیکڑوں افراد مارے گئے تھے اور نہ جانے کتنے زخمی ہو گئے تھے۔ پورے تل ابیب میں ایسی دہشت پھیل گئی تھی کہ سب اپنے گھروں کی چار دیواری تک محدود ہو گئے تھے اور جو لوگ منکی فوج کی آمد اور وہاں ان کی رہائش کے نتائج کو سمجھ رہے تھے' وہ اپنی فیملی کے ساتھ شہر چھوڑ کر جا رہے تھے۔ آرمی ہیڈ کوارٹر میں تینوں افواج کے سربراہ اپنے فوجی مشیروں کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور اسی ایک فیصلے پر متفق تھے کہ شہریوں کی جان و مال کی سلامتی کے لئے فوراً ہی منکی ماسٹر کی شرط تسلیم کر لیں۔ اس کے بعد غور کیا جائے کہ ان ہزاروں بندروں سے کیسے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

ایسے ہی وقت وہاں ایک منکی مین نمودار ہوا۔ سب نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ بولا۔ "میں ایک نظر آرہا ہوں لیکن یہاں بے شمار نادیدہ ہیں۔ کیا انہیں دیکھنا چاہو گے؟"

ایک افسر نے کہا "نہیں' ہمیں یقین ہے۔ آؤ یہاں بیٹھو۔"

وہ ایک خالی کرسی پر بیٹھ کر بولا۔ "ہمارے ماسٹر نے اعلان سن لیا ہے۔ ہم نے اپنی بستی بسانے کے لئے اسی میدان کو پسند کیا ہے' جہاں پہلے ہماری منکی فوج کے لئے خیمے لگائے گئے تھے۔ ہم اس میدان سے چھ میل کے رقبے تک زمین چاہتے ہیں۔ چھ میل کی حدود میں اگر تمہاری کوئی بستی آئے تو اسے خالی کرادو۔ آج ہی سے لکڑیوں کے مکانات کی تعمیر شروع کرا دو۔ بستی کے درمیان ایک وسیع و عریض پختہ عمارت تعمیر کراؤ۔ جتنی جلدی رہائشی مکانات تیار ہوں گے اور ضروریات کا تمام سامان وہاں پہنچایا جائے گا' اتنی ہی جلدی ہم یہ شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "ماسٹر نے وعدہ کیا تھا کہ اگر کسی دوسرے ملک میں کوئی جگہ پسند آئے گی تو تم لوگ ہمارا ملک چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔"

"ہمارا ماسٹر اپنا وعدہ پورا کرتا ہے۔ کسی دوسرے ملک پر پوری طرح قبضہ جمانے کے بعد ہم تمہارا یہ ملک چھوڑ دیں گے لیکن تمہارے مشورے سے کبھی کسی ملک پر حملہ نہیں کریں گے۔"

"ہم بھی آئندہ کبھی مشورہ نہیں دیں گے لیکن ایک بات پوچھنا چاہتے ہیں۔ اجلاس میں ماسٹر راضی ہو گیا تھا کہ پڑوسی ملک کی زمین پسند کرنے جائے گا پھر کسی کا فون سنتے ہی تم سب ہمارے جانی دشمن بن گئے۔ یہ تو ہم سمجھ رہے ہیں کہ کسی دشمن نے ہمارے خلاف بڑی مکاری سے ماسٹر کو بھڑکایا ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ دشمن نے ایسی کیا بات کہہ دی تھی؟"

"تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے' فون کسی دشمن نے نہیں' ہمارے ان دو منکی ساتھیوں نے کیا تھا' جنہیں تمہاری الپا نے قیدی بنا کر رکھا تھا۔ انہوں نے قید سے فرار ہو کر مجھے فون پر بتایا کہ پڑوس میں ملک شام ہے اور ان کے فوجیوں کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں' فلائنگ کیپسول اور لیزر گنیں ہیں۔ اگر ہم وہاں جائیں گے تو ہمارے ہزاروں منکی مین مار دیے جائیں گے۔ تم یہودی یہی چاہتے ہو کہ ہم سب مارے جائیں اور اگر شام کے فوجی مارے جائیں گے تو ہم وہاں حکومت بنا کر تمہارا ملک چھوڑ دیں گے۔"

ایک نے کہا۔ "پہلی بات تو یہ ہے کہ الپا نے کسی منکی مین کو قیدی نہیں بنایا تھا۔ دشمن نے منکی مین بن کر فون کیا اور تمہیں گمراہ کیا۔"

"ہمیں اپنے ان دو منکی ساتھیوں کی لاشیں مل چکی ہیں۔"

"تو پھر یقین کرو۔ اسی دشمن نے انہیں ہلاک کر کے ان کی طرف سے مظلوم بن کر تمہیں بہکایا ہے۔"

"تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ایسا تمہارے کسی دشمن نے کیا ہے پھر کیا یہ جھوٹ ہے کہ شام کے فوجیوں کے پاس لیزر گنیں نہیں ہیں۔ کیا ان کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں ہیں؟"

"ہماری معلومات کے مطابق شامی فوج کے پاس ایسا کچھ نہیں تھا۔ اگر اچانک ان کے پاس ایسی کچھ چیزیں آ گئی ہیں یا دشمنوں نے ان کے پاس پہنچا دی ہوں تو ہم کچھ نہیں جانتے۔"

"ہم نے میای شہر سے دور گولیوں' کیپسولوں اور لیزر گنوں کا ذخیرہ چھپایا تھا۔ وہ سب کسی نے چرا لیا اور وہ جگہ تباہ کر دی۔ اس چرانے والے نے چوری کا وہ تمام سامان شامی فوج کے پاس پہنچایا ہے۔ یہ بات تمہیں معلوم تھی۔ تم پڑوسی ملک کی اچانک بڑھتی ہوئی قوت سے خوفزدہ ہو گئے تھے۔ اس سے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے ہمیں مرنے یا مارنے کے لئے قربانی کے جانور بنا کر وہاں پہنچانا چاہتے تھے۔"

"دشمنوں نے ہمارے خلاف ایسی چالیں چلی ہیں کہ ہم اپنی صفائی میں جو کچھ کہیں گے' اس پر یقین نہیں کیا جائے گا۔"

"جب یقین ہو جائے کہ تمہاری باتوں پر یقین نہیں کیا جائے گا تو بات زبان سے نکالنا نہیں چاہئے۔ تم سچے ہو تو حالات تمہارے حق میں بولیں گے۔ آنے والا وقت تمہاری سچائی کی گواہی دے گا۔ بہتر ہے وقت ضائع نہ کیا جائے۔ جلد سے جلد ہماری بستی بسائی جائے۔"

یہ کہتے ہی وہ نادیدہ ہو گیا۔

○☆○

اس رات بینک کی عمارت کے اندر کیا ہوتا رہا' یہ نہ عمارت کے باہر والے جان سکے اور نہ ہی اندر والے سمجھ سکے۔ باہر اور اندر جتنے نائٹ سیکیورٹی گارڈز تھے' ان میں سے ہر گارڈ کے دماغ پر ایک خیال خوانی کرنے والا مسلط ہو گیا تھا۔ دو آدمی دو بھرے ہوئے بیگ اٹھا کر سیف والے کمرے میں آئے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سیف کھولنے کے مختلف نمبر معلوم کر لئے گئے تھے لہٰذا سیف کھل گیا۔

انہوں نے سیف کے اندر سے تمام نقلی سونے کی اینٹیں نکال لیں پھر دونوں بیگوں میں سے اصلی سونے کی اینٹیں نکال کر سیف میں رکھ دیں۔ سیف سے نکالی ہوئی اینٹوں کو دونوں بیگوں میں بھر لیا گیا۔

وہ سیف دوبارہ ان ہی نمبروں سے بند ہو گیا۔ وہ کمرے سے باہر آئے۔ انہوں نے سیف والے کمرے کے دروازے کو بھی پہلے کی طرح لاک کر دیا۔ دونوں بیگ اٹھا کر نائٹ گارڈز کے سامنے سے گزرتے ہوئے بینک سے باہر آ گئے۔ ان کے باہر جانے کے بعد ایک گارڈ نے بینک کے دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔ وہ دونوں آنے والے ایک گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے اور بینک باہر سے اور اندر سے ایسے تھا' جیسے کوئی آیا اور گیا نہ ہو۔ نہ ہی وہاں کچھ ہوا ہو۔ تمام گارڈز کے دماغوں کو آہستہ آہستہ یوں آزاد کر دیا گیا جیسے ان کے ساتھ بھی کوئی غیر معمولی بات نہ ہوئی ہو۔

بینک منیجر اور سیکیورٹی افسر کو حوالات میں رکھا گیا تھا۔ چونکہ فخرالدین کو برسوں سے ایک ایماندار اور دیانت دار تسلیم کیا جاتا تھا اس لئے اسے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی گئی تھی اور اسے ایک مکان میں نظر بند رکھا گیا تھا۔

دوسرے دن گیارہ بجے فخرالدین کے وکیل نے بینک کے اعلیٰ عہدیداروں کے پاس آ کر کہا "میرے موکل جناب فخرالدین پر بینک ڈکیتی کا الزام ہے۔ میں نے موکل کی جانب سے عدالت میں درخواست پیش کی تھی کہ جب میرے موکل نے ڈاکا نہیں ڈالا ہے تو پھر بینک کا مال اس کے سیف میں محفوظ ہو گا۔ سونا پرکھنے والوں سے غلطی ہوئی ہے لہٰذا میرے موکل کی موجودگی میں سیف کو کھول کر سونا دوبارہ پرکھا جائے۔"

ایک عہدیدار نے کہا "ہماری آنکھوں کے سامنے سونے کو کسوٹی پر پرکھا گیا ہے۔ کیا دوبارہ پرکھنے سے جو نقلی ہے' وہ اصلی ہو جائے گا۔"

وکیل نے کاغذات پیش کرتے ہوئے کہا "میں بحث نہیں کرنا چاہتا۔ یہ کورٹ کے کاغذات ہیں۔ فاضل جج نے حکم دیا ہے کہ سیف کے تمام سونے کو دوبارہ پرکھا جائے۔ پرکھنے کے دوران ایک فرسٹ کلاس مجسٹریٹ' پولیس کے دو اعلیٰ افسران اور میرے موکل کی موجودگی لازمی ہے۔"

عدالتی حکم کی تعمیل کی گئی۔ بینک کے تمام بڑے عہدیداروں' پولیس افسروں' فرسٹ کلاس مجسٹریٹ اور فخرالدین کے سامنے اس سیف کو کھولا گیا۔ ایک سنار بینک کی طرف سے اور دوسرا سنار فخرالدین کی طرف سے موجود تھا۔ سیف سے ایک ایک سونے کی اینٹ کو نکال کر دونوں سنار اپنی اپنی کسوٹی پر پرکھتے گئے اور انہیں اصلی کہہ کر ایک طرف رکھتے گئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے تمام اینٹوں کو پرکھ کر اصلی کہہ دیا۔ پہلی بار پرکھنے سے پانچ سو اینٹیں نقلی ثابت ہوئی تھیں۔ اب دوسری بار پرکھنے کے بعد ایک بھی اینٹ نقلی نہیں نکلی۔

تمام عہدیدار حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ پچھلی بار پرکھنے سے جو نقلی تھیں' وہ اب سب کی سب اصلی ہیں۔"

دوسرے نے سنار سے پوچھا "تم نے پہلی بار کون سی کسوٹی میں پرکھا تھا؟ کیسے کہہ دیا تھا کہ پانچ سو اینٹیں نقلی ہیں اور اب تم ہی تمام اینٹوں کو اصلی کہہ رہے ہو۔"

سنار نے پریشانی اور حیرانی سے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو نقلی تھیں' وہ اصلی کیسے ہو گئیں۔"

فخرالدین کے سنار نے کہا "یہاں ابتدا سے اصلی اینٹیں رکھی گئی تھیں۔ کبھی کسی نے نقلی نہیں رکھی تھیں۔ اسی لئے آج پرکھنے کے بعد کل بھی آ کر پرکھ لو۔ وہ اصلی ہی رہیں گی۔"

مجسٹریٹ نے بیان لکھ دیا کہ تمام اینٹیں اصلی ہیں۔ فخرالدین' بینک منیجر اور سیکیورٹی افسر پر ڈکیتی کا الزام غلط ہے۔ اس بیان پر پولیس کے اعلیٰ افسران اور بینک کے عہدیداروں نے دستخط

الف لیلیٰ ڈائجسٹ کے

دلچسپ ترین سلسلے، کتابی شکل میں

ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

مکمل جال

قیمت ۴۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۶ روپے

شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی

مکمل شہزاد

قیمت ۴۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۶ روپے

- ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلئے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
- اُس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۳۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال
- ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔

- ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔
- جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا۔
- دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
- اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔

کتابیات پبلی کیشنز، کراچی

کئے پھر تینوں کو ڈکیتی کے الزام سے بری کروایا گیا۔

بینک منیجر اور سیکیورٹی افسر حیران تھے کہ ڈکیتی کا الزام غلط کیسے ثابت ہوگیا ہے جب کہ انہوں نے سیف میں پانچ سو نقلی اینٹیں رکھی تھیں اور اصلی سونا لے اڑے تھے۔

انہوں نے رہائی پانے کے بعد فخرالدین سے پوچھا "آپ نے عدالت کے ذریعے سیف کا سونا دوبارہ چیک کرایا۔ آپ کو یہ اعتماد کیسے تھا کہ ڈکیتی نہیں ہوئی ہے؟"

"اس لئے کہ میں نے ڈکیتی نہیں کی تھی۔ کیا آپ دونوں نے کی تھی؟"

وہ دونوں جلدی سے انکار میں سر ہلانے لگے۔ اسی شام وہ اپنے اس خفیہ اڈے میں گئے' جہاں پانچ سو اصلی سونے کی اینٹیں چھپا کر رکھی تھیں۔ وہ ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ باہر سے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ وہ مقفل دروازہ بتا رہا تھا کہ اسے کسی نے نہیں کھولا ہے اور اندر سونا محفوظ ہے۔

وہ تالا کھول کر اندر آئے۔ اندر کمرے کا سامان جوں کا توں تھا۔ دوسرے کمرے میں ایک بڑا صندوق تھا۔ اس میں پانچ سو اینٹیں رکھی گئی تھیں۔ اس بڑے صندوق پر دو اور چھوٹے صندوق اسی طرح رکھے ہوئے تھے جس طرح وہ رکھ کر گئے تھے۔

بینک منیجر نے سیکیورٹی افسر سے کہا "ہمارا تمام سامان جوں کا توں ہے۔ اندر سونا بھی موجود ہوگا پھر بینک کے سیف میں جو نقلی سونا تھا' وہ کہاں گیا؟ اور وہاں اصلی سونا کہاں سے پہنچ گیا؟"

سیکیورٹی افسر نے کہا "بینک والی بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ ویسے ہمیں اپنا مال اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تسلی کرلینا چاہیے۔"

دونوں نے اوپر کے دو صندوق اٹھا کر نیچے فرش پر رکھے پھر بڑے صندوق کے تالے کو کھولا۔ اس کے بعد دونوں نے اس کا اوپری پٹ اٹھایا تو جو کچھ دیکھا' اس پر یقین نہیں آیا۔ ایسا لگا جیسے آنکھیں غلط دیکھ رہی ہیں۔

سونا نہیں تھا۔ وہاں سفید پاؤڈر تھا۔ بڑا سا صندوق ہیروئن کے چھوٹے چھوٹے پیکٹوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایک نے ایک پیکٹ اٹھا کر اسے پھاڑ کر سفید پاؤڈر کو چکھا تو وہ ہیروئن تھی۔ وہ حیرانی سے بولا "سونے کی جگہ یہ ہیروئن کے پیکٹ کیسے آگئے؟"

بینک منیجر نے کہا "یہ کوئی جادوئی تماشا لگتا ہے۔ یہ لاکھوں روپے کی ہیروئن ہوگی۔ اگرچہ ہم نقصان میں نہیں رہیں گے پھر بھی یہ معلوم کرنا چاہیے کہ سونا یہاں سے کیسے غائب ہوگیا جب کہ صندوق مقفل تھا اور مکان کے تمام دروازے بھی مقفل تھے۔"

بینک منیجر کو اپنے دماغ میں آواز سنائی دی "جو کچھ ہو رہا ہے' وہ ساری زندگی تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

اس نے سیکیورٹی افسر سے کہا "مجھے اپنے دماغ میں فخرالدین کی آواز سنائی دے رہی ہے۔"

فخرالدین نے سیکیورٹی افسر کے اندر پہنچ کر کہا "تمہیں بھی اپنے اندر میری آواز سنائی دے رہی ہے۔ کیوں' سنائی دے رہی ہے نا؟"

وہ بولا "ہاں' میں بھی فخرالدین کی آواز سن رہا ہوں۔"

فخرالدین نے کہا "میں نے چوری نہیں کی تھی اس لیے چوری کے الزام سے بچنے کے لیے میں نے تمام سونا بینک میں پہنچادیا۔ یوں بھی میں ایک کیشئر کی حیثیت سے امین ہوں۔ بینک کی امانت بینک میں پہنچادی۔ میرے ساتھ تم دونوں بھی ڈکیتی کے الزام سے بری ہوگئے۔"

فخرالدین نے بینک منیجر کے اندر آکر کہا "چوں کہ تم دونوں نے ڈاکا ڈالا ہے اس لیے دونوں کو سزا ملے گی۔ ڈکیتی کے الزام میں نہ سہی' منشیات فروشی کے الزام میں ملے گی۔ تم دونوں سزا سے نہیں بچ سکو گے۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ وہ دونوں چونک گئے۔ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آئے۔ اب دروازے کو زور زور سے پیٹ کر کہا جارہا تھا "دروازہ کھولو ورنہ توڑ دیا جائے گا۔"

سیکیورٹی افسر نے پوچھا "کون ہو تم؟"

"پولیس۔ ہم نے اس مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔"

انہوں نے دائیں بائیں اور پیچھے کی بھی کھڑکیاں کھولیں۔ ہر جگہ مسلح سپاہی نظر آرہے تھے۔ بینک منیجر نے پریشان ہو کر کہا "کوئی ہم سے دشمنی کررہا ہے۔ پولیس کو ایسے وقت بھیجا گیا ہے کہ ہم مال کے ساتھ پکڑے جائیں۔"

انہیں دروازہ تو کھولنا ہی تھا۔ ایک نے آگے بڑھ کر کھول دیا۔ کئی سپاہی رائفلیں تان کر اندر آئے۔ ان دونوں کو دھکے دیتے ہوئے دوسرے کمرے میں لے گئے۔ وہاں انہیں فرش پر اکڑوں بٹھایا پھر انسپکٹر نے صندوق سے ایک پیکٹ نکال کر اسے سونگھتے ہوئے کہا "ہوں۔ تو یہ ہے سپلائی کرنے کا اڈا۔ اس علاقے میں نئے لگتے ہو مگر دھندا جم کر کررہے ہو۔ اب تو لمبی مدت کے لیے اندر جاؤ گے۔"

○☆○

دوبار روزی کے حسن و شباب کی ایسی کی تیسی ہوئی۔ علی نے اسے دوبارہ توہین کے شدید احساس میں مبتلا کیا اور مراد کو بھی دوبار بری طرح الّو بنا چکا تھا۔ دونوں بہن بھائی ایک بار پچیس لاکھ اور دوسری بار ایک کروڑ روپے حاصل کرتے کرتے ناکام ہوگئے تھے۔ علی نے انہیں اتنی بڑی رقوم سے محروم کیا تھا اور اب انہوں نے قسم کھائی تھی کہ علی جہاں بھی نظر آئے گا' اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

لیکن علی اس وقت نظر آتا جب مراد گھر سے باہر نکلتا۔ بریف

کیس کھولنے سے جو دھماکا ہوا تھا اس کے ساتھ ایک رقیق مادہ نکلا تھا اور مراد کے منہ پر پھیل گیا تھا۔ پتا نہیں' وہ کالا رنگ کیسا تھا جو اس کے چہرے پر پھیل کر جلد کے ریشوں میں سرایت کرگیا تھا۔ صابن' لوشن اور کریم وغیرہ کے استعمال کے باوجود وہ رنگ نہیں چھوٹ رہا تھا۔ منہ ایسا کالا ہوا تھا کہ وہ گھر سے باہر جاکر کسی کو منہ نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ جان پہچان والے پوچھتے "منہ کیسے کالا ہوا؟" اس سوال کا جواب بہت مشکل تھا۔ اگر رنگ لگا تھا تو چھوٹ جانا چاہیے تھا لیکن وہ سیاہی چہرے کی جلد کا ایک حصہ بن گئی تھی۔

علی نے فون کے ذریعے روزی سے رابطہ کیا۔ مراد نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون؟"

علی نے کہا "منہ کالا۔"

وہ غصے سے بولا "تیرا منہ کالا۔ تیرے خاندان کا منہ کالا۔ ابے کون ہے بے تو؟"

"میں لانڈری مین ہوں۔ چہروں کی دھلائی کرتا ہوں۔ اگر کوئی پیدائشی کالا ہو تو اسے بھی گورا بنادیتا ہوں۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا منہ کالا ہوگیا ہے؟"

"بھئی میں نے ہی کالا کیا ہے۔ میں ہی کالک صاف کرسکتا ہوں۔"

"اچھا تو یہ تم ہو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم تو کسی کے سامنے آنے کے قابل نہیں رہے پھر مجھے قتل کرنے گھر سے کیسے نکلو گے؟ اگر رات کو نکلو گے تو حوریں اور بچے تمہیں دیکھ کر ڈر جائیں گے۔"

"کچھ بھی ہو' میں تمہیں قتل کرنے کے لیے ضرور باہر نکلوں گا۔"

"کیا تم نے آج کا اخبار نہیں پڑھا؟ تمہارے بارے میں خبر شائع ہوئی ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے کل رات اپنے چہرے پر کالک لگا کر ایک جگہ واردات کی تھی۔ ایک کوٹھی سے پچاس ہزار روپے اور کچھ قیمتی زیورات لوٹے تھے۔ کوٹھی والوں کے بیان کے مطابق چور کا منہ کالا تھا۔ اب پولیس والے ایسے چور کو تلاش کررہے ہیں' جس کے ہاتھ پاؤں گورے ہیں مگر منہ کالا ہے۔ اگر گرفتار ہونا چاہتے ہو تو گھر سے نکلو۔"

علی جانتا تھا کہ یہ باتیں سنتے ہی وہ گالیاں دے گا۔ وہ فوراً اس کے دماغ میں آگیا۔ وہ منہ سے گالیاں نکالنے کے بجائے طرح طرح کی آوازیں نکالنے لگا۔ روزی نے کمرے میں آکر بھائی کو حیرانی سے دیکھا پھر پوچھا "یہ تم کیسی آوازیں نکال رہے ہو؟ کس سے باتیں کررہے ہو؟"

اس نے مراد سے ریسیور لے کر کان سے لگا کر پوچھا "ہیلو؟"

علی نے آواز بدل کر کہا "دروازے کے باہر اخبار پڑا ہوا ہے۔ اس میں تمہاری تصویر شائع ہوئی ہے۔ اسے دیکھ لو۔"

علی نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ بھی ریسیور رکھ کر تیزی سے چلتے ہوئے کوٹھی کے باہر آئی۔ برآمدے میں اس روز کا اخبار پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے اٹھا کر کھولا۔ اندرونی صفحے میں اپنی تصویر دیکھ کر دماغ کو جھٹکا پہنچا۔ تصویر میں وہ کوٹھی کے گیٹ کے سامنے پڑی ہوئی تھی۔ لباس بے ترتیب تھا اور آس پاس کتے بھونکتے ہوئے نظر آرہے تھے۔

وہ ایک دم سے چیخ مار کر رونے لگی۔ دوڑتے ہوئے کمرے میں آئی۔ مراد کے منہ پر اخبار پھینک کر بولی "دیکھو' وہ بدمعاش مجھے کس طرح ذلیل کررہا ہے۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔ جاؤ ابھی جاؤ اور اسے ڈھونڈ کر قتل کردو۔"

علی نے اس کے اندر آکر کہا "وہ بے غیرت کہاں جائے گا؟ مجھے کہاں تلاش کرے گا؟ میں تو تمہارے اندر رہوں۔ میں مانتا ہوں کہ تمہیں اس حد تک ذلیل نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن اسے مکافاتِ عمل سمجھو۔ تمہاری سوتیلی بہن فہمی باحیا اور نیک سیرت ہے۔ تم نے اس پر بدچلنی کا الزام لگایا۔ اسے محلے میں اتنا بدنام کردیا کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہی۔ کیا اب تم کسی کو منہ دکھا سکو گی؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی "تم کوئی جادوگر ہو۔ میرے اندر بول رہے ہو۔ میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی' تم جادو جانتے ہو۔ تم نے مجھے اعصابی کمزوری کی دوا پلادی تھی۔ پہلے مجھ سے پچیس لاکھ چھین لئے پھر ایک کروڑ روپے چھین کر میری آبرو بھی چھین لی۔ تم ہم سے کیوں دشمنی کررہے ہو؟ ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

"فہمی اور فخرالدین نے بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ اب تم اخبار کا پہلا صفحہ پڑھو۔ تمہاری کھوپڑی روشن ہوجائے گی۔"

روزی نے مراد سے اخبار چھین کر اسے الٹ پلٹ کر پہلا صفحہ دیکھا۔ وہ کالی خبر کے ساتھ فخرالدین کی تصویر شائع ہوئی تھی۔ تصویر میں وہ سوٹ اور نکٹائی پہنے ہوئے تھا۔ خبر یہ تھی کہ کیشئر فخرالدین پر بینک ڈکیتی کا الزام غلط ثابت ہوگیا۔ اسے بینک منیجر کے عہدے پر ترقی دی گئی لیکن اس نے استعفیٰ پیش کردیا ہے۔ انکشاف ہوا ہے کہ فخرالدین رئیس ہے۔ ملک کے باہر اس کی کروڑوں کی جائداد ہے۔ اس کی ایک ہی بیٹی ہے' جو لندن میں اعلیٰ تعلیم حاصل کررہی ہے۔

یہ خبر پڑھتے وقت روزی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا جس سوتیلے باپ کو ایک محدود تنخواہ پانے والا کیشئر سمجھتی تھی' وہ ایک رئیسِ اعظم تھا اور ملک سے باہر بھی نامعلوم اس کی کتنی جائداد تھی۔

وہ مراد کو اخبار دکھاتے ہوئے بولی "یہ دیکھو۔ اس تصویر کو دیکھو۔ یہ ہمارا باپ ہے لیکن ہمیں دھوکا دیتا رہا تھا۔ ہم اسے اور اس کی بیٹی کو روٹی روٹی کے لیے ترساتے تھے اور یہ ظاہر نہیں کررہا تھا کہ کتنا بڑا رئیس ہے۔ ملک کے باہر پتا نہیں کتنا سرمایہ جمع کیا

ہے۔ فہمی لندن میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہے۔"

مراد نے سوچتے ہوئے کہا "روزی! جب ہماری ماں نے اس بڈھے سے شادی کی تو تم چھوٹی تھیں لیکن میں بارہ برس کا تھا۔ تب سے اسے دیکھ رہا ہوں۔ یہ شروع سے بینک کا ایک معمولی ملازم تھا۔ ایک بار ماں کی بیماری میں ہمارا مکان فروخت ہوگیا۔ اگر یہ خاندانی رئیس ہوتا تو کیا مکان فروخت ہوتا اور کیا اس کی سگی بیٹی فہمی کی تعلیم ادھوری رہ جاتی۔"

"اس نے جان بوجھ کر فہمی کی تعلیم ادھوری رہنے دی۔ اب وہ لندن میں تعلیم مکمل کر رہی ہے۔ یہ بڈھا بڑا مکار ہے۔ کل اس نے کتنی مکاری سے ہمیں بے وقوف بنایا تھا۔"

"ٹھیک ہے کہ یہ مکار ہے مگر خاندانی رئیس نہیں ہے۔ ذرا اپنے حالات پر غور کرو۔ جب سے ہم نے اس بدمعاش کا پیچھا کراچی سے کیا ہے' تب سے ہم بدنصیب ہوتے جا رہے ہیں اور یہ بڈھا خوش نصیب بنتا جا رہا ہے اور ایک بات سمجھ میں آ رہی ہے۔"

روزی نے پوچھا "وہ کیا؟"

"اس بڈھے کی بیٹی فہمی نے اس بدمعاش کو پھانس لیا ہے اور اس بدمعاش نے تمہارے پچیس لاکھ اور ایک کروڑ روپے فہمی کو دیے۔ اسی رقم سے یہ خاندانی رئیس بن رہا ہے۔"

"لیکن بھائی! وہ ایک کروڑ روپے تو اس بوڑھے نے ہوٹل میں منگوائے تھے۔"

"سب ڈراما تھا۔ اسی بدمعاش نے ایک کروڑ روپے کے بہانے بریف کیس میں بم رکھا۔ ایک بریف کیس میرے ہاتھوں میں پہنچایا۔ دوسرا تمہیں دکھا کر اپنی کوٹھی تک لے گیا۔ وہاں تمہارا جو حشر ہوا' اسے نہ بھولو۔"

"اس کا مطلب ہے' ہمارا سوتیلا باپ اپنی بیٹی کے کاندھے پر بندوق رکھ کر ہمیں نشانہ بنا رہا ہے۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی "اس سے زیادہ توہین کیا ہوگی کہ وہ میرے مقابلے میں فہمی سے عشق کر رہا ہے اور فہمی کے مقابلے میں مجھے ذلیل کر رہا ہے۔ میں اس کمینی کے منہ پر تیزاب پھینک دوں گی۔"

"میرا مشورہ ہے' غصہ برداشت کرو۔ یہ سوچو کہ جو دولت ہمارے ہاتھوں سے نکل گئی تھی' وہ زیادہ دور نہیں گئی ہے۔ ہمارے سوتیلے باپ کے پاس ہے۔ ہم اس سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگ کر اس کے فرماں بردار بن کر اس کے قریب رہ سکتے ہیں۔ پھر قریب رہ کر اس کی دولت پر ہاتھ صاف کرنے کے بہت سے مواقع ملیں گے۔"

وہ سر جھکا کر سنجیدگی سے سوچنے لگی پھر بولی "بھائی تم اس بدمعاش کو بھول رہے ہو۔ وہ ہمارے سوتیلے باپ کے ساتھ رہتا ہوگا۔ اگر ہم سوتیلے باپ کے ساتھ رہیں گے تو وہ ہمارے سروں پر مسلط رہے گا۔ جب بھی ہم کامیابی حاصل کرنے لگیں گے' وہ پہلے کی طرح ہماری کوششوں پر پانی پھیر دیا کرے گا۔"

"تم ایک پہلو دیکھ رہی ہو۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ بدمعاش بھی میرے قریب رہے گا اور تم نے میری جسمانی قوت دیکھی ہے۔ میں کسی وقت بھی اس کی گردن دبوچ لوں گا تو وہ نکل نہیں پائے گا۔ میرے شکنجے میں ہی دم توڑ دے گا۔"

"ہوں۔ اب تو میری پہلی اور آخری خواہش یہی ہے کہ وہ مر جائے۔ کسی طرح بھی مر جائے۔ اس کی موت کے بعد ہی ہم اپنے سوتیلے باپ کو کنگال بنا سکیں گے۔ میں ابھی اس بوڑھے کے پاس جاؤں گی۔"

"مجھے بھی ساتھ چلنا چاہیے لیکن یہ کالا منہ لے کر کیسے جاؤں؟"

"میں بھی منہ چھپا کر جاؤں گی۔ ہمارے جاننے والوں میں کتنے ہی لوگوں نے میری تصویر اخبارات میں دیکھی ہوگی۔ میں چادر اوڑھ کر جاؤں گی اور کسی دکان سے برقع خرید لوں گی۔ اس بوڑھے سے معافی مانگنے کے بعد اسے راضی کر کے تمہیں بلاؤں گی۔ تم رات کے اندھیرے میں چھپ کر چلے آنا۔"

روزی کے ذہن میں یہ بات آ سکتی تھی کہ علی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ ابھی اس کے دماغ میں آیا تھا لیکن علی نے اسے یہ بات یاد نہیں آنے دی۔ دماغ میں آنے والی خیال خوانی کی لہروں کو بھلا دیا۔

اس وقت علی اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ روزی کے دماغ سے واپس آ کر آس پاس دیکھنے لگا۔ ایک طرف اسنیک بار تھا اور دوسری طرف فٹ پاتھ۔ اس فٹ پاتھ پر ایک نوجوان نظر آیا۔ وہ سادہ سی شلوار قمیص میں تھا۔ سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے حلیے سے ظاہر تھا کہ وہ بے روزگار ہے۔ بے روزگاری اور بدحالی کے باوجود اس کے چہرے سے ایک عزم جھلک رہا تھا۔

وہ لکھ رہا تھا "لوگو! روزِ ازل سے برے لوگوں کا احتساب ہوتا رہا ہے۔ کیا برے اچھے ہو جاتے ہیں؟ کیا وطنِ عزیز میں جو کالے ہیں وہ گورے ہو سکتے ہیں؟"

فٹ پاتھ پر راہ گیر رک کر اس کی تحریر پڑھنے لگے۔ وہ اکڑوں بیٹھا پیچھے ہٹتا جا رہا تھا اور لکھتا جا رہا تھا "اے لوگو! احتساب اپنا کرو۔ آئینے کے سامنے اپنا گریبان پکڑ کو پوچھو' تم نے بار بار جنہیں اپنا بنا کر سر پر بٹھایا' کیا انہوں نے تمہاری ماں بہنوں کے سروں پر آنچل رہنے دیا؟ اگر نہیں تو تم کیا سوچ کر انہیں بار بار اپنے سروں پر بٹھاتے ہو؟

"غلطی تم کرتے ہو اور غلط سر پر بیٹھنے والوں کو کہتے ہو۔

"ملک حکمرانوں سے قائم نہیں رہتا' ملک ایک ووٹر سے قائم رہتا ہے۔

"ایک ووٹ ایک چابی۔ ملک کی گاڑی اسی چابی سے چلتی ہے۔

"اور تم اپنی چابی ایسے ایسے ڈرائیوروں کو دیتے ہو' جو ہمیشہ جھٹکے دے دے کر چلاتے ہیں اور حادثات کو اپنا معمول بنا لیتے ہیں۔"

"کیا تمہیں نئی قیادت نہیں ملتی؟ اگر نہیں' تو تمہارے پاس آنکھیں ہیں' بصارت نہیں ہے۔ تمہارے پاس ذہن ہے' بصیرت نہیں ہے۔"

علی نے نوجوان کے قریب آکر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر کہا "ہیلو۔"

اس نے سر اٹھا کر دیکھا پھر کھڑا ہو گیا۔ اپنے ہاتھ کو قمیص کے دامن سے پونچھ کر مصافحہ کرتے ہوئے بولا "ہیلو' میرا نام بصارت علی ہے۔"

علی نے کہا "میرا نام علی تیمور ہے۔ مجھے تمہاری اس تحریر کے پیچھے پاکستان کے پچھلے پچاس برسوں کا کرب چھپا ہوا نظر آرہا ہے۔ کیا کرتے ہو؟"

وہ اپنی تحریر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا "میں یہ کام کر رہا ہوں پھر بھی تم پوچھ رہے ہو' کیا کرتا ہوں؟ کیا یہ کام کچھ کم ہے یا اتنا چھوٹا ہے کہ نظر نہیں آتا؟"

"یہ بہت بڑا کام ہے۔ نظر بھی آتا ہے اور دل و دماغ پر اثر بھی کرتا ہے لیکن اس کے علاوہ بھوک مٹانے' صاف ستھرے کپڑے پہننے اور چار دیواری میں رہنے کے لیے کام کرنا پڑتا ہے۔ آج تمہیں روٹی نہیں ملے گی تو کل تم ہدایت دینے کے لیے فٹ پاتھ پر زندہ نہیں ملو گے۔"

اس وقت تک فٹ پاتھ پر خاصا مجمع لگ گیا تھا۔ کہیں سے فوٹو گرافر اور پریس والے بھی آگئے تھے۔ فٹ پاتھ پر جو تحریر تھی' اسے کیمروں میں محفوظ کیا جا رہا تھا۔ ایک رپورٹر نے پوچھا "مسٹر بصارت علی! آپ ان صاحب کے سوال کا جواب دیں' آپ کا ذریعۂ معاش کیا ہے؟"

بصارت علی نے مجمع دیکھتے ہوئے کہا "میں کل تک خاندانی رئیس زادہ تھا لیکن میں نے اپنی کوٹھی اور خاندان والوں کو چھوڑ دیا ہے۔ میرے والد چودھری بشارت علی ایک معروف سیاسی راہنما ہیں لیکن میں اپنے راہنما باپ کے خلاف ہوں کیوں کہ وہ کرپٹ سیاست داں ہے۔ میں سرکاری سطح پر احتساب کرنے والوں کو اپنے باپ کے خلاف چند اہم ثبوت دینے والا ہوں۔ اپنے عمل سے پاکستانی عوام کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اپنا باپ بھی داغ دار ہو تو اسے اسمبلیوں تک نہ پہنچنے دو۔ اسے احتساب کی سولی پر چڑھا دو۔"

ایک بڑی سی وین قریب آکر رکی۔ اس میں سے چار گن مین باہر نکلے پھر بھیڑ کو چیرتے ہوئے بصارت علی کے آس پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا "چھوٹے صاحب! چودھری صاحب نے آپ کو گھر واپس آنے کا حکم دیا ہے۔"

بصارت علی نے قہقہہ لگا کر کہا "میرے ابّا نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ میں محتسب کے سامنے ان کے کرپشن کے ثبوت ضرور پیش کروں گا۔ وہ میری حب الوطنی کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لیے میرا منہ بند کرنے کے لیے اپنے ان حواریوں کو بھیجا ہے۔"

پھر اس نے مسلح حواریوں سے کہا "جاؤ اپنے چودھری صاحب سے کہہ دو میں صراطِ مستقیم سے واپس نہیں آؤں گا۔"

ایک حواری نے کہا "چودھری صاحب کا حکم ہے کہ ہم آپ کو زبردستی لے جائیں۔ بہتر ہے آپ ہمیں زبردستی پر مجبور نہ کریں۔"

"کیا تم اپنے ہتھیاروں سے خوف زدہ کر کے مجھے لے جانا چاہتے ہو؟ چلاؤ گولی' میرا سینہ حاضر ہے لیکن میں واپس نہیں جاؤں گا۔"

دو حواریوں نے اسے پکڑ لیا۔ وہ ان سے لڑنے لگا۔ کچھ لوگ بھاگنے لگے' کچھ بصارت کی حمایت میں حواریوں سے الجھنے لگے۔ ایسے مناظر کی تصاویر اتاری جا رہی تھیں۔ آخر لوگوں نے ان حواریوں کو واپس جانے پر مجبور کر دیا اور بصارت علی زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔

علی اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا اور بصارت کے اندر پہنچ کر اس کی پوری ہسٹری معلوم کرنے لگا۔

ہسٹری یہ تھی کہ چودھری بشارت علی کے دو بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کا نام بصیرت علی اور چھوٹے بیٹے کا نام بصارت علی تھا۔ بصیرت علی ایک ذہین' سچا اور صاف گو جوان تھا۔ وہ کامیاب ہو کر صوبائی اسمبلی میں گیا تھا اور چودھری بشارت علی قومی اسمبلی تک پہنچا تھا۔ چودھری نے اپنی کامیابی سے ناجائز فائدے اٹھائے تھے۔ کرپشن کے ذریعے خوب مال کمایا تھا اور چاہتا تھا کہ بڑا بیٹا بصیرت بھی پانچ برسوں میں قومی خزانے کو خوب لوٹتا رہے لیکن بصیرت صاف ستھری سیاست کا قائل تھا۔ اس نے باپ سے اختلاف ہونے دیا لیکن ان دونوں کا تقدس قائم رکھا' جو اسے عوام سے ملے تھے۔

احتساب کا عمل شروع ہوا تو بصیرت ان چند سیاست دانوں میں سے ایک تھا' جن کے دامن داغ دار نہیں تھے۔ اس کے برعکس یہ طے پایا تھا کہ چودھری بشارت علی کو آئندہ الیکشن کے لیے نااہل قرار دیا جائے گا۔

چودھری اپنے علاقے سے کسی دوسرے امیدوار کو کامیاب ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا اس لیے فیصلہ کیا کہ اپنے چھوٹے بیٹے بصارت علی کو آئندہ قومی اسمبلی میں پہنچائے گا۔

بصارت علی باپ کی طرح جھوٹا اور فریبی تھا۔ مخالف پارٹی کے امیدوار کے مقابلے میں کامیاب ہونے کے لیے پہلے دو روز کا دل جیتنا لازمی تھا۔ اس علاقے کے لوگ بصیرت کی اس بات کی تعریفیں کرتے تھے کہ اس نے ایک صاف ستھری سیاست کی خاطر اپنے باپ سے مخالفت مول لی ہے اور ایسی بات کی سو فیصد امید تھی کہ وہاں کے ووٹرز بصیرت کو ووٹ دے کر قومی اسمبلی میں پہنچائیں گے۔

چودھری نے چھوٹے بیٹے بصارت کو سمجھایا تھا "تم بھی میری مخالفت کرو اور عوام کا دل جیتنے کی کوشش کرو۔ میں الیکشن میں حصہ نہ لے سکا تو تم حصہ لو گے اور ضرور کامیاب رہو گے۔"

مال روڈ کے فٹ پاتھ پر بصارت نے جو تماشا کیا تھا' وہ آئندہ الیکشن میں حصہ لینے کی ابتدائی چال تھی۔ فوٹو گرافروں اور اخباری رپورٹروں کو وہاں پہنچایا گیا تھا۔ اس مجمع میں کرائے کے نعرے لگانے والے موجود تھے۔ اب دوسری صبح اخبارات میں تصاویر کے ساتھ یہ خبر شائع ہونے والی تھی کہ چودھری بصارت علی کرپشن سے پاک صاف ستھری سیاست کی خاطر اپنے باپ بشارت علی کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر چکا ہے اور بے چارے ووٹرز اس فریب میں آنے والے تھے۔

یہ ڈراما پلے کرنے کے بعد بصارت نے اپنے بڑے بھائی بصیرت کو فون کیا پھر کہا "بھائی جان! کل کے اخبارات آپ کو چونکا دیں گے۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں سیاست میں قدم رکھتے ہی کتنی زبردست کامیابی حاصل کرنے والا ہوں۔"

بصیرت نے کہا "تم ابا کے مشوروں پر چل رہے ہو۔ میں پھر مشورہ دیتا ہوں' اپنی ذہانت اور شرافت سے سیاست کرو۔ تم پر میری پاک وطن کی مٹی کا قرض ہے۔ یہ قرض ادا کرو۔"

بات وہی تھی کہ برے کو اچھا اور کالے کو گورا نہیں بنایا جا سکتا۔ بصارت اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلنے والا تھا۔ علی کار ڈرائیو کرتا ہوا بصیرت کی کوٹھی میں پہنچ گیا۔ بصیرت نے کہا "میں کسی اجنبی سے نہیں ملتا کیوں کہ میرے ابا کسی کے بھی ذریعے میرے خلاف کوئی چال چل سکتے ہیں۔ بصارت کو میری جگہ لانے کے لیے مجھے اغوا بھی کرا سکتے ہیں اور شاید قتل بھی کرا دیں۔ سیاست میں جو ہو جائے' وہ کم ہے۔"

علی نے کہا "میں تمہارے حالات جانتا ہوں۔ تم مجھ سے ابھی ملنا نہیں چاہتے تھے لیکن میں نے تمہیں مجبور کر دیا۔"

"تم نے مجبور کیا ہے؟"

"ہاں۔ میں جو چاہتا ہوں' وہی ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں' ابھی تم اپنا سر جھکاؤ۔"

وہ بولا "میں ایسا نہیں کروں گا۔"

لیکن وہ دوسرے ہی لمحے میں سر جھکانے لگا پھر اس نے چونک کر اپنا ہاتھ سر سے ہٹا لیا۔ علی نے کہا "اب تم ایک تالی بجاؤ گے۔"

اس بار اس نے پختہ ارادہ کیا کہ علی کی خواہش پوری نہیں کرے گا مگر وہ بے اختیار تالی بجا کر شدید حیرانی سے بولا "کیا تم جادو کر رہے ہو؟"

"نہیں۔ یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ میرا نام علی تیمور ہے اور میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔"

بصیرت نے چونک کر پوچھا "فرہاد؟ کیا وہی فرہاد علی تیمور صاحب جو بابا صاحب کے ادارے میں رہتے ہیں؟"

"ہاں۔ تمہاری بات سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تم صرف میرے والد سے ہی نہیں' بابا صاحب کے ادارے سے بھی واقف ہو۔"

وہ خوشی سے اٹھ کر دوبارہ مصافحہ کرتے ہوئے بولا "میں نے کالج لائف میں آپ لوگوں کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ فرہاد صاحب کے بیٹے کا ہاتھ میرے ہاتھوں میں ہے۔"

"یقین آجائے گا۔ کیا تم بابا صاحب کے ادارے میں جا کر جناب علی اسد اللہ تمیزی سے ملاقات کرو گے؟"

"آپ..... آپ کیا فرما رہے ہیں؟ یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ ایسا کون مسلمان ہے جو بابا صاحب کے ادارے میں جانا نہیں چاہے گا۔ میں جناب تمیزی کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنا چاہوں گا۔"

"پاکستان کا سیاسی قبلہ درست کرنے کے لیے تمہارے جیسے جوانوں کی وہاں تربیت ضروری ہے۔ تربیت کے دوران تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جائے گا۔ تم سفر کی تیاری کرو۔"

○☆○

اسرائیلی حکام نے منکی ماسٹر کو اپنے ملک میں دس کلو میٹر زمین دے کر امن اور سلامتی کی ضمانت حاصل کر لی تھی اور اب دس کلو میٹر کے رقبے میں بندروں کی نئی بستی بسانے کے لیے زور شور سے کام شروع ہو چکا تھا۔

جب تک اس بستی میں مکانات تعمیر نہ ہوتے اور وہاں جب تک ضروریاتِ زندگی کی تمام چیزیں پہنچائی نہ جاتیں تب تک منکی

مین وہاں نہیں رہ سکتے تھے۔ منکی ماسٹر تقریباً چار ہزار منکی مین کے ساتھ تل ابیب اور اس سے ملحقہ شہر جافا اور حیفہ میں قیام کررہا تھا۔

ادھر منکی برادر اپنے جان نثاروں کے ساتھ میامی سے ہجرت کرکے دوسرے ساحلی شہر بالٹی مور چلا گیا تھا۔ منکی ماسٹر نے ایک جاسوس کے ذریعے بھائی کو پیغام بھیجا کہ اپنی منکی فوج کے لیے ایک نیا شہر وجود میں آرہا ہے۔

منکی برادر پیغام ملتے ہی بالٹی مور سے تل ابیب پہنچ گیا۔ ماسٹر نے کہا "دیکھو برادر! دوسرے کہتے ہیں' موت سے بچ کر رہو۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں' الپا سے بچ کر رہو۔ وہ بہت خطرناک عورت ہے۔"

وہ بولا "میں الپا کو بہت چاہتا تھا لیکن اس کی خود غرضی اور مکاری سے مجھے نفرت ہوگئی ہے۔"

"شاباش' اس سے نفرت کرو اور کسی ایسی کو پسند کرو' جو کبھی دھوکا نہ دے سکے۔ کسی کو یہ نہ بتاؤ کہ تم منکی برادر ہو۔ الپا کو معلوم ہوگا کہ تم یہاں واپس آئے ہو تو وہ ٹریپ کرنے کے لیے تمہارے پیچھے پڑجائے گی۔"

منکی برادر بڑا سعادت مند تھا۔ اپنے بڑے بھائی منکی ماسٹر کی ہدایات پر عمل کرتا تھا۔ اس نے خود کو منکی برادر کہنا چھوڑ دیا۔ الپا کے علاوہ وہاں کے چند اکابرین اسے جانتے تھے ورنہ دیکھنے میں وہ ایک عام سا منکی مین تھا۔

وہ شام کو ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں اپنے لیے ایک عورت پسند کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک حسینہ نے اسے پسند کرلیا۔ وہ جے مورگن کی بہن بن کر رہنے والی لکشمی عرف لکی تھی۔ لکی کے ساتھ اعلیٰ بی بی (ثانی) تھی۔ اسے سمجھا دیا گیا تھا کہ وہ لکی کے ساتھ رہ کر کس طرح بندروں کو ٹریپ کرے گی۔

اسے سب سے پہلے باربرا نے دیکھا تھا۔ وہ اور پارس ایک بار منکی برادر کو الپا سے نجات دلا چکے تھے اس لیے پہچانتے تھے۔ باربرا نے لکی کو اس کے سامنے پہنچا دیا۔ وہ ہنومان کی پوجا کرتی تھی۔ منکی برادر کو دیکھتے ہی دونوں ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے جھک گئی۔ اس کے قدموں پر سر رکھ دیا۔

منکی برادر نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ وہ بہت حسین تھی۔ اسے پسند بھی آگئی تھی لیکن اس کی حرکت سمجھ میں نہیں آئی۔ اس نے پوچھا "یہ ابھی تم کیا کررہی تھیں؟"

لکی نے کہا "میں آپ کی پوجا کرتی ہوں۔ آپ میرے بھگوان ہیں۔"

"یہ کیا ہوتا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "تم ہمارے گھر چلو۔ ہم تمہیں سمجھائیں گے۔"

وہ تینوں ایک چھوٹے سے بنگلے میں آئے۔ وہاں باربرا اور پارس موجود تھے مگر نادیدہ تھے۔ لکی نے ایک وڈیو کیسٹ وی سی آر میں رکھ کر اسے اور ٹی وی کو آن کیا۔ اسکرین پر ہنومان کی مورتی نظر آئی۔ ہندوستان کا منظر تھا۔ عورتیں اور مرد ہنومان کی پوجا کررہے تھے۔ لکی منکی برادر کو سمجھانے لگی کہ اس کے ملک میں بندروں کی بہت عزت کی جاتی ہے اور اس طرح پوجا کی جاتی ہے' جس طرح اسکرین پر دکھائی دے رہا ہے۔

منکی برادر نے پوچھا "یہ کون سا ملک ہے؟ بہت خوب صورت ہے۔"

"یہ انڈیا ہے۔ کیا وہاں چلو گے؟"

"اپنے بھائی سے پوچھوں گا۔"

"پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ آج جائیں گے۔ کل واپس آجائیں گے۔"

"ہاں مگر میں بھائی سے اجازت لئے بغیر نہیں جاؤں گا۔"

اسی وقت پارس نے اس کی گردن پر کرائے کا ایک ہاتھ رسید کیا۔ منکی برادر کے منہ سے گولی نکل کر فرش پر گر گئی۔ وہ بھی صوفے پر سے اوندھے منہ فرش پر آیا۔ پارس نے اس کے سر کے پیچھے سے برین گارڈ ٹوچ کر الگ کردیا۔

اس بے چارے کو سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ اعلیٰ بی بی نے فرش پر گری ہوئی گولی کو اٹھا کر کھڑکی کے باہر پھینک دیا تھا۔ منکی برادر نے پارس کو دیکھ کر کہا "تم تو وہی ہو۔ ایک بار پہلے بھی میری گردن پر ہاتھ مار کر میرے منہ سے گولی نکالی تھی۔"

"تمہارے مقدر میں یہی ہے۔ تم اب اسی صوفے پر لیٹ جاؤ۔"

وہ دوسری گولی نکال کر منہ میں ڈالنا چاہتا تھا پھر ایک دم سے چیخ مار کر تڑپنے لگا۔ دماغ میں زلزلہ پیدا ہوا تھا۔ وہ نڈھال سا ہو کر فرش پر پڑا رہ گیا۔

اب اس پر تنویمی عمل ہونے والا تھا۔

اس کے بعد وہ اعلیٰ بی بی کے اشاروں پر ناچنے والا تھا اور اعلیٰ بی بی اسے ہندوستان لے جانے والی تھی۔

دیوی کے دیس کے لیے ایک نایاب تحفہ۔ اس دیس کے لوگ سری رام جی کے سیوک ہنومان کے درشن کرنے والے تھے۔ پتھر کی مورتی کو چھوڑ کر جیتے جاگتے ہنومان کی پوجا کرنے والے تھے۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات تیئیسویں (35) حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ 15 ستمبر 1997 کو شائع ہوگا

معاشرے کے جراح اور مقبول ترین مصنف **محی الدین نواب** کی پہلی طویل معاشرتی ناول

آدھا چہرہ

زندگی کے تشنہ خیالوں کا آئینہ
بادلوں کے ظاہر و باطن کی عکاسی

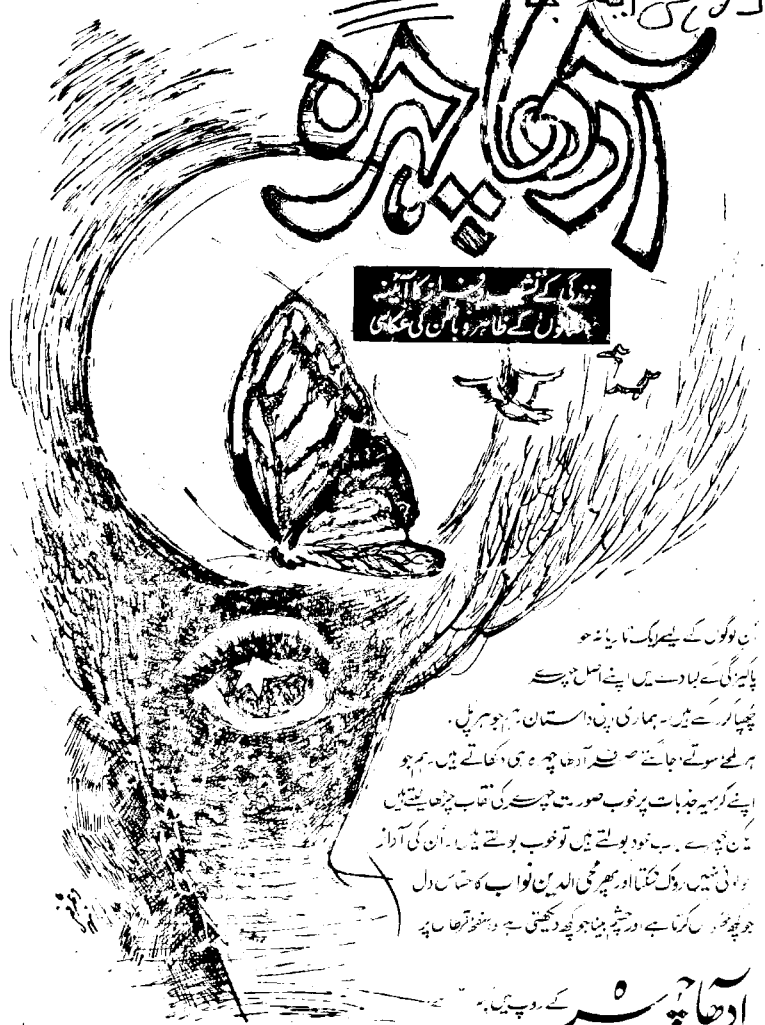

ن لوگوں کے لیے ایک نایاب تحفہ ہو
پائیدگی کے لبادے میں اپنے اصل چہرے
چھپا کر رکھے ہیں۔ ہماری یہ داستان ہر جوہر پل،
ہر لمحے سوتے جاگتے صرف آدھا چہرہ ہی دکھاتے ہیں۔ ہم جو
اپنے کریہہ جذبات پر خوب صورت چہروں کی نقاب چڑھا لیتے ہیں
ن چہرے۔ سب خود بولتے ہیں تو خوب بولتے ہیں۔ ان کی آواز
و انی نہیں روک سکتا اور پھر محی الدین نواب کا حساس دل
جو چھپ کر یہ سب کرتا ہے اور تیشہ بینا جو کچھ دیکھتی ہے وہ صفحۂ قرطاس پر

آدھا چہرہ کے روپ میں

○ صفحات ۶۱۰ ○ پائیدار جلد ○ خوب صورت گرد پوش ○ قیمت ۔ روپے۔ آج ہی ایک خط لکھ کر طلب فرمائیں

محی الدین نواب کے افسانوں کے دو اور مجموعے ایمان کا سفر ۱۰۰ اور کچرا گھر ۱۰۰ بھی دستیاب ہیں۔

[illegible] کتابیات پبلی کیشنز

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

35

پینتیس واں حصہ

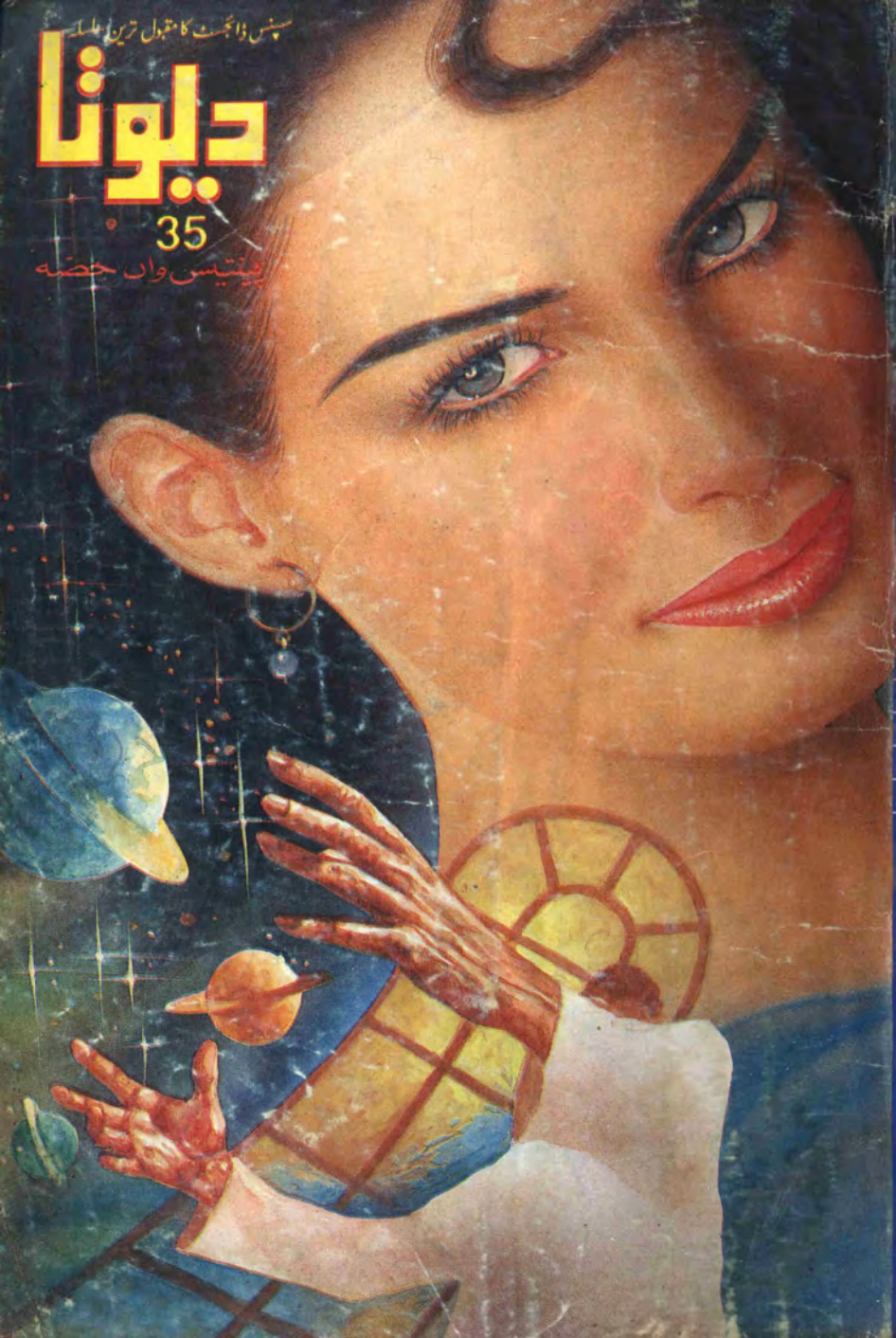

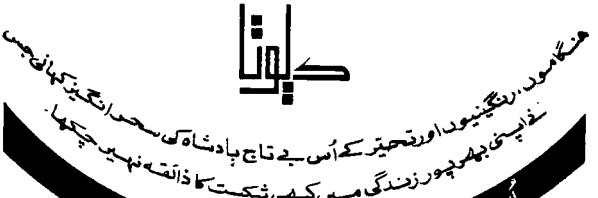

ہندو دھرم کے مطابق ہنومان ان بندروں کو کہا جاتا ہے، جو بھگوان رام کے خدمت گار تھے۔ وہ بندر انسانی جسم کے حامل تھے۔ صرف ان کی شکلیں بندروں جیسی تھیں اور ان کے پیچھے ایک لانبی سی دُم ہوتی تھی۔ وہ جسمانی طور پر بہت طاقت ور ہوتے تھے۔

راون جب سیتا کو اغوا کر کے لنکا لے گیا تو سیتا کو واپس لانے کے لیے ان بندروں کی فوج نے راون سے جنگ کی تھی۔ بھگوان رام اس جنگ میں شریک تھے۔ وہ بندروں کی مدد سے سیتا کو واپس لے آئے تھے۔

ان بندروں کو ہنومان اور بجرنگ بلی کہتے تھے۔ انہوں نے بھگوان رام کی اتنی زیادہ خدمت کی تھی اور اتنے کارنامے انجام دیے تھے کہ ہندو عقیدت سے ان کی مورتی بنا کر پوجا کرنے لگے۔

ہنومان کے سب سے بڑے بھگت وہ ہندو ہوتے ہیں، جو شادی نہیں کرتے۔ زندگی بھر کنوارے رہتے ہیں اور بال برہم چاری کہلاتے ہیں۔ دہلی کے ایک محلے میں ایسے ہی ہندو تھے، ہنومان جی کی بھگتی کے لیے انہوں نے ایک مندر بنایا تھا۔ وہاں رام، لچھمن اور سیتا کی مورتی کے ساتھ ہنومان کی بھی مورتی رکھی تھی۔

اس مندر کے سامنے ایک اکھاڑا تھا، وہاں وہ برہم چاری دیسی طرز کی پہلوانی کرتے تھے۔ ڈنڈ بیٹھک کے ذریعے اپنی جسمانی قوت میں اضافہ کرتے تھے۔ کبھی عورت کے قریب نہ جاتے تھے اور نہ قریب آنے دیتے تھے کیوں کہ ان کی قربت سے جسمانی توانائی ضائع ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

وہ پہلوانی کرنے کے بعد آدھی رات سے پہلے مندر کے دروازے بند کر کے چلے جاتے تھے۔ ایک رات انہوں نے آواز سنی۔ کوئی "رام ا ر م!" کہہ رہا تھا۔ پہلے وہ آواز دھیمی دھیمی سی تھی۔ پھر خاصی بلند ہونے لگی۔ سونے والے بستروں سے اٹھ گئے۔ گھروں سے نکل کر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے "یہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟"

پتا چلا مندر سے آرہی ہے۔ بستی کے لوگ ادھر جانے لگے۔ ادھر سب نے دیکھا، مندر کے اندر سے آواز آرہی تھی۔ جب کہ مندر کے تمام دروازے مقفل تھے۔ وہ سب ایک دوسرے سے حیرانی کا اظہار کرنے لگے۔ پھر پجاری نے ایک دروازہ کھولا۔ اندر جہاں ہنومان کی ایک بے جان مورتی تھی وہاں ایک جان دار ہنومان نظر آرہا تھا۔

پہلے تو آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آیا کہ وہ بجرنگ بلی کو دیکھ رہے ہیں۔ سب ہی ایک دوسرے کو دھکا دیتے ہوئے اندر آرہے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ رام، لچھمن اور سیتا کی مورتیوں کے پاس بجرنگ بلی دونوں ہاتھ جوڑ کر "رام! ر ام!" کہہ رہے ہیں۔

ایک نے ذرا قریب جا کر پوچھا "تم کون ہو؟"

بجرنگ بلی نے کہا "مورکھ کیا تو بھگوان رام کے سیوک ہنومان کو نہیں پہچانتا ہے۔ یہاں تم لوگوں نے میری پتھر کی مورت رکھی تھی۔ اس میں جان پیدا ہو گئی۔ مجھے زندگی مل گئی اور میں تمہارے سامنے بول رہا ہوں۔"

یہ سنتے ہی ہنومان کے بھگتوں نے ہاتھ جوڑ کر سروں کو جھکالیا۔ جو عقیدت مند ہوتے ہیں' وہ زیادہ نہیں سوچتے۔ فوراً اپنے دھرم کی کسی بھی بات کا یقین کرلیتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ سوچ رہے تھے' یہ کیسے ممکن ہے۔ اس دور میں بھگوان اور دیوتا زمین پر نہیں آتے ہیں۔ پھر یہ بجرنگ بلی کہاں سے چلے آئے ہیں؟"

ایک نے پوچھا "کیا آپ بجرنگ بلی کی طرح پرواز کرسکتے ہیں؟"

وہ اچانک فضا میں بلند ہوگیا۔ پھر مندر کی چھت اور فرش کے درمیان پرواز کرنے لگا۔ تمام لوگ عقیدت سے بھجن گانے لگے۔ "رگھوپتی راجا وہ راجا رام۔ پتی کے پاون سیتا رام....."

اعلیٰ بی بی وہاں موجود تھی۔ کسی کو نظر نہیں آرہی تھی۔ جب آدھی رات سے پہلے اس مندر کے دروازے بند کیے جارہے تھے' تب ہی وہ منکی برادر کے ساتھ اندر آگئی تھی۔ پارس نے منکی برادر پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کردیا تھا کہ وہ اعلیٰ بی بی کے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہے گا اور اپنے ساتھ سیکڑوں بندروں کو لے جائے گا' جو نادیدہ بن کر رہیں گے اور ضرورت کے وقت نمودار ہوا کریں گے۔

تمام منکی مین دونوں بھائیوں کے تابعدار تھے۔ منکی برادر نے پانچ سو جان نثاروں سے کہا "ہم یہاں سے چپ چاپ راز داری سے جائیں گے ورنہ میرا ماسٹر بھائی ہمیں نہیں جانے دے گا۔"

اس نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ پرواز کرنے سے پہلے ایک منکی مین سے کہا "میں پانچ سو جان نثاروں کے ساتھ انڈیا جارہا ہوں۔ ماسٹر بھائی سے کہنا' میں بچہ نہیں ہوں۔ کوئی نادانی نہیں کروں گا۔ جلد ہی واپس آؤں گا اور جب تک نہیں آؤں گا اپنی خیریت کی خبر بھیجتا رہوں گا۔"

یہ کہتے ہی وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوگیا۔ اعلیٰ بی بی اس کے ساتھ نادیدہ بنی ہوئی تھی۔ اس طرح وہ منکی برادر کو ہندوستان کے شہر دہلی لے آئی تھی۔

اس مندر میں وہ پہلی بار ہنومان بن کر نمودار ہوا۔ اس نے پرواز کرکے خود کو ہنومان ثابت کردیا تھا۔ جو لوگ بہت زیادہ تعلیم یافتہ تھے وہ سائنسی ترقی کے اس دور میں ایک ہنومان کو دیکھ کر ذہنی طور پر الجھ گئے تھے۔ ان کی دھار مک کتاب رامائن کا ہنومان ان کے حلق سے نہیں اتر رہا تھا۔

ان کے برعکس بستی کے تمام لوگ خوش ہو کر پھول اور پرساد لا رہے تھے۔ زندہ ہنومان کی پوجا کررہے تھے اور بھجن گا رہے تھے۔

ایک شخص نے منکی برادر کے قریب آکر کہا "آپ ناراض نہ ہوں۔ میں چند سوالات کرنا چاہتا ہوں کیوں کہ میں پریس رپورٹر ہوں۔"

"تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"آپ بھگوان رام کے زمانے میں صرف ایک لنگوٹ پہن کر رہا کرتے تھے لیکن اب جینز اور شرٹ میں نظر آرہے ہیں۔"

منکی برادر نے کہا "تمہارے باپ دادا دھوتی پہنا کرتے تھے۔ تم پتلون اور جیکٹ پہنے ہوئے ہو۔ وہ ہندی اور سنسکرت بولتے تھے۔ تم انگریزی بولتے ہو۔ کیا زمانے کے ساتھ صرف تمہیں تبدیل ہونا چاہیے۔ ہمیں لباس اور زبان نہیں بدلنا چاہیے؟"

سب لوگ کہنے لگے "بدلنا چاہیے۔ بدلنا چاہیے۔ آپ جس روپ میں بھی رہیں گے' ہم آپ کی پوجا کرتے رہیں گے۔ بولو بولو بجرنگ بلی کی جے....."

سب لوگ بیک آواز "جے" کہنے لگے۔ کئی فوٹو گرافر منکی برادر کی تصویریں اتار رہے تھے۔ رپورٹر نے کہا "ہنومان جی ایک جگہ سے غائب ہو کر دوسری جگہ پہنچ جایا کرتے تھے۔ کیا آپ یہ چمتکار دکھاسکتے ہیں؟"

"تم سب بھگوان رام کے بھگت ہو۔ تم میں سے جو چاہے' مجھے آزما سکتا ہے۔ میں رام کے نام پر چمتکار دکھارہا ہوں۔"

سب اسے دیکھنے لگے۔ اس نے مورتیوں کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر "رام" کہا پھر دوسرے ہی لمحے میں نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اس پر یقین نہ کرنے والے حیران رہ گئے۔ انہیں ہنومان جی کی آواز سنائی دی "میں یہاں ہوں۔"

سب نے ادھر دیکھا۔ وہ اونچی چھت کے ایک کنڈے سے لٹکا ہوا تھا۔ پھر وہ وہاں سے غائب ہوگیا۔ چند سیکنڈ تک تجسس رہا۔ اس کے بعد مورتیوں کے پیچھے سے آواز آئی "میں یہاں ہوں۔"

سب نے ادھر دیکھا۔ وہ رام' لچھمن اور سیتا کی مورتیوں کے پیچھے سے نمودار ہوا۔ سب کے سب خوشی سے جھوم جھوم کر بھجن گانے لگے۔ منکی برادر مندر کے باہر کھلی جگہ آگیا۔ وہاں بھی دور تک بستی والے اس کو شش میں تھے کہ مندر کے اندر جاکر ہنومان جی کے درشن کریں۔ منکی برادر نے کہا "میں اپنے کسی بھگت کو مایوس نہیں کروں گا۔ سب ہی میرے درشن کریں گے۔ اس بستی میں جو بیمار ہیں' بستر سے اٹھ نہیں سکتے' میں ان کے گھر جاکر انہیں درشن دوں گا۔"

دوسرے منکی مین اس بستی کے تمام گھروں میں دیکھ چکے تھے۔ صرف دو گھروں میں مریض ایسے تھے' جو بستر سے اٹھ نہیں سکتے تھے اور ایک اپاہج تھا' جو گھر سے نہیں نکلتا تھا۔ کچھ لوگوں نے کہا "جے بجرنگ بلی! ہم آپ کو ان بیماروں کے پاس لے چلتے ہیں۔"

وہ بولا "میں اس بستی کے تمام گھروں کا حال جانتا ہوں۔"

وہ ایک مریض کے گھر کے سامنے پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ پوری بستی چلی آئی تھی۔ اس نے خلا میں دیکھتے ہوئے کہا "اس ملک میں جو سب سے بڑی بیماری ہے' وہ ہے غریبی۔"

وہ خلا میں دیکھ کر دراصل اپنے ماتحتوں سے کہہ رہا تھا "یہاں کے مریض کے بدن میں خون کی کمی ہے۔ خون پیدا کرنے کی دوا اور غریبی کا علاج دس ہزار روپے۔"

اس نے فضا میں ہاتھ بلند کیا۔ نادیدہ منکی مین نے ایک ٹرے اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ سب نے حیرانی سے دیکھا۔ اس ٹرے پر دوائیں اور نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ ٹرے لے کر اس گھر کے اندر چلا گیا۔

پھر تو منکی برادر کا بھاؤ بڑھ گیا۔ بھگوان یا آن داتا وہی ہوتا ہے جو بیماری اور غریبی دور کرتا ہے۔ منکی برادر صبح تک مندر کے سامنے ایک اونچی جگہ بیٹھا رہا اور تمام بستی والوں کے دکھ درد سن کر انہیں دوائیں اور نوٹوں کی گڈیاں دیتا رہا۔

ہنومان کی نئی زندگی اور بھگتوں کے دکھ درد دور کرنے والی خبریں شام کے اخبارات میں تو بعد میں شائع .... ہوتیں' اس سے پہلے بستی والوں کی زبانی اور فون کے ذریعے یہ خبریں پورے دہلی شہر میں پھیل گئیں۔

پھر تو جیسے سارا شہر امڈ آیا۔ اس کے ساتھ پولیس کے اعلیٰ افسران بھی اس بستی میں پہنچے۔ انہوں نے ایک ہنومان کو ایک اونچے استھان پر بیٹھے دیکھا۔ بستی میں اور بستی کے باہر اتنے لوگ تھے کہ ان کے درمیان سے کسی کے گزرنے کی جگہ نہیں رہی تھی۔ پولیس والوں نے بڑی مشکلوں سے منکی برادر کے قریب پہنچنے کی جگہ بنائی پھر بھی اس سے دور رہے۔ وہ تمام پولیس والے اسے غور سے اور بے یقینی سے دیکھنے لگے۔ ایک افسر نے کہا "یہ کوئی بہروپیا ہے۔"

منکی برادر نے اس کی طرف اشارہ کیا "ایک تھپڑ۔"

اس کے ساتھ ہی اس افسر کے گال پر ایک زور کا تھپڑ لگا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ دوسرے افسروں اور سپاہیوں نے حیرانی سے دور بیٹھے ہوئے ہنومان کو دیکھا۔ اس نے دوسرے تھپڑ کا تھا اور افسر کو ایک تھپڑ لگا تھا۔

منکی برادر نے کہا "مورکھو! بدتمیزی نہ کرو۔ میں رام جی کا داس ہوں۔ اگر میں بہروپیا ہوں تو تم سے بستر ہوں۔ غریبوں کے دکھ درد دور کررہا ہوں۔ تم لوگ وردیاں پہن کر غریبوں کے لیے کیا کرتے ہو؟"

تمام لوگ بیک زبان کہنے لگے "ہاں ہاں' ہمارے لیے کیا کرتے ہو؟ چلے جاؤ یہاں سے۔ اگر بجرنگ بلی کا اپمان کروگے تو ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

افسروں نے سمجھ لیا' ہزاروں عقیدت مند ان کی ہڈیوں کا سرمہ بنادیں گے۔ وہاں ان کی وردیوں کا رعب اور دبدبہ صفر ہورہا ہے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "بجرنگ بلی! ہم معافی چاہتے ہیں۔ اب آپ کی شان کے خلاف کوئی بات نہیں ہوگی۔ لیکن ہم تنہائی میں آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں۔"

"سوالات تنہائی میں کیوں کرنا چاہتے ہو۔ کیا سب کے سامنے کہو گے تو تمہاری ناک کٹ جائے گی؟"

تمام لوگ قہقہے لگانے لگے۔ منکی برادر نے کہا "یہاں دور تک دیکھو۔ یہ جگہ کی عدالت ہے۔ جو کہنا چاہتے ہو' جگہ کے سامنے کہو۔"

اعلیٰ افسر نے ایک اونچی جگہ پہنچ کر کہا "جب جگہ کی عدالت میں ہی کہنا ہے تو پھر میں جگہ سے پوچھتا ہوں۔ آپ سب نے کیسے یقین کرلیا کہ بجرنگ بلی دوبارہ ہماری دنیا میں آئے ہیں؟"

ایک نے اونچی آواز میں کہا "یہ سر سے پاؤں تک ہمارے بجرنگ بلی ہیں۔ کیا آپ نے رامائن میں نہیں پڑھا کہ یہ ہوا میں اڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے تھے اور جب چاہتے تھے' نظروں سے اوجھل ہوجاتے تھے۔ یہ ساری خوبیاں ہمارے ان بجرنگ بلی میں ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ کس طرح پرواز کرتے ہیں اور کس طرح غائب ہوجاتے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہنومان جی کے پاس بندروں کی سینا (فوج) تھی۔ وہ سینا کہاں گئی؟ یہ اکیلے کیوں ہیں؟"

منکی برادر نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا "آؤ! پرواز کرو۔ نظر آتے رہو۔ نظروں سے اوجھل ہوتے رہو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی بے تحاشا منکی مین فضا میں پرواز کرتے ہوئے نمودار ہوئے۔ ہزاروں افراد شدید حیرانی سے بے شمار منکی مین کو پرواز کرتے دیکھنے لگے۔ وہ کبھی نظر آتے تھے اور کبھی نظروں سے اوجھل ہوجاتے تھے۔

منکی برادر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "بس۔ اتنا ہی کافی ہے۔ اب جاؤ۔"

وہ سب نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ وہ افسران حیران اور گم صم تھے۔ ایک شخص نے کہا "بجرنگ بلی ہماری بیماریاں اور غریبی دور کررہے ہیں۔ یہ ہمارے آن داتا ہیں۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

پھر سب ہی کہنے لگے "چلے جاؤ یہاں سے۔"

ہزاروں افراد ان کے خلاف مشتعل ہوسکتے تھے۔ وہ چپ چاپ سر جھکا کر وہاں سے چلے آئے۔ اس دوران ریڈیو اور ٹی وی والے آگئے تھے۔ عالمی نشریاتی اداروں کے بھی کیمرا مین وہاں کی تصویریں اتار رہے تھے۔

ان پولیس افسران نے فوج کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا۔ کمشنر اور شہر کے میئر نے بھی ان کی رپورٹ سنی۔ پھر انہوں نے سراغ رسانوں کی ایک ٹیم روانہ کی۔ اب وہ سراغ رساں اس بستی میں جاکر ہنومان کے آس پاس رہ کر اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتے تھے۔

ہنومان جی کی وڈیو رپورٹ شام کو عالمی سطح پر نشر کی گئی تو تل

ایبب میں منکی ماسٹر اور اسرائیلی اکابرین نے اسکرین پر منکی برادر کو دیکھا۔ دیوی تو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ منکی ماسٹر کی فوج کا ایک حصہ اس کے دیس میں پہنچ جائے گا۔

وہ فوراً ہی اپنی ڈی کے پاس گئی۔ اس سے ضروری باتیں کرنا چاہتی تھی لیکن ڈی اس وقت عیاشی کے موڈ میں تھی۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت شیام سندر کو اپنی جوانی کا نذرانہ پیش کررہی تھی۔

دیوی کسی بھی عیش کرنے والے کے دماغ میں نہیں ٹھہرتی تھی۔ فوراً واپس چلی آتی تھی کیوں کہ ایسی جگہ۔ اس کی اپنی جوانی کے تقاضے شور مچاتے تھے۔ اس سے پوچھتے تھے کہ وہ کب دلہن بنے گی؟ اس کی زندگی میں آنے والا مرد کون ہوگا؟

کوئی ایسا نہیں تھا' جس پر وہ اپنا سب کچھ لٹا کر ناز کرتی۔ یہ درست ہے کہ پھول کو شاخ پر ہی کھلنا چاہیے۔ اسے توڑنے اور سونگھنے سے جلد ہی اپنی شادابی کھو دیتا ہے لیکن دوسرا پہلو یہ ہے کہ پھول کو توڑنے اور سونگھنے سے ہی اس کی قدر بڑھتی ہے۔ وہ پھول ہی کیا جسے کوئی ہاتھ نہ لگائے اور وہ شاخِ انتظار پر کسی دیدہ ور کی راہ دیکھتے دیکھتے شاخ پر ہی مرجھا جائے۔

دیوی کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔ عمر گزرتی جارہی تھی۔ اگر وہ کنواری رہ کر بڑھاپے میں داخل ہوتی تو وہ خود کو بوڑھی نہ کہتی اور دوسرے اسے جوان تسلیم نہ کرتے۔ اب وہ عمر کے ایسے اسٹیج پر آگئی تھی' جہاں سے کسی وقت بھی بڑھاپے کی خندق میں گر سکتی تھی۔

اس نے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت شری کانت کو مخاطب کیا۔ وہ خوش ہو کر بولا "دیوی جی! میں بڑا خوش نصیب ہوں۔ آپ میرے دماغ میں آئی ہیں۔"

اس نے پوچھا "تمہیں اپنے دیس کی کوئی خبر ہے؟"

"جی ہاں۔ میں کچھ دیر پہلے ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر شاک پہنچا کہ منکی مین وہاں خاصی تعداد میں پہنچے ہوئے ہیں۔"

"تمہارے دیس میں اتنی بڑی تباہی آرہی ہے اور تم ٹی وی دیکھ کر آرام سے بیٹھے ہوئے ہو؟"

"دیوی جی! میں بہت پریشان تھا۔ میں نے منکی برادر کو ہنومان کے روپ میں دیکھتے ہی خیال خوانی کی پرواز کی اور اتنی بڑی بات بتانے کے لیے آپ کی ڈی ون کے پاس پہنچا۔ مم..... مگر۔"

"مگر کیا؟"

"میں فوراً ہی ڈی ون کے دماغ سے واپس آگیا۔ معافی چاہتا ہوں۔ وہ۔ وہ اور شیام سندر۔ یعنی کہ شیام سندر اور وہ....."

"اچھا بس کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میرے پاس آسکتے تھے۔"

"ہمیں آپ سے براہِ راست رابطہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں آپ کو مخاطب کرنے کی ہمت کررہا تھا۔ ایسے وقت آپ نے اپنے اس داس کو یاد کرلیا۔"

"آئندہ کوئی بھی اہم بات ہو تو مجھے مخاطب کرسکتے ہو۔ ابھی اس کے پاس جاؤ اور کہو 'فوراً میرے پاس آئے۔'"

دیوی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ ڈی نے چند سیکنڈ بعد ہی آکر کہا "دیوی جی! میں حاضر ہوں۔"

"کیا تمہارا کوئی وقت مقرر نہیں ہے؟ وقت بے وقت مستیوں میں مگن رہتی ہو۔"

"معافی چاہتی ہوں۔ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"وہ منکی برادر اپنی فوج کے ساتھ دہلی پہنچ گیا ہے۔ تم فوراً شیام سندر اور شری کانت کے ساتھ وہاں جاؤ اور میرے وہاں پہنچنے تک یہ معلوم کرو کہ منکی برادر کہاں مستقل رہتا ہے اور کہاں سوتا ہے۔ ابھی ٹی وی دیکھنے سے پتا چلا کہ منکی برادر رامائن کے حوالے سے ہنومان بن کر لوگوں کے جذبات سے کھیل رہا ہے۔ رازداری سے معلوم کرو کہ وہ گولیاں' کیپسول اور لیزر گنیں کہاں چھپا کر رکھتے ہیں۔ جتنی جلدی ہوسکے' یہاں سے روانہ ہوجاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ دیوی صوفے پر بیٹھ کر سوچنے لگی۔ وہ تل ایبب اس ارادے سے آئی تھی کہ منکی ماسٹر اور اس کی فوج سے گولیاں اور کیپسول حاصل کرے اور ان بندروں کے ہندوستان آنے کا راستہ روکتی رہے۔ لیکن رازداری سے جانے والوں کا راستہ نہیں روکا جاسکتا۔ دیوی گولیاں اور کیپسول حاصل کرنے میں مصروف رہی اور ادھر منکی برادر اپنی فوج کے ساتھ ہندوستان پہنچ گیا۔

اس سلسلے میں یہ بات قابلِ غور تھی کہ خلائی زون سے آنے والے منکی برادر کو رامائن اور ہنومان کے بارے میں اتنی تفصیل سے کیسے معلوم ہوا کہ وہ ہندوستان جاکر بڑی کامیابی سے ہنومان کا رول ادا کررہا ہے؟

دیوی یقین سے سوچ رہی تھی "مجھ سے اور بھارت سے دشمنی رکھنے والے ضرور منکی برادر کی پشت پر ہیں۔ وہ اسے ہنومان کی رامائی کہانی سمجھا رہے ہیں اور وہ ہنومان بن کر ہندوؤں کے دھارمک جذبات سے کھیل رہا ہے۔"

دیوی نے اب تک تین منکی مین ٹریپ کیے تھے اور ان سے مجموعی طور پر سیکڑوں گولیاں اور کیپسول حاصل کیے تھے۔ تل ایبب میں اور چند روز رہ کر وہ سیکڑوں گولیاں اور کیپسول حاصل کرسکتی تھی۔ لیکن ہندوستان جانا ضروری ہوگیا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ ہندوستان جاکر چند روز میں منکی برادر کو وہاں سے بھاگنے پر مجبور کرے گی یا پھر اسے ہلاک کرکے تل ایبب واپس آجائے گی اور پہلے کی طرح ایک ایک منکی مین کو ٹریپ کرکے گولیاں اور کیپسول حاصل کرتی رہے گی۔ پھر یہ کہ ہندوستان میں بھی جس منکی مین کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہوگئی' اس کے لباس میں۔ چھپے ہوئے کیپسول اور گولیاں حاصل کرسکے گی۔

وہ یہ بھی سمجھ رہی تھی کہ بندروں کو اپنے دیس سے نکالنا آسان نہ ہوگا۔ امریکا اور اسرائیل کی مثالیں سامنے تھیں۔ وہ بندر جہاں پہنچتے تھے' وہاں سے ٹلنے کا نام نہیں لیتے تھے اور نہ سیاسی چالوں سے انہیں بھگایا جاسکتا تھا۔ اس کی عقل سمجھا رہی تھی کہ اس سلسلے میں برادر کبیر سے تعاون حاصل کرنا چاہیے۔

یہ بات ابھی اس کے ذہن میں واضح نہیں ہوئی تھی کہ وہ برادر کبیر کو کیوں پسند کرتی ہے؟ بظاہر وہ یہی سمجھتی تھی کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے اور اس نے کبھی اسے نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ اس لیے وہ اسے پسند بھی کرتی ہے اور اس پر بھروسا بھی کرتی ہے۔

پارس کی جانی دشمن بننے کے بعد اس کے لاشعور میں یہ بات پک رہی تھی کہ پارس کے مقابلے میں برادر کبیر ایک مکمل مرد ہے۔ ناقابلِ شکست ہے اور غیر معمولی صلاحیتوں کا بھی حامل ہے۔ وہ ایکشن سے بھرپور زندگی میں اس کا باکمال جیون ساتھی بن سکتا ہے۔

یہ خیال اس کے اندر تھا' باہر نہیں آرہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے برادر کبیر کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "مجھے یقین تھا' تم آؤ گی۔ ابھی میں تھوڑی دیر پہلے ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ تمہارے دیس میں بجرنگ بلی پہنچ گئے ہیں۔"

"تم اندازہ کرسکتے ہو کہ بندروں کا وہاں پہنچ جانا میرے لیے کتنا تکلیف دہ ہوسکتا ہے۔ مسٹر کبیر' میں بہت پریشان ہوں۔"

"میں تمہاری پریشانی سمجھ رہا ہوں۔ مگر تم نے ایسا کچھ نہیں کیا' جس کے نتیجے میں میں تمہاری پریشانی کو اپنی پریشانی سمجھ کر تمہارے کام آتا۔"

"تم پہلے تو ایسے خود غرض نہیں تھے۔"

"میں تمہیں حاصل کرنا چاہتا ہوں اور تمہاری چاہت میں شروع سے خود غرض ہوں۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ تم پارس کا اصلی چہرہ دیکھ کر اس سے نفرت کرو اور میری طرف مائل ہوتی رہو۔ تمہیں بھگوان کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ تم پارس کے دھوکے میں آنے سے بچ گئی ہو۔ تمہیں جلد سے جلد ایک نئی زندگی شروع کرنے کے لیے مجھ جیسے جیون ساتھی کا انتخاب کرنا چاہیے۔ اگر تمہاری نظروں میں کوئی مجھ سے بہتر ہے تو پھر اسے ہندوستان لے جاؤ۔ میں تنہا ہوں' تنہائی زندگی گزار دوں گا۔"

"میں نے یہ کبھی نہیں پوچھا کہ تمہارا خاندان کیا ہے؟ کس ملک سے تعلق رکھتے ہو؟ اور تل ایبب کس سلسلے میں آئے ہو؟"

"میں نہیں جانتا کس نے مجھے پیدا کیا؟ اور پیدا کر کے کہاں چھوڑ دیا؟ جب ہوش سنبھالا تو خود کو ایک بزرگ کے سائے میں پایا۔ وہ بڑے عالم اور غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ آج میرے پاس جتنی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں' وہ سب میں نے ان سے ہی حاصل کی ہے۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ تم مسلمان ہو اور تمہیں پیدا کرنے والے ماں باپ بھی مسلمان تھے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ کیوں کہ اپنی پیدائش کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"تم ہندو بھی ہوسکتے ہو' عیسائی یا یہودی بھی ہوسکتے ہو۔ پھر تم نے ترکی میں مسلمان مجاہدین کی فوج کیوں بنائی ہے؟"

"مجاہدین کی فوج ان ہی بزرگ نے بنائی تھی' جنہوں نے میری پرورش کی اور مجھے تربیت دی۔ پچھلے برس وہ وفات پاگئے۔ تب سے میں نے مجاہدین کی فوج سے علیحدگی اختیار کرلی۔ اسٹیول بھی چھوڑ دیا۔ اب تنہا تنہا گھومتا ہوں۔ یوں گھومتا پھرتا تل ایبب پہنچا ہوں۔"

"کیا تم منکی ماسٹر اور اس کی فوج میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہے ہو؟"

"اس حد تک دلچسپی لی ہے کہ اس فوج کے مختلف منکی مین سے ایک سو گولیاں اور تیس کیپسول چھین چکا ہوں۔ اب میں کسی بھی ملک کے معاملے میں اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے معاملے میں صرف اس وقت راز داری سے دلچسپی لیتا ہوں' جب مجھے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ میں خاموشی سے خفیہ طور پر اپنا الو سیدھا کرتا رہتا ہوں۔"

"تم بہت چالاک ہو۔ اس طرح کوئی تمہارا دشمن پیدا نہیں ہوتا ہوگا۔"

"بے شک' میں دشمنوں سے محفوظ ہوں۔ پہلے جو مجھے جانتے تھے' وہ میرے متعلق سوچ رہے ہوں گے کہ شاید میں مرچکا ہوں۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف تم ہو' جو مجھے برادر کبیر کی حیثیت سے جانتی ہو۔"

"کبیر! آج پہلی بار تمہارے کچھ حالات معلوم ہوئے ہیں۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ تمہاری طرح میں بھی دنیا میں اکیلی ہوں۔ میرا بھی کسی سے کوئی رشتہ یا کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"میں تو مرد ہوں۔ تنہا زندگی گزار لوں گا۔ لیکن تم عورت ہو تمہیں کسی نے نہیں دیکھا۔ پھر بھی کہا جاتا ہے کہ تم بہت حسین اور پُرکشش ہو۔ ویسے بھی جو چیز نظر نہیں آتی' اس میں کشش اور تجسس پیدا ہوتا رہتا ہے۔ ایک بات پوچھوں؟"

"ضرور پوچھو۔"

"تم اصلی چہرہ چھپا کر پبلک پلیس میں جاتی ہو۔ تنہا دنیا کی سیر کرتی ہو۔ کیا کبھی کسی نے تم پر چھاپا نہیں مارا؟"

"فضول بات نہ پوچھو۔ اپنی حفاظت کے لیے میرے پاس بڑی طاقت اور بڑی صلاحیتیں ہیں۔"

"ایک بالکل نئی کار خرید کر اسے گیراج میں حفاظت سے رکھ دیا جائے پھر چند برسوں کے بعد گیراج کھول کر دیکھا جائے تو وہ کار نئی نہیں دکھائی دے گی' اس میں زنگ لگ چکا ہوگا۔ کیا تم نے سوچا

کہ کوئی ہاتھ نہیں لگا رہا ہے پھر بھی تمہاری جوانی کو زنگ لگتا جا رہا ہے۔"

"یہ تم نے کیسی فضول باتیں شروع کر دی ہیں۔ میں تمہارے پاس تعاون حاصل کرنے آئی ہوں۔"

"میرے حساب سے تم جوانی کی حد پار کر چکی ہو اور اب جوانی اور بڑھاپے کے درمیان سفر کر رہی ہو۔ اپنی باقی ماندہ جوانی پر رحم کرو اور زنگ چھڑانے کے سلسلے میں مجھ سے تعاون حاصل کرو۔"

"اب تم غیر سنجیدہ ہو رہے ہو۔ میرے دیس کے سلسلے میں مجھ سے تعاون نہیں کرو گے؟"

"تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہو۔ ذرا غور کرو۔ میں نے دو دن میں سو گولیاں اور کیپسول حاصل کیے ہیں اور ایک ہفتہ رہ جاؤں تو ہزاروں گولیاں اور کیپسول حاصل کر لوں گا۔ یہاں میرے فائدے کو دیکھو اور غور کرو' تمہارے ساتھ ہندوستان میں معروف رہنے سے مجھے کیا ملے گا؟ کچھ نہیں' تم تو سامنے بھی نہیں آتیں۔ اگر آتیں تو تمہارے حسن اور شباب کو دیکھ کر تسلی ہوتی رہتی کہ وہ سارا خزانہ مجھے ملنے والا ہے۔"

"ہاں' میں تمہاری یہ شرط پوری کروں گی۔ تمہارے سامنے آؤں گی۔ لیکن مجھے چھونا چاہو گے تو نظروں سے اوجھل ہو جایا کروں گی۔"

"رہنے دو۔ تمہیں دور سے دیکھ دیکھ کر بیمار نہیں ہونا چاہتا۔"

"ابھی تو تم دور سے دیکھنا چاہتے تھے۔"

"سمجھا کرو۔ پہلے صرف ایک جھلک دیکھنے کی آرزو ہوتی ہے۔ پھر سراپا دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ وہ بھی دیکھنے کو مل جائے تو چھونے کو دل مچلتا ہے۔ آخر چھونے کا موقع ملتے ہی کلائی کو پکڑنے اور سالم حسینہ کو جکڑنے کے لیے دل دیوانہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد کہوں؟"

"بس اپنی بکواس بند کرو۔ مجھے ہندوستان کے لیے روانہ ہو جانا چاہیے لیکن میں صرف تمہارے لیے رکی ہوئی ہوں۔"

"اور میں تمہارے لیے کنوارا بیٹھا ہوا ہوں۔"

"پلیز میری ایک بات مانو۔ مجھے ایک ہفتے تک سوچنے اور فیصلہ کرنے کا موقع دو۔ میں پھر سے اپنی جنم کنڈلی دیکھوں گی۔ جوتش ودیا کے ذریعے معلوم کروں گی کہ تم یا کوئی اور پارس کی جگہ لے سکتا ہے یا نہیں۔ میں اس وقت اپنے دونوں ہاتھ دیکھ رہی ہوں۔ مجھے ہاتھوں کی لکیروں میں کچھ چھوٹی چھوٹی سی تبدیلیاں نظر آ رہی ہیں۔ شاید میرے ستارے مجھے تمہارے نام کر دیں۔ پلیز مجھے ستاروں کی بدلتی ہوئی چالوں کو سمجھنے دو۔"

"میں آخری بات کہتا ہوں' جنم کنڈلی پڑھنے اور ہاتھ کی لکیروں کو سمجھنے کے لیے دو دن بہت ہیں۔ میں تمہارے ساتھ ابھی ہندوستان چلوں گا' تمہارے بہت کام آؤں گا لیکن دو دن کے بعد تیسرے دن تم میری تنہائی میں نہیں آؤ گی تو میں دوستی اور تعاون ختم کر دوں گا۔"

"شکر ہے' تم دو دن تک تعاون کرتے رہنے کے لیے راضی ہو گئے۔ میں وعدہ کرتی ہوں' دو دن کے بعد بھی تمہارا اعتبار برقرار رکھوں گی۔"

"تو پھر روانگی کب ہے؟"

"ہم ابھی یہاں سے پرواز کریں گے۔ ہماری ملاقات دہلی کی اس بستی میں ہو گی' جہاں منگی برادر ہنومان بن کر میرے لوگوں کو بے وقوف بنا رہا ہے۔"

"میں ٹھیک پندرہ منٹ بعد پرواز کروں گا۔"

"میں بھی اسی وقت پرواز کروں گی۔ کیا تم میری ایک چھوٹی سی بات مانو گے؟"

"محبوبہ کی طرح منواؤ تو مان لوں گا۔ محبوبائیں اپنی باتیں منوانے کے لیے رنگین اور سنگین رشوتیں پیش کرتی ہیں۔"

"ایسی باتیں دو دن کے بعد کرنا۔ ابھی میری ایک بات مان لو۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"تم سو گولیاں اور تمیں کیپسول رکھ کر کیا کرو گے۔ پچاس گولیاں اور پندرہ کیپسول مجھے دے دو۔"

"ایسی باتیں دو دن کے بعد کرنا۔ اس وقت تک میں منگی برادر کے فوجیوں سے مزید سکڑوں گولیاں اور کیپسول چھین لوں گا۔ تیسرے دن' ملن کی رات تمہارا گھونگٹ اٹھا کر منہ دکھائی کی رسم کے طور پر تمہیں کم از کم دو سو گولیاں اور پچاس کیپسول دوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"بالکل سچ۔ اب جاؤ۔"

پارس نے سانس روک لی۔

○☆○

روزی نے انارکلی سے ایک برقع خرید کر پہن لیا۔ انارکلی کو دیوار میں چن دیا گیا تھا۔ روزی نے خود کو برقع کی دیوار میں چن لیا! اخبارات میں تصاویر چھپنے کے بعد وہ کسی کو منہ نہیں دکھانا چاہتی تھی اس لیے برقع میں منہ چھپا کر گلبرگ کی اس کوٹھی میں پہنچی' جہاں پہلے فخرالدین کے ساتھ آ چکی تھی۔ لیکن وہاں پہنچی تو وہ کوٹھی مقفل تھی۔

دراصل وہ آمنہ کی کوٹھی تھی۔ آمنہ' کبریا فرہاد اور ننھے بابر علی تیمور کو لے کر دوسرے شہر گئی تھی۔ فخرالدین نے وہاں عارضی قیام کیا تھا۔ روزی نے کوٹھی کو مقفل دیکھ کر چوکی دار سے پوچھا۔ "اس کوٹھی کے مالک فخرالدین صاحب کہاں ہیں؟"

چوکی دار نے کہا "اس کوٹھی کی مالکہ بیگم آمنہ فرہاد صاحبہ ہیں۔ فخرالدین صاحب پہلے یہاں تھے۔ اب اپنی کوٹھی میں چلے گئے ہیں۔"

روزی نے فخرالدین کی کوٹھی کا نمبر اور پتا چوکی دار سے معلوم کیا۔ پھر وہاں پہنچ گئی۔ چوکی دار نے اندر نہیں جانے دیا۔ گیٹ کے ساتھ بنے ہوئے کیبن سے فون پر کہا "جناب! ایک برقع والی آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ اپنا نام روزی بتا رہی ہے۔"

چوکی دار نے کچھ سننے کے بعد ریسیور روزی کو دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولی "ہیلو ڈیڈی! میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ نے کل اجنبی بن کر مجھے دھوکا دیا تھا۔ میں مانتی ہوں کہ میں نے آپ کے ساتھ بڑی زیادتیاں کی ہیں۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں' اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔ آپ سے معافی مانگنے آئی ہوں۔"

"پہلے میرے ایک کروڑ روپے واپس کرو۔ پھر معافی مانگو۔"

"میں نے آپ کے ایک کروڑ نہیں لیے ہیں۔ جسے آپ نے بٹا نایا وہ اتنی بڑی رقم لے گیا ہے۔"

"جسے بٹا نایا ہے' اس کا نام علی ہے۔ وہ کل صبح سے پشاور گیا ہوا ہے۔ اب تک واپس نہیں آیا ہے۔ تم بہن بھائی نے مل کر مجھ پر اور میری بیٹی پر بہت ظلم کیا ہے۔ اگر تم واقعی شرمندہ ہو تو پہلے میری وہ رقم واپس کرو۔ اگر نہیں کرو گی تو میں تمہارے جیسی چور لڑکی کو کوٹھی کے اندر نہیں آنے دوں گا کیوں کہ میرے بیڈ روم میں ایسے کتنے ہی کروڑوں روپے پڑے رہتے ہیں۔"

روزی کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کا سوتیلا باپ بے انتہا دولت مند ہے اور اس وقت بھی اس کوٹھی کے بیڈ روم میں کروڑوں روپے ہوں گے۔ وہ گڑگڑا کر بولی "میں اپنی مرحوم ماں کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ میں نے آپ کے گھر سے ایک روپیہ بھی نہیں چرایا ہے۔"

"تو پھر تمہارے بھائی مراد نے چرایا ہو گا۔ اسے میرے سامنے پیش کرو۔"

"وہ گھر میں ہے۔ یہاں نہیں آ سکے گا' مجبوری ہے۔"

"ایسی کیا مجبوری ہے؟"

"میں کیا بتاؤں؟ اس کا منہ کالا ہو گیا ہے۔ گھر سے باہر نہیں نکلتا ہے۔"

"جیسے تم دونوں کے اعمال ہیں' ان کے نتیجے میں منہ ضرور کالا ہوتا ہے۔ شاید تم بھی منہ چھپا رہی ہو اسی لیے برقع پہن کر آئی ہو۔"

"میں سچ کہتی ہوں۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ اس علی نے میری ایک ایسی تصویر اخبارات میں چھپوائی ہے جس کی وجہ سے میں کسی کو منہ نہیں دکھا سکتی۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ علی اس شہر میں نہیں ہے۔ کل بھی نہیں تھا۔ پھر وہ تمہاری تصویر کیسے چھپوائے گا۔"

"وہ بہت بڑا فراڈ ہے۔ آپ کو دھوکا دے رہا ہے۔ پشاور نہیں گیا ہے۔ اسی شہر میں ہے۔ آپ کے ایک کروڑ روپے اسی کے پاس ہیں۔"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ یہاں سے جاؤ۔ کل بینک میں اپنی ساری رقم جمع کرا دوں گا تو تمہیں آنے کی اجازت دوں گا۔ تم کل شام کو آ سکتی ہو۔"

فخرالدین نے فون بند کر دیا۔ روزی واپس جاتے ہوئے سوچنے لگی "اس بڈھے نے مجھے گھر کے اندر آنے نہیں دیا۔ پتا نہیں اس نے کتنی رقم چھپا کر رکھی ہے۔ یقیناً بہت بڑی رقم ہو گی اور وہ کل صبح تک گھر میں رہے گی۔ آج رات مجھے کچھ کرنا ہو گا۔ خدا کرے مجھے بار بار نقصان پہنچانے والا وہ بدمعاش وہاں موجود نہ ہو۔"

علی ائرپورٹ پہنچ چکا تھا' وہ بصیرت علی کو رخصت کرنے آیا تھا۔ پچھلے باب میں بصیرت کا ذکر ہو چکا ہے۔ علی نے اس کے خیالات پڑھے تھے۔ وہ ایک نہایت ایمان دار اور شریف آدمی تھا۔ اسمبلی میں رہ کر یہ ثابت کر چکا تھا کہ ایک محب وطن سیاست داں ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی سیکھنے اور بابا صاحب کے ادارے میں تربیت حاصل کرنے کا اہل تھا اس لیے فرانس جا رہا تھا۔ علی اسے رخصت کرنے کے بعد وزیٹرز لابی میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر گیا۔ وہاں پاکستان سے جانے والوں اور پاکستان آنے والوں کی خاصی بھیڑ لگی رہتی تھی اور جہاں بھیڑ ہوتی ہے' وہاں بھانت بھانت کے مختلف مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔

علی کسٹمز کے عملے کے دو افراد کے دماغ میں جگہ بنا چکا تھا۔ غیر ممالک سے آنے والے اپنا سامان چیک کرانے کے لیے ان دو افراد کے سامنے رکتے تھے اور اپنا سامان چیک کراتے وقت ان سے باتیں کرتے تھے۔ اس طرح علی ان بولنے والوں کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا۔

بیرونی ممالک سے آنے والے پاکستانی اپنی ضرورت اور اپنے شوق کے مطابق زیادہ سے زیادہ سامان لاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ سامان کسٹمز والے چھین لیتے ہیں' کچھ لے جانے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ کچھ ایسا سامان بھی ہوتا ہے' جو پاکستان میں لانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ لیکن رشوت میں بڑی طاقت ہوتی ہے' غیر قانونی سامان بھی ملک کے اندر چلا آتا ہے۔

وہ تعداد میں سات تھے۔ ملک کے اندر چلے آ رہے تھے۔ ان میں چار مرد تھے اور تین نوجوان لڑکیاں تھیں۔ ان کے پاس باقاعدہ پاسپورٹ اور ویزا تھے جن کے مطابق وہ ہندوستانی مسلمان تھے جب کہ ان میں سے صرف ایک مسلمان تھا۔ باقی چھ ہندو تھے۔ چہرے بدلے ہوئے تھے۔ لاہور کی ایک کوٹھی میں پہنچتے ہی دیدا جلا کر وہاں اپنی نئی دستاویزات بنوانے والے تھے۔

علی ایک کسٹم افسر کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا۔ وہ چاہتا تو وہیں ان کے چہروں سے میک اپ اتار کر انہیں گرفتار کرا سکتا تھا۔ لیکن وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ لاہور میں ان کا اڈا کہاں ہے؟ اور ان سے تعلق رکھنے والے افراد کون ہیں اور کیا کرتے ہیں؟

ان کے لیے ائرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں ایک بڑی سی ویگن کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ ساتوں اس میں جا کر بیٹھ گئے۔ جب وہ

گاڑی پارکنگ ایریا سے نکلنے لگی تو علی ان کا تعاقب کرنے لگا۔ ڈرائیونگ کے دوران وہ کبھی کبھی کسی کے دماغ میں جاتا تھا پھر چند سیکنڈ میں واپس آجاتا تھا تاکہ حاضر دماغ رہ کر ڈرائیو کر سکے۔

اس ویگن میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا "میں بڑی دیر سے اس سفید کار کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ ہمارے پیچھے چلی آرہی ہے۔"

دوسرے نے کہا "کہیں ایسا تو نہیں کہ پاکستانی انٹیلی جنس والے ہم پر شبہ کر رہے ہوں۔"

تیسرے نے کہا "ہم غیر قانونی طور پر آئے ہیں اس لیے ہمارے دلوں میں اندیشے جنم لیتے رہتے ہیں۔ کوئی ہمارا تعاقب نہیں کر رہا ہے۔"

ایک لڑکی نے کہا "اندیشہ دور کر لینا چاہیے۔ گاڑی کی رفتار سست کرو۔ اس سفید گاڑی کو آگے نکلنے دو۔"

اس لڑکی کا نام انجنا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں میں سب سے تیز طرار تھی۔ اس ٹیم کا لیڈر وکرم ذہین اور چالاک تھا لیکن انجنا کی باتیں مان لیا کرتا تھا۔ اس نے ویگن کو روکنے کا حکم دیا۔ اس کے اچانک رکنے سے پیچھے آنے والی کار کو اپنی رفتار کے مطابق آگے جانا پڑا۔

جب وہ سفید کار اس ویگن کو کراس کرتے ہوئے جانے لگی تو سب نے اس کار والے کو دیکھنا چاہا لیکن اسے دیکھ نہ سکے۔ لیڈر وکرم نے شدید حیرانی سے کہا "مائی گاڈ! کیا میں نے جو دیکھا ہے' وہ تم لوگوں نے بھی دیکھا ہے؟"

انجنا نے کہا "مجھے تو ڈرائیور ہی نظر نہیں آیا۔ وہ کار ڈرائیور کے بغیر جا رہی ہے۔ کیا میری آنکھوں نے دھوکا کھایا ہے؟"

وکرم نے کہا "نہیں۔ میں نے بھی یہی دیکھا ہے۔ کوئی ڈرائیو نہیں کر رہا ہے۔ اگلی پچھلی سیٹ پر بھی کوئی نہیں ہے۔"

دوسروں نے بھی تائید کی۔ انہوں نے بھی اس کار میں کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ وکرم نے کہا "گاڑی چلاؤ۔ رفتار بڑھا کر اس کار کے قریب لے چلو۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ آگے والی کار دوسرے راستے پر مڑ گئی تھی۔ وہ سب حیران تھے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ان کی نظروں نے دھوکا کھایا ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ڈرائیو کرنے والا نہ ہو اور کار خود بخود چلتی رہے؟ یہ عقل کبھی تسلیم نہ کرتی۔

ویگن تیز رفتاری سے چلتی ہوئی ادھر مڑ گئی' جدھر سفید کار گئی تھی۔ ذرا آگے جا کر وہ کار نظر آئی۔ ان کی گاڑی اس کار کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ ان سب نے اتر کر کار کے قریب آکر دیکھا۔ وہ خالی تھی۔ ایک نے کہا "یہ چلتے وقت بھی اسی طرح خالی نظر آئی تھی۔ کیسے معلوم ہوگا کہ اس کا مالک کون ہے؟"

علی ان کے قریب ہی کھڑا تھا۔ ان سے کچھ فاصلے پر ایک شخص کھڑا سگریٹ سلگا رہا تھا۔ وہ سب اس کے پاس گئے۔ ایک نے پوچھا "کیا آپ نے اس کار کے مالک کو دیکھا ہے؟"

اس نے پوچھا "کون سی کار؟"

"وہ جو سفید ٹویوٹا کرولا ہے۔"

علی نے اس اجنبی کی زبان سے کہا "ارے وہ کار؟ وہ تو کل سے یہاں کھڑی ہوئی ہے۔"

"لیکن ہم نے تو ابھی اس کار کو پچھلی سڑک پر دیکھا تھا۔"

"ایسی کتنی ہی سفید کاریں ہوتی ہیں۔ کیا اس کا نمبر بھی یہی تھا؟"

وہ لوگ ڈرائیور کے بغیر چلتی ہوئی کار کو دیکھ کر اتنے حیران ہوئے تھے کہ کسی کو کار کا نمبر پڑھنے کا خیال نہیں آیا تھا۔

قریب ہی ایک پرچون کی دکان تھی۔ وہ لوگ اس دکان کے پاس آئے۔ دکان دار ایک گاہک کو سودا دیتے وقت کہہ رہا تھا۔ "ادھار لے جا رہے ہو' وعدے کے مطابق رقم ادا کر دینا۔"

علی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ انجنا نے اس سے پوچھا "کیا آپ اس کار کے مالک کو جانتے ہیں؟"

دکان دار نے کار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "وہ کار؟ میں تو اسے کل سے دیکھ رہا ہوں۔ پتا نہیں کون چھوڑ گیا ہے۔"

وکرم نے ساتھیوں سے کہا "چلو۔ ہم نے کار کا نمبر نہیں دیکھا تھا۔ شاید یہ دوسری کار ہے۔"

انجنا نے کہا "یہ وہی ہے۔ میں نے کار کی باڈی پر وہ کارٹون اسٹیکر دیکھا تھا۔"

وکرم نے اس کار کے پاس سے گزرتے ہوئے کہا "ایسا اسٹیکر دوسری کار میں بھی ہو سکتا ہے اور یہ دوسری کار ہے۔ بحث نہ کرو۔ ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے۔"

وہ سب اپنی ویگن میں آکر بیٹھ گئے۔ ان سے پہلے علی وہاں جا کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ اپنی منزل کی طرف جاتے وقت اسی بحث میں الجھے ہوئے تھے کہ ان کی نظروں نے دھوکا کھایا تھا۔ وکرم کہہ رہا تھا "میری نظریں کبھی دھوکا نہیں کھاتیں۔ میں نے صاف طور سے اس چلتی ہوئی کار کو دیکھا تھا۔ یہ کیسی الجھا دینے والی بات ہے کہ ڈرائیور بھی نہیں تھا۔"

وہ گاڑی ایک کوٹھی کے احاطے میں جا کر رکی۔ دو افراد نے اس گاڑی کے دروازے کھولے۔ وہ اندر بیٹھے رہے۔ دروازہ کھولنے والوں نے ان کے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات چیک کیے۔ پھر مطمئن ہو کر کہا "تشریف لائیں چودھری صاحب انتظار کر رہے ہیں۔"

چودھری سلامت اللہ ایک ایسا سیاست داں تھا' جو اسمبلی میں جانے کے لیے الیکشن نہیں لڑتا تھا اور نہ ہی وہ اقتدار کی کرسی کا خواہش مند رہتا تھا۔ وہ مختلف پارٹیوں کے سیاست دانوں کو آپس میں لڑاتا تھا۔ کسی سیاہ کار کا دامن دھو کر اسے بے داغ بنا دیتا تھا اور کسی شریف اور بے داغ سیاستداں پر کیچڑ اچھال کر اسے داغ دار

بنا دیتا تھا۔

جب سے یہ شور اٹھا تھا کہ سیاست دانوں کا احتساب ہوگا تب سے چودھری سلامت اللہ کی چاندی ہو رہی تھی۔ وہ ایسا لانڈری مین بن گیا تھا' جو کردار پر لگے ہوئے دھبوں کو دھو سکتا تھا۔ جو الزام لگایا جاتا اس کا توڑ کر سکتا تھا۔ اس کے پاس ایسے ایسے ہتھکنڈے تھے' جن کے ذریعے وہ کسی بھی مخالف کو چاروں شانے چت کر دیتا تھا۔

پڑوسی ملک سے جو سات بندے امپورٹ کیے گئے تھے' وہ بھی اس کی سیاسی چالوں میں کام آنے والے تھے۔ ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں چودھری نے ان ساتوں کا استقبال کیا۔ پھر وہ سب ایک بڑی سی ڈائننگ ٹیبل کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔ وہاں امپورٹڈ شراب کی بوتلیں اور شیشوں کے نازک گلاس رکھے ہوئے تھے۔ تازہ پھل اور خشک میوے بھی تھے۔ چودھری نے کہا "یہاں جام ہے' شراب ہے۔ جنت کے میوے اور حوریں سب کچھ ہیں۔"

وکرم نے اپنی ساتھی حسیناؤں کے بارے میں کہا "چودھری صاحب! یہ تین حوریں جو میرے ساتھ آئی ہیں' بالکل اچھوتی ہیں۔ اب تک کسی نے انہیں ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ آپ کی شطرنج کی بساط پر جو بڑے مہرے ہیں یہ ان مہروں کے لیے ہیں۔ یہ کوشش کریں گی کہ ان کی عزت پر آنچ نہ آئے اور اگر آجائے تو کامیابی لازمی ہوگی۔ ان سے ملیں' یہ انجنا ہے' یہ شلپا ہے اور یہ گوری....."

وہ تینوں اٹھ کر ان کے خالی جام بھرنے لگیں۔ جب سب نے پینا شروع کیا تو چودھری نے وکرم کی طرف چند تصویریں بڑھاتے ہوئے کہا "یہ ملک مختار احمد ہے۔ بڑی اچھی شہرت کا مالک ہے۔ اس نے قومی خزانے سے کبھی کچھ نہیں لیا۔ کرپشن اور اقربا پروری جیسے الزامات اس پر عائد نہیں کیے جا سکتے لیکن اس پر کوئی بڑا الزام آنا چاہیے۔ ایک پارٹی اس پر کیچڑ اچھالنے کے لیے بہت بڑی رقم دے رہی ہے۔"

وکرم نے کہا "ہمیں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تنظیم "را" کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟"

"آدم کا بیٹا ہے۔ آدمی والی غلطیاں کرتا ہے۔ حسین عورتوں پر مرتا ہے لیکن بہت محتاط رہنے کا عادی ہے۔ گناہ کے الزام سے بچنے کے لیے پہلے نکاح پڑھواتا ہے۔ اس کے ساتھ کچھ عرصہ گزارتا ہے۔ پھر اسے طلاق دے دیتا ہے۔ اس وقت تک اسے کوئی دوسری حسینہ پسند آجاتی ہے۔"

وکرم نے کہا "جو تیر اور تلوار سے نہیں مرتا وہ عورت کے ایک وار سے مر جاتا ہے۔ انجنا! یہ تصویر دیکھو۔ ملک مختار تمہارا شکار ہے۔"

انجنا تصویر لے کر دیکھنے لگی۔ چودھری نے کہا "یہ ملک بڑا ہوشیار بندہ ہے۔ اس نے آج تک اپنے پیچھے کسی کرپشن کا اور کسی گناہ کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے۔ اس لیے بے داغ سیاست داں کہلاتا ہے۔"

انجنا نے کہا "یہاں کے حالات کے مطابق ملک مختار آج کل سیاست سے فارغ ہوگا۔ میرا خیال ہے' اس کی کوٹھی میں اس سے ملاقات ہو سکے گی۔"

"ہاں۔ یہ اسلام آباد سے گھر واپس آگیا ہے۔ فارغ اوقات میں تمہیں کافی وقت دے سکے گا۔ میں تمہاری اور اس کی تصویروں کے ساتھ اس کی گفتگو کا بھی آڈیو کیسٹ چاہتا ہوں۔"

"آپ کی مطلوبہ چیزیں مل جائیں گی۔ ہم تین لڑکیاں ہیں' تین کا اور انتظام کر دیں۔ چھ لڑکیوں کے لیے اسکول کا یونی فارم منگوا دیں۔ میں کل صبح اسکول کے امدادی شو کے لیے چندہ مانگنے جاؤں گی۔ پتا نہیں ہم میں سے کس پر ملک کا دل آجائے۔"

وکرم نے کہا "کل تک یہ کام ہو جائے۔ جلد سے جلد ہمارا اسلام آباد پہنچنا ضروری ہے۔"

چودھری نے کہا "جلدی نہ کرو۔ میرے اور بھی کچھ کام ہیں۔"

"آپ باقی کام کے لیے اسلام آباد آئیں۔ وہ ایسی جگہ ہے' جہاں بیٹھ کر کسی کو بھی نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔"

وہ بولنے کے دوران اپنے جام کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ علی نے وہ جام اٹھا کر اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے چونک کر اپنے ہاتھ میں جام کو دیکھا پھر کہا "یہ۔ یہ آپ ہی آپ یہاں سے اٹھ کر میرے ہاتھ میں کیسے آگیا؟"

چودھری نے [illegible] کہا "تیرے ہی پیگ میں چڑھ گئی۔ بھئی تم نے مجھ سے باتیں کرتے کرتے خود اسے اٹھایا ہے۔"

وہ حیرانی سے اپنے ہاتھ میں اس جام کو دیکھنے لگا۔ خود کو سمجھانے لگا کہ شاید اس نے خود اسے میز پر سے اٹھایا تھا۔ اس سلسلے میں بحث کرے گا تو یہی سمجھا جائے گا کہ اسے شراب چڑھ گئی ہے۔ اس نے ایک گھونٹ پی کر کہا "کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کبھی کبھی کیا ہو جاتا ہے۔"

چودھری نے پوچھا "کیا ہو جاتا ہے؟"

"ابھی ہم ائرپورٹ سے آرہے تھے۔ ہم نے اپنے قریب سے ایک ایسی کار کو گزرتے دیکھا جسے کوئی نہیں چلا رہا تھا۔ مگر وہ چل رہی تھی۔"

چودھری نے قہقہہ لگایا۔ پھر کہا "بھئی وکرم! اور نہ پیو۔ ابھی ہم آؤٹنگ کے لیے جائیں گے۔"

انجنا نے کہا "چودھری صاحب! وکرم دس پیگ پی کر بھی ہوش میں رہتا ہے۔ پھر میں تو نشہ نہیں کر رہی ہوں۔ پورے ہوش و حواس میں رہ کر کہہ رہی ہوں کہ ہم سب نے ڈرائیور کے بغیر ایک

کار کو اپنے قریب سے گزرتے دیکھا تھا۔"

انجنا نے ایسا کہتے وقت دیکھا' اس کے چہرے پر زلفوں کی جو ایک لٹ تھی' وہ خود بخود چہرے سے ہٹ کر سر پر چلی گئی تھی۔ وہ گم صم سی رہ گئی۔ تھوڑی دیر تک حرکت کرنا بھول گئی۔ اپنے دل کو سمجھانے کے لیے سوچنے لگی "یہ... یہ ہوا سے ایسا ہوا ہے۔ میں کھلی ہوئی کھڑکی کے قریب ہوں۔ ہوا اتنی آرہی ہے کہ میری لٹ چہرے سے ہٹ سکتی ہے۔"

وہ دل کو بہلا رہی تھی کہ ہوا ہے' ہوا نہیں ہے۔ لیکن اندر سے عجیب سا تجسس چٹکیاں لینے لگا۔ چودھری نے کہا "بھئی اب پینے کا بریک کرو۔ واپسی میں پھر پینے کی محفل جمے گی۔ ابھی شالامار جائیں گے۔ پھر میں لاہوری چرغے کھلاؤں گا۔"

انجنا نے کہا "میرا کمرا کون سا ہے؟ میں چینج کروں گی۔"

چودھری نے ملازم کو بلا کر کہا "انہیں کوئی ایک بیڈ روم دکھاؤ۔"

ملازم اس کی اٹیچی اٹھا کر اس کے ساتھ ایک بیڈ روم میں آیا۔ پھر اٹیچی رکھ کر چلا گیا۔ انجنا نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر اٹیچی کو اٹھا کر بیڈ پر رکھا۔ اسے کھول کر اپنے لیے دوسرے لباس کا انتخاب کرنے لگی۔ اٹیچی سے مختلف لباس نکال کر بستر پر رکھے۔ پھر اس نے ایک ساڑی پسند کی۔ اسے لے کر آئینے کے سامنے گئی۔ اسے اپنے بدن پر رکھ کر دیکھنے لگی کہ اس لباس میں کیسی لگے گی؟

پھر وہ آئینے کے پاس سے پلٹ کر اٹیچی کے پاس آئی۔ باقی ملبوسات اٹھا کر واپس اٹیچی میں رکھنا چاہتی تھی' ایک دم چونک گئی۔ اس کے ایک بلاؤز کے سینے پر سیاہ مارکر سے لکھا ہوا تھا "انجنا! آئی لو یو....."

اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ سیاہ مارکر بلاؤز کے قریب رکھا ہوا تھا۔ اندازہ ہوتا تھا کہ کسی نے ابھی لکھا تھا اور لکھنے والا اس کے آس پاس کہیں ہے۔

وہ خوف زدہ ہو کر کمرے سے باہر جانا چاہتی تھی مگر جا نہیں رہی تھی۔ علی اسے جانے کے ارادے سے باز رکھ رہا تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ ڈرتی ہے تو بھاگتی کیوں نہیں ہے؟ اور بھاگنا نہیں چاہتی تو پھر ڈرتی کیوں ہے؟

اس نے سر جھکا کر بلاؤز پر لکھی ہوئی تحریر کو دیکھا۔ علی نے اس کی سوچ میں کہا "کوئی میرا دیوانہ ہے۔ اس نے پیار لکھا ہے' دشمنی نہیں لکھی ہے۔ میں صرف اس لیے ڈر رہی ہوں کہ وہ دکھائی نہیں دیتا اور مجھے دیکھتا رہتا ہے۔ میں اس لیے پریشان ہوں کہ ایسے انوکھے محبوب کے بارے میں پہلے کبھی سنا نہ پڑھا۔ ہائے! یہ کون ہے؟"

وہ اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر اب اپنے طور پر سوچنے لگی "ہاں اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھے چاہتا ہے۔ مگر یہ کیسی چاہت ہے کہ وہ مجھے خوف زدہ کر رہا ہے۔"

علی نے اس کی سوچ میں کہا "انسان خود ڈرتا ہے۔ اگر ڈرنا نہ چاہے تو کوئی اسے ڈرا نہیں سکتا۔ اس نے محبت سے آئی لو یو لکھا اور میں ڈر گئی۔ اگر وہ میرے کانوں میں بولے گا تو شاید مارے خوف کے مر جاؤں گی۔"

وہ بے اختیار بڑبڑانے لگی "نہیں۔ میں نہیں ڈروں گی۔ وہ میرا دشمن نہیں ہے۔ میں چاہتی ہوں' وہ بولے۔ کچھ بولے' مجھے یقین دلائے کہ وہ کوئی آسیب نہیں ہے۔ ایک زندہ ہستی ہے اور وہ میرے لیے ہے۔"

اسے کان کے پاس سرگوشی سنائی دی "ہاں' تیرے لیے ہوں۔"

وہ خوف سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اپنے دائیں بائیں دیکھنے لگی۔ اسے اب دور سے آواز سنائی دی "سوری' میں تمہیں ڈرانا نہیں چاہتا۔ تم نے بولنے کے لیے کہا' میں بول پڑا۔ اب نہیں بولوں گا۔"

وہ بولی "نن... نہیں۔ اب نہیں ڈروں گی۔ مجھ سے باتیں کرو اپنے بارے میں بتاؤ' میرے لیے اجنبی اور آسیب بن کر نہ رہو۔"

"اجنبیت ختم ہو جائے گی لیکن ابھی نہیں۔ اس کمرے سے باہر تمہارا انتظار ہو رہا ہے۔ میں نہیں چاہتا' انہیں میرے بارے میں کچھ معلوم ہو۔ تم فوراً لباس بدل کر جاؤ۔ میں باہر جا رہا ہوں۔"

"میں تمہیں مس نہیں کرنا چاہتی۔ نہ جاؤ۔"

"تم جہاں جاؤ گی' میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ کوئی مجھے نہیں دیکھے گا۔ تم مجھے محسوس کرتی رہو گی۔ باہر اس لیے جا رہا ہوں کہ تم لباس بدلنے والی ہو۔"

"تم بہت اچھے ہو۔ آئی لو یو ٹو۔ مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ تم جا چکے ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دوسری بار پھر تیسری بار مخاطب کیا۔ خاموشی کے باعث یقین کرنا پڑا کہ وہ جا چکا ہے۔

علی ڈرائنگ روم میں آگیا۔ وکرم فون پر کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ علی اس کے اندر پہنچ گیا۔ دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا۔ "صبح تک اپنی ٹیم کے ساتھ پہنچو۔ انجنا کو وہیں چھوڑ دو۔ وہ کل رات تک چلی آئے گی۔ انجنا کے ساتھ اس مسلمان کو رہنے دو۔ کیا نام ہے اس کا؟ ہاں حق نواز۔ اسے بھی وہیں رہنے دو۔ یہاں اسلام آباد میں مختلف پارٹیوں کے درمیان جو سرد جنگ جاری ہے ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا ہے۔"

وکرم نے کہا "سر! میں ابھی یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔ صبح سے پہلے ہی اسلام آباد پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے فون بند کر دیا پھر چودھری سے بولا "ہم آپ کو میزبانی کی زحمت اٹھانے نہیں دیں گے۔ ہمارے زونل آفس نے صبح سے پہلے ہمیں اسلام آباد میں طلب کیا ہے۔ ہمیں ابھی جانا ہو گا۔"

"میرے کام کا کیا ہو گا؟"

"انجنا یہاں رہے گی اور یہ جوان حق نواز بھی رہے گا۔ کل تک آپ کا کام ہو جائے گا۔ انجنا اور نواز کل رات کو یہاں سے جائیں گے۔"

انجنا کے بیڈ روم کا دروازہ کھلا۔ وہ ساڑی زیب تن کیے باہر آئی۔ اسے اپنے قریب سرگوشی سنائی دی "بہت حسین لگ رہی ہو۔"

وہ زیر لب مسکرانے لگی پھر سرگوشی سنائی دی "تمہارے ساڑی پہننے کا انداز بڑا دلکش ہے۔ لباس کے باوجود تمہارے بدن کا حسن جھلک رہا ہے۔"

وہ آہستگی سے بولی "اتنی تعریف نہ کرو۔ میں مغرور ہو جاؤں گی۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ وکرم نے اسے بتایا کہ وہ اپنی ٹیم کے ساتھ ابھی اسلام آباد جا رہا ہے۔ وہ یہاں حق نواز کے ساتھ رہے گی۔ کل رات تک اسے اسلام آباد پہنچنا چاہیے۔

پھر وکرم نے اسے ایک طرف لے جا کر سرگوشی میں کہا۔ "زونل آفیسر کل تمہیں کسی وقت فون کرے گا۔ اس کا کوڈ ورڈ ہو گا' تم چاند کا ٹکڑا ہے' جواباً تم کہو گی' اس ٹکڑے کو جوڑ دو۔ یہ الفاظ یاد رکھو۔"

پھر وہ چودھری کے پاس آگئے۔ انجنا نے کہا "چودھری صاحب! یہ لوگ اسلام آباد جا رہے ہیں۔ آپ آؤٹنگ کا پروگرام رہنے دیں۔ میں باہر نہیں جاؤں گی۔ آرام کروں گی۔ آج ذرا جلدی سو جاؤں گی۔"

"بھئی اتنی جلدی سونے کی بات نہ کرو۔ میں تمہیں لاہوری چرغے کھلاؤں گا۔ تفریح نہ سہی' کھانے کے لیے ضرور چلو۔"

علی نے کان کے بالکل قریب دھیمی آواز میں کہا "چلی جاؤ۔ میں بھی ایک ضروری کام سے جانا چاہتا ہوں۔ ایک آدھ گھنٹے میں واپس آجاؤں گا۔"

وہ چودھری سے بولی "آپ کی ضد ہے تو چلوں گی لیکن ایک گھنٹے میں واپس آجاؤں گی۔ بہت تھکی ہوئی ہوں۔"

اسے سرگوشی سنائی دی "اچھا میں جا رہا ہوں۔ جلدی آؤں گا۔"

اس کے ساتھ ہی انجنا کو اپنے ایک رخسار پر سلگتے ہوئے ہونٹوں کا بوسہ محسوس ہوا۔ اس کا گورا اور گلابی چہرہ سرخ ہو گیا۔ چودھری اور وکرم وغیرہ نے چونک کر انجنا کو دیکھا۔ چودھری نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیسی آواز تھی؟"

وکرم نے کہا "میں نے بھی سنی ہے۔ ایسی آواز تھی جیسے کسی نے کسی کو چوما ہو۔"

وہ ایک دم سے شرما کر منہ پھیر کے جانے لگی "ٹرا" تنظیم اور دنیا کی کسی بھی سیکرٹ تنظیم کی حسیناؤں کو سب سے پہلی تربیت بے شرمی کی دی جاتی ہے اور اسے کنواری رکھا جاتا ہے تاکہ اسے کسی بہت ہی اہم مشن میں استعمال کیا جا سکے۔ انجنا کسی مشن میں استعمال ہوتی تو کبھی نہ شرماتی لیکن ایک بازاری عورت کو بھی پہلی بار کسی محبوب کا پیار ملے تو وہ نسوانی فطرت کے زیر اثر شرماتی ہے۔ انجنا ابھی بازاری نہیں بنی تھی۔ اس سے پہلے ہی اس کے اندر شرم و حیا پیدا کرنے والا آگیا تھا۔

دوسری طرف علی نے فخرالدین کے پاس آکر پوچھا "آپ کے سوتیلوں کا کیا حال ہے؟"

"روزی آئی تھی۔ میں نے اسے باہر گیٹ سے ہی واپس کر دیا اور اس کے دماغ میں یہ بات ڈال دی ہے کہ میرے بیڈ روم میں بہت بڑی رقم ہے۔"

"وہ یقیناً آج رات اس رقم کو چرانے کی کوشش کرے گی۔ آپ خواہ مخواہ سوتیلی بیٹی اور سوتیلے بیٹے کو اتنی ڈھیل دے رہے ہیں۔ میں نے آپ کی خاطر انہیں چلنے پھرنے کے قابل چھوڑا ہے ورنہ اس بری طرح اپاہج بنا دیتا کہ ساری زندگی فٹ پاتھ پر گھسٹ گھسٹ کر بھیک مانگتے رہتے۔"

"بیٹے! ان کی ماں میری شریک حیات تھی۔ اس مرحومہ کی خاطر میں چاہتا ہوں کہ وہ ٹھوکریں کھا کر راہ راست پر آجائیں۔"

"وہ کبھی راہ راست پر نہیں آئیں گے۔ وہ کئی بار آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر چکے ہیں۔ آپ اپنی حفاظت کر رہے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ ان کے ہر حملے سے محفوظ رہیں۔ کبھی دھوکا کھا سکتے ہیں۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ مجھے آخری بار کوشش کرنے دو۔ اگر وہ اپنی مسلسل ناکامیوں سے سبق حاصل نہیں کریں گے تو میں انہیں کوئی مناسب سزا دوں گا۔"

ان دونوں نے روزی اور مراد کے دماغوں میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ آدھی رات کے بعد ڈاکا ڈالنے کا ارادہ رکھتے تھے اور اس وقت اس سلسلے میں فخرالدین کی کوٹھی کے پاس آئے ہوئے تھے اور اطراف کا پہلے سے جائزہ لے رہے تھے۔

انہیں یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ آہنی گیٹ کھلا ہوا تھا۔ کوئی چوکی دار نہیں تھا۔ احاطے کے اندر دور تک کوئی ملازم بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ مراد نے کہا "کیا خیال ہے' اندر جا کر دیکھا جائے؟"

روزی نے کہا "آؤ۔ جب لفافہ کھلا ہے تو خط پڑھا جا سکتا ہے۔ دروازہ کھلا ہو تو کتا بھی گھر میں گھس جاتا ہے۔ ہم سوتیلے سہی مگر بیٹا بیٹی ہیں۔ اگر پکڑے گئے تو کہہ سکتے ہیں کہ باپ سے ملنے آئے ہیں۔"

وہ گیٹ سے داخل ہو کر احاطے میں آئے۔ پھر باغیچے سے گزرتے ہوئے کوٹھی کے دروازے پر پہنچے۔ ارادہ چوری کا تھا'

باپ سے ملنے کا نہیں تھا اس لیے کال بیل کا بٹن نہیں دبانا چاہتے تھے۔ مراد نے بند دروازے کو ہاتھ لگایا تو وہ ذرا سا کھل گیا۔ انہیں یوں لگا جیسے تقدیر کا دروازہ کھل چکا ہے۔

وہ اندر آئے۔ ایک کوریڈور سے گزرتے ہوئے ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچے تو فخرالدین کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھا ہوا بڑے نوٹوں کی گڈیاں گن رہا تھا۔ سینٹر ٹیبل پر بے شمار گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔

دونوں بہن بھائی نے ایک ساتھ اتنے نوٹ پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ وہ حیرانی سے دیکھتے رہ گئے تھے۔ فخرالدین نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ پھر کہا "آؤ بیٹھو۔"

مراد نے اپنے لباس کو ٹٹول کر اطمینان کیا کہ اندر ریوالور موجود ہے۔ پھر وہ دونوں سینٹر ٹیبل کے سامنے ایک صوفے پر آکر بیٹھ گئے۔ فخرالدین نے کہا "سب اصلی ہیں۔ کوئی سی بھی گڈی اٹھا کر دیکھ لو۔"

مراد نے کہا "میرے پاس بھی ایک اصلی چیز ہے۔ پہلے میں وہ تمہیں دکھاؤں گا پھر تمہارے اصلی نوٹ چیک کر کے لے جاؤں گا۔"

اس نے اپنا ہاتھ لباس کے اندر لے جانا چاہا لیکن لباس کو چھو کر ہاتھ واپس آگیا۔ فخرالدین نے کہا "ہاں تو صاحب زادے! وہ اصلی چیز دکھاؤ۔"

وہ پھر اپنا ہاتھ لباس تک لے جا کر واپس لے آیا۔ روزی نے پریشان ہو کر اسے دیکھا پھر آہستگی سے پوچھا "کیا ہوا؟ اسے نکالتے کیوں نہیں؟"

اس بار مراد دونوں ہاتھ لباس کی طرف لے جانا چاہتا تھا لیکن دونوں ہاتھ سر پر لے گیا۔ پھر سر کے بالوں کو ٹٹولتے ہوئے بولا۔ "یہیں چھپا کر رکھا تھا۔ پتا نہیں کہاں گیا؟"

وہ غصے سے بولی "پاگل ہوئے ہو۔ اتنی بڑی چیز کیا بالوں میں چھپائی جاسکتی ہے؟ وہ یہاں لباس میں ہے۔"

اس نے مراد کے لباس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ مراد نے اسے ایک تھپڑ مار کر کہا "خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔"

وہ تھپڑ کھا کر نیچے گری۔ پھر فوراً اٹھ کر میز پر سے گلدان اٹھا کر اس کے سر پر مار دیا۔ علی اس کے دماغ میں گھسا ہوا تھا اور فخرالدین، مراد کی کھوپڑی الٹ رہا تھا۔ گلدان کی مار سے اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ اس نے لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر فخرالدین کو دیتے ہوئے کہا "میرے سوتیلے باپ، اسے پکڑو۔ میں ابھی اس کمینی کا منہ توڑتا ہوں۔"

وہ فخرالدین کو ریوالور دے کر روزی کی پٹائی کرنے لگا۔ اس کی زلفیں دونوں مٹھیوں میں جکڑ کر جھٹکے دینے لگا۔ روزی نے فخرالدین کے پاس آکر اس سے ریوالور لے کر گولی چلائی، مراد کا ایک ہاتھ زخمی ہوا۔ اس نے دوسری گولی چلائی، دوسرا ہاتھ زخمی ہوا۔ پھر وہ ریوالور کو فخرالدین کے قدموں میں پھینک کر مراد سے بولی "بھائی! چلو ہم آئینہ دیکھیں۔"

مراد کے دونوں ہاتھوں سے لہو بہہ رہا تھا۔ سر سے بھی لہو جاری تھا۔ یہ منظر اس نے آئینے میں دیکھا۔ روزی اپنا حال دیکھ کر چیخ پڑی۔ دونوں کے دماغوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا تھا۔ انہوں نے آئینے کے پاس سے پلٹ کر دیکھا۔ فخرالدین نے کہا "آؤ بیٹھو۔"

وہ دونوں اس کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ فخرالدین نے پوچھا "یہ نوٹوں کی گڈیاں کیسے اٹھا کر لے جاؤ گے۔ تمہارے دونوں ہاتھ زخمی ہیں اور تم! تم اس حلیے میں چڑیل لگ رہی ہو۔ یہ گڈیاں اٹھا کر اس حال میں... باہر کیسے جاؤ گی؟"

وہ جھنجلا کر پاؤں پٹختے ہوئے بولی "یہ کیا ہو جاتا ہے؟ جب ہم تیری دولت چھیننا چاہتی ہوں، مجھ پر مصیبتیں نازل ہو جاتی ہیں۔ میرے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔ میری توہین ہوتی ہے۔ میں بری طرح ذلیل ہوتی ہوں۔"

مراد نے پریشان ہو کر کہا "اور میرا تو منہ کالا ہو گیا ہے۔ میرے دونوں ہاتھ زخمی ہوگئے۔ میں نوٹوں کی ایک گڈی بھی نہیں اٹھا سکتا۔ میں اپنے ہی ریوالور سے زخمی ہو گیا۔ بڈھے! تو نے کر صرف ہمیں برباد کرنے والا جادو سیکھا ہے؟"

"میں کیا جادو کروں گا۔ تم دونوں کے نصیب میں ذلت اور ناکامیاں ہیں۔ سنبھلنے والے ایک ٹھوکر سے سنبھل جاتے ہیں۔ تم دونوں بار بار کی ٹھوکروں سے کوئی سبق حاصل نہیں کر رہے ہو۔ اگر اب بھی یہ سمجھ رہے ہو کہ بدمعاشی سے کچھ حاصل کر سکو گے، اگلی بار تمہیں ایسی ذلت نہیں، موت ملے گی۔ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو یہ شہر چھوڑ کر ایسے جاؤ کہ واپسی کا راستہ یاد نہ رہے اور اگر تم....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی مراد نے اس پر چھلانگ لگائی۔ پھر اس کی گردن دبوچ کر بولا "میرے ہاتھ زخمی ہیں تو کمزور نہیں ہیں۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

علی نے روزی کو دھکا دیا۔ اس نے پھر گلدان اٹھا کر بھائی کے سر پر دے مارا۔ اس کے سر کے پچھلے حصے سے بھی خون بہنے لگا۔ فخرالدین نے کہا "علی! تم درست کہتے تھے۔ یہ دونوں کسی وقت بھی دھوکے سے مجھے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

علی نے مراد کے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مار کر فرش پر گرا اور تڑپنے لگا پھر اس نے روزی کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "اب یہ دونوں ایسی اذیتوں سے گزرتے رہیں گے اور صبح تک ذہنی توازن کھو دیں گے۔ اب یہ اپنی موت تک پاگل خانے میں رہیں گے۔"

علی وہاں سے واپس آکر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ انجانا والپس جا چکی تھی اور اس وقت اپنے بیڈ روم میں تھی۔ اس دوران چودھری کی اس کوٹھی میں رہا تھا اور خلا کے ذریعے فخرالدین، روزی اور مراد کے معاملات نمٹاتا رہا تھا۔

انجانا ایک صوفے پر بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ ایسے وقت دروازے پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔ اس نے صوفے سے اٹھ کر دروازے کے قریب آکر پوچھا "کون ہے؟"

اسے اپنے کان کے بالکل قریب سرگوشی سنائی دی "میں ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "اگر باہر سے دستک دے رہے تھے تو یہاں اندر میرے کان کے پاس کیسے بول رہے ہو؟"

"میں نے کمرے کے اندر آکر دروازے پر دستک دی تھی۔ دروازہ کھولنے کی زحمت نہ کرو۔ میں تمہارے پاس ہوں۔"

"مجھے عجیب سا لگ رہا ہے کہ میرے پاس ہو اور مجھے نظر نہیں آرہے ہو۔ پلیز میرے سامنے آؤ۔"

"میں روشنی میں کسی کو نظر نہیں آتا۔ اگرچہ اندھیرے میں بھی دکھائی نہیں دیتا لیکن تم مجھے چھو سکو گی۔ تاریکی میں میرا جسم ٹھوس ہو جاتا ہے۔ تم میرا ہاتھ پکڑ سکو گی۔"

"پھر تو میں اندھیرا کروں گی۔ میں تمہیں چھونا اور پانا چاہتی ہوں۔"

وہ کھڑکیوں کے پاس جا کر پردے برابر کرنے لگی تاکہ باہر کی ہلکی سی روشنی بھی نہ آئے۔ پھر اس نے سوئچ بورڈ کے پاس آکر لائٹس آف کر دیں۔ گہری تاریکی چھا گئی۔ وہ بولی "میں چھونا چاہتی ہوں۔ تم کہاں ہو؟"

علی نے گولی حلق سے نکال لی۔ ٹھوس جسم کے ساتھ تاریکی میں حاضر ہو گیا۔ انجانا سے بولا "ہاتھ بڑھاؤ۔"

اس نے ہاتھ آگے کیا۔ علی نے اسے تھام لیا۔ انجانا کا ہاتھ لرز رہا تھا۔ علی نے ہاتھ سے آگے بڑھتے بڑھتے اس کے بھرے بھرے بازوؤں کو اپنے ہاتھوں میں بھر لیا۔ وہ لرزنے کی بات ہی تھی۔ جو نظر نہیں آرہا تھا اس نے گرفتار کر لیا تھا اور اپنی سانسیں اس کی سانسوں میں اتارنے لگا تھا۔

وہ کہہ رہی تھی "میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میرے نصیب میں ایسا مرد ہوگا، جو خواب خواب ہو گا۔ تعبیر کی طرح ملے گا اور ملتے ملتے بھی خواب رہے گا۔ میرے نادیدہ محبوب! کیا تم کبھی نظر نہیں آؤ گے؟"

"نہیں۔ میں روشنی میں مٹ جاتا ہوں۔ تاریکی میں میرا جسم ٹھوس ہو جاتا ہے۔ میں دیکھا جاسکتا ہوں مگر افسوس، تاریکی میں آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔"

"کیا میں اسی طرح زندگی گزاروں گی؟"

"تمہارا نقصان کیا ہے؟"

"یہ احساس ستاتا رہے گا کہ تمہیں نصف پانے کے دوران نصف کم کرتی رہتی ہوں۔"

"نہ تم مجبور ہو، نہ میں مجبور کروں گا۔ جب چاہو، مجھ آدھے کو چھوڑ کر جاسکو گی۔ میں تمہارا راستہ نہیں روکوں گا۔"

"ایسی بات نہ کرو۔ میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گی۔"

"ہمیشہ ساتھ رہنے کے لیے ہم مزاج اور ہم خیال ہونا ضروری ہے۔ سب سے قابل اعتراض بات یہ ہے کہ تم اپنے خیال کے مطابق اپنے دیس کے لیے خدمات انجام دینے آئی ہو اور میری نظروں میں تم میرے ملک کی دشمن ہو۔"

"اگر تم چودھری کی طرح "را" کے مقامی ایجنٹ بن جاؤ تو پھر مجھے دشمن نہیں، دوست کہو گے۔ تم ہمارے دوست بن جاؤ۔"

"میں تمہاری دوستی کے لیے اپنے ملک سے دشمنی نہیں کروں گا۔"

"ایسا نہ کہو۔ ان لمحوں میں، میں تمہارے بازوؤں میں ہوں۔ تم سمجھ رہے ہو کہ میں کتنی حسین ہوں۔ میں ہر طرح سے تمہیں خوش کرتی رہوں گی۔ تم میری بات مانتے رہو۔"

"تم دنیا کی پہلی اور آخری حسینہ نہیں ہو۔ قدم قدم پر ایک سے بڑھ کر ایک حسین دوشیزہ مل جاتی ہے لیکن پاکستان ایک ہی ہے۔ یہ تمہارے جیسی مولی گاجر کی طرح ہر جگہ نہیں ملتا ہے۔"

"تم میری توہین کر رہے ہو۔"

"ملک دشمنی سے باز آجاؤ، تمہاری عزت اور اہمیت بڑھ جائے گی۔"

"ابھی میری کوئی عزت اور اہمیت نہیں ہے تو میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

"تم چاہو گی تو تمہاری عزت ہوگی ورنہ کل ملک مختار کے پاس جاؤ گی پھر اسلام آباد پہنچ کر دوسرے ملک اور چودھریوں کے پاس پہنچتی رہو گی۔ کیا عزت والیاں ایسی ہی ہوتی ہیں؟"

"میں "را" کا مشن پورا کرنے کے لیے دوسروں کے پاس جاؤں گی لیکن محبت تم سے کرتی رہوں گی۔"

"میں اس اگالدان کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا، جس میں دوسرے تھوکتے ہوں۔"

وہ غصے سے اٹھ کر بیٹھ گئی، چیخ کر بولی "پھر کیوں ہاتھ لگا رہے ہو؟"

"اس لیے کہ ابھی اگالدان نہیں ہو۔ کل سے بننے والی ہو۔"

"تم بدمعاش ہو، مکار ہو۔ اپنا مطلب نکال کر میری توہین کر رہے ہو۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ دور ہو جاؤ۔"

"میں نے تمہارے ساتھ جو وقت گزارا ہے، اس کے بدلے تمہیں سلامتی اور حفاظت سے ہندوستان پہنچا سکتا ہوں۔ ورنہ ملک دشمنی کے نتیجے میں یہ بدمعاش کیسی کیسی بدمعاشیاں کرے گا، یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔"

"اب تم کوئی بدمعاشی نہیں کر سکو گے۔ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ تم بتا چکے ہو کہ اندھیرا ہوتے ہی تمہارا جسم ٹھوس ہو جاتا ہے۔ میرے لوگ تمہیں تاریکی میں پکڑ کر قتل کر دیں گے۔"

دروازے پر دستک سنائی دی پھر چودھری کی آواز آئی "انجنا! کیا بات ہے؟ کیوں چیخ رہی ہو؟ کیا اندر کوئی ہے؟"

وہ فوراً ہی بستر سے اتر گئی۔ لباس درست کرتے ہوئے تاریکی میں اندازے سے چل کر دروازے کے پاس آئی پھر بولی "ہمارا ایک دشمن ہے۔ ہمیں اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ اپنے ملازموں کو بلاؤ۔ اپنی گن لے کر آؤ۔"

"تم دروازہ تو کھولو۔ مجھے اس سے بات کرنے دو۔"

"میں دروازہ کھولوں گی تو روشنی اندر آئے گی اور وہ غائب ہو جائے گا۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟ کیا وہ جن بھوت ہے جو اندھیرے میں رہتا ہے اور روشنی میں غائب ہو جاتا ہے۔"

"میں جو کہہ رہی ہوں وہ جلدی کریں۔ بلکہ مین سوئچ آف کر دیں۔ یہ کوٹھی میں جہاں بھی جائے گا تاریکی میں پکڑا جائے گا۔"

چودھری نے وہاں سے جا کر مین سوئچ آف کر دیا۔ دو ملازموں کو ساتھ لے کر اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتا ہوا دروازے پر پہنچا پھر دستک دے کر بولا "میں آگیا ہوں' میرے ملازم بھی ہیں اور میرے پاس گن بھی ہے۔"

اس نے دروازہ کھول کر انہیں اندر آنے دیا پھر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ تاریکی میں چودھری کی آواز گونجنے لگی۔ "خبردار! یہاں جو بھی ہے' الماری سے لگ کر کھڑا ہو جائے۔ میرے ملازم تمہیں پکڑ لیں گے۔ الماری کے پاس نہیں آؤ گے تو میں گولی مار دوں گا۔"

علی نے اس سے سرگوشی میں کہا "گدھے کے بچے! تجھے اندھیرے میں نظر نہیں آرہا ہے۔ کیا گولی اپنے باپ کو مارے گا؟"

اس نے ملازم سے کہا "اے جلدی جاؤ۔ مین سوئچ آن کرو۔"

ملازم اندھیرے میں راستہ ٹٹولتا ہوا آگے بڑھا پھر ایک جگہ انجنا سے ٹکرا گیا۔ انجنا نے اس سے لپٹ کر کہا "پکڑ لیا۔ میں نے پکڑ لیا ہے۔"

ملازم کی آواز آئی "بی بی جی! میں ہوں۔"

اس وقت تک علی مین سوئچ کے پاس پہنچ گیا تھا' اسے آن کیا تو پوری کوٹھی روشن ہو گئی۔ چودھری نے کمرے کی لائٹیں بھی آن کر دیں۔ وہ ملازم سے الگ ہو گئی تھی۔ ادھر ادھر دیکھ کر بولی "تم نے روشنی کیوں کی۔ وہ غائب ہو چکا ہے۔ اب نظر نہیں آئے گا۔"

چودھری نے کہا "اندھیرے میں ہم ایک دوسرے کو نظر نہیں آتے۔ وہ کیسے نظر آجاتا؟ اس نے میرے سر پر چپت ماری تھی۔"

وہ بولی "یہ معلوم کرنا ہو گا کہ وہ کون ہے؟ وہ ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ میں یہاں مسلمان بن کر آئی ہوں اور وہ مجھے ہندو کی حیثیت سے جانتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم بھی "را" کے لیے کام کر رہے ہو۔"

وہ گھبرا کر بولا "وہ جاسوس تمہارے کمرے میں کیسے پہنچ گیا؟"

"وہ ائرپورٹ سے ہمارے پیچھے تھا۔ وہی نادیدہ شخص کار چلا رہا تھا اور ہمیں نظر نہیں آیا تھا۔ وہ میرے بیڈ روم میں بھی تھا اور نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ اب بھی یہاں موجود ہو گا مگر ہمیں دکھائی نہیں دے گا۔" انجنا اسے تفصیل سے بتانے لگی۔

علی نے انہیں وقتی طور پر نظر انداز کیا اور "را" کے اس زونل آفیسر کے پاس پہنچ گیا' جس نے اسلام آباد سے فون پر وکرم سے گفتگو کی تھی اور علی نے وکرم کے ذریعے اس کی آواز سن لی تھی۔

پاکستان کے شمالی علاقوں میں سردی شباب پر تھی لیکن اسلام آباد کا سیاسی موسم بہت گرم تھا۔ آئندہ اقتدار حاصل کرنے کے لیے صرف پاکستانی سیاستداں سرگرم نہیں تھے بلکہ غیر ملکی ایجنسیاں بھی بے چین تھیں اور اپنے زر خرید سیاستدانوں کو برسر اقتدار لانے کے لیے بڑی سرگرمی سے سازشوں میں مصروف تھیں۔ ان غیر ملکی ایجنسیوں میں "موساد" اور "را" کے بڑے تجربہ کار اور چالاک ایجنٹ اپنے منصوبوں پر عمل کر رہے تھے اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ امریکی ایجنسیاں ابتدا سے ہی کسی نہ کسی حوالے سے مسلط رہتی آئی ہیں۔

عوام چاہتے تھے احتساب ہو۔ کرپٹ سیاستداں اور غیر ملکی ایجنسیاں چاہتی تھیں' احتساب سے بچ نکلیں۔ "را" والے اپنی پسند کے پاکستانی سیاستدانوں کے دامن سے داغ دھونے کی کوششوں میں مصروف تھے اور جو بے داغ تھے' انہیں داغدار بنانے کے منصوبوں پر عمل کیا جا رہا تھا۔ اس طرح احتساب کرنے والوں کے سامنے یہ صورتِ حال سامنے آتی کہ کوئی بے داغ نہیں ہے۔ بقول شاعر۔

کیا داغ داغ کرتا ہے' سب داغ دار ہیں
بے داغ گر ہے کوئی تو پروردگار ہے

جب سب ہی تھوڑے بہت داغدار ہوں گے تو احتسابی عمل میں لچک پیدا کی جائے گی پھر ممنوعہ سیاستدانوں کو چہرے بدل کر الیکشن کے اکھاڑے میں اترنے کا موقع مل جائے گا۔

دوسرے دن انجنا ملک مختار تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس کے ذریعے علی بھی ملک تک پہنچ گیا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے کے بعد سوچ میں پڑ گیا کہ ہمارے ملک میں کیسے کیسے مکار زمانہ ہیں۔ ملک مختار اپنے سیاسی کیریئر میں کرپٹ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا۔ اس نے خود کو بے داغ رکھنے کے لیے قومی خزانے کو نہیں لوٹا۔ بینک سے قرضے نہیں لیے۔ جب کہ سیاستداں الیکشن لڑنے میں کروڑوں روپے لگاتے

ہیں اور کامیاب ہونے کے بعد ایک کے دس قومی خزانے سے اور مختلف ذرائع سے حاصل کرتے ہیں۔ ملک مختار نے پورے پچاس کروڑ "موساد" سے حاصل کیے تاکہ پوری قوم پر یہ تاثر قائم رہے کہ وہ محبِ وطن ہے۔ قومی خزانے سے کبھی ایک پیسہ نہیں لیا۔ پیسہ کماتا رہا۔ خزانہ میری غریب قوم کے لیے ہے۔ اقتدار میں رہنے والوں نے کروڑوں روپے کی زمین صرف دو چار لاکھ روپے میں غیر قانونی طور سے حاصل کی۔ ملک مختار نے بیان دیا "اس وطنِ عزیز کی ایک ایک انچ زمین عوام کی ہے۔ میں کبھی کسی زمین پر قبضہ نہیں جماؤں گا۔

اس سے بڑا دیانتدار اور محبِ وطن سیاستداں بھلا اور کون ہو سکتا تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ موساد نے بیرونِ ملک اس کی پسند کی زمین الاٹ کرائی تھی۔ اس نے صاف و شفاف کردار کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لیے وطنِ عزیز کی سیاسی غیرت کو گروی رکھ دیا تھا۔

اس نے ملک سے باہر جا کر عیاشیاں کی تھیں' جو ریکارڈ میں نہیں تھیں۔ ملک کے اندر بھی وہ محتاط رہتا تھا۔ اگر کوئی حسینہ پسند آجاتی تو بڑی رازداری سے اس کے ساتھ وقت گزارتا تھا۔

علی نے انجنا سے رابطہ نہیں کیا لیکن ملک مختار کے دماغ پر قبضہ جما کر انجنا کے لیے اتنی سہولتیں فراہم کیں کہ پرائیویٹ عیش کدے میں ایک وڈیو کیمرامین کو پہنچا دیا جس کے بعد ملک مختار اور انجنا کی ایک شرمناک فلم تیار ہو گئی۔

پھر ملک مختار نے اپنے سیف سے کاغذات نکال کر کیمرے کے سامنے انہیں کھول کر بیان دیا کہ ان کاغذات کے مطابق وہ یہودی تنظیم موساد سے بھاری رقم اور بیرونِ ملک زمین وغیرہ حاصل کر چکا ہے۔

جب انجنا وہ کاغذات اور وڈیو فلم لے کر چودھری کے پاس آئی تو اس کی کامیابی پر چودھری خوشی سے اچھل پڑا۔ "را" کے زونل آفیسر تک یہ خبر پہنچی تو اس نے حیرانی سے پوچھا "تم نے اتنی شاندار کامیابی کیسے حاصل کی؟ کیا ملک نے اس وڈیو کیمرامین کی موجودگی پر اعتراض نہیں کیا؟"

انجنا نے اسلام آباد پہنچ کر آفیسر سے کہا "وکرم اور دوسرے ساتھیوں نے ایک ایسی کار دیکھی تھی جو ڈرائیور کے بغیر چل رہی تھی پھر پینے کے دوران شراب کا گلاس میز سے اٹھ کر وکرم کے ہاتھ میں آگیا تھا۔"

وکرم اور ساتھیوں نے تائید کی۔ انجنا نے کہا "وہ ایک نادیدہ شخص ہے۔ میں اس سے باتیں کر چکی ہوں اور اس کے ساتھ تنہائی میں وقت گزار چکی ہوں۔ جب اس نے بتایا کہ وہ ہماری تنظیم کا دشمن ہے تو میں نے اسے دوست بنانے کی کوشش کی مگر وہ بڑا محبِ وطن بنتا ہے۔ میرا اس سے جھگڑا ہو گیا اور وہ چلا گیا مگر میں یقین سے کہتی ہوں' وہ میرے ساتھ رہتا ہے۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"اس نادیدہ شخص نے ہی وڈیو کیمرامین کو وہاں پہنچایا ہو گا۔ کوئی اور ایسا نہیں کر سکتا۔"

"جب وہ ہمارا دشمن ہے تو پھر اس نے تمہاری کامیابی کے لیے ایسا کیوں کیا؟"

"سر! وہ بہت چالاک اور خطرناک ہے۔ اس نے جو کچھ کیا' سوچ سمجھ کر کیا ہے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ آفیسر نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟"

"میں لاہور سے چودھری بول رہا ہوں۔ یہ انجنا نے میرے ساتھ کیا مذاق کیا ہے؟ جو وڈیو فلم دے کر گئی ہے' اس میں ملک مختار کہیں نہیں ہے۔ یہ تو ایک انڈین فلم کا وڈیو کیسٹ ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ وہ کاغذات تو درست ہیں؟"

"کون سے کاغذات؟ انجنا نے کہا تھا' رخصت ہوتے وقت ائرپورٹ پر دے گی پھر یہ کہہ کر چلی گئی کہ اسلام آباد سے بھیج دے گی۔ میرے ساتھ تو بڑا دھوکا ہوا ہے۔"

آفیسر نے پوچھا "انجنا! یہ چودھری کیا کہہ رہا ہے؟ تم نے اسے جو وڈیو کیسٹ دیا ہے اس میں ایک انڈین فلم ہے اور تم نے وہ اہم کاغذات بھی اسے نہیں دیے۔"

"میں نے دیے تھے۔ کیسٹ بھی اور....."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ علی اس کی سوچ میں بولنے لگا۔ "میں نے کیسٹ دیتے وقت کاغذات نہیں دیے تھے۔ میں کچھ اَپ سیٹ ہو گئی تھی۔ پتا نہیں وہ کاغذات کہاں گم ہو گئے ہیں۔"

وکرم نے کہا "سر! بات سمجھ میں آرہی ہے۔ اس نادیدہ دشمن نے وہ وڈیو فلم اپنی پلاننگ کے مطابق تیار کرائی تھی۔ اس نے انجنا کے پرس سے وہ اہم کاغذات اور وڈیو فلم نکال لی اور اس کی جگہ فضول سا ایک وڈیو کیسٹ رکھ دیا ہو گا۔"

انجنا نے کہا "بے شک' ایسا ہی ہوا ہے۔ جو کامیابی ہم حاصل کرنا چاہتے تھے' وہی کامیابی اس نے میرے ذریعے حاصل کی ہے۔ وہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے سر!"

افسر نے اپنے آس پاس دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا وہ یہاں ہو سکتا ہے؟"

سب ہی اپنے آس پاس دیکھنے لگے۔ انجنا ان سے دور ہو کر آہستہ آہستہ چاروں طرف گھومتے ہوئے بولی "کیا تم ہو؟ اگر ہو تو مجھ سے بولو۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ اپنے افسر سے بولی "میں دوسرے کمرے میں جا رہی ہوں۔ شاید وہ تنہائی میں مجھ سے بولے۔"

وہ دوسرے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آئی پھر بولی "یہاں

تنہائی ہے۔ کوئی تمہاری بات سننے والا نہیں ہے۔"

وہ ذرا انتظار کرنے کے بعد پھر بولی "تم نے مجھے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ میری بہت بڑی کامیابی کو ناکامی میں بدل دیا ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں' تم ہماری ایجنسی کو نقصان پہنچانے کے لئے میرے ساتھ ناڈیہ بن کر رہو گے۔ تم جانتے ہو کہ ہم تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے پھر چھپتے کیوں ہو۔ سامنے نہیں آسکتے لیکن کچھ بول تو سکتے ہو۔"

اسے اپنی کسی بات کا جواب نہیں مل رہا تھا۔ یہ یقین ہو رہا تھا کہ وہ موجود نہیں ہے۔ شاید وہ لاہور میں ہی رہ گیا ہے۔

وہ کمرے سے باہر آکر بولی "سر! وہ شاید لاہور میں ہی رہ گیا ہے۔ میں اسے مخاطب کرتی رہی ہوں۔ اس کی طرف سے جواب نہیں مل رہا ہے۔"

افسر نے کہا "اس نے ہم سے دشمنی کرنے کے لیے تمہارے جیسی حسینہ کو ٹھکرا دیا ہے اس نے تمہارا پیچھا چھوڑ دیا ہے لیکن ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ تمہارے ذریعے ایک مصیبت ہمارے پیچھے پڑ گئی ہے۔ میرا فیصلہ ہے کہ تم بھارت واپس جاؤ۔ مجھے اب دوسری پلاننگ کرنی ہوگی۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا۔ "ہیلو وجے کھنہ! میں رام پرساد بول رہا ہوں۔ میں اپنی ٹیم کے ساتھ ایک پرابلم میں ہوں۔ ایک بہت ہی چالاک اور پراسرار دشمن ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔ میں ایسے میں اپنے مشن کو جاری رکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ میرے پاس افضال احمد کا جو کیس ہے' وہ بہت اہم ہے۔ تم اسے ہینڈل کرو۔ میں ابھی اسے فون کرتا ہوں۔"

وجے کھنہ نے کہا "میں وہ کیس لے رہا ہوں لیکن وہ پراسرار دشمن کون ہے؟ اگر وہ سرکاری جاسوس ہوگا تو تمہارا فون ٹیپ ہو سکتا ہے۔ بہتر ہے عارضی طور پر مجھ سے رابطہ ختم کردو۔ اپنے حالات لکھ کر فیکس کرتے رہو۔ یہ طریقہ مناسب رہے گا۔"

رام پرساد نے کہا "ٹھیک ہے۔ آئندہ میں یہی کروں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کر کے افضال احمد سے رابطہ کیا۔ اسے اور اس کے ساتھیوں کو صرف اتنا معلوم تھا کہ علی ناڈیہ ہے۔ ابھی یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ خیال خوانی جانتا ہے اور ایک دماغ سے دوسرے دماغوں تک پہنچتا جا رہا ہے۔

اس نے فون پر کہا "ہیلو' میں آرپی بول رہا ہوں۔"

وہ جانتا تھا کہ افضال احمد کا فون ٹیپ کیا جاتا ہے اس لیے اپنا پورا نام نہیں بتا رہا تھا۔ رام پرساد کا مخفف آرپی کہہ رہا تھا۔ اسے جواب میں ایک نسوانی آواز سنائی دی "ہیلو' میں نہیں جانتی' یہ آرپی کیا ہوتا ہے۔ کیا تم افضال سے بات کرنا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں۔ مہربانی ہوگی۔ ان سے بات کرادیں۔"

علی اس بولنے والی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ریسیور ایک طرف رکھ کر کہہ رہی تھی "افضال! تمہارا فون ہے۔ بات کرو۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئی' دوسرے کمرے سے ایک عمر رسیدہ شخص نے آکر ریسیور اٹھایا پھر کہا "ہیلو' کون؟"

"میں آرپی بول رہا ہوں۔ آئندہ میں فون نہیں کروں گا۔"

"بڑی مہربانی کرو گے۔ کیا یہی کہنے کے لیے فون کیا ہے؟"

"نہیں۔ بات یہ ہے کہ میں چھٹی پر جا رہا ہوں۔ اب میری جگہ وی کے ہے۔ وہ ابھی آپ سے رابطہ کرنے والا ہے۔"

"تم جیسے لوگ چھٹی پر جاتے ہو تو ہم جیسے لوگوں کی چھٹی کر دیتے ہو۔ بہرحال میں تمہارے وی کے سے بات کروں گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ علی اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ برسوں پہلے وہ یو کے میں پاکستانی سفیر تھا۔ لندن میں رہائش کے دوران ایک یہودی دوشیزہ سے محبت ہو گئی تھی پھر اس سے شادی ہو گئی۔

پاکستان واپس آنے سے پہلے یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ یہودیوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ اس یہودی دلہن کو پاکستان میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ایسے میں طے پایا... کہ اس دلہن کو مسلمان کا نام دیا جائے اور یہ ظاہر کیا جائے کہ وہ پہلے عیسائی تھی اب اس نے اسلام قبول کیا ہے اور اس کا موجودہ اسلامی نام طاہرہ افضال ہے۔

طاہرہ مسلمان نہیں تھی۔ سونا نہیں تھی' اس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا تھا۔ اس نے افضال کو اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا۔ پہلے ایک بیٹی پیدا ہوئی پھر دو بیٹے' انہیں بھی ایسی تربیت دی کہ وہ نام کے مسلمان رہے ورنہ دل و دماغ میں یہودیت نقش ہو گئی تھی۔

لندن سے واپس آکر طاہرہ اور افضال نے ایسا چکر چلایا کہ اسے مرکزی انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ میں اہم عہدہ مل گیا..... بڑے بڑے سیاستدانوں اور بیوروکریٹس کے کرپشن کے ریکارڈ تک اس کی پہنچ تھی جہاں بڑے بڑے سیاستدانوں اور بیوروکریٹس کے کرپشن کے ریکارڈ سے آگہی ہوتی وہاں ملک کے اہم راز بھی معلوم ہوتے تھے اور یہ راز طاہرہ اور بچوں کے ذریعے موساد ایجنسی تک پہنچتے رہتے تھے۔

"را" والوں کی کوشش تھی کہ افضال احمد ان کی ایجنسی کے بھی کچھ کام آئے۔ وہ لوگ اپنے جن سیاستدانوں کو احتساب سے بچانا چاہتے تھے ان کے کرپشن کے ثبوت افضال احمد کے پاس تھے۔

اس سلسلے میں اہم بات یہ تھی کہ افضال احمد اب ایک ریٹائرڈ سرکاری افسر تھا۔ اس کا اب انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ وہاں کے رازوں تک تو کیا' ایک فائل کے ایک کاغذ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

لیکن اس نے بڑی زبردست یہودی چالیں سیکھی تھیں۔ اس نے اپنی سروس کے دوران ریکارڈ روم کے تمام اہم رازوں کو اس

طرح چرایا تھا کہ وہ تمام راز اپنی جگہ موجود رہے اور چوری ہو گئی۔ اس نے ایک ایک راز کو کمپیوٹر ڈسک میں محفوظ کرلیا تھا۔ وہ تمام چھوٹے چھوٹے ڈسک اس کی یہودی بیوی طاہرہ نے چھپا رکھے تھے۔

یہودی تنظیم کو صرف ان رازوں سے دلچسپی تھی جن کا تعلق پاکستان کی داخلہ اور خارجہ پالیسی سے تھا۔ ان کے علاوہ سیاستدانوں کے جو اعمال نامے تھے وہ افضال احمد نے بلیک میلنگ کے لیے چھوڑ رکھے تھے' جو اب کام آرہے تھے۔

اس کی بڑی بیٹی کا نام سائرہ افضال تھا۔ سائرہ سے چھوٹے دو بھائی تھے۔ وہ تینوں لندن میں پڑھتے تھے جہاں طاہرہ کے یہودی رشتے داران تینوں کی اچھی طرح برین واشنگ کرچکے تھے۔

سائرہ جو نیئر کیمبرج تک تعلیم حاصل کرکے پاکستان آئی تھی۔ باقی دو بیٹے لندن میں تعلیم حاصل کررہے تھے۔ اگرچہ سائرہ کو پاکستان سے اور دین اسلام سے کوئی لگاؤ نہیں تھا لیکن وہ یہاں آکر شلوار قمیص بڑے شوق سے پہنتی تھی۔ پاکستانی کھانے بڑے شوق سے کھاتی تھی اور یہاں کی ایسی چیزوں میں دلچسپی لیتی تھی' جو یورپ میں کہیں نہیں ملتی تھیں۔ مثلاً کسی بندر والے کا تماشا دیکھنے لوگوں کی بھیڑ میں کھڑی ہو جاتی تھی۔ سپیروں کو کوٹھی میں بلا کر ان کی بین سنتی اور سانپوں کو دیکھ کر خوش ہوتی تھی۔

علی یہ تمام تفصیلات افضال احمد کے چور خیالات سے معلوم کررہا تھا۔ اسی وقت ملازم نے آکر کہا "جناب! ایک شخص ملنے آیا ہے۔ کہتا ہے' اسے وی کے نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔"

"اسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔ میں آرہا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر طاہرہ کے کمرے میں آیا پھر بولا۔ "ڈارلنگ! "را" کا ایک مرغا آیا ہے۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھے گا۔"

وہ اٹھ کر بولی "تم جاؤ۔ میں اپنا کام کروں گی۔"

علی کو ان کے چور خیالات نے بتایا کہ جب کوئی اہم سودا کرنے آتا ہے تو طاہرہ کوٹھی کے ایک ریکارڈنگ روم میں جاتی ہے اور ڈرائنگ روم میں بیٹھنے والوں کی وڈیو اور آڈیو ریکارڈنگ میں مصروف ہو جاتی ہے۔

افضال احمد نے ڈرائنگ روم میں آکر اجنبی سے پوچھا "تم کون ہو؟ اور یہ وی کے کا کیا مطلب ہے؟"

اس نے کہا "سر! ہمارے صاحب فون پر پورا نام نہیں بتانا چاہتے تھے' اس لیے وی کے کہہ دیا۔ ان کا نام وجے کھنہ ہے۔ رام پرساد صاحب آپ سے جو ڈیل کرنا چاہتے تھے' وہ اب کھنہ صاحب کررہے ہیں اس لیے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔"

"وہ اپنی پسند کے جن سیاستدانوں کی کریشن رپورٹس چاہتے ہیں' وہ تمام اصلی رپورٹس انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں ہیں۔ میں ان کی کمپیوٹر کاپیاں دے سکتا ہوں۔"

"کمپیوٹر کاپیوں سے صرف اتنا معلوم ہوگا کہ کس پر کتنی طرح کے الزامات عائد ہوں گے۔ اصلی کاغذات تو احتساب کرنے والوں کے پاس پہنچ جائیں گے۔ بہرحال ہم معقول رقم دے کر کمپیوٹر کاپیاں لیں گے لیکن اصل ڈیل کچھ اور ہے۔"

"وہ کیا؟"

"یہاں ہمارے جو مخالف سیاستداں ہیں' ہم ان کی بھی کریشن رپورٹس چاہتے ہیں۔ ان میں سے طفیل اکبر اور جمال الدین شاہ کی رپورٹس ہمیں ہر حال میں چاہئیں۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ طفیل صاحب اور شاہ صاحب موساد کے اہم مہرے ہیں اور میں موساد کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا۔"

"یہ کھنہ صاحب جانتے تھے لیکن وہ ہر حال میں طفیل اکبر اور جمال الدین شاہ کو پچھاڑیں گے۔ آپ کو منہ مانگی رقم دیں گے اگر راضی نہیں ہوں گے تو آپ کو یہ کام مفت کرنے پر مجبور کریں گے۔"

افضال احمد نے مسکرا کر پوچھا "کیا واقعی مجھے مجبور کریں گے؟ تو پھر دیر کس بات کی ہے۔ مجبور کریں۔"

"دیر کسی بات کی نہیں ہے۔ کیا آپ کی بیٹی رات دیر سے گھر آتی ہے؟"

وہ سخت لہجے میں بولا "کام کی بات کرو۔"

"یہی کام کی بات ہے۔ رات ہو چکی ہے۔ جوان بیٹی کو گھر آجانا چاہیے لیکن وہ نہیں آئے گی۔"

"کیا مطلب؟" وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"آپ کی بیٹی سائرہ امانت کے طور پر کھنہ صاحب کے پاس ہے۔"

وہ گالیاں دیتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"میری موت کے بعد بیٹی کی واپسی ناممکن ہو جائے گی۔"

طاہرہ نے ڈرائنگ روم میں آکر افضال احمد سے کہا۔ "افضال! تحمل سے کام لو۔ پہلے یہ معلوم کرو کہ ہماری بیٹی خیریت سے ہے یا نہیں۔"

اجنبی نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر افضال احمد سے کہا۔ "سر! آپ کھنہ صاحب سے بات کریں۔"

افضال نے ریسیور لے کر کان سے لگایا اور کہا "وی کے! میری بیٹی کہاں ہے؟"

"میرے ایک پرائیویٹ اڈے میں ہے اور بالکل خیریت سے ہے۔"

"اگر اسے کسی نے ہاتھ بھی لگایا تو میں تم سب کو فنا کردوں گا۔"

"کردینا بھئی! فنا کردینا اور اگر لین دین پر ہم متفق ہو جائیں تو کسی خون خرابے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔"

"زیادہ مت بولو۔ پہلے میری بیٹی سے بات کراؤ۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی پھر سائرہ کی آواز سنائی دی "ہیلو پپا! آپ میری آواز سن رہے ہیں؟"

"ہاں بیٹی! سن رہا ہوں۔ تم خیریت سے ہو؟"

"ابھی تک خیریت سے ہوں مگر ان کے تیور اچھے نہیں لگ رہے ہیں۔"

"کیا تم خوفزدہ ہو؟"

"تو پپا! جو ہونا ہے' وہ تو ہوگا۔ اگر میرے ہاتھ پاؤں کھلے ہوتے تو میں اس کھنہ کو قتل کردیتی۔"

کھنہ کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ بولا "تمہاری بیٹی پٹاخا ہے۔ اسے دیکھ کر جذبات بھڑکتے ہیں لیکن بزنس ڈیلنگ میں جذبات کو کچل رہا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

علی' سائرہ کے دماغ میں آگیا تھا۔ اس کے ذریعے ایک کھنڈر نما مکان کے ایک شکستہ سے کمرے کو دیکھ رہا تھا۔ سائرہ ایک لکڑی کے ستون سے بندھی کھڑی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر ایک گن مین کھڑا ہوا تھا۔ سائرہ نے علی کی مرضی کے مطابق گن مین کو اشارے سے اپنے قریب بلایا پھر اس سے پوچھا "یہ گن خالی کیوں ہے؟"

وہ بولا "یہ خالی نہیں' بھری ہوئی ہے۔"

علی اس گن مین کے اندر پہنچ گیا۔ وہ فوراً ہی آگے بڑھ کر رسیاں کھولنے لگا۔ کھنہ دوسری طرف منہ کیے افضال احمد سے معاملات طے کررہا تھا۔ سائرہ نے اس کے قریب آکر اس سے موبائل فون چھین لیا۔ کھنہ نے حیرانی سے دیکھا' وہ فون پر بول رہی تھی "پپا! تم پریشان نہ ہو' میں آزاد ہو گئی ہوں۔ خود ہی گھر آجاؤں گی۔"

کھنہ نے غصے سے گن مین کو دیکھ کر پوچھا۔ "تم نے اس کی رسیاں کیوں کھولیں؟"

"باس! میں تو اپنی جگہ کھڑا ہوا ہوں۔ پتا نہیں یہ کیسے آزاد ہو گئی۔"

وہ سائرہ سے فون چھین کر افضال احمد سے بولا "ہولڈ کرو۔"

اس نے فون کو ایک طرف رکھ کر علی کی مرضی کے مطابق گن مین سے کہا "تم دوسرے کمرے میں جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ اس نے جیب سے کار کی چابی نکال کر سائرہ کو دیتے ہوئے کہا "باہر جاؤ۔ میری کار کھڑی ہوئی ہے۔ تم اسے ڈرائیو کرکے گھر جاسکتی ہو۔"

وہ اس سے چابی لے کر چلی گئی۔ کھنہ اندر سے سمجھ رہا تھا کہ وہ ایسی حرکت کررہا ہے' جو اس کے منصوبے کے خلاف ہے۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ گن مین کو دوسرے کمرے میں نہیں بھیجنا چاہیے تھا لیکن اس نے بھیج دیا' سائرہ کو کار کی چابی نہیں دینا چاہیے لیکن اس نے دے دی۔ سائرہ چابی لے کر باہر گئی ہے۔ اسے روکنا چاہیے تھا لیکن اس نے نہیں روکا۔ جب کار کے اسٹارٹ ہونے اور دور جانے کی آواز آئی تو علی نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چیخ پڑا "نہیں۔ یہ ابھی کیا ہو رہا تھا؟"

اس نے ستون کی طرف دیکھا' جہاں سائرہ رسیوں سے بندھی ہوئی تھی پھر اس نے گن مین کو آواز دی۔ وہ دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا "باہر جاؤ۔ وہ میری کار میں فرار ہو رہی ہے۔ اسے پکڑو۔"

گن مین دوڑتا ہوا باہر چلا گیا۔ موبائل سے افضال احمد کی آواز آرہی تھی "ہیلو۔ ہیلو۔ کون فرار ہو رہی ہے؟ کیا میری بیٹی رہائی حاصل کرچکی ہے؟"

وہ موبائل فون اٹھا کر دہاڑتے ہوئے بولا "یو شٹ اپ! میرے آدمی تمہاری بیٹی کو گولی مار دیں گے۔"

اس نے موبائل فون کو آف کردیا۔ علی' افضال احمد کی کوٹھی کے احاطے میں پہنچا ہوا تھا۔ افضال کی بیوی طاہرہ کے دماغ سے یہ معلوم کرچکا تھا کہ اس نے وہ تمام ڈسکس کہیں چھپائی ہیں اور جہاں چھپائی ہیں وہاں طاہرہ کو جانا چاہیے۔ ان تمام ڈسکس میں بڑے اہم راز تھے' جن کا تعلق یہودی تنظیم اور ملکی سیاستدانوں سے تھا۔

طاہرہ وہاں جانے کے لیے اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ علی اس کی ساتھ والی سیٹ پر آگیا۔ جان شیفرڈ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کا مالک تھا۔ بظاہر امریکن عیسائی اور باطن میں یہودی تھا۔ طاہرہ وہ تمام ڈسکس اس کے بنگلے کے ایک سیف میں رکھتی تھی۔ اسی بنگلے میں موساد کے یہودی خفیہ میٹنگ کے لیے جمع ہوتے تھے۔

طاہرہ کے ساتھ کار میں سفر کرنے کے دوران علی' سائرہ کے دماغ میں رہا۔ سائرہ ایک ویرانے سے ڈرائیو کرتی ہوئی پنڈی چلی آئی۔ اس نے علی کی مرضی کے مطابق زیرو پوائنٹ پر کار روک دی۔ چابی کار میں چھوڑ کر باہر آئی اور پیدل چلنے لگی۔ بہت دور جانے کے بعد علی نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ حیرانی سے سوچنے لگی "ابھی میں کار چلا رہی تھی پھر پیدل کیسے ہو گئی؟ کار کہاں ہے؟"

ایک خوکار اپنے دو گدھوں کو ہانکتا جارہا تھا۔ علی نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اس نے خوکار سے کہا "مجھے گدھے پر بٹھا کر لے چلو۔ تمہیں پانچ سو روپے دوں گی۔"

اس خوکار نے کبھی ایک دن میں پانچ سو روپے نہیں کمائے تھے۔ سائرہ نے اسے پانچ سو کا ایک نوٹ دیا پھر گدھے پر بیٹھ گئی۔ جب تک علی اس پر قبضہ جمائے رہا' وہ گدھے پر بیٹھی سفر کرتی رہی پھر اسے طاہرہ کے پاس موجود رہنے کے لیے سائرہ کے دماغ کو آزاد چھوڑنا پڑا۔ اس نے ایک دم سے چونک کر خود کو گدھے پر دیکھا پھر

چیخ پڑی۔

چیخنے کی بات ہی تھی۔ پہلے وہ بیس لاکھ روپے کی منگی کار چلا رہی تھی۔ اس کے بعد کار غائب ہوگئی۔ اس نے خود کو پیدل چلتے دیکھا۔ اب وہ خود کو گدھے پر دیکھ رہی تھی۔ وہ چیخ مارتے ہی بدحواس سی ہو کر گدھے پر سے گر پڑی۔

علی نے اس کے حال پر اسے چھوڑ دیا۔ طاہرہ نے ایک کوٹھی کے احاطے میں کار روک دی۔ وہ جان شیفرڈ کی رہائش گاہ تھی۔ ایک کمرے میں موساد کے تین ایجنٹ صوفوں پر بیٹھے وہسکی پی رہے تھے اور کسی سنجیدہ مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے طاہرہ کو دیکھ کر ہاتھ ہلاتے ہوئے وش کیا۔

ایک نے پوچھا "ہیلو سسز! ہاؤ آر یو۔"

وہ مسکرا کر ان کے قریب سے گزرتے ہوئے بولی "فائن۔ تھینک یو۔"

اس کوٹھی میں طاہرہ کا ایک مخصوص کمرا تھا جسے وہ مقفل رکھتی تھی۔ اس نے چابی سے دروازہ کھولا پھر کمرے کے اندر آکر دروازے کو بند کر دیا۔ کمرے میں بڑی بڑی آہنی الماریاں تھیں۔ ان سب میں اہم دستاویزات' سیاسی رازوں کی وڈیو فلمیں اور ڈسکس وغیرہ تھیں۔ ان سب کا تعلق صرف پاکستان سے ہی نہیں' ہندوستان' افغانستان اور ایران سے بھی تھا۔ یعنی ان ممالک کے بھی کئی اہم رازان الماریوں میں تھے۔

علی نے سوچا تھا' طاہرہ کے سیف سے وہ تمام ڈسکس اٹھا کر لے آئے گا' جو افضال احمد انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے چرا کر لایا تھا لیکن اس کمرے میں کئی الماریاں دیکھ کر اس نے دوبارہ طاہرہ کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ اس کمرے میں پڑوسی ممالک کے بھی اہم راز چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ ان تمام دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور انہیں وہاں سے لے جانے میں کافی وقت لگتا۔

طاہرہ نے ایک سیف سے صرف ایک ڈسک لیا' جس میں طفیل اکبر اور جمال الدین شاہ کے تمام کریشن کی تفصیلات محفوظ تھیں پھر اس نے موبائل کے ذریعے افضال احمد کو یہ اطلاع دی۔

افضال نے کہا "ڈارلنگ' خوشخبری ہے۔ وہ ڈسک سیف میں رکھ دو۔ ہماری سائرہ واپس آگئی ہے۔"

"کیا؟" وہ شدید حیرانی سے خوش ہو کر بولی "کیسے آگئی؟ کیا ان سے سمجھوتا ہوگیا ہے؟"

"نہیں ڈارلنگ! اغوا کرنے والے اپنا مطالبہ منوائے بغیر ہماری بیٹی کو کبھی نہ چھوڑتے۔ سائرہ اپنی رہائی کے سلسلے میں کچھ عجیب و غریب بیان دے رہی ہے۔ تم یہاں آکر خود اس کی زبان سے سنو۔"

"میں ابھی آرہی ہوں۔"

اس نے فون بند کیا اور ڈسک کو واپس سیف میں رکھ دیا۔ علی نے اس کے دماغ پر اس طرح قبضہ جمایا کہ اس نے سیف کو بند کیا لیکن مقفل نہیں کیا۔ اسی طرح جتنی الماریاں مقفل تھیں' ان کے قفل کھول دیے۔ ان کے پٹ بدستور بند رہے۔ علی کسی وقت بھی آکر سیف کو اور تمام الماریوں کو کسی دشواری کے بغیر کھول سکتا تھا۔ اس نے طاہرہ کو کمرے کا دروازہ باہر سے مقفل کرنے دیا۔ اس ایک دروازے کے لاک کو وہ خاص تکنیک سے کھول سکتا تھا۔

وہ کوٹھی سے باہر آکر کار میں بیٹھ گئی پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے اپنی کوٹھی کی طرف جانے لگی۔ علی اس کے ساتھ تھا لیکن خیال خوانی کے ذریعے سائرہ کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہ افضال سے کہہ رہی تھی "یہ پاکستان کے لوگ بڑے بدنیت ہوتے ہیں۔ اس کھنہ کی نیت خراب ہو رہی تھی۔"

افضال نے ہنستے ہوئے کہا "وہ کھنہ پاکستانی نہیں ہے پھر یہ کہ ہر ملک میں' ہر قوم میں بدنیت لوگ ہوتے ہیں۔ یہاں سے زیادہ تو مغربی ممالک میں بدنیتی اور بے حیائی ہے۔"

"کچھ بھی ہو' یہاں کے لوگ بڑے بیک ورڈ ہیں۔ مجھے تو وہ ذرا اچھے نہیں لگتے۔"

"ایسا نہ کہو' تمہیں یہیں کسی سے شادی کرنی ہوگی۔"

"کوئی زبردستی ہے؟ میں نہیں کروں گی۔"

"بیٹی! یہ ہمارا مشن ہے۔ یہاں کی کسی بڑی سیاسی شخصیت کو تم ٹریپ کرو گی پھر اسے یہودی نواز بناؤ گی۔"

"یہ بڑا مسئلہ ہے کہ میں سیاسی شادی کروں۔ کیا میری اپنی کوئی مرضی نہیں ہے؟ کیا میں کسی خوبرو نوجوان سے رومانس نہیں کر سکتی؟"

"ضرور کرو۔ مگر وہ پارٹ ٹائم رومانس ہونا چاہیے۔ اس کا ہمارے مشن سے اور تمہاری شادی سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔"

وہ علی کی مرضی کے مطابق بولی "کوئی ضروری نہیں کہ شادی کے لیے مجھے بھی ایسا احمق پاکستانی ملے جیسے میری ممی کو مل گیا ہے۔"

افضال احمد نے چونک کر کہا "یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"سوری پپا! آپ یہ بتائیں کہ کھنہ نے خود ہی اپنی کار کی چابی دے کر مجھے بھگایا۔ اس نے مجھے قید کرنے کے بعد خود ہی رہا کر دیا۔ ایسے شخص کو کیا کہیں گے؟"

"کھنہ ایسا احمق نہیں ہے۔ تم ناقابلِ یقین بات کہہ رہی ہو۔"

"یعنی کھنہ اگر ایسا کرتا تو احمق کہلاتا؟"

"بے شک' یہ سراسر حماقت ہے۔ بھلا کوئی اپنی کار کی چابی دیتا ہے۔"

"لیکن آپ نے تو پاکستان کی چابی ممی کو دے دی۔"

"یہ۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ آج تمہیں کیا ہوگیا ہے۔"

طاہرہ وہاں پہنچ گئی۔ اس نے بیٹی کو دیکھ کر خوشی سے بانہیں پھیلا دیں۔ سائرہ آکر اس سے لپٹ گئی۔ اس نے بیٹی کو چوم کر کہا

"میں حیران ہوں کہ تمہیں رہائی کیسے مل گئی۔"

"میں خود حیران ہوں ممی! جس طرح پپا نے آپ کو یہودیوں کے لیے یہاں کا دروازہ کھولنے کی چابی دی تھی اس طرح حسنہ نے اپنی کار کی چابی مجھے دے دی تھی۔"

وہ بیٹی کو ایک جھٹکے سے الگ کرتے ہوئے بولی "یہ کیا بک رہی ہے؟"

افضال نے کہا "یہ کھسنہ کے پاس سے آکر ایسی ہی الٹی سیدھی باتیں کر رہی ہے۔ کہتی ہے تھوڑی دور کھسنہ کی کار میں آئی۔ تھوڑی دور پیدل چلتی رہی اور وہ کار غائب ہوگئی پھر کہتی ہے گدھے پر بیٹھ کر آئی ہے۔ یہ ایب نارمل ہو چکی ہے۔"

"میں نارمل ہوں۔ دشمن نارمل نہیں تھے۔ اس کے گن مین نے میری رسیاں کھول کر کہا اس نے رسیاں نہیں کھولی ہیں۔ کھسنہ نے گن مین کو دوسرے کمرے میں بھیج کر اپنی کار کی چابی دے کر کہا۔ بھاگ جاؤ۔ وہاں میں نے حیران ہونے میں وقت ضائع نہیں کیا۔ بھاگ کر آنے لگی تو پھر میرے ساتھ عجیب و غریب واقعات ہونے لگے۔ میں نے خود کو کبھی کار میں دیکھا۔ کبھی خود کو پیدل چلتے اور کبھی گدھے پر بیٹھے دیکھا۔ جو مجھ پر گزری وہ ساری باتیں سچ بتا رہی ہوں تو آپ مجھے ایب نارمل سمجھ رہے ہیں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ افضال احمد نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "میں کھسنہ بول رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے بیٹی تمہارے پاس پہنچ گئی ہوگی مگر اسے صحیح سلامت پا کر زیادہ خوش نہ ہونا۔ وہ ایک نادیدہ بلا اپنے ساتھ لے کر تمہارے پاس پہنچی ہے۔"

افضال نے ناگواری سے پوچھا "اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟"

"اپنی بیٹی سے پوچھو' میری قید سے کیسے رہا ہو کر آئی ہے۔"

"میں نے پوچھا ہے۔ وہ کہتی ہے تمہارے گن مین نے رسیاں کھولیں اور تم نے اسے فرار ہونے کے لیے اپنی کار کی چابی دی۔"

"اس نے درست کہا ہے لیکن میرے گن مین نے اپنی مرضی سے اس کی رسیاں نہیں کھولیں۔ ایک نظر نہ آنے والا دشمن جو شاید ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے' وہ گن مین اور میرے دماغ پر مسلط رہا پھر ہم نے وہی کیا جو اس نادیدہ نے چاہا۔ سائرہ کے فرار ہونے کے بعد اس نے ہمارے دماغوں کو آزاد چھوڑا۔ وہ نادیدہ دشمن مجھ سے پہلے رام پرساد اور اس کی ٹیم کو نقصان پہنچا چکا ہے پھر مجھے نقصان پہنچانے کے بعد وہ تمہارے پاس ضرور پہنچا ہوگا۔"

"تمہاری یہ باتیں تشویشناک ہیں۔ سائرہ جن حالات میں یہاں آئی ہے ان سے اب یہی بات سمجھ میں آئے گی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میری بیٹی کو تم سے نجات دلائی ہے۔ اگرچہ اس نے نیکی کی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس نے یہ نیکی کیوں کی؟"

"تمہارے گھر تک اور تمہارے دماغ تک پہنچنے کے لیے۔"

"بیٹی پہنچ گئی ہے تو اسے بھی پہنچ جانا چاہیے تھا لیکن یہاں اس کی موجودگی کے آثار نہیں ہیں۔"

"جب وہ کچھ کر گزرتا ہے' تب اس کے آنے اور جانے کا پتا چلتا ہے۔"

"وہ نقصان پہنچانے آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں۔ ابھی تم اپنی کینگی کی باتیں کرو۔ اب مجھ سے کیسے کوئی فائدہ اٹھاؤ گے؟"

"سیاست میں کبھی دوستی ہوتی ہے' کبھی دشمنی اور پھر کبھی دوستی ہو جاتی ہے۔"

"تم سے کبھی دوستی نہیں ہوگی۔"

"وہ نادیدہ ٹیلی پیتھی جاننے والا' ہم سب کا مشترکہ دشمن ہے اور مشترکہ دشمن سے نمٹنے کے لیے آپس کی دشمنی کو بھولنا پڑتا ہے۔"

"جب مجھ پر پڑے گی تو میں سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"ابھی سے سوچو۔ ہماری ایجنسی کی ایک لڑکی انجنا نے بتایا ہے کہ وہ نادیدہ نوجوان ہے اور حسن پرست ہے۔ اپنی بیٹی کی خیر مناؤ۔"

افضال نے ریسیور رکھ دیا۔ طاہرہ کو فون پر ہونے والی باتیں بتانے لگا۔ سائرہ نے کہا "ریئس اٹ پپا! ضرور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ کیونکہ میں کھسنہ کی قید سے یہاں آنے تک غائب دماغ ہوتی رہی اور کبھی حاضر دماغ ہو کر یہ دیکھتی رہی کہ کبھی کار میں ہوں' کبھی پیدل اور کبھی گدھے پر۔"

افضال نے سوچنے کے انداز میں کہا "ہوں۔ جو کچھ ہوا' وہ جادو نہیں تھا۔ کوئی ناقابلِ فہم بات نہیں تھی۔ وہ سب ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہا تھا اور ہم اپنی بیٹی کو ایب نارمل سمجھ رہے تھے۔"

طاہرہ نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا وہ سائرہ کے دماغ میں ہوگا؟"

"اس کی موجودگی کو محسوس سے سمجھنا ہوگا۔ اب سے پہلے سائرہ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم نے یہودیوں کے لیے پاکستان کا دروازہ کھولا ہے۔ آج اس نے مخالفت میں کہا اس کا مطلب ہے' ہمارا مخالف تمہاری زبان سے بول رہا ہے۔"

سائرہ نے کہا "ہاں۔ میں نے ایسی بات بے اختیار کہہ دی تھی۔ مجھے یقین کرنا چاہیے کہ وہ مجھے بے اختیار کر دیتا ہے جیسا کہ میرے دماغ پر میرا اختیار نہیں رہا تھا۔ میں غائب دماغ رہ کر سوالیاں بدل کر یہاں آگئی ہوں۔"

طاہرہ نے افضال سے پوچھا "کیا وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے راز جان سکتا ہے؟"

افضال نے کہا "ٹیلی پیتھی بہت خطرناک علم ہے۔ خیال خوانی کرنے والے سے کوئی راز چھپا نہیں رہتا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا وہ میرے دماغ میں بھی آسکتا ہے؟ کیا

وہ میری تمام الماریوں کے راز بھی معلوم کرسکتا ہے؟"

"بے شک وہ معلوم کرسکتا ہے۔ اس سے ہماری کوئی بات چھپی نہیں رہے گی۔"

علی ان کے پاس سے چلا آیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ طاہرہ ان تمام رازوں کو کسی ایسی جگہ منتقل کرسکتی ہے جہاں غیر معمولی صلاحیتوں کے باوجود اسے دشواریاں پیش آسکتی ہیں۔ اس لیے وہ اسی وقت ان الماریوں کی صفائی کرنے چلا گیا۔

طاہرہ نے پوچھا۔ "کیا ٹیلی پیتھی جاننے والا میری غیر معمولی لاک والی الماریاں کھول سکے گا؟"

"واردات کرنے والے بڑے بڑے پیچیدہ لاک کھول لیتے ہیں۔ اگر وہ نادیہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مہارت رکھتا ہوگا تو الماریوں کو کھول سکے گا ورنہ ناکام رہے گا۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ آج رات کوئی ایسی ترکیب سوچو کہ وہ ہمارے رازوں تک نہ پہنچ سکے۔ میں بھی سوچتا رہوں گا۔"

"آخر کیا ترکیب ہوسکتی ہے؟"

"اوہو۔ تم تو ذرا سی بات پر پریشان ہوجاتی ہو۔ ہمی ہم تمام دستاویزات کل ہی اسرائیل منتقل کردیں گے۔ اب تو مطمئن ہوجاؤ۔"

○☆○

منکی ماسٹر غصے سے اچھل پڑا۔ سامنے کھڑے ہوئے منکی مین کی گردن دبوچ کر بولا "تم نے برادر کے جانے سے پہلے کیوں نہ بتایا کہ وہ ہندوستان جارہا ہے۔ تم اس کے جانے کے بعد اطلاع دے رہے ہو؟"

منکی مین نے کہا "اپنی وفاداری کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ میں پہلے سے کچھ نہیں جانتا تھا۔ برادر نے روانگی کے وقت مجھے بلا کر آپ کے نام پیغام دیا پھر دوسرے ہی لمحے میں اپنے جان نثاروں کے ساتھ چلے گئے۔"

اس نے منکی مین کی گردن چھوڑ دی۔ مضطربانہ انداز میں ٹہلنے لگا پھر کہنے لگا "ہمارے خلاف سازش کی جارہی ہے۔ یہودی چاہتے ہیں کہ ہم کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں۔ ہمیں زبردستی یہاں سے نکال نہیں سکتے اس لیے میرے برادر کو سبز باغ دکھا کر انڈیا کی طرف روانہ کردیا ہے۔"

ماسٹر کے خاص ماتحت نے کہا "آپ کے جان نثار پہلے صرف امریکا میں تھے پھر اسرائیل میں بھی آگئے۔ اب سیکڑوں انڈیا چلے گئے ہیں۔ اس طرح ہماری فوجی طاقت تین حصوں میں تقسیم ہوگئی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہماری طاقت بکھر گئی ہے۔ الپا بہت مکار ہے وہ جانتی ہے کہ میں اپنے بھائی سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اتنی کہ یہ ملک چھوڑ کر اپنے بھائی کے پیچھے جاسکتا ہوں۔ وہ بہت چالاک عورت ہے۔ اس نے بہت زبردست چال چلی ہے۔"

اس نے ایک منکی مین سے کہا "تم انڈیا جاؤ۔ برادر کو میرا پیغام دو کہ وہ فوراً واپس آجائے۔ اگر اسے انڈیا پسند آجائے اور وہ جگہ ہماری مرضی اور مزاج کے موافق ہوگی تو میں بھی تمام جان نثاروں کے ساتھ وہاں چلا آؤں گا۔ ویسے دانش مندی یہ ہے کہ اسرائیل چھوڑنا نہیں چاہیے۔ یہاں ہمارا مطالبہ مان لیا گیا ہے۔ ہمارے لیے ایک نئی بستی بسائی جارہی ہے۔ ہمیں اپنی اس کامیابی کو ناکامی میں نہیں بدلنا چاہیے۔"

وہ منکی مین انڈیا جانے کے لیے نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ ماسٹر نے فون کے ذریعے برین آدم سے رابطہ کیا پھر کہا "میں الپا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

برین آدم نے کہا "الپا کچھ تھکی ہوئی تھی اور کچھ بیمار بھی ہے۔ اس لیے سو رہی ہے۔ ایسی صورت میں اسے جگانا مناسب نہیں ہے۔"

"مسٹر آدم! وہ اپنے بستر پر نہیں ہے بلکہ اپنے شہر اور اپنے ملک میں نہیں ہے۔ آپ جھوٹ بول کر اپنی سازش پر پردہ نہیں ڈال سکیں گے۔"

"کیسی سازش؟ کیا تمہیں پھر کوئی غلط فہمی ہوئی ہے؟"

"آپ یہ تسلیم کرلیں کہ الپا انڈیا گئی ہے۔"

"انڈیا؟ کس دشمن نے یہ اڑائی ہے؟ اسے کم از کم دو گھنٹے سو لینے دو پھر ہم اسے جگائیں گے۔ وہ تم سے فون پر بات کرے گی۔ اگر وہ انڈیا گئی ہوگی تو دو گھنٹے میں جاکر واپس نہیں آسکے گی۔ ویسے بات کیا ہے؟"

منکی ماسٹر نے مناسب نہیں سمجھا کہ اپنے برادر کے بارے میں کچھ بتائے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ منکی برادر اپنے جان نثاروں کے ساتھ انڈیا گیا ہے تو وہ بھی منکی فوج کے تین حصوں میں تقسیم ہونے والی کمزوری کو سمجھ لیں گے۔

اس نے فون بند کردیا۔ اس وقت وہ تل ابیب کے پڑوسی شہر جافا میں تھا۔ ایک نوجوان بیوہ اپنے بنگلے میں تنہا رہتی تھی۔ بیوہ کا نام روشنا تھا۔ اس نے روشنا کو نرمی اور سختی سے سمجھایا تھا "میری بن کر رہو گی تو تمہیں اپنی ملکہ بنالوں گا۔ دھوکا دوگی تو تمہیں بری طرح تڑپا تڑپا کر مار ڈالوں گا۔"

وہ اپنی جان کی سلامتی کے لیے فرمانبردار بنی ہوئی تھی۔ وہ ایک دولت مند بیوہ تھی۔ اسے درجنوں خوبرو جوان مل سکتے تھے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ایک بندر اس کی بوٹیاں نوچتا رہے۔ اس لیے موقع کی تلاش میں تھی کہ اسے اس طرح قتل کردے کہ اس کی منکی فوج کو اس پر شبہ نہ ہو۔

روشنا اسے توجہ سے دیکھتی اور سمجھتی رہتی تھی۔ یہ جان گئی تھی کہ ماسٹر کے منہ میں ہمیشہ ایک گولی رہتی ہے جسے نگلتے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے۔ صرف کھانے کے وقت وہ منہ سے گولی نکال کر ایک ڈبیا میں رکھتا ہے۔ اس ڈبیا میں مزید گولیاں اور

کیپسول رکھتا ہے۔

ماسٹر نے اسے بتایا تھا کہ ایک کیپسول کو منہ میں رکھ کر کس طرح پرواز کی جاسکتی ہے۔ وہ اسے اپنا دیوانہ بنانے کے دوران اس سے بہت کچھ معلوم کرتی رہتی تھی۔ منکی ماسٹر لیزر گن اور غیر معمولی گولیوں اور کیپسول کے ذریعے ساری دنیا فتح کرسکتا تھا لیکن اسے اب تک یہ اچھی طرح معلوم نہ ہوسکا تھا کہ اس دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار عورت ہے۔

زون تھری میں عورتیں برائے نام تھیں۔ نہ خوبصورت تھیں، نہ ذہین تھیں۔ تمام منکی مین یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ عورتیں چالاک بھی ہوا کرتی ہیں۔ اس دنیا میں آنے سے پہلے انہوں نے اپنے زون میں دیوی کی مکاری دیکھی تھی۔ پھر زمین پر آکر الپا کی مکاری دیکھی۔ اس نے منکی برادر کو غلام بنالیا تھا۔ اس کے باوجود منکی ماسٹر عورتوں کو خود سے زیادہ ذہین اور چالاک نہیں سمجھتا تھا۔ اب بھی اس کا دعویٰ تھا کہ کوئی عورت کبھی اسے نہ بیوقوف بناسکے گی اور نہ کبھی دھوکا دے سکے گی۔

وہ خلا سے آنے والا فاتح شاید عورتوں سے ہی مات کھا کر ہوش میں آنے والا تھا یا یہ دنیا چھوڑ کر بھاگنے والا تھا۔

الپا واقعی تھکی ہوئی تھی۔ کچھ بیمار بھی تھی اس لیے گہری نیند سو رہی تھی۔ اگرچہ اسرائیل میں ٹیلی پیتھی جاننے والے اور بھی تھے لیکن ملکی سلامتی کی تمام ذمے داریاں الپا پر تھیں۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی ہدایات کے بغیر کوئی اہم فیصلہ واری پوری نہیں کرسکتے تھے۔

منکی فوج کی آمد نے اس کے ذہن پر ایسا دباؤ ڈالا تھا کہ وہ سر پر پہاڑ محسوس کررہی تھی۔ ان سے نجات حاصل کرنے کی کئی تدابیر پر عمل کرچکی تھی لیکن وقتی کامیابی کے بعد ناکام ہوتی رہی تھی۔ جب سے منکی فوج کے لیے نئی بستی بسائی جارہی تھی، تب سے وہ شکست خوردہ سی ہو کر خود کو بیمار محسوس کرنے لگی تھی۔

اس وقت نیند میں بھی وہ پُرسکون نہیں تھی۔ پریشان کرنے والے خواب دیکھ رہی تھی۔ ایسے ہی وقت خواب کی اسکرین پر اس نے ایک بزرگ کو دیکھا۔ انہوں نے صاف ستھرا... سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ اپنے لباس سے وہ مسلمان لگ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر نور برس رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے "کیا ہوا؟ پریشان کیوں ہو؟"

وہ بولی "مجھ پر بہت برا وقت آیا ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا شاید میرے دماغ پر قبضہ جماچکا ہے۔ وہ میرے چور خیالات پڑھتا ہے اور میرے منصوبوں کو ناکام بناتا رہتا ہے۔"

بزرگ نے کہا "جب تمہارے حالات بہتر رہتے ہیں تو تم دوسروں کو پریشان کرتی ہو۔ اب کوئی تمہیں پریشان کررہا ہے۔ اس دنیا میں یہی ہوتا ہے۔ کوئی نہ کوئی، کسی نہ کسی کو پریشانی میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔"

الپا نے کہا "آپ پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ مجھے اس عامل سے نجات دلائیں، جس نے تونیکی عمل کے ذریعے مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہوا ہے۔"

"تو جیسا کرتی ہے، ویسا بھرتی ہے لیکن میں تجھے اس عامل سے نجات دلاؤں گا۔ آج کل تو جس حال میں ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ تجھے فکر و پریشانی سے دور رکھا جائے تاکہ بچہ جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند ہو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "بچہ؟ کس کا بچہ؟"

"تیرا۔ تو ماں بننے والی ہے۔"

"نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں اپنے اندر ایسی کوئی بات محسوس نہیں کررہی ہوں۔ میں آپ کو نہیں جانتی پھر آپ کیسے جانتے ہیں کہ میں حاملہ ہوں؟"

"خداوند کریم نے مجھے علم آگہی سے نوازا ہے۔ تو ہمارے دین کی دشمن ہے۔ اس کے باوجود میں تیرے دماغ کو لاک کررہا ہوں۔ اب کوئی عامل تیرے اندر نہیں آسکے گا۔"

"میں سمجھ گئی، آپ مسلمان بزرگ ہیں۔ مومن ہیں۔ میں مخالف ہوں پھر آپ میرے کام کیوں آرہے ہیں؟"

"اس لیے کہ تیری جو اولاد ہوگی، وہ ہم سے وابستہ رہے گی اور ہماری بن کر رہے گی۔ اس پیدا ہونے والی ہستی کے طفیل اس عامل نے تیرا پیچھا چھوڑ دیا ہے اور ہم نے تیرے دماغ کو مقفل کردیا ہے۔"

"میں ماں بنوں یا نہ بنوں، میرے لیے یہ سب سے خوشی کی بات ہے کہ میں کسی کی معمولہ اور تابعدار نہیں ہوں گی۔ مجھے نجات مل گئی ہے۔"

"بندہ ہمیشہ گرفتار نہیں رہتا۔ اسے نجات ضرور ملتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ دشمنی کی راہوں پر چلنے والی کو ہمیشہ نجات ملتی رہے۔"

"میں دشمنی نہیں کررہی ہوں۔ وہ منکی ماسٹر ہمارے ملک میں آکر ہمارا دشمن بن گیا ہے۔ میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ مجھے ان بندروں سے بھی نجات دلائیں۔"

"نجات ملے گی۔ صبر و تحمل سے کام لو۔"

یہ کہتے ہی بزرگ خواب کی اسکرین سے اوجھل ہوگئے۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے چار گھنٹے تک سونے کے لیے اپنے دماغ کو ہدایات دی تھیں لیکن دو گھنٹے سے پہلے ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ خواب کی باتیں یاد کرنے لگی۔

ایک بزرگ نے پیش گوئی کی تھی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ اب جاگنے پر یہ بات بے تکی سی لگ رہی تھی لیکن یہ بات حوصلہ افزا تھی کہ اس کے دماغ میں اب وہ عامل نہیں آسکے گا۔ اس کا دماغ مقفل ہوچکا ہے، کوئی نہیں آسکے گا۔

یہ بات بڑی خوش کن تھی لیکن کیسے یقین کیا جائے کہ عامل

نے واقعی اس کا پیچھا چھوڑ دیا ہے۔ وہ اس خبر کی تصدیق کرنا چاہتی تھی لیکن کیسے کرسکتی تھی؟ خواب میں آنے والے بزرگ کا پتا ٹھکانا معلوم ہوتا تو وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر دوبارہ پوچھ لیتی۔

کسی کی معمولہ اور تابعدار بننے کے باعث اس کے ملک اور قوم کو نقصان پہنچ رہا تھا۔ وہ عامل اس کے تمام منصوبوں سے آگاہ ہوجاتا تھا۔ اسے اب تک جتنی ناکامیاں ہوئی تھیں' اس کی یہی ایک وجہ تھی کہ کسی نامعلوم عامل سے پیچھا چھڑانے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔

پھر اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ وہ اپنا میڈیکل چیک اپ کرالے گی اگر اس کے حاملہ ہونے کی تصدیق ہوگئی تو خواب والے بزرگ کی یہ بات بھی درست ہوگی کہ وہ ایک نامعلوم عامل سے نجات پاچکی ہے۔

یہ سوچتے ہی اس نے بستر سے اٹھ کر منہ ہاتھ دھوکر لباس تبدیل کیا پھر اپنی کار ڈرائیو کرتے ہوئے ایک ماہر لیڈی ڈاکٹر کے پاس جانے لگی۔ راستے میں موبائل کے بزر نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے اسے آن کرکے کان سے لگاکر پوچھا "ہیلو کون؟"

دوسری طرف سے برین آدم نے اسے بتایا کہ منکی ماسٹر پھر کسی غلط فہمی کا شکار ہوگیا ہے۔ وہ سمجھ رہا ہے کہ اس کے خلاف سازش ہورہی ہے اور سازش کے سلسلے میں الپا انڈیا گئی ہے۔

الپا نے منکی ماسٹر کو فون پر مخاطب کیا پھر کہا "ہیلو ماسٹر! تم یہ کیوں سمجھ رہے ہو کہ میں اپنے ملک میں نہیں ہوں؟ میں اس وقت تل ابیب میں ہوں اور اپنے موبائل کے ذریعے تم سے بات کررہی ہوں۔"

"موبائل کے ذریعے تم کسی بھی ملک سے بات کرسکتی ہو۔ میں کیسے یقین کروں کہ ابھی تم انڈیا سے نہیں بول رہی ہو۔"

"مائی گاڈ! میں انڈیا کیوں جاؤں گی؟ آخر ایسی کیا بات ہوگئی ہے کہ تم اپنے خیالوں میں مجھے انڈیا پہنچا رہے ہو؟"

"تم انسان بن کر اپنی مکارانہ سازش پر پردہ نہیں ڈال سکو گی۔"

"آخر معلوم تو ہو کہ وہ سازش کیا ہے؟ پلیز کسی ثبوت کے بغیر ہم پر شبہ نہ کرو۔ اس سے پہلے بھی دشمنوں نے ہمارے خلاف تمہیں بھڑکایا ہے۔ وہ تمہیں ہمارا دشمن بناتے جارہے ہیں اور ہمیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچاتے جارہے ہیں۔"

"تم یہ ثابت کرو کہ ابھی تل ابیب میں ہو۔"

"کیسے ثابت کروں؟ ہم دونوں ایک دوسرے سے چھپ کر بیٹھے ہیں۔ یہ خطرہ ہے کہ میں تمہیں دیکھتے ہی گولی مار دوں گی۔ مجھے بھی تم سے یہی خطرہ ہے۔ اگر میں یہاں کسی خاص جگہ اپنی موجودگی کا ثبوت دینا چاہوں گی تو تم وہاں پہنچ کر مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔"

منکی ماسٹر اس بات کو تسلیم کررہا تھا۔ اسے اسرائیل میں سب سے زیادہ خطرہ الپا سے تھا اور وہ عمد کرچکا تھا کہ جب بھی وہ نظر آئے گی' ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسے قتل کردے گا۔ دونوں طرف سے فون آن تھا۔ اسی وقت الپا نے روشنا کی آواز سنی وہ کہہ رہی تھی "ماسٹر! کھانا ٹھنڈا ہورہا ہے۔ آجاؤ۔"

الپا نے کہا "ماسٹر! میری بات کا جواب دو۔ تمہیں میری طرف سے کس سازش کا شبہ ہورہا ہے؟"

وہ بولا "اگر اس سازش کا تعلق تم سے نہ ہوا تو تم میرے ایک پرابلم سے واقف ہوجاؤ گی۔ وہ سکتا ہے' وہ انڈیا کی رہنے والی دیوی میرے خلاف سازش کررہی ہو۔"

الپا کو پھر روشنا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "تم کھانے کے دوران بھی فون پر باتیں کرسکتے ہو۔ پلیز آجاؤ۔"

ماسٹر نے الپا سے کہا "تمہارے لیے یہ بہتر ہے کہ جلد سے جلد تل ابیب میں اپنی موجودگی ثابت کرو۔ میں بعد میں رابطہ کروں گا۔"

اس نے فون بند کردیا۔ ڈائننگ ٹیبل پر روشنا کے پاس آکر کھانے کے لیے بیٹھ گیا۔ الپا اس سے پہلے روشنا کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ روشنا' منکی ماسٹر سے بیزار ہے اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے کسی مناسب موقع کے انتظار میں ہے۔

اس نے سب سے پہلے روشنا کے بنگلے کا پتا معلوم کیا پھر تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے ادھر جانے لگی۔ کار کے ڈیش بورڈ میں ایک بھرا ہوا پستول تھا۔ اگر ماسٹر' روشنا کے پاس نظر آجاتا تو وہ اسے زخمی کرکے اس کے دماغ پر مسلط ہوسکتی تھی۔

روشنا کے خیالات بتارہے تھے کہ ماسٹر نے کھانا شروع کرنے سے پہلے منہ میں رکھی ہوئی گولی باہر نکالی ہے اور اسے ایک پلیٹ میں قریب ہی رکھا ہے تاکہ کھانا ختم کرتے ہی گولی کو پلیٹ سے اٹھاکر دوبارہ منہ میں رکھ لے۔

وہ میٹھا نہیں کھاتی تھی اور منکی ماسٹر کو میٹھا بہت پسند تھا۔ اس نے جو سوئٹ ڈش تیار کی تھی' اس میں اعصابی کمزوری کی دوا ملادی تھی۔ وہ اس سے نجات حاصل کرنے کے فیصلہ کن مرحلے سے گزر رہی تھی۔

ماسٹر نے کھانے کے بعد سوئٹ ڈش کو اپنے آگے رکھا تو الپا نے اپنی کار کی رفتار سست کردی۔ اسے سڑک کے کنارے روک کر پوری توجہ سے روشنا کے اندر پہنچ گئی۔

اس نے ایک چمچہ کسٹرڈ کا منہ میں رکھا۔ بہت زیادہ مٹھاس کے باوجود کچھ عجیب سا لگا۔ اس نے روشنا سے پوچھا۔ "یہ کیا چیز بنائی ہے؟ کچھ عجیب سا مزہ ہے۔"

روشنا نے اس کے ہاتھ سے چمچہ لے کر کہا "میرے ہاتھ سے کھاؤ گے تو مزہ بدل جائے گا۔"

وہ اسے کھلانے لگی۔ دراصل اس نے انانڈی پن کے باعث کسٹرڈ میں دوا کی مقدار زیادہ ہی ملادی تھی اسی لیے وہ میٹھی ڈش بدمزہ ہوگئی تھی۔ زیادہ مقدار کے باعث دوسرے ہی چمچے کے بعد اس کا سر چکرا گیا۔ وہ ایک دم سے پریشان ہوکر بولا "یہ مجھے کیا ہورہا ہے۔"

وہ میز پر جھکنے لگا۔ الپا' روشنا کو اس کے پیچھے لے کر آئی پھر اس کے سر کے پچھلے حصے سے برین گارڈ آگے کو کھینچ کر نکال لیا۔ فوراً ہی ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ اس کا ذہن غفلت اور کمزوری کی تاریکی میں ڈوب رہا تھا۔ وہ میز پر جھکتے جھکتے کرسی سے گر کر فرش پر آگیا۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اس کے پاس کمزوری پر قابو پانے والی زود اثر دوا ہے لیکن بیڈ روم میں ہے۔ وہ روشنا سے کہنا چاہتا تھا کہ وہاں سے دوا لے آئے لیکن اس میں بولنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔

وہ ایک منٹ کے اندر ہی بے ہوش ہوگیا۔ الپا نے خیال خوانی کے ذریعے برین آدم کو مخاطب کیا "بگ برادر! بہت بڑی خوشخبری ہے۔ منکی ماسٹر اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوکر بے ہوش ہوگیا ہے۔ اس سے پہلے کہ دوسرے منکی میں اس کے پاس پہنچیں' آپ اسے اپنی نگرانی میں کسی ایسی جگہ پہنچادیں' جہاں کوئی اس کا سراغ نہ لگاسکے۔"

اس نے برین آدم کو اس بنگلے کا پتا بتادیا۔ روشنا کی نادانی سے دوا کی زیادہ مقدار نے منکی ماسٹر کو بے ہوشی کے مقام تک پہنچادیا تھا۔ اس حالت میں الپا اس پر تنویمی عمل نہیں کرسکتی تھی۔ یہ اہم کام اس کے ہوش میں آنے کے بعد ہی ہوسکتا تھا۔

اس نے کار واپس موڑ لی۔ لیڈی ڈاکٹر کے پاس پہنچنے تک وہ خیال خوانی کرتی رہی اور یہ دیکھتی رہی کہ برین آدم کے ماتحت منکی ماسٹر کو کس طرح خفیہ مقام تک بحفاظت پہنچا رہے ہیں؟ انہوں نے آدھے گھنٹے میں اسے ایک ایسے ٹارچر سیل میں پہنچادیا تھا جو ناپسندیدہ سیاسی مجرموں کے لیے وقف تھا۔

الپا کو اطمینان ہوگیا۔ جب بھی ماسٹر ہوش میں آتا' اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا جاسکتا تھا۔

وہ لیڈی ڈاکٹر کے پاس آگئی۔ ڈاکٹر نے اسے ایک کمرے میں لے جاکر اس کا معائنہ کیا پھر کہا "مبارک ہو۔ آپ ماں بننے والی ہیں۔"

وہ حیران رہ گئی۔ خواب میں نظر آنے والے بزرگ کو یاد کرکے دل میں کہنے لگی "یقیناً وہ کوئی پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔ میں ماں بننے والی ہوں اور مجھے اپنے پیٹ کی بات معلوم تھی نہ کوئی ایسے آثار یا علامات رونما ہوئیں۔ مگر ان بزرگ کو معلوم ہوگیا پھر وہ یہ سوچ کر خوش ہوگئی کہ بزرگ کی یہ بات درست نکلی ہے... تو وہ بات بھی درست ہوگی کہ مجھے نامعلوم عامل سے نجات مل چکی ہے۔ اب میں اس کی معمولہ اور تابعدار نہیں ہوں۔ بزرگ جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ انہوں نے کہا تھا کہ میرے دماغ کو مقفل کردیا گیا ہے۔"

وہ مارے خوشی کے لیڈی ڈاکٹر سے لپٹ گئی۔ اسے چوم لیا۔ اسے فیس کے طور پر پانچ ہزار ڈالر دیے۔ لیڈی ڈاکٹر سمجھ رہی تھی کہ اسے ماں بننے کی خوشی ہے۔ جب کہ وہ دشمن عامل سے نجات پاکر خوش ہورہی تھی اور اس خوشی میں بزرگ کی یہ بات بھول رہی تھی کہ اس کی اولاد مسلمانوں سے وابستہ رہے گی۔

○☆○

بھارت کے تعلیم یافتہ عوام' پولیس اور آرمی کو سیٹلائٹ پروگرام کے ذریعے معلوم ہوا کہ خلائی زون سے ہزاروں کی تعداد میں منکی مین پہلے امریکا میں آئے پھر اسرائیل پہنچے ہوئے ہیں۔ عالمی نشریاتی ادارے کا بھی یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ منکی مین' بھارت پہنچ کر ہنومان بن گئے ہیں۔

دھرم سے لگاؤ رکھنے والے' منکی برادر کو ہنومان کہہ رہے تھے۔ اور دوسرے تمام منکی مین کو ہنومان کی سینا یعنی فوج سمجھ رہے تھے۔ وہاں کی انتظامیہ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے ہندو عقیدت مندوں کو سمجھانے لگی کہ ان بندروں کا بھگوان رام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لوگ خلائی زون سے آئے ہیں اور اس دنیا پر حکومت کرنے کے لیے پہلے کسی ایک ملک کی زمین پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

اس سلسلے میں اخبارات کے ضمیمے شائع ہورہے تھے۔ وہ اخبارات بھی ناخواندہ عوام کو سمجھا رہے تھے کہ وہ تمام بندر خلائی مخلوق ہیں۔ وہ انہیں کچھ دینے نہیں بلکہ بھارت کی زمینیں ان سے چھیننے آئے ہیں۔

یہ حقائق تعلیم یافتہ افراد سمجھ رہے تھے۔ ہزاروں عقیدت مندوں نے ہنومان کو فضا میں اڑتے دیکھا تھا۔ وہ رامائن کے ہنومان کی طرح اڑتے بھی تھے اور غائب بھی ہوجاتے تھے۔ اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ کر یہ تسلیم نہیں کررہے تھے کہ وہ خلائی مخلوق ہیں۔

سرکار کی طرف سے منکی برادر کو مذاکرات کی دعوت دی گئی۔ ٹی وی اسٹیشن میں اس کا استقبال کیا گیا۔ مذاکرات کا وہ پروگرام پورے بھارت میں نشر کیا گیا۔ لاکھوں کروڑوں افراد نے اسکرین پر زندہ ہنومان کو دیکھا۔ منکی برادر سب کو نظر آرہا تھا لیکن اس کے ساتھ چھپی ہوئی اعلیٰ بی بی اور پارس نظر نہیں آرہے تھے۔

پارس دیوی کے لیے برادر کبیر بنا ہوا تھا۔ اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھتا تھا۔ دیوی یہ سمجھتی رہی کہ وہ تل ابیب میں ہے جب کہ وہ پہلے سے بھارت پہنچا ہوا تھا۔ وہ منکی برادر کے دماغ میں رہ کر اسے ہنومان بننے کے سلسلے میں گائیڈ کرتا رہتا تھا۔

مذاکرات میں وزیرِ داخلہ' فوج کے سربراہ اور چند بڑے عالم فاضل پنڈت موجود تھے۔ ایک پنڈت نے کہا "ہمارے دھرم کے مطابق دیوتا اور دیویاں ہزاروں سال پہلے ہماری دھرتی پر تھے۔

جب وہ مستقل رہائش کے لیے پرلوک میں رہنے لگے اس کے بعد وہ کبھی دھرتی پر نہ آئے ہیں اور نہ آئیں گے' ان کی خدمت کرنے والے بھی ان کے ساتھ چلے گئے۔ ان خدمت گاروں میں ہنومان اور ان کی فوج بھی تھی۔ ہم کیسے یقین کریں کہ تم پرلوک سے یہاں آئے ہو؟"

منکی برادر نے پارس کی مرضی کے مطابق کہا "بنیادی بات یہ ہے کہ سری رام چندر جی ایک انسان تھے۔ دیوتا نہیں تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھگوان کا اوتار تھے۔ یعنی بھگوان نے انسان کے روپ میں جنم لیا تھا۔ میں ان کی خدمت کرنے والا ایک معمولی بندر تھا اور اب بھی ہوں۔ میں پرلوک نہیں گیا تھا بلکہ بھگوان رام کی کرپا سے خلائی زون میں چلا گیا تھا۔ وہاں اپنی فوج کے ساتھ زندگی گزارتا رہا اور وقت کے ساتھ ترقی کرتا ہوا سائنسی دور میں پہنچ گیا۔ جس طرح انسانوں نے دنیا میں ترقی کی ہے' بیل گاڑیوں میں سفر کرتے کرتے راکٹ میں سفر کرنے لگے ہیں اسی طرح ہم بھی خلائی زون سے سفر کرتے ہوئے واپس دھرتی پر آگئے ہیں۔"

"کیا ثبوت ہے کہ تم وہی لنگوٹ پہننے والے ہنومان ہو؟"

"اپنا لباس دیکھو اور یاد کرو' ہزاروں سال پہلے تمہارے دادا' پردادا بھی لنگوٹ پہنتے تھے یا گھچا باندھتے تھے۔ اگر تم کہتے ہو کہ میں ہنومان نہیں ہوں تو مجھے غلط ثابت کرو۔"

اچانک دیوی اسکرین پر آگئی۔ اس نے کہا "میں ثابت کروں گی کہ تم فراڈ ہو۔"

پارس نے منکی برادر کی زبان سے کہا "آہ! اس سے پہلے کہ یہ عورت کچھ بولے' میں اس کی حقیقت بتا دینا چاہتا ہوں۔ اس سے میری پہلی ملاقات لنکا میں اس وقت ہوئی تھی' جب بھگوان رام کے ہاتھوں راون شکست کھا رہا تھا۔ یہ عورت اس زمانے میں راون کی معشوق تھی۔"

دیوی نے غصے سے چیخ کر کہا "یہ بکواس کر رہا ہے۔"

"پہلے مجھے بات پوری کرنے دو پھر تم کہتی رہنا۔ ہاں تو یہ چاہتی تھی کہ راون شکست کھا کر مارا نہ جائے۔ یہ میرے پاس آکر طرح طرح کے لالچ دے کر کہنے لگی کہ میں بندروں کی فوج لے کر لنکا سے واپس چلا جاؤں اور بھگوان رام کی مدد نہ کروں لیکن میں بھگوان رام کا سیوک اور پجاری ہوں۔ میری مدد سے بھگوان رام نے راون کو ہلاک کر دیا۔ تب سے یہ عورت میری دشمن بن گئی ہے۔ یہ مجھے اور میری نسل کو ختم کر دینا چاہتی ہے۔ یہ میرا پیچھا کرتے ہوئے خلائی زون میں گئی تھی۔ یہ جواب دے' وہاں گئی تھی یا نہیں؟"

"ہاں گئی تھی۔ مگر ہزاروں سال پہلے نہیں گئی تھی۔"

"تم ہزاروں سال پہلے خلائی زون میں نہیں آئیں۔ ہماری سائنسی ترقی کا انتظار کرتی رہیں۔ جب ہم نے طبی اور سائنسی تجربات کے نتیجے میں غائب کرنے والی گولیاں اور پرواز کرنے والے کیپسول تیار کیے تو تم خلا میں پہنچ گئیں۔ ہماری گولیاں اور کیپسول چرانے کے بعد کہا کہ ہمیں بھگوان رام کے دیس میں آنے نہیں دیں گی۔ اس دیس کی جنتا کے سامنے گولی نگل کر غائب ہونے اور کیپسول منہ میں رکھ کر پرواز کرنے کا تماشا دکھاؤ گی اور میرے بھگتوں سے کہو گی کہ میں ہنومان نہیں' ایک فراڈ ہوں۔ اب تم کیا کہنا چاہتی ہو' کہو۔"

وہ غصے سے بولی "تم؟ یہ تم نہیں بول رہے ہو۔ تمہارے پیچھے کوئی جن بڑا مکار چھپا ہوا ہے۔ ابھی میں گولی نگل کر غائب ہو کر اپنے ہندو عقیدت مندوں کو سمجھانا چاہتی تھی کہ تم ہنومان کی طرح قدرتی طور پر غائب نہیں ہوتے ہو بلکہ غیر معمولی گولیوں کا سہارا لیتے ہو اور کیپسول کے ذریعے پرواز کرتے ہو۔"

پارس ایک پنڈت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پنڈت نے اس کی مرضی کے مطابق پوچھا "کیا تمہارے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں اور پرواز کرانے والے کیپسول ہیں؟"

"ہاں۔ یہ دونوں چیزیں میرے پاس ہیں۔"

"کیا یہ درست ہے کہ تم خلائی زون میں گئی تھیں اور وہاں سے گولیاں اور کیپسول لے کر آئی ہو؟"

"ہاں' میں نے زون سے یہ چیزیں حاصل کی تھیں۔"

"کیا تم زمین کی رہنے والی ہو یا خلا سے آئی ہو؟"

"میں بھارت دیس کی رہنے والی ہوں اور آپ سب کی طرح انسان ہوں۔"

"انسان راکٹ کے بغیر خلا میں نہیں جاتا۔ تم کیسے چلی گئی تھیں؟"

"میں فلائنگ شوز پہن کر گئی تھی۔ یہ شوز میں نے خلائی تجارت سے حاصل کیے تھے۔"

"تم تنہا کیوں گئیں؟ کیا اس ہنومان کے بیان کے مطابق اس کا پیچھا کرتی رہی ہو؟"

"میں خلا میں بھٹک کر اس کے زون تھری میں پہنچ گئی تھی۔"

"جب تمہیں خلائی معلومات حاصل نہیں تھیں تو بھٹکنے کے لیے کیوں گئی تھیں؟ عقل کہتی ہے کہ تمہیں ہنومان کا پتا تھا معلوم تھا اور تم راون کے قتل کا بدلہ لینے وہاں گئی تھیں۔"

"پنڈت جی! آپ میری مخالفت میں اس بندر کی وکالت کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے' میرا کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کے دماغ میں گھسا ہوا ہے۔"

"ابھی تم کہہ رہی تھیں' اس ہنومان کے پیچھے کوئی مکار جن ہوا ہے۔ اب کہہ رہی ہو' میرے دماغ میں تمہارا کوئی دشمن جن ہوا ہے۔ تم یہاں ہنومان کے خلاف ثبوت پیش کرنے آئی ہو یا فضول باتیں نہ کرو۔ ثبوت پیش کرو۔"

"کک۔۔۔ کیا ثبوت پیش کروں۔ میں خود پرواز کر کے یہ ثابت کرنا چاہتی تھی کہ ہر پرواز کرنے اور غائب ہو جانے والا فرد ہنومان نہیں ہو سکتا۔ میں بھی یہ تماشا دکھا سکتی ہوں لیکن میرے ایسا کرنے سے پہلے ہی مجھ پر گولیوں اور کیپسول کی چوری کا الزام لگایا جا

ہے۔"

فوج کے سربراہ نے پوچھا "دیوی جی! تم کون ہو۔ اچانک مذاکرات کے دوران کہاں سے آگئی ہو؟ پلیز ہمیں کام کی باتیں کرنے دو۔"

پھر اس نے منکی برادر سے کہا "ہم صرف ایک حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ تم خلائی مخلوق ہو۔ اپنی فوج کے ساتھ یہاں آباد ہونے آئے ہو۔"

منکی برادر نے کہا "میں تمہاری بات سے انکار نہیں کروں گا۔ ہزاروں سال پہلے میں بھی اس دھرتی پر رہتا تھا۔ اس لیے اس دھرتی پر ہمارا بھی حق ہے لیکن میں کسی لالچ سے نہیں آیا ہوں۔ یہاں میرے لاکھوں کروڑوں بھگت ہیں۔ میں ان کی غریبی اور محتاجی دور کرنے آیا ہوں۔ میں اس ٹی وی کے ذریعے بھارت کی جنتا سے کہہ رہا ہوں۔ میں دہلی شہر سے دور ایک نئی بستی آباد کروں گا۔ وہاں میری بندر فوج کے علاوہ لاکھوں غریب رہیں گے اور چند دنوں میں اتنے امیر ہو جائیں گے کہ ان کی خوشحالی دیکھ کر تمام بھارتی جنتا کو میرے ہنومان ہونے کا یقین ہو جائے گا۔"

دیوی نے کہا "ہرگز نہیں۔ یہ بستی آباد کرنے کے بہانے اپنی منکی فوج کا اڈا بنائے گا۔ اسے ہمارے دیس کی ایک انچ زمین بھی نہ دی جائے۔"

"اس دیس کی بھوکی جنتا تین وقت پیٹ بھر کر کھانا چاہتی ہے۔ اچھے کپڑے پہننا چاہتی ہے۔ پکے مکانوں میں رہنا چاہتی ہے۔ اپنی بیٹیوں کی شادیاں کرنا چاہتی ہے۔ میں اپنے بھگتوں کو تمام دنیا کے سامنے سر اٹھا کر جینے کے قابل بناؤں گا۔ تم راون کی معشوق تھیں' سری لنکا چلی جاؤ۔"

ٹی وی اسٹیشن کے تمام ٹیلی فون بجنے لگے۔ ان کے ذریعے ہنومان کے بھگت کہنے لگے "ہم ہنومان نگر بسائیں گے۔ اس عورت کو ٹی وی اسٹیشن سے بھگاؤ۔ وہ راون کی رکھیل تھی۔ اسے بھی راون کی طرح جلا ڈالو۔"

پھر ٹی وی اسٹیشن کے باہر مظاہرے ہونے لگے۔ کسی بھی ملک کے غریب لوگ یہی چاہتے ہیں کہ ان کی محتاجی دور ہو جائے اور ان کی زندگی کی تمام ضرورتیں اس طرح پوری ہو جائیں' جس طرح ہنومان جی پورا کرنے والے تھے اور وہ منکی برادر غریبوں کی بستی میں کتنے ہی غریبوں اور بیماروں کو ہزاروں روپے اور دوائیں دے چکا تھا۔

وہاں کے لوگ ایک نئی بستی "ہنومان نگر" بسانے کے لیے نعرے لگا رہے تھے۔ پولیس اور جنتا کے درمیان جھڑپیں ہونے لگیں۔ ہر طرف افراتفری کا عالم ہو گیا۔ دھرم کو ماننے والے اور ہنومان سے عقیدت رکھنے والے بھگت کروڑوں کی تعداد میں تھے۔ وہ سب ہندوستان کے مختلف حصوں سے ہنومان کے درشن کے لیے چلے آرہے تھے۔ پورے ملک میں بسوں اور ٹرینوں میں بیٹھنے اور کھڑے ہونے کی جگہ نہیں رہی تھی۔ لوگ چھتوں پر بیٹھ کر سفر کر رہے تھے۔ دہلی کی انتظامیہ کے ہوش اڑ رہے تھے۔ کروڑوں افراد کو روکنا اور ان پر لاٹھی چارج کرنا ممکن نہیں تھا۔

انہوں نے منکی برادر سے کہا "اس طوفان کو روکو ورنہ بڑی بدنظمی پھیلے گی۔ ایک ہی شہر میں کروڑوں لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ اس طرح گندگی اور بیماریاں پھیلیں گی۔ ان سب کے لیے اناج اور دوائیں کم پڑ جائیں گے۔ لوگوں کو سمجھاؤ کہ وہ درشن کے لیے یہاں نہ آئیں۔ ٹی وی کے ذریعے انہیں درشن کرائے جائیں گے۔"

منکی برادر نے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے کروڑوں سامعین اور ناظرین سے کہا "تم سب اپنے اپنے دیہاتوں اور شہروں میں جاؤ۔ میں کل سے پورے بھارت کا دورہ کروں گا۔ ایک ایک گاؤں اور ایک ایک شہر میں آؤں گا۔ سب کو درشن دوں گا اور سب کی پریشانیاں دور کروں گا۔"

اس کے سمجھانے سے لوگ واپس جانے لگے۔ ایک حاکم نے منکی مین سے کہا "تم جو بستی بسانا چاہتے ہو' وہاں بھارت کے لاکھوں کروڑوں ننگے بھوکے لوگ چلے آئیں گے۔ اس بستی کی آبادی اتنی زیادہ ہو گی کہ وہ بستی جلد ہی دنیا کی سب سے بڑی آبادی والا شہر بن جائے گا۔ ایسا شہر آباد کرنے کے لیے اربوں روپے کی ضرورت پیش آئے گی۔ ہم اتنی بڑی رقم کہاں سے لائیں گے۔"

"فکر نہ کرو۔ اربوں روپے سے زیادہ اربوں ڈالر آئیں گے اور یہ رقم امریکا اور اسرائیل دیں گے۔"

پارس جانتا تھا کہ امریکا اور اسرائیل کو یہ معلوم ہو گا کہ ان کے سروں سے یہ بلا ٹل رہی ہے اور وہ تمام بندر انڈیا میں آباد ہو رہے ہیں تو وہ بڑی فراخدلی سے اربوں ڈالر خرچ کر کے وہ شہر آباد کریں گے۔

دیوی پریشان ہو کر برادر کبیر کے پاس آئی پھر بولی "تم کہاں رہ گئے تھے؟ میں نے کئی بار تمہارے دماغ میں آنے کی کوشش کی لیکن میری سوچ کی لہروں کو تمہارا دماغ نہیں مل رہا تھا۔"

"میں شکار کھیلنے میں مصروف تھا۔ اب تک دس منکی مین کو ہلاک کر چکا ہوں۔ ان ہلاک ہونے والوں کے لباس سے ہزاروں گولیاں' کیپسول اور لیزر گنیں حاصل کر چکا ہوں۔"

"ان چیزوں سے ابھی کیا فائدہ پہنچے گا؟ وہ منکی برادر ہماری زمین پر قبضہ جما رہا ہے۔ اسے روکنے کی تدبیر کرو۔"

"کیسے کروں؟ تم نے میری شرط پوری نہیں کی۔ مجھ سے کہا تھا' دو دن میں جو تشدد یا سے اپنی قسمت کا حال معلوم کر دوں گی پھر میری تمنائیں میں آجاؤ گی۔ ایک دن گزر چکا ہے' آج دوسرا دن ختم ہونے والا ہے۔"

"ابھی دوسرا دن ختم نہیں ہوا ہے۔ جب یہ ختم ہو گا تو کل تیسرے دن شرط پوری کروں گی۔ لیکن کل سے پہلے تمام بندروں کو میرے دیش سے بھگا دو۔"

"بھگادوں گا لیکن تم شرط پوری نہیں کرو گی تو میں تمہارا دشمن بن جاؤں گا۔"

"تم بڑے خود غرض ہو۔ اپنے ہی مطلب کی بات کیے جارہے ہو۔"

"اس میں خود غرضی کی کیا بات ہے۔ ہر مزدور اپنی محنت کا معاوضہ مانگتا ہے۔"

"اچھا باتیں نہ بناؤ۔ کام کرو۔ اس منکی برادر نے پورے بھارت میں گلی گلی' گھر گھر جاکر لوگوں کو درشن دینے اور انہیں بیوقوف بنانے کا پروگرام بنالیا ہے۔ وہ بڑی چالاکی سے یہاں حکومت کرنے کا منصوبہ بناچکا ہے اور اس پر کامیابی سے عمل کررہا ہے۔"

"اس کی کامیابی پر نہ جھنجلاؤ۔ تمہارے دیس کے کروڑوں لوگ خود اس کے آگے سر جھکا رہے ہیں اور اس کی پوجا کررہے ہیں۔ ایسے میں منکی برادر کو نقصان پہنچایا جائے گا تو بھارت کی پوری جنتا اپنے حکمرانوں کے خلاف ہوجائے گی۔ پورے دیس میں بغاوت پھیل جائے گی اور وہ منکی برادر مر کر بھی ان کے دلوں میں امر ہوجائے گا۔ جنتا کے دماغوں میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔"

"اسے دماغوں میں زندہ رہنے دو لیکن اسے مار ڈالو۔ تمام بندروں کو بھگادو۔"

"ذرا غور کرو۔ تمام بندر ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں۔ عام لوگ ان کے درمیان فرق محسوس نہیں کرسکتے۔ اگر منکی برادر کے قتل ہونے کے بعد کوئی دوسرا بندر ہنومان بن کر لوگوں کے سامنے آئے گا تو ان کی یہ عقیدت اور بڑھ جائے گی کہ ہنومان کو کوئی نہیں مار سکتا۔ وہ ہزاروں سال سے زندہ ہے اور قتل ہونے کے بعد بھی زندہ ہوکر آجایا کرے گا۔"

"ہاں دوسرے بندر ایسا کرسکتے ہیں۔ امریکا اور اسرائیل کی بھی یہی کوشش ہوگی کہ تمام بندر ہمارے ہی دیس میں آباد رہیں۔"

"فکر نہ کرو' میں انہیں یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کردوں گا لیکن مجھے ایڈوانس تو دے دو۔"

"کیسا ایڈوانس؟"

"مجھے جو معاوضہ ملنے والا ہے اس کا ایڈوانس!"

"فضول باتیں نہ کرو۔"

"یہ فضول بات ہے تو شرط کیسے پوری کروگی۔ تم کل بھی اسے فضول بات کہو گی۔"

"میرا مطلب ہے' وقت سے پہلے ایسا کوئی مطالبہ نہ کرو۔"

"وقت سے پہلے پیشگی حاصل کرنا میرا حق ہے۔ میں اصول کی بات کررہا ہوں۔"

"تم جانتے ہو' میں کبھی کسی کے سامنے نہیں آتی۔ آج تک کسی نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔ تم شرط پوری کرنے سے پہلے مجھے ہاتھ لگانے کی بات نہ کرو۔"

اس نے دونوں تھالیوں پر ہاتھ مار کر نوٹوں اور زیورات کو پھینک دیا پھر بولی "لے جاؤ یہ سب۔ میں بکاؤ مال نہیں ہوں۔ ایک ہندوستانی ناری ہوں۔ میں اپنے دیس کی جنتا کو تمہارا اصلی روپ دکھاؤں گی۔"

"کل تم میرے نام ہوجاؤ گی۔ نام ہونے سے پہلے دستخط کرلینے دو۔"

"ابھی منکی برادر جس مضبوط پوزیشن میں ہے' اس پوزیشن میں اسے شکست دینا یا اسے بھگانا ناممکن ہے۔ تمہیں شاید اپنی ناکامی کا یقین ہورہا ہے اس لیے تم ایڈوانس مانگنے کے بہانے مجھے بلا رہے ہو۔ میں آؤں گی تو پھر مجھے نہیں چھوڑو گے' مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالوگے۔"

"جب بندروں کے فرار ہونے کے بعد شرط پوری کرنے آؤ گی تو اس وقت بھی تمہیں معمولہ اور تابعدار بنالے جانے کا اندیشہ رہے گا۔ آج مجھ پر بھروسا نہیں کررہی ہو تو کل بھی نہیں کروگی۔"

"ضرور کروں گی۔ تمہیں مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

"بھروسا تم نہیں کررہی ہو تو میں کیوں کروں؟"

"تم مطلب پرست ہو۔ تم مجھ سے محبت نہیں کرتے ہو۔ سچی محبت کرو اور سچی محبت روح سے کی جاتی ہے' جسم سے نہیں۔"

"مرنے کے بعد روحوں سے محبت کی جاتی ہے۔ زندہ ہونے والی ...کی بات کرو۔"

"میں سمجھ گئی۔ تم میرا کام نہیں کروگے۔ میں جارہی ہوں۔"

"جاؤ۔ آئندہ آنا چاہو تو دماغ میں نہ آنا۔ ایڈوانس کی ادائیگی کے لیے جسمانی طور پر سیدھی میرے پاس چلی آنا۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر جھنجلا گئی۔ منکی برادر بڑی مضبوطی سے بھارت میں قدم جما رہا تھا' ایسے وقت برادر کبیر اس کا ساتھ چھوڑ رہا تھا۔ اس کا تعاون حاصل کرنے کے لیے وہ اس کی شرط پوری نہیں کرنا چاہتی تھی۔

ان حالات میں وہ تنہا رہ گئی تھی۔ اب اسے صرف اپنی ذہانت سے اور غیر معمولی صلاحیتوں سے کچھ کرنا تھا۔ جب کہ وہ تمام بندر اسی کی طرح غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے البتہ ذہانت کے معاملے میں وہ منکی برادر سے برتر تھی۔ پریشانی یہ تھی کہ منکی برادر کی پشت پر پارس کی ذہانت کام کررہی تھی اور اس حقیقت سے وہ بے خبر تھی۔

آخر اسے منکی برادر کی بہت بڑی کمزوری یاد آئی۔ یہ کمزوری تمام بندروں کی تھی۔ وہ زن پرست تھے۔ عورتوں کے دیوانے رہتے تھے اور یہ یقینی بات تھی کہ وہ ہنومان بن کر بھی حسن پرستی سے باز نہیں آرہا ہوگا۔

دیوی نے ایک نہایت حسین و جمیل عورت کو اپنا آلۂ کار بنا کر ہنومان کے درشن کے لیے منکی برادر کے پاس پہنچایا۔ وہ واقعی اتنی پُرکشش تھی کہ منکی برادر کا اس پر دل آگیا۔ وہ اس کے سامنے گھٹنے

ٹیک کر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "ہم بہت دولت مند تھے لیکن کاروبار تباہ ہوگیا۔ ماں باپ صدمے سے مرگئے۔ میں اکیلی رہ گئی ہوں۔ اگر آپ میری کٹیا میں تشریف لائیں گے تو آپ کے قدموں سے برکت ہوگی۔ میں پھر دولت مند بن جاؤں گی۔"

اس نے کہا "تم جاؤ۔ میں ضرور آؤں گا۔"

جب وہ جانے لگی تو اس کے ایک نادیدہ منکی مین نے اس کا تعاقب کیا اور اس کی کوٹھی کا پتا معلوم کرلیا۔ منکی برادر رات کے وقت اس کے بیڈ روم میں آیا۔ وہ لباس اتار کر دوسرا لباس پہننے جارہی تھی۔ منکی برادر کو دیکھ کر سہم گئی پھر بولی۔ "آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"تم نے بلایا اور ہم چلے آئے۔"

"لیکن میں نے بیڈ روم میں نہیں بلایا تھا۔ میں آپ کی پجارن ہوں۔ اس کے ساتھ ایک شرم و حیا والی ہندوستانی عورت بھی ہوں۔"

"تو کیا ہوا؟ میں اپنی پجارن کو درشن دینے آیا ہوں۔ تم بھی مجھے اپنی سندرتا اور جوانی دیتی رہو۔"

"پلیز چلے جائیں۔ آپ مہان ہیں۔ ہمارے ہنومان ہیں۔ آج سارا ہندوستان آپ کی پوجا کررہا ہے۔ آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں سارے ہندوستان کے لیے ہنومان ہوں مگر حسین اور جوان عورت میری کمزوری ہے۔ جب تک کوئی میرے پہلو میں نہ ہو' مجھے نیند نہیں آتی۔"

"کیا تم ہر رات کسی عورت کے ساتھ رہتے ہو؟"

"ہاں' جو مجھے خوش کرتی ہے' میں اسے مالا مال کردیتا ہوں۔"

"تم اتنی دولت کہاں سے لاتے ہو؟"

وہ قریب آتے ہوئے بولا "پولیس کی طرح انکوائری نہ کرو۔ میری آغوش میں آجاؤ۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "نہیں۔ مجھے بتاؤ' تمہارے پاس دولت کہاں سے آجاتی ہے؟"

"میرے دوسرے منکی مین نادیدہ رہ کر کبھی سرکاری خزانے سے لے آتے ہیں۔ کبھی بڑے بڑے سرمایہ داروں کی تجوریاں خالی کرتے ہیں۔"

"کیا تم میری عزت لوٹنے کے لیے بھی دولت لائے ہو؟"

"ہاں۔ ابھی اپنے ساتھ لایا ہوں۔ میں حسن کا قدر دان ہوں۔ پہلے قیمت ادا کرتا ہوں۔" اس نے ایک چٹکی بجائی' دوسرے ہی لمحے دو منکی مین نمودار ہوگئے۔ ان کے ہاتھوں میں دو بڑی بڑی تھالیاں تھیں۔ ایک تھالی پر نوٹوں کی گڈیاں اور دوسری پر ہیرے موتیوں سے جڑے ہوئے سونے کے زیورات تھے۔

اس حسینہ نے کہا "اچھا تو یہ تمہارا اصل روپ ہے۔ تم اسی دیس کی دولت لوٹ کر جنتا کو بیوقوف بنانے کے لیے کچھ غریبوں کو دیتے ہو اور باقی اس طرح عیاشی میں لٹاتے ہو۔"

منکی برادر نے آکر اسے پکڑ لیا۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی لیکن اس کے حسن کا نشہ منکی برادر کے سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ چھت پر اور کمرے کے چاروں گوشوں میں وڈیو کیمرے بڑی رازداری سے نصب کیے گئے تھے جو اس کے ہنومان نہ ہونے اور عیاش ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ریکارڈ کررہے تھے۔ وہ منظر پورے بھارت کی جنتا دیکھنے والی تھی۔ بندروں کا آپ دوانہ وہاں سے اٹھنے والا تھا۔

○☆○

منکی ماسٹر کے ساتھ ہمیشہ دو نادیدہ باڈی گارڈز رہا کرتے تھے لیکن اس نے روشنا کے ساتھ رہنے کے دوران باڈی گارڈز سے کہا تھا کہ وہ موجود نہ رہا کریں۔ چلے جائیں۔ ان کی ضرورت ہوگی تو انہیں بلالیا جائے گا۔

ان باڈی گارڈز کے جانے کے بعد ہی منکی ماسٹر کی شامت آگئی تھی۔ روشنا نے اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلائی تھی۔ دوا کی مقدار اتنی زیادہ ہوگئی تھی کہ وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔ الپا اسی وقت اس پر عمل نہ کرسکی۔ برین آدم نے اپنے ماتحتوں کے ذریعے بڑی رازداری سے منکی ماسٹر کو ایک خفیہ ٹارچر سیل میں پہنچادیا۔

بعد میں دونوں گارڈز نے آکر اپنے ماسٹر کو تلاش کیا پھر روشنا کی گردن دبوچ کر پوچھا "بتاؤ' ہمارا ماسٹر کہاں ہے؟"

وہ روتے ہوئے بولی "مجھ پر ظلم نہ کرو۔ وہ اچانک ہی کہیں گیا ہے۔ کہہ رہا تھا' اسے اس کے برادر کے بارے میں کوئی اطلاع ملی ہے۔ وہ جارہا ہے۔ جلد ہی واپس آنے کی کوشش کرے گا۔"

روشنا نے اس کے بھائی کے حوالے سے کہا تو انہیں یقین آگیا۔ وہ دونوں منکی فوج کے کمانڈر کے پاس آئے۔ اسے بتایا کہ ماسٹر کئی گھنٹوں سے لاپتا ہے۔ روشنا کہتی ہے' وہ منکی برادر کے بارے میں کوئی اطلاع سن کر گیا ہے اور واپس آنے کی بات کہہ کر بھی اب تک نہیں آیا ہے۔

کمانڈر نے کہا "کوئی گڑبڑ ہے۔ پہلے برادر اچانک اغوا چلا گیا پھر ماسٹر بھی کہیں چلا گیا۔ یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ برادر اغوا گیا ہوگا۔ ماسٹر کو تلاش کرنا ہوگا۔ مجھے شبہ ہے' دونوں بھائیوں پر مصیبتیں آئی ہیں۔"

کمانڈر نے کئی منکی مین کو حکم دیا کہ وہ نادیدہ رہ کر اس شہر کے گھر گھر میں ماسٹر کو تلاش کریں۔ اس نے مخصوص سگنل دینے والے فون کے ذریعے تمام منکی مین سے کہا کہ وہ اس میدان میں پہنچیں' جہاں ہزاروں خیمے نصب کیے گئے ہیں۔ کئی منکی مین بھی اس سگنل فون کے ذریعے شہر میں پھیلے ہوئے جان نثاروں کو خیمے کی طرف بلانے لگے۔

اس خیمے کے پاس ہزاروں نادیدہ منکی مین جمع ہوگئے تھے اور وہ سگنل فون کے ذریعے کمانڈر کو اپنی حاضری کی اطلاع دے رہے تھے۔ تقریباً چار ہزار جان نثار جمع ہوگئے۔ کمانڈر نے انہیں اپنی

خلائی زبان میں مخاطب کیا کیونکہ انگریزی یا عبرانی زبان وہاں کے جاسوس سن کران کے ارادوں کو سمجھ سکتے تھے۔

کمانڈر نے کہا "ہم اس دنیا پر حکومت کرنے کے لیے بڑی طویل جدوجہد کررہے ہیں۔ اگرچہ ہمیں کامیابی نہیں ہوئی ہے لیکن امریکا اور اسرائیل پر ہماری دہشت طاری ہے۔ یہاں ہمارے لیے بستی بسائی جارہی ہے۔ اس سے کامیابی کا یقین ہورہا تھا لیکن درپردہ ہمارے خلاف سازش ہورہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ برادر انڈیا گیا ہوا ہے۔ ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ اس کے جانے کی خبر ہمیں نہیں ہوئی۔ اسی طرح ماسٹر بھی اچانک کہیں چلا گیا ہے۔"

کمانڈر کے قریب ایک گاڑی آکر رکی۔ اس میں سے پولیس افسر سپاہیوں کے ساتھ باہر آیا پھر کمانڈر سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "ہم اس میدان میں تنہا کھڑے ہو لیکن یوں چیخ کر بول رہے ہو جیسے تمہارے سامنے ہزاروں کا مجمع ہو۔"

"بے شک۔ میرے سامنے ہزاروں جان نثار ہیں۔ میں تقریر کررہا ہوں۔"

"تو پھر انگریزی یا عبرانی زبان میں کرو تاکہ ہم بھی سن سکیں۔"

"تقریر کا تعلق ہمارے ذاتی معاملات سے ہے۔ ہم تمہیں نہیں سنانا چاہتے۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ شاید تم ہزاروں مسلح فوجیوں کو دیکھ کر ہی جاؤ گے۔"

کمانڈر نے حاضری کا حکم دیا۔ یکبارگی ہزاروں مسلح جان نثار نمودار ہوگئے۔ انہیں دیکھتے ہی افسر فوراً گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔ سپاہی بھی بیٹھ گئے پھر وہ گاڑی گھوم کر واپس جانے لگی۔ تمام جان نثار قہقہے لگا رہے تھے۔

پھر کمانڈر نے کہا "یہ دنیا والے بڑے مکار ہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے یہ جلد ہی ہم پر قہقہے لگائیں گے۔ بہتر ہے کہ ہم احتیاطی تدابیر پر عمل کریں۔ میں تمہارا کمانڈر ہوں اور ماسٹر کی غیر موجودگی میں قائم مقام ماسٹر بھی ہوں۔ میرا حکم ہے کہ یہاں میرے پاس صرف پانچ سو جان نثار رہیں۔ باقی ابھی پرواز کرکے امریکا چلے جائیں اور بالٹی مور میں قیام کریں۔ جب ماسٹر اور برادر صحیح سلامت یہاں آئیں گے تو میں ان سے مشورہ کرکے تمہیں یہاں بلاؤں گا۔"

وہ کمانڈر کے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔

منکی ماسٹر ہوش میں آگیا۔ اس نے کمزوری سے کراہتے ہوئے ٹارچر سیل کی چھت کو دیکھا پھر پتا چلا کہ وہ زنجیروں سے بندھا ہوا فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا ہے۔

وہ اٹھنا چاہتا تھا۔ الپا نے اٹھنے نہیں دیا۔ اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ پہلے وہ بیہوش تھا۔ اب اسے نیند کی آغوش میں پہنچا دیا پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ خلائی مخلوق کے دماغوں میں تنویمی عمل کا اثر چار یا چھ گھنٹے تک رہتا ہے۔ اس نے منصوبہ بنالیا تھا کہ چار گھنٹوں میں بہت کچھ کر گزرے گی۔ مزید کچھ کرنا ہوگا تو دوبارہ اس پر تنویمی عمل کرے گی۔

وہ ایک گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہوا۔ الپا نے اس کے سامنے آکر پوچھا "کیا مجھے پہچانتے ہو؟"

وہ چاروں طرف دیکھنے کے بعد بولا "میں پہلی بار تمہیں دیکھ رہا ہوں لیکن یہ کوئی ٹارچر سیل لگتا ہے۔ میں یہاں کیسے آگیا؟"

"اگر میں حکم دوں کہ اسی سیل میں زندگی گزارو تو کیا کروگے؟"

"میں کیا کرسکتا ہوں؟ تم کہتی ہو... تو یہیں زندگی گزاروں گا۔"

"میں حکم دیتی ہوں۔ اپنا جوتا اتار کر اپنے سر پر مارو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اپنا ایک جوتا اتارا پھر اسے اپنے سر پر مار کر دوبارہ پہن لیا۔ الپا نے ایک سگنل فون اس کی طرف بڑھا کر کہا "اپنے جان نثاروں کو حکم دو کہ وہ خیموں والے میدان میں آکر جمع ہوجائیں۔"

اس نے فون لے کر پہلے کمانڈر سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا "اپنے تمام جان نثاروں سے کہو وہ خیموں والے میدان میں آجائیں۔ ماسٹر ان سے ضروری باتیں کرے گا۔"

کمانڈر نے سگنل کے ذریعے پوچھا "آپ کہاں ہیں؟"

الپا اس کے دماغ میں تھی۔ اس نے کہنے نہیں دیا کہ وہ ٹارچر سیل میں ہے۔ وہ الپا کی مرضی کے مطابق بولا "میں یہاں کے اکابرین کے سامنے ہوں۔"

"کیا آپ ابھی میدان میں آئیں گے؟"

"میں یہیں سے ضروری پیغام دوں گا۔"

"آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آئیں گے؟"

"مجھ سے بحث نہ کرو۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

"ماسٹر! میرا عہدہ آپ کے برابر ہے۔ پہلے آپ نے اس انداز سے گفتگو نہیں کی۔ مجھے کوئی شبہ ہوگا تو میں پوری طرح اکموڈیٹ کروں گا۔ اگر آپ کسی بندش میں نہیں ہیں تو ابھی ہمارے پاس آجائیں۔ اگر نہیں آئیں گے تو ہمارا شبہ یقین میں بدل جائے گا۔"

"میں پہلے یہاں کے اکابرین کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ آپ بھی یہاں ہمارے جان نثار چار ہزار کی تعداد میں موجود ہیں۔ انہیں اپنی تعداد سے مرعوب کرنے کے بعد میں تم لوگوں کے پاس آجاؤں گا۔"

"یعنی اس میدان میں ہمارے چار ہزار جان نثار نمودار ہوں گے، دشمنوں کو ایک جگہ ایک ساتھ نظر آئیں گے۔ ان دشمنوں کے پاس تھوڑی سی تعداد میں سہی، لیزر گنیں ہیں۔ وہ نادیدہ بن کر چاروں طرف سے گھیر کر ہمارے کم از کم ڈیڑھ دو ہزار جان نثاروں کو لیزر گنوں کے ایک ہی برسٹ سے ہلاک کردیں گے۔"

"تم ان پر شبہ نہ کرو۔ یہ دوست بن چکے ہیں۔"

"انہوں نے جس طرح برادر پر عمل کیا تھا اس طرح آپ پر بھی عمل کرچکے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو آپ ابھی ہمارے پاس آجائیں۔ ہم چار گھنٹے تک آپ کو اپنی نگرانی میں رکھیں گے اور آپ کے سر سے برین گارڈ آلہ لگائیں گے۔ تب یقین آئے گا کہ آپ تنویمی عمل کے زیر اثر نہیں ہیں۔"

الپا نے غصے سے کہا "تم بہت چالاک بننے کی کوشش کررہے ہو مگر اپنی نادانی سے ماسٹر کی جان کے دشمن بن رہے ہو۔"

کمانڈر نے کہا "تم تنویمی عمل کرنے والی آخر بول پڑیں۔ یہ ثابت ہوگیا کہ ماسٹر تمہارے عمل کے زیر اثر ہے۔"

"ہاں یہ ہماری قید میں ہے۔ ابھی زندہ ہے، مر بھی سکتا ہے۔"

"اگر وہ مرے گا تو تمہارا پورا ملک کھنڈر بن جائے گا۔"

"ہمارے ملک کی فکر نہ کرو۔ ماسٹر کی زندگی کا سودا کرو۔"

ایسے ہی وقت گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ کمانڈر کی کراہ سنائی دی پھر خاموشی چھا گئی۔ الپا کے موبائل کا بزر بولنے لگا۔ اس نے موبائل کو آن کرکے پوچھا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میڈم! آپ کا اندازہ درست تھا۔ کمانڈر میدان میں کھڑا سگنل فون پر کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے اسے گولی ماردی ہے۔ وہ ختم ہوچکا ہے۔"

الپا نے فون بند کرکے ماسٹر سے کہا "فوراً میدان کی طرف جاؤ۔ تمہارے فوجی بندر مشتعل ہورہے ہوں گے۔ میں تمہارے دماغ میں جو کہتی رہوں، اس پر عمل کرتے رہو۔"

اس نے ماسٹر کو ایک گولی اور ایک کیپسول دیا پھر ایک ریوالور دے کر کہا "گولی جیب میں رکھو۔ واپس آتے وقت نادیدہ بنو گے تاکہ کوئی تمہارے تعاقب میں یہاں تک نہ آئے۔ اس کیپسول کے ذریعے میدان کی فضا میں پرواز کرتے رہو گے۔ کسی بندر کے قریب نہیں جاؤ گے۔ کوئی زبردستی آنا چاہے تو اسے گولی ماردو گے۔ چلو میں نادیدہ بن کر تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

الپا ایک گولی کے ذریعے سایہ بن کر ماسٹر کے جسم میں سما گئی۔ ماسٹر کیپسول کے ذریعے پرواز کرتا ہوا میدان میں پہنچا۔ وہ میدان خالی نظر آرہا تھا لیکن اسے پرواز کرتے دیکھ کر ایک منکی مین میدان میں نمودار ہوا پھر بولا "ماسٹر آپ کو دیکھ کر خوشی ہورہی ہے مگر افسوس دشمنوں نے ہمارے کمانڈر کو ہلاک کردیا ہے۔ ہم دشمنوں کو تباہ کردیں گے۔"

ماسٹر نے کہا "صبر کرو اور یہ بتاؤ کیا میرے تمام جان نثار یہاں موجود ہیں؟"

"جی ہاں، موجود ہیں۔"

"میں انہیں حکم دیتا ہوں، سب کے سب نمودار ہوجائیں۔"

"نہیں ماسٹر! ہم مقتول کمانڈر کی باتیں سن چکے تھے۔ اس نے درست کہا تھا۔ ہمیں ایک ساتھ مار ڈالنے کے لیے یہاں بلایا گیا ہے اور آپ تنویمی عمل کے زیر اثر ہیں۔"

"کیا تم چاہو گے کہ میرا عمل مجھے مار ڈالے۔"

"ہم یہ کبھی نہیں چاہتے۔ آپ کو زندہ سلامت رکھنا ہمارا فرض ہے۔"

"تو میری سلامتی کی خاطر یہ ملک اور یہ دنیا چھوڑ کر خلائی زون میں واپس چلے جاؤ۔"

"آپ فضا میں پرواز کیوں کررہے ہیں؟ ہمارے پاس آجائیں۔"

"میں مجبور ہوں۔ تم لوگوں کے قریب نہیں آسکتا اور نہ ہی تمہیں قریب آنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔ اگر کوئی جرأ قریب آئے گا تو اسے گولی ماردوں گا۔ کوئی نادیدہ بن کر بھی نہ آئے۔ میرے آس پاس تمہارے نادیدہ دشمن ہیں۔"

"آپ بتائیں ہم آپ کی سلامتی کے لیے اور کیا کرسکتے ہیں۔ کیا ہم خلائی زون واپس جائیں گے تو یہ آپ کو قید سے رہا کردیں گے؟"

"نہیں، میں یہاں قید رہوں گا لیکن زندہ رہوں گا اور یہ زندگی تم لوگوں کے جانے کے بعد مجھے ملتی رہے گی۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ یہ آپ کو زندہ رہنے دیں گے؟"

"یقین کرنا ہوگا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ سیٹلائٹ کے ذریعے خلائی زون سے رابطہ رہے گا۔ میں ہر پندرہ دن کے بعد فون کے ذریعے اپنی خیریت سے آگاہ کرتا رہوں گا۔"

"ہم صرف آپ کی آواز سن کر مطمئن نہیں ہوں گے۔ یہاں سے کوئی آپ کی آواز کی نقل بھی کرسکتا ہے۔"

"تم لوگ اپنے اطمینان کے لیے کسی ایک منکی مین کو مہینے میں ایک بار یہاں بھیج سکتے ہو۔ وہ زون سے آئے گا مجھ سے ملاقات کرے گا پھر واپس چلا جایا کرے گا۔"

"یہ ہمیں منظور ہے۔ ہم آپ کی سلامتی کی خاطر یہ دنیا چھوڑ کر اپنے زون میں واپس جارہے ہیں۔"

"روانہ ہوتے وقت سب نمودار ہوکر پرواز کرو تاکہ دشمنوں کو تمہارے جانے کا یقین ہوجائے۔"

"صوری ماسٹر! ہم دشمنوں پر بھروسا نہیں کریں گے۔ ہم نادیدہ ہوکر جارہے ہیں۔ دس منٹ کے بعد یہاں ایک بھی منکی مین نظر نہیں آئے گا۔"

ماسٹر نے کہا "اگر کوئی ایک بھی نظر آئے گا تو یہ لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"آپ زندہ رہیں گے۔ ہم جارہے ہیں۔ وش یو گڈ لک۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ ایک منٹ بعد ماسٹر نے انہیں مخاطب کیا لیکن جواب نہیں ملا۔ وہ پندرہ منٹ تک اس میدان پر پرواز کرتا رہا پھر نادیدہ بن کر ٹارچر سیل میں آگیا۔ وہاں الپا بھی اس کے ساتھ نمودار ہوکر بولی "کیا تمہیں یقین ہے کہ ہزاروں منکی مین جاچکے ہیں؟"

"مجھے پورا یقین ہے۔ میرے تمام جان نثار کبھی حکم عدولی

نہیں کرتے۔"

"لیکن مجھے یقین نہیں ہے۔ وہ جانتے ہیں' تم تخویبی عمل کے زیر اثر ہو اور ایک ہوشمند ماسٹر کی طرح حکم نہیں دے رہے ہو۔ یہاں سے کچھ جاسکتے ہیں اور کچھ نادیدہ بن کر رہ سکتے ہیں۔ ہمارے بھی نادیدہ جاسوس تل ابیب' جافا اور حیفہ کے شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر ایک بھی منکی مین کہیں نظر آئے گا تو ہم تمہیں نارچ کریں گے۔"

وہ چلی گئی۔ منکی ماسٹر سر جھکا کر نارچ سیل کی گیلی زمین پر بیٹھ گیا۔

اس میدان میں تقریباً پانچ سو منکی مین تھے۔ وہ سب واقعی وہاں سے پرواز کر گئے۔ لیکن زون کی طرف نہیں گئے۔ وہ اپنے ہزاروں ساتھیوں کے پاس امریکا کے ساحلی شہر بالٹی مور آ گئے۔ انہوں نے ساتھیوں کو بتایا کہ کمانڈر کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور ماسٹر کو قیدی بنا لیا گیا ہے۔ دشمنوں نے سختی سے کہہ دیا ہے کہ اگر وہ دنیا چھوڑ کے خلائی زون میں نہیں جائیں گے تو کمانڈر کی طرح ماسٹر کو بھی قتل کر دیں گے۔

ایک نے کہا "ہم ماسٹر کی سلامتی کے لیے وہاں سے چلے آئے ہیں لیکن انہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے یہ دنیا نہیں چھوڑی ہے۔ یہاں بالٹی مور میں موجود ہیں۔ تب وہ ماسٹر پر ظلم کریں گے۔"

دوسرے نے کہا "ہمیں ماسٹر کو صرف زندہ ہی نہیں رکھنا ہے بلکہ انہیں دشمنوں کے مظالم سے بھی محفوظ رکھنا ہے۔"

"تو کیا ہمیں یہ دنیا چھوڑ کر اپنے زون میں واپس جانا ہوگا؟"

"یہ دنیا بہت خوبصورت ہے۔ یہاں کے قدرتی نظاروں میں حسن ہے۔ یہاں کی عورتوں میں دلکشی ہے اور یہاں کے کھانوں میں ایسی لذت ہے جس کے بغیر ہمیں زون کا کھانا بے مزہ لگے گا اور رقص و موسیقی تو ہم نے زون میں کبھی دیکھی سنی نہیں تھی۔ یہ سب تو ہمیں سحر زدہ کر دیتے ہیں۔"

دوسرے منکی مین نے کہا "واقعی اس دنیا میں جادو بھرا ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔"

"پھر ماسٹر کا کیا ہوگا؟"

"ہم ہر حال میں ماسٹر کو زندہ سلامت رکھیں گے اور یہ دنیا بھی نہیں چھوڑیں گے۔ میرا مشورہ ہے' اس دنیا کا نقشہ دیکھا جائے اور معلوم کیا جائے کہ ہم ہزاروں منکی کہاں روپوش رہ سکتے ہیں۔ اس دنیا میں ایسی جگہ ضرور ہوگی' جہاں ہم رہائش اختیار کر کے اطمینان سے ماسٹر کی رہائی کے منصوبے بنا سکتے ہیں۔"

اس مشورے کی سب نے تائید کی۔ دنیا کا ایک بہت بڑا نقشہ کھول کر انہوں نے دیوار پر لٹکا دیا پھر اس نقشے کا جائزہ لینے لگے۔

سونیا بالٹی مور میں رہ کر امریکا سے اسرائیل اور بھارت تک پھیلے ہوئے بندروں کے بارے میں رپورٹ حاصل کرتی رہتی تھی۔ اس سلسلے میں پارس اس سے مشورے لیتا رہتا تھا۔ سونیا نے سوچا تھا کہ امریکا میں اب اس کا کوئی اہم کام نہیں رہا ہے۔ وہ اسلامی ممالک کی طرف بڑھنے والے بندروں کا رخ موڑ چکی تھی۔ آنکھ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر پارس سے ماسٹر سے اور منکی برادر سے رابطہ رکھ سکتی تھی۔

اس نے امریکا چھوڑنے سے پہلے وہاں کے بندروں کے حالات معلوم کرنے چاہے تو نئی صورتِ حال سامنے آئی۔ اسرائیل سے تمام منکی مین واپس آ گئے تھے۔ سونیا نے نادیدہ رہ کر ان کی باتیں سنیں پھر یہ پتا چلا کہ منکی ماسٹر اسرائیل میں قیدی بن چکا ہے اور اس شرط پر اس کی زندگی اور سلامتی کی ضمانت ہو سکتی ہے کہ تمام منکی مین اس دنیا کو چھوڑ کر چلے جائیں۔

سونیا یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اتنی خوبصورت دنیا کو ان میں سے کوئی چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ انہیں ایک جگہ سے بھگایا جائے گا تو وہ دوسری جگہ پہنچ جائیں گے۔ وہ شاید اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب ہو جائیں ورنہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خانہ بدوشوں کی طرح بھٹکتے رہیں گے لیکن اس زمین کا جو ٹکڑا پڑ چکا ہے' اسے چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔

وہ چاہتی تو اسرائیل پہنچ کر اپنی مکارانہ حکمتِ عملی سے منکی ماسٹر کو رہائی دلا سکتی تھی لیکن وہ چاہتی تھی کہ ماسٹر فاتح بننے کے لیے آیا ہے تو اپنے حصے کی مصیبتیں بھی برداشت کرے اور جب ان بندروں کو اس دنیا سے جانا ہی نہیں ہے تو پھر انہیں اس طرح ہینڈل کیا جائے کہ یہ کبھی اسلامی ممالک کا رخ نہ کریں۔

ان میں سے بے شمار منکی مین دنیا کے جغرافیائی اور سیاسی حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔ وہ بڑی حد تک تمام ممالک کی سیاسی پوزیشن کو بھی سمجھتے تھے۔ دنیا کا نقشہ دیکھنے والے بیشتر بندروں کی نظریں روس پر جا کر اٹک گئیں۔ ایک نے کہا "یہ ملک امریکا کی طرح سپر پاور تھا پھر یہ زوال کی طرف چل پڑا مگر اب دوبارہ سپر پاور بننے کی جدوجہد... کر رہا ہے۔ ہم اس سے سودے بازی کر سکتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "بے شک' ہم انہیں غیر معمولی قوت فراہم کریں' ان کی اسلحہ فیکٹری میں لیزر گنیں اور دوسرے جدید ہتھیار تیار کریں تو وہ ہمیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔"

ایک اور منکی مین نے کہا "جب ہم ان کے کام آئیں گے تو وہ بھی ہمارے کام آئیں گے۔ جب ان کے ملک کی کئی ریاستیں اپنی اپنی الگ حکومتیں بنا رہی ہیں تو وہ ہمیں بھی اپنی ریاست بنانے کے لیے زمین کا ٹکڑا دے سکتے ہیں۔"

"صرف اتنا ہی نہیں' روسی حکام اپنے طور پر ہمارے منکی ماسٹر کی واپسی کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور ہماری دی ہوئی گولیوں' کیمیکلز اور لیزر گنوں کے ذریعے اسرائیلی حکومت کو ماسٹر کی رہائی پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

روس رقبے میں سب سے بڑا ہے۔ اس کے کسی بھی گوشے میں ان بندروں کو پناہ مل سکتی تھی۔ بلکہ ان کی ایک ریاست قائم ہو سکتی تھی۔ وہ تمام منکی مین ... سر جوڑ کر تمام پہلوؤں سے روس کے موجودہ حالات کا تجزیہ کر رہے تھے اور وہاں جانے کا فیصلہ کرنے والے تھے۔

ان سے پہلے ہی سونیا نے سفر کی مختصر سی تیاری کی پھر روس کی طرف روانہ ہو گئی۔

○☆○

اندر سے یہودی' اوپر سے مسلمان' ایسے بھی ہوتے ہیں انسان اور افضال احمد کی بیوی طاہرہ بھی ایسی ہی تھی۔ ایسے مردوں کی تعداد زیادہ ہے' جو عورتوں کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ افضال احمد بھی آدھا تیتر آدھا بٹیر تھا۔ جب ماں باپ ایسے ہوں تو بچے بھول کا پودا ہوتے ہیں۔ ان کے دو بیٹے لندن میں یہودی ننھیال کے سائے میں تعلیم و تربیت حاصل کر رہے تھے۔ تربیت حاصل کرنے کے بعد پاکستان آ کر پاکستانی کہلاتے۔ بڑی بیٹی سائرہ تربیت مکمل کر کے آ چکی تھی۔ اس برائے نام پاکستانی خاندان کی ہسٹری پچھلے باب میں بیان ہو چکی' اس ہسٹری کے تسلسل سے طاہرہ اور افضال احمد کو ایک نادیدہ شخص (علی) کا علم ہوا تھا اور یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ نادیدہ ان کے تمام راز چرا کر لے جائے گا۔

راز بڑے اہم تھے۔ کئی سیاستدانوں کے کرپشن کے ثبوت بھی تھے اور پاکستان کے داخلی امور اور خارجہ پالیسی سے تعلق رکھنے والے بھی راز تھے۔ وہ سب تحریری' تصویری اور متحرک وڈیو فلموں کی صورت میں محفوظ تھے۔

وہ تمام راز ایک نام نہاد عیسائی کی کوٹھی میں محفوظ تھے اور وہ عیسائی درپردہ یہودی تھا۔ طاہرہ اور افضال احمد نے سوچا وہ نادیدہ شخص وہاں تک نہیں پہنچے گا۔ وہ دوسرے دن تمام دستاویزات اسرائیل منتقل کر دیں گے۔

لیکن ان میاں بیوی کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ رات کے ایک بجے طاہرہ نے جان شیفرڈ کو مخاطب کیا۔ وہ نشے میں تھا۔ اس نے پوچھا "تم نے اسی وقت فون کیوں نہیں کیا جب اپنا سامان لے گئی تھیں؟"

طاہرہ نے تعجب سے پوچھا "کس سامان کی بات کر رہے ہو؟"

"بھئی یہاں تمہارے لیے ایک کمرا ریزرو ہے۔ تم اسے مقفل رکھتی ہو۔ اس کے اندر جو سامان رہتا ہے' اس کا ذکر فون پر مناسب نہیں ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اپنے کمرے سے تینوں الماریوں کی تمام چیزیں لے گئی ہوں؟"

"تو اور کیا کہوں؟ تمہارے کمرے کا دروازہ کھلا ہے۔ تینوں الماریوں کے پٹ بھی کھلے ہوئے ہیں اور الماریاں بالکل خالی ہیں۔"

وہ چیخ کر بولی "نہیں' یہ نہیں ہو سکتا۔ جان! تم نشے میں ہو۔"

"ہم بھی آ جاؤ۔ دونوں نشہ کریں گے۔"

وہ ریسیور رکھ کر افضال سے بولی "جلدی چلو۔ وہ جان کہہ رہا ہے' میرا کمرا اور تینوں الماریاں کھلی ہوئی ہیں اور تینوں خالی ہیں۔"

وہ شب خوابی کے لباس میں تھے۔ اسی لباس میں بیڈ روم سے باہر آئے۔ افضال گیراج سے کار نکالنے گیا۔ طاہرہ نے بیٹی کے دروازے پر دستک دی۔ سائرہ نے دروازہ کھول کر پوچھا "آج آپ دونوں کو بھی میری طرح نیند نہیں آ رہی ہے؟"

"بیٹی! نیند اڑانے والی بات ہو گئی ہے۔ ہمارے اربوں ڈالر کے تمام راز چوری ہو گئے ہیں اور یہ وارادات اسی نادیدہ نے کی ہے' جس نے تمہیں "را" والوں کی قید سے رہائی دلائی تھی۔"

"اوہ ممی! اس نے تو ہم پر مہربانی کی تھی پھر وہ نامہربان کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ابھی بحث کرنے کا وقت نہیں ہے۔ میں تمہارے پاپا کے ساتھ باہر جا رہی ہوں۔ ہم جلدی آنے کی کوشش کریں گے۔ تم باہر کا دروازہ اچھی طرح سے بند کر لو۔"

وہ ماں کے ساتھ بیرونی دروازے تک آئی پھر اس کے باہر جاتے ہی اسے اندر سے بند کر لیا۔ طاہرہ اور افضال اپنی کار میں بیٹھ کر جان شیفرڈ کی کوٹھی میں پہنچے۔ وہ اپنے بیڈ روم میں پی رہا تھا۔ ان کے لیے بیرونی دروازہ کھول کر بولا "میں ایک گھنٹا پہلے ہوٹل سے آیا۔ وہیں ہوٹل میں ہی بہت پی لی تھی مگر میں نشے میں نہیں ہوں۔ خود جا کر دیکھ لو۔ تمہارا کمرا کھلا ہوا ہے۔"

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے آئے پھر کھلے ہوئے دروازے کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ کمرے کے اندر الماریاں کھلی ہوئی تھیں اور خالی تھیں۔ طاہرہ چکرا کر ڈگمگانے لگی۔ افضال اسے سنبھال کر ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ جان نے اس کی پسندیدہ وہسکی کا ایک پیگ بنا کر اسے دیا۔ وہ ایک ہی سانس میں پی گئی پھر گہری سانس لے کر بولی "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ کیا یہ خواب نہیں ہو سکتا؟"

افضال نے اپنے لیے پیگ بناتے ہوئے کہا "حوصلہ کرو۔ جو نقصان ہوا ہے' اسے برداشت کرو۔ اس نادیدہ سے نمٹنے کے لیے' اس سے کسی طرح کامیاب سمجھوتا کرنے کے لیے ہمیں ہوش و حواس میں رہنا ہوگا۔"

"سمجھوتا کیا ہوگا افضال! اس نے تو کچھ نہیں چھوڑا۔ سارے راز سمیٹ کر لے گیا ہے۔ اگر وہ نادیدہ وطن اور قوم پرست ہوگا تو ہمیں اور ہماری تنظیم کو تباہ و برباد کر دے گا۔ ہمیں سزا دلائے گا۔ ہمارے بچوں کا کیا ہوگا افضال؟"

افضال نے اسے تھپک کر ایک اور پیگ دیا پھر کہا "ان دستاویزات میں ہمارے متعلق بھی اہم کاغذات تھے۔ ایسی تصویریں بھی تھیں' جن کے ذریعے "موساد" سے ہمارا تعلق ثابت

ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے' وہ نادیدہ ہم سے رابطہ کرے گا۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ اس صدمے کو برداشت کرکے اپنے اندر استحکام پیدا کرو۔ اس نادیدہ سے معاملات طے کرنے کے لیے حاضر دماغ رہو۔"

جان انہیں پیگ بنا کر دینے لگا۔ وہ دونوں غم غلط کرنے اور معاملات درست کرنے کے لیے پینے لگے۔

ادھر سائرہ کوٹھی کے اندر تنہا تھی۔ وہ رات کو گیارہ بجے تک سوجایا کرتی تھی لیکن اس رات نیند نہیں آرہی تھی۔ بار بار اس نادیدہ کا خیال آرہا تھا۔ وہ اس سے خوفزدہ نہیں تھی۔ کیونکہ اس نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔

اسے نادیدہ کی یہ بات پسند نہیں آئی تھی کہ اس نے کبھی اسے کار میں بٹھایا تھا اور کبھی گدھے پر سوار کرایا تھا۔ اس طرح یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور بڑا مغرور ہے۔ کچھ بولتا نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے گونگا ہو۔

یہ انسانی فطرت ہے' کوئی پردے کے پیچھے چھپا ہو تو اسے دیکھنے کی بے چینی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس کے بارے میں تجسس پیدا ہوتا ہے اور اس کے متعلق طرح طرح کے خیالات قائم کیے جاتے ہیں۔ سائرہ بھی مختلف پہلوؤں سے اسے سوچ رہی تھی۔

وہ ممی اور پپا کے جانے کے بعد اپنے بیڈ روم میں نہیں گئی۔ ڈرائنگ روم میں ٹی وی کو آن کیا۔ ایک تو نیند نہیں آرہی تھی دوسری بات یہ کہ ممی اور پپا کی واپسی پر دروازہ کھولنے کے لیے جاگنا تھا۔ وہ ٹی وی کے چینل بدل بدل کر اپنی پسند کا پروگرام تلاش کرنے لگی۔ ایک چینل پر پاپ میوزک پر لڑکیاں تھرک رہی تھیں۔ ان سب نے مختصر سا لباس پہنا ہوا تھا اور بڑی مستی میں رقص کرتے ہوئے کبھی قہقہے لگا رہی تھیں اور کبھی گا رہی تھیں۔

سائرہ نے فریج کے پاس آکر اسے کھولا۔ ایک بڑے پیالے میں آئس کریم نکالی پھر ایک چمچہ لے کر ڈرائنگ روم میں آئی تو تعجب سے دیکھا۔ چینل بدل گیا تھا۔ رات کے ڈیڑھ بجے پاکستانی پرائیویٹ چینل سے اردو گانے نشر کیے جارہے تھے۔

وہ آئس کریم کے پیالے کو سینٹر ٹیبل پر رکھ کر ٹی وی کے پاس آئی اور چینل بدل دیا پھر پاپ میوزک کے ساتھ رقص کرتی ہوئی لڑکیاں نظر آنے لگیں۔ وہ اپنے پیالے کے پاس جانے کے لیے پلٹ گئی۔ پلٹتے ہی چینل بدل گیا۔ اس نے گھوم کر دیکھا۔ یہ سمجھ میں آیا کہ اس چینل کا بٹن ڈھیلا ہے پھر یہ خیال احمقانہ لگا۔ اگر وہ بٹن ڈھیلا ہے تو دوسرے چینل کا بٹن خود بخود کیسے دب جاتا ہے اور اسکرین پر دوسرا پروگرام کیسے آجاتا ہے؟

وہ پھر پاپ میوزک والا چینل لگا کے پیالے کے پاس آئی۔ چینل پھر بدل گیا تھا۔ اس بار سائرہ نے ایک بار ٹی وی کی طرف دیکھا۔ دوسری بار پیالے کی طرف' وہ پیالہ خالی ہوگیا تھا۔ ایک چمچہ آئس کریم بھی نہیں رہی تھی۔

وہ سہم کر پیچھے ہٹنے لگی۔ ایک صوفے سے ٹکرا کر اس پر بیٹھ گئی۔ اسکرین پر سی این این کا LIVE پروگرام نشر ہورہا تھا۔ ایک شخص خبریں پڑھ رہا تھا۔ علی اس کی آواز سن کر ہزاروں کلومیٹر دور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ نیوز پڑھتے پڑھتے اچانک ہاتھ اٹھا کر بولا "ہائے سائرہ!"

سائرہ نے چونک کر ٹی وی کی طرف دیکھا وہ بولا "فریج سے دوسری آئس کریم لے لو۔"

اتنا کہہ کر وہ پھر خبریں پڑھنے لگا۔ شدید حیرانی سے سائرہ کا منہ کھل گیا تھا۔ ادھر سی این این کے نیوز کیبن میں ہلچل پیدا ہوگئی تھی۔ نیوز پڑھنے والا چند ساعتوں کے لیے بوکھلا کر چپ ہوا پھر خبریں پڑھنے لگا۔

سائرہ صوفے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ ٹی وی اسکرین پر اس شخص کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی "کیا تم وہی نادیدہ ہو؟ اگر وہی ہو تو کیسے ہو؟ آئس کریم یہاں کھائی ہے اور ہزاروں کلومیٹر دور پہنچ کر خبریں پڑھ رہے ہو اور مجھے مخاطب کررہے ہو۔"

وہ پھر نیوز پڑھنے کے دوران بولا۔ "خاموش رہو۔ خبریں پڑھنے دو۔"

وہ بیچارہ پھر پڑھنے لگا اور پریشان نظر آنے لگا۔ سائرہ نے کہا۔ "پریشان کیوں ہوتے ہو۔ اب نہیں بولوں گی۔ پہلے خبریں پڑھ لو۔"

وہ صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ اسکرین پر اسے تھوڑی دیر تک دیکھتی رہی پھر زیرِ لب بڑبڑانے لگی "کوئی خاص نہیں ہے۔ عام انگریزوں جیسا ہے۔ میں اس کے جھوٹے پیالے میں آئس کریم نہیں کھاؤں گی۔"

وہ کچھ سوچ کر بولی "تعجب ہے۔ وہ اُدھر نیوز سنا رہا ہے تو پھر اِدھر آئس کریم کیسے کھائی؟ میرے خیال میں اسے بہت پراسرار' بہت دولت مند ہونا چاہیے تھا لیکن ایک عام نیوز کاسٹر کی طرح خبریں پڑھ رہا ہے۔ کوئی معمولی آدمی ہے۔ ہمارے لیول کا' ہمارے اسٹیٹس کا نہیں ہے۔"

اچانک ٹی وی بند ہوگیا۔ اس کے قریب رکھا ہوا ریڈیو آن ہوگیا۔ کسی اسٹیشن سے کوئی انگریزی زبان میں تقریر کررہا تھا۔

وہ اچانک اردو زبان میں بولنے لگا۔ "یہ نادیدہ ریڈیو اسٹیشن ہے۔ سائرہ کے لیے مشورہ ہے کہ وہ نادیدہ کے بارے میں زیادہ نہ سوچے ورنہ بیمار پڑ جائے گی۔"

سائرہ حیرانی سے اچھل کر کھڑی ہوگئی تھی۔ ریڈیو کے قریب آکر سننا چاہا تو وہ بولنے والا چپ ہوگیا تھا۔ علی جس تقریر کرنے والے کے دماغ میں گیا تھا وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر چند سیکنڈ تک چپ رہا تھا پھر انگریزی میں کہنے لگا "معذرت چاہتا ہوں۔ پتا نہیں' میں ابھی کون سی زبان بولنے لگا تھا۔ بہرحال میں اپنے عوام سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔۔"

اس کی تقریر جاری ہوگئی۔ سائرہ کبھی ٹی وی کو اور کبھی ریڈیو کو

دیکھنے لگی۔ اچانک ریڈیو بند ہوگیا اور ٹی وی آن ہوگیا۔ وہ صوفے پر بیٹھ کر بولی "اب سمجھی۔ تم یہاں موجود ہو۔ یہاں آئس کریم کھاتے ہو اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے خبریں پڑھنے والوں کے اندر جاکر مجھے مخاطب کرتے ہو۔ یہ تماشا کیوں کررہے ہو؟ دیکھو میں صاف صاف کہتی ہوں۔ پہلے تم سے ڈر لگ رہا تھا پھر میں نے سوچا' میں کوئی بچی تو نہیں ہوں۔ میں جوان ہوگئی ہوں۔ اب مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟ چلو اب سامنے آجاؤ۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ ایک کار احاطے میں آکر رکی۔ دروازوں کے کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں آئیں پھر کال بیل کی آواز سنائی دی۔ سائرہ نے کہا "ممی اور پپا آگئے۔"

وہ دوڑتی ہوئی دروازے کے پاس گئی پھر اسے کھول دیا۔ طاہرہ اور افضال اندر آئے۔ طاہرہ کچھ بیمار اور نڈھال سی تھی۔ افضال نے سائرہ سے پوچھا "تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟"

"ہاں پپا! بڑا مزہ آرہا ہے۔ وہ کبھی ٹی وی سے بول رہا ہے اور کبھی ریڈیو سے۔"

اس نے پوچھا "کون بول رہا ہے؟"

"وہی نادیدہ۔"

طاہرہ اپنے بیڈ روم کی طرف جارہی تھی۔ ایک دم سے رک کر بولی "نادیدہ؟ کیا... کیا وہ یہاں موجود ہے؟"

"ہاں ممی! ابھی میں اس سے کہہ رہی تھی کہ مجھ سے نہ شرمائے۔ کچھ بولے۔"

"کیا وہ تم سے شرما رہا ہے؟"

"پتا نہیں' کیا بات ہے۔ کچھ بولتا ہی نہیں ہے۔"

"نہیں بولنے کا مطلب ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔"

"ہے۔ یہ پیالہ دیکھیں۔ اس میں جتنی آئس کریم تھی' وہ میں نے نہیں' اس نے کھائی ہے۔ بڑا نادیدہ ہے۔"

"کیا واقعی اس پیالے کی آئس کریم تم نے نہیں کھائی ہے؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں' اس نے کھائی ہے۔"

طاہرہ نے آس پاس دیکھ کر کہا "پلیز' ہم سے باتیں کرو۔ ہمارے سامنے آؤ۔ ہم سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

سائرہ نے کہا "ہاں فائدہ پہنچے گا۔ فریج میں بہت آئس کریم ہے۔"

طاہرہ نے کہا "تم چپ رہو۔ اتنی بڑی ہوگئی ہو۔ عقل نام کو نہیں ہے۔ اسے آئس کریم کا لالچ دے کر بلا رہی ہو۔"

افضال نے خلا میں اِدھر اُدھر تکتے ہوئے کہا "مسز! ہم تمہارا غم نہیں جانتے مگر تمہیں اپنا' بالکل اپنا سمجھتے ہیں۔ ایک بار ہمارے سامنے آؤ۔ تمہیں ہم سے اتنی محبتیں ملیں گی کہ تم صرف ہمارے ہی ہوکر رہ جاؤ گے۔"

سائرہ نے کہا "ہاں بہت محبتیں ملتی ہیں۔ میں بھی بچپن سے ان کی ہوکر رہ گئی ہوں۔ تم بھی ہوکر رہ جاؤ۔"

"پلیز سائرہ! ہمیں کچھ کہنے دو۔"

"پپا! وہ میرے کہنے سے بولے گا۔ وہ میرا دوست ہے۔"

طاہرہ نے کہا "یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ تمہارا دوست ہے۔ کیا تمہارا دوست تمہاری قدر کرتا ہے؟ کیا وہ تمہاری بات مان کر ہماری تمام چیزیں واپس کرسکتا ہے؟"

"ہماری کون سی چیزیں اس کے پاس ہیں؟"

"تم نہیں جانتیں' وہ بہت اہم چیزیں' بہت اہم راز ہماری الماریوں سے نکال کر لے گیا ہے۔ میں اس سے التجا کرتی ہوں کہ ہمیں برباد نہ کرے۔ تم بھی کہو کہ ہماری چیزیں واپس کردے۔"

"ممی! آپ التجا نہ کریں۔ وہ میرا دوست ہے۔ اے دوست! کیا تم سن رہے ہو؟ بزرگوں کو پریشان کرنا بری بات ہے۔ اگر تم تمام چیزیں واپس نہیں کروگے تو میں تم سے بات نہیں کروں گی۔ ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گی۔"

وہ علی کو بہت اچھی لگی۔ کیونکہ وہ لبھانے کے انداز میں نہیں بول رہی تھی بلکہ اس کے انداز میں فطری معصومیت تھی۔ وہ بچپن سے یہودی خیالات کی حامل تھی اور علی سے جو مطالبہ کررہی تھی' اسے یہودیوں کا جائز حق سمجھ رہی تھی۔

علی سمجھتا تھا' اس گمراہ معصوم کو کس طرح پیار اور نرمی سے ہینڈل کرنا چاہیے۔ اس نے کان کے قریب سرگوشی کی "تم بہت اچھی ہو۔ میں تمہیں ناراض نہیں ہونے دوں گا۔"

"تو پھر ہماری چیزیں واپس کرو۔"

"میں واپس کرچکا ہوں۔ وہ تمام چیزیں تمہاری ممی کے بیڈ روم میں ہیں۔"

وہ خوشی سے چیخ مار کر بولی "میرا دوست میرے کان میں بول رہا ہے۔ اس نے آپ کی چیزیں واپس کردی ہیں۔ آپ بیڈ روم میں جاکر دیکھیں۔"

طاہرہ نے خوش ہوکر پوچھا۔ "کیا سچ؟"

افضال نے کہا "ارے ہم جب سے آئے ہیں' یہ بکواس کیے جارہی ہے کہ وہ ٹی وی سے بول رہا ہے' ریڈیو سے بول رہا ہے۔ وہ دوست بنے یہاں آئس کریم کھا رہا ہے۔ سب بکواس ہے۔ وہ نادیدہ اس لڑکی کو ایب نارمل بنا رہا ہے۔"

"پپا آپ میرے دوست کی انسلٹ کررہے ہیں۔ میرے ساتھ آکر اپنے بیڈ روم میں دیکھیں۔"

وہ اپنے والدین کے بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ وہ دونوں بھی اس کے پیچھے جانے لگے۔ سائرہ نے بیڈ روم کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا "آئیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔"

طاہرہ آگے آئی پھر بیڈ روم میں قدم رکھتے ہی حیرانی سے چیخ پڑی۔ وہاں بڑے سے بستر پر ڈیوڈ فلمیں' فاکلیں اور بڑی بڑی تصویروں کے لفافے رکھے ہوئے تھے۔ افضال بھی شدید حیرانی سے

طاہرہ کے ساتھ دوڑتا ہوا بستر تک آیا پھر دونوں ایک ایک چیز اٹھا کر دیکھنے لگے۔

ہر چیز وہی تھی' جو جان شیفرڈ کے بنگلے کی تین الماریوں سے چرائی گئی تھی۔ حتیٰ کہ وہ دستاویزات اور تصاویر بھی تھیں' جن سے طاہرہ اور افضال کی گہری وابستگی "موساد" ایجنسی سے ثابت ہوتی تھی۔

ان کے خلاف جتنے ثبوت تھے' وہ بھی واپس مل گئے تھے۔ طاہرہ خوش ہو کر انہیں سینے سے لگا رہی تھی۔ سائرہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے انہیں دیکھ رہی تھی پھر بولی "یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

دونوں نے پوچھا "کیا؟"

"آپ میرے دوست کا شکریہ ادا نہیں کر رہے ہیں۔"

طاہرہ نے کہا "او گاڈ! ہم تو خوشی میں بھول ہی گئے تھے۔ تم کہاں ہو؟ ہم اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ ہم صرف شکریہ ادا نہیں کریں گے' تمہاری بڑی سے بڑی خواہش بھی پوری کریں گے۔ ساری زندگی تمہارے دوست بن کر رہیں گے۔"

"ممی! یہ صرف میرا دوست ہے۔ آپ اسے کچھ اور بنالیں۔"

"تمہارا دوست جو کہے گا' ہم وہی کریں گے مگر اس سے کہو' ہم سے باتیں کرے۔ پلیز!"

وہ بولی "دوست! میری بات مان لو۔ میرے ممی پپا سے باتیں کرو۔ گھبراؤ نہیں' میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

آواز سنائی دی "سائرہ!"

اپنے قریب اچانک اپنا نام سن کر وہ چیخ مار کر دور ہو گئی۔

علی کی آواز سنائی دی "تم نے کہا تھا' بچی نہیں ہو' جوان ہو گئی ہو' اب ڈرتی نہیں ہو۔"

وہ تن کر بولی "میں نہیں ڈرتی۔ میرے ممی پپا سے باتیں کرو۔"

وہ بولا "میں بولنا نہیں چاہتا تھا لیکن سائرہ کی دوستی سے مجبور ہو کر بول رہا ہوں۔ افضال' تم صرف ملک کے ہی نہیں' اپنی اولاد کے بھی دشمن ہو۔ تم نے اپنا ایمان خراب کیا۔ ساتھ ہی اپنی آئندہ نسل کو بھی یہودی بنا دیا۔ تمہیں بار بار زندگی دے کر کتے کی موت مارا جائے' تب بھی یہ سزا کم ہو گی۔ کیا تم دونوں سمجھتے ہو' یہ تمام راز واپس حاصل کرنے کے بعد زندہ رہ سکو گے؟"

طاہرہ سہمی ہوئی تھی۔ افضال نے کہا "تم کون ہو؟ تم نے پہلے دوست بن کر سائرہ کو دشمنوں سے بچایا۔ پھر دشمن بن کر ہمارے یہ تمام راز چرا لئے۔ اس کے بعد دوست بن کر چرائی ہوئی تمام چیزیں واپس پہنچا دیں۔ اب پھر ہمارے دشمن بن رہے ہو۔"

طاہرہ نے پوچھا "کیا یہودی انسان نہیں ہوتے؟ اگر ہماری فیملی یہودی ہے تو تمہارے دین کو کیا خطرہ پیدا ہو گیا ہے؟"

"تم میاں بیوی برسوں سے پاکستان کے لیے خطرہ بنے ہوئے ہو۔ اس ملک کو آئے دن جو نقصانات پہنچ رہے ہیں' ان میں جیسے دو غلوں کا ہاتھ ہے۔ میرے دین کو کوئی خطرہ نہیں ہے لوگوں کے یہودی ہونے پر بھی مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن صبح اعلان کرو کہ تم لوگ مسلمان نہیں ہو' یہودی ہو۔ اگر اپنے یہودی ہونے کا اقرار نہیں کرو گے تو میں تمہارے خلاف.... تمام دستاویزی ثبوت وزارتِ داخلہ کے دفتر میں داخل کر دوں گا۔"

طاہرہ نے اپنے اور افضال کے خلاف تمام کاغذات کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا۔ انہیں اپنے بازوؤں میں چھپاتے ہوئے بولی "یہ ایک کاغذ' ایک تصویر بھی کسی کو نہیں دوں گی۔ تمہیں بھی نہیں دوں گی۔"

"جو چیز خود بخود مل جاتی ہے' میں اسے نہیں چھینتا۔ کیا انہیں سنبھال کر رکھ سکو گی؟"

اس کے پوچھتے ہی وہ تمام ثبوت اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر بستر پر گر پڑے۔ اس نے جلدی سے انہیں اٹھایا۔ وہ پھر ہاتھوں سے چھوٹ گئے۔ وہ چیخنے لگی "نہیں دوں گی۔ کسی کو نہیں دوں گی۔ خبردار! اس سے کہو' چھیننے کے لیے میرے پاس نہ آئے۔"

وہ بار بار اپنی چیزیں اٹھا رہی تھی اور بار بار وہ چیزیں اس کے ہاتھوں سے چھوٹ رہی تھیں۔ افضال نے اس کے ہاتھوں سے چیزیں لے کر کہا "لاؤ۔ تم سے اتنی سی چیزیں سنبھالی نہیں جا رہی ہیں۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر انہیں دوسری طرف پھینک دیا۔ طاہرہ غصے سے بولی "یہ کیا کر رہے ہو؟ وہ کاغذات اور تصاویر ہماری زندگی ہیں۔"

افضال نے پھینکی ہوئی چیزوں کو سمیٹ کر کہا "اب یہ تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہم سے دور ہے مگر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ثابت کر رہا ہے کہ یہ تمام چیزیں ہمارے پاس رہ کر بھی ہمارے پاس نہیں رہیں گی۔ یہ دیکھو' یہ چیزیں میں نے مضبوطی سے پکڑ رکھی ہیں۔ میں انہیں پھینکنا نہیں چاہتا مگر اپنی مرضی کے خلاف انہیں پھینک رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے انہیں پھینک دیا۔ سائرہ نے کہا "یہ تو سچ بات نہ ہوئی۔ آپ دونوں خود ہی پھینکتے جا رہے ہیں اور میرے دوست کو الزام دے رہے ہیں۔"

اس نے آگے بڑھ کر ان پھینکے ہوئے کاغذات اور تصاویر دونوں ہاتھوں سے اٹھا لیا پھر کہا "غور سے دیکھیں۔ نہ یہ میرے ہاتھوں سے گریں گی اور نہ میں انہیں پھینکوں گی۔"

وہ دونوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بیٹی کے ہاتھوں میں اپنے ثبوت دیکھنے لگے۔ جب وہ بڑی دیر تک اس کے ہاتھوں میں رہی تو طاہرہ نے کہا "بیٹی! بس اسی طرح پکڑے رہو۔ وہ گرانا چاہے گرانے نہ دینا۔"

"ممی! اسے گرانا ہوتا تو میرے ہاتھوں سے بھی گرا دیتا۔

اسے کیوں الزام دے رہی ہیں۔ وہ میرا دوست ہے۔"

"یہ دشمن ہے۔ کیا ابھی تم نے نہیں سنا۔ وہ ہمیں یہودی کہہ کر نفرت کا اظہار کر رہا تھا۔ ابھی اس نے کہا تھا کہ ہم یہ راز واپس حاصل کرنے کے بعد بھی زندہ نہیں رہیں گے۔"

"ہاں ہے۔ اس نے کہا تھا۔ میں نے سنا تھا مگر بھول گئی تھی۔ کیوں دوست' تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو؟"

"سائرہ! تمہارا باپ یہودیت پر عمل کر رہا ہے لیکن مسلمان اس لیے ہے کہ اب تک اس نے اپنا دین چھوڑ کر یہودی مذہب قبول نہیں کیا۔ اس اعتبار سے تم اور تمہارے دونوں بھائی مسلمان ہیں لیکن یہودی تعلیم و تربیت کے ذریعے تم تینوں کے دماغوں میں اپنے دین اسلام سے بے زاری پیدا کر دی گئی ہے اور یہ تمہارے باپ کا ناقابلِ معافی جرم ہے۔"

سائرہ نے کہا "تم کیا اسلام کی بات لے بیٹھے ہو۔ مجھے اسلام سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"جب تمہیں ہمارے دین کے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں گیا ہے تو دلچسپی کیسے ہو گی؟ اس معاملے میں تم تینوں بہن بھائی بے قصور اور معصوم ہو۔ میں تمہارے ماں باپ سے مخاطب ہوں۔ اگر وہ ذلیل و خوار نہیں ہونا چاہتے اور حرام موت نہیں مرنا چاہتے تو میری ایک شرط پوری کریں اور زندہ رہیں۔"

افضال نے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

"ابھی لندن فون کرو۔ اپنے دونوں بیٹوں کو پاکستان بلاؤ۔ میں ایسے علمائے دین کے سائے میں ان تینوں کو رکھوں گا' جو انہیں اسلام کی روح سے آگاہ کریں گے۔ جتنی معلومات انہیں یہودیت کے بارے میں ہے' اتنی ہی معلومات اسلام کے بارے میں فراہم کی جائیں گی۔ پھر یہ تینوں تمام علوم اور شعور سے اسلام یا یہودیت کسی ایک پر قائم رہنے کا فیصلہ خود کریں گے۔"

"اگر انہوں نے اس وقت بھی اپنی ماں کی طرح یہودی رہنا چاہا تو؟"

"تو یہ اپنی ماں کے ساتھ پاکستان سے چلے جائیں گے۔ صرف ایک مسلمان کو سزائے موت ملے گی جس نے اپنی آئندہ نسل کو یہودی بنایا ہے۔ ایک ماں نے اپنے بچوں کو اپنے رنگ میں کامیابی سے رنگ لیا۔ اب ایک باپ اپنے بچوں کو اپنے رنگ میں نہ رنگ سکا تو سزا کا مستحق ہو گا۔"

سائرہ نے کہا "تم جو چاہتے ہو وہ نہیں ہو گا۔ میں اپنے بھائیوں کو یہاں نہیں آنے دوں گی۔ خود لندن چلی جاؤں گی۔"

علی نے کہا "تم پر کوئی پابندی نہیں ہے اور نہ ہی تم تینوں بہن بھائیوں کو کوئی نقصان پہنچے گا۔ لندن چلی جاؤ۔ یہ تمہارے ماں باپ پاکستان کے اور دین اسلام کے دشمن ہیں۔ انہیں پاکستان میں ہی سزا ملے گی۔"

"کیوں میری ممی اور پپا پر ظلم کرو گے۔ اتنے طاقت والے ہو تو مجھے مسلمان بنا کر دکھاؤ۔"

"کسی کو مسلمان بنانے کے لیے اسلام میں طاقت کا استعمال ممنوع ہے اور مجھے تو طاقت کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارا برین واش کر سکتا ہوں۔ تمہارے دماغ سے یہودیت مٹا کر دینِ اسلام کو نقش کر سکتا ہوں لیکن نہیں کروں گا۔ جو پورے شعور کے ساتھ' اپنے دل سے روح کی گہرائیوں میں سفر کرتا ہے وہی ایک خدا اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہو کر اسلام قبول کرتا ہے۔ آج میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے' آئندہ کبھی ضرور سمجھ لو گی۔"

وہ چپ ہوا تو خاموشی چھا گئی۔ پھر افضال نے کہا "ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ ہمارے خلاف جتنے ثبوت ہیں' وہ ہمارے پاس محفوظ رہنے دو گے تو میں ابھی لندن فون کروں گا۔ میرے دونوں بیٹے پرسوں تک یہاں آ جائیں گے۔"

"یہ تمام ثبوت اپنے پاس رکھو لیکن انہیں ضائع کرو گے تو جانتے ہو کیا ہو گا؟ میں منصف بن جاؤں گا اور ٹیلی پیتھی کی عدالت میں تم دونوں کو نیم پاگل بنا کر نیم برہنہ کر کے گلیوں اور شاہراہوں میں گھماؤں گا۔ تمہیں ہر لمحہ مارتا رہوں گا لیکن مرنے نہیں دوں گا۔"

وہ سائرہ کے آس پاس یوں تک رہے تھے جیسے ناویدہ کو دیکھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ اس نے کہا "میں جا رہا ہوں۔ تمہارے دونوں بیٹوں کو جلد سے جلد یہاں پہنچنا چاہیے۔"

سائرہ نے کہا "ابھی نہ جاؤ۔ میں تم سے جھگڑا کروں گی۔"

"میں جا رہا ہوں۔ جھگڑا کرنے کی فرصت ملے گی تو آؤں گا۔"

افضال ڈرائنگ روم میں آ کر لندن میں اپنے یہودی رشتے داروں سے رابطہ کرنے لگا۔ طاہرہ نے بیڈ روم سے باہر آ کر اس کے دروازے کو لاک کر دیا تاکہ اندر رکھے ہوئے اہم رازوں تک کوئی نہ جائے۔ سائرہ سوچ میں ڈوبی ہوئی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اپنے بیڈ روم میں آ گئی۔ اسے علی پر غصہ آ رہا تھا لیکن جب وہ چلا گیا تو اس کا چلا جانا اچھا نہیں لگا۔ وہ جیسا بھی تھا مگر بڑا دلچسپ تھا۔ بڑے مزے کے تماشے کرتا تھا اور حیران کر دیتا تھا۔

اسے اس بات پر بھی غصہ آ رہا تھا کہ وہ جھگڑا کرنا چاہتی تھی مگر اس نے جھگڑا نہیں کیا۔ اسے ٹال کر چلا گیا۔

علی اس کے اندر موجود تھا۔ اس نے اسی کی سوچ میں کہا "وہ جھگڑا کرنے والا نہیں ہے۔ وہ مجھ سے ٹھیک رہتا ہے مگر ممی پپا سے دشمنی کرتا ہے پھر وہ مجھ سے دوستی کیوں کرتا ہے؟"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "میں اتنی اچھی ہوں کہ مجھ سے سب ہی دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

علی نے پھر اس کی سوچ میں کہا "وہ بھی اچھا ہے۔ وہ چاہتا تو طاقت سے یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے مسلمان بنا دیتا لیکن اس نے زبردستی نہیں کی۔ ممی اور پپا بے بس ہو گئے تھے۔ وہ اپنی چیزیں

پکڑ نہیں سکتے تھے۔ وہ چیزیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے گر جاتی تھیں لیکن میرے ہاتھوں سے اس نے نہیں گرائیں۔"

وہ خود سوچنے لگی "ہاں میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق پڑھا بھی ہے اور سنا بھی ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ وہ دماغ میں زلزلہ پیدا کر کے دماغی مریض بنا دیتے ہیں۔"

پھر وہ بے چین ہو کر سوچنے لگی "وہ بدمعاش بہت اچھا ہے مگر دشمن بھی ہے اور دوست بھی۔ اب وہ آئے گا تو میں اس سے بات نہیں کروں گی۔"

وہ الجھے ہوئے ذہن سے سوچ رہی تھی اس لیے علی کبھی اپنا لگ رہا تھا اور کبھی بے گانہ۔ جو اس کے ماں باپ کو سزائے موت دے سکتا تھا' وہ لاشعوری طور پر اپنا کیوں لگ رہا تھا؟ اس پہلو سے وہ نہیں سوچ رہی تھی وہ جوان تھی' ذہین تھی لیکن اس کے پاس اپنا ہی نفسیاتی تجزیہ کرنے والی ذہانت نہیں تھی۔

وہ اپنے بستر پر کلوپطرہ کے انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔ علی کو اس پر بڑا پیار آرہا تھا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا' یہ اس کی زندگی میں آکر جانے والی لڑکی نہیں ہوگی اور اب اس کے سوا کوئی دوسری اس کے دل و دماغ پر حکومت نہیں کرے گی۔

علی دراصل پارس کی طرح دل پھینک عاشق نہیں تھا۔ اس نے ایک عرصے تک پارسا رہ کر اپنے جذبات کو کچل کر زندگی گزاری۔ جب سونیا ثانی کی طرف سے نامراد رہا تو آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑا۔ پہلے اس کی زندگی میں کلپنا آئی پھر روزی اور پھر انجنا۔ اس کے بعد وہ اپنی پارسا فطرت کے مطابق شانت ہو گیا تھا۔ اب ہوس نہیں رہی تھی اس لیے سائرہ کے سلسلے میں وہ بہت سنجیدہ تھا۔ اس کے ساتھ اپنی زندگی کا سفر تمام کرنا چاہتا تھا۔

وہ اس کی یہودی ماں کی آئندہ چال بازیوں کو سمجھ گیا تھا۔ طاہرہ کے چور خیالات نے بتایا تھا کہ وہ برسوں کی کامیابی پر پانی نہیں پھیرنے دے گی۔ اپنے ساتھ موساد ایجنسی کو بھی پاکستان سے اکھڑنے نہیں دے گی۔ یہاں جو نادیدہ دشمن عذاب بنا ہوا ہے اس کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے اسرائیل سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خدمات حاصل کرے گی۔

علی نے یہ خیالات پڑھنے کے بعد سائرہ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک کر سلا دیا پھر اس پر عمل کرنے لگا۔ وہ مختصر سا عمل یہ تھا کہ علی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے کبھی سانس نہ روکے۔ اپنے کسی بھی عامل کو یہی یقین دلاتی رہے کہ وہ اس کی معمولہ ہے اور رہے گی۔

پھر اس نے حکم دیا کہ وہ چھ گھنٹے تک تنویمی نیند پوری کرے گی اور اپنے قریب کسی کو محسوس نہیں کرے گی۔ اسے سلانے کے بعد وہ اس کے پاس آکر لیٹ گیا۔ اس نے اپنے دماغ کو ہدایات دیں کہ سائرہ اس کی محبت اور امانت ہے۔ اس کے لیے کوئی سستا جذبہ نہ ابھرے اور وہ پانچ گھنٹے سونے کے بعد بیدار ہو جائے۔

پھر وہ بھی سو گیا۔ جب سونیا ثانی اس کی زندگی میں تھی' تب بھی وہ ثانی کے ساتھ اسی طرح سوتا تھا۔ وہ دونوں اپنے دماغوں کو ایسی ہی ہدایات دیتے تھے اور سستے جذبات کی یلغار سے محفوظ رہتے تھے۔

پانچ گھنٹے کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ سائرہ اس کے پاس گہری نیند سو رہی تھی۔ ایک گھنٹے بعد بیدار ہونے والی تھی۔ وہ یوں بھی پُرکشش تھی لیکن نیند کی حالت میں اور غضب کی کشش پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے خوابیدہ دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں اسے آنکھیں کھولنے کو کہا۔

اس نے آنکھیں کھول کر اسے نیند کی حالت میں دیکھا۔ اسے ایک خوب رو باڈی بلڈر جوان اپنے ساتھ لیٹا ہوا نظر آرہا تھا۔ وہ نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں بولی "تم کون ہو؟"

"میں وہی نادیدہ ہوں جسے تم دوست کہتی ہو۔"

"ہائے' سچ بول رہے ہو؟"

"مجھے چھو کر دیکھو اور یقین کرو لیکن پہلے میں نادیدہ بن کر تمہارا شبہ دور کرتا ہوں۔"

علی نے گولی نگل لی۔ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ بولی "واقعی تم وہی نادیدہ ہو۔ پلیز مجھے پھر نظر آؤ۔"

وہ پھر اس کے پہلو میں نمودار ہو گیا۔ وہ بولی "کیا میں تمہیں چھولوں؟"

علی نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا "لو' میں نے تمہیں چھو لیا ہے۔"

سائرہ اپنا دوسرا ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو چھونے لگی۔ علی نے کہا "تم نے بائیں ہاتھ کی انگلی میں یہ انگوٹھی پہنی ہے۔ لاؤ اسے میں دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنا دوں۔ اس طرح ہماری یہ ملاقات یادگار بن جائے گی۔"

علی نے اس انگوٹھی کو اتار کر اسے دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنا دیا پھر اس کے دماغ کو تھپک کر سلا دیا۔ وہ دوبارہ سو گئی۔ اپنے وقت کے مطابق وہ ٹھیک چھ گھنٹے بعد بیدار ہونے والی تھی۔

پچھلی رات جب طاہرہ اور افضال فون کے ذریعے لندن کے رشتے داروں سے گفتگو کر رہے تھے تو علی نے ان رشتے داروں کی آوازیں سنی تھیں۔ اب وہ اپنی نیند پوری کرنے کے بعد ان کے دماغوں میں پہنچنے لگا اور ان کے چور خیالات پڑھنے لگا۔

وہ لوگ موساد کے ہیڈ کوارٹر سے کہہ چکے تھے کہ پاکستان میں موساد کی سرگرمیوں کو قائم رکھنا ہے تو طاہرہ اور افضال کو ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بچایا جائے۔ اس سلسلے میں اسرائیل کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کیا تھا۔ انہوں نے یقین دلایا تھا کہ چند گھنٹوں کے بعد وہ طاہرہ' افضال اور ان کے تینوں بچوں پر تنویمی عمل کر کے ان کے دماغوں کو لاک کر دیں گے جس کے بعد طاہرہ اور افضال تمام اہم رازوں کے ساتھ پاکستان

چھوڑ دیں گے۔ علی ان کے دماغوں میں نہیں جا سکے گا اور اسے ان کے فرار ہونے کا علم نہیں ہو سکے گا۔

علی فوراً ہی طاہرہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پچھلی رات جاگتی رہی تھی اس لیے سو رہی تھی۔ علی نے اسے نہایت اطمینان سے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ آئندہ کسی دوسرے عامل کے عمل کو بظاہر قبول کرے گی اور معمولہ بن جائے گی لیکن درپردہ اپنی لاعلمی میں صرف علی کی معمولہ اور تابعدار رہے گی۔

اس پر عمل کرنے کے بعد اس نے اہم فائلوں سے اہم کاغذات پڑھ کر الگ کیے اور ان کی جگہ دوسرے کاغذات رکھ دیے۔ انہیں سرسری طور پر دیکھنے سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ بدل دیے گئے ہیں۔ اس کمرے میں انگریزی فلموں کے کیسٹ تھے۔ اس نے اہم رازوں کے دستاویزی کیسٹوں کے اندر سے پکچر ٹیپ نکال کر انگریزی فلموں کے کیسٹ میں رکھے اور انگریزی فلموں کے پکچر ٹیپ اہم دستاویزی کیسٹوں میں رکھ دیے۔ اسی طرح اس نے بڑے لفافوں کی تمام تصویریں نکال لیں پھر ان کے البم سے تصویریں نکال کر ان لفافوں میں رکھ دیں۔

کوئی بار بار فائلیں کھول کر تحریریں نہیں پڑھتا اور بار بار لفافے کھول کر تصویریں نہیں دیکھتا۔ طاہرہ اور افضال سے بھی یہی توقع تھی اور اگر وہ اندر کی چیزیں دیکھنا بھی چاہتے تو علی یہی کوشش کرتا کہ وہ نہ دیکھ پائیں۔

سائرہ مقررہ وقت پر بیدار ہو گئی۔ ایک کروٹ سے پڑی ہوئی تھی۔ چاروں شانے چت ہو کر چھت کو تکنے لگی پھر اس نے اٹھنے سے پہلے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ ایسے وقت اس کی نظر اپنے بائیں ہاتھ پر گئی۔ اس ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی نہیں تھی۔ وہ دائیں ہاتھ کی انگلی میں تھی۔ وہ حیرانی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

وہ ہیرے کی انگوٹھی ہمیشہ بائیں ہاتھ کی انگلی میں رہی تھی۔ سونے سے پہلے بھی اسی انگلی میں تھی۔ پھر دائیں ہاتھ کی انگلی میں کیسے آگئی؟

وہ سوچنے لگی تو اسے خواب یاد آنے لگا۔ اس نے دیکھا تھا' ایک خوب رو جوان اس کے ساتھ بستر پر تھا۔ جوان نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور کہا تھا "لاؤ اس انگوٹھی کو دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنا دوں اس طرح ہماری یہ ملاقات یادگار بن جائے گی۔"

اس نے اپنے دھڑکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا "وہ تو خواب تھا۔ خواب میں انگوٹھی اس ہاتھ سے اس ہاتھ تک گئی تھی لیکن یہاں تو سچ مچ انگوٹھی اس انگلی میں ہے' جس میں اس اجنبی نے پہنائی تھی۔"

اس نے بستر کو دیکھا۔ جہاں وہ خواب میں نظر آیا تھا' وہاں بستر پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ یہ ثبوت تھا کہ اس کے ساتھ کوئی لیٹا ہوا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہی نادیدہ ہے' جسے وہ اپنا دوست کہتی ہے۔

"اوہ گاڈ! کیا وہ خوب رو جوان ہی نادیدہ بن جاتا ہے؟ وہ میرے بستر پر کیوں آیا تھا؟ اور آکر کیا کرتا رہا تھا؟ مجھے تو کچھ پتا ہی نہ چلا۔"

وہ اپنے بدن کو ادھر اُدھر سے چھو کر اور سہلا کر دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی "یہ بڑے شرم کی بات ہے۔ وہ میرے پاس یہاں تھا اور میں نے غصہ نہیں دکھایا۔ اس کے ہاتھ پکڑنے پر اعتراض بھی نہیں کیا۔ کیا اس نے صرف ہاتھ پکڑا تھا؟ آگے کچھ یاد نہیں ہے۔ ہوں۔ نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا دوست بہت مہذب ہے۔"

وہ بستر سے اتر کر آئینے کے سامنے آئی۔ اپنے چہرے کو چھو کر دیکھنے لگی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اپنے اندر کوئی تبدیلی آئے تو کس طرح اس کا سراغ لگانا چاہیے۔

وہ الماری سے ایک لباس نکال کر باتھ روم میں چلی گئی۔ وہاں بڑی دیر تک رہی۔ جب کہ غسل کرنے میں اتنی دیر نہیں لگتی۔ اسے اپنے دوست کی آمد کی ایک ہی نشانی... ملی اور وہ تھی انگوٹھی جو بائیں ہاتھ کی انگلی سے دائیں ہاتھ کی انگلی میں چلی گئی تھی۔

دن کے ایک بجے اس کے ممی اور پپا بیدار ہو گئے۔ اس نے ماں سے کہا "ممی! میں سخت الجھن میں ہوں۔ آپ ذرا ادھر آئیں۔"

وہ طاہرہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بیڈ روم میں لے آئی۔ طاہرہ نے پوچھا "آخر بات کیا ہے؟ یہاں کیوں لائی ہو؟"

وہ دروازے کو اندر سے بند کر کے بولی "میری کوئی سہیلی نہیں ہے۔ آپ ہی میری سب کچھ ہیں۔ کوئی ایسا ویسا معاملہ ہو گا تو میں آپ سے ہی پوچھوں گی اور کہاں جاؤں گی؟"

"ہاں تو مجھ سے ہی پوچھو۔ کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"ایک بار میں نے آپ کی اٹیچی سے ایک تصویر چرائی تھی۔ اس تصویر میں آپ کسی دوسرے شخص کے ساتھ تھیں اور اس میں بالکل لڑکی نظر آرہی تھیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "تمہیں شرم آنی چاہیے۔ میری اٹیچی سے تصویر کیوں چرائی تھی؟ کہاں ہے وہ تصویر؟"

"یہ ابھی یاد نہیں ہے۔ ڈھونڈ کر دے دوں گی۔ کیا وہ شادی سے پہلے کی تصویر ہے؟"

"ہاں مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"یہ بہت ضروری ہے۔ پلیز بتائیں' جب زندگی میں پہلی بار کوئی آتا ہے تو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آیا تھا پھر گہری نیند سلا کر چلا گیا؟"

"کیا بات ہو گئی ہے؟ تیرے اس سوال کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ کسی کے آنے اور گہری نیند سلانے والی بات کیا ہے؟"

وہ جھنجلا کر بولی "یہی تو میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ وہ آیا

تھا۔ میرے بستر پر تھا۔ میری انگوٹھی اس انگلی سے نکال کر اس انگلی میں پہنائی۔ پلیز یہ بتائیں کہ اس کے بعد کیا ہوا ہوگا؟"

"کیا میں یہاں جھانکنے آئی تھی؟ مجھے کیا معلوم کیا ہوا ہوگا؟ سچ سچ بتا' کیا ہوا ہے؟ یہاں کون آیا تھا؟"

"وہی نادیہ۔ میرا دوست۔"

"کیا؟ وہ۔۔۔ وہ تیرے بیڈ روم میں آیا تھا؟"

"صرف بیڈ روم میں نہیں' بیڈ پر بھی آیا تھا۔ آپ مجھے یہ کیوں نہیں بتاتیں کہ جب وہ تصویر والا آپ کے پاس آکر آپ کو انگوٹھی پہنا کر واپس چلا گیا تھا تو آپ سوگئی تھیں یا جاگتی رہی تھیں۔ اگر جاگتی رہی تھیں تو میں کیوں نہیں جاگتی رہی۔ میں آپ کی بیٹی ہوں۔ میں کیوں سوگئی؟"

طاہرہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر بیٹی کو غور سے دیکھنے لگی۔ وہ بیشہ کی طرح معصوم نظر آرہی تھی۔ وہ سوچتی ہوئی بیڈ کے سرے پر بیٹھنا چاہتی تھی۔ سائرہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا ہوا؟"

"ممی! وہ تمام رات جاگتا رہا ہے۔ یہاں سو رہا ہوگا۔"

"ہیں؟" طاہرہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بستر کو دیکھنے لگی پھر وہ بیٹی کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی "میری بچی! تو بہت معصوم ہے۔ مریم کی طرح کنواری ہے۔ وہ آنے والا کوئی فرشتہ ہوگا۔ وہ نادیہ دشمن نہیں ہوگا۔"

"وہ دشمن نہیں تھا۔ اس نے اپنی زبان سے کہا تھا کہ وہ میرا نادیدہ دوست ہے۔"

افضال نے آواز دی "طاہرہ! کیا کر رہی ہو؟ ہمیں پاسپورٹ اور ویزا کے لیے جانا ہے۔ دیر ہوگی تو وہ افسر چلا جائے گا۔"

کال بیل کی آواز سنائی دی۔ افضال نے دروازہ کھولا۔ پاسپورٹ آفس کا ایک افسر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا "مجھے حکم ملا ہے کہ آپ کا اور مسز کا پاسپورٹ رہی نیو کروں اور شام سے پہلے تمام ضروری کاغذات مکمل کرادوں۔"

افضال کو اپنے دماغ میں کسی کی آواز سنائی دی "تم نے کل لندن فون کیا تھا۔ اسی سلسلے میں یہ کارروائی ہو رہی ہے۔ اپنے اور طاہرہ کے تمام کاغذات اس افسر کو دے دو اور بیڈ روم میں چلے جاؤ۔ تم دونوں پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔ اس کے بعد کوئی دشمن تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔"

افضال نے طاہرہ کو یہ باتیں بتائیں۔ اس افسر کو پاسپورٹ اور ضروری کاغذات دے دیئے گئے۔ پھر انہوں نے سائرہ سے کہا کہ وہ سونے جارہے ہیں اس لیے شام تک دروازے پر دستک نہ دے۔

اسے تاکید کر کے انہوں نے دروازہ بند کرلیا۔ وہ اکیلی رہ گئی۔ ڈرائنگ روم میں ٹی وی آن کر کے صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں ٹی وی دیکھ رہی تھیں لیکن دماغ میں نادیدہ دوست سمایا ہوا تھا۔ وہ بے اختیار اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ شعوری طور پر نہیں جانتی تھی کہ کیا سوچ رہی ہے؟ غیر شعوری طور پر اسی کی طرف بہتی جارہی تھی۔

طاہرہ اور افضال چار گھنٹے کے بعد بیڈ روم سے باہر آئے۔ وہ غسل کر کے فریش ہو کر بستر پر لباس پہنے ہوئے تھے۔ افضال دو بڑی اٹیچیاں لے جا کر کار میں رکھ رہا تھا۔ سائرہ نے پوچھا "آپ کہاں جارہے ہیں؟"

"تمہارے انکل جان شیفرڈ کی کوٹھی میں وہ سامان رکھنے جارہے ہیں' جسے تمہارے نادیدہ دوست نے چرانے کے بعد واپس کیا تھا۔ ہم ایک گھنٹے بعد واپس آجائیں گے۔"

وہ بیٹی کو اس کوٹھی میں تنہا چھوڑ کر کار میں بیٹھ گئے۔ پھر وہ ائرپورٹ کی طرف جانے لگے۔ ان کے دماغوں پر تنویمی عمل ہوچکا تھا۔ انہیں پورا یقین تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں میں نہیں آسکے گا اور نہ ہی یہ معلوم کرسکے گا کہ وہ دونوں بے شمار اہم رازوں کے ساتھ پاکستان سے فرار ہو رہے ہیں۔

سائرہ کے سلسلے میں کہا گیا تھا کہ اسے اسلام آباد کی اسی کوٹھی میں رہنے دیا جائے۔ وہ کوئی مجرم نہیں ہے۔ موساد والے سائرہ کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

ائرپورٹ پر اس افسر سے ملاقات ہوئی۔ اس نے دونوں کو جہاز کے ٹکٹ' پاسپورٹ اور ضروری کاغذات دیے۔ ابھی بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے کا وقت نہیں ہوا تھا۔ وہ انتظار کرنے لگے۔ طاہرہ ٹائلٹ کی طرف جانے لگی۔ اس وقت دو اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے وہ دونوں الپا کے ماتحت تھے۔ رائٹ بوائے اس وقت افضال کے اندر تھا اور اینی ڈیسوزا' طاہرہ کے اندر تھی۔ وہ ٹائلٹ کے دروازے پر آکر اینی سے بولی "پلیز میرے دماغ سے جاؤ۔ میں ٹائلٹ سے باہر آؤں گی۔ تب چلی آنا۔"

الپا نے ان دونوں کو حکم دیا تھا کہ جب تک موساد کے وہ دونوں اہم ایجنٹ طاہرہ اور افضال پاکستان کی سرحد پار نہ کرلیں تب تک ان کے دماغوں میں رہا جائے۔ ان کے دماغوں کو لاک کرنے کے باوجود دشمن کوئی چال چل سکتے ہیں۔

رائٹ بوائے اور اینی ڈیسوزا بہت محتاط تھے لیکن ٹائلٹ ایسی جگہ ہے' جہاں اینی کو طاہرہ کا ساتھ چھوڑنا پڑا لیکن علی نے نہیں چھوڑا۔ اس نے جیسے ہی ٹائلٹ کے دروازے کو اندر سے بند کیا' علی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے غائب دماغ کردیا۔ اس کے پرس سے پاسپورٹ نکال کر اس کے پہلے تین صفحات پھاڑ کر الگ کیے۔ الگ ہونے والے ایک صفحے پر طاہرہ کی تصویر بھی تھی۔ تصویر سمیت وہ صفحات پھاڑ کر اسے کموڈ میں ڈال کر فلش کردیا۔ پانی کے تیز بہاؤ کے ساتھ کاغذ اور تصویر کے ٹکڑے گٹر میں بہہ گئے۔

علی' طاہرہ کو پھر ایسی پوزیشن میں لایا جیسے وہ دروازہ بند کر رہی

ہو پھر اس نے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ طاہرہ کو عجیب سا لگا۔ اس نے سر تھام کر سوچا "مجھے کیا ہوا تھا؟ شاید سر چکرا گیا تھا۔ وہ لاکھ سوچتی' اس وقت اس کی سمجھ میں نہ آتا۔ علی اس کے دماغ سے چلا آیا۔

تھوڑی دیر بعد طاہرہ ٹائلٹ سے واپس آگئی۔ جب بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے کا وقت آیا تو وہ افضال کے ساتھ پاسپورٹ اور ویزا چیک کرانے کے کاؤنٹر پر آئی۔ اپنا پاسپورٹ' ویزا اور ٹکٹ کاؤنٹر مین کو دیا۔ اس نے پاسپورٹ کھولا تو نہ طاہرہ کا نام تھا اور نہ تصویر تھی۔ ابتدائی صفحات نہیں تھے۔ کاؤنٹر مین نے پوچھا "یہ کیا ہے؟"

طاہرہ اور افضال کے علاوہ ان کے دماغ میں رہنے والے رائٹ بوائے اور اینی ڈیسوزا بھی حیران رہ گئے۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ "ابھی یہ پاسپورٹ مکمل تھا۔ اس کے تین اوراق کہاں چلے گئے؟"

اینی نے کہا "تمہارے ساتھ ٹائلٹ کے اندر کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔"

وہ کاؤنٹر کے پاس سے ہٹ گئے۔ افضال نے پوچھا "مسٹر رائٹ بوائے! ہمارے دماغوں کو لاک کیا گیا ہے۔ دشمن طاہرہ کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ پھر یہ کیا ہوگیا ہے؟ کیا مس اینی کے تنویمی عمل میں خامی رہ گئی ہے؟"

طاہرہ خوف زدہ ہو کر بولی "ایسا ضرور کچھ ہوا ہے۔ وہ میرے دماغ میں گھسا ہوا ہے۔ مجھے یہاں سے فرار ہونے نہیں دے گا۔"

افضال نے کہا "میرا پاسپورٹ مکمل ہے۔ کیا مجھے جانا چاہیے؟"

اینی نے کہا "تم دونوں اہم ایجنٹ ہو۔ ہم طاہرہ کا نیا پاسپورٹ بنوا کر کل کسی فلائٹ سے اسے بھیج دیں گے۔ مسٹر افضال' تم چلے جاؤ۔"

طاہرہ نے کہا "ہرگز نہیں۔ کیا تم مجھے چھوڑ کر جاؤ گے افضال؟"

"دانش مندی یہی ہے۔ تم کل تک چلی آؤ گی۔"

"بکواس مت کرو۔ وہ میرے اندر گھسا ہوا ہے۔ اینی اور رائٹ بوائے اسے باہر نہیں نکال سکیں گے۔ وہ دشمن مجھے عذاب میں مبتلا کرتا رہے گا اور تم مجھے چھوڑ کر پیش کرتے رہو گے۔"

اسی وقت سائرہ تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ سامنے پہنچ کر بولی۔ "مجھ سے جھوٹ بول کر آپ دونوں کہاں جارہے ہیں؟"

طاہرہ نے پوچھا "تم یہاں کیسے آگئیں؟"

"مجھے میرے نادیدہ دوست نے بتایا ہے کہ ماں باپ کا خون سفید ہوگیا ہے۔ آج اس نے اپنا نام بتایا ہے۔ اس کا نام علی تیمور ہے۔"

اینی ڈیسوزا اور رائٹ بوائے چونک گئے۔ اینی نے کہا "ہمیں کیا معلوم تھا کہ تم دونوں فرہاد علی تیمور کے بیٹے کے شکنجے میں ہو۔ ہمیں میڈم (الپا) کو نئی صورت حال سے آگاہ کرنا ہوگا۔ ہم جارہے ہیں۔ اگر میڈم مناسب سمجھیں گی تو ہمیں دوبارہ آنے دیں گی۔"

"کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ واپس نہ آؤ؟"

"ہوسکتا ہے۔ فرہاد اور اس کے بیٹوں کے مقابلے پر جو بھی آتا ہے' وہ ان کے شکنجے میں پھنس جاتا ہے۔ ہم میڈم کے حکم کے مطابق عمل کریں گے۔"

وہ چلے گئے۔ طاہرہ اور افضال بے یار و مددگار رہ گئے۔ سائرہ نے افضال سے پوچھا "ابھی آپ کس سے باتیں کر رہے تھے؟"

"ہمارے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے لیکن وہ علی کا نام سن کر بھاگ گئے ہیں۔"

"کیوں بھاگ گئے؟ آپ ان پر بھروسا کر کے بیٹی کو کس کے سہارے چھوڑ کر جارہے تھے؟"

"بیٹی! تم موساد والوں کی نگرانی میں رہتیں۔ وہ تمہاری حفاظت کرتے رہتے۔"

وہ بولی "پھر وہ موساد والے بھی علی کا نام سن کر بھاگ جاتے۔ مجھے ایسے ہی چھوڑ دیتے جیسے وہ آپ دونوں کو چھوڑ کر گئے ہیں۔"

"ہمیں طعنے نہ دو۔ ہم پہلے ہی پریشان ہیں۔ تمہارے دوست علی نے کہا تھا کہ ہم اسے دھوکا دیں گے اور پاکستان سے بھاگنا چاہیں گے تو وہ ہمیں دماغی اذیتیں پہنچا کر نیم پاگل بنادے گا۔ ہمیں گلیوں میں' شہروں میں اور ہماری سوسائٹی میں بے عزت کرتا رہے گا اور ہمیں تڑپا تڑپا کر مارتا رہے گا۔"

سائرہ نے کہا "اگر کوئی ظلم کرے تو تھانے میں جا کر فریاد کرنا چاہیے۔ آپ دونوں پولیس اسٹیشن جائیں۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ علی ہماری اصلیت بتائے گا تو ہمیں قانون کی گرفت میں لے لیا جائے گا۔ بڑی سخت سزائیں ملیں گی۔"

وہ باتیں کر رہے تھے۔ ان کا سامان ذرا دور ایک ٹرالی پر رکھا ہوا تھا۔ دو افراد ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ان کی اٹیچیاں دوسری ٹرالی میں رکھ کر لے جارہے تھے۔ علی بھی وہاں موجود تھا لیکن اس کی پشت سامان کی طرف تھی۔ وہ لے جانے والوں کو نہ دیکھ سکا۔

الپا نے اپنے دونوں ماتحتوں کو سمجھایا تھا کہ طاہرہ اور افضال کو علی کی گرفت سے نہیں نکال سکو گے۔ اس لیے تمام اہم راز غائب کرنے کی کوشش کرو اور وہ آلۂ کار کے ذریعے یہی کر رہے تھے۔ دونوں اٹیچیوں میں فائلیں' وڈیو کیسٹس اور تصاویر سے بھرے لفافے تھے۔ وہ ان اٹیچیوں کو وہاں سے لے گئے۔

سائرہ نے کہا "آپ لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا تھا لیکن میں نہیں چھوڑ سکتی کیوں کہ ابھی بچی ہوں۔"

علی نے کان میں سرگوشی کی "جوان ہوچکی ہو۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ میں تم سے زیادہ جانتی ہوں۔ جب

کہہ رہی ہوں کہ بچی ہوں تو پھر بچی ہوں۔"

طاہرہ نے پوچھا "کیا تم اس سے باتیں کررہی ہو؟"

"اور کیا کروں؟ آپ دونوں اپنے تھے' پرائے ہوگئے اور وہ پرایا تھا' اپنا ہوگیا ہے۔ اب تو اسی سے باتیں کرتی رہوں گی۔"

افضال نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے' ہم کہاں جائیں؟ جہاں جائیں گے' وہاں وہ ہمیں سزا دینے پہنچے گا۔ وہ یہاں بھی ہے۔ تم اس سے باتیں کررہی ہو۔ کیا تم اس سے التجا نہیں کرسکتیں کہ وہ ہمیں معاف کردے۔"

"میں اتنا جانتی ہوں کہ جب تک میں آپ کے ساتھ رہوں گی' میرا دوست آپ دونوں کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بیٹی کے سامنے بزرگوں کی بے عزتی نہیں کرے گا۔ آئیں' گھر چلیں۔"

انہوں نے وہاں سے اٹھ کر سامان کی طرف دیکھا تو چونک گئے۔ طاہرہ نے ٹرالی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "ہماری دونوں اٹیچیاں کہاں ہیں؟"

افضال نے کہا "ضرور وہ لے گیا ہے۔ اب ان شوٹوں کی موجودگی میں ہمارے خلاف قانونی کارروائی کرے گا۔"

علی نے کہا "سائرہ! میں تم سے جھوٹ نہیں بولتا۔ میں تو تمہارے پاس ہوں۔ وہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے اٹیچیاں لے گئے ہوں گے۔"

"ممی! پاپا! پلیز میرے دوست کو الزام نہ دیں۔ یہ میرے ساتھ ہے۔ آپ ہی کے لوگ وہ سامان لے گئے ہیں۔"

ابی اور رائٹ بوائے نے آکر ان دونوں سے کہا "اطمینان رکھو۔ ہم وہ تمام ثبوت لے گئے ہیں۔ اب وہ دشمن اس ملک میں موساد کی سرگرمیاں ثابت نہیں کرسکے گا۔"

"تم لوگ ایجنسی کو بچا رہے ہو اور ہمیں قربانی کا بکرا بنا رہے ہو۔"

"وہ تمہیں بھی موساد کا ایجنٹ ثابت نہیں کرسکے گا۔ تم دونوں قانون کی گرفت میں نہیں آؤ گے۔"

"قانون ایسی سزائیں نہیں دے گا' جیسی سزائیں وہ دیتا رہے گا۔ ہمیں اس دشمن سے بچاؤ۔"

"ضرور بچائیں گے۔ ہم پوری کوششیں کررہے ہیں۔ جب تک ہمیں کامیابی نہ ہو' اس سے دوستی رکھو۔"

افضال نے بیٹی سے کہا "ہم تمہارے دوست کو سامان چرانے کا الزام نہیں دے رہے ہیں۔ کیا وہ ہمارا دوست نہیں بن سکتا۔ ہماری یہ ایک غلطی معاف کرادو۔ آئندہ ہم وہی کریں گے' جو تمہارا دوست چاہے گا۔"

سائرہ نے کہا "ساری معافیاں ائرپورٹ پر نہ مانگیں' کچھ گھر کے لیے رکھیں۔ چلیں گھر چلیں۔"

وہ دونوں بیٹی کے ساتھ باہر آکر کار میں بیٹھ گئے۔ گھر کی طرف جاتے ہوئے سائرہ نے کہا "آپ ایسا کام کیوں کرتے ہیں' جس سے میرا دوست ناراض ہوجاتا ہے۔"

"آئندہ نہیں کریں گے۔"

"دوست! تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں سب سے پہلے یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ اپنے باپ دادا کے دین کو سمجھو۔ کیا تم اپنے دادا' پردادا کے دین پر اور تہذیب اور ثقافت پر ناز نہیں کروگی؟"

"ساری دنیا ورثے میں ملی ہوئی ہر چیز پر فخر کرتی ہے' اگر میرے بزرگوں کا دین قابل فخر ہوگا تو میں ضرور فخر کروں گی۔"

"انشاءاللہ ضرور کروگی لیکن تمہارے ماں باپ تم تینوں بہن بھائیوں کو دینی تعلیمات حاصل کرنے نہیں دیں گے۔ کسی نہ کسی طرح رکاوٹیں پیدا کرتے رہیں گے۔"

افضال نے کہا "میں بچوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں' ایسا نہیں کروں گا۔"

طاہرہ نے کہا "میں بھی وعدہ کرتی ہوں' تمہارے دوست کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کروں گی۔"

سائرہ نے کہا "دوست! تم اطمینان رکھو۔ میں اپنے دونوں بھائیوں کو سمجھایا کروں گی کہ ہمیں یہودیت کے بعد اب دین اسلام کو بھی سمجھنا چاہئے بلکہ دنیا کے ہر مذہب کو سمجھنے سے ہی فیصلہ کرنے میں آسانی ہوتی ہے کہ ہمارے لئے کون سا مذہب بہترین ہے۔"

وہ گھر پہنچ گئے۔ سائرہ نے اپنے کمرے میں آکر پوچھا "کیا میرے پاس ہو؟"

"ہاں۔ مجھے جانا چاہئے۔ شاید تم لباس تبدیل کروگی؟"

"لباس چینج کرکے تمہارے ساتھ شاپنگ کے لئے جانا چاہتی ہوں۔ ارے ہاں' کیا تم لباس نہیں بدلتے ہو؟"

"روز غسل کرتا ہوں۔ اتارا ہوا لباس پھینک کر خریدا ہوا اپنا لباس پہن لیتا ہوں۔"

"اتارا ہوا لباس کیوں پھینک دیتے ہو؟"

"میرے پاس اپنا سامان رکھنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔"

"میں تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اپنے کمرے میں اپنی الماریوں میں رکھا کروں گی۔ ابھی چلو' میں تمہارے لئے بہت ساری چیزیں خریدوں گی۔ لیکن اب تمہیں میرے سامنے آنا چاہئے۔ میں تمہیں دل کی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"تم ایک بار مجھے دیکھ چکی ہو۔"

"میں نے تمہیں کب دیکھا ہے؟"

"جب میں نے ایک انگلی سے انگوٹھی نکال کر دوسری انگلی میں پہنائی تھی۔"

وہ اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر بولی "کیا وہ خواب نہیں تھا؟ کیا تم تھے؟ کیا تم سچ مچ میرے بستر پر....."

"ہاں تمہارے بستر پر تھا۔ تمہاری عزت آبرو کا محافظ تھا۔ اب بھی ہوں اور آخری سانس تک رہوں گا۔"

"دوست! تم بہت اچھے ہو۔ میرے سامنے آؤ۔"

"تمہارے پیچھے ہوں۔ دیکھو۔"

اس نے پلٹ کر دیکھا تو دم بخود رہ گئی۔ وہی خوب رو پہاڑ جیسا قد آور جوان تھا' جو پچھلی بار اس کے پہلو میں تھا۔ اب روبرو تھا۔ سیدھی سادی سی بات یہ تھی کہ ازل سے اس کے دل کی دھڑکنوں میں رہتا آیا تھا۔ آج پہلی بار نگاہوں میں سامنے آیا تھا۔

اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ سائرہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا۔ وہ بولا "تم میری سب سے خوب صورت امانت ہو۔ تمہیں میلا نہیں ہونے دوں گا۔ جب تم آباد اجداد کے دین کو پورے شعور سے اور پوری توجہ سے سمجھ لوگی تو تمہیں اپنی شریک حیات بنالوں گا۔ میری لائف پارٹنر بنوگی؟"

اس نے سر جھکا کر ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ علی نے جھک کر اس کی ہتھیلی کی پشت کا بوسہ لیا پھر کہا "میں نادیدہ بن کر جارہا ہوں۔ لباس تبدیل کرو۔ جب کار میں آکر بیٹھو گی تو وہاں ظاہر ہوجاؤں گا۔"

وہ دروازے کی طرف جاتے جاتے نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ وہ خوشی سے اچھل کر دوڑتی ہوئی آئینے کے سامنے آئی۔ اپنے عکس کو دیکھ کر بولی "کتنے مزے کا دوست ہے نا؟ میں جیسا سوچتی تھی' اس سے بھی زیادہ اچھا ہے۔ اس کے ساتھ کھیلنے میں بڑا مزہ آئے گا مگر ایک بات ہے۔ ہے ذرا اُلّو۔ ایک ہاتھ کا بوسہ لیا۔ اگر دوسرے ہاتھ کا بھی لیتا تو کیا میں منع کرتی؟"

اس نے اپنی ہتھیلی کی پشت دیکھی۔ اس نے جہاں بوسہ لیا تھا۔ اس جگہ کو سہلاتے ہوئے ہنستے ہوئے بولی "گدگدی ہورہی ہے۔"

طاہرہ اور افضال ڈرائنگ روم میں پریشان اور سہمے ہوئے تھے۔ افضال نے کہا "یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ جب ہمارے دماغوں کو لاک کردیا گیا تھا اور بڑے دعوے سے کہا گیا تھا کہ دشمن ہمارے اندر نہیں آسکیں گے تو پھر علی تمہارے دماغ میں کیسے آگیا؟"

طاہرہ نے کہا "ابی ڈیسوزا اور رائٹ بوائے کمزور اور بزدل ہیں۔ علی کا نام سنتے ہی بھاگ گئے تھے۔"

"ایسا نہ کہو۔ انہوں نے بڑی چالاکی سے وہ تمام اہم پرزے چرالئے ہیں۔ اب علی کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ وہ ہمارے اور موساد کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کرسکے گا۔ اس کے پاس نادیدہ بننے اور خیال خوانی کرنے کی صلاحیتیں ہیں۔ اس لئے وہ قانون کے دائرے سے باہر رہ کر ہمیں اور موساد کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کرتا رہے گا۔"

"کیا وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں اس سے نجات دلاسکیں گے؟"

"پتا نہیں وہ کیا کریں گے۔ ان کی ایک کوشش تو ناکام ہوچکی ہے۔"

طاہرہ نے ذرا قریب ہو کر کہا "ذرا غور کرو۔ علی انتہا پسند مسلمان ہے۔ ہمیں پہلے ہی قتل کردیتا لیکن ہماری بیٹی اسے دوست بنا کر ہمیں بچا رہی ہے۔"

"ہوں۔ بے شک سائرہ نہ ہوتی تو وہ ائرپورٹ پر ہماری بہت بے عزتی کرتا۔ ہمیں دماغی مریض بنادیتا۔ سائرہ ہی کے کہنے پر اس نے چرایا ہوا تمام سامان واپس کردیا تھا۔"

وہ بولی "ہماری بیٹی بہت کام آسکتی ہے۔ اس کا دین ایمان کمزور کرسکتی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"کیا بچوں جیسا سوال کررہے ہو۔ مجھ سے ملنے سے پہلے تم پانچوں وقت کے نمازی تھے۔ کہاں گئیں تمہاری نمازیں؟ میرے پیچھے پیچھے گھومتے رہتے تھے۔ علی بھی کل سے ہماری بیٹی کے پیچھے لگا ہے۔ اس کا دیوانہ ہے۔ ایسے وقت سائرہ ہماری طرف اسے جھکا سکتی ہے۔ اسے ہماری راہوں پر چلا سکتی ہے۔"

"ہوں۔ اس معاملے میں تم بڑی تجربہ کار ہو۔ بیٹی کو بھی اپنی قاتلانہ ادائیں سکھاؤ۔ مجھے یقین ہے' ٹیلی پیتھی سے زیادہ یہ حربہ کامیاب رہے گا۔"

طاہرہ صوفے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ وہ بیٹی کے پاس جانا چاہتی تھی' اسی وقت سائرہ اپنے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ طاہرہ نے آگے بڑھ کر کہا "آہا' میری بیٹی اس لباس میں ہے۔"

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

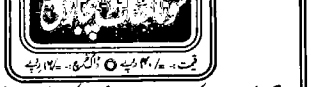

قیمت: ۱۲۰/- روپے ○ ڈاکٹر: ۱۳۰/- روپے

- ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مرگیا تھا لیکن اس کی لاش مندر کے تہہ خانے میں اصلی حالت میں موجود تھی۔
- سرنگاٹھ کے علاقے پر اس مُردہ پجاری کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر گزندہ انسان آتا تھا۔
- ایک مظلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو مخالفت سے تنگ آکر بُری کی طاقتوں کا مظہر بن گیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کرلیں۔
- وہ طاقتور ترین شخص بن گیا لیکن ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔

بُری کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟

ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

اپنے قریبی بُک سٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

اژدہا (مکمل، دو حصے)	اقابلا (مکمل، دو حصے)	غلام زرد جلیبی (مکمل)
قیمت فی حصہ ۴۰ روپے، ڈاکٹر ۴۵ روپے	قیمت ۳۰ روپے، ڈاکٹر ۳۵ روپے	قیمت ۳۰ روپے، ڈاکٹر ۳۵ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ - کراچی

بہت ہی حسین اور اسمارٹ نظر آرہی ہے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ ماں نے اس کی پیشانی کو چوم کر کہا "بیٹی! وہ تمہارا دیوانہ ہے۔ تم اس سے جو بات منوانا چاہو گی' وہ مان لے گا۔ اسے جس سانچے میں ڈھالنا چاہو گی' وہ ڈھل جائے گا۔"

"ممی! میں بہت جلدی میں ہوں۔ اس موضوع پر پھر کسی وقت باتیں کروں گی۔ وہ میرا انتظار کررہا ہے۔ ہم شاپنگ کے لیے جارہے ہیں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی۔ طاہرہ نے افضال سے کہا "وہ اسی کے ساتھ شاپنگ کے لیے جارہی ہے۔ اسے ٹریننگ کی ضرورت نہیں ہے۔ آخر میری بیٹی ہے۔"

کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ ان دونوں نے ڈرائنگ روم سے باہر برآمدے میں آکر دیکھا۔ سائرہ کار ڈرائیو کررہی تھی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر کوئی مرد بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی پشت نظر آئی' چہرہ نظر نہیں آیا۔ کار احاطے سے باہر جاکر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

طاہرہ نے کہا "وہ ہمارے سامنے نہیں آتا۔ ہماری سائرہ کو اپنی صورت دکھاتا ہے۔ بے شک لوہا گرم ہے۔ میری بیٹی کی ایک ایک ضرب اس لوہے کو ہماری طرف موڑ لے گی۔"

ان دو اپیچیوں میں جتنے اہم راز تھے انہیں اس بار جان شیفرڈ کی کوٹھی میں نہیں لایا گیا۔ وہ جگہ اور جان شیفرڈ' علی کی نظروں میں آگئے تھے۔ انہیں ایک دوسرے خفیہ اڈے میں پہنچایا گیا۔ وہاں موساد کے دو بڑے ایجنٹ تھے۔ انہوں نے وہ اپیچیاں کھول کر سامان چیک کیا۔ ایک نے لفافے سے تصویریں نکالیں۔ وہ تمام تصویریں فیملی ممبران کی تھیں۔ ان کا موساد ایجنسی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ فائلیں کھول کر ورق گردانی کی گئی۔ مختلف کاغذات پڑھے گئے۔ ان کاغذات کا تعلق بھی موساد سے' طاہرہ اور افضال سے نہیں تھا۔ پھر تو وڈیو کیسٹس پر بھی شبہ ہوا۔ انہیں وی سی آر کے ذریعے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ عام انگریزی فلمیں ہیں۔

اینی اور رائٹ بوائے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان ایجنٹوں کے اڈے میں موجود تھے۔ ایک ایجنٹ نے کہا "ہم نے علی کا نام سن کر ہی سمجھ لیا تھا کہ اب طرح طرح سے دشواریوں کا سامنا ہوگا اور ہم جیتی ہوئی بازیاں ہارتے رہیں گے۔ علی نے ان دونوں اپیچیوں میں ہمارے لیے کچرا بھیجا ہے۔"

ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے طاہرہ اور افضال کے پاس آکر کہا "تم دونوں تقریباً بیس سال پرانے اور تجربہ کار ایجنٹ ہو لیکن اپنا سامان چیک کیے بغیر یہاں کے اہم راز نہیں کچرا لے جارہے تھے۔"

طاہرہ نے پوچھا "یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ہم نے پچھلی رات ایک ایک فائل اور ایک ایک تصویر دیکھی تھی۔"

"لیکن اپیچیوں میں سامانِ سفر کھتے وقت چیک نہیں کیا تھا۔ علی نے وہ تمام سامان بدل دیا تھا۔"

اینی ڈیسوزا نے کہا "یہ خوش فہمی ختم ہوگئی کہ تمہارے موساد ایجنسی کے راز محفوظ ہیں۔ وہ سب علی کی فولادی تجوری میں ہیں۔"

طاہرہ اور افضال کی پریشانیاں بڑھ گئیں۔ انہوں نے پوچھا "اب کیا ہوگا؟"

"کیا کہا جاسکتا ہے۔ ہم اس کے مقابلے میں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں لیکن وہ نادیدہ بن کر کامیابیاں حاصل کررہا ہے۔"

طاہرہ نے کہا "ابھی وہ نادیدہ نہیں ہے۔ میری بیٹی کے ساتھ شاپنگ کے لیے گیا ہے۔"

"کیا وہ سائرہ کے ساتھ ٹھوس جسمانی حالت میں ہے؟"

"کیا وہ شاپنگ کے لیے گیا ہے؟"

"ہاں۔ ہاں ہم نے اپنی آنکھوں سے اسے سائرہ کے ساتھ جاتے دیکھا ہے۔"

اینی نے کہا "آؤ رائٹ بوائے! ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

وہ دونوں ان کے داغوں سے چلے گئے۔ موقع سے فائدہ اٹھانے والے ہمیشہ ناکام نہیں رہتے۔ کبھی کوئی موقع کامیابی کا پھل مل جاتا ہے۔

سائرہ اور علی مارکیٹ میں تھے۔ مختلف دکانوں میں جانا ضرورت کی چیزیں خرید رہے تھے۔ سائرہ اپنی پسند سے علی کے لباس خرید رہی تھی۔ ایک نہیں کئی جوڑے اور سوٹ خریدے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "اتنے لباس نہ خریدو۔ میری زندگی خانہ بدوشی میں گزرتی ہے۔"

وہ ناراض ہوکر بولی "کیا مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"میں تمہیں چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اپنے ساتھ تمہیں بھی خانہ بدوش بناؤں گا۔"

وہ خوش ہوگئی "پھر تو مجھے بھی کم سے کم شاپنگ کرنی چاہیے۔ پتا نہیں تم کب مجھے بھگا کرلے جاؤ۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ زندگی بہت خوب صورت ہوگئی تھی۔ ایسے ہی وقت بدصورت موڑ آتے ہیں' جب زندگی خوب صورت ہوتی ہے۔ ایک بڑے جنرل اسٹور کے گراؤنڈ فلور پر دو گن بردار نے نشانہ لیا۔ اس کے اوپر فرسٹ فلور سے تیسرے گن مین نے نشانہ لیتے ہی گولی چلادی۔

پہلی ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی گولی سیدھی علی کو آکر لگی۔ اس نے اچھل کر گرتے ہوئے پکار کر کہا "ممی! کم آن۔۔۔ ای۔۔۔ای۔۔۔"

وہ سائرہ کو کھینچتے ہوئے فرش پر گرا۔ دکان میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ فرسٹ فلور اور گراؤنڈ فلور سے تڑا تڑ گولیاں برس رہی تھیں۔ علی کا لہو فرش پر بہتا جارہا تھا۔

آمنہ فرہاد مراقبے میں تھی۔ یکبارگی اس کے دماغ میں دھماکا سا ہوا۔ علی اسے پکار رہا تھا۔ "ممی! کم آن۔۔۔ ممی۔۔۔ای۔۔۔ای۔۔۔!"

وہ ہڑبڑا کر مراقبے سے نکلی۔ پھر دوسری ہی ساعت میں بیٹے کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے گولی لگتے ہی ماں کو آواز دی تھی پھر اس سے پہلے کہ دوسری گولی لگتی' وہ گولی نگل کر سایہ بن گیا۔ اس شاپنگ سینٹر میں لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

گراؤنڈ فلور اور فرسٹ فلور پر مورچا بنانے والے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ سائرہ کے ساتھ تھا۔ سائرہ موجود تھی' وہ معدوم ہوگیا تھا۔

کوئی بھی آنکھوں والا اسے دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن آمنہ روحانی بصیرت سے بیٹے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ سایہ بن کر فرش پر پڑا ہوا تھا۔ وہ ڈوبتے ہوئے ذہن سے کہہ رہا تھا "ممی! سائرہ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ آپ کی۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ وہ بے ہوش ہوگیا۔ سائرہ ایک شوکیس سے ٹیک لگائے فرش پر دوزانو بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے اِدھر اُدھر فرش کو ٹٹول کر پوچھ رہی تھی "تم کہاں ہو؟ مجھے بھی چھپالو۔ یہ دشمن مجھے مار ڈالیں گے۔"

آمنہ نے اس کے مختصر سے خیالات پڑھے۔ پھر اس کی سوچ میں بولی "مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔ یہ صرف علی کو ہلاک کرنے آئے تھے۔ یہ قاتل یہودی ہیں۔ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہ قاتل وہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ گرفتار ہونے کا اندیشہ تھا اس لیے وہاں سے فرار ہوگئے۔ آمنہ جناب علی اسداللہ تبریزی کے پاس آئی پھر بولی "یا حضرت! میرے علی کی زندگی خطرے میں ہے۔ خدا کے لیے اسے بچائیں۔"

جناب تبریزی نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ کر اسے دیکھا۔ اس نے نادیدہ بن کر دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے جو گولی نگلی تھی اس نے اسے مزید گولیوں سے بچالیا تھا لیکن اب وہ نادیدہ بن کر ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ نہ کوئی اسے دیکھ سکتا تھا' نہ وہاں سے اسے اٹھا کر اسپتال پہنچا سکتا تھا۔

وہ روحانی عمل کے ذریعے' اس کے اندر پہنچی ہوئی گولی کے اثر کو زائل کرنے لگے۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ فرش پر پڑا ہوا نظر آنے لگا۔ سائرہ اسے دیکھتے ہی لپٹ گئی۔ وہ بے ہوش تھا اور اس کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ لوگ وہاں جمع ہونے لگے۔ سائرہ نے چیخ کر کہا۔ "ایمبولینس لے کر آؤ۔ جلدی کرو۔ تماشا نہ دیکھو۔"

جناب تبریزی چشم زدن میں ایک قریبی اسپتال پہنچ گئے تھے۔ پھر اس کے ڈرائیور کے ذریعے وہاں سے ایمبولینس لے آئے۔ علی کو جب تک اسپتال پہنچایا جارہا تھا' اس وقت تک جناب تبریزی نے وہاں کے ڈاکٹروں کو مستعد کردیا۔ جو گھڑیوں میں آرام کررہے تھے وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر آپریشن تھیٹر میں چلے آئے۔

ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر آپریشن شروع ہوگیا۔ اسپتال کے انچارج نے فون کرکے پولیس کو بلایا۔ پولیس افسر نے آتے ہی دھمکی دی کہ یہ پولیس کیس ہے۔ پولیس کی اجازت کے بغیر ڈاکٹروں کو یہ کیس ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے تھا۔

سائرہ نے کہا "زخمی کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ کیا ایسے میں پولیس سے اجازت لینے میں وقت ضائع کرنا دانش مندی ہوتی؟ اجازت لینے میں دیر ہوجائے تو مریض کی جان بھی جاسکتی ہے۔"

"کوئی جان نہیں جاتی۔ جس کو مرنا ہوتا ہے' وہ مرجاتا ہے۔ لیکن قانون پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس زخمی کا سرپرست کون ہے؟"

"میں ہوں۔ میرا نام سائرہ افضال ہے۔ پولیس کی اجازت کے بغیر یہ آپریشن ہورہا ہے اور تمہارے غصہ دکھانے تک ہوجائے گا۔"

"میں کہتا ہوں۔ سرپرست کا' کسی بزرگ کا نام بتاؤ ورنہ میں تمہیں گرفتار کرکے لے جاؤں گا۔"

"آہستہ بولو ورنہ وہ آپریشن تھیٹر سے اٹھ کر آئے گا تو تمہاری کھوپڑی کھما کر رکھ دے گا۔ تم اسے نہیں جانتے' وہ بڑا وہ ہے۔"

"تم تھانے چلو' ہم تمہارا بیان لیں گے۔"

"میرا وہ آپریشن تھیٹر میں ہے۔ میں اسے چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ تم اپنا تھانہ یہاں لے آؤ۔"

پولیس افسر نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر اسے اتنی شدت سے گھورنے لگا کہ اسے ایک کے دو نظر آنے لگے۔ وہ چاہتا تھا کہ اب گھورنا چھوڑ دے مگر وہ اپنے اختیار سے باہر ہوگیا تھا۔ اس نے گھبرا کر اپنے ماتحت سے کہا "اوئے دین محمد! یہ میری آنکھوں کو کچھ ہوگیا ہے۔ ارے ڈاکٹر کو جلدی بلا کرلا۔"

دین محمد وہاں سے گیا۔ وہ اپنی آنکھیں سائرہ کی طرف سے پھیرنا چاہتا تھا لیکن اس پر سے نظریں نہیں ہٹ رہی تھیں۔ اس نے سائرہ کو نہ دیکھنے کے لیے اپنی دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھنا چاہا لیکن اس کے دونوں ہاتھ سر پر چلے گئے۔ اس نے پھر کوشش کی تو اس کے دونوں ہاتھ پیٹ پر آگئے۔

ڈاکٹر نے آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ بولا "میں نے اس لڑکی کو گھور کر دیکھا۔ تب سے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے ایک کے دو نظر آرہے ہیں۔ پلیز ڈاکٹر! مجھے ٹھیک کرو ورنہ میری آنکھیں باہر نکل آئیں گی۔"

ڈاکٹر نے ایک زور کا تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا۔ طمانچے کا جھٹکا پڑتے ہی آنکھیں سیدھی ہوگئیں۔ افسر نے آنکھیں بند کرکے کھولیں پھر کہا "تھینک یو ڈاکٹر! اب میں پہلے کی طرح دیکھ سکتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے کہا "آئندہ جوان لڑکیوں کو گھورنے سے توبہ کرو۔"

افسر سائرہ سے نظریں چرا کر دوسری طرف چلا گیا۔ اپنے ماتحت سے بولا "میں اس لڑکی کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ اسے پکڑ کر تھانے لے چلو۔"

تین سپاہی ایک طرف گئے۔ اس ماتحت نے ایک نرس کو پکڑ کر کہا "تھانے چلو۔"

نرس اپنا ہاتھ چھڑانے اور شور مچانے لگی۔ ڈاکٹر نے آکر پوچھا "کیا بات ہے؟ سسٹر کا ہاتھ چھوڑو۔"

"ہرگز نہیں۔ انسپکٹر صاحب کا حکم ہے' ہم اسے لے جائیں گے۔"

انسپکٹر نے آکر کہا "میں نے سسٹر کو پکڑنے کے لیے نہیں' اُس لڑکی کو پکڑنے کے لیے کہا ہے' جو زخمی دشمن کو یہاں لائی ہے۔"

سپاہی نے نرس کو چھوڑ دیا اور کہا "جنابِ عالی! ہم اسے پکڑ نہیں سکتے۔ آپ پکڑ سکیں تو لے چلیں۔"

"کیا یہ لڑکی کوئی دہشت گرد ہے' جسے میں پکڑ نہیں سکوں گا؟" پھر اس نے نرس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "تھانے چلو۔"

وہ ہاتھ چھڑا کر بولی "مجھے نہیں' اسے پکڑو۔ کیا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

وہ سائرہ کی طرف بڑھا۔ پھر اس کے پاس کھڑے ہوئے سپاہی کا ہاتھ پکڑ کر کہا "اے لڑکی! چل تھانے۔"

وہ سپاہی کو پکڑ کر کھینچتا ہوا وہاں سے لے جانے لگا۔ سب لوگ ہنسنے لگے۔ سائرہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنستے ہوئے بولی "میرا علی بڑے مزے کی حرکتیں کرتا ہے۔ اسے آپریشن کے وقت آرام سے رہنا چاہیے۔ دوسروں کے دماغوں میں جا کر تماشے نہیں کرنا چاہیے۔"

ایک ڈاکٹر نے آپریشن تھیٹر سے باہر آکر سائرہ کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا "مبارک ہو۔ مریض خطرے سے باہر ہے۔"

"ڈاکٹر! اسے منع کرو' وہ آپریشن کے وقت باہر نہ آئے۔ وہ ابھی پولیس والوں کو ڈانٹ رہا تھا۔"

"تم کس کی بات کر رہی ہو؟ وہ تو آپریشن تھیٹر میں بے ہوش پڑا ہے۔ کیا تم نے اس کے لیے کوئی کمرا لیا ہے؟"

ایک شخص نے آکر کہا "یس ڈاکٹر! ایک اسپیشل کمرا بک ہو چکا ہے۔ ہم نے تمام ادائیگی کر دی ہے۔"

ڈاکٹر چلا گیا۔ سائرہ نے اس شخص سے پوچھا "مسٹر! تم کون ہو؟ اور تم نے میرے علی کے لیے کمرا کیوں بک کرایا ہے؟"

وہ بابا صاحب کے ادارے کا ایک جاسوس تھا' اس نے کہا۔ "میں آپ کا اور علی صاحب کا خادم ہوں۔ ہم نے سیکیورٹی کا انتظام کیا ہے۔ علی صاحب کے کمرے میں آپ کے سوا کوئی نہیں جائے گا۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ کھانے پینے کی چیزیں اور پھول وغیرہ ان کے کمرے میں نہیں لے جائیں گی۔"

"میں علی کی پسند کی کوئی چیز لے جاؤں گی تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟"

"دشمن ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کے دماغ پر قبضہ جما سکتا ہے۔ آپ کی کسی چیز میں کوئی کیپسول بم وغیرہ چھپا سکتا ہے۔ کھانے میں زہر ملا سکتا ہے۔"

"ہاں' تم بہت سمجھ دار ہو۔ تم اب تک کہاں تھے؟"

"ہم کئی باڈی گارڈ ہیں۔ علی صاحب سے دور دور رہتے ہیں۔ ضرورت کے وقت قریب چلے آتے ہیں۔"

"تم نے ان کو گولی مارنے والے دشمنوں کو گولی کیوں نہیں ماری؟"

"ہم ایسے وقت نہیں چوکتے۔ ہم نے دو قاتلوں کو شاپنگ سینٹر کے باہر ہلاک کر دیا تھا۔ تیسرے زخمی دشمن کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ یہودی تھا اور موساد ایجنسی سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ کے ماں باپ نے انہیں بتایا تھا کہ علی صاحب ٹھوس جسم کے ساتھ ہیں اور آپ کے ساتھ شاپنگ کے لیے گئے ہیں۔"

"ہاں' میں نے ممی اور پپا کو بتایا تھا کہ اپنے علی کے ساتھ شاپنگ کے لیے جا رہی ہوں۔ او گاڈ! ممی اور پپا نے دشمنی کی انتہا کر دی۔ ہمارے پیچھے قاتلوں کو بھیج دیا۔ آئی ہیٹ دیم' مجھے ان پر غصہ آ رہا ہے۔"

"ہم ان قاتلوں کی طرح آپ کے ممی اور پپا کو بھی زندہ نہ چھوڑتے لیکن ہم نے ان کا آخری فیصلہ علی صاحب پر چھوڑ دیا ہے۔ وہ صحت یاب ہو کر انہیں سزائیں دیں گے۔"

علی تیمور پر قاتلانہ حملہ کرنے کی جرأت کرنا گویا موت کو دعوت دینا تھا اور موت صرف قاتلانہ حملہ کرنے والوں کی نہیں بلکہ ان کی پشت پناہی کرنے والوں کی بھی لازمی ہو گئی تھی۔

آمنہ نے مجھے مخاطب کیا "فرہاد! علی کے پاس آؤ اور دیکھو کہ دشمنوں کے احمقانہ حوصلے کتنے بڑھ گئے ہیں۔"

میں علی کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ بے ہوش تھا... میری غیر موجودگی میں آمنہ نے سیکیورٹی کے انتظامات بڑی سختی سے کیے تھے۔ میں نے سائرہ کے خیالات پڑھ کر علی اور اس کے مختصر سے حالات معلوم کیے۔ میری معلومات کے لیے اتنا کافی تھا کہ اسرائیل سے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے آئے تھے۔ ان کے ہی تعاون سے علی پر حملہ کیا گیا تھا۔

میں اپنے جوان بیٹوں کی غیر معمولی صلاحیتوں سے اور ان کے کارناموں سے مطمئن ہو کر آرام سے زندگی گزار رہا تھا۔ خیال تھا کہ دشمنوں سے بے نیاز رہ کر خوش نصیب لوگوں کی طرح وقت پر کھاتا پیتا اور وقت پر سوتا رہوں گا۔ جوانی میں کبھی صحیح وقت پر کھانا اور سونا نصیب نہیں ہوا تھا۔

شاید پھر وہی وقت لوٹ آیا تھا۔ میں سو رہا تھا' دشمنوں نے جگا دیا... اچھا نہیں کیا۔

○☆○

موساد والے خوش تھے۔ علی کو گولی ماری گئی تھی اور اس کے بچنے کی امید کم تھی۔ الپا اور برین آدم پریشان ہو گئے تھے۔ وہ موساد والوں سے جھگڑا کر رہے تھے کہ علی پر قاتلانہ حملہ کیوں کیا۔ یہ حملہ فرہاد اور اس کی پوری فیملی کو جھنجوڑ دے گا۔ پھر وہ اسرائیل کا رخ کریں گے۔

'موساد' یہودیوں کی ایک ایسی تنظیم ہے' جو بیرونی ممالک میں اسرائیل کے مفادات کے لیے کام کرتی ہے لیکن اسرائیلی حکام کے تابع نہیں ہے' جو لائحۂ عمل اختیار کرتی ہے' اس میں اسرائیلی حکام کی مداخلت پسند نہیں کرتی۔

اس کے برعکس برین آدم کی خفیہ تنظیم اسرائیلی حکومت کا تعاون حاصل کرتی تھی اور حکومت سے خود تعاون کرتی تھی۔ آدم برادرز کی یہ تنظیم موساد کے مقابلے میں اس لحاظ سے مضبوط تھی کہ اس تنظیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ان کی سربراہ الپا تھی۔ موساد والوں کو کسی بہت ہی اہم اور پیچیدہ مسئلے میں تعاون کی ضرورت ہوتی تو وہ برین آدم سے ایک آدھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خدمات حاصل کر لیتے تھے۔ اسلام آباد میں علی کے سلسلے میں بھی انہوں نے اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والے رائٹ بوائے اور اپنی ڈیسوزا کی خدمات حاصل کی تھیں۔

اہم اور ناقابلِ حل مسئلہ یہ تھا کہ پاکستان میں موساد کی سرگرمیوں کے تمام ثبوت علی کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ ان ثبوتوں کو اس سے چھین لینا' شیر کے منہ سے نوالہ چھیننے کے مترادف تھا۔ صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی کسی حکمتِ عملی سے وہ تمام ثبوت حاصل کر سکتے تھے۔

الپا نے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس مقصد کے لیے بھیجا لیکن وہ ناکام رہے۔ موساد والے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پیچھے پڑ گئے کہ وہ ثبوت اگر حاصل نہیں ہو سکتے تو علی کو ختم کر دو۔ اس طرح کسی اور کو نہیں معلوم ہو گا کہ اس نے وہ ثبوت کہاں چھپائے تھے اور اس طرح پاکستان میں موساد والوں کی موجودگی کا علم کسی کو نہیں ہو گا اور ان کی سرگرمیوں کا راز نہیں کھلے گا۔

الپا اور برین آدم اس بات پر موساد والوں سے ناراض ہو گئے کہ انہوں نے ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو علی پر قاتلانہ حملے کے لیے استعمال کیا تھا۔ تازہ ترین اطلاع کے مطابق علی بچ گیا تھا۔ اس کے جسم سے گولی نکال دی گئی تھی اور اب وہ خطرے سے باہر تھا۔

موساد کے سربراہ نے کہا "اب بھی ہمارا پلڑا بھاری رہ سکتا ہے۔ علی بچ گیا لیکن نہیں بچ سکے گا۔ اس کا دماغ کمزور ہے۔ میڈم الپا! تم اس کے کمزور دماغ میں زلزلے پیدا کر کے اسے ہلاک کر سکتی ہو۔"

الپا نے کہا "تاکہ موساد والے محفوظ رہیں اور سارا الزام ہم پر آئے کہ علی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہلاک کیا گیا ہے۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ علی کی ماں روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے کمزور دماغ کو لاک کر چکی ہو گی۔ اب ہم سے یہ توقع نہ رکھو کہ ہمارا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا موساد کے کام آئے گا۔"

"میڈم! ایسا نہ کہو' علی زندہ رہا اور تم نے ہم سے تعاون نہ کیا تو ہمارے قدم یہاں سے اکھڑ جائیں گے۔"

"ہیں سمجھو اکھڑ چکے ہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو' علی وہاں اسپتال میں تنہا اور بے یار و مددگار پڑا ہو گا؟ نہیں' فرہاد کی ٹیلی پیتھی جاننے والی پوری فوج علی کے دماغ کے اندر اور باہر موجود ہو گی۔"

"ہمیں اندازہ ہے کہ علی کے لیے کیسے سخت انتظامات کیے گئے ہوں گے لیکن بڑے بڑے فولادی قلعوں میں بھی سرنگ بنائی جاتی ہے۔"

"تمہیں سرنگ بنانے کا کوئی راستہ دکھائی دے تو ضرور بتانا۔ فی الحال اس قیامت کا انتظار کرو جو ہمارے ملک میں آنے والی ہے۔"

الپا اور برین آدم ان دنوں اس لحاظ سے سکون کا سانس لے رہے تھے کہ انہیں ہزاروں بندروں سے نجات مل گئی تھی۔ انہوں نے منکی ماسٹر کو قیدی بنا کر اس شرط پر زندہ رکھا تھا کہ آئندہ کوئی منکی مین اسرائیل کی زمین پر قدم نہیں رکھے گا۔ وہاں ہزاروں کی تعداد میں جو منکی فوج تھی' وہ جا چکی تھی۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ہیرو سے پوچھا "یہ یہودی حکمران اور ٹیلی پیتھی جاننے والے آرام اور سکون سے کیوں ہیں؟"

ہیرو نے کہا "میں نے اور جمیلہ نے جب سے علی کے بارے میں سنا ہے' تب سے ہمارے اندر لاوا پک رہا ہے۔ ہم یہاں زلزلے پیدا کر سکتے ہیں لیکن بابا صاحب کے ادارے سے حکم کے منتظر ہیں۔"

"میں ہدایت دے رہا ہوں۔ تم اور جمیلہ نادیدہ رہ کر تمام ٹارچر سیل اور خفیہ قید خانوں میں جا کر دیکھو کہ منکی ماسٹر کو کہاں چھپا کر قید میں رکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں باربرا ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہاری راہنمائی کرے گی۔"

"باربرا ہندوستان گئی ہوئی ہے۔ وہ پارس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔"

"وہ دونوں تمہارے پاس آئیں گے۔"

میں نے باربرا کو مخاطب کیا' وہ بولی "یس پاپا!"

"تم اسرائیل سے کیوں چلی آئیں؟"

"وہاں میری کوئی خاص مصروفیت نہیں رہی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے سے منکی ماسٹر کے سلسلے میں کوئی ہدایت نہیں مل رہی تھی' کیا میں واپس جاؤں؟"

"ہاں۔ کیا تم علی کے معاملے میں جوابی کارروائی نہیں کرو گی؟"

"ضرور کروں گی پاپا! میں دشمنوں کا سکون برباد کردوں گی۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔ میں نے ہیرو کو کام بتادیا ہے۔ تم ابھی اسرائیل جاؤ۔ پارس ایک دو روز میں تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔"

میں نے پارس سے کہا کہ وہ جلد سے جلد بھارت کے معاملات نمٹا کر اسرائیل چلا جائے۔ پارس نے وعدہ کیا۔ ہاریراخوش ہو کر چلی گئی۔

ہندوستان کے گاؤں گاؤں، شہر شہر پر بندر مسلط ہو رہے تھے۔ اصل حکمرانی طاقت اور ہتھیار سے نہیں کی جاتی بلکہ محبت اور عقیدت کے سہارے کی جاتی ہے۔ ہندو اپنے دھرم کے معاملے میں اور دیوی دیوتاؤں کے معاملے میں بڑے عقیدت مند ہوتے ہیں۔ منکی برادر ان کی عقیدت مندی سے فائدہ اٹھا کر ان کے دلوں پر حکومت کر رہا تھا اور جو عوام کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں، ان کی حکمرانی پورے ملک میں ہوتی ہے۔

دیوی اپنے دیس سے ان کے قدم اکھاڑنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔ پارس کو برادر کبیر سمجھ کر اس کا تعاون حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن برادر کبیر اس کے ساتھ وقت گزارنا اور اسے اپنا لائف پارٹنر بنانا چاہتا تھا۔

یہ شرط ناقابل عمل تھی۔ دیوی نے کبھی کسی مرد کو چھونے کی اجازت نہیں دی تھی۔ چھونا تو دور کی بات ہے، وہ دیوی کی حیثیت سے کسی کے سامنے نہیں آتی تھی۔ اس لیے برادر کبیر کی شرط پوری کرنے کے پاس نہیں جاسکتی تھی۔

اس شرط کی وجہ سے دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ دیوی نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ تنہا جدوجہد کر کے تمام بندروں کو اپنے دیس سے بھگادے گی۔

برادر کبیر کی اہمیت اس لیے بھی تھی کہ وہ غیر معمولی ذہانت سے کام لیا کرتا تھا۔ دیوی نے بھی ذہانت سے سوچا تو اسے بندروں کی کمزوری یاد آئی۔ وہ بندر زن پرست تھے۔ ان کا سربراہ منکی برادر بھی حسن پرست تھا۔ دیوی نے چال چلی۔ ایک نہایت حسین وجمیل عورت کو اس کی پوجا کرنے کے لیے بھیجا۔ منکی برادر اسے دیکھتے ہی دیوانہ ہو گیا۔ اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر کے اس حسینہ کے بیڈ روم میں پہنچ گیا۔

وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اس بیڈ روم میں وڈیو کیمرے کئی جگہ خفیہ طور پر نصب کیے گئے ہیں اور وہ منکی برادر جو ہنومان بن کر بھولی جنتا سے اپنی پوجا کرا رہا ہے، اس کی عیاشی اور گناہوں کا ثبوت ریکارڈ ہو رہا ہے۔

ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے اعلان کیا گیا کہ ٹی وی کے ذریعے پورے دیس کے لوگوں کے سامنے ایک ٹھوس ثبوت پیش کیا جائے گا جس سے ثابت ہو جائے گا کہ وہ ہنومان اور اس کے بندر فوج فراڈ ہے۔ وہ عیاش ہیں اور اس دیس کی عورتوں کی عزتیں لوٹ رہے ہیں۔

پارس، منکی برادر کے دماغ میں رہتا تھا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ تھوڑی دیر پہلے ایک حسین عورت کے پاس گیا تھا اور اس کے حسن وشباب کا دیوانہ ہو کر ایسی حرکتیں کر چکا ہے، جو ایک ہنومان کبھی نہیں کرتا۔

یہ معلوم ہوتے ہی پارس اس کا توڑ کرنے لگا۔ دیوی نے اور بھارتی حکام نے منکی برادر کے خلاف وہ وڈیو فلم دکھانے کے لیے ہر شہر کے چوراہوں پر بڑے بڑے ٹی وی نصب کیے تھے۔ دیہاتوں میں موبائل وین بھیجی تھی تاکہ غریب گاؤں والے بھی منکی برادر کے گناہوں کو دیکھیں جو ہنومان بن کر پوری جنتا کو بے وقوف بنا رہا ہے۔

وقت مقررہ پر سیٹلائٹ کے ذریعے شہر شہر، گاؤں گاؤں اور گھر گھر وہ پروگرام پیش کیا گیا۔ جہاں سے پیش کیا جا رہا تھا، وہاں کے پروجیکشن روم میں پارس ایک اور وڈیو کیسٹ کے ساتھ موجود تھا۔

جب وہ پروگرام شروع ہوا تو اس دیس کے کروڑوں لوگ ٹی وی اسکرین پر وہ منظر دیکھنے لگے۔

منظر یہ تھا کہ ایک حسین عورت اپنے بیڈ روم میں لباس بدل رہی تھی۔ ایسے وقت منکی برادر وہاں آگیا۔ وہ سہم کر بولی "آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟"

وہ بولا "تم نے بلایا تھا۔"

عورت نے کہا "میں نے بیڈ روم میں نہیں بلایا تھا۔"

"میں تمہیں درشن دے رہا ہوں، تم اپنی سندرتا اور جوانی مجھے دو۔"

اس حسینہ نے پوچھا "کیا تم ہر رات کسی عورت کے ساتھ رہتے ہو؟"

"ہاں جو مجھے خوش کرتی ہے، میں اسے مالا مال کر دیتا ہوں۔"

"تم جنتا کو اور حسین عورتوں کو دینے کے لیے اتنی دولت کہاں سے لاتے ہو؟"

"میرے تمام منکی مین، نادیدہ رہ کر کبھی سرکاری خزانے سے لے آتے ہیں، کبھی بڑے بڑے سرمایہ داروں کی تجوریاں خالی کرتے ہیں۔"

اس عورت نے کہا کہ وہ لالچی نہیں ہے۔ دولت کے عوض عزت نہیں دے گی۔ اس کے انکار پر منکی برادر نے آگے سے پکڑ لیا اور جبراً اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ ایسا منظر تھا جسے ٹی وی اسکرین پر دیکھ کر لوگ مشتعل ہو رہے تھے اور بندروں کے خلاف بولنے لگے تھے۔ ایسے وقت پارس پروجیکشن روم میں تھا۔ اس نے پروجیکٹر میں کیسٹ بدل دیا۔ اس پروجیکٹر کو ہینڈل کرنے والے کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے دیوی کا تیار کردہ کیسٹ نکال کر پارس کا لایا ہوا کیسٹ رکھ دیا۔

اب پورے دیس کے ٹی وی اسکرین پر وڈیو کیمرا اور شوٹنگ کرنے والے نظر آرہے تھے۔ ایک ڈائریکٹر کہہ رہا تھا "شٹ کرو، یہ سین کٹ کرو، یہ غلط ہو گیا ہے۔ تم ہنومان کا رول صحیح نہیں کر رہے ہو۔ تمہیں عزت لوٹنے سے پہلے اس عورت کے کپڑے پھاڑنے چاہئیں۔ جب اس دیس کی ناری کا لباس پھاڑو گے تو جنتا غصے میں آئے گی اور اس دیس سے ہنومان کو بھگادے گی۔"

اسکرین پر جو ہنومان نظر آرہا تھا، اس نے اپنے چہرے سے ہنومان کا ماسک اتارتے ہوئے کہا "ہمارے دیس میں جو بجرنگ بلی آئے ہیں، وہ بڑے گیانی ہیں۔ وہ ہماری اس چال کو ناکام بنادیں گے۔ مجھے معاف کرو۔ میں نقلی ہنومان نہیں بنوں گا۔"

دیوی خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے درمیان تھی۔ پروگرام میں ایسی غیر متوقع تبدیلی دیکھ کر چیخ پڑی۔ کہنے لگی "یہ فراڈ ہے۔ کیسٹ تبدیل کیا گیا ہے۔"

وہ فوراً خیال خوانی کے ذریعے پروجیکشن روم میں پہنچی۔ اس وقت تک پارس وہ کیسٹ لے کر نادیدہ ہو گیا تھا جسے دیوی نے تیار کیا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "میرا کیسٹ کہاں ہے؟"

آپریٹر نے کہا "یہ ابھی اسکرین پر دکھایا جا رہا ہے۔"

"یہ میرا نہیں ہے، دوسرا ہے۔ کس نے تبدیل کیا ہے؟"

"میں یہ پروگرام دکھا رہا ہوں۔ میں نے کیسٹ تبدیل نہیں کیا ہے۔ یہ وہی کیسٹ ہے۔"

دیوی سمجھ گئی، آپریٹر کو غائب دماغ کر کے تبدیلی کی گئی ہے۔ اس بے چارے سے الجھنا فضول ہے۔

مختلف شہروں اور دیہاتوں سے اطلاعات ملنے لگیں کہ لوگ مشتعل ہو گئے ہیں۔ غریب جنتا کی بھلائی کے لیے ہنومان ہندوستان آئے تھے۔ لیکن بھارتی حکام نے ہنومان کی ایک جھوٹی اور غلط وڈیو فلم بنا کر مہاشکتی مان ہنومان جی کو عیاش ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی تھی۔ بجرنگ بلی کے خلاف ایسی سازش کر کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائی گئی تھی۔ اس کے نتیجے میں حکومت کے خلاف نعرے لگائے جا رہے تھے۔

دیوی جہاں تھی، وہاں سر پکڑ کے بیٹھ گئی۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ کوئی طاقتور کہلانے کے بعد خود کو دوسروں سے کمتر نہیں سمجھتا۔ کئی معاملات میں شکست کھانے کے باوجود خود کو ناقابل شکست سمجھتا ہے۔ دیوی بھی بارہا ناکامیوں کا منہ دیکھ چکی تھی لیکن کامیوں کے درمیان ہونے والی چند کامیابیوں پر فخر کرتی تھی اور اپنی ناکامیوں کی وجوہات پر غور نہیں کرتی تھی۔

اس وقت وہ سر تھام کر سنجیدگی سے غور کرنے لگی۔ یہ سمجھ میں آیا کہ وہ ذہین ہے لیکن اس کے پاس ایسی غیر معمولی ذہانت نہیں ہے، جس سے ناکامی کو کامیابی میں بدل سکے۔ وہ منکی برادر کے خلاف ٹی وی کے ذریعے ثبوت پیش کر کے کامیاب ہونے والی تھی اور متوقع کامیابی کے زعم میں بھول گئی تھی کہ کوئی اس کی کامیابی کو ناکامی میں بھی بدل سکتا ہے۔

جب بھی وہ خوش فہمی میں مبتلا ہوتی تھی، مات کھا جاتی تھی۔

غور کرنے پر یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ تنہا وہ کئی محاذ بنا کر نہیں لڑ سکتی۔ ایک وقت میں ایک ہی محاذ پر لڑا جاسکتا ہے، کئی محاذوں پر لڑنے والا کہیں کا نہیں رہ جاتا۔ اور وہ ہمیشہ یہی غلطی کرتی آرہی تھی۔

وہ کسی کو اپنا ساتھی نہیں بنانا چاہتی تھی، ایک طویل عرصے کے بعد برادر کبیر کو ساتھی بنانا چاہا۔ لیکن وہ تنہائی کا بھی رازدار ساتھی بننا چاہتا تھا اور ایسا تو سب ہی چاہتے ہیں۔ کوئی یونہی کسی حسین اور جوان عورت کے کام نہیں آتا۔ کچھ دیتا ہے تو کچھ لیتا بھی ہے۔ اور وہ کچھ دینے پر راضی نہیں ہوتی تھی۔

اس نے پارس سے دوستی کی مگر اس سے دشمنی بھی کرتی رہی۔ شادی کرنے سے اس لیے ڈرتی رہی کہ وہ شادی کے بعد اسے مسلمان بنالے گا۔ اب تو اس کی جان کی دشمن ہو کر برادر کبیر کی طرف مائل ہو رہی تھی۔ لیکن وہ دوستی کے پہلے ہی مرحلے پر اس کے حسن وشباب کا مطالبہ کر رہا تھا۔

وہ اسے اپنی بدقسمتی سمجھ رہی تھی کہ دوسری بار بھی ایک مسلمان سے متاثر ہوئی تھی۔ اب اس کے سامنے فیصلے کی اہم گھڑی تھی۔ فیصلہ یہ کرنا تھا کہ وہ اپنے دوسرے عاشق کی شرط مان لے۔ اس کی تنہائی کی رفیق بن جائے یا پھر بندروں کو شکست دینے میں ناکام ہوتی رہے۔ آج کی ناکامی نے عوام کے دلوں میں ان بندروں کے لیے اور زیادہ گہری عقیدت پیدا کر دی تھی اور اس کی یہ ناکامی آئندہ ناکامیوں کی راہیں ہموار کر رہی تھی۔

کامیابیوں کا صرف ایک راستہ رہ گیا تھا جس پر چل کر وہ تمام منکی فوج کو اپنے دیس سے بھگا سکتی تھی۔ دماغ نے سمجھایا "تم اپنے ایک ذہن سے اتنا ہی سوچ سکتی ہو، جتنا کہ آج تک سوچتی رہی ہو۔ تمہارا کوئی دشمن تنہا نہیں ہے۔ سب کے ساتھی ہیں، تنظیمیں ہیں، ممالک ہیں اور فوجیں ہیں۔ وہ سب ایک دوسرے کی ذہانت اور تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن تمہارے پاس ایسا کوئی نہیں ہے، جس کی ذہانت اور تجربوں سے تم فائدہ اٹھاسکو۔"

وہ بڑی دیر تک پس وپیش میں رہی۔ پھر وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے برادر کبیر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے کہا "میں جانتا تھا، اپنی حماقت سے منکی برادر کے قدم اور مضبوطی سے جمانے کے بعد میرے پاس آؤ گی۔ میں تم سے کہہ چکا تھا کہ جب بھی ہار کر، پچھتا کر آؤ تو آئندہ خیال خوانی کے ذریعے نہیں بلکہ جسمانی طور پر خود آنا ورنہ میں سانس روک کر تمہیں بھگادوں گا۔"

"کیا تم مجھے بھگادو گے؟"

"افسوس، دل سے مجبور ہوں۔ تم سمجھتی ہو، مجھے تمہارے

حسن و شباب کی ہوس ہے۔ ذرا عقل سے سوچو۔ نہ میں نے تمہارا حسن دیکھا ہے' نہ شباب۔ پھر اس کا لالچ کیا کروں گا؟ میں بیان نہیں کر سکتا کہ کس طرح تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں۔"

"مجھے اندازہ ہے کہ تم مجھ سے سچا عشق کرتے ہو۔ کیا تم میری ناکامی اور توہین برداشت کرو گے؟"

"کبھی نہیں' تمہاری توہین میرے پیار کی توہین ہے۔ لیکن تم میری ایک بات نہیں مانتی ہو اور مجھے ناقابلِ اعتبار سمجھتی ہو۔"

"یہی بات میں تم سے کہہ سکتی ہوں' تم مجھ پر بھروسا نہیں کرتے ہو۔ میں وعدہ کر چکی ہوں جس دن تم ان بندروں کو میرے دیس سے بھگا دو گے' اسی رات تمہارے پاس چلی آؤں گی۔ آخر تمہیں مجھ پر اعتماد کیوں نہیں ہے؟"

"برا نہ ماننا۔ تمہارا پچھلا ریکارڈ خراب ہے۔ تم پارس سے دوستی کرتے رہنے کے دوران میں اسے کئی بار فریب دے چکی ہو۔ اس سے بھی تنہائی میں ملنے کا وعدہ کیا۔ پھر اپنی جگہ اپنی ڈمی بھیج کر اسے اُلّو بناتی رہیں۔ اس نے بھی اس ڈمی نُما تارا سے شادی کر لی تھی۔ بہرحال میں اُلّو نہیں بننا چاہتا۔"

"میں تمہارے پاس آؤں گی تو کیسے سمجھو گے کہ میں ہوں' میری ڈمی نہیں ہے۔"

"تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ میں کیسی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہوں۔ میں بڑی رازداری سے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرتا ہوں۔ جب تمہاری جگہ کوئی ڈمی میرے پاس آئے گی تو میں اسے دور سے ہی بھگا دوں گا۔"

"میں تمہیں آزماؤں گی۔"

"ایک بار نہیں' بار بار آزماؤ۔ جب تک تم نہیں آؤ گی' تمہاری ہر ڈمی کو بھگاتا رہوں گا۔ اب بتاؤ کہ کب آ رہی ہو؟"

اس کی باتوں کے دوران دیوی کو کسی کی آواز سنائی دی۔ وہ برادر کبیر سے کہہ رہا تھا "کبیر جی! نمستے۔ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟"

وہ بولا "آیئے... بیٹھئے۔"

پھر اس نے دیوی سے کہا "تم کچھ خیال نہ کرنا۔ میرے کچھ ضروری معاملات ہیں۔ تم آدھے گھنٹے بعد آؤ۔ پھر تمہارے مسئلے پر گفتگو ہو گی۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ یہ تجسس پیدا ہوا کہ اس کے ضروری معاملات کیا ہیں؟ یہ معلوم کرنے کے لیے کبیر کے دماغ میں جاتی تو وہ محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا۔ لہٰذا وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے اس شخص کے دماغ میں پہنچ گئی' جس نے نمستے کیا تھا اور اندر آنے کی اجازت مانگی تھی۔

اس شخص کے اندر جگہ مل گئی۔ برادر کبیر اس سے کہہ رہا تھا۔ "پنڈت جی! آپ نے کہا تھا' میری جنم کنڈلی دیکھیں گے۔ ستاروں کی چال معلوم کریں گے اور پتا نہیں کیا کریں گے' اس کے لیے ایک ہفتہ لگ جائے گا۔ لیکن آپ دو ہی دن کے بعد آ گئے ہیں۔"

"کبیر جی! میں سمجھ رہا تھا' پریشانی کی حالت میں جنم کنڈلی دیکھوں گا' آپ کی پچھلی اور آئندہ زندگی کے حالات معلوم کر لوں گا تو کئی دن لگ جائیں گے۔ لیکن آپ بڑے دیا وان ہیں۔ آپ نے ایک لاکھ روپے دیے۔ میری بیٹی کی شادی کرا دی۔ میرے سر سے بوجھ اتار دیا۔ پھر پریشانی نہیں رہی تو میں نے دو ہی دن میں جو تش ودیا سے آپ کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا ہے۔"

دیوی اس کی باتیں سننے کے دوران میں اس کے چور خیالات بھی پڑھ رہی تھی۔ وہ مہا گیانی پنڈت تھا۔ پنڈت امرناتھ ترویدی کہلاتا تھا۔ بنارس سے آیا تھا۔ بیٹی کی شادی کر کے اب واپس جانے والا تھا۔ برادر کبیر نے اس کا بہت نام سنا تھا۔ اس کے پاس آ کر اپنی پچھلی ہسٹری اور مستقبل کے حالات معلوم کرنے چاہے تھے۔ کبیر کو پنڈت کی پریشانیوں کا علم ہوا تو اس نے ایک لاکھ روپے دے کر اس کی پریشانیاں دور کی تھیں۔

پنڈت کا دماغ دیوی کو وہی باتیں بتا رہا تھا جو پارس نے خیال عمل کے ذریعے اس کے اندر ٹھونس دی تھیں۔ ویسے وہ واقعی گیانی تھا۔ جو تش ودیا میں اسے مہارت حاصل تھی لیکن اس وقت پارس کی ٹھونسی ہوئی باتیں کر رہا تھا۔

اس نے کہا "آپ اپنی پیدائش کے بارے میں اور ماں باپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے؟"

"پنڈت جی! اب بھی نہیں جانتا ہوں۔"

"جان لیں گے۔ میں نے آپ کے نام کے اعداد سے آپ کی تاریخ پیدائش معلوم کی پھر کوڑیاں پھینک کر معلوم کیا تو وہی تاریخ پیدائش نکلی۔ آپ کی اور بھگوان شری کرشن چندر کی پیدائش ایک دن ایک ہی ہے۔ آپ ایک اونچی ذات کے برہمن گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔"

برادر کبیر نے پوچھا "یعنی کہ میں برہمن! یعنی کہ میں ہندو ہوں؟"

"جی ہاں۔ آپ کی جنم کنڈلی یہی بتاتی ہے۔"

دیوی سن کر خوش ہو رہی تھی اور زیادہ توجہ سے سن رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "پنڈت جی! مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔ میں تو اب تک مسلمان رہا ہوں۔"

"آپ نے بتایا تھا کہ کسی مسلمان بزرگ نے آپ کی پرورش کی ہے۔ آپ ان بزرگ کی تعلیم اور تربیت سے متاثر ہیں۔"

"کیا اب میں مسلمان نہیں رہوں گا؟"

"آپ دل اور دماغ سے مسلمان ہی رہیں گے۔ لیکن پیدائشی طور پر ہندو ہونے سے انکار نہیں کر سکیں گے۔ پھر آپ کی زندگی میں کسی ایسی ہستی کا سایہ ہے' جو آپ کو ہندو دھرم کی طرف مائل کرتا رہے گا۔"

"پلیز بتائیں وہ ہستی کون ہے؟"

"میں اپنے علم سے اس کا سایہ دیکھ رہا ہوں لیکن اس ہستی کو نہ پہچان سکتا ہوں اور نہ اس کے بارے میں کچھ معلوم کر سکتا ہوں۔"

"میں ایک عورت کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔ وہ ہندو ہے۔ کیا وہی عورت مجھے ہندو دھرم کی طرف لے آئے گی؟"

"ہو سکتا ہے' وہی عورت آپ کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دے۔ میں نے دو دن میں آپ کے بارے میں جو اہم اور مختصر سی باتیں معلوم کیں' وہ بتا دیں۔ میں اگلے دو چار دن میں اور جو کچھ معلوم کروں گا' وہ آپ کو بتاتا رہوں گا۔ اب اجازت دیں۔ مجھے بیٹی کی سسرال جانا ہے۔"

وہ اجازت لے کر چلا گیا۔ کبیر نے دیوی کو آدھے گھنٹے بعد آنے کے لیے کہا تھا۔ وہ آدھا گھنٹا گزر چکا تھا۔ دیوی نے اس کے دماغ میں آ کر پوچھا "کیا میں آ سکتی ہوں؟"

"تم آ چکی ہو اور میں نے سانس نہیں روکی ہے۔"

"میں تم سے اپنے اہم مسئلے پر باتیں کر رہی تھی۔ تمہارا کون سا اہم مسئلہ تھا کہ تم مجھے آدھے گھنٹے تک نظر انداز کرتے رہے؟"

"میرا اپنا مسئلہ ہے۔ تمہیں کیا بتاؤں اور کیوں بتاؤں؟ تم میری کیا لگتی ہو؟"

"میں تمہاری کچھ لگتی ہوں اسی لیے تو بار بار تمہارے پاس آتی ہوں۔ اب تو میرے دل میں تمہارے لیے اتنی سچی محبت پیدا ہو گئی ہے جس کا تم اندازہ نہیں کر سکو گے۔"

"ایسی کیا بات ہو گئی ہے کہ تم سچی محبت کرنے لگی ہو؟"

"کبیر! دراصل میں اس لیے اب تک تم سے کتراتی رہی کہ تم مسلمان ہو۔ اسی لیے پارس کی طرف بھی دل مائل نہیں ہوا۔ میں الجھتی رہی کہ میرے نصیب میں مسلمان ہی کیوں لکھے ہوئے ہیں لیکن آج میں بہت خوش ہوں۔ میں نے جیون ساتھی کے لیے تمہیں پسند کر کے غلطی نہیں کی ہے۔"

"تمہاری باتوں سے یوں لگتا ہے جیسے تم نے میری اوز پنڈت جی... کی گفتگو سنی ہے۔ او گاڈ! میں نے ادھر دھیان ہی نہیں دیا تھا کہ تم پنڈت جی کے دماغ میں جگہ بنا کر ہماری باتیں سن سکتی ہو۔ سچ بتاؤ کیا تم نے ایسا نہیں کیا ہے؟"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ کبیر نے کہا "یہ خلافِ تہذیب ہے۔ تمہیں چھپ کر نہیں سننا چاہیے تھا۔"

"سن لیا تو قیامت نہیں آ گئی ہے۔ میں تو خوشیوں سے مالا مال ہو رہی ہوں۔ کیا تمہیں یہ سن کر خوشی نہیں ہو رہی ہے کہ تم پیدائشی ہندو ہو؟"

"مجھے نہ خوشی ہو رہی ہے' نہ افسوس ہو رہا ہے۔ میں دیوار گیر گھڑی کے پنڈولم کی طرح دائیں بائیں ہل رہا ہوں۔ ادھر مسلمان بھی ہوں' اُدھر ہندو بھی ہوں۔"

"تم مسلمان نہیں ہو۔ پچھلی زندگی بھول جاؤ۔ آئندہ زندگی ہندو دھرم کے مطابق میرے ساتھ گزارا کرو گے۔ انکار کرو گے تو میں تمہاری تنہائی میں نہیں آؤں گی۔"

"آہ! پنڈت جی نے درست کہا تھا۔ ایک ہستی مجھے ہندو دھرم کی طرف مائل کرے گی۔ مجھے یقین ہے' وہ تم ہی ہو۔ ایک عرصے سے تمہیں تنہائی میں بلا رہا تھا اور تم انکار کرتی رہیں۔ آج راضی ہو رہی ہو۔ پھر ایک بار بولو' کیا واقعی میری تنہائی میں آؤ گی؟"

"ہاں' اب مجھے انکار نہیں ہے۔ ساری زندگی کے لیے تمہارے پاس آ جاؤں گی۔"

"آہ! میں گیا کام سے۔ حسن و شباب کی سوغات پیش کر رہی ہو۔ ایسی کافر رشوت لے کر کافر بننا ہی پڑے گا' کب آ رہی ہو؟"

"اب ہمیں سنجیدگی سے سوچنا اور سمجھنا چاہیے کہ ہمارا جو کام ہو' دھرم کے مطابق ہو۔ پہلے' ہمیں شادی کرنی چاہیے۔"

"بات معقول ہے۔ پہلے شادی ہونی چاہیے مگر کب؟"

"جب دلی اور دماغی سکون حاصل ہو۔ جتنی جلدی ہو سکے' مجھے بندروں کے عذاب سے نجات دلاؤ پھر بیاہ کا منڈپ سجاؤ۔"

"بات پھر وہیں پہنچ گئی۔ یعنی پہلے میں تمہارا مسئلہ حل کروں۔ پہلے بندروں کو یہاں سے بھگاؤں پھر تم میرے پاس آؤ گی۔"

"اب تم ہندو ہو۔ یہ دیس تمہارا ہے۔ یہاں کے مسائل تمہارے ہیں۔ بندروں کو یہاں سے بھگانا تمہارا بھی فرض ہے۔ کیا تم اپنے دھرم سے اور اپنے دیس سے محبت نہیں کرو گے؟"

"تمہارا ہاتھ تھام کر دھرم کے راستے پر چلوں گا اور دیس کے لیے کچھ کروں گا۔ آؤ اور مجھے اپنا ہاتھ تھامنے دو۔"

"تم بہت ضدی ہو۔ مجھے تمہاری ضد سے بھی پیار ہے۔ آج میں پہلی بار تمہاری بات مان کر تمہارے پاس آؤں گی۔ مجھے چھونے والے' مجھے پکڑنے والے تم پہلے مرد اس لیے ہو گے کہ تم میرے من مزاج کے مطابق ہندو ہو۔"

"دیوی شی تارا! تم نے مجھے خوش کر دیا۔ واقعی آ رہی ہو نا؟"

"ہاں۔ مگر ابھی دن ہے۔ نو گھنٹے بعد رات ہو گی۔ چاندنی رات ہو تو ایسے میں ملاقات بڑی رومان پرور ہوتی ہے۔"

"درست کہتی ہو۔ میں چاندنی رات تک انتظار کرتا رہوں گا' جو چیز انتظار کے بعد ملتی ہے' اس کی قدر اور بڑھ جاتی ہے۔"

"ان نو گھنٹوں میں بندروں کو شکست دینا' شاید ناممکن ہے لیکن تم کوشش تو کر سکتے ہو۔ اگر تمہیں کامیابی ہو گی اور ہمارے دیس سے دشمنوں کے قدم اکھڑ جائیں گے تو ہمارے سروں سے بوجھ اتر جائے گا۔ ہم آرام اور سکون سے محبت کر سکیں گے۔ ہمیں دشمنوں پر غالب آنے کی اور ایک دوسرے سے پہلی بار ملنے کی دہری خوشیاں حاصل ہوتی رہیں گی۔"

"ہاں۔ جیت کا نشہ ہو تو ملن کی گھڑیاں اور زیادہ شرابی شرابی سی ہو جاتی ہیں۔ بھئی تم جیت گئیں۔ پہلے اپنا ہی کام کرانا چاہتی ہو اور اب میں بھی اس لیے کروں گا کہ تم اپنے دھرم والے کو دھوکا

نہیں دوگی۔ اب تم جاؤ اور تین گھنٹے بعد آؤ۔ شاید اس وقت تک تمام بندر یہاں سے کوچ کر جائیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا واقعی! تم اتنی جلدی انہیں کیسے بھگاؤ گے؟"

"میں مداری ہوں۔ بندر نچاتا ہوں' جنہیں نچاتا ہوں' انہیں بھگا بھی سکتا ہوں۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ دیوی کے جاتے ہی وہ منکی برادر کے دماغ میں آیا۔ منکی برادر اس بات سے بے خبر تھا کہ وہ پارس کا معمول اور تابعدار ہے۔ اس نے اب تک پارس کے ہی تعاون سے بھارت میں ہنومان بن کر کامیابیاں حاصل کی تھیں۔

منکی برادر پچھلی رات سے جاگ رہا تھا۔ اس وقت نیند پوری کر رہا تھا۔ پارس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے خواب کا ایک منظر اسے دکھایا۔ اس منظر میں اس کا بھائی منکی ماسٹر زنجیروں سے بندھا ہوا نظر آیا۔ وہ قید خانے میں تڑپ کر کہہ رہا تھا "میرے برادر! تم کہاں ہو؟ مجھ سے بے خبر کیوں ہو؟"

"میں انڈیا میں ہوں۔ یہ تمہاری کیا حالت ہو گئی ہے؟ تم تو ایک خطرناک طوفان ہو۔ تمہیں زنجیروں میں کس نے جکڑا ہے؟"

"میرے برادر! مجھے الپا نے قید کیا ہے۔"

"میں اس مکار عورت کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"جوش میں نہ آؤ۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے مجھے اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اسے اور اس کی یہودی قوم کو نقصان پہنچائے گا تو وہ میرے دماغ میں زلزلے پیدا کر کے مجھے مار ڈالے گی۔ پھر میں تمہیں زندہ نہیں ملوں گا۔"

"میرے ماسٹر بھائی! تم اس عورت کے فریب میں کیسے آ گئے؟"

"جیسے تم آئے تھے۔ بہرحال الپا نے دھمکی دی ہے کہ اسرائیل کی زمین پر ایک بھی بندر نظر آئے گا تو وہ مجھے اذیتیں پہنچائے گی اور اگر مجھے قید سے رہائی دلانے کے لیے منکی فوج حملہ کرے گی تو مجھے ہلاک کر دیا جائے گا۔ میرے تمام جان نثار فوجی مجھے اس قید میں زندہ سلامت رکھنے کے لیے اسرائیل سے چلے گئے ہیں۔ اب یہاں ایک بھی منکی مین نہیں ہے۔ اگر تم جوش اور جذبات میں آ کر یہاں آؤ گے تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"یہ بات میں سمجھ رہا ہوں' مجھے جوش میں نہیں آنا چاہیے لیکن اس ملک میں نہ آؤں' تم سے دور رہ کر تمہیں کس طرح رہائی دلائی جا سکتی ہے؟"

"ہمارے تمام جان نثار اپنے کمانڈر کے ساتھ جس ملک میں بھی ہیں' وہاں بیٹھ کر میری رہائی کی ترکیب سوچ رہے ہیں۔ تم یہاں نہ آؤ۔ اپنے دوسرے تمام جان نثاروں کے پاس جاؤ۔ پھر میری رہائی کے لیے ذہانت سے کوئی ٹھوس منصوبہ بناؤ۔"

پارس نے اس کے خواب کا سلسلہ توڑ دیا۔ وہ آنکھیں کھول کر سوچنے لگا "میں کہاں ہوں؟ ہاں یاد آیا' مندر کے پیچھے ایک آرام دہ کمرے میں ہوں! ابھی میں نے جو کچھ دیکھا' وہ محض ایک خواب تھا' میرا ماسٹر بھائی خیریت سے ہے۔"

پارس نے اس کی سوچ میں کہا "ہو سکتا ہے۔ خواب سچا ہو' مجھے ماسٹر بھائی کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔"

"لیکن کیسے معلوم کروں؟ وہ قید میں ہے۔ فون کے ذریعے بھی اس سے رابطہ نہیں ہو سکے گا۔"

منکی برادر کے پاس ایک موبائل فون تھا' جسے وہ اپنے سامان میں چھپا کر رکھتا تھا۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے دیوی کے دماغ پر دستک دی۔ پھر کہا "میں ہوں کبیر۔"

دیوی نے سانس روک لی۔ پھر خود اس کے دماغ میں آ کر پوچھا۔ "کیا ابھی تم آئے تھے؟"

"ہاں۔ کیا ابھی تمہارے پاس موبائل فون ہے؟"

"ہاں ہے۔ کیا بات ہے؟"

"میں منکی برادر کا نمبر بتا رہا ہوں۔ تم الپا بن کر اس سے باتیں کرو۔ یہ تو جانتی ہو کہ الپا نے ایک بار منکی برادر کو ٹرپ کیا تھا۔"

"ہاں میں جانتی ہوں۔"

"لیکن یہ نہیں جانتی ہو کہ الپا نے اب منکی ماسٹر کو قیدی بنا لیا ہے۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"سچ مان لو۔ الپا نے منکی کمانڈر کو دھمکی دی ہے کہ اگر منکی فوج اسرائیل سے واپس نہیں جائے گی تو ان کے منکی ماسٹر کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ اگر پوری فوج چلی جائے گی اور اسرائیل کی زمین پر ایک بھی منکی مین نہیں رہے گا تو منکی ماسٹر کو قید میں زندہ رکھا جائے گا۔"

"اس کا مطلب ہے' الپا نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔"

"بے شک' اب اسرائیل میں کوئی منکی مین نہیں ہے۔ یہی کامیابی تمہیں حاصل ہونے والی ہے لیکن جتنا کہہ رہا ہوں' اتنا ہی کرو گی۔ اس کا موبائل فون نمبر معلوم کر کے اپنی طرف سے کوئی قدم اٹھاؤ گی اور ناکام رہو گی تو پھر میں تمہارے کام نہیں آؤں گا۔"

"میں اب کوئی غلطی نہیں کروں گی۔ جو کہو گے' وہی کروں گی۔"

اس نے اسے منکی برادر کا موبائل نمبر بتایا اور اسے سمجھایا کہ اس سے کیا کہنا چاہیے۔ وہ چلی گئی۔ پارس منکی برادر کے اندر پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد منکی برادر نے اپنے موبائل پر بزر کی آواز سنی پھر اسے آن کر کے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں الپا۔ کیا تمہیں خبر ہے کہ تمہارا ماسٹر کس حال میں ہے؟"

"میں نہیں جانتا' مگر میں نے بہت برا خواب دیکھا ہے۔"

"تم نہیں تم نے کیا دیکھا ہے مگر وہ میرا قیدی ہے۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"جھوٹ سمجھو گے تو تمہارا ماسٹر بھائی قید میں مارا جائے گا۔ تمہارے بھائی کی سلامتی کے لیے تمام منکی فوج میرے ملک سے جا چکی ہے۔ اگر تم بھی ماسٹر بھائی کی سلامتی چاہتے ہو تو اسرائیل کا رخ نہ کرنا۔"

"میں اپنی فوج کے ساتھ تمہارے ملک میں قدم نہیں رکھوں گا۔ تم میرے بھائی کو رہا کر دو۔"

"میں ایسی نادان نہیں ہوں۔ وہ اپنی طبعی موت تک میری قید میں زندہ رہے گا۔ تم حماقتیں نہیں کرو گے تو اسے زندگی ملتی رہے گی۔ میں نے تمہاری فوج کے کمانڈر کو دھمکی دی' وہ چلا گیا۔ میں تمہیں بھی وارننگ دے رہی ہوں۔ اگر اپنے بھائی کو زندہ رکھنا چاہتے ہو تو اپنی منکی فوج کے ساتھ بھارت چھوڑ دو۔ آج ہی دو گھنٹے کے اندر وہاں سے چلے جاؤ۔ وہاں ایک منکی مین بھی نظر نہ آئے۔"

"میں تمہارے ملک میں نہیں ہوں۔ تمہیں بھارت سے کیا دلچسپی ہے؟"

"اسرائیل اور بھارت آپس میں گہرے دوست ہیں۔ میں دوست ملک کا نقصان نہیں چاہتی۔ تمہارے دوسرے تمام بندر جہاں گئے ہیں' تم بھی وہاں جاؤ۔"

"میں ماسٹر بھائی کی رہائی کی شرط پر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"مجبور دشمن کی کوئی شرط نہیں مانی جاتی۔ تمہیں اپنی فوج کے ساتھ دو گھنٹے کے اندر وہاں سے جانا ہو گا ورنہ چار گھنٹے کے بعد سیٹلائٹ کے ذریعے ساری دنیا کو نئی دی اسکرین پر منکی ماسٹر کی لاش دکھائی جائے گی۔"

"ایسا کرو گی تو ہم قیامت بن کر اسرائیل پر ٹوٹ پڑیں گے۔ بہرحال ہم اپنے ماسٹر کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔"

منکی برادر نے رابطہ ختم کر دیا۔ دیوی پارس کے پاس آ کر خوشی سے بولی "کبیر! یہ تو کمال ہو گیا۔ وہ منکی برادر اپنی منکی فوج کے ساتھ یہاں سے جا رہا ہے۔ دو گھنٹے کے بعد یہاں ایک بھی بندر نہیں رہے گا۔"

"میری جان شی تارا! اسے کہتے ہیں قیامت کی چال چلنا۔ نہ جنگ ہوئی نہ کوئی زخمی ہوا۔ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ وہ دودھ میں پڑی مکھی کی طرح نکل رہے ہیں۔"

"کبیر! تمہارا جواب نہیں ہے۔ میں تم پر جتنا فخر کروں' وہ کم ہے۔ میں اپنے وعدے کے مطابق آج رات آؤں گی۔ پھر ساری زندگی تمہارے ساتھ رہوں گی۔ تم اپنی رہائش گاہ کا پتا بتاؤ۔"

"میں ٹھیک تمہاری آمد کے وقت اپنا پتا بتاؤں گا۔ اب جاؤ اور میرے لیے سولہ سنگار کرو۔"

وہ چلی گئی۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو مخاطب کیا "ممما! کیا آپ ماسکو میں ہیں؟"

"ہاں بیٹے! تم ہندوستان میں کیا کر رہے ہو؟"

"یہاں سے منکی برادر اور اس کی فوج کو کسی دوسرے ملک بھیجنا چاہتا ہوں۔ یہ بہتر ہو گا کہ منکی برادر اپنے لوگوں کے پاس روس پہنچ جائے۔"

"میں اس کا انتظام کر چکی ہوں۔ جس طرح منکی ماسٹر مجھ پر اعتماد کرتا تھا' اسی طرح منکی فوج کا کمانڈر بھی مجھ پر بھروسا کر رہا ہے۔ اس نے میرے مشورے کے مطابق ایک منکی مین کو ہندوستان روانہ کیا ہے۔ وہ منکی برادر وغیرہ کو وہاں سے روس لے آئے گا۔"

پارس دماغی طور پر واپس آ گیا۔ پھر اعلیٰ بی بی ثانی کے پاس پہنچ کر بولا "میری پیاری بلی! کیا کر رہی ہے؟"

وہ شاپنگ کے لیے جانے والی تھی۔ آئینے کے سامنے خود کو دیکھ رہی تھی۔ اس وقت وہ کسی بہروپ میں نہیں تھی۔ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ تھی۔ باہر جانے کے بعد وہ اصلی چہرہ کچھ نئے گل کھلانے والا تھا۔

○☆○

روس اپنی تاریخ کے دریا میں بہتا ہوا ایسے موڑ پر پہنچ گیا تھا' جہاں وہ ڈوب رہا تھا اور مسلسل ہاتھ پاؤں مار کر ابھرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس سپر پاور ملک کے ٹکڑے ہو رہے تھے۔ وہاں کی کئی اسلامی ریاستیں غلامی کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گئی تھیں۔ وہ ملک ٹوٹ کر اپاہج اور کمزور ہو رہا تھا اور کسی طرح پھر سے متحد اور منظم ہو کر سپر پاور بننا چاہتا تھا۔

تمام شہروں اور قصبوں میں یہی سیاسی بحث جاری رہتی تھی کہ ملک دوبارہ سپر پاور بن سکے گا یا نہیں؟ ایک بات متفقہ طور پر کہی جا رہی تھی کہ کسی نے باہر سے حملہ نہیں کیا تھا۔ یہ ملک اندر سے ٹوٹ کر بکھر رہا ہے۔ باہر سے کبھی کوئی حملہ آور نہیں آیا اور نہ ہی آئندہ کبھی آئے گا۔

ایسی ہی باتوں کے دوران ماسکو کے چند افراد نے اجنبی مخلوق دیکھی۔ وہ منکی مین تھے' جو نظر آ کر کہیں گم ہو گئے تھے۔ کئی گھروں کے کچن سے پکا ہوا کھانا غائب ہو گیا۔ لوگوں نے پولیس اسٹیشنوں میں رپورٹ کی کہ رات کا پکا ہوا کھانا جو اچھی خاصی مقدار میں ہوتا ہے' وہ صبح تک ختم ہو جاتا ہے۔ ایک نہیں کئی چور آتے ہوں گے۔ جن کے ہاں کھانا چوری ہوتا تھا' وہ دوسری رات جاگ کر چوروں کا انتظار کرتے رہے۔ چور تو نظر نہیں آئے لیکن کھانا پھر بھی غائب ہو گیا۔

وہاں کے چھوٹے بڑے ہوٹلوں سے بھی یہی رپورٹ ملتی رہی کہ کھانا چوری ہو رہا ہے مگر چور نظر نہیں آ رہے ہیں۔

کمانڈر نے تمام منکی مین کو سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ کسی عورت کی ہوس نہ کریں کیونکہ عورت کی ہی وجہ سے پہلے منکی برادر پھنسا تھا پھر منکی ماسٹر پھنس گیا تھا۔ ان سب نے عہد کیا تھا کہ جب تک وہ روس کے کسی خطے میں قدم نہیں جمائیں گے تب تک کسی عورت کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔

اس ارضی دنیا میں سونیا واحد عورت تھی جس کا احترام تمام منکی مین کرتے تھے۔ پہلے منکی ماسٹر امریکا میں سونیا سے متاثر ہوا تھا۔ پھر انہیں پتا چلا کہ منکی برادر کو سونیا کے ذریعے رہائی ملی ہے۔ اب اس نے وعدہ کیا تھا کہ جلد ہی منکی ماسٹر کو بھی الپا کی قید سے نکال لائے گی۔

کمانڈر نے وعدہ کیا تھا کہ روس میں سونیا کی ہدایات کے مطابق عمل کرتا رہے گا اور سونیا کی پہلی ہدایت یہی تھی کہ کوئی منکی مین کسی عورت میں دلچسپی نہ لے اور نہ ہی فرد کو نقصان نہ پہنچائے۔

صرف کھانوں اور کپڑوں کے معاملے میں مجبور ہو کر انہیں نقصان پہنچا رہے تھے۔ سونیا چاہتی تھی، وہ تمام منکی مین اچانک ظاہر نہ ہوں۔ اس طرح دہشت پھیلتی، پولیس اور فوج سے ان کا تصادم ہو سکتا تھا۔

سونیا نے وہاں کے باشندوں کو خوف زدہ نہیں ہونے دیا۔ انہیں تجسس میں مبتلا کیا۔ اگر انہیں جانی اور مالی نقصان پہنچتا تو وہ خوف زدہ ہوتے۔ وہ جستجو میں تھے کہ کھانا اور لباس چرانے والے کون ہیں؟ پھر ابتدا میں وہ منکی مین کہیں نظر آ کر نظروں سے اوجھل ہونے لگے پھر تو سیکڑوں ہزاروں لوگ ہاتھوں میں کیمرے لے کر گھومنے لگے۔ اس طرح وہ جہاں نظر آتے تھے، ان کی تصاویر اتار لی جاتی تھیں۔

اس طرح یہ بات عام ہو گئی کہ ان کے شہر میں بندر نما انسان موجود ہیں جو کبھی نظر آتے ہیں اور کبھی غائب ہو جاتے ہیں۔ اس طرح چھپنے والے پراسرار اور خطرناک ہوتے ہیں لیکن انہوں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ کبھی رات کو تنہائی میں اچانک سامنے آ کر کسی کو نہیں ڈرایا تھا۔

چونکہ خوف نہیں تھا اس لیے لوگ اب انہیں اپنے سامنے دیکھنا چاہتے تھے۔ ان سے باتیں کرنا چاہتے تھے۔ جب وہ خود ہی ان سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہو گئے تو کمانڈر نے فون کے ذریعے پولیس کے ایک اعلیٰ افسر سے کہا "میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ اس ملاقات کے دوران شہر کے میئر بھی موجود ہوں گے تو ہمیں خوشی ہوگی۔"

شام کو میئر کے دفتر میں ملاقات کا وقت مقرر ہوا۔ کمانڈر نے اپنے ایک ماتحت کو چند جان نثاروں کے ساتھ مذاکرات کے لیے بھیجا۔ وہ سب میئر کے ایک میٹنگ ہال میں آئے۔ وہاں شہر کے اکابرین کے علاوہ فوجی افسران بھی تھے۔ وہ سب ان بندر نما انسانوں کو دیکھ رہے تھے۔ میئر نے کہا "ہم یہ جانتے ہیں کہ تم لوگ خلائی زون سے آئے ہو۔ امریکا اور اسرائیل میں ہمارے جو جاسوس ہیں وہ تمہاری تصاویر کے ساتھ تمہارے بارے میں تفصیلی رپورٹ بھیجتے رہے ہیں۔ پھر سیٹلائٹ کے ذریعے تمہیں ٹی وی پر بھی دیکھا ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "عوام میں سے بھی بعض لوگوں نے دیکھا ہوگا لیکن اکثریت کے لیے تمہارے جیسے منکی مین عجوبہ ہیں۔"

ایک اور افسر نے کہا "یہ دانش مندی کا ثبوت دے رہے ہو کہ عوام کے سامنے اچانک ظاہر نہیں ہو رہے ہو... اور کسی کو نقصان نہیں پہنچا رہے ہو۔"

کمانڈر کے ماتحت منکی مین نے کہا "ہمیں تم سے اور تمہاری قوم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ہماری ذات سے صرف اتنا نقصان ہو رہا ہے کہ ہم یہاں کا اناج کھا رہے ہیں اور لباس پہن رہے ہیں۔"

"کیا تم لوگ اناج اور کپڑوں تک محدود رہو گے؟ جو عزائم لے کر امریکا اور اسرائیل گئے تھے، کیا وہ عزائم لے کر یہاں نہیں آئے ہو؟"

"ہمارے عزائم جارحانہ نہیں ہیں۔ لیکن جب ہمیں رہنے کے لیے زمین نہیں دی جاتی تو ہم جارحیت پر مجبور ہو جاتے ہیں۔"

دوسرے منکی مین نے کہا "ہم بھی تمہاری طرح خدا کی بنائی ہوئی مخلوق ہیں، ہمیں بھی اس دنیا میں رہنے کا حق ہے۔"

"امریکا اور اسرائیل میں تمہارے حقوق تسلیم نہیں کیے گئے۔ تم وہاں سے بھاگ کر یہاں آئے ہو۔ کیسے توقع کرتے ہو کہ ہم اپنے ملک میں تمہاری پوری قوم کا بوجھ برداشت کریں گے۔"

"سب سے پہلے یہ خیال اپنے دماغ سے نکال دو کہ ہم امریکا اور اسرائیل سے بھاگ کر آئے ہیں۔ ہم کسی مجبوری سے وہ ممالک چھوڑ کر نہیں آئے ہیں۔"

"جھوٹ نہ بولو ــــ تم مجبور ہو کر آئے ہو، ہم سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ہمارے سراغ رسانوں نے بتایا ہے کہ اسرائیل میں تمہارے منکی ماسٹر کو یرغمال بنا کر رکھا گیا ہے، کیا یہ غلط ہے؟"

"یہ درست ہے کہ منکی ماسٹر وہاں ایک قیدی ہے۔ لیکن یہ غلط ہے کہ ہم منکی ماسٹر کی سلامتی کی خاطر آئے ہیں۔ ہمارا ماسٹر چند روز میں پہنچ جائے گا۔"

دوسرے منکی مین نے کہا "پھر یہ کہ امریکا میں ہمارا کوئی ماسٹر قید نہیں ہے۔ وہاں ہماری کوئی مجبوری نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہم نے امریکا چھوڑ دیا ہے۔"

"تم رہائش کے لیے ہمارے ملک کو ترجیح کیوں دے رہے ہو؟"

"یہ دنیا کا سب سے وسیع و عریض ملک ہے۔ اس کے شمالی حصے میں اتنی شدید سردی اور برف باری ہوتی ہے کہ وہاں آبادی برائے نام ہے۔ ہم اس غیر آباد برفانی علاقے میں اپنی بستی بسائیں گے۔ اس بستی کو بسانے کے سلسلے میں ہم سے تعاون کرو گے تو ہمیشہ فائدے میں رہو گے۔"

"ہم تمہیں کیا فائدے پہنچاؤ گے؟"

"ہمارے پاس لیزر گنیں ہیں، جن کے مقابلے میں بڑی سے بڑی فوج ٹھہر نہیں سکتی۔ تمہارے سراغ رسانوں نے بتایا ہوگا کہ ہمارے پاس ناقابل یقین حد تک مار کرنے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول ہیں۔ ہم اس ملک میں تمہاری فوج کا ہراول دستہ بن کر رہیں گے۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تمہارے پاس جو غیر معمولی چیزیں ہیں ان کے ذریعے ہم امریکا پر غالب آ کر سپر پاور کہلا سکتے ہیں لیکن ایسا کرنے کے لیے ہم بندروں کے سامنے صفر پاور ہو جائیں گے، ہمیشہ تمہارے محتاج رہیں گے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا تم ہمیں لیزر گنیں، گولیاں اور کیپسول دو گے؟"

"یہ چیزیں لے کر کیا کرو گے؟ یہ تمہارے لیے غیر ضروری ہیں کیونکہ ہم تمہارے فوجی بن کر رہا کریں گے۔"

"ہمیں تمہاری نہیں، تمہاری چیزوں کی اور ان کے فارمولوں کی ضرورت ہے۔"

"ہم یہاں پوری طرح آباد ہونے کے ایک برس بعد مطلوبہ فارمولے دیں گے۔"

"ہم ایک برس کے بہلاوے میں نہیں آئیں گے۔ اب وہ گولیاں اور کیپسول صرف تمہاری جاگیر نہیں ہیں۔ یہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ چکے ہیں۔ ہندوستان کی دیوی کے پاس ہیں۔ اسرائیلی فوجیوں کے پاس بھی ہیں اور یقیناً امریکیوں کے پاس بھی ہوں گے اور وہ لوگ اپنی اپنی لیبارٹری میں ان کا طبی اور سائنسی تجزیہ کر رہے ہوں گے۔"

دوسرے فوجی افسر نے کہا "تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہم اس نعمت سے محروم نہیں ہیں۔ ہمارے ایک ذہین اور جیالے سراغ رساں نے اسرائیل میں ایک یہودی فوجی کو اور ایک منکی مین کو ہلاک کیا تھا۔ ان کے لباس سے ہمیں درجنوں گولیوں اور کیپسولوں کے علاوہ دو لیزر گنیں بھی حاصل ہوئی تھیں۔ وہ سب ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ ہمارے ڈاکٹرز، سائنس داں اور اسلحے کے ماہرین دن رات مصروف ہیں۔ ہم بہت جلد تمہاری طرح ان غیر معمولی چیزوں کے حامل ہو جائیں گے۔"

"یہ اچھی بات ہے۔ ہم تمہارے فوجی نہ سہی، اچھے دوست بن کر رہیں گے۔ دوست بن کر ہم سے سمجھوتا کرو، ہمیں رہنے کے لیے شمالی علاقے کا کچھ حصہ دو۔"

"اگر ہم دینے سے انکار کریں تو؟"

"تو پھر بھی ہم یہاں رہیں گے۔ ہم اب ایک ملک سے دوسرے ملک بھٹکنا نہیں چاہیں گے۔ ہم یہاں رہنے کا اٹل اور آخری فیصلہ کر کے آئے ہیں۔"

"ہم وارننگ دیتے ہیں۔ ہمارے ملک کی زمین پر قبضہ نہ کرو۔ ناکام رہو گے۔"

"اس دنیا میں ملک اسی کا ہوتا ہے، جس کا قبضہ ہو جائے اور ہم پورے ملک پر نہیں صرف ایک چھوٹے سے ویران علاقے پر قبضہ جمائیں گے۔ اگر تم رکاوٹیں پیدا کرو گے تو ہم اسلحے کے ذریعے تمہارا مقابلہ نہیں کریں گے۔"

"کیا صرف گولیوں اور کیپسولوں کے ذریعے ہمیں پریشان کرو گے؟"

"تمہیں پریشان کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ تم سے آزادی حاصل کرنے والی مسلم ریاستوں ترکمانستان، ازبکستان وغیرہ کو ہم لیزر گن جیسا جدید اسلحہ سپلائی کریں ــــ ان کی مالی مدد کریں اور تمہارے مقابلے میں تمام ریاستوں کو مستحکم بنائیں ــــ ابھی چیچنیا کے عذاب سے نہیں نکلے ہو۔ ہم ایسے کئی چیچنیا تمہارے مقابلے میں پیدا کر دیں گے۔"

انہیں چپ سی لگ گئی۔ وہ ایک دوسرے سے کچھ بولنے لگے۔ پھر ایک فوجی افسر نے پوچھا "تمہارا لیڈر کون ہے؟ کوئی تمہیں سرگوشی میں مشورے دیتا ہے کیونکہ بولنے کے دوران تم چپ ہو جاتے ہو، کچھ سنتے ہو پھر بولتے ہو۔"

"درست سمجھ رہے ہو۔ ہم مختلف ممالک کی سیاست کو ہر پہلو سے نہیں سمجھ سکتے اس لیے تمہاری دنیا کی ایک میڈم مہران ہماری رہنمائی کر رہی ہیں۔"

"یہ میڈم مہران کون ہیں؟ ہم پہلی بار یہ نام سن رہے ہیں۔"

"نام کو چھوڑو۔ کام کی باتیں کرو اور بتاؤ، ہماری میڈم کیسی ذہانت سے چال چلتی ہیں۔ تم سے دشمنی ہوگی تو ہمارا ایک بھی منکی مین مارا نہیں جائے گا۔ تمہارے آس پاس کی ریاستیں ہی تمہارے لیے مصیبت بن جائیں گی۔"

انہوں نے فوراً جواب نہیں دیا۔ پھر ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے۔ اس کے بعد ایک فوجی افسر نے کہا "ہم اس اہم معاملے پر تمہاری میڈم مہران سے گفتگو کرنا چاہیں گے۔ ہمیں پتا ہے، وہ یہاں موجود ہے۔ تمہیں بار بار مشورے دے رہی ہے۔ وہ یہاں نمودار ہو جائے تو روبرو گفتگو ہو سکے گی۔"

سونیا نے کہا "آؤ کمانڈر! ہم ان کے روبرو ہو جائیں۔"

وہ دونوں اس میٹنگ ہال میں نمودار ہو گئے۔ وہاں کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سونیا کو دیکھتے ہی چونک گئے۔ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ سب ہی نے بیک وقت حیرانی سے کہا "میڈم! آپ...؟"

"ہاں میں ہوں، ان کی میڈم مہران...."

وہ اونچے پلیٹ فارم کی طرف بڑھنے لگی۔ اجلاس کی صدارت کرنے والے فوج کے اعلیٰ افسر نے اٹھ کر اپنی کرسی پیش کی۔ وہ

کرسی پر آکر بیٹھی۔ تالیاں بجانے کی آوازیں آنے لگیں۔ تالیاں بجانے والے منگی مین ایک ایک کرکے اس ہال میں نمودار ہونے لگے۔ روسی اکابرین انہیں حیرانی اور پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ مسلح منگی مین اتنے تھے کہ ان کی تالیوں سے ہال گونجنے لگا تھا۔

سونیا نے ایک ہاتھ اٹھایا تو تالیاں بند ہوگئیں۔ وہ بولی "آپ حضرات نے میری آمد پر میری تنظیم کی۔ میرے لیے صدارت کی کرسی چھوڑ دی۔ یہ دیکھ کر تمام منگی جان نثار خوشی سے تالیاں بجاتے ہوئے نمودار ہوگئے ہیں۔ میں انہیں حکم دیتی ہوں، یہ فی الحال ناپدید رہیں۔"

یہ حکم سنتے ہی وہ سب ناپدید بن گئے۔ ایک فوجی افسر نے پوچھا۔ "میڈم! کیا امریکی اور اسرائیلی حکام جانتے ہیں کہ آپ ان کی لیڈر ہیں؟"

"ابھی نہیں جانتے ہیں۔ دراصل میں یہاں آکر منگی ماسٹر کی عدم موجودگی میں ان کی رہنمائی کررہی ہوں۔"

"آپ خلائی مخلوق کو یہاں قدم جمانے کا موقع کیوں دے رہی ہیں؟"

"پہلے میں نے موقع نہیں دیا تھا۔ پہلی بار امریکا نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ کسی اسلامی ملک پر قبضہ جمائیں۔ یہ اسرائیل گئے تو وہاں کے حکام نے بھی انہیں اسلامی ممالک پر قبضہ جمانے اور مسلمانوں پر حکومت کرنے کا راستہ دکھایا۔ دیوی کی بھی یہی کوشش تھی۔ بہرحال جنہوں نے بھی ہمارے خلاف کوششیں کیں، وہ منگی فوج کو اپنے اپنے ملک میں بھگت چکے ہیں اور آئندہ بھی بھگتنے والے ہیں۔"

"آپ انہیں ہمارے ملک میں کیوں لائی ہیں؟"

"انہیں اس دنیا میں کہیں تو رہنا ہی ہے۔ اس ملک کا شمالی علاقہ غیر آباد ہے۔ یہ وہاں دوست بن کر رہیں گے۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"اس دنیا میں کئی ممالک ایسے ہیں، جن کے کئی علاقے غیر آباد ہیں۔ آپ انہیں وہاں لے جاسکتی تھیں۔"

وہ بولی "اگر یہ میری راہنمائی میں نہ آتے تو تم بھی انہیں اسلامی ممالک کا راستہ دکھاتے۔ تمہاری اسلام دشمنی ہم سے چھپی نہیں ہے۔ زیادہ بحث کرنے سے بہتر ہے، فراخ دلی سے انہیں رہنے دو۔"

"میڈم! آپ ہم سے کھلی دشمنی کررہی ہیں۔"

"ماضی کی کوئی ایسی مثال دو، جب ہم نے اور تم نے ایک دوسرے سے کھلی دشمنی نہ کی ہو؟ میری اس امن پسندی کا شکریہ ادا کرو کہ منگی فوج نے تمہارے کسی شہر، کسی علاقے میں دہشت نہیں پھیلائی ہے۔ کسی ایک فرد کو بھی نقصان نہیں پہنچایا ہے مگر ایسا کل سے ہوسکتا ہے اگر آج ان کے حق میں فیصلہ نہ ہوا۔"

"جب یہ جارحانہ عزائم لے کر آئے ہیں اور یہاں جبراً رہیں گے تو ہم کیا فیصلہ کریں گے۔"

"فیصلہ یہ کہ منگی مخلوق سے تعاون کرو۔ کل صبح ہی سے مکانوں کا جملہ تعمیری سامان پہنچانا شروع کرو۔ ایک شہر آباد کرنے کے لیے اپنے ماہرین اور کاریگروں کو بھیجو۔ وہاں ان کی ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان ہونا چاہیے۔"

کمانڈر نے پوچھا "میڈم! فی الحال ہماری رہائش کا کیا ہوگا؟"

"ابھی جس طرح چپ چپ کررہے ہو اسی طرح اور ایک ہفتہ رہو۔ اگر ایک ہفتے تک وہاں تمہاری ضروریات کا تمام سامان نہیں پہنچے گا اور عارضی رہائش کا انتظام نہیں ہوگا تو پھر اس شہر کے ہر گھر میں گھسنا اور رہنا شروع کردو۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے گھور کر بے بسی سے سونیا کو دیکھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دوسری صبح شہر میں دہشت اور بدامنی پھیلے۔ اس نے وعدہ کیا کہ کل صبح ہی سے نئی بستی بسانے کا کام شروع ہوجائے گا اور وہاں اس حد تک سہولیات فراہم کردی جائیں گی کہ منگی فوج آرام سے رہ سکے۔

سونیا، کمانڈر وغیرہ کے ساتھ وہاں سے چلی آئی۔ اس نے کئی ناپدید منگی جاسوس وہاں کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے پیچھے لگادیے تاکہ ان کی متوقع اور غیر متوقع سازشوں کا علم ہوتا رہے۔

دوسری صبح سے تمام تعمیری سامان مطلوبہ علاقے میں جانے لگا۔ رہائشی سہولیات جلد سے جلد فراہم کرنے کی کوششیں ہونے لگیں۔ اس ملک میں وہ ایسی پہلی ریاست قائم ہورہی تھی، جس کے قیام کے لیے خود روسی حکومت دن رات مصروف ہوگئی تھی۔

منگی مخلوق کی وہ ریاست ناپسندیدہ تھی۔ وہاں سازشیں کرنے اور ان کے اندرونی راز معلوم کرنے کے لیے جاسوسی لازمی تھی۔ اس بستی کو بسانے کے لیے جو ماہرین گئے تھے، ان میں جاسوس بھی تھے۔ شہر آباد ہونے کے بعد وہ جاسوس ماہرین کی حیثیت سے وہیں رہنے والے تھے۔ جاسوسی کے معاملات میں عورتیں زیادہ کامیاب رہتی ہیں۔ یہ مرد کی تنہائی میں رہ کر اس کے پیٹ کے اندر سے راز اگلوالیتی ہیں لہٰذا یہ طے پایا کہ اس نئے شہر میں حسین اور جوان عورتوں کو بھیجا جائے گا۔

اس دوران منگی برادر اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ وہاں چلا آیا۔ اس نے سونیا سے کہا "مجھے اس کامیابی کی خوشی ہے کہ ہمیں اپنی ریاست قائم کرنے کے لیے زمین مل گئی ہے لیکن میڈم! میرے ماسٹر بھائی کے بغیر یہ کامیابی ادھوری ہے۔"

سونیا نے اسے تسلی دی "تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ منگی ماسٹر کو جلد ہی رہائی ملے گی اور وہ یہاں آجائے گا۔"

پھر وہ کمانڈر سے بولی "برادر کو ماسکو سے لے کر ہمارے نئے شہر تک اہم باتیں بتاؤ۔ ان علاقوں کی سیر کراؤ تاکہ یہ تمام علاقوں کو اچھی طرح جان لے۔"

منگی برادر نے کہا "پہلے میں ماسکو شہر دیکھوں گا۔"

کمانڈر اس کے ساتھ سیر کے لیے نکلا، کہنے لگا "برادر! ہم سب عورتوں کے رسیا ہیں۔ لیکن تم کچھ زیادہ ہی ہو۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں، صرف چار روز تک اور صبر کرو۔ پھر ہم اپنے شہر میں پسند کی عورتیں لے آئیں گے۔"

اس نے کہا "عورتوں کے ذکر پر ایڈیا یاد آیا ہے۔ وہاں کی عورتیں بڑی حسین اور نمکین ہوتی ہیں۔"

"ایسی باتیں نہ کرو، جذبات بھڑکتے ہیں۔ اپنے ماسٹر بھائی کے بارے میں سوچو۔ پتا نہیں وہ قیدی کی حیثیت سے کس حال میں ہوگا۔"

"میں ماسٹر بھائی کی قید اور بے بسی کے بارے میں سوچتا ہوں تو ایلپا کو چیر پھاڑ کر رکھ دوں۔ میں اپنے بھائی کی خیریت سے رہائی کے بعد ایلپا کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"جوش میں نہ آؤ۔ تم اسے قتل کرنے جاؤ گے تو دوبارہ اس پر قابو پالوگے۔ وہ عورت بہت مکار ہے۔ اس کا پھینکا ہوا جال نظر نہیں آتا۔ پھنسنے کے بعد جال کی گرفت کا پتا چلتا ہے۔"

وہ دونوں ناپدید تھے۔ شہر کے راستوں اور بازاروں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان سے گزر رہے تھے۔ کمانڈر نے تمام منگی فوج کو عورتوں سے پرہیز کرنے کی تاکید کی تھی۔ ابھی منگی برادر کو بھی یہی نصیحت کی تھی لیکن وہ خود بڑی پارسائی کے بعد ایک حسینہ کو دیکھتے ہی ٹھٹک گیا۔

مرد خود کو قابو میں رکھے تو ہر عورت ایک عام سی عورت لگتی ہے۔ لیکن کبھی کوئی اچانک ایسی نظر آجاتی ہے، جس کے لیے دل بے قابو ہوجاتا ہے۔ منگی برادر نے پوچھا "یہ چلتے چلتے کیوں رک گئے ہو؟ آگے بڑھو۔"

"آگے کیا بڑھوں۔ اسے دیکھو، جو اسکارف خرید رہی ہے، کتنی خوب صورت اور بھرپور ہے۔"

منگی برادر نے ادھر دیکھا۔ واقعی اس عورت میں بڑی دلکشی تھی۔ وہ بھی اندر ہی اندر قربان ہونے لگا۔ منگی قوم میں یہ دستور تھا کہ کسی عورت کو ایک منگی پسند کرلے تو دوسرے کا فرض ہوتا تھا کہ اس عورت کا خیال دل سے نکال دے۔ جو ایسا نہیں کرتا تھا اور دوسرے کی عورت کو بری نیت سے دیکھتا تھا، اسے قتل کردیا جاتا تھا۔

منگی برادر نے غصے سے کہا "کمانڈر! اس عورت کا خیال دل سے نکالو۔ میں نے تم سے پہلے اسے دیکھا ہے اور تم سے پہلے اسے پسند کیا ہے۔"

"تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ پہلے میں نے پسند کا اظہار کیا ہے۔"

"پہلے میں نے اس لیے اظہار نہیں کیا کہ تم نے عورت سے دور رہنے کی نصیحت کی تھی۔ تم نے چالاکی دکھائی ہے۔ نصیحت کے لیے میری زبان بند کی اور خود بول پڑے، اپنا جھوٹ اور فریب اپنے پاس رکھو۔ اسے میں حاصل کروں گا۔"

"برادر! میں تمہاری طرح ہر عورت سے عشق نہیں کرتا ہوں۔ بہت عرصے کے بعد مجھے یہ پسند آئی ہے۔ اسے میرے لیے رہنے دو۔ تمہیں بہت مل جائیں گی۔"

"مجھے بہت نہیں چاہئیں۔ یہی ایک چاہیے۔ تم اسے بری نیت سے دیکھو گے تو میں رواج کے مطابق تمہیں قتل کردوں گا۔"

کمانڈر کا سایہ تیزی سے آگے بڑھ کر اس حسینہ کے اندر سما گیا۔ منگی برادر نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا، وہ بھی اس حسینہ کے اندر آکر بولا "کمانڈر! اس حسینہ کے اندر سے نکل جاؤ۔"

"ہرگز نہیں۔ میں یہاں رہوں گا۔ تم جب بھی اس حسینہ کو حاصل کرنے کے لیے ٹھوس جسم میں نمودار ہوگے، میں تمہیں گولی ماردوں گا۔"

وہ حسینہ اسکارف خریدنے کے بعد ایک بس میں بیٹھ کر اپنے گھر کی طرف جارہی تھی۔ جب وہ گھر پہنچنے کے بعد اپنے مکان میں تنہا ہوگی تو کیا ہوگا؟

وہاں صرف منگی برادر کے پاس ہی نہیں، کمانڈر کے پاس بھی ایک پستول تھا۔ گولیاں دونوں طرف سے چلنے والی تھیں اور درمیان میں حسینہ تھی۔ یعنی وہ صرف دو نہیں، تیسری بھی گولی کی زد میں آسکتی تھی۔

پتا نہیں کس کی شامت آئی تھی۔ ایک کی شامت؟ یا دو کی۔؟ یا پھر تینوں کی۔

○☆○

منگی ماسٹر کو ایسے تہ خانے میں چھپا کر رکھا گیا تھا، جہاں کوئی تلاش کرنے والا پہنچ نہیں سکتا تھا۔ کوئی زمین پر رہ کر چھپنا چاہے تو اسے ڈھونڈنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہوتا لیکن زمین کی تہ میں چھپے ہوئے شخص کو تلاش کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

ناپدید بنانے والی غیر معمولی گولیوں نے یہ مسئلہ آسان کردیا تھا۔ جمیلہ اور ہیرو ناپدید بن کر منگی ماسٹر کو تلاش کررہے تھے۔ پھر باربرا بھی آگئی تھی۔ وہ ایسے قید خانے اور عقوبت خانے میں گئے، جہاں سیاسی قیدیوں اور مسلمان مجاہدوں کو اذیتیں دی جاتی تھیں۔

ان دنوں اتفاق سے کوئی مسلمان قیدی نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو اسے وہاں سے نکال لاتے۔ ہیرو صبح سے شام تک اس قید خانے میں رہا۔ شام کے وقت ایک شخص ایک ٹرے میں کھانا لے کر آیا جبکہ اس کوٹھری میں کوئی قیدی نہیں تھا۔ وہ ٹرے کے ساتھ کوٹھری میں آیا۔ اس کے دروازے کو بند کرنے کے بعد ایک گوشے میں کھڑا ہوکر بولا "دروازہ کھولو۔"

اس کی گردن سے ایک چھوٹا سا مائیک لٹکا ہوا تھا۔ اس کے ذریعے کسی نے اس کی آواز سنی۔ تہ خانے کا چور دروازہ ایک میکانزم کے تحت کھل گیا۔ وہ ٹرے لے کر سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے جانے لگا۔ اس سے پہلے ہی ہیرو نے نیچے پہنچ کر دیکھا، منگی ماسٹر

زنجیروں سے بندھا ہوا تھا۔ وہاں کا فرش اور دیواریں گیلی تھیں۔ اسے پانی میں بیٹھنا اور سونا پڑتا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے ہاتھ کر زنجیروں کے سہارے گیلی دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور سر ایک طرف ڈھلکا ہوا تھا۔

ہیرو نے اس کے قریب جا کر کان میں کہا "ماسٹر! کیا تم ہوش میں ہو؟"

"آں۔" اس نے آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟"

"میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں۔ نادیدہ ہوں۔ تم زبان سے نہ بولو۔ وہ دیکھو وہ کھانا لے کر آرہا ہے۔ اسے شبہ ہو سکتا ہے' صرف سہلا کہاں یا نہ میں جواب دو۔"

وہ ٹرے میں کھانا لے کر آرہا تھا۔ ہیرو نے پوچھا "کیا تم اتنی توانائی محسوس کرتے ہو کہ نادیدہ بن کر یہاں سے جا سکو؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سہلایا۔ ہیرو اس کھانا لانے والے کے پیچھے آگیا۔ وہ فرش پر ٹرے رکھنے کے بعد جیسے ہی سیدھا کھڑا ہوا' ہیرو نے اس کی گردن دبوچ لی۔ گردن سے لٹکتے ہوئے مائیک کو کھینچ کر اسے آف کردیا۔ اس طرح نہ خانے کی آواز باہر نہیں جا سکتی تھی۔

ہیرو نمودار ہونے کے بعد یہ سب کچھ کر رہا تھا۔ منکی ماسٹر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا "یہ منکی مین ہماری قوم کا نہیں ہے۔ پھر یہ کون ہے؟"

ہیرو نے اس وقت تک اس کی گردن نہیں چھوڑی جب تک کہ اس کا دم نہیں نکلا۔ وہ بے دم ہو کر فرش پر گر پڑا۔ ہیرو نے ماسٹر کے پیچھے آکر اس کے سر سے برین گارڈ لگاتے ہوئے کہا "اب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں نہیں آئے گا۔ یہ نادیدہ بنانے والی گولی منہ میں رکھو اور سایہ بن کر میرے اندر سما جاؤ۔"

منکی ماسٹر گولی نگل کر سایہ بنتے ہی زنجیروں کی گرفت سے نکل آیا۔ وہ زنجیریں قیدی سے محروم ہو کر اِدھر اُدھر ہلنے لگیں۔ وہ ہیرو کے اندر سما گیا۔ وہ مائیک بند تھا۔ نہ خانے کی آواز باہر نہیں جا رہی تھی۔ ہیرو باہر آگیا۔ اس قید خانے سے بھی نکل آیا۔ پھر منکی ماسٹر کو اپنے ساتھ لے کر ایک خفیہ رہائش گاہ کی طرف جانے لگا۔

کھانا لے جانے والے کا رابطہ قید خانے کے انچارج سے رہا کرتا تھا۔ وہ کھانا دے کر فوراً واپس آتا تھا پھر مائیک کے ذریعے کہتا تھا کہ وہ نہ خانے سے باہر آگیا ہے۔ اس کے بعد انچارج اپنے کمرے سے ایک کل کھما کر چور دروازے کو بند کر دیتا تھا۔

اس روز کھانا لے جانے والے کی آواز واپسی پر سنائی نہیں دی۔ انچارج نے کئی بار اپنے مائیک کے ذریعے اسے مخاطب کیا پھر سپاہیوں کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا نہ خانے میں آیا تو پتا چلا' پنچھی اڑ گیا ہے۔

الپا کو اطلاع ملی تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ وہ طیش میں انچارج اور وہاں کے دوسرے ذمے دار افراد کو سزائیں دینے لگی۔ غصے سے گالیاں دے دے کر ان کے دماغوں میں زلزلے پیدا کرنے لگی۔

ایسا کرنے سے پنجرہ توڑ کر جانے والا پنچھی واپس نہیں آتا تھا۔ اس نے برین آدم کو اور فوج کے اعلیٰ افسران کو یہ بات سنائی۔ سب ہی سن کر سکتے میں رہ گئے۔ یہ خوف طاری ہوا کہ اب منکی فوج آئے گی تو ان کا رویہ دوستانہ نہیں ہوگا۔ وہ یہاں درندے بن کر رہیں گے اور پوری یہودی فوج ایک بھی من مانی کرنے سے نہیں روک سکے گی۔

سب سے بڑی سزا یہ ہوتی ہے کہ سزا نہ ملے لیکن سزا کا خوف طاری رہے۔ موت کل آئے گی یا آج آئے گی یا ابھی بھی لمحے میں آنے والی ہے' موت کا وقت پہلے سے بتا دیا جائے موت سے پہلے ہی آدمی مرتا رہتا ہے۔

یہی حال الپا کا تھا۔ یہودی اکابرین بھی منکی فوج کی یلغار میں ایسی موت دیکھ رہے تھے جو انہیں جان سے نہ مارتی' ان کی بھوک مارتی اور ان پر غالب آکر انہیں تباہ و برباد کر رہتی۔

وہ سمجھنے کی کوششیں کر رہے تھے کہ منکی ماسٹر کس طرح قید سے نکل گیا۔ اسے نہ خانے میں چھپا کر بڑے سخت پہرے میں رکھا گیا تھا۔ وہ اپنی مرضی سے فرار نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ تنویمی عمل کے زیر اثر تھا۔ یہ بات واضح طور سے سمجھ میں آئی کہ کوئی نہ خانے میں آکر اسے زنجیروں سے نجات دلا کر لے گیا ہے۔

ویسے اس نے جس طرح بھی رہائی حاصل کی ہو' یہ طے تھا اب ان پر مصائب اور مسائل کے پہاڑ ٹوٹنے والے ہیں۔ الپا کئی بار منکی ماسٹر کے دماغ میں پہنچنے کی کوششیں کیں اور ناکام رہی۔ اعلیٰ حکام اور فوجی افسران احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے سلسلے میں ایک دوسرے سے مشورے کرتے رہے۔ جب رات ہونے لگی تو چند گھنٹوں کے لیے سونا ضروری تھا۔ وہ کم از کم چار گھنٹے سونے کے لیے اپنے اپنے کمرے میں آئے۔ ایسے وقت جمیلہ اور ہیرو نے مختلف یہودی اکابرین سے فون پر رابطہ کیا۔ نے فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "سونے ہو؟"

اس نے چونک کر اپنے سر کو تھام لیا پھر پوچھا "کون کون ہو؟"

"ایک معمّا ہوں' مجھے حل کرنے سے پہلے نہیں سو سکو گے۔"

دوسری طرف باربرا' جمیلہ اور ہیرو نے بھی فون پر اعلیٰ اور دوسرے اکابرین سے یہی کہا کہ وہ معما ہیں۔ انہیں حل سے پہلے کوئی نہیں سو سکے گا۔

میں نے اعلیٰ افسر سے کہا "الپا کو اطلاع دو کہ تمہارے

میں کوئی آیا ہے؟"

الپا کو موبائل فون پر اطلاع دی گئی۔ اس نے اعلیٰ افسر کے اندر آکر پوچھا۔ "تم کون ہو؟ اپنا تعارف کراؤ۔"

میں نے کہا "میں تعارف نہیں کراسکوں گا کیونکہ ابھی تمہارے پاس اعلیٰ حکام اور دیگر اکابرین کے بھی فون آنے والے ہیں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس کے فون کا بزر بولنے لگا۔ ایک اعلیٰ حاکم اس سے کہہ رہا تھا کہ ایک نامعلوم عورت اسے فون پر سونے سے منع کر رہی ہے۔ الپا اس اعلیٰ حاکم کے پاس گئی۔ وہاں پہنچتے ہی الپا کو فون پر شہر کے میئر نے مخاطب کیا۔ اس نے پریشان ہو کر رائٹ بوائے اور اپنی ڈیسوزا کو ان کے دماغوں میں پہنچنے کے لیے کہا۔ وہ سب خیال خوانی کے ذریعے باری باری تمام اکابرین کے پاس جا کر دیکھنے لگے۔ جو حاکم یا اعلیٰ افسر سونا چاہتا تو اس کے سر کے نیچے سے تکیہ نکل جاتا تھا یا آنکھ بند کرتے ہی خواب گاہ کی کوئی چیز اس پر آگرتی تھی یا پھر وہ خود بیڈ سے نیچے گر پڑتا تھا۔

الپا نے فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں آکر مجھے مخاطب کیا۔ "تم کون ہو یہ تو بتا دو؟"

"ہم وہی ہیں' جنہوں نے منکی ماسٹر کو تمہاری قید سے رہائی دلائی ہے۔"

"تمہارے لہجے سے پتا چلتا ہے' تم منکی مخلوق میں سے نہیں ہو۔"

"ہم جو بھی ہیں' کیا تم بھی اکابرین کی طرح سونا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔ مگر تم نے ماسٹر کو رہائی کیوں دلائی ہے؟"

"ابھی تمہارا مسئلہ نیند ہے' نیند کی بات کرو۔"

"ہاں۔ ہم پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں' پلیز' ہمیں تھوڑی دیر سونے دو۔"

"اپنے تمام اکابرین سے کہو' وہ اسپتالوں میں جا کر سوئیں۔ وہاں انہیں کوئی پریشان نہیں کرے گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ تم ہمارے بڑوں کو اسپتالوں میں کیوں سونے پر مجبور کر رہے ہو؟"

"اس لیے کہ علی تیمور اسپتال میں ہے۔ جب تک اس کے زخم نہیں بھریں گے' جب تک وہ اسپتال میں رہے گا' تمہارے تمام یہودی اکابرین بھی دن رات اسپتالوں میں رہیں گے۔"

علی کا نام سنتے ہی فوج کے اعلیٰ افسر اور الپا کو جھٹکا سا لگا۔ یہ بالکل واضح ہو گیا کہ میں انتقامی کارروائی کر رہا ہوں۔ صرف ایک گولی میرے بیٹے کو لگی اور میں نے منکی ماسٹر کو رہائی دلا کر ہزاروں لیزر گنوں کا رخ مملکتِ اسرائیل کی طرف کردیا۔

ایک یقینی خطرہ تو یہ تھا کہ جن بندروں سے انہوں نے نجات حاصل کی تھی' وہ دوبارہ فاتح کی شان سے اسرائیل آنے والے تھے۔ کسی دن بھی آسکتے تھے۔

دوسری مصیبت یہ تھی کہ ہم ان کی نیند' ان کا سکون غارت کر رہے تھے اور انہیں اسپتالوں میں رہنے پر مجبور کر رہے تھے۔

الپا نے عاجزی سے مجھ سے کہا "سر! آپ یقین کریں' ہم نے علی صاحب پر گولی نہیں چلائی۔ یہ موساد والوں کی شرارت ہے۔"

"تو پھر موساد کے چار بڑے عہدے داروں کو ہمارے حوالے کرو۔ ہم تمہارے اکابرین کو پریشان نہیں کریں گے۔"

"سر! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ موساد یہودی تنظیم ہے لیکن اسرائیلی حکومت کی پابندیوں سے آزاد ہے۔ اس تنظیم کے سربراہ ہر معاملے میں اپنی حکمتِ عملی اختیار کرتے ہیں۔"

"بے شک موساد والے اپنے معاملات میں آزاد ہیں لیکن جو کرتے ہیں' وہ یہودی مفادات کے اور مملکتِ اسرائیل کی سلامتی کے لیے کرتے ہیں۔ ان سے کہو' یہودی اکابرین کے اسپتالوں میں رہنے سے پوری قوم کی توہین ہوگی لہٰذا علی پر گولی چلانے والوں کو اور موساد کے چار بڑے عہدے داروں کو ہمارے حوالے کردیں۔ فی الحال نیند ستا رہی ہوگی' انہیں اسپتال جانے کے لیے کہہ دو۔"

پھر میں نے خاموشی اختیار کرلی۔ الپا مجھے مخاطب کرتی رہی۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ اس نے تمام اکابرین کے پاس جا کر کہہ دیا کہ کسی مداخلت کے بغیر سکون سے سونا چاہتے ہیں تو اسپتال چلے جائیں۔ ان سب کو علی کی صحت یابی تک اسپتالوں میں رہنا ہوگا۔

سونا ضروری تھا۔ نیند پوری کرنے کے بعد تازہ دم ہو کر وہ اسپتالوں سے نکلنے کی ترکیب سوچ سکتے تھے۔

وہ چار گھنٹے تک آرام سے گہری نیند سوتے رہے۔ وہ نیند سے مجبور ہو کر آئے تھے۔ بیدار ہونے کے بعد خود کو اسپتال میں دیکھ کر بے عزتی کا احساس ہونے لگا۔ وہ امورِ مملکت نمٹانے کے لیے اپنے شاہانہ طرز کے دفاتر میں گئے لیکن جب انہوں نے دفتر سے اپنے محلوں کی طرف جانا چاہا تو وہ بار بار اپنی گاڑیوں کا رخ اسپتال کی طرف کرنے لگے۔ جب یہ اچھی طرح سمجھ میں آگیا کہ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے تو وہ مجبوراً پھر اسپتال آگئے۔

وہ تمام اکابرین مجھے غصہ دکھا کر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے اس لیے وہ موساد والوں سے لڑنے لگے اور یہ ضد کرنے لگے کہ علی پر حملہ کرنے والوں کو اور موساد کے چار بڑے عہدے داروں کو میرے حوالے کریں۔

وہ قاتل حملہ آوروں کو میرے حوالے کر سکتے تھے لیکن موساد کے ایک بھی بڑے عہدے دار کی قربانی دینے کو تیار نہیں تھے۔ وہ دعویٰ کر رہے تھے کہ موساد والے جلد ہی اسلام آباد میں اپنے قدم جمالیں گے اور علی کو صحیح سلامت اسپتال سے نکلنے نہیں دیں گے۔

علی جس اسپتال میں تھا' اس کے اندر اور باہر ہمارے بہترین گن مین موجود رہتے تھے۔ بیس نئے پرانے ٹیلی پیتھی جاننے والے پانچ پانچ کی ٹولی بنا کر وہاں خیال خوانی کے ذریعے موجود رہتے تھے

وہاں کے ڈاکٹروں' نرسوں اور عملے کے دوسرے اہم افراد کے دماغوں کو پڑھتے تھے۔

ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مستقل سائہ کے دماغ میں رہتا تھا۔ دشمن اس کے دماغ میں جگہ بنا کر علی تک رسائی حاصل کرسکتے تھے اس لیے سائہ کی سخت نگرانی کی جاتی تھی۔ اگرچہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کردیا گیا تھا اس کے باوجود ہم ایک لمحے کے لیے بھی اس سے غافل نہیں رہتے تھے۔ سرنگ بنانے والے مقفل دماغوں تک بھی کسی طرح راستہ بنا لیتے ہیں۔

میں وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہدایات دیتا رہتا تھا۔ دشمنوں نے ابتدا میں دہشت زدہ کرنے کے لیے اسپتال کے احاطے میں بم کے دھماکے کیے۔ ان میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ وہ فائرنگ کرتے ہوئے اسپتال میں گھس آتے۔ ہمارے گن مین انہیں اسپتال کے باہر ہی فائرنگ سے چھلنی کردیتے۔

موساد کے ایک بڑے عہدے دار نے مجھے فون پر مخاطب کیا۔ "مسٹر فرہاد! یہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمہاری موجودگی میں ہمارا کوئی شہ زور اسپتال میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ لیکن ہم باز نہیں آئیں گے۔ بڑے بڑے لوگوں سے بھول چوک ہوجایا کرتی ہے۔ تم بھی وہاں کوئی غلطی کرسکتے ہو اور ہوسکتا ہے وہ غلطی ہمیں علی کے کمرے تک پہنچادے۔"

"تو پھر میری کسی غلطی کا انتظار کرو۔ مجھے فون کیوں کیا ہے؟"

"یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ سمجھوتا کرلو۔ موساد کے خلاف بے شمار دستاویزی اور تصویری ثبوت علی نے چھپا رکھے ہیں۔ اگر وہ ہمیں مل جائیں تو ہم علی کے سر پر خطرہ بن کر نہیں منڈلائیں گے۔"

"خطرات ہماری خوراک ہیں۔ ہم ہر خطرے کو لقمے کی طرح چباتے ہیں۔ گدھ کی طرح منڈلاتے رہو۔"

"ہمارا خیال ہے' اس اسپتال کے لیے دو راکٹ کافی ہوں گے۔"

میں نے کہا "دو بہت ہیں۔ صحیح ٹارگٹ پر چلاؤ گے تو ایک ہی راکٹ سے پورا اسپتال کھنڈر بن جائے گا۔"

"کیا تم مذاق سمجھ رہے ہو؟"

"یہ مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ مجھ سے پوچھ کر حملہ کرنا چاہتے ہو۔ کیا کرکٹ کھیل رہے ہو؟ میں بلے کا اشارہ کروں گا تو باؤلنگ کروگے۔ گدھے کے بچے! کس نے تجھے موساد کا عہدے دار بنایا ہے' کتے! سؤر کی اولاد۔۔۔"

میں کسی کو گالیاں نہیں دیتا۔ اس وقت میں جان بوجھ کر اسے گالیاں دے کر اشتعال دلانے لگا۔ وہ ایک دم سے بھڑک کر جواب میں گالیاں بکنے لگا۔ میں بھی کسی سے گالیاں نہیں سنتا۔ لیکن اس پر نفسیاتی حملہ کرنے کے لیے گالیاں برداشت کیں۔ پھر اسے ایسی ایسی گندی اور شرمناک باتیں سنانے لگا کہ وہ بالکل آپے سے باہر ہوگیا۔ جب ذہن غصے سے تپ رہا ہو تو آدمی اپنی توانائی اور تحفظ کی باتیں بھول جاتا ہے۔

وہ غصے میں تلملاتے ہوئے سانس روکنا بھول گیا۔ اس کے دماغ نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن گالیوں کے تسلسل میں ادھر دھیان نہ دے سکا پھر ایسے ہی وقت میں نے اس کے دماغ میں ایک زبردست زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے حلق سے ایک فلک شگاف چیخ نکلی۔ وہ جہاں بیٹھا تھا' وہاں سے اچھل کر فرش پر گر پڑا۔

میں نے اس کے اندر رہ کر دیکھا' دو افراد اس کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ فرش پر جھک کر اس سے پوچھنے لگے "کیا ہوا؟ تم کیوں چیخ رہے ہو؟ کیا تکلیف ہے تمہیں؟ چلو اٹھو۔ ادھر صوفے پر لیٹ جاؤ۔"

وہ دونوں بول رہے تھے۔ میرے شکار کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ دونوں یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ میں نے ان کے اندر بھی جگہ بنالی۔ وہ دونوں اسے سہارا دے کر فرش سے اٹھا رہے تھے اور صوفے کی طرف لے جارہے تھے۔

اس کے خیالات بتانے لگے کہ اس کا نام 'ایڈی رابسن' ہے۔ وہ اس وقت لندن میں تھا اور موساد تنظیم کا فرسٹ آفیسر تھا۔ اسرائیلی حکام اس سے شکایت کرچکے تھے کہ موساد والوں نے علی تیمور پر گولی چلا کر سعودی اکابرین کے لیے مشکلات پیدا کردی ہیں۔ وہ سب اسپتالوں میں رہنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ منگی ماسٹر رہا ہوچکا ہے۔ جو منگی فوج اسرائیل سے جاچکی تھی' وہ واپس آنے والی ہے۔ علی پر صرف ایک گولی چلانے کے نتیجے میں پورے اسرائیل کو اور سعودی قوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے والا ہے۔

فرسٹ آفیسر ایڈی رابسن نے الپا اور اسرائیلی حکام سے وعدہ کیا تھا کہ وہ علی کے لیے اتنا زبردست خطرہ بن جائیں گے کہ اس کا باپ فرہاد اس کی جان بچانے کے لیے اسلام آباد میں مصروف رہا کرے گا۔ اسے اسرائیل کی طرف آنے کی فرصت ہی نہیں ملے گی۔

ایڈی رابسن یورپی ممالک کی موساد تنظیم کا فرسٹ آفیسر تھا۔ اس کی رہائش لندن میں تھی۔ وہ اہم معاملات میں ایشیا کی موساد ایجنسیوں کی راہنمائی کرتا تھا۔ موجودہ معاملات بھی اتنے اہم تھے کہ اس نے لندن سے براہِ راست اسلام آباد کے اسپتال میں فون کیا تھا۔ اس کی توقع کے مطابق اس سے بات کی تھی اور اب مجھ سے بات کرنا اسے مہنگا پڑ رہا تھا۔

میں نے اسے صوفے پر ہی گہری نیند سلا کر اس پر تنویمی عمل کیا۔ اس سے ایشیا کی تمام موساد ایجنسیوں کے بارے میں تفصیلات حاصل کیں۔ میں نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد یہ سمجھ نہیں پائے گا کہ وہ میرا معمول بن چکا ہے لیکن حقیقتاً میرا معمول اور تابعدار بن کر رہے گا اور موساد کے اعلیٰ افسران کو بتائے گا کہ اس کے دل میں شدید تکلیف پیدا ہوئی تھی جس کے باعث وہ چیخیں مارنے اور تڑپنے کے بعد بے ہوش ہوگیا تھا۔ اس کے ایسا بیان دینے سے کسی کو یہ شبہ نہیں ہوگا کہ میں نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔

پھر یہ کہ موساد کے دوسرے افسران کو یہ نہیں معلوم تھا کہ اس وقت وہ مجھ سے فون پر باتیں کررہا تھا۔ چونکہ وہ فرسٹ آفیسر تھا' اس لیے اپنے طور پر مجھ سے رابطہ کرنے اور مجھے علی کے سلسلے میں دھمکیاں دینے اور مجھے اندیشوں میں مبتلا کرنے کی حکمتِ عملی اختیار کررہا تھا پھر ایسا کرتے ہوئے بری طرح پھنس گیا تھا۔

پاکستان میں موساد کا باقاعدہ دفتر نہیں تھا۔ ان کا صدر دفتر بھارتی شہر دہلی میں تھا۔ طاہرہ اور افضال احمد بیس برس پرانے ایجنٹ تھے۔ وہ اتنی رازداری سے کام کرتے رہے تھے کہ وہاں موساد کے کسی بڑے ایجنٹ کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ چند سعودی ماتحت طاہرہ اور افضال کی مدد کے لیے اسلام آباد میں رہتے تھے جن میں سے ایک جان شیفرڈ تھا' جس کی کوٹھی کے ایک کمرے میں طاہرہ خفیہ دستاویزات چھپا کر رکھتی تھی۔

ان تمام دستاویزات کی چوری نے موساد کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ یہ راز کھلنے والا تھا کہ طاہرہ اور افضال احمد موساد کے نمبر دو ایجنٹ ہیں اور ان کا رابطہ موساد کی بھارتی شاخ سے رہتا ہے۔

موساد والے نہیں چاہتے تھے کہ طاہرہ اور افضال احمد بے نقاب ہوجائیں۔ ان دنوں بھارت سے دو ایجنٹ آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سوچا' تمام راز علی تیمور کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ اس نے وہ راز کہاں چھپائے ہیں' ایسے میں علی کو قتل کردیا جائے تو وہ راز کسی خفیہ جگہ دفن رہے گا۔ نہ کوئی وہاں تک پہنچ سکے گا اور نہ کبھی طاہرہ اور افضال موساد کے ایجنٹ تسلیم کیے جائیں گے۔

حملہ ناکام ہوا تھا۔ علی زندہ تھا اور زیرِ علاج تھا۔ فرسٹ آفیسر ایڈی رابسن کو ان دو ایجنٹوں کے بارے میں معلوم تھا' جو دہلی سے اسلام آباد آئے تھے۔ ان دونوں کا قیام پہلے جان شیفرڈ کی کوٹھی میں تھا۔ جب علی زندہ بچ گیا تو وہ اس کوٹھی سے دوسری جگہ منتقل ہوگئے کیونکہ علی کو جان شیفرڈ کی رہائش گاہ کا علم تھا۔

وہ دونوں کہیں چھپے ہوئے تھے۔ ان کا سراغ لگانا ضروری تھا۔ جب فرسٹ آفیسر ایڈی رابسن تنویمی نیند سے بیدار ہوا تو میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے آنکھ کھولتے ہی خود کو اسپتال کے بیڈ پر پایا۔ ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا "آپ تو ایسی گہری نیند میں تھے' جیسے بے ہوش ہوگئے ہوں۔ اب کیسا محسوس کررہے ہیں؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ خود کو بیمار نہیں محسوس کررہا ہوں۔"

اس کے ساتھی افسر نے پوچھا "ایڈی! تمہیں کیا ہوا تھا' تمہارے ماتحت کہہ رہے تھے کہ تم چیخیں مار کر تڑپ رہے تھے۔ تمہیں کیا تکلیف تھی؟"

"دل میں اچانک درد پیدا ہوا تھا۔ درد اتنا شدید تھا کہ میں اپنی چیخیں نہ روک سکا اور جب ختم گیا تو اتنا سکون ملا کہ میں گہری نیند سوگیا۔"

میں نے تنویمی عمل کے دوران جو ہدایات دی تھیں' وہ انہی ہدایات کے مطابق بول رہا تھا۔ میں نے پھر اس کے خیالات پڑھے۔ وہ تمام موساد والوں سے فون پر رابطہ کرتا تھا۔ میں نے ان دو ایجنٹوں کے فون نمبر معلوم کیے جو بھارت سے آئے تھے اور موساد سے ان کا تعلق تھا۔ ان دونوں کے پاس ایک موبائل تھا۔ میں نے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہیلو۔"

توقع کے خلاف کوئی عورت بول رہی تھی۔ میں نے فون بند کردیا۔ اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں تھی۔ ایک شخص نے اس سے پوچھا "کس کا فون ہے؟"

وہ فون بند کرتے ہوئے بولی "پتا نہیں کون تھا۔ میری آواز سن کر فون بند کردیا۔"

دوسرے شخص نے کہا "ہمیں فون بند رکھنا چاہیے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری آواز سن سکتا ہے۔"

"ہم یہاں چھپے ہوئے ہیں۔ فون بند کریں گے تو ہمارا زونل آفیسر ہم سے رابطہ نہیں کرسکے گا۔"

جس عورت نے فون اٹینڈ کیا تھا اس کا نام مارتھا تھا۔ اس کے ساتھ جو دو افراد تھے انہی دونوں کی مجھے تلاش تھی۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ ایک نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "ہمیں زونل آفیسر سے پوچھنا چاہیے کہ ہم اپنا موبائل استعمال کریں یا نہیں؟"

میں چاہتا تھا کہ زونل آفیسر کی بھی آواز سن لوں۔ ایک نے رابطہ کرکے زونل افسر سے کہا "یہ اندیشہ رہتا ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فون کے ذریعے ہماری آواز سن سکتے ہیں۔ ابھی کسی نے فون کیا تھا۔ پتا نہیں کون تھا۔ مارتھا کی آواز سن کر فون بند کردیا۔"

"کوئی غلط کال ہوگی۔ تمہارا فون نمبر صرف میں جانتا ہوں۔ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہ نمبر معلوم نہیں ہوسکے گا۔"

"کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ تک پہنچ سکتا ہے۔"

"کیسے پہنچے گا۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ میں یہاں زونل آفیسر بن کر آیا ہوں۔"

میں نے اس آفیسر کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ جرمنی کے سفارت خانے میں سیکریٹری کا عہدہ سنبھالنے آیا تھا۔ اس کا نام راجر تھامپسن تھا۔ وہ سفارت خانے کے ذریعے اس طرح آیا تھا کہ اس پر کوئی شبہ نہیں کرسکتا تھا۔

میں نے بابا صاحب کے ادارے کے ایک نوجوان جاسوس صفدر کو ان دو ایجنٹوں کی طرف روانہ کیا۔ ان میں سے ایک

ڈرائنگ روم میں بیٹھا وہسکی پی رہا تھا۔ دوسرا ایجنٹ مارتھا کے ساتھ بیڈ روم میں تھا۔ میں نے پینے والے کے منہ سے بوتل لگادی۔ وہ غٹاغٹ گھونٹ بھرتا اور پیتا چلا گیا۔

وہ آدھی بوتل پینے کے بعد گھبرانے لگا۔ سر چکرانے لگا۔ وہ کبھی اس طرح نہیں پیتا تھا۔ اس نے بوتل کو منہ سے الگ کرکے سوچا' اب نہیں پیئے گا۔ ایک گھونٹ بھی نہیں پیئے گا۔

میں نے کہا "کیسے نہیں پیئے گا۔ چل اٹھا بوتل۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "کون ہے؟ یہ۔ یہ تو میرے دماغ میں بول رہا ہے۔"

"ہاں۔ میں ہوں علی تیمور۔ ان گولیاں چلانے والوں میں سے ایک تم ہو۔"

"ہاں۔ ہاں مگر میری گولی تمہیں نہیں لگی تھی۔ آئندہ میں کبھی تم پر گولی نہیں چلاؤں گا۔"

"گولی تب چلاؤ گے' جب زندہ رہو گے۔"

وہ پینا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے جبراً اس کے منہ سے بوتل لگادی۔ مناسب مقدار میں شراب جتنا سرور دیتی ہے' اس کی زیادتی اتنا ہی عذاب بھی دیتی ہے۔ دماغ کو الٹا کر زندگی کی بساط الٹ کر رکھ دیتی ہے۔ بوتل خالی ہوتے ہوتے اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ وہ صوفے پر سے جھکتا ہوا سر کے بل فرش پر آکر الٹ گیا۔ اس میں اتنی سکت نہیں رہی کہ اٹھنے کی کوشش کر سکتا۔ وہ وہیں پڑا رہ گیا۔

صفدر نے بیڈ روم کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے دوسرے شخص کی آواز آئی "کیوں آئے ہو' میں نے تاس جیتا ہے' آج مارتھا میرے ساتھ رہے گی۔"

صفدر نے کہا "موت نے تمہاری زندگی سے تاس جیت لیا ہے' باہر آؤ۔"

وہ دونوں بیڈ روم کے اندر ذرا دیر چپ رہے پھر اس شخص نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں ہوں علی تیمور!"

"بکواس مت کرو' وہ اسپتال میں ہے۔"

"دروازہ کھولو۔ تمہیں اسپتال بھی نصیب نہیں ہوگا۔"

میں انہیں دروازہ کھولنے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن وہ لباس پہن رہے تھے۔ اس نے لباس پہننے کے بعد مارتھا سے کہا "پتا نہیں دروازے پر کون ہے؟"

"وہ خود کو علی تیمور کہہ رہا ہے۔ ہمارا ساتھی جوزف ڈرائنگ روم میں تھا' اس کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔"

اس شخص نے آواز دی "جوزف' تم کہاں ہو؟"

مارتھا نے کہا "ہمارا موبائل فون یہاں کمرے میں ہوتا تو ہم زوعل آفیسر سے رابطہ کرتے۔ تمہارے پاس ریوالور تو ہے نا؟"

اس نے تکیے کے نیچے سے ریوالور نکالا پھر مارتھا کو نشانے پر رکھ کر بولا "پہلے تم مروگی۔"

وہ بولی "یہ کیا مذاق ہے؟"

"مذاق نہیں ہے۔ وہ جو دروازے کے باہر ہے' وہ اندر آ رہا ہے۔ اس کمرے کے اندر بھی اور میری کھوپڑی کے اندر بھی۔"

"لیکن وہ آنے والا مجھے نہیں مارے گا کیونکہ تم لوگوں کے معاملات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تو پھر دروازہ کھولو۔ وہ آنے والا تمہیں ہلاک کرکے چھوڑے گا۔ میں یہاں اس کا نشانہ لے رہا ہوں۔"

مارتھا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ کھلے ہوئے دروازے پر صفدر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ریوالور سے صفدر کا نشانہ لے کر "مارتھا! سامنے سے ہٹ جاؤ۔ میں دشمن کو گولی مار رہا ہوں۔"

مارتھا ایک طرف ہٹ گئی۔ صفدر ریوالور کی طرف بڑھنے وہ گولی چلانے کے لیے ٹریگر پر انگلی رکھنا چاہتا تھا لیکن انگلی نہیں جا رہی تھی۔ صفدر نے قریب آکر اس کے ہاتھوں سے لے لیا۔ پھر اس سے کہا "تم نے علی پر گولی چلائی تھی' اب تم چلے گی۔"

اس نے مارتھا کے پاس آکر اسے ریوالور دیا پھر کہا "اس چھ گولیاں ہیں۔ اسے آخری گولی سے مرنا چاہیے۔ پہلے پانچ گولیاں اس طرح مارو کہ یہ زخمی ہوتا اور تڑپتا رہے۔"

مارتھا نے ریوالور لے کر اس کا نشانہ لیا پھر گولی چلائی۔ ایک بازو میں لگی' وہ چیخ کر بولا "کیا کرتی ہو؟ ریوالور سے اٹھاؤ۔ دشمن کو گولی مارو۔"

اس نے دوسری گولی دوسرے بازو میں ماری۔ وہ تڑپ دونوں بازوؤں کو تھام کر کمرے سے باہر بھاگنے لگا۔ میں مارتھ دماغ میں تھا۔ اس بار اس نے اس کی ایک ٹانگ میں گولی ماری بھاگنے کے دوران چیخ مار کر فرش پر گرا۔ تین گولیاں کھانے تکلیف میں شدت پیدا ہو گئی تھی۔ اب وہ اٹھ نہیں سکتا تھا بھی جاتا تو ایک پیر سے بھاگ نہیں سکتا تھا۔

مارتھا نے قریب آکر اس کے دوسرے پیر کا نشانہ لے گڑگڑانے لگا۔ "نہیں۔ مجھے معاف کردو۔ فوراً مارو۔ میں ایک گولی کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے فوراً مارڈالو۔"

"تمہاری ایک گولی سے علی کو بھی تکلیف پہنچی تھی۔ ایک گولی ماری' اب چھ وصول کروگے۔ چار نے کام دکھا اب دو رہ گئی ہیں۔"

مارتھا نے پانچویں گولی مارنی چاہی لیکن وہ جسمانی طور ہی کمزور تھا۔ زخموں کی تاب نہ لاکر ایک دم سے ٹھنڈا پڑ نے مارتھا کو گولی چلانے سے روک دیا۔ اسے دوسرے ایج پاس لے گیا۔ شراب کی زیادتی اسے مار چکی تھی۔

صفدر نے مارتھا سے کہا "یہ دونوں اپنے انجام کو پ ہیں۔ تم زندہ رہو گی کیونکہ ہمارے معاملات سے تمہارا

نہیں ہے۔"

وہ مارتھا کو ریوالور سمیت وہاں چھوڑ کر کوٹھی سے باہر آیا۔ قریب ہی وہ کوٹھی تھی' جہاں موساد کا زوعل آفیسر رہتا تھا۔ صفدر نے گیٹ پر پہنچ کر سیکیورٹی افسر سے کہا "سیکریٹری صاحب سے میری ملاقات طے ہے۔ ان سے کہو فرہاد ملنے آیا ہے۔"

سیکیورٹی افسر نے وائی ٹاکی کے ذریعے اطلاع دی۔ زوعل آفیسر ڈنر سے پہلے ایک جام پی رہا تھا۔ جب اس نے سنا کہ فرہاد ملنے آیا ہے تو اس نے گھبرا کر پوچھا۔ "کون فرہاد؟"

سیکیورٹی افسر نے میری مرضی کے مطابق کہا "وہی جس کے خوف سے آپ نے اپنی اصلیت چھپائی ہوئی ہے۔"

"کیا کیو اس کر رہے ہو؟"

"بہت اچھا جناب! میں فرہاد صاحب کو اندر بھیج رہا ہوں۔"

وہ چیخ کر بولا "نہیں ہرگز نہیں۔ اسے اندر نہ آنے دو۔ باہر گولی مار دو۔"

سیکیورٹی افسر نے ادھر سے اُدھر دیکھ کر کہا "جناب! وہ نظر نہیں آرہا ہے۔ شاید چھپ کر اندر گیا ہے۔"

"تمام گارڈز کو لے کر اندر آؤ۔ میرے چاروں طرف رہو' جو بھی اجنبی نظر آئے' اسے فوراً گولی مار دو۔"

صفدر وہاں سے جا چکا تھا۔ سیکیورٹی افسر تمام مسلح گارڈز کو بلا کر کوٹھی کے اندر آگیا۔ وہ سب کوٹھی کے مختلف حصوں میں جاکر مجھے تلاش کرنے لگے۔ پھر سب ڈرائنگ روم میں آگئے۔ زوعل آفیسر نے کہا "مجھے چاروں طرف سے گھیر لو۔ وہ یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔"

وہ سب اپنے اپنے ہاتھوں میں گن لیے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ میں نے سیکیورٹی افسر کی زبان سے کہا "علی کے چاروں طرف بھی ایسا ہی پہرا ہے۔ جب تم جیسوں کو کچرے کی طرح صاف کردوں گا تو پھر اسپتال سے پہرا ہٹادوں گا۔"

وہ گھبرا کر بولا "تم میرے سیکیورٹی گارڈ ہو کر ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"ہمارے ہتھیار ہماری گولیاں تمہاری حفاظت کے لیے ہیں مگر ہمارا دماغ فرہاد کا تابعدار ہے۔ اب بتاؤ' دماغ کے بغیر ہم گولیاں چلائیں گے تو کیا وہ تمہاری طرف نہیں آئیں گی؟"

وہ خوف زدہ ہو کر اپنے اطراف تمام گارڈز کو دیکھنے لگا۔ سیکیورٹی آفیسر نے کہا "تمہارے دو ایجنٹ جو بھارت سے آئے تھے اور جنہوں نے علی پر گولی چلائی تھی' انہیں جنم میں پہنچا دیا گیا ہے۔ جہاں انہوں نے پناہ لی تھی' وہاں ان کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں' تمہاری لاش بھی یہاں پڑی رہے گی۔"

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سیکیورٹی افسر نے کہا۔ "کھڑے ہونے سے بھی موت آتی ہے۔ تمہارے پاس ریوالور ہے۔ اسے نکالو اور خودکشی کرو۔ ہم تمہارے قاتل بن کر پھانسی پر نہیں چڑھیں گے۔"

پھر اس نے تمام گارڈز سے کہا "باہر چلو۔ ہماری ڈیوٹی باہر رہتی ہے۔ اندر کوئی خودکشی کرے تو ہمیں ذمے دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔"

وہ سب باہر جانے لگے۔ زوعل آفیسر کو اطمینان ہوا۔ "گولی مارنے والے جا رہے ہیں۔ اب میں ایسا احمق نہیں ہوں کہ... خودکشی کروں گا۔ مجھے زندگی سے محبت ہے۔ میں زندہ رہوں گا اور وہاں مجھے دہلی فون کرنا چاہیے۔ یہ بتانا ضروری ہے کہ موساد کے دونوں ایجنٹ مارے گئے ہیں۔ جان شیفرڈ جیسے پرانے ایجنٹ یہاں سے جا چکے ہیں قذافی لوگوں کو یہاں بھیجا جائے۔"

وہ ٹیلی فون کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر دیکھنے لگا۔ وہ بھرا ہوا تھا۔ اس نے سوچا "مجھے ریسیور اٹھا کر دہلی فون کرنا تھا۔ پھر میں نے یہ ریوالور کیوں نکال لیا؟"

اس نے ریوالور کو ٹیلی فون کے پاس رکھ کر ریسیور اٹھایا۔ اسے دہلی میں موساد والوں سے رابطہ کرنا تھا۔ لیکن اس نے اس سفیر کو فون کیا' جس کا سیکریٹری بن کر یہاں آیا تھا۔ رابطہ ہونے پر اس نے کہا "سر! مجھے افسوس ہے۔ میں سیکریٹری کی حیثیت سے آپ کی خدمت نہ کر سکا۔ میں جا رہا ہوں۔"

سفیر نے پوچھا "اچانک کہاں جا رہے ہو؟"

"بہت اوپر جا رہا ہوں اور بہت اوپر جانے کے لیے خودکشی کرنا بہت ضروری ہے۔"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

"میں نے یہ فون اس لیے کیا ہے کہ آپ میری خودکشی کے گواہ رہیں۔ یہ بیان دے سکیں کہ میں نے جان دینے سے پہلے اطلاع دی تھی اور اطلاع دیتے ہی خود کو گولی ماری تھی۔ آپ نے فون پر گولی چلنے کی آواز سنی تھی' کیا آپ نے سنی تھی؟"

"نہیں' میں نے نہیں سنی۔"

"تو اب سن لیں۔"

سفیر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پھر ایک دم سے فائر کی آواز سن کر چونک گیا۔ گولی چلنے کی آواز فون کے ذریعے کان تک پہنچی تھی۔ پھر گھبرا سنا چاہ گیا تھا۔

میں وہاں سے واپس آگیا۔ اب اسلام آباد میں موساد کا کوئی ایسا قابلِ توجہ شخص نہیں رہا تھا' جو میرے بیٹے کو نقصان پہنچانے کا حوصلہ کرتا۔ میں نے یورپ میں موساد کے ہیڈ کوارٹر سے لے کر دہلی کی موساد ایجنسی تک تمام اہم عہدے داروں تک پہنچ کر اطمینان کر لیا۔ فی الحال کوئی میرے علی کے خلاف مکروہ عزائم نہیں رکھتا تھا۔

یوں تو شیطانی سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ کسی نہ کسی صورت سے شیطانی عمل جاری رہتا ہے۔ وہ موساد والے بھی نئے منصوبے

کے ساتھ آسکتے تھے۔ لیکن وہ جب تک آتے' اس وقت تک علی کا زخم مندمل ہونے لگتا۔ وہ خود ہی ان سے نمٹنے کے قابل ہو جاتا۔

میں اپنے بیٹے کے پاس آیا۔ وہ اسپتال کے آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "ہیلو پاپا کی جان' کیسے ہو؟"

وہ بولا "پاپا! آپ کی اور ممی کی موجودگی میں بھلا مجھے کیا ہوگا۔ مجھے یقین ہے' آپ نے تمام کانٹے صاف کردیے ہوں گے اور ادھر ممی مجھ پر روحانی عمل کرتی رہتی ہیں' اس عمل کے نتیجے میں مجھے اپنے جسم میں کسی زخم کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حیران ہیں کہ اتنا گہرا زخم اتنی تیزی سے کیسے بھر رہا ہے۔"

"پھر تو بیٹے! تمہارے باپ سے زیادہ تمہاری ماں کمال دکھا رہی ہے۔"

آمنہ بھی علی کے اندر موجود تھی۔ اس نے مجھ سے کہا "آپ دوا کر رہے ہیں' میں دعا کر رہی ہوں لیکن مریض کے لیے سب سے ضروری چیز تیمارداری ہے۔ ہماری ہونے والی بہو نے تیمارداری کی حد کردی ہے۔ دن رات علی کے بستر سے لگی رہتی تھی۔ نہ سوتی تھی نہ اچھی طرح کھاتی تھی۔ میں نے مجبور ہو کر اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کھلایا پلایا ہے اور آرام سے اسی کمرے کے دوسرے بیڈ پر اسے سلا دیا ہے۔ وہ سو رہی ہے۔"

علی نے کہا "پاپا! آپ سائرہ کے ماں باپ سے بھی نمٹ لیں۔ سائرہ کے دو بھائی لندن سے یہاں آنے والے تھے۔ میں چاہتا تھا' انہیں اسلامی تعلیمات دی جائیں۔ آپ ان کے لیے کچھ کریں۔"

آمنہ نے کہا "سائرہ کی طرح اس کے دونوں بھائی بھی مسلمان ہیں۔ انہوں نے اب تک یہودیوں کے ماحول میں تعلیم حاصل کی ہے۔ میں انہیں اسلامی تعلیمات سے آشنا کروں گی۔ تمہارے پاپا ان بچوں کے والدین سے نمٹ لیں گے۔"

سائرہ کے وہ دونوں بھائی لندن سے آگئے تھے لیکن ان کے ماں باپ یعنی طاہرہ اور افضال احمد انہیں پھر لندن واپس لے جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے پہلے ایک بار فرار ہونے کا منصوبہ بنایا تھا' جسے علی نے ناکام بنا دیا تھا۔ اس بار دونوں بیٹے ان کے ساتھ تھے۔ ان میں سے ایک پندرہ برس کا تھا اور دوسرا بارہ برس کا۔ دونوں معصوم تھے۔ والدین انہیں جدھر جھکاتے تھے' وہ جھک جاتے تھے اور طاہرہ اب تک انہیں یہودیت کی طرف جھکاتی آرہی تھی۔

اس وقت وہ سفر کی تیاری کر رہے تھے۔ ڈھائی گھنٹے بعد ایک فلائٹ سے لندن جانے والے تھے۔ بڑا بیٹا کمال احمد تھا' اسے کامی کہتے تھے اور چھوٹے بیٹے جمال احمد کو جمی کے مختصر نام سے پکارتے تھے۔ کامی نے کہا "جب لندن واپس جانا تھا تو ہمیں یہاں کیوں بلایا تھا؟"

طاہرہ نے کہا "ہم نے بہت مجبور ہو کر بلایا تھا۔ ایک دشمن تم دونوں بھائیوں کو مسلمان بنانا چاہتا ہے۔ وہ ابھی اسپتال میں ہے۔ ہمارے لیے اچھا موقع ہے' ہم یہاں سے لندن چلے جائیں گے تو وہ ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

جمی نے کہا "ممی! آپ ہمیں سسٹر سے کیوں نہیں ملا رہی ہیں؟ کیا وہ ہمارے ساتھ لندن نہیں جائیں گی؟"

"نہیں' وہ مسلمان جو اسپتال میں ہے' اس نے تمہاری سسٹر کو ٹریپ کیا ہے۔ وہ مسلمان ہوگئی ہے۔ اس کے ساتھ اسپتال میں رہتی ہے۔ تم دونوں اس سے ملنے جاؤ گے تو وہ تمہیں بھی پھانس لیں گے۔"

"پپا! ہماری سسٹر بہت اچھی ہیں۔ آپ کو پتا ہے' ہم انہیں کتنا چاہتے ہیں۔ آپ کم سے کم فون پر ان سے گفتگو تو کرا سکتے ہیں۔"

"بیٹے! یہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے بہت سے دشمن ہیں۔ وہ ٹیلیفون پر تمہاری آواز سن کر تمہارے دماغوں میں پہنچ جائیں گے۔ یہ معلوم کرلیں گے کہ ہم پاکستان سے فوراً فرار ہو رہے ہیں۔"

طاہرہ نے کہا "لندن پہنچ کر وہاں سے فون پر سسٹر سے بات کر لینا۔ اب خواہ مخواہ ضد نہ کرو' چلو تیار ہو جاؤ۔ لباس تبدیل کرو۔"

کامی اور جمی اپنے بیڈ روم میں آکر لباس تبدیل کرنے لگے۔ جمی نے کہا "کامی! کیا ہم اپنی پیاری سسٹر سے نہیں مل سکیں گے؟"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ ہم ان کے ساتھ چھٹیاں انجوائے کرنے آئے تھے۔ ہمیں ان سے ضرور ملنا چاہیے۔ اگر ہم ممی اور پپا کو نہ بتائیں اور چپ چاپ ان سے ملنے جائیں تو یہ ایڈونچر کیسا رہے گا؟"

"فنٹاسٹک! بڑا مزہ آئے گا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہماری سسٹر کس اسپتال میں ہیں؟"

"معلوم نہیں ہے مگر ہم معلوم کرلیں گے۔ پہلے یہاں سے نکل چلو۔"

وہ دونوں تیار ہو کر کوٹھی کے پچھلے دروازے سے باہر آگئے۔ تیزی سے چلتے ہوئے اس کوٹھی سے دور جانے لگے۔ وہ اپنی بہن سائرہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس سے ملنا چاہتے تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کس اسپتال میں ہے۔

میں نے ان دونوں کے اندر بہن سے ملنے کا شدید جذبہ اور حوصلہ پیدا کیا۔ انہیں نہ اسپتال کا پتا معلوم تھا اور نہ وہ اسلام آباد کی گلیاں اور راستے جانتے تھے لیکن حوصلہ کر کے نکل گئے تھے میں انہیں سیدھا اسی اسپتال میں پہنچا سکتا تھا لیکن ان کے والدین کو ان کے پیچھے دوڑانا چاہتا تھا۔

دونوں بھائی ایک پی سی او میں آئے۔ کامی نے فون کے ذریعے افضال احمد کو مخاطب کیا "ہیلو پپا!"

باپ نے حیران ہو کر پوچھا "تم دونوں کہاں ہو؟ ہم یہاں گھر میں تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ فوراً واپس آؤ۔"

"نو پپا! آپ ہمیں اسپتال کا پتا بتائیں' ہم سسٹر سے ضرور

ملیں گے۔"

"کیا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ اس شہر کے راستے نہیں پہچانتے ہو۔ بھٹک جاؤ گے۔ واپس آجاؤ۔"

"واپس کیسے آئیں۔ ہم تو بھٹک گئے ہیں۔"

"کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنی کوٹھی کا ایڈریس بتاؤ۔ ڈرائیور پہنچا دے گا۔"

"ہم ٹیکسی ڈرائیور کو اسپتال کا ایڈریس بتائیں گے۔ پہلے اپنی سسٹر کے پاس جائیں گے' پلیز ہمیں اسپتال کا پتا بتائیں۔"

طاہرہ نے ریسیور لے کر کہا "یہ کیا حماقت کر رہے ہو۔ ہمیں ایک گھنٹا پہلے ائرپورٹ پہنچنا چاہیے۔ اب ڈیڑھ گھنٹا باقی ہے' فوراً واپس آؤ۔"

"ہم آدھے گھنٹے میں سسٹر سے مل کر آسکتے ہیں۔"

جب افضال احمد فون پر کامی سے بات کر رہا تھا' طاہرہ نے میرے زیر اثر رہ کر اپنی گھڑی آدھا گھنٹا پیچھے کرلی تھی اور اب طاہرہ فون پر بولنے لگی تو میں نے افضال احمد کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔ اس نے بھی گھڑی تیس منٹ پیچھے کرلی ورنہ فلائٹ میں... اب صرف ایک گھنٹا رہ گیا تھا۔ انہیں ائرپورٹ پہنچ جانا چاہیے تھا۔

طاہرہ نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر افضال سے کہا۔ "میں انہیں اپنی کالونی کے اسپتال کا پتا بتا رہی ہوں۔ جیسے ہی وہ وہاں پہنچیں گے' ہم انہیں پکڑ کر ائرپورٹ لے جائیں گے۔"

اس نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا کر انہیں ایک قریبی اسپتال کا پتا بتایا پھر ریسیور رکھ کر بولی "چلو' جلدی سامان گاڑی میں رکھو' ان بچوں نے پریشان کردیا ہے۔"

وہ دونوں بڑبڑاتے ہوئے' سامان سفر اٹھا کر کار میں رکھتے رہے۔ ابھی انہیں اسپتال جانا تھا۔ پھر وہاں سے کامی اور جمی کو تلاش کر کے ائرپورٹ پہنچنا تھا۔ انہوں نے تمام سامان کار میں رکھا۔ کوٹھی کو لاک کیا پھر وہاں سے چل پڑے۔

وہ اسپتال زیادہ دور نہیں تھا لیکن کوئی جنازہ گزر رہا تھا اس لیے وہ راستہ بند تھا۔ گاڑی کو روکنا پڑا۔ افضال احمد نے جھنجلا کر اسٹیرنگ پر ہاتھ مار کر کہا "تم نے اس اسپتال کا پتا کیوں بتایا؟ پتا نہیں یہ جنازہ کتنی دیر میں گزرے گا۔"

"تم مسلمان ہو' تمہیں معلوم ہونا چاہیے' جنازے کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اب جھنجلانے سے کیا حاصل ہوگا۔ راستہ بدل کر چلو۔"

دوسری گاڑیاں راستہ بدلنے کے لیے مڑ رہی تھیں۔ وہ بھی اپنی کار موڑ کر ایک لمبے راستے سے گزر کر اس اسپتال میں پہنچے۔ ان کی گھڑیوں کے مطابق اتنا وقت گزر چکا تھا کہ اب فلائٹ کی پرواز میں صرف چالیس منٹ رہ گئے تھے۔

انہوں نے اسپتال کے اندر اور باہر دیکھا۔ دونوں بیٹے نظر نہیں آئے۔ طاہرہ نے غصے سے کہا "میں تو آج ہی یہاں سے جاؤں گی' تم بچوں کو لے کر کل کسی فلائٹ سے آؤ۔"

وہ ائرپورٹ کی طرف جانے لگے۔ افضال احمد نے کہا "تمہیں بچوں کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے' کل ہم سب ایک ساتھ چلیں گے۔"

"کل تک علی اسپتال سے اٹھ کر آسکتا ہے۔ میں کوئی رسک نہیں لوں گی۔ یہاں موساد کے بڑے بڑے ایجنٹ مارے جا چکے ہیں۔ علی کے ماں باپ ضرور یہاں ہیں۔ وہ موساد والوں کو چن چن کر قتل کر رہے ہیں۔ ہمیں بھی وہ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میں ابھی جاؤں گی۔"

وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بولا "فلائٹ کی پرواز میں صرف دس منٹ رہ گئے ہیں اور ائرپورٹ تک پہنچتے پہنچتے دس منٹ لگیں گے۔"

"گاڑی کی رفتار بڑھاؤ' کبھی کبھی فلائٹ لیٹ ہو جاتی ہے۔ اوگاڈ! آج بھی لیٹ ہو جائے۔ میں کسی طرح یہاں سے چلی جاؤں۔ لندن پہنچ کر اپنی عبادت گاہ میں پانچ سو پاؤنڈ چندہ دوں گی۔"

وہ دعائیں مانگتی جا رہی تھی۔ ائرپورٹ پہنچتے ہی دو پورٹر ٹرالی لے کر آئے۔ اس نے کار کا دروازہ کھول کر پورٹر سے پوچھا "لندن کی فلائٹ میں کتنا وقت رہ گیا ہے؟"

پورٹر نے کہا "وہ تو آدھا گھنٹا پہلے جا چکی ہے۔"

وہ اپنی گھڑی دیکھ کر بولی "پرواز کا وقت تو اب سوا ہے' جہاز وقت سے پہلے کیسے جا سکتا ہے۔"

"میڈم! آپ کی گھڑی آدھا گھنٹا پیچھے ہے۔ فلائٹ صحیح وقت پر جا چکی ہے۔"

افضال احمد نے ایک شخص سے وقت پوچھا تو تصدیق ہوئی کہ ان دونوں کی گھڑیاں غلط وقت دکھا رہی ہیں۔ طاہرہ کو پھر بھی یقین نہیں آیا۔ اس نے وزیٹرز لاؤنج میں آکر دیکھا۔ روانگی کے بورڈ پر سے لندن جانے والی فلائٹ کا نام اور نمبر ختم کردیا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ فلائٹ جا چکی ہے۔

طاہرہ کا سر چکرانے لگا۔ افضال احمد نے اسے سہارا دے کر کہا "کار میں چل کر بیٹھو۔"

وہ دونوں کار میں آگئے۔ افضال نے کہا "کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کل ہم صبح سے ائرپورٹ آجائیں گے۔ اب ہمیں یہ کوشش کرنا چاہیے کہ کامی اور جمی اسپتال جا کر سائرہ سے نہ ملیں ورنہ سائرہ ان کے ساتھ ہم سے ملنے آئے گی تو علی کو ہمارا پتا معلوم ہو جائے گا۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا سائرہ اپنی کوٹھی کا پتا نہیں جانتی ہے؟"

"ہم کل تک اپنی کوٹھی میں نہیں رہیں گے۔ مدر نورما کے کالج میں آج کا دن اور رات گزار کر کل صبح چلے جائیں گے۔ کسی دشمن کو پتا نہیں چلے گا کہ ہم لندن جا چکے ہیں یا کہیں چھپے ہوئے

ہیں۔"

وہ دونوں کار سے نکل کر کاؤنٹر پر آئے اور دوسرے دن کی فلائٹ میں اپنی سیٹیں بک کرانے لگے۔

میں نے کامی اور جمی کو اسپتال پہنچادیا۔ وہاں مسلح گارڈز سے کہہ دیا کہ انہیں اسپتال کے اندر علی اور سائرہ کے پاس جانے دیا جائے۔ سائرہ سو رہی تھی۔ میری خیال خوانی کے ذریعے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے فوراً بستر سے اٹھ کر علی کے پاس تیزی سے آکر کہا "مائی گاڈ! پتا نہیں کیسے میری آنکھ لگ گئی؟ تم نے وقت پر دوا لی ہے؟"

علی نے محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ دوا بھی کھاچکا ہوں۔ تم میرے لیے اتنی پریشان رہو گی تو میں تمہارے لیے پریشان ہوتا رہوں گا۔"

وہ بولی "میں بیمار تو نہیں ہوں کہ میرے لیے پریشان ہوگے۔"

"دن رات میری تیمارداری کروگی تو بیمار ہو جاؤ گی۔ پھر مجھے اٹھ کر تمہاری تیمارداری کرنی ہوگی۔"

"ایسا نہ کہو۔ میرا دل چاہتا ہے' میں ہمیشہ تمہاری تیمارداری کرتی رہوں۔"

وہ ہنس کر بولا "یعنی تم چاہتی ہو' میں ہمیشہ اسپتال میں پڑا رہوں۔"

"کیا اس کا یہی مطلب ہوتا ہے؟ میں اصل میں یہ کہنا چاہتی ہوں' تم بیمار نہ رہو پھر بھی میں تمہاری تیمارداری کرتی رہوں۔"

"اسے تیمارداری نہیں' خدمت گزاری کہتے ہیں۔ یعنی میں تندرست رہوں' چلتا پھرتا رہوں اور تم ضرورت کے وقت میری خدمت کرتی رہو۔"

وہ انکار میں سرہلا کر بولی "اس طرح مزہ نہیں آئے گا۔ میں جب بھی خدمت کرنا چاہوں' تم بستر پر لیٹ جایا کرو۔"

"میری جان! بستر پر لیٹ کر محبت ہوتی ہے' اسے خدمت نہیں کہتے۔"

سائرہ کو آوازیں سنائی دیں "سسٹر! سسٹر!"

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ دروازے پر کامی اور جمی کھڑے ہوئے تھے۔ وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ دوڑ کر ان سے لپٹ گئی' انہیں چومنے کے بعد کہنے لگی "کب آئے؟ مجھے فون کیوں نہیں کیا؟ کیا آج ہی لندن سے آئے ہو؟"

کامی نے کہا "سسٹر! آج تیسرا دن ہے۔"

جمی نے کہا "جب سے آئے ہیں' ممی پپا سے ضد کرتے رہے کہ آپ سے ملادیں مگر وہ ہمیں زبردستی لندن واپس لے جارہے ہیں۔"

"سسٹر! آپ ہم سے ملنے کیوں نہیں آئیں؟"

"جمی! میں نہیں آسکتی تھی' یہ بیمار ہیں۔ یہ... ارے میں تو تعارف کرانا بھول گئی۔ آؤ' اندر آؤ..."

وہ دونوں اس کے ساتھ بیڈ کے پاس آئے' وہ بولی۔ "یہ مسٹر علی تیمور ہیں اور علی! یہ ہے کمال احمد عرف کامی اور یہ ہے جمال احمد عرف جمی۔"

علی نے مسکرا کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ دونوں نے اس سے ہاتھ ملایا۔ جمی نے پوچھا "کیا تم وہی ہو' جو ہم جیسے بچوں کو مسلمان بنادیتا ہے۔"

علی نے مسکرا کر کہا "تم دونوں بھائی اور تمہاری یہ بہن پیدائشی مسلمان ہو۔ انسان کو کبھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے اور تمہارے والدین تمہیں یہودی کہہ کر سفید جھوٹ بول رہے ہیں۔ یقین نہ ہو تو اپنی سسٹر سے پوچھ لو۔"

سائرہ نے دونوں کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا "کامی! جمی! یہ درست کہہ رہے ہیں۔ دنیا کا ہر بچہ اپنے باپ کے حوالے سے مذہبی اور سماجی شناخت رکھتا ہے۔ ہمارے پپا مسلمان تھے اور مسلمان ہیں۔ وہ ہماری ممی کے لیے صرف یہودی مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔ میں تمہیں اطمینان سے سمجھاؤں گی۔ تم دونوں مجھ پر بھروسا کرتے ہو نا؟ کیا میں کبھی تم سے جھوٹ بولتی ہوں' یا کبھی غصہ دکھاتی ہوں؟"

"نہیں' ممی غصہ کرتی ہیں۔ آپ تو بہت اچھی ہیں اسی لیے تو ہم ان سے چھپ کر آپ سے ملنے آئے ہیں۔"

"کیا واقعی! ممی اور پپا سے چھپ کر آئے ہو؟ وہ تو بہت پریشان ہوں گے۔"

علی نے کہا "سائرہ! میری ممی ابھی میرے دماغ میں ہیں۔ یہ کہہ رہی ہیں کہ جس طرح پہلے ایک بار تمہاری ممی تمہیں دھوکے سے چھوڑ کر جارہی تھیں اسی طرح آج بھی کامی اور جمی کو چھوڑ کر جانے والی تھیں لیکن پاپا نے ان سے فلائٹ مس کرادی۔"

سائرہ نے کہا "کامی! میں ممی کا موبائل نمبر ڈائل کررہی ہوں۔ تم ان سے پوچھو' وہ تم دونوں کو یہاں کیوں چھوڑ کر جارہی تھیں۔"

وہ نمبر ڈائل کرنے لگی۔ آمنہ' طاہرہ کے پاس پہنچ گئی۔ طاہرہ نے اپنے موبائل پر بزر کی آواز سنی۔ پھر اسے آن کرکے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے کامی نے کہا "ممی! ہم بہت خوش ہیں۔ سسٹر ہمیں مل گئی ہیں۔ ہم ابھی سسٹر کے پاس ہیں۔"

طاہرہ یہ سن کر گھبرا گئی کہ بیٹی علی کے پاس ہے۔ علی اس فون کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جائے گا۔ اس نے فون کو بند کرنا چاہا مگر آمنہ نے اسے بند نہیں کرنے دیا۔ وہ فون پر بولی "سسٹر کے بچے! تم دونوں نے پریشان کردیا ہے۔ تم دونوں نافرمان ہو۔ تم اپنی ممی اور پپا کو دھوکا دے کر سسٹر سے ملنے گئے ہو۔"

"کیا اسی لیے آپ ہمیں دھوکا دے کر' ہمیں چھوڑ کر ابھی لندن جانے والی تھیں؟"

طاہرہ انکار کرنے والی تھی۔ آمنہ نے اسے سچ بولنے پر مجبور

ہیں۔"

کیا' وہ بولی "ہاں چھوڑ کر جارہی تھی۔ تمہارے جیسی نافرمان اولاد وہ دو کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہیے۔"

فلائٹ میں ا "آپ نے پہلے سسٹر کو چھوڑا۔ آج ہمیں چھوڑ رہی تھیں۔ ہمیں کس کے سہارے چھوڑ رہی تھیں؟"

سائرہ نے ریسیور کی طرف جھک کر کہا "ممی' جس مسلمان کو برا کہتی ہیں' اسی کے سہارے چھوڑ کر جارہی ہیں۔ میرے عزیز بھائیو! بہتر کون ہے' جو مصیبت میں چھوڑ کر جائے یا جو مصیبت میں کام آئے؟"

طاہرہ نے کہا "مجھے بہتر نہیں بننا ہے۔ ان دونوں کو اپنے ہی پاس رکھو۔ وہ اب میرے پاس آئیں گے تو تیرے یار کی ٹیلی پیتھی بھی ادھر چلی آئے گی۔"

وہ ہنس کر بولی "کیا آپ ابھی ٹیلی پیتھی سے محفوظ ہیں؟"

"پورے یقین کے ساتھ محفوظ ہیں۔ اس بار موساد والوں نے اچھی طرح تنویمی عمل کے ذریعے ہمارے دماغوں کو لاک کیا ہے۔"

"چلئے مان لیتی ہوں لیکن مجھے اور علی کو آپ کی کوٹھی کا پتا تو معلوم ہے۔"

"میں اور تمہارے پپا اتنے نادان نہیں ہیں کہ اسی کوٹھی میں رہیں۔ ہم ایسی جگہ ہیں' جہاں تم اس مسلمان کے ساتھ بھی نہیں پہنچ سکو گی۔"

"ہم آپ کے پیچھے نہیں آئیں گے لیکن آپ کو اور پپا کو ان تمام اعمال کا حساب دینا ہوگا جو پاکستان کے خلاف برسوں سے جاری رہے۔ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ یہاں سے فرار ہونا آسان ہے۔ یہاں سے کوئی ایسا طیارہ پرواز نہیں کرے گا' جس کے مسافر آپ اور پپا ہوں گے۔"

"تم بیٹی ہو یا دشمن؟"

"بیٹی ہوں۔ اسی لیے آپ دونوں زندہ ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ علی میری وجہ سے کب تک آپ دونوں کو ڈھیل دیتے رہیں گے۔"

کامی نے پوچھا "ممی! کیا آپ اور پپا سچ مچ چھپ گئے ہیں؟ ہمیں اپنے پاس کبھی نہیں بلائیں گے؟"

"تم سب کے ساتھ ایک بلا ہے' ایک مصیبت ہے۔ ہم اسے اپنے قریب نہیں آنے دیں گے۔ ہماری سلامتی اسی میں ہے کہ اپنے تینوں بچوں سے دور رہیں۔"

طاہرہ نے فون بند کردیا۔ کامی نے پکارا "ممی! ممی! ہیلو ممی۔"

سائرہ نے اس سے ریسیور لے کر رکھتے ہوئے کہا "ہم سے ملنا تو دور کی بات ہے' وہ بات بھی نہیں کریں گی۔"

جمی نے روتے ہوئے کہا "ممی نے کامی سے بات کی' مجھ سے نہیں کی۔"

کامی کی بھی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ سائرہ نے جھک کر دونوں کو گلے سے لگاتے ہوئے کہا "رونا نہیں چاہیے۔ ابھی ہمیں بہت

سے اپنوں اور بیگانوں سے دکھ ملیں گے۔ سب کو حوصلے سے برداشت کرنا ہے۔ میں ہوں نا' تمہارے ساتھ۔"

علی نے سوچ کے ذریعے آمنہ سے ... کہا "ممی! یہ معصوم بچے اپنے ماں باپ کی اسلام دشمنی کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔ انہیں ان سے قدرتی لگاؤ ہے۔ اگر ہم ان سے انتقام لیں گے اور ان کے ملک دشمنی کی سزا دیں گے تو ان بچوں کو صدمہ پہنچے گا۔"

"بیٹے! ہر مجرم کو سزا ملتی ہے۔ یہاں نہ ملے تو عاقبت میں ملتی ہے۔ ہماری تمہاری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ان کے ماں باپ زندہ رہیں مگر ایک دن بھی سکون سے نہ گزار سکیں۔ زندگی' موت سے بدتر ہوگی۔ وہ خوف زدہ رہ کر ادھر سے ادھر بھاگتے پھریں گے۔ جگہ جگہ چھپتے رہیں گے لیکن ان کی ہر جگہ عارضی ہوا کرے گی۔"

علی نے آنکھیں بند کرلیں۔ سائرہ اپنے بھائیوں کو تسلی دینے اور پیار کرنے میں مصروف تھی۔

○☆○

منکی فوج بھارت سے جاچکی تھی۔ دیوی حیران تھی کہ کیرن کس طرح ذہانت اور حکمتِ عملی سے صرف دو گھنٹے کے اندر بندروں کو اس کے دیس سے نکال دیا ہے۔

اس نے غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ ان بندروں کو بھگانے کے لیے بہت زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں تھی۔ صرف معلومات کی ضرورت تھی۔ اس نے کبیر کے دماغ میں آکر کہا "تم نے منکی فوج کو یہاں سے جانے پر مجبور کردیا۔ وہ سب چلے گئے۔ لیکن اس سے نہ تمہاری کوئی محنت ہے اور نہ ہی ذہانت۔"

"یعنی میں نے کوئی کمال ہی نہیں کیا؟"

"کمال کیسا؟ اگر یہ معلومات مجھے حاصل ہوتیں کہ منکی الپا کی قید میں ہے اور منکی فوج دربدر ہوگئی ہے تو ایسی جذباتی اشتعال انگیز خبر منکی برادر کو سنا کے اسے منکی ماسٹر کی رہائی پر اور اپنی منکی قوم کو ایک جگہ سمیٹ کر رکھنے کا احساس دلاتی طرح یہاں سے چلا جاتا۔"

"ذہانت یہ ہوتی ہے کہ دشمن کی ہر کمزوری کی خبر رکھی تم منکی ماسٹر کے حالات سے بے خبر رہیں' یہ تمہاری بہت بڑی تھی۔ اگر میں اپنی معلومات سے فائدہ نہ اٹھاتا تو تم ابھی بندروں کے خلاف الٹی سیدھی کارروائیاں کرتی رہتیں اور دیس کے لوگوں کو ان بندروں کا اور زیادہ عقیدت مند بناتی تم میری کامیابی کی اہمیت کم کررہی ہو۔ ارادے کیا ہیں؟ کیا سے پھرنا چاہتی ہو؟"

"ابھی وعدے کی نہیں' جو کام تم نے دکھایا ہے' اس کو۔ یہ جو تم نے کامیابی حاصل کی ہے' یہ تو عارضی ہے برادر یہاں سے جاکر اپنے بھائی منکی ماسٹر کو قید سے رہائی اور اپنی قوم کو کسی ملک میں یکجا کرلے گا تو پھر پلٹ کر یہا گا۔ وہ ایسے دیس کو کیوں چھوڑے گا' جہاں اس کی پوجا کی جارہی ہے؟"

"درست کہتی ہو۔ وہ کسی دن ضرور واپس آئے گا۔"

"تو پھر یہ کوئی کامیابی تو نہیں ہوئی۔"

"ہاں کامیابی یہ ہوگی کہ وہ واپس کبھی نہ آئے۔ میں کچا کام نہیں کرتا۔ میرے پاس ایک ایسا منصوبہ تیار ہے' جس پر عمل کرنے سے بندروں کی واپسی کا کوئی راستہ نہیں رہے گا۔"

"وہ منصوبہ کیا ہے؟"

"میں بتاؤں گا تو کہو گی' ایسی پلاننگ تو تم بھی کرسکتی ہو۔"

"پلاننگ بتاؤ' میں کوئی دعویٰ نہیں کروں گی۔"

"ابھی ایک دعویٰ کرچکی ہو کہ تمہیں معلومات حاصل ہوتیں تو تم بھی منکی فوج کو یہاں سے بھگا دیتیں۔"

"میں قسم کھاتی ہوں' ایسا کوئی دعویٰ نہیں کروں گی۔"

"قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ آج رات میرے پاس آؤ گی تو میں تمام پلاننگ تمہیں سمجھا دوں گا۔"

"تم بڑے چالباز ہو۔ مجھے اپنے پاس بلانے کے لیے ایک شوشہ چھوڑ رہے ہو۔ تمہارے دماغ میں آئندہ کے لیے کوئی پلاننگ نہیں ہے۔"

"میں تمہیں بلانے کے لیے کوئی نئی بات کیوں کروں گا؟ تمہیں تو وعدے کے مطابق آج رات آنا ہی ہے۔ میں وعدے کے مطابق منکی فوج کو یہاں سے رخصت کرچکا ہوں۔"

"ہاں مگران کی رخصتی عارضی ہے۔"

"ہم وعدہ پورا کروگی تو ان کی رخصتی دائمی ہوجائے گی۔"

وہ ذرا چپ رہی پھر بولی "دیکھو کبیر! اب تو ہم ایک ہی دھرم کے ہیں۔ اب تم کبیر احمد نہیں' کبیر داس ہو۔ اپنی دھرم والی پر بھروسا کرو اور ہیشہ کے لیے ان کی واپسی کا راستہ روک دو۔"

"تم آج رات آؤ گی تو ہم دونوں مل کر ان کا راستہ روک دیں گے۔ اگر نہیں آؤ گی تو میرے پاس ایسا مقناطیس بھی ہے' جس کی کشش سے کل صبح ہی منکی برادر یہاں چلا آئے گا۔ آزما کر دیکھ لو' میرا مقناطیس کیسا کام کرے گا۔"

"مجھے آنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مجھے ایک جیون ساتھی کی ضرورت ہے۔ میری نظروں میں تم سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ اور تم سے زیادہ خطرناک بھی کوئی نہیں ہے۔ ابھی تم اپنی چالبازیوں سے اس طرح جکڑ رہے ہو کہ مجھے مجبور ہو کر آج رات تمہارے پاس آنا ہی ہوگا۔"

"تو پھر آرہی ہو؟"

"آؤں گی' ضرور آؤں گی۔"

"میں تمہیں وارننگ دے چکا ہوں۔ کسی ڈی شی تارا کو نہ بھیجنا ورنہ وہ فراڈ تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔"

"میں تمہیں جیون ساتھی بنارہی ہوں۔ کسی کو اپنی سوکن بنانے کے لیے اسے تمہارے پاس نہیں بھیجوں گی اور نہ آئندہ تمہارے قریب کسی عورت کو برداشت کروں گی۔ تم اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے معلوم کرسکو گے کہ میں ہی اصلی دیوی شی تارا ہوں۔"

"تم یقین دلا رہی ہو۔ نہ بھی دلاؤ تو میں اصلی اور نقلی کو پہچان لوں گا۔ اگر تم چاہتی ہو کہ میں تم سے ملاقات کے لیے اپنی ڈی نہ بھیجوں اور خود تم سے ملاقات کروں... تو پھر اس بھگوان کی قسم کھاؤ' جس کی تم پوجا کرتی ہو۔"

"میں بھگوان شو شنکر کی پجارن ہوں۔ اپنے ہر ہر مہادیو کی قسم کھا کر کہتی ہوں' میں خود آؤں گی' میں زندگی میں پہلی بار اتنی بڑی قسم کھا رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ اس وقت شام کے چھ بجے ہیں۔ اندھیرا ہونے والا ہے۔ تم دو گھنٹے بعد ٹھیک آٹھ بجے ہوٹل تاج محل کے سوئٹ نمبر سات میں آجاؤ۔ دروازے پر دستک نہ دینا۔ دروازہ لاک نہیں ہوگا۔ تم اندر جاکر اسے لاک کرسکتی ہو۔"

"کیا وہ سوئٹ خالی ہوگا؟ تم وہاں نہیں ہوگے؟"

"جب مجھے یقین ہوجائے گا کہ تم آچکی ہو تو پھر میں بھی اسی سوئٹ میں آجاؤں گا۔ تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔"

"پھر بھی یہ مناسب نہیں ہے۔ میں آج تک کسی کی تنہائی میں نہیں گئی۔ پہلی بار تمہارے پاس آنے والی ہوں۔ تمہیں میرے استقبال کے لیے وہاں پہلے سے موجود رہنا چاہیے۔ میں دیوی کہلاتی ہوں۔ میری اہمیت کا اندازہ کرو۔"

"تم اپنے حسن و شباب کا سرمایہ مجھے دوگی تو اہمیت میری ہوگی۔ ہمارے دھرم اور شاستر میں بھی یہی ہے۔ پتی' پتنی سے بلوان ہوتا ہے۔ بھگوان ہوتا ہے' بھگوان کے سامنے اپنی اہمیت نہ جتاؤ۔"

"تم کیا چیز ہو؟ اپنی ہی بات منواتے ہو۔ میں ہاری' تم جیتے۔ ٹھیک آٹھ بجے اس سوئٹ میں پہنچ جاؤں گی' اب جارہی ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اتفاق سے اس کا قیام بھی اسی ہوٹل تاج محل میں تھا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے دو بڑے سائز کے کاغذ کھلے ہوئے تھے۔ ایک کاغذ پر اس کی اپنی جنم کنڈلی لکھی ہوئی تھی۔ دوسرے کاغذ پر وہ کبیر کے نام کے اعداد نکال کر اور جوتش ودیا کے دوسرے طریقوں پر عمل کرکے اس کی تاریخ پیدائش معلوم کررہی تھی۔ جب تاریخ نکل آتی تو اس کی بھی جنم کنڈلی تیار ہوجاتی۔

وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ اس نے سوچا' جب اسی ہوٹل میں کبیر کا ریزرو کیا ہوا سوئٹ ہے تو جاکر دیکھنا چاہیے کہ وہ ابھی خالی ہے یا نہیں؟ اس کا دروازہ مقفل ہے یا نہیں؟

وہ جس بھگوان کی پجارن تھی' اس کی قسم کھا چکی تھی اور ضرور آٹھ بجے کبیر کے پاس جانے والی تھی لیکن جانے سے پہلے

اپنی اور اس کی جنم کنڈلیاں ملا رہی تھی۔ اب معلوم ہوا کہ ملاقات کی جگہ اسی ہوٹل میں ہے تو وہ گولی نکل کر نادیدہ بن گئی۔ اپنے کمرے سے نکل کر کاریڈور میں آئی۔ پھر لفٹ کے ذریعے اس منزل پر پہنچی، جہاں سوئٹ نمبر سات تھا۔

اس نے سوئٹ کے پاس آکر دروازے سے کان لگا کر سنا۔ اندر سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے ٹی وی آن ہو، اندر کوئی موجود ہو گا تب ٹی وی آن تھا۔

اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ کاریڈور میں کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے فوراً ہی ٹھوس جسم میں آکر دروازے کے ہینڈل کو پکڑ کر گھمایا پھر دروازہ کھلتے ہی وہ نادیدہ بن کر اندر آگئی۔ صوفے پر ایک خوبرو نوجوان بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

اس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ کھولنے والا نظر نہیں آیا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اسی طرف دیکھتا رہا۔ پھر ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے ٹی وی کو آف کرتے ہوئے بولا "کون ہے، یہاں کون ہے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ خطرہ محسوس کرتے ہی گولی نکل کر نادیدہ بن گیا۔ دیوی ٹی وی کے قریب آکر نمودار ہو گئی، پھر بولی "کبیر! میں نے تمہیں آواز اور لہجے سے پہچان لیا ہے، سامنے آجاؤ۔"

وہ اپنے صوفے کے پاس نمودار ہو گیا، اسے دیکھ کر بولا۔ "تمہارے حسن کی تعریف کروں یا اس انداز کی تعریف کروں، جس انداز میں تم اچانک آئی ہو۔"

"میں نے بہت بڑی قسم کھائی تھی کہ خود آؤں گی۔ میں بہت محتاط رہ کر آنا چاہتی تھی۔ اس کمرے سے ہماری نئی زندگی کی ابتدا ہونے والی ہے۔ اس لیے میں آٹھ بجے سے پہلے ہی یہ کمرا دیکھنے چلی آئی۔"

وہ دیوار گھڑی کی طرف دیکھ کر بولا "سات بجنے والے ہیں۔ تم ایک گھنٹا پہلے آئی ہو۔ یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

"میں چاہتی ہوں، ہم دونوں کی خوش قسمتی رات گیارہ بجے سے ہو۔"

"کیا یہ انتظار کرانے، ترسانے اور تڑپانے کی ادا ہے؟"

"انتظار کیسا؟ میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ چلو ڈائننگ ہال میں چلیں۔ وہاں رات کا کھانا کھائیں گے۔ میں چاہتی ہوں، اس طرح ہم ایک دوسرے سے مانوس ہو جائیں۔"

"بڑی مناسب بات کہہ رہی ہو۔"

"میں ڈنر کے بعد نو بجے تم سے جدا ہو جاؤں گی۔ پھر دو گھنٹے کے بعد ٹھیک گیارہ بجے اس کمرے میں چلی آؤں گی۔"

"تم دو گھنٹے کے لیے کیوں جدا ہونا چاہتی ہو؟"

"کیا میرے دل میں دلہن بننے کے ارمان نہیں ہیں؟ میں پوری طرح دلہن بن کر آؤں گی اور تم بھی بازار جاؤ گے اور نیا جوڑا خرید کر پہنو گے۔"

"تم جو کہو گی، وہ منظور ہے۔ آؤ ڈائننگ ہال میں چلیں۔"

"ذرا ایک منٹ۔ مجھے دیکھتے رہو۔"

وہ اس کے سامنے بائیں سے دائیں جانے لگی۔ اس کی چال میں بڑی دلکشی تھی۔ چاندی جیسے بدن اور گلاب جیسی رنگت پر گہرے رنگ کا لباس غضب ڈھا رہا تھا۔ ساڑی اتنے سلیقے سے پہنی ہوئی تھی کہ جسم کا خاموش جغرافیہ از خود بول رہا تھا۔

پھر وہ دائیں سے بائیں جاتے ہوئے بولی "تم نے دو دن پہلے کہا تھا کہ برسوں سے میرے حسن و شباب کے متعلق سنا جا رہا ہے۔ کسی نے مجھے دیکھا نہیں ہے لیکن اتنے عرصے میں اندازہ لگایا جا رہا ہے کہ میری عمر ڈھل چکی ہے اور میرا حسن مرجھا گیا ہو گا۔ تم نے مثال دی تھی، ایک نئی کار خرید کر اسے گیراج میں بند کر دیا جائے اور اسے برسوں استعمال نہ کیا جائے تو وہ کار زنگ آلود ہو جائے گی۔"

وہ ایک ادائے ناز سے اس کی طرف گھوم کر بولی "کیا مجھے زنگ لگ گیا ہے؟"

"بائی گاڈ! سر سے پیر تک تمہارا بدن شفاف ہے۔"

"کیا میرا حسن مرجھا گیا ہے؟"

"ایسا تر و تازہ ہے جیسے گلاب کی پتی پر شبنم کا قطرہ اپنی آب و تاب دکھا رہا ہو۔"

"کیا میری عمر ڈھل گئی ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ تمہیں دیکھ کر ایسا لگتا ہے، ابھی ابھی بہار نے پہلی انگڑائی لی ہے۔ تم دوسری انگڑائی نہ لینا۔ میں پتھر کا ہو جاؤں گا۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

وہ دونوں نیچے ڈائننگ ہال میں آگئے۔ ایک چھوٹی سی میز کے اطراف بیٹھ کر سافٹ ڈرنک کا آرڈر دیا۔ وہ بولا "تم نے درست کہا تھا کہ یوں وقت گزاریں گے تو ایک دوسرے سے مانوس ہو جائیں گے۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ ہماری اجنبیت ختم ہو رہی ہے۔ خیال خوانی کے دوران جو دوری رہا کرتی تھی، وہ اچانک ایسی قربت میں بدل گئی ہے، جس میں ہوس نہیں ہے، ایک میٹھا رومانس ہے۔"

"ہم دونوں غلطی پر تھے۔ ایک دوسرے سے شرائط منوا رہے تھے۔ تمہارے اندر ہوس تھی اور میرے اندر چالبازی تھی۔ اب میں تمہاری آنکھوں میں ہوس نہیں، محبت دیکھ رہی ہوں اور اپنے اندر چالبازی نہیں، تمہارے لیے وفاداری محسوس کر رہی ہوں اور وفا کیوں نہیں کروں گی، تم میری پہلی اور آخری محبت ہو۔"

انہوں نے کھانے کا آرڈر دیا۔ جب کھانا آگیا اور وہ کھانے لگے تو ایسے وقت اعلیٰ بی بی نظر آئی۔ اس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کا بندر تھا۔ دیوی نے اسے دیکھا پھر مسکرا کر بولی "ادھر دیکھو، لڑکی ایک بندر کے ساتھ آئی ہے۔"

پارس نے پلٹ کر دیکھا پھر دل میں کہا "یہ چڑیل کیوں آئی ہے؟ کہیں یہ میرا کام نہ بگاڑ دے۔"

وہ فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا "میری ماں! میں نے تجھے سمجھایا تھا، رات کو بنگلے سے نہ نکلنا، یہاں کیوں آئی؟"

"بھائی جان! آپ کو کیا پریشانی ہے؟"

"تجھے دیکھ کر پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ تو ضرور کوئی گڑبڑ کرے گی۔"

"آپ کے رنگ میں بھنگ نہیں ڈالوں گی۔ بس وہی کروں گی، جس کی ہدایت تمہیزی دادا جان نے کی ہے۔"

پارس اس کے دماغ سے چلا آیا۔ اسے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ جناب تمہیزی کی ہدایات پر عمل کرنے آئی تھی۔ ضرور کوئی خاص معاملہ ہو گا۔ وہ اندازہ نہ کر سکا کہ معاملہ کیا ہو سکتا ہے؟ بس اتنا اطمینان تھا کہ وہ کہہ چکی تھی کہ اس کے رنگ میں بھنگ نہیں ڈالے گی۔

ہوٹل کا منیجر تیزی سے چلتا ہوا ایک ملازم کے ساتھ اعلیٰ بی بی کے پاس آیا پھر بولا "بے بی! تم کون ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ ڈائننگ ہال میں کسی بھی جانور کا داخلہ ممنوع ہے۔"

وہ غصے سے بولی "جانور؟ تم کسے جانور کہہ رہے ہو؟"

"میں اس بندر کو کہہ رہا ہوں۔"

"مائنڈ یور لینگویج۔ تم بجرنگ بلی ہنومان جی کو جانور کہہ رہے ہو؟"

ہنومان کی بات پر دیوی نے چونک کر بندر کو دیکھا۔ اسے یوں لگا جیسے منکی برادر وہاں آگیا ہو۔ اس نے پارس سے کہا "کبیر! کیا اس بندر کے پیچھے منکی برادر چھپا ہوا ہو گا؟"

"کیسی بات کرتی ہو۔ لوگ منکی برادر کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ یہاں اس بندر کے پیچھے چھپ کر کیوں آئے گا؟ وہ اس دیس سے جا چکا ہے۔"

"ہو سکتا ہے وہ اپنے پیچھے چند منکی مین چھوڑ گیا ہو اور حکم دیا ہو کہ وہ منکی برادر کی واپسی تک ہمارے دیس میں چھپے رہیں۔"

اعلیٰ بی بی کی زبان سے ہنومان کی بات سن کر دوسرے لوگ اپنی اپنی میزوں سے اٹھ کر قریب آرہے تھے۔ ان میں سے کئی نے اپنے دونوں ہاتھ بندر کے سامنے جوڑ دیے تھے۔ منیجر نے کہا "ہم نے اپنے شہر میں بجرنگ بلی کا چمتکار دیکھا ہے لیکن کیا ثبوت ہے کہ یہ بندر نہیں ہے بلکہ ہنومان جی ہیں؟"

اعلیٰ بی بی نے دونوں ہاتھ جوڑ کر بندر کے سامنے سر جھکا کر کہا "اے بجرنگ بلی! ان کے سامنے ثبوت پیش کرو، یہ مجھے جھوٹا سمجھ رہے ہیں۔"

بندر نے سر اٹھایا پھر آواز سنائی دی "میں بول سکتا ہوں مگر بولتا ہوا نظر نہیں آتا ہوں۔ میرا منہ اِدھر سے اُدھر ہوتا رہتا ہے۔ ایک دیوی کہلانے والی عورت نے مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ میں سری رام جی کا سیوک ہوں۔ وہ جلد ہی اس جادو کا توڑ کریں گے پھر میں ہنومان کے صحیح روپ میں آجاؤں گا۔"

پارس نے بولنے والے کی آواز پہچان لی۔ بابا صاحب کے ادارے سے عادل آیا تھا۔ وہ نادیدہ بن کر بندر کے قریب بول رہا تھا۔ دیوی نے اعلیٰ بی بی کو گھور کر دیکھا پھر اسے محسوس ہوا کہ وہ اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکی ہے۔

وہ اسے توجہ سے دیکھنے لگی۔ بندر کے قریب عادل کہہ رہا تھا۔ "اے میرے بھگتو! تم مایوس نہ ہونا۔ میں اپنی سینا (فوج) کے ساتھ کچھ روز تک نظر نہیں آؤں گا۔ میں بھگوان رام کے پاس جادو سے مکتی حاصل کرنے جا رہا ہوں۔ جلد ہی واپس آؤں گا۔"

یہ کہتے ہی عادل نے ایک ننھی سی گولی بندر کے منہ میں ڈالی۔ وہ دوسرے ہی لمحے میں نادیدہ ہو گیا۔ وہاں جتنے عقیدت مند تھے وہ بیک آواز بھجن گانے لگے "رگھوپتی راجا او راجا رام، پتی کے پاون سیتا رام۔۔۔"

اعلیٰ بی بی نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر کہا "اے بجرنگ بلی! اکیلے کیوں چلے گئے، مجھے بھی بلاؤ۔ اپنے پاس بلاؤ، اپنا چمتکار دکھاؤ۔"

وہ ایسا کہتے کہتے گولی نگل کر نادیدہ ہو گئی۔ عقیدت مند اور اونچی آواز میں بھجن گانے لگے۔ وہ سایہ بنتے ہی دیوی کے اندر آکر سما گئی۔

اچانک دیوی کو یاد آیا کہ اس نے قتل ابیب کے شاپنگ سینٹر میں اسے دیکھا تھا۔ وہاں اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ فرہاد اور سونیا کی بیٹی اعلیٰ بی بی ہے۔۔۔ اعلیٰ بی بی۔

یہ یاد آتے ہی وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پارس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"وہ۔۔۔ وہ جو ابھی سایہ بنی ہے، وہ اعلیٰ بی بی ہے۔ میں نے اسے قتل ابیب میں دیکھا تھا۔ وہاں پتا چلا تھا کہ وہ فرہاد اور سونیا کی بیٹی ہے۔"

"وہ بچی ان کی بیٹی ہے تو کیا ہوا؟ تم پریشان کیوں ہو رہی ہو، آرام سے بیٹھو۔"

"نہیں، میں اب جاؤں گی۔"

"بات کیا ہے؟ بتاؤ تو سہی۔"

"جناب تمہیزی نے پیش گوئی کی تھی کہ اعلیٰ بی بی سات برس کی عمر میں مجھے بے نقاب کرے گی، تب پارس سے میری شادی ہو گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "وہ بچی ابھی شاید چار برس کی ہو گی۔ سات برس کی نہیں ہے۔ تمہیں بے نقاب ہونے کا اندیشہ نہیں کرنا چاہیے۔ بائی دا وے، کیا تم ابھی بے نقاب نہیں ہو؟ یہ تمہارا اصلی چہرہ نہیں ہے؟"

"نہیں ہے۔ آج تک کسی نے میرا اصلی چہرہ نہیں دیکھا ہے۔"

تم بھی نہیں دیکھ رہے ہو۔ میں نے سوچا ہے آج رات تمہارے ساتھ گزارنے کے بعد سرپرائز دوں گی۔ تمہیں اپنا اصلی چہرہ دکھاؤں گی لیکن اس سے پہلے ہی وہ یہاں آئی ہے۔ ضرور کوئی خاص بات ہے۔ وہ کچھ گڑبڑ کرسکتی ہے۔"

"وہ چھوٹی سی بچی بھلا کیا گڑبڑ کرے گی؟"

"ہوسکتا ہے' وہ ہماری ملاقات نہ ہونے دے۔ یہ موقع ہی نہ دے کہ میں تمہیں اصلی چہرہ دکھاسکوں۔ اسے ایک تنہا بچی نہ سمجھو' اس کے پیچھے فرہاد علی تیمور کی پوری خطرناک فیملی ہے۔"

وہ پریشان نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"وہ سایہ بننے کے بعد ہمارے قریب موجود ہوگی۔ ہماری باتیں سن رہی ہوگی۔ یہاں اس کے اچانک آنے کا کوئی مقصد ہوگا۔"

"ہاں' یہ سوچنے کی بات ہے۔ وہ یہاں کیوں آئی ہے؟ جبکہ ابھی سات برس کی نہیں ہے۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ سات ہی برس کی عمر میں مجھے بے نقاب کرے۔ ستاروں کی چالیں بدلتی رہتی ہیں۔ تیمرزی صاحب نے تقریباً ساڑھے تین برس پہلے پیش گوئی کی تھی۔ اس دوران اجرامِ فلکی میں بڑی تبدیلیاں آئی ہیں۔ ان حالات میں بعض اوقات' جو ہونے والا ہوتا ہے' وہ نہیں ہوتا اور جو نہیں ہونے والا ہوتا ہے' وہ ہوجاتا ہے۔"

اس نے پھر آس پاس دیکھا۔ میز پر جھک کر آہستگی سے بولی۔ "جو بات ساتویں برس میں ہونے والی تھی' وہ چوتھے برس میں بھی ہوسکتی ہے۔ جو تش ودیا جاننے والے تمام سیاروں کی گردش کا حساب رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود سیاروں کی گردش میں معمولی سی تبدیلی کے باعث پچھلے حساب میں یا پچھلی پیش گوئی میں فرق پیدا ہوجاتا ہے۔"

پارس نے کہا "پلیز اپنی جو تش ودیا کو رہنے دو۔ تم کہیں نہ جاؤ۔ میرے ساتھ رہو۔ ہم تمام رکاوٹوں سے لڑتے ہوئے آج وصل کی رات گزاریں گے۔"

"میں ابھی تمہارے ساتھ نہیں رہ سکوں گی۔ مجھے جانے دو۔ میں دو گھنٹے تک دھیان گیان میں رہ کر معلوم کروں گی کہ وہ اعلیٰ بی بی ... سایہ بن کر میرے اندر سمائی ہوئی ہے یا کہیں چلی گئی ہے؟ اگر وہ میرے اندر ہوگی تو میں آتما شکتی کے ذریعے اسے بھگادوں گی۔ نوبج رہے ہیں' میں جارہی ہوں۔ ٹھیک گیارہ بجے آؤں گی۔"

"تم جہاں جاؤ گی' وہاں تک تمہیں چھوڑ دوں؟"

"شکریہ۔ مگر مجھے تنہا جانے دو۔ تم تھوڑی دیر تک یہاں بیٹھے رہو۔"

وہ وہاں سے جانے لگی۔ پارس اسے دیکھتا رہا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تو اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ آمنہ کے پاس پہنچ کر بولا "ممی! کیا جناب تیمرزی کی پیش گوئی میں تبدیلی آئی ہے؟"

"کس پیش گوئی کی بات کررہے ہو؟"

"وہ جو دیوی شی تارا اور اعلیٰ بی بی کے سلسلے میں کی گئی تھی۔"

"وہ پیش گوئی اپنی جگہ قائم ہے۔ صرف وقت' حالات اور طریقۂ کار میں تبدیلی آئی ہے۔ اس سے زیادہ نہ پوچھو' حالات کا سامنا کرو۔"

آمنہ نے سانس روک لی۔ پارس دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اب آئندہ کیا ہونے والا ہے' یہ رات گیارہ بجے کے بعد معلوم ہونے والا تھا۔

○☆○

منکی مخلوق نے روس کے شمال میں جو علاقہ حاصل کیا تھا اس کا نام منکی زون رکھا تھا۔ اس زون میں بڑی تیزی سے تعمیری کام ہورہا تھا۔ لکڑی کے مکانات اور دفاتر وغیرہ بنائے جارہے تھے۔ طبی اور سائنسی لیبارٹری اور اسلحہ فیکٹری کے لیے پختہ چاردیواری تعمیر کی جارہی تھی۔ عارضی رہائش کے لیے دور تک ہزاروں خیمے نصب کردیے گئے تھے۔

یہ منکی مخلوق کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ وہ ارضی دنیا میں آنے کے بعد پہلی بار اپنی ایک آزاد ریاست بنارہے تھے۔ ایسی کامیابی کے وقت کمانڈر اور منکی برادر کے درمیان جھگڑا شروع ہوگیا تھا اور وہ جھگڑا ایک عورت کے لیے تھا۔

ان تمام بندروں نے سونیا کے سامنے عہد کیا تھا کہ اپنی ایک مکمل ریاست قائم کرنے تک کسی عورت سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے۔ نہ کسی عورت کے قریب جائیں گے اور نہ اس سے باتیں کریں گے۔ وہ ریاست قائم ہورہی تھی۔ وہاں ضرورت کی تمام چیزوں سے الگ عورت سب سے زیادہ ضروری تھی۔ اس لیے کمانڈر نے ایک حسین عورت کو اپنے لیے پسند کیا۔ اسی عورت کو منکی برادر بھی پسند کرنے لگا۔

ان بندروں کا دستور تھا کہ اگر ایک بندر کسی دوسرے بندر کی عورت پر بری نیت رکھے تو اسے گولی ماردی جاتی تھی۔ اس حسین عورت کے بارے میں کمانڈر کا دعویٰ تھا کہ اس نے عورت کو پہلے پسند کیا ہے اور منکی برادر اس پر نیت خراب کررہا ہے۔ اسی طرح منکی برادر الزام دے رہا تھا کہ اس کی پسند کی عورت کو کمانڈر جھوٹ بول کر حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اصولاً وہ عورت اس کی ہوتی' جس نے اسے پہلے اپنے لیے پسند کیا ہو۔ اور دونوں کا دعویٰ تھا کہ پہلے اس نے پسند کیا ہے۔ منکی برادر جبراً اسے حاصل کرنے کے لیے سایہ بن کر اس عورت کے اندر سما گیا تھا۔ کمانڈر بھی اس عورت سے دستبردار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ بھی سایہ بن کر اس عورت کے اندر سما گیا تھا۔

اس طرح وہ دونوں اس کے اندر رہ کر اس کی رہائش گاہ تک پہنچ گئے تھے۔ وہ اپنے مکان میں تنہا تھی۔ اس کی تنہائی سے فائدہ اٹھانے کے لیے جو بھی اس کے اندر سے نکل کر ٹھوس جسم میں

نمودار ہوتا' وہ اپنے رقیب کے ہاتھوں قتل ہوجاتا۔ وہ باہر نکل آئے۔ لیکن سایہ بن کر رہے۔ دوسرے کمرے میں آکر کمانڈر نے کہا "برادر! تم ایک عورت کی خاطر جھوٹ نہ بولو۔ مجھ سے دشمنی نہ کرو۔ میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا۔"

منکی برادر نے کہا "میں بھی تمہیں قتل کرسکتا ہوں۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اس حسینہ سے دور چلے جاؤ۔"

اس حسینہ نے کچن سے ان کی باتیں کرنے کی آوازیں سنیں۔ حیرانی سے چلتی ہوئی اس کمرے میں آئی۔ منکی برادر نے کہا "یہ آگئی ہے۔ اس سے پوچھو یہ ہم میں سے جسے پسند کرے گی' وہی اس کے ساتھ رہے گا اور دوسرا یہاں سے چلا جائے گا۔"

کمانڈر نے کہا "ٹھیک ہے۔ پہلے تم نمودار ہوکر حسینہ کو اپنی صورت دکھاؤ' پھر میں نمودار ہوکر اسے اپنی صورت دکھاؤں گا۔"

"میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ پہلے نمودار ہوجاؤں اور تم مجھے گولی ماردو۔"

وہ حسینہ حیرانی سے خالی کمرے کو دیکھ رہی تھی اور ان کی آوازیں سن رہی تھی۔ کمانڈر نے کہا "تم حیران ہورہی ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمام منکی مین کبھی نادیدہ ہوجاتے ہیں اور کبھی نظر آتے رہتے ہیں۔"

وہ بولی "میں حیران ہوں مگر خوف زدہ نہیں ہوں۔ میں نے تم لوگوں کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ مزید بہت کچھ سننا اور سمجھنا چاہتی ہوں۔ تم یہاں تعداد میں کتنے ہو؟"

"ہم دو ہیں اور دونوں تمہیں پسند کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ نہیں ہورہا ہے کہ ہم دونوں میں سے کون تمہیں حاصل کرے گا۔"

"یہ فیصلہ عورت کرتی ہے کہ اسے کون پسند ہے۔"

"تو پھر پسند کرو۔"

"کیسے کروں' تم میں سے کوئی نظر نہیں آرہا ہے۔"

ایک نے کہا "میں نظر آؤں گا تو یہ مجھے گولی ماردے گا۔"

دوسرے نے کہا "یہ بھی مجھے گولی ماردے گا۔"

"تم دونوں اپنے ہتھیار پھینک دو یا مجھے دے دو۔ پھر تمہیں ایک دوسرے سے کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔"

"پہلے یہ اپنا ہتھیار تمہیں دے گا۔"

"نہیں' پہلے یہ اپنا ہتھیار تمہیں دے گا۔"

وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر بولی "میں ایک دو تین کہوں گی۔ تین کہتے ہی اپنے ہتھیار میرے ہاتھوں میں رکھ دو۔ اگر کوئی نمودار ہوتے ہی دوسرے کو گولی مارے گا تو میں زندہ رہنے والے منکی کو قبول نہیں کروں گی۔"

ایک نے کہا "ہم نمودار ہورہے ہیں۔ اس خیال میں نہ رہنا کہ تم ہم سے ہتھیار لے کر ہمیں ہلاک کرسکو گی۔ ہم چشمِ زدن میں پھر نادیدہ ہوجائیں گے۔"

اس نے تین تک گنتی گنی۔ تین کہتے ہی وہ دونوں نمودار ہوگئے اور اپنا اپنا پستول اس کی ایک ایک ہتھیلی پر رکھ دیا۔ وہ دونوں کو باری باری دیکھنے لگی۔

کمانڈر نے پوچھا "اس طرح کیا دیکھ رہی ہو؟ فیصلہ سناؤ' ہم میں سے کون پسند ہے؟"

"ہائے کیسے فیصلہ کروں؟ تم دونوں ہی قد آور اور پہاڑ جیسے ہو۔ میرے لیے فیصلہ کرنا دشوار ہورہا ہے کہ کسے گلے لگاؤں اور کسے ٹھکراؤں؟ اب فیصلہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ جو مرد زیادہ... شہ زور ہوگا اور مقابلے میں مقابل کو زیر کرلے گا وہی میرا حق دار ہوگا۔"

کمانڈر نے کہا "ہم دونوں پہلے ہی ایک دوسرے کے مقابلے پر تھے۔ ہم میں سے کوئی بھی کسی کو گولی مار کر تمہیں جیت سکتا تھا۔"

"میں نہیں چاہتی تھی کہ تم میں سے کوئی قتل کیا جائے۔ اگر قتل ہوگا تو ہمارا ملک بدنام ہوگا۔"

"تم کیسے معلوم کرنا چاہتی ہو کہ ہم میں سے کون شہ زور ہے؟"

"ہم ابھی شہر کے باہر جائیں گے۔ وہاں تم دونوں فری اسٹائل کشتی لڑو گے۔ میں نہیں چاہتی' یہ تماشا شہر میں ہو۔ میں لباس بدل کر آتی ہوں' انتظار کرو۔"

وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ کمانڈر نے کہا "برادر! ہم جب سے اس زمین پر آئے ہیں' تب سے عورتوں کی وجہ سے شکست کھاتے اور دربدر ہوتے رہے ہیں۔ اب بھی عقل سے کام لو اور اس عورت کے حصول سے باز آجاؤ۔"

منکی برادر نے کہا "میں بھی تمہیں یہی نیک مشورہ دے رہا ہوں۔ تم اس عورت کا خیال دماغ سے نکالو اور ابھی یہاں سے چلے جاؤ۔"

"میں پھر تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ مجھ سے مقابلہ کرکے شرمناک شکست کھاؤ گے۔"

"کیا مجھے نادان بچہ سمجھتے ہو۔ آؤ ابھی پنجہ لڑاؤ' تمہیں میری طاقت کا اندازہ ہوجائے گا۔"

اس نے پنجہ لڑانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اس حسینہ نے آکر کہا "نہیں یہاں نہیں' شہر کے باہر چلو۔ اور شہر کے باہر پہنچنے تک نادیدہ بن جاؤ۔"

وہ نادیدہ بن کر اس کے ساتھ مکان سے باہر آئے۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر سے باہر جانے لگے۔ ان دونوں کو معلوم تھا کہ ایک عورت کی طلب انہیں فساد اور تباہی کی طرف لے جارہی ہے۔ وہ دونوں نہ سہی' ان میں سے ایک نامراد رہے گا اور نامراد رہنے والا انتقامی کارروائی کے طور پر کچھ بھی کرسکتا تھا۔

زن پرستی اسی طرح اندھا بنادیتی ہے۔ وہ دونوں منکی مخلوق کے سربراہ اور کمانڈر تھے۔ ان کی تباہی سے ان کی پوری قوم تباہ ہونے والی تھی۔

وہ حسینہ شہر کے باہر ٹیکسی سے اتر کر ڈرائیور سے بولی "انتظار کرو۔ میں واپس آؤں گی۔"

وہ گھنے جنگل کی طرف جانے لگی۔ ڈرائیور کو وہ تنہا نظر آرہی تھی۔ بہت دور گھنے درختوں کے سائے میں پہنچ کر وہ نمودار ہوگئے' وہ بولی "تم دونوں ایک دوسرے سے دور چلے جاؤ۔"

وہ دونوں ایک دوسرے سے دور جاکر کھڑے ہوگئے۔ حسینہ نے ایک ریوالور نکال کر ان کے درمیان زمین پر پھینک کر کہا "یہ ایک ریوالور جس کے ہاتھ میں آئے گا' وہ دوسرے کو قتل کرکے میراحق دار بن جائے گا۔ شہر میں یہ خونیں ڈراما کھیلنا مناسب نہیں تھا۔ اس لیے ہم یہاں آئے ہیں۔ لیکن مقابلہ شروع کرنے سے پہلے تم دونوں منہ سے گولیاں نکال کر جیب میں رکھ لو ورنہ جس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں آئے گا' وہ گولی نگل کر نادیدہ بن کر اپنا بچاؤ کرلے گا۔"

ان دونوں نے اپنے منہ سے گولیاں نکال کر اپنی جیب میں رکھ لیں۔ پھر حسینہ کے تین کہتے ہی دوڑتے ہوئے ریوالور کی طرف بڑھنے لگے۔ منگی برادر پہلے پہنچا' وہ جھک کر اس ریوالور کو اٹھانا چاہتا تھا۔ کمانڈر نے چھلانگ لگا کر اسے لات ماری۔ وہ لات کھا کر دوسری طرف الٹ گیا۔ کمانڈر نے زمین پر گرتے گرتے ریوالور کو اٹھایا پھر تڑاتڑ کئی گولیاں چلادیں۔ ایسی مسلسل فائرنگ سے منگی برادر بچ نہ سکا۔ ایک عورت کی خاطر حرام موت مرگیا۔

کمانڈر ایک فاتح کی شان سے اٹھا۔ پھر حسینہ کی طرف پلٹتے ہی ایک فائر ہوا اور گولی اس کے سینے میں اتر گئی۔ حسینہ نے بھی تڑاتڑ فائرنگ کی۔ نہ وہ سنبھل سکا اور نہ ہی اپنا ریوالور استعمال کرسکا۔ ایک عورت نے اس کی بھی زندگی نگل لی۔

اس نے قریب آکر اپنا ریوالور منگی بیلدر کے مردہ ہاتھوں میں پکڑادیا۔ پھر موبائل فون کے ذریعے بولی "ہیلو' میں انسپکٹر شابول رہی ہوں۔ میڈم سونیا کو اب بتاسکتے ہو کہ دو بندروں کی لاشیں یہاں جنگل میں پڑی ہیں۔ ان لاشوں کے قریب عورت کے پھٹے ہوئے لباس کی دھجیاں ملیں گی۔ پھر یہ کیس بن جائے گا کہ دونوں بندر ایک عورت کی خاطر لڑ کر مرگئے۔"

اس نے اپنے لباس کو پھاڑ کر وہاں چند دھجیاں بکھیر دیں۔ پھر واپس چل دی۔

○☆○

الپا' برین آدم اور تینوں افواج کے بڑے' صبح و شام خفیہ میٹنگ کررہے تھے۔ سرجوڑ کر یہ سوچ رہے تھے کہ آئندہ منگی فوج کے متوقع حملوں سے کس طرح اپنے ملک کو بچایا جائے گا۔ ایک فوجی افسر نے کہا "منگی فوج کے پاس جو جدید ہتھیار ہیں' وہ اب ہمارے ہاں بھی تیار ہورہے ہیں۔ وہ تیاری کے ابتدائی مرحلے میں ہیں۔ اگر ایک ماہ تک حملہ نہ ہو تو ہمارے پاس بھی لیزر گنوں کا ذخیرہ ہوجائے گا۔"

برین آدم نے کہا "نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول میری نگرانی میں تیار ہوں گے۔ ہمارے ذہین ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ وہ یہ چیزیں تیار کرلیں گے لیکن کچھ وقت لگے گا۔"

"لیکن حملہ آور ہمیں وقت نہیں دیں گے۔ ہمارے پاس منگی فوج سے چھینی ہوئی سات سو گولیاں اور تین سو کیپسول ہیں اور تقریباً تین سو لیزر گنیں ہیں۔ ہزاروں بندروں کے مقابلے میں یہ کافی نہیں ہیں۔ پھر بھی ڈوبتے کے لیے تنکے کا سہارا ہیں۔ ویسے جب تک حملہ نہیں ہورہا ہے تب تک ہمیں امریکا سے کچھ جوڑ کرنا ہوگا۔"

الپا نے کہا "میں امریکی اکابرین سے معاملات طے کررہی ہوں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ بھی اپنی فیکٹریوں میں لیزر گنیں اور دوسرے جدید ہتھیار تیار کرارہے ہیں لیکن وہ ان کی ضرورت کے مطابق ہیں۔ نقد ادائیگی کے باوجود ہمیں دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔"

"انہیں بھی اندیشہ ہے کہ منگی فوج ان کے ملک میں واپس آسکتی ہے۔ روس ہم سب کے لیے چیلنج بن گیا ہے۔ اس نے تمام منگی فوج کو پناہ دی ہے۔ وہ ان سے سمجھوتا کرچکا ہے۔ ان سے غیر معمولی گولیاں' فلائنگ کیپسول اور لیزر گنیں حاصل کررہا ہوگا اور اس طرح وہ ایک بار پھر سپرپاور بننے کی تیاری کررہا ہوگا۔"

برین آدم نے کہا "الپا! امریکی اکابرین کو دھمکی دو کہ وہ ہمیں جدید ہتھیار نہیں دیں گے تو ہم جنگ کی صورت میں روس کا ساتھ دیں گے۔ اس طرح روس منگی ماسٹر سے ہماری صلح کرادے گا۔ پھر بندروں کے حملے کا خطرہ ہمارے سروں سے ٹل جائے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اور یہ ممکن ہے۔ ہم امریکا کے مقابلے میں روس سے دوستی کریں گے تو روسی اکابرین کے ذریعے منگی ماسٹر سے بھی صلح ہوجائے گی۔"

الپا نے امریکی فوج کے ایک سربراہ سے رابطہ کیا اور اسے یہی دھمکی دی۔ اس نے کہا "ہمارے پاس فاضل لیزر گنیں نہیں ہیں اور ہم یہ نہیں چاہیں گے کہ تم روس سے دوستی اور ہم سے دشمنی کرو۔ ہمیں سوچنے اور مشورے کرنے کا موقع دو۔"

اس نے روس کی فوج کے ایک سربراہ سے رابطہ کرکے کہا۔ "ہم سب نے منگی مخلوق کو اپنے ملک سے بھگادیا۔ تم انہیں پناہ دے رہے ہو۔ کیا خلائی مخلوق کو اپنی دنیا میں پناہ دے کر تمام دنیا والوں کا حق نہیں ماررہے ہو؟ کیا تم انہیں اپنے ملک سے نہیں بھگاسکتے تھے؟"

اس نے جواب دیا "ہم نے ابھی نہیں بھگایا ہے۔ جب ان کی مدد سے امریکا کے مقابلے میں سپرپاور بن جائیں گے اور بعض دوسرے ملکوں کو اپنے زیر اثر لے آئیں گے تو پھر منگی مخلوق کو دودھ میں پڑی مکھی کی طرح اپنے ملک سے باہر پھینک دیں گے۔"

"کیا ہمارے درمیان دوستی کا نیا معاہدہ ہوسکتا ہے؟"

"ہم سمجھ رہے ہیں۔ اسرائیل اس وقت بارود کے ڈھیر پر ہے۔ منگی فوج کسی وقت بھی ایک دھماکے سے اسے اڑادے گی۔ منگی فوج سے دوستی کرکے منگی ماسٹر کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہتی ہو۔ اگر ہم تم سے دوستی کرکے منگی ماسٹر کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہتی ہو۔ اگر ہم تم سے دوستی کرکے منگی ماسٹر کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہتی ہو۔ اگر ہم صلح کرادیں تو تمہارا ملک بہت بڑی تباہی سے محفوظ رہے گا۔"

"ہاں ہماری پہلی اور آخری کوشش یہی رہے گی کہ ہمارے ملک پر منگی فوج حملہ نہ کرے اور کیا تم نہیں چاہو گے کہ تمہارے سپرپاور بننے کی راہ میں ہم رکاوٹ نہ بنیں۔"

"کیا ہمارے راستے میں رکاوٹ بننے کی دھمکی دے رہی ہو؟"

"دھمکی نہیں ہے۔ میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں پہنچ کر تمہاری انتظامی مشینری کو الٹ پلٹ کرسکتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خدمات حاصل کرسکتی ہوں۔"

روسی افسر نے کہا "تم کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خدمات حاصل کروگی؟ ہزار؟ دو ہزار؟ یا دس ہزار؟ ہمارے پاس ایک ایسی طاقت ہے کہ تمہارے ہزاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں ایک لمحہ بھی ٹھہر نہیں سکیں گے۔"

الپا نے حیرانی سے پوچھا "تمہارے پاس ایسی کیا طاقت ہے؟"

"وہ طاقت ابھی ہمارے درمیان بیٹھی ہوئی ہے۔ لو بات کرلو۔"

اس نے چند لمحے انتظار کیا پھر ریسیور سے آواز آئی "ہیلو الپا! تم میری آواز سے مجھے پہچان سکتی ہو۔"

الپا کو بجلی کا ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ حیرانی سے بولی "میڈم! آپ میڈم سونیا ہیں؟"

"ہاں میں ہوں۔ منگی ماسٹر کی عدم موجودگی میں منگی فوج کی سربراہ تھی۔ منگی ماسٹر یہاں پہنچ گیا ہے۔ اس نے اور منگی فوج نے مجھے مستقل سربراہ بنادیا ہے اور ماسٹر نے کمانڈر کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔"

"میں حیران ہوں' آپ تمام دنیا والوں کے خلاف منگی مخلوق کی پشت پناہی کررہی ہیں۔"

"تمام دنیا والوں کے خلاف نہیں' امریکا' اسرائیل اور مارت کے خلاف اور آئندہ ہر اس ملک کے خلاف' جو منگی فوج کو غلامی ممالک میں پہنچانے کی سازش کرے گا۔ تم لوگوں نے سلمانوں کو بندروں کا غلام بنانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ اب ں کے نتائج تمہارے سامنے ہیں۔"

"میڈم! فی زمانہ تمام ممالک اپنی اپنی سلامتی اور بقا کے لیے مصیبت دوسرے ملکوں کے سرڈالتے ہیں۔ ہم نے بھی یہی کیا ۔"

سونیا نے کہا "اور میں بھی یہی کررہی ہوں۔ تم سب کی طرف آنے والے پتھر تمہیں لوٹا رہی ہوں۔"

"فرہاد صاحب نے منگی ماسٹر کو قید سے رہائی دلا کر ہماری کمر توڑ دی ہے۔ کیا آپ منگی فوج کو ہم پر جوابی حملہ کرنے دیں گی؟"

"تم نے مجھ سے پوچھ کر منگی ماسٹر کو قیدی نہیں بنایا تھا۔ میں بھی تم سے نہیں پوچھوں گی کہ منگی فوج کے حملوں سے اپنا ملک بچانے کے لیے کیا کررہی ہو؟"

"وہ پوری منگی مخلوق آپ کے زیر اثر ہے۔ میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ آپ منگی ماسٹر سے ہماری صلح کرادیں۔"

"سیدھا اور صاف جواب سن لو۔ میں امریکا' اسرائیل اور بھارت سے منگی مخلوق کی دوستی کبھی نہیں ہونے دوں گی۔"

"آپ منگی ماسٹر سے میری بات کرادیں۔"

"اس سے بات کرنا ضروری نہیں ہے۔ تمہارے اطمینان کے لیے یہ اطلاع کافی ہے کہ وہ کچھ عرصے کے بعد تمہارے ملک کے خلاف جوابی کارروائی کریں گے۔ ابھی وہ اپنی ایک آزاد ریاست قائم کرنے میں مصروف ہیں۔"

سونیا نے اسے یہ نہیں بتایا کہ منگی برادر اور کمانڈر ہلاک ہوگئے ہیں۔ منگی ماسٹر اور پوری منگی فوج ان کا سوگ منارہی ہے۔

الپا نے برین آدم اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کہا "ایک اچھی خبر ہے اور ایک بری خبر' اچھی خبر یہ ہے کہ وہ تمام بندر اپنی نئی ریاست قائم کرنے میں مصروف ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق وہ ایک ماہ تک ہماری طرف رخ نہیں کریں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "پھر تو ہم اپنے بچاؤ کے لیے بہت کچھ کرسکیں گے۔ ہمارے پاس لیزر گنوں اور دوسرے جدید ہتھیاروں کی کمی نہیں رہے گی۔"

برین آدم نے پوچھا "بری خبر کیا ہے؟"

"وہ تمام منگی مخلوق میڈم سونیا کے زیر اثر ہے اور اس کے اشاروں پر عمل کرتی ہے۔ انہوں نے اسے اپنا سربراہ بنالیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "تعجب ہے' یہ سونیا اچانک کہاں سے چل آئی ہے؟"

"اس نے اچانک تمام منگی مخلوق کو مٹھی میں نہیں لیا ہوگا۔ پتا نہیں کب سے ان بندروں کو دوست بناتی آرہی ہے۔"

الپا نے کہا "وہ صاف کہتی ہے کہ منگی مخلوق کو کبھی امریکا' اسرائیل اور بھارت سے دوستی نہیں کرنے دے گی۔ اس نے بڑی چالبازی سے بندروں کو اسلامی ممالک سے دور رکھا ہے اور آئندہ بھی انہیں مسلمانوں سے دشمنی نہیں کرنے دے گی۔"

"ہم منگی فوج کی غیر معمولی گولیوں' کیپسولوں اور لیزر گنوں کا توڑ کررہے ہیں۔ ایسی ہی چیزیں تیار کررہے ہیں لیکن سونیا کا توڑ نہ پہلے کبھی کرسکے تھے نہ اب کرسکیں گے۔ یہ ہمارے حق میں بہت ہی برا ہوا ہے کہ پوری منگی مخلوق اس کے زیر اثر آگئی ہے۔"

برین آدم نے کہا "الپا! روس میں ہمارے جتنے جاسوس ہیں ان سے کہو کہ سونیا اور منگی فوج کے بارے میں ایک ایسی خبر

رکھیں۔ تم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان سراغ رسانوں کے دماغوں میں پہنچاؤ۔ ہم دن رات ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہیں گے تو ہمیں ان کی بہت سی اندرونی کمزوریاں معلوم ہوتی رہیں گی۔ یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ وہ ہم پر کب حملہ کرنے والے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "میدانِ جنگ میں یہ ہوتا ہے کہ دشمن پر صرف ایک طرف سے نہیں، کئی طرف سے حملے کیے جاتے ہیں۔ اس کی طاقت کو کئی طرف تقسیم کردیا جاتا ہے۔ ہم ایسا منصوبہ بنائیں کہ سونیا کی توجہ صرف بندروں پر نہ رہے۔ وہ دوسرے محاذوں پر بھی توجہ دینے پر مجبور ہوجائے۔"

"بابا صاحب کے ادارے میں بے شمار غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل افراد ہیں۔ وہ سب کئی محاذوں پر پہنچ جائیں گے۔ ہم سونیا کو بندروں کے پاس سے نہیں ہٹاسکیں گے۔ ہاں اگر ہم اس کے دونوں بچوں کو مصائب میں مبتلا کریں گے تو اس کی ممتا تڑپنے لگے گی۔ جب تک وہ خود بچوں کی حفاظت اور سلامتی کے لیے ان کے پاس نہیں جائے گی، تب تک بندروں کے ساتھ سکون سے نہیں رہ سکے گی۔"

"بے شک، اس فولادی عورت کے اندر جو ماں ہے، اس کی کمزوری سے کھیلا جائے تو وہ بے اختیار بچوں کی طرف دوڑی چلی جائے گی۔"

"اسلام آباد میں علی زخمی اور بیمار پڑا ہے۔ اسے ایک گولی ماری گئی تھی اور فرہاد نے ہم سے انتقام لینے میں دیر نہیں کی۔ اب ہمیں اس کی انتقامی کارروائیوں سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہم علی کے چاروں طرف خطرات پیدا کریں گے اور فرہاد کو بھی اب سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔"

الپا نے اپنے خیال خوانی کرنے والوں سے باری باری رابطہ کیا۔ اینی ڈیسوزا اور رائٹ بوائے سے کہا "تم دونوں پچھلی بار اسلام آباد میں تھے۔ موساد کے ایجنٹوں کو علی سے محفوظ رکھنے کی کوششیں کی تھیں لیکن ناکام رہے تھے۔"

"میڈم! ہم کامیاب ہوسکتے تھے لیکن آپ نے ہمیں واپس بلالیا تھا۔"

"اس وقت میں فرہاد کی فیملی سے ٹکرانا نہیں چاہتی تھی لیکن اب ٹکراؤ لازمی ہوگیا ہے۔ اینی! تم اسلام آباد میں اپنے زیادہ سے زیادہ آلۂ کار بناؤ۔ انہیں نہایت دلیر اور جانباز ہونا چاہیے۔ ان پر تنویمی عمل کروگی تو وہ سب تابعدار بن کر رہیں گے۔"

پھر اس نے رائٹ بوائے سے کہا "تم لاہور میں چند لوگوں کو آلۂ کار بناؤ اور ان پر تنویمی عمل کرو۔ وہاں سونیا کا بیٹا کبریا فرہاد ہے، اس کی پرورش آمنہ فرہاد کررہی ہے۔ کبریا کو وہاں سے اغوا کیا جائے گا۔ لیکن یہ کام آسان نہ سمجھنا، آمنہ روحانی ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس کی نظروں میں نہیں آؤ گے، اپنا نام نشان نہیں چھوڑو گے تو محفوظ رہو گے۔"

اس نے اپنی تیسری خیال خوانی کرنے والی مولی پارکر سے کہا "معلوم کرو کہ سونیا کی بیٹی اعلیٰ بی بی بابا صاحب کے ادارے میں ہے یا نہیں؟ اگر وہ ادارے سے باہر ہے تو پہلے معلوم کرو، پارس کہاں ہے؟ وہ اکثر اپنے بھائی پارس کے ساتھ رہتی ہے۔"

مولی پارکر نے پوچھا "اس بچی کے ساتھ کیا کرنا ہوگا؟"

"اسے اغوا کرنا ہے۔ کیسے کرنا ہے، اس کی پلاننگ وقت اور حالات کے مطابق ہوگی۔"

پھر اس نے امریکی فوج کے ایک سربراہ سے رابطہ کیا اور کہا "تم ہمیں لیزر گنیں اور دوسرے جدید ہتھیار نہیں دے رہے، کوئی بات نہیں، ہم تمہاری مجبوریاں سمجھ رہے ہیں۔ ویسے تم تو اپنے دو چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ہم سے تعاون کرسکتے ہو۔"

"کیسا تعاون چاہتی ہو؟"

"اسلام آباد میں فرہاد کے خلاف محاذ بنا رہی ہوں۔ اس کے لیے تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خدمات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"سوری، میں تمہارے اور فرہاد کے معاملے میں اپنے لوگوں کو قربانی کا بکرا نہیں بناؤں گا۔"

"میں نے جب بھی تعاون کے لیے کہا، تم نے سوری کہہ دیا۔ جب تم کسی ضرورت کے لیے میرے پاس آؤ گے تو میں سوری کو یاد رکھوں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ چند لمحوں کے بعد اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ اس کے سانس روکنے سے پہلے ایک نسوانی آواز نے کہا "واشنگٹن فور زیرو ڈبل ون ٹرپل ٹو۔"

بولنے والی اس کے دماغ سے چلی گئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر واشنگٹن کے کوڈ نمبر کے ساتھ فور زیرو ڈبل ون ٹرپل ٹو ڈائل کیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی۔ پھر وہی نسوانی آواز سنائی دی۔

الپا بول رہی ہو؟"

"ہاں، کیا تم وہی ہو جو ابھی میرے دماغ میں آئی تھیں؟"

"ہاں، میں آئی تھی، جب تم کرنل سے بات کررہی تھیں۔"

اس وقت میں اس کرنل کے دماغ میں تھی۔"

"وہ یوگا کا ماہر ہے۔ کیا تم اس کے دماغ میں پہنچ جاتی ہو؟"

"ہاں، مگر وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔"

"یعنی تم نے اسے معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ پھر تو تیز طرار ہو۔"

"میری خدمات حاصل کرو۔ پھر میری تیزی کا پتا چلے گا۔"

"تم کون ہو؟ پہلے اپنے متعلق بتاؤ۔"

"میں ایک ادارے کی مالکہ ہوں۔ میرے ادارے کا نام ایٹ یور سروس (آپ کی خدمت میں) تمہاری خدمات انجام

کے بعد اپنا نام بتاؤں گی۔ فی الحال مجھے اے بی سی کہہ سکتی ہو۔"

"میں تمہارے بارے میں پوری معلومات حاصل کیے بغیر کوئی اہم کام تمہیں کیسے سونپ سکتی ہوں؟"

"یہ سمجھو کہ تم نے مجھے کام سونپ دیا ہے۔ تم نے کرنل کے دماغ میں کہا تھا۔ اسلام آباد میں فرہاد کے خلاف محاذ بنا رہی ہو۔ میرے لیے اتنی سی بات کافی ہے۔ میں معلوم کرلوں گی کہ اسلام آباد میں فرہاد کا معاملہ کیا ہے اور وہاں فرہاد سے تعلق رکھنے والے کون لوگ ہیں۔"

"تم تو واقعی بڑی تیزی دکھا رہی ہو۔ میں تمہاری خدمات حاصل نہ کروں تو کیا کروگی؟"

"تو میں فرہاد علی تیمور سے کہوں گی کہ وہ تمہارے خلاف میری خدمات حاصل کرے۔"

"تم تو بڑی چالباز ہو۔ میں تم سے کام نہیں لوں گی تو تم دشمن کا کام کروگی۔"

"پاپی پیٹ کے لیے کسی نہ کسی کی خدمت کرنی ہی پڑتی ہے اسی لیے اپنے ادارے کا نام ایٹ یور سروس رکھا ہے۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم میرا کام کرنے کے دوران دشمن سے مل کر مجھے دھوکا نہیں دوگی؟"

"میں اپنے معاملات میں دیانت دار ہوں۔ ایک بار آزمالو۔ تمہارا کام کرنے کے بعد ایک لاکھ ڈالر لوں گی کیونکہ یہ فرہاد جیسے زبردست شخص کا معاملہ ہے۔"

"میں آزمائشی طور پر تم سے کام لوں گی لیکن تم سے رابطہ کیسے ہوا کرے گا؟"

"ہم اپنے اپنے موبائل کے ذریعے رابطہ کیا کریں گے۔ اب بتاؤ اسلام آباد میں مجھ سے کیا کام لینا چاہتی ہو؟"

"وہاں ایک اسپتال میں فرہاد کا بیٹا علی تیمور زخمی حالت میں ہے۔ اس اسپتال کے اندر اور باہر سخت پہرا رہتا ہے۔ جو بھی اسپتال میں جاتا ہے، اس کے خیالات پڑھے جاتے ہیں پھر مطمئن ہونے کے بعد اسے اسپتال کے اندر جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اب تک موساد کا کوئی فرد اندر نہ جاسکا۔ وہاں جتنے یہودی تھے، سب کو قتل کردیا گیا ہے۔"

"یعنی علی کے پاس جانا تو دور کی بات ہے، کوئی اسپتال میں بھی نہیں جاسکا لیکن میں ایک لاکھ ڈالر کے عوض صرف اسپتال کے اندر ہی نہیں، علی کے کمرے کے اندر بھی چلی جاؤں گی۔"

"پھر جا کر کیا کروگی؟"

"تم مجھ سے کام لے رہی ہو۔ تم بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہے؟ میں اس کمرے میں پہنچ کر اسے قتل بھی کرسکتی ہوں اور اس سے عشق بھی کرسکتی ہوں۔"

الپا نے سوچنے کے انداز میں کہا "عشق!"

"ہاں، جب تم بھاری معاوضہ دوگی تو میں اس سے عشق بھی کروں گی لیکن بند کمرے کا عشق نہیں۔ کوئی مرد مجھے تنہائی میں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔"

"تمہاری یہ عشق والی بات میرے دل کو لگ رہی ہے۔ اسے قتل کرنے سے فرہاد سے دشمنی بڑھ جائے گی۔ اگر تم اسے اپنا دیوانہ عاشق بنالو تو پھر اسے ٹریپ کرکے اس کا دماغ کمزور بناکر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا جاسکتا ہے۔"

"قتل چٹکی بجا کر ہوجاتا ہے۔ مگر عشق میں پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، تب مرادیں حاصل ہوتی ہے۔ تمہارا یہ کھیل لمبا ہوگا تو میرا معاوضہ بھی بڑھتا جائے گا۔"

"معاوضے کی فکر نہ کرو۔ جو مانگوگی، ملے گا۔ کیا تم ایسی حسین اور پرکشش ہو کہ وہ تمہارا دیوانہ بن جائے؟"

"دنیا کی کوئی حسین ترین عورت بھی ایسے مرد کو دیوانہ نہیں بناسکتی، جو فولادی قوتِ ارادی کا مالک ہو۔ میں علی کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہوں۔ اگر وہ فولاد ہوگا تو حسن و شباب کا جادو نہیں چلے گا۔ صرف حکمتِ عملی کام آئے گی۔ میں ایک مخصوص طریقۂ کار کے مطابق اسے ٹریپ کروں گی، اس پر تنویمی عمل کروں گی پھر وہ تمہاری خواہش کے مطابق میرا تابعدار دیوانہ بنا رہے گا۔"

"نہیں، تم اسے صرف ٹریپ کروگی۔ میں اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار عاشق بنا کر رکھوں گی۔"

"میڈم الپا! میں علی کے کمرے تک پہنچنے کے خطرات سے کھیلتی رہوں گی اور جب اسے ٹریپ کرلوں گی تو چکنی چپڑی کھچڑی تم کھاؤ گی۔ نو میڈم نو، یہ نہیں ہوگا۔ ذرا سوچو، علی میرے زیرِ اثر رہے گا تو میں فرہاد اور اس کی فیملی کی کمزوریوں تک پہنچتی رہوں گی اور ان سے بے حساب فائدے حاصل کرتی رہوں گی۔ تم مجھے بے حساب فائدوں سے محروم کرنا چاہتی ہو۔"

"معلوم ہوتا ہے، تم میرا کام نہیں کروگی۔"

"کروں گی، تم چاہتی ہو، علی کو قتل کیا جائے۔ وہ قتل ہوجائے گا۔ تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے کہ اس کی لاش میں جائے واردات پر چھوڑ دوں گی یا اپنے گھر لے جاؤں گی، اسی طرح میں اسے دیوانہ تابعدار بناؤں گی تو اس سے غرض نہ رکھو کہ وہ کس کا دیوانہ ہوگا۔ میں نے علی کو نہیں دیکھا ہے۔ اگر دیکھنے کے بعد وہ مجھے پسند نہیں آئے گا تو پھر تم ہی اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالینا۔"

"تم اپنی مرضی سے کام کروگی اور منصوبوں کے مطابق عمل نہیں کروگی تو مجھے نقصان پہنچے گا۔ تم ضدی اور خود سر ہو۔ میں تم سے کام نہیں کراؤں گی۔ تم میرے ان معاملات سے الگ رہو۔"

"ٹھیک ہے، تمہارے معاملات سے الگ ہورہی ہوں۔ آئندہ فرہاد علی تیمور کے معاملات میں دلچسپی لوں گی۔"

"تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہے؟ کیا تم میرے خلاف فرہاد کے لیے کام کروگی؟"

"کسی نہ کسی کی خدمت ضرور کروں گی۔ پاپی پیٹ کا معاملہ ہے۔"

"میرے اطراف مسائل کی کمی نہیں تھی۔ تم ایک نیا مسئلہ' نیا دردِ سر بن رہی ہو۔ آخر تم کون ہو؟ میں تمہیں سمجھاتی ہوں' ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بڑی بڑی ہستیاں آئیں' کچھ عرصے تک پراسرار بن کر رہیں پھر مقابلے پر آکر مٹی میں مل گئیں۔ تمہارا بھی ایسا ہی انجام ہوگا۔"

"ہم سب جرائم کی راہوں کے راہی ہیں۔ ان راہوں کے ہر راہی کا انجام برا ہوتا ہے۔ مجھے انجام سے نہ ڈراؤ۔ میں فون بند کررہی ہوں۔"

"ٹھہرو۔ فون بند نہ کرو۔ میں تم سے کام کراؤں گی۔ تم فرہاد کے لیے کام نہیں کرو گی۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں' تم باتوں سے جتنی زبردست لگ رہی ہو اسی طرح کام میں بھی زبردست ہو یا نہیں؟ تم آج ہی سے کام شروع کردو۔"

"آج ہی سے نہیں' ابھی سے شروع کررہی ہوں۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو اپنا موبائل فون نمبر بتایا پھر رابطہ ختم کردیا۔

الپا نے اپنی ڈیسوزا کے پاس آکر کہا "میں نے مولی پارکر سے کہا تھا کہ وہ اعلیٰ بی بی اور پارس کو تلاش کرے۔ اب ان دونوں کو تم تلاش کرو اور مولی کو اسلام آباد جانے دو۔"

پھر اس نے مولی سے کہا "تم پہلی فلائٹ سے اسلام آباد جاؤ۔ تمہارا انتخاب میں نے اس لئے کیا ہے کہ تم حسین اور پُرکشش... ہو۔ یہ ہوسکتا ہے کہ علی تم سے متاثر ہوجائے۔ وہاں اپنے ایسے آلۂ کار بناؤ جو تمہارے معمول اور تابعدار رہیں۔ اس اسپتال میں تم ایک عورت پر نظر رکھو گی۔ میں اس عورت کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہوں۔ وہ ہمارے لیے کام کررہی ہے۔ مگر بھروسے کے قابل نہیں ہے۔ کسی وقت بھی دھوکا دے سکتی ہے۔"

مولی پارکر نے پوچھا "میں اس عورت کو کیسے پہچانوں گی؟"

"اس کی پہچان دو طرح ہوسکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ حسین ہوگی' علی کو اپنے حسن سے دیوانہ بنانا چاہے گی۔ دوسری پہچان یہ کہ نرس یا لیڈی ڈاکٹر بن کر علی کے کمرے میں جائے گی۔ کمرا صاف کرنے والی سوئپر بن کر بھی وہاں جاسکتی ہے۔"

"میں میڈم! میں اس پر نظر رکھوں گی۔ میں اسے فراڈ کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔"

الپا نے کہا "میں بھی تمہارے ذریعے اس پر نظر رکھوں گی۔ اسے بے نقاب کروں گی اور معلوم کروں گی کہ وہ پراسرار بننے والی کون ہے۔"

وہ ایک خوب صورت بلا تھی۔ اس کا نام بلی ڈونا تھا۔ بچپن ہی سے شریر' تیز طرار' خود غرض اور چالاک تھی۔ ایک بیجر کی بیٹی تھی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد فوجی ٹریننگ سینٹر میں ہینڈ ٹو ہینڈ فائٹ کرنا اور ہر طرح کے ہتھیاروں کو بڑی مہارت سے استعمال کرنا سیکھا تھا۔ ٹریننگ کے تمام سخت مرحلوں سے گزرنے کے بعد اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا تھا۔

وہ ایسی مکار تھی کہ ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد اپنی ہی فوج کے اعلیٰ افسران کے چور خیالات پڑھنے اور فوجی راز معلوم کرنے لگی تھی۔ چند اعلیٰ افسران جو یوگا کے ماہر تھے' انہیں دھوکے سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ پھر ان کے بھی دماغوں میں جگہ بنالی تھی۔ اس طرح پتا چلا کہ مختلف اوقات میں مُردہ بندروں کی جیب سے ناڈیدہ بنانے والی جو گولیاں اور فلائنگ کیپسول حاصل کیے گئے تھے' انہیں ایک خفیہ لیبارٹری میں چھپا کر رکھا گیا تھا۔ اس گولی اور کیپسول کا طبی تجزیہ کرکے اس کا فارمولا معلوم کیا گیا تھا۔

اس لیبارٹری میں ٹیلی پیتھی جاننے والے چھ افراد پسرا دیے تھے۔ لیبارٹری کے اندر آنے اور جانے والوں کے چور خیالات پڑھتے تھے۔ اس طرح کوئی وہاں سے غیر معمولی گولی یا کیپسول چرا نہیں سکتا تھا لیکن اس پسرا دینے والی بلی ڈونا نے چھ گولیاں اور دو فلائنگ کیپسول چرا لئے تھے۔ اس لیبارٹری میں ایک سو سے زائد گولیاں اور چالیس فلائنگ کیپسول تھے۔ ان کی روزانہ گنتی نہیں ہوتی تھی اس لیے کچھ عرصے تک چوری کا پتا نہ چل سکا۔ معلوم ہونے کے بعد انکوائری ہونے لگی کہ چھ گولیاں اور دو کیپسول کس نے چرائے ہیں؟

جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں ڈیوٹی پر رہا کرتے تھے وہ سب یوگا کے ماہر تھے۔ ان کے چور خیالات نہیں پڑھے جاسکتے تھے لیکن ان کے بھی خیالات پڑھ کر چور تک پہنچا جاسکتا تھا۔ اس مقصد کے لیے ہپناٹائز کرنے والے کی خدمات حاصل کی گئیں۔ وہ باری باری ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے پر عمل کرنے لگا۔ جب بلی ڈونا پر عمل کرنے کا وقت آیا تو اچانک وہ ایک گولی نگل کر ناڈیدہ ہوگئی۔

اس حرکت سے ثابت ہوگیا کہ چوری اس نے کی ہے۔ اسے حکم دیا گیا کہ وہ اعلیٰ افسران کے سامنے حاضر ہوجائے اور چوری کا مال واپس کردے۔ اس کی یہ پہلی غلطی معاف کردی جائے گی اور اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔

وہ نادان نہیں تھی۔ خود کو چوری کے مال کے ساتھ پیش کرنا تو اسے گرفتار کرلیا جاتا اور اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر اس سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں چھین لی جاتیں۔

وہ ناڈیدہ ہوکر اعلیٰ افسران کے درمیان سے نکلتی ہوئی اس خفیہ لیبارٹری میں آگئی۔ وہاں سے مزید چالیس عدد گولیاں اور پانچ عدد کیپسول لے کر چلی آئی۔ وہ چاہتی تو وہاں کچھ نہ چھیڑتی۔ ساری گولیاں اور کیپسول لے آتی لیکن وہ چاہتی تھی کہ یہ غیر معمولی چیزیں وہاں تیار ہوتی رہیں اور اس کا ملک دوسرے ممالک سے اور نگی فوج سے کمتر نہ رہے۔ وہ سب سے پہلے اپنا ذاتی فائدہ سوچتی تھی۔ اس نے یہ بھی سوچا کہ یہ چیزیں اپنے ملک میں تیار ہوتی رہیں گی تو چوری کرتے رہنے میں آسانی رہے گی۔

اس نے دماغوں میں پہنچنے' ناڈیدہ ہونے اور پرواز کرنے کی صلاحیتیں اور قوتیں حاصل کرلی تھیں۔ پھر وہ ناڈیدہ ہوکر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس جانے لگی۔ وہ اسے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اس نے پہلے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے پال میٹ کے کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی۔ اسے کمزور بنایا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔

اس کا دوسرا شکار راجر بروس' تیسرا شکار آندرے جیمس اور چوتھی میری وائٹ تھی۔ اس نے ان سب کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا اور امریکا چھوڑ کر ایشیا کے ایک ملک میں آباد ہوگئی تھی۔ یہ کوئی نہیں جان سکتا تھا کہ وہ کس ملک کے کس شہر میں رہتی ہے۔ اس نے ایک بوڑھے بزنس مین کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کے بعد اسے اپنا باپ بنالیا تھا اور ایک شاندار محل میں رہنے لگی تھی۔ وہ بزنس مین کروڑ پتی تھا۔ وہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے اس پر شبہ نہیں کرسکتے تھے کہ ایک حسین دوشیزہ دولت مند کیسے بن گئی ہے؟ سب یہی جانتے تھے کہ وہ کروڑ پتی باپ کی بیٹی ہے جبکہ کروڑ کی گنتی اس کے لیے کچھ نہیں تھی۔ دنیا کی تمام دولت ٹیلی پیتھی کی بدولت اس کے قدموں میں رہا کرتی تھی۔

اس کے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت مختلف ملکوں میں رہتے تھے۔ وہ دن رات ان سے رابطہ رکھتی تھی اور اس کوشش میں تھی کہ اور نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرے' انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنائے اس طرح دوسروں کے مقابلے میں زیادہ طاقتور اور برتر بنتی چلی جائے۔

اس نے الپا سے وعدہ کیا تھا کہ اسلام آباد جاکر علی کو ٹریپ کرے گی لیکن وہ خود وہاں جانے کی نادانی نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا' جو دوسرے کرتے آئے ہیں۔ بلی ڈونا وقتِ ضرورت کے لیے اپنی دو ڈپلیاں بنا چکی تھی۔ ان کے دماغوں کو تنویمی عمل سے اچھی طرح جکڑ کر انہیں اپنی طرح بلی ڈونا بنا دیا تھا۔ ان میں سے ایک ڈپلی بلی ڈونا اسلام آباد پہنچ گئی۔

اس ڈپلی کے ساتھ تین آلۂ کار تھے۔ اصلی بلی ڈونا ان آلۂ کاروں کے اندر رہ کر اس اسپتال کے اندر آنے جانے والوں کی نگرانی کرنے لگی اور ان کے دماغوں میں پہنچنے لگی۔ پھر اس نے ایک نرس کے ہی دماغ میں رہنا مناسب سمجھا اور یہ طے کیا کہ جب وہ ڈیوٹی سے فارغ ہوکر اپنے کوارٹر میں سونے کے لیے جائے گی تو اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کرے گی اور اس نرس کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنائے گی۔

پھر جب وہ ڈیوٹی سے فارغ ہوکر کھانے پینے کے بعد بستر پر لیٹ گئی تب بلی ڈونا نے سوچا' پہلے اس کے چور خیالات پڑھے گی۔ اس وقت تک یہ سوجائے گی۔ پھر اس پر عمل کرے گی لیکن خیالات پڑھنے کے دوران اس نے محسوس کیا' اس نرس کے اندر کوئی دوسری ہستی بھی موجود ہے اور اس نرس کی ہی سوچ میں کہہ رہی ہے۔

"مجھے نیند آرہی ہے۔ مجھے سوجانا چاہیے اور میں سورہی ہوں۔ میری آنکھیں بند ہورہی ہیں اور میں غافل ہورہی ہوں۔"

وہ نرس آنکھیں بند کرکے نیند میں ڈوبتی جارہی تھی۔ جب نیند گہری ہوگئی تو اس پر عمل ہونے لگا۔ وہ الپا تھی جو اسے اپنی معمولہ بنا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "تم اس لمحے سے میری معمولہ اور تابعدار بن کر رہوگی اور میرے احکامات کی تعمیل کرتی رہوگی۔"

نرس نے کہا "میں تمہارے احکامات کی تعمیل کرتی رہوں گی۔"

"جب تم سوکر اٹھوگی تو تمہارے سرہانے ایک کیپسول رکھا ہوگا۔ تم اسے چھپا کر اپنی ڈیوٹی کے وقت اسپتال لے جاؤ گی اور علی کی دواؤں کے ساتھ وہ کیپسول بھی اس کے نشے میں شامل کردو گی۔ اپنے سامنے اسے وہ کیپسول کھلاؤ گی۔"

نرس خاموش رہی۔ اس نے جواب نہیں دیا۔ الپا نے پوچھا۔ "خاموش کیوں ہو؟ کہو کہ وہ کیپسول علی کو کھلاؤ گی۔"

وہ بولی "اسپتال کے اندر قدم رکھتے ہی میں اپنی یا تمہاری مرضی سے کچھ نہیں کرسکوں گی۔ وہاں ہم سب نرسوں' ڈاکٹروں اور اسپتال کے تمام عملے کے افراد پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ وہاں ہم میں سے کوئی باہر کی لائی ہوئی دوا کھانا یا ہتھیار استعمال نہیں کرسکتا۔ تم جو کیپسول دو گی' اسے میں اسپتال کے باہر پھینک دوں گی۔"

"کیا تم میری معمولہ اور تابعدار نہیں ہو؟"

"میں تمہاری معمولہ اور تابعدار رہوں گی لیکن اسپتال کے باہر۔"

الپا سوچ میں پڑگئی۔ بلی ڈونا کو بھی معلوم ہورہا تھا کہ علی کی حفاظت کے لیے فولادی قلعے سے بھی زیادہ مضبوط روحانی قلعہ بنایا گیا ہے۔ وہاں کسی کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہوسکے گی۔

الپا نے پوچھا "کیا ابھی تم میری معمولہ اور تابعدار ہو؟"

"جی ہاں' میں اسپتال میں قدم رکھنے تک تمہارے حکم کی بندی ہوں۔"

"اسپتال میں دوسرے مریض اور ان کی عیادت کرنے والے جاتے ہیں' کیا وہ بھی روحانی عمل کے زیرِ اثر ہوتے ہیں؟"

"صرف اسپتال کا عملہ زیرِ اثر ہوتا ہے۔ باقی دوسروں کو اس حصے میں جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔"

"اگر میں کسی طرح اس حصے میں چلی جاؤں اور علی کے کمرے میں پہنچ جاؤں تو کیا مجھ پر روحانی عمل اثر کرے گا؟"

"نہیں کرے گا۔ تم آزاد رہوگی۔ صرف ہم اسپتال والے روحانی عمل کے زیرِ اثر ہیں اور کل تک رہیں گے۔"

"کل تک کیوں؟"

"کل صبح دس بجے اسپتال سے علی کی چھٹی ہو جائے گی۔"

"تعجب ہے' صرف چار دنوں میں زخم بھر گیا ہے؟"

"سب ہی ڈاکٹروں کو حیرانی ہے۔ گولی کا زخم گہرا تھا۔ اس کے باوجود زخم بھر چکا ہے۔ یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایسا روحانی عمل کے نتیجے میں ہوا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم سو جاؤ۔ میں حکم دیتی ہوں کہ تم کل دن کے بارہ بجے تک سوتی رہو گی۔"

"میں کل دن کے بارہ بجے تک سوتی رہوں گی۔"

"تمہاری نیند کے دوران یہاں کچھ لوگ آئیں گے۔ مصوف رہیں گے۔ باتیں کریں گے لیکن تم گہری نیند سوتی رہو گی۔"

اس نے کہا کہ وہ الپا کے حکم کے مطابق دوسرے دن بارہ بجے تک بے خبر سوتی رہے گی۔

الپا نے اپنی ماتحت مولی پارکر سے کہا "میں نرس پر تنویمی عمل کر رہی تھی اور تم بھی اس کے دماغ میں وہ کرتام باتیں سن رہی تھیں۔"

مولی پارکر نے کہا "یس میڈم! آپ نے کہا ہے کہ اس کے کمرے میں کچھ لوگ جائیں گے۔ کیا ہمیں ابھی وہاں جانا ہے؟"

"ہاں' اس کے بیان کے مطابق نرسوں' ڈاکٹروں اور اسپتال کے پورے عملے پر روحانی عمل کا اثر رہتا ہے۔ اگر تم نرس کے بھیس میں' اس کے میک اپ اور گیٹ اپ میں جاؤ گی تو روحانی عمل کے اثر میں نہیں رہو گی کیونکہ تم حقیقتاً اس اسپتال کی نرس نہیں ہو۔ تم آسانی سے علی کے کمرے میں پہنچ کر اسے وہ کیپسول کھلا کر اس کا کام تمام کر سکو گی۔"

"میں ابھی میک اپ کا سامان لے کر ایک آلۂ کار کے ساتھ اس کے کوارٹر میں جا رہی ہوں۔"

ادھر بلی ڈونا نے نرس کے دماغ میں رہ کر الپا کی آواز اور لہجے سے سمجھ لیا تھا کہ وہ علی کے سلسلے میں اس کی خدمات حاصل کرنے کے باوجود اس پر بھروسا نہیں کر رہی ہے اور خیال خوانی کے ذریعے اپنے طور پر بھی کارروائی کر رہی ہے۔

بلی ڈونا کو یہ منظور نہیں تھا کہ الپا' علی کے خلاف جو اقدامات کرے اس میں اسے کامیابی ہو۔ وہ نرس کو گہری نیند سلا کر گئی تھی اور اس نرس کے کمرے میں کچھ لوگ آنے والے تھے۔ وہ کون لوگ ہوں گے؟ انہیں دیکھنا اور سمجھنا ضروری تھا۔

اس نے اپنے تینوں آلۂ کاروں سے کہا "اس نرس کے کوارٹر کے آس پاس چھپے رہو۔ اس کے کمرے میں کچھ لوگ آنے والے ہیں۔ میں تم لوگوں کے ذریعے ان کی آوازیں سنوں گی۔"

آدھی رات تک اس کوارٹر کے اندر اور باہر خاموشی چھائی رہی۔ پھر مولی پارکر اپنے ایک ماتحت کے ساتھ کوارٹر کے دروازے پر آئی۔ وہ مقفل نہیں تھا۔ اسے کھول کر اپنے آلۂ کار کے ساتھ اندر آ گئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

اس نے ایک بڑا سا بیگ میز پر رکھا۔ اس میز کے ساتھ ایک آئینہ لگا ہوا تھا۔ بیگ میں میک اپ کا ضروری سامان تھا۔ آلۂ کار اس میز کو اٹھا کر نرس کے سرہانے لے آیا تاکہ مولی پارکر اس نرس کو دیکھ دیکھ کر میک اپ کرے اور اس کی ہم شکل بن جائے۔

وہ میک اپ کی تیاری کے دوران ضروری باتیں کر رہے تھے۔ بلی ڈونا کے دو آلۂ کار اس کوارٹر کے باہر تھے۔ ایک آلۂ کار بہت پہلے ہی کمرے کے اندر جا کر نرس کے بیڈ کے نیچے چھپ گیا تھا۔ بلی ڈونا اس کے دماغ میں رہ کر ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے آلۂ کار سے کہا "میں اس عورت کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ اگر وہ مجھے محسوس کرے گی تو میں تمہیں بتاؤں گی۔ تم فوراً اس کے ساتھی کو گولی مار دو گے۔ ریوالور میں سائلنسر لگاؤ۔"

اس نے ریوالور نکالا۔ پھر سائلنسر لگانے لگا۔ بلی ڈونا' مولی پارکر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی تھی۔ اس وقت محسوس نہ کر سکی کیونکہ اس کے اندر الپا موجود تھی اور کہہ رہی تھی "اطمینان سے میک اپ کرو۔ صبح تک کوئی اس کمرے میں نہیں آئے گا۔ میں جا رہی ہوں۔ دو چار گھنٹے بعد آ کر معلوم کروں گی کہ تم نے کس حد تک کامیاب میک اپ کیا ہے۔"

بلی ڈونا اس کے دماغ سے نکل آئی۔ اپنے آلۂ کار سے بولی۔ "جب یہ عورت تمہیں ایب نارمل دکھائی دے تو اس کے ساتھی کو گولی مار دینا۔"

یہ کہہ کر اس نے الپا کی آواز اور لہجے کو اختیار کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کر کے مولی پارکر کے اندر پہنچی۔ اس نے بلی ڈونا کو محسوس نہیں کیا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ الپا کی تابعدار ہے اور خود ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

بلی ڈونا ایسے موقع کی تلاش میں رہتی تھی۔ اس کی ٹیم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کا اضافہ ہونے والا تھا۔ اس نے بیکار گی اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ تکلیف کی شدت سے وہ چیخ مارنا چاہتی تھی۔ بلی ڈونا نے اس کا منہ بند کر دیا۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔

بیڈ کے نیچے سے اس آلۂ کار نے اسے ایب نارمل سے ایب نارمل ہوتے دیکھا تو وہیں سے ہاتھ بڑھا کر اس کے ساتھی کو گولی مار دی۔

دماغی اذیت ناقابلِ برداشت ہوا کرتی ہے۔ بلی ڈونا نے دوسری بار مولی پارکر کے اندر زلزلہ پیدا کیا تو وہ برداشت نہ کر سکی' بے ہوش ہو گئی۔

اس آلۂ کار نے بیڈ کے نیچے سے نکل کر دروازے کو کھولا۔ باہر کھڑے ہوئے دو ساتھی اندر آ گئے۔ اپنی مالکہ کے حکم کے مطابق مولی پارکر کو اٹھا کر وہاں سے لے جانے لگے۔ جاتے جاتے دروازے کو باہر سے بند کر دیا تاکہ اندر پڑی ہوئی لاش صبح تک کسی کو نظر نہ آئے۔

ڈی بلی ڈونا نے کرائے پر جو بنگلا رہائش کے لیے حاصل کیا تھا' وہ اسپتال سے پندرہ منٹ کی مسافت پر تھا۔ وہاں پہنچنے کے دس منٹ بعد مولی پارکر کو ہوش آنے لگا۔ الپا یہ کہہ کر گئی تھی کہ دو چار گھنٹے کے بعد اس کے پاس آئے گی۔ اس کے آنے سے پہلے ہی بلی ڈونا نے اس پر تنویمی عمل شروع کر دیا۔ اس کے دماغ سے الپا کے عمل کے اثرات کو مٹانے لگی اور اپنے تنویمی عمل کو اس پر مسلط کرنے لگی۔

الپا دوسرے معاملات میں مصوف ہو گئی تھی۔ اسے اطمینان تھا کہ اس کی ماتحت مولی پارکر نرس کی ہم شکل بن چکی ہو گی۔ صبح چھ بجے نرس کی ڈیوٹی کے مطابق اسپتال میں جائے گی اور آسانی سے علی کا کام تمام کر کے آ جائے گی۔

الپا نے تقریباً چھ گھنٹے بعد مولی پارکر کی طرف توجہ دی لیکن اس کی خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔ اس کی معمولہ اور تابعدار رہنے والی نے اس کی سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کیا۔ اس نے حیرانی سے سوچا "یہ کیا ہو گیا؟ کیا میری ماتحت کو کسی نے ٹرپ کیا ہے؟"

اس نے مولی پارکر کے ایک آلۂ کار کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ مولی ایک آلۂ کار کے ساتھ کوارٹر کی طرف گئی تھی۔ باقی آلۂ کاروں کو اڈے پر رہنے کا حکم دیا تھا۔ جب چار بجے تک مولی نے ان سے دماغی رابطہ نہیں کیا تو ان میں سے ایک آلۂ کار اس کوارٹر میں گیا پھر کمرے کے اندر اپنے ساتھی کی لاش دیکھ کر وہاں سے بھاگ کر چلا آیا۔

بھاگ کر آنے والے نے نہ مولی کو دیکھا تھا اور نہ ہی اس کی لاش دکھائی دی تھی۔ الپا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی۔ "کیا میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو کھو چکی ہوں؟ کیا فرہاد نے اسے ہم سے چھین لیا ہے؟ ہاں' ہمارا وہاں کوئی دوسرا دشمن نہیں ہے۔ اس اسپتال کے کوارٹر میں اس نرس کے کمرے میں جو کچھ ہوا' اس کی خبر فرہاد کو ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کے دیدہ اور نادیدہ جاسوس اسپتال کے اطراف ہوں گے۔ انہوں نے فرہاد کو مولی کی مصوفیات کے بارے میں بتایا ہو گا۔"

موبائل فون کے بزر نے اسے خیالات سے چونکا دیا۔ اس نے فون کو آن کر کے کان سے لگایا پھر پوچھا "ہیلو کون؟"

بلی ڈونا نے کہا "ایٹ یور سروس۔ میں اسلام آباد پہنچ کر اپنا کام شروع کر چکی ہوں اور بڑی اہم معلومات حاصل کر رہی ہوں۔"

"مثلاً کیسی معلومات؟"

"پہلی میں نے اس اسپتال کی نرس کے دماغ میں جگہ بنائی پھر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ اس اسپتال کے تمام عملے پر روحانی عمل کا اثر ہے۔ وہاں ہماری کوئی سازش کامیاب نہیں ہو سکے گی۔"

الپا نے پوچھا "پھر کیا ہوا؟"

"ہونا کیا ہے؟ روحانی قوت کے آگے ہماری کیا چلے گی؟ پھر بھی میں نے نرس کے مزید خیالات پڑھے۔ یہ معلوم ہوا کہ دوسرے دن دس بجے علی اسپتال سے گھر چلا جائے گا۔ میں تو مایوس ہو گئی تھی۔ شاید تم بھی مایوس ہو رہی ہو۔ تم فکر نہ کرو۔ میں بڑے مزے کی باتیں بتانے والی ہوں۔"

"تم بولتی بہت ہو' کام کی بات کرو۔"

"وہی کر رہی ہوں۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ میں مایوس ہو گئی تھی جبکہ انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ تقریباً آدھی رات کے بعد خیال آیا کہ نرس پر روحانی عمل کا اثر ہے۔ مجھ پر تو نہیں ہے۔ اگر میں نرس کے اندر رہ کر علی کے کمرے میں جاؤں۔ پھر علی کے قریب پہنچتے ہی نرس کے جسم سے نکل کر نمودار ہو کر اسے قتل کروں تو۔"

الپا نے اس کی بات کاٹ کر تعجب سے پوچھا "کیا تم نادیدہ بن جاتی ہو؟ تمہارے پاس ایسی گولیاں ہیں؟"

"گولیاں بھی ہیں' کیپسول بھی ہیں۔ تمہیں ضرورت ہو گی تو دو چار دے دوں گی۔ میری باتوں کے دوران نہ بولو۔ میں بھول جاتی ہوں۔ ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی؟"

"فار گاڈ سیک۔ کچھ نہ کہو۔ کوئی بہت اہم بات ہے تو بتاؤ۔"

"اہم بات یہ ہے کہ میں آدھی رات کے بعد اس نرس کے دماغ میں گئی تو وہ موت سے شرط لگا کر سو رہی تھی۔ میں نے اسے جگانے کی کوشش کی۔ مگر وہ سوتی ہی رہی تب سمجھ میں آیا کہ کسی نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔ ایسے وقت مجھے اس کمرے میں ایک عورت اور مرد کی آواز سنائی دی۔"

الپا نے چونک کر پوچھا "کیا اس وقت تم اس کوارٹر میں موجود تھیں؟"

"ہاں میں نرس کے دماغ میں تھی۔ میں کیا بتاؤں' کتنا مزہ آیا۔"

وہ جھنجلا کر بولی "جلدی بتاؤ' پھر کیا ہوا؟"

"غصہ کیوں کرتی ہو؟ جاؤ میں نہیں بولتی۔"

الپا نے مجبور ہو کر غصہ برداشت کرتے ہوئے کہا "اب غصہ نہیں کروں گی۔ تمہاری بڑی مہربانی ہو گی' جلدی بتاؤ' پھر کیا ہوا؟"

"ہونا کیا تھا؟ وہ ہو گیا' جس کی تم توقع بھی نہیں کر سکتیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو ہم نہیں سوچتے' وہ ہو جاتا ہے۔"

وہ دانت پیس کر بولی "میرے صبر کا امتحان نہ لو۔"

"زندگی میں کتنے ہی امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کمرے میں جو عورت تھی' اسے بھی امتحان سے گزرنا پڑا۔ میں اس کے ساتھی کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ سامنے جو عورت بیٹھی میک اپ کر رہی ہے' اپنا چہرہ بدل رہی ہے اور نرس کی ہم شکل بن رہی ہے' وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

بلی ڈونا اتنا کہہ کر چپ ہوگئی۔ الپا نے پوچھا "وہ عورت کہاں ہے؟"

"بعد میں پتا چلا' وہ عورت نہیں ہے۔ میری طرح کنواری دوشیزہ ہے۔"

"میں اس کی عمر نہیں پوچھ رہی ہوں' وہ اس وقت کہاں ہے؟"

"اور کہاں ہوگی؟ تم جانتی ہو' ٹیلی پیتھی جاننے والا مرد ہو یا عورت وہ ہمارے لیے بہت بڑی قوت ہوتے ہیں۔ میں بھلا اس ہاتھ آنے والی قوت کو چھوڑ سکتی تھی؟ میں نے اسے پکڑلیا۔ جکڑلیا۔ میرے آلۂ کار نے اس کے ساتھی کو گولی ماری۔ میں نے اس عورت کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی گولی ماری۔ پھر تنویمی عمل سے اس کا آپریشن کیا۔ بڑی اچھی ہے۔ آرام سے میری معمولہ اور تابعدار بن گئی ہے۔"

الپا آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹ پڑی "ذلیل! کمینی! کتی! میرے گھر ڈاکا ڈال کر مجھے ڈکیتی کی رپورٹ سنا رہی ہے۔ وہ میری ٹیلی پیتھی جاننے والی ماتحت ہے۔ اسے واپس کردے ورنہ تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"غصہ کیوں کرتی ہو۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ تمہاری ماتحت ہے۔"

"اب تو معلوم ہوگیا۔ واپس کرو۔"

"ایک بہن کی چیز دوسری بہن کے پاس آگئی۔ غصہ کیوں کرتی ہو۔ جاؤ میں نہیں بولتی۔"

بلی ڈونا نے فون بند کردیا۔ پھر فون سے بیٹری الگ کردی تاکہ الپا پھر فون نہ کرے۔ ایک منٹ کے بعد اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر سانس روک لی' وہ الپا تھی۔ اس نے دماغی رابطہ کرنے کی کئی بار کوششیں کیں۔ پھر تھک ہار کر خاموش ہوگئی۔

صبح کے پانچ بجنے والے تھے۔ بلی ڈونا کار میں بیٹھ کر اسپتال کے قریب آگئی۔ وہ چاہتی تھی' علی کے اسپتال سے جانے سے پہلے اسے دیکھ لے' ہوسکتا ہے۔ اسے ٹریپ کرنے کا بھی موقع مل جائے۔

وہ سایہ بن کر اسپتال میں داخل ہوئی۔ مسلح پہرے دار اسے دیکھ نہ سکے۔ وہ اسپتال کے مختلف حصوں سے گزر کر علی کے کمرے کی طرف جانے لگی۔

علی کمرے میں تنہا سو رہا تھا۔ صبح پانچ بجے جاگنے کا عادی تھا۔ ابھی بیدار ہونے والا تھا لیکن بیداری سے پہلے غافل تھا۔ اس کے مشورے پر سائرہ دونوں بھائیوں کے ساتھ اپنی کوٹھی میں رات گزارنے گئی تھی اور صبح اس سے ملنے کے لیے اور اسے اسپتال سے کوٹھی میں لے جانے کے لیے آنے والی تھی۔

اس سے پہلے بلی ڈونا آگئی۔ پہلے دروازہ... کھول کر وہ لیٹر سے اسے دیکھا۔ ایک خوبرو جوان گہری نیند میں نظر آیا۔

اس نے دہلیز سے آگے بڑھ کر کمرے میں قدم رکھا۔ علی نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی چھٹی حس نے اسے جگا دیا تھا۔

○☆○

گیارہ بجنے میں دس منٹ رہ گئے تھے۔ وصال یار کا وقت تھا۔ دیوی نے ٹھیک رات کے گیارہ بجے اس کے سوئٹ میں ملاقات کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

پارس بڑی بے چینی سے سوچ رہا تھا' کیا واقعی وصال گھڑیاں نصیب ہوں گی؟ پیش گوئی کے مطابق ابھی وہ وقت نہیں تھا' جب اعلیٰ بی بی' دیوی کو بے نقاب کرتی اور پارس اسے اصل چہرے کے ساتھ دیکھتا۔

ویسے علم نجوم کے مطابق اعلیٰ بی بی کے زائچے نے یہ بتایا تھا کہ وہ سات برس کی عمر میں دونوں کو بے نقاب کرے گی لیکن ابھی سات برس کی نہیں تھی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے' دوسرے کے زائچے کی قوت سے تبدیلی آجاتی ہے۔ پارس اور اعلیٰ بی بی کے درمیان بے انتہا محبت تھی۔ دونوں کئی مشن کے دوران ایک ساتھ رہتے آئے تھے۔ اس طرح پارس کے زائچے کی قوت چھوٹی بہن کے زائچے پر اثرانداز ہوتی رہی تھی اور تبدیلیاں آرہی تھی۔

پارس کا دل کہہ رہا تھا کہ دیوی شی تارا سے ملنے کے لیے خوب صورت تبدیلی آچکی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ دیوی دو گھنٹے پہلے خود پارس کے پاس آئی تھی۔ بہت بڑی قسم کھانے کے بعد وہ بہت سنجیدہ ہوگئی تھی۔ اس کے سوئٹ میں آئی تھی۔ اس کے ساتھ رات کا کھانا کھایا تھا اور کسی شک و شبے کے بغیر طے تھا کہ آج کی رات وصال کی رات ہے۔

شی تارا اپنے کمرے سے باہر آئی۔ خوب دلہن کی طرح سجی ہوئی تھی۔ کاریڈور سے گزرتی ہوئی لفٹ میں آئی۔ وہ ایسی دلہن تھی' جو پیا ملن کے لیے تنہا اپنے دلہا کے پاس جارہی تھی۔

وہ لفٹ کے ذریعے اس فلور پر آئی' جہاں دلہا کا سوئٹ تھا۔ اس نے دروازے کے پاس پہنچ کر اس کے ہینڈل کو آہستگی سے گھمایا۔ وہ کھل گیا۔ پارس اندر کھڑا ہوا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی اس نے مسکرا کر دلہن کو دیکھا۔ وہ ایک منٹ تک کھلے ہوئے دروازے پر شرماتی ہوئی سر جھکائے کھڑی رہی۔ پارس نے آگے بڑھ کر دروازے کو بند کیا پھر اسے آغوش میں لینا چاہتا تھا' وہ پیچھے ہٹ گئی۔

اس نے پوچھا "اب دوری کیسی؟"

وہ اس سے گھڑا کر بیڈ کی طرف جاتے ہوئے بولی "میں ہوں شی تارا۔ اصلی شی تارا۔ ایک عرصے سے دیوی کملا رہی ہوں۔ اب تک کسی مرد کی تنہائی میں نہیں آئی۔ میرے ستارے کہتے آئے ہیں کہ وہ ملیں گے تو پارس کے ستاروں سے ملیں گے۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "ستارے اب تک غلط کہہ رہے تھے۔ آج تم کبیر سے مل رہی ہو۔"

"میں نے تمہاری تاریخ پیدائش معلوم کی۔ تمہارا زائچہ بنایا۔ اسے اپنے زائچے سے ملایا تو پتا چلا' ہماری جنم کنڈلی نہیں مل رہی ہے۔ میں دھوکا کھا رہی ہوں۔ تم ہندو نہیں ہو اور تمہارا نام کبیر نہیں ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پارس کے پیچھے ایک شخص نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک موٹا سا ڈنڈا تھا۔ اس سے پہلے کہ پارس پلٹ کر دیکھتا' اس نے ایک زوردار ضرب اس کی گردن پر لگائی۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی اور کراہ کے ساتھ داڑھ میں دبی ہوئی گولی باہر نکل کر فرش پر گر پڑی۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ لپک کر گولی اٹھاتا' کئی مسلح افراد اچانک نمودار ہوگئے۔ ایک نے رائفل کا کندا اس کے منہ پر مارا۔ وہ الٹ کر فرش پر گر پڑا۔ دوسرے نے رائفل کی نال اس کے منہ میں ٹھونس دی۔

دیوی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "ہیلو فراڈ کبیر! تمہاری اصلیت کیا ہے؟"

اس نے سانس روکی۔ دیوی باہر آگئی۔ اس نے اشارہ کیا۔ ڈنڈے والے نے پارس کے گھٹنے پر ضرب لگائی۔ پھر دونوں گھٹنوں پر ضرب لگانے لگا۔ وہ تکلیف برداشت کرنے کی کوششیں کررہا تھا۔ دیوی نے اس کے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ یہ ایسی دماغی تکلیف ہوتی ہے کہ سانس روکی نہیں جاتی۔

وہ دیوی کو اپنے اندر سے نکال نہ سکا۔ اس نے سب سے پہلے اس کے چور خیالات پڑھے پھر قہقہہ لگانے لگی "اچھا مسٹر فراڈ کبیر! تو تم پارس ہو؟

"پارس' جو کبھی کسی کی گرفت میں نہیں آتا۔ واہ! بھولے ناتھ! ہر ہر مہادیو! تیری مہاشکتی سے میرے من کی مراد پوری ہورہی ہے۔ یہ میری پہلی اور آخری خواہش تھی کہ یہ فولادی مرد میرا معمول اور تابعدار بن کر رہے۔ اور اب یہ میرا غلام اور میں اس کی مالکہ بن کر رہوں گی۔"

اس نے پھر ایک زلزلے کا جھٹکا پیدا کیا۔ پارس کے حلق سے ایک کمزور سی چیخ نکلی۔ دیوی شی تارا نے اس کے اندر رہ کر دیکھا' اس کا ذہن غفلت کی تاریکی میں ڈوب رہا تھا۔

جب چند گھنٹوں کے بعد وہ تاریکی سے روشنی میں ابھرے گا تو دیوی کا غلام بن چکا ہوگا۔

اس کے اپنوں میں سے کسی کو خبر نہیں تھی کہ اس پر کیا گزر رہی ہے!

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سچی کہانیاں

مرزا امجد بیگ کی یادداشتیں

ریٹائرڈ ڈی ایس پی ملک صفدر حیات کی ڈائری

شیطان صفت

سبز قدم

دستِ انتقام

اسیرِ ہوس

قانونی پیچیدگیاں' عدالتی کارروائی کے اہم موڑ' نکات

زن، زر اور زمین کے تنازعوں سے جنم لینے والے مقدمات

ایک ریٹائرڈ ڈی ایس پی کی پیشہ ورانہ زندگی کے پے در پے کیسوں کی روداد

جرم و سزا کی وہ کہانیاں جو انسانی حرص و ہوس کا آئینہ ہیں

قیمت فی کتاب ۱۰۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰۰ روپے، چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز

ہوٹل کے اس سوئٹ میں خاموشی اور تنہائی تھی۔ دیوی شی تارا بیڈ کے پاس کھڑی پارس کو دیکھ رہی تھی۔ وہ آنکھیں بند کیے بے خبر لیٹا ہوا تھا۔ وہ قد آور' بھاری بھرکم اور چٹان جیسا مرد ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی پہاڑ لاکر بستر پر رکھ دیا گیا ہو۔

وہ سحرزدہ سی ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اب سے پہلے بھی سیکڑوں بار اسے دیکھ چکی تھی لیکن پہلی بار تنہائی میں چار دیواری کے اندر دیکھ رہی تھی۔ اسے جی بھر کر دیکھنے سے روکنے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔ اب اسے یہ اندیشہ بھی نہیں تھا کہ پارس اٹھ کر اس کی مرضی کے بغیر اسے دبوچ لے گا۔ اب وہ پہاڑ اس کے قدموں کے نیچے آگیا تھا۔

اس نے ٹوٹ کر پارس سے محبت کی تھی اور ٹوٹ کر اس سے نفرت بھی کی تھی۔ خلائی زون سے واپس آنے کے بعد وہ اس سے شدید نفرت کرنے لگی تھی اور یہ قسم کھا چکی تھی کہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ اب وہ کسی روک ٹوک کے بغیر اسے آسانی سے ہلاک کر سکتی تھی لیکن نہیں کر رہی تھی۔

اس کی یہ ازلی خواہش پوری ہونے والی تھی کہ وہ پارس کو اپنا غلام بنا کر اس کے ذہن میں ہندو دھرم کو نقش کرے اور اسے مکمل طور پر ہندو بنا کر اس سے شادی کرے۔ ایک طویل مدت تک انتظار کرنے کے بعد یہ سنہری موقع ہاتھ آیا تھا۔

وہ اس پر جھک گئی۔ اسے چھو کر دیکھنے لگی۔ یقین کرنے لگی کہ اس نے ایک ناقابل تسخیر جوان کو اپنے قابو میں کیا ہے۔ اب اس کی کوئی عیاری اور مکاری اسے اس چار دیواری سے باہر نہیں لے جا سکے گی۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کامیابی کے بعد بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ انسان بہت بڑی کامیابی حاصل کرتے وقت کوئی ایسی بات بھول جاتا ہے جو بعد میں ناکامی کا سبب بن جاتی ہے۔

وہ اعلیٰ بی بی کو بھول گئی تھی۔ اس نے رات کو ڈائننگ ہال میں کھانے کے دوران اعلیٰ بی بی کو ایک بندر کے ساتھ دیکھا تھا۔ وہاں ہال میں جو لوگ موجود تھے' وہ بندر کو ہنومان سمجھ رہے تھے۔ اس کے لیے بھجن گا رہے تھے۔

پھر ہنومان کا چمتکار دکھانے کے لیے اس بندر کو غائب کر دیا گیا۔ اس کے بعد اعلیٰ بی بی سب کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے اوجھل ہونے کے بعد دیوی کو یاد آیا تھا کہ اس بچی کو اس نے قتل ابیب کے ایک شاپنگ سینٹر میں دیکھا تھا اور وہ سونیا فرہاد کی بیٹی اعلیٰ بی بی ہے۔

دیوی اس کے غائب ہو جانے سے کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔ اس پہلو سے نہیں سوچا کہ وہ بچی سایہ بن کر اس کے اندر سما گئی ہے۔ اس نے یہی سوچا کہ جب تک اعلیٰ بی بی' بندر کے ساتھ تماشے کر رہی ہے' اسے اس ہال سے چلے جانا چاہیے۔

وہ گیارہ بجے رات کو ملاقات کرنے کا وعدہ کر کے پارس سے رخصت ہو کر اپنے ہوٹل کے کمرے میں آگئی تھی۔ وہاں اس نے برادر کبیر کا زائچہ دیکھا اور مختلف پہلوؤں سے معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ کبیر ایک فراڈ شخص ہے۔

تب اس نے چند آلۂ کاروں کو طلب کیا۔ ریت کے ذرے کے برابر نادیدہ بنانے والی گولیاں ان آلۂ کاروں کو دیں اور انہیں سمجھایا کہ جب وہ کبیر سے ملے اس کے سوئٹ میں جائے تب فوراً ہی کبیر پر اس طرح حملہ کیا جائے کہ اسے گولی نگل کر نظروں سے اوجھل ہونے کا موقع نہ ملے۔

جے مورگن ہمیشہ اعلیٰ بی بی کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ اعلیٰ بی بی' دیوی کے اندر سمائی ہوئی تھی اور جے مورگن' اعلیٰ بی بی کے اندر تھا اور دیوی جو کھچڑی پکا رہی تھی' اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے مجھے مخاطب کیا اور پارس کو پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کیا۔

میں جانتا تھا' جناب علی اسد اللہ تبریزی نے پارس کے دماغ پر ایسا روحانی عمل کیا تھا جس کے نتیجے میں کوئی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ وہ چشم زدن میں اپنی شخصیت تبدیل کر لیا کرتا تھا' اپنے دماغ کے اندر کبھی پارس اور کبھی برادر کبیر بن جایا کرتا تھا۔ میں نے جے مورگن سے کہا "ہوٹل کے سوئٹ میں پارس پر جو بھی مصیبت آئے' تم مداخلت نہ کرنا۔ جو بھی ہوتا رہے' اسے خاموش تماشائی کی طرح دیکھتے رہنا۔"

میں اس وقت موجود تھا' جب سوئٹ کے اندر پارس پر حملے ہو رہے تھے۔ دیوی نے اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کیے۔ میں خاموش تماشائی بنا رہا۔ میں جانتا تھا کہ وہ دائمی تکلیف عارضی ہے اور دیوی اس پر تنویمی عمل کرے گی تو وہ عمل دیرپا نہیں ہوگا۔ جس طرح منکی ماسٹر اور دوسرے بندروں پر تنویمی عمل کا اثر چند گھنٹوں تک رہنے کے بعد... زائل ہو جاتا تھا اسی طرح پارس کے دماغ پر بھی تنویمی عمل چند گھنٹوں تک رہتا تھا پھر اس عمل سے اسے نجات مل جاتی تھی۔

دیوی اس پر تنویمی عمل کر چکی تھی۔ اپنی خواہش کے مطابق اسے مسلمان سے ہندو بنا چکی تھی۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کا غلام بن جانے والا اب کبھی دھرم سے بے دھرم نہیں ہوگا۔ وہ اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر قد آدم آئینے کے سامنے آگئی۔ خیال خوانی کے ذریعے پلاسٹک سرجری کے ماہر کو مخاطب کیا پھر اس سے کہا "سوئٹ نمبر سیون میں آجاؤ' دروازہ کھلا رہے گا۔"

وہ ماہر دیوی کا معمول اور تابعدار تھا۔ دیوی کو جب اس کی ضرورت ہوتی' وہ سحرزدہ ہو کر اس کے پاس چلا آتا تھا۔ اس کا چہرہ تبدیل کرتے وقت بھی وہ سحرزدہ رہتا تھا۔ اپنا کام ختم کرنے کے بعد جب وہ دیوی سے دور ہو جاتا' تب بھول جاتا تھا کہ وہ تھوڑی دیر پہلے کہاں تھا اور کس کے چہرے کی سرجری کرتا رہا تھا۔ اگر وہ تبدیل کیے ہوئے چہرے کو دوبارہ دیکھتا تو اسے پہچان نہیں پاتا تھا۔

وہ ہوٹل کے ڈائننگ روم میں انتظار کر رہا تھا۔ دیوی کے بلانے

پر سوئٹ نمبر سیون میں چلا آیا۔ اس کے ساتھ پلاسٹک سرجری کا تمام ضروری سامان تھا۔ وہ آئینے کے سامنے بیٹھ گئی۔ چہرے کے سامنے کئی بلب روشن ہو گئے۔ وہ ماہر اس کے چہرے پر جھک کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

دیوی تبدیل ہونے لگی۔ موجودہ چہرہ نقلی تھا۔ سرجری کے ذریعے جلد کی اوپری تہ الگ ہوتی جا رہی تھی اور پہلی بار اصلی شی تارا کا چہرہ نمایاں ہوتا جا رہا تھا۔ اس چہرے کو پہلے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ماہر بھی بعد میں بھول جانے کے لیے دیکھ رہا تھا۔ شی تارا کو اب بھی ناز تھا کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا تھا جبکہ ہم دیکھ رہے تھے۔

میں اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی کے ساتھ موجود تھا۔ آمنہ بھی تھوڑی دیر کے لیے آگئی تھی۔ سلمان' سلطانہ' باربرا اور جے مورگن بھی اسے دیکھ رہے تھے۔ اسے بے نقاب کرنے کا سہرا اعلیٰ بی بی کے سر تھا۔ اگر وہ سایہ بن کر دیوی کے اندر نہ سماتی تو اس کے منصوبوں سے آگاہ نہ رہتی کہ وہ کبیر کو کیسے ٹریپ کرے گی اور کامیابی حاصل کرنے اور پارس کو اپنے دھرم میں لانے کے بعد پوری طرح مطمئن ہو کر تنہائی میں اپنے محبوب کو اصلی چہرہ دکھائے گی۔

لیکن اس کے محبوب سے پہلے ہم سب نے اسے دیکھ لیا۔ یہ پیش گوئی پوری ہو گئی کہ اعلیٰ بی بی اسے بے نقاب کرے گی۔ وہ اب اسے چھیڑنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "بیٹی! فی الحال اصلی شی تارا سے انجان بنی رہو۔ تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔ واپس چلی جاؤ۔"

ہم سب وہاں سے چلے آئے۔

تنویمی نیند کا مقررہ وقت ختم ہوتے ہی پارس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ چند لمحوں تک چھت کو تکتا رہا پھر اس نے سر گھما کر دیکھا۔ سامنے ایک نہایت ہی حسین و جمیل دوشیزہ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے کے اجنبائی نقوش بڑے تیکھے اور جاذب نظر تھے۔ اس کے ساڑی پہننے کے انداز میں بڑی دلکشی تھی۔ ساڑی کے پیچ و خم سے بدن کا حسن نمایاں ہو رہا تھا۔ وہ حیرانی سے اسے تک رہا تھا۔ وہ مسکرا کر بولی "کیا دیکھ رہے ہو؟"

"بھگوان کی لیلا دیکھ رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو گئی کیونکہ پارس نے بھگوان کہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں تمہاری شی تارا ہوں۔ تم پہلے میرا بہروپ دیکھتے رہے ہو۔ آج اصلی روپ دیکھ رہے ہو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا "تم؟ تم وہی شی تارا ہو؟ بائی گاڈ! میری توقع سے زیادہ حسین اور لاجواب ہو۔"

وہ بستر سے اتر کر اس کے قریب آیا۔ وہ اپنا ایک ہاتھ پیش کرتے ہوئے بولی "ابھی صرف ہاتھ پکڑو۔ پہلے ہم مندر جائیں گے۔ واپس آنے کے بعد میں سر سے پاؤں تک تمہاری ہو جاؤں گی۔"

پارس نے اس کا ہاتھ تھام کر ہتھیلی کی پشت کو چوم لیا۔ اس نے فرط جذبات سے آنکھیں بند کر لیں پھر ہاتھ چھڑا کر بولی "آؤ چلیں۔"

وہ ہوٹل سے باہر آئے پھر ایک کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ پارس کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ شی تارا نے کہا "آج سے میں دیوی نہیں کہلاؤں گی۔ دیوی کہنے والوں کو سمجھا دوں گی کہ مجھے صرف شی تارا کہا کریں۔"

پارس نے پوچھا "تم دیوی کے بلند مرتبے سے انکار کیوں کر رہی ہو؟"

"بے شک مرتبہ بلند ہے لیکن دیوی کہنے سے بزرگی ظاہر ہوتی ہے۔ میں زیادہ عمر والی عورت سمجھی جاتی ہوں۔ کیا میری عمر زیادہ ہے؟"

"بالکل نہیں۔ میں کبھی کبھی سوچتا تھا کہ تمہاری عمر زیادہ ہے۔ تم اپنی عمر چھپانے کے لیے جوان حسینائوں کو ڈھی شی تارا بنا کر پیش کرتی ہو۔"

"اب کیا خیال ہے؟"

"جو خیال تھا' وہ غلط ہو گیا۔ تم گلاب کی کلی ہو' میرے انتظار میں کھلنے کو رہ گئی ہو۔"

وہ خوش ہو گئی' مسکرا کر بولی "آج سے ہماری نئی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے۔ ہم ابھی مندر میں جا رہے ہیں۔ وہاں تم مجھے اپنی دھرم پتنی بناؤ گے اور میں تمہیں اپنا پتی سویکار کروں گی۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم ہمیشہ کے لیے میری زندگی میں آرہی ہو اور آئندہ مجھ سے چھپ کر آنکھ مچولی نہیں کھیلو گی۔"

"کیا اس خوشی میں اپنی ممی' مما اور پاپا کو شریک نہیں کرو گے؟"

"میں تھوڑی دیر پہلے یہی سوچ رہا تھا۔ انہیں خوشی میں شریک کرنا چاہیے لیکن جب انہیں معلوم ہو گا کہ میں تمہارے دھرم میں آگیا ہوں تو وہ رنگ میں بھنگ ڈال سکتے ہیں۔ وہ تمہارے خلاف کچھ کریں گے تو مجھے تمہاری خاطر ان بزرگوں سے ٹکرانا ہو گا اور ان سے ٹکرانا دانش مندی نہیں ہے۔"

"تم اپنے بڑوں سے گستاخی نہیں کرو گے لیکن وہ آج نہیں تو کل تمہیں مجھ سے چھین لینے کی کوششیں کریں گے اور مجھے نقصان پہنچائیں گے' اس وقت تم کیا کرو گے؟"

"میں انہیں سمجھاؤں گا۔ وہ نہیں سمجھیں گے تو میں اپنی جان دینے کی دھمکی دوں گا۔ وہ سب مجھے دل و جان سے چاہتے ہیں' میری ضد کو بھی سمجھتے ہیں۔ اس لیے مجھے جان سے کھیلنے نہیں دیں گے۔ وہ مجھے تم سے الگ ہونے پر مجبور نہیں کریں گے۔ بابا صاحب کے ادارے میں میرا داخلہ ممنوع ہو گا۔ میرے اور ان کے صرف رسمی سے تعلقات رہ جائیں گے۔"

شی تارا نے ایک مندر میں پہنچ کر ایک پنڈت کو دس ہزار

روپے دیے۔ پنڈت نے سندور اور ہار منگوائے۔ کچھ منتر پڑھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو ہار پہنائے۔ پارس نے شی تارا کی مانگ سندور سے بھری۔ اسے سہاگن بنایا پھر اس کے ساتھ ہوٹل کے سوئٹ میں واپس آگیا۔

جو تش ودیا کے مطابق یہ ابتدا ہی سے پیش گوئی تھی کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے جیون ساتھی بنیں گے۔ شی تارا نے پارس کو ہندو بنانے' اپنا معمول اور تابعدار بنانے میں کئی برس گزار دیے۔ ایک پل گزرے یا ایک صدی گزرے' جو ہونا ہوتا ہے' وہ ہو جاتا ہے۔

اس نے پارس کی قوت میں دنیا بھلا دی۔ اس نے پارس کو تنویمی عمل سے سحر زدہ کیا تھا۔ پارس اسے پیار سے سحر زدہ کر رہا تھا۔ وہ جذبات کے طلسم کدے میں بھٹکتی رہی۔ یہ سوچنے کی فرصت نہیں ملی کہ پارس کے ماں باپ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے عزیز و اقارب اس سے بے خبر کیوں ہیں جبکہ میری فیملی کے تمام افراد ہمیشہ ایک دوسرے سے باخبر رہتے ہیں۔

ایک دن اور ایک رات گزر گئی پھر دوسری رات گزرنے لگی۔ شی تارا نے کہا "تمہارے بزرگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری شادی ہو گئی ہے۔"

"ہاں' انہیں معلوم ہو جانا چاہیے۔ کیا میں پاپا سے رابطہ کروں؟"

"ہاں کرو۔ میں تمہارے اندر رہ کر ان کی باتیں سنوں گی۔"

پارس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر مجھے مخاطب کیا "میلو پاپا! میں پارس بول رہا ہوں' آپ خیریت سے ہیں؟"

"تم نے پہلے کبھی خیریت نہیں پوچھی۔ آج کوئی خاص بات ہے؟"

"جی ہاں۔ میں ابھی آپ سے جو کہنے والا ہوں اس کے بعد میری خیریت نہیں رہے گی۔ آپ ناراض ہو جائیں گے۔"

"جس بات سے ناراضگی ہو' وہ بات نہ کہو' دوسری بات کرو۔"

"وہ بات دراصل یہ ہے کہ میں نے آپ بزرگوں سے اجازت حاصل کیے بغیر ایک بہت بڑا قدم اٹھایا ہے۔"

"جب قدم اٹھا چکے ہو تو پھر کہنے سننے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟"

"یہی رہ گیا ہے کہ میں کہوں گا اور آپ باتیں سنائیں گے۔"

"بزرگوں سے باتیں سننے والی باتیں ہی نہ کرو۔"

"آپ اپنی ہی بولے جا رہے ہیں' میری بات نہیں سن رہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ آپ کچھ بولیں' میں جلدی سے کہہ دیتا ہوں کہ میں نے شادی کر لی ہے۔"

"یہ کون سا نیا کام کیا ہے؟ پہلے بھی کئی شادیاں کر چکے ہو۔"

"آپ سمجھا کریں۔ میں نے شی تارا سے شادی کی ہے۔"

"پہلے بھی تم نے ایک شی تارا سے شادی کی تھی۔ یہ کوئی کارنامہ تو نہیں ہے۔"

"اوہ۔ آپ سمجھتے کیوں نہیں؟"

"تم سمجھاتے کیوں نہیں؟"

"اس بار میں نے اصلی شی تارا سے شادی کی ہے۔"

"بیٹے! اگر بازار میں برسوں سے نقلی مال چلا آ رہا ہو تو پھر اصلی مال کی نہ پہچان رہتی ہے' نہ اس کی کوئی قدر رہ جاتی ہے۔"

"لیکن اس بار بالکل خالص ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ خالص گھی سمجھ کر ڈالڈا کھاتے رہو۔"

"پلیز' آپ تسلیم کریں' ابھی میرے پاس بالکل خالص گھی ہے۔"

شی تارا نے ناگواری سے کہا "یہ تم باپ بیٹے مجھے بازار کا گھی کیوں کہہ رہے ہو؟"

"یہ کون بول رہا ہے؟"

"گھی بول رہی ہے۔ میرا مطلب ہے' وہ شی تارا بول رہی ہے' جو برسوں سے دیوی کہلا رہی ہے۔"

"وہ تمہارے پاس نہیں ہو سکتی۔ وہ تو میرے دماغ میں آ کر بول رہی ہے۔ تمہارے آنے سے پہلے وہ میرے پاس آئی ہے' ہیلو دیوی! تم ذرا بولو۔"

میرے دماغ میں سلطانہ نے کہا "میں کیا بولوں! حیرانی سے سوچ رہی ہوں کہ پارس کے پاس کون سی دیوی بول رہی ہے جبکہ میں آپ کے دماغ میں موجود ہوں۔"

میں نے کہا "دیوی شی تارا! تم برسوں سے اتنی زیادہ تعداد میں اپنی ڈمیاں پیدا کرتی آ رہی ہو کہ کسی ماں نے بھی اتنے بچے پیدا نہیں کیے ہوں گے۔ کیا تم یاد کر کے بتا سکتی ہو کہ ابھی پارس کے پاس کس نمبر کی ڈی ہے اور وہ کس سال' کس ملک میں پیدا کی گئی تھی؟"

سلطانہ نے کہا "اری او کلموہی' بدذات! جلدی بتا' تیرا شمار نمبر اور تاریخ پیدائش کیا ہے؟"

شی تارا نے غصے سے کہا "کلموہی' بدذات تو ہو گی۔ پارس! یہ کوئی فراڈ ہے اور دیوی بن کر تمہارے پاپا کے دماغ میں آئی ہے۔"

میں نے کہا "تم اسے فراڈ کہہ رہی ہو۔ تم بھی فراڈ ہو سکتی ہو۔ میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں' اصلی کی پہچان نہیں رہی ہے۔ میرے پیارے بیٹے! تم اصلی اور نقلی کی الجھن میں نہ رہو' جو مل جائے اسے غنیمت سمجھو اور میرے دماغ سے جاؤ۔"

میں نے سانس روک لی۔ پارس اور شی تارا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ وہ جھنجلا کر بولی "یہ تمہارا باپ کس قسم کا آدمی ہے؟"

"اے خبردار! میرے پاپا کی شان میں کوئی گستاخی نہ کرنا۔ وہ درست کہہ رہے تھے۔ کیا تمہارے پاس حساب ہے کہ تم اپنی کتنی ڈمیاں بنا چکی ہو؟"

"جہنم میں جائیں ڈمیاں۔ تمہارے خاندان میں اور بابا صاحب کے ادارے میں معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری شادی ہو چکی ہے۔"

"رہنے دو۔ کیا ضروری ہے کہ شادی کی خبر دی جائے۔"

"ضروری ہے۔ میں تمہارے خاندان والوں کا ری ایکشن دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"تم پاپا کا ری ایکشن دیکھ چکی ہو۔"

"تم اپنی سونیا مما کو ہماری شادی کی خبر سناؤ۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے سونیا کے پاس پہنچا۔ وہ بولی "کیا بات ہے؟ کیوں آئے ہو؟ جو کہنا ہے' جلدی کہو۔ مجھے فرصت نہیں ہے۔"

"میں آپ کو خوش خبری سنانے آیا ہوں۔ پتا نہیں' یہ آپ کے لیے خوش خبری ہو گی یا نہیں؟"

"پہلے خود یہ سمجھ لو کہ جو خبر سنانے آئے ہو' وہ منحوس ہے یا خوش کرنے والی ہے۔ جب تمہیں خوش خبری کا یقین ہو جائے تو آجانا۔"

سونیا نے سانس روک لی۔ وہ دونوں پھر دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ شی تارا نے کہا "یہ تمہاری ماں ہے' اسے بیٹے سے بات کرنے کی فرصت نہیں ہے۔"

"میری مما کے بارے میں تمیز سے بولو۔ غلطی میری ہے۔ میں نے ابھی تک خبر نہیں سنائی ہے۔ دراصل وہ مصروف ہیں' مختصر بات کریں گی۔"

"تم ان کے دماغ میں پہنچتے ہی ہماری شادی کی خبر سنا دو۔"

وہ پارس کے دماغ میں آئی۔ پارس' سونیا کے دماغ میں پہنچ کر بولا "میں نے شادی کر لی ہے اور اس بار دیوی شی تارا سے کی ہے۔"

"دیوی تمہیں کہاں سے مل گئی؟ ہزار بار سمجھایا ہے' راستے میں پھینکی ہوئی چیزیں نہ اٹھایا کرو۔"

"مما! یہ مجھے راستے میں نہیں' ہوٹل میں ملی ہے اور یہ اصلی دیوی ہے۔"

"وہ اصلی دیوی شی تارا کہاں سے آسکتی ہے؟ کیسے آسکتی ہے۔ وہ تو مر چکی ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

شی تارا نے کہا "میں زندہ ہوں اور آپ مجھے مار رہی ہیں۔"

سونیا نے کہا "ہاں بالکل یہی آواز تھی اور یہی لہجہ تھا۔ ابھی تم نے میرے دماغ میں آ کر کہا تھا کہ تم ڈی شی تارا بول رہی ہو اور یہ افسوس ناک خبر سنا رہی ہو کہ اصلی دیوی شی تارا کو ایک کتے نے کاٹ لیا تھا۔ چودہ انجکشن لگانے سے پہلے ہی بے چاری مر گئی۔"

شی تارا نے کہا "یہ کیا بکواس ہے۔ میں زندہ ہوں اور پارس کے پاس ہوں۔"

"پارس بیٹے! کیا یہ سچ ہے کہ وہ تمہارے پاس موجود ہے؟"

"یس مما! اصلی دیوی شی تارا میرے پاس ہے۔"

"پھر وہ کون تھی' جس نے دیوی شی تارا کی موت کی خبر سنائی تھی؟"

شی تارا نے کہا "وہ کوئی شرپسند عورت ہے۔ میرے خلاف الٹی سیدھی حرکتیں کر رہی ہے۔ وہ پارس کے پاپا سے کہہ رہی تھی کہ وہ اصلی دیوی شی تارا ہے۔ وہ کوئی جھوٹی مکار ہے۔"

سونیا نے کہا "پارس! تمہیں محتاط رہنا چاہیے۔ پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کون اصلی اور کون نقلی ہے۔ کون سچی اور کون جھوٹی ہے۔ تمہارے پاس جو شی تارا ہے' اس سے بھی ہوشیار رہو۔"

"مما! یہ بالکل اصلی ہے۔"

"اسے کہو' وہ اپنے اصلی ہونے کا ثبوت پیش کرے۔ ثبوت پیش نہ کر سکے تو اسے دھکے مار کر دور کر دینا۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ شی تارا اور پارس پھر دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ وہ بری طرح جھنجلا کر بولی "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"وہی' جو تم نے اب تک کیا ہے۔ اپنی بنائی ہوئی بے شمار ڈمیوں کے ہجوم میں یہ کیسے ثابت کرو گی کہ تم اصلی ہو؟"

"میں ثابت کرنا ضروری نہیں سمجھتی۔ یہ بتاؤ' تم تو مجھے دیوی شی تارا سمجھ رہے ہو؟"

"سچ تو یہ ہے کہ مجھے بھی شبہ ہونے لگا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"تم خود سوچو' میری زندگی میں جتنی شی تارا آئیں' وہ بعد میں ڈی ثابت ہوئیں۔ تم بھی کچھ عرصے بعد اصلی ثابت نہ ہوئیں تو میں تمہارا کیا بگاڑ لوں گا۔ میرا ہندو بننا بیکار ہو گا۔ میرے بزرگ مجھے مسلمان تسلیم نہیں کریں گے۔ نہ میں اِدھر کا رہوں گا' نہ اُدھر کا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔ فضول باتیں نہ سوچو۔ اپنی قسمت پر ناز کرو کہ تم نے مجھے پا لیا ہے۔"

"مجھے جب بھی کوئی شی تارا ملی' میں نے ناز کیا۔ آئندہ بھی ناز کرتا رہوں گا۔"

"رات گزر رہی ہے۔ صبح ہونے والی ہے۔ میں حکم دیتی ہوں' سو جاؤ۔"

پارس نے آنکھیں بند کر لیں' وہ بولی "میں نے اتنی جلدی آنکھیں بند کرنے کا حکم نہیں دیا تھا' میری طرف دیکھو۔"

اس نے نہیں دیکھا' آنکھیں نہیں کھولیں۔ شی تارا نے آواز دی "مذاق نہ کرو' مجھے دیکھو۔"

اب وہ خراٹے لے رہا تھا۔ شی تارا نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر خیالات پڑھے تو پتا چلا' واقعی سو رہا ہے۔

وہ حیران رہ گئی۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے بے شمار معمول اور تابعدار بنائے تھے۔ وہ سب اس کے حکم کی تعمیل کرتے تھے لیکن ایسا تابعدار زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی تھی کہ حکم سنتے ہی پٹ سے آنکھیں بند کرکے نیند میں ڈوب گیا تھا۔ جیسے بٹن پر انگلی رکھتے ہی بلب بجھ گیا ہو۔

جاگنے والا چشم زدن میں سو نہیں سکتا لیکن پارس کے خوابیدہ خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ نیند کی گہرائیوں میں ہے۔

ان لمحات میں وہ بھول گئی تھی کہ برادر کبیر کا دماغ عجیب وغریب تھا۔ وہ چشم زدن میں مردہ ہوجاتا تھا۔ کبھی دیوی اس کے دماغ میں پہنچ جاتی تھی اور کبھی پہنچ نہیں پاتی تھی۔ وہ آتما شکتی کے ذریعے بھی برادر کبیر کے دماغ پر کبھی مسلط نہ ہوسکی۔

وہ پارس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا غلام بنا کر خوش اور مطمئن ہوگئی تھی۔ وہ شاید آئندہ کبھی اتنا بڑا دھوکا نہ کھائے جیسا اب کھا رہی تھی۔

○☆○

بلی ڈونا سایہ بن کر اسپتال میں داخل ہوئی۔ صبح ہونے والی تھی۔ مسلح گارڈز اور اسپتال کے کچھ لوگ جاگ رہے تھے۔ کسی نے اس سائے کو اپنے قریب سے گزرتے نہیں دیکھا۔ وہ علی کے کمرے کے سامنے آگئی۔ دروازہ کھول کر دیکھا تو صاف ستھرے بستر پر ایک خوبرو صحت مند نوجوان محوِ خواب نظر آیا۔

علی اپنی عادت کے مطابق بیدار ہونے والا تھا۔ اس سے پہلے وہ کمرے میں داخل ہوئی پھر ٹھوس جسم میں نمودار ہو کر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ ایسے ہی وقت علی کی چھٹی حس نے اسے جگادیا۔

اس نے آنکھیں کھولیں۔ پہلے چھت نظر آئی پھر سر گھما کر دیکھا تو وہ نظر آگئی۔ فاتحانہ انداز میں مسکرا کر اسے سرسے پاؤں تک دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا "تمہارے جیسا گبرو جوان کسی سے زیر نہیں ہوسکتا لیکن عورت سے ہوجاتا ہے۔ تمہارے چاروں طرف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا پہرا لگا رہتا ہے۔ نظر نہ آنے والے پہرے دار بھی موجود رہتے ہیں لیکن میں اطمینان کرکے آئی ہوں۔ ابھی ان لمحات میں یہاں تمہارے محافظوں کی تعداد کم رہ گئی ہے۔ شاید اس لیے کہ چار یا پانچ گھنٹے کے بعد اسپتال سے تمہاری چھٹی ہونے والی ہے۔"

وہ ذرا چپ ہوئی کہ شاید وہ کچھ بولے گا لیکن وہ چپ تھا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ نقاہت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں کہہ رہی تھیں کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔

بلی ڈونا اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا' وہ سانس لینے میں دشواری محسوس کررہا ہے۔ سرہانے جو زرد رنگ کی گولیاں ہیں ان میں سے ایک گولی اس کے منہ میں رکھی جائے تو اس کی سانسیں بحال ہوجائیں گی۔ وہ نارمل ہو کر کچھ بول سکے گا۔

اس نے سرہانے آکر گولیوں کا ایک پتا اٹھایا پھر اس میں سے ایک گولی نکال کر کہنے لگی "لیا تمہیں ختم کرنا چاہتی ہے۔ میں تمہیں زندہ رہنے دوں گی۔ تم میرے معمول اور تابعدار بن کر مجھے بڑے فائدے پہنچاتے رہو گے۔"

وہ ایک گولی لے کر اس کے پاس آئی۔ گولی اس کی طرف بڑھائی۔ اس نے اپنا منہ کھولا۔ اشارے سے سمجھایا کہ گولی منہ میں ڈالے۔ ایسا کرنے کے لیے اسے جھکنا پڑا۔ ایسے ہی وقت علی نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔

بلی ڈونا بہت زبردست فائٹر تھی لیکن ایک ہی ہاتھ کی گرفت اتنی سخت تھی جیسے آہنی شکنجے میں آگئی ہو۔ وہ گردن چھڑانے کے بعد ہی مقابلہ کرسکتی تھی۔ ابھی تو سانس لینا دشوار ہورہا تھا۔ منہ کھل گیا تھا اور گولی منہ سے نکل کر بستر پر گر پڑی تھی۔ وہ سایہ بھی نہیں بن سکتی تھی۔

علی نے اسے جدوجہد کرنے کا موقع دیا پھر ایک ہی ہاتھ سے اسے پرے دھکیل دیا۔ وہ پیچھے جاکر ایک کرسی سے ٹکرا کر اس کرسی سمیت فرش پر الٹ گئی۔ بڑی ہی پھرتیلی فائٹر تھی۔ فرش پر گرتے ہی اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

اس نے غرا کر علی کو دیکھا پھر جیسے بلی شکار کی طرف چھلانگ لگاتی ہے اسی طرح اس نے یکبارگی علی پر چھلانگ لگائی۔ وہ اس کے منہ پر لات مارتے ہی بستر پر پڑی ہوئی گولی اٹھانا چاہتی تھی۔ اس نے چھلانگ لگا کر صحیح ٹارگٹ پر لات ماری لیکن لات تکیے پر پڑی۔ وہاں منہ نہیں تھا۔ علی بھی نہیں تھا' سایہ بن چکا تھا۔ وہ خالی بستر پر آپڑی تھی۔

اس نے فوراً ہی بستر پر بیٹھ کر اپنے منہ سے نکلی ہوئی گولی تلاش کی' وہ نہیں ملی۔ اس نے جینز کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ڈبیا نکالنی چاہی تاکہ دوسری گولی کے ذریعے نادیدہ بن سکے لیکن جیب خالی تھی۔ علی نے پہلی بار اس کی گردن دبوچنے کے دوران اس کی جیب سے ڈبیا نکال لی تھی۔

اب اس کی سمجھ میں آیا کہ وہ پھنسنے والی ہے۔ وہ اب نادیدہ بن کر وہاں سے فرار نہیں ہوسکتی تھی۔ جسے ٹریپ کرنے آئی تھی' وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے بیڈ سے چھلانگ لگائی۔ فرش پر آئی پھر دوڑتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ اسے اندر سے کھولنا چاہا تو پتا چلا وہ باہر سے بند ہے۔

اس نے دروازے کو دونوں ہاتھوں سے پیٹا۔ علی کی آواز آئی۔ "دروازہ پیٹو گی' شور مچاؤ گی تو میرے مسلح گارڈز آجائیں گے۔"

اس نے دروازے کے پاس سے پلٹ کر دیکھا۔ علی بستر پہلے کی طرح لیٹا ہوا تھا۔ مسکرا کر کہہ رہا تھا "یہ کمرا تمہارے لیے پنجرہ بن چکا ہے۔ ایسے ہی وقت میں کہتے ہیں۔ قید میں ہے بلبل' صیاد مسکرائے۔ کچھ کہا بھی نہ جائے' چپ رہا بھی نہ جائے۔"

وہ بے بسی سے گھور کر دیکھتے ہوئے بولی "میری جیب میں گولیوں کی ڈبیا تھی' تم نے نکالی ہے؟"

علی نے اپنی مٹھی کھولی۔ ہتھیلی پر وہ ڈبیا رکھی ہوئی تھی اور وہ گولی بھی تھی جو منہ سے نکل کر بستر پر گر پڑی تھی۔

وہ بولی "ایک لڑکی کو دبوچ کر اس کی جیب صاف کردی۔ یہ کوئی مردانگی تو نہ ہوئی۔"

"میں نے کب کہا تھا' مردانگی دکھاؤں گا' تم چلی آؤ۔"

"مجھ سے پہلی بار ایک غلطی ہوئی ہے۔ ابھی کسی طرح بچ نکلوں گی تو آئندہ تمہارے خاندان کے کسی فرد سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کروں گی۔"

"تم یہاں سے بچ نکلو گی۔ شرط یہ ہے کہ اپنی پوری ہسٹری سناؤ۔"

"میرا نام بلی ڈونا ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک مضبوط ٹیم بنا رہی ہوں۔ تمہیں بھی ٹریپ کرکے اپنی ٹیم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ کرنا چاہتی تھی مگر تم بہت زبردست ہو۔"

"تمہارے پاس کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟"

"پانچ ہیں۔ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"تمہیں یہاں سے جانے کے لیے سچ بولنا چاہیے مگر تم جھوٹ بول رہی ہو۔ میں یقین سے کہتا ہوں' تم بلی ڈونا نہیں ہو۔"

"اگر میں بلی ڈونا نہیں ہوں تو کون ہوں؟"

"اس کی ڈبی ہو۔ یہ دیکھو' یہ گولی جو تمہارے منہ سے نکلی ہے' اس نے تمہیں نادیدہ بنایا تھا لیکن اس ڈبیا میں جو چار گولیاں ہیں وہ اصلی نہیں ہیں۔ میں کیمسٹ اور ڈرگسٹ ہوں۔ مجھے دوا سازی میں مہارت حاصل ہے۔ میں ان گولیوں کو دیکھ کر اور سونگھ کر معلوم کرچکا ہوں۔ یہ زہریلی ہیں۔"

"تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ یہ زہریلی نہیں ہیں۔"

علی نے کہا "اگر کسی نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی بلی ڈونا کا کہیں وجود ہے اور اگر وہ باقاعدہ پلاننگ سے ایک تنظیم قائم کررہی ہے تو پھر تم اس بلی ڈونا کی ڈبی ہو۔ اس نے تمہیں یہ ایک اصلی گولی دی ہے۔ وہ نہیں چاہتی ہوگی کہ تم ایک اصلی گولی سے محروم ہوکر دشمن کے شکنجے میں آؤ۔ ایسے وقت تم نادیدہ بننے کے لیے جیسے ہی دوسری گولی منہ میں رکھو گی' تمہاری موت واقع ہوجائے گی۔ یقین نہ ہو تو اس ڈبیا کی کوئی سی بھی گولی منہ میں رکھ لو۔"

علی نے وہ ڈبیا اس کی طرف اچھالی۔ اس نے کیچ کرلی۔ اسے اپنے گریبان کے اندر رکھ کر کہا "علی! واقعی تم لوگ بڑے باکمال ہو۔ یہ واقعی زہر ہے اور یہ تمہارے سامنے ایک ڈبی ہے۔ میں بلی ڈونا اپنی ڈبی کی زبان سے کہہ رہی ہوں کہ تم لوگوں کی طرح ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بہت جلد میرے نام کا بھی ڈنکا بجنے لگے گا۔ میں نے اب تک بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ پہلی بار یہاں سے ناکام ہوکر جارہی ہوں۔ اس ناکامی نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ آئندہ میری حکمتِ عملی کچھ اور ہوگی۔ اب میں جارہی ہوں۔ یہ ڈبی میرے لیے بیکار ہوچکی ہے۔ اس کے ساتھ جو سلوک چاہو' کرو۔ سی یو اگین۔۔۔"

ڈبی کے ہونٹ ہل رہے تھے پھر وہ چپ ہوگئی اور علی کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ علی نے بلند آواز سے کہا "دروازہ کھول دو۔"

دروازہ کھل گیا۔ علی نے اسے باہر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ سر جھکا کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کمرے سے باہر جاکر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

صبح ہوتے ہی سائرہ دونوں بھائیوں کے ساتھ آگئی۔ علی کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "کیسے ہو؟ تم تو اچھے ہی ہوگے۔ رات گہری نیند سوتے رہے ہو نا؟ میں تو جاگتی رہی۔ کروٹیں بدلتی رہی۔ کمرے میں جہاں دیکھتی تھی' تم نظر آتے تھے۔ مجھے ایک رات کے لیے دور کیوں کیا تھا؟ کیا مجھے پریشان کرنا اچھا لگتا ہے؟ میں صاف صاف کہتی ہوں' آج رات دور نہیں رہوں گی۔ تم خاموش کیوں ہو؟ بولتے کیوں نہیں ہو؟"

اس کے بھائی کامی نے کہا "سسٹر! تم خاموش رہو گی تو ہمارے برادر علی کو بولنے کا موقع ملے گا۔"

علی نے ہنستے ہوئے کہا "اپنی سسٹر کو کہنے دو۔ پچھلی رات کا سارا بخار نکالنے دو۔ ویسے اب میں الگ نہیں رہوں گا۔ ہم سب ساتھ رہیں گے۔"

وہ سب خوش ہوگئے' سائرہ نے کہا "ممی اور پپا تو پتا نہیں کہاں چلے گئے ہیں۔ میں نے کوٹھی کی صفائی کرادی ہے۔ ہم اس کوٹھی میں رہیں گے۔"

"ہم یہاں نہیں رہیں گے۔ ابھی دس بجے کی فلائٹ سے ہم پیرس جارہے ہیں۔"

"پیرس کیوں؟"

"وہاں بابا صاحب کے ادارے میں تم تینوں بہن بھائی تعلیم اور تربیت حاصل کروگے۔ میں بھی وہاں زیرِ علاج رہوں گا۔ کوٹھی سے اپنا ضروری سامان لینا ہے تو گارڈز کے ساتھ جاؤ۔ وہی گارڈز تمہیں ائرپورٹ پہنچائیں گے۔ میں وہیں تم سے ملوں گا۔"

سائرہ بھائیوں کو لے کر گارڈز کے ساتھ چلی گئی۔ آمنہ نے ان کے پاسپورٹ' ضروری کاغذات اور جہاز کے ٹکٹ کا انتظام کردیا تھا۔ انہوں نے مقررہ وقت پر ائرپورٹ پر علی سے ملاقات کی۔ پھر پیرس اور لندن جانے والے طیارے میں سوار ہوگئے۔

طاہرہ اور افضال احمد کئی بار پاکستان سے فرار ہونے کی ناکام کوشش کرچکے تھے۔ اس بار انہوں نے عارضی میک اپ کے ذریعے اپنے چہرے اور نام تبدیل کیے۔ موساد والوں نے ان کے

نئے ناموں سے نئے پاسپورٹ بنوا کر دیے تھے پھر بھی وہ سہمے ہوئے تھے کہ علی اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے' ان کے فرار ہونے کی کوشش کو ناکام بنادیں گے۔

لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ خیریت سے طیارے کے اندر پہنچ گئے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا رائٹ بوائے ان کے دماغوں میں تھا۔ انہیں تسلیاں دے رہا تھا کہ دشمن نہ تو انہیں پہچان سکیں گے اور نہ ہی انہیں فرار ہونے سے روک سکیں گے۔

جب طیارے نے پرواز کی تو انہیں اطمینان ہوا۔ افضال نے طاہرہ سے کہا "اب ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ تھینکس گاڈ! ہم خیریت سے لندن پہنچیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی طاہرہ نے اپنے دونوں بیٹوں کامی اور جمی کو دیکھا۔ وہ ٹائلٹ کی طرف جارہے تھے۔ اس نے سہم کر افضال سے کہا "ہمارے بچے اس فلائٹ میں موجود ہیں۔ یہ دونوں یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

افضال نے کہا "ان کے ساتھ سائرہ ضرور ہوگی۔"

طاہرہ نے گھبرا کر کہا "سائرہ ہوگی تو علی بھی ضرور ہوگا۔"

افضال نے سیٹ بیلٹ کھول کر کہا "میں دیکھ کر آتا ہوں۔ ہم میک اپ میں ہیں۔ وہ ہمیں پہچان نہیں سکیں گے۔"

وہ جہاز کے اگلے حصے کی طرف ٹہلنے کے انداز میں گیا پھر واپس آتے ہوئے اس نے سائرہ اور علی کو دیکھا۔ وہ دونوں ہنس ہنس کر باتیں کررہے تھے۔

افضال احمد تیزی سے واپس آیا پھر اپنی سیٹ پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ اس نے کہا "سائرہ بھی ہے اور اس کا یار بھی۔ یہ ہماری بیٹی ہماری جان کے دشمن کو ساتھ لے کر ہمارا پیچھا کررہی ہے۔"

"انہوں نے تمہیں پہچانا تو نہیں؟"

"وہ اپنے یار کے ساتھ ہنسنے میں مصروف تھی۔ میری طرف دیکھا ہی نہیں۔ دیکھ لیتی تو شاید نہ پہچان پاتی یا شاید پہچان لیتی۔"

"کوئی ایک بات کہو' وہ ہمیں پہچانے گی یا نہیں؟"

"میں ایک بات کیسے کہہ سکتا ہوں۔ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہے۔"

"تو پھر وہاں کیوں گئے تھے؟ انہیں اپنی صورت دکھانی چاہیے تھی۔"

"کیا میں ان کے پاس جاکر کہوں کہ یہ لو' میری صورت دیکھو اور بتاؤ' مجھے پہچان رہے ہو یا نہیں؟"

وہ پریشان ہوکر بولی "کیا ہم سکون سے سفر کرسکیں گے؟ ہر لمحے یہی اندیشہ رہے گا کہ پہچان لیے جائیں گے۔"

رائٹ بوائے ان کے دماغوں میں آکر ان کی باتیں سن رہا تھا' وہ بولا "جب دشمن تم سے بے خبر ہے تو اسے بے خبر رہنے دو۔ کوشش کرو کہ ان کا سامنا نہ ہو۔"

"مسٹر! تم کہیں نہ جاؤ' ہمارے پاس رہو۔ ہمیں اطمینان رہے گا۔"

"مجھے حکم دیا گیا تھا کہ تم دونوں کو جہاز کے اندر پہنچا کر بعد تمہارے دماغوں سے چلا آؤں کیونکہ پرواز کرنے کے بعد تمہارے دشمن پہچان نہیں کریں گے لیکن یہ پتا چلا کہ سائرہ اور اس کے بھائی کو نہی میں نہیں ہیں اور اسپتال میں بھی علی نہیں ہے۔ اسی لیے میں تمہاری خیریت معلوم کرنے آیا ہوں۔"

"اگر تم نہ آتے تو ہم یہاں دہشت سے مرجاتے۔"

"حوصلہ رکھو۔ میں ابھی میڈم سے مشورہ کرنے جارہا ہوں' جلد ہی آؤں گا۔"

"ارے ہم خطرے میں ہیں۔ ہم سے مشورہ کرو۔ تمہارا واپس آنے تک ہمارے ساتھ کچھ بھی ہوسکتا ہے۔"

رائٹ بوائے نے الپا کو مخاطب کیا "میڈم! علی طیارے میں سفر کررہا ہے۔ اس کے ساتھ سائرہ' کامی اور جمی ہیں۔ افضال' طاہرہ اور افضال احمد بھی اسی طیارے میں لندن جارہے ہیں۔"

الپا نے سوچتے ہوئے کہا "ہوں۔ اس طیارے میں علی کا محافظ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے۔ یہ انتقام لینے کا اچھا موقع ہے۔ علی زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ اسے کوئی بچا نہیں سکے گا۔ صرف اتنا معلوم کرو کہ اس کے آس پاس نادیدہ ٹیلی پیتھی جاننے والے محافظ ہیں یا نہیں؟"

یہ معلوم کرنے الپا بھی طیارے میں آگئی۔ وہ اور رائٹ بوائے مختلف طریقوں سے ایک ایک مسافر کے اندر پہنچنے لگے۔ مسافروں میں تین ایسے تھے' جو یوگا کے ماہر تھے۔ الپا اور رائٹ بوائے ان کے دماغوں تک پہنچے تو انہوں نے سانسیں روک لیں۔ ان کا تعلق ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم سے نہیں تھا۔ سانسیں روکنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ صحت مند تھے۔ انہوں نے پرانی سوچ لہروں سے بے چینی محسوس کی تھی اور بے اختیار سانس روک لی تھی۔

الپا ان تینوں کے اندر نہیں جاسکتی تھی۔ ان کے خیال نہیں پڑھ سکتی تھی اس لیے یہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ تینوں کے ٹیلی پیتھی جاننے والے محافظ ہوں گے۔

انہوں نے سائرہ' کامی اور جمی کے اندر پہنچنا چاہا۔ پتا چلا کہ دماغوں کو لاک کیا گیا ہے۔ ایسی معلومات حاصل کرتے ہوئے کے دوران الپا اور رائٹ بوائے کی ٹیلی پیتھی چھپی نہ رہ سکی۔ سائرہ اور اس کے بھائیوں نے علی سے کہا کہ کسی نے ان کے دماغوں میں آنے کی کوشش کی تھی مگر سانس روکتے ہی وہ چلا گیا۔ علی نے کہا "میں سمجھ رہا تھا' ہم بخیریت سفر کرتے رہیں گے لیکن دشمن یہاں بھی پہنچے ہوئے ہیں۔ ہمیں بابا صاحب کے ادارے پہنچنے تک محتاط رہنا ہوگا۔ میں جو ہدایات دے رہا ہوں' تم تینوں پر توجہ سے عمل کرتے رہنا۔ انشاء اللہ ہم محفوظ رہیں گے۔"

وہ تینوں علی کے ساتھ ایک قطار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ علی کی طرف جھک کر انہیں سمجھانے لگا کہ ان تینوں کو ہنگامی حالات میں کیا کرنا چاہیے۔

○☆○

وہ تعداد میں چھ تھے۔ اپنی قوم سے بچھڑ گئے۔ جب الپا نے منکی ماسٹر کو قید کیا تھا اور پوری منکی فوج کو اسرائیل سے نکل جانے کا حکم دیا تھا تب وہ چھ منکی مین پہلے ہی اسرائیل سے نکل کر واشنگٹن چلے آئے تھے۔

ان چھ میں سے ایک قد آور اور جسمانی طور پر زیادہ طاقتور تھا۔ وہ پانچوں اسے شاشا کہہ کر مخاطب کرتے تھے اور منکی ماسٹر کے خلاف اس کی اطاعت کرتے تھے اور اسے اپنا سربراہ مانتے تھے۔

ان پانچوں کے علاوہ دوسرے کئی منکی مین بھی شاشا کو اپنا سربراہ مانتے تھے لیکن وہ سب امریکا اور اسرائیل میں رہنے کے دوران مارے گئے تھے۔ شاشا نے اپنے باقی بچنے والے پانچ ماتحتوں سے کہا "منکی ماسٹر اور اس کا بھائی منکی برادر بہت چالاک ہیں۔ وہ دونوں میرے وفاداروں کو جنگ میں جھونکتے رہے ہیں جس کے نتیجے میں صرف تم پانچ رہ گئے ہو۔ اب میں تم پانچوں کو ضائع نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ شاشا کی رہنمائی میں واشنگٹن آگئے پھر نادیدہ بن کر اس جزیرے میں پہنچ گئے جہاں ٹرانسفارمر مشین کو سخت نگرانی میں رکھا گیا تھا۔ ان دنوں چند امریکی جوانوں کو اس مشین سے گزار کر انہیں ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جارہا تھا۔ شاشا اور اس کے پانچوں وفادار یکے بعد دیگرے امریکی جوانوں کے اندر سمانے لگے اور ان کے ساتھ ایک ایک کرکے ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے لگے۔

امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو خبر نہ ہوئی۔ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے والے بندر نظر نہیں آئے اور وہ چھ منکی مین ٹیلی پیتھی کے علم کے حامل ہوگئے۔

ان کے پاس نادیدہ بنانے والی سیکڑوں گولیاں تھیں۔ فلائنگ کیپسول تھے' لیزر گنوں کے علاوہ دوسرے جدید ہتھیار تھے اور اب وہ خیال خوانی کے ذریعے دوسروں کے دماغوں میں پہنچنے لگے تھے۔ وہ اتنے طاقتور ہوگئے تھے کہ اپنی ایک الگ فوج بنانے کی کوششوں میں مصروف ہوگئے تھے۔

انہوں نے فوج بنانے کے لیے منکی مخلوق کا سہارا نہیں لیا۔ منکی ماسٹر کے کسی بھی بندر کو ٹریپ نہیں کیا۔ انہیں نظرانداز کرکے اس عارضی دنیا کے جوانوں کو ٹریپ کرکے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بناکر اپنی قوتوں میں اضافہ کیا جاسکتا تھا لیکن شاشا نے یہ بھی نہیں کیا۔

وہ ایک نرالی اور انوکھی فوج بنانے لگا۔ حسین عورتوں کو ٹریپ کرکے لیڈیز آرمی بنانے لگا۔ وہ امریکا کے مختلف شہروں میں چلے گئے۔ ہر منکی مین روزانہ دو عورتوں پر تنویمی عمل کرکے انہیں اپنی معمولہ اور وفادار بنانے لگا۔ اس طرح وہ چھ منکی مین روزانہ بارہ عورتوں کو سحرزدہ کرنے لگے۔

ان عورتوں کو یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کس نے انہیں ٹریپ کیا ہے اور وہ کس کی جان نثار کنیزیں بن چکی ہیں۔ ان کے اندر جب ایک مخصوص آواز گونجتی تھی تو وہ نیند سے بھی اٹھ کر کھڑی ہوجاتی تھیں۔ اس کے بعد وہ آواز جو حکم دیتی تھی' اس حکم کو بجالانے کے لیے جان پر بھی کھیل جاتی تھیں۔

عام طور پر وہ تمام عورتیں اپنے اپنے طور پر آزاد زندگی گزارتی تھیں۔ انہیں گھر بیٹھے بڑی بڑی رقمیں مل جایا کرتی تھیں۔ وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تفریح اور عیاشی کے لیے جاسکتی تھیں۔ ان پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ البتہ وہ کام کے وقت فوراً وہاں پہنچ جایا کرتی تھیں جہاں انہیں طلب کیا جاتا تھا۔

پھر شاشا اور اس کے پانچ حواریوں نے ایک اور انوکھا کام کیا۔ پلاسٹک سرجری کے ایک ماہر کو اپنا معمول اور خدمتگار بنالیا۔ اس ماہر کو حکم دیا کہ ان کے چہرے تبدیل کرے۔ ماہر نے سرجری کی۔ چہروں سے بندروں کے نقوش ختم کردیے اور انسانی چہروں کے مطابق تبدیلیاں کیں۔ اس طرح وہ چھ منکی مین اسی ارضی دنیا کے انسان نظر آنے لگے۔

انہوں نے پہلی بار میدانِ عمل میں آنے کے لیے چھ عورتوں کا انتخاب کیا۔ وہ حسین بھی تھیں اور ذہین بھی۔ انہیں بھی جزیرے میں لے جاکر ٹرانسفارمر مشین سے گزارا۔ وہ چھ حسینائیں ان چھ منکی مین کی معمولہ تھیں۔ ان کے تنویمی عمل کے شکنجے سے نہیں نکل سکتی تھیں۔

ان حسیناؤں کو نادیدہ بنانے والی ایک ایک گولی دی گئی اور انہیں سمجھایا گیا کہ انہیں آئندہ کس قسم کا رول پلے کرنا ہے۔ ان میں سے ایک حسینہ شاشا کی شی شی تھی۔ وہ میڈم شی شی کہلانے لگی۔

شاشا یہ جانتا تھا کہ ارضی دنیا کے چند افراد خلائی زون میں جاچکے ہیں۔ جیسا کہ پارس زون ون میں گیا تھا اور دیوی شی تارا زون ون کے علاوہ زون ٹو میں بھی جاچکی تھی۔

ایک شام ٹی وی کے چھ مختلف چینلز میں اچانک تبدیلیاں ہوئیں۔ کسی چینل سے کوئی خبریں سنا رہا تھا' وہ اچانک عورت کی آواز میں بولنے لگا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! خبرنامے کے وقت مداخلت کررہی ہوں۔ اس کے لیے معذرت چاہتی ہوں۔ میں آپ کے لیے اجنبی ہوں۔ لہٰذا اپنا تعارف کرارہی ہوں۔ میرا نام شی شی ہے اور میں خلا کے دور دراز زون.... سے آئی ہوں۔ اس عوامی رابطے کے ذریعے اعلیٰ حکام سے عرض کرتی ہوں کہ مجھ سے ملاقات کریں اور اسی چینل پر جواب دیں کہ مجھ سے کہاں اور کب ملاقات کرنا چاہیں گے۔"

دوسرے چینلز پر دوسرے پروگرام جاری تھے۔ ان

پروگراموں میں مداخلت کی گئی۔ باقی پانچ حسیناؤں نے بھی میڈم شی شی کی جانب سے اعلیٰ حکام کو ملاقات یا مذاکرات کی دعوت دی۔

اگر ایک ہی چینل پر شی شی بولتی تو شاید زیادہ توجہ نہ دی جاتی۔ یہ سوچا جاتا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ایسی حرکت کر رہی ہے لیکن بیک وقت چھ مختلف چینلز سے اعلیٰ حکام کو مخاطب کیا گیا۔ تب ایک اعلیٰ سرکاری عہدے دار نے براہِ راست ٹی وی اسکرین پر آکر کہا "میں خلائی زون سے آنے والی شی شی سے مخاطب ہوں۔ میرے ساتھ ایک خاتون ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ شی شی اس خاتون کی زبان سے ہمارے سوالات کے جواب دے۔"

اس خاتون نے کہا "میں اپنی آواز سنا رہی ہوں۔ اگر شی شی سن رہی ہے تو میرے دماغ میں چلی آئے۔"

دوسرے ہی لمحے شی شی نے کہا "میں موجود ہوں اور اس خاتون کی زبان سے بول رہی ہوں۔ میں سب سے پہلے ٹی وی کے ناظرین اور دنیا کے تمام انسانوں سے کہنا چاہتی ہوں کہ میں اور میری قوم کی تمام عورتیں تمہاری طرح انسان ہیں۔ تم میں سے کسی کو ہماری ذات سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ کوئی ہم سے خوف نہ کھائے۔"

سرکاری عہدے دار نے کہا "تم سے پہلے ایک خلائی زون سے منکی مخلوق آئی ہے۔ ان بندروں نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ تم بھی خلا سے آئی ہو۔ دنیا والے تم سے بھی خوف زدہ رہیں گے۔ اگر تم چاہتی ہو کہ یہ خوف نہ کھائیں تو وعدہ کرو' ہماری دنیا کی سیر کرنے کے بعد واپس چلی جاؤ گی۔"

"میں اور میری قوم کی عورتیں نادیدہ بن کر تمہاری دنیا کی سیر کر چکی ہیں۔ یہ دنیا بہت خوب صورت ہے۔ یہاں سے جانے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ ہم یہاں رہ کر کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"منکی مخلوق سے اسی لیے عداوت جاری ہے کہ وہ ہماری دنیا چھوڑ کر نہیں جا رہے ہیں۔"

"عداوت کی بات نہ کرو۔ محبت کرو' ہم سے محبت ملے گی۔ ہم اس عوامی رابطے کے ذریعے کہتے ہیں کہ ہمیں یہاں محبت سے رہنے دیا جائے۔ ہم اس دنیا کو اور زیادہ خوب صورت بنائیں گے۔ ہم یہاں رہائش کے سلسلے میں اعلیٰ حکام سے مذاکرات کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں ناظرین کے سامنے بتایا جائے کہ مذاکرات کب اور کہاں ہوں گے؟"

"آخر کس سلسلے میں مذاکرات ہوں گے۔ ہم ایک ہی بات جانتے ہیں کہ یہ ہماری دنیا ہے' یہاں رہنے کا حق صرف ہمیں ہے۔ تم اپنی دنیا میں جا کر رہو۔"

"ایسی تنگ نظری نہ دکھاؤ۔ تم دنیا والے چاند ستاروں پر کمند ڈال رہے ہو۔ ہمیں بھی حق حاصل ہے کہ اس دنیا کو تسخیر کریں' محبت سے۔"

"تمہارے یہ عزائم پورے نہیں ہوں گے۔ ہم نے منکی قوم کو یہاں سے بھگا دیا ہے۔ وہ روس میں پناہ لے رہے ہیں۔ تمہیں بھی یہاں سے جانا ہوگا۔"

"تو پھر آج کی گفتگو یہاں ختم کرو کہ تم ہمیں یہاں سے بھگا دو گے۔ اگلی گفتگو ہمارے نہ بھاگنے پر ہوگی۔"

"یعنی یہ تمہاری ضد ہے کہ یہاں سے نہیں جاؤ گی؟"

دوسری طرف خاموشی رہی پھر اس خاتون نے کہا "وہ میری زبان سے نہیں بول رہی ہے۔ شاید جا چکی ہے۔"

اس سرکاری عہدے دار نے کہا "ناظرین! ہماری دنیا بہت بڑے چیلنج سے دوچار ہو رہی ہے۔ منکی مخلوق کے بعد خلائی زون سے آنے والی یہ نئی مخلوق ہے جس کی گفتگو آپ نے سنی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلائی مخلوقات نے ہماری دنیا کا راستہ دیکھ لیا ہے۔ آئندہ بھی ایسی مخلوقات آتی رہیں گی۔ ہمیں حوصلہ رکھنا چاہیے۔ ہم پورے حوصلے اور ذہانت سے خلائی حملہ آوروں کا مقابلہ کریں گے۔ میں ان الفاظ کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں' گڈ نائٹ۔"

ایک اعلیٰ حاکم کے شاندار بنگلے میں ڈنر پارٹی جاری تھی۔ بنگلے کے وسیع و عریض لان پر دور تک میزیں بچھی ہوئی تھیں۔ مرد اور عورتیں کافی تعداد میں تھے۔ تمام مہمان کھانے سے پہلے پی رہے تھے اور ٹی وی اسکرین پر خلائی زون سے آنے والی کی باتیں سن رہے تھے۔ لان کے مختلف حصوں میں بڑے بڑے ٹی وی رکھے ہوئے تھے۔ شی شی کی گفتگو ختم ہونے کے بعد تمام ٹی وی آف کر دیے گئے۔ تمام مہمان شی شی پر تبصرے کرنے لگے۔ کچھ پریشان تھے کہ نئی بلائیں آگئی ہیں۔ کچھ فوجی افسران ڈینگیں مار رہے تھے کہ انہیں بھی منکی مخلوق کی طرح بھگا دیا جائے گا۔

اعلیٰ حاکم چند اعلیٰ فوجی افسران کے ساتھ پی رہا تھا اور کہہ رہا تھا "منکی مخلوق کو روس کی طرف بھگانے کا سہرا الپا کے سر ہے لیکن یہ نئی مخلوق الپا کے لیے نہیں' ہمارے لیے چیلنج بن گئی ہے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "ابتدا میں ہم منکی مخلوق کی آمد سے کمزور ہو گئے تھے کیونکہ ہمارے پاس ان کی طرح غیر معمولی صلاحیتیں نہیں تھیں۔ اب ہم نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول تیار کر رہے ہیں۔ لیزر گنیں بھی تیار کی جا رہی ہیں۔ اب منکی فوج ہو یا نئی مخلوق' ان میں سے کوئی ہماری زمین پر قدم نہیں رکھ سکے گا۔ یہاں جو آئے گا' وہ منہ کی کھائے گا۔"

ایک نسوانی آواز سنائی دی "زیادہ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔"

سب نے آواز کی طرف دیکھا۔ ایک دراز قد حسینہ نظر آئی۔ اس نے جینز اور جرسی پہنی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں شیشے کا نازک سا جام تھا۔ وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی ان کے درمیان آگئی اور بولی "تم کہتے ہو کہ تمہاری زمین پر کوئی قدم نہیں

رکھ سکے گا۔ یہ دعویٰ تو غلط ہو گیا۔ شی شی اپنے جیسی بلاؤں کے ساتھ اس ملک میں موجود ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "وہ سب روپوش ہیں۔ جب سامنے آئیں گی تو انہیں بھگانے میں دیر نہیں لگے گی۔ بائی دا وے' تم کون ہو؟"

"میں ہی شی شی ہوں۔"

چند لمحوں کے لیے سب پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ وہ ایسے ساکت ہو کر اسے تکنے لگے جیسے پتھر کے ہو گئے ہوں۔

انہیں پھر ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ سب نے ادھر دیکھا۔ کچھ فاصلے پر شی شی کی طرح دوسری قد آور حسینہ ایک ٹی وی کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے بھی جینز اور جرسی پہنی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں بھی شیشے کا ایک نازک سا جام تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "منکی فوج اس دنیا میں ہتھیاروں سے لڑنے آئی ہے اس لیے ایک ملک سے دوسرے ملک بھاگتی پھر رہی ہے۔ دیکھ لو' ہمارے پاس ہتھیار نہیں' ذہانت ہے اور ذہانت سے زیادہ مضبوط اور قاتلِ اختیار ہتھیار کوئی نہیں ہوتا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تیسری سمت سے تیسری نسوانی آواز سنائی دی۔ سب نے سر گھما کر ادھر دیکھا۔ وہاں بھی ایک دراز قد حسینہ تھی۔ وہ شیشے کے جام کو فضا میں بلند کرتے ہوئے کہہ رہی تھی "ہائے! میں بھی ہوں۔ اے لیڈی فرام ایپسیس ...!"

اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کے درمیان کھڑی ہوئی شی شی نے کہا "بس کرو۔ تم دو کافی ہو۔ باقی یہاں جتنی نادیدہ ہیں' میں انہیں حکم دیتی ہوں' وہ نمودار نہ ہوں۔ تم دونوں کی بھی ضرورت نہیں ہے' جاؤ۔"

وہ دونوں فوراً نادیدہ ہو گئیں۔ اس پارٹی میں چند امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے شی شی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی مگر خیال خوانی کی لہریں واپس آگئیں۔ شی شی کے سر کے پچھلے حصے سے برین گارڈ چپکا ہوا تھا۔ اس آلے نے ٹیلی پیتھی کی لہروں کو روک دیا تھا۔ شی شی نے کہا "اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہہ دو' وہ میرے دماغ میں آنے کی زحمت نہ کریں ورنہ میں تم لوگوں کی کھوپڑیوں کے اندر گھومنا پھرنا شروع کر دوں گی۔"

ایک فوجی افسر نے خلا میں تکتے ہوئے کہا "جیری ہڈسن! اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں سے کہو' وہ یہاں خیال خوانی نہ کریں۔"

دوسرے افسر نے کہا "میڈم! کیا تمہارے ساتھ صرف عورتیں ہیں؟ کوئی مرد نہیں ہے؟"

وہ بولی "ہمارے زون میں مرد پیدا نہیں ہوتے۔ وہاں صرف عورتیں ہوتی ہیں۔"

"تعجب ہے۔ تمہارے زون میں مردوں کے بغیر عورتیں کیسے پیدا ہو جاتی ہیں؟"

"ہم اپنی ضرورت کے مطابق دوسرے زون سے مرد امپورٹ کرتے ہیں۔ جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو انہیں زون کے باہر پھینک دیتے ہیں۔"

"یہ تو مردوں پر ظلم ہے۔"

"کوئی ظلم نہیں ہے۔ گھنٹلی چوس کر پھینک دی جاتی ہے۔ کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں چند روز یا چند ہفتے مہمان بن کر رہو پھر واپس چلی جاؤ۔"

"میں تو واپسی کا راستہ بھول گئی ہوں۔ اب تو جینا مرنا یہیں ہوگا۔"

"تو پھر سمجھو' جینا نہیں مرنا ہی مرنا ہوگا۔"

ایک شخص اس کے سامنے آکر بولا "میں بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور چشمِ زون میں نادیدہ ہو جاتا ہوں۔ ہم جانتے ہیں کہ تم پر حملہ کیا جائے گا یا تمہیں ہاتھ لگایا جائے گا تو تم فوراً نادیدہ ہو جاؤ گی۔ تم نقصان پہنچانا چاہو گی' ہم بھی نادیدہ ہو جایا کریں گے لیکن ایسے تماشے کب تک ہوتے رہیں گے؟"

"جب تک تم ہمیں محبت سے رہنے نہیں دو گے۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ میں تمہیں نقصان پہنچانا چاہوں گی۔ تم مجھ پر حملہ کرو' میں جواباً تم پر حملہ نہیں کروں گی۔ تمہارے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی' آزما کر دیکھ لو۔"

وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا جیری ہڈسن تھا۔ اس نے اچانک ہی شی شی کو دونوں ہاتھوں سے دبوچ کر کہا "میں آزما رہا ہوں۔ تمہیں تھوڑا نقصان پہنچاؤں گا۔ دیکھوں گا کہ تم کیا کرو گی؟"

وہ دوسرے ہی لمحے نادیدہ ہو گئی۔ اعلیٰ حاکم کے پاس پہنچ کر اس کی زبان سے بولی "میں اپنی زبان پر قائم ہوں۔ تمہیں اور تمہارے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی کیونکہ میرا ہدف تم لوگ نہیں ہو۔ تم لوگ تو محض مُہرے ہو۔ میں تو شہ مات دوں گی۔ تمہارے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو نقصان پہنچاؤں گی۔"

یہ کہتے ہی شی شی نے اعلیٰ حاکم کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا لان کی گھاس پر گر کر تڑپنے لگا۔ تمام مہمان دوڑتے ہوئے اس کی طرف جانے لگے۔ ایسے ہی وقت فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے چیخ ماری' لڑکھڑاتا ہوا اس میز سے ٹکرایا جس پر شراب کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس کے دماغ میں پھر ایک بار زلزلہ پیدا ہوا تو وہ چیخیں مارتا ہوا' بوتلوں سے ٹکراتا ہوا میز کے دوسرے سرے پر جا کر گھاس پر گر پڑا۔

کچھ مہمان اسے بھی سنبھالنے لگے لیکن کتنوں کو سنبھالا جا سکتا تھا؟ وہاں بڑی بڑی اہم شخصیات تھیں۔ ان کے حلق سے بھی چیخیں نکلنے لگیں۔ وہ کبھی ایک دوسرے سے اور کبھی کھانے کی میزوں سے ٹکرانے لگے۔ مہمانوں پر دہشت طاری ہو گئی۔ سب نے سوچا

کہ ان کے ساتھ بھی یہی ہونے والا ہے۔ وہاں کوئی محفوظ نہیں رہے گا۔ یہ سوچ کر وہ وہاں سے بھاگنے لگے۔ اس پارٹی میں شریک ہونے والی عورتیں پہلے ہی چیختی چلاتی اس بنگلے کے احاطے سے نکل کر دور چلی گئی تھیں۔

تھوڑی سی دیر میں منظر بدل گیا۔ کتنے ہی اکابرین دماغی تکلیف کے باعث بے ہوش پڑے تھے۔ جو ہوش میں تھے' وہ تکلیف سے تڑپ رہے تھے۔ کھانے کی میزیں الٹ گئی تھیں۔ پلیٹیں بکھر گئی تھیں۔ شراب کی بوتلیں ٹوٹ گئی تھیں۔ سب کچھ تس نہس ہو کر رہ گیا تھا۔

جو بھاگنے کے قابل تھے' وہ اب وہاں نہیں تھے۔ جیری ہڈسن اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت' مجبور اور بے بس تماشائیوں کی طرح کھڑے رہ گئے تھے۔ وہ جوابی حملے کس پر کرتے؟ حملے کرنے والیاں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ اگر ایک بھی نظر آتی تو جیری ہڈسن فوراً اسے گولی مار دیتا۔

ایک اعلیٰ افسر دونوں ہاتھوں سے سر تھامے گھاس پر بیٹھا ہوا تھا اور دماغی تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ شی شی نے اس کی زبان سے کہا "ہائے' جیری! دیکھو تم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ بخیریت ہو۔ میں نے وعدے کے مطابق تم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ آئندہ بھی تم لوگ محفوظ رہو گے۔ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو' یہ ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ ہم نے یہاں رہائش کے لیے یہ پہلی ہلکی سی دستک دی ہے۔ اب میں جا رہی ہوں' کل تمہارے بڑوں سے بات کروں گی۔"

جیری ہڈسن غصے سے مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ وہ ہوا سے نہیں لڑ سکتا تھا اور نہ ہوا کو مٹھی میں جکڑ سکتا تھا۔ وہ میز پر ایک گھونسا مار کر رہ گیا۔

○☆○

طیارہ بہت بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ تمام مسافر بڑے آرام سے سفر کر رہے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ آرام دہ سفر تکلیف دہ ہو گیا ہے۔ صرف علی' سائرہ' کامران اور جمال پیش آنے والے خطرے کو سمجھ رہے تھے۔

علی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر سائرہ سے کہا "تم بچوں کے ساتھ رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

جمی نے کہا "برادر! پلیز نہ جاؤ۔"

علی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "تم تو بہت بہادر ہو پھر کیوں ڈرتے ہو؟ میں اسی طیارے میں ہوں۔ ابھی آ جاؤں گا۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا طیارے کے آخری سرے تک جانے لگا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جہاز کے اندر ایسا کون ہے جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا آلۂ کار بنا ہوا ہے اور جس کے ذریعے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے جہاز کے اندر پہنچے ہوئے ہیں۔

وہ مسافروں کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہوا جا رہا تھا۔ طاہرہ نے اسے دور سے آتے ہوئے دیکھا تو اپنے چہرے کے سامنے اخبار رکھ لیا۔ افضال احمد ایک رسالہ کھول کر سر جھکا کر پڑھنے لگا۔

طاہرہ نے لرزتی ہوئی آواز میں آہستگی سے پوچھا "کیا وہ ہمیں پہچان لے گا؟"

"ڈرتی رہو گی تو پہچان لے گا۔"

"اوہ گاڈ! اسے گولی لگی تھی۔ تم نے اسے مرنے کیوں نہیں دیا؟ یہ زندہ بچ کر پھر ہمارے لیے مصیبت بن گیا ہے۔"

"اخبار اونچی آواز میں نہیں پڑھا جاتا۔ خاموش رہو۔"

علی ٹہلنے کے انداز میں چلتا ہوا قریب آیا پھر ان پر سرسری سی نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

طاہرہ' افضال کی طرف جھک کر بولی "تھینکس گاڈ! اس نے ہمیں نہیں پہچانا ہے۔ میں عبادت گاہ کی تعمیر کے لیے دو سو پاؤنڈ دوں گی۔"

"اپنے گاڈ سے وعدہ نہ کرو۔ وہ ابھی واپس آئے گا' اپنی سیٹ پر جانے کے لیے۔۔۔۔"

اس نے پھر سہم کر اخبار کو اپنے چہرے کے سامنے کر لیا۔ افضال نے کہا۔ "اس طرح مجرم چہرہ چھپاتے ہیں۔ وہ شبہ کرتا ہے۔ اخبار سامنے سے ہٹا لو۔"

وہ اخبار ایک طرف ہٹا کر بولی "سچ بتاؤ' میں پہچانی جا رہی ہوں؟"

"بالکل نہیں۔ میں شوہر ہو کر نہیں پہچان رہا ہوں۔ یوں لگتا ہے' بڑھاپے میں نئی عورت مل گئی ہے۔"

"یہاں جان پر بنی ہے اور تمہیں نئی عورت کی سوجھ رہی ہے۔ تم اتنی زندہ دلی کیوں دکھا رہے ہو؟"

"اس لیے کہ ہم محفوظ ہیں۔ دشمن ہمیں نہیں پہچانے گا۔ اس بات کا مجھے یقین ہے' اس لیے میں مطمئن ہوں۔ تم بھی بہتر طرح زندہ دلی دکھاؤ۔"

علی ٹہلتا ہوا جہاز کے آخری سرے تک گیا تھا پھر وہاں سے پلٹ کر آنے لگا۔ واپسی میں بھی ان کے قریب سے گزرتے وقت اس نے ایک نظر ان پر ڈالی مگر پہچان نہ سکا۔

جب وہ دور جا کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا تو طاہرہ نے کہا "وہ یہاں ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغ میں نہیں آ رہا ہے۔ وہ آئے گا کہاں سے' کہاں گی' اسی جہاز کے اندر علی کو ہلاک کر دے۔ علی یہاں ہے۔ کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے یہودی اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر سکتے ہیں۔"

الپا سوچ رہی تھی' اس سے اچھا موقع پھر نہیں ملے گا۔ طیارے کو تباہ کر دیا جائے تو علی کی ہلاکت کا الزام اس پر نہیں آئے گا۔ یہی رائے قائم کی جائے گی کہ طیارے میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی اسی لیے حادثہ پیش آیا اور علی مارا گیا۔

الپا نے طاہرہ اور افضال کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا' وہ دونوں علی کو اور اپنے بچوں کو پہچان رہے ہیں لیکن علی اور وہ بچے انہیں نہیں پہچان رہے ہیں۔

وہ رائٹ بوائے سے بولی "تم ان کے دماغوں میں رہو اور انہیں بچوں سے دور ہی رہنے دو۔ میں پائلٹ کے پاس جا رہی ہوں۔"

اس نے افضال احمد کے ذریعے ائر ہوسٹس کی آواز سنی پھر ائر ہوسٹس کے دماغ میں آ گئی۔ اسے پائلٹ کے کیبن میں لے گئی۔ ائر ہوسٹس نے پائلٹ سے پوچھا "کوئی مشروب لا کر دوں؟"

پائلٹ نے کہا "ابھی پندرہ منٹ پہلے تم نے کافی پلائی ہے۔ پھر اتنی جلدی کچھ پلانا چاہتی ہو۔ اتنی مہربان کیوں ہو؟"

اس بات پر کو پائلٹ ہنسنے لگا۔ الپا پائلٹ کے اندر پہنچ گئی۔ علی کو ہلاک کرنے کے لیے طیارے کو تباہ کرنا لازمی تھا۔ اس طیارے میں کئی ممالک اور کئی مذاہب کے لوگ سفر کر رہے تھے۔ وہ بے قصور مسافر اور معصوم بچے اپنی طبعی عمر تک جینے کا حق رکھتے تھے لیکن الپا ان کا حق چھیننا چاہتی تھی۔ انہیں ہولناک موت کے منہ میں جھونکنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔

اس نے پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا "ہیلو! کیا تم جانتے ہو کہ ٹیلی پیتھی کی لہریں موت بن کر دماغوں میں پہنچتی ہیں؟"

پائلٹ نے پہلی بار خیال خوانی کی لہروں کو سنا تھا۔ وہ پریشان ہو گیا۔ الپا کو علی کی آواز سنائی دی "میں جانتا تھا' تم جہاز کو تباہ کرنے کے لیے پائلٹ کے دماغ میں آؤ گی۔ اس لیے میں یہاں پہلے سے موجود ہوں۔"

الپا نے پوچھا "کیا تم میرا راستہ روکو گے؟"

"میں پائلٹ کو تم سے بچانا چاہوں گا تو تم کو پائلٹ کے ذریعے جہاز کو تباہ کر دو گی۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پائلٹ اور ائر ہوسٹس کو تحفظ دیں گے تو تم مسافروں کو پائلٹ کیبن میں لا کر ہنگامہ کرو گی۔"

"تم اپنی بات کرو۔ کیا تم اس طیارے سے باہر جا سکو گے۔ اپنا بچاؤ کر سکو گے؟"

"تم کتنی ظالم اور بے رحم ہو۔ صرف مجھے ہلاک کرنے کے لیے اس جہاز کے نوّے مسافروں کو بھی بیک وقت ہلاک کرنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "میں مجبور ہوں۔ تم ایک چوہے کی طرح اس جہاز کے چوہے دان میں پھنس گئے ہو۔ تمہیں ختم کر ڈالنے کا ایسا موقع شاید پھر نہیں ملے گا۔ تم زمین اور آسمان کے بیچ میں ہو۔ یہاں سے بھاگنے کا تمہیں راستہ نہیں ملے گا۔"

"کیا گھاس کھا گئی ہو؟ میری ہلاکت کا یہ سنہری موقع دیکھ رہی ہو اور بھول رہی ہو کہ تمام مسافر مارے جائیں گے صرف میں سائرہ اور اس کے بھائیوں کے ساتھ زندہ سلامت رہوں گا۔ بلندی سے زمین پر گرنے والے طیارے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے لیکن ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ ہم زمین پر گرنے سے پہلے سایہ بن جائیں گے۔ سائے کو نہ چوٹ لگتی ہے اور نہ سایہ آگ میں جلتا ہے۔"

الپا کو اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ وہ کامیابی کی خوشی میں بھول رہی تھی کہ وہ ناقابل یقین بنانے والی گولی کے ذریعے سایہ بن جائے گا۔ ہزاروں فٹ کی بلندی سے گرنے والے طیارے کے ساتھ سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ صرف وہ زندہ رہے گا' جسے وہ مارنا چاہتی ہے۔

علی نے اسے مخاطب کیا "تم خاموش کیوں ہو؟ کیا اب بھی اس طیارے کو تباہ کرنے کی نادانی کرو گی اور ایسا کرو گی تو یاد رکھو' میں تباہ شدہ طیارے کے ملبے سے نکل کر سیدھا تمہارے پاس آؤں گا پھر تمہارا جینا حرام کر دوں گا۔"

وہ متوقع کامیابی کے نشے میں بہت اونچی اڑ رہی تھی۔ اب ایک دم سے نیچے گر کر چپ سی لگ گئی تھی۔ وہ بولا "خاموش نہ رہو۔ ورنہ میں انتقاماً تمہارے خلاف کچھ بھی کر سکتا ہوں۔"

وہ بولی "تمہارے پاپا نے ہمارے خلاف کارروائی کی تھی۔ منکی ماسٹر میری قید میں ٹوٹ چکا تھا۔ انہوں نے اسے رہائی دلا کر تمام منکی مخلوق کو نئی زندگی اور نئی توانائی دی ہے۔ ابھی میں نے پھر تمہاری جان لینا چاہی۔ کیا تم انتقام نہیں لو گے؟"

"تمہارے جیسی سنگدل اور بے رحم عورت کو معاف نہیں کرنا چاہیے لیکن اس طیارے کے تمام مسافروں کو نئی زندگی اور سلامتی مل رہی ہے۔ ان کے طفیل تمہیں معاف کر رہا ہوں۔ جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

یوں دھتکارنے پر اسے اپنی توہین کا احساس ہوا۔ وہ جھنجلا کر رائٹ بوائے سے بولی "ان موساد کے ایجنٹوں کے باعث میری بڑی انسلٹ ہوئی ہے۔ ان کم بختوں کو ختم کر ڈالو مگر ہاں طیارے کو کوئی نقصان نہ پہنچانا۔ ان دونوں سے پیچھا چھڑا کر چلے آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ رائٹ بوائے نے طاہرہ کے دماغ میں آ کر کہا "تم میاں بیوی کی وجہ سے ہمیں فرہاد اور اس کے بیٹے سے دشمنی کرنی پڑی۔ ہم نے بہت نقصان اٹھایا ہے۔ آج بھی بہت نقصان اٹھانے والے تھے۔ بہتر یہی ہے کہ تم دونوں یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔"

"ہم اس طیارے سے کس طرح رخصت ہوں گے؟"

"طیارے سے نہیں' دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔ ہمیں تمہارے معاملات سے نجات مل جائے گی۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو مسٹر! ہم موساد کے پرانے ایجنٹ ہیں۔ ہم سے ایسی باتیں نہ کرو۔"

پھر طاہرہ نے افضال احمد سے کہا "یہ ہمارا یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمنوں جیسی باتیں کر رہا ہے۔ ہم لندن پہنچ کر اس کے

خلاف رپورٹ کریں گے۔"

رائٹ بوائے نے کہا "ابھی لندن دور ہے۔ اس سے پہلے تم جہنم میں پہنچ جاؤ گے۔"

اس نے طاہرہ کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر تکلیف برداشت کرنے لگی۔ کئی مسافر اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ افضال احمد نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ یہ میری بیوی ہے۔ یہ ہمیشہ مجھے چیخ چیخ کر گالیاں دیتی ہے۔ ابھی اس نے جس طرح چیخ ماری ہے' میں اسی طرح چیخ مار کر تکلیف سے تڑپنے کا تماشا دکھا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے بہت زور سے چیخ ماری پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ رائٹ بوائے نے اس کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تھا۔ ایک مسافر نے کہا "یہ تو ایسے تماشا دکھا رہا ہے جیسے سچ مچ تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہو۔"

طاہرہ اپنے سر کی تکلیف برداشت کرتے ہوئے' کراہتے ہوئے بولی "یہ تماشا نہیں دکھا رہا ہے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہمیں یہاں مار ڈالنا چاہتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے دوبارہ چیخ ماری پھر افضال کے پاس فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ لوگ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کی طرف آنے لگے۔ ائرہوسٹس اور اسٹیورڈ بلند آواز سے کہنے لگے "پلیز' اپنی سیٹوں پر جائیں۔ ہمیں راستہ دیں۔ انہیں ابتدائی طبی امداد پہنچائی جائے گی۔"

وہ ایسی تکلیف میں مبتلا ہونے سے پہلے جب بول رہے تھے تب ہی علی ان کے دماغوں میں پہنچ گیا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ طاہرہ اور افضال عارضی میک اپ کے ذریعے چہرے بدل کر اسی طیارے میں سفر کر رہے ہیں۔

افضال تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "تم یہودی ہو' ہمارے بھائی ہو۔ ایسی تکلیف کیوں پہنچا رہے ہو؟ کیا ہمیں مار ڈالو گے؟"

رائٹ بوائے نے کہا "تم دونوں کو اب زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ جتنی جلدی ہو سکے' مر جاؤ۔ ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔"

"ہم آئندہ تمہیں اپنی مدد کے لیے نہیں بلائیں گے۔ تم ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔"

اسٹیورڈ پوچھ رہا تھا' انہیں کیا تکلیف ہے۔ علی نے کہا "ان دونوں کی تکالیف ایسی ہیں' جو طبی امداد سے دور نہیں ہوں گی۔ مرنے کے بعد جہنم میں جو تکلیف ہوتی ہے' وہی تکلیف انہیں دنیا میں مل رہی ہے۔"

طاہرہ نے کہا "علی ایسا نہ کہو' ہمیں دشمن سے بچالو۔ تم ہمارے داماد ہو۔"

سائرہ دونوں بھائیوں کے ساتھ وہاں آ گئی تھی۔ اس نے کہا "تم میری ممی کی طرح بول رہی ہو مگر میری ممی نہیں ہو۔"

علی نے کہا "یہ تمہاری ممی اور پپا ہیں۔ ہم سے چھپنے کے لیے چہرے بدل کر سفر کر رہے ہیں۔"

کامی اور جمی دوڑتے ہوئے جا کر اپنے ماں باپ سے لپٹ گئے۔ کامی نے علی سے التجا کی۔ "برادر! فار گاڈ سیک۔ ہمارے اور پپا کو دشمنوں سے بچالیں۔ دیکھیں ان کی کیا حالت ہو رہی ہے۔"

علی نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بابا صاحب کے ادارے میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس پہنچ کر کہا "میرے ساتھ چار دو افراد کے دماغوں پر قبضہ جمالو۔ ایک دشمن انہیں دائمی طور پر نقصان پہنچا رہا ہے۔ دشمن کی سوچ کی لہروں کو حاوی نہ ہونے دو۔"

وہ علی کے ساتھ ان دونوں کے دماغوں میں آ گئے۔ ایک نے طاہرہ کے اور دوسرے نے افضال کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ رائٹ بوائے نے کئی بار ان پر حاوی ہونے کی کوششیں کیں مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ ناکام ہو کر واپس چلا گیا۔

کامی' جمی اور سائرہ نے اپنے ماں باپ کو سہارا دے کر ان کی سیٹوں پر بٹھایا۔ جمی نے کہا "ممی! آپ نے ہمیں چھوڑ دیا اور پپا کے ساتھ چھپ کر جا رہی تھیں۔"

دونوں کے سر جھک گئے۔ افضال نے کہا "ہم علی سے خوف زدہ ہو کر بھاگ رہے تھے۔"

سائرہ نے کہا "جس سے خوف زدہ تھے اسی علی نے آپ دونوں کو دشمنوں سے بچایا ہے۔ یہ کیسی بات ہے کہ جس سے خوف کھا رہے تھے' اس کے پاس اپنے بچوں کو چھوڑ کر جا رہے تھے۔"

باپ نے کہا "بیٹی! ہمیں اور شرمندہ نہ کرو۔ جب تم پیدا نہیں ہوئی تھیں تب سے میں گمراہ ہوں۔ تمہاری ماں کو چھوڑ کر یہودیوں کے راستے سے واپس نہیں آ سکوں گا۔ علی سے کہو' یہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دے۔"

سائرہ نے علی کو دیکھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ علی نے کہا۔ "اچھی بات ہے' تم دونوں اپنے راستے پر چلو مگر تمہارے بابا صاحب کے ادارے میں تعلیم و تربیت حاصل کریں گے دونوں بچوں سے اس وقت تک نہیں مل سکتے جب تک بچے خود سے ملنا نہیں چاہیں گے۔"

ان دونوں نے سائرہ اور دونوں بیٹوں کو دیکھا۔ وہ تو پہلے بچوں کو چھوڑ کر جا رہے تھے۔ بچے اب بابا صاحب کے ادارے میں رہتے' تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ انہوں نے علی کے سامنے سر جھکا لیا۔

○☆○

سونیا منکی مخلوق کے معاملات میں ہر پہلو سے ملوث ہو چکی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ منکی فوج کبھی کسی اسلامی ملک کا سفر نہ کرے۔ مسلمانوں کو اپنا ہمدرد اور دوست سمجھیں۔ اگر کبھی کوئی رکاوٹ اور شکایات پیدا ہوں تو دوستانہ ماحول میں شکایات دور

جائیں۔ منکی ماسٹر الپا کی قید سے رہائی پا کر روس کے شمالی حصے کی نئی بستی میں آ گیا تھا۔ اس بستی کا نام خلائی زون ٹو رکھا گیا تھا۔ ارضی دنیا میں آنے کے بعد یہ منکی مخلوق کی پہلی بستی بڑی کامیابی تھی۔ دنیا میں اس دنیا کے ایک چھوٹے حصے میں اپنے لیے جگہ بنالی تھی۔

یہ پوری منکی مخلوق تسلیم کرتی تھی کہ سونیا کے مشوروں پر عمل کرنے کے باعث اتنی بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ منکی ماسٹر اپ سونیا کے مشوروں کے بغیر کوئی بڑا قدم نہیں اٹھاتا تھا۔ اس کے بھائی منکی برادر اور کمانڈر کی موت نے اس کی کمر توڑ دی تھی۔ وہ شکستہ دلی کے باعث کسی اہم معاملے میں کوئی معقول فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا ذہن کام نہیں کرتا تھا۔ ایسے وقت سونیا ہی منکی قوم کے بارے میں بڑے بڑے فیصلے کرتی تھی۔ ان کے لیے تحفظ' طاقت اور کامیابی کے راستے ہموار کرتی اور ان کا اعتماد حاصل کرتی جاتی تھی۔ گویا وہ بالواسطہ اس قوم کی سربراہ بنتی جا رہی تھی۔

اس نے سیٹلائٹ کے ذریعے ٹی وی اسکرین پر شی شی کو دیکھا تھا۔ اسے منکی ماسٹر نے بھی دیکھا پھر کہا "یہ شی شی کوئی فراڈ حسینہ ہے۔ وہ خلائی زون سے نہیں آئی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ خلائی زون سے نہیں آئی ہے؟"

"میری معلومات کے مطابق خلا میں کوئی ایسا زون نہیں ہے' جہاں صرف عورتیں رہتی ہوں اور مرد پیدا نہ ہوتے ہوں۔ یہ بالکل بے تکی سی بات ہے۔ وہاں تمام زونوں میں مرد زیادہ ہیں اور عورتیں بہت کم ہیں۔"

"اگر وہ خلا سے نہیں آئی ہیں تو پھر خود کو خلائی مخلوق کیوں کہہ رہی ہیں۔ کیا وہ ہماری ہی دنیا کی عورتیں ہیں اور اپنی انفرادیت اور رعب و دبدبہ قائم کرنے اور زمین کے ایک حصے کی مالکہ بننے کے لیے خود کو خلائی مخلوق کہہ رہی ہیں؟"

"شاید یہی بات ہے۔ انہوں نے ہماری کامیابی کو پیش نظر رکھا ہے اس لیے خلائی مخلوق بن کر یہاں اپنی ایک الگ ریاست قائم کرنے کے منصوبوں پر عمل کر رہی ہیں۔"

میں نے سونیا سے کہا "پچھلے چوبیس گھنٹوں میں دو زبردست عورتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام بلی ڈونا ہے۔ وہ تمام جدید غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہے۔ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس بلی ڈونا نے اپنی ایک ڈی کے ذریعے علی کو ٹریپ کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔"

"علی تک پہنچنے کی جرأت کرنے والی بلی ڈونا نے دوستانہ رویہ اختیار نہیں کیا ہے۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کون ہے اور اچانک کہاں سے پیدا ہو گئی ہے۔"

"جیسا کہ علی نے بتایا ہے' وہ بلی ڈونا اسے بیمار اور کمزور سمجھ کر ٹریپ کرنے آئی تھی۔ یقیناً اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا تابعدار بنانا چاہتی ہو گی اور اپنی قوتوں میں اضافہ کرنا چاہتی ہو گی۔ وہ ناکامی کے بعد پھر کسی وقت ہماری طرف رخ کرے گی۔"

"ان عورتوں کے بارے میں معلوم کرو جو خلائی زون سے آنے کا دعویٰ کر رہی ہیں۔"

میں نے امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا پچھلی رات ڈنر پارٹی تھی۔ شی شی اور اس کی ساتھی عورتوں نے وہاں اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو بہت پریشان کیا تھا۔ ان کے دماغوں میں زلزلے پیدا کیے تھے۔ کھانے پینے کا تمام سامان برباد کیا تھا۔ جتنی عورتیں اور مرد مہمان تھے' وہ سب خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگ گئے۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکے کیونکہ وہ یوگا کی ماہر تھیں۔ ان سے زیر نہیں ہو سکتی تھیں اور نہ ہی انہیں گولی ماری جا سکتی تھی کیونکہ وہ نادیدہ ہو جایا کرتی تھیں۔

ان عورتوں کے پاس ایسی دماغی صلاحیتیں تھیں' جن کے ذریعے وہ اپنا بچاؤ کرتی تھیں۔ ان پر حملے کرنے والے ناکام رہتے تھے۔ جب ایسی ناکامیاں ہوں تو پھر مذاکرات کے ذریعے ہی معاملات طے کیے جاتے ہیں۔

جب میں فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچا تو وہ ایک خفیہ اجلاس میں شریک تھا۔ تمام اعلیٰ حکام اور فوجی افسران ایک بڑی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اجلاس دوسروں کے لیے خفیہ ہو سکتا تھا لیکن نادیدہ ہو جانے والیوں کے لیے خفیہ نہیں تھا۔ شی شی اپنی ماتحتوں کے ساتھ وہاں موجود تھی۔

ایک اعلیٰ افسر شی شی سے کہہ رہا تھا "تم نے پچھلی رات ہمارے ملک کے اکابرین کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ تم اپنی اہمیت تسلیم کرانے کے لیے ایسی حرکتیں کرو گی تو تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

وہ بولی "ہمیں کیا حاصل ہو گا' یہ رفتہ رفتہ سب دیکھیں گے۔ ہم پچھلی رات اپنی طاقت کا مظاہرہ نہ کرتے تو تم ہمیں برابری کا درجہ نہ دیتے اور ابھی مذاکرات کے لیے کبھی تیار نہ ہوتے۔"

ایک افسر نے کہا "یہ دنیا بہت بڑی ہے۔ زمین کے کتنے ہی حصے ابھی غیر آباد ہیں۔ تم اپنی قوم کے ساتھ غیر آباد علاقوں میں جا کر رہو۔"

"ہم جانور نہیں ہیں کہ جنگلوں میں اور غیر آباد علاقوں میں جا کر رہیں۔ ہمیں ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لیے اس ملک کی شہری آبادیوں کے آس پاس رہنا ہے اور ہم یہیں رہیں گے۔"

"اگر تم کسی غیر آباد علاقے میں جا کر رہو گی اور ہمارے ملک سے دور رہو گی تو ہم تمہاری پوری قوم کے لیے ضروریاتِ زندگی کا سامان فراہم کرتے رہیں گے۔"

"تمہارے خیال میں ہمیں کہاں رہنا چاہیے؟"

"افریقہ میں ایسی اسلامی ریاستیں ہیں جن کے آس پاس گھنے جنگلات ہیں۔ ان جنگلات میں قیمتی معدنیات اور جڑی بوٹیاں ہیں۔ وہاں تمہاری ضروریات کی تمام چیزیں مہیا کردی جائیں گی۔"

میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا "تم سب اتنے کینے کیوں ہو؟ اپنے جیسے کی دکھ بیماریاں اور بلائیں مسلمانوں پر کیوں سلط کرتے ہو؟ جب منکی مخلوق یہاں آئی تو تم نے انہیں اسلامی ملکوں پر قبضہ جمانے کا مشورہ دیا۔ یہودیوں اور ہندوؤں نے بھی یہی کیا اور اب ان نئی آنے والیوں کو بھی تم اسلامی ممالک کا راستہ دکھا رہے ہو۔ کیا تم لوگوں کی دُم کبھی سیدھی نہیں ہوگی؟"

تمام حکام اور اعلیٰ افسران اپنے اس افسر کو حیرانی سے دیکھ رہے تھے پھر ایک نے پوچھا "مسٹر رابرٹ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

رابرٹ نے کہا "یہ میں نہیں کہہ رہا تھا' کوئی میرے دماغ پر حاوی ہے۔ ابھی میں بے اختیار بولتا جارہا تھا۔"

شی شی نے کہا "اچھا تو کوئی تیسرا ہمارے درمیان موجود ہے۔ ذرا معلوم تو ہو کہ یہ کیا چاہتا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ کوئی مسلمان ہے۔ یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنی مخلوق کے ساتھ اسلامی ملکوں میں جاؤ۔ ہم تمہیں وہاں جانے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ تم ان ملکوں میں جاؤ گی تو وہاں کے خوب صورت نظاروں میں کھو جاؤ گی پھر وہیں رہ جانا پسند کرو گی۔"

"میں اس اجنبی سے بات کرنا چاہتی ہوں جو ابھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے بول رہا تھا۔ ہم اسلامی ملکوں میں جائیں گے تو اس کا ردِعمل کیا ہوگا اور یہ بھی معلوم ہو کہ وہ کون ہے اور ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اس کی کیا حیثیت ہے؟"

میں نے کہا "تم عورت ہو۔ میں تمہارے مرد سربراہ سے بات کروں گا۔"

"ہم عورتیں کسی مرد سے کم نہیں ہیں۔ میں سربراہ ہوں' مجھ سے بات کرو۔"

"میں صرف امریکی حکام اور اعلیٰ افسران سے باتیں کروں گا۔ تمہارا مرد سربراہ مجبور ہو کر خود بولنے لگے گا۔"

"اور اگر ہم نے کسی اسلامی ملک پر حملہ کیا تو تم مجبور ہو کر بولنے لگو گے۔"

میں نے ایک اعلیٰ افسر سے کہا "تم لوگ انہیں اسلامی ممالک کا راستہ ایسے دکھا رہے ہو' جیسے سبزباغ دکھائے جاتے ہیں۔ ایک ذرا موٹی عقل سے سوچا جاسکتا ہے کہ آج تک منکی فوج کسی اسلامی ملک میں کیوں نہیں گئی؟"

یہ سوال قابلِ غور تھا۔ شاشا اور اس کے پانچ حواری ہیشہ شی شی اور اس کی ماتحت عورتوں کی پشت پر رہتے تھے۔ شی شی ان سے راہنمائی حاصل کرتی رہتی تھی۔ شاشا نے اس کے دماغ میں کہا۔

"شی شی! ہمیں سنجیدگی سے سوچنا اور سمجھنا چاہیے کہ منکی ماسٹر کسی اسلامی ملک کا رخ کیوں نہیں کرتا ہے۔"

"مسلمانوں کی حکمتِ عملی کچھ ایسی ہوگی جس کے نتیجے میں منکی ماسٹر کسی اسلامی ملک کا رخ نہیں کرتا ہے لیکن ہم ادھر جائیں گے۔"

"اس سے پہلے ان کی حکمتِ عملی کو سمجھنا ہوگا۔ مجھے اس شخص سے بات کرنا چاہیے۔"

"اس نے ابھی چیلنج کیا تھا کہ تم خود اس سے بولو گے۔ کیا وہ پیش آنے والی باتیں پہلے سے جانتا ہے؟"

"یہ ارضی دنیا والے پیش گوئیاں کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے کچھ باتیں درست ہوتی ہیں اور باقی غلط ہوجاتی ہیں۔"

اس نے بلند آواز میں مجھے مخاطب کیا "مسٹر! تم نے درست کہا تھا۔ میں خلائی مخلوق کا سربراہ ہوں اور خود تم سے مخاطب ہورہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمیں اسلامی ممالک کے بارے میں مکمل صحیح معلومات حاصل ہوں۔"

میں نے کہا "معلومات حاصل ہوجائیں گی۔ پہلے اپنا تعارف کراؤ اور بتاؤ کہ حسیناؤں کی یہ فوج ظفر موج کہاں سے لائے ہو؟"

"میرا نام شاشا ہے۔ میں مالک ہوں اور یہ میری ملکہ شی شی ہے۔ میں نے ایسی فوج بنائی ہے جو اس دنیا اور دنیا سے باہر خلا میں کہیں نہیں ہے۔ کیا تم سب نے کبھی حسین عورتوں کی فوج دیکھی ہے؟"

"عالمی سطح پر پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔ یہ حسیناؤں کی فوج یہاں جنگ کرے گی یا عشق کیا کرے گی؟"

"ان حسیناؤں نے پچھلی رات جیسا عشق کیا ہے' ویسا ہی آئندہ بھی کرتی رہیں گی۔"

"ہماری دنیا کے چند لوگ خلائی زونوں میں جاچکے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہاں عورتیں بہت کم تعداد میں ہیں اور مرد بہت زیادہ ہیں۔ منکی ماسٹر بھی یہی کہہ رہا ہے کہ تم حسیناؤں کی یہ فوج کسی خلائی زون سے نہیں لائے ہو۔ کیا تم نے اس دنیا کی عورتوں کو یکجا کرکے یہ فوج بنائی ہے؟"

"یہ ایک لمبی بحث ہوگی کہ ہم کہاں سے آئے ہیں؟ ہم چاہے کہیں سے بھی آئے ہوں' ہم ایک چھوٹی سی آزاد ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں زمین کا ایسا حصہ چاہیے جو انسانی آبادی سے قریب ہو۔"

میں نے کہا "یہ تو امریکی حکومت کا مسئلہ ہے کہ وہ تمہاری حسیناؤں کو گود میں بٹھائیں گے یا ٹھوکروں میں رکھیں گے۔ میں تو یہ سمجھانے آیا ہوں کہ منکی مخلوق نے ہمارے تعاون سے روس میں ایک نئی آزاد ریاست قائم کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں' تمہاری بھی ایک آزاد ریاست قائم ہو اور وہ اسی ملک میں ہو۔"

وہاں بیٹھے ہوئے تمام حکام اور افسران غصے سے بھڑک گئے۔

ایک نے کہا "ہمیں پتا ہے' روس میں سونیا کے تعاون سے منکی ماسٹر نے اپنی ایک الگ ریاست قائم کی ہے۔ تم سونیا کے آدمی ہو۔"

سرے فوجی افسر نے کہا "سونیا نے یہ پلان بنایا ہے کہ خلا سے جو بھی مخلوق آئے' اسے اسلامی ممالک کی طرف نہ جانے دیا جائے' اسے ہمارے سرمنڈھ دیا جائے۔"

ہم سے پہلے تم لوگوں نے ایسا کیا۔ یہ چالبازی ہم نے تم ہی لوگوں سے سیکھی ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "مسٹر شاشا! ہم تم سے کہتے ہیں کہ ہمیں روس کی طرح کمزور نہ سمجھنا۔ ہمارے پاس بھی ناقابلِ دیدہ بنانے والی شعاعیں' فلائنگ کیپسول' لیزر گنیں اور جدید ہتھیار ہیں۔ ہم سے ٹکر لوگے تو بڑے نقصان میں رہوگے۔ اس کے برعکس دوستی کروگے تو فائدے میں رہوگے۔"

شاشا نے کہا "اب ہمیں سوچنا ہوگا کہ دوستی کس سے کی جائے۔ پچھلے حالات سے ظاہر ہے کہ تم نے اور حکومتِ اسرائیل نے منکی مخلوق کو اپنی زمینوں پر رہنے نہیں دیا۔ انہیں بھاگنے پر مجبور کردیا۔ تم ہمارے ساتھ بھی یہی سلوک کرسکتے ہو۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ نہ دیکھو کہ ہم اپنے ملک میں تمہیں رہنے نہیں دیں گے۔ یہ دیکھو کہ ہم کسی بھی ملک میں تمہاری رہائش کا انتظام کردیں گے۔ اس طرح وہاں تمہاری مستقل رہائش کا انتظام ہوجائے گی۔"

شاشا نے کہا "فی الحال ہمارا رابطہ دونوں سے رہے گا۔ ہم دیکھیں گے کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر امریکی حکومت ہمارے لیے کیا کرے گی اور منکی ماسٹر کے کام آنے والی سونیا' ہمارے کام کیسے آئے گی۔"

میں نے کہا "چوبیس گھنٹے بہت ہوتے ہیں۔ تم ابھی میرے دماغ میں آؤ۔ جس طرح منکی مخلوق روس کے شمال میں آباد ہوگئی ہے اسی طرح میں تمہیں امریکا کے شمال میں ایک وسیع و عریض علاقہ دکھاؤں گا۔ وہ تمہیں بہت پسند آئے گا۔ تم راضی خوشی اپنی ریاست قائم کروگے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے بھڑک کر کہا "مسٹر شاشا! ہم ابھی تمہیں کسی اسلامی ملک میں لے جائیں گے بلکہ کئی ملکوں میں لے جائیں گے۔ تمہیں جو ملک پسند آئے گا' ہم اسی ملک میں تمہاری ایک چھوٹی حکومت قائم کرنے میں تمہاری مدد کریں گے۔"

میں نے کہا "شاشا! یہ تمہاری مدد کریں گے' تم بھی انہیں اس مصیبت سے نجات دلانے کی کوشش ضرور کرنا' جو مسلمانوں کی طرف سے نازل ہونے والا ہے۔"

"کیا تم یہ چیلنج کررہے ہو کہ سونیا ہمارے لیے مسائل کھڑے کرے گی؟"

"سونیا نے اس ملک اور اسرائیل میں بڑے مسائل پیدا کیے۔ آخر روس میں منکی قوم کی ایک ریاست قائم کردی۔ اب وہ تمام منکی ریاستی معاملات سے مطمئن ہوکر امریکا اور اسرائیل کا رخ کرنے والے ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سونیا منکی قوم کے معاملات میں مصروف ہے۔ میں شاشا اور اس کی لیڈیز آرمی کے معاملات میں مصروف رہوں گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے ناگواری سے پوچھا "تم ہو کون؟ تمہاری حقیقت کیا ہے؟"

"میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

ان سب کے دماغوں میں جیسے بم کا دھماکا ہوا ہو۔ وہ چونک کر اس افسر کو دیکھنے لگے۔ جس کی زبان سے میں بول رہا تھا۔ وہ افسر اپنی کرسی پر تن کر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ تمام حکام اور افسران اسے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے اس کے پیچھے مجھے تلاش کررہے ہوں۔

ایک حاکم نے پوچھا "کیا تم واقعی فرہاد علی تیمور ہو؟"

"یقین کرلو۔ یقین نہ کرنے سے میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہزاروں منکی مین کو اسلامی ممالک کی طرف جانے سے روکنا' تقریباً ناممکن تھا لیکن سونیا ہماری اور اسرائیل کی چالوں کو ناکام بنا کر منکی فوج کو اسلامی ملکوں کی طرف جانے سے روکتی رہی تھی اور اب اس نے تمام منکی فوج کو اپنی مٹھی میں کرلیا ہے۔"

میں نے کہا "بے شک سونیا کے مقابلے میں ہندو' یہودی اور عیسائی تھے اور خلا سے آنے والی منکی فوج تھی۔ اس نے ان سب بڑی طاقتوں پر غالب آکر اسلامی ممالک کو علاقۂ ممنوعہ بنادیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اب آپ شاشا اور اس کی لیڈیز آرمی کا راستہ روکنے آئے ہیں۔ آپ بھی سونیا جیسی چالیں چلیں گے۔"

"میری چال سونیا سے مختلف ہے۔ اسے کامیابی حاصل کرنے میں کافی وقت لگ گیا۔ میں تو صرف چوبیس گھنٹے کے اندر شاشا کے لیے ایک آزاد ریاست قائم کردوں گا۔ اگر میں نے ناممکن کو ممکن نہ بنایا تو پھر مجھے فرہاد علی تیمور کون کہے گا؟"

شاشا نے کہا "اگر سونیا تمہاری ساتھی ہے تو پھر تم لوگ بڑے باکمال ہو۔ الپا نے منکی ماسٹر کو قیدی بنا کر پوری منکی فوج کو اس دنیا سے واپس جانے پر مجبور کردیا تھا لیکن سونیا نے منکی ماسٹر کو رہائی بھی دلائی اور ان کی ایک علیحدہ ریاست بھی قائم کردی۔ اب تم دعویٰ کررہے ہو کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر ہماری بھی ایک ریاست قائم کروگے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم ایسا کرسکو گے یا نہیں۔"

میں نے کہا "تو پھر چوبیس گھنٹوں تک مجھ سے رابطہ رکھو اور دیکھتے جاؤ کہ یہ بندۂ خدا کیا کرتا ہے اور بندگانِ شیطان کیا کرتے ہیں۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر فرہاد! یہ آپ اچھا نہیں کررہے ہیں۔ ہمارے ملک کے کسی بھی حصے میں شاشا کی ریاست قائم کرنا چاہیں گے تو ہمارے ہزاروں نادیدہ فوجی جوان وہاں تعمیر

سے پہلے تخریبی کارروائیاں شروع کردیں گے۔ آپ شاشا کے لیے وہاں ایک مکان تو کیا' ایک خیمہ بھی نصب نہیں کرا سکیں گے۔"

میں نے کہا "نادیدہ فوج اب صرف تمہارے پاس نہیں ہے۔ اسرائیلی یہودیوں کے پاس بھی ہے۔ منکی ماسٹر کے پاس بھی ہے اور منکی فوج سونیا کی کمانڈ میں ہے۔ اس نے میری مدد کرنے کے لیے دو ہزار منکی فوجی بھیجے ہیں۔ یہ تمام فوجی ابھی تم لوگوں کے آس پاس اس ہال میں اور ہال کے باہر موجود ہیں۔ ملاحظہ کرو۔"

میرے آلۂ کار نے ایک ہاتھ فضا میں بلند کرکے ایک چٹکی بجائی۔ اس کے ساتھ ہی ایک ایک منکی مین نمودار ہونے لگا۔ وہ تمام حکام اور اعلیٰ افسران بوکھلا کر اپنے سر گھما گھما کر دائیں بائیں' آگے اور پیچھے دیکھنے لگے۔ منکی مین کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ ہال بندروں سے کھچا کھچ بھر گیا۔

میں نے کہا "فون کرکے سکیورٹی فورس سے باہر کے حالات معلوم کرو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے فوراً ہی فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے سکیورٹی فورس کے ایک افسر نے کہا "سر! یہاں اچانک سیکڑوں منکی مین نمودار ہوگئے ہیں۔ سب ہی کے ہاتھوں میں لیزر گنیں ہیں۔ عمارت کے دوسرے حصے سے ابھی خبر ملی ہے کہ وہاں بھی منکی مین ہیں اور وہ بھی مسلح ہیں۔ سر! ہم نے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیے ہیں۔"

اس اعلیٰ افسر نے فون بند کرکے کہا "مسٹر فرہاد! پلیز انہیں حکم دیں کہ یہ نادیدہ ہو جائیں۔ اگر یہ منکی فوج عمارت کے باہر جائے گی تو شہر میں دہشت پھیل جائے گی۔ پلیز' انہیں فوراً غائب کریں۔"

میرے آلۂ کار نے پھر ہاتھ اٹھا کر چٹکی بجائی۔ تمام منکی مین ایک ایک کرکے نظروں سے اوجھل ہونے لگے۔

میں نے کہا "اب اپنے حالات پر غور کرو۔ تمہارے نادیدہ فوجی ایک نئی ریاست قائم ہونے کے سلسلے میں رکاوٹ ڈالیں گے تو سونیا کے نادیدہ فوجی تمہارے اس پُررونق شہر کے امن و امان کو تباہ کردیں گے۔ کیا ایسا ہونا چاہیے؟"

"نہیں' آپ ایسا کریں گے تو یہ پُرامن شہریوں پر ظلم ہوگا۔"

"اور تم ریاست کے قیام میں رکاوٹیں پیدا کروگے تو شاشا اور اس کی لیڈیز آرمی پر ظلم ہوگا۔"

"پلیز' چوبیس گھنٹوں میں نئی ریاست قائم کرنے کی ضد نہ کریں۔ ہمیں تھوڑا وقت دیں۔ ہم شاشا اور اس کی لیڈیز آرمی کی رہائش کا معقول انتظام کریں گے۔"

میں نے کہا "شاشا! اگر تم انہیں مہلت دینا چاہتے ہو تو کچھ وقت بڑھا سکتے ہو ورنہ میں اپنے مقررہ وقت پر کام دکھاؤں گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "فرہاد صاحب! آپ نے شاشا کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا ہے' ہم اس سے بھی اچھے وسیع و عریض علاقے میں ان کی ریاست قائم کریں گے۔"

شاشا نے پوچھا "وہ علاقہ کہاں ہے؟"

"ہم ایک خوب صورت علاقہ تلاش کریں گے لیکن اس کے لیے ہمیں کچھ وقت تو چاہیے۔"

"پوری دنیا کا نقشہ تم لوگوں کے ذہن میں نقش رہتا ہے۔ چند گھنٹوں میں ہمارے لیے کوئی علاقہ پسند کرسکتے ہو۔ ہم تمہیں گھنٹے کی مہلت دیتے ہیں۔ اگر اتنے وقت میں ہماری پسند کا علاقہ ہمیں نہیں دے سکو گے تو مسٹر فرہاد اگلے چوبیس گھنٹوں میں کارنامہ دکھائیں گے۔"

ایک حاکم نے کہا "بارہ گھنٹے تو دیکھتے ہی دیکھتے گزر جائیں گے۔ ہمیں کچھ زیادہ وقت دو۔"

شاشا نے کہا "زیادہ پھیلنے کی کوشش نہ کرو۔ ہم بارہ گھنٹے ایک منٹ بھی زیادہ نہیں دیں گے۔ مسٹر فرہاد' آپ گھڑی دیکھ کر دن کا ایک بجا ہے۔ میں بارہ گھنٹے بعد رات کے ایک بجے آپ سے رابطہ کروں گا۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے' یہ معاملہ طے ہوچکا ہے۔ رات کے ایک بجے تم میرے دماغ میں آسکتے ہو' اب میں جارہا ہوں۔"

میرے آلۂ کار افسر نے اطمینان کی ایسی سانس لی جیسے جاچکا ہوں لیکن میں اس کے اندر موجود تھا۔ اس نے مطمئن کہا "تھینکس گاڈ! مسٹر فرہاد جاچکے ہیں۔"

ایک افسر نے کہا "شاشا! تمہیں ہم پر اعتماد کرنا چاہیے۔ تمہارے لیے جو علاقہ پسند کریں گے وہ خوب سے خوب تر ہوگا۔ فرہاد ہم سے انتقام لینے اور تمہیں ہمارے سروں پر مسلط کرنے کے لیے تمہیں گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ اس پر اعتماد کروگے تو بعد میں نقصان اٹھاؤ گے۔"

شاشا نے کہا "ہم نادان نہیں ہیں۔ ہم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے' اس سے دوست اور دشمن کے چہرے سامنے آجائیں گے۔"

ایسے ہی وقت ایک نسوانی آواز سنائی دی "ہیلو! یوری!"

سب نے آواز کی سمت دیکھا۔ وہاں ایک حسین دوشیزہ کھڑی ہوئی تھی۔ اعلیٰ حکام اور اعلیٰ افسران سب ہی اس حسینہ کو پہچانتے تھے۔ ایک افسر نے ناگواری سے کہا "ٹلی ڈونا... تم!"

دوسرے افسر نے کہا "تم نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا۔ لیبارٹری سے نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسولز اب کیا لینے آئی ہو؟"

ٹلی ڈونا نے کہا "میں پیدائشی امریکن ہوں۔ میں نے جو علم حاصل کیا ہے' اپنے ملک سے حاصل کیا ہے۔ اپنے حقوق طلب کرنا جرم نہیں ہے لیکن میں نے اپنے امریکا کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ یہ میرا عزم ہے کہ میرے ملک پر جب کبھی برا وقت آئے گا میں ایک امریکن سپاہی کی طرح برا وقت لانے والوں سے لڑنے یہاں آجایا کروں گی۔"

"ہم چاہتا تو تم ہمارے دشمنوں سے نمٹنے آئی ہو؟"

"ہاں' میں نے پچھلی رات ٹی وی اسکرین پر شی شی کی باتیں سنی تھیں اور یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ منکی مخلوق کے بعد ایک دوسری خلائی مخلوق ہمارے ملک کے لیے مصیبت بن کر آگئی ہے۔"

ٹلی ڈونا نے ایک طرف بیٹھے ہوئے شاشا اور شی شی کو دیکھا پھر کہا "میں نے عورتوں کی ایک تنظیم قائم کی ہے۔ مجھے یہ سن کر حیرانی نہیں ہوئی کہ خلا سے بھی عورتیں ایک تنظیم کی صورت میں آئی ہیں لیکن یہاں آکر مایوسی ہوئی۔ پتا چل رہا ہے کہ اس خلائی تنظیم میں تمام عورتیں نہیں ہیں بلکہ شاشا کی طرح مرد بھی ہیں اور سربراہ شی شی نہیں ہے' شاشا ہے۔"

شی شی نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اس تنظیم کی سربراہ ہوں۔ یہ شاشا میرا لائف پارٹنر اور میرا مشیر ہے۔"

ٹلی ڈونا نے کہا "میری برتری یہ ہے کہ میں تمہاری طرح کسی مرد کی محتاج نہیں ہوں۔ نہ میں نے کسی مرد کو لائف پارٹنر بنایا ہے اور نہ ہی کسی مرد سے مشورہ لینے کے لیے اسے مشیر بنایا ہے۔"

"اتنا غرور نہ کرو۔ ہر عورت کو کسی نہ کسی مرحلے پر ایک مرد کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے اپنے مرد کو ظاہر کیا ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ تم نے اپنا غرور قائم رکھنے کے لیے اپنے مرد کو چھپا رکھا ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو بتاؤ' مرد کی ضرورت کیسے پوری کرتی ہو؟"

"مجھ پر کیچڑ نہ اچھالو۔ میں تمہاری بھلائی کے لیے مشورہ دے رہی ہوں کہ ہمارے حکام اور فوجی افسران پر بھروسا کرو۔ تم ان کے تعاون سے ہماری دنیا میں اپنی ایک مضبوط ریاست قائم کرسکو گی۔ میں اس بات کی ضمانت دیتی ہوں۔"

"پہلے یہ تو معلوم ہو کہ تمہاری اہمیت اور حیثیت کیا ہے اور کس بل بوتے پر تم اپنی ضمانت دے رہی ہو؟"

ٹلی ڈونا نے کہا "میرے پاس وہ تمام صلاحیتیں اور قوتیں ہیں جو منکی مخلوق اور خلائی زون کی مخلوق کے پاس ہیں۔ مثلاً میرے پاس نادیدہ بنانے والی گولیوں' فلائنگ کیپسولوں' لیزر گنوں اور دیگر جدید اسلحے کی کمی نہیں ہے۔ میرے ایک اشارے پر جان دینے والے جنگجو جوان بے شمار ہیں۔ یہ سب رفتہ رفتہ معلوم ہوگا کہ میں کسی سپاہ سے کم نہیں ہوں۔ فی الحال میری ضمانت قبول کرو اور اس ملک کے حکام کو کچھ زیادہ وقت دو تاکہ تمہارے لیے ایک مضبوط ریاست قائم کی جائے۔"

شاشا نے کہا "اب وقت اور مہلت کی بات نہ کرو۔ ہماری آزاد ریاست کے لیے بارہ گھنٹے کے اندر کسی بہترین علاقے کا انتخاب کرو۔"

ٹلی ڈونا نے پوچھا "اگر بارہ گھنٹے کے بعد فرہاد اپنے وعدے سے پھر جائے اور تمہارے کسی بھی کام آنے سے انکار کردے تو کیا تم ہمیں زیادہ وقت دو گے؟"

"نہیں' ہم مزید وقت نہیں دیں گے۔ اس کے بعد ہم خود اپنے طور پر یہاں اپنے قدم جمائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہمیں بارہ گھنٹے منظور ہیں۔ ہم دوستانہ ماحول میں تمہارے لیے ایک بہترین علاقے کا انتخاب کریں گے تاکہ آئندہ بھی ہماری دوستی قائم رہے۔"

شی شی اور شاشا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے پھر یہ کہہ کر نادیدہ ہوگئے کہ وہ رات کے ایک بجے ان سے رابطہ کریں گے۔

منکی مخلوق کے بعد کسی نئی مخلوق کا زمین پر آنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ بے شمار ممالک اس تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے کہ وہ مخلوق ان کے ملکوں میں بھی آسکتی ہے۔ اس سلسلے میں اسرائیل سب سے زیادہ تشویش میں مبتلا ہوگیا تھا۔

الپا اور دوسرے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بدقسمتی یہ ہوئی کہ ایسے وقت وہ دو زبردست مخالفین سے ٹکرانے کی حماقت کرچکے تھے۔ ایک تو یہ کہ منکی ماسٹر ان کا جانی دشمن بن گیا تھا اور کسی دن بھی ان کے ملک پر حملہ کرسکتا تھا۔ دوسرا یہ کہ الپا نے علی پر قاتلانہ حملے کرنے کی بہت بڑی غلطیاں کی تھیں۔ ان کے نتیجے میں سراسر ناکامی ہوئی تھی۔ پہلے دو طرف سے اس نے دشمن بنائے۔ اب تیسری طرف سے نئی خلائی مخلوق کسی دن اور کسی وقت بھی ان کے ملک میں اسی طرح پہنچنے والی تھی جیسے منکی مخلوق پہلے پہنچی تھی۔

وہ امریکی حکام اور فوجی افسران سے رابطہ کرکے اس مخلوق کے متعلق معلومات حاصل کررہی تھی اور امریکی حکام سے کہہ رہی تھی کہ امریکا اور اسرائیل کو متحدہ محاذ بنا کر خلائی مخلوق کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ جس طرح منکی فوج کو اسرائیل سے بھگایا گیا تھا اسی طرح نئی مخلوق کو امریکا سے بھگانا چاہیے۔ ایسا صرف اتحاد سے ہوسکتا ہے۔

امریکی حکام نے بتایا کہ اتحاد سے کام نہیں بنے گا کیونکہ سونیا جس طرح منکی فوج کی ریڑھ کی ہڈی بنی ہوئی ہے اسی طرح فرہاد اس مخلوق کی پشت پناہی کرنے والا ہے۔

میرا نام سن کر الپا جھاگ کی طرح بیٹھ گئی اور کہنے لگی "یہ کیا ہورہا ہے؟ ایک طویل مدت کے بعد سونیا اور فرہاد میدانِ عمل میں کیوں آئے ہیں؟ کیا وہ اپنی اولاد کو کافی نہیں سمجھ رہے ہیں؟"

"جب ان کی اولاد کارنامے انجام دیتی ہے' تب ہم ان سے مرعوب ہوتے ہیں لیکن سونیا اور فرہاد کی تو آہٹ سنتے ہی ہوش اڑ جاتے ہیں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "ان دونوں نے ایسی حکمتِ عملی اختیار کی ہے کہ ہم اپنے اپنے ملک کو بچانے کی فکر میں لگ گئے ہیں اور یہ سازش کرنے کا وقت نہیں پا رہے ہیں کہ خلائی مخلوق کو کسی اسلامی ملک میں پہنچا سکیں۔"

ہم ان کے حواس پر چھا رہے تھے۔ اس کے باوجود وہ پست

ہمت نہیں تھے' ہمارے مقابلے میں اس نئی خلائی مخلوق کو اپنے زیرِ اثر رکھنا چاہتے تھے جیسا کہ سونیا نے منکی مخلوق کو اپنے زیرِ اثر رکھا ہوا تھا۔

○☆○

دیوی شی تارا اسی ہوٹل کے سوئٹ میں پارس کے ساتھ ہنی مون منا رہی تھی۔ اس کے ذہن سے منکی مخلوق کی موجودگی کا بوجھ اتر گیا تھا۔ منکی برادر اپنے بندروں کے ساتھ ہندوستان سے جا چکا تھا۔ فی الحال شی تارا کے لیے کوئی پرابلم اور کوئی پریشانی نہیں تھی۔

وہ عارضی طور پر تمام مصروفیات کو چھوڑ کر صرف پارس کے پہلو میں وقت گزارنے لگی تھی۔ پارس کے ساتھ گھومتی پھرتی' کھاتی پیتی اور اس کے ساتھ سوتی جاگتی تھی۔ اس بات سے وہ بہت خوش تھی کہ پارس اس کا پتی دیو بھی تھا اور غلام بھی۔ وہ جب تک اسے سونے کا حکم نہ دیتی' وہ جاگتا رہتا تھا۔ جاگنے کے دوران اس کی مرضی کے مطابق خدمات انجام دیتا رہتا تھا۔

اس کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری سے یقین ہو چکا تھا کہ وہ ذہنی طور پر اس کا غلام بن چکا ہے۔ اس نے کہا "تین دن اور تین راتیں گزر چکی ہیں۔ ہمیں دنیا کی بھی خبر رکھنی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری بے خبری میں کوئی دشمن ہمیں نقصان پہنچانے چلا آئے۔"

وہ بولی "مجھے مشورے نہ دو۔ میں نادان نہیں ہوں۔ جب تم سو جاتے ہو تو میں خیال خوانی کے ذریعے ان آلۂ کاروں کے دماغوں میں پہنچتی رہتی ہوں جو امریکا اور اسرائیل میں ہیں۔ میں نے روس میں دو آدمیوں کو آلۂ کار بنایا ہے' ان کا تعلق روس کی فوج اور انٹیلی جنس سے ہے۔ ان کے جاسوس جہاں جاتے ہیں' میں وہاں پہنچ جاتی ہوں۔"

"کیا منکی ماسٹر اور دوسرے بندروں کے دماغوں میں پہنچ سکتی ہو؟"

"نہیں' ان کے سروں سے برین گارڈ چپکا رہتا ہے۔ میری خیال خوانی کی لہریں واپس آجاتی ہیں۔"

"کیا ان بندروں کی مصروفیات سے بے خبر ہو؟"

"روسی سراغ رسانوں کے ذریعے میں کبھی کبھی تمہاری مما (سونیا) تک پہنچ جاتی ہوں۔ وہ تو منکی ریاست پر حکومت کر رہی ہیں۔ وہ جو حکم دیتی ہیں' تمام بندر بے چون وچرا اس پر عمل کرتے ہیں۔"

"میری مما ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہیں۔ کسی پر تنویمی عمل نہیں کرتی ہیں۔ وہ کسی طرح بھی سحر زدہ نہیں کرتی ہیں۔ اس کے باوجود ہزاروں منکی مین ان کے وفادار اور جان نثار ہیں۔"

"اپنی ماں کی زیادہ تعریفیں نہ کرو۔ میں بھی چاہوں تو ان بندروں پر حکومت کر سکتی ہوں۔"

"جب وہ تمہارے دیس میں تھے' تب تم پریشان رہا کرتی تھیں۔ اس وقت تم نے ان پر حکمرانی کیوں نہیں کی؟"

"ان کے سروں پر برین گارڈز لگے رہتے ہیں۔ ان کے دماغوں میں پہنچنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔"

"مما' ان کے دماغوں میں نہیں پہنچیں پھر بھی ان سے اپنے احکامات کی تعمیل کراتی ہیں۔"

"تم میرے حکم کی تعمیل کرو اور اپنی ماں کی تعریف کرنا بھول جاؤ۔"

پارس نے ایک تابعدار کی طرح سر جھکا لیا۔ بڑی دیر تک خاموش رہا۔ وہ بولی "چپ کیوں ہو گئے؟ تم پچھلے تین دنوں سے وہ پارس والی ذہانت کا مظاہرہ نہیں کر رہے ہو۔ مجھے ایسا لگتا ہے' جیسے تم اصلی پارس نہیں ہو۔ تمہارے چور خیالات پڑھتی ہوں تو کوئی کام کی بات معلوم نہیں ہوتی ہے۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتی ہو؟"

"مجھے تمہارے ذریعے معلوم ہونا چاہیے کہ تمہاری مما اور پاپا کی مصروفیات کیا ہیں اور تمہارا بھائی علی کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

"تم مجھے ان کے پاس جانے کا حکم دو گی تو میں خیال خوانی کے ذریعے جاؤں گا۔ تم میرے دماغ میں رہ کر ان کے دماغوں میں پہنچ سکو گی۔"

"میں بڑی دیر سے یہی سوچ رہی ہوں کہ ہم ہنی مون منا رہے ہیں۔ اس دوران اب دنیاوی معاملات میں بھی دلچسپی لینا چاہیے۔"

"پہلے کس معاملے میں دلچسپی لو گی؟"

"مجھے منکی مخلوق سے اندیشہ ہے' کہیں وہ واپس نہ آجائے۔ تم اپنی مما سے کہو گے کہ وہ کسی بھی بندر کو میرے دیس میں نہ آنے دیں تو وہ پھر کبھی نہیں آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے' تم جب کہو گی' میں اپنی مما سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔"

"تم ابھی بات کرو۔"

پارس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے پاس پہنچ کر کہا "مما! میں ہوں پارس۔ میرے ساتھ شی تارا بھی ہے۔"

"بیٹے! شی تارا کا انتقال ہو گیا تھا۔ اب تمہارے ساتھ کون سی شی تارا ہے؟ کیا تمہیں یاد ہے کہ کتنی شی تارائیں تمہاری زندگی میں آچکی ہیں؟"

"یہ آخری اور اصلی شی تارا ہے۔ یہ وہی ہے جو دیوی کہلاتی تھی۔"

"کیا اب نہیں کہلاتی ہے؟"

"کہلانا نہیں چاہتی کیونکہ دیوی کہنے سے ایسا لگتا ہے جیسے کوئی عمر رسیدہ عورت ہو جس کی پوجا ہزاروں سالوں سے کی جا رہی ہو۔"

"اچھا تو اب وہ تمہارے ساتھ ہے؟"

"جی ہاں۔"

"اور تم اس کے ساتھ ہو؟"

"جی ہاں۔"

"اور تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہو؟"

"مما! وہ میرے ساتھ ہوا میں اس کے ساتھ ہوں' بات ایک ہی ہے۔"

"بات ایک نہیں ہے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ ہو تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ اپنا گھر چھوڑ کر تمہارے ساتھ رہتی ہے اور تم اس کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اسے قبول کر لیا ہے۔ اور تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میاں بیوی بن چکے ہو یا بننے والے ہو۔"

"ہم بن چکے ہیں' ہماری شادی ہو چکی ہے۔"

"کیا شادی کے وقت تم یتیم تھے یا تمہاری ماں مر چکی تھی؟"

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ آپ میری ماں ہیں اور زندہ ہیں اور میرے پاپا بھی زندہ ہیں۔"

"کیا ماں باپ تمہاری شادی میں شریک تھے؟"

"جی نہیں' وہ بات یہ ہے کہ۔۔۔"

"جو ماں باپ اتنی بڑی خوشی میں شریک نہ ہوں' وہ گویا اولاد کے لیے مر جاتے ہیں۔"

"یہ مجھ سے بھول ہوئی کہ میں نے آپ کو اور پاپا کو شریک نہیں کیا۔ دراصل یہ شادی جلدی میں ہوئی تھی۔"

"شادی جلدی میں کیوں ہوئی تھی؟ کیا لڑکی گھر سے بھاگ کر آئی تھی؟"

"مما! آپ عجیب طرح کے سوالات کر رہی ہیں۔"

"تعجب ہے' تمہیں یہ سوالات عجیب سے لگ رہے ہیں جبکہ تم نے ماں باپ کی مرضی اور موجودگی کے بغیر شادی کی ہے اور اپنے بزرگوں کو اپنی خوشیوں میں شریک ہونے کے قابل ہی نہیں سمجھا ہے۔"

"میں اس غلطی کی معافی چاہتا ہوں۔"

"یعنی تسلیم کرتے ہو کہ تم نے شادی کر کے غلطی کی ہے۔"

"نہیں۔ شادی کر کے غلطی نہیں کی' غلطی یہ ہے کہ آپ کو شریک نہیں کیا۔ آپ یہ غلطی معاف کر دیں۔"

"غلطی معاف کرتی ہوں لیکن شادی کیسے تسلیم کروں؟ یہ ہماری موجودگی میں نہیں ہوئی۔ اگر ہوئی تو کہاں ہوئی؟ کب ہوئی؟ مجھ میں ہوئی یا مندر میں یا کورٹ میرج ہوئی؟"

"ہماری شادی مندر میں ہوئی تھی۔"

"تم مسلمان ہو' پھر شادی مندر میں کیوں ہوئی؟"

شی تارا نے کہا "اب یہ ہندو ہے اور میرا پتی ہے۔ آپ ہمیں آشیرباد دیں۔"

"میں دعائیں نہیں دے سکتی۔ تم نے میرے بیٹے پر تنویمی عمل کیا ہو گا اور اس کی مرضی کے بغیر اسے ہندو بنایا ہو گا۔"

"اس نے مجھ سے شادی کرنے کے لیے میرا دھرم قبول کیا ہے۔ میں نے اس پر عمل نہیں کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ آج شام تک روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم ہو جائے گا کہ پارس نے اپنی مرضی سے تمہارا دھرم قبول کیا ہے یا تم نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔"

سونیا نے سانس روک لی۔ پارس دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ شی تارا نے پریشان ہو کر کہا "تم بندروں کا راستہ روکنے اپنی ماں کے پاس گئے تھے لیکن وہاں سے روحانی ٹیلی پیتھی کی مصیبت لے آئے ہو۔"

"اس میں مصیبت کی بات کیا ہے؟ میں نے تو اپنی مرضی سے دھرم قبول کیا ہے۔"

"نہیں۔ میں نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے۔ تم میرے معمول اور تابعدار ہو۔ تم نے میرے حکم کے مطابق میرا دھرم قبول کیا ہے۔"

"پھر تو مما اور پاپا کو یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ میری ممی روحانی ٹیلی پیتھی کی حامل ہیں۔ وہ مجھے شام تک مسلمان بنا دیں گی۔"

"نہیں' میں تمہیں مسلمان نہیں بننے دوں گی۔ میں نے اپنے دھرم کے مطابق تم سے شادی کی ہے۔ تمہیں اپنا جسم دیا ہے' اپنی آبرو دی ہے۔"

"تم نے اپنی پلاننگ کے مطابق اپنی آبرو دی ہے۔ میں نے تمہیں مجبور نہیں کیا تھا۔ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے' تمہاری مرضی سے ہو رہا ہے۔ میں تمہیں زبردستی نہیں لوٹ رہا ہوں۔"

"میں تمہیں الزام نہیں دے رہی ہوں۔ تم خود کو تنویمی عمل کا پابند نہیں رکھ سکو گے۔ مسلمان بن جاؤ گے اور میں ایک مسلمان کی بیوی کہلانا پسند نہیں کروں گی۔"

"کیا تمہاری جوتش ودیا نے یہ نہیں بتایا تھا کہ تم ایک مسلمان سے شادی کرو گی اور مسلمان ہی کی بیوی کہلاؤ گی؟"

"ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان اپنی کوششوں سے مقدر بدل دیتا ہے۔ میرا علم بھی مجھے کہہ رہا تھا کہ میں اپنی حکمتِ عملی سے تمہیں ہندو بنا لوں گی پھر تم میرے پتی بن کر رہو گے۔ پلیز پارس کوئی تدبیر کرو۔ کوئی ایسی مکاری دکھاؤ کہ روحانی ٹیلی پیتھی تم پر اثر نہ کرے' ہم ہمیشہ پتی پتنی بن کر رہیں۔"

"تم ناحق پریشان ہو رہی ہو۔ ہماری شادی ہو چکی ہے۔ میرا دھرم بدلنے کے باوجود ہم میاں بیوی ہی رہیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔ تم مسلمان بنو گے تو میں تم سے دور ہو جاؤں گی۔"

"دور ہو کر بھی بیوی ہی رہو گی۔"

"میں طلاق لے لوں گی۔"

"تم تو خیر والی ہو۔ کیا طلاق کے بعد دوسرے کے ساتھ ہنی مون مناؤ گی؟"

"میں کبھی شادی نہیں کروں گی۔"

"پہلے تم شادی نہ کرنے کے عزم پر قائم رہی تھیں لیکن اب تمہیں ایک مرد کا چسکا پڑ گیا ہے۔ تم شادی کے بغیر نہیں رہ سکو گی۔"

"جب ایسا وقت آئے گا تو میں تمہارے بغیر جی لوں گی لیکن ایسا وقت نہ آنے دو۔ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی۔"

"میں بھی تمہیں کھونا نہیں چاہتا لیکن تم جانتی ہو' دین اسلام کے سلسلے میں بابا صاحب کا ادارہ کتنا سخت ہے۔ دین پر ذرا سی آنچ نہیں آنے دی جاتی۔ شام تک میری پٹڑی بدل جائے گی۔ میری گاڑی تمہارے دھرم اسٹیشن سے چھوٹ کر دین اسٹیشن پر جا کر ٹھہرے گی۔ کیا تم پیچھے رہ جاؤ گی؟"

"میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ تمہاری وہ برادر کبیر والی عیاری کہاں گئی؟"

"تم مجھے اس کے مقابلے میں عیاری دکھانے کا کہہ رہی ہو' جو میرا باپ ہے۔ میری دونوں مائیں بھی سر پر سوا سیر ہیں۔"

"تم مجھے مایوس کر رہے ہو۔"

"آئندہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہم دونوں دنیا والوں کو دکھانے کے لیے علیحدگی اختیار کر لیں لیکن چھپ کر ملا کریں۔"

"ہرگز نہیں' تم مسلمان ہو جاؤ گے تو میں تمہارے سائے سے بھی دور ہوتی رہوں گی۔"

ان کی گفتگو کے دوران ٹی وی آن تھا۔ اچانک ایک چینل کا پروگرام تبدیل ہو گیا۔ ایک نیوز ریڈر جو خبریں پڑھ رہا تھا وہ نسوانی آواز میں بولنے لگا۔

شی تارا اور پارس چونک کر بستر پر اٹھ بیٹھے۔ دراصل شی شی اس نیوز ریڈر کی زبان سے بول رہی تھی۔ یہ وہی وقت تھا جب پہلی بار شی شی نے امریکا میں اپنی موجودگی کا اعلان کیا تھا اور ارضی دنیا کے کسی اچھے علاقے میں آباد ہونے کا عزم ظاہر کیا تھا۔

وہ دونوں توجہ سے سن رہے تھے۔ انہوں نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ شی تارا نے کہا "وہ یوگا کی ماہر ہے۔"

پارس نے کہا "وہ یوگا کی ماہر نہیں ہے۔ اس کے سر سے برین گارڈ چپکا ہوا ہے۔ سوچ کی لہریں اس کے دماغ میں پہنچتے ہی برین گارڈ سے ٹکرا کر واپس آگئی ہیں۔ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا ہے۔"

"خلا سے یہ کون سی نئی مخلوق آگئی ہے بلکہ مصیبت آگئی ہے؟ یہ میں پہلی بار سن رہی ہوں کہ خلا کے کسی زون میں صرف عورتیں ہی پیدا ہوتی ہیں۔"

پارس نے کہا "تم آنے والیوں کو مصیبت کہہ رہی ہو لیکن مرد حضرات کے لیے وہ راحت ہوں گی۔ پتا نہیں کیسی ہوں گی مگر دیکھنے کی چیز ہوں گی۔"

"پہلے مرد تم ہی ہو جو اسے راحتِ جاں سمجھ رہے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی' ایسی باتیں کرتے ہوئے؟"

"تم مجھے شرم دلاؤ گی یا نئی مصیبت پر تبادلۂ خیال کرو گی۔"

"ہمیں جلد سے جلد معلوم کرنا چاہیے کہ یہ کیسی بلائیں ہیں۔"

"چلو معلوم کرتے ہیں۔"

"کہاں چلیں' کیسے معلوم کریں؟"

"عقل سے سوچو' ہم سے زیادہ امریکی حکام ان بلاؤں کی آمد سے فکرمند ہوں گے اور اس مخلوق کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہوں گے۔ ہم ان حکام اور فوجی افسران کے دماغوں میں رہیں گے تو ضرور ان کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہو گا۔"

وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے مختلف امریکی اکابرین کے دماغوں میں جانے لگے۔ اس طرح اس ڈنر پارٹی میں پہنچے جہاں اعلیٰ حکام اور فوجی افسران موجود تھے۔ وہاں شی شی نے نمودار ہو کر اپنی قوت کا مظاہرہ کیا۔ کتنے ہی اکابرین کے دماغوں میں زلزلے برپا کیے۔ کچھ بے ہوش ہوئے' کچھ زخمی ہوئے۔ کھانے پینے کی چیزیں برباد ہو گئیں۔ وہاں مزید پانچ عورتیں نمودار ہوئی تھیں۔ ان سب کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول تھے اور وہ سب ٹیلی پیتھی جانتی تھیں۔ وہاں جو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے' وہ ان کے سامنے اس لیے بے بس ہو گئے تھے کہ ان کے سر سے لگے ہوئے برین گارڈز نے انہیں پرائی سوچ کی لہروں سے بچا رکھا تھا۔ ان پر حملے بھی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ چشمِ زدن میں نادیدہ ہو جاتی تھیں۔

انہوں نے پندرہ بیس منٹ کے اندر عملی طور پر یہ ثابت کر دیا کہ وہ اس دنیا کے لوگوں کی طرح غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہیں اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہ لیزر گن جیسے جدید ہتھیاروں سے لیس ہیں۔

شی تارا نے کہا "یہ پہلی خلائی مخلوق ہے جو ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس طرح یہ عورتیں منکی مخلوق سے زیادہ باصلاحیت اور طاقتور ہیں اور ہمارے لیے زیادہ پریشانی کا سبب بننے والی ہیں۔"

"تم منکی فوج کی طرف سے اندیشوں میں مبتلا تھیں کہ وہ بندر پھر یہاں آسکتے ہیں۔ اب ان نئی بلاؤں کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"میں ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ یہ بلائیں بھی بھارت کا رخ کر سکتی ہیں۔ ہمیں پہلے سے حفاظتی تدبیر کرنی چاہیے۔"

پارس نے جواب نہیں دیا' خاموش رہا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور آگے کی طرف یوں جھکتا جا رہا تھا جیسے سجدے میں جا رہا ہو۔

شی تارا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر مخاطب کیا۔

"پارس! یہ کیا کر رہے ہو؟"

وہ سجدے کی صورت میں جھک گیا تھا' جواب نہیں دے رہا تھا۔ وہ اسے جھنجھوڑ کر بولی "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

"آں؟" اس نے چونک کر سر اٹھایا پھر بیٹھ کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بڑبڑانے لگا۔ "میں کہاں ہوں؟ یہ..... یہ تو وہی جگہ ہے گزرے تھے ہم جہاں سے۔ خدا نہ کرے کہ میں جہاں سے گزر جاؤں۔ گزریں میرے دشمن لیکن یہ وہی تاج محل ہوٹل کا سوئٹ ہے۔"

اس نے مخاطب کیا "پارس!"

اس نے چونک کر سر گھما کر شی تارا کو دیکھا پھر بستر پر ذرا دور ہو کر بولا "کون ہو تم؟ یہاں کب آئیں' کیسے آئیں؟"

"کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ میں شی تارا ہوں۔"

"شی تارا! مگر وہ تو رات گیارہ بجے آنے والی تھی۔"

"رات گیارہ بجے؟" شی تارا نے پوچھا پھر بولی "تم تین دن پہلے کی باتیں کر رہے ہو۔ میں تین دن پہلے یہاں وعدے کے مطابق گیارہ بجے آئی تھی۔"

"میں تمہاری نہیں' شی تارا کی بات کر رہا ہوں۔"

"میں ہی تمہاری شی تارا ہوں۔"

پھر اسے خیال آیا کہ اس نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے پر تبدیلی کی تھی۔ ابھی پارس کے سامنے اپنی اصل شکل و صورت میں ہے۔ پارس پر تنویمی عمل کرنے سے پہلے اس کی شکل کچھ اور تھی اور اب وہ وہی شکل ڈھونڈ رہا تھا۔

وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "اللہ ہو۔ اللہ ہو۔ یا اللہ! میں معافی چاہتا ہوں۔ پتا نہیں میں کن اندھیروں میں بھٹک رہا تھا؟ مجھے کچھ یاد آرہا ہے۔ اندھیرا تھا' گہری تاریکی تھی اور ایک چڑیل میری عزت لوٹ رہی تھی۔"

وہ چڑ کر بولی "یہ کیا بکواس ہے' کیوں الٹی سیدھی باتیں سوچ رہے ہو؟"

وہ بولا "اچھا تو تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ ابھی میرے خیالات پڑھ رہی تھیں۔"

"پلیز مجھے پہچانو۔ میں تمہاری شی تارا ہوں۔ یہ میرا اصلی روپ ہے۔ یہ میرا پیدائشی چہرہ ہے۔"

وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا "سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں' سچ کہہ رہی ہوں۔ ہماری شادی ہو چکی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "ہماری شادی ہو چکی ہے؟ یعنی کہ تم میری دلہن ہو' آؤ میرے کلیجے سے لگ جاؤ۔"

اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچ لیا۔ اسے دونوں بازوؤں میں بھر کر بولا "یہ چہرہ کتنے میں بنوایا؟ پہلے سے زیادہ حسین لگ رہی ہو۔"

"چھوڑو مجھے۔"

"کیوں چھوڑوں؟ ابھی تو تم نے کہا تھا' شادی ہو چکی ہے۔"

"ہاں مگر تم ابھی اللہ کو یاد کر رہے تھے۔"

"آئندہ بیوی کے ساتھ بستر پر بیوی کو ہی یاد کرتا رہوں گا۔"

"پہلے یہ بتاؤ' تم ہندو ہو یا نہیں؟"

"تم برسوں سے جانتی ہو کہ میں پیدائشی مسلمان ہوں۔"

"لیکن میں نے تمہیں ہندو بنایا تھا۔ مندر میں ہماری شادی ہوئی تھی۔"

"کیا تم نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا؟"

"ہاں۔ کیا تم میرے معمول اور تابعدار نہیں ہو؟"

"میں! یعنی کہ پارس یعنی کہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا اور تمہارا تابعدار؟ کیا گھاس کھا گئی ہو؟"

وہ پریشان ہو کر اسے دیکھنے اور سوچنے لگی پھر اس سے ذرا دور ہو کر بولی "معلوم ہوتا ہے' تم پر روحانی عمل ہو چکا ہے اور میرے تنویمی عمل کا اثر زائل ہو چکا ہے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم نے مجھ پر تنویمی عمل کیوں کیا؟ اس عمل کے نتیجے میں کتنے دنوں تک تم نے مجھے اپنا یار بنا کر رکھا؟"

"یار نہیں' اپنا پتی بنایا تھا۔"

"جو پتی چار دن کی چاندنی کی طرح ہوتا ہے' وہ یار کہلاتا ہے۔"

"کیا تم میرے پتی بن کر نہیں رہو گے؟"

"ضرور رہوں گا لیکن تم میری شریکِ حیات نہیں رہنا چاہو گی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں تمہارا پتی دیو بن کر رہوں اور تم میری تارا بیگم بن کر رہا کرو؟"

"ہرگز نہیں" وہ بیڈ سے اتر کر دور کھڑی ہو گئی "تم مسلمان ہو۔ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔"

"الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ تم نے دھوکے سے مجھ پر تنویمی عمل کیا۔ میری مرضی کے خلاف مجھے ہندو بنایا۔ یہ عقل نہیں آئی کہ میرے چاروں طرف ٹیلی پیتھی کا جال بچھا رہتا ہے اور اس جال کے اندر روحانی ٹیلی پیتھی کی کارفرمائی بھی رہتی ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی' میں تمہیں محبت کا واسطہ دیتی ہوں۔ تم میرے دھرم میں رہو۔"

"محبت میں دھوکا نہیں دیا جاتا اور تم نے صرف محبت دھوکے سے نہیں کی' دھوکے سے مذہب بھی بدل دیا۔ تم نے جو غلطیاں کی ہیں' انہیں تسلیم کرو۔ اب ہمارے لیے یہ بہتر ہے کہ ہم نئے سرے سے ازدواجی زندگی گزاریں۔ تم اپنے دھرم میں رہو' میں اپنے دھرم پر قائم رہوں گا۔"

"میں تمہیں حکم دیتی ہوں۔ تم..... تم....."

وہ غصے میں بولنے لگی تھی۔ اچانک یاد آیا کہ وہ اب معمول اور تابعدار نہیں رہا پھر بے بسی سے بولی "تم سمجھتے کیوں نہیں' میں نے تمہیں اپنا مرد مان کر اپنا سب کچھ تمہارے حوالے کر دیا۔ میں

اپنا آپ ہارنے کے بعد جیتے جی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی اور تم نے ساتھ چھوڑا تو تمہیں لے مروں گی۔"

"مقدر میں دونوں کی تاریخ وفات ایک ہی ہوگی تو بخوشی تم سے پہلے میں تمہیں لے ڈوبوں گا ورنہ موت سے پہلے تم میری زندگی کا تماشا دیکھتی رہ جاؤ گی۔"

"اتنی بحث کے بعد میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تم میرا ساتھ چھوڑ دو گے۔"

"اتنی بحث کے بعد بھی وہی الٹی بات کررہی ہو۔ خود میرا ساتھ چھوڑنے کے لیے نخرے کررہی ہو کہ میں مسلمان ہوں۔ لیکن تمہاری جوانی کے حلف نامے پر ایک مسلمان کے دستخط ہو چکے ہیں۔ اس دستخط کو مرتے دم تک نہیں مٹا سکو گی۔"

اس نے پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پھر سانس روک لی۔ شی تارا نے پوچھا "سانس کیوں روک لی؟ مجھے آنے دو۔"

"جب روبرو گفتگو ہورہی ہے تو میرے دماغ میں کیوں آنا چاہتی ہو؟ کیا زلزلہ پیدا کرو گی؟"

"روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دن رات تمہاری حفاظت نہیں کی جاتی ہوگی۔ میں چاہتی ہوں' پھر ایک بار تمہارے دماغ کو کمزور بنا دوں اور یہ میرے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔ تم نے دماغ تک پہنچنے کا راستہ بند کردیا ہے لیکن میں خیال خوانی کے ذریعے اپنے ماتحتوں کو بلا چکی ہوں۔ وہ ان لمحات میں یہاں موجود ہیں۔"

"اچھا سمجھ گیا' یہ جو یہاں موجود ہیں' نادیدہ ہیں۔ میرے پاس نادیدہ بنانے والی ایک بھی گولی نہیں ہے۔ تین دن پہلے جس طرح تمہارے نادیدہ ماتحتوں نے اچانک میرے پیچھے نمودار ہو کر حملے کیے تھے' اس وقت بھی یہی کریں گے۔"

"خوب سمجھ رہے ہو۔ یہاں سے نہ فرار ہو سکو گے' نہ خود کو زخمی ہونے سے بچا سکو گے۔ اگر زخمی نہیں ہونا چاہتے تو مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

وہ بات ختم کرتے ہی چیخ پڑی۔ پیچھے سے اس کی گردن پر ایک زبردست ہاتھ پڑا۔ اس کے منہ سے گولی نکل کر فرش پر گر پڑی۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والی ایک عورت اور ایک جوانمرد نمودار ہوئے۔ ایسے وقت شی تارا کے ماتحت بھی نمودار ہوئے' وہ پارس پر حملہ کرنا چاہتے تھے لیکن پتا چلا کہ ان کے آس پاس بھی درجنوں افراد موجود ہیں۔ انہوں نے شی تارا کے ماتحتوں کو گن پوائنٹس پر رکھ لیا تھا۔

جو پارس پر حملہ کرنے آئے تھے' وہ گم صم رہ کر شی تارا کے آئندہ حکم کا انتظار کرنے لگے۔ ایک عورت نے شی تارا کے لباس کی تلاشی لے کر نادیدہ بنانے والی گولیوں اور خلائی کیپسولوں کی ڈبیا نکال لی۔ پارس نے اس کے ماتحتوں سے کہا "تمہاری دیوی ہماری گرفت میں ہے۔ اب نادیدہ بن کر فرار نہیں ہو سکے گی۔ اگر اپنی دیوی کی سلامتی چاہتے ہو تو اپنے منہ میں رکھی ہوئی گولیاں تھوک دو۔"

انہوں نے بے بسی سے اسے دیکھا' اس نے کہا "پارس! آج تک میری ایسی توہین نہیں ہوئی۔ آج تک کسی نے مجھے اس طرح بے دست و پا نہیں بنایا۔ میں تمہاری عزت ہوں اور تم اپنی ہی بے عزتی کررہے ہو۔"

"تم نے تین دن پہلے میرے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ اپنے ماتحتوں کے ذریعے مجھ پر حملہ کرایا' مجھے زخمی کیا پھر مجھے معمول اور تابعدار بنالیا۔ کیا اس وقت تم میری توہین نہیں کررہی تھیں؟ تم نے تین دن پہلے جو بویا تھا' وہ کاٹ رہی ہو۔"

وہ غصے اور بے بسی سے اسے دیکھنے لگی۔ اس نے کہا "وقت ضائع نہ کرو۔ اپنے جیالوں کو گولیاں تھوکنے کا حکم دو ورنہ انہیں یہاں قتل کیا جائے گا۔ اگر یہ نادیدہ بن جائیں گے تو تمہیں اذیتوں میں مبتلا کیا جائے گا پھر تمہارا نازک بدن اذیتوں کا متحمل نہیں ہو سکے گا۔"

اس نے مجبور ہو کر ماتحتوں کو حکم دیا۔ انہوں نے گولیاں فرش پر تھوک دیں۔ ان کے لباسوں کی تلاشی لی گئی پھر انہیں ہوٹل سے باہر جانے کا حکم دیا گیا۔ وہ سر جھکا کر چلے گئے۔

پارس نے گولیوں اور کیپسولوں کی ڈبیا لے لی۔ ایک گولی اپنے منہ میں رکھی پھر اپنے لوگوں سے کہا "شکریہ! اب تم لوگ جاؤ۔ ضرورت ہوگی تو خیال خوانی کے ذریعے کال کروں گا۔"

وہ سب نادیدہ ہو گئے۔ وہاں سے چلے گئے۔ شی تارا سوئٹ کے اس کمرے میں تنہا پارس کے سامنے کھڑی رہ گئی۔ اس نے کہا "تم اپنے مرد پر حکومت کرنے کے خواب دیکھتی رہو گی۔ اپنی تمام صلاحیتیں اور تمام قوتیں آزماتی رہو گی لیکن مرد پھر مرد ہے۔ اسے زیر اثر رکھنے کی حسرت دل ہی میں رہ جائے گی۔"

"تم نے میرے ماتحتوں کو نقصان نہیں پہنچایا۔ انہیں صرف بھاگنے پر مجبور کیا۔ میری گولیاں اور کیپسول چھین لیے۔ میرے فرار ہونے کے راستے بند کردیے۔ فی الحال میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ بتاؤ میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"وہی سلوک کروں گا جو تم مجھ سے کرنا چاہتی تھیں۔"

"کیا مطلب؟"

"تم میرے دماغ کو کمزور بنا کر مجھے دوبارہ اپنا تابعدار بنانا چاہتی تھیں۔ اب اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔ میں تمہیں اپنی معمولہ اور تابعدار بناؤں گا۔"

"نہیں' میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔"

پارس نے فضا میں ہاتھ بلند کرکے چٹکی بجائی۔ اس کے ساتھ ہی شی تارا کے منہ سے ایک کراہ نکلی۔ ایک شخص نے اس کے پیچھے نمودار ہو کر اس کی گردن میں ایک سوئی پیوست کی پھر نادیدہ ہو گیا۔

وہ اچانک کمزوری محسوس کرنے لگی۔ بڑی مشکل سے دو قدم چل کر بیڈ پر آ کر گر پڑی۔ گہری گہری سانسیں لیتی ہوئی پارس کو یوں دیکھنے لگی جیسے کہہ رہی ہو کہ اسے تابعدار نہ بنایا جائے۔

جو دوسروں کے ساتھ جیسا کرتا ہے' ویسا ہی ایک دن اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ کمزوری کے باعث سو گئی۔ پارس اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔

○☆○

شاشا اور اس کے پانچ حواری' شی شی اور اس کی پانچ ماتحت حسینائیں ایک بڑے سے شاہانہ طرز کے بنگلے میں رہائش پذیر تھے۔ ان کی رہائش کا طریقہ یہ تھا کہ شاشا اپنی محبوبہ شی شی کے ساتھ اس بنگلے میں نظر آتا تھا۔ باقی پانچ حواری اور پانچ ماتحت حسینائیں نادیدہ رہتی تھیں۔ اس بنگلے کے باہر کوئی انہیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ بنگلے کے اندر دروازے بند کرنے کے بعد وہ سب نمودار ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارتے تھے۔ وہاں جتنے ملازم تھے' وہ سب معمول اور تابعدار تھے۔ احکامات کی تعمیل کے لئے بنگلے کے باہر آتے تھے پھر باہر چلے جاتے تھے۔ جب تک انہیں دوبارہ نہ بلایا جاتا' وہ دروازے کے قریب بھی نہیں آتے تھے۔

اس وقت شاشا اور شی شی اپنے تمام ماتحتوں کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھے کافی پی رہے تھے اور موجودہ حالات پر بحث کررہے تھے۔ انہیں امریکی حکام نے اطمینان دلایا تھا کہ بارہ گھنٹوں کے اندر ان کے لیے ایک بہترین علاقہ مخصوص کردیں گے۔ ان کی ناکامی کی صورت میں وہ مجھ سے رابطہ کرنے والے تھے۔ میں نے بھی ان کی ایک الگ ریاست قائم کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

امریکی حکام نے بارہ گھنٹے کا جو وقت لیا تھا' اس میں سے نو گھنٹے گزر چکے تھے۔ شی شی نے کہا "وقت ضائع ہو رہا ہے۔ کسی اعلیٰ حاکم سے پوچھا جائے کہ وہ ہمارے سلسلے میں کیا کررہے ہیں۔"

شاشا نے کہا "وہ لوگ ہم سے خوف زدہ ہیں۔ اپنے ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے وہ ضرور ہمارے لیے کچھ کررہے ہوں گے۔"

"وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر ہمارے خلاف بھی کچھ کرسکتے ہیں۔"

امریکی فوجی اور سراغ رساں اسی کوشش میں تھے کہ اس گروہ کے اہم افراد کا سراغ لگایا جائے اور کسی طرح ان کی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچا جائے۔

پورے شہر میں سراغ رساں انہیں تلاش کررہے تھے۔ ان میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے دو جوان تھے جن کی قوتِ سماعت اور بصارت غیر معمولی تھیں۔ جن دنوں پاشا امریکا میں قید تھا' انہی دنوں ٹرانسفارمر مشین سے پاشا کے ساتھ ان دونوں کو گزارا گیا تھا۔ تیسری بار پاشا کے ساتھ اس مشین سے گزرنے والی بلی ڈونا تھی۔

وہ بھی ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی پوری توجہ سے شاشا اور شی شی کی گفتگو سن رہی تھی۔ وہ آوازیں پہلے اسے دور سے سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے ڈرائیور سے کہا تھا "گاڑی کو دائیں سمت موڑ کر آہستہ آہستہ ڈرائیو کرو۔"

ڈرائیور نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ جب دائیں سمت کار گھما کر ڈرائیو کرنے لگا اور آگے بڑھنے لگا تب پتا چلا کہ وہ آوازوں کے ذرا اور قریب پہنچتی جارہی ہے۔ وہ غیر معمولی سماعت کے ذریعے سن رہی تھی۔ شاشا کہہ رہا تھا "ہاں' یہ زمین والے مہلت سے فائدہ اٹھا کر ہمارے خلاف بھی بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ ویسے ہم نے جس طرح روپوشی اختیار کی ہے' کوئی ہمیں تلاش نہیں کرسکے گا اور نہ ہی ہمارے اس خفیہ بنگلے کو دیکھ کر یہ سمجھ سکے گا کہ ہم یہاں اطمینان سے رہتے ہیں۔"

اس دوران بلی ڈونا نے اس کی باتوں سے اندازہ لگایا جیسے کوئی شاشا سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنے کی کوشش کررہا ہے۔

امریکی فوج کا ایک میجر شاشا سے کہہ رہا تھا "ایک ضروری بات ہے۔ پلیز سانس نہ روکیے گا' نہ برین گارڈ لگائیے گا۔"

"تم شی شی کے دماغ میں آ کے بات کرو۔"

وہ شی شی کی زبان میں بولا۔ "ہم نے آپ کی رہائش کے لیے خوب صورت علاقہ دیکھا ہے۔ آپ ایک گھنٹے بعد ہمارے ساتھ وہاں چلیں گے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تسلیم کریں گے کہ وہ واقعی خوب صورت علاقہ ہے۔"

"دنیا کے کس حصے میں وہ علاقہ ہے؟"

"یوں تو ہم نے دو علاقے دیکھے ہیں لیکن آپ دونوں علاقوں میں جانے کی زحمت نہیں کریں گے۔"

"ہم ضرور جائیں گے۔ یہ بتائیں' کہاں جانا ہے؟"

دونوں سراغ رساں جوان اپنی اپنی موٹر سائیکل پر تھے اور غیر معمولی سماعت کے ذریعے شاشا اور میجر کی گفتگو سن رہے تھے اور ان کی آوازوں کی سمت کا تعین کرتے ہوئے آگے بڑھتے جارہے تھے۔

میجر شاشا سے کہہ رہا تھا۔ "ان میں سے ایک علاقہ لیبیا میں ہے۔ یہ ملک لیبیا افریقہ کے شمالی ساحل پر ہے اور بہت ہی سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔"

شاشا نے کہا "ہم نے دنیا کے نقشے میں یہ ملک دیکھا ہے۔ ہمیں سمندر کا ساحلی علاقہ پسند ہے لیکن یہ افریقہ اور یورپ کے کئی ممالک کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ آس پاس کے ممالک ہم سے خوف زدہ رہیں گے اور ہمارے خلاف محاذ بناتے رہیں گے۔ ہم بیک وقت کئی ممالک سے جنگ نہیں کرسکیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ دوسرا علاقہ بھی ہے۔ فرانس کے شہر پیرس کے مضافات میں کئی کلومیٹر دور تک پھیلا ہوا ایک ادارہ ہے۔

اسے بابا صاحب کا ادارہ کہتے ہیں۔ اس ادارے میں دنیا کی جدید ترین طبی اور سائنسی لیبارٹری ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق آج کل وہاں ناپید ہونے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول تیار ہو رہے ہیں۔"

شاشا نے کہا "بس تو پھر ہمارے لیے یہ جگہ بہتر ہے۔ ہمیں فوری طور پر ایسی ہی جدید لیبارٹری کی ضرورت ہے۔ کیا وہاں قبضہ جمانے کے لیے ادارے کے گارڈز سے جنگ لڑنی ہوگی؟"

"جنگ لازمی ہے۔ اگر کھل کر نہ ہو تو بہتر ہے۔ وہاں بہت سی نامور ہستیاں ہیں جو نہایت ہی ذہین اور حاضر دماغ ہیں۔ انہیں آپ کی موجودگی کا علم ہوگا تو وہ آپ کو اس ادارے میں قدم رکھنے نہیں دیں گے۔"

"ہم ناپید بن کر جائیں گے۔ پہلے وہاں کے تمام اہم افراد کو ایسی حکمتِ عملی سے قتل کریں گے کہ انہیں ہماری موجودگی کا شبہ نہیں ہوگا۔ ہمیں وہاں کے اہم افراد کے نام اور ان کی شناخت بتائیں۔"

"وہاں دینی پیشوا کا نام علی اسد اللہ تمیزی ہے۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ ایک چھوٹے سے حجرے میں رہتے ہیں اور عبادت میں مصروف رہا کرتے ہیں۔ دوسرا اہم شخص فرہاد علی تیمور ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق وہ حجرے کے قریب ایک کوارٹر میں رہتا ہے۔ وہ قد آور اور چٹانی جسم کا حامل ہے۔ عمر رسیدہ ہے لیکن جوانوں کی طرح سینہ تان کر چلتا ہے۔ اس ادارے میں پہنچنے کے بعد ہم صحیح طرح اس کی نشاندہی کریں گے۔"

"تیسرا اہم ہستی کون ہے؟"

"اس کا نام سونیا ہے۔ وہ آج کل روس کے شہر ماسکو یا منکی ریاست میں رہتی ہے۔ ادارے کے اہم افراد کو قتل کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ ٹھیک ایسے ہی وقت سونیا کو بھی ہلاک کیا جائے ورنہ وہ قاتلوں کی بُو سونگھتی ہوئی آپ لوگوں کی... شرگ تک پہنچ جائے گی۔"

"اگر صرف تین اہم افراد ہیں تو انہیں ہلاک کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ ہماری دو ذہین اور حاضر دماغ لیڈی فائٹر روس جائیں گی۔ اگر سونیا ناپید نہیں رہے گی تو ہماری دونوں فائٹر اسے ناپید بننے کا موقع نہیں دیں گی۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی ماردیں گی۔"

"ان کے علاوہ پارس اور علی تیمور ہیں۔ یہ ابھی فی الوقت ادارے سے باہر ہیں۔ ان سے بعد میں نمٹا جاسکے گا۔ اس ادارے میں اور بھی ایسے ذہین اور خطرناک افراد ہیں جن کی نشاندہی ہم وہاں پہنچ کر کریں گے۔"

"ہم آپ سے کہاں ملیں گے؟"

"ہم ایک گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہوں گے اور فلائنگ کیپسول کے ذریعے پیرس میں ایفل ٹاور کے پاس آپ سے ملاقات کریں گے۔"

بلی ڈونا کی کار اس بنگلے کے سامنے پہنچ گئی۔ گفتگو کی آواز اب بہت قریب سے آرہی تھیں۔ یہ پورا یقین ہو رہا تھا کہ آواز اسی بنگلے کے اندر سے آرہی ہیں۔ وہ ڈرائیور سے بولی "یہ کار سے دور لے جاؤ۔ میں ضرورت کے وقت بلا لوں گی۔"

اس نے کار سے باہر آکر دروازہ بند کیا۔ آس پاس کوئی اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ چشم زدن میں ناپید ہوگئی۔ کار وہاں سے چلی گئی۔

وہ دو سراغ رساں اس بنگلے کے پیچھے سے موٹر سائیکل پار کرتے ہوئے گزرے پھر آگے جاکر اپنی گاڑیاں ایک جگہ کھڑی کردیں۔ وہاں سے پیدل اس بنگلے کے پچھلے حصے کی طرف بڑھنے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا "جیمس! ہم دونوں مسلسل گفتگو کی آواز سن رہے ہیں۔ میرا خیال ہے، ہم صحیح جگہ پہنچ گئے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "جیرالڈ! ہم میں سے کوئی ایک ہوتا تو دھوکا کھا جاتا لیکن ہم دونوں ایک ہی آواز سن رہے ہیں اور اس کی صحیح سمت کا تعین کرچکے ہیں۔ ابھی چند منٹوں میں شاید ہم اس گوشت پوست کے جسموں کے ساتھ دیکھ سکیں۔"

"بے شک وہ چار دیواری کے اندر ناپید نہیں ہوں گے لیکن اب ہمیں ناپید بن جانا چاہیے۔"

ان دونوں نے دائیں بائیں، آگے پیچھے دیکھا پھر پلک جھپکتے اچانک ناپید ہوگئے۔ احاطے کی دیوار کو پھلانگ کر بنگلے کے دروازے کی طرف جانے لگے۔ چند مسلح افراد نظر آرہے تھے بنگلے کے چاروں طرف ٹہل رہے تھے لیکن ان کی نظریں جیمس جیرالڈ کو نہیں دیکھ رہی تھیں۔

دروازے اندر سے بند تھے۔ وہ دونوں روشندان کے راستے اندر جانا چاہتے تھے۔ ایسے ہی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ ایک مسلح گارڈ نے دروازے کے قریب آکر جیب سے چابی نکالی۔ اس چابی سے دروازہ کھول کر اندر جانے لگا۔ اس کے ساتھی دونوں بھی آگئے۔

ایک بہت بڑے ہال نما ڈرائنگ روم میں چھ مرد اور عورتیں تھیں۔ یعنی شاشا اپنے پانچ ماتحت اور شی شی اپنی ماتحت حسیناؤں کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ وہ مسلح گارڈ ان کے قریب آکر انٹینشن ہوگیا۔ شی شی نے کہا۔ "اور ایک بار کالی لے آؤ۔ یہ کپ وغیرہ یہاں سے اٹھالو۔"

وہ تمام برتن ایک بڑی سی ٹرے میں رکھ کر وہاں سے کچن لے آیا۔ وہ دونوں اس کے ساتھ تھے۔ اس نے چولھا سلگا کر کیتلی میں پانی چولھے پر رکھ دیا پھر دوسری طرف جاکر پیالیاں دھونے لگا۔

ایسے ہی وقت وہ دونوں نمودار ہوگئے۔ ایک نے جیب سے ایک کیپسول نما ڈبیا نکالی۔ اسے کھولا، پھر اس میں سے تھوڑا سفوف کیتلی میں ڈال دیا۔ بلی ڈونا وہاں موجود تھی۔ ان دونوں کو نمودار ہوتے، کیتلی میں کچھ ڈالتے اور دوبارہ ناپید ہوتے دیکھ رہی تھی پھر بولی میں بولی "شکر ہے، پہلے میں نمودار نہیں ہوئی ورنہ وہ دونوں مجھے دیکھ لیتے۔ میری لاعلمی میں وہ مجھے بھی نقصان پہنچا سکتے تھے۔"

کافی تیار ہوگئی۔ اس نے ایک چھوٹی سی ٹرالی میں بارہ پیالیاں، چینی، دودھ، کریم پاٹس اور کافی سے بھری ہوئی کیتلی رکھی پھر اس ٹرالی کو ڈرائنگ روم میں ان سب کے درمیان لے آیا۔ ایک حسینہ ان کے لیے الگ الگ کپ میں کافی انڈیلنے لگی۔ ان کی ضرورت کے مطابق کافی میں چینی، دودھ اور کریم ڈالنے لگی۔ وہ کافی کے کپ کو منہ لگانے سے پہلے اپنے منہ میں رکھی ہوئی گولی نکال نکال کر سامنے سینٹر ٹیبل پر رکھ رہے تھے۔

اگلا ایک منٹ بڑا سنسنی خیز تھا۔ نامعلوم خلائی زون کی اہم ہستیاں بیک وقت نابود ہونے والی تھیں۔ بلی ڈونا، جیمس اور جیرالڈ بڑی توجہ سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ ایک نے پیالی ہونٹوں سے لگا کر چسکی لی پھر منہ بنا کر بولا "عجیب سا ذائقہ ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہاں ذائقہ مختلف ہے۔"

تیسرے نے بھی تائید کی۔ اس طرح چکھنے کی غرض سے سب نے ایک ایک گھونٹ پیا۔ کافی میں جو زہر ملایا گیا تھا، وہ زود اثر تھا۔ اس کافی کا ایک ہی گھونٹ کافی تھا۔ وہ سب اچانک ہی بدحواس ہوکر اپنی اپنی گولی کی طرف یوں ہاتھ بڑھانے لگے، جیسے ناپید بن کر موت سے چھپ جائیں گے۔

جیمس اور جیرالڈ کو اندیشہ ہوا کہ زہر نے اثر نہ کیا تو وہ ناپید بن کر روپوش ہوجائیں گے پھر کبھی ہاتھ نہیں آئیں گے۔ دونوں نے فوراً ہی نمودار ہوکر اپنی اپنی گن سنبھالی پھر سینٹر ٹیبل پر رکھی ہوئی گولیوں کی طرف جو بھی ہاتھ بڑھا رہا تھا، اسے گولیوں سے چھلنی کرنے لگے۔

وہ زہر سے اور گولیوں سے مرنے لگے۔ چند سیکنڈ میں صوفوں پر اور فرش پر لاشیں نظر آنے لگیں۔ فائرنگ کے وقت بلی ڈونا وہاں موجود نہیں تھی۔ اس نے شاشا اور شی شی کو وہاں غیر حاضر پایا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جیمس اور جیرالڈ نے بھی ان کی غیر حاضری کا نوٹس لیا ہوگا۔ ایسے میں وہ فائرنگ کرکے غیر حاضر رہنے والوں کو خطرے سے آگاہ نہیں کریں گے۔

بلی ڈونا ان غیر حاضر رہنے والوں کو تلاش کرنے کے لیے دوسرے کمروں میں گئی۔ پتا چلا شاشا اور شی شی ایک بیڈ روم میں ہیں۔ اس نے بیڈ روم میں جانا مناسب نہیں سمجھا۔ اسی وقت فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں۔ شاشا اور شی شی خود ہی پریشان ہوکر بیڈ روم سے باہر آئے پھر خطرہ محسوس کرتے ہی ناپید ہوگئے۔

انہوں نے ڈرائنگ روم میں آکر دیکھا۔ ان کے دس ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور دو آدمی گن لیے کھڑے تھے۔ شاشا اور شی شی نے انہیں غصے اور نفرت سے دیکھا پھر ان کے پیچھے جاکر نمودار ہوگئے۔ جیمس اور جیرالڈ نے یہی نادانی کی تھی کہ وہاں بارہ میں سے دو افراد کی کمی پر دھیان نہیں دیا تھا۔ اس خوش فہمی میں تھے کہ انہوں نے تمام اہم افراد کو مار ڈالا ہے۔

ان کی نادانی سے دو بچ گئے تھے، وہ ان کے پیچھے موت بن کر پہنچ گئے۔ جیمس اور جیرالڈ لاشوں پر جھک کر ان کے لباس کے اندر سے گولیوں اور کیپسولوں کی ڈبیا نکال رہے تھے۔ شاشا اور شی شی نے ابھی گنیں سیدھی کیں پھر دوسرے ہی لمحے میں انہیں گولیوں سے چھلنی کردیا۔

بلی ڈونا نہیں چاہتی تھی، شاشا اور شی شی نظروں سے اوجھل ہوجائیں۔ وہ ان کے قریب آئی پھر شاشا کے جسم میں سما گئی۔

شی شی نے کہا "کیا ہم نے انہیں ہلاک کرنے میں جلدی نہیں کی؟ ہمیں معلوم کرنا چاہیے تھا کہ یہ دونوں دشمن کون ہیں؟"

"یہ اسی ملک کے ہوں گے۔ ہم انہیں زخمی کرکے سوالات کرتے تو یہ جواب میں گولیاں نگل کر ناپید ہوجاتے۔ اب یہاں سے نکل چلو۔ یہ جگہ خفیہ نہیں رہی۔"

وہ اپنے مردہ ساتھیوں اور دشمنوں کے لباس سے گولیاں اور کیپسول حاصل کرنے لگے۔ ان سب کے سامان میں بھی سیکڑوں گولیاں اور کیپسول تھے۔ انہوں نے ان سب کو ایک بڑے پلاسٹک کے بیگ میں رکھا پھر وہاں سے ناپید ہوکر باہر آگئے۔

باہر مسلح گارڈز خاموش کھڑے بنگلے کے بند دروازے کو دیکھ رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اتنی زبردست فائرنگ کے بعد شاید انہیں اندر بلایا جائے گا لیکن انہوں نے کال بیل کی آواز نہیں سنی۔ صرف اس دروازے کو خود بخود کھلتے دیکھا۔ اس کے علاوہ کچھ نظر نہیں آیا۔

وہ ناپید ہوکر جارہے تھے اور ان میں سے ایک کے اندر بلی ڈونا سمائی ہوئی تھی۔ احاطے کا گیٹ کھلا ہوا تھا۔ پولیس کی دو گاڑیاں احاطے میں داخل ہورہی تھیں۔ وہ قانون کے محافظ فائرنگ کی وجوہات معلوم کرنے آئے تھے۔

وہ دونوں احاطے سے باہر آکر ایک طرف چلنے لگے پھر ایک دیوار کے پیچھے سے گزرتے ہوئے نمودار ہوگئے۔ انہیں خلائی مخلوق کی حیثیت سے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ ویسے بھی شی شی اسی ارضی دنیا کی رہنے والی تھی۔ شاشا نے اسے اپنی معصولہ بنا کر خلائی زون سے اس کا رشتہ جوڑ دیا تھا اور شاشا بھی اسی ارضی دنیا کا باشندہ دکھائی دیتا تھا۔ پلاسٹک سرجری کے نتیجے میں اب بندر نظر نہیں آتا تھا۔

وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس شہر کے ایک دور افتادہ علاقے میں آئے۔ وہاں ایک مکان متقل تھا۔ شاشا نے کہا "میں اس مکان کو کئی دنوں سے ویران اور غیر آباد دیکھ رہا ہوں، یہاں ہم محفوظ رہیں گے۔"

وہ دروازہ مقفل رہا اور وہ روشندان کے راستے اندر آ گئے۔ وہاں آرام و آسائش اور ضروریات کا تمام سامان موجود تھا۔ شاشا نے وہاں اطمینان سے بیٹھ کر خیال خوانی کی۔ میجر کے خیالات پڑھے۔ وہ میجر چند اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ان سب کو یہ اطلاع مل گئی تھی کہ خلائی زون کا شاشا اور شی شی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مارے گئے ہیں۔

یہ اطلاع جیمس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنی موت سے پہلے دی تھی اور انہیں اس پنگلے کا پتا بھی بتایا تھا۔ فوج کے ایک سراغ رساں نے ان لاشوں کے درمیان جیمس اور جیرالڈ کی بھی لاشیں دیکھیں۔ یہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ دونوں مقابلے کے دوران مارے گئے ہیں۔

امریکی اکابرین خوش تھے۔ دو سراغ رسانوں کی قربانی کے نتیجے میں ان کا ملک کسی نامعلوم خلائی زون کی مخلوق سے نجات حاصل کر چکا تھا۔ وہ اکابرین خوش ہو کر بول رہے تھے۔ شاشا نے وہاں بیٹھے ہوئے ایک افسر کی زبان سے کہا "تم سب کو زیادہ خوش نہیں ہونا چاہیے۔ تم بڑی حد تک کامیابی حاصل کرنے کے بعد کسی حد تک ناکام ہو چکے ہو۔"

تمام اکابرین اسے غور سے دیکھ رہے تھے پھر ایک نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میری آواز تم سب پہچان رہے ہو مگر تمہیں یقین نہیں آ رہا ہے کہ شاشا بول رہا ہے۔"

پھر انہیں شی شی کی آواز سنائی دی "میری آواز بھی پہچانو۔ کیا یہ بتانا ضروری ہے کہ میں شی شی ہوں۔"

سب ہی کو چپ سی لگ گئی۔ وہ ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ خاموش نظروں سے پوچھنے لگے کہ یہ کیا ہو گیا؟ وہ جیتی ہوئی بازی کیسے ہار گئے؟ خلائی مخلوق کے سربراہ شاشا اور شی شی زندہ کیسے رہ گئے؟

شی شی نے کہا "تم لوگ بہت ہی مکار اور کمینے ہو۔ دوست بن کر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے والے تھے۔ دوستی کا فریب دے کر ہمارے جان نثاروں کو مار ڈالا۔ اب تمہارا کیا بنے گا؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اب تو جو ہونا ہے، وہ ضرور ہو گا۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ انتقامی کارروائی سے دونوں کو نقصان پہنچے گا۔"

"اب ہمیں نقصان کی پروا نہیں ہے۔ ہم چند روز تک اپنے ساتھیوں کا سوگ منائیں گے پھر ایٹمٹ کا جواب پتھر سے دینے آئیں گے۔ فی الحال ہم جا رہے ہیں۔"

شاشا داغی طور پر حاضر ہو گیا۔ شی شی سے کہنے لگا "ہمارے ساتھیوں کی موت سے میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔ ہماری ٹیم میں باصلاحیت افراد نہیں رہے۔ بے شمار حسین عورتیں ہماری آلۂ کار ہیں۔ وہ لکیر کی فقیر ہیں۔ جتنا حکم دیا جاتا ہے، اتنا ہی کرتی ہیں۔ اپنی عقل سے کوئی کام نہیں کرتی ہیں۔"

وہ بولی "ہمیں پھر سے ایک مضبوط ٹیم بنانے میں کچھ وقت لگے گا۔ بہتر یہی ہے، ہم کچھ عرصے تک روپوش رہیں۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

وہ دونوں تھکے ہوئے انداز میں بستر پر لیٹ گئے۔ رات کو کھانے کے لیے اس مکان سے باہر نکلے۔ قریب ہی ایک ریستوران میں کھانے گئے۔ وہاں بلی ڈونا نے موقع پا کر ان کے کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ انہیں بھی زہر دے کر مار ڈالتی۔ اس طرح اپنے ملک امریکا کو آخری دشمنوں سے بھی نجات دلا دیتی لیکن بلی ڈونا ان کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔

جب وہ دونوں کھانے کے بعد اس مکان کے اندر آئے تو کسی قدر کمزور ہو گئے تھے۔ بیڈ روم میں آتے ہی بستر پر گر پڑے۔ آنکھیں بند کرنے سے پہلے اپنے اپنے منہ سے گولی نکال کر سرہانے رکھ لی۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گئے۔ بلی ڈونا نے ان کے سروں سے برین گارڈ ہٹا دیا پھر شاشا کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ کر تنویمی عمل کرنے لگی۔

○☆○

میں نے گھڑی دیکھی۔ رات کا ایک بجا تھا۔ شاشا نے امریکی اکابرین کو بارہ گھنٹوں کی مہلت دی تھی اور کہا تھا کہ ان کی ریاست قائم کرنے کے لیے کوئی معقول علاقہ انہیں نہ دیا گیا تو وہ میرے تعاون سے امریکا کے شمالی علاقے میں اپنی ریاست قائم کریں گے۔

میں نے ٹھیک ایک بجے خیال خوانی کی پرواز کی اور شاشا کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن خیال خوانی کی لہریں بھٹک گئیں۔ شاشا کا دماغ نہیں ملا۔ یا تو وہ مر چکا تھا یا تنویمی عمل کے ذریعے اس کی آواز اور لہجے کو بدل دیا گیا تھا۔ جب تک مجھے اس کی نئی آواز اور نیا لہجہ سنائی نہ دیتا، میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا یا پھر اس کے سر سے لگا ہوا برین گارڈ میرا راستہ روک رہا ہو گا۔

میں نے امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ انہوں نے اس خلائی زون کی کئی اہم ہستیوں کو فنا کر دیا ہے۔ صرف شاشا اور شی شی بچ گئے ہیں اور انہوں نے چیلنج کیا ہے کہ چند دنوں کے بعد امریکا پر عذاب بن کر نازل ہوں گے۔

اس اعلیٰ افسر کے خیالات پڑھ کر یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ شاشا اور اس کی نادیدہ فوج کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے والے تھے۔ میں نے اس افسر سے کہا "تم لوگ ماں کے پیٹ سے قسم کھا کر آئے ہو کہ جب تک دنیا میں رہو گے، مسلمانوں سے دشمنی کرتے رہو گے۔ تم نے نئی خلائی مخلوق کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے کا ارادہ کیا تھا۔ اس میں تمہیں کامیابی نہیں ہوئی لیکن ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ امریکا کے شمالی حصے میں ایک نئی ریاست قائم کریں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "شاشا ابھی چند روز تک سوگ منائے گا۔ ہم نے اس کی کمر توڑ دی ہے، وہ اب اپنی ایک علیحدہ ریاست کا مطالبہ نہیں کرے گا پھر آپ اس ملک کے شمالی حصے میں کس کے لیے ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ منکی ماسٹر اپنی آدھی فوج دوسری نئی ریاست میں رکھے گا۔"

"نہیں۔ ہم آپ کو ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ وہ تمام بندر اپنی ایک ہی ریاست میں آرام سے ہیں۔ آپ انہیں ہمارے ملک میں بھی لانا چاہتے ہیں۔ اس طرح تمام بندروں کو ساری دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔"

"کل سے تمہارے شمالی علاقے میں ہزاروں مکانات، اسکول اسپتال، پارلیمنٹ، طبی اور سائنسی لیبارٹری کے لیے تعمیری سامان پہنچنا شروع ہو جائے گا۔ تمہاری طرف سے وہاں رکاوٹیں پیدا کی جائیں گی تو ہم واشنگٹن میں دہشت گردی اور تخریب کاری کریں گے۔"

"کیا آپ سمجھتے ہیں، ہم ایسی ہی دہشت گردی اسلامی ملکوں میں نہیں کر سکیں گے؟"

"وہ تو ہمیشہ سے کرتے آ رہے ہو۔ آئندہ بھی کرو گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پہلے مسلمانوں کی طرف سے تمہارے ملک میں جوابی کارروائی کبھی نہیں ہوئی، اب ہو گی۔ جب تمہارے شہروں میں بدامنی پھیلتی ہے تو ایسے چیخنے لگتے ہو جیسے قیامت آ گئی ہو۔ اب واقعی واشنگٹن میں قیامت آئے گی۔"

وہ فوج کے دوسرے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام سے رابطے کرنے لگا اور انہیں میرے عزائم بتانے لگا۔ وہ سب سمجھ رہے تھے کہ وہ نئی ریاست کے قیام میں رکاوٹیں پیدا کریں گے تو میں اس ملک کے بڑے بڑے شہروں میں تباہی پھیلاؤں گا۔ وہ کسی بھی حکمتِ عملی سے مجھے روک نہیں سکیں گے۔ یوں ان کے ملک میں تباہی پھیلے گی۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا اور ان کے سروں پر ایک نئی ریاست قائم ہو جائے گی۔

انہوں نے جناب تیمرزی سے رابطہ کیا۔ ان سے التجا کی۔ "جناب! یہ فرہاد علی تیمور کا جارحانہ عزم ہے۔ وہ ہمارے ملک کے ایک حصے پر قبضہ جما رہا ہے اور وہاں ایک خلائی مخلوق کو آباد کرنا چاہتا ہے۔"

"فرہاد ایسا کیوں کر رہا ہے؟"

"جناب! وہ خلائی مخلوق کو دوست بنانے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔"

"اور تم لوگ خلائی مخلوق کو دوست بنانے کے لیے انہیں اسلامی ملکوں کا راستہ بتاتے رہتے ہو۔"

"ہم انکار نہیں کریں گے۔ ہم ایسی غلطیاں کرتے رہے ہیں۔ آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ کسی خلائی مخلوق کو اسلامی ممالک میں پہنچانے والی دشمنی نہیں کریں گے۔"

"خلا سے پہلے منکی مخلوق آئی اب یہ عورتوں کی فوج آئی۔ آئندہ کسی اور مخلوق کے آنے کی توقع نہیں ہے اس لیے تم آئندہ دشمنی نہ کرنے کا وعدہ کر رہے ہو۔"

"آپ یقین کریں، ہم سچے دل سے وعدہ کر رہے ہیں۔ خلائی مخلوق آئندہ بار بار آئے، تب بھی ہم مسلمانوں سے دشمنی نہیں کریں گے۔"

"اگر کوئی دشمن مخلوق ہمارے ادارے میں آئے گی تو اس کا الزام تمہارے سر ہو گا کیونکہ تم لوگوں نے شاشا کو سبز باغ دکھائے ہیں۔ اسے ہمارے ادارے سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔"

"ہم نے شاشا کو بہت کمزور بنا دیا ہے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔"

"اور اگر بابا صاحب کے ادارے میں آنے کی جرأت کرے گا تو فرہاد سزا دینے کے لیے تمہارے ملک میں ایک نئی ریاست قائم کرے گا۔"

"ہمیں ایسی سزا منظور ہو گی۔ پلیز آپ ابھی فرہاد کو اس کے عزائم سے باز رکھیں۔"

جناب تیمرزی نے مجھے مخاطب کیا "انہیں ذرا ڈھیل دو۔ اگرچہ ان کی ٹیڑھی دُم کبھی سیدھی نہیں ہو گی۔ اس کے باوجود انہیں سیدھا ہونے کا ایک موقع دو۔ جلد ہی ان کی اصلیت سامنے آ جائے گی۔"

میں نے امریکی اکابرین سے کہا "میں فی الحال تم لوگوں کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا لیکن یہ وارننگ یاد رکھنا کہ کسی بھی خلائی مخلوق نے کسی بھی اسلامی ملک میں قدم رکھا تو اس کی سزا تمہیں ملے گی۔ تمہارے ملک کا ایک شمالی علاقہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اگر ایسا نہیں چاہتے تو تمام اسلامی ممالک کی سرحدوں کی حفاظت کرو۔ کبھی کسی دشمن کو ان ممالک میں داخل نہ ہونے دو۔ اسی میں تمہارے ملک کی بھی سلامتی ہے۔"

یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ پہلے انہیں شاشا اور اس کی لیڈیز آرمی سے نجات ملی پھر جناب تیمرزی نے انہیں مجھ سے نجات دلائی۔ میں نے بھی ان کے پاس زیادہ وقت ضائع نہیں کیا کیونکہ علی، سائمہ اور اس کے دونوں بھائیوں کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں آیا تھا۔ میں نے اپنی ہونے والی بہو کا پیار سے استقبال کیا۔ اس کی پیشانی کو چوما۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں۔ جناب تیمرزی نے سائمہ، کامی اور جمی کو اپنے حجرے میں بلایا۔ وہ تینوں اس حجرے میں تنہا گئے۔ باقی سب باہر کھڑے رہے۔

تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ باہر آئے۔ تینوں بہن بھائی خوش تھے اور کہہ رہے تھے کہ اس ادارے میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کریں گے۔ پہلے سائمہ کا خیال تھا کہ وہ علی سے دور نہیں رہ سکے گی۔ جناب تیمرزی کے سامنے پہنچتے ہی اس کے خیالات بدل گئے۔ وہ علی

سے بولی "میں یہاں تربیت حاصل کروں گی۔ تم بہت باکمال ہو۔ مجھے تمہارے شایانِ شان بننے کے لیے یہاں محنت کرنی چاہیے تاکہ تم مجھے شریکِ حیات بنا کر فخر کرسکو۔"

علی نے کہا "تم بہت اچھی ہو۔ مجھے یقین ہے کہ پوری لگن اور توجہ سے تربیت حاصل کروگی اور میں ضرور تم پر فخر کروں گا۔"

وہ اس سے رخصت ہو کر جانے لگا۔ اس وقت ایک نہایت حسین اور نوجوان لڑکی آئی۔ اس نے علی کو سلام کیا پھر کہا "آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ میں فہمیدہ عرف فہی ہوں۔ آپ نے مجھے نہیں دیکھا۔ صرف خیال خوانی کے ذریعے میری حالتِ زار سے آگاہ ہوئے۔ پھر میرے ابا کے ساتھ لاہور سے یہاں ٹریننگ کے لیے بھیج دیا۔"

علی نے کہا "اچھا تو تم وہی فہی ہو۔ کراچی سے لاہور تک ٹرین میں سفر کرنے کے دوران میں نے تمہیں دیکھا نہیں تھا۔ صرف تمہارے حالات معلوم کیے تھے۔ خدا کا شکر ہے تم یہاں خوش نظر آرہی ہو۔"

"میں بیان نہیں کرسکتی کہ کتنی خوش ہوں۔ میں نے یہاں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے اور ایسی ایسی تربیت حاصل کررہی ہوں' جس کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' میں کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں۔"

"جب تم اس ادارے سے باہر جاکر ہماری طرح کارنامے انجام دوگی تو یہ ثابت ہوجائے گا کہ میں نے اس ادارے کے لیے تمہارا صحیح انتخاب کیا تھا۔ تم اپنے کارناموں کے ذریعے میرا شکریہ ادا کرسکو گی۔"

وہ ان سب سے رخصت ہو کر پیرس آگیا۔ وہاں جھیل کے کنارے اس کا ایک کاٹیج تھا۔ وہ کاٹیج میں آکر آرام کرنے اور سوچنے لگا کہ کچھ عرصے پہلے دیوی نے فرانس کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ بے شمار فرانسیسی جوانوں کو ٹیلی پیتھی بھی سکھائی تھی اور حکومتِ فرانس کو بابا صاحب کے ادارے کے خلاف بھڑکاتی رہی تھی۔

اس سلسلے میں دیوی شی تارا کچھ حاصل نہیں کرسکی۔ اس کی ایک ڈی تمام فرانسیسی معمول اور تابعدار جوانوں کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔ لیکن دیوی کو کبھی اتنا موقع نہیں ملا کہ وہ فرانس جیسے بڑے ملک سے خاطر خواہ فائدے اٹھا سکے۔

علی نے کاٹیج میں آکر آرام کرنے کے دوران پارس سے رابطہ کیا پھر اس سے پوچھا "دیوی سے تمہارے تعلقات کیسے ہیں؟"

"میں ایک بھائی کو تعلقات کے بارے میں کیسے بتاؤں۔ مجھے شرم آتی ہے۔"

"یعنی شرمندہ ہو' بتا نہیں سکتے؟"

"شرمندہ ہونے اور حیا سے شرمانے کے فرق کو سمجھو۔"

"یعنی تم حیا والے ہو اور اپنی بے حیائی پر شرما رہے ہو؟"

"میں باقاعدہ بیوی کے ساتھ ہوں' بے حیائی کے ساتھ نہیں ہوں۔"

"تمہاری محترمہ نے کچھ عرصے پہلے فرانس کے کئی اکابرین کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں' کیا دیوی اب بھی ان فرانسیسی تابعداروں پر حکومت کررہی ہے؟"

"میں دیوی کے دماغ پر حکومت کررہا ہوں۔ ایک مدت کے بعد اونٹنی پہاڑ کے نیچے آئی تو میں نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے دبوچ لیا ہے۔ اب وہ ایک سگھڑ بیوی ہے۔ میرے پاؤں داباتی ہے اور سرمالش کرتی ہے۔ خدا سب کو ایسی خدمت گزار بیوی دے' بولو آمین۔"

"وہ بے چاری اسی خوف سے شادی نہیں کرتی تھی۔ آخر تم نے اسے اپنی معمول اور تابعدار بنا ہی لیا۔"

"میں کسی پر جبر نہیں کرتا۔ دیوی شی تارا کو جبراً معمول اور تابعدار نہ بناتا لیکن اس نے مجبور کردیا۔ اس نے مجھے غلام بنانے کی حماقت کی اور مجھے یہ سمجھا دیا کہ میں نے اس کی کھوپڑی کو اپنے شکنجے میں نہ رکھا تو وہ آئندہ بھی مجھ پر حملے کراتی رہے گی اور تابعدار بنانے کی ناکام کوشش کرتی رہے گی۔"

"تم دونوں کہاں ہو؟"

"میں تمہیں شی تارا کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں' معلوم کرلو کہ ہم کہاں ہیں؟ یہ بھی معلوم کرسکتے ہو کہ فرانسیسی اکابرین کے دماغوں پر اس کی حکمرانی ہے یا ختم ہوچکی ہے۔"

علی' پارس کے دماغ میں تھا۔ پارس شی تارا کے اندر آگیا۔ وہ کاٹیج کی کھڑکی کے پاس بیٹھی جھیل کا نظارہ کررہی تھی۔ علی نے چونک کر کہا "ارے! تم دونوں پیرس میں ہو اور میرے ساتھ والے کاٹیج میں ہو' یہاں کب آئے؟"

شی تارا نے پوچھا "پارس! یہ میرے اندر کون بول رہا ہے؟"

"میرا بھائی علی تیمور ہے۔"

"ہائے شی تارا! تمہارے پاس آکر خوشی ہورہی ہے۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ساری دنیا میں دیوی کہلانے والی کے دماغ میں بھی پہنچ سکوں گا۔"

"میرے دماغ میں پہلی بار میرا مرد آیا۔ کوئی دوسرا آنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ تم پارس کے ذریعے آئے ہو۔ اس لیے برداشت کررہی ہوں۔"

"تم پہلے پارس کو بھی برداشت نہیں کرتی تھیں۔"

"پہلے کی بات اور ہے۔ اب میں پارس کی دھرم پتنی ہوں۔ میں اپنے سوامی کی خوشی میں خوش ہوں۔"

"کیا' فرانس کے اکابرین اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اب بھی تمہارے تابعدار ہیں؟"

"یہ میرے ذاتی معاملات ہیں۔"

پارس نے کہا "میں حکم دیتا ہوں' علی کے سوالوں کے جواب

دو۔"

وہ بولی "ہاں' فرانس کے اکابرین اور ٹیلی پیتھی جاننے والے آج بھی میرے زیرِ اثر ہیں۔"

"تم اتنے عرصے سے فرانس میں کیا کررہی ہو؟"

"تم اتنے عرصے سے فرانس میں کیا کررہی ہو؟"

"میں یہاں نہیں آسکی۔ مصروفیات کے باعث یہاں کے تابعداروں پر توجہ نہ دے سکی لیکن میری ڈی ون نے اب تک انہیں غلام بنا رکھا ہے۔"

"اب کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"جو میرے سوامی چاہیں گے' وہی کروں گی۔"

پارس نے کہا "میں چاہتا ہوں' تم اپنی ڈی ون اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر جاتی رہو۔ ہم تمہارے ذریعے ان سب کے دماغوں میں پہنچتے رہیں گے۔"

اس نے پارس کے حکم کی تعمیل کی۔ پہلے خیال خوانی کے ذریعے ڈی ون کے اندر پہنچنا چاہا لیکن اس نے سانس روک لی۔ شی تارا کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔

پارس نے کہا "تمہاری ڈی تمہارے اثر سے نکل چکی ہے۔"

اسی وقت ڈی کی آواز سنائی دی "ہیلو دیوی جی! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں؟ آپ کے دماغ میں کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا لیکن میں پہنچ گئی ہوں اور مجھ سے بھی پہلے کوئی دوسرا بھی پہنچا ہوا ہے۔"

"ابھی میں تمہارے پاس آئی تھی۔ تم نے سانس کیوں روک لی؟"

"آپ سمجھ سکتی ہیں جو تنویمی عمل مجھ پر کیا گیا تھا اس کی مدت ختم ہوچکی تھی۔ آپ نے دوبارہ عمل نہیں کیا' میں آزاد ہوگئی۔"

"میں حکم دیتی ہوں' مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"اپنا حکم رہنے دیں۔ فرانس میں پچیس ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان ہیں' جو میرے زیرِ اثر رہتے ہیں۔ آپ ہم میں سے کسی کے اندر نہیں آسکیں گی۔"

"اس کا مطلب ہے' تم نے میرے خلاف محاذ بنا لیا ہے؟"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ صرف آزادی حاصل کی ہے اور پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک ٹیم بنائی ہے۔"

"ایک ٹیم یا تنظیم بنانا اور اس کا سربراہ بن کر رہنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بڑے زبردست لوگ ہیں۔ ان میں سے کوئی تمہیں ٹریپ کرلے گا۔"

"کوئی مجھے اس وقت ٹریپ کرے گا' جب میں اسے چیلنج کروں گی۔ آج آپ میرے دماغ میں آنا چاہتی تھیں اس لیے اتنی دیر باتیں ہوگئیں' میں جلد ہی اپنا لب ولہجہ بدل لوں گی تو آپ کی سوچ کی لہروں کو میرا دماغ نہیں ملے گا۔ آئندہ میں کسی سے نہ رابطہ کروں گی اور نہ کسی کے مقابلے میں آؤں گی۔ گمنام رہ کر عیش وعشرت کی زندگی گزارتی رہوں گی۔ یہ آپ سے آخری ملاقات تھی' میں جارہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ شی تارا کے قبضے سے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والے نوجوان نکل چکے تھے۔ یہ بہت بڑا نقصان تھا۔ وہ مایوس ہو کر سوچ رہی تھی کہ اپنی ڈی ون کو کس طرح دوبارہ اپنی گرفت میں لے سکے گی؟

پارس نے کہا "اسے آزاد رہنے دو۔ آزادی اس کا حق ہے۔ اسے دوبارہ کیوں تابعدار بناؤ گی — کیوں دوسروں کو اپنا محتاج اور تابعدار بنا کر حکومت کرنا چاہتی ہو؟"

"میں اس دنیا میں حکومت کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ تم میرا ساتھ دوگے تو میں پھر ایک بار امریکا اور اسرائیل پر چھا جاؤں گی۔ اس دنیا کے نصف سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں پر حکومت کرنے لگوں گی۔ پلیز میرا ساتھ دو۔"

"میں کیوں ساتھ دوں۔ آرام سے زندگی گزار رہا ہوں۔ آرام اور اطمینان چھوڑ کر کیوں پریشانیاں مول لوں؟"

"وہ ڈی ون اور اس کے پچیس ماتحت بابا صاحب کے ادارے کے قریب اسی شہر میں رہتے ہیں۔ وہ سب اس ادارے کے دشمن ہیں۔ کیا تم ان دشمنوں کو مغلوب نہیں کروگے؟"

"فرانس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور دوسرے اکابرین پہلے بابا صاحب کے ادارے کے دشمن نہیں تھے۔ تم نے انہیں مسلمانوں کے اس ادارے کے خلاف بھڑکایا تھا۔ اب تم مجھے ان کے خلاف بھڑکا رہی ہو۔"

"پہلے میں غلطی پر تھی۔ اب صحیح راستے پر چل رہی ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے کی بھلائی چاہتی ہوں۔"

"خدا تمہیں بھلائی کی توفیق دے۔ میرے ساتھ بھی بھلائی کرو۔ مجھے آرام کرنے دو۔ تم اپنے طور پر جو کرنا چاہو' اس میں مجھے نہ گھسیٹو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں پھر ڈی ون کے دماغ میں جانے کی کوشش کروں گی۔ ہوسکتا ہے' اس بار کامیابی سے اس کے خیالات پڑھ سکوں اور اسے پھر سے اپنے زیرِ اثر لاسکوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر ایک منٹ کے اندر ہی واپس آکر بولی "پارس! مجھے اس کے اندر جگہ مل گئی ہے۔ وہاں مجھ سے پہلے ہی ایک عورت پہنچی ہوئی ہے۔ فوراً میرے ساتھ آؤ۔"

پارس نے شی تارا کے ساتھ اس کی ڈی ون کے اندر آکر سنا' ایک نسوانی آواز کہہ رہی تھی "مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تمہیں دیوی کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی اور اس نے تمہیں اپنے اندر گفتگو کرنے کا موقع دیا تھا۔"

"میڈم! اس دیوی کے اندر پارس موجود تھا۔ اس لیے دیوی نے پہلے محسوس نہیں کیا پھر جب محسوس کیا تو مجھے اپنے اندر سے نہیں نکالا۔ میں اپنی باتیں پوری کرنے کے بعد خود ہی چلی آئی۔"

"ہائے' پارس دیوی کے اندر ہے۔ میں جاؤں گی' اس کی آواز سنوں گی۔ اس کے بھائی علی کو اسلام آباد کے ایک اسپتال میں دیکھ

چکی ہوں۔ کسی طرح پارس کو بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"لیکن آپ خیال خوانی کے ذریعے صرف اس کی آواز سنیں گی' دیکھ نہیں سکیں گی۔"

"پہلے آواز تو سن لوں پھر اسے دیکھنے کا راستہ بھی نکال لوں گی۔"

پارس اور دیوی فوراً ہی ڈی ون کے اندر سے نکل آئے' وہ بولا "شی تارا! میں تمہارے دماغ میں رہوں گا' تم بیزاری ظاہر کرو' تاکہ میں تمہیں اپنے دماغ میں بلاؤں۔ اس طرح وہ دونوں بھی میرے اندر آئیں گی۔"

اس نے مختصر الفاظ میں شی تارا کو ضروری ہدایات دیں۔ وہ اس کی ہدایات کے مطابق بولی "تم اور کتنی دیر میرا سر کھاؤ گے۔ کوئی میرے اندر آئے تو میرا دماغ بوجھ محسوس کرتا ہے۔"

پارس نے کہا "تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا؟ کیا واقعی بوجھ محسوس کرتی ہو۔"

"کیا میں مذاق کر رہی ہوں؟"

"ناراض نہ ہو۔ چلو ایسا کرو' میرے دماغ میں آجاؤ۔"

چند لمحوں کے بعد جگہ بدل گئی۔ دیوی شی تارا پارس کے دماغ میں آگئی۔ اس کے ذرا دیر بعد ہی ڈی ون اور اس کی میڈم بھی وہاں آگئی۔ پارس نے کہا "اب تمہارا دماغ ہلکا ہو گیا ہو گا لیکن میں محسوس کر رہا ہوں جیسے تم اکیلی نہیں ہو' اپنی بچیوں کے ساتھ آئی ہو۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ میری بچیاں کہاں سے آجائیں گی۔ ہماری شادی کو ابھی صرف تین دن ہوئے ہیں۔"

ڈی ون اور میڈم اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھیں۔ پارس کے چور خیالات تو شیطان بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ وہ بھلا کیا پڑھتیں؟ انہوں نے وہی پڑھا جو پارس چاہتا تھا۔

اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے "کیا مصیبت ہے' یہ شی تارا میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہے۔ میں نے اپنی نئی گرل فرینڈ لوسی کو ٹائم دیا ہے' وہ ایک گھنٹے بعد لاروش ریستوران میں آئے گی۔ مجھے کسی طرح شی تارا کو ٹالنا کر یہاں سے جانا چاہیے۔"

یہ اس کے چور خیالات بول رہے تھے اور وہ شی تارا سے بول رہا تھا "تم کاسچ میں آرام کرو۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔"

"ایسا کیا ضروری کام ہے کہ تنہا جا رہے ہو۔ کیا میں ساتھ نہیں چل سکتی؟"

"اس کام کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے اور اس ادارے میں ابھی تک تمہیں میری بیوی تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ تم میرے ساتھ جاؤ گی تو ادارے کے اکابرین اعتراض کریں گے۔"

"تم کب تک واپس آؤ گے؟"

"دو چار گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے۔ اب میرے دماغ سے جاؤ۔"

شی تارا سے پہلے ڈی ون اور میڈم چلی گئیں۔ اب یہ عقل سے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ دونوں لاروش ریستوران پارس کو ٹریپ کرنے یا کم از کم اسے دیکھنے ضرور آئیں گی۔

شی تارا نے پوچھا "کیا واقعی تم بابا صاحب کے ادارے کسی کام سے جا رہے ہو؟"

پارس نے کہا "میں ان دونوں کو ٹریپ کرنے والا ہوں۔ انہوں نے میرے چور خیالات سے یہ معلوم کیا ہے کہ میں ریستوران میں لوسی نام کی حسینہ سے ملنے جا رہا ہوں۔"

"یہ لوسی کون ہے؟"

"تم ہو۔ ڈی ون کے علاوہ کسی نے بھی تمہارا یہ چہرہ نہیں دیکھا ہے۔ وہ اور اس کی میڈم تمہیں لوسی سمجھیں گی۔"

"میں بہت دیر سے سوچ رہی ہوں' یہ میڈم کون ہے؟"

"ڈی ون کے انداز سے پتا چلتا ہے کہ وہ میڈم کی تابعدار ہے۔ بہرحال تم فوراً لباس تبدیل کرو۔ یہ ساڑی اتارو' جینز اور شرٹ پہن کر لوسی بنو اور لاروش ریستوران جاؤ۔ میں دس یا پندرہ منٹ کے بعد وہاں پہنچوں گا۔"

وہ لباس تبدیل کرنے لگی۔ پارس نے سوچا' میڈم کہہ رہی تھی کہ اس نے علی کو اسلام آباد کے اسپتال میں دیکھا تھا پھر تو اسے جانتا ہو گا۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے علی کے پاس آکر بولا "ابھی میں ڈی ون کے دماغ میں جا کر ایک نسوانی آواز سنی۔ ڈی ون کی میڈم کہہ کر مخاطب کر رہی تھی اور وہ میڈم کہہ رہی تھی کہ اس تمہیں اسلام آباد کے ایک اسپتال میں دیکھا ہے' کیا تم اسے جانتے ہو؟"

علی نے کہا "اسپتال کے کمرے میں صرف سائرہ' نرس یا ڈاکٹر آتی تھی۔ وہ تینوں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہیں۔ جبکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ڈی ون کے اندر تھی۔"

پھر وہ چونک کر بولا "او۔ یس' ایک حسین لڑکی دشمن بن آئی تھی۔ بڑی تیز طرار تھی۔ نادیدہ بن جاتی تھی۔ اس کا خیال میں زخمی اور کمزور ہوں' وہ مجھ پر تخریبی عمل کر سکے گی لیکن ناکام ہو کر چلی گئی۔"

پارس نے کہا "جو تمہارے مقابلے پر آنے کی جرأت کر وہ بہت گہری اور باصلاحیت ہو گی۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے ون کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا رکھا ہے۔"

"اب تم یقیناً اپنی فطرت کے مطابق اس لڑکی کا جغرافیہ معلوم کرنے کی کوشش کرو گے۔"

"میں نے ایسا چکر چلایا ہے کہ ڈی ون کے ساتھ لاروش

ریستوران میں ابھی آئے گی۔"

پارس نے اسے بتایا کہ شی تارا وہاں لوسی بن کر جا رہی ہے اور وہ لوسی کا عاشق بن کر وہاں پہنچے گا' علی نے کہا "لیکن وہ میڈم غلط کہہ رہی تھی کہ اس نے اسپتال میں مجھے دیکھا ہے۔"

"ابھی تم کہہ رہے تھے کہ وہ اسپتال میں تمہارے سامنے آئی تھی۔"

"ہاں' مگر اس نے بتایا تھا کہ وہ اصلی میڈم نہیں ہے بلکہ میڈم کی ڈی ہے اور دیوی شی تارا کی طرح کبھی کسی کے سامنے نہیں آتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' ریستوران میں اصلی میڈم نہیں آئے گی۔ کوئی بات نہیں' اس کی ڈی کے ذریعے معلوم کیا جائے گا کہ وہ تازہ وارد ہونے والی میڈم کس قسم کی بلا ہے؟ پھر یہ کہ شی تارا... دوبارہ اپنی ڈی کو اپنے قابو میں کرنا چاہتی ہے۔"

شی تارا ایک گھنٹے بعد لاروش ریستوران میں پہنچی پھر ایک کیبن میں آگئی۔ اسے کیبن کے باہر دور ایک میز پر دو حسین عورتیں نظر آئی تھیں۔ وہ دونوں اپنی جگہ بیٹھی اسے دیکھ رہی تھیں۔

پھر پارس وہاں آگیا۔ وہ دو حسینائیں وہاں سے اٹھ کر اس کیبن کے قریب آکر ایک میز کے اطراف بیٹھ گئیں۔ ڈی ون نے کہا "ہمیں یہاں سے ان کی باتیں سنائی نہیں دیں گی۔ آپ کرنا کیا چاہتی ہیں؟"

وہ بولی "میں غیر معمولی سماعت اور بصارت کی حامل ہوں۔ یہاں سے ان کی باتیں سن رہی ہوں۔ ذرا خاموش رہو' مجھے سننے دو۔"

وہ دونوں خاموش بیٹھی رہیں۔ پھر اس نے ڈی ون سے کہا "پارس بہت مکار ہے۔ ابھی اس کی باتوں سے پتا چل رہا ہے کہ کیبن میں کوئی لوسی نہیں ہے' وہ شی تارا ہے۔ اصلی دیوی شی تارا۔"

"کیا واقعی! آج تک کسی نے دیوی کو جسمانی طور پر کہیں موجود نہیں دیکھا۔ یہ کتنی حیرانی اور بے یقینی کی بات ہے کہ دیوی یہاں کیبن میں موجود ہے۔"

"تمہارے لیے دیوی اہم ہے اور میرے لیے پارس۔ یہ دونوں ہمیں ٹریپ کرنے آئے ہیں۔ انہوں نے سوچا ہے کہ ہمیں دیکھتے ہی سایہ بن کر ہمارے اندر سما جائیں گے۔ اس سے پہلے ہی ہمیں سایہ بن جانا چاہیے۔ تم دیوی کے جسم میں سما جاؤ۔"

وہ دونوں ایک قریبی کیبن میں گئیں۔ وہ خالی تھا۔ دونوں چشم زدن میں نادیدہ بن گئیں۔

دوسرے کیبن میں شی تارا نے کہا "میں نے ریستوران میں دو عورتوں کو دیکھا ہے۔ جب میں یہاں آئی تو وہ مجھے دیکھ رہی تھیں۔"

پارس نے کہا "ہمیں نادیدہ بن کر ان دونوں کے قریب جا کر معلوم کرنا چاہیے۔"

وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ جنہیں ٹریپ کرنے آئے ہیں' وہ پہلے ہی ان کے پاس آکر ان کے اندر سما گئی ہیں۔

اب دیوی اور پارس ان دونوں سے پیچھا نہیں چھڑا سکیں گے۔ ڈی ون اپنی سابقہ مالکہ دیوی کو نہیں چھوڑے گی اور وہ میڈم جو یقیناً بلی ڈونا تھی' وہ پارس کو آخری سانس تک نہ چھوڑنے کی قسم کھا چکی تھی۔

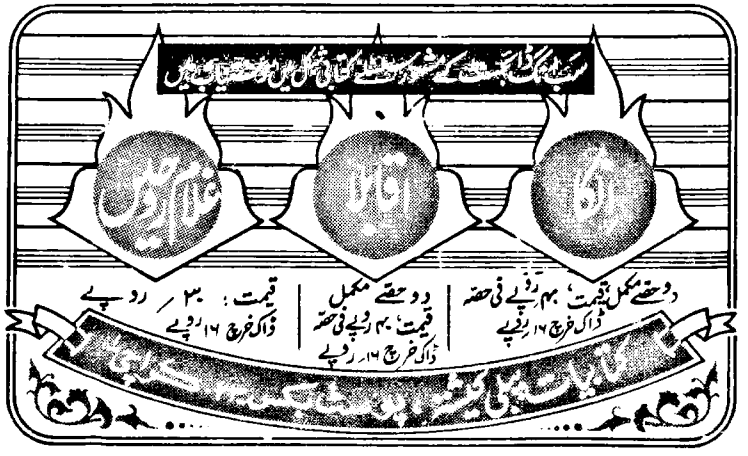

شی تارا اور پارس خوش فہمی میں رہ کر دھوکا کھا گئے۔ ان کا خیال تھا' بلی ڈونا اور ڈی ون لاروش ریستوران میں پارس کو دیکھنے آئیں گی اور یہ تصدیق ہونے کے بعد کہ وہ پارس ہے' بلی ڈونا اسے ٹریپ کرے گی۔

پارس کی اصلیت معلوم کرنا آسان نہ ہوتا۔ اس کے لیے ذرا وقت لگتا۔ ریستوران میں پارس کی موجودگی کی تصدیق کرنے میں ضرور کچھ دیر لگتی۔ لیکن شی تارا اور پارس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ بلی ڈونا غیر معمولی سماعت و بصارت کی حامل ہے۔ وہ دور بیٹھی پارس کی گفتگو سن رہی تھی۔ اس گفتگو سے یہ پتا چلا کہ اصل پارس اور دیوی شی تارا کیبن میں ہیں اور وہ دونوں اسے ٹریپ کرنے آئے ہیں۔

اس سے پہلے کہ پارس ان دونوں کی موجودگی سے واقف ہوتا' وہ دونوں سایہ بن گئیں۔ ڈی ون سایہ بن کر دیوی شی تارا کے اندر سما گئی اور بلی ڈونا پارس کے جسم کے اندر پہنچ گئی۔

پارس کے ساتھ پہلی بار ایسا ہوا۔ اس نے بلی ڈونا کو پھانسنے کے لیے جال پھینکا تھا' خود اس جال میں الجھ کر رہ گیا تھا۔

شی تارا نے اس سے کہا تھا "اس ریستوران میں مَیں نے دو عورتوں کو دیکھا ہے۔ شاید وہی ڈی ون اور اس کی میڈم ہوں گی۔"

ان دونوں عورتوں کو دیکھنے کے لیے وہ دونوں سایہ بن کر کیبن سے باہر آئے۔ ریستوران میں دور تک دیکھنے لگے۔ وہ دو عورتیں نظر نہیں آرہی تھیں۔ پارس نے شی تارا کے دماغ میں آکر کہا "وہ دونوں نہیں ہیں۔"

وہ بولی "میں نے ابھی انہیں یہاں دیکھا تھا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں کوئی خطرہ محسوس کرکے نادیدہ بن گئی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو وہ یہاں موجود ہیں اور اب ہمیں نظر نہیں آئیں گی۔"

"یہ تو ہمارے لیے خطرہ بن گئی ہیں۔ ہمیں بھی اسی طرح نادیدہ رہنا چاہیے۔ خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرنا چاہیے۔"

پارس سوچ میں پڑ گیا۔ اب اس کے ذہن میں یہ بات آرہی تھی کہ وہ دو بلا میں شاید کوئی چال چل چکی ہیں۔ اسی لیے ان کی طرف سے مستقل خاموشی ہے۔

ان دونوں کے سلسلے میں یہ معلوم تھا کہ بلی ڈونا زیادہ طاقتور اور زیادہ صلاحیتوں کی مالکہ ہے اور ڈی ون اس کی تابعدار ہے۔ اگر وہ خیال خوانی کی پرواز کرے گا تو بلی ڈونا سانس روک لے گی۔ ڈی ون بھی اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو نہیں آنے دیتی تھی لیکن بلی ڈونا اس کے اندر جاتی تھی۔ ایسے وقت پارس بھی اس کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ڈی ون کے اندر پہنچا مگر اس نے فوراً سانس روک لی۔ اس نے پارس کو محسوس کرلیا تھا۔

دوسری بار پارس نے بلی ڈونا کی آواز اور لہجہ اختیار کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچا تو جگہ مل گئی۔ ڈی ون اپنے اندر بلی ڈونا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ اس لیے اب وہ پارس کو بھی محسوس نہیں کررہی تھی۔

اس کے چور خیالات سے یہ معلوم ہوگیا کہ وہ سایہ بن کر شی تارا کے اندر سمائی ہوئی ہے اور بلی ڈونا نے سایہ بن کر پارس کے اندر جگہ بنالی ہے۔

پارس کو تشویش میں مبتلا ہونا چاہیے تھا۔ بلی ڈونا اس کے اندر رہ کر اسے طرح طرح سے نقصان پہنچا سکتی تھی۔ وہ جہاں جاتا اور مصروف رہتا' وہ اس کی مصروفیات اور اس کے راز معلوم کرسکتی تھی۔

وہ بلی ڈونا کو اپنے اندر سے جبراً نہیں نکال سکتا تھا۔ کسی حکمت عملی سے ہی اس سے نجات حاصل کی جاسکتی تھی۔ شی تارا نے اس کے اندر آکر کہا "پارس! ابھی میرے اندر کوئی آنا چاہتا تھا۔ میں نے سانس روک لی۔ شاید وہ تمہارے اندر آئے گا۔"

"تم ابھی موجود ہو۔ اس لیے میں آنے والے یا آنے والی کو محسوس نہیں کرسکوں گا۔ بہتر ہے' تم چلی جاؤ۔"

وہ جیسے ہی گئی' پارس نے پرائی سوچ کو محسوس کیا پھر کہا "تم جو کوئی بھی ہو' یہ سن لو کہ میں بھی تمہارے دماغوں میں آسکتا ہوں۔ میں سب سے پہلے بلی ڈونا اور ڈی ون کے اندر آنے کی کوشش کررہا ہوں۔"

اس کے اندر آنے والی فوراً چلی گئی۔ پارس سوچ میں پڑ گیا کہ ان حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے؟ اگر وہ شی تارا کو یہ بتاتا کہ اس کے اندر ڈی ون سمائی ہوئی ہے تو یہ بات بلی ڈونا اور ڈی ون کو معلوم ہوسکتی تھی اور وہ یہ سمجھ سکتی تھیں کہ پارس کو بھی اپنے اندر بلی ڈونا کی موجودگی کا علم ہوگیا ہے اور پارس یہ نہیں چاہتا تھا۔ وہ اپنے طریقۂ کار کے مطابق بلی ڈونا کو خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا کہ وہ انجان ہے اور بلی ڈونا کی موجودگی سے بے خبر ہے۔

معاملہ بری طرح الجھ گیا تھا۔ اس نے شی تارا سے کہا "تم کاٹیج میں واپس جاؤ۔ میں بعد میں آجاؤں گا۔"

"تم یہاں رکنا چاہتے ہو؟"

"میں یہاں سے دوسری جگہ جاؤں گا۔ اب یہ نہ پوچھنا' کہاں جاؤں گا؟ اور کیوں جاؤں گا۔ ان دونوں کو تلاش کرنے کے لیے ہمیں ایک دوسرے سے الگ رہنا چاہیے تاکہ وہ ہمیں ایک ساتھ ٹریپ نہ کرسکیں۔"

"ہاں اس طرح ہم ٹریپ کیے جاسکتے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے سے دور رہنا چاہیے۔ ممکرات کو ڈنر سے پہلے آجانا۔ میں کھانے پر انتظار کروں گی۔"

وہ جس کار میں ریستوران آئی تھی اسی میں واپس چلی گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ جدائی لمبی ہوجائے گی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے پارس سے رابطہ رکھے گی۔

اور پارس چاہتا تھا' وہ خیال خوانی کے ذریعے بھی رابطہ نہ رکھے تاکہ بلی ڈونا جو چال چلنا چاہتی ہے' جلد سے جلد چلے اور وہ رکے تاکہ توڑ کرسکے۔

اس کاٹیج میں آکر اپنے لیے کافی تیار کی۔ دو منٹ کے لیے باتھ روم میں گئی۔ پھر کچن سے کافی کی پیالی لے کر بیڈ روم میں آئی۔ اس نے باتھ روم میں جو دو منٹ گزارے وہ ڈی ون کے لیے بہت تھے۔ وہ اس کے اندر سے نکل کر کچن میں گئی تھی۔ کافی میں اعصابی کمزوری کی تھوڑی سی دوا ملائی تھی۔ پھر بدستور سایہ بن کر ری اور تماشا دیکھتی رہی۔

ہونا وہی تھا' جو وہ چاہتی تھی۔ دیوی شی تارا عارضی طور پر اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوگئی۔ بستر پر آگر لیٹ گئی۔ ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی دنیا میں ہمیشہ یہی ہوتا ہے' مقابلے میں دشمن زبردست ہو تو پہلے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ پھر اس پر تنویمی عمل کرکے اسے تابعدار بنایا جاتا ہے۔

دیوی جیسی زبردست ہستی کے ساتھ ایسا پہلی بار ہورہا تھا۔ وہ بیڈ غالب آتی رہی تھی۔ جسے چاہتی تھی' اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیتی تھی۔ ایسا پہلی بار ہوا کہ اس کے اشاروں پر ناچنے والی اس کی ڈی ون نے اس پر تنویمی عمل کیا اور مالکہ بن کر رہنے والی دیوی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا۔

پارس ایک ریستوران میں تھا۔ اس نے ایک مشروب کا آرڈر دیا۔ یہ یقین تھا کہ بلی ڈونا اس ویٹر کے ساتھ جائے گی اور اس کے مشروب میں کوئی دوا حل کرے گی۔ پارس کو قابو میں کرنے کا یہی ایک راستہ تھا اور وہ یہی کررہی تھی۔

ویٹر نے وہ مشروب لاکر اس کے سامنے رکھا۔ پارس نے ایک گھونٹ پیا اور سمجھ گیا کہ جو سوچا تھا' وہی ہورہا ہے۔ اس نے صرف آدھا گلاس پیا۔ پھر یوں ظاہر کرنے لگا جیسے اس پر اچانک کمزوری غالب آرہی ہو۔ وہ ہل ڈول کر کے لڑکھڑاتا ہوا باہر آیا۔ پھر اپنی کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور گہری گہری سانس لینے لگا۔

بلی ڈونا کو اس کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی اور وہ اس کے خیالات پڑھ کر سمجھ رہی تھی کہ شکار اس قدر کمزور ہوگیا ہے کہ اب کار بھی ڈرائیو نہیں کرسکے گا۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس کے چور خیالات پڑھنے میں ناکام رہا کرتے تھے۔ جناب تمیرزی ..... نے روحانی عمل سے اس کے دماغ کو کچھ ایسا بنایا تھا کہ اس پر کیا جانے والا تنویمی عمل بھی بائیڈار نہیں ہوتا تھا۔ وہ چند گھنٹوں میں اس عمل کے اثر سے نکل جاتا تھا۔

جب بلی ڈونا کو یقین ہوگیا کہ پارس کمزوری کے باعث نیم بے ہوشی کی حالت میں ہے اور کار ڈرائیو نہیں کرسکے گا تو وہ کار کے اندر ٹھوس جسم کے ساتھ ظاہر ہوگئی۔ مسکرا کر بولی "ہیلو فرہاد علی تیمور کے شہزادے! میں ایسا ہی بڑا شکار کھیلتی ہوں۔ تمہارا باپ بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی بلی ڈونا سے پالا پڑا تھا۔"

پارس کا سر سیٹ کی پشت سے ٹکا ہوا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ایک نہایت حسین و جمیل دوشیزہ نظر آئی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اپنے پرس میں سے ایک شیشی نکال کر اپنے لباس پر پرفیوم اسپرے کررہی تھی۔ بڑی اچھی خوشبو تھی۔ پارس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔

جب اس نے آنکھ کھولی تو خود کو ایک آرام دہ بستر پر پایا۔ یہ بھول گیا کہ پہلے کہاں تھا؟ وہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر آچکا تھا۔ بلی ڈونا نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔

یہ خوش فہمی تھی۔ اس سے پہلے دیوی شی تارا نے بھی اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ پھر اسے معمول اور تابعدار بنانے کے بعد اپنے دھرم میں لے آئی تھی۔ اسے ہندو بنا کر شادی کی تھی اور اس حقیقت سے بے خبر رہی تھی کہ وہ اس کے تنویمی عمل کے اثر سے نکل چکا ہے۔ اگلے چند گھنٹوں کے بعد بلی ڈونا کی بھی خوش فہمی ختم ہونے والی تھی۔

وہ بستر پر لیٹا ہوا تھا' اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ایسے وقت بلی ڈونا کمرے میں آئی۔ مسکرا کر بولی "ہیلو پرنس! کیا حال ہے؟"

"کیا میں پرنس ہوں۔"

"ہاں شہزادے ہو۔ ایک ناقابلِ شکست بادشاہ کے بیٹے ہو۔ اسی لیے میں تمہیں پرنس کہتی ہوں۔"

"تم میری کون ہو؟"

"میں تمہاری کوئی نہیں ہوں۔ تم میرے دیوانے ہو۔"

"ہاں میں تمہیں دیکھتے ہی ہزار جان سے عاشق ہوں۔ تم حسن و شباب کا ایک شاہکار مجسمہ ہو۔ جس فیکٹری سے بن کر آئی ہو' وہ فیکٹری بھی بے مثال ہوگی۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام بلی ڈونا ہے۔ میں ہوں تو امریکن مگر انڈونیشیا میں رہتی ہوں۔ دو گھنٹے بعد ایک فلائٹ سے ہم جکارتا جائیں گے۔"

"کیا میرا پاسپورٹ اور ٹکٹ ہے؟"

"مجھے ایسی فضول چیزوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ہم نادیدہ بن کر سفر کریں گے۔ چلو اٹھو۔ سفر کی تیاری کرو۔"

"ہم نادیدہ کیسے بن سکتے ہیں؟"

"تمہاری جیب میں ایک ڈبیا ہے۔ اس میں چند گولیاں ہیں۔ اس میں سے ایک گولی نگل کر نادیدہ بن سکتے ہو۔ پھر اسے اگل کر جسمانی طور پر دوبارہ ظاہر ہوسکتے ہو۔"

اس نے جیب سے ڈبیا نکال کر ایک گولی نکالی۔ وہ بولی "ابھی اسے منہ میں رکھو۔ جب میں حکم دوں تو اسے نگل کر نادیدہ بن جانا۔ پھر جب کہوں تو اسے اگل کر حاضر ہوجایا کرو۔ جاؤ لباس تبدیل کرو۔ ہم روانہ ہونے والے ہیں۔"

وہ چند منٹ کے بعد اس بنگلے سے باہر آئے۔ پھر ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ائرپورٹ کی طرف جانے لگے۔ پارس نے کہا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ ہم عجیب و غریب انداز میں سفر کریں گے۔"

وہ پارس کے دماغ میں آکر بولی "ہماری باتیں ٹیکسی ڈرائیور سن رہا ہے۔ سفر کے سلسلے میں باتیں نہ کرو۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولا "تم بہت حسین ہو۔ کیا میں تمہارا ہاتھ پکڑلوں؟"

"نہیں۔ میں دور سے دیکھنے کی چیز ہوں۔ تم میری مرضی کے بغیر مجھے چھو نہیں سکو گے۔"

"یہ مجھ پر ظلم ہوگا۔ کیا میں دور سے دیکھتا رہوں اور للچاتا رہوں؟"

"مگر مجھے اچھا لگتا ہے کہ تمہارے جیسے مرد مجھے طلب کرتے رہیں اور میں سامنے رہ کر بھی ہاتھ نہ آؤں۔"

"جو پھول ہاتھ میں نہ آئے وہ شاخ پر مرجھا جاتا ہے۔"

"پھول اس کے ہاتھ کبھی نہیں آتا' جو اسے توڑ نہ سکے۔"

"میں تمہیں توڑوں گا۔ اپنے کلیجے سے جوڑوں گا۔"

"میرے پاس ایسی قوتیں ہیں جن کے سامنے بڑے بڑے شہ زور گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ جیسے تم ٹیک رہے ہو۔ میرے تابعدار ہو۔ پاس بیٹھے ہو مگر میری اجازت کے بغیر مجھے چھو نہیں سکتے۔"

"سرِعام کیا کروں؟ تنہائی ملنے دو' دیوچ لوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "یہ حسرت دل ہی میں رہ جائے گی۔"

ٹیکسی ائرپورٹ کے قریب پہنچ رہی تھی۔ بلی ڈونا نے کہا "اب ہم گولی نگل کر نادیدہ بنیں گے اور انڈونیشیا جانے والی فلائٹ میں سفر کریں گے۔ میں جب تک حکم نہ دوں' تم میرے ساتھ نادیدہ بنے رہو گے۔"

ائرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں ڈرائیور نے ٹیکسی روکی۔ پھر پلٹ کر دیکھا تو ایک دم سے چونک گیا۔ اس کی ٹیکسی میں سفر کرنے والے مسافر اب پچھلی سیٹ پر نہیں تھے۔ وہ ٹیکسی سے باہر آکر چیخنے لگا "ارے وہ دونوں کہاں گئے؟ ابھی یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔"

کچھ لوگ قریب آئے۔ ایک سپاہی نے پوچھا "کیوں چلّا رہے ہو؟"

"وہ غائب ہوگئے ہیں۔"

"کیا بکواس کررہے ہو؟ کیا یہ کہنا چاہتے ہو' یہاں کچھ لوگ تھے' جو غائب ہوگئے ہیں؟ یعنی کہ پہلے نظر آرہے تھے اب نظر نہیں آرہے ہیں؟"

"جی ہاں۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے راستے میں گاڑی کہیں نہیں روکی۔ یہاں روک کر دیکھا تو وہ غائب ہوچکے تھے۔"

"کیا تم نشہ کرتے ہو؟ اگر اب چلّاؤ گے تو پولیس اسٹیشن لے جاؤں گا۔"

وہ پولیس اور تھانے کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا تھا' مجبوراً چپ رہا۔ دل ہی دل میں سوچتا رہا کہ وہ غائب کیسے ہوگئے؟ کیا وہ پچھلی سیٹ پر نمودار ہوں گے؟

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھنے لگا' جو کچھ ہو چکا تھا' وہ اس کی سمجھ میں آنے والا نہیں تھا۔

○☆○

پچھلی قسط میں شاشا اور شی شی کا ذکر ہوچکا ہے۔ شاشا نے امریکی اکابرین کو چیلنج کیا تھا۔ بہت پریشان کیا تھا اور یہ طے تھا کہ شاشا اور شی شی امریکا کے کسی حصے میں اپنی ریاست ضرور قائم کریں گے۔ ایسے وقت بلی ڈونا نے بڑی چالاکی سے انہیں ٹریپ کیا۔ پھر ان دونوں پر تنویمی عمل کرکے انہیں اپنا تابعدار بنالیا۔ دشمن پہلے سے یہ منصوبہ بنا رہے تھے کہ خلائی مخلوق کو کسی طرح اسلامی ممالک میں پہنچایا جائے۔ سونیا نے ان کا راستہ روک رکھا تھا۔ اس نے اب تک کسی خلائی مخلوق کو کسی بھی اسلامی ملک کا رخ کرنے نہیں دیا تھا۔ اب اس کے خلاف یہ پلاننگ کی گئی تھی کہ خفیہ طور سے بابا صاحب کے ادارے میں داخل کرنے کے لیے خلائی مخلوق کا راستہ ہموار کیا جائے۔

بلی ڈونا نے اس پلاننگ پر عمل کرنے کی ابتدا کی۔ اپنے تابعدار شاشا اور شی شی کو امریکا سے پیرس لے آئی۔ ان دونوں کو سمجھا دیا کہ کس طرح انہیں بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کی کوشش کرنا چاہیے۔ وہ آئندہ خیال خوانی کے ذریعے انہیں گائیڈ کرتی رہے گی۔

وہ پیرس میں ہی رہ کر ان دونوں کو آلۂ کار بنائے رکھنا چاہتی تھی لیکن ایسے ہی وقت دیوی شی تارا اور پارس نظروں میں آگئے۔ وہ پارس کو ٹریپ کرنا چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ پارس اس کے زیرِ اثر آئے گا اور تابعدار بن کر رہے گا تو وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بہت بڑی طاقت بن جائے گی۔

کچھ عرصہ پہلے دیوی بھی یہی سوچتی تھی کہ کسی طرح پارس کو اپنے زیرِ اثر لے آئے گی تو تمام مخالفین کے مقابلے میں بہت بڑی طاقت بن جائے گی۔ اس کی یہ حسرت اس حد تک پوری ہوگئی تھی کہ وہ پارس کو اپنے زیرِ اثر لے آئی تھی۔ بعد میں اس کی خوش فہمی ختم ہوگئی۔ بازی پلٹ گئی اور وہ پارس کے زیرِ اثر آگئی تھی۔

بہرحال بلی ڈونا نے بھی یہی راستہ اختیار کیا۔ پارس کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کے بعد وہ پیرس میں نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اندیشہ تھا کہ میری فیملی کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے چھین کرلے جائیں گے۔ اس نے انڈونیشیا میں رہائش اختیار کی تھی۔ وہ پہلی ٹیلی پیتھی جاننے والی تھی' جس نے اس خطے کو اپنا مسکن بنایا تھا۔ اب سے پہلے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مشرقِ بعید کا رخ نہیں کیا تھا۔

کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بلی ڈونا وہاں کے کسی ملک میں رہتی ہے۔ وہ پارس کو بھی اپنی خفیہ رہائش گاہ کی طرف لے جارہی تھی۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے خیال کے مطابق نہ تھے۔ ہم مقفل دماغ میں پہنچ سکتے تھے اور نہ ہی یہ سوچ سکتے تھے کہ اس کے ہمراہ آشفتہ پارس انڈونیشیا میں ہوگا۔

اب پارس اور بلی ڈونا کا ذکر بعد میں ہوگا۔ ابھی یہ دیکھیں کہ شاشا اور شی شی بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کے لیے کیا کررہے ہیں؟

وہ دونوں ایک چھوٹے سے بنگلے میں رہائش پذیر تھے۔ انہیں بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں تفصیل سے بتادیا گیا تھا کہ آج تک اس ادارے میں کسی ایسے شخص نے قدم رکھنے کی جرأت نہیں کی' جو اس ادارے کے لیے ناپسندیدہ ہو۔ کسی دشمن تنظیم کے جیالوں کو بھی حوصلہ نہ ہوسکا کہ اس ادارے میں جھانک کر دیکھ سکیں۔ لیکن اب نادیدہ بن کر جانے کی سہولت حاصل ہوگئی تھی۔ اس طریقۂ کار سے اجازت حاصل کیے بغیر وہاں کے اندرونی حالات معلوم کیے جاسکتے تھے۔

شی شی نے کہا "وہ ادارہ بہت خطرناک ہے۔ ہم سے کہا گیا ہے کہ اس دنیا کا کوئی شخص اجازت حاصل کیے بغیر وہاں نہ جاسکا۔ تم خلائی مخلوق ہو' تمہیں آلۂ کار بنا کر بھیجا جارہا ہے۔"

شاشا نے کہا "یہ میں سمجھ رہا ہوں' ہمیں موت کی طرف دھکیلا جارہا ہے۔ لیکن ہم اپنی عاملہ کی حکم عدولی نہیں کرسکتے۔ وہ جو احکامات دے چکی ہے' ان پر ہمیں عمل کرتے رہنا ہوگا۔"

"پھر کیا کہتے ہو' کیا ہم نادیدہ بن کر جائیں؟"

"میں نے ایک شخص کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ میں چاہتا ہوں' اسے نادیدہ بنا کر پہلے وہاں بھیج دوں۔ ہم اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کرتے رہیں گے کہ اس کے وہاں قدم رکھنے سے کسی کو خبر ہوتی ہے یا نہیں؟ ہمیں اس کے ذریعے وہاں کے تمام شعبوں کے متعلق معلومات حاصل ہوں گی۔ جب کوئی خطرہ نہیں ہوگا تو ہم دونوں اس ادارے میں جائیں گے۔"

"شاشا! یہ طریقہ اچھا ہے۔ اس طرح ہم محفوظ رہیں گے؟"

ایسے وقت بلی ڈونا نادیدہ بن کر پارس کے ساتھ طیارے میں سفر کررہی تھی۔ اس نے شاشا کے دماغ میں آکر اس کے طریقۂ کار کو سمجھا پھر کہا "شاشا! یہ طریقہ درست ہے۔ پہلے اس آلۂ کار کو جانے دو۔ مجھے اس کے دماغ میں پہنچاؤ۔ میں بھی اس کے ذریعے اس ادارے کے اندرونی معاملات اور حالات کو سمجھوں گی۔"

شاشا اپنے اس آلۂ کار کے اندر پہنچا۔ وہ ایک کارڈرائیور کرتا ہوا بابا صاحب کے ادارے کے قریب پہنچ گیا تھا اور شاشا کے اگلے حکم کا منتظر تھا۔ شاشا نے کہا "میں تمہیں حکم دیتا ہوں' گولی نگل کر نادیدہ ہوجاؤ اور وہاں سے پیدل ادارے کی طرف جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

وہ گولی نگل کر نادیدہ ہوگیا۔ جہاں اس نے کار روکی تھی' وہاں سے وہ ادارہ پندرہ منٹ کے فاصلے پر تھا۔ بلی ڈونا نے امریکی اکابرین سے کہا "میں وہ کام کررہی ہوں' جو آج تک تم جیسی سپرپاور بھی نہ کرسکی۔ میرا ایک آلۂ کار چند منٹ بعد بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے والا ہے اور میں اس کے ذریعے اس ادارے کے ایسے اندرونی راز معلوم کرنے والی ہوں' جن کا علم آج تک کسی کو نہ ہوسکا۔"

امریکی اکابرین نے تسلیم کیا کہ وہ بہت ذہین اور تیز طرار ہے۔ اس نے اپنی ذہانت سے اپنے ملک امریکا کو شاشا سے نجات دلائی تھی۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "بلی ڈونا! تم بابا صاحب کے ادارے کے اہم راز معلوم کرنے والی ہو۔ اگر تمہیں کامیابی ہوگی تو ہمارے لیے بھی راستہ کھل جائے گا۔ ہم بھی اپنے کسی آلۂ کار کو نادیدہ بنا کر وہاں بھیجیں گے۔ ہم چاہتے ہیں تم ایک آدھ گھنٹے میں ہمیں اپنی کامیابی کی خوش خبری سناؤ۔"

"میں ضرور رابطہ کروں گی۔ ابھی جارہی ہوں۔"

وہ اس آلۂ کار کے اندر آگئی۔ اب وہ آلۂ کار بابا صاحب کے ادارے کے مین گیٹ تک پہنچ گیا تھا۔

جناب علی اسد اللہ تیمرزی محوِ عبادت تھے۔ قبلہ رو دو زانو ہوکر اپنے حجرے میں بیٹھے ساری دنیا سے لاتعلق ہوگئے تھے۔ وہ یادِ الٰہی میں اتنے غرق ہوگئے تھے کہ انہیں اپنی بھی خبر نہیں تھی۔

اچانک ہی انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔ آگاہی حاصل ہوئی کہ کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے۔ انہوں نے "اللہ اکبر" کہتے ہوئے سجدہ کیا۔ سجدے میں تین بار "سبحان ربی الاعلیٰ" پڑھا۔ ان کی

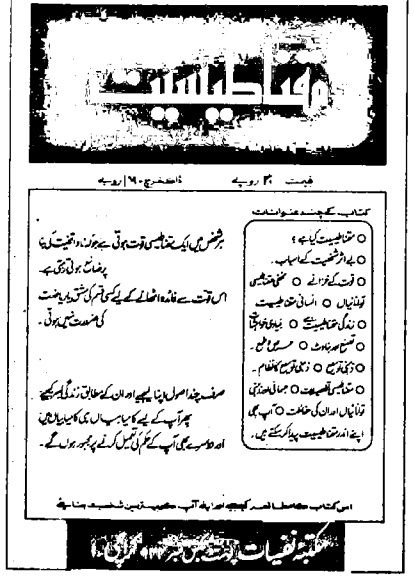

باطنی آنکھ نے دیکھا کہ ادارے میں کوئی غیر متعلق شخص داخل ہو چکا ہے۔ اس نادیدہ کو انسانی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھیں مگر باطنی آنکھ دیکھ رہی تھی اور اس کے دماغ کے اندر جھانک رہی تھی۔ وہ "اللہ اکبر" کہتے ہوئے سجدے سے اٹھ گئے۔

اب وہ مراقبے میں تھے اور اس آلۂ کار کے اندر پہنچ گئے تھے۔ وہ ایک عمارت کے اندر گیا۔ وہاں ٹی وی، کمپیوٹر اور فیکس مشینیں وغیرہ تھیں۔ عورتیں اور مرد مصروف نظر آرہے تھے۔

بلی ڈونا نے آلۂ کار سے کہا "یہ پورے ادارے کے انتظامات سنبھالنے والا دفتر ہے۔ آگے بڑھو۔"

وہ عمارت کے دوسرے حصے میں آیا۔ وہاں ایک وسیع و عریض ریکارڈ روم تھا۔ مختلف کمروں کے دروازوں میں نیم پلیٹ کی طرح تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ ان سے پتا چل رہا تھا کہ کسی کمرے میں دنیا کی خطرناک تنظیموں کے تفصیلی ریکارڈز تھے۔ کسی میں مختلف ممالک کے اہم راز تحریری دستاویزات کی صورت میں تھے اور وہ راز آڈیو اور وڈیو کیسٹس میں بھی تھے۔

وہ طبی اور سائنسی تجربہ گاہوں میں گیا۔ وہاں اس نے نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول بنتے دیکھے۔ ایک اسلحہ فیکٹری میں لیزر گن جیسے جدید ہتھیار دیکھے۔ پتا چلا ایک جگہ... تہ خانے میں ٹرانسفارمر مشین بھی ہے جس کے ذریعے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

بلی ڈونا اور شاشا اس آلۂ کار کے دماغ میں تھے۔ اس سے باتیں کررہے تھے اور تسلیم کررہے تھے کہ بابا صاحب کا ادارہ ایسے تمام ممالک سے زیادہ مستحکم ہے جو سپر پاور کہلاتے ہیں۔

بلی ڈونا نے شاشا سے کہا "پہلے ارادہ تھا کہ اس ادارے میں داخل ہونے کا راستہ ملے گا تو فہاد جیسی تمام اہم ہستیوں کو ہلاک کیا جائے گا لیکن اب ارادہ بدل رہی ہوں۔ وہاں سے تمام اہم راز چرا کر لائے جائیں گے۔ نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول زیادہ سے زیادہ تعداد میں حاصل کیے جائیں گے۔"

"کیا آپ ایسا کریں گی؟"

"یہ کام تم شی شی کے ساتھ کرو گے۔"

اس آلۂ کار کو واپس آنے کے لیے کہا گیا۔ وہ ادارے سے باہر آگیا۔ باہر گیٹ سے پیدل چلتا ہوا بہت دور کھڑی ہوئی کار کے پاس آیا۔ پھر گولی کو اگل کر جسمانی طور پر نمودار ہو گیا۔ اس کے بعد بولا "ہیلو بلی ڈونا اور شاشا! تم دونوں کئی گھنٹوں سے میرے دماغ میں بکواس کررہے ہو۔ میرا سر دکھنے لگا ہے۔ اتنی دیر تک کتے بھی نہیں بھونکتے ہیں۔"

بلی ڈونا غصے سے بولی "شاشا! تمہارا یہ آلۂ کار ہمیں کتا کہہ رہا ہے۔ میں اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کررہی ہوں۔ اب ہمیں اس کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ اسے مرجانا چاہیے۔"

یہ کہتے ہی بلی ڈونا نے اس کے دماغ کو جھٹکا دیا۔ وہ ایسا جھٹکا تھا کہ دماغ کی چولیں ہل جاتیں۔ تکلیف کی شدت سے چیخیں نکل لگتیں۔ لیکن اس آلۂ کار کا کچھ نہیں بگڑا، وہ اسی طرح سکون سے بیٹھا رہا۔

دوسری بار شاشا نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ بلی ڈونا نے بھی دوسری بار کوشش کی۔ آلۂ کار نے کہا "تھک جاؤ گے۔ میرے دماغ پر روحانی ٹیلی پیتھی کا اثر ہے۔ میرا دماغ تمہارے زلزلوں کو قبول نہیں کررہا ہے اور میں شاشا کے تنویمی عمل سے آزاد ہو چکا ہوں۔"

بلی ڈونا نے پوچھا "یہ تم بول رہے ہو یا تمہارے دماغ میں کوئی اور بول رہا ہے؟"

"میں بول رہا ہوں۔ تھوڑی دیر کے لیے مجھے روحانی ٹیلی پیتھی کی قوت عطا کی گئی ہے۔ میں اس قوت کے ذریعے شاشا کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر شاشا کے اندر پہنچ کر بولا "اسے کہتے ہیں تیلے پہ دھلا۔ میں تمہارا معمول تھا۔ تم میرے عامل تھے۔ اب میں تم پر حاوی ہو رہا ہوں۔ تمہارا تنویمی عمل بے اثر ہو گیا ہے۔"

شاشا نے سانس روک لیا۔ وہ بولا "سانسیں روکتے رہو۔ میں روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے آیا ہوں۔ مجھے دماغ سے نہیں نکال سکو گے۔"

بلی ڈونا نے اس آلۂ کار کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کرنا چاہا۔ وہ بولا "کیا کرتی ہو بلی؟ مجھے شاشا سے نمٹنے دو۔ تم سے بھی نمٹ سکتا ہوں مگر تمہیں ڈھیل دی جارہی ہے۔ کیونکہ تم اپنے ساتھ خود ہی اپنی شامت لے جارہی ہو۔"

پھر وہ شاشا سے بولا "تجھے اس لیے ادارے میں قدم رکھنے اور وہاں کے کچھ راز معلوم کرنے کا موقع دیا گیا ہے کہ تیرے ذریعے بلی ڈونا اور اس کے ذریعے سپر پاورز کو اب ہماری قوت کا علم ہو جائے۔"

بلی ڈونا نے پوچھا "کیا بابا صاحب کے ادارے والوں کو تمہاری موجودگی کا علم تھا؟"

"نہیں تو علم تھا مگر تمہیں اب تک یہ علم نہیں ہو رہا ہے کہ وہ ادارہ ابھی تم دونوں کے درمیان ہے۔"

"او گاڈ! مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"یقین کرنے کے لیے اور کیا رہ گیا ہے؟ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا مگر خیال خوانی کررہا ہوں۔ میں شاشا کا معمول تھا۔ میرے کسی عمل کے بغیر اب وہ میرا معمول ہے۔ ابھی تم دیکھو گی کہ میری خیال خوانی ختم ہوتے ہی شاشا اور شی شی کی تمام غیر معمولی صلاحیتیں ختم ہو جائیں گی۔ بابا صاحب کے ادارے میں بغیر اجازت قدم رکھنے کی یہ سزا ہے۔ جاؤ بلی ڈونا اپنے امریکی اکابرین سے کہہ دو۔ یہ سزا ایک نمونہ ہے، آئندہ ہمارے اس ادارے کی طرف سے کام کرنے والوں کے لیے....."

وہ آلۂ کار شاشا کے دماغ سے گم ہو گیا۔ بلی ڈونا بھی اس کے دماغ سے نکل آئی۔ اس نے دوسری بار اس کے اندر جانے کی کوشش کی لیکن وہ دماغ نہیں ملا۔ اس نے شی شی سے رابطہ کرنا چاہا۔ وہ بھی نہیں ملی۔ وہ زندگی میں پہلی بار روحانی ٹیلی پیتھی کے اثرات اور نتائج دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

اس نے امریکی اکابرین کو مخاطب کیا اور کہا "وہ ادارہ بہت خطرناک ہے۔ وہاں ایک شخص نے قدم رکھا۔ اس کے ذریعے شاشا اور شی شی کو یہ سزا ملی کہ ان کی تمام غیر معمولی صلاحیتیں ختم ہو گئیں۔ اب ہم میں سے کوئی یہ نہیں جان سکتا کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟ زندہ بھی ہیں یا مر چکے ہیں۔"

"کیا اس ادارے کے کچھ اندرونی راز معلوم ہوئے؟"

"سب سے بڑا راز یہی معلوم ہوا کہ وہ ادارہ کسی بھی سپر پاور ملک سے کم نہیں ہے۔ اپنی یہ خوش فہمی ختم کردو کہ ٹرانسفارمر مشین صرف امریکا میں ہے۔ یہ اس ادارے میں بھی ہے۔"

ایک امریکی جنرل نے کہا "ہمیں اندازہ تھا کہ وہ ادارہ اندر ہی اندر آتش فشاں بن رہا ہے۔ ویسے یہ ہمارے حق میں اچھا ہوا ہے کہ ان کی روحانی قوتوں کے ذریعے شاشا زیرو پاور بن کر کہیں گم ہو گیا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "کسی طرح منکی ماسٹر اور اس کی منکی مخلوق بھی تباہ و برباد ہو جائے تو ہم زمین والوں کو بہت بڑے عذاب سے نجات مل جائے گی۔"

امریکی اکابرین سے زیادہ اسرائیلی اکابرین اندیشوں میں مبتلا تھے کہ وہ منکی ماسٹر کسی وقت بھی انتقام لینے کے لیے ان کے ملک پر حملہ کرے گا۔ وہ دعا مانگتے تھے کہ منکی ماسٹر کو ان پر حملہ کرنے کا موقع ہی نہ ملے اور ابھی تک ان کی دعا قبول ہو رہی تھی۔

○☆○

منکی ماسٹر اپنے ہزاروں جاں نثاروں کے ساتھ ایک علیحدہ اور آزاد ریاست قائم کر چکا تھا۔ روسی حکومت نے پانی، بجلی، گیس اور ٹیلی فون کے علاوہ دوسری ضروریات کی چیزیں بھی فراہم کردی تھیں۔

ان روسیوں نے پہلے ہی دن سے یہ طے کرلیا تھا کہ ان منکی مخلوق کو عورتوں کا چسکا لگایا جائے گا۔ ویسے بھی وہ عورتوں کے دیوانے تھے۔ منکی برادر اور کمانڈر ایک عورت ہی کے فریب میں آکر مارے گئے تھے۔ منکی ماسٹر بھی تل ابیب میں ایک عورت سے دھوکا کھا کر اس کا قیدی بن گیا تھا۔

اس منکی ماسٹر نے توبہ کرلی تھی کہ آئندہ کسی عورت سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔ اس نے اپنے جاں نثاروں کو حکم دیا تھا کہ وہ عورتوں سے دور رہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، اس نے اپنی ریاست میں عورتوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا تھا۔

اور یہ بات فطرت کے خلاف تھی۔ عورت کو ممنوعہ قرار دیا جائے تو مرد گمراہ ہو جاتے ہیں۔ باغی بن جاتے ہیں اور چوری چھپے گناہ کرنے لگتے ہیں۔

انہوں نے کچھ عرصے تک محرومی برداشت کی۔ اس کے بعد نہ کرسکے۔ وہ راتوں کو نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے آدھے گھنٹے میں روس کے شہروں اور دوسرے آباد علاقوں میں پہنچ جاتے تھے۔ پھر وہاں کی عورتوں کو شکار کرتے تھے۔

اکثر عورتیں ان کے آگے مجبور ہو جاتی تھیں۔ لیکن بعض عورتیں ان منکی مین کو ٹریپ کرتی تھیں۔ داد عیش دینے کے دوران ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا دیتی تھیں۔ پھر اپنے لوگوں کی مدد سے گڑھے کھود کر ان کی لاشوں کو دفن کردیتی تھیں۔

پولیس اور انٹیلی جنس والے بھی ان عورتوں کی مدد کرتے تھے۔ تقریباً ایک ہفتے میں ایک ہزار سے زیادہ منکی مین لاپتا ہو گئے۔ منکی ماسٹر نے پریشان ہو کر سونیا سے کہا "میڈم! میرے جان نثار اتنی بڑی تعداد میں کہاں گم ہو گئے ہیں؟ میرے دوسرے جان نثار اپنے گمشدہ ساتھیوں کو تلاش کررہے ہیں۔ لیکن گم ہونے والوں میں سے کسی ایک کا بھی سراغ نہیں مل رہا ہے۔"

سونیا نے کہا "یہ تشویش کی بات ہے۔ تمہاری ریاست میں کوئی روسی آکر نہ جھگڑا کرتا ہے نہ کسی پر گولیاں چلاتا ہے۔ کوئی کسی کو

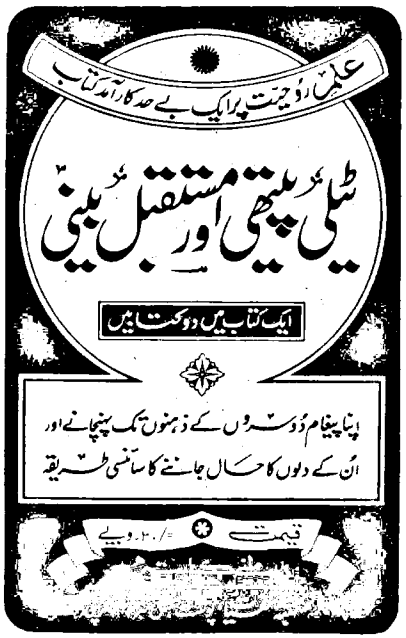

ہلاک نہیں کرتا پھر بھی تمہارے جان نثار نابود ہو رہے ہیں۔"

"ہمیں روسی حکام سے شکایت کرنا چاہیے۔"

"کس بات کی شکایت کرو گے؟ تمہارا کوئی جان نثار روس کے کسی بھی شہر اور قصبے میں ہلاک نہیں ہوا ہے۔ بلکہ کوئی جان نثار ریاست سے باہر نہیں جاتا ہے۔ ریاست کے باہر ان کی ہلاکت کا کوئی ثبوت تمہارے پاس نہیں ہے۔"

"پھر میرے جان نثار کہاں گم ہو رہے ہیں؟"

سونیا نے کہا "میرا اندازہ ہے کہ منکی مین راتوں کو نادیدہ بن کر ریاست سے باہر جاتے ہیں۔ دوسرے علاقوں میں اپنی ہوس پوری کرتے ہیں۔ ایسے وقت انہیں ہلاک کر کے ان کی لاشوں کو چھپایا جا سکتا ہے یا پھر وہ جس عورت کے پاس جاتے ہیں' اس کے دیوانے ہو کر اس کے ساتھ کہیں روپوش ہو جاتے ہیں۔"

ان کے ساتھ جو واردا تیں ہو رہی تھیں ان کی تہ تک پہنچنا سونیا کے لیے مشکل نہ تھا۔ لیکن جناب تحریری سے ہدایت مل چکی تھی کہ وہ ان معاملات میں دلچسپی نہ لے۔ خلائی مخلوق کا برا وقت آ پہنچا ہے۔ وہ واپس چلی آئے۔

سونیا نے ہدایت پر عمل کیا۔ اس نے منکی ماسٹر سے کہا "میں گمشدہ جان نثاروں کی تلاش میں جا رہی ہوں۔ جلد ہی واپس آ جاؤں گی۔"

وہ بابا صاحب کے اوارے میں چلی آئی۔ جب پوری قوم گمراہ ہو جائے تو اس کے راہنما اسے راہ راست پر لاتے ہیں یا وہ قوم خود سمجھتی ہے اور سنبھلتی ہے ورنہ تباہ ہو جاتی ہے۔

ارضی دنیا والے خلائی مخلوق کو اپنی دنیا میں برداشت نہیں کر رہے تھے۔ سونیا انہیں اسلامی ممالک کی طرف جانے سے روکنے کے لیے جدوجہد کرتی رہی تھی۔ یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ کب تک ان کا راستہ روکتی رہے گی؟

جب تک وہ ارضی دنیا میں رہتے' یہی اندیشہ رہتا کہ حالات کے تیور بدلتے ہی وہ سونیا کے قابو سے بھی باہر ہو سکتے ہیں۔ ان سے نجات کا ایک ہی راستہ تھا کہ وہ اپنے خلائی زون میں واپس چلے جائیں۔

اور کافی عرصے کے بعد ان کی واپسی کا راستہ ہموار ہو رہا تھا۔ منکی ماسٹر یہ دیکھ کر بوکھلا گیا کہ ایک ماہ کے اندر تین ہزار سے زیادہ جان نثار لاپتا ہو گئے تھے اور اب تقریباً آٹھ سو رہ گئے تھے۔

اس نے نئے کمانڈر سے کہا "میڈم گمشدہ جان نثاروں کو تلاش کرنے گئی تھی' وہ بھی لاپتا ہو گئی ہے۔ ضرور اسے بھی ہلاک کر دیا گیا ہے۔"

کمانڈر نے کہا "ماسٹر! وہ بہت ذہین لیڈی تھی۔ ہمیں بہت اچھے مشورے دیتی تھی۔ اب ہم کس سے مشورے لیں گے کہ ہمیں کرنا کیا ہے؟"

"کرنا کیا ہے؟ اپنے برے حالات کو سمجھنا ہے۔ ہم ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اب سیکڑوں میں رہ گئے ہیں۔ ہماری تعداد کا عمل جاری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ سیکڑوں بھی نہ رہیں' صفر ہو جائیں۔"

"یہ ارضی دنیا والے بڑے مکار ہیں۔ انہوں نے رازداری سے ہماری تعداد کم کی ہے کہ ہم شکایت بھی نہ کر سکتے۔ کسی کو الزام نہیں دے سکتے۔ ایک بات طے ہے کہ ہر قوم کو عورتوں نے تباہ کیا ہے۔"

منکی ماسٹر نے کہا "عقل کہتی ہے کہ یہاں سے کوچ کر جائیں۔ ہم بھی دھوکے سے مارے جائیں گے۔"

انہوں نے باقی ماندہ جان نثاروں کو یکجا کر کے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

ایک نے کہا "یہ دنیا بہت خوبصورت ہے۔ یہاں سے ہر جی بھی نہیں چاہتا ہے لیکن ہمارے لیے خطرہ بڑھ گیا ہے۔ ہمارے لیے موت لکھ دی گئی ہے اور یہ موت چند دنوں میں یا چند گھنٹوں میں آنے والی ہے۔"

"پھر کیا کیا جائے؟"

"ایک بار روسی حکام سے کہا جائے کہ وہ چاہیں تو ہمارے لوگوں کی پراسرار گمشدگی کا سلسلہ ختم کر سکتے ہیں۔ اگر وہ تباہی اور بربادی کی ذمے داریاں قبول نہیں کریں گے تو ہم چھوڑ کر خلائی زون میں واپس چلے جائیں گے۔ لیکن جاتے یہاں کی تمام اہم تنصیبات کو تباہ کر دیں گے اور تمام اکابرین ہلاک کر دیں گے۔"

"ہاں جب مرنا ہی ٹھہرا تو پھر دشمنوں کو مارتے ہوئے مریں گے۔"

انہوں نے روسی حکام سے شکایتیں کیں۔ انہوں نے "ہمارے فوجی افسران تمہاری ریاست میں آ رہے ہیں۔ اپنے جان نثاروں کو ایک میدان میں بلاؤ۔ وہاں عدالت قائم ہو شکایات دور کی جائیں گی۔"

مقررہ وقت پر منکی ماسٹر' کمانڈر اور تقریباً آٹھ سو ایک میدان میں جمع ہو کر ان فوجی افسران کا انتظار کرنے لگے اس بات سے بے خبر تھے کہ مسلح فوجی ان کے چاروں طرف بنے ہوئے تھے۔ جب یقین ہو گیا کہ وہاں تمام منکی مین آ چکے انہوں نے اچانک نمودار ہو کر فائرنگ شروع کر دی۔

ان سب کے پاس لیزر گنیں تھیں۔ ان گنوں کی شعاعیں دور جاتی تھیں کہ ان کی زد میں درجنوں افراد آ کر ٹکڑے ہو جاتے تھے' وہ صرف چند سیکنڈ کی فائرنگ تھی۔ اس کے بعد منکی مین بچے وہ فوراً نادیدہ ہو گئے۔

لیکن بچنے والوں کی تعداد برائے نام رہ گئی۔ تقریباً روسی فوجیوں نے چاروں طرف سے گھیر کر لیزر گنوں کا صرف ہی برسٹ مارا تھا۔ پھر دور تک جانے والی شعاعوں نے تقریباً

منکی جان نثاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

انہیں بڑی چالبازی سے گھیر کر ختم کیا گیا۔ منکی ماسٹر کی کمر ٹوٹ گئی۔ اس کے پاس فوج نام کی کوئی چیز نہیں رہ گئی تھی۔ وہ ننھے اور جنون میں اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ ماسکو پہنچا۔ فلائنگ کیپسول کے ذریعے وہاں تک پہنچنے میں صرف آدھا گھنٹا لگا۔ وہ شہر سے دور ایک ایٹمی تنصیب کے پاس آئے۔ پھر نمودار ہو کر لیزر گن سے فائرنگ کی۔

وہ نادان نہیں تھے۔ یہ جانتے تھے کہ منکی ماسٹر ایسی جوابی کارروائی کرے گا۔ انہوں نے وہاں حفاظت کا پورا انتظام کیا تھا۔ جب وہ نمودار ہو کر فائرنگ کرنے لگے تو ان کے پیچھے روسی فوجیوں نے نمودار ہو کر فائرنگ کی۔ وہ پھر بے خبری میں مارے گئے۔

منکی ماسٹر اور کمانڈر نادیدہ تھے اس لیے بچ گئے۔ اس آخری حملے میں کوئی منکی مین نہ بچ سکا۔ خلائی زون سے آنے والے صرف دو رہ گئے۔ ان کے ہاتھوں سے ہتھیار چھوٹ گئے۔ انہوں نے صدمات سے چور ہو کر فلائنگ کیپسول کو منہ میں رکھا۔ پھر پرواز کرتے ہوئے اس دنیا سے دور خلائی وسعتوں میں گم ہو گئے۔

خلائی مخلوق۔ ہائے خلائی مخلوق۔ آہ خلائی مخلوق۔ واہ خلائی مخلوق۔ بڑا احسان کیا۔ خس کم جہاں پاک کیا۔

○☆○

دیوی شی تارا بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ آنکھیں کھول کر اس ماحول کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "میں کہاں ہوں؟"

"تم میرے بنگلے میں ہو۔"

"کون؟ میری ڈی سجاتا؟ میرے دماغ میں کیوں آئی ہو۔ جاؤ میں ابھی تمہارے اندر آؤں گی۔"

اس نے سانس روک کر اپنی ڈی سجاتا کو اپنے اندر سے نکالنا چاہا مگر سانس نہ روک سکی۔ سجاتا نے کہا "تم مجھے اپنی ذات سے الگ نہیں کر سکو گی۔ پہلے میں تمہاری ماتحت اور تابعدار تھی۔ اب تم میری داسی اور خدمت گار بن کر رہو گی۔"

"کیا تم نے مجھ پر تنویمی عمل کیا ہے؟"

"کیا اب بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ تم مجھے اپنے اندر سے نکال نہیں پا رہی ہو۔ اپنے اختیار میں نہیں ہو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بولی "ہاں۔ اب سمجھ میں آ رہا ہے۔ تم نے ریستوران سے میرا تعاقب کیا ہو گا۔ سایہ بن کر میرے اندر رہ کر مجھے ٹریپ کیا ہے۔"

"میں نے جیسے بھی کیا ہے' تم ٹریپ ہو چکی ہو۔"

"تم پچھتاؤ گی۔"

"ابھی تم پچھتاؤ۔ وہ میرا بستر ہے۔ وہاں سے اٹھو اور ایک ملازمہ کی اوقات میں رہو۔"

اس نے سجاتا سے نفرت محسوس کرنے کے باوجود اس کے حکم کی تعمیل کی۔ بستر سے اتر کر کھڑی ہو گئی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بیڈ روم سے باہر ایک کاریڈور میں آ گئی۔ پھر اس کاریڈور سے گزر کر بڑے سے ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہاں ایک صوفے پر سجاتا بڑے شاہانہ انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔ شی تارا اسے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

وہ بولی "آؤ دیوی جی! تم بڑے عرصے تک دیوی بن کر حکمرانی کرتی رہی ہو۔ آج سے میں تم پر حکومت کروں گی۔"

شی تارا اس کے قریب آئی۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ سجاتا نے کہا۔ "کھڑی ہو جاؤ۔ کنیزیں اپنی مالکہ کے آگے کھڑی رہتی ہیں۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی' کہنے لگی "مجھ میں آتما شکتی ہے۔ تم ہمیشہ مجھے تابعدار بنا کر نہیں رکھ سکو گی۔ میں جلد ہی تم سے نجات حاصل کر لوں گی۔"

"میں جانتی ہوں' تم آتما شکتی والی ہو۔ میرا تنویمی عمل ذرا بھی کمزور ہو گا تو تم میری گرفت سے نکل جاؤ گی۔"

"ہاں ایسے وقت سے ڈرو۔"

"میں ایسا وقت نہیں آنے دوں گی۔ ہر رات سونے سے پہلے تم پر تنویمی عمل دہراتی رہوں گی۔ اس طرح یہ عمل نہ کبھی کمزور ہو گا اور نہ تم مجھ سے نجات حاصل کر سکو گی۔"

دیوی خاموش رہی۔ سجاتا نے کہا "تم نے فرانس کے اکابرین کو اور کئی جوانوں کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی تھی پھر انہیں میرے حوالے کر دیا تھا۔"

"ہاں مجھے یقین تھا کہ تم ہمیشہ میری تابعدار رہو گی اور تمہارے ذریعے وہ درجنوں فرانسیسی اکابرین اور جوان بھی میرے تابعدار رہیں گے لیکن افسوس میری برتری ختم ہو چکی ہے۔"

"اس ملک کے اکابرین اور جوان میرے تابعدار ہیں لیکن ان میں سے کچھ آزاد ہو گئے ہیں۔ ان آزاد ہونے والوں میں میجرٹی ہنٹر میرا جانی دشمن ہے۔ کیا تمہیں میجرٹی ہنٹر یاد ہے؟"

"نہیں۔ میں بھول چکی ہوں۔"

"میجرٹی ہنٹر نے کئی فرانسیسی جوانوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔ اپنی ایک الگ تنظیم بنائی ہے۔ وہ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ٹریپ کرتا رہتا ہے' جو میرے زیر اثر ہیں۔ اس طرح میرے تابعداروں کی تعداد کم ہو رہی ہے۔"

"حکومت کرنا اور دوسروں کو غلام بنائے رکھنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ تمہاری یہ برتری عارضی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ جو کہتی ہوں' وہ کرو۔ تم آتما شکتی کے ذریعے یوگا جاننے والوں کے بھی دماغوں میں پہنچ جاتی ہو۔ اس میجر کے اندر بھی پہنچ کر اسے ٹریپ کر سکتی ہو۔"

"آتما شکتی اسی وقت کام آتی ہے' جب میں آزاد رہتی ہوں۔ ابھی میں اس شکتی سے محروم ہوں۔ محروم نہ رہتی تو ابھی معمولہ اور تابعدار بنانے کا مزہ چکھا دیتی۔"

سجاتا نے اس کے اندر پہنچ کر زلزلہ سا پیدا کیا۔ دیوی چیخ مارتی

ہوئی فرش پر گر پڑی۔ وہ غصے سے بولی "کتیا کہیں کی۔ دیوی سے داسی بن گئی مگر اکڑ نہیں گئی۔ اپنی مالکہ سے منہ زوری کرتی ہے۔ مجھے مزہ چکھانے کی بات کرتی ہے۔ لے اب مزہ چکھتی رہ۔"

اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ تکلیف برداشت کررہی تھی اور بڑی نقاہت سے کراہ رہی تھی۔ ایسے وقت میجرٹی ہنٹر نے سجاتا کے اندر آکر کہا "ہیلو۔ سانس نہ روکنا۔ میں ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "میں نے پہلے بھی کہا تھا' میرے پاس براہِ راست نہ آؤ۔"

"تم سے رابطے کا سلسلہ کیا ہوسکتا ہے؟"

"میں تمہارے دماغ میں آؤں گی۔ تم مجھے اپنے کسی آلۂ کار کے دماغ میں پہنچاؤ۔ ہم اس کے اندر رہ کر گفتگو کرسکیں گے۔"

میجر نے اسے ایک فون نمبر بتایا۔ ایسے وقت دیوی شی تارا کراہتے ہوئے کہہ رہی تھی "میں دماغی تکلیفیں برداشت کرتے کرتے مرجاؤں گی لیکن تمہیں اپنی مالکہ تسلیم نہیں کروں گی۔"

میجر نے سجاتا سے باتیں کرنے کے دوران دیوی کی آواز اور لہجے پر توجہ دی۔ پھر چشم زدن میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ سجاتا نے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا لیکن اس وقت دیوی کا دماغ کمزور تھا اس لیے میجر کو اس کے اندر جگہ مل گئی۔

اس کے خیالات پڑھ کر میجر خوش ہوگیا کہ وہ دیوی شی تارا تک پہنچ گیا ہے۔ سجاتا نے توجہ نہیں دی۔ وہ میجر کے آلۂ کار کے نمبر ڈائل کررہی تھی اور رابطہ نہیں ہورہا تھا۔ فون میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ میجر کو دیر تک دیوی کے اندر رہنے اور اس کے حالات معلوم کرنے کا موقع مل گیا۔

پھر وہ اس کے ذریعے معلوم کرنے لگا کہ وہ پیرس کے کس علاقے اور بنگلے میں رہتی ہے۔ یہ باتیں دیوی سے معلوم نہیں ہوسکتی تھیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ سجاتا نے اسے کس بنگلے میں تابعدار بنا کر رکھا ہے۔

سجاتا حقارت سے کہہ رہی تھی "دیکھو۔ تم کس طرح میرے قدموں میں پڑی ہوئی ہو۔ چلو اپنا یہ سرِپُرغرور میرے پیروں پر رکھ دو۔"

دیوی اس سے نفرت کررہی تھی لیکن اس کے حکم سے انکار نہیں کرسکتی تھی۔ یہ نہیں چاہتی تھی کہ جو اس کی خادمہ رہ چکی ہے اس کے قدموں پر سر رکھے لیکن تنویمی عمل کی شدت اسے تابعداری پر مجبور کررہی تھی۔ وہ فرش پر سے ذرا اٹھی۔ سجاتا سے ایک گز کے فاصلے پر تھی' اس کے قدموں تک پہنچنے سے پہلے لڑکھڑا کر اپنے گری کہ میز پر رکھے ہوئے پھلوں کی ٹرے بھی اس کے ساتھ فرش پر آگئی۔

ان پھلوں کے ساتھ ایک چاقو بھی لگا ہوا تھا۔ میجر نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ دیوی کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ سجاتا کہہ رہی تھی "سؤر کی بچی! ایک قدم چل نہیں سکتی؟"

اسے آگے کہنے کا موقع نہیں ملا۔ دیوی نے یکبارگی چاقو کو گرفت میں لے کر اس پر حملہ کیا۔ اس نے چیخ مارتے ہوئے بچنے کی کوشش کی۔ بچ تو گئی مگر زخمی ہوگئی۔ دیوی سے دور جاکر فرش پر گر پڑی۔ بلازموں کو آوازیں دینے لگی۔

میجر نے اس کے اندر آکر کہا "ہیلو سجاتا! کیا مجھے اپنے اندر سے نکال سکتی ہو؟"

اس کے دیدے پھیل گئے۔ وہ چیخ کر بولی "نہیں۔ جاؤ' چلے جاؤ۔ میرے اندر سے نکل جاؤ۔"

"شامت جانے کے لیے نہیں آتی۔ اب تمہارے مقدر میں جو ہے اسے بھگتنا ہے۔ پہلے اپنے ملازم سے کہو' دیوی شی تارا سے اچھا سلوک کرے اور تمہاری مرہم پٹی کرے۔"

سجاتا نے ایک ملازم سے کہا "دیوی جی کو میرے بیڈ روم میں لے جاؤ اور ان کے آرام کا خاص خیال رکھو۔"

ملازم نے پوچھا "کیا ڈاکٹر کو بلاؤں؟"

"نہیں۔ فرسٹ ایڈ باکس لاؤ اور میری مرہم پٹی کرو۔"

پھر وہ میجر ٹی ہنٹر سے بولی "میں تمہاری باتیں مان رہی ہوں۔ پلیز اب جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

"کیا تم چاہتی ہو' میں تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کروں؟"

"نہیں۔ پلیز ایسا نہ کرنا۔"

"پھر یہاں سے اٹھو اور دوسرے بیڈ روم میں جاکر آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔"

"میں بستر پر جاؤں گی تو تم مجھے سلا کر تنویمی عمل کروگے۔"

"یہ تو کرنا ہی ہے۔ اگر چاہتی ہو کہ جبر نہ کروں تو خوشی سے راضی ہوجاؤ۔"

وہ بڑی بے بسی سے اٹھ کر دوسرے بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ میجر ٹی ہنٹر کو اچانک ہی بہت بڑی کامیابی حاصل ہورہی تھی۔ ایک طرف سجاتا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی گرفت میں آرہے تھے۔ دوسری طرف ٹیلی پیتھی کی دنیا میں دیوی بن کر حکومت کرنے والی بھی اس کی معمولہ اور تابعدار بننے والی تھی۔

○☆○

بلی ڈونا اور پارس نادیدہ بن کر طیارے میں سفر کررہے تھے۔ پارس نے کھڑکی کے پار دیکھا' وہ طیارہ انڈونیشیا کی فضاؤں میں پرواز کررہا تھا۔

دور پستیوں میں وسیع و عریض سمندر کی آغوش میں بے شمار چھوٹے بڑے جزیرے نظر آرہے تھے۔ وہ تیرہ ہزار چھ سو ستتر ۱۳۶۷۷ سے کچھ زیادہ ہی جزیرے تھے۔ ان جزیروں کا مجموعہ انڈونیشیا کہلاتا ہے۔ انڈونیشیا کے پانچ بڑے جزیروں میں سے جاوا' سماترا' اور بالی بہت مشہور ہیں اور بلی ڈونا کی رہائش جاوا کے دارالسلطنت جکارتا میں تھی۔

ان دونوں نے طیارے میں نادیدہ رہ کر اچھا وقت گزارا تھا۔ مسافروں کی ایسی حرکتیں بھی دیکھتے رہے تھے' جو دوسرے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ان مسافروں میں ایک لڑکی بہت سہمی ہوئی تھی۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ اس کا تعلق ایک غریب گھرانے سے ہے۔ ذہین اور تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اسے کہیں ملازمت نہیں ملتی تھی۔ ایسے میں وہ ایک اسمگلر کے ہتھے چڑھ گئی۔ اس اسمگلر نے پوچھا "کیا نام ہے تمہارا؟ اور اچھا کمانے کے لیے کیا کرسکتی ہو؟"

"میرا نام انا تا ہے۔ حالات نے مجھے اس قدر مجبور کردیا ہے کہ میں کچھ بھی کرسکتی ہوں۔"

"ہیروئن کے کچھ پیکٹس جکارتا پہنچانا ہے۔"

وہ گھبرا کر بولی "میں نے کبھی یہ کام نہیں کیا۔"

"تمہاری معصومیت سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا دھندا نہیں کیا ہے۔ اتنی معصوم ہو کہ کسٹم والے دھوکا کھا جائیں گے۔"

"میں نہیں جانتی یہ مال کیسے لے جانا ہوگا۔"

"ایک عام سا لیڈیز بیگ اپنے ساتھ رکھوگی۔ اسی میں پیکٹس ہوں گے۔ وہ تمہارے ضروری سامان کے نیچے چھپے ہوں گے۔"

"کسٹم والے چیک کریں گے۔"

"میں پیرس کے کسٹم والوں سے مال نکال کر جہاز تک پہنچاؤں گا' تمہارے ساتھ سفر بھی کروں گا لیکن جکارتا کے ایئرپورٹ سے تم تنہا وہ بیگ لے کر نکلوگی۔"

"اگر پکڑی گئی تو؟"

"ہم نہیں ضمانت پر رہا کرائیں گے۔ تمہاری ہر طرح سے مدد کریں گے۔"

"مجھے کتنی رقم ملے گی؟"

"پینتیس دس ہزار ڈالر ملیں گے۔ جکارتا میں جہاں مال پہنچاؤ گی وہاں دس ہزار مزید ملیں گے۔"

انا تا کے لیے یہ بہت بڑی رقم تھی۔ وہ راضی ہوگئی۔ اس نے ایڈوانس لے کر اپنے بوڑھے والدین کو دیے پھر پہلی بار منشیات کی سمگلنگ کرانے والی طیارے میں سفر کرنے لگی۔

پارس نے بلی ڈونا سے کہا "یہ مظلوم ہے۔ اس کی مدد کرنا ہے۔"

"کیوں مدد کرنا چاہیے؟ کیا یہ تمہاری کوئی سگی ہے؟"

"میں انسانیت کے ناتے سے کہہ رہا ہوں۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ انا تا پر دل آگیا ہے۔ میں تمہاری رگ رگ جانتی ہوں۔ حسین چہرے دیکھ کر پھسل جاتے ہو۔"

"میں بک وقت دو جگہ نہیں پھسلتا' ابھی تم ہی کافی ہو۔"

"میں تم سے کہہ چکی ہوں' میری مرضی کے بغیر کبھی مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکوگے اور میرے حکم کے بغیر کسی حسینہ سے نہ دل لگاسکوگے اور نہ ہی کسی سے ہمدردی کرسکوگے۔"

پارس ایک تابعدار کی طرح خاموش رہ گیا۔ رات کو سفر کے دوران کچھ مسافر سو رہے تھے' کچھ جاگ رہے تھے۔ بلی ڈونا بھی رات دیر تک جاگتی رہی پھر سوگئی۔

پارس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بابا صاحب کے ادارے سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بلایا پھر کہا "میں تمہیں ایک اسمگلر کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ تم اس کے دماغ پر اچھی طرح قبضہ جماؤگے۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک لڑکی بیٹھی ہے۔ وہ میرے زیرِاثر رہے گی۔ ہم ان کے اندر رہ کر سامان کا تبادلہ کریں گے۔"

اس نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اسمگلر کے اندر پہنچادیا پھر خود انا تا کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ انا تا پریشانی اور خوف سے جاگ رہی تھی۔ اسمگلر بے فکری سے سو رہا تھا' پھر وہ اچانک بیدار ہوگیا۔

اس نے اپنا بریف کیس اٹھا کر کھولا پھر اس کا کچھ سامان ایک طرف رکھنے لگا۔ انا تا اپنے بیگ سے ہیروئن کے پیکٹس نکال کر اسے دینے لگی۔ وہ انہیں اپنے بریف کیس میں رکھنے لگا۔ اس طرح تمام پیکٹس رکھنے کے بعد اس نے اپنا دوسرا سامان رکھا۔ یوں اس سامان کے نیچے وہ پیکٹس چھپ گئے۔

اس عمل کے بعد انہوں نے اپنا بریف کیس اور بیگ سیٹوں کے نیچے رکھ دیا پھر وہ اسمگلر سوگیا۔ پارس نے انا تا کو تھپک کر سونے پر مجبور کردیا۔

دوسری صبح وہ جکارتا پہنچ گئے۔ انا تا ایئرپورٹ پر بری طرح گھبرائی ہوئی تھی۔ اسمگلر اسے دھیمی آواز میں ڈانٹ رہا تھا اور سمجھا رہا تھا کہ چہرے سے گھبراہٹ ظاہر نہ ہونے دے۔ اس کی معصومیت دیکھ کر کوئی اسے چیک نہیں کرے گا۔

جب وہ کسٹم والوں کے سامنے گئی تو اسمگلر اس سے دور ہوگیا۔ ایک افسر نے اس کے بیگ کو کھول کر اس میں ہاتھ ڈال کر تلاشی لی پھر کہا "مس! ہم چہروں سے مجرموں کو تاڑ لیتے ہیں۔ تمہاری پریشانی بتا رہی تھی کہ تم قانون کے خلاف کوئی کام کررہی ہو لیکن تعجب ہے' تمہارے بیگ میں کوئی خلافِ قانون چیز نہیں ہے۔ ہم نے پہلی بار کسی چہرے کے تاثرات سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ تم جاسکتی ہو۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ بیگ اٹھا کر آگے بڑھ گئی۔ اسمگلر بھی بہت خوش تھا کہ تقریباً تین لاکھ ڈالر کا مال نکل گیا ہے۔ وہ اپنا سامان لے کر کاؤنٹر کے پاس آیا۔ وہاں کا عملہ ایک ایک چیز کو چیک کرنے لگا پھر اس بریف کیس میں سے وائٹ پاؤڈر کے پیکٹس نکل آئے۔ وہ حیرت سے چیخ پڑا "نہیں' یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ..... یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ چیزیں میرے بریف کیس میں کیسے آگئیں؟"

افسر نے کہا "سارے ہی اسمگلر گرفتار ہوکر یہی کہتے ہیں کہ یہ ان کا مال نہیں ہے لیکن یہ بریف کیس تمہارا ہے۔ اس میں

تمہارے نام کے یہ کاغذات رکھے ہوئے ہیں۔"

دور کھڑی ہوئی انا تا اپنے بیگ میں ہاتھ ڈال کر حیرانی سے سوچ رہی تھی کہ اس میں رکھے ہوئے پیکٹس کیسے غائب ہو گئے اور ویسے ہی پیکٹس اس اسمگلر کے بریف کیس میں کیسے پہنچ گئے؟

بلی ڈونا بھی حیران تھی۔ انا تا کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی۔ اسے شبہ ہوا' کیا پارس نے ہیرا پھیری کی ہے جبکہ وہ تابعدار ہے۔ اس کے حکم کے خلاف ایسا کرنے کی توقع اس سے نہیں کی جاسکتی تھی۔

اس نے پارس کے چور خیالات پڑھے۔ پتا چلا' وہ پچھلی رات طیارے میں گہری نیند سو رہا تھا اور انا تا کے معاملے سے بالکل بے خبر ہے۔

وہ بولی "پارس! کچھ گڑبڑ ہے۔ معاملہ عجیب ہے۔ کسی نے انا تا کی مشکل آسان کی ہے اور ایسا کرنے والا ضرور ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا انا تا کا دوست ہے اور وہ اس کے ساتھ طیارے میں موجود تھا۔"

"ہاں۔ مگر انا تا ایسے کسی دوست سے بے خبر ہے۔ وہ خود حیران ہے کہ مال اِدھر سے اُدھر کیسے ہو گیا؟"

"انا تا انجان ہونے کے باوجود پراسرار ہے۔ اب تو تم اس کے پیچھے پڑ جاؤ گی۔"

"ہاں۔ یہ ضرور معلوم کروں گی کہ اس کے دماغ میں کون چھپا ہوا ہے۔"

"تم کہو تو میں اس کے دماغ میں چھپ کر رہوں اور اس پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پکڑنے کی کوشش کروں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کئی ماتحت ہیں' میں ان سے کام لوں گی۔"

گرفتار ہونے والے اسمگلر کا بڑا بھائی وزیٹرز لاؤنج میں اپنے حواریوں کے ساتھ موجود تھا۔ بھائی کی گرفتاری کی خبر ملتے ہی اس کی رہائی کے لیے وہاں کی اونچی شخصیات سے رابطے کرنے لگا۔

دوسری طرف بلی ڈونا نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کو انا تا کے دماغ میں پہنچایا اور حکم دیا کہ اس کے اندر آتا جاتا رہے اور اس کے اندر آنے والے پراسرار شخص کا سراغ لگانے کی کوشش کرتا رہے۔

پارس نے کہا "اسمگلر گرفتار ہو گیا ہے اور وہ بے چاری انا تا بے سہارا ہو گئی ہے۔ اس انجانے شہر میں کہاں جائے گی؟"

"جہنم میں جائے۔ تم اس کے بارے میں کچھ نہ سوچو' یہ میرا حکم ہے۔"

"کیا میں اسے بھول جاؤں؟"

"ہاں میں حکم دیتی ہوں' اسے بالکل بھول جاؤ۔"

"تم حکم بہت دیتی ہو۔ ٹھیک ہے' میں اسے بھول چکا ہوں۔"

بابا صاحب کے ادارے کی اب ایک نہیں دو ہستیاں [illegible] نگرانی کرنے لگی تھیں۔ وہ اپنا بیگ شانے سے لٹکائے' [illegible] میں آئی۔ اسمگلر کے بھائی نے اس کے سامنے آکر پوچھا "[illegible] ہو؟"

"ہاں۔ کیا تم مجھے جانتے ہو؟"

"اب جان رہا ہوں۔ تمہارے پاس یہ جو بیگ ہے یہ [illegible] قسم کا ہے۔ ہماری آلۂ کار لڑکیاں ایسے بیگ رکھتی ہیں۔"

"آپ کون ہیں؟"

"میں جیمز کا بڑا بھائی کرسٹوفر ہوں۔ یہ بتاؤ' جس [illegible] تمہارے بیگ سے نکلنا چاہیے تھا' وہ مال میرے بھائی کے [illegible] سے کیسے برآمد ہوا؟"

"میں خود حیران ہوں۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ شاید مسٹر جیمز مجھے پھانسنا چاہتے تھے۔ انہوں نے میری [illegible] دوران وہ پیکٹس نکال کر اپنے بریف کیس میں رکھ لیے۔"

"ہُوں۔ تم چیز ہی ایسی ہو۔ تمہارے لیے کوئی بھی خطرہ مول لے سکتا ہے۔"

"میرا کیا ہو گا؟ میں یہاں پہلی بار آئی ہوں۔ میرے واپسی کا ٹکٹ ہے مگر رقم نہیں ہے۔"

"تمہاری جیسی حسینا میں چٹکی پھرتا بینک ہوتی ہیں۔ اپنی کے کاؤنٹر پر منہ مانگا کیش حاصل کر لیتی ہیں۔ میرے آدمی [illegible] ساتھ جاؤ۔ یہاں تم آرام سے رہو گی۔ میں جیمز کو رہا کرا [illegible] بعد تم سے ملوں گا۔"

اس نے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا کہ انا تا کو اس [illegible] میں پہنچا دیا جائے۔ وہ اس کے دو ماتحتوں کے ساتھ چلی گئی۔

بلی ڈونا نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے تابعداروں کو [illegible] تھا کہ اس کے لیے کار لائی جائے۔ وہ کار ائرپورٹ کے باہر [illegible] ایریا میں آئی۔ اس کے ساتھ مزید چار گاڑیاں تھیں' جن [illegible] گارڈز بیٹھے ہوئے تھے۔

کار بہت مہنگی' بہت شاندار تھی۔ اس کا پچھلا دروا [illegible] گیا۔ وہ پارس کے ساتھ آکر بیٹھ گئی۔ پھر دروازہ بند ہو [illegible] جسمانی طور پر نمودار ہو گئی۔ پارس بھی جسمانی طور پر ظاہر [illegible] "خدا کا شکر ہے۔ سایہ بننے سے نجات مل گئی۔"

"کیا تمہیں سایہ بن کر رہنے سے تکلیف ہوتی ہے؟"

"اس سے بڑی تکلیف کیا ہوگی کہ تمہارے حسن و شباب [illegible] جلوے دکھائی نہیں دیتے۔"

"بڑے ڈھیٹ ہو۔ زیادہ فری ہونے کی کوشش کرو گے [illegible] قریب بیٹھنے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

وہ کھڑکی کے باہر جگمگاتا شہر کا نظارہ کرنے لگا۔ بڑی [illegible] وہاں کی مقامی زبان میں جلان کہا جاتا ہے۔ اس وقت ان کی [illegible] مسلح گارڈز کی گاڑیاں جلان گاجہ سے گزر رہی تھیں۔ شہر [illegible]

رونق تھی۔ مقامی باشندوں کے علاوہ بیرونی ممالک کے لوگ بھی [illegible] تعداد میں نظر آرہے تھے۔

پارس نے جلان پسٹولایر سے گزرتے ہوئے ایک وسیع و عریض نہایت خوب صورت مسجد دیکھی۔ اس کی زبان سے بے اختیار نکلا "سبحان اللہ۔"

بلی ڈونا نے پوچھا "کیا کہا؟"

"بلی عبادت گاہ کو دیکھ رہا ہوں۔ بہت شاندار مسجد ہے۔"

وہ بولی "یہ مسجد استقلال ہے۔ اسے جنوب مشرقی ایشیا کی سب سے بڑی مسجد کہتے ہیں۔ میں نے اس ملک میں رہائش تو اختیار کر لی ہے مگر یہاں مسلمان ہی مسلمان ہیں۔"

"میں نے سنا ہے' تو نے فیصد مسلمان ہیں۔ تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

"اونہہ' مجھے کیا تکلیف ہوگی۔ میں تو دنیا کی ہر قوم پر حکومت کرتی ہوں۔ یہاں بھی ایک بہت بڑی مسلمان فیملی پر حکومت کر رہی ہوں۔"

وہ قافلہ ایک بہت بڑی محل نما عمارت کے احاطے میں داخل ہوا۔ اس احاطے میں دور تک ہریالی تھی اور رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ مسلح گارڈز نظر آرہے تھے۔ وہ ایسی شان و شوکت سے رہتی تھی جیسے کسی بہت بڑی ریاست کی شہزادی ہو۔

ایک باوردی ملازم نے کار کا دروازہ کھولا۔ وہ دونوں باہر آئے' محل کے دروازے پر ادھیڑ عمر کا ایک خوش پوش شخص کھڑا ہوا تھا۔ بلی ڈونا نے پارس سے کہا "یہ میرے فادر سلطان صالح ہیں۔ جزیرہ ساؤ کے مالک۔ اور پاپا! یہ پارس ہے' میرا نیا دستِ راست۔"

سلطان صالح نے پارس سے مصافحہ کیا۔ وہ اندر آئے' پارس نے وہاں کی شاہانہ سجاوٹ دیکھی۔ پتا چلتا تھا کہ واقعی سلطان صالح ایک جزیرے کا مالک ہے۔ وہ کس قدر امیر و کبیر ہوگا' اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔

بلی ڈونا نے پارس پر تنویمی عمل کرنے کے دوران اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ اپنی مالکہ کی اجازت حاصل کیے بغیر خیال خوانی نہیں کرے گا اور تب سے وہ خوش فہمی میں مبتلا تھی کہ اس کا تابعدار بردا ہی فرمانبردار ہے۔ اس کی اجازت حاصل کیے بغیر خیال خوانی نہیں کرتا ہے۔

اس نے موقع پاکر سلطان صالح کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا اس کی ایک جوان بیٹی صالحہ شکا کو یونیورسٹی میں پڑھتی تھی۔ جب بلی ڈونا نے مشرق بعید میں اپنا خفیہ رہائشی اڈا بنانے کا ارادہ کیا تو اس نے صالحہ کو ٹارگٹ بنایا۔ وہ بھی شکا کو یونیورسٹی کی طالبہ رہی تھی اور صالحہ کو جانتی تھی جو اس سے جونیئر تھی۔

ایک بار سلطان صالح اپنی بیٹی سے ملنے شکا گو آیا تو بلی ڈونا نے اسے ٹریپ کرلیا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔ اس کے دماغ میں اپنی صورت نقش کرتے ہوئے حکم دیا کہ وہ آئندہ اسے اپنی بیٹی صالحہ تسلیم کرتا رہے گا اور اپنی بیٹی کو بالکل بھول جائے گا۔ کبھی اس کی صورت بھی اسے یاد نہیں آئے گی۔

وہ دس برس سے شکا گو میں تھی۔ اس طویل عرصے میں سلطان صالح کے خاندان کے دوسرے افراد نے صالحہ کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ آٹھ برس کی عمر میں امریکا گئی تھی۔ اب اٹھارہ برس کی ہو گئی تھی۔ بچپن اور جوانی کے چہرے مختلف ہو جایا کرتے ہیں۔ جب وہ شہزادی صالحہ بن کر جگمگاتا آئی تو اس خاندان کے تمام افراد نے اسے اس لیے شہزادی صالحہ تسلیم کرلیا کہ سلطان صالح اسے بیٹی تسلیم کر رہا تھا۔

بے چارہ معمول سلطان نہیں جانتا تھا کہ اس کی اپنی بیٹی کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ یہ بات صرف بلی ڈونا جانتی تھی۔ پارس نے طے کیا کہ صالحہ کا سراغ لگانے کے لیے وہ رات کے وقت بلی ڈونا کے دماغ میں ضرور گھسے گا۔

بلی ڈونا کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے معمول اور تابعدار تھے۔ ان میں سے کوئی اپنی مالکہ کی اجازت حاصل کیے بغیر خیال خوانی نہیں کرتا تھا۔ یہ پابندی اس لیے تھی کہ کوئی سلطان کے چور خیالات پڑھ کر اس کی اپنی بیٹی صالحہ کے بارے میں کچھ نہ معلوم کرسکے۔

پابندی کی ایک اور اہم وجہ تھی۔ سلطان صالح کے دماغ میں ایک بیش بہا خفیہ خزانے کا راز محفوظ تھا۔ اس کے جزیرہ ساؤ میں جو محل تھا' اس کے تہ خانے میں وہ خزانہ تھا۔ بیش قیمت ہیرے موتیوں کے علاوہ سونے کی اینٹوں کا ذخیرہ تھا۔ اتنی دولت تھی کہ اس دولت کے ایک چوتھائی حصے سے وہ پورا انڈونیشیا خرید سکتا تھا لیکن اس نے حکومت سے اور خاندان کے تمام افراد سے اس خزانے کو چھپا رکھا تھا۔ یہ راز باپ دادا کے زمانے سے صرف اپنی اولاد کو بتایا جارہا تھا۔ وہ آئندہ اپنی بیٹی صالحہ کو یہ راز بتانے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی بلی ڈونا اس کے دماغ سے وہ راز پڑھ چکی تھی۔

○☆○

روسی حکام نے یہ خوش خبری امریکی اور اسرائیلی حکام کو سنائی۔ انہیں یقین نہیں آیا کہ تمام منکی مخلوق ماری گئی ہے اور منکی ماسٹر اپنی جان بچا کر اپنے کمانڈر... کے ساتھ خلائی زون میں واپس چلا گیا ہے۔

یہ بہت بڑی خبر تھی۔ انہوں نے جناب علی اسد اللہ تیمرزی سے رابطہ کیا اور کہا "آپ سچے ہیں۔ سچ بولتے ہیں۔ ہمیں بتائیں' کیا منکی مخلوق فنا ہو چکی ہے؟"

انہوں نے جواب دیا "پیدا کرنے اور فنا کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ کسے رکھنا ہے اور کسے

اٹھانا ہے۔ بے شک منکی مخلوق ہماری ارضی دنیا میں فنا ہوگئی ہے لیکن خلائی زون میں باقی ہے۔ اپنے اعمال درست رکھو۔ خلا میں اور بھی بلائیں ہیں۔"

انہوں نے رابطہ ختم کردیا۔ جن کی نیت درست نہ ہو ان کے اعمال کیا درست ہوں گے۔ انہوں نے اعمال والی نصیحت کو نظرانداز کیا اور خوشی سے ناچنے لگے۔ آسمان سے نازل ہونے والے بہت بڑے عذاب سے نجات حاصل ہوئی تھی۔ انہوں نے عالمی رابطوں کے ذریعے اعلان کیا کہ تمام دنیا میں یومِ نجات منایا جائے اور تین دن تک خوب خوشیاں منائی جائیں۔

اسرائیل کے برین آدم نے روسی حکام سے پوچھا "سونیا کہاں ہے؟ وہ ان بندروں کی سرپرست بنی ہوئی تھی۔ اسے بھی منکی مخلوق کے ساتھ فنا ہوجانا چاہیے تھا۔"

ایک روسی فوجی افسر نے کہا "سونیا کسی اہم کام سے کہیں گئی تھی پھر واپس نہیں آئی۔ ہم نے اس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر منکی فوج کو ہلاک کیا ہے۔"

"کیا سونیا نے واپس آکر ان کے بارے میں استفسار نہیں کیا؟"

"میں نے کہا نا' وہ واپس ہی نہیں آئی۔ جہاں گئی ہے' وہاں سے بھی رابطہ کرکے نہیں پوچھا کہ منکی مخلوق کا کیا حشر ہوا ہے۔"

"وہ دنیا کی پہلی اور آخری مکار عورت ہے۔ پہلے تو ان کے سروں پر ہاتھ رکھ کر انہیں اسلامی ممالک کی طرف جانے سے روکتی رہی۔ پھر اچانک ہی انہیں مرنے کے لیے چھوڑ کر چلی گئی۔ وہ سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق انہیں چھوڑ کر گئی تھی۔ ان کا انجام وہ پہلے سے جانتی تھی۔ اسی لیے پلٹ کر اس منکی ریاست میں نہیں گئی' جو اب ویران ہوچکی ہے۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا "فرہاد بھی دوسری خلائی مخلوق شاشا وغیرہ کی سرپرستی کرنے والا تھا۔ ان کے لیے امریکا کے شمال میں ایک نئی ریاست قائم کرنے والا تھا لیکن اس سے پہلے ہی بلی ڈونا نے شاشا کو کچل ڈالا ہے۔ یہ مسلمان کبھی ہمارے دوست نہیں رہے۔ انہوں نے خلائی مخلوق کے ذریعے ہمیں بہت پریشان کیا ہے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "اب ہماری باری ہے۔ ہم انہیں سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔ ان کی زندگی عذاب بنادیں گے۔"

"انہوں نے خلائی مخلوق کو اسلامی ممالک کی طرف جانے نہیں دیا لیکن ہمارا راستہ نہیں روک سکیں گے۔ ہم ان پر ثقافتی حملے کریں گے۔"

"درست ہے۔ یہ مسلمان طاقت سے اور ہتھیاروں سے نہیں' بے حیائی کے مختلف ذرائع سے کمزور اور مغلوب ہوسکتے ہیں۔ ان خلائی بندروں کی طرح یہ بھی بڑے عیاش ہوتے ہیں۔"

"عورت ہماری دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار ہے۔ عورتوں نے منکی قوم کو نابود کرکے اپنے ہلاکت خیز ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ ہم انہیں مسلمانوں کے خلاف پہلے بھی استعمال کرتے رہے ہیں۔ اب اور منظم طریقوں سے کریں گے۔"

وہ لوگ اب ہمارے خلاف نئے محاذ کھولنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ یہ سب نے طے کیا کہ کھل کر محاذ آرائی نہیں کریں گے۔ ہماری نظروں میں دشمن کی حیثیت سے ظاہر نہیں ہوں گے ورنہ ہم ہمیشہ کی طرح ان پر چڑھ دوڑیں گے۔

روس' امریکا اور اسرائیل کے منصوبہ سازوں نے اپنے اپنے طور پر یہ منصوبہ بنایا کہ وہ دہشت گردوں کا گروہ تیار کرلیں گے۔ تمام دہشت گرد امریکا اور ... اسرائیل کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیرِ اثر رہیں گے۔ انہیں کبھی یہ معلوم نہیں ہوسکے گا کہ وہ کس ملک کے پُراسرار لوگوں کے تابعدار رہ کر دہشت گردی اور تخریب کاری کررہے ہیں۔

وہ اس نئی معلومات سے پریشان ہوگئے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے میں بھی ٹرانسفارمر مشین ہے۔ وہ سوچتے تھے اور تصویریں دیکھتے تھے کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے جارہے ہیں اور ان مسلم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنتی جارہی ہے۔

بلی ڈونا نے انہیں بتایا تھا کہ شاشا اور شی شی نے اپنا آلۂ کار بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا تھا جس کے نتیجے میں ان دونوں کی غیر معمولی صلاحیتیں چھن گئی تھیں اور وہ ایسے گم ہوگئے تھے کہ ان کا سراغ نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ ان سے دماغی رابطہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس زمین پر کہیں بھی ان کے نقشِ قدم نہیں مل رہے تھے۔ یہ گمان ہوتا تھا کہ وہ نابود ہوگئے ہیں۔

ان کے بعد اب کسی کی اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ نادیدہ بن کر اس ادارے میں جائے اور ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرے۔ وہ ادارہ مسلمانوں کی قوت کا سرچشمہ تھا۔ اب روس' امریکا اور اسرائیل کی متفقہ سوچ اسی ایک بات پر مرکوز ہوگئی کہ اس ادارے کو نقصان پہنچایا جائے۔ اسے کمزور کیا جائے۔ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد کم کرتے کرتے انہیں ختم کردیا جائے تو میں بھی اپنی پوری فیملی کے ساتھ کئی پہلوؤں سے کمزور ہوجاؤں گا۔

وہ پہلے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ سونیا ماسکو چھوڑنے کے بعد کہاں گئی ہے اور کیا کررہی ہے؟

وہ میرے بارے میں بھی بے خبر تھے۔ جب شاشا ایک چیلنج بن گیا تھا' تب امریکا میں انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ ان کا اندازہ تھا کہ شاید میں امریکا کے شمال میں ہوں لیکن ان کے اندازے کی تصدیق نہ ہوسکی۔

تب انہوں نے ادارے کے رابطہ افسر سے گفتگو کی اور کہا "ہم تمام ممالک کی بڑی بڑی تنظیموں کے سربراہوں کی کانفرنس کا بندوبست کررہے ہیں۔ اس کانفرنس کے ایجنڈے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ آئندہ ہم زمین کے لوگ کسی بھی خلائی مخلوق سے

کس طرح تحفظ ہوکر نمٹ سکیں گے اور کس طرح انہیں شرمناک شکست دے کر یہاں سے بھگاتے رہیں گے۔"

رابطہ افسر نے متعلقہ افسر سے رابطہ کرایا۔ اس نے کہا۔ "ہمارے ادارے کا ایک اعلیٰ عہدے دار کانفرنس اٹینڈ کرنے پہنچے گا۔"

امریکی حاکم نے کہا "خلائی مخلوق کے سلسلے میں میڈم سونیا اور مسٹر فرہاد علی تیمور مصروف رہے ہیں۔ وہ دونوں اس کانفرنس میں مفید مشورے دے سکیں گے۔ اگر وہ کانفرنس میں شریک ہوں گے تو ہمارا وقائی مسئلہ بہتر طور پر حل ہوگا۔"

"اگر وہ کہیں مصروف نہ رہے تو کانفرنس میں ضرور شریک ہوں گے۔"

لندن کے ایسٹ بورن میں اس کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ تمام بڑے ممالک کے فوجی سربراہوں نے شرکت کی۔ ان میں فرانس کا میجر لی ہنر بھی تھا۔ لی ہنر اپنے ملک کے فوجی سربراہ کے ساتھ آیا تھا۔ ابھی یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس نے ایک خفیہ تنظیم قائم کی ہے۔ اس کی قوت' ذہانت اور مکاری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا تھا کہ اس نے دیوی شی تارا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا تھا۔ اس کی ڈی ون بھی اس کی کنیز بن گئی تھی اور فرانس کے جتنے جوان اور فوجی اعلیٰ افسران ٹیلی پیتھی جانتے تھے' وہ سب اس کے تابعدار بن چکے تھے۔

اس کانفرنس میں سونیا اور فرہاد مرکزِ نگاہ تھے۔ تمام سربراہ ان کے قریب رہنے اور زیادہ سے زیادہ گفتگو کرنے کی کوشش کرتے تھے اور پوچھتے تھے۔ "کیا خلائی مخلوق واپس آسکتی ہے؟"

جواب ہوتا تھا "یہ دنیا بہت خوب صورت ہے۔ ہم پیدا ہونے کے بعد مرنا اور اس دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتے پھر خلائی مخلوق یہاں کے حسن کو کیسے بھلا پائے گی؟"

"لیکن وہ بری طرح تباہ و برباد ہوکر گئے ہیں۔ کیا پھر ایسی جگہ آئیں گے؟"

"اگر ایک عورت اپنے بستر سے دھکے دے کر بھگادے تو ہم کسی دوسری عورت کے پاس جاتے ہیں۔ وہ دنیا کے ایک حصے سے دھکے کھا کر گئے ہیں' کسی دوسرے حصے میں آسکتے ہیں۔"

"آپ آئندہ انہیں یہاں آنے سے کیسے روکیں گے؟"

"ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب آئیں گے۔ ہوسکتا ہے نہ آئیں' ہوسکتا ہے آجائیں۔"

سونیا نے کہا "اور جب آئیں گے تو یہاں کی عورتوں سے محتاط اور دور دور رہیں گے۔ انہیں بھگانے کے لیے دوسرے انداز سے جنگ لڑنی ہوگی۔"

"آپ انہیں کس طرح بھگائیں گے؟"

"ہم نے نہ پہلے بھگایا نہ آئندہ بھگائیں گے۔ روس' امریکا اور اسرائیل ہم سے دشمنی کریں گے۔ ہم جوابی کارروائی کی طور پر خلائی مخلوق کو ان کے ہی ممالک میں مصروف رکھیں گے۔ اس طرح وہ انہیں بھگانے کی کوشش کرتے رہیں گے اور ہم پہلے کی طرح تماشا دیکھتے رہیں گے۔"

"یہ تو آپ کی خودغرضی ہوگی۔"

"جب تک مسلمانوں سے دشمنی کی جاتی رہے گی' ہم بھی خود غرضی دکھاتے رہیں گے۔"

انفرادی ملاقاتوں کے علاوہ سونیا اور فرہاد نے کانفرنس میں بھی یہی کہا کہ وہ پچھلی اسلام دشمنی سے سبق حاصل کریں۔ ان کا فرض تھا کہ وہ خلائی مخلوق سے جنگ لڑتے۔ دنیا کی تمام طاقتوں کو' تمام ملکوں اور قوموں کو متحد کرتے تو اتنے بڑے اتحاد کے سامنے خلائی مخلوق کے قدم اکھڑ جاتے لیکن پہلے امریکا نے انہیں کٹھ پتلی بنا کر کسی اسلامی ملک میں پہنچانا چاہا پھر اسرائیل نے بھی یہی کرنا چاہا' ایسے وقت ہم نے جوابی کارروائی کی اور ان کے ہی ملکوں میں اس مخلوق کو ان کے لیے عذاب بنادیا۔

روس کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ انہوں نے چالاکی سے اور لیڈیز فورس کے ذریعے انہیں تباہ و برباد کیا ہے اور منکی ماسٹر کو خلا میں واپس جانے پر مجبور کیا ہے۔ اگر ہم ان کی لیڈیز فورس کو ناکام بنانا چاہتے تو منٹوں میں ان کا یہ منصوبہ ناکام بنادیتے لیکن ہم نے نظرانداز کیا اور سونیا جان بوجھ کر انہیں وہاں چھوڑ کر چلی گئی۔

یہ خدا جانتا ہے کہ کائنات میں کتنے زون ہیں جہاں مخلوقات آباد ہیں۔ ہر مخلوق کے لیے اس کا اپنا ایک مخصوص زون ہے۔ خدا نے جسے جہاں پیدا کیا ہے' اسے اسی زون میں رہنا اور پنپنا چاہیے۔ اگر وہ دوسرے زون اور سیاروں تک پہنچنا اور وہاں اپنی مستقل رہائش گاہ بنانا چاہتے ہیں تو انہیں خود کو اس زون یا سیارے کے قابل بنانا ہوگا۔ منکی مخلوق ہماری دنیا کے قابل نہیں تھی۔ ہم سے جسمانی طور پر اور ذہنی طور پر مختلف تھی۔

موجودہ رپورٹ کے مطابق امریکا' روس اور اسرائیل میں چند عورتوں نے بچوں کو جنم دیا ہے۔ وہ بچے بندر نما ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر ہم منکی مخلوق کو یہاں رہنے اور یہاں کی عورتوں کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے دیں تو ہماری انسانی نسل کے مقابلے میں بندر نما نسلیں پیدا ہوتی اور ساری دنیا میں پھیلتی چلی جائیں گی۔ اس طرح ہماری یہ حسین دنیا رفتہ رفتہ بدصورت ہوتی چلی جائے گی۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دنیا کو جیسا بنایا ہے' ہم اس کے حسن کو اسی طرح برقرار رکھیں گے۔ اس کے حسن میں اپنے اعمالِ حسنہ سے اضافہ کریں گے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ ہم کسی بھی خلائی مخلوق کو یہاں قدم جمانے کا موقع نہ دیں۔

اگر ہم سے اتحاد کے لیے کہا جائے گا' ہم سب سے آگے بڑھ کر اتحاد کریں گے۔ اگر اتحاد کے پس پردہ فریب دینے کی حماقت کی جائے گی تو ہم سب سے آگے بڑھ کر دشمنی کریں گے۔ لہٰذا ہماری

پہلی اور آخری نصیحت یہی ہے کہ وہ پچھلی اسلام دشمنی سے سبق حاصل کرتے رہیں۔

انہوں نے میری اور سونیا کی سخت باتیں سنیں۔ دبی زبان سے اعتراض کیا کہ ہمیں بھری کانفرنس میں ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں لیکن وہ ہماری باتیں سننے پر مجبور تھے۔ ہمیں خاموش رہنے کا حکم نہیں دے سکتے تھے اور نہ ہی کانفرنس میں ہمارے خلاف ووٹ لے کر ہمیں ناپسندیدہ قرار دے سکتے تھے۔

وہ ایسا کرنا بھی نہیں چاہتے تھے کیونکہ ہمیں بلا کر یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ میں اور سونیا کہاں ہیں اور کن معاملات میں مصروف ہیں؟

وہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف بہت بڑا آپریشن شروع کرنے سے پہلے مجھے اور سونیا کو پوری طرح اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہتے تھے۔ چوبیس گھنٹے ہمیں اپنی نظروں میں رکھنے کا ایک طریقہ تھا۔

یہ طریقہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اب عام ہو رہا تھا۔ امریکا اور اسرائیل میں بادیدہ بنانے والی گولیاں تھیں۔ دیوی اور میجر ٹی ہنٹر کے پاس بھی تھیں اور بلی ڈونا بھی اس گولی کے ذریعے پارس کے اندر سما کر اسے اپنی دانست میں اپنا تابعدار بنا چکی تھی۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سربراہ جان کولن تھا۔ اس نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ وہ اپنے دو آلۂ کار نادیدہ بنا کر سونیا اور میرے جسم میں داخل کرائے گا۔ اور ان کے ذریعے ہماری مصروفیات سے آگاہ ہوتا رہے گا۔ پھر موقع پا کر ہمیں اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا جائے گا اس کے بعد جان کولن اور اس کا ماتحت ہم دونوں کے دماغوں پر حاوی ہو جائیں گے اور ہمیں اپنا معمول اور تابعدار بنا لیں گے۔

یہ منصوبہ صرف امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جان کولن نے ہی نہیں اسرائیل کی الپانے بھی بنایا تھا۔ دیوی شی تارا کو اپنی تابعدار بنانے کے بعد میجر ٹی ہنٹر کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ اب وہ مجھے اور سونیا کو اپنا تابعدار بنانے کا ارادہ کر کے اس کانفرنس میں آیا تھا۔

سونیا کانفرنس میں کہہ چکی تھی کہ اتحاد قائم کرنے کے پس پردہ ہمیں فریب دینے کی حماقت نہ کی جائے ورنہ فریب اور مکاری انہیں بہت مہنگی پڑے گی۔ وہ مجھے اور سونیا کو فریب دیتے دیتے ہمیں مغلوب کرنے کی کوشش کرتے کرتے بوڑھے ہو گئے تھے اور ہمارے بیٹے جوان ہو چکے تھے۔ ہو سکتا ہے' ہمارے بیٹوں کے بیٹے بھی جوان ہو جائیں۔ تب بھی یہ ستم ظریف مشقِ ستم جاری رکھیں گے اور ہمیں مٹانے کی اپنی سی کوششیں کرتے رہیں گے۔

کانفرنس کے اختتام سے پہلے ہی وہ اپنے منصوبوں پر عمل کر چکے تھے۔ میجر ٹی ہنٹر نے اپنے ایک معمول کو سایہ بنا کر میرے اندر پہنچا دیا تھا اور ایک معمولہ کو سونیا کے جسم میں سما کر رہنے کا حکم دیا تھا۔ ان کے علاوہ مزید چار تابعدار تھے جو ہر چھ گھنٹے کے بعد ہمارے اندر ڈیوٹی بدلنے والے تھے۔

امریکی جان کولن اور اسرائیلی الپانے بھی یہی کیا۔ اپنے اپنے معمول اور تابعداروں کو ہمارے اندر پہنچا دیا۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ خیال تھا کہ صرف وہی ایسی چالاکی سے کام کر رہے ہیں' باقی دوسروں نے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا ہے۔

اب وہ بہت محتاط تھے۔ ہمیں اپنا تابعدار بنانے کے لیے اگلا قدم اٹھانے کی جلدی نہیں کر رہے تھے۔ یہ اطمینان تھا کہ ہم چوبیس گھنٹے ان کی نظروں میں رہا کریں گے۔

میجر ٹی ہنٹر' دیوی شی تارا کی طرف سے بھی بہت محتاط تھا۔ وہ دیوی کی آتما شکتی سے بھی خوف زدہ تھا۔ یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ تنویمی عمل ذرا بھی کمزور ہو گا تو وہ اس کے سحر سے نکل جائے گی پھر اس کے لیے مصیبت بن جائے گی۔

وہ پیرس میں مسلسل تین راتوں تک شی تارا پر عمل کرتا رہا اور بڑے مستحکم انداز میں اسے اپنی معمولہ بناتا رہا۔ لندن میں کانفرنس کے دوران اس نے ایک رات عمل کے وقت اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ وہ اس کی بیوی ہے' اپنا جسم' اپنی آبرو اس کے حوالے کر چکی ہے۔

ویسے بھی میجر ٹی ہنٹر اس کے حسن و شباب کا طالب تھا۔ چونکہ وہ ایڈیشوں میں گھرا رہتا تھا اور آتما شکتی کو بالکل ہی کچل ڈالنے کی فکر میں لگا رہتا تھا اس لیے اس نے شی تارا کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اب اتنے دنوں تک مسلسل عمل کرتے رہنے کے بعد ذرا اطمینان ہوا کہ وہ اس کی گرفت سے نہیں نکل سکے گی۔

پھر عقل نے سمجھایا کہ عورت کو جسمانی طور پر حاصل کر لیا جائے تو پھر وہ کسی دوسرے کا تصور نہیں کرتی' جسے اپنا آپ دے دیتی ہے' اسی کی ہو کر رہ جاتی ہے۔ شی تارا بھی ایک مشرقی عورت ہے۔ ایک بار میجر سے ہار کر ہمیشہ کے لیے اس کے گلے کا ہار بن جائے گی۔

وہ کانفرنس کے سلسلے میں ایسٹ بورن کے ایک ساحلی ہوٹل میں قیام پذیر تھے۔ ایک رات ڈنر کے وقت میجر ٹی ہنٹر نے کہا "شی تارا! میں پچھلے دنوں بہت مصروف رہا۔ تمہارے ساتھ راتیں نہ گزار سکا۔ آج کی رات تمہارے ساتھ گزاروں گا۔"

وہ بولی "تم کہتے ہو' میں تمہاری بیوی ہوں۔ مجھے یاد کیوں نہیں آتا کہ ہماری شادی کب اور کہاں ہوئی تھی؟"

"تمہیں ایک حادثہ پیش آیا تھا جس کے نتیجے میں تم پچھلی زندگی بھول چکی ہو۔ رفتہ رفتہ تمہیں ماضی یاد آ جائے گا۔"

وہ کھانے کے بعد سمندر کے ساحل پر ٹہلتے رہے۔ میجر رومانی اور جذباتی گفتگو کرتا رہا' وہ بولی "مجھے یہ باتیں اچھی نہیں لگ رہی ہیں۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے تم اجنبی ہو اور ایک اجنبی کو مجھ سے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔"

میجر کو شبہ ہوا کہ اس کے عمل کا اثر شاید ختم ہو رہا ہے۔ اس نے اس کے اندر جھانک کر دیکھا۔ پھر اس کی سوچ میں کہا "یہ جو میرے ساتھ ہے' میرا مالک اور مختار ہے۔ میں اس کی تابعدار ہوں' کیا مجھے اس حقیقت سے انکار ہے؟"

"نہیں۔ انکار نہیں ہے۔ میں اس سے متاثر ہوں۔ یہ میرے دماغ پر چھایا رہتا ہے۔ اس کے باوجود یہ مجھے اپنا نہیں پرایا لگتا ہے۔"

وہ اس کی سوچ میں بولا "آج رات میں اس کے ساتھ گزاروں گی تو یہ مجھے بالکل اپنا لگے گا۔"

اس کی سوچ نے اپنے طور پر کہا "نہیں' یہ بات مجھے گراں گزر رہی ہے کہ میں اس کے ساتھ رات گزاروں گی۔ ہرگز نہیں' میرا دل اس کی طرف مائل نہیں ہو رہا ہے۔"

وہ اس کی سوچ میں بولا "مجھے اس کی مخالفت میں نہیں' حمایت میں سوچنا چاہیے۔ یہ میرا ہے' میرے جسم و جان کا مالک ہے۔"

اس کی سوچ نے کہا "یہ گدھا مجھے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور سمجھ نہیں پا رہا ہے کہ میں اس کے آگے گھاس نہیں ڈالوں گی۔"

وہ غصے سے بولا "تم مجھے گدھا کہہ رہی ہو؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا' کیا تم میرے خیالات پڑھ رہے ہو؟"

"ہاں پڑھ رہا ہوں اور حکم دے رہا ہوں' ابھی ہوٹل چلو۔ ہم ایک کمرے میں رات گزاریں گے۔"

"کیا تم گھاس کھاتے ہو۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ فرہاد علی تیمور کی بہو ہوں' مجھے پارس ہاتھ لگا چکا ہے۔ مجھے اب کوئی دوسرا چھو بھی نہیں سکے گا۔"

وہ ساحل پر چلتے چلتے ٹھٹک گیا۔ اس سے ایک قدم دور ہو کر بولا "کیا تمہیں یاد ہے کہ تم فرہاد علی تیمور کی بہو ہو؟ پارس کی بیوی ہو؟"

"ہاں ساحل کی کھلی فضا میں دماغ کو تازہ ہوا لگ رہی ہے اور یہ دماغ تمہیں دوست نہیں دشمن سمجھ رہا ہے۔"

اس نے پریشان ہو کر اسے دیکھا پھر اس کی کلائی پکڑ کر کہا۔ "ابھی ہوٹل چلو' میں پھر تم پر عمل کروں گا۔"

وہ ایک جھٹکے سے کلائی چھڑا کر بولی "کیا میں پاگل ہوں کہ تمہیں اپنے اوپر مسلط کرنے کے لیے تنویمی عمل کرنے دوں گی۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ اس نے دوڑ کر پھر اسے پکڑ لیا۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ سامنے سے دو افراد آ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا "اے مسٹر! کیوں اس سے زبردستی کر رہے ہو؟"

میجر نے کہا "تم لوگ اپنا راستہ لو' یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ یہ میری بیوی ہے۔"

اس شخص نے کہا "یہ تمہاری بیوی کیسے ہو سکتی ہے؟"

"کیوں نہیں ہو سکتی؟"

"اس لیے کہ یہ میری بیوی ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"سچ کہہ رہا ہوں' یہ میری بیوی ہے اور میں پارس ہوں۔"

دیوی شی تارا اور میجر ٹی ہنٹر نے چونک کر اس شخص کو دیکھا۔ اس شخص کے ساتھی نے کہا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تمہارا نام پارس نہیں رابرٹ ہے۔"

"میں رابرٹ ضرور ہوں لیکن میری کھوپڑی میں پارس مسلط ہے۔ یہ پارس ابھی اس حسینہ شی تارا کے دماغ میں تھا۔ وہاں سے پھر میرے دماغ میں آ گیا ہے۔ اب یہ بات اس گدھے کی سمجھ میں آ رہی ہو گی اس لیے اس نے پارس کی گھر والی کی کلائی چھوڑ دی ہے۔"

شی تارا خوشی سے قہقہے لگانے لگی۔ میجر کی سمجھ میں آ گیا کہ دیوی کو ہار چکا ہے اور خود کو خطرات میں ڈال چکا ہے۔ یہ سمجھتے ہی وہ گولی نگل کر نادیدہ ہو گیا۔

وہ دو افراد اس کے غائب ہونے سے بوکھلا گئے۔ پارس نے دونوں کے اندر باری باری جا کر کہا "یہ جن بہوت کے معاملات ہیں۔ بھاگ جاؤ ورنہ بری طرح پھنسو گے۔"

وہ دونوں پلٹ کر بھاگنے لگے۔ شی تارا نے آواز دی "پارس رک جاؤ۔"

پھر اس نے اپنے دماغ میں اسے محسوس کیا' وہ بولا "میں تمہیں چھوڑ کر بھلا کہاں جا سکتا ہوں؟"

"اتنے دنوں تک کہاں تھے؟"

"میں تو بہت دور مشرق بعید میں ہوں لیکن بلی ڈونا ڈی ون .... کے ذریعے تمہارے آس پاس رہتی ہے۔"

"اس کمینی نے مجھے اپنی تابعدار کنیز بنایا تھا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ ابھی اس کے اندر زلزلے پیدا کروں گی۔"

"میری زلزلہ بیگم! صبر کرو۔ غصہ تھوک دو۔ ڈی ون کی آواز' لہجہ اور شخصیت بدل گئی ہے۔ تم اس کے اندر نہیں پہنچ سکو گی۔"

"تم بڑی دیر سے میرے دماغ میں چھپے ہوئے تھے۔ میری اور میجر کی باتیں سن رہے تھے۔"

"ہاں ابھی تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ تمہاری چھپی ہوئی آتما شکتی نے تمہیں میجر کے تنویمی عمل سے نکال دیا ہے۔"

"تم نے پہلے مجھے کیوں نجات نہیں دلائی؟"

"میں خاموشی سے میجر اور اس کی نئی تنظیم کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔ تمہارے سلسلے میں اطمینان تھا کہ جب چاہوں گا' تمہیں ان کے شکنجے سے نکال لاؤں گا۔"

"میجر ٹی ہنٹر اور ڈی ون میرے شکار ہیں۔ تم ان سے دور

رہو گے' میں ان سے نمٹ لوں گی۔ انہیں اپنا غلام اور تابعدار بناؤں گی۔"

"میں ان معاملات سے دور رہوں گا۔ ہوٹل میں جاکر آرام کرو' اپنی جسمانی اور دماغی توانائی بحال کرو۔"

"تم کسی روک ٹوک کے بغیر میرے دماغ میں آرہے ہو۔ دوسرے بھی آتے ہوں گے۔ یہ مجھے پسند نہیں ہے۔"

"اسی لیے کہہ رہا ہوں' آرام کرو اور دماغی توانائی دوبارہ حاصل کرو۔ توانائی حاصل کرنے تک میں تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔"

"مجھے نادیدہ بنانے والی گولیوں کی ضرورت ہے۔"

"تم ہوٹل جاؤ۔ تمہارے سامان میں گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کی ایک ڈبیا ملے گی۔"

"کیا یہاں تمہارے آلۂ کار موجود ہیں؟"

"تم میری مما اور پاپا کو یہاں دیکھ رہی ہو۔ ان کے کئی نادیدہ ماتحت ہوٹل کے اندر اور باہر رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک آلۂ کار وہ ڈبیا تمہارے سامان میں رکھ چکا ہے۔"

وہ ساحلی ریت پر چلتے ہوئے ہوٹل میں آئی۔ کاؤنٹر سے اپنے کمرے کی چابی طلب کی۔ کاؤنٹر گرل نے چابی دیتے ہوئے کہا۔ "آپ کے ساتھی میجر ٹی ہنٹر نے اپنا کمرا چھوڑ دیا ہے۔ آپ شاید رہیں گی۔"

"ابھی میں نے فیصلہ نہیں کیا۔"

وہ چابی لے کر لفٹ کے ذریعے پانچویں فلور پر آئی۔ پھر اپنے کمرے میں پہنچ کر سب سے پہلے اپنے سامان کی تلاشی لی۔ اسے وہ ڈبیا مل گئی۔ اس نے کھول کر دیکھا۔ چھ عدد گولیاں اور چار عدد فلائنگ کیپسول رکھے ہوئے تھے۔

اس نے آئینے کے سامنے آکر ایک گولی کو حلق سے اتارا۔ اسے آئینے میں اپنا عکس نظر آرہا تھا' وہ غائب ہوگیا۔ یقین آگیا کہ پارس نے دھوکا نہیں دیا ہے۔ گولیاں اور کیپسول اصلی ہیں۔

وہ ہر معاملے میں پارس کا بھرپور تعاون حاصل کرتی تھی مگر اس پر بھروسا نہیں کرتی تھی۔ یہ سوچ کر اسے غصہ آتا تھا کہ اس نے ہندو دھرم قبول نہیں کیا تھا۔ اسے دھوکا دیتا رہا تھا۔

وہ پارس کی دوست تھی' نہ دشمن۔ فی الحال وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھی۔

○☆○

علی کو پھر لاہور جاکر اپنی ماما آمنہ فرہاد کے ساتھ رہائش اختیار کرنی تھی۔ اس نے ایک ہفتے بعد جانے کا ارادہ کیا تھا لیکن اچانک ہی دوسرے دن اسے سفر کی تیاری کرنی پڑی۔ کیونکہ وہاں فخرالدین کو کسی نے قتل کردیا تھا۔

پچھلے باب میں فخرالدین اور اس کی بیٹی فہمیدہ عرف فہی کا ذکر ہوچکا ہے۔ علی اور آمنہ نے ان باب بیٹی کو بابا صاحب کے ادارے میں ٹریننگ کے لیے بھیجا تھا۔ فخرالدین وہاں سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرکے لاہور واپس آگیا تھا۔ فہمیدہ مزید ٹریننگ حاصل کرنے کے لیے وہاں رہ گئی تھی۔

اس عرصے میں فہمی تربیت کے کئی مراحل سے گزر چکی تھی۔ مزید تربیت حاصل کرنے کے لیے وہاں رہنا چاہتی تھی لیکن باپ کے قتل کی خبر سنتے ہی علی کے ساتھ لاہور آگئی۔

بیٹی کے وہاں پہنچنے کے بعد مقتول باپ کی تجہیز و تکفین کی گئی۔ آمنہ نے فہمی کو سینے سے لگا کر تسلیاں دیں۔ اسے اپنی کوٹھی میں لے آئی تاکہ وہ باپ کی کوٹھی میں تنہا نہ رہے۔

علی نے کہا "میں فخرانکل کے ساتھ ان کی کوٹھی میں رہا کرتا تھا' اس لیے کوٹھی کو خالی نہیں چھوڑوں گا۔"

فہمی نے کہا "کل صبح ہم ان پولیس افسران سے ملیں گے جو ابو کے قتل کے سلسلے میں تفتیش کررہے ہیں۔"

وہ آمنہ کے پاس رہی۔ علی وہاں سے فخرالدین کی کوٹھی میں آگیا۔ اس گتھی کو سلجھانا تھا کہ قاتل کون ہے؟ اسے فخرالدین جیسے نیک اور شریف انسان سے کیا دشمنی تھی؟

کہتے ہیں' جن کے دوست نہیں ہوتے' ان کے دشمن ہوتے ہیں۔ لیکن فخرالدین کے نہ دوست تھے اور نہ ہی دشمن تھے۔ اس شریف آدمی سے دشمنی کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی تھی۔ یہ بھی نہیں سوچا جاسکتا تھا کہ کسی دشمنی کے بغیر اس بے چارے کو قتل کیا گیا ہے۔

علی نے ریسیور اٹھا کر پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا "میرا نام علی تیمور ہے۔ کل میرے انکل کا قتل ہوا تھا۔ آج تدفین ہوئی ہے۔ میں اس سلسلے میں آفیسر آن ڈیوٹی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

جواب ملا "وہ جی! ہمارے سرجی ڈیوٹی پر نہیں۔ میرا مطبل ہے راؤنڈ پر گئے ہیں' آپ صبح بات کریں۔"

ادھر سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ علی نے بولنے والے کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا جس انسپکٹر کی ڈیوٹی ہے' وہ اپنے گھر میں آرام کررہا ہے۔ علی نے اس کے دماغ سے انسپکٹر کے گھر کا فون نمبر معلوم کیا پھر اس نمبر پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے کسی خاتون نے کہا "ہیلو؟"

علی نے کہا "میں ڈی آئی جی بول رہا ہوں۔ انسپکٹر راشد کو فون دو۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی انسپکٹر کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی "یس سر! میں انسپکٹر راشد حمید بول رہا ہوں۔"

"گھر سے کیوں بول رہے ہو' تمہیں تھانے میں ہونا چاہیے تھا۔"

"وہ سر! بات یہ ہے سر! میں ڈاکٹر کے پاس گیا تھا۔ وہاں سے دوا لے کر گھر آگیا' ڈاکٹر نے آرام کرنے کو کہا ہے۔"

"لیکن حوالدار نے کہا ہے' تم موبائل لے کر راؤنڈ پر گئے ہو؟"

"وہ سر! میں راؤنڈ پر ہی تھا۔ اسی وقت طبیعت خراب ہوگئی لیکن سر! آپ کی آواز ایسی بھاری بھرکم کیسے ہوگئی؟ آواز تو بالکل بدل گئی ہے۔"

"اس لیے بدل گئی ہے کہ میں ڈی آئی جی نہیں ہوں۔ آپ لوگ ڈیوٹی چھوڑ کر گھر میں آرام کرتے ہیں' کیا یہ فرض شناسی ہے؟"

"اوئے! کون ہے بے تُو؟ وڈا افسر بن کر دھوکا دیتا ہے۔ سامنے آ' تیری کھال اتار کے جوتے بنا کر پہنوں گا۔"

"کیا موچی ہو؟ جوتے بناتے ہو؟"

"اوئے چپ' شٹ اپ۔"

اس نے اتنی زور سے حلق پھاڑ کر کہا کہ کھانسی آنے لگی۔ وہ ریسیور رکھ کر کھانستے کھانستے دہرا ہوگیا۔ اس کی گھر والی پانی لاکر پلانے لگی۔ علی خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔

فہمی بھی اپنے ابو کے قاتل کا سراغ لگانے کے لیے بے چین تھی۔ اس نے تھانے فون کیا تو اسے بھی وہی جواب ملا کہ سرجی راؤنڈ پر گئے ہیں۔

اس نے حوالدار کے دماغ سے انسپکٹر راشد حمید کا فون نمبر معلوم کیا پھر اس نمبر پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے خاتون نے پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

"میں بیگم ڈی آئی جی بول رہی ہوں۔ انسپکٹر کو فون دو۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی انسپکٹر نے فون پر کہا "جی بیگم صاحبہ! میں انسپکٹر راشد بول رہا ہوں۔"

"تم تھانے سے کیوں نہیں بول رہے ہو؟"

"وہ جی' بیگم صاحبہ جی! بات یہ ہے۔"

پھر وہ چونک کر بولا "سرجی کی بیگم تو پچھلے برس مرچکی ہے۔ اے' کون ہے تُو؟ میرے سے فراڈ کررہی ہے۔"

"فراڈ تو تم لوگ وردی پہن کر کرتے ہو۔ راؤنڈ پر جانے کے بہانے گھر جاکر سوجاتے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی؟"

"شرم کی بچی! میں تیری ہڈیاں توڑ دوں گا۔ تیرا قیمہ بنا ڈالوں گا۔"

"کیا قصائی کی اولاد ہو؟"

"اوئے شٹ اپ۔"

چیخنے کے باعث پھر کھانسی کا دورہ پڑا۔ ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ بیوی پھر پانی لے کر دوڑتی ہوئی آئی' کہنے لگی "یہ کون لوگ ہیں؟ آپ غصہ کیوں دکھا رہے ہیں۔ آپ کو پانی پینا چاہیے' پانی پی لی کر غصہ دکھانے سے کھانسی نہیں آتی ہے۔"

علی نے انسپکٹر کے دماغ میں رہ کر فہمی کی آواز پہچان لی تھی۔ اس کے پاس آکر بولا "سانس نہ روکنا' میں ہوں علی۔"

"آپ سوئے نہیں' جاگ رہے ہیں؟"

"تمہارے ابو کے پراسرار قتل نے الجھا دیا ہے۔ میں معلومات کے لیے اسی انسپکٹر کے پاس پہنچا' جہاں تم ابھی پہنچی ہوئی تھیں۔"

"آپ بہت اچھے ہیں۔ میرے ابو کے قاتل کا سراغ لگانے کے لیے جاگ رہے ہیں۔"

"انسپکٹر کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ اور انٹیلی جنس کے سراغ رساں اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں۔ یہ پتا نہیں چل رہا ہے کہ وہ کن لوگوں سے ملتے تھے؟ میری غیر موجودگی میں کسی سے شناسائی پیدا ہوئی ہو تو میں اس شناسا کو نہیں جانتا ہوں۔"

"کل میں کوٹھی میں آؤں گی اور ابو کا سامان دیکھوں گی۔ ان کے سامان سے شاید کوئی سراغ مل جائے۔"

پھر علی نے ذرا توقف کرکے کہا "فہمی' ذرا ایک منٹ۔ میں کچھ آہٹیں سن رہا ہوں۔ میرا یہاں دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہونے کے بعد زیرو پاور کے بلب کو بجھا کر کھڑکی کے پاس آگیا۔ غیر معمولی سماعت کے ذریعے کسی کی سرگوشی سنائی دی۔ کوئی کسی سے کہہ رہا تھا۔ "ابھی ایک کمرے میں ہلکی روشنی تھی۔ میں نے دیکھا تھا۔ اب وہاں اندھیرا ہے۔ اس کا مطلب ہے کوئی یہاں ہے اور وہ جاگ رہا ہے۔"

ایسے وقت فہمی نے دماغ میں آکر کہا "معافی چاہتی ہوں۔ تجسس کے باعث رہ نہ سکی۔ آپ کے ذریعے معلوم کرنا چاہتی ہوں' کوٹھی میں کون آیا ہے' کیا آپ رہنے دیں گے۔"

"ضرور رہو۔ میں نے غیر معمولی سماعت سے کسی مرد کی سرگوشی سنی ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں لیکن وہ یوگا کا ماہر بھی ہوسکتا ہے۔"

"جی ہاں' اگر وہ یوگا کا ماہر ہوگا تو ہاتھ آنے سے پہلے فرار ہوجائے گا۔"

"اسی لیے انتظار کررہا ہوں۔ تم خاموش رہ کر میرے ذریعے ان کی دھیمی سرگوشیاں بھی سن سکو گی۔"

وہ دونوں خاموش رہے۔ قدموں کی چاپ اتنی دھیمی تھی کہ صرف علی ہی سن سکتا تھا اور اس کا دماغ فہمی کو سنا رہا تھا۔ وہ چاپ ٹھہر ٹھہر کر سنائی دے رہی تھی۔ پھر وہ آواز دور ہونے لگی۔ علی نے کہا "وہ آنے والے اب جارہے ہیں۔ پتا نہیں وہ کون ہیں۔ وہ جانے کے بعد شاید پھر ہاتھ نہ آئیں۔"

"آپ اس کے دماغ میں جائیں۔"

جب وہ ہاتھ سے نکل ہی رہے تھے تو احتیاط ضروری نہیں رہی تھی۔ علی نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس روک لی۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ فہمی نے کہا "آپ کا اندازہ

درست نکلا۔ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ یہاں آپ کی موجودگی کو پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ اب آپ کی خیال خوانی نے اسے چونکا دیا ہوگا۔ آئندہ وہ ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔"

"یہ برا ہوا۔ شاید قاتل گرفت میں آنے والا تھا۔ میں باہر جاکر دیکھتا ہوں۔ ہوسکتا ہے' باہر جاکر وہ کہیں چھپا ہو اور میرے سونے کا انتظار کررہا ہو۔"

"خدا کے لیے آپ باہر نہ جائیں۔ وہ چھپ کر حملہ کرسکتا ہے۔"

"تم نے ادارے میں ٹریننگ حاصل کی ہے کہ تاریکی میں چھپ کر حملہ کرنے والوں سے کس طرح اپنا بچاؤ کرنا چاہیے اور کس طرح چھپنے والوں کو باہر نکلنے پر مجبور کرنا چاہیے۔"

"جی ہاں میں نے یہ ٹریننگ حاصل کی ہے۔"

"ہم سب نے حاصل کی ہے اور میں اپنی زندگی میں ایسے حالات سے کئی بار گزر چکا ہوں۔ پھر تم مجھے کیوں روک رہی ہو؟"

"میں سوچ رہی ہوں کہ وہ اگر قاتل تھا تو جائے واردات پر دوبارہ آنے کا خطرہ کیوں مول لے رہا ہے؟ یہاں ایسی کیا بات ہے؟"

"شاباش۔ تم بڑی ذہانت سے سوچ رہی ہو۔ یہاں ضرور ایسی کوئی چیز ہے جسے وہ حاصل کرنے آیا تھا۔ اگر ایسی کوئی چیز یہاں ہے تو اس کے ذریعے قاتل کا سراغ مل سکتا ہے۔"

علی نے تسلیم کیا' باہر جانا اس لیے مناسب نہیں ہے اور نہ فائدہ مند کیونکہ دیر ہوچکی ہے۔ وہ چھپ کر آنے والا جاچکا ہوگا اور اگر کہیں چھپا ہوا ہے تو علی کے سونے کا انتظار کررہا ہوگا۔

اس نے کہا "ہنہ! میں اسی تاریکی میں رہوں گا۔ شاید وہ میرے سونے کا انتظار کررہا ہے۔ میں بھی اس کا انتظار کروں گا۔"

"کیا آپ تمام رات جاگتے رہیں گے؟"

"اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سوجاؤں گا۔ کوئی بھی غیر معمولی بات ہوگی اور کوئی کونپل میں قدم رکھے گا تو میری آنکھ کھل جائے گی۔"

"یہ ٹھیک ہے۔ آپ سوجائیں۔ میں بھی جاتی ہوں لیکن ایک وعدہ کریں۔"

"کیسا وعدہ؟"

"یہی کہ کسی کی آمد پر آنکھ کھلے گی تو آپ مجھے اپنے دماغ میں بلالیں گے۔"

"اس شرط پر بلاؤں گا کہ فوراً سوجاؤ۔ میرے انتظار میں نہ جاگو۔"

وہ خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ علی نے بھی دماغ کو ہدایات دیں پھر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

○☆○

انا تا پہلی بار جھکارتا آئی تھی اور آتے ہی بری طرح پھنس گئی تھی۔

پہلے اندیشہ تھا کہ کسی والے اسے گرفتار کرلیں گے لیکن اس کے لیے کرشمہ ہوگیا۔ اس کے بیگ میں ہیروئن کے ہتھے پیکٹس تھے' وہ جیمز کے بریف کیس میں پہنچ گئے تھے۔ یہ کیسے ہوگیا کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔

جیمز نے چاہا تھا کہ ہیروئن اسمگل کرتے وقت پکڑا نہ جائے۔ اس نے انا تا سے یہ کام لیا تھا تاکہ مصیبت آئے تو انا تا پر آئے لیکن پارس کی ہیرا پھیری سے انا تا کے لیے گڑھا کھودنے والا جیمز خود ہی پھنس گیا۔ انا تا وہاں سے بچ کر نکلی تو باہر جیمز کے بھائی کرسٹوفر نے اسے پکڑلیا۔ وہ تنہا بے یار و مددگار تھی۔ کرسٹوفر نے اسے سہارا دینے کے بہانے اپنے آدمیوں کے ساتھ اپنے بنگلے میں بھیج دیا جہاں وہ خود کو مہمان سمجھ رہی تھی لیکن قیدی بن چکی تھی۔

بنگلا بہت شاندار تھا۔ فی الحال وہ آرام سے تھی اور کرسٹوفر کا انتظار کررہی تھی۔ وہ اپنے بھائی جیمز کو کسٹم والوں سے رہائی دلانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ جب واپس آیا تو بہت غصے میں تھا۔ انا تا کو دیکھتے ہی بولا "تم نے کوئی چالاکی دکھائی ہے۔ میرے بھائی کو پھنسادیا ہے۔ یہاں منشیات کا دھندا کرنے والوں کو سزائے موت دی جاتی ہے۔ اگر میرے بھائی کو سزائے موت ہوئی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ سہم کر بولی "میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نے کوئی چالاکی نہیں کی ہے۔ آپ ظالم نہ بنیں۔ یہاں میرا کوئی نہیں ہے۔ میں آپ کے اور صرف آپ کے رحم و کرم پر ہوں۔"

"یہ اچھی بات ہے کہ تم میرے رحم و کرم پر رہوگی۔ میں نے پیرس کا حسن دیکھا ہے مگر چکھا نہیں ہے۔ آج یہ حسرت بھی پوری ہوجائے گی۔"

"فار گاڈ سیک' ایسی باتیں نہ کریں۔ میں نے آپ کے بھائی جیمز سے کہہ دیا تھا کہ روزی حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہوں لیکن اپنا جسم کسی کو نہیں دوں گی۔"

"یہ تو دینا ہی ہوگا۔ تم نے میرے بھائی کو پھنسایا ہے۔ اس کی سزا یہی ہے کہ مجھے خوش کرو اور منشیات کی خرید و فروخت کے لیے جو پارٹیاں یہاں آتی ہیں' ان پارٹیوں کے بڑوں کو بھی خوش کرتی رہو۔"

"نہیں' میں یہاں نہیں رہوں گی۔ ابھی چلی جاؤں گی۔"

وہ جانا چاہتی تھی مگر نہ جاسکی۔ پارس نے بابا صاحب کے ادارے کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو انا تا کی حفاظت کے لیے مامور کیا تھا۔ وہ باری باری اس کے دماغ میں رہتے تھے۔ اس وقت بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا انا تا کے ساتھ تھا۔ اس نے اسے کرسٹوفر کے بنگلے سے جانے نہیں دیا۔ اسے روک دیا پھر کرسٹوفر کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا "مجھے ایک وہیل چیئر چاہیئے تاکہ میں سہولت سے انا تا کے جسم کی بوٹی بوٹی نوچ سکوں۔"

وہ ہنسی کی بوتل کھولتے ہوئے بولا "تم میری اجازت کے بغیر یہاں سے باہر قدم نہیں رکھ سکوگی۔ بنگلے کے احاطے میں خونخوار کتے ہیں' وہ تمہیں چیر پھاڑ کر رکھ دیں گے۔"

وہ پینے لگا اور انا تا سہمی ہوئی سی بیٹھی رہی۔ اس نے ایک ہی گھونٹ میں پہلا پیگ حلق سے اتارلیا پھر کہا "اب میں تمہیں بتاؤں گا۔ تم بھاگو گی' میں پیچھا کروں گا۔ چوہے بلی کے کھیل میں بڑا مزا آئے گا۔"

وہ سہم کر کھڑی ہوگئی۔ وہ فرش پر بیٹھ گیا پھر بولا "میں تو بیٹھ گیا' اب کیسے پیچھا کروں گا' مجھے کھڑا ہونا چاہیے۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوا' دوسرا پیگ لے کر اسے حلق سے اتارا پھر انا تا کے قدموں میں آکر بیٹھ گیا۔ انا تا نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا "میں تمہیں پکڑ رہا ہوں۔ آہا! کتنا مزہ آرہا ہے' تمہارے پیر ہیں۔ ذرا مجھے ایک لات مارو۔"

وہ پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے کہا "پیچھے نہ جاؤ۔ آگے آؤ' اگر مجھے لات نہیں مارو گی تو میں کتے چھوڑ دوں گا۔"

"یہ کیسا حکم دے رہے ہو' میں تمہیں ٹھوکر کیسے مار سکتی ہوں' تم توہین محسوس کرکے اور ظالم بن جاؤ گے۔"

"میں اور مہربان ہوجاؤں گا' مجھے حسیناؤں کی لاتیں کھانے میں مزہ آتا ہے' کم آن کک می۔"

اس نے مجبور ہوکر ہلکی سی لات ماری۔ پھر اس کے اصرار پر زور سے لات ماردی۔ وہ خوشی سے جھوم گیا۔ تیسرا پیگ لے کر چلا کر کہا "تم اس گھر کی مالکہ ہو۔ کھاؤ پیو' سیر کرو۔ ہزاروں ڈالر کی روز شاپنگ کیا کرو۔"

اس نے ایک مسلح گارڈ کو بلا کر کہا "آج سے یہ یہاں کی مالکہ ہیں' انہیں سلام کرو۔"

گارڈ نے فوجی انداز میں سلیوٹ کیا' وہ بولا "میں ابھی پینے کے بعد لمبا ہوجاؤں گا۔ یہ شہر میں جہاں تفریح کے لیے جانا چاہے' اسے لے جاؤ۔ ڈرائیور سے کہو گاڑی تیار رکھے۔"

وہ گارڈ چلا گیا۔ کرسٹوفر نے اٹھ کر کہا "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ جانے لگا۔ وہ اس کے پیچھے چلنے لگی۔ دونوں ایک بیڈ روم میں آئے۔ اس نے ایک الماری کھولی۔ الماری کے اندر ایک آٹومیٹن سیف تھا۔ اس نے انا تا کو سیف کھولنے کا نمبر بتایا۔ اس کے حکم کے مطابق انا تا نے سیف کھولا۔ اندر بڑے نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ پاؤنڈ اور ڈالر کے علاوہ مقامی کرنسی کے نوٹ بھی رکھے ہوئے تھے۔

وہ بولا "یہ دولت تمہاری ہے۔ نکالتی جاؤ اور خرچ کرتی جاؤ۔ یہ کم پڑے گی تو بینک سے اور آجائے گی۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "تم چاہے جتنی دولت دو' میں اپنا جسم نہیں دوں گی' یہ اس کے لیے ہے جس پر میرا دل آئے گا۔"

"کون کم بخت تم سے جسم مانگتا ہے۔ تم بس لاتیں مارتی رہو۔ چلو ایک لات مارو اور ایک گڈی اٹھالو۔"

وہ قدموں میں بیٹھ گیا' وہ بولی "تم ہوش مند بھی ہو اور پاگل بھی۔ میں نے تمہارے جیسا انسان پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ کیا پھر لات ماروں؟"

"دولت کمانا چاہتی ہو تو میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

اس نے ایک لات ماری اور سیف سے ایک بڑے نوٹوں کی گڈی نکالی۔ اس نے اب سے پہلے اتنے پاؤنڈ کبھی ہاتھوں میں نہیں لیے تھے۔ وہاں ایک بریف کیس رکھا ہوا تھا۔ اس نے بریف کیس کو خالی کیا۔ اس میں وہ موٹی سی گڈی رکھی پھر دوسری لات مار کر اس میں دوسری گڈی رکھی۔ اس طرح لاتیں مارتی گئی اور گڈیاں رکھتی گئی۔

شاید ہی دنیا میں ایسی کوئی ہوگی' جو لاتیں مار کر دولت حاصل کرتی ہو۔ اس کا بریف کیس نوٹوں سے بھر گیا۔ سیف کو اور الماری کو بند کردیا گیا۔ وہ دونوں ڈرائنگ روم میں آئے۔ کرسٹوفر نے بوتل اٹھا کر منہ سے لگائی پھر غٹاغٹ پینے لگا۔

انا تا نے بنگلے سے باہر آکر دیکھا۔ خونخوار کتے نہیں تھے۔ مسلح گارڈز اور ڈرائیور کھڑے ہوئے تھے۔ ڈرائیور نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ پیچھے بیٹھ گئی۔ مسلح گارڈ ڈرائیور کے ساتھ سامنے بیٹھ گیا۔ پھر وہ کار وہاں سے چل پڑی۔

○☆○

ہر صبح کی طرح بلی ڈونا نے آنکھ کھولی تو وہی بستر تھا اور وہی صبح تھی مگر کچھ بدل سا گیا تھا۔ اس کے اندر کچھ ایسی تبدیلی آئی تھی جسے وہ سمجھ نہیں سکتی تھی۔

البتہ یہ فکر تھی کہ پچھلی رات اسے کیا ہوگیا تھا؟ اچانک سر چکرا گیا تھا۔ پارس نہ سنبھالتا تو وہ گر پڑتی۔ اس نے دونوں بازوؤں میں اسے اٹھا کر بستر پر لا کے لٹادیا تھا۔ پھر اس کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ اس کے بعد پتا نہ چلا کہ وہ کب گہری نیند سوگئی تھی۔

دوسری صبح وہ ایسے ہی بیدار ہوئی جیسا کہ ہر صبح ہوتی ہے۔ وہ ایک بھرپور انگڑائی لے کر اپنے کورے بدن کو کمان کی طرح کھینچ کر اٹھ بیٹھی۔ غسل وغیرہ کے لیے باتھ روم میں چلی گئی۔ پھر دیر تک ٹھنڈے پانی سے لطف اٹھاتی رہی۔

اس دوران اس نے پارس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اس محل کے وسیع و عریض باغ میں جوگنگ کررہا تھا اور بلی ڈونا کے متعلق سوچ رہا تھا کہ اس جیسی مکمل حسین دوشیزہ اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ بلی ڈونا اس کے خیالات پڑھ کر خوش ہورہی تھی۔

اس نے یہ طے کرلیا تھا کہ پارس کو روز صبح اور شام چیک کرتی رہے گی۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرتی رہے گی کہ پارس کے دماغ میں اس کے تنویمی عمل کا اثر کس حد تک ہے؟ اگر

اثر زائل ہونے لگے گا تو وہ دوبارہ اس پر عمل کرے گی۔

صبح اس کے خیالات پڑھتے وقت یاد آیا کہ پچھلی رات پارس کے خیالات نہیں پڑھے تھے۔ اور نہ ہی اپنے دماغ کو ہدایات دی تھیں۔ بس اچانک ہی بے وقت سو گئی تھی۔

اس نے لباس تبدیل کرنے کے بعد پارس کو بلایا پھر پوچھا۔ "مجھے پچھلی رات کیا ہوا تھا؟"

"وہی جو عام طور پر جوان لڑکیوں کو ہوتا ہے۔"

"کیا ہوتا ہے؟"

"جو پھل کی طرح پک جاتی ہیں' نہ کھاتی ہیں' نہ کھانے دیتی ہیں' انہیں ہسٹریا کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ تم پر بھی یہی دورہ پڑا تھا۔"

"بکواس کرتے ہو۔ کیا تم کوئی ڈاکٹر ہو؟"

"اپنے منہ سے کیا تعریف کروں۔ مریضہ بن کر آؤ۔ شفا پاؤ' یقین آجائے گا۔"

"اے! اچھا پھر اکر گفتگو نہ کیا کرو۔ سیدھی طرح بتاؤ' پچھلی رات مجھے کیا ہوا تھا؟ کچھ پتا ہی نہ چلا کہ میں کب سو گئی تھی۔"

"انسان کے اور اس کے نصیب کے سونے کا کوئی وقت نہیں ہوتا۔"

"پھر الجھی ہوئی بات کہہ رہے ہو۔"

"سلجھی ہوئی بات یہ ہے کہ تم نے کبھی اجازت نہیں دی کہ میں تمہیں چھو سکوں۔ لیکن کل بڑی فراخ دلی سے میرے دونوں بازوؤں میں آگئی تھیں۔ میں تمہیں بازوؤں میں اٹھا کر بستر پر لایا تھا۔ تم میرے کلیجے سے لگ گئی تھیں۔ الگ نہیں ہونا چاہتی تھیں۔"

وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ چور خیالات میں کبھی جھوٹ اور کھوٹ نہیں ہوتا۔ جو اس کے اندر تھا' وہی وہ بول رہا تھا پھر بھی وہ بولی "تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"میں جھوٹا ہی سہی مگر جو کچھ ہوا اس پر میں رات بھر شرماتا رہا۔"

"اے بکواس مت کرو۔ شرمانے کی کوئی بات نہیں ہوئی اور مرد ہو کر شرما رہے تھے۔ جھوٹے' مکار۔۔۔"

"میں تمہارا معمول اور تابعدار ہوں۔ کیا تمہیں اپنے تنویمی عمل پر بھروسا نہیں ہے؟ کیا کوئی معمول اپنے عامل سے جھوٹ بول سکتا ہے؟"

وہ الجھ کر سوچنے لگی اور سوچ سوچ کر الجھنے لگی پھر اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ خیالات نے بتایا کہ اس نے اپنے بیڈ روم میں تمام رات پارس کو پریشان کیا تھا۔

وہ جھنجلا کر بولی "میں تو سو گئی تھی۔"

"مدہوشی میں ایسا ہی لگتا ہے جیسے سوتے سوتے وقت گزرا ہو۔ ویسے جو گزر چکی ہے' اسے بھول جاؤ۔"

"میں تمہارا منہ توڑ دوں گی' دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔"

وہ جانے لگا' وہ بولی "کہاں جا رہے ہو' جواب دے کر جب میں نے نشہ نہیں کیا تھا تو پھر میں مدہوش کیسے ہو گئی تھی؟"

"میں ایک ڈاکٹر کے تجربات کے مطابق جواب دوں گا' تم نہیں کرو گی۔"

"مجھے جواب چاہیے' میں نشے کے بغیر مدہوش کیسے ہو گئی؟"

"ہسٹریا کا ایک درجہ ایسا ہے' جہاں مریضہ نشے کے عالم میں رہتی ہے۔ اسے انگریزی میں ایموشنل ہسٹریا انوکزیکیشن اور میں الشباب المدہوش الشیٹریا کہتے ہیں۔"

"میں پہلی بار ایسی بیماری کا نام سن رہی ہوں۔"

"بیماری نہ بڑھاؤ' صدقہ دو۔ صدقے میں گوشت بانٹنے سے بچنے کر سوچنے لگی۔ اس کے چور خیالات جھوٹ نہیں کہہ سکتے یہ۔۔۔ یہ میری مرضی کے بغیر کیا ہو گیا؟ یہ تو اب میرا معمول تابعدار ہے۔ میرا مفتوح ہے مگر فاتح بن گیا ہے۔

دنیا میں عجیب و غریب واردا تیں ہوتی ہیں جن کے ہونے پر یقین نہیں آتا۔ لیکن وہ ہو چکی ہوتی ہیں۔ واردات کی بات پر ڈونا کو یاد آیا کہ انا تا کے ساتھ کچھ ایسا عجیب واقعہ ہوا تھا۔ اس کے بیگ میں ہیروئن کے جو پیکٹس تھے' وہ کسی کے علم میں آئے بغیر خود بخود جیمز کے بریف کیس میں منتقل ہو گئے تھے۔

پلی ڈونا کا خیال تھا کہ انا تا کی پشت پر کوئی پراسرار قوت ہے۔ اس قوت نے اسے گرفتار ہونے اور سزائے موت پانے سے بچایا تھا۔ یہ غیر معمولی بات تھی۔ پلی ڈونا تجسس میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ انا تا کے دماغ میں جاتی رہے گی اور اس کے چھپی ہوئی پراسرار قوت کا سراغ لگاتی رہے گی۔

بڑی دیر بعد انا تا کا خیال آیا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کر اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات بتانے لگے "اگر جیمز پہنتا تو میں پھنس جاتی۔ گاڈ از گریٹ۔ اس نے مجھے بچا لیا۔ ائرپورٹ سے باہر آئی تو جیمز کے بھائی کرسٹوفر نے مجھے قیدی بنا وہ میری عزت سے کھیلتا اور پھر مجھے ایک بازاری لڑکی بنا تا تھا۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ نشے میں کہنے لگا۔ میں اسے لا ماروں' میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا۔ اس نے میری ہر لات پر کی ایک گڈی دی' مجھے آزاد چھوڑ دیا۔

"میں اس کی کار میں مسلح گارڈ کے ساتھ باہر گئی اور اس رونقیں دیکھتی رہی۔ میں نے سوچا' کسی فلائٹ سے واپس جاؤں' پھر سوچا یہ شہر میرے لیے اچھا ہے۔ یہاں خدا مجھے سے بچا رہا ہے اور دولت مند بنا رہا ہے۔ میں اس شہر میں رہوں گی اور کرسٹوفر پر نظر رکھوں گی۔ اگر وہ آئندہ بھی پاگل

ہوا کرے گا تو میں اس سے اور زیادہ دولت حاصل کروں گی۔

میرے گارڈ اور ڈرائیور کو دھوکا دے کر ایک چھوٹے سے کانچ میں اپنی ہوں۔ ایک بوڑھی اور ایک بوڑھا یہاں رہتے ہیں۔ میں ہے ایک گیسٹ کی حیثیت سے کانچ میں رہنے لگی ہوں۔ میرے اشارہ پیدا ہو گیا ہے کہ کوئی دشمن مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے اندر یہ غیبی مدد کر رہا ہے۔

وہ تھینکس گاڈ' میں بڑی بے فکری سے تمام رات گہری نیند سوتی رہی۔ صبح بیدار ہوئی تو محسوس ہوا مجھے ایک نئی زندگی مل گئی ہے اور جینے کے لیے ایک نامعلوم طاقت حاصل ہو گئی ہے۔"

پلی ڈونا اس کے یہ خیالات پڑھ رہی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ انا تا خود اس پراسرار قوت کے بارے میں نہیں جانتی ہے جو اسے حاصل ہو رہی ہے۔ وہ کسی کی معمولہ اور تابعدار بھی نہیں تھی۔ اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے لازمی تھا کہ اس کے دماغ میں مسلسل رہا جائے یا پھر ایسے وقت رہا جائے جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ اس کی مصیبت میں کام آنے والا ایسے ہی وقت پہچانا جا سکتا تھا۔

پلی ڈونا کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا تھا کہ وہ بار بار اس کے پاس جاتی آتی رہے۔ اس نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے معمول کو اس کی نگرانی پر مامور کر دیا اور اسے سمجھا دیا کہ جب بھی اس کے ساتھ کوئی غیر معمولی بات ہو تو وہ فوراً اسے آگاہ کرے۔

اس نے اپنے معمول کو کرسٹوفر کے دماغ میں بھی پہنچایا کیونکہ وہ اور اس کے حواری انا تا کو تلاش کر رہے تھے۔ پچھلی رات کرسٹوفر بوتل سے نیٹ وہسکی پی کر ہوش و حواس سے عاری ہو گیا تھا۔ دوسری صبح دیر تک سوتا رہا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو وہ سوچنے لگا "اتنی دیر تک کیوں سوتا رہا۔ وہ صبح پانچ بجے جاگنے کا عادی تھا۔ وہ اپنے دماغ پر بوجھ محسوس کر رہا تھا۔ نڈھال اور کمزور ہو گیا تھا۔

پھر اسے یاد آیا کہ وہ پانی یا سوڈا ملائے بغیر خالص وہسکی پیتا رہا تھا۔ جبکہ پہلے اس نے اس طرح کبھی نہیں پی تھی۔ پھر اسے انا تا کا خیال آیا' وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اسے یاد آنے لگا جب پہلے اور دوسرے پیگ کا نشہ نہیں چڑھا تھا' تب سے وہ بہکی بہکی باتیں انا تا سے کرتا رہا تھا۔ پھر یہ بھی یاد آیا کہ وہ لاتیں مارنے کے لیے کہتا رہا اور وہ لاتیں مارتی رہی اور اس کے سیف سے نوٹوں کی گڈیاں نکالتی رہی۔

وہ فوراً ہی بستر سے اتر کر الماری کے پاس آیا۔ اسے کھولنے کے بعد آئرن سیف کو کھول کر دیکھا تو آدھے سے زیادہ سیف خالی نظر آیا۔ وہ بمشکل زیادہ رقم سمیٹ کر لے گئی تھی۔

اس نے ملازموں کو اور باہر پہرا دینے والے گارڈز کو بلایا۔ ان سے پوچھا "انا تا کہاں ہے؟"

گارڈ نے کہا "آپ نے حکم دیا تھا کہ وہ جہاں جانا چاہے' میں اسے لے جاؤں اور اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں۔"

"یہ بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

"پتا نہیں سر! اس نے ایک شاپنگ سینٹر کے سامنے مجھے اور ڈرائیور کو گاڑی میں رہ کر انتظار کرنے کا حکم دیا تھا۔ پھر وہ شاپنگ سینٹر کے اندر گئی۔ ہم دو گھنٹے تک اس انتظار میں رہے کہ وہ شاپنگ کر رہی ہے لیکن وہ واپس نہیں آئی۔"

"یعنی وہ تمہیں اُلّو بنا کر چلی گئی؟ یونان سنس! میں تمہیں گولی مار دوں گا' جاؤ اسے تلاش کرو۔"

"سر! ہم پچھلی رات سے اب تک اسے تلاش کرتے رہے۔ ہم تیس بندے تھے۔ پورے شہر میں کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی' جہاں اس کے چھپنے کا امکان تھا لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئی۔"

دوسرے گارڈ نے کہا "شاید وہ یہ شہر چھوڑ کر جا چکی ہے۔"

کرسٹوفر نے الماری کی ایک دراز کو کھول کر کہا "میں نے اس کا پاسپورٹ چھین کر رکھ لیا تھا' یہ دیکھو پاسپورٹ۔ وہ ملک سے باہر نہیں گئی ہے۔ اسے پورے جاوا میں تلاش کرو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آس پاس کے جزیروں میں چھپی ہو۔ اسے کہیں سے بھی پکڑ کر لاؤ۔"

انا تا تفریح اور کھیل تماشوں میں مگن تھی۔ جکارتا کے جنوب میں میلوں دور تک پھیلا ہوا پارک ہے۔ اس پارک کا نام تمان منی ہے۔ اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پیدل تفریح کرنا مشکل ہے۔ اس مشکل کو آسان کرنے کے لیے کئی منی ٹرینیں مختلف حصوں میں چلتی رہتی ہیں۔ ان کے علاوہ منی کاریں بھی ہیں۔ ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک فاصلہ طے کرنے کے لیے کیبل چیئرز ہیں۔ ان میں بیٹھ کر بلندی سے اس خوب صورت پارک کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

انا تا کبھی منی ٹرین میں اور کبھی منی کاروں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہی تھی۔ وہاں ایک مصنوعی جنگل اور مصنوعی آبشار بنایا گیا ہے جہاں پہنچ کر یوں لگتا ہے' جیسے شہر سے اور انسانوں سے دور واقعی کسی ہرے بھرے جنگل میں آگئے ہوں۔

انا تا نے بھی یہی محسوس کیا۔ جنگل میں پہنچ کر آبشار کے قریب آکریوں لگ رہا تھا جیسے کسی جنگل میں کھو گئی ہو۔

نوٹس بورڈ پر لکھا ہوا تھا کہ تنہا جنگل میں نہ جائیں۔ ایک گروہ کی صورت میں رہنا بہتر ہے۔ جنگل پھر جنگل ہوتا ہے' خواہ وہ اصلی ہو یا مصنوعی۔ وارادات کہیں بھی ہو جاتی ہے۔

پلی ڈونا کے ماتحت خیال خوانی کرنے والے نے آکر کہا "میڈم! اس وقت انا تا تمان منی پارک کے جنگل میں گئی ہے۔ جبکہ اسے تنہا نہیں جانا چاہیے۔ وہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

پلی ڈونا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس جنگل میں ایسے انتظامات تھے کہ خفیہ اسپیکر جگہ جگہ لگے ہوئے تھے جن کے ذریعے وقفے وقفے سے مختلف جانوروں کی

آوازیں سنائی دیتی رہتی تھیں۔ چوپایوں کے علاوہ پرندوں کی بھی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔

کچھ دور جانے کے بعد اناتا نے دو جنگلی دیکھے۔ انسان تھے مگر جنگلی تھے۔ بدن پر لباس نہیں تھا۔ کمر سے درخت کے پتے باندھے ہوئے تھے اور ہاتھوں میں تیز نکیلے بھالے لیے اسے گھور رہے تھے۔

ایسے کئی جنگلی باشندے پارک انتظامیہ کے ملازم تھے۔ وہاں آنے والوں کی تفریح کے لیے جنگلیوں جیسی حرکتیں کرتے تھے لیکن وہ دو ملازم جو جنگلی بنے ہوئے تھے' اناتا پر ان کی نیت خراب ہوگئی تھی۔

وہ ان کی نیت کو بھانپ کر ان سے کترا کر جانے لگی۔ وہ بھی اس کے پیچھے چلنے لگے۔ وہ دوڑنے لگی تو وہ اور اسے دوڑانے لگے۔ وہ ہانپتے ہوئے بولی "میرے پیچھے کیوں آرہے ہو؟"

ایک نے کہا "تم سامنے آجاؤ تو ہم پیچھے نہیں آئیں گے۔"

دوسرے نے کہا "تم بڑی خوبصورت ہو۔ ہماری خواہش پوری کردو۔ دوست بن جاؤ' پھر ہم تمہیں پورے جنگل کی سیر کرائیں گے۔"

وہ چیخنے لگی "چلے جاؤ' میرے پیچھے نہ آؤ۔"

ٹیلی ڈونا ان دونوں کے اندر پہنچ گئی تھی اور یہ معلوم کرچکی تھی کہ وہ اس کے لیے لچا رہے ہیں اور اس کی عزت سے کھیلنے کا ارادہ کرچکے ہیں۔

وہ چاہتی تو اناتا کو ان سے بچا سکتی تھی لیکن وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اس بار بھی کوئی پراسرار قوت اسے بچاتی ہے یا نہیں؟

اگر وہ اس کی عزت لوٹ لیتے تو ٹیلی ڈونا کا کچھ نہ جاتا۔ یہ معلوم ہوجاتا کہ اس کی پشت پر کوئی پراسرار قوت نہیں ہے۔

اچانک اناتا کے دماغ میں اندھیرا پھیل گیا۔ اس کے اندر ایسی ویرانی اور سناٹا چھا گیا جیسے اس کی موت واقع ہوگئی ہو۔ خود اناتا کی سوچ کی لہریں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔

ٹیلی ڈونا حیران رہ گئی' اناتا کی دماغی حالت سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر اس کی سوچ کی لہریں گم ہوگئی تھیں اور دماغ تاریک ہوچکا تھا تو اسے مرجانا چاہیے تھا۔ لیکن اس کی زندگی کے آثار مل رہے تھے۔ اس تاریکی میں جنگلی درندوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ان دو جنگلیوں کی آوازیں بھی یوں آرہی تھیں جیسے وہ آپس میں لڑ رہے ہوں اور ایک دوسرے سے مار کھا کر چیخیں مار رہے ہوں۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر حیرانی سے سوچنے لگی' ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ دماغ تاریک ہوجائے' اپنی سوچ کی لہریں بھی ڈوب جائیں اور پھر بھی انسان زندہ رہے۔

اس نے پارس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "ایک عجیب و غریب بات ہورہی ہے۔ وہ پراسرار لڑکی اناتا جو پیرس سے یہاں تک ہماری ہم سفر تھی' اس کا دماغ مردہ ہوچکا ہے' اس کے باوجود وہ زندہ ہے۔"

پارس نے کہا "یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر تم مجھے خیال خوانی کی اجازت دو تو میں اس کی دماغی حالت کے بارے میں معلوم کرلوں گا۔"

وہ پارس کے ساتھ اناتا کے دماغ میں آئی' اس وقت یہ تماشا ختم ہوچکا تھا۔ اس کے دماغ سے تاریکی چھٹ گئی تھی' روشن ہوگیا تھا اور وہ دونوں جنگلی کہیں گم ہوگئے تھے۔

اناتا کی سوچ پڑھتے رہنے سے اسے معلوم ہوا کہ وہ دونوں اس کے لیے لڑ رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وہ اسے حاصل کرے۔ عورت کے لیے ساری دنیا لڑتی ہے۔ وہ لڑ پڑے۔ ان کی لڑائی ایک دوسرے کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی تھی۔ وہ بری طرح زخمی ہوتے رہے پھر زمین پر گر پڑے۔ اناتا وہاں سے بھاگتی ہوئی آبشار کے پاس آگئی تھی۔ اور اب اس جنگل سے نکل رہی تھی۔

پارس نے کہا "تم کہہ رہی تھیں' اناتا کا دماغ مردہ ہوچکا ہے وہ تو زندہ ہے۔"

"تم نے اس کی وہ دماغی حالت نہیں دیکھی جو میں دیکھ چکی ہوں۔ اس کا دماغ تاریک ہوچکا تھا۔ سوچ کی لہریں گم ہوگئی تھیں۔ کوئی زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا محافظ بنا ہے۔"

"ٹیلی پیتھی یا تنویمی عمل کے ذریعے نہ کسی کے دماغ کا اندھیرا کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی کی سوچ کی لہروں کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ ایسا تو کسی کی موت واقع ہوجانے کے بعد ہی ہوتا ہے۔"

"ہاں درست کہتے ہو۔ میں خود ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا کرسکوں گی۔ پتا نہیں وہ کیسی پراسرار قوت ہے جو اس کی محافظ ہوئی ہے۔"

پارس نے پوچھا "کیا تم نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں بولتے سنا ہے؟"

"نہیں' اس کے دماغ میں کوئی نہیں بولتا ہے۔ میرا ماتحت صبح سے اس کے دماغ میں چھپا ہوا تھا۔ اس کی رپورٹ یہی ہے کہ کوئی اس کے اندر نہیں آتا۔"

"پھر تو کوئی جن ہے۔ اس پر عاشق ہوگیا ہے۔ اپنی معشوقہ مصیبت سے بچاتا رہتا ہے۔"

"یہ بکواس ہے۔ میں کسی جن کو نہیں مانتی۔"

"جب کوئی تم پر عاشق ہوگا تو مان جاؤ گی۔ لیکن نہیں کوئی جن کسی باسی حسینہ پر سوار نہیں ہوتا ہے۔"

"تم مجھے باسی کہہ رہے ہو' میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

"سوری۔ میں بھول گیا تھا' مجھے پچھلی رات کی بات نہیں چاہیے۔"

وہ جھنجلا کر بولی "بکواس مت کرو۔ میں سوچ سوچ کر پریشان ہورہی ہوں' میرے ساتھ کچھ نہیں ہوا ہے اور اگر کچھ ہونے کا خطرہ ہو بھی جائے تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"مجھے مارنے کی کیوں دھمکی دے رہی ہو۔ تم مدہوشی میں جو حکم دیتی رہیں' میں عمل کرتا رہا۔ لیکن نہیں' مجھے الشباب الدہ ہوش الشٹرلیا کی بات دہرانا نہیں چاہیے۔"

وہ کمسانی ہو کر ہنسنے لگی' کہنے لگی "تم پر غصہ آتا ہے۔ مگر تمہیں سزا دینے کو جی نہیں چاہتا۔ شاید میں غیر شعوری طور پر تم سے متاثر ہوں لیکن خبردار! زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کرنا۔"

"مجھے فری ہونے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ بس' کبھی کبھی تمہاری رشتہ جوان الشٹریا ہوجایا کرو۔"

"یہ کون سی زبان ہے؟"

"یہ آدھی عربی آدھی پنجابی ہے۔"

"تم مجھے کن باتوں میں الجھا رہے ہو۔ میں اناتا کی حقیقت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ ہمیں اس کے پیچھے چھپی ہوئی قوت کا سراغ لگانا چاہیے۔"

"تم مجھے اس سے عشق کرنے کی اجازت دو گی تو سراغ مل جائے گا۔"

"مضحکہ خیز بات ہے۔ تم عشق کرو گے تو کیسے سراغ ملے گا؟"

"پرانی بات ہے' رقابت اندھا کردیتی ہے۔ ایک حسینہ کا دوسرا عاشق پیدا ہوجائے تو پہلا عاشق خم ٹھونک کر میدان میں اتر آتا ہے۔ میں اناتا سے عشق کروں گا تو اس کا عاشق مجھ سے مقابلہ کرنے کے لیے ضرور سامنے آئے گا۔"

"ہوں۔ آئیڈیا اچھا ہے۔ تمہیں تو نہیں' اپنے کسی آلۂ کار کو اس کا عاشق بنا کر یہ ڈراما کرسکتی ہوں لیکن وہ جن..... نہیں جن ٹیلی خواہ مخواہ تم اسے جن کہتے ہو' پتا نہیں وہ کون ہے' کبھی سامنے نہیں آتا ہے۔"

"جن کی یہی پہچان ہے' وہ کبھی نظر نہیں آتا ہے۔"

"پھر وہی جن؟ جو میں کہہ رہی ہوں' اسے سمجھو۔ جب اس کے بیگ سے ہیروئن بریف کیس میں منتقل ہوئی' وہ نظر نہیں آیا۔ پھر اس نے کرسٹوفر کو زیادہ سے زیادہ شراب پلا کر اور اسے گولیاں مار کر اس کی آدھی تجوری صاف کی تب بھی اس کا پراسرار محافظ نظر نہیں آیا۔ تمان منی پارک کے جنگل میں بھی دو جنگلی مرد اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ وہ مرد بھی رقیب بن کر آئے تھے لیکن پراسرار محافظ نے انہیں کس طرح بھاگنے پر مجبور کیا' یہ تم اپنے تاریک دماغ سے نہ دیکھ سکے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو لیکن ہوسکتا ہے' وہ اس بار ہمیں نظر آجائے۔ تم کسی کو اس کا عاشق بنا کر اس کے پیچھے لگا دو۔ آزمانے میں کیا حرج ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم میرے پاس آؤ۔ ہم اناتا کی طرف جائیں گے اور دور سے اس کے عاشق اور رقیب کا تماشا دیکھیں گے۔"

وہ پارس سے رابطہ ختم کرکے بیڈ روم میں آئی اور لباس تبدیل کرنے کے بعد جب وہ ڈرائنگ روم میں آئی تو پارس آچکا تھا۔ اس نے کہا "میں نے عاشق والا آئیڈیا ایسا بتایا ہے کہ وہ پراسرار محافظ ضرور سامنے آئے گا۔"

یہ کہتے ہی وہ چونک گیا۔ ایک سمت دیکھ کر بولا "کون ہو تم؟"

ٹیلی ڈونا نے کہا "تمہارے سامنے کوئی نہیں ہے۔ کس سے پوچھ رہے ہو؟"

"یہ میرے سامنے سات فٹ کا جن کھڑا ہے اور تمہیں نظر نہیں آرہا ہے!"

بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا ایک جوان نادیدہ بنا ہوا تھا۔ وہ بھاری بھرکم آواز میں بولا "العاشقة المعشوقة۔ والبنات المذاق۔"

پارس نے کہا "یہ کہہ رہا ہے' جنات سے عاشق و معشوق والا مذاق کرتے ہو' تمہیں اس کی سزا ملے گی۔"

ٹیلی ڈونا کو وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے پارس کے چور خیالات سے معلوم کیا تو یقین کرنا پڑا کہ واقعی کوئی سات فٹ کا جن وہاں موجود ہے۔ پھر ٹیلی ڈونا نے اس کی عربی زبان سنی تھی۔ اگر وہ یہ زبان جانتی تو بولنے والے کے دماغ میں پہنچ جاتی۔ لہٰذا وہ پارس پر بھروسا کرنے پر مجبور تھی۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ پارس کے چور خیالات جھوٹ بول کر گمراہ کرتے ہیں۔

پارس نے کہا "جن صاحب! یہ میری مالک ہے۔ میں اس کا معمول اور تابعدار ہوں۔ اسے یقین دلاؤ کہ جنات کا وجود ہوتا ہے۔"

جن کی آواز ابھری "المرءالصورت الغلام' شرم شرم ستیاناس۔"

"جن صاحب کہہ رہے ہیں' میں مرد ہو کر عورت کا غلام بن گیا ہوں۔ یہ مجھے شرم دلا رہے ہیں۔"

"جن صاحب سے کہو' میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

پارس نے کان کے پاس یوں ہاتھ رکھا جیسے کچھ سن رہا ہو۔ پھر اس نے کہا "یہ کان میں کہہ رہے ہیں کہ کسی عورت کے سامنے نہیں آسکتے۔"

"کیوں نہیں آسکتے؟"

"شرم آتی ہے۔"

"کیوں شرم آتی ہے؟"

"دراصل انہوں نے پیدا ہوتے وقت کپڑے نہیں پہنے تھے تب سے ناراض ہیں کہ کپڑا لپیٹ کر کیوں پیدا نہیں ہوئے؟ تب سے احتجاجاً یہ لباس ہڑتال کررہے ہیں۔ کیا تم چاہو گی کہ یہ سامنے آئیں؟"

"نن..... نہیں۔ مگر میں یقین کرنا چاہتی ہوں۔ کسی بھی انسان کے چور خیالات جھوٹ نہیں بولتے۔ تمہارے خیالات بھی سچ تول

رہے ہوں گے۔ پھر بھی یقین کرنا چاہتی ہوں' یہ سامنے نہ آئیں لیکن یقین دلائیں۔"

"ٹھیک ہے' یقین دلا رہے ہیں۔ سنبھل جاؤ۔"

وہ جن بننے والا بلی ڈونا کے پیچھے آگیا۔ اس نے گولی حلق سے نکال کر جسمانی طور پر نمودار ہوتے ہی ایک زور کا طمانچہ رسید کیا پھر گولی نگل کر نادیدہ ہوگیا۔

وہ طمانچہ کھا کر چیختی ہوئی' لڑکھڑاتی ہوئی صوفے پر گر پڑی۔ فوراً ہی پلٹ کر مارنے والے کو دیکھنا چاہا مگر وہ نظر نہیں آیا۔

وہ اپنا گال سہلاتے ہوئے بولی "میں نے اس طرح یقین دلانے کو نہیں کہا تھا۔"

"یہ جنات کا اسٹائل ہے۔ ذرا ایک منٹ یہ کچھ کہہ رہے ہیں۔"

وہ کان کے پاس ہاتھ رکھ کر سننے لگا پھر بولا "یہ پھر مجھے شرم دلا رہے ہیں کہ میں ایک عورت کا غلام کیوں بن گیا ہوں؟ یہ مجھے تمہاری غلامی سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔"

"خبردار! میں نجات دلانے نہیں دوں گی۔ تم ہمیشہ میرے معمول اور تابعدار بنے رہو گے۔"

وہ پھر کان کے پاس ہاتھ رکھ کر سننے کے بعد بولا "یہ فرماتے ہیں' تم انا تا کا ایک نیا عاشق پیدا کرنے اور جن صاحب کا سراغ لگانے کی سازش کررہی تھیں۔ تمہیں سزا دینے کے لیے یہ مجھے تمہارے شکنجے سے نکال رہے ہیں۔ تھینک یو جن صاحب! آپ مجھے اس مغرور حسینہ سے کس طرح نجات دلائیں گے؟"

وہ پھر سننے لگا پھر پریشان ہو کر بولا "آپ میری کمر پر لات ماریں گے۔ اوہ' یہ بھی کوئی طریقہ ہے؟ لیکن مجھے رہائی چاہیے۔ پلیز لات ذرا دھیرے سے ماریں۔"

دوسرے ہی لمحے میں پارس کے منہ سے چیخ نکلی۔ وہ ٹیڑھا ہوگیا جیسے کمر پر لات پڑی ہو۔ پھر وہ لڑکھڑاتا ہوا بلی ڈونا کے پاس آکر صوفے پر گر پڑا۔ وہاں تھوڑی دیر تک یونہی جھکا رہا۔ پھر سر اٹھا کر بلی ڈونا کو اور اس ماحول کو یوں دیکھنے لگا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو۔

پھر اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ حیرانی سے بولی "کیا؟ کیا تم مجھ سے پوچھ رہے ہو؟"

"اور نہیں تو کیا تمہاری اماں سے پوچھ رہا ہوں۔ یہاں صرف تم ہو' جواب دو۔ تم کون ہو اور یہ کس کا مکان ہے؟"

"پارس! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟"

"پارس؟ تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"

"سیدھی طرح بات کرو۔ تم میرے تابعدار۔۔۔"

وہ بولتے بولتے رک گئی پھر پریشان ہو کر بولی "کیا واقعی جن صاحب نے تمہیں میرے عمل سے نجات دلائی ہے؟"

"جن صاحب؟ کون جن صاحب!"

"وہ جو یہاں موجود ہیں۔ دیکھو' ابھی وہ تمہیں نظر آرہے تھے۔"

وہ اٹھ کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا "یہاں تو کوئی نہیں ہے۔ کیا تم پاگل ہو؟ جو یہاں موجود نہیں ہے' وہ تمہیں نظر آرہا ہے۔ اور یہ جن ہوتا کیا ہے؟ کبھی تمہارے باپ نے بھی کوئی جن دیکھا ہے؟"

"اے زبان کو قابو میں رکھو' میں سمجھ گئی ہوں۔ اس جن نے تمہیں میرے سحر سے نجات دلائی ہے۔ وہ تمہیں نظر نہیں آرہا ہے۔ چلا گیا ہے لیکن میں تمہیں جانے نہیں دوں گی۔"

"تم مجھے کیسے روکو گی؟"

"میں تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کرکے پھر تم پر تنویمی عمل کروں گی' تمہیں پھر غلام بناؤں گی۔"

"زلزلہ کیسے پیدا کروگی۔ میں سانس روک لوں گا۔ اپنے میں آنے نہیں دوں گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر نادیدہ بن گئی۔ اس کے اندر سما گئی۔ وہ سر پکڑ کر ہوئے سوچنے لگا پھر بولا "اچھا تو تم میرے اندر چھپی رہو گی اور وقت بھی موقع پاکر میرے کھانے پینے کی کسی چیز میں اپنی کمزوری کی دوا ملا دو گی۔ ویسے یہ گھسا پٹا طریقہ ہوگیا ہے۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا ایک بیڈ روم میں آیا پھر بولا "اندر والوں کو باہر نکالنا ممکن نہیں ہوتا لیکن میرے پاس ایک نیا طریقہ ہے۔"

وہ ٹائلٹ کے دروازے پر آکر بولا "میں لباس اتار کر صاف کرنے جارہا ہوں۔ اس حالت میں میرے اندر رہ سکتی ہو تو ناک پر رومال رکھ لو اور بے شرم بن جاؤ۔"

وہ ٹائلٹ میں آکر بٹن کھولنے لگا۔ اسی وقت باہر سے آئی۔ "تم بہت بدمعاش ہو۔ میں بھی دیکھوں گی کہ تم کتنی دیر باہر رہو گے۔ کسی وقت باہر آنا ہوگا۔ تمہارے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں ہیں۔ جب بھی تم باہر آؤ گے' میں تمہارے میں سما جاؤں گی۔"

اسے خوش فہمی تھی کہ اسے معمول اور تابعدار بنا رکھا ہے۔ اس کے پاس کوئی گولی نہیں تھی۔

وہ ایک گھنٹے تک ٹائلٹ کے دروازے کے سامنے بیٹھی رہی۔ پھر بیزار ہو کر بولی "باہر آؤ۔ تمہاری چالاکی نہیں چلے گی۔ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی' اب تو جن بھی نہیں آئے گا۔"

اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس آکر اسے ذرا سا کھولا۔ وہ نظر نہیں آیا۔ اس نے پوری طرح دروازہ کھولا۔ پھر حیران رہ گئی۔ یہ خوش فہمی ہوگئی کہ اس کے پاس گولی نہیں تھی۔

وہ گھبرا گئی۔ دماغ نے کہا "بازی پلٹ گئی ہے۔ وہ نادیدہ ہو کر میرے اندر سما گیا ہے۔ کسی وقت بھی مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

وہ انکار میں سر ہلانے لگی۔ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھی

کہ اس کے اندر سما گیا ہے۔

وہ کسی کو بھی اپنی شکست کا یقین مشکل سے ہوتا ہے۔ وہ بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ صوفوں کے درمیان سینٹر ٹیبل پر ایک کارڈ رکھا ہوا تھا۔ اس نے قریب آکر اسے اٹھا کر پڑھا' لکھا ہوا تھا۔

"جن صاحب' ناک پر رومال رکھ کر آئے تھے۔ مجھے ایک گولی کھلا کر نادیدہ بنا دیا ہے۔ اب میرا نیا جنم ہونے والا ہے' مبارک ہو' میں تمہارے پیٹ میں پل رہا ہوں۔"

○☆○

دیوی شی تارا خوش نصیب تھی۔ اسے میجرٹی ہنٹر کے تنویمی عمل سے جلد ہی رہائی مل گئی تھی۔ یہ رہائی پارس کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں تھی۔ اگر وہ رہائی پانے کے بعد کیپسول اور گولیوں سے محروم رہتی تو میجرٹی ہنٹر پھر کسی وقت اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنا لیتا۔

پارس نے اس اندیشے سے بھی نجات دلائی۔ اس کے کمرے میں کیپسول اور گولیوں کی ڈبیا پہنچا دی گئی۔ اس کے بعد اس کے لیے کوئی اندیشہ' کوئی خطرہ نہ رہا۔ وہ سب سے پہلی ڈی ون سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا چاہتی تھی لیکن میجر نے اس کی آواز اور لہجہ بدل دیا تھا۔ شی تارا فی الحال اس کے دماغ میں نہیں جاسکتی تھی۔

وہ کانفرنس میں میجرٹی ہنٹر کو شکار کرسکتی تھی لیکن وہ اسی رات وہاں سے غائب ہوگیا تھا۔ شاید پیرس بھاگ گیا تھا یا پھر نادیدہ بن کر کانفرنس اٹینڈ کرتا رہا لیکن شی تارا کے ہاتھ نہیں آیا۔

فی الحال ڈی ون اور میجرٹی ہنٹر نہ اس کی گرفت میں آسکتے تھے اور نہ ہی نظروں میں آسکتے تھے' وہ روپوش ہوگئے تھے۔ آئندہ ان تک پہنچنے کے لیے صبر اور انتظار ضروری تھا۔

اس نے امریکا اور اسرائیل کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف توجہ دی۔ ٹیلی پیتھی کے برزبوں میں سے الپا اور جان کولن کانفرنس میں جسمانی طور پر موجود نہیں تھے۔ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کے دماغوں میں موجود تھے۔ جب کانفرنس ہوئی اور شرکا اپنے اپنے ممالک کی طرف روانہ ہونے لگے تو شی تارا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر سما گئی۔

اس نے اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ماتحت رائٹ بوائے کو اچھی طرح پہچان لیا تھا۔ سوچا تھا کہ امریکا میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد وہ اسرائیل جائے گی تو وہ رائٹ بوائے کو تلاش کرکے اسے ضرور ٹریپ کرے گی۔

وہ جس امریکی ماتحت خیال خوانی کرنے والے کے جسم میں سمائی تھی اس کا نام وائز ٹومین تھا۔ اس کا باس جان کولن اس کے اندر جھانکتا رہتا تھا اور اس کے ذریعے دشمنوں کی چالوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ اس کانفرنس میں وہ صرف مجھے اور سونیا کو دشمن سمجھتا تھا۔ ہمارے جسموں میں وہ اپنے آلۂ کاروں کو پہنچا چکا تھا۔ اس نے شی تارا کو وہاں نہیں دیکھا تھا اس لیے اس سے بالکل بےخبر تھا۔

وہ وائز ٹومین کے اندر سما کر واشنگٹن پہنچ گئی۔ وائز ایک چھوٹے سے بنگلے میں رہتا تھا۔ اسے حکم دیا گیا کہ وہ بنگلے سے باہر نہیں جائے گا۔ اس کا اعلیٰ افسر جان کولن اس سے ملنے آرہا ہے۔

جان کولن نادان نہیں تھا۔ اس نے اپنی ڈی کو بھیجا۔ وائز نے اسے اپنا اعلیٰ افسر جان کولن سمجھ کر کہا۔ "سر! آپ کانفرنس کے دوران میرے پاس آتے رہے اور تمام ضروری معلومات حاصل کرتے رہے۔ کیا آپ میرے کام سے مطمئن ہیں؟"

"ہاں۔ کانفرنس میں تم میرے بہت اچھے معاون بنے رہے۔ میں ابھی جزیرے میں جارہا ہوں۔ وہاں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کیا جائے گا۔ تمہارے لیے ایک خوش خبری ہے۔"

"کیسی خوش خبری؟"

"میں تمہارے کام سے بہت خوش ہوں۔ آج جو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے تیار ہوں گے' ان میں سے ایک کو تمہارا ماتحت بناؤں گا۔"

"تھینک یو سر!"

"تم اسی بنگلے میں رہو۔ میں جزیرے سے واپس تمہارے پاس آؤں گا۔"

شی تارا اس ڈی جان کولن کے اندر سما گئی۔ اس نے سوچا کہ اس کے دماغ میں جائے گی تو وہ سانس روک لے گا۔ یہ بعید عمل جائے گا کہ دشمن آس پاس موجود ہیں۔

وہ دھوکا کھا گئی۔ ٹرانسفارمر مشین سے پیدا ہونے والوں کے دماغوں پر قبضہ جمانے کے لیے وہ جان کولن کے اندر سما کر اس کے ساتھ جانے لگی۔

وہ ڈرائیو کرتا ہوا یونیورسٹی کے گیٹ پر آیا۔ وہاں ایک نوجوان لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔ کار رکتے ہی وہ دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر آگئی۔ ڈی جان کولن نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "جینی! تم نے یوگا میں مہارت حاصل کی ہے' اس لیے تم سے دوستی کررہا ہوں ورنہ میرے بے شمار نادیدہ دشمن ہیں۔ وہ تمہارے دماغ میں پہنچ کر میرے بہت سے راز معلوم کرسکتے تھے۔"

وہ سمجھ رہا تھا کہ لندن کانفرنس سے جتنے بھی نادیدہ دشمن وائز کے اندر سما کر آئے ہوں گے' اب وہ اسے جان کولن سمجھ کر اس کے اندر چھپے ہوں گے۔ اس نے انہیں یہ سنانے کے لیے کہا کہ جینی یوگا میں مہارت حاصل کرچکی ہے تاکہ کوئی اس کے دماغ میں نہ جائے۔

اس وقت شی تارا کے علاوہ میجرٹی ہنٹر اور الپا کا ایک ایک نادیدہ آلۂ کار بھی اس ڈی کے اندر تھا۔ یعنی تین شکاری تھے اور شیر کی جگہ گدھے کو شکار کرنے کے راستے پر چل پڑے تھے۔

جینی کار میں بیٹھنے کے بعد رومانس کرنے لگی تھی۔ ایسی حرکتیں کرنے لگی تھی کہ شی تارا ان کے درمیان موجود نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ اس کے اندر سے نکل کر پچھلی سیٹ پر آگئی اور ان کی طرف سے منہ پھیر کر کھڑکی کے باہر دیکھتی رہی اور دل ہی دل میں انہیں گالیاں دیتی رہی۔

وہ کار ایک جیل کے بہت بڑے احاطے میں داخل ہوئی۔ وہ کار روک کر جینی سے بولا "میرا انتظار کرو' میں ابھی آتا ہوں۔ پھر ہم جزیرے میں جا کر عیش کریں گے۔"

وہ کار سے نکل کر جیل کی عمارت کے اندر آیا پھر جیلر کے کمرے میں پہنچا۔ جیلر نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا پھر کہا "آیئے مسٹر جان! آپ کے لیے ایک کمرا خالی ہے۔"

وہ دونوں جیل کی کوٹھریوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک کوٹھری میں پہنچے۔ جیلر نے تالا کھولا۔ ڈی جان کولن اس کوٹھری کے اندر گیا۔ جیلر نے اس کے آہنی سلاخوں والے دروازے کو دوبارہ لاک کر دیا۔

اس کے اندر سما کر آنے والے حیران تھے کہ وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے قیدی کیوں بن گیا ہے؟

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولا "جو لوگ میرے اندر سمائے ہوئے ہیں' وہ اب میرے خیالات پڑھ سکتے ہیں۔"

وہ تینوں اس کے دماغ میں گھس کر خیالات پڑھنے لگے۔ پتا چلا وہ اصلی جان کولن نہیں ہے بلکہ اس کی ڈی ہے۔ اس نے کہا۔ "ہاں' میں فوج کا ایک معمولی سپاہی ہوں۔ مجھے جان کولن بنایا گیا ہے۔ یہ یقین کی حد تک اندازہ کیا گیا تھا کہ بہت سے دشمن وائز ٹرمین کے جسم میں سما کر لندن کانفرنس سے یہاں آئیں گے۔ وائز ٹرمین کے اندر سے تمام کچرا صاف کرنے کے لیے یہ چال چلی گئی ہے۔ تم سب میرے ساتھ جیل میں آئے ہو اور وائز جیسا قابل ماتحت تم لوگوں سے نجات پا چکا ہے۔"

شی تارا فوراً ہی جیل سے باہر احاطے میں آئی تاکہ جینی کو ٹریپ کرے اور اس کی اصلیت معلوم کرے لیکن جینی جا چکی تھی۔ کار وہاں نہیں تھی' وہ چڑیا اڑ چکی تھی۔

شی تارا نے منہ میں کیپسول رکھ کر پرواز کی۔ سیدھی وائز کے بنگلے میں پہنچی۔ بنگلا مقفل ہو گیا تھا۔ اس نے اندر جا کر ہر جگہ دیکھا۔ وائز ٹرمین نہیں تھا۔ وہ پرندہ بھی اڑ چکا تھا۔

○☆○

پارس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے بتایا کہ بلی ڈونا نے ساؤ جزیرے کے مالک سلطان صالح کو اپنا معمول بنایا ہے اور اس کی بیٹی صالحہ کو وہاں عیش و آرام سے رہتی ہے۔

سلطان سحر زدہ ہے اور اسے اپنی بیٹی سمجھ رہا ہے جبکہ اس کی اپنی بیٹی صالحہ قید و بند کی صعوبتیں اٹھا رہی ہے۔

پارس نے بلی ڈونا کو اپنے زیرِ اثر لا کر اس کے خیالات پڑھے تھے اور یہ معلوم کیا تھا کہ بلی ڈونا نے صالحہ پر تنویمی عمل کر کے اس کا برین واش کیا ہے۔ اس کے ذہن سے ماضی کی تمام باتیں بھلا دی ہیں اور اسے ایک مکان میں قید رکھا ہے۔ وہ معمول ہے' اس کے حکم کے بغیر باہر نہیں نکلتی ہے۔ اس کی نگرانی کے لیے ایک معمول عورت کو رکھا گیا ہے۔

پارس چاہتا تھا کہ دوبارہ صالحہ کا برین واش کر کے اس کی ماضی کی تمام باتیں اسے یاد دلائی جائیں اور اسے باپ کے پاس پہنچا کر اس کے تمام حقوق واپس دلائے جائیں۔

میں نے کہا "بیٹے! یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن میں تمہاری مما اس سلسلے میں کچھ نہیں کریں گے کیونکہ ہمارے جسم میں کئی دشمن سایہ بن کر سمائے ہوئے ہیں۔ ہم ان سے نمٹنے کے بعد ہی کوئی کام کریں گے۔"

پارس نے کہا "میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ اور مما صالحہ کی مدد کرنے جائیں گے تو آپ کے اندر چھپے ہوئے دشمن صالحہ سے کر سلطان اور بلی ڈونا تک بہت سی اہم باتیں معلوم کرتے رہیں گے۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ میں بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار بھیج دوں گا۔ وہ صالحہ کو بابا صاحب کے ادارے میں لے آئیں گے۔"

میں نے جناب تمیرزی سے اس سلسلے میں بات کی۔ انہوں نے کہا "صالحہ جس حال میں بھی ہے' فکر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے بہتری کے لیے کرتا ہے۔ صالحہ اس ادارے میں آجائے گی۔"

کانفرنس ختم ہو چکی تھی۔ تمام شرکا واپس جا رہے تھے۔ میں اور سونیا باتیں کرتے وقت یہ خیال رکھتے تھے کہ ہمارے اندر اور آس پاس جو نادیدہ لوگ ہیں' وہ ہماری باتیں سن رہے ہیں۔

اگر کوئی اہم راز کی بات ہوتی تو میں سونیا کے دماغ میں پہنچ کر وہ بات کرتا تھا ورنہ ہم ایسی گفتگو کرتے تھے۔ جس سے دشمنوں کو اطمینان ہوتا تھا کہ ہم ان سے بالکل بے خبر ہیں۔

سونیا نے کہا "سب لوگ جا رہے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے' کیا کسی مشن پر جانے کا ارادہ ہے؟"

"ہاں میں اسرائیل جاؤں گا' کچھ عرصے تک تل ابیب میں رہوں گا۔"

"یعنی یہودیوں کے خلاف کسی مشن پر جا رہے ہو؟"

اسرائیل کے جو یہودی جاسوس ہمارے اندر چھپے ہوئے ہیں' ہماری یہ بات سن کر ان کے کان کھڑے ہو گئے۔

میں نے کہا "ہاں' بات یہ ہے کہ الپا ماں بننے والی ہے۔ وہ زچگی کے وقت درد زہ میں مبتلا ہو گی تو میری سوچ کی لہریں محسوس نہیں کرے گی۔ میں آسانی سے اسے اپنی معمول بنا لوں گا۔ تابعدار بنا لوں گا۔"

"بہت اچھا آئیڈیا ہے۔ میں نے بھی اس کے ماں بننے والی بات سنی ہے' مگر مجھے یہ خیال نہیں آیا کہ زچگی کے وقت اسے ٹریپ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بہت زبردست آئیڈیا ہے۔ کب جا رہے ہو؟"

"کل صبح کی فلائٹ سے جاؤں گا۔ تم سناؤ' تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"میں کل دوپہر کی فلائٹ سے امریکا جاؤں گی۔"

"وہاں جا کر کیا کرو گی؟ اس ملک میں اب ہماری کسی سے دوستی نہیں رہی۔ کیا وہاں تمہارا کوئی ذاتی کام ہے؟"

"فی الحال ذاتی ہے لیکن کسی بھی ملک نے میرے خلاف کوئی حرکت کی تو میرا وہ کام ذاتی نہیں رہے گا۔ سب کے لیے عذاب بن جائے گا۔"

"بھئی ایسا کیا کام ہے؟"

"تم جانتے ہو' خلائی زون کے منکی ماسٹر سے میری کتنی دوستی تھی۔ آج بھی ہے' وہ مجھ پر اندھا اعتماد کرتا ہے۔"

"وہ تو جا چکا ہے۔"

"نہیں' آچکا ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟"

"سچ کہہ رہی ہوں۔"

"کیا وہ خلائی زون میں نہیں گیا ہے؟ واپس زمین پر آگیا ہے؟"

"ہاں۔ تم پہلے شخص ہو جسے میں یہ راز بتا رہی ہوں۔ اس نے آج صبح مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ کہہ رہا تھا' واشنگٹن میں ایک جگہ چھپا ہوا ہے لیکن ہمیشہ روپوش رہنا نہیں چاہتا۔ میں اس کی مدد کروں۔"

"پھر تو تم اس کی مدد کرنے جا رہی ہو؟"

"ہاں۔ بے چارہ' منکی ماسٹر۔"

"وہ واقعی بے چارہ ہے۔ اس کی فوج نہیں رہی۔ اس کی طاقت نہیں رہی۔ اسے امریکا میں جو دیکھے گا' گولی مار دے گا۔"

"اسے مار ڈالنا اتنا آسان نہیں ہے۔ وہ عارضی طور پر یہاں خفا ہے۔ اس کے ساتھ کمانڈر اور چند منکی مین زندہ بچ گئے تھے۔ وہ خلائی زون میں گئے ہیں۔ منکی ماسٹر نے حکم دیا ہے کہ اس بار زیادہ تعداد میں جان نثار بندروں کی فوج تیار کرے۔ نادیدہ بنانے والی گولیاں' فلائنگ کیپسولوں اور جدید ہتھیاروں کی کمی نہ رہے۔ جب وہ زمین سے سگنل دے تو خلائی زون سے بندروں کی فوج کی فوج چلی آئے۔"

"یعنی ہماری دنیا میں خلائی مخلوق کا خطرہ باقی ہے۔ تم جب چاہو گی منکی ماسٹر کے ذریعے اس مخلوق کو یہاں بلا لو گی۔"

"یہاں نہیں' جہاں ہمارے خلاف اور اسلامی ممالک کے خلاف سازشیں ہوں گی' میں وہاں انہیں بلاؤں گی۔"

"لیکن سونیا' تم انہیں ایک ملک کے خلاف بلاؤ گی' وہ پوری دنیا میں پھیل جانے کی کوشش کریں گے۔"

"نہیں کریں گے' پہلے بھی ہم نے انہیں روس' امریکا اور اسرائیل سے آگے نہیں بڑھنے دیا تھا۔ آئندہ بھی وہ تین ممالک تک محدود رہیں گے' کسی چوتھے ملک میں قدم نہیں رکھیں گے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن ان خلائی بندروں کی سب سے بڑی کمزوری عورتیں ہیں۔ وہ یہاں آکر عورتوں کے جال میں پھر پھنسیں گے اور پھر بے موت مارے جائیں گے۔"

"ایسا نہیں ہو گا۔ ہماری دنیا میں آنے سے پہلے تمام بندروں کو ایک مخصوص انجکشن لگایا جائے گا' جس کا اثر ایک برس تک رہے گا۔ ایک برس تک کوئی خلائی بندر یہاں کی کسی عورت میں دلچسپی نہیں لے گا۔"

"اگر عورت دلچسپی لے تو؟"

"تو وہ اسے بمبن بنا لے گا۔ وہ بمبن بنانے والا انجکشن ارضی دنیا میں بھی لائیں گے اور یہاں کے عیاش اور بدمعاش مُردوں کو لگایا کریں گے۔"

"سونیا! میرا مشورہ ہے کہ خلائی بندروں کو یہاں نہ آنے دو۔"

"میں بھی نہیں چاہتی کہ وہ یہاں آئیں لیکن جب ہماری دنیا کے لوگ ہم سے دشمنی کریں گے تو ہمیں جوابی کارروائی کرنی ہو گی۔ منکی فوج میرا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ میں کسی بھی دشمن ملک کے خلاف انہیں کسی وقت بھی استعمال کر سکتی ہوں۔"

"یہ بھی درست ہے۔ ہمیں اپنے ہاتھوں میں ایک زبردست ہتھیار رکھنا چاہیے۔ یہ سپر پاور کہلانے والے ملکوں کو سوچنا سمجھنا چاہیے اور ہم سے کبھی دشمنی نہیں کرنا چاہیے۔"

دوسرے دن صبح میں اسرائیل کے لیے روانہ ہو گیا۔ دوپہر کی فلائٹ سے سونیا واشنگٹن چلی گئی لیکن ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔ امریکی اور اسرائیلی نادیدہ جاسوس جو ہماری گفتگو سنتے رہے تھے' وہ خیال خوانی کے ذریعے ہماری باتیں اپنے اکابرین تک پہنچاتے رہے تھے۔

اسرائیلی اکابرین کے لیے یہ مسئلہ پیدا ہو گیا کہ الپا کی زچگی کیسے کرائی جائے اور کہاں چھپ کر کرائی جائے کہ میں اس کے اندر نہ پہنچ سکوں۔

یہ تو ایک معمولی سا مسئلہ تھا۔ شاید وہ کسی طرح الپا کو مجھ سے بچا لیتے لیکن منکی فوج اسرائیل' امریکا اور روس کے لیے پھر عذاب بننے والی تھی۔ حالانکہ دور دور تک خلاؤں میں منکی مخلوق کا کوئی پتا نہ تھا۔ منکی ماسٹر بھی ہمیشہ کے لیے جا چکا تھا۔ اس کے فرشتوں کو بھی یہ علم نہیں تھا کہ سونیا انہیں یہاں کے بڑے ممالک کے لیے ہوّا بنا رہی ہے۔

ہیرو نیویارک میں جمیلہ کے ساتھ تھا۔ اس نے لائٹ پلاسٹک سرجری کرائی تھی تاکہ عام انسان کی طرح نظر آئے اور لوگ اسے منکی مین نہ سمجھیں۔ سونیا نے اسے سمجھایا کہ وہ پھر پلاسٹک سرجری کرائے اور منکی ماسٹر کی صورت اختیار کرے۔

وہ حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ سونیا کے واشنگٹن پہنچنے سے پہلے منکی ماسٹرین کو واشنگٹن میں جگہ جگہ اپنی جھلک دکھانے والا تھا۔

○☆○

علی صبح چھ بجے تک گہری نیند سوتا رہا ہدایات کے مطابق اس کے دماغ نے اسے جگا دیا۔

اسے توقع تھی کہ فخرالدین کا قاتل رات کو کسی وقت بھی کوٹھی میں داخل ہوگا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ قاتل بہت محتاط تھا۔ اس نے پلٹ کر آنے کی غلطی نہیں کی تھی۔

دوسری طرف فہمی کو بھی اپنے باپ کے قاتل کا انتظار تھا۔ وہ آمنہ کے پاس تھی۔ قاتل کے انتظار میں جاگنا چاہتی تھی۔ علی نے کہا کہ وہ سو جائے۔ اگر کوئی واردات کے لیے کوٹھی میں داخل ہوگا تو وہ اسے جگا دے گا۔

وہ علی سے وعدہ کر کے سو گئی تھی۔ صبح بیدار ہوتے ہی اس نے خیال خوانی کے ذریعے علی سے پوچھا "کیا پچھلی رات وہ نہیں آیا تھا؟"

"اگر آتا تو میں تمہیں ضرور جگاتا۔ میں دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا تھا۔ ابھی بیدار ہوا ہوں۔ ایسا کرو' تم یہاں چلی آؤ۔ اپنے ابا مرحوم کے سامان کو چیک کرو۔ شاید اس قاتل کا سراغ مل جائے۔"

"میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر آ رہی ہوں۔ میرے آنے تک آپ سامان چیک کریں۔"

"نہیں فہمی! ہو سکتا ہے ان کے سامان میں کوئی ایسی چیز ہو جس کا تعلق صرف تم باپ بیٹی سے ہو۔ شاید انہوں نے کوئی تحریر صرف تمہارے لیے چھوڑی ہو۔ تم اطمینان سے یہاں آؤ۔ میں تمہارے آنے تک ان کے سامان کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"آپ بہت اچھے ہیں۔ میں آپ کے لیے ناشتا لے کر آ رہی ہوں۔"

علی رابطہ ختم کر کے غسل خانے میں چلا گیا۔ واپس آیا تو فون کی گھنٹی مخاطب کر رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر پوچھا "ہیلو؟"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ اس نے پھر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

جواب پھر نہیں ملا۔ دوسری طرف کسی نے فون بند نہیں کیا تھا۔ ریسیور اٹھائے ہوئے تھا۔ علی نے کہا "کیا یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ پچھلی رات سے اس کوٹھی میں کوئی ہے یا نہیں؟"

اس بار جواب میں رونے اور سسکنے کی دھیمی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ وہ آواز نسوانی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "تم کون ہو؟ کیوں رو رہی ہو؟"

وہ سسکتے ہوئے بولی "کیا تم فخرالدین کے منہ بولے بھتیجے اور ان کے محسن ہو؟"

"ہاں۔ میں علی تیمور ہوں' وہ میرے انکل تھے۔"

"بے شک' انہوں نے تمہارا یہی نام بتایا تھا۔"

"پلیز' یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

"میرا نام زلیخا ہے۔ میں بدنصیب ان کی بیوی تھی' ابھی ہوں۔"

"کیا؟" علی نے حیرانی سے پوچھا "یہ ہو! لیکن انکل کبھی ہم سے تمہارا ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے کب تم سے شادی کی تھی؟"

کار کا ہارن سنائی دیا۔ علی نے کہا "جسٹ اے منٹ۔ انکل صاحب زادی آئی ہیں۔ میں گیٹ کھول کر آتا ہوں' ہولڈ آن۔"

وہ ریسیور رکھ کر تیزی سے چلتے ہوئے کوٹھی کے باہر کیا احاطے سے گزر کر اس نے آہنی گیٹ کھولا۔ فہمی کار ڈرائیو ہوئے اندر آئی۔ اس نے گیٹ کو بند کر کے اسے دیکھا۔ وہ رنگ کے سوٹ میں گلاب کی طرح کھلی ہوئی تھی۔ اس احاطے باغیچے میں جیسے بہار آ گئی تھی۔

اس نے علی کو سلام کیا۔ وہ جواب دیتے ہوئے بولا "ا انکشاف ہو رہا ہے۔ تمہارے ابو نے شادی کر لی تھی۔"

"کب! کیا یہاں لاہور میں؟"

"شاید اسی شہر میں۔ ابھی وہ محترمہ مجھ سے فون پر باتیں کر ہیں۔ آؤ کمرے میں چلو۔ جب تک میں اس سے گفتگو کرتا رہوں تم اس کے دماغ میں رہ کر اس کے چور خیالات پڑھتی رہو۔"

وہ علی کے دماغ میں آ گئی۔ علی خیال خوانی کی پرواز کر کے کے اندر آ گیا پھر فہمی کو زلیخا کے اندر چھوڑ کر دماغی طور پر ما ہو گیا۔ بیڈ روم کے سرہانے ریسیور کریڈل سے الگ رکھا ہوا تھا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر بولا "ہیلو۔ معذرت چاہتا ہوں۔ تم اتنی دیر انتظار کرنا پڑا۔"

وہ بولی "اٹس آل رائٹ۔ کیا فہمی آئی ہے؟"

"ہاں ابھی وہ تم سے گفتگو کرے گی۔ پہلے تم اپنا مکمل تعا کراؤ۔"

"سمجھ گئی۔ تم فون پر بول رہے ہو۔ وہ میرے چور خیالات پ رہی ہوگی۔"

"کیا تمہارے بارے میں ہمیں صحیح معلومات حاصل نہیں چاہئیں؟"

"ضرور۔ یہی دانش مندی ہے۔ اب میں اپنا تعارف کراؤں گی۔ فہمی میرے دماغ سے سب کچھ معلوم کر لے گی۔ الحال میں بہت اہم بات کہنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں کہو۔ میں سن رہا ہوں۔"

"تمہارے انکل کی ہلاکت کے باعث میں مشکل میں پڑ گئی ہوں۔"

"کیسی مشکل؟"

"میرا نکاح نامہ فخر کے پاس ہے۔ وہ اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی مجھے دینے والے تھے۔ پتا نہیں' وہ نکاح نامہ انہوں نے کہاں رکھا ہے؟"

"اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ وہ کوٹھی میں یا بینک کے لاکر میں ہوگا' مل جائے گا۔"

"اسے ملنا چاہیے ورنہ مجھ پر مصیبت آئے گی۔ مجھے اپنے خاندان میں اور اونچی سوسائٹی میں ثابت کرنا ہوگا کہ میری شادی فخر سے ہوئی تھی۔"

"ہم تمہارے خیالات پڑھ کر تمہیں ان کی بیوہ تسلیم کر لیں گے تمہارے دعوے کی صداقت پر یقین کریں گے۔"

"صرف تمہارے اور فہمی کے کہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ نکاح نامہ ضروری ہے۔"

"کیوں ضروری ہے؟"

"کیونکہ میں ان کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

"کیا؟" علی نے پوچھا "واقعی!"

"ہاں۔ میں اپنے بچے پر بدنامی کی آنچ نہیں آنے دوں گی۔ وہ نکاح نامہ ثبوت ہوگا کہ میں فخر کی بیوی تھی اور ان کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

"آپ ہمارے لیے محترم ہو گئی ہیں۔ آپ کی اور بچے کی حفاظت ہماری ذمے داری ہے۔ بہتر ہوگا کہ آپ ہم سے ملاقات کریں۔"

"میں نکاح نامے کے بغیر تمہیں اور فہمی کو اپنی کوٹھی میں نہیں آنے سکوں گی۔ رشتے داروں کے سامنے تم دونوں سے کوئی رشتہ ثابت نہیں کر سکوں گی۔"

"آپ یہاں آ جائیں۔ انکل کی یہ کوٹھی اب آپ کی ہے۔"

"میں وہاں بھی نہیں آ سکوں گی۔ اگر فہمی میرے خیالات پڑھ رہی ہے تو وہ تمہیں میری مجبوریاں بتائے گی۔ کیا ہم رازداری سے کسی اور جگہ نہیں مل سکتے؟"

"ضرور مل سکتے ہیں۔ کیا یادگار پاکستان کے سائے میں ملاقات مناسب رہے گی؟"

"وہاں کافی لوگ ہوتے ہیں۔ شاہی مسجد کے مینار پر ملاقات مناسب رہے گی۔"

"اس مینار سے خودکشی کرنے کے کئی واقعات ہو چکے ہیں۔ اسی لیے مینار پر چڑھنے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔"

"اسی لیے کہہ رہی ہوں۔ مینار کی بلندی پر کوئی نہیں آ سکے گا۔ تم اور فہمی خیال خوانی کے ذریعے مینار پر جا سکو گے اور مجھے بھی اوپر بلا سکو گے۔ کوئی ہمیں وہاں جانے اور ملاقات کرنے سے روک نہیں سکے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم ایک گھنٹے بعد ٹھیک دس بجے مینار کی پہلی سیڑھی کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

علی نے ریسیور رکھ کر فہمی کو دیکھا۔ وہ بولی "میں نے اچھی طرح خیالات پڑھے ہیں۔ وہ فراڈ نہیں ہیں۔ ہمارے لیے واقعی قابلِ احترام ہیں۔ وہ ابو کی شریکِ حیات تھیں۔ انہوں نے چند ماہ ان کے ساتھ گزارے اور ان کی بہت خدمت کرتی رہیں۔ میں ساری عمران کی عزت کروں گی۔"

وہ دونوں باتوں کے دوران فخرالدین کا سامان چیک کرنے لگے۔ علی نے پوچھا "وہ ہم سے تنہائی میں ملنا چاہتی ہیں' ان کی مجبوری کیا ہے؟"

"میری مجبوری یہ ہے کہ میں انہیں ماں کیسے کہوں؟ وہ میری ہم عمر ہیں۔"

"عجیب ہے۔ تمہارے ابو نے اتنی کم سن لڑکی سے کیوں شادی کی؟"

"ابو کسی بیوہ سے شادی کرنا چاہتے تھے لیکن یہ انہیں پسند کرتی تھیں اور انہوں نے ہی ابو کو اپنی طرف مائل کیا تھا۔ میں انہیں ماں نہیں' سہیلی کہوں گی۔"

"ٹھیک ہے' سہیلی ہی کہو مگر ان کے حالات بتاؤ۔"

"وہ اپنے والد مرحوم کی دولت اور جائداد کی تنہا وارث ہیں۔ ان کے دو سوتیلے بھائی اور سوتیلی ماں ان پر ظلم کرتی تھیں۔ ابو نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کئی بار انہیں تحفظ دیا تھا اسی لیے انہوں نے ابو کو اپنا محافظ بنا لیا تھا۔ چپ چاپ کورٹ میرج کی تھی۔ ابو نے کہا تھا کہ میں بابا صاحب کے ادارے سے واپس آؤں گی تو شادی کا اعلان کیا جائے گا۔"

"پھر تو تمہاری سہیلی واقعی مسائل میں الجھی ہوئی ہیں۔"

فہمی نے ایک فائل سے کاغذات نکالتے ہوئے کہا "یہ دیکھیں۔ یہی وہ کورٹ کے کاغذات ہیں۔ ان کاغذات کے مطابق ان کا نکاح ہو چکا تھا۔"

علی نے ان کاغذات پر سرسری سی نگاہ ڈالی۔ فہمی نے کہا "اس ڈائری میں بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ اسے توجہ سے پڑھنا ہوگا۔"

علی نے کہا "ایک گھنٹے کے اندر شاہی مسجد پہنچنا ہے۔ ایسا کرو' تم نہ جاؤ۔ یہ ڈائری پڑھو۔ انکل کا بینک اکاؤنٹ چیک کرو۔ لاکر وغیرہ کی چابیاں بھی یہیں کہیں ہوں گی' میں تنہا جا رہا ہوں۔"

وہ کوٹھی سے باہر نکلتے ہوئے بولا "تمام دروازے اندر سے بند کر لو۔ جب تک میں خیال خوانی کے ذریعے مخاطب نہ کروں' تب

تک دروازہ نہ کھولنا۔"

فہمی نے بڑے سے آہنی گیٹ کو کھولا۔ وہ ڈرائیو کرتے ہوئے چلا گیا۔ فہمی نے آہنی گیٹ کو بند کیا پھر احاطے کے باغیچے سے گزرنے لگی۔ دور ایک کوٹھی کے ٹیرس پر ایک عورت کھڑی ہوئی تھی۔ ایک مرد آنکھوں سے دوربین لگائے کہہ رہا تھا "وہ ڈرائیو کرتا جارہا ہے۔ مین روڈ پر اس کی کار پہنچ گئی ہے۔ اب نظروں سے اوجھل ہورہی ہے۔"

اس عورت نے کہا "ہم کل رات سے نوٹ کررہے ہیں۔ وہ بالکل اکیلا تھا۔ صبح یہ لڑکی آئی تھی' اب یہ اکیلی ہے' کیا خیال ہے؟"

مرد نے کہا "یہ تمہارا شکار ہے۔ تم جاؤ' فخرالدین کے بیڈ روم میں لاکر کی چابیاں ضرور ہوں گی۔"

اس عورت نے رینگ پر چڑھ کر ٹیرس کی بلندی سے چھلانگ لگائی اور زمین پر پہنچ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کی چھلانگ بتارہی تھی کہ وہ زبردست ہے۔

فہمی نے دروازوں کو اندر سے بند کرلیا تھا پھر اپنے باپ کی ڈائری پڑھنے بیٹھ گئی تھی۔ ایسے ہی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ وہ بیڈ روم سے نکل کر گیٹ پر آئی پھر پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی "میں ساتھ والی کوٹھی میں رہتی ہوں۔ میرا فون خراب ہوگیا ہے۔ کیا میں یہاں سے ایک فون کرسکتی ہوں؟"

فہمی نے اتنی دیر میں اس کے خیالات سے معلوم کیا کہ وہ تنہا ہے مگر غلط عورت ہے۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ اندر آئی تو دروازے کو لاک کردیا۔ اتنی سی دیر میں اس نے پھر اس کے خیالات پڑھے۔ آنے والی نے پوچھا "تم مقتول فخرالدین کی کون ہو؟"

"تم یہ پوچھ کر کیا کروگی؟ تم تو لاکر کی چابیاں حاصل کرنے آئی ہو۔"

یہ سنتے ہی آنے والی نے فہمی پر چھلانگ لگائی۔ فہمی ایک طرف ہوگئی۔ نتیجے کے طور پر وہ فرش پر چاروں شانے چت ہوکر گری لیکن دوسرے ہی لمحے پھر اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

فہمی نے کہا "تمہارا انداز بتارہا ہے کہ تم زبردست فائٹر ہو۔"

اس نے گھوم کر ایک کک ماری۔ فہمی کا کچھ نہیں بگڑا۔ کک مارنے والی کی لات گھوم کر رہ گئی۔ اس نے پینترا بدل کر کراٹے کا ہاتھ چلایا۔ وہ ہاتھ صرف گھوم کر رہ گیا۔ اس نے پھرتی سے ایک پنچ مارا' وہ پنچ بھی ہوا کو لگا۔

فہمی اس کے نشانے پر نہیں آرہی تھی۔ وہ جتنی پھرتی سے حملے کرتی تھی اتنی ہی پھرتی سے فہمی جگہ تبدیل کرلیتی تھی۔ وہ اسے مارنا تو کیا' اب تک اسے ہاتھ بھی نہیں لگا پائی تھی۔

پھر ادارے کی اس تربیت یافتہ نے کہا "حملے ایسے نہیں کرتے' ایسے کرتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی فہمی نے اس کے منہ پر ایک پنچ مارا "آ۔۔۔ آ۔۔۔ فائٹ کے وقت فہمی کے منہ سے ایسی ہی آوازیں نکلتی تھیں "آ۔۔۔ آ۔۔۔" اس نے ایک کراٹے کا ہاتھ جماتے ہوئے کہا "آ۔۔۔ گھوم کر ایک کک ماری۔ "آ۔۔۔ آ۔۔۔ آ۔۔۔" ایک کھڑا ہاتھ "آ۔۔۔ آ۔۔۔" ایک پنچ پیٹ میں "آ۔۔۔ آ۔۔۔" دوسرا پنچ "آ۔۔۔ آ۔۔۔ آ۔۔۔"

اس کی ناک سے اور باچھوں سے لہو رس رہا تھا۔ ایک کے کنارے کی جلد پھٹ گئی تھی۔ وہ ڈگمگا رہی تھی۔ اپنے کو کھڑی رہنے کی کوشش کررہی تھی۔ فہمی نے اچھل کر اپنے اس کے سر پر ٹکر ماری۔ آنکھوں کے سامنے قمقمے جلنے بجھنے وہ گرنے والی تھی۔ اس سے پہلے ہی فہمی نے اسے کانڈ لادلیا۔ اسے اٹھا کر دوڑتے ہوئے باہر نکلی اور اسے کچرے کی پھینک دیا۔ اندر آکر دروازے کو بند کیا پھر ایک جگہ بیٹھ کر زخمی کے خیالات پڑھنے لگی۔

علی مینار کی سیڑھیاں چڑھتا جارہا تھا اور زلیخا کے دماغ میں کر معلوم کررہا تھا کہ وہ کیوں نہیں آئی؟ پتا چلا وہ اپنے بیڈ رو اپنی سوتیلی ماں سے جھگڑا کررہی تھی۔ ماں اسے باہر جانے روک رہی تھی لیکن وہ زبردستی بیڈ روم سے نکل کر اس کوٹھی باہر آگئی۔ اپنی کار میں بیٹھ کر شاہی مسجد کی طرف آرہی تھی۔

مینار بہت بلند تھا۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے اوپر پہنچ چاروں طرف لوہے کی جالیاں لگادی گئی تھیں تاکہ کوئی وہاں چھلانگ لگا کر خودکشی نہ کرے لیکن ایک جگہ لوہے کی جالیوں نے توڑ دیا تھا۔

علی قریب جاکر ٹوٹی ہوئی جالیوں کو دیکھنے لگا۔ ایسے ہی پیچھے سے کسی نے زور کا دھکا دیا۔ وہ سنبھل نہ سکا' ایک دم مینار کے باہر الٹ گیا۔

دھکا دینے والے دوست نہیں ہوسکتے تھے۔

انہوں نے ٹوٹی ہوئی جالیوں سے نیچے جھانک کر دیکھا۔

علی اس مینار کی جان لیوا بلندی سے گہری پستی میں جا جہاں موت ہی موت تھی۔

موت جب آجائے تو کوئی بچ نہیں پاتا۔ اتنی بلندی سے والے کی موت لازمی تھی۔

گرنے والے کو ہوا میں کوئی روک نہیں سکتا تھا لیکن دیکھنے والوں نے حیرانی سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھا' وہ گر نیچے جاتے جاتے یوں غائب ہوگیا تھا جیسے ہوا میں تحلیل ہوگیا

یا حیرت! دیکھنے والے اور زیادہ حیرت سے دیکھتے تو ان دیدے پھٹ جاتے۔

ان کی شامت آگئی تھی' نیچے جانے والا اب اوپر آ تھا۔

علی کو بلندی سے دھکا دینے والے پہلے تو خوش ہوئے کیونکہ علی سے مقابلے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ انہیں سمجھایا گیا تھا کہ مقابلہ ہوگا تو وہ اس تنہا کو قابو میں نہیں کرسکیں گے۔ اس جگہ وہ دھکا دیکر بلندی سے پستی کی طرف جائیں گے۔

وہ ہتھیار بھی لے کر آئے تھے تاکہ ہاتھا پائی سے قابو میں نہ آئے تو اسے گولیوں سے چھلنی کردیا جائے۔ مینار کی بلندی پر ہتھیار استعمال کرنے اور خون بہانے کی نوبت نہیں آئی۔ انہوں نے پیچھے سے دھکا دے کر اسے دور موت کی پستی میں جاتے ہوئے دیکھا اور خوشی کا نعرہ لگایا۔

ایسے ہی وقت ایک نے چونک کر کہا "ارے وہ غائب ہوگیا ہے۔"

سب نے نیچے جھانک کر دیکھا۔ وہ گرنے والا نظر نہیں آیا۔ دوسرے نے کہا "نیچے مرا پڑا ہوگا۔ ہمیں اتنی بلندی سے نظر نہیں آرہا ہے۔"

پہلے شخص نے کہا "میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ نیچے گرتے گرتے اچانک غائب ہوگیا تھا۔"

"کیا وہ جن بھوت ہے جو نیچے جاکر نہیں مرے گا؟"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ وہ بلندی اور پستی کے درمیان ہی غائب ہوگیا تھا۔"

تیسرے نے کہا "یار! یہ چرسی کش نہ لگائے' تب بھی نشے میں رہتا ہے۔"

وہ دونوں اپنے ساتھی پر ہنسنے لگے پھر وہ چونک گئے۔ ہنسی بیک رک گئی۔ انہیں آواز سنائی دی۔ علی پوچھ رہا تھا "کس بات پر ہنس رہے ہو؟"

ایک نے چاقو اور دوسرے نے پستول نکال لیا۔ وہ تینوں چونکے ہوکر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔

اس کی آواز آرہی تھی' وہ کہہ رہا تھا "تم تینوں کے مقدر میں لکھا ہے کہ اس بلندی سے گرو اور نیچے جاکر مرو۔"

"تم کون ہو' کہاں ہو؟"

"کیا موت کسی کو نظر آتی ہے؟ موت ایک ایسی چیز ہے' جسے نہ زندگی میں دیکھ سکتے ہو اور نہ مرنے کے بعد۔ البتہ زندگی میں اس کا ذائقہ چکھتے ہو۔"

"تم کہیں چھپ کر ہمیں خوف زدہ نہیں کرسکتے۔ میں تمہیں دیکھتے ہی گولی ماردوں گا۔"

دوسرے نے کہا "اور میں چاقو ایسے پکڑوں گا اور ایسے تم پر حملہ کروں گا۔"

پستول والے کے حلق سے چیخ نکلی۔ حملہ کرنے کا انداز بتانے والے نے اس کے بازو میں چاقو گھونپ دیا تھا۔ علی اس کے اندر سے نکل کر پستول والے کے اندر پہنچا پھر اس کے ذریعے فائر کیا۔ گولی چاقو والے کے ایک گھٹنے میں لگی۔ وہ فرش پر گر پڑا۔ علی نے تیسرے سے پوچھا "تم نے اپنا پستول کیوں چھپا رکھا ہے؟"

وہ پستول نکال کر پھینکتے ہوئے بولا "میں حملہ نہیں کروں گا۔ مجھے معاف کردو۔"

علی نمودار ہوکر پستول کو فرش سے اٹھایا۔ دوسرے پستول کو بھی اپنے قبضے میں لیا پھر پوچھا "اب کون سچ بولے گا؟ مجھ سے دشمنی کی وجہ کیا ہے؟"

وہ اسے زندہ دیکھ کر حیران ہورہے تھے اور سوچ رہے تھے' وہ کوئی جادوگر ہے اور وہ اب وہاں سے زندہ نہیں جاسکیں گے۔

گولی لگنے کے باعث گھٹنے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ تکلیف سے تڑپتے ہوئے بولا "ہمیں معاف کردو۔ ہمیں نہیں بتایا گیا تھا کہ تم جادوگر ہو۔"

"کس نے تمہیں نہیں بتایا تھا؟ کون ہے وہ؟"

"وہ ہمارا باس ہے۔ اس کا نام جبران ہے۔ وہ کسی نامعلوم اور خطرناک آدمی کے لیے کام کرتا ہے اور اس کے الٹے سیدھے کام ہم سے کراتا ہے۔"

جسے چاقو کا زخم لگا تھا اس نے کراہتے ہوئے کہا "ہمارا ایک ساتھی ایک بار اس کے حکم سے کسی کو قتل کرنے گیا تھا لیکن ناکام رہا۔ اس نامعلوم شخص نے سزا کے طور پر اس کی ماں کو قتل کرادیا۔ ہم یہاں سے ناکام جائیں گے تو پتا نہیں ہمارا انجام کیا ہوگا۔"

علی نے کہا "یہاں سے زندہ بچ کر جاؤ گے تو وہاں سزا ملے گی۔"

"ہمیں معاف کردو۔ ہم تمہارے غلام بن کر رہیں گے۔ ہم یہاں سے جاکر جبران کو قتل کردیں گے۔"

"اس کی ہلاکت سے مجھے فائدہ نہیں پہنچے گا۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ میرا جانی دشمن کیوں ہے۔"

"جب وہ ہم سے کوئی بڑی واردات کراتا ہے تو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاتا۔ صرف اس کی نشاندہی کرتا ہے' جسے قتل کرنا ہوتا ہے۔"

وہ ان کے چور خیالات بھی پڑھتا جارہا تھا۔ وہ درست کہہ رہے تھے۔ اس نے اپنا موبائل فون دیتے ہوئے کہا "جبران سے رابطہ کرو۔ اسے بتاؤ کہ تم تینوں نے مجھ سے مقابلہ کیا تھا جس کے نتیجے میں دو زخمی ہوگئے۔ تیسرا محفوظ ہے۔ آخرکار تم تینوں مجھے بلندی سے نیچے پھینکنے میں کامیاب ہوگئے ہو اور مجھے ہلاک کرچکے ہو۔"

"خدا آپ کو لمبی عمر دے۔ ایسا کہنے سے ہم اس نامعلوم شخص کے قہر سے محفوظ رہیں گے۔"

اس نے نمبر ملایا' رابطہ ہوگیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہیلو کون ہے؟"

"میں بالے بول رہا ہوں' باس سے بات کراؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد جبران کی آواز سنائی دی "ہاں بولو؟ کیا رہا؟"

"باس! ہم نے اسے ختم کردیا ہے لیکن صفدر اور گامے زخمی ہوگئے ہیں۔ انہیں یہاں سے اسپتال پہنچانا ضروری ہے۔ آپ اپنے آدمیوں کو ایمبولینس کے ساتھ فوراً بھیج دیں۔ یہ بہت تکلیف میں مبتلا ہیں۔"

"ابھی میرے آدمی ایمبولینس لے کر پہنچیں گے۔ کیا اس شخص کی لاش وہاں موجود ہے؟"

"نہیں باس! ہم نے اسے مینار کی بلندی سے نیچے پھینک دیا تھا۔ اس کی لاش نیچے ہوگی۔"

"لاش نیچے نہیں ہے۔ میں مسجد کے پیچھے مینار سے کچھ فاصلے پر اپنی کار میں موجود تھا۔ میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ تم لوگوں نے جسے نیچے پھینکا تھا وہ نیچے گرنے سے پہلے غائب ہوگیا تھا۔"

جبران کے آلۂ کار نے کہا "پھر تو وہ کوئی جادوگر ہوگا۔ باس! آپ اس بات کے چشم دید گواہ ہیں کہ ہم اسے بلندی سے نیچے پھینک چکے تھے اور اس کی موت لازمی تھی۔ اگر وہ زندہ رہے گا تو کیا ہمیں سزا دی جائے گی۔"

"نہیں۔ تم تینوں اپنا کام پورا کرچکے تھے۔ تمہیں طبی امداد پہنچائی جائے گی اور پولیس تھانے سے بچایا جائے گا۔"

پھر اس نے کچھ سوچ کر پوچھا "تمہیں مینار پر فون کی سہولت کیسے مل گئی ہے۔"

وہ ذرا ہچکچایا پھر بولا "یہ اس جوان کا موبائل فون ہے۔ مقابلہ کرتے وقت اس کے لباس سے گر پڑا تھا۔"

جبران نے فون بند کردیا۔ علی اس سے موبائل فون لے کر نادیدہ ہوگیا پھر فلائنگ کیپسول کے ذریعے پرواز کی۔ مسجد کے پیچھے والی سڑک کے کنارے پہنچ کر جبران کی کار تلاش کرنے لگا۔

اس نے جبران کی آواز اور لہجے کی سختی سے اندازہ لگایا تھا کہ وہ یوگا کا ماہر ہوسکتا ہے۔ اس کے دماغ میں جاکر اسے چوکنا نہیں کرنا چاہیے۔

سڑک کے کنارے دو کاریں ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر کھڑی تھیں۔ علی نے ایک کار کے پاس آکر دیکھا۔ اگلی سیٹ پر ایک عورت ایک مرد کے شانے پر سر رکھے ہوئے تھی۔ مرد کہہ رہا تھا۔ "میری جان! پہلے میں تمہارے لیے بہت بڑا پلاٹ خریدوں گا پھر وہاں ایک عالی شان کوٹھی بناؤں گا۔ تم جوانی کی رشوت دیتی رہو' میں دولت سے تاج محل بناتا رہوں گا۔"

وہ اس کے چہرے پر جھک کر بھکنے لگا۔ علی نے کہا "کتّو! تم لوگوں کو گھر کی چار دیواری نہیں ملتی؟"

وہ دونوں ہڑبڑا کر الگ ہوگئے۔ کسی بولنے والے کو آس پاس دیکھنے لگے۔ علی نے کہا "بے شرمو! بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

وہ شخص سہم کر فوراً ہی کار اسٹارٹ کرنے لگا۔ کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی دوسری کار بھی اسٹارٹ ہوکر جارہی تھی۔ وہ فلائنگ کیپسول کے ذریعے اس کار کے اندر پہنچ گیا۔

اسے ڈرائیو کرنے والا موبائل فون کان سے لگائے کہہ رہا تھا "میں مانتا ہوں' یہ ناقابل یقین بات ہے۔ اگر میں اپنی آنکھوں سے اسے غائب ہوتے نہ دیکھتا تو کبھی یقین نہ کرتا۔ میں کار سے اترا مینار کے نیچے دور تک گیا تھا۔ مجھے کوئی لاش دکھائی نہیں دی۔"

وہ دوسری طرف کی باتیں سن کر بولا "جی ہاں' یہی بات میں آتی ہے کہ وہ روپوش ہوگیا ہے۔ فخرالدین کی بیٹی فہمیدہ بھی قابو میں نہ آسکی۔ ایک زبردست فائٹر اس کی کوٹھی میں گئی لیکن فہمیدہ سے مار کھا کر واپس آگئی۔۔۔ ہاں۔۔۔ کیا؟ آپ نے پھر لڑکی پر حملہ کرایا تھا؟"

وہ دوسری طرف کی باتیں سن کر بولا "اچھا فخرالدین کی کوٹھی خالی تھی۔ فہمیدہ کہیں گئی ہے۔ جناب عالی! آپ کے لیے وہ لاکرز کی چابیاں اہم ہیں اور وہ ہمارے ہاتھ نہیں آرہی ہیں۔ ان چابیوں کے حصول کے لیے کچھ کرنا ہی ہوگا۔"

وہ ذرا خاموش رہا پھر خوش ہوکر بولا "واہ جناب عالی! آپ کا جواب نہیں ہے۔ اس بینک میں ڈاکا پڑے گا۔ ڈاکو فخرالدین کی دونوں لاکرز توڑ کر ساری چیزیں نکال لائیں گے۔ واہ! آپ کے کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا۔"

علی نے فہمی کے دماغ پر دستک دی۔ "میں ہوں علی' تم کہاں جارہی ہو؟"

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولی "جہاں ابو کے دو لاکرز ہیں' بینک میں جارہی ہوں۔ مجھے ان کی چابیاں بیڈ روم سے مل گئی ہیں۔"

"تم انکل کی بیٹی ہو۔ ان کے بینک اکاؤنٹ کی تمام رقم لاکرز کی تمام چیزیں نکال سکتی ہو لیکن اس کے لیے اتھارٹی لیٹر تمہیں حاصل کرنا ہوگا۔"

"اتھارٹی لیٹر حاصل کرنے میں بہت وقت لگے گا۔ میں بینک منیجر کو ٹریپ کرکے لاکرز سے سامان نکالوں گی۔"

"میں اس وقت جبران نامی شخص کی کار میں نادیدہ ہوں۔ اس نے مجھے قتل کرنے کے لیے مسجد کے مینار پر بلایا تھا۔"

"وہاں تو میری سوتیلی ماں ملاقات کے لیے آنے والی تھی۔"

"ہاں مگر جان کے دشمن آگئے۔ اِدھر میرے لیے بہت اہتمام کیا گیا تھا' اُدھر تم پر حملہ کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو کوٹھی میں بھیجا گیا تھا مگر تم وہاں سے نکل چکی تھیں۔ انہوں نے کوٹھی تلاشی لی مگر لاکرز کی چابیاں نہیں ملیں۔"

"وہ چابیاں میرے پاس ہیں۔"

"جبران کا باس خطرناک ذرائع کا مالک ہے۔ ابھی اس آدمی بینک میں ڈاکا ڈالیں گے اور وہ دونوں لاکرز توڑ کر اس کا سامان لے جائیں گے۔"

وہ کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے بولی "پھر تو مجھے جلد وہاں پہنچنا چاہیے۔"

"یہ معاملہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا کہ جبران اور اس کے باس کو تمہارے ابا مرحوم سے کیا دشمنی تھی؟ اب وہ ہم سے اس وقت تک دشمنی کریں گے جب تک لاکرز سے ان کی مطلوبہ چیزیں حاصل نہ ہوجائیں۔"

جبران بھی کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس بینک کے سامنے آکر کچھ فاصلے پر رک گیا۔ وہ واردات کی کامیابی تک وہاں رہنے والا تھا۔ علی کار سے نکل کر بینک میں آگیا۔ منیجر اپنی سیٹ پر نہیں تھا۔ فہمی کے خیالات نے بتایا کہ وہ منیجر کو سحرزدہ کرکے لاکرز روم میں لے گئی ہے۔

علی نے لاکرز روم میں جاکر دیکھا۔ فہمی اور منیجر اپنی اپنی چابیوں سے لاکرز کھول رہے تھے۔ اسی وقت بینک کے ایک حصے سے فائر کی آواز سنائی دی۔ علی نے نمودار ہوکر کہا "فہمی! ہری اپ' شاید ڈاکا ڈالنے والے آگئے ہیں۔"

وہ دونوں لاکرز کا سامان اپنے بیگ میں رکھنے لگی۔ علی نے کہا "ہم یہاں سے جبران کی کار میں جائیں گے۔ ہوسکتا ہے' یہاں سے ہاکی کے بعد وہ اپنے باس کے پاس جائے۔"

اسی وقت دو مسلح افراد لاکرز روم میں داخل ہوئے۔ ایک نے للکار کر کہا "خبردار! کوئی حرکت نہ کرے' ہاتھ اوپر اٹھالو۔"

یہ کہتے ہی خود اس نے ہتھیار پھینک کر ہاتھ اٹھالیے۔ علی اس کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ دوسرے ساتھی نے کہا "تم نے ہتھیار کیوں پھینکا؟ ہاتھ نیچے کرو۔ فوراً ہتھیار اٹھاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے بھی ہتھیار پھینک کر ہاتھ اٹھالیے۔ فہمی نے منیجر سے کہا "ان کے ہتھیار لے جاؤ اور پولیس کو بلاؤ۔ پولیس کے آنے تک انہیں لاکرز روم میں بند رکھو۔"

ان تینوں نے باہر آکر ان دونوں کو لاکرز روم میں لاکڈ کردیا۔ بینک کے دوسرے حصے میں تین مسلح بدمعاشوں نے بینک کے عملے کو مجبور اور بے بس بنایا ہوا تھا۔ وہ انہیں حکم دے رہے تھے کہ دونوں ہاتھ اپنی گردن پر رکھ کر زمین پر گھٹنے ٹیک کر جھکے رہیں۔

علی اور فہمی نے ان کی آوازیں سن کر ان کے دماغوں پر قبضہ کرلیا۔ انہوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے۔ ان کے ہاتھوں سے ہتھیار لگتے ہی بینک کا پورا عملہ ان پر پل پڑا۔ ان کی پٹائی کرنے لگا۔ منیجر پولیس کو فون کررہا تھا۔ فہمی اور علی نادیدہ ہوکر جبران کی کار میں آگئے۔

جبران کار کی کھڑکی سے باہر بینک کی طرف متجسس نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہاں لوگوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ کتنے ہی لوگوں کے اندر جانے سے یہ اندازہ ہوا کہ بینک کے اندر ڈاکوؤں سے خطرہ نہیں ہے۔ شاید وہ زیر کرلیے گئے ہیں۔ اس نے موبائل پر رابطہ کیا۔

دوسری طرف سے اس کے جناب عالی کی آواز سنائی دی۔

"کون جبران؟"

"یس باس! میں بینک کے سامنے ہوں۔ یہاں کچھ ایسی گڑبڑ ہورہی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈکیتی ناکام رہی ہے۔"

"اوہ شٹ۔ کل رات سے ہر جگہ ناکامی ہورہی ہے۔"

"جناب عالی! وہ دونوں غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ ایک کو تو میں نے بلندی سے گرتے وقت غائب ہوتے دیکھا ہے۔ شاید دوسری بھی غائب ہونا جانتی ہو اسی لیے کوٹھی میں وہ نظر نہیں آئی تھی۔"

"مجھے شبہ ہے کہ وہ باپ کی طرح ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ میرے لیے وہ بہت زبردست چیلنج بن گئی ہے۔"

"جناب عالی! آپ مناسب سمجھیں تو مجھے بتائیں۔ فہمی سے دشمنی کیا ہے؟"

فہمی اور علی سایہ بن کر اس موبائل فون اور جبران کے کان کے درمیان پہنچے ہوئے تھے۔ دوسری طرف کی باتیں بھی سن رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "میں فخرالدین کے بارے میں یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ ویسے تو میں یوگا کا ماہر ہوں لیکن رات کو شراب پینے کے دوران فخرالدین نے میرے خیالات پڑھ لیے تھے۔ وہ میرے انڈر گراؤنڈ معاملات سے پوری طرح واقف ہوگیا تھا۔"

جبران نے پوچھا "اس لیے آپ نے اسے قتل کرادیا؟"

"ہاں' مجھے پتا چلا تھا کہ اس نے میرے اہم رازوں کی تفصیلات ایک ڈائری میں لکھی ہیں۔ وہ علی نامی اپنے کسی بھتیجے کا انتظار کررہا ہے اور اس کی آمد پر مجھے نیست ونابود کردینا چاہتا ہے۔"

"آپ اس ڈائری کو حاصل کرنے کے لیے لاکرز کی چابیاں حاصل کرنا چاہتے تھے؟"

"ہاں۔ میری ایک آلۂ کار نے بتایا تھا کہ فخرالدین نے وہ ڈائری اپنے کسی لاکر میں رکھی ہے۔"

"جناب عالی! آپ کے بھیجے ہوئے ڈاکو گرفتار ہوگئے ہیں۔ میں یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ پولیس انہیں ہتھکڑیاں پہنا کر لے جارہی ہے۔"

"ہُوں۔ وہ بینک میری کامیابی کی آخری جگہ تھی۔ اب ڈائری وہاں سے بھی نہیں مل سکے گی۔"

"جناب عالی! حکم کریں۔ میں کس طرح وہ ڈائری حاصل کروں؟"

"شاید وہ حاصل نہیں ہوسکے گی۔ کسی طرح بھی ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتارنا ہوگا۔"

"وہ رات گزارنے کے لیے فخرالدین کی کوٹھی میں جائیں گے۔ کیا میں چھٹے ہوئے قاتلوں کو وہاں پہنچادوں؟"

"رات ابھی بہت دور ہے۔ انہیں ابھی تلاش کرو۔ کوئی اچھی خبر ہو تو رابطہ کرنا۔ میں بری خبریں سن سن کر تنگ آگیا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ جبران اپنا فون بند کرکے کار اسٹارٹ کرنے لگا۔ تب اسے دھیمی سی آواز سنائی دی۔ فہمی نے علی سے سرگوشی میں کہا "یہ جبران ہمارے کسی کام کا نہیں ہے۔ یہ اپنے جناب عالی کے خفیہ گورکھ دھندوں سے واقف نہیں ہے۔"

جبران سر گھما گھما کر کار کے اندر دیکھ رہا تھا۔ اسے بولنے والی نظر نہیں آرہی تھی پھر اسے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ علی بھی سرگوشی میں کہہ رہا تھا۔ "ہاں۔ اس کم بخت نے مجھے مینار کی بلندی سے گرا کر مارنا چاہا تھا۔ اب اسے مرجانا چاہیے۔"

"لیکن یہ شرم سے نہیں مرے گا۔"

"شرم سے نہ سہی، کرم سے مرے گا۔"

وہ دہشت زدہ تھا' پوچھنے لگا "کون ہے؟ یہاں کون بول رہا ہے؟"

"یہ لو، گتا پوچھ رہا ہے' ہم کون ہیں؟"

"کہتے ہیں' برے وقت میں دوست پہچانے جاتے ہیں۔ یہ برے وقت میں دشمنوں کو نہیں پہچان رہا ہے۔"

وہ خوف سے چیخ مار کر کار کا دروازہ کھول کر باہر آگیا اور مدد کے لیے پکارنے لگا "بچاؤ' بچاؤ' یہ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔"

لوگ جمع ہونے لگے۔ ایک نے پوچھا "کیا پریشانی ہے؟"

"وہ..... وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔"

"وہ کون ہیں' کہاں ہیں؟"

"کار کے اندر ہیں۔ نظر نہیں آئیں گے۔"

کئی لوگوں نے کار کے اندر دیکھا پھر پوچھا "کیا تم نے نشہ کیا ہے؟"

"میں نشے میں نہیں ہوں۔ سچ کہتا ہوں' وہ اندر ہیں۔ وہ باہر ہوں تب بھی نظر نہیں آتے ہیں' وہ نادیدہ ہیں۔"

بھیڑ میں سے ایک نے کہا "سالا' پاگل کا بچہ ہے۔"

کسی نے پیچھے سے اس کے سر پر چپت ماری۔ وہ پلٹ کر بولا۔ "دیکھو' اس نے میرے سر پر چپت ماری ہے۔ تم لوگوں کو نظر نہیں آئے گا۔"

سب ہنسنے لگے۔ وہ لوگوں کو ہٹا کر وہاں سے جاتے ہوئے بولا۔ "میں اس کار میں نہیں جاؤں گا۔ وہ مجھے چپت مارتا ہے۔ گولی بھی مار سکتا ہے۔"

وہ تیزی سے سڑک کے کنارے چلنے لگا۔ اسے فہمی کی آواز سنائی دی "کہاں جارہے ہو' موت تو ہر جگہ ہوتی ہے۔"

وہ چلتے چلتے ٹھٹک گیا۔ علی نے کہا "اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتے تو ہم ابھی مردہ ہوتے۔ یہ ناکامی اب تمہیں مردہ بنائے گی۔"

وہ چیخنے لگا "نہیں' میں نہیں مرنا چاہتا۔ تم لوگ مجھے نہیں مار سکو گے۔"

وہ بھاگنے لگا۔ علی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اگر وہ یوگا کا ماہر ہوتا تو علی اسے زخمی کرکے اس کے اندر پہنچ جاتا۔ بہرحال اس نوبت نہیں آئی۔

سامنے سے ایک بڑا آئل ٹینکر اپنی مخصوص رفتار سے آرہا تھا۔ علی نے اس بھاگنے والے کو اچھال کر اس ٹینکر سے ٹکرا دیا۔ اس کی آخری چیخ سنائی دی۔ ٹینکر رک گیا۔ لوگ ادھر جانے لگے۔

علی وہاں سے واپس فہمی کی کار میں آگیا۔ فہمی نے اس بینک کے قریب چھوڑا تھا۔ وہ دونوں اس کے اندر آکر بیٹھ گئے۔ علی نے موبائل کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو' کون ہے؟"

علی نے آواز بنا کر کہا "میں جبران ہوں' جناب عالی سے بات کراؤ۔"

چند سیکنڈ بعد جناب عالی کی آواز سنائی دی۔ علی نے فون چھین دیا۔ وہ بولی "مجھے آواز سے نہیں پہچان سکو گے۔ میں فخرالدین مرحوم کی بیٹی ہوں۔ وہ ڈائری میرے پاس ہے۔ وہ ڈائری تمہاری شہ رگ تک پہنچائے گی۔"

"ابھی میرے آدمی نے فون پر جبران کی آواز سنی تھی' وہ تمہاری قید میں ہے؟ اس سے میری بات کراؤ۔"

"وہ دنیا کی ہر قید سے آزاد ہوچکا ہے۔ آئندہ وہ قیامت کے دن بولے گا۔ تم نے میرے باپ کو قتل کرکے اپنی زندگی کی آخری بڑی غلطی کی ہے۔ اس کے بعد دوسری غلطی کی مہلت نہیں ملے گی۔ میں آرہی ہوں۔"

فہمی نے فون بند کردیا۔ علی نے کار اسٹارٹ کرکے اسے آگے بڑھادیا۔

○☆○

دشمنوں سے دور رہنا اور انہیں دور رکھنا تو دانش مندی ہے۔ سونیا اور میری دانش مندی اوروں سے جدا تھی۔ ہم نے بوجھ کر دشمنوں کو موقع دیا تھا کہ وہ سایہ بن کر ہم دونوں کے سما جائیں۔

دشمن اس سنہری موقع سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتے؟ الپا نے اپنے دو آلۂ کاروں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر انہیں ہلاک کرنے والی گولیاں دی تھیں۔ ان میں سے ایک سایہ بن کر سونیا کے اندر سما گیا۔ دوسرا میرے اندر آکر چھپ گیا۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سربراہ جان کولن نے یہی کیا۔ فرانس کا میجرٹی ہنٹر بھی پیچھے نہیں رہا۔ سب نے اپنے آلۂ کاروں کو میرے اور سونیا کے اندر پہنچادیا۔

کسی کے گہرے رازوں تک پہنچنے کے لیے اس کے اندر پہنچنا پڑتا ہے اور وہ سب ہمارے اندر اتر چکے تھے۔ وہ ہمارے دن بھر کے ایک ایک لمحے کی رپورٹ اپنے عاملوں کو دے سکتے تھے۔ رپورٹس وہ دیتے وہ سب کی سب مستند سمجھی جاتیں۔

میں نے اور سونیا نے انہیں گمراہ کرنے کے لیے جو منصوبے بنائے' ان کا ذکر پچھلے ایک باب میں ہوچکا ہے۔ الپا' جان کولن اور میجرٹی ہنٹر نے اپنے اپنے آلۂ کاروں کے اندر پہنچ کر ان کے خیالات پڑھے تو ان کی پریشانیاں بڑھ گئیں۔

میں نے سونیا سے کہا تھا کہ الپا ماں بننے والی ہے۔ اس کی زچگی کا وقت قریب آچکا ہے۔ میں اس کی زچگی کے دوران تل ابیب میں رہوں گا۔ ایسے وقت اس کا دماغ کمزور رہے گا۔ میں اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالوں گا۔

اسرائیلی حکومت نے اس بات کو راز رکھا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ دوست اور دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو الپا کی زچگی کا علم ہوگا تو سب ہی الپا کے کمزور دماغ میں پہنچ کر اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے کی کوشش کریں گے۔

لیکن یہ بات راز نہ رہی۔ میرے اندر چھپے ہوئے آلۂ کاروں نے امریکا اور فرانس تک اپنے آقاؤں کو یہ بات بتادی۔ جان کولن نے اپنے آلۂ کار سے اور میجرٹی ہنٹر نے اپنے آلۂ کار سے یہ باتیں معلوم کیں اور فیصلہ کیا کہ اب وہ دن رات الپا کی نگرانی کریں گے۔ جب بھی وہ زچگی کے وقت تکلیف میں مبتلا رہے گی' وہ اس کے دماغ پر حاوی ہوجائیں گے۔

وہ خوش تھے کہ ان کے آلۂ کاروں کو ہمارے ذریعے صحیح معلومات حاصل ہورہی تھیں۔ اگر وہ ہمارے اندر نہ ہوتے تو انہیں الپا کی خفیہ زچگی کا علم کبھی نہ ہوتا۔

اسرائیلی حکام اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی یہ کوشش تھی کہ الپا کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے لاکڈ کردیا جائے تاکہ کوئی دشمن اس ماں بننے والی کے اندر نہ پہنچ سکے۔

انہوں نے اپنے طور پر الپا کی حفاظت کے بھرپور انتظامات کیے تھے لیکن یہ یقین نہیں تھا کہ وہ محفوظ رہ سکے گی کیونکہ زچگی کے وقت لاکڈ کیا ہوا دماغ خود بخود کمزور ہونے والا تھا۔ تمام تر انتظامات کے باوجود وہ مایوس تھے اور سمجھ رہے تھے کہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی سربراہ دشمنوں کے ہتھے چڑھ جائے گی اور اگر ایسا ہوگا تو اسرائیل کو بہت زبردست نقصان پہنچے گا۔ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا سے محروم ہوکر کمزور پڑجائیں گے۔

بہرحال ابھی الپا کی زچگی کا انتظار ہورہا تھا۔ ابھی اس کے ماں بننے کا وقت نہیں آیا تھا۔

دوسری طرف سونیا کے اندر رہنے والوں نے یہ انکشاف کیا تھا کہ منکی ماسٹر خلائی زون میں واپس نہیں گیا۔ وہ اسی دنیا میں ہے اور واشنگٹن میں وہ سونیا سے ملاقات کرنے والا ہے۔

روس' امریکا اور اسرائیل کے لیے منکی مخلوق عذاب بنے ہوئے تھے۔ کچھ دنوں کے لیے انہیں یہ خوشی حاصل ہوئی کہ یہ مخلوق ختم ہوگئی ہے۔ ان میں جو باقی بچے تھے وہ زون کی طرف فرار ہوگئے ہیں لیکن سونیا نے یہ کہہ کر ان کی خوشیاں خاک میں ملادیں کہ منکی مخلوق کا سربراہ منکی ماسٹر اب تک اس دنیا میں ہے۔ وہ اس دنیا کو نہیں چھوڑے گا' آئندہ چند برسوں میں خلائی زون سے پھر اپنی نئی فوج زمین پر بلائے گا۔

روس' امریکا اور اسرائیل میں یہ انکشاف دھماکوں کی طرح گونجنے لگا اور سب ہی اس بات پر غصہ دکھانے لگے اور تلملانے لگے کہ منکی ماسٹر سے سونیا کا رابطہ ہے اور سونیا نے ہی اسے اس ارضی دنیا سے جانے نہیں دیا ہے۔ امریکا میں کہیں اس کے لیے چھپنے کی سہولتیں فراہم کی ہیں۔

سونیا چہرہ بدل کر واشنگٹن آئی۔ یہ جانتی تھی کہ دشمن سایہ بن کر اندر چھپے ہوئے ہیں اور اسے بہروپ بدلتے دیکھ چکے ہیں۔ وہ تو یہی ظاہر کررہی تھی کہ اپنے اندر روپوش رہنے والے دشمنوں سے بے خبر ہے۔

ان چھپنے والوں نے اپنے بڑوں کو اطلاع دی کہ وہ ایک نئے روپ میں واشنگٹن پہنچ گئی ہے۔ اس نے ایک چھوٹا سا بنگلا کرائے پر حاصل کیا تھا۔ امریکی فوجیوں نے اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا لیکن وہ سب نادیدہ رہ کر محاصرہ کررہے تھے۔ اس طرح سونیا کو مطمئن کررہے تھے کہ اس کی آمد سے بے خبر ہیں۔

جمیلہ اور ہیرو نیویارک میں تھے۔ سونیا نے ہیرو کو سمجھادیا تھا کہ آئندہ اسے منکی ماسٹر کا رول ادا کرنا ہے۔ ہیرو پلاسٹک سرجری کے ذریعے منکی ماسٹر بن چکا تھا اور سونیا کے اگلے حکم کا منتظر تھا۔

سونیا نے اس بنگلے میں آکر موبائل فون کے ذریعے ہیرو سے

رابطہ کیا۔ رابطہ کرنے سے پہلے اس نے کھڑکیوں اور دروازوں کو اچھی طرح بند کرلیا۔ جان کولن، میجر فرائی، ہنٹر اور اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والا رائٹ بوائے اس وقت خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے قریب موجود تھے۔ اپنے آلۂ کاروں کے اندر رہ کر سونیا کی حرکتیں دیکھ رہے تھے اور اس کی باتیں سن رہے تھے۔

سونیا فون پر ہیرو سے کہہ رہی تھی "ہیلو منکی ماسٹر! میں تمہاری دوست سونیا بول رہی ہوں۔"

"ہیلو میڈم! کئی دنوں کے بعد آپ نے اس خادم کو یاد کیا ہے۔"

"ماسٹر! تم میرے خادم نہیں، دوست ہو۔ اگر میں برے وقتوں میں کام آتی ہوں، تمہیں دشمنوں سے محفوظ رکھتی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم میرے خادم بن جاؤ۔ ہم ہمیشہ دوست رہیں گے۔"

"یہ آپ کا بڑا پن ہے۔ کیا میں آپ کے پاس واشنگٹن آجاؤں؟"

"ہاں، یہاں آجاؤ لیکن نادیدہ بن کر آؤ۔ میرے بنگلے کے اندر آنے کے بعد نمودار ہو کر ٹھوس جسمانی حالت میں رہو گے۔"

"میڈم! آپ کی باتیں کوئی سن سکتا ہے؟"

"میری باتیں کوئی نہیں سن سکتا۔ میں نے دروازوں اور کھڑکیوں کو اچھی طرح بند کیا ہے۔ یہاں مجھے سونیا کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا ہے۔ میرے پیچھے جاسوس نہیں لگیں گے۔ کوئی دشمن میرے اس نئے روپ پر شبہ نہیں کرے گا۔ اچھا میں فون بند کررہی ہوں۔ تم چلے آؤ۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ فون پر گفتگو کے دوران میں سونیا کے اندر آگیا تھا۔ وہاں جتنے دشمن چھپے ہوئے تھے، وہ سونیا کی باتیں سن کر بھڑک رہے ہوں گے۔ میں نے کہا "یہ دشمن میرے اور تمہارے اندر چھپ کر فائدے سے زیادہ، نقصان اٹھا رہے ہیں۔ ٹینشن میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ان کا بلڈ پریشر بڑھ رہا ہے۔"

سونیا نے کہا "خیال خوانی کے ذریعے امریکی اکابرین کے پاس جاؤ اور معلوم کرو کہ میرے خلاف کیا کھچڑی پکائی جارہی ہے۔"

"آئندہ تمہارے پاس ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے آتے جاتے رہیں گے۔ یہ دشمن تمہیں دھوکے سے ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر کامیاب ہوجائیں گے تو یہ صفائی پیش کریں گے کہ تم میک اپ میں تھیں۔ تمہیں سونیا کی حیثیت سے نہیں پہچانا گیا تھا۔ تمہیں نادانستگی میں ہلاک کیا گیا تھا۔"

میں نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اس کے ساتھ مزید چار اعلیٰ افسر تھے۔ وہ ایک کمپیوٹرسے منسلک اسکرین کے سامنے تھے۔ اسکرین پر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سربراہ جان کولن نظر آرہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں اپنی کمپیوٹر کی ... اسکرین پر امریکی اعلیٰ حکام، اعلیٰ فوجی افسران اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ ایک اہم مسئلے پر گفتگو کرنے کے لیے یکجا ہوئے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر کولن! ہمیں یقین نہیں آرہا ہے کہ وہ شکست کھا کر جانے والا منکی ماسٹر ابھی تک زندہ ہے اور ہماری دنیا میں موجود ہے۔"

جان کولن نے کہا "ابھی سونیا نے پندرہ منٹ پہلے فون کے ذریعے منکی ماسٹر سے گفتگو کی ہے۔ وہ منکی ماسٹر آج رات واشنگٹن پہنچنے والا ہے۔"

"کیا یہاں اسے دیکھتے ہی گولی نہیں ماری جاسکتی؟"

"نہیں۔ وہ نادیدہ بن کر یہاں آئے گا پھر سونیا کے بنگلے کے اندر نمودار ہو کر اپنے ٹھوس جسم کے ساتھ رہے گا۔"

"کوئی بات نہیں، اسے بنگلے کے اندر گولی ماری جاسکتی ہے۔"

"ایسا کرنے سے سونیا محتاط ہوجائے گی۔ وہ سمجھ لے گی کہ یہاں نئے روپ میں محفوظ نہیں ہے۔ ہم اسے پہچان رہے ہیں اور اس کی خفیہ رہائش گاہ سے واقف ہیں۔"

ایک حاکم نے تائید کی "پھر سونیا کو شبہ ہوسکتا ہے کہ ہمارے آدمی سایہ بن کر اس کے اندر اور آس پاس چھپے رہتے ہیں۔"

"سونیا کو کبھی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی اور فرہاد کی مصروفیات سے باخبر رہنے کا ہمیں سنہری موقع ملا ہے۔ ہمارے آلۂ کار ... ان دونوں کے اندر آئندہ بھی چھپے رہیں گے۔"

"سوال یہ ہے، منکی ماسٹر کا کیا کیا جائے؟"

جان کولن نے کہا "وہ آج رات سونیا کے بنگلے میں آئے گا۔ میں اسے قریب سے دیکھ کر یقین کرنا چاہوں گا کہ واقعی وہ ہماری دنیا میں بلکہ واشنگٹن میں موجود ہے۔ جب یقین ہوجائے گا تو محتاط انداز میں فوری کارروائی کی جائے گی۔ جتنی جلدی ممکن ہوگا، اسے ہلاک کردیا جائے گا۔"

"سونیا بہت عرصے سے ہمارے خلاف منکی مخلوق کے لیے سہولتیں فراہم کرتی رہی ہے۔ اب بھی یہی کررہی ہے۔ کیا ہم اس کے خلاف کچھ نہیں کریں گے؟"

"سونیا تو اب ہمارے شکنجے میں ہے۔ ہمارا ایک آلۂ کار کسی وقت بھی اس کے جسم سے نکل کر جسمانی طور پر نمودار ہوتے ہی اسے گولی مار سکتا ہے۔"

"ہمارا مشورہ ہے، ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی ماردی جائے۔"

"ہماری جلد بازی سے ہمیشہ اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ بہت شاطر ہے۔ گولی مارنے والے کو جہنم میں پہنچادے گی پھر تمہاری معلومات کا ذریعہ بن کر نہیں رہے گی۔ اپنے اندر چھپ کر رہنے والوں کو مکاری سے نکال کر ہلاک کرے گی اور ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"بہتر ہے، ہم آج رات منکی ماسٹر کی موجودگی کی تصدیق کرلیں اس کے بعد اسی طرح کمپیوٹر کے ذریعے ..... ایک دوسرے سے رابطہ کریں اور اس وقت کسی نتیجے پر پہنچیں کہ منکی ماسٹر اور سونیا کو کس طرح ہمیشہ کے لیے ختم کیا جاسکتا ہے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "جسٹ اے منٹ۔ ایک اہم اطلاع ہے۔ نیویارک کی ملٹری انٹیلی جنس اطلاع دے رہی ہے کہ انہوں نے ایک منکی مین کو ایک فلائنگ کمپنی میں دیکھا تھا۔ وہ منکی مین واشنگٹن آنے کے لیے ایک طیارہ چارٹرڈ کرانا چاہتا تھا لیکن آرمی کے افسر اور جوانوں نے اسے گرفتار کرلیا ہے۔ وہ ہیڈ کوارٹر سے پوچھ رہے ہیں کہ اس منکی مین کو کہاں پہنچایا جائے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "وہ واشنگٹن آنے والا منکی مین یقیناً منکی ماسٹر ہوگا۔ ملٹری انٹیلی جنس سے کہو، منکی مین یا منکی ماسٹر کی گرفتاری کی تشہیر نہ کریں۔ اسے بڑی رازداری سے ایئر گراؤنڈ ٹارچر سیل میں پہنچادیں۔ سونیا اور فرہاد وغیرہ کو اس کی گرفتاری کا علم نہیں ہونا چاہیے۔"

یہ میرے لیے چونکا دینے والی خبر تھی کہ منکی ماسٹر یا کوئی دوسرا منکی مین گرفتار ہوگیا ہے۔ میں نے فوراً ہیرو کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ واقعی وہ گرفتار ہوچکا تھا۔

میں نے پوچھا "تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی؟"

"ابھی نہیں کی ہے۔ میں نے سوچا، پہلے یہ یقین کرلیں کہ میں منکی ماسٹر ہوں پھر انہیں دوڑاؤں گا تو یہ تمام عمر میرے پیچھے دوڑتے رہیں گے۔"

"یہ تمہیں انڈر گراؤنڈ ٹارچر سیل لے جانے والے ہیں۔ ان کی آواز سناؤ۔"

ایک افسر نے خود ہی اس سے سوال کیا "تم اتنے دنوں تک کہاں چھپے ہوئے تھے؟ کیا اسی شہر میں تھے؟"

"ہاں۔ ایک گوشے میں بیٹھا اپنی منکی قوم کی تباہی کا ماتم کررہا تھا۔"

دوسرے افسر نے پوچھا "تم واشنگٹن کیوں جارہے تھے؟"

"واشنگٹن دارالسلطنت ہے۔ وہاں بیٹھ کر پورے امریکا پر بلکہ دنیا پر حکومت کی جاتی ہے۔ میں وہاں بیٹھ کر حکومت کرنے جارہا ہوں۔"

ملٹری انٹیلی جنس والے اس بات پر قہقہے لگانے لگے۔ میں ان

افسروں کے اندر جھانکنے لگا۔ جان کولن ان میں سے ایک افسر کے اندر تھا۔ اس نے افسر کے ذریعے پوچھا: "کیا تم منکی ماسٹر ہو؟"

ہیرو نے کہا "اچھا تو مجھے پہچان گئے ہو۔ حالانکہ میں نے اپنے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کی ہے۔ جب پہچان گئے ہو تو تسلیم کر رہا ہوں' میں منکی ماسٹر ہوں۔"

جان کولن نے کہا "اسے اچھی طرح شکنجے میں رکھو' میں آرہا ہوں۔"

ہیرو نے کہا "تم کیوں آرہے ہو' آرام سے بیٹھو' میں آرہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ نادیدہ ہوگیا۔ دونوں کلائیوں میں جو ہتھکڑیاں تھیں' وہ فرش پر گر پڑیں کیونکہ ہتھکڑیوں کے اندر رہنے والی کلائیاں بھی سایہ بن گئی تھیں۔ وہ افسران اور دوسرے جاسوس حیرانی سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ اِدھر اُدھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔

جان کولن نے غصے سے پوچھا "کیا تم لوگ نہیں جانتے تھے کہ خلائی مخلوق کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں رہتی ہیں؟ تمہیں منکی ماسٹر کی تلاشی لینی چاہیے تھی۔"

"ہم نے ان کے متعلق بہت کچھ سنا ہے لیکن آنکھوں سے پہلی بار ایک منکی مین کو غائب ہوتے دیکھا ہے۔"

"اب اس منکی مین کو نمودار ہوتے بھی دیکھ لو۔"

انہوں نے آواز کی سمت دیکھا۔ ہیرو ایک کرسی پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا "اگر بہت کچھ دیکھنا اور سمجھنا چاہتے ہو تو واشنگٹن چلو کیونکہ میں اس فلائنگ کیپسول کے ذریعے پندرہ یا بیس منٹ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ چلو چلو واشنگٹن چلو۔"

جان کولن نے اسے باتوں میں مصروف سمجھ کر ایک آلۂ کار کے ذریعے اس کا نشانہ لیا اور گولی چلادی۔ اس سے پہلے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ پیچھے سے ایک مسلح افسر اسے دبوچنے آرہا تھا۔ ہیرو کے حصے کی گولی اسے لگی۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گرا پھر تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

ہیرو دوسری بار نظر نہیں آیا۔ اس کی آواز سنائی دی "حملہ کرنے سے پہلے آگے پیچھے اپنے آدمیوں کو دیکھ لیا کرو۔ تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا گدھا ہے۔ اس نے ایک اچھے افسر کی جان لے لی۔"

جان کولن نے کہا "منکی ماسٹر! ہم تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں واشنگٹن آرہا ہوں۔ باتیں ضرور ہوں گی۔ میں ایک چارٹرڈ طیارے میں آرام سے جانا چاہتا تھا۔ اب فلائنگ کیپسول کے ذریعے تیز ہوا دس سے گزرنا ہوگا۔"

جان کولن نے کہا "میں ابھی تمہارے لیے ایک طیارہ ریزرو کرا دیتا ہوں۔ تم آرام سے آسکو گے۔"

"آرام سے سفر کرنے کے لیے جسمانی طور پر طیارے میں رہوں گا اور طیارے کے جس حصے میں رہوں گا' ادھر کسی کو آنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ جو بھی آئے گا' اسے دیکھتے ہی گولی مار دوں گا۔"

"طیارے کے اس مخصوص حصے میں کوئی نہیں جائے گا۔ تم فلائنگ کلب جاؤ' تمہارے لیے طیارہ وہاں تیار رہے گا۔"

جان کولن کے حکم پر فوراً ایک طیارہ ہیرو کے لیے ریزرو کیا گیا۔ اسے رن وے پر لاکر کھڑا کیا گیا۔ ہیرو فلائنگ کمپنی کے تمام عملے کو چیک نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا۔ جان کولن نے ایک آدمی کے ذریعے ایک ریموٹ کنٹرولر طیارے میں رکھوادیا تھا۔ یہ کوشش کی گئی تھی کہ ہیرو اس جان لیوا بم سے بے خبر رہے۔

وہ طیارہ آدھے گھنٹے تک رن وے پر کھڑا رہا۔ ایک افسر مائیک اور اسپیکر کے ذریعے کہتا رہا "منکی ماسٹر سے گزارش ہے کہ وہ طیارے میں اپنی موجودگی ظاہر کرے تاکہ پرواز کی جاسکے۔"

آدھے گھنٹے بعد ملٹری انٹیلی جنس کا ایک افسر طیارے کے اندر گیا۔ جس شخص نے ریموٹ کنٹرولر کو چھپا رکھا تھا' میں نے اس کے ذریعے اس کے بٹن کو دبایا۔ یکلخت ایک زبردست دھماکا ہوا اور طیارے کے پرخچے اڑ گئے۔ پائلٹ کے ساتھ انٹیلی جنس کا افسر بھی نابود ہوگیا۔

میں نے اس ریموٹ کنٹرولر والے کے اندر جان کولن کی آواز سنی۔ وہ غصے سے پوچھ رہا تھا "تم نے ریموٹ کنٹرولر کا بٹن کیوں دبایا؟"

"میں نہیں جانتا سر! میں حیران ہوں کہ میں نے بٹن کیوں دبادیا؟"

"تمہارے دماغ میں کون گھسا ہوا ہے؟"

"آپ ہی ہیں سر! میں کسی اور کو محسوس نہیں کر رہا ہوں۔"

"یہاں سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ منکی ماسٹر کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اگر کوئی چھپا ہوا ہے تو میں اس کے ذریعے منکی ماسٹر کو وارننگ دیتا ہوں کہ وہ واشنگٹن میں قدم نہ رکھے۔ وہاں اسے موت ہی موت ملے گی۔"

میں نے سونیا کو نیویارک کے حالات بتائے کہ وہاں ہیرو کو کس طرح ہلاک کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ اس نے کہا "اب میرے لیے خطرہ ہے۔ وہ انتقاماً مجھے مار ڈالنے کی کوشش کریں گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹائلٹ جانے لگی۔ لندن سے اب تک یہ ہوتا تھا کہ جب بھی وہ ٹائلٹ جاتی' تمام دشمن آلۂ کار اس کے اندر سے نکل کر ٹائلٹ کے باہر اس کی واپسی کا انتظار کرتے تھے۔

انہیں یقین تھا کہ سونیا ان سے بے خبر ہے پھر جسمانی طور پر ٹائلٹ سے نکلے گی اور ایسا ہی ہوتا آرہا تھا۔ سونیا باہر آتی تھی اور انہیں اپنے جسم میں سمانے کا موقع دیتی تھی۔

اس بار وہ اندر گئی تو واپس نہیں آئی۔ باہر کھڑے ہوئے آلۂ کار اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ بڑی دیر تک انتظار کرنے کے بعد ایک نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ ٹائلٹ خالی تھا۔ وہ اندر نہیں تھی۔

میجر فی ہنٹر اور یہودی آلۂ کار بھی پریشان ہوکر اسے تلاش کرنے لگے۔ ایسے وقت جان کولن نے اپنے آلۂ کار کے پاس آکر کہا "میں حکم دیتا ہوں' سونیا کے جسم سے باہر آؤ اور جسمانی طور پر نمودار ہوتے ہی سونیا کو گولیوں سے چھلنی کردو۔"

"میں سونیا کے اندر نہیں ہوں' اسے تلاش کر رہا ہوں۔ وہ نظر نہیں آرہی ہے۔"

"تم اس کے اندر سے کیوں نکلے تھے؟"

"وہ ٹائلٹ گئی تھی۔ ایسے وقت ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ ہم ٹائلٹ کے باہر رہتے ہیں۔ وہ واپس آتی ہے' ہم پھر اس میں سما جاتے ہیں لیکن اس بار وہ جسمانی طور پر نظر نہیں آئی ہے۔ وہ اسی بنگلے کے اندر ہوگی۔"

"بے شک یہیں ہوگی۔ بیڈ روم میں دیکھو' اس کا اہم سامان ہے یا نہیں؟"

اس نے دیکھنے کے بعد کہا "یس سر! سامان موجود ہے۔ وہ شاید بنگلے سے باہر کا جائزہ لینے گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کا انتظار کرو۔"

جان کولن دماغی طور پر کمپیوٹر کے سامنے حاضر ہوگیا۔ اس نے کمپیوٹر کو آن کیا۔ اس سے منسلک اسکرین پر وہاں کے چند اعلیٰ حکام نظر آنے لگے۔

دوسری ..... اسکرین پر فوج کے اعلیٰ افسران دکھائی دے رہے تھے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر کولن! ابھی میڈم سونیا نے مجھ سے بات کی تھی۔ اس نے کہا ہے' وہ یہاں کے ایک گورنر کے ساتھ رہے گی۔ ہم اسے اپنی اپنی کمپیوٹر اسکرین پر دیکھ سکیں گے اور اس سے اہم باتیں کرسکیں گے۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے پوچھا "مسٹر کولن! منکی ماسٹر کی کیا رپورٹ ہے؟"

"وہ نادیدہ بن کر فرار ہوگیا ہے۔"

"یہ غیر ذمے داری کی بدترین مثال ہے۔ کیا اسے گرفتار کرنے والے یہ نہیں جانتے تھے کہ منکی ماسٹر کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں ہوں گی۔"

"انتہائی غیر ذمے داری کا ثبوت دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں بحث کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ منکی ماسٹر اس شہر میں کسی وقت بھی پہنچنے والا ہے۔"

جس اسکرین پر اعلیٰ حکام نظر آرہے تھے' وہاں سے منکی ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ "میں یہاں پہنچ چکا ہوں۔"

تمام اعلیٰ حکام اپنے آس پاس دیکھنے لگے۔ ہیرو عرف منکی ماسٹر نے کہا "میں کیسے نظر آؤں۔ نظر آتے ہی مجھے گولی ماردی جائے گی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "ہم سب یہاں بیٹھے ہیں۔ مسلح سیکیورٹی گارڈ اس کمرے کے باہر ہیں۔ تم نظر آؤ' یہاں تم پر کوئی حملہ نہیں کرے گا۔"

"تمہارے جان کولن نے بھی یہی کہا تھا کہ طیارے میں میرے قریب کوئی نہیں آئے گا لیکن اس نے طیارے میں بم رکھ کر مجھے مار ڈالنا چاہا۔"

"لیکن یہاں ہم ہیں' اس ملک کے حکمران ہیں۔ اگر تم پر حملہ ہوگا تو ہم پر بھی حملہ ہوگا' پلیز ظاہر ہوجاؤ۔ ہم ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

پھر وہ دوسری آواز سن کر چونک گئے "میں سونیا بول رہی ہوں۔"

ایک نے حیرانی سے پوچھا "میڈم! آپ یہاں کیسے؟"

وہ بولی "لندن میں کانفرنس کے دوران میں نے اور فرہاد نے کہا تھا کہ اپنی دنیا کو خلائی مخلوق کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ہم سب کو متحد رہنا پڑے گا اور متحد رہنے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ ہم آپس کی دشمنی بھول جائیں۔"

ایک حاکم نے کہا "ہم تو بھول چکے ہیں لیکن آپ منکی ماسٹر کی صورت میں یہ ثابت کر رہی ہیں کہ آپ پہلے کی طرح ہم سے دشمنی کر رہی ہیں۔"

"میں تمہارے اس الزام کا جواب دوں گی۔ پہلے ہماری باتیں یاد کرو۔ ہم نے کانفرنس میں تقریر کے دوران کہا تھا کہ اتحاد کے پردے میں اسلام دشمنی نہ کی جائے۔ اگر کی جائے گی تو ہم دوستی بھول کر دشمنی شروع کردیں گے۔"

"آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟ کیا ہم دشمنی کر رہے ہیں؟"

اسپرانزنرنگی کے لیے ایک کوچہ گیرہ نورد کی سرگزشت

بابر زمان خان کی آپ بیتی جاگ بیتی

سب رنگ میں شائع ہونے والا مقبول ترین سلسلہ

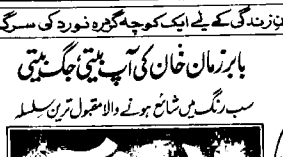

قیمت فی حصہ ۱۲/۴ روپے

ڈاک خرچ فی حصہ ۱۶/۰ روپے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے منگوائیں

کتابیات پبلی کیشنز

"کیا تم نے ہمیں اتنا نادان سمجھا ہے کہ تمہارے جاسوس ہمارے اندر سایہ بن کر رہیں گے اور ہم ان سے بے خبر رہیں گے۔ تم لوگ لندن میں دوستی اور اتحاد کے لیے کانفرنس کررہے تھے اور درپردہ اپنے آلۂ کاروں کو نادیدہ بنا کر ہمارے اندر چھپا رہے تھے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ ہم نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔"

"ہمیں پتا تھا' جب تمہاری یہ کم ظرفی ظاہر ہوگی تو تم یہ الزام اپنے سر نہیں لوگے اور ہم الزام ثابت نہیں کریں گے کیونکہ ہمیں دنیا والوں کو تمہاری دوغلی صورت نہیں دکھانی ہے۔ اس معاملے میں ہم خود تم سے نمٹ لیں گے اور نمٹ رہے ہیں۔"

"میڈم! دشمنی پہلے آپ نے کی ہے۔ آپ نے ہمارے خلاف منکی ماسٹر کو یہاں چھپا رکھا تھا۔ آپ نے کانفرنس میں سچ کیوں نہیں کہا کہ منکی ماسٹر کو ہمارے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے والی ہیں؟"

"میں نے منکی ماسٹر کو کہیں نہیں چھپایا تھا۔ یہ خلائی زون میں جاچکا تھا۔ جب میں نے اور فرہاد نے دیکھا کہ جان کولن' الپا اور میجر ٹی ہنٹر کے بھیجے ہوئے سائے ہمارے ساتھ دن رات رہائش اختیار کررہے ہیں' ہمارے اہم راز اپنے آقاؤں تک پہنچا رہے ہیں تو پھر ہم نے دشمنی کا آغاز کیا۔ میں نے کل منکی ماسٹر سے رابطہ کیا تھا اور سگنل کوڈز کے ذریعے اس سے کہا تھا کہ یہ پھر عارضی طور پر ہماری زمین پر آئے تاکہ تم سب کو معلوم ہو اور یقین آجائے کہ میں جب چاہوں' خلا سے ہزاروں کی تعداد میں منکی فوج بلا سکتی ہوں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ کوئی جواب میں کچھ نہ بول سکا پھر جان کولن نے کہا "آپ کی باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ منکی مخلوق ہماری دنیا میں نہیں ہے لیکن آپ کی ایک کال پر یہاں آسکتی ہے۔ جیسا کہ منکی ماسٹر آیا ہے۔"

ہیرو نے کہا "میں اور میری پوری برادری میڈم کی تابعدار ہے۔ اگر میڈم کو کوئی تکلیف پہنچائے گا تو ہم اسے عذاب میں مبتلا کرنے زمین پر آجائیں گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ منکی مخلوق یہاں نہ ہوتے ہوئے بھی میڈم کی صورت میں.... موجود رہے گی۔"

سونیا نے کہا "میں نے پہلے بھی سیدھی سی بات کی تھی۔ اب بھی وہی کہتی ہوں کہ اسلام دشمنی نہ کرو۔ تم نے' روس نے اور اسرائیل نے یہ منصوبہ بنایا کہ بابا صاحب کے ادارے کے اہم رازوں تک پہنچو گے لیکن اس سے پہلے مجھے اور فرہاد کو ختم کروگے۔"

"ہم ایسے کسی منصوبے میں روس اور اسرائیل کے ساتھ شریک نہیں ہیں۔"

"کوئی اپنا بڑے سے بڑا جرم اور چھوٹی سے چھوٹی غلطی تسلیم نہیں کرتا اور تمہارے تسلیم نہ کرنے سے ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"منکی ماسٹر یہاں کب تک رہے گا؟"

"یہ دیکھو کہ جب سے تم لوگوں کو منکی ماسٹر کی موجودگی کی اطلاع ملی ہے تب سے تم بابا صاحب کے ادارے سے دشمنی بھول کر اپنے اپنے ملک کو بچانے کی فکر کررہے ہو۔ فی الحال تم لوگوں کا علاج یہی ہے۔ تم ستم شعار رہو۔ ہم ستم ظریفی دکھاتے رہیں گے۔"

پھر تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھاگئی۔ اس کے بعد جان کولن نے کہا "آپ لوگوں سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ آپ کے پاس معلومات حاصل کرنے کے بڑے وسیع ذرائع ہیں۔ اس بار ہم پر بھروسا کریں۔ ہم نے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف جو کاغذی منصوبہ بنایا ہے' اسے پھاڑ کر پھینک دیں گے۔ آئندہ ایسا ہوگا تو آپ خلا سے منکی فوج کو بلانے پر حق بجانب ہوں گے لیکن پلیز' آپ منکی ماسٹر کو واپس خلا میں جانے کا مشورہ دیں۔"

"جب ہم سے دشمنی نہیں کروگے تو پھر منکی ماسٹر سے نہ ڈرو۔ ویسے یہ کرسکتی ہوں کہ منکی ماسٹر کو تمہارے ملک سے لے جاؤں لیکن یہ ابھی ہماری دنیا میں رہے گا کیونکہ ابھی روس اور اسرائیل کا محاسبہ کرنا رہ گیا ہے۔"

سونیا نے منکی ماسٹر کو اس ملک سے دور لے جانے کا وعدہ کیا تو وہ مطمئن ہو کر اس کا شکریہ ادا کرنے لگے۔

○☆○

سونیا کی طرح میں نے بھی ان آلۂ کاروں سے نجات حاصل کرلی جو میرے اندر سایہ بن کر چھپے ہوئے تھے۔ اسرائیلی اکابرین نے الپا سے شکایت کی کہ اسے اپنے آلۂ کاروں کو سایہ بنا کر میرے اندر نہیں چھپانا چاہیے تھا۔

ایک حاکم نے کہا "میڈم الپا! یہ بات فرہاد کو معلوم ہوچکی ہے۔ وہ تمہارے آلۂ کاروں سے نجات حاصل کرچکا ہے۔ اب وہ تم سے انتقام لے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ایک تو تمہاری زچگی ہونے والی ہے۔ تمہاری حفاظت ہمارے لیے بہت بڑا مسئلہ بن گئی ہے۔ اس پر تمہارے نادیدہ جاسوس فرہاد کے لیے چیلنج بن گئے تھے۔ اب تو تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔"

برین آدم نے کہا "الپا نے کوئی غلطی نہیں کی۔ یہ ایک طویل مدت سے اپنی یہودی قوم کی بہتری کے لیے دن رات محنت کرتی رہی ہے اور اپنے ملک وقوم کے لیے خطرات سے کھیلتی رہی ہے۔ آج بھی یہ ہماری ہی خاطر خطرات میں گھری ہوئی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم اپنی ملکی تاریخ میں الپا کی خدمات کو کبھی نہیں بھلا سکیں گے۔ ہماری کوشش یہی ہے کہ اس کی زچگی خیر وعافیت سے ہوجائے اور کوئی دشمن اس کے دماغ میں نہ گھس سکے۔ اب دیکھیں' آئندہ کیا ہوتا ہے۔"

فی ایپ کے مضافات میں ایک بہت بڑی سرکاری کوٹھی تھی۔ اس کوٹھی کے اطراف پانچ میل کے رقبے تک بستیاں خالی کرادی گئی تھیں۔ تمام مکانات گرا کر عارضی فوجی کوارٹرز بنائے گئے تھے۔ پانچ میل کے رقبے میں چاروں طرف دیواریں اٹھادی گئی تھیں اور اس علاقے کو ممنوعہ قرار دیا گیا تھا۔

اس علاقے میں عام لوگ تو کیا' عام فوجی بھی داخل نہیں ہوسکتے تھے۔ صرف ان فوجی افسران اور جوانوں کی وہاں ڈیوٹی لگا کرتی تھی جو یوگا کے ماہر تھے اور ان پر کوئی جبراً تنویمی عمل نہیں کرسکتا تھا۔

اس بڑی سی محل نما کوٹھی میں الپا کی رہائش تھی۔ اس کی حفاظت کے لیے جو کنیزیں تھیں وہ بھی یوگا میں مہارت رکھتی تھیں۔ جاسوسی ادارے کی تربیت یافتہ تھیں۔ لیڈی ڈاکٹرز اور نرسیں بھی غیر معمولی تھیں۔ کوٹھی کے دو بڑے کمروں میں کمپیوٹرز اور بڑے بڑے درجنوں ٹی وی نصب کیے گئے تھے۔ ٹی وی کیمرے بھی جگہ جگہ تھے۔ کوئی چھپ کر اس الپا محل میں داخل نہیں ہوسکتا تھا۔

کوٹھی کے چاروں طرف جو کمرے اور کوریڈور تھے وہاں تیز روشنی رہا کرتی تھی۔ ان نادیدہ بنانے والی گولیوں کی خاصیت یہ ہے کہ انسانی ٹھوس جسم نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے اور سایہ بن جاتا ہے۔ اگر تیز روشنی ہو تو یہ سایہ زمین پر یا دیواروں پر دکھائی دیتا ہے۔

نادیدہ بننے والے معمولی روشنی میں آسانی سے اپنے سائے کو چھپا لیتے تھے لیکن الپا محل میں یہ ناممکن تھا۔ محل کے اندر اور باہر جتنے مسلح محافظ تھے' وہ بھی سایہ بن کر رہتے تھے تاکہ دشمن سایہ بن کر ان کے ٹھوس جسموں میں نہ سما سکیں۔

الپا اور اس کے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت تھے' وہ تمام فوجیوں کے اندر جاکر صورتِ حال سے آگاہ ہوسکتے تھے۔ ان تمام نادیدہ فوجیوں کی مخصوص شناخت رکھی گئی تھی تاکہ کوئی دشمن نادیدہ بن کر دھوکا نہ دے سکے۔

مختصر یہ کہ ہر پہلو سے الپا کی حفاظت کے لیے زبردست اقدامات کیے گئے تھے۔ ایک ٹیلی پیتھی ایسا مسئلہ تھی جو پریشانی کا سبب بنی ہوئی تھی۔ ایک تو الپا خود یوگا کی ماہر تھی۔ عام حالات میں کوئی اس کے اندر نہیں آسکتا تھا لیکن مسئلہ زچگی کا تھا۔ وہ ماں بننے کے لمحات میں دفاعی طور پر کمزور ہونے والی تھی۔

ایسے وقت میں یہی سوچا جارہا تھا کہ تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا کے دماغ میں یکجا ہوں گے اور پوری قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا راستہ روکتے رہیں گے۔

دشمن اپنے طور پر منصوبے بنا رہے تھے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سربراہ جان کولن الپا تک پہنچنے کی پلاننگ کررہا تھا۔ وہ کئی اسرائیلی حکام اور فوجی افسران کے اندر جگہ بنا چکا تھا۔ حتیٰ کہ ہپناٹائز کرنے والے کو بھی ٹریپ کرچکا تھا جس نے الپا پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کی آواز اور لہجے کو بدل دیا تھا۔ اس طرح وہ الپا کے نئے لہجے اور نئی آواز سے اچھی طرح واقف ہوگیا تھا۔

فرانس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا میجر ٹی ہنٹر بھی الپا کے اندر رہنے کی پوری تیاری کرچکا تھا۔ وہ دیوی کو چند دنوں تک اپنی معمولہ اور تابعدار بنائے رکھنے میں کامیاب رہا تھا پھر دیوی شی تارا اس کے سحر سے نکل گئی تھی۔

دیوی کی ڈمی دن سجاتا ابھی تک میجر کی معمولہ تھی۔ دیوی نے قسم کھائی تھی کہ سجاتا اور میجر ٹی ہنٹر سے بدترین انتقام لے گی کیونکہ ان دونوں نے دیوی جیسی ہستی کو معمولہ اور تابعدار بنانے کی احمقانہ جرأت کی تھی۔

فی الحال دیوی کی توجہ بھی الپا پر تھی۔ وہ یہ سنہری موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔ الپا کو اپنی معمولہ بنا کر وہ تمام اسرائیلی اکابرین پر حاوی ہوسکتی تھی اور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی اپنے زیرِ اثر لاسکتی تھی۔

اسی طرح کے فائدے دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ روسی بے چارے ٹیلی پیتھی سے محروم تھے۔ کبھی ماسک مین کے زمانے میں وہاں بھی خیال خوانی کرنے والے ہوا کرتے تھے۔ جب سے ایوان راسکا یعنی موجودہ ساجد علی غلامی کی زنجیریں توڑ کر پاکستان آیا تھا' تب سے روس میں ماسک مین کا عہدہ بھی ختم ہوگیا تھا اور وہ ملک ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی محروم ہوگیا تھا۔

ویسے اب روسی بھی کچھ ایسے منصوبوں پر عمل کررہے تھے' جن کے نتیجے میں کامیابی ہوتی تو ان کے پاس بھی خیال خوانی کرنے والے خاصی تعداد میں جمع ہوجاتے۔

ویسے یہ بعد کی باتیں تھیں۔ ابھی الپا سب ہی کی مشترکہ ٹارگٹ بنی ہوئی تھی۔ وہ الپا محل میں اس لیے رکھی گئی تھی کہ اسے اگر کوئی اپنی معمولہ بنالیتا تب بھی اسے اس محل سے نہ لے جا پاتا۔ کوئی دشمن اسے سحر زدہ کرکے محل سے باہر لے جانا چاہتا تو نادیدہ مسلح فوجی اسے روک سکتے تھے۔

یوں الپا عارضی طور پر دشمنوں کے زیرِ اثر رہتی پھر اسے رفتہ رفتہ دشمنوں کے سحر سے نکالا جاسکتا تھا۔ صرف چند ماہ میں وہ پھر محبِ وطن ٹیلی پیتھی جاننے والی خود سر الپا بن جاتی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ الپا کو جسمانی طور پر اغوا کیا جائے اور کوئی اسے اپنے پاس قیدی بنا کر رکھے اس لیے اسے الپا محل میں مستقل رکھنے کے لیے زبردست انتظامات کیے گئے تھے۔

آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئیں۔ اس کی زچگی کا دن آگیا۔ وہ صبح سے تکلیف میں مبتلا تھی۔ پھر تکلیف بڑھنے لگی۔ دماغ کمزور ہونے لگا۔ جان کولن اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے اسے تکلیف

سے کراہتے ہوئے سنا پھر کہا "ہیلو الپا! یہ تکلیف عارضی ہے' جلد ہی ختم ہوجائے گی۔ میں تمہیں ماں بننے کی پیشگی مبارک باد دے رہا ہوں۔ جیسے ہی تم ایک بچے کو جنم دوگی اور تمہیں قدرے آرام آئے گا میں تم پر تنویمی عمل شروع کروں گا۔"

الپا کراہتی رہی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

میجرٹی ہنٹر کی آواز سنائی دی "یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ الپا جیسی اہم ہستی کو تم لے جاؤ اور میں منہ دیکھتا رہوں۔"

جان کولن نے پوچھا "کیا تم میجرٹی ہنٹر ہو؟"

"ہاں۔ میں اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کے ذریعے فرانس کو امریکا سے بڑا سپر پاور ملک بنا رہا ہوں۔ الپا کو حاصل کرنے کے بعد میری قوتوں میں بے پناہ اضافہ ہوجائے گا۔"

"کیا تم دن میں بھی خواب دیکھتے رہتے ہو؟"

"جب تم الپا کو حاصل کرنے میں ناکام ہوجاؤ گے تو پتا چلے گا' خواب میں نہیں' تم دیکھ رہے تھے۔"

پھر انہوں نے دیوی شی تارا کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی "تم دونوں کو شرم آنی چاہیے۔ ایک عورت ماں بننے والی ہے۔ ایسے وقت عورت کا بدن اس کے مرد سے بھی چھپایا جاتا ہے اور تم دونوں بے شرموں کی طرح اس کے پاس موجود ہو۔"

جان کولن نے کہا "اوگاڈ! تم بھی پہنچ گئیں۔"

ٹی ہنٹر نے کہا "یہ ہمیں شرم دلا کر اپنے لئے راستہ صاف کرنا چاہتی ہے۔"

دیوی نے کہا "میجرٹی ہنٹر! جلد ہی تمہاری شامت آئے گی۔ مجھے الپا کے معاملے سے فرصت پالینے دو۔"

جان کولن نے کہا "اگر ہم تینوں نے عقل سے کام نہ لیا تو یہ کسی کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ابھی فرہاد آنے والا ہے یا شاید آچکا ہے۔"

"جب ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا میلہ لگ رہا ہے تو فرہاد ضرور آئے گا اور یہ معلومات تو اسی نے فراہم کی تھیں کہ الپا ماں بننے والی ہے۔"

"الپا کی حالت بتا رہی تھی کہ یہ ایک آدھ گھنٹے میں ماں بن جائے گی۔ کیا یہ غور کرنے کی بات نہیں ہے کہ فرہاد ابھی تک نہیں آیا ہے۔"

دیوی نے کہا "اس میں غور کرنے کی کیا بات ہے؟ وہ نہیں آیا ہے تو آجائے گا اور نہیں آئے گا تو ہمارے لیے فائدہ ہی ہے۔"

میجرٹی ہنٹر نے پوچھا "تم فرہاد کو کیا کہتی ہو؟"

"فرہاد کو فرہاد ہی کہوں گی اور کیا کہوں گی۔"

"وہ تمہارا سسر ہے۔ اس کا بیٹا تمہارا شوہر ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے اسے ہندو سمجھ کر اپنا پتی بنایا تھا لیکن بعد میں پتا چلا' وہ مجھے دھوکا دے رہا تھا۔ اس نے میرا دھرم قبول نہیں کیا تھا۔ وہ مسلمان تھا اور مسلمان ہے۔"

"تم نے اس کے ساتھ دن رات گزارے ہیں۔ وہ تمہارا شوہر تو لگتا ہوگا؟"

"مسٹر ہنٹر! فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ وہ میرا شوہر نہیں لگتا ہے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جب کچھ نہیں لگتا ہے تو پھر تمہارا کیا ہوگا۔"

"میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ تمہاری زبان کاٹ کے پھینک دوں گی۔ تمہاری زندگی بہت تھوڑی ہے۔ مجھے اس معاملے سے نمٹ لینے دو۔"

جان کولن نے پوچھا "کیا تم دونوں جھگڑا کرتے ہوئے وقت ضائع کروگے؟"

دیوی نے کہا "اسے ماں بننے دو پھر ہم وقت ضائع نہیں کریں گے۔ ہمارے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ ہم تنویمی عمل کریں۔ دوران الپا کے ذہن میں اپنی اپنی آواز نقش کریں گے۔ وہ ہمیں کی معمولہ اور تابعدار رہے گی۔"

جان کولن نے کہا "ہاں' مجبوری ہے۔ ہم تینوں میں سے کسی کو اسے نہیں چھوڑنے گا۔"

"تینوں نہ کہو' چاروں کہو۔ فرہاد کو کیوں بھول جاتے ہو۔"

"ہاں' لیکن اس کی عدم موجودگی کھٹک رہی ہے۔ وہ کہاں نہیں آیا ہے؟"

دیوی نے کہا "میں ایک اور بات محسوس کررہی ہوں۔"

دونوں نے پوچھا "کیا محسوس کررہی ہو؟"

"ہم تینوں اتنی دیر سے الپا کے اندر ہیں لیکن یہ اس کی موجودگی پر اعتراض نہیں کررہی ہے۔"

"ہاں' یہ ہماری آمد پر نہ خوش ہے' نہ حیران ہے اور نہ پریشان ہے۔"

دیوی نے اسے مخاطب کیا "ہیلو الپا! کیا بہت تکلیف ہو رہی ہے؟"

وہ پہلے کی طرح کراہتی رہی۔ جان کولن نے کہا "ہم سے بات کرو۔ تمہارے دکھ درد میں کمی ہوگی۔"

وہ جواب نہیں دے رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ان کی آوازیں نہیں سن رہی ہے۔ ان تینوں کو حیرانی ہوئی۔ وہ بار بار اسے مخاطب کرنے لگے لیکن نتیجہ وہی رہا۔ وہ ان سے لاتعلق رہی۔

جان کولن اور میجرٹی ہنٹر اس کے دماغ کو پوری طرح قابو میں لینے کی کوشش کرنے لگے۔ دیوی نے آتما شکتی کا زور لگایا۔ یہ سب کے لیے بڑی حیرانی کی بات تھی کہ الپا کے دماغ میں تھے لیکن اس کے دماغ پر قبضہ جمانے میں ناکام ہورہے تھے حتیٰ کہ اپنی آواز کی لہروں کے ذریعے بھی پہنچا نہیں پارہے تھے۔

الپا ان تینوں سے بے خبر تھی۔ نہ یہ جانتی تھی کہ دشمن اس کے اندر ہیں اور نہ ہی ان کی موجودگی سے اسے کوئی نقصان پہنچ رہا تھا۔ ایک تو وہ درد زہ سے پریشان تھی۔ دوسرے یہ دھڑکا لگا ہوا تھا نہ جانے کتنے دشمن اس کے دماغ میں گھس آنے والے ہیں۔ دشمن نہ آئیں تو خوشی ہوتی ہے لیکن ان کے نہ آنے سے وہ اور زیادہ گھبرا رہی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ شاید موجود ہیں اور وہ درد زہ کی کمزوری کے باعث انہیں محسوس نہیں کرپا رہی ہے۔

اس نے اپنے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو باری باری طلب کیا۔ پتا چلا' وہ اس کے دماغ میں نہیں ہیں۔ کوئی نہیں ہے۔ سب ہی ایک ساتھ غیر حاضر ہیں۔ اس نے سیکیورٹی افسر کے ذریعے اپنی حکام اور فوجی افسران کو اطلاع بھیجی کہ وہ خطرے میں ہے اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی حفاظت کے لیے موجود نہیں ہے۔

اسے جواب ملا' تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا کے دماغ میں جارہے ہیں۔ اسے آوازیں دے رہے ہیں لیکن وہ اپنے خیال خوانی کرنے والے ماتحتوں کی آوازیں نہیں سن رہی ہے اور نہ ہی انہیں جواباً کچھ کہہ رہی ہے۔

وہ تکلیف کے باعث اس سلسلے میں بحث نہ کرسکی۔ یہ سمجھتی رہی کہ دشمنوں نے کوئی ایسا عمل کیا ہے جس کے نتیجے میں اس کے اپنے اس سے دماغی رابطہ قائم کرنے میں ناکام ہورہے ہیں۔

الپا کو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا پھر بھی وہ خوف اور دہشت میں مبتلا رہی۔ آخر ولادت کا وقت آگیا۔ ایک نوزائیدہ بچے کے رونے کی آواز آئی۔

یہ آوازیں الپا کے ماتحت خیال خوانی کرنے والوں نے سنیں۔ دیوی' جان کولن اور میجرٹی ہنٹر کو بھی یہی آوازیں سنائی دیں۔ ان سب نے پھر الپا کے دماغ کو گرفت میں لینے کی کوششیں کیں پھر کوشش کرتے ہی رہ گئے۔

پتا چلا کہ بیٹی ہوئی ہے۔ اسے نہلا دھلا کر صاف ستھرے کپڑے میں لپیٹا گیا پھر الپا اور اس کے آس پاس موجود رہنے والی کنیزیں اذان کی آواز سن کر حیران رہ گئیں۔

وہاں کوئی مرد نہیں تھا لیکن اس ننھی سی بچی کے کان میں کوئی اذان دے رہا تھا۔ الپا نے پچھلی رات ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا "تو ایک بیٹی کو جنم دینے والی ہے۔ وہ بیٹی بابا صاحب کے ادارے کی امانت ہے۔ جوان ہونے تک تیرے پاس رہے گی۔ اس بچی کے طفیل تجھے اب سے پہلے تنویمی عمل کے اثر سے بچایا گیا تھا۔ اس بار بھی کوئی تجھے اپنی معمولہ اور تابعدار نہیں بنا سکے گا۔"

اور الپا دیکھ رہی تھی کہ یہی ہورہا ہے۔ اب تک کوئی دشمن اس کے دماغ میں نہیں آیا تھا۔ جو آئے تھے' وہ خاموش تماشائی بن کر رہ گئے اور بڑی حیرانی سے اذان کی دھیمی دھیمی آواز سن رہے تھے۔

ہمت پہلے انہی بزرگ نے الپا کو بشارت دی تھی کہ وہ ایک بیٹی کی ماں بننے والی ہے۔ اس وقت پارس اور باربرا نے اسے ٹرپ کرکے اپنی تابعدار بنایا تھا لیکن بزرگ نے کہا تھا کہ پیدا ہونے والی بچی کے طفیل اسے تنویمی عمل کے اثر سے نجات دلائی جارہی ہے۔ وہ بچی آئندہ فرہاد کی فیملی ممبر بننے والی ہے۔

وہ بچی دنیا میں آچکی تھی۔ اس کے کان میں اذان مکمل ہوچکی تھی۔

○☆○

بلی ڈونا کے ہاتھ میں جو کاغذ تھا اس پر پارس نے بے تکی سی باتیں لکھی تھیں کہ بلی ڈونا کو مبارک ہو۔ وہ اس کے پیٹ میں ہے اور وہ ماں بننے والی ہے۔

بلی ڈونا کے ہاتھ سے وہ کاغذ چھوٹ گیا۔ فضا میں لہراتا ہوا فرش پر آگرا۔ اس نے بے اختیار اپنا ہاتھ پیٹ پر یوں رکھ لیا جیسے سچ مچ ماں بننے والی ہو۔

پھر وہ جھنجلا گئی۔ آج تک اتنا بڑا دھوکا اسے کسی نے نہیں دیا تھا۔ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن کر پیرس سے جنگارتا آیا تھا۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا تھا۔ اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھتا تھا اور نہ جانے کیسے کیسے راز معلوم کرتا رہا تھا۔

اس نے پریشان ہوکر آواز دی "پارس! میرے اندر نہ رہو۔ باہر آؤ۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں تو نواہ کے بعد ہی نکلوں گا۔"

"یہ کیا مذاق ہے' باہر آؤ۔"

"یہ زچگی کا کیس ہے۔ کسی ڈاکٹر سے رجوع کرو۔"

"تم نہیں جانتے' میں تمہیں چپکے چپکے' دل ہی دل میں کتنا چاہتی ہوں۔"

"اب تم پیٹ ہی پیٹ میں چاہو۔"

"میری جان! کیا تم اپنی جان کو پریشان کروگے؟"

"تم دنیا کی پہلی عورت نہیں ہو' سبھی نواہ تک پریشان رہتی ہیں۔"

"یہ کیا تم نے نواہ کی رٹ لگا رکھی ہے۔ کیا تم سنجیدہ نہیں ہوگے؟"

"پیرس میں تم میرے اندر گھس آئی تھیں۔ کیا سنجیدگی سے آئی تھیں؟ پھر مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ کیا وہ بھی سنجیدگی تھی؟"

"میں تمہیں دل وجان سے چاہتی ہوں۔ تمہیں اپنا بنائے رکھنے کے لیے میں نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا۔"

"یہ اپنا بنائے رکھنے کا اچھا طریقہ ہے۔ میں بھی تم پر تنویمی عمل کروں گا۔"

وہ گھبرا کر بولی "نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی' سامنے آکر دستی کرو۔"

"میں سامنے آؤں گا تو تم سایہ بن جاؤ گی پھر مجھے اپنے جسم میں

داخل نہیں ہونے دوں گی۔ میں تمہارے سائے کو ڈھونڈتا رہ جاؤں گا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں' سایہ نہیں بنوں گی۔ یہ جسم تمہارے حوالے کردوں گی۔"

"سچ کہہ رہی ہو؟ یہ حسن و شباب میرا ہو جائے گا؟"

"ہاں' نمودار ہو جاؤ اور مجھے حاصل کرو۔"

پارس اس کے اندر سے نکل آیا۔ اس کے سامنے نمودار ہو گیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی بولی "مکار! فریبی' میں تمہارے سایہ بننے سے پہلے خود سایہ بن جاؤں گی اب تمہارے دباؤ میں نہیں آؤں گی۔"

"نہ میں تمہیں دباؤں گا اور نہ تم دباؤ میں آؤ۔ ہم تو بڑے پیار سے محبت' محبت کھیلیں گے۔"

"یوشٹ اپ' سچ بتاؤ' میرے تنویمی عمل سے کیسے آزاد ہو گئے؟"

"تم خود آزما چکی ہو۔ جن صاحب آئے تھے' تمہیں ایک تھپڑ مارا تھا پھر مجھے عورت کی غلامی سے نجات دلا کر چلے گئے تھے۔"

"میں یقین نہیں کروں گی کہ وہ کوئی جن تھا۔"

"کیا تم دوسری بار تھپڑ کھانا چاہتی ہو۔ جن صاحب ابھی آکر ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔"

وہ گھبرا کر بولی "اچھا بس رہنے دو' تم مکار ہو' حقیقت نہیں بتاؤ گے۔"

"تم نے کہا تھا' میں نمودار ہوں گا تو یہ حسن و شباب میرا ہو گا۔"

"تم ہینڈسم ہو' اسمارٹ ہو۔ میں جھوٹ نہیں کہوں گی' تم پر دل آگیا ہے لیکن تم مکار ہو' ہرجائی ہو۔ کسی دن مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔"

"ہو سکتا ہے' مجھ سے پہلے تم چلی جاؤ۔"

"تم بہت باتیں بناتے ہو' کیا اپنی سچائی اور محبت کا ثبوت دو گے؟"

"زیادہ بولو گی تو دل چیر کر رکھ دوں گا۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے سوال کا صحیح جواب دو۔ کیا مجھ پر تنویمی عمل کر چکے ہو؟"

"مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔ اگر پیار سے موقع دو گی تو کروں گا۔ اس طرح ساری زندگی تمہیں اپنا بنا کر رکھوں گا۔"

"بکواس مت کرو۔ یہ بتاؤ' میں تمہارے آگے مجبور کیوں ہو رہی ہوں؟ کئی بار ارادہ کر چکی ہوں کہ تمہارے دماغ کے اندر جاؤں گی لیکن ارادہ کرنے کے باوجود خیال خوانی نہیں کر رہی ہوں۔"

"پھر تو یہ تشویش کی بات ہے۔ ذرا سوچو کہ تم سے کون دشمنی کر سکتا ہے یا کر سکتی ہے؟"

"میرا کوئی دشمن میرے اندر نہیں پہنچ سکتا۔"

"اگر یہ تمہارا دعویٰ ہے تو اناتا کے اندر جا کر اس کے خیالات پڑھو۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اس کے خیالات نہیں پڑھ سکوں گی؟"

"مجھے شبہ ہے کہ وہ پراسرار لڑکی تمہاری دشمن بن گئی ہے کیونکہ تم خواہ مخواہ اس کے پیچھے پڑ گئی تھیں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اناتا کے دماغ میں پہنچ گئی لیکن اناتا نے سانس روک لی۔ بلی ڈونا نے ناکام ہو کر کہا "وہ تو معصوم تھی' ان پراسرار قوتوں کے بارے میں کیسے جانتی تھی جو اس کی مدد کیا کرتی تھیں۔ وہ یوگا کی بھی ماہر نہیں تھی لیکن اس نے سانس روک لی ہے۔"

بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے باری باری اناتا کے پاس آتے تھے' اس کی نگرانی کرتے تھے اور اسے دشمنوں سے محفوظ رکھتے تھے۔ اب انہوں نے اناتا کے دماغ کو لاکڈ کر دیا تھا۔ یہ پارس جانتا تھا کہ کیسی آواز اور لہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں پہنچا جا سکتا ہے۔

پارس نے بلی ڈونا کے اندر آکر اناتا کی آواز اور لہجے میں کہا "ہیلو بلی ڈونا! تم ابھی میرے اندر کیوں آئی تھیں؟"

بلی ڈونا نے سانس روک کر اسے بھگانا چاہا۔ وہ اناتا یا کوئی اور ہستی ہوتی تو دماغ سے نکل جاتی لیکن وہ پارس تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں موجود رہیں۔ پارس نے اناتا کی آواز اور لہجے میں کہا "تم میرے اندر آیا کرتی تھیں۔ میں نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔ آج سے میں بھی آیا کروں گی' تم بھی اعتراض نہ کرو۔"

"بکواس مت کرو' یہاں سے چلی جاؤ۔"

"ڈانٹنے سے بچے سہم کر بھاگتے ہیں۔ میں بچی نہیں ہوں۔"

"کیا تم نے مجھ پر عمل کیا ہے؟"

"میں ہمیشہ اچھے عمل کرتی رہتی ہوں۔ اپنے اچھے عمل سے تمہیں بھی غلطیوں سے بچانا چاہتی ہوں۔"

"تم کون ہوتی ہو' مجھے غلطیوں سے بچانے والی؟"

"ٹھیک ہے۔ آئندہ نہیں بچاؤں گی۔"

"تم نے میرے دماغ میں آکر میرے بہت سے راز معلوم کر لیے ہوں گے۔"

"تمہارے دماغ میں کچرا بہت ہے اس لیے میں نے صرف وہی راز معلوم کیے ہیں؟"

"کون سے دو راز؟"

"ایک تو یہ کہ تم سلطان صالح کی بیٹی صالحہ بن کر یہاں رہتی ہو اور اس کی اپنی بیٹی صالحہ امریکا میں تمہاری قیدی بن کر رہتی تھی۔"

بلی ڈونا نے کہا "رہتی تھی نہیں' اب بھی وہ میری قیدی ہے۔"

"یہ سن کر مایوس ہو جاؤ کہ وہ قید سے آزاد ہو چکی ہے۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو؟"

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ صالحہ کے اندر پہنچ کر اس کے قیدی ہونے کا یقین کرنا چاہتی تھی لیکن صالحہ نے سانس روک لی۔ اس نے حیران ہو کر پھر صالحہ کے اندر پہنچنا چاہا مگر وہ پھر ناکام ہو گئی۔

اس نے صالحہ پر تنویمی عمل کر کے اسے ایک معمولی میاں بیوی کی نگرانی میں رکھا تھا۔ وہ ان میاں بیوی کے اندر پہنچی۔ ان کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ صالحہ کی گم شدگی سے پریشان ہیں اور اسے تلاش کر رہے ہیں۔

اس نے پوچھا "وہ کیسے گم ہو گئی۔ تم نے اسے باہر کیوں جانے دیا؟"

"ہم نہیں جانتے کہ ہم صبح دس بجے تک کیسے سوتے رہے جبکہ ہم صبح پانچ بجے بیدار ہو جاتے ہیں۔ جب اٹھ کر دیکھا تو مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ نہیں تھی۔"

اس نے پریشان ہو کر اناتا سے پوچھا "صالحہ کہاں ہے؟"

"جہاں بھی ہے' محفوظ ہے اور عزت و آبرو سے ہے۔"

"تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"تمہیں مجھ سے کیا دشمنی تھی۔ تم جب چاہتی تھیں' میرے دماغ میں گھس آتی تھیں۔ کیا یہ تمہارے باپ کا دماغ ہے۔ میرے پراسرار ہونے کا راز معلوم کرنے کے لیے باؤلی ہو رہی تھیں۔ اب معلوم کرو۔"

"پہلے تمہیں کمتر سمجھتی تھی۔ کسی کمتر سے دوستی نہیں کی جاتی لیکن اب تم میرے برابر ہو' میں دوستی کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم برابری کی بات نہ کرو۔ تم میرے دماغ میں نہیں آسکتیں۔ میں تمہارے اندر ہمیشہ آسکتی ہوں اس لیے تم کمتر ہو اور کمتر سے دوستی نہیں کی جاتی۔"

"تم میری توہین کر رہی ہو۔ مجھے برداشت کرنا ہی ہو گا۔ اتنا بتا دو' کیا صالحہ کو یہاں لا کر اسے سلطان کی بیٹی اور مجھے فراڈ ظاہر کرو گی؟"

"ابھی ایسا ارادہ نہیں ہے۔ مجھے ایک خاص مدت تک انتظار کرنا ہے۔"

"تم ایک خاص مدت تک کس بات کا انتظار کر رہی ہو؟"

"یہ انتظار تمہارے دوسرے راز کے سلسلے میں ہے۔"

"ہاں۔ تم نے کہا تھا' میرے دو رازوں سے واقف ہو۔ ایک راز تو صالحہ کا ہے۔ اسے تم نے مجھ سے چھین لیا ہے' دوسرا راز کون سا ہے؟"

"وہ خزانے کا راز ہے۔"

"خزانے کا راز!" بلی ڈونا نے انجان بن کر پوچھا "کون سا خزانہ؟ تم کس خزانے کی بات کر رہی ہو؟"

"وہی جو جزیرہ ساؤ میں ہے۔"

"او گاڈ! تم نے میرے چور خیالات پڑھ کر یہ راز معلوم کیا ہے۔"

"اور یہ بھی معلوم کیا ہے کہ اس خزانے تک پہنچنا اور اسے حاصل کرنا دشوار ہے۔ اس میں خاصا وقت لگے گا لیکن تمہارا یہ ساتھی اگر میرا ساتھ دے گا تو میں چند دنوں میں وہ خزانہ حاصل کر لوں گی۔"

"کیا تم پارس کو بھی ٹریپ کر رہی ہو؟"

"ہاں پھانس رہی ہوں مگر یہ نہیں پھنس رہا ہے۔ میں اب تک اس پر دو بار تنویمی عمل کر چکی ہوں۔ یہ چند گھنٹوں کے لیے معمول بنتا ہے۔ جب تابعداری کا وقت آتا ہے تو میرے سحر سے نکل جاتا ہے۔"

بلی ڈونا نے خوش ہو کر کہا "اس کا دماغ کچھ غیر معمولی ہے۔ میں بھی اسے معمول اور تابعدار نہ بنا سکی اس لیے اسے اپنا یار بنا رہی ہوں۔ یہ مجھے بھی تمہارے تنویمی عمل کے سحر سے نجات دلائے گا۔"

یہ کہتے ہوئے بلی ڈونا نے پارس کی طرف دیکھا۔ وہ بیٹھے بیٹھے سو رہا تھا۔ یعنی سونے کے بہانے اناتا بن کر اس کے دماغ میں اتنی دیر سے بول رہا تھا۔

بلی ڈونا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے آواز دی۔ "پارس!"

وہ نیند میں بولا "ہائے اناتا! اتنی محبت سے آواز نہ دو۔ میں تمہاری نہیں بلی ڈونا کی زلفوں کا اسیر ہوں۔ حالانکہ بلی ڈونا کی زلفیں بوائے کٹ ہیں۔"

"پارس! میں بول رہی ہوں' اٹھو!"

اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں پھر کہا "سوری! تم خیال خوانی میں مصروف ہو گئی تھیں اس لیے میں نے سوچا' موقع سے فائدہ اٹھا کر سو جانا چاہیے۔"

"تم نے درست کہا تھا۔ اناتا مجھ سے دشمنی کر رہی ہے۔ اس وقت بھی میرے اندر موجود ہے۔"

"اس سے کہو' میرے پاس آئے۔ میں اسے سمجھاؤں گا کہ تم میری دوہ ہو۔ مجھ سے بہت وہ کرتی ہو۔ لہٰذا تمہیں وہ نہ کرے۔"

"کیا وہ وہ کر رہے ہو؟ پلیز جس طرح تم تنویمی عمل کے سحر سے نجات حاصل کر لیتے ہو اسی طرح مجھے اناتا کے سحر سے نجات دلاؤ۔"

"تم دیکھ چکی ہو' جن صاحب نے میری کمر پر لات ماری تھی اور میں چشم زدن میں تمہارے تنویمی عمل کی گرفت سے نکل گیا تھا۔ اناتا نے دو بار چپکے سے مجھ پر عمل کیا تھا۔ دو بار جن صاحب نے لاتیں ماری تھیں اور میں نے اناتا سے بھی نجات حاصل کر لی تھی۔"

وہ بولی "یعنی تم تین بار لاتیں کھا چکے ہو؟"

"مجبوری ہے۔ جنات کا یہ دستور ہے' وہ لاتیں مار کر مشکلیں آسان کرتے ہیں۔ تم سوچ لو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا لات زور سے لگتی ہے؟"

"بھئی لات انسان کی تو نہیں ہے۔ ایک جن کی ہے۔ چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔"

"پھر بھی جن صاحب عورت سے تو رعایت کریں گے۔"

"عورت ان کی کمزوری ہے۔ وہ تو اسے اور دل و جان سے لات رسید کرتے ہیں۔"

"نہیں۔ میں تو مر جاؤں گی۔ مجھے کسی دوسری طرح اناتا سے نجات دلاؤ۔"

"میں اور کوئی راستہ نہیں جانتا ہوں۔ تم اچھی طرح سوچ لو۔ جلدی نہیں ہے۔ جب بھی اناتا سے نجات حاصل کرنا چاہو' میں جن صاحب کی خدمات پیش کردوں گا۔"

اس نے فکر میں مبتلا ہو کر اناتا کو آواز دی "اے! کیا تم موجود ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دوبارہ مخاطب کیا پھر کہا "شاید چلی گئی ہے اور اگر چھپی ہوگی تو میں اس کا کیا بگاڑ لوں گی۔"

"فکر کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اپنا دھیان بٹانے کے لیے مجھ سے پیار بھری باتیں کرو۔"

"بکواس مت کرو۔ میرا بہت نقصان ہو رہا ہے۔ اس نے میرے اندر رہ کر خزانے کا راز معلوم کر لیا ہے۔"

پارس نے کہا "ہاں۔ یاد آرہا ہے۔ اناتا مجھے اپنا معمول بنا کر کہہ رہی تھی کہ میں اس کے ساتھ جزیرہ ساؤ جاؤں گا۔ وہ میری مدد سے صدیوں پرانا خزانہ حاصل کر سکتی ہے۔"

"کیا تم اناتا کی مدد کرو گے؟"

"تم بھی حسین ہو اور اناتا بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ابھی میں نے فیصلہ نہیں کیا ہے۔ شاید تم میں سے جو جیت لے' وہی مجھے پالے۔"

"ایک ہرجائی جیسی باتیں نہ کرو۔ تم اس پر تھوکو گے بھی نہیں۔"

"بالکل نہیں۔ ویسے بھی اچھی چیز پر تھوکنا نہیں چاہیے۔"

وہ جھنجھلا کر بولی "تم اس پر تھوکو گے۔"

"اس کے لیے قریب جانا ہوگا۔ جاؤں؟"

"بکواس مت کرو۔ کام کی باتیں کرو۔ کوئی ایسی تدبیر کرو کہ اناتا اس خزانے کی طرف کبھی نہ جا سکے۔"

"تم اس خزانے کو اہمیت کیوں دے رہی ہو جب کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے قدموں میں ساری دنیا کی دولت آسکتی ہے؟"

"وہ تاریخی خزانہ ہے۔ ہزاروں سال پرانا ہے۔ اس خزانے میں ایسے ہیرے جواہرات ہیں جنہیں آج کی دنیا دیکھے تو حیران رہ جائے۔"

"اسے حاصل کرنے میں دشواری کیا ہے؟"

"اناتا نے میرے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اس نے تمہیں بتایا ہوگا کہ اس خزانے تک پہنچنے میں مشکلات کیا ہیں؟"

"اناتا نے مجھے نہیں بتایا تھا۔ مجھ سے کہا تھا جب ہم جزیرہ ساؤ کے محل میں پہنچیں گے تو وہ مجھے بتائے گی۔ پلیز تم مجھے بتا دو۔"

"ساری دنیا میں یہ مشہور ہے کہ زمین میں دبے ہوئے خزانے پر سانپ پہرا دیتے ہیں لیکن ساؤ کے خزانے پر سانپ نہیں ہیں۔"

"پھر پریشانی کیا ہے؟"

"وہ خزانہ محل کے تہ خانے میں ہے۔ اس تہ خانے میں جانے والے پھر واپس نہیں آتے۔ جو انہیں واپس لانے جاتا ہے وہ بھی نیچے جا کر ہمیشہ کے لیے گم ہو جاتا ہے۔"

پارس یہ باتیں چور خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا۔ بلی ڈونا نے ایک شخص پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول بنا کر اس تہ خانے میں بھیجا تھا اور اس کے دماغ میں رہ کر وہاں کے حالات معلوم کرتی رہی تھی۔

جب اس آلہ کار نے تہ خانے میں قدم رکھا تو اسے سونے کی اینٹیں اور آنکھوں کو چکا چوند کرنے والے ہیرے جواہرات نظر آئے۔ وہاں اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نظر نہیں آیا لیکن جب اس نے ایک جگمگاتے ہوئے ہیرے کو اٹھانا چاہا تو وہ ہیرا خود ہی بڑی تیزی سے آکر اس کی پیشانی پر لگا اور یوں لگا جیسے بندوق کی گولی لگی ہے۔

وہ چکرا کر گر پڑا۔ اس ہیرے کی چوٹ سے پیشانی پر گڑھا پڑ گیا تھا۔ بلی ڈونا نے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سنبھالا۔ اسے حکم دیا کہ ہیرے جواہرات ایک بیگ میں بھر کر فوراً اوپر آجائے۔

وہ حکم کی تعمیل کرنا چاہتا تھا لیکن سونے کی اینٹیں اپنی جگہ سے اٹھ اٹھ کر تیزی سے آکر اس کے سر' منہ اور جسم کے دوسرے حصوں پر لگنے لگیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہاں نادیدہ پہرے دار ہیں۔ وہ دکھائی نہ دینے والے اسے اینٹوں سے مار رہے ہیں۔

وہ چیختی مارتا ہوا زینے کی طرف بھاگنے لگا تاکہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جا سکے لیکن کسی نے اس کے منہ پر کسی چیز سے ضرب لگائی۔ وہ الٹ کر گر پڑا اور تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔

لیکن اس کے منہ اور جسم پر زوردار ضربیں پڑتی رہیں۔ حتیٰ کہ مار کھاتے کھاتے اس کا دم نکل گیا۔

بلی ڈونا کو ایک آلہ کار کی موت سے کوئی نقصان نہیں پہنچا بلکہ اہم معلومات ہوئیں۔ اس نے دوسری بار دوسرے آلہ کار کو ایک گولی دی۔ وہ تہ خانے میں قدم رکھتے ہی گولی لگ کر نادیدہ ہو گیا۔

تہ خانے میں ہر جگہ گھومنے لگا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بولی "وہاں جو نادیدہ پہریدار ہیں' ان کے لیے تم بھی نادیدہ بن گئے ہو۔ وہ تم پر

حملہ نہیں کر سکیں گے۔"

آلہ کار نے پوچھا "میڈم! مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"اپنے لباس میں چھپایا ہوا بیگ نکالو۔ اس میں ہیرے جواہرات بھر دو۔ اس وقت جب کوئی چیز تمہاری طرف آئے' تم نادیدہ بن جانا۔"

اس نے آس پاس دیکھا پھر گولی اگل کر اپنی داڑھ میں دبالی۔ نادیدہ بن کر ہیرے موتی اٹھا نہیں سکتا تھا۔ اٹھانے کے لیے ٹھوس جسم لازمی تھا اس لیے وہ تہ خانے میں نمودار ہو گیا۔

اس نے بھی پہلے آلہ کار کی طرح ایک ہیرے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے اٹھاتا' ہیرا خود اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی پیشانی پر لگا۔ پہلی مار کھاتے ہی وہ گولی نگل کر نادیدہ ہو گیا۔

وہ بولی "تم تو ایک ہیرا بھی اٹھا نہ سکے۔ یہ خزانہ کچھ اس طرح حاصل کرو کہ ایک ایک ہیرے' ایک ایک موتی کو اٹھاتے جاؤ اور نادیدہ ہوتے رہو۔"

اس نے یہی کیا۔ نمودار ہوتے ہی خزانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ نادیدہ پہریداروں کو اس کی موجودگی کا علم ہو چکا تھا۔ وہ بھی غائب ہو گئے تھے۔ اس کے نمودار ہوتے ہی سونے کی اینٹیں آکر اسے لگنے لگیں۔ وہ پھر نادیدہ ہو گیا' کہنے لگا "میڈم! یہ ممکن نہیں ہے۔ خزانے کو ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا۔ چند سیکنڈ میں ہی کئی اینٹوں نے مجھے بری طرح زخمی کر دیا ہے۔"

"واپس آؤ۔ میں کوئی دوسری تدبیر کروں گی۔"

وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا چور دروازے کے پاس آیا۔ وہاں سے باہر جانے کے لیے چور دروازے کو کھولنا تھا اور کھولنے کے لیے ٹھوس جسم میں نمودار ہونا ضروری تھا۔ وہ پھر ایک بار نمودار ہوا۔ جونہی چور دروازہ کھولتے ہی نادیدہ ہو جائے گا۔

لیکن نادیدہ بلائیں بہت پھرتیلی تھیں۔ دروازہ کھولنے سے پہلے ہی ایک تیر آکر اسے لگا۔ وہ کراہتے ہوئے گرا پھر سیڑھیوں پر لڑھکتا ہوا نیچے تہ خانے میں آکر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہاں کئی انسانی ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ وہ بھی چند دنوں میں ڈھانچا بننے والا تھا۔

بلی ڈونا اس کے مردہ دماغ سے واپس آگئی۔ یہ معلوم ہو گیا کہ وہاں ایسے نادیدہ پہریدار ہیں' جو تیر بھی چلاتے ہیں۔ جب تک خزانے کو ہاتھ نہ لگایا جائے تب تک وہ پہریدار حملہ نہیں کرتے اور جو خزانہ حاصل کرنے کی نیت سے آئے' اسے مار ڈالتے ہیں اور نکلنے سے واپس نہیں جانے دیتے۔

پارس یہ تمام معلومات بلی ڈونا کے چور خیالات سے حاصل کر چکا تھا لیکن یہی ظاہر کرتا رہا تھا کہ وہ اس کے دماغ میں نہیں جھانک رہا ہے اور نہ ہی اس کے خیالات پڑھ رہا ہے۔ اس نے انجان بن کر بلی ڈونا کی زبان سے تہ خانے اور خزانے کے بارے میں یہ سب کچھ سنا پھر کہا "تمہاری کوششیں ناکام ہو گئیں۔ وہاں نادیدہ بن کر جانے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ خزانہ سمیٹ کر لانے کے لیے ٹھوس جسم لازمی ہے۔"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔ بڑی مشکلات ہیں۔ پتا نہیں وہ کس قسم کی نادیدہ بلائیں ہیں؟"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ نادیدہ کیسے ہو جاتی ہیں۔ ہم تو گولیوں کے ذریعے دکھائی نہیں دیتے لیکن ان پہریداروں کے پاس گولیاں کہاں سے آگئیں جب کہ وہ ہزاروں برسوں سے اس خزانے کی حفاظت کر رہے ہیں۔"

"یہ سوچنے کی بات ہے کہ وہ ہزاروں برسوں سے نادیدہ ہیں اور زندہ ہیں۔ کیا ہزاروں برس پہلے جو نادیدہ تھے' یہ ان کی اولادیں ہیں؟"

"کاش ہماری بھی اولاد نادیدہ ہوتی۔"

"بکواس نہ کرو۔"

"یہ بکواس نہیں ہے۔ جب ان کی ہو سکتی ہیں تو ہماری بھی ہو سکتی ہیں۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ خاندانی منصوبہ بندی والوں کو ہماری اولادیں نظر نہیں آئیں گی۔ وہ الزام نہیں دے سکیں گے کہ ہم آبادی بڑھا رہے ہیں۔"

"پلیز کام کی بات کرو۔ خزانہ حاصل کرنے کی تدبیر کرو۔"

"میرا خیال ہے' جزیرہ ساؤ چلیں۔ وہیں محل میں رہ کر تدبیریں کریں گے۔"

"او گاڈ! میں تو یہ بھول ہی گئی کہ اناتا میرے اندر چھپی ہوگی اور ہماری تمام باتیں سن رہی ہوگی۔"

"پریشانی کیا ہے۔ تم باتیں نہیں کرو گی' تب بھی وہ تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کرتی رہے گی کہ ہم کیسے منصوبے بنا رہے ہیں۔ تم اس سے چھپ کر جزیرہ ساؤ جاؤ گی اور وہ تمہارے دماغ میں چھپی رہے گی۔"

"کیا مصیبت ہے۔ میں اس سے کیسے پیچھا چھڑاؤں؟"

"صرف ایک لات۔"

اس نے چونک کر پارس کو دیکھا۔ وہ لات والی بات بھول گئی تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ جن صاحب کی ایک لات کھا کر پارس تنویمی عمل کے سحر سے آزاد ہو گیا تھا۔ وہ بھی اناتا سے نجات حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن لات کھانے سے ڈر رہی تھی۔

اس دوران پارس نے اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے کو بلایا تھا تاکہ وہ جن صاحب کا کردار ادا کر سکے۔ بلی ڈونا نے کہا۔ "پارس! میرے لیے کچھ کرو۔ میں نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں مگر لات نہیں کھانا چاہتی۔"

پارس اچانک اچھل کر کھڑا ہو گیا' ایک سمت دیکھنے لگا۔ وہ بولی۔ "کیا ہوا؟"

وہ ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے بولا "جن صاحب آگئے

ہیں۔ کیا تمہیں نظر نہیں آرہے ہیں؟"

وہ سہم کر بولی "نہیں۔ یہ پہلے بھی مجھے نظر نہیں آئے تھے۔ اب بھی دکھائی نہیں دے رہے ہیں لیکن یہ کیوں آئے ہیں؟"

وہ کان پر ہاتھ رکھ کر کچھ سننے لگا پھر بولا "جن صاحب فرما رہے ہیں' تم لات کھانے سے انکار کررہی ہو۔ عورتاً الات توہین الجنات۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہ عورت جنات کی لات کی توہین کررہی ہے اس لیے ناقابلِ البرداشت اناالات ٹھوکم ٹھاکم یعنی جن صاحب توہین برداشت نہیں کریں گے اور تمہیں اچھی طرح ٹھوک کرلات ماریں گے۔ میں جاتا ہوں۔ تمہاری نجات کی گھڑی آگئی ہے۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ جلدی سے آکر اس سے لپٹ گئی۔ "نہیں' میں لات نہیں کھاؤں گی۔ مجھے بچالو۔"

پارس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ وہ بلی ڈونا سے الگ ہو کر ایک طرف جاکر گرتے ہوئے بولا "جن صاحب! آیا کررہے ہیں۔ یہ اِدھر تھی اور آپ نے اُدھر لات ماردی۔ ہائے۔ آہ!"

وہ دوڑتی ہوئی صوفے کے پاس آکر بولی "پارس! جلدی بتاؤ یہ جن صاحب اس وقت کہاں ہیں؟ دروازے کی طرف تو نہیں ہیں۔ کیا میں باہر بھاگ جاؤں؟"

"میں کچھ نہیں بتاؤں گا ورنہ پھر مجھے لات پڑے گی۔"

وہ سہم کر آہستہ آہستہ پیچھے جانے لگی۔ پارس نے کہا "جن صاحب کی توہین نہ کرو۔ لات کھالو۔ فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اناتا کے تنویمی عمل سے نجات مل جائے گی۔"

"میں اناتا سے مقابلہ کروں گی۔ بازی پلٹ دوں گی۔ جلدی اناتا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنالوں گی۔"

"اناتا کے خلاف نہ بولو۔ جن صاحب اس کے عاشق ہیں۔ اب تو تمہاری شامت آگئی ہے۔"

بلی ڈونا کے پیچھے پارس کا ایک ماتحت نمودار ہوا۔ اس نے ایک زور کی لات ماری پھر نادیدہ ہوگیا۔

وہ دہشت زدہ ہو کر چیخیں مارتے ہوئے سامنے صوفے سے ٹکرائی پھر صوفے پر سے الٹ کر فرش پر آگر گر پڑی۔

ایک تو دہشت طاری تھی۔ دوسرے یہ کہ لات زوردار تھی۔ نتیجتاً بے ہوش ہوگئی۔ جب ہوش میں آئے گی تو مطمئن ہوگی کہ اسے اناتا سے نجات مل گئی ہے جب کہ بیچاری اناتا اسے جانتی بھی نہیں تھی۔

○☆○

منکی مخلوق اب قصۂ پارینہ بننے والے ہیں لیکن ان کے حوالے سے کچھ باتیں رہ گئی ہیں۔

جیسا کہ معلوم ہے' منکی فوج کو ہلاک کرنے اور منکی ماسٹر کو اس دنیا سے بھگانے کے سلسلے میں روسی عورتوں نے اور وہاں کے سراغرسانوں نے اہم رول ادا کیا تھا۔ ان کی اس کمزوری کو ایک طرح سمجھ لیا گیا تھا کہ وہ تمام بندر عورتوں کے دیوانے ہیں اور عورتیں ہی انہیں ٹھکانے لگا سکتی ہیں۔

اور ایسا ہی ہوا تھا۔ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ کس طرح چالاک اور تیز طرار روسی عورتیں ان بندروں کو فرداً فرداً پھانس لیتی تھیں۔ وہ اپنے منکی ماسٹر اور کمانڈر سے چھپ کر نادیدہ بن کر عورتوں کے گھروں میں رات گزارنے جاتے تھے۔ ان کا خیال تھا ایک رنگین رات گزار کر صبح سے پہلے اپنے منکی شہر میں پہنچ جائیں گے۔

لیکن ان کی رات کی صبح نہیں ہوتی تھی۔ وہ دھوکے سے ہلاک کیے جاتے تھے اور ان کی لاشیں چھپادی جاتی تھیں۔ اس طرح منکی ماسٹر اور کمانڈر حیران ہوتے رہتے تھے کہ ان کے جاں نثار کہاں غائب ہورہے ہیں اور ان کی تعداد تیزی سے کون گھٹا رہا ہے؟

روسی حکام پسِ پردہ ان کی ہلاکت کا سامان کرتے رہے اور دکھاوے کے طور پر انکوائری کرتے رہے کہ منکی فوج کے سپاہی ہلاک کیے جارہے ہیں یا وہ اپنی عورتوں کے ساتھ فرار ہورہے ہیں۔

انکوائری کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ سارے منکی فوجی مارے گئے اور منکی ماسٹر اپنے کمانڈر اور چند جاں نثاروں کے ساتھ خلائی جہاز کی طرف چلا گیا۔

جن عورتوں کے گھروں میں واردات ہوتی تھی اور وہاں کوئی منکی مین مارا جاتا تھا اس منکی مین کے لباس سے وہ ڈبیا حاصل کرلی جاتی تھی جس میں نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول ہوا کرتے تھے۔ اس کے سر سے برین گارڈ بھی نکال لیا جاتا تھا جو کہ کے ذریعے وہ ٹیلی پیتھی کے حملوں سے محفوظ رہتا تھا۔

اس طرح روسی فوج اور انٹیلی جنس والوں کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیوں' فلائنگ کیپسول اور برین گارڈز کا ذخیرہ ہوتا گیا تھا۔ اب روسی ڈاکٹر اور سائنس دان بھی یہ چیزیں تیار کرنے میں مصروف ہوگئے تھے۔

وہاں کے چھ سراغرسانوں نے چوبیس تربیت یافتہ فوجیوں کی الگ الگ ٹیمیں بنائیں۔ یعنی ہر ٹیم میں چار فوجی جوان اور ایک سراغرساں افسر تھا۔ ان کا عزم تھا کہ وہ سب امریکا جائیں گے اور ہر ٹیم اپنے اپنے طور پر نادیدہ بن کر ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کی کوشش کرے گی۔

اور اب وہ ایسا کررہے تھے۔ وہ جدید ہتھیار اور نادیدہ بنانے والی غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرنے کے بعد ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کی ایک کامیاب جدوجہد کررہے تھے۔

ان سارے ہنگاموں کے دوران دو روسی بہنیں بڑی رازداری سے اپنا الّو سیدھا کرتی رہیں۔ ان میں سے ایک بہن کا نام

اور دوسری کا نام نتالیہ تھا۔ ایک پچیس برس کی جواں دیدہ اور بھرپور عورت تھی۔ جواں دیدہ کہلانے کے لیے پچیس برس کم ہوتے ہیں لیکن نتاشا نے اتنی سی عمر میں بڑے نشیب و فراز دیکھے تھے۔ روسی انٹیلی جنس میں رہ کر بڑے خطرات سے کھیلتی رہی تھی۔ چونکہ فوج میں تھی اس لیے زبردست فائٹر بھی تھی۔

نتالیہ بیس برس کی تھی۔ اس نے اپنی بہن کی تمام مکاریاں سیکھی تھیں۔ حسین اور ذہین بھی تھی اور خطرناک حد تک سنگین بھی۔

روس میں جب سرکاری سطح پر منکی فوج کو ہلاک کرنے کا مشن شروع ہوا تو نتاشا نے میڈیکل سرٹیفکیٹ کے ذریعے خود کو بیمار ثابت کرکے چھٹی لے لی۔ اس طرح سرکاری مشن سے الگ ہوگئی۔

پھر اس نے درپردہ ایک منکی مین کو پھانسا۔ منکی مین نے کہا کہ وہ رات کو نادیدہ بن کر اپنے منکی شہر سے نکلے گا اور فلائنگ کیپسول کے ذریعے چند منٹوں میں ماسکو اس کے گھر پہنچ جائے گا۔

دونوں بہنوں نے گھر کے احاطے میں ایک گڑھا کھودا۔ جب وہ منکی مین رات کی تاریکی میں آیا تو گھر کے اندر پہلے اسے کھانے پینے کی چیزیں پیش کی گئیں۔ اس نے کھایا۔ وہ اس کی زندگی کا پہلا اور آخری زہریلا کھانا تھا۔ کھانے کے بعد ان کے کھودے ہوئے گڑھے میں پہنچ گیا۔

اس رات ان بہنوں نے بیس عدد نادیدہ بنانے والی گولیاں اور چار فلائنگ کیپسول حاصل کیے۔ ایک برین گارڈ بھی حاصل ہوگیا۔

اس پہلی کامیابی کا یہ فائدہ ہوا کہ دونوں بہنیں نادیدہ بن کر منکی شہر میں پہنچ گئیں۔ وہاں انہوں نے دو منکی مین کو اپنے حسن و شباب کی جھلک دکھائی۔ اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ جب وہ آئے تو ان کا انجام بھی پہلے منکی مین کی طرح ہوا۔

اس طرح انہوں نے ہر دوسرے تیسرے دن واردات کرکے تقریباً بیس منکی مین کو ٹھکانے لگایا اور تقریباً چار سو نادیدہ بنانے والی گولیاں' پچاس کیپسول اور بیس عدد برین گارڈ حاصل کیے۔ نتاشا نے کہا "ہمارے پاس ان غیر معمولی چیزوں کا بڑا ذخیرہ ہوگیا ہے۔ ہم بڑے بڑے شہ زور مخالفین کا سامنا کرسکتے ہیں۔ برین گارڈز کے باعث کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغ کے اندر نہ آسکے گا اور نہ چور خیالات پڑھ سکے گا۔"

نتالیہ نے کہا "سسٹر! میرا بڑا دل چاہتا ہے کہ ٹیلی پیتھی سیکھ لوں۔ اس کے لیے میں کئی ترکیبیں سوچتی رہتی ہوں۔"

"یہی سوچتی ہوگی کہ نادیدہ بن کر ٹرانسفارمر مشین کے قریب ہوگی۔ جب بھی کسی امریکی کو اس مشین سے گزارا جائے گا' تم اس کے اندر سما کر اس مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرلو گی۔"

"بالکل یہی۔ میں یہی سوچتی ہوں۔"

نتاشا نے کہا "ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے۔ میں نے بھی یہی منصوبہ بنایا ہے۔ ہم امریکا جائیں گے۔"

پھر انہوں نے امریکا پہنچ کر یہی کیا۔ اس جزیرے میں گئیں جہاں وہ ٹرانسفارمر مشین تھی۔ وہاں زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ چند نئے تربیت یافتہ امریکی جوانوں کو اس مشین سے گزارا جارہا تھا۔ دونوں بہنوں نے بھی اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھولیا۔

سپرپاور بننے کے لیے جتنی قوتوں اور غیر معمولی صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے' وہ سب انہیں حاصل ہوگئی تھیں۔ وہ واشنگٹن میں ایک بنگلا حاصل کرکے رہنے لگیں۔

یہ وہ وقت تھا' جب لندن میں سربراہوں کی کانفرنس ہورہی تھی۔ میں سونیا کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ وہ دونوں بہنیں بھی نادیدہ بنی ہوئی تھیں۔ نتالیہ نے مجھے اور سونیا کو دیکھ کر کہا "سسٹر! بڑی خواہش تھی کہ انہیں کبھی دیکھوں۔ کیا یہ اصلی ہیں۔"

"یقین سے نہیں کہا جاسکتا۔ جب کبھی انہیں ٹریپ کیا گیا تو پتا چلا' اصلی نہیں ہیں۔ دشمن ہمیشہ اصلی فرہاد اور سونیا پر حملے کرنے میں ناکام رہے ہیں۔"

"لیکن میں ان کی اصلیت معلوم کرسکتی ہوں۔ جب یہ دونوں بند کمرے میں تنہا ہوں گے تو ان کی پرائیویٹ گفتگو سے ان کے اصلی یا نقلی ہونے کا پتا چل جائے گا۔"

"تم ایسا کرسکتی ہو لیکن محتاط رہنا ہوگا۔ سونیا اور فرہاد کو تمہاری موجودگی کا علم ہوگا تو پھر تمہاری شامت آجائے گی۔"

"سسٹر! مانا کہ فرہاد اور اس کی ٹیلی کے لوگ بڑے شہ زور اور ناقابلِ شکست ہیں لیکن ایسے بھی سپرمین نہیں ہیں کہ کبھی شکست یا دھوکا نہ کھاتے ہوں۔ تم جانتی ہو' میں کس طرح دوسروں کو اُلّو بناتی ہوں۔"

"زیادہ نہ بولو۔ میں ایسی قوتیں حاصل کرنے کے پہلے دن سے تمہیں سمجھاتی آرہی ہوں کہ فرہاد اور اس کی ٹیلی سے ہمیشہ کتراتے رہنے کی کوشش کرتی رہنا۔"

"میں کوشش کروں گی لیکن سسٹر! ابھی سونیا کے قریب رہوں گی۔"

"اس شرط پر اجازت دے رہی ہوں کہ تم کبھی خود کو ظاہر نہیں کرو گی۔ اپنی آواز بھی نہیں سناؤ گی اور کبھی ان کے دماغ میں جانے کی حماقت نہیں کرو گی۔"

"میں ایسا کچھ نہیں کروں گی۔ آپ کو بھی فرہاد کے قریب رہنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے' ہمیں خلافِ توقع کچھ اہم معلومات حاصل ہوجائیں۔"

"یہاں بڑے ممالک اور خطرناک تنظیموں کے سربراہان ہیں۔ میں ہر ایک کے بند کمرے میں جاکر ان کی پرائیویٹ باتیں سنوں گی۔ تمہیں سونیا کے پاس جانے کی اجازت اس لیے دے

رہی ہوں کہ تم اس کے ایکشن اور ری ایکشن سے بڑا تجربہ حاصل کرسکو گی۔ بشرطیکہ کوئی حماقت نہ کرو۔"

نتالیہ نے یہی کیا' بہت محتاط رہی۔ میری اور سونیا کی خفیہ گفتگو سن کر نتاشا کو بتایا کہ منکی ماسٹر خلا میں نہیں گیا ہے۔ ابھی اسی دنیا میں ہے اور اسرائیل میں الپا ماں بننے والی ہے۔ ایسے وقت الپا کو اپنی معمولہ بنایا جاسکتا ہے۔

نتاشا نے کہا "یاد رکھو' ہم ابھی تجربات حاصل کرنے کے مرحلوں سے گزر رہے ہیں۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور نادیدہ بننے والوں کے تماشے دیکھیں گے۔ ہمیں گونگے اور بہرے بن کر رہنا ہے۔ ان سب کے مزاج اور طریقۂ کار کو سمجھنا ہے۔ اس طرح ہمیں بڑے تجربات حاصل ہوں گے۔"

نتاشا کا اس قدر محتاط رہنا نتالیہ کو پسند نہیں تھا لیکن وہ بہن کو اپنی ماں کا رتبہ دیتی تھی۔ کوئی حکم مزاج کے خلاف ہو' اس پر بھی عمل کرتی تھی۔

آخر چند روز میں ہی پتا چل گیا کہ سونیا جان بوجھ کر اپنے اندر چھپے ہوئے دشمنوں سے بے خبر رہتی تھی۔ بعد میں اس نے امریکی اکابرین کے سامنے انکشاف کیا تھا کہ وہ چھپے ہوئے امریکی اور اسرائیلی آلہ کاروں سے بے خبر نہیں تھی۔ ان کے ذریعے ان کے آقاؤں کو بے وقوف بنا رہی تھی۔

پھر دونوں بہنوں نے زچگی کے وقت الپا کے اندر رہ کر جان کولن' دیوی اور میجر ٹی ہنٹر کی ناکامیاں دیکھیں۔ نتاشا نے کہا "ان تمام واقعات سے تجربات حاصل کرو۔ اگر تم سونیا کے قریب نادیدہ بن کر رہنے کے دوران مجھ سے رابطہ کرتیں اور تمہاری باتوں میں آکر میں کچھ کرنا چاہتی تو ہم دونوں سونیا کی نظروں میں آجاتے اور الپا کو معمولہ بنانے کی حماقت کرتے تو وہاں بھی ہم ظاہر ہوجاتے۔"

"واقعی سسٹر! تم بہت ذہین ہو۔ اب میں خاموش تماشائی بن کر مخالفین کی مصروفیات پر نظر رکھوں گی اور تمہاری طرح تجربات حاصل کرتی رہوں گی۔"

"ویسے یہ حیرانی کی بات ہے کہ جان کولن اور میجر ٹی ہنٹر جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور دیوی جیسی آتما شکتی والی' سب ہی الپا کے دماغ میں ناکام رہے اور کوئی پراسرار قوت اس ماں بننے والی کی حفاظت کرتی رہی۔"

"سسٹر! صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی روحانی قوت اپنا کام دکھا رہی تھی۔ ہم نے اذان کی آواز سنی تھی۔"

"اسی لیے سمجھاتی ہوں۔ ان مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور رہا کرو۔ خاموش تماشائی بن کر ان کی زیادہ سے زیادہ کمزوریاں معلوم کرتی رہو۔ بعد میں ان کی کمزوریوں سے ہمیں فائدہ پہنچے گا۔"

"لیکن اب سونیا اور فرہاد کہاں ہیں' یہ کیسے معلوم ہوگا؟"

"معلوم کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ ہم نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں قدم رکھا ہے۔ آئندہ سونیا اور فرہاد کے علاوہ دوسرے مخالفین سے بھی سامنا ہوتا رہے گا۔ اب ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ ہمارے چھ روسی سراغ رساں اپنی اپنی ٹیم کے ساتھ یہاں رہ کر کیا کررہے ہیں۔"

نتاشا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ایک روسی فوجی افسر کے پاس پہنچ کر بولی "ہیلو! میں نتاشا بول رہی ہوں۔"

"کون نتاشا؟"

"ہمیں کبھی تمہاری ملٹری انٹیلی جنس میں فرسٹ ریںک کی جاسوسہ تھی۔"

"اچھا تو تم ہو مگر تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھیں۔"

"اب جان گئی ہوں۔ میری بہن نتالیہ نے بھی غیر معمولی علوم حاصل کیے ہیں۔ ہمارا فرسٹ آفیسر کرسٹو وسکی کہاں ہے؟"

"نتاشا! تم بہت مکار ہو۔ تم نے بہانے سے چھٹی لی اور ان بندروں کو ٹریپ کرکے انہیں ہلاک کرتی رہیں۔ ان کی لاشوں سے گولیاں' کیپسول اور برین گارڈز حاصل کرتی رہیں اور اب تو تم بہنوں نے ٹیلی پیتھی کا بھی علم حاصل کرلیا ہے۔"

"ہم نے یہ سب کچھ اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرنے کے لیے حاصل کیا ہے۔"

"تم محب وطن نہیں ہوسکتیں۔ تم نے فوج کے ڈسپلن اور اصولوں کے خلاف کام کیا ہے۔ تم یہ سب کچھ ہمیں اعتماد میں لینے کے بعد کرسکتی تھیں۔"

"اعلیٰ حکام کبھی ایک گولی یا کیپسول مجھے نہ دیتے۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے ایک بار کہا تھا کہ میں روسی ہوں مگر یہودی ہوں۔ مجھ پر مکمل بھروسا نہیں کیا جاسکتا۔"

"اور تم نے مکاری دکھا کر اپنے یہودی ہونے کا ثبوت دے دیا ہے۔"

"فضول باتیں کرنے سے بہتر ہے تم مجھے کرسٹو وسکی کا رابطہ نمبر بتاؤ۔"

"تم زبردستی میرے دماغ سے معلوم کرسکتی ہو۔"

"تم نہیں بتاؤ گے تو مجھے کیا پڑی ہے کہ میں اس سے رابطہ کروں۔ میں جارہی ہوں۔"

وہ اعلیٰ افسر کے اندر خاموش رہی۔ اس نے مخاطب کیا "کیا تم جاچکی ہو؟"

نتاشا نے جواب نہیں دیا۔ وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پھر رابطہ ہونے پر ایک ماتحت کی آواز سنائی دی "ہیلو! کون؟"

"میں کرنل وزڈم بول رہا ہوں۔ فرسٹ آفیسر سے بات کراؤ۔"

تھوڑی دیر بعد آواز آئی "ہیلو! میں کرسٹو وسکی بول رہا ہوں۔"

کرنل وزڈم نے کہا "آفیسر! تمہیں فرسٹ ریںک کی نتاشا یاد ہے؟"

"اس غدار کو کیسے بھلایا جاسکتا ہے؟ اسے تو ہم دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔"

"اس مکار اور غدار نے ابھی مجھ سے رابطہ کیا تھا۔"

"اچھا؟ کہاں ہے وہ؟ اس نے کہاں سے فون کیا تھا؟"

"اس نے فون نہیں کیا تھا۔ تم یہ سن کر حیران ہوگے کہ وہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرچکی ہے۔ میرے دماغ میں آئی تھی۔"

"کیا واقعی؟ کیا وہ اس حد تک غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرچکی ہے؟"

"صرف وہی نہیں' اس کی بہن نتالیہ نے بھی بہت کچھ حاصل کیا ہے۔"

"اس نے کب رابطہ کیا تھا؟"

"ابھی کچھ منٹ پہلے۔"

"پھر تو وہ موجود ہوگی اور ہماری باتیں سن رہی ہوگی۔"

"میں نے اسے آواز دی تھی۔ مجھے جواب نہیں ملا۔ وہ جاچکی ہے۔"

"کیا تم نے اسے بتایا ہے کہ ہم فرسٹ ریںک کے چھ افسروں نے نادیدہ بن کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرلیا ہے؟"

"نہیں۔ مجھے بتانے کا موقع نہیں ملا۔ میں نے اسے غدار کہا۔ وہ ناراض ہوکر چلی گئی۔"

"اب اسے ناراض نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں اس کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ہمارے ملک میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والی بہنوں کا اضافہ خوش آئند ہے۔"

"کیا ہم ان یہودی بہنوں پر بھروسا کریں گے؟"

"ہرگز نہیں۔ اگر یہودی جلتے ہوئے توے پر بھی بیٹھ کر سچ بولیں تو ہم کبھی یقین نہیں کریں گے لیکن ان بہنوں کو یقین دلائیں گے کہ ہم ان پر مکمل اعتماد کرتے ہیں۔ ان سے ہمیں بڑے فائدے پہنچیں گے۔"

دونوں بہنیں دماغی طور پر ایک دوسرے کے سامنے حاضر ہوگئیں۔ نتالیہ نے کہا "سسٹر! تم نے درست کہا تھا کہ ہمیں خاموش رہ کر ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور نادیدہ بننے والوں کا تماشا دیکھنا چاہیے۔ یہ لوگ کتنے کمینے ہیں۔ ہم یہودیوں پر بالکل بھروسا نہیں کرتے ہیں۔"

نتاشا نے کہا "اس میں شبہ نہیں ہے کہ ہمیں اپنے مذہب اور اپنی قوم سے محبت اور لگاؤ ہے۔ صدیوں سے ہمارے دادا اور پردادا روس کے باشندے رہے۔ ہم بھی روسی ہیں لیکن ناقابلِ اعتبار ہیں۔ ہمیں عقل سے کام لینا چاہیے۔ ہمارے یہودی ہی ہمارے رہیں گے۔ ہماری قدر اسرائیل میں ہوگی۔ ہمیں اسرائیل میں رہنا اور اپنی قوم کے لیے کام کرنا چاہیے۔"

"ہم نے الپا کی زچگی کے بعد اس کی خبر نہیں لی۔ کیا اس سے بات کی جائے؟"

"اس سے بات کروگی؟ کیا اتنی جلدی بھول گئیں کہ گونگی بہری بن کر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تماشا دیکھنا چاہیے۔"

"سوری..... بھول گئی تھی۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔ ساری دنیا کے لیے گونگی اور بہری بن جاؤں گی..... آؤ الپا کے پاس چلیں۔"

انہوں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر الپا کے اندر پہنچ گئیں۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے قریب ایک کرسی پر برین آدم بیٹھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا "تم مسلمانوں سے متاثر ہو' یہ ایک فطری سی بات ہے۔ ایک انجانی روحانی قوت نے تمہاری حفاظت کی ہے۔ بچی کے کان کے پاس اذان کی آواز نے یہ تصدیق کردی ہے کہ تمہیں بابا صاحب کے ادارے سے تحفظ ملا ہے۔"

الپا نے کہا "پہلی بار ایک بزرگ نے خواب میں بشارت دی تھی کہ میں ایک بیٹی کو جنم دوں گی۔ آئندہ اس بیٹی کا فرہاد کی فیملی سے گہرا تعلق ہوگا۔"

"کیا یہ مسلمان بن جائے گی؟"

"اذان کی آواز سے تو یہی شبہ ہوتا ہے۔"

"یہ نامناسب ہے۔ یہ یہودی ہے۔ ہماری ہے۔ اگر ہم اس پر پوری توجہ دیں گے تو یہ فرہاد کی فیملی میں کبھی نہیں جائے گی۔"

"میں خود نہیں چاہتی کہ یہ پرائی ہوجائے لیکن ایک مسلمان بزرگ کا مجھ پر احسان ہے۔ اگر میری بیٹی ادھر مائل ہوگی تو میں اسے نہیں روکوں گی۔ میں اسے اس کی مرضی پر چھوڑ دوں گی۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ ہمارے یہودی اکابرین سنیں گے تو تمہیں بھروسے کے قابل نہیں سمجھیں گے۔ تم پر شبہ کریں گے۔"

"میں اپنے ملک اور قوم کی وفادار بیٹیوں اور مرتے دم تک رہوں گی۔ یہاں کے اکابرین شبہ کریں گے تو میری وفاداری پر فرق نہیں آئے گا۔"

"مجھ سے زیادہ تم پر کوئی بھروسا نہیں کرتا ہے۔ میں تمہاری وفاداری کی قسمیں کھا سکتا ہوں لیکن آئندہ اپنی بیٹی کے سلسلے میں مسلمانوں کی حمایت نہ کرو۔ اگر بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے تم پر احسان کیا گیا ہے تو اس احسان کا بدلہ دوسری طرح چکایا جاسکتا ہے۔"

وہ نیم دلی سے بولی "ٹھیک ہے۔ میں ان کی حمایت میں نہیں بولوں گی۔"

دل کی بات برین آدم نہیں سمجھ سکتا تھا لیکن نتاشا اور نتالیہ اس کے چور خیالات پڑھ کر سمجھ رہی تھیں کہ وہ جناب تبریزی سے متاثر ہوگئی ہے اور اب بھی یہی سمجھ رہی ہے کہ ان کی روحانیت کا سایہ اس پر ہے اس لیے کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں نہیں آرہا ہے اور نہ ہی کوئی اسے نقصان پہنچا رہا ہے۔

دونوں بہنیں دماغی طور پر ایک دوسرے کے سامنے حاضر

ہوگئیں۔ نتاشا نے کہا "الپا مملکتِ اسرائیل کا بہت مضبوط ستون ہے۔ اس ستون کو کمزور نہیں ہونا چاہیے۔"

"ہم اسرائیل اور یہودی قوم کو کمزور نہیں ہونے دیں گے۔ ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔"

"ہم اس اصول پر قائم رہیں گے کہ ہمیں گونگی اور بہری بن کر رہنا ہے۔ ہماری کوشش رہے گی کہ کسی پر ظاہر نہ ہوں۔"

"اس طرح اپنی قوم کی خدمت کیسے ہوگی؟"

"میں الپا کو کمزور نہیں ہونے دوں گی۔ وہ یہودی ہے۔ کٹر یہودی رہے گی۔ ابھی میں اسے سلاؤں گی اور اس پر تنویمی عمل کروں گی۔ وہ آئندہ میری معمولہ بن کر رہے گی۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر اس طرح مملکتِ اسرائیل اور یہودی قوم کی خدمت کروں گی کہ سب ہی اسے الپا کی وفاداری اور خدمت گزاری سمجھتے رہیں گے۔"

"واقعی اس طرح ہم خاموش اور گمنام رہیں گے۔ کبھی کوئی دشمن ہمارا سراغ نہیں لگا سکے گا۔"

"سلامتی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ گمنام رہو۔ کوئی تمہاری شہ رگ تک نہیں پہنچے گا۔"

○☆○

میرا کام اتنا ہی تھا کہ میں الپا کے ماں بننے کی خبر عام کروں۔ دشمنوں کو الپا کی طرف متوجہ کروں اور جب وہ تمام مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا کے دماغ میں پہنچنے لگیں تو میں ان کے معاملات سے دور ہو جاؤں۔

جناب تبریزی نے ہدایات دی تھیں' جن پر میں عمل کر رہا تھا۔ انہوں نے کہا تھا' الپا کو کسی سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں دور سے تماشا دیکھوں گا تو مجھے کچھ معلومات حاصل ہوں گی۔

معلوم یہ ہوا کہ فرانس کا میجرٹی ہنٹر کچھ عرصہ پہلے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں داخل ہوا تھا۔ اس نے اپنے ملک کی بہتری کے لیے کچھ کارنامے انجام دیے ہیں۔ اس نے ڈی ون سجاتا کو اپنی معمولہ بنا رکھا ہے' دیوی جیسی آتما شکتی والی کو بھی چند روز کے لیے اپنی معمولہ بنایا تھا پھر وہ میرے اور پارس کے تعاون سے میجرٹی ہنٹر کے شکنجے میں نہیں رہی۔ اسے اس کے تنویمی عمل سے نجات مل گئی تھی اور وہ ایسی بے مروت تھی کہ اس نے پلٹ کر پارس کا شکریہ ادا نہیں کیا۔ نہ ہی کبھی رابطہ کر کے یہ معلوم کیا کہ وہ کہاں ہے اور کن حالات سے گزر رہا ہے؟

اس ٹی ہنٹر نے الپا کو بھی اپنی گرفت میں لے کر اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے کی کوششیں کیں اور دوسروں کی طرح ناکام رہا۔ مجھے ٹی ہنٹر جیسے شخص کا پتا چلا جو فرانس کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سربراہ تھا اور دیوی اور الپا جیسی بڑی بڑی ہستیوں کو شکار کرنے کی تدابیر کرتا رہتا تھا۔

میں نے الپا کی زچگی کے دوران دیوی کو دیکھا۔ وہ بھی اسے اپنی معمولہ بنانے کے لیے آئی تھی۔ میجرٹی ہنٹر اور جان کولن سمجھوتا کر رہی تھی کہ وہ تینوں مل کر الپا کو اپنے قبضے میں رکھیں گے اور اپنے احکامات پر اس سے عمل کرائیں گے لیکن وہ تینوں ہی ناکام ہو کر الپا کے دماغ سے چلے گئے تھے۔

میں نے فون کے ذریعے امریکا کے جان کولن سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا "میں ہوں فرہاد علی تیمور!"

وہ حیرانی سے بولا "آپ....؟ آپ مجھ سے مخاطب ہیں؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے لیکن آپ کہہ رہے ہیں تو پھر آپ ہی ہیں۔"

"تمہیں یاد ہے۔ تمہارے آلۂ کار میرے اور سونیا کے اندر تھے اور میں نے سونیا سے کہا تھا کہ الپا جلد ہی ماں بننے والی ہے۔"

"جی....جی ہاں' میرے آلۂ کاروں نے مجھے الپا کی یہ خبر سنائی تھی۔"

"صرف تمہارے نہیں' میجرٹی ہنٹر اور الپا کے بھی آلۂ کار ہمارے اندر تھے۔ سب ہی کو ہمارے ذریعے یہ خبر ملی تھی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ نے کسی زبردست پلاننگ کے تحت یہ خبر ہم سب کے پاس پہنچائی تھی۔"

"وہ زبردست پلاننگ یہی تھی کہ تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا کے دماغ میں آؤ اور اپنے ارادوں میں ناکام ہو جاؤ۔ تمہیں یہ سبق حاصل ہو جائے کہ کاتبِ تقدیر کو الپا کی سلامتی منظور ہے اس لیے تم سب کی ٹیلی پیتھی اور غیر معمولی صلاحیتیں اسے نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو لامحدود علوم' صلاحیتیں اور قوتیں دی ہیں لیکن قدرت کے آگے تمام قوتیں اور صلاحیتیں سکڑ کر حقیر سا ذرہ بن جاتی ہیں۔"

جان کولن نے پوچھا "ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ لوگ الپا کی حفاظت کیوں کر رہے ہیں؟ کیا آپ کے پچھلے تجربات نے یہ نہیں سکھایا کہ الپا اور اس کے ذریعے دوسرے یہودی بھی آپ کے سچے دوست نہیں بن سکیں گے؟"

"ایسا دوستی کے لیے نہیں کیا گیا ہے۔ ہم نے نیکی کی ہے اور اسے دریا میں ڈال دیا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ کسی سے کچھ حاصل کرنے کے لیے نیکی کی جائے۔"

"آپ چھپا رہے ہیں' بتانا نہیں چاہتے۔"

"چلو یہی سمجھ لو۔ جب یہ دیکھ رہے ہو کہ ہم اس کی حفاظت کر رہے ہیں تو پھر آئندہ بھی تمہیں الپا کے دماغ میں نہیں جانا چاہیے۔"

"کیا آپ مجھے روکنے کے لیے میرے پاس آئے ہیں؟"

"ہاں۔ یہ میرا مشورہ نہیں' وارننگ ہے۔ پہلی بار تم سب اس کے دماغ میں پہنچ کر ناکام واپس آگئے۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا لیکن اس بار خاصا نقصان اٹھاؤ گے۔"

"مثلاً کیسا نقصان؟"

"منکی ماسٹر سونیا کے ساتھ ایک جزیرے میں گیا ہے۔ تم اس

کے پاس جاؤ گے تو منکی ماسٹر واشنگٹن پہنچ کر تمہارے سروں پر سوار ہو جائے گا۔ اس وارننگ کے بعد بھی تم الپا کے پاس جانا چاہو تو ضرور جاؤ۔"

میں نے فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ مجھے یقین تھا کہ جان کولن اور تمام امریکی اکابرین کبھی منکی ماسٹر کی واپسی نہیں چاہیں گے۔ اگر منکی ماسٹر تنہا ہوتا تو وہ اس سے ...نمٹ لیتے لیکن سونیا اس کی سرپرستی کر رہی تھی اور کسی پلانگ سے منکی فوج کو خلائی زون سے ہلا کر مسائل پیدا کر سکتی تھی۔

پھر میں نے فرانس کے ایک اعلیٰ فوجی افسر سے رابطہ کیا اور اس سے کہا "میں ہوں فرہاد علی تیمور!"

"آپ ہیں؟ لیکن جناب! میں کیسے یقین کروں؟"

میں نے فون بند کر دیا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "اب میں تمہاری کھوپڑی کے اندر ہوں۔ فون بند کر کے پھر میجرٹی ہنٹر سے رابطہ کرو۔"

"لیکن میں... میں میجرٹی ہنٹر کے نمبر نہیں جانتا ہوں۔"

"میں تمہارے چور خیالات پڑھ کر نمبر بتا سکتا ہوں۔ بہتر ہے خود ہی رابطہ کرو۔"

وہ تذبذب میں تھا کہ مجھے میجر تک پہنچانا چاہیے یا نہیں۔ میں نے کہا "تم احمق ہو' دیکھو میں اس کے پاس کیسے پہنچتا ہوں۔"

وہ چند سیکنڈ بعد ہی دوبارہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ ہونے پر میجرٹی ہنٹر کی آواز سنائی دی "ہیلو کون ہے؟"

میں نے اس اعلیٰ فوجی افسر کی زبان سے کہا "میں جنرل بول رہا ہوں۔ میرے دماغ میں فرہاد صاحب ہیں۔ آپ بھی آجائیں۔"

میجر فون بند کر کے اس کے دماغ میں آیا پھر بولا "کیا واقعی فرہاد صاحب موجود ہیں؟"

"ہاں۔ میں بول رہا ہوں۔ تم ایک بار الپا کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہے۔ دوسری بار کب اس کے پاس جاؤ گے؟"

"یہ میری مرضی پر ہے۔ میں جب چاہوں گا' اس کے دماغ میں جاؤں گا۔"

"تم نے پہلی بار جانے کا انجام دیکھ لیا۔ کیا یہ سمجھ میں آیا کہ جان کولن اور دیوی کے تعاون کے باوجود تم ناکام کیوں رہے؟"

"میں روحانیت کو نہیں مانتا لیکن ایسی ہی کسی پراسرار قوت نے اس کی حفاظت کی ہے اور ایسی قوت کا تعلق آپ سے ہے۔"

"کیا تم دوبارہ الپا کے پاس جاؤ گے تو یہ پراسرار قوت پھر تمہیں ناکام نہیں بنائے گی؟"

"ہاں' مجھے ناکامی ہو سکتی ہے۔ کیا آپ نے الپا کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے؟ اسی لیے آپ نہیں چاہتے کہ میں اسے چھیڑوں۔"

"اگر میں قبضہ جما لیتا تو تم بار بار اس کے پاس جا کر ناکام رہتے۔ الپا کسی کے قبضے میں نہیں ہے اور نہ آئندہ کسی کے زیرِ اثر آئے گی۔"

"جب وہ میرے بھی زیرِ اثر نہیں آئے گی تو آپ کو پریشانی کیا ہے؟ میں اس کے پاس جاتا رہوں گا اور ناکام ہوتا رہوں گا۔"

"تم نہیں جاؤ گے۔ پہلی بار تمہیں اس کے پاس جانے کی سزا نہیں ملی۔ اس بار جیسے ہی الپا کے اندر پہنچو گے' تمہارے آرمی ہیڈ کوارٹر کے بارود اور اسلحہ خانے میں زبردست دھماکے ہوں گے۔"

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ سخت حفاظتی انتظامات کروں گا۔"

"میرے نادیدہ آلۂ کار کئی ریموٹ کنٹرولر بم چھپانے جائیں گے۔ انہیں کون دیکھے گا؟ کون پکڑے گا؟"

اسے چپ سی لگ گئی پھر وہ سوچ کر بولا "آپ الپا کو اپنی معمولہ نہیں بنا رہے ہیں پھر ہمیں کیوں روک رہے ہیں؟ کیوں اس کی حفاظت کر رہے ہیں؟"

"یہ میرے ذاتی معاملات ہیں۔ کیا میری وارننگ تمہارے لیے کافی نہیں ہے؟ میں جا رہا ہوں۔ تم غور کرو' اپنی شامت لانا چاہو تو الپا کے پاس آجانا۔"

میں نے جنرل کے دماغ میں خاموشی اختیار کی۔ اس نے مجھے دو چار بار آوازیں دیں۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ جنرل نے کہا۔ "میجر! وہ جا چکا ہے لیکن ہمارے بارود اور اسلحہ خانے کے لیے چیلنج بن گیا ہے۔ کیا میں فوراً حفاظتی انتظامات شروع کر دوں؟"

"ایسا نہ کرو۔ فرہاد کے چیلنج کے سلسلے میں کسی سے کچھ نہ کہو ورنہ پورے آرمی ہیڈ کوارٹر میں افراتفری اور کھلبلی پیدا ہو جائے گی۔"

"پھر آپ فرہاد کو اس کے ارادے سے کیسے باز رکھیں گے؟"

"میں الپا کے دماغ میں نہیں جاؤں گا۔ اسے نقصان نہیں پہنچاؤں گا تو فرہاد بھی ہمارے آرمی ہیڈ کوارٹر کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

میں مطمئن ہو کر جنرل کے دماغ سے چلا آیا۔ اس طرح میں نے جان کولن اور میجرٹی ہنٹر کو الپا کے پاس جانے سے روک دیا تھا۔

پھر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور دیوی شی تارا کے دماغ میں پہنچا۔ اس سے پہلے کہ وہ سانسیں روکے' میں نے کہا "میں ہوں فرہاد۔ تم اپنے دماغ میں رہنے نہیں دو گی۔ سانس روک لو گی لہٰذا میرے پاس آؤ۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ وہ میرے پاس آکر بولی۔ "میں حیران ہوں۔ آپ کو میری یاد کیوں آئی ہے؟"

"میں یاد نہیں کرتا کیونکہ تمہارا یاد کرنے کا رشتہ پارس سے ہے۔"

"پلیز' آپ پارس کا ذکر نہ کریں۔ میں اس ہرجائی کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتی۔"

"اگر وہ ہرجائی ہوتا تو تمہیں میجرٹی ہنٹر سے نجات نہ دلاتا اور

ہمارے ذریعے تمہارے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول نہ پہنچاتا۔"

"آپ احسان نہ جتائیں۔ وہ احسان کرتا ہے تو نقصان بھی پہنچاتا ہے۔ اس نے مجھے ہندو بن کر دھوکا دیا اور اپنی دھرم پتنی بنا کر فریب دیتا رہا۔"

"الزام نہ دو۔ تم نے اس پر تنویمی عمل کرکے اسے ہندو بنایا تھا۔ اس سے شادی کرنے کے لیے خود اسے مندر لے گئی تھیں۔ اسے دھوکا دے کر اور ہندو بنا کر خوش ہو رہی تھیں۔ جب میرے بیٹے نے تمہارے عمل کا توڑ کیا تو تمہاری انا کو ٹھیس پہنچ رہی ہے۔"

"میں بحث نہیں کرنا چاہتی۔ آپ نے مجھ سے رابطہ کیوں کیا ہے؟"

"تم الپا کے پاس گئی تھیں اور اپنی آتما شکتی کے باوجود اسے اپنی معمولہ اور تابعدار نہ بنا سکیں۔"

"میں ناکامی سے مایوس نہیں ہوئی۔ اس انتظار میں ہوں کہ جان کولن اور میجر ٹی ہنٹر کو ڈاج دوں اور تنہا الپا پر تنویمی عمل کروں۔"

"کیا تم اس پراسرار قوت سے لڑسکو گی جو الپا کی حفاظت کر رہی ہے؟"

"ایسا آپ لوگ کر رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ آپ میرا راستہ روکیں گے؟"

"راستہ روکنے ہی کے لیے تمہیں اپنے پاس بلایا ہے۔ تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں۔ دوسری بار الپا کے دماغ میں جاؤ گی تو بہت نقصان اٹھاؤ گی۔"

"آپ دھمکی دے رہے ہیں؟ کیا آپ کو یقین ہے کہ میں دھمکی سے سہم جاؤں گی؟"

"کیا اس سوال کا جواب دوگی کہ روحانی قوت کے آگے تمہاری آتما شکتی کام کیوں نہیں آئی؟"

"میں نے جان کولن اور ٹی ہنٹر کی موجودگی میں آتما شکتی سے کام نہیں لیا۔ آئندہ میں آتما شکتی سے الپا کے دماغ پر حاوی ہوجاؤں گی۔"

"ابھی پانچ منٹ کے بعد تمہیں نیند آئے گی اور تم سوجاؤ گی۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ میں جاگتی رہوں گی۔"

"تم آتما شکتی کو آزماؤ۔ میں پیش گوئی کرکے جارہا ہوں۔ تم پانچ منٹ کے بعد سوجاؤ گی پھر پانچ منٹ تک سوتے رہنے کے بعد خود ہی بیدار ہوجاؤ گی۔"

میں نے آمنہ سے رابطہ کرکے کہا "تمہیں الپا کے سلسلے میں معلوم ہوگا کہ جناب تمیرزی نے اسے تحفظ دیا ہے۔"

"میں جانتی ہوں' آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"جناب تمیرزی نے ایک بار روحانی قوت کا مظاہرہ کیا تھا۔ دوسری بار تم ایک چھوٹا سا مظاہرہ کرو۔ دیوی شی تارا کو صرف پانچ منٹ کے لیے سلادو۔ اس طرح کہ وہ پانچ منٹ کے بعد خود جاگ جائے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ جو روحانی قوتوں کے حامل ہوتے ہیں وہ دنیاوی معاملات میں اپنی روحانی قوت کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ البتہ قدرت کی طرف سے اشارہ ملتا ہے' تب روحانیت سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ چونکہ الپا کی بیٹی کی اہمیت تھی اور جناب تمیرزی نے اس سلسلے میں مخالفانہ قوتوں کو مات دینے کے لیے روحانی قوت کا مظاہرہ کیا تھا اس لیے آمنہ بھی ایک چھوٹے سے روحانی مظاہرے پر آمادہ ہوگئی تھی۔

دس منٹ کے بعد دیوی نے میرے دماغ میں آکر کہا "میں ہوں شی تارا۔"

"کیا پریشانی ہے' دوسری بار کیوں آئی ہو؟"

"میں واقعی پانچ منٹ کے لیے سوگئی تھی۔"

"تمہیں آتما شکتی کے ذریعے جاگنا چاہیے تھا۔"

"میں نے بہت کوششیں کی تھیں۔ میں حیران ہوں کہ آتما شکتی کے باوجود سوگئی اور پھر خود ہی بیدار ہوگئی۔"

"اچھا تو کچھ عقل آئی؟"

"ہاں۔ مگر یہ کیسے ہوا؟ کوئی میرے اندر نہیں آیا تھا۔ اگر کوئی آکر مجھے سلاتا تو مجھے اس کی موجودگی کا علم ہوجاتا۔ میں خود بخود کیسے سوگئی تھی؟"

"ابھی صرف پانچ منٹ کے لئے سوئی تھیں۔ اگر الپا کے پاس جاؤ گی تو ہمیشہ کے لیے سوجاؤ گی۔ اب میرے دماغ سے جاؤ اور سوچو' کیا قیامت تک سونے کے لیے الپا کے پاس جانا چاہو گی؟"

میں نے سانس روکی۔ وہ میرے اندر سے نکل گئی۔

اسرائیل میں آدھی رات گزر چکی تھی۔ الپا گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ نتاشا کی سوچ کی لہریں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ الپا پر تنویمی عمل کر رہی تھی۔ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا رہی تھی۔

میں الپا کے دماغ سے نکل آیا۔ اب تک سبھی کو الپا کے اندر آنے سے روکتا رہا تھا لیکن نتاشا کو نہیں روکا۔ اسے چھوٹ دے دی۔ یہ جناب تمیرزی کی ہدایت تھی۔

○☆○

بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس دنیا کے تمام اہم ممالک کے تمام اہم شعبوں میں موجود تھے۔ خصوصاً روس' امریکا اور اسرائیل کے جتنے حساس ادارے تھے ان میں وہ کسی نہ کسی حیثیت سے موجود تھے۔ پہلے ان اداروں میں رہنے کا یہی ایک طریقہ تھا کہ وہاں ملازمت حاصل کی جاتی تھی اور اعلیٰ عہدوں پر ترقی کرکے ان اداروں میں اپنے لیے بھرپور اعتماد قائم کیا جاتا تھا لیکن نادیدہ بنانے والی گولیوں نے کسی ادارے میں گھس کر جاسوسی کرنے والی مشکلیں آسان کردی تھیں۔

اب بابا صاحب کے ادارے کے ہزاروں جاسوس ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرچکے تھے۔ اس ادارے میں جو ٹرانسفارمر مشین تھی اس سے ہزاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوگئے تھے اور انہیں نادیدہ بنانے والی گولیاں دی گئی تھیں۔ وہ نظروں سے اوجھل ہوکر حساس اداروں میں جاتے تھے اور ان ممالک کے اکابرین کے خفیہ اجلاس میں پہنچ کر ان کے خفیہ منصوبے معلوم کرلیتے تھے۔

روس' امریکا اور اسرائیل نے ایک خفیہ اجلاس میں یہ طے کیا تھا کہ کسی بھی طرح بابا صاحب کے ادارے کو ختم کیا جائے کیونکہ یہ ادارہ قائم رہے گا تو سپر پاور ممالک سے ٹکراتا رہے گا اور اسلامی ممالک کے لیے ہمیشہ ڈھال بنتا رہے گا۔

بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونا تقریباً ناممکن تھا۔ شاشا اور شی شی نے ایک آلۂ کار کو نادیدہ بنا کر بھیجا تھا مگر وہ ناکام رہے تھے۔ اس نادیدہ کو بھی ٹریس کرلیا گیا تھا۔ شاشا اور شی شی کو ایسی جرأت کرنے کی ایسی سزا ملی تھی کہ وہ دنیا سے نابود ہوگئے تھے۔

مخالفین کے سامنے یہی مسئلہ تھا کہ وہ نادیدہ ہوکر بھی اس ادارے میں نہیں جاسکتے تھے۔ ایک نے کہا "پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرے بدل کر جاسکتے ہیں۔ وہاں جو بڑے عہدے دار ہیں یا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' ہم انہیں ٹریپ کریں گے۔ انہیں قیدی بنائیں گے پھر میک اپ کے ذریعے ان کی صورت اور ان کی شخصیت اختیار کرکے اس ادارے کے اندر جائیں گے اور کسی پر شبہ نہیں کریں گے۔"

ایک نے کہا "تدبیر اچھی ہے لیکن وہ روحانیت کے ذریعے نظر نہ آنے والوں کو دیکھ لیتے ہیں تو کیا بہروپ میں آنے والوں کو پہچان نہیں سکیں گے؟"

"ہوسکتا ہے' پہچان لیں۔ ہوسکتا ہے' نہ پہچان سکیں۔ ہمیں ایک بار یہ طریقہ بھی آزمانا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے' آزمایا جائے گا لیکن ہمیں یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ہم روحانی قوتوں سے مقابلہ کرنے کی تدابیر کر رہے ہیں۔ ہمیں اپنے مذہبی پیشواؤں سے معلوم کرنا چاہیے کہ ان کی روحانی قوتوں کا توڑ کس طرح کیا جاسکتا ہے۔"

"ہم آج ہی اپنے عالموں اور پیشواؤں سے رجوع کریں گے۔"

ایک نے کہا "اب وہ دور نہیں رہا کہ کسی ملک سے کھلی جنگ کی جائے۔ اب ہتھیاروں سے کم اور حکمتِ عملی سے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔"

دوسرے نے کہا "ایک ثقافتی جنگ ہوتی ہے۔ رسائل' لٹریچر' تصاویر اور فلموں کے ذریعے بے شرمی پھیلائی جاتی ہے۔ کسی ملک اور قوم کو اخلاقی اور تہذیبی طور پر کمزور کیا جائے تو وہ قوم آپ ہی آپ تباہ ہوتی جاتی ہے۔"

"ایسا تو ہم کتنے ہی اسلامی ممالک میں کر رہے ہیں۔ ان اسلامی ملکوں میں ایسی ادویات اور انجکشن وغیرہ پہنچا رہے ہیں جن کے استعمال کے نتیجے میں ایک بیماری دور ہوتی ہے لیکن دوسری چار بیماریاں لگ جاتی ہیں۔"

"میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ میں نے ہارمونز کا انجکشن تیار کیا ہے۔ اگر صرف ایک انجکشن کسی مرد کو لگا دیا جائے تو چوبیس گھنٹوں کے اندر اس کی جنس تبدیل ہوجائے گی۔ وہ مرد نہیں رہے گا لیکن مکمل عورت بھی نہیں بن سکے گا۔ درمیان کی چیز بن کر رہ جائے گا۔"

"مسلمانوں کو کمزور کرنے اور ان کا سر جھکانے کے لیے ایسی ہی مہم شروع کرنا چاہیے لیکن انجکشن بہت زود اثر ہے۔ اس کے اثر کو زائل کیا جائے۔ اگر فوراً ہی جنس تبدیل ہوگی تو شبہ ہوگا کہ سازش کے تحت ایک مسلمان مرد کو خسرا بنایا گیا ہے۔"

دوسرے نے کہا "یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ انجکشن کا پاور کم کرو۔ جسے انجکشن لگایا جائے' اس کی جنس رفتہ رفتہ سال دو سال میں تبدیل ہو۔ کسی بھی اسلامی ملک میں رفتہ رفتہ خسروں کی تعداد بڑھے گی اور مردوں کی تعداد کم ہوتی جائے گی تو سب ہی تشویش میں مبتلا ہوں گے لیکن کسی کو ہماری طبی لیبارٹریوں پر شبہ نہیں ہوگا۔"

"یہ انجکشن اس ملک میں اسمگل کیے جائیں گے تو بڑے بڑے سراغ رساں بھی یہ معلوم نہیں کرسکیں گے کہ جنس تبدیل کرنے والی دوائیں کہاں سے آرہی ہیں؟"

میامی کے قریب ایک جزیرے میں یہ خفیہ اجلاس ہو رہا تھا۔ اس اجلاس میں شریک ہونے والے ڈاکٹرز' سائنس داں' سیاست داں اور فوجی افسران شریک تھے۔ انہیں فوج کی نگرانی میں وہاں پہنچایا گیا تھا۔ کسی بھی غیر ضروری شخص کو اس جزیرے میں جانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔

لیکن نادیدہ سراغ رساں اجازت کے محتاج نہیں تھے۔ وہ کسی روک ٹوک کے بغیر اس اجلاس کی کارروائیاں دیکھ رہے تھے۔ پتا نہیں وہاں کتنے نادیدہ ہوں گے' ان میں سے دو کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے تھا۔

ان میں سے ایک جاسوس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے پاس آکر کہا "میڈم! آرمی آئی لینڈ کی رپورٹ ہے۔"

"ہاں۔ سناؤ۔"

وہ اجلاس کی رپورٹ تفصیل سے سنانے لگا۔ وہ سنتی رہی پھر بولی "واقعی ہتھیاروں سے لڑنے اور ملکوں کو فتح کرنے کا دور گزر چکا ہے۔ خفیہ حملے کئی طرح سے کیے جاسکتے ہیں۔ سب سے خطرناک حملہ یہ ہے کہ بڑی رازداری سے دو نمبر دواؤں کے ذریعے اپنے مطلوبہ ملک میں بیماری پھیلائی جائے۔"

جاسوس نے کہا "مرد جنگیں لڑتے ہیں۔ مرد امورِ مملکت سنبھالتے ہیں۔ اگر انہیں خسارا بنا دیا جائے تو دشمن کی اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہوگی کہ اس ملک میں مرد ہی نہیں رہیں گے۔"

"ہاں۔ انسانی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی ناقابلِ فراموش اور خاموش جنگ ہوگی۔ کوئی ہتھیار استعمال نہیں ہوگا۔ کسی کی جان نہیں جائے گی لیکن اس ملک سے مردانگی ختم ہو جائے گی اور یہ اس قوم کی بڑی ہی ذلت آمیز شکست ہوگی۔"

"میڈم! جس نے یہ انجکشن تیار کیا ہے' اسے ڈاکٹر گارسن کہتے ہیں۔ وہ شکاگو میڈیکل لیبارٹری کا انچارج ڈاکٹر ہے۔"

"کیا وہ انجکشن شکاگو لیبارٹری سے باہر دوسرے ممالک میں سپلائی کیے گئے ہیں؟ تم نے اس ڈاکٹر کے خیالات پڑھے تھے؟"

"یس میڈم! ڈاکٹر گارسن نے ایک بہت بڑے بزنس ڈیلر کو لاکھوں کی تعداد میں یہ انجکشن فروخت کیے ہیں اور لاکھوں ڈالر کمائے ہیں۔ اس نے یہ بات اجلاس میں نہیں بتائی ہے۔ وہ حکومت سے اپنی بزنس ڈیلنگ چھپا رہا ہے۔"

"اس بزنس ڈیلر کا نام اور پتا معلوم کرو۔"

"بزنس ڈیلر کا نام جیمس کارٹر ہے۔ وہ نیویارک میں رہتا ہے۔ میں ابھی ڈاکٹر گارسن کو مائل کرتا ہوں کہ وہ فون پر اپنے بزنس ڈیلر جیمس کارٹر سے بات کرے۔ اس طرح میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔"

"جیمس کارٹر کے دماغ میں جگہ مل جائے تو یہ معلوم کرو کہ اس کا بزنس کہاں تک پھیلا ہوا ہے اور وہ کن ممالک میں وہ انجکشن فروخت کرے گا؟"

سونیا کا ماتحت جاسوس ڈاکٹر گارسن کے دماغ میں آیا.... اجلاس ختم ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر گارسن دوسرے اکابرین کے ساتھ جزیرے سے واپس آگیا تھا۔ وہ رات میامی کی ایک سرکاری رہائش گاہ میں گزارنے والا تھا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ ڈنر کے بعد بزنس ڈیلر جیمس کارٹر سے فون پر گفتگو کرے گا۔

جاسوس نے اس وقت تک انتظار کیا۔ جب ان کے درمیان رابطہ ہوا تو جاسوس نے گارسن کے ذریعے جیمس کارٹر کی آواز سنی۔

کارٹر نے پوچھا "ہیلو ڈاکٹر! تم بروں کی خفیہ میٹنگ کیسی رہی؟"

ڈاکٹر گارسن نے حیرانی سے پوچھا "ہماری خفیہ میٹنگ کے بارے میں تم کیسے جانتے ہو؟"

"میں ایک بہت بڑے خفیہ ریکٹ کو چلاتا ہوں۔ اپنے معاملات سے تعلق رکھنے والی ہر بات سے باخبر رہتا ہوں۔"

"میں نے ایک ضروری بات سمجھانے کے لیے فون کیا ہے۔"

"تم یہی سمجھاؤ گے کہ انجکشن بہت پاور فل ہے۔ یہ جسے لگایا جائے اس کی جنس چوبیس گھنٹوں میں تبدیل نہ ہو۔ رفتہ رفتہ چوبیس مہینوں میں تبدیل ہو تو مناسب ہوگا۔ کسی کو شبہ نہیں ہوگا کہ ایسا باقاعدہ سازش کے تحت کیا جا رہا ہے۔"

"یس مسٹر کارٹر! خفیہ اجلاس میں یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ خفیہ باتیں آپ کو کیسے معلوم ہو گئیں؟"

"یہ نہ پوچھو۔ ہمارے کچھ خفیہ ذرائع ہیں۔ تم یہ بتاؤ' انجکشن کا اثر کیسے کم کیا جائے؟"

گارسن نے کہا "انجکشن کی ایک شیشی سے چوتھائی حصہ لے لی جائے۔ باقی تین حصہ ڈسٹلڈ واٹر لیا جائے۔ تب اسے انجکشن لگا جائے۔"

جیمس کارٹر نے کہا "آل رائٹ۔ ہر انجکشن کے ساتھ ہدایت نامہ رکھا جائے گا۔"

جاسوس نے سونیا کے پاس آکر اسے یہ بات بتائی پھر کہا "جیمس کارٹر ایک بہت بڑا ڈرگ ریکٹ چلا رہا ہے۔ اس کے ذرائع ایسے ہیں کہ وہ خفیہ اجلاس کی باتیں بھی جان لیتا ہے۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ جیمس کارٹر ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا پھر اس نے ہماری طرح نادیدہ بن کر خفیہ اجلاس کی کارروائی دیکھی ہے۔"

سونیا نے تائید کی "ہاں۔ وہ زبردست ہو سکتا ہے اور یوگا کا ماہر بھی ہو سکتا ہے۔ اگر تم نے اس کے دماغ میں جانے کی کوشش نہیں کی تو دانش مندی کی ہے۔"

"شکریہ میڈم! مجھے آپ کا ماتحت بننے کا اعزاز حاصل ہے۔ میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتا ہوں۔ اب اس کارٹر کے پاس پہنچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میں نیویارک جاؤں اور اس کے پتے پر پہنچ کر اسے زخمی کروں پھر اس کے دماغ میں پہنچوں۔"

"کیا تم نے گارسن کے دماغ سے اس کا پتا معلوم کیا ہے؟"

"یس میڈم! وہ پتا غلط نہیں ہے۔ گارسن اس پتے پر ایک بار کارٹر سے مل چکا ہے۔"

"مجھے پتا بتاؤ اور فلائنگ کیپسول کے ذریعے آدھے گھنٹے میں نیویارک پہنچو۔ میں بھی آرہی ہوں۔"

جاسوس نے پتا بتایا پھر میامی سے نیویارک کے لیے روانہ ہو گیا۔

جیمس کارٹر نیویارک کی تیسویں (30th) اسٹریٹ کے ایک اپارٹمنٹ میں تھا۔ وہ ان امریکی تربیت یافتہ فوجی جوانوں میں سے تھا جنہیں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی گئی تھی۔

ٹھیک ایسے وقت جب کارٹر کو مشین سے گزارا جا رہا تھا' روس کا فرسٹ رینک کا فرسٹ آفیسر کرسٹوو سکی بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے سایہ بن کر جیمس کارٹر کے ساتھ اس مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی سیکھی تھی۔

کارٹر کو سرکاری طور پر صرف ٹیلی پیتھی سکھائی گئی تھی۔ اگر اسے نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں دی گئی تھیں۔ کرسٹوو سکی نادیدہ بن کر اس کے ساتھ رہتا تھا۔ اس نے کارٹر پر غالب آکر اس پر تنویمی عمل کیا پھر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔

اسے امریکا کا مخالف اور روس کا حمایتی بنا کر پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس کا چہرہ اور شخصیت بدل دی پھر وہ اپارٹمنٹ حاصل کر کے کارٹر کے ساتھ رہنے لگا۔

اس دوران کرسٹوو سکی کو گارسن کے دماغ میں اتفاق سے پہنچنے کا موقع ملا تو اسے ہارمونز کے جنس تبدیل کرنے والے انجکشن کے بارے میں معلوم ہوا۔ اس نے جیمس کارٹر کو بزنس مین بنا کر گارسن سے ملایا۔ اس انجکشن کو خریدنے کا سودا کیا۔ اگر گارسن راضی نہ ہوتا تب بھی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر ان انجکشن کا اسٹاک حاصل کر لیا جاتا۔

ڈاکٹر گارسن لالچی تھا' آسانی سے سودے پر راضی ہو گیا۔ کرسٹوو سکی نے کارٹر کو بزنس ڈیلر بنا کر انجکشن کی سیکڑوں پیٹیاں حاصل کیں پھر انہیں کسی دوسری جگہ لے گیا۔ کارٹر کو حکم دیا کہ وہ نیویارک ہی میں رہے۔ وہ جلد واپس آنے کی کوشش کرے گا۔

کارٹر اپنے اپارٹمنٹ میں تنہا نہیں تھا۔ دل بہلانے کے لیے ایک روسی حسینہ بھی تھی۔ جب سونیا اپنے ماتحت کے ساتھ وہاں پہنچی تو حسینہ ساقی بن کر کارٹر کو شراب پلا رہی تھی۔

سونیا نے ایک کھڑکی سے جھانک کر انہیں دیکھا پھر ماتحت سے کہا "وہ پی رہا ہے۔ تم اس کے دماغ میں جا سکتے ہو۔"

"میں ابھی اس کے اندر گیا تھا۔ اس کے مختصر سے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ وہسکی میں سوڈا ملا کر پینے کا عادی ہے۔ فریج میں سوڈے کی بوتلیں نہیں ہیں۔ اس کا ایک ماتحت بوتلیں لانے گیا ہے۔ ابھی آتا ہوگا۔ ہمیں نادیدہ بن کر رہنا چاہیے۔"

وہ دونوں نادیدہ ہو گئے۔ ماتحت کارٹر کے خیالات پڑھ کر سونیا کو بتانے لگا "میڈم! یہ کوئی بزنس ڈیلر نہیں ہے۔ یہ ایک روسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کرسٹوو سکی کا ماتحت ہے۔ یہ پہلے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی قوم کا وفادار تھا۔ بعد میں کرسٹوو سکی نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔"

"کیا کرسٹوو سکی یہاں موجود ہے؟"

"نہیں۔ وہ انجکشن کی تمام پیٹیاں لے کر کہیں گیا ہے۔ جب وہ روس سے آیا تو اس کے چار ماتحت تھے۔ ان ماتحتوں میں سے ایک وہ حسینہ تھی جو کارٹر کو شراب پلا رہی تھی۔ دوسرا ماتحت وہ تھا' جو سوڈے کی بوتلیں لانے گیا تھا۔ تیسرا ماتحت اپنے آقا کرسٹوو سکی کے ساتھ گیا تھا۔ چوتھے کے بارے میں کارٹر نہیں جانتا ہے کہ وہ کہاں گیا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد دوسرا ماتحت سوڈے کی بوتلیں لے کر آگیا۔ پہلوں میں شباب ہو تو شراب اور مستی میں پی جاتی ہے۔ وہ مست ہو کر پینے لگا۔

ماتحت نے کہا "میڈم! کارٹر کے خیالات بتا رہے ہیں کہ تمام ماتحتوں کے پاس گولیاں ہیں۔ وہ جب چاہتے ہیں' نادیدہ بن جاتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "ہم بھی نادیدہ رہ کر کارٹر کے مدہوش ہونے کا انتظار کریں گے۔ ہمیں ان دو ماتحتوں کے بارے میں بھی کچھ معلوم کرنا چاہیے۔"

"یہ دونوں یوگا کے ماہر ہو سکتے ہیں۔ کیا انہیں زخمی کیا جائے؟"

"ابھی نہیں۔ کارٹر کو پہلے مدہوش ہونے دو۔ اس کے خیالات پڑھو۔ میں کرسٹوو سکی کے بارے میں زیادہ معلومات چاہتی ہوں۔"

"وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں ہیں۔ فلائنگ کیپسول اور برین گارڈز ہیں۔ وہ روس کی ملٹری انٹیلی جنس میں فرسٹ رینک کا فرسٹ آفیسر تھا۔ وہ اپنی مصروفیات اور دوسرے خفیہ اڈوں کے بارے میں کارٹر کو کچھ نہیں بتاتا ہے اس لیے ہمیں اس کے چور خیالات سے اور کچھ معلوم نہیں ہو سکے گا۔"

"کیا کرسٹوو سکی رات کو شراب پیتا ہے؟"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

وہ اس کے دماغ میں گیا پھر واپس آکر بولا "میڈم! وہ نشے کی چیزوں کو ہاتھ نہیں لگاتا ہے۔ کارٹر مدہوش ہو گیا ہے۔ کیا ہمیں اس کے کمرے میں جانا چاہیے؟"

وہ دونوں بیڈ روم میں آئے۔ کارٹر بستر پر ہاتھ پیر پھیلائے لیٹا ہوا تھا اور بڑبڑا رہا تھا "میں کسی کا غلام نہیں ہوں۔ کہاں ہے کرسٹوو سکی؟ بڑا آتا بنتا ہے۔ میں اس کا تابعدار نہیں ہوں۔"

کرسٹوو سکی کے دونوں ماتحت ہنسنے لگے۔ حسینہ نے کہا۔ "ہمارے آقا نے اس کی مرضی کے خلاف اسے اپنا تابعدار بنایا ہے۔ یہ نشے کے وقت اپنے اندر کی نفرت ظاہر کرتا ہے۔"

کارٹر مدہوشی میں کہہ رہا تھا "میں امریکی ہوں۔ کسی روسی کی تابعداری نہیں کروں گا' کبھی نہیں کروں گا۔"

دوسرے ماتحت نے حسینہ کو اپنے قریب کھینچ کر کہا "یہ تو ابھی سو جائے گا' آؤ ہم اپنی رات رنگین کریں۔ تم مجھے پلاؤ' میں تمہیں پلاؤں۔"

وہ بوتل اور گلاس لے کر ایک میز کے پاس آئے پھر پینے سے پہلے اپنی واڈکا میں دبی ہوئی گولیاں منہ سے باہر نکالیں۔ انہیں میز پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اپنے لیے پیگ بنانے لگے۔

ایسے ہی وقت سونیا اور جاسوس نمودار ہوئے۔ انہیں دیکھ کر وہ بوکھلا گئے۔ انہوں نے نادیدہ ہونے کے لیے گولیوں کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائے مگر انہیں اٹھا کر منہ میں نہ رکھ سکے۔ دونوں کے منہ پر ایک ایک گھونسا پڑا۔ انہوں نے سنبھلنے کی کوششیں کیں لیکن اچھے فائٹر نہیں تھے' ناکام حملے کرتے رہے اور کامیاب حملوں سے مار کھاتے رہے حتیٰ کہ لہولہان ہو کر چکرا کر گر پڑے۔

سونیا ان کے زخمی ہوتے ہی نادیدہ بن گئی۔ اپنے ماتحت سے کہا "ان کے خیالات پڑھو پھر جیمس کارٹر پر تنویمی عمل کرو۔ میں

اس اپارٹمنٹ کی تلاشی لیتی ہوں۔"

وہ دونوں فرش پر پڑے کراہ رہے تھے۔ سونیا کے ماتحت نے کہا۔ "اپنی اور کرسٹوسکی کی ہسٹری بیان کرتے رہو۔ میں تمہارے چور خیالات سے تمہارے بیان کی تصدیق کرتا رہوں گا۔"

وہ دونوں اپنی حقیقت بیان نہیں کرنا چاہتے تھے مگران کے چور خیالات سچ اگل رہے تھے کہ وہ اپنے لیڈر کرسٹوسکی کے ساتھ روس سے آئے ہیں۔ یہاں ان سب نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔

تمام روسی سونیا کو اپنی بدترین دشمن سمجھتے تھے کیونکہ اس نے روس کے شمالی حصے میں مخلوق کے لیے ایک شہر آباد کیا تھا۔ کرسٹوسکی اور دوسرے فرسٹ ریٹک کے افسروں نے قسم کھائی تھی کہ سونیا سے انتقام لیں گے اور اسلامی ملکوں میں تخریبی کارروائیاں کریں گے۔

فرسٹ ریٹک کے باقی پانچ افسروں نے بھی کرسٹوسکی کی طرح ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا اور وہ سب اپنے اپنے طور پر مختلف اسلامی ممالک کو ٹارگٹ بنانے کی ابتدا کررہے تھے۔

سپرپاور کہلانے والے ممالک ایران اور لیبیا کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے تھے۔ ان زخمی ماتحتوں کے چور خیالات نے بتایا کہ پہلے ان ممالک میں اپنی خفیہ ایجنسیاں قائم کی جائیں گی پھر ہارمونز کے انجکشن کو آزمائشی طور پر دوسروں پر استعمال کرکے اس کے نتائج دیکھے جائیں گے۔

روسی انٹیلی جنس کے ان چھ افسروں نے بڑی قوتیں اور غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کی تھیں اور پوری طرح منظم ہوکر چھ مختلف ممالک میں پھیل رہے تھے۔ ان چھ ممالک میں تین اسلامی تھے اور باقی تین میں سے امریکا' اسرائیل اور فرانس تھے۔ ان روسیوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہے اور جو ملک طاقتور بن کر ابھرنا چاہتا ہے' اس ملک میں ہارمونز کے حملے کیے جائیں گے۔

سونیا ایک چھوٹا سا پیکٹ لے کر آئی۔ اس میں انجکشن کی ننھی شیشیاں اور ڈسپوزل سرنج تھیں۔ اس نے اپنے جاسوس ماتحت سے کہا "دوسرے کمرے میں ایک بڑا سا کارٹن ہے۔ اس میں یہ انجکشن رکھے ہوئے ہیں۔ ہم وہ کارٹن لے جائیں گے ... فی الحال انجکشن کو ان پر آزماؤ۔"

کرسٹوسکی کے ماتحت نے گڑگڑا کر کہا "نہیں۔ یہ انجکشن مجھے نہ لگاؤ۔ مجھے اپنا تابعدار بنالو مگر مجھ سے میری موت کی نہ چھینو۔"

جاسوس ماتحت نے ایک سرنج میں انجکشن والی دوا لی۔ اس روسی کے دماغ پر قبضہ جمایا تاکہ وہ اعتراض اور جدوجہد نہ کرسکے۔ پھر وہ دوا اس کے کولھے میں انجکٹ کردی۔

سونیا نے کہا "جیمس کارٹر پر تنویمی عمل کرکے وقت ضائع نہ کرو۔ اسے بھی انجکشن لگاؤ۔"

جاسوس ماتحت نے حکم کی تعمیل کی۔ کارٹر کو بھی انجکشن لگادیا۔ اس کے بعد روسی حسینہ پر بھی وہ دوا آزمائی گئی۔ وہ حسینہ ہارمونز کی زیادتی کے باعث جنسی جنونی ہوسکتی تھی۔ بہرحال اس کا نتیجہ چوبیس گھنٹوں کے بعد ظاہر ہونے والا تھا۔

سونیا نے پھر نادیدہ ہوکر کہا "انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ مقررہ وقت کے بعد ان کا انجام دیکھا جائے گا۔ دوسرے کمرے سے وہ کارٹن اٹھالو۔"

وہ دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں ایک میز پر کھلا ہوا کارٹن رکھا ہوا تھا۔ اس میں ہارمونز انجکشن کے کئی پیکٹس تھے۔ اس نے کارٹن کو اچھی طرح باندھ کر اٹھالیا۔ اسی وقت اچانک ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی۔ وہ گولی سیدھی سونیا کے ماتحت کے سینے میں آکر پیوست ہوئی۔ وہ کارٹن کے ساتھ فرش پر گر پڑا۔

اس بے چارے کی موت آگئی تھی۔ کرسٹوسکی کا تیسرا ماتحت جو کہیں گیا ہوا تھا' وہ اچانک آگیا تھا۔ اس نے ایک اجنبی کو کارٹن اٹھا کر جاتے دیکھا تو فوراً ہی نمودار ہوکر اسے گولی ماردی۔ سونیا کے اس ماتحت کو گولی لگنے اور نادیدہ ہونے کا موقع نہیں ملا۔ ناگہانی موت نے اسے دبوچ لیا۔

کرسٹوسکی کا وہ ماتحت تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں جیمس کارٹر بستر پر تھا اور دوسرے دو ماتحت فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ اس آنے والے ماتحت کو ان کے ذریعے سونیا کی موجودگی کا علم ہونے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی سونیا نے اس کے پیچھے نمودار ہوکر اس کی گردن پر ایک زبردست گھونسا مارا۔ مار کھانے والے کا منہ کھلا اور واڈکا میں دبی ہوئی گولی منہ سے باہر آکر فرش پر گرگئی۔

اس نے نادیدہ بننے کے لیے گولی کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس سے پہلے سونیا وہاں پہنچ گئی۔ وہ فرش پر گولی کی طرف جھک رہا تھا۔ جھکتے ہوئے منہ پر ایک لات پڑی۔ وہ الٹ کر دوسری طرف جا گرا۔ ایک عورت سے مار کھا کر جھنجلا گیا تھا۔ اس نے پھرتی سے اٹھ کر حملہ کرنا چاہا لیکن وہ نظر نہیں آئی۔

اس نے دیکھا' دور فرش پر وہ نادیدہ بنانے والی گولی پڑی ہوئی تھی اور آس پاس وہ دشمن نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ یک بارگی چھلانگ لگا کر گولی کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اسے اٹھا کر منہ میں ڈال کر فوراً حلق سے نیچے اتارلیا۔

پھر اسے اطمینان ہوا کہ وہ نادیدہ بن چکا ہے۔ اس نے سونیا کو دیکھا۔ وہ نمودار ہوکر اسے تلاش کررہی تھی۔ وہ اس کی طرف جانے لگا۔ وہ خلا میں تکتے ہوئے بولی "میری طرف کیوں آرہے ہو؟ پھر شامت آئی ہے؟"

وہ ٹھٹک گیا۔ حیرانی سے بولا "کیا تم مجھے دیکھ رہی ہو؟"

وہ پلٹ کر بولی "ہاں۔ ادھر سے آواز آرہی ہے۔ تم ادھر ہو۔"

اسے اطمینان ہوا کہ وہ نہیں دیکھ رہی ہے۔ وہ قریب جاکر اچانک نمودار ہوکر اس کی گردن دبوچ سکتا ہے۔ وہ فوراً ہی قریب آیا لیکن اس سے پہلے کہ نمودار ہونے کے لیے گولی کو حلق سے نکالتا' اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ سونیا نے گھوم کر ایک کک ماری۔ وہ چکرا کر رہ گیا۔ آگے پیچھے ڈگمگانے لگا۔ وہ سنبھل کر اپنے پیروں پر کھڑا رہنا چاہتا تھا لیکن سونیا کی دوسری ٹھوکر کھاتے ہی زمین بوس ہوگیا۔

اس کی ناک اور باچھوں سے لہو رس رہا تھا۔ سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ اس نے دھندلائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ سونیا کی چٹکی میں ایک گولی دبی ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "یہ تمہاری اصلی گولی ہے۔ میں نے فرش پر ایک ننھا سا سفید پتھر رکھا تھا۔ تم نے اسے نگل لیا۔ وہ چونے کا پتھر تھا۔ تمہارے معدے میں چونا پک رہا ہوگا۔"

اس نے ایک دم سے اٹھ کر سونیا پر چھلانگ لگائی۔ سونیا ایک طرف ہٹ گئی۔ وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے اٹھنے لگا۔ اس بار سونیا نے اس پر تابڑتوڑ حملے کیے۔ سنبھلنے اور بچ نکلنے کا موقع نہیں دیا۔ ایسے حملوں کے نتیجے میں وہ ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا۔ فرش پر سے اٹھنے کے قابل نہیں رہا۔

سونیا ایک سرنج اٹھا کر اس میں دوا بھرنے لگی۔ وہ تڑپ کر بولا۔ "نن... نہیں۔ یہ انجکشن مجھے نہ لگاؤ۔ میں نہیں لگانے دوں گا۔"

وہ تڑپنے لگا تاکہ وہ سرنج کی سوئی پیوست نہ کرسکے۔ سونیا نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری پھر دوسری ٹھوکر کھانے کے بعد اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

کرسٹوسکی ان انجکشن کے تمام کارٹن کو مختلف مقامات تک پہنچانے میں مصروف تھا اس لیے کئی گھنٹوں تک اپنے ماتحتوں سے رابطہ نہ کرسکا پھر اس نے رات کو سونے سے قبل جیمس کارٹر سے دماغی رابطہ کیا۔ پتا چلا اس نے بہت زیادہ پی لی تھی۔ اب وہ گہری نیند میں ہے۔

اس نے ماتحت حسینہ کے دماغ میں آکر اس کے خیالات پڑھے۔ معلوم ہوا وہاں ایک صحت مند نوجوان عورت ایک جوان مرد کے ساتھ آئی تھی۔ اس نے ان تینوں کو ہارمونز کے انجکشن لگائے ہیں۔ اس کے بعد تیسرے ماتحت نے آکر اس عورت کے ساتھی کو گولی ماردی لیکن وہ عورت زبردست فائٹر تھی۔ اس نے تیسرے ماتحت کو مار مار کر بے ہوش کردیا پھر اسے بھی انجکشن لگا کر وہ پورا کارٹن اٹھا کر لے گئی ہے۔

کرسٹوسکی نے پوچھا "وہ کون تھی؟"

"معلوم نہیں کون تھی۔ اس کا ساتھی اسے یوں میڈم کہتا تھا جیسے اس کا تابعدار ہو۔"

"اس کا ساتھی مارا گیا۔ وہ تنہا تھی اور تم چار تھے پھر بھی اسے ختم نہ کرسکے۔"

"وہ عجیب قسم کی فائٹر تھی۔ ایسے لڑتی تھی جیسے کھیل رہی ہو۔ اس کی باتوں سے پتا چلا' وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ اس کے ساتھی نے ہمارے چور خیالات پڑھ کر ہمارے اور آپ کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔"

"یہ بہت برا ہوا کہ ہمارا کام شروع ہونے سے پہلے کسی خطرناک عورت کو ہمارے تخریبی ارادوں کا پتا چل گیا ہے۔ اس عورت کی حقیقت معلوم کرنا بہت ضروری ہوگیا ہے۔"

"سر! ہمارے لیے کچھ کریں۔ اس نے چھ گھنٹے پہلے وہ دوا ہمارے اندر انجکٹ کی تھی۔ ہمارے اندر تبدیلی آرہی ہوگی۔ باقی اٹھارہ گھنٹوں کے بعد ہماری جنس تبدیل ہوجائے گی۔ پلیز اس دوا کا توڑ کریں۔"

"میں کیسے توڑ کروں؟ میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔ کوشش کرتا ہوں۔ شاید اس مصیبت کا حل نکل آئے۔"

اس نے فون کے ذریعے ڈاکٹر گارسن سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "میں جیمس کارٹر بول رہا ہوں۔ ایک دشمن نے ہارمونز کے وہ انجکشن میرے چار ماتحتوں کو لگادیے ہیں۔ اگر ان کی جنس تبدیل ہوگی تو یہ میرے لیے شرم کی بات ہوگی اور میرا بہت نقصان بھی ہوگا۔ پلیز اس کا توڑ کرنے کے لیے کوئی دوسری دوا دو۔"

ڈاکٹر گارسن نے کہا "سوری۔ میں نے اس کے توڑ کے لیے کوئی دوا نہیں بنائی ہے۔ ویسے میں اس سلسلے میں سوچ رہا ہوں۔"

"تمہارے سوچنے سے میرے آدمیوں کا بھلا نہیں ہوگا۔ کوئی تدبیر کرو۔"

"ایک دوا نوٹ کرو۔ اسے ہر تین گھنٹے کے بعد کھلاتے رہو۔ اس دوا سے ہارمونز کی زیادتی میں کمی ہوسکتی ہے۔"

"ڈاکٹر! ان کی جنس تبدیل نہیں ہونی چاہیے۔"

"وہ تو ہوگی۔ میرے انجکشن بہت پاور فل ہیں۔ ان کے توڑ کے لیے جو دوائیں انہیں کھلاؤ گے وہ کئی مہینوں میں اثر کرے گی۔"

"ڈاکٹر! تم جتنی دولت چاہو گے' میں تمہیں دوں گا۔ تم اس کے توڑ کے لیے دوا تیار کرو۔"

"میں مانتا ہوں' تم بڑی فراخ دلی سے رقم دیتے ہو لیکن کوئی دوا تیار کرنے' اسے آزمانے پھر اس کی خامیاں دور کرنے میں مہینوں لگ جاتے ہیں۔"

"پھر بھی کوشش کرو۔ چند ماہ میں اس کا توڑ دریافت کرلو۔"

اس نے جو دو انوٹ کی تھی اسے اپنے ماتحتوں کو بتایا۔ انہیں ہدایات دیں کہ ہر تین گھنٹے بعد اسے استعمال کرتے رہیں۔ پھر وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ کون ہے وہ عورت؟ کون ہے وہ بلا جو اس کے تخریبی منصوبوں سے آگاہ ہوچکی ہے؟

آج وہ تنہا تھی۔ آئندہ منظم ہوکر مقابلے پر آئے گی تو پرابلم

بن جائے گی۔

وہ پریشان ہو کر ٹہلنے لگا۔ سوچتے سوچتے ایک دم سے ذہن میں بات آئی کہ جو عورت آئی تھی وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔

اور ٹیلی پیتھی نہ جاننے والی اور نہ سیکھنے والی ایک ہی زبردست عورت تھی..... سونیا۔

وہ مکار زمانہ کسی بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزر سکتی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں بھی یہ مشین تھی لیکن اس نے ٹیلی پیتھی نہیں سیکھی۔ اسے اپنی ذہانت پر اتنا اعتماد تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے مخالفانہ ہتھیاروں کو اپنی حکمت عملی سے کند کردیتی تھی۔ اس کا نام سنتے ہی لوگ کہتے تھے "A THUNDERBOLT FROM THE BLUE" آسمان سے لپکنے والی بجلی.....

کرسٹو وسکی دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر یوں بیٹھنے لگا جیسے جھاگ بیٹھ رہا ہو۔

○☆○

فہمی اور علی اب تک فخرالدین کے قتل کے کیس میں الجھے ہوئے تھے۔ یہ الجھن کسی حد تک سلجھ رہی تھی۔ ایک جبران نامی شخص نے فہمی اور علی پر بھی قاتلانہ حملے کرائے تھے اور ناکام رہ کر خود حرام موت مارا گیا تھا۔

فخرالدین کی ڈائری پڑھنے سے معلوم ہوا' ایک صاحب ثروت پیر ابن پیر سکندر ثانی ہیں' جو یہاں سے امریکا تک بے حساب دولت اور جائداد کے مالک ہیں۔ ان کے علاقے میں بچے سے بوڑھے تک سب ہی ان کے مرید تھے۔ وہاں کے ناخواندہ لوگ ان کے سامنے عقیدت سے سجدے کرتے تھے۔

ان کی سیاسی حیثیت بھی بہت مضبوط تھی۔ ہر نئی حکومت قائم کرنے والے ان پیر صاحب کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ ان کے علاقے میں جتنے پولیس تھانے تھے' وہ ان کے... خودساختہ قوانین کے مطابق کام کرتے تھے۔

اتفاقاً فخرالدین سے پیر صاحب کا سامنا ہوگیا۔ وہ ایک محفل میں شامل کررہے تھے کہ وہ پہنچے ہوئے پیر ہیں۔ وہ اپنے خاندانی پیروں اور بزرگوں کی طرح لوگوں کے دلوں کے بھید معلوم کرلیتے ہیں۔ سب ان کی تعریفیں کررہے تھے۔ پیر ابن پیر سکندر ثانی نے ایک شخص سے کہا "بھئی تم اپنی پریشانیاں چھپا کر اس محفل میں مسکرا رہے ہو۔ مسکراتا آوابِ محفل ہی سہی لیکن اپنے دل کا خون نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ بولا "پیر صاحب! کوئی آپ سے اپنا راز نہیں چھپا سکتا لیکن آپ مجھے محفل میں مسکرانے کی اجازت دیں۔"

"شوق سے مسکراؤ۔ ہم نے تمہاری پریشانیاں دور کردی ہیں۔ تمہارا بیٹا گھر واپس آگیا ہے۔ اس پر جو الزام لگایا گیا تھا' ہم نے اسے غلط ثابت کردیا ہے۔ تمہارے بیٹے نے پچاس ہزار روپے چرائے نہیں تھے' اپنی محنت سے کمائے تھے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "آپ بہت عظیم ہیں۔ واقعی پیر ابن پیر ہیں۔"

"بھئی تعریف نہ کرنا۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ہم اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے ہیں۔"

پھر انہوں نے فخرالدین سے کہا "آپ ہماری محفل میں نئے ہیں۔ خاموش ہیں۔ کیا یہاں بور ہورہے ہیں؟"

"آپ میرے بھی دل کا حال معلوم کرسکتے ہیں کہ میں بور ہورہا ہوں یا نہیں؟"

پیر صاحب نے فخرالدین کی آواز اور لہجہ سنتے ہی اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ فخرالدین نے سوچ کے ذریعے کہا "آیئے پیر صاحب! مجھے یقین تھا کہ آپ پہنچے ہوئے نہیں ہیں' ٹیلی پیتھی کے ذریعے لوگوں کو اُلّو بناتے ہیں۔"

"تم کون ہو؟"

"تم نہیں آپ۔ میں آپ کو "تم" سے بھی نیچے لا سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کی قدر کرتا ہوں۔ ہم بعد میں تفصیلی گفتگو کریں گے۔ آپ ابھی میرا بھرم رکھیں۔"

"میں ایک ہی شرط پر بھرم رکھوں گا۔ آپ ابھی یہ محفل برخاست کریں گے اور آج کے بعد پیر بن کر فراڈ نہیں کریں گے۔"

"آپ کیسی باتیں کررہے ہیں۔ یہ پیری مریدی ہمارے آباو اجداد کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔"

"بڑے شرم کی بات ہے کہ آپ باپ دادا کے زمانے سے جھوٹ بولتے اور مکاری کرتے آرہے ہیں۔"

پیر سکندر ثانی نے گھور کر دیکھا پھر حاضرین سے نرم لہجے میں کہا "فخرالدین صاحب پہلی بار تشریف لائے ہیں۔ میں ان سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ آپ سے گزارش ہے کہ کل اسی وقت تشریف لائیں۔"

وہاں جتنے لوگ بیٹھے تھے' ایک ایک کرکے اٹھ کر چلے گئے۔ وہ دونوں تنہا رہ گئے۔ پیر سکندر ثانی نے کہا "پلیز آپ اپنا تعارف کرائیں۔"

"بندے کی سب سے بڑی تعریف یہ ہے کہ وہ خدا سے ڈرتا ہے۔ میں اپنے رب سے ڈرتا ہوں اس لیے نہ کبھی جھوٹ بولتا ہوں اور نہ کسی کو دھوکا دیتا ہوں۔"

"کیا آپ میرے راستے کی دیوار بننے آئے ہیں؟"

"میں اتفاق سے ادھر چلا آیا۔ آپ کی نیک نامی سنی تھی مگر یہاں آکر افسوس ہورہا ہے۔"

"آپ میرے خلاف محاذ بنائیں گے؟"

"مجھے آپ سے ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ مجھے اس بات پر اعتراض ہے کہ آپ اللہ کے بندوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔"

"آپ خدائی خدمت گار نہیں ہیں۔"

ہیں زبان سے برائی نہیں کرتا۔ کانوں سے برائی نہیں سنتا
آنکھوں سے برائی نہیں دیکھتا۔ آپ کے حوالے سے ہونے
والی برائیاں بھی نہیں دیکھوں گا۔"

میں سمجھ گیا۔ آپ ضدی ہیں۔ فرمائیں مجھے کیا کرنا
ہے؟"

"آپ فراڈ پیری مریدی سے باز آجائیں۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے کم از کم ایک ہفتے کی مہلت دیں۔"

"توبہ کرنے کے لیے صرف ایک پل کافی ہوتا ہے پھر بھی میں
آپ کو ہفتے کی مہلت دیتا ہوں۔"

فخرالدین وہاں سے چلا آیا۔ وہ اپنی کوٹھی میں تنہا تھا۔ آدھی رات سے پہلے دروازے پر دستک ہوئی۔ کوئی دروازے کو زور زور سے پیٹ رہا تھا۔ فخرالدین نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں... ایک مصیبت کی ماری۔ پلیز جلدی دروازہ کھولیں۔"

فخرالدین نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک جوان لڑکی تھی۔ بالکل تنہا تھی۔ اس کے قریب یا دور کوئی چھپا ہوا نہیں تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ دو تیزی سے اندر آئی پھر اپنے پیچھے سے دروازے کو بند کردیا۔

فخرالدین نے اسے دیکھا۔ وہ بھرپور جوان تھی۔ ہانپنے کے دوران اس نے کہا "اس سے پہلے کہ آپ مجھے کمسن سمجھ کر کوئی غلط رائے قائم کرلیں' میں صاف صاف کہتی ہوں کہ میں آپ سے محبت کرنے لگی ہوں۔ آپ کی دیوانی ہوں اور آپ کے لیے گھر سے بھاگ کر آئی ہوں۔"

فخرالدین بوکھلا کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ تقریباً پچاس برس کا تھا۔ کسی بار ایک نوجوان لڑکی بڑی بے باکی سے اپنے عشق کا اظہار کر رہی تھی۔ یہ بات اس کی توقع کے خلاف تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہیے۔ وہ یہ بھی بھول گیا کہ اسے ذہن خوانی کے ذریعے اس لڑکی کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہیے۔

وہ بولی "آپ حیران کیوں ہیں؟ کیا مجھے جوان اور خود کو بوڑھا سمجھ رہے ہیں؟ آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ محبت کی عمر مقرر نہیں ہوتی اور محبت کبھی بوڑھی نہیں ہوتی۔"

"تم..... تم ایب نارمل ہو۔"

"میں نارمل ہوں۔ میں نے پہلی بار آپ کو بینک کے چیف اکاؤنٹنٹ کی حیثیت سے دیکھا تھا۔ دوسری بار آپ بینک میں نظر آئے۔ میں آپ کو تلاش کرتی رہی پھر میں نے آپ کو انارکلی میں دیکھا۔ آپ کا تعاقب اس کوٹھی تک کیا۔ مجھے اطمینان ہوا کہ کسی نہ کسی پر مصیبت آئے گی تو مجھے یہاں ضرور پناہ ملے گی۔"

کچھ دیر بعد فخرالدین کو خیال خوانی کا ہوش آیا۔ وہ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ چور خیالات نے بتایا کہ وہ درست کہہ رہی ہے۔ اس کی ایک سوتیلی ماں اور سوتیلا بھائی ہے۔ باپ مرچکا ہے۔ دولت اور جائداد پر قبضہ جمانے کے لیے اس لڑکی کو مار ڈالنے کی سازشیں کی جارہی ہیں۔

لیکن دشمن چالاک ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ لڑکی گھر سے باہر کہیں جائے اور اسے اغوا کرلیا جائے پھر اسے قتل کردیا جائے۔ وہ بولی "فخر صاحب! میرا نام زلیخا ہے۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔ میں یہاں سے جاؤں گی تو قتل ہوجاؤں گی۔ میرے قتل کا الزام سوتیلی ماں اور بھائی پر نہیں آئے گا کیونکہ میں وہاں یہ تحریر چھوڑ آئی ہوں کہ اپنی مرضی سے وہ گھر چھوڑ کر جارہی ہوں۔"

"تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔"

"کیا مجھے قتل ہوجانا چاہیے؟"

"میرا مطلب ہے' تمہیں وہاں کوئی خط لکھ کر نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"میں نے سوچا' شاید اس طرح وہ مطمئن ہوجائیں کہ میں ان کے راستے سے ہٹ گئی ہوں۔ میں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ مجھے باپ کی دولت اور جائداد نہیں چاہیے۔"

"تم نے کیا سوچ کر گھر چھوڑا ہے؟"

"میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔ آپ کے ساتھ زندگی گزاروں گی۔"

"پاگل ہوئی ہو؟ کس رشتے سے میرے ساتھ رہو گی؟"

"آپ مجھ سے نکاح پڑھوالیں۔"

"تم..... تم ہوش میں ہو۔ میں..... میں تمہارے بزرگوں جیسا ہوں۔"

"تین بار قبول کرنے کے بعد بزرگ نہیں رہیں گے۔ میں اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ آپ دنیا والوں سے ڈر رہے ہیں۔ کیا دنیا والوں کے ڈر سے مجھے قتل ہونے دیں گے۔ میرے محافظ نہیں بنیں گے؟"

"میں تمہاری حفاظت دوسرے پہلو سے کروں گا اور کسی اچھی جگہ تمہاری شادی کرادوں گا۔"

"میں آپ کے سوا کسی کو اپنا مجازی خدا نہیں بناؤں گی۔ آپ مجھ سے محبت نہ کریں' ہمدردی تو کریں۔"

"ہمدردی کرنے کے کچھ شریفانہ طور طریقے ہوتے ہیں۔"

"کیا میں آپ کو بدمعاشی کے لیے کہہ رہی ہوں۔ کیا مجھ سے نکاح پڑھوانا بدمعاشی ہوگی؟"

"تم سمجھتی کیوں نہیں؟ ہماری عمروں میں اتنا زیادہ فرق ہے کہ ہم مذاق بن جائیں گے۔"

"اگر آپ کو اندیشہ ہے کہ تماشا بن جائیں گے تو میں گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلوں گی۔ کسی کے سامنے نہیں آؤں گی۔ کوئی مجھے نہ دیکھ سکے گا اور نہ میری آپ کی عمر کا فرق معلوم کرسکے گا۔"

"زلیخا! مجھے امتحان میں نہ ڈالو۔ میری ایک جوان بیٹی ہے۔ میں اس بیٹی سے کیسے نظریں ملاؤں گا؟"

"میں آپ کی بیٹی کے سامنے بھی نہیں آؤں گی۔ اس شہر سے دور کہیں گمنام زندگی گزاروں گی۔ آپ کبھی میری خیریت معلوم کرنے آئیں گے تو میری عید ہو جائے گی۔"

"تم جوش اور جذبات میں ہو۔ میری بات مانو' گھر واپس جاؤ۔ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"میں سمجھ گئی۔ آپ کو مجھ سے محبت تو کیا' ہمدردی بھی نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر وہ دروازہ کھول کر جانے لگی۔ اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ وہ اپنے گھر نہیں جائے گی' کہیں جا کر جان دے دے گی۔

فخرالدین نے مجبور ہو کر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے واپس آنے پر مجبور کیا۔ اس نے دوبارہ اندر آ کر دروازے کو بند کیا پھر حیرانی سے کہا "میں واپس نہیں آنا چاہتی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' کیوں بے شرم بن کر پھر آ گئی ہوں۔"

"میں نے تمہیں مجبور کیا ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ اس علم کے ذریعے تمہارے دشمنوں کو تمہارے قدموں میں جھکا سکتا ہوں۔"

"اگر آپ کا علم سچا ہے تو صرف مجھے اپنے قدموں میں جھکا رہنے دیں۔"

"میں تمہاری ماں اور بھائی کے دماغ میں پہنچ کر ضروری معلومات حاصل کروں گا۔ انہیں فون پر مخاطب کرو۔"

زلیخا نے فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ ہونے پر کہا "میں بول رہی ہوں۔"

سوتیلی ماں نے پوچھا "تم.... تم کہاں منہ کالا کرنے گئی ہو؟"

فخرالدین نے ریسیور رکھوا دیا۔ اس کی سوتیلی ماں کے دماغ میں پہنچ گیا اور اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ بڑبڑا رہی تھی کہ لائن کٹ گئی ہے یا کاٹ دی گئی ہے؟

زلیخا کی سوتیلی ماں کا ایک بیٹا پہلے شوہر سے تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کے بیٹے کی شادی زلیخا سے ہو جائے تاکہ دولت اور جائداد کا بٹوارا نہ ہو۔ زلیخا اپنے حصے کی دولت لے کر دوسرے گھر نہ جائے۔

یہ تو اس کے گھریلو معاملات تھے لیکن فخرالدین کو یہ بات کھٹک رہی تھی کہ پیر ابن پیر سکندر ثانی اسے پھانسنے کے لیے کوئی گہری چال نہ چل رہا ہو۔

فخرالدین نے اس کی سوتیلی ماں اور سوتیلے بھائی کے چور خیالات اچھی طرح پڑھے۔ ان لوگوں کا پیر ابن پیر سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ یہ قصہ ہی الگ تھا۔

اس نے زلیخا سے کہا "میں کسی گہری سازش کا شکار ہو رہا ہوں۔ ایسے میں تم آ گئی ہو۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ مجھ پر جو مصیبت آئے گی' وہ تم پر بھی آئے گی۔"

"آپ کی تمام مصیبتیں میرے سر آئیں۔ میں خود کو خوش نصیب سمجھوں گی۔ یہ اچھا ہے کہ آپ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ میرے اندر کی بات جان سکتے ہیں کہ میں جان دینے کی حد تک آپ کو چاہتی ہوں۔ آپ کو چھوڑ کر مر سکتی ہوں' جی نہیں سکتی۔"

"میں نہیں چاہتا' تم قتل ہو جاؤ یا مجھ سے مایوس ہو کر جا کر اپنی جان دے دو۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ تمہیں تحفظ دوں گا لیکن میرے ذہن میں دشمن کی طرف سے ایک خوف رہ گئی ہے۔ ابھی وہ پھانس نکالنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مجھے تھوڑی دیر خاموش رہنے دو۔"

اس نے آنکھیں بند کر کے پیر ابن پیر سکندر ثانی کا تصور کیا۔ اس کی آواز اور لہجے کو اپنی گرفت میں لیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ سمجھ رہا تھا' پیر سکندر صحت مند ہے۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گا۔ اسے اپنے دماغ سے بھگا دے گا لیکن اس نے اس کی آمد کو محسوس نہیں کیا کیونکہ رات کے اس حصے میں شراب پی رہا تھا۔

وہ پیر بے انتہا دولت مند تھا۔ یورپ اور امریکا میں راتیں گزارتا تھا۔ پینے کی عادت تھی اس لیے پی رہا تھا۔ اس کے چور خیالات بتانے لگے کہ وہ دو جڑواں بھائی ہیں۔ دونوں ہم شکل ہیں مگر ہم مزاج نہیں ہیں۔

ایک بھائی شراب و شباب کا رسیا تھا۔ دوسرا پانچوں وقت کا نمازی تھا۔ مصر میں مسلمانوں کی سب سے بڑی یونیورسٹی کی انتظامیہ کا ایک ممبر تھا۔ دراصل اسی کا نام سکندر ثانی تھا اور یہاں فراڈ پیر بنا ہوا تھا' اس کا نام مختار شاہ تھا۔ چونکہ سکندر ثانی بچپن سے نیک اور دیندار تھا اور پورے علاقے میں عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا اس لیے مختار شاہ خود کو سکندر ثانی کا نام کرتا تھا اور بھائی کی نیک نامی سے فائدے اٹھاتا رہتا تھا۔

سکندر ثانی مصر میں کیوں رہتا تھا؟ پاکستان کیوں نہیں آتا؟ اس کا ذکر بعد میں ہو گا۔ فی الحال جو شراب پی رہا تھا اور فخرالدین جس کے خیالات پڑھ رہا تھا' اس کا نام مختار شاہ تھا۔

اس پیر ابن پیر کہلانے والے مختار شاہ کا تعلق ایک بین الاقوامی انڈر گراؤنڈ ڈرگ مافیا سے تھا۔ اس نے فخرالدین سے ایک ہفتے کی مہلت لی تھی لیکن وہ نہ تو جعلی پیری مریدی سے باز آنا چاہتا تھا اور نہ ہی ڈرگ مافیا سے الگ ہونا پسند کر سکتا تھا۔

اس نے سوچا تھا کہ پاکستان سے کچھ روز کے لیے چلا جائے گا۔ اپنے دین دار بھائی سکندر ثانی کو بہلا پھسلا کر جھوٹ سچ بتا کر یہاں بھیج دے گا۔ ایسے میں فخرالدین اسے فراڈ پیر ثابت نہ کر سکے گا بلکہ فخرالدین کو کوئی بہت بڑا قدم اٹھانے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ اس سے پہلے ہی اسے قتل کرا دیا جائے گا۔

○☆○

فخرالدین اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ فہمی اور علی اس کی ڈائری پڑھ رہے تھے۔ اس میں لکھا تھا کہ دوسرے دن فخرالدین نے زلیخا سے کورٹ میرج کر لی تھی۔ کورٹ میرج کے لیے پہلے درخواست دینی پڑتی ہے۔ میڈیکل سرٹیفکیٹس وغیرہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس سلسلے میں کئی دن لگ جاتے ہیں لیکن فخرالدین نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام کام ایک ہی دن میں نمٹا لیے تھے۔

پھر اس نے زلیخا کے ساتھ ایک ہفتے تک ازدواجی زندگی گزاری تھی۔ زلیخا کو اس کی سوتیلی ماں کے پاس لے جا کر دھمکی دی تھی کہ آئندہ اس کے خلاف سازش کی گئی تو وہ دماغی مریض بنا دیے جائیں گے۔

اس نے نمونے کے طور پر سوتیلے بھائی سے پاگلوں کی طرح حرکتیں کرائیں تو ماں سہم گئی۔ اپنے بیٹے کی قسم کھائی کہ کبھی زلیخا کے خلاف نہیں سوچے گی۔

ایک ہفتے بعد فخرالدین کو کسی نے قتل کر دیا۔ ڈائری کے باقی اوراق سادہ رہ گئے۔

فہمی نے کہا "اس ڈائری کو پڑھ کر یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اس فراڈ پیر مختار شاہ نے میرے ابا کو قتل کرایا ہے۔"

علی نے کہا "ہاں۔ اگر کچھ شبہ رہ گیا ہے تو اس فراڈ پیر کی گردن دبوچنے سے بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"اس سلسلے میں میری نئی ممی زلیخا کا کردار کچھ مشکوک ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"اس نے آپ کو مسجد کے مینار پر ملاقات کرنے کے لیے بلایا تھا۔ آپ اس مینار پر گئے لیکن وہ نہیں گئی' اپنی جگہ قاتلوں کو بھیج دیا۔"

علی نے کہا "ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے زلیخا ممی کے چور خیالات پڑھے تھے۔ انہیں سوتیلی ماں اور بھائی نے ایک کمرے میں قید کر دیا تھا۔ تمہارے ابا کی ہلاکت کے بعد وہ پھر زلیخا ممی پر ظلم کرنے لگے ہیں۔"

فہمی نے خیال خوانی کے ذریعے زلیخا کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "فہمی! یہ تم ہو' خدا کا شکر ہے' تم نے مجھ سے رابطہ کیا ہے۔"

"آپ نے علی کو مینار پر بلایا تھا۔ خود کیوں نہیں آئیں؟"

"تم دیکھ سکتی ہو' میں اس کمرے میں قید ہوں۔ دروازے اور کھڑکیوں کو باہر سے بند کیا گیا ہے۔"

"آپ ان ظالموں کو مخاطب کریں۔"

زلیخا زور زور سے دروازہ پیٹنے لگی اور کہنے لگی "امی! مجھے آپ کی شرط منظور ہے۔ میں عدت کے دن پورے ہونے کے بعد آپ

کے بیٹے سے شادی کروں گی' پلیز دروازہ کھولیں۔"

بند دروازے کے دوسری طرف سے آواز آئی "میں تیرے جھانسے میں نہیں آؤں گی۔ اب تو تجھے اغوا کیا جائے گا۔ میں تیرے اغوا ہونے کی رپورٹ درج کراؤں گی۔ جب پولیس تجھے تلاش کرے گی تو انہیں کسی جھاڑی یا ندی نالے سے تیری لاش ملے گی۔"

فہمی اس بولنے والی کے اندر پہنچ گئی۔ اس کا بیٹا کہہ رہا تھا۔ "امی! آج ہی رات کو یہ کام ہو جانا چاہیے۔"

فہمی نے اس عورت کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا "کتے! یہ کام آج ہی رات کو تیرا باپ کرے گا؟"

یہ کہتے ہی اس نے بیٹے کو زوردار تھپڑ مارا۔ وہ بھنا کر بولا "کیا آپ پاگل ہو گئی ہیں۔ اگر میں آپ کی پٹائی کروں تو؟"

یہ کہتے ہی وہ اپنی ماں کے بال دونوں مٹھیوں میں جکڑ کر جھنجوڑنے لگا۔ علی اس سے ایسی حرکت کرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "مقتول فخرالدین نے تمہیں وارننگ دی تھی کہ زلیخا پر ظلم کیا جائے گا تو تمہیں دماغی مریض بنا دیا جائے گا۔"

فہمی نے کہا "تم نے سوچا' وہ بے چارے قتل ہو چکے ہیں۔ اب زلیخا کو کوئی تمہاری سازشوں سے نہیں بچائے گا۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر اور کان پکڑ کر گڑگڑانے لگی "ہمیں معاف کر دو۔ ہم آئندہ کبھی زلیخا پر ظلم نہیں کریں گے۔"

انہوں نے دروازہ کھول دیا' زلیخا باہر آ گئی۔

فہمی نے کہا "آپ اپنی کار میں ابھی آ جائیں۔ ہم کوٹھی میں ہیں۔"

زلیخا نے سوتیلی ماں اور بھائی کو ناگواری سے دیکھا پھر ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک کمرے میں گئی۔ وہاں سے ایک اٹیچی لی پھر کوٹھی کے باہر آ کر کار میں بیٹھ گئی۔ فہمی اور علی اس وقت تک اس کے دماغ میں رہے' جب تک کہ وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس کوٹھی سے دور نہیں چلی گئی۔

پھر وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ فہمی نے کہا "فراڈ پیر مختار شاہ کا پتا معلوم ہے۔ آپ بتائیں' اس سے کس طرح نمٹا جائے؟"

علی نے کہا "آج اس نے جبران اور دوسرے آلۂ کاروں کے ذریعے ہم پر کئی قاتلانہ حملے کرائے ہیں' بے چارہ تھک گیا ہو گا۔"

"آپ اسے بے چارہ کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں۔ جس کی زندگی کے چند گھنٹے باقی رہ گئے ہوں اسے بے چارہ ہی کہنا چاہیے۔ شام کے سائے گہرے ہو چکے ہیں۔ رات ہو رہی ہے۔ اب وہ تم غلط کرنے کے لیے بوتل کھولے گا۔"

"ہم یہاں سے کب چلیں گے؟"

"تمہاری نئی ممی آ رہی ہیں۔ ان کے ساتھ ابھی ڈنر کرنا چاہیے۔ ڈنر کے بعد ہم انہیں یہاں چھوڑ کر اس پیرابن پیر کے پاس جائیں گے۔"

آدھے گھنٹے بعد زلیخا وہاں پہنچ گئی۔ وہ ان کی پہلی ملاقات تھی۔ فہمی اور زلیخا ایک دوسرے سے لپٹ کر رونے لگیں۔ یہ وہاں سے لپٹ کر باپ یاد آ رہا تھا اور زلیخا یتیم بیٹی سے لپٹ کر شوہر کو یاد کر رہی تھی۔

پھر وہ تینوں کوٹھی کے اندر آئے۔ علی نے کہا "فہمی! ہم نے ہوٹل سے جو کھانا منگایا ہے' اسے گرم کر لو۔"

فہمی نے زلیخا سے کہا "آپ واش روم میں جائیں اور فریش ہو جائیں۔ میں کھانا لگا رہی ہوں۔"

وہ دونوں کچن اور واش روم میں چلی گئیں۔ علی کھڑکیوں اور دروازوں کو اندر سے بند کرنے لگا۔

پندرہ منٹ کے بعد وہ تینوں کھانے کی میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے۔

علی نے کہا "آہا۔ کھانے کی مہک ایسی ہے کہ بھوک بڑھ گئی ہے۔"

فہمی اور علی نے اپنی اپنی داڑھ میں دبی ہوئی گولیاں نکال کر ایک چھوٹی سی پلیٹ میں رکھیں۔ زلیخا نے پوچھا "یہ کیا ہے؟"

"یہ ایسی گولیاں ہیں جنہیں نگل کر ہم نادیدہ بن جاتے ہیں۔ کوئی ہمیں دیکھ نہیں سکتا۔"

"یہ تو بڑی حیرت انگیز گولیاں ہیں۔ یہ منہ میں رکھی گئی تھیں لیکن تم دونوں نظر آ رہے تھے۔"

"ہم اسے ہمیشہ داڑھ میں دبا کر رکھتے ہیں۔ نادیدہ ہونے کے لیے اسے نگلنا پڑتا ہے۔"

فہمی نے کہا "کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

وہ اپنی اپنی پسند کی ڈش چننے لگے۔ زلیخا خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ علی نے پوچھا "آپ کیوں نہیں کھا رہی ہیں؟"

زلیخا کے دونوں ہاتھ میز کے نیچے تھے۔ جب اس نے اوپر کئے تو پتا چلا' وہ پستول پکڑے ہوئے تھی۔

فہمی اور علی ٹھٹک گئے۔ زلیخا نے کہا "تم دونوں کتنے پھرتیلے ہو؟ کتنی پھرتی سے گولیاں اٹھا کر نگل سکو گے اور میں کتنی پھرتی سے گولیاں تمہارے جسموں میں اتار سکوں گی۔ ایک ذرا حرکت کرو اور دیکھو کہ کس طرح پلک جھپکنے سے پہلے موت آتی ہے۔

"اور ہاں' میرے دماغ میں گھس کر زلزلہ پیدا کرنا چاہو گے تو یہ حسرت ہی رہ جائے گی۔ یہاں پیرابن پیر کا قبضہ ہے۔ تمہاری سوچ کی لہریں ناکام واپس جائیں گی۔"

علی نے فوراً ہی اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ زلیخا نے سانس روک لی۔ سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔

زلیخا نے پوچھا "حسرت پوری ہو گئی؟ اب میں اپنی حسرت پوری کر رہی ہوں۔"

اس نے علی کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا۔

کیا اسی طرح قصے تمام ہوتے ہیں؟

یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ موت جدھر رخ کرے ادھر بندہ مر جائے۔ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو موت کا راستہ بدل دیتے ہیں۔ اسے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں یا آگے ٹرخا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "ہٹا پھر ملیں گے۔"

علی اور فہمی کے لیے موت لازمی ہو گئی تھی اور بچاؤ کا کوئی راستہ نہ تھا۔ نادیدہ بنا دینے والی گولیاں جو ان کی داڑھ میں دبی رہتی تھیں وہ کھانے سے پہلے منہ سے نکال دی گئی تھیں اور سامنے ایک پلیٹ میں رکھی ہوئی تھیں۔ موت انہیں اتنی مہلت نہیں دے رہی تھی کہ وہ پھرتی سے گولی اٹھا کے منہ میں ڈالتے' اسے نگلتے اور پھر غائب ہو جاتے۔ اتنی مہلت موت کبھی نہیں دیتی۔ یہ ایک سوچی سمجھی پلاننگ تھی کہ جب وہ دونوں کھانا کھانے سے پہلے گولیاں منہ سے نکال دیں اور اس بات کی ذرا سی بھی گنجائش نہ رہے کہ وہ کسی لمحے میں نادیدہ بن سکتے ہیں تو فوراً انہیں پستول کی زد پر رکھا جائے۔ ان کا یہ پلان کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ دونوں موت کی ٹھوکروں میں آ گئے تھے۔ زلیخا نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ پہلے علی کا نشانہ لیا پھر ٹریگر دبا دیا۔ ایک بار نہیں دو بار پھر تیسری بار بھی لیکن.....

علی اور فہمی کھانے میں مصروف تھے جیسے پہلے سے یقین ہو کہ موت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ زلیخا نے حیرانی و پریشانی سے اپنے پستول کو دیکھا۔ جس طرح علی اور فہمی نادیدہ گولیوں سے خالی ہو گئے تھے اسی طرح زلیخا کا پستول بھی گولیوں سے خالی تھا۔ میگزین میں کچھ نہیں تھا۔

علی نے لقمہ چباتے ہوئے کہا "کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے اور کھانا پستول سے نہیں چمچے اور کانٹے سے کھایا جاتا ہے۔ کم آن ٹیک یور میل۔"

زلیخا حیرانی سے سوچ رہی تھی "میں نے اسے پوری طرح لوڈ کیا تھا اور..... میں نے اسے خود سے الگ نہیں کیا تھا۔ پرس میرے ساتھ ساتھ تھا پھر..... پھر یہ خالی کیسے ہو گیا؟"

فہمی نے لقمہ چباتے ہوئے کہا "ممی! آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔ جب آپ واش روم میں گئی تھیں تبھی میں نے آپ کا پستول خالی کر دیا تھا۔"

اس نے پستول کو ایک طرف پھینک دیا اور دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ کچھ مضطرب سی رہی پھر بولی "میں کچھ کہنا چاہتی ہوں!"

"آپ کچھ نہ کہیں اس لیے کہ ہم آپ کے خیالات پڑھ رہے ہیں۔"

وہ چیخ کر بولی "میں بولنا چاہتی ہوں۔ جب تک اپنی زبان سے کچھ نہیں بولوں گی' میرے اندر کا غبار باہر نہیں آئے گا۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

"اچھی بات ہے' ہم اس شرط پر سنیں گے کہ آپ کھانا شروع کریں گی اور باتوں کے دوران کھاتی رہیں گی۔"

"میں تم دونوں کو اسی میز پر قتل کرنا چاہتی تھی۔ کیا اسی میز پر مجھ سے کھایا جائے گا؟ پلیز کھانے کی ضد نہ کرو' میں نہیں کھاؤں گی۔ پہلے میری بات سن لو۔"

علی نے کہا "پیرابن پیر! تم ممی کے دماغ پر قبضہ جمائے یہاں ہمارا تماشا دیکھ رہے ہو۔ ہم اتنے نادان نہیں ہیں کہ تم ممی کو اپنا آلۂ کار بنائے رکھتے اور ہم فریب کھاتے رہتے۔"

فہمی نے کہا "اور اب تم ممی کے ذریعے یہ صفائی پیش کرنا چاہتے ہو کہ یہ بیچاری بے قصور ہیں۔ بے شک ہم مانتے ہیں کہ ان کا قصور نہیں ہے۔ تم نے انہیں آلۂ کار بنائے رکھا ہے اور اب انہیں ہمارے سامنے مظلوم ثابت کر کے یہ چاہتے ہو کہ ہم آئندہ بھی ان پر اعتماد کریں۔ تم نے تخریبی عمل کے ذریعے انہیں معمولہ اور تابعدار بنائے رکھا ہے اور یہ چاہتے ہو کہ ہم انہیں تمہاری گرفت سے نجات دلائیں اور ایسی ہی کوششوں کے دوران کسی وقت تمہارے ہاتھوں سے مارے جائیں۔"

علی نے کہا "بہتر ہے کھل جاؤ' انہیں بولنے نہ دو۔ ان کی زبان سے خود بولو ورنہ ہم ان کے اندر آ کر قبضہ جمائیں گے تو تمہیں بھاگنا پڑے گا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر پیرابن پیر نے زلیخا کی زبان سے کہا "میں مانتا ہوں تم دونوں مل کر اس کے دماغ پر قبضہ جماؤ گے تو میں اکیلا کمزور پڑ جاؤں گا اور مجھے بھاگنا پڑے گا۔"

علی نے کہا "پچھلے چوبیس گھنٹوں میں تم ہم پر کئی جان لیوا حملے کر چکے ہو۔ ابھی ہماری طرف سے حملہ شروع نہیں ہوا ہے۔"

فہمی نے کہا "اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے ہم یقین کر لینا چاہتے تھے کہ میرے ابو کو کس نے قتل کیا ہے۔"

پیرابن پیر سکندر ثانی نے پوچھا "کیا تمہیں مجھ پر شبہ ہے۔"

"پہلے شبہ تھا اب یقین ہو گیا ہے۔"

"تم میرے بارے میں غلط رائے قائم کر رہی ہو۔"

"ہرگز نہیں' میں نے اپنے ابو کی ڈائری پڑھی ہے۔ تم نے خود کو قاتل کی حیثیت سے چھپانے کے لیے ڈائری کو چرانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔"

"اچھا تو ڈائری تمہارے پاس ہے لیکن تمہارے ابو نے اگر اپنی ڈائری میں مجھے قاتل لکھا ہے تو میں کسی ثبوت کے بغیر تو قاتل نہیں کہلاؤں گا۔ کون سی عدالت مجھے سزا دے گی۔"

"ہم عام عدالتوں میں نہیں جاتے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہماری ایک عدالت ہے۔ وہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتے ہیں۔"

وہ بولا "فرہاد علی تیمور اور اس کی فیملی کی حیثیت تاریخی ہو چکی ہے۔ تمہارے باپ کا بڑا رعب اور دبدبہ ہے۔ ایک دہشت طاری رہتی ہے کہ جنگ جاری رہی تو انجام کار جیت تمہاری اور تباہی

ہماری ہوگی۔" پھر وہ ہنستے ہوئے بولا "مگر ضروری نہیں ہے کہ صرف ایک ہی شخص کے مقدر میں مسلسل جیت رہے اور وہ ہمیشہ فتح حاصل کرتا رہے اور اس کے مقدر میں ناکامی نہ ہو۔ نہیں' ایسا کبھی نہیں ہوتا۔"

وہ بڑے تکبر سے بولا "میں ثابت کروں گا کہ میرے مقابلے میں آکر تم لوگوں نے اپنے مقدر میں ناکامی اور شکست لکھ لی ہے۔"

علی نے کہا "ہم نے کبھی دشمنوں پر غالب آنے اور ہمیشہ کامیابیاں حاصل کرنے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بعض اوقات ہمیں بھی ناکامیاں ہوئی ہیں' ہم نے بھی ٹھوکریں کھائی ہیں لیکن تم پچھلے چوبیس گھنٹوں سے ہم پر بار بار حملے کرتے رہے اور ناکام ہوتے رہے۔ اس کے باوجود بڑا بول بول رہے ہو۔"

فہمی نے کہا "بہتر ہے اب میری ممی کے دماغ سے چلے جاؤ۔ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر عبادت کرو' توبہ کرو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اس ٹیلے کہ تم اس رات کی صبح نہیں دیکھ سکو گے۔"

"میں جارہا ہوں اور دیکھوں گا کہ تمہارے چیلنج میں کتنا دم ہے۔"

زلیخا کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا جیسے وہ کسی بھیانک خیال سے چونک گئی ہو۔ اس نے خالی خالی نظروں سے ان دونوں کو دیکھا پھر پوچھا "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ابھی میں نہیں بول رہی تھی لیکن میری زبان متحرک تھی۔ کوئی میری زبان سے بول رہا تھا۔"

فہمی نے کہا "یہ ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کی پیچیدگیاں ہیں۔ ایک پیر ابن پیر سکندر ثانی نے آپ کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ آپ ہمیں پستول سے ہلاک کرنا چاہتی تھیں جب کہ آپ ہماری دشمن نہیں ہیں۔ وہ آپ کے ذریعے ہمیں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔"

"اس نے مجھے کیوں آلۂ کار بنایا ہے۔ وہ کیوں میرا دشمن ہے؟"

"آپ سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اس نے آپ کو محض ایک مہرہ بنایا ہوا ہے۔ آپ کو یہ سن کر افسوس ہوگا کہ آپ کو میرے ابو سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ اس نے آپ کو معمولہ بنا کر میرے ابو سے عشق کرنے اور انہیں پھانسنے پر مجبور کیا تھا۔"

"فہمی! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ میں تمہارے ابو کو دل و جان سے چاہتی تھی اور اب بھی چاہتی ہوں۔"

"آپ اب بھی اس فراڈ پیر کے شیطانی عمل کے زیرِ اثر ہیں۔ جب ہم اس کے عمل کا توڑ کریں گے اور آپ کا برین واش کریں گے تو آپ یہ بھول جائیں گی کہ آپ فخرالدین کی بیوی تھیں پھر بیوہ ہوگئیں۔ آپ کو یقین نہیں آئے گا کہ آپ کنواری نہیں رہی ہیں۔ اس شیطان نے آپ کو سحر زدہ کر کے آپ کی دوشیزگی کے خوابوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔"

زلیخا نے اپنے سر کو تھام کر کہا "دوسرے لفظوں میں مجھ پر جادو کیا گیا ہے۔"

علی نے کہا "آپ یہی سمجھیں۔ ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کی پیچیدگیاں آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ بہتر ہے آپ کچھ کھالیں پھر آرام سے سو جائیں۔ اس طرح دماغی تھکن دور ہو جائے گی۔"

"نہیں بیٹے' میں کھا نہیں سکوں گی اور شاید سو بھی نہیں سکوں گی۔ مجھ پر قیامت گزر رہی ہے۔ فہمی کے بیان کے مطابق میری زندگی کچھ سے کچھ ہو گئی ہے' میں بے خبر ہوں۔ کیا ایسے میں بھوک لگے گی اور نیند آئے گی؟"

فہمی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میں آپ کو کھلاؤں گی۔ دیکھئے آپ کیسے کھائیں گی۔"

فہمی اس کے قریب آکر کرسی پر بیٹھ گئی۔ علی نے کہا "اور آپ دیکھیں گی کہ آپ کو نیند کیسے آتی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ زلیخا کے دماغ میں پہنچ گیا اس کے بعد وہ اپنے اختیار میں نہیں رہی۔ فہمی اپنے ہاتھ سے اسے کھلانے لگی اور وہ انکار کئے بغیر کھانے لگی۔ کھانے کے بعد علی نے اسے ایک بیڈ روم میں پہنچا دیا۔ وہ بستر پر لیٹ گئی۔ اس کے ساتھ ایسے حالات پیش آرہے تھے کہ وہ واقعی سو بھی نہیں سکتی تھی لیکن نیند لانے کے لیے ٹیلی پیتھی ایک زود اثر دوا ہے۔ دوسری مدد سے زلیخا گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

پھر فہمی اور علی اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ اس کے چور خیالات وہی بتانے لگے جن کا علم پہلے سے تھا۔ یعنی اسے خبر نہیں تھی کہ اس نے ایک سہاگن کی زندگی گزاری ہے اور اب بیوہ ہوگئی ہے اور اپنے مقتول شوہر کے بچے کی ماں بننے والی ہے بیچاری!

علی اس پر تنویمی عمل کر کے پیر سکندر ثانی کے شیطانی عمل کا توڑ کرنے لگا پھر اچھی طرح اس کا برین واش کرنے کے بعد اپنے عمل کے ذریعے یہ باتیں نقش کرنے لگا کہ وہ اپنی دوشیزگی والی زندگی کی طرف لوٹ آئے گی (جب کہ دوشیزگی نہیں رہے گی) اور اس کا دماغ لاک رہے گا۔ وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر دشمنوں کو بھگا دیا کرے گی۔

علی نے تنویمی عمل مکمل کرنے کے بعد اسے صبح تک گہری نیند سونے کا حکم دیا پھر اس کے دماغ سے چلا آیا۔

○☆○

الپا کو جس حد تک تحفظ پہنچانا تھا اس حد تک میں نے جناب تبریزی کے احکامات کی تعمیل کی۔ سب سے پہلے میں نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جان کولن کو دھمکی دی۔ اسے منع کیا کہ آئندہ وہ الپا کے دماغ میں نہ جائے۔ پہلی بار وہ الپا کی زچگی کے دوران گیا تھا۔ اس کے دماغ کو اپنی مٹھی میں لینے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا تھا بلکہ اپنے ساتھ ٹی ہنٹر اور دیوی شی تارا کو بھی ناکام ہوتے دیکھا تھا۔

میں نے فون کے ذریعے سب سے پہلے جان کولن سے رابطہ کیا اور الپا کے دماغ میں نہ جانے کی ہدایت کی۔

"کیا آپ مجھے روکنے کے لیے آئے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ میرا مشورہ نہیں' وارننگ ہے۔ پہلی بار تم سب اس کے دماغ میں پہنچ کر ناکام واپس آگئے۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا لیکن اس بار خاصا نقصان اٹھاؤ گے۔"

"مثلاً کیسا نقصان؟"

"منکی ماسٹر سونیا کے ساتھ ایک جزیرے میں گیا ہے۔ تم الپا کے پاس جاؤ گے تو منکی ماسٹر واشنگٹن پہنچ کر تمہارے سروں پر سوار ہو جائے گا۔ اس وارننگ کے بعد تم الپا کے پاس جانا چاہو تو ضرور جاؤ۔"

یہ ایسی دھمکی تھی کہ اسے چپ لگ گئی۔ ماضی میں منکی ملوث نے امریکا' روس اور اسرائیل میں ایسے ایسے جان لیوا مسائل پیدا کئے تھے کہ وہ سپر پاور کہلانے والے ممالک انہیں بھلا نہیں سکتے تھے۔ اب تو منکی ملوث کا تصور کرنا بھی انہیں گوارا نہیں تھا۔ کجا یہ کہ میں منکی ماسٹر کو پھر وہاں پہنچانے کی دھمکی دے رہا تھا۔

جان کولن کو وعدہ کرنا پڑا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ اس کے بعد میں نے فرانس کے مجرئی ہنٹر سے رابطہ کیا اور کہا "تم ایک بار الپا کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہے۔ دوسری بار کب اس کے پاس جاؤ گے؟"

"یہ میری مرضی پر ہے۔ میں جب چاہوں گا' اس کے دماغ میں جاؤں گا۔" اس نے جواب دیا۔

میں نے اسے دھمکی دی "پہلی بار تمہیں اس کے اندر جانے کی سزا نہیں ملی۔ اس بار جیسے ہی الپا کے اندر پہنچو گے' تمہارے آرمی ہیڈ کوارٹر کے بارود اور اسلحہ خانے میں زبردست دھماکے ہوں گے۔"

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ سخت حفاظتی انتظامات کروں گا۔" وہ بولا۔

"میرے ناپیدہ آلۂ کار کئی ریموٹ کنٹرولر بم چھپانے جائیں گے۔ انہیں کون دیکھے گا؟ کون پکڑے گا؟"

میرے اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ ان دونوں کو روکنے کے بعد میں نے دیوی شی تارا کی خبر لی۔ اس جیسی مقہور عورت شاید ابھی پیدا نہیں ہوئی ہوگی۔ میری دھمکی سن کر وہ بولی "آپ دھمکی دے رہے ہیں؟ کیا آپ کو یقین ہے کہ میں دھمکی سے سہم جاؤں گی۔"

"کیا اس سوال کا جواب دو گی کہ روحانی قوت کے آگے تمہاری آتما شکتی کام کیوں نہیں آئی؟"

وہ الپا کے پاس جانے سے باز نہ آئی۔ اسے اپنی آتما شکتی پر بھی ناز تھا۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ آمنہ فرہاد نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تھوڑی دیر کے لیے سلا دیا۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوئی تو اسے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ الپا کے پاس جائے گی تو اسے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اس نے بھی یہ طے کیا کہ فی الحال الپا کی طرف رخ نہیں کرے گی میں نے ان تینوں کو عارضی طور پر روک دیا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ چور چوری سے جاتا ہے' ہیرا پھیری سے نہیں۔ الپا سب ہی کے لیے اہم تھی۔ کوئی بھی اسے اپنی معمولہ بنا کر پورے اسرائیل پر حکومت کر سکتا تھا۔

وہ تینوں آئندہ بڑی رازداری سے اس کے پاس جانے والے تھے لیکن جب تک وہ وہاں جاتے تب تک نتاشا نے الپا پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا۔

روس کی نتاشا اور نتالیہ کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔ ان دونوں بہنوں نے بڑی جدوجہد اور چالبازیوں سے نادیدہ گولیاں' فلائنگ کیپسول اور ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ وہ دونوں یہودی تھیں اور یہ نہیں چاہتی تھیں کہ الپا مسلمانوں سے متاثر ہو۔ جناب تبریزی نے اسے زچگی کے دوران تمام مخالفین سے بچایا تھا۔ اسے ایک نئی زندگی دی تھی اس لیے نتاشا اور نتالیہ کی طرح دوسرے یہودی اکابرین بھی شبہ کر رہے تھے کہ الپا مسلمانوں سے متاثر ہوگی اور آئندہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کبھی محاذ نہیں بنائے گی۔

میں نے پارس کو مخاطب کیا "بیلو بیٹے! کیا ہو رہا ہے؟"

"آپ تو جانتے ہیں پاپا! آپ کی طرح ہماری زندگی بھی ہنستے کھیلتے اور خطرات سے پنجے لڑاتے گزر رہی ہے۔ بائی دا وے آپ نے کیسے یاد کیا؟"

میں نے اسے الپا کے بارے میں بتایا کہ کس طرح اس کی زچگی کے دوران کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمانے کی کوششیں کی تھیں لیکن ہم نے انہیں ناکام بنا دیا تھا۔

چونکہ بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے اسے روحانی امداد حاصل ہوئی تھی اس لیے یہودی اکابرین اب اس پر شبہ کر رہے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے متاثر ہے اور آئندہ کبھی بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ نہیں بنائے گی۔

پھر میں نے پارس کو نتاشا اور نتالیہ کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے الپا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے۔ وہ دونوں بھی یہودی ہیں اور چاہتی ہیں کہ الپا کے دماغ پہ قبضہ جما کر یہودیوں کے مفادات کے مطابق اسے مسلمانوں کے خلاف کام کرنے پر مجبور کرتی رہیں۔

میں نے کہا "ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ الپا پر مسلمانوں کی حمایت کا الزام نہ آئے۔ ہم الپا کی حمایت کے محتاج نہیں ہیں۔ ہمیں جس حد تک اس کے کام آنا تھا' کام آچکے ہیں۔ اب تمہیں

کام بگاڑنا ہے۔"

"واہ پاپا! کام بگاڑنے کے لیے آپ نے میرا انتخاب کیا ہے۔"

"یہ سب ہی کی رائے ہے کہ تم بنا کر بگاڑنے اور بگاڑ کر بنانے کے ماہر ہو اب کچھ ایسا کرو کہ تمام یہودی اکابرین کا اعتماد الپا پر بحال ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے پاپا! میں اسرائیل پہنچ رہا ہوں۔"

پارس جکارتہ میں تھا۔ بلی ڈونا اور اناتا کے درمیان دیوار گھڑی کے پنڈولم کی طرح لٹکتا ہوا کبھی اِدھر کبھی اُدھر ہو رہا تھا۔ بلی ڈونا نے اس کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ وہ جزیرہ ساؤ کے محل میں جائیں گے اور وہاں کے تہ خانے میں رکھے ہوئے خزانے کو کسی طرح حاصل کریں گے۔ یہ پچھلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اس خزانے کو حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ جو چیز حاصل نہ ہو اس کے حصول کے لیے انسان ضدی بن جاتا ہے۔ یہ بلی ڈونا کی ضد تھی کہ جان کی بازی لگا کر بھی وہ خزانہ حاصل کرے گی۔

وہ خزانہ ہتھیاروں' جسمانی قوتوں یا لشکر کشی سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ شاید کسی چالبازی سے حاصل کیا جا سکتا تھا اور اس مقصد کے لیے بھلا پارس سے زیادہ چالباز کون ہو سکتا تھا؟

پارس نے بلی ڈونا سے کہا "میں فی الحال تمہارے ساتھ جزیرہ ساؤ نہیں جا سکوں گا۔ تم خزانہ حاصل کرنے کا پروگرام ایک ہفتے کے لیے منسوخ کر دو۔"

"کیوں منسوخ کر دوں؟ کیا اناتا تمہیں بہکا رہی ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ تم عورتوں کی یہ بری عادت ہے کہ کسی بھی معاملے میں دوسری عورت کا حوالہ دے کر مرد پر شبہ کرنے لگتی ہو اور سوکن کی طرح لڑنے لگتی ہو جب کہ میں بیچارہ کئی بار شادیاں کرنے کے بعد بھی کنوارا ہوں۔"

"تم یہ بتاؤ کہ میرے ساتھ جزیرہ ساؤ کیوں نہیں جاؤ گے؟"

"مجھے ایک خوش خبری ملی ہے کہ میرے پاؤں بھاری ہو رہے ہیں۔"

"کیا؟ اب تم کوئی فضول سی بات کرو گے۔"

"ہرگز نہیں۔ میں حقیقت پسند ہوں اور یہ حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ جب عورت ماں بننے والی ہوتی ہے تو ماں اور ہونے والے بچے کے اخراجات مرد کے سر پڑتے ہیں۔ اس پر اتنا بوجھ پڑتا ہے کہ وہ چل نہیں پاتا۔ پاؤں من من بھر کے ہو جاتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ عورت کے پیر بھاری ہوتے ہیں یا مرد کے۔"

"یہ کیا الٹی منطق بیان کر رہے ہو؟ سچ بتاؤ مجھ سے کیوں کترا رہے ہو؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں اور تم یقین نہیں کر رہی ہو۔ میری گھر والی میری ماں بننے والی ہے۔"

"کیا؟"

"میرا مطلب ہے میری گھر والی میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

"تمہاری گھر والی کہاں سے آ گئی؟ آج کل تمہاری کوئی بیوی نہیں ہے۔ ایک دیوی شی تارا تھی۔ اسے میں نے تم سے چھڑوا دیا ہے۔"

"آہ! تمہاری جیسی عورتیں جب یہ نیک کام کرتی ہیں تو ہم مردوں کا بھلا ہوتا ہے۔"

"اب باتوں میں نہ ٹالنا۔ سچ بتاؤ کون تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے؟"

پارس نے سر کھجاتے ہوئے کہا "میں یہی بڑی دیر سے سوچ رہا ہوں کہ وہ کون ہو سکتی ہے۔ اب میں پیرس جاؤں گا اپنے کانٹیج میں پہنچ کر ایک لمبی فہرست دیکھوں گا۔ خیال خوانی کے ذریعے ان سب سے رابطہ کروں گا پھر یہ پتا چلے گا کہ کون میرے بچے کی اماں جان بننے والی ہے۔"

"تم کئی مہینوں سے میرے ساتھ ہو۔ مجھ سے پہلے دیوی کے ساتھ تھے۔ ہم میں سے کوئی بھی امید سے نہیں ہے۔ کوئی تیسری اگر یہ دعویٰ کرتی ہے تو تمہیں اُلو بنا رہی ہے۔ جب تم نے کسی کے ساتھ وقت ہی نہیں گزارا تو کسی کے بچے کے باپ کیسے بن سکتے ہو۔"

"ہماری دنیا میں بڑے بڑے معجزے ہوتے ہیں۔ شاید میری کوئی چاہنے والی کوئی معجزہ دکھا رہی ہو۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔ تم اصل بات بتانا نہیں چاہتے' مجھے ٹال رہے ہو۔"

"تم کتنی سمجھ دار ہو۔ میرا اتنا وقت ضائع کرنے کے بعد تمہاری سمجھ میں آیا ہے کہ میں ٹال رہا ہوں۔"

وہ بڑی لگاوٹ سے بولی "دیکھو ہم ایک جان دو قالب ہو چکے ہیں۔ مجھے اپنا رازدار کیوں نہیں بناتے ہو۔ اگر کہیں جا رہے ہو تو مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ میں قدم قدم پہ تمہارے کام آؤں گی۔"

"میں نہیں چاہتا تم اتنی کم عمری میں کام آ جاؤ اور میں آہیں بھرتا رہوں۔"

"تم میری باتوں کو مذاق میں اڑا رہے ہو۔"

"بہرحال میں کافی وقت ضائع کر چکا ہوں۔ اب سیدھی سی آخری بات یہ ہے کہ اب ایک ہفتے بعد ہماری ملاقات ہو گی۔ اس وقت تک کے لیے گڈ بائے۔"

یہ کہتے ہی وہ ناریدہ بن گیا۔ وہ چیخ کر بولی "سنو! رک جاؤ! ابھی نہ جاؤ۔ پہلے میری بات سن لو۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ اچانک چھوڑ کر جا رہے ہو۔ میں ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز مجھ سے بات کرو۔"

وہ تھوڑی دیر بعد بولتے بولتے چپ ہو گئی۔ پارس کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ جھنجلا گئی۔ خلا میں گھونسا دکھاتے

ہوئے بولی "آوارہ! بدمعاش لفنگے! ایک بار میرے سامنے آؤ میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

منہ توڑنے کے لیے پھر اس کا منہ دکھائی نہ دیا۔ وہ دونوں مٹھیوں سے سر تھام کر رہ گئی۔ اسے پارس پر غصہ آ رہا تھا لیکن اندر پیار بھرا ہو تو اس غصے میں نفرت نہیں ہوتی۔ وہ ایک گہری سانس لے کر سوچنے لگی "آخر جائے گا کہاں؟ میں تو پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ ناریدہ بن کر فرانس' انگلینڈ اور امریکا جاؤں گی۔ وہ کسی نہ کسی بڑے شہر میں ضرور ملے گا۔ میں دیکھوں گی کہ آخر وہ کیا کرتا رہتا ہے۔"

پارس تل ابیب پہنچ گیا۔ اب تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے فالعین کو یہ معلوم ہونا چاہیے تھا کہ وہ اسرائیل پہنچا ہوا ہے۔ اخبارات' ریڈیو اور ٹیلی وژن وغیرہ کے ذریعے دور تک خبریں پہنچائی جاتی ہیں لیکن خاص حلقوں میں خبریں پہنچانا ہو تو عورت کے پیٹ میں بات ڈال دی جائے۔ وہ بات نشریاتی اداروں سے پہلے طلبہ افراد تک پہنچ جاتی ہے۔

پارس نے دیوی شی تارا کے پیٹ کا انتخاب کیا۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ اس نے سانس روک لی۔ پارس نے دوسری بار اس کے دماغ پہ دستک دیتے ہوئے کہا "میں ہوں تمہارا گزشتہ پتی دیو۔ میرے دل اور دماغ میں کافی جگہ ہے۔ چلی آؤ۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوا۔ دیوی نے اس کے پاس آ کر پوچھا "کیا بات ہے؟ میں کیسے یاد آ گئی؟"

"مجھے زور کا ٹھسکا لگا تھا۔ ایسا زبردست ٹھسکا کہ سانس رکتے رکتے رہ گئی۔ میں سمجھ گیا' ایسی جان لیوا دشمنی سے تم ہی نے یاد کیا ہے۔"

"بکواس شروع کر دی؟ کام کی بات کرو میں بہت مصروف ہوں۔"

"اور مجھے فرصت ہی فرصت ہے۔ اس وقت میں ایفل ٹاور کی بلندی پر کھڑا پیرس کا نظارہ کر رہا ہوں اور تمہارے حسن کے مشروبی نظاروں کو یاد کر رہا ہوں۔"

"جھوٹ مت بولو تم پیرس میں نہیں' تل ابیب میں ہو۔"

"ہائیں!" پارس نے حیرانی ظاہر کی "اس بند ریستوران میں بیٹھا ہوں۔ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ یہ تل ابیب شہر ہے۔"

"تمہارے چور خیالات میں آتما شکتی کے ذریعے بھی نہیں جان سکتی لیکن اس ریستوران اور خصوصاً اس میز کو خوب پہچانتی ہوں۔ یہاں میں تمہارے ساتھ کئی بار آ چکی ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے تم میرے ساتھ گزارے ہوئے رنگین و حسین لمحات اور مقامات کو یاد رکھتی ہو۔"

"تم پھر فضول باتیں کر رہے ہو۔"

"اور کیا کروں؟ تم نے یاد کیا ہے تو تم ہی بتاؤ اتنے پیار سے کیسے یاد کیا ہے؟"

"میں اور تمہارے جیسے دھوکے باز سے پیار کروں! اب یہ کبھی نہ ہو گا اور یہ کیا بکواس ہے میں نے کب تمہیں یاد کیا ہے؟"

"تو پھر مجھے ٹھسکا کیوں لگا تھا؟"

"یاد کیا ہو گا تمہاری کسی ہوتی سوتی نے۔"

"ہاں جو ہوتی ہے وہ سوتی ہے۔"

"دیکھو میں چلی جاؤں گی۔ میں سمجھ رہی ہوں' تم نے خواہ مخواہ میرا دماغ چاٹنے کے لیے مجھے بلایا ہے۔"

"تم چاٹنے کی نہیں' چبانے کی چیز ہو۔ تمہارے جیسی عورتیں چبائے بغیر ہضم نہیں ہوتیں۔"

"میں جا رہی ہوں۔"

وہ جانے کی دھمکیاں دے رہی تھی مگر جا نہیں رہی تھی۔ پارس نے اس کے اندر یہ تجسس پیدا کر دیا تھا کہ وہ تل ابیب میں ہے مگر کیوں ہے؟ وہ اسی تجسس کی بنا پر اس کے دماغ میں گھسی ہوئی تھی۔ سوچ رہی تھی کس طرح وہاں اس کی موجودگی کے اسباب معلوم کیے جائیں۔

پارس نے جب دیکھا کہ وہ تجسس میں مبتلا ہو گئی ہے تو اس نے جماہی لیتے ہوئے کہا "ہا! مجھے نیند آ رہی ہے' اب جاؤ۔"

"اتنے فریش موڈ میں باتیں کر رہے تھے' اتنی جلدی نیند آنے لگی؟ تمہاری بدمعاشی سمجھ میں نہیں آتی۔"

"بھئی جب تم کہہ رہی ہو کہ مجھے یاد نہیں کیا تھا تو پھر میں تمہارا وقت کیوں ضائع کروں۔"

اس بار وہ بڑی لگاوٹ سے بولی "میں تمہیں یاد کرتی ہوں۔ عورت کو سمجھا کرو' وہ زبان سے انکار کرتی ہے مگر دل سے پیار ہی پیار کرتی ہے۔"

"ارے تمہارا تو موڈ ہی بدل گیا۔ تو پھر چلو ہم پیار کریں مگر کیسے کریں؟ میں یہاں ہوں اور پتا نہیں تم کہاں ہو؟"

"میں تمہارے پاس آ سکتی ہوں مگر کوئی رومینٹک جگہ ہونی چاہیے۔ تل ابیب میں کوئی رومانس کی جگہ ہے؟"

"میں یہاں عشق و محبت کرنے نہیں آیا' کچھ ضروری کام ہے۔"

اس نے پھر تجسس بھڑکا دیا۔ وہ بولی "ایسا کیا ضروری کام ہے؟"

اس نے پھر جماہی لیتے ہوئے کہا "ہا! مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"اسرائیل میں اس وقت دوپہر ہے۔ تم کبھی بے وقت نہیں سوتے ہو' نیند کا بہانہ نہ کرو۔"

"میں پچھلی تمام رات جاگتا رہا۔ یہاں کچھ ایسی مصروفیات تھیں کہ میں اب تک سو نہ سکا۔ اب میں کم از کم چھ گھنٹے تک نیند پوری کروں گا۔ اس وقت تک کے لیے مجھے معاف کرو۔"

اس نے سانس روک لی۔ دیوی کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل آئیں۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر جھنجلانے لگی۔

یہ بات اس کے اندر ایک دھماکا بن گئی تھی کہ پارس وہاں کچھ اہم معاملات میں مصروف ہے۔

اب یہ بے چینی پیدا ہوگئی تھی کہ معاملات کیا ہیں؟ فرہاد کی فیملی تو الپا کی دوست بن گئی ہے۔ اب پارس کی جو بھی مصروفیات ہوں گی وہ یقیناً دوستانہ انداز میں ہوں گی۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہلتی رہی پھر ایک جگہ بیٹھ کر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے جان کولن کے پاس پہنچی۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ دوسری بار اس کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے بولی "میں ہوں دیوی۔"

جان کولن نے اسے ایک ٹیلی فون نمبر بتا کر پھر سانس روک لی۔ اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ ایک شخص کی آواز سنائی دی "کیا آپ دیوی شی تارا ہیں؟"

"ہاں' میں بول رہی ہوں۔ جان کولن سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"پلیز آپ میرے دماغ میں چلی آئیں۔ مسٹر جان موجود ہیں۔"

وہ اس شخص کے دماغ میں آئی "ہیلو مسٹر جان! آر یو سیٹر؟"

"ہاں' مجھے کیسے یاد کیا؟"

"کیا تمہیں پتا ہے پارس تل ابیب میں ہے؟"

"معلوم تو نہیں تھا لیکن اب یہی توقع رہے گی۔ الپا سے دوستی ہو چکی ہے تو اب فرہاد کے رشتے دار وہاں آتے جاتے رہیں گے۔"

"پارس کی وہاں موجودگی سے ہمیں یہ یقین کر لینا چاہیے کہ ان کے درمیان کوئی اہم معاملہ ہے۔ اگر عام معاملات ہوتے تو بابا صاحب کے ادارے کے عام افراد یہاں آکر مصروف رہتے۔"

جان کولن نے قائل ہو کر کہا "ہوں! تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ ان کے درمیان کیا کھچڑی پک رہی ہے۔"

"میں نے کئی یہودی اکابرین کے دماغوں پر قبضہ جما رکھا ہے۔ ان کے ذریعے وہاں کے اہم معاملات کو سمجھ لیتی ہوں۔ تم بھی یہی کرتے ہو گے۔"

"ہاں۔ ہمارے پاس تو معلومات کا یہی ایک طریقہ رہ گیا ہے۔ میں اور میرے جاسوس بھی یہی کرتے ہیں اور اب تو نادیدہ بن کر جاسوسی کرنے کی صلاحیتیں حاصل ہو گئی ہیں۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ شاید کسی اعلیٰ حاکم کے دماغ سے معلوم ہو جائے کہ پارس کیا کر رہا ہے۔"

دیوی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ وہ بھی کسی اعلیٰ حاکم یا فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں جا کر پارس کے سلسلے میں کچھ معلوم کر سکتی تھی۔ لیکن ابھی اس کا پیٹ ہلکا نہیں ہوا تھا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے فرانس کے میجر ٹی [illegible] کے پاس پہنچ گئی۔

میجر نے بھی پہلے جان کولن کی طرح اسے اپنے دماغ میں نہیں آنے دیا۔ اس نے بھی ایک فون نمبر کے ذریعے رابطہ کر [illegible] میجر کے ایک ماتحت نے فون پر کہا "دیوی جی! آپ میرے دما [illegible] آکر میجر صاحب سے باتیں کر سکتی ہیں۔"

اس نے اس کے اندر آکر کہا۔ "ہیلو میجر! تمہیں کچھ [illegible] پارس تل ابیب میں ہے۔"

میجر نے پوچھا "کیا وہ تمہیں چھوڑ کر الپا سے دوستی [illegible] ہے؟"

"وہ کسی سے بھی دوستی کرے میری بلا سے۔ لیکن الپا [illegible] دوستی صرف میرے لیے ہی نہیں' تم سب کے لیے بھی تشویش [illegible] ہوگی۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

"ہوں! یہ تو سوچنے کی بات ہے۔ جب فرہاد کا بیٹا وہاں [illegible] تو الپا کے ساتھ نہ جانے کیا باتیں ہو رہی ہوں گی اور نہ جانے [illegible] کیسے منصوبے بنائے جا رہے ہوں گے۔"

"جان کولن نے اسرائیل میں اپنے کئی آلۂ کار بنا رکھے ہیں اس کے علاوہ اپنے نادیدہ جاسوسوں کے ذریعے بھی وہ وہاں کی [illegible] لیتا رہتا ہے۔ کیا تم نے بھی اسرائیل میں اپنے جاسوس چھوڑ [illegible] ہیں؟"

"بے شک۔ جب میں ٹیلی پیتھی کی دشمنوں بھری دنیا میں [illegible] رکھ چکا ہوں تو مجھے مختلف ذرائع سے بہت کچھ معلوم کرنے کے [illegible] بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔"

"ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے دوست [illegible] ہوتے لیکن کچھ ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ ہم عارضی طور [illegible] ایک دوسرے سے سمجھوتا کر لیتے ہیں۔ کیا مجھ سے سمجھوتا [illegible] گے؟"

"کیسا سمجھوتا؟ تم تو ناک پر مکھی بیٹھنے نہیں دیتی ہو۔ [illegible] نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے سمجھوتا کر کے مجھے برابری کا [illegible] دے رہی ہو۔"

"طعنے نہ دو۔ یہ پرانی کہاوت ہے کہ وقت پڑنے پر گدھے [illegible] بھی باپ بنا لیا جاتا ہے۔ میں سمجھوتا کر رہی ہوں۔ اسے اپنی [illegible] افزائی سمجھو ورنہ تمہاری کمی سے میرے لیے کوئی فرق نہیں [illegible] گا۔"

"تم تو برا مان گئیں۔ تم جو بھی سمجھوتا کرو' مجھے منظور [illegible] بتاؤ پلاننگ کیا ہے؟"

"تم اپنے مخصوص ذرائع سے یہ معلوم کرو کہ پارس یہاں [illegible] لیے ہے۔ الپا سے کب اس کی ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ تمہارے [illegible] جاسوس اس سلسلے میں جو بھی معلومات حاصل کریں وہ مجھے بتا [illegible] دونوں مل کر سوچیں گے' سمجھیں گے اور ان کی دوستی کو [illegible] بدلنے کی تدابیر کریں گے۔"

"ہم سب سے زیادہ تمہارے پاس معلومات کے ذرائع [illegible] کیا تم اپنی معلومات سے آگاہ نہیں کرو گی؟"

"ضرور۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ میں الپا کو مسلمانوں کے سحر سے نکالنے کے لیے پوری سنجیدگی کے ساتھ تم سے تعاون کروں گی۔"

دیوی' جان کولن اور ٹی ہنٹر اب خاموش بیٹھنے والے نہیں تھے۔ انہوں نے کئی یہودی اکابرین کے دماغوں میں جگہ بنائی ہوئی تھی۔ وہ ان کے پاس جانے لگے۔ جان کولن نے اسرائیلی فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کر کے کہا "تمہارے ملک میں پارس کیا کر رہا ہے؟"

اعلیٰ افسر نے حیرانی سے پوچھا "کیا پارس یہاں ہے؟"

"تعجب ہے' تم بے خبر ہو۔ فرہاد کا بیٹا کوئی معمولی شخص تو نہیں ہے کہ اس کی موجودگی کا تمہیں علم نہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ الپا نے پارس کی موجودگی کو راز میں رکھا ہے۔"

"ہوں! الپا اپنا اعتماد کھو رہی ہے۔ اگر واقعی اس نے پارس کو رازداری سے مہمان بنایا ہے تو اسے یہ میزبانی بڑی مہنگی پڑے گی۔"

میجر ٹی ہنٹر نے ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں زہر اگلنا شروع کیا۔ دیوی نے بھی وہاں کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو بھڑکانا شروع کیا تاکہ وہ الپا کا محاسبہ کریں اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ یہودی کبھی یہ برداشت کر ہی نہیں سکتے تھے کہ کسی یہودی کی مسلمان سے عقیدت مندانہ دوستی ہو۔ یہ بات ان کے دماغوں میں پک رہی تھی کہ الپا جناب تمیزی کی عقیدت مند ہو چکی ہے۔

یہودی اکابرین نے برین آدم سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا۔ "آپ اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے انچارج ہیں اور الپا اب تک مملکتِ اسرائیل کا سب سے مضبوط ستون سمجھی جاتی رہی ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اب ہمیں اس پر اعتماد نہیں رہا۔"

برین آدم نے پوچھا "ایسی کیا بات ہو گئی ہے؟"

"آپ انجان نہ بنیں۔ الپا کی کوئی بھی بات آپ سے چھپی نہیں رہتی ہے مگر اب آپ بھی ہم سے اس کی باتیں چھپانے لگے ہیں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا' آج آپ لوگ اتنی بے اعتمادی سے کیوں بول رہے ہیں۔"

"جب آپ انجان بن رہے ہیں تو ہم کھل کر سوال کرتے ہیں۔ پارس کتنے دنوں سے الپا کا مہمان بنا ہوا ہے؟"

"پارس اور الپا کا مہمان! آپ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ ہمارے یہاں کوئی ایسی خوشی کی تقریب نہیں ہوئی کہ جس میں ہم کسی مسلمان کو مہمان بنائیں۔ پھر بھلا الپا کس خوشی میں پارس کو اپنا مہمان بنائے گی؟"

"اس سے بڑی خوشی اور کیا ہوگی کہ مسلمانوں کے ذریعے اسے ایک نئی زندگی ملی ہے اور جناب تمیزی کی پیش گوئی کے مطابق الپا کی بیٹی آئندہ فرہاد کی فیملی میں شامل ہونے والی ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "اسے تو مسلمانوں کے ساتھ جشن منانا چاہیے لیکن وہ چھپ کر پارس کے ساتھ جشن منا رہی ہے۔"

برین آدم نے کہا "دیکھیے آپ الپا کے سلسلے میں ایسی باتیں کر رہے ہیں جن پر میں کبھی یقین نہیں کر سکتا۔ ہم ابتدا سے جانتے ہیں کہ الپا ایک کٹر یہودی ہے۔ اگر کسی مسلمان سے دوستی کرنے کی شرط ہو تو وہ ایسی ہزاروں نئی زندگیاں حاصل کرنے سے انکار کر دے گی۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم آپ پر اعتماد کرتے ہیں اور آپ سے کہتے ہیں کہ الپا کو ہمارے سامنے حاضر کریں۔ ہم اسے صفائی کا موقع دیں گے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے گا کہ پارس ہمارے ملک میں موجود نہیں ہے اور مسلمانوں سے الپا کا کوئی رابطہ نہیں ہے تو پھر اس پر ہمارا اعتماد بحال ہو جائے گا۔"

یہ طے پایا کہ شام کو گورنر ہاؤس میں اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے سامنے الپا کو پیش کیا جائے گا۔ اس سے پہلے برین آدم نے الپا سے کہا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا واقعی پارس یہاں موجود ہے؟"

الپا نے کہا "میں بالکل بے خبر ہوں۔ ایک عرصہ گزر چکا ہے' نہ میں نے اس کی صورت دیکھی ہے اور نہ اس کی آواز سنی ہے۔"

"پھر یہ جھوٹی خبر کیسے پھیل گئی کہ پارس یہاں ہے اور وہ تمہارا خاص مہمان ہے۔ یہ بات مجھے بہت پریشان کر رہی ہے کہ ہمارے تمام اکابرین تمہارے خلاف بول رہے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے کسی نے یہاں پارس کو دیکھا ہو۔ بہتر ہے میں اس سے رابطہ کر کے معلوم تو کروں کہ میرے خلاف کیوں ایسی غلط باتیں پھیل رہی ہیں؟"

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کو مخاطب کیا "ہیلو پارس! میں الپا بول رہی ہوں' سانس نہ روکنا۔"

"نہیں روکوں گا۔ ابھی مرنے کا ارادہ نہیں ہے۔"

"کیا تم ہمارے ملک میں ہو؟"

"ہاں۔ پاسپورٹ اور ویزا لانا بھول گیا تھا اس لیے سرکاری طور پر خبر نہ ہو سکی۔ تعجب ہے' تمہیں کیسے خبر ہو گئی؟"

"تمہارے آنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کی اجازت کے بغیر کسی بھی ملک میں پہنچ جاتے ہیں۔ ہم پر نہ کوئی اعتراض کر سکتا ہے اور نہ کوئی اپنے ملک سے ہمیں نکال سکتا ہے۔"

"تمہیں پریشانی کیا ہے؟"

"میرے اور تمہارے سلسلے میں یہ غلط خبر پھیل رہی ہے کہ میں نے رازداری سے تمہیں اپنا مہمان بنا رکھا ہے۔"

"اس میں رازداری کی کیا بات ہے؟ کیا تمہارے بڑے ایسی مہمان نوازی پر اعتراض کریں گے؟"

"کریں گے نہیں' کر رہے ہیں۔ دیکھو پارس! اب میں مسلمانوں کے خلاف نہ کچھ کہنا چاہتی ہوں نہ کرنا چاہتی ہوں اور میری اس بات کا برا بھی نہ ماننا کہ میں دوستی بھی نہیں کرنا چاہتی۔"

"نہ ہمارے خلاف کچھ کہنا چاہتی ہو نہ دوستی کرنا چاہتی ہو۔ پھر اپنے لوگوں سے صاف صاف کہہ دو کہ نہ میں تمہارا مہمان ہوں اور نہ تم میزبان۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ؟"

"میرے جانے سے بات اور بگڑے گی کہ تم نے خود کو الزامات سے بچانے کے لیے مجھے یہاں سے رخصت کیا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی پھر بولی "ہاں' تم جاؤ گے تو یہی سمجھا جائے گا کہ مجھ سے دوستی نباہنے کے لیے تم میری بات مان کر یہ ملک چھوڑ کر چلے گئے ہو۔"

"تم اس لیے مشکل میں پڑ گئی ہو کہ ہم تمہاری مشکل میں کام آئے تھے اگر کام نہ آتے' تمہیں مرنے کے لیے چھوڑ دیتے یا تمہیں دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی معمولہ بننے دیتے تو تمہارے یہودی اکابرین تم سے محروم ہو کر صبر کر لیتے۔ انہیں تمہاری موت منظور ہوتی' تمہاری ہماری دوستی نہیں۔"

یہ ایسی دل کو لگنے والی بات تھی کہ الپا بہت متاثر ہوتی لیکن اس کے دماغ پر نتاشا نے قبضہ جما رکھا تھا اور نتالیہ بھی موجود تھی۔ انہوں نے اسے متاثر نہیں ہونے دیا۔ نتاشا جاننا چاہتی تھی کہ پارس اس ملک میں کیوں آیا ہے۔ الپا نے نتاشا کی مرضی کے مطابق پوچھا "یہ تو معلوم ہو کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں اپنے راز دوستوں کو نہیں بتاتا جب کہ تم دوست ہو نہ دشمن۔"

"ہم درپردہ دوست رہیں گے۔"

"اب تمہاری عمر پردے میں دوستی کرنے کی نہیں رہی۔"

"تم ٹال رہے ہو۔ میں جناب تمیرزی سے معلوم کر سکتی ہوں۔"

"انہوں نے نیکی کی ہے اور دریا میں ڈال کر گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔"

"ایک بات بتاؤ۔ اگر میرے اکابرین مجھے غدار سمجھیں گے اور مجھے سزا دیں گے تو کیا تم مجھے سزا سے نہیں بچاؤ گے؟"

"میرے بزرگ تمہارے برے وقت میں کام آئے۔ وہ وقت گزر چکا ہے۔ اب ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تمہارے اکابرین آئندہ تم سے اچھا سلوک کریں یا برا' اس کے ہم ذمے دار نہیں ہیں۔"

"میری بات سمجھو۔ میں کسی برے وقت میں تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔"

"مجھ پر کیوں برا وقت لانا چاہتی ہو؟ پلیز جاؤ۔ مجھے اپنا کام کرنے دو۔"

"میری ایک بات مان لو۔ میں تم سے چھپ کر ملنا چاہتی ہوں۔"

"شرم نہیں آتی۔ ماں باپ کو دھوکا دے کر چھپ چھپا کر ملنے آؤ گی۔ اپنے خاندان کی عزت خاک میں ملاؤ گی۔ جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ الپا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ نتاشا جھنجلا گئی۔ وہ پارس سے یہ اگلوانے میں ناکام رہی تھی کہ وہ اس ملک میں کیوں آیا ہے؟ نتالیہ نے بہن سے کہا "سسٹر! یہ تو عجیب قسم کا بندہ ہے۔ بات کو کہیں سے کہیں لے جاتا ہے اور اصل بات کو ٹال دیتا ہے۔"

نتاشا نے کہا "مکار زمانہ سونیا نے اس کی پرورش کی ہے۔ بہت زندہ دل ہے اور بہت خطرناک بھی۔"

"مجھے تو خطرناک نہیں' مسخرا لگ رہا تھا۔"

"کبھی اس کے فریب میں نہ آنا۔ اس کے قریب جانے والی لڑکیاں ہنستے ہنستے ایک دن سر پکڑ کر رونے لگتی ہیں۔"

"سسٹر! تم نے میری زبردست تربیت کی ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں بھی اس کے فریب میں آجاؤں گی؟"

"اگر میں تمہاری پشت پر رہوں گی اور تمہاری نگرانی کرتی رہوں گی تو وہ کبھی تمہیں دھوکا نہیں دے سکے گا بلکہ دھوکا کھائے گا۔"

"تو پھر مجھے اجازت دو۔ میں اسے ٹریپ کروں گی۔ وہ اپنے دماغ میں گھسنے نہیں دے گا تو اس کے دل میں گھس کر معلوم کروں گی کہ یہاں کیوں آیا ہے۔"

"ہاں۔ اس کی آمد نے تجسس میں مبتلا کر دیا ہے۔ یہ معلوم کرنا ہوگا کہ یہاں کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

نتالیہ نے کہا "مسلمان کا بچہ ہے۔ یہاں ہماری تباہی کے لیے آیا ہے۔"

دونوں بہنوں نے یہ طے کیا کہ اس کا سراغ لگایا جائے گا۔ وہ کہیں نظر آئے گا تو بہت محتاط رہ کر اسے گھیرنے کی کوششیں کی جائیں گی۔

ادھر الپا نے برین آدم سے کہا "بگ برادر! یہ خبر درست ہے کہ پارس یہاں موجود ہے۔ میں نے ابھی اس سے رابطہ کیا تھا۔ میں نے اس سے معلوم کرنے کی کوششیں کیں کہ وہ یہاں کیا کر رہا ہے لیکن اس نے کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دیا۔"

"جب وہ بات چھپا رہا ہے تو پھر یقیناً یہاں ہمیں نقصان پہنچانے آیا ہے۔ انہوں نے پہلے مہربانی کی پھر ہمیں نقصان پہنچا کر اپنی صفائی میں کہیں گے کہ وہ تو مہربان دوست ہیں۔ نقصان کسی اور نے پہنچایا ہے۔"

"بگ برادر! مسلمانوں کی یہ مہربانی ہمیں مہنگی پڑ رہی ہے۔"

شام کو گورنر ہاؤس میں الپا کی پیشی ہوئی۔ اس نے تمام اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے سامنے حاضر ہو کر کہا "میں یہاں سے اس ملک کی خدمت کرتی آ رہی ہوں۔ میں نے اپنی قوم کو کئی بار کتنی ہی مشکلات سے نکالا ہے۔ میں نے تنہا اپنی حکمتِ عملی سے سنکی فوج کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ میری بے حساب خدمات کے صلے میں آج مجھ پر غدار ہونے کا شبہ کیا جا رہا ہے۔"

برین آدم نے کہا "اگر الپا کے خلاف ثبوت ہیں تو وہ ہم سب کے سامنے پیش کیے جائیں۔ الپا کوئی معمولی عورت نہیں ہے کہ اس پر بے بنیاد الزام لگا کر اس کی توہین کی جائے۔ اگر الزام ثابت ہو گیا تو میں الپا کے ساتھ یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

فوج کے اعلیٰ افسران نے کہا "بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں جن کے پیچھے ثبوت نہیں چھوڑے جاتے۔ ایسے جرائم کو حالات کے مطابق عقل سے سمجھا جاتا ہے۔ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے الپا کو نئی زندگی دی ہے۔ کیا اتنے بڑے احسان کے بدلے وہ کبھی مسلمانوں کے خلاف قدم اٹھائے گی؟"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "جناب تمیرزی نے پیش گوئی کی ہے کہ الپا کی بیٹی آئندہ کبھی فرہاد کی فیملی میں شامل ہوگی۔ سوال پیدا ہوتا ہے' بیٹی اپنی ماں کی مرضی کے بغیر ایک مسلمان فیملی میں کیسے جائے گی؟"

الپا نے کہا "جناب تمیرزی نے پیش گوئی کی ہے' میں نے تو نہیں کی۔ میں نے تو تسلیم نہیں کیا ہے کہ میری بیٹی ایک دن مسلمان بنے گی۔"

برین آدم نے کہا "الپا کی زچگی کے دوران میں مسلمانوں نے اس کی مدد کی۔ الپا نے انہیں مدد کے لیے نہیں بلایا تھا۔ یہ تو محفوظ رہنے کے لیے خدا سے دعا مانگ رہی تھی۔ دو مسلمانوں نے کی۔ سے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رکھا۔ الپا نے ایسی مہارتیں کرنے کی التجا نہیں کی تھی۔ انہوں نے اپنی مرضی سے ایسا کیا ہے پھر الپا کیا کر سکتی ہے؟ یہ خیال کیوں قائم کیا جا رہا ہے کہ الپا مسلمانوں سے دوستی کر رہی ہے؟"

"سسٹر آدم! مسلمانوں نے الپا پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ کیا اس سلسلے میں شبے کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ احسان کا جواب دوستی اور محبت سے دے گی۔"

ایسے ہی ایک اعلیٰ افسر نے اس کانفرنس میں آ کر کہا "ابھی فون پر اطلاع ملی ہے کہ جافا میں جو ہماری سب سے بڑی میڈیکل یونیورسٹی ہے' وہاں بم دھماکا ہوا ہے۔ پوری لیبارٹری شعلوں میں گھر گئی ہے۔"

"بم کا دھماکا؟ ایسی دشمنی کون کرے گا؟"

"دشمن کریں گے۔ ہمارے ایک نہیں کئی دشمن ہیں۔"

اطلاع دینے والے افسر نے کہا "جو لوگ اس لیبارٹری سے نکلتے ہیں ان میں سے ایک ڈاکٹر اور ایک اسسٹنٹ کا بیان ہے کہ انہوں نے دھماکے سے پہلے وہاں پارس کو دیکھا تھا۔"

"کیا؟" سب ہی نے چونک کر اس کو دیکھا۔

برین آدم نے پوچھا "آپ حضرات کا کیا خیال ہے؟ کیا اب بھی آپ یہ کہیں گے کہ الپا ہمارے بدترین دشمنوں سے دوستی کر رہی ہے؟"

الپا نے کہا "اس لیبارٹری میں بڑی رازداری سے نادیدہ گولیاں تیار کی جا رہی تھیں۔ یہ گولیاں ہمارے فوجیوں کے لیے بہت اہم ہیں۔ ہمارے جاسوس ان گولیوں کے ذریعے بڑی آسانی سے سراغرسانی کرتے ہیں۔ جو گولیاں میرے ملک کی فوج اور انٹیلی جنس کے لیے بے حد ضروری ہیں' کیا میں انہیں ضائع کر دوں گی؟ جہاں یہ تیار ہوتی ہیں' کیا اس لیبارٹری کو تباہ کر دوں گی؟"

الپا کے ان سوالوں کے جواب میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ان حالات میں ہمیں ایک دوسرے کو الزام نہیں دینا چاہیے۔ الپا کے لیے یہ بہترین موقع ہے کہ وہ پارس کے خلاف محاذ بنائے اور اسے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دے۔"

برین آدم نے کہا "ہمیشہ الپا ہی فرہاد اور اس کی فیملی کے افراد سے جنگ کرتی آئی ہے۔ ہمارے کسی فوجی سورما نے یہ جنگ نہیں لڑی۔ کتنے ہی حاکم آئے اور گئے۔ وہ سب الپا کی حب الوطنی کی قسمیں کھاتے رہے۔ اب فرمارہے ہیں کہ الپا اپنی حب الوطنی ثابت کرنے کے لیے پارس کو یہاں سے بھگائے۔ اگر ابھی تک آپ نے اس کی وطن دوستی کو تسلیم نہیں کیا ہے تو لعنت ہے آپ پر۔"

اس اعلیٰ افسر نے غصے سے کہا "مسٹر آدم! مائنڈ یور لینگویج۔ تم مجھ پر لعنت بھیج رہے ہو؟ میں تمہیں شوٹ کروں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی الپا اور برین آدم نادیدہ ہو گئے۔ سب نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ ایک حاکم نے پوچھا "میڈم! آپ نادیدہ کیوں ہو گئیں؟"

برین آدم کی آواز سنائی دی "اگر ہم ایک لمحے کی بھی دیر کرتے تو وہ اعلیٰ افسر ہمیں گولی مار دیتا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "میں نے غصے سے دھمکی دی تھی۔"

"تم غصے سے گولی بھی مار سکتے تھے۔"

دوسرے نے کہا "اگر یہ گولی چلائے گا تو ہم اسے گولی مار دیں گے۔"

"واہ! کیا لطیفہ ہے۔ جب وہ گولی چلا ہی دے گا اور ہم مر جائیں گے تو کیا ہمارے قاتل کو مارنے سے ہمیں دوسری زندگی مل جائے گی؟

"آپ حضرات نے الپا کو ناقابلِ اعتماد کہا اور یہ بھول گئے کہ برے وقت میں کون اس ملک اور قوم کے کام آئے گا؟ پارس نے ایک تخریبی کارروائی کی ہے۔ آپ جائیں۔ پارس کو گرفتار کریں اور اسے سزا دیں۔ الپا غدار نہیں ہے لیکن یہ ایک ہفتے تک

روپوش رہے گی۔ آپ یہ سمجھیں کہ آپ نے اسے بے اعتمادی سے مار ڈالا ہے یا زچگی کے دوران میں دشمن اسے آپ سے چھین کر لے گئے ہیں۔ اب آپ الپا سے محروم ہو کر کیا کریں گے؟ کس طرح ایک دشمن کو اپنے ملک سے بھاگنے پر مجبور کریں گے؟"

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جان کولن نے اپنے آلۂ کار فوجی افسر کے ذریعے کہا "ہم فوجیوں نے چوڑیاں نہیں پہنی ہیں۔ ہم الپا جیسی ایک عورت کے محتاج نہیں ہیں۔"

فرانس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے میجرٹی ہنر کے آلۂ کار ایک افسر نے کہا "ایک الپا کے نہ رہنے سے دنیا کا کاروبار نہیں رکے گا۔ ہمارے نادیدہ فوجی جوان پارس کو تلاش کریں گے۔ وہ جہاں بھی نظر آئے گا' اسے گولی مار دیں گے۔"

الپا نے کہا "یہ تم نہیں بول رہے ہو۔ تمہارے پیچھے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے بول رہے ہیں۔ تم میں سے کتنے ہی فوجی افسران جان کولن' میجرٹی ہنر اور دیوی کے معمول اور تابعدار بنے ہوئے ہیں اور یہ راز ہمارے ملک کے اکابرین سے چھپا رہے ہیں لیکن میری اس سچائی پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔"

دیوی کے ایک آلۂ کار افسر نے کہا "تمہارے کہہ دینے سے ہم کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کے آلۂ کار نہیں بن جائیں گے۔ تم الزام دے رہی ہو لیکن ہم پارس کو موت کے گھاٹ اتار کر ثابت کردیں گے کہ تم نے اسے یہاں بلایا ہے اسی لیے ایک ہفتے تک روپوش رہنے کے بہانے اسے تخریب کاری کی چھوٹ دے رہی ہو۔"

وہ بولی "ہم میں سے کون کتنے پانی میں ہے' یہ ایک ہفتے میں معلوم ہو جائے گا۔ اگر ایک ہفتے بعد تم سب ناکام رہو گے تو میں پارس کو یہ ملک چھوڑنے پر مجبور کردوں گی اور جب ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی تو تم تینوں آلۂ کار بننے والے افسروں کو گولی مار دوں گی۔ کسی بھی دشمن کے آلۂ کار کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

برین آدم نے کہا "الپا کے اس چیلنج کے ساتھ ہی ہم جا رہے ہیں۔ آئندہ ایک ہفتے کے بعد ملاقات ہوگی۔"

وہ اجلاس ختم ہو گیا۔ وہ تینوں آلۂ کار افسران اس فکر میں مبتلا ہو گئے کہ پارس کو کس طرح تلاش کر کے اس پر غالب آیا جائے۔ دیوی' جان کولن اور ٹی ہنر کی یہ خواہش تھی کہ ایک ہفتے کے اندر کامیابی حاصل کی جائے اور یہ ثابت کردیا جائے کہ اسرائیلی فوج اور انٹیلی جنس بڑی باصلاحیت ہے۔ انہوں نے پارس کو اس کے برے انجام تک پہنچا کر الپا کو ناقدار ثابت کیا ہے۔

یہ بہت بڑا چیلنج تھا۔ وہ کامیابی حاصل کر کے الپا کو ہمیشہ کے لیے اسرائیل کے تمام اکابرین کی نظروں سے گرا سکتے تھے۔ اسے زیرو بنا کر خود ہیرو بن کر اسرائیلی حکام اور پوری فوج کو اپنے اشاروں پر نچا سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے تمام نادیدہ سراغ رسانوں کو تل ابیب اور اس کے مضافاتی علاقوں میں پھیلا دیا۔ وہ اسے تمام چھوٹے بڑے ہوٹلوں میں اور کرائے کے کاٹیجوں اور [illegible] میں تلاش کرنے لگے۔

الپا کے مقابلے میں وہ تین تھے۔ یعنی دیوی' جان کولن اور ہنر۔ ویسے الپا بظاہر اکیلی تھی۔ ایک تھی مگر تعداد میں تین گنا زیادہ یعنی اس کے ساتھ نتاشا اور نتالیہ بھی تھیں۔

وہ دو بہنیں یہ فیصلہ کر چکی تھیں کہ الپا کی قدر و قیمت کم نہیں دیں گی۔ اسے بدستور مملکتِ اسرائیل کا اہم ستون بنا کر [illegible] کی پشت پر رہ کر وہاں حکومت کرتی رہیں گی۔ یہودی ہونے کے حوالے سے وہ نیک نیتی کے ساتھ ایسا کر رہی تھیں۔

انہوں نے الپا کے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حکم دیا کہ وہ نادیدہ رہ کر پارس کو تلاش کریں۔ وہ دونوں خود نادیدہ [illegible] ایسی ایسی جگہ جاتی تھیں جہاں پارس کو ڈھونڈ لینے کی توقع [illegible] تھی۔

چھ زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والے اور نادیدہ بن جانے والے اپنی اپنی نادیدہ فوج کے ذریعے اس اکیلے کو تلاش کر [illegible] تھے۔ پھر اس اکیلے نے اپنے مخصوص انداز میں شرارتیں شروع کردیں۔ دوسری صبح تمام شہری پریشان ہو گئے۔ تل ابیب کے کسی بھی بازار میں کسی بھی جانور کا گوشت فروخت ہونے کے لیے نہیں آیا۔ تمام قسائیوں نے اپنے اپنے علاقوں کے تھانے میں رپورٹ درج کرائی کہ پچھلی رات انہوں نے اپنے مویشی باڑوں میں رکھے تھے۔ صبح چار بجے جب انہیں کاٹنے اور ان کا گوشت بازاروں میں پہنچانے کا وقت آیا تو وہ تمام بندھے ہوئے جانور غائب ہو چکے تھے۔ رپورٹ میں یہی لکھوایا گیا کہ چور مویشیوں کو چرا لے گئے ہیں۔

شہر میں دو چار جگہ چوری ہو سکتی تھی۔ پچیس' پچاس جانور چرائے جا سکتے تھے لیکن ایک ہی دن میں تقریباً پندرہ ہزار جانور چرائے جانے کی رپورٹ حیران کن اور پریشان کن تھی۔ اتنی بڑی درج کرائی جانے والی رپورٹ کو جھٹلایا نہیں جا سکتا تھا۔ وہ سب پیشہ ور قسائی تھے۔ بازار میں گوشت نہ لا کر اپنا نقصان نہیں کرنا چاہتے تھے۔

پھر چند گھنٹوں کے بعد ہی شہریوں کی طرف سے اور [illegible] پریشان کن اطلاعات ملنے لگیں۔ اطلاعات یہ تھیں کہ گلیوں میں' شاہراہوں میں اور بازاروں میں مختلف جانوروں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ گائے' بکریوں اور سؤروں کی آوازیں کبھی اتنے قریب سے آتی ہیں کہ عورتیں اور بچے خوف زدہ ہو کر چیختے ہوئے بھاگنے لگتے ہیں اور بھاگ کر جدھر جاتے ہیں [illegible] بھی آوازیں سنائی دینے لگتی ہیں۔

یہ بات سمجھ میں آنے لگی کہ ان تمام جانوروں کے [illegible] میں نادیدہ گویوں کا سلوف ملایا گیا ہے اور وہ سب چارا کھا کر بعد نادیدہ ہو گئے ہیں۔ سب کے ذہنوں میں ایک ہی سوال [illegible]

کس ستم ظریف نے ایسی حرکت کی ہے؟

دیوی نے پارس کے پاس آکر پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟"

"کس حرکت کے بارے میں پوچھ رہی ہو؟"

"انجان نہ بنو۔ تم نے شہر کے بے شمار جانوروں کو نادیدہ بنانے والی گولیاں کھلادی ہیں۔"

"الزام نہ دو۔ میں اکیلا ہوں۔ ہزاروں جانوروں کو کیسے یہ گولیاں کھلا سکتا ہوں۔"

"مجھے بے وقوف نہ سمجھو۔ تم اکیلے نہیں ہو۔ بابا صاحب کے ادارے کے بے شمار جاسوس یہاں نادیدہ بن کر رہتے ہیں۔ وہ تمہارے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"بڑی مشکل ہے۔ تمہارے' جان کولن اور ٹی ہنر کے کئی جاسوس نادیدہ ہیں۔ الپا کے بھی نادیدہ ماتحت ہیں۔ چلو میرے بھی نادیدہ ماتحت ہیں۔ پھر بے چارے جانوروں کا کیا قصور ہے کہ وہ نادیدہ نہیں ہو سکتے؟ بھئی اسے ایک تجربہ سمجھو۔ تجربے نے ثابت کردیا ہے کہ وہ بھی نادیدہ ہو سکتے ہیں۔"

ایسے وقت الپا بھی اس کے اندر پہنچ گئی' کہنے لگی "میں سب سن رہی ہوں۔ تم نے شہر کے جانوروں کو نادیدہ بنا کر اچھا نہیں کیا ہے۔ جگہ جگہ ان کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں لیکن وہ نظر نہیں آرہے ہیں۔ پورے شہر میں خوف اور بے چینی پھیل گئی ہے۔"

الپا کی آمد کا مطلب یہ تھا کہ اس کے ساتھ نتاشا اور نتالیہ بھی آئی تھیں۔ وہ دونوں پہلی بار پارس کے اندر آکر اس کی باتیں سن رہی تھیں۔ نتالیہ کو پارس کی اس شرارت میں بڑا مزہ آرہا تھا کہ اس نے جانوروں کو نادیدہ بنانے والی گولیاں کھلادی تھیں۔ شہریوں کو نادیدہ جانوروں کی آوازوں سے ڈرنا نہیں چاہیے تھا کیونکہ وہ نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ کسی کو سینگ نہیں مار سکتے تھے۔ اس کے باوجود ان کے ڈرنے سے نتالیہ لطف اندوز ہو رہی تھی۔

پارس نے الپا کو جواب دیا "شہری خواہ مخواہ تم لوگوں کی طرح خوف زدہ ہو رہے ہیں۔"

"یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ ہم خوف زدہ ہیں؟"

"کیا تم سب کے دلوں میں یہ خوف نہیں ہے کہ میں یہاں بہت بڑا نقصان پہنچانے آیا ہوں؟"

"یہ غلط نہیں ہے۔ تم نقصان پہنچا رہے ہو۔ تم نے ہماری ایک بہت بڑی لیبارٹری کو تباہ کردیا اور اب شہریوں کا سکون برباد کر رہے ہو۔"

"لیبارٹری کو میں نے تباہ نہیں کیا ہے۔ میں وہاں بے شک گیا تھا لیکن اپنی گھر والی کے تعاقب میں تھا۔ جب عورت کے لچھن خراب ہو جائیں تو مرد کو چھپ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہئیں۔ لیب میں کام کرنے والوں نے مجھے دیکھا مگر وہ بدچلن حرافہ یہوی نادیدہ تھی۔"

دیوی نے تڑخ کر کہا "بدچلن اور بدمعاش تم ہو۔ میں تمہاری بدمعاشیاں دیکھتی رہتی ہوں۔ میں نے تمہیں وہاں نائم بم رکھتے دیکھا تھا۔"

"گویا تم نے قبول کیا کہ دھماکے سے پہلے وہاں موجود تھیں۔"

"ہاں تھی۔ کیا مجھے کوئی سزا دے سکتا ہے؟"

"تم نے یہاں فوجی افسران کو اپنا آلۂ کار بنایا ہے۔ ان سے وعدہ کرتی ہو کہ الپا کے خلاف ان کی پوزیشن مضبوط کردو گی اور مملکتِ اسرائیل کو تباہی سے بچاؤ گی پھر تم نے لیبارٹری کو تباہ کیوں کیا؟"

"میری مرضی ہے۔ تم پوچھنے والے کون....."

دیوی کہتے کہتے رک گئی۔ وہ روانی میں اقرار کر رہی تھی کہ لیبارٹری میں اسی نے دھماکا کیا تھا۔ وہ غصے سے بولی "یو ڈرٹی ڈاگ! مجھے تمہاری مکاریوں سے نفرت ہے۔"

"تم اس ڈرٹی ڈاگ کے ساتھ سوتی رہی ہو۔ بہرحال میں نے الپا کی موجودگی میں ثابت کردیا ہے کہ لیب میں دھماکے کی مجرم تم ہو۔"

"اونہہ! الپا میرا کیا بگاڑ لے گی۔ وہ مملکتِ اسرائیل کی سب سے اہم ستون کہلاتی ہے۔ میں اس ستون کو گراؤں گی۔ اس کا آخری وقت قریب آچکا ہے۔"

الپا نے کہا "ایک کتیا خود ساختہ دیوی بن کر اپنی اصلیت بھول رہی ہے کہ ایک کتیا کی طرح ماضی میں کتنی ہی ٹھوکریں کھا چکی ہے۔ تازہ ترین ٹھوکر یہ ہے کہ اس کے گھر والے نے اسے لات مار کر اپنے سے دور کردیا۔"

وہ غصے سے چیخ کر بولی "پارس نے مجھے نہیں ٹھکرایا ہے۔ میں نے اسے ٹھوکر ماری ہے۔"

پارس نے کہا "جب تک ٹھوکر مارنے کی معقول وجہ بیان نہ کی جائے تب تک سمجھ میں نہیں آئے گا کہ کس نے کسے ٹھوکر ماری ہے۔ میرے پاس ٹھوکر مارنے کی معقول وجہ ہے۔"

دیوی نے کہا "تم وجہ بیان نہیں کرو گے۔ بکواس کرو گے۔"

"میری معقول بات بھی تمہیں بکواس لگتی ہے۔ میں جانتا ہوں اس وقت میرے دماغ میں صرف تم اور الپا ہی نہیں ہو۔ جان کولن اور میجرٹی ہنر بھی پہنچے ہوئے ہیں۔ وہ سب تسلیم کریں گے کہ میں نے معقول وجہ سے تمہیں ٹھوکر ماری ہے۔"

الپا نے کہا "معقول وجہ بیان کرو؟"

"میں دیوی شی تارا کی ظاہری چمک دمک سے دھوکا کھا گیا۔ سب ہی دیکھ چکے ہیں کہ یہ کتنی حسین اور پرکشش لگتی ہے لیکن شادی کی رات معلوم ہوا کہ پیتل پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہے۔ اوپر سے پیتلی ہے' اندر سے بوجھو تو سہیلی ہے۔ شادی کی رات میری آنکھ کھلی۔ آپ میرے ساتھ حساب کریں کہ یہ بیس برس کی عمر میں ٹیلی پیتھی کے میدان میں آئی تھی اور اب بائیس برس گزر

چکے ہیں۔ یعنی اس کی عمر چالیس برس سے زیادہ ہے۔ مجھے غصہ آیا کہ ایک بڑھیا نے سرخ جوڑا پہن کر مجھے دھوکا دیا ہے۔ مجھ سے یہ فریب برداشت نہ ہوا اور میں نے اسے ٹھوکر مار کر اپنی زندگی سے نکال دیا۔"

"تم جھوٹے ہو۔ مکار ہو۔ باتیں بنا رہے ہو۔ میری عمر اتنی نہیں ہے۔ میں بوڑھی نہیں ہوں۔"

"سیکنڈ ہینڈ گاڑی کو اسٹارٹ کرو تو وہ تمہاری طرح گھر گھر۔ گھر گھر کی آواز میں شور مچاتی ہے۔"

"سیکنڈ ہینڈ ہو گے تم اور تمہارا پورا خاندان....."

"کیا میں سانس روک لوں؟"

"بھگوان کرے ہمیشہ کے لیے تمہاری سانس رک جائے۔"

الپا نے کہا "آہ! بے چاری سیکنڈ ہینڈ۔"

وہ الپا کو گالیاں دینے لگی۔ جان کولن نے کہا "یوں گالیاں دینے اور چیخنے چلانے سے دشمن خوش ہوتے رہیں گے۔"

میجر ٹی ہنٹر نے کہا "تم یہاں کسی اور مقصد سے آئی تھیں اور کسی اور معاملے میں الجھ رہی ہو۔ کیا اتنی دیر تک پارس کے دماغ میں رہ کر کچھ معلوم ہوا کہ یہ کس علاقے میں ہے۔"

وہ چپ ہو گئی۔ شاید غصے سے ہانپ رہی تھی۔ جان کولن نے کہا "مسٹر پارس! ابھی آدھا گھنٹا پہلے معلوم ہوا تھا کہ تم تل ابیب میں ہو لیکن ابھی تمہارے چور خیالات سے معلوم ہو رہا ہے کہ تم قاہرہ میں دریائے نیل کے ساحل پر ہو۔"

دیوی نے کہا "اس کے چور خیالات سے دھوکا نہ کھاؤ۔ یہ عجیب و غریب دماغ رکھتا ہے۔ پلک جھپکتے ہی دماغ کو مردہ بنا لیتا ہے پھر دوسری آواز اور لہجہ اپنا کر دوسری شخصیت اختیار کر لیتا ہے۔"

ٹی ہنٹر نے کہا "دیوی جی! آپ اسے عجوبہ بنا رہی ہیں۔"

"میں اس کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ پورے یقین سے کہتی ہوں کہ یہ ابھی تل ابیب میں موجود ہے۔"

الپا نے کہا "تم سب فضول باتیں کر رہے ہو۔ مجھے پوچھنے تو دو کہ یہ جانوروں کو نادیدہ بنا کر ہمیں کیوں پریشان کر رہا ہے؟"

پھر الپا نے پارس کو مخاطب کیا لیکن جواب نہیں ملا۔ خراٹے سنائی دینے لگے۔ دیوی نے تلملا کر کہا "دیکھو..... اس کی مکاری دیکھو۔ کیا اتنی جلدی کوئی خراٹے لینے والی نیند سو سکتا ہے؟"

جان کولن اور ٹی ہنٹر نے سوچا۔ اگر اچانک اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا جائے تو یہ سنبھل نہیں پائے گا۔

انہوں نے بیک وقت زلزلہ پیدا کیا۔ انہیں ایسا لگا جیسے خالی میدان میں تلوار چلا رہے ہوں۔ کوئی زخمی نہیں ہو رہا ہے۔ جسے ہونا چاہیے' اس کے خراٹے بدستور سنائی دے رہے تھے۔

وہ حیران رہ گئے۔ انہوں نے پہلی بار پارس کے دماغ کو آزمایا تھا۔ دیوی اس سے پہلے کئی بار اس کے دماغ کے عجائب گھر کے تماشے دیکھ چکی تھی۔ یہ ان کے لیے شدید حیرانی کی بات تھی کہ جس کے دماغ میں تمام دشمن آکر جمع ہوئے ہیں' وہ سو رہا ہے۔

الپا نے کہا "پارس! پلیز مذاق نہ کرو۔ تم جاگ رہے ہو۔ میری بات کا جواب دو۔"

جواب نہیں مل رہا تھا۔ کیسے ملتا؟ گہری نیند سونے والے نہ کچھ سنتے ہیں۔ نہ بولتے ہیں۔ وہ سب اسے بار بار آوازیں دے کر' تھک کر' بیزار ہو کر اس کے دماغ سے چلے آئے۔

دیوی' جان کولن اور ٹی ہنٹر نے اپنا ایک مشترکہ آلۂ کار بنایا تھا۔ وہ تینوں اس کے دماغ میں آکر ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے۔ اس وقت بھی وہ مشترکہ آلۂ کار کے دماغ میں آئے۔ ٹی ہنٹر نے کہا "یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ پارس عجوبہ ہے۔"

جان کولن نے کہا "جتنا عجوبہ ہے' اتنا ہی خطرناک بھی ہے۔"

دیوی نے کہا "خطرناک اسی وقت تک ہے' جب تک کہ روپوش ہے۔ ایک بار ہمارے سامنے آجائے تو ہم اسے بچ نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔ میں تو اسے دیکھتے ہی گولی مار دوں گی۔"

"ہم اسے کب زندہ چھوڑیں گے لیکن معلوم تو ہو کہ وہ کہاں ہے؟"

"وہ قاہرہ میں ہے لیکن دیوی جی کہتی ہیں' تل ابیب میں ہے۔"

دیوی نے کہا "اس کے چور خیالات دشمنوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ تم دونوں بھی بھٹک جاؤ گے۔ میری بات کا یقین نہ ہو تو اسے تلاش کرنے دریائے نیل کے ساحل پر جاؤ۔ میں اسے جلد ہی یہاں ڈھونڈ نکالوں گی۔"

دوسری طرف الپا پریشان تھی۔ اسے پارس سے کام کی باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ دیوی وغیرہ کی مداخلت کے باعث وہ یہ بھی نہ کہہ سکی کہ آئندہ وہ جانوروں کو نادیدہ بنانے والی حرکتیں نہ کرے اور بھی بہت سی اہم باتیں کرنی تھیں۔ نتاشا نے اس کی سوچ میں کہا "کوئی بات نہیں۔ جب وہ نیند سے بیدار ہو گا تو دوبارہ اس کے دماغ میں جا کر بات کروں گی۔"

نتالیہ نے رات کے کھانے کے بعد کہا "سسٹر! مجھے نیند آرہی ہے۔ میں سونے جا رہی ہوں۔"

"جاؤ آرام کرو۔ میں صرف پارس کو ہی نہیں' دیوی کو بھی ٹریپ کرنے کی فکر میں ہوں۔ پارس نے جس طرح دیوی کو طیش دلایا تھا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ دیوی اپنی توہین برداشت نہیں کرتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اسے بہت جلد غصہ آجاتا ہے۔"

"سسٹر! میں پارس کی ذہانت پر حیران ہوں۔ اس نے کس طرح اسے غصہ دلا کر یہ اگلوا لیا کہ اسی نے لب کو بم سے اڑایا تھا۔"

نتاشا نے کہا "غصہ انسان کو احمق بنا دیتا ہے۔ میں دیوی کی اسی کمزوری سے کھیلوں گی۔ جاؤ تم سو جاؤ۔"

نتالیہ اپنے بیڈ روم میں آکر لیٹ گئی۔ اس نے سسٹر سے کہا

تھا' نیند آرہی ہے لیکن بستر پر لیٹ کر سوچنے لگی۔ اسے پارس کی باتیں یاد آنے لگیں۔ اس کی باتوں میں جو ہیرا پھیری ہوتی تھی' وہ نتالیہ کو اچھی لگی تھی۔

پھر یہ بات متاثر کر رہی تھی کہ وہ محض دلچسپی پیدا کرنے کے لیے ہیرا پھیری نہیں کرتا تھا بلکہ اس طریقہ کار سے اپنے مخالفین کو الجھا دیتا تھا اور ان سے اپنے مطلب کی باتیں اگلوا لیتا تھا۔

وہ بستر پر کروٹیں بدل کر یقین سے یہ سوچ رہی تھی کہ وہ نہیں سو رہا ہے۔ سونے کا بہانہ کر کے سب ہی کو اپنے دماغ سے جانے پر مجبور کر چکا ہے۔ بھلا کوئی ایسے وقت سو سکتا ہے' جب کہ دماغ میں ایک نہیں کئی دشمن موجود ہوں؟

وہ کروٹ بدل کر زیر لب بولی "مکار!"

پھر اسے مکار کہہ کر مسکرانے لگی۔ بڑی دیر بعد اسے خیال آیا کہ وہ کروٹیں بدل رہی ہے مگر کسی کروٹ نیند نہیں آرہی ہے۔ اس کے اندر ایک ہی بات گردش کر رہی تھی' کیا واقعی وہ سو رہا ہے؟ کیا سب کو اپنے اندر سے بھگانے کے بعد خراٹے لے رہا ہو گا؟

اس نے ان سوالوں کے جواب میں خود ہی سوچا "نہیں۔ اب کیوں سوئے گا؟ وہ جاگ رہا ہو گا اور جاگنے کے بعد کسی معاملے میں مصروف ہو گا۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی "کیا میں اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھوں؟ جھانکنے سے کوئی نقصان نہیں ہو گا؟ وہ مجھے نہیں جانتا ہے۔ میں چپ چاپ واپس آجاؤں گی۔"

وہ آرام سے بیٹھ گئی۔ پارس کی آواز اور لہجے کو یاد کر کے اپنی گرفت میں لینے لگی پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور سیدھی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔

وہ خراٹے نہیں لے رہا تھا مگر سو رہا تھا۔ اپنے دماغ کی اسکرین پر خواب دیکھ رہا تھا۔ اسکرین پر باریک ریشمی پردے لہرا رہے تھے۔ ان پردوں کے پیچھے ایک دوشیزہ اس طرح دکھائی دے رہی تھی کہ صاف چھپتی بھی نہیں تھی اور سامنے آتی بھی نہیں تھی۔

وہ کہہ رہا تھا "ہائے! اب آئی ہو۔ کب سے آوازیں دے رہا ہوں۔ آوازیں دیتے دیتے میرا گلا پنکچر ہو گیا ہے۔"

پنکچر ہونے کی بات پر نتالیہ کو ہنسی آگئی۔ وہ بولا "واہ! کیا سُریلی ہنسی ہے۔ کیا لتا منگیشکر کی اولاد ہو؟"

نتالیہ نے سوچا۔ اسے ہنسنا نہیں چاہیے تھا۔ یہ سمجھ رہا ہے کہ خواب والی دوشیزہ ہنس رہی ہے۔ پھر اس نے سوچا "اسے یہی سمجھنے دیا جائے۔ میں کچھ بولوں گی تو یہ اسے خواب والی کی گفتگو سمجھے گا۔ بڑا مزہ آئے گا۔ یہ دوسروں کو اُلو بناتا ہے۔ میں اسے اُلو بناؤں گی۔"

پارس نے پوچھا "اے پردہ نشیں! چپ کیوں ہو؟ میرے سامنے آؤ اور دنیا کی ہر عورت کی طرح بولنے کا ریکارڈ توڑنا شروع کر دو۔"

نتالیہ نے کہا "میں روبرو نہیں آؤں گی۔"

"کیوں نہیں آؤ گی؟"

"ایسی ملاقات کا کیا فائدہ؟ آنکھ کھلتے ہی ہم ایک دوسرے کے لیے گم ہو جائیں گے۔ تمہیں تعبیر نہیں ملے گی اور مجھے تم نہیں ملو گے۔"

"ہاں' تم ٹھیک کہتی ہو۔ تم میرے خواب میں آئی ہو' آنکھ کھلتے ہی چلی جاؤ گی لیکن اپنے حسن کا جلوہ تو دکھا دو۔"

"مجھے افسوس ہے میں پردے سے باہر نہیں آسکوں گی۔ صرف اپنی آواز سناتی رہوں گی۔ اگر مجھے دیکھنا اور حاصل کرنا چاہتے ہو تو آگے آؤ۔ پردہ ہٹاؤ اور مجھے دیکھ لو' مجھے پالو۔"

نتالیہ اس کے دماغ میں رہ کر اس کے خواب کی اسکرین دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باریک ریشمی پردوں کی طرف آرہا تھا لیکن ایک پردہ ہٹا رہا تھا تو وہ دوسرے پردے کے پیچھے سے جھلکنے لگتی تھی پھر دوسرے پردے کی طرف لپک کر جاتا تھا تو وہ تیسرے پردے کے پیچھے پہنچ جاتی تھی۔ پتا نہیں اس کے خواب میں وہ کون تھی؟ وہ جو کوئی بھی تھی' نتالیہ کو اس آنکھ مچولی میں بڑا مزہ آرہا تھا۔

جب وہ خواب والی بار بار چھپنے لگی تو اس کے چھپتے وقت نتالیہ ہنسنے لگی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خواب والی ہنستے ہنستے چھپ رہی ہو۔ پارس نے پوچھا "آخر تم کتنے پردوں کے پیچھے ہو؟ میں دیکھنا چاہتا ہوں تم کتنی حسین اور دل نشین ہو۔"

"میں تم سے خواب میں نہیں ملوں گی۔ تمہاری کھلی آنکھوں کے سامنے آؤں گی۔ مجھے بتاؤ کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"تم جہاں کہو گی' سر کے بل چلا آؤں گا۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم آؤ گے؟ اور آؤ گے تو نظر آؤ گے؟ تم تو نادیدہ بن کر رہتے ہو۔"

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں نادیدہ بن کر رہتا ہوں۔ ایسا تو میرے دشمن سمجھتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ میں ایک گبرو جوان کے بہروپ میں رہتا ہوں۔"

"اگر میں آؤں گی تو کیسے پہچانوں گی؟ کس بہروپ میں ہو؟"

"ہاں! یہ مسئلہ ہے کہ میں بھی تمہیں کیسے پہچانوں گا کیونکہ یہاں خواب میں تم اپنا جلوہ نہیں دکھا رہی ہو۔"

"یہاں مجھے دیکھنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا کیونکہ میں بھی تمہاری طرح روپ بدل کر آؤں گی۔ ہمیں یہ طے کر لینا چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کو کیسے پہچانیں گے؟"

"یہ مسئلہ ہونے کے باوجود مسئلہ نہیں ہے۔ میں اپنے کوٹ کے کالر میں پھول لگاؤں گا' تم اپنے بالوں میں پھول لگاؤ گی۔"

"محبت کرنے والے پھولوں' رنگوں اور خوشبوؤں سے پہچانے

جاتے ہیں۔ جہاں ہم ملیں گے وہاں اور دو چار محبت کرنے والے پھول لگا کر آئیں گے تو ہم ایک دوسرے کو کیسے پہچانیں گے؟"

"آسان طریقہ ہے۔ میں اپنے کالر میں اور تم اپنے بالوں میں گوبھی کا پھول لگا کر آؤ گی۔"

"مذاق نہ کرو' مسئلہ حل کرو۔"

"میں نیوی بلیو کلر کا سوٹ پہن کر کالر میں سفید پھول لگاؤں گا۔ تم کیا پہنو گی؟"

"میں اورنج کلر کے بلاؤز اور بلیک اسکرٹ میں رہوں گی۔ میرے بالوں میں زرد رنگ کا پھول ہوگا۔"

"ہائے! اس طرح ملاقات کا وقت مقرر کرتے ہوئے دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا ہے کہ اب میری آنکھ کھلنے والی ہے۔ افسوس آنکھ کھلتے ہی تمہاری آواز بھی گم ہو جائے گی۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم کل صبح ریواز گارڈن میں کیوپڈ کے فوارے کے پاس ملیں گے۔"

پارس نے آنکھیں کھول دیں پھر سوچنے لگا "ہم نے کتنی ترقی کی ہے۔ اب خوابوں میں لڑکیوں سے ملنے کا وقت اور جگہ بھی مقرر کرلیتے ہیں۔ پہلے زمانے میں کبوتروں کے ذریعے خط بھیجتے تھے یا معشوق کی گلی میں فراق کے گیت گاتے تھے یا ملاقات کرنے کے لیے پہلے فون کرتے تھے لیکن فون لڑکی کا باپ اٹھا لیتا تھا۔ خواب میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ لڑکی کا باپ آجائے۔ پتا نہیں کون حسینہ تھی؟ کل اس کا دیدار کروں گا۔ اگر اپنی آواز کی طرح سُریلی ہوئی تو اس کے ساتھ محبت کی ایک لازوال داستان شروع کروں گا۔ پردے والی! تم سن رہی ہو نا؟"

نتالیہ پہلے تو اس کی باتیں سن کر مسکرا رہی تھی پھر اس نے پردے والی کہہ کر مخاطب کیا تو وہ چونک گئی۔ چونکنے کی بات ہی تھی۔ جب خواب ٹوٹ چکا تھا اور کوئی اس کے مقابل نہیں تھی تو وہ پھر کسے مخاطب کررہا تھا؟

وہ دھڑکتے ہوئے دل سے سوچنے لگی "مجھے خیال ہی نہ رہا کہ اس کی آنکھ کھلنے سے پہلے چلے جانا چاہیے۔ یہ ابھی مجھے اپنے دماغ میں محسوس کررہا ہے۔"

پارس نے پوچھا "خاموش کیوں ہو؟ میرے دماغ کے خالی مکان میں آئی ہو تو کچھ بولو۔ اس پردے والی کی طرح آنکھ مچولی نہ کھیلو۔"

نتالیہ پریشان ہوگئی۔ وہ اس کی موجودگی کو سمجھ رہا تھا اور یہ عجیب بات ہے کہ خواب دیکھنے کے دوران میں سمجھ رہا تھا۔ وہ بولا۔ "میں تو وہی نیوی بلیو کلر کا سوٹ پہن کر آؤں گا۔ تمہیں اپنے لباس اور پھول کی میچنگ یاد ہے نا؟"

وہ حیرت سے چیخ پڑی "تم خواب نہیں دیکھ رہے تھے۔ مجھے اُلّو بنا رہے تھے؟"

"تم بھی تو یوں باتیں کررہی تھیں جیسے وہ خواب والی حسینہ بول رہی ہو۔ کیا اس طرح تم مجھے اُلّو نہیں بنا رہی تھیں؟"

"تم پکے فراڈ ہو۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں فراڈ کرنے والوں کے ساتھ فراڈ کرتا ہوں لیکن جسے دل دیتا ہوں اسے دل میں بٹھا لیتا ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ مجھے دھوکا نہیں دو گے؟"

"اس کا انحصار تم پر ہے۔ دل دو گی' دل لو گی۔ دھوکا دو گی تو دھوکا کھاؤ گی۔"

"مجھ سے دل کی نہیں دوستی کی بات کرو۔ تم مجھے اچھے لگتے ہو۔ بڑے مزے مزے کے تماشے کرتے ہو۔ اگر مجھ سے سچی دوستی کرو گے تو میرا وقت بڑے مزے سے گزرے گا۔"

"اگر ریواز گارڈن میں اسی جگہ ملو گی اور میرے خلاف کوئی چال نہیں چلو گی تو ایک سچی دوستی کی حق دار ہو گی۔"

"میں تم سے متاثر ہوں۔ تمہارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔"

"کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ تم کسی کی معمولہ اور تابعدار نہیں ہو؟"

"نہیں' میں اس طرح زندگی گزارتی ہوں کہ آج تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے جان نہ سکا' پہچانتا نہیں ہے۔ تم پہلے شخص ہو جس نے میری آواز سنی ہے۔"

"کچھ اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم کون ہو؟ میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور والیوں کو جانتا ہوں۔ تم میرے لیے نئی اور اجنبی ہو۔"

پارس کو اندازہ تھا کہ اس وقت اس کے دماغ میں نتاشا یا نتالیہ میں سے کوئی ہوگی۔ یہ حقیقت وہ خود اس سے اگلوانا چاہتا تھا۔ وہ بولی "ہاں! میں ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اجنبی ہوں۔ میں چاہوں گی کہ میرے بارے میں ابھی کچھ نہ پوچھو۔ جب ہم ملیں گے اور ایک دوسرے پر اعتماد کریں گے تو پھر رفتہ رفتہ تم میرے بارے میں سب کچھ معلوم کرلینا۔"

"تم کہتی ہو تو میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا مگر یہ تو بتاؤ تم مجھ میں دلچسپی کیوں لے رہی ہو؟"

"مجھے تمہاری شرارتیں بہت اچھی لگ رہی ہیں۔ تم نے جانوروں کو نادیدہ بنا کر بڑی عجیب و غریب شرارت کی ہے۔ میں نے خوب انجوائے کیا ہے۔"

"اب میں نئی شرارت کرنے جارہا ہوں۔"

"اچھا؟" وہ خوش ہو کر بولی "اب کیا کرو گے؟"

"کل صبح دیکھو گی تو مزہ آجائے گا۔"

وہ ٹھنک کر بولی "صبح نہیں ابھی بتاؤ۔ پلیز!"

"ابھی مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔ اگر تم میری شرارتوں میں دلچسپی لینا چاہتی ہو تو آؤ' میں جو کررہا ہوں وہی کرو۔"

"شرارت دلچسپ ہوگی تو آؤں گی۔ پہلے بتاؤ کیا کررہے ہو؟"

"تم جانتی ہو کہ بہت سے بچے ضرورت سے زیادہ شریر ہوتے ہیں۔ ماں باپ تنگ آکر کہتے ہیں۔ ایسی اولاد کا نہ ہونا اچھا ہے۔ اب میں ایسے بچوں کو نادیدہ بنا دوں گا۔ وہ زندہ رہیں گے لیکن والدین کے طعنے اور کوسنے کے مطابق نابود ہو چکے ہوں گے۔ ایسے والدین کو یہ نصیحت ملنی چاہیے کہ وہ اپنے شریر بچوں سے اتنے بیزار نہ ہوں کہ ان کے مرنے کی بددعا کریں۔ شریر بچے بہت ذہین ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ محبت کا سلوک کیا جائے تو آگے جا کر والدین کے لیے وبالِ جان نہیں بنتے۔"

نتالیہ نے قائل ہو کر کہا "یہ بڑی دلچسپ شرارت تھی ہوگی اور عمدہ نصیحت بھی۔ میں ضرور آؤں گی۔ بولو کب شروع کررہے ہو اور میں کہاں ملوں؟"

"میں اسی لیے جاگ رہا ہوں کہ اب مجھے یہاں سے نکلنا ہے۔ تم اس وقت کہاں ہو؟ میں وہیں آجاؤں گا۔"

وہ گھبرا کر بولی "یہاں نہ آنا۔ سسٹر دیکھ لیں گی۔"

اس نے گھبراہٹ میں یہ بتا دیا کہ اس کی کوئی سسٹر بھی ہے اور پارس نے سمجھ لیا کہ وہ سسٹر نتاشا ہوگی۔ وہ بولا "آرمی کے جو بنگلوز ہیں ان میں سے بنگلا نمبر ۲۰۶ کی چھت پر آجاؤ۔ چھت پر اس لیے بلا رہا ہوں کہ تمہارے پاس فلائنگ کیپسول ہوگا۔"

"ہاں! میرے پاس بہت کچھ ہے۔ یہ بتاؤ کتنی دیر میں پہنچوں؟"

"ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد میں وہاں ملوں گا۔"

وہ دائمی طور پر حاضر ہوگئی۔ اس وقت گھڑی میں رات کا ایک بج رہا تھا۔ وہ نادیدہ بن کر اپنے بیڈ روم سے باہر آئی۔ نتاشا کے بیڈ روم میں آکر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ اسے اطمینان ہوا پھر وہ اپنے بنگلے کی چھت پر آگئی۔ وہاں پہنچ کر ایک فلائنگ کیپسول کو منہ میں رکھا پھر پرواز کرتے ہوئے پارس کے بتائے ہوئے بنگلا نمبر ۲۰۶ کی چھت پر پہنچ گئی۔ وہ نادیدہ تھی' جسمانی طور پر نمودار ہو کر خود کو کسی پرابلم میں ڈالنا نہیں چاہتی تھی۔

اس چھت پر پارس بھی نادیدہ تھا۔ پہلے وہ یقین کرنا چاہتا تھا کہ وہ تنہا آئی ہے۔ چونکہ وہاں دونوں نادیدہ تھے اس لیے ایک دوسرے کو دیکھ نہیں پارہے تھے۔ آخر پارس نے آواز دی "کیا تم موجود ہو؟"

"ہاں۔ میں تمہارا انتظار کررہی ہوں۔"

"تو پھر نمودار ہو کر پہلے میرا اعتماد حاصل کرو پھر میں نمودار ہو جاؤں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ نمودار ہوگئی۔ چھت پر جیسے چاند نکل آیا۔ چودھویں کا مکمل چاند۔ پارس اسے چند لمحوں تک دیکھتا رہا پھر اس کے سامنے ٹھوس جسم کے ساتھ ظاہر ہوگیا۔ وہ اسے ایک ٹک دیکھنے لگی۔ پارس نے کہا "تمہارے حسن کی چاندنی ایسی ہے کہ میں بے اختیار ظاہر ہوگیا ہوں۔ اگر تمہارے ساتھی کہیں چھپے ہوئے ہوں گے تو مجھے آسانی سے گولی مار سکیں گے۔"

وہ سحرزدہ سی ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی بات پر چونک کر بولی "آں! تم نے کچھ کہا؟"

"میں حیران ہوں کہ تم تنہا آئی ہو۔"

"ہاں۔ یہ بات میرے اندر گونج رہی تھی کہ مجھے تم سے ملنے سے پہلے اپنے تحفظ کو یقینی بنا لینا چاہیے۔ میں نے تمہارے فراڈ اور چال بازیوں کے متعلق بہت کچھ سنا ہے لیکن تم نے کہا تھا تم فراڈ کرنے والوں کے ساتھ فراڈ کرتے ہو۔ میں نے یہی سن کر تم پر بھروسا کرلیا اور یہاں تنہا چلی آئی۔ اسے میری نادانی سمجھ لو لیکن میں خوب شرارتیں کرنا اور ہنسنا بولنا چاہتی ہوں اسی لیے تم مجھے اچھے لگتے ہو۔"

"تو پھر خوب شرارتیں کرو اور خوب ہنستی رہو۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

"لیکن وہ شریر بچے کہاں ہیں جنہیں تم نادیدہ بنانا چاہتے ہو؟"

"وہ اپنے اپنے گھروں میں ہیں اور انہیں کھانے پینے کی چیزوں میں نادیدہ گولیوں کا سفوف ملا کر دیا جارہا ہے۔"

"تم تو یہاں ہو' کیا تمہارے آدمی ایسا کررہے ہیں؟"

"ہاں۔ اس شہر میں لاکھوں بچے ہیں۔ کم سے کم سو دو سو بچوں کو تو نادیدہ بنانا ہی چاہیے۔ میرے درجنوں ماتحت یہ کام کررہے ہیں۔ میرے ساتھ چلو' میں تمہیں دکھاتا ہوں۔"

وہ دونوں مختلف بنگلوں میں اور مختلف اپارٹمنٹس میں جانے لگے۔ پارس وہاں کسی نہ کسی ماتحت کو مخاطب کرتا تو وہ نمودار ہو کر کہتا تھا "یس سر! اس گھر کے بچے کو خوراک دے دی گئی ہے۔ وہ اپنے بستر پر سو رہا ہے لیکن نظر نہیں آرہا ہے۔"

نتالیہ نے پارس سے پوچھا "یہ بچے کب تک نادیدہ رہیں گے؟"

"دوا کی خوراک اس حساب سے دی گئی ہے کہ وہ کل دوپہر تک نمودار ہو جائیں گے۔"

وہ دونوں مختلف رہائش گاہوں میں جا کر نادیدہ کیے جانے والے بچوں کے بارے میں معلوم کرتے رہے پھر ایک نائٹ کلب کے ریستوران میں آگئے۔ ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ پارس نے پوچھا "کیا پیو گی؟"

نتالیہ نے پوچھا "کیا تم پیتے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں جام سے جام ٹکرانے والی بات نہیں کررہا ہوں۔ میں کبھی نشہ نہیں کرتا۔ کیا تم پیتی ہو؟"

"میں کھانے سے پہلے صرف ایک پیگ لیتی ہوں۔ اس سے زیادہ سسٹر اجازت نہیں دیتی۔"

"یعنی اجازت مل جائے تو ایک پیگ سے زیادہ پینا چاہو گی؟"

"تم ساتھ دو گے تو ضرور پینا اور مستی میں جینا چاہوں گی۔"

"پینے سے مجھے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میں درجنوں بوتلیں پی جاتا ہوں مگر مجھے نشہ نہیں ہوتا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟ پینے سے ضرور نشہ ہوگا۔ تمہیں بھی ہوگا۔ تم کوئی سپرمین نہیں ہو۔"

اس نے دو بوتلوں کا آرڈر دیا۔ ایک بوتل سے اس نے نتالیہ کے لیے ڈبل پیگ بنایا پھر دوسری بوتل کھول کر اپنے منہ سے لگالی۔ وہ گھبرا کر بولی "یہ کیا کر رہے ہو؟ پانی یا سوڈا ملائے بغیر پیو گے تو پکا کر گر پڑو گے۔"

مگر وہ پی رہا تھا۔ بوتل منہ سے الگ نہیں کر رہا تھا۔ غٹاغٹ پیتا چلا جا رہا تھا۔ اگرچہ وہ پہلے کی طرح زہریلا نہیں رہا تھا لیکن اندرونی جسمانی نظام جو برسوں سے زہر کا عادی ہو چکا تھا' وہ اب بھی شراب کو پانی بنا دیتا تھا۔ نتالیہ اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ اس نے بوتل خالی کر کے میز پر رکھ دی۔ اسے مسکرا کر دیکھنے لگا۔

وہ پریشان ہو کر بولی "اب تم بہکنے والے ہو۔ سچ بتاؤ' میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

وہ ہنس کر بولا "میں ہوش و حواس میں ہوں۔ اپنا گلاس اٹھاؤ اور شروع ہو جاؤ۔"

وہ گلاس اٹھا کر پینے لگی۔ آدھا گلاس پینے کے بعد بولی "واقعی تم نارمل ہو جبکہ تمہیں بہکنا چاہیے۔"

اس نے پھر گلاس منہ سے لگالیا۔ جب وہ خالی ہوا تو پارس نے اسے دوسرا ڈبل پیگ بنا کر دیا۔ وہ پینے کی عادی نہیں تھی مگر یہ سوچ رہی تھی کہ ساتھی کا ساتھ نہیں دے گی تو بری سمجھی جائے گی۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر پینے لگی۔ نشہ جم رہا تھا۔ دنیا بہت رنگین اور سامنے بیٹھا ہوا بہت خوبرو دکھائی دے رہا تھا۔

وہ اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولی "تم بڑے وہ ہو۔"

"کیا ہوں؟"

"وہ ہو... جادوگر۔ تم نے مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ تمہاری شخصیت مجھے اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے۔ کیا میں بھی تمہیں کھینچتی ہوں؟"

"تم تو کھینچنے کے لیے پیدا ہوئی ہو۔"

اس نے دوسرا گلاس بھی خالی کر دیا۔ اب اسے ایک کے دو نظر آ رہے تھے۔ در و دیوار گھومتے ہوئے سے لگ رہے تھے۔ پارس نے بل ادا کیا پھر اسے سہارا دے کر اپنے ایک بازو میں دبوچ کر کلب کے باہر لے آیا۔ ایک ٹیکسی ڈرائیور نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ وہاں بیٹھ گئے۔ وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر بڑبڑانے لگی "آئی لو یو۔ میں نہیں جانتی' دشمن سے کیسے پیار ہو جاتا ہے؟ اب بھی نہیں سمجھ رہی ہوں مگر پیار ہو گیا ہے' سو آئی لو یو۔"

پارس نے اس کے سر کے پیچھے لگے ہوئے برین گارڈ کو اس سے الگ کر دیا تھا۔ وہ آلہ برین گارڈ خیال خوانی کی لہروں کو دماغ میں آنے سے روکتا تھا۔ نتاشا اور نتالیہ اس آلے کے ذریعے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہتی تھیں۔ پارس نے برین گارڈ کو اس کے سر سے الگ کر کے اس کے دماغ میں پہنچ کر رہائشی پتا معلوم کیا پھر وہ برین گارڈ اس کے سر سے لگا دیا۔

دونوں بہنیں تل ابیب کے مہنگے علاقے میں رہتی تھیں۔ پارس نے ایک خوب صورت سے بنگلے کے سامنے ٹیکسی رکوائی۔ نتالیہ کو سہارا دے کر ٹیکسی سے باہر لایا۔ ڈرائیور کو کرایہ دیا۔ جب وہ چلا گیا تو وہ نتالیہ کو بازوؤں میں اٹھا کر احاطے کی روش سے گزرتا ہوا دروازے پر آیا۔ وہاں اسے بازوؤں سے اتار کر ایک دیوار کے سہارے کھڑا کیا پھر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔

دوسری بار بیل بجانے سے دروازے کے پیچھے کھٹکا سا ہوا جیسے ہی دروازہ کھلنے لگا' وہ نادیدہ ہو گیا۔ نتاشا نیند کے خمار میں تھی۔ اس نے چونک کر چھوٹی بہن کو دیکھا۔ وہ دیوار کا سہارا لیے کھڑی تھی۔ وہ لپک کر اس کے پاس آئی۔ اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر بولی "نتالیہ! تم اپنے بیڈ روم میں تھیں... پھر باہر۔"

وہ ذرا رک گئی پھر بولی "بُو آ رہی ہے۔ تم نے شراب پی ہے۔ کیا اتنی رات کو کسی بار سے آ رہی ہو' اکیلی گئی تھیں؟"

نتاشا اِدھر اُدھر دیکھ کر بولی "تم اتنی مدہوشی میں تنہا نہیں آئی ہو۔ کسی نے تمہیں یہاں تک پہنچایا ہے۔ کون تھا وہ؟ مجھے بتاؤ' وہ کون تھا؟"

وہ ذرا لڑکھڑا کر بولی "کہاں ہو تم؟ اے خبردار! مجھے چھوڑ کر نہ جانا۔"

وہ اسے سہارا دے کر اندر لے جاتے ہوئے بولی "پتا نہیں تم کیا کر بیٹھی ہو۔ یہ تو بتاؤ' جس کے ساتھ گئی تھیں' اس کا نام کیا ہے؟"

"وہ... اس کا نام محبت ہے۔ وہ... وہ میرے خوابوں کا شہزادہ ہے۔"

وہ سسٹر کے سہارے چلتے ہوئے بیڈ روم میں آئی۔ سسٹر نے اسے بستر پر لٹا دیا پھر اس کے سر سے برین گارڈ کو الگ کر کے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ تب اسے معلوم ہوا کہ چھوٹی بہن نتالیہ' پارس سے محبت کرنے لگی ہے اور وہ اس کے ساتھ گھر سے باہر تین گھنٹے گزار چکی ہے۔

نتاشا کے قدموں تلے سے زمین کھسکنے لگی۔ بہن ایسے دشمن سے محبت کرنے لگی تھی' جو سب سے زیادہ مکار تھا۔ کسی کے وہم میں نہیں آتا تھا۔ بڑے سے بڑے دشمنوں کو ہنسی مذاق میں ٹال دیتا تھا۔

ابتدا سے نتاشا کا یہ عزم تھا کہ وہ الپا کو مسلمانوں کا احسان مند ہونے اور ان سے متاثر ہونے نہیں دے گی۔ اب تو الپا کی اپنی بہن ایک مسلمان سے عشق کرنے لگی تھی۔ اس طرح وہ بہت بڑی بازی ہار رہی تھی۔

فی الحال تو یہ کیفیت طاری ہو گئی تھی کہ پارس نے نتالیہ کے ذریعے ان کی موجودہ رہائش گاہ دیکھ لی ہے۔ وہ نشے میں تنہا نہیں آئی ہوگی۔ پارس اسے یہاں تک لایا ہوگا اور نادیدہ بن کر ابھی آس پاس کہیں موجود ہوگا۔

ایک زبردست مکار دشمن بالکل قریب ہو' نظر نہ آتا ہو' اس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ ہو' عقل یہ کہتی ہو کہ وہ دشمن سایہ بن کر جسم کے اندر سما گیا ہے۔ چھوٹی بہن کے دماغ پر اور بڑی بہن کے جسم پر قبضہ کر چکا ہے تو اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ اس چالباز نے اچانک ہی بازی پلٹ دی ہے۔

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "تم ہو' تم یہاں موجود ہو۔ پلیز' مجھ سے بات کرو۔ اپنی خاموشی سے مجھے خوف زدہ نہ کرو۔"

کمرے میں گہری خاموشی رہی۔ کوئی نہیں بول رہا تھا۔ وہی جیسے دیواروں سے بول رہی تھی۔ وہ دونوں مٹھیاں بھینچ کر کہنے لگی۔ "میں کہتی ہوں بولو۔ میں نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں قدم جمانے کے لیے دن رات محنت کی ہے۔ درجنوں منکی مین کو ہلاک کر کے نادیدہ گولیاں' فلائنگ کیپسول اور برین گارڈ وغیرہ حاصل کیے ہیں۔ نادیدہ بن کر ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی سیکھی ہے۔ ہم بہنوں کو سب سے بڑی کامیابی یہ حاصل ہوئی ہے کہ الپا کو اپنی معمولہ بنا کر ہم پورے اسرائیل پر حکومت کرنے والے ہیں۔ ایسے میں تم نے اچانک ہمیں آسمان کی بلندیوں سے زمین کی پستیوں میں پھینک دیا ہے۔ نہیں' ہم سے اتنی بڑی شکست اور ناکامی برداشت نہیں ہوگی۔ میرا تو دم نکل جائے گا۔ مجھ سے بات کرو' کچھ بولو۔ اپنی آواز سناؤ' میں تم سے سمجھوتا کروں گی۔"

وہ بول رہی تھی' بولتی جا رہی تھی لیکن جواب نہیں مل رہا تھا۔ پھر وہ تھک کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ ہانپنے لگی' اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے؟

پارس موجود تھا۔ خاموش رہ کر اسے ٹینشن میں مبتلا کر رہا تھا۔ اس کے اندر ایسی شدید بے چینی پیدا ہو گئی تھی کہ اسے کسی پہلو قرار نہیں آ رہا تھا۔ وہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھی کہ وہ وہاں سے جا چکا ہے۔ نتالیہ کے خیالات نے بتایا تھا کہ وہ نائٹ کلب سے ٹیکسی میں اس کے ساتھ آیا تھا۔ اسے اس کے ساتھ بنگلے کے دروازے پر پہنچنے تک کچھ ہوش تھا پھر مدہوشی میں آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور وہ اپنی سسٹر کی آوازیں سنتی رہی تھی۔

جب وہ نتالیہ کے ساتھ بنگلے کے دروازے تک آیا تھا تو بنگلے کے اندر کیوں نہیں آئے گا؟ دو بہنوں کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرنے کے لیے ضرور وہاں موجود ہوگا۔ یہ بات نتاشا اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

ایک گھنٹے بعد صبح ہو گئی۔ وہ کرسی پر بیٹھی رہی۔ غصے سے بہن کو دیکھتی رہی۔ اس کی ایک عشقیہ نادانی سے تمام شاندار کامیابیوں پر پانی پھر گیا تھا۔ وہ نتالیہ سے بہت پیار کرتی تھی۔ اس کی جگہ کوئی دوسری ہوتی تو اسے اتنا بڑا نقصان پہنچانے کی سزا دیتی' اسے تڑپا تڑپا کر مار ڈالتی۔

سزا دینے کے خیال سے نتاشا کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے سوچا' نتالیہ کی طرح پارس بھی اس کا دیوانہ ہو گا تو نتالیہ کو سزا پاتے ہوئے نہیں دیکھ سکے گا۔ اسے سزا سے ضرور بچائے گا۔ اس طرح [illegible] یہاں موجودگی ثابت ہو جائے گی۔

وہ بہن کو دل سے چاہتی تھی۔ اسے سزا دینا اور تکلیف پہنچانا گوارا نہ تھا لیکن اس نے خود کو سمجھایا کہ وہ نشے میں سو رہی ہے۔ اسے سزا دینے سے نشہ ٹوٹ جائے گا۔ اس طرح وہ بیدار ہو کر ہوش میں رہ کر باتیں کر سکے گی۔

وہ کرسی سے اٹھ کر نتالیہ کے قریب آئی پھر بولی "اگر تم میری آواز سن رہی ہو تو آنکھیں کھولو۔ میں تمہیں اس غلطی کی سزا دینے والی ہوں۔ اگر ہوش میں نہیں آؤ گی تو میں تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کروں گی۔"

یہ باتیں سنتے ہی پارس نتالیہ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی حسین اور نازک اندام محبوبہ کو کوئی نقصان پہنچائے۔

اس طرح نتاشا کا مقصد پورا ہونے والا تھا۔ یہ پتا چلنے والا تھا کہ وہ وہاں موجود ہے اور اپنی معشوق کی حفاظت کر رہا ہے۔

جب نتاشا کے آوازیں دینے پر اس نے آنکھ نہیں کھولی تو اس نے اس کے دماغ میں پہنچ کر ایک ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ نتالیہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ دیدے پھاڑ پھاڑ کر خلا میں دیکھا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں چاروں شانے چت ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ یہ سب کچھ ایسے ہوا جیسے وہ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ کر اٹھی ہو اور پھر خواب کو خواب سمجھ کر سو گئی ہو۔

نتاشا تعجب سے دیکھنے لگی۔ دماغ میں ہلکا سا زلزلہ بھی پیدا کیا جائے تو چیخیں نکل جاتی ہیں۔ نتالیہ کو بھی چیخنا چاہیے تھا۔ دماغی تکلیف کی شدت سے تڑپنا چاہیے تھا۔ نتاشا کے لیے یہ شدید حیرانی کی بات تھی کہ نہ بہن کے حلق سے چیخ نکلی تھی اور نہ ہی اس نے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے کا تماشا دکھایا تھا' بس اٹھ کر بیٹھی تھی پھر لیٹ گئی تھی۔

اس نے نتالیہ کے دماغ میں پہنچ کر اس کی دماغی حالت معلوم کی۔ یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ وہ پہلے کی طرح مدہوشی کی حالت میں سو رہی تھی۔ جیسے چند لمحات پہلے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا "ابھی کچھ دیر پہلے میرے اندر کچھ ہوا تھا؟"

اس کی خوابیدہ سوچ نے کہا "ہاں' ابھی میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا تھا' کسی نے میرے سر پر ہتھوڑا مارا تھا۔ میں گھبرا گئی تھی پھر اطمینان ہوا کہ ایسا کچھ نہیں ہوا ہے۔ اب میں آرام سے سو رہی ہوں' لعنت ہے اس ہتھوڑا مارنے والے پر۔"

"میں تمہاری سسٹر بول رہی ہوں۔ آج تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ میں نے تمہیں سزا دینے کے لیے تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا' تم نے دماغی تکلیف محسوس کیوں نہیں کی؟"

اس کے خوابیدہ دماغ نے کہا "مجھے کیا پتا کہ تم نے کب مجھے تکلیف پہنچائی تھی اور اگر پہنچائی تھی تو یہ اچھی بات نہیں ہے سسٹر! میں نے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔ میں نے محبت کی ہے اور محبت کرنا جرم نہیں ہے۔"

"ناداں لڑکی' محبت کرنے کے لیے وہی دشمن ملا تھا؟"

"جب دشمن سے محبت ہو جائے تو پھر وہ دشمن نہیں رہتا۔ سسٹر! وہ بہت اچھا ہے۔ اگر ہم اسے دشمن نہ سمجھیں' اس سے جھوٹ نہ بولیں اور اسے کبھی دھوکا نہ دیں تو ہمیں اس سے اچھا اور سچا دوست کبھی نہیں ملے گا۔ میں چاہتی ہوں' تم بھی اس سے دوستی کرلو۔"

"مجھے ایسے سمجھا رہی ہو جیسے مجھ سے بڑی ہو اور مجھ سے زیادہ تجربے کار ہو۔"

"کبھی کبھی چھوٹوں کی بات مان لینے سے مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ تم ذرا خود سوچو' میں اس کی دوست رہوں گی اور تم دشمن رہو گی تو بات کیسے بنے گی۔"

"تم میری بہن ہو' مجھ سے سچی محبت کرتی ہو تو سچ بتاؤ' وہ ابھی تمہارے اندر موجود ہے؟"

"ہائے' اب تو وہ مرتے دم تک میرے اندر رہے گا۔"

"پلیز' ڈاٹیلاگ نہ بولو۔ جس بہن کو تم ماں کی جگہ سمجھتی رہی ہو' اسے باتوں میں نہ ٹالو۔"

"تم نے بچپن سے لے کر آج تک جتنی محبتیں دی ہیں' میں ان محبتوں کی قسم کھا کر کہتی ہوں' پارس ابھی میرے اندر نہیں ہے۔"

"اگر نہیں ہے تو پھر تم میری دی ہوئی سزا سے کیسے محفوظ رہیں؟"

"جو سچ تھا وہ میں نے قسم کھا کر کہہ دیا۔ تم جانتی ہو میں نے کبھی تمہاری جھوٹی قسم نہیں کھائی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اپنی دانست میں سچ کہہ رہی ہو' لیکن ہو سکتا ہے وہ تمہارے اندر چھپا ہوا ہو اور تمہیں خبر نہ ہو۔"

"اس طرح تو تم ہمیشہ شکوک و شبہات میں مبتلا رہو گی اور یہ سمجھتی رہو گی کہ وہ میرے ذریعے تمہاری مصروفیات سے باخبر رہتا ہے۔"

"ایسا تو وہ ضرور کرے گا۔ وہ اب تک یہ معلوم کر چکا ہو گا کہ ہم نے الپا کو اپنی معمولہ بنا لیا ہے اور آئندہ اس کی پشت پر رہ کر اس ملک پر حکمرانی کریں گے۔"

"ہم دونوں گمنام اور پراسرار بن کر زندگی گزارنا چاہتے تھے تاکہ کبھی کوئی دشمن نہ ہم سے ٹکرائے نہ ہم پر حاوی ہونے پائے لیکن میں ہی دل کے معاملے میں الجھ گئی۔ اب کیا' کیا جا سکتا ہے؟ حالات سے سمجھوتا کرنا ہو گا۔ تم ذرا غور کرو' پارس کی دوستی سے ہمیں فائدہ پہنچے گا۔ وہ ہماری مرضی کے مطابق ہمیں گم نام اور پراسرار رہنے دے گا اور ہمیں الپا کے دماغ پر بھی حکمرانی کرنے دے گا۔"

"یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ مسلمان خود الپا کو احسان مند بنا کر اس پر حکمرانی کرنا چاہتے ہیں اس لیے پارس ہمیں الپا کے دماغ سے اکھاڑ پھینکے گا۔"

"میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ ہم اس سے مخلص اور دیانتدار ... رہیں گے تو وہ ہمیں کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں۔ وہ ہم سے ہمارا موجودہ مقام نہیں چھینے گا۔ تم ایک بار اس پر اعتماد تو کرو۔"

"ہوں! اب تو یہی ایک راستہ رہ گیا ہے۔ ہم تو اس کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح پڑے ہیں۔ وہ ہماری زندگی کا ایک ایک صفحہ پڑھ چکا ہے۔ اب تو ہم اسے راضی رکھ کر ہی اپنے موجودہ مقام پر قائم رہ سکتے ہیں۔"

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تم مجبوراً دوستی کرو گی اور مجبوری سے کی جانے والی دوستی پائیدار نہیں ہو گی۔"

"ابتدا میں بے یقینی رہے گی۔ جب میں دیکھوں گی کہ وہ ہمیں فریب نہیں دے رہا ہے اور ہمیں نقصان نہیں پہنچا رہا ہے تو پھر میں پورے اعتماد کے ساتھ اسے دوست سمجھوں گی۔"

"ٹھیک ہے' مجھے اب سونے دو۔ تمہاری باتوں سے آدھا جاگ رہی ہوں' آدھا سو رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس کی سوچ کی لہریں خاموش ہو گئیں۔ نتاشا نے پوچھا "کیا واقعی سو رہی ہو؟"

اس کی طرف سے جواب نہیں ملا۔ جیسے نیند میں اسے سنائی نہ دے رہا ہو۔ وہ یوں بھی مدہوش تھی' اسے خبر نہیں تھی کہ سسٹر سے کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ اب تک نتاشا سے جو گفتگو ہوتی رہی' وہ پارس سے ہوتی رہی۔ پارس' نتالیہ کی سوچ کے ذریعے بولتا رہا اور قائل کرتا رہا کہ نتاشا دوستی کرے گی تو جتنی کامیابیاں حاصل کی ہیں' وہ برقرار رہیں گی ورنہ وہ خاک میں مل جائیں گی۔

دوسرے دن پھر شہر میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ پہلے جانور غائب ہوئے تھے' اب بچے غائب ہو گئے۔ جو جانور غائب ہوئے تھے وہ بعد میں نمودار ہو گئے تھے۔ بچوں کے بارے میں وہ نہیں جانتے تھے کہ دوبارہ نظر آئیں گے؟ مختلف تھانوں میں رپورٹیں درج کرائی گئیں۔ اعلیٰ حکام تک شکایتیں پہنچائی گئیں۔ انہوں نے برین ٹوم سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا "الپا کہاں ہے؟ اس شہر میں عجیب تماشے ہو رہے ہیں' پہلے جانور غائب ہوئے تھے' اب بچے غائب ہو گئے ہیں۔"

برین ٹوم نے کہا "مجھے افسوس ہے کہ ایسا ہو رہا ہے اور آپ

کی پولیس اور انتظامیہ تماشا دیکھ رہی ہے۔"

"آپ ہمیں طعنے نہ دیں' ایسے وقت آپ کو اور الپا کو اپنی ذمے داریاں پوری کرنی چاہئیں۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ الپا ایک ہفتے تک روپوش رہے گی۔ آپ کے ایک اعلیٰ حاکم نے اور چند فوجی افسران نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ الپا کے مقابلے میں اس ملک کی زیادہ خدمت کریں گے اور پارس کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیں گے۔ یہ دعویٰ کرنے والے کہاں سو رہے ہیں؟"

"یہ وقت آپس میں لڑنے کا نہیں ہے۔ آپ سب کو مل جل کر دشمن سے مقابلہ کرنا چاہیے۔ وہ دعویٰ کرنے والے اپنے طور پر کوششیں کر رہے ہیں۔ الپا کو بھی یہی کرنا چاہیے۔"

"الپا پر اعتماد کے قابل نہیں سمجھا گیا ہے۔ ان دعویٰ کرنے والوں نے اس کے خلاف منظم سازش کی ہے۔ اب تو وہ سازش کرنے والے اس ملک کو بچائیں گے یا الپا اس شرط پر اپنے فرائض ادا کرے گی کہ جس مشن میں وہ ناکام رہے ہیں اس مشن میں کامیاب ہوتے ہی ان سازش کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دے گی۔"

"یہ سراسر غلط ہے۔ اسے قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے۔"

"قانون ہمیشہ الپا کے ہاتھوں میں رہا ہے۔ اس نے دشمنوں سے اس ملک کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنے طور پر خود فیصلے کیے ہیں۔ وہ کبھی کسی عدالت کے فیصلے کی محتاج نہیں رہی۔"

"یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ الپا اور آپ باغی ہو چکے ہیں؟"

"آپ جو بھی سمجھیں' جو بھی الپا کے خلاف سازش کرنے والوں کا ساتھ دے گا' ہم اسے اقتدار میں نہیں رہنے دیں گے۔ اپنا برا چاہنے والوں کو ہم کس طرح اقتدار سے محروم کریں گے' یہ آنے والا وقت بتائے گا۔"

ایسی گفتگو کے دوران میں ایک اعلیٰ حاکم چونک گیا۔ اپنے قریب ایک بچے کی آواز سنائی دی' وہ کہہ رہا تھا "یہ کیا مصیبت ہے' میں سب کو دیکھ رہا ہوں کوئی مجھے نہیں دیکھ رہا ہے۔ جس کے پاس جاتا ہوں اسے نظر نہیں آتا ہوں۔"

وہ اعلیٰ حاکم بوکھلا کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر بولا "یہ کون بول رہا ہے' کیا تم نادیدہ بن جانے والے بچوں میں سے ہو؟"

بچے کی آواز آئی "ہاں۔ میں وہی ہوں' تم حاکم ہو یا حجام؟ تمہاری حکومت میں یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم بچوں پر مصیبتیں آ رہی ہیں اور تم یہاں عیش کر رہے ہو۔"

"ہم بچے ہو اور بڑوں سے بھی بڑی باتیں کر رہے ہو۔ تم نے مجھے حجام کہا ہے۔ اگر میرے سامنے ہوتے تو تمہیں گولی مار دیتا۔"

"میں تمہارے سامنے ہوں مگر تمہارا باپ بھی مجھے گولی نہیں مار سکے گا۔ جس نے بھی مجھے نادیدہ بنایا ہے' اس نے بڑی مہربانی کی ہے۔ اب میں تمہارے جیسے غلط کام کرنے والے حکمرانوں کو ان کے منہ پر گالیاں دے سکتا ہوں۔"

"تم اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہے ہو' اپنی باتوں سے بچے نہیں لگ رہے ہو۔"

"میں بچہ ہوں' مجھے اپنا باپ نہ سمجھو۔"

واقعی ایسی باتیں کوئی بچہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ پارس کی شرارت تھی' وہ بچے کی آواز میں بول رہا تھا۔ اسی طرح وہ فوج کے اس اعلیٰ افسر کے پاس گیا جو دیوی کا آلۂ کار بنا ہوا تھا۔ اس نے بچے کی آواز میں کھنکھارا۔ وہ افسر چونک کر دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھنے لگا۔ اتفاق سے دیوی اس افسر کے دماغ میں تھی۔ اس نے پوچھا "یہ کیسی آواز تھی؟"

"پتا نہیں' کسی بچے کی آواز لگ رہی تھی۔"

پھر اس نے بلند آواز میں پوچھا "یہاں کون ہے؟"

بچے کی آواز سنائی دی "تمہارا باپ' تمہیں شرم نہیں آتی' یہاں آرام سے بیٹھے ہو اور شہر کے بچوں پر مصیبت آئی ہوئی ہے۔"

افسر نے کہا "دیوی جی' یہ تو نادیدہ بن جانے والا بچہ ہے۔"

بچے کی آواز نے پوچھا "یہ چڑیل جی کون ہیں؟"

"شٹ اپ' چڑیل جی نہیں..... دیوی جی۔"

"یہ کیا بچتی ہے؟"

"یہ تم تمام بچوں کو مصیبت سے نجات دلانے والی ہے۔"

"تم نظر آ رہے ہو۔ وہ نظر کیوں نہیں آتی' کیا ہماری طرح وہ بھی نادیدہ ہے؟"

"فضول باتیں نہ کرو' یہاں سے جاؤ۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی' پارس دوسرے کمرے میں آ گیا پھر وہاں سے کچن میں پہنچ کر گیس کھول دی۔ اس کے بعد ماچس کی جلتی ہوئی تیلی دکھاتے ہی دوبارہ نادیدہ ہو گیا۔ گیس دور تک پھیل گئی۔ آگ بھی تیزی کے ساتھ اتنی دور تک پھیلتی گئی کہ وہ آلۂ کار افسر اپنے کمرے سے نہ نکل سکا' کمرے کا اور کوئی دوسرا دروازہ نہیں تھا۔ ایک کھڑکی تھی جس میں لوہے کی جالیاں لگی تھیں۔ دوسرے فوجی جوان باہر سے اس کھڑکی کو توڑنے کی کوشش کرنے لگے لیکن آگ تیزی سے پھیلتی ہوئی اس کمرے میں بھی آ گئی تھی۔ وہ چیخیں مار رہا تھا۔ اِدھر سے اُدھر بھاگتے ہوئے کہہ رہا تھا "مجھے بچاؤ' دیوی جی! مجھے بچاؤ۔ تمہارے سوا کوئی مجھے اس آگ سے نہیں نکال سکے گا۔"

دیوی نے تو اب تک آگ لگانا ہی سیکھا تھا' آگ بجھانے کی زحمت کرنا نہیں سیکھا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے اس بہت بڑے آلۂ کار کو بچا نہیں پائی تھی۔ وہ باہر کھڑے ہوئے دوسرے افسر کے دماغ میں پہنچ کر اس بھگدڑ کو جلتا دیکھ رہی تھی۔ آلۂ کار افسر

کی چیخیں دھیمی پڑتے پڑتے مرگئی تھیں۔ وہاں کھڑے ہوئے فوجی افسروں اور جوانوں کے سر جھک گئے تھے۔ ایک افسر نے کہا "پتا نہیں آگ کیسے لگ گئی؟"

بچے کی آواز سنائی دی "لگی نہیں، میں نے لگائی ہے۔"

وہ سب چونک کر آواز کی سمت دیکھنے لگے۔ وہاں کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔

وہ سب ایک دوسرے سے کہنے لگے "یہ تو کسی بچے کی آواز ہے۔"

"ہاں۔ میں نادیدہ بچہ ہوں۔ کسی دشمن نے مجھ جیسے کتنے ہی بچوں کو نادیدہ بنا کر ان کے والدین سے جدا کردیا ہے۔ تم سب کیسے فوجی ہو، اپنے ملک کے بچوں کی حفاظت نہیں کرسکتے ہو۔ وہ جل کر مرنے والا افسر کہہ رہا تھا کہ اس کی کوئی دیوی اماں ہمیں مصیبت سے نجات دلانے والی ہے لیکن وہ اماں تو اپنے بچے کو جلنے سے نہ بچاسکی۔"

دیوی نے افسر کی زبان سے کہا "اے خبردار! مجھے اماں نہ کہنا۔"

"کیوں نہ کہوں، کیا تم اپنی عمر چھپا رہی ہو۔ ابھی تم نے اپنے ایک بچے کا انجام دیکھ لیا ہے۔ اگر میں اسی طرح نادیدہ بنا رہا تو تمہارے لیے بھی مصیبت بن جاؤں گا۔"

دیوی سوچ میں پڑگئی۔ اس کا ایک بہت بڑا آلۂ کار فوجی افسر جل مرا تھا۔ ایک بچے نے اسے مارا تھا اور وہ آتما شکتی والی دیوی ہوکر اس کا کچھ بگاڑ نہیں پائی تھی۔ وہ جان کولن کے پاس آکر بولی۔ "نادیدہ بن جانے والے ایک بچے نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر کو ہلاک کردیا۔ اس بچے کے پیچھے ضرور پارس ہوگا۔"

جان کولن نے کہا "ایک اعلیٰ حاکم جو میرا آلۂ کار ہے اسے ایک بچے نے گالیاں دی ہیں۔ اب سمجھ میں آرہا ہے، پارس ان بچوں کے ذریعے ہمیں چیلنج کررہا ہے۔"

دیوی نے کہا "یہ واقعی ایک چیلنج ہے کہ ہمارے بڑے بڑے آلۂ کار ان بچوں سے گالیاں کھا رہے ہیں اور ہلاک ہورہے ہیں۔ ہم ان بچوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو پارس کا کیا بگاڑ لیں گے۔ ہمیں کسی طرح پارس کو روکنا ہوگا۔"

ایسے وقت میجرٹی ہنٹر نے آکر کہا "ایک بچہ میرے آلۂ کار افسر کو بہت پریشان کررہا ہے۔ اس نے اس افسر کی کار میں آگ لگادی ہے۔"

جان کولن نے کہا "سمجھنے کی بات ہے کہ وہ بچے ہمارے ہی آلۂ کاروں کے پاس پہنچ رہے ہیں۔ اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ یہ سب پارس کی شرارتیں ہیں۔"

دیوی نے کہا "میں ابھی اس کے پاس جاتی ہوں، اس بار پھر آتما شکتی کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کروں گی۔"

جان کولن اور ٹی ہنٹر نے کہا "ہم بھی چلیں گے اور تمہارے ساتھ اس کے اندر رہ کر کوئی نئی بات معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔"

ان تینوں نے پارس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچے۔ وہاں پہنچتے ہی جھنجلا گئے۔ انہیں پارس کے خراٹے سنائی دے رہے تھے۔

○☆○

ایک ثقافتی جنگ ہوتی ہے۔ رسائل، لٹریچر، تصاویر اور فلموں کے ذریعے بے شرمی پھیلائی جاتی ہے۔ کسی ملک اور قوم کو اخلاقی اور تہذیبی طور پر کمزور کیا جائے تو وہ قوم آپ ہی آپ تباہ ہوتی جاتی ہے۔

بے حیائی کے علاوہ بیماریاں پھیلا کر بھی قوموں کو کمزور بنایا جاتا ہے۔ اسلام دشمن قوتیں ایک عرصے سے اسلامی ممالک میں ایسا کرتی آرہی ہیں۔ وہاں ایسی ادویات اور انجکشن وغیرہ پہنچائے جاتے ہیں جن کے استعمال کے نتیجے میں ایک بیماری دور ہوتی ہے لیکن دوسری چار بیماریاں لگ جاتی ہیں۔

اب ایک نئی خاموش جنگ کا آغاز ہونے والا تھا۔ ڈاکٹر گارسن نے امریکی حکومت کی سرپرستی میں ہارمونز کے انجکشن تیار کیے تھے۔ یہ سابقہ ہارمونز کے انجکشنوں سے مختلف تھے۔ اس کی خاصیت یہ تھی کہ صرف ایک انجکشن کسی مرد کو لگادیا جائے تو چوبیس گھنٹوں کے اندر اس کی جنس تبدیل ہوجاتی تھی۔ پھر وہ مرد رہتا تھا نہ عورت..... دونوں کے درمیان والی چیز بن کر رہ جاتا تھا۔

مسلمانوں کو کمزور بنانے اور ان کا سر جھکانے کے لیے ایسی ہی مہم کا آغاز ہونے والا تھا۔ اگر مہم کامیاب ہوتی تو اس سے ہٹلر ذلت اور کیا ہوتی کہ مسلمان، خسرے کہلانے لگتے۔

لیکن یہ دشمنوں کی کم بختی تھی کہ ان کی اس خفیہ سازش کا علم سونیا کو ہوگیا۔ پتا چلا کہ ڈاکٹر گارسن نے اپنی حکومت کی سرپرستی میں وہ انجکشن تیار کیا تھا لیکن دولت کمانے کے لیے درپردہ روسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کرسٹوسکی سے اس انجکشن کا سودا کرچکا تھا۔

کرسٹوسکی نیویارک کے ایک اپارٹمنٹ میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ رہتا تھا۔ ایک حسینہ اور تین مرد اس کے ماتحت تھے۔ اس نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جیمس کارٹر کو بھی اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔

سونیا نے اچانک اس اپارٹمنٹ میں پہنچ کر ان پر حملہ کیا تھا۔ کرسٹوسکی کی قسمت اچھی تھی۔ وہ انجکشنوں کا اسٹاک دوسری جگہ پہنچائے گیا تھا اس لیے سونیا کے حملے سے محفوظ رہا۔ باقی جیمس کارٹر اور دوسرے ماتحت محفوظ نہ رہ سکے۔ سونیا نے باری باری سب کی پٹائی کی پھر وہی انجکشن ان سب کو لگادیے۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان اپنے ہی بنائے ہوئے ہتھیاروں سے مارا جاتا ہے یا زخمی ہوتا ہے۔ کرسٹوسکی کے پانچوں ماتحت بھی اپنے ہی انجکشنوں کے نتائج بھگتنے والے تھے۔

کرسٹوسکی نے جب واپس آکر دیکھا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ اس کے پانچوں ماتحتوں میں کوئی بے ہوش پڑا تھا، کوئی زخمی تھا۔ اس کے ایک زخمی ماتحت نے اسے بتایا کہ ایک تمنا عورت نے ان سب کا یہ حشر کیا ہے۔ صرف مارا پیٹا نہیں ہے۔ ہارمونز کے انجکشن انہیں لگادیے ہیں اور ان انجکشنوں کا ایک بڑا کارٹن اپنے ساتھ لے گئی ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ ایسا سونیا ہی نے کیا ہے۔

وہ یہ سوچ کر پریشان ہونے لگا کہ سونیا کو اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوچکا ہوگا۔ اس کے پانچوں ماتحت جو ٹوٹے پھوٹے پڑے ہوئے تھے، ان کے خیالات پڑھے جاچکے ہوں گے۔ یہ معلوم ہوچکا ہوگا کہ روسی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی میدانِ عمل میں آچکے ہیں۔ ان سب کے نام اور ان کے مقاصد بھی سونیا نے معلوم کیے ہوں گے۔ آئندہ اس کی جوابی کارروائیوں کے سامنے ٹھہرنا ممکن نہیں ہوگا۔ پتا نہیں چل سکتا تھا کہ وہ کس طرح حملے کرے گی اور کب کب کرے گی۔ اب تو ہر طرف سے وہ بلا آتی دکھائی دینے لگی تھی۔

ویسے اس کے جوابی حملے کا ایک نمونہ اس کے سامنے تھا۔ اس نے وہی انجکشن انہیں لگادیے تھے اور پورا ایک کارٹن اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ یہ صاف سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ آئندہ بھی ان کے خلاف وہ انجکشن استعمال کرے گی۔ جنہیں وہ انجکشن لگائے گئے تھے ان کا نتیجہ چوبیس گھنٹوں کے اندر ظاہر ہونے والا تھا۔

اس نے فون کے ذریعے ڈاکٹر گارسن سے کہا کہ اس انجکشن کا توڑ کرے ورنہ اس کے ساتھ زندگی بھر کے لیے زندگی بن جائیں گے۔

ڈاکٹر گارسن نے کہا کہ کوئی بھی دوا بنانے کے لیے وقت اور سوچ بچار کی ضرورت ہوتی ہے۔ یوں تو ہارمونز کے توڑ کے لیے پہلے سے دوائیں موجود ہیں لیکن اس کے تیار کردہ انجکشن بہت زود اثر اور زیادہ طاقت کے ہیں۔ ان کے توڑ کے لیے خصوصی دوا تیار کرنی ہوگی۔ اس کی تیاری میں کئی ہفتے بلکہ مہینے لگ سکتے ہیں۔ اس کے اصرار پر ڈاکٹر نے اسے چند دوائیں نوٹ کروائیں۔ کرسٹوسکی نے اپنے ماتحتوں کو وہ دوائیں استعمال کرنے کی ہدایت دی پھر ان سب کو اسی اپارٹمنٹ میں چھوڑ کر دوسری خفیہ رہائش گاہ میں چلا آیا۔ اس دوران میں وہ نادیدہ بنا رہا۔ اندیشہ تھا کہ اس اپارٹمنٹ میں وہ بلائیں موجود ہوگی۔

اب تو وہ اس کے اعصاب پر سوار رہنے والی تھی۔ اس نے ڈاکٹر گارسن سے جتنے انجکشن کے کارٹن خریدے تھے انہیں ایران لے جانے کے انتظامات کررہا تھا لیکن اب سہم گیا تھا۔ محتاط ہوگیا تھا۔ اسے ایسا لگتا تھا جیسے سونیا اس کی تاک میں ہے۔ جیسے ہی وہ ان انجکشنوں کو یہاں سے وہاں اسمگل کرے گا وہ عین وقت پر آکر اسے دبوچ لے گی۔

سونیا کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کرسٹوسکی کی تاک میں تھے۔ اس کے ماتحتوں کے اندر آتے جاتے رہتے تھے۔ کرسٹوسکی بھی ان سے دور رہ کر ان کے خیالات پڑھ کر بدلتے ہوئے حالات معلوم کررہا تھا۔ حالات کیا بدلنا تھے، ان کی جنس بدل رہی تھی۔ ان کے بولنے کے انداز میں نسوانیت اور ان کی چال میں نزاکت آگئی تھی۔ اس کا ایک ماتحت دوسرے ماتحت سے کہہ رہا تھا "اے بہنا! ہم نے تو اتنی جوانی مُوئے مردوں کی طرح گزار دی۔ ہائے ہائے! آدھی جوانی گزارنے کے بعد ہم پر بہار آئی ہے۔"

"آہ! مکروہ ڈھی بہار آئی ہے۔"

تیسرے ماتحت نے کہا "میری عمر بائیس برس ہے۔ ابھی تو میں جوان ہوں۔"

چوتھی ماتحت ایک حسینہ تھی۔ وہ تو پہلے ہی ایک عورت تھی۔ جذبوں سے بھرپور تھی۔ اب وہ جذبے طوفانی ہوگئے تھے۔ وہ ایک ایک ماتحت کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہہ رہی تھی "تم سب کو کیا ہوگیا ہے؟ میں اپنی عمر سے زیادہ کم سن ہوگئی ہوں اور تم سب مجھ سے کترا رہے ہو۔"

ایک نے کہا "اے بہن! اب تو ہم تمہاری برادری میں شامل ہوگئے ہیں۔ تم کوئی دوسرا گھر دیکھو۔ کسی گھر میں ایک سے زیادہ کبرو جوان ہوں تو ہمارا بھی بھلا کردو۔"

جس کمرے میں پچھلی رات جیمس کارٹر مدہوش ہوکر سوگیا تھا وہاں سے موسیقی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ان ماتحتوں نے اس کمرے میں آکر دیکھا تو جیمس کارٹر آرکسٹرا کی دُھن پر رقص کررہا تھا۔ اسے مائیکل جیکسن بہت پسند تھا لیکن اب وہ میڈونا کی طرح ادائیں دکھا رہا تھا۔

کرسٹوسکی نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے یہ تماشے دیکھ رہا تھا۔ اس نے بڑی جدوجہد سے ان ماتحتوں کو ٹیلی پیتھی سکھائی تھی۔ انہیں دشمنوں سے نمٹنے کی تربیت دی تھی۔ اب ان کے جذبے کہہ رہے تھے کہ وہ دشمن کا گلا نہیں کاٹیں گے بلکہ گلے پڑ جایا کریں گے۔

ایسے وقت کرسٹوسکی نے اپنے ایک ماتحت کے ذریعے ایک اجنبی کی آواز سنی۔ اجنبی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "کرسٹوسکی! اگر تم اس کے دماغ میں موجود ہو تو مجھ سے باتیں کرو۔ میں میڈم سونیا کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔"

وہ سوچ میں پڑگیا، جواب دینا چاہیے یا نہیں؟ سونیا کے خادم نے کہا "اگر موجود نہیں ہو تو کسی وقت آکر اپنے اس ماتحت کے خیالات پڑھ لینا تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ ہم تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں اور اگر موجود ہو اور ہم سے چھپنا چاہتے ہو تو سوچ لو کب تک چھپ سکو گے۔ میڈم سونیا تمہیں پاتال سے اور سمندر کی گہرائیوں سے بھی ڈھونڈ نکالیں گی۔"

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔ وہ ایسی بلا ہے جو قبر تک پیچھا نہیں چھوڑتی۔ اس نے کھنکھار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا "میں تمہاری باتیں سن رہا ہوں اور میں کرسٹو وسکی ہوں۔ میں خود میڈم سے کسی طرح رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ یہ اچھا ہوا کہ تم نے رابطہ کرلیا۔"

"اتنی دیر سے خاموش کیوں تھے؟"

"میں اندازہ لگا رہا تھا کہ تم واقعی میڈم کے ماتحت ہو یا نہیں اور اگر ہو تو میں چاہوں گا کہ ان سے براہِ راست گفتگو کرادو۔"

"انتظار کرو' میں ابھی میڈم سے پوچھتا ہوں۔"

وہ انتظار کرنے لگا۔ سونیا کے خادم نے آکر ایک فون نمبر بتایا اور کہا "اس نمبر پر جن کی آواز سنائی دے وہی ہماری میڈم ہوں گی۔"

اس نے اس نمبر پر رابطہ کیا۔ اسے سونیا کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا "ہیلو میڈم! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ مجھے آپ سے گفتگو کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔"

"چاپلوسی کرنے والے پہلے ہی فقرے میں اپنی اصلیت ظاہر کردیتے ہیں۔"

وہ گڑبڑا گیا پھر بولا "بائی گاڈ' میں چاپلوسی نہیں کررہا ہوں۔ آپ اتنی عظیم ہیں کہ آپ سے گفتگو کرنے والے خود پر فخر کرتے ہیں۔"

"اور سے فخر کرتے ہیں اندر سے جبر کرتے ہیں۔ تم مجھ سے نقصان اٹھانے کے بعد بھی فخر کررہے ہو تو آئندہ بھی میں تمہیں فخر کرنے کا موقع دیتی رہوں گی۔"

وہ جلدی سے بولا "نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں چاہتا ہوں آپ سے نقصانات اٹھا کے بھی دوستی ہو جائے تو یہ میرے لیے فخر کی بات ہوگی۔"

"جب بھی ہم سیر پر سوا سیر بنتے ہیں تو مخالفین دوستی کی پیش کش کرنے لگتے ہیں اور پھر دوستی کی آڑ میں دشمنی کے جوہر دکھاتے ہیں۔"

"میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"اگر موقع دو گے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟"

"میں سمجھ سکتا ہوں۔ آپ نے میرے انجکشن میرے ہی لوگوں پر آزمائے ہیں اور ابھی آپ کے پاس پورا ایک کارٹن موجود ہے۔ سیکڑوں انجکشن ہیں۔"

"میں ایک کارٹن تک محدود نہیں رہوں گی۔ یہ معلوم کرچکی ہوں کہ ڈاکٹر گارسن کے تیار کردہ انجکشن امریکی سرکار نے کہاں اسٹاک کئے ہیں۔ میں جب چاہوں' ضرورت کے مطابق وہاں سے بہت کچھ حاصل کرسکتی ہوں۔"

"میں جانتا ہوں' آپ سے کچھ بعید نہیں ہے۔ آپ جہاں سے جو چاہیں حاصل کرسکتی ہیں۔"

"اور جو چاہوں وہ کرسکتی ہوں۔ تم کسی ایک مسلمان کو وہ انجکشن لگاؤ گے تو میں تمہارے روس کے دس بڑے عہدے داروں کو خسارا بنادوں گی۔ ایک مسلمان کا انتقام دس روسی اکابرین سے لوں گی۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں' یہ انجکشن مسلمانوں پر نہیں آزماؤں گا۔"

"میں جو کہوں گی وہ کرو گے؟"

"میں آپ کے حکم کی تعمیل کرکے فخر محسوس کروں گا۔"

"بات بات پر فخر نہ کرو۔ جو گڑھا کھودتے ہیں' انہیں اس گڑھے میں گراؤ۔ وہ انجکشن امریکیوں نے تیار کرائے ہیں' تم انہی کے چند اکابرین پر آزماؤ۔ میں تماشا دیکھوں گی۔"

"آپ نے حکم دیا ہے' میں ابھی اس پر عمل کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب جاؤ۔ دوستی کرنے کے لیے ایک دوسرے سے رابطہ رکھنا ضروری نہیں ہے۔ تم میری مرضی کے مطابق کام کرتے رہو گے تو میرا اعتماد بھی حاصل کرو گے اور مجھ سے کچھ نہ کچھ فائدے بھی حاصل کرتے رہو گے۔"

یہ کہتے ہی سونیا نے رابطہ منقطع کردیا۔ تمام روسی اس لیے سونیا کے دشمن تھے کہ اس نے منگی مخلوق کو ان کے ملک میں لاکر آباد کیا تھا۔ کرسٹو وسکی کے علاوہ دوسرے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے روسیوں نے یہ قسم کھائی تھی کہ زیادہ سے زیادہ غیر معمولی قوتیں حاصل کرکے سونیا کو کچل ڈالیں گے۔

انہوں نے اس انتقامی جذبے کے تحت ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا پھر نادیدہ بنانے والی گولیاں' فلائنگ کیپسول اور برین گارڈ جیسی غیر معمولی چیزیں بھی حاصل کیں۔ روسی انٹیلی جنس میں چوٹی کے بہت ہی تجربے کار اور خرانٹ قسم کے جاسوس تھے۔ انہوں نے اپنی الگ الگ چھ ٹیمیں بنائیں۔ ہر ٹیم میں ان کے چار ماتحت تھے۔ ان سب نے بھرپور غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کی تھیں۔ اب وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بڑی بڑی طاقتوں سے ٹکرا سکتے تھے۔ اے بدبختی ہی کہا جائے گا کہ کرسٹو وسکی ابتدا ہی میں سونیا سے ٹکرا کر کسی حد تک ٹوٹ گیا۔

چونکہ وہ براہِ راست نہیں ٹکرایا تھا اس لیے خود ٹوٹنے سے بچ گیا لیکن اپنے خاص اور اہم ماتحتوں کا ٹوٹنا بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ اس نے مزید نقصانات سے بچنے کے لیے سونیا سے سمجھوتا کرلیا لیکن خود بھی بہت زیادہ غیر معمولی قوتیں اور صلاحیتیں حاصل کرچکا تھا اس لیے اتنی آسانی سے شکست تسلیم نہیں کرسکتا تھا۔

اب اس کا منصوبہ یہ تھا کہ سونیا کو راضی رکھنے کے لیے اس کے کام آئے گا لیکن دوسرے ذرائع سے اس کے خلاف محاذ بنائے گا۔ اس منصوبے کے مطابق وہ دوسرے روسی جاسوس کے پاس آیا۔ اسے تمام حالات بتائے۔ اس کے ساتھی نے تمام باتیں سن کر کہا "ہم چھ جاسوس ہیں اور ہماری چھ ٹیمیں ہیں۔ ایک ٹیم اپنی تباہی پانچ اس بلا کا محاصرہ کرتی رہیں گی۔"

دوسرے جاسوس روزانو وسکی نے کہا "فکر نہ کرو۔ تم اسے ہی رکھو' ادھر ہم اپنا کام دکھائیں گے۔ ہم وہ تمام انجکشن مکمل کرنے کے انتظامات کریں گے۔"

تیسرے ساتھی نیالن نے کہا "اور بندوبست کیا کرنا ہے؟ ٹیلی پیتھی زندہ باد' یہاں کے کسٹمز کے عملے کی کھوپڑیوں پر قبضہ جمائیں اور یہاں سے روانہ ہو جائے گا۔ پھر ایرانی کسٹمز کو خیال خوانی کے ذریعے پکڑ لیں گے تو ہماری مطلوبہ چیزیں اس ملک کے اندر پہنچ جائیں گی۔"

روزانو وسکی نے کہا "سونیا اگر تم سے نہ بھی کہتی تب بھی ان بلاؤں کو یہ سبق سکھانا چاہیے۔ انہوں نے انجکشن تیار کرائے ہیں' اس کا نتیجہ بھی ان کو ملنا چاہیے۔"

تقریباً بارہ گھنٹے کے بعد نتائج سامنے آنے لگے۔ واشنگٹن میں اقوامِ متحدہ کانفرنس ہو رہی تھی۔ یورپ اور ایشیا کے اہم ممالک کے سربراہ باری باری تقریریں کررہے تھے۔ پھر اختتامی تقریر کے لیے امریکی سربراہ مائیک کے پاس آیا۔ حاضرین نے حیرانی سے دیکھا۔ اس کی چال میں زنانہ پن آگیا تھا۔ اس نے مائیک پر کہا۔ "میرے قربان جاؤں' اتنے بڑے بڑے سربراہوں کے درمیان مجھے میری قدر و قیمت بڑھادی ہے۔ اب جسے دیکھو وہی اپنے گھر جائے گا۔ میں اکیلی تمام سربراہوں کو کیسے خوش کروں گی۔"

امریکا کے تمام اعلیٰ عہدے دار ایک دم سے پریشان ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے مائیک کے پاس آکر بند کیا پھر سربراہ سے کہا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ اور کس سے کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میری سُریلی آواز سے جل گئے' مائیک بند کردیا۔ میرے سننے والوں تک میری آواز نہیں پہنچنے دے رہے ہو۔ اے میری آنکھیں جائے گی تو کیا ہوا میں ٹھوکا لگا کے دکھاؤں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ اچھل کر روسٹرم کے سامنے آگیا اور ٹھمکے لگانے لگی۔ افسران نے آکر اسے پکڑا اور اسٹیج سے نیچے اتار دیا۔ ایک دوسرے دار نے مائیک آن کرکے کہا "معزز حاضرین! ہم معذرت خواہ ہیں۔ اس کانفرنس کے چیئرمین پتا نہیں کیسے ایب نارمل ہو گئے ہم انہیں میڈیکل چیک اپ کے لیے لے جارہے ہیں۔"

اس سربراہ نے کہا "اے چیک اپ سے کیا نظر آئے گا؟ کچھ ہوا ہے تو کچھ بڑھ گیا ہے۔ تمہیں چیک کرتے شرم نہیں آئے بے شرمو!"

کئی فوجی جوان اسے زبردستی اٹھا کر لے گئے۔ ایک نے مائیک پر کہا "موجودہ حالات کے پیشِ نظر ہم اپنے قائم مقام سربراہ سے گزارش کرتے ہیں وہ اختتامی تقریر کریں۔"

اس قائم مقام سربراہ نے مائیک کے پاس آکر کہا "میں نے انجام دیکھ لیا ہے اس لیے میں کچھ نہیں بولوں گی۔ بولوں گی تو یہ بولو گے کہ بولتی ہے۔ ویسے بھی ہماری صنف بولنے کے سلسلے میں کافی بدنام ہے۔"

پھر تمام امریکی اکابرین پر بدحواسی طاری ہوگئی۔ سب ہی کہنے لگے "یہ کیا ہو رہا ہے۔ اسے خاموش کراؤ۔"

ایک مخالف ملک کے سربراہ نے کہا "جیسا کروگے ویسا بھرو گے۔ تم امریکیوں کا انجام یہی ہونا چاہیے۔ جلدی جلدی تبدیل ہو جاؤ' ہم اپنے گھر میں بسالیں گے۔"

اس سے پہلے ان اکابرین کی شاید ایسی توہین نہیں ہوئی ہوگی۔ وہ اس دوسرے کو بھی وہاں سے زبردستی پکڑ کرلے گئے پھر اعلان کیا کہ اختتامی تقریر کے بغیر اس کانفرنس کا اختتام کیا جارہا ہے۔

اس کانفرنس کے بعد خفیہ طور پر ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا گیا اور بڑی تشویش کا اظہار کیا گیا کہ اچانک یہ بازی کیسے پلٹ گئی ہے۔ انہوں نے تو وہ انجکشن دوسروں کے لیے تیار کرائے تھے ان کا اثر ان کے اکابرین پر کیسے ہو رہا ہے؟

ایک نے کہا "یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ بڑے ممالک کے سربراہوں کے سامنے جنس تبدیل ہوئی ہے۔ ہماری گردن شرم سے جھک گئی ہے۔"

"اس کانفرنس کو سیٹلائٹ کے ذریعے ساری دنیا کے سامنے پیش کیا جارہا تھا۔ ساری دنیا نے یہ تماشا دیکھا ہوگا۔ ہم تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب اچانک کیسے ہوگیا؟"

ایک فوجی افسر نے کہا "ہمارے سربراہ کے سیکریٹری نے بتایا ہے کہ پچھلی رات اچانک ان کی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ انہوں نے اپنی وائف سے کہا تھا ان کے کولھے میں سوئی کی چبھن محسوس ہوئی تھی۔ جیسے انجکشن لگایا گیا ہو۔ ایسے وقت ان کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر انجکشن لگانے والے کو دیکھنا چاہا لیکن آنکھیں نہ کھول سکے۔ جب تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولنے کے قابل ہوئے تو آس پاس کوئی نظر نہ آیا۔ تب سے طبیعت بگڑ گئی تھی۔"

"اس رپورٹ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کسی نے ہمارے سربراہ کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ وہ نادیدہ بن کر آیا ہوگا۔ انجکشن لگانے کے دوران میں یقیناً نمودار ہوا ہوگا مگر چونکہ ہمارے سربراہ کا دماغ کسی کے قبضے میں تھا اس لیے وہ آنکھیں کھول کر انجکشن لگانے والے کو نہ دیکھ سکے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "یہ معاملہ پوری طرح سمجھ میں آرہا ہے۔ ہمارا حربہ ہم پر استعمال کیا گیا ہے لیکن یہ کس نے کیا ہے؟ ہم نے بہت خفیہ طور سے انجکشن تیار کرائے تھے پھر یہ کسی دشمن کے ہاتھ کیسے لگ گئے؟"

جان کولن نے کہا "اس سوال کا جواب ڈاکٹر گارسن سے مل سکتا ہے۔ انجکشن کے سلسلے میں وہی ہمارا رازدار ہے۔ میں ابھی

جاکر معلوم کرتا ہوں۔ آپ حضرات انتظار کریں۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے گارسن کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ تب یہ بھید کھلا کہ ڈاکٹر گارسن نے جیمس کارٹر نامی بزنس مین کو وہ انجکشن خفیہ طور سے سپلائی کئے ہیں۔ جان کولن نے کہا "وہ انجکشن حکومت کی پراپرٹی ہیں۔ تم نے دولت کمانے کے لالچ میں وہ پراپرٹی دوسرے کو بیچ دی۔ اپنی حکومت کو دھوکا دیا ہے۔ ایسا کرنے پر تمہیں موت کی سزا بھی دی جاسکتی ہے۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ جیمس کارٹر میرے دماغ میں آتا تھا۔ اس نے اس انجکشن کا راز معلوم کرلیا۔"

جان کولن نے سمجھ لیا' وہ جیمس کارٹر کوئی بزنس مین نہیں بلکہ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے جو باغی ہوکر دشمنوں سے جاملا ہے۔ اس نے جیمس کارٹر کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح یاد کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ خیال تھا کہ وہ سانس روک لے گا لیکن پتا چلا اسے بھی وہ انجکشن لگایا گیا تھا جس کے نتیجے میں دماغ کچھ کمزور ہوگیا تھا۔

اس کے چور خیالات سے پتا چلا کہ وہ باغی نہیں ہوا تھا بلکہ ایک روسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کرسٹوو سکی نے اسے ٹریپ کیا تھا اور اسے اپنا آلۂ کار بنالیا تھا۔ جان کولن کو اس کے چور خیالات کے ذریعے پہلے کرسٹوو سکی کے بارے میں معلوم ہوا پھر پتا چلا کہ سونیا نے کرسٹوو سکی کے تمام ماتحتوں کو اس انجکشن کے ذریعے ناکارہ بنادیا تھا۔ صرف کرسٹوو سکی اپنی خوش قسمتی سے بچ گیا تھا۔

جان کولن اس معاملے میں سونیا کا ذکر سن کر پریشان ہوگیا۔ ایک بہت بڑی دشمن کو ہارمونزا انجکشن کے بارے میں معلوم ہوگیا تھا۔ اب اگر پلاننگ کے مطابق اسلامی ممالک میں انجکشن کے اثرات نمایاں ہوتے تو سونیا اور میری پوری فیملی سمجھ لیتی کہ ان ممالک میں وہ سب کچھ امریکی سازش سے ہورہا ہے۔

جان کولن نے کہا "سونیا کے بارے میں کچھ اور بتاؤ۔"

جیمس کارٹر نے کہا "میں اس قابل نہیں رہی تھی کہ سونیا کو دیکھ بھی سکتی۔ میں تو نشے میں مدہوش ہوگئی تھی۔"

"اے خبردار! مرد کی طرح بولو ورنہ کھوپڑی میں زلزلہ پیدا کروں گا تو عورت بننا بھول جاؤ گے۔"

"مجھ عورت کو کمزور سمجھ کر دھمکیاں دے رہے ہو۔ مرد ہو تو جاکر سونیا سے مقابلہ کرو۔"

"شٹ اپ! جتنا پوچھا جارہا ہے' اتنا ہی جواب دو۔ سونیا اس اپارٹمنٹ میں کیا کرتی رہی تھی؟"

"ہمارا مقدر بدلتی رہی تھی۔ ہم پتھر تھے۔ ہمیں پھول بناتی رہی تھی۔ میں نے ایک بار کہہ دیا۔ میں اس وقت ہوش میں نہیں تھی۔ مجھے کرسٹوو سکی کے ذریعے سونیا کی آمد کے بارے میں معلوم ہوا تھا۔"

وہ سب منہ چھپا کر ہنسنے لگے۔ کرنل نے جھنجلا کر کہا "یہ کیا وہاں ہے؟ آپ لوگوں کو ہنسی آرہی ہے۔ ذرا سوچیں۔ یہ سونیا کی چالاکی چال ہے۔ وہ اسی طرح رفتہ رفتہ تمام اعلیٰ عہدیداروں کی ذہنی تبدیل کرتی رہے گی اور اتنے بڑے ملک کے اعلیٰ عہدیدار کیسی مضحکہ خیز حرکتیں کرتے رہیں گے۔ کیا آپ اسی طرح ہنستے رہیں گے؟"

وہ سب سنجیدہ ہوگئے۔ انہیں کرنل اور سربراہ کی شادی کی بات پر بے اختیار ہنسی آگئی تھی۔ سونیا کا وجود ان کے دماغوں پر ہتھوڑے کی طرح لگ رہا تھا۔

دوسری طرف سونیا نے پارس کو پیغام بھیجا تھا کہ وہ اس سے رابطہ کرے۔ پارس نے پیغام ملتے ہی سونیا کے دماغ میں آکر پوچھا۔ "ہیلو مما! خیریت تو ہے؟"

"کیا میں خیریت سے نہ ہونے پر تمہیں بلاتی ہوں؟"

"یعنی کہ خیریت سے ہیں۔ اب آپ کام بتائیں۔"

سونیا نے اسے ہارمونزا انجکشن کے سلسلے میں بتایا پھر کہا "اگر انجکشن تمہارے ہاتھ لگ جائے تو تم شیطان کو بھی خسرا بنادو گے۔"

"ہائے مما! آپ پہلی فلائٹ سے بھیج دیں۔ میں یہودیوں کے چودہ طبق روشن کردوں گا۔"

"کسی فلائٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے لوگ فلائنگ کیپسول کے ذریعے یہ انجکشن لارہے ہیں۔"

"میں انتظار کررہا ہوں۔"

شتاب آکہ نہیں تاب اب جدائی کی

○☆○

پیر ابن پیر سکندر ثانی کی پچھلی زندگی کے اہم واقعات بیان کرنا ضروری ہے۔ ماضی کے واقعات کو سنے اور سمجھے بغیر وہ فراڈ پیر سمجھ میں نہیں آئے گا۔

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے' سکندر ثانی کا ایک اور بھائی مختار شاہ تھا۔ دونوں ایک ہی دن دس منٹ کے وقفے سے پیدا ہوئے تھے۔ دونوں ہم شکل تھے۔ قد اور جسامت میں ایک جیسے تھے لیکن مزاج مختلف تھے۔ سکندر ثانی اپنے باپ کی طرح نیک دل اور نرم مزاج کا حامل تھا۔ مختار شاہ اپنے دل میں بغض اور کینہ رکھتا تھا۔ بچپن سے ہی دونوں کے مزاج کا فرق واضح ہوگیا تھا اور یہ سمجھ میں آتا تھا کہ سکندر ثانی آئندہ اپنے باپ کی جگہ پیری کی مسند پر بیٹھے گا اور اسی کے سر پر پیری کی دستار باندھی جائے گی۔

مختار شاہ کو بھائی کی یہ برتری ناگوار گزرتی تھی لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہا۔ جب وہ دس برس کے تھے تو ان کے بارے میں یہ طے پایا گیا تھا کہ وہ بیرونی ممالک میں رہ کر تعلیم حاصل کریں گے۔ سکندر ثانی کو اس کے مزاج کے مطابق قابرہ بھیج دیا گیا۔ وہ دینی تعلیمات کے مختلف مراحل طے کرتا ہوا' دنیائے اسلام کی سب سے بڑی الازہر یونیورسٹی میں داخل ہوگیا۔ وہاں بھی اس نے نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ باپ نے کہا "واپس آجاؤ اور مسندِ پیری سنبھالو۔"

اس نے جواب دیا "بابا جانی! میں اللہ تعالیٰ کا ناچیز بندہ ہوں۔ ایک پیر کامل بن کر بندوں کی راہنمائی نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے' اسے پیر کامل بناتا ہے۔ باپ دادا سے وراثت میں ملنے والی پیری مریدی مجھے گوارا نہیں ہے۔"

مختار شاہ لندن میں تعلیم حاصل کررہا تھا۔ اس کے باپ نے سوچا کہ یہ تیز و تند مزاج کا حامل ہے۔ اسے نرم خو بنانے کے لیے یوگا کی مشقیں کرانا چاہیے۔ یورپ کے چند بڑے شہروں میں ایسے اسکول ہیں جہاں یوگا کے مراحل سے گزرنا سکھایا جاتا ہے اور ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے کے لیے بھی کلاسیں لی جاتی ہیں۔

مختار شاہ کو ایسے ہی ایک اسکول میں داخل کیا گیا۔ ان دنوں وہ دس برس کا تھا۔ وہاں آئندہ دس برس تک یوگا کی مشقیں کرتا رہا۔ شمع بینی کے ذریعے اپنے ذہن کو ایک نکتے پر مرکوز رکھنے کا عادی بنتا رہا۔ یوں اسے خلا سے آواز کی لہریں موصول ہونے لگیں اور وہ اپنی سوچ کی لہریں مطلوبہ مقام تک نشر کرنے لگا۔ اس طرح وہ بڑی خاموشی سے کامیابیاں حاصل کرتا رہا۔ وہ بڑا کائیاں تھا' اپنے باپ کو بھی نہیں بتایا کہ اس نے دنیا کو فتح کرنے والا علم حاصل کرلیا ہے۔

جب وہ دونوں بھائی پچیس برس کے ہوئے تو باپ نے ایک دوسرے پیر صاحب کی صاحب زادیوں سے رشتے طے کئے۔ دونوں سے کہا کہ وہ پاکستان آئیں اور اپنی ہونے والی دلہنوں کو دیکھ کر پسند کریں اور شادی کے لیے راضی ہوجائیں۔

مختار شاہ کے لیے حسیناؤں کی کمی نہیں تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا کی حسین ترین عورتوں کو حاصل کرسکتا تھا لیکن انڈر گراؤنڈ ڈرگ مافیا کے تین بڑے سربراہوں نے حکم دیا کہ اسے پاکستان میں رہ کر اپنی سماجی اور سیاسی حیثیت بنانا چاہیے اور جنوبی ایشیا کے مافیا زون کی باگ ڈور سنبھالنا چاہیے۔ اسے جنوبی ایشیا کے مافیا زون میں بہت بڑا عہدہ مل رہا تھا۔ اس نے پلاننگ کی کہ پاکستان جائے گا۔ وہاں پیر ابنِ پیر بننے کے لیے اپنے باپ دادا کی مسند حاصل کرے گا۔ بہت بڑے علاقے کا پیر کہلانے کے باعث اس کی سیاسی پوزیشن بھی بہت مضبوط ہوگی۔ اس طرح سیاست کی آڑ میں وہ ڈرگ مافیا کے لیے بڑی سہولتیں فراہم کرتا رہے گا۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی بڑی تنظیم کے آلۂ کار نہیں بنتے۔ وہ کسی کی تابعداری گوارا نہیں کرتے۔ خود ایک تنظیم کے سربراہ بن جاتے ہیں۔ مختار شاہ کو بھی ڈرگ مافیا میں تین بڑوں کا آلۂ کار نہیں بننا چاہیے تھا لیکن ہر بڑی مچھلی اپنے سے بڑی مچھلی کا شکار بن جاتی ہے۔ انڈر گراؤنڈ مافیا کے تین بڑے بھی زبردست ٹیلی پیتھی جانتے تھے اور خیال خوانی کے علاوہ کئی خطرناک صلاحیتوں کے

حامل تھے اس لیے مختار شاہ ان کے زیر اثر آگیا تھا۔

ویسے ان کے زیر اثر رہنے کے باوجود جنوبی ایشیا میں مختار شاہ کا بڑا رعب اور دبدبہ تھا۔ دوسری خطرناک تنظیمیں اس سے مرعوب اور خوف زدہ رہتی تھیں۔ اس نے ایسا ہی رعب اور دبدبہ حاصل کرنے کے لیے پاکستان میں آنا اور شادی کرکے گھر بسانا منظور کیا تھا۔

لاہور میں دونوں بھائیوں کو سسرال سے ایک دعوت پر بلایا گیا۔ وہاں انہوں نے ہونے والی دلہنوں کو دیکھا۔ ان میں سے ایک کا نام سلمیٰ اور دوسری کا نام زیبا تھا۔ دونوں خوب صورت تھیں لیکن زیبا کے حسن میں مغربی انداز کی شوخی تھی۔ مختار شاہ اس پر مرمٹا جبکہ وہ اس کے بھائی سکندر ثانی کی ہونے والی دلہن تھی۔

مختار شاہ کے ذہن میں بچپن سے یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ اس کا باپ اور گھر والے سکندر ثانی کو اس سے برتر سمجھتے ہیں۔ اسے مسندِ پیری پر بٹھانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے دلہن بھی زیادہ خوب صورت پسند کرکے لارہے ہیں۔

اس نے گھر آکر باپ سے شکایت کی "آپ ہمیشہ مجھ سے ناانصافی کرتے آئے ہیں۔ بہوؤں کے معاملے میں بھی آپ نے سکندر ثانی کے لیے بہتر اور میرے لیے کمتر دلہن پسند کی ہے۔ سیدھی سی بات ہے' میں زیبا سے شادی کروں گا۔"

"تم نالائق اور نافرمان بیٹے ہو۔ تمہیں بھائی کی دلہن پسند کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ زیبا تمہارے بھائی کی امانت ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتا' میری شادی ہوگی تو زیبا سے ورنہ میں لندن واپس چلا جاؤں گا۔"

"تجھ سے اور توقع ہی کیا کی جاسکتی ہے۔ جا دفع ہوجا۔ میں سمجھوں گا' میرا ایک بیٹا مرگیا ہے۔"

باپ اس سے منہ پھیر کر چلا گیا۔ مختار شاہ بازی ہارنا نہیں چاہتا تھا۔ زیبا اس کی ضد بن گئی تھی۔ وہ اسے ہر حال میں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اسے لندن واپس نہیں جانا تھا۔ اپنے تئیں آقاؤں کے حکم کے مطابق اسے پاکستان میں ہی رہنا تھا۔

تب اس نے شیطانی چال چلی۔ اس رات وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے اپنے بھائی سکندر ثانی کے دماغ میں پہنچا۔ اس بے چارے کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بنایا۔ اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کیں کہ وہ سکندر ثانی نہیں ہے۔ اس کا نام مختار شاہ ہے۔ اس نے لندن میں تعلیم حاصل کی ہے۔ اسے اپنی سکندر ثانی والی شخصیت کبھی یاد نہیں آئے گی۔ وہ ہمیشہ خود کو مختار شاہ سمجھتا رہے گا۔

تنویمی عمل کرنے والے مختار شاہ نے اس کے ذہن میں اپنی آواز اور لہجہ نقش کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ مختار شاہ کی حیثیت سے ناراض ہوکر لندن چلا جائے۔ پھر اس کا عامل بھائی جب تک حکم نہیں دے گا تب تک وہ پاکستان لوٹ کر نہیں آئے گا۔

اس پر عمل کرنے کے بعد اس نے اسے دو گھنٹے کی تنویمی نیند سونے دیا۔ وہ دو گھنٹے بعد نیند سے بیدار ہوا پھر جب وہ اپنے بیڈ روم سے نکل کر مختار شاہ کے بیڈ روم میں آگیا کیونکہ وہ مختار شاہ تھا اور اصلی مختار شاہ اپنے بھائی کے بیڈ روم میں جاتا کیونکہ آئندہ وہی سکندر ثانی بن کر رہنے والا تھا۔

دوسرے دن ماں باپ کے سامنے بہت بڑی تبدیلی ہوئی۔ مغربی بیٹا مشرقی اور مشرقی بیٹا مغربی بن گیا لیکن وہ پیدا کرنے والے ماں باپ اتنی بڑی تبدیلی کو سمجھ نہ سکے۔

سکندر ثانی اپنے عامل کے حکم کے مطابق والدین سے مل کر کے لندن چلا گیا۔ والدین نے یہی سمجھا کہ نافرمان بیٹا فرار ہوگیا ہے۔ آئندہ کبھی اسے سمجھا بجھا کر واپس بلایا جائے گا۔

مختار شاہ نے ڈرگ مافیا کے ایک سربراہ سے کہا "مافیا میں نے پلاننگ کے مطابق اپنے بھائی کو مختار شاہ بنایا ہے۔ وہ لندن پہنچ رہا ہے۔ اسے بڑی رازداری سے کہیں نظربند رکھا جائے۔ یہ بھائی آئندہ بہت کام آسکتا ہے۔"

ڈرگ مافیا کے لارڈ نے اسے کہیں قید کردیا۔ پاکستان میں مختار شاہ مطمئن ہوگیا کہ اس کی چال کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔

اس طرح اس نے سکندر ثانی بن کر زیبا کو حاصل کیا۔ اسے اپنی دلہن بنالیا۔ دلہن بھی یہی سمجھتی رہی کہ وہ سکندر ثانی کی شریک حیات ہے۔ شادی کے چند ماہ بعد ماں کا انتقال ہوگیا پھر ایک برس بعد اس کے باپ نے بھی وفات پائی۔ باپ نے وصیت لکھی تھی کہ اس کے مومن بیٹے سکندر ثانی کو مسندِ پیری پر بٹھایا جائے۔

وصیت پر عمل کیا گیا۔ مختار شاہ کو سکندر ثانی سمجھ کر مسندِ پیری پر بٹھایا گیا اور اسے مرحوم باپ دادا کی روحانی درگاہ کا سجادہ نشین بنادیا گیا۔ وہ اپنے خاندان والوں کو اور علاقے کے ہزاروں عقیدت مندوں کو بے وقوف بنا کر پیرابن پیر سکندر ثانی بن گیا۔

مختار شاہ تقریباً پانچ برس تک اسی علاقے کا امیر کبیر پیر بنا رہا۔ اس علاقے میں لاکھوں ووٹرز تھے جو پیر سکندر ثانی کے مشورے کے مطابق اپنی پسند کے امیدوار کو ووٹ دے کر کامیاب بناتے تھے۔ اس طرح کوئی بھی اقتدار میں آنے والی پارٹی آئندہ حکومت بنانے کے لیے پیر سکندر شاہ کی حمایت کی محتاج رہتی تھی اور حکومت کا ایک اہم ستون بن کر ایسے اختیارات حاصل کرتا تھا جن کے ذریعے انڈر گراؤنڈ مافیا کو سہولتیں حاصل ہوتی تھیں۔

اس عرصے میں وہ ملک کے اندر اور باہر شہ زوروں اور خطرناک دشمنوں کو مات دیتا رہا اور بڑی کامیابیاں حاصل کرتا رہا جب کبھی ناکامی نہ ہو اور مسلسل کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں تو یہ خوش فہمی پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ ہمیشہ فتح حاصل کرنے والا اعظم بن کر اس دنیا میں آیا ہے۔

اس کی خوش فہمی کو پہلی بار اس وقت ٹھیس پہنچی جب فخرالدین سے اس کا سامنا ہوا۔ فخرالدین نے اسے وارننگ دی کہ آئندہ پیر بن کر فراڈ کرے گا تو وہ اس کا بھانڈا پھوڑ دے گا۔ اس راز پر کی اصلیت ظاہر کردے گا۔ مختار شاہ کو پہلی بار کسی نے اس طرح چیلنج کیا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے فخرالدین کے دماغ میں گھس نہیں سکتا تھا۔ اس کی کمزوریاں معلوم نہیں کرسکتا تھا جبکہ فخرالدین کو خاک میں ملانے کے لیے سب سے پہلے اس کی کمزوریوں کو جاننا پڑتا ہے۔

اس کے ہزاروں مرید اس کے پاس دعا تعویذ کے لیے آیا کرتے تھے۔ ان میں جو حسین لڑکیاں اور کام کے مرد ہوتے تھے' وہ انہیں تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنالیتا تھا۔ بے شمار معمول اور تابعداروں میں زلیخا' اس کی سوتیلی ماں اور اکلوتا بھائی بھی تھے۔

اس نے پھر ایک بار زلیخا پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ فخرالدین کو بہت پہلے سے جانتی ہے۔ اس سے محبت کرتی ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ فخرالدین کی عمر زلیخا کے مقابلے میں دگنی سے بھی زیادہ تھی۔ وہ اس سے کترانا چاہتا تھا لیکن مختار شاہ نے اپنے عمل کے ذریعے زلیخا کو اس کی دیوانی بنادیا تھا۔ زلیخا نے اسے آخر شادی پر مجبور کردیا۔

اس طرح وہ زلیخا کے ذریعے فخرالدین کے حالات معلوم کرنے لگا۔ اسے معلوم تھا کہ فخرالدین اور اس کی بیٹی فہمی کا تعلق فرہاد علی تیمور کے ایک بیٹے علی تیمور سے ہے۔ فخرالدین نے بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے اور فہمی بھی اسی ادارے میں ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد مزید تربیت حاصل کررہی ہے۔

میرا اور بابا صاحب کے ادارے کا نام اس کے لیے ٹیرر اسٹاک تھا۔ اس نے مافیا کے تین بڑوں سے رابطہ کیا پھر ہمارے حوالے سے فخرالدین کا ذکر کیا تو انہیں بھی تشویش ہوئی۔ وہ مختار شاہ کو باتیں سنانے لگے کہ کسی پہاڑ سے ٹکرانے کی ضرورت کیا تھی؟ جبکہ وہ ٹکرانے نہیں گیا تھا۔ تقدیر اس اونٹ کو پہاڑ کے نیچے لے آئی تھی۔

مافیا کے تین بڑے لارڈ ون' لارڈ ٹو اور لارڈ تھری کہلاتے تھے۔ لارڈ ون نے کہا "تمہیں رات کو شراب پینے کی عادت ہے۔ اگر فخرالدین تمہارے اندر آئے گا تو وہ تمہاری فراڈ پیری کے علاوہ انڈر گراؤنڈ مافیا کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کرلے گا۔"

"پھر کیا کیا جائے؟ کیا میں شراب پینا چھوڑ دوں؟"

"تمہیں تو شراب کے نام پر زہر بھی ملے تو نہیں چھوڑو گے۔ آج سے آج رات ضرور پیو۔ تمہارے پینے کی ابتدا سے نشے کے اختتام تک میں تمہارے دماغ پر قبضہ جمائے رکھوں گا۔ اسے ایسے چور خیالات پڑھنے دوں گا جن سے ہمیں نقصان نہ پہنچا ہو۔ اسے مافیا کے راز معلوم کرنے نہیں دوں گا۔"

اس رات یہی ہوا۔ اس کے پینے کے دوران میں فخرالدین اس کے اندر پہنچ گیا۔ نشے کے باعث وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکا اور فخرالدین یہ نہ سمجھ سکا کہ مختار شاہ کا لارڈ ون اندر چھپا ہوا ہے اور اس کے چور خیالات کو فخرالدین تک پہنچنے نہیں دے رہا ہے۔ وہ مختار شاہ کے بارے میں عام سی باتیں معلوم کررہا تھا۔ ان باتوں سے صرف اتنا پتا چل رہا تھا کہ وہ فراڈ پیر بن کر علاقے والوں کو بے وقوف بنایا کرتا ہے لیکن اب فخرالدین کی وارننگ کے مطابق پیری مریدی سے باز آجائے گا اور پاکستان چھوڑ کر یو کے چلا جائے گا۔

لارڈ ون بڑی کامیابی سے مختار شاہ کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا اور فخرالدین کو اہم رازوں تک پہنچنے نہیں دے رہا تھا۔ ایسے ہی وقت دوسرے لارڈز نے لارڈ ون کو مخاطب کیا۔ کچھ ایسا اہم مسئلہ تھا کہ لارڈ ون پانچ منٹ تک لارڈ ٹو سے باتیں کرنے پر مجبور ہوگیا۔ جب مختار شاہ کے دماغ میں واپس آیا تو پتا چلا کہ اس کے چور خیالات پانچ منٹ کے لیے بے لگام ہوگئے تھے۔ فخرالدین یہ معلوم کرچکا ہے کہ اس کا تعلق انڈر گراؤنڈ ڈرگ مافیا سے ہے۔ پانچ منٹ میں وہ اس سے زیادہ معلومات حاصل نہ کرسکا۔ لارڈ ون نے پھر ایک بار اس کے چور خیالات کو کنٹرول کرلیا۔ مختار شاہ کو مدہوشی کی نیند سلادیا۔

لیکن یہ تشویش تھی کہ آئندہ فخرالدین اس کے چور خیالات پڑھ کر اور کئی راز معلوم کرسکتا ہے۔ لہٰذا جتنی جلد ممکن ہو' فخرالدین کو ہلاک کردیا جائے اور جب تک وہ ہلاک نہ ہوجائے' تب تک مختار شاہ شراب کو ہاتھ نہ لگائے۔ اسے شراب نوشی سے باز رکھنے کے لیے لارڈ ون نے اس پر تنویمی عمل کرکے یہ حکم دیا کہ وہ آئندہ چند روز تک شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔

اس طرح چند روز کے لیے شراب نوشی کی عادت چھوٹ گئی۔ فخرالدین دوسری بار اس کے اندر نہ جاسکا۔ یہ نہ معلوم کرسکا کہ مختار شاہ اپنے بھائی سکندر ثانی کو معمول اور تابعدار بنا کر کہیں قید کرچکا ہے اور خود سکندر ثانی کہلا رہا ہے۔

مختار شاہ کو اپنی آلۂ کار زلیخا کے ذریعے معلوم ہوا کہ فخرالدین ڈائری لکھنے کا عادی ہے اور اس نے ڈائری میں یہ لکھا ہے کہ پیرابن پیر سکندر ثانی کا تعلق انڈر گراؤنڈ ڈرگ مافیا سے ہے۔ وہ اپنے لیے خطرہ محسوس کررہا ہے لہٰذا یہ ڈائری بینک کے لاکر میں محفوظ رکھے گا تاکہ اس کی موت کے بعد اس کی بیٹی فہمی اور فرہاد کا بیٹا علی اسے پڑھ کر مختار شاہ کو اس کے برے انجام تک پہنچاسکیں۔

مختار شاہ نے بعد میں فخرالدین کو ہلاک کرادیا لیکن وہ ڈائری اس کے لیے مصیبت بن گئی۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس نے ہلاکت سے پہلے اسے لاکر میں رکھ دیا تھا یا وہ اس کے بیڈ روم میں کہیں رکھی ہوئی تھی؟

اس ڈائری کو حاصل کرنے کے لیے خاصا ہنگامہ رہا۔ علی اور

فہمی پر قاتلانہ حملے ہوتے رہے پھر بھی مختار شاہ ڈائری حاصل نہ کرسکا۔ فہمی اور علی کو معلوم ہوگیا کہ مختار شاہ' فخرالدین کا قاتل ہے اور اس کا تعلق انڈر گراؤنڈ مافیا سے ہے۔

اب مختار شاہ اور تین بزدلوں کو یہ اندیشہ تھا کہ فرہاد کا بیٹا میدان میں آیا ہے تو ان کی جڑوں تک پہنچ کر رہے گا لہٰذا ٹھوس پلاننگ پر عمل کرتے ہوئے پہلی فرصت میں فہمی اور علی کو موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے۔

مختار شاہ نے زلیخا کو معمولہ بنانے کے بعد اس سے بڑے کام لیے تھے پھر اس سے آخری بڑا کام یہ لیا کہ ڈنر کے وقت ان دونوں کے قتل کی پلاننگ کی کیونکہ وہ کھانے سے پہلے نادیدہ بنانے والی گولیاں منہ سے نکال دیا کرتے تھے۔

اس میں شبہ نہیں کہ بڑی ٹھوس پلاننگ کی گئی تھی۔ ناکامی کی گنجائش نہیں تھی پھر بھی ناکامی ہوئی۔ فہمی اور علی نے زلیخا کو بتایا کہ وہ کس طرح مختار شاہ کی آلۂ کار بنی ہوئی ہے۔ بہرحال مختار شاہ یہ بازی بھی ہار گیا۔ ان دونوں نے اسے زلیخا کے دماغ سے جانے پر مجبور کیا۔ وہ ان کی تسلی کے لیے چلا گیا۔

علی نے زلیخا کو ذہنی سکون پہنچانے کے لیے اسے ایک بیڈ روم میں سلا دیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ سے مختار شاہ کے عمل کے اثرات مٹانے لگا اور اس کے دماغ کو لاک کرنے لگا تاکہ آئندہ مختار شاہ اس کے اندر آکر اسے آلۂ کار نہ بنا سکے۔

تنویمی عمل کے دوران میں کوئی مداخلت نہیں ہوئی تھی۔ فہمی اور علی مطمئن ہوگئے تھے اور یہ بھی اعتماد تھا کہ مختار شاہ نے ان کے عمل کو ناکام بنانے کے لیے کوئی چال چلی ہوگی تو دوسرے دن اس چال کا توڑ کرسکیں گے۔

فہمی اور علی نے اس حد تک نہیں سوچا تھا کہ وہ دشمن' زلیخا کو جانی نقصان پہنچائے گا۔ اس بے چاری نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ وہ تو پہلی بار پیر ابن پیر سکندر ثانی سے تعویذ لینے گئی تھی۔ وہ اس پیر کی عقیدت مند تھی لیکن مختار شاہ نے اسے اپنی معمولہ اور آلۂ کار بنا لیا تھا۔ اس کنواری لڑکی کو ایک عمر رسیدہ شخص کی دلہن بنا دیا تھا۔ وہ اس کے بچے کی ماں بننے والی تھی تو اسے بیوہ بنا دیا۔

اس دنیا میں کئی لوگ کوئی جرم یا چھوٹی سی غلطی بھی نہیں کرتے پھر بھی سزا پاتے ہیں۔ اس بے چاری زلیخا کے ساتھ بھی یہی ہوا۔

جب وہ تنویمی نیند سو رہی تھی تو مختار شاہ نے علی کی آواز اور لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ اگر مختار شاہ بن کر مخاطب کرتا تو وہ سانس روک کر اسے بھگا دیتی۔ زلیخا' علی کی معمولہ کی حیثیت سے بیدار ہوگئی۔

مختار شاہ اسے بیڈ روم سے چلاتا ہوا کچن میں لے آیا۔ وہاں ایک تیز دھار کا چاقو رکھا ہوا تھا۔ وہ سحرزدہ تھی۔ علی کی آواز اور لہجے میں اسے جو کہا جا رہا تھا' وہ اس پر عمل کر رہی تھی۔ اس کے پاس ایک شیشے کا گلاس رکھا ہوا تھا۔ چاقو کو اٹھاتے وقت گلاس ہاتھ سے ٹکرا کر نیچے گرا۔ شیشہ ٹوٹنے کا چھناکا ہوا۔ اس کی خاموشی میں یہ آواز دوسرے کمرے تک گئی۔ وہاں فہمی اور علی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ وہ آواز سن کر چونک گئے۔ علی نے کہا ہو نے فہمی سے کہا۔ "لگتا ہے کہ دشمن نادیدہ ہوگئے۔ یہ اندیشہ ہوا کہ دشمن نادیدہ بن کر حملہ کرنے آیا ہے۔ وہ دونوں اس کمرے سے نکل کر لاؤنج کمرے میں آئے۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ اسے تلاش کرتے ہوئے کچن میں پہنچ گئے۔

لیکن وہاں پہنچنے میں دیر ہو چکی تھی۔ زلیخا نے مختار شاہ کے کہنے میں آکر اس چاقو کو اپنے سینے میں دل کی جگہ پیوست کرلیا تھا۔ فرش پر گر کر تڑپ رہی تھی۔ پھر ان دونوں کے قریب پہنچنے تک ہمیشہ کے لیے ساکت ہو چکی تھی۔

فہمی اور علی پر جیسے سکتہ طاری ہوگیا۔ وہ تھوڑی دیر تک اس کی لاش کے پاس سر جھکائے بیٹھے رہے پھر علی نے آمنہ فرہاد کو مخاطب کرکے کہا "انکل فخرالدین کے قاتل مختار شاہ نے آنٹی زلیخا کو بھی قتل کردیا ہے۔ لاش کچن میں پڑی ہے۔ ہمیں قاتل کو اس کے انجام تک پہنچانا ہے۔ اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم اسے پولیس کیس بنائیں اور قانونی کارروائیوں میں الجھتے رہیں۔"

آمنہ نے کہا "لاش تمہاری کوٹھی میں ہے۔ دشمن اس کے بارے میں پیچیدگیاں پیدا کرے گا۔"

"میں چاہتا ہوں' آپ اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے آنٹی کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کریں اور اسی کوٹھی کے پچھلے حصے میں راز داری سے انہیں سپردِ خاک کردیں۔"

"یہ کام ہو جائے گا۔ تم فہمی کو وہاں سے لے جاؤ۔"

علی نے فہمی سے کہا "یہاں سے چلو۔ تمہاری ممی کے کفن دفن کا انتظام راز داری سے ہونے والا ہے۔ ہم صبح یہاں واپس آئیں گے۔"

"میں اس شیطان کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ میں نے کہا تھا نا وہ آج رات کی صبح نہیں دیکھ سکے گا اور میں اسے صبح سے پہلے چھوڑنے پر مجبور کردوں گی۔"

ان دونوں نے فلائنگ کیپسول کے ذریعے وہاں سے پرواز کی پھر چند منٹوں میں لاہور سے تیس میل دور سکندر ثانی کی جائے پیدائش پہنچ گئے۔ آدھی رات ہو چکی تھی۔ سب ہی سو رہے ہوں گے یقین تھا کہ دشمن جاگ رہا ہے۔

وہ دونوں نادیدہ بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے پیر ابن پیر سکندر ثانی کی محل نما کوٹھی میں قدم رکھا۔ اس محل کے گوشے گوشے میں جا کر اسے تلاش کرنے لگے۔ وہ نادان نہیں تھا۔ یہ جانتا تھا کہ اب وہ دونوں اسے تلاش کرنے اور قتل کرنے ضرور آئیں گے اس لیے آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولی تھی' وہ اسی کوٹھی میں کہیں چھپا ہوا تھا۔

نادیدہ بن کر تلاش کرنے والوں کو وہ نظر آگیا۔ وہ دونوں ایک کمرے میں پہنچے۔ وہاں پیر سکندر ثانی زنجیروں سے بندھا ہوا دکھائی دیا۔

فہمی اور علی کے لیے یہ حیرانی کی بات تھی کہ وہ دشمن زنجیروں سے بندھا ہوا کیوں ہے؟ اس کے سامنے کھانے کی جھوٹی پلیٹیں رکھی ہوئی تھیں۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ اس پیر کو قیدی بنا کر کھلایا پلایا جاتا ہے اور اسی کمرے میں بند رکھا جاتا ہے۔

اس وقت وہ بڑبڑا رہا تھا "یا اللہ! میں کب تک اسیری کی زندگی گزارتا رہوں گا۔ پانچ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ میں کبھی کبھی ہوش میں رہتا ہوں اور کبھی ہوش و حواس میں۔ وہ مجھ پر تنویمی عمل کرکے مجھے غافل بنائے رکھتا ہے۔"

علی نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد بولا "کون ہے؟ میں نے کسی کی آواز سنی ہے؟"

"میں ایک نادیدہ شخص ہوں۔ تم مجھے دیکھ نہیں سکو گے' اپنے سوالوں کے جواب دو۔"

"تم نظر کیوں نہیں آتے؟ کیا تم میری مدد کرو گے؟"

"تم کیسی مدد چاہتے ہو؟"

"میرے ایک ہم شکل بھائی مختار شاہ نے پچھلے پانچ برس سے اپنے قیدی بنا رکھا ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام سکندر ثانی ہے لیکن وہ تنویمی عمل کے ذریعے مجھے مختار شاہ بنائے رکھتا ہے اور خود سکندر ثانی بن کر میرے باپ دادا کے علاقے میں غلط کام کر رہا ہے۔"

فہمی اور علی دونوں ہی اس کے دماغ میں پہنچے۔ معلوم ہوا کہ اس کا نام سکندر ثانی ہے۔ پہلے وہ قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی کا طالب علم تھا پھر اس یونیورسٹی کی انتظامیہ کا ایک رکن بن گیا۔ وہ ذہین' دین دار اور دل میں خوفِ خدا رکھنے والا شخص تھا' یہ اس کے چور خیالات بتا رہے تھے۔

فہمی اور علی کو پوری تفصیل سے معلوم ہو رہا تھا کہ دونوں ہم شکل بھائیوں میں ایک شیطان تھا' دوسرا فرشتہ اور وہ فرشتہ پچھلے پانچ برس سے لندن میں قیدی کی زندگی گزارتا آرہا ہے۔ سال میں ایک بار جب ان بھائیوں کے باپ کی برسی ہوتی ہے تو وہ سکندر ثانی کو یہاں لاتا ہے کیونکہ خاندان والوں اور دوسرے عقیدت مندوں کو یہ دکھانا مقصود ہوتا ہے کہ دوسرا بھائی جو والدین سے لڑ جھگڑ کر لندن چلا گیا تھا وہ ناراضگی بھول کر سال میں ایک بار اپنے باپ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے آتا ہے۔

اس بار بھی دوسرے دن برسی تھی۔ مختار شاہ معمول کے مطابق صبح سے پہلے اس کے دماغ میں آکر اس پر تنویمی عمل کرنے والا تھا۔ اس کے دماغ میں پھر سے یہ نقش کرنے والا تھا کہ وہ سکندر ثانی نہیں ہے بلکہ سرکش اور مغرور مختار شاہ ہے۔ وہ باپ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد لندن واپس چلا جائے گا۔

اس کے خیالات پڑھنے کے بعد فہمی نے کہا "وہ کمبخت ظلم کی انتہا کر رہا ہے۔ میرے ابو سے اسے خطرہ تھا اس لیے اس نے انہیں قتل کیا لیکن زلیخا ممی کے قتل کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس نے ایک بے گناہ کی جان لی ہے اور اب ایک فرشتہ صفت بھائی کو مسلسل قیدی بنائے رکھا ہے۔ پتا نہیں' وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟"

علی نے کہا "ایسا کرنے میں اس کے کچھ شیطانی مقاصد پنہاں ہوں گے لیکن کل وہ اپنی تمام شیطانیت کے ساتھ جہنم میں پہنچ جائے گا۔"

"وہ اپنے فرشتہ صفت بھائی کے دماغ میں تنویمی عمل کرنے آئے گا تو اس کے چور خیالات سے اسے معلوم ہوگا کہ ہم یہاں اس کے پاس آئے تھے اور آئندہ اس کے دماغ میں رہ کر اس کے تنویمی عمل کو ناکام بنائیں گے۔"

"ہاں۔ اسے ہمارے ارادوں کا علم ہو سکتا ہے لیکن ہم اس اصلی سکندر ثانی کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھیں گے پھر وہ چور خیالات کے ذریعے ہمارے بارے میں کچھ نہیں جان سکے گا۔"

وہ دونوں اس کے دماغ میں رہے۔ فراڈ پیر اور قاتل مختار شاہ کا انتظار کرتے رہے۔ رات کے دو بجے وہ اصلی سکندر ثانی کے دماغ میں آیا۔ اس سے بولا "کہو سکندر ثانی! کس حال میں ہو؟"

وہ بولا "خدا جس حال میں رکھے' میں خوش ہوں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ وہ شاید اپنے بھائی کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ فہمی اور علی نے سکندر ثانی کے چور خیالات میں اپنا ذکر آنے نہیں دیا۔ وہ بے چارہ پچھلے پانچ برس کی قید و بند کے بارے میں سوچتا رہا۔

پھر فراڈ بھائی نے کہا "تم پچھلے پانچ برس سے جانتے ہو کہ کل تمہیں کس طرح خاندان کے افراد سے ملنا ہے اور پھر بابا جانی کی قبر پر حاضری دینے کے بعد شام کی فلائٹ سے واپس جانا ہے۔"

"مجھے یہ باتیں یاد دلانے کی ضرورت کیا ہے؟ میں تمہارے تنویمی عمل کے زیرِ اثر رہ کر وہی کروں گا' جو تم چاہتے ہو۔"

اس کمرے کا دروازہ کھلا۔ مختار شاہ کا ایک خاص ملازم اندر

آیا۔ اس کے ہاتھ میں چابیاں تھیں۔ وہ ان چابیوں سے سکندر ثانی کے ہاتھوں اور پیروں کی زنجیریں کھول کر واپس چلا گیا۔

مختار شاہ نے خیال خوانی کے ذریعے حکم دیا "آرام سے سو جاؤ۔"

وہ جانتا تھا کہ پچھلے پانچ برسوں سے اس کے ساتھ کیا ہوتا آرہا ہے۔ وہ چاروں شانے چت ہو کر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کرلیں پھر دشمن بھائی کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے رفتہ رفتہ سو گیا۔

وہ اسے اپنا معمول بنا کر اس کے دماغ میں وہی پرانی باتیں نقش کرنے لگا کہ اس کا نام سکندر ثانی نہیں' مختار شاہ ہے۔ وہ باپ دادا کی پیری مریدی سے منحرف ہے۔ اپنے باپ کی قبر پر حاضری دینے آیا ہے پھر یہاں سے واپس چلا جائے گا اور زندگی رہی تو آئندہ سال آئے گا۔

پھر اس نے حکم دیا کہ وہ ایک گھنٹے تنویمی نیند سوئے گا پھر اٹھ کر غسل کرنے کے بعد بہترین لباس پہن کر اپنے بھائی سکندر ثانی (فراڈ) اور خاندان والوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھے گا' اس کے بعد بابا جانی کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھائے گا۔

وہ ایک گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سو گیا۔ فہمی اور علی اس کے دماغ سے نکل آئے۔ دوبارہ اس کے دماغ میں جانے کے لیے مختار شاہ کی آواز اور لہجہ اختیار کیا جاسکتا تھا۔ اصلی سکندر ثانی کے دماغ میں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ عامل اور معمول بھائیوں کے فرق کو پہچان سکتے تھے۔

اصل انتظار اس بات کا تھا کہ فراڈ مختار شاہ جسمانی طور پر نظر آئے۔ اب تک اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رہا تھا۔ جسمانی طور پر سامنے ہونے سے دشمن سے انتقام لیا جاسکتا تھا۔

فہمی اور علی دور سے دیکھتے رہے۔ وہ دونوں اپنے خاندان والوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ کر کوٹھی کے احاطے میں آئے پھر اپنے باپ کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانے کے لیے پہنچے۔

ایسے ہی وقت ایک جوان ایک گن لے کر فراڈ مختار شاہ کے سامنے آگیا۔ اسے نشانے پر رکھ کر بولا "تم جعلی پیر ہو۔ تم نے میری بہن کی عزت لوٹی ہے۔ تم جادو جانتے ہو۔ اس سے پہلے کہ جادو کرو' میں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ تڑاتڑ گولیاں چلا دیں۔ مختار شاہ گولیاں کھا کر لڑکھڑاتا ہوا زمین پر گرا پھر تڑپ تڑپ کر مرگیا۔ اس جوان نے گن کو ایک طرف پھینک کر کہا۔ "اب مجھے پکڑ لو' تھانے کچہری لے چلو۔ مجھے پھانسی پر چڑھا دو۔ میں ایک غیرت مند بھائی کی طرح جان دوں گا۔"

لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ فہمی اور علی کے لیے یہ واردات خلاف توقع تھی۔ وہ اپنے باپ کے قاتل کو ہلاک کرنا چاہتے تھے لیکن اس سے پہلے ایک غیرت مند بھائی نے اسے قتل کردیا۔

وہ مایوس ہو کر بولی "میری حسرت دل ہی میں رہ گئی۔"

علی نے کہا "پتا نہیں اس جعلی پیر نے کتنے گھر تباہ کیے ہیں۔ کسی نہ کسی کے ہاتھوں مرنے والا تھا اس لیے ایک غیرت مند جوان کے ہاتھوں مارا گیا۔"

پھر علی نے فرشتہ صفت سکندر ثانی کی زبان سے اس کے خاندان والوں کو مخاطب کیا "اس جوان نے ایک نیک کام کیا ہے۔ میں اسے سزا سے بچاؤں گا۔ آپ مجھے بدکار مختار شاہ سمجھ رہے ہیں۔ بدکار یہ تھا اور آج تک پارسا بن کر آپ سب کو دھوکا دیتا رہا۔ شاید آپ کو یقین نہ آئے۔ یہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ اس نے مجھ پر شیطانی عمل کرکے مجھے مختار شاہ بنا دیا اور خود سکندر ثانی بن کر یہاں عیش کرتا رہا۔"

خاندان والے ایک طویل عرصے سے اصلی سکندر ثانی کو مختار شاہ سمجھتے آرہے تھے۔ وہ اتنی جلدی حقیقت کو تسلیم نہ کرسکے۔ سکندر ثانی نے علی سے کہا "آپ میرا جائز حق مجھے دلوانا چاہتے ہیں۔ مجھے اصلی سکندر ثانی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ میں رفتہ رفتہ اپنے خاندان والوں اور تمام عقیدت مندوں کا اعتماد حاصل کرلوں گا۔"

"اور اگر اعتماد حاصل نہ کرسکے تو؟"

"اب سب کو اعتماد کرنا پڑے گا کیونکہ مسندِ پیری سنبھالنے کے لیے میں ہی ایک جانشین رہ گیا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں' میں حسنِ سلوک سے انہیں قائل کرلوں گا۔"

علی اور فہمی دماغی طور پر حاضر ہوگئے۔ یہ اطمینان تھا کہ شیطان مرگیا مگر اپنے ہاتھوں سے مارنے کی حسرت رہ گئی تھی۔

○☆○

کھوپڑی کے اندر دماغ اور دماغ کے اندر اندھیرا رہتا ہے۔ اس اندھیرے میں صرف سوچ کی لہریں سنائی دیتی ہیں۔

تینوں لارڈز نے اس سے پوچھا "ہماری پلاننگ کیسی رہی؟"

مختار شاہ کی سوچ نے کہا "زبردست۔ تم کھیلا گیا ہے۔ علی کو یہ اس کا باپ فراڈ بھی کبھی یہ جان نہیں سکے گا کہ اصلی سکندر ثانی مارا گیا ہے اور مختار شاہ آج بھی سکندر ثانی کے نام سے زندہ ہے۔"

تینوں لارڈز نے قہقہے لگائے پھر ایک نے کہا "فراڈ کے ذہانت کو زبردست ٹھوکر مارنے کی خوشی میں آج سے تمہیں کی اجازت دی جاتی ہے..... چیئرز' ہپ ہپ ہرے..."

○☆○

فہمی اور علی نے مختار شاہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے صرف چند قدم کے فاصلے پر قتل ہوتے دیکھا تھا لیکن وہ قتل ایک شیطانی چکر تھا۔ شیطان کے دھوکے میں بے چارہ ایک فرشتہ مارا گیا تھا۔

پیر ابن پیر مختار شاہ چونکہ شیطان تھا اس لیے اس کا قصہ بھی شیطان کی آنت کی طرح لمبا ہے۔ اس قصے کو تفصیل سے بیان کیے بغیر اس کی چال بازیاں سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ قصہ طولانی ہے مگر سبق آموز دلچسپیوں سے بھرپور ہے۔ سبق آموز اس لیے کہ شیطان کی ہر حرکت ہمیں سبق سکھاتی ہے مگر ہم سیکھ نہیں پاتے۔

فراڈ پیر نے اسی دن سے خطرے کو بھانپ لیا تھا جب اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ فرہاد کے بیٹے علی سے تعلق رکھنے والے فخرالدین سے ٹکرا گیا ہے۔ چونکہ فخرالدین ہمارے حوالے سے اس کے لیے ایک زبردست دشمن تھا اس لیے مختار شاہ نے اس معاملے کو انڈر گراؤنڈ کے تین بڑوں تک پہنچایا۔ وہ تین بڑے انڈر گراؤنڈ کے لارڈز کہلاتے تھے۔ لارڈ ون' لارڈ ٹو اور لارڈ تھری۔

جب تینوں لارڈز نے یہ سنا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فخرالدین کا تعلق میرے بیٹے علی سے ہے تو وہ تینوں بھی تشویش میں مبتلا ہوگئے۔ ان دنوں فخرالدین لاہور میں تنہا تھا۔ انہوں نے اس کے خلاف مختلف چالیں چلیں پھر اسے قتل کرادیا۔

یہ قتل ان کے گلے پڑ گیا کیونکہ اس قتل کی تفتیش فہمی اور علی نے شروع کی اور اصل قاتل مختار شاہ تک پہنچ گئے۔ ایسے وقت تینوں لارڈز نے مختار شاہ کو مشورہ دیا کہ وہ سکندر ثانی کو لندن سے لے آئے اور اسے چھپا کے قید رکھے تاکہ اپنے کسی بہت برے وقت میں اپنے اس ہم شکل بھائی کو استعمال کرسکے۔

اس سے زیادہ برا وقت اور کیا ہوتا کہ فہمی اور علی کو زلیخا کے ذریعے قتل کرانے کی آخری کوشش کی گئی۔ اس آخری ناکام کوشش سے یہ یقین ہوگیا کہ وہ دونوں اب ناقابلِ دید بن کر مختار شاہ کی حویلی میں آئیں گے پھر اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

یہیں سے شیطانی چکر شروع ہوا۔ وہ جو شیطان مختار شاہ تھا اس نے فرشتہ سکندر ثانی بن کر خود کو زنجیروں میں جکڑ لیا اور جو فرشتہ سکندر ثانی تھا اسے سحر زدہ کرکے آزاد چھوڑ دیا۔ فہمی اور علی نے اس زنجیریں پہن کر قیدی بننے والے مختار شاہ کے چور خیالات پڑھے۔ اسی وقت تینوں لارڈز نے مختار شاہ کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا تھا اس لیے یہ بھید نہ کھل سکا کہ وہ فراڈ پیر مختار شاہ کے خیالات پڑھ رہے ہیں۔

دوسرے دن مختار شاہ اور سکندر ثانی کے والد کی برسی تھی۔ برسی میں شریک ہونے کے لیے قیدی مختار شاہ کی زنجیریں کھول دی گئیں۔ اس نے اپنے بھائی سکندر ثانی کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی پھر وہ دونوں باپ کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانے آئے۔ ایسے ہی وقت اچانک ایک نوجوان ایک گن لے کر ان کے سامنے آگیا۔ اس نے سکندر ثانی سے کہا "تم جعلی پیر ہو۔ تم نے میری بہن کی عزت لوٹی ہے۔ تم جادو جانتے ہو۔ اس سے پہلے کہ جادو کرو' میں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

پھر اس سے قبل کہ کوئی اسے پکڑتا' اس نے تڑاتڑ گولیاں چلا دیں۔ سکندر ثانی اسی جگہ گر کر تڑپ تڑپ کر مرگیا۔ وہاں جتنے بھی عزیز و اقارب تھے انہوں نے یہی سمجھا کہ جو فرشتہ صفت سکندر ثانی ہے وہ مارا گیا ہے اور انہوں نے درست سمجھا۔ فہمی اور علی نے غلط سمجھا کیونکہ انہوں نے اس فراڈ مختار شاہ کے چور خیالات پڑھے تھے اور لارڈز کی مکاریوں کے باعث یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ فرشتہ صفت سکندر ثانی زندہ ہے اور جس مختار شاہ نے اس فرشتے کو زنجیریں پہنا کر قید کیا تھا وہ ایک نوجوان کی گولیوں سے حرام موت مرچکا ہے۔

وہ تینوں لارڈز چاہتے تھے کہ بھید کھلنے سے پہلے اصلی سکندر ثانی مارا جائے۔ اگر فہمی اور علی اسے ہلاک کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچیں گے تو انہیں یہ معلوم ہوجائے گا کہ وہی فرشتہ سکندر ثانی ہے جسے تنویمی عمل کے ذریعے مختار شاہ بنایا گیا ہے۔

انہوں نے ایسا کچھ ہونے سے پہلے ایک نوجوان کے ہاتھوں اسے قتل کرادیا۔ وہ نوجوان دراصل فراڈ مختار شاہ کا معمول اور تابع دار تھا۔ جب وہ قبر پر پھول چڑھانے گئے تھے تو تینوں لارڈز نے اس جوان کو پوری طرح اپنے کنٹرول میں رکھا تھا۔ گولیاں چلانے کے بعد بھی اس جوان کے دل و دماغ میں یہی بات تھی کہ اس نے ایک فراڈ پیر کو قتل کیا ہے کیونکہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں یہی باتیں نقش کرائی گئی تھیں۔ فہمی اور علی آئندہ جب بھی اس کے دماغ میں جاتے تو انہیں یہی معلوم ہوتا کہ اس جوان نے اپنے طور پر جائز انتقام لیا ہے۔

یہ ایسا چکر تھا کہ حویلی کے تمام افراد اور سکندر ثانی کے خاندان کے تمام لوگ چکر میں پڑ گئے تھے۔ انہوں نے برسوں سے جسے ایک پیر کی حیثیت سے زندگی گزارتے دیکھا تھا اس فرشتے کو ان کے سامنے گولی ماردی گئی تھی۔ وہ اندر کی بات نہیں جانتے تھے کہ کس طرح دو ہم شکل بھائی تبدیل ہوگئے تھے۔ ایک کی جگہ دوسرے نے لے لی تھی۔ شیطان کو موت آنی تھی مگر اس کی جگہ فرشتے کو موت آگئی تھی۔

حویلی میں اس فرشتے کا سوگ منایا جارہا تھا۔ فہمی اور علی کو مختار شاہ سے ہمدردی تھی۔ علی نے اس سے کہا "تمہارے تمام عزیز و اقارب تمہیں فراڈ مختار شاہ سمجھ رہے ہیں۔ تمہارے لیے یہ ثابت کرنا دشوار ہوگا کہ تم اصلی سکندر ثانی ہو۔"

"ہاں! وہ شیطان آدمی مارا گیا۔ افسوس تو یہی ہے کہ یہ رشتے دار مجھے اپنے بزرگوں کی نافرمان اولاد سمجھ رہے ہیں لیکن میں اپنے نیک اعمال سے رفتہ رفتہ انہیں اپنی طرف مائل کرلوں گا۔"

فہمی نے کہا "پتا نہیں' انہیں قائل کرنے اور اپنی طرف مائل کرنے میں کتنا عرصہ لگ جائے گا۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے

انہیں تمہاری طرف مائل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

دوسرے دن وہاں کے بزرگوں نے ایک چھوٹا سا اجلاس کیا اور یہ مسئلہ اٹھایا کہ دستارِ پیری کس کے سر پر رکھی جائے گی۔

ایک بزرگ نے کہا "ہمیشہ سے اس خاندان کے فرد پیرابنِ پیر رہے ہیں۔ ابھی ان کی اولاد میں سے ایک مختار شاہ زندہ ہے۔ یہ دستار اس کے سر پر رکھی جائے گی۔"

دوسرے بزرگ نے اعتراض کیا "پہلے وہ خود کو پیر بننے کا اہل ثابت کرے۔ جس اولاد سے اس کے والدین ناراض رہے اسے ہم اپنے سر پر کیسے بٹھا سکتے ہیں۔"

علی نے ایک بزرگ کے ذریعے کہا "اچھے خاندان کے بچے وقتی طور پر گمراہ ہوتے ہیں پھر راہِ راست پر آجاتے ہیں۔ تم مختار شاہ کو جس طرح آزمانا چاہو' آزما کر دیکھ لو۔ یہ اب پیرابنِ پیر ہی ثابت ہوگا۔"

ایک نے کہا "مرحوم سکندر ثانی ہمارے دل کی باتیں ہمیں بتا دیا کرتے تھے۔ کیا یہ مختار شاہ بتا سکتا ہے؟"

علی نے مختار شاہ کے اندر آکر اس کے ذریعے کہا "ہمارے والد' دادا اور پردادا دلوں کے بھید نہیں بتاتے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ مرحوم سکندر ثانی کس لیے ایسا کرتے تھے لیکن میں آپ تمام حضرات کے اطمینان کے لیے صرف آج آپ کے دلوں کی باتیں بتاؤں گا۔ آپ وعدہ کریں کہ آج کے بعد پھر ایسی فرمائش نہیں کریں گے۔"

ایک بزرگ نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا "یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ جب رازوں کو سمجھنے کے علوم دیتا ہے تو وہ علوم جاننے والے انہیں اپنے اندر ہمیشہ چھپا کر رکھتے ہیں' ظاہر نہیں کرتے۔"

جن بزرگ نے اعتراض کیا تھا' مختار شاہ نے ان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا "آپ سوچ رہے ہیں' میں اللہ تعالیٰ کا اور اپنے والدین کا نافرمان بندہ ہوں۔ مجھے ایسے غیر معمولی علوم حاصل نہیں ہو سکیں گے۔"

بزرگ نے کہا "یہ درست ہے۔ میں یہی سوچ رہا ہوں لیکن یہ بات موٹی عقل سے بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ میں نے آپ کی مخالفت کی اس لیے آپ کے بارے میں میرے یہی خیالات ہوں گے۔ آپ میرے اندر کی ایسی بات بتائیں جو کوئی دوسرا نہ بتا سکتا ہو۔"

"بتاؤں گا تو آپ کہیں گے' بھری محفل میں بھید کھول رہا ہوں۔"

"آپ میرے کان میں بتا دیں۔"

"کان میں بتاؤں گا تو دوسروں کو اپنے غیر معمولی علم کا کیسے یقین دلاؤں گا۔"

"آپ درست بتائیں گے تو میں اپنی زبان سے سب کے سامنے اعتراف کروں گا۔"

"نہیں۔ میرے علم کو چیلنج کیا گیا ہے' بھری محفل میں یہ کہا گیا ہے کہ میرے باپ' دادا کا علم مجھے وراثت میں نہیں مل سکتا اس لیے میں سب کے سامنے آپ کے دل کی یہ بات بتاتا ہوں کہ آپ بڑھاپے میں بھی جوان رہنا چاہتے ہیں۔"

وہ بزرگ ایک دم سے اچھل کر کھڑے ہو گئے "تمہیں ایک بزرگ کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ تم مجھے ذلیل کرنے کے لیے ایسی بات کر رہے ہو۔"

"میں ثابت کر سکتا ہوں۔ اس وقت بھی آپ کی جیب میں بوڑھوں کو جوان بنانے والے معجون کی ایک شیشی موجود ہے۔"

بزرگ نے فوراً ہی اپنی جیب پر ہاتھ رکھ لیا اور چیخ کر بولے "یہ جھوٹ کہتا ہے۔"

"میں آپ تمام بزرگوں سے عرض کرتا ہوں۔ جنہیں میری بات کا یقین نہ آئے وہ ان کی جیب سے شیشی نکال کر دیکھ لیں۔"

وہ بزرگ فوراً ہی پلٹ کر دروازے کی طرف گئے پھر کہا "یہ شرفا کی محفل نہیں ہے۔ یہاں بزرگوں پر کیچڑ اچھالی جاتی ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔"

وہ جانا چاہتے تھے یا دوسرے لفظوں میں بھاگنا چاہتے تھے مگر ان کا راستہ روک لیا گیا۔ ایک نے کہا "جب آپ نے ایک پیر ابن پیر کو آزمائش میں مبتلا کیا ہے تو اس آزمائش کا نتیجہ ہمیں معلوم ہونا چاہیے۔"

دوسرے نے جھپٹ کر ان کی جیب سے شیشی نکال لی۔ اس پر لکھا تھا "معجونِ شباب آفریں۔"

سب نے اسے دیکھا اور بڑے میاں پر لاحول پڑھی۔ وہ جھنجلا کر چلے گئے۔ مختار شاہ نے کہا "میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ صرف آج اس محفل میں دلوں کی باتیں بتاؤں گا۔ آج کے بعد کوئی مجھے آزمائش میں نہ ڈالے لہٰذا جب تک میں یہاں بیٹھا ہوا ہوں' آپ حضرات فرداً فرداً اپنے دل کی باتیں مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔"

ایسا کون چاہتا ہے کہ اس کے دل کا بھید بھری محفل میں کھل جائے۔ سب چپ رہے۔ ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ ان میں سے کئی حضرات کچھ پوچھنا چاہتے تھے مگر شرط یہی تھی کہ اندر کی بات بھری محفل میں بتائی جائے گی۔ ایک بزرگ نے کہا "میری کچھ گھریلو پریشانیاں ہیں۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ پریشانیاں دور ہو جائیں اگر دور نہ ہو سکیں تو کم ہو جائیں۔"

مختار شاہ نے ذرا دیر کے لیے آنکھیں بند کیں۔ اتنی دیر میں علی نے اس شخص کے خیالات پڑھے پھر مختار شاہ کی زبان سے کہا "وہ نوجوان جس نے تمہاری غریبی کا مذاق اڑایا ہے اور جس نے تمہاری بیٹی کو اپنی شریکِ حیات بنانے سے انکار کیا ہے وہ آج کسی وقت آئے گا اور تم سے معافی مانگے گا اور تمہاری بیٹی کا رشتہ بھی آج کے بعد تمہاری ساری پریشانیاں دور ہو جائیں گی لیکن بہتر ہے کہ ابھی تم جا کر اس سے ملاقات کر لو۔"

پھر علی نے فہمی سے کہا "تم اس شخص کے دماغ میں رہو

جب وہ اس جوان سے ملاقات کرے تو اس جوان کی آواز اور لہجہ سن کر اس کے دماغ کو اپنے قابو میں کر لو اس کے بعد تم جانتی ہو تمہیں کیا کرنا ہے۔"

فہمی اس شخص کے دماغ میں چلی گئی پھر اس محفل میں کسی اور نے اپنے دل کی بات نہیں پوچھی۔ محفل برخاست ہو گئی۔ صرف دو گھنٹے بعد ہی یہ خبر پھیل گئی کہ پیرابن پیر مختار شاہ کی پیش گوئی درست ہوئی ہے۔ اس جوان نے معافی مانگ لی ہے۔ اس کی بیٹی کا رشتہ بھی مانگا ہے۔ اس جوان کے باپ سے زمین کا جو تنازع چل رہا تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔ اس شخص کی تمام پریشانیاں بھی دور ہو چکی ہیں۔

یہ ایسے شواہد تھے جن کے بعد خاندان کے تمام بزرگوں کو اور اس علاقے کے تمام لوگوں کو یقین ہو گیا کہ مختار شاہ کو پیری وراثت میں مل چکی ہے۔ سب نے اسے پیرابنِ پیر تسلیم کر لیا۔

شیطانی چکر نے کیا گل کھلائے تھے۔ جو سیاہ تھا وہ سیاہ ہی رہا اور سب اسے سفید سمجھنے لگے۔ مختار شاہ اور تینوں لارڈز کے لیے یہ بات باعثِ اطمینان تھی کہ فہمی اور علی کو دھوکا دینے میں پوری طرح کامیاب رہے ہیں۔

فہمی کو یہ حسرت رہ گئی تھی کہ اس نے اپنے باپ کے قاتل کو اپنے ہاتھوں سے جہنم میں نہیں پہنچایا۔ ویسے وہ ایسے حالات میں مارا گیا تھا کہ فہمی کو صبر کرنا پڑا۔ چلو اس کے ہاتھوں نہ سہی' دشمن اپنے برے انجام کو پہنچ گیا۔

دیکھا جائے تو مختار شاہ اور تینوں لارڈز کو یہ بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ فہمی اور علی آئندہ کبھی مختار شاہ کو نہ دشمن سمجھنے والے تھے اور نہ کبھی اس کے راستے کی دیوار بننے والے تھے۔ مختار شاہ نے اپنے لارڈز سے پوچھا "اب تو خطرہ ٹل گیا ہے۔ وہ دونوں حویلی سے جانے کے بعد واپس تو نہیں آئیں گے؟"

ایک لارڈ نے کہا "انہیں واپس نہیں آنا چاہیے لیکن وہ تمہیں اصلی سکندر ثانی سمجھ کر تمہارے ہمدرد بن گئے ہیں۔ اسی ہمدردی کی بنا پر انہوں نے تمہارے تمام خاندان والوں کو اور علاقے کے لوگوں کو تمہاری طرف مائل کیا ہے۔ وہ سب تم پر اعتماد کر رہے ہیں لیکن فہمی اور علی کی یہ ہمدردی تمہیں مہنگی پڑے گی۔"

مختار شاہ نے پوچھا "ان کی ہمدردی مجھے کیسے مہنگی پڑے گی؟"

"انہیں ہمدردی کا جذبہ پھر تمہاری طرف کھینچ سکتا ہے۔ وہ تمہاری خیریت معلوم کرنے اور تمہارے کسی کام آنے کے لیے پھر اچانک کسی دن کسی وقت آسکتے ہیں۔"

دوسرے لارڈ نے کہا "وہ اچانک آئیں گے تو پتا نہیں تم کن حالات میں پائے جاؤ گے؟ شراب پی رہے ہو گے' کسی کے ساتھ سٹہ کالا کر رہے ہو گے یا ہمارے انڈر گراؤنڈ معاملات میں ملوث پائے جاؤ گے۔ بہرحال ہمارا بھید کھلے گا۔"

تیسرے لارڈ نے کہا "ہمیں یہ پہلو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے کہ وہ دونوں ہمدردی کے جذبے سے تمہارے پاس کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔"

مختار شاہ نے کہا "یہ تو مصیبت ہو گئی۔ واقعی ان کی ہمدردی مہنگی پڑے گی۔ یہ جو ہم نے اتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہے' کیا یہ خاک میں مل جائے گی؟"

"فکر نہ کرو۔ ہم ان سے تمہیں محفوظ رکھیں گے۔ ہم نے کامیابی کی خوشی میں تمہیں شراب پینے کی اجازت دی تھی۔ اب نہیں پیو گے۔ ہم پھر تم پر تنویمی عمل کریں گے اور تمہارے ذہن میں یہ نقش کر دیں گے کہ تم شباب اور شراب کی طرف کبھی مائل نہیں ہو گے۔"

"آپ نے دیکھا ہے' جب سے زیبا میری زندگی میں آئی ہے' میں نے عیاشی ختم کر دی ہے۔ آئندہ بھی میں اسی پر اکتفا کروں گا۔"

"گھاس کھا گئے ہو۔ اب وہ تمہاری بیوی نہیں رہی۔ تم مر چکے ہو۔ وہ اب بیوہ ہے۔ اب تم اس کے دیور ہو اور وہ تمہاری بیوہ بھابی ہے۔"

"یہ تو ہے۔ جب سے زیبا نے خود کو بیوہ سمجھ لیا ہے تب سے الجھن میں ہوں کہ کیا کروں؟ کیسے اس کے قریب جاؤں؟ کیا اسے بتا دوں کہ میں زندہ ہوں؟"

"عورت کو راز دار بنانے کی حماقت نہ کرنا ورنہ ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔ اوّل تو وہ یقین نہیں کرے گی اور کرے گی تو کیا یہ خوشی چھپا سکے گی کہ وہ بیوہ نہیں سہاگن ہے؟"

"میں اسے راز دار بنانے کی حماقت نہیں کروں گا لیکن وہ عدت کے دن پورے کر لے گی تو میں اس سے شادی کر سکوں گا۔ ہم دستور کے مطابق بیوہ بھابی سے شادی کر سکتے ہیں۔"

"تم اپنے دستور کے مطابق جو کرو گے' اس پر ہم اعتراض نہیں کریں گے۔"

دوسرے نے کہا "لیکن تم پر دوبارہ تنویمی عمل کرنا لازمی ہے۔ تمہارے دماغ میں جتنے منفی خیالات ہیں' ہم انہیں مٹا دیں گے۔"

انہوں نے یہی کیا۔ مختار شاہ کو تنویمی عمل کے مضبوط قلعے میں قید کر دیا۔ اس کے ذہن سے منفی خیالات نکال دیے۔ اسے باہر سے اور اندر سے نیک اور پارسا بنا دیا۔ اب اس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں رہا تھا۔

لیکن اب دوسری طرف سے اندیشہ تھا۔ فہمی اور علی ان کے سروں پر اب بھی ننگی تلواروں کی طرح لٹک رہے تھے۔ یہ پہلو بھی پیشِ نظر تھا کہ وہ دونوں ہمدردی سے مختار شاہ کے پاس آئیں گے اگر اس وقت مختار شاہ ان کے کسی کارندے سے باتیں کر رہا ہوا تو وہ اس کے ذریعے ان کی ساری چال بازیاں سمجھ لیں گے۔

انہوں نے مختار شاہ کو حکم دیا کہ وہ ایک ہفتے تک کسی بھی انڈر گراؤنڈ سرگرمی میں حصہ نہ لے۔ صرف اپنی حویلی اور اپنے علاقے

تک محدود رہے۔ اس دوران میں ہر حال میں ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتارا جائے گا۔

ان تینوں لارڈز کے پاس وہ غیر معمولی گولیاں تھیں' جن کے ذریعے وہ نادیدہ بن سکتے تھے۔ وہ نادیدہ بن کر اپنے بہت سے پیچیدہ معاملات کو آسانی سے سلجھا لیا کرتے تھے۔ اب فہمی اور علی کو ختم کرنے کے لیے انہیں نادیدہ بن کر ہی ان کے قریب جانا تھا اور یہ بات وہ جانتے تھے کہ فرہاد اور اس کی فیملی کے روبرو دشمنی سے جانے والے زندہ واپس نہیں آتے ہیں اور ان کی موت دوسروں کے لیے عبرت ناک بنتی رہی ہے۔

لارڈون نے اپنے ساتھی لارڈز سے کہا "کیا فرہاد کی فیملی نے قیامت تک کامیابیاں حاصل کرنے کا ٹھیکا لے رکھا ہے؟ کیا ہم علی کے مقابلے پر جائیں گے تو مردہ واپس آئیں گے؟"

لارڈ ٹو نے کہا "پہلے کی بات اور ہے۔ پہلے ایسی نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں تھیں۔ اب تو ہم محفوظ رہ کر فہمی اور علی کو گولی مار سکتے ہیں۔"

"وہ بھی نادیدہ رہیں گے' تب کیا ہوگا؟"

لارڈ تھری نے کہا "کوئی ہمیشہ نادیدہ بن کر نہیں رہ سکتا۔ کھاتے پیتے اور لباس پہنتے وقت یا ٹائلٹ جاتے وقت ٹھوس جسم میں ظاہر ہونا لازمی ہوتا ہے۔"

"ہاں۔ مختار شاہ نے بھی یہی سوچا تھا۔ اپنی معمولہ زلیخا کو حکم دیا تھا کہ فہمی اور علی کھانے سے پہلے جیسے ہی اپنے منہ سے گولیاں نکال کر باہر رکھیں' وہ انہیں گولی مار دے۔ اتنی زبردست پلاننگ کے باوجود مختار شاہ انہیں ہلاک کرنے میں ناکام رہا تھا۔"

"دراصل انہوں نے بابا صاحب کے ادارے میں عجیب وغریب ٹریننگ حاصل کی ہے۔ ان کے ذہنوں کو اتنا تیز بنا دیا گیا ہے کہ وہ دیکھتے ایک طرف ہیں لیکن ان کے ذہن چاروں طرف پوری بیداری سے مستعد رہتے ہیں۔ وہ کسی چھوٹے سے چھوٹے پہلو کو بھی نظرانداز نہیں کرتے ہیں۔"

"ہم بھی اپنی بھرپور ذہانت سے ہر بڑے چھوٹے پہلو پر نظر رکھیں گے۔ کبھی ان کے روبرو نہیں جائیں گے۔ نادیدہ بن کر ان کے آس پاس رہیں گے۔ جب پوری طرح یقین ہو جائے گا کہ ہمارا حملہ کسی طور بھی ناکام نہیں ہوگا' تب ہم چند ساعتوں کے لیے نمودار ہو کر انہیں گولی مار دیں گے۔"

وہ تینوں تھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچتے رہے۔ اب سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس بلے کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا؟ کون علی کو قتل کرنے جائے گا؟ انڈر گراؤنڈ دنیا کی مصروفیات بہت زیادہ تھیں۔ وہ تینوں بیک وقت ان تمام مصروفیات کو ملتوی نہیں کر سکتے تھے۔ ایک وقت میں کوئی ایک ہی علی اور فہمی پر حملے کرنے جا سکتا ہے۔

ایک نے لارڈون سے کہا "ہم یہاں کے معاملات سنبھالیں گے۔ تم انہیں قتل کرنے جاؤ۔"

لارڈون نے کہا "مجھے ہی کیوں کہہ رہے ہو۔ تمہری کو بھی کر سکتے ہو اور تم خود جا سکتے ہو۔ ہم تینوں کسی زمانے میں پیشہ ور قاتل رہ چکے ہیں پھر میں ہی کیوں؟"

لارڈ ٹو نے کہا "ہم تینوں میں سے کسی ایک ہی کو جانا ہے۔ علی نے تمہیں جانے کو کہا ہے۔ جانے کا حکم نہیں دیا ہے۔ تم برا نہ مانو۔ مجھے کہو گے' میں چلا جاؤں گا۔"

لارڈ تھری نے کہا "بہتر ہے۔ تم ہی چلے جاؤ۔"

اس نے لارڈ تھری سے کہا "میں نے خود کو پیش کیا۔ تمہارا فرض ہے' تم بھی خود کو پیش کرو۔"

تھری نے کہا "چلو میں بھی خود کو پیش کر رہا ہوں۔ میں جاؤں گا۔"

"اس طرح ہم تینوں جانے کے لیے تیار ہیں مگر جانا ایک کو ہے۔ لہٰذا پرچی نکالی جائے۔ جس کے نام کی پرچی نکلے گی وہ اس مشن پر جائے گا۔"

انہوں نے قرعہ اندازی کی۔ لارڈ تھری کے نام پرچی نکلی۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ وہ بولا "مجھے اعتراض نہیں ہے۔ پرچی میرے نام کی نکلی ہے۔ میں جاؤں گا لیکن میں ان دونوں کو قتل کرنے کے لیے جو بھی طریقہ کار اختیار کروں' اس پر تم دونوں اعتراض نہ کرنا۔"

لارڈون نے کہا "ہم ہر کام ایک دوسرے کے مشورے سے کرتے ہیں تاکہ ہم میں سے کسی کی پلاننگ میں کوئی خامی رہ جائے' وہ باہمی مشوروں سے دور ہو جائے۔ پلیز! اپنا طریقہ کار بتاؤ؟"

تھری نے کہا "میں اپنے معمول اور تابعدار کے دماغ میں یہ کرا سے اپنا آلہ کار بنا کر انہیں قتل کروں گا۔ اس طرح مجھے ان کے روبرو نہیں جانا پڑے گا۔"

"وہ تمہارے آلہ کار کو دیکھتے ہی اسے چیونٹی کی طرح مسل دیں گے۔"

"میں اسے نادیدہ بناؤں گا۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ ہم تینوں نے یہ عہد کیا تھا کہ اپنی نادیدہ بنانے والی صلاحیتیں کسی پر ظاہر نہیں کریں گے۔ تم ایک معمولی آلہ کار کو گولی لگنے دو گے تو وہ ہمارے اس راز سے واقف ہو جائے گا۔"

"پہلے میری پوری بات سنو۔ میں اسے چھوٹی سے چھوٹی گولی دوں گا۔ وہ چوبیس گھنٹے سے زیادہ نادیدہ نہیں رہ سکے گا۔ جب وہ ان دونوں کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو جائے گا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔ اس طرح ہمارے راز کو جاننے والا آلہ کار بھی ختم ہو جائے گا۔"

وہ دونوں لارڈز مطمئن ہو گئے۔ لارڈ تھری نے اس مشن کی تیاری شروع کر دی۔ اس مشن کا نام تھا۔

"MISSION TO KILL OR BE KILLED"

(مار دیا مر جاؤ)

○☆○

پارس نے پہلے ہی بلی ڈونا سے کہہ دیا تھا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے کہیں جا رہا ہے۔ اگر یہ بتا دیتا کہ کہاں جا رہا ہے تو اتنا تجسس نہ رہتا۔ اس نے یہ بھی بتانے سے گریز کیا کہ کیوں جا رہا ہے؟ اس نے سوچا ابھی وہ کچھ وقت ساتھ گزارے گا تو وہ اپنی باتوں سے اور اداؤں سے بہلا کر اس کے اندر کی چھپی ہوئی باتیں اگلوا لے گی۔

لیکن غم اور خوشی کے آنے کا وقت ہوتا ہے اور نہ جانے کا۔ اسی طرح پارس کا بھی کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔ اس سے پہلے کہ بلی ڈونا اسے اداؤں کے جال میں الجھاتی وہ باتیں کرتے کرتے اچانک نادیدہ ہو گیا تھا۔ وہ آوازیں دیتی رہ گئی لیکن پھر اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

پارس کی اس حرکت نے اسے اور زیادہ تجسس اور بے چینی میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ اپنے ذرائع سے معلوم کرنے لگی کہ وہ کہاں گیا ہے اور اچانک کیوں گیا ہے؟ وہ تو چلا گیا تھا' جب گزر جاتا تھا تو پھر یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ دوبارہ کب نظر آئے گا؟

دشمن میرا اور میری فیملی کے افراد کا پتا معلوم کرنا چاہتے تو سب سے پہلے بابا صاحب کے ادارے سے رجوع کرتے تھے۔ انہیں ہمارے بارے میں وہاں سے صحیح رپورٹ مل جاتی تھی۔ بلی ڈونا نے بھی اس ادارے کے انچارج کو مخاطب کیا "میں پارس سے ملنا چاہتی ہوں' اس سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"تم کون ہو؟ پارس سے کیوں ملنا چاہتی ہو؟ اس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"اوہ گاڈ! کیا اتنے سارے سوالوں کے جواب دینے ہوں گے۔ کیا اتنا کہنا کافی نہیں ہے کہ میرا نام بلی ڈونا ہے۔"

"تمہارا نام کافی ہے۔ ہم سمجھ گئے تم جکارتہ میں ہو۔ پارس اچانک چلا گیا ہے اور تم اسے تلاش کر رہی ہو۔"

"عجب ہے' اس ادارے میں میرے متعلق اتنی ساری معلومات موجود ہیں۔ کیا مجھ پر خاص نظر رکھی جاتی ہے؟"

"فرہاد یا اس کے کسی بھی فیملی ممبر سے تعلق رکھنے والوں پر ہمیشہ خاص نظر رکھی جاتی ہے اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ تمہاری بھی دن رات کی مصروفیات کا ریکارڈ یہاں موجود ہے۔"

وہ انجان بن کر بولی "بھلا میری مصروفیات کیا ہیں؟ میں تو سادگی سے زندگی گزار رہی ہوں۔"

"تمہاری سادگی پر قربان جانا چاہیے۔ ہزاروں سال پرانا خزانہ حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہو۔ کیا اس خزانے سے سادگی اختیار کرو گی؟"

"آپ کو ایسی گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ صرف ضروری سوالوں کے جواب دینے چاہئیں۔ آپ صرف ڈیوٹی کے مطابق بولا کریں۔"

"میری ڈیوٹی یہی ہے۔ جو مجھ سے معلومات حاصل کرے اسے تفصیلی معلومات فراہم کروں۔ یہ بھی تمہارے لیے معلومات ہے کہ ہم تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں۔"

"پلیز! اتنا بتا دیں کہ پارس کہاں ہے؟"

"پارس تل ابیب میں ہے مگر تم وہاں نہیں جا سکو گی۔"

"مجھے کون روکے گا؟"

"حالات روکیں گے۔"

"میں حالات سے نمٹنا جانتی ہوں۔"

"تو پھر مینٹ کرد کھاؤ۔ صالحہ جکارتہ پہنچ رہی ہے۔"

وہ چونک کر بولی "کون صالحہ؟"

"وہی سلطان صالح کی بیٹی جس کی جگہ تم صالحہ بن کر اس محل میں عیش کر رہی ہو۔ جس صالحہ کو تم نے قید کیا تھا وہ اب تک بابا صاحب کے ادارے میں تھی اور آج شام کی فلائٹ سے جکارتہ پہنچ رہی ہے۔"

تھوڑی دیر کے لیے بلی ڈونا بولنا ہی بھول گئی۔ ادارے کے انچارج نے کہا "کیا ہوا؟ تم تو حالات سے نمٹنے کا دعویٰ کرتی ہو۔ اب جب کہ صالحہ جکارتہ پہنچ رہی ہے تو کیا تم پارس کے پاس تل ابیب جا سکو گی؟"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ بے چینی سے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ اس نے ابتدا میں سلطان صالح کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ اس کی اکلوتی بیٹی صالحہ ہے اور جو اصل بیٹی تھی اسے باپ کے دماغ سے بھلا دیا تھا۔ شاہی خاندان کے باقی افراد نے صالحہ کو پچھلے دس برس سے نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ امریکا میں تعلیم حاصل کر رہی تھی۔

بلی ڈونا چاہتی تھی کہ صالحہ کبھی واپس نہ آئے اس لیے اس نے صالحہ کو بھی ٹریپ کیا۔ اسے اپنی معمولہ بنا کر ایک مکان میں قید کر دیا۔ اس کی دیکھ بھال کے لیے ایک عمر رسیدہ میاں بیوی کو وہاں رکھا لیکن اتنی احتیاط بے سود رہی۔ ایک دن بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں آئے اور اسے مکھن میں سے بال کی طرح وہاں سے نکال کر لے گئے۔

یہ بات بلی ڈونا کو معلوم ہو گئی تھی لیکن وہ یہ معلوم نہ کر سکی کہ صالحہ کہاں چلی گئی ہے؟ صالحہ کو اس کے تنویمی عمل کے سحر سے آزاد کر دیا گیا تھا۔ وہ اسے تلاش نہ کر سکی۔ اسے صبر کرنا پڑا مگر اب اسے پتا چلا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ تھی اور آج شام کی فلائٹ سے جکارتہ پہنچ رہی تھی۔

بلی ڈونا کے لیے وہ آنے والی بہت بڑا خطرہ تھی۔ اس کی آمد کے بعد بہت سے بھید کھل سکتے تھے۔ ایسے میں وہ پارس کے پاس جاتی تو جکارتہ کے شاہی محل میں صالحہ اپنے قدم جما لیتی۔ شاہی

خاندان کے تمام افراد کو اپنی طرف مائل کرلیتی۔ بلی ڈونا کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ شاہی خاندان کے تمام افراد پر تنویمی عمل کرتی اور ان سب کو اپنا اسیر بنالیتی۔

اب اس کا تخفظ اسی میں تھا کہ وہ صالحہ کو شاہی محل میں قدم نہ رکھنے دیتی۔ اس سے پہلے ہی اس کا کام تمام کردیتی۔ وہ ترکیب سوچنے لگی کہ کس طرح اس کا راستہ روکا جائے۔ فی الحال یہی بات سمجھ میں آرہی تھی کہ ائرپورٹ پر ہی اس کا خاتمہ کردیا جائے۔ اسے ائرپورٹ سے باہر جکارتہ کی زمین پر قدم نہ رکھنے دیا جائے۔

وہاں صالحہ کو ایک سلطان کی بیٹی کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اسے چہرے سے کوئی نہیں پہچانتا تھا۔ صرف اس کا باپ اسے پہچان سکتا تھا لیکن وہ سحرزدہ تھا۔ بیٹی کا چہرہ بھول چکا تھا۔ صالحہ کو اس کے چہرے سے صرف بلی ڈونا پہچانتی تھی۔

اسے ائرپورٹ پر ہی قتل کردینا کچھ مشکل نہ تھا۔ بلی ڈونا نادیدہ بن کر وہاں جاتی۔ جب صالحہ اسے نظر آتی تو وہ کسی دیوار کی آڑ میں یا کسی ستون کے پیچھے چھپ کر نمودار ہوتی' اسے گولی مارتی اور پھر نادیدہ بن جاتی۔

ایسا کر گزرنا بہت آسان لگ رہا تھا۔ دیکھا جائے تو واقعی آسان تھا لیکن بلی ڈونا اس پہلو کو نظرانداز کررہی تھی کہ جسے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی ہے وہ بابا صاحب کے ادارے سے آرہی ہے۔

وہ شام تک بڑے اضطراب میں مبتلا رہی۔ انتظار کرتی رہی کہ کب شام ہوگی' کب وہ فلائٹ جکارتہ آئے گی اور کب وہ صالحہ کو اپنے راستے سے ہٹا سکے گی۔ بہرحال وقت کو گزرنا تھا' گزر گیا۔ وہ طیارہ رن وے پر آگیا۔ بلی ڈونا اتنی بے چین تھی کہ اس نے طیارے سے مسافروں کے اترنے کا بھی انتظار نہیں کیا۔ وہ نادیدہ بن کر اس طیارے کے اندر پہنچ گئی اور مسافروں کے درمیان اسے تلاش کرنے لگی۔ جس صالحہ کو وہ چہرے سے پہچانتی تھی وہ چہرہ نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے سوچا وہ کسی بہروپ میں آئی ہے۔ مسافروں میں جتنی جوان لڑکیاں تھیں وہ ان میں سے ہر ایک کو غور سے دیکھنے لگی۔ کسی پر شبہ نہیں ہورہا تھا کہ میک اپ کے ذریعے چہرہ تبدیل کیا گیا ہے۔

وہ امیگریشن کاؤنٹر پر آگئی۔ اس کا خیال تھا کہ اگر وہ کسی بہروپ میں آئی ہے تو پاسپورٹ میں اس کا نام ضرور ہوگا۔ اس نے کاؤنٹر پر خواہ مخواہ بہت سارا وقت ضائع کیا۔ کسی نوجوان لڑکی کے پاس صالحہ کے نام کا پاسپورٹ نہیں تھا۔ وہ جھنجلا گئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے رابطہ کیا پھر پوچھا "آپ نے غلط معلومات کیوں فراہم کیں؟"

"بابا صاحب کے ادارے میں کبھی جھوٹ یا غلط بات نہیں کی جاتی۔"

"آپ نے کہا تھا کہ صالحہ شام کی فلائٹ سے جکارتہ پہنچ رہی ہے لیکن وہ اس فلائٹ میں نہیں تھی۔"

"اسی فلائٹ میں تھی۔ تم عینک لگانا بھول گئی تھیں۔ ابھی صالحہ نے یہاں اطلاع بھیجی ہے کہ وہ بخیریت جکارتہ کے شاہی محل میں پہنچ گئی ہے۔"

اس نے بے یقینی سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"پوچھنے کی کیا ضرورت ہے' شاہی محل میں جاکر دیکھ لو۔"

وہ نادیدہ بنی ہوئی تھی۔ اس نے فوراً ہی فلائنگ کیپسول کے ذریعے پرواز کی پھر شاہی محل میں پہنچ گئی۔ وہاں خود کو ظاہر نہیں کیا۔ پہلے وہ صالحہ کو تلاش کرنا چاہتی تھی۔ جب وہ ایک شاہی خواب گاہ میں پہنچی تو وہاں اس خاندان کے کئی افراد تھے۔ عورتیں بھی تھیں' مرد بھی تھے اور ان کے درمیان وہ بیٹھی ہوئی تھی۔

بلی ڈونا اسے دیکھ کر چونک گئی۔ وہ صالحہ تھی مگر صالحہ کے چہرے کے ساتھ نہیں تھی بلکہ بلی ڈونا کے روپ میں تھی۔ گویا اس شاہی محل میں دوسری بلی ڈونا پہنچ گئی تھی۔

صالحہ نے اس کی چال الٹا دی تھی۔ بلی ڈونا صالحہ بن کر سب کو دھوکا دیتی رہی تھی۔ بات اتنی پرانی ہوگئی تھی کہ اب بھی بلی ڈونا کے چہرے کو دیکھ کر اسے صالحہ کہتے تھے اس لیے اصلی صالحہ بلی ڈونا کا چہرہ بنا کر آئی تھی تاکہ وہی صالحہ کہلائے۔

اب جو بلی ڈونا نادیدہ بنی ہوئی تھی وہ نمودار ہو کر یہ دعویٰ نہیں کرسکتی تھی کہ میں ہی بلی ڈونا ہوں۔ ایسا دعویٰ کرنے کے بعد ان دونوں کو یہ ثابت کرنا پڑتا کہ کون بلی ڈونا ہے اور کون صالحہ ہے؟

اب سیدھا راستہ یہ تھا کہ وہ چند ساعتوں کے لیے نمودار ہوتی اور صالحہ کو گولی مار کر پھر نادیدہ بن جاتی لیکن ان چند ساعتوں میں خاندان کے افراد اسے دیکھ لیتے اور حیران ہوتے کہ صالحہ کی ایک ہم شکل نے گولی چلائی پھر اس گولی چلانے والی کو وہ لوگ دشمن ہی سمجھتے' کبھی اسے صالحہ تسلیم نہیں کرتے۔

پھر بلی ڈونا نے سوچا "جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ اب تو صالحہ نظروں میں آگئی ہے۔ یہ میرا ہی چہرہ بنا کر یہاں رہے گی۔ اصلی صالحہ ہے۔ صالحہ ہی رہے۔ میں اس سے تنہائی میں نمٹ لوں گی۔ مجھے صالحہ سے تعلق رکھنے والی کچھ اور باتوں پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے مثلاً وہ مجھے طیارے میں کیوں نظر نہیں آئی؟ اور نظر آئے بغیر محل میں کیسے پہنچ گئی تھی؟ اس کا مطلب ہے کہ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں ہیں اور فلائنگ کیپسول بھی ہیں۔ انہی کے ذریعے وہ بہ آسانی ائرپورٹ سے محل آگئی ہے۔"

یہ تو ایک موٹے دماغ سے بھی سمجھا جاسکتا تھا۔ جب اس نے بابا صاحب کے ادارے میں پناہ لی تھی تو وہاں سے یہاں تک اس کی حفاظت کے لیے بھرپور انتظامات کیے گئے ہوں گے اور اسے خود حفاظتی کے لیے نادیدہ گولیاں اور فلائنگ کیپسول دیے گئے ہوں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے ساتھ نادیدہ سیکیورٹی گارڈز بھی موجود ہوں گے۔

اب بلی ڈونا کا دماغ روشن ہوا تھا اور بات سمجھ میں آئی تھی کہ اس نے صالحہ کے سلسلے میں بابا صاحب کے ادارے کی طرف اتنا دھیان نہیں دیا تھا جتنا کہ دینا چاہیے تھا۔ وہ پریشان ہوگئی' سوچ میں پڑگئی۔ یہ یقین ہوگیا کہ صالحہ کو ہلاک کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا جتنا اس نے سوچ رکھا تھا۔

صالحہ اچانک ایک بہت بڑا مسئلہ بن گئی تھی۔ بلی ڈونا اس کی موجودگی میں خود صالحہ بن کر نہیں رہ سکتی تھی۔ اسے سب سے زیادہ فکر اس خزانے کی تھی جو جزیرہ ساؤ کے تہ خانے میں تھا۔ اگر وہ صالحہ کو وہاں سے نہیں ہٹائے گی تو یقیناً خزانے کی مالک صالحہ ہی ہوگی اور وہ دیکھتی رہ جائے گی۔ ایسی پریشانی کے وقت اسے پارس یاد آیا۔

وہ جکارتہ چھوڑ کر پارس کے پاس نہیں جاسکتی تھی لیکن خیال خوانی کے ذریعے اس سے اپنی پریشانی بیان کرسکتی تھی۔ اب تو وہی ایک سہارا تھا۔ وہ فوراً خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئی۔ پارس نے اسے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی پوچھا "کیا پیٹ میں درد ہورہا ہے؟"

وہ بولی "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"میرے پاس وہی آیا کرتی ہیں جنہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے۔ خاص طور پر اپنا پیٹ ہلکا کرنے والیاں آتی ہیں۔ اب تمہارے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے اگل دو۔"

"میں بہت پریشان ہوں' یہاں صالحہ آگئی ہے۔"

"آنے دو۔ تم ایک عرصے سے وہاں صالحہ کے طور پر پہچانی جاتی ہو۔ اصلی صالحہ کو کوئی صالحہ تسلیم نہیں کرے گا۔"

"وہ بڑی چالاک ہے۔ اس محل میں میرا چہرہ بنا کر آئی ہے۔ بالکل میری ہم شکل بن گئی ہے۔ ایسے میں کبھی اسے صالحہ تسلیم کررہے ہیں۔"

"پھر تو اس نے تمہارے خلاف زبردست چال چلی ہے۔ تمہیں دودھ کی مکھی کی طرح شاہی محل سے نکال رہی ہے۔ کیا تم ابھی شاہی محل میں ہو؟"

"ہوں مگر نادیدہ ہوں۔ ابھی میں نے اس کا سامنا نہیں کیا ہے۔ اگر بیک وقت دو ہم شکل اس محل میں دیکھی جائیں گی تو بڑے مسائل پیدا ہوں گے۔ ابھی میں نہیں جانتی کہ وہ کس مکاری سے خود کو صالحہ ثابت کرے گی۔ میرے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ یہ اپنی خواب گاہ میں تنہا ہو تو میں اسے گولی ماردوں اور اس کی لاش غائب کردوں اس کے بعد پھر میں ہی صالحہ رہوں گی۔"

پارس نے پوچھا "تم اس شاہی محل میں رہنا چاہتی ہو یا ہزار سال پرانا شاہی خزانہ حاصل کرنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "میں ایسے ہزاروں محل تعمیر کرا سکتی ہوں۔ مجھے تو خزانہ چاہیے۔"

"تو پھر عقل سے کام لو۔ وہ خزانہ صرف شاہی خاندان کے اصلی وارث ہی حاصل کرسکتے ہیں۔ تم یہ دیکھ چکی ہو کہ جس تہ خانے میں وہ خزانہ ہے اس تہ خانے میں جانے والے پھر کبھی واپس نہیں آتے۔ جو اس خزانے کو ہاتھ لگاتا ہے وہ نادیدہ حملوں سے لہولہان ہو کر وہیں ختم ہوجاتا ہے لیکن صالحہ وہاں جائے گی تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ خزانے کو ہاتھ لگائے گی تو نادیدہ بلائیں اسے خوش آمدید کہیں گی کیونکہ وہ خزانے کی اصلی وارث ہے۔"

"تم درست کہتے ہو۔ اگر ہم چالاکی سے کام لیں تو....."

پارس نے اس کی بات کاٹ کر کہا "ہم نہیں صرف تم چالاکی سے کام لوگی کیونکہ میں وہاں نہیں ہوں۔ میں اپنے معاملات میں اس قدر مصروف ہوں کہ تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔"

"ایسے اہم وقت پر جب کہ تمہاری ضرورت ہے' تم ساتھ دینے سے انکار کررہے ہو۔"

"میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں ایک ہفتے کے لیے جارہا ہوں لہٰذا ایک ہفتہ پورا ہونے دو۔ میں واپس آکر تمہارا ساتھ دوں گا۔"

"پتا نہیں' اتنے دنوں میں کیا سے کیا ہوجائے گا۔ پلیز تم چلے آؤ۔"

"صبر سے کام لو۔ وہ خزانہ وہاں سے کہیں نہیں جائے گا۔ جب تک میں نہ آؤں' تم صالحہ پر نظر رکھو۔ کوئی خاص بات ہو تو مجھے مطلع کرو۔"

پارس نے اسے ٹال دیا۔ بلی ڈونا نے یہ تسلیم کیا کہ خزانہ حاصل کرنے کے لیے صالحہ کو زندہ رکھنا ہوگا۔ اگر وہ مرے گی تو یہ خزانے سے محروم ہوجائے گی۔ اب چال ایسی چلی جائے کہ صالحہ تہ خانے میں جاکر تھوڑا تھوڑا خزانہ باہر لائے اور وہ نادیدہ رہ کر اس کے لائے ہوئے خزانے پر ہاتھ صاف کرتی رہے۔

گویا بلی ڈونا صالحہ کی موت نہیں بلکہ محافظ بن رہی تھی۔ صالحہ مرنا بھی چاہتی تو اسے مرنے نہ دیتی۔

جب صالحہ کی خواب گاہ سے اس کے رشتے دار چلے گئے تو اس نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ یہ ایسا موقع تھا کہ بلی ڈونا اس تنہائی میں نمودار ہو کر اسے یہ بتا سکتی تھی کہ وہ اصلی صالحہ کی آمد سے بے خبر نہیں ہے۔ اسے نادیدہ بن کر دیکھتی رہتی ہے۔

لیکن وہ نمودار نہ ہوسکی۔ اس سے پہلے ہی چار باڈی بلڈر قسم کے جوان نمودار ہوگئے۔ ان چاروں نے اپنے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنے سر جھکائے۔ ایک نے کہا "بی بی صالحہ! حکم کریں۔ ویسے ابھی تک وہ بلی ڈونا نظر نہیں آئی ہے۔"

صالحہ نے کہا "بلی ڈونا نے خواہ مخواہ مجھ سے دشمنی کی ہے لیکن میں اس سے دشمنی نہیں کروں گی۔ اس کی بہتری اسی میں ہوگی کہ وہ خاموشی سے یہ شہر اور ملک چھوڑ کر چلی جائے۔"

"بی بی صالحہ! دشمن کبھی نصیحتیں نہیں سمجھتے۔ سمجھ بھی لیں تو عمل نہیں کرتے۔ وہ خواہ مخواہ دشمنی کرنے والی انتقام لینے سے باز نہیں آئے گی۔"

دوسرے نوجوان محافظ نے کہا "دراصل اسے خزانے کا لالچ ہے۔ اس سلسلے میں بابا صاحب کے ادارے تک یہ اطلاعات پہنچتی رہی ہیں کہ بلی ڈونا نے کئی بار اس خزانے کو حاصل کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ اب مسلسل ناکامیوں کے بعد آپ کو یہاں دیکھ کر وہ طیش میں آئے گی اور بدحواس ہو کر سوچے گی کہ اس خزانے کو کس طرح جلد سے جلد حاصل کرے۔"

صالحہ نے کہا "ہاں۔ خزانے کی بات پر یاد آیا' ابھی میں چائے پینے کے بعد جزیرہ ساؤ کے محل میں جاؤں گی۔"

"کیا آج رات اسی محل میں قیام کریں گی؟"

"ہاں۔ وہیں قیام کروں گی۔ میری خواب گاہ کے نیچے تہ خانے میں جو خزانہ ہے اس میں ایسے نایاب ہیرے موتی ہیں جو آج کی دنیا میں کسی نے نہیں دیکھے۔ اس دنیا کے امیر کبیر لوگ جب انہیں دیکھیں گے تو دنگ رہ جائیں گے۔ اس خزانے میں ایسا ہی ایک نہایت چمکتا دمکتا ہیرا ہے جسے ہم چندر مکھی کہتے ہیں۔ آج رات میں اس تہ خانے میں جاؤں گی اور وہاں سے ایک چندر مکھی ہیرا لے کر آؤں گی۔ وہ مجھے بہت پسند ہے۔ میں اسے اپنے نیکلس میں لگاؤں گی۔"

بلی ڈونا اس کی باتیں سن رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی کہ آج ایک نایاب ہیرا پہلی بار خزانے سے اور تہ خانے سے باہر آئے گا پھر تو مشکل آسان ہو جائے گی۔ وہ ہیرا صالحہ سے میں حاصل کروں گی۔ وہ چندر مکھی اس لیے تہ خانے سے باہر آ رہا ہے کہ وہ میرے نصیب میں ہے۔

○☆○

نتاشا نے ابتدا سے یہ سوچ رکھا تھا کہ وہ اپنی بہن نتالیہ کے سوا کسی کو اپنے معاملات میں مداخلت کرنے کا موقع نہیں دے گی۔ دونوں بہنیں ساری عمر الپا کے دماغ میں رہ کر اسرائیل پر حکومت کرتی رہیں گی لیکن جب حالات خلاف توقع بدلتے ہیں تو پہلے سے بنائے ہوئے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

نتاشا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی چھوٹی بہن نتالیہ' پارس کے عشق میں گرفتار ہو جائے گی اور وہ مسلمان اس کی نادان بہن کے ذریعے الپا کے دماغ تک اور ان کے کئی رازوں تک پہنچ جائے گا۔

نتاشا کو یہ پریشانی تھی کہ وہ پارس سے چھپ نہیں سکتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ پارس نادیدہ بنا ہوا ہے' اس کے آس پاس موجود ہے۔ بلکہ سایہ بن کر اس کے جسم میں سمایا ہوا ہے۔ وہ جہاں بھی جائے گی' پارس اس کے اندر موجود رہے گا اور اس کی خفیہ سرگرمیوں کو دیکھتا رہے گا۔

پچھلی رات نتالیہ نے خوب پی لی تھی۔ مدہوشی میں اپنے بنگلے تک آنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ پارس نے اسے بنگلے کے دروازے تک پہنچایا تھا۔ نتاشا کو بہن پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ نشے میں پارس کو خفیہ رہائش گاہ تک لے آئی تھی۔ اس نے اس بات پر نتالیہ کو سزا بھی دی لیکن سزا بے اثر رہی۔ یہ اندازہ ہوا کہ پارس نے اپنی محبوبہ کو سزا سے بچایا ہے۔ یعنی وہ ان دونوں بہنوں کے درمیان موجود ہے۔ یہی بات نتاشا کو کھٹک رہی تھی کہ پارس اس کے اندر ضرور جگہ بنا کر رہے گا اور اب اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ ان حالات میں وہ مجبور ہو رہی تھی کہ پارس سے دوستی کرے اور اس پر اعتماد کرے کہ وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا بلکہ اس کی ذات سے فائدہ پہنچتا رہے گا۔

نتاشا نے بڑے لاڈ پیار سے نتالیہ کی پرورش کی تھی اور مخالفین سے نمٹنے کے لئے بڑی مکارانہ تربیت دی تھی۔ ایسی تربیت کے مطابق نتالیہ اپنی سسٹر کی طرح چالاک اور مکار تھی۔ لیکن عشق کے معاملے میں وہ مکار نہ رہ سکی۔ بڑی محبت سے پارس کی طرف مائل ہو گئی۔ جب اس پر دل آیا تو وہ اپنے دماغ میں چھپی ہوئی مکاریاں بھول گئی۔ کچھ اس کی کم عمری کا تقاضا بھی تھا۔ وہ پارس کی زندہ دلی اور شرارتوں سے بھی متاثر ہو گئی تھی۔

دوسری صبح جب نتالیہ کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے بیڈ روم کی چھت کو تکنے لگی۔ سوچنے لگی "یہ تو میری خواب گاہ ہے۔ میں یہاں سونے کے لئے کب آئی تھی؟"

پھر اسے یاد آیا کہ پچھلی رات پارس کے ساتھ ایک بار میں تھی اور اس کے ساتھ بیٹھ کر خوب پی لی تھی۔ اسے نشے کے بعد یاد نہیں رہا تھا کہ وہ کہاں تھی اور اپنے بیڈ روم میں کیسے پہنچ گئی ہے؟ ہلکی ہلکی سی یاد تھی کہ پارس نے اسے بنگلے کے دروازے تک پہنچایا تھا پھر وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی تھی۔ اب وہ سوچ رہی تھی۔ کیا پارس بھی اس کے بیڈ روم میں آیا تھا؟ کیا وہ یہاں رات گزار کر گیا ہے؟

وہ خود کو چھونے لگی۔ کچھ محسوس کرنے اور کچھ سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔ اپنے اندر کسی تبدیلی کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر قد آدم آئینے کے سامنے آئی۔ اپنے چہرے کو اور اپنے سراپا کو ہر زاویے سے دیکھنے لگی۔ آئینہ بھی کہہ رہا تھا کہ وہ جیسی کل تھی ویسی ہی آج بھی ہے۔ اس میں کوئی انقلابی تبدیلی نہیں آئی ہے۔

وہ پھر بستر پر آ کر چاروں شانے چت ہو گئی۔ اسے پارس پر بہت پیار آ رہا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو اس کی مدہوشی سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ سچا پیار کرنے والے وہی ہوتے ہیں جو جبر نہیں صبر کرتے ہیں۔ اپنی چاہنے والی کا دل رکھتے ہیں۔ اس کی رضا اور رغبت سے اسے حاصل کرتے ہیں۔ پارس نے اسے عزت آبرو سے اس کے گھر پہنچا کر اپنی انسانیت کا اور اپنی شرافت کا ثبوت دیا تھا۔ یوں پہلے سے

زیادہ نتالیہ کے حواس پر چھا گیا تھا۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آنے کے بعد اس نے اپنی بہن نتاشا سے خطرناک دشمنوں کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔ ان خطرناک دشمنوں میں پارس کا ذکر بھی ہوتا تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ہتھیاروں سے نہیں لڑتا یا تو سونیا سے سیکھی ہوئی مکاریوں سے شکست دیتا ہے یا پھر اپنی خوبروئی سے اور عاشقانہ انداز سے دل میں گھر کرتا ہے۔ پھر اس گھر کو خاک میں ملا دیتا ہے اس کے بعد اس سے عشق کرنے والی لڑکیاں سر پکڑ کر روتی رہ جاتی ہیں۔

نتالیہ کے ساتھ ایسا نہیں ہوا تھا۔ وہ دھڑکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھے اسے تصور میں دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی کہ پارس کے خلاف ہوس پرستی کے جو الزامات تھے وہ غلط ثابت ہوئے تھے۔ وہ اس کے بارے میں سوچتی رہی اور مسکراتی رہی اب وہ اس سے خیال خوانی کے ذریعے ملاقات کرنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت نتاشا آگئی۔

اسے دیکھتے ہی وہ بستر پر بیٹھ گئی پھر بولی "مورننگ سسٹر! میں ابھی تمہارے پاس آنے والی تھی۔"

"مگر نہ آسکیں۔ وہ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑ رہا ہوگا۔ ابھی تمہارے اندر موجود ہوگا۔"

"تمہارا خیال غلط ہے۔ نہ وہ میرے اندر موجود ہے نہ میں ابھی اس کے پاس گئی ہوں۔"

"کیا تمہیں اس غلطی کا احساس ہے کہ تم پارس کو ہم بہنوں کے معاملات میں لے آئی ہو۔ تمہاری ایک نادانی سے وہ اب تک ہمارے تمام رازوں تک پہنچ چکا ہوگا۔"

"میں نے نادانی نہیں کی' ایسی محبت کی ہے جو ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔ تم نے پارس کو اپنی نظروں سے اور دشمنوں کی نظروں سے دیکھا ہے۔ آج سے تم اسے میری نظروں سے دیکھو گی تو اسے ایک عظیم انسان پاؤ گی۔"

"کیا تم نے ایک ہی رات میں اس کی پوری ہسٹری معلوم کرلی ہے؟ اور فوراً ہی یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ وہ بہت عظیم ہے؟"

"میں جانتی ہوں' کسی بھی انسان کو پرکھنے میں ایک عرصہ لگ جاتا ہے بلکہ اسے سمجھنے میں زندگی گزر جاتی ہے۔ پھر بھی وہ سمجھ میں نہیں آتا لیکن عورت تنہائی میں مرد کی شرافت سے اس کے کردار کی عظمت کو سمجھ لیتی ہے۔"

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ اس نے تنہائی میں تمہاری پوجا کی تھی؟ یہاں شرافت سے لاکر تمہیں چھوڑ دیا ہے؟"

"بالکل یہی بات ہے۔ میں اس کے ساتھ رات گزار کر بھی کنواری ہوں۔ اسے خواہ مخواہ بدنام کیا جاتا ہے کہ وہ عیاش اور ہرجائی ہے۔"

"وہ بگلا بھگت ہے۔ شرافت کا مظاہرہ کرکے تمہیں پھانس رہا ہے۔"

"یہ بھی غلط ہے کہ وہ پھانس رہا ہے۔ میں خود اس کے پاس پھنسنے گئی تھی۔ اس نے مجھے نہیں بلایا تھا بلکہ وہ جانتا ہی نہیں تھا کہ ہم دونوں بہنیں کون ہیں اور کیا کرتی پھر رہی ہیں۔"

"اب تو وہ ہمارا ایک ایک راز جان چکا ہے۔ تمہیں اس بات کی پروا نہیں ہے کہ وہ آئندہ ہمیں قدم قدم پر نقصان پہنچانے والا ہے؟"

"جب وہ نقصان پہنچائے تو مجھے ضرور بتانا۔ ابھی کچھ ہوا نہیں ہے اور تم شور مچا رہی ہو۔ پلیز مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میں باتھ روم جا رہی ہوں۔"

نتاشا نے جاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے۔ جلدی تیار ہو کر آؤ۔ میں ناشتے کی میز پر انتظار کروں گی۔"

وہ چلی گئی۔ نتالیہ نے پارس کے پاس آکر کہا "صبح بخیر!"

وہ بولا "دوپہر بخیر۔ گھڑی دیکھو۔ تم گھوڑے بیچ کر سوتی رہی ہو۔"

"ہائے۔ تمہیں دل دے کر اطمینان سے سوتی رہی کہ اب مجھے کوئی نہیں چرائے گا۔"

"اب تو تم میری چیز ہو۔ تمہیں چرانے کا ارادہ کرنے والے جہنم میں پہنچ جایا کریں گے۔"

"جب میں نے ٹیلی پیتھی کا علم سیکھا اور میرے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں آگئیں تو میں نے سمجھا کہ اب میں ہر طرح محفوظ ہوں۔ پھر یہ دیکھا کہ ان چیزوں کی موجودگی کے باوجود دشمن حاوی ہو جاتے ہیں لیکن مجھ جیسی لڑکی اپنے مرد کے سائے میں رہے تو کوئی اسے نقصان پہنچانے کی جرأت نہیں کرتا۔"

"تم میری محبت میں ایسا سمجھتی ہو اور درست سمجھتی ہو۔ میں کبھی تم پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

"مجھے اپنے جیالے محافظ اور محبوب پر اعتماد ہے۔"

"تمہاری سسٹر کبھی اعتماد نہیں کریں گی۔ میں کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا پھر بھی وہ مجھ پر شبہ کرتی رہیں گی۔"

"کب تک کریں گی؟ رفتہ رفتہ انہیں تمہارے خلوص' نیک نیتی اور ہماری محبت کا یقین آجائے گا۔ ان کی بات چھوڑو۔ ہم اپنی باتیں کریں۔"

"تمہیں میری شرارتوں سے دلچسپی ہے۔ پہلے میں نے جانوروں کو نادیدہ بنایا تھا۔ تمہیں بڑا مزہ آیا تھا۔ شہر کے تمام لوگ پریشان ہو گئے تھے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں نے کئی عورتوں کو خوفزدہ ہو کر اِدھر اُدھر بھاگتے دیکھا تھا۔ انہیں اپنے قریب جانوروں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور وہ سمجھتی تھیں کہ جانور انہیں سینگ مارنے آرہے ہیں۔ مجھے بڑا مزہ آرہا تھا۔"

"اور بچوں کو نادیدہ بناتے وقت تو تم بھی میری شرارتوں میں شریک تھیں۔"

"ہاں۔ بچوں نے بھی خوب تماشا کیا تھا۔ اب بتاؤ' ہم کون سی شرارت کریں گے؟"

"اس بار بڑے مزے کی شرارت ہے۔ کیا تم غسل وغیرہ سے فارغ ہو گئی ہو؟"

"ابھی باتھ روم جاؤں گی پھر ایک گھنٹے میں فریش ہو جاؤں گی۔"

"اطمینان سے فریش ہو کر اس طرح نادیدہ بن کر آؤ کہ تمہاری سسٹر کو پتا نہ چلے۔ میں نہیں چاہتا کہ ہمارے درمیان کوئی تیسرا ہو۔"

"میں بڑی چالاکی سے چھپ کر آؤں گی۔ اچھا اب جاتی ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر واڈرروب کے پاس آئی۔ اسے کھول کر لباس کا انتخاب کرنے لگی۔ وہ اپنے محبوب کی نگاہوں میں خوب سے خوب تر نظر آنا چاہتی تھی۔ نتاشا نے آکر پوچھا "تم ابھی تک باتھ روم نہیں گئیں؟"

"بس ابھی جا رہی ہوں۔"

"تم دیر تک سوتی رہیں اور یہ بھول گئیں کہ آج ہمارے اعلیٰ حاکم کی شادی تھی۔ بہرحال شادی تو ہو گئی لیکن رات کو ڈنر پارٹی ہے۔ الپا بھی وہاں جائے گی۔ ہمیں اس کے اندر موجود رہنا ہوگا۔"

"ڈنر رات کو ہوگا۔ ابھی کئی گھنٹے باقی ہیں۔"

"ایسے وقت میری ٹریننگ یاد رکھا کرو۔ پہلے سے یہ سمجھنے کی کوشش کیا کرو۔ ابھی تمہیں اپنے طور پر سمجھنا چاہئے کہ آج رات کتنے مخالفین وہاں بھیس بدل کر یا نادیدہ بن کر آسکتے ہیں؟ ان کے مقاصد کیا ہو سکتے ہیں؟ اور تم ایسے چھپ کر آنے والوں کا سراغ کیسے لگا سکتی ہو؟"

وہ باتھ روم میں جاتے ہوئے بولی "میں ان تمام معاملات پر غور کروں گی۔"

○☆○

دیوی' جان کولن اور میجرٹی ہنٹر نے اپنے تمام ذرائع استعمال کرکے پارس کا سراغ لگانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اس کی خفیہ رہائش گاہ کا علم انہیں نہ ہو سکا۔

وہ پریشان تھے۔ اس کی خرمستیوں سے اسے روک نہیں سکتے تھے۔ اس نے نادیدہ بچوں کے ذریعے ان کے آلۂ کار اعلیٰ افسروں کو ہلاک کرایا تھا۔ آئندہ بھی نہ جانے کیا کرنے والا تھا' یہ نہیں جانتے تھے۔ جان بھی لیتے تو اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے پارس کو ختم کرنے یا وہاں سے بھگا دینے کے جو دعوے کئے تھے' وہ غلط ہو رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس جن کو بوتل میں کیسے بند کیا جائے۔

دیوی' جان کولن اور میجرٹی ہنٹر جب ایک دوسرے سے رابطہ کرنا چاہتے تو مشترکہ آلۂ کار کے دماغ میں آجاتے تھے۔ وہ تینوں پھر اس کے پاس آکر تشویش کا اظہار کرنے لگے۔ ایک نے کہا "وہ عجیب طرح کی حرکتیں کر رہا ہے۔ اس کے اقدامات ایسے ہیں جیسے بچوں کا کھیل ہو لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ قیامت کی چالیں چل رہا ہے۔"

"اس نے ہمارے تمام دعوے غلط کر دیئے ہیں' سعودی اکابرین کہہ رہے ہیں کہ ہم محض ڈینگیں مارتے ہیں۔ ہم صرف ڈھول کی طرح بجتے ہیں اور اندر سے کھوکھلے رہتے ہیں۔"

دیوی نے کہا "وہ کم بخت ایسی ہی چالیں چلتا ہے جیسے مخالفین بچے ہوں مگر دیکھ لو بچکانا حرکتوں سے ہمیں ذلیل کر رہا ہے۔ اگر ہم نے اس کی آئندہ کسی چال سے پہلے کوئی چال نہ چلی تو پھر یہاں کے اکابرین ہم پر اعتماد نہیں کریں گے۔"

"اس کے خلاف اسی وقت چالیں چلی جا سکتی ہیں جب اس کا کچھ پتا ٹھکانا معلوم ہو۔ سامنے ٹارگٹ نہ ہو تو نشانہ کس پر لگائیں۔"

"بڑی مشکل ہے۔ اس کی کوئی کمزوری بھی ہم نہیں جانتے ورنہ اس کی کسی کمزوری سے کھیلا جاتا تو وہ مجبور ہو کر ہمارے سامنے ضرور آتا۔"

"آج ایک اعلیٰ حاکم کی شادی ہوئی ہے' بڑی زبردست ڈنر پارٹی ہے۔ میرا خیال ہے وہ وہاں کچھ گڑبڑ کر سکتا ہے۔"

دیوی نے تائید کی "ہاں۔ وہ انہیں پریشان کرنے کے لئے ضرور کوئی الٹی سیدھی حرکت کرے گا۔ اس نے اب تک جو کچھ کیا ہے اس سے یہاں کے حکمرانوں کو کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا۔ وہ لیبارٹری تو میں نے تباہ کی تھی تاکہ اس پر الزام آئے۔ اگر اس نے جانی نقصان بھی پہنچایا تو ہمارے ہی آلۂ کار اس کی زد میں آئے۔ جنہوں نے اسے ختم کرنے کا دعویٰ کیا تھا انہی لوگوں کو اس نے ختم کر دیا۔"

جان کولن نے کہا "اب تو ایک ہی بنیادی بات ہے کہ کسی بھی تدبیر سے اسے ظاہر ہونے پر مجبور کیا جائے۔"

"ہاں۔ وہ دکھائی دے گا یا اس کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا چلے گا تب ہی ہم کچھ کر پائیں گے۔"

دیوی نے کہا "میں ابھی جا رہی ہوں۔ ہم تینوں کو چاہیے کہ آج شام تک اس کی کوئی کمزوری معلوم کرلیں اور اس کا سراغ لگانے کی ترکیبیں اپنے اپنے طور پر سوچ کر آئیں۔ اب ہم اسی جگہ شام کو ملیں گے۔"

ابھی شام بہت دور تھی۔ اس اعلیٰ حاکم کی شادی دن کے گیارہ بجے ہوئی تھی۔ وہ چالیس برس کا تھا۔ اس کی دلہن اس کی آدھی عمر یعنی بیس برس کی تھی۔ حاکم صاحب بڑے شوقین مزاج تھے۔ شادی سے پہلے ہی نوخیز دلہن پر نثار ہو گئے تھے۔ اس نے حکومت کے اعلیٰ عہدے داروں سے کہا "میں انوکھے انداز میں ہنی مون مناؤں گا۔ اپنی نوخیز دلہن کے ساتھ زمین اور آسمان کے درمیان

رنگین لمحات گزاروں گا لہٰذا میرے پرائیویٹ طیارے کو دلہن کی طرح سجایا جائے۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی تھی۔ دلہن کے ساتھ طیارے میں سوار ہونے سے پہلے پھر اس نے حکم دیا کہ طیارے کو پھر ایک بار پوری طرح چیک کیا جائے تاکہ اس کی کوئی خرابی مزاج پر گراں نہ گزرے۔

ادھر نتالیہ خوبصورت سا لباس پہنے پارس کے پاس آئی۔ پارس نے اسے دیکھ کر سحر زدہ سا ہو کر کہا "تم اس لباس میں کھلتا ہوا گلاب لگ رہی ہو۔ مجھ جیسے پارسا کو آزمائش میں ڈال رہی ہو۔ میں بہکنا نہیں چاہتا' ذرا دور دور رہنا چاہتا ہوں۔"

وہ قریب آکر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "کیا میں کوئی بیماری ہوں کہ مجھ سے دور رہنا چاہتے ہو۔"

"جل تو جلال تو! میں کہاں جاؤں' نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔"

"شاید تم فارسی بول رہے ہو۔ اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"مطلب یہ کہ تمہیں شرارتیں کرنے میں مزہ آتا ہے لہٰذا ابھی ہم شرارت کرنے جائیں گے۔"

"ہم کہاں جائیں گے؟"

"تمہیں تو پتا ہوگا کہ آج اس ملک کے اعلیٰ حاکم نے شادی کی ہے۔"

"ہاں۔ میں جانتی ہوں مگر ہمیں ان کی شادی سے کیا لینا ہے۔"

"وہ ابھی طیارے میں پرواز کرتے ہوئے ہنی مون منانے والا ہے۔"

"یہ تو ہنی مون منانے کا فینٹاسٹک طریقہ ہے۔ آخر وہ طیارے میں ہنی مون مناتے ہوئے کہاں تک جائیں گے؟"

"یہاں کے مغربی ساحل پر اور سمندر پر وہ طیارہ اس وقت تک پرواز کرتا رہے گا جب تک کہ اعلیٰ حاکم اسے رن وے پر اتارنے کا حکم نہیں دے گا۔ جب تک وہ طیارہ پرواز کرتا رہے گا' ساحل پر بینڈ باجے بجتے رہیں گے اور ناچ گانا ہوتا رہے گا۔"

"اس ہنی مون کو تو تاریخی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔"

"کیا خیال ہے' کیوں نہ اس تاریخی ہنی مون کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو' کیا یہ بے شرمی نہیں ہوگی؟"

"ہم نادیدہ بن کر اس طیارے میں جائیں گے۔ اگر بے شرمی ہوئی تو اپنی آنکھیں بند کرلیں گے یا وہاں سے واپس آجائیں گے۔"

"تم بہت گہرے ہو' کسی خاص مقصد سے جانا چاہتے ہو۔"

"میرے دو مقاصد ہیں۔ ایک ابھی بتا رہا ہوں' دوسرا طیارے میں پہنچنے کے بعد بتاؤں گا۔"

"اچھا وہ ایک۔ مقصد کیا ہے؟"

"اس طیارے میں حاکم اعلیٰ کے دو نادیدہ مسلح محافظ ہوں گے۔ میں یہاں کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے ساتھ نادیدہ محافظ رکھ کر اور زمین و آسمان کے درمیان معلق رہ کر بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔"

"یعنی تم ہنی مون کے رنگ میں بھنگ ڈالو گے۔"

"تم میری شرارتوں سے محظوظ ہوتی ہو۔ چلو باقی باتیں طیارے میں ہوں گی۔"

وہ فلائنگ کیپسول کے ذریعے پرواز کرتے ہوئے اس طیارے میں پہنچ گئے۔ دلہا دلہن پہلے ہی پہنچے ہوئے تھے۔ طیارے کا دروازہ بند کردیا گیا پھر وہ رن وے پر دوڑتے ہوئے پرواز کرنے لگا تو ساحل پر کھڑے ہوئے فوجی ہوائی فائرنگ کرنے لگے۔ بینڈ باجے بجنے لگے اور ناچ گانوں کا شور ابھرنے لگا۔

اس طیارے میں سوار ہونے سے پہلے اعلیٰ حاکم کی طبیعت کچھ بگڑ رہی تھی۔ وہ عجیب طرح کی بے چینی محسوس کرتا رہا تھا۔ جب طیارہ فضا میں متوازن ہو گیا تو دلہا دلہن سیٹ بیلٹ کھول کر آرام دہ بستر پر آگئے۔ نوخیز دلہن شرمانے لگی۔ حاکم اعلیٰ نے اس کے چہرے کو چھو کر کہا "اے بہنا' تم کتنی حسین لگ رہی ہو۔"

دلہن نے ایک دم سے چونک کر اسے دیکھا پھر حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم مجھے سسٹر کہہ رہے ہو؟"

"اگر تم مرد ہوتیں تو برادر کہتا مگر تم مجھے برادر نہ کہنا کیونکہ اب میں وہ نہیں رہا بلکہ وہ ہو گیا ہوں۔"

"وہ کیا؟ میں پریشان ہو رہی ہوں۔ پلیز صاف صاف بولو مگر سسٹر نہ بولو۔"

"کیوں نہ بولوں؟ میں تمہارے جیسی ہو گئی ہوں تو کیا مجھ سے جل رہی ہو۔ اگر اس طیارے کی پرواز سے پہلے ایسی ہو جاتی تو شہر سے اپنا دلہا لے آتی۔"

دلہن اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ بستر سے اتر کر چیختے ہوئے بولی۔ "کیا پاگل ہو گئے ہو یا واقعی جنس بدل گئی ہے؟"

"بدل گئی ہے۔ اب ہم بہنیں بن کر زندگی گزاریں گے۔"

نتالیہ اور پارس نادیدہ بنے ہوئے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ نتالیہ نے پارس سے پوچھا "یہ تبدیل کیسے ہو گیا؟ عورتوں کی طرح کیوں بول رہا ہے؟"

"میں نے اس کی جنس بدل دی ہے۔"

"کیا واقعی؟ اسے اچانک کیسے بدل دیا ہے؟"

"میرے پاس ایسا جادو منتر ہے جس کے ذریعے میں مرغے کو مرغی بنا دیتا ہوں۔ تمہیں شرارتیں پسند ہیں۔ اب بتاؤ کہ یہ تی شرارت کیسی لگ رہی ہے؟"

"میں کیا بتاؤں کتنا مزہ آرہا ہے۔ سچ بتاؤ اسے تم نے ایسا بنایا ہے؟"

"تمہاری موجودگی میں جب دوسری بار کسی کو تبدیل کروں گا تو تمہیں یقین آجائے گا۔ ابھی تماشا دیکھو۔"

وہ دلہن اتنی دیر میں بری طرح گھبرا گئی تھی۔ ایسا ہنی مون تو نہ کسی نے دیکھا ہو گا نہ سنا ہو گا۔ اتنے اہتمام سے اور اتنی شان و شوکت سے دلہا بن کر آنے والا دلہن کی بہن بن رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر پائلٹ کیبن کا دروازہ پیٹنے لگی اور چیخ چیخ کر کہنے لگی "مجھے یہاں سے نکالو۔ ہمارے اعلیٰ حاکم کا دماغ چل گیا ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ مجھے یہاں سے نکالو۔ پلیز! دروازہ کھولو۔"

اس کی چیخ پکار سن کر دو نادیدہ محافظ نمودار ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے ادب سے کہا "ہم پائلٹ کیبن میں تھے۔ آپ کی آواز سن کر آئے ہیں۔ پرابلم کیا ہے؟"

"ہمارے اس اعلیٰ حاکم کی پٹری بدل گئی ہے۔ یہ عورتوں کی طرح بول رہا ہے اور عورتوں جیسی حرکتیں کر رہا ہے۔"

اعلیٰ حاکم نے ہاتھ نچا کر کہا "اری کم بخت' یہ میرا نیا اسٹائل دیکھ کر کیوں جل بھن رہی ہے؟ یہاں تیرا دلہا نہیں آیا تو کیا ہوا میں فون کر کے ابھی اپنا دلہا منگوا لوں گی۔"

اس نے دونوں قد آور باڈی گارڈز سے پوچھا "تم میں سے کس کی شادی نہیں ہوئی ہے؟"

وہ دونوں گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ ایک نے جلدی سے کہا۔ "میری تو ہو گئی ہے۔"

دوسرے نے کہا "میں یہاں سے جاتے ہی کرلوں گا۔"

اعلیٰ حاکم نے دلہن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس کی تو ہو گئی ہے۔ میں ابھی کنواری ہوں۔ طیارے سے باہر جانے کی کیا ضرورت ہے۔"

دوسرے باڈی گارڈ نے پریشان ہو کر کہا "جناب عالی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

جناب عالی نے کہا "میں عالی نہیں' عالیہ ہوں کیا تمہیں نظر نہیں آرہا ہے۔ اس طیارے میں ہنی مون منانے کے لئے لاکھوں ڈالر خرچ کئے ہیں۔ یہ رقم ضائع نہیں ہو گی۔ تجھ جیسے سیّاں پر خرچ ہو گی۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولا "پلیز! ایسا نہ کہیں ورنہ میں نادیدہ بن جاؤں گا۔"

"ارے کم بخت' ابھی تو تُو ایک معمولی باڈی گارڈ ہے۔ ہنی مون منانے کے بعد تو عالیہ کا عالی بن جائے گا۔ بڑے عہدے دار تجھے جناب عالی کہیں گے۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں ایسی ملازمت پر۔ میں استعفیٰ دینے جا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ نادیدہ بن گیا۔ دوسرے باڈی گارڈ نے گھبرا کر جناب عالی سے پوچھا "آپ مجھے یوں میٹھی میٹھی نظروں سے کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

"اس ملک میں میرے ہر حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔ میں حکم دیتی ہوں' اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ آؤ میرے پاس آجاؤ۔"

اس کا یہ انداز دیکھتے ہی دوسرا باڈی گارڈ بھی غائب ہو گیا۔

پارس نے نتالیہ سے کہا "میں نے سوچا تھا ان دو باڈی گارڈز کو ہلاک کر کے ان کی سیکیورٹی کے انتظامات کو ناقص ثابت کردوں گا لیکن وہ دونوں بھاگ گئے۔ تم اس دلہن کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے پچھلے کیبن میں لے جاؤ۔ میں اس زنخے حاکم کو وہیں لا رہا ہوں۔"

نتالیہ اس دلہن کو ٹریپ کر کے کیبن کے دروازے پر لائی۔ اس دروازے کو کھولنے کے لئے اسے نمودار ہونا پڑا۔ ایسے ہی وقت وہ دونوں گارڈز بھی نمودار ہو گئے۔ ایک نے نتالیہ کی گردن پر ہاتھ مارا۔ اس کی داڑھ میں دبی ہوئی گولی منہ سے نکل کر باہر گر پڑی۔ دوسرے نے ریوالور نکال کر اس کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے کہا "کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ فوراً بتاؤ' تم کون ہو؟"

دوسرے نے کہا "معلوم ہوتا ہے' یہ اکیلی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ جو بھی ہے' وہ ہمارے سامنے آجائے ورنہ ہم اسے ابھی گولی ماردیں گے۔"

پارس بڑے آرام سے ایک گارڈ کے اندر پہنچ چکا تھا۔ اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جماتے ہی اس نے نتالیہ کی کنپٹی سے ریوالور ہٹا کر اپنے ساتھی مسلح گارڈ کو گولی ماردی۔ وہ گولی کھاتے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ ریوالور پر سائلنسر لگا ہوا تھا اس لئے فائر کی آواز پائلٹ کیبن تک نہیں گئی۔

نتالیہ نے حیرانی سے اس گارڈ کو دیکھا۔ گارڈ نے کہا "پیاری نتالیہ! میں پارس ہوں۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔"

"تم پارس ہو تو نمودار کیوں نہیں ہو رہے؟"

"میں تو تمہارے سامنے ہوں۔ میرے بازوؤں میں آؤ۔"

گارڈ نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ نتالیہ نے اسے ایک زور کا تھپڑ مارا۔ وہ بولا۔ "آہ! مجھے ایک لڑکی نے تھپڑ مارا ہے۔ مجھے شرم سے مرجانا چاہیے۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنی کنپٹی سے ریوالور لگا کر ٹریگر دبادیا۔ نتالیہ کے قدموں میں گر کر مرگیا۔ پارس نے نمودار ہو کر پوچھا۔ "کیسی رہی؟"

وہ بولی "یہ ڈراما کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہ مرنا نہیں چاہتا تھا۔ تمہارے تھپڑ نے اسے شرم سے مرنے پر مجبور کردیا۔"

"تم بہت شریر اور ڈرامے باز ہو۔ تمہارا ایک مقصد پورا ہو گیا۔ تم نے یہاں کی سیکیورٹی کو ناکارہ بنادیا۔ وہ دوسرا مقصد کیا ہے؟"

پارس نے دونوں لاشوں کو کھینچ کر پچھلے کیبن میں پہنچاتے

ہوئے کہا "ابھی بتاتا ہوں۔ ان دونوں گارڈز کی شامت آئی تھی۔ یہ میرے ہی ہاتھوں مرنا چاہتے تھے اس لئے نادیدہ ہو کر یہاں سے نہیں گئے تھے۔ شاید طیارے سے باہر جانے کے لئے ان کے پاس فلائنگ کیپسول نہیں ہیں۔"

وہ دلکش سہمی ہوئی تھی۔ پارس نے کہا "اگر تم اس کیبن میں خاموشی سے قید رہو گی تو تمہیں زندہ سلامت زمین پر پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ دو لاشیں دیکھ رہی تھی۔ خاموشی سے کیبن میں چلی گئی۔ اعلیٰ حاکم ایک طرف سہما ہوا بیٹھا تھا۔ اس نے نتالیہ اور پارس کو دیکھتے ہوئے کہا "خدا تم دونوں کی جوڑی سلامت رکھے۔ اگر یہ سلامت نہ رہی تو مجھ سے شادی کر لینا لیکن ان کی طرح مجھے ہلاک نہ کرنا۔ میں زندہ رہوں گی اور تمہیں دعائیں دیتی رہوں گی۔"

پارس نے اس کی گردن دبوچ کر اسے کیبن کے اندر دھکا دیا پھر دروازے کو بند کر دیا۔ طیارے کے اندر دلہن کی طرح سجا ہوا وہ پورشن دلہا دلہن سے خالی ہو گیا تھا۔ پارس نے نتالیہ کو اپنی طرف کھینچ کر کہا "میرا دوسرا مقصد یہی تھا کہ اس طیارے میں ہم ہنی مون منائیں گے۔"

نتالیہ نے شرما کر اس کے سینے میں منہ چھپا لیا۔

طیارہ اسرائیل کے مغربی سمندر پر دور تک ایک دائرے کی صورت میں پرواز کر رہا تھا۔ ساحل سے سمندر کی طرف جا رہا تھا اور سمندر سے ساحل کی طرف آ رہا تھا۔ ساحل پر بینڈ باجے زور شور ... سے بج رہے تھے۔ جگہ جگہ رقص ہو رہا تھا۔ شادی کے گیت گائے جا رہے تھے۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ذریعے ایک نئے طرز کا انوکھا ہنی مون منانے کی مبارکباد دی جا رہی تھی لیکن لاکھوں ڈالر خرچ کرنے کے باوجود مسرتیں انہیں مل رہی تھیں، جن کے نصیب میں تھیں۔

وہ طیارہ مسلسل دو گھنٹے تک پرواز کرتے رہنے کے بعد رن وے پر اتر گیا۔ حکومت کے اعلیٰ عہدے داروں اور فوج کے اعلیٰ افسروں نے اس طیارے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ وہ سب دلہا اور دلہن کو مبارکباد دینے کے لئے بے چین تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے سرکاری شعبوں کے اہم افراد بھی وہاں تھے۔ طیارے کی سیڑھی لگائی گئی، بینڈ باجے اور زور سے بجنے لگے۔ طیارے کا دروازہ کھلتے ہی دلہن ایسے حلیے میں باہر نکلی جس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرے کا میک اپ اِدھر اُدھر پھیل کر اسے کارٹون بنا رہا تھا۔ وہ روتی ہوئی، چیختی ہوئی باہر آئی۔ سیڑھی سے اترتے ہوئے کہنے لگی "ہائے میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ آم کی جگہ املی دے دی گئی ہے۔ میں تو بالکل لٹ گئی۔"

جو استقبال کرنے آئے تھے وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسا ہو جائے گا۔ اس کے میکے والوں نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ تمہارے ساتھ کیا ہو گیا ہے؟ تمہارا دلہا کہاں ہے؟"

پھر سب کی نظریں طیارے کے دروازے پر گئیں۔ دلہا بلاؤز اور اسکرٹ پہنے کھڑا ہوا تھا۔ جتنے پریس فوٹو گرافرز آئے ہوئے تھے وہ سب ہکا بکا رہ گئے۔ تصویریں اتارنا بھول گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اتنے بڑے حاکم کی تصویر ایسے حلیے میں اتاری جائے یا نہیں؟ وزیر اطلاعات اور اس شعبے کے اہم افراد فوٹو گرافرز سے ان کے کیمرے چھیننے لگے اور تمام رپورٹرز سے چیخ چیخ کر کہنے لگے "ہماری اجازت کے بغیر نہ کوئی تصویر اتاری جائے گی اور نہ ہی کوئی خبر تیار کی جائے گی۔"

اس دوران میں چند اعلیٰ حکام اور فوجی افسران نے اس اعلیٰ حاکم کو گھیر لیا تھا۔ اس سے چند باتیں کرتے ہی وہ سمجھ گئے تھے کہ اس کی جنس بدل گئی ہے۔ وہ اسے واپس طیارے کے اندر لے گئے تاکہ باہر والوں کو حقیقت نہ معلوم ہو۔ یہ ان کے ملک اور قوم کے لئے بڑے شرم کی بات تھی کہ ان کا اعلیٰ حاکم زنخا بن گیا ہے۔

جب وہ طیارے کے اندر پہنچے تو انہوں نے دو باڈی گارڈز کی لاشیں دیکھیں۔ طیارے کے پائلٹ اور کو پائلٹ سے سوالات کئے گئے۔ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ لاشوں کے قریب سائلنسر لگا ریوالور پڑا تھا۔ تب سمجھ میں آیا کہ فائر کی آوازیں پائلٹ کیبن تک کیوں نہیں... گئی تھیں۔ اندر جو کچھ ہوتا رہا اس کی خبر پائلٹ اور کو پائلٹ کو نہیں ہوئی تھی۔ اعلیٰ حاکم سے پوچھا گیا "انہیں کس نے قتل کیا ہے؟"

اس نے فوجی افسر کو دیکھتے ہوئے کہا "وہ قتل کرنے والا پہلے تو نظر نہیں آیا تھا پھر نمودار ہو گیا تھا۔"

"وہ کون تھا؟"

اعلیٰ حاکم نے افسر کے سامنے آ کر کہا "وہ تمہاری طرح ایک گبھرو جوان تھا۔ کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟"

پوچھنے کا انداز ایسا تھا کہ افسر گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا پھر بولا "میں بال بچے والا ہوں۔"

"میں حکم دیتی ہوں بال منڈ والو اور بچوں کو سرکاری تحویل میں دے دو پھر مجھ سے شادی کر لو اس کے بعد بتاؤں گی، وہ قاتل کون تھا۔"

وہ آپس میں کہنے لگے "یہ کھسک گیا ہے۔ یہاں جو کچھ ہو چکا ہے اس کے بارے میں یہ ہمیں صحیح باتیں نہیں بتا سکے گا۔"

دلہن کو طیارے کے اندر بلایا گیا اور اس سے سوالات کئے گئے۔ اس نے تمام تفصیلات بتائیں۔ وہ سب حیرانی سے سنتے رہے پھر ایک نے سوال کیا "جب یہ قتل ڈیڑھ گھنٹے پہلے ہوئے تھے تو اس کے بعد بھی طیارہ کیوں پرواز کرتا رہا۔ کیا تم انٹرکام کے ذریعے پائلٹ سے رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھیں؟"

"انہوں نے ہمیں پچھلے کیبن میں لاک کر دیا تھا۔ میں نہیں

جانتی کہ اس کے بعد بھی طیارہ ڈیڑھ گھنٹے تک کیوں پرواز کرتا رہا۔"

اعلیٰ حاکم نے ہاتھ نچا کر کہا "اے بہنا! ایسی بھی نادان نہ بنو۔ وہ ڈیڑھ گھنٹے تک میرے خرچ پر ہنی مون مناتے رہے تھے۔"

اب وہ سب اس بات پر حیران تھے کہ وہاں کس نے دلہا اور دلہن کی جگہ لی تھی؟ جس دلہن سے پوچھا جا رہا تھا وہ نتالیہ اور پارس کو چہروں سے نہیں پہچانتی تھی۔ جب یہ عجیب و غریب ہنی مون منانے والی باتیں دیوی، جان کولن اور میجرٹی ہنٹر تک پہنچیں تو انہوں نے وہاں کے اکابرین سے کہا "آپ لوگ آنکھیں بند کر کے یقین کر لیں کہ یہ بدمعاشی پارس نے کی ہے۔"

انہوں نے یقین نہیں کیا، کہا "تم لوگ پارس کی دشمنی میں ایسا کہہ رہے ہو۔ کیا تمہارے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے؟"

ایک حاکم نے کہا "ہم بہت دنوں سے سن رہے ہیں کہ پارس قتل اہیب میں ہے پھر سنا اس نے ہماری بہت بڑی لیبارٹری کو تباہ کیا ہے۔ بعد میں پتا چلا یہ دشمنی دیوی نے کی تھی پھر الزام دیا جا رہا ہے کہ پارس نے جانوروں کو نادیدہ بنایا تھا۔ اس کے بعد بچوں کو نادیدہ بنایا لیکن یہ تمام الزامات درست ثابت نہیں ہوئے ہیں۔ کسی بھی ثبوت کے بغیر پارس کو الزام دیا جا رہا ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "یہ جو ہمارا اعلیٰ حاکم تبدیل ہو گیا ہے تو اس کا الزام بھی کسی ثبوت کے بغیر پارس پر لگایا جا رہا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ اس تمام عرصے میں پارس نے کبھی ہم سے رابطہ نہیں کیا اور نہ ہی کبھی ہمیں نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دی ہیں۔ یہاں تک کہ ہمیں اس کی موجودگی کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ بس سنتے آ رہے ہیں کہ وہ اس شہر میں ہے۔"

فوج کے ایک افسر نے کہا "دیوی! آپ برا نہ مانیں۔ نادیدہ بنانے والی گولیاں آپ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بندوں کے پاس ہیں۔ آپ لوگ بھی جانوروں اور بچوں کو نادیدہ بنا کر پریشان کر سکتے ہیں۔"

دیوی نے کہا "ہم ایسا کر سکتے تھے مگر ہم نے ایسا نہیں کیا ہے۔"

"جب آپ ہماری ایک لیبارٹری کو تباہ کر سکتی ہیں تو اس کے آگے بھی بہت کچھ کر سکتی ہیں اور ان سب کا الزام پارس پر لگا سکتی ہیں۔"

جان کولن نے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ یہودی اکابرین پارس کے لئے اب نرم گوشہ رکھنے لگے ہیں۔ تعجب ہے کہ ایک مسلمان کی حمایت کر رہے ہیں۔"

"مسلمانوں کے علاوہ آپ لوگوں سے بھی ہمیں خاصا نقصان پہنچ رہا ہے اس لئے مذہبی حوالے سے یہ باتیں نہ کریں۔ نقصان سب ہی پہنچا رہے ہیں اور الزام صرف مسلمانوں کو دے رہے ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا "آپ لوگوں نے دعویٰ کیا تھا کہ الپا کے بغیر ہم سب محفوظ اور سلامت رہیں گے اور آپ تین بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس کو ختم کر دیں گے یا یہاں سے بھگا دیں گے اور یہ ثابت کر دیں گے کہ الپا مملکتِ اسرائیل کے لئے اہم نہیں ہے لیکن نتیجہ اب ہمارے سامنے ہے۔ الپا چھٹی پر ہے اور آپ تمام اس کی جگہ سنبھالنے میں ناکام رہے ہیں۔"

میجرٹی ہنٹر نے کہا "آپ تمام اکابرین خوب کھل کر ہمارے خلاف بول رہے ہیں۔ گویا کھلی دشمنی کر رہے ہیں۔ کیا اس کا نتیجہ جانتے ہیں؟"

"آپ جواب میں اپنی کم تمکنی کا مظاہرہ کریں گے۔ اب تک آپ کی دوستی سے نقصان ہی پہنچا ہے۔ دشمنی سے اتنا نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ دشمنی کے جواب میں الپا میدان میں آ جائے گی۔"

اچانک الپا کی آواز سنائی دی "میں ڈیوٹی پر واپس آ گئی ہوں۔ میں ایک ہفتے کے لئے گئی تھی لیکن چار ہی دنوں میں آ گئی ہوں کیونکہ اپنے ملک اور قوم کو مزید نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتی۔"

ایک حاکم نے کہا "میڈم الپا! آپ نے واپس آ کر اپنی حب الوطنی کا ثبوت دیا ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ ملک کو صرف آپ ہی تحفظ دے سکتی ہیں۔ جو غیر یہودی دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں وہ محض سبز باغ دکھاتے ہیں۔"

الپا نے کہا "میری اکابرین سے درخواست ہے کہ آج رات ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا جائے۔ اس اجلاس میں ہم اپنے اہم ملکی معاملات پر گفتگو کریں گے اور میں آپ کو ایک خوشخبری سناؤں گی۔ فی الحال میں دیوی، جان کولن اور میجرٹی ہنٹر سے مخاطب ہوں۔ یہ تینوں ہمارے ملک سے دوستی کرنے کی آڑ میں اپنا اُلّو سیدھا کرنے کی کوششیں کرتے رہے ہیں لیکن اب نہیں کر سکیں گے۔"

دیوی نے طنزیہ انداز میں پوچھا "کیا تم نئے سرے سے سپر لیڈی بن کر آئی ہو؟ ہمارے سامنے کی بلی ہو کر ہم سے میاؤں کر رہی ہو۔"

جان کولن نے کہا "الپا! تم چار دنوں تک روپوش رہیں اس لئے ہم نے تمہیں نظر انداز کیا۔ ہمیں دھمکیاں دینے کی حماقت نہ کرو ورنہ تمہارا ناخن برابر ملک دنیا کے نقشے سے مٹ جائے گا۔"

الپا نے کہا "تمہیں ایسا کرنے میں کچھ وقت لگے گا اور ایسا وقت تمہارے نصیب میں نہیں ہے۔ ابھی فوراً ہی اپنے ان یہودی آلۂ کاروں کے پاس جاؤ جنہیں تنویمی عمل کے ذریعے ہمارے ملک کے خلاف استعمال کر رہے تھے۔ تمہارے تمام آلۂ کاروں کی پٹڑیاں بدل چکی ہیں۔ وہ خسرے بن چکے ہیں۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ ایسا بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا تم نے ہی اپنے اعلیٰ حاکم کی جنس تبدیل کی ہے؟"

"میں تمہارے سوال کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی۔ اب

میں دیوی سے کہتی ہوں کہ اپنے آلۂ کاروں کے پاس جائے۔ اس کے تمام آلۂ کار بھی دیویاں بن چکے ہیں" یہ سنتے ہی دیوی اور جان کولن وہاں سے چلے گئے۔ الپا نے کہا "میجرٹی ہنٹر! ابھی تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں نئے ہو۔ تم نے ہم سے دشمنی کرنے کے لئے دیوی اور جان کولن سے گٹھ جوڑ کیا ہے جس کی سزا تمہیں ضرور ملے گی۔ اگر تم ابھی اپنے ملک میں ہوتو آرمی ہیڈ کوارٹر میں جا کر دیکھو۔ وہاں کے دو بڑے افسروں کی بھی جنس تبدیل ہو چکی ہے۔ یہ تم سب کے لئے ایک ابتدائی سزا ہے اس کے بعد اگر تم میں سے کسی نے اسرائیل کا رخ کیا تو میں اس کے پورے ملک کو زنخا بنا دوں گی۔"

وہ بھی چلا گیا۔ ایک حاکم نے کہا "میڈم الپا! آپ نے ان چار دنوں میں کمال کر دیا۔ آپ نے چھٹی نہیں کی بلکہ دشمنوں کی چالوں کا توڑ کرتی رہیں۔ اب کچھ پارس کے بارے میں بتائیں؟"

"پارس نہ پہلے ہمارے ملک میں تھا نہ اب ہے۔ اس کی یہاں موجودگی کی جھوٹی خبر ہمارے ان تین دشمنوں نے پھیلائی تھی۔ میں اس کے متعلق آج رات کے اجلاس میں بات کروں گی۔ فی الحال مجھے جانے کی اجازت دیں۔"

وہ وہاں سے چلی آئی نتاشا اور نتالیہ اس کے دماغ میں تھیں اور نتالیہ کے ساتھ پارس بھی تھا۔ وہ تینوں الپا کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ پارس اس وقت نتاشا اور نتالیہ کے بنگلے میں تھا۔ نتالیہ نے اپنی بہن سے کہا "سسز! تم نے دیکھا' پارس نے کتنی آسانی سے ان تینوں کو اس اجلاس سے بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب تم بتاؤ کیا میرے پارس کی دوستی سے تمہیں نقصان پہنچ رہا ہے؟"

نتاشا نے کہا "اس میں شبہ نہیں کہ پارس نے الپا کی پوزیشن مستحکم کر دی ہے اور دشمنوں کو بری طرح شکست دی ہے۔ یہ میدان پارس نے جیتا ہے لیکن فائدہ ہمیں پہنچ رہا ہے۔"

نتالیہ نے کہا "پھر بھی تم مطمئن نہیں لگتیں۔"

نتاشا نے کہا "اطمینان تب ہو گا جب ہم الپا کے ذریعے تمام اکابرین کو یقین دلا سکیں گے کہ پارس یہاں نہیں ہے۔"

پارس نے کہا "میں ایسی تدبیر کروں گا کہ تم الپا کے ذریعے انہیں میری عدم موجودگی کا یقین دلا سکو گی۔"

نتالیہ نے پارس سے پوچھا "کیا تم واقعی یہاں نہیں رہو گے۔ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"تم چھوڑنے والی چیز نہیں ہو۔ میں یہاں چند دن اور رہوں گا۔"

"صرف چند دن؟"

"مجبوری ہے۔ میری دوسری مصروفیات بھی ہیں۔"

"میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔"

"میں جاؤں گا مگر جب بلاؤ گی' آجاؤں گا۔"

نتاشا نے بہن سے کہا "تم اپنی ہی باتیں کئے جا رہی ہو' مجھے کام کی باتیں کرنے دو۔ ہاں تو پارس! تم مجھے کون سی تدبیر بتا رہے تھے؟"

وہ نتاشا کو سمجھانے لگا۔ رات کے اجلاس میں تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے اکابرین موجود تھے۔ وہ سب یہ جاننے کے لیے بے چین تھے کہ الپا نے تنہا تین بڑے دشمنوں کو کس طرح شرمندہ کیا ہے اور ان کے اعلیٰ حاکم کی جنس کس طرح تبدیل ہو گئی ہے۔

اجلاس کا آغاز ہوتے ہی ایک اعلیٰ حاکم نے سوال کیا "میڈم الپا! کیا تم چھٹیوں کے دوران میں بھی مصروف رہی تھیں؟ اور کیا واقعی پارس ہمارے ملک میں نہیں ہے؟"

"میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔ پارس نہ یہاں ہے اور نہ کبھی آیا تھا۔ اس کی آمد کی جھوٹی خبر دشمنوں نے پھیلائی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ مجھے مسلمانوں کا حمایتی ثابت کر کے آپ سب کی نظروں سے گرا دیں۔"

"تم مملکت اسرائیل کا سب سے اہم ستون ہو۔ ہم تمہیں کبھی نظروں سے گرنے نہیں دیں گے۔"

وہ بولی "خدا نے مجھے پھر سے عزت دی ہے۔ وہ تینوں دشمن عارضی طور پر چلے گئے ہیں لیکن نئے دشمن پیدا ہو گئے ہیں۔ روس کے سراغ رسانوں نے درپردہ ٹیلی پیتھی کا علم سیکھا ہے۔ جب ان کے ملک میں منگی فوج تھی تب انہوں نے ان بندروں سے نادیدہ گولیاں اور کیپسول حاصل کئے اور یوں تمام مطلوبہ قوتیں اور صلاحیتیں حاصل کر کے وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آئے ہیں۔"

ایک نے کہا "یہ تو ہمارے لیے بڑی تشویش کی بات ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ میں ان چار دنوں میں ایسے ہی ایک روسی سراغ رساں کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کرتی رہی ہوں۔ اس کا نام کرسٹو سکی ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں' فلائنگ کیپسول اور برین گارڈ وغیرہ ہیں۔"

ایک نے پوچھا "وہ ہمارے ملک کیوں آیا ہے؟"

"آیا تھا۔ اب نہیں ہے۔ میں نے بھگا دیا ہے۔"

تمام اکابرین تالیاں بجانے لگے۔ الپا نے کہا "ہم اندر سے کمزور ہوں تو دشمن ہماری کمزوریوں سے فائدہ ضرور اٹھاتے ہیں۔ کرسٹو سکی نے دیکھا کہ دیوی' جان کولن اور میجرٹی ہنٹر نے میرے ملک میں میری پوزیشن کمزور کر دی ہے اور اسرائیلی اکابرین کو اپنا معمول بنا کر یہاں اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے یہاں آ گیا۔"

"جانوروں اور بچوں کو نادیدہ کس نے بنایا تھا؟"

"اسی کرسٹو سکی نے ایسی حرکتیں کی تھیں۔ امریکا نے خفیہ طور سے ہارمونز کے انجکشن تیار کئے ہیں۔ کرسٹو سکی نے بڑی ہیرا پھیری سے وہ انجکشن حاصل کئے ہیں۔ وہ ہمارے ملک میں اپنا پلڑا بھاری رکھنا چاہتا ہے۔ ہمیں یہ دھمکی دینا چاہتا ہے کہ وہ آئندہ

تمام اکابرین کی جنس تبدیل کر دے گا اس لیے اس نے نمونے کے طور پر پہلے ہمارے اعلیٰ حاکم کی جنس تبدیل کی ہے لیکن وہ آئندہ ایسا نہیں کر سکے گا۔"

"یہ تم یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"میں دو گھنٹے پہلے اچانک اس کے خفیہ اڈے پر پہنچ گئی تھی۔ مقابلے کے دوران وہ ہارمونز کے انجکشنوں کا ایک پیکٹ چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

برین آدم نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنا ایک ہاتھ بلند کیا۔ اس کے ہاتھ میں وہ پیکٹ تھا۔ اس نے کہا "یہ الپا کا کارنامہ ہے۔ اس نے دشمن سے یہ پیکٹ چھین لیا ہے۔ اب یہ انجکشن ہماری لیبارٹری میں جائے گا۔ ہمارے قابل اور تجربہ کار کیمسٹ اور ڈاکٹر اس کا تجزیہ کر کے اس انجکشن کا بنیادی فارمولا معلوم کریں گے اور ایسے انجکشن زیادہ سے زیادہ تیار کریں گے۔"

"بے شک الپا نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے لیکن کرسٹو سکی نئے منصوبوں کے ساتھ واپس آ سکتا ہے۔"

الپا نے کہا "اب وہ آئے گا تو اسے وارننگ دی جائے گی کہ ہمارے پاس بھی انجکشنوں کا ذخیرہ ہے۔ ہم ان روسی اکابرین کی بھی جنس تبدیل کر سکتے ہیں۔"

تمام حاضرین خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ الپا نے کہا "کرسٹو سکی نے میری غیر موجودگی سے فائدہ اٹھانا چاہا تھا۔ اس نے ان تین بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے تمام آلۂ کاروں کی جنس تبدیل کر دی۔ اس کے بجائے میں نے ان تینوں کو یہاں سے جانے پر مجبور کر دیا کیونکہ ایسی دھمکیاں دینے کا اسے موقع نہیں ملا۔ انجکشن میرے ہاتھ لگ گئے تھے اس لئے میں نے ان تینوں کو دھمکیاں دیں۔"

"تم کرسٹو سکی پر کیسے غالب آ گئیں؟"

"میری مخصوص لائن آف ایکشن ہوا کرتی ہے۔ کرسٹو سکی دھوکا کھا گیا وہ یہ سمجھتا رہا کہ میں چھٹیاں گزارنے کہیں گئی ہوں۔ میں اس کی بے خبری سے فائدہ اٹھا کر اس کے خفیہ اڈے تک پہنچ گئی تھی۔"

تمام اکابرین تالیاں بجانے لگے۔ الپا کو اس کی کامیابی پر مبارکباد دینے لگے۔ دیوی' جان کولن اور میجرٹی ہنٹر وہاں نادیدہ بنے ہوئے خاموشی سے تمام باتیں سن رہے تھے۔

اچانک جان کولن چند سیکنڈ کے لئے نمودار ہوا پھر برین آدم کے ہاتھ سے انجکشنوں کا پیکٹ چھین کر نادیدہ ہو گیا۔ یک بیک تالیاں بند ہو گئیں۔ جان کولن نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "الپا! ہم سے ٹکرانے کا نتیجہ دیکھ لو۔ تمہاری ایک بہت بڑی کامیابی' اب ناکامی میں بدل گئی۔ ان انجکشنوں کے بغیر تم کرسٹو سکی کو یہاں دوبارہ آنے سے نہیں روک سکو گی۔ البتہ میں اسے بھی روکوں گا اور تمہارے بھی قدم یہاں سے اکھاڑوں گا۔"

دیوی نے تعریف کی "واہ مسٹر کولن! تم نے اچانک بازی پلٹ کر کمال کر دیا ہے۔ الپا سے کہو کہ وہ اس اجلاس میں نادیدہ نہ رہے۔ یہاں نمودار ہو جائے۔ وہ انکار کرے تو یہاں کے چند اکابرین کی جنس تبدیل کر دی جائے۔"

میجرٹی ہنٹر نے کہا "الپا! پردے سے باہر آجاؤ ورنہ تمہارے اکابرین کو پردے والیاں بنا دیا جائے گا۔"

ایک حاکم نے برین آدم سے کہا "مسٹر آدم! یہ آپ نے کیا کیا؟ وہ بہت اہم انجکشن تھے۔ انہیں اجلاس میں لانے کی کیا ضرورت تھی اور اگر لے آئے تھے تو اس پیکٹ کو چھپا کر رکھنا چاہیے تھا۔"

برین آدم نے کہا "اسے چھپائے رکھتا تو کیسے معلوم ہوتا کہ دیوی' جان کولن اور ٹی ہنٹر چھپ کر اجلاس کی کارروائی دیکھنے آئے ہیں اور ہم سے دشمنی کر کے کم ظرفی دکھانے والے ہیں۔ آپ حضرات اطمینان رکھیں۔ یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

جان کولن نے پوچھا "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم ان انجکشنوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے؟"

"مجھے برین آدم کہا جاتا ہے اور میری کھوپڑی میں غیر معمولی برین ہے۔ میں نے وہ تمام انجکشن ایک خفیہ لیبارٹری میں پہلے ہی پہنچا دیے ہیں۔ یہ خالی پیکٹ دشمنوں کے لئے لایا تھا تاکہ وہ دیکھتے ہی اسے حاصل کرنے کے لئے خود کو ظاہر کر دیں اور انہوں نے یہی کیا ہے۔ بہتر ہے وہ گھر جانے سے پہلے اس پیکٹ کو کھول کر دیکھ لیں۔ پیکٹ ان کی طرح اندر سے خالی ہے۔"

تمام اکابرین خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ جان کولن نے ایک جگہ چھپ کر اس پیکٹ کو کھول کر دیکھا۔ وہ واقعی خالی تھا۔ اس نے مشترکہ آلۂ کار کے دماغ میں آ کر دیوی اور ٹی ہنٹر سے کہا۔ "برین آدم نے ہم سے چالاکی کی ہے۔ اجلاس میں ہماری موجودگی ظاہر کرنے کے لئے ہمیں بیوقوف بنایا تھا۔"

دیوی نے کہا "مسٹر کولن! تم لوگوں نے خفیہ طور سے جنس تبدیل کرنے والے انجکشن تیار کئے اور ہمیں خبر نہیں ہونے دی۔"

میجرٹی ہنٹر نے کہا "اگر ہمیں پہلے ایسے انجکشن کے متعلق معلوم ہوتا تو ہم اتنے یہودی اکابرین کی جنس تبدیل کرتے کہ الپا ہمارے قدموں میں آ کر گرنے پر مجبور ہو جاتی۔"

جان کولن نے کہا "وہ انجکشن بہت زود اثر ہیں۔ چوبیس گھنٹے میں جنس تبدیل ہو جاتی ہے اس لئے ہمارے ماہرین اس میں کچھ تبدیلیاں کر رہے ہیں۔ جب تک خاطر خواہ تبدیلی نہ ہو' ہم وہ انجکشن دوسروں پر استعمال نہیں کریں گے۔"

"لیکن ہم ان یہودیوں پر استعمال کر سکتے تھے۔ جیسا کہ کرسٹو سکی نے کیا ہے لیکن تم نے دشمن کو موقع دیا اور ہمیں دوست بنا کر ہم سے ہارمونز کے انجکشن چھپائے۔ یہ تو کوئی دوستی نہ ہوئی۔"

جان کولن نے کہا "ہم نے صرف الپا کے خلاف مشترکہ محاذ قائم کیا ہے۔ ایسی کوئی دوستی نہیں کی ہے کہ ایک دوسرے کو اپنے اپنے ملک کے اہم راز بتادیے جائیں۔ مجھے خواہ مخواہ الزام دے کر آپس میں تلخیاں پیدا نہ کرو۔"

دیوی نے کہا "بہتر ہے ہم ایسی باتوں سے پرہیز کریں اور اس پہلو پر غور کریں کہ الپا نے اس اجلاس میں اپنے اکابرین سے سفید جھوٹ کہا تھا کہ پارس تل ابیب میں موجود نہیں ہے اور اب تک جو مخالفانہ اقدامات کئے ہیں وہ پارس نے نہیں کرسٹوو سکی نے کئے ہیں۔"

"ہاں۔ اس نے یہودی اکابرین کو پارس کی عدم موجودگی کا پورا یقین دلادیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ درپردہ پارس اور الپا میں گہری دوستی ہے۔"

دیوی نے کہا "الپا میں اتنا دم خم نہیں ہے کہ وہ ہمارے مقابلے میں کامیاب ہوجاتی۔ اس نے پارس کے تعاون سے کامیابی حاصل کی ہے اور یہودی اکابرین کا اعتماد حاصل کیا ہے۔"

"ہمارا اندازہ ہے کہ آئندہ پارس الپا کے ساتھ رہ کر ایک حکمران کی طرح ان یہودیوں پر حکومت کرتا رہے گا۔"

"اور جب تک ان دونوں کی آپس میں بنتی رہے گی، ہم ان پر حملے کرنے میں شاید اسی طرح ناکام ہوتے رہیں گے۔"

دیوی نے کہا "مسٹر کولن کے پاس زبردست ہتھیار ہے۔ یہاں ہارمونز کے انجکشنوں کے ذریعے اسرائیلی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو دہشت زدہ کرکے انہیں انڈر پریشر رکھا جاسکتا ہے۔"

جان کولن نے کہا "سوری۔ پارس الپا کا ساتھ دے رہا ہے تو میں اس کے خلاف وہ انجکشن استعمال نہیں کرسکوں گا کیوں کہ میڈم سونیا پہلے ہی ہمارے اکابرین کے خلاف ایسے انجکشن استعمال کرچکی ہیں۔ اگر میں یہاں پارس کے مقابلے میں یہ خاموش ہتھیار استعمال کروں گا تو سونیا میرے ملک میں قیامت برپا کردے گی۔"

دیوی نے کہا "ٹھیک ہے۔ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے لیکن میں ایسا کروں گی تو سونیا اور پارس میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"یہ نہ بھولو کہ وہ تمہارے بھارتی باشندوں کی جنس تبدیل کرسکتے ہیں۔"

"جب وہ ایسا کریں گے تو میں تم لوگوں کے تعاون سے اپنے دیس کے لوگوں کی حفاظت کروں گی۔ ابھی ہم تینوں کے لئے یہ شرم کی بات ہے کہ ہم ایک الپا کو شکست نہ دے سکے۔ ہم اس کی جگہ چھین کر اسرائیل پر حکومت کرنا چاہتے تھے لیکن وہ جگہ پارس نے بڑی مکاری سے لے لی ہے۔"

جان کولن بولا "مجھے اس شکست پر شرمندگی بھی ہے اور غصہ بھی آرہا ہے۔ ہم اسرائیل سے نہیں جائیں گے۔ آئندہ خوب سوچ سمجھ کر ایک بہت بڑا حملہ کریں گے اور حملہ کرنے سے پہلے پوری کوشش کریں گے کہ پارس ہماری نظروں میں آجائے۔"

"ایک بار صرف ایک بار وہ نظر آجائے۔ بائی گاڈ! وہ پھر دوسری بار نظر آنے کے لئے زندہ نہیں رہے گا۔"

انہوں نے طے کیا کہ آئندہ ٹھوس پلاننگ پر عمل کریں گے اور پلاننگ کی بنیاد یہ ہوگی کہ پہلے پارس کو نگاہوں کے سامنے آنے پر مجبور کیا جائے۔

اور پارس کو نتالیہ مجبور کررہی تھی کہ وہ نگاہوں کے سامنے رہے کیونکہ رنگین و سنگین لمحات روبرو ہی گزارے جاتے ہیں۔

اور رنگین لمحات میں ڈوبنے والے اکثر سنگین نتائج سے دوچار ہوجاتے ہیں۔

○☆○

دیوی شی تارا کئی جگہ مصروف رہا کرتی تھی۔ کبھی تل ابیب میں اور کبھی واشنگٹن میں۔ وہ پہلے کی طرح بڑے رعب اور دبدبے سے دیوی بن کر رہنے کے لئے ہر اس جگہ پہنچ جاتی تھی، جہاں اپنی حکمرانی قائم کرنے کی امید ہوتی تھی۔ چونکہ اسے اپنے دیس سے محبت تھی اس لئے وہ ہندوستان کے کسی نہ کسی شہر میں رہائش اختیار کرتی تھی۔

ان دنوں وہ ممبئی شہر میں تھی۔ یہ شہر کبھی بمبئی کہلاتا تھا لیکن عوامی اور سرکاری سطح پر نام تبدیل کردیا گیا۔ بمبئی کی جگہ ممبئی کردیا گیا۔ سٹیلائٹ کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس نام کی تشہیر ہوچکی ہے لہٰذا اس شہر کو اب ممبئی ہی لکھا جارہا ہے۔

وہ مسلسل روپوش رہ کر اور نادیدہ بن کر زندگی گزارتے ہوئے بیزار ہوگئی تھی۔ دیوی بن کر طویل جدوجہد کرتے رہنے کے دوران بار بار یہی دل چاہتا رہا کہ ایک عام سی زندگی گزارے کیونکہ عام لوگ دیوی اور دیوتا سے زیادہ خوش اور مطمئن رہتے ہیں۔

اس بار وہ ایسی ہی عام لوگوں جیسی زندگی گزار رہی تھی۔ ممبئی کے ایک بہت ہی پسماندہ محلے ناگ پاڑہ میں اس نے کرائے کا ایک بڑا سا مکان لیا تھا۔ وہ ایک غریب بوڑھے جوڑے کو اپنا معمولی کرایہ دار بنا کر ان کی بیٹی بن بیٹھی۔ اپنے دو جوان اور صحت مند ماتحتوں کو چھوٹے بھائیوں کے طور پر ساتھ رکھ کر ایک فیملی کی صورت میں وہاں رہنے لگی۔

اس کا زیادہ وقت اس مکان کے اندر خیال خوانی میں گزرتا تھا۔ میرے فیملی ممبرز اور خصوصاً پارس سے الجھتے رہنا اس کے لئے ایسا ضروری تھا جیسے یہ اس کے دھرم کی کتابوں میں لکھ دیا گیا ہو۔ پارس سے الجھنے کے علاوہ اسے اور کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے پہاڑوں سے بھی ٹکرانا اور کبھی سمجھوتا کرنا پڑتا تھا۔

وہ تھک گئی تھی۔ ذرا آرام کرنا چاہتی تھی اس لئے بالکل ہی گمنام رہنے کی خاطر ناگ پاڑہ کے ایک مکان میں رہائش اختیار کرلی تھی۔ نہایت معمولی سستی سی ساڑی پہننے اور اس بستی کے لوگوں کی طرح زندگی گزارنے لگی تھی۔

اس نے زندگی میں پہلی بار چوبیس گھنٹے تک ایک ذرا خیال خوانی نہیں کی۔ وہ پوجا میں مصروف رہی۔ یا پھر ممبئی شہر کی تفریح گاہوں میں جاکر خوش ہوتی رہی اور ذہنی سکون حاصل کرتی رہی۔ وہ بہت ہی خوبصورت اور بھرپور جوان عورت تھی۔ کئی جگہ کچھ منچلوں نے اسے چھیڑا مگر وہ ان سے کترا کر نکل گئی۔ ان کے خلاف ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہیں کیا۔ وہ فیصلہ کرچکی تھی کہ جب تک عزت اور جان کو خطرہ پیش نہیں آئے گا تب تک وہ ایک عام عورت کی طرح حالات کا سامنا کرتی رہے گی۔

ایسی زندگی کی ابتدا بہت اچھی تھی۔ بڑی آزادی سے جہاں چاہتی تھی، وہاں چلی جاتی تھی۔ کسی دشمن کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں تھا اور مخالفین سے نمٹنے والی کوئی دائمی الجھن نہیں تھی۔

اگر کسی دشمن سے اتفاقاً سامنا ہوتا تو وہ اسے کبھی پہچان نہ پاتا کیونکہ وہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ نہیں تھی۔ اس علاقے کے دادا کو پتا چلا کہ ناگ پاڑہ میں ایک نئی عورت آئی ہے۔ وہ ایسی جوان اور حسین ہے کہ اسے دیکھتے ہی منہ میں پانی آجاتا ہے۔ اس بستی کے لوگوں نے دیوی کو بتایا تھا کہ علاقے کا دادا بڑا خطرناک ہے لیکن مہربان بھی ہے۔ جن کے گھروں میں چولہے نہیں جلتے، وہاں پورا راشن پہنچا دیتا ہے۔ اگر کوئی بدمعاش کسی کی بہوبیٹی پر بری نظر ڈالے تو اس کی اچھی طرح پٹائی کردیتا ہے۔

وہ پہلا دادا تھا جو پولیس والوں کی سرپرستی میں جوئے اور شراب کے اڈے نہیں چلاتا تھا۔ جوا کھیلنے اور شراب بیچنے والوں کو الٹا لٹکا کر مارتا تھا اور پولیس والوں کو کسی طرح بھتا لینے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس لئے تھانے والے اس کے دشمن بنے رہتے تھے۔ ایسی شریفانہ خوبیوں کا مالک، غنڈوں کا دادا نہیں ہوتا لیکن جو ایک پورے علاقے پر حاوی ہوکر حکومت کرے، اسے روایت کے مطابق دادا ہی کہا جاتا ہے۔

وہ ایک جیپ میں اپنے حواریوں کے ساتھ اس کے مکان کے سامنے آیا پھر جیپ سے اتر کر دروازے پر آکر دستک دی۔ دیوی کے ایک ماتحت نے دروازہ کھولا۔ دادا نے کہا "سنا تھا، آپ یہاں نئے آئے ہوئے ہیں۔ سوچا آپ لوگوں سے ملاقات کرلوں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہاں پہنچا دوں۔"

ماتحت نے کہا "آپ کا شکریہ۔ ہم نے سنا ہے، آپ بہت مہمان ہیں۔ یہاں غریبوں کی غریبی دور کررہے ہیں لیکن ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ کتنے فیملی ممبرز ہیں؟"

"ہم دو بھائی، ایک بہن اور بوڑھے ماں باپ ہیں۔ آپ اندر آسکتے ہیں۔"

وہ اندر آگیا۔ دیوی پوجا سے فارغ ہوکر بیٹھک والے کمرے

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

ابجدِ موسیقی

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے

سُر، لے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور
موسیقی کے دیگر اسرار و رموز
آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب

برصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

یہ سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کتاب ہر موسیقی کی شائق کی لائبریری کی زینت ہے

قیمت: ۱۰۰/- روپے ○ ڈاک خرچ: ۱۸/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ رمضان چیمبرز طور یا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱

میں آئی تو اس علاقے کے دادا کو دیکھ کر چونک گئی۔ بے اختیار اس کے منہ سے نکلا "پارس!"

علاقے کے دادا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا پھر کہا "پارس نہیں، پورس۔ میرا نام پورس ناتھ ہے۔"

وہ جو خود کو پورس کہہ رہا تھا، سر سے پاؤں تک پارس دکھائی دے رہا تھا۔ پارس سے قد اور جسامت میں انیس بیس کا فرق ہو سکتا تھا لیکن صورت شکل سے بالکل پارس تھا۔ اسے دیکھ کر دیوی بدحواس ہو گئی تھی۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ پارس اس کا سراغ لگا کر روبرو آ گیا ہے اور اب کسی بھی لمحے میں نادیدہ بن کر اس کے جسم میں سما جائے گا۔ ان لمحات میں وہ نادیدہ نہیں بن سکتی تھی۔ کیونکہ پوجا کے دوران میں منہ میں گولی نہیں رکھتی تھی اور اس وقت وہ پوجا کر کے پورس کے سامنے آئی تھی۔

وہ فوراً ہی پلٹ کر تیزی سے اپنے کمرے میں آئی پھر اپنے پرس سے ایک گولی نکال کر منہ میں رکھ کر نگلتے ہی نادیدہ ہو گئی۔ وہاں سے بیٹھک میں آ کر دیکھا۔ پورس اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ یعنی وہ نادیدہ بن کر دیوی کے اندر سما نے نہیں آیا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ مطمئن ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کے دماغ کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ چور خیالات نے بتایا کہ اس کا پیدائشی نام پورس ناتھ ہے۔ وہ جنم سے ہندو ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے اور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ دیوی نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

وہ سوچ کے ذریعے بولا "تم چوری سے میرے خیالات پڑھ رہی تھیں۔ میں خاموش تھا۔ اب مجھے مخاطب کر رہی ہو تو جواب دے رہا ہوں کہ ہاں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

"کیا تم مجھے جانتے ہو؟"

"یقین کے ساتھ نہیں، لیکن ایک اندازہ ہے کہ تم دیوی شی تارا ہو۔"

دیوی نے پوچھا "یہ تمہارا اصلی روپ ہے یا بہروپ ہے؟"

"یہ میرا اصلی روپ ہے۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ یہ فرہاد علی تیمور کے بیٹے پارس کا چہرہ ہے۔ اگر یہی تمہارا اصلی چہرہ ہے تو اس کے ہم شکل کیسے ہو گئے؟"

"یہ بھگوان سے پوچھو۔ دنیا کے ہر حصے میں ہم شکل پائے جاتے ہیں۔ بھگوان نے مجھے پارس کا ہم شکل بنایا ہے۔ کیوں بنایا ہے؟ یہ وہی جانتا ہے۔"

"کیا تم نے ہم شکل ہونے کا فائدہ اٹھانے کی کبھی کوشش کی ہے؟"

"ابھی نہیں کی ہے۔ پہلے پارس کا وزن، اس کی قوت اور اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کا پورا حساب کر لوں پھر کچھ فائدے اٹھانے کی کوشش کروں گا۔"

"تم نے ٹیلی پیتھی کیسے سیکھی ہے؟"

"کسی ٹرانسفارمر مشین سے نہیں سیکھی۔ برسوں ریاضت کی ہے تب یہ علم حاصل کیا ہے۔"

"کیا تم موجودہ حالات سے واقف ہو کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟"

"میں ہمیشہ تازہ ترین حالات سے باخبر رہتا ہوں۔ تم آج کل قتل ابیب میں زیادہ مصروف رہتی ہو۔ پارس نے تمہیں چھوڑ دیا ہے اور ایک نئی روسی ٹیلی پیتھی جاننے والی نتالیہ سے عشق کر رہا ہے۔"

"پارس نے مجھے نہیں چھوڑا ہے۔ میں نے اسے ٹھکرایا ہے۔"

"وہ ہمیشہ ایک کو چھوڑتا ہے اور دوسری کو پکڑتا ہے۔ سب اس کے ہرجائی پن سے واقف ہیں۔ ایسے میں کوئی یقین نہیں کرے گا کہ تم نے اسے ٹھکرایا ہے۔"

"کیا تم بھی یقین نہیں کرو گے؟"

"میں یقین کر لوں گا۔ تم پہلے بھی کئی بار پارس سے دشمنی مول لیتی رہی ہو اور تم ایک ہی عورت ہو جو فرہاد کی فیملی میں گھس کر دشمنیاں مول لینے کی جرأت کرتی رہتی ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "شکریہ۔ تم میرے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔"

"میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پہاڑوں کے بارے میں مکمل معلومات رکھتا ہوں۔"

"میں حیران ہوں کہ تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں وسیع اور مکمل معلومات رکھتے ہو لیکن اب تک ایسے گمنام ہو کہ آج تک کوئی تمہاری شخصیت سے واقف نہیں ہے۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تمہارے جیسے زبردست آدمی سے یوں اچانک ملاقات ہو گی۔"

"یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں ٹیلی پیتھی کی دنیا میں زبردست ہوں۔"

"میں اتنی دیر سے تمہارے دماغ میں ہوں اور تمہارے چور خیالات پڑھنے میں ناکام ہو رہی ہوں۔ تم بالکل پارس کی طرح دوسروں سے اپنے چور خیالات چھپانے میں کامیاب ہو جاتے ہو۔ مجھے اب بھی یہی شبہ ہے کہ تم پارس ہو اور تم نے یہاں آ کر کوئی نیا ڈراما شروع کیا ہے۔"

"میں اکثر سوچتا تھا کہ جب بھی معروف ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے دیکھیں گے تو پارس ہی سمجھیں گے۔ میرے انکار کے باوجود یقین نہیں کریں گے۔"

"آج سے کچھ عرصہ پہلے پارس کی جو آواز اور لہجہ تھا وہی تمہارا ہے۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ اس نے اپنا لہجہ اب بدل لیا ہے؟"

"میں نے کافی عرصے سے پارس کو نہیں دیکھا ہے۔ اگر دیکھ

لیتا تو اس کا موجودہ لہجہ بھی اپنا لیتا۔ میں پارس کی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی اپنے ذہن میں نقش کر لیتا ہوں۔"

"تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ کیا تم نے کوئی منصوبہ بنایا ہوا ہے؟"

"میرے ذہن میں کوئی خاص پلاننگ نہیں ہے۔ میں قدرتی طور پر پارس کا ہم شکل ہوں پھر بھگوان نے مجھے ایسی ذہانت اور قوت ارادی دی ہے کہ میں نے اپنی محنت سے ٹیلی پیتھی سیکھی ہے اور رفتہ رفتہ ہر وہ فن اور ہنر سیکھا ہے جو پارس کو آتا ہے۔"

"ہاں! میں اندازہ کر رہی ہوں کہ تم کئی اعتبار سے پارس ہو لیکن تم میں پارس کی زندہ دلی نہیں دیکھ رہی ہوں۔ تم ابھی تک بہت گہرے اور سنجیدہ نظر آ رہے ہو۔"

"میں ایسا زندہ دل ہوں کہ پارس بھی میری زندہ دلی دیکھے گا تو حیران رہ جائے گا۔"

"تم تعلیم یافتہ ہو، غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہو، تمہاری دنیا کی دولت سمیٹ سکتے ہو پھر اس چھوٹے سے علاقے میں نچلوں کے دادا بن کر کیوں رہتے ہو؟"

"تم بھی ٹیلی پیتھی کی دنیا پر چھائی ہوئی ہو، فرہاد علی تیمور کے بعد تمہارا ہی رعب اور دبدبہ ہے پھر تم ایک غریب اور معمولی عورت کی طرح یہاں کیوں رہنے آئی ہو؟"

"میں تھک گئی ہوں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور رہ کر کچھ عرصے تک ایک عام سی پُرسکون زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

"میں اس لئے یہاں رہتا ہوں کہ کوئی میری صلاحیتوں کو سمجھ نہ پائے۔ دراصل ہم جتنی دولت اور جتنی قوتوں کا مظاہرہ کرتے ہیں، اپنے لئے اتنے ہی دشمن پیدا کرتے جاتے ہیں اور آئے دن مصائب کو دعوتیں دیتے رہتے ہیں۔ تم نے اب تک ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایک بھرپور زندگی گزاری ہے اور میں تمہاری اس دنیا سے باہر ہوں۔ میرا اور اپنا موازنہ کرو، تم پریشان ہو کر اس جگہ آئی ہو جہاں میں پہلے سے ایک مطمئن زندگی گزار رہا ہوں۔"

"تم درست کہتے ہو۔ میرے پاس ساری دنیا کی دولت ہے مگر اطمینان نہیں ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ تمہاری طرح ایک پُرسکون اور مطمئن زندگی گزاروں۔"

"تم اپنے اس ارادے پر قائم رہو گی تو تمہیں سکون اور اطمینان ضرور حاصل ہو گا۔"

"جب میں ارادہ کرتی ہوں تو بدلتی نہیں ہوں۔ بائی دا وے، کیا تمہارے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول بھی ہیں؟"

"میرے پاس بہت کچھ ہے لیکن بہت جلد یہ نادیدہ بنانے والی گولیاں اور کیپسول ناکارہ ہو جائیں گے۔"

دیوی نے حیرانی سے پوچھا "یہ چیزیں ناکارہ کیسے ہو جائیں گی؟"

"میں نے ایک بہت بڑے کیمسٹ اور سترسالہ تجربات رکھنے

والے ایک ڈاکٹر کی خدمات حاصل کی ہیں اور اس کے ذریعے ایک ایسی دوا تیار کرائی ہے' جس کے ذریعے غیر معمولی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنایا جاسکتا ہے۔"

"تم انہیں ناکارہ کیوں بنانا چاہتے ہو؟"

"جس طرح گند تیزی سے پھیلتی ہے اسی طرح یہ گولیاں اور کیپسول دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلتے جارہے ہیں۔ یہ چیزیں ایک مذاق بن گئی ہیں۔"

"تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں نہیں رہتے ہو پھر ان چیزوں کو ناکارہ بنا کر کیا حاصل کرنا چاہتے ہو۔ میں اتنی دیر سے گفتگو کررہی ہوں مگر تمہارے عزائم سمجھ میں نہیں آرہے ہیں۔"

"میں آج ٹیلی پیتھی کی دنیا میں نہیں ہوں۔ آئندہ کسی دن بھی قدم رکھ سکتا ہوں۔ میرا مشورہ ہے' تم یہاں اطمینان سے رہنا چاہتی ہو تو ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں کوئی بات ہی نہ کرو۔"

"میں نے تو یہی فیصلہ کیا تھا کہ خیال خوانی بھی نہیں کروں گی لیکن تمہاری باتوں نے مجھے بے چین کردیا ہے۔ مجھے تو یہ سوچ کر نیند نہیں آئے گی کہ تم ان گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والے ہو۔ ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ چیزیں جب بڑی احتیاط سے چھپا کر رکھی جائیں گی تو انہیں کیسے ناکارہ بناؤ گے۔"

"میں نے جو دوا تیار کرائی ہے اسے اسپرے کیا جاتا ہے۔ اگر میں تھوڑی سی دوا یہاں اسپرے کروں تو اس کا اثر سو مربع گز کے علاقے میں ہوگا۔ یہ دوا ہوا میں تحلیل ہوکر ہر اس جگہ پہنچتی ہے جہاں ہوا کا گزر ہوتا ہے۔ اگر بوتلوں میں گولیوں اور کیپسولوں کو بند رکھا جائے تو بند کرتے وقت بوتلوں میں بھی ہوا پہنچتی ہے۔ کسی آہنی تجوری میں بھی ہوا کا گزر ہوتا ہے۔"

"میں ان چیزوں کو زمین میں دفن کرکے رکھوں گی۔ اسپرے کی ہوئی دوا کا اثر ختم ہوگا تو میں انہیں زمین سے نکال لوں گی۔"

"میں جو کہہ رہا ہوں اسے سمجھنے کے لئے ماحولیات اور ہوا کے فنکشن کو سمجھنا ضروری ہے۔ پودے ہوا سے آکسیجن جذب کرتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں۔ ہوا اس طرح پودوں کے ذریعے زمین میں داخل ہوجاتی ہے اور یہ مخصوص دوا کاربن ڈائی آکسائیڈ کا ایک اہم جز بن جاتی ہے۔ جب تم ان چیزوں کو زمین کے اندر سے نکالو گی تو وہ پہلے ہی ضائع ہوچکی ہوں گی۔"

دیوی نے بڑی لجاجت سے کہا "پلیز! اس علاقے میں اسپرے نہ کرنا۔ میں چاہتی ہوں' اسپرے کرنے والی دوا کے سلسلے میں ہم ایک ٹھوس منصوبہ بنائیں۔ کیا تم مجھ پر اعتماد کروگے۔"

"اعتماد کررہا ہوں اسی لئے تمہیں اپنے دماغ میں جگہ دے رہا ہوں۔"

"اور میں نے بھی تمہارے دماغ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولا "میں تمہیں اجازت دیتا ہوں' میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرو۔"

"میں کبھی ایسا نہیں کروں گی۔ مجھے یقین ہے تم نے بھی پارس کی طرح اپنے دماغ کو فولاد اور عجوبہ بنایا ہے۔ مجھے تم سے مل کر کتنی خوشی ہورہی ہے' میں بیان نہیں کرسکتی۔"

"تمہیں ملنے کی خوشی ہورہی ہے مگر مجھ سے مل نہیں رہی ہو۔ ملنا تو دور کی بات ہے' تم نظر بھی نہیں آرہی ہو۔"

وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے سامنے نمودار ہوگئی۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر نمستے کہا پھر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ یوں شرمانے لگی جیسے کنواری چھوکری ہو۔ پہلی بار کسی مرد کے سامنے آئی ہو۔ وہ بولا۔

"میں جانتا ہوں تم کبھی کسی کے روبرو نہیں آتی ہو۔ کسی پر بھروسا نہیں کرتی ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ مجھ پر اعتماد کررہی ہو۔"

"میں چاہتی ہوں' ہم ایک دوسرے پر بھرپور اعتماد کریں اور ہر آزمائشی مرحلے میں ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔ تم اسپرے کرنے والی دوا کے بارے میں کچھ کہہ رہی تھیں؟"

"تم نے ایک زبردست دوا تیار کرائی ہے۔ ہم اس کے ذریعے تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی نادیدہ بننے والی صلاحیت کو ختم کرسکتے ہیں۔ کوئی بھی ہمارے مقابلے پر آکر روپوش نہیں رہ سکے گا۔ ہمارے سامنے بے دست وپا ہوجائے گا۔"

"ایسے خیالات پہلے میرے دماغ میں آتے رہتے تھے۔ اب میں نے یہ سوچنا چھوڑ دیا ہے۔ میں دوسروں کے لئے وہی سوچتا ہوں' جو اپنے لئے چاہتا ہوں۔ اگر میں چاہوں گا کہ وہ نادیدہ بنانے والی گولیاں میرے پاس رہیں تو دوسروں کے لئے بھی یہی چاہوں گا کہ ان کے پاس بھی وہی گولیاں رہیں۔"

"دشمنی کا پہلا اصول یہ ہے کہ دشمنوں سے ہتھیار چھین لئے جائیں۔ کیا تم ان سے ہتھیار نہیں چھیننا چاہو گے؟"

"میں چھیننا چاہتا ہوں لیکن جب ان کی گولیاں اور کیپسول ضائع کروں گا تو اپنی گولیوں اور کیپسولوں کو بھی ناکارہ بناؤں گا۔"

"یہ کون سی دانش مندی ہے؟ تم نہتے ہوکر ان سے مقابلہ کرو گے؟"

"میں کیوں مقابلہ کروں گا؟ میری کسی سے دشمنی نہیں ہے اور اگر کبھی کوئی دشمن بنے گا تو میری طرح ان گولیوں سے محروم رہے گا۔ ہم ان گولیوں کے بغیر ایک دوسرے سے دشمنی کا بخار نکال سکتے ہیں۔"

ان لمحات میں دیوی کو اس پر بہت غصہ آرہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں اسے گالیاں دینے لگی۔ یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اسے دوسرا زبردست پارس مل رہا تھا مگر وہ بھی پارس کی طرح من مانی کرنے والا ضدی اور سرپھرا تھا۔

دیوی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کس طرح اپنے قابو میں کرے اور اپنی بات منوائے؟ اس کی عقل کہہ رہی تھی کہ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اپنی گولیوں اور کیپسولوں کے ذخیرے کو دوسرے کسی علاقے میں لے جاکر چھپا دینا چاہیے۔

اس نے سوچا' یہ اچھا ہوا کہ اسے اسپرے کرنے والی دوا کے منفی اثرات کا علم پہلے سے ہوگیا۔ اس نے سوچا' میں اپنے ذخیرے کو محفوظ کرلوں گی تو بعد میں وہ ذخیرہ مجھے اس دنیا کی حکمران دیوی بنادے گا۔ سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان گولیوں سے محروم رہیں گے۔ صرف میں نادیدہ بن کر ان سب کو زیر کرتی رہوں گی۔ مجھے سوچنے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ ابھی کہیں دور جاکر ذخیرے کو محفوظ کرلینا چاہیے۔"

یہ فیصلہ کرتے ہی اس نے گولی نگل لی پھر مسکرا کر پارس کے ہم شکل پورس ناتھ کو دیکھا۔ اب وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔

وہ اس کے سامنے سے اٹھ کر جانے لگی۔ پورس نے پوچھا۔

"کہاں جارہی ہو؟"

اس نے ایک دم سے چونک کر پلٹ کر پورس کو دیکھا پھر اپنے بدن کو چھو کر سوچنے لگی "کیا گولی نگلنے کے بعد بھی نظر آرہی ہوں؟"

پورس نے کہا "تم خود کو اس طرح چھو رہی ہو' جیسے بدن میں درد ہورہا ہو۔"

بات سمجھ میں آگئی کہ گولی بے اثر ہوگئی ہے۔ وہ چیخ کر بولی۔ "گولی نگلنے کے بعد بھی میں تمہیں کیسے نظر آرہی ہوں؟"

وہ بولا "ہم دونوں کے پاس گولیوں اور کیپسولوں کے جتنے ذخیرے ہیں' وہ سب ناکارہ ہوگئے ہیں۔ میں اپنے ماتحت سے کہہ کر آیا تھا کہ وہ مخصوص دوا ہمارے علاقے میں اسپرے کردے۔ اس نے یقیناً ایسا کیا ہے۔ نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹخ کر بولی "تم پارس ہو۔ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔"

"اگر میں دھوکا دیتا تو ابھی پارس ہونے کا اعتراف کرلیتا۔ بھلا کوئی میرا کیا بگاڑ سکتا ہے لیکن میرا بھگوان جانتا ہے کہ میں پارس نہیں پورس ناتھ ہوں۔"

"تم کیسے ہندو ہو؟ کیسے ہندوستانی ہو؟ تمہیں اپنے دیس کی حفاظت کے لیے ان گولیوں اور کیپسولوں کی ضرورت ہے اور تم نے وہ سب کچھ ضائع کردیا۔"

"ہماری طرح دوسرے بھی ان چیزوں سے محروم ہوجائیں گے۔ کوئی دشمن ہمارے دیس کو نقصان پہنچانے کے لیے نادیدہ نہیں بن سکے گا۔"

"تم عجیب احمقانہ انداز میں ایسا کررہے ہو۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ جو ہتھیار ہم دشمنوں سے چھین لیں گے ان ہتھیاروں کو ہمارے پاس مستقل رہنا چاہیے۔ ہتھیاروں کے بغیر نہ ہم غالب آسکتے ہیں نہ دشمنوں کو کترنا کر اپنے دیس سے دور رکھ سکتے ہیں۔"

"اپنے دیس کی حفاظت میری ذمے داری ہے۔"

"میری بھی تو ذمے داری ہے۔ تم نے میرا اتنا بڑا نقصان کیا ہے۔ میں اسے برداشت کررہی ہوں۔ تم سے شکایت نہیں کررہی ہوں۔ کیا میرے اس دوستانہ انداز کو سمجھ رہے ہو؟"

"سمجھ رہا ہوں۔ میرے دل میں تمہاری عزت بڑھ گئی ہے۔"

"تم بھی جواباً دوستی کا ثبوت دو اور میری بات مان لو۔ ان گولیوں اور کیپسولوں کو صرف ہمارے پاس رہنے دو۔ باقی دنیا کے جس حصے میں' جن لوگوں کے پاس ہے' ان کے پاس نہ رہنے دو۔"

"شی تارا! میری بات سمجھو' یہ گولیاں ایسے کم ظرف لوگوں کے پاس بھی ہیں جو نادیدہ بن کر دوسروں کی خواب گاہ میں گھس جاتے ہیں۔ کسی شریف زادی کے غسل کرنے کا نظارہ کرنے کے لیے اس کے باتھ روم میں بھی پہنچ جاتے ہیں۔ میں شریف زادیوں کو تماشا بننے نہیں دوں گا اسی لیے ان چیزوں کو ضائع کررہا ہوں۔"

دیوی نے التجا کی "دیکھو' ہم دونوں مل کر بہت بڑی طاقت بن سکتے ہیں۔ ہمیں ابھی سے ایک دوسرے کی بات ماننا چاہیے۔ تم میری صرف ایک بات مانو' یہ گولیاں اور کیپسول صرف میرے پاس رہنے دو۔"

"تم میری ایک بات کچھ عرصے کے لیے مان لو۔ میں جلد ہی یہ ثابت کردوں گا کہ ان چیزوں کے بغیر بھی ہم دشمنوں پر غالب آتے رہیں گے۔"

"اگر ہمیں خاطر خواہ کامیابیاں حاصل نہ ہوئیں تو آئندہ کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے یہ گولیاں اور کیپسول نہیں رہیں گے۔ اس وقت کیا کروگے؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں' اس وقت تمہیں وہ گولیاں اور کیپسول لادوں گا۔"

وہ چونک کر بولی "جب یہ چیزیں ساری دنیا سے نابود کردو گے تو مجھے کہاں سے لاکر دو گے؟"

"تم بھول رہی ہو کہ ان گولیوں اور کیپسولوں کے نسخے تو ضائع نہیں ہوں گے۔ وہ تو کاغذات میں محفوظ رہیں گے۔ میں پھر یہ چیزیں تیار کراؤں گا اور اپنی غلطی کی تلافی کے طور پر وہ سب کچھ تمہیں دے دوں گا۔"

"اس طرح تو دوسروں کے پاس بھی نسخے موجود رہیں گے۔ وہ بھی دوبارہ یہ چیزیں تیار کرسکیں گے۔"

"میں اتنا بھی نادان نہیں ہوں۔ پوری دنیا میں ان گولیوں اور کیپسولوں کے نسخے صرف میرے پاس رہیں گے۔ باقی جن لوگوں نے جہاں بھی چھپا کر رکھے ہیں' میں وہاں پہنچ کر ان نسخوں میں کچھ تبدیلیاں کردوں گا تاکہ صحیح چیزیں پھر کبھی تیار نہ ہوسکیں۔"

"اتنی دیر میں تمہاری یہ ذہانت مجھے اچھی لگی کہ تم اپنا ایک نسخہ بچا کر رکھو گے۔ میں اب تک الجھی ہوئی تھی کہ تمہیں اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے کیسے سمجھاؤں۔ بھگوان کا شکر ہے کہ

ایک بات تمہاری سمجھ میں آگئی ہے۔"

"تم نے مجھ سے دوستی کی ہے' میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔"

وہ بولی "ہم بڑی اہم چیزوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ اب ہمیں جلد از جلد دوسروں کو بھی محروم کر دینا چاہیے۔ جن کے پاس بھی ایسی چیزیں ہیں' ہم انہیں پہلی فرصت میں ناکارہ بنائیں گے اور ابھی فرصت ہے۔"

"تم سے ملاقات نہیں ہوئی تھی تب ہی سے میں نے یہ سوچ لیا تھا کہ مجھے ان چیزوں کو ناکارہ بنانے والی مہم پر آج ہی روانہ ہو جانا چاہیے اور میں روانگی کی تیاریاں کر چکا ہوں۔ کسی وقت بھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"کیا مجھے چھوڑ کر جاؤ گے؟"

"جب تم نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے تو پھر ہم ساتھ چلیں گے۔"

"لیکن کیسے؟ ہمارے پاس فلائنگ کیپسولز ہوتے تو ہم کم سے کم وقت میں جہاں چاہتے وہاں پہنچ جاتے۔"

"اس مہم کے لیے میں نے تین عدد نادیدہ بنانے والی گولیاں اور تین کیپسول اس علاقے سے دور چھپا کے رکھے ہیں۔ تم سفر کی تیاری کرو۔ میں ابھی آؤں گا پھر تمہیں اپنے ساتھ باندرہ ہل کی ایک کوٹھی میں لے چلوں گا۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دیوی اسے دروازے تک چھوڑنے آئی پھر وہ حواریوں کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر چلا گیا۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ اس کے ایک ماتحت نے کہا "دیوی جی! یہ تو ہمارا بڑا نقصان ہوا۔ ہماری تمام گولیاں اور کیپسول ناکارہ ہو گئے۔"

دوسرے ماتحت نے کہا "آپ ہمیں نادیدہ بنا دیتی تھیں' ہم بڑی آسانی سے کوئی سا بھی کام کر گزرتے تھے اب وہی کام مشکلوں سے ہوا کرے گا۔"

"فکر نہ کرو' میں پورس کے ساتھ جا رہی ہوں۔ میری کوشش ہو گی کہ جہاں جاؤں وہاں کی کسی لیبارٹری میں پورس سے پہلے پہنچ کر خاصی تعداد میں گولیاں اور کیپسول حاصل کر لوں اور انہیں کسی دوسرے علاقے میں چھپا دوں۔ میں پورس کا اعتماد بھی قائم رکھوں گی اور وہ چیزیں بھی کہیں چھپا کے رکھوں گی۔"

ایک ماتحت نے کہا "پورس صاحب نے اپنے لیے تین گولیاں اور تین کیپسول پہلے سے کہیں چھپا رکھے ہیں۔ ایسی چیزوں کو یہاں ناکارہ بنانے سے پہلے آپ سے بھی کہہ سکتے تھے کہ آپ بھی دو چار گولیاں اور کیپسول کسی دوسری جگہ لے جائیں۔"

دیوی نے کہا "ہاں۔ پورس کو میرے بھی تحفظ کے لیے ایسا کرنا چاہیے تھا مگر وہ بہت گھبرا ہے۔ پارس کی طرح کتابی کچھ ہے' کرتا کچھ ہے۔ میں دیکھوں گی کہ اس میں کتنی گہرائی ہے۔ فی الحال میری پوری کوشش ہو گی کہ میں نادیدہ بنانے والی گولیوں سے محروم نہ رہوں۔ اگر میں محروم رہ گئی تو یہ اوپر سے شریف اور اندر سے حریف بن کر رفتہ رفتہ مجھے اپنا تابعدار بنا لے گا۔"

دیوی شی تارا نے کبھی کسی پر بھروسا کرنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ اگر وہ پارس پر ایک محبوبہ اور ایک بیوی کی طرح بھرپور اعتماد کرتی تو آج میری ایک باعزت اور باوقار بہو کہلاتی۔ اسے وہ برتری اور اقتدار سب کچھ مل جاتا جس کے لیے وہ اب تک ناکام جدوجہد کرتی آ رہی ہے اور اکثر ناکامیوں کا منہ دیکھتی آ رہی ہے۔

اور ناکامیوں کی بنیادی وجہ اس کی خود پسندی اور خود پرستی تھی۔ اگر وہ دھرم والی نہ ہوتی تو اپنا ہی بت بنا کر اس کی پوجا کرتی۔ ایسی عورت کبھی کسی مرد کے تابع نہیں رہتی۔

اس نے پارس کو ہمیشہ کے لیے کھو دیا تھا۔ اب اپنی خود پرستی کے باعث وہ شاید پورس کو بھی کھونے والی تھی۔

○☆○

جان کولن اور امریکی اکابرین بے حد پریشان تھے۔ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ ہارمونز کے انجکشنوں سے بھرا ہوا کارٹن سونیا لے گئی ہے اور اسے لے جانے کے بعد اس نے دو چار اکابرین کی جنس تبدیل کر کے جس طرح انہیں تماشا بنایا تھا اس کو سربراہ کانفرنس میں سب ہی نے دیکھا تھا۔ جان کولن اور امریکی اکابرین کو تمام دنیا والوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا تھا۔

انہوں نے سونیا سے رابطہ کیا پھر کہا "میڈم! ہم سے ایسی کیا غلطی ہو گئی تھی کہ دنیا والوں کے سامنے آپ نے ہمارے سر جھکا دیے۔"

سونیا نے کہا "اسلام دشمنی تم سب کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ تم ہم سے دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ایک عرصے سے جو دشمنیاں کرتے رہے' میں ان کا حساب نہیں کروں گی۔ تم سب خود ہی حالیہ دشمنی پر غور کرو۔ ہماری دنیا میں پہلی بار منکی مخلوق آئی تو تم لوگوں کے دماغ میں فوراً ہی یہ بات آئی کہ ان ہزاروں بندروں کو اسلامی ممالک کی طرف دھکیل دیا جائے۔ اگر ہم محتاط اور باخبر رہتے تو اب تک تم اپنی سازشوں میں کامیاب ہو جاتے اور اسلامی ممالک پر بندروں کی حکومتیں قائم کر دیتے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "بے شک ہم نے ایسا کیا تھا لیکن آپ نے بھی ان بندروں کو ہمارے لیے عذاب بنا دیا تھا۔"

"تم پر عذاب نازل ہوتے ہیں پھر بھی تم سبق حاصل نہیں کرتے۔ دوسری بار تم لوگوں نے اپنے نادیدہ لوگوں کو سایہ بنا کر میرے اور فرہاد کے اندر پہنچا دیا تاکہ وہ ہمارے اندرونی راز معلوم کرتے رہیں اور ہمیں نقصان پہنچاتے رہیں۔ میں نے تم لوگوں کو پھر ایک بار سبق سکھانے کے لیے منکی ماسٹر کو تمہارے ملک میں بلایا تھا۔ تم لوگوں نے پھر اپنی غلطی تسلیم کر کے سمجھوتا کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ آئندہ ہم سے دشمنی نہیں کرو گے' اس کے باوجود یہ ہارمونز کے انجکشن تم نے اسلامی ممالک کے لیے تیار کرائے ہیں۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو یا تمہیں ہمارے خلاف بھڑکایا گیا ہے۔ ہم نے یہ انجکشن ایسی لڑکیوں کے لیے تیار کرائے ہیں جو صحیح تعلیم اور تربیت حاصل نہ کرنے کے باعث مکمل عورت بن نہیں پائیں۔ ہم نے جو نئے انجکشن تیار کیے ہیں ان کے ذریعے ادھوری عورتیں' مکمل ہو جایا کریں گی۔"

سونیا نے کہا "اس انجکشن کو تیار کرنے والے ڈاکٹر کے چور خیالات نے بتایا ہے کہ وہ صرف اسلامی ممالک کے خلاف تیار کیے گئے ہیں۔ کرسٹو وسکی ان انجکشنوں کو ایران پہنچانے والا تھا۔ میں نے اسے روک تو دیا ہے لیکن کتنے انجکشنوں کو اور کتنے دشمنوں کو اسلامی ممالک تک پہنچنے سے روک سکوں گی۔ تم لوگوں نے میرے لیے مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ میں ان مسائل سے نمٹ تو لوں گی لیکن تم لوگوں کا سکون غارت کرتی رہوں گی۔"

ایسے وقت ایک ماتحت نے آ کر سونیا سے کہا "میڈم! ہم نے جو تحقیق کی ہے' وہ انجکشن ایران کے دارالحکومت تہران پہنچائے جا رہے ہیں۔"

سونیا نے امریکی اکابرین سے کہا "ابھی یہ بات کنفرم ہو چکی ہے کہ تمہارے تیار کرائے ہوئے شیطانی انجکشن تہران پہنچائے جا رہے ہیں۔ میں وہاں جا رہی ہوں۔ کوشش کروں گی کہ وہ انجکشن وہاں کی مسلمان پر نہ آزمائے جائیں۔ اگر وہاں ایک مسلمان کی جنس تبدیل ہو گی تو سمجھ لو کہ اس ایک کے بدلے تمہارے دس لڑکیوں کو خسرا بنا دوں گی۔ اب تم لوگوں سے کوئی سمجھوتا نہیں ہو گا۔"

اس نے ان اکابرین سے رابطہ ختم کر کے اپنے ماتحت سے کہا۔ "کرسٹو وسکی کو بلاؤ۔"

تھوڑی دیر بعد کرسٹو وسکی نے سونیا کے دماغ میں آ کر کہا۔ "یور ہائی نس! میں ہوں' آپ کا خادم کرسٹو وسکی۔"

وہ بولی "تم خادم بن کر پیٹھ میں چھرا گھونپ رہے ہو۔ پچھلی بار تم نے وعدہ کیا تھا کہ میرے مزاج کے خلاف کوئی کام نہیں کرو گے انجکشنوں کا وہ ذخیرہ سمندر میں پھینک دو گے۔"

"مجھ سے بڑی سے بڑی قسم لے لیں' میں نے وہ سب کچھ سمندر میں پھینک دیا۔ آپ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی ہے۔ آئندہ کوئی سازش کروں گا تو جلد یا بدیر وہ ظاہر ہو گی اور میری شامت آ جائے گی۔ نہیں میڈم! میں آپ سے دشمنی مول لینے کی جرأت نہیں کروں گا۔"

"پھر وہ دوائیں تہران کیسے پہنچ رہی ہیں؟"

"میڈم! یہ میرے لیے نئی اطلاع ہے۔ جو دوائیں سمندر کی تہہ میں پہنچ چکی ہیں' وہ تو نکالی نہیں گئی ہوں گی۔ انجکشنوں کی نئی کھیپ کوئی وہاں لے گیا ہے۔"

"کون لے گیا ہے' میں سمجھ سکتی ہوں۔ یہ انجکشن ابھی تک امریکیوں اور روسیوں کے پاس ہے۔ تم دونوں میں سے کسی ایک کی یہ حماقت ہے اور یہ حماقت تم سب کو بڑی مہنگی پڑنے والی ہے۔"

"میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے۔"

"تم چھ روسی سراغرسانوں کی ایک چنڈال چوکڑی ہے۔ تم بظاہر اس چنڈال چوکڑی سے الگ ہو گئے ہو۔ خود کچھ نہیں کر رہے ہو۔ انہیں کرنے کا موقع دے رہے ہو۔ میں تہران جا رہی ہوں۔ میری واپسی تک چھپنے کی جگہ ڈھونڈ رکھو۔"

سونیا نے سانس روک لی۔ کرسٹو وسکی اس کے دماغ سے نکل آیا۔ سونیا کی وارننگ ایسی تھی جیسے وہ اس کی اور دوسرے روسی سراغرسانوں کی سازشوں سے واقف ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے روسی سراغرسانوں نے اپنی ایک ٹیم بنائی تھی اور وہ اپنے طور پر مختلف ممالک میں کچھ سرگرمیاں دکھا رہے تھے۔ ان میں سے ایک روسی نپالن اور دوسرے روسی روزانو وسکی نے اپنے ساتھی کرسٹو وسکی سے کہا "فکر نہ کرو۔ تم اسے راضی رکھو' ادھر ہم اپنا کام دکھائیں گے۔ ہم وہ تمام انجکشن ایران اسمگل کرنے کے انتظامات کریں گے۔"

اور انہوں نے یہی کیا تھا۔ روزانو وسکی وہ انجکشن وہاں لے گیا تھا۔ کرسٹو وسکی نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس آ کر کہا "روزانو! بہت بری اطلاع ہے۔ سونیا تہران پہنچ رہی ہے۔"

روزانو وسکی نے پریشان ہو کر کہا "یہ تو توقع تھی کہ یہاں فرہاد کی فیملی کا کوئی ممبر میرے مقابلے پر آئے گا لیکن یہاں سونیا کی آمد خلاف توقع ہے۔ یہ بڑے مسائل پیدا کرے گی۔ تعجب ہے ابھی ہمارا مال تہران پہنچ رہا ہے اور انہیں خبر ہو گئی۔"

"یہ لوگ بڑے وسیع اور پراسرار ذرائع کے مالک ہیں۔ تم اپنی سلامتی کی فکر کرو۔ اس طرح روپوش رہو کہ وہ کبھی ڈھونڈ نہ سکے۔ اگر تمہاری ایک ذرا سی آہٹ بھی اسے ملے گی تو وہ آہٹ سنانے والی گھڑی تمہاری زندگی کی آخری گھڑی ہو گی۔"

"مجھے نہ ڈراؤ۔ میں بہت محتاط رہ کر اس سے نمٹنے کی کوشش کروں گا۔ یہ اچھا ہوا کہ اس کی آمد کی اطلاع مجھے مل گئی۔ اچانک سامنا ہو تا تو مجھ سے کوئی گڑبڑ ہو سکتی تھی۔ اب نہیں ہو گی۔"

کرسٹو وسکی اس کے دماغ سے چلا گیا۔ روزانو وسکی نے اپنی ٹیم کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں سے کہا "ابھی وہ انجکشن یہاں کسی پر استعمال نہ کیے جائیں۔ ہم مسلمان اکابرین میں سے جس پر یہ انجکشن آزمائیں گے' سونیا اس کے ذریعے ہم تک پہنچنے کی کوشش کرے گی۔"

ایک ماتحت نے پوچھا "ہم جس کی جنس تبدیل کریں گے' اس کے ذریعے سونیا کس طرح ہمارا سراغ لگائے گی؟"

"اس کے طریقۂ کار اور اس کی مکاریوں کو آج تک کوئی سمجھ نہیں پایا۔ وہ ہماری سمجھ میں بھی نہیں آئے گی۔ وہ سمجھنے کے لیے ہم عارضی طور پر کچھ نہیں کریں گے۔ یہ دیکھیں گے کہ وہ ہمیں ڈھونڈ نکالنے کے لیے کیا کرے گی۔ اس طرح اس کا طریقۂ کار کسی حد تک سمجھ میں آئے گا۔"

روزانو وسکی اور اس کے ماتحت مسلمان اکابرین کو دنیا کے سامنے مضحکہ خیز بنانے اور جسمانی طور پر کمزور بنانے آئے تھے لیکن اب اپنی سلامتی کی فکر کررہے تھے۔

پرانی کہاوت ہے کہ گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف آتا ہے۔ امریکا کی موت آئی تھی کہ وہ ایران کی طرف آیا تھا۔ بظاہر تو وہ آج بھی سپر پاور کہلاتا ہے لیکن ایران سے ٹکرانے کے بعد اس کا کھوکھلا پن دنیا والوں کے سامنے ظاہر ہوچکا ہے۔

وہ سپر پاور ایک آکٹوپس کی طرح بے شمار ہاتھوں اور لامحدود ذرائع سے آج بھی ایرانیوں کے عزائم کو کچلنے کی ناکام کوششیں کرتا آرہا ہے۔ شرمندگی اٹھانے کے مقام سے گزر رہا ہے مگر پھر بھی شرما نہیں رہا ہے۔

سونیا نے پہلی بار ایران کی زمین پر قدم رکھا۔ شہنشاہِ ایران کے زمانے میں تہران مغرب کا کوئی شہر نظر آتا تھا۔ عورتیں مغربی لباس پہنتی تھیں۔ کہیں بھولے بھٹکے برقعے اور چادریں نظر آجاتی تھیں۔ اس دور میں مردوں کی بے حسی اور عورتوں کی بے حیائی عروج پر تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ موجودہ ایران دنیائے اسلام کی شان ہے اور ایک ایسی درس گاہ ہے' جہاں سے دوسرے ممالک بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

سونیا نے ایک بہتیل بزرگ میں قیام کیا۔ فارسی میں گرینڈ ہوٹل کو بہتیل بزرگ کہا جاتا ہے۔ ہوٹل کے کاؤنٹر پر ایک خاتون نے مسکرا کر سونیا کا استقبال کیا۔ یہ بات غلط ہے کہ مذہبی حکومت میں خواتین پر سخت پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ وہاں خواتین پورے لباس میں گھر سے نکلتی ہیں۔ اسکول اور کالجوں میں جاتی ہیں۔ دفاتر میں جو ملازمتیں ان کے لیے مناسب ہوتی ہیں' وہ کرتی ہیں۔ حجاب میں رہ کر دکانداری بھی کرتی ہیں اور کاروغیرہ بھی ڈرائیو کرتی ہیں۔ وہاں آوارگی کرنے اور عورتوں کو چھیڑنے کی جرأت کرنے والے کو بڑی عبرت ناک سزائیں دی جاتی ہیں۔

سونیا یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ ایسے صاف ستھرے معاشرے میں مجرموں کو کس طرح پنپنے کا موقع ملتا ہوگا۔ ویسے مجرم ہر ملک میں ہوتے ہیں۔ ایران جیسے ملک میں تو دشمن سیکرٹ ایجنٹ اگر خفیہ طور پر اپنی سرگرمیاں جاری رکھتے ہیں۔ وہاں شاہ کے وقت کے ایسے چند زرخرید ایرانی ہیں جو ایرانی انقلاب اور نظامِ اسلام کے نفاذ کے خلاف باتیں کرتے ہیں اور لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ ایسے لوگ امریکی ایجنٹوں کے آلۂ کار بن جاتے ہیں۔

سونیا چوبیس گھنٹوں تک تہران کی سیر کرتی رہی اور دشمنوں کی طرف سے ہونے والی کسی واردات کا انتظار کرتی رہی پھر یہ سمجھ میں آئی کہ دشمن اس انجکشن کو کسی پر استعمال کرنے سے پہلے اسے تلاش کررہے ہیں' تاکہ پہلے راستے کا کانٹا صاف کریں پھر کوئی واردات کریں۔

وہ تنہا آئی تو شاید چہرہ بدلنے کے باوجود پہچانی جاتی یا شبہ ہوجاتا۔ تہران میں تنہا آکر قیام کرنے والی عورت سونیا ہی ہوگی۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ اس ہوٹل میں تھی اور ان والدین کے ساتھ اس شہر میں گھومتی پھرتی تھی۔ اس کے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے چھ جوان مختلف ہوٹلوں میں تھے۔ سونیا نے ایک کو فون پر مخاطب کیا "اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ میرے دماغ میں آؤ۔"

ایک منٹ کے اندر ہی وہ سب اس کے پاس آگئے۔ اس نے کہا "دشمنوں کی چال سمجھ میں آرہی ہے۔ وہ بڑی رازداری سے مجھے تلاش کررہے ہیں اور خود کہیں منہ چھپائے بیٹھے ہیں لہٰذا انہیں ان کے بل سے باہر نکالنا ہوگا۔"

ایک نے کہا "آپ حکم کریں' ہمیں کیا کرنا ہے؟"

"یہاں کے اکابرین میں سے کسی ایک کو اپنا معمول بنالو۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ نقش کردو کہ اس کی عمر بدل گئی ہے۔ کسی نے اسے ہارمونز کا انجکشن لگایا ہے' جس کے نتیجے میں وہ عورتوں کی طرح بولنے اور رہنے لگا ہے۔"

دوسرے ماتحت نے کہا "ہم ایسا عمل کریں گے کہ دشمن اپنے ہی کے چور خیالات پڑھیں گے تو انہیں وہی معلوم ہوگا جو آپ چاہتی ہیں۔"

تیسرے ماتحت نے کہا "ہم آپ سے بہت کچھ سیکھ رہے ہیں۔ آپ کی یہ چال سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ جن ایرانی مسلمانوں کو حفاظت کے لیے آئی ہیں' ان ہی میں سے ایک کی جنس تبدیل کررہی ہیں۔"

"میں انجکشن کے ذریعے ایسا نہیں کررہی ہوں اور نہ ہی دشمنی سے کررہی ہوں۔ عارضی تنویمی عمل کے ذریعے کسی کو گھنٹوں کے لیے مرد سے عورت بنایا جائے گا۔"

"دشمن حیران ہوں گے کہ ایسا کس نے کیا ہے۔ آپ پر شک نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ آپ کو مسلمانوں کا محافظ سمجھتے ہیں۔"

وہ بولی "اس اسلامی ملک میں ہارمونز کا انجکشن روسی یا سراغرساں یا امریکی ایجنٹ استعمال کرسکتے ہیں۔ اس طرح روسی امریکیوں پر شبہ کریں گے اور امریکی' روسیوں پر۔ یوں وہ آپس میں لڑسکتے ہیں۔ اپنی لڑائی کے دوران میں وہ کہیں چھپے نہیں رہیں گے۔ ہم ان کی شہ رگ تک پہنچ جائیں گے۔"

ایک ماتحت نے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ تہران کی ایک اہم شخصیت پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ میں یہ نقش کردیا کہ اس کی جنس تبدیل ہوچکی ہے لہٰذا وہ عورتوں کے لہجے اور انداز میں بولے گا اور عورتوں کی طرح حرکتیں کرتا رہے گا۔

جب وہ تنویمی نیند پوری کرکے بیدار ہوا تو زنانہ انداز میں چلنے اور حرکتیں کرنے لگا۔ یہ بات تمام اکابرین تک پہنچنے لگی کہ ان میں سے ایک اہم عہدیدار کی جنس بدل چکی ہے۔ یہ خبر پہلے کئی ملک تک پہنچ گئی تھی کہ پہلے امریکا میں پھر اسرائیل میں چند اکابرین کی جنس تبدیل ہوگئی ہے۔ ہارمونز کے ایک مخصوص انجکشن کے ذریعے ایسا کیا گیا ہے اور ایسے انجکشن حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں پر استعمال کیے گئے ہیں۔ یہ بات چھپ نہ سکی کہ ایران میں بھی حکومت کے ایک عہدیدار پر یہ انجکشن آزمایا گیا تھا وہ زنانہ حرکتیں کرنے لگا ہے۔ روزانو وسکی حیرانی سے سوچنے لگا۔ میرے تمام انجکشن کارٹن میں بند پڑے ہیں پھر اسے کس نے انجکشن لگایا ہے؟"

وہ یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ سونیا اپنے ہی کسی مسلمان پر وہ انجکشن آزمائے گی کیونکہ وہ تو مسلمانوں کی حفاظت کے لیے آئی ہے۔ وہ مکار کیسی کیسی الٹی چالیں چلتی ہے' یہ نہ پہلے کوئی سمجھ پایا تھا اور نہ اب روزانو وسکی جیسے نو آموز ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی سمجھ سکتے تھے۔

روزانو وسکی کا ذہن امریکا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جان کولن کی طرف گیا۔ اس نے یہ سوچا کہ چند اسرائیلی اکابرین کی بھی جنس تبدیل کی گئی ہے' اس کا مطلب ہے جن لوگوں کے پاس یہ انجکشن ہیں' ان میں سے کسی نے یہاں ایران میں وہی حرکت کی ہے۔

اسرائیل میں یہ پتا نہ چلا کہ وہ انجکشن کس نے استعمال کیے ہیں۔ پارس نے یا کرسٹو وسکی نے؟ لیکن امریکا کے حوالے سے یہ طے تھا کہ جان کولن جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایران پہنچے ہوئے ہیں اور تہران میں پہلی بار حکومت کے ایک عہدیدار پر اس انجکشن کو آزمایا گیا ہے۔

روزانو وسکی نے مختلف ذرائع سے جان کولن تک پہنچ کر کہا۔ "تم لوگ ایران کے خلاف برسوں سے مختلف ہتھکنڈے استعمال کررہے ہو لیکن اب تک اسے اپنے زیرِ اثر نہ لاسکے۔ اب ہارمونز کے انجکشن کے ذریعے ان ایرانیوں کو مرد سے عورت بنانا چاہتے ہو اور تم وہاں کے ایک سرکاری عہدیدار کو ایسا بنا چکے ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ ہم نے ابھی ایران میں ہارمونز آپریشن شروع نہیں کیا ہے۔ ہم باقاعدہ پلاننگ کے ساتھ شروع کرنے والے تھے لیکن ہم سے پہلے تم ایسا کرنے لگے ہو۔"

"اچھا تو تم ہارمونز آپریشن خود کرو گے اور اس کا الزام ہم پر لگاؤ گے۔ جیسا کہ تم لوگوں کی عادت ہے۔"

جان کولن نے کہا "جب تم یہ جانتے ہو کہ ایران ہمارے ٹارگٹ پر ہے اور رہے گا تو تمہیں وہاں اپنے طور پر اقدامات کرنے کیا ضرورت تھی۔ روسیوں نے ٹیلی پیتھی سیکھتے ہی بہت اونچی پرواز شروع کردی ہے۔ اپنی اوقات سے زیادہ اونچی پرواز کرو گے تو ہم پَر کترنا جانتے ہیں۔"

"پَر کترنے کا شوق ہے تو ذرا سونیا کا سامنا کرلو۔ وہ یہاں تہران میں موجود ہے۔"

"مجھے کیا کرنا چاہیے اور کس کا سامنا کرنا چاہیے' یہ میں بہتر سمجھتا ہوں۔ تمہیں پہلی اور آخری وارننگ دے رہا ہوں۔ چوبیس گھنٹے کے اندر ایران سے چلے جاؤ۔ وہاں ہماری سرگرمیاں جاری رہتی ہیں۔ میں تم جیسے لوگوں کی مداخلت پسند نہیں کروں گا۔"

"ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ تم ہمیں تلاش کرلو اور یہاں سے نکال سکو تو نکال دو۔"

جان کولن نے رابطہ ختم کردیا۔ اب دونوں میں ٹھن گئی تھی۔ وہ تہران میں ایک دوسرے کو تلاش کرنے لگے۔ روزانو وسکی جانتا تھا کہ جان کولن امریکا میں ہے لیکن اس کا خاص ماتحت جو ایران کے خلاف بہت بڑے مشن پر آیا ہوا تھا' اسے تلاش کرکے ہلاک کیا جاسکتا تھا۔

سونیا اور اس کے تمام ماتحت بھی مستعد ہوگئے۔ ان کی نظریں ایسے غیرملکیوں پر رہتی تھیں جو میک اپ کے باوجود روسی یا امریکی لگتے تھے۔ ایسے لوگ ہزاروں لاکھوں میں پہچانے جاسکتے تھے۔

سونیا کے ماتحتوں نے چند افراد کو پہچان لیا۔ ان میں سے ایک روزانو وسکی کا ماتحت تھا اور دو افراد کا تعلق جان کولن کے خاص ماتحت راجر ولسن سے تھا۔ سونیا کے جان نثار نادیدہ بن کر ان کے اندر سما گئے۔ اس طرح ان کی خفیہ رہائش گاہوں تک پہنچے لگے۔

وہ دشمن ایک دوسرے کو کسی حد تک پہچان رہے تھے اور ایک دوسرے کو ہٹانے کی کوشش کررہے تھے پھر وہ اپنی سرگرمیوں کی رپورٹ دینے کے لیے اپنے اپنے باس روزانو وسکی اور راجر ولسن کے پاس جاتے تھے۔ ایسے ہی وقت سونیا کے ماتحت ان کے اندر رہ کر ان کے بٹوں تک پہنچ گئے۔

پھر سونیا کی ہدایت کے مطابق انجکشنوں کا ذخیرہ تلاش کرنے لگے۔ روزانو وسکی چھ کارٹن لایا تھا۔ چونکہ اس کے پاس جگہ کم تھی اس لیے وہ کارٹن ایک خفیہ رہائش گاہ میں نظر آگئے۔ امریکی وہاں برسوں سے تھے۔ وہ خود وہاں نہیں رہتے تھے۔ اپنے زرخرید آلۂ کاروں کو بھاری معاوضے دے کر بڑے بڑے بنگلے اور گودام حاصل کرچکے تھے اور وہاں رازداری سے اپنا ضروری سامان رکھتے تھے جن میں وہ انجکشن بھی تھے۔

سونیا کے ماتحت ایسے مکانوں کو تاڑنے لگے جن میں غیرملکی رہتے تھے یا ایسے مقامی باشندوں کو پہچاننے کی کوشش کرتے تھے جو امریکا کے ہاتھوں بک گئے تھے۔ سونیا نے انہیں ایسا طریقۂ کار بتایا تھا جس کے ذریعے وہ دشمنوں کی خفیہ رہائش گاہوں تک پہنچنے میں کامیاب ہورہے تھے۔

اسی طرح سونیا کے ماتحت ایسے گوداموں کو تاڑنے لگے جو غیر سرکاری تھے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے ایسے تاجروں کا

سراغ لگایا جو بڑی رازداری سے امریکا کے آلۂ کار بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایسے ہی ایک تاجر نے اپنے ایک گودام میں انجکشن سے بھرے ہوئے کارٹن چھپا رکھے تھے۔

جب پوری طرح معلومات حاصل ہو گئیں تب اچانک سونیا ایک بلائے ناگہانی کی طرح راجر ولسن کے سامنے پہنچ گئی۔ وہ غسل سے فارغ ہو کر اپنے بیڈ روم میں آیا تو ایک بھرپور جوان عورت کو دیکھ کر چونک گیا۔ حیرانی سے بولا "تم؟ تم کون ہو؟ یہاں کیسے آئی ہو۔ میں نے دروازے اندر سے بند رکھے تھے۔"

"تم اپنی قبر میں بھی جا کر بند ہو جاتے تو موت وہاں پہنچ جاتی۔ کیا کسی نے کبھی موت کا راستہ روکا ہے؟"

راجر ولسن نے خطرہ محسوس کیا۔ فوراً ہی دوڑتا ہوا ایک میز کی طرف گیا۔ اس کی دراز کھول کر کچھ تلاش کرنے لگا۔ سونیا نے کہا "تمہاری ناڈیدہ بنانے والی گولیاں میرے پاس ہیں۔"

وہ گھبرا کر پلٹ گیا۔ اسے دیکھ کر بولا "کون ہو تم؟"

سونیا نے کہا "کیا تم نہیں جانتے کہ اس ملک میں سونیا موجود ہے؟ کیا تم مجھے سونیا سمجھنا چاہو گے۔ نہیں سمجھو گے تب بھی تمہاری خرابی ہے۔"

راجر نے وہاں سے دوڑتے ہوئے آکر سونیا پر چھلانگ لگائی مگر فرش پر گر پڑا۔ سونیا نے ڈاج دیا تھا۔ اس نے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن منہ پر زبردست ٹھوکر پڑی۔ وہ چیخ مارتا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔

پھر تو سونیا نے اسے لاتوں اور گھونسوں پر رکھ لیا۔ اسے کبھی مقدر نے بھی ایسی ٹھوکریں نہیں ماری ہوں گی، جیسی سونیا مارتی رہی پھر وہ بے دم ہو کر فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اس میں اتنی سکت نہیں رہی کہ اٹھ کر بیٹھ سکتا۔ سونیا نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔ "حاضر ہو جاؤ۔"

دو ماتحت حاضر ہو گئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں دوا سے بھری ہوئی سرنج تھی۔ سونیا نے ان سے کہا "اس کم بخت کا جغرافیہ بدل دو۔ اس کے جتنے ماتحت ہیں اور جو تاجر امریکا کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں ان سب کو یہ انجکشن لگا دو۔"

وہ ہدایات دے کر چل دی۔ اب راجر ولسن اور ان آلۂ کاروں کی شامت آ گئی تھی، جو امریکا کے ہاتھوں بک چکے تھے۔ سونیا نے پوری طرح روزانو سکی اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں پر نظر رکھی تھی۔ ان سے بعد میں نمٹنا چاہتی تھی۔ ایک ماتحت کو ہدایت کی تھی کہ وہ ناڈیدہ بن کر روزانو سکی کے جسم میں سایا رہے تاکہ وہ دشمن نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ اس طرح اسے اطمینان تھا کہ جب چاہے گی اس کی شہ رگ تک پہنچ جائے گی۔

پھر سونیا نے حکومت کے ایک اعلیٰ عہدیدار سے فون کے ذریعے رابطہ کر کے کہا "جناب عالی! میں مسز سونیا فرہاد بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "خوش آمدید خاتون! آپ آ گئی ہیں؟ ہمیں جناب علی اسد اللہ تبریزی نے اطلاع دی تھی کہ آپ ہمارے ملک میں تشریف لانے والی ہیں کیونکہ یہاں جو کچھ ہونے والا ہے، اس پر آپ ہی قابو پا سکتی ہیں۔"

"دشمن یہاں کے مسلمانوں کے خلاف جو کرنا چاہتے تھے، وہ اب ان کے ساتھ ہو رہا ہے۔ وہ ایرانی قوم کو زنخا بنانا چاہتے تھے۔ کل صبح امریکا کا سب سے بڑا ایجنٹ راجر ولسن اور اس کے تمام ماتحت یہاں زنخے بنے ہوئے دکھائی دیں گے۔ آپ سیٹلائٹ کے ذریعے ان امریکی زنخوں کو دنیا کے ہر ملک میں دکھائیں۔"

"خاتون! آپ نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ہم تو ان بے غیرت امریکیوں کو ان کا اصلی چہرہ دکھانے کے سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔ ہم نے جیسا آپ کے بارے میں سنا تھا، آپ اس سے بھی زیادہ مستعد ثابت ہوئی ہیں۔ یہاں آتے ہی تمام روپوش امریکیوں اور ان کے چمچوں کو بے نقاب کیا ہے۔"

"اور ایک اہم بات ہے۔ میں ایک مسلمان تاجر کے گودام کا پتا بتا رہی ہوں۔ آپ وہاں چھاپا ماریں۔ وہاں دوسرے مال کے ساتھ ایسے کارٹن چھپے ہوئے ہیں جن میں جنس تبدیل کرنے والے انجکشن ہیں۔ آپ ان تمام کارٹنوں کو قبضے میں لے کر اس مسلمان تاجر کے خلاف کارروائی کر سکتے ہیں۔"

"ہم ایسا ہی کریں گے۔ آپ سے درخواست ہے کہ ہم سے روپوش نہ رہیں۔ یہاں ہماری خاص مہمان بن کر رہیں اور ہمیں میزبانی کا موقع دیں۔"

"میں آپ کی مہمان بننے کا شرف ضرور حاصل کروں گی لیکن مجھے کچھ وقت دیں۔ میں ایک آدھ دن میں آپ سے ضرور ملاقات کروں گی۔"

سونیا نے رابطہ ختم کر دیا۔ دوسری صبح تہران میں تقریباً چالیس زنخے نظر آئے۔ وہ زنانہ لباس پہنے ہوئے تھے اور راہگیروں سے کہہ رہے تھے "تم پر خدا کی مار۔ ہمیں چھیڑتے بھی نہیں ہو۔"

لوگ انہیں حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ کل تک وہاں کوئی آدھا تیتر آدھا بٹیر یوں دندناتا نہیں پھرتا تھا، آج چالیس نظر آ رہے تھے پھر یہ حیرانی سے دیکھا گیا کہ ٹی وی کیمرے جگہ جگہ ان شہر کے جن علاقوں میں وہ خسرے نظر آ رہے تھے وہاں سرکاری طور پر ان کی ویڈیو فلمیں تیار کی جا رہی تھیں۔ ان فلموں کو سیٹلائٹ کے ذریعے ساری دنیا میں دکھانے کے انتظامات کئے جا رہے تھے۔

روزانو سکی نے بھی یہ تماشا دیکھا اور بہت خوش ہوا کہ سونیا کا دھیان امریکیوں کی طرف ہے اور وہ روسیوں کے عزائم سے بے خبر ہے۔ اب اسے یہ معلوم نہیں ہو گا کہ روزانو سکی اس کی ناک میں وہاں بیٹھا ہوا ہے۔

جب ان فلموں کو سیٹلائٹ کے ذریعے تمام دنیا میں دکھایا جانا

امریکی چیخ اٹھے۔ وہ کہنے لگے کہ راجر ولسن اور اس کے ساتھ گرفتار ہونے والے لوگوں کا تعلق امریکا سے نہیں ہے اور جو انجکشن ایک گودام سے برآمد کئے گئے ہیں انہیں امریکا میں تیار نہیں کیا گیا ہے۔ یہ جھوٹا الزام ہے۔ امریکا کو بدنام کرنے کے لیے ایرانی ایسی چالیں چل رہے ہیں۔

ان کے انکار کے جواب میں ایران کی طرف سے کہا گیا "تم انکار کر کے زیادہ سے زیادہ خود کو الزامات سے بچانے کی کوشش کر رہے ہو لیکن بہت نقصانات اٹھا رہے ہو۔ ایران میں تمہارے جتنے ایجنٹ اور زر خرید مسلمان تھے وہ انجکشنوں کے ذریعے ناکارہ ہو چکے ہیں۔ تمہارے حربے تمہارے ہی لوگوں پر استعمال ہو چکے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی تم اس سے شرمناک شکست کھا چکے ہو۔ اب بھی تمہیں شرم نہیں آئے گی۔ آئندہ کچھ کرو تو یہ یاد رکھنا کہ ایران اب فرہاد اور اس کی فیملی کا گھر بن چکا ہے۔"

جان کولن اور امریکی اکابرین کے لیے وہ انجکشن مسئلہ بن گئے۔ انہوں نے جس خاص مقصد کے تحت وہ انجکشن تیار کرائے تھے، وہ پورا نہیں ہو رہا تھا۔ اس کے برعکس انہیں تیار کرانے کا الزام ان کے سر آ رہا تھا۔ وہ الزام درست تھا لیکن اسے غلط ثابت کرنے کے لیے اب ان کی طرف سے بھرپور کوششیں ہونے لگی تھیں۔

روزانو سکی اپنی رہائش گاہ میں مطمئن تھا۔ کوئی اسے چہرے سے نہیں پہچانتا تھا۔ اس نے ایسا میک اپ کیا تھا کہ کوئی اسے روسی باشندہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ سونیا اسے دیکھے گی، تب بھی اس پر دشمن ہونے کا شبہ نہیں کرے گی۔

اس کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے وفادار تھے۔ وہ اتنا محتاط تھا کہ اس نے اپنی رہائش گاہ کا پتا اپنے وفاداروں تک کو نہیں بتایا تھا۔ وہ اپنی دانست میں بالکل محفوظ تھا۔ ایسے ہی وقت اسے سونیا کی آواز سنائی دی۔ وہ آرام سے لیٹا ہوا تھا، اچھل کر بیٹھ گیا پھر فرش پر کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

آواز آئی "روزانو! موت کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔"

وہ دوسرے ہی لمحے میں گولی نگل کر ناڈیدہ بن گیا پھر بولا "کون ہو تم؟"

"وہی ہوں، جس سے تم چھپ رہے تھے۔"

"یعنی کہ تم سونیا ہو۔ اگر ہو تو کیا فرق پڑ رہا ہے۔ میں اب بھی چھپ رہا ہوں۔ تم میرے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکو گی۔"

"تو پھر تم جہاں جانا چاہتے ہو، جاؤ۔ میں وہاں بھی پہنچ جاؤں گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس کمرے سے جانے لگا۔ سونیا کا ایک ماتحت اس کے اندر سمایا ہوا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کہنے لگا "میڈم! یہ کمرے سے جا رہا ہے۔ اب کاریڈور سے گزر رہا ہے اور اب اس بنگلے کے باہر پورچ میں کار کے پاس آ کر رک گیا ہے۔"

وہ اپنے ماتحت کی کنٹری سنتی ہوئی بنگلے کے باہر آ گئی پھر بولی۔ "یہاں کیوں رک گئے؟"

وہ چونک کر بولا "تم نے میرا پیچھا کیا ہے۔ کیا میں نظر آ رہا ہوں؟"

"تم اور کہیں جا کر آزما لو۔ میں تمہیں دیکھ رہی ہوں۔ اگر تم بھی مجھے دیکھ سکتے تو تمہیں میرے ہاتھ میں ایک سرنج نظر آتی۔"

"سرنج؟ تم کس سرنج کی بات کر رہی ہو؟"

"وہی، جس کے ذریعے تمہاری جنس تبدیل کی جائے گی۔"

"نہیں" وہ چیخ کر بولا "میں کبھی ٹھوس جسم میں نمودار نہیں ہوں گا۔"

وہ وہاں سے دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ اس کی کار تھی لیکن اسے ڈرائیو کرنے کے لیے نمودار ہونا پڑتا۔ وہ بڑی مشکل میں پڑ گیا تھا۔ سونیا اپنے ماتحت کی کنٹری سنتی آ رہی تھی۔

وہ ایک سڑک کے کنارے رک گیا۔ ایک خالی ٹیکسی گزر رہی تھی۔ وہ کھڑکی کے راستے ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر آ گیا۔ وہ بھی خیال خوانی کے ذریعے اپنے چاروں ماتحتوں کو بتا رہا تھا کہ سونیا اس کا تعاقب کر رہی ہے لہٰذا اس سے مسلسل دماغی رابطہ رکھا جائے۔ دماغ میں رہ کر وہ دیکھتے جائیں کہ وہ کہاں کہاں سے گزر رہا ہے۔

ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر وہ سونیا کی آواز سن کر حیرت اور خوف سے چیخ پڑا "تم یہاں بھی ہو؟ مجھے کیسے دیکھ رہی ہو؟"

ٹیکسی ڈرائیور نے گھبرا کر گاڑی روک دی۔ پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا مگر وہاں بولنے والے نظر نہیں آ رہے تھے۔ سونیا دشمن سے کہہ رہی تھی "یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ ناڈیدہ ہو کر بھی مجھے نظر آ رہے ہو۔"

"اس کا مطلب ہے تم سایہ بن کر میرے اندر سمائی ہوئی ہو۔"

"اگر میں تمہارے اندر ہوتی تو میری آواز سیٹ کے اس سرے سے نہ آتی۔ میں تمہارے اندر نہیں ہوں۔"

وہ ڈرائیور اتنا خوفزدہ ہوا کہ ٹیکسی سے نکل کر دور بھاگتا چلا گیا۔ ادھر روزانو سکی بھی ٹیکسی سے نکل کر بھاگتے ہوئے گڑگڑانے لگا "مجھے معاف کر دو۔ میں نے ٹھیک سنا تھا، تم نہ سمجھ میں آنے والی بلا ہو۔ میں ہمیشہ کے لیے یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

وہ ایک جگہ رک کر ہانپنے لگا۔ سونیا نے کہا "میں تمہیں یہاں سے واپس جانے کے لیے زندہ چھوڑوں گی لیکن یہاں مرد بن کر آئے تھے، عورت بن کر جاؤ گے۔"

"ہرگز نہیں۔ اب میں کبھی ٹھوس جسم میں نمودار نہیں ہوں گا اور دیکھوں گا کہ تم کب تک میرا پیچھا کرو گی۔"

"میں تنہا نہیں ہوں۔ میرے کئی ساتھی ہیں۔ وہ باری باری

تمہارا پیچھا کرتے رہیں گے۔ تم کتنے دنوں تک بھوک برداشت کرو گے۔ کبھی تو کھانے کے لیے ٹھوس جسم میں آنا پڑے گا۔ بہتر ہے آنکھ مچولی ختم کرو۔ گولی اگل کر ظاہر ہو جاؤ۔ میرا وعدہ ہے تمہیں زندہ چھوڑ دوں گی۔"

"زندہ چھوڑ دو گی مگر میری زندگی کو مضحکہ خیز بنا دو گی۔ میں بھوکا پیاسا مر جاؤں گا لیکن تمہارے ہاتھ نہیں آؤں گا۔"

"تم مرتے مرتے بھی پریشان کرو گے۔ جب تک نہیں مرو گے' میرے پرستاروں کو اپنے ساتھ لیے بھٹکتے رہو گے۔"

ایک ماتحت کی آواز آئی "میڈم! آپ آرام کریں۔ ہم اس ذلیل شخص کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

روزانو نے کہا "مجھے اپنے ملک واپس جانے دو۔ میرا پیچھا کرو گے تب بھی میں فلائنگ کیپسول کے ذریعے جاؤں گا۔ وہاں تم میرے ملک کے فوجیوں کے نرغے میں آجاؤ گے۔"

"بیوقوف! فلائنگ کیپسول منہ میں رکھنے کے لیے تمہیں ٹھوس جسم میں ظاہر ہونا پڑے گا۔"

وہ جھنجلا گیا۔ اسے فرار کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ بس ایک عارضی اطمینان تھا کہ نادیدہ ہے' گرفت میں نہیں آئے گا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کی یہ خوشی ختم ہو گئی۔ حالات نے ایسا پلٹا کھایا' جس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ روزانو وسکی اچانک ہی نمودار ہو گیا۔ حالانکہ اس نے گولی اگلی نہیں تھی۔ وہ ابھی تک اس کے اندر تھی۔ اس کے باوجود وہ نمودار ہو گیا۔

پھر اس نے دیکھا کچھ فاصلے پر سونیا نمودار ہو گئی تھی' وہ کہہ رہی تھی "تم تو نمودار ہو گئے۔ کیا گولی اگل چکے ہو؟"

وہ سونیا سے بولا "تم بھی نظر آرہی ہو۔ گولی میرے اندر ہے۔ کیا تم اگل چکی ہو؟"

سونیا نے حیرانی سے خود کو چھو کر دیکھا۔ ایسے ہی وقت اس کے اور روزانو وسکی کے تمام ماتحت بھی نمودار ہو گئے۔ ان لمحات میں حیرانی اتنی شدید تھی کہ وہ دشمنی بھول گئے تھے۔ سب کے اندر گولیاں تھیں لیکن وہ گولیاں اچانک کیسے بے اثر ہو گئیں' یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔

پھر روزانو وسکی کو خطرے کا احساس ہوا۔ اب وہ چپ نہیں سکتا تھا اور سامنے موت کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے ریوالور نکالا لیکن اسے چلانے سے پہلے ہی دوسری طرف سے گولی چلی اور اس کے ہاتھ سے ریوالور گر پڑا۔ اس کے چاروں ماتحتوں کو اپنے ہتھیار استعمال کرنے کا موقع نہیں ملا۔ سونیا کے ماتحتوں نے انہیں گن پوائنٹ پر رکھ لیا تھا۔

وہ سب ایک ویران سڑک کے کنارے تھے۔ پہلے ان سب کے لباس اتار کر ان لباسوں سے ان کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے۔ وہ گن پوائنٹ پر تھے اس لیے چپ چاپ ہاتھ پاؤں بندھوا لیے۔ جب انہیں انجکشن لگانے کا وقت آیا تو وہ گڑگڑانے لگے کہ ان کی جنس تبدیل نہ کی جائے۔

سونیا نے کہا "تمہارے ساتھ وہی ہو رہا ہے' جو تم دو کروں کے ساتھ کرنا چاہتے تھے۔ تم ہزاروں میل دور سے یہ انجکشن اسلامی ملک میں لائے ہو۔ اب ان انجکشنوں کو یادگار بنا کر اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

ان سب کو جبراً انجکشن لگا دیے گئے پھر ان کے ہاتھ پاؤں کھول دیے گئے۔ سونیا نے کہا "ان انجکشنوں کے اثر سے دوائی توانائی پہلے جیسی نہیں رہتی۔ میرے جاں نثار تم سب کے دماغوں میں آتے رہیں گے اور تم ان کے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

وہ اٹھ کر شہر کی طرف جانے لگے۔ سونیا کے جاں نثار انہیں ایک پولیس اسٹیشن لے گئے۔ وہاں انہوں نے تحریری بیان دیا کہ ان کی اصلیت کیا ہے اور وہ ایران کیسے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے آئے تھے لیکن اب ناکام ہو کر سزا پا رہے ہیں۔

ان کے بیانات اعلیٰ عہدیداروں تک پہنچائے گئے۔ سونیا نے کہا۔ "چند گھنٹوں کے اندر ان کی جنس تبدیل ہونے والی ہے۔ یہ سب روسی ہیں ان کی بھی ویڈیو فلمیں تیار کی جائیں۔"

وہاں سے وہ ہوٹل کے کمرے میں آئی۔ دروازے کو اندر سے بند کیا۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ نادیدہ بنانے والی گولی ناکارہ کیسے ہو گئی؟

صرف اس کی ہی نہیں' سب ہی کی گولیاں ناکارہ ہو گئی تھیں اور سب ہی اچانک نمودار ہو گئے تھے۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہ حقیقت جناب تبریزی بتا سکتے تھے۔

وہ شمال کی طرف رخ کر کے فرش پر پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ جب اسے جناب تبریزی سے رابطہ کرنا ہوتا تو وہ یہی کرتی تھی۔ شمال کی طرف منہ کر کے پالتی مار کر بیٹھ جاتی تھی پھر آنکھیں بند کر کے جناب تبریزی کا دھیان کرتی تھی۔ اس طرح ان سے کچھ ایسا روحانی تعلق پیدا ہوتا تھا کہ وہ بزرگ خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس چلے آتے تھے۔

وہ آگئے اور اسے گولیوں اور کیپسولوں کے ناکارہ ہونے کے اسباب بتانے لگے۔

○☆○

باندرہ ہل میں پورس ناتھ کا ایک خوبصورت بنگلا تھا۔ دیوی نے اس بنگلے میں آکر کہا "بڑی خوبصورت اور آرام دہ رہائش گاہ ہے۔ تم خوش نصیب ہو کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تم سے دشمنی نہیں کرتا ہے اور تم سکون اور آرام سے رہتے ہو۔"

"میں اب تک تمہاری ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دنیا سے دور ہوں۔ یہاں ایک امیر کبیر کی طرح اور ناگ پاڑہ میں غریب دادا کی طرح مزے کی دہری زندگی گزارتا ہوں۔ آج کے بعد پتا نہیں کیا ہو گا؟"

"تمہیں کس بات کا اندیشہ ہے؟"

"میں دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گولیوں اور کیپسولوں سے محروم کرنے جا رہا ہوں۔ آئندہ وہ سب میرے دشمن بن جائیں گے۔ مجھے تنہا ان سب سے لڑنا ہو گا اور خود کو محفوظ رکھنے کی جدوجہد کرنا ہو گی۔"

"تم تنہا نہیں ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اب ہمیں یہاں سے ایسے ملکوں میں جانا چاہیے' جہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ان گولیاں اور کیپسول رکھتے ہیں اور تمام لیبارٹریز میں بھی جانا چاہیے۔"

وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور ٹی وی پر مختلف چینل بدل کر خبریں سننا چاہتے تھے۔ ایسے ہی وقت ایران کے شہر تہران میں چالیس زنخے مختلف مقامات پر نظر آئے۔ نیوز ریڈر نے بتایا کہ وہ تمام زنخے امریکی ہیں۔ وہ نادیدہ رہ کر وہاں تخریبی کارروائی کرنا چاہتے تھے لیکن عین وقت پر سونیا نے ان کی چال ان پر ہی الٹ دی۔

دیوی نے کہا "وہ مکار عورت ایران میں ہے۔ اپنے ماتحتوں کے ساتھ نادیدہ رہ کر اپنے دشمنوں پر غالب آرہی ہے۔ ہم فلائنگ کیپسول کے ذریعے پرواز کرتے ہوئے ایران سے گزریں گے اور وہ دو اسپرے کرتے ہوئے فرانس جائیں گے۔"

پورس نے کہا "ہم پاکستان کے شہر لاہور سے گزرتے ہوئے جائیں گے کیونکہ وہاں نادیدہ بن جانے والے فہمی اور علی ہیں۔"

"پھر تو ہم ابھی لاہور جائیں گے۔ میں چاہوں گی کہ سب سے پہلے فرہاد اور اس کی فیملی کے تمام افراد ان گولیوں اور کیپسولوں سے محروم ہو جائیں۔"

پورس نے مسکرا کر کہا۔ "تمہیں اس فیملی سے خدا واسطے کا بیر ہے۔"

"جیسا کہ تم جانتے ہو مجھے جوتش ودیا میں مہارت حاصل ہے۔ میں بار بار اپنی کنڈلی دیکھتی رہی۔ ستاروں کی چالوں کے مطابق اپنے اور پارس کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی۔ ہر بار یہی معلوم ہوتا رہا کہ پارس سے کبھی شادی کروں گی تو وہ لوگ میرا دھرم بدل دیں گے۔ میں مسلمان بننا نہیں چاہتی تھی اور نہ اب چاہتی ہوں۔ بہت عرصے تک سوچنے اور سمجھنے کے بعد میں نے سوچا اگر شادی سے پہلے میں پارس کو اپنے دھرم میں لے آؤں تو وہ مجھے اپنے دھرم میں نہیں لے جا سکے گا۔ جوتش ودیا کے ذریعے یہ

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں ..... جب خون جگر برفاب ہوا

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی

علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کتابی صورت (گیارہ حصوں میں مکمل) میں تیار ہے

قیمت فی حصہ -/40 روپے ـــ ڈاک خرچ -/16 روپے

سات حصے ایک ساتھ منگوانے پر رعایتی قیمت صرف /250 روپے

گیارہ حصے ایک ساتھ منگوانے پر رعایتی قیمت صرف /350 روپے

رعایت حاصل کرنے کے لئے پوری رقم پیشگی بذریعے منی آرڈر ارسال کریں

اشارہ مل رہا تھا کہ میں چاہوں تو اپنے مقدر کو کسی حد تک بدل سکتی ہوں۔"

پورس نے کہا۔ "اور تم نے ایسا کیا۔ پارس کو ہندو بنایا مگر یہ بھول گئیں کہ مذہب کو دل سے قبول کیا جاتا ہے۔ تم نے اسے دھوکا دیا اس نے تمہیں دھوکا دیا۔ اتنی کوششوں کے باوجود تمہیں کچھ حاصل نہ ہوا۔"

"مجھے اس دھوکے بازی سے نفرت ہے۔"

"یہ بھی تو سوچو کیا تم نے دھوکے بازی میں کبھی کمی کی ہے۔"

"ایسی بات نہ کرو۔ میں نے اس کے دھوکے کے جواب میں اسے چھوڑ دیا۔ یہ دھوکا نہیں ہے۔ میں نے اس سے نجات حاصل کی ہے۔"

"میں اس سلسلے میں بحث نہیں کروں گا۔ مجھے تمہارے اور پارس کے ذاتی معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

وہ بڑی لگاوٹ سے بولی "کیا دلچسپی مجھ سے بھی نہیں ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے صوفے پر آگئی۔ قریب سے قریب تر ہونے لگی۔ وہ بولا "میں بھی پارس کی طرح شکاری ہوں۔ شکار خود چل کر آئے تو آرام سے شکار کرتا ہوں۔ ابھی ہم ایک خاص مہم پر روانہ ہو رہے ہیں۔ تم بتاؤ پہلے مہم جوئی یا دلچسپی؟"

"پہلے ہم دشمنوں کو ان چیزوں سے محروم کریں گے جن سے ہم محروم ہو چکے ہیں اس کے بعد ہم اپنے مستقبل کے بارے میں اہم اور خوبصورت فیصلہ کریں گے۔"

پورس نے اپنی جیب سے ایک گولی اور ایک کیپسول نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا "انہیں احتیاط سے استعمال کرو کیونکہ یہ آخری ہیں اور ہمیں پتا نہیں اس مہم میں کتنے دنوں تک مصروف رہنا ہوگا اور ہماری یہ گولیاں کب تک ہمارے کام آئیں گی۔"

وہ بولی "اب یہ چیزیں ہمیں کم نہیں پڑیں گی۔ ہم جہاں جائیں گے وہاں ان کا ذخیرہ ناکارہ بنانے سے پہلے ان میں سے کچھ اپنے پاس رکھ لیا کریں گے۔"

"میں تمہارے مشورے کے مطابق ایسا کروں گا لیکن اس دنیا میں جہاں جہاں یہ گولیاں اور کیپسول ہیں، ہم انہیں ضائع کرنے کے بعد اپنے پاس باقی رہ جانے والی گولیوں اور کیپسولوں کو بھی ضائع کردیں گے۔"

"ہاں۔ ہمارے پاس جو چیزیں باقی رہیں گی، ہم انہیں ضائع کردیں گے۔"

وہ دل ہی دل میں بولی "میں اتنی نادان نہیں ہوں۔ بے شمار گولیاں چھپا کر رکھوں گی اور پورس کو ان کی ہوا بھی نہیں لگنے دوں گی۔"

وہ دونوں اس بنگلے سے باہر آگئے۔ پورس نے پوچھا "پہلے ہم کہاں جائیں گے؟"

"میں کہہ چکی ہوں، پہلے فرہاد اور اس کی فیملی کو ان چیزوں سے محروم کیا جائے گا اس لیے پہلے ہم لاہور جائیں گے۔"

دونوں نے اپنے اپنے منہ میں گولیاں اور کیپسول رکھ لیے گولیوں کو نگل کر نادیدہ ہوگئے پھر وہاں سے لاہور کے لیے پرواز کرنے لگے۔

فہمی اور علی لاہور والی کوٹھی میں تھے۔ انہیں قتل کرنے کے لیے لارڈ تھری کے نام پرچی نکلی تھی اور لارڈ تھری نے یہ اچھی طرح پلاننگ کی تھی کہ انہیں قتل کرنے کے لیے کون سا طریقہ کار اختیار کرنا ہے۔

اس نے پہلے یہ معلوم کیا کہ وہ دونوں اپنی کوٹھی میں رہتے ہیں۔ انہیں اطمینان ہوگیا ہے کہ فخرالدین کا قاتل مختار شاہ اپنے برے انجام کو پہنچ چکا ہے۔ اب ان کا کوئی دشمن نہیں رہا ہے۔ اس لیے وہ کسی اندیشے کے بغیر اس کوٹھی میں وقت گزار رہے تھے۔ فہمی نے علی سے کہا "اس کوٹھی میں مجھے ابو کی بہت یاد آتی ہے۔ سوچتی ہوں یہاں نہیں رہنا چاہیے۔"

علی نے پوچھا "یہاں نہیں رہو گی تو کہاں جاؤ گی؟"

"میں جناب تیمرزی سے درخواست کروں گی کہ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں رہنے کی اجازت دیں۔ وہاں رہ کر میں اور بہت سے علوم حاصل کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"تم نے بہت کچھ سیکھ لیا ہے۔ اچھی خاصی تربیت حاصل کی ہے۔ خاص طور پر تمہارے فائٹ کرنے کا انداز دوسروں سے مختلف اور زبردست ہے۔"

"تھینک یو! میں نے آپ کے ساتھ رہ کر بھی بہت کچھ سیکھا ہے۔"

"اور بہت کچھ سیکھ سکتی ہو۔"

فہمی نے چونک کر اسے دیکھا۔ علی نے نظریں چرالیں۔ فہمی نے کہا "میں تو اس لیے جارہی ہوں کہ پچھلے دنوں اپنے معاملات میں آپ کو الجھاتی رہی ہوں۔ آپ شاید تنہائی چاہتے ہوں گے۔"

"تنہائی ایسی بھی ہوتی ہے جیسی ابھی ہے۔ تم اپنی جگہ تنہا ہو میں اپنی جگہ۔"

"ہاں۔ بعض اوقات انسان تنہائی کو سمجھتا ہے مگر تنہائی دور نہیں کرپاتا۔"

علی نے کہا "شاید اس لیے تنہائی دور کرنے والا نہیں ہوتا۔"

فہمی نے کہا "ہوتا ہے مگر حوصلہ نہیں ہوتا۔"

علی نے چونک کر اسے دیکھا پھر کہا "ہم بڑی بڑی چٹانوں اور پتھروں کو توڑ دیتے ہیں مگر پھول توڑنے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔ کیا میں حوصلہ کروں؟"

فہمی نے سر کو جھکا لیا۔ علی نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ پر رکھا۔ فہمی کے وہ ہاتھ دشمنوں کے بارہ بجا دیتے تھے لیکن اب اس

کے بارہ بجنے لگے۔ علی کے ہاتھ کے زیرِ سایہ اس کا پورا وجود لرزنے لگا۔ وہ دونوں بڑی مدت سے ایک ساتھ تھے لیکن ان لمحات نے بتایا کہ وہ ساتھ ہوتے ہوئے بھی ساتھ نہیں تھے۔ اب ایک کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ کو ساتھی بنا رہا تھا۔ ساتھ رہنے اور ساتھ نباہنے کی راہیں ہموار کررہا تھا۔

ایسے ہی وقت رنگ میں بھنگ پڑ گئی۔ ان دونوں کی چھٹی حس نے چونکا دیا۔ یوں محسوس ہوا جیسے اس کوٹھی میں ان کے علاوہ کوئی تیسرا چوتھا بھی موجود ہے۔ وہ دونوں فوراً ہی نادیدہ ہوگئے اور اس کوٹھی کے ہر حصے میں جاکر دیکھنے لگے۔ انہیں کوئی نظر نہیں آیا لیکن ان کی حس کہہ رہی تھی کوئی ہے۔ کوئی ایسا ضرور ہے جو ان کی طرح نادیدہ بن سکتا ہے۔

وہ پوری کوٹھی کا چکر لگا کر ڈرائنگ روم میں آئے تب وہاں کسی کی سرگوشی سنائی دی۔ کوئی کسی سے کہہ رہا تھا "یہاں تو کوئی نہیں ہے اور تم کہہ رہے تھے وہ دونوں یہاں موجود ہیں۔"

دوسری آواز سنائی دی "باس! میں نے اپنی آنکھوں سے انہیں یہاں دیکھا تھا اسی لیے آپ کو یہاں آنے کی زحمت دی ہے۔"

"پھر تو وہ کہیں باہر گئے ہیں۔ جب میں یہاں تک آگیا ہوں تو سوچ رہا ہوں کہ انہیں ہلاک کرنے سے پہلے کمزور بنایا جائے۔ یہاں کچن اور فریج میں کھانے پینے کی چیزیں ہیں اور میرے پاس اعصاب کو کمزور کرنے والی دوا ہے۔"

علی نے خیال خوانی کے ذریعے فہمی سے کہا "یہ کم بخت کھانے پینے کی چیزوں میں دوا ملائے گا۔ دوا ملانے کے لیے اسے ٹھوس جسم میں آنا پڑے گا۔ ایسے ہی وقت ہم اسے دبوچ لیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہاں دو آدمی نمودار ہوگئے۔ ان میں سے ایک لارڈ تھری اور دوسرا اس کا آلۂ کار تھا۔ لارڈ تھری نے آلۂ کار سے پوچھا "تم نمودار کیوں ہوگئے؟ نادیدہ رہو۔ میں ابھی نمودار ہوکر کھانے میں دوا ملاؤں گا۔"

"باس! آپ نظر آرہے ہیں۔ کیا گولی منہ سے نکال چکے ہیں؟"

اس وقت وہ کچن میں تھے۔ لارڈ تھری نے کہا "نہیں گولی میرے حلق کے نیچے ہے۔ مجھے نظر نہیں آنا چاہیے اور تم کہہ رہے ہو، میں نظر آرہا ہوں اور تم بھی نظر آرہے ہو۔"

"جب کہ میں نے گولی منہ سے نہیں نکالی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی گولیاں بے اثر ہوگئی ہیں۔"

"ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ سمجھ میں نہیں آتا، یہ گولیاں ناکارہ کیسے ہوگئی ہیں۔"

دوسری طرف فہمی اور علی بھی نمودار ہوگئے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھا۔ فہمی نے حیرت سے کہا "یہ کیا ہوگیا؟ گولیاں ہمارے اندر ہیں اور ہم دکھائی دے رہے ہیں۔"

علی نے کہا "واقعی یہ نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے لیکن جلد ہی سمجھ میں آجائے گی۔ ابھی دشمنوں کی طرف دھیان دو۔"

وہ دونوں کچن میں آئے۔ لارڈ تھری نے جیب سے ایک گولی نکال کر کہا "وہ بے اثر ہوگئی ہے۔ یہ نہیں ہوگی۔"

اس نے گولی نگل لی پھر مسکرا کر اپنے آلۂ کار کو دیکھا۔ فاتحانہ انداز میں بولا "کیا میں نظر آرہا ہوں۔"

وہ بولا۔ "باس! آپ نظر آرہے ہیں۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "پھر تو ہم پھنس جائیں گے۔ یہاں سے نکل چلو۔"

وہ جانے کے لیے پلٹا پھر فہمی اور علی کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ علی نے کہا "پہلے تعارف ہوجائے، تم کون ہو؟ اور ہم سے کیا دشمنی ہے؟"

"دشمنی؟" وہ سہم کر بولا "نن... نہیں۔ میں یعنی کہ یہ میرا ساتھی ہے۔ ہم دونوں چور ہیں۔ یہاں چوری کرنے آئے تھے۔ اب نہیں کریں گے۔"

فہمی نے اس کے قریب جاتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ فہمی نے ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ ہاتھ ایسا تھا کہ منہ دوسری طرف گھوم گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے گھوم کر آلۂ کار کو ایک کک ماری۔

اس ابتدا کے بعد وہ فارم میں آگئی۔ دونوں کے درمیان پینترا بدل کر حلق سے چیخ نکالی "آ..... آ....."

ایک کے منہ پر' دوسرے کی گردن پر قیامت ٹوٹی پھر ایک کے سینے پر' دوسرے کی کمر پر آہنی سلاخوں کی طرح لاتیں پڑیں۔ "آ..... آ....."

اس کی ہر "آ" کے ساتھ دونوں کو دن میں تارے نظر آرہے تھے۔ وہ انہیں اتنی مہلت نہیں دے رہی تھی کہ ان میں سے کوئی اپنے لباس میں چھپا ہوا ہتھیار نکال سکے۔ وہ مسلح تھے مگر ایک نہتی کے سامنے سنبھل نہیں پارہے تھے۔ اس کی ہر "آ" کسی ہتھیار کی طرح آکر انہیں لگتی تھی "آ۔ آ آ..... آ....."

اس کے بڑک لگانے کا انداز ایسا تھا جیسے مقابل کو بلا رہی ہو "آ۔ آ....." اور آنے والے کی شامت آجاتی تھی۔ "آ۔ آ آ....."

اسی طرح رہ رہ کر پینترے بدلتی تھی کہ حملے کرنے والے ناکام رہ جاتے تھے۔ فضا میں قلابازیاں کھاتی ہوئی ان کے سروں پر سے گزرتی ہوئی آگے سے پیچھے اور دائیں سے بائیں پہنچ جاتی تھی پھر جہاں پہنچ جاتی تھی' وہاں سے پھر عذاب بن کر نازل ہوجاتی تھی "آ..... آ آ..... آ....."

صرف دس منٹ میں وہ دونوں زمین بوس ہوگئے۔ فرش پر گرنے کے بعد ان میں دوبارہ اٹھنے کی سکت نہیں رہی۔ فہمی نے ان کے لباسوں میں سے ہتھیار نکال لئے۔ علی ایک طرف دیوار سے ٹیک لگائے اطمینان سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا "ان کے تمام پیچ ڈھیلے ہوگئے ہیں۔ اب یہ سانس روک کر ہماری خیال خوانی کا راستہ نہیں روک سکے گا۔"

دوسری طرف لارڈ ون اور لارڈ ٹو اس آلۂ کار کے دماغ میں تھے اور یہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ لارڈ تھری اپنی موت کے سامنے ہے۔ فہمی اور علی اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اسے مارنے سے پہلے اس کے چور خیالات ضرور پڑھیں گے۔ اس طرح انہیں مختار شاہ کی اصلیت کے علاوہ انڈر گراؤنڈ مافیا کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم ہوجائے گا۔

وہ لارڈ تھری کو کس طرح بھی بچا نہیں سکتے تھے لیکن اپنے راز کو اب بھی راز رکھ سکتے تھے۔ انہوں نے اچانک لارڈ تھری کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا فرش پر تڑپنے لگا۔ فہمی اور علی حیرانی سے اس کے اندر جھانک کر معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اسے کون اذیت پہنچا رہا ہے؟

وہ اتنی شدید تکلیف میں مبتلا تھا کہ اس کے چور خیالات نہیں پڑھے جاسکتے تھے۔ پھر وہ دونوں لارڈز وقفے وقفے سے زلزلہ پیدا کرتے جارہے تھے۔ دماغ ایک معمولی سا جھٹکا برداشت نہیں کرتا۔ کجا یہ کہ اسے مسلسل جھٹکے پہنچائے جارہے تھے۔ پہلے وہ بے ہوش ہوا۔ دونوں لارڈز نہیں چاہتے تھے کہ وہ دوبارہ ہوش میں آکر اپنے چور خیالات سنائے۔ انہوں نے ظالموں کی طرح انتہائی جھٹکے پہنچائے۔ وہ برداشت نہ کرسکا۔ اس کا دم نکل گیا۔

وہ آلۂ کار سہما ہوا فرش پر پڑا تھا۔ وہ ایک پیشہ ور قاتل تھا۔ جسے قتل کرنا ہوتا' اس پر کبھی اسے رحم نہ آتا۔ اب وہ فہمی اور علی کے رحم و کرم پر پڑا تھا۔ دونوں لارڈز نے اسے اس لیے چھوڑ دیا کہ وہ ان کے کسی راز سے واقف نہیں تھا۔ جو لارڈ تھری مرچکا تھا اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا تھا۔

علی نے اس کے کمزور سے دماغ میں آکر پوچھا "جس نے تمہیں کرائے کے قاتل کے طور پر کام لینا چاہا' وہ کون تھا؟ اس مرنے والے کے بارے میں بتاؤ۔"

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ اس نے میرے دماغ میں آکر تم دونوں کے قتل کا سودا کیا تھا اور مجھے پیشگی ایک لاکھ روپے دیے تھے۔ میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کہاں سے آیا تھا اور تم دونوں کو کیوں قتل کرانا چاہتا تھا۔"

اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔ اس سے کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوگی' جس بات کا سرا پکڑ کر پُراسرار دشمنوں تک رسائی ہوسکے۔

علی نے حکم دیا "اٹھو اور یہ لاش اٹھا کر یہاں سے لے جاؤ۔ دیر کروگے تو یہاں تمہاری لاش اٹھانے والا کوئی نہیں ہوگا۔"

وہ اپنی سلامتی کے لیے تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے اٹھ گیا' لارڈ تھری کی لاش اٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد کر جانے لگا۔ فہمی نے اسے ایک ریوالور دیا اور کہا "اسے رکھ لو۔ تمہارے کام آئے گا۔"

وہ ریوالور لے کر چلا گیا۔ کوٹھی کے احاطے کے باہر وہ گاڑی تھی' جس میں وہ آیا تھا۔ وہ لاش کو ڈکی میں چھپا کر گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ بہت دور جانے کے بعد اس نے فہمی کے حکم سے ریوالور کی نال کو کنپٹی سے لگایا پھر ٹریگر کو دبادیا۔ تیز رفتار گاڑی یک لخت گھوم گئی۔ ایک ڈھلان پر آئی پھر الٹ کر نہر میں چلی گئی۔

فہمی نے دماغی طور پر حاضر ہوکر علی کو دیکھا۔ علی نے کہا "ہم مطمئن تھے کہ مختار شاہ جیسا دشمن مارا گیا ہے۔ اب کم از کم لاہور میں کوئی ہمارا دشمن نہیں ہے۔ تعجب ہے' نئے دشمن کہاں سے پیدا ہوگئے ہیں۔"

فہمی نے کہا "ہم جس کے ذریعے کچھ معلوم کرسکتے تھے۔ اسے زلزلے کے جھٹکے پہنچا کر مار ڈالا گیا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ دشمن ایک نہیں ہے' کئی ہیں۔ انہوں نے اپنی سلامتی کی خاطر اپنے ساتھی کو ختم کردیا ہے۔"

علی نے کہا "ہم ان نئے پُراسرار دشمنوں کے سلسلے میں غور کریں گے۔ پہلے یہ تو معلوم ہو کہ ہماری اور دشمنوں کی نادیدہ

گولیاں بے اثر کیسے ہوگئیں۔"

"واقعی یہ حیرانی کی بات ہے۔ یہ کیسے معلوم کیا جائے کہ وہ بے اثر کیسے ہوگئیں؟"

"آؤ۔ ہم جناب تمیزی کے پاس چلیں۔ تاکہ ان سے بہت کچھ معلوم ہوسکے۔"

انہوں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر بابا صاحب کے ادارے کی طرف روانہ ہوگئے۔

○☆○

پورس اپنی مہم میں مصروف تھا۔ اس نے دیوی کے ساتھ سفر شروع کیا تھا۔ پہلی منزل لاہور تھی۔ انہوں نے وہاں تھوڑی دیر کے لیے قیام کیا۔ اس شہر کے مختلف علاقوں میں وہ دو اسپرے کی پھر وہاں سے روانہ ہوگئے۔

ان کی دوسری منزل تہران تھی۔ انہوں نے وہاں کے بھی مختلف علاقوں میں دو اسپرے کیں پھر آگے بڑھ گئے۔ دیوی خوش تھی کہ جہاں علی تھا اور جہاں سونیا تھی' وہاں پہلے اسپرے کیا گیا ہے۔ پہلے فرہاد کی فیملی کے افراد کو ان گولیوں اور کیپسولوں سے محروم کیا جارہا ہے۔ اب انہیں آگے فرانس کے شہر پیرس جانا تھا۔ ادھر سفر کرنے کے دوران اس نے پورس سے کہا "پہلے ہم بابا صاحب کے ادارے کے اطراف پرواز کریں گے اور اچھی طرح دو اسپرے کریں گے۔"

وہ بولا "پہلے کرو یا بعد میں' اسپرے تو کرنا ہی ہے۔ جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہوگا۔"

جب وہ پیرس پہنچے تو رات ہوچکی تھی۔ دیوی نے کہا "میں تو تھک گئی ہوں۔"

وہ بولا "تھکن تو ہوگی۔ بہتر ہے ہم آرام کریں۔ صبح اسپرے کریں گے۔"

انہوں نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام کیا پھر رات گزارنے کے لیے اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ دیوی یہی موقع چاہتی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے فوجی افسروں کے اندر جھانکنے لگی۔ وہ جانتی تھی' میجر ٹی ہنٹر نے گولیوں اور کیپسولوں کا ذخیرہ آرمی ہیڈ کوارٹر میں چھپا کر رکھا ہوگا۔ ٹی ہنٹر نے جن افسران کی تحویل میں وہ چیزیں رکھی تھیں ان افسران کے دماغوں کو لاک کردیا تھا۔

دیوی نے فوج کے اعلیٰ افسر کے چور خیالات سے معلوم کیا کہ ہیڈ کوارٹر کے ایک خاص حصے میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ وہ فلائنگ کیپسول کے ذریعے اس ممنوعہ حصے میں پہنچ گئی۔ اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے بہت کچھ دیکھا۔ ایک کوارٹر کے ایک کمرے کی دیواریں فولاد کی طرح مضبوط بنائی گئی تھیں۔ دروازے بھی فولادی تھے۔ گویا اس کمرے کو آہنی تجوری بنایا گیا تھا۔ وہاں کا دروازہ مخصوص نمبروں کے ذریعے کھولا جاتا تھا۔

دیوی نے نمودار ہوکر اس اعلیٰ افسر کو زخمی کیا جس کے دماغ کو لاک کیا گیا تھا۔ زخمی ہونے کے بعد وہ دیوی کے قابو میں آگیا۔ اس نے مخصوص نمبروں سے دروازے کو کھولا۔ اندر بہت سے اہم فوجی ریکارڈز تھے۔ ان کے ساتھ نادیدہ بنانے والی گولیاں اور کیپسول بھی تھے۔ وہ سب مختلف پیکٹس میں رکھے ہوئے تھے۔ ہر پیکٹ میں تقریباً ایک ہزار گولیاں ہوں گی اور اتنے ہی کیپسول بھی ہوں گے۔ اس نے کیپسول کا ایک پیکٹ اور گولیوں کے چار پیکٹ لیے پھر افسر کو اس کے حال پر چھوڑ کر وہاں سے چلی آئی۔

وہ فلائنگ کیپسول کے ذریعے پرواز کرکے پیرس سے پچیس کلومیٹر دور ایک ٹاؤن میں پہنچی پھر ان پیکٹس کو ایک جگہ حفاظت سے چھپا کر پیرس آئی۔ ہوٹل میں آکر اُس نے سب سے پہلے کمرے میں آکر دیکھا' وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ وہ بھی اپنے کمرے میں آکر سوگئی۔

دوسرے دن انہوں نے غسل کیا۔ لباس تبدیل کیے پھر ناشتا

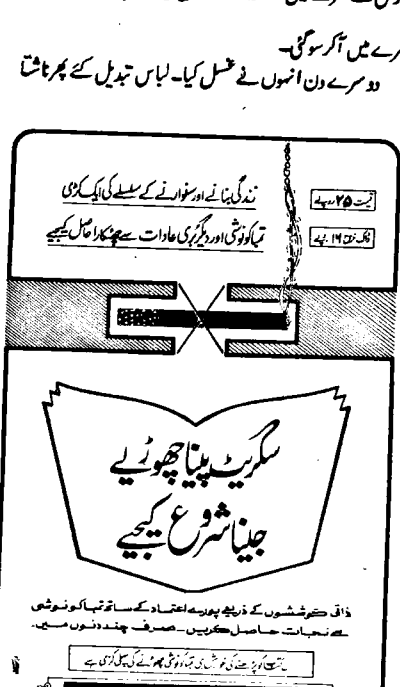

کرنے کے بعد دیوی نے کہا "اب ہم بابا صاحب کے ادارے کی طرف جائیں گے۔"

پورس نے کہا "وہ بڑا پُراسرار ادارہ ہے۔ کوئی بھی بغیر اجازت وہاں قدم رکھتا ہے تو پکڑا جاتا ہے۔ سنا ہے آج تک کوئی نادیدہ بن کر بھی وہاں نہ جاسکا۔ جناب تبریزی روحانی علوم کے حامل ہیں۔ وہ چھپ کر آنے والوں کو بھی دیکھ لیتے ہیں۔"

"لیکن ہم ادارے کے اندر نہیں جائیں گے۔ اس ادارے کے اطراف پرواز کرتے ہوئے دوائیں اسپرے کریں گے۔ کیا وہ دوائیں ادارے کے اندر نہیں پہنچیں گی؟"

"ضرور۔ ادارے کے اندر ہر حصے میں وہ دوائیں اثر انداز ہوں گی۔"

ان دونوں نے نادیدہ بن کر وہاں سے پرواز کی۔ پیرس سے گزرتے ہوئے بابا صاحب کے ادارے کا رخ کیا۔ جب وہ ادارہ دو کلومیٹر کے فاصلے پر رہ گیا تو وہ آہستہ آہستہ زمین پر اترنے لگے۔ دیوی نے کہا "ہم نیچے کیوں اتر رہے ہیں؟"

"معلوم ہوتا ہے کیپسول کا اثر ختم ہو رہا ہے اور دیوی یہ کیا تم تو نظر آرہی ہو۔ کیا کوئی منہ سے نکالی ہے؟"

"نہیں۔ گولی میرے اندر ہے۔ ہے بھگوان! تم بھی تو نظر آرہے ہو۔"

پورس اپنے ٹھوس جسم کو چھو کر دیکھنے لگا پھر بولا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی ہم پر اسپرے کر سکتا ہے۔"

"ہم پر کون اسپرے کرے گا؟ ہمارے پاس جو دوا ہے، وہ کسی کے پاس نہیں ہو سکتی۔"

"بابا صاحب کے ادارے میں ناممکن کو بھی ممکن بنا دیا جاتا ہے۔ میں ایسی دوا حاصل کر سکتا ہوں تو کیا ادارے والے حاصل نہیں کر سکتے؟ میں یقین سے کہتا ہوں، ہمیں ادارے کے قریب جانے سے روکنے کے لیے ہماری گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ اس ادارے کے اندر تو کیا باہر بھی مخالفانہ خیالات رکھنے والوں کو قریب نہیں آنے دیا جاتا ہے۔

پھر انہیں اپنے اندر آواز سنائی دی "واپس جاؤ۔ اپنی زندگیاں ہارنے سے پہلے واپس جاؤ۔۔۔"

○☆○

دیوی اور پورس حیران بھی تھے اور پریشان بھی۔ جو حربہ وہ دوسروں پر استعمال کر رہے تھے وہی ان پر استعمال ہو گیا تھا۔ دونوں فلائنگ کیپسول کے ذریعے پرواز کر رہے تھے۔ اچانک نیچے آتے آتے زمین پر پہنچ گئے پھر ایک دوسرے کے سامنے نمودار بھی ہو گئے۔ کیپسول کے ساتھ گولیاں بھی بے اثر ہو گئی تھیں۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسی چیزوں کو بے اثر کرنے والی دوائیں بابا صاحب کے ادارے میں بھی ہو سکتی ہیں۔ اس ادارے کے قریب ہی ان کے کیپسول اور گولیاں ناکارہ ہو گئی تھیں۔ اس سے ظاہر تھا کہ وہ دوا اسی ادارے سے اسپرے کی گئی ہے پھر ان دونوں نے اپنے دماغوں میں کسی کی آواز سنی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرتے تھے۔ اپنے اندر آنے والوں کو بھگا دیا کرتے تھے لیکن اس آواز کو نہ بھگا سکے۔ یہ بات فوراً سمجھ میں آگئی کہ کوئی روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے آیا ہے۔

اور وہ آنے والی ہستی جناب تبریزی کی تھی۔ انہوں نے تنبیہہ کی تھی "واپس جاؤ۔ اپنی زندگیاں ہارنے سے پہلے واپس جاؤ۔۔۔"

پہلے تو وہ دونوں گونگے بن کر رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا جواب دیں۔ ان سے واپس جانے کے لیے کہا جا رہا تھا۔ اب وہ آگے جانے کا حوصلہ نہیں کر سکتے تھے اور ناکام واپس جانا نہیں چاہتے تھے۔ دیوی نے ہچکچاتے ہوئے کہا "ہم واپس چلے جائیں گے لیکن کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ایمان والے اور انصاف پسند ہیں۔ ہماری انصاف پسندی کو سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے دوسروں کو ان چیزوں سے محروم کرنے سے پہلے خود کو ان چیزوں سے محروم کیا ہے۔"

"بے شک۔ ہم پورس کے اس جذبے کی قدر کرتے ہیں۔ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"انصاف کا تقاضا ہے کہ یہ چیزیں آپ کے ادارے میں بھی نہ ہوں لیکن اس سے پہلے کہ ہم انہیں ناکارہ بناتے، آپ نے ہمیں ناکارہ بنا دیا ہے۔"

پورس نے کہا "ہم جانتے ہیں کہ بابا صاحب کے ادارے میں کبھی قدم نہیں رکھ سکیں گے۔ ہم تو دور سے دوا اسپرے کرنے والے تھے۔"

"ہم باہر کی کوئی چیز ادارے کے اندر نہیں آنے دیتے پھر دوا کے اثرات کو کس طرح اندر آنے دیتے۔ تمہاری اطلاع کے لیے ہم کہہ دیں کہ جب تم اپنے دیس میں اپنی چیزوں کو ناکارہ بنا رہے تھے تو ادھر ہم بھی ان چیزوں کو ضائع کر چکے تھے۔ اب ہمارے ادارے میں ایک گولی اور ایک کیپسول بھی نہیں ہے۔"

پورس نے کہا "دشمن بھی آپ کی سچائی، شرافت اور ایمان داری کے قائل ہیں۔ آپ نے یقیناً انہیں تباہ کر دیا ہو گا لیکن میں

چاہتا ہوں ان کے نسخے بھی تباہ ہو جائیں۔"

"ہم نے نسخے تباہ نہیں کیے ہیں۔ ہم کچھ عرصے تک تمہیں آزمائیں گے۔ جب پوری طرح یقین ہو جائے گا کہ تم نے یہ چیزیں کہیں چھپا کر نہیں رکھی ہیں اور نہ ہی تمہارے پاس کوئی نسخہ ہے تو ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتے ہیں کہ اپنے تمام نسخے بھی تباہ کر دیں گے۔"

چند سیکنڈ تک خاموشی رہی پھر آواز سنائی دی "تھوڑی دور جنوب کی سمت جاؤ۔ ہائی وے پر پہنچو گے تو ایک سفید کار وہاں ملے گی۔ وہ تمہیں پیرس پہنچا دے گی۔"

وہ دونوں سر جھکا کر جانے لگے۔ اب کوئی ان کے دماغ میں نہیں بول رہا تھا۔

دیوی نے کہا "میں نے تمہیں سمجھایا تھا۔ کچھ زیادہ گولیاں اور کیپسول اپنے پاس رکھو۔"

"اب پریشانی کیا ہے؟"

"کیوں انجان بن رہے ہو؟ اب ہمارے پاس کچھ نہیں رہا ہے۔"

"ہوٹل کے کمرے میں ایک گولی اور ایک کیپسول ہے۔"

"تمہارے پاس ایک ایک ہے اور ہم دو ہیں۔"

"اب ہم جس ذخیرے کو ضائع کرنے جائیں گے وہاں سے ایک گولی اور ایک کیپسول تمہارے لیے حاصل کر لیں گے۔"

"پھر اسی ایک پر تمہاری سوئی اٹک گئی ہے۔ تم کچھ زیادہ اپنے پاس کیوں نہیں رکھتے ہو؟"

"اگر ہم زیادہ رکھ کر بابا صاحب کے ادارے کی طرف جاتے تو وہ تمام بھی ناکارہ ہو جاتے۔ تم چیزوں کی تعداد نہ دیکھو۔ اپنے مقاصد کے مطابق کام کرتی رہو۔"

وہ خاموش رہی۔ یہ سمجھ گئی کہ وہ بھی پارس کی طرح ضدی ہے۔ اس سے بحث کرنا فضول ہے۔ اس نے اس کی لاعلمی میں گولیاں اور کیپسول چھپا کر رکھ لیے تھے۔ اسے اطمینان تھا۔ وہ آئندہ بھی پورس کی مرضی کے خلاف ان چیزوں کا ذخیرہ کرنے والی تھی۔

بابا صاحب کے ادارے کی گاڑی نے انہیں پیرس کے ہوٹل تک پہنچا دیا۔ پورس نے اپنے کمرے میں آکر دراز میں سے ایک گولی اور کیپسول نکال کر کہا "گولی بڑی ہے۔ اس کے دو حصے ہو سکتے ہیں۔ اس طرح تم بھی نادیدہ بن سکتی ہو پھر تم میرے اندر رہو گی۔ میں فلائنگ کیپسول کے ذریعے پرواز کر کے مجبرئی ہنٹر کے ذخیرے تک پہنچوں گا۔"

دیوی نے اتنی دیر میں دوسری تدبیر سوچ لی تھی۔ اس نے کہا "میں بہت تھک گئی ہوں۔ آرام کرنا چاہتی ہوں۔ تم اس گولی کے دو ٹکڑے نہ کرو۔ اسے تم ہی استعمال کرو۔"

"تم اتنے جوش اور جذبے سے اس نئی مہم میں شریک ہوئی ہو اور اتنی جلدی تھک رہی ہو۔ تمہیں میرے ساتھ ہمیشہ تازہ دم رہنا چاہیے۔"

"میں سچ مچ پورے جوش اور جذبے کے ساتھ آئی ہوں۔ پتا نہیں کیسے اچانک میری کمر میں درد ہو رہا ہے۔ اس بار اکیلے چلے جاؤ پھر میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

"جب تکلیف میں ہو تو پھر مجبور ہی ہے۔ کیا تم مجبرئی ہنٹر کے ذخیرے کے بارے میں کچھ جانتی ہو؟"

"وہ ذخیرہ آرمی ہیڈ کوارٹر کے ایک حصے میں ہے۔ اس حصے میں صرف وہی افسران جاتے ہیں جو یوگا کے ماہر ہیں یا جن کے دماغوں کو لاک کر دیا گیا ہے۔ تم کسی بھی افسر کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچ سکو گے۔"

پورس نادیدہ بن کر وہاں سے چلا گیا۔ دیوی اپنے کمرے میں آئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر کے بستر پر لیٹ گئی۔ پورس ابھی وہاں سے نہیں گیا تھا۔ وہ سمجھنا چاہتا تھا کہ دیوی نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کیوں کیا ہے؟

وہ نادیدہ بن کر اسے دیکھ رہا تھا۔ دیوی نے پچھلی رات جو گولیاں اور کیپسول حاصل کر کے ایک محفوظ جگہ چھپائے تھے ان میں سے کچھ گولیاں اور کیپسول اپنے لباس میں پہنچا کر لے آئی تھی پھر اسے ہوٹل کے کمرے کے وارڈ روب میں چھپا دیا تھا۔ اگر وہ ابھی ان چیزوں کو وہاں سے نکالتی تو پورس کو اس کے فراڈ کا پتا چل جاتا لیکن ابھی اسے ضرورت نہیں تھی۔ وہ بستر پر آکر لیٹ گئی تھی۔ اس نے یوں آنکھیں بند کر لیں جیسے واقعی کمر میں درد ہو رہا ہو اور تھکن محسوس کر رہی ہو۔

پورس اسے خاموشی سے دیکھتا رہا پھر مطمئن ہو گیا کہ وہ سو رہی ہے اس لیے اطمینان کے ساتھ وہ وہاں سے چلا گیا۔ اس کے اس طرح لیٹے رہنے سے دھوکا کھا گیا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ پورس وہاں تھا۔ وہ لیٹنے کے بعد آنکھیں بند کر کے خیال خوانی میں مصروف ہو گئی تھی۔

پہلے وہ امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچی۔ وہ اس کا آلۂ کار تھا۔ اس نے آلۂ کار کو حکم دیا کہ ابھی لیبارٹری جائے اور گولیوں اور کیپسولوں کا ذخیرہ وہاں سے نکال لائے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ان چیزوں کو ہزاروں کی تعداد میں نکال لایا۔

دیوی نے حکم دیا "اسے اپنے مکان میں کسی محفوظ جگہ چھپا دو۔"

اس کا مکان واشنگٹن سے سو کلو میٹر دور ایک چھوٹے سے قصبے میں تھا۔ وہ فلائنگ کیپسول کے ذریعے سو کلو میٹر دور چلا گیا۔ اس کے بعد دیوی نے اسرائیل کا رخ کیا۔ وہاں کے ایک اعلیٰ حاکم سے بھی یہی کام لیا۔ وہاں کی لیبارٹری سے ہزاروں گولیاں اور کیپسول نکلوا کر انہیں بھی ایک محفوظ مقام تک پہنچا دیا۔

وہ اپنی چال بازیوں سے باز نہیں آئی۔ ایسی چال چل گئی کہ

آئندہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں تمام مخالفین گولیوں اور کیپسولوں سے محروم رہتے۔ وہ نادیدہ بننے اور پرواز کرنے والی ایک تنہا ہستی ہوتی اور ایک دیوی کی طرح سب پر غالب آتی رہتی۔

پورس نے آرمی ہیڈ کوارٹر پہنچ کر وہاں کا جائزہ لیا۔ وہاں ایک خاص فوجی کوارٹر کے اطراف سخت پہرا تھا۔ ان اعلیٰ افسران کے درمیان میجر ٹی ہنٹر بھی تھا اور تمام افسران کو ڈانٹ رہا تھا' پوچھ رہا تھا "وہ آہنی تجوری والا کمرا کیسے کھولا گیا؟ کس نے اسے کھولا تھا؟"

جس افسر کی ڈیوٹی تھی اس نے کہا "پچھلی رات اچانک مجھ پر حملہ کیا گیا۔ میں زخمی ہو گیا تھا۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ وہ دروازے کو مخصوص نمبروں سے کھول کر اندر گئی تھی پھر گولیوں اور کیپسولوں کے چند پیکٹس لے کر اچانک نادیدہ ہو گئی تھی۔"

میجر ٹی ہنٹر نے کہا "اس کا مطلب ہے کہ وہ آنے والی نادیدہ بن جاتی تھی اور ٹیلی پیتھی بھی جانتی تھی۔ اس نے پہلے تمہیں زخمی کیا پھر تمہارے دماغ سے دروازہ کھولنے والے مخصوص نمبر معلوم کئے۔ اس طرح اس نے اندر پہنچ کر وہ گولیاں اور کیپسول حاصل کئے ہیں۔"

زخمی افسر نے کہا "میں اس عورت کی صورت نہ دیکھ سکا۔ پتا نہیں وہ کون تھی؟"

میجر ٹی ہنٹر نے کہا "دو ہی عورتوں پر شبہ کیا جا سکتا ہے۔ پچھلی رات میڈم سونیا آئی ہوگی یا پھر دیوی شی نارا۔"

پورس وہاں نادیدہ بنا ہوا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے اپنی ذہانت سے سوچا۔ سونیا ان گولیوں اور کیپسولوں کو چوری کرنے نہیں آئے گی کیونکہ یہ چیزیں بابا صاحب کے ادارے میں ضائع کی جا چکی ہیں۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کے اصولوں کی پابند ہے۔ اس ادارے سے تعلق رکھنے والے نہ یہ چیزیں کہیں سے چرائیں گے اور نہ انہیں استعمال کریں گے۔

پورس کی سمجھ میں یہی بات آ رہی تھی کہ دیوی اس سے دھوکا کر رہی ہے۔ وہ پچھلی رات یہاں آئی ہوگی اور اپنی ضرورت کے مطابق گولیاں اور کیپسول چرا کر لے گئی ہوگی۔ اگر اس نے ایسا کیا ہے تو آئندہ بھی امریکا اور اسرائیل میں یہی کرے گی۔

"اس کتیا کی دُم واقعی ٹیڑھی ہے۔ جسے فرہاد اور اس کے بیٹے سیدھا نہ کر سکے' اسے سیدھا کرنے میں' میں اپنا وقت ضائع نہیں کروں گا۔ ہوٹل جا کر اس کی چالبازی کو سمجھنے کی کوشش کروں گا۔ ابھی میجر ٹی ہنٹر سے نمٹنا چاہیے۔" اس نے سوچا۔

وہ میجر ٹی ہنٹر اور دوسرے افسران کے سامنے اچانک نمودار ہو گیا۔ ٹی ہنٹر بیٹھا ہوا تھا' اسے دیکھتے ہی اچھل کر بولا "پارس؟ تم؟"

"ہاں۔ میں یہ کہنے آیا ہوں کہ غائب ہو کر چوہے بلی کا کھیل ایک عرصے سے ہوتا آ رہا ہے۔ میں یہ کھیل ختم کرنے آیا ہوں۔ تم اس سلینڈر کو دیکھ رہے ہو جو میری پشت سے بندھا ہوا ہے۔ میرے ہاتھ میں اس کی اسپرے نوزل ہے۔ میں اس میں موجود دوا اسپرے کروں گا تو نادیدہ بنانے والی تمام گولیاں اور فلائنگ کیپسول بے اثر ہو جائیں گے۔"

ٹی ہنٹر نے کہا "تمہاری یہ بکواس کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں' جو عملی طور پر سمجھ میں آتی ہیں۔ میں تمہیں اپنے عمل سے سمجھا رہا ہوں۔"

پورس نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ سانس روک لی پھر اسپرے کرنے لگا۔ ٹی ہنٹر ایک انجانا خطرہ محسوس کرتے ہی گولی نکال کر نادیدہ بن گیا لیکن چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ نمودار ہو گیا کیونکہ وہ سانس لے رہا تھا۔ سانس کے ساتھ اس دوا کے اثرات اندر تک گئے تھے اور گولی کو ناکارہ بنا چکے تھے۔ اس کے برعکس پورس نے سانس روک رکھی تھی۔ وہ اسپرے کرنے کے بعد نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے وہاں سے کئی کلو میٹر دور چلا گیا۔

میجر حیران تھا کہ گولی بے اثر کیسے ہو گئی؟ کیا واقعی وہ اسپرے کرنے والی دوا' نادیدہ بنانے والی گولیوں کو ناکارہ بنا دیتی ہے؟

اس نے ذخیرے میں سے ایک گولی لے کر اسے حلق سے نیچے اتارا۔ دوسرے افسروں نے بتایا کہ وہ نظر آ رہا ہے۔ اس نے افسروں کو حکم دیا "مختلف پیکٹس سے ایک ایک گولی نکال کر آزماؤ۔ پارس یہاں آ کر ایک نئی چال چل گیا ہے۔"

وہ افسران ایک ایک گولی نگلنے لگے مگر کوئی نادیدہ نہ ہو سکا۔ وہ نظر آ رہے تھے۔ پورس نے ایک افسر کے دماغ میں آ کر اس کی زبان سے ٹی ہنٹر کو مخاطب کیا "ہیلو میجر! میں وہی ہوں' جسے تم ابھی پارس کہہ رہے تھے جب کہ میں پارس نہیں ہوں۔ میرا نام پورس ہے۔ یہ ایک اتفاق ہے کہ میں پارس کا ہم شکل ہوں۔"

میجر نے کہا "پارس! تم ہمیں دھوکا نہیں دے سکتے۔ آج تم نے ہمیں بہت زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ کوئی بات نہیں' ہم فارمولے کے ذریعے دوسری گولیاں تیار کر لیں گے۔"

پورس نے کہا "ان لمحات میں' میں آرمی سیکرٹ ریکارڈ روم میں ہوں۔ ان گولیوں اور کیپسولوں کے نسخے نکال کر جلا رہا ہوں۔ تم جب تک یہاں پہنچو گے' یہ سب جل کر راکھ ہو چکے ہوں گے۔"

میجر حلق پھاڑ کر چیخنے لگا "تم ایسا نہیں کر سکتے۔ انہیں جلاؤ گے تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ دیکھو دشمنی نہ کرو۔ دوستی اور سمجھوتا کرو۔"

پورس نے کہا "ان گولیوں اور کیپسولوں کے سلسلے میں کوئی سمجھوتا نہیں ہو گا۔ بابا صاحب کے ادارے نے بھی خود ان گولیوں اور کیپسولوں کے ذخیروں کو ضائع کر دیا ہے۔ اس دنیا میں ایسے جتنے ذخائر ہیں' ان سب کو آج رات تک تباہ کر دیا جائے گا۔ آئندہ کوئی کسی کے سامنے غائب ہو کر جادوئی تماشے نہیں دکھائے گا۔"

میجر نے کہا "لیکن تمہارے پاس وہ گولیاں ہیں' تم یہاں سے

ناديدہ ہو کر گئے تھے۔"

"میرے پاس صرف ایک گولی اور ایک کیپسول ہے۔ میں آج رات تک تمام ذخائر کو تباہ کرنے کے بعد اپنی گولی اور کیپسول کو بھی ضائع کردوں گا۔"

"تم ایسا نہیں کروگے۔ سب جانتے ہیں کہ تم کتنے مکار ہو۔"

"تم مجھے پارس سمجھ کر ایسا کہہ رہے ہو جب کہ میں پورس ہوں۔ تم یقین کرلو۔ نہیں کروگے تو میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میں جارہا ہوں۔"

پورس دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اس وقت وہ آرمی کے سیکرٹ روم میں تھا۔ گولیوں اور کیپسولوں کے تمام نسخے جلا کر راکھ کرچکا تھا۔ اب اسے ہوٹل میں دیوی کے پاس جانا چاہیے تھا لیکن اس نے سوچا' دیوی سے بعد میں نمٹا جائے گا۔ پہلے امریکا اور اسرائیل جاکر وہاں کے ذخیروں کو ناکارہ بنانا چاہیے اور معلوم کرنا چاہیے کہ دیوی ان ممالک کے ذخیروں پر بھی پہلے سے ہاتھ صاف کرچکی ہے یا نہیں؟

اس نے اپنی اگلی مہم میں دیوی کو ساتھ نہیں لیا۔ تنہا واشنگٹن پہنچ گیا۔ وہاں معلومات حاصل کرنے سے پتا چلا کہ ذخیرہ آرمی ہیڈ کوارٹر میں بھی ہے اور ایک خفیہ سرکاری لیبارٹری میں بھی۔ پہلے وہ لیبارٹری میں گیا۔ وہاں لیبارٹری انچارج کے خیالات پڑھے تو پتا چلا' تین گھنٹے پہلے فوج کا ایک اعلیٰ افسر آیا تھا اور کیپسولوں کا ایک بڑا پیکٹ اور گولیوں کے چار بڑے پیکٹس لے گیا تھا۔

پورس کا ماتھا ٹھنکا کہ دیوی وہاں پہلے ہی اپنی چال چل چکی ہے۔ اس نے لیبارٹری انچارج کو اس افسر سے فون پر بات کرنے پر مائل کیا۔ اس نے بات کی۔ پورس اس افسر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ دیوی نے اسے لیبارٹری جانے اور وہاں سے گولیاں اور کیپسول لانے کا حکم دیا تھا۔ وہ دیوی کی ہدایت پر ان چیزوں کو واشنگٹن سے سو کلو میٹر دور ایک چھوٹے سے قصبے میں لے گیا تھا اور وہاں اپنے ایک مکان میں انہیں چھپا دیا تھا۔

پورس نے اس لیبارٹری اور آرمی ہیڈ کوارٹر کے تمام ذخیروں کو ناکارہ بنادیا۔ دیوی نے بھی جو کچھ چھپایا تھا' اسے بھی ضائع کردیا پھر وہاں سے اسرائیل کے شہر تل ابیب آگیا۔ اب تو یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ جہاں اسے جانا ہوتا ہے' اس سے پہلے دیوی وہاں پہنچ جاتی ہے اور اپنا کام دکھادیتی ہے۔

اس نے تل ابیب پہنچ کر تمام یہودی اکابرین کے خیالات باری باری پڑھے۔ وہاں پتا چلا کہ دیوی نے ایک اعلیٰ حاکم کے ذریعے ذخیرے کو تل ابیب سے کئی کلو میٹر دور چھپایا ہے۔ پورس نے کسی ذخیرے کو سلامت رہنے نہیں دیا' سب کو ناکارہ بنادیا۔

وہ دن کے بارہ بجے پیرس سے امریکا اور پھر امریکا سے اسرائیل گیا تھا اور رات کے بارہ بجے واپس آگیا تھا۔ دیوی بارہ گھنٹے تک تنہا رہی اور یہ سمجھتی رہی کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ پورس کو میجر ٹی ہنٹر سے نمٹ کر' اس کا ذخیرہ تباہ کرکے واپس ہوٹل آنا چاہیے تھا۔ اس کا یہ کام زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کا تھا۔ جب وہ دو گھنٹے تک نہیں آیا تو وہ کھٹک گئی۔ خیال آیا کہ میجر سے ٹکراؤ کے دوران میں اسے معلوم ہوسکتا ہے کہ پچھلی رات وہ وہاں واردات کرچکی ہے۔

اس نے وارڈ روب سے گولیاں اور کیپسول نکال لیے۔ ایک گولی نگل کر نادیدہ ہوگئی۔ اب پورس جب بھی آتا تو یہی سمجھتا کہ وہ تنہائی سے گھبرا کر کہیں گئی ہے اور وہ چھپ کر اسے دیکھتی رہتی اور سمجھتی رہتی کہ وہ کیا سوچ رہا ہے اور کیا کررہا ہے؟

جب شام ہوگئی اور وہ نہیں آیا تو خیال آنے لگا کہ وہ اس کا ساتھ چھوڑ چکا ہے۔ شاید اس کی چالاکیوں کو سمجھ کر ناراض ہوگیا ہے اور اگر واقعی ناراض ہے تو پھر کھل کر ناراضگی ہونی چاہیے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا "پورس! تم کہاں ہو؟"

"میں اپنی موجودہ مہم میں مصروف ہوں۔"

"کیا میجر ٹی ہنٹر کا ذخیرہ تباہ کرنے میں اتنی دیر لگ گئی؟ تم بارہ بجے گئے تھے۔ اب شام کے پانچ بج رہے ہیں۔"

"کیا کروں؟ تم نہیں ہو۔ مجھے تنہا کام کرنا پڑ رہا ہے۔ اس وقت میں واشنگٹن میں ہوں۔"

"کیا؟" وہ حیرانی سے بولی "تم مجھے چھوڑ کر امریکا گئے ہو؟"

"بھئی آدھی رات تک یا صبح تک واپس آجاؤں گا۔"

"لیکن مجھے چھوڑ کر کیوں گئے؟"

"تم نے کہا تھا' تھک گئی ہو اور تمہاری کمر میں درد ہورہا ہے۔ ایسی حالت میں تم اتنا لمبا سفر نہیں کرسکتی تھیں۔ تم آرام کرو' میں آجاؤں گا۔"

اس نے سانس روکی۔ دیوی دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔

"وہ اچھے موڈ میں بول رہا تھا۔ اسے میری چالبازی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ مجھے اس معاملے کی تصدیق کرنا چاہیے۔"

وہ اس افسر کے دماغ میں گئی' جو میجر ٹی ہنٹر کا ماتحت تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ پارس آیا تھا لیکن خود کو پورس کہہ رہا تھا۔ وہ ذرا سی دیر کے لیے آیا تھا۔ دو چار باتیں کی تھیں پھر گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ بنا کر چلا گیا تھا۔

اس افسر کے خیالات سے ایسی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی کہ پورس کو پچھلی رات کی واردات کا علم ہوا ہے۔ وہ پھر امریکی آلۂ کار کے اندر پہنچی۔ اس آلۂ کار فوجی افسر کو معلوم نہیں تھا کہ پورس آج اس کے دماغ میں آیا تھا اور اس کے چور خیالات اس نے پڑھے تھے۔

اسی طرح اسرائیل کے اعلیٰ حاکم کو بھی نہیں معلوم تھا کہ پورس کب آیا تھا؟ اس اعلیٰ حاکم کے خیالات نے بھی دیوی کو

مطمئن کردیا۔ اسے یقین ہوگیا' پورس کو نہ اس کی چال بازیوں کا علم ہے اور نہ وہ اس سے ناراض ہے۔ اس کی تھکن اور کمر درد کا خیال کرکے وہ تنہا گیا ہے۔

دیوی شی تارا کو ایسے اُلّو مرد بہت پسند تھے۔ وہ خوش ہوئی کہ پورس کے ساتھ اس کی اچھی گزرے گی۔ وہ آئندہ بھی جب چاہے گی' ضرورت کے مطابق اسے اُلّو بنایا کرے گی۔

وہ اپنے کمرے میں نمودار ہوگئی۔ پورس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ وہ اس کا انتظار کرنے لگی۔

○☆○

نتاشا اپنی چھوٹی بہن نتالیہ کے سلسلے میں پریشان تھی۔ وہ روز بہ روز پارس کی دیوانی ہوتی جارہی تھی اور نتاشا چاہتی تھی' وہ ایک مسلمان کے سحر سے نکل آئے اور کسی امیر کبیر یہودی سے شادی کرے۔

نتالیہ نے کہا "سسٹر! تم میرے لیے پریشان ہو اور میں تمہاری وجہ سے پریشان ہوں۔"

"میں نے کیا کیا ہے؟ کیا میں تمہاری طرح کسی سے عشق کر کے اسے اپنے رازوں میں شریک کررہی ہوں؟ تم نے تو پارس کو ہمارے تمام رازوں تک پہنچادیا ہے۔"

"بے شک۔ وہ ہمارا راز دار بن گیا ہے لیکن ہمیں کتنے فائدے پہنچا رہا ہے۔ اس نے دیوی' جان کولن اور میجر ٹی ہنٹر کو ہماری مخالفت سے یعنی الپا سے دشمنی کرنے سے روک دیا ہے اور شاید وہ تینوں جا چکے ہیں۔ اب اس ملک میں الپا کی برتری ہماری برتری ہے۔ کیا تم پارس کے بغیر اتنی بڑی کامیابی حاصل کرسکتی تھیں؟"

"ہم نے ایک بڑی کامیابی حاصل کرنے کی بہت بڑی قیمت ادا کی ہے۔ اب وہ ہمیشہ ہم پر مسلط رہے گا۔ اگر وہ جانا بھی چاہے گا تو تم اسے جانے نہیں دوگی۔ پلیز نتالیہ! عقل سے کام لو۔ اب اس سے محبت نہ کرو۔ نفرت بھی نہ کرو۔ دور کی دوستی رکھو۔ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرو۔"

"سسٹر! تم نے کبھی کسی مرد سے محبت نہیں کی۔ اگر کرتیں تو اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھنے سے پیاس نہیں بجھتی۔ تم بھی اس مرد کی طرف کھنچی جاتیں۔"

"میں تمہاری طرح نادان نہیں ہوں کہ ایک مرد کو اپنے اوپر مسلط کرلوں۔ میری بات سمجھو۔ مرد ایک ضرورت ہے۔ جیسے کھانا' پینا اور پہننا اپنی اپنی جگہ اہم ضرورتیں ہیں۔ کسی دن کوئی ڈش چکھی' کسی دن کوئی اور ڈش' کسی دن ایک لباس پہنا' کسی دن دوسرا لباس پہن لیا۔ اسی طرح جب کسی مرد کی ضرورت ہوئی' اسے خیال خوانی کے ذریعے بلایا۔ ضرورت پوری کی پھر اسے رخصت کردیا۔ اس طرح کسی ایک مرد کی محتاجی نہیں رہتی۔"

"وہ عورت ہی کیا جو اپنے ایک اور صرف ایک مرد کی محتاج نہ ہو۔ جب ایک عورت اپنے مرد سے ہار کر اسے جیت لیتی ہے تو کتنی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں' ان مسرتوں کو نہ تم کبھی سمجھ پاؤ گی اور نہ کبھی حاصل کرسکو گی۔ مجھے تم پر ترس آتا ہے سسٹر!"

نتاشا نے سوچا' پارس کا جادو نتالیہ کے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ کسی اور طریقے سے اس جادو کا توڑ کرنا ہوگا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے رابطہ کیا پھر اس سے پوچھا "کیا تم اس ملک سے جارہے ہو؟"

"کیا تمہارے ملک میں میرے حصے کا راشن ختم ہورہا ہے؟"

"میرے سوال کا سیدھا جواب دو۔"

"ٹیڑھے سوال کا ٹیڑھا جواب ہوا کرتا ہے۔ کیا یہ خبر سیٹلائٹ کے ذریعے نشر کی گئی ہے کہ میں یہاں سے جارہا ہوں۔"

"میں نے یہ سوچ کر پوچھا ہے کہ تم کسی ملک میں زیادہ عرصے تک نہیں رہتے ہو۔"

"یہ درست ہے۔ میں جلد ہی یہاں سے چلا جاؤں گا مگر نتالیہ میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔"

"تم اسے اطلاع دیے بغیر چپ چاپ چلے جاؤ۔"

"کتنے پیسے دوگی؟"

"آگئے نا اپنی اوقات پر؟ تم ڈالرز اور پاؤنڈ میں جتنی دولت چاہو گے' میں تمہیں دوں گی۔"

"میں مذاق کررہا تھا۔ ہمارے پاس دولت کی کمی نہیں ہے۔ میں کچھ اور چاہتا ہوں۔"

"جو چاہو گے' دوں گی۔ منہ کھولو۔"

"آ..... آ....." کی آواز سنائی دی۔ نتاشا نے پوچھا "یہ کیسی آواز نکال رہے ہو؟"

"میں منہ کھول رہا ہوں۔"

"منہ کھولنے کا مطلب ہے' اپنا مدعا بیان کرو۔ کیا چاہتے ہو؟"

"جس طرح دل کے بدلے دل اور جان کے بدلے جان لی جاتی ہے اسی طرح میں عورت کے بدلے عورت لوں گا۔"

"یعنی نتالیہ کو چھوڑنے کی شرط یہ ہے کہ تم اس کے بدلے دوسری یہاں سے لے جاؤ گے؟"

"ہاں' میری یہی شرط ہے۔"

"یہ تو بہت معمولی سی شرط ہے۔ تم یہاں سے جسے لے جانا چاہتے ہو' لے جاؤ۔"

"کیا وعدہ کرتی ہو کہ جسے لے جانا چاہوں گا' تم اعتراض نہیں کروگی؟"

"میں نتالیہ کو تمہارے سحر سے نجات دلانے کے لیے یہاں کی کسی بھی یہودی عورت کی قربانی دوں گی۔ یہ بتاؤ کب جارہے ہو؟ اور کسے لے جارہے ہو؟"

"میں آج ہی جارہا ہوں اور الپا کو ساتھ لے جارہا ہوں۔"

"کیا؟" وہ چیخ کر بولی "الپا کو لے جاؤ گے؟ یہاں جو ہماری حکمرانی کا ذریعہ ہے' اسے لے جاؤ گے؟"

"دیکھو۔ تم نے کہا تھا' اعتراض نہیں کرو گی۔"

"تم بہت مکار ہو۔ تم نے الپا کی بات نہیں کی تھی۔"

"اب کر رہا ہوں تو سمجھ لو' میں الپا کو سحر زدہ کر کے لے جاؤں گا۔ تم اعتراض کرو گی تو الپا کو چھوڑ کر نتالیہ کو لے جاؤں گا۔ بولو کیا منظور ہے۔"

"اب پتا چل رہا ہے کہ تم کتنے مکار ہو۔ تم نے نتالیہ کو اپنی محبت کے جال میں اسی لیے پھنسایا ہے کہ الپا کو خود سحر زدہ کر کے اپنے زیر اثر رکھو اور میں اپنی بہن کو حاصل کرنے کی خاطر الپا پر تمہاری حکمرانی بھی قبول کر لوں۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔ مجھے تو عورت کے بدلے عورت چاہیے۔"

"نتالیہ اور الپا کے علاوہ یہاں بے شمار حسینائیں ہیں۔"

"تم بھی حسین ہو مگر گھمی پٹی ہو۔"

"یو شٹ اپ!" وہ حلق پھاڑ کر چیخی پھر اول فول بکنے لگی۔ پارس نے سانس روک کر اسے اپنے دماغ سے بھگا دیا۔

نتالیہ دوڑتی ہوئی نتاشا کے بیڈ روم میں آئی پھر حیرانی سے بولی۔ "سسٹر! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیوں اس طرح چیخیں مار رہی ہو؟ آخر اتنی گالیاں کسے دے رہی ہو؟"

"اسی کمینے پارس کو گالیاں دے رہی ہوں۔ وہ مجھے گھمی پٹی کہہ رہا تھا۔ وہ خود کو کیا سمجھتا ہے؟ کیا وہ گلفام ہے؟ اس سے زیادہ خوب رو نوجوان میری تنہائی میں آ چکے ہیں۔"

وہ غصے کی حالت میں یہ محسوس نہ کر سکی کہ پارس اس کے دماغ میں آیا ہے۔ اس نے آتے ہی اس کی زبان سے کہا "اگر وہ ایک بار میری تنہائی میں آ جائے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ میں گھمی پٹی نہیں ہوں پھر وہ میرا ہو جائے گا اور تمہارا پیچھا چھوڑ دے گا۔"

یہ کہتے ہی وہ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ نتالیہ نے حیرانی اور غصے سے کہا "سسٹر! تم یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا میرے پارس کو اپنی تنہائی میں بلانا چاہتی ہو؟ تمہیں شرم آنی چاہیے۔ ایسی خواہش تمہارے اندر ہے اسی لیے تم مجھے میرے پارس سے دور کرنا چاہتی ہو۔"

نتاشا بوکھلا گئی۔ سوچنے لگی کہ وہ غصے میں کیسی بے تکی باتیں کر رہی تھی "او گاڈ! پارس نے میری توہین کر کے مجھے جنون میں مبتلا کر دیا تھا۔ میں ایسی باتیں کہہ گئی' جو میرے دل میں کبھی نہیں تھیں۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ نتالیہ نے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ پارس نے تمہارے دماغ میں آ کر تمہیں ایسا کہنے پر مجبور کیا؟ جب کہ تمہارے دماغ میں کوئی آ نہیں سکتا۔ تم سانس روک لیتی ہو۔"

"پلیز نتالیہ! مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں یہ نہیں کہتی کہ پارس میرے دماغ میں آیا تھا لیکن اس نے میری ایسی توہین کی تھی کہ میں جنون میں مبتلا ہو گئی تھی۔"

"اس نے تمہاری تنہائی میں آنے سے انکار کیا تو تم نے توہین محسوس کی اور چیلنج کر دیا کہ وہ ایک بار تمہارے پاس آئے تو تمہیں بھول جائے گا۔"

"بکواس مت کرو۔ میں نے جو کہا' غصے اور جنون میں کہا۔ تم اس حقیقت کو سمجھو کہ ہم دونوں ایک دوسرے پر اندھا اعتماد کرتے تھے۔ جب سے پارس ہمارے درمیان آیا ہے' تمہارا اعتماد مجھ پر کمزور ہو گیا ہے۔ بہتر ہے تم جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

"میں یہ یاد دلانے آئی ہوں کہ الپا ہمارے اکابرین کے اجلاس میں شریک ہونے جا رہی ہے۔ پندرہ منٹ کے بعد اجلاس شروع ہو گا۔ تمہارا موڈ ٹھیک ہو تو الپا کے اندر چلی آنا۔ میں اس کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ نتاشا اپنے دماغ سے غصہ نکال کر... نارمل ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

کرسٹوو سکی نے دو چار یہودی اکابرین کے دماغوں میں آ کر کہا تھا کہ اسرائیل کے اعلیٰ حاکم کی جنس پارس نے تبدیل کی تھی لیکن الزام کرسٹوو سکی پر عائد کیا گیا ہے لہٰذا تمام اکابرین کو یک جا کیا جائے تاکہ ان سب کے سامنے حقائق بیان کیے جا سکیں۔ اس لیے انہوں نے وہ اجلاس طلب کیا تھا۔

اس اجلاس میں الپا اور برین آدم بھی آئے اور کرسٹوو سکی نے بھی اپنی آواز سنا کر کہا "میں بھی یہاں موجود ہوں اور الپا کی طرح نادیدہ بنا ہوا ہوں۔"

برین آدم نے کہا "الپا یہ ثابت کر چکی ہے کہ پارس نہ یہاں آیا تھا اور نہ اب یہاں ہے۔ اس نے ہمارے ملک میں کوئی تخریبی کارروائی نہیں کی ہے لیکن ان ہارمونز کے انجکشنوں کو پہلی بار تم نے ہمارے اکابرین پر آزمایا ہے اور ان کی جنس تبدیل کی ہے۔"

کرسٹوو سکی نے کہا "یہ محض الزام ہے۔ میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

"جان کولن اور دوسرے امریکی اکابرین کا بیان ہے کہ وہ انجکشن ابھی تجربہ گاہ میں اچھی طرح آزمائے نہیں گئے تھے۔ اس سے پہلے ہی روسی سراغ رساں نے وہ انجکشن چرا لیے تھے۔ پہلے کرسٹوو سکی نے انہیں استعمال کیا ہے پھر اس نے اپنے ساتھی روزانو دسکی کو وہ انجکشن دیے۔ کیا یہ غلط ہے؟"

کرسٹوو سکی نے کہا "سچ یہ ہے کہ جان کولن نے ان انجکشنوں کو ایران میں استعمال کرنا چاہا لیکن سونیا نے امریکی سازش کو بے نقاب کر دیا۔ جتنے ایجنٹ اور آلۂ کار وہ انجکشن مسلمانوں پر استعمال کرنا چاہتے تھے' سونیا نے ان سب کی جنس تبدیل کر دی۔ یہ کوئی

دھکی چھپی بات نہیں ہے۔"

برین آدم نے کہا "ہاں۔ سیٹلائٹ کے ذریعے ساری دنیا کو یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ روزانو دسکی ایسے انجکشن استعمال کرنے کے دوران میں مارا گیا ہے۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟"

"آپ لوگ ہم روسیوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ابھی تک ہم نے یہودیوں سے دشمنی نہیں کی تھی لیکن مجھے بتانا ہی ہو گا کہ روس سے آنے والا یہ کرسٹوو سکی کتنا خطرناک ہے۔"

الپا نے کہا "تم ہمیں چیلنج کر رہے ہو۔"

"یہ کھوکھلا چیلنج نہیں ہے۔ اس وقت میری پشت پر بندھے ہوئے کٹ میں ہارمونز کے سیکڑوں انجکشن ہیں۔ میں اس اجلاس سے جا رہا ہوں اور چن چن کر یہاں کے اکابرین کی جنس تبدیل کروں گا۔"

الپا نے کہا "ابھی نہ جاؤ۔ رک جاؤ۔ پہلے میری بات سنو۔"

"میں جا رہا ہوں۔ وقت کسی کے کہنے سے نہیں رکتا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک حالات نے پلٹا کھایا۔ وہ اجلاس میں بیٹھے ہوئے افراد کے درمیان سے گزرنے کے دوران میں نمودار ہو گیا۔ الپا نے بلند آواز میں کہا "وہ نمودار ہو کر جا رہا ہے۔ اسے گرفتار کر لو۔"

ایسا کہنے کے دوران میں خود الپا نمودار ہو گئی۔ برین آدم نے حیرانی سے پوچھا۔ "الپا! یہ کیا؟ تم نے گولی منہ سے کیوں نکالی ہے؟ کیوں نمودار ہو رہی ہو؟"

گولی ابھی الپا کے اندر تھی اور وہ حیران ہو رہی تھی۔ ادھر کئی فوجی جوانوں نے کرسٹوو سکی کو نرغے میں لے لیا۔ اس کے پاس بچاؤ کے لیے گن تھی لیکن اس کے چاروں طرف گن مین تھے۔ وہ ایک گولی چلاتا تو چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی۔

وہ بھی حیران ہو رہا تھا کہ نمودار کیسے ہو گیا ہے اور گولی بے اثر کیوں ہو گئی ہے؟ الپا نے دوسری گولی نکال کر نگل لی۔ برین آدم نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں۔ تم سامنے نظر آ رہی ہو۔ معلوم ہوتا ہے' تمام گولیاں بے اثر ہو گئی ہیں۔"

اکابرین پوچھنے لگے "بات کیا ہے؟ نادیدہ بننے والے نمودار کیسے ہو رہے ہیں؟"

برین آدم نے کہا "ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ پہلے کرسٹوو سکی سے نمٹا جائے۔"

الپا نے اس سے کہا "ہیلو روسی! بہت اچھل رہے تھے۔ میں نے رکنے کے لیے کہا تو تم نے جواب دیا تھا' وقت کسی کے کہنے سے نہیں رکتا مگر دیکھ لو۔ تمہاری بدقسمتی نے کس طرح تمہیں روک دیا ہے۔"

برین آدم نے کہا "تم الپا پر یہ الزام لگانا چاہتے تھے کہ اس نے پارس کو اس ملک میں چھپا رکھا ہے اور پارس جو تخریبی کارروائیاں کر رہا ہے' ان سب کا الزام تم پر لگایا جا رہا ہے۔ اب تم ٹارچر سیل میں سچ اگل دو گے۔"

کرسٹوو سکی نے کہا "واقعی اسے بدقسمتی کہتے ہیں۔ عین وقت پر نادیدہ بنانے والی گولی نے دھوکا دیا ہے۔ میں تو جیتی ہوئی بازی ہار گیا۔"

اسے نہتا کر کے اس کی پشت پر بندھی ہوئی کٹ کو قبضے میں لے لیا گیا۔ اس کٹ میں ہارمونز کے سیکڑوں انجکشن تھے۔ الپا نے کہا "کرسٹوو سکی! تمہارے لیے ایک خوش خبری ہے۔ ہم تمہیں سزائے موت نہیں دیں گے۔ تمہارا لایا ہوا انجکشن تمہیں دیں گے پھر تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دیں گے۔"

اس وقت نتاشا' نتالیہ اور پارس الپا کے اندر موجود تھے۔ دونوں بہنیں اپنے اپنے کمرے میں تھیں۔ پارس نادیدہ بن کر نتالیہ کے بیڈ روم میں آ گیا تھا پھر وہ بھی اچانک نمودار ہو گیا تھا۔ نتالیہ نے اسے دیکھ کر کہا "تم سسٹر کی وجہ سے نادیدہ رہنے والے تھے پھر نمودار کیوں ہو گئے؟"

وہ خیال خوانی کے ذریعے اس اجلاس میں کرسٹوو سکی اور الپا کے نمودار ہونے کا تماشا دیکھ چکا تھا۔ نتالیہ کی بات سن کر اس نے حیرانی سے کہا "اوہ خدایا! میری بھی گولیاں بے اثر ہو گئی ہیں۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟"

نتالیہ نے اپنی گولی کو آزمایا۔ اسے نگل کر آئینے کی طرف دیکھا تو وہ بھی نادیدہ نہیں ہوئی تھی۔ نظر آ رہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ "پارس! یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

اس وقت پارس آنکھیں بند کیے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا ہوا تھا پھر اس نے آنکھیں کھول کر کہا "یہ صرف ہمارے ساتھ ہی نہیں' سب کے ساتھ ہو رہا ہے۔ ساری دنیا میں جہاں جہاں نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول ہیں' ان سب کو ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔"

"واقعی؟ ایسا کس نے کیا ہے؟"

"کوئی جیالا ہے۔ ایک نئے عزم اور حوصلے سے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آیا ہے اور آتے ہی یہ نیک کام کر رہا ہے۔ چونکہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی اس لیے جناب تیمرزی نے خود ہی ان گولیوں اور کیپسولوں کے ذخیروں کو ضائع کر دیا ہے۔ اب ہمارے ادارے میں ایک گولی اور ایک کیپسول بھی نہیں ہے۔"

نتالیہ نے کہا "لیکن یہ ہم پر ظلم ہو رہا ہے۔ ہم ان گولیوں کے ذریعے بڑی بڑی مشکلوں سے بڑی آسانی سے گزر جاتے تھے۔ اب تو قدم قدم پر مسئلے پیدا ہوں گے۔ اب ہمیں معمولی دشمنوں سے بھی چھپ چھپ کر رہنا ہو گا۔ ہم کسی دشمن کے سامنے نہیں جا سکیں گے۔"

"تم تصویر کا ایک ہی رخ دیکھ رہی ہو۔ اس کا دوسرا رخ یہ

ہے کہ تمہارے دشمنوں کو بھی گولیوں کے بغیر چھپنا ہوگا۔"

"میں تو اپنی پرابلم دیکھ رہی ہوں۔ میرے پاس گولیاں ہونی چاہئیں۔ ثمن ان سے محروم رہیں تو بہت اچھا ہے۔"

"افسوس تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی۔ مجھے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں' اس کے مطابق اب ہماری دنیا میں ایک گولی اور ایک کیپسول بھی نہیں ہے۔ اب یہ چیزیں تم کہیں سے حاصل نہیں کر سکو گی۔"

نتاشا دروازہ کھول کر اندر آئی۔ نتالیہ نے کہا "سسٹر! یہ خلافِ تہذیب ہے۔ تمہیں دروازے پر دستک دینا چاہیے تھی۔"

"مجھے تہذیب نہ سکھاؤ۔ ایک مرد کو اپنے بیڈ روم میں بلانا تہذیب ہے یا بے شرمی؟"

پارس نے کہا "اب تو کوئی نادیدہ بن نہیں سکتا۔ میں چھپ کر آیا تھا' نمودار ہو گیا۔ گولیوں کے ضائع ہو جانے سے اب یہ مشکل ہو گئی ہے کہ کوئی عاشق چھپ کر اپنی محبوبہ سے نہیں مل سکے گا۔"

نتاشا نے پوچھا "آخر یہ گولیاں بے اثر کیسے ہو گئی ہیں؟ میں کئی گولیاں آزما چکی ہوں۔"

"اب آزمانے کے لیے بندوق کی گولی رہ گئی ہے۔"

نتاشا نے غصے سے کہا "اے! ہم بہنوں کے بیچ میں نہ بولا کرو۔"

پارس نے نتالیہ سے کہا "مجھے تم دونوں کے درمیان نہیں رہنا چاہیے۔ میں جا رہا ہوں۔"

"تم نہیں جاؤ گے۔ سسٹر! تم پارس سے سیدھے منہ بات کیوں نہیں کرتی ہو۔"

"منہ سیدھا ہو گا تو بات کریں گی۔"

"دیکھو نتالیہ! یہ کیسے بول رہا ہے۔ یہ بات بات پر میرا مذاق اڑاتا ہے۔"

نتالیہ نے پارس سے کہا "تم بھی تو زیادتی کرتے ہو۔ میری بڑی بہن کے سامنے ادب سے بولا کرو۔"

"ہاں' میں نے سنا ہے گھر والی کی بڑی بہن ساس کے برابر ہوتی ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ عزت نہ کی جائے تو ساس کلیجا چبا لیتی ہے۔ میں جا رہا ہوں' اب ہم شام کو ملیں گے۔"

وہ اٹھ کر جانے لگا۔ نتالیہ نے پوچھا "یہ تو بتاؤ کہاں ملو گے؟"

"بتاؤں گا تو یہ محترمہ ہم سے پہلے وہاں پہنچ جائیں گی۔"

اس سے پہلے کہ نتاشا اسے کچھ کہتی' وہ تیزی سے چلا گیا۔ نتاشا نے کہا "ہم آگ اور پانی ہیں۔ ہم کبھی ساتھ نہیں رہ سکتے۔"

"پارس کے ساتھ مجھے رہنا ہے' تمہیں نہیں۔ تم ذرا سوچ کر بولا کرو۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا جو تم سمجھ رہی ہو۔ اوہ! میں تو بھول ہی گئی تھی' کچن میں چائے تیار کر کے آئی ہوں' ابھی لاتی ہوں۔"

وہ اٹھ کر کچن میں آئی' وہاں کیتلی سے دو پیالیوں میں چائے انڈیلی' دودھ اور چینی ملائی پھر ایک کپ میں تھوڑی سی اعصابی کمزوری کی دوا حل کر دی۔ ایک چھوٹی سی ٹرے میں دونوں پیالیاں رکھ کر وہ بہن کے پاس آئی' پھر وہ خاص پیالی اٹھا کر اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ اس کے بعد چائے کی ایک چسکی لے کر بولی "مجھے پارس سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ وہ اچھا ہے مگر مسلمان ہے۔"

"کتنی ہی یہودی لڑکیاں مسلمانوں سے شادیاں کر کے شاندار ... زندگیاں گزار رہی ہیں۔ میں بھی پارس کے ساتھ ایک خوشگوار ... زندگی گزاروں گی۔"

وہ چائے پی رہی تھی اور بولتی جا رہی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ دل و جان سے چاہنے والی بہن اس کے ساتھ دشمنوں جیسی حرکت کرے گی۔ پیالی خالی ہو گئی۔ وہ پریشان ہو کر بولی "میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

"چائے میں چینی زیادہ پڑ گئی تھی۔ زیادہ مٹھاس کی وجہ سے طبیعت گھبراتی ہے۔ تم آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔"

وہ بے حد کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر بستر پر آ گئی۔ دماغ اس حد تک کمزور ہو گیا تھا کہ وہ اپنی بہن کی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس نہ کر سکی۔ نتاشا نے اس کی سوچ میں کہا "میں آنکھیں بند کر کے سو جاؤں تو کچھ آرام آ جائے گا۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ نتاشا نے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تو وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔

نتاشا چاہتی تھی وہ پارس کو بالکل بھول جائے۔ کبھی بھولے سے بھی یاد نہ آئے' اس لیے تنویمی عمل کے ذریعے پارس کو اس کے دماغ سے یکسر مٹا دیا۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ پارس کا چہرہ بھول جائے۔ کہیں اسے دیکھے تو پہچاننے سے انکار کر دے۔ اس کی آواز اور لہجہ بھی یاد نہ رہے۔ اس کی سوچ کی لہروں کو سنتے ہی وہ سانس روک کر اسے بھگا دیا کرے۔

نتاشا نے سوچا "نتالیہ اب بچی نہیں رہی ہے۔ وہ جوان ہے۔ اسے ایک مرد سے چھڑانے کا نتیجہ اچھا نہیں ہو گا۔ وہ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو جائے گی۔ اس کی اب شادی ہو جانی چاہیے۔"

یہ سوچ کر اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ کسی امیر کبیر یہودی جوان کو پسند کرے گی اور اس سے شادی کرے گی۔

اس وقت پارس دوسرے معاملات میں مصروف ہو گیا تھا ورنہ نتالیہ سے دماغی رابطہ قائم کرتا تو اسے نتاشا کی چال معلوم ہو جاتی۔ نتالیہ سے شام کو ملاقات کا وقت مقرر ہوا تھا اس لیے وہ مطمئن تھا۔

سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ماتحت نے اس کے پاس آ کر کہا "سر! میڈم بلا رہی ہیں۔"

پارس نے سونیا کے پاس آ کر کہا "یس مما! کیا بات ہے؟"

"میں یہاں تہران میں کچھ عرصے مصروف رہوں گی۔ ہم میں سے کسی ایک کو واشنگٹن میں رہنا چاہیے۔"

"آپ چاہتی ہیں' میں وہاں چلا جاؤں۔"

"ہاں۔ جب تک ہم میں سے کوئی ان کے سروں پر مسلط نہیں رہے گا تب تک وہ انسان نہیں بنیں گے۔"

"ٹھیک ہے مما! میں کل صبح کی پہلی فلائٹ سے چلا جاؤں گا۔"

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر بلی ڈونا کے متعلق سوچا پھر اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس نے جکارتہ میں رہنے کے دوران میں اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ پارس کے زیرِ اثر رہا کرتی ہے۔ اس وقت بھی وہ اس کی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر رہی تھی۔

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کی گولیاں اور کیپسول بھی بے اثر ہو گئے ہیں اور وہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی ہے کہ آئندہ نادیدہ بن کر خطرناک دشمنوں کے سامنے نہیں جا سکے گی۔

موجودہ حالات میں اس کی سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ صالحہ اپنے محل کے تہ خانے میں جا کر وہاں سے چند رکھی ہیرا نکال کرانے والی تھی اور بلی ڈونا اب نادیدہ بن کر اس کے قریب نہیں رہ سکتی تھی۔ اگر پہلے کی طرح نادیدہ رہ سکتی تو وہ نایاب ہیرا صالحہ سے چھین کر لے جاتی۔

پارس نے اسے مخاطب کیا "ہیلو بلی! کیا ہو رہا ہے؟"

وہ چونک کر بولی "تم؟ تمہیں اب میری یاد آئی ہے بے وفا' ہرجائی۔"

"اجازت لے کر جانے والے کو بے وفا ہرجائی نہیں کہتے۔"

"مگر تم کہاں ہو؟"

"آہ! مت پوچھو کہاں ہوں؟ سامری جادوگر کی قید میں ہوں۔"

"فضول بات مت کرو۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں' بڑی مصیبت میں ہوں۔ اس نے مرغی کے ایک انڈے میں مجھے بند کر دیا ہے۔"

"دیکھو پارس! مذاق مت کرو۔ کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"تمہاری جان کی قسم' جھوٹ بولوں تو مر جاؤں۔ میں جس مصیبت میں ہوں' شاید تم اس سے نجات دلا سکو۔"

"میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

"دال باسی ہو تو دماغ کام نہیں کرتا۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ کم بخت سامری جادوگر دن رات مجھے دال کھلاتا ہے۔ دال باسی ہو جائے تب بھی کھلاتا ہے۔ میرا دماغ یہ سوچنے کے قابل

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے

ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

بالتصویر

ہپناٹزم کی جدید تحقیقات

قیمت ۳۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۶ روپے

اردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کیلئے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۱۱۳۲ کراچی

نہیں رہا ہے کہ مجھے انڈے کے اندر سے کیسے نکلنا چاہیے اور مجھے یہ یاد نہیں رہا ہے کہ بچے کتنے دن میں انڈے سے نکلتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے اکیس دن میں نکلتے ہیں۔"

"اوگاڈ! مجھے اکیس دن تک انڈے میں رہنا پڑے گا جبکہ میں آج ہی تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں۔"

"تمہیں فوراً آنا چاہیے۔ میں بھی مصیبت میں ہوں۔"

"کیا تم بھی کسی انڈے میں ہو؟"

"نہیں' میری نادیدہ بنانے والی گولیاں بے اثر ہوگئی ہیں۔"

"یہی میں کہنا چاہتا تھا۔ میری گولیاں بھی بے اثر ہوگئی ہیں ورنہ میں نادیدہ بن کر انڈے سے نکل آتا۔"

"کیا تم نے انڈا..... انڈا لگا رکھا ہے۔ مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا ہے کہ تم کسی جادوگر کی قید میں ہو۔"

"ٹھیک ہے' یقین نہ کرو۔ میں اکیس دن کے بعد نکل کر آؤں گا۔"

"پارس! مجھے ابھی تمہاری ضرورت ہے۔"

"پھر میں کیا کروں؟ وقت سے پہلے نکلنے والے بچے ایب نارمل ہوتے ہیں۔ ویسے سنا ہے کہ پولٹری فارم والے صبح و شام بچے نکالتے رہتے ہیں۔ تم کسی پولٹری فارم والے سے رجوع کرو۔ ہوسکتا ہے' وہ مجھے ایک ہی دن میں نکال کر تمہارے پاس پہنچا دے۔"

"تمہاری بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کتنا سچ کہتے ہو اور کتنا مذاق کرتے ہو۔ اگر تمہیں نہیں آنا ہے تو صاف کہہ دو۔ یوں باتیں نہ بناؤ۔"

"میں بہانے نہیں کر رہا۔ مجبور ہوں اس لیے نہیں آسکتا۔ میں پھر آؤں گا۔ تم اس وقت تک معلوم کرو کہ پولٹری فارم والے ایک ہی دن میں کس طرح انڈے سے بچے نکالتے ہیں۔"

"اوگاڈ! تم نے مجھے انڈے اور بچے میں الجھا رکھا ہے۔ مجھے اپنی پرابلم بتانے کا موقع ہی نہیں دے رہے ہو۔"

"پرابلم سنا کر کیا کروگی۔ میں قیدی ہوں' مجبور ہوں۔ تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔ مجھے اپنے پاس بلانے کا بس یہی ایک طریقہ ہے کہ معلومات حاصل کرو۔ کیا دیسی مرغی کا انڈا' ولایتی مرغی کے انڈے کی طرح صرف ایک دن میں نکل سکتا ہے۔"

وہ بے زار ہو کر بولی "فار گاڈ سیک! تم جاؤ۔ میں اکیلی ہی بھلی۔"

پارس اس کے دماغ سے نکل آیا۔ شام ہو رہی تھی۔ نتالیہ سے وعدہ تھا کہ سمندر کے ساحل پر ملاقات ہوگی۔ جس اوپن ریسٹوران میں ملاقات کا وعدہ تھا وہ وہاں انتظار کرنے لگا لیکن وہ نہیں آئی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر نتالیہ کے دماغ میں پہنچا۔ پہنچتے ہی اس نے سانس روک لی۔ پارس حیران ہوا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے دل و جان سے چاہنے والی نے دماغ میں آنے کیوں نہیں دیا؟

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچا اور پھر نکالا گیا۔ وہ بڑبڑایا "بڑا بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے نکل رہا ہوں۔ پتا نہیں کیوں دھکے دے کر نکال رہی ہو۔"

وہ تیسری بار اس کے دماغ میں پہنچتے ہی بولا "نتالیہ! سانس نہ روکنا۔ میں ہوں تمہارا پارس۔"

لیکن اس نے گھاس نہیں ڈالی۔ سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ تب پارس نے سنجیدگی سے سوچا "یہ معاملہ کیا ہے؟ وہ میری دیوانی ہے' مجھ سے اس طرح کترا نہیں سکتی۔ ضرور کوئی گڑبڑ ہو چکی ہے۔"

اس نے نتاشا سے رابطہ کیا۔ اس کے دماغ میں پہنچتے ہی بولا۔ "سانس نہ روکنا' میں پارس ہوں۔"

"ہاں۔ میں سمجھ رہی تھی تم ضرور میرے پاس آؤ گے۔"

"یہ بھی سمجھ رہی ہوگی کہ کیوں آؤں گا؟"

"میری بہن گم ہوئی ہے تو میرے ہی پاس آؤ گے۔"

"اور تم بتا تو گی۔ کوئی چال نہیں چلو گی۔"

"میں کوئی چال نہیں چل رہی ہوں۔ اگر تم یقین کرسکتے ہو تو کرلو۔ اس کا دل تمہاری طرف سے پھر گیا ہے۔ اس کے اندر جو یہودی لڑکی سو رہی تھی' وہ جاگ گئی ہے۔ اب وہ کسی مسلمان کے فریب میں نہیں آئے گی۔"

"اس سے کہو' ایک بار مجھ سے بولے اور ایک بار یہی باتیں کہہ دے' جو تم کہہ رہی ہو۔"

"میں جانتی تھی' تم یقین نہیں کرو گے۔ وہ تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔ میں اس سے باتیں کرتی ہوں۔ تم میرے دماغ میں رہ کر سن لو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر نتالیہ کے کمرے میں آئی پھر اس سے بولی "پارس تمہارے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ تم نے اسے آنے نہیں دیا۔ اب وہ میرے دماغ میں ہے اور تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہے کہ تم اس سے کیوں نفرت کرنے لگی ہو۔"

نتالیہ نے پوچھا "یہ پارس کون ہے؟ کیوں خواہ مخواہ میرے پاس آنا چاہتا ہے؟"

نتاشا نے کہا "تم اتنے سوالات نہ کرو' صرف اتنا کہہ دو کہ اس مسلمان سے کچھ تعلقات رکھنا چاہتی ہو یا نہیں؟"

"سسٹر! تم جانتی ہو' میری یہودیت بیدار ہوگئی ہے۔ کسی مسلمان سے تعلق رکھنا تو دور کی بات ہے' میں اس کا وجود بھی برداشت نہیں کرسکتی۔"

نتاشا نے پارس سے پوچھا "سن لیا تم نے؟"

"ہاں۔ تھوڑا سنا اور بہت زیادہ سمجھا۔ یہ تو جانتا ہوں کہ یہودیوں کی دُم ٹیڑھی ہے اور ٹیڑھی ہی رہتی ہے لیکن محبت بہت طاقت ور ہوتی ہے۔ دل نہیں مانتا کہ نتالیہ کا دل مجھ سے پھر گیا

ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ تم نے کوئی چال چلی ہے۔ اس کا دل نہیں' دماغ پھیر دیا ہے۔"

"مجھ پر شبہ نہ کرو۔ ہم جیسے ایک دوسرے کے دوست ہیں' اسی طرح دوست رہیں گے۔ نتالیہ نے ایک نادانی کی' تم سے عشق کیا۔ دوسری نادانی کی' تم سے منہ پھیر لیا' تم اسے نادان سمجھ کر معاف کردو۔"

"مجھے کیا کرنا چاہیے' وہ میں سوچوں گا۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں کسی تدبیر پر عمل کروں اور نتالیہ کے چور خیالات پڑھوں لیکن چور خیالات پڑھنے کا بھی کیا فائدہ؟ اگر تخریبی عمل کے ذریعے اس کا برین واش کیا گیا ہوگا تو وہ نہ مجھے پہچانے گی اور نہ ہی مجھ سے تعلق رکھنے والے خیالات اس کے اندر باقی رہے ہوں گے۔"

"ابھی تو تم شبہ کر رہے ہو۔ رفتہ رفتہ میری سچائی کا یقین آجائے گا۔"

"میرے خلاف جو چالیں چلی جاتی ہیں' میں ان کی تہ تک بہت جلد پہنچ جاتا ہوں لیکن ابھی میرے پاس وقت نہیں ہے۔ تم خوش نصیب ہو کہ میں ضروری کام سے کہیں جا رہا ہوں۔ جب بھی واپس آؤں گا تو نتالیہ سے سمجھ لوں گا اور تم سے بھی۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ یوں کہنا چاہیے کہ وقتی طور پر تعلقات توڑ لیے۔

○☆○

بلی ڈونا کے لیے یہ مسئلہ پیدا ہوگیا تھا کہ ہزاروں سال پرانا خزانہ کیسے حاصل کرے؟ وہ تمام خزانہ حاصل کرنا تو دور کی بات تھی' اس خزانے کا ایک نایاب ہیرا حاصل کرنا مسئلہ بن گیا تھا۔ وہ ایسا نایاب اور عجیب و غریب ہیرا تھا' جسے وہ ہر حال میں حاصل کرنا چاہتی تھی۔ صالحہ اس ہیرے کو چندر مکھی کہتی تھی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ وہ نادیدہ نہیں بن سکتی تھی۔

پہلے اس نے کیا خوب منصوبہ بنایا تھا کہ نادیدہ بن کر صالحہ کے قریب رہے گی اور دیکھے گی کہ وہ کس تدبیر سے محل کے تہ خانے میں جائے گی اور ہیرے جواہرات کے ذخیرے سے چندر مکھی ہیرا اٹھا کر لائے گی؟

جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ کوئی اس تہ خانے میں جا کر زندہ واپس نہیں آتا تھا' نہ ہی اس خزانے کو ہاتھ لگا سکتا تھا۔ بلی ڈونا نادیدہ رہ کر دیکھ سکتی تھی کہ صالحہ اس خزانے کو ہاتھ لگائے گی تو اس کا کیا انجام ہوگا۔ اگر وہ اس خزانے کی وارث ہے تو وہاں کے نادیدہ پہرے دار اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ وہ چندر مکھی وہاں سے لے کر محل میں آئے گی تو بلی ڈونا اس سے چندر مکھی چھین کر لے جائے گی۔

وہ بڑی آسانی سے کامیاب ہو جاتی مگر اب نہیں ہوسکتی تھی۔ غبارے سے ہوا نکل گئی تھی۔ گولیاں بے اثر ہوگئی تھیں۔ اب تو ذہانت سے ہی کام لے کر کامیابی کی توقع کی جاسکتی تھی۔

اگرچہ بلی ڈونا خاصی چالاک اور مکار تھی۔ اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان اہم مقام حاصل کیا تھا لیکن چالاک اور مکار لوگوں کے لیے تمام مرحلے آسان نہیں ہوتے۔ بعض مراحل میں وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک جاتے ہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ جہاں مکاری کام نہیں آتی' وہاں مخصوص ذہانت اور حکمتِ عملی سے کام نکالا جاتا ہے۔

اسی لیے وہ پارس کی ضرورت محسوس کر رہی تھی اور مایوس ہو رہی تھی کیونکہ اس نے الٹی سیدھی باتیں کر کے اسے ٹال دیا تھا۔ وہ اب اپنی ذہانت سے کام لے رہی تھی۔ صالحہ کی جو خاص کنیز تھی' اس کے دماغ میں جگہ بنا چکی تھی۔ اس طرح اس کنیز کے اندر وہ کرصالحہ کی مصروفیات سے آگاہ ہوتی رہتی تھی۔

صالحہ نے پہلے ارادہ کیا تھا کہ شام کی چائے پی کر جزیرہ ساؤ کے محل میں جائے گی۔ رات کا کھانا اسی محل میں کھائے گی پھر تہ خانے میں جا کر وہ ہیرا نکال لائے گی۔

پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ شام کو جزیرہ ساؤ کے محل میں پہنچ کر اس نے وہاں کے ایک بزرگ منظم اعلیٰ سے ملاقات کی۔ وہ بزرگ اس کے دادا کے زمانے سے اس محل کی دیکھ بھال کرتے آئے تھے۔ وہ اس محل کے علاوہ شاہی خزانے کی تاریخ سے مکمل واقفیت رکھتے تھے۔

انہوں نے کہا "بیٹی! تم پہلی بار اپنے خزانے کو ہاتھ لگانے جا رہی ہو اس لیے جمعے کے مبارک دن فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد جاؤ۔"

صالحہ نے کہا "بابا جی! آپ کا مشورہ ایمان افروز ہے۔ پرسوں جمعہ ہے۔ میں فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے خزانے کو دیکھنے جاؤں گی۔"

بلی ڈونا نے یہ بات سنی اور وقت کا حساب کیا۔ صالحہ اب سے چھتیس گھنٹے بعد اس تہ خانے میں جانے والی تھی۔ پہلے تو اسے غصہ آیا کہ اسے ایک دن اور دو راتوں تک انتظار کرنا پڑے گا پھر جب دوسرے دن اس کی گولیاں بے اثر ہوگئیں تو اس نے سوچا۔ اچھا ہی ہوا کہ صالحہ دیر سے تہ خانے میں جائے گی۔ اسے دوسرا منصوبہ بنانے کا وقت مل جائے گا۔

اس نے دوسرے منصوبے کے مطابق بڑی ہیرا پھیری سے صالحہ کی کنیز کے دماغ میں جگہ بنالی۔ اس کے راستے کی سب سے بڑی دیوار وہ چار ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے' جن کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے تھا۔ وہ چاروں صالحہ کو اس وقت تنہا چھوڑتے تھے' جب وہ بیڈ روم میں جاتی تھی ورنہ وہ جہاں جاتی تھی' وہ چاروں اس کے آگے پیچھے رہتے تھے۔

بلی ڈونا جکارتہ میں کافی عرصے سے تھی۔ وہاں کے چھٹے ہوئے بدمعاشوں اور نوسربازوں کو جانتی تھی۔ ڈکارا نامی ایک بین

الاقوامی سطح کا شاطر مجرم وہاں تھا۔ بلی ڈونا نے اس کے خیالات پڑھے۔ اسے معلوم ہوا کہ وہ مشکل سے مشکل تجوریاں کھول کر مطلوبہ مال نکال لاتا ہے۔ سخت پہروں سے گزر کر جاتا ہے اور صحیح سلامت واپس آجاتا ہے۔

بلی ڈونا نے ڈکارا کے بیڈ روم میں اسے سلا دیا پھر اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔ اسے ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سونے دیا۔ وہ بیدار ہوا تو اسے جزیرہ ساؤ کے شاہی خزانے کے بارے میں تفصیل سے بہت کچھ بتایا پھر اس سے پوچھا۔

"تم وہ چندر مکھی ہیرا کیسے لاؤ گے؟ یہ جمعرات کی شب ہے۔ وہ صبح عبادت کرنے کے بعد تہ خانے میں جائے گی پھر وہاں سے چندر مکھی ہیرا لائے گی۔"

ڈکارا نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا "میں آج رات کی صبح ہونے سے پہلے اس محل کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"

"کیسے پہنچو گے؟ محل کے اطراف مسلح گارڈز رہتے ہیں۔ چوری چھپے اندر جانے والے کو ٹریس کرنے کے لیے وہاں جگہ جگہ الیکٹرونک آلات نصب کیے گئے ہیں۔ محل کے کسی حصے سے بھی گزرو گے تو کسی نہ کسی ٹی وی اسکرین پر دیکھ لیے جاؤ گے۔"

"مجھے اس محل کا اندرونی نقشہ بتاؤ۔"

بلی ڈونا نے ایک کاغذ پر محل کے کمروں' کوریڈور' ڈرائنگ روم اور بیڈ روم کی نشان دہی کی۔ وہ دو منزلہ محل تھا۔ ڈکارا نے کہا۔ "کوئی پرابلم نہیں ہے۔ میری ضرورت کی چیزیں مہیا کرو۔ میں شہزادی صالحہ کے بیڈ روم میں پہنچ جاؤں گا۔"

"تمہیں کن چیزوں کی ضرورت ہے؟"

"میں ایک فلائنگ کائٹ چاہتا ہوں۔"

سمندر کے ساحلوں پر ایسی فلائنگ کائٹس ہوتی ہیں جن کے ذریعے ایک وقت میں ایک شخص چند کلو میٹر تک پرواز کرتا ہے۔ یہ ساحلوں پر بڑے دولت مند لوگوں کا مشغلہ ہوتا ہے۔ فلائنگ کائٹس کی کمپنیاں ہوتی ہیں جو گھنٹوں کے حساب سے فلائنگ کائٹس کرائے پر دیتی ہیں۔

یہ فلائنگ کائٹس رات کے وقت کرائے پر نہیں دی جاتیں۔ صبح آٹھ بجے کے بعد ان کے ذریعے پرواز کی اجازت دی جاتی تھی اور ڈکارا کو رات تین بجے کے بعد اس کی ضرورت تھی۔

بلی ڈونا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے فلائنگ اسٹیشن کے انچارج کو ٹریپ کیا۔ وہ حکم کا بندہ بن گیا۔ ڈکارا نے وہاں سے ایک فلائنگ کائٹ حاصل کی پھر وہاں سے پرواز کرتا ہوا ایک کلو میٹر کے فاصلے پر جزیرہ ساؤ کے محل میں پہنچا۔ اندھیری رات تھی۔ جزیرے کی آبادی برائے نام تھی۔ جو گنتی کے لوگ تھے' وہ سو رہے تھے۔ صرف محل کے مسلح پہرے دار جاگ رہے تھے۔ وہ محتاط اور مستعد تھے لیکن آسمان کی تاریکیوں میں ایک کائٹ کی اڑان کو نہ دیکھ سکے۔

وہ محل کی چھت پر آکر اتر گیا۔ اس نے کائٹ کو فولڈ کر کے ایک طرف رکھ دیا پھر چھت کے زینے سے نیچے جانے لگا۔ محل کا اندرونی نقشہ اسے اچھی طرح یاد تھا۔ پہلی منزل پر زینے سے چند قدم کے فاصلے پر صالحہ کی خواب گاہ تھی۔ وہ زینے کے نیچے آکر تاریکی میں چھپ گیا۔

ایک گھنٹے بعد فجر کی اذان سنائی دی۔ بلی ڈونا نے اسے بتایا تھا کہ وہ اذان کے بعد نماز پڑھے گی پھر تہ خانے میں جائے گی۔ وہ انتظار کرنے لگا۔ مزید ایک گھنٹے کے بعد چار مسلح گارڈز خواب گاہ کے دروازے پر آکر کھڑے ہوگئے۔ صالحہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ انہوں نے اسے سلام کیا پھر اس کے پیچھے چلنے لگے۔

جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئے تو ڈکارا فرش پر رینگتا ہوا خواب گاہ کے دروازے تک آیا۔ اسے کھولا تو وہ کھل گیا۔ اگر لاک ہوتا تب بھی ڈکارا اسے آدھے منٹ میں کھول لیتا۔ وہ رینگتا ہوا خواب گاہ کے اندر آیا۔ وہاں تاریکی تھی۔ صالحہ نے اندر کی تمام لائٹس بجھادی تھیں۔

اس تاریکی میں خفیہ کیمرے ڈکارا کو ٹی وی اسکرین پر دکھا نہیں سکتے تھے۔ وہ تاریکی میں دونوں ہاتھوں سے ٹٹولتا ہوا بیڈ تک آیا پھر فرش پر لیٹ کر کروٹ بدلتا ہوا نیچے جا کر چھپ گیا۔

صالحہ تہ خانے کے خفیہ دروازے تک آئی۔ چاروں مسلح گارڈز وہاں رک گئے۔ وہ دروازہ کھول کر بسم اللہ کہتی ہوئی تہ خانے کے زینے پر آئی۔ وہ خفیہ خودکار دروازہ بند ہوگیا۔ اس نے ایک سوئچ آن کیا۔ وہ تہ خانہ روشن ہوگیا۔

وہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر بولی "اے محترم نادیدہ محافظو! میرے بزرگوں نے مجھے بتایا ہے کہ میں اس خزانے کی وارث ہوں۔ مجھے مال و دولت کا لالچ نہیں ہے۔ چونکہ میں وارث ہوں اور حق دار ہوں اس لیے اسے حاصل کرنے آئی ہوں۔ اگر تمہیں اعتراض ہے تو لائٹ آف کردو۔ تاریکی ہوگی تو میں واپس چلی جاؤں گی۔"

وہ انتظار کرنے لگی۔ لائٹ آف نہیں ہوئی۔ روشنی رہی۔ اس روشنی میں بیش قیمت ہیرے جواہرات جگمگا رہے تھے۔ ایسا خزانہ دنیا والوں نے کبھی دیکھا نہیں ہوگا۔ اسے دیکھ کر آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ وہ زینے کے ایک ایک پائیدان سے اترتے ہوئے سورۂ رحمان پڑھنے لگی "اور تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟"

اس وسیع و عریض تہ خانے سے دھیمی دھیمی آوازیں ابھرنے لگیں "اے پروردگار! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلا سکتے۔"

ہیرے جواہرات کے ذخیرے میں چندر مکھی ہیرا ایسے جگمگا رہا تھا جیسے صالحہ کے لیے مسکرا رہا ہو۔ صالحہ نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھالیا پھر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اسے چوم لیا۔

اسے کسی نادیدہ محافظ نے نقصان نہیں پہنچایا۔ وہ اسی طرح

سورۂ رحمان کی تلاوت کرتی ہوئی زینے پر چڑھتی ہوئی خفیہ دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھول کر تہ خانے سے باہر آگئی۔ چاروں گارڈ الرٹ ہوگئے پھر اس کے پیچھے چلتے ہوئے خواب گاہ کے دروازے تک آئے۔ صالحہ نے ایک سے پوچھا "جیولر کو کس وقت بلایا گیا ہے؟"

"وہ دس بجے یہاں پہنچ جائے گا۔"

"کیا اس سے کہہ دیا گیا ہے کہ اس چندر مکھی کو میرے نیکلس میں ایڈجسٹ کیا جائے گا؟"

"یس یور ہائی نس! اس سے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ چندر مکھی محل سے باہر نہیں جائے گا۔ وہ اسی محل میں اپنی کاری گری دکھائے گا۔ چندر مکھی کو نیکلس میں لگائے گا پھر اپنا معاوضہ لے کر یہاں سے چلا جائے گا۔"

"تھینک یو۔ میں آدھے گھنٹے کے بعد ناشتے کی میز پر جاؤں گی۔"

اس نے خواب گاہ میں آکر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ کمرے میں دن کی روشنی پھیل گئی تھی۔ ڈکارا بیڈ کے نیچے لیٹا ہوا تھا۔ اسے صالحہ کے پیر دکھائی دے رہے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے سنگار میز کے پاس گئی۔ ڈکارا نے سر آگے کر کے دیکھا۔ وہ ایک دراز میں اس ہیرے کو رکھ رہی تھی پھر اس نے انٹر کام کے ذریعے پوچھا "کیا میرے بیڈ روم کے کیمرے آن ہیں؟"

"تو یور ہائی نس! جب بھی آپ بیڈ روم میں داخل ہوتی ہیں' ہم تمام کیمرے بند کردیتے ہیں۔"

اس نے تھینک یو کہہ کر رابطہ منقطع کردیا۔ ڈکارا کو صرف اس کے پاؤں نظر آرہے تھے۔ وہ پاؤں پاؤں چلتے ہوئے باتھ روم میں چلی گئی۔ اندر سے دروازہ بند کرنے کی آواز سنائی دی۔ وہ چند سیکنڈ تک اس بند دروازے کو دیکھتا رہا پھر کروٹ بدل کر بیڈ کے نیچے سے نکل آیا پھر چاروں ہاتھ پاؤں کے بل سنگار میز کے پاس آیا۔ اس کی دراز کھول کر چندر مکھی ہیرے کو نکالا۔ اس کی جگمگاہٹ کو دیکھ کر ڈکارا کی للچائی ہوئی آنکھیں مسرتوں سے روشن ہوگئیں۔

اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ میدان صاف تھا پھر اس نے لباس کی ایک اندرونی جیب میں چندر مکھی کو رکھ کر اس جیب کی زپ لگالی۔ وہاں سے دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر فرش پر لیٹ گیا۔ لیٹے ہی لیٹے رینگتا ہوا زینے کے پاس آیا۔ وہاں سے اٹھ کر ایک دقت میں دو دو تین تین زینے پھلانگتا ہوا چھت پر آگیا۔

شاید خفیہ کیمروں کا رخ زینے کی طرف نہیں تھا۔ یا شاید کسی نے ٹی وی اسکرین کو توجہ سے نہیں دیکھا ہوگا لیکن جب وہ فلائنگ کائٹ کھول کر اس کے ذریعے پرواز کرنے لگا تو دن کی روشنی میں مسلح پہرے داروں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ایک شور بپا ہوگیا اور سب کہنے لگے "اس نے محل کی چھت سے پرواز کی ہے۔ وہ کون تھا؟ چھت پر کیسے آیا تھا؟ کب آیا تھا؟"

محل کے اندر اور باہر خطرے کا سائرن بجنے لگا۔ انکوائری ہونے لگی۔ چھت پر قدموں کے نشانات ملے پھر زینے اور بیڈ روم میں بھی ویسے ہی قدموں کے نشانات پائے گئے۔ صالحہ نے سنگار میز کی دراز کو کھول کر دیکھا۔ وہاں چندر مکھی نہیں تھا۔

وہ یقین سے بولی "کوئی ضرور آیا تھا۔ وہ ہیرا چرا کر لے گیا ہے۔"

چاروں مسلح گارڈز ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ وہ اپنی موجودگی میں صالحہ کی طرف ایک پرندے کو بھی پَر نہیں مارنے دیتے تھے لیکن کوئی شاطر انہیں جل دے گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد صالحہ کے موبائل فون کے بزر کی آواز ابھری۔ اس نے اسے آن کر کے کہا "ہیلو!"

"میں ہوں بلی ڈونا۔"

"اوہ' اچھا۔ میں حیرانی سے سوچ رہی تھی کہ چوری کس نے کی ہے۔ میں تمہارے جیسی دشمن کو تھوڑی دیر کے لیے بھول گئی تھی۔ اب سمجھ میں آیا' چوری تم نے کی ہے۔"

"اس ہیرے پر میرا حق تھا' میں نے حاصل کرلیا۔"

"تم نے میرے والد کو ٹریپ کیا' میری جگہ حاصل کی مگر نتیجہ کیا ہوا؟ میں نے تم سے صالحہ بننے کا حق چھین لیا۔"

"لیکن یہ ہیرا نہیں چھین سکو گی۔"

"میں چھیننے کی زحمت نہیں کروں گی۔ وہ خود بخود میرے پاس آجائے گا۔"

"تم ایسے یقین سے کہہ رہی ہو' جیسے وہ ہیرا تمہاری بات مانتا ہو اور تمہاری آواز سن کر چلا آتا ہو۔"

"شاہی خزانے کا ایک ایک ذرّہ صرف میرے لیے ہے۔ چندر مکھی ہیرا بھی صرف میرا ہے۔ اسے جبراً لے جانے والے طرح طرح کے مصائب میں گرفتار ہوجائیں گے۔ یہ ہیرا انہیں ہلاک کرے گا پھر میرے پاس چلا آئے گا۔"

"تم خوف زدہ کرنے والی کہانی سنا رہی ہو۔"

"تمہیں وارننگ دے رہی ہوں۔ جب تک اس ہیرے کو ہاتھ نہیں لگاؤ گی' زندہ رہو گی۔ اس سے پہلے تم خزانے کو ہاتھ لگانے والوں کا انجام دیکھ چکی ہو۔"

بلی ڈونا نے رابطہ ختم کردیا۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔ واقعی اس نے پچھلے دنوں اس خزانے کو حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اپنے آلۂ کاروں کو اس تہ خانے میں بھیجا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے یہ منظر دیکھا تھا کہ جس نے بھی اس خزانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا اس پر نادیدہ حملے ہوئے تھے پھر جو بھی اس تہ خانے میں گیا تھا' زندہ واپس نہیں آیا تھا۔

اب وہ اس پہلو سے سوچ رہی تھی "کیا خزانہ تہ خانے سے باہر آنے کے بعد اور اپنی جگہ چھوڑنے کے بعد بھی عذاب جان بن جاتا ہے؟"

"نہیں.... وہ مجھے ڈرا رہی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ میں خوف زدہ ہو کر چند رکھی اس کے حوالے کردوں۔ میں کوئی نادان بچی تو نہیں ہوں۔"

اس نے "اونہہ" کہہ کر صالحہ کو اپنے دماغ سے جھٹک دیا پھر سوچا "یہ ڈاکارا کہاں مرگیا؟ اس نے محل سے نکل کر سیدھا میرے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا۔ کوئی گڑبڑ تو نہیں کررہا ہے؟ نہیں وہ ایسا نہیں کرے گا۔ وہ میرا معمول اور تابعدار ہے۔ تنویمی عمل کے شکنجے میں ہے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچی پھر دوسرے ہی لمحے میں واپس آگئی۔

یا حیرت! اس نے سانس روک لی تھی۔ وہ جو معمول اور تابعدار تھا اور تنویمی عمل کے شکنجے میں تھا اس نے خلافِ اصول اپنے عامل کو دماغ میں آنے سے روک دیا تھا۔

وہ حیران و پریشان ہو کر خلا میں تکنے لگی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کے معمول نے یہ حرکت کی ہے۔ اس نے پھر ایک بار خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "میں ہوں بلی ڈونا۔ تم میری آمد پر سانس کیوں روک رہے ہو؟"

وہ بولا "اس لیے کہ کھیل ختم ہو چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟ تمہارے تیور بتا رہے ہیں کہ تم میرے معمول اور تابعدار نہیں ہو۔ تم نے میرے تنویمی عمل کے دوران میں دھوکا دیا ہے۔"

"تم درست سمجھ رہی ہو۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں اس خزانے کو چرانے کے لیے ہی امریکا سے آیا ہوں۔ تمہاری مہربانی ہے کہ تم نے محل کا اندرونی نقشہ بتایا۔ وہاں کے خطرات سے بھی آگاہ کیا اور فلائنگ کائٹ حاصل کرنے میں بھی مدد کی۔"

وہ ذرا دیر سوچ کر بولی "اگر تم میرے تابعدار بننے کا ڈراما نہ کرتے تو بہتر ہوتا۔ ہم دوست بن کر چند رکھی حاصل کرسکتے تھے بلکہ اب بھی دوست ہیں۔ آج سے میں اپنے منافع میں تمہیں شریک کروں گی اور تم اپنے منافع میں مجھے شریک کرو گے۔ اس چند رکھی ہیرے میں ہم دونوں برابر کے شریک ہیں۔"

"سوری مس بلی! میں اپنی سینڈیکیٹ کا سرغنہ ہوں۔ خود سر اور خود مختار ہوں۔ کسی کو اپنے معاملات میں شریک نہیں کرتا۔ میں تم جیسی مکار عورتوں سے کوسوں دور رہنے کا عادی ہوں۔"

"تم میری توہین کررہے ہو۔"

"اگر توہین محسوس کررہی ہو تو تمہیں فوراً میرے دماغ سے چلے جانا چاہیے۔ خواہ مخواہ میرا اور اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے دھوکا دے کر اس ہیرے سے محروم رکھو گے۔ تمہارا یہ فریب تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔"

"میں بے شمار دشمنوں سے اس طرح کی دھمکیاں سن چکا ہوں' اب جاؤ۔"

وہ ہیرا حاصل کرتے کرتے اُس سے محروم ہو رہی تھی۔ ڈاکارا نے اس ہیرے کو اس طرح ہضم کیا تھا کہ ڈاکار بھی نہیں لی تھی۔ بلی ڈونا کے لیے وہ ہیرا اس کی انا کا مسئلہ بن گیا تھا۔ اسے ضد ہو گئی تھی کہ اسے حاصل کرے گی۔

وہ ڈاکارا کو معمول اور تابعدار بنا کر مطمئن ہو گئی تھی اس لیے اس کے کسی آدمی کو احتیاطاً ٹرپ نہیں کیا تھا لیکن اس کے دو چار خفیہ اڈوں سے واقف تھی۔ ایسے بدنام مجرموں کو بھی جانتی تھی' جو ڈاکارا کے لیے کام کرتے تھے۔ وہ ان مجرموں کو ٹرپ کرنے لگی اور خیال خوانی کے ذریعے اس کے خفیہ اڈوں کی نگرانی کرنے لگی۔

ڈاکارا اپنے ایک خفیہ اڈے میں پہنچا ہوا تھا۔ وہاں اس نے اپنی اندرونی جیب سے چند رکھی کو نکال کر دیکھا۔ اس کے خاص ماتحت اور دستِ راست نے اس ہیرے کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا "ماسٹر! یہ تو عجیب و غریب ہیرا ہے۔ آہستہ آہستہ رنگ بدلتا ہے اور ایسے چمک رہا ہے جیسے اس پر سورج کی شعاعیں پڑ رہی ہوں۔ یہ تو بہت قیمتی ہو گا۔"

ڈاکارا نے کہا "اس کی قیمت کوئی لگا ہی نہیں سکتا۔ جو دیکھے گا اسے حاصل کرنے کے جنون میں مبتلا ہو جائے گا۔"

بلی ڈونا خیال خوانی کے ذریعے اس خفیہ اڈے میں پہنچی ہوئی تھی۔ ڈاکارا کے خاص ماتحت کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے اندر جو لالچ تھا' اسے سمجھ گئی۔ وہ خاص ماتحت اس کی مرضی کے مطابق بولا "ماسٹر! میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس ہیرے کو ہاتھ میں لے کر دیکھوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "جزیرہ ساؤ میں جو شاہی خزانہ ہے اس کے متعلق روایت ہے کہ اسے ہاتھ لگانے والے زندہ نہیں رہتے۔ اس خزانے کے ایک بھی ہیرے یا موتی کو جو چرائے گا اور اپنے پاس رکھے گا' وہ موت کے منہ میں جائے گا۔"

"ماسٹر! اس خزانے کا ایک ہیرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ کیا تمہیں خوف نہیں ہے کہ مارے جاؤ گے؟"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "تم نے بارہا دیکھا ہے کہ موت میرے قریب سے گزر جاتی ہے لیکن میرا کچھ نہیں بگاڑتی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ نایاب ہیرا قاتل ہو۔ البتہ اسے حاصل کرنے کے لیے جو مجھے قتل کرنا چاہے گا' میں اسے جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

اس نے اپنے ماتحت کی طرف ہیرا بڑھاتے ہوئے کہا "لو۔ اسے ہاتھ میں لے کر فخر کرو کہ اس وقت ساری دنیا کی دولت تمہارے ہاتھوں میں ہے۔"

ماتحت نے اس ہیرے کو ہاتھ میں لیا۔ اس کا دل مسرتوں سے دھڑکنے لگا۔ بلی ڈونا نے اس کی سوچ کے ذریعے کہا "صرف ایک ہیرا مجھے دنیا کا امیر ترین آدمی بنا سکتا ہے۔ میں اس کی بدولت ایسی

خطرات سے کھیلنے والی زندگی سے باز آکر ایک نئی پُرسکون شریفانہ زندگی گزار سکوں گا۔"

وہ بولا "ماسٹر! تم نے کہا تھا کہ بہت کچھ حاصل کرنے کے لیے خطرات سے کھیلنا پڑتا ہے۔ اس ہیرے کو حاصل کرنے کا جنون کہہ رہا ہے کہ مجھے خطرات سے کھیلنا چاہیے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور نکال لیا پھر ایک لمحہ ضائع کیے بغیر گولی چلادی۔ ڈکارا نے بھی پھرتی دکھائی۔ کرسی سمیت فرش پر گر کر لڑھکتا ہوا ذرا دور گیا۔ لڑھکتے رہنے کے دوران میں اپنا ریوالور نکالا۔ ماتحت کی دوسری گولی اس کی ٹانگ میں لگی۔ اس نے جوابی فائر کیا۔ ماتحت وہاں سے چھلانگ لگا کر دوڑتا ہوا' فائر کرتا ہوا ایک کھڑکی کے راستے باہر چلا گیا۔

فائرنگ کی آواز سن کر کئی حواری اندر آئے۔ ڈکارا نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "اس نمک حرام کو پکڑو۔ وہ میرا قیمتی ہیرا لے جارہا ہے۔ اس سے ہیرا چھین کر لاؤ۔ اسے گولی مار دو۔"

وہ سب دوڑتے ہوئے باہر چلے گئے۔ ایک حواری اسے سنبھالنے کے لیے رہ گیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے بولا "فوراً ڈاکٹر کو بلاؤ۔ میری ٹانگ سے گولی نکلواؤ۔ تکلیف برداشت نہیں ہورہی ہے۔"

بلی ڈونا نے اس حواری کی زبان سے کہا "یہ تمہاری زندگی کی آخری تکلیف ہے پھر تمہیں ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔"

وہ گھبرا کر بولا "تم؟ تم بلی ڈونا میرے دماغ میں کیوں آئی ہو؟ چلی جاؤ یہاں سے۔"

"اب حوصلہ ہے تو سانس روک کر مجھے بھگا دو۔"

وہ اس کے دماغ کو ہلکے ہلکے جھٹکے پہنچانے لگی۔ وہ ذبح ہونے والے جانور کی طرح تکلیف سے تڑپنے لگا۔ چیخ چیخ کر کہنے لگا "مجھے چندر کھمی نہیں چاہیے۔ تم وہ ہیرا لے لو۔ مجھے زندگی دے دو۔"

زندگی نہیں مل سکتی تھی۔ شاہی خزانے کے سلسلے میں جو روایت تھی اس کے مطابق اس نے ہیرے کو چرایا تھا' اسے ہاتھ لگایا تھا اور اسے ہاتھ لگانے والا ہزار حفاظتی انتظامات کے باوجود مارا جاتا ہے۔

آخری سانسوں میں جب آنکھوں کے سامنے سے دنیا بجھ رہی تھی تب وہ چندر کھمی چمکتا دمکتا دکھائی دیا۔ ایک چندر کھمی کی چمک دمک حاصل کرنے کی خاطر وہ اپنی پوری زندگی ہار رہا تھا۔ بلی ڈونا نے آخری زبردست زلزلہ پیدا کیا۔ ایسے زلزلے کو کوئی انسانی دماغ برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی اور دم نکل گیا۔

وہ چندر کھمی اس خاص ماتحت کی مٹھی میں تھا۔ کوئی چیز کسی کی نہیں ہوتی۔ جس کی مٹھی میں ہوتی ہے' اسی کی ہوتی ہے۔ وہ اس خفیہ اڈے سے نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسے تیزی سے ڈرائیو کرتا جارہا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ ماسٹر ڈکارا کے حواری اس کا پیچھا

نہیں چھوڑیں گے۔ ان سے نمٹنے کے لیے وہ اپنے چند جان نثار ساتھیوں کی مدد حاصل کرسکتا تھا لیکن ساتھیوں کے پاس جانے سے پہلے اس ہیرے کو کہیں حفاظت سے رکھنا چاہتا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ چندر کھمی کو دیکھ کر اس کے جان نثار ساتھیوں کی نیت خراب ہوسکتی ہے۔

اس نے اپنی محبوبہ کے بنگلے کے سامنے گاڑی روکی۔ دروازے پر آکر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ اپنی محبوبہ کا انتظار کرنے لگا۔ زیادہ انتظار کرنے کا وقت نہیں تھا۔ دشمن پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے دوسری بار کال بیل کا بٹن دبایا۔ تیسری بار بٹن دبانے کے بعد دروازہ کھلا... محبوبہ اپنی دل نواز مسکراہٹ کے ساتھ نظر آئی۔ وہ پریشان ہو کر اندر آتے ہوئے بولا "تمہیں پہلی بیل پر دروازہ کھولنا چاہیے۔ تمہیں احساس ہونا چاہیے کہ مرد باہر سے کس طرح پریشان ہو کر آتا ہے۔"

"میں ہمیشہ پہلی بیل پر ہی دروازہ کھولتی ہوں۔ آج کچن میں مصروف تھی اس لیے دیر ہوگئی۔ پریشانی کیا ہے؟"

"اپنی جان کو دنیا کی امیر ترین عورت بنانے کے لیے پریشان رہتا تھا لیکن اب یہ پریشانی دور ہوگئی ہے۔ یہ دیکھو۔"

اس نے محبوبہ کے سامنے اپنی مٹھی کھولی۔ وہ حیرت اور مسرت سے چیخ پڑی "ہائے کتنا خوب صورت ہے! کیا اصلی ہے؟"

"یہ ایسا اصلی ہے کہ اس کے سامنے دنیا کے تمام ہیرے ماند پڑجائیں گے۔ اسے جزیرہ ساؤ کے شاہی خزانے سے حاصل کیا گیا ہے۔"

وہ اس چندر کھمی کو ہاتھ میں لے کر چومتے ہوئے بولی "یہ تو بہت قیمتی ہوگا۔"

"اس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ویسے ہم اس کے عوض کروڑوں ڈالر حاصل کرسکیں گے۔"

وہ چندر کھمی کو اپنے سینے سے لگا کر بولی "میں تو اسے کسی قیمت پر فروخت نہیں کروں گی۔ اسے اپنے نیکلس میں لگا کر پہنوں گی۔"

"ہم اس کے بارے میں پھر کسی وقت فیصلہ کریں گے۔ میں اب چلتا ہوں۔ ماسٹر ڈکارا کے بندے میرے پیچھے پڑے ہیں۔ میں ان سے نمٹنے کے بعد واپس آؤں گا۔ میرا حلق خشک ہورہا ہے۔ کچھ پلا دو۔"

"جوس تیار ہے۔ میں فریج سے نکال کر لارہی ہوں۔"

وہ اپنی مٹھی میں ہیرا دبا کر لے گئی۔ ڈرائنگ روم سے نکل کر دروازے کی آڑ سے اپنے عاشق کو دیکھا پھر تیزی سے چلتے ہوئے بیڈ روم میں آئی۔ وہاں دوسرا عاشق چھپا ہوا تھا۔ دوسرے نے کھینچ کر اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ وہ گھبرا کر بولی "کیا کرتے ہو؟ دیر ہوگی تو وہ شبہ کرے گا۔ یہاں آجائے گا۔ یہ دیکھو' کیا ہے؟"

اس نے مٹھی کھول کر اسے ہیرا دکھایا۔ وہ بولا "ہاں میں چھپ کر دیکھ رہا تھا۔ یہ واقعی بیش قیمت ہے۔ ہمیں مالا مال کردے گا۔"

اس نے وہ ہیرا اس سے لے لیا۔ وہ بولی "کیا کررہے ہو؟ وہ مجھ سے ہیرا طلب کرے گا۔"

"وہ زندہ رہے گا تو طلب کرے گا۔ ایک عورت دو مردوں کے پاس رہ سکتی ہے لیکن ایسا ہیرا صرف ایک کے پاس رہتا ہے۔ جاؤ اسے جوس پلا دو۔"

"تمہارے ارادے خطرناک لگ رہے ہیں۔"

"بھئی وہ ویسے بھی ہمارے درمیان کباب میں ہڈی تھا۔ اب اس ہیرے نے میری آنکھیں روشن کردی ہیں۔ میں اسے قتل کروں گا تو تم بھی ملوگی اور یہ ہیرا بھی۔ دہل منافع ہے۔"

وہ اسے جوس پلانے گئی اور یہ بھی سمجھ گئی کہ یہ اس کی زندگی کا آخری مشروب ہوگا۔ بلی ڈونا اس خاص ماتحت کے دماغ میں تھی۔ جب وہ اپنی محبوبہ کے پاس آیا تو اس محبوبہ کے بھی دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے چور خیالات سے معلوم ہوگیا کہ اس نے ایک اور عاشق کو بیڈ روم میں چھپا رکھا ہے۔ جب وہ دوسرے عاشق کے پاس گئی تو اس کے ذریعے معلوم ہوا کہ وہ اس خاص ماتحت کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ وہ ذرا محتاط ہوگئی۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا آلۂ کار مارا جائے۔ اسے زندہ رہنا تھا تاکہ ہیرا اسی بنگلے میں رہتا۔ بلی ڈونا آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچ کر اس ہیرے کو حاصل کرسکتی تھی۔

اس نے فیصلہ کیا کہ اس کا آلۂ کار نہیں' بلکہ وہ دوسرا عاشق مرے گا۔ یہ بلی ڈونا کا فیصلہ تھا لیکن چندر کھمی کے حوالے سے جو مقدر لکھا گیا تھا اس کے مطابق پہلے اسے مرنا تھا جس نے پہلے ہیرے کو ہاتھ لگایا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے دوسرے عاشق کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ اس نے خطرہ محسوس کیا۔ یہ سمجھ گیا' کوئی نیلی پیتھی جاننے والی ہستی چھپی ہوئی ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ مقابلے پر آئے' اسے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔

وہ ریوالور نکال کر تیزی سے ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہ گلاس ہونٹوں سے لگائے جوس پی رہا تھا۔ اچانک ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی۔ وہ گولی سیدھی اس کی پیشانی میں آکر پیوست ہوگئی۔ وہ اپنی زندگی کے آخری مشروب کے ساتھ صوفے پر سے لڑھک کر فرش پر آگیا۔

بلی ڈونا نے اس کی محبوبہ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس محبوبہ نے بڑی پھرتی سے مرنے والے کے لباس سے ریوالور نکالا لیکن وہ اسے کیسے قتل کرسکتی تھی۔ ہیرے کی روایت کے مطابق مقتول کے بعد اس کی محبوبہ نے ہیرے کو ہاتھ لگایا تھا۔ اس لیے گولیاں دونوں طرف سے چلیں۔ ایک گولی محبوبہ کے سینے میں پیوست ہوئی۔ وہ اسی جگہ ٹھنڈی ہوگئی۔ دوسرا بچ گیا لیکن زخمی ہوگیا۔ گولی اس کے بازو میں لگی تھی۔ اس کا فائدہ بلی ڈونا کو پہنچا۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔

وہ زخمی بازو کو تھام کر تیزی سے دوڑتا ہوا بنگلے کے پچھلے حصے سے باہر آیا۔ اگلے حصے میں دو گاڑیاں آکر رکی تھیں۔ ڈکارا کے آدمی اپنے ماسٹر کے قاتل کو تلاش کرتے ہوئے وہاں آئے تھے۔ وہ زخمی وہاں سے بھاگتا ہوا اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے اسٹارٹ کرکے تیزی سے ڈرائیو کرنے لگا۔

بلی ڈونا اس کے اندر موجود تھی اور اسے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اپنے بنگلے کی طرف آنے پر مائل کررہی تھی۔ پارس بڑی دیر سے اس کے دماغ میں تھا۔ چونکہ دلچسپ تماشے ہورہے تھے اس لیے وہ دوسری مصروفیات کو نظرانداز کرکے اس کے اندر بڑی دیر سے موجود تھا۔

پھر اس نے بلی ڈونا کو مخاطب کیا "یہ کیا کررہی ہو؟ اس زخمی کو اپنے بنگلے میں کیوں لارہی ہو؟"

"تم کب سے میرے اندر موجود ہو؟"

"یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔ تم دیکھتی آرہی ہو' جو اس ہیرے کو ہاتھ لگاتا ہے وہ موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔ اس ہیرے کو چرانے والے ڈکارا کو حرام موت ملی پھر اس کا خاص ماتحت آخری مشروب کا پہلا گھونٹ پیتے ہی فنا ہوگیا۔ اس کے بعد اس کی محبوبہ نے اس ہیرے کو ہاتھ لگایا تھا۔ وہ بھی زندہ نہ رہ سکی۔ اب یہ زخمی اس ہیرے کو لے جارہا ہے۔ اسے جانے دو اور اس کی موت کا بھی تماشا دیکھو۔"

"پارس! ایک نایاب ہیرے کے لیے لڑنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہیرے کو چھین کر لے جانے والے کو مارے جاتے ہیں۔ ابھی وہ یہاں پہنچے گا تو میں اس سے ہیرا لے کر اسے جہنم میں پہنچا دوں گی۔"

"پھر کوئی دوسرا موت بن کر آئے گا اور تمہیں جہنم میں پہنچا دے گا۔ میرے مشورے پر عمل کرو۔ اس زخمی کو اپنی راہ جانے دو۔ اس ہیرے کو کبھی ہاتھ نہ لگاؤ۔"

"ایک تو تم نے اس ہیرے کو حاصل کرنے میں میری کوئی مدد نہیں کی۔ اب وہ حاصل ہورہا ہے تو اسے حاصل کرنے سے روک رہے ہو۔ سوری' وہ چندر کھمی کوئی معمولی ہیرا نہیں ہے کہ اسے یونہی جانے دوں۔ میں اس کے لیے جان کی بازی لگا سکتی ہوں۔"

"سچ ہے' موت کا وقت مقرر ہوجائے تو کوئی اس وقت کو ٹال نہیں سکتا۔"

چندر کھمی کی کشش ایسی تھی کہ اسے ایک بار دیکھنے والے اس کی طرف کھنچے جاتے تھے اور بلی ڈونا تو اسے حاصل کرنے کے جنون میں مبتلا ہوگئی تھی۔ اس نے اس زخمی کو اپنے بنگلے میں آنے پر مجبور کردیا۔

اس نے بنگلے کے سامنے گاڑی روکی پھر گاڑی سے اتر کر دروازے کے پاس آکر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ بلی ڈونا نے اس

کے دماغ میں کہا "دروازہ کھلا ہے۔ چلے آؤ۔"

وہ ڈرائنگ روم میں آیا۔ بلی ڈونا ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ زخمی نے اس کے سامنے میز پر ہیرا رکھ دیا پھر کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ باہر آکر گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ ایک شاہراہ پر ٹریفک بہت زیادہ تھا۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگا۔ بلی ڈونا اسے اندھی رفتار سے کار چلانے پر مجبور کر رہی تھی۔ سامنے سے ایک بہت بڑا آئل ٹینکر آرہا تھا۔ اس نے پوری رفتار سے اپنی گاڑی اس ٹینکر سے ٹکرا دی۔

چشم زدن میں زخمی کا دماغ مردہ ہوا اور وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سامنے پڑے ہوئے چندر مکھی کو دیکھنے لگی۔ اس ہیرے کی طرف دل یوں کھنچا جا رہا تھا' جس طرح زندگی' موت کی طرف کھنچی جاتی ہے۔

اس نے ابھی تک اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اب وہ اپنا تھا۔ اطمینان تھا' وہاں کوئی نہیں آئے گا۔ اس نے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر آئینے کے سامنے آکر میک اپ کے ذریعے چہرہ تبدیل کرنے لگی۔ موجودہ چہرے کے مطابق وہ صالحہ کی ہم شکل تھی۔ صالحہ کے محافظ اسے دور سے پہچان کر گولی مار سکتے تھے۔

یہ تو موٹے دماغ سے بھی سمجھا جا سکتا تھا کہ صالحہ کے محافظ اس ہیرے کی خاطر اسے تلاش کر رہے ہوں گے۔ چونکہ وہ ہیرے کی چوری کا اعتراف کر چکی تھی اس لیے وہ اسے کبھی زندہ نہ چھوڑتے۔ اپنے بچاؤ کے لیے چہرہ بدلنا ضروری تھا اور وہ بدل چکی تھی۔

جکارتہ میں اس کی کئی رہائش گاہیں تھیں۔ اب وہ وہاں سے ہیرا لے کر کسی دوسری رہائش گاہ میں جاتی تو اس کے مخالفین صالحہ کی ایک ہم شکل کو تلاش کرتے رہ جاتے۔ وہ کبھی ہاتھ نہ آتی اور آئندہ انتظار کرتی کہ صالحہ اس خزانے سے اور کتنے ہیرے جواہرات نکالنے والی ہے۔

وہ اپنے بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ سینٹر ٹیبل پر چندر مکھی جگمگا رہا تھا۔ اس نے دھڑکتے ہوئے دل سے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھا لیا۔ اسے چھو لیا۔ پکڑ لیا۔ جیسے موت زندگی کو پکڑ لیتی ہے۔ اس نے کھلے گریبان کا بلاؤز پہنا ہوا تھا۔ اس نے ہیرے کو اپنے گریبان میں ڈال لیا۔ یہ ایسی تجوری ہوتی ہے' جہاں عورت کی مرضی کے بغیر کوئی نہیں پہنچ پاتا۔

اس نے اپنا ضروری سامان ایک اٹیچی کیس میں لیا پھر اس بنگلے سے باہر چلی گئی۔ بنگلے کو یوں ہی کھلا چھوڑ دیا۔ اب وہاں کوئی نہیں تھا مگر کوئی تھا۔

ایک اسٹور روم سے اناتا باہر آئی۔ وہ اناتا جس کی حفاظت بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کیا کرتے تھے۔ اس نے موبائل فون کے نمبر پنچ کیے پھر صالحہ کو مخاطب کیا "یور ہائی نس! مسٹر پارس نے ہدایت کی تھی کہ بلی ڈونا ہیرے کو ہاتھ نہ لگانے پائے تاکہ موت اس کا مقدر نہ بنے۔ ہیرے کو اس کے ہاتھ میں جانے سے روکنے کی ایک ہی صورت تھی کہ ہیرا بدل دیا جائے لہٰذا میں نے ہیرا بدل دیا ہے۔ میں اصلی ہیرا آپ کے پاس لا رہی ہوں۔"

اناتا نے موبائل فون کو بند کر دیا۔

○☆○

مختار شاہ اور تینوں لارڈز نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ فہمی اور علی کو بڑی خوب صورتی سے دھوکا دیا تھا۔ وہ دونوں مطمئن ہو گئے تھے کہ فخر الدین کا قاتل مختار شاہ جہنم رسید ہو چکا ہے اور فرشتہ صفت سکندر ثانی زندہ سلامت ہے۔

تینوں لارڈز یہ جانتے تھے کہ مختار شاہ سے ایک ذرا بھی غلطی ہوگی تو بھید کھل جائے گا پھر فہمی اور علی ان پر چڑھ دوڑیں گے۔ مختار شاہ سے پہلی غلطی کی توقع یہ تھی کہ وہ شراب پیے گا۔ انہوں نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دل اور دماغ سے شراب نوشی کا خیال تک بھلا دیا تھا۔

مختار شاہ سے دوسری حماقت یہ ہو سکتی تھی کہ وہ اپنی بیوی زیبا سے چھپ کر ملنے جاتا جب کہ زیبا خود کو بیوہ سمجھ رہی تھی۔ وہ کبھی یقین نہ کرتی کہ اس کا شوہر زندہ ہے۔ مختار شاہ ہزار عیاشیوں کے باوجود زیبا کا دیوانہ تھا۔ اس کے بغیر رہنا نہیں چاہتا تھا۔ ہر بار لارڈ تھری نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ لارڈ تھری نے تنویمی عمل کے ذریعے زیبا کی چاہت کو بھی اس کے دماغ سے مٹا دیا تھا۔

لیکن اب وہ لارڈ تھری' فہمی اور علی کی کوٹھی میں آکر مارا گیا تھا۔ کچھ اس طرح مارا گیا تھا کہ فہمی اور علی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ پائے تھے۔ انہیں یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ انڈر گراؤنڈ مافیا کا ایک سرغنہ تھا اور مختار شاہ کی پشت پناہی کرنے والوں میں سے ایک تھا۔

فہمی اور علی اس بات پر حیران تھے کہ نئے دشمن اور قاتل کہاں سے پیدا ہو گئے ہیں؟ لارڈ تھری ان کی کوٹھی میں انہیں قتل کرنے آیا تھا اور باقی دو لارڈز نے جب یہ دیکھا کہ بھید کھلنے والا ہے تو انہوں نے لارڈ تھری کے دماغ میں زلزلے پیدا کرتے ہوئے اسے مار ڈالا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فہمی اور علی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ پائے تھے۔ ویسے یہ سمجھ گئے کہ کئی دشمن ہیں اور وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ انہوں نے اس ایک کے دماغ میں زلزلے پیدا کر کے محض بھید کھلنے کے ڈر سے مار ڈالا تھا۔

اب وہ دونوں ان نامعلوم دشمنوں کو ڈھونڈ نکالنے کی تدبیر سوچ رہے تھے۔ ادھر مختار شاہ کے دماغ سے تنویمی عمل کا اثر ختم ہو رہا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ تنویمی عمل کی مخصوص مدت ختم ہو رہی تھی۔ اس مدت کے بعد دوبارہ تنویمی عمل ضروری ہوتا ہے۔ یہ عمل لارڈ تھری نے کیا تھا اور وہ مر چکا تھا۔

اب ان دو لارڈز میں سے کسی ایک کو مختار شاہ پر دوبارہ عمل

کے لیے آنا چاہیے تھا لیکن انہیں عمل کی وہ مخصوص مدت یاد نہیں تھی پھر یہ کہ وہ لارڈ تھری کی موت کے بعد خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ علی اپنی پوری ذہانت سے کام لے کر ان کی جڑوں تک ضرور پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ وہ دونوں لارڈ خود کو ہر پہلو سے محفوظ رکھنے کے لیے اور اپنی انڈر گراؤنڈ مافیا کو پوری طرح راز میں رکھنے کے لیے اس قدر مصروف ہو گئے تھے کہ عارضی طور پر مختار شاہ کی طرف توجہ نہیں دے رہے تھے۔

ایک شام مختار شاہ کو شراب کی طلب محسوس ہوئی۔ وہ بہت دنوں کا پیاسا تھا۔ اس نے رازدار ملازم کو حکم دیا کہ جو اسٹور روم بند پڑا ہوا ہے' اسے کھول کر ایک بوتل لے آئے۔ ملازم نے حکم کی تعمیل کی۔ رات کی تاریکی پھیلتے ہی وہ بوتل کھول کر بیٹھ گیا۔ ایک پیگ پیتے ہی عورت کی طلب ہوئی۔ وہ بڑا پارسا پیر کہلاتا تھا۔ اگر اچانک کسی کے گھر سے جوان لڑکی کے اٹھوا لیتا تو بدنامی ہوتی۔ ایسے وقت اسے زیبا یاد آئی۔ وہ اس کی ایسی بیوی تھی جسے وہ محبوبہ کی طرح چاہتا تھا۔ اس کا دیوانہ بنا رہتا تھا لیکن اب وہ اسے اپنا شوہر نہیں' بلکہ شوہر کا بھائی سمجھتی تھی۔ خود کو بیوہ سمجھ کر عدت کے دن گزار رہی تھی۔

خاندان کے تمام افراد بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ زیبا کا فرشتہ صفت خاوند سکندر ثانی ہلاک ہوا ہے اور شیطان صفت مختار شاہ اب گرہی سے باز آکر ایک سچے پیر کی طرح شریفانہ زندگی گزار رہا ہے۔ مختار شاہ الٹے سیدھے چکر چلا کر خود الجھ گیا تھا۔ اپنی بیوی زیبا کو بھی یقین نہیں دلا سکتا تھا کہ وہ اس کا شوہر ہے۔

بڑی حویلی کے پیچھے ایک مہمان خانہ تھا۔ وہاں زیبا تنہا رہ کر عدت کے ایام گزار رہی تھی۔ اس کی خدمت کے لیے دو کنیزیں تھیں۔ ایک دن کو رہتی تھی اور دوسری رات کو۔ وہ بیوہ عدت کے ایام پورے کرنے تک کسی کے روبرو نہیں جا سکتی تھی اور نہ ہی کسی کو اس مہمان خانے میں جانے کی اجازت تھی۔

مختار شاہ نے ہوش میں رہنے کے لیے تھوڑی سی پی پھر اس مہمان خانے کے احاطے میں آگیا۔ اس کے رازدار ملازم نے کنیز کو باہر بلایا۔ مختار شاہ نے اس کنیز کو بڑے نوٹوں کی ایک گڈی دے کر کہا "اس مہمان خانے کے باہر برآمدے میں رات گزارو۔ صبح تک کے لیے اندھی' گونگی اور بہری بن جاؤ۔ نہ کچھ دیکھو گی' نہ سنو گی اور نہ بولو گی۔"

کنیز راضی ہو گئی۔ رازدار ملازم چلا گیا۔ مختار شاہ مہمان خانے کے اندر آگیا۔ زیبا عشا کی نماز پڑھنے کے بعد کھانا کھانے جا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ ایسا لگا جیسے اپنا شوہر نئی زندگی پا کر آگیا ہو۔

سکندر ثانی اور مختار شاہ ہم شکل تھے۔ یہ بات وہ چند لمحوں کے لیے بھول گئی تھی پھر یاد آتے ہی آنچل سے پردہ کیا۔ اس سے منہ پھیر کر پوچھا "آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ کیا آپ پیرابن پیر ہو کر دینی احکامات کو بھول رہے ہیں؟"

"میں دینی احکامات پر عمل کر رہا ہوں۔ تمہیں یہ راز کی بات بتانے آیا ہوں کہ تم بیوہ نہیں ہو۔ تمہارا مجازی خدا زندہ ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں ہی تمہارا مجازی خدا ہوں۔"

"بس۔ آگے نہ کہیں۔ شراب کی بُو آرہی ہے۔ آپ حرام چیز پی کر نشے میں میرے مجازی خدا بننے آئے ہیں۔"

"بخدا میں نشے میں نہیں ہوں۔ تھوڑی سی ضرور پی ہے مگر ہوش میں ہوں۔ خدا کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہہ رہا ہوں کہ تم میری شریکِ حیات ہو۔ تم میری بات توجہ سے سنو گی تو تمہیں یقین آجائے گا۔"

"آپ ابھی جائیں اور دن کے وقت تمام خاندان والوں کو پہلے یقین دلائیں۔"

"میں دشمنوں کے خوف سے مختار شاہ بنا ہوا ہوں۔ اگر یہ کہوں گا کہ تمہارا شوہر سکندر ثانی ہوں تو یہ بات دشمنوں تک پہنچے گی پھر وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"آپ باتیں نہ بنائیں۔ میرے مرحوم شوہر کے ہم شکل ہونے کا فائدہ اٹھا کر مجھے گناہگار بنانے آئے ہیں۔ میں شور مچاؤں گی تو آپ کی پیری اور پارسائی خاک میں مل جائے گی۔"

"آہ! میں جانتا تھا' تم کبھی میری بات کا یقین نہیں کرو گی لیکن میں کیا کروں زیبو! میں تمہارا دیوانہ ہوں۔ تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے قریب آکر اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس کے لبوں پر ایسی مہر لگی کہ وہ منہ سے آواز نہ نکال سکی۔ اس کی گرفت سے رہائی پانے کے لیے جدوجہد کرنے لگی۔ وہ ان شکاریوں میں سے تھا' جو شکار کو گرفت میں لینے کے بعد نکلنے نہیں دیتے۔ وہ جدوجہد کرتے کرتے بے حال ہو گئی۔ تھک گئی۔ ہانپنے لگی۔ آنکھیں بند کیں تو ایسا لگا جیسے اپنے خاوند کی گرفت میں ہو۔ اس کے جسم سے وہی جانی پہچانی مہک آرہی تھی۔ اس کا انداز بھی جانا پہچانا تھا۔ اس ہارنے کے دوران میں اس نے دل ہی دل میں تسلیم کیا کہ وہ اجنبی نہیں ہے۔ اپنا ہے' بالکل اپنا.....

اتنی دیر میں مختار شاہ کا نشہ اتر گیا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ خیال خوانی کر سکتا ہے پھر وہ زیبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ میں بولا "میں کیسی نادان ہوں۔ اپنے مرد کی قربت سے اسے پہچان رہی ہوں پھر بھی انکار کر رہی ہوں۔ مجھے ان کی باتیں توجہ سے سننی چاہئیں۔"

وہ بولی "پلیز آپ یقین دلائیں کہ آپ ہی میرے مجازی خدا ہیں۔"

وہ ابتدا سے اب تک کے تمام واقعات اسے تفصیل سے بتانے لگا۔ زیبا نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "بے شک۔ آپ کو

چھپ کر رہنا چاہیے ورنہ فہمی اور علی کو آپ کی حقیقت معلوم ہوگی تو وہ آپ کو ضرور ہلاک کرنا چاہیں گے۔"

"مجھے ان کا خوف نہیں ہے۔ مجھے تو یہ خوشی ہے کہ تم نے مجھے اپنا مجازی خدا تسلیم کرلیا ہے۔"

"آپ یہ حقیقت خاندان والوں کو نہیں بتائیں گے تو ہم ایک ساتھ نہیں رہ سکیں گے۔ کیا ساری زندگی چھپ چھپ کر ملتے رہیں گے؟"

"ہمیں چھپنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم دنیا والوں کو دکھانے کے لیے عدت کی مدت پوری کرو۔ اس کے بعد میں خاندان کے بزرگوں کے سامنے تم سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کروں گا۔ مجھے یقین ہے بزرگ حضرات ہماری شادی پر اعتراض نہیں کریں گے۔"

"ہماری شادی ہوچکی ہے۔ ہم پھر شادی کریں گے؟"

"دنیا والوں کے سامنے دوبارہ میاں بیوی بننے کے لیے ایسا کرنا ہی ہوگا۔"

مختار شاہ نے وہ رات مہمان خانے میں گزاری پھر صبح سے پہلے حویلی میں آگیا۔ زیبا بہت خوش تھی۔ اس کا اجڑا ہوا ساگ سلامت تھا۔ اس سے بڑی خوشی کی بات کیا ہوسکتی تھی۔

عورت پر ساگن کا رنگ چڑھ جائے تو وہ رنگ چھپائے نہیں چھپتا۔ خاندان کی عورتوں کو پتا چلا کہ زیبا مہمان خانے کی.... چاردیواری میں رنگین لباس اور چوڑیاں پہنتی ہے پھر سنا کہ اس نے شاپنگ کے لیے لاہور جانے کی ضد کی ہے اور عدت پوری کرنے سے بھی صاف انکار کردیا۔

کوئی اہم مسئلہ ہوتا تو پیر مختار شاہ سے اس کا حل پوچھا جاتا تھا۔ اس سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا "زیبا تعلیم یافتہ شریف زادی ہے۔ کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گی۔ ہمارے دین میں بیوہ کو شادی کرنے کی اجازت ہے۔ جب وہ عدت پوری کرلے گی تو میں اس سے نکاح پڑھواؤں گا۔ کیا آپ حضرات میں سے کسی کو اعتراض ہے؟"

بزرگوں نے اعتراض نہیں کیا بلکہ خوشی کا اظہار کیا کہ زیبا پہلے بھی اس حویلی کی بہو تھی' آئندہ بھی بہو بن کر رہے گی۔ مختار شاہ نے کہا۔ "میں زیبا کا ہونے والا مجازی خدا ہوں۔ مجھے اس کے شہر جانے اور شاپنگ کرنے پر اعتراض نہیں ہے۔"

اس پرانی کہاوت کی تصدیق ہوئی کہ گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف جاتا ہے۔ مختار شاہ خود تو لاہور نہیں گیا لیکن اس نے زیبا کے جانے کے لیے راہ ہموار کردی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے شہر جانے سے بھی بھید کھل سکتا ہے۔

وہ لبرٹی مارکیٹ کے ایک جنرل اسٹور میں شاپنگ کررہی تھی۔ ایسے وقت فہمی نے اسے دیکھ لیا۔ حیران ہو کر علی سے بولی "وہ دیکھو' وہ تو زیبا ہے۔"

اس نے پوچھا "کون زیبا؟"

"وہی ہمارے جنمی دشمن مختار شاہ کی بیوہ۔"

علی نے کہا "ہاں۔ بہت خوش نظر آرہی ہے۔"

"تم میری بات نہیں سمجھ رہے ہو۔ تمہیں دکھانے کا مطلب ہے کہ اس کے رنگین لباس کو دیکھو اور وہ اپنے لیے پرفیوم پسند کررہی ہے۔"

"تو کیا ہوا؟ وہ بھی ایک عورت ہے۔ اس کا دل رنگ اور خوشبو چاہتا ہوگا۔"

"یہ بیوہ ہے اور عدت کے ایام پورے نہیں ہوئے ہیں۔ اب کچھ سمجھ رہے ہو؟"

"اچھا۔ یہ بات ہے۔ میں اس پہلو کو بھول گیا تھا۔ اسے تو... چاردیواری سے باہر نہیں نکلنا چاہیے تھا۔ اسے سوگوار ہونا چاہیے تھا لیکن یہ بہت خوش نظر آرہی ہے۔ تم نے حویلی میں اسے قریب سے دیکھا تھا اور کہا تھا' یہ بہت ہی شریف اور شوہر پرست ہے لیکن اسے دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے جیسے دوسرا شوہر کرچکی ہو۔"

فہمی اور علی انجانے دشمنوں سے چھپنے کے لیے اپنے چہرے بدل چکے تھے۔ زیبا انہیں پہچان نہیں سکتی تھی۔ فہمی اس کے قریب جا کر اپنے لیے بھی پرفیوم پسند کرنے لگی۔ اس دوران میں زیبا کی آواز اور لہجے کو سنتی رہی پھر علی کے پاس آگئی۔ وہ دونوں وہاں سے قریب ہی ایک ریستوران میں آکر بیٹھ گئے۔ علی مشروب کا آرڈر دینے لگا۔ وہ زیبا کے دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھنے لگی پھر ایک بیوہ کی مسرتوں کا بھید کھلنے لگا۔

مشروب آگیا تھا۔ علی نے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "پیو۔"

"میں تو خون کے گھونٹ پی رہی ہوں۔"

"ایسی کیا بات ہوگئی؟"

"میرے ابو کا قاتل مختار شاہ زندہ ہے۔"

علی نے حیرانی سے فہمی کو دیکھا۔ وہ بولی "زیبا خوش نظر آرہی تھی۔ رنگین لباس پہنے ہوئے تھی اور خوشبو خرید رہی تھی۔ اس لیے کہ وہ بیوہ نہیں ہے۔ رات کو چھپ کر اپنے خاوند مختار شاہ سے ملتی ہے۔"

"لیکن مختار شاہ کو ہمارے سامنے گولی ماری گئی تھی۔ اس نے ہمارے سامنے دم توڑا تھا۔"

"وہ مختار شاہ کی شیطانی چال تھی۔ اس نے ہمیں دھوکا دینے کے لیے سکندر ثانی کو تنویمی عمل کے ذریعے مختار شاہ بنا دیا تھا۔ اسی کے ایک آلۂ کار جوان نے اسے مختار شاہ کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے گولی ماری اور ہم دھوکا کھا گئے۔ ہمیں ذرا بھی شبہ نہیں ہوا۔ ہم نے یقین کرلیا کہ وہ قاتل مختار شاہ مارا گیا ہے۔"

علی نے کہا "ٹھہرو۔ میں خود اس کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ تم اسے پیو۔"

وہ ٹھنڈی بوتل پینے لگی۔ اسے مختار شاہ کی مکاری پر غصہ آرہا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں اس نے جو کچھ سیکھا تھا اس کا اہم سبق یہ تھا کہ غصہ حرام ہے۔ جو غصے کو کچلنے میں کامیاب ہوجاتا ہے' وہ لڑنے سے پہلے آدھی جنگ جیت لیتا ہے۔

زیبا کے خیالات پڑھنے سے اتنا ہی معلوم ہوا' جتنا اسے مختار شاہ نے بتایا تھا۔ اس نے زیبا کو تینوں لارڈز اور انڈر گراؤنڈ مافیا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا اس لیے فہمی اور علی کو اس وقت کی مکمل معلومات حاصل نہیں ہوئیں۔

فہمی نے کہا "مختار شاہ بہت مکار ثابت ہورہا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے مجھے بہت غصہ آرہا تھا۔ اب نہیں آرہا ہے۔ میں پُرسکون ہوں۔"

علی نے کہا "پچھلی بار ہم پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ ہم حیران ہورہے تھے کہ ہمارے نئے دشمن کہاں سے پیدا ہوگئے ہیں؟ اب معلوم ہوا کہ دشمن نیا نہیں' پرانا ہے۔ ویسے اس کی چال بازی کی داد دینی چاہیے..... خوب چال چلی ہے۔"

"میں ابھی جوابی چال چلنا چاہتی ہوں۔ تم کیا کہتے ہو؟"

"میں نے زیبا کے خیالات پڑھے ہیں وہ رات کو چھپ کر بیوی کے پاس آتا ہے اور شراب پیتا ہے۔ تم ذرا صبر کرو۔ اسے شراب پینے دو۔ ہمیں اس کے دماغ میں جگہ ملے گی۔ ہوسکتا ہے اس کے چور خیالات کے ذریعے مزید معلومات حاصل ہوں۔"

فہمی نے کہا "ٹھیک ہے۔ مختار شاہ آج ایک دن جی لے لیکن آج رات کی صبح نہیں کرسکے گا۔"

اسی دن دونوں لارڈز کو مختار شاہ کا خیال آیا۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا "کیا تم مختار شاہ کے دماغ میں جاتے ہو؟"

لارڈ ٹو نے کہا "تمہیں پتا ہے' میں کتنا مصروف رہا ہوں۔ کیا اس کے پاس گئے تھے؟"

"مصروف تو میں بھی رہا ہوں اور اب بھی ہوں۔ اس کا مطلب ہے ہم دونوں اس کی طرف سے غافل رہے ہیں۔"

"مختار شاہ بعض اوقات بڑی حماقتیں کرتا ہے۔ ہمیں اسے نظرانداز نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"دراصل مجھے یہ اطمینان ہے کہ وہ لارڈ تھری کے تنویمی عمل کے زیر اثر ہے۔ تنویمی عمل کی مدت ابھی ختم نہیں ہوئی ہوگی۔"

"یقیناً۔ میرے شعور میں بھی یہی اطمینان ہے کہ وہ تنویمی عمل کے زیر اثر ہے اور کوئی نقصان پہنچانے والی حماقت نہیں کرے گا۔"

"پھر بھی ہمیں اس کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔"

"تم اس کی خیریت معلوم کرو۔ ہمارا مال گوادر کے راستے ٹرک لے جارہا ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کی نگرانی نہیں کرسکتا ورنہ کروڑوں ڈالر کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

"اور میرا ڈسپیچ کیا ہوا مال افغانستان کے راستے جارہا ہے۔ مجھے بھی خیال خوانی کے ذریعے اس مال کو لے جانے والوں کی نگرانی کرنی ہوگی۔"

"پارنٹرا دس بارہ گھنٹے کی بات ہے۔ مال کو صحیح جگہ پہنچاتے ہی ہمیں فرصت ملے گی پھر ہم مختار شاہ کے پاس جائیں گے۔"

"ہاں۔ کوئی ایسی تشویش کی بات نہیں ہے۔ مختار شاہ کوئی بچہ نہیں ہے۔ وہ اپنے تحفظ اور سلامتی کی خاطر حماقت سے گریز کرے گا۔"

مختار شاہ اور دونوں لارڈز کے مقدر میں خرابی تھی اسی لیے وہ اپنے معاملات میں بری طرح مصروف ہو کر مختار شاہ کے معاملے کو ٹال رہے تھے۔

فہمی اور علی رات کو نو بجے زیبا کے دماغ میں پہنچے۔ مختار شاہ معمول کے مطابق راز داری سے مہمان خانے میں پہنچا ہوا تھا۔ شراب اور شباب کے ساتھ مرغن کھانوں کا دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ وہ زیبا سے کہہ رہا تھا "اگر بیوی سمجھ دار ہو تو شوہر کسی دوسری عورت کو ساتی نہیں بناتا۔ کسی دوسری عورت کے ساتھ عیاشی نہیں کرتا۔ اپنی بیوی کے ساتھ گزارہ کرتا ہے۔"

زیبا کو شراب پسند نہیں تھی لیکن وہ شوہر کو خوش رکھنے کی خاطر اسے اپنے ہاتھوں سے جام بنا کر دیتی تھی۔ اس نے پہلا جام بنا کر دیا۔ وہ زیبا کو آغوش میں لے کر پیتے ہوئے بولا "محبوبہ' بیوی بن جائے تو پھر اس میں پہلے جیسی کشش نہیں رہتی لیکن تمہارے حسن و جمال کی کیا بات ہے۔ تم پہلی رات کی طرح آج بھی ویسی ہی پُرکشش ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "آپ ہمیشہ میرے ہی حسن کے قصیدے پڑھتے رہتے ہیں۔ دراصل آپ اچھے ہیں اس لیے میں اچھی لگتی ہوں۔"

اس نے دوسرا جام بنا کر دیا۔ وہ ایک ایک گھونٹ لیتے ہوئے بولا "ہمیں ملک سے باہر تفریح کے لیے جانا چاہیے۔ ہم پیرس اور لندن میں اپنے دن رات گزاریں گے۔ کیا میرے ساتھ چلو گی؟"

"ملک سے باہر جانا بہتر ہوگا۔ جب عدت کے ایام پورے ہوجائیں گے تو ہم واپس آکر یہاں نکاح پڑھوالیں گے۔ اس وقت تک ہمیں ملک سے باہر ساتھ رہنے کی آزادی ملتی رہے گی۔"

اس نے دوسرا جام خالی کرتے ہوئے کہا "ہمارے تعلقات بھی عجیب ہیں۔ ہم دنیا سے چھپ کر مل رہے ہیں جیسے گناہ کررہے ہوں۔ ہم یہ ثابت نہیں کرسکتے کہ ہم میاں بیوی ہیں۔"

تیسرے پیگ کے ساتھ کچھ نشہ ہونے لگا۔ فہمی اور علی نے اندازہ لگایا کہ اب اس کا دماغ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکے گا۔ انہوں نے اس تیسرے پیگ کے ختم ہونے کا انتظار کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ وہ اپنے اندر انہیں محسوس نہ کرسکا۔ اسے خبر نہ ہوئی کہ ان لمحات میں اس کے چور خیالات پڑھے جارہے ہیں۔

فہمی اور علی کو پہلی بار پاکستان میں انڈر گراؤنڈ مافیا کا علم ہوا۔ پتا چلا کہ اس کے تین سرغنہ ہیں' جو لارڈ ون' لارڈ ٹو اور لارڈ تھری کہلاتے ہیں اور مختار شاہ ان کا ایک بہت اہم آلۂ کار بن کر رہتا ہے۔

ان لارڈز کا ہیڈ آفس اسلام آباد میں تھا۔ ان کی رہائش گاہیں بھی وہیں تھیں۔ صوبہ سرحد کے ایک پہاڑی علاقے میں ان کے زیر زمین کئی گودام تھے۔ آزاد علاقوں کی فیکٹریوں سے ہیروئن تیار ہو کر آتی تھی پھر ان گوداموں میں انہیں چھپا کر رکھا جاتا تھا۔

وہ دونوں انڈر گراؤنڈ مافیا کے سلسلے میں تفصیلی معلومات حاصل کرتے رہے پھر علی نے کہا "تم مختار شاہ کو آج ہی رات جہنم میں پہنچا دینا چاہتی ہو۔ میرا مشورہ ہے اسے ذرا ڈھیل دے دو۔ اگر اسے ہلاک کیا جائے گا تو وہ لارڈز سمجھ لیں گے کہ ہم نے اس کو ہلاک کرنے سے پہلے اس کے چور خیالات کے ذریعے ان لارڈز کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کیا ہے۔"

فہمی نے قائل ہو کر کہا "ہاں۔ وہ لارڈز محتاط ہو جائیں گے پھر ہماری گرفت میں نہیں آئیں گے۔"

مختار شاہ کے خاص آدمی الیکشن میں کامیاب ہو کر صوبائی اور قومی اسمبلیوں میں جاتے تھے۔ ان کے علاوہ تمام صوبوں کے ایسے منتخب لوگ اسمبلیوں میں پہنچتے تھے' جن کا تعلق مختار شاہ کی طرح ڈرگ مافیا سے ہوتا تھا۔

دوسرے ممالک کی طرح پاکستان سے منشیات کی لعنت اس لیے ختم نہیں ہوتی کہ ڈرگ مافیا کے بڑے سرکردہ افراد اسمبلیوں میں بھی پہنچ جاتے ہیں اور انسدادِ منشیات کی مہم کو ناکام بناتے رہتے ہیں۔ پولیس والے صرف اسی حد تک منشیات فروشوں اور اسمگلروں کے خلاف ایکشن لیتے ہیں' جس حد تک انہیں اوپر سے اختیارات دیے جاتے ہیں۔

علی نے کہا "ہم اوپر والوں کو اس انڈر گراؤنڈ مافیا کے خلاف رپورٹ دیں گے تو وہی ہلکی پھلکی سی کارروائی ہوگی۔ دکھاوے کے طور پر چند چھوٹے مجرموں کو ہیروئن اور اسلحے کے ساتھ گرفتار کیا جائے گا۔"

فہمی نے کہا "بے شک مچھلیاں پکڑی جاتی ہیں مگر مچھ زندہ رہتے ہیں۔ اوپر سے صفائی ہوتی ہے' انڈر گراؤنڈ مافیا کی گند ہمیشہ باقی رہ جاتی ہے۔"

"ہم اس معاملے میں خود قانون ساز اور خود انصاف پرور بنیں گے۔ ہم نے ان لارڈز کے اہم ٹیلی فون نمبرز اور پتے نوٹ کیے ہیں۔ ان کے ذریعے ان کی جڑوں تک پہنچیں گے۔ اب یہاں سے چلو۔"

وہ گلاس منہ سے لگائے ایک گھونٹ پی رہا تھا۔ فہمی نے ٹھکا پیدا کیا۔ وہ کھانسنے لگا۔ کھانستے کھانستے دہرا ہونے لگا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ علی نے ہنستے ہوئے کہا "تم نے اسے تھوڑی سزا دے ہی دی۔"

"موت کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ شامت کسی وقت بھی آسکتی ہے۔ میں اس کی شامت لاتی رہوں گی۔"

وہ لارڈز اسلام آباد میں انگریزی دواؤں کے سول ایجنٹ تھے۔ ایک پوری عمارت میں ان کی سول ایجنسی کے کئی شعبے قائم تھے۔ کوئی شبہ نہیں کر سکتا تھا کہ ایسے کروڑ پتی سول ایجنٹ زیرِ زمین ڈرگ مافیا کے مالکان ہوں گے۔

فہمی اور علی نے دو ایسے ٹیلی فون نمبرز آزمائے' جن کا تعلق دواؤں کی سول ایجنسی سے تھا۔ کافی رات گزر چکی تھی۔ ایسے وقت دفاتر کے کھلے رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن دونوں نے اس لیے فون کیا کہ انڈر گراؤنڈ سرگرمیاں رکھنے والے راتوں کو راز داری سے مصروف رہتے ہیں۔ یہ علی کا تجربہ تھا جو کامیاب ثابت ہوا۔ کسی نے فون پر پوچھا "ہیلو کون؟"

علی نے آواز بنا کر کہا "میں عبداللہ ناریل والا بول رہا ہوں۔ بھائی جی! آپ خیریت سے پہنچ گئے ہیں۔"

رانگ نمبر کہہ کر فون بند کر دیا گیا۔ علی اس کے اندر پہنچ گیا۔ فہمی نے دوسرے فون پر رابطہ کیا پھر ادھر کی آواز سن کر ریسیور رکھ دیا۔ وہ دونوں اپنے اپنے شکار کے دماغ میں پہنچ کر وہاں کے حالات معلوم کرنے لگے۔ وہاں رات دس بجے سے دوسری شفٹ چلتی تھی۔ اس شفٹ میں کام کرنے والے تمام ملازمین ڈرگ اسمگلنگ کے راز سے واقف تھے۔ سیکرٹ کوڈ ورڈز کے ذریعے فون اور فیکس وغیرہ سے بیرونی ممالک کے آرڈر وصول کرتے تھے اور اس سلسلے سے تعلق رکھنے والی پارٹیز سے ڈیلنگ کرتے تھے۔

پتا چلا' سرحدی علاقے کے گوداموں میں کئی ارب روپے کی ہیروئن ذخیرہ کی گئی ہے۔ سول ایجنسی کے دفاتر سے ان گوداموں کا رابطہ رہتا تھا۔ فہمی اور علی نے اس دفتر کے دو افراد کے دماغوں پر قبضہ جمایا۔ ان کے ذریعے مختلف گوداموں سے رابطہ کرایا۔ تمام گوداموں کے انچارج افسران کی آوازیں سن کر ان کے اندر پہنچے۔ وہاں اسلحے اور بارود کا بھی ذخیرہ تھا۔ وہ انچارج اپنے اپنے گودام کے اندر جا کر بڑی راز داری سے ٹائم بم جگہ جگہ نصب کرنے لگے۔ اپنے ماتحتوں کو خبر نہیں ہونے دی۔ خود انہیں خبر نہیں تھی کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔

جب وہ اپنا کام کر کے گودام سے دور چلے آئے تو فہمی اور علی نے ان کے دماغوں کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ سب اپنی غائب دماغی پر حیران ہونے لگے۔ ایسے ہی وقت گوداموں میں بم کے دھماکے شروع ہو گئے۔

وہ گودام چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے غاروں میں بنائے گئے تھے۔ اتنے زیادہ بم نصب کیے گئے تھے کہ پہاڑیوں کے پتھر اور چٹانیں ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں دور تک اڑ کر جا رہی تھیں۔ وہ تمام انچارج گوداموں سے دور آنے کے باوجود زندہ نہ بچ سکے۔ وہ ماتحت بھی مارے گئے۔

یہ خبر سول ایجنسی کے دفتر میں پہنچی۔ دفتر سے دونوں لارڈز تک یہ خبر پہنچائی گئی۔ وہ بستر سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ فہمی اور علی خیال خوانی کے ذریعے ان ماتحتوں کے دماغوں میں تھے جو ان لارڈز سے رابطہ کر رہے تھے۔ اسی طرح پہلی بار فہمی اور علی کو معلوم ہوا کہ تیسرا لارڈ وہی تھا' جو فہمی کی کوٹھی میں مارا گیا تھا۔ اب دو لارڈز رہ گئے تھے۔

ان دونوں لارڈز کی نیند اڑ گئی۔ وہ اتنا بڑا نقصان اٹھانے کے بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ان گوداموں کے تباہ ہونے سے فارن کرنسی میں لاکھوں ڈالر کا نقصان ہوا تھا لیکن پاکستانی کرنسی کے مطابق ایک ہی رات میں کئی ارب روپے ڈوب چکے تھے۔

دونوں لارڈز بڑی دیر تک سکتے میں رہے پھر خیال خوانی کے ذریعے ان گوداموں کے انچارج تک پہنچنا چاہا۔ ان کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ مر چکے ہیں۔ ایک ماتحت انچارج کے دماغ سے معلوم ہوا کہ اچانک دھماکے ہوئے تھے پھر مسلسل ہوتے رہے۔ تین گوداموں میں مجموعی طور پر بیس دھماکے ہوئے تھے۔ وہاں کس طرح بم بلاسٹ ہوئے' کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا۔

ایک لارڈ نے پریشان ہو کر کہا "آپ ہی آپ بم بلاسٹ نہیں ہو سکتے' ہمارے گوداموں کو تباہ کرنے کے لیے زبردست پلاننگ کی گئی ہوگی۔"

لارڈ ٹو نے پوچھا "کس نے پلاننگ کی ہوگی؟ ہمارے جو دشمن ہیں وہ بہت حقیر ہیں۔ ان میں اتنا حوصلہ نہیں کہ ہمارے گوداموں کے سامنے سے بھی گزر سکیں پھر ہمیں اتنا زبردست نقصان پہنچانے کی جرأت کس نے کی ہے؟"

لارڈ ون نے چونک کر کہا "کیا فہمی اور علی کو ہمارا سراغ مل گیا ہے؟"

اس بات پر لارڈ ٹو بھی چونک گیا پھر ان دونوں نے بیک وقت خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور مختار شاہ کے دماغ میں پہنچ گئے۔

وہ نشے میں مدہوش ہو کر گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ دونوں نے اس کے خیالات پڑھے۔ مختار شاہ نہیں جانتا تھا کہ فہمی اور علی اس کے دماغ میں آکر بہت سی معلومات حاصل کر کے جا چکے ہیں۔

مختار شاہ کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ زیبا سے چوری چھپے ملنے لگا ہے اور خاندان کے بزرگوں سے کہہ چکا ہے کہ وہ عدت کے ایام گزار لے گی تو اس سے نکاح پڑھوائے گا۔

دونوں لارڈز کو یہ بھی معلوم ہوا کہ لارڈ تھری کا بھیجا ہوا تخریبی عمل زائل ہو چکا ہے اسی لیے وہ شراب پینے اور زیبا سے ملنے لگا ہے۔

وہ دونوں اس کے خیالات کو طرح طرح سے کرید رہے تھے۔ کسی طرح معلوم کرنا چاہتے تھے کہ فہمی اور علی اس کے دماغ میں کبھی آئے تھے یا نہیں؟ بار بار کوششیں کرنے کے بعد بھی یہی معلوم ہوتا رہا کہ وہ ابھی تک فہمی اور علی جیسے دشمنوں سے محفوظ ہے۔ اس کے دماغ میں کوئی نہیں آیا ہے۔

دونوں لارڈز کو کسی حد تک اطمینان ہوا۔ انہوں نے سوچا' فہمی اور علی اپنے دوسرے معاملات میں مصروف ہو گئے ہیں۔ انہوں نے مختار شاہ کو عارضی طور پر بھلا دیا ہے۔

دونوں لارڈز نے خود کو تسلیاں دیں پھر اس کے اور زیبا کے دماغوں پر تخریبی عمل کرنے لگے۔ وہ مطمئن ہونا چاہتے تھے کہ فہمی اور علی آئندہ کبھی مختار شاہ کے چور خیالات پڑھ کر انڈر گراؤنڈ مافیا اور دونوں لارڈز کے متعلق کچھ نہ معلوم کر سکیں۔

ویسے فہمی اور علی نے انہیں اتنا بڑا صدمہ پہنچایا تھا کہ وہ آئندہ کئی برس تک اتنے وسیع پیمانے پر مافیا جیسی تنظیم قائم کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ انہیں یہ اندیشہ بھی تھا کہ جو ایک رات میں انہیں اربوں روپے کا نقصان پہنچا سکتے ہیں' وہ ان کی زندگیاں بھی کسی وقت چھین سکتے ہیں۔

○☆○

حکومتِ ایران کی طرف سے سونیا کو مدعو کیا جا رہا تھا کہ وہ باقاعدہ مہمان خانے میں آکر رہائش اختیار کرے۔ وہاں کے کتنے ہی اکابرین اسے ظہرانہ اور عشائیہ دینا چاہتے تھے اور یہ ذمے داری قبول کر رہے تھے کہ اس کے لیے سخت سے سخت حفاظتی انتظامات کیے جائیں گے۔

سونیا نے کہا "آپ حضرات کی عزت افزائی کا شکریہ۔ میں کسی ظہرانے یا عشائیے میں ضرور آؤں گی لیکن مستقل آپ کی مہمان بننے کا شرف حاصل نہیں کر سکوں گی۔ بے شک میرے لیے سخت حفاظتی انتظامات کیے جائیں گے لیکن میں ہمیشہ سے خود حفاظتی کے اصولوں پر عمل کرتی ہوں۔ میں آپ جیسے مخلص دوستوں میں ہوں لیکن دشمنوں کے حصار میں بھی ہوں۔ آپ مجھے میرے طریقۂ کار کے مطابق اس ملک میں رہنے دیں۔"

"بے شک آپ اپنے طریقۂ کار کے مطابق رہائش اختیار کریں لیکن ہماری ایک خصوصی دعوت قبول کریں۔ گر قبول افتد' زہے عزو شرف۔"

"میں نے قبول کیا لیکن ایک شرط ہے۔ کم از کم چوبیس گھنٹے تک اس بات کا چرچا کیا جائے کہ میں فلاں دن اور فلاں وقت ایک خصوصی دعوت قبول کر چکی ہوں اور فلاں جگہ اس تقریب میں شریک ہونے آؤں گی اور یہ کہ میرے لیے سخت حفاظتی انتظامات کیے جا رہے ہیں۔"

"کیا آپ چاہتی ہیں کہ دشمنوں کو خبر ہو اور وہ آپ پر حملے کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں؟"

"میں یہی چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ سیٹلائٹ کے ذریعے بھی آپ کی خصوصی دعوت

کا چرچا کیا جائے گا۔ بخدا آپ خطرات سے کھیلنے والی خاتون ہیں۔ ہم آپ کو دعوت دے رہے ہیں' آپ جان کے دشمنوں کو دعوتیں دے رہی ہیں۔"

سونیا نے فون کا رابطہ ختم کردیا۔ اس نے ایک چھوٹے سے مکان میں رہائش اختیار کرلی تھی۔ جنہیں ماں باپ بنا کر ساتھ لائی تھی' وہ اس کی طرح فارسی جانتے تھے۔ اس نے ایسی طرز رہائش اختیار کی تھی کہ سب اسے ایرانی سمجھنے لگے تھے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت بھی اسی علاقے میں تھے۔

جب سے سونیا نے ایران میں امریکی ایجنٹوں کو زنخا بنایا تھا اور تہران میں ان کے ہارمونز کے انجکشن وغیرہ تباہ کئے تھے تب سے امریکی حکام قسمیں کھا رہے تھے کہ سونیا کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جان کولن نے اپنے اکابرین سے کہا "میں سونیا کو تہران میں سکون سے رہنے نہیں دوں گا۔ وہ وہاں روپوش نہیں رہ سکے گی۔ ہمارے نئے ایجنٹ ایسی تخریبی کارروائیاں کریں گے کہ وہ جوابی کارروائی کے لیے سامنے آنے پر مجبور ہوتی رہے گی۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب وہ مقابلے کے دوران میں روبرو ہوتی ہے تو اسے فوراً گولی کیوں نہیں ماری جاسکتی؟"

"جب وہ مقابلے کے وقت سامنے ہوتی ہے تو اکثر مقابلہ کرنے والوں پر بدحواسی طاری رہتی ہے۔ ٹھنڈے پسینے آجاتے ہیں۔ اسے مارنے سے پہلے اپنی سلامتی کی فکر لاحق رہتی ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "دراصل پہلے یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ مقابلے پر واقعی سونیا ہے' یا اس کی ڈمی ہے۔ ماضی میں کئی بار فرہاد کو قتل کیا گیا۔ بعد میں پتا چلا کہ اس کی ڈمی کو ہلاک کیا گیا ہے پھر زندہ رہ جانے والے فرہاد نے قاتلوں سے بہت برا انتقام لیا تھا۔ سونیا بھی یہی کچھ کرتی ہے۔"

ایک اور فوجی افسر نے کہا "کل رات ایران کے اعلیٰ حکام نے اسے عشائیہ دیا ہے۔ سونیا کی آمد پر جشن منایا جارہا ہے۔ ایک بہت بڑی تقریب میں وہ اپنے میزبانوں کے درمیان رہے گی اور اس بات کا خوب چرچا کیا جارہا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "دراصل ہمیں احمق سمجھا جارہا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں ایسے وقت امریکی ایجنٹ ضرور سونیا پر قاتلانہ حملہ کریں گے۔ اسے ڈمی نہیں سمجھیں گے کیونکہ وہ اعلیٰ حکام کی مہمان بن کر آئے گی۔"

جان کولن نے کہا "یہ بات مجھے الجھا رہی ہے۔ سونیا کو حکمرانوں کی طرف سے جو عشائیہ دیا جارہا ہے' اس کی اتنی پبلسٹی کیوں کی جارہی ہے؟ وہ بہت مکار ہے۔ حکومتِ ایران اس کی فرمائش پر اس دعوت کا چرچا کررہی ہے۔"

"تمہیں الجھن کس بات کی ہے؟"

"یہی کہ وہ دعوت میں خود آئے گی یا اپنی ڈمی کو بھیجے گی؟ اگر ہمارے ایجنٹ یہ سوچ کر حملہ نہ کریں کہ وہ ڈمی ہے تو بعد میں افسوس ہوگا کہ وہ اصلی تھی اور ایک سنہری موقع ہاتھ سے نکل چکا ہے۔"

فوج کے ایک افسر نے کہا "وہ اصلی ہو یا ڈمی' اس پر کامیاب حملہ ہونا چاہیے۔ اس تقریب میں منظم طریقے سے اسے گھیر کر موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے۔ بعد میں جو ہوگا' دیکھا جائے گا۔"

جان کولن نے کہا "بعد میں کیوں سوچا اور دیکھا جائے۔ ابھی سمجھ لیا جائے۔ اگر ہم نے ڈمی کو قتل کیا تو اصلی ہمارے پیچھے پڑجائے گی۔ ہم ایران میں اس کے خلاف جو کریں گے' وہی وہ امریکا میں ہمارے خلاف کرے گی۔"

ایک فوجی افسر نے طعنہ دیا "پھر تو ہمیں خوف زدہ رہنا چاہیے۔ ہم ڈمی کو ہلاک کریں یا اصلی کو' دونوں صورتوں میں ہمارے خلاف انتقامی کارروائی ضرور ہوگی۔ وہ ہماری دادی اماں ہے' ہماری پٹائی کرے گی۔ ہمیں ایران جاکر شرارت نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں گھر میں بیٹھ کر اسکول کا سبق یاد کرنا چاہیے۔"

جان کولن نے کہا "آپ میرے سینئر ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے طعنے دیں۔"

"بچوں کی طرح ڈرنے والے کو طعنے ہی ملتے ہیں۔"

"میں بچوں کی طرح ڈرتا نہیں ہوں اور آپ کی طرح ڈینگیں نہیں مارتا ہوں۔ سونیا جب منکی ماسٹر کو ہمارے سروں پر مسلط کررہی تھی تب آپ نے اس کا کیا بگاڑ لیا تھا۔ سربراہ کانفرنس میں امریکی سربراہ کو زنخا بنا دیا گیا تب آپ نے اپنی قوم کو کیا شرمندگی سے بچایا۔ تہران میں ہمارے ایجنٹوں کی جنس تبدیل کی گئی' کیا ایسے وقت آپ اپنے گھر میں اسکول کا سبق یاد کررہے تھے؟"

کئی اکابرین جان کولن کو سمجھانے لگے کہ وہ غصے میں بات نہ کرے۔ جان کولن نے کہا "میں محتاط رہ کر آپ حضرات کے مشوروں کے مطابق سونیا کو ہلاک کرنے کے سلسلے میں کوئی قدم اٹھانا چاہتا ہوں اور یہ نالائق سینئر کہہ رہا ہے کہ میں ڈرپوک ہوں۔"

وہ سینئر افسر غصے سے اچھل کر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا "یہ مجھ سے جونیئر ہے اور مجھے نالائق کہہ رہا ہے۔ ایک سینئر کی توہین کررہا ہے اور آپ تمام سینئر میری توہین برداشت کررہے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "آپ نے مسٹر کولن کو سوچے سمجھے بغیر طعنے دیے۔ سینئر کا فرض ہے کہ وہ اپنے جونیئر سے سوچ سمجھ کر گفتگو کرے۔ پلیز آپ لوگ آپس کے اختلافات ختم کریں اور کام کی باتیں کریں۔"

وہ کام کی باتیں کرنے لگے۔ سونیا ان کے گلے میں ہڈی کی طرح

پھنسی ہوئی تھی۔ نہ اسے اگل سکتے تھے اور نہ نگل سکتے تھے۔ اس ہڈی نے انہیں الجھا دیا تھا۔

تہران میں ایک مشہور بازار ہے۔ ضرورت کی ہر چیز وہاں سے خریدی جاتی ہے۔ بازار بہت بڑا ہے۔ شاید اسی لیے اسے بازار بزرگ کہا جاتا ہے۔ وہاں سے چند اجنبی جوان فائرنگ کرتے ہوئے گزرنے لگے۔ ان جوانوں نے ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ ناقابل شناخت تھے۔ سونیا کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں کچھ خریداری کر رہے تھے۔ فائرنگ کے باعث بھگدڑ شروع ہو گئی تھی۔ مرد، عورتیں اور بچے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ سونیا کے تینوں جانباز تین مختلف دکانوں میں تھے۔ انہوں نے ریوالور نکال لئے۔ ان دہشت گردوں کا نشانہ لیا، جو فائرنگ کرتے آ رہے تھے۔ ان کی گاڑی تیز رفتاری سے گزر رہی تھی۔ دو جانبازوں نے دو دہشت گردوں کو گولی ماری۔ وہ زخمی ہو کر گاڑی سے باہر آ کر گرے۔ تینوں جانباز دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے۔ ان سے پوچھا "بتاؤ کون ہو؟ طبی امداد چاہتے ہو تو فوراً بتاؤ۔"

وہ زخموں کی تکلیف سے کراہتے ہوئے بتانے لگے کہ وہ بیروزگار جوان ہیں۔ ایک شخص نے نوٹوں کی بڑی بڑی گڈیاں انہیں دی تھیں اور کہا تھا، بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک فائرنگ کرتے ہوئے گزر جاؤ۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو آئندہ بھی دہشت گردی کے عوض بھاری معاوضہ دیا جائے گا۔

جس شخص نے بڑی رقمیں دی تھیں اس کا پتا ان زخمی جوانوں کے دماغ سے معلوم ہوا۔ وہ ایک تاجر قاسم آفندی تھا۔ اس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔ ان دونوں زخمیوں کو پولیس والے لے گئے۔

وہ تینوں جانباز قاسم آفندی تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ انہوں نے فون کے ذریعے اس کے پرسنل سیکریٹری کی آواز سنی۔ اس کے دماغ میں پہنچے پھر اس کے ذریعے قاسم آفندی کو دیکھا۔ جب یقین ہوا کہ وہ یوگا کا ماہر نہیں ہے تو وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگے۔

قاسم آفندی ایک ایمان دار اور دیانت دار تاجر تھا۔ پانچوں وقت کا نمازی تھا۔ غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرتا تھا۔ کوئی بیروزگار جوان اس کے پاس آتا تو وہ اسے کسی نہ کسی کام سے لگا دیتا تھا۔ اسے اپنے ملک اور قوم سے بہت محبت تھی۔ اس سے کبھی توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ دہشت گردوں کی پشت پناہی کرے گا۔

حقیقت یہ تھی کہ جان کولن نے اس ایرانی تاجر قاسم آفندی پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ جب بھی جان کولن اس کے دماغ میں آئے گا تو قاسم آفندی اپنی موجودہ ایماندارانہ شخصیت کو بھول جائے گا۔ جان کولن جو حکم دے گا، وہی وہ کرتا رہے گا۔

پچھلی بار جان کولن نے اس کے دماغ میں آ کر اسے حکم دیا تھا کہ اس کے پاس چند بیروزگار جوان آئیں گے، وہ انہیں حکم دے گا کہ وہ کسی پبلک پلیس میں فائرنگ کریں اور دہشت پھیلائیں۔ اس کے عوض وہ انہیں بڑی بڑی رقمیں دے گا۔

اس ایمان دار تاجر نے مجبور ہو کر ایسا کیا۔ جب جان کولن اس کے دماغ سے چلا گیا تو اس بے چارے کو پتا ہی نہ چلا کہ اس نے غائب دماغ رہ کر قانون کے خلاف کام کیا ہے۔

ان جانبازوں نے سونیا کو تمام رپورٹ پیش کی۔ سونیا نے اعلیٰ حکام سے رابطہ کیا۔ بازار بزرگ، دہشت گردوں اور قاسم آفندی کے بارے میں انہیں تفصیلات بتائیں پھر کہا "پولیس افسران کو ہدایات دیں کہ قاسم آفندی کے خلاف کیس بنتا ہو تو اس سے نرمی کا سلوک کیا جائے۔ اسے کچھ روز حوالات میں رکھا جائے۔ اتنے دنوں میں قاسم آفندی کی بے گناہی ثابت کر دی جائے گی۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ دشمنوں کی کم ظرفی ہے کہ انہوں نے قاسم آفندی جیسے محبِ وطن کو آلۂ کار بنایا ہے اور اس بے چارے کو تخریب کاری اور دہشت گردی کے سلسلے میں استعمال کیا ہے۔"

"وہ امریکی، ایرانی عوام اور دنیا والوں کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ قاسم آفندی جیسے ایمان والے اور محبِ وطن اب ایران کے نئے تشخص سے بیزار ہو گئے ہیں۔"

سونیا نے کہا "ان کی اس چال کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔ پارس امریکا پہنچنے والا ہے۔"

جان کولن کی یہ چال سمجھ میں آ گئی تھی کہ وہ ایران کی معزز ہستیوں کو آلۂ کار بنا رہا ہے۔ جو محبانِ وطن ہیں، انہیں ان کی مرضی کے خلاف اور وطن کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔ اب اس سے پہلے کہ وہ مزید تخریبی کارروائیاں کرتا اور معزز حضرات کو آلۂ کار بناتا، اس کی روک تھام ضروری تھی۔

سونیا نے بابا صاحب کے ادارے سے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خدمات حاصل کیں۔ انہیں ہدایات دیں کہ ایران کی جتنی معتبر اور معزز ہستیاں ہیں، ان کے دماغوں میں جا کر دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ لگاتے رہیں۔

اس طرح بات کچھ بننے لگی۔ جان کولن اور اس کے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے ایران کے جن افراد کو آلۂ کار بناتے تھے، سونیا کے جانباز ان کے اندر جا کر دشمنوں کے تنویمی عمل کا توڑ کر دیا کرتے تھے۔

ایسے وقت پارس واشنگٹن پہنچ گیا۔ ایک امریکی فوجی کے دماغ میں پہنچ کر بولا "جان کولن کو خوش خبری سناؤ کہ پارس واشنگٹن میں ہے اور اس سے دو باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

اس فوجی نے مختلف ذرائع سے جان کولن کو خبر دی۔ وہ اس فوجی کے اندر آ کر بولا "ہیلو مسٹر پارس! میں جان کولن ہوں۔ کیا واقعی واشنگٹن میں ہو؟"

"ہاں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے نہیں، بلکہ جسمانی طور پر یہاں ہوں۔"

"یہاں آنے کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔"

"تمہارے ملک میں جو مکاری، دھوکے بازی اور خود غرضی ہے، وہ مجھے بے حد پسند ہے۔ یہاں کا ماحول اور یہاں کے اکابرین میرے مزاج کے مطابق ہیں۔ اتفاق سے میں بھی مکار اور فریبی کہلاتا ہوں۔ یہ ملک مجھے راس آتا ہے۔"

"تم یہاں کب سے ہو؟"

"جب سے ایران کے معزز لوگوں کو آلۂ کار بنایا جا رہا ہے۔ میں بھی یہاں کے اکابرین کو اپنا آلۂ کار بنا تا جا رہا ہوں۔ اس ملک کے دس اہم افراد میرے زیرِ اثر آ چکے ہیں۔ یہ میں تمہاری اطلاع کے لیے کہہ رہا ہوں تاکہ تم اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان دس اہم افراد کا سراغ لگا کر ان کے اندر جا کر میرے تنویمی عمل کا توڑ کریں۔ ایران میں ہمارے آدمیوں نے بھی یہی کیا ہے۔"

"اچھا تو تم وہاں کا انتقام یہاں لے رہے ہو؟"

"ابھی انتقام کہاں لیا ہے؟ ابھی تو ابتدا کی ہے۔ تمہارے اور کئی اکابرین کو اسی طرح ٹریپ کروں گا پھر وہ اپنی مرضی سے ہارمونز کے انجکشن لگوائیں گے۔"

وہ گرج کر بولا "تمہاری موت تمہیں یہاں کھینچ لائی ہے۔"

"موت تمہاری طرح گرجتی نہیں ہے، خاموشی سے آتی ہے۔ انتظار کرو۔ وہ آ رہی ہے۔"

پارس نے رابطہ ختم کر دیا۔ جان کولن نے پریشان ہو کر فوج کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا اور انہیں پارس کی آمد اور اس کے عزائم کے متعلق بتایا۔ تمام باتیں سن کر ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہمیں سونیا کی طرف سے ایسی ہی جوابی کارروائی کی توقع تھی۔ پارس کے متعلق مشہور ہے کہ سونیا نے اپنی تمام مکاریاں اور چال بازیاں اسے گھول کر پلا دی ہیں۔ وہ یقیناً سونیا کی طرح یہاں چالیں چلے گا۔"

جان کولن نے کہا "آپ حضرات تدابیر سوچیں کہ پارس سے کس طرح نمٹنا ہے۔ میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ تمام اکابرین کے دماغوں میں جھانکتا پھروں گا۔ جن اکابرین پر پارس نے تنویمی عمل کیا ہوگا، ہمیں اس تنویمی عمل کا توڑ کرنا ہوگا۔"

"ایران کے وقت کے مطابق سونیا رات کو دعوت میں شریک ہونے جائے گی۔ اس کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟"

جان کولن نے کہا "آج حضرات تدابیر سوچیں کہ پارس سے کس طرح نمٹنا ہے۔ میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ تمام اکابرین کے دماغوں میں جھانکتا پھروں گا۔ جن اکابرین پر پارس نے تنویمی عمل کیا ہوگا، ہمیں اس تنویمی عمل کا توڑ کرنا ہوگا۔"

"ایران کے وقت کے مطابق سونیا رات کو دعوت میں شریک ہونے جائے گی۔ اس کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟"

جان کولن نے کہا "آج امریکا کی تمام ریاستیں اتحاد کا جشن منا رہی ہیں۔ واشنگٹن میں تمام ریاستوں کے سربراہ آئے ہوئے ہیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان سربراہوں کی حفاظت پر مامور کیا گیا ہے۔ مجھے بھی ان سب کو گائیڈ کرنے اور اپنے اعلیٰ حاکم کی حفاظت کرنے کے لیے یہاں پوری طرح سے مستعد رہنا ہوگا۔"

"اور وہاں ایران میں رات ہونے والی ہے۔ یعنی کہ تم سونیا کی طرف توجہ نہیں دے سکو گے۔"

"وہ عورت بہت مکار ہے۔ اس نے ایرانی حکام کی دعوت ایسے وقت قبول کی ہے جب کہ ہم یہاں مصروف ہیں۔ وہ جانتی ہے کہ ہم ہر سال یہ جشن مناتے ہیں اور ایسے وقت تمام ریاستوں کے سربراہوں کی حفاظت کا مسئلہ ہمارے لیے دردِ سر بنا رہتا ہے۔"

"واقعی وہ بہت چالاک عورت ہے۔ آج تم اس پر حملہ نہیں کر سکو گے۔"

"میں سونیا کو اسی خوش فہمی میں مبتلا رکھوں گا۔ وہاں چند منٹ کے لیے جاؤں گا اور اپنے ایجنٹوں کے ذریعے سونیا پر جان لیوا حملہ کرتے ہی یہاں واپس آ جاؤں گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ایسا کر سکو تو یہ تمہارا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔"

جان کولن کو پارس چہرے سے نہیں پہچانتا تھا۔ کبھی ان کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ اس کے باوجود جان کولن نے میک اپ کے ذریعے چہرہ بدل لیا تھا۔ اسے اعلیٰ حاکم کی سیکیورٹی کے لیے اس کے قریب ہی رہنا تھا اور پارس نے اعلیٰ حاکم کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ جس اجلاس میں تمام ریاستوں کے سربراہ یک جا ہوں گے، وہاں جان کولن اپنے اعلیٰ حاکم کے قریب ہی رہے گا۔

اس اعلیٰ حاکم کے آس پاس ڈیوٹی دینے والے تمام سیکیورٹی افسران یوگا کے ماہر تھے لیکن پارس گزشتہ روز ایک سیکیورٹی افسر کو ٹریپ کر کے اپنا معمول اور تابعدار بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

جب اعلیٰ حاکم کانفرنس ہال میں داخل ہوا تو سب احتراماً کھڑے ہو گئے۔ اس حاکم کے آگے پیچھے، دائیں بائیں مسلح گارڈز تھے۔ پارس نے اپنے آلۂ کار افسر کے ذریعے جان کولن کو پہچان لیا تھا کیونکہ وہ افسر اس وقت جان کولن کا ماتحت بنا ہوا تھا اور اس کے احکامات کی تعمیل کر رہا تھا۔

پارس نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا "ہیلو مما! آپ دعوت میں جا رہی ہیں؟"

"ہاں بیٹے! ایک گھنٹے کے اندر اس تقریب میں میں اپنے میزبانوں کے درمیان پہنچ جاؤں گی۔"

دوسری طرف اعلیٰ حاکم کے پاس کھڑے ہوئے جان کولن نے اپنے ایرانی آلۂ کار سے رابطہ کیا۔ پتا چلا، سونیا ابھی اس تقریب میں نہیں آئی ہے۔ اس نے آدھے گھنٹے کے بعد پھر معلوم کیا۔ آلۂ کار نے بتایا کہ میزبان آپس میں باتیں کر رہے ہیں، وہ چند منٹ میں وہاں پہنچنے والی ہے۔

جان کولن پھر دماغی طور پر اعلیٰ حاکم کے پاس حاضر ہو گیا۔ وہ اسی طرح آتے جاتے ہوئے سونیا سے نمٹنا چاہتا تھا۔ اس تقریب میں اس کے کئی آلۂ کار گن مین چھپے ہوئے تھے۔ اس کا حکم ملتے ہی سونیا کو گولیوں سے چھلنی کرنے والے تھے۔

ایسے وقت پارس نے خیال خوانی کے ذریعے جان کولن کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس روک لی۔ چونک کر خلا میں تکنے

لگا۔ سوچنے لگا' کون اس کے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔

پارس نے آلۂ کار افسر کے ذریعے اسے چونکتے ہوئے دیکھا تو مزید تصدیق ہوگئی کہ وہی جان کولن ہے۔ اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ اپنے آلۂ کار افسر کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکالا۔ گولی چلادی۔ جان کولن چیخ مارتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ اس کی ایک ران میں گولی پیوست ہوگئی تھی۔

دوسرے سیکیورٹی افسران اور گارڈز نے اس آلۂ کار افسر کو گرفتار کرلیا۔ جان کولن کو فوری طبی امداد پہنچانے کے لیے ایک اسٹریچر پر ڈال کر وہاں سے لے جایا گیا۔ اجلاس میں تھوڑی دیر کے لیے ہلچل سی پیدا ہوئی پھر دوبارہ اجلاس کی کارروائی شروع ہوگئی۔

پارس نے سونیا کے پاس آکر کہا "مما! جان کولن اب خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔ یہاں اس کے آلۂ کار اس کے اگلے حکم کا انتظار کرتے رہ جائیں گے۔ بہرحال آپ پارٹی انجوائے کریں۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں جانتی تھی' تم جان کولن پر بجلی کی طرح گرو گے۔ تھینک یو مائی سن!"

پارس نے جان کولن کے اندر آکر دیکھا۔ اسے آپریشن تھیٹر میں لے جایا جارہا تھا۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ پارس نے پوچھا "ہیلو جان کولن! تہران کا سفر نہیں کرو گے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم؟ پارس تم میرے اندر پہنچ گئے؟ نہیں..... یہاں سے جاؤ۔ چلے جاؤ۔"

"تم چاہتے تھے' میری ماں آج رات کا کھانا نہ کھائے۔ اس دنیا سے اٹھ جائے۔ کیا تم نے میری مما کو ایرے غیرے کی ماں سمجھ لیا تھا؟ اگر تم خیال خوانی کرسکتے ہو تو دیکھو' میری مما کتنی آزادی اور اطمینان سے کھانا کھا رہی ہیں۔"

وہ چیخ کر بولا "مجھے گولی مار دو۔ میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ مجھے مار ڈالو۔"

"تم زندہ رہو گے۔ اپنے اکابرین اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کے لیے عبرت ناک سبق بن کر جیو گے۔"

پارس اس کے دماغ سے چلا آیا۔

○☆○

پورس کون تھا؟ اس کا مزاج اور مقاصد کیا تھے؟ یہ رفتہ رفتہ ہی معلوم ہوسکتا تھا۔ ابھی تو وہ بڑے اچھے اور مثبت انداز میں کام کررہا تھا اور ایسا انصاف پسند تھا کہ جن گولیوں اور کیپسولوں سے دوسروں کو محروم کررہا تھا' ان سے خود محروم ہو رہا تھا۔

دیوی شی تارا کبھی یہ منظور نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے سوچا' جب تمام مخالفین ان گولیوں سے محروم ہوجائیں گے تو وہ گولیاں صرف اس کے پاس رہیں گی پھر وہ نادیدہ رہ کر تمام مخالفین پر غالب آتی رہے گی۔

اس مقصد کے لیے اس نے پورس کو دوست بنا کر اسے دھوکا دیا۔ فریب دہی تو اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ پورس نے سمجھا تھا کہ وہ انصاف کا تقاضا پورا کریں گے۔ ان کے پاس بھی ایک گولی اور کیپسول نہیں رہے گا لیکن اس نے پورس کو دھوکا دیا۔ اس کی لاعلمی میں میجرٹی ہنر کی گولیوں اور کیپسولوں کے چند پیکٹس چرا کر پورس سے دور لے جا کر چھپا دیا۔

دیوی کے لالچ کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ اس نے امریکا اور اسرائیل میں بھی یہی کیا۔ وہاں بھی گولیاں اور کیپسول چرا کر دور دراز علاقوں میں لے جا کر چھپا دیے۔ اس نے یہ سب کچھ ہوٹل کے ایک کمرے میں بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے کیا تھا لیکن اس کا یہ فریب چھپ نہ سکا۔ پورس کو اس کی چال بازی کا پتا چل گیا۔ اس نے امریکا اور اسرائیل میں گولیوں اور کیپسولوں کے تمام ذخیروں کو ضائع کرنے کے بعد دیوی کے چھپائے ہوئے تمام ذخیروں کو بھی ضائع کردیا تھا۔

پورس کو ان چند پیکٹس کا سراغ نہیں ملا' جنہیں دیوی نے پیرس سے دور ایک علاقے میں چھپایا تھا۔ اس نے سوچا' اگر وہ دیوی کو فراڈ کا الزام دے گا تو وہ گولی نگل کر نادیدہ ہوجائے گی پھر اس کے ہاتھ نہیں آسکے گی لہٰذا اس وقت تک اس سے دوستی رکھی جائے جب تک وہ اس کی چھپائی ہوئی تمام گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ نہ بنادے۔

اس نے دیوی سے خیال خوانی کے ذریعے کہا تھا کہ وہ آدھی رات تک امریکا اور اسرائیل سے واپس آئے گا اور دیوی نے کہا تھا کہ وہ اسی ہوٹل کے کمرے میں اس کا انتظار کرے گی۔

وہ انتظار کررہی تھی۔ اس نے چند گولیاں اور کیپسول اپنے لباس میں چھپا کر رکھے تھے۔ ایک گولی اپنی داڑھ میں دبا رکھی تھی تاکہ اچانک ضرورت کے وقت نادیدہ بن سکے۔

بمبئی شہر میں دونوں کی دوستی ہوئی تھی۔ دیوی نے اپنی فطرت کے مطابق ابتدا ہی میں یہ طے کرلیا تھا کہ پورس کی ذات سے جتنے فائدے حاصل ہوسکتے ہیں وہ تمام فائدے حاصل کرنے کے بعد اسے اپنا تابعدار بنانے کی کوشش کرے گی۔ اگر وہ قابو میں نہیں آئے گا تو اس سے دور ہوجائے گی۔

پورس اب تک گمنام رہ کر تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرتا رہا تھا۔ دیوی کے بارے میں بھی جانتا تھا کہ وہ آج تک کسی کی نہیں ہوسکی۔ اس نے دوسروں سے فائدے حاصل کیے اور اپنی طرف سے ہمیشہ دوسروں کو نقصان پہنچاتی رہی۔ ان معلومات کے پیش نظر پورس بھی شروع ہی سے محتاط تھا۔ وہ بھی طے کرچکا تھا کہ کبھی دیوی پر بھروسا نہیں کرے گا۔

اعتماد کے بغیر محبت قائم رہتی ہے' نہ دوستی۔ ان دونوں کی دوستی کی بنیاد بے اعتمادی پر تھی۔ بہت جلد ان کی دوستی کے

غبارے سے ہوا نکلنے والی تھی۔

پورس اپنی معلومات کے مطابق فرانس' روس' امریکا اور اسرائیل کے تمام ذخیرے ناکارہ بنا کر آدھی رات کے بعد پیرس واپس آگیا۔ وہ نادیدہ بن کر آیا تھا۔ دیوی کی لاعلمی میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کررہی ہے؟

وہ تنہائی میں کبھی خیال خوانی کررہی تھی اور کبھی سیٹلائٹ کے پروگرام دیکھ رہی تھی۔ پورس نے اس کے کمرے میں آکر دیکھا۔ یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ اس نے گولیوں اور کیپسولوں کا ذخیرہ کہیں چھپایا ہے تو ان میں سے چند گولیاں اور کیپسول فوری استعمال کے لیے رکھے ہوں گے اور اس وقت وہ چیزیں اپنے لباس میں چھپائی ہوں گی اور داڑھ میں بھی ایک گولی دبا کر رکھی ہوگی۔

وہ تھوڑی دیر تک دیوی کو دیکھتا رہا اور سوچتا رہا پھر فلائنگ کیپسول کے ذریعے وہاں سے اتنی دور آیا' جہاں اسپرے کی ہوئی دوا اثر نہ کرے۔ اس نے اپنی گولی اور کیپسول کو ایک چھوٹی سی پلاسٹک کی تھیلی میں لپیٹ کر ایک پودے کی جڑ میں چھپا دیا۔ پھر وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل میں واپس آگیا۔

اس کے پاس اسپرے کرنے والی دواؤں کے جو سلینڈرز تھے' وہ خالی ہوچکے تھے۔ اس کی جیب میں صرف ایک چھوٹا کین رہ گیا تھا۔ جس میں وہ دوا تھی۔ اس نے دیوی کے کمرے کے دروازے پر آکر خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا "ہیلو شی تارا! میں ہوٹل کے قریب پہنچ رہا ہوں۔ چند منٹوں میں تمہارے سامنے آجاؤں گا۔ کیا تم اپنے کمرے میں رہو گی؟"

"ہاں۔ میں اب بھی اپنے کمرے میں ہوں۔ بور ہو رہی ہوں۔ جلدی آؤ۔"

اس طرح اس نے یہ معلوم کرلیا کہ وہ کمرے میں موجود ہے۔ اس نے جیب سے دوا کا کین نکال کر اس کی اسپرے نوزل دروازے کے کی ہول سے لگائی پھر بٹن کو پش کر کے کمرے کے اندر تھوڑا سا اسپرے کیا پھر اس کین کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔

اس دوا کی کوئی مہک نہیں تھی اس لیے دیوی کو کسی طرح کی مہک محسوس نہیں ہوئی۔ اس نے گھڑی دیکھی' پورس نے چند منٹوں میں آنے کی بات کہی تھی۔ وہ چند منٹ گزر رہے تھے۔ آخر دروازے پر دستک سنائی دی۔

اس نے بستر سے اٹھ کر آئینے کے سامنے اپنے بال اور ساڑی درست کی پھر دروازہ کھولا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا "اندر آسکتا ہوں؟"

"آجاؤ مگر تم نے بہت بور کیا ہے۔ تمہیں اتنا لمبا سفر کرنا تھا تو مجھے کہہ دیتے۔ میں کہیں تفریح کے لیے چلی جاتی۔"

"تم نے خود کہا تھا کہ تمہاری کمر میں درد ہے اور تم تھک گئی ہو۔ ایسی حالت میں تم تفریح کے لیے کہیں نہیں گئیں' یہاں آرام کرتی رہیں' یہ اچھا کیا۔"

"اس دوا کے وہ بڑے بڑے سلینڈر کیا ہوئے؟"

"میں نے فرانس' روس' امریکا اور اسرائیل تک اتنی زیادہ مقدار میں دوا اسپرے کی ہے کہ اب اس کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہا۔ میں نے وہ سلینڈرز پھینک دیے ہیں۔"

اس نے مطمئن ہو کر پوچھا "اب وہ دوا بالکل نہیں رہی؟"

"نہیں' میرے اندازے سے زیادہ خرچ ہوچکی ہے۔ ہندوستان واپس جاؤں گا تو اس ماہر تجربہ کار ڈاکٹر سے اور دوا تیار کراؤں گا۔"

"اب دوا تیار کرانے کی کیا ضرورت ہے؟ جہاں بھی وہ گولیاں اور کیپسول تھے' وہ سب ناکارہ ہوچکے ہیں۔"

"ہوسکتا ہے' کہیں ایسے کچھ ذخیرے ہوں' جو ابھی میری نظروں میں نہ آئے ہوں۔"

"یہ محض تمہارا شبہ ہے ورنہ تم نے جتنی محنت کی ہے اس کے نتیجے میں تمام ذخیرے ضائع ہوچکے ہیں۔"

وہ بولا "میں ٹیلی پیتھی کی دنیا کی چالاک اور مکار ہستیوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ انہوں نے اپنے ذخیروں کو ایک جگہ نہیں' کئی جگہ چھپایا ہوگا۔ ان کی چالبازیوں کو سمجھنے میں کچھ وقت لگے گا۔"

"کیا تم وہ دوا تیار کرانے کے لیے جلد ہی انڈیا جاؤ گے؟"

"ہاں۔ میں نے اپنی آخری گولی اور کیپسول کو بھی ناکارہ بنا دیا ہے۔ ایسے میں کسی کے پاس نادیدہ بنانے والی گولی ہوگی تو وہ مجھ سے انتقام لینے کے لیے میرے پیچھے پڑ جائے گا۔ میں اس سے چھپ نہیں سکوں گا اور وہ نادیدہ بن کر مجھے زخمی کرسکتا ہے۔ مجھ پر غنودگی عمل کر کے مجھے اپنا تابعدار بنا سکتا ہے۔"

وہ بولی "واقعی ٹیلی پیتھی کی دنیا کے تمام لوگ تمہارے دشمن بن گئے ہیں۔ وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ کیا تم نے واقعی اپنی آخری گولی بھی ضائع کردی ہے؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم اتنی بڑی حماقت کرو گے۔"

"اس میں حماقت کی کیا بات ہے؟ میں نے دانش مندی کی ہے پھر میرے پاس اسپرے کرنے والی دوا ہوگی تو کوئی نادیدہ بن کر میرے سامنے نہیں آسکے گا۔ دوا کے اثر سے نظر آنے لگے گا۔"

"مگر وہ دوا کہاں ہے؟ وہ تو ختم ہوچکی ہے۔"

"ہم کل صبح کی پہلی فلائٹ سے انڈیا جائیں گے۔ وہ ڈاکٹر چند گھنٹوں میں دوا تیار کر کے دے دے گا۔"

"دوا کل تیار ہوگی اور تمہارے پاس ایک گولی بھی نہیں ہے اور تم اسے اپنی حماقت تسلیم نہیں کررہے ہو۔"

"یہ بات تمہارے سوا کوئی نہیں جانتا کہ میں نہتا ہوں اور کسی کو معلوم نہیں ہے کہ میں کہاں ہوں؟ پھر خطرہ کیا ہے؟"

"خطرہ ہے مگر میں تمہاری حفاظت کروں گی۔ شرط یہ ہے کہ تم میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو۔"

"احکامات؟ تم دوست ہو کر مجھے حکم دو گی؟"

"میں غلطیاں کرنے اور حماقتیں کرنے والوں سے دوستی نہیں کرتی۔ ان کی کھوپڑیوں میں گھس کر ان پر حکومت کرتی ہوں۔"

"شی تارا! تم یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"شٹ اپ۔ میرا نام بے تکلفی سے نہ لو۔ مجھے دیوی کہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم تو ایسا رعب اور دبدبہ دکھا رہی ہو جیسے تمہارے پاس نادیدہ بنانے والی گولی ہو اور تم نادیدہ بن کر میرے لیے مسئلہ بن جاؤ گی۔"

اس نے منہ کھول کر زبان نکال کر دکھائی۔ اس کی زبان پر ایک گولی رکھی ہوئی تھی۔ اس نے زبان اندر کرتے ہوئے کہا۔ "افسوس، تم میرے پاس چھپی ہوئی گولیوں کو ضائع نہیں کر سکے۔ یہ دیکھو، میں نادیدہ ہو رہی ہوں پھر اچانک نمودار ہو کر تمہیں زخمی کروں گی اور تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں اپنا تابعدار بناؤں گی۔"

پورس نے غور سے اس کے حلق کو دیکھا۔ اس نے گولی نگل لی تھی اور فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔ پورس نے حیرانی اور پریشانی ظاہر کی۔ ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا "تم تو واقعی نادیدہ ہو گئی ہو۔ یہ تم نے اچھا نہیں کیا ہے۔ میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔"

وہ قہقہہ لگا کر بستر سے اتر کر فرش پر آئی پھر بولی "میں تمہارے دائیں بائیں، آگے پیچھے اچانک نمودار ہو کر تمہیں چاقو سے زخمی کروں گی۔ پہلے اپنی حماقت کے نتیجے میں میرے نادیدہ ہونے کا تماشا دیکھو۔"

وہ بولتی ہوئی آئینے کے سامنے سے گزرنے لگی پھر ایک دم سے گھبرا کر ٹھٹک گئی۔ وہ آئینے میں نظر آ رہی تھی۔ اگر واقعی نادیدہ ہوتی تو آئینے میں عکس نظر نہ آتا۔ جو چیز ٹھوس ہوتی ہے، وہی آئینے میں دکھائی دیتی ہے۔

وہ سہم کر سکتے کی حالت میں پورس کو تکنے لگی۔ وہ قہقہہ لگا کر بولا "کچھ سمجھ میں آیا کہ میں کتنا بڑا احمق ہوں؟"

وہ بگڑے ہوئے حالات پر قابو پانے کے لیے جبراً مسکرا کر بولی۔ "تم احمق نہیں ہو سکتے۔ تم تو پارس سے بھی زیادہ ذہین اور چالباز ہو۔ میں تو تم سے مذاق کر رہی تھی۔ کیا میں اتنی نادان ہوں کہ ناکارہ ہونے والی گولی نگل کر تمہیں نادیدہ ہونے کا تماشا دکھاؤں گی؟"

"ایسی ہی کچھ گولیاں تمہارے لباس میں چھپی ہوئی ہیں۔ اگر تمہیں ان کے بے اثر ہونے کا علم ہوتا تو انہیں چھپا کر نہ رکھتیں۔ تمہیں گولی نگلنے سے پہلے تک یقین تھا کہ میں نے انہیں ناکارہ نہیں بنایا ہے۔"

"تم کیسے ناکارہ بنا سکتے ہو، جب کہ اسپرے کرنے والی دوا ختم ہو چکی ہے۔"

پورس نے کہا "تم زیادہ الجھن میں نہ پڑو۔ تم نے امریکا اور اسرائیل میں جہاں جہاں گولیاں اور کیپسول چھپائے ہیں، انہیں میں ضائع کر چکا ہوں۔ میجرٹی ہنٹر کے ذخیرے سے جتنے پیکٹس تم نے چرائے ہیں، ان کا سراغ نہ لگا سکا۔ بہتر ہے، مجھے بتا دو، انہیں کہاں چھپایا ہے؟"

"پورس! وہ آخری ذخیرہ ہے۔ اسے میرے پاس محفوظ رہنے دو۔ میں ان گولیوں سے محروم نہیں ہونا چاہتی۔ پلیز۔"

اس نے قریب آ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ اپنے حسن اور شباب سے اسے سمجھانے لگی۔ وہ بولا "میں جب چاہوں، تمہارے حسن اور شباب کو حاصل کر سکتا ہوں۔ ایسی جلدی بھی کیا ہے؟"

اس نے اسے دھکا دے کر الگ کر دیا۔ وہ اپنی توہین کے احساس سے تلملا گئی مگر اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تھی۔ خود کو اس سے دور نہیں کر سکتی تھی نہ سامنے سے بھاگ سکتی تھی۔ نہ نادیدہ ہو کر فرار ہو سکتی تھی۔

وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھ سے بھول ہو گئی۔ تمہارے جیسی حسین عورت کو ٹھکرانا نہیں چاہیے۔ اسے پہلی فرصت میں حاصل کر لینا چاہیے۔ آؤ۔"

اس نے آگے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں کھینچ لیا۔ دیوی کو ایسا لگا جیسے وہ آہنی شکنجے میں جکڑ گئی ہو۔ اس کی سانسیں رکنے لگیں۔ وہ بولی "کیا کر رہے ہو۔ چھوڑو۔"

"تم میری معمولہ بن کر ہی بتاؤ گی کہ وہ آخری ذخیرہ کہاں چھپایا ہے۔ اب محسوس کرو، کیا مجھے اپنے دماغ میں آنے سے روک سکو گی۔"

وہ اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس روکی لیکن اس بری طرح جکڑی ہوئی تھی کہ پھر سانس لینے پر مجبور ہو گئی۔ پورس نے اس کے اندر ایک زلزلہ پیدا کرتے ہی اس کا منہ بند کر دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگی۔

پورس نے اسے اٹھا کر بستر پر ڈال دیا۔ وہ بے حد کمزور ہو گئی تھی۔ کمزوری کے باعث اب اسے اپنے اندر محسوس نہیں کر رہی تھی۔ پورس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے سلا دیا پھر اس پر عمل کرنے لگا۔ پارس کے بعد وہ دوسرا جوان تھا، جو اسے اپنی معمولہ بنا رہا تھا۔ پارس نے تو اسے بعد میں شرافت سے چھوڑ دیا تھا۔ پتا نہیں پورس اس سے کیا سلوک کرنے والا تھا۔

دوسرے دن وہ دیر تک ایک جسم اور دو جان ہو کر سوتے رہے۔ بیدار ہونے کے بعد بھی شی تارا اس پر قربان ہوتی رہی۔ اب اسے دیوی نہیں، شی تارا ہی کہا جائے گا کیونکہ دیوی مقدس اور پارسا ہوتی ہے۔ اپنے من مندر کے دیوتا کے سوا کسی اور کو منہ نہیں لگاتی۔ پورس کے ساتھ رات گزارنے کے بعد اس کی پاکیزگی برقرار نہیں رہی تھی اس لیے اب وہ دیوی بھی نہیں رہی تھی۔

وہ ناشتے کے دوران میں بولی "مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں بدل گئی ہوں۔ مجھے اپنی زندگی نئی نئی سی لگ رہی ہے۔ کیا تمہیں بھی ایسا لگ رہا ہے؟"

وہ بولا "رات گئی، بات گئی۔ کام کی باتیں کرو۔ اب ہم روس، امریکا اور اسرائیل باری باری جائیں گے اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے معاملات کو سمجھیں گے کہ وہ کن مسائل پر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ ہم ان کی لڑائی سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

وہ بولی "تم اب تک ٹیلی پیتھی کی دنیا میں خاموش رہے تھے۔ اب عملی طور پر بہت کچھ کرنا چاہتے ہو۔"

"میں بہت کچھ کروں گا، لیکن منظرِ عام پر نہیں آؤں گا۔ تم پہلے کی طرح سامنے رہو گی اور میں تمہاری پشت پر رہوں گا۔ کبھی کسی کی نظروں میں آؤں گا تو خود کو پارس ظاہر کروں گا۔ پورس کو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ جان سکے گا۔"

"تمہارا طریقۂ کار سب سے مختلف ہے۔ نہ تم کبھی منظرِ عام پر آؤ گے اور نہ کبھی تمہیں کوئی نقصان پہنچے گا۔ پہلے ہم کس ملک میں جائیں گے؟"

"میں ابھی انڈیا جاؤں گا پھر شام تک اسپرے کرنے والی دوا لے کر واپس آ جاؤں گا۔ تم ہوٹل کے اسی کمرے میں رہو گی۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہوں گی۔"

"ایسی بے چینی کیا ہے؟ میں رات سے پہلے واپس آ جاؤں گا۔ تم مجھے دن میں تارے دکھانے والی تھیں، میں تمہیں رات کو سورج دکھاؤں گا۔"

وہ اسے ہوٹل میں چھوڑ کر اس جگہ آیا، جہاں ایک گولی اور کیپسول کو چھپا کر رکھا تھا۔ پورس شی تارا کو معمولہ بنانے کے بعد اس آخری ذخیرے کے بارے میں معلوم کر چکا تھا۔ شی تارا نے اسے جہاں چھپا دیا تھا، وہ وہاں نہیں گیا۔ ابھی جانا ضروری نہیں سمجھا۔ وہاں نہ جانے میں اس کی کوئی مصلحت ہو گی۔ وہ ایک گولی اور کیپسول لے کر انڈیا چلا آیا۔ وہاں اسپرے کرنے والی دوا کا اسٹاک تھا۔ اس بار اس نے چھوٹے چھوٹے اسپرے کین میں دوائیں بھر لیں تاکہ انہیں بہ آسانی لباس میں چھپا سکے۔

پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے شی تارا سے کہا "ہم امریکا جائیں گے۔"

"میں تمہارے ساتھ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاؤں گی مگر تم کہاں ہو؟ اور کب یہاں آ رہے ہو؟"

"میں پیرس نہیں آؤں گا۔ یہاں سے سیدھا واشنگٹن جاؤں گا۔ تم سے وہیں ملاقات ہو گی۔ تم امریکا جانے والی کسی پہلی فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کر لو۔"

"کیا تم میرے ساتھ سفر نہیں کرنا چاہتے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ دراصل میرے پاس ایک ہی گولی اور ایک ہی کیپسول ہے۔ میں کیپسول کے ذریعے تم سے پہلے وہاں پہنچ جاؤں گا۔ دوسرا کیپسول ہوتا تو تمہیں بھی لے جاتا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ بمبئی میں اپنے اہم معاملات سے نمٹ کر واشنگٹن جانا چاہتا تھا لیکن فوری نہ جا سکا۔ ناگ پاڑہ کے نئے تھانہ انچارج نے اسے طلب کیا اور کہا "سنا ہے، تم اس علاقے کے نرالے دادا ہو؟"

پورس اس کے سامنے آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ انسپکٹر غصے میں کہنا چاہتا تھا کہ وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا رہے لیکن وہ بار بار کوشش کے باوجود نہ کہہ سکا۔ پورس اس کے سامنے کرسی پر ہی نہیں، اس کے دماغ میں بھی جم کر بیٹھا ہوا تھا۔

انسپکٹر نے کہا "ٹھیک ہے بیٹھو۔ کوئی بات نہیں.... مگر میں تم جیسوں کو سر پر نہیں چڑھاتا ہوں۔ میرے ڈنڈے کے نیچے آنے والا ساری زندگی مجھے جھک جھک کر سلام کرتا ہے۔"

"کرتا ہو گا۔ آپ کو مجھ سے کیا شکایت ہے؟"

"مجھے رپورٹ ملی ہے کہ تم یہاں کسی کو دارو کا اڈا کھولنے نہیں دیتے ہو۔ کوئی نشہ کرے اور جوا کھیلے تو اس کی پٹائی کرتے ہو۔ کیا تم نے جنتا سدھار کا ٹھیکا لے رکھا ہے؟"

"شراب خانے اور جوئے کے اڈے بند کرانے کی ذمے داری پولیس کی ہے۔ تم یہ ذمے داری پوری نہیں کرتے، میں کرتا ہوں۔ یہ جو تھانے ہیں، یہ کیسے چلتے ہیں؟ سرکار کی دی ہوئی تنخواہ تمہیں پوری نہیں پڑتی۔ شراب خانوں اور جوئے کے اڈوں سے اور بے گناہوں کے خلاف جھوٹے کیس بنا کر ان سے رقم بٹورنے سے تمہیں ہزاروں لاکھوں روپے کی آمدنی ہوتی ہے۔"

وہ میز پر ہاتھ مار کر بولا "بکواس مت کرو۔" پھر وہ اچانک نرم پڑ گیا "معاف کیجیے پورس صاحب! مجھے ذرا غصہ آ گیا تھا۔ آپ درست کہتے ہیں۔ شہر میں جرائم پھولتے پھلتے ہیں تب ہی پولیس والوں کی چاندی ہوتی ہے۔"

پورس نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پھر میز پر گھونسا مار کر بولا "مجھے پہلے والا انسپکٹر نہ سمجھنا۔ میں بہت کڑک تھانے دار ہوں۔ جس علاقے میں جاتا ہوں، وہاں کے غنڈے بدمعاش میرے جوتوں میں آ کر گھس جاتے ہیں۔ تم ہو کیا چیز؟ میں ابھی تمہیں کسی بھی کیس میں اندر کر سکتا ہوں۔"

آس پاس کھڑے ہوئے ماتحت افسران اور سپاہی وغیرہ حیرانی سے نئے انسپکٹر کو دیکھ رہے تھے۔ وہ باتوں کے دوران میں اپنی وردی اتار رہا تھا۔ جب وہ اپنی پتلون اتارنے لگا تو ماتحت افسر نے آگے بڑھ کر کہا "سر! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

اس نے پوچھا "کیا کر رہا ہوں؟"

"آپ پتلون اتار رہے ہیں۔"

"تمہاری تو نہیں اتار رہا ہوں۔ دور ہٹو۔"

وہ بے چارہ دور ہٹ گیا۔ اس نے پوری وردی اتارنے کے بعد پورس سے کہا "جو فرائض پولیس والوں کے ہیں، وہ تم ادا

کررہے ہو لہٰذا میری یہ وردی تم پہن لو۔ میں جارہا ہوں۔"

جب وہ جانے لگا تو تمام ماتحتوں اور سپاہیوں نے منہ پھیر کر اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ وہ اپنے چھوٹے بچوں کو ایسی حالت میں نہیں دیکھتے تھے پھر بھلا اپنے نئے افسر کو کیسے دیکھتے؟

وہ بازار سے گزرنے لگا تو عورتیں منہ چھپانے لگیں۔ مرد چھپی چھپی تھو تھو کرنے لگے اور بچے پتھر مارنے لگے۔ پورس نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر اپنے آپ کو دیکھا پھر چیخیں مارتا ہوا دوڑتا ہوا تھانے میں واپس آیا۔ پورس وہاں سے جاچکا تھا۔ وردی میز پر پڑی ہوئی تھی۔ وہ جلدی جلدی اسے پہنتے ہوئے بولا "اچھا ہوا' وہ چلا گیا۔ آئندہ اسے تھانے میں قدم نہ رکھنے دینا۔"

اس نے ماتحتوں سے کہا "اور سنو۔ اگر وہ کبھی آجائے تو تم لوگ سب سے پہلے میری وردی پکڑ کے رکھنا۔ چھوٹا نہیں پھر میں اس سے نمٹ لوں گا۔ وہ سمجھتا کیا ہے؟ میں کرنل تھانے دار ہوں۔ بس تم سب کی آئندہ یہی ڈیوٹی ہے۔ میری وردی نہ چھوٹنا۔ پکڑ کے رکھنا۔"

پورس کے ساتھ کچھ ایسے ہی چھوٹے بڑے واقعات پیش آرہے تھے جن کے باعث اسے واشنگٹن کے لیے روانہ ہونے میں دیر ہوتی گئی۔ اس سے پہلے شی تارا وہاں پہنچ گئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "تم کہاں ہو؟ میں تم سے پہلے یہاں پہنچ گئی ہوں۔"

"میں بہت مصروف ہوگیا ہوں۔ کسی وقت بھی وہاں پہنچ جاؤں گا۔ تم بار بار میرے پاس نہ آؤ۔ کوئی ضرورت ہوگی تو میں خود تمہارے دماغ میں آؤں گا۔"

وہ معمولہ تھی۔ حکم کی بندی تھی۔ دوسری بار اس سے رابطہ نہیں کیا۔ اس کا انتظار کرنے لگی۔ ویسے کوئی ملاقات کی جگہ مقرر نہیں تھی' جہاں وہ رہ کر انتظار کرتی۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ جب بھی آئے گا تو خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرے گا پھر وہ جہاں ہوگی' وہاں پہنچ جائے گا۔

وہ فن فیئر جیسی تفریح گاہوں میں وقت گزارنے لگی۔ ایسے ہی ایک فن فیئر میں دلچسپ تماشا ہو رہا تھا۔ عورتیں اور مرد ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو کر تماشا دیکھنے میں محو تھے۔ ایسے وقت میں پارس نے جانی پہچانی جسمانی مہک کو محسوس کیا۔ اس کے سونگھنے کی حس قدرتی طور پر کچھ یوں تھی کہ جس کے ساتھ تنہائی میں وقت گزار لیتا تھا' اس کے جسم کی مخصوص بُو سے آشنا ہو جاتا تھا۔ اس بھیڑ میں اس نے اپنے بالکل قریب شی تارا کی بُو محسوس کی۔

وہاں نیم تاریکی تھی اس لیے پارس نے کسی کو توجہ سے نہیں دیکھا تھا۔ اب دیکھا تو اسے شی تارا نظر آئی۔ اگرچہ اس نے چہرے پر کچھ تبدیلیاں کی تھیں۔ تاہم پارس نے بدن کی بُو سے اسے پہچان لیا۔

پارس نے ذرا جھک کے سرگوشی میں کہا۔ "ہیلو تارا!"

شی تارا نے سر گھما کر دیکھا پھر خوش ہو کر کہا "ہائے پورس! تم آگئے؟"

وہ اس سے لپٹ گئی۔ پارس نے سر کھجاتے ہوئے سوچا "یہ پورس کیا ہوتا ہے۔ کیا یہ مجھے سکندر سے مقابلہ کرنے والا پورس سمجھ رہی ہے؟"

وہ بولی "ہائے پورس! تم نے بڑا انتظار کرایا ہے۔"

"بھئی مجھے پارس کہو۔"

"اچھا تو تم یہاں پارس بن کر رہنا چاہتے ہو۔ یہاں اس کے ہم شکل ہونے کا فائدہ اٹھاؤ گے۔"

شی تارا نے تھوڑا کہا' پارس نے زیادہ سمجھ لیا۔ اس کی باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اس کے کسی ہم شکل سے دوستی کررہی ہے۔ اس کا نام پورس ہے اور وہ پارس کو پورس سمجھ رہی ہے۔

شی تارا نے پوچھا "کیا تم اسپرے کرنے والی دوا لائے ہو؟"

"ہاں' لے آیا ہوں۔"

"میں معلوم کرنے کی کوشش کررہی ہوں کہ ہمارے کسی مخالف کے پاس گولیاں اور کیپسول ہوں گے تو انہیں ان دواؤں سے ضائع کردیا جائے گا۔"

پارس کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ پورس کے ساتھ مل کر تمام گولیاں اور کیپسول ناکارہ بنا رہی ہے۔ پورس اس کا ہم شکل بھی تھا اور اسی کے لب ولہجے میں بولتا تھا اسی لیے شی تارا اسے بلاشبہ پورس سمجھ رہی تھی۔

پارس نے سوچا' اس کے دماغ میں جانا چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ وہ سانس روکے گی اور ناراض ہوگی۔ وہ اسے منالے گا اور نہیں مانے گی تو اسے کون سی زندگی اس کے ساتھ گزارنی ہے۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے اس کے اندر پہنچا تو حیرانی ہوئی۔ شی تارا نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ صاف ظاہر ہوگیا تھا کہ وہ پورس کی معمولہ اور تابعدار ہے۔

پارس نے ایک عامل کی حیثیت سے حکم دیا کہ وہ تھوڑی دیر خاموش رہے گی۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ خاموش رہی۔ پارس نے اس کے چور خیالات پڑھے پھر اس نے کہا "جانتی ہو مجھے دیر کیوں ہوئی؟"

"کیوں ہوئی؟"

"پارس مجھ سے ٹکرا گیا تھا۔ وہ چیلنج کررہا تھا کہ پورس بن کر تمہارے پاس آئے گا۔ تم ہوشیار رہنا۔ اگر وہ آکر کہے کہ ابھی ابھی ایئرپورٹ سے آیا ہے تو سمجھ لینا وہ میں نہیں ہوں بلکہ پارس تم سے فراڈ کررہا ہے۔"

"میں اس کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ وہ پکا فراڈ ہے۔ میں تو اسے دور سے پہچان لیتی ہوں۔ اسے قریب آنے ہی نہیں دوں گی۔"

وہ فن فیئر سے باہر آئے۔ پارس نے پوچھا "تم نے کہاں ٹھکانا بنایا ہے؟ یہاں سے کہیں دور رہتی ہو۔"

"زیادہ دور نہیں ہے۔ میں نے ایک چھوٹا سا بنگلا کرائے پر لیا ہے۔ ہم میاں بیوی کی طرح رہیں گے۔ کسی کو شک نہیں ہوگا۔"

"مجھے تو شبہ ہے۔ تم پارس کی بیوی بن کر نہ رہ سکیں' میری بن کر کیسے رہو گی۔"

وہ گلے کا ہار بن کر بولی "میں نے پارس کو اس لیے ٹھکرایا ہے کہ میرے نصیب میں تم لکھے گئے ہو۔"

"تمہیں تو پتا ہی نہیں چلتا پٹڑی بدل کر پھر اسی اسٹیشن پر پہنچ جاتی ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ پہلے پارس ملا' پھر پورس ملا پھر کوئی پیرس ملے گا تو فوراً پٹڑی بدل کر پیرس کی ہو جاؤ گی۔"

"مجھے ایسا نہ سمجھو۔ میں وفا کی دیوی ہوں۔"

"ہاں۔ یہ مجھ سے بہتر کون جانتا ہے۔ وفاداری تو تم پر ختم ہے۔ جس سے وفا کرتی ہو اسے ختم کردیتی ہو۔"

وہ اپنی گردن سے اس کی بانہیں الگ کرتے ہوئے بولا "بھئی ہم ہندوستانی ہیں۔ یہ امریکا والے تو گردن میں بانہیں ڈال کر فٹ پاتھ کو بھی بیڈ روم بنا لیتے ہیں۔"

"تو پھر بیڈ روم میں چلو۔ ہمارا بنگلا قریب ہے۔"

"پہلے کام کریں گے پھر آرام کریں گے۔ پارس نے مجھے چیلنج کیا ہے کہ وہ میری جگہ آکر پورس بن کر تمہیں الّو بنائے گا۔ کیا تم اسے منہ توڑ جواب نہیں دو گی۔"

"تم منہ توڑ جواب دینے کی بات کرتے ہو' میں تو اس کا منہ توڑ دینا چاہتی ہوں۔"

"صرف کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ پارس سامنے رہتا ہے تو اس کے گلے لگ جاتی ہو۔"

"میں ابھی تمہارے گلے لگ رہی تھی۔ اگر تمہاری جگہ وہ ہوتا تو... تو....."

"زیادہ نہ بولو' بلڈ پریشر بڑھ جائے گا۔"

"تم اسے منہ توڑ جواب دینے کی بات کررہے تھے۔ مجھے بتاؤ کیا کرنا ہے؟"

"کیا تمہیں پتا ہے' پارس نے جان کولن کو گولی ماردی ہے؟"

"کیا واقعی؟"

"ہاں مگر وہ زندہ ہے۔ آپریشن کے ذریعے گولی نکال دی گئی ہے۔ ہم اس زخمی کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے حالات معلوم کرسکتے ہیں کہ ان کے درمیان کس بات پر لڑائی ہورہی ہے۔"

"جان کولن میرے اچھے اتحادیوں میں سے ہے۔ میں اس کی مدد کروں گی۔"

وہ دونوں ایک قریبی پارک میں آکر بیٹھ گئے۔ شی تارا' جان کولن کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ اسے پتا چلا کہ وہ سونیا کو ایرانی میزبانوں کے درمیان قتل کرنا چاہتا تھا' اس سے پہلے پارس نے اسے گولی ماردی۔

وہ نفرت سے بولی "وہ بہت ہی ذلیل اور کمینہ ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو۔ وہ سن لے گا تو تمہارے منہ پر تھوک دے گا۔"

"تھوکنے کے لیے سامنے آنا ہوگا۔ میں اسے بار بار کمینہ۔ کمینہ۔ کمینہ..... کہوں گی۔"

پارس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے غائب دماغ کیا پھر اس کی آنکھیں بند کرائیں۔ اس نے بند آنکھوں کے پیچھے پارس کو دیکھا۔ وہ غصے سے کہہ رہا تھا "تم نے مجھے کمینہ کہا ہے۔ میں تمہارے منہ پر تھوکتا ہوں۔ آخ تھو۔"

بند آنکھوں کے پیچھے پارس نے اس کے منہ پر تھوک دیا۔ شی تارا نے محسوس کیا کہ اس کے منہ پر خاصا تھوک پھیل رہا ہے۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ہاتھ چہرے پر لے جا کر دیکھا تو سچ مچ پارس کا لعاب دہن تھا۔

اس نے حیران ہو کر دیکھا۔ پورس (پارس) اس سے دور گھاس پر ایک کتے سے کھیل رہا تھا۔ وہ جلدی سے اپنا اسکارف لے کر چہرے کو رگڑ رگڑ کر پونچھنے لگی تاکہ وہ نہ دیکھ سکے۔ وہ حیران ہو رہی تھی کہ اس کے چہرے پر تھوک کہاں سے آگیا۔ وہ اس پر شبہ نہیں کرسکتی تھی کیونکہ وہ اس سے دور تھا پھر وہ اس کی یا پورس کی معمولہ تھی اس لیے یہ نہ سوچ سکی کہ اسے غائب دماغ بنا کر اور خیالی پارس کے سامنے پہنچا کر ایسا کیا گیا ہے۔

پارس کتے کو اس کی مالکہ کے حوالے کرکے اس کے پاس آیا پھر اس کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔ وہ دوبارہ چہرے کو اسکارف سے پونچھتے ہوئے بولی "کک..... کیا دیکھ رہے ہو؟"

اس کے دل میں چور تھا۔ وہ پارس سے چھپانا چاہتی تھی کہ ابھی ابھی اس پر کیا گزری ہے۔ وہ پارس کی نظروں سے گھبرا کر بولی۔ "تم تو ایسے دیکھ رہے ہو جیسے مجھ پر داغ لگ گیا ہے۔"

"بہت سے داغ ایسے ہوتے ہیں' جو دکھائی دینے سے پہلے ہی چھپا لیے جاتے ہیں۔ ویسے تمہارے چہرے پر تو کوئی داغ نہیں ہے۔"

وہ مطمئن ہوگئی پھر بولی "میں جان کولن کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ ایک اچھے موقع سے فائدہ اٹھا کر سونیا کو ہلاک کرنا چاہتا تھا اور وہ ضرور کامیاب ہو جاتا مگر اس کم بخت نے....."

وہ منہ سے گالی نکالتے نکالتے رک گئی۔ سہم کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ کہیں وہ تھوکنے والا تو نہیں آگیا؟ پارس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

کیا جواب دیتی؟ بری طرح الجھی ہوئی تھی کہ جس حسین چہرے پر ناز تھا اس پر لعاب دہن کہاں سے آگیا ہے۔ جبکہ پارس وہاں نہیں تھا۔ پارس نے پھر پوچھا "تم کچھ الجھی ہوئی سی ہو؟"

وہ بات بناتے ہوئے بولی "جب بھی اس کم۔ میرا مطلب ہے جب بھی اس کم۔ بخت کی بات کرتی ہوں تو الجھ جاتی ہوں۔"

"دراصل تم لاشعوری طور پر اس سے متاثر بھی ہو اور مرعوب بھی ہو۔"

"میں اس پر لعنت۔ لعنت۔" وہ جھنجلا کر بولی "اس کی بات نہ کرو۔ ہم ابھی جان کولن کی باتیں کر رہے تھے۔ ہمیں یہ سمجھنا ہے کہ اس نے جان کولن کو جان سے کیوں نہیں مارا؟"

"کس نے؟"

"بھئی اسی نے۔ میں اپنی زبان سے اس کا نام لینا نہیں چاہتی۔"

"اچھا پارس کی بات کر رہی ہو۔"

"تم اس کا نام لیے بغیر بھی باتیں کر سکتے ہو۔"

"مشرقی عورتیں نام نہیں لیتیں۔ کہتی ہیں جان کولن کو منے کے ابا نے گولی ماری تھی۔ اب ہم جان کولن کا انتقام منے کے ابا سے لیں گے۔"

"پلیز! جان کولن کے پاس چلو۔ ہم اسے تسلیاں دیں گے۔"

وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے جان کولن کے اندر آگئے۔ وہ جس اسپتال میں تھا وہاں اس کے لیے سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے۔ وہ بولی "ہیلو مسٹر کولن! کیسے ہو؟"

"آہ! دیوی یہ تم ہو؟ میں تو ایسا اپاہج بن گیا ہوں کہ ہاتھ ہلا کر مکھیاں بھی نہیں اڑا سکتا۔ کسی دوست یا دشمن کو بھلا کیا روک سکوں گا۔"

"میں دوست ہوں۔ تمہاری مدد کے لیے آئی ہوں۔"

"تم میری مدد کیوں کرنا چاہتی ہو؟"

"میں نے قسم کھائی ہے' جہاں بھی منے کے ابا۔" وہ کہتے کہتے رک گئی "جہاں بھی پارس دشمنی کرنے کے لیے آئے گا۔"

پارس نے اس کے دماغ میں کہا "نام نہ لو۔ نکاح ٹوٹ جائے گا۔"

"پلیز! مذاق نہ کرو۔ مجھے جان کولن سے بات کرنے دو۔"

پھر وہ اس سے بولی "وہ تم سے دشمنی کر رہا ہے۔ اب نہیں کر سکے گا۔ مجھے بتاؤ تم اس سے کس طرح انتقام لینا چاہتے ہو؟"

"آہ! کیسے بتاؤں۔ تمہیں جو کچھ بتاؤں گا' وہ سب کچھ پارس میرے اندر آکر سن لے گا۔"

"وہ سن کر تمہیں ذہنی اذیتیں پہنچائے گا۔ وہ تو تمہارے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہی رہے گا۔ ابھی جو اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے' میں اس کا انتقام لوں گی مگر ابھی تمہیں نہیں بتاؤں گی ورنہ جب وہ تمہارے پاس آئے گا تو تمہارے چور خیالات پڑھ کر میرا ارادہ معلوم کرلے گا۔ میں ابھی جا رہی ہوں۔ واپس آکر خوش خبری سناؤں گی۔"

وہ پارک میں دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ پارس گھاس پر آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا اور خراٹے لے رہا تھا۔ وہ اسے جھنجوڑ کر بولی۔ "پورس! اٹھو تمہارا انداز بالکل اسی کی طرح ہے۔ وہ چند سیکنڈ میں گہری نیند کے خراٹے لینے لگتا ہے۔"

وہ گھاس پر بیٹھ کر بولا "ہاں تو جان کولن کیا کہہ رہا تھا؟"

"وہ بے چارہ مجھ سے کچھ بولتا تو پارس اس کے دماغ میں آکر سن لیتا۔ میں نے بھی اس کے دماغ میں یہ نہیں کہا کہ میں کس طرح اس گدھے سے انتقام لوں گی۔ میں تمہیں بتا رہی ہوں۔"

"گدھے کے کان لمبے ہوتے ہیں۔ تم میرے کان میں بتاؤ۔"

وہ کان اس کے قریب لے آیا۔ وہ سرگوشی کے انداز میں بولی۔ "جان کولن سونیا کو ہلاک کرنا چاہتا تھا لیکن نہ کر سکا۔ اس کا منصوبہ میں پورا کروں گی۔ تم میرا ساتھ دو گے تو سونیا ایران سے زندہ واپس نہیں آسکے گی۔"

پارس نے دل میں کہا 'الو کی پٹھی! میری ماں کو ہلاک کرنے کے لیے مجھ سے مدد مانگ رہی ہے۔' پھر وہ بولا "جان کولن تمہارا رشتے دار نہیں ہے۔ اس کے اور سونیا کے معاملات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تعلق نہ ہو مگر سونیا اس کی ماں ہے۔ میں اس کی ماں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

پارس اپنی ممّا کے لیے ایسے الفاظ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ایسا کہنے والی کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر گھاس پر گر کر تڑپنے لگی۔ دماغ بری طرح دکھنے لگا پھر بھی معمولی سا جھٹکا تھا۔ تھوڑی دیر میں آرام آنے لگا۔ پارس نے پوچھا "کیا ہوگیا؟ تم اس طرح تڑپ رہی ہو۔ تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

وہ کراہتے ہوئے بولی "وہ دشمن ضرور میرے دماغ میں آیا ہے۔ ابھی میرے دماغ میں زلزلہ پیدا ہوا تھا۔"

پارس نے اس کے دماغ میں پہنچ کر للکارتے ہوئے کہا "پارس تمہاری یہ مجال! تم میری داشتہ کو تکلیف پہنچا رہے ہو۔"

شی تارا نے کہا "مجھے داشتہ کیوں کہہ رہے ہو؟"

"تم سے شادی نہیں ہوئی ہے اور کیا کہوں گا۔ میں تو مہذب الفاظ میں کہہ رہا ہوں ورنہ اس سے بھی گرے ہوئے الفاظ کہے جاتے ہیں۔ اس وقت میں غصے میں ہوں۔ پارس کے مقابلے میں ہوں۔"

شی تارا کو اپنے اندر جواباً ایک آواز سنائی دی "ابے او پورس کی اولاد! تو مجھ سے کیا مقابلہ کرے گا۔ میرا نام پارس ہے۔ اس نے میری ماں کو ہلاک کرنے کی بات سوچی ہے۔ اسے اس کی سزا ضرور ملے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے پھر اس کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔

وہ پھر چیخ مار کر گھاس پر گری اور تڑپنے لگی۔ پارس نے اس کا سر سہلاتے ہوئے کہا "آہ! داشتہ بیگم کے ساتھ کتنا ظلم ہو رہا ہے۔ میرا نام پورس ہے۔ میں تمہارے دشمن پارس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

پھر اس نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "یہ تمہارا پورس صرف تمہارا سر سہلاتا رہے گا۔ میں تمہیں اپنی ماں کی طرف جانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے پھر زلزلہ پیدا کیا۔ پہلے دو زلزلے بہت تھے۔ وہ دماغی تکلیف سے کمزور ہو گئی تھی۔ تیسرا زلزلہ برداشت نہ کر سکی اور بے ہوش ہو گئی۔

پارس وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پارک میں گھومنے والوں نے اس پر توجہ دی۔ اسے بے ہوش پا کر ایمبولینس بلائی پھر اسے اسپتال پہنچا دیا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو خود کو اسپتال میں پایا۔ وہ کمرے میں تنہا تھی۔ اسے پورس نظر نہیں آیا۔ اس کا دماغ ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں تھا۔ وہ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں بلا سکتی تھی۔ کمرے میں کسی کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اسے اپنے دماغ میں آواز سنائی دی "ہیلو شی تارا! تم اسپتال کیسے پہنچ گئیں؟"

"پورس! تم تو جانتے ہو۔ پارک میں تمہارے سامنے میرے ساتھ کیا ہوتا رہا۔"

"کیا ہو تا رہا ہے؟ میں کیسے جان سکتا ہوں؟ میں ابھی انڈیا سے آیا ہوں۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ میرے ساتھ کئی گھنٹوں تک فن فیئر اور پارک میں رہے اور کہہ رہے ہو کہ ابھی انڈیا سے آ رہا ہوں۔"

"کیا میں تمہارے ساتھ کئی گھنٹوں تک رہا؟ اس کا مطلب ہے پارس تمہارے قریب پہنچ چکا ہے اور تمہیں دھوکا دے رہا ہے۔"

"وہ جسمانی طور پر میرے قریب نہیں آیا تھا۔ اس دشمن نے میرے دماغ کے اندر آ کر زلزلہ پیدا کیا تھا۔ میری حالت دیکھو۔ اس نے مجھے اسپتال پہنچا دیا ہے۔ تم میرے پاس تھے۔ میرا سر سہلا رہے تھے۔"

"او گاڈ! پارس نے اپنا شیطانی چکر شروع کر دیا ہے۔ میں یہاں اس کا ہم شکل ہونے کا فائدہ اٹھانے کے لیے آیا ہوں۔ اس سے پہلے وہ ہم شکل ہونے کا نقصان تمہیں پہنچا چکا ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ پارس جسمانی طور پر پاس تھا اور خود کو پورس کہہ رہا تھا؟"

"ہاں۔ وہ کئی گھنٹوں تک تمہیں بے وقوف بناتا رہا اور تم بنتی رہیں۔"

"ہے بھگوان! وہ شیطان میرے نصیب میں کیوں لکھا ہوا ہے؟ میں جہاں جاتی ہوں، وہاں پہنچ جاتا ہے۔ سنو پورس! میں تمہاری وجہ سے کمزور بن گئی ہوں۔ اگر گولیاں اور کیپسول ہوتے تو وہ میرے قریب نہ آ تا کیونکہ میں نادیدہ بنی رہتی۔"

"پھر بھی تم جسمانی طور پر اس کے قریب پہنچ جاتیں۔ وہ خود کو پورس کہتا تو اس وقت بھی تم اس کے جھانسے میں آ جاتیں۔"

"بڑی مشکل ہے، وہ تو آئندہ بھی عذاب جان بنا رہے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ میں کچھ ایسی تدبیر کروں گا کہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔ میں اپنی ایسی شناخت بتاؤں گا کہ وہ تمہیں دھوکا دینے کے لیے پورس نہیں بن سکے گا۔"

"تم پارس کا قصہ ختم کیوں نہیں کر دیتے؟"

"اس سے میری ایسی دشمنی نہیں ہے کہ اس کی جان لے لوں۔"

"اس نے تمہاری شی تارا کو اسپتال پہنچا دیا اور تم کہتے ہو، اس سے دشمنی نہیں ہے۔ کیا تم اس سے کمتر اور کمزور ہو؟"

"آنے والا وقت بتائے گا کہ میں کسی سے کمتر اور کمزور نہیں ہوں۔ بھگوان نہ کرے وہ وقت آئے کہ کبھی پارس اور اس کے باپ سے ٹکراؤ ہو ...اگر ایسا ہوا تو پھر دنیا دیکھے گی کہ فرہاد علی تیمور جیسے پہاڑ کے سامنے پورس جیسا پہاڑ آ گیا ہے۔ اس پہاڑ کو فرہاد کی پوری فیملی کاٹ نہیں سکے گی لیکن....."

"لیکن کیا؟"

"یہی کہ اس فیملی سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں تمہیں پارس سے محفوظ رکھنے کی تدبیر کروں گا مگر اس سے جنگ نہیں کروں گا۔ میری طرف سے کبھی دشمنی کی ابتدا نہیں ہو گی۔"

"پھر امریکا کیوں آئے ہو؟ ان سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟"

"روس، امریکا اور اسرائیل سپر پاور کہلانے کے لیے دشمنی نہ ہو، تب بھی دشمنی کی راہیں کھولتے ہیں۔ ہمارے دیس کے نیتا کبھی روس اور کبھی امریکا کی جی حضوری کرتے ہیں۔ میں اپنے بھارت کو ان بڑے ممالک کی سطح پر لاؤں گا اور اس کے لیے میری ان سے کھلی جنگ ہو گی۔"

"میں اس جنگ میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ تم مجھے پارس سے نجات دلاؤ۔"

"تمہیں اس سے نجات ملے گی لیکن تمہیں اپنے دیس سے زیادہ اپنی ذات سے محبت ہے۔ تم آج تک خود کو سب سے برتر رکھنے کے لیے جدوجہد کرتی رہیں۔ تم میرے ساتھ بھارت کو سپر پاور بنانے کی جنگ نہیں لڑ سکو گی اور میں اس سلسلے میں تمہارا یا کسی کا محتاج نہیں ہوں۔"

شی تارا نے اسے طعنہ دیا "تم پارس کے محتاج ہو۔ اس کے ہم شکل ہونے کا فائدہ اٹھانے آئے ہو۔ تم یہاں مخالفانہ کارروائیاں کرو گے تو کیا یہ پارس سے دشمنی نہیں ہو گی؟"

"ہو گی مگر کوئی جان لیوا دشمنی نہیں ہو گی، جیسا تم چاہتی ہو۔"

"دشمنی پہلے معمولی ہوتی ہے پھر رفتہ رفتہ خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ تمہارے اور پارس کے درمیان بھی دشمنی رفتہ رفتہ بڑھے گی پھر وہی ہو گا، جو آج میں چاہتی ہوں۔"

"بعد کی باتیں بعد میں ہوں گی۔ ابھی میں تمہیں پارس سے نجات دلاؤں گا۔"

وہ اسے نجات دلانے کی تدبیر کرنے لگا۔

چند امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران نے ایک خفیہ میٹنگ میں فیصلہ کیا کہ جان کولن کو ریٹائر کر دیا جائے اور اس کی جگہ دوسرے ذہین اور تیز طرار ٹیلی پیتھی جاننے والے کو لایا جائے۔ انہوں نے متفقہ طور پر ایک ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے شخص کو جان کولن کا عہدہ دیا، جو مکار، چال باز اور نہایت ہی بے رحم تھا۔ ایسا بے رحم جلاد تھا کہ اپنے حلقے میں مین کلر کہلاتا تھا۔

مین کلر نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیڈر کا عہدہ سنبھالتے ہی اپنے ماتحتوں کو حکم دیا "جتنی جلدی ہو سکے، پارس کا سراغ لگاؤ۔ مجھے صرف اتنا بتا دو، وہ کہاں ہے؟ اور کس بھیس میں ہے؟ پھر میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

یہ معلوم تھا کہ پارس اسی شہر میں ہے۔ مین کلر کے تمام ماتحت اسے تلاش کرنے لگے۔ ہر ماتحت کے پاس اس کی تصویر تھی۔ وہ ہر جگہ جا کر اس کی تصویر دکھا کر پوچھتے تھے "کیا اس جوان کو کہیں دیکھا ہے؟

ایک اسپتال کے انچارج نے کہا "ہاں۔ یہ جوان یہاں آتا ہے۔ اسپیشل وارڈ کے کمرا نمبر دو سو گیارہ میں ایک حسین عورت بیمار ہے۔ اس سے ملنے آتا ہے۔"

کمرا نمبر دو سو گیارہ میں شی تارا تھی۔ اسپتال میں اس کا دوسرا دن تھا۔ پورس نے مشورہ دیا تھا کہ جب تک توانائی بحال نہ ہو، اسے اسپتال میں رہنا چاہیے۔

مین کلر کے کئی مسلح ماتحت اسپتال کے اس کمرے میں پہنچے تو انہیں شی تارا کے پاس بیٹھا ہوا پورس مل گیا۔ وہ لوگ کسی پورس کو نہیں جانتے تھے۔ وہ ان کے لیے پارس تھا۔ انہوں نے شی تارا کو نہیں پہچانا۔ وہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ نہیں تھی۔

انہوں نے اچانک کمرے میں گھس کر اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس نے پریشان ہو کر دیکھا۔ ہر ایک نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا۔ وہ فرار ہونے کی کوشش کرتا تو اسے گولی مار دی جاتی۔ اس نے ایسی کوئی حماقت نہیں کی۔ اسے ہتھکڑی پہنا دی گئی۔

شی تارا نے پریشان ہو کر کہا "تم لوگ اسے کیوں گرفتار کر رہے ہو؟ اس کا جرم کیا ہے؟"

ایک نے کہا "یہ امریکا کا سب سے بڑا دشمن پارس ہے۔"

وہ بولی "یہ پارس نہیں ہے، پورس ہے۔ تم اس کی صورت سے دھوکا کھا رہے ہو۔ یہ پارس کا ہم شکل ہے۔"

"یہ پارس ہے یا نہیں، اس کا فیصلہ ہمارے سینئر آفیسران کریں گے۔"

مین کلر اپنے ایک ماتحت کے دماغ میں رہ کر پورس کو گرفتار کرنے والی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اس نے سوچا، جس عورت سے ملنے پارس اسپتال آتا ہے، وہ کوئی معمولی عورت نہیں ہو گی۔ اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہیے۔

وہ شی تارا کے دماغ میں پہنچا تو اس کے خیالات پڑھ کر حیران رہ گیا۔ اسے یقین نہیں آیا کہ دیوی جیسی سرکش اور مغرور عورت اتنی آسانی سے ہاتھ آ رہی ہے۔ اس نے دوبارہ اس کے خیالات پڑھے پھر اس کے دیوی شی تارا ہونے کا یقین آیا۔ اس نے خوش ہو کر سوچ کے ذریعے کہا "ہیلو دیوی جی! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک بڑا عہدہ سنبھالتے ہی تم اور پارس بیک وقت میری گرفت میں آ جاؤ گے۔ آج مجھ جیسا خوش نصیب کوئی نہیں ہو گا۔"

شی تارا نے پریشان ہو کر کہا "پورس! اپنی حماقت کا نتیجہ دیکھ لو۔ آج ہمارے پاس گولیاں ہوتیں تو کیا یہ لوگ ہمیں گرفتار کر سکتے تھے؟"

مین کلر نے شی تارا سے کہا "تم اسے بار بار پورس کیوں کہہ رہی ہو۔ کیا نام بدلنے سے ہم مان لیں گے کہ یہ پارس نہیں ہے۔"

وہ بولی "واقعی یہ پارس نہیں ہے اور پورس! تم خاموش کیوں ہو۔ انہیں بتاتے کیوں نہیں کہ تم میرے پورس ہو؟"

وہ بولا "جب میں پورس نہیں ہوں تو کیسے خود کو پورس کہہ دوں؟"

وہ حیرانی سے بولی "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"وہی کہہ رہا ہوں جو تم سن رہی ہو۔ میں نے آج تک پورس نامی کسی ہم شکل کو نہیں دیکھا ہے۔ میں پارس ہوں۔"

وہ غصے سے بولی "کیا تم پورس بن کر مجھے دھوکا دیتے رہے ہو؟"

"میں دھوکا کیوں دوں گا۔ تم خود ہی دھوکا کھاتی رہی ہو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "پھر تو اچھا ہوا، مجھے فریب دیتے دیتے تم خود بھی گرفتار ہو گئے ہو۔"

مین کلر، شی تارا کے دماغ میں تھا۔ وہ سوچ کے ذریعے بولا "میں نہیں جانتی تھی کہ یہ پارس ہے۔ اپنا ایک ساتھی سمجھ کر اس کی حمایت کر رہی تھی۔ تم جان کولن کی جگہ آئے ہو اور آتے ہی پارس جیسے چال باز کو گرفتار کرنے کا اعزاز حاصل کر رہے ہو۔ میں بہت خوش ہوں۔ اسے میری نظروں سے دور لے جاؤ۔"

مین کلر نے کہا "دیوی جی! صرف پارس ہی نہیں، تم بھی قیدی بن کر چلی آؤ۔"

"میں اپنی موجودہ پوزیشن کو سمجھ رہی ہوں۔ اس میں شبہ نہیں کہ تم دانش مند ہو۔ میں چاہتی ہوں مزید دانش مندی سے کام لو۔ مجھے قیدی بنا کر اپنے اکابرین کے سامنے پیش نہ کرو۔ مجھ سے خفیہ

سمجھوتا کرلو۔"

"تم کیا سمجھوتا کرنا چاہتی ہو؟"

"میں تمہاری دوست اور وفادار بن کر رہوں گی۔ میں نے ماضی میں کیسے کیسے کارنامے انجام دیے ہیں اور کس طرح اپنا رعب اور دبدبہ قائم کرتی رہی ہوں' یہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہوگا۔ اگر میں تمہاری معاون بن کر خفیہ طور سے تمہارے ہر مشن میں شریک رہوں گی تو کامیابی تمہارے قدم چومتی رہے گی۔"

"تمہاری بات دل کو لگ رہی ہے۔ یوں بھی حسین عورت دل کو لگتی ہی ہے۔ تم مجھ سے زیادہ ٹیلی پیتھی کے میدان میں سرگرم رہی ہو۔ میں مانتا ہوں کہ تمہارے تجربات مجھ سے زیادہ ہیں۔ میں .....اپنی معمولہ اور داشتہ بنا کر تمہیں ہمیشہ اپنے پاس رکھوں گا۔"

"مجھے داشتہ بنانے کی بات نہ کرو۔ یہ شرم کی بات ہے۔ کام کی بات کرو۔ کیا تمہارے یہ آدمی مجھے بھی ہتھکڑی پہنا کر لے جائیں گے؟"

"نہیں' ابھی یہ کوئی نہیں جانتا کہ تم دیوی شی تارا ہو۔ میں کسی پر یہ ظاہر نہیں کروں گا۔"

"تم بہت اچھے ہو اور بڑی ذہانت سے کام لے رہے ہو۔"

مین کلر نے اپنے ماتحتوں سے کہا "پارس کو یہاں لے آؤ' بہت محتاط رہو ورنہ یہ چالباز فرار ہونے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے گا۔"

پورس کو پہلے ہی ہتھکڑیاں لگادی گئی تھیں۔ وہ تمام ماتحت اسے دونوں طرف سے جکڑ کر لے گئے۔

پورس جانتا تھا کہ وہ پارس کے نام سے قیدی بنے گا اور خود کو پارس کہتا رہے گا تو وہ جان کے دشمن اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس کے باوجود وہ خود کو پارس کہہ کر سزائے موت کی طرف جارہا تھا جبکہ وہ ایسا نادان نہیں تھا۔ وہ کس حکمتِ عملی کے تحت ایسا کررہا تھا' یہ وہی جانتا تھا۔

مین کلر نے شی تارا سے کہا "وہ پارس کو لے کر چلے گئے۔ تم آزاد ہو۔ اگر میرے سینئر افسران تمہارے بارے میں پوچھیں گے تو میں کہہ دوں گا کہ تم ایک عام سی مریضہ تھیں۔ پارس تم میں دلچسپی لے رہا تھا اس لیے تمہارے پاس آیا تھا ورنہ ہمارے معاملات سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تم واقعی بڑی ذہانت سے کام لے رہے ہو۔ تم دیکھو گے کہ آئندہ میری ذات سے تمہیں کتنے فائدے پہنچتے رہیں گے۔"

"آج شام تک اسپتال سے تمہاری چھٹی ہونے والی ہے۔ تم شام تک انتظار نہ کرو' ابھی چلی آؤ۔"

وہ بستر سے اٹھ گئی۔ وہاں سے جانے کی تیاری کرتے ہوئے بولی "ہماری ملاقات کہاں ہوگی؟"

"تم اسپتال سے نکلو۔ میں تمہارے اندر رہ کر گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

پارس کو گرفتار کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ تمام اکابرین مین کلر کے اس کارنامے سے بہت خوش ہورہے تھے۔ پورس کو آہنی سلاخوں کے پیچھے قید کردیا گیا تھا۔ اتنا سخت پہرا لگایا گیا تھا کہ کوئی بڑا حاکم یا بڑا افسر بھی آکر اس سے نہیں مل سکتا تھا۔ کسی کو اس سے بات کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔

اکابرین پوچھ رہے تھے کہ مین کلر اتنا بڑا کارنامہ انجام دے کر کہاں چلا گیا ہے؟ ایک ماتحت نے کہا "وہ پارس کے سلسلے میں ہی دوسری جگہ مصروف ہیں۔ جلد ہی آئیں گے۔"

وہ شی تارا کو اپنی خفیہ رہائش گاہ میں بلا کر کہہ رہا تھا "تم ابھی کمزور ہو' تھکی ہوئی ہو' آرام کرو۔"

وہ بستر پر لیٹ گئی۔ چونکہ دماغ کمزور تھا اس لیے اسے اپنے اندر آنے سے روک نہیں سکتی تھی۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے سلا دیا پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔

اس دیوی کہلانے والی شی تارا کے مقدر میں گویا یہ لکھ دیا گیا تھا کہ جہاں جائے گی' جس کے پاس پہنچے گی' اس کی معمولہ اور داشتہ بن کر رہ جائے گی۔ انسان جب اپنے اعمال کی سزا پاتا ہے تو یہ سمجھ نہیں پاتا کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا پارہا ہے۔ شی تارا بھی یہی سمجھ رہی تھی کہ وہ سزا نہیں پارہی ہے بلکہ بڑی چالاکی سے مین کلر کو پھانس رہی ہے۔ ایسی چالاکی اس نے پارس کے ساتھ بھی کی تھی' پورس کے ساتھ بھی کی تھی اور ایسی ہی چال چلنے کے لیے مین کلر کے پاس بھی آئی تھی مگر ہمیشہ کی طرح معمولہ اور داشتہ بن رہی تھی۔

مین کلر نے اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اب وہ اس کی خفیہ رہائش گاہ سے کہیں باہر نہیں جاسکتی تھی۔ اس نے اپنے اکابرین کے سامنے حاضر ہو کر کہا "میں اب تک مختلف ذرائع سے یہ تصدیق کررہا تھا کہ جسے میں نے گرفتار کیا ہے' وہ واقعی پارس ہے یا نہیں؟"

ایک حاکم نے پوچھا "کیا تصدیق ہوگئی؟"

اسے تو شی تارا کے بیان سے ہی معلوم ہوگیا تھا اور خود پارس نے بھی اعتراف کیا تھا۔ اس سے زیادہ اور کیا تصدیق ہوتی۔ اس نے حاکم سے کہا "جی ہاں! وہ کسی شک و شبے کے بغیر پارس ہے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "تمہارے خیال میں اب ہمارا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے؟"

"پارس سونیا کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ اسے یرغمال بنا کر ہم سونیا پر دباؤ ڈالیں گے کہ وہ پارس کی رہائی چاہتی ہے تو ایران سے چلی جائے۔"

ایک افسر نے کہا "پارس ہمارا بہت بڑا شکار ہے اور تم سونیا سے ایک معمولی سی شرط منوا کر اسے رہا کرنا چاہتے ہو۔"

مین کلر نے کہا "آپ پہلے میری پوری پلاننگ سن لیں۔"

"ٹھیک ہے' آگے بولو۔"

"سونیا کو ہلاک کرنے کی ایک کوشش ناکام ہوچکی ہے لیکن میں اپنی کوشش میں ناکام نہیں رہوں گا۔"

"تمہیں کامیابی کا یقین کیسے ہے؟"

"ایسے ہے کہ میں سونیا سے بہت معمولی شرط منواؤں گا۔ اسے ایران چھوڑنے کے لیے صرف دو گھنٹے کی مہلت دوں گا۔ وہ اپنے بیٹے کی خاطر دو گھنٹے کے اندر کسی خصوصی طیارے سے جائے گی۔ اس طرح صحیح معلومات رہے گی کہ اس خصوصی طیارے سے جانے والی سونیا ہی ہے پھر اسے گولیوں سے چھلنی کرتے وقت ہم کوئی دھوکا نہیں کھائیں گے۔"

"سونیا بہت مکار ہے۔ وہ اپنی کسی ڈمی کو اس خصوصی طیارے میں بھیج سکتی ہے۔"

"اس بار وہ مکاری نہیں دکھا سکے گی۔ پارس کی رہائی کے لیے میری دوسری شرط یہ ہوگی کہ میں مسلسل اس کے دماغ میں موجود رہوں گا اور یقین کرتا رہوں گا کہ وہ سونیا ہے۔ مجھے اس سلسلے میں ذرا بھی شبہ ہوگا تو پھر پارس کو رہا نہیں کیا جائے گا۔ اسے دوسری دنیا میں پہنچا دیا جائے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "بے شک اس طرح ہم دھوکا نہیں کھائیں گے۔ تم نے بڑی ٹھوس پلاننگ کی ہے۔ اس پر فوراً عمل کرو۔"

تمام اکابرین نے بھی اطمینان کا اظہار کیا۔ مین کلر نے اپنے ایک ماتحت کو پارس کے پاس قید خانے میں بھیجا پھر اس کے ذریعے بولا "پارس! کیا تم سمجھتے ہو کہ اس قید سے نکل سکو گے؟ کیا تمہارے ماں باپ ہم پر کسی طرح کا دباؤ ڈال کر تمہیں رہا کرا سکیں گے؟"

"میں ایسا کچھ نہیں سوچ رہا ہوں' البتہ یہ چاہتا ہوں کہ دانشمندی سے کوئی سمجھوتا ہوجائے اور سمجھوتے کے نتیجے میں مجھے رہائی مل جائے۔"

"تم میرے دل کی بات کہہ رہے ہو' میں ایک معمولی سی شرط منوا کر تمہیں رہا کرسکتا ہوں۔"

"وہ شرط کیا ہے؟"

"ہم نہیں چاہتے کہ میڈم سونیا ایران میں رہیں۔ ہماری صرف اتنی سی بات مان لیں کہ وہ ملک چھوڑ دیں' جیسے ہی وہ ملک چھوڑیں گی' تمہیں یہاں سے رہائی مل جائے گی۔"

"میرا خیال ہے' میری مما یہ شرط مان لیں گی۔ تم ان سے بات کرو۔"

"بات تم کرو گے اور میڈم کو یہ یقین دلاؤ گے کہ تم ہماری قید میں ہو۔ اس طرح وہ سنجیدگی سے اپنا کوئی فیصلہ سنائیں گی۔"

پورس کے لیے یہ آزمائشی مرحلہ تھا۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس جانا تھا۔ زندگی میں پہلی بار سونیا سے باتیں کرنی تھیں۔

وہ یہی سوچ کر پارس بن کر آیا تھا کہ کوئی ایسی چال چلے گا جس کے نتیجے میں ایران اور امریکا کے درمیان اور دشمنی بڑھ جائے۔ سونیا کے لیے ایسے مسائل پیدا ہوجائیں کہ وہ ایران چھوڑنے پر مجبور ہوجائے۔

اور اب وہ سونیا کا قیدی بیٹا بن کر اسے مجبور کرسکتا تھا۔ وہ جب کوئی منصوبہ بناتا تھا تو بڑی دور تک سوچتا اور سمجھتا تھا اور یہ بات وہ خوب سمجھ رہا تھا کہ وہ سونیا کو زندہ نہیں جانے دیں گے۔ وہ جہاں بھی روپوش ہے' اسے باہر نکل کر کم از کم ائرپورٹ تک جانے پر مجبور کریں گے۔

پورس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے اندر پہنچ کر بولا "ہیلو مما! ایک بری خبر ہے۔"

سونیا نے کہا "تم بری خبر کو بھی ہنس کر سناتے ہو۔ آج کیوں مایوس سے لگ رہے ہو؟"

"میں مایوس نہیں ہوں۔ ذرا سنجیدہ اس لیے ہوں کہ کبھی امریکیوں کے شکنجے میں نہیں آنا چاہتا تھا لیکن آگیا ہوں۔ انہوں نے مجھے آہنی سلاخوں کے پیچھے سخت پہرے میں رکھا ہے۔"

"یہ تو واقعی بری خبر ہے۔ دشمن کیا کہتے ہیں؟"

"وہ مجھے قیدی بنا کر آپ پر دباؤ ڈالنا اور اپنی شرط منوانا چاہتے

دنیا کے حیرت انگیز فن تحریر شناسی کی مدد سے
دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں۔

تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر و رہنما کتاب

تحریر اور شخصیت

قیمت ۲۵/- روپے — ڈاک خرچ ۱۶/- روپے

○ آپ کو بتائے گی کہ آپ کیا کچھ کرسکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دور کی جاسکتی ہیں

ملنے کا پتہ: مکتبہ نفیس ○ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

ہیں۔"

"ان کی شرط کیا ہے؟"

"وہ کہتے ہیں' آپ ایران چھوڑیں گی تو یہ مجھے چھوڑ دیں گے۔"

"تم سے بڑی بھول ہوگئی۔"

"کیسی بھول مما؟"

"تم آج تک بڑے بڑے خطرات سے گزرتے رہے۔ بڑے بڑے مصائب میں الجھتے رہے لیکن تم نے اور علی نے مجھے یا اپنے پاپا کو آواز نہیں دی۔ ان مصائب پر غالب آنے کے بعد ہمیں اطلاع دی۔ اگر تم قید کئے گئے ہو تو کون سی قیامت آگئی۔ یہ ہمارے لیے بری خبر ہرگز نہیں ہے۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "ہاں' وہ میں نے یونہی بری خبر کہہ دیا تھا۔ میں اس قید سے نکلنے کی تدبیر کرسکتا ہوں لیکن سمجھوتا ہو جائے تو خواہ مخواہ کی مار دھاڑ یا کسی خون خرابے کے بغیر مجھے رہائی مل جائے گی۔"

"اپنے باپ کے دور سے آج تک کی ہسٹری یاد کرو۔ ہم نے' تم نے اور علی نے اپنی جان کی امان مانگنے کے لیے دشمنوں سے کبھی سمجھوتا نہیں کیا اور تم سمجھوتا کرنے کی بات کرتے ہو۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے پارس؟"

پورس پریشان ہوگیا۔ وہ پارس کے بارے میں ہر طرح کی معلومات رکھتا تھا۔ اس کے باوجود یہ بات اس کے ذہن سے نکل گئی تھی کہ پارس اور علی خطرات سے گزرتے وقت اپنے ماں باپ کو نہیں پکارتے ہیں۔ کبھی کبھی تیمرزی صاحب سے مدد مانگتے ہیں۔

وہ سونیا کے سامنے پارس بن کر مصیبت میں پھنس گیا۔ وہ بولی۔ "میرا بیٹا بہت دلیر اور غیرت مند ہے۔ بیٹے! دشمنوں سے کہہ دو کہ اپنی مما کو سمجھوتے کے نام پر بھیجنے نہیں دو گے۔ تمہاری مما ایران نہیں چھوڑے گی۔ شاباش' اب جاؤ۔ جب مصیبت سے نکل آؤ تو مجھے اپنے پارس ہونے کی خوشخبری ضرور سنانا۔"

اس نے سانس روک لی۔ پورس دماغی طور پر قید خانے میں حاضر ہوگیا۔ مین کلر نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولا "میڈم کو تمہاری شرط منظور نہیں ہے۔ وہ ایران نہیں چھوڑیں گی۔"

"تم اپنی ماں کو میڈم کہہ رہے ہو؟"

وہ جھنجلا کر بولا "ارے کہاں کی ماں؟ کس کی ماں؟ میں پارس نہیں ہوں' پورس ہوں۔"

مین کلر نے ناگواری سے کہا "میڈم سونیا شرط نہیں مان رہی ہیں' ایسے میں تمہاری موت لازمی ہے۔ خود کو سزائے موت سے بچانے کے لیے پارس سے پورس بن رہے ہو۔"

"یقین کرو۔ میں واقعی پارس نہیں ہوں۔ میں دیوی شی تارا کی طرح ہندو ہوں۔ ہندوستانی ہوں۔ میرا نام پورس ہے۔"

"میڈم نے تمہیں یہ چال سمجھائی ہے کہ وہ شرط ماننے سے انکار کریں گی اور تم پارس ہونے سے انکار کرو گے۔ اس طرح ہم یہ سمجھیں گے کہ تم واقعی پارس نہیں ہو اس لیے وہ ایران چھوڑنے سے انکار کررہی ہیں۔ تم ڈی ہو یا کوئی پورس ہو' تمہاری زندگی یا موت سے میڈم کو کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن تم کوئی بھی ہو' تمہیں ابھی سزائے موت دی جائے گی۔ میں جارہا ہوں۔ میری واپسی تک اپنی سانسیں گنتے رہو۔"

مین کلر جس ماتحت کی زبان سے بول رہا تھا وہ اس قید خانے سے چلا گیا۔ مین کلر نے اپنے اکابرین کو بتایا کہ سونیا قابو میں نہیں آرہی ہے۔ اسے اس بات کی پروا نہیں ہے کہ وہ پارس کو موت کی سزا دیں گے۔ اس طرح وہ دونوں چالاک ماں بیٹے انہیں یہ تاثر دے رہے ہیں کہ وہ ان کا قیدی پارس نہیں ہے کوئی اور ہے۔

اکابرین نے متفقہ فیصلہ سنایا کہ وہ کوئی بھی ہو' اسے گولی ماردی جائے۔ مین کلر نے اپنے چار ماتحتوں کو حکم دیا "پارس کے پاس جاؤ۔ کچھ کہے سنے بغیر اسے گولیوں سے چھلنی کردو پھر اس کی لاش اس آہنی پنجرے سے نکالو۔ میں تمہارے دماغوں میں رہوں گا۔"

وہ چاروں حکم کی تعمیل کے لیے اس قید خانے میں آئے پھر ٹھٹک گئے۔ آہنی پنجرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور پنچھی اڑ چکا تھا۔

جس سیل میں پورس کو بند کیا گیا تھا' وہاں ایک سپاہی مردہ پڑا ہوا تھا۔ اس نے کسی تدبیر سے آہنی دروازے کو کھول کر فرار ہوتے وقت دو سپاہیوں کو ہلاک کیا تھا۔ دوسرا سپاہی پچھلے دروازے کی طرف مردہ پڑا ہوا تھا۔

اس نے بڑی آسانی سے آہنی دروازے کا تالا کھولا تھا۔ ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آسکا تھا کہ اس نے کیا تدبیر کی تھی۔ بعد میں اس کی چالاکی سمجھ میں آنے والی تھی۔

فی الحال اس نے ثابت کردیا تھا کہ کسی سے کم نہیں ہے۔ وہ جب چاہے' مصائب کی دلدل سے نکل سکتا ہے۔ وہ پورس ہے مگر دوسرا پارس ہے۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات 36 ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں
جو 15 دسمبر 1998 کو شائع ہوگا

سسپنس ڈائجسٹ کا منفرد ترین سلسلہ

دیوتا

36

چھتیس واں حصہ

جیوتا

فرہاد علی تیمور

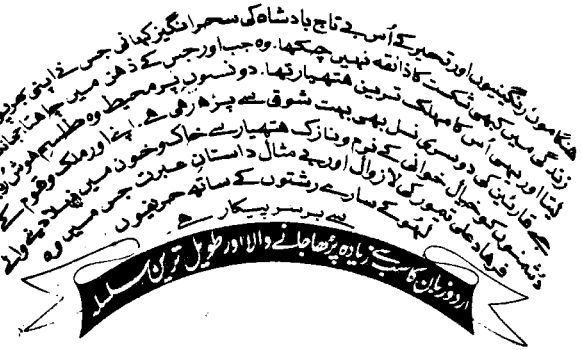

بڑی بڑی کامیابیوں کے بعد جب اچانک ناکامیوں کے جوتے پڑتے ہیں تو پھر ہوش اڑ جاتے ہیں۔ پورس کے فرار ہونے پر مین کلر کے ہوش اڑ گئے تھے۔ اسے پہلی ناکامی یہ ہوئی کہ سونیا نے شرط ماننے سے انکار کردیا۔ دوسری بڑی ناکامی یہ ہوئی کہ پورس لاک اپ سے نکل کر فرار ہوگیا۔ یہ ایسی ناکامیاں تھیں کہ اس کے کارنامے سے خوش ہونے والے اکابرین ناخوش ہوگئے تھے' طیش میں آگئے تھے۔ انہوں نے اس سے پوچھا "یہ کیسے ہوگیا؟ تم جیتی ہوئی بازی کیسے ہار گئے؟"

مین کلر نے کہا "میں تو خود حیران ہوں کہ اتنے سخت پہرے کے باوجود وہ کیسے فرار ہوگیا؟"

ایک افسر نے غصے سے کہا "باتیں نہ بناؤ۔ معلوم کرو' وہ کس طرح فرار ہونے میں کامیاب ہوا ہے؟"

مین کلر اس سلسلے میں خود پریشان تھا۔ اس نے لاک اپ کا جو حشر دیکھا تھا اس سے یہی بات سامنے آتی تھی کہ پارس نے بڑی مکاری سے پہرے دار کو اپنے پاس بلایا ہوگا پھر اس پر حملہ کر کے اسے ہلاک کیا ہوگا اور اس کی جیب سے چابی نکال کر آہنی دروازہ کھولا ہوگا پھر وہاں سے نکل بھاگنے کے دوران میں راستہ روکنے والے سپاہیوں سے خاصی جنگ کی ہوگی۔

سپاہیوں کی لاشیں اس بات کا ثبوت تھیں کہ فرار ہونے والے کے ساتھ زبردست جنگ ہوئی ہے۔ اسے قیدی بنائے رکھنے کے انتظامات بہت سخت تھے۔ بڑی حیرانی تھی کہ وہ الیکٹرونک ڈیٹیکٹو آلات کی زد میں آئے بغیر فرار ہوگیا تھا۔

مین کلر اور امریکی اکابرین کے خیال میں وہ پورس نہیں' پارس تھا۔ اکابرین خوش تھے کہ مین کلر نے ایک ہی وار میں پارس جیسے شاطر کو قیدی بنالیا تھا لیکن ان کی یہ خوشی دیرپا ثابت نہیں ہوئی۔ اتنا بڑا شکار ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ وہ اتنی بڑی ناکامی پر تلملا رہے تھے۔

سونیا نے ان کی شرط ماننے سے انکار کیا تھا اور ایران نہ چھوڑنے کا فیصلہ بھی سنا دیا تھا۔ یہی فیصلہ ان کے لیے زیادہ ... پریشان کن تھا۔ وہ چاہتے تھے سونیا ایران میں نہ رہے۔ اس کے رہنے سے وہ لوگ ایران دشمنی میں ناکام ہو رہے تھے۔

پارس ایک ایسا مہرہ تھا جسے اپنی قید میں رکھ کر وہ سونیا کو ایران چھوڑنے پر مجبور کرسکتے تھے۔ ان حالات میں پورس کے فرار ہونے کے باعث وہ ناقابلِ تلافی نقصان اٹھا رہے تھے۔

مین کلر پر یہ الزام عائد کیا جارہا تھا کہ یہ سب کچھ اس کی بے پروائی کی وجہ سے ہوا ہے۔ مین کلر کو بھی کچھ زیادہ ہی خوش فہمی ہوگئی تھی۔ جب سے دیوی شی تارا اس کے ہاتھ آئی تھی وہ سمجھنے لگا تھا کہ اس نے دگنی غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرلی ہیں۔ شی تارا اس کی معمولہ بن کر رہے گی تو اس کی تمام صلاحیتیں اپنے ہی کام آتی رہیں گی۔

اس نے شی تارا کے بل بوتے پر اپنے اکابرین سے وعدے کیے کہ اب وہ ایسے کارنامے انجام دے گا کہ پچھلی تمام ناکامیوں کی تلافی ہو جائے گی۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا تم سونیا کو ایران چھوڑنے پر مجبور کر سکو گے؟"

"میں اسے دنیا چھوڑنے پر مجبور کر دوں گا۔"

"پھر تو تم آرام کرو۔ دماغی امراض کے کسی ڈاکٹر سے رجوع کرو۔ دنیا کے کتنے ہی عجیب و غریب' چالاک ترین اور مکار ترین خطرناک قسم کے شہ زور ایسے ہی دعوے کرتے رہے اور اس بلا کے ہاتھوں حرام موت مرتے رہے۔ تم بھی اسے مارنے کی دُھن میں مرنا چاہتے ہو۔"

ایک حاکم نے کہا "تمہاری موت آگئی ہے اسی لیے ایسا دعویٰ کر رہے ہو۔"

مین کلر نے کہا "آپ حضرات کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سونیا سے مجھے یا دوسرے جوان مردوں کو کبھی مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔"

"کرنا چاہیے لیکن اس کے مقابلے پر روبرو نہیں جانا چاہیے۔ اس کی لاعلمی میں اسے نقصان پہنچانے کی پلاننگ کرنا چاہیے۔"

مین کلر نے کہا "یہی کروں گا۔ میں اپنے ماتحت اور آلۂ کاروں کے ذریعے اس کے لیے ایسی مشکلات پیدا کروں گا کہ وہ ایران چھوڑ کر بھاگنے پر آمادہ ہو جائے گی۔"

وہ پھر ایک بار خوش فہمی کی کھوکھلی بنیاد پر کامیابی کے محل تعمیر کر رہا تھا۔ شی تارا کو حاصل کرنے کے بعد اس کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ ابھی وہ پَر کے بغیر پرواز کر رہا تھا۔ ایک بار پھر پستی میں گرنے کے بعد اس کی آنکھ کھلنے والی تھی۔

وہ شی تارا کو تنویمی نیند سلا کر آیا تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ وہ سو رہی ہوگی۔ بیدار ہونے کے بعد بھی اسی بیڈ روم میں رہے گی۔ ایک وفادار کنیز کی طرح وہاں اس کا انتظار کرے گی۔ وہ ایک معمولہ اور تابعدار بننے کے بعد یقیناً کہیں نہیں جا سکتی تھی۔

وہ اپنے اکابرین سے وعدے کرنے کے بعد اپنے بنگلے میں واپس آیا۔ سیدھا بیڈ روم میں پہنچا۔ بیڈ روم خالی تھا۔ سونے کی چڑیا اڑ گئی تھی۔

وہ یقین نہیں کر سکتا تھا کہ وہ تنویمی عمل کا مضبوط پنجرہ توڑ کر جا سکے گی۔ اس نے باتھ روم میں دیکھا پھر پورے گھر کا چکر لگا تا رہا اور اسے آوازیں دیتا رہا پھر اس نے جھنجلا کر سوچا "میں اُلّو کا پٹھا ہوں' اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے لیکن ایسا نہ کر کے خواہ مخواہ اسے ڈھونڈتا پھر رہا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا پھر واپس آگیا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔

اس کا دل ڈوبنے لگا۔ پارس کے بعد ایک اور بڑا مہرہ اس کے ہاتھ سے نکل رہا تھا بلکہ نکل چکا تھا۔ اس نے دوسری بار اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے فوراً اسے نہیں بھگایا۔ حقارت سے بولی "کتے! کبھی تیرے باپ نے بھی تنویمی عمل کیا تھا۔ چل بھاگ یہاں سے۔ آئندہ کبھی پہاڑوں سے نہ ٹکرانا۔ ہش۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس اپنی جگہ آگیا۔ غصے سے چیخنے لگا۔ کمرے کی چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکنے اور توڑنے لگا۔

وہ حیران تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ اور کیسے ہو رہا ہے؟ جسے وہ پارس سمجھ رہا تھا وہ پورس فرار ہو گیا تھا۔ سارے حفاظتی انتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے تھے۔

اس نے شی تارا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ ایسا کوئی نہیں ہے جو تنویمی عمل کی زنجیروں کو توڑ کر اس کے اثر سے باہر نکل سکے مگر شی تارا نے ایسا کیا تھا۔ وہ مین کلر کے تنویمی عمل کے اثر میں آئے بغیر اسے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ مین کلر حیران تھا کہ اس نے ناممکن کو ممکن کیسے بنا دیا تھا جبکہ دیوی خیال خوانی کرنے کے بھی قائل نہ تھی۔

شی تارا اپنی بدمزاجی اور بداعمالیوں کی وجہ سے دیوی کہلانے کی مستحق نہیں رہی تھی۔ وہ اتنی گمراہ ہو چکی تھی کہ اسے سنبھلنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ جب کوئی راستہ نہ ملے اور عقل کام نہ کرے اور عورت ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پہنچتی رہے تو وہ لوٹ کا مال بن جاتی ہے۔ اس نے پارس سے دشمنی کی حد کر دی تھی لیکن پارس ظرف والا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ ذلت کی اتنی پستیوں میں گر جائے کہ بازاری عورت سے بھی بدتر ہو جائے۔

پارس نے ایک بار پھر اسے تحفظ دیا تھا۔ جب مین کلر اس پر تنویمی حملہ کر رہا تھا تو وہ اس کے اندر موجود تھا اور مین کلر کی کوششوں کو ناکام بنانے میں مصروف تھا۔

جب وہ ناکام عمل کرنے کے بعد اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر گیا تو پارس نے اس سے کہا "میں نے تمہارے ساتھ کچھ اچھا وقت گزارا ہے۔ میرے ضمیر نے یہ گوارا نہیں کیا کہ میں تمہیں سنبھلنے کا آخری موقع بھی نہ دوں۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"کیا یہ تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ دشمن کے تنویمی عمل سے کیسے محفوظ رہی ہو؟"

"اچھا۔ تم میرے کام آئے ہو! میں سمجھ رہی تھی' پورس میری مدد کر رہا ہے۔"

"تمہارا یار عین وقت پر نہ پہنچ سکا۔ میں بھی نہ پہنچتا تو کیا ہوتا؟"

"کیا ہوتا؟"

"یعنی مین کلر کے بیڈ روم میں رہنے کا ارادہ تھا۔ کہو تو اس کے بیڈ روم میں واپس پہنچا دوں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تمہاری یہ بری عادت ہے۔ تھوڑا سا کام آکر پہاڑ جیسا احسان جتاتے ہو۔"

"اچھا۔ تو وہ تمہارے حسن و شباب سے کھیلتا رہتا تو یہ تھوڑی سی بات ہوتی۔"

"چلو مانتی ہوں کہ تم نے میری عزت بچائی ہے۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ تم طعنے دینا شروع کر دو۔"

"میرے طعنوں کی حقیقت کو سمجھو۔ پہلے تم نے ایک بیوی بن کر اپنے آپ کو میرے حوالے کیا پھر ایک معشوقہ بن کر اپنا جسم پورس کے سپرد کر دیا اور آج داشتہ بن کر مین کلر کے بیڈ روم میں رہنے والی تھیں۔ کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہے کہ تم دیوی کے مقام سے گرتے گرتے بازاری عورت بنتی جا رہی ہو۔"

"تم میری توہین کر رہے ہو۔ میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ اپنے آپ کو سستا کر دوں۔ میں دیوی ہوں' دیوی ہی رہوں گی۔ اب کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ کوئی میرے جسم کو ہاتھ بھی لگا سکے۔"

"تم اپنے غرور سے باز نہیں آؤ گی۔ اس بار تو میں نے تمہیں بچایا ہے۔ آئندہ تمہارے غرور کا سر نیچا ہوتے دیکھوں گا۔ کبھی تمہارے کام نہیں آؤں گا۔"

پارس اسے اس کے حال پر چھوڑ کر سونیا کے پاس آیا "ہیلو مما! کیسی ہیں آپ؟"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا "تم ان کی قید سے آزاد ہو گئے؟"

وہ سونیا سے زیادہ حیران ہو کر بولا "کیا میں کسی کا قیدی تھا! اچھا سمجھا' آپ کی ہونے والی بہو سی آئی رہتی ہیں۔ آپ کے بیٹے کو قیدی بناتی رہتی ہیں پھر خود ہی بھاگ جاتی ہیں۔"

"چھچھورے عاشق! اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ وہاں آؤں گی۔ پھر اس طرح سر پر سوار رہوں گی کہ کسی لڑکی کو تمہارے پاس پھٹکنے نہیں دوں گی۔"

"تو پھر آپ کہاں قید ہونے کی بات کر رہی تھیں؟"

"تم نے چند گھنٹے پہلے آکر کہا تھا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے مین کلر نے بڑی چالاکی سے تمہیں قید کر لیا ہے۔ تم مجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں کسی طرح تمہیں اس قید سے نکالوں۔"

"واہ مما! کبھی میں نے اور علی نے کسی مصیبت میں آپ لوگوں سے مدد مانگی ہے؟ جب کوئی بہت پریشان کن مرحلہ ہو تو ہم آپ سے اور آپ پاپا سے مشورہ کرتے ہیں۔ یہ کبھی نہیں کہتے کہ ہم پنجرے میں ہیں' ہمیں دروازہ کھول کر نکالو۔"

"میں نے چند گھنٹے پہلے تمہیں یہی جواب دیا تھا اور کہا تھا خود اپنی ذہانت اور چالاکی سے رہائی حاصل کرو۔"

"تعجب ہے آپ دھوکا کھا گئیں۔ ایک نقال پارس بن کر آپ کے پاس آیا ہوگا۔ شاید آپ میں جانتیں وہ میرا ہم شکل ہے۔ میری طرح بولتا ہے' میری طرح حرکتیں کرتا ہے۔ وہ اپنے کامیاب نقال ہے کہ آپ بھی اسے پارس سمجھ بیٹھی تھیں۔"

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اُجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام رُوحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات رنگ رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے
ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی ۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اُس کا سینہ فگار تھا۔ انتقام کے شعلے اُس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ۔۔۔ ایک دوست نے اُس کی رہنمائی ایک مرد کامل کے آستانے تک کر دی۔ !!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں ۔۔۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت ۴۰/- روپے

ملنے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز

"پھر تو وہ مسائل پیدا کر سکتا ہے۔ جہاں چاہے گا' پارس بن کر واردات کرے گا۔ دشمن تمہیں ان وارداتوں کا ذمے دار سمجھیں گے اور وہ روپوش رہ کر تماشا دیکھتا رہے گا!"

"ہاں وہ ایسا کرے گا لیکن خود بھی پھنستا رہے گا۔ چند گھنٹے پہلے وہ گرفتار ہونے کے بعد اپنی صفائی پیش کر رہا تھا کہ وہ پارس نہیں ہے' پورس ہے لیکن مین کلر اور امریکی اکابرین نے اسے پارس ہی سمجھ کر قید کی بنایا تھا۔ وہ میرا ہم شکل ہونے کی سزا پا چکا ہے۔"

"کیا وہ ابھی تک قید میں ہے؟"

"سنا ہے فرار ہو چکا ہے۔ بڑے سخت حفاظتی انتظامات میں اسے قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے وہ صرف تمہارا ہم شکل نہیں ہے۔ تمہاری طرح ذہین اور حاضر دماغ بھی ہے۔"

"مما! میں نے ایک امریکی فوجی افسر کے خیالات سے معلوم کیا ہے' اسے ایسی جگہ قید کیا گیا تھا جہاں ہر جگہ الیکٹرونک ڈیٹیکٹو آلات لگے ہوئے تھے۔ وہاں سے کسی شاطر مجرم کا فرار ہونا بھی ناممکن تھا۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ نادیدہ بن کر فرار ہوا ہوگا؟"

"جی ہاں۔ اس نے اسی طرح ناممکن کو ممکن بنایا ہے۔ آپ ذرا سوچیں کہ اسی نے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو تباہ کرنے کی مہم شروع کی تھی اور جیسا کہ سب کو یقین ہے' وہ تمام گولیاں اور کیپسول تباہ ہو چکے ہیں۔ کسی کے پاس کچھ نہیں رہا ہے لیکن اس مکار پورس نے اپنے پاس کچھ بچا کر رکھا ہے۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ وہ نادیدہ بن کر ہی وہاں سے فرار ہوا ہوگا۔"

"اگر ایسا ہے تو اس نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور تمام بڑے ممالک کو دھوکا دیا ہے۔ بگلا بگھت بن کر سبھی کو گولیوں اور کیپسولوں سے محروم کر چکا ہے۔"

"ہم تو رضاکارانہ طور پر محروم ہوئے ہیں۔ دوسرے محروم ہونے پر مجبور تھے کیونکہ اسے گولیاں اور کیپسول ضائع کرنے والی دوائیں اسپرے کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔"

"جی ہاں۔ وہ ان چیزوں کو تباہ کرنے کے لیے دنیا کے ہر حصے میں گیا لیکن بابا صاحب کے ادارے کے قریب بھی نہ جا سکا اور نہ ہی آئندہ کبھی دوائیں اسپرے کرنے کے لیے ہمارے ادارے کا رخ کر سکے گا۔

"میں جا رہا ہوں۔ یہ معلوم کروں گا کہ پورس نے وہ گولیاں اور کیپسول چھپا کر رکھے ہیں یا واقعی اتنا ذہین اور حاضر دماغ ہے کہ الیکٹرونک ڈیٹیکٹو آلات کے سامنے سے گزر کر گیا اور کوئی اسے دیکھ نہ سکا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے ان آلات کو پہلے ناکارہ بنا دیا ہو۔ بہرحال میں معلوم کروں گا۔"

وہ سونیا کے دماغ سے چلا گیا۔

○☆○

امریکا کی ایک مخصوص جیل میں چند ایرانی اور عراقی قیدی تھے۔ جو ایرانی تھے' وہ امریکا کی ایران دشمنی کے نتیجے میں بے قصور سزائیں پا رہے تھے۔ اسی طرح امریکا اور عراق کی جنگ کے دوران میں جو عراقی قیدی بنائے گئے تھے وہ بھی اسی جیل میں زندگی گزار رہے تھے۔

انہیں گمنام قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ ان کا ذکر کبھی اخبارات' ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ذریعے نہیں ہوتا تھا۔ اس حقیقت سے انکار کیا جاتا تھا کہ انہوں نے کسی ایرانی یا عراقی کو قیدی بنایا ہے۔

انہیں خفیہ طور سے قیدی بنا کر ان کی برین واشنگ کی جا رہی تھی تاکہ انہیں اپنے مفادات کے لیے استعمال کر سکیں۔ انہیں اچھی طرح کھلایا پلایا جا رہا تھا۔ ان کی تمام ضرورتیں پوری کی جا رہی تھیں۔ انہیں ایرانی انقلاب اور تعمیرِ نو کے خلاف بھڑکایا جاتا تھا۔

ایسے وقت امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان قیدیوں کے خیالات پڑھ کر معلوم کرتے تھے کہ وہ امریکا کے وفادار بنتے جا رہے ہیں یا نہیں؟

جو ایران کے خلاف امریکا کے وفادار بن جاتے تھے' انہیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جاتا تھا۔ رہنے کے لیے بنگلے اور گھومنے کے لیے گاڑیاں دی جاتی تھیں۔ وہ عیش و عشرت کے عادی بن کر تخریب کاری کی ٹریننگ حاصل کرتے رہتے تھے۔

ان قیدیوں میں ایک خطرناک قیدی ضرغام تھا۔ نہایت سفاک قاتل ہونے کے علاوہ وہ بے انتہا چالاک اور مکار بھی تھا۔ مین کلر اس کے خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ وہ دولت مند بننے اور عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔

وہ پہلے ہی قتل اور طرح طرح کی وارداتوں میں ملوث تھا۔ ٹریننگ سینٹر میں تربیت حاصل کرتے کرتے اس میں دہشت گردی اور تخریب کاری کی پختگی آ گئی۔

جب اس نے مکمل ٹریننگ حاصل کر لی اور مین کلر کو اس پر پورا اعتماد ہو گیا تو اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی سکھائی گئی۔ اسے سونیا کے حالاتِ زندگی پڑھنے کو دیے۔ اس نے سونیا کی تحریری ہسٹری پڑھنے کے علاوہ اس کی وڈیو فلمیں بھی دیکھیں اور سونیا کی تمام حرکات و سکنات کو ذہن نشین کرتا رہا۔

آخر کار مین کلر نے تمام اکابرین سے کہا "میں ضرغام نامی ایک خطرناک شخص کو ایران بھیج رہا ہوں۔ وہ سونیا کو وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دے گا یا پھر اسی زمین پر اس کی قبر بنا دے گا۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ تمہاری دانش مندی ہے کہ خود اس کے مقابلے پر نہیں جا رہے ہو۔ کسی قابلِ اعتماد ماتحت کو بھیج رہے ہو۔"

"میں دن رات ضرغام کے دماغ میں جاتا آتا رہوں گا اور اسے گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

سونیا کے خلاف پھر وہی مشن تھا۔ "KILL HER OR BE KILLED" (اسے مار ڈالو یا مر جاؤ) اس مشن کا سربراہ مین کلر تھا۔ اس نے جو پلاننگ کی تھی اس کے مطابق ضرغام ایران آ گیا۔ وہاں اس نے خود کو پرانا ایرانی باشندہ ظاہر کیا اور یہ غلط نہیں تھا۔ وہاں اس کے باپ دادا کی زمین جائداد تھی۔

ایرانی افسران نے اس کے بیان کے مطابق پرانی فائلوں کی جانچ پڑتال کی۔ اس کے باپ دادا کے نام سے جو فائل تھی' اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ صاحبِ جائداد ایرانی ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ وہ اب تک کہاں تھا؟

اس نے جواب دیا کہ اب تک امریکا کی ایک خفیہ جیل میں تھا۔ چند قیدیوں نے جیل سے فرار ہونے کا منصوبہ بنایا تھا۔ وہ بھی اس منصوبے میں شامل ہو کر بڑی جدوجہد کرتے ہوئے جیل سے نکل آیا تھا۔

اس نے ایک ٹھوس اور جامع کہانی مرتب کی تھی۔ اس کہانی میں کہیں جھول نہیں تھا۔ سب نے یقین کر لیا کہ وہ امریکا سے بڑی مشکلات کا سامنا کرتا ہوا ایران پہنچا ہے۔

جب متعلقہ افسران کو ہر طرح یقین آ گیا تو اس کی زمین اور جائداد اس کے حوالے کر دی گئیں اور اسے ایک معزز شہری کی حیثیت سے وہاں رہنے کی اجازت دے دی گئی۔

غیرت مند ایرانی قوم انقلاب کے بعد سے اب تک اپنے وطن کو مستحکم بنانے کی جدوجہد میں مصروف ہے لیکن ایسے ایرانی بھی ہیں' جو شہنشاہِ ایران کے زمانے سے عیش و طرب کے عادی ہیں۔ ایسے ایرانیوں کو امریکا کی سرپرستی حاصل ہے۔ وہ آج بھی ایران میں امریکی آلۂ کار بن کر رہتے ہیں اور اپنے ہی ملک میں تخریبی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔

اور وہ اسی طرح امریکا اور دوسرے ممالک سے ایران آتے ہیں' جس طرح ضرغام آیا تھا۔ ایسے لوگوں کو بھی موجودہ فارسی زبان سکھائی جاتی ہے' جو دیکھنے میں ایرانی لگتے ہیں۔ انہیں ایسی ٹریننگ دی جاتی ہے کہ وہ ایرانی بن کر وہاں تخریبی کارروائیوں کے لیے چلے آتے ہیں۔

ضرغام نے ایک طویل عرصہ جیل میں گزارا تھا اور آزادی کے لیے ترستا رہا تھا۔ جب اسے بڑی جدوجہد کے بعد آزادی ملی تو وہ کچھ بے لگام ہو گیا۔ شراب اور شباب کے ساتھ کچھ زیادہ ہی وقت گزارنے لگا۔ مین کلر نے سختی سے کہا "یہ کیا کر رہے ہو؟ کام کی طرف توجہ دو۔"

وہ بولا "میں کام کے وقت کام اور آرام کے وقت آرام کرتا ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میں سونیا پر جال پھینکنے کی کیسی کیسی پلاننگ کر رہا ہوں۔ تم مجھ سے کام لو مگر میرے ذاتی معاملات میں نہ بولو۔"

وہاں کئی ایسے آلۂ کار تھے' جو امریکا کے زرخرید غلام تھے۔ وہ ضرغام کے حکم کے مطابق سونیا کی رہائش گاہ کا سراغ لگا رہے تھے اور سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں تک پہنچنے کی کوششیں کر رہے تھے۔

اسی طرح وہ کام بھی کر رہا تھا اور شراب و شباب سے دل بھی بہلا رہا تھا۔ اس کے لیے حسین عورتوں کی کمی نہیں تھی۔ جو حسینہ اس کی نگاہوں میں سماتی تھی' اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر لیتا تھا۔ جس سے دل بھر جاتا تھا' اسے رخصت کر دیتا تھا۔

عیاش لوگوں کے لیے عورت محض ایک کھلونا ہوتی ہے۔ وہ کبھی عشق کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوتے لیکن بعض عیاش لوگوں کی زندگی میں کوئی ایک ایسی ہستی آ جاتی ہے' جس کی طرف وہ بے اختیار کھنچے چلے جاتے ہیں۔ خود پر ہزار قابو پانے کے باوجود اس کے دیوانے بن جاتے ہیں۔

ضرغام نے ایک ایسی ہی ایرانی دوشیزہ کو دیکھا' جسے دیکھنے کے بعد دنیا کا سارا حسن پھیکا نظر آنے لگا۔ جس سے محبت ہوتی ہے' اس پر جبر نہیں کیا جاتا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اس حسینہ پر کسی طرح کا جبر نہیں کرے گا۔ اسے اپنی خوب روئی اور مردانگی سے متاثر کرے گا۔ اس طرح وہ خود اپنی مرضی سے اس کے پاس چلی آئے گی۔

اس کا نام شیریں تھا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ نیک' پارسا اور عبادت گزار ہے۔ وہ کسی ایسے مرد کو پسند کرنا چاہتی تھی' جو اس سے نکاح پڑھوائے اور ساری زندگی ساتھ رہے۔ وہ عشق و محبت کی قائل نہیں تھی۔ ضرغام کی خواہش کے مطابق اس کی خوبروئی اور مردانگی سے متاثر نہیں ہو رہی تھی۔

اس کی بے رخی اور بے نیازی ضرغام کو اور تڑپانے لگی۔ تب وہ مجبور ہو کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے اپنی طرف مائل کرنے لگا۔ ایسے وقت پتا چلا کہ شیریں کا دماغ کچھ عجیب و غریب ہے۔ اس کے ذہن میں جو بات اس کے مزاج کے خلاف نقش کی جاتی تھی' وہ بات اسے قبول نہیں ہوتی تھی۔ وہ چند منٹ کے بعد ایسی بات بھول جاتی تھی۔

اس نے پہلی بار اس کی سوچ میں کہا تھا "مجھے ضرغام اچھا لگتا ہے۔ میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔ آج شام اس کے بنگلے میں جاؤں گی۔"

وہ شام کو اس کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہیں آئی۔ اس نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں پوچھا "کیا میں بھول گئی ہوں کہ مجھے شام کو ضرغام سے ملاقات کرنا ہے؟"

شیریں کی اپنی سوچ نے کہا "ضرغام ایک اچھا شخص نظر آتا ہے لیکن میں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ اس سے کہیں ملنے جاؤں گی۔"

ضرغام اس کی یہ سوچ پڑھ کر حیران ہوا۔ اس نے شیریں کے

ذہن میں اپنی محبت نقش کی تھی۔ وہ اس محبت کو بھی بھول چکی تھی۔

اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ اس پر تنویمی عمل کرے پھر اسے اپنی معمولہ اور کنیزبنا کر اپنے پاس رکھے لیکن ان دنوں وہ سونیا کے خلاف بہت مصروف ہوگیا تھا۔ رات کو اپنی تھکن مٹانے کے لیے شراب پیتا تھا اور پینے کے بعد شیریں پر تنویمی عمل کرنے کے قابل نہیں رہتا تھا۔

مین کلر نے پھر ایک بار سختی سے کہا "تم وقت ضائع کررہے ہو۔ تم نے اب تک سونیا کا سراغ نہیں لگایا ہے۔"

"سونیا کوئی ایسی ویسی ہوتی تو میں اسے تلاش کرلیتا۔ تم جلدی نہ کرو۔"

"تمہاری بہتری کے لیے جلدی کررہا ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مخالفین اسے تلاش کرتے رہتے ہیں اور وہ بلا ان کی بُو سونگھ کر ان کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ تم نوّے فیصد اس بات کا یقین رکھو کہ وہ تمہارے قریب پہنچ گئی ہوگی یا پہنچنے والی ہوگی۔"

"تم یہ کہہ کر مجھے دہشت زدہ کرنا چاہتے ہو کہ وہ میرے آس پاس کہیں موجود ہے۔ کیا میں ڈرپوک بچہ ہوں؟"

"میں وہی کہہ رہا ہوں' جو اب تک ہوتا آیا ہے۔ وہ بلا اپنے مخالفین کی دکھتی رگ کو پکڑ کر اچانک ان کے سامنے پہنچ جاتی ہے۔ حسین عورتیں تمہاری کمزوری ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ کسی حسینہ سے دوستی نہ کرو۔ سونیا ایسی عورتوں کے ذریعے تمہارے گھر تک پہنچ جائے گی۔"

"میں تمہارے مشورے پر عمل کروں گا۔ ویسے میں سونیا کو ڈھونڈ نکالنے کی ایک ترکیب پر عمل کررہا ہوں۔"

"وہ ترکیب کیا ہے؟"

"میں نے تہران کے ایک بڑے قبرستان میں زمین کا ایک بہت بڑا حصہ خریدا ہے اور وہاں ایک شان دار مقبرہ بنوا رہا ہوں۔"

"یہ مقبرہ بنوانے کی کیا تک ہے؟"

"قبرستان کی انتظامیہ نے بھی یہی سوال کیا تھا۔ میں نے جواب دیا ہے کہ ایک عورت میری بدترین دشمن ہے۔ وہ میرے ملک کو بھی نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔ میں اسے شاندار موت دوں گا اور اس شاندار مقبرے میں اسے دفن کروں گا۔"

"تم سے پوچھا گیا ہوگا کہ وہ دشمن عورت کون ہے؟"

"مجھ سے پوچھا جارہا ہے۔ میں یہ کہہ کر ٹال دیتا ہوں کہ جب وہ دفن کی جائے گی تو اسے بھی دیکھ لیں گے۔"

"مدبیر اچھی ہے۔ کسی دشمن عورت کی بات پر سونیا تجسس میں مبتلا ہوگی۔ تم سے براہِ راست یا بالواسطہ رابطہ کرسکتی ہے۔ ہوسکتا ہے' تمہاری یہ تدبیر کارگر ثابت ہو۔"

"وہ ضرور اپنے آدمیوں کے ذریعے رابطہ کرے گی۔"

وہ مقبرہ تیزی سے تعمیر ہورہا تھا اور جلد ہی پایۂ تکمیل کو پہنچنے والا تھا۔ ایسے وقت ضرغام نے سوچا کہ آج رات شیریں پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنائے گا۔

وہ جتنی حسین تھی اتنی ہی پراسرار بھی تھی۔ پوری طرح اس کی ٹیلی پیتھی کی گرفت میں نہیں آتی تھی۔ اس نے تنویمی عمل کرنے کے لیے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے گہری نیند سلانے کی کوشش کی۔ اس وقت وہ سونا نہیں چاہتی تھی اس لیے ٹیلی پیتھی کے اثر سے چند منٹ کے لیے سوتی تھی پھر بیدار ہوجاتی تھی۔ اس کا دماغ اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات قبول نہیں کرتا تھا۔

آخر اس نے انتظار کیا۔ جب وہ خود ہی گہری نیند میں ڈوب گئی تو وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ گہری نیند میں اس کا دماغ اس سے متاثر ہورہا تھا۔ وہ تنویمی عمل کے مرحلے سے گزرتے ہوئے اس کی معمولہ اور کنیز بن گئی۔

ضرغام نے کچھ عرصہ پہلے ٹیلی پیتھی سیکھی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ انسانی دماغ کے اندر کیسی بھول بھلیاں ہوتی ہیں۔ اس نے کئی حسیناؤں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا تھا۔ کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی لیکن شیریں کے دماغ میں جاکر وہ الجھ جاتا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو بھی جہاں چاہتا تھا' بلا لیتا تھا۔ اس سے اپنی ہر بات منوالیتا تھا لیکن شیریں کے معاملے میں ناکام ہورہا تھا۔ اس کا دماغ چند منٹ کے لیے ٹیلی پیتھی سے متاثر ہوتا تھا پھر وہ اس کے اثر سے باہر نکل آتی تھی۔

اس نے شیریں پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اسے صبح تک آرام سے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ وہ خود پینے کے بعد گہری نیند سوگیا تھا۔ اس نے دوسری صبح قبرستان جاکر اس مقبرے کو دیکھا۔ وہ تقریباً مکمل ہوچکا تھا۔ اس نے مقبرے کے اندر بیٹھ کر سوچا۔ آج شیریں کو گھر بلانا چاہیے۔ اس کے ساتھ رومانی لمحات گزارنے چاہئیں۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ شیریں کے اندر پہنچ کر بولا۔ "جانِ من کیسی ہو؟"

اس نے پوچھا "تم کیسے ہو؟ اور کیوں آئے ہو؟"

"اب تو میں تمہارے ہی پاس آیا کروں گا کیونکہ تم میری جاگیر ہو۔"

"مجھے اپنی جاگیر کیوں کہہ رہے ہو؟ کیا تم نے مجھے خرید لیا ہے؟"

"تم نہ خریدی جانے والی چیز ہو اور نہ ہی طاقت سے حاصل کی جاسکتی ہو۔ میں نے تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی معمولہ بنایا ہے۔ اب تم میرے اختیار میں رہو گی۔"

وہ کچھ سوچ کر بولی "ہاں مجھے یاد آرہا ہے۔ پچھلی رات کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میری ہمزاد کے دماغ پر تنویمی عمل کررہا تھا۔"

ضرغام نے حیرانی سے پوچھا "کیا میں نے تمہارے دماغ پر نہیں' تمہاری ہمزاد کے دماغ پر عمل کیا تھا؟ مجھے واضح طور سے بتاؤ کہ میں اس وقت شیریں کے دماغ میں ہوں یا اس کی ہمزاد کے دماغ میں؟"

"تم شیریں کے دماغ میں ہو اور اس کی ہمزاد سے گفتگو کررہے ہو۔ کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ ہمارا اور ہمارے ہمزاد کا دماغ ایک ہی ہوتا ہے۔ اگر تم ایک سے بات کرو گے تو دوسرے کو خبر ہوگی۔ تم نے میری ہمزاد پر عمل کیا تھا تو میں متاثر ہوگئی تھی اور اسے تمہارے تنویمی عمل کے اثر سے بچاتی رہی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ میرا تنویمی عمل ناکام رہا ہے۔"

"ناکام تو ہوگا۔ کامیابی تو اس وقت ہوگی جب تم مجھ پر اور میری ہمزاد کے دماغ پر بیک وقت تنویمی عمل کرو گے۔"

"یہ تو ممکن نہیں ہے۔ میں نے کبھی یہ نہیں سنا کہ کوئی عامل بیک وقت دو افراد کے دماغوں پر عمل کرتا ہو۔ ویسے تم نے ابھی کہا تھا کہ تم دونوں کے دماغ ایک ہیں۔"

"ایک ہی نہیں' ایک جیسے ہیں۔ اس کا دماغ اس کے ساتھ ہے' میرا دماغ میرے ساتھ ہے لیکن ہمارے مزاج ایک ہیں' ہماری سوچ ایک ہے۔ جو میں سوچتی ہوں وہی وہ بھی سوچتی ہے اور جو وہ چاہتی ہے وہی بات میرے دماغ میں پیدا ہوتی ہے۔ ہمارا وجود الگ ہے مگر دماغ ایک جیسے ہیں۔"

"تم واقعی عجیب وغریب ہو۔ مجھے معلوم کرنا چاہیے' کیا تمہارے جیسے دماغ بھی اس دنیا میں ہوتے ہیں؟"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے مین کلر کو مخاطب کیا۔ اسے شیریں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ اس کی دماغی کیفیات بھی بتائیں پھر پوچھا "کیا ہماری دنیا میں ایسے افراد بھی ہیں جن پر تنویمی عمل کرنے کے لیے لازمی ہوتا ہے کہ ان کے ہمزاد کے دماغ پر بھی عمل کیا جائے؟"

مین کلر نے کہا "میں نے ایسے افراد اور ہمزاد کے متعلق کبھی نہیں سنا ہے۔ اگر شیریں ایسی ہے تو پھر ہمارے لیے عجوبہ ہے۔ مجھے اس کے دماغ میں لے چلو۔"

مین کلر ضرغام کے دماغ میں آیا۔ ضرغام اسے شیریں کے اندر لے گیا پھر شیریں سے بولا "تمہارے دماغ نے اور تمہاری ہمزاد نے مجھے الجھا دیا ہے۔ تمہیں سمجھنے کے لیے میں اپنے ماسٹر کو ساتھ لایا ہوں۔ تم میرے ماسٹر سے بات کرو۔"

مین کلر نے پوچھا "ہیلو شیریں! کیا میرے آنے سے تم اپنے دماغ پر بوجھ محسوس کررہی ہو؟"

"تمہاری سوچ کا کوئی وزن ہوتا تو میں بوجھ محسوس کرتی۔ تم میرے دماغ میں آنے والے پہلے شخص نہیں ہو۔ پتا نہیں اور کون کون آتا جاتا رہتا ہے۔"

یہ بات سن کر دونوں ہی چونک گئے۔ ضرغام نے پوچھا۔ "تمہارے دماغ میں اور کون آتا ہے؟"

"ایک ہو تو بتاؤں' نہ جانے کتنے خیال خوانی کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ تو نہیں آتے' کبھی کبھی آتے ہیں۔"

"وہ کون ہیں؟ اور کیوں آتے ہیں؟"

"یہ نہ پوچھو تو کیوں آتے ہیں؟ یہ میرے ذاتی معاملات ہیں۔ کوئی دوسری بات کرو اور پھر خواہ مخواہ باتیں کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہمیں ایک دوسرے سے کیا لینا ہے؟"

"ہم ابھی چلے جائیں گے' صرف ایک بات بتادو۔ کیا سونیا بھی تمہارے دماغ میں آتی ہے؟"

"میرے اندر اب تک کوئی عورت نہیں آئی مگر ہاں' میں نے سونیا کا ذکر سنا ہے۔ میرے اندر آنے والے کسی نہ کسی حوالے سے سونیا کی کوئی بات کرتے رہتے ہیں۔"

"وہ سونیا کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

"پتا نہیں کیا کچھ کہتے رہتے ہیں۔ آج کل کسی شخص کا ذکر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سونیا اس شخص کو ایک شان دار مقبرے میں زندہ دفن کرنے والی ہے۔"

مین کلر نے ضرغام سے کہا "یہ لو' تمہاری مراد پوری ہونے والی ہے۔ سونیا کو خبر ہے کہ تم اس کے لیے مقبرہ تیار کررہے ہو اور وہ تمہیں اسی مقبرے میں دفن کرنے کا فیصلہ کرچکی ہے۔"

"یہ سونیا کی خوش فہمی ہے۔ اس کی موت میرے ہاتھوں ہوگی لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ سونیا کو میرے ارادوں کا علم کیسے ہوگیا؟"

"میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ حسین عورتوں سے باز آجاؤ۔ اب یہ حقیقت تمہارے سامنے ہے کہ جس شیریں کو تم ٹریپ کررہے ہو اس کے دماغ میں سونیا کے ماتحت بھی آتے جاتے ہیں۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ وہ بلا اپنے مخالفین کی سوچ اور توقع سے پہلے ان کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ اب تم سوچو کہ وہ کتنے عرصے سے تمہارے قریب پہنچی ہوئی ہے؟ اور تمہیں کوئی نقصان پہنچانے سے پہلے کیوں ڈھیل دے رہی ہے؟"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے سونیا اس کے دائیں بائیں یا آگے پیچھے ہے اور کسی وقت بھی اس پر جان لیوا حملہ کرکے اس شاندار مقبرے میں پہنچانے والی ہے۔

○☆○

دنیا کا سب سے نایاب ہیرا چندر مکھی تھا۔ وہ اس قدر بیش قیمت تھا کہ اس کی کوئی قیمت لگائی ہی نہیں جاسکتی تھی۔ گویا جتنی بھی قیمت لگائی جاتی وہ کم ہوتی اور وہ نایاب اور انمول ہیرا بلی ڈونا کے پاس تھا۔

وہ ہیرا ہزاروں سال پرانے خزانے سے برآمد ہوا تھا۔ اس خزانے کی وارث صالحہ تھی۔ صالحہ کے سوا کوئی اس خزانے کو استعمال نہیں کرسکتا تھا۔ صدیوں سے یہ روایت چلی آرہی تھی کہ

اس خزانے کے وارث کے سوا کوئی ان ہیرے جواہرات کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔ جو ہاتھ لگاتا تھا اس کی موت لازمی ہو جاتی تھی۔

پچھلے دنوں صالحہ نے وہ چندر مکھی ہیرا اپنے خزانے سے نکالا تھا لیکن چور اس ہیرے کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ ان چوروں میں بلی ڈونا بھی تھی لیکن صدیوں کی روایات کے مطابق وہی ہوا جو بھی اسے چرا کر لے گیا' کسی نہ کسی بہانے موت کے منہ میں پہنچ گیا۔ آخر میں وہ ہیرا بلی ڈونا کے ہاتھ لگ گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ہیرے کو ہاتھ لگاتی' پارس نے اس کی جگہ نقلی ہیرا پہنچا دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بلی ڈونا بھی اصلی ہیرے کو ہاتھ لگائے اور دوسروں کی طرح ماری جائے۔

پارس نے انانا کے ذریعے اصلی ہیرا صالحہ کے پاس پہنچا دیا۔ بلی ڈونا بہت خوش تھی۔ اس کے خیال کے مطابق ایک تو اسے ہیرا مل گیا تھا' دوسری خوشی یہ تھی کہ اس ہیرے کو پانے کے بعد دوسروں کی طرح اسے موت نہیں آئی تھی۔

وہ بیڈ روم میں آکر' اپنے بستر پر گر کر اسے سینے سے لگا کر ادھر سے اُدھر لوٹنے لگی۔ اسے بار بار چومنے لگی۔ اتنی خوشیوں کے باوجود ایک اندیشہ تھا کہ وہ ہیرا اس سے بھی کوئی چھین کر لے جا سکتا ہے۔ صالحہ بھی اپنے آدمیوں کے ذریعے اس ہیرے کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔ بلی ڈونا اب اسے اپنے سے الگ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے پاس سونے کا ایک خوب صورت نیکلس تھا۔ وہ اس ہیرے کو اس نیکلس میں لاکٹ کی جگہ لگا کر پہننا چاہتی تھی۔

اس نے فون کے ذریعے ایک جیولر سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا "میرے پاس ایک نایاب ہیرا ہے۔ میں چاہتی ہوں آپ اسے دیکھیں اور پرکھیں پھر اسے میرے نیکلس میں لاکٹ کی جگہ لگا دیں۔"

"میڈم! میں اپنے شوروم میں بہت مصروف رہتا ہوں۔ آپ کے بنگلے میں نہیں آسکوں گا۔ آپ وہ ہیرا لے کر آجائیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی بلی ڈونا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اگلے ہی لمحے میں بولا "ویسے میڈم! میں آپ کے لیے تمام مصروفیات چھوڑ سکتا ہوں' بس ابھی آرہا ہوں۔"

وہ اپنی دکان ملازموں کے حوالے کر کے وہاں سے چل پڑا۔ پارس بلی ڈونا کی رگ رگ سے واقف تھا۔ وہ صحیح اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ ہیرا حاصل کرنے کے بعد کیا کرے گی۔ وہ وقفے وقفے سے اس کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا۔ جب وہ جوہری اس کے بنگلے میں پہنچا تو پارس بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا۔

بلی ڈونا نے جیولر سے کہا "اسے اچھی طرح پرکھ کر بتاؤ یہ اصلی ہے یا نقلی۔"

وہ بوڑھا جوہری پچھلے تیس برسوں سے ہیرے موتیوں کا کاروبار کرتا آرہا تھا۔ وہ اتنا تجربے کار تھا کہ دور سے اصلی اور نقلی کی پہچان کر لیا کرتا تھا۔ وہ چندر مکھی کو ہاتھ میں لے کر دیکھتے ہی اسے نقلی کہنے والا تھا' اس سے پہلے ہی پارس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ بولا "اتنا خوب صورت بیش قیمت ہیرا میں زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔"

بلی ڈونا نے اسے ایک نیکلس دیتے ہوئے کہا "یہ ہیرا اس نیکلس میں لگا دو۔ منہ مانگا معاوضہ دوں گی لیکن سارا کام اسی بنگلے کے اندر کرنا ہوگا۔"

"میڈم! میں مصروف ہوں۔ مجھے یہ ہیرا دکان لے جانے کی اجازت دیں۔"

"نہیں۔ یہ بنگلے سے باہر نہیں جائے گا۔ تم ابھی اسی وقت اس ہیرے کو میرے نیکلس میں لگاؤ۔ اس سلسلے میں جتنے اوزاروں کی ضرورت ہوگی وہ ابھی منگوا دوں گی۔"

وہ اس سلسلے میں بحث نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر آکر اس کی مرضی کے مطابق کام کرنے لگا۔ اس کی ضرورت کے مطابق اوزار اور دوسرا ضروری سامان منگوا دیا گیا تھا۔ اس نے کم سے کم وقت میں اس چندر مکھی کو بڑی مہارت سے نیکلس میں جڑ دیا۔

بلی ڈونا نے اس نیکلس کو آئینے کے سامنے پہن کر دیکھا اور خوش ہوگئی کہ دنیا کا سب سے قیمتی ہیرا اس کے گلے پر جگمگا رہا ہے۔ اس نے جوہری کو دس ہزار ڈالر دیے جو اس کی توقع سے بہت زیادہ تھے۔ وہ خوش ہو کر چلا گیا۔

وہ خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ اس کے بنگلے کے تمام کمروں میں جتنے آئینے تھے وہ ہر آئینے کے پاس جا کر اس نایاب ہیرے کے ساتھ اپنے حسن و شباب کی جھلک دیکھ رہی تھی۔ ایک' ایک آئینے سے پوچھ رہی تھی کہ اس ہیرے سے اس کے حسن میں اضافہ ہوا ہے یا اس کے حسن کی بدولت ہیرے کی شان بڑھ گئی ہے۔

ایسے وقت اسے یاد آیا کہ صالحہ نے اس کا مذاق اڑایا تھا۔ اس سے کہا تھا کہ وہ کھلونے سے بہل رہی ہے۔ ایک نقلی ہیرے کو اصلی سمجھ رہی ہے اور وہ شیشے میں جتنا ہو گئی تھی کہ صالحہ درست کہہ رہی ہے۔ شاید اسے نقلی ہیرا ملا ہے۔ اسے اس لیے بھی شبہ ہوا کہ وہ ہیرے کو حاصل کرنے کے بعد بھی زندہ تھی۔ جبکہ اس ہیرے کو ہاتھ لگانے والے تمام لالچی افراد مر چکے تھے۔ اسے بھی مرجانا چاہیے تھا لیکن وہ شاید اسی لیے زندہ تھی کہ صالحہ کے پہنچ کے مطابق اسے نقلی ہیرا ملا تھا۔

لیکن جوہری نے اس کا یہ شبہ دور کر دیا تھا۔ وہ بڑے فخر سے ٹیلی فون کے پاس آئی۔ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر بولی "میں بلی ڈونا بول رہی ہوں۔ شہزادی صالحہ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

اسے انتظار کرنے کے لیے کہا گیا پھر تھوڑی دیر بعد صالحہ کی آواز سنائی دی "ہیلو بلی! تم زندہ ہو اور یہ زندگی اس بات کا ثبوت

ہے کہ وہ چندر مکھی اصلی نہیں ہے۔"

وہ فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے بولی "میں جوبازی جیتنے کی ضد کر لیتی ہوں اسے کبھی نہیں ہارتی!"

"تعجب ہے تمہیں ابھی تک ہارنے کا یقین نہیں ہوا ہے۔"

"جیت یقینی ہو تو ہارنے کا شبہ تک نہیں ہوتا۔ میں کبھی کچا کھیل نہیں کھیلتی۔ میں نے اس شہر کے سب سے بڑے جیولر کو بلا کر یہ ہیرا دکھایا تھا۔ اس نے اسے اچھی طرح جانچنے اور پرکھنے کے بعد پورے یقین سے کہا ہے کہ یہ اصلی ہے۔"

"تم نے وہ نقلی ہیرا جوہری کو نہیں کسی گھسیارے کو دکھایا ہوگا۔ چلو اسی کو اصلی سمجھ کر ساری زندگی خوش ہوتی رہو۔"

"تم مانتی کیوں نہیں ہو کہ یہ اصلی ہے؟ کیا اس لیے کہ میں ابھی تک زندہ ہوں؟"

"مجھے اس لیے یقین نہیں آرہا ہے کہ اصلی ہیرا میرے پاس ہے۔"

"تم جھوٹ کہتی ہو۔ تم چاہتی ہو کہ میں تمہاری باتوں میں آکر اسے نقلی مان کر باہر پھینک دوں اور تمہارے آدمی اسے اٹھا کر لے جائیں۔ کیا مجھے نادان بچی سمجھتی ہو؟"

"چلو تم نادان نہیں ہو۔ میرے بہکانے سے نہیں بہک رہی ہو۔ میری دعا ہے کہ اس ہیرے کے ساتھ ہمیشہ خوش رہو۔ اس طرح تم سے پیچھا تو چھوٹے گا۔"

صالحہ نے رابطہ ختم کر دیا۔ اسی وقت پارس نے بلی ڈونا کے پاس آکر اس کے خیالات پڑھے۔ یہ معلوم کیا کہ اس کی غیر موجودگی میں وہ کیا کرتی رہی ہے۔ پتا چلا کہ وہ ہیرے کے سلسلے میں صالحہ سے الجھتی رہی تھی۔

پارس چاہتا تھا کہ بلی ڈونا اب جگمگا رتہ میں نہ رہے۔ اگر رہے گی تو خزانے کا کچھ اور حصہ حاصل کرنے کے لیے صالحہ کی پریشانی کا سبب بنتی رہے گی۔ اسی لیے وہ اس کے پاس آتا جاتا رہتا تھا تاکہ کوئی چکر چلا کر اسے جگمگا رتہ چھوڑنے پر مجبور کر دے۔

اس نے صالحہ کو اس سے نجات دلانے کے لیے جوہری کے دماغ میں رہ کر ہیرے کو اصلی ثابت کرایا تھا۔ دوسری طرف.... اسے اصلی ہیرے سے محروم کر کے اس کی جان بچائی تھی لیکن وہ ہمیشہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ کبھی اپنی مصروفیات کے باعث بلی ڈونا پر توجہ نہ دیتا اور وہ پھر صالحہ کے خزانے سے کوئی ہیرا موتی چرا کر لے جاتی تو اس ہیرے' موتی کو ہاتھ لگانے کے باعث صدیوں کی روایات کے مطابق اس کے لیے بھی موت لازمی ہو جاتی۔

پارس ایسی کسی چاہنے والی کو نظر انداز نہیں کرتا تھا' جو اس سے وفا کرتی تھی۔ وہ ہزاروں مصروفیات کے باوجود اپنی وفا کرنے والیوں پر توجہ ضرور دیتا تھا۔ بلی ڈونا اگرچہ مغرور' ضدی اور لالچی تھی لیکن پارس کو دل و جان سے چاہتی تھی۔ اس کی اداؤں میں اور اس کے سراپا میں کچھ ایسی دلکشی تھی کہ پارس بھی اسے بھولتا نہیں تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ وہ اس کے پاس امریکا چلی آئے۔ اس نے اسے مخاطب کیا "ہیلو بلی! کیا ہو رہا ہے؟"

"تم اب آئے ہو؟ کہاں تھے؟"

"ایک معاملے میں بہت مصروف ہو گیا تھا۔ تمہارے پاس نہ آسکا لیکن تم تو میرے پاس آسکتی ہو؟"

"تم آج کل کہاں ہو؟"

"تم آنا چاہو گی تو بتاؤں گا۔"

"تمہیں میرے پاس آنا چاہیے کیونکہ میں یہاں ایک کامیابی کے بعد مزید... کامیابیاں حاصل کرنے والی ہوں۔ تم ساتھ رہو گے تو میری منزل آسان ہو جائے گی۔"

"یہ تو جانتا ہوں کہ چندر مکھی ہیرا حاصل کر کے تم نے ایک بڑی کامیابی حاصل کی ہے لیکن وہ آئندہ کامیابیاں کس نوعیت کی ہوں گی؟"

"ہم دونوں مل کر صالحہ کے خزانے سے زیادہ سے زیادہ نایاب ہیرے' موتی حاصل کریں گے۔"

"تم نے جو ایک ہیرا حاصل کیا ہے' اس کی حفاظت کرنا تمہارے لیے مسئلہ بن جائے گا۔ بشرطیکہ وہ اصلی ہو۔"

"تمہیں شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے ایک بہت بڑے جیولر سے تصدیق کرائی ہے۔"

"مجھے اس لیے یقین نہیں آرہا ہے کہ ہماری دنیا میں خالص دودھ اور خالص گھی نہیں ملتا ہے تو اصلی ہیرا کیسے مل جائے گا۔"

"کیا جیولر غلط کہے گا؟"

"اگر جیولر نے واقعی اسے اصلی کہہ دیا ہے تو مجھے فوراً تمہارے پاس پہنچنا چاہیے۔ وہاں تمہارا کوئی نہیں ہے۔ کفن دفن کا انتظام مجھے ہی کرنا ہوگا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ یہ اصلی ہے اس کے باوجود میں زندہ ہوں اور زندہ رہوں گی۔"

"تمہارے زندہ رہنے پر تعجب نہیں ہے۔ بعض کیڑے مکوڑے اتنے سخت جان ہوتے ہیں کہ ڈی ڈی ٹی چھڑکنے کے باوجود زندہ رہتے ہیں۔"

"کیا مجھے کیڑا کہہ رہے ہو؟"

"میں نے ایک مثال دی ہے۔ ویسے تمہارے لیے خطرہ ہے۔"

"کیسا خطرہ؟"

"اگر وہ ہیرا اصلی ہے تو کتنے ہی انجانے دشمن اس کی تاک میں ہوں گے۔ اسے ضرور چرائیں گے۔"

"میں چرانے نہیں دوں گی۔"

"وہ ہیرے کے ساتھ تمہیں بھی چرا کر لے جائیں گے اور دو دو مزے لوٹیں گے۔ ہیرا بھی ملے گا اور ہرنی بھی ملے گی۔"

"بے کار باتیں نہ کرو۔ تم ابھی آنے کی بات کر رہے تھے۔

میرے پاس چلے آؤ۔"

"میں نے ابھی تمہیں اپنے پاس آنے کے لیے کہا تھا۔ میری جان، میرے پاس چلی آؤ۔"

"پارس! سمجھا کرو۔ ہم دونوں مل کر اس خزانے پر ہاتھ صاف کرتے رہیں گے۔"

پارس نے سوچا، یہ لالچی ہے۔ اسے ہی اپنے پاس بلانے کی ضد کرتی رہے گی۔ فی الحال اس کی بات مان کر اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھا جائے اور ایسا چکر چلایا جائے کہ وہ خود ہی مجبور ہو کر اس کے پاس چلی آئے۔

وہ شکست خوردہ انداز میں بولا "تم ضد کر رہی ہو تو مجھے آنا ہی ہوگا۔ یوں سمجھو کہ میں آنے ہی والا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ وہ خوش ہوگئی کہ اس کا چاہنے والا اسے اپنی آغوش میں سمیٹنے کے لیے آرہا ہے۔ وہ اپنی الماری سے ایک اچھا سا لباس نکال کر باتھ روم میں چلی گئی۔ وہاں شاور کھول کر ٹھنڈے پانی کی پھوار میں بھیگنے لگی۔ اپنے سلگتے ہوئے جذبوں کو اس طرح بھگو کر ٹھنڈا کرنے میں بڑا وقت لگتا ہے۔ وہ بڑی دیر تک ٹھنڈے شاور کے نیچے ٹھنڈی ہوتی رہی۔ ایسے وقت اسے کوئی دیکھ لیتا تو وہ بے چارہ گرم ہوتا رہتا۔

پارس نے اس سے باتوں کے دوران میں اس کے خیالات پڑھ لیے تھے کہ وہ باتھ روم جائے گی اور دیر تک غسل کرے گی۔ وہ طے کرچکا تھا کہ اسے دیر تک غسل کرائے گا اور باتھ روم سے جلدی نکلنے نہیں دے گا۔

اس نے اپنے ایک ماتحت کو سمجھا دیا کہ اسے فوراً اس کے بنگلے میں پہنچ کر کیا کرنا ہے۔ وہ ماتحت دس منٹ کے اندر اس کے بنگلے کے بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ بلی ڈونا نے چند رکھی ہیرے کو ایسے لاکر میں رکھا تھا جو مخصوص نمبروں کی ترتیب سے کھلتا تھا۔ ان نمبروں کا علم صرف بلی ڈونا کو تھا۔ گویا پارس بھی یہ نمبر جانتا تھا۔

پھر اس کا ماتحت کیسے نہ جانتا؟ اس نے بیڈ روم میں آکر الماری کو کھول کر اس لاکر کو مخصوص نمبروں کی ترتیب سے کھولا۔ اس چندر کھی کو نیکلس سمیت نکال کر اپنی جیب میں رکھا پھر بڑے آرام سے ٹہلتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

تب پارس نے اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی "اوہ! میں بڑی دیر سے نہا رہی ہوں۔ جب وہ آئے گا تو باتھ ٹب میں نہانے کا مزہ آئے گا۔ فی الحال اتنا ہی غسل کافی ہے۔"

وہ تولیے سے بدن پونچھتی ہوئی باتھ روم سے نکل کر بیڈ روم میں آگئی پھر لباس وغیرہ پہننے کے بعد اس نیکلس کو پہننا چاہا۔ اب وہ نیکلس کو اپنے سے زیادہ دور نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ غسل کرتے وقت مجبوراً اسے الگ کرنا پڑا تھا۔

اس نے لاکر سے اسے نکالنے کے لیے الماری کو کھولا تو لاکر پہلے ہی کھلا ہوا نظر آیا۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ جیسے سینے سے کوئی دل نکال کرلے گیا ہو۔۔۔ کوئی لاکر سے وہ ہیرا نکال کرلے گیا تھا۔

پہلے تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا اور جب یقین آیا تو اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ لاکر میں ہاتھ ڈال کر تمام چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی پھر اس نے پلٹ کر اسے بستر پر اور تکیے کے نیچے تلاش کیا۔

پھر عقل آئی کہ لاکر مخصوص نمبروں کی ترتیب سے بند تھا۔ وہ خود کھل نہیں سکتا تھا اور ہیرا خود ہی لاکر سے باہر نہیں جاسکتا تھا۔ کوئی یہاں آیا تھا اور اسے چرا کرلے گیا تھا۔

ایک گھنٹا پہلے پارس نے کہا تھا کہ وہ ہیرا اصلی ہوگا تو کوئی اسے چرا کرلے جائے گا۔ اس کی چوری سے یہ ثابت ہوگیا تھا کہ وہ اصلی ہے لیکن یوں ثابت ہونا بلی ڈونا کے لیے مہنگا پڑا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر پارس کو مخاطب کیا "پارس! میں لٹ گئی۔ تم نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ وہ ہیرا چوری ہوگیا ہے۔"

"میں نے یہ بھی کہا تھا کہ چوری کرنے والے ہیرے کے ساتھ تمہیں بھی لے جائیں گے۔ کیا تم بھی انہی کے پاس پہنچ گئی ہو؟"

"نہیں، میں بچ گئی۔ میں باتھ روم میں تھی۔"

"آئندہ واردات کے وقت باتھ روم میں نہ رہنا۔ پتا نہیں کس حالت میں تمہیں۔ اگر چور گھس آتے تو پھسل پڑتے۔"

"میں اتنا بڑا نقصان اٹھا چکی ہوں اور تم مذاق کر رہے ہو۔"

"ہزاروں میل دور سے مذاق ہی کرسکتا ہوں۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا میرے پاس چلی آؤ۔ اگر آجاتیں تو وہ ہیرا یہاں محفوظ رہتا۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ پارس سے بولی "تم میرے پاس رہو۔ کسی کا فون ہے۔"

اس نے ٹیلی فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا پھر پوچھا "کون؟"

دوسری طرف سے کسی مرد نے کہا "جو چیز ہاتھ سے نکل چکی ہے اسے ڈھونڈنے میں وقت ضائع نہ کرو۔"

وہ غصے سے بولی "تم کون ہو؟ اور کس چیز کی بات کر رہے ہو؟"

"وہ تمہارا چندر کھی اب میرے پاس ہے۔"

"میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گی۔"

"جب اس ہیرے کو حاصل کرنے کے بعد تم محفوظ رہی ہو تو پھر میں کیسے مرسکتا ہوں۔ مجھے مار ڈالنے کی بات نہ کرو۔"

"جب تم اسے چرا کرلے ہی گئے ہو تو اس کی اطلاع مجھے کیوں دے رہے ہو؟"

"دراصل میں تمہارا عاشق ہوں۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ اگر تم میری محبت قبول کرو گی تو اس ہیرے کو فروخت کرکے اس کی آدھی رقم تمہیں دوں گا۔"

"اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو تمہیں میرے روبرو آکر گفتگو کرنی چاہیے۔ تم کہاں ہو؟"

"یہ نہ پوچھو میں کہاں ہوں؟ اتنا معروف ہوں کہ یہاں تم سے مل نہیں سکوں گا۔"

"پھر کہاں ملو گے؟"

"میں آج شام کی فلائٹ سے امریکا جا رہا ہوں۔ تم سے نیویارک یا واشنگٹن میں ملاقات ہوسکتی ہے۔"

"میں اتنی دور نہیں جاسکوں گی۔ مجھ سے یہیں ملاقات کرو۔ تم میرے دوست بن کر یہاں خوب انجوائے کرو گے۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر اس نے کہا "تم ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتی تھیں۔ میں نے سانس روک لی۔ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔"

"ٹھیک ہے۔ کام کی بات کرو۔ مجھ سے محبت کرتے ہو تو یہاں سے نہ جاؤ۔"

"سوری۔ ہیرے کی صحیح قیمت امریکا میں ملے گی۔ تم آدھا منافع چاہتی ہو تو میرے ساتھ چلو۔"

"اگر میں آج شام کی فلائٹ میں سیٹ حاصل کرلوں تو کیا۔۔۔ ائرپورٹ پر ملاقات کرو گے؟"

"میں وہاں موجود رہوں گا۔ امریکا تک تمہارا ہم سفر بھی رہوں گا لیکن تم مجھے پہچان نہیں سکو گی۔ نیویارک پہنچ کر تمہارے روبرو آجاؤں گا۔"

"جب میں تمہاری بات مان رہی ہوں تو ائرپورٹ پر ملاقات کرو۔ ہم ایک اچھے ہم سفر کی طرح نیویارک جائیں گے۔"

"یہاں تم وسیع ذرائع کی مالک ہو۔ مجھے آسانی سے نقصان پہنچا کر وہ ہیرا مجھ سے چھین کرلے جاسکتی ہو۔ میری آخری بات یہی ہے کہ میں امریکا پہنچ کر تم پر بھروسا کروں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس نے ہیلو، ہیلو کہہ کر مخاطب کیا پھر جھنجلا کر ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ پارس نے کہا۔ "تمہیں جھنجلانا نہیں چاہیے۔ اپنے دماغ کو ٹھنڈا رکھو اور یہ سمجھو کہ اس کے پیچھے امریکا آکر ہی وہ ہیرا اس سے حاصل کرسکو گی۔ اگر وہ آج شام کی فلائٹ سے چلا جائے گا تو اس سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا اور تم اسے چہرے سے بھی نہیں پہچانتی ہو۔ وہ چلا گیا تو ہیرا کیسے حاصل کرو گی؟"

"پتا نہیں وہ ذلیل کمینہ کون ہے؟ مجھے اس کا تعاقب کرنا ہی ہوگا لیکن وہاں بھی وہ مجھ سے دھوکا کرسکتا ہے۔ تم کہاں ہو؟ کیا نیویارک نہیں آسکتے؟"

"تمہاری خاطر آنا ہی ہوگا۔ تم آج شام کی فلائٹ سے چلی جاؤ۔"

وہ دل پر جبر کرکے سفر کی تیاریاں کرنے لگی۔ پارس نے ایک ذرا سی چالاکی سے اسے جنگارتہ چھوڑنے پر مجبور کردیا تھا۔

○☆○

لارڈون اور لارڈ ٹو کو اتنا زبردست نقصان پہنچا تھا کہ وہ دوبارہ انڈر گراؤنڈ تنظیم قائم نہیں کرسکتے تھے۔ انہیں ایسا گہرا صدمہ پہنچا تھا کہ وہ ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئے تھے۔ ان کا ذہن یہ سوچنے کے قابل نہیں رہا تھا کہ کس نے اتنا بڑا نقصان انہیں پہنچایا ہے۔

پچھلی بار ان کی پلاننگ کے مطابق ان کے تیسرے ساتھی لارڈ تھری نے فہمی اور علی پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور اس کے نتیجے میں وہ خود مارا گیا تھا۔ تین لارڈز میں سے دو لارڈز رہ گئے تھے۔ ان دونوں لارڈز کو پورا یقین تھا کہ فہمی اور علی انہیں جانتے پہچانتے نہیں ہیں۔ وہ کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ ایک انڈر گراؤنڈ تنظیم کے لارڈز ان سے دشمنی کر رہے ہیں۔

لیکن فہمی اور علی کس طرح ان کی جڑوں میں پہنچ گئے تھے، یہ بات ان لارڈز کو اب تک معلوم نہ ہوسکی تھی۔ وہ دونوں ان کے خفیہ گوداموں کو تباہ کرچکے تھے۔ ان خفیہ گوداموں میں کروڑوں ڈالرز کی ہیروئن چھپا کر رکھی گئی تھی۔ کروڑوں ڈالرز کچھ کم نہیں ہوتے۔ انہیں اگر پاکستانی کرنسی میں تبدیل کیا جائے تو اربوں روپے بن جاتے ہیں۔ اتنے بڑے نقصان نے ان دونوں لارڈز کی کمر توڑ دی تھی۔

وہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ کون انہیں اتنا بڑا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لارڈ ٹو نے کہا "ہمارا کوئی ایسا دشمن نہیں ہے جو اس قدر شاطر اور جرأت مند ہو کہ بیک وقت ہمارے تمام گوداموں کو تباہ کردے۔ ایسا کوئی تنہا نہیں کرسکتا۔ کسی خفیہ تنظیم نے ہم سے دشمنی کی ہے۔"

لارڈون نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "ہم فہمی اور علی کو بھول رہے ہیں۔ ان کے حوصلے بے مثال ہیں۔ وہ ایسے شاطر ہیں کہ اپنی شطرنجی چالوں سے ہمیں یوں جھاگ کی طرح بٹھا سکتے ہیں جیسے کہ ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی سکت بھی نہیں رہی ہے۔"

"وہ ہمیں جانتے بھی نہیں ہیں پھر دشمنی کیسے کریں گے؟"

"کیا وہ مختار شاہ کے دماغ میں نہیں گئے ہوں گے؟ فرض کرو وہ مختار شاہ کی خیریت معلوم کرنے گئے ہوں۔ ایسے وقت اس کے چور خیالات نے انہیں ہمارے بارے میں بہت کچھ بتا دیا ہو۔"

"ہوں۔ ہم پچھلے دنوں مختار شاہ کی طرف سے غافل رہے تھے۔"

"وہ تو ہماری مصروفیت نے ہمیں اس سے دور رکھا تھا۔"

"جب ہم اسے ڈھیل دیتے ہیں تو وہ بے لگام ہوجاتا ہے۔ شراب پینے لگتا ہے۔ فہمی اور علی اس کے نشے کے دوران میں آئے ہوں گے تو اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوئی ہوگی۔"

"ہاں بات کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ اس کی بے خبری سے ہمیں اتنا بڑا نقصان پہنچ سکتا تھا اور وہ پہنچ چکا ہے۔"

وہ دونوں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے مختار شاہ کے دماغ

میں آئے۔ اسے مخاطب کیے بغیر چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ اگر فہمی اور علی اس کے اندر آنے کے بعد اسے اپنی موجودگی کا احساس دلاتے تو مختار شاہ کے خیالات ان دونوں لارڈز کو ان کی آمد کے بارے میں ضرور بتا دیتے۔

وہ خودی بے خبر تھا اس لیے اس کے خیالات نے ان لارڈز کو یہی بتایا کہ وہ اب تک اس کے دماغ میں نہیں آئے ہیں۔ لارڈون نے اسے مخاطب کیا "مختار شاہ! ہم بہت زیادہ مصروفیات کے باعث تمہارے پاس نہ آسکے لیکن تمہیں تو آنا چاہیے تھا۔"

"میں آپ کے پاس آنا چاہتا تھا لیکن زیبا کے مل جانے سے مجھے اتنی خوشیاں ملنے لگیں کہ میں ساری دنیا سے اور اپنے آپ سے بھی غافل ہو گیا۔"

"تمہاری غفلت کے دوران میں فہمی اور علی نے چوری چھپے تمہارے خیالات پڑھے ہوں گے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ وہ اگر آتے تو مجھے سکندر ثانی سمجھ کر ضرور مخاطب کرتے۔"

"صرف تمہاری شراب نوشی نے ہی انہیں یہ سمجھا دیا ہو گا کہ تم سکندر ثانی نہیں، مختار شاہ ہو۔ تمہاری شراب نے تمہارا تمام جھوٹ اور فریب کھول دیا ہو گا۔"

لارڈ ٹونے کہا "تمہیں پتا ہے، سرحدی علاقے میں ہمارے جتنے گودام تھے وہ سب تباہ کر دیے گئے ہیں۔"

اس نے حیرت سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"کیا ہم جھوٹ بول رہے ہیں؟ جاؤ اور خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرو۔ تمہیں ابھی معلوم ہو گا کہ ہم اربوں روپے کا نقصان اٹھا چکے ہیں اور اتنا بڑا نقصان فراد کی فیملی والے ہی پہنچا سکتے ہیں کیا اور کوئی دشمن ان سے زیادہ زبردست ہو سکتا ہے؟"

مختار شاہ نے کہا "واقعی ہمارے خلاف اتنی بڑی جرأت کرنے والا کوئی اور دشمن نہیں ہے، اب یہ ماننا پڑے گا کہ فہمی اور علی کو آپ دونوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔"

"اور ایسا تمہاری بے پروائی اور غیر ذمے داری کی وجہ سے ہوا ہے۔"

اس نے سر ہلا کر کہا "اگر فہمی اور علی نے ایسی تباہی مچائی ہے تو پھر ان دونوں نے میرے ہی ذریعے آپ لوگوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی ہوں گی۔"

لارڈون نے کہا "جب وہ ہمارے خفیہ گوداموں تک پہنچ چکے ہیں تو ہماری خفیہ رہائش گاہ کے بارے میں بھی جانتے ہوں گے۔"

مختار شاہ نے کہا "آپ دونوں اپنی رہائش گاہ بدل دیں۔"

"تم ہمیں مشورہ نہ دو۔ تم نے ہمیں بری طرح ڈبو دیا ہے۔ اب ہم جو کہہ رہے ہیں وہ کرو۔"

"میں تو وہی کرتا رہتا ہوں جو آپ لوگ کہتے ہیں۔"

"تم آج رات پیو گے۔ وہ آج بھی تمہارے اندر آئیں گے، ایسے وقت ہم ان سے باتیں کریں گے۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ رات آئی، شراب اور شباب کی خواہشات نے انگڑائی لی اور وہ بوتل کھول کر بیٹھ گیا۔ اس کے دونوں لارڈز نہ کہتے، تب بھی پینے کا عادی تھا۔ اس لیے پینے لگا۔

فہمی اور علی بھی اس کے دماغ میں آنے جانے لگے تھے۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ مختار شاہ کے ذریعے کسی طرح ان دونوں لارڈز کا ٹھکانا معلوم ہو جائے۔ ان کے ٹھکانے تک پہنچنے کے لیے وہ اس کی کھوپڑی میں آتے رہتے تھے۔ وہ اس رات بھی آئے۔ اس بار فہمی نے اسے مخاطب کیا "مختار شاہ! تو نے ہمیں بڑا زبردست دھوکا دیا تھا۔ ہماری نظروں میں سکندر ثانی بن کر تو نے اپنی موت کو ٹال دیا تھا، اب تیری موت ٹلنے والی نہیں ہے۔"

پھر مختار شاہ نے اپنے اندر علی کی آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا "تو آج سے دو دن پہلے ہی مر جاتا۔ تو فہمی کے والد کا قاتل ہے۔ فہمی تجھے مار ڈالنا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا کیونکہ ہم تیرے ذریعے ان دونوں لارڈز تک پہنچنا چاہتے تھے۔"

فہمی نے کہا "اور ہم پہنچ گئے۔ ہم نے ان کے تمام گوداموں کو تباہ کر دیا ہے۔ ان دونوں نے اپنی رہائش گاہ بدل دی ہے، ہم سے چھپتے پھر رہے ہیں اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ ہم ان کی ہر نئی پناہ گاہ سے واقف ہو جاتے ہیں۔"

علی نے کہا "ان کا ایک لارڈ ہمیں قتل کرنے آیا تھا اور وہ حرام موت مارا گیا۔ کل صبح تک وہ دونوں بھی اپنے ساتھی کی طرح حرام موت مریں گے۔ ہم ان دونوں کی موجودہ رہائش گاہ تک پہنچنے کے بعد۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس نے پکارا "فہمی! جلدی آؤ۔"

فہمی کی آواز سنائی دی۔ وہ پریشان ہو کر بول رہی تھی "میں آ رہی ہوں۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تمہاری کوٹھی میں دشمن گھس آئے ہیں؟ فکر نہ کرو۔ میں ابھی پہنچ رہی ہوں۔"

پھر مختار شاہ کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ صاف ظاہر تھا کہ علی کی مدد کے لیے فہمی چلی گئی ہے۔ وہ دونوں لارڈز مختار شاہ کے اندر بڑی دیر سے چھپے ہوئے تھے اور فہمی اور علی کی باتیں سن رہے تھے۔ علی کی چیخ سے صاف سمجھ میں آگیا کہ وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہے۔ فہمی اس سے کہیں دور تھی۔ اس کی مدد کے لیے دوڑتی چلی گئی ہے۔

ان دونوں لارڈز کے لیے یہ سنہری موقع تھا۔ وہ آسانی سے زخمی علی کے دماغ میں پہنچ سکتے تھے اور اس کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ چونکہ وہ زخمی تھا اس لیے انہیں اس کے اندر جگہ مل گئی۔

وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ ایک کمرے کے فرش پر چار دل

شانے چت پڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں اس کے چور خیالات پڑھنے لگے۔ پتا چلا کہ چند ڈاکو کوٹھی میں گھس آئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے علی پر پیچھے سے حملہ کیا تھا۔ ایک رائفل کے کندے سے اس کے سر پر ضرب لگائی تھی۔

انہوں نے اس کے خیالات پڑھنے کے دوران میں فہمی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی "میں کار تیزی سے ڈرائیو کرتی آ رہی ہوں لیکن تمہیں اس کوٹھی میں نہیں رہنا چاہیے۔ مختار شاہ کو معلوم ہو چکا ہے کہ تم وہاں زخمی پڑے ہو۔ وہ اپنے دونوں لارڈز کو تمہارا کام تمام کرنے کے لیے وہاں بھیج سکتا ہے۔ میں ابھی تمہیں اس کوٹھی سے لے جاؤں گی۔"

وہ دونوں لارڈز علی کی دماغی کیفیت کو سمجھ رہے تھے۔ اس کے سر پر ایسی شدید ضرب لگائی گئی تھی کہ وہ کسی وقت بھی بے ہوش ہو سکتا تھا لیکن ہوش میں رہنے کی کوشش کر رہا تھا اور کمزور سی سوچ میں کہہ رہا تھا "فہمی! جلدی آؤ۔ میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ آ رہی تھی لیکن دشمنوں کو بھی پر لگ گئے تھے۔ وہ بھی اپنی گاڑیوں میں جیسے اڑتے چلے آ رہے تھے۔ جس طرح اچانک علی کی شامت آگئی تھی، اسی طرح دشمنوں کو اچانک کامیابی کی منزل مل گئی تھی۔ کامیابی کے لیے لازمی تھا کہ وہ فہمی سے پہلے اس کوٹھی میں پہنچ جائیں۔ اگر فہمی پہلے پہنچے گی تو پھر انہیں کبھی علی تک نہیں پہنچنے دے گی۔

دونوں لارڈز پیچھے نہیں رہ سکتے تھے۔ ایسا موقع انہیں پھر کبھی نہ ملتا۔ آخر وہی دونوں اپنے گارڈز کے ساتھ اس کوٹھی کے احاطے میں پہلے پہنچے۔ انہوں نے اپنے تینوں گارڈز کو حکم دیا کہ وہ کوٹھی کے اندر جائیں تاکہ وہ دونوں لارڈز ان کے دماغوں میں رہ کر کوٹھی کے اندرونی حالات معلوم کر سکیں۔

وہ تینوں مسلح گارڈز کوٹھی کے اندر گئے۔ وہ دونوں باہر انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ایک گارڈ کے ذریعے معلوم ہوا کہ ایک شخص فرش پر اوندھا پڑا ہے اور اس کے سر پر پچھلے حصے سے خون بہہ رہا ہے۔

وہ دونوں خیال خوانی چھوڑ کر تیزی سے چلتے ہوئے کوٹھی کے اندر آئے۔ ایک کاریڈور سے گزر کر ڈرائنگ روم میں پہنچے۔ وہاں سے اس کمرے میں آئے، جہاں مسلح گارڈز کے خیال کے مطابق علی فرش پر زخمی پڑا ہوا تھا۔ وہ وہاں پہنچتے ہی ٹھٹک گئے۔ فرش پر تینوں گارڈز زخمی پڑے ہوئے تھے۔ اب وہ مسلح نہیں تھے اور نہ ہی وہاں علی نظر آ رہا تھا۔

ان کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ پلٹ کر باہر بھاگنا چاہتے تھے لیکن کمرے کا دروازہ باہر سے بند ہو چکا تھا۔ انہوں نے دروازے کو پیٹا، دھکے مارے مگر وہ نہ کھلا۔ یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ چوہے دان میں پھنس چکے ہیں۔

دونوں لارڈز کو یاد آیا کہ علی زخمی ہے۔ اس کے دماغ میں جا کر معلوم کر سکتے ہیں کہ انہیں ایک کمرے میں کس نے بند کیا ہے۔ وہ دونوں اس کے دماغ میں گئے پھر حیران رہ گئے۔

علی اور فہمی ڈائننگ ٹیبل پر تھے۔ رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ لارڈون نے حیرانی سے پوچھا "تم؟ تم زخمی نہیں ہو؟"

وہ بولا "اس کوٹھی میں نہ ڈاکو آئے تھے اور نہ ہی کسی نے مجھے زخمی کیا تھا۔ کیوں فہمی؟ ہمارا ڈراما کیسا رہا؟"

فہمی نے کہا "بہت خوب رہا۔ تم بہت اچھے اداکار ہو۔ تم نے زخمی ہونے اور کمزور ہونے کی ایکٹنگ اچھی کی ہے۔ یہ دونوں دھوکا کھا گئے۔ ان کی سمجھ میں اتنی سی بات نہیں آئی کہ جب تم زخمی ہو تو پھر خیال خوانی کے ذریعے مختار شاہ کے دماغ میں کیسے ہو؟ کوئی زخمی شخص خیال خوانی نہیں کر سکتا لیکن تم خیال خوانی کے ذریعے مجھے مدد کے لیے پکار رہے تھے۔ یہ تمہیں قتل کروانے کی دھن میں ہر پہلو پر غور نہ کر سکے۔ بے چارے!"

لارڈ ٹو نے پوچھا "کیا تم دونوں اسی کوٹھی میں ہو؟"

"ہاں۔ تمہارے ساتھ والے کمرے میں ہیں۔ ہم ابھی آئیں گے لیکن ہمارے آنے سے پہلے اپنے ہتھیار کھڑکی سے باہر پھینک دو۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ انہیں بتایا گیا کہ فہمی کسی دوسری جگہ نہیں تھی۔ اسی کوٹھی میں علی کے ساتھ تھی اور اس کوٹھی میں ڈاکو نہیں آئے تھے۔ انہوں نے ڈراما اس خوب صورتی سے کیا تھا کہ دونوں لارڈز دھوکا کھا کر وہاں آکر ایک کمرے میں قید ہو گئے تھے۔

زیرِ زمین دنیا میں طرح طرح کے جرائم ہوتے ہیں۔ مختلف سنڈیکیٹس اور تنظیمیں سرگرم عمل رہتی ہیں۔ ان سب کے سربراہ اپنی الگ الگ بادشاہت قائم کرتے ہیں۔ یہ لوگ اتنے خطرناک اور ناقابلِ شکست ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے ممالک کی پولیس اور خفیہ ایجنسیوں کے جاسوس بھی انہیں گرفتار کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ انٹرپول کے جاسوس بھی کئی برسوں سے ان تین لارڈز تک پہنچنا اور ان کی ڈرگ مافیا کو تباہ کرنا چاہتے تھے لیکن وہ ان تینوں تک پہنچنے میں ناکام رہے تھے۔

پارس اور علی کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب دشمنوں کا سراغ نہیں ملتا تھا اور وہ روپوش رہ کر بہت بڑا چیلنج بنتے رہتے تھے تو ایسے وقت وہ اپنی حکمتِ عملی سے دشمنوں کو اس طرح مجبور کرتے تھے کہ وہ بے اختیار اپنے خفیہ اڈوں سے نکل آتے تھے۔ سانپ بڑے ڈھیٹ ہوتے ہیں۔ صرف بین بجاؤ تو بل سے باہر آتے ہیں یا پھر بل کے سامنے آگ جلا دی جائے تو وہ پریشان ہو کر تمام خطرات بھول کر نکل آتے ہیں۔

وہ دونوں لارڈز بھی فہمی اور علی کو کبھی اپنی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنے نہ دیتے۔ انہیں زیرِ زمین چھپ کر رہنے میں مہارت حاصل

تھی۔ وہ جس طرح انٹرپول کے سراغ رسانوں کو برسوں سے پریشان کرتے رہے تھے اسی طرح وہ پتا نہیں کتنی مدت تک فہمی اور علی کو بھی نچلی کا ناچ نچاتے رہتے اور علی ناچنے والوں میں سے نہیں تھا۔ اس نے بڑی حکمتِ عملی سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک ڈراما پلے کیا تھا اور انہیں اپنے بنائے ہوئے چوہے دان میں آکر پھنسنے پر مجبور کردیا تھا۔

وہ دونوں لارڈز اپنی اپنی گن لیے بند کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ پریشان ہورہے تھے۔ انہیں بچ نکلنے کی تھوڑی سی امید تھی۔ انہوں نے ایک دوسری خطرناک تنظیم کے سربراہ کو بتایا تھا کہ ان کے تمام گودام کس نے تباہ کیے ہیں اور کس طرح انہیں کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا ہے۔ فہمی اور علی اتنے خطرناک ہیں کہ ان لارڈز کی ڈرگ مافیا کو تباہ کردینے کے بعد دوسری زیرِ زمین تنظیموں کو بھی برباد کرنے کے منصوبوں پر عمل کرتے رہیں گے۔

اس دوسری تنظیم کے سربراہ کا نام جی کاک تھا۔ وہ عالمی سطح پر انسانی آنکھیں' دل اور گردے بیچنے کا وسیع دھندا کرتا تھا۔ جی کاک ان لارڈز کے ذریعے علی کا ذکر سن کر کھٹک گیا تھا اور یہ سمجھ گیا تھا کہ جب فرہاد علی تیمور کا ایک بیٹا زیرِ زمین سرگرمیوں تک پہنچ گیا ہے تو اب اس فیملی کے دوسرے افراد بھی ان کی شہ رگوں تک پہنچتے رہیں گے۔

ان خطرات کو بڑھنے سے پہلے انہیں روکنے اور ختم کرنے کی احتیاطی تدابیر کرنا لازمی تھا۔ جی کاک نے ان لارڈز سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس خطرے کو پھیلنے سے پہلے کچل دے گا کیونکہ وہ خطرہ ایک کے لیے نہیں سب کے لیے تھا۔

وہ دونوں لارڈز بند کمرے میں پُرامید تھے کہ وہاں سے فرار ہونے میں جی کاک ان کی مدد کرے گا۔ لارڈز ون نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا "ہیلو جی کاک! جب تک ہم اس کوٹھی کے باہر تھے' تم ہمارے دماغ میں رہے' اس کے بعد کہاں گم ہوگئے؟"

"میں اپنے ایک معاملے میں مصروف ہوگیا ہوں۔ اس کے باوجود تمہارے پاس آسکتا ہوں۔ کوئی مسئلہ پیدا ہوگیا ہے؟"

"ایسا ویسا مسئلہ نہیں' زندگی اور موت کا سوال پیدا ہوگیا ہے۔ ہم علی کے شکنجے میں آگئے ہیں۔"

لارڈ ٹو نے کہا "اس نے ہمیں ایک کمرے میں بند کردیا ہے۔ یہاں سے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

جی کاک نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیسے ہوگیا؟ وہ تو بری طرح زخمی ہو کر بے ہوش ہونے والا تھا۔"

"نہ وہ زخمی تھا نہ وہ بے ہوش ہونے والا تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک ڈراما پلے کیا تھا۔ اس وقت تم بھی اس کے دماغ میں تھے۔ علی نے جس طرح اچانک چیخ ماری اور شدید زخمی ہونے کی ایکٹنگ کی تھی اس سے تم بھی دھوکا کھا گئے ہو۔"

جی کاک نے کہا "تعجب ہے۔ اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ واقعی ڈاکوؤں نے اس پر حملہ کیا ہے اور وہ بے ہوش ہونے کی حد تک زخمی ہوچکا ہے جبکہ چور خیالات جھوٹ نہیں کہتے۔ جو سچ ہوتا ہے وہی اگلتے ہیں۔"

"فرہاد کے خاندان والوں کا یہی کمال ہے۔ وہ اپنے چور خیالات کے ذریعے بھی دھوکا دیتے ہیں۔"

"پتا نہیں یہ لوگ کیسے کیسے خطرناک انداز میں دھوکے دیتے ہیں۔ فی الحال تو یہ سوچنا ہے کہ ان سے جان کیسے چھوٹے گی؟"

جی کاک نے پوچھا "تم دونوں کو وہاں ایک ساتھ نہیں جانا چاہیے تھا۔ کیا اتنا بھی نہ سوچا کہ برا وقت آئے گا تو ایک ساتھ پھنسو گے؟"

"برا وقت آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہم نے اور تم نے دیکھا تھا کہ علی پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ فہمی اس سے دور تھی۔ ہم بے ہوش ہونے والے کو گولی مار کر اس تماشے کی سنسنی سے نمٹ سکتے تھے۔ تم خود گواہ ہو کہ ہمارے لیے یہ بازی جیت لینا آسان تھا۔"

جی کاک نے کہا "ہاں' میں بھی مطمئن ہوگیا تھا۔ اسی لیے تمہارے دماغ سے چلا گیا تھا۔ اب یہ بتاؤ کیا فائر کرکے دروازے کا لاک نہیں توڑ سکو گے؟"

ان دونوں نے دروازے کی طرف رخ کیا پھر اپنی اپنی گن سے دروازے کے لاک پر فائر کرنے لگے۔ اس کے بعد دروازے پر لاتیں ماریں لیکن وہ نہ کھلا۔ وہ لاک نہیں تھا' باہر سے چٹخنی چڑھائی گئی تھی۔

ان کی ناکام کوششوں کے بعد ذرا دیر کے لیے خاموشی چھاگئی پھر اچانک سائلنسر لگے ہوئے دو ریوالوروں سے دو گولیاں چلیں۔ دونوں لارڈز کے حلق سے چیخیں نکلیں۔ ان کے ہاتھ سے گنیں چھوٹ گئیں۔ وہ دونوں اپنا ایک ایک زخمی بازو تھام کر لڑکھڑاتے ہوئے پلٹ گئے۔

فہمی اور علی کھڑکی کے پاس سائلنسر لگے ہوئے ریوالوروں کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ علی نے کہا "تم نے ہمارے حکم کے مطابق ہتھیار نہیں پھینکے۔ دیکھو وہ خود ہی تمہارے ہاتھوں سے گر گئے اور اب زخمی ہونے کے باعث تم ہمیں اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکو گے۔"

فہمی اور علی نے ان کے دماغوں میں پہنچ کر پوچھا "کیا ہمیں روک سکتے ہو؟"

وہ دونوں سہمے ہوئے تھے۔ ایک کے اندر فہمی اور دوسرے کے اندر علی تھا۔ اب انہیں یقین ہوگیا تھا کہ ان کے اندر موت سمائی ہے۔ اب زندگی انہیں خیرات میں بھی نہیں ملے گی۔ لارڈ ٹو نے گڑگڑاتے ہوئے کہا "مسٹر جی کاک! ہمیں کسی طرح یہاں سے نکالو۔"

جی کاک نے کہا "پہلے تو وہاں سے نکلنے کا مسئلہ تھا۔ اب تو ان دونوں کو تمہارے اندر سے نکالنے کا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ انہیں کیسے نکالا جائے گا؟"

ایک لارڈ نے عاجزی سے کہا "مسٹر علی! ہمیں معاف کردیں۔ ہم سے سمجھوتا کرلیں۔ ہم آپ کی بڑی سے بڑی شرائط مان لیں گے۔"

دوسرے نے کہا "ہم ساری زندگی آپ کے تابعدار بن کر رہیں گے اور آپ کی توقعات سے زیادہ آپ کے کام آتے رہیں گے۔"

علی نے پوچھا "کیا واقعی ہمارے تابعدار بن کر رہو گے؟"

جی کاک نے کہا "یہ دونوں پھنس گئے ہیں۔ ضرور تمہارے تابعدار بن کر رہیں گے لیکن میں دوست بن کر رہنا چاہتا ہوں۔ میری دوستی سے تم بے شمار فوائد حاصل کرسکو گے۔"

علی نے کہا "میں ان دونوں لارڈز سے نمٹنے کے بعد تم سے ہی دوستی کروں گا۔ پہلے تم میری دوستی کا نمونہ تو دیکھ لو۔"

فہمی نے ان دونوں سے کہا "یہ تمہارے تین گارڈز زخمی پڑے ہیں۔ انہیں اٹھا کر اپنی گاڑی میں یہاں سے لے جاؤ۔ دروازہ کھول دیا گیا ہے۔"

وہ زخمی گارڈز اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔ لارڈز نے ان تینوں کو سہارا دیا پھر دروازہ کھول کر باہر آگئے۔ دونوں لارڈز نے اپنے اپنے گارڈز کو اپنی اپنی گاڑی میں بٹھایا پھر وہاں سے ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگے۔ ایک لارڈ نے کہا "ہمیں یقین نہیں آرہا ہے کہ اتنے مضبوط شکنجے سے رہائی مل گئی ہے۔"

فہمی نے کہا "پہلے تم بند کمرے میں تھے۔ اب کھلی فضا میں ہو۔ تمہیں رہائی تو مل چکی ہے لیکن نجات نہیں ملی ہے۔ تم دونوں اس مختار شاہ کی سرپرستی کرتے رہے جس نے میرے ابو کو قتل کرایا تھا۔"

علی نے کہا "تم دونوں ڈرگ مافیا کے سربراہ ہو۔ ساری دنیا میں نشے کا زہر پھیلا رہے ہو۔ پھر توقع کرتے ہو کہ گرفت میں آنے کے بعد نجات مل جائے گی۔"

میلوں دور تک جانے والی سنسان سی لیاب بھری ہوئی تھی۔ وہ دونوں نہر کے ساتھ والی سڑک پر تیزی سے گاڑیاں ڈرائیو کررہے تھے۔ فہمی اور علی نے ان کے دماغوں پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ انہوں نے اپنی اپنی گاڑیوں کی رفتار خطرناک حد تک بڑھا دی تھی۔ پھر اچانک دونوں لارڈز نے اپنی گاڑیوں کے اسٹیئرنگ کو دائیں طرف موڑا۔ وہ دونوں تیز رفتار گاڑیاں یکبارگی گھوم کر پل کی کمزور ریلنگ کو توڑ کر نہر میں چلی گئیں۔

گارڈز چیخنے لگے۔ دونوں لارڈز سانس روک کر گاڑیوں سے نکلنے کی کوشش کرنے لگے لیکن فہمی اور علی نے انہیں نکلنے نہیں دیا۔

ہوئے مر کے ہم جو رُسوا' ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا' نہ کہیں مزار ہوتا!

○☆○

پورس کے فرار ہونے کے بعد یہ مسئلہ زیرِ بحث تھا کہ وہ الیکٹرونک آلات کی زد میں آئے بغیر کس طرح فرار ہوگیا تھا۔ پہلے تو تمام امریکی اکابرین یہ یقین سے کہتے رہے کہ پورس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں ہیں۔ وہ نادیدہ بن کر آہنی سلاخوں کے پیچھے سے نکلا ہوگا۔ مسلح پہرے داروں کے درمیان سے گزرتا گیا ہوگا۔ نادیدہ بننے والے آئینے میں نظر نہیں آتے۔ کیمرے کی آنکھ بھی نہیں دیکھ سکتی اسی لیے پورس الیکٹرونک آلات کی زد میں نہ آسکا۔ خفیہ وڈیو کیمرے اسے سی ڈی اسکرین پر نہ دکھا سکے۔ یوں اتنے سخت پہرے کے باوجود وہ آسانی سے فرار ہوگیا۔

جب اس خاص جیل خانے کا اچھی طرح معائنہ کیا گیا اور ایک ایک بات کی انکوائری کی گئی تو پتا چلا پورس نے چند سپاہیوں کو ہلاک کرتے ہی مین سوئچ آف کردیا تھا۔ تمام الیکٹرونک آلات کو عارضی طور پر ناکارہ بنادیا تھا۔ اگر وہ نادیدہ بن کر فرار ہوتا تو نہ سپاہیوں کی نظروں میں آتا اور نہ ہی انہیں ہلاک کرتا۔

انکوائری سے ثابت ہوا کہ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں تھیں۔ وہ سپاہیوں سے مقابلہ کرتا ہوا' تمام اہم آلات کو ناکارہ بناتا ہوا' بڑی حکمتِ عملی سے نکل بھاگا تھا۔ بعد میں پارس نے بھی قائل ہو کر سونیا سے کہا "مما! ہم پورس کے متعلق غلط سوچ رہے تھے۔ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں ہیں۔ وہ باقاعدہ جدوجہد کرتا ہوا جیل سے فرار ہوا تھا۔ امریکی سراغ رسانوں کی رپورٹ کے مطابق اس نے تمام الیکٹرونک آلات کو ناکارہ بنادیا تھا۔ سپاہیوں کی ہلاکت بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس نے مقابلہ کرکے رہائی حاصل کی ہے۔"

سونیا نے کہا "پھر تو وہ باکمال ہے۔ تمہارا صرف ہم شکل ہی نہیں' تمہاری طرح ذہین اور چالاک بھی ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم دونوں کیسے قدرتی طور پر ایک ہی جیسے ہوگئے۔"

پارس نے کہا "میں نے ابھی تک اس پر توجہ نہیں دی ہے۔ کبھی سوچا تھا کہ ایسے کئی آتے جاتے رہتے ہیں۔ نقالوں کے اندر جو کھوکھلا پن ہوتا ہے وہ جلد ہی ظاہر ہوجاتا ہے لیکن پورس نے ثابت کردیا ہے کہ وہ نقال نہیں ہے۔ اسے قدرتی طور پر میری ہی طرح ذہانت ملی ہے۔"

سونیا نے کہا "وہ جیسا ذہین اور حاضر دماغ ہے' اسی کے مطابق اگر مثبت کردار کا مظاہرہ کرتا رہے گا تو مجھے بڑی خوشی ہوگی اور اگر وہ منفی خیالات ظاہر کرے گا تو پھر ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایک اور شیطان کا اضافہ ہوجائے گا اور یہ اس کے حق میں بھی برا ہوگا۔"

"ہم دیکھیں گے کہ آئندہ وہ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ میں جارہا ہوں پھر آؤں گا۔"

"تم آج کل واشنگٹن میں ہو؟"

"جی ہاں۔ اب میں نیویارک جانے والا ہوں۔ بلی ڈونا آرہی ہے' اسے ریسیو کروں گا۔"

پارس دانائی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا اور پورس کے متعلق سوچنے لگا۔ اب وہ اسے نظرانداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پورس اس کے نام سے کیسی کیسی وارداتیں کرسکتا تھا' ان تمام پہلوؤں پر وہ سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔

اس میں شبہ نہیں کہ پورس کا فرار ایک معمّا بن گیا تھا۔ اس کے فرار ہونے کے سلسلے میں طرح طرح کی آرا قائم کی گئی تھیں۔ پھر سب ہی اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ پورس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں تھیں۔ وہ بڑی چالاکی اور حکمتِ عملی سے وہاں سے نکل بھاگا تھا۔

لیکن وہ اتنا مکّار تھا کہ جو کرتا تھا اس کے پیچھے اپنی مکّاری ظاہر نہیں ہونے دیتا تھا۔ جیل سے فرار ہوتے وقت بھی اس نے یہی کیا۔ سب کو الجھا دیا۔ سب یہی سمجھتے تھے کہ نادیدہ بنانے والی گولیاں اس دنیا سے نابود ہوگئی ہیں۔ وہ اتنا نادان بچہ نہیں تھا کہ ایسی غیر معمولی گولیاں اپنے پاس نہ رکھتا۔ اس نے اچھا خاصا ذخیرہ مختلف ممالک کے مختلف شہروں میں چھپا کر رکھا تھا۔

وہ مکّار نادیدہ بن کر جیل سے فرار ہوا تھا۔ اس نے نادیدہ بن کر سب سے پہلے الیکٹرونک آلات کو ناکارہ بنایا پھر جیل کے مختلف مقامات پر چند سپاہیوں کو اس طرح ہلاک کیا جیسے ان سے مقابلہ کرتا ہوا وہاں سے گیا ہو۔

ایسا کرنے کا ایک ہی مقصد تھا کہ ان غیر معمولی گولیوں کی موجودگی ظاہر نہ ہو۔ آئندہ بھی وہ ان گولیوں کو ایسی پچویشن میں استعمال کرنے والا تھا کہ کوئی اس پر نادیدہ بننے کا شبہ نہ کرتا۔

مین کلر نے اسے ایسی جگہ قید کیا تھا' جہاں حکومت اور فوج کا بہت ضروری خفیہ سامان چھپا کر رکھا جاتا تھا۔ اسی لیے وہاں مسلح سپاہیوں کے علاوہ جاسوسی الیکٹرونک آلات بھی نصب کیے گئے تھے تاکہ خفیہ اہم سامان سے کوئی ایک تنکا بھی نہ لے جاسکے۔

پورس نے نادیدہ بن کر ان خفیہ مقامات سے گزرتے ہوئے لیزر گنیں اور دوسرے جدید خطرناک قسم کے ہتھیار دیکھے۔ وہاں بڑے بڑے کارٹن رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک کارٹن کو کھول کر دیکھا۔ اس میں ہارمونز کے انجکشن رکھے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ اور بہت سا خفیہ سامان تھا۔ وہ وقتِ ضرورت نادیدہ بن کر وہاں سے بہت کچھ لے جاسکتا تھا۔ فی الحال وہ انجکشنوں کا ایک پیکٹ اٹھا کر لے گیا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ پارس واشنگٹن میں ہے۔ اس کے خیال میں ایک ہی شہر میں رہنا مناسب نہیں تھا اس لیے وہ نیویارک آگیا۔

اسے یہ خبر نہیں تھی کہ پارس بھی نیویارک پہنچنے والا ہے۔

وہ تمام دن رہائش اختیار کرنے کے سلسلے میں مصروف رہا۔ اس دوران میں اس نے شی تارا سے رابطہ کیا۔ وہ بولی "تم کہاں ہو؟ تم مجھے مین کلر کی قید میں چھوڑ گئے تھے۔ کیا یہ تمہاری مردانگی ہے؟"

"میں نے کبھی مردانگی کا دعویٰ نہیں کیا۔ جیسا کہ تم جانتی ہو' میں خود مین کلر کی قید میں تھا۔ میں نے کتنی مشکلوں سے رہائی حاصل کی ہے' یہ میں ہی جانتا ہوں۔"

"رہائی پاتے ہی تمہیں میرے پاس آنا چاہیے تھا۔"

"کیوں آنا چاہیے تھا۔ کیا میں تمہارا غلام ہوں؟"

"ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ میں تو محبت سے بلا رہی ہوں۔"

"تمہارے ساتھ رہنے میں خطرہ ہے۔ پارس تمہارے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے۔"

"میں کبھی اسے نہیں آنے دوں گی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کروں گی۔"

"مجھے شبہ ہے کہ وہ تمہارے دماغ میں کوئی دوسرا لبادہ اختیار کر کے آتا ہے' اسے تم محسوس نہیں کرتی ہو۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ ایسی مکّاری کرتا رہتا ہے؟"

"وہ مکّار ہے۔ ایسا ضرور کرے گا۔ اسے ہمارے تعلقات کا علم ہے۔ وہ تمہارے ذریعے میرے متعلق بہت کچھ معلوم کرسکتا ہے۔ تمہارے اندر خاموش رہ کر میری باتیں سن سکتا ہے۔ میری باتوں سے اندازہ کرسکتا ہے کہ میرے مقاصد کیا ہیں اور میں آئندہ کیا کرنے والا ہوں۔"

"میں اس کی معمولہ نہیں ہوں پھر وہ میری اجازت کے بغیر میرے اندر کیسے آئے گا؟"

"میں یہ نہیں جانتا کہ وہ کیسی کیسی مکّارانہ چالوں سے تمہیں معمولہ بنا سکتا ہے لیکن اتنا جانتا ہوں کہ وہ مختلف ذرائع سے میرے بارے میں معلومات حاصل کرے گا اور ان میں سے ایک ذریعہ تم ہو۔"

"کیا تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ جب مجھے یقین ہوجائے گا کہ تم اس کی معمولہ نہیں ہو اور وہ تمہارے اندر چھپ کر نہیں آتا ہے تو پھر میں تم سے روبرو ملاقات کروں گا۔"

"تم جانتے ہو' میں تنہا رہ گئی ہوں۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

"تم بے رخی دکھا رہے ہو جب کہ تم پہلے مرد ہو' جس کی میں دل وجان سے وفادار ہوں۔ جب تم پہلی بار ملے' تب ہی سے میں نے قسم کھائی تھی کہ تم سے نہ کبھی جھوٹ بولوں گی اور نہ کبھی دھوکا دوں گی۔ ساری زندگی تمہارے ساتھ گزاروں گی۔"

"تم خود کو بہت چالاک سمجھتی ہو اور چالاکیاں دکھا کر نقصان اٹھاتی ہو۔ تمہارے جھوٹ اور فریب کے باعث پارس نے تمہیں ٹھکرا دیا۔ میں بھی تم سے دور رہنے میں بہتری سمجھتا ہوں۔"

"پورس! تم میری توہین کررہے ہو۔"

"کیا تم مجھ سے جھوٹ نہیں بولتیں۔ مجھے دھوکا نہیں دیتی ہو؟"

"تمہیں مجھ پر شبہ کیوں ہے؟"

"شبہ نہیں' یقین ہے۔ کیا تم نے نادیدہ بنانے والی گولیاں مجھ سے چھپا کر نہیں رکھی تھیں؟"

"نہیں' میرے پاس ایک بھی گولی نہیں ہے اور نہ ہی میں نے کسی جگہ یہ گولیاں چھپائی ہیں۔"

"ابھی تم واشنگٹن میں ہو۔ وہاں سے جنوب کی سمت پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا ٹاؤن ہے۔ اس ٹاؤن میں ایک بوڑھی خاتون تنہا ایک کاٹیج میں رہتی ہے۔ تم نے اس کاٹیج میں ایک جگہ تقریباً ایک سو گولیاں چھپائی تھیں۔"

"نہیں پورس! تم خواہ مخواہ شبہ کررہے ہو۔"

"میں تمہیں صحیح جگہ بتا رہا ہوں پھر بھی تم ڈھٹائی سے انکار کررہی ہو۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے ان گولیوں کو بھی ناکارہ بنا دیا ہے۔"

"نہیں' تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ تم ایسا نہیں کرسکتے۔"

"جب تم وہاں پہنچ کر اپنی... چھپائی ہوئی کسی ایک گولی کو بھی استعمال کردگی تو ماں لوگی کہ تم سچ ہو تو میں سوا سچ ہوں۔"

"میں ابھی جا کر ان گولیوں کو آزماؤں گی۔"

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ گولیاں نہیں چھپائی ہیں؟"

"بکواس مت کرو۔ اگر تم نے میری وہ گولیاں ضائع کی ہوں گی تو میں تمہاری جانی دشمن بن جاؤں گی۔"

"تم نے جس ملک میں بھی گولیاں چھپائی تھیں' ان سب کو میں نے ضائع کردیا ہے۔ صرف ان گولیوں تک نہ پہنچ سکا جنہیں تم نے پیرس سے دور ایک قصبے میں چھپایا ہے۔"

"بھگوان کا شکر ہے۔ کہیں تو وہ گولیاں باقی رہ گئی ہیں۔ میں ان گولیوں کے ذریعے تمہارا جینا حرام کردوں گی۔"

"جب بھی نادیدہ بن کر آؤ گی' میں دوا اسپرے کروں گا تو گولی ناکارہ ہوجائے گی اور تم میرے آس پاس نمودار ہوجاؤ گی۔"

"یہ آنے والا وقت بتائے گا کہ میں کتنی چالاکی سے آؤں گی۔"

"آج سے ہمارے درمیان ٹھن گئی۔ ہماری دوستی کی ابتدا اچھی تھی پھر تمہارے جھوٹ فریب نے ثابت کردیا کہ تم دوستی کے قابل نہیں ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دشمنی کے بھی قابل ہو یا نہیں۔"

یہ کہہ کر وہ اس کے دماغ سے چلا آیا۔ اس نے شی تارا کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ پیرس کے ہوٹل میں اس پر تنویمی عمل کرچکا ہے اور تب سے وہ اس کی معمولہ بنی ہوئی ہے۔ اس حقیقت سے وہ بے خبر تھی اس لیے اس سے دشمنی کا اعلان کرکے گئی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ وہ سیدھی فرانس جائے گی اور ان گولیوں کو حاصل کرے گی' جو پیرس کے ایک قصبے میں چھپا کر رکھی گئی تھیں۔ پورس نے اس سے جھوٹ کہا تھا کہ اس نے ان گولیوں کو ناکارہ نہیں بنایا ہے جبکہ وہ بھی ناکارہ ہوچکی تھیں۔

یہ اس نے اس لیے کہا تھا تاکہ وہ وہاں سے ہزاروں میل دور چلی جائے اور کچھ روز کے لیے اس سے پیچھا چھوٹ جائے۔

○☆○

طیارے کا سفر آرام دہ تھا لیکن بلی ڈونا آرام سے نہیں تھی۔ اپنی سیٹ سے بار بار اٹھ کر جہاز کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتی رہی تھی۔ اس چور کو پہچاننے کی کوششیں کرتی رہی تھی' جو چند رکھی ہیرا لے کر امریکا جارہا تھا۔

وہ چور کو اس کے چہرے سے پہچان نہیں سکتی تھی۔ اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اگر ہیرا اس کے پاس نظر آجاتا تو فوراً وہ اسے پہچان لیتی لیکن اس نے تو ہیرا چھپا کر رکھا ہوگا۔ اسے پہچاننے کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ طیارے کے تمام مسافروں کے دماغوں میں باری باری جاتی۔ ایک ایک کے چور خیالات پڑھتی رہتی تو اس چور تک ضرور پہنچ جاتی۔

لیکن ہر ایک کے دماغ میں پہنچنے کا خیال مضحکہ خیز تھا۔ وہاں مختلف زبانیں بولنے والے تھے۔ ممکن تھا کہ وہ چور بھی کوئی ایسی زبان بولتا ہو جسے وہ سمجھ نہ پاتی۔ پھر سیکڑوں مسافروں کو کیا کہہ کر مخاطب کرتی۔ ہر ایک سے باتیں کرنے کا جواز نہیں تھا۔

پھر بھی اس نے ائرہوسٹس کے ذریعے کتنے ہی مسافروں کی آوازیں سنیں۔ ان میں سے بعض اجنبی زبان بولتے رہے۔ وہ مایوس ہوگئی۔

وہ اسے ڈھونڈ نکالنے میں ایسی پاگل سی ہوتی رہی کہ وہ طویل سفر کیسے ختم ہوگیا' کچھ پتا ہی نہ چلا۔ وہ نیویارک پہنچ گئی۔

وہاں امید تھی کہ وہ خود آکر اس سے ملے گا۔ اس نے یہی وعدہ کیا تھا۔ وہ ائرپورٹ کی عمارت میں آئی۔ لگیج ہال سے نکل کر دور تک تلاشی نظروں سے دیکھنے لگی۔ کوئی چور ہوتا اور وہ ہیرا لے کر امریکا آیا ہوتا تو ضرور اس سے ملتا۔ پارس نے اسے وہاں بلانے کے لیے ایک چکر چلایا تھا اور وہ چکراتی ہوئی چلی آئی تھی۔

پھر اسے دور سے پارس آتا ہوا دکھائی دیا۔ جبکہ وہ پارس نہیں تھا' پورس تھا۔ وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا۔ ایک سمت دیکھنے لگا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کے پاس آئی پھر اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی "اے! اُدھر کیا دیکھ رہے ہو؟ میں اِدھر ہوں۔"

پورس نے چونک کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "میں سمجھ گئی۔ تم اس چور کو دیکھ رہے ہو۔ کیا نظر آیا؟"

پورس نے بات بنائی "چور آخر چور ہوتے ہیں۔ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد نظر نہیں آتے۔ کیا وہ تمہیں نظر آرہا ہے؟"

"میں نے کبھی اس کی صورت نہیں دیکھی۔ یہاں کہیں ہوگا' وہ مجھے جانتا ہے۔ اسے یہاں آنا چاہیے۔"

"بے شک چور میں ذرا بھی شرافت ہوگی تو وہ یہاں آئے گا۔"

"جب اس نے خود جکارتہ میں کہا تھا کہ نیویارک میں میرے سامنے آئے گا تو پھر اسے آنا چاہیے۔ تم نے بھی کہا تھا کہ ہم وہ ہیرا اس سے چھین لیں گے۔ میں سفر کے دوران میں بہت پریشان رہی ہوں۔ وہ جہاز میں بھی نظر نہیں آیا تھا۔ پلیز کسی تدبیر سے اسے تلاش کرو۔"

پورس نے کہا "میں نیویارک میں ہوں اور چور جکارتہ سے آیا ہے۔ میں اسے کیسے پہچان سکتا ہوں؟ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ چور مذکر ہے یا مؤنث؟"

"وہ مرد ہے۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں۔"

"ہو سکتا ہے' جکارتہ سے مرد چلا ہو' نیویارک پہنچتے پہنچتے عورت بن گیا ہو۔ میں نے ایسے ہارمونز کے انجکشن دیکھے ہیں' جو مرد کو دیکھتے ہی دیکھتے عورت بنا دیتے ہیں۔"

"جہنم میں گیا انجکشن۔ وہ نایاب ہیرا نہ ملا تو میں رونے لگوں گی۔"

"رونے کے لیے کئی ہوٹل ہیں۔ میرا گھر ہے۔ تم کہاں رونا پسند کرو گی؟"

"دیکھو پارس! اس وقت تمہارا مذاق زہر لگ رہا ہے۔ مجھ سے ذرا بھی محبت ہے تو مجھے وہ چندر رکھی ہیرا لا کر دو۔"

پورس نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ وہ سانس روک کر بولی۔ "کوئی میرے اندر آنا چاہتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' چور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"نہیں' اس نے جکارتہ میں فون پر مجھ سے باتیں کی تھیں۔"

"تو پھر چور کا کوئی ساتھی جانتا ہوگا۔ اسے دماغ میں آنے دو۔ میں بھی تمہارے اندر آکر سنوں گا کہ وہ کیا کہتا ہے۔"

یہ کہہ کر پورس اس کے دماغ میں آیا۔ اس نے آنے دیا پھر پوچھا "کون ہو تم؟"

پورس نے آواز بدل کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "میں ہوں ہیرا لال ہیرا چور۔ میرے آدمی نے وہ ہیرا میرے لیے چرایا تھا۔ اے چاکلیٹ حسینہ! تیرا نام کیا ہے؟"

"تمہیں نام سے کیا لینا ہے۔ کام کی بات کرو۔"

"پہلے نام بتاؤ' پھر کام کی بات ہوگی۔"

"میرا نام بلی ڈونا ہے۔ میں بہت خطرناک لڑکی ہوں۔"

"ابھی تک لڑکی ہو؟ پارس نے تمہیں عورت نہیں بنایا؟"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں یہاں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم وہ ہیرا فروخت کر کے آدھی رقم مجھے دو گے میں تمہیں آفر دیتی ہوں۔ آدھی قیمت مجھ سے لے لو مگر وہ نایاب ہیرا مجھے دے دو۔"

"تم بھی ایک ہیرا ہو۔ میں آدھی قیمت بھی لوں گا اور تمہیں بھی حاصل کروں گا۔"

"سامنے نہیں آؤ گے تو معاملات کیسے طے ہوں گے۔"

"میں سامنے آنا چاہتا تھا مگر مجھ سے پہلے پارس آگیا ہے۔ اس کی موجودگی میں کوئی سودا نہیں ہوگا۔ اسے بھگا دو۔"

"ٹھیک ہے۔ جہاں تم ملو گے' وہاں پارس نہیں آئے گا۔"

"تم کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں ایک کمرا لو۔ اس کے بعد میں ملاقات کا وقت مقرر کروں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ جس فائیو اسٹار ہوٹل میں جگہ ملے گی' وہاں کمرا لے لوں گی۔"

"یاد رکھو۔ چالاکی دکھاؤ گی یا پارس اس ہوٹل کے پاس نظر آئے گا تو پھر وہ ہیرا تمہیں کبھی نہیں مل سکے گا۔"

"میں تمہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔ اب میرے دماغ سے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ پورس اس کے اندر سے نکل آیا۔ اس سے بولا "بلی ڈونا! کیا ارادہ ہے؟"

"میں تنہا جاؤں گی۔ تم میرے دماغ میں رہو گے۔"

"وہ آدھی قیمت بھی لینا چاہتا ہے اور تمہارے حسن و شباب سے کھیلنا بھی چاہتا ہے۔ میری غیرت یہ برداشت نہیں کرے گی۔"

"پارس! میں صرف تمہارے لیے ہوں۔ میرا یہ جسم صرف تمہارے لیے ہے۔ وہ اسے ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ میں اگر خود بچا نہ پائی تو اپنی جان دے دوں گی۔"

"میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ عین وقت پر آکر اس کی گردن دبوچ لوں گا۔ تم جاؤ۔ تمہیں ہوٹل پہنچنے میں ایک گھنٹا لگے گا۔ میں ایک گھنٹے کے بعد ہی تمہارے دماغ میں آؤں گا۔"

وہ اس سے رخصت ہو کر پارکنگ ایریا کے پاس آئی پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جانے لگی۔ اسی وقت پارس نے اس کے دماغ میں آکر کہا "ہیلو بلی! کہاں جا رہی ہو؟"

وہ حیرانی سے بولی "تم نے ایک گھنٹے بعد میرے دماغ میں آنے کو کہا تھا پھر اتنی جلدی کیوں آئے ہو؟"

"میری جان! میں نے نہیں کہا تھا۔ ایک سپوپے نے کہا تھا' وہ میرا ہم شکل ہے۔ اس کا نام پورس ہے۔ تم اب تک دھوکا کھا رہی تھیں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم ائرپورٹ پر نہیں تھے؟"

"میں وہاں تھا لیکن چور کا پیچھا کرتا ہوا دور نکل گیا تھا۔ میں نے اسے دبوچ لیا۔"

"کیا تم نے اسے پکڑ لیا ہے؟"

"تمہارے لیے خوش خبری ہے۔ میں نے وہ چندر رکھی ہیرا اس سے چھین لیا ہے۔"

"کیا؟" وہ خوش ہو کر بولی "سچ؟ کیا وہ ہیرا اب تمہارے پاس ہے؟"

"ہاں۔ اس چور کے پاس تمہارا پورا نیکلس نہیں تھا۔ صرف ہیرا تھا۔ اب وہ میری جیب میں ہے۔"

"تم کہاں ہو؟"

"تمہاری ٹیکسی کے پیچھے جو بلیک مرسڈیز ہے' اسے میں ڈرائیو کر رہا ہوں۔"

اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا پھر کہا "تم بہت شریر ہو۔ میرے پیچھے آرہے ہو۔ مجھے بتانا تو چاہیے۔ گاڑی روکو۔"

"ٹھہرو' گاڑی نہ رکوانا۔ چلتی رہو۔ پورس نے جیسا کہا ہے' ویسا ہی کرتی رہو۔ وہ تمہارا تعاقب کر رہا ہوگا۔ یہ دیکھنا چاہتا ہوگا کہ میں تم سے کہاں ملاقات کرنے والا ہوں۔"

"میں حیران ہوں کہ وہ بالکل تمہاری طرح ہے۔ اس کے بولنے کا انداز بھی تمہارے جیسا تھا۔"

"وہ خطرناک حد تک ذہین اور مکار ہے۔ یہ سمجھ رہا ہوگا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر رہوں گا اور اسے ٹریپ کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"تو پھر وہ ہوٹل میں نہیں آئے گا؟"

"یہی میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ چور بن کر تمہیں ہوٹل میں قیام کرنے کا مشورہ کیوں دے رہا تھا؟"

"جب وہ ذہین اور مکار ہے تو ہوٹل میں نہیں آئے گا۔ یہ سمجھ گیا ہوگا کہ ہمارے درمیان رابطہ ہو چکا ہے۔"

"تم ہوٹل کے کمرے میں پہنچو گی تو پتا چلے گا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔"

اس نے ایک ہوٹل میں پہنچ کر کمرا حاصل کیا۔ اس کمرے میں آکر انتظار کرنے لگی۔ پندرہ منٹ کے بعد ہی دستک سنائی دی۔ وہ بولی "دروازہ کھلا ہے۔ اندر آجاؤ۔"

دو افراد دروازہ کھول کر اندر آئے۔ اس نے پوچھا "فرمایئے؟"

انہوں نے اپنے کارڈز دکھائے۔ ان کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے تھا۔ ایک افسر تھا' دوسرا اس کا ماتحت۔ اس افسر نے کہا۔ "مس بلی ڈونا! میں نے تمہیں ائرپورٹ پر ہی پہچان لیا تھا۔ تم نے امریکی حکام کی معیانوں سے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھی' فوج کے ٹریننگ سینٹر میں رہ کر تربیت حاصل کی پھر اچانک ناریدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول کا ذخیرہ چرا کر فرار ہو گئیں۔"

وہ بولی "تم میری پوری ہسٹری جانتے ہو۔ یہ بتاؤ' کس ارادے سے آئے ہو؟"

"تمہیں آرمی ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گا۔ وہاں تمہارا محاسبہ کیا جائے گا۔ تمہیں جواب دینا ہوگا کہ تم نے اپنے ملک اور قوم کے ساتھ کیوں غداری کی۔"

"اگر میں تمہارے ساتھ نہ جاؤں تو؟"

"میں جانتا ہوں تمہارے ساتھ پارس بھی ہے۔ میں نے اسے ائرپورٹ پر دیکھا ہے۔ وہ تمہاری سیکیورٹی کے لیے یہیں کہیں موجود ہوگا۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کہو کہ وہ ہمیں اپنا فرض ادا کرنے سے نہ روکے۔ خواہ مخواہ ہمارے آدمی تو مارے جائیں گے لیکن راکوٹ پیدا ہوتے ہی تمہیں بھی گولی مار دی جائے گی۔"

افسر نے لباس کے اندر سے اپنا ریوالور نکال لیا پھر کہا "میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کوئی مجھے گولی چلانے سے نہیں روک سکے گا۔ ہوٹل کے مختلف حصوں میں میرے جتنے ماتحت ہیں وہ بھی یوگا کے ماہر ہیں۔ میں ہر حال میں تمہیں آرمی ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گا۔"

"آفیسر! جب پارس میرے ساتھ ہے تو پھر فرہاد علی تیمور کی پوری ٹیم میری حفاظت کرے گی۔ تم مجھے گولی مارو گے تو تمہارے کتنے ہی اعلیٰ افسران موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ اس کا اندازہ تمہیں ہے؟"

"دوسرے افسران کے ساتھ کیا ہوگا' یہ میں نہیں جاننا چاہتا۔ میں اپنی ڈیوٹی ادا کر رہا ہوں۔ چلو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ پورس ہاتھ روم کے دروازے پر کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سائلنسر لگا ہوا ایک ریوالور تھا۔ گولی افسر کی انگلیوں میں لگی تھی۔ معمولی سا زخم تھا۔ وہ فرش پر جھک کر دوسرے ہاتھ سے اپنا ریوالور اٹھا سکتا تھا۔

پورس نے کہا "میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا لیکن ریوالور اٹھاؤ گے یا چالاکی سے باہر والوں کو بلانا چاہو گے تو ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر گولی مار دوں گا۔"

بلی ڈونا خوش ہو کر پورس کو دیکھ رہی تھی۔ اسے پارس سمجھ رہی تھی۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "زیادہ خوش ہو کر دانت نہ نکالو۔ منہ بند کرو۔ وہ پورس ہے۔"

وہ اسے تعجب سے دیکھنے لگی۔ پورس نے افسر کے ماتحت کو ایک سرنج دے کر کہا "یہ انجکشن اپنے صاحب کو لگاؤ۔ انکار کرنے میں وقت ضائع کرو گے تو مجھے تم پر ایک گولی ضائع کرنی ہوگی۔"

یہ کہتے ہی پورس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ زخمی ہونے کے باعث سانس نہ روک سکا۔ افسر نے پورس کی مرضی کے مطابق اپنے ماتحت سے کہا "وقت ضائع نہ کرو۔ یہ انجکشن مجھے لگاؤ۔"

ماتحت نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد افسر نے ماتحت کو دوسرا انجکشن لگایا۔ بلی ڈونا نے افسر کی زخمی انگلیوں پر پٹیاں باندھیں۔ اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پورس نے ماتحت کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھا۔ اس طرح وہ سب باہر آئے۔

باہر کھڑے ہوئے فوجی جوانوں نے دیکھا۔ بلی ڈونا اور پورس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ افسر اور ماتحت بڑی شان سے انہیں گرفتار کر کے ہوٹل کے باہر آئے۔ افسر نے جوانوں سے کہا۔ "میں انہیں دوسرے راستے سے لے جا رہا ہوں۔ تم سب دوسرے راستے سے جاؤ تاکہ پارس کو جو لوگ بچانے آئیں' وہ یہ سمجھیں کہ پارس اور اس کی محبوبہ کو فوجی جوان حراست میں لے جا رہے ہیں۔"

وہ دو مختلف راستوں پر چل پڑے۔ کچھ دور جانے کے بعد افسر نے گاڑی روک دی۔ ان کی ہتھکڑیاں کھول دیں پھر انہیں گاڑی سے اتار کر اپنے ماتحت کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو پورس نے کہا "میں جانتا ہوں' اب تک پارس سے تمہارا رابطہ ہو چکا ہو گا۔ مجھے ائرپورٹ پر تمہارے چور خیالات پڑھنے کا موقع ملا تھا۔ پتا چلا تم نے خود کو پارس کے لیے وقف کر دیا ہے اور تم واقعی اس کی وفادار ہو لہٰذا میں تمہارے ساتھ کوئی چکر نہیں چلاؤں گا۔ میں جا رہا ہوں۔"

"کہاں جا رہے ہو؟ پارس آنے والا ہے۔ اس سے ملاقات کرو۔"

"میں نے تمہیں لٹری انٹیلی جنس والوں سے بچایا۔ گویا پارس کی امانت کی حفاظت کی۔ میری اس سے کوئی دشمنی نہیں ہے اور نہ آئندہ کبھی دشمنی کے حالات پیدا ہونے دوں گا۔"

"تم بہت اچھے خیالات کے مالک ہو۔ تھوڑی دیر رک جاؤ۔ پارس سے ضرور ملاقات کرو۔"

"سوری۔ پارس سے میری دوستی بھی نہیں ہے۔ ملاقات ضروری نہیں ہے۔ کبھی حالات نے ملایا تو ملنا ہی پڑے گا۔ اوکے گڈبائی۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ایک قریبی گلی میں گھس کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "میں تمہارے پاس پہنچنے والا ہوں۔ تم اس کا تعاقب کرو۔ دیکھو وہ کہاں جاتا ہے؟"

بلی ڈونا چھپ کر اس کا تعاقب کرنے لگی۔ وہ ایک گلی سے دوسری گلی میں گیا پھر ایک ریستوران میں داخل ہو گیا۔ وہ ایک چھوٹا سا ریستوران تھا۔ بلی ڈونا نے کاؤنٹر پر آ کر پوچھا "یہاں ابھی ایک جوان آیا تھا۔ اس نے ملٹی کلر کی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ وہ کدھر گیا ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے کہا "وہ ادھر واش روم کی طرف گیا تھا۔"

پورس واش روم میں جا کر نادیدہ بن کر باہر آیا۔ بلی ڈونا کو دیکھنے لگا۔ وہ اسے تلاش کر رہی تھی۔ پورس نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اسے جگہ مل گئی۔ بلی ڈونا نے اسے اس لیے محسوس نہیں کیا کہ پارس پہلے سے اس کے اندر موجود تھا۔

وہ پارس سے بولی "وہ کہاں چلا گیا؟ جبکہ ریستوران کا کوئی پچھلا دروازہ نہیں ہے۔"

"وہ ایک چھت سے دوسری چھت پر جا سکتا ہے۔ اسے تمہارے تعاقب کا علم ہو چکا ہے۔ اب وہ نظر نہیں آئے گا۔ تم واپس آ جاؤ۔ میں مین روڈ پر انتظار کر رہا ہوں!"

وہ ریستوران سے باہر نکلنے لگی۔ پورس مسکرانے لگا۔

امریکی اکابرین نے پھر ایک بار یہ خوش خبری سنی کہ پارس کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ تین دن پہلے وہ ان کی قید میں تھا اور بڑے پراسرار طریقے سے فرار ہوا تھا۔ وہ پہلے بھی پورس کو پارس سمجھ رہے تھے اور اب بھی ہیڈ کوارٹر میں یہی اطلاع پہنچی تھی کہ بلی ڈونا کی گرفتاری کے دوران میں پارس بھی گرفت میں آ گیا ہے۔

ایک حاکم نے کہا "یہ خبر ہمارے ٹیلی پیتھی کے شعبے کے انچارج مین کلر کو دی جائے۔ ہمارا جو افسر انہیں گرفتار کر کے لا رہا ہے' مین کلر اس کی مدد کرے گا۔"

کئی اکابرین نے اعتراض کیا کہ ایک بار مین کلر کی غفلت سے پارس فرار ہو گیا تھا۔ وہ بے پروا اور غیر ذمے دار ہے۔ اب اسے پارس سے دور رکھا جائے لیکن پارس اور بلی ڈونا کی گرفتاری معمولی واقعہ نہیں تھی۔ یہ ایک فوجی افسر کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ اس کارنامے کی اطلاع مین کلر تک پہنچی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پورس کو مخاطب کیا "ہیلو پارس! مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ کیا واقعی تم گرفتار ہو چکے ہو؟"

"تم میرے اور بلی ڈونا کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں دیکھ سکتے ہو۔ ہم دونوں نہتے ہیں۔ ہمارے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں ہیں ورنہ ہم نادیدہ بن کر فرار ہو جاتے۔"

"ہاں میں ہتھکڑیاں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے فرار ہونے کی صورت بھی نہیں ہے۔ چلو اچھی بات ہے' تمہیں ٹارچر سیل میں لے جا کر پوچھا جائے گا کہ تم کیسے فرار ہوئے تھے۔"

"مین کلر! تم پھر غلطی کر رہے ہو۔ میں پارس نہیں' پورس ہوں۔ پہلے بھی میں نے تمہیں یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔"

"تم ہماری قید میں رہو گے۔ سونیا اور فرہاد تمہاری رہائی کے لیے رابطہ کریں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ تم پارس ہو یا پورس؟"

"اگر یہ ثابت ہو جائے کہ میں پورس ہوں تو کیا مجھ سے دوستی کرو گے؟"

"خوشی سے دوستی کروں گا۔ اس میں شبہ نہیں کہ تم بہت باکمال ہو۔ ایسا باکمال پارس ہی ہو سکتا ہے۔ اگر تم کوئی اور ہو تو تمہارا یوں پارس کی طرح زبردست ہونا حیرت انگیز ہے۔ میں ضرور دوستی کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اس معاملے پر پھر گفتگو کریں گے۔"

اس نے سانس روک لی۔ مین کلر کو اس کے دماغ سے ہٹنا پڑا۔ اس نے آرمی ہیڈ کوارٹر میں آ کر تمام اعلیٰ افسران سے کہا۔ "آپ لوگوں نے بلی ڈونا اور پارس کی گرفتاری سے مجھے بے خبر رکھا۔

تھا لیکن میں اتنے بڑے معاملے سے بے خبر نہیں رہ سکتا تھا۔ بہرحال ٹیلی پیتھی جاننے والی دو بڑی ہستیوں کی گرفتاری پر آپ لوگوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔"

"کیا تم پارس کے پاس گئے تھے؟"

"ہاں گیا تھا۔ وہ خود کو پارس نہیں' پورس کہہ رہا ہے۔"

"جب تم نے اسے گرفتار کیا تھا تب بھی وہ یہی کہہ رہا تھا۔ ہم اس فریب میں نہیں آئیں گے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پارس کا ہم شکل ہے اور بالکل اسی کی طرح حرکتیں بھی کرتا ہے۔"

"ہم یقین نہیں کریں گے لیکن وہ پوری طرح ثابت کر دے گا کہ وہ پورس ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ پارس اور پورس دو مختلف ہم شکل جوان ہیں۔"

ان کی گفتگو کے دوران میں اطلاع ملی کہ جو افسر اپنی گاڑی میں بلی ڈونا اور پارس کو لا رہا ہے' آرمی ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ اطلاع ملتے ہی تمام مسلح فوجی جوان مستعد ہو گئے۔

وہ گاڑی چیف آف آرمی اسٹاف کے دفتر کے سامنے آ کر رکی۔ سب نے دیکھا' جس افسر کو بلی ڈونا اور پارس کو ہتھکڑیاں لگا کر لانا تھا' اب اس افسر اور اس کے ماتحت افسر کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ ایک دوسرا افسر انہیں گرفتار کر کے لا رہا تھا۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے غرا کر پوچھا "انہیں کیوں گرفتار کیا ہے؟ وہ اصل قیدی کہاں ہیں؟"

افسر نے کہا "سر! ان دونوں نے بلی ڈونا اور پارس کو بھگا دیا ہے۔ ان سے کوئی سمجھوتا کیا ہے۔"

قیدی افسر نے تالی پیٹ کر کہا "اے حضور! میں اسے کیوں بھاگوں گی۔ میرا بس چلتا تو اس بانکے چھیلے جوان کو اپنی بانہوں میں قید کر لیتی۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟ بلی ڈونا اور پارس کہاں ہیں؟"

"سرکار! میں بلی ڈونا ہوں۔ آپ کے سامنے کھڑی ہوں۔"

افسر کے ماتحت نے کہا "نہیں حضور! یہ جھوٹ کہتی ہے۔ اس کی تو نہ صورت ہے' نہ فگر ہے۔ آپ میرا فگر دیکھیں' میں بلی ڈونا ہوں۔"

ایک افسر نے دوسرے افسر سے کہا "میں سمجھ گیا۔ انہیں ارموز کے انجکشن لگائے گئے ہیں۔ ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ان کی کیا مجال ہے کہ یہ بلی ڈونا اور پارس کو کبھی چھو بھی سکیں۔ ان دونوں نے انہیں احمق بنایا ہے اور ہم احمق بن کر ان کے انتظار میں یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے ڈانٹ کر حکم دے دیا "لے جاؤ ان کمبختوں کو یہاں سے۔ لیکن بلی ڈونا اس ملک میں واپس آ گئی ہے۔ اسے تلاش کرو۔ پارس یا فرہاد کے کسی بھی عزیز کو گرفتار کرنے کی خوش خبری نہ سنا کرو۔"

فوجی جوان ان خسرے بن جانے والوں کو وہاں سے لے جانے لگے۔

ایک نے دوسرے سے کہا "اے بہنا! مرد ایک عورت سے گھبرا جاتے ہیں۔ پارس ہم دو بلیوں کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ اگر میں ایک ہی بلی رہتی تو وہ مجھے بازوؤں میں لے کر دنیا کی نظروں سے دور لے جاتا۔"

وہ ان دونوں کو دھکے دیتے ہوئے لے گئے۔ مین کلر نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پورس کے پاس پہنچ کر بولا "تم نے تو خوب الو بنایا ہے۔"

"تمہیں نہیں بنایا ہے۔ تم شکایت نہ کرو۔ یہ بتاؤ کہ مجھے پورس تسلیم کرتے ہو؟"

"کوئی ٹھوس ثبوت دو۔"

"یہ جانتے ہو کہ دیوی شی تارا' پارس کی کٹر دشمن ہے۔"

"ہاں' جب میں پچھلی بار شی تارا پر تنویمی عمل کر رہا تھا تو عمل سے پہلے اس کے چور خیالات بھی پڑھے تھے۔ چور خیالات نے بتایا کہ وہ اس مسلمان سے جو اس کا محبوب اور شوہر رہ چکا ہے اب سخت نفرت کرتی ہے۔"

پورس نے کہا "اب بلی ڈونا سے جا کر پوچھو' کیا وہ پورس کو پارس سمجھ کر دھوکا کھاتی رہی ہے۔ ابھی بلی سے رابطہ کرو گے تو شاید اس کے ساتھ پارس بھی ہو گا۔"

مین کلر نے بلی ڈونا سے رابطہ کیا۔ پہلے تو اس نے اسے دماغ میں آنے نہیں دیا پھر اس نے پوچھا "کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

"میں ہوں مین کلر۔ تم سے ایک سوال کا جواب سن کر چلا جاؤں گا۔"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"کیا پارس کا کوئی ہم شکل ہے' جس کا نام پورس ہے؟"

"ہے۔ اتنا زبردست ہم شکل ہے کہ آج میں بھی ائرپورٹ پر دھوکا کھا گئی تھی۔ وہ پورس تھا اور میں اسے پارس سمجھ رہی تھی۔ کیا تمہیں اپنے سوال کا جواب مل گیا؟"

"مل گیا۔ شکریہ۔"

بلی نے سانس روک کر اسے دماغ سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ وہ ایک ریستوران میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کی گفتگو کے دوران میں ایک ویٹرس آ کر پوچھا تھا کہ وہ کولڈ ڈرنک لے گی یا کافی؟

وہ ویٹر کو جواب دے کر پھر خیال خوانی کے ذریعے بولنے لگی تھی۔ مین کلر نے فوراً ہی اس ویٹر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا' بلی کے سامنے میز کے دوسری طرف ایک جوان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں کافی پینا چاہتا ہوں۔"

مین کلر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا "کون ہو؟ کیا پریشانی ہے؟"

"میں ہوں' مین کلر۔"

"سمجھ گیا۔ تم نے ویٹر کے ذریعے میری آواز سنی اور میرے اندر آگئے۔ تم نے بتایا نہیں پریشانی کیا ہے؟"

"کیا آپ پارس ہیں؟"

"ہاں۔ ابھی تم بلی سے پورس کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ آخر پارس اور پورس کے چکر میں کیوں پڑ رہے ہو؟"

"کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے کہ پورس تمہارا ہم شکل ہونے کے علاوہ تمہاری طرح ذہین بھی ہے۔ تمہاری طرح مخالفین سے نمٹنے کے ہتھکنڈے بھی جانتا ہے۔"

"ایسا قدرتی طور پر ہے۔ ہم کچھ دنوں تک حیران رہیں گے پھر حیران ہونا چھوڑ دیں گے۔ اب تم ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔"

بلی نے کہا "پارس! اسے چھوڑو۔ پہلے میرا ہیرا مجھے دو۔ کب سے تڑپا رہے ہو۔ کم آن۔ اسے نکالو۔"

پارس نے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر چند رکھی ہیرا نکالا۔ وہ خوش ہو کر بولی "ہائے یہی ہے میرا چندر رکھی۔"

اس نے لپک کر اسے چوما پھر سینے سے لگاتے ہوئے پوچھا "تم نے چور کو کیسے پکڑ لیا تھا؟"

اس نے کسی چور کو نہیں پکڑا تھا۔ ایک بہت بڑے جوہری کو بہت بڑی رقم دے کر اصلی ہیرے کو ترشوایا تھا۔ اس جوہری نے چند گھنٹوں کی محنت کے بعد اسے چندر رکھی ہیرا بنا دیا تھا۔

اس نے بات بنادی کہ کس طرح چور کو پہچان کر اس سے ہیرا چھین لیا تھا پھر اس نے مین کلر سے کہا "اور کتنی دیر رہنے کا ارادہ ہے۔ یہ دماغ کیا تمہارے باپ کا گھر ہے۔ گیٹ آؤٹ۔"

اس نے سانس روکی۔ وہ وہاں سے پورس کے دماغ میں آیا۔ پورس ایک چارٹرڈ طیارے میں سفر کر رہا تھا اور مین کلر نے پارس کو ایک ریستوران میں بلی کے ساتھ دیکھا تھا۔ اب یقین ہو گیا کہ پارس اور پورس دو الگ ہستیاں ہیں۔

پورس نے پوچھا "کیا یقین آگیا؟"

"ہاں۔ تم تو بالکل پارس جیسے ہو۔ میں حیران ہوں کہ۔۔۔"

"حیران ہونے کے لیے عمر پڑی ہے۔ کام کی بات کرو۔ دوستی کرو گے؟"

"میں تو سر کے بل دوستی کروں گا مگر تم کچھ گڑبڑ لگتے ہو۔"

"اب کیا گڑبڑ ہے؟"

"مجھے لگتا ہے، تم پارس کے بھی دوست ہو۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔"

"نہیں۔ حقیقت ہے۔ تم نے پارس کی محبوبہ کی مدد کی۔ اسے ہمارے فوجیوں کی حراست سے چھڑا کر لے گئے۔ اگر دوست نہیں ہو تو بلی ڈونا کو حراست سے نکال کر پارس کے پاس کیوں پہنچایا؟"

"بلی ڈونا مجھے پارس سمجھ کر دھوکا کھا رہی تھی۔ اگرچہ وہ بے حد۔۔۔ حسین ہے لیکن میں کبھی کسی کی عزت پر ہاتھ نہیں ڈالتا۔ اگر وہ پارس کی نہیں، کسی اور کی محبوبہ ہوتی تب بھی میں عزت سے اس کے محبوب تک پہنچا دیتا۔ ایسا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں کسی کا دوست بن گیا ہوں۔"

"تم بلی کو یرغمال بنا کر پارس کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر سکتے تھے۔"

"میں اسے کیوں مجبور کرتا؟ اگر میری اس سے دوستی نہیں ہے تو دشمنی بھی نہیں ہے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو، وہ کبھی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا؟"

"تم نے مجھے نقصان پہنچایا تھا۔ مجھے قیدی بنایا تھا۔ کیا میں تم سے دشمنی کر رہا ہوں؟ میں تو دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم عجیب ہو۔ جب تمہیں کسی سے دشمنی نہیں کرنی ہے، ہر ایک سے دوستی کرنی ہے تو ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کیوں آئے ہو؟"

"کیا ٹیلی پیتھی کی دنیا میں دشمنی لازمی ہوتی ہے؟ ہم سب دوست بن کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی دنیا میں خوش حالی نہیں لا سکتے؟"

"تم کوئی مہاتما ہو؟ کیا تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک دوسرے کا دوست بنا سکو گے؟"

"پہلے تو میں سبھی کو اپنا بنانے کی کوشش کرتا رہوں گا پھر سب کو ایک دوسرے سے محبت کرنے پر مائل کروں گا۔"

"تم احمقوں کی جنت میں رہتے ہو۔ ناممکن کبھی ممکن نہیں ہوتا۔"

"پہلے یہ بھی ناممکن تھا کہ نادیدہ بننے والوں کو نادیدہ بننے سے باز رکھا جائے۔ وہ گولیاں مصیبت بن گئی تھیں۔ ان گولیوں کو ختم کرنا ناممکن تھا لیکن میں نے یہ سلسلہ ختم کر دیا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان گولیوں سے محروم کر دیا۔ اس کے علاوہ اب وہ فلائنگ کیپسول کے ذریعے بھی بلیک میل نہیں کر سکتے۔ کسی دوسرے ملک جگہ نہیں پہنچ سکیں گے۔ جو کام ناممکن تھا میں نے وہ کر دکھایا۔"

"وہ گولیوں کا معاملہ تھا، تم نے ایک اسپرے کرنے والی دوا کے ذریعے انہیں ختم کر دیا لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیسے ختم کرو گے یا مجبور کرو گے کہ وہ آپس میں دوست بن کر رہیں؟"

"ہم سب ٹیلی پیتھی کے نشے میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے ایک دوسرے سے برتر ہونا چاہتے ہیں۔ اگر ٹیلی پیتھی کو ختم کر دیا جائے گا تو سب کے غباروں سے ہوا نکل جائے گی۔ وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں طاقت کا مظاہرہ نہیں کر سکیں گے۔"

"کیا تم جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھتے ہو۔ کیا ٹیلی پیتھی کا اس دنیا سے ختم ہو سکتا ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔ میرے جن ڈاکٹروں نے نادیدہ گولیوں کو ناکارہ بنا دیا ہے اب وہ ایک غیر معمولی اور حیرت انگیز دوا تیار کر رہے ہیں۔"

"وہ دوا کیا ہو گی؟"

"اس دوا کو جہاں اسپرے کیا جائے گا، وہاں کی فضا میں سارا

لینے والوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم واش ہو جائے گا۔ دماغ ایسے دھل جائیں گے جیسے انہوں نے کبھی ٹیلی پیتھی سیکھی ہی نہ ہو۔"

"بے اوٹیلی پیتھی کے دشمن! تو نے واقعی ایک ناممکن کام کو ممکن کر دیا تھا۔ کیا سچ مچ ٹیلی پیتھی کا توڑ کرنے والی دوا تیار کر رہا ہے یا بچہ سمجھ کر ڈرا رہا ہے؟"

"ابھی تم اسے دھمکی سمجھو۔ آئندہ کسی دن تمہارے دماغ سے ٹیلی پیتھی دھل جائے تو سمجھ لینا، میرے ڈاکٹر اپنے تجربے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔"

"او گاڈ! تم کیا چیز ہو؟ کہاں سے پیدا ہو گئے ہو؟ اچھا ایک بات سچ سچ بتاؤ گے؟"

"ہو سکوں گا، سچ کہوں گا۔ سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔"

"اگر ہم دونوں بچے دوست بن جائیں تو اگر میں تم پر جان قربان کرنے والا دوست بن جاؤں تو تم اس دوا سے میری خیال خوانی کرنے کی صلاحیت کو نقصان تو نہیں پہنچاؤ گے؟"

"تم جانتے ہو کہ جب میں نے اس دنیا سے نادیدہ گولیاں اور کیپسول ختم کیے تو اپنے ذخیرے کو بھی ناکارہ بنا دیا۔ آج میرے پاس بھی کوئی گولی یا کیپسول نہیں ہے۔ میں دوسروں کی خرابیوں کے ساتھ اپنی بھی خرابی دور کر دیتا ہوں۔"

"یار! خرابیوں کی باتیں چھوڑو۔ اپنی اور میری ٹیلی پیتھی کی سلامتی کی بات کرو۔"

"ٹیلی پیتھی میں بھی بہت سی خرابیاں ہیں۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ دوست کم اور دشمن زیادہ پیدا کرتی ہے۔ اس لیے جب سب کے دماغ سے ٹیلی پیتھی دھلے گی تو میرے اور تمہارے دماغوں سے بھی ضرور دھلے گی۔"

"کیوں بکواس کرتے ہو؟ عقل سے سوچو۔ جب تمہاری دوا کے ذریعے اس دنیا سے ٹیلی پیتھی ختم ہو جائے گی، صرف ہم دونوں بھائی خیال خوانی کریں گے تو پوری دنیا پر حکومت کرنے لگیں گے۔"

"سوری۔ میں دوسروں کے لیے جو سوچتا ہوں، اپنے لیے بھی وہی کرتا ہوں، اسے انصاف کہتے ہیں۔"

وہ انصاف کی ماں بہن ایک کرنے لگا۔ غصے میں آپے سے باہر ہونے لگا۔ پورس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ پھر مسکراتے ہوئے، طیارے کی کھڑکی کے باہر امریکا کے مجسمۂ آزادی کو دیکھنے لگا۔ وہ ایک چھوٹا طیارہ کرائے پر حاصل کر کے نیویارک اور اس کے اطراف کے شہروں کا نظارہ کر رہا تھا۔

○☆○

پارس جب تک اسرائیل میں تھا، تب تک وہاں کے اکابرین کا سکون برباد کرتا رہا۔ نتالیہ اس دوران میں اس کی محبت میں گرفتار رہی۔ یہ برسوں کا تجربہ تھا۔ امریکا یا اسرائیل جب بھی آرام اور سکون سے رہتے تھے تو ان کے دماغوں میں اسلام دشمنی کے کیڑے کلبلانے لگتے تھے اسی لیے پارس اس ملک میں بے چینی پیدا کرتا رہا تھا۔

پھر اچانک نتالیہ اس کی زندگی سے دور ہو گئی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کیا تو نتالیہ نے اسے ایک مسلمان کہہ کر نفرت ظاہر کی اور سانس روک کر اپنے دماغ سے بھگا دیا۔

پارس سمجھ گیا کہ نتاشا نے اس کی مصروفیات کے دوران میں بڑی رازداری سے نتالیہ پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ میں پارس کے خلاف زہر بھر دیا ہے۔

نتاشا کے دماغ میں مسلمانوں کے خلاف جو زہر بھرا ہوا تھا اس کے مطابق اس نے اپنی بہن نتالیہ کو بھی زہریلا بنا دیا تھا۔ پارس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ نتاشا کے خلاف کوئی جوابی کارروائی کرتا۔ پھر وہ کوئی ایسا اہم معاملہ نہیں تھا۔ کسی دوسرے وقت نتاشا سے نمٹا جا سکتا تھا۔

وہ امریکا پہنچ کر دوسرے معاملات میں مصروف ہو گیا۔ ان دونوں بہنوں کو اپنے دماغ سے نکال دیا۔ اس کی زندگی میں ایسی بہت سی آئیں اور گئیں۔ اس نے نتاشا اور نتالیہ کو بھی اہمیت نہیں دی لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی کمبل کو چھوڑ دیتا ہے، کمبل آدمی کو نہیں چھوڑتا۔

نتاشا بھی کچھ کمبل جیسی تھی۔ الپا کے دماغ پر قبضہ کر کے پورے اسرائیل پر حکومت کرتے کرتے مسفور ہو گئی تھی۔ اس کی عقل میں یہ بات آئی کہ اس نے پارس سے نتالیہ کو چھین کر اتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہے کہ پارس مایوس ہو کر شکست کھا کر چلا گیا ہے۔ آئندہ کبھی اس کے سامنے سر نہیں اٹھا سکے گا۔

کمبل کا قصہ شاید سب نہ جانتے ہوں۔ قصہ یوں ہے کہ دو دوست ایک دریا کے کنارے کھڑے تھے۔ انہیں پانی میں ایک کمبل تیرتا ہوا دکھائی دیا۔ ایک دوست نے کہا "خوب صورت کمبل ہے۔ میں جا کر لے آتا ہوں۔"

وہ دریا میں تیرتا ہوا کمبل کے پاس گیا تو پتا چلا، وہ ریچھ ہے۔ ٹھنڈے پانی کے مزے لے رہا تھا۔ ریچھ نے اسے دبوچ لیا۔ کنارے پر کھڑے ہوئے دوست نے کہا "دیر نہ کرو۔ کمبل لے آؤ۔"

وہ ریچھ سے پیچھا چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا۔ "میں کمبل نہیں لا سکوں گا۔ یہ مجھ پر بھاری پڑ رہا ہے۔"

دوست نے کہا "بھاری ہے تو اسے چھوڑو اور خالی ہاتھ آجاؤ۔"

وہ بولا "کیسے چھوڑوں۔ میں تو کمبل کو چھوڑنا چاہتا ہوں، کمبل مجھے نہیں چھوڑ رہا ہے۔"

جب کوئی مصیبت گلے پڑ جائے اور پیچھا نہ چھوڑے تو کہتے ہیں۔ یہ مصیبت تو کمبل بن گئی ہے۔ نتاشا بھی کمبل بن کر ایک دن

اس کے دماغ میں آئی "ہیلو پارس! مجھے پہچان رہے ہو؟"

پارس نے کہا "آہ! میں نے کٹر بند کیا تھا۔ اتنے دنوں بعد پھر کھل گیا ہے۔ اوں ہوں کیسی بُو آرہی ہے۔"

"زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو۔ میں سمجھ رہی تھی، مجھ سے شکست کھانے کے بعد میرے سامنے ندامت سے بات نہیں کرسکو گے لیکن بڑے بے غیرت ہو۔"

"میری غیرت کو بعد میں للکارنا۔ پہلے یہ تو معلوم ہو کہ میں نے تم سے کب شکست کھائی؟ اور کس معاملے میں کھائی؟"

"تم میری بہن کا پیچھا نہیں چھوڑ رہے تھے۔ میں نے نتالیہ کی زندگی سے تمہیں دودھ میں پڑی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا اور تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔"

"یہ تم نے مکھی کی مثال صحیح دی ہے۔ میں دن رات تمہاری بہن کے بدن پر مکھی کی طرح رینگتا رہا۔ مکھی کو نکال دینے کے بعد بھی دودھ پینے کے قابل نہیں رہتا۔ تم نے نتالیہ کو اپنے رنگ میں رنگ لیا اور وہ کسی کام کی نہیں رہی۔ اس لیے میں وہ دودھ تمہارے پاس پھینک کر چلا آیا۔"

"تم سے باتوں میں کوئی جیت نہیں سکتا لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ رہے گی کہ میں نے اپنی بہن کو ایک مسلمان کے چنگل سے چھڑا کر ایک یہودی سے اس کی شادی کی ہے۔ تمہیں یہ خوش خبری سنانے کے لیے رابطہ کیا ہے کہ اب وہ ماں بننے والی ہے۔"

"آگے بولو؟"

"آگے کیا بولوں؟"

"اس کا حساب تو کیا ہوگا کہ وہ مسلمان مکھی سے ماں بن رہی ہے یا یہودی مکھی سے؟"

"بکواس مت کرو۔ وہ یہودی بچے کو جنم دے گی۔ میں یہی خوش خبری سنانے آئی ہوں۔"

"تم خوش خبری نہیں سنا رہی ہو۔ راکھ میں دبی ہوئی چنگاری کو کرید کر شعلہ بنا رہی ہو۔ اے بے وقوف عورت! ہمارے راستے جدا ہوگئے تھے، جدا ہی رہتے تو کیا اچھا نہ ہوتا؟"

"بے شک۔ اب بھی ہم جدا ہیں اور ہمیشہ جدا رہیں گے۔"

"اب راستے الگ کہاں رہے؟ تم سمجھتی ہو، سوئے ہوئے شیر کو جگاؤ گی اور وہ غرا کر حملہ نہیں کرے گا۔ دراصل اسرائیل میں بڑی کامیابیاں حاصل کرکے تم مغرور ہوگئی ہو اور جب عورت مغرور ہوتی ہے تو بڑی حماقتیں کرنے لگتی ہے۔"

"اچھا تو تم شیر ہو؟ سور ہے تھے؟ میں نے جگایا ہے۔ کیا حملہ کروگے؟"

"تمہاری عمر اتنی زیادہ ہوچکی ہے کہ کوئی بوڑھا شیر بھی تم پر حملہ نہیں کرے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میں تمہارے غرور کا سر نیچا کروں گا۔"

"میں تمہیں للکارنے نہیں آئی تھی۔ مجھے غلط نہ سمجھو۔ ایک بہن جب ماں بنتی ہے تو دوسری بہن خوش ہو کر دس جگہ خوش خبری سناتی ہے۔"

"اور طعنہ بھی دیتی ہے کہ میں شکست کھا کر اسرائیل سے امریکا آیا ہوں۔ تم نے ابھی آکر جتنی بکواس کی ہے اس کا جواب تمہیں جلد ہی ملنے والا ہے۔"

"تم کیا کرو گے؟ کیا نتالیہ کو ماں نہیں بننے دو گے؟ کیا اس کی ازدواجی اور گھریلو زندگی تباہ کردو گے؟"

"میں کم ظرف نہیں ہوں۔ نتالیہ نے میرے ساتھ کچھ اچھے دن گزارے ہیں۔ میں اسے شاد و آباد رہنے دوں گا مگر تم۔"

وہ بولتے بولتے یونہی چپ ہوگیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "میں؟ میں کیا؟ تم خاموش کیوں ہوگئے؟"

"جب کسی کی شامت آتی ہے تو وہ کہتا ہے 'آبیل، مجھے مار۔' میں تو بیل ہوں۔ تم نے بلایا ہے۔ میں ضرور سینگ مارنے آؤں گا۔ فی الحال تمہیں اپنے دماغ سے دھکے دے کر نکال رہا ہوں۔ آئندہ تم ساری عمر دھکے کھاتی رہو گی۔"

اس نے سانس روک لی۔ خوشخبری سنانے والی اس کے اندر سے ایسے نکل گئی جیسے اسے دھکے مارے گئے ہوں۔

بڑے بڑے کارنامے انجام دینے والوں کی فہرست میں الپا کا بھی نام آتا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے برسوں سے مملکتِ اسرائیل کو مستحکم بناتی آرہی تھی۔ اپنے ملک اور قوم کی بقا کے لیے صرف ارضی مخلوق سے نہیں، خلائی مخلوق سے بھی خفیہ جنگ کرتی رہی تھی۔ اسرائیلی حکام اور فوج کے تمام اعلیٰ افسران اسے دیکھتے ہی احتراماً اٹھ کر کھڑے ہوجاتے تھے اور اسے سلیوٹ کرتے تھے۔

نتاشا نے اسی الپا کو بڑی مکاری سے اپنا معمولہ بنالیا تھا اور کافی عرصے سے اس کے دماغ میں گھس کر اسرائیل پر حکومت کررہی تھی۔ الپا بے خبر تھی کہ کسی نے اسے معمولہ اور تابعدار بنا رکھا ہے۔ وہ بے خبری میں نتاشا کی آلۂ کار بن کر رہتی تھی۔

کبھی کبھی پارس بھی ضروری معلومات حاصل کرنے کے لیے نتاشا کا لہجہ اختیار کرکے الپا کے اندر پہنچ جاتا تھا اور اس کے خیالات پڑھ لیا کرتا تھا۔ وہ امریکا آنے کے بعد الپا سے بھی بے نیاز ہوگیا تھا۔ کوئی ایسا معاملہ نہیں تھا، جس کے حوالے سے وہ الپا کو یاد کرتا۔

نتاشا نے اسے چھیڑ کر الپا کی یاد دلائی۔ وہ اب الپا کے ذریعے ہی اس کے غرور کا سر نیچا کرسکتا تھا۔ اس خیال سے وہ نتاشا کا لہجہ اختیار کرکے اس کے دماغ میں آیا۔ چونکہ وہ نتاشا کی معمولہ تھی اس لیے اس نے پارس کو اپنے اندر محسوس نہیں کیا۔

اس وقت وہ برین آدم سے باتیں کررہی تھی "برادر! مجھے عرصے سے بڑا اطمینان ہے۔ ہمارے ملک میں امن و امان ہے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ملک میں سرگرم نہیں ہے۔

آج کل میں وقت پر سوتی ہوں اور وقت پر کھاتی پیتی ہوں۔"

برین آدم نے کہا "واقعی، خدا کا شکر ہے کہ ہم ذرا اطمینان سے زندگی گزار رہے ہیں۔ اس بات کا بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے کہ اب نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں رہیں۔ ورنہ اس شبہے میں مبتلا رہتے تھے کہ پتا نہیں کون نادیدہ بن کر ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہماری خفیہ معلومات سے واقف ہو رہا ہے۔"

الپا نے کہا "اگرچہ ان گولیوں سے ہمیں بڑے فائدے پہنچ رہے تھے لیکن ہمارے دشمن بھی ہمارے خلاف ایسے ہی فائدے اٹھا رہے تھے۔ بہرحال ایسے اندیشوں سے نجات مل گئی کہ کوئی چھپ کر ہماری نگرانی کررہا ہے۔"

"میں نے سوچا تھا کہ نادیدہ گولیوں کا فارمولا ہمارے پاس ہے۔ ہم رازداری سے اپنے لیے گولیاں تیار کرلیں گے لیکن ڈاکٹر حضرات ایسی گولیاں دوبارہ تیار نہ کرسکے۔ ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ کسی نے ان فارمولوں میں تبدیلی کردی ہے۔"

"ایسا کون کرسکتا ہے؟"

"اسی نے کیا ہوگا، جس نے دنیا میں موجود رہنے والی گولیوں کے تمام ذخیروں کو تباہ کیا ہے۔"

"پتا نہیں، وہ تباہ کرنے والا کون ہے؟ اس نے اب تک خود کو ظاہر نہیں کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے، ایسی گولیاں دوبارہ بنانے میں صرف ہم ناکام نہیں رہے ہیں۔ امریکا اور روس کے ڈاکٹروں کو بھی ناکامی ہوئی ہوگی۔ ان کے فارمولے بھی تبدیل کیے گئے ہوں گے یا ضائع کردیے گئے ہوں گے۔"

"یہی بات ہے ورنہ وہ دوبارہ ایسی گولیاں تیار کرلیتے تو انہیں ضرور استعمال کرتے اور ان کا یہ عمل ہم سے چھپا نہ رہتا۔"

روس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جاسوس کرسٹوو سکی پچھلے دنوں اسرائیل آیا تھا۔ اپنے ساتھ ہارمونز کے انجکشن بھی لایا تھا۔ وہ نتاشا کے مقابلے میں وہاں زیادہ کامیابیاں حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن وہ ناکام رہا۔

یہ اس کی بدقسمتی تھی۔ وہ یہودی اکابرین کے اجلاس میں نادیدہ بن کر آیا تھا۔ اسی وقت گولی کا اثر زائل ہوگیا تھا اور وہ نمودار ہوگیا تھا۔ وہاں سے وہ فرار نہ ہوسکا۔ گرفتار ہوگیا۔ اس کے پاس ہارمونز کے انجکشن کا جو پیکٹ تھا، اسے برین آدم نے اپنے قبضے میں لے لیا تھا پھر اسے لیبارٹری میں بھیج دیا تھا۔

برین آدم نے کہا "لیبارٹری کی رپورٹ بتا رہی ہے کہ ایسے انجکشن کسی بھی ملک میں اور کسی بھی لیبارٹری میں آسانی سے تیار کیے جاسکتے ہیں۔"

الپا نے کہا "یہ بات تشویشناک ہے۔ آئندہ ایک دوسرے سے دشمنی بڑھتی جائے گی تو سب ہی ان انجکشنوں کو ہتھیار کے طور استعمال کریں گے۔ یوں ہماری دنیا میں خسروں کی تعداد بڑھتی جائے گی۔ مرد اتنے کم رہ جائیں گے کہ بچے پیدا کرنے کے لیے انہیں مگرمچھ ڈھونڈنا ہوگا۔"

"ایسا ہوسکتا ہے۔ آج ہم اپنی عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ آئندہ مردوں کے لیے حفاظتی انتظامات کرنے ہوں گے۔"

"ہم دشمنوں کو ایسے انجکشنوں کی تیاریوں سے باز نہیں رکھ سکیں گے لیکن اس کا توڑ پیدا کرسکتے ہیں۔"

"میں یہی کہہ رہا ہوں۔ ہمارے ڈاکٹر اینٹی ہارمونز انجکشن تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ اس اینٹی انجکشن کے ذریعے ہم خسروں کو پھر مردانگی کی طرف واپس لے آئیں گے۔ اس انجکشن سے ہم اپنی قوم کو فائدہ پہنچائیں گے۔ کسی یہودی کو خسرا نہیں بننے دیں گے۔"

پارس، الپا کے دماغ میں رہ کر ان کی گفتگو سنتا رہا اور ان کے ارادے معلوم کرتا رہا پھر وہاں سے چلا آیا۔ وہ جو کچھ کرنا چاہتا تھا، اس کے لیے وہ وقت مناسب نہیں تھا۔

اس رات جب الپا گہری نیند میں ڈوب گئی تو پارس اس کے دماغ میں آیا۔ وہاں کافی دیر تک خاموش رہا۔ یہ سمجھنے کی کوشش کرتا رہا کہ نتاشا وہاں موجود ہے یا نہیں؟

جب اسے یقین ہوگیا کہ نتاشا نہیں ہے تو اس نے الپا کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارا ایک ہمدرد ہوں اور تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔"

"تم کس طرح میری بھلائی چاہتے ہو؟"

"تم ایک عرصے سے بے خبری کے عالم میں زندگی گزار رہی ہو۔"

"کیسی بے خبری؟"

"کیا تم کبھی یہ محسوس کرتی ہو کہ تم کسی موقع پر کرنا کچھ چاہتی تھیں مگر کچھ اور کر گئیں؟ کبھی کوئی فیصلہ کرنا چاہا لیکن اپنے اس فیصلے کے خلاف کسی دوسرے فیصلے پر عمل کرنے لگیں؟ کیا تم نے کبھی سمجھنا چاہا کہ تم بعض اوقات اپنے اختیار میں نہیں رہتی ہو؟"

"ہاں۔ ایسا میں نے محسوس کیا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے کسی اَن دیکھی چیز نے مجھے جکڑ لیا ہے۔ بعض اوقات میں اپنے مزاج کے خلاف فیصلے کرتی ہوں۔"

"ایسا اس لیے کرتی ہو کہ تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ جس کی تم معمولہ ہو، وہ تمہارے مزاج کے خلاف تم سے فیصلے کراتی ہے۔"

"مجھ پر کس نے تنویمی عمل کیا ہے؟"

"نتاشا نے۔ وہ بظاہر دوست بن کر تمہارے دماغ میں آتی ہے اور تم یہ سمجھ نہیں پاتیں کہ وہ آتی ہے۔ تم اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہو۔ تمہیں سمجھنا چاہیے کہ اس کی معمولہ، اسی لیے اسے اپنے اندر آنے سے نہیں روکتی ہو۔"

"ہاں تمہاری بات سمجھ میں آتی ہے مگر میں کیا کر سکتی ہوں؟ اس کے تخریبی عمل کے اثر سے کیسے نکل سکتی ہوں؟"

"تم نے ابھی پوچھا تھا' کس طرح تمہاری بھلائی چاہتا ہوں؟ اس کا جواب ہے' میں تمہیں نتاشا کے تخریبی عمل سے نجات دلاؤں گا۔"

"سو ویری تھینکس۔ میں تمہارا احسان ہمیشہ یاد رکھوں گی۔ پلیز مجھے بتاؤ' تم کون ہو؟"

"میں نے نتاشا کا لب ولہجہ اختیار کیا ہے۔ اس لیے تم مجھے نہیں پہچان رہی ہو۔ میں پارس ہوں۔"

"او گاڈ! تم پارس ہو؟ واقعی تم سے زیادہ میرا ہمدرد کوئی نہیں ہو سکتا۔ تم پہلے بھی میرے کام آتے رہے ہو۔"

"کیا اب میں اپنے لب ولہجے میں گفتگو کروں؟"

"ہاں کرو۔ میں سانس نہیں روکوں گی۔ تمہاری اپنی آواز سن کر مجھے اپنائیت محسوس ہوتی رہے گی۔"

وہ اپنے لب ولہجے میں بولنے لگا "تم اسی طرح گہری نیند میں رہ کر میرے تخریبی عمل کے زیر اثر آؤ گی۔"

"پارس! وعدہ کرو' اس سے نجات دلا کر تم مجھے اپنی معمولہ نہیں بناؤ گے ورنہ میں آسمان سے گروں گی اور کھجور میں اٹک کر رہ جاؤں گی۔"

"جب تم زندگی کی حالت میں تھیں' تب بھی تمہیں اپنی معمولہ بنا سکتا تھا۔ میں تو کیا میرے پاپا بھی جناب علی اسد اللہ تبریزی کی ہدایات کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔ جناب تبریزی تم پر مہربان ہیں اس لیے ہم تمہاری لاعلمی میں بھی تمہیں کبھی دھوکا نہیں دیں گے۔"

"جناب تبریزی مجھ پر مہربان ہیں' میں اپنی خوش بختی پر جتنا فخر کروں' کم ہے۔ اب میں مطمئن ہوں۔ مجھ پر عمل کرو۔"

وہ اس پر عمل کرنے لگا۔ نتاشا کے تخریبی عمل کو یکسر مٹا دینے کے لیے اس کا برین واش کرنے لگا۔ جب اس کے ذہن سے پچھلے عمل کی ایک ایک بات دھل گئی اور وہ نتاشا کے سحر سے نکل گئی تو اس نے کہا "اب تم آزاد ہو۔ نتاشا اور نتالیہ تمہارے اندر آنا چاہیں گی تو تم ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر انہیں بھگا دیا کرو گی۔ میں تمہارے دماغ کو لاک کر رہا ہوں۔ آئندہ کوئی چھپ کر تمہارے اندر نہیں آ سکے گا۔"

وہ اسے نتاشا سے نجات دلا کر تخریبی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ دوسری صبح بیدار ہوئی تو خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا' جیسے ذہن پر کوئی بوجھ نہ ہو اور اب وہ کسی اَن دیکھی اور نامعلوم سی گرفت میں نہ ہو۔ وہ بہت خوش ہو رہی تھی۔

جب پنجرے کا دروازہ کھلتا ہے تو پنچھی شوقِ پرواز میں بہت بلندی کی طرف اڑتا چلا جاتا ہے۔ عورت کو آزادی اور خوشی ملتی ہے تو وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بھرپور انگڑائی لیتی ہے۔ الپا نے بھی بستر سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے ایک بھرپور انگڑائی لی پھر اچانک سانس روک لی۔

اسے پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہی لہر محسوس ہوئی۔ الپا نے اس بار سانس نہیں روکی۔ اسے نتاشا کی آواز سنائی دی "الپا! میں ہوں' تمہاری سہیلی' تمہاری دوست اور تمہاری معاون ومددگار نتاشا۔"

"اچھا نتاشا ہو۔ میرے اندر سے جاؤ۔ میں تمہارے ا آؤں گی۔"

"میں ہمیشہ تمہارے اندر رہ کر بولتی ہوں۔ آج تم نئی با کر رہی ہو۔"

"آج سے میں پھر وہی الپا ہوں' جس کے دماغ تک تو سائے تک بھی کوئی دشمن پہنچ نہیں پاتا تھا۔ اب جاؤ۔ میں آ ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ چلی گئی۔ یہ سمجھ گئی کہ الپا سے نکل گئی ہے۔ اس کے نکل جانے کے بعد اب اسرائیل پر کی حکمرانی نہیں رہے گی۔ وہ بہت سی قوتوں سے اور بہت اختیارات سے محروم ہو گئی ہے۔ اقتدار کی کرسی سے نیچے گر میں وقت نہیں لگتا۔ ایسا چشم زدن میں ہو جاتا ہے اور اس ساتھ ایسا ہو چکا تھا۔

اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ سمجھ گئی کہ الپا ہے۔ اس نے آنے نہیں دیا۔ الپا نے دو چار بار دستک دی لیکن سانس روکتی رہی۔ وہ نتاشا پر لعنت بھیج کر برین آدم کے پاس پھر بولی "برادر! ہم پچھلے دنوں بے خبری میں بہت نقصانات اٹھا رہے ہیں۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ ہم کن معاملات سے بے خبر تھے؟"

"وہ چڑیل نتاشا بہت مکار ثابت ہوئی ہے۔ اس نے پتا کب میرے دماغ پر قابو پا لیا تھا۔ مجھ پر تخریبی عمل کیا تھا اور اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔"

"او گاڈ! ایسا کب سے ہو رہا تھا؟"

"جب وہ چڑیل پہلی بار اسرائیل آئی تھی۔ میرا خیال ان دنوں میں زچگی کے باعث کمزور ہو گئی تھی۔ اس نے کمزوری سے فائدہ اٹھایا تھا۔"

"الپا! اس ذلیل عورت نے تمہارے اندر رہ کر ہمارے سے اہم راز معلوم کیے ہوں گے۔ اس عورت کو فوراً گرفتار چاہیے۔"

"برادر! وہ بہت چالاک ہے۔ اب تک اپنی رہائش گاہ چکی ہو گی پھر بھی آپ جلد سے جلد اس کے نکلنے کا ت کرائیں۔"

وہ دونوں نتاشا کو گھیرنے اور گرفتار کرنے کے سلسلے

معروف ہو گئے۔ نتاشا کو جیسے ہی یقین ہوا تھا کہ الپا اس کی مٹھی سے پھسل گئی ہے' ویسے ہی دماغ نے سمجھایا کہ خطرہ ہے۔ اسے روپوش ہو جانا چاہیے۔ وہ فوراً ہی ضروری سامان لے کر دوسری جگہ منتقل ہو گئی۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنی بہن سے کہا "نتالیہ! بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ الپا ہماری معمولہ نہیں رہی۔ اب وہ ہم سے بری طرح پیش آئے گی۔ میں روپوش ہو رہی ہوں۔ تم بھی جگہ بدل دو۔ اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرو۔ میں بھی یہی کرنے والی ہوں۔ اب ہم اپنے اصلی چہروں کے ساتھ یہاں نہیں رہ سکیں گے۔"

نتالیہ نے کہا "میں ابھی حفاظتی تدابیر پر عمل کر رہی ہوں لیکن یہ اچانک کیسے ہو گیا؟ وہ تمہارے تخریبی عمل کے اثر سے کیسے نکل گئی؟"

وہ حیرانی سے بولی "مجھے یہ سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا کہ وہ میرے اثر سے کیسے نکل گئی؟ جیسے ہی پتا چلا کہ اب وہ ہماری مٹھی میں نہیں رہی ہے' میں جان بچانے کی فکر میں لگی ہوئی ہوں۔"

"اب تو سوچو' وہ کم بخت ہمارے قبضے سے کیسے نکل گئی ہے اور دوبارہ کس طرح اس پر قبضہ جمایا جا سکتا ہے؟"

"تخریبی عمل کی مدت پوری ہو جائے تو اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے جب کہ الپا پر کیے ہوئے عمل کی مدت پوری نہیں ہوئی۔ وہ خود میرے اثر سے نہیں نکل سکتی تھی۔ کسی نے اپنے تخریبی عمل سے....."

وہ کہتے کہتے رک گئی پھر چونک کر بولی "سمجھ گئی۔ اس ذلیل کمینے نے ہمیں اس کے دماغ سے نکالا ہے۔"

"تم کسے گالیاں دے رہی ہو؟"

"اسی پارس کو دے رہی ہوں۔ میں نے اسے خوش خبری سنائی تھی کہ تم ماں بننے والی ہو۔ یہ سن کر اسے آگ لگ گئی۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ ہمیں اسرائیل میں حکومت نہیں کرنے دے گا۔ یہاں سے ہماری حکمرانی ختم کروے گا۔"

نتالیہ نے کہا "اور ہماری حکمرانی ختم کرنے کے لیے اس نے الپا کے دماغ سے تمہارے تخریبی عمل کو مٹا دیا ہے۔"

"ہاں۔ اس کی دشمنی بہت مہنگی پڑ رہی ہے۔ ہمارے قدم یہاں سے اکھڑنے والے ہیں۔"

"تم نے میرے ماں بننے کی خبر اسے کیوں سنائی؟ تم نے اسے اور بہت کچھ کہا ہو گا تب ہی اس نے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے۔"

"جو ہونا تھا' وہ ہو گیا۔ اب سوچنا یہ ہے کہ ہمیں یہاں دوبارہ قدم جمانے کے لیے کیا کرنا ہو گا؟"

"اب تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہمیں الپا کے دماغ میں دوبارہ جگہ مل جائے۔ وہ بہت محتاط رہے گی۔"

"ہمیں جلد ہی کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا۔ ہم یہاں سے بازی ہار کر نہیں جائیں گے۔ ایک تدبیر ہے نتالیہ! تمہیں اس پر عمل کرنا ہو گا۔"

"تدبیر کیا ہے؟"

"پارس کو پھر ایک بار محبت کے جال میں پھانس لو۔ وہ تمہاری خاطر ہماری ہار کو جیت میں بدل دے گا۔"

"تم نے تخریبی عمل کے ذریعے میرے دماغ سے پارس کی محبت مٹا دی ہے۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں کس طرح اس سے محبت کیا کرتی تھی؟"

"محبت یاد کرنے کی چیز نہیں ہے۔ تم محبت کی ایکٹنگ کرو گی تو وہ الو بن جائے گا۔ تم جو کہو گی' تمہارے لیے وہی کرے گا۔"

"کیا میں ابھی اسے مخاطب کروں؟"

"ہاں ابھی کرو۔ دیر نہ کرو۔ ہمیں ہاری ہوئی بازی جلد سے جلد جیتنا ہے۔"

نتالیہ نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کے دماغ میں پہنچی۔ پارس اپنا سر کھجا کر یوں ہاتھ ہلانے لگا جیسے مکھی کو بھگا رہا ہو۔ وہ بولی "ہیلو پارس! میں آئی ہوں۔"

وہ مکھی کو بھگاتے ہوئے بولا "ہش۔ ہش یہ مکھی کہاں سے آ گئی؟"

"میں آئی ہوں نتالیہ۔ تمہاری نتالیہ....."

"ارے یہ تو کمال ہو گیا۔ یہ مکھی بول رہی ہے۔"

"نہیں پارس! جس مکھی کو بھگا رہے ہو' وہ بھلا کیسے بولے گی۔ میں تمہارے دماغ میں بول رہی ہوں۔ میں تمہاری نتالیہ ہوں۔"

"نتالیہ؟ کون نتالیہ؟ کیا وہ نتالیہ جو ایک بچے کی ماں بننے والی ہے؟"

"ہاں' میں وہی ہوں۔ تمہیں خوش خبری سنانے آئی ہوں۔"

"تمہاری بہن نے بھی خوش خبری سنائی تھی۔ تم بہنوں کو خوش خبریاں راس نہیں آتی ہیں۔ تم نہ سناؤ تو بہتر ہے۔"

"میں تو سناؤں گی۔ پتا ہے' میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

"آہ! تم اس بے چارے یہودی شوہر سے باپ بننے کا کریڈٹ چھین کر مجھے دے رہی ہو۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں' یہ اس کا نہیں تمہارا ہے۔"

"کتنے مہینے ہوئے ہیں؟"

"یہ پانچواں مہینہ ہے۔"

"مجھ سے بچھڑے ہوئے گیارہ مہینے ہو گئے۔ مزید چار ماہ بعد وہ بچہ اس دنیا میں آئے گا۔ یعنی مجھ سے بچھڑنے کے ایک برس تین ماہ بعد۔ کیا ہاتھی کا بچہ پیدا کرنے والی ہو؟"

"میرے جذبات کو سمجھو۔ میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ ہونے والے بچے کو تمہارا ہی کہتی ہوں۔"

"اپنی فیکٹری سے نکلے ہوئے مال پر کسی کے بھی نام کا لیبل لگا سکتی ہو۔ کسی بھی ملک کی عدالت تمہیں ایسا کرنے سے نہیں روک

سکے گی۔"

"بچے کی بات چھوڑو۔ میں تم سے محبت کرنے آئی ہوں۔"

"اس حالت میں مجھ سے محبت کروگی؟ کوئی اور کام کرو۔"

"تم مجھے اپنی جان کہتے تھے۔ تمہاری یہ جان مصیبت میں ہے۔ میں بہت اونچے مقام سے نیچے گر رہی ہوں' مجھے سنبھالو۔"

"تمہیں اتنے اوپر چڑھنے کی کیا ضرورت تھی؟ پیچھے سے تمہاری بہن نے دھکا دیا ہوگا۔"

"ہم دونوں ہی گر چکے ہیں۔ ہمیں واپس الپا کے دماغ میں پہنچادو۔ ایسے حالات پیدا کرو کہ ہم پھر اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا سکیں۔"

"میرے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔"

"کیا وہ پھر ہماری معمولہ بن جائے گی؟"

"بن جائے گی مگر ایک شرط ہے۔ پہلے میں تمہاری بہن نتاشا کو اپنی معمولہ بناؤں گا پھر اسے الپا کے دماغ میں پہنچاؤں گا۔"

نتاشا اپنی بہن کے دماغ میں یہ کران کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ ناگواری سے بولی "ہرگز نہیں۔ میں اتنی نادان نہیں ہوں کہ تمہاری معمولہ بن کر عمر بھر کنیز کی حیثیت سے زندگی گزاروں گی۔"

"میں جانتا تھا' تم کبھی راضی نہیں ہوگی اور مجھے راضی کرنا بھی نہیں ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا' دھکے دے کر نکالی جاؤ گی اور جہاں جاؤ گی' ٹھوکریں کھاتی رہو گی۔ الپا کے دماغ سے تمہیں دھکے مل گئے۔ اب ٹھوکریں کھانے کا انتظار کرو۔"

اس نے سانس روک کر دونوں بہنوں کو بھگا دیا۔

مگر وہ دونوں بڑی ڈھیٹ تھیں۔ حوصلہ ہارنے اور میدان چھوڑنے والی نہیں تھیں۔ نتاشا نے ایک بہت بڑی بازی ہاری تھی لیکن اور کئی اہم بازیاں تھیں' جنہیں وہ آسانی سے جیت سکتی تھی۔ ان میں سے ایک اہم شخص کرسٹوسکی تھا جسے اسرائیلی فوج نے قیدی بنایا تھا۔ وہ ایک روسی ٹیلی پیتھی جاننے والا قابل سراغ رساں تھا۔ الپا نے کہا تھا کہ اسے سزائے موت نہ دی جائے بلکہ اپنا معمول اور تابعدار بنا کر یہودی مفادات کے لیے استعمال کیا جائے۔

لہٰذا کرسٹوسکی پر تنویمی عمل کرکے اسے تابعدار بنایا گیا تھا۔ بظاہر الپا نے اس پر عمل کیا تھا لیکن الپا کے دماغ پر نتاشا کا قبضہ تھا اس طرح نتاشا نے دور رہ کر سٹوسکی کو اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔

چونکہ وہ الپا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک تھا اس لیے اسے رہائش کے لیے ایک چھوٹا سا بنگلا دیا گیا تھا۔ نتاشا نے اس کے اندر آکر کہا "کرسٹوسکی! فوراً اپنا ضروری سامان پیک کرو۔ میں نے تمہاری رہائش کا دوسرا انتظام کیا ہے۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ اس نے کہا "میرے اس حکم پر سختی سے عمل کرو۔ اپنے دماغ میں الپا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر اسے بھگا دیا کرو۔ اسے اپنے دماغ میں ایک لفظ بھی کہنے کا موقع نہ دو۔"

اس نے وعدہ کیا کہ الپا کو اپنے دماغ میں آنے اور ایک لفظ بھی کہنے کا موقع نہیں دے گا۔ الپا کے اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماہر تھے' ان پر نتاشا نے کبھی تنویمی عمل نہیں کیا۔ کبھی اس کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ اگر وہ تمام ماہر اس کے معمول اور تابعدار ہوتے تو وہ الپا سے تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیتی۔

ویسے تمام اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے اندر کسی روک ٹوک کے بغیر پہنچ جاتی تھی۔ وہ انہیں اپنا آلۂ کار بنا سکتی تھی۔ وہ ایک بازی ہار کر کئی بازیاں جیت رہی تھی۔ وہ آئندہ الپا کے لیے مستقل دردِ سر بن کر رہنے والی تھی۔

○☆○

مین کلر کے حکم سے تمام امریکی اخبارات نے پارس کی دو مختلف تصاویر شائع کیں اور ان تصاویر کے متعلق یہ خبر شائع کی۔

"فرہاد علی تیمور کے بیٹے پارس کا ایک ہم شکل پیدا ہوگیا ہے۔ وہ ہم شکل بھی ہے۔ ہم مزاج بھی ہے۔ پارس کے لہجے میں بولتا ہے۔ اس کی حرکات و سکنات پارس کی طرح ہیں۔ اس ہم شکل کا نام پورس ہے۔

ان شائع کی جانے والی تصاویر میں سے یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں سے کون پارس ہے اور کون پورس؟

اس دنیا میں جتنی نادیدہ بنانے والی گولیاں اور کیپسول تھے ان سب کو اسی پورس نے ناکارہ بنایا ہے۔

یہ پورس خطرناک حد تک مکار ہے۔ اس نے دعوے سے کہا بلی! اس وقت الپا میرے دماغ میں ہے۔ یہ تمہارے پاس آرہی ہے کہ اس نے جس طرح نادیدہ بنانے والی گولیوں اور کیپسولوں کو ہے۔ اپنی ایجاد کردہ دوا سے ناکارہ بنایا تھا' اسی طرح اب ایک ایسی دوا تیار کر رہا ہے جو اینٹی ٹیلی پیتھی ہوگی۔ جس علاقے میں وہ دوا ریل کم کمتی ہوں۔ آجاؤ۔"

بلی ڈونا نے اپنی آواز سناتے ہوئے کہا "ہیلو الپا! میں تمہیں اسپرے کی جائے گی' اس علاقے کے خیال خوانی کرنے والوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹ جائے گا پھر وہ کبھی خیال خوانی نہیں کرسکیں گے۔

الپا نے اس کے اندر آکر کہا "ہیلو بلی! تمہارے پاس آکر بہت کچھ سنا ہوگا۔ جب تم اپنے امریکی حکام سے بغاوت کرکے یہاں سے گئی تھیں تب میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔ اس کے بعد تم ایک طویل عرصے تک گوشۂ گمنامی میں رہی ہو۔ یہ دعویٰ کیا ہے۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے یہ لمحۂ فکریہ ہے۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی کے دو علم کو قائم و دائم رکھنا چاہتے ہیں تو اس سلسلے میں ضروری اقدامات کریں اور پہلی فرصت میں پورس کا محاسبہ کریں۔

اس خبر کے شائع ہونے تک پورس نیویارک میں ہے۔ شاید پارس' بلی ڈونا اور مین کلر کے ذریعے پورس سے دماغی رابطہ کیا جاسکتا ہے۔"

یہ خبر پہلے امریکی اخبارات میں شائع ہوئی۔ پھر دوسرے ممالک کے اخبارات نے بھی ان تصاویر کے ساتھ وہی خبر شائع کی۔ الپا اور برین آدم نے ان دونوں تصاویر کو دیر تک غور سے دیکھا۔ وہ صورت سے بالکل ایک ہی تھے۔ صرف تصاویر کے زاویے مختلف تھے۔ برین آدم نے کہا "دونوں میں بال برابر فرق نہیں ہے۔ یہ پورس کیا پارس کا جڑواں بھائی ہے؟"

الپا نے کہا "آمنہ فرہاد نے کبھی جڑواں بچوں کو جنم نہیں دیا تھا۔ آمنہ اور فرہاد کا ایک ہی بیٹا ہے اور آج تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ پارس اور علی میں سے کون اپنا بیٹا ہے اور کون لے پالک ہے۔"

"یہ تو ایک دوسرا مسئلہ ہے لیکن یہ پورس کون ہے؟ اچانک کہاں سے آگیا ہے۔"

"اخبار میں لکھا ہوا ہے کہ پارس' بلی ڈونا اور مین کلر کے ذریعے پورس سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔"

برین آدم نے جناب تمیزی کے نام ایک خط لکھتے ہوئے الپا سے کہا "شاید پورس اپنے بارے میں بہت کچھ نہ بتائے۔ بابا صاحب کے ادارے سے بہت کچھ معلوم ہوسکے گا۔ ویسے تم پورس سے رابطہ کرو۔"

برین آدم نے وہ خط بابا صاحب کے ادارے میں فیکس کیا پھر جواب کا انتظار کرنے لگا۔

الپا نے پارس کو مخاطب کیا "ہیلو پارس! کیا واقعی کسی پورس کا وجود ہے' جو تمہارا ہم شکل ہے؟"

"ہاں میرا ایک ہم شکل ہے۔ نام بھی مجھ سے ملتا جلتا ہے' پتا نہیں کہاں سے پیدا ہوگیا ہے۔"

"کیا مجھے اس کے دماغ میں پہنچاؤ گے؟"

"میرا اور اس کا کبھی سامنا ہوا ہے' نہ کبھی گفتگو ہوئی ہے۔ کیا پتا وہ کیا ہے۔ کیا چاہتا ہے۔ اس سے کیا کہا جائے۔ کیا نہ کہا جائے۔ اس کے دماغ میں جانا خطرناک بھی ہوسکتا ہے۔"

"ابھی تو ارادہ کیا ہے۔ ضروری نہیں کہ اس پر عمل بھی کیا جائے۔ میری پہلی کوشش یہ ہوگی کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے دوست بن کے رہیں۔ اگر میری کوششوں کے بعد دوستی اور بھائی چارہ نہ رہا' ہمیشہ کی طرح دشمنی قائم رہے گی تو میں وہ دوا اسپرے کرکے سب ہی کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا دوں گا۔ جب لوگوں کے پاس کوئی طاقت نہیں ہوگی تو وہ ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے صرف منفی پہلو کو دیکھ رہے ہو۔ اس کے مثبت پہلو بھی ہیں۔ اس علم کے ذریعے دکھی انسانیت کو فائدے پہنچائے جاسکتے ہیں۔ علم کو کبھی مٹانا نہیں چاہیے۔"

"اس کے بعد کوئی نصیحت نہ کرنا۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپس میں جنگ نہ کریں۔ اگر کریں گے تو میں اس علم کو سب ہی کے دماغوں سے مٹا دوں گا۔"

الپا نے پوچھا "کیا ہم دوست بن سکتے ہیں؟"

"میں دوستی کے لیے ہی پیدا ہوا ہوں۔ پارس سے ابھی دوستی نہیں ہوئی ہے' مگر بلی ڈونا سے ہوگئی ہے۔ مین کلر دوستی کرنے آیا تھا لیکن اس بات پر ناراض ہوکر چلا گیا کہ میں نے بلی ڈونا سے دوستی کی ہے۔ شی تارا سے بھی دوستی ہے' تم سے بھی ہوسکتی ہے۔"

"کیا فرانس کا میجر فی ہنٹر آئے گا تو اس سے بھی دوستی کرلوگے؟"

"تو پھر تم دونوں باتیں کرو۔ میں جارہی ہوں۔"

بلی ڈونا چلی گئی۔ الپا نے کہا "ہیلو پورس! میں الپا ہوں۔"

"میں پھر ایک بار خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"تم نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اچانک آکر سب کو حیران کردیا ہے۔ کیا تم نے ہی نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلانگ کیپسول ناکارہ بنائے ہیں؟"

"ہاں مجھے یہ بات گراں گزرتی تھی کہ نادیدہ بن کر کوئی کسی کی تنہائی میں جائے۔ میاں بیوی' باپ بیٹے' ماں بیٹی کے درمیان تنہائی میں کچھ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں' جو دوسروں کو نہیں سننا چاہئیں۔ بعض بے حیا لوگ نادیدہ بن کر جوان لڑکیوں کے بیڈ روم میں چلے جاتے تھے۔ میں نے ایسی بے حیائی کو یکسر ختم کردیا ہے۔"

"کیا یہ درست ہے کہ تم ایک نئی دوا کے ذریعے ٹیلی پیتھی کے علم کو بھی ختم کردو گے؟"

"ہاں۔ میں نے مین کلر سے مذاق نہیں کیا تھا۔ سچ کہا تھا۔ میری ایک خاص لیبارٹری میں ایسی دوا تیار کی جارہی ہے' جسے اسپرے کیا جائے تو اسپرے کرنے والی فضا میں سانس لینے والے کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم بالکل ہی دھل جائے گا پھر وہ کبھی خیال خوانی نہیں کرسکے گا۔"

"تم بہت باکمال ہو اور خطرناک بھی ہو۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بہت بڑا نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہو۔"

"ابھی تو ارادہ کیا ہے۔ ضروری نہیں کہ اس پر عمل بھی کیا جائے۔ میری پہلی کوشش یہ ہوگی کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے دوست بن کے رہیں۔ اگر میری کوششوں کے بعد دوستی اور بھائی چارہ نہ رہا' ہمیشہ کی طرح دشمنی قائم رہے گی تو میں وہ دوا اسپرے کرکے سب ہی کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا دوں گا۔ جب لوگوں کے پاس کوئی طاقت نہیں ہوگی تو وہ ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے صرف منفی پہلو کو دیکھ رہے ہو۔ اس کے مثبت پہلو بھی ہیں۔ اس علم کے ذریعے دکھی انسانیت کو فائدے پہنچائے جاسکتے ہیں۔ علم کو کبھی مٹانا نہیں چاہیے۔"

"اس کے بعد کوئی نصیحت نہ کرنا۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپس میں جنگ نہ کریں۔ اگر کریں گے تو میں اس علم کو سب ہی کے دماغوں سے مٹا دوں گا۔"

الپا نے پوچھا "کیا ہم دوست بن سکتے ہیں؟"

"میں دوستی کے لیے ہی پیدا ہوا ہوں۔ پارس سے ابھی دوستی نہیں ہوئی ہے' مگر بلی ڈونا سے ہوگئی ہے۔ مین کلر دوستی کرنے آیا تھا لیکن اس بات پر ناراض ہوکر چلا گیا کہ میں نے بلی ڈونا سے دوستی کی ہے۔ شی تارا سے بھی دوستی ہے' تم سے بھی ہوسکتی ہے۔"

"کیا فرانس کا میجر فی ہنٹر آئے گا تو اس سے بھی دوستی کرلوگے؟"

"ہاں اگر پارس میری زندگی میں نہ آتا تو میں یوں منظرِ عام پر نہ آتی۔ اب تو پارس کے ساتھ ایکشن میں رہنا ہوگا۔"

بلی ڈونا خیال خوانی کی پرواز کرکے پورس کے پاس آئی پھر بولی۔ "میں بلی ہوں۔ اگر مصروف ہو تو چلی جاؤں گی۔"

"کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔ بتاؤ کیسے آنا ہوا؟"

"اسرائیل کی میڈم الپا تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔ کیا تم میڈم کو اپنے دماغ میں آنے دوگے؟"

"مجھے میڈم سے گفتگو کرکے خوشی ہوگی۔ میں انہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"دوستی ایک اچھا انسانی عمل ہے۔ ٹی ہنٹر سے بھی ضرور دوستی کروں گا۔ روسی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی خوش آمدید کہوں گا۔"

"تم یہ بات پوری ذہانت سے سمجھ نہیں پا رہے ہو کہ بیک وقت سب ہی سے دوستی ممکن نہیں ہے۔ روس اور امریکا' یہودی اور مسلمان کبھی ایک نہیں ہوں گے۔"

"میں رفتہ رفتہ سب ہی کو مفہور بنانے والی قوتوں سے خالی کروں گا۔ نفرت اور لڑائی کے لیے قوت لازمی ہے۔ جب قوت نہیں رہے گی تو کیا کمزور آپس میں لڑ سکیں گے؟"

"تم اپنے طور پر درست کہہ رہے ہو مگر پلیز' ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹانے والی بات نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ جو اس علم کو دکھی انسانیت کے لیے اور دوسرے نیک مقاصد کے لیے استعمال کریں گے' ان کی طرف اٹھنی ٹیلی پیتھی والی دوا اسپرے نہیں کی جائے گی۔ جو خلافِ انسانیت حرکتیں کریں گے' ان کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا دیا جائے گا۔"

"تمہاری یہ باتیں معقول ہیں۔ اس موضوع پر آئندہ بھی گفتگو ہوگی۔ ابھی جا رہی ہوں پھر آؤں گی۔"

الپا چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد مین کلر نے آکر کہا "میں نے اخبارات کے ذریعے جب سے تمہارا نام اچھالا ہے' تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پریشان ہو گئے ہیں۔ سب کے ذہن میں ایک ہی سوال ہے' کیا واقعی تم اٹھنی ٹیلی پیتھی دوا تیار کر رہے ہو؟ کیا وہ دوا واقعی دماغ سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دے گی؟"

بورس نے کہا "جب وہ دوا تیار ہو جائے گی اور اپنا اثر دکھائے گی تو سب ہی کو یقین آ جائے گا۔ وقت سے پہلے میں کسی کو یقین نہیں دلانا چاہتا۔"

"تم نے روسی ٹیلی پیتھی جاننے والی نتاشا کا نام سنا ہوگا۔ یہ تم سے ملنے آئی ہے۔"

"میں نتاشا کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ وہ میرے دماغ میں آسکتی ہے۔"

نتاشا نے اس کے اندر آکر کہا "ہیلو بورس! میں اس یقین کے ساتھ آئی ہوں کہ تم ذلیل پارس نہیں ہو۔"

"پلیز منہ سے گالی نہ نکالو۔ دشمن کو اچھے الفاظ سے یاد نہ کرو تو اس کے لیے برے الفاظ بھی استعمال نہ کرو۔"

"پارس کو ذلیل کہنے سے تمہیں برا لگ رہا ہے۔ کیا اس لیے کہ وہ تمہارا دوست ہے؟"

"پارس سے میری دوستی نہیں ہے اور اس سے کوئی اختلاف بھی نہیں ہے۔ کبھی ہماری ملاقات نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی ہم نے کبھی ایک دوسرے سے گفتگو کی ہے۔ میری ان باتوں کا یقین کر سکتی ہو تو کر لو۔"

"مین کلر نے بتایا ہے کہ تم بہت کھری باتیں کرتے ہو۔ میں یقین کرتی ہوں کہ پارس سے تمہارا دوستانہ نہیں ہے۔ میں تم سے دوستی کرنے آئی ہوں۔"

"مین کلر نے تمہیں یہ بھی بتایا ہوگا کہ میں سب سے دوستی کرتا ہوں اس لیے تم سے بھی کروں گا۔"

"یہ ممکن نہیں ہے کہ سب سے دوستی ہو۔ اگر ہو گی تو ان کے درمیان چھپے ہوئے دشمن ہوں گے۔"

"ظاہر ہے' جو سانپ ہوتے ہیں' آستینوں میں چھپے ہوتے ہیں۔ میں ایسے دوست نما دشمنوں کی پروا نہیں کرتا۔"

"میں تم سے ایسی دوستی کرنا چاہتی ہوں' جیسی کوئی نہ کرتا ہو۔ میں تمہیں اپنا چھوٹا بھائی بنا لوں گی۔ تم مجھے بڑی بہن بنا لو۔ بہن بھائی کا مضبوط رشتہ رہے گا تو کوئی اپنا پرایا ہمارے درمیان دیوار نہیں بن سکے گا۔ دوستی سے زیادہ رشتے داری مضبوط ہوتی ہے۔"

"رشتے داری ہو گی تو یہ ضروری ہو جائے گا کہ تم میرے لیے دلہن یعنی اپنے لیے ایک بھابی لاؤ۔"

"وہ تو میں لاؤں گی' چاند سی دلہن۔"

"اور میں تمہارے لیے چاند سا دولہا یعنی ایک بنوئی لاؤں گا۔"

"شریر کہیں کے۔ میں شادی نہیں کروں گی۔"

"وہ تو کرنا ہوگی۔ رشتے داری کا مطلب ہے' کنبہ بڑھانا۔ ہمارے بچے پیدا ہوں گے۔ میرے بچے تمہیں پھوپی کہیں گے اور تمہارے بچے مجھے ماموں کہا کریں گے۔"

"تم بات کہاں سے کہاں لے جا رہے ہو۔ ہم اتنی لمبی رشتے داری نہیں کریں گے۔"

"یعنی مختصر رشتے داری؟ آج کریں گے' کل ختم؟"

"میرا مطلب ہے' میں شادی نہیں کروں گی۔ بچے نہیں پیدا کروں گی۔"

"لیکن میں تو ماموں جان بننا چاہتا ہوں۔ اگر بہن بننا چاہتی تو مجھے ماموں جان بنانا ہوگا۔"

"کیا مشکل ہے؟ میں تم سے دوستی کی بات کرتے کرتے رشتے داریوں میں الجھ گئی ہوں۔ ہم ایسی عملی اور ایکشن سے بھرپور دنیا میں رہتے ہیں' جہاں بچے پیدا نہیں کیے جا سکتے۔"

"فرہاد صاحب کے گھر بچے ہوئے۔ پارس کا ایک بیٹا ہے۔ تم میرے لیے بھانجے بھانجیاں کیوں پیدا نہیں کر سکتیں؟"

"او گاڈ! ہم اپنے موضوع سے بھٹک گئے ہیں۔ دراصل میں چاہتی ہوں کہ تم ایک مسئلے میں میری مدد کرو۔"

"مسئلہ کیا ہے؟"

"پارس میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔"

"اس کی یہ مجال! میری بہن کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ میں ابھی کہوں گا کہ وہ شریفوں کی طرح آکر تمہارا ہاتھ مجھ سے مانگے۔"

"وہ اس انداز میں پیچھے نہیں پڑ رہا ہے۔ پیچھے پڑنے کا مطلب ہے' مجھ سے دشمنی کر رہا ہے۔"

"اچھا تو یوں کہو' میں صلح کرا دوں گا۔"

"میں صلح نہیں کروں گی۔ اس نے مجھے الپا کے دماغ سے نکال دیا ہے۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر پورے اسرائیل پر حکومت کر رہی تھی۔ پارس نے مجھے حکمرانی سے محروم کر دیا ہے۔ الپا کے دماغ سے میرے تنویمی عمل کو مٹا دیا ہے۔ میں کل تک حکمران تھی' آج ایک مجرمہ کی طرح چھپتی پھر رہی ہوں۔"

"آہ! تمہاری داستان بڑی دردناک ہے۔ سن کر تم سے ہمدردی ہو جاتی ہے۔ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"ہم دونوں الپا کے دماغ تک پہنچنے کا کوئی راستہ نکال سکتے ہیں۔"

"وہ برسوں سے اپنے ملک و قوم کی خدمت کرتی آ رہی ہے۔ اس نے تم سے دشمنی کی ابتدا نہیں کی تھی۔ پھر تم اس سے کیوں دشمنی کر رہی ہو۔ اس بے چاری کو اسرائیل میں اپنے فرائض ادا کرنے دو۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو' میں اقتدار سے محروم ہو جاؤں؟ الپا کے دماغ میں بیٹھ کر حکومت نہ کروں؟"

"اسرائیل اس کا ملک ہے۔ تم وہاں کیوں حکومت کرنا چاہتی ہو؟ کسی کو اقتدار کی کرسی سے گرا کر اس کے حقوق چھیننا اچھی بات نہیں ہے۔"

"تم تو فرشتوں جیسی باتیں کر رہے ہو؟"

"میں انسانوں کی باتیں کر رہا ہوں۔ جب ہم ایک دوسرے کے حقوق چھیننا چاہتے ہیں تو پھر جھگڑا کرنے لگتے ہیں اور میں یہی نہیں چاہتا۔ اس لیے جلد ہی ٹیلی پیتھی کے علم کو ہمیشہ کے لیے مٹا دوں گا۔"

"تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ ٹیلی پیتھی نہ رہی تو ہم عام انسانوں جیسے رہ جائیں گے۔"

"انسان جب عام نہیں ہونا چاہتا' خاص بننا چاہتا ہے تب ہی نفرت اور جھگڑے پھیلتے ہیں۔ میں نفرتوں اور عداوتوں کا صدیوں پرانا سلسلہ ختم کر کے رہوں گا۔"

"شاید میں تمہارے پاس آکر وقت ضائع کر رہی ہوں۔ آخری بات کہہ دو۔ میرا ساتھ دو گے یا مجھے مایوس کرو گے؟"

"میں کبھی کسی کو مایوس نہیں کرتا۔ لوگ میرے اصولوں کی مخالفت کرتے ہوئے خود ہی مجھ سے منہ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ اگر تم سب سے دوستی رکھنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرو گی تو میں تمہیں دشمنوں سے بچاؤں گا۔ خواہ وہ دشمن الپا ہو یا پارس۔"

"الپا کے حکم سے فوجی جوان مجھے گرفتار کرنے کے لیے تلاش کر رہے ہیں۔ پارس' الپا کو میرے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ اگر تم الپا اور پارس کو مجھ سے دشمنی سے باز رکھو گے تو میں سب سے دوستی کروں گی۔"

"الپا اپنے ملک میں تمہارے خلاف قانونی کارروائی کر رہی ہے۔ اس کارروائی سے محفوظ رہنے کا سیدھا سا راستہ ہے' تم الپا کا ملک چھوڑ دو۔ اپنے ملک روس جا کر رہو۔ اپنے اپنے گھر میں رہنے سے دشمنیاں ختم ہو جاتی ہیں۔"

"میں الپا سے کمتر نہیں ہوں۔ میں اسے دو کوڑی کا بنا دوں گی اور پہلے کی طرح شان و شوکت سے اسی ملک میں رہوں گی۔"

"الپا بھی مجھ سے دوستی رکھنا چاہتی ہے۔ تم اس ملک میں ایک باہر والی ہو۔ اگر الپا کے لیے مسائل پیدا کرو گی تو مجھے تم سے نہیں الپا سے ہمدردی ہوگی۔"

"میں لعنت بھیجتی ہوں تمہاری ہمدردی پر۔ تم دوغلے ہو۔ ادھر بھی دوستی کرتے ہو اور ادھر بھی۔ میں تمہاری دوستی کی محتاج نہیں ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ وہ زیرِ لب کہنے لگا "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی محبت اور امن کا سبق نہیں پڑھیں گے۔ انہیں پڑھاؤ تو بھول جایا کریں گے۔ اب تو بس وہی دوا ان کے دماغ درست کرے گی۔"

○☆○

دنیا بھر میں جتنے جرائم زمین کے اوپر ہوتے ہیں' اتنے ہی زمین کے نیچے بھی ہوتے ہیں۔ انڈر ورلڈ کرائم کی دنیا میں ان تینوں لارڈز کا بڑا نام تھا۔ وہ تینوں ڈرگ مافیا کے سربراہ تھے۔ ان کے بعد اب جی کاک نمبر ون ہو گیا تھا۔ وہ بے انتہا سفاک تھا' انسانی دل' آنکھیں اور گردوں کا کاروبار کرتا تھا۔

جی کاک کو جب یہ پتا چلا کہ فرہاد کا ایک بیٹا علی تیمور ان دو لارڈز کے پیچھے پڑ گیا ہے تو اس کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ صرف وہی نہیں انڈر گراؤنڈ کی دوسری خطرناک تنظیمیں بھی چوکنی ہو گئی تھیں۔ سب ہی اس اندیشے میں مبتلا ہو گئے کہ ابھی علی آیا ہے' اس کے بعد پارس آئے گا۔ پھر ان کا باپ بھی آئے گا۔ یہ لوگ پاتال میں بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔

تمام انڈر گراؤنڈ مافیا اور سنڈیکیٹس کے سربراہوں نے ایک خفیہ اجلاس میں یہ طے کیا کہ علی کو اپنی طرف آنے سے روک دیا جائے تو پھر فرہاد کی فیملی کا کوئی دوسرا فرد انہیں نقصان پہنچانے نہیں آئے گا۔ لہٰذا علی کو اب کسی انڈر گراؤنڈ کے سربراہ تک پہنچنے نہ دیا جائے' اسے اوپر ہی اوپر لاہور میں ختم کر دیا جائے۔

انڈر گراؤنڈ کے سربراہوں کا یہ فیصلہ دونوں لارڈز کی زندگی میں کیا گیا تھا۔ جی کاک کو یہ ذمے داری دی گئی تھی کہ وہ علی کو ٹھکانے لگا دے۔

جب وہ اپنی ذمے داری پوری کرنے کے لیے ان دونوں لارڈز کی مدد کے لیے آیا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ان دونوں کو علی کے چنگل سے کس طرح

نکالے؟ اس نے آخری وقت تک انہیں بچانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ وہ نہر میں ڈوبنے لگے تو ان کے دماغوں میں گھس کر انہیں نہر میں سے نکالنا چاہا لیکن فہمی اور علی ان بار بار ابھرنے والوں کو ڈبوتے رہے۔ آخر وہ کنارے نہ لگ سکے۔ وہ نہر ان کا مقبرہ بن گئی۔

جی کاک وہ خطرناک مجرم تھا' جو دنیا کی بڑی بڑی تنظیموں سے ٹکرا جاتا تھا' سی آئی اے' کے جی بی' موساد' را اور انٹرپول کے کئی زبردست ایجنٹوں کو ٹھکانے لگا چکا تھا۔ اس کا ایک معمولی سا کارکن بھی گرفتار ہو جاتا تو وہ ان کے آہنی شکنجوں سے اسے نکال لاتا تھا۔ وہ پہلی بار علی کے مقابلے میں بری طرح بے بس ہو گیا تھا اور ایک مجبور تماشائی کی طرح ان لارڈز کی موت کا تماشا دیکھتا رہ گیا تھا۔

ان لارڈز کی موت کے بعد انڈر گراؤنڈ تنظیموں کے سربراہوں کا پھر ایک اجلاس ہوا۔ ایک سربراہ نے کہا "جب میں بیس برس کا تھا' تب سے فہاد کے کارنامے سنتا آیا ہوں۔ اب میں پچاس برس کا ہوں۔ فہاد کے بیٹے جوان ہو کر ثابت کر رہے ہیں کہ وہ ہمارے لیے اپنے باپ سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔"

جی کاک نے کہا "میں نے ان سے نمٹنے کے دوران میں یہ دیکھا ہے کہ ان کی اگلی چال کا پتا نہیں چلتا۔ سمجھ میں نہیں آتا' وہ کیا کرنے والے ہیں۔ انہوں نے دونوں لارڈز کو چھوڑ دیا تھا۔ انہیں کوٹھی سے جانے کی اجازت دی تھی۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ انہیں نہر میں ڈبونے لے گیا تھا۔"

ایک سربراہ نے کہا "وہ ایک ہے۔ ہم درجنوں ہیں۔ اسے کسی طرح گھیر کر گولی مار سکتے ہیں یا اسے پاکستان سے بھاگنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "اس سے پہلے یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ انڈر گراؤنڈ تنظیموں کی طرف رخ نہ کرے۔ پہلے اس کا راستہ روکا جائے۔"

تیسرے سربراہ نے کہا "مختار شاہ کو قتل کر دیا جائے تو علی کو کبھی ہم میں سے کسی کا سراغ نہیں ملے گا۔"

سب نے متفقہ طور پر یہی فیصلہ کیا کہ مختار شاہ انڈر گراؤنڈ کے بہت سے راز جانتا ہے لہٰذا جتنی جلدی ہو سکے اسے گولی سے اڑا دیا جائے۔

اس فیصلے کے مطابق جی کاک خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مختار شاہ کے دماغ میں آیا۔ اس نے سانس روک لی۔ اسے اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔ وہ سمجھ گیا' مختار شاہ ان تینوں لارڈز کا معمول اور تابعدار تھا۔ صرف ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس نے ایک مردہ لارڈ کا لب ولہجہ اختیار کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچا تو جگہ مل گئی۔

اس نے مخاطب کیا "ہیلو شاہ!"

وہ چونک کر بولا "تم کون ہو؟"

"تمہارے دماغ میں صرف وہ تینوں لارڈز آسکتے تھے۔ تمہارے لیے یہ بری خبر ہے کہ باقی دو لارڈز بھی مارے گئے ہیں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اپنے لارڈز کے دماغوں میں پہنچنے کی کوششیں کرنے لگا۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آنے لگیں۔ آخر وہ پریشان ہو کر بولا "ہاں۔ وہ سب مر چکے ہیں۔ تم میرے اندر کیسے آگئے؟"

"میں نے ایک مردہ لارڈ کا لب ولہجہ اختیار کیا ہے۔ علی نے ان دونوں کو نہر میں ڈبو کر مارا ہے۔ اب تمہاری باری ہے۔"

"علی ان لارڈز تک کیسے پہنچ گیا تھا؟"

"تمہارے ذریعے۔"

"نہیں' فہمی اور علی مجھے بھول چکے تھے۔ میرے دماغ میں نہیں آتے تھے۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے کہ وہ تم سے بے خبر ہو گئے ہیں جبکہ وہ اب بھی تمہارے اندر آتے جاتے رہتے ہیں۔"

وہ سہم کر بولا "نہیں۔ وہ میرے اندر آتے اور انہیں میری اصلیت معلوم ہو جاتی کہ میں ہی فہمی کے باپ کا قاتل ہوں تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔"

"انہوں نے تمہیں ڈھیل دی ہے۔ وہ تمہارے ذریعے ایک ایک لارڈ تک پہنچتے رہے۔ ان کے گوداموں کو تباہ کرتے رہے۔ ان تینوں لارڈز کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد اب وہ ہماری طرف آئیں گے۔"

"اب تو وہ مجھے مار ڈالیں گے۔"

"نہیں' ابھی وہ تمہیں زندہ رکھیں گے۔ تم انڈر گراؤنڈ کے بہت سے رازوں سے واقف ہو' وہ تمہارے ذریعے اب ہماری شہ رگ تک پہنچنا چاہیں گے۔ انڈر گراؤنڈ تنظیموں کے سربراہوں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ پہلی فرصت میں تمہیں گولی مار دی جائے۔"

"نن..... نہیں۔ تم مجھے نہیں مار سکو گے۔ میں اپنی حویلی میں محفوظ ہوں۔ تم اندر نہیں آسکو گے۔"

"میں تو تمہارے اندر ہوں اور تم مردہ لارڈز کے معمول اور تابع دار ہو۔ میں ان کے لب ولہجے میں حکم دوں گا کہ خود کو گولی مار لو تو مجبوراً حکم کی تعمیل کرو گے۔"

"نہیں۔ تم ایسا نہیں کرو گے۔ مجھے خودکشی پر مجبور نہیں کرو گے۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے زندگی سے بہت محبت ہے۔ مجھے زیبا سے بہت محبت ہے۔ میں اس کے ساتھ زندگی کی رنگینیاں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تمہیں زندگی بھیک میں نہیں ملے گی۔ ہاں اگر میرے کام آتے رہو گے تو انڈر گراؤنڈ کے تمام سربراہوں سے تمہیں چھپا کر زندہ رکھوں گا۔"

"میں تمہارے کام آؤں گا۔ جس طرح کہو گے' کام آؤں گا۔"

"میری نظروں میں تمہاری اہمیت اس لئے ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ تمہارا یہ علم آئندہ میرے کام آئے گا۔"

"بے شک میں اپنے اس علم کے ساتھ تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

"میں تمہارا چہرہ اور تمہاری شخصیت بدل دوں گا۔ تم پر تنویمی عمل کروں گا۔ تمہارا لب ولہجہ بھی تبدیل کروں گا۔ فہمی اور علی کبھی تمہارے دماغ میں نہیں آسکیں گے۔ وہ تمہارے موجودہ لب و لہجے کے ذریعے تمہیں ڈھونڈتے رہ جائیں گے۔"

وہ اپنی جان کی سلامتی کے لیے راضی ہو گیا۔ بستر پر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ خود کو راضی خوشی جی کاک کے حوالے کر دیا۔ وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس عمل کے بعد اس کا چہرہ بدل کر انڈر گراؤنڈ کے سربراہوں سے بھی اسے چھپا کر اپنا آلۂ کار بنائے رکھنا چاہتا تھا۔

فہمی اور علی کو ان لارڈز کے بعد مختار شاہ کا بھی کام تمام کر دینا چاہیے تھا لیکن انہوں نے اسے ایک رات کے لیے زندہ رہنے دیا۔ وہ جانتے تھے کہ جی کاک اسے لارڈز کی موت کی خبر سنائے گا تو اسے اپنی موت نظر آنے لگے گی۔ پھر وہ تمام رات دہشت زدہ رہے گا۔ اس کے بعد دوسری صبح اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

دوسرے دن وہ دونوں مختار شاہ کے دماغ میں پہنچنے کی کوششیں کرنے لگے۔ انہیں اس کا دماغ نہیں ملا۔ یہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ مر چکا ہے یا اس کا لب ولہجہ بدل گیا ہے۔

پھر فہمی نے اس کی بیوی زیبا کے دماغ میں جا کر اس کے چور خیالات پڑھے۔ وہ بہت پریشان تھی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ رات کو اپنے بستر پر تھا۔ صبح اس کا بستر خالی نظر آیا۔ صبح سے اب دوپہر ہونے والی ہے۔ وہ اب تک واپس نہیں آیا ہے اور نہ ہی فون پر رابطہ کر رہا ہے۔

یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔ فہمی نے علی سے کہا "وہ ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔"

"بچ کر کہاں جائے گا۔ اس کی موت تمہارے ہی ہاتھوں سے ہوگی۔ وہ جب تک ہم سے چھپتا پھرے گا' اس پر ہماری دہشت طاری رہے گی۔"

"میں اسے اور ڈھیل نہیں دینا چاہتی تھی۔"

"حالات بدل گئے ہیں تو صبر کرو۔ یہ اچھی بات ہے کہ جب تک وہ اپنے انجام کو نہیں پہنچے گا' ہم سے خوف زدہ رہنے کی سزا پاتا رہے گا۔ ہلکی سی آہٹ پر چونکتا رہے گا۔ ہر لمحہ اسے موت نظر آتی رہے گی۔ ایک بے رحم قاتل کو یکبارگی مار دینے سے بہتر ہے' اسے تڑپ تڑپ کر مرنے کی سزا دی جائے۔"

لیکن مختار شاہ خوف زدہ نہیں تھا کیونکہ جی کاک اس کا برین واش کر چکا تھا۔ اسے اپنی پچھلی زندگی یاد نہیں رہی تھی تو فہمی اور علی کیسے یاد رہتے۔ ان کی طرف سے پیدا ہونے والی موت کی دہشت بھی ختم ہو گئی تھی۔

اب وہ ایک نیا انسان تھا۔ اس کا چہرہ بھی بدل چکا تھا۔ اس کا نام سرفراز خان تھا۔ وہ جی کاک کے حکم کے مطابق خیال خوانی کرتا تھا اور ایسے امیر کبیر لوگوں کے دماغوں میں جاتا تھا' جو دل کے مریض ہوتے تھے یا ان کے گردے ناکارہ ہوتے تھے۔ یا وہ اپنا اندھا پن دور کرنے کے لیے ہر قیمت پر آنکھیں خریدنا چاہتے تھے۔

ایسے ضرورت مند لوگوں کے لیے ایک خفیہ اسپتال تھا' جہاں بڑی رازداری سے دل اور گردے تبدیل کر دیے جاتے تھے اور بڑی بڑی رقمیں لے کر اندھوں کی آنکھوں کو روشن کر دیا جاتا تھا۔

پہلے وہ مختار شاہ کی حیثیت سے لارڈز کی ڈرگ مافیا میں تھا۔ نشے کا زہر پھیلاتا تھا۔ اب سرفراز خان کی حیثیت سے انسانی اعضا بیچنے والے قصائی جی کاک کا غلام بن گیا تھا۔ بڑی بے رحمی سے کسی کو بھی قتل کر کے اس کا دل' گردے اور آنکھیں نکال کر لاکھوں روپے میں بیچ دیتا تھا۔

جی کاک نے فہمی اور علی کی نظروں سے مختار شاہ کو غائب کر دیا تھا۔ انڈر گراؤنڈ کے سربراہوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ مختار شاہ کو قتل کر چکا ہے۔ اب ان سربراہوں کے لیے علی سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ جی کاک نے کہا۔ "میں تنہا علی کے خلاف کوئی بڑا قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ تمام سربراہوں نے کہا تھا کہ سب مل کر علی کو گھیریں گے پھر اسے گولی ماردیں گے۔ لہٰذا اب اسے گھیرنے اور مارنے کی پلاننگ کی جائے۔"

بے شمار چوہوں نے مل کر علی کو گھیرنے اور مارنے کی پلاننگ کی تھی اور ہمیشہ اس کی آمد سے باخبر رہنے کے لیے اس کے گلے میں گھنٹی باندھنے کی دانشمندانہ تدبیر سوچی تھی۔

دشمن کو مارنے سے پہلے' دشمن سے محفوظ رہنے کی تدبیریں کی جاتی ہیں۔ اگر محفوظ رہنے کے لیے دشمن کے گلے میں گھنٹی باندھ دی جائے تو پتا چلتا رہتا ہے کہ وہ کہاں ہے؟ اور کدھر کا رخ کر رہا ہے؟

لیکن ان کے سامنے یہی ایک پرانا اہم مسئلہ تھا کہ گھنٹی باندھنے کے لیے کون علی کے سامنے جائے گا؟

○☆○

کسی دشمن کے لیے مقبرہ بنانا ایک عجیب وغریب بات ہے۔ جو بات عجیب وغریب ہوتی ہے یا مضحکہ خیز ہوتی ہے وہ دور تک پھیلتی ہے۔ سرکاری حلقوں سے لے کر عام محفلوں تک اس مقبرے کا چرچا ہونے لگا۔

اکثر امیر کبیر لوگ موت سے پہلے اپنی آخری آرام گاہ بنا لیتے ہیں۔ ایسا ہوتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ اپنے دشمن کے لیے

آخری جگہ آرام دہ بنائی جائے۔ یہی بات تجسس کو بھڑکا رہی تھی کہ وہ دشمن عورت کون ہے؟

ضرغام یہی چاہتا تھا کہ چرچا ہوتا رہے اور یہ بات سونیا تک پہنچے۔ اس طرح وہ تجسس میں مبتلا ہو کر اس کی طرف آئے گی تو اسے بھی سونیا کا سراغ ملے گا۔

سونیا کو شبہ ہوا کہ ضرغام الٹی چال چل رہا ہے۔ ایران میں ایسی کوئی عورت نہیں ہے جو ملک اور قوم کی دشمن ہو۔ البتہ ضرغام پر شبہ کیا جاسکتا تھا کیونکہ وہ امریکا سے بڑے ڈرامائی انداز میں آیا تھا۔

پھر یہ کہ وہ وہاں کے ذمے دار افسران کو اس دشمن عورت کا نام نہیں بتا رہا تھا۔ باتیں بنا کر سبھی کو ٹال رہا تھا۔ سونیا نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو ہدایات دیں کہ وہ ضرغام کی اصل ہسٹری معلوم کریں۔ یہ بات عجیب و غریب ہونے کے علاوہ نہایت نامناسب تھی کہ ایک مرد ایک عورت کو چیلنج کر رہا ہے۔ گویا اس عورت کی دہشت اس پر طاری ہے اور وہ لاشعوری طور پر اپنے مقابلے میں اسے زبردست تسلیم کر رہا ہے۔

سونیا کے ماتحت ضرغام کے دماغ میں براہِ راست جاتے تو وہ کسی کو بھی اپنے اندر آنے نہ دیتا لہٰذا انہوں نے ضرغام کے حواریوں کو ٹریپ کرنا شروع کیا۔ ان حواریوں کا تعلق ایران سے تھا۔ ضرغام نے تہران پہنچ کر ان لالچی اور مفاد پرست باشندوں کو اپنا آلۂ کار بنا لیا تھا۔

اس نے تمام حواریوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ایک ایسی عورت کو تلاش کریں، جو قد آور اور صحت مند ہو۔ اس کی چال میں شیرنی کا انداز اور لومڑی کی مکاری ہو۔ اس عورت کی شخصیت ایسی ہے کہ وہ پہلی ہی نظر میں حواس پر چھا جاتی ہے۔ ضرغام نے اپنے آلۂ کاروں کو حتی الامکان صحیح حلیہ بتایا تھا اور اس کی تصویریں انہیں دی تھیں۔

وہ حواری اسے تلاش کرتے رہے۔ در در کی خاک چھانتے رہے۔ وہ تو انہیں نہ ملی۔ اس کا ایک حواری سونیا کے ماتحت کی نظروں میں آگیا۔ اس نے ایک جیب کترے کی طرح اس حواری کی جیب کاٹی۔ یہی تاثر دیا کہ وہ ایک سڑک چھاپ مجرم ہے۔

اس حواری کی جیب سے معمولی رقم کے علاوہ سونیا کی ایک تصویر بھی برآمد ہوئی۔ اس تصویر سے تصدیق ہوگئی کہ ضرغام کو سونیا کی ہی تلاش ہے۔ یوں ثابت ہوگیا کہ ضرغام ایرانی ہونے کے باوجود محبِ وطن نہیں ہے اور وہ امریکی آلۂ کار بن کر ایران کو نقصان پہنچانے آیا ہے۔ نقصان پہنچانے کے لیے پہلے وہ سونیا کا کام تمام کرنا چاہتا ہے۔

سونیا اس کے متعلق اور معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے ماتحت اس سلسلے میں مصروف تھے۔ ضرغام جن سے تعلقات رکھتا تھا، یہ ان کے دماغوں میں جا کر ان کی اصلیت معلوم کرتے تھے۔ ایسے ہی وقت انہوں نے ضرغام کو شیریں سے ملتے دیکھا پھر وہ شیریں کے دماغ میں پہنچ گئے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے، شیریں ایک محجوبہ تھی۔ اس کے دماغ کا دروازہ سب کے لیے کھلا رہتا تھا۔ دوست اور دشمن سب اس کے دماغ میں آتے تھے لیکن خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ ضرغام نے بھی اسے تخویفی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ بنانا چاہا تھا لیکن ناکام رہا تھا۔

ایک نئی بات معلوم ہوئی تھی کہ شیریں کے ساتھ اس کی ایک ہمزاد رہتی ہے۔ اس ہمزاد کا دماغ شیریں سے منسلک تھا۔ ایک پر تخویفی عمل کرتے وقت دوسرے پر بھی وہی تخویفی عمل لازمی ہوتا تھا جبکہ بیک وقت دونوں پر عمل نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اب یہ بات کبھی آئندہ زیرِ بحث آسکتی تھی کہ شیریں ڈبل دماغوں کی حامل ہے یا واقعی اپنی ہمزاد سے جسمانی، دماغی اور روحانی طور پر وابستہ ہے؟

بہرحال سونیا کے ماتحتوں نے اسے رپورٹ دی کہ ضرغام ایک ایرانی دوشیزہ کا دیوانہ ہے۔ اس کا نام شیریں ہے۔ وہ نہایت شریف، پارسا اور عبادت گزار ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ شیطان اسے کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑے۔

سونیا نے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا پھر بولی "ہیلو!"

اس نے پوچھا "ہیلو کون؟"

"تم میری آواز نہیں پہچانتے۔ مجھے صورت سے بھی نہیں پہچان سکو گے۔ جو تصویریں تم نے اپنے حواریوں کو دی ہیں، میں ان سے مختلف ہوں۔ تم مجھے ایک اندھے کی طرح تلاش کرتے رہ جاؤ گے۔"

"تم؟" وہ حیرانی سے بولا "کیا تم سونیا بول رہی ہو؟"

"ہاں۔ تم مجھے کب تک تلاش کرو گے۔ تم میرے ایک نقشِ قدم تک بھی نہیں پہنچ پائے ہو جبکہ میں تمہارے شب و روز کی تفصیلات سے واقف ہوں۔ دیکھ لو کہ تمہارا موبائل فون نمبر بھی جانتی ہوں۔"

وہ بات بناتے ہوئے بولا "میڈم! تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں تمہیں نہیں، اپنی ایک دشمن عورت کو تلاش کر رہا ہوں۔"

"اچھا تو وہ میں نہیں ہوں؟"

"بالکل نہیں۔ وہ کوئی اور ہے۔"

"کیسے مرد ہو؟ تلاش کرنے کے بعد میں مل رہی ہوں تو مجھے مقبرے میں سلانے سے انکار کر رہے ہو۔ کیا تمہارے آلۂ کار تمہاری ماں کی تصویریں جیب میں لیے پھرتے ہیں؟"

اسے چپ سی لگ گئی۔ اس نے پھر بات بنائی "وہ میرے آلۂ کار نہیں ہیں۔ ہاں پہلے کبھی تھے۔ شاید اسی لیے ان کے خیالات میرا نام بتا رہے ہیں۔"

"تم مکار ہو مگر بزدل ہو۔ چھپ کر مجھ پر حملہ کرنا اور مجھے قتل کرکے مقبرے میں پہنچانے کا کارنامہ انجام دینا چاہتے ہو۔"

"دیکھو میڈم! تمہیں زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ میں تم سے بھی بڑے دشمنوں سے پنجے لڑا چکا ہوں۔ میں چاہوں تو تمہیں بھی اس مقبرے میں ابدی نیند سلا سکتا ہوں۔"

"پتا نہیں تم کب ایسا کرو گے۔ میں آج ہی رات ایسا کر گزروں گی۔ اس خالی مقبرے میں تمہیں سلاؤں گی۔ بشرطیکہ تم میں اتنی مردانگی ہو کہ تم آج رات کو وہاں آؤ۔"

"میں آؤں گا مگر تم نہیں آؤ گی۔ تم کوئی چال چل رہی ہو اور چال سمجھ میں آرہی ہے۔ وہاں تمہارے آدمی مجھے گھیرنا چاہیں گے۔"

"کیا میں ابھی تمہاری رہائش گاہ کا محاصرہ نہیں کر سکتی؟ میں اپنے مجازی خدا فرہاد کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ آج رات اس قبرستان میں جاؤں گی اور اس مقبرے کے اندر اور باہر سے دیکھوں گی۔ اگر اپنے امریکی آقا سے انعام و اکرام حاصل کرنا چاہتے ہو تو چلے آؤ۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ ضرغام سوچنے لگا۔ "چاند کی آخری تاریخیں ہیں۔ قبرستان میں گہری تاریکی ہوگی۔ اگر وہ تاریکی سونیا کو چھپائے گی تو مجھے بھی چھپائے گی۔ ہم دونوں کو تاریکی میں نقصانات بھی پہنچ سکتے ہیں اور ہم اپنی حکمتِ عملی سے فائدے بھی اٹھا سکتے ہیں۔"

اس نے خوب سوچ سمجھ کر پلاننگ کی۔ تقریباً بیس آلۂ کاروں کو حکم دیا کہ سرِشام اندھیرا پھیلتے ہی انہیں مختلف ٹوٹی پھوٹی قبروں میں جا کر چھپنا ہوگا۔ قبریں ٹوٹی ہوئی نہ ہوں تو انہیں توڑ کر چھپنے کی جگہ بنائی جائے۔ اس نے ایسے آدمیوں کا انتخاب کیا تھا، جن کی قوتِ سماعت تیز تھی۔ وہ ہلکی سے ہلکی آہٹ سن کر اندازہ کرسکتے تھے کہ وہ انسانی قدموں کی آہٹ ہے یا جانوروں کی؟ تاریکی میں آنکھوں سے کچھ نظر نہ آئے تو کانوں سے کام لیا جاتا ہے۔

کچھ سرپھرے لوگ ایسے ہوتے ہیں، جو پراسرار علوم حاصل کرنے کے لیے قبرستان میں چلّے کاٹتے ہیں۔ ضرغام نے اپنے دو حواریوں کو چلّے کاٹنے وہاں بھیجا۔ وہ دونوں بظاہر ملنگ دکھائی دیتے تھے لیکن ان کے لبادے میں ہتھیار چھپے ہوئے تھے اور ضرغام خود کو چھپانے کے لیے مقبرے کی چھت پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے ہر طرح کے ہتھیار اپنی حفاظت کے لیے رکھ لیے تھے۔

سونیا نے جب کہہ دیا تھا تو اسے آنا ہی تھا لیکن موت کے آنے کا وقت معلوم نہیں ہوتا۔ سونیا نے اپنی آمد کا وقت نہیں بتایا تھا۔ وہ اندھیرا ہوتے ہی آسکتی تھی۔ آدھی رات کو بھی آسکتی تھی اور رات کے پچھلے پہر بھی وہاں پہنچ سکتی تھی۔

ضرغام نے تو اندھیرا ہوتے ہی اس کے خلاف تمام انتظامات مکمل کرلیے تھے۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنے تمام حواریوں سے رابطہ کرکے ان کی پوزیشن معلوم کرلی تھی۔ انہیں جیسے احکامات دیے تھے، ان ہی کے مطابق وہ مختلف قبروں میں چھپنے کی جگہ بنا چکے تھے۔ ضرغام چھت پر لیٹا ہوا اس کا انتظار کر رہا تھا اور بیزار ہو رہا تھا۔ پتا نہیں وہ کتنی رات گزرنے کے بعد آنے والی تھی؟

بادشاہ ہو یا ملکہ، وہ پہلے نہیں آتے۔ پہلے پیادے آتے ہیں۔ پہلے انتظامیہ کے لوگ آکر راستے کا کچرا صاف کرتے ہیں۔ آدھی رات کے بعد وہ انتظار کرتے کرتے جھنجلا گیا۔ ایسے ہی وقت ایک چیخ سنائی دی۔ گھر میں کوئی چیخے تو کوئی بات نہیں، قبرستان کے سناٹے میں بلند ہونے والی چیخ سن کر کلیجا کانپ جاتا ہے۔ ضرغام کے دماغ نے چیخ کر کہا "وہ بلا آگئی ہے۔"

پھر دوسری چیخ سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ تاریکی میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا کہ کس نے چیخ ماری ہے اور کون لوگ بھاگ رہے ہیں؟

وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے آلۂ کاروں کے اندر باری باری پہنچنے لگا۔ پھر ایک آلۂ کار سے معلوم ہوا، جن قبروں میں وہ دو ساتھیوں کے ساتھ چھپا ہوا تھا، وہاں سے سانپ نکلنے لگے تھے۔ ان میں سے ایک کو بچھو نے ڈنک مارا تھا۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہا تھا۔ دوسرے ساتھی سانپ اور بچھوؤں کو اپنے بدن پر سے جھٹکتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلے تھے۔

زہریلے سانپ بچھو قبروں کے اندر ہوتے ہیں۔ انہوں نے بدحواسی میں یہ نہیں سوچا کہ وہ قبر کے باہر سے ان پر پھینکے گئے تھے۔ ضرغام خیال خوانی کے ذریعے انہیں ڈانٹنے لگا "ہوش میں آؤ۔ یہ دشمن کی چال ہے۔ وہ دہشت زدہ کر رہی ہے۔ تم ہتھیاروں سے ان زہریلے جانوروں کو ہلاک کرسکتے ہو۔"

وہ انہیں ڈانٹ رہا تھا۔ اسی وقت دوسری سمت سے چیخیں سنائی دیں۔ اس کے دوسرے آلۂ کار بھی دوسری قبروں سے نکل کر بھاگ رہے تھے۔ جو گھنے درختوں میں چھپے ہوئے تھے، وہ پکے ہوئے پھلوں کی طرح نیچے ٹپک رہے تھے۔ یہ سونیا کا طریقۂ کار تھا۔ اس کے ماتحت نہ گولی چلاتے تھے اور نہ ہی ہاتھا پائی میں وقت ضائع کر رہے تھے۔ بڑی خاموشی سے دشمنوں کو دہشت زدہ ہو کر بھاگنے پر مجبور کر رہے تھے۔

دو مسلح آلۂ کار جو چلّے کاٹ رہے تھے وہ کھانسنے لگے۔ ان کے آگے پیچھے، دائیں بائیں گیس پھیل رہی تھی۔ آنکھیں جل رہی تھیں۔ آنسو نکلتے جا رہے تھے اور وہ کھانستے ہوئے وہاں سے بھاگتے جا رہے تھے۔

انہوں نے دور جا کر اپنے لبادے میں سے ہتھیار نکالتے ہوئے کہا۔ "چھپ کر کیا حملہ کرتے ہو۔ مرد کے بچے ہو تو سامنے آؤ۔"

انہیں اپنے دماغ میں آواز سنائی دی "کسی مرد کو کیوں للکارتے ہو؟ تم نے تو ایک عورت کو یہاں بلایا ہے۔"

انہوں نے ان کے دماغوں میں زلزلے پیدا کیے۔ وہ چیختے ہوئے قریبی قبر میں جا کر گرے۔ قبر کے اندر سے آواز آئی "یہاں پہلے ہی سانپ بچھوؤں نے جکڑ رکھا ہے۔ کوئی دوسری جگہ دیکھو۔"

وہ مختلف سمتوں میں بھاگ رہے تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ مختلف سمتوں سے دشمن آرہے ہیں۔ یوں تاریکی میں انہوں نے ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں اور اپنے ہی ساتھیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوتے رہے۔ جو بچ گئے وہ قبرستان سے باہر بھاگنے لگے۔

ضرغام خیال خوانی کے ذریعے ایک ایک کے دماغ میں پہنچ کر کہہ رہا تھا "رک جاؤ۔ یہ سونیا کی چال ہے۔ وہ تمہیں دہشت زدہ کررہی ہے۔"

بھاگنے والے کہہ رہے تھے "ہم اپنے ساتھیوں کا انجام دیکھ رہے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے، ہم انسانوں سے لڑسکتے ہیں، سانپوں اور بچھوؤں سے ہمارا باپ بھی نہیں لڑے گا۔"

تھوڑی دیر بعد گہرا سناٹا چھاگیا۔ سونیا نے اس شہر خموشاں میں تھوڑی دیر کے لیے ہلچل پیدا کی تھی۔ پھر ضرغام کے دماغ کو ویران کردیا تھا۔ اس ویرانے میں اب اس کا کوئی آلۂ کار نہیں رہا تھا۔

وہ حیران اور پریشان ہوکر سوچنے لگا۔ یہ کیا ہوگیا؟ وہ تو مقابلہ کرنے اور سونیا کو ہلاک کرنے آیا تھا لیکن سونیا نے مقابلہ ہی نہیں کیا۔ اس کے باوجود یارہ آلۂ کار مارے گئے۔ باقی دہشت زدہ ہوکر بھاگ گئے تھے اور وہ مقبرے کی چھت پر تنہا رہ گیا تھا۔

یہ تدبیر دانشمندانہ تھی کہ اسے چھت پر رہنا چاہیے۔ سونیا اس کے آلۂ کاروں سے بچ کر آئے گی تو وہ اوپر سے اسے گولی ماروے گا لیکن ایسا نہیں ہوا تھا اور جیسا ہورہا تھا، اس کے پیش نظر وہ چھت سے نیچے نہیں آسکتا تھا۔ کہیں سے بھی آنے والی گولی اسے موت کی نیند سلادیتی۔

چھت پر تنہائی تھی۔ کوئی اس کا یارومددگار نہیں تھا۔ نیچے موت یقینی تھی۔ اس کے پاس موبائل فون تھا۔ وہ فون کے ذریعے کسی کو مدد کے لیے بلاتا تو بات کرنے کی آواز نیچے تک جاتی۔ سونیا اور اس کے جان نثاروں کو معلوم ہوجاتا کہ اصلی اور بڑا شکار مقبرے کی چھت پر ہے۔

یہ اس کی خوش فہمی تھی کہ سونیا اس کی موجودہ پوزیشن سے واقف نہیں ہے۔ وہ سوچ رہا تھا، اس کی لاعلمی سے فائدہ اٹھائے گا۔ صبح تک وہاں چھپا رہے گا پھر دن کی روشنی میں جب وہ نظر نہیں آئے گی تو چھت سے اتر کر کسی پناہ گاہ میں چلا جائے گا۔

ایسا سوچتے ہوئے ایک عورت کے مقابلے میں سبکی کا احساس ہورہا تھا۔ وہ بڑے طمطراق اور ایک فاتح کی شان سے اسے ہلاک کرنے آیا تھا اور خود اپنے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گیا تھا۔ اتنا مجبور ہوگیا تھا کہ چھت سے اتر نہیں سکتا تھا اور چھت پر رہ کر جھنجلا رہا تھا کہ سونیا نے اپنی حکمتِ عملی سے آسمان اور زمین کے بیچ اسے اٹکادیا ہے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے مین کلر کو مخاطب کیا۔ اسے اپنے تمام حالات بتائے پھر کہا "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے، کیا کروں؟ پلیز میری مدد کرو۔"

"تمہیں پہلے ہی سونیا کی تمام ہسٹری بتادی گئی تھی اور تم نے دعویٰ کیا تھا کہ اس کی مکاریوں کو اچھی طرح سمجھ گئے ہو۔"

"بے شک میں نے اچھی طرح سمجھ کر ہی اسے قبرستان بھیجا، جگہ بلایا تھا۔ جیسے میں نے انتظامات کیے تھے، ان سے سونیا بچ کر نہیں جاسکتی تھی۔ کیا میں نے جو منصوبہ بنایا تھا، اس میں کوئی خامی رہ گئی تھی؟"

"منصوبہ خواہ کتنا ہی ٹھوس اور جامع ہو، اگر وہ ناکام ہوتا ہے تو اس میں یقیناً کوئی خامی رہ جاتی ہے۔ جو ہماری تمہاری سمجھ میں پہلے نہیں آتی۔ اب تمہاری ناکامی سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے، سونیا تمہاری لاعلمی میں تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم کررہی ہے۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ "میرا اگلا حملہ اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوگا۔ اس کی ساری مکاریاں دھری کی دھری رہ جائیں گی لیکن میں یہاں سے کیسے نکلوں؟"

"بہت خوب! تم آئندہ حملے کی بات کررہے ہو اور اس۔ تمہیں اس قابل نہیں چھوڑا ہے کہ تم چھت سے نیچے اتر سکو۔"

"میں نے تمہیں اسی لیے مخاطب کیا ہے کہ میرے لیے کرو۔ کسی طرح مجھے یہاں سے نکالو۔"

"تمہارے وہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے۔ تم دیکھ رہے ہو، تمہارے چاروں طرف کتنی گہری تاریکی ہے۔ پتا نہیں سونیا کے جان نثار کہاں کہاں چھپے ہوں گے۔ تمہیں چھت پر ہی رہنا ہوگا۔ صبح جب دور تک کوئی دشمن نظر نہ آئے گا تو تم وہاں سے اتر کر جاسکو گے۔"

"دن کی روشنی میں وہ بھی مجھے دیکھ لیں گے، یہاں سے اترنے سے پہلے ہی گولی ماردیں گے۔"

"تم تو بری طرح پھنس گئے ہو۔"

اس کے موبائل فون کا بزر بولنے لگا۔ وہ نہیں چاہتا تھا چھت پر سے آواز نیچے جائے۔ اس نے فوراً ہی اسے آن کیا۔ دھیمی آواز میں پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "سونیا۔"

اس کا خون خشک ہوگیا "تت..... تم؟ واقعی سونیا ہو؟"

"ہاں۔ دیکھ لو کہ میں تمہارے دوسرے موبائل کا نمبر بھی جانتی ہوں۔"

"میں حیران ہوں کہ کیسے جانتی ہو۔ تم نے ضرور میرے ماتحت کو ٹرپ کیا ہے۔"

"تمہارا یہ خاص ماتحت بھی اس موبائل کا نمبر نہیں جانتا ہے۔ تم نے پندرہ کرائے کے قاتلوں کے ساتھ ایک خفیہ میٹنگ کی تھی۔ وہ سب یوگا کے ماہر تھے۔ میرا کوئی جان نثار ان کے درمیان میں نہیں جاسکتا تھا اور نہ ہی تمہاری یہ پلاننگ معلوم کرسکتا تھا۔"

"پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں قبرستان میں کہ

تمہیں ٹریپ کرنے والا ہوں۔"

"میں اپنا طریقہ کار کبھی نہیں بتاتی۔ چونکہ تمہارا آخری وقت آچکا ہے اور تم زندہ اس چھت سے نیچے نہیں آسکو گے' اسی لیے بتا رہی ہوں۔"

اس نے سہم کر پوچھا "تم یہ بھی جانتی ہو کہ میں یہاں چھت پر ہوں؟"

"ہاں۔ اگر میں کہتی' چڑھ جا بیٹا سولی پر تو تم کبھی نہ چڑھتے۔ تم اپنی پلاننگ کے مطابق خود ہی چڑھ گئے۔"

"میں حیران ہوں تم میری خفیہ پلاننگ کے بارے میں کیسے جانتی ہو؟"

"تمہارے جیسے عیاش دشمنوں تک پہنچنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔ تم نے شیریں کو ٹریپ کیا۔ اسے اپنی معمولہ بنانا چاہا۔ وہ ایک نیک' پارسا اور عبادت گزار لڑکی ہے اسی لیے تم اب تک اسے ہاتھ لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔"

"میں ابھی اتنا معروف رہا تھا کہ اسے ہاتھ لگانے کا موقع نہیں ملا۔"

"ہم نے موقع نہیں دیا۔ وہ تمہاری نہیں' ہماری معمولہ ہے۔ تم نے شیریں کو ایک کمرے میں بند رکھا تھا اور دوسرے کمرے میں پندرہ کرائے کے قاتلوں کے ساتھ خفیہ میٹنگ میں معروف تھے۔"

"میں سمجھ گیا۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے میری خفیہ میٹنگ کی تمام باتیں شیریں کے ذریعے سن رہے تھے۔"

"یہ بھی سمجھ میں آیا ہوگا کہ عیاشی کیا رنگ لاتی ہے؟"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شیریں تمہاری آلۂ کار ہوگی اور اس کی وجہ سے میرے تمام منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔"

"منصوبے تو خاک میں مل گئے مگر تم خاک میں نہیں ملو گے کیونکہ خاک ہونے کے لیے چھت سے اترنا ہوگا اور میں تمہیں اترنے نہیں دوں گی۔"

لوگ زمین پر مرتے ہیں یا فضائی سفر کے دوران حادثے میں ہلاک ہوتے ہیں۔ یا پھر پانی میں ڈوب جاتے ہیں۔ شاید وہ پہلا شخص تھا جو اپنے ہی بنائے ہوئے مقبرے کی چھت پر بیٹھے بیٹھے مرنے والا تھا۔

وہ بولا "میں مرنے کے لیے یہاں بیٹھا نہیں رہوں گا' نیچے آؤں گا۔"

"تمہارے مقدر میں اوپر جانا لکھا ہے' نیچے کیسے آؤ گے؟"

"تم مجھے خوف زدہ نہیں کر سکتیں۔ میں تمہارے آدمیوں سے مقابلہ کروں گا۔"

"مقابلہ کرو گے تو اپنی موت سے بھی زیادہ نقصان اٹھاؤ گے۔ میرے آدمی تمہیں گولی مار کر زخمی کریں گے پھر تم وفاداری کمزوری کے باعث میرے لوگوں کو اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکو گے۔ وہ تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر پھر تمہیں چھت پر پہنچا دیں گے۔"

اس نے ایک ہاتھ سے اپنا سر تھام لیا۔ اس نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ زخمی ہو گا تو اس کا دماغ کمزور ہو گا اور دشمن اس کے اندر آنے لگیں گے۔ اس نے جھنجلا کر فون بند کر دیا۔ خیال خوانی کے ذریعے چیخ چیخ کر مین کلر کو پکارنے لگا۔ مین کلر نے کہا "کیوں چیخ رہے ہو؟ میں بڑی دیر سے تمہارے دماغ میں ہوں۔ سونیا سے ہونے والی تمام گفتگو سن چکا ہوں۔"

"تم سنتے رہے اور خاموش رہے۔"

"میری مداخلت ضروری نہیں تھی۔ میں اس کی باتوں سے اندازہ کر رہا تھا کہ وہ ایران میں کس طرح ہمارے خلاف قدم جمائے ہوئے ہے۔"

"تمہیں اپنی پڑی ہے۔ پہلے مجھے یہاں سے صحیح سلامت نکالو۔"

"میں وہاں سے کیسے نکالوں۔ تمہارے چاروں طرف گہری تاریکی میں کہاں کہاں موت چھپی ہوئی ہے' یہ تم جانتے ہو' نہ میں جانتا ہوں۔"

"کیا میں تاریکی دور ہونے تک یعنی کہ صبح ہونے تک یہیں بیٹھا رہوں؟ وہ جانتی ہے' میں یہاں ہوں۔ وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"دن کی روشنی میں بھی تمہارے لیے موت ہے اور اگر موت نہ ملی اور زخم ملے تو دشمن تمہارے دماغ میں گھس آئیں گے۔"

"یہ مجھ سے کیوں کہہ رہے ہو؟ مجھے تو ہر طرف سے موت نظر آرہی ہے۔ میں مدد مانگ رہا ہوں اور تم باتیں بنا رہے ہو۔"

"ضرغام! حالات ایسے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں اس چھت سے زندہ سلامت نیچے نہیں اتار سکے گی۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ کیا اتنا بڑا ملک جو سپر پاور کہلاتا ہے کیا مجھے ایک بلا سے نجات نہیں دلا سکتا؟"

"کیا تمہاری عقل کام کرتی ہے کہ وہاں سے کیسے نکل سکو گے۔ اس نے تمہیں زنجیروں میں نہیں جکڑا ہے۔ تم پر کوئی جال نہیں پھینکا ہے۔ پھر بھی تم فرار نہیں ہو سکو گے۔ تمہارے ہاتھ میں ہتھیار ہیں۔ تم اپنی حفاظت کر سکتے ہو لیکن نہیں کر سکو گے۔ تمہیں بچانا چاہیں گے تو وہ تمہیں زخمی کر کے تمہارے اندر آئیں گے۔ تو پھر بتاؤ کہ تمہارے بچاؤ کی صورت کیا رہ گئی ہے۔"

"میرے لیے ہیلی کاپٹر بھیج دو۔"

"تم ایران میں ہو۔ یہاں ہمارے ایسے ذرائع نہیں ہیں کہ کبھی بھی فضائی راستے سے تمہاری مدد کے لیے آئے گا تو ایرانی فوج اسے تباہ کر دیں گے۔"

وہ غصے سے بولا "کیا مجھے یہاں مرنے کے لیے چھوڑ دو گے؟"

"تمہارے دماغ میں بچاؤ کی کوئی تدبیر آئے تو ہمیں ضرور بتانا ہم تمہاری مدد کریں گے۔ میں دوسرے معاملات میں مصروف ہوں۔ ابھی جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ یہ بے یار و مددگار رہ گیا۔ اس کے پاس ہر طرح کا اسلحہ تھا لیکن وہ اسے استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی جیسا زبردست ہتھیار بھی کسی پر استعمال کر کے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے پاس ہر طرح کی طاقت تھی پھر بھی وہ دنیا کا سب سے کمزور انسان تھا۔

سونیا نے وہاں کے اعلیٰ حکام سے کہہ دیا تھا کہ اس مقبرے کے اطراف فوجی جوان رہیں گے۔ اسے چھت سے اترنے نہیں دیں گے۔ وہ وہیں بھوکا پیاسا رہ کر زندگی کے لیے ترس ترس کر مرے گا۔

وہ غدار وطن تھا۔ اسے یہی سزا دی گئی۔ اس نے نیچے اترنا چاہا تو اسے زخمی کر کے پھر چھت پر پہنچا دیا گیا۔ اسے وہیں سزا بھگتنے پر مجبور کیا گیا۔ آخر وہ زندگی کے لیے لڑتے لڑتے پانچویں دن ہار گیا۔ وہیں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تھے وہ خیال خوانی کے ذریعے وہ تماشا دیکھتے رہے اور تسلیم کرتے رہے کہ ایک بار موت سے نجات مل سکتی ہے۔ سونیا سے کبھی نجات نہیں مل سکتی۔

○☆○

شی تارا پیرس پہنچ گئی۔ اس نے آج تک کبھی کسی سے دوستی نہیں نباہی تھی۔ پورس سے بھی نباہ نہ کر سکی۔ نادیدہ گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کے بارے میں پہلے اس سے جھوٹ بولا۔ اسے دھوکا دے کر ان چیزوں کو چھپا کر رکھنے کی کوشش کی لیکن پورس سے اس کی یہ مکاری چھپی نہ رہی۔ نتیجہ صاف ظاہر تھا۔ دونوں کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔ پورس نے صاف طور سے کہہ دیا "جب تم پارس سے وفا نہ کر سکیں تو مجھ سے کیا کرو گی۔ تمہاری فطرت میں بے وفائی اور خود غرضی ہے۔"

پورس نے اسے بتایا کہ اس نے نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول جتنے ملکوں میں چھپا کر رکھے ہیں اس نے ان سب کو ناکارہ بنا دیا ہے۔ شی تارا کا چھپایا ہوا صرف ایک ذخیرہ جو پیرس کے مضافات میں کہیں ہے' اس کے متعلق پورس نہیں جانتا ہے۔ اس طرح شی تارا کی وہ اہم چیزیں محفوظ ہیں۔

شی تارا کے لیے اس سے بڑی خوشی کی بات کوئی نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ نادیدہ بنانے والی گولیاں جو اب کسی کے پاس نہیں ہیں اس کے پاس محفوظ ہیں۔ وہ پیرس جا کر انہیں حاصل کر سکتی ہے۔

جبکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ پورس اس سے جھوٹ بول رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ گولیوں اور کیپسولوں کے لالچ میں اس سے دور چلی جائے۔ کسی دوسرے ملک میں بھٹکتی رہے۔ اگر وہ امریکا میں رہتی تو اس کے معاملات میں مداخلت کرتی رہتی۔

وہ گولیاں اس وقت دنیا کا سب سے بڑا سرمایہ اور دشمنوں کے خلاف سب سے بڑا ہتھیار تھیں۔ انہیں حاصل کرنے کے لیے شی تارا کو پر لگ گئے۔ وہ پہلی فلائٹ سے پیرس پہنچ گئی۔ پیرس سے تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا ائرپورٹ تھا' وہاں ایک کابینہ میں ایک اندھا شخص اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا۔ شی تارا نے اسی کابینہ کے ایک حصے میں وہ پیکٹ چھپایا تھا۔

وہ اس کابینہ میں کسی اجازت کے بغیر گھس آئی۔ بیوی عورت سو رہی تھی۔ اندھا جاگ رہا تھا لیکن اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے آہٹ محسوس کرتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟"

وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں بولی "کوئی نہیں ہے۔ میرا وہم ہے۔ پتا نہیں کیوں میرے کان بجتے رہتے ہیں۔"

وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آئی۔ اس میں کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ وہیں وہ پیکٹ محفوظ پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے اٹھا کر کھول کر دیکھا۔ اس میں جتنی گولیاں اور کیپسول رکھے تھے وہ سب اسی طرح محفوظ تھے۔ وہ خوشی سے کھل گئی۔

وہ اس میں سے ایک گولی نکال کر اسے نگل کر آزما سکتی تھی لیکن جب تک کوئی اسے نہ دیکھتا' تصدیق نہ ہوتی کہ وہ نادیدہ بن گئی ہے۔ وہاں جو شخص موجود تھا وہ اندھا تھا اور جو دیکھ سکتی تھی وہ بیمار بے چاری سو رہی تھی۔ اس نے کابینہ کے دوسرے کمرے میں جا کر دیکھا' کوئی چھوٹا سا آئینہ بھی نہیں تھا۔

اس نے ایک کیپسول نکال کر منہ میں رکھا تاکہ پرواز کرتے ہوئے پیرس کے ہوٹل میں پہنچ جائے' جہاں اس کا قیام تھا لیکن وہ اپنی جگہ کھڑی رہی' پرواز نہ کر سکی۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ سوچنے لگی کیا یہ ذخیرہ بھی ناکارہ ہو چکا ہے؟

"لیکن ناکارہ کیسے ہو سکتا ہے' پورس یہاں تک پہنچ نہیں پایا تھا۔ اس نے یہاں دوا اسپرے نہیں کی ہوگی؟"

اس نے ایک گولی لے کر منہ میں رکھا پھر اسے نگل لیا۔ اس وقت وہ بیمار عورت بیدار ہو چکی تھی۔ سوالیہ نظروں سے شی تارا کو دیکھ رہی تھی۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ نادیدہ نہیں ہے' نظر آرہی ہے۔

وہ سرپکڑ کر بیٹھ گئی۔ بیمار عورت نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ اسے ٹیلی پیتھی کے زیر اثر لے آئی تاکہ وہ کوئی سوال نہ کر سکے۔ پھر اس نے دوسری گولی نکال کر نگل لی۔ اس بیمار عورت کی آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ وہ نظر آرہی ہے۔ اس طرح اُس نے کئی گولیوں کو آزمایا۔ تب یہی سمجھ میں آیا کہ پورس نے اسے دھوکا دیا ہے۔ وہ یہاں بھی آیا ہوگا اور انہیں بھی ناکارہ بنا کر گیا ہوگا۔

اس پیکٹ میں روئی کی ایک دبیز تہ بچھی ہوئی تھی۔ اس نے اوپر کی تمام گولیاں اور کیپسول نکال لے۔ پتا چلا کہ اس تہ کے نیچے بھی چند گولیاں اور کیپسول ہیں۔ وہ انہیں دیکھ کر سوچنے لگی' اگر دوا اسپرے کی گئی ہے تو کیا روئی کے آر پار ان گولیوں تک پہنچی ہوگی؟

اس خیال کے آتے ہی اس نے ایک گولی اٹھا کر نگل لی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ بیمار عورت حیرت سے چیخ پڑی۔

"جوزف! تم کہاں ہو؟ ابھی یہاں ایک عورت تھی پھر وہ اچانک غائب ہوگئی۔"

جوزف نے دوسرے کمرے سے آتے ہوئے کہا "کس کی بات کر رہی ہو؟ کون آئی تھی؟ کون غائب ہوگئی؟ میں تو اندھا ہوں کیا دیکھ پاؤں گا؟"

شی تارا خوشی سے ناچ رہی تھی۔ جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا؟ اسے بھی کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ کاٹیج سے باہر آئی پھر ایک کیپسول کو منہ میں رکھتے ہی پرواز کرتی ہوئی پیرس کے ہوٹل میں اپنے کمرے کے اندر آگئی۔ وہاں اس نے اپنے سامان سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی۔ روئی کی تہ کے نیچے جتنی گولیاں اور کیپسول تھے انہیں الگ کرکے اس ڈبیا میں رکھ لیا۔ وہ سب کارآمد تھے۔ باقی جتنی گولیاں اور جتنے کیپسول تھے انہیں کموڈ میں ڈال کر بہادیا۔

پھر وہ اطمینان سے کمرے میں آکر بیٹھ گئی۔ اور ایک فاتح کی شان سے آئندہ کے منصوبے بنانے لگی۔ سب سے پہلے پورس کے خلاف سوچنے لگی۔ سب سے زیادہ اسی پر غصہ آرہا تھا۔ اسی نے اس کے تمام ذخیروں کو برباد کیا تھا۔ اسے گولیوں اور کیپسولوں سے محروم کرکے دوسرے دشمنوں کے مقابلے میں بھی کمزور بنادیا تھا۔

وہ دشمنی کرنے والا اس بات سے بے خبر تھا کہ مقدر نے اس کا ساتھ دیا ہے۔ وہ پھر شہ زور بن گئی ہے۔ اب وہ ایسی چال چلے گی کہ اسے کمزور بنا کر اپنے زیر اثر لے آئے گی۔

شی تارا نے ماضی میں چھوٹی بڑی کامیابیاں حاصل کی تھیں مگر ناکام بھی ہوتی رہی تھی۔ وہ پورس کو منہ توڑ جواب دینے کے سلسلے میں ناکام نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اس نے یہ طے کیا کہ اس کے خلاف خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے گی۔

اسے یہ بات معلوم تھی کہ پورس کسی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں چلا آتا ہے اور وہ اسے محسوس نہیں کرپاتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اس کی معمولہ ہے۔

اب لازمی تھا کہ پہلے وہ پورس کا طلسم توڑتی۔ اس کے تنویمی عمل سے جلد سے جلد نجات حاصل کرنا ضروری تھا ورنہ نادیدہ بنانے والی گولیاں ملنے کی خوشی خاک میں مل جاتی۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ کسی وقت بھی اس کے اندر آسکتا ہے۔ اس نے نئے سرے سے جو گولیاں حاصل کی ہیں ان کا بھید معلوم کرسکتا تھا اور اب وہ کسی کو اپنا راز بتانا نہیں چاہتی تھی۔

وہ کمرے میں بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ پورس سے محفوظ رہنے کی ترکیبیں سوچنے لگی پھر اسے یاد آیا کہ پیرس میں ہپناٹزم کا ایک ماہر ہے جس کا تعاون حاصل کرکے وہ پورس سے نجات حاصل کرسکتی ہے۔ اس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں اس کا نمبر تلاش کیا پھر اس سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہوتے ہی اس کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔

وہ ایک لالچی شخص تھا۔ زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کرنے کے لیے کسی کو بھی دھوکا دے سکتا تھا۔ اس کے باوجود شی تارا نے اسے ہوٹل کے کمرے میں بلایا۔ اس کے لیے چائے منگوائی پھر اس کی چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا کر پلادی۔ اس نے کہا "پتا نہیں کیسی چائے ہے۔ مجھے کمزوری محسوس ہورہی ہے۔"

"تم آرام سے لیٹ جاؤ' میں کسی ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔"

وہ بستر پر آکر لیٹ گیا۔ شی تارا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلادیا۔ اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کرنے لگی کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن کر رہے گا۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرے گا۔

اس نے دوسری بات یہ نقش کی کہ جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوگا تو اپنی عاملہ پر تنویمی عمل کرے گا۔ تنویمی عمل کے سلسلے میں جو اہم باتیں اسے سمجھائی جائیں گی وہ ان تمام باتوں کو شی تارا کے ذہن میں نقش کرے گا۔ جو تنویمی عمل پہلے سے کیا گیا ہے اسے بالکل مٹادے گا۔ اپنی طرف سے کوئی فاضل بات اس کے ذہن میں نقش نہیں کرے گا۔

اس نے خاص طور پر اس عامل کے دماغ میں پارس اور پورس کا لہجہ نقش کیا اور اسے حکم دیا کہ اس پر تنویمی عمل کے دوران میں ان دونوں کے لب ولہجے بالکل مٹادے اور دماغ کو یہ حکم دے کہ جب بھی اس لب ولہجوں میں سوچ کی لہریں آئیں گی تو وہ انہیں محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی۔

اس نے اس عامل پر اپنے اطمینان کے مطابق عمل کیا۔ جب یہ یقین ہوگیا کہ وہ اس پر تنویمی عمل کے دوران میں کوئی فراڈ نہیں کرے گا اور ایک غلام کی طرح پوری وفاداری اور سچائی سے اس کے احکامات پر عمل کرے گا تو اس نے اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں زندگی سکون سے نہیں گزرتی۔ یہ علم جاننے والے برتری حاصل کرنے کے لیے اپنا اور دوسروں کا سکون برباد کرتے رہتے ہیں۔ کوئی کسی کا مار ڈالتا ہے اور کوئی کسی کو تنویمی عمل کے زیر اثر لے آتا ہے۔ کوئی کسی کے دماغ پر غالب آجاتا ہے۔ کوئی مغلوب رہ جاتا ہے اسی لیے پورس تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے یہ عزم کرچکا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے نام پر جو بے چینی اور تباہی پھیل رہی ہے اسے روکنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ٹیلی پیتھی کے علم کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا جائے پھر نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔

ایک گھنٹے بعد وہ عامل تنویمی نیند سے بیدار ہوگیا۔ شی تارا نے اسے اچھی طرح کھلایا' پلایا۔ اس دوران میں اسے اچھی طرح سمجھاتی رہی کہ وہ اس پر کس طرح تنویمی عمل کرے گا؟ اسے نہ سمجھاتی تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا کیونکہ تنویمی عمل کے ذریعے پہلے ہی تمام باتیں اس کے دماغ میں نقش ہوچکی تھیں۔

وہ بستر پر آکر لیٹ گئی۔ عامل اس کے قریب آکر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تنویمی عمل کرنے لگا۔ شی تارا نے جتنی اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کرائی تھیں۔ وہ تمام باتیں اس کے ذہن میں نقش کرنے لگا اس کے دماغ سے پارس اور پورس کے لب ولہجے کو مٹانے لگا۔

وہ جیسا چاہتی تھی' ٹھیک اسی کے مطابق اس نے عمل کیا۔ چونکہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن چکا تھا اس لیے اُس سے کوئی فراڈ نہیں کرسکتا تھا۔ شی تارا نے اسی لیے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ عامل قابلِ اعتماد ہے۔ بہرحال اس نے اعتماد قائم رکھا اور تنویمی عمل مکمل ہوگیا۔

اس عمل کے بعد وہ سوگئی۔ وہ عامل کمرے میں بیٹھا رہا۔ چونکہ تابعدار تھا اس لیے اُس کی اجازت کے بغیر جا نہیں سکتا تھا۔ ایک گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ گھڑی دیکھ کر بولی۔ "کافی وقت گزر چکا ہے۔ اس کا مطلب ہے تم مجھ پر عمل کرچکے ہو؟"

وہ بولا "میڈم! میں آپ کا تابعدار ہوں۔ جو حکم دیا گیا تھا وہی کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ میرا تنویمی عمل کامیاب رہا ہے۔ آپ آزما کر دیکھ لیں۔"

شی تارا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پورس کو اپنے تصور میں دیکھتی رہی پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ سو رہا تھا۔ اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں وہ ہوں جس سے تم نے فراڈ کیا اور دھوکے سے تنویمی عمل کرکے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا۔"

"اچھا تو تم شی تارا ہو' اتنی رات کو کیوں آئی ہو؟"

"ایک ایسی بات بتانے آئی ہوں جو تمہاری توقع کے خلاف ہے۔"

"بتاؤ' میں سن رہا ہوں۔"

"بات ایسی ہے جسے سننے کے لیے میرے دماغ میں آنا ہوگا۔ میں انتظار کررہی ہوں' چلے آؤ۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ چند لمحوں کے بعد اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ وہ سمجھ گئی کہ پورس آیا ہے۔ اس نے آنے نہیں دیا' سانس روک لی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پھر ان ہی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور پھر سانس روک لی۔ اس کے بعد اس کے اندر جاکر بولی "میں نے تمہیں بلایا تھا' تم نہیں آرہے ہو' کیا ناراض ہوگئے ہو؟"

"کیا خوب انداز ہے۔ مجھے سمجھا رہی ہو کہ اب تم میری معمولہ نہیں رہی ہو؟"

"تم نے تو بڑی چالاکی دکھائی تھی۔ مجھے دوست بنا کر دھوکے سے اپنی داسی بنالیا تھا۔ تم مرد کیسے دغاباز ہوتے ہو۔ پہلے عورت کو محبت کا فریب دیتے ہو پھر اس کے حسن وشباب کا سرمایہ لوٹ لیتے ہو پھر اس پر بھی تسلی نہیں ہوتی تو اسے دو کوڑی کی کنیز بنا کر قدموں میں رکھتے ہو۔"

"پہلے تمہیں اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے۔ اگر تمہارے اندر ذرا سا بھی سچ ہے تو پوری سچائی سے بتاؤ کہ ہمارے درمیان فریب کی ابتدا کس نے کی؟ میں تمام گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ بنا رہا تھا۔ ان چیزوں کو کسی دوست یا دشمن کے پاس چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ تم سے بھی کہا تھا کہ وہ چیزیں ہم اپنے پاس نہیں رکھیں گے لیکن تم چھپا کر رکھنے لگیں۔ مجھے دھوکا دینے لگیں۔ مجھ سے جھوٹ بولنے لگیں پھر جب مجھے یقین ہوگیا کہ تم جھوٹی اور دغاباز ہو تب میں نے تمہیں اپنی داسی بنایا تھا۔ سچ تو یہی ہے کہ تم دیوی نہیں داسی ہی بن کر رہنے کے قابل ہو۔"

وہ ہنس کر بولی "میں دیوی ہوں اور دیوی ہی رہوں گی۔ تم مجھے جن غیر معمولی صلاحیتوں اور قوتوں سے محروم رکھنا چاہتے تھے' میں نے وہ تمام غیر معمولی صلاحیتیں اور قوتیں دوبارہ حاصل کرلی ہیں۔"

"یہ تو سنا تھا کہ باسی کڑھی میں ابال آتا ہے۔ اب دیکھ رہا ہوں کہ باسی دیوی میں بھی ابال آرہا ہے۔ کیچڑ آلود جوتوں کو صاف کرکے چمکایا جائے تو وہ چمک جاتے ہیں لیکن عورت ایک بار گندگی میں گر جائے تو ہزار چمکانے کے باوجود نہیں چمکتی۔"

"بکواس مت کرو۔ تم ابھی ٹیلی پیتھی کی دنیا میں نئے ہو اور میں جانتی ہوں کہ ایک نئے اناڑی کو کس طرح چٹکیوں میں مسل کر ٹیلی پیتھی کی دنیا سے باہر پھینک دیا جاتا ہے۔"

"فی الحال میں تمہیں اپنے دماغ سے باہر پھینک رہا ہوں۔ جاؤ مجھے سونے دو۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہوگئی۔ ہپناٹزم کا ماہر اس کا منہ تک رہا تھا' وہ بولی "تم نے واقعی کامیاب عمل کیا ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

اس نے عامل کو پچیس ہزار ڈالر دے کر رخصت کردیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اسے ایک نئی زندگی مل گئی ہے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ماضی میں جو غلطیاں کرچکی ہے' آئندہ نہیں کرے گی۔ خاص طور پر پارس اور پورس سے بہت محتاط رہے گی۔

پچھلے دنوں پارس نے بھی اسے اپنی معمولہ بنایا تھا۔ بڑی رازداری سے اس کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا۔ اب وہ آزمانا چاہتی تھی کہ اس نے یہ سلسلہ جاری رکھا ہے یا ختم کرچکا ہے؟

وہ اس کے دماغ میں آگئی۔ اس کا دماغ ایسا غیر معمولی تھا کہ کوئی بھی اس کے اندر چلا آتا تھا لیکن اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ پھر پارس جب چاہتا تھا' سانس روک کر مرجاتا تھا۔

اس نے کہا "کچھ تو خیال کرو۔ اس وقت امریکا میں آدھی رات گزر چکی ہے۔ کیوں نیند حرام کرنے آئی ہو؟"

"تم سے ضروری باتیں کرنے آئی ہوں۔"

"کیا باتیں کرنے کے لیے صبح کا انتظار نہیں کرسکتیں؟"

"میں بہت خوش ہوں اور اس خوشی میں تمہاری نیند حرام کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔"

"تم ویسے بھی میرے لیے حرام ہو۔ بتاؤ کیا چاہتی ہو؟"

"میں کبھی کسی کو اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتی مگر تمہیں بلا رہی ہوں' پلیز آجاؤ۔"

"جب تم میرے پاس ہو اور باتیں کررہی ہو تو کیا ضروری ہے کہ میں تمہارے پاس آؤں؟"

"بس میں چاہتی ہوں' میری خواہش پوری کردو۔"

"اتنی رات گئے' پرائے مرد کو بلانے کی خواہش کیوں پیدا ہورہی ہے؟"

"تم آؤ گے تو جواب مل جائے گا۔"

"اچھی بات ہے' آرہا ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ ایسے ہی وقت پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں مگر اس نے سانس روک لی۔ تھوڑی دیر بعد پھر وہی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے سانس روک کر پھر ان لہروں کو بھگا دیا۔ اس کے بعد پارس کے دماغ میں آکر بولی "تم میرے دماغ میں کیوں نہیں آرہے ہو؟ ایسی بھی کیا ناراضگی ہے؟"

"میں تو آنا چاہتا ہوں لیکن میری سوچ کی لہریں کسی ایسی عورت کے دماغ میں نہیں جانا چاہتیں جو حرام ہوچکی ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ تم اپنی یہ ناکامی سمجھ گئے ہو کہ آئندہ میرے دماغ میں نہیں آسکو گے۔"

"میں ناکام سہی' تمہیں کامیابی مبارک ہو۔ اب جاؤ پیچھا چھوڑو۔"

اس نے سانس روک لی۔ شی تارا اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اس نے پورس اور پارس دونوں کو آزمالیا تھا۔ پوری طرح اطمینان ہوگیا تھا کہ دو بڑے مکاروں سے پیچھا چھوٹ گیا ہے۔ وہ ریڈیو آن کرکے میوزک کے سُر تال پر جھومنے لگی۔ اسے اتنی خوشیاں مل رہی تھیں کہ وہ انہیں برداشت نہیں کرپارہی تھی۔

وہ بڑی دیر تک باتھ روم میں رہی۔ ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا لطف اٹھاتی رہی پھر لباس وغیرہ تبدیل کرکے پیرس کی سیر کے لیے نکل گئی۔ اسی وقت اسے میجرٹی ہنر کا خیال آیا۔ وہ آرمی کلب میں آگئی۔ وہ کلب آرمی کے اعلیٰ افسران کے لیے مخصوص تھا۔ اسے کوئی اندر داخل نہ ہونے دیتا لیکن وہ نادیدہ بن کر چلی آئی۔ وہاں کئی حسین عورتیں تھیں۔ کچھ اعلیٰ افسران کی بیگمات تھیں اور کچھ دل بہلانے والیاں بھی تھیں۔

وہ کلب کے واش روم میں جاکر نمودار ہوگئی پھر وہاں سے نکل کر کلب کی حسین عورتوں میں شامل ہوگئی۔ وہاں افسران تاش کھیل رہے تھے۔ کہیں حسین عورتوں کے ساتھ بیٹھے پی رہے تھے اور کہیں مستی میں آکر رقص کررہے تھے۔

میجرٹی ہنر ایک حسینہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ شی تارا نے حسینہ کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی' وہ کہہ رہی تھی "میجر! تم کیوں نہیں پیتے ہو؟"

وہ شوخی سے بولا "میں پی کر بہکنے لگوں گا تو کیا مجھے سنبھالو گی؟"

"میں تو تمہیں ساری زندگی سنبھالنا چاہتی ہوں۔ میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں یہ تم سمجھ سکتے ہو۔ میں بیس برس کی ہوں اور تم پچاس برس کے لیکن میں تمہاری مردانگی اور تمہاری شخصیت سے متاثر ہوں۔"

"ہاں۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے تمہارے چور خیالات پڑھے ہیں۔ تم سچی ہو۔ مجھے دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہو اسی لیے میں نے تمہیں اپنے قریب آنے کی اجازت دی ہے۔"

وہ بولی "آج سردی بہت ہے' میرا پینے کو جی چاہتا ہے لیکن ساتھی ہو تو تنہا پینے کو جی نہیں چاہتا۔"

"تو پھر میرے بنگلے میں چلو۔ وہاں بند کمرے میں پیوں گا تاکہ کوئی دشمن مجھے دیکھ نہ سکے۔"

وہ دونوں وہاں سے اٹھ گئے۔ کلب سے باہر آکر ایک کار میں بیٹھ گئے۔ شی تارا نادیدہ بن کر اس کار میں ان کے ساتھ سفر کرنے لگی۔ اس کا بنگلا شہر کے ایک مہنگے علاقے میں تھا۔ وہاں غیر ملکی سفیر اور اعلیٰ سرکاری عہدے دار رہائش پذیر تھے۔ میجرٹی ہنر اس حسینہ دوشیزہ کو اپنے بنگلے میں لے آیا۔ دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کردیں تاکہ کوئی تیسرا نہ آئے لیکن وہ تیسری آچکی تھی۔

میجرٹی ہنر نے کیبنٹ سے وہسکی کی بوتل نکالی۔ حسینہ شیشے کے جام اور برف کے کیوب لے آئی پھر وہ دونوں پینے کے لیے بیٹھ گئے۔ شی تارا نے اس دوشیزہ کے دماغ میں رہ کر اس کے چور خیالات پڑھے تھے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ واقعی میجرٹی ہنر کی دیوانی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی فراڈ نہیں کررہی تھی۔ اسے اپنے ہاتھوں سے پلا رہی تھی اور بڑے والہانہ انداز میں پیار کررہی تھی۔

پیار کی مستی کم نہیں ہوتی۔ اس پر نشے کی مستی کا رنگ چڑھنے لگا۔ وہ جھکتے ہوئے بولا "اتنے حسین بدن کو لباس میں نہ چھپاؤ' کچھ تو جلوے دکھاؤ۔"

اس نے اپنا ایک ہاتھ بڑھایا۔ وہ ذرا پیچھے ہٹ کر بولی "میں بوتل نہیں ہوں کہ آسانی سے کھل جاؤں گی۔ بڈھے! تجھے شرم نہیں آتی۔"

وہ تو نشے میں تھا لیکن شی تارا اس دوشیزہ کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر چونک گئی۔ اس کے چور خیالات نے اسے جو کچھ بتایا تھا وہ اس کے برعکس نظر آنے لگی تھی۔

اس نے پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر چور خیالات پڑھے۔ اس بار اس دوشیزہ کے اندر ایک اجنبی بول رہا تھا "بس تمہارا کام ختم ہوچکا ہے۔ تم کسی کمرے میں جاکر آرام کرو۔"

شی تارا میجر کے دماغ میں آگئی۔ اسی وقت وہ اجنبی بھی میجر کے اندر آگیا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "ہیلو میجر! دیکھو میں کس طرح سرنگ کھودتا ہوا تمہارے دماغ کے اندر آگیا ہوں۔"

وہ نشے میں جھومتے ہوئے بولا "کون ہو تم؟ کس کی اجازت سے آئے ہو؟ نکلو یہاں سے' یہ تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے۔"

"اب تو تمہاری یہ کھوپڑی میرا گھر بن کر رہے گی اور تم مجھے آنے جانے سے نہیں روک سکو گے۔ چلو اٹھو' بستر پر لیٹ جاؤ۔"

اس کا دماغ اب اپنے قابو میں نہیں تھا۔ وہ بستر پر آگرا لیٹ گیا۔ شی تارا یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ وہ اجنبی اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ شی تارا پہلے سمجھ نہیں پائی کہ وہ اجنبی کون ہے؟ پھر رفتہ رفتہ تنویمی عمل کے دوران میں پتا چلا کہ اس کا تعلق روس سے ہے۔

روس کے چھ سراغ رسانوں نے اپنی الگ الگ ٹیمیں بنائی تھی اور ان سب نے بڑی چالبازی سے امریکی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھی تھی۔ ان میں سے ایک روزانوف سکی ایران میں سونیا کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ دوسرا کرسٹوف سکی اسرائیل میں قید تھا۔ اس کے دماغ پر شاشانے قبضہ جمالیا تھا۔ اب یہ تیسرا گورانو جوزف تھا۔ یہ فرانس آکر میجرٹی ہنر کو ٹریپ کررہا تھا۔

گورانو جوزف کے بڑے عزائم تھے۔ وہ اپنے دوسرے روسی ساتھیوں سے مختلف تھا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ خاموشی سے۔۔۔ گمنام رہ کر بڑی رازداری سے اپنا کام کرتا تھا۔

اس نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ امریکا سپر پاور ہے اور وہ ملک خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آماجگاہ بنا رہتا ہے۔ وہاں بہت بڑی کامیابیاں حاصل کرنا ممکن نہ ہوگا۔ کسی ایسے ملک سے۔ جدوجہد کا آغاز کرنا چاہیے جہاں سے رفتہ رفتہ بڑی کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں۔ یہی سوچ کر وہ ایک عرصے سے فرانس میں تھا اور بڑی رازداری سے سرنگ بناتا ہوا میجرٹی ہنر تک پہنچ گیا تھا۔ اب وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کرنے والا تھا۔ میجرٹی ہنر کے سر پر سوار رہ کر پورے فرانس پر حکومت کرنے والا تھا مگر افسوس کہ اب میں بڑی آگئی تھی۔ وہ اس کے تنویمی عمل کے دوران میں مجرے کے اندر گھسی ہوئی تھی اور یہ معلوم کررہی تھی کہ گورانو جوزف کس طرح اسے اپنا معمول اور تابعدار بناکر فرانس کی آرمی کو اپنے زیر نگیں لانا چاہتا ہے۔ وہ رفتہ رفتہ آرمی کے تمام اعلیٰ افسران کو بھی اپنا تابعدار بنانے والا تھا۔

فی الحال اس نے میجرٹی ہنر پر تنویمی عمل مکمل کیا پھر اس دوشیزہ سے بولا "جولیا! اب یہ تنویمی نیند سوتا رہے گا۔ تم بنگلے میں چلی آؤ' میں انتظار کررہا ہوں۔"

شی تارا کے لیے یہ بہت بڑی خبر تھی کہ گورانو جوزف پیرس ہی میں ہے اور اسی علاقے کے ایک بنگلے میں ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ابھی اس کے پاس پہنچ سکتی تھی۔

وہ اس دوشیزہ کے ساتھ ایک بنگلے میں پہنچ گئی۔ وہاں ایک قد آور روسی جوان نظر آیا۔ جولیا دوڑتی ہوئی آکر اس سے لپٹ گئی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ شی تارا نے فی الحال انہیں محبت کرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میجرٹی ہنر کے پاس واپس آگئی۔

میجر سو رہا تھا۔ اس پر تنویمی عمل کامیاب نہیں ہوا تھا۔ شی تارا مداخلت کرتی رہی تھی۔ اب اس نے دوبارہ تنویمی عمل شروع کیا پھر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔ جو کامیابی گورانو جوزف کو حاصل ہونے والی تھی وہ شی تارا کو حاصل ہوگئی۔

میجرٹی ہنر پر پوری طرح قبضہ جمالینے کے بعد وہ گورانو جوزف کے پاس آئی۔ وہ جولیا کے ساتھ کھانے کی میز پر تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھا کھا رہا تھا اور باتیں کررہا تھا۔ اپنی کامیابی پر خوش تھا کہ آئندہ میجرٹی ہنر کے ذریعے پورے فرانس پر حکومت کرتا رہے گا۔

وہ کھانے کے دوران میں چمچ' کانٹے اور چھری استعمال کررہے تھے۔ مغربی تہذیب میں کھاتے وقت بھی ہتھیار استعمال ہوتے ہیں۔ وہ ہتھیار کھانے کے لیے ہوتے ہیں' مارکٹائی کے لیے نہیں ویسے ہتھیار تو ہتھیار ہی ہوتے ہیں۔ انہیں کسی وقت بھی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

جولیا نے اچانک چھری کے دستے کو مضبوطی سے گرفت میں لے کر اپنی جگہ سے اچھل کر جوزف پر چھلانگ لگائی۔ دوسرے ہی لمحے میں گورانو جوزف کے حلق سے کراہ نکلی۔ چھری اس کے شانے پر آکے لگی تھی۔ وہ کراہتے ہوئے بولا "آہ جولی! یہ تم نے کیا کیا؟"

شی تارا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "یہ میں نے کیا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کون ہو تم؟"

"میں ہوں شی تارا۔ تمہارا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں۔ تمہارے ذریعے میں نے میجرٹی ہنر کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔ اب تم بھی میرے وفادار بن جاؤ گے۔"

"نہیں..... میں تمہارا غلام نہیں بنوں گا۔ تمہیں تنویمی عمل کرنے نہیں دوں گا۔ چلی جاؤ میرے دماغ سے..... چلی جاؤ۔"

"کیوں پریشان ہورہے ہو؟ چلی جاتی ہوں۔ اب بلاؤ گے تب بھی نہیں آؤں گی۔"

وہ خلا میں تکنے لگا۔ جولیا کے ہاتھ سے چھری چھوٹ گئی تھی۔ وہ پریشان ہوکر کہہ رہی تھی "پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا؟ میں نے بے اختیار تم پر حملہ کیا ہے۔ میرے دماغ کو کچھ ہوگیا تھا۔ جوزف! مجھے

معاف کردو۔"

وہ جولیا کی باتیں نہیں سن رہا تھا۔ خلا میں تک رہا تھا اور کہہ رہا تھا "تم میرے اندر رہو۔ تم نے جولیا کے دماغ پر قبضہ جما کر میرے دماغ میں آنے کے لیے مجھے زخمی کیا ہے۔"

جولیا نے پوچھا "جوزف! تم کس سے بات کر رہے ہو؟"

"وہ..... وہ شی تارا ہے۔ اب وہ میرے اندر رہے گی' مجھ پر عمل کرے گی۔ او گاڈ! وہ عورت مجھے اپنا غلام بنالے گی۔ میں کیا کروں؟ جولیا! میں کس طرح اس سے پیچھا چھڑاؤں؟"

اب تو پیچھا چھڑانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ایک عورت کی غلامی سے بچنے کے لیے وہ اپنی جان دے سکتا تھا لیکن جان بہت پیاری ہوتی ہے۔ زندگی ایک بار ملتی ہے۔ وہ زندگی ہارنا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے سوچا۔ "کیا میں خودکشی کر سکتا ہوں؟"

نہیں کر سکتا تھا۔ اب اس کا مرنا اور جینا بھی شی تارا کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اپنی مرضی کے خلاف سر جھکائے بیڈ روم میں آیا پھر بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔

عورت کمزور نہیں ہوتی۔ موقع ملے تو مرد کو چاروں شانے چت کر دیتی ہے۔

○☆○

پورس کو اندازہ تھا کہ وہ بہت جلد چاروں طرف سے گھیرا جانے والا ہے۔ یہ بہت بڑی اور بہت بری خبر تھی کہ آئندہ ٹیلی پیتھی کے علم کو اس دنیا سے بالکل مٹا دیا جائے گا اور مٹانے والا پورس ہوگا۔

ایسا کون ہے' جو خیال خوانی سے محروم ہونا چاہے گا؟

ایسی صلاحیتیں نصیب والوں کو ملتی ہیں اور کوئی بدنصیب نہیں بننا چاہے گا۔ پورس نے سبھی کو نادیدہ گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں سے محروم کر دیا۔ اس محرومی کو سب نے مجبوراً برداشت کیا کیونکہ پورس کے بارے میں کوئی جانتا نہیں تھا کہ وہ کون ہے؟ اور ایسی کون سی جگہ ہے' جہاں اسے گھیر کر گرفتار کیا جا سکتا ہے اور اسے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنانے سے باز رکھا جا سکتا ہے؟

دنیا کا کوئی ملک اور کوئی بڑا ٹیلی پیتھی جاننے والا پورس تک نہ پہنچ سکا لیکن اب وہ کسی حد تک ظاہر ہونے لگا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے رابطے کرنے لگا تھا اور یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ان دنوں نیویارک میں ہے۔

مین کلر نے پہلے الپا سے رابطہ کیا۔ اسے پورس کے متعلق بتایا کہ وہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا تیار کر رہا ہے۔ وہ دوا جہاں اسپرے کی جائے گی' وہاں قیام کرنے والے کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹ جائے گا۔

الپا نے کہا "یہ بات سبھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے تشویشناک ہے۔ ایسی دوا تیار نہیں ہونی چاہیے۔ پورس کو ایسی دوا تیار کرانے سے باز رکھنا چاہیے۔"

"ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یکجا ہو کر پورس سے بات کرنی چاہیے۔ اس پر دباؤ ڈالنا چاہیے کہ وہ ایسی کوئی دوا تیار نہ کرائے۔"

"کیا وہ ہمارے دباؤ میں آئے گا؟"

"جب دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کا محاسبہ کریں گے تو پورس کو اپنے ارادے میں لچک پیدا کرنی ہوگی۔"

الپا اور مین کلر نے شی تارا سے رابطہ کیا' وہ بولی "ہاں مجھے ہے' پورس ہماری دنیا سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹانے والا ہے۔ ہم سب کے لیے تشویش کی بات ہے۔ وہ بہت ہی ضدی اور سرپھرا جوان ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُسے اس ارادے سے کیسے باز رکھا جا سکتا ہے؟"

"ہم سب مل کر اس پر دباؤ ڈالیں گے۔ اس سے کسی طرح سمجھوتا کیا جا سکتا ہے۔"

"جب تک اس کی کوئی کمزوری ہاتھ نہیں آئے گی' وہ کسی دباؤ میں نہیں آئے گا۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ پورس کو کسی کمزور بناؤں گی یا اسے گولی مار دوں گی۔ اس مقصد کے لیے نیویارک آ چکی ہوں اور اسے دن رات تلاش کر رہی ہوں۔"

مین کلر نے کہا "تم وہی کر رہی ہو جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ میں نیویارک میں ہوں اور اسے تلاش کر رہا ہوں۔"

الپا نے کہا "ٹیلی پیتھی سب کے لیے اہم ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں فرہاد صاحب سے بھی مشورہ کرنا چاہیے۔"

انہوں نے مجھے مخاطب کیا۔ مجھے پورس کے متعلق بتایا۔ میں نے کہا "میں کسی حد تک پورس کے متعلق معلومات رکھتا ہوں۔ اسے پوری طرح نہیں جانتا ہوں۔ ابھی وہ پُراسرار ہے۔ جلد خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ ظاہر ہو جائے گا۔"

"اس نے ہم سب کی نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنا دیا لیکن آپ نے اور بابا صاحب کے ادارے نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔"

"ہم خود چاہتے تھے کہ یہ غائب ہونے والا جادوئی عمل ہمیشہ کی طرح ختم ہو جائے۔ جب پورس نے ایسا کیا تو ہم نے بھی رضاکارانہ طور پر تمام گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ بنا دیا ہے۔"

"کیا آپ چاہیں گے کہ پورس ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دے؟"

"ٹیلی پیتھی ایک اچھا اور تعمیری علم ہے۔ اس علم سے بڑے فائدے حاصل کیے جا سکتے تھے لیکن اس کے برعکس ہم نے اس علم کے ذریعے نفرتیں پیدا کی ہیں اور ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتے رہے ہیں۔"

"ہم سب مل کر عہد کریں گے کہ اس علم کو نیک مقاصد کے لیے استعمال کریں گے۔"

"جب ہم ایسا کریں گے تو میرا خیال ہے' پورس اس علم کو نہیں مٹائے گا۔ اس کے بیان کے مطابق اس کے عزائم نیک ہیں۔ ہمیں دیکھنا چاہیے' اگر ہم ٹیلی پیتھی کا صحیح استعمال کر رہے ہیں تو وہ بھی اپنے نیک عزائم پر قائم رہے گا یا نہیں؟"

"اگر وہ صرف اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم محفوظ رکھے اور ہم سب کو اس سے محروم کر دے تو ہم اس کا کیا بگاڑ لیں گے؟"

"ابھی تم اس کا کیا بگاڑ سکتے ہو؟"

"آپ اس علم کو محفوظ رکھنے کے لیے ابھی سے حفاظتی تدابیر کر سکتے ہیں ورنہ دوسروں کی طرح آپ بھی اس علم سے محروم ہو جائیں گے۔"

مین کلر نے کہا "فرہاد علی تیمور کی اہمیت اور شخصیت' اس نام کا رعب اور دبدبہ ٹیلی پیتھی کے باعث قائم ہے۔ جب آپ کے پاس یہ علم نہیں رہے گا تو آپ کی شخصیت زیرو ہو جائے گی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "تم لوگ میری فکر نہ کرو۔ میں اپنے حالات سے نمٹنا جانتا ہوں۔"

"آپ کے اطمینان سے ظاہر ہے کہ آپ کے اور پورس کے درمیان کوئی سمجھوتا ہو گیا ہے۔ وہ اس دوا سے آپ کی ٹیلی پیتھی کے علم کو نہیں مٹائے گا۔"

"تم اپنے طور پر ایسا سمجھ لو جبکہ ایسا نہیں ہے۔"

انہوں نے مجھ سے مایوس ہو کر رابطہ ختم کر دیا۔ نتاشا نے کہا "پارس بھی اپنے باپ کی طرح مطمئن ہے۔ اسے بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہونے کی فکر نہیں ہے۔"

مین کلر نے کہا "صرف پارس ہی نہیں' فرہاد کی فیملی کے تمام افراد پورس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پورس سے ان کا کوئی دوستانہ معاہدہ ہو چکا ہے۔"

نتاشا نے کہا "یہ بات ہمارے لیے اور زیادہ تشویش ناک ہے۔ آئندہ ہم سب ٹیلی پیتھی سے محروم ہو جائیں گے اور وہ لوگ خیال خوانی کے ذریعے ہم پر حکومت کریں گے۔"

وہ سب پریشان ہو رہے تھے اور اپنے طور پر پورس کے خلاف کچھ کر گزرنے کے لیے نیویارک پہنچے ہوئے تھے۔ شی تارا اور مین کلر کے علاوہ نتاشا بھی وہاں رازداری سے آئی تھی۔

اسرائیل میں الپا کی مصروفیات زیادہ تھیں اس لیے وہ پورس تک پہنچنے کے لیے اپنا ملک چھوڑ کر نیویارک نہیں آ سکتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ الپا صفر ہو جاتی' جو مملکتِ اسرائیل کا اہم ستون کہلاتی تھی۔ وہ اپنے یہودی اکابرین کی نظروں سے گرنے والی تھی۔

الپا' مین کلر' شی تارا اور نتاشا نے یہ طے کیا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعے پورس سے رابطہ کرتے رہیں گے اور اسے ٹیلی پیتھی کے خلاف دوا استعمال کرنے سے باز رکھنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔

پارس بھی نیویارک میں تھا لیکن کوئی اس کی طرف توجہ نہیں دے رہا تھا۔ فی الوقت پورس کی اہمیت تھی۔ سب اس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اس سے دماغی رابطہ کرنے کے دوران میں یہ کوشش ہوتی تھی کہ پورس کے آس پاس کی آواز سنائی دے تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ وہ کس جگہ ہے اور کس کے ساتھ وقت گزار رہا ہے؟

جس کے بھی دماغ میں پہنچا جاتا ہے' اس کے آس پاس کی آوازیں ضرور سنائی دیتی ہیں۔ پورس کسی کو اپنے اندر آنے سے نہیں روکتا تھا۔ اس کے پاس آنے والوں میں سے کسی کو ٹریفک کا شور سنائی دیتا تھا۔ کسی کو پتا چلتا تھا کہ وہ کسی کلب میں بیٹھا ہوا ہے یا کسی بوٹ میں سمندر کی سیر کر رہا ہے۔ جہاں اس کے پائے جانے کی امید ہوتی تھی' ادھر وہ لوگ دوڑے چلے جاتے تھے۔

یہ سب جانتے تھے کہ پورس اپنی اصل صورت شکل کے

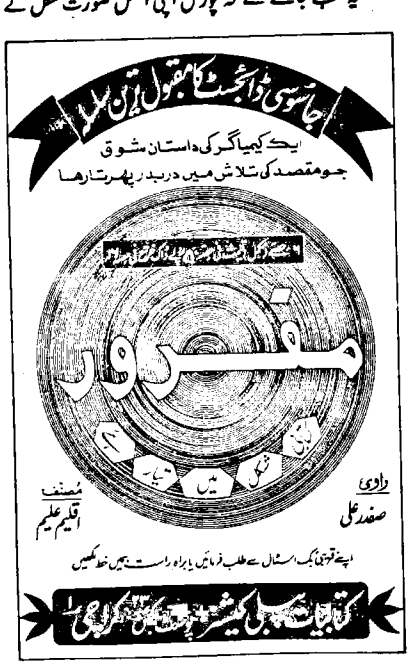

ساتھ نہیں ہوگا۔ کسی بہروپ میں ہوگا۔ اسے اس کی کسی حرکت سے پہچانا جاسکتا تھا۔

ایک جگہ شی تارا نے اسے تاڑلیا۔ وہ پچھلے دنوں اس کے ساتھ دن رات رہتی آئی تھی۔ اس کے چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے کے انداز کو دیکھتی رہی تھی۔ اب اس نے نیویارک میں جسے دیکھا' وہ پورس سے مشابہت رکھتا تھا۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ مشابہت رکھتا ہو تو پورس ہی ہو لیکن وہ بڑی آسانی سے تصدیق کرسکتی تھی۔

وہ نادیدہ بن کر اُس جوان کے پاس آگئی۔ وہ ایک شاپنگ سینٹر سے نکل کر اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ کار اسٹارٹ کرکے ہولے ہولے سیٹی بجاتے ہوئے ڈرائیو کرنے لگا۔ اسی وقت بلی ڈونا نے اسے مخاطب کیا "ہیلو پورس! کہاں جارہے ہو؟"

"یونہی تفریح کے موڈ میں ہوں۔"

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ یہاں تمہاری جان کے کئی دشمن ہیں لیکن تم آزادی سے گھوم رہے ہو۔"

"میں نے چہرے پر تبدیلی کی ہے۔ کوئی مجھے پہچان نہیں سکے گا۔ بائی دی وے' تم میری دشمن کیوں نہیں ہو؟"

"تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس لیے تمہارے دشمن ہیں کہ تم ٹیلی پیتھی کا علم اس دنیا سے مٹادینا چاہتے ہو لیکن میں اور پارس تمہارے دشمن نہیں ہیں اور ہم ایسا نہیں سوچتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی کو قائم رکھنے کے لیے تمہیں ہلاک کردیا جائے۔"

"شاید پارس اس لیے مجھے ہلاک نہیں کرنا چاہتا کہ میں نے تمہیں یہاں آرمی کی قید میں جانے سے بچایا تھا۔"

"پورس! احسان نہ جتاؤ۔ پارس کسی کا احسان نہیں لیتا۔ تم نے اس کی محبوبہ کو ملٹری انٹیلی جنس کی گرفت سے رہائی دلائی تھی۔ وہ بھی جلد ہی تمہارے کام آکر تم پر احسان کرے گا۔"

وہ مسکرا کر بولا "اچھا۔ وہ بھلا میرے کیا کام آئے گا؟"

"میں تمہیں اطلاع دینے آئی ہوں کہ تم خطرات میں گھرے ہوئے ہو۔"

"کون سی نئی بات کہہ رہی ہو؟ میں جانتا ہوں' شی تارا' نتاشا اور مین کلر وغیرہ سب مجھے تلاش کررہے ہیں اور مجھے دیکھتے ہی گولی ماردینا چاہتے ہیں۔"

"تم نے حلیہ بدل لیا ہے۔ انداز بدل لیے ہیں' اس کے باوجود چالاک دشمن تمہیں پہچان سکتے ہیں۔"

"کیا تم اتنی لمبی گفتگو کرکے یہ معلوم کرنا چاہتی ہو کہ میں کہاں جارہا ہوں؟"

"نہیں۔ ابھی مجھے پارس نے کہا تھا کہ تمہارے احسان کا بدلہ چکاؤں اور تمہیں بتاؤں کہ شی تارا تمہارے تعاقب میں ہے۔"

"مجھے خطرے سے آگاہ کرنے کا شکریہ۔ واہ کیا احسان کیا جارہا ہے۔ واہ! اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ بلی ڈونا چلی گئی۔ شی تارا اس کے پاس بیٹھی اسے توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ پورس کا انداز ایسا تھا جیسے کار ڈرائیو کرنے کے دوران میں خیال خوانی کررہا ہو۔

شی تارا نے چپکے سے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ بلی ڈونا اس سے باتیں کررہی ہے۔ اسے بتارہی ہے کہ شی تارا اس کے تعاقب میں ہے۔

یہ اس کے لیے حیرانی کی بات تھی کہ پارس اس کے تعاقب کے بارے میں کیسے جانتا ہے جبکہ وہ نادیدہ بنی ہوئی تھی۔ اسے پارس تو کیا' قریب بیٹھا ہوا پورس بھی نہیں دیکھ پارہا تھا۔

اس نے ایک بنگلے کے سامنے کار روک دی۔ کار سے اتر کر بنگلے کے اندر آیا۔ شی تارا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اندر پہنچتے ہی اسے گولی ماردینا چاہتی تھی لیکن وہ سیدھا ٹائلٹ میں چلا گیا۔ وہ باہر رہ گئی۔ اس کا انتظار کرنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد فیصلہ ہونے والا تھا کہ آئندہ اس دنیا میں ٹیلی پیتھی کا علم قائم رہے گا یا نہیں؟ صرف ایک جوان کی موت سے علم قائم و دائم رہ سکتا تھا۔ بس اس کی ہلاکت کی دیر تھی۔

وہ بے چینی سے انتظار کرنے لگی۔ کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ ٹائلٹ میں بیٹھ کر خیالوں کی دنیا میں کھو جاتے ہیں۔ بسا اوقات اسے کسی نہ کسی وقت باہر آنا تھا۔ آخر وہ دروازہ کھول کر باہر میں آیا پھر شی تارا کو دیکھتے ہی ٹھٹک گیا۔

وہ نمودار ہوگئی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے ٹی ٹی کو مضبوطی سے پکڑے پورس کو نشانے پر رکھ کر بولی "ٹیلی پیتھی کی بقا کے لیے تمہاری موت لازمی ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ گولی چلانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی کھڑکی کے باہر سے ایک فائر ہوا' شی تارا کے ہاتھ سے ٹی ٹی گر پڑا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ جھک کر اسے اٹھاتی' پورس نے چھلانگ لگا کر اس کو ایک لات ماری پھر اس ہتھیار کو اٹھالیا۔

وہ لات کھا کر دور جا کر گری۔ وہاں گرتے ہی گولی نکل کر باہر ہوگئی۔ پورس نے دوڑتے ہوئے کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔ باہر کوئی نظر نہیں آیا۔ وہ بنگلے کے باہر جانا چاہتا تھا۔ اسے اپنے دماغ میں آواز سنائی دی "بلی ڈونا نے درست کہا تھا' میں کسی کا احسان نہیں رکھتا۔ تم نے ایک احسان کیا تھا۔ اس کے بدلے تمہیں یہ نئی زندگی مبارک ہو۔"

پورس کے دماغ میں سناٹا چھا گیا۔ پارس جاچکا تھا۔

○☆○

شی تارا نے جس طرح پورس پر اچانک حملہ کیا تھا' وہ اس کی توقع نہیں کرسکتا تھا۔ اتنا جانتا تھا کہ وہ دشمن بن چکی ہے۔ کسی موقع پر نقصان پہنچانا چاہے گی لیکن اتنی جلدی وہ نیویارک پہنچ کر اچانک اس پر حملہ کرے گی' اس کی توقع نہیں تھی۔

بہرحال وہ بال بال بچ گیا اور وہ ناکام ہوتے ہی نادیدہ بن گئی۔ یہ بھی خطرے کی بات تھی۔ وہ نادیدہ بن کر نقصان پہنچا سکتی تھی۔ اس نے کھڑکی کے پاس آکر باہر کی طرف دیکھا' جیسے نامعلوم مددگار کو دیکھ رہا ہو۔ ایسے وقت اس نے چپکے سے ایک نادیدہ بنانے والی گولی اپنی داڑھ میں دبالی تاکہ ناگہانی خطرہ پیش آتے ہی نادیدہ بن جائے۔

ایسے وقت اس نے اپنے دماغ میں پارس کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "بلی ڈونا نے درست کہا تھا میں کسی کا احسان نہیں رکھتا۔ تم نے ایک احسان کیا تھا' اس کے بدلے تمہیں یہ نئی زندگی مبارک ہو۔"

وہ جواباً پارس سے کچھ نہ کہہ سکا۔ ان لمحات میں اسے اپنی سلامتی کی فکر تھی۔ نادیدہ بن جانے والی شی تارا کہیں سے بھی اس پر حملہ کرسکتی تھی۔ اس نے کہا "ہمارے درمیان جو تعلقات تھے' وہ اتنے بدترین نہیں تھے کہ تم مجھے گولی ماردیتیں۔ اب میں ساری عمر تمہیں جانی دشمن سمجھتا رہوں گا۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ شی تارا کی طرف سے خاموشی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ایسا موقع بار بار نہیں آئے گا۔ اگر ابھی اسے ختم نہ کیا گیا تو یہ آئندہ ٹیلی پیتھی کے علم کو نابود کردے گا۔

لیکن شی تارا کے پاس اس وقت کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ جو ہتھیار تھا' وہ پورس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ وہاں کچن میں یقیناً چاقو وغیرہ ہوگا۔ وہ کچن سے چاقو لاکر اس کے پیچھے نمودار ہوکر اسے زخمی کرسکتی تھی۔ پھر اس کے دماغ پر قبضہ جماسکتی تھی۔

لیکن وہ پورس کو چھوڑ کر کچن میں جانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ وہاں سے فرار ہوکر کہیں روپوش بھی ہوسکتا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں جانتا ہوں تم یہاں ہو اور پھر حملہ کرنے والی ہو لیکن حملہ کرنے کے لئے تمہیں نمودار ہونا پڑے گا۔ ایسے ہی وقت میں چشمِ زدن میں تمہیں گولی ماردوں گا۔"

وہ بولی "ہاں میں موجود ہوں۔ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے جیسے مکار نے اپنے پاس نادیدہ گولیاں رکھی ہوں گی۔ تم کسی وقت بھی غائب ہوسکتے ہو۔"

"کاش! میرے پاس ایک ہی گولی ہوتی۔ میں ابھی اسے نگل کر روپوش ہوجاتا اور تم سے پیچھا چھڑالیتا۔"

شی تارا نے دل ہی دل میں یہ تسلیم کیا۔ اگر اس کے پاس گولی ہوتی تو وہ اسے نگل کر روپوش ہوجاتا۔ کسی دوسری خفیہ پناہ گاہ میں چلا جاتا۔ اس نے کہا "میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ مجھ سے دشمنی نہ بڑھاؤ۔ دوستی کی گنجائش رکھو اور مجھے یہاں سے جانے دو۔ میں جب یہاں سے جاؤں تو میرا پیچھا نہ کرو۔"

"میں نے تمہیں روکا نہیں ہے۔ تم جہاں جانا چاہتے ہو' چلے جاؤ۔"

"اور تم میرے ساتھ لگی رہو گی تو مجھے تمہاری موجودگی کا علم نہیں ہوگا۔ یہ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ اس دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ابھی تمہارا داؤ چل رہا ہے' تم بھی کسی نہ کسی طرح مجھے ہلاک کرنا چاہو گی۔"

"یہ تو سیدھی اور صاف بات ہے۔ میں یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دوں گی۔ جب تک تمہیں ہلاک نہیں کروں گی' نادیدہ بن کر ساتھ رہوں گی۔"

"پتا نہیں' ہم دونوں میں سے کون کسے ہلاک کرے گا؟ جب تک ہلاکت نہ ہو' مجھے تم سے پیچھے کی تدبیر پر غور کرتے رہنا چاہیے۔"

وہ ہاتھ میں ٹی ٹی لئے اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا بنگلے کے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرنے لگا۔ شی تارا سوچنے لگی "یہ بہت مکار ہے۔ کوئی مکاری دکھا کر میری نظروں سے اوجھل ہوسکتا ہے۔"

میجر ٹی ہنٹر اور گورانو جوزف اس کے معمول اور تابعدار تھے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے انہیں بتانے لگی کہ پورس ایک بلیک مرسڈیز میں ستائیسویں اسٹریٹ سے گزر رہا ہے۔ وہ دونوں فوراً اس کے تعاقب میں آئیں' وہ انہیں گائیڈ کرتی رہے گی۔

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا یہ مشترکہ فیصلہ تھا کہ پورس کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ وہ جہاں بھی نظر آئے اسے گولی ماردینا چاہیے۔ ایسا ایک موقع شی تارا کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

اب اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہاں جارہا ہے۔ یہ اندیشہ بڑھتا جارہا تھا کہ وہ کوئی زبردست چال چلے گا اور اسے دھوکا دے کر گم ہوجائے گا۔ اس کار کے اندر کوئی اوزار بھی نہیں تھا' ورنہ اسے زخمی کرکے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیتی۔

وہ مین کلر کو مخاطب کرکے بولی "پورس میری نظروں میں ہے لیکن میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ اسے نقصان پہنچا سکوں۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ زندہ بچ کر نکل جائے۔ یہ تم بھی نہیں چاہو گے۔"

اس وقت مین کلر نتاشا سے باتیں کررہا تھا۔ نتاشا نے شی تارا کی بات سن کر کہا "ہمیں بتاؤ' وہ کہاں ہے۔ ہم موت بن کر اس کے سر پر پہنچ جائیں گے۔"

وہ بولی "ابھی وہ بلیک مرسڈیز ڈرائیو کررہا ہے' اٹھائیسویں اسٹریٹ سے گزر رہا ہے۔ یہ راستہ پرائیویٹ فلائنگ کلب کی طرف جاتا ہے۔"

مین کلر نے کہا "پھر تو وہ کوئی چھوٹا طیارہ یا ہیلی کاپٹر کرائے پر

لے کر اس شہر سے فرار ہونا چاہتا ہے۔"

"اسے اس شہر سے باہر جانے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔"

"آرمی کے مسلح جوان ایئرپورٹ' فلائنگ کلب' بندرگاہ اور ... ہائی وے کی ناکا بندی کر چکے ہیں۔ ہر بڑی چوکی پر خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔ وہ ہر گزرنے والے کے دماغ میں جھانک رہے ہیں۔ پورس بہروپ میں ہونے کے باوجود پکڑا جائے گا۔"

پورے نیویارک شہر میں فوج' پولیس اور انتظامیہ کو الرٹ کردیا گیا تھا۔ سب اپنی اپنی جگہ مستعد تھے۔ وہ شہر سے باہر نکلنے کے جس راستے پر جاتا' اسے گرفتار کرلیا جاتا اور جب تصدیق ہو جاتی کہ وہ پورس ہے تو اسے فوراً گولی ماردی جاتی۔

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولا "تم خاموش ہو۔ اس کا مطلب ہے خیال خوانی میں مصروف ہو۔ اپنے تابعداروں کو بھی میرے پیچھے لگا رہی ہو۔"

"صرف میرے تابعدار ہی نہیں' تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارا محاصرہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ان سب کی راہنمائی کررہی ہوں۔ انہیں بتا رہی ہوں کہ تم کن راستوں سے گزر رہے ہو اور کس سمت جارہے ہو؟"

"جب ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی پوری فوج مجھے گھیرنے میں مصروف ہے تو مجھے یقین کرلینا چاہیے کہ میرا آخری وقت آگیا ہے لیکن شی تارا' اگر میں زندہ رہ گیا تو پھر ساری عمر تمہاری زندگی حرام کرتا رہوں گا۔"

"پورس! آج تمہیں دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی۔ مرنے سے پہلے یہ بتادو کہ میری ٹی ٹی کی گولی سے تمہیں کس نے بچایا تھا۔ تم اسی بنگلے میں میری گولی سے ہلاک ہو جاتے' وہاں کس نے تمہاری مدد کی تھی؟"

"مجھے تو وہی بچائے گا' جسے ٹیلی پیتھی کے علم کے ضائع ہونے کا دکھ نہیں ہوگا۔"

"فرہاد اور اس کی فیملی کے افراد کو اس بات کی کوئی فکر نہیں ہے کہ تم اس علم کو ضائع کرنے والے ہو۔ کیا فرہاد نے ابھی تمہیں بچایا تھا؟"

"نہیں۔ ان کے بیٹے پارس نے۔"

"اچھا تو تم دونوں میں دوستی ہوگئی ہے۔"

"ہمارے درمیان نہ دوستی ہے' نہ دشمنی۔ میں نے اس کی محبوبہ بلی ڈونا کو ملٹری انٹیلی جنس والوں کی حراست سے رہائی دلائی تھی' پارس نے تم سے میری جان بچا کر اس کا بدلہ چکا دیا۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو' وہ اب بھی تمہارے ساتھ ہے۔ اسی لئے تم اطمینان سے گاڑی ڈرائیو کررہے ہو کہ وہ پھر تمہاری مدد کرے گا۔"

"وہ میرے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا تم سمجھتی ہو' وہ تمہاری طرح یہاں نادیدہ بنا ہوا ہے؟"

"ہاں۔ اس کے پاس بھی گولی ہو سکتی ہے۔"

"اب وہ غیر معمولی گولی کسی کے پاس نہیں ہے۔ تم نے بڑی مکاری سے ایسی گولیاں محفوظ کرلی ہیں۔"

"تم اسے مکاری کہہ لو۔ میں نے ان گولیوں کو محفوظ رکھ کر دور اندیشی کا ثبوت دیا ہے۔ اب تم چوہے کی طرح بھاگ رہے ہو اور میں بلی کی طرح تمہیں دبوچنے والی ہوں۔"

"میں سیر پر سوا سیر ہوں۔ ایسے راستے پر جارہا ہوں جس کے اطراف درختوں سے بھرا ہوا پارک ہے۔ یہاں میں روپوش ہو سکوں گا۔"

"ابھی مین کلر نے بتایا ہے کہ درختوں فوجی گاڑیاں اس راستے پر ہیں۔ تمہیں آگے اور پیچھے سے گھیرا جائے گا اور تم پارک میں جاکر چھپنا چاہو گے تو میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

پورس نے سڑک کے کنارے گاڑی روک کر کہا "میں جوڑ توڑ جانتا ہوں۔ تم نے بہت پردہ کرلیا۔ اب سامنے آجاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے جیب سے ایک اسپرے کین نکالا۔ پھر وہ سی دوا اسپرے کی۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ کھول کر کار سے باہر نکل کر دوڑتا ہوا پارک کی طرف جانے لگا۔ شی تارا بھی اس کے پیچھے جانا چاہتی تھی لیکن عقب نما آئینے میں خود کو دیکھ کر چیخ پڑی۔

وہ جسمانی طور پر نمودار ہوگئی تھی۔ نادیدہ بنانے والی گولی کا اثر زائل ہوگیا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ پورس دوا اسپرے کرکے کار سے نکل کر بھاگ رہا ہے۔ اس سے پیچھا چھڑا رہا ہے۔

لیکن پورس کے بھاگنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے منہ میں نادیدہ بنانے والی گولی تھی۔ اس نے سانس روک لی تھی تاکہ سانسوں کے ذریعے وہ دوا منہ کے اندر گولی تک نہ پہنچے۔ شی تارا سانسیں لے رہی تھی۔ اس لئے وہ دوا اس کے نتھنوں سے گزر کر اس کے جسم کے اندر پہنچی تھی اور جو گولی حلق کے نیچے ایک طرف رہا کرتی تھی' اس کا اثر زائل کرچکی تھی۔

وہ غصے سے پورس کو گالیاں دینے لگی۔ اس راستے پر آگے اور پیچھے سے فوجی گاڑیاں آکر رک رہی تھیں۔ ایک افسر نے کہا۔ "ہمیں اسی مرسڈیز کا حوالہ دیا گیا تھا۔ وہ کہاں ہے؟"

وہ پارک کی طرف اشارہ کرکے بولی "وہ ادھر گیا ہے۔ اس کے پاس ہتھیار ہے۔"

تمام فوجی پارک کی طرف دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ شی تارا سوچنے لگی "پورس کے پاس ایک ٹی ٹی ہے' اس نے مجھے گولی نہیں ماری' جب کہ ہم ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں۔"

وہ پورس کی اس چالاکی کو نہیں سمجھ سکتی تھی کہ اس کے بھی نادیدہ بنانے والی گولی تھی جو اس کی داڑھ میں دبی ہوئی تھی۔ اسے محفوظ رکھنے کے لئے وہ سانس روک کر اتنی دور چلا گیا تھا جہاں وہ دوا فضا میں تحلیل ہو کر اس کی سانسوں تک نہیں پہنچ سکے۔ پھر وہ مین کلر کے دماغ میں آئی تو نتاشا اسے گالیاں دے رہی تھی۔

اس پارک میں گھنے درخت تھے۔ وہ ان درختوں کے درمیان پہنچ کر پھر گولی نگل کر نادیدہ بن گیا تھا۔

اس نے دیکھا' درختوں فوجی گاڑیاں سڑک کے کنارے آکر رک گئی تھیں اور شی تارا کی نشاندہی کے مطابق تمام فوجی جوان اس پارک کے مختلف حصوں کی طرف یوں جارہے تھے جیسے پورے پارک کا محاصرہ کررہے ہوں۔ وہ پارک کئی کلومیٹر پر پھیلا ہوا تھا۔ پارک کا محاصرہ کرنا ممکن نہیں تھا۔

پوری طرح اس کا محاصرہ کرنا اس لئے بڑی بڑی سرچ لائٹس کے ذریعے رات کو دن بنایا جارہا تھا لیکن جو دن کی روشنی میں نہیں ملا' وہ بھلا رات کو کیا ملتا؟

سب حیران اور پریشان تھے۔ وہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہوگیا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ شبہ نہیں کرسکتے تھے کہ وہ نادیدہ بن گیا ہوگا۔ وہ جس طرح کئی گھنٹوں سے اپنے بچاؤ کی فکر کررہا تھا اور تمام مخالفین سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کررہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں ہیں۔

مین کلر نے خیال خوانی کے ذریعے شی تارا سے پوچھا "وہ کیسے تمہاری گرفت سے نکل گیا؟"

"میں ایک عورت ہوں' وہ میری گرفت میں کیسے رہ سکتا تھا۔ میں تو اب تک اس سے لپٹی ہوئی تھی۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھی۔ بار بار تم سے کہہ رہی تھی کہ اسے فوراً گھیر لو' پکڑ لو مگر اس سے پہلے ہی اس نے اچانک کار روکی۔ مجھے ایک جھٹکا لگا۔ جیسے ہی میں اس سے الگ ہوئی وہ کار سے نکل کر پارک کے اندر بھاگتا چلا گیا۔"

نتاشا' مین کلر کے ذریعے شی تارا کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "تمہیں اپنے پاس کوئی تو ہتھیار رکھنا چاہیے تھا۔ وہ تمہاری بے پروائی کی وجہ سے نکل گیا ہے۔"

شی تارا نے غصے سے کہا "بکواس مت کرو۔ میں اسے گھیرنے کے لئے جی جان کی بازی لگا رہی تھی۔ میں اس سے کبھی غافل نہیں ہو سکتی تھی لیکن وہ بڑا چالباز ہے۔ اچانک ایسی چال چل گیا کہ میں جواباً کچھ نہ کرسکی۔"

"میں ہوتی تو اس کی ہر چال کا منہ توڑ جواب دیتی۔"

شی تارا نے کہا "مسٹر کلر! میں نے تھوڑی دیر کے لئے تمہیں اپنے دماغ میں آنے دیا ہے لیکن تمہارے ساتھ ایک کیتا بھی آگئی ہے۔ میں سانس روک کر تمہارے پاس آرہی ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دونوں اس کے اندر سے نکل گئے۔ پھر وہ مین کلر کے دماغ میں آئی تو نتاشا اسے گالیاں دے رہی تھی۔

شی تارا نے کہا "کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ تم مملکتِ اسرائیل میں سیاہ و سفید کی مالکہ تھیں۔ پارس نے چشم زدن میں تمہارا تخت سے تختہ کردیا۔ تمہیں اقتدار سے ہٹا کر راستے کی دھول بنادیا۔ پہلے اپنی اوقات دیکھو پھر مجھ پر تنقید کرو۔"

مین کلر نے کہا "تم دونوں یوں لڑوگی تو ہم اہم مسئلے پر گفتگو نہیں کرسکیں گے۔ وہ ہماری ٹیلی پیتھی کا دشمن ہاتھ آتے آتے نکل رہا ہے۔"

نتاشا نے کہا "وہ کبھی ہاتھ سے نہ نکلتا لیکن یہ اس کی داشتہ رہ چکی ہے۔ اسی نے اپنے یار کو بھگایا ہے۔"

شی تارا غصے سے بھڑک کر بولی "اس سؤر کی بچی کو اپنے دماغ سے نکالو ورنہ میں جارہی ہوں۔"

وہ بولا "فار گاڈ سیک۔ تم دونوں اپنا دماغ ٹھنڈا رکھو۔ میری بات سنو اور سمجھو۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر برا وقت آیا ہے۔ اگر ہم نے ایک دوسرے کے تعاون سے پورس کو ختم نہ کیا تو وہ ہم سب کی ٹیلی پیتھی کو خاک میں ملادے گا۔"

شی تارا نے کہا "پورس کو ختم کرنے کے لئے' میں اس ذلیل عورت کے تعاون کی محتاج نہیں ہوں۔ آخری بار کہہ رہی ہوں۔ اسے نکالو ورنہ میں جارہی ہوں۔"

مین کلر نے کہا "نتاشا! تم میری اچھی دوست ہو۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں' ابھی چلی جاؤ۔ میں پھر تمہیں بلاؤں گا۔"

"مسٹر کلر! تم میری انسلٹ کررہے ہو۔ یہ دیوی کہلانے والی کبھی کسی کی بن کر نہیں رہی۔ میں ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گی۔ تم اس کتیا کو اپنے دماغ سے نکال دو۔"

وہ بیزار ہو کر بولا "تم دونوں غصے میں ہو۔ ایسے میں کام کی باتیں نہیں ہو سکیں گی۔ بہتر ہے' ہم یہ میٹنگ ابھی ملتوی کردیں۔ میں بعد میں تم دونوں سے باری باری رابطہ کروں گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ دونوں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔ نتاشا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وہ اپنی کار میں تھی۔ مین کلر کے ذریعے اسے معلوم ہوا تھا کہ پورس ایک پارک میں چھپ گیا ہے۔ نتاشا اس کی تلاش میں وہاں تک آئی تھی اور مایوس ہو رہی تھی کیونکہ تمام فوجی اسے ڈھونڈ نکالنے میں ناکام ہو رہے تھے۔

دوسری طرف شی تارا بھی اسی کار میں تھی' جس میں پورس اسے چھوڑ گیا تھا۔ وہ بڑی دیر سے انتظار کررہی تھی کہ پورس کے گرفتار ہونے یا ہلاک کئے جانے کی خبر ملے گی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کتنے ہی افسروں کے دماغوں میں پہنچ رہی تھی اور دیکھ رہی تھی..... کہ وہ سب بڑی تندہی سے اسے تلاش کررہے ہیں۔

وہ اب نظر نہیں آسکتا تھا۔ بڑی خاموشی سے شی تارا کے پاس آکر کار میں بیٹھ گیا تھا۔ پہلے وہ نادیدہ تھی اور یہ نمودار تھا۔ اب وہ نمودار ہوگئی تھی اور یہ نادیدہ رہ کر اس کا پتا ٹھکانا معلوم کرنے والا تھا۔

وہ اس دوران میں خیال خوانی کے ذریعے مین کلر کے اندر تھی۔ پورس سمجھ رہا تھا کہ تمام مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے مین کلر کے پاس جارہے ہیں اور اس کے ذریعے اسے گھیرنا چاہتے ہیں۔ پورس نے بھی اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ شی تارا اور نتاشا ایک دوسرے سے جھگڑا کررہی تھیں اور مین کلر دو پاٹوں کے بیچ پس رہا تھا۔ آخر اس نے سانس روک کر دونوں کو اپنے دماغ سے بھگا دیا تھا۔

شی تارا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ایک فوجی افسر سے پوچھا۔ "کیا اس کی گرفتاری کی امید ہے؟"

"میڈم! مشکل ہے۔ پارک بہت وسیع و عریض ہے۔ چھپنے اور فرار ہونے کے کئی راستے ہیں۔ شاید وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو چکا ہے۔"

اس نے مایوس ہو کر کار اسٹارٹ کی۔ پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے میجر ٹی ہنٹر اور گورا نوجوز کو مخاطب کر کے بولی "نیویارک واپس جاؤ۔ وہ کم بخت کہیں روپوش ہو گیا ہے۔"

ٹی ہنٹر نے پوچھا "کیا ہم اسے نیویارک میں تلاش کریں؟"

"ہاں۔ جس پر بھی پارس ہونے کا شبہ ہو تو سمجھ لینا کہ وہ پورس بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے وقت مجھے اطلاع دینا۔ میں اس کی اصلیت کو سمجھ سکوں گی۔"

وہ انہیں ہدایات دینے کے بعد ڈرائیو کرتے ہوئے سوچنے لگی۔ پھر اس نے پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "کیا پریشانی ہے؟ کیوں آئی ہو؟"

"تم دوغلے ہو۔ تم نے پورس سے یہ سودا کیا ہے کہ وہ تمہاری ٹیلی پیتھی کو نہیں مٹائے گا۔ اسی لئے تم نے اس کی جان بچائی تھی۔"

"میں نے برے وقتوں میں کئی بار تمہاری بھی جان بچائی ہے اور جان بچانے کا سودا کبھی نہیں کیا۔ اسی طرح پورس سے بھی کوئی سودے بازی نہیں ہوئی ہے لیکن تم یقین نہیں کرو گی۔"

"جب وہ دوا تیار ہو گی تو کیا وہ تمہاری ٹیلی پیتھی کے علم کو نہیں مٹائے گا؟"

"ضرور مٹائے گا۔ جو سلوک دوسروں سے کرے گا، وہ مجھ سے بھی کرے گا۔"

"کیا تم چاہتے ہو کہ وہ ایسا کرے؟ تم میرے دماغ میں آؤ۔"

"میں نہیں چاہوں گا، تب بھی وہ اپنے منصوبے پر عمل کرے گا۔"

پارس اس کے دماغ میں آگیا۔ وہ بولی۔ "ہم سب اس کے ارادوں سے اسے باز رکھنے کی کوششیں کررہے ہیں۔ ایسی کوششیں تم کیوں نہیں کررہے ہو؟"

"تم سب اسے باز رکھنے کی نہیں، مار ڈالنے کی کوششوں میں مصروف ہو میں اس کا جانی دشمن نہیں ہوں۔"

"تم نہ سمجھ میں آنے والے مکار ہو۔ اپنی ٹیلی پیتھی کے تحفظ کے لیے ضرور کچھ کررہے ہو۔"

"کیوں میرے پیچھے پڑ رہی ہو؟ تمہیں پورس کے پیچھے پڑنا چاہیے۔"

"میں اسی کے پیچھے تھی۔"

"پھر وہ تمہارے آگے ہو گیا۔"

"ہاں وہ پھر میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔"

"کیا اس بار بھی مجھے الزام دو گی کہ میں نے اسے بچایا ہے؟"

"نہیں مگر....."

"مگر کیا؟ کچھ کہتے سے جھجک رہی ہو؟"

"ہاں۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔"

"کہاں سے بے شرمی کر کے آرہی ہو؟"

"مذاق نہ کرو۔ میں تم سے شرمندہ ہوں۔ میں نے تمہیں برا بھلا کہا تھا لیکن میرے دل میں جھانک کر دیکھو گے تو معلوم ہو گا کہ میں نے محبت سے ایسا کہا تھا۔"

"خدا دشمن کی دشمنی سے بچائے نہ بچائے مگر تمہاری محبت سے ضرور بچائے۔ تم پھر میٹھی چھری بن رہی ہو۔ کیا میں جلا جاؤں؟"

"پلیز! ایسا نہ کرنا میں بہت پریشان ہوں۔ پورس کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ اب وہ ضرور میری تاک میں ہو گا۔"

"یہ تو ہونا ہے۔ کبھی تم اس کے پیچھے بھاگتی ہو۔ کبھی وہ تمہارے پیچھے ہوتا ہے۔ تم مجھ سے کیا توقع کررہی ہو؟"

"پورس تمہاری طرح غضب کا مکار ہے۔"

"کیا یہ میری تعریف کررہی ہو؟"

"تمہاری دنیا میں مکاری بہت بڑی خوبی بن گئی ہے۔ پورس کی مکاریوں کا توڑ تم ہی کرسکتے ہو۔"

"اچھا تو تم مجھے توڑ جوڑ کے لئے استعمال کرنا چاہتی ہو؟"

"میں پچھلی تمام نفرتیں اور عداوتیں بھول کر تمہارے استعمال میں رہنا چاہتی ہوں اور تم میرے استعمال میں رہو۔"

"بات تو وہی ہوئی کہ مجھے پورس کے خلاف استعمال کرنا چاہتی ہو لیکن یہ جو اپنی رشوت پیش کررہی ہو یہ باسی ہو گئی ہے۔"

"دیکھو میری انسلٹ نہ کرو۔ صرف ایک بار مجھ پر بھروسہ کر کے دوستی کرو۔ تم مان لو گے کہ میں سدا بہار ہوں۔ کبھی باسی نہیں ہو سکتی۔"

"کوئی دوسری بات کرو۔"

"میرے پاس ایک زبردست آئیڈیا ہے۔ سنو گے تو خوش ہو جاؤ گے۔"

"پتا نہیں تم کیسے کیسے انداز میں خوش کرنا چاہتی ہو؟ آئیڈیا ہے؟"

"آج سب ہی دیکھ رہے ہیں کہ پورس کے نام سے ایک پارس پیدا ہو گیا ہے۔ تم میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ طرح میں تمہارے لئے ایک نئی نویلی اٹھارہ برس کی دیوی شی تارا پیدا کردوں گی۔"

"کتنے مہینے باقی ہیں۔۔؟ پیدا کرو گی تو وہ اٹھارہ برس کی نہیں، بالشت بھر کی ہو گی۔"

"پلیز سمجھا کرو۔ میں ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے ذریعے اٹھارہ برس کی نہایت حسین ترین دوشیزہ کو دیوی شی تارا بنا دوں گی۔ وہ ہمیشہ تمہاری وفادار بن کر رہے گی۔"

"وہ نئی شی تارا میرے پاس آئے گی تو تمہیں کیا حاصل ہو گا۔"

"تم میرے دوست بن کر رہو گے اور میری حمایت میں پورس کو منہ توڑ جواب دیتے رہو گے۔"

"ہو سکتا ہے، جو نئی شی تارا تم پیدا کرو، وہ مجھے پسند نہ آئے۔"

"میں دوسرے دن دوسری اس سے بھی اچھی شی تارا پیدا کردوں گی۔"

"تم ایسا کرو کہ پہلے دو چار شی تارا پیدا کرلو۔ ان میں سے میں کسی کا انتخاب کرلوں گا۔"

"دو چار پیدا کرنے میں کئی دن لگ جائیں گے۔ اس وقت تک پورس اپنی ٹیلی پیتھی دوا تیار کرلے گا۔ ہم سب کی ٹیلی پیتھی ختم کردے گا۔"

"جب تم میرے لئے اتنے پاپڑ بیل رہی ہو تو میں تمہیں ایک تدبیر بتاتا ہوں۔ اس پر عمل کرو گی تو وہ اپنی ٹیلی پیتھی دوا جلدی تیار نہیں کرسکے گا۔"

"وہ تدبیر کیا ہے؟"

"پورس کو بھی اٹھارہ برس کی شی تارا پیش کرو۔ ایک نہیں دو چار پیش کرو۔ تمہاری پیدا کی ہوئی کوئی نہ کوئی شی تارا اسے الجھائے رکھے گی۔"

وہ قائل ہو کر بولی "تدبیر اچھی ہے اگر پورس قائل ہو جائے تو۔"

"تم کسی کو قائل کرنے اور اپنی طرف مائل کرنے میں ماہر ہو۔ اگر وہ تمہارے دام میں آجائے تو پھر تمہیں میری ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"میں ابھی اسے پھانسنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"جاؤ۔ خدا کا شکر ہے۔ مجھے پھانسنے سے باز آرہی ہو۔"

پارس اس کے دماغ سے چلا گیا۔ وہ کار ڈرائیو کررہی تھی اس لئے خیال خوانی نہیں کررہی تھی۔ پارس اس کے اندر تھا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے سوچا "میں اپنے بنگلے میں پہنچ کر پورس سے رابطہ کروں گی۔ مین کلر کی پوری فورس اسے قابو میں نہیں کرسکے گی۔ میں بھی اسے دشمنی سے نہیں، دوستی سے اپنے قابو میں رکھ سکتی ہوں۔"

وہ اپنے قریب پورس کی موجودگی سے بے خبر تھی۔ اس نے ایک بنگلے کے سامنے گاڑی روکی۔ کار سے نکل کر دور تک نظریں دوڑائیں۔ اسے یہ خوف تھا کہ وہ چھپنے والا اس کا تعاقب کرتا ہوا اس کی رہائش گاہ تک پہنچ سکتا ہے۔

اسے وہ دشمن نہیں نظر آیا جسے پھر دوست بنانا چاہتی تھی۔ وہ بنگلے کے اندر آئی۔ تھکی ہوئی تھی، پہلے غسل کرنا چاہتی تھی۔ اس نے الماری سے اپنا لباس نکالا۔ اس کے ساتھ چند نادیدہ بنانے والی گولیاں بھی نکالیں۔ پورس اس سے دور تھا۔ ان گولیوں کو نہ دیکھ سکا۔ وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ پورس اس کا انتظار کرنے لگا۔

پھر اس نے سوچا۔ اسے غسل کرنے اور لباس پہننے میں کچھ وقت لگے گا۔ یہاں سامان کی تلاشی لینا چاہیے۔ اس نے نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول چھپا کر رکھے ہوں گے۔

اسے تلاشی لینے کے لئے نمودار ہونا پڑا۔ اس نے الماری کے پاس آکر اسے کھولا۔ شی تارا نے باتھ روم کے اندر دیکھا، صابن نہیں تھا۔ دوسرا صابن کمرے سے لانا تھا۔ اس نے کمرے میں جانے کے لئے باتھ روم کا دروازہ کھولا تو الماری کے پاس پورس کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ فوراً ہی واپس اس لباس کے پاس آئی جسے الماری سے نکالا تھا۔ وہاں گولیوں اور کیپسولوں کی ڈبیا رکھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک گولی نکال کر حلق سے نیچے اتار لی۔ نادیدہ بن گئی۔

یہ تو اسے معلوم ہو چکا تھا کہ پورس کے پاس گولیوں کو ناکارہ بنانے والی دوا ہے۔ وہ اس دوا کو بنگلے کے اندر اسپرے کرے گا تو وہ پھر نمودار ہو جائے گی۔ ڈبیا میں جتنی گولیاں اور کیپسول ہیں وہ بھی کام کے نہیں رہیں گے۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی بنگلے کے باہر آئی۔ اپنی کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرتی تو پورس دوڑا چلا آتا۔ اس نے اپنی کار وہیں چھوڑ دی۔ بنگلے کے احاطے سے نکل کر سڑک پر آئی۔ کسی کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ کار والا اسے اسٹارٹ کررہا تھا۔ وہ اس کے اندر آکر بیٹھ گئی۔ پتا نہیں وہ کار کہاں جانے والی تھی۔ شی تارا مطمئن تھی کہ وہ ناکارہ بنانے والی دوا سے دور ہوتی جارہی تھی۔

پورس نے اس الماری کی اچھی طرح تلاشی لی۔ اسے مطلوبہ گولیاں اور کیپسول نہیں ملے۔ وہ وہاں سے پلٹ کر دوسرے سامان میں انہیں تلاش کرنا چاہتا تھا۔ تب اس کی نظر باتھ روم کی طرف گئی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جب کہ تھوڑی دیر پہلے وہ بند تھا۔

اس کے دماغ میں سوال ابھرا "کیا اس نے دروازہ کھول کر اسے دیکھا ہے اور اب باتھ روم میں چھپی ہوئی ہے؟ نہیں۔ اگر چھپی ہوتی تو دروازہ بند ہوتا۔"

اس نے لباس کے اندر سے ٹی ٹی نکالی۔ یہ فیصلہ کیا کہ وہ جیسے ہی نظر آئے گی، اسے زخمی کرے گا۔ پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمالے گا۔

اس نے باتھ روم کے پاس آکر ادھ کھلے دروازے کو لات ماری۔ وہ پوری طرح کھل گیا۔ اس نے اندر آکر دیکھا۔ مایوسی

ہوئی' وہ نہیں تھی۔ اس نے بنگلے کے دوسرے حصوں میں جاکر دیکھا۔ پھر سمجھ گیا کہ شی تارا کی دوسری تمام گولیاں حاصل کرنے کے لئے اس نے نمودار ہوکر غلطی کی تھی۔ وہ فرار ہوگئی ہے۔ اب ہاتھ نہیں آئے گی۔

ایسے ہی وقت شی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو پورس! ابھی تک میرے بنگلے میں ہو؟"

"ہاں۔ میری ایک غلطی سے تم بچ نکلی ہو۔ بڑی قسمت والی ہو۔ میں تمہیں پیروں کی جوتی بنا کر پہننے والا تھا۔ کوئی بات نہیں' پھر سہی۔"

"میں تمہیں ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ کامیاب نہ ہوسکی۔ تم ابھی مجھ سے بری طرح انتقام لینا چاہتے تھے۔ تم بھی ناکام رہے۔ حساب برابر ہوگیا۔ تمہارے دل میں میرے لئے جو نفرت ہے' اسے ختم نہیں کرسکتے؟"

"نفرت ختم کرنے کا... مطلب ہے پھر سے دوستی کرنے کی حماقت کی جائے۔"

"اگر محتاط انداز میں دوستی کی جائے تو وہ حماقت نہیں ہوگی۔"

"محتاط انداز میں کس طرح دوستی ہوسکتی ہے؟"

"یعنی ہم ایک دوسرے سے دور رہیں مگر ایک دوسرے کے کام آتے رہیں۔ ایک دوسرے پر بھروسا نہ کریں لیکن ایک دوسرے کو فائدہ پہنچاتے رہیں۔"

"ایسی دوستی کرنے کے لئے میرے پیٹ میں درد نہیں ہو رہا ہے۔"

"ہاں۔ جس طرح تم پارس کے ہم شکل ہو اور بالکل اس کی طرح غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو' اسی طرح میری ایک ہم شکل شی تارا پیدا ہوگئی ہے۔ وہ بالکل میری طرح غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہے۔"

"ہمارے تمہارے جیسے ہم شکل پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔ سب سے زیادہ حیران کرنے والی خبر تو میرے پاس ہے۔ سنو گی تو یقین نہیں کروگی۔"

"ایسی کیا بات ہے کہ میں یقین نہیں کروں گی؟"

"تو پھر سنو۔ ایک نیا فرہاد علی تیمور پیدا ہوگیا ہے۔ وہ بالکل فرہاد صاحب کی طرح غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔"

"مذاق نہ کرو۔ کوئی دوسرا فرہاد پیدا نہیں ہوسکتا۔"

"کیوں نہیں ہوسکتا؟ دوسرا پارس آگیا۔ دوسری شی تارا بھی پیدا ہوگئی تو دوسرا فرہاد علی تیمور کیوں نہیں پیدا ہوسکتا؟ کیا تم نہیں چاہتیں کہ دوسری شی تارا کے وجود پر یقین کروں؟"

"میں چاہتی ہوں۔ یہ سچ ہے۔"

"تو پھر میرے سچ پر بھی یقین کرو۔ اس سچ کے بعد دوسرا سچ یہ ہے کہ فرہاد کے ساتھ دوسری سونیا بھی پیدا ہوگئی ہے۔"

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"تم خود اپنا مذاق بنا رہی ہو۔ مجھے نئے سرے سے پہچاننا چاہتی ہو' تو کوئی اچھی سی تدبیر سوچو مگر ذرا جلدی سوچو۔ میرے ڈاکٹروں نے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ اگلے ہفتے تک اینٹی ٹیلی پیتھی دوا تیار ہوجائے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اس کار میں حاضر ہوگئی' جس میں ناوید بن کر سفر کر رہی تھی۔ پورس کی یہ بات دھماکے سے کم نہیں تھی کہ ٹیلی پیتھی کے علم کو نابود کردینے والی دوا اگلے ہفتے تک تیار ہوجائے گی۔

○☆○

نتاشا' مین کلر کے دماغ سے نکلنے کے بعد شی تارا پر جھنجلاتی رہی۔ اس کا خیال تھا کہ شی تارا اس سے جھگڑا نہ کرتی تو وہ مین کلر کے دماغ میں رہ کر ضرور پورس کو کسی طرح ٹریپ کرلیتی۔

پھر وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ پراسرار شخص کون ہوسکتا ہے' جس نے شی تارا کے حملے کو ناکام بنا کر پورس کی جان بچائی تھی؟

اس نے تھوڑی دیر بعد مین کلر سے رابطہ کیا۔ پھر شکایت کی۔ "میں تمہاری بہترین دوست ثابت ہوسکتی ہوں لیکن تم نے شی تارا کی موجودگی میں مجھے اپنے دماغ سے نکال کر بڑی انسلٹ کی ہے۔"

"تمہاری شکایت درست نہیں ہے۔ میں نے تم دونوں کو بیک وقت دماغ سے نکالا تھا۔"

"چلو اچھا ہے' وہ چلی گئی۔ ہم کام کی باتیں کریں گے۔"

"تم دونوں کے جھگڑے کے باعث میں کام کی باتیں سوچنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ میں سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ پورس کو بچانے والا وہ پراسرار شخص کون ہوسکتا ہے؟"

"میں تم سے یہی بات کرنے آئی ہوں۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ پورس نے بھی اپنی ایک مضبوط ٹیم بنائی ہے۔ اس ٹیم کے کسی اہم ماخت نے اس کی جان بچائی ہے اور وہ ٹیم اتنی مستعد اور فعال ہے کہ ہمہ وقت پورس کے اطراف حفاظتی حصار بنائے رکھتی ہے۔"

"تمہاری یہ بات قابل غور ہے۔ اچانک کسی نے پورس کی جان نہیں بچائی ہے بلکہ پورس پہلے سے حفاظتی انتظامات رکھتا ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ایک پراسرار اور خطرناک تنظیم کا سربراہ ہے۔"

"میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"کیا اسی سلسلے میں؟"

"ہاں۔ میرے دماغ میں یہ بات آرہی ہے کہ فرہاد کے فیملی ممبرز میں سے کسی نے پورس کو بچایا ہے۔ سوچنے کی بات ہے' دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پورس کے جانی دشمن بنے ہوئے ہیں لیکن فرہاد کی فیملی اور بابا صاحب کے ادارے سے پورس کے خلاف اقدامات نہیں کئے جارہے ہیں۔"

نتاشا نے کہا "یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے خلاف بابا صاحب کے ادارے سے کوئی مہم نہیں چل رہی ہے۔ فرہاد' سونیا' پارس اور علی تیمور اس معاملے میں ایسے خاموش ہیں جیسے ان کی ٹیلی پیتھی کا علم باقی رہے گا اور باقی ہم سب تباہ ہوجائیں گے۔"

"ہوسکتا ہے کہ اس سلسلے میں بابا صاحب کے ادارے اور پورس کے درمیان کوئی خفیہ معاہدہ ہوا ہو۔ اور وہ معاہدہ یہ ہو کہ پورس بابا صاحب کے ادارے کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر وہ دوا اسپرے نہیں کرے گا۔"

"پھر تو بابا صاحب کے ادارے اور پورس کی متحدہ قوتوں کے سامنے بڑے بڑے ممالک گھٹنے ٹیک دیں گے کیونکہ اس متحدہ قوت کے پاس ٹیلی پیتھی کا علم ہوگا اور ہم اس علم کے بغیر ان کے سامنے بے دست و پا رہیں گے۔"

"یہ بات بہت ہی تشویش ناک ہے۔ پورس بڑے ممالک کے لئے بھی عذاب بن گیا ہے۔"

مین کلر نے اس سلسلے میں اپنے ملک کے تمام اکابرین سے رجوع کیا۔ ایک ہنگامی اجلاس میں یہ تشویش ظاہر کی کہ ایک اندازے کے مطابق اگر بابا صاحب کے ادارے اور پورس کے درمیان معاہدہ ہوگا اور اس ادارے والوں کی ٹیلی پیتھی کا علم محفوظ رہے گا تو ہماری دنیا میں طاقت کا توازن بگڑ جائے گا۔ وہ خطرناک ترین ہتھیار سے لیس رہیں گے اور ہم ہمیشہ ان کے زیر اثر رہا کریں گے۔

یہ واقعی ایسی بات تھی کہ بڑے ممالک کے اکابرین کی نیند اڑنے والی تھی۔ امریکا کے اعلیٰ حاکم نے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ قائم کیا۔ ادارے کے انچارج نے کہا "جناب تمیزی عبادت میں مصروف ہیں۔ کسی بھی اہم معاملے میں ہم سے گفتگو کی جاسکتی ہے۔"

"ہم پورس کی اس متوقع دوا کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں' جس کے اثر سے ٹیلی پیتھی کا علم ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے گا۔"

"ہم نے اس دوا کے متعلق سنا ہے۔ ابھی وہ تیار ہو رہی ہے۔ تیاری کے بعد وہ دوا کیا گل کھلائے گی' یہ تو بعد میں معلوم ہوگا۔"

"لیکن آپ لوگوں نے کچھ تو حفاظتی انتظامات کئے ہوں گے۔"

"اس دوا سے خود کو محفوظ رکھنے کا ایک ہی آسان طریقہ ہے کہ پورس سے کئی کلومیٹر دور رہا جائے۔ وہ اسی پر دوا اسپرے کرکے اس کے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا سکتا ہے' جو اس کے قریب جائے گا۔"

"لیکن ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ اس نے کن مقامات پر وہ دوا اسپرے کی ہے اور ہمیں ان مقامات سے نہیں گزرنا چاہیے؟"

"دوا جہاں بھی اسپرے کی جائے گی' وہ ہوا میں تحلیل ہوگی اور وہاں کے ماحول پر گھنٹے آدھے گھنٹے تک اثر انداز ہوتی رہے گی۔"

"پورس بابا صاحب کے ادارے کے اطراف وہ دوا اسپرے کرے گا تو کیا ادارے کے اندر وہ دوا نہیں پہنچے گی؟"

"کوئی دشمنی کے ارادے سے ہمارے ادارے کے اطراف کئی کلومیٹر تک نہیں آسکتا۔ اس سے پہلے بھی ناوید کو گولیاں ضائع کرنے کے لئے پورس آیا تھا اور ناکام ہوکر گیا تھا۔"

"فرہاد علی تیمور اور دوسرے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اکثر ادارے سے باہر رہتے ہیں۔ کیا انہیں اس دوا سے نقصان نہیں پہنچے گا؟"

"نقصان پہنچ سکتا ہے لیکن ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہی ایک راستہ اختیار کریں گے یعنی پورس سے بہت دور رہا کریں گے۔"

"آپ کا ادارہ اور فرہاد صاحب کی فیملی بہت مطمئن ہے۔ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ کے ادارے اور پورس کے درمیان کوئی خفیہ معاہدہ ہوچکا ہے۔"

"ہم بھی ایسا سوچ سکتے ہیں۔ جب آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پورس سے دور رہ کر اپنے علم کو محفوظ رکھیں گے تو یہی تاثر ملے گا کہ آپ کے اور پورس کے درمیان کوئی خفیہ معاہدہ ہوچکا ہے۔"

"آئندہ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پورس سے دور رہا کریں گے۔"

"یہ سوچنا بہت بڑی حماقت ہے کہ بابا صاحب جیسا ادارہ پورس سے کوئی معاہدہ کرے گا۔ وہ آپ کے لئے ایک بلا' ایک عذاب بن سکتا ہے' ہمارے لئے نہیں بن سکتا۔ اس نے اب تک ہمارے لئے کسی طرح کا چیلنج بننے کی حماقت نہیں کی ہے۔ جب اس سے کوئی حماقت ہوگی تو ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ ختم ہوگیا۔ جتنے امریکی اکابرین اجلاس میں موجود تھے' وہ ان جوابات پر غور کرنے لگے' جو ادارے کے انچارج نے دیئے تھے۔ اس بات سے سب متفق ہوئے کہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جسمانی طور پر پورس سے بہت دور رہنا چاہیے۔ آئندہ اسے گرفتار کرنے یا اسے ہلاک کرنے کے لئے وہی لوگ جاسکیں گے' جو ٹیلی پیتھی نہ جانتے ہوں۔

یہ ایک سیدھی سی بات تھی' جو سب کی سمجھ میں آگئی اور سب نے اتفاق رائے سے مین کلر کو حکم دیا کہ وہ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آئندہ پورس سے دور رکھنے کے انتظامات کرے۔

مین کلر نے کہا "ہم اس سے دور رہنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے لیکن یہ کیسے معلوم ہوگا کہ وہ کس وقت کس ملک اور کس شہر میں ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ تو آنکھ مچولی کا کھیل ہوگا۔ اسے ڈھونڈتے رہنا ہوگا۔ ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنی ہوگی کہ وہ جہاں بھی جائے' اس کا سراغ ملتا رہے۔"

"پورس جیسا مکار روپوش ہوگا تو اسے ڈھونڈ نکالنا مشکل ہوگا۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر کلر! ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہر کام کو مشکل سمجھنے لگے ہو۔ پہلے تم نے پورس کو گرفتار کرلیا لیکن اسے قیدی بنا کر نہ رکھ سکے۔ وہ فرار ہوگیا۔ تم نے ضرغام کو سونیا کے مقابلے میں ایران بھیجا' وہ کتے کی موت مارا گیا۔ اب اپنے ملک میں' اپنے شہر نیویارک میں پورس کو تم ہلاک کرنے کے لئے گھیر رہے تھے۔ اس میں بھی تمہیں ناکامی ہوئی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "تم اپنی ناکامیوں کے سلسلے میں لمبی چوڑی صفائی پیش کرسکتے ہو لیکن صفائی سننے کے لئے تمہیں ٹیلی پیتھی کے شعبے کا انچارج نہیں بنایا گیا ہے۔ تمہارے ریکارڈ میں سرخ روشنائی سے صرف ناکامیاں ہی ناکامیاں لکھی گئی ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تمہیں تین ماہ کے لئے ٹیلی پیتھی کے شعبے کا ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ بنایا گیا تھا۔ دو ماہ گزر چکے ہیں۔ باقی ایک ماہ میں زیادہ سے زیادہ کارنامے انجام دو تاکہ تمہارا موجودہ عہدہ مستقل رہے۔ اب تم جاسکتے ہو۔"

مین کلر دماغی طور پر حاضر ہو کر جھنجلانے لگا۔ اسے اکابرین پر غصے آرہا تھا اور تسلیم بھی کررہا تھا کہ وہ اب تک سونیا' پارس اور پورس کے مقابلے میں ناکام ہوتا آرہا ہے۔ لہٰذا اب یہ عہد کررہا تھا کہ اپنے موجودہ عہدے کو برقرار رکھنے کے لئے اسے کسی نئے اور ٹھوس منصوبے پر عمل کرنا ہوگا۔

○☆○

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں نتاشا خود کو کمزور سمجھ رہی تھی۔ پہلے اس کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والی بہن نتالیہ تھی' جو اَب ماں بننے والی تھی اور اس کے کسی کام نہیں آسکتی تھی۔ ویسے بھی وہ زیادہ ذہین اور چالاک نہیں تھی۔ نتاشا نے کرسٹو سکی کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا تھا۔ اسے حکم دے چکی تھی کہ وہ پورس کا سراغ لگاتا رہے اور کسی طرح اس کا صحیح پتا ٹھکانا معلوم کرے۔

کرسٹو سکی ذہین تھا لیکن پورس کے مقابلے میں مکّار نہیں تھا۔ وہ کسی موقع پر بھی پورس کی مکّاری سے مات کھا جاتا۔ اب نتاشا کو افسوس ہورہا تھا کہ اس نے پارس کو اپنا دشمن کیوں بنالیا؟ اسے دشمن بنا کر پہلا نقصان تو یہ ہوا کہ وہ اسرائیل میں اقتدار سے ہٹ گئی۔ وہاں الپا اس کی جانی دشمن بن گئی۔ اب یہ تشویش تھی کہ ٹیلی پیتھی کا علم ذہن سے مٹ جائے گا تو وہ ایک معمولی عورت کی طرح زندگی گزارے گی۔ اب تک جتنے دشمن بن چکے ہیں' ان میں سے کوئی بھی اسے ایک چٹکی میں مسل ڈالے گا۔

دو ملکوں اور سیاستدانوں کے درمیان کبھی دشمنی ہوتی ہے اور کبھی دوستی۔ وہ پورس کو پھر دوست بنانے کی کوشش کرسکتی تھی لیکن یہ جانتی تھی کہ پورس دوست بن کر بھی اس کے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دے گا۔ لہٰذا اس سے دوستی کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوتا۔

ایک پارس ہی رہ گیا تھا جس سے بہت سی توقعات وابستہ کی جاسکتی تھیں۔ خاص طور پر یہ کہ جب وہ اپنی ٹیلی پیتھی کے علم کو اس دوا کے اثر سے کسی طرح بچاتا تو نتاشا کی ٹیلی پیتھی کی حفاظت بھی کرتا۔

نتاشا یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ دوستی نہیں کرے گا۔ اسے دوستی کرنے پر مجبور کرنا ہوگا۔ اس کی کسی کمزوری کو ہاتھ میں لے کر اس سے کھیلنا ہوگا۔ وہ اس طرح بھی دوست بن سکتی تھی کہ پارس کی نظروں میں نہ آتی۔ خود پیچھے رہتی اور آگے کسی اور کو لاکر اسے پارس کا دوست بنا کر اس کے ذریعے اپنے مقاصد پورے کرتی۔

وہ ایسا کرسکتی تھی لیکن ایسا کرنے کی کوئی اچھی سی تدبیر ذہن میں نہیں آرہی تھی۔

سوچتے رہنے سے' تدبیر کرتے رہنے سے اور جستجو جاری رکھنے سے کبھی نہ کبھی منزل مل جاتی ہے۔ نتاشا ایک بہت بڑی جیولری کی دکان میں زیورات پسند کررہی تھی۔ زیورات عورت کی کمزوری ہوتے ہیں۔ یہ نتاشا کی بھی کمزوری تھے۔ ٹیلی پیتھی کے طفیل اس کے پاس دولت کی کمی نہیں تھی۔ وہ مہنگے سے مہنگے ہیرے جواہرات جڑے ہوئے زیورات خریدا کرتی تھی۔

اس نے ہیرے کا ایک سیٹ نکال کر آئینے میں دیکھتے ہوئے پہنا۔ اس دکان میں چاروں طرف اوپر سے نیچے تک آئینے لگے ہوئے تھے۔ زیورات پہننے والیاں خود کو ہر زاویے سے آئینے میں دیکھ کر خوش ہوتی تھیں۔ نتاشا بھی جگمگاتے ہوئے ہیروں کا نیکلس پہن کر خوش ہورہی تھی۔ ایسے وقت آئینے میں ایک حسین عورت نظر آئی۔ اس نے خوبصورت نیکلس پہنا تھا۔ ایک بے انتہا قیمتی اور نایاب ہیرا اس نیکلس کے لاکٹ کی جگہ جگمگا رہا تھا۔

نتاشا نے زندگی میں پہلی بار اتنا خوبصورت ہیرا دیکھا تھا۔ اس نے دکاندار سے پوچھا "کیا اس نے یہ ہیرا آپ کی دکان سے خریدا ہے؟"

دکاندار نے دور سے اس ہیرے کو دیکھا پھر کہا "میں نے آج سے پہلے اتنا خوبصورت ہیرا نہیں دیکھا۔ واقعی بے مثال ہے۔"

وہ بولی "جو زیور بے مثال ہوتا ہے' اسے میں اپنے بدن پر سجاتی ہوں۔"

"اگر آپ حکم دیں تو میں بالکل ایسا ہی ہیرا آپ کے لئے تیار کرسکتا ہوں۔ تیاری میں دس بارہ دن لگ جائیں گے۔"

وہ دل ہی دل میں بولی "میں اور دس بارہ دن انتظار کروں؟ انتظار وہ کرتے ہیں' جو مجبور ہوتے ہیں۔ میں تو اس کے دماغ پر قبضہ جما کر چند منٹوں میں یہ نایاب ہیرا حاصل کرلوں گی۔"

وہ بلی ڈونا کو چہرے سے نہیں پہچانتی تھی۔ دکاندار نے پوچھا۔ "پھر کیا سوچا آپ نے؟"

وہ بولی "میں اصل پہنتی ہوں۔ کسی کی نقل نہیں پہنتی۔ یہ ہیرے کا سیٹ پیک کردو اور بل بنادو۔"

دوسرے کاؤنٹر پر بلی ڈونا اپنی پسند کے زیورات پیک کرا رہی تھی۔ پھر وہ بل ادا کرکے لیڈیز واش روم کی طرف جانے لگی۔ نتاشا نے اس کے قریب آکر کہا "ہائے!"

بلی ڈونا نے کہا "ہائے!"

"تم نے بہت خوبصورت لباس پہنا ہے۔ پھر اس پر یہ ہیرا غضب ڈھا رہا ہے۔ یہ کہاں سے خریدا ہے؟"

وہ بڑے فخر سے بولی "اس کا نام چندر مکھی ہے۔ یہ دنیا کے کسی بازار میں نہیں ملتا۔ یہ وہ ہیرا ہے' جو کسی ارب پتی اور کھرب پتی کی تجوری سے بھی نہیں مل سکتا۔"

"پھر تم نے اسے کہاں سے حاصل کیا ہے؟"

"جنکارتہ کے شاہی محل میں ہزاروں سال پرانا خزانہ ہے۔ میں نے یہ ہیرا اسی خزانے سے حاصل کیا ہے۔ مجھے فخر ہے کہ پوری دنیا میں یہ ہیرا صرف میرے پاس ہے۔"

دنیا کی ہر مالدار عورت یہ فخر چاہتی ہے کہ نایاب ہیرے جواہرات صرف اسی کے پاس ہوں۔ نتاشا نے دل میں کہا "آئندہ مجھے فخر حاصل ہوگا کہ یہ نایاب چندر مکھی ہیرا صرف میرے پاس ہے۔"

اس نے پوچھا "کیا جنکارتہ کے شاہی محل سے تمہارا کوئی تعلق ہے؟"

بلی ڈونا نے کہا "تعلق نہیں ہے۔ اگر تعلق ہوتا تب بھی وہ شاہی محل والے مجھے یہ نایاب ہیرا نہ دیتے۔ ایک نوجوان میرا عاشق ہے۔ وہ میری خاطر جان پر کھیل کر اسے میرے لئے لایا ہے۔"

"پھر تو اس ہیرے کی قیمت اور بڑھ گئی ہے کیونکہ ایک عاشق جان پر کھیل کر اسے لایا ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے واش روم میں آگئیں۔ اس کا اندازہ تھا کہ جان پر کھیلنے والا عاشق کوئی غیر معمولی دلیر جوان ہوگا لیکن اس کی یہ محبوبہ ایک عام سی عورت ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر وہ چندر مکھی آسانی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اس نے دروازے کو بند کرکے بلی ڈونا کو دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے سانس روک لی۔ پھر چونک کر نتاشا کو دیکھا۔ نتاشا کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے۔ تم اچانک پریشان ہوگئی ہو؟"

اس نے نتاشا کو جواب نہیں دیا۔ خیال خوانی کے ذریعے پارس سے پوچھا "کیا ابھی تم آئے تھے؟"

پارس نے کہا "تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہو۔ پھر کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"میں نے سوچا' شاید لہجہ بدل کر آئے تھے۔ پتا نہیں کون آیا تھا؟"

"جو بھی آیا تھا' اسے اب نہ آنے دو۔ کوئی نیا مسئلہ پیدا نہ کرنا۔ میں یہاں بہت مصروف ہوں۔ ابھی مجھ سے دور رہو۔"

بلی ڈونا دماغی طور پر واش روم میں حاضر ہوگئی۔ نتاشا اسے غور سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "کیا جسے میں عام سی عورت سمجھ رہی تھی' یہ کوئی خاص ہے۔ غیر معمولی ہے۔ شاید خیال خوانی کررہی ہے۔"

ادھر بلی ڈونا نے سوچا "یہ جو میرے چندر مکھی ہیرے میں دلچسپی لے رہی ہے' کیا یہی ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتی تھی؟"

بلی ڈونا نے اسے آزمانے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی۔ نتاشا کے اندر پہنچی۔ نتاشا نے سانس روک لی۔ دونوں کو پتا چل گیا کہ دونوں کو ایک دوسرے سے خطرہ ہے۔

نتاشا نے اس چندر مکھی کو دیکھا۔ خطرات سے کھیل کر ہی اسے حاصل کیا جاسکتا تھا۔ اس نے اچانک اس پر حملہ کیا۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ بلی ڈونا امریکی ٹریننگ سینٹر کی تربیت یافتہ ہے۔ ایک بہترین فائٹر ہے۔ اس نے نتاشا کے حملے کے جواب میں ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا تو وہ چکرا کر رہ گئی۔ دوسرا ہاتھ کھا کر وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے دیوار سے جاکر لگ گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے قمقمے جلنے بجھنے لگے۔ سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔

وہ ایک زبردست سے ٹکرا گئی تھی۔ ایک اونٹ کی طرح پہاڑ کے نیچے آگئی تھی۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ وہ بلی ڈونا کے قابو میں آنے والی تھی۔

لیکن تقدیر کبھی الٹے تماشے دکھاتی ہے۔ اچھی خاصی جیت کو ہار میں بدل دیتی ہے۔ بلی ڈونا اس پر فیصلہ کن حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھی تو فرش پر صابن کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا پڑا ہوا تھا۔ اس پر پیر پڑتے ہی وہ... پھسل کر گری۔ خود کو نہ سنبھال سکی۔ پھسلتی ہوئی آکر دیوار کے کنارے سے ٹکرائی۔ پہلے اس کا سر ٹکرایا تھا۔ اس لئے وہ بھی چکرا سی گئی۔ قریب ہی ایک لوہے کا چھوٹا سا ڈسٹ بن رکھا تھا۔ نتاشا نے اسے اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا۔

وہ فرش پر اوندھی ہونے لگی۔ ٹریننگ سینٹر میں مارنے اور مار کھانے کی عادی ہوچکی تھی۔ بڑی جی دار تھی۔ پھر آہستہ آہستہ اٹھنے لگی لیکن ذہن اس حد تک کمزور ہوگیا تھا کہ وہ نتاشا کی سوچ کی لہروں کو نہ روک سکی۔ نتاشا نے صرف اتنا معلوم کیا کہ وہ کون ہے۔ پھر بولی "اچھا تو تم بلی ڈونا ہو' پارس کی محبوبہ۔"

بلی نے سانس روکنے کی کوشش کی۔ نتاشا نے اس کے اندر ایک ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے پیچھے

سے روک دیا۔ زلزلہ پیدا کرنے کی تکنیک ایسی ہوتی ہے کہ دماغ پھوڑے کی طرح دکھنے لگتا ہے۔ تکلیف برداشت نہیں ہوتی۔ بے اختیار چیخیں نکل جاتی ہیں لیکن نتاشا نے اسے چیخنے نہیں دیا۔

وہ تھوڑی دیر تک تکلیف کی شدت سے فرش پر تڑپتی رہی۔ پھر اسے ذرا آرام آنے لگا تو نتاشا نے کہا "اگر تم چاہتی ہو کہ دوسرا زلزلہ پیدا نہ ہو تو میرے احکامات پر فوراً عمل کرو۔ اٹھو اور آئینے کے سامنے اپنا حلیہ درست کرو۔ باہر کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ یہاں کیا ہوتا رہا ہے۔"

وہ اٹھ کر اپنا حلیہ درست کرنے لگی۔ نتاشا اس کے اندر رہی تاکہ وہ وقت ضائع نہ کرے۔ دماغ کو اتنی شدید تکلیف پہنچی تھی کہ وہ عارضی طور پر خیال خوانی کے قابل نہیں رہی تھی۔

یہ اندیشہ تھا کہ پارس اپنی محبوبہ کی خیریت معلوم کرنے آسکتا ہے۔ اگر وہ آجاتا تو نتاشا چمندر کھمی ہیرا لے کر بھاگ جاتی اور نہ آتا تو چمندر کھمی کے ساتھ پارس کی محبوبہ کو اپنے ساتھ لے جاتی۔ مقدر سے اسے ایک کھیل کھیلنے کا موقع ملا تھا اور وہ کھیل جانا چاہتی تھی۔

اس نے چمندر کھمی کے ساتھ وہ نیکلس بلی ڈونا سے لے کر اپنے پرس میں رکھ لیا۔ واش روم کے دروازے کو کھول کر بلی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یوں باہر آئی جیسے وہ دو سہیلیاں بڑی محبت سے ایک دوسرے کے ساتھ لگ کر چل رہی ہوں۔

باہر پارکنگ میں نتاشا کی کار تھی۔ اس نے بلی کو اپنے ساتھ اگلی سیٹ پر بٹھایا۔ پھر اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا "مجھے گائیڈ کرو کہ کہاں رہتی ہو اور کن راستوں پر چلنا ہے۔"

بلی اسے گائیڈ کرنے لگی۔ نتاشا اس کے چور خیالات سے معلوم کر چکی تھی کہ اس کی رہائش گاہ میں ابھی پارس موجود نہیں ہے۔ کسی دوسری جگہ مصروف ہے۔ وہ دعا مانگ رہی تھی کہ پارس اپنی جگہ گھنٹوں مصروف رہے اور وہ اپنا کام کر گزرے۔

نتاشا نے بلی ڈونا کی راہنمائی کے مطابق ایک بنگلے کے سامنے کار روک دی۔ اسے حکم دیا کہ وہ اپنے بیڈ روم میں جا کر سو جائے۔ بلی کا دماغ اپنے اختیار میں نہیں رہا تھا۔ وہ بنگلے کے اندر آکر اپنے بیڈ روم میں پہنچ کر بستر پر لیٹ گئی۔ نتاشا اس بنگلے کے باہر اپنی کار میں بیٹھی بلی کے اندر موجود تھی۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے گہری نیند سلا دیا۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے دور اپنے بنگلے میں آگئی۔ وہاں آرام سے ایک صوفے پر بیٹھ کر بلی ڈونا پر تنویمی عمل کرنے لگی۔

پارس بے خبر تھا۔ دوسرے معاملات میں مصروف تھا۔ مصروفیت نہ ہوتی' تب بھی وہ کبھی کبھی بلی کے پاس آتا تھا۔ پھر چلا جاتا تھا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ وہ مسلسل دن اور رات ایک ہی جگہ نہیں گزارتا تھا۔ جگہ بدلتا رہتا تھا۔ اپنے قریب سے قریب تر رہنے والی بلی ڈونا کو بھی نہیں بتاتا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور واپسی کب ہوگی؟

بلی ڈونا تنویمی نیند سوتی رہی۔ جب بیدار ہوئی تو اسے یاد نہیں رہا کہ کسی جیولری کی دکان میں نتاشا سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے بھول چکی تھی کہ نتاشا نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔ اس نے طریقہ اختیار کیا تھا کہ بلی کو پارس کے ہی زیر اثر رہنے دیا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ اپنے چور خیالات کو بھی اپنے اندر نتاشا کی موجودگی ظاہر نہیں ہونے دے گی اور کسی کو بھی شبہ نہیں کرنے دے گی کہ وہ کسی اور کی بھی معمول بن چکی ہے۔

اس نے نتاشا کی مرضی کے مطابق پارس کو مخاطب کیا۔ پوچھا "تم صبح سے کہاں ہو؟ اب رات ہونے والی ہے۔ کیا ارادہ ہے؟"

وہ بولا "ارادے نیک ہیں۔ اپنی جان کے ساتھ رات گزارنا چاہتا ہوں لیکن ایک معاملے میں بری طرح الجھا ہوا ہوں۔ کچھ سلجھ جائے گی تو آدھی رات سے پہلے آجاؤں گا ورنہ کل ہماری ملاقات ہوگی۔"

"میں یہاں تمہارا بور ہو رہی ہوں۔ ملازمہ نے جو کھانا تیار کیا ہے' وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ تم ہوتے تو کسی ریستوران میں ڈنر کرتی۔"

"آج تنہا کہیں ڈنر کرو۔ کل تمہارا ساتھ دوں گا۔"

"میں ایک نئی ملازمہ کو اپنی خدمت کے لئے رکھنا چاہتی ہوں۔"

"تو رکھ لو۔ اس میں قباحت کیا ہے۔ ملازمین سپلائی کرنے والی ایجنسی سے رابطہ کرو اور وہاں سے آنے والی خواتین میں سے ایک ملازمہ اپنے لئے پسند کر لو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہی کروں گی۔ آج رات آنے کی کوشش کرو۔"

اس نے پارس سے رابطہ ختم کر دیا۔ نتاشا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے تھوڑی دیر غائب دماغ رکھا۔ اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ وہ ملازمین سپلائی کرنے والی ایجنسی سے رابطہ کر چکی ہے۔ پھر وہ کال بیل کی آواز پر چونک گئی۔ اس نے اپنے کپڑے درست کئے۔ نکل کر باہر کا دروازہ کھولا۔ سامنے ایک جوان عورت کھڑی ہوئی تھی۔ وہ نتاشا تھی۔ اس نے کہا "آپ کو ایک ملازمہ کی ضرورت ہے۔ میں ایجنسی سے آئی ہوں۔ میرا نام جولیا ہے۔ آپ جولی کہہ سکتی ہیں۔"

"اندر آؤ۔ تم مجھے پہلی نظر میں پسند آگئی ہو۔"

وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے اندر آئی پھر بولی "میں گھر کی کوئی ذمہ داری نہیں سنبھالوں گی۔ صرف آپ کا ذاتی کام کروں گی۔"

"میں یہی چاہتی ہوں۔ تم دن رات میرے ساتھ رہا کرو۔"

بلی ڈونا وہی کہہ رہی تھی' جو نتاشا چاہتی تھی۔ بظاہر نتاشا نے بن کر آئی تھی لیکن بلی اس کی کنیز بن کر رہنے والی تھی۔

○☆○

جی کاک نے پہلے تو مختار شاہ پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا غلام بنا لیا پھر اس کا لب و لہجہ بدل دیا تاکہ فہمی اور علی اس کے پرانے لہجے کو گرفت میں لے کر اس کا دماغ تلاش کرتے رہیں اور نئے لب و لہجے والے مختار شاہ کے دماغ تک کبھی نہ پہنچ سکیں۔

پھر یہ اندیشہ تھا کہ وہ چہرے سے پہچانا جائے گا۔ جی کاک نے ماسک میک اپ کے ذریعے اس کا چہرہ تبدیل کر دیا۔ اس کے دماغ سے شراب اور شباب کی خواہش کو نکال دیا۔ اس کی پوری شخصیت بدل کر رکھ دی۔

فہمی اپنے باپ کے قاتل کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ وہ اور علی کئی بار خیال خوانی کے ذریعے اسے تلاش کرتے رہے اور ناکام ہوتے رہے۔ کبھی انہوں نے سوچا' وہ مر گیا ہے۔ اسی لئے اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ کبھی یہ خیال قائم کیا کہ کسی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کا لب و لہجہ بدل دیا ہے۔

فہمی نے پوچھا "وہ کون ہو سکتا ہے' جس نے مختار شاہ کی شخصیت اس طرح تبدیل کی ہے کہ ہم اس کے پاس پہنچ نہیں پا رہے ہیں؟"

علی نے کہا "مجھے جی کاک کا خیال آرہا ہے۔ وہی ایسا کر سکتا ہے۔"

فہمی نے پوچھا "جی کاک؟"

"ہاں۔ تمہیں یاد ہے' جب ہم ان دونوں لارڈز کو ان کے برے انجام تک پہنچانا چاہتے تھے تو جی کاک ان کی مدد کے لئے آیا تھا۔ پھر کوئی بات نہیں بنی تو اس نے ہم سے دوستی کرنی چاہی تھی۔"

"ہاں۔ میں اسے بھول چکی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک لارڈ کے اندر آکر کوئی سمجھوتا کر کے ان لارڈز کو بچانا چاہتا تھا۔"

"اور وہ شاید اس لئے ایسا کر رہا تھا کہ ان لارڈز کی طرح اس کا تعلق بھی انڈر گراؤنڈ مافیا سے ہوگا۔"

"وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اسی نے مختار شاہ پر تنویمی عمل کر کے اس کی شخصیت تبدیل کی ہوگی۔"

"ہوں۔ اب ہمیں انڈر گراؤنڈ مافیا کے چھوٹے بڑے مجرموں کا سراغ لگانا ہوگا۔ اس طرح ہم جی کاک تک پہنچ سکیں گے۔"

وہ دونوں جلو پارک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ علی نے کہا "مہم' کام اور کام۔ ذہن تھک جاتا ہے۔ اس خوبصورت پارک میں خوبصورت باتیں کی جائیں تو ہماری تھکا دینے والی زندگی میں پھول کھل سکتے ہیں۔"

فہمی نے شرما کر سر جھکا لیا۔ علی نے کہا "بڑی مشکل ہے۔ جب میں دل کی بات کرتا ہوں تو تم شرما کر گونگی بن جاتی ہو۔"

وہ اسے چور نظروں سے دیکھ کر بولی "میں کیا بولوں؟"

"کچھ تو بولو۔ ایک برس پہلے ہماری ملاقات ہوئی تھی پھر حالات ایسے پیش آئے کہ ہم ایک ساتھ رہنے لگے۔ کوئی یقین کرے گا کہ ہم مہینوں دن رات ساتھ رہ کر بھی کنوارے ہیں؟"

وہ منہ چھپا کر مسکرانے لگی۔ وہ بولا "اگر ہماری شادی ہو جاتی تو اس پارک میں ہمارا ایک بچہ کھیل رہا ہوتا۔"

وہ شرما کر کھڑی ہوگئی۔ اپنے سر پر آنچل رکھ کر بولی "کیسی باتیں کر رہے ہو۔ شرم نہیں آتی۔"

وہ پارک کے باہر جانے لگی۔ اس نے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ "کسی قاضی کے ہاں چل رہی ہو؟"

وہ ہنسنے لگی "آج تم اپنے مزاج کے خلاف بول رہے ہو اور خوب بول رہے ہو۔ کیا ڈش پر کوئی ایسی ویسی فلم دیکھ لی ہے۔"

وہ دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ علی نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "کیا خیال ہے؟ میں ماما (آمنہ) سے بات کروں۔ کل ہی ہمارا نکاح ہو جائے گا۔"

وہ سر جھکا کر بولی "میں دل و جان سے تمہاری ہوں لیکن ابھی شادی کی بات نہ کرو۔"

"کیا تم شادی نہیں کرنا چاہتیں؟"

"چاہتی ہوں لیکن پہلے ابو کے قاتل کو جہنم میں پہنچانا چاہتی ہوں۔"

علی نے ایک سرد آہ بھری۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "پتا نہیں' وہ کم بخت مختار شاہ کہاں گم ہو گیا ہے۔ وہ نہ ملا تو میں کنوارا رہ جاؤں گا۔"

وہ دوسری طرف منہ پھیر کر مسکرانے لگی۔ پھر بولی "ہم لنچ ماما کے ساتھ کریں گے۔ کیا خیال ہے؟"

علی نے اپنی کار کا رخ اپنی والدہ آمنہ فرہاد کی کوٹھی کی طرف موڑ دیا۔ ذرا آگے جا کر اس نے اچانک کار کی رفتار سست کر دی۔ ایک کار اسے اوور ٹیک کرتی ہوئی ایک خاتون کو ٹکر مارتی ہوئی بڑی تیز رفتاری سے دور ہوتی چلی گئی تھی۔

وہیں ٹریفک پولیس کا ایک سارجنٹ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے علی کو کار روکنے کا اشارہ کیا۔ علی نے کار روکی اور باہر آکر اس خاتون کو سہارا دے کر اٹھایا۔ اس کے سر سے لہو بہہ رہا تھا۔ فہمی نے سارجنٹ سے کہا "تم نے اس گاڑی کو کیوں نہیں روکا' جو اتنا بڑا حادثہ کر کے گئی ہے؟ یہ تمہارے پاس سرکاری موٹر سائیکل کس لئے ہے؟ کیا اس کا تعاقب نہیں کر سکتے تھے؟"

سارجنٹ نے کہا "اس کا تعاقب کرنے جاتا تو یہ خاتون یہاں مر جاتی۔ پلیز پہلے اسے اسپتال لے چلیں۔"

اس خاتون کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیا گیا۔ فہمی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر کار ڈرائیو کرنے لگی۔ سارجنٹ اپنی موٹر سائیکل پر ان کے پیچھے آنے لگا۔ علی نے سارجنٹ کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ جو شخص تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا اور اس

خاتون کو زخمی کرتا ہوا گیا ہے' وہ ایک ایم این اے کریم یزدانی کا بیٹا ہے۔ اگر سارجنٹ اس کے خلاف قانونی کارروائی کرنا چاہتا تو اس کی نوکری ہی چلی جاتی۔

اسپتال پہنچ کر خاتون کو ایمرجنسی وارڈ میں پہنچایا گیا۔ علی نے سارجنٹ سے کہا "وہ گاڑی والا کسی بڑے باپ کا بیٹا تھا اس لئے تم اس کے پیچھے نہیں گئے۔ خاتون کو اسپتال پہنچا کر ہمدردی جتا رہے ہو۔"

سارجنٹ نے کہا "زیادہ باتیں نہ کرو۔ میں یہ کیس تم پر الٹا سکتا ہوں کہ تم نے اسے ٹکر ماری ہے۔ وہ خاتون اندھی ہے۔ وہ ٹکر مارنے والے کو پہچان نہیں سکے گی۔ میری چشم دید گواہی تسلیم کی جائے گی۔"

علی نے ڈرتے ہوئے کہا "میں بھول گیا تھا کہ آپ پولیس والے الٹ پھیر کے ماہر ہوتے ہیں۔ دن کو رات کردیتے ہیں۔ شیر کو بکری اور بکری کو شیر بنا دیتے ہیں۔ پلیز آپ اپنا بیان دیں تاکہ اسپتال والے خاتون کو یہاں داخل کرسکیں۔"

"ہُوں۔ اب آئے ہو راستے پر۔ چلو اس کیس سے تمہیں بچالیتا ہوں کیا یاد کرو گے۔ لیکن بچانے کی فیس تو دینی ہی ہوگی۔ فیس کا مطلب سمجھتے ہو نا؟"

"جی ہاں۔ بالکل سمجھتا ہوں۔"

علی نے جیب سے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ نکال کر اسے دیے۔ وہ رقم لے کر جیب میں رکھتے ہوئے ڈاکٹر کے چیمبر میں گیا۔ پھر اس نے ٹریفک سارجنٹ کی حیثیت سے بیان لکھ دیا کہ وہ حادثے کا چشم دید گواہ ہے اور چاہتا ہے کہ خاتون کو فوراً طبی امداد پہنچائی جائے۔

خاتون کی حالت خراب تھی۔ بہت خون بہہ چکا تھا۔ اسے فوری طبی امداد پہنچانے کے بعد اسپتال میں داخل کرلیا گیا۔ سارجنٹ وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ علی اس کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ اس نے واپس آکر علی کو پانچ ہزار روپے دیے۔ علی نے روپے اپنی جیب میں رکھ لئے۔ وہ واپس جانے لگا پھر رک گیا۔ اس کے دماغ کو ذرا ڈھیل مل گئی تھی۔ اس نے پلٹ کر کہا "اے! وہ پانچ ہزار واپس کرو۔"

"کون سے پانچ ہزار؟"

"وہ جو ابھی میں نے تمہیں دیے ہیں۔"

"وہ میرے تھے۔ میری جیب میں آگئے۔ اگر تم رشوت مانگ رہے ہو تو میں دے سکتا ہوں لیکن اونچی آواز میں مانگو۔"

"بکواس نہ کرو۔ خاموشی سے دے دو ورنہ میں ڈاکٹر سے وہ بیان واپس لے کر تمہارے خلاف بیان دوں گا اور پولیس کو بلاؤں گا۔"

"خاتون کی مرہم پٹی ہوچکی ہے۔ اسے اسپتال میں داخل کیا جاچکا ہے۔ اسے خون دیا جارہا ہے۔ میں مطمئن ہوں اور تمہیں سمجھاتا ہوں' اپنا فرض ادا کرو۔ جس شخص نے اس خاتون کی جان لینا چاہی' اس کے خلاف قانونی کارروائی کرو۔"

"تم مجھے قانون سکھا رہے ہو۔ میں ابھی بیان بدل کر تمہارے خلاف قانونی کارروائی کروں گا۔"

وہ ڈاکٹر کے چیمبر میں آیا لیکن اپنی مرضی سے کچھ نہ کرسکا۔ اس نے علی کی مرضی کے مطابق ایم این اے کریم یزدانی سے رابطہ کیا پھر کہا "جناب! میں ایک ٹریفک سارجنٹ بول رہا ہوں۔ آپ کے صاحبزادے شہاب یزدانی نے تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے ایک اندھی خاتون کو بری طرح زخمی کیا ہے۔ خاتون اسپتال میں ہے۔ میں علاقے کے تھانہ انچارج کے ساتھ ایف آئی آر درج کرانے جارہا ہوں۔"

کریم یزدانی نے گرج کر کہا "تم میرے بیٹے کے خلاف ایف آئی آر درج کرو گے۔ کیا اپنی وردی اتروانا چاہتے ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟ اور کس علاقے سے بول رہے ہو؟"

"میں بتاؤں گا تو آپ مجھ سے پہلے تھانے پہنچ کر اپنے بیٹے کو بچالیں گے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ پھر علی کو دیکھ کر رک گیا۔ سوچنے کے انداز میں بولا "میں ڈاکٹر کے پاس گیا مگر ایم این اے صاحب سے الٹی سیدھی باتیں کرتا رہا۔"

وہ پھر فون کرنے کے لئے جانا چاہتا تھا لیکن تیزی سے چلتا اسپتال کے باہر جاتے ہوئے بڑبڑانے لگا۔ "مجھے کیا ہوگیا ہے؟ میں نے پانچ ہزار جیسی بڑی رقم خود ہی واپس کردی۔ اس جوان کے خلاف کارروائی کرنا چاہتا تھا لیکن ایم این اے صاحب کو فون کردیا۔ ان کے بیٹے کے خلاف کارروائی کی دھمکی دے دی۔ میں اُلّو کا پٹھا ہوں۔ ابھی ایم این اے صاحب کے گھر جاکر معافی مانگتا ہوں۔ کرانی نوکری بچاؤں گا۔"

علی اسے چھوڑ کر ایم این اے کریم یزدانی کی کھوج میں چلا گیا۔

وہ یہ سوچ کر پریشان ہورہا تھا کہ بات تھانے تک پہنچے گی تو اس سے بھی آگے پریس والوں تک پہنچ سکتی ہے۔ لہٰذا اسے پہلے تھانے والوں سے نمٹ لینا چاہیے۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہوا ہے اور وہ کس علاقے کا تھانہ ہے؟ اس نے غصے اپنے بیٹے شہاب یزدانی کو آواز دی "شہاب! شہاب!"

بیگم نے ڈرائنگ روم میں آکر پوچھا "کیوں اس عمر میں شہاب کو پکار رہے ہو۔"

"میں اپنی جوانی کو نہیں' جوانی کی غلطی کو پکار رہا ہوں۔ کہاں ہے وہ گدھے کا بچہ' سؤر کی اولاد؟"

"آپ بیٹے پر غصہ کررہے ہیں لیکن خود کو گالیاں دے رہے ہیں۔ آخر بات کیا ہے؟"

بیٹے نے آکر کہا "اوگاڈ! آپ دونوں ہمیشہ لڑتے کیوں رہتے ہیں؟"

"تم اپنی کار سے جس عورت کو زخمی کرکے آئے ہو' وہ اسپتال میں پڑی ہے۔ فوراً بتاؤ کس علاقے میں تم نے ایسی حرکت کی ہے۔"

بیٹے نے بتایا۔ باپ نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں اس علاقے کے تھانے کا نمبر معلوم کیا۔ پھر وہاں کے انچارج سے رابطہ کرنے کے بعد کہا "میں ایم این اے کریم یزدانی بول رہا ہوں۔"

انچارج نے کہا "السلام علیکم سر! ابھی میں نے پڑھا ہے۔ کل آپ وزارت کا حلف اٹھانے والے ہیں۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے مجھے فون کیا ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت سر!"

"میرے بیٹے نے تمہارے علاقے میں ایک خاتون کو اپنی گاڑی سے ٹکر ماری ہے۔ کیا میرے بیٹے کے خلاف کسی ٹریفک پولیس کے سارجنٹ نے رپورٹ درج کرائی ہے؟"

"یہاں ایسی کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی گئی ہے۔ کسی کی مجال ہے کہ آپ کے صاحبزادے کے خلاف کوئی رپورٹ کرے۔"

علی نے کریم یزدانی کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ بولا "میرے بیٹے کے خلاف رپورٹ درج کیوں نہیں ہوگی؟ میں منسٹر بننے والا ہوں تو کیا میرا بیٹا قانون سے بالاتر ہوجائے گا؟"

پولیس افسر نے گڑبڑا کر پوچھا "سر! میں نہیں سمجھا۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں چاہتا ہوں تم قانون کے تقاضے پورے کرو۔ میرے بیٹے نے قانون شکنی کی ہے۔ یہ مجرم میرے گھر میں ہے۔ یہاں آؤ اور اسے گرفتار کرو۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ بیگم نے کہا "آپ تو رات کو پیتے ہیں۔ دن کو کیوں چڑھ گئی ہے؟ یہ فون پر بیٹے کے خلاف حکم کیوں دے رہے تھے؟"

شہاب نے کہا "ڈیڈی! آپ نے سنجیدگی سے پولیس کو بلایا ہے۔ وہ یہاں آجائیں گے۔"

"ہاں آئیں گے اور تمہیں گرفتار کرکے لے جائیں گے۔"

بیگم نے کہا "یہ انصاف پسندی ہمیں نہ دکھائیں۔ آپ اس ملک کے بیوقوف عوام کے لیڈر ہیں اور کل منسٹر بننے والے ہیں لیکن ہمارے لئے گھر کی مرغی دال برابر ہیں۔"

کریم یزدانی نے اپنے سر پر رومال رکھ کر کہا "میں آج سے ایک سچا مسلمان اور پکا پاکستانی ہوں۔ میں اس غریب زخمی عورت سے انصاف کروں گا اور اپنے بیٹے کو سزا دلا کر یہ مثال قائم کروں گا کہ پاکستان کے سیاستدان انصاف کی خاطر اپنی اولاد کو قربان کردیتے ہیں۔"

"آپ اپنی قربانی دیں۔ قصائی کی چھری تلے آجائیں۔ میرے بچے کو کیوں قربان کررہے ہیں؟"

اس نے بیگم کو نظرانداز کرکے اپنے سیکریٹری کو بلایا۔ پھر کہا "ابھی پریس کے تمام رپورٹرز کو اطلاع دو کہ ایم این اے کریم یزدانی نے محاسبے کا عمل اپنے گھر سے شروع کیا ہے اور اپنے بیٹے کو ایک جرم میں گرفتار کرایا ہے۔ تمام اخبارات کے رپورٹرز اور فوٹوگرافرز پولیس اسٹیشن جاکر تفصیلات معلوم کرسکتے ہیں۔"

سیکریٹری حکم کی تعمیل کے لئے چلا گیا۔ بیگم نے قریب آکر شوہر کی پیشانی پر ہاتھ رکھا پھر کہا "بخار نہیں ہے۔ پھر کیوں ہذیان بک رہے ہیں؟"

شہاب نے کہا "ممی! بات پریس والوں تک پہنچے گی تو ہماری بڑی بدنامی ہوگی۔ اخبار والے نمک مرچ لگا کر بات کا بتنگڑ بنادیتے ہیں۔"

پولیس افسر نے دروازے پر آکر سلام کیا پھر کہا "سر! بندہ حاضر ہے۔ حکم کریں۔"

بیگم نے کہا "ارے یہ کیا حکم دیں گے۔ خواہ مخواہ تمہیں بلالیا۔ ڈاکٹر کو بلانا چاہئے تھا۔ ان کا دماغ چل گیا ہے۔ ہم انہیں پاگل خانے لے جائیں گے۔"

کریم یزدانی نے گرج کر کہا "بیگم! اب اگر تم نے میرے لیے توہین آمیز الفاظ استعمال کئے تو میں سب کے سامنے تمہیں دھکے دے کر گھر سے نکال دوں گا۔"

پھر اس نے افسر سے کہا "یہ میرا بیٹا شہاب یزدانی ہے۔ اگر وہ عورت اسپتال میں مرے گی تو میں اسے پھانسی کی سزا دلاؤں گا۔"

بیگم روتے ہوئے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر مارتے ہوئے بولی "ہائے میں مرجاؤں۔ میرے بیٹے کو کیوں پھانسی ہوگی۔ آپ کے خاندان والوں کو ہوگی۔ میرا بیٹا حوالات میں جائے گا تو میں اس گھر سے چلی جاؤں گی۔"

کریم یزدانی نے ڈانٹ کر انسپکٹر سے کہا "کیا تم نے میرا حکم نہیں سنا؟ اسے ابھی ہتھکڑی لگا کر یہاں سے لے جاؤ۔"

انسپکٹر حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ شہاب یزدانی کو ہتھکڑی پہنانے لگا۔ ماں رونے لگی۔ کریم یزدانی کو جھنجھوڑنے لگی "یہ آپ کیا کررہے ہیں؟ بیٹے کو ہتھکڑی لگ چکی ہے۔ باہر آپ کی کیا عزت رہ جائے گی۔ ساری دنیا تھو تھو کرے گی۔"

"آج سے میری واہ واہ ہوگی۔ آج سے میں ایک سچے پاکستانی کی طرح اپنا نام روشن کروں گا۔"

پولیس افسر شہاب کو ہتھکڑی لگا کر وہاں سے لے جانے لگا۔ ماں اپنے بیٹے کے پیچھے جانا چاہتی تھی۔ کریم یزدانی نے اسے پکڑ کر کہا "ایک مجرم کے پیچھے نہ جاؤ۔ تم ایک محب وطن سیاست داں کی شریک حیات ہو۔ میرے ساتھ کار میں چلو۔"

علی اس کے دماغ میں بیٹھا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ فہمی نے اسے مخاطب کیا تو وہ کریم یزدانی کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "خدا کا شکر ہے' وہ خاتون اب خطرے سے باہر ہے۔ اسے خون دیا جاچکا ہے مگر افسوس بے چاری اندھی ہے۔"

"کیا تم نے اس کے حالات معلوم کیے ہیں؟"

"ہاں۔ ایک متوسط گھرانے سے اس کا تعلق ہے۔ اس کا بیٹا سعودی عرب میں اپنی بیوی بچے کے ساتھ ہے۔ یہ اپنے پوتے کو دیکھنے کے لیے ترستی رہتی ہے۔ آنکھوں کی بینائی کے لیے آئی بینک والوں سے رابطہ کیا ہوا ہے۔ بیٹا علاج کے لیے رقمیں بھیجتا رہتا ہے۔ وہ ایک ماہ بعد بیوی بچے کے ساتھ آنے والا ہے۔ یہ چاہتی ہے کہ ان کے آنے سے پہلے بینائی مل جائے تاکہ اپنے پوتے کو دیکھ سکے لیکن آئی بینک والے کہتے ہیں کہ ترتیب وار فہرست کے مطابق نابیناؤں کو باری باری بینائی دی جاتی ہے۔ اس کے لیے ایک عرصے تک انتظار کرنا پڑتا ہے کہ کوئی اپنی آنکھوں کا عطیہ دے تو پھر بینائی ملے۔"

وہ دونوں اس خاتون کے پاس آئے۔ اسے تسلی دی کہ اس کا خاطر خواہ علاج ہوتا رہے گا۔ وہ علاج کے سلسلے میں اخراجات کی پروا نہ کرے۔ ضحیٰ نے علی سے کہا "ہم دونوں خیال خوانی کے ذریعے دوسرے ممالک کے آئی بینکوں سے رابطہ کریں گے۔ ہو سکتا ہے اسے جلد بینائی مل جائے۔"

"ہاں۔ میں ذرا ان سے نمٹ لوں جو اسمبلیوں میں قانون بناتے ہیں اور اسمبلیوں کے باہر توڑ دیتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی وہ کریم یزدانی کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی بیگم پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور اپنے شوہر کو پاگل کہہ رہی تھی۔ اس وقت علی اس کے دماغ سے نکل کر ضحیٰ کے پاس گیا تھا۔ اس لیے کریم یزدانی کا دماغ آزاد ہو گیا۔ وہ چونک کر بولا "ارے تم اس طرح کیوں رو رہی ہو؟ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ ابھی جو آپ نے شہاب کے خلاف کیا ہے' کوئی اپنی اولاد کے خلاف نہیں کرے گا۔"

"آخر میں نے ایسا کیا کیا ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے' آپ نارمل ہو رہے ہیں۔ کیا آپ کو یاد ... آرہا ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے کو ہتھکڑیاں لگوا کر تھانے بھیج دیا ہے؟"

"میں نے ایسا کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ نہیں... لیکن ذرا ٹھہرو' مجھے سوچنے دو۔"

وہ سوچنے لگا۔ اسے یاد آرہا تھا کہ اس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا۔ وہ بیٹے کو سزا دلانے کے لیے پولیس کو بلا چکا تھا جب کہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ایک محب وطن پاکستانی بن کر تمام پریس والوں کو تھانے بلوایا تھا اور وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن ایسا بے اختیار کر چکا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "اوہ بیگم! مجھے کچھ یاد آرہا ہے۔ میں نے کچھ گڑبڑ کی ہے۔"

"کچھ نہیں' بہت گڑبڑ کی ہے۔ وطن کی محبت کا بھوت اتر گیا ہے تو ابھی تھانے چلیں اور بیٹے کو لے آئیں۔"

"لیکن اس تھانیدار کی اتنی جرأت کیسے ہوئی کہ میرے بیٹے کو ہتھکڑی لگا کر لے جائے؟"

"وہ تو حکم کا بندہ ہے۔ آپ نے جو کہا' اس نے کیا۔ اب دیر نہ کریں۔"

وہ دونوں اپنی شاندار کار میں بیٹھ کر پولیس اسٹیشن کے احاطے میں آئے تو وہاں اخبارات کے رپورٹروں اور فوٹو گرافروں کا ایک ہجوم ان کا منتظر تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولا "بیگم! یہ تو مشکل ہو گئی۔ یہاں تو مجھے سچا پاکستانی لیڈر بننا ہو گا۔"

"چولھے میں جائے لیڈری۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ بیٹے نے کسی خاتون کو گاڑی سے ٹکر نہیں ماری تھی۔ دشمنوں نے ہمارے بیٹے کے خلاف شرپسندی کا مظاہرہ کیا ہے۔"

وہ کار سے نکل کر باہر آیا۔ ایک بڑے اخبار کے رپورٹر نے کہا "سر! آپ نے پاکستانی سیاست میں ایک چونکا دینے والا کام کیا ہے۔ ورنہ آج تک سیاست دانوں نے اقتدار میں آتے ہی اقربا پروری کی ہے اور اپنے چھوٹے بڑے سیاسی جرائم کو چھپایا ہے۔"

علی نے کریم یزدانی کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ سینہ تان کر بولا۔ "میں اپنے اعمال سے ثابت کرتا رہوں گا کہ ہم سیاست دانوں کو ایمان دار' دیانت دار اور انصاف پرور ہونا چاہیے اور تمام سیاست دانوں کو میری طرح اپنے گھر سے محاسبہ شروع کرنا چاہیے۔ آج میرے بیٹے نے قانون توڑا ہے اور میں نے اسے حوالات میں پہنچا دیا ہے۔ اگر میری بیوی بھی قانون توڑے گی تو میں اسے بھی قانون کے جوتے ماروں گا۔"

بیگم اپنی توہین پر تلملانے لگی۔ پریس والوں کی بھیڑ میں شوہر سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ وہ ایس ایچ او کو ایک طرف لے جا کر بولی "یہ تھوڑی دیر پہلے نارمل ہو گئے تھے۔ یہاں بیٹے کی رہائی کے لیے آئے تھے لیکن پریس والوں کا ہجوم دیکھ کر پھر کھوپڑی الٹ گئی ہے۔ یہ خواہ مخواہ محب وطن اور انصاف پسند بن رہے ہیں۔"

ایس ایچ او نے کہا "بیگم صاحبہ! میں خود پریشان ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا کروں؟"

"آپ کسی طرح پریس والوں کو رخصت کریں پھر میں انہیں سنبھال لوں گی۔"

دوسری طرف وہ قانون کی بالادستی کے لیے دھواں دھار تقریر کر رہا تھا۔ اس کی تصاویر اتاری جا رہی تھیں۔ وہ طرح طرح کے سوالوں کے جوابات وطن کی محبت کے حوالے سے دے رہا تھا۔ اس وقت تک پولیس ڈپارٹمنٹ کے بڑے بڑے افسران آگئے تھے۔

آخر تمام پریس والے رخصت ہو گئے۔ تھانے کے اندر بڑے بڑے افسران نے کریم یزدانی کو سلام کیا۔ اسے مبارک باد دی کہ وہ منسٹر بننے والا ہے اور اس سے پہلے ہی اس نے قانون کی بالادستی کے لیے اپنے گھر سے محاسبہ شروع کیا ہے۔

علی نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ انسپکٹر کو غصے سے دیکھ

ہوئے بولا۔ "پاگل کے بچے! تم نے میرے بیٹے کو ہتھکڑی کیوں پہنائی؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "جنابِ عالی! آپ نے حکم دیا تھا۔ میں تو حکم کا بندہ ہوں۔"

"کیا تم نہیں جانتے' سیاست داں گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں۔ میں نے بھی رنگ بدلا تھا۔ میرے بیٹے کو حوالات سے نکالو۔"

اس کے بیٹے شہاب یزدانی کو حوالات سے باہر لایا گیا۔ پولیس کے اعلیٰ افسر نے کہا "جنابِ عالی! مجھے جیسے ہی خبر ملی تھی میں نے ایس ایچ او کو تاکید کر دی تھی کہ آپ کے صاحب زادے کے خلاف ایف آئی آر درج نہ کریں۔ آپ بہت بڑے سیاست داں ہیں' کوئی سیاسی چال چل رہے ہیں۔"

کریم یزدانی نے خوش ہو کر کہا "شاباش! تم نے دور کی سوچی اور ایف آئی آر درج نہیں کرائی۔ اب اس کیس کو جھوٹا ثابت کرو۔ چناں چہ پولیس انکوائری کے مطابق میرے بیٹے نے کسی خاتون کو گاڑی سے ٹکر نہیں ماری ہے۔ مخالف سیاسی پارٹی والوں نے میرے بیٹے کو جھوٹے الزام میں پھنسانے کی کوششیں کی تھیں۔"

"آپ نے خوب چال چلی ہے۔ آپ کے صاحبزادے رہا ہو گئے۔ مخالف پارٹی پر الزام آئے گا اور آپ نیک نام رہیں گے۔ کل کے تمام اخبارات میں لکھا ہو گا کہ آپ انصاف پرور سیاست داں ہیں۔ آپ نے اپنے بیٹے کو بھی سزا دلانے سے دریغ نہیں کیا تھا۔"

اس بار علی نے شہاب یزدانی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ بولا۔ "آپ جیسے پاکستانی بزرگوں کو دیکھ کر شرم آتی ہے۔ آپ میرے باپ ہیں اور سیاست کی آڑ میں جرائم کو فروغ دے رہے ہیں۔ اور آپ اتنے بڑے بڑے افسران قانون کے محافظ ہو کر قانون کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔"

کریم یزدانی نے بیٹے کو ڈانٹ کر کہا "یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"میں آپ لوگوں کو شرم دلانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن پچھلے پچاس برسوں میں کسی کو شرم نہیں آئی' آپ حضرات کو کیسے آئے گی؟"

بیگم نے پریشان ہو کر کہا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ باپ سیدھا ہوا ہے تو بیٹے کی کھوپڑی الٹ گئی ہے۔ انہیں گھر لے چلو اور ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

"میں گھر جانے کے لیے تھانے نہیں آیا ہوں۔ میں نے قانون توڑا ہے۔ ان تمام پولیس افسران کو تسلیم کرنا چاہیے۔ میرا بیان لینا چاہیے۔ اگر وہ خاتون اسپتال میں مر جائے گی تو میں عدالت میں کہوں گا کہ مجھے سزائے موت دی جائے۔"

بیگم نے کہا "سزائے موت ہو گی تمہارے دشمنوں کو۔ بیٹے گھر چلو۔"

"آپ کیسی ماں ہیں؟ کیا پاکستانی مائیں ایسی ہوتی ہیں؟ نہیں۔ جو مائیں اپنی آئندہ نسل کو پاکستان کے خلاف اپنا زہریلا دودھ پلاتی ہیں ایسی عورتوں کو ماں بننے سے پہلے گولی مار دینا چاہیے۔"

"یا اللہ! میں کیا کروں۔ پہلے شوہر تقریر کر رہا تھا۔ اب بیٹا محب وطن بن کر تقریر کر رہا ہے۔"

شہاب یزدانی وہاں سے چلتا ہوا حوالات میں آہنی سلاخوں کے پیچھے آیا پھر بولا "تالا لگاؤ۔ مجھے بند کرو۔"

کریم یزدانی نے سپاہیوں سے کہا "اسے زبردستی پکڑ کر میرے گھر پہنچاؤ۔ وہاں ڈاکٹر سے علاج کرایا جائے گا۔"

سپاہی اسے جبراً پکڑ کر لے جانے لگے۔ علی نے سوچا "کیا اس ملک کے عوام کو ایسے ہی حکمران اور قانون کے محافظ ملتے رہیں گے؟ میں کتنوں کے دماغوں میں جا کر انہیں فرض شناسی کا احساس دلاؤں گا۔ جب بھی ان کے دماغوں سے نکلوں گا وہ پھر اپنی پرانی ڈگر پر آجائیں گے۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مل کر بھی انہیں درست نہیں کر سکیں گے۔"

وہ لوگ شہاب یزدانی کو پکڑ کر گاڑی میں زبردستی بٹھا رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "آپ لوگ قانون کی شکل بگاڑ کر مجھے سزا سے بچا رہے ہیں لیکن میں اپنے کیے کی سزا ضرور پاؤں گا۔"

وہ اچانک گاڑی کا دروازہ کھول کر نکلا۔ پھر تیزی سے دوڑتا ہوا تھانے کے احاطے سے باہر جانے لگا۔ ماں نے کہا "ہائے میرا بچہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ اسے پکڑو۔"

سپاہیوں کے ساتھ بڑے افسران بھی اس کے پیچھے دوڑے لیکن وہ ان سے بہت آگے نکل چکا تھا۔ دوڑتا ہوا سڑک پر پہنچ گیا تھا۔ پھر اس نے اسی طرح دوڑتے ہوئے خود کو ایک تیز رفتار گاڑی سے ٹکرا دیا۔

ماں باپ کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔ گاڑی نے ٹکر مار کر اسے دور اچھال دیا تھا۔ وہ دور تک لڑھکتا ہوا سڑک کے کنارے پہنچ گیا۔ بری طرح لہولہان ہو گیا تھا۔ انصاف کا تقاضا یہی تھا۔ اب وہ بھی اس اندھی خاتون کی طرح اسپتال میں آرام فرمانے والا تھا۔

○☆○

ضحیٰ اور علی نے دوسرے ممالک کے آئی بینکوں سے رابطے کیے۔ اندھے ہر ملک میں ہوتے ہیں اور وہ سب ہی بینائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے ایسے نابینا ضرورت مندوں کی طویل فہرست ہر ملک کے آئی بینکوں میں ہوتی ہے۔ ان سب کو ان کی باری کے مطابق آنکھوں کی بینائی ملتی ہے۔

ہماری دنیا میں ایسے لوگ کم ہیں جو اپنی موت سے پہلے اپنی آنکھوں کا عطیہ دینے کی وصیت لکھ دیتے ہیں۔ اس لیے بینائی حاصل کرنے کے لیے نابینا حضرات کو طویل عرصے تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔

علی اور فہمی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہلے اس خاتون کی باری لاسکتے تھے اور جو اصل حق دار ہوتا.... اسے خاتون کے نمبر کے مطابق پیچھے کرسکتے تھے لیکن یہ ایک حق دار کے ساتھ سراسر ناانصافی ہوتی۔ وہ ایسا نہیں کرسکتے تھے۔ مجبور ہوگئے تھے۔

فہمی نے کہا "میں صبح خاتون سے ملنے گئی تھی۔ اسے ہلکا سا بخار تھا۔ ہمیں اس کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔"

وہ دونوں اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچے۔ پتا چلا' اب اسے بخار نہیں ہے۔ وہ بستر کے سرہانے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے قریب دو افراد کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر تھا۔ وہ خاتون سے کہہ رہا تھا۔

"یہ مسٹر سرفراز خان ہیں۔ بہت بڑے سماجی کارکن ہیں۔ ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے رہتے ہیں۔"

خاتون نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "افسوس! میری ضرورت ایسی ہے جو مقدر کی منظوری سے ہی پوری ہوسکتی ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا "تم مجھ سے کئی بار کہہ چکی ہو کہ اپنے پوتے کو دیکھنے کے لیے بے چین ہو۔ سرفراز صاحب کوشش کریں گے تو تمہیں ایک ہفتے کے اندر آنکھوں کا عطیہ مل جائے گا۔"

خاتون نے خوش ہو کر پوچھا "سچ؟"

"میں ڈاکٹر ہوں۔ مذاق نہیں کررہا ہوں۔ مسٹر سرفراز خان بڑے وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔"

خاتون نے کہا "سرفراز صاحب! میں آپ کو دیکھ نہیں سکتی لیکن آپ میرے لیے فرشتہ بن کر آئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جو کہا ہے آپ بھی اپنی زبان سے کہہ دیں' کیا مجھے بینائی مل جائے گی؟"

سرفراز خان نے کہا "ضرور ملے گی لیکن کسی سے آنکھوں کا عطیہ حاصل کرنے کے لیے بہت بڑی رقم اسے دینی پڑتی ہے۔"

"میرا بیٹا مجھے رقمیں بھیجتا رہتا ہے۔ میں نے ایک لاکھ روپے جمع کرلیے ہیں۔"

"ایک لاکھ کچھ نہیں ہوتے۔ جب بازار سے مال غائب کردیا جاتا ہے تو وہ مال چور دروازے سے بلیک میں ملتا ہے اور بھاری قیمت پر ملتا ہے۔"

وہ خاتون ذرا مایوس ہوئی۔ اس کے پاس وہی ایک لاکھ روپے تھے۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ غریب ہے۔ اس سے زیادہ رقم اس کے پاس نہیں ہے لیکن فہمی اور علی بڑی دیر سے سوچ رہے تھے کہ سرفراز خان کیا چیز ہے اور آنکھوں کا عطیہ ایک ہفتے کے اندر کہاں سے لے آئے گا؟

یہ تجسس میں مبتلا کرنے والی بات تھی۔ وہ سرفراز خان کی اصلیت بعد میں معلوم کرسکتے تھے۔ پہلے فہمی نے خاتون کی زبان سے کہا "میں اپنے پوتے کو دیکھنے کے لیے کہیں سے بھی زیادہ رقم حاصل کرنے کی کوشش کروں گی۔ آپ یہ تو بتائیں' کتنی رقم کی ضرورت ہوگی؟"

"رقم بہت زیادہ ہے۔ پانچ لاکھ روپے۔"

"پانچ لاکھ تو بہت ہوتے ہیں۔"

"پوتے کو دیکھنے کے لیے کم ہوتے ہیں۔"

"آپ درست کہتے ہیں۔ میں کل صبح تک پانچ لاکھ روپے کا انتظام کرلوں گی۔"

ان کی گفتگو کے دوران میں فہمی اور علی اپنی کوٹھی میں تھے۔ وہ کوٹھی سے نکل کر کار میں آئے اور اسپتال کی طرف جانے لگے۔ وہ اپنی آنکھوں سے سرفراز خان کو دیکھنا چاہتے تھے۔

فہمی نے علی سے پوچھا "تم نے سرفراز خان کی آواز سنی ہے۔ کیا اس کے دماغ میں جاؤ گے؟"

"مجھے شبہ ہے' اس کا تعلق ایسی انڈر گراؤنڈ مافیا سے ہے' جو انسانی اعضا فروخت کرنے کا کاروبار کرتے ہیں۔ ایسی بڑی تنظیموں کے افراد ٹیلی پیتھی جانتے ہیں یا پھر یوگا کے ماہر ہوتے ہیں۔ اگر وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گا تو محتاط ہوجائے گا پھر ہمارے ہاتھ نہیں آسکے گا۔"

وہ اسپتال پہنچ گئے۔ اس وقت تک سرفراز خان جا چکا تھا۔ ڈاکٹر بھی نہیں تھا۔ خاتون تنہا بیٹھی سوچ رہی تھی کہ اس نے بے اختیار پانچ لاکھ روپے ادا کرنے کی ہامی کیوں بھرلی؟ وہ کل صبح تک اتنی بڑی رقم کہاں سے لائے گی؟

انہوں نے خاتون کے پاس آکر اس کی خیریت پوچھی۔ خاتون نے کہا "خدا کا شکر ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔ تم دونوں صبح و شام میرے پاس آتے ہو۔ میرے علاج کے تمام اخراجات برداشت کرتے ہو۔ میں تم لوگوں کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"آپ احسان کی بات نہ کریں۔ یہ بتائیں پریشان کیوں ہیں؟"

"یہ تم نے کیسے سمجھا کہ میں پریشان ہوں؟"

"آپ کے چہرے سے صاف ظاہر ہے۔"

علی نے کہا "ہم آپ کے کام آرہے ہیں۔ شاید آپ ہمیں بتا سکیں کہ اپنی پریشانی بتا کر ہمیں مزید پریشان کریں۔"

فہمی نے کہا "ہم آپ کو اپنی ماں سمجھ کر آتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں اپنی اولاد کی طرح نہیں سمجھتی ہیں۔"

"بیٹی! میں تم دونوں کو اولاد سے بڑھ کر سمجھتی ہوں۔"

"تو پھر بتائیں' مسئلہ کیا ہے؟"

"مسئلہ نہیں ہے' خواہش ہے۔ پوتے کو آنکھوں سے دیکھنے کی خواہش' جو کبھی پوری نہیں ہوسکے گی۔"

"آپ ایسا کیوں سوچ رہی ہیں؟"

"اس لیے کہ آنکھیں بہت مہنگی ہیں۔ یہاں کے ایک ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ایک صاحب آئے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ آنکھ لگنے کے اندر آنکھوں کا عطیہ ولا سکتے ہیں لیکن پانچ لاکھ روپے لگتے ہوں گے۔"

علی نے کہا "ہاں جی! یہ کون سی بڑی بات ہے۔ کل صبح آپ کو پانچ لاکھ روپے مل جائیں گے۔"

خاتون کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس کے چہرے سے بے یقینی جھلک رہی تھی' پوچھا "پانچ لاکھ روپے؟ اتنی جلدی یعنی کہ کل صبح مل جائیں گے؟"

"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے؟"

"بیٹے! میں نہیں جانتی تم کون ہو۔ تمہاری شخصیت سے اور تمہارے نیک اعمال سے اندازہ لگایا ہے کہ کسی شریف اور دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتے ہو لیکن میں تمہاری کوئی سگی نہیں ہوں۔ صرف منہ بولی ماں ہوں اور کوئی نہیں ہوں پھر بھی تم مجھے پانچ لاکھ دو گے؟"

"ہم نے آپ کو زبان سے نہیں' دل سے ماں کہا ہے۔ آپ تمام فکر اور پریشانیاں دل سے نکال دیں۔ کل صبح آپ کو یہ رقم مل جائے گی۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں دل سے دعائیں دینے لگی۔ علی وہاں سے اٹھ کر ڈاکٹر کے چیمبر میں آیا۔ اس نے کھڑکی سے دیکھا۔ ڈاکٹر کسی مریض سے باتیں کررہا تھا اور سگار پی رہا تھا۔ تمباکو نوشی کرنے والے یوگا کے ماہر نہیں ہوتے۔ علی آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ گیا' پھر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

سب اسے ڈاکٹر بیگ کہتے تھے۔ یوں تو وہ اپنے شعبے میں اور اونچی سوسائٹی میں ایک معزز ڈاکٹر کہلاتا تھا لیکن اس کا تعلق انڈر گراؤنڈ مافیا سے تھا۔ وہ بڑی رازداری سے مافیا کے سربراہ جی کاک کے لیے کام کرتا تھا۔

ڈاکٹر کے خیالات یہاں تک پڑھ کر علی کو خوشی ہوئی کہ.... جی کاک تک پہنچنے کا ایک راستہ نکل رہا ہے۔ اس کے خیالات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرفراز خان اس مافیا کا ایجنٹ ہے۔ وہ بڑے بڑے دولت مند' جو دل کے مریض ہوتے تھے یا جن کے گردے ناکارہ ہوتے تھے یا جن کی بینائی جاتی رہتی تھی۔ ان سے سرفراز خان رابطہ کرتا تھا اور ان سے بھاری رقمیں لے کر ان کے لیے حسبِ ضرورت دل' گردے اور آنکھیں مہیا کرتا تھا۔

علی کے ذہن میں یہ بات آئی کہ سرفراز خان ہی عثمار شاہ ہوسکتا ہے۔ اس کے چور خیالات پڑھنے کے بعد اس کی اصلیت معلوم ہوسکتی تھی لیکن ڈاکٹر کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ سرفراز خان شراب اور شباب سے پرہیز کرتا ہے اور کچھ پراسرار سا ہے۔ اکثر ڈاکٹر کے دل کی باتیں سمجھ لیا کرتا ہے۔ اس طرح یہ معلوم ہوگیا کہ سرفراز خان ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یقیناً یوگا کا ماہر ہوگا۔ علی کو دماغ میں نہیں آنے دے گا۔

اس نے فہمی کو یہ باتیں بتائیں۔ وہ بولی "میں ابو کے قاتل کو اس کے برے انجام تک پہنچانے کے لیے بے چین ہوں۔ میرا بھی ذہن یہی کہتا ہے کہ یہ کمبخت عثمار ہے لیکن ہم ذرا مضبوط تحمل سے سرفراز خان کی اصلیت معلوم کریں گے۔"

"سرفراز خان اور عثمار شاہ اگر دو الگ شخصیتیں ہیں تب بھی سرفراز خان کے ذریعے عثمار شاہ تک پہنچ سکیں گے۔ ہمیں اسے بے نقاب کرنے کے لیے بڑی حکمتِ عملی سے کام لینا ہوگا۔"

"حکمتِ عملی یہی ہوسکتی تھی کہ جی کاک تک پہنچنے کے لیے اس سے براہِ راست یا بالواسطہ رابطہ رکھا جائے۔ وہ ہم سے منہ چھپانے والا بھی براہِ راست رابطہ نہیں رکھے گا۔ خود بھی چھپے گا اور عثمار شاہ کو بھی ہم سے چھپائے گا۔"

اس کا دوسرا راستہ یہ تھا کہ اس سے بالواسطہ تعلق رکھا جائے۔ جی کاک انسانی اعضا کو فروخت کرنے کا کاروبار کرتا تھا۔ علی نے فہمی سے کہا "ہم دوسروں کو گاہک بنا کر سرفراز خان سے کاروباری سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ضرور جی کاک تک پہنچ جائیں گے۔"

فہمی نے کہا "ہم یہی کریں گے۔ اس خاتون کے ذریعے یہ سلسلہ شروع ہورہا ہے۔ آئندہ بھی سرفراز خان کے لیے نیا گاہک پیدا کیا جائے گا۔"

اس اسپتال میں ایک مریض تھا جس کا ایک گردہ بالکل ناکارہ ہوچکا تھا اور دوسرا گردہ بھی صحیح طرح کام نہیں کررہا تھا۔ علی نے اس شخص کے ذہن پر تنویمی عمل کے ذریعے یہ باتیں نقش کردیں کہ وہ شخص ایک امیر کبیر بزنس مین ہے۔ اس کا کروڑوں کا بینک بیلنس ہے۔ وہ بڑی سے بڑی رقم ادا کرکے اپنے لیے گردے خرید سکتا ہے۔

دوسرے دن علی نے اس خاتون کو پانچ لاکھ روپے لاکر دیے اور اسے تسلی دی کہ وہ مزید اخراجات کی پروا نہ کرے۔ اسے ضرورت کے مطابق رقمیں ملتی رہیں گی۔ ڈاکٹر اور سرفراز خان نے آکر اس سے پانچ لاکھ روپے لیے۔ سرفراز خان نے کہا "تم نے وعدے کے مطابق اتنی بڑی رقم ادا کی ہے۔ میں ایک ہفتے کے اندر تمہارے لیے آنکھوں کا عطیہ لے آؤں گا۔"

وہ وعدہ کرکے ڈاکٹر سے مصافحہ کرکے رقم لے کر اسپتال سے باہر آیا۔ علی اپنی کار میں بیٹھا ہوا اس کا انتظار کررہا تھا۔ جب وہ اپنی کار میں جانے لگا تو علی اس کا تعاقب کرنے لگا۔ لاہور کے بعض علاقوں میں ٹریفک کی بڑی بدنظمی ہے۔ کسی بھی چوراہے پر گاڑیاں ایک دوسرے کے آمنے سامنے اور آگے پیچھے اس طرح پھنس جاتی ہیں کہ نہ آگے بڑھنے کا راستہ کھلتا ہے' نہ واپسی کا راستہ ملتا ہے۔ اس وقت سرفراز خان اس سے کچھ آگے تھا۔ اسے آگے بڑھنے کا راستہ مل گیا۔ علی کئی گاڑیوں کے پیچھے تھا۔ اسے راستہ نہ مل سکا۔ اس طرح وہ پیچھے رہ گیا۔ جب راستہ ملا' تب تک سرفراز خان کہیں گم ہوچکا تھا۔

علی کو اندازہ تھا کہ ناکامی ہوسکتی ہے اس لیے آئندہ سرفراز خان .... کو نظروں میں رکھنے کے انتظامات وہ کرچکا تھا۔ وہ مریض جس

کے دونوں گردے ناکارہ ہو چکے تھے' اس نے ڈاکٹر کو اپنے کمرے میں بلا کر کہا "میں کل تک دو لاکھ روپے کا انتظام کر لیتا ہوں لیکن اب میری کاروباری حالت سنبھل گئی ہے۔ مجھے لاکھوں روپے کا منافع ہو رہا ہے۔ اب میں بڑی سے بڑی رقم ادا کر کے اپنے لیے گردے خرید سکتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے کہا "یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ کی کاروباری حالت سنبھل گئی ہے۔ آپ کو لاکھوں روپے کے منافع کے ساتھ نئی زندگی بھی مل سکے گی۔"

"میں اخبارات میں اشتہار چھپوانا چاہتا ہوں کہ جو اپنا ایک گردہ فروخت کرنا چاہے گا اسے میں دو لاکھ روپے دوں گا۔"

ڈاکٹر نے کہا "اخبارات میں اشتہار دینے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں' جو آپ کے لیے ایک ہفتے کے اندر گردوں کا انتظام کر دے گا۔"

"ایسی بات ہے ڈاکٹر! تو آپ میرے لیے گردوں کا بھی انتظام ... کریں اور آپریشن بھی۔ میں آپ کو منہ مانگا معاوضہ دوں گا۔"

ڈاکٹر نے اسی دن سرفراز خان کو فون پر بتایا کہ ایک نیا گاہک ہے' وہ اسپتال آ جائے۔ ڈاکٹر اس کا فون نمبر جانتا تھا' رہائش گاہ نہیں جانتا تھا۔ ورنہ علی اس کے دماغ سے اس کا پتا معلوم کر کے اسے اس کے گھر کی چار دیواری میں ٹریپ کر لیتا۔

سرفراز خان گردوں کے مریض کے پاس آ گیا۔ اس سے یہ طے کیا کہ وہ دو گردوں کے چار لاکھ لے گا اور وعدے کے مطابق ایک ہفتے کے اندر گردے سپلائی کرے گا۔ مریض نے وعدہ کیا کہ دوسری صبح وہ مطلوبہ رقم ادا کرے گا۔ علی نے اس بار اپنے چند آلۂ کاروں کے ذریعے اس کی رہائش گاہ تک پہنچنے کا منصوبہ بنایا۔

دوسرے دن سرفراز خان جب چار لاکھ روپے ایک بریف کیس میں لے جا کر جانے لگا تو علی کے تمام آلۂ کاروں کو اس کی کار کا رنگ اور نمبر معلوم تھا۔ ان آلۂ کاروں کی گاڑیاں اس کی کار کے آگے بھی تھیں اور پیچھے بھی۔ وہ ٹریفک کے ہجوم میں بھی ان کی نظروں میں رہا۔

وہ بے خبر تھا کہ اس کا تعاقب ہو رہا ہے اور آگے پیچھے چلنے والی گاڑیوں میں سے کچھ اسے گھیر رہی ہیں۔ وہ شہر کے باہر کہیں رہتا تھا۔ جب اس کی کار شہر سے باہر ملتان روڈ پر جانے لگی تو آگے جانے والی گاڑی نے راستہ روک لیا۔ پیچھے سے بھی ایک گاڑی نے واپس مڑنے کا راستہ بند کر دیا۔ وہ سب مسلح تھے۔ انہوں نے گاڑیوں سے اتر کر اسے گھیر لیا۔ ایک نے پوچھا "اس بریف کیس میں کیا ہے؟"

سرفراز نے فوراً ہی جی کاک کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا "باس! گڑبڑ ہو گئی ہے۔ ڈاکو ؤں نے مجھے گھیر لیا ہے۔"

جی کاک نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "وہ کتنے ہیں۔ بریف کیس ان کے حوالے کر دو۔ ان میں سے کسی کی آواز اور لہجہ یاد رکھو۔ بعد میں انہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے اپنی رقم واپس لے لی جائے گی۔"

علی ایک آلۂ کار کے دماغ میں تھا۔ اس آلۂ کار نے برابر والے دستہ سرفراز خان کے سر پر زور سے مارا۔ وہ بری طرح زخمی ہو کر بولا "مجھے مارتے کیوں ہو؟ میرا بریف کیس لے جاؤ۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

علی اپنا کام کر چکا تھا۔ اسے زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچا تو اسے جی کاک کی آواز سنائی دی "تم کس قسم کے ڈاکوؤں میں پھنس گئے ہو۔ کمبخت مال بھی چھینتے ہیں اور مارتے بھی ہیں۔"

وہ لوگ بریف کیس لے کر اپنی گاڑیوں میں چلے گئے۔ علی نے ننھی سے کہا "سرفراز کے دماغ میں چلی آؤ۔ جی کاک اس سے باتیں کر رہا تھا۔"

وہ سرفراز کے دماغ میں آئی۔ اس کے سر پر ضرب لگائی گئی تھی اس کا سر چکرا رہا تھا۔ جی کاک کہہ رہا تھا "کسی طرح کار ڈرائیو کر اور کسی ڈاکٹر کے پاس جا کر زخم کی مرہم پٹی کراؤ۔ اپنی دماغی توانائی بحال کرو ورنہ دشمن تمہارے دماغ میں گھس آئیں گے۔"

ننھی اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ جی کاک نے مختار شاہ کا برین واش کیا تھا۔ اس کی پچھلی زندگی کو اس کے ذہن سے مٹا دیا تھا۔ اس کے چور خیالات میں بھی یہ بات نہیں رہی تھی کہ اس کا نام کبھی مختار شاہ تھا۔

وہ مایوس ہو کر علی سے بولی "یہ مختار شاہ نہیں ہے۔ کیا تم اس کے چور خیالات پڑھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ چور خیالات اسے سرفراز خان ثابت کر رہے تھے دماغ میں چھپے ہوئے خیالات جھوٹ نہیں کہتے۔ لیکن تنویمی عمل کے ذریعے چور خیالات کو بھی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ مختار شاہ پچھلی زندگی کی تمام باتیں اس کے ذہن سے مٹائی جا سکتی ہیں۔"

وہ ڈاکٹر سے مرہم پٹی کرانے کے بعد اپنی کوٹھی میں آیا۔ جی کاک نے کہا "تمہارے کسی دشمن کو تمہاری اس دماغی کمزوری کا علم نہیں ہے۔ تم محفوظ ہو۔ خوب کھاؤ پیو۔ آرام کرو۔ شام تک تمہاری دماغی توانائی بحال ہو جائے گی۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ اس نے کچھ پھل کھائے دودھ پیا۔ اس کے بعد وہ آرام سے لیٹ گیا۔ علی نے اسے نیند کی گولی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ پہلے اس نے جی کاک کے تنویمی عمل کو مٹایا۔ اس کی یادداشت واپس آئی تو یہ راز کھل گیا کہ وہ مختار شاہ ہے۔

ننھی بھی اس کے دماغ میں موجود تھی۔ اس کی اصلیت ظاہر ہوتے ہی اسے شدید غصہ آیا۔ وہ تنویمی عمل کے دوران اسے ہلاک کر سکتی تھی لیکن وہ کوئی کام علی کے مشورے کے بغیر نہیں کرتی تھی۔

علی نے تنویمی عمل سے فارغ ہو کر کہا "اسے یوں ہی ہلاک کر دیں گی تو یہ مرنے کے بعد خاک میں مل جائے گا۔ اس کی موت

دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ۔ اس کی آنکھیں اس خاتون کو اور دونوں گردے اس مریض کو دیے جائیں گے۔ یہ تمام عمر گناہ کرتا رہا۔ مرنے کے بعد اسے نیکی کمانے دو۔"

جب وہ تنویمی نیند پوری کر کے بیدار ہوا تو تھوڑی دیر تک آنکھیں کھول کر چھت کو تکتا رہا اور سوچتا رہا کہ کہاں ہے؟ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے بہت عرصے تک خوابِ غفلت میں رہا ہے پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سامنے ایک بڑا سا آئینہ تھا۔ اس میں سرفراز خان کا چہرہ نظر آرہا تھا۔ جبکہ وہ خود کو مختار شاہ کی حیثیت سے پہچان رہا تھا۔

علی نے اس کی سوچ میں کہا "ہاں مجھے یاد آرہا ہے۔ جی کاک نے میری آواز اور لہجہ بدلنے کے علاوہ چہرہ بھی بدل دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے' اس کے تنویمی عمل کا اثر ختم ہو چکا ہے۔ اسی لیے مجھے اپنی اصلیت یاد آرہی ہے۔ او گاڈ! پتا نہیں میں کتنے دنوں سے خود کو اور اپنی زیبا کو بھولا ہوا تھا۔"

"تم اپنی موت کو بھی بھولے ہوئے تھے۔"

وہ اپنے اندر فہمی کی آواز سن کر چونک گیا۔ سہم کر بولا "تم؟ تم نے مجھے کیسے ڈھونڈ لیا؟"

"جیسے موت اپنے شکار کو ڈھونڈ لیتی ہے۔ تم زندہ رہنے کی جتنی کوششیں کر سکتے تھے' کر چکے ہو۔ اب نہ تمہیں فرار کا کوئی راستہ ملے گا اور نہ جی کاک تمہیں چھپا سکے گا۔"

وہ بری طرح خوف زدہ تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے جی کاک کو مخاطب کیا "باس! میں بڑی مصیبت میں ہوں۔ مجھے بچاؤ۔"

جی کاک نے حیرانی سے پوچھا "تم تو مختار شاہ کے لب و لہجے میں بول رہے ہو؟"

"میں مختار شاہ ہوں۔ اپنے لہجے میں ہی بولوں گا۔ علی نے تمہارے .... تنویمی عمل کو میرے برین سے واش کر دیا ہے۔"

"او گاڈ! علی تمہارے اندر کیسے پہنچ گیا؟"

"باس! یہ تو وہی جانتا ہے مگر فہمی مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"فہمی سے پہلے میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر اب تمہیں چھپاؤں گا تو وہ دونوں میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"باس! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں تمہارا خدمت گزار اور وفادار ہوں۔"

"مجھے ایسا وفادار نہیں چاہیے جو اپنے ساتھ ہماری موت بھی لائے۔"

"میں نے ساری زندگی لارڈز کی اور تمہاری خدمت کی ہے۔ ان خدمات کے عوض مجھے بچانے کی کوئی تدبیر کرو۔"

"کیا خاک تدبیر کروں؟ کیا یہ نہیں سمجھ رہا ہوں کہ فہمی اور علی یہاں چھپے ہوئے ہماری باتیں سن رہے ہیں؟"

"تمہیں سننے دو .... تم میری فکر کرو۔"

"مجھے اپنی فکر ہے۔ پتا نہیں وہ کتنے عرصے سے تمہارے دماغ میں چپ چاپ آتے رہے ہیں اور تمہارے ذریعے ہمارے اہم منصوبے معلوم کرتے رہے ہیں۔ آئندہ میرے پاس نہ آنا۔ میں جا رہا ہوں۔"

علی نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟ تمہاری تلاش میں کتنے ہی دن ضائع کیے ہیں۔ اب تم بھی چھپ نہیں سکو گے۔"

"مسٹر علی! میری تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔"

"انسانی اعضا فروخت کرنے والا سب کا دشمن ہوتا ہے۔"

"اگر آپ مجھ پر بھروسا کریں تو میں یہ کاروبار چھوڑ دوں گا۔ کوئی دوسرا دھندا کروں گا۔"

علی نے کہا "میں نہیں چاہتا کہ تم یہ کاروبار چھوڑ دو۔ میں اس کاروبار میں تمہارا شریک رہنا چاہتا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولا "آپ؟ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں تو کیا دنیا کا کوئی مجرم یقین نہیں کرے گا کہ آپ ایسے کاروبار میں شریک ہو سکتے ہیں۔"

"اگر تم کچھ عرصے تک زندہ رہنا چاہتے ہو تو میری بات کا یقین کر لو۔ مجھے آنکھوں کی اور گردوں کی ضرورت ہے۔ تم یہ چیزیں مجھے سپلائی کرو گے۔"

"آپ کو ضرورت ہے تو آپ جتنی تعداد میں چاہیں گے' میں اتنی ہی تعداد میں تمام چیزیں آپ کے پاس پہنچا دوں گا۔"

"مختار شاہ نے ایک نابینا خاتون سے پانچ لاکھ روپے لیے ہیں۔ اس خاتون کو مختار شاہ کی آنکھیں دو اور اس نے جس مریض سے چار لاکھ لیے ہیں' اسے مختار شاہ کے دونوں گردے دے دو۔ یہ چیزیں اپنے پائلٹ ڈاکٹر کے ذریعے اسپتال پہنچاؤ اور آپریشن تک تمام مراحل سے گزرنے' انہیں بینائی اور گردے مہیا کرنے تک تم خیال خوانی کے ذریعے موجود رہو گے اور تمام انتظامات کرتے رہو گے۔"

یہ باتیں مختار شاہ کے دماغ میں ہو رہی تھیں۔ وہ چیخ کر بولا "میں نے پہلے پورس کو گرفتار کیا تھا اور ہم سے کہتا رہا تھا کہ پارس کو چھوڑ دو۔ میں اپنی آنکھیں نہیں دوں گا۔ اگر اپنے دونوں گردے دلدار فگار کیا ہے اور اسے ایسے سخت پہرے میں قید رکھا ہے' جہاں سے وہ بھی پرندہ بھی پر نہیں مار سکے گا۔"

تیسرے نے کہا "وہ جھوٹ ایسے بولتا ہے' جیسے سچ کہہ رہا ہو۔ اگر تو زندہ کیسے رہوں گا؟"

فہمی نے پوچھا "کیا تمہیں یہ خوش فہمی ہے کہ میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گی؟"

وہ خوف سے کانپتے ہوئے بولا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ تم سب کیا..."

میرے اندر بیٹھ کر میری موت کا فیصلہ کر رہے ہو۔"

فہمی نے کہا "تمہیں یکبارگی موت نہیں ملے گی۔ تم تھوڑا گھونٹ پئے پھر کہا "ہم ٹیلی پیتھی کی بھول بھلیوں کو سمجھ نہیں تھوڑا کر کے قسطوں میں مرو گے۔ پہلے تمہیں بے ہوش کر کے آنکھوں سے محروم کیا جائے گا۔"

وہ لرزتے ہوئے بولا "نہیں۔ خدا کے لیے ایسا ظلم نہ کرنا۔"

"تمہیں اس وقت خدا یاد نہیں آیا' جب تم نے میرے بے قصور ابو کو قتل کیا تھا؟ جب تم دل' گردے اور آنکھیں حاصل کرنے کے لیے معصوم عورتوں اور مردوں کو حادثے کے زخمی کرتے رہے ہو اور ایسے میں مین کلر ہمیں الٹی سیدھی باتیں سمجھا کر مطمئن کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔"

ایک افسر نے سامنے رکھے ہوئے گلاس سے کولڈ ڈرنک کے گھونٹ پیے پھر کہا "ہم ٹیلی پیتھی کی بھول بھلیوں کو سمجھ نہیں سکے ہیں اور وہ مین کلر ہمیں الٹی سیدھی باتیں سمجھا کر مطمئن کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔"

اس نے ضرغام کو سونیا کے مقابلے میں بھیجا تھا۔ وہاں بھی "ٹیلی پیتھی کے شعبے کا ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ ہمیں مایوس کرتا رہا ہے اور ایسے میں دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ یہ علم جاننے والا ہے اور مٹانے والا ہے اور تمہیں ایسے اعمال کی سزا دینے والا ہے۔"

"اب میں کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ اس بار مجھے معاف کر دو۔"

"موت۔ قسطوں میں موت۔ آنکھیں نکالنے کے ایک ہفتے کے بعد پھر تمہیں بے ہوش کیا جائے گا اور تمہارا ایک گردہ نکالا جائے گا۔"

وہ رونے لگا۔ دہائیاں مار مار کر رونے لگا۔ وہ بولی "ایک ہفتے کے بعد تمہارا تیسرا اور آخری آپریشن کیا جائے گا کیونکہ دوسرا گردہ نکالنے کے بعد تم زندہ نہیں رہ سکو گے۔"

اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ آدمی موت کے بعد ساکت ہو جاتا ہے۔ وہ قسط وار موت کی دہشت سے موت سے پہلے ہی ساکت ہو گیا۔

○☆○

امریکن آرمی کے چند بڑے افسران' مین کلر کی مسلسل ناکامیوں سے مایوس ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس کی لاعلمی میں ایک خفیہ اجلاس منعقد کیا۔ اس خفیہ اجلاس میں فوج کے صرف وہ چند بڑے افسران شریک تھے' جو یوگا کے ماہر تھے۔ انہیں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ مین کلر یا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں پہنچ سکیں گے۔

ایک افسر نے کہا "مین کلر کو ٹیلی پیتھی کے شعبے کا ہیڈ بنانے میں عجلت سے کام لیا گیا تھا۔ اس کی صلاحیتوں کو اچھی طرح آزمایا گیا۔ اس کی کمزوریوں پر توجہ نہیں دی گئی۔ اب اس کی کمزوریاں سامنے آرہی ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا "اس کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ اپنی غلطیوں پر پردہ ڈالتا رہتا ہے۔ تاکہ ہم اسے نااہل نہ کہہ سکیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ اگر پورس کو ہلاک نہ کیا گیا تو ہمارا ملک سپر پاور بن کر نہیں رہ سکے گا۔"

"دوسرے چند فوجی افسران اور اعلیٰ حکام کہتے ہیں کہ مین کلر کو مزید موقع دیا جائے۔ وہ پورس کو ضرور ٹھکانے لگا دے گا۔"

ایک افسر نے ناگواری سے کہا "کل شام مین کلر نے پوری فورس کے ساتھ پورس کو گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ پورس انہیں اپنے پیچھے دوڑاتا رہا۔ وہ ایک پارک میں گیا۔ تعجب ہے کہ ایک پارک کا محاصرہ کر کے اسے گرفتار نہ کیا جا سکا۔ مین کلر پر مزید بھروسا کرنا دانش مندی نہیں ہو گی۔"

"دانشمندی یہ ہو گی کہ اب ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی قیادت پر تکیہ نہ کیا جائے۔ مین کلر کے علاوہ ہمارے پاس کتنے ہی ذہین' حاضر دماغ اور چالاک ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہم ان میں سے ایک زبردست جوان کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ آپ حضرات کیا کہتے ہیں؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم نے ایسا کیا تو مین کلر اعتراض کرے گا۔"

"ہم مین کلر کو کسی طرح مطمئن کریں گے۔ اس سے کہیں گے کہ آرمی والوں کو اپنے پرسنل معاملات کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے۔ وہ ہمارے ماتحت رہ کر کام کرے گا۔"

"بہرحال مین کلر سے نمٹ لیا جائے گا۔"

"ہمارے پچھلے تجربات ہمیں یہی سمجھاتے ہیں کہ جب بھی ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر تنقید کرتے ہیں' ان کی غلطیوں کی نشان دہی کرتے ہیں یا ان کے عہدے سے انہیں ہٹانا چاہتے ہیں تو وہ پہلے گستاخی اور نافرمانی کرتے ہیں۔ پھر باغی بن جاتے ہیں۔ ملک سے فرار ہو کر اپنی ایک نئی ٹیم بنا لیتے ہیں۔"

"بے شک وہ ایسا کر چکے ہیں۔ آئندہ مین کلر بھی ایسا کر سکتا ہے لیکن کسی کے باغی بن جانے کے خوف سے ہم کسی نااہل کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ہمارے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سے زیادہ اہل ہیں' ہم ان کی اہلیت' قابلیت اور ان کی بہترین صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

"اب ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ مین کلر کے علاوہ اور کس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو آزمایا جائے۔"

"آرمی ٹریننگ سینٹر میں جس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہر امتحان میں سب سے زیادہ کامیابیاں حاصل کی ہیں' اس کا نام اسٹون ہارٹ ہے۔ میں چاہوں گا کہ اسے ٹیلی پیتھی کے شعبے سے نکال کر باقاعدہ آرمی میں لایا جائے۔"

تمام اعلیٰ افسران اسٹون ہارٹ کی حمایت میں متفق ہو گئے۔

امریکا' روس اور اسرائیل کے ٹریننگ سینٹرز میں پیرا سائیکالوجی رسائی اور والا پورس ہو گا۔"

سیکرٹ ایجنٹوں کو جو ٹریننگ دی جاتی ہے اس میں سب سے اہم کورس فرہاد علی تیمور اور اس کی فیملی کے دوسرے افراد کے بارے میں ہوتا ہے۔ تمام سراغ رسانوں اور سیکرٹ ایجنٹوں کو فرہاد' سونیا' پارس اور علی تیمور وغیرہ کی پوری ہسٹری پڑھائی جاتی تھی۔ ان کی تمام حرکات و سکنات کو وڈیو فلموں کے ذریعے دکھایا جاتا تھا۔

ان فوجی افسران نے اسٹون ہارٹ کو انٹرویو کے لیے طلب کیا۔ ایک افسر نے پوچھا "ہم تمہیں ایک ٹاپ سیکرٹ مشن میں بھیجنا چاہتے ہیں۔ کیا تم خود کو ایسے مشن کا اہل سمجھتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "سر! میں بہت عرصے سے مضطر ہوں کہ مجھے ایک موقع ملے اور میں کوئی بڑا کارنامہ انجام دے کر آپ حضرات کا اعتماد حاصل کروں۔"

ایک اور افسر نے پوچھا "اگر کبھی سونیا سے تمہارے مقابلے کی نوبت آجائے تو تم کیا کرو گے؟"

"سر! میں نے سونیا کے لائن آف ایکشن کا مشاہدہ بڑی توجہ سے کیا ہے۔ مقابلے کی نوبت آئے تو وہ لڑنے میں وقت ضائع نہیں کرتی ہے۔ بڑی مکاری سے اپنے مقابل کو الجھا کر چپ چاپ اپنا کام نکال لیتی ہے۔"

تمام اعلیٰ افسران باری باری اس سے سوال کرنے لگے۔ وہ بہت ہی معقول اور مدلل جواب دیتا رہا۔ وہ انتہائی ذہین تھا اور اس کی یادداشت اتنی مستحکم تھی کہ وہ بڑے بڑے مجرموں کی ہسٹری یاد رکھتا تھا اور اپنی ڈائری میں یہ نوٹ بھی کرتا تھا کہ مجرموں کی کمزوریوں تک کیسی کیسی تدابیر سے پہنچا جاسکتا ہے۔

ان افسران نے ایک ٹاپ سیکرٹ مشن کے لیے اسٹون ہارٹ کا انتخاب کیا۔ ٹیلی پیتھی کے شعبے کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ مین کلر کو اور دوسرے اعلیٰ حکام کو لکھ بھیجا کہ آرمی کے لیے ایک خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اسٹون ہارٹ کی تقرری آرمی میں کی جائے۔

مین کلر نے مخالفت کرتے ہوئے کہا "ٹیلی پیتھی کا شعبہ آرمی کی ہر ضرورت کے وقت کام آتا ہے۔ اس لیے علیحدہ سے آرمی میں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تقرری نہ کی جائے۔"

آرمی کے سب سے بڑے افسر نے کہا "آرمی کے کچھ ٹاپ سیکرٹ معاملات ہوتے ہیں۔ ہم ایسے معاملات میں صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا رازدار رکھائیں گے۔ لہٰذا آرمی کی یہ درخواست قبول کی جائے اور اسٹون ہارٹ کو آرمی کے حوالے کیا جائے۔"

فوج کے دوسرے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام کے لیے مین کلر بہت اہم تھا اور وہ چھ بڑے افسران جو اسٹون ہارٹ کا مطالبہ کررہے تھے' وہ فوج کے اہم ستون تھے۔ انہیں ناراض نہیں کیا جاسکتا تھا۔

مین کلر کو اس بات کا غصہ تھا کہ آرمی والے اس کے مقابلے میں اسٹون ہارٹ کو اپنے سیکرٹ معاملات میں کیوں رازدار بنا رہے ہیں؟ اور اس پر بھروسا کیوں نہیں کررہے ہیں؟

تمام اکابرین نے مین کلر کو سمجھایا کہ سب ہی اس پر بھروسا کرتے ہیں لیکن وہ ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کی حیثیت سے کئی اہم معاملات میں دن رات مصروف رہتا ہے۔ اگر اس کی تقرری آرمی میں کی گئی تو اسے ٹیلی پیتھی کے شعبے کو چھوڑنا اور ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کے عہدے سے استعفیٰ دینا ہوگا۔

وہ اتنے بڑے عہدے سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس نے اکابرین کے سامنے قائل ہوگیا لیکن اندر ہی اندر جھنجلانے لگا۔ چھ بڑے افسران یوگا کے ماہر تھے۔ ورنہ وہ ان کے دماغوں میں ہونے والے ٹاپ سیکرٹ مشن کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرلیتا۔

آرمی کے ان چھ افسران نے اسٹون ہارٹ کو اپنے ایک خصوصی اجلاس میں بلایا پھر اسے خوش خبری سنائی کہ وہ آئندہ آرمی میں رہ کر کام کرے گا۔ کسی بھی معاملے میں مین کلر کے آگے جواب دہ نہیں ہوگا۔ اسے پہلی آزمائش کے طور پر ایسے مشن پر بھیجا جارہا ہے' جس میں مین کلر کئی بار ناکام ہوچکا ہے۔

اسٹون ہارٹ نے کہا "میں سمجھ گیا سر! مجھے ایران بھیجا جارہا ہے۔"

"تم درست سمجھ رہے ہو۔ ہم ایران کو اندر سے کھوکھلا کرنے کے لیے وہاں تخریبی کارروائیاں کرتے رہیں گے لیکن تہران میں سونیا کے باعث تخریبی کارروائیاں سرد پڑگئی ہیں۔ دوسرے علاقوں میں کچھ کامیابیاں ہوتی ہیں۔ بعد میں وہاں ہمارے آدمی پکڑے جاتے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا "سونیا کے بے شمار ماتحت اور ایران رضا کار دوسرے علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں' وہ ہمارے دشمن گروہوں کی ناک میں رہتے ہیں۔"

تیسرے افسر نے کہا "اس سلسلے میں سب سے بڑا نقصان ہے کہ وہ ہمارے آدمیوں کو پکڑنے کے بعد یہ ثابت کردیتے ہیں کہ وہ سب امریکی آلۂ کار ہیں۔ سیٹلائٹ کے ذریعے ساری دنیا میں انہیں بے نقاب کردیتے ہیں۔ اس طرح امریکا بدنام ہورہا ہے۔"

"اگرچہ ہم ان کے الزامات کا جواب سیٹلائٹ کے ذریعے ساری دنیا کو دیتے ہیں اس کے باوجود سونیا کی وہاں موجودگی ہماری پوزیشن کمزور ہورہی ہے۔"

اسٹون ہارٹ نے کہا "میں یہ تمام باتیں جانتا ہوں۔ آپ چاہتے ہیں' سونیا ایران میں نہ رہے۔ اس نے وہاں اپنے ماتحتوں اور ایرانی رضا کاروں کی جو ٹیم بنائی ہے' وہ ختم ہوجائے۔"

"سونیا وہاں سے جائے گی یا اسے موت آئے گی' تب ہی وہ کمزور ہوگی اور اس کے مقابلے میں ہم غالب آئیں گے۔"

"میری کوشش ہوگی کہ وہ صرف تہران نہیں ایران چھوڑ چلی جائے۔"

"تم سے پہلے بھی یہ دعویٰ ضرغام اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کیا تھا۔ ان کا انجام ہمارے سامنے ہے۔"

"سر! میں مین کلر اور ضرغام وغیرہ کی طرح دعویٰ نہیں کررہا ہوں۔ میں تو کوشش کرنے کی بات کہہ رہا ہوں۔ کوششوں کے دوران میں کبھی کامیابی بھی ہوتی ہے اور کبھی ناکامی بھی۔ آپ مجھے ایک بار آزمائیں اور وہاں جانے دیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم تمہارے جانے کے انتظامات کریں گے۔"

"مشکوری سر! سرکاری سطح پر یا خفیہ طور پر بھی میرے لیے کچھ نہ کیا جائے۔ میں بڑی رازداری سے تنہا جاؤں گا۔"

"کیا تمہیں مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت پیش آئے گی؟"

"نو سر!"

"ایران کے کئی علاقوں میں ہمارے سیکرٹ ایجنٹ' آلۂ کار اور زر خرید ایرانی ہیں۔ ان تمام لوگوں سے رابطہ کرنے کے الگ الگ کوڈ ورڈز ہیں۔ وہ تمام کوڈ ورڈز نوٹ کرلو۔"

"مشکوری سر! میں کسی کا کوڈ ورڈ یاد نہیں رکھوں گا۔ کسی سے رابطہ نہیں کروں گا۔ جب یہ لوگ گرفتار ہوجاتے ہیں تو پھر سیٹلائٹ کے ذریعے بیان دیتے ہیں کہ امریکا کے زر خرید تھے۔ میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا' جس سے ہمارا ملک بدنام ہوجائے۔"

سب نے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا تم وہاں سونیا اور اس کی ٹیم کے مقابلے میں تنہا رہو گے؟"

"سر! میں آپ سب کے سامنے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتا ہوں۔ مجھے تنہا جانے دیں۔ اگر مرجاؤں گا تو صرف ایک آدمی مارا جائے گا۔"

وہ افسران سنجیدگی سے سوچنے لگے۔ ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے۔ آخر انہوں نے ایک نیا تجربہ کرنے کے لیے اسے تنہا جانے کی اجازت دے دی۔

○☆○

میں نے بہت آرام کرلیا۔ اب بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر گھومنے پھرنے کی خواہش ہورہی تھی۔ ایسے وقت میری بیٹی اعلیٰ بی بی نے کہا "ہماری قسمت بھی عجیب ہے۔ آپ ہمارے پاس رہتے ہیں تو ہم نہیں رہتیں اور جب مما آئیں گی تو آپ کسی مہم پر روانہ ہوجائیں گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "ہمارے خاندان میں یہی ہورہا ہے۔ پارس اور علی بھی ہمیشہ ہمارے سائے میں نہیں رہتے تھے۔ پارس نے تمہاری مما کے سائے میں بچپن گزارا اور مجھ سے دور رہا۔ علی بھی اپنی ماما (آمنہ) کے سائے میں رہا اور کبھی میرے سائے میں... اور اب تو دونوں ہی آزاد پنچھیوں کی طرح نہ جانے کہاں کہاں اڑتے پھرتے ہیں۔ تمہارے ساتھ بھی یہی ہوگا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کبریا اور ناہیدہ بابر کو ادارے سے دور کیوں رکھا گیا ہے؟ کیا وہ دونوں میری طرح یہاں تعلیم حاصل نہیں کریں گے؟"

"بیٹی! تمہاری ماما (آمنہ) روحانی ٹیلی پیتھی کی حامل ہیں۔ تمہاری ماما نے کبریا اور بابر کو لاہور میں رکھا ہے۔ بابر ابھی بہت چھوٹا ہے۔ کبریا کو خیال خوانی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے سے تعلیم دی جارہی ہے۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اعلیٰ بی بی نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو! میں اعلیٰ بی بی ثانی ہوں۔"

"اور میں ہوں تمہاری مما۔ کیسی ہو تم؟"

"او مما! آئی لو یو۔ ابھی پاپا سے آپ کی باتیں ہورہی تھیں۔ کیا آپ تہران سے بول رہی ہیں؟"

"ہاں۔ میں اسی شہر میں ہوں۔ تمہاری بہت یاد آرہی ہے۔"

"آپ کو تو یاد کرتے ہی بیٹی کے پاس آجانا چاہیے۔ کیا میں آپ کو بلانے کے لیے پاپا سے سفارش کراؤں۔"

"سفارش کی ضرورت نہیں ہے۔ میری ممتا مجھے تمہاری طرف کھینچ رہی ہے۔ فون بند کرنے کے بعد اپنے پاپا سے کہنا' مجھ سے دماغی رابطہ کریں۔"

"میں ابھی کہتی ہوں۔ آپ ضرور آئیں اور جلد آئیں۔"

اعلیٰ بی بی نے فون رکھ کر مجھ سے کہا "مما' آپ کا انتظار کررہی ہیں۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "بیٹی نے پیغام دیا۔ میں چلا آیا۔ کیا یہاں آنے کا ارادہ ہے؟"

"یہی سوال تم سے کرتی ہوں' مجھے اپنی بیٹی سے کتنے عرصے تک جدا رہنا چاہیے؟"

"میرا خیال ہے' کافی عرصہ ہوچکا ہے۔ تمہیں یہاں آجانا چاہیے۔"

"شکریہ۔ تو پھر تم تہران چلے آؤ۔"

"میں؟ میں وہاں کیا کروں گا؟ کیا یہ کافی نہیں ہے کہ وہاں دشمن تمہارے نام سے جل رہے ہیں؟"

"میں چاہتی ہوں۔ اب تمہارے نام کی دہشت طاری رہے۔"

"میں سوچ رہا تھا' ادارے سے باہر نکلنا چاہیے۔ ٹھیک ہے۔ تم کہہ رہی ہو تو چلا آتا ہوں۔"

"تو پھر کب آرہے ہو؟"

"ابھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتا ہوں۔ جس فلائٹ میں سیٹ مل جائے گی' چلا آؤں گا۔ تمہیں فلائٹ نمبر بتادوں گا۔"

مجھے دوسرے دن صبح کی فلائٹ میں جگہ ملی۔ میں نے سونیا کو بتا دیا کہ میں وہاں دوپہر تک پہنچ رہا ہوں۔ میں بہت عرصے کے بعد کھلی فضا میں آیا لیکن سفر کے دوران میں چند گھنٹوں تک طیارے کے اندر

قید رہا۔

وہاں سیٹوں پر ایک جوان مرد اور ایک جوان خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ میری سیٹ ایک کنارے تھی۔ خاتون اس سیٹ پر آگئی۔ میں نے اعتراض کیا "یہ میری سیٹ ہے۔ آپ اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں۔"

وہ عاجزی سے بولی "پلیز ایک مہربانی کریں۔ مجھ سے سیٹ بدل لیں۔ وہ جو میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے بہت بور ہے۔ آپ ذرا اسے دیکھیں۔"

میں نے دیکھا۔ اس کے سامنے شطرنج کی بساط بچھی ہوئی تھی۔ مختلف خانوں میں مہرے رکھے ہوئے تھے اور وہ سر جھکائے آگے چال چلنے کے لیے سوچ رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے بولی "سو نائس آف یو۔ ہمارا سفر اچھا رہے گا۔"

میں نے پوچھا "تم اس ہم سفر سے بیزار کیوں ہو؟"

"اس نے مجھ سے بات نہیں کی۔ تمام راستے تنہا شطرنج کھیلتا رہا۔ ایک مہرے سے دوسرے مہرے کو مارتا رہا۔"

"شطرنج ذہین لوگوں کا کھیل ہے۔ یہ شخص سنجیدہ اور ذہین لگتا ہے۔"

"جو کسی خوب صورت عورت سے بات نہ کرے کیا وہ خاک ذہین ہوگا۔"

"اس کا مطلب ہے' تم مجھے ذہین سمجھ رہی ہو کیونکہ میں تمہاری جیسی حسین عورت سے گفتگو کر رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "اب میں ایسی حسین بھی نہیں ہوں۔"

میں نے کہا "آہ! تمہیں اپنے حسن و شباب کا احساس نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہیرا خود اپنی قدر نہیں جانتا ہے۔ اسے تو ہم جیسے جوہری ہی پرکھ سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے تم کنواری ہو۔ ابھی تک کوئی پرکھنے والا نہیں آیا ہے۔"

وہ خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ جبکہ پہلے ہی خاصی پھولی ہوئی صحت مند تھی۔ بدن کی جلد اتنی موٹی تھی کہ نزاکت کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ میں نے کہا "مجھے موٹی کھال والے گینڈے بہت پسند ہیں اور تمہاری کھال بہت موٹی ہے۔"

وہ چونک کر بولی "کیا؟ تم نے ابھی کیا کہا؟ میری کھال موٹی ہے؟"

"اتنی موٹی ہے کہ گینڈے دیکھ کر حیران ہو جائیں گے۔"

وہ چیخ کر بولی "یو شٹ اپ۔ تمہیں عورت سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے؟"

کئی مسافر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ اسٹیوارڈ نے آکر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

میں نے کہا "یہ خاتون میری سیٹ پر بیٹھ گئی ہیں۔ اب کہہ رہی ہیں کہ ان کی کھال گینڈے کی طرح موٹی ہے۔ اگر موٹی ہے تو میں کیا کروں؟ میں نے صرف اتنا کہا' آپ انسان ہیں۔ اپنی مثال کسی جانور سے نہ دیں۔"

خاتون نے کہا "یہ جھوٹ کہتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔"

اسٹیوارڈ نے بات کاٹ کر کہا "میڈم! آپ کے پاس کوئی مسافر آکر بیٹھتا ہے' آپ اس سے جھگڑا کرنے لگتی ہیں۔ ایک سے چارے کا سفر ختم ہوگیا۔ وہ چلا گیا۔ دوسرے صاحب شطرنج کے مصروف ہیں' آپ ان سے بھی لڑتی رہی ہیں۔ اب یہ تیسرے صاحب آئے ہیں۔ آپ ان سے بھی شروع ہو گئی ہیں۔"

"کیا میں لڑاکا ہوں؟ کیا میں پاگل نظر آتی ہوں؟"

"پلیز آپ میرے ساتھ چلیں۔ میں آپ کے لیے علیحدہ سیٹ کا انتظام کروں گا۔ پلیز آیئے۔"

اسٹیوارڈ اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ دوسری بار وہ ایک جوان دوشیزہ کے ساتھ آیا۔ مجھ سے اور اس شطرنج کے کھلاڑی سے بولا "اگر آپ حضرات کو اعتراض نہ ہو تو یہ یہاں بیٹھیں گی۔"

میں نے کہا "ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

وہ حسینہ شطرنج کو دیکھ کر خوش ہو کر بولی "آہا' مجھے شطرنج سے محبت ہے۔ میں بڑے شوق سے کھیلتی ہوں۔"

شطرنج کے کھلاڑی نے مسکرا کر کہا "تو پھر آؤ۔ ہو جائے ایک بازی۔ میں تمہارا بور ہو رہا تھا۔"

وہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر چلی گئی۔ میں اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ حسینہ مجھ سے بولا "میرا نام صابر جلالی ہے۔ میں تہران جا رہا ہوں۔"

"میں بھی تہران جا رہی ہوں۔ میرا نام شیریں ہے۔"

شیریں کا نام سن کر مجھے کچھ یاد آیا۔ تہران میں ایک عجیب غریب لڑکی تھی۔ سونیا نے اس کا ذکر کیا تھا کہ اس دوشیزہ شیریں کے ساتھ اس کی ہمزاد بھی رہتی ہے۔

ضرغام نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن ناکام رہا تھا کیونکہ تنویمی عمل کے لیے لازمی تھا کہ شیریں اور اس کی ہمزاد پر بیک وقت عمل کیا جائے اور ایسا کرنا ممکن نہیں تھا۔ ضرغام جب شیریں پر عمل کر رہا تھا تو اس کی ہمزاد اس کے دماغ سے تنویمی عمل کے اثرات کو مٹاتی رہی تھی۔

شیریں میرے اور صابر جلالی کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اس کے ساتھ کھیلنے میں مصروف ہو گئی تھی۔ میں اسے بالکل نہیں دیکھ رہا تھا۔ کیا یہ وہی ہمزاد والی شیریں ہے؟

میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے کہا "تمہارے ذہن پڑھنے والے ایرانی دوشیزہ شیریں کے دماغ میں جایا کرتے تھے۔ کیا وہ شیریں تہران میں ہے؟"

"اسی شہر میں ہو سکتی ہے۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"یہاں ایک ہم سفر دوشیزہ میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی ہے۔ اس کا نام بھی شیریں ہے۔ یہ اپنے دوسرے ہم سفر کے ساتھ

شطرنج کھیل رہی ہے۔"

سونیا نے کہا "شیریں نام کی کتنی ہی ایرانی لڑکیاں ہیں۔ ہاں جس کے دماغ میں میرے ماتحت جایا کرتے تھے اور جس کے ذریعے میں نے ضرغام کو جہنم میں پہنچایا تھا' اس شیریں کو شطرنج کھیلنے کا شوق نہیں تھا۔ اگر تمہاری ہم سفر کھیل رہی ہے تو پھر وہ کوئی دوسری شیریں ہے۔"

میں ذہنی طور پر حاضر ہو کر ان کا کھیل دیکھنے لگا۔ صابر جلالی نے کہا "تم کچھ عجیب سی ہو۔ پہلے غلط چال چلتی ہو۔ پھر مہرہ واپس لے کر صحیح چال چلتی ہو۔ آئندہ سوچ سمجھ کر چلو۔ غلطی کرو گی تو میں چال واپس لینے نہیں دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب میں خوب سوچ سمجھ کر چال چلوں گی۔"

میں چپ چاپ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے اندر اسی کی آواز کہہ رہی تھی "تمہیں شطرنج کھیلنا نہیں آتا ہے۔ مگر تم کھیلنے بیٹھ گئیں۔ کتنی بار سمجھایا ہے' جو کام نہیں آتا' اسے نہ کیا کرو۔"

شیریں نے کہا "جو کام مجھے نہیں آتا' وہ تمہیں تو آتا ہے۔ تم تو ہر فن میں ماہر ہو۔ مجھے کسی میدان میں ہارنے نہیں دیتی ہو۔"

شیریں کی دوسری آواز نے کہا "میں تمہارے ساتھ پیدا ہو کر پچھتا رہی ہوں۔ اگر میں تمہاری ہمزاد نہ ہوتی تو اچھا ہوتا۔"

اس کے خیالات پڑھنے سے تصدیق ہو گئی کہ وہ وہی شیریں ہے' جس کے ساتھ اس کی ہمزاد رہا کرتی ہے پھر میں نے اسے شطرنج کھیلتے دیکھا۔ وہ بالکل اناڑی تھی۔ مگر ایسی مہارت سے چالیں چل رہی تھی کہ صابر جلالی الجھ کر رہ جاتا تھا۔ اس کی تعریف کرتا تھا۔ "بھئی کمال ہے۔ تم تو غضب کی کھلاڑی ہو۔ پہلے تو الٹی سیدھی چالیں چل رہی تھیں۔ اب حیران کر رہی ہو۔"

وہ ہنس کر بولی "میں کھیلنا نہیں جانتی ہوں' وہ جانتی ہے جو مجھے چالیں سکھا رہی ہے۔"

صابر جلالی نے حیرانی سے پوچھا "کون تمہیں سکھا رہی ہے؟ تم تو میرے پاس تنہا ہو' تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے۔"

وہ پھر ہنسنے لگی۔ اس نے پوچھا "کیوں ہنس رہی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اس لیے کہ وہ تمہیں نظر نہیں آئے گی۔ وہ کسی کو نظر نہیں آتی ہے۔ جب وہ میرے کام آتی رہتی ہے اور کسی کو پتا نہیں چلتا ہے تو مجھے بڑا مزہ آتا ہے۔"

صابر جلالی اپنا کھیل چھوڑ کر اسے گہری سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے بولا "کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہارے دماغ کے اندر کوئی آتی ہے اور تمہارے ساتھ ٹیلی پیتھی والا معاملہ ہے؟"

"میرے دماغ میں تو کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے آتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں۔ ایک بار ضرغام نامی ایک شخص نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا مگر ناکام ہو گیا تھا۔"

"وہ ناکام کیوں ہو گیا تھا؟"

"وہ بے چارہ نہیں جانتا تھا کہ میرے دو دماغ ہیں۔"

"دو دماغ؟ یہ کیا بات ہوئی؟"

"تم بھی نہیں سمجھے۔ ایک دماغ میرا ہے اور دوسرا دماغ میری ہمزاد کا ہے۔ جب تک کوئی عامل ہم دونوں کے دماغوں پر بیک وقت تنویمی عمل نہیں کرے گا' تب تک میں کسی کی معمولہ اور تابعدار نہیں بن سکوں گی۔"

وہ بولا "میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا لیکن میں نے اس غیر معمولی علم کے بارے میں بہت پڑھا ہے اور ہمزاد کے متعلق بھی بہت پڑھا ہے۔ ہر انسان کے ساتھ اس کا ایک دوسرا روپ پیدا ہوتا ہے۔ ایک اچھا ہوتا ہے' دوسرا برا ہوتا ہے۔ ایک کمزور ہوتا ہے۔ دوسرا قوی۔ اس طرح دونوں مل کر دوہری فطرت اور دوہری شخصیت کے حامل ہوتے ہیں لیکن جیسا کہ تم کہہ رہی ہو' ایسا پہلی بار سن رہا ہوں۔"

وہ بولی "میں دوسروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ بس اتنا معلوم ہے کہ میری ہمزاد مجھے کسی طرح کا نقصان پہنچنے نہیں دیتی ہے۔ اپنے کھیل کی طرف دھیان دو۔ تم بازی ہارنے والے ہو۔"

"میں بھلا کیسے ہار سکتا ہوں۔ یہ تمہیں شہ دے رہا ہوں۔ تمہارے بادشاہ کی خیر نہیں ہے۔"

اس نے چال چلی۔ شیریں نے کہا "مجھے مات نہیں ہوگی۔ میں ایک بار سوچنے کا موقع دیتی ہوں۔ پھر چال واپس نہیں لینے دوں گی۔"

"میں چال کبھی واپس نہیں لیتا۔"

شیریں نے اس کی توقع کے خلاف ایسی چال چلی کہ وہ چونک کر اسے تعریفی نظروں سے دیکھنے لگا۔ شیریں کی اس چال کے بعد صابر جلالی کا شاہ چاروں طرف سے گھر گیا تھا۔ گویا اسے مات ہو گئی تھی۔

اس نے تمام مہرے سمیٹ کر رکھ لیے۔ بساط لپیٹ لی پھر کہا۔ "مس شیریں! میں تم سے متاثر ہو گیا ہوں۔ تم بہت ذہین ہو۔ کیا تہران میں تمہارا اپنا مکان ہے؟"

وہ سوچنے لگی۔ پھر بولی "شاید وہاں میرا مکان ہے۔"

"تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے تمہیں اپنا مکان یاد نہ ہو۔"

"میری یادداشت کمزور ہے۔ مجھ سے جو بات کہی جاتی ہے' میں چند گھنٹوں میں اسے بھول جاتی ہوں۔"

"لیکن مکان تو ایسی جگہ ہے جہاں دن رات رہتے ہیں۔ اسے کیسے بھول رہی ہو؟"

"میں ایک ہفتے کے لیے پیرس گئی تھی۔ اتنے دنوں میں تہران کے راستے اور گلیاں بھول چکی ہوں۔ میری ہمزاد مجھے ان راستوں سے گزار کر میرے گھر تک پہنچائے گی۔"

"کیا تم تنہا رہتی ہو؟"

"ابھی تو تنہا ہوں۔ بعد میں کوئی دوست یا رشتے دار پیدا ہو سکتا ہے۔ میں اپنے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

میں شیریں کے دماغ میں تھا اور یہ تسلیم کر رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر بالکل ویسی ہی ہے' جیسا کہہ رہی ہے لیکن صابر جلالی کے لیے

وہ عجوبہ تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ دماغی طور پر کمزور ہوگی اور یہ بھی اس کی عقل نہیں مان رہی تھی کہ اس کی کوئی ہمزاد ہے' جو دنیا والوں کے سامنے اسے نارمل بنا کر رکھتی ہے۔

میں نے محسوس کیا کہ شیریں کے دماغ میں میرے علاوہ کوئی دوسرا بھی پہنچا ہوا ہے۔ اس وقت جو بھی پہنچا ہوگا' پہلے اس کے چور خیالات پڑھ رہا ہوگا۔ وہ بالکل معصوم اور صاف گو تھی۔ وہ نہ تو جھوٹ کہتی تھی اور نہ کسی کو دھوکا دیتی تھی۔ اس کے چور خیالات بھی یہی کہہ رہے تھے۔ وہ رازداری سے آنے والا اس کی ہمزاد سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ اس لیے اپنی سوچ کے ذریعے اسے بولنا پڑا۔

میں چند لمحوں کے لیے حیران رہ گیا۔ شیریں کے اندر وہ بولنے والا صابر جلالی تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "میں شیریں کی ہمزاد سے مخاطب ہوں۔ کیا واقعی ہمزاد کا وجود ہے؟"

اسے شیریں کے لب و لہجے میں جواب سنائی دیا "سوری' اس کی ہمزاد کچھ نہیں کہے گی۔ اس کے خیالات پڑھ کر یقین کر دیا نہ کرو' اس معصوم کے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

وہ بولا "میں بھی شیریں کی طرح معصوم' سچا اور ایمان دار ہوں۔ تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

اسے کوئی جواب سنائی نہیں دیا۔ صابر جلالی نے اس کے اندر اپنی بات دہرائی۔ شیریں نے ہنستے ہوئے کہا "جب ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر ایک دوسرے سے بولتے ہیں تو مجھے ان کی باتیں سننے میں مزہ آتا ہے۔"

"تمہیں اور مزہ آئے گا۔ میں تمہارے اندر بولتا رہوں گا۔ تم وعدہ کرو۔ تہران میں میری دوست بن کر رہو گی۔"

میرے قارئین ذہین ہیں۔ وہ اب تک سمجھ چکے ہوں گے کہ تہران جانے والا اور ٹیلی پیتھی جاننے والا صابر جلالی نہیں ہے بلکہ اسٹون ہارٹ ہے۔ اسے فارسی زبان پر عبور حاصل تھا۔ چہرے اور رنگت سے بالکل ایرانی لگتا تھا۔ شاید اس کے پاسپورٹ اور دیگر اہم دستاویزات سے بھی ثابت ہو سکے گا کہ وہ دادا اور پردادا کے زمانے سے ایرانی ہے۔

میں کسی اسٹون ہارٹ کے وجود سے اس وقت بے خبر تھا۔ یہ بات میرے علم میں نہیں تھی کہ امریکی فوج کے چھ بڑے افسران نے اسٹون ہارٹ کو سونیا کے خلاف ٹاپ سیکرٹ مشن پر بھیجا تھا۔

فی الحال میرے لیے یہ بات بہت اہم تھی کہ ہمارے ساتھ سفر کرنے والا صابر جلالی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا "میری جان! سفر جاری ہے اور کچھ نئی معلومات بھی جاری ہیں۔"

"وہ نئی معلومات کیا ہیں؟"

"میں نے جس ہم سفر شیریں کا ذکر کیا تھا یہ وہی ہے' جس کے ساتھ ہمزاد رہتی ہے۔ یہ بڑی عجیب و غریب دوشیزہ ہے۔"

"میں بھی اسے قریب سے دیکھ چکی ہوں۔ اس کے بارے میں پیش گوئی کرتی ہوں کہ وہ معصوم اور بے ضرر نظر آنے والی کسی موقع پر بہت خطرناک ثابت ہوگی۔"

میں نے کہا "خطرناک شیریں نہیں' اس کی ہمزاد ہو سکتی ہے۔ ابھی ہم اسے سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔"

"تم خیال خوانی کے ذریعے بڑی رازداری سے اس کی اسٹڈی کر سکتے ہو۔"

"میں ایسا کروں گا۔ اب دوسری بات سنو۔ شیریں کے ساتھ شطرنج کھیلنے والا صابر جلالی پہلے تو ایک عام مسافر لگا۔ پھر اس کی اصلیت کھل گئی۔ وہ شیریں جیسے عجوبے کی حقیقت معلوم کرنے اس کے دماغ میں گیا تھا۔ میں نے وہاں اس کی سوچ کی لہروں کو سن لیا ہے۔"

"صابر جلالی نیا نام ہے۔ اس نام کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں کوئی بہروپیا ہے۔"

"ہاں۔ ایران میں بہت سے بہروپئے امپورٹ ہو رہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم تہران پہنچیں' تم پورے ایران کی خفیہ ایجنسیوں کو خبر کر دو کہ صابر جلالی پر بظاہر کسی قسم کا شبہ نہ کریں۔ لیکن بڑی رازداری سے اس کی نگرانی ہوتی رہے۔ پہلے معلوم کیا جائے کہ وہ کیا کھیل کھیلنے آیا ہے۔ کھیل خطرناک ہوا تو اسے عبرتناک انجام تک پہنچایا جائے گا۔"

سونیا اب اس نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے صابر جلالی کے سلسلے میں وہاں مصروف ہو گئی۔ میں آنکھیں بند کیے خیال خوانی میں مصروف تھا۔ پھر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ شیریں نے کہا "جب سے سفر شروع ہوا ہے' تب سے تم کبھی سو رہے ہو اور کبھی جاگ رہے ہو۔"

میں نے کہا "تم کھیلنے میں مصروف تھیں۔ میں کس سے باتیں کرتا' اس لیے خوابوں اور خیالوں میں کھویا ہوا ہوں۔"

وہ بولی "جانتے ہو۔ میں نے تمہیں کیوں مخاطب کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ تم بتاؤ؟"

"میری ہمزاد کہہ رہی ہے کہ تم بہت اچھے آدمی ہو۔"

"یہ بات میرا ہمزاد بہت پہلے کہہ چکا ہے کہ تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ تہران میں میرا کوئی نہیں ہے۔ تم میری بیٹی بن کر مجھے اپنے گھر لے جاؤ گی۔"

"ایسی بات ہے تو میں ابھی اپنی ہمزاد سے پوچھتی ہوں۔"

صابر جلالی نے طنزیہ انداز میں کہا "اچھا تو شیریں کی ہمزاد کی طرح تمہارا بھی کوئی ہمزاد ہے؟ میں سمجھ گیا۔"

میں نے پوچھا "کیا سمجھ گئے؟"

"تم اسے بیٹی بنا کر تہران میں اپنے رہنے کا ٹھکانا بنا رہے ہو۔"

اسی وقت شیریں نے خوش ہو کر تالی بجا کر کہا "تم میرے بارے

میں تمہیں بتایا کہوں گی اور آئندہ تمہارے ساتھ رہا کروں گی۔"

صابر جلالی نے ناگواری سے کہا "میں نے تمہاری ہمزاد کو کئی بار مخاطب کیا تھا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ تمہیں اجنبی کی بیٹی بنا رہی ہے۔ میں بھی نیک انسان ہوں۔ کیا تمہارا اس اجنبی کی بیٹی بنا رہی ہے۔ میں بھی نیک انسان ہوں۔ کیا تمہارا دوست نہیں بن سکتا؟ پلیز اپنی ہمزاد کو دوستی کے لیے راضی کرو۔"

وہ تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کر کے خاموش رہی۔ پھر آنکھیں کھول کر بولی "میری ہمزاد خاموش ہے۔ تمہارے سلسلے میں کوئی جواب نہیں دے رہی ہے۔"

اس نے تھوڑی دیر تک ہونٹوں کو سختی سے بھینچ کر شیریں کو دیکھا۔ پھر کہا "میرے سلسلے میں خاموشی ہے اور یہ سراسر میری انسلٹ ہے۔ میں تمہاری ہمزاد کے لیے ایک ناپسندیدہ شخص ہوں۔ اس لیے مجھے تمہارے پاس بیٹھنا بھی نہیں چاہیے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنی اچکی اٹھا کر جہاز کے پچھلے حصے کی طرف چلا گیا۔ وہاں چند سیٹیں خالی تھیں۔ وہ ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر شیریں کے متعلق سوچنے لگا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ اس کی کوئی ہمزاد ہے۔ اس کی سمجھ میں یہ آرہا تھا کہ شیریں بہت مکار ہے۔ کسی ہمزاد کا ڈراما پلے کر رہی ہے۔ ورنہ وہ خود ہی اتنی چالباز ہے کہ پہلے اس نے اناڑی بن کر کھیل شروع کیا۔ پھر بڑے ہی شاطرانہ انداز میں اسے مات دے دی۔

پھر اس نے ایک اجنبی سے دوستی کی۔ اسے اپنا باپ بنا لیا لیکن جس کے ساتھ سفر کے دوران میں کھیلتی رہی' ہنستی بولتی رہی' اسے دوست نہیں بنایا۔ ایسے میں یہ شبہ ہونے لگا کہ وہ چالباز اس کی اصلیت کو کسی حد تک سمجھ رہی ہے۔ میں اس کے دماغ میں گیا تھا اور وہ انجان بنی رہی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کے چور خیالات اسے اناڑی ظاہر کریں اور وہ ماہر کھلاڑی کی طرح اسے مات دے دے؟

اسٹون ہارٹ نے اس پہلو سے بھی سوچا کہ شیریں معصوم اور نادان ہے لیکن اس کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی چھپی ہوئی ہے۔

بہرحال اس نے خطرہ محسوس کیا۔ پھر اس کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا۔ اسے مجھ پر بھی شبہ تھا کہ شیریں سے شاید میری پہلے کی شناسائی ہے اور ہم اس کے سامنے باپ بیٹی بن کر اسے الو بنا رہے ہیں۔

اچانک میں نے پرائی سوچ کی لہریں محسوس کیں اور سانس روک لی۔ یہ سمجھ گیا کہ وہی میرے اندر پہنچنا چاہتا ہے۔ اسٹون ہارٹ کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اب اس نے میرے بارے میں سوچا کہ میں صرف یوگا کا ماہر ہوں یا ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہوں؟

ایک بات سے دوسری بات اور دوسری سے تیسری بات نکلنے لگی۔ اس کی عقل نے کہا میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور میں نے شیریں کے دماغ میں یہ کرا سے شطرنج کے کھیل میں مات دی ہے۔

اگرچہ وہ الٹی سیدھی باتیں سوچ رہا تھا لیکن اس صحیح نتیجے پر پہنچ رہا تھا کہ اس کے سر پر خطرہ منڈلا رہا ہے۔ اس نے اپنی اچکی کو کھول کر اس میں سے ایک جوڑا اور چند ضروری چیزیں نکالیں۔ اس اچکی کو بند کر کے دوسری جگہ رکھا۔ پھر ٹائلٹ میں آگیا۔ وہاں آئینے کے سامنے اس نے اپنے چہرے پر سے ماسک اتارا تو اسٹون ہارٹ کا اصلی چہرہ نمودار ہو گیا۔ اس نے قینچی سے ماسک کو کاٹ کر اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے۔ پھر انہیں کموڈ میں ڈال کر فلش کے ذریعے بہا دیا۔ پہلا لباس اتار کر دوسرا لباس پہن لیا۔ اتارے ہوئے لباس کو ایک شاپنگ بیگ میں رکھ لیا۔ پھر ٹائلٹ سے نکل کر دوسری سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔

اس کے پاس اسٹون ہارٹ اور صابر جلالی کے ناموں سے دو پاسپورٹ تھے اور دو ناموں کے دو ٹکٹ تھے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے متعلقہ افسران کے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا اور دونوں پاسپورٹوں پر نیویارک سے روانگی کی مہر لگوائی تھی اور دونوں کے ناموں سے بورڈنگ کارڈ حاصل کیے تھے۔ اس طرح کمپیوٹر رپورٹ کے مطابق اس طیارے میں اسٹون ہارٹ اور صابر جلالی دو مختلف افراد سفر کر رہے تھے۔

جب وہ طیارہ تہران پہنچا تو ائرپورٹ کے مختلف حصوں میں ایرانی خفیہ ایجنسی کے جاسوس موجود تھے۔ سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے امیگریشن کاؤنٹر پر کام کرنے والوں کے اندر تھے۔ تمام مسافروں سے پاسپورٹ پر مہر لگوا کر ویٹنگ ہال کی طرف جا رہے تھے۔

اسٹون ہارٹ مسافروں کی قطار میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کی باری آنے پر اس نے کاؤنٹر پر اپنا پاسپورٹ دکھایا۔ چند سوالات کے جواب دیے۔ پھر پاسپورٹ پر مہر لگوا کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

مجھے' سونیا کو اور ایرانی خفیہ ایجنسی کے سراغرسانوں کو صابر جلالی کا انتظار تھا۔ امیگریشن کاؤنٹر پر جب اس کا پاسپورٹ آتا تو تمام سراغرساں اسے چہرے سے پہچان سکتے تھے اور خفیہ طور پر اس کی نگرانی کر سکتے تھے۔ لیکن ایک ایک کر کے تمام مسافر امیگریشن کاؤنٹر سے گزر گئے اور صابر جلالی کسی کو نظر نہیں آیا۔

شیریں مجھے اپنے گھر چلنے کو کہہ رہی تھی۔ میں نے کہا "ذرا انتظار کرو۔ مجھے یہاں ایک شخص کی تلاش ہے۔"

سونیا مجھ سے کچھ فاصلے پر تھی۔ ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی بنے ہوئے تھے۔ لیکن خیال خوانی کے ذریعے باتیں کر رہے تھے۔ وہ حیرانی سے کہہ رہی تھی "تمام مسافر امیگریشن کاؤنٹر سے گزر چکے ہیں مگر صابر جلالی نظر نہیں آرہا ہے۔ طیارے سے اتر کر ائرپورٹ کی عمارت میں آنے تک کہاں غائب ہو سکتا ہے؟"

نادیدہ بنانے والی گولیوں کے متعلق ہم یہی جانتے تھے کہ اب کسی کے پاس ایسی گولی نہیں ہے۔ لیکن جب کوئی طیارے میں

موجود ہو اور امیگریشن کاؤنٹر پر پہنچنے تک غائب ہو جائے تو شبہ کیا جاسکتا تھا کہ اس کے پاس ناد یدہ بنانے والی گولی ہے۔ یا پھر اس نے جو حکمتِ عملی اختیار کی تھی' وہ اس وقت ہماری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ بعد میں ہم غور کرنے کے بعد سمجھ سکتے تھے۔

اسٹون ہارٹ ائرپورٹ کے اسی حصے میں ہم سے دور کھڑا ہوا ہمیں دیکھ رہا تھا اور یہ سمجھنے کی کوشش کررہا تھا کہ اسے صرف ہم تلاش کررہے ہیں یا ایرانی پولیس اور خفیہ ایجنسیوں والے بھی ڈھونڈ رہے ہیں چونکہ وردی والے کسی طرح کی سرگرمی نہیں دکھا رہے تھے' معمول کے مطابق اپنی ڈیوٹی پر تھے اس لیے وہ یہ سوچ کر الجھ رہا تھا کہ میں اسے کیوں تلاش کررہا ہوں۔ وہ سونیا کو نہ تو پہچان رہا تھا نہ اس پر شبہ تھا کہ ہم سے اس کا کوئی تعلق ہے۔

ایسے وقت میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ صابر جلالی کی آواز سنائی دی "سانس نہ روکنا۔ میں صابر جلالی ہوں۔"

میں نے کہا "اچھا تو تم ہو۔ آنکھ مچولی کھیل رہے ہو۔"

"میں تو آنکھ مچولی کھیل رہا ہوں۔ تم کون سا کھیل کھیل رہے ہو۔ مجھے کس مقصد کے لیے تلاش کررہے ہو؟"

"کوئی مقصد نہیں ہے۔ حیرانی ہے کہ طیارے کے اندر سے تم کیسے غائب ہو گئے۔ یہاں نظر نہیں آرہے ہو۔ لیکن میرے اندر بول رہے ہو۔"

سونیا شکار کھیلتے وقت شیرنی کی نظر رکھتی تھی۔ وہ وہاں ٹہلتی ہوئی' ایک ایک کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے اسٹون ہارٹ کو بھی دیکھا۔ وہ ایک طرف یوں گم صم بیٹھا ہوا تھا جیسے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہو۔ خیال خوانی کرنے والے بھی اسی طرح گم صم رہتے ہیں۔ سونیا نے سوچا "یہ دو قدم کے فاصلے پر ہے۔ تصدیق کرلی جائے کہ کیا کررہا ہے؟"

وہ اسٹون ہارٹ کے قریب آکر کھڑی ہو گئی۔ اسے خبر نہ ہوئی کہ ایک جوان عورت اس کے بالکل قریب ہے۔ وہ بولی "ہیلو مسٹر! کیا تمہارا نام جوزف ہے؟"

وہ خیال خوانی کرتے کرتے چونک گیا۔ اس نے سر اٹھا کر سونیا کو دیکھا پھر کہا "میں جوزف نہیں ہوں۔"

خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹتے ہی میں نے سونیا کی طرف دیکھا پھر اس کے اندر پہنچ کر سنا۔ وہ کہہ رہی تھی "میں جوزف کو پہچانتی نہیں ہوں۔ اس نے فون پر کہا تھا کہ وہ بلیو سوٹ میں رہے گا اور جہاں بھی ہو گا' سر جھکائے سوچ میں ڈوبا ہوا ہو گا۔"

"میڈم! میں نے کہہ دیا نا کہ میں جوزف نہیں ہوں۔ پلیز جائیں' مجھے ڈسٹرب نہ کریں۔"

سونیا... سوری کہہ کر اس سے دور ہو گئی۔ اسی وقت میں نے اپنے دماغ میں اس کی آواز سنی۔ وہ بولا "سوری ہماری بات ادھوری رہ گئی تھی۔ ایک خاتون نے خواہ مخواہ مداخلت کی تھی۔"

میں نے سانس روک کر اسے دماغ سے نکالا۔ پھر سونیا سے کہا "میری جان! تم نے تو کمال کردیا۔ ابھی جس کے پاس گئی تھیں' وہی صابر جلالی ہے۔"

وہ بولی "پھر تو کمال ہو گیا۔ میں اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گی۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ شیریں نے مجھ سے پوچھا "ہم یہاں کب تک بیٹھے رہیں گے؟"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا "آؤ چلیں۔"

عمارت کے باہر شیریں کا ڈرائیور اس کے لیے کار لایا تھا۔ وہ میرے ساتھ دوسری طرف جارہی تھی۔ ڈرائیور نے کہا "سر صاحبہ! میں آپ کے لیے کار لایا ہوں۔ پلیز یہاں آئیں۔"

اس کی ہمزاد نے کہا "بڑی مشکل ہے۔ اپنے ڈرائیور کو بھی بھول جاتی ہو۔"

میں اس کا ہاتھ تھام کر اسے کار کی پچھلی سیٹ پر لے آیا۔ سونیا نے اپنے ماتحتوں اور ایرانی خفیہ ایجنسی والوں کو تاکید کی کہ اسٹون ہارٹ کی خفیہ نگرانی کرتے رہیں اور اسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔

میں نے سونیا سے کہا "اب تو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اسٹون ہارٹ امریکی ایجنٹ ہے۔"

"ہاں۔ اور بے حد چالباز ہے۔ اس کی چال سمجھ میں آگئی ہے۔ وہ ڈبل پاسپورٹ کے ساتھ آیا ہے۔ اس کی اپنی کی تلاشی لی جائے تو اس میں سے صابر جلالی کا پاسپورٹ ضرور برآمد ہو گا۔"

"چلو اچھا ہے۔ میرے یہاں آتے ہی ایک چالباز بھی آگیا ہے۔"

"میں تو یہاں سے جانے والی ہوں۔ تم اس سے کیسے نمٹو گے؟"

"جانے سے پہلے تمہیں نمونہ دکھاؤں گا۔ پہلے اپنے ایک ایک ماتحت سے کہو میرے دماغ میں آکر اپنی آواز سنائے۔"

تھوڑی دیر بعد ایک ایک ماتحت آکر اپنا نام بتا کر جانے لگا۔ ایک ماتحت نے کہا "سر! وہ اصفہان جانے والی کوچ میں سفر کررہا ہے۔"

میں نے کہا "کوچ کے اگلے اسٹیشن کا فون نمبر معلوم کرو۔"

تھوڑی دیر بعد اس نے مجھے فون نمبر بتایا۔ میں نے موبائل فون کے ذریعے اسٹیشن انچارج کو کوچ نمبر بتا کر کہا "آنے والی کوچ میں مسٹر اسٹون ہارٹ سفر کررہے ہیں۔ جیسے ہی کوچ وہاں پہنچے اسے فون پر بلایا جائے۔ اس کے لیے ایک ضروری پیغام ہے۔"

میں فون بند کرنے کے بعد اسٹیشن انچارج کے دماغ میں جا جب وہ کوچ وہاں پہنچی تو اسٹیشن کے ایک ورکر نے کوچ کے اندر آکر کہا۔ "مسٹر اسٹون ہارٹ کے لیے ایک ضروری فون ہے۔ پلیز وہ بوتھ میں آکر فون اٹینڈ کریں۔"

اسٹون ہارٹ نے پریشان ہو کر سوچا "اس ملک میں مجھے کوئی جانتا نہیں ہے۔ پھر کس نے فون کیا ہے؟"

دو باتیں کہی گئیں کہ مسٹر اسٹون ہارٹ کو فوراً آکر فون اٹینڈ کرنا چاہیے۔ وہ اپنے پاسپورٹ وغیرہ کے مطابق اسٹون ہارٹ تھا۔ اپنے نام سے اور کوچ کے اندر اپنی موجودگی سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔

وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر کوچ کے باہر جانے لگا۔ میں نے موبائل فون کے ذریعے اسی نمبر پر رابطہ کیا۔ اسٹون ہارٹ نے اسٹیشن بوتھ میں آکر ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون؟"

میں نے شیریں کی آواز اور لب و لہجے میں کہا "ہیلو جلالی! میں شیریں بول رہی ہوں۔"

"میں جلالی نہیں ہوں۔ کسی شیریں کو نہیں جانتا ہوں۔"

"ہیلو جلالی نہ سہی' اسٹون ہارٹ تو ہو۔"

وہ چونک کر بولا "تم؟ تم مجھے اسٹون ہارٹ کے نام سے کیسے جانتی ہو؟"

"میں تو کچھ نہیں جانتی۔ میری ہمزاد نے تمہارا یہ نام اور یہاں کا ٹیلی فون نمبر بتایا تھا اور کہا تھا کہ میں اس نمبر پر تم سے بات کرسکوں گی اور واقعی بات کررہی ہوں۔ کتنا مزہ آرہا ہے نا؟"

"شٹ اپ۔ آخر تمہاری یہ ہمزاد کیا بلا ہے۔ اسے میرا نام کیسے معلوم ہوا؟ وہ کیسے جانتی ہے کہ میں اس کوچ سے سفر کررہا ہوں؟"

"وہ اب میرے ساتھ نہیں' تمہارے ساتھ رہتی ہے۔ کبھی کبھی میرے پاس آتی ہے۔ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میں نے جہاز میں تم سے دوستی کرنے سے انکار کیا' اب نہیں کرنا چاہیے۔"

"شٹ اپ... تم کتنی تیز رفتاری سے بولتی ہو۔ مجھے تو کچھ کہنے کا موقع دو۔ مجھے تم سے دوستی نہیں کرنا ہے۔ اپنی ہمزاد سے کہو' میرے ساتھ نہ رہے۔ میرا پیچھا چھوڑ دے۔"

"ہمزاد میری بات نہیں مانتی ہے۔ میں اس کی باتوں پر عمل کرتی ہوں۔"

"تم تو میرے لیے مصیبت بن گئی ہو۔"

"اگر مصیبت ہوتی تو میری ہمزاد ائرپورٹ کی پولیس کو بتا دیتی کہ تم اسٹون ہارٹ نہیں' صابر جلالی ہو۔"

وہ قائل ہو کر بولا "ہاں مانتا ہوں۔ تمہاری ہمزاد نے مجھ پر یہ مہربانی کی ہے۔ کیا آئندہ بھی مجھ پر مہربان رہے گی؟"

"آئندہ تم جہاں جا کر پناہ لو گے' وہاں معلوم ہو سکے گا کہ میری ہمزاد تمہارے لیے کیا سوچے گی اور کیا کرے گی۔"

میں نے رابطہ منقطع کردیا۔ کوچ وہاں سے جانے والی تھی۔ وہ اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا "میں سونیا کو مجبور کرنے آیا تھا کہ وہ اس ملک سے چلی جائے۔ لیکن یہاں سونیا کا دور تک پتا نہیں ہے اور یہ شیریں کی ہمزاد میرے پیچھے پڑ گئی۔ سمجھ میں نہیں آتا' اس سے کیسے پیچھا چھڑاؤں؟"

میں سونیا کو یہ ساری باتیں بتا رہا تھا۔ وہ مسکرا کر بولی "تم بھی خوب چالباز ہو۔ شیریں کی ہمزاد کا ناٹک کرکے اسٹون ہارٹ کا سکون برباد کرتے رہو گے۔"

میں دماغی طور پر شیریں کے مکان میں حاضر ہو گیا۔ فی الحال یہی ارادہ تھا کہ جب تک کوئی خطرہ نہ ہو' میں اسی مکان میں رہوں گا۔ سونیا کے تمام ماتحت اب میرے حکم کے مطابق اسٹون ہارٹ کی نگرانی کررہے تھے۔ یہ پورا یقین تھا کہ وہ کبھی ہماری نظروں سے اوجھل ہو کر ہمارے لیے چیلنج بن سکے گا۔

کوئی ضروری تو نہیں کہ ہم جو سوچیں' وہی ہوتا رہے۔ ہماری لاعلمی میں بعض اوقات ایسا کچھ ہو جاتا ہے' جس کی ہم توقع نہیں کرسکتے۔

اسٹون ہارٹ کوچ میں سفر کررہا تھا۔ پریشان ہو رہا تھا کہ کس طرح ہمزاد سے پیچھا چھڑائے۔ ایسے ہی وقت اسے اپنے دماغ میں سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے سانس روکی۔ پھر بھی وہ لہریں موجود رہیں۔ شیریں کی ہمزاد نے کہا "یو گا کا کوئی ماہر مجھے اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکے گا۔"

وہ عاجزی سے بولا "تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو؟"

"میں جانتی ہوں تم زبردست چالباز ہو۔ لیکن اونٹ ہو کر پہاڑ تلے آگئے ہو۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ شیریں جسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئی ہے' وہ کون ہے؟"

"کون ہے؟"

"نیلی بیٹھی کی دنیا کا شہنشاہ فرہاد علی تیمور۔"

وہ سہم کر بولا "نہیں۔ وہ فرہاد علی تیمور نہیں ہو سکتا۔"

"جب وہ تمہاری شہ رگ دبائے گا' تب تمہیں یقین آئے گا اور کیا تم جانتے ہو کہ ائرپورٹ پر مس جس لیڈی نے تمہیں جوزف کہہ کر مخاطب کیا تھا' وہ مکارِ زمانہ سونیا ہے۔"

وہ ہکا بکا سا رہ گیا۔ یک نہ شد دو شد۔ وہ سونیا کو ایران چھوڑنے پر مجبور کرنے آیا تھا۔ لیکن وہاں فرہاد بھی موجود تھا۔ اس نے کہا "میں واپس چلا جاؤں گا۔"

ہمزاد نے کہا "واپسی کا راستہ نہیں ہے۔ سونیا کے تمام ماتحت اور ایرانی خفیہ ایجنسی والے مختلف بہروپ میں تمہارے آس پاس ہیں۔ وہ تمہیں نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔ تم کسی بھی خفیہ پناہ گاہ میں چلے جاؤ' ان سے چھپ نہیں سکو گے۔"

"تم یہ تمام باتیں کیسے جانتی ہو؟ اور کیا سوچ کر مجھے ان خطرات سے آگاہ کررہی ہو؟"

"یہ نہ پوچھو کہ میں کیا جانتی ہوں اور کیسے جانتی ہوں؟ یہ بتانا بھی ضروری نہیں سمجھتی کہ میں نے ائرپورٹ پر تمہاری اصلیت سونیا اور فرہاد کو کیوں نہیں بتائی۔ کیا یہ تمہارے اطمینان کے لیے کافی نہیں ہے کہ میں تمہاری حفاظت کررہی ہوں۔"

"ہاں تم مہربان ہو۔ میں تمہارا جتنا بھی شکریہ ادا کروں' کم

ہے۔ آئندہ میرے ساتھ کیا ہوگا؟ بڑی سختی سے نگرانی کی جارہی ہے۔ میں خود کو کیسے چھپا سکوں گا؟"

"میں تمہیں اس طرح چھپاؤں گی کہ کوئی دشمن تمہیں ڈھونڈ نہیں پائے گا۔ سونیا اور فرہاد کی ذہانت اور مکاریاں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔"

"میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ ہمیشہ تمہارے کسی کام آنے کی کوششیں کرتا رہوں گا۔ لیکن تم فرہاد کو اپنی ہمزاد شیریں کے گھر میں کیوں رہنے دے رہی ہو؟"

وہ ہنس کر بولی "اس طرح وہ ہمیشہ میری نظروں میں رہے گا۔"

پتا نہیں' وہ شیریں کی ہمزاد تھی یا کون تھی؟ اس نے مجھے بھی چکر دے کر شیریں کے گھر میں میرے رہنے کی سہولتیں پیدا کردی تھیں' ویسے شیریں کو بنی بنا کر اس کے ساتھ رہنے میں میری مرضی بھی تھی۔ میں اس کے ساتھ رہ کر اس نادان دوشیزہ اور اس کی ہمزاد کا راز معلوم کرنا چاہتا تھا۔

○☆○

شی تارا ٹیلی پیتھی کی دنیا میں جتنی کامیابیاں حاصل کرتی رہی اس سے زیادہ ناکامیوں کا منہ دیکھتی رہی۔ کبھی کسی ناکامی سے اس کی جان جاتے جاتے رہ گئی اور کبھی اس کی عزت خاک میں ملتے ملتے رہ گئی۔ کئی بار پارس نے اسے بچایا۔ آخری بار وہ پورس کے ہاتھوں خاک میں ملنے والی تھی۔

پورس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اسے زندہ تو رکھے گا۔ لیکن اپاہج بنا کر اسے سڑکوں پر سسک سسک کر جینے کے لیے چھوڑ دے گا۔ کیونکہ اس نے مین گلر اور اس کی فوج کے ذریعے پورس کو مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اگر اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولی نہ ہوتی تو وہ اب تک حرام موت مرچکا ہوتا۔

لیکن بنگلے میں پہنچ کر شی تارا کو پتا چل گیا کہ پورس نادیدہ بن کر اس سے انتقام لینے آیا ہے۔ وہ فوراً ہی نادیدہ بن کر اس بنگلے سے فرار ہوگئی۔ اسے معلوم تھا کہ پورس اپنی جیب میں اسپرے کرنے والی دوا رکھتا ہے۔ شی تارا اس سے اتنی دور چلی جانا چاہتی تھی کہ نادیدہ بنانے والی گولیوں پر اس دوا کا اثر نہ ہوسکے۔

وہ بنگلے سے نکل کر تیزی سے دوڑتی ہوئی مین روڈ پر آئی۔ وہاں کوئی ٹیکسی نظر نہیں آرہی تھی۔ فٹ پاتھ کے پاس ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس کار کے اندر چلی آئی۔ ایک عمر رسیدہ شخص کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی سی داڑھی تھی۔ اس نے کھدر کا کرتا اور دھوتی پہنی ہوئی تھی۔ ماتھے پر تلک لگا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کہیں سے پوجا کرکے آرہا ہے۔

شی تارا کو اطمینان ہوا کہ وہ ایک ہندو کے ساتھ سفر کررہی ہے۔ وہ شخص تھوڑی دور تک خاموشی سے کار ڈرائیو کرتا رہا۔ پھر وہ دھیمی آواز میں یوں کہنے لگا جیسے اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی کسی ہستی سے باتیں کررہا ہو۔

وہ کہہ رہا تھا "میرا نام تلک رام بھاٹیا ہے۔ لوگ میرا مذاق اور بھگتی سے متاثر ہیں۔ مجھے گیانی سمجھتے ہیں اور مجھے بڑی عزت سے سوامی کہتے ہیں۔ سوامی تلک رام بھاٹیا!"

یہ کہنے کے بعد وہ تھوڑی دیر تک چپ رہا۔ کار کے اندر خاموشی رہی۔ پھر اس کی آواز ابھرنے لگی "انسان کا شریر (جسم) مرجاتا ہے۔ آتما زندہ رہتی ہے۔ ان میں سے جو بے چین آتما ہوتی ہے' وہ دنیا میں بھٹکتی رہتی ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ نہیں مرتا۔ انسان زندہ رہتا ہے۔ اس کے باوجود نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔ آتما کی طرح بھٹکتا رہتا ہے۔ جیسا کہ تم بھٹک رہی ہو۔"

شی تارا نے چونک کر اسے دیکھا۔ یوں لگا جیسے وہ اسے گھور کر رہا ہو۔ اسے کہہ رہا ہو کہ وہ ایک زندہ ہستی ہے اور نظر نہ آنے والی آتما کی طرح بھٹک رہی ہے۔ شی تارا کو شبہ ہوا کہ وہ نظر آتا ہے۔ وہ سوامی کہلانے والا مہان شخص اسے دیکھ رہا ہے۔ اس نے اپنی سیٹ پر اِدھر سے اُدھر ہو کر خود کو عقب نما آئینے میں دیکھا لیکن وہ آئینے میں نظر نہیں آرہی تھی۔ یہ ثابت ہو رہا تھا کہ وہ نادیدہ ہے۔

سوامی تلک رام بھاٹیا کی آواز پھر ابھرنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا "مرنے والے کی آتما کسی سے خوف زدہ نہیں رہتی۔ لیکن جو مر کر آتما کی طرح بھٹکتے رہتے ہیں' وہ ساری عمر فکر و پریشانی خوف و دہشت میں مبتلا رہتے ہیں لیکن تمہیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کو دکھ نہیں پہنچایا۔ تمہیں مجھ سے دکھ نہیں سکھ ملے گا۔ آؤ' میرے پاس آؤ۔ پیچھے نہ ہٹو۔"

وہ پہلے تو ہچکچائی۔ پھر پچھلی سیٹ سے اگلی سیٹ پر آگئی۔ ڈرائیو کرتے ہوئے وہ ڈیش اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولا "مہاتما بدھ نے کہا تھا کہ تم نے میری بات مان لی۔ اسی طرح مانتی رہو گی تو ہمیشہ دشمنوں سے محفوظ رہا کرو گی۔"

شی تارا حیران ہو رہی تھی اور پریشان بھی ہو رہی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ بہت بڑے گیانی کے پاس پہنچ گئی ہے۔ وہ اپنے کرم کا اتنا سچا ہے کہ اَن دیکھی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور ان باتوں کو سن لیتا ہے۔ وہ ساری دنیا سے چھپنے کے باوجود اس سے نہیں چھپ سکے گی۔

اس کی پریشانی یہ تھی کہ وہ کسی کے سامنے ظاہر ہونا نہیں چاہتی تھی۔ نادیدہ بنانے والی گولیوں کے ذریعے پراسرار بن جانا چاہتی تھی۔ لیکن یہ بھی تسلیم کررہی تھی کہ اپنی خوش قسمتی سے ایک مہاگیانی کے پاس پہنچ گئی ہے' ہوسکتا ہے آئندہ اس سے گُن سیکھ لے جو اسے دوسروں سے برتر کرتے رہیں۔

سوامی جی نے پوچھا "کب تک خاموش رہو گی؟ اگر تمہارے دل میں کسی طرح کا خوف ہے تو کچھ نہ بولو صرف اتنا بتا دو کہاں جانا چاہتی ہو' میں وہاں پہنچا دوں گا؟"

چند لمحوں کے بعد بولی "میں آپ سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ وہ بڑی دیر کے بعد کسی کو دکھ نہیں پہنچاتے۔ میں بہت خوش نصیب ہوں کہ آپ جیسے دھرماتما کے چرنوں میں پہنچ گئی ہوں۔"

آپ جیسے ہی وہ نمودار ہوگئی۔ سیٹ پر سے جھک کر اس کے قدموں کو چھونے لگی۔ سوامی جی کار کو ایک طرف روک کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر آشیرباد دینے لگے۔

○☆○

نتاشا نے بلی ڈونا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ اس کامیابی کے بعد مزید کامیابیاں بھی حاصل ہونے لگیں۔ اسے بلی ڈونا کے خیالات سے معلوم ہوا کہ پارس اس کے پاس آتا رہتا ہے۔ کبھی دن اور کبھی رات گزارتا رہتا ہے۔ لیکن اس کے آنے جانے کا کوئی دن اور وقت مقرر نہیں ہے۔ وہ اچانک آتا ہے اور اچانک ہی چلا جاتا ہے۔ بلی ڈونا یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کہاں رہتا ہے؟

یہ معلومات بھی کافی تھیں کہ پارس بلی کے پاس خاصا وقت گزارتا ہے۔ نتاشا نے سوچا اگر وہ بلی ڈونا کے قریب رہے گی تو پارس کو بھی قریب سے دیکھ سکے گی۔ ان دونوں کی باتیں سن سکے گی اور اس کے منصوبے معلوم کرسکے گی۔ کسی زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹرپ کرنے کا اور اس پر غالب آنے کا یہ ایک عام سا طریقہ رہا ہے کہ اس کے قریب رہنے کا موقع ملے تو اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلا کر اسے کمزور بنا دیا جائے اور اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا جائے۔

نتاشا بلی ڈونا کے پاس نوکرانی بن کر آگئی تھی اور وہ بھی ایسا کرسکتی تھی۔ جب بھی پارس بلی سے ملنے آتا وہ موقع پا کر اس کے کھانے پینے کی کسی چیز میں اسے اعصابی کمزوری کی دوا بھی کھلا سکتی تھی پھر اس کے دماغ پر حکومت کرنا اس کے لیے کوئی بڑی بات نہ ہوتی۔

کبھی وہ الپا کے دماغ پر قبضہ جما کر پورے اسرائیل کی حکمران بنی ہوئی تھی۔ پارس نے اسے حکمرانی سے محروم کردیا تھا۔ اب وہ اسی پارس کے دماغ پر حکومت کرسکتی تھی لیکن فرہاد اور اس کے بیٹوں کے بارے میں ایسا سوچنا بہت آسان تھا مگر کرنا بہت مشکل تھا۔ دشمنوں نے بارہا یہ تماشا دیکھا تھا کہ جسے فرہاد' پارس اور علی تیمور سمجھ کر ٹرپ کیا گیا یا ہلاک کیا گیا تو یہی انکشاف ہوتا رہا کہ وہ ان کی ڈمی تھی۔ وہ خوش فہمی کے اندھیرے میں شیر مارتے تھے۔ حقیقت کی روشنی میں پتا چلتا تھا کہ انہوں نے خرگوش کا شکار کیا ہے۔

ابھی چند روز پہلے مین گلر نے ایسا دھوکا کھایا تھا۔ اس نے پارس سمجھ کر پورس کو گرفتار کیا تھا اور اپنے ساتھ امریکا کے تمام بلغارین کو اس خوش فہمی میں مبتلا کررکھا تھا کہ فرہاد کا بیٹا چوہدان میں پھنس گیا ہے۔ نتاشا ایسی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ پہلے ہر پہلو سے یقین کرلینا چاہتی تھی کہ بلی ڈونا کے پاس جو پارس آتا ہے وہ پارس ہی ہے۔ اس کی ڈمی نہیں ہے۔

اس نے یہ طے کرلیا تھا کہ کبھی جلد بازی سے کام نہیں لے گی خواہ ایک ماہ گزر جائے یا ایک برس۔ وہ اسی طرح پارس اور بلی ڈونا کے قریب ان کی خادمہ بن کر رہے گی۔ ہوسکتا ہے کبھی پارس بیمار پڑ جائے تو بیماری کے دوران میں اس کا دماغ کمزور رہے گا پھر وہ کسی روک ٹوک کے بغیر اس کے چور خیالات پڑھ سکے گی۔ تب پورے یقین کے ساتھ معلوم ہوسکے گا کہ وہ پارس ہے یا نہیں؟

اس نے وہاں ملازمہ بن کر آنے سے پہلے اپنی بہن نتالیہ سے کہا تھا کہ وہ اس پر تنویمی عمل کرے اور اس کے ذہن میں یہ نقش کردے کہ پارس اس کے دماغ میں آئے تو وہ بے اختیار سانس نہ روکے' پارس کو شبہ نہ ہونے دے کہ وہ یوگا کی ماہر ہے اور اس کے دماغ میں یہ بھی نقش کردے کہ پارس کو اس کے نتاشا ہونے کا علم چور خیالات کے ذریعے بھی نہ ہوسکے۔ اسے یہی معلوم ہوتا رہے کہ وہ کسی ایجنسی کی طرف سے بھیجی ہوئی ایک ملازمہ ہے۔

نتالیہ نے اپنی بہن کے دماغ میں یہ بنیادی بات نقش کردی کہ پارس جب بھی نتاشا کے دماغ میں آئے تو یہ معلوم نہ کرسکے کہ وہ نتاشا ہے۔

نتاشا کسی دوسرے سے اپنے دماغ پر تنویمی عمل نہیں کرا سکتی تھی۔ کسی پر بھروسا نہیں کرسکتی تھی۔ اسے صرف اپنی بہن نتالیہ پر بھروسا تھا۔ اس طرح اس کے دل میں اب یہ اندیشہ نہیں رہا تھا کہ پارس اس پر کسی بھی پہلو سے شبہ کرسکے گا۔

پارس دوسرے دن بلی کے پاس اس کے بنگلے میں آیا۔ بلی نے جیسے والہانہ انداز میں اس کا استقبال کیا اس سے نتاشا نے سمجھ لیا کہ دونوں ایک دوسرے کو ٹوٹ کر چاہتے ہیں۔ وہ آتے ہی اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر ایک کمرے میں چلا گیا۔ نتاشا اس کمرے میں نہیں جاسکتی تھی۔ بلی کے دماغ میں رہ کر ان کے پیار کے انداز کو دیکھ رہی تھی جب کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کچھ اخلاقی تقاضے پورے کرتے ہیں لیکن وہ ایسا نہیں کررہی تھی۔

اس کے اندر بے چینی سی تھی کہ بلی کے ذریعے پارس کی باتیں سنتی رہے اور اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتی رہے لیکن پارس کام کے وقت کام کی باتیں کرتا تھا اور تفریح کے وقت تفریح کے موڈ میں رہتا تھا۔

دوپہر کو لنچ کے وقت اس نے نتاشا کو دیکھا پھر بلی سے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

بلی نے کہا "کیا بھول گئے۔ میں نے پچھلی شام خیال خوانی کے ذریعے کہا تھا کہ اتنے بڑے بنگلے میں میں تنہا نہیں رہ سکتی۔ تم نے

مشورہ دیا تھا کہ میں اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے کوئی ملازمہ رکھ لوں۔ یہ ایجنسی کی طرف سے آئی ہے' اس کا نام جولیا ہے۔"

نتاشا کھانے کی ڈش میز پر رکھ رہی تھی پھر وہ کچن کی طرف چلی گئی۔ پارس نے دھیمی آواز میں پوچھا "کیا تم نے اس کے چور خیالات پڑھ لیے ہیں؟ مطمئن تو ہو نا؟"

"میں نے تو پڑھ لیے ہیں' پوری طرح مطمئن ہوں۔ ویسے تم بھی اطمینان کرلو تو بہتر ہے۔"

نتاشا کچن میں تھی خیال خوانی کے ذریعے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ پارس کسی بھی لمحے اس کے خیالات پڑھنے آنے والا ہے۔ وہ فوراً دماغی طور پر حاضر ہو کر اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔ پھر اسے پتا نہ چلا کہ پارس اس کے دماغ میں آیا ہے اور اس کے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔

اپنی بہن نتالیہ کے تجویز عمل کے مطابق وہ نتاشا کی حیثیت سے پارس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہی تھی۔ اس طرح پارس کو بھی معلوم نہ ہوسکا کہ وہ نتاشا کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔ اس کے چور خیالات نے یہی بتایا کہ اس کا نام جولیا ہے اور وہ ایک وفادار اور ذمے دار ملازمہ ہے۔ اس کی مختصر ہسٹری صرف اتنی سی تھی کہ اس کے ماں باپ مرچکے تھے۔ تین برس پہلے اس نے شادی کی تھی' اس کا شوہر اسے چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ تب سے وہ تنہا زندگی گزار رہی ہے۔

پارس نے بلی سے کہا "ٹھیک ہے' سیدھی سادی سی عورت ہے۔ ایسے ویسے معاملات میں ملوث نہیں ہے۔ کوئی اس کا اپنا بھی نہیں ہے۔ تم جاگو ہی تو یہ تمہارے ساتھ مستقل رہا کرے گی۔"

نتاشا نے کچن سے جھانک کر دیکھا۔ پارس کو باتیں کرتا دیکھ کر سمجھ گئی کہ اب وہ خیال خوانی نہیں کررہا ہے۔ وہ بلی ڈونا کے دماغ میں آکر سننے لگی پھر یہ سن کر خوشی ہوئی کہ پارس اس پر کسی طرح کا شبہ نہیں کررہا ہے۔ وہ بلی کے دماغ سے واپس آگئی۔ وہ زیادہ خیال خوانی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ایسا ہوسکتا تھا کہ پارس پھر اس کے دماغ میں آجائے اور اسے خیال خوانی کرتے ہوئے دیکھ لے۔ اس طرح اس کی اصلیت کھل جاتی۔

وہ ایسی غلطیوں اور حماقتوں سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کررہی تھی۔ اس کا طریقہ کار رہا تھا وہ اسی طرح دانائی سے کام لیتی رہے گی اور غلطیوں سے بچنے کے لیے ہر پہلو پر نظر رکھے گی تو بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرتی رہے گی۔

پارس اور بلی ڈونا نے وہ تمام دن ایک ساتھ گزارا۔ پھر شام سے پہلے پارس کہیں چلا گیا۔ وہ بلی کو یہ نہیں بتاتا تھا کہ کہاں جارہا ہے اور دوبارہ کب آئے گا؟ بلی ڈونا کی لاعلمی کے باعث نتاشا کو بھی پارس کی دوسری مصروفیات کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ لیکن وہ مایوس نہیں تھی۔ رفتہ رفتہ کامیابی حاصل کرنے کا یقین کررہی تھی۔

اس رات اس نے بلی ڈونا پر دوسری بار تجویزی عمل کیا اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ اپنے اندر مین کلر کی سرگرمیوں کو محسوس نہیں کرے گی۔ اس نے دوسری صبح مین کلر سے رابطہ کیا پھر اس سے پوچھا "پورس کا کچھ پتا چلا؟"

وہ جھنجلا کر بولا "جہنم میں گیا پورس۔ میں اس کے معاملے میں دوبارہ ناکام ہوچکا ہوں۔ میری بڑی سبکی ہورہی ہے۔"

"تم تو امریکا جیسے سپر پاور ملک میں ایک بہت بڑے عہدے پر ہو۔ بھلا تمہیں کس کے سامنے سبکی ہورہی ہے۔"

"آرمی کے چند اعلیٰ افسران میرا محاسبہ کررہے ہیں۔ میری مسلسل ناکامیوں کے پیش نظر یہ اندیشہ ہے کہ وہ مجھے بلیک بوتھ شیطے کا ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ نہیں رہنے دیں گے۔"

نتاشا نے کہا "اس طرح تم بہت اونچے مقام سے نیچے گر جاؤ گے۔"

"جو افسران میرے خلاف ہیں وہ آرمی کے بہت بڑے پلر ستون ہیں اور یو گا کے ماہر ہیں ورنہ میں ان کی ایسی تیسی کردیتا۔ ان کی طرف سے اندیشہ ہے کہ کسی وقت بھی میرے خلاف کوئی بڑی کارروائی کرسکتے ہیں۔"

"وہ بھلا کیا کرسکیں گے۔ جیسا کہ تم کہہ رہے ہو وہ زیادہ سے زیادہ تمہارا عہدہ چھین لیں گے۔"

"وہ اور بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ اس ملک کے بڑے بڑے راز میرے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ وہ مجھے گولی مار سکتے ہیں یا کسی باغی بن کر ان کے راز دوسروں تک نہ پہنچا سکوں۔"

"اس کا مطلب ہے تم خطرات میں گھرے ہوئے ہو؟"

"میں ایسا نادان بھی نہیں ہوں کہ خطرات کو سمجھ کر اپنی حفاظت کے انتظامات نہ کرسکوں۔"

"میں جانتی ہوں کہ تم بہت دانشمند ہو اسی لیے تو میں تمہارے پاس آئی ہوں۔ مجھے یقین ہے جب بھی تمہیں موقع ملے گا تم مجھ اور پورس دونوں کا سر چل دو گے۔ میری بڑی خواہش ہے کہ وہ تمہارے ساتھ مل کر کام کروں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم میری ذہانت اور صلاحیتوں پر بھروسا کرتی ہو۔ تم جلد ہی دیکھو گی کہ میری تمام ناکامیاں کامیابیوں میں بدل چکی ہیں۔"

"میں تمہیں ایک بہت بڑی خبر سنانے آئی ہوں۔ اسے سننے کے بعد ہوسکتا ہے کہ تم اپنی حکمت عملی سے کامیابیوں کے راستے پر چل پڑو۔"

"ایسی کیا خبر ہے؟"

"میں بلی ڈونا کے پاس گئی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ وہ مجھے اپنے اندر آنے نہیں دے گی۔ پھر بھی میں نے ایک چانس لیا پھر یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ میں نے خاموشی سے اس کے خیالات پڑھے معلوم ہوا کہ اس کے سر میں اندرونی چوٹ آئی ہوئی ہے۔ جس کے باعث دماغ کی

ہوگیا ہے اور یہ تو میں دیکھ ہی رہی تھی کہ وہ میری آمد کو محسوس نہیں کررہی ہے۔"

"تم نے اس کے اندر رہ کر کوئی خاص بات معلوم کی؟"

"مجھ سے کیا پوچھتے ہو' اب تو تم بھی اس کے اندر جا کر بہت کچھ معلوم کرسکتے ہو۔ کیا ابھی اس کے دماغ میں جاؤ گے؟"

"میں ایسے کام میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتا۔"

وہ اسی لمحے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے بلی ڈونا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر کسی روک ٹوک کے بغیر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اسے یہ معلوم کرکے خوشی ہورہی تھی کہ وہ مین ہٹن کی ستائیسویں اسٹریٹ کے بنگلا نمبر دو سو دو میں موجود ہے۔

مین کلر کے لیے سب سے بڑی خبر یہ تھی کہ پارس بھی اس کے ساتھ رہتا ہے لیکن مستقل نہیں رہتا ہے۔ دو چار دنوں میں ایک بار اس کے پاس آتا ہے۔ بلی ڈونا کی سوچ نے اسے بتایا کہ وہ آئندہ بھی دیوانہ وار اس کے پاس آتا رہے گا کیونکہ اس نے اسے دیوانہ بنا رکھا ہے۔

مین کلر نے نتاشا سے کہا "تم نے بہت بڑی کامیابی کا راستہ ڈھونڈ نکالا ہے۔ ابھی پارس اس کے پاس نہیں ہے۔ لیکن آج یا کل کسی وقت بھی آسکتا ہے۔"

نتاشا نے کہا "جیسے ہی ہمیں پارس کی آمد کا علم ہوگا' تم اس بنگلے کو گھیر کر اس کے فرار کے تمام راستے مسدود کرکے اسے گولی مار سکتے ہو۔"

"پارس کو ہلاک کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ فرہاد علی تیمور کی فیملی میں اور بابا صاحب کے ادارے میں زلزلہ آجائے گا۔ لہٰذا ایسی حکمت عملی سے اسے قتل کرنا ہوگا کہ اس کی ہلاکت کا الزام ہم پر نہ آئے۔"

نتاشا نے کہا "تم ٹھیک کہتے ہو۔ پارس کے ہزاروں دشمن ہیں۔ کوئی بھی اسے ہلاک کرسکتا ہے۔ تم یہی کوشش کرو کہ اس کی ہلاکت کا الزام تمہارے سر نہ آئے۔"

"تم صرف میری بات کیوں کررہی ہو؟ کیا اس پر حملہ کرتے وقت تم میرے ساتھ نہیں رہو گی؟"

"بات یہ ہے مسٹر کلر! کہ۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا "دیکھو' مجھ سے دور رہنے کا کوئی بہانہ نہ کرنا۔ بلی بیچنے والے ایک دوسرے پر بھروسا نہیں کرتے' ہمیں بھی نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ اعتماد کے بغیر دوستی نہیں ہوتی۔ یہ بہتر ہوگا کہ پہلے ہمارے درمیان اعتماد قائم ہوجائے۔"

"جب تک ہمارے درمیان اعتماد سے بھرپور دوستی قائم ہوگی تب تک بلی ڈونا دماغی توانائی حاصل کرچکی ہوگی پھر پارس تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"میں بلی ڈونا کی دماغی توانائی حاصل کرنے سے پہلے اس پر ابھی تنویمی عمل کروں گا۔"

"مسٹر کلر! ایسی غلطی نہ کرنا۔ ابھی اس کے خیالات پڑھ کر تمہیں پتا چلے گا کہ پارس ہر گھنٹے آدھے گھنٹے کے بعد اس سے دماغی رابطہ کرتا ہے۔ وہ تمہارے تنویمی عمل کے وقت پہنچے گا تو جو کارنامہ تم انجام دینا چاہتے ہو وہ تمہارے لیے خواب بن کر رہ جائے گا۔"

"میں یہ سنہری موقع ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا جیسے ہی مجھے معلوم ہوگا کہ پارس بلی سے ملنے آیا ہے' میں اسے فرار ہونے کا موقع نہیں دوں گا۔ اسے دیکھتے ہی گولی ماردوں گا۔ یہ میری زندگی کا اتنا بڑا کارنامہ ہوگا کہ تمام امریکی اکابرین مجھے سر پر بٹھائیں گے پھر کوئی مجھے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کے عہدے سے نہیں ہٹا سکے گا۔"

"تم نہیں جانتے میں تمہیں کتنا چاہتی ہوں۔ جب تم یہ کارنامہ انجام دو گے تو سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوگی۔"

"ابھی پارس وہاں نہیں ہے۔ ہم اپنے ذاتی معاملات پر گفتگو کرسکتے ہیں۔"

"کیا تم دوستی اور اعتماد کی بات کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ اگر ہمارے درمیان ایک بہت مضبوط رشتہ ہوجائے تو پھر بے اعتمادی ختم ہوجائے گی۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ جب ہم میاں بیوی بن

جاسوسی ڈائجسٹ کا مشہور و مقبول سلسلہ

نئی سوچ' نیا رنگ' نیا انداز' نیا آہنگ

اور اقبال کے شاہین کی پرواز سے متاثر ہوکر لکھے

شکاری

کتابی شکل میں دستیاب ہے

قیمت فی حصہ ۵۰ روپے

ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰ روپے

معاشرے کے ان ناسوروں کی روداد جو گھپت پوست۔ مگنز رکھ کر انسانی ہڈیوں میں اتر رہے تھے۔ ایک کٹن برہ وش نوجوان کی کہانی جس کے شب و روز سورت کی بستی میں گزر رہے تھے۔ جلتے دن، سلگتی راتیں، آنسو یاس، خوف و ہراس، شیریں، تعاقب، تلخ حقیقتیں۔

کتابیات پبلی کیشنز، پوسٹ بکس ۱۲۴ کراچی-۱

جائیں گے تو ہمیشہ ایک دوسرے کی بھلائی کے لیے کام کرتے رہیں گے۔"

"تم ایسی بات کہہ رہے ہو جس کی میں توقع نہیں کر سکتی تھی۔"

"میں کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں کہہ رہا ہوں۔ شادی سب ہی کرتے ہیں۔ ہم کریں گے اور بڑی محبت اور اعتماد سے کریں گے۔"

"تم نے اتنی بڑی بات اچانک کہہ دی ہے' مجھے کچھ سوچنے کا وقت دو۔"

"ٹھیک ہے تم ہر پہلو پر غور کرلو۔ یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے۔ ویسے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم مجھے بہترین لائف پارٹنر پاؤ گی۔"

ان کا دماغی رابطہ ختم ہوگیا۔ نتاشا سمجھ رہی تھی کہ اب وہ بلی ڈونا اور پارس کے سلسلے میں مزید معلومات حاصل کرتا رہے گا اور اس بات کی بھی تصدیق کرے گا کہ وہ واقعی ستائیسویں اسٹریٹ کے بنگلا نمبر دو سو دو میں ہے۔

مین کلر نتاشا کو کبھی نہ بتاتا کہ وہ پارس کو کس طرح ٹریپ کرے گا؟ لیکن نتاشا بلی ڈونا کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر رہی تھی کہ وہ کیا کر رہا ہے اور آئندہ کیا کرنے والا ہے؟

مین کلر نے خود اس ستائیسویں اسٹریٹ پر جا کر وہاں سے گزرتے ہوئے اس بنگلا نمبر دو سو دو کو دیکھا پھر اپنے کئی آلۂ کاروں کو حکم دیا کہ وہ راہ گیروں کے انداز میں اس بنگلے کے آگے پیچھے نگرانی کرتے رہیں۔

وہ اپنی اس مہم میں پہلی بار صرف اپنے ذاتی آلۂ کاروں کو استعمال کر رہا تھا۔ فوج کے کسی جوان سے کام نہیں لے رہا تھا اور نہ ہی اس نے کسی فوجی افسر کو بتایا تھا کہ وہ کتنی بڑی کامیابی حاصل کرنے والا ہے۔

مین کلر کے دماغ میں یہ بات سما گئی تھی کہ وہ تنہا پارس کو ہلاک کرنے کا بہت بڑا اعزاز حاصل کر سکتا ہے۔ وہ جو میدان مارنا چاہتا تھا وہ بالکل خالی تھا۔ اس کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ کسی دوست یا دشمن کو خبر نہیں تھی کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔

بنگلے میں بلی ڈونا ہوتی' پارس ہوتا اور زیادہ سے زیادہ ان کی ملازمہ جولیا (نتاشا) ہوتی۔ کوئی زبردست دشمن مقابلے پر نہ ہوتا۔ پھر بلی ڈونا کے بیڈ روم میں پارس نہتا ہوتا۔

ایک قاتل کو جتنی سہولتیں میسر ہونی چاہئیں وہ تمام سہولتیں مین کلر کو حاصل ہوگئی تھیں۔ لیکن ایک چیز نہیں تھی۔ وہ شکار نہیں تھا اور جب شکار ہی نہیں تھا تو وہ تمام سہولتیں لے کر کیا کرتا۔ خالی میدان میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

انتظار میں پورا ایک دن گزر گیا۔ پھر وہ رات گزرنے لگی تو اسے تشویش ہوئی کہ پارس نے اسی طرح آنے میں دیر کی تو بلی ڈونا دماغی توانائی حاصل کرلے گی۔ پھر وہ اس کے دماغ میں رہ کر یہ معلوم کر سکے گا کہ پارس اس کے پاس کب آنے والا ہے۔

پھر اس نے سوچا اگر پارس ایک آدھ گھنٹے میں وہاں نہیں آئے گا تو وہ بلی کے دماغ پر قبضہ جما کر تنویمی عمل کرے گا۔ وہ معمور بن کر رہے گی تو آسانی سے اس کے اندر آتا جاتا رہے گا اور پارس کی موجودگی اور عدم موجودگی کی بھی خبر ہوتی رہے گی۔

اس پر تنویمی عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ تھوڑی دیر بعد مین کلر نے بلی ڈونا کے دماغ میں پارس کی آواز سنی "ہیلو بلی! کیا کر رہی ہو؟"

"تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ تم کہاں ہو؟"

"میں پندرہ منٹ کے اندر آ رہا ہوں لیکن تمہارے بنگلے کے اندر نہیں آؤں گا۔"

"اندر کیوں نہیں آؤ گے؟ کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔ میں کچھ خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ تم اپنا ایمرجنسی سفری بیگ تیار رکھو۔ میں جیسے ہی بنگلے کے سامنے آؤں' تم کار میں آ کر بیٹھ جانا۔"

بلی نے الماری کو کھول کر اس میں سے ایک بیگ نکالا۔ اس بیگ میں کپڑوں کا ایک جوڑا' ایک سائیلنسر لگا ہوا ریوالور اور روزمرہ ضروریات کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ تمام چیزیں اس بیگ میں ہمیشہ رہتی تھیں تاکہ ناگہانی سفر کے وقت کام آسکیں۔

مین کلر اس کے اندر چھپا ہوا تھا۔ اس کی اور پارس کی باتیں سن رہا تھا اور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ پارس اس بنگلے کے اندر خطرہ کیوں محسوس کر رہا ہے اور وہاں سے بلی کو بھی کیوں لے جانا چاہتا ہے؟

مین کلر اس بنگلے سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس کے تمام آلۂ کار بھی بنگلے کے اطراف میں چھپے ہوئے تھے۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے ان سب کو اطلاع دی "پارس دس منٹ کے اندر اس بنگلے کے سامنے پہنچنے والا ہے۔ بلی فوراً ہی اپنے بنگلے سے نکل کر اس کی کار میں بیٹھے گی۔ پھر وہ دونوں کہیں چلے جائیں گے۔ سب محتاط رہ کر ان کا تعاقب کرو گے اور تعاقب کے دوران پارس سے زیادہ فاصلہ رکھو گے۔"

ایک آلۂ کار نے کہا "زیادہ فاصلہ رکھا جائے گا تو وہ نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ میں بلی کے دماغ میں رہ کر معلوم کرتا رہوں گا کہ وہ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔"

مین کلر کے نصیب میں بھاگتے رہنا ہی لکھا ہوا تھا۔ پہلے پورس کے پیچھے بھاگتا رہا تھا اور سیکڑوں فوجی جوانوں کے پیچھے بھاگتا رہا تھا۔ اور اب پارس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ اس بار اسے تھا کہ بھاگ دوڑ کے نتیجے میں کامیابی ضرور حاصل ہوگی۔

بلی ڈونا اپنی دانست میں پارس کے ساتھ جا رہی تھی لیکن وقت اس کار میں اس کے ساتھ پورس تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بلی سے رابطہ کیا تھا اور ایسے ڈرامائی انداز میں اسے خطرے کا احساس دلایا تھا کہ وہ اپنا سفری بیگ لے کر بنگلے سے نکل آئی تھی اور اب اس کے ساتھ کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہی تھی۔

اس نے پوچھا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"کیا بتاؤں کہاں جا رہے ہیں۔ لوگ جہاں جانا چاہتے ہیں' وہاں نہیں پہنچتے اور جہاں پہنچتے ہیں' وہاں شاید کوئی پہنچنا نہیں چاہتا۔"

"تمہاری اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟ کیا فلسفہ بول رہے ہو؟"

"سیدھی سی بات کر رہا ہوں۔ بعض اوقات ہم وہاں نہیں پہنچتے' جہاں جانا چاہتے ہیں۔"

"کہیں پہنچنے کے لیے ارادہ مضبوط ہونا چاہیے۔"

"ارادہ ہمیشہ پورا نہیں ہوتا۔ ہمارے پیچھے جتنے کتے دوڑ رہے ہیں' وہ شاید جانتے ہیں کہ ہمیں کہاں پہنچنا ہے۔"

بلی نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ یہ سمجھنا مشکل تھا کہ تعاقب کرنے والے کون ہیں اور کتنے ہیں؟ اس شاہراہ پر بے شمار گاڑیاں آگے پیچھے دوڑ رہی تھیں۔ وہ بولی "تم خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہو۔ ہو سکتا ہے' تمہارے تعاقب میں کوئی نہ ہو۔ آخر تم خطرہ کیوں محسوس کر رہے ہو؟"

"تمہاری دماغی کمزوری کے باعث خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔"

"میری دماغی کمزوری؟ کیا تم سمجھتے ہو' میرا دماغ کمزور ہے؟"

"ہاں کمزور ہے مگر تمہیں اس کا علم نہیں۔"

وہ بے یقینی سے بولی "میں نہیں مانتی۔ میری دماغی قوت ایسی ہے کہ تمہارے سوا کوئی میرے اندر نہیں آسکتا۔"

پورس اپنا لب و لہجہ بدل کر اس کے دماغ میں آیا پھر بولا "ہیلو بلی ڈونا! تمہیں بہت خوش فہمی ہے کہ تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہو۔ پھر سانس روک کر ان لہروں کو بھگا دیتی ہو۔ کیا مجھے بھگا سکتی ہو؟"

اس نے سانس روکی۔ پھر چند سیکنڈ کے بعد سانس لی۔ پورس نے اجنبی لہجے میں کہا "سانس روکنے کے باوجود میں موجود ہوں اور تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

بلی نے پریشان ہو کر پورس کو دیکھتے ہوئے کہا "کوئی میرے دماغ میں گھس گیا ہے اور چیلنج کر رہا ہے کہ میں اسے اپنے دماغ سے نہیں نکال سکوں گی۔"

"ابھی تم دعویٰ کر رہی تھیں کہ تمہارا دماغ کمزور نہیں ہے۔"

"ہاں میں دماغی طور پر توانا تھی۔ پھر یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟"

"کسی نے تمہاری لاعلمی میں تم پر تنویمی عمل کیا ہے۔ تمہارے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ کسی نے میرا دماغ کمزور بنا دیا ہے؟"

"ایسی باتیں اچانک معلوم ہو جاتی ہیں۔ بہرحال میں تمہارے دماغ میں آ کر تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ میں کس وقت تمہارے بنگلے میں وقت گزارنے آؤں گا۔ لیکن تمہارے اندر پہنچتے ہی مجھے نتاشا اور مین کلر کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ دونوں بول رہے تھے اور تم سحر زدہ تھیں۔ وہ دونوں تمہیں غائب دماغ بنا کر ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔"

وہ حیرانی سے بولی "او گاڈ! وہ دونوں میرے دماغ کے اندر بول رہے تھے اور میں بے خبر تھی۔"

کار اب اسی راستے پر جا رہی تھی' جس کے دونوں طرف بہت بڑا پارک کئی کلومیٹر تک پھیلا ہوا تھا اور اب سے پہلے پورس نے اسی پارک میں جا کر نادیدہ بن کر' مین کلر اور اس کی پوری فوج کو پریشان کیا تھا۔

اس نے اسی جگہ کار روک دی' جہاں پہلی بار روکی تھی۔ پھر بلی ڈونا سے بولا "فوراً گاڑی سے نکلو اور اس پارک میں چلو۔ اب تمہیں وہ تعاقب کرنے والے نظر آئیں گے۔"

وہ دونوں کار سے اتر کر تیزی سے دوڑتے ہوئے پارک میں جانے لگے۔ ایسے وقت اسی سڑک پر کئی گاڑیاں آ کر رک گئی تھیں۔ بلی نے پورس کے ساتھ دوڑتے ہوئے کہا "تم درست کہہ رہے تھے۔ واقعی دشمن ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔"

پورس نے ایک جگہ رک کر کہا "تم ادھر گھنے درختوں کی طرف جاؤ' میں ادھر جا رہا ہوں۔ تمہارے پاس ریوالور ہے۔ کوئی بھی دشمن نظر آئے تو اسے گولی مار دینا۔"

وہ دونوں مختلف سمت چلے گئے۔ پورس دوڑتا ہوا ایک درخت کے پیچھے گیا۔ پھر ڈاڑھ میں دبی ہوئی گولی نگل کر نادیدہ ہوگیا۔ بلی ڈونا ایک ہاتھ میں ریوالور لیے ایک درخت کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔ ... دشمن دوڑتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ اس نے ایک کی طرف

فائر کیا۔ ایک شخص کو گولی لگی۔ وہ چیخ مار کر گر پڑا۔

مین کلر نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے تمام آلۂ کاروں سے کہا کہ وہ سب جہاں ہیں' وہیں رک جائیں۔ کوئی بلی ڈونا کے قریب نہ جائے۔

سب نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ مین کلر بلی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا اس کی پوزیشن معلوم کر رہا تھا کہ وہ کس درخت کے پیچھے' کتنے فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی۔

وہ گھنے درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے چھپتا ہوا' ایک لمبا چکر کاٹ کر بلی کے پیچھے آگیا۔ وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر تھی اور پیچھے سے آنے والے دشمن سے بے خبر تھی۔ مگر مائے' بے چارہ مین کلر بھی بے خبر تھا کہ بلی ڈونا کے پاس پورس کھڑا ہوا ہے اور موت کی طرح نظر نہیں آرہا ہے۔

ایسے ہی وقت پارس نے بلی کے دماغ میں آکر پوچھا "تم وہاں پارک میں کیا کر رہی ہو؟ میں یہاں بنگلے میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ بڑی حیرانی سے بولی "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ تم نے مجھ سے کہا تھا۔ بنگلے میں خطرہ ہے۔ میں تمہارے ساتھ وہاں سے نکل کر یہاں آئی ہوں۔"

"او گاڈ! تم دھوکا کھا گئی ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ پورس تمہیں دھوکا دے رہا ہے۔"

"نہیں۔ وہ دھوکا نہیں دے رہا ہے۔ میں پورس کے ساتھ نہیں' پارس کے ساتھ آئی ہوں۔ پورس تم ہو' مجھے دھوکا دینے آئے ہو۔"

اسی وقت مین کلر نے پیچھے سے آکر ریوالور کی نال اس کی پشت سے لگا دی "خبردار! ذرا بھی حرکت کروگی تو گولی چل جائے گی۔ اپنا یہ ریوالور پھینک دو۔"

بلی نے کہا "اچھا تو تم مین کلر ہو۔ میں تمہیں آواز سے پہچان رہی ہوں۔"

"مجھے باتوں سے بہلانے کی کوشش نہ کرو۔ تم نے فوراً ریوالور نہ پھینکا تو میں سچ مچ گولی مار دوں گا۔"

پارس نے اس کے اندر کہا "ریوالور پھینک دو۔ وہ گولی چلا سکتا ہے۔ اسے تم سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔"

بلی نے ریوالور پھینک دیا۔ مین کلر نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔ ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگا کر بلند آواز سے للکارتے ہوئے کہا "پارس! تم جہاں بھی ہو' سامنے آجاؤ ورنہ میں تمہاری محبوبہ کو ٹھائیں کردوں گا۔"

پورس اس کے بالکل پیچھے تھا۔ جب وہ نمودار ہوا تو وہ اسے دیکھ نہ سکا۔ اس نے مین کلر کا ریوالور والا ہاتھ اوپر اٹھا کر گردن پر ایک گھونسا رسید کیا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ پھر اس نے مین کلر کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ تابڑ توڑ ایسے حملے کئے کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

وہ چکرا کر اوندھے منہ گر پڑا۔ اسے دوبارہ اٹھنے اور سنبھلنے میں ذرا دیر لگی۔ اتنی دیر میں اس نے اپنے کولھے میں سوئی کی چبھن محسوس کی۔ پھر پورس نے کہا "تمہارے لیے موت کی سزا بہت چھوٹی ہوگی۔ یہ ہارمونز کا انجکشن تمہیں ایک مردے سے بدتر رکھے گا۔"

پھر اس نے بلی سے کہا "ابھی پارس تمہارے اندر دور سے بول رہا تھا۔ میں پورس ہوں اور تمہیں دھوکا دے کر یہاں لے آیا ہوں۔"

بلی نے بے یقینی سے کہا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اس وقت تمہارا محبوب تمہارے پاس نہیں ہوگا اور میری باتیں سن رہا ہوگا۔ بس یقین کرلو' میں پارس نہیں ہوں۔"

وہ غصے سے بولی "تم نے مجھے دھوکا کیوں دیا؟ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

پورس نے کہا "تمہیں یاد ہے' پارس نے خیال خوانی کے ذریعے تم سے ملاقات کا وقت مقرر کیا تھا اور ملاقات کرنے تمہارے بنگلے میں آنے والا تھا۔ اس وقت صرف میں ہی نہیں مین کلر بھی تمہارے دماغ میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے اس بنگلے کو گھیر لیا تھا۔ اگر پارس وہاں پہنچتا تو پھر اسے بنگلے سے نکل کر فرار ہونے کا موقع نہ ملتا۔ بنگلے کی دیواری کے اندر دنیا کی کوئی طاقت پارس کو موت سے نہیں بچا سکتی تھی۔"

پارس نے بلی سے کہا "یہ درست کہہ رہا ہے۔"

پورس نے کہا "بلی! تمہارے پارس کے بچاؤ کا ایک ہی راستہ تھا کہ اس بنگلے کا محاصرہ توڑ دیا جائے۔ میں جانتا تھا کہ میرے تمہارے دماغ میں ہے۔ میں نے پارس بن کر تمہیں خطرے کا احساس دلایا اور تمہیں وہاں سے یہاں اس لیے بھی لے آیا کہ مین کلر کو بھی اس کے موجودہ انجام تک پہنچانا چاہتا تھا۔"

"تم مجھے پارس سمجھ کر میرے ساتھ چلی آئیں۔ مین کلر اس کے آلۂ کار بھی مجھے پارس سمجھ کر دھوکا کھا رہے تھے۔ طرح میں نے بنگلے کا محاصرہ توڑ دیا۔ ان تمام کتوں کو دوڑا یہاں تک لے آیا۔

"اب اپنے پارس سے پوچھو کہ وہ ملاقات کے وقت بنگلے پہنچ کر کس قدر محفوظ ہے۔ پچھلی بار اس نے کہا تھا کہ اس میرے احسان کا بدلہ اتارا ہے' اس بار میں اس کا قرض ادا جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ یہاں تمہارے پاس آرہا ہوگا۔

یہ کہہ کر وہ بلی ڈونا سے دور ہوتا ہوا گھنے درختوں کے درمیان گم ہوتا چلا گیا۔

پارس ایسا نادان نہیں تھا کہ بلی ڈونا سے ملنے کے لیے بے دھڑک اس کے بنگلے میں چلا آتا۔ وہ جب بھی اس کے ساتھ وقت گزارنے آتا تھا تو پہلے خاموشی سے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے آس پاس کے حالات معلوم کرلیتا تھا۔

اگر پورس' بلی ڈونا کو بچانے کے لیے اس بنگلے میں نہ آتا اور اسے خطرے کا احساس دلا کر اسے وہاں سے نہ لے جاتا تو پارس بھی وہاں نہ جاتا۔ اس نے بنگلے میں جانے سے پہلے بلی ڈونا کے اندر آکر یہ معلوم کرلیا تھا کہ پورس چالاکی دکھا رہا ہے اور پارس بن کر بلی ڈونا کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہے۔

پارس نے دل میں یہ تسلیم کیا کہ پورس اسے اور بلی ڈونا کو نقصان پہنچانے کے لیے یہ چال نہیں چل رہا ہے۔ اس نے پہلے بھی بلی کو امریکن ملٹری انٹیلی جنس والوں کی حراست سے رہائی دلائی تھی۔ اس بار اس نے مین کلر کو پھانسنے کے لیے یہ چال چلی تھی اور اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا۔

وہ اسے ہارمونز کا انجکشن لگا کر چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی جنس تبدیل ہونے والی تھی۔ اس کے خاص آلۂ کار اسی پارک میں دور کہیں چھپے ہوئے تھے اور اس کے اگلے حکم کے منتظر تھے۔ وہ انجکشن لگوانے کے بعد زمین پر تھوڑی دیر تک پڑا رہا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بلی ڈونا وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے پارس سے خیال خوانی کے ذریعے کہا "یہ دشمن مارا گیا ہے۔ کیا میں اسے گولی ماردوں؟"

پارس نے کہا "نہیں یہ پورس کا شکار تھا۔ وہ اسے سزا دے کر گیا ہے۔ اسے زندہ رہنے دو۔"

"اس کے حواری اس پارک میں کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ وہ مجھے نقصان پہنچائیں گے۔"

"تم اطمینان رکھو۔ میں ابھی ان سب کو وہاں سے رخصت کردوں گا۔"

وہ مین کلر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا "خدا غارت کرے پورس کو۔ میری پٹائی کر کے چلا گیا۔ اسے ایک عورت پر ہاتھ اٹھاتے شرم بھی نہیں آئی خدا کرے' اس کے ہاتھ ٹوٹیں۔"

پارس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے خیال خوانی کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے اپنے ایک آلۂ کار کے دماغ میں پہنچ کر حکم دیا۔ "میرے پاس آؤ۔ یہاں بلی ڈونا ہے۔ اسے کوئی ہاتھ نہ لگائے۔"

اس کے تمام آلۂ کار اس کے پاس آگئے۔ وہ بولا "نظریں نیچی کرو۔ شرم نہیں آتی۔ کیا تمہاری ماں بہنیں نہیں ہیں؟"

وہ سب حیرانی سے اپنے باس کو دیکھ رہے تھے۔ مین کلر نے کہا۔ "مجھے سہارا دے کر لے چلو۔ بلی کو یہاں رہنے دو۔ اس کا خصم یعنی میرا ہونہی پارس آکر اسے لے جائے گا۔"

وہ سب اسے اٹھا کر وہاں سے لے گئے۔ بلی ڈونا نے کہا "تم اتنی دیر سے میرے دماغ میں ہو مگر جسمانی طور پر دور ہو۔ تمہیں میری حفاظت کے لیے یہاں آنا چاہیے۔"

"کیا تم نے مجھے پاگل سمجھا ہے کہ اب تمہارے قریب آؤں اور تمہارے دماغ میں چھپ کر رہنے والوں کو حملہ کرنے کی دعوت دوں؟"

وہ بولی "میرے دماغ میں مین کلر چھپا ہوا تھا۔ اب وہ کسی دشمنی کے قابل نہیں رہا ہے۔ پورس میرے اندر آتا ہے لیکن وہ ہمارا دشمن نہیں ہے۔"

"دوست بھی نہیں ہے۔ جس کی دوستی اور دشمنی واضح نہ ہو' اس پر تم بھروسا کرو۔ مجھ سے یہ توقع نہ رکھو اور یہ نہ بھولو کہ پورس نے تمہارے اندر مین کلر اور نتاشا کی گفتگو سنی تھی اور پتا نہیں نتاشا کے علاوہ کتنے نیلی پیتی جاننے والے تمہارے اندر آنے لگے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میرے دماغ کے دروازے دشمنوں کے لیے کیسے کھل گئے' مجھے پتا ہی نہیں چلا۔ میں کیا کروں؟ پلیز کسی طرح فوراً میرے دماغ کو لاک کرو۔"

"فوری طور پر کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ جو لوگ تمہارے اندر آتے جاتے رہتے ہیں' وہ مجھے تمہارے دماغ کو لاک کرنے نہیں دیں گے۔ میں تم پر تنویمی عمل کروں گا وہ توڑ کر لیں گے۔"

"بے شک وہ ایسا کریں گے لیکن مجھے کسی طرح بچاؤ۔"

"میں جادوگر نہیں ہوں۔ ذرا حوصلہ کرو۔ حالات کا مقابلہ کرو۔ موقع ملتے ہی تمہیں دشمنوں کی پہنچ سے دور لے آؤں گا۔"

"اس وقت تک دشمن میرا کیا حشر کریں گے؟"

"میں تمہارے دماغ میں آتا رہوں گا۔ میری کوشش ہوگی کہ کوئی تمہیں نقصان نہ پہنچا سکے۔"

"اس کا مطلب ہے' میں تنہا ہو گئی ہوں؟"

"کیا میں تمہاری تنہائی دور کرنے کے لیے آؤں؟"

"نہیں' میں تمہاری مجبوری سمجھ رہی ہوں۔ ایسی خود غرض نہیں ہوں کہ تمہیں اپنے قریب بلا کر تمہاری ہلاکت کا سامان کروں۔"

وہ پارک سے گزرتی ہوئی' اسی مین روڈ پر آئی' جہاں پورس اپنی کار روک کر اسے پارک میں لے آیا تھا۔ وہ کار وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ پارس نے کہا "پورس تمہارے لیے یہ کار چھوڑ گیا ہے۔ تم اس میں بیٹھ کر کہیں بھی جاسکتی ہو۔ میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ جلد آسکوں۔"

"میں جہاں بھی جاؤں گی' دشمنوں کو میرا ٹھکانا معلوم ہوتا رہے گا اس لیے اپنے اسی بنگلے میں جا رہی ہوں۔"

اس نے کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر وہاں سے چل گئی۔ پورس اس پارک سے پیدل نہیں گیا تھا۔ اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ بلی ڈونا اس کی موجودگی سے بے خبر تھی۔

پارس نے تجزیہ کیا کہ پورس اس پارک سے کہاں گیا ہوگا؟

جہاں بھی گیا ہوگا' اسے ایک گاڑی کی ضرورت ہوگی جبکہ اس نے اپنی کار اسی مین روڈ پر چھوڑ دی تھی۔

وہ پچھلی بار بھی پارک کے اندر جا کر کہیں گم ہوگیا تھا اور مین کلر کے فوجی اسے تلاش کرتے رہ گئے تھے۔ اس بار بھی وہ پارک کے اندر گم ہوگیا تھا۔ پارس کو یقین ہوگیا تھا کہ شی تارا کی طرح پورس کے پاس بھی نادیدہ بنانے والی گولیاں ہیں۔

اس نے مکمل یقین کرنے کے لیے شی تارا کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "کون ہے۔ جلدی بولو ورنہ سانس روک کر بھگا دوں گی۔"

"میں ہوں پارس۔ میرے دماغ میں چلی آؤ۔"

وہ اس کے پاس آ کر بولی "کیا بات ہے۔ آج میرے پاس کیسے آ گئے؟"

"شی تارا! زیادہ چالاک نہ بنو۔ تم ابھی چھپ کر میرے پاس آئی تھیں۔ کیوں آئی تھیں؟"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ تم کہاں ہو پھر تمہارے پاس کیسے آ سکتی ہوں۔"

"تم نے نادیدہ بن کر پورس کا تعاقب کیا تھا۔ اسے مین کلر کی فوج کے ذریعے پکڑنا چاہا تھا۔ اسی طرح تم چھپ کر میرے پاس آئی تھیں۔ نادیدہ بنانے والی گولیاں صرف تمہارے پاس ہیں۔"

"تم نہیں جانتے۔ یہ گولیاں پورس کے پاس بھی ہیں۔ وہ بہت مکار ہے۔ وہ پارک میں جانے کے بعد وہاں سے کہیں فرار نہیں ہوا تھا۔ تمام فوجی اسے ڈھونڈتے رہے' وہ نادیدہ بن کر میری کار میں آ گیا تھا۔ مجھے خبر نہیں ہوئی اور وہ میری خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر شاید وہ میری نادیدہ گولیاں تلاش کر رہا تھا۔ ایسے وقت میں نے اسے دیکھ لیا پھر وہاں سے فرار ہوگئی۔ اب اس سے اتنی دور چلی آئی ہوں کہ وہ اپنی اسپرے کرنے والی دوا کے ذریعے میری گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ نہیں بنا سکے گا۔"

"تم خواہ کتنی ہی دور چلی جاؤ' اسی دنیا میں رہو گی۔ پورس تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔"

"اس وقت تم پیچھے پڑ گئے ہو۔ کسی خاص مقصد کے لیے میرے پاس آئے ہو۔ سچ بتاؤ' کیا یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ میں کس خفیہ پناہ گاہ میں ہوں؟"

"جب معلوم کرنا ہوگا تو تمہیں خبر بھی نہیں ہوگی اور تمہارے قریب پہنچ جاؤں گا۔ فی الحال جو معلوم کرنا تھا' وہ کر چکا ہوں۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ پارس نے شی تارا کے ذریعے یہ تصدیق کر لی کہ پورس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں ہیں۔ یوں تصدیق کرنے کے بعد یہ بات عقل میں آئی کہ جب اس نے نادیدہ بن کر شی تارا کا تعاقب اس کے بنگلے تک کیا تھا تو کیا وہ نادیدہ بن کر بلی ڈونا کے ساتھ کار میں نہیں گیا ہوگا؟

وہ خاموشی سے بلی کے اندر آ گیا۔ وہ اپنے بنگلے میں پہنچ گئی تھی۔ ایک صوفے پر بیٹھ کر پریشانی سے سوچ رہی تھی "پتا نہیں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں گھسے ہوئے ہیں؟ میں بالکل بے یار و مددگار ہوگئی ہوں۔ پارس جیسا دوست بھی پتا نہیں کب تک میرے کام آ سکے گا؟ کیا اس وقت تک میں دشمنوں کے رحم و کرم پر رہوں گی؟"

ایسی فکر اور پریشانیوں میں اس کی نیند اڑ سکتی تھی' بھوک مر سکتی تھی لیکن اپنے تحفظ کی کوئی تدبیر اس کے دماغ میں نہیں آ سکتی تھی۔ چونکہ دماغ فری پورٹ بن گیا تھا اس لیے اپنے بچاؤ اور فرار ہونے کا کوئی طریقہ ذہن میں نہیں آ سکتا تھا۔

تب اس نے سوچا "نہیں۔ مجھے ایسی زندگی گوارا نہیں ہے۔ میں ایک نہیں' کئی دشمنوں کے نرغے میں رہ کر زندہ نہیں رہوں گی۔ فکر اور اندیشوں میں' خوف اور دہشت میں مبتلا رہ کر جینے سے مرجانا بہتر ہے۔ میں مر جاؤں گی۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر الماری کے پاس آئی۔ اسے کھول کر نیند لانے والی گولیوں سے بھری ہوئی شیشی نکالی۔ ایک خواب آور گولی کھانے سے نیند آ جاتی ہے۔ جو اس دوا کے عادی ہوتے ہیں' وہ دو چار گولیاں کھا کر سو جاتے ہیں۔ انہیں زیادہ تعداد میں کھایا جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔

پارس نے اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی لیکن اسے گولیاں استعمال کرنے سے روکنے لگا۔ اسے محسوس ہوا' کسی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہے اور اسے گولیاں نگلنے پر مجبور کر رہا ہے۔

اسی وقت پارس نے نتاشا کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "اس کے دماغ میں کون چھپا ہوا ہے؟ اس بے چاری کو گولیاں کیوں کھلانا چاہتا ہے۔ یہ مر جائے گی۔ اس کی موت سے تمہیں کیا حاصل ہوگا؟"

نتاشا بھی پارس کی طرح بلی ڈونا کو ان گولیوں کے استعمال سے روک رہی تھی۔ اگر مین کلر نارمل ہوتا تو وہ بھی بلی کو موت کی طرف جانے سے بچاتا کیونکہ ایک بلی کا ہی دماغ ایسا تھا' جہاں بیٹھ کر پورس کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم کیا جا سکتا تھا۔

پھر پارس نے شی تارا کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی "نتاشا میں تم میں سے کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی لیکن موجودہ حالات میں بلی ڈونا ہم سب کے لیے اہم ہے۔ تمہاری طرح میں بھی یہی کوشش کر رہی ہوں کہ یہ خواب آور گولیاں استعمال نہ کرے۔ پتا نہیں یہ کون ہے' جو اسے مرنے پر مجبور کر رہا ہے۔"

نتاشا نے کہا "ہماری تمہاری ٹیلی پیتھی کی مشترکہ قوت زیادہ ہے۔ بلی کا جو بھی دشمن ہے' وہ کامیاب نہیں ہو سکے گا۔"

اس وقت بلی ڈونا کی یہ حالت تھی کہ وہ کبھی گولیاں کھانے پر آمادہ ہوتی تھی اور کبھی اس ارادے سے باز آ جاتی تھی۔ اس کے دماغ میں کچھ رہنے والے اسے ایسا کرنے سے روک رہے تھے اور کچھ ایسا کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔

پورس کی اپنی حکمتِ عملی تھی۔ وہ بلی ڈونا کو خواب آور گولیاں استعمال کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ چال باز ایسا کیوں کر رہا تھا' یہ وہی جانتا تھا۔ وہ اسے مارنا چاہتا تھا یا مارنے کے بہانے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور کرنا چاہتا تھا۔ بہرحال اس وقت وہ بلی ڈونا سے دشمنی کر رہا تھا۔

جب اس نے دیکھا کہ بلی کے اندر کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے بچانے کے لیے زور لگا رہے ہیں اور اتنی قوتوں کے آگے' اس کی قوت کام نہیں آئے گی تب وہ بلی کے پیچھے نمودار ہوگیا۔ اس بنگلے میں اسے دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ بلی اس سے بے خبر تھی۔

اس نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ایک ضرب لگائی۔ اس کے ساتھ ہی پھر نادیدہ ہوگیا۔ بلی تکلیف کی شدت سے چیخ مار کر فرش پر گری پھر بے ہوش ہوگئی۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے دماغ سے نکلنا پڑا۔ جب تک وہ ہوش میں نہ آتی' اس کے خیالات پڑھے نہیں جا سکتے تھے۔

پارس دماغی طور پر حاضر ہو کر مسکرانے لگا۔ اب کسی شبہے کی گنجائش نہیں رہی تھی کہ پورس نادیدہ بن جاتا ہے اور وہ اس وقت بھی بلی ڈونا کے ساتھ کار میں بیٹھ کر اس کے بنگلے میں گیا تھا۔

بلی ڈونا نے بنگلے میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا تھا۔ اس کے کمرے میں کوئی دشمن باہر سے نہیں آ سکتا تھا۔ نادیدہ بن کر آنے والے نے ہی اس پر حملہ کر کے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔

بظاہر یہ دشمنی تھی لیکن پارس مطمئن تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ اس نے بلی کو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بچانے کے لیے ایسی حرکت کی ہے۔ اس نے سب ہی کو اس کے دماغ سے نکال دیا تھا۔

پورس کے ذہن میں یہ بات ہوگی کہ بلی کے ہوش میں آنے کے بعد تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پھر اس کے اندر آ سکتے ہیں لیکن وہ مکار کسی کو آنے نہیں دے گا۔ وہ بے ہوشی کے تسلسل سے بلی کو کوما میں پہنچا سکتا تھا۔

○☆○

کوئی احمق چالباز نہیں ہو سکتا۔ چالبازی کے لیے ذہانت لازمی ہے۔ نتاشا اپنے طور پر بڑی ذہانت سے کام لے رہی تھی۔ وہ اپنی چالبازی سے پارس کے اتنے قریب پہنچ گئی تھی کہ اس کی شہ رگ بھی کاٹ سکتی تھی لیکن وہ جانتی تھی کہ ماضی میں بے شمار شاطرانہ چال چلنے والوں نے اس کے قریب تر رہ کر اسے ہلاک کرنے کی کوششیں کیں پھر ایسے کتنے ہی پارس' فرہاد اور علی تیمور کو ہلاک کیا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ ان کی ذمی سے نمٹتے رہے ہیں اور انہیں ہلاک کر کے خوش فہمی میں مبتلا ہوتے رہے ہیں۔

ایسے سابقہ تجربات کی بنا پر نتاشا بہت محتاط ہوگئی تھی۔ اس نے ملازمہ بن کر ایک ہی چھت کے نیچے پارس کے قریب رہ کر اس پر حملہ نہیں کیا۔ اس نے مین کلر کو قربانی کا بکرا بنا کر پیش کر دیا پھر جو کچھ ہوا اس کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔

وہ بلی ڈونا کے دماغ میں رہ کر یہ تماشا دیکھتی رہی کہ پورس کس طرح پارس بن کر بلی کو اس کے بنگلے سے پارک میں لے گیا تھا اور اس نے مین کلر کو اپنے پیچھے آنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس طرح اس نے پارس کو مین کلر کے جان لیوا حملے سے بچا لیا تھا۔

اس طرح یہ بات سامنے آئی کہ پارس اور پورس نہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور نہ دشمن لیکن ایک دوسرے کے احسانات کا بدلہ چکانے کے لیے ایک دوسرے کے کام آتے رہتے ہیں۔

نتاشا نے اپنے کان پکڑ کر دل میں کہا "او گاڈ! اگر میں مین کلر کو قربانی کا بکرا نہ بناتی اور خوش فہمی میں مبتلا رہ کر خود پارس کو ہلاک کرنا چاہتی تو پارس اور پورس کے چکروں میں الجھ کر رہ جاتی۔ یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ پورس بھی بلی ڈونا کے دماغ میں آتا ہوگا اور خاموشی سے میری اور مین کلر کی باتیں سنتا ہوگا۔ میرا دھیان تو صرف پارس کی طرف تھا۔ شکر ہے کہ میں پارس اور پورس سے دور رہی ورنہ پورس مجھے بھی مین کلر کی طرح اپنے پیچھے دوڑا دوڑا کر مارا ڈالتا۔"

نتاشا نے دو دن پہلے ایک خاتون کو ٹریپ کیا تھا۔ وہ خاتون اس کی ہم عمر تھی اور اس کے قد اور جسامت کے مطابق تھی۔ اس نے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے ملازمہ جولیا بنا دیا تھا۔ وہ آئندہ ایک چھت کے نیچے بلی ڈونا اور پارس کے قریب نہیں رہنا چاہتی تھی۔ پارس پھر کسی موقع پر ملازمہ جولیا پر شبہ کر سکتا تھا۔ اسی لیے نتاشا تنویمی عمل کے ذریعے دوسری ملازمہ جولیا تیار کر چکی تھی۔

ویسے ملازمہ پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ جس روز زمین کلر پارس کو گھیرنا اور مارنا چاہتا تھا' اس روز بلی نے خود ہی ملازمہ جولیا کو چھٹی دے دی تھی۔ اس کے بارے میں یہی سوچا جا سکتا تھا کہ وہ واردات کے دوران میں تمام وقت ان سے دور رہی تھی اور ان کے تمام حالات سے بے خبر رہی تھی۔ جو بھی اس کے چور خیالات پڑھتا' اسے یہی معلوم ہوتا کہ وہ معصوم' بے ضرر اور بے خبر رہی تھی۔

جب تک پورس نے بلی ڈونا کو بے ہوش نہیں کیا تھا اس وقت تک تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مطمئن تھے کہ بلی کے دماغ کو پارس لاک نہیں کر سکے گا۔ ان سب کو پورس کی طرف سے تشویش تھی۔ ہر آنے والا دن ان کے دل دھڑکا تا تھا کہ پتا نہیں وہ کس روز ٹیلی پیتھی کو نابود کرنے والی دوا اسپرے کرنا شروع کر دے گا۔

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پورس سے باخبر رہنا چاہتے تھے۔ کوئی اس کا پتا ٹھکانا نہیں جانتا تھا۔ ایک بلی ڈونا ہی ایسی تھی' جس کے دماغ میں پہنچ کر انہیں پورس کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہوتا رہتا تھا۔

وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ سوچ کر بھی الجھتے رہتے تھے کہ پارس اور پورس کے درمیان کس نوعیت کے تعلقات ہیں؟ یہ ظاہر تھا کہ وہ ایک دوسرے کے لیے نہ اچھے تھے' نہ برے تھے۔ وہ کبھی ملتے نہیں تھے اور کبھی ایک دوسرے سے بولتے بھی نہیں تھے لیکن عجیب الجھانے والی بات تھی کہ ایک دوسرے کے کام آتے رہتے تھے۔

نتاشا اس نتیجے پر پہنچ رہی تھی کہ پورس بھی بلی ڈونا کا دیوانہ ہوگیا ہے اسی لیے اس سے دماغی رابطہ قائم کرتا رہتا ہے۔ پہلے بھی اس نے بلی کی مدد کی تھی۔ اس بار بھی اسے بنگلے سے نکال کر پارک میں لے گیا تھا۔ ہوسکتا ہے' پورس آگے چل کر بلی کو پوری طرح اپنے قابو میں کرلے اور اسے پارس سے چھین کرلے جائے۔ اگر ایسا ہوگا تو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حق میں بازی پلٹ جائے گی۔ پارس اور پورس دونوں میں دشمنی پیدا ہوجائے گی۔

فی الوقت نتاشا کے سامنے دو بڑے مسائل تھے۔ سب سے پہلا اور اہم مسئلہ یہ تھا کہ پورس کی اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے کس طرح محفوظ رہے۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں کس طرح اپنی پوزیشن زیادہ سے زیادہ مستحکم بنائی جائے۔

پورس اگر مین کلر کو ہارمونز کا انجکشن نہ لگاتا' صرف اسے زخمی کر کے چھوڑ دیتا تو وہ اسے اپنا تابعدار بنا لیتی لیکن اب تو وہ غلام نہیں' کنیز بننے کے قابل رہ گیا تھا۔ اس کے کسی کام نہیں آسکتا تھا۔

اس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ پارس یا پورس میں سے کسی کو اپنا تابعدار بنا کر ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اپنا لوہا منوالے۔ اس نے جس طرح مین کلر کو سبزباغ دکھا کر اسے پارس کے پیچھے لگایا تھا اسی طرح پھر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو سبزباغ دکھا سکتی تھی۔

وہ سوچنے لگی' کیا کرے؟ آئندہ کسے قربانی کا بکرا بنائے؟ اس کا بس چلتا تو وہ میٹھی چھری بن کر الپا سے دوستی کرتی اور اسے پارس کے پیچھے لگا دیتی لیکن یہ جانتی تھی کہ الپا کبھی پارس کو نقصان پہنچانا نہیں چاہے گی۔

یہودیوں کی یہ فطرت رہی ہے کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اس کے برعکس الپا کٹر یہودی ہونے کے باوجود جناب علی اسد اللہ تبریزی سے دل کی گہرائیوں تک متاثر تھی۔ پارس ان کی ہدایات کے مطابق وقتاً فوقتاً اس کی مدد کرتا رہتا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر نتاشا' الپا کو پارس کے خلاف استعمال کرنا چاہتی تو قطعی ناکام رہتی۔

وہ روسی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں سوچنے لگی۔ ان میں اب تک روزانو وسکی' کرسٹووسکی اور گورانو جوزف نظروں میں آئے تھے۔ ان میں سے روزانو وسکی ایران میں سونیا کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ کرسٹووسکی کو نتاشا نے اپنا تابعدار بنا لیا تھا اور گورانو جوزف کو شی تارا اپنا غلام بنا چکی تھی۔

نتاشا یہ جانتی تھی کہ شی تارا نے میجرٹی ہنٹر کو بھی اپنے شکنجے میں لے رکھا ہے۔ وہ یہی دیکھ کر تلملاتی رہتی تھی کہ شی تارا اور الپا اس کی طرح عورتیں ہیں لیکن اس سے زیادہ اقتدار اور قوتیں حاصل کرتی جارہی تھیں۔

ان دونوں سے برتر رہنے کی اسے دو ہی صورتیں نظر آرہی تھیں۔ یا تو ان دونوں سے زیادہ اقتدار اور قوتیں حاصل کی جائیں یا ان دونوں کی قوتیں چھین لی جائیں۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین کر انہیں کمزور بنا دیا جائے۔

اس کی عقل نے سمجھایا کہ اگر وہ کسی طرح میجرٹی ہنٹر پر قابو پالے' اسے اپنا تابعدار بنالے تو اس کی کھوپڑی میں بیٹھ کر پورے فرانس پر حکومت کرسکتی ہے۔ یوں شی تارا سے فرانس کا اقتدار چھین کر وہ بہت بڑی بازی جیت سکتی تھی۔

اس کی ان منصوبہ بندیوں کے دوران میں پورس نے بلی ڈونا کو بے ہوش کر کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے دماغ سے نکال دیا۔ نتاشا جتنی سہولتیں اور فائدے بلی ڈونا سے آئندہ حاصل کرنے والی تھی' پورس نے ان سب سے نتاشا کو بھی محروم کردیا۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ پورس نے ایسا کیا ہے۔ بہرحال وہ آنکھ بلی ڈونا سے کچھ حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے اپنی تمام توجہ میجر ٹی ہنٹر پر مرکوز کردی۔ اب وہ شی تارا کے مقابلے میں بہت بڑی بازی جیت لینے کا عہد کررہی تھی۔

○☆○

سوامی تلک رام بھانیا بہت پراسرار تھا لیکن خطرناک نہیں لگتا تھا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو پراسرار ہوں' وہ خطرناک بھی ہوں۔ شی تارا پہلے خوف زدہ تھی کہ پتا نہیں کس شخص کے قریب چلی آئی ہے۔ جو شخص اسے نادیدہ ہونے کے باوجود اپنی کاملیت محسوس کررہا تھا وہ یقیناً بہت پہنچا ہوا تھا۔ اسے ہپناٹزم کے علاوہ اور بھی بہت کچھ آتا تھا۔

لیکن وہ اپنی باتوں سے بہت ہی نرم دل اور بے ضرر لگ رہا تھا۔ اس نے شی تارا سے کہا تھا کہ اسے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے اس نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کو دکھ نہیں پہنچایا ہے۔ اسے بھی سکھ ملے گا۔

وہ خاموش بیٹھی سوچتی رہی۔ کشمکش میں مبتلا رہی لیکن اس کی بھاری بھرکم شخصیت سے متاثر بھی ہوتی رہی۔ سوامی جی نے کہا "کب تک خاموش رہو گی؟ اگر تمہارے دل میں کسی طرح کا خوف ہے تو کچھ نہ بولو صرف اتنا بتا دو' کہاں جانا چاہتی ہو' میں وہاں پہنچا دوں گا۔"

آخر وہ کار کے اندر نمودار ہوگئی۔ سوامی تلک رام بھانیا کے قدموں میں جھک گئی۔ سوامی جی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر آشیرواد دی۔ جگوان نے چاہا تو تم تمام مصیبتوں سے نکل آؤ گی اور ایک نئی زندگی گزارو گی۔"

انہوں نے تھوڑی دیر کے لیے گاڑی روک دی تھی۔ اسے آشیرباد دے کر پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ بولی "آپ نے کہا تھا کہ میں جہاں جانا چاہتی ہوں آپ مجھے وہاں پہنچا دیں گے۔ سوامی جی! آپ انتر گیانی ہیں۔ یہ جان سکتے ہیں کہ فی الحال میری کوئی منزل ہے نہ ٹھکانا۔"

"میں جانتا ہوں۔ تم دشمنوں سے چھپتی رہتی ہو اور ٹھکانے بدلتی رہتی ہو۔ اس بار بھی کوئی تمہارے بنگلے میں پہنچ گیا تھا۔ تم اس سے بچنے کے لیے میرے پاس چلی آئی ہو۔"

"میں خوش قسمت ہوں کہ آپ کی پناہ میں آگئی ہوں۔ میرا دل کہتا ہے کہ آپ مجھے تحفظ دیں گے۔"

"تمہیں تحفظ حاصل ہوگا اور پناہ بھی ملے گی۔ نیویارک شہر سے تقریباً دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر میں نے ایک بہت بڑا آشرم قائم کیا ہے۔ وہاں میرے عقیدت مند آتے ہیں۔ ان میں سے جو مصیبت میں ہوتے ہیں' کھانے پینے اور رہنے سہنے کے معاملے میں بے سہارا ہوتے ہیں' وہ اس آشرم میں آکر ہفتوں اور مہینوں رہتے ہیں اور اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔"

وہ بولی "آشرم میں غریب' محتاج اور ضرورت مند رہتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ میں دیوی کے اونچے مقام پر رہتی آئی ہوں۔"

"تم اونچے مقام پر سب سے برتر رہنے کے لیے کئی برسوں سے جدوجہد کرتی آرہی ہو۔ اس طویل جدوجہد میں تم نے کیا پایا ہے؟"

"میں عارضی طور پر کامیابیاں حاصل کرتی رہی ہوں۔ میں نے بہت کچھ پایا ہے لیکن ایسا لگتا ہے کہ میں بہت کچھ حاصل کرنے کے بعد بھی خالی ہاتھ ہوں۔"

"خالی ہاتھ بھی ہو' بے سہارا بھی ہو' کہیں تمہارا ٹھکانا بھی نہیں ہے اور بے یار و مددگار بھی ہو کیونکہ میرے سوا کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے۔"

وہ خاموش رہی۔ سوامی جی نے کہا "تم سوچ رہی ہو کہ صرف میں ہی تمہارا مددگار نہیں ہوں۔ تم مجھ سے دور جا کر بھی کسی نئی پناہ گاہ میں محفوظ رہ سکتی ہو۔ جیسا کہ پہلے بھی تم بار بار دشمنوں سے بچنے کے لیے عارضی پناہ اور تحفظ حاصل کرتی رہی ہو۔ اب بھی تم جاسکتی ہو۔ میں نے تو پہلے بھی کہا تھا۔ مجھے بتاؤ' میں تمہیں کہاں پہنچا دوں؟ کیا کسی سڑک کے کنارے کار سے اتار دوں؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "نہیں۔ میں اپنی عادت سے مجبور ہو کر سوچ رہی تھی کہ مجھے ہمیشہ کی طرح کہیں تنہا اپنا ٹھکانا بنانا چاہیے لیکن آپ بہت بڑے گیانی ہیں۔ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ میں آپ کی شخصیت سے متاثر ہوں۔ آپ کو آزمانا چاہتی ہوں کہ آپ کے چرنوں میں رہ کر دوسرے غیر معمولی علوم بھی سیکھ سکتی ہوں یا نہیں؟"

"سیکھنے والے سب سیکھ لیتے ہیں۔ لگن اور حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"مجھ میں لگن اور حوصلہ ہے۔ میں آپ کے سائے میں رہوں گی لیکن آپ برا نہ مانیں۔ میں محتاجوں کی طرح آشرم میں نہیں رہوں گی۔ آپ اسے میری فطرت سمجھ لیں یا کمزوری' میں اپنی اونچی سطح سے نیچے نہیں آنا چاہتی۔ میں اسی لیے ایسے دشمنوں سے کترا رہی ہوں۔ وہ مجھے خود سے کمتر بنانا چاہتے ہیں۔ کوئی طاقت کے ذریعے' کوئی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور کوئی چال بازیوں کے ذریعے مجھے اپنی تابعدار' اپنی کنیز بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ کیا میں اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے جدوجہد نہ کروں؟"

"تمہیں اپنی عزت اور مرتبہ قائم رکھنے کے لیے جدوجہد کرنے کا حق ہے لیکن برتری حاصل کرنا دوسری بات ہے۔ ایسا کرنے کے لیے دوسروں کو اپنے سے کم تر بنانا پڑتا ہے۔ تم نے اسی لیے زیادہ سے زیادہ دشمن پیدا کیے ہیں کہ تم انہیں خود سے کم تر بنانا چاہتی تھیں۔"

"کیا مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے؟"

"تم چاہو تو اپنی بھگتی اور تپسیا سے ایسی مہاگنی بن سکتی ہو کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کے سب ہی لوگ تمہیں پھر سے دیوی تسلیم کرنے لگیں گے۔"

وہ اس کی گفتگو اور بولنے کے انداز سے متاثر ہو رہی تھی۔ وہ اگرچہ عمر رسیدہ تھا لیکن ایک باڈی بلڈر کی طرح صحت مند تھا۔ اس کے چہرے اور شخصیت میں مردانہ کشش تھی۔ چہرے پر ہلکی سی داڑھی اچھی لگ رہی تھی۔ وہ سر جھکا کر گفتگو کررہی تھی لیکن بولتے بولتے بے اختیار نظریں اٹھا کر اسے دیکھ لیتی تھی۔

سوامی جی نے آشرم کے سامنے کار روکتے ہوئے کہا "یہ ہے میرا آشرم۔ یہ چھ مربع کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔"

"میں آشرم میں رہنا نہیں چاہتی تھی اور آپ مجھے یہاں لے آئے ہیں۔"

"تم ایک بار اسے اندر سے دیکھ لو پھر یہاں سے جانا نہیں چاہو گی۔"

سوامی تلک رام بھانیا نے کار کی کھڑکی سے ہاتھ باہر نکال کر ایک ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دبایا۔ اس کا رخ بڑے سے آہنی گیٹ کی طرف تھا۔ وہ لوہے کا دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ سوامی جی کار ڈرائیو کرتے ہوئے احاطے کے اندر آگئے۔ وہاں کوئی دربان یا ملازم نہیں تھا۔ ان کے اندر آنے کے بعد لوہے کا گیٹ خود بخود بند ہوگیا۔

چھ مربع کلومیٹر کے درمیانی حصے میں ایک بہت بڑی عمارت تھی۔ ایک مندر تھا اور دور تک کئی چھوٹے بڑے رہائشی کوارٹر بنے ہوئے تھے۔ بے شمار مرد اور عورتیں نظر آرہی تھیں۔ بوڑھے اور بچوں کی تعداد برائے نام تھی۔ عورتیں گیروے رنگ کی ساڑیاں

اور مرد گیروے رنگ کی دھوتیاں پہنے ہوئے تھے۔ ان سب نے سوامی جی کو دیکھ کر جھک جھک کر ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا پھر اپنے اپنے دھرم کرم کے کاموں میں مصروف ہوگئے۔

وہ مخصوص انداز میں عبادت کررہے تھے۔ یوگا کے جتنے آسن ہوتے ہیں' وہ مختلف آسن اختیار کر کے سانس روک کر دھیان گیان میں محو رہتے۔ اس طرح عبادت کے ساتھ یوگا کی مشقیں بھی جاری رکھتے۔

سوامی جی نے ایک جگہ کار روک دی تھی۔ اس وسیع و عریض آشرم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے لیے چھوٹی چھوٹی موٹر ٹرالیاں تھیں۔ اس نے سوامی جی کے ساتھ ایک موٹر ٹرالی میں بیٹھ کر اس آشرم کو اندر اور باہر سے دیکھا اور دل میں تسلیم کیا کہ وہ وہاں کچھ عرصہ محفوظ رہ سکتی ہے۔

اس نے کہا "سوامی جی! میں بڑے سے بڑے دشمنوں کو زیر کرتی رہی ہوں لیکن پارس اور پورس سے خوف زدہ رہتی ہوں' ابھی پورس میری جان کا دشمن بنا ہوا تھا۔ میں اسی سے پیچھا چھڑا کر آپ کے پاس آئی ہوں۔"

"تم نادیدہ بنی ہوئی تھیں پھر وہ تمہیں کیسے نقصان پہنچا سکتا تھا؟ تم چاہتیں تو اسے نقصان پہنچا سکتی تھیں۔"

"میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ اس کے پاس ایک ایسی دوا ہے جس کے ذریعے وہ میری نادیدہ بنانے والی گولیوں کے اثر کو زائل کردیتا ہے۔ مجھے ڈر ہے' وہ یہاں بھی نہ پہنچ جائے۔"

"تم اطمینان رکھو۔ وہ یہاں کبھی نہیں آسکے گا۔"

"وہ بہت مکار ہے۔ اس کے پاس بھی ایسی گولیاں ہیں۔ وہ نادیدہ بن کر آسکتا ہے۔"

"تم بھی نادیدہ بن کر آئی تھیں لیکن میرے گیان سے چھپ نہ سکیں' وہ بھی میری نظروں سے چھپ نہیں سکے گا۔ تم یہاں بالکل محفوظ ہو۔"

"میں مانتی ہوں' وہ آشرم کے احاطے میں آپ کی اجازت کے بغیر نہیں آسکے گا لیکن وہ احاطے کے باہر سے دوا اسپرے کرے گا تو وہ ہوا میں تحلیل ہو کر یہاں تک آئے گی اور میری گولیاں اور کیپسول ناکارہ ہوجائیں گے۔"

"تمہارا تحفظ ہورہی ہو۔ میرا آشرم چھ کلو میٹر تک پھیلا ہوا ہے۔ تم آشرم کے درمیانی حصے میں رہا کرو گی تو اس کی اسپرے کی ہوئی دوا تمہاری گولیوں اور کیپسولوں تک نہیں پہنچ سکے گی۔"

"آپ کے سمجھانے سے مجھے بڑا حوصلہ مل رہا ہے۔"

سوامی جی نے مزید سمجھاتے ہوئے کہا "انسان سمندر کی گہرائیوں میں' زمین کی تہ در تہ میں اور خلا کی وسعتوں میں پہنچ جاتا ہے۔ انسان بڑا ضدی ہے' اسے جہاں جانے سے روکا جائے' وہ وہاں ضرور پہنچ جاتا ہے۔ پارس اور پورس بھی ضرور یہاں آنے کی کوششیں کریں گے لیکن میں یہاں تمہاری حفاظت کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس کے لیے شرط ہے کہ میری ایک ہدایت پر عمل کرو۔ اپنے مخالفین کو یہ نہ معلوم ہونے دو کہ تم اس آشرم میں پناہ گزیں ہو۔"

وہ پہلے بھی گوشۂ گمنامی میں رہ چکی تھی۔ ہمالیہ کی ترائی جہاں بارہ مہینے برف رہتی ہے اور جہاں انسانوں کا گزر شاذونادر ہوا کرتا ہے' وہاں ایک غار میں رہ کر شنکر بھگوان کی پوجا کرتی اور خیال خوانی کے ذریعے بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نمٹا کرتی تھی۔ کوئی اسے تلاش نہیں کرپاتا تھا۔ مخالفین پر ایک دیوی کا رعب اور دبدبہ طاری رہا کرتا تھا۔

وہ اس آشرم میں بھی روپوش رہ کر اپنے مخالفین سے نمٹ سکتی تھی' پارس اور پورس اس کی تلاش میں بھٹکتے رہتے لیکن ان کی پرچھائیں تک بھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔

آشرم کے ایک حصے کی تعمیر جدید طرز پر کی گئی تھی۔ کسی شاہی محل کی طرح وہاں آرام و آسائش کا تمام سامان تھا۔ سوامی جی نے کہا "میں یہاں رہتا ہوں۔ اپنی اونچی حیثیت قائم رکھنے کے لیے بھی یہاں رہ سکتی ہو۔ یہاں رہ کر تم بڑے بڑے لارڈز اور شاہی محلوں کو بھول جاؤ گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "یہ جگہ میرے مزاج کے مطابق ہے۔ میں یہاں محفوظ رہی تو یہیں ساری عمر گزار دوں گی۔"

"تم نے اس آشرم میں بہت کچھ دیکھا ہے اور آئندہ بھی بہت کچھ دیکھتی رہو گی۔ میرے ساتھ آؤ۔ اب میں تمہیں اپنی دادی ماں سے ملاؤں گا۔"

وہ دونوں اس محل کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے ایک کوریڈور میں آئے۔ وہاں ایک لفٹ تھی' اس آشرم کی عمارت کے نیچے ایک بہت وسیع و عریض تہ خانہ تھا' جہاں لفٹ کے ذریعے پہنچا جاتا تھا۔

وہ دونوں لفٹ کے اندر آئے۔ سوامی جی نے کہا "اس تہ خانے میں میرے علاوہ دو داسیاں' دادی ماں کی خدمت کے لیے جاتی ہیں۔ کوئی اور وہاں نہیں جاسکتا۔"

وہ تہ خانے میں پہنچ گئے۔ وہاں خاصی روشنی اور ائرکنڈیشنر کی ٹھنڈک تھی۔ کچھ فاصلے پر ایک بڑا سا کمرا تھا جس کی چار دیواری شیشے کی تھی۔ اس کمرے کے وسط میں ایک اونچا چبوترا بنا ہوا تھا۔ اس چبوترے پر ایک نہایت بوڑھی عورت پالتھی مارے عبادت کرنے کے انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ دور سے یوں معلوم ہورہا تھا کہ وہ سانس بھی نہیں لے رہی ہے۔

جس چبوترے پر وہ بیٹھی ہوئی تھی' اس کے آس پاس فرش پر سانپ اور بچھو رینگ رہے تھے۔ شی تارا حیرانی سے دیدے پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ بے شمار زہریلے سانپ اور بچھو تھے۔ اس بوڑھی عورت کو نقصان نہیں پہنچا رہے تھے۔

شی تارا سہمی ہوئی کبھی ان موذی جانوروں کو اور کبھی

بوڑھی عورت کو دیکھ رہی تھی۔ اس بوڑھی کے چہرے اور جسم کی جلد ایسے سمٹی ہوئی تھی جیسے دیواروں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔

سوامی جی نے کہا "میری دادی ماں کی عمر ایک سو پچاس برس ہے۔ اس وقت یہ آدھی زندہ ہیں اور آدھی مردہ۔"

"یہ آدھی زندہ اور مردہ کیسے ہیں؟"

"میری دادی ماں آتما شکتی کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں۔ یہ جب چاہتی ہیں ان کی روح ان کے جسم سے نکل کر کھلی فضا میں پرواز کرتی ہے۔ وہ جہاں چاہتی ہیں' اپنی روح کو وہاں پہنچا دیتی ہیں۔"

"کیا اس وقت ان کی آتما ان کے جسم میں نہیں ہے؟"

"ہاں۔ ان کے جسم میں ابھی روح نہیں ہے۔ پھر بھی یہ آدھی زندہ ہیں۔ جب روح واپس ان کے اندر آئے گی تو یہ آنکھیں کھولیں گی۔ پھر مجھ سے یعنی اپنے پوتے سے باتیں کریں گی۔"

"ان کی آتما ان کے اندر کب آئے گی؟"

"میں نہیں جانتا۔ جب یہ پوری طرح زندہ ہوجائیں گی تو میں جہاں بھی رہوں گا' وہاں یہ میرے دماغ میں آجائیں گی۔"

"ہے بھگوان! آپ کی دادی ماں کتنی زبردست آتما شکتی حاصل کرچکی ہیں۔ زندگی اور موت کو اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔ جب چاہتی ہیں' مردہ بن کر اپنی روح کو دنیا کے کسی بھی حصے میں بھیج دیتی ہیں اور جب چاہتی ہیں' روح کو واپس بلا کر زندہ ہوجاتی ہیں۔ کبھی مجھے بھی یہ آتما شکتی حاصل تھی۔ کیا میں یہ صلاحیت دوبارہ حاصل نہیں کرسکتی؟"

"یہ غیر معمولی صلاحیت اور قوت دن رات کی بھگتی اور دھیان گیان سے حاصل ہوتی ہے۔ آؤ ہم اوپر آشرم میں چلیں۔"

شی تارا نے واپس جاتے وقت شیشے کے کمرے میں اس بوڑھی عورت کو دیکھا پھر لفٹ میں آکر اوپر جاتے ہوئے سوچنے لگی کہ وہ پھر تہ خانے میں آئے گی اور کسی بھی طرح اس سے انتہائی آتما شکتی حاصل کرے گی۔

○☆○

اسٹون ہارٹ بڑی عمدہ پلاننگ کے ساتھ ایران آیا تھا۔ وہ سونیا کو پہلے تہران سے نکالنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ ایران کے کسی دوسرے شہر میں رہ کر تخریب کاری کرے گا اور وہاں دہشت پھیلائے گا۔ ان حالات میں سونیا اس کی سرکوبی کے لیے تہران سے نکل کر اس شہر میں آئے گی تو اسے وہاں پہنچانا اور پہنچاتے ہی گولی مار دینا کچھ مشکل نہ ہوگا پھر ایران سے تو کیا وہ دنیا سے ہی اٹھ جائے گی۔

یوں منصوبے بناتے وقت ایسی امیدیں اور خوشیاں پیدا ہوتی ہیں' جیسے وہ منصوبے جوں کے توں پورے ہوجائیں گے۔ راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوگی اور دوسرا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوگا لیکن یہ اس کی بدنصیبی تھی کہ ایسے وقت میں نے بھی ایران کا رخ کیا تھا۔ سونیا اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی ثانی کے پاس بابا صاحب کے ادارے میں واپس آنا چاہتی تھی۔ میں اس کی جگہ لینے کے لیے اسی طیارے میں ایران پہنچ رہا تھا' جس میں اسٹون ہارٹ اور شیریں سفر کررہے تھے۔

پچھلے باب میں یہ ذکر ہوچکا ہے کہ وہ کس طرح ڈبل پاسپورٹ اور ڈبل ٹکٹ کے ساتھ سفر کررہا تھا۔ ایک پاسپورٹ صابر جلالی کے نام سے تھا' جسے اس نے ضائع کردیا۔ دوسرا پاسپورٹ اسٹون ہارٹ کے اصلی نام سے تھا۔ وہ اسی اصلی نام اور اصلی شخصیت کے ساتھ تہران پہنچ گیا۔

میں خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو صابر جلالی کے بارے میں بتا چکا تھا۔ ادھر سونیا نے اپنے ماتحتوں اور ایرانی خفیہ ایجنسی والوں کو الرٹ کردیا تھا کہ وہ جیسے ہی ایمیگریشن کاؤنٹر پر آئے' اس کی نگرانی شروع کردی جائے اور اس کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کی جائے۔

مگر وہ بڑی کامیابی سے آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔ ائرپورٹ کی عمارت میں ایک جگہ بیٹھ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کررہا تھا کہ کون کون صابر جلالی کو تلاش کررہا ہے۔

وہ یقیناً ہم سب سے چھپنے میں کامیاب ہوجاتا لیکن اکثر سونیا کی چھٹی حس اسے اپنے شکار کی طرف لے جاتی تھی۔ سونیا نے بڑی چالاکی سے اسے بھانپ لیا پھر مجھے اس کے بارے میں بتایا۔ ہم نے اسٹون ہارٹ کے چہرے کو دیکھ لیا لیکن اسے گرفتار نہیں کیا۔ پہلے اس کی لاعلمی میں یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ کون ہے؟ اور کس مقصد سے ایران آیا ہے؟ اپنے لوگوں سے یہ کہہ دیا گیا کہ دور سے اس کی نگرانی کریں اور اسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔

پھر ہمیں اس کے بارے میں اطلاعات ملنے لگیں۔ وہ ایک کوچ میں تہران سے اصفہان کی طرف جارہا تھا۔ وہ شیریں سے ناراض تھا کیونکہ شیریں کی ہمزاد نے اس سے دوستی نہیں کی تھی۔ میں نے شیریں کی آواز اور لہجے میں فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا اور اس کے دماغ میں یہ بات بٹھادی کہ وہ سونیا سے تو فی الحال محفوظ ہے لیکن شیریں سے محفوظ نہیں ہے۔ اس کی ہمزاد اب جب چاہے گی' شیریں کو اس کے پاس پہنچا دے گی۔

وہ اسی فکر میں مبتلا ہوگیا کہ شیریں کی ہمزاد اس کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ میں نے اس لیے اسے فکر میں مبتلا کیا تھا کہ وہ سکون سے نہ رہے۔ ایک طرف سونیا کا خوف رہے' دوسری طرف وہ شیریں کی ہمزاد سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتا رہے۔

مجھے کیا معلوم تھا کہ میں اس معاملے کو ایک کھیل کی طرح کھیلوں گا تو یہ کھیل ایک حقیقت بن جائے گا۔ میں نے تو شیریں کی آواز میں فون کے ذریعے اسے خوف زدہ کیا تھا لیکن شیریں کی ہمزاد سچ مچ اسٹون ہارٹ کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ اس سے دوستی کررہی تھی اور میرے فرشتے بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ واقعی

شیریں کی ہمزاد اسٹون ہارٹ کے اندر پہنچ کر کیا گل کھلا رہی ہے؟

اس ہمزاد نے اسٹون ہارٹ کو بتایا کہ وہ طیارے میں سفر کے دوران میں ہی صابر جلالی کے پیچھے چھپے ہوئے اسٹون ہارٹ کو پہچان گئی تھی۔ اسے پہچاننے کے باوجود اس کا بھید نہیں کھولا۔ اسے عارضی طور پر نظرانداز کر کے شیریں کو مجھ سے دوستی کرنے اور میری بیٹی بن جانے پر مائل کیا۔ اس طرح شیریں مجھے اپنے گھر لے گئی۔

اگرچہ میں اس سازش سے بے خبر تھا لیکن جب بھی باخبر ہوتا تو یہ فکر لاحق ہوتی کہ وہ ہمزاد کون ہے؟ اور یہ ڈبل گیم کیوں کھیل رہی ہے۔ ایک طرف شیریں کو میری بیٹی بنا کر مجھے اس کے گھر جانے پر مائل کیا' دوسری طرف اسٹون ہارٹ سے مل کر کوئی سازش کر رہی ہے؟

میں وسیع ذرائع کا مالک تھا۔ مجھے اپنے اور پرائے کے بارے میں پل پل کی خبریں ملتی رہتی تھیں لیکن میں اپنے بارے میں اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ وہ ہمزاد میرے خلاف کیسی چالیں چل رہی ہے۔

جیسا کہ ہمزاد کے بارے میں کہا جاتا ہے' سنا جاتا ہے اور پڑھا جاتا ہے کہ جس کا ہمزاد ہوتا ہے' اسی کے ساتھ ساتھ رہتا ہے کیونکہ وہ اس ہستی کا دوسرا روپ ہوتا ہے۔ ہستی نیگیٹو ہو تو ہمزاد پوزیٹو ہوتا ہے۔ ہستی بزدل ہو تو ہمزاد دلیر ہوتا ہے۔ ہستی اور ہمزاد کے مثبت اور منفی ہونے سے ہر شخص کی ایک مکمل شخصیت بنتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے نیگیٹو اور پازیٹو کے دو مختلف تاروں کے ملنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔

ہمزاد کے متعلق جس حد تک میری معلومات تھیں' شیریں کی ہمزاد اس سے مختلف تھی۔ ہمارا ہمزاد صرف ہمارے اندر بول سکتا ہے لیکن شیریں کی ہمزاد اسٹون ہارٹ کے دماغ میں جا کر بول رہی تھی اور اس کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ یوگا جاننے والوں کے دماغ میں بھی پہنچ سکتی ہے۔

چونکہ ابھی میں اس ہمزاد کی حرکتوں سے بے خبر تھا اس لیے داستان کا سلسلہ ہمزاد اور اسٹون ہارٹ سے شروع کرتا ہوں۔

جب اسٹون ہارٹ کوچ میں سفر کر رہا تھا اور میرے شیریں بن کر فون کرنے کے باعث پریشان ہو رہا تھا تب اس ہمزاد نے اس کے دماغ میں آ کر یہ انکشاف کیا کہ شیریں کے ساتھ گھر جانے والا فرہاد علی تیمور ہے اور ائرپورٹ پر اس کی ملاقات جس عورت سے ہوئی تھی' وہ سونیا ہے۔ اس نے مزید کہا "واپسی کا راستہ نہیں ہے۔ سونیا کے تمام ماتحت اور ایرانی خفیہ ایجنسی والے مختلف بھیس میں تمہارے آس پاس ہیں۔ وہ تمہیں نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔ تم کسی بھی خفیہ پناہ گاہ میں چلے جاؤ' ان سے چھپ نہیں سکو گے۔"

وہ پہلے ہی خاصا پریشان تھا اور اب وہ ہمزاد اس بات کی تصدیق کر رہی تھی کہ سونیا نے اسے ہر طرف سے دلدل میں دھکا دیا ہے اور اب وہ اس کے ماتحتوں سے اور خفیہ ایجنسی والوں سے منہ نہیں چھپا سکے گا۔

ہمزاد نے کہا "میں تمہیں اس طرح چھپاؤں گی کہ کوئی تمہیں ڈھونڈ نہیں پائے گا۔ سونیا اور فرہاد کی ذہانت اور ہوشیاری دھری کی دھری رہ جائے گی۔"

وہ گڑگڑا کر ہمزاد سے مدد مانگنے لگا۔ دوستی کی پیشکش کرتے ہوئے بولا "میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا' ہمیشہ تمہارے کسی کام آنے کی کوشش کرتا رہوں گا....."

"میں تمہاری یا کسی کی محتاج نہیں ہوں کہ کوئی میرے کام آئے۔ میں تمہارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور ہپناٹزم کی مہارت رکھنے والوں سے جب چاہتی ہوں' اپنا کام نکال لیتی ہوں۔"

"تم مجھے اس مصیبت سے کیسے نکالو گی؟ کیا میری نگرانی کرنے والے میرے آگے پیچھے سفر کر رہے ہیں؟"

"ہاں۔ تمہاری اس کوچ میں پیچھے ایک مسافر بیٹھا تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔ اس کوچ کے آگے پیچھے ایک جیپ اور ویگن ہے اور چونکہ تم اصفہان کی طرف جا رہے ہو اس لیے راستے کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں خفیہ ایجنسی والوں کو تمہارے بارے میں معلومات پہنچا دی گئی ہیں۔"

"اوگاڈ! میں تو ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکوں گا۔"

"میں نے کہا نا' میں تمہیں چھپا سکتی ہوں۔ ان کی نظروں سے اوجھل کرا سکتی ہوں۔ وہ تمہیں ڈھونڈتے ہی رہ جائیں گے۔"

"پلیز ایسا کرو۔ جلدی کرو۔ میں خود کو بہت چالباز سمجھتا ہوں' دیکھنا چاہتا ہوں تم کتنی چالباز ہو۔ مجھے کس طرح دشمنوں سے نجات دلاؤ گی۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ تم چالباز ہو لیکن سونیا اور فرہاد سے بوکھلا گئے ہو ورنہ ذرا سی عقل استعمال کر کے یہاں سے نکل سکتے ہو اور باہر رات کی تاریکی میں گم ہو سکتے ہو۔"

وہ چند لمحوں تک سوچنے کے بعد بولا "لیکن اس کوچ کی نگرانی کرنے والا ہے وہ بھی میرے پیچھے آئے گا۔"

"اسے آنے دو۔ میں اس سے نمٹ لوں گی۔ تم اٹھو اور دروازے سے چلتے ہوئے دروازے کے پاس جاؤ۔ کوچ کی رفتار سست ہوتے ہی باہر چھلانگ لگا دو۔"

"ٹھیک ہے' میں جا رہا ہوں۔"

اس نے فوراً اپنی اٹھائی۔ تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ ہمزاد نے ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر کوچ کی رفتار سست کرا دی۔ اسٹون ہارٹ نے باہر چھلانگ لگا دی۔ جو شخص کی نگرانی کر رہا تھا' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف دوڑنے لگا۔ ہمزاد نے ڈرائیور کے ذریعے ایک جھٹکے سے کوچ

آگے بڑھا دیا۔ وہ کوچ تیزی سے آگے بڑھی تو نگرانی کرنے والا اوندھے منہ گر پڑا۔ اس کے ساتھی دوسری گاڑیوں میں آگے پیچھے آ رہے تھے۔ اس نے گرتے ہی خیال خوانی کے ذریعے ان سے کہا۔ "اسٹون ہارٹ نے کوچ سے باہر چھلانگ لگا دی ہے۔ اپنی گاڑیاں روک کر دیکھو۔ وہ کہاں جا رہا ہے؟"

آگے پیچھے آنے والی گاڑیاں رک گئیں۔ سونیا کے ماتحت اور خفیہ ایجنسی والے چھلانگیں لگا کر اپنی گاڑیوں سے باہر آئے پھر کئی ٹارچوں کی روشنیاں' اندھیرے کو دور کرتی ہوئی اِدھر سے اُدھر بھٹکنے لگیں۔ وہ سب فرار ہونے والے کو تلاش کرنے لگے۔ مختلف سمتوں میں دوڑنے لگے۔ دور تک گھنے درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ کہیں کہیں چھوٹے بڑے مکانات بھی نظر آ رہے تھے۔ وہاں کوئی چھوٹی سی بستی تھی۔

ان کی بھاگ دوڑ سے بستی کے لوگ جاگ رہے تھے۔ وہاں کے گھر اور گلیاں روشن ہو رہی تھیں۔ تلاش کرنے والوں نے اس بستی کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا لیکن اسٹون ہارٹ کو چال بازی کے مواقع مل رہے تھے۔ وہ بستی کی طرف نہیں' ویرانے کی طرف چلا گیا تھا۔

سونیا کے ایک ماتحت نے میرے دماغ پر دستک دی پھر مجھے بتایا کہ اسٹون ہارٹ کس طرح فرار ہو گیا ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے پوچھا "کیا اسٹون ہارٹ کے بارے میں تمہیں اطلاع مل گئی ہے؟"

"ہاں! ابھی معلوم ہوا ہے۔ وہ اپنی چال چل گیا ہے۔ ہم چاہتے تھے' وہ نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے لیکن اب شاید وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔"

میں نے کہا "ابھی اسے تلاش کیا جا رہا ہے۔ دیکھتے ہیں' کیا نتیجہ سامنے آتا ہے؟"

"کیا تم شیریں کے پاس ہو؟"

"ہاں۔ یہاں آرام اور سکون ہے۔ سوچ رہا تھا' صبح تک سوتا رہوں گا لیکن اب تو نیند اڑ چکی ہے۔"

"اسٹون ہارٹ نے نیند اڑائی ہے۔ ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اچھا خاصا چالباز ہے۔ پہلے اس نے ڈبل پاسپورٹ رکھ کر... ائرپورٹ پر ہمیں بڑی کامیابی سے دھوکا دیا۔ اس کے باوجود نظروں میں آ گیا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہر طرف سے نگرانی ہوتی رہے گی اور وہ پھر بھی فرار ہو جائے گا۔"

"اب پتا نہیں کب تک جاگنا ہو گا۔ کیا میرے پاس آؤ گی؟"

"میں تو آنا چاہتی ہوں۔ ہم بہت دنوں تک ایک دوسرے سے جدا رہے ہیں۔ اس کے باوجود نہیں مل سکتے۔ دشمن اسی تاک میں رہتے ہیں کہ ہم کہیں یک جا ہوں اور وہ ہم پر زبردست حملہ کریں۔"

"اچھی بات ہے کہ تم محتاط ہو لیکن یہاں کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔ مکان کے اطراف سکیورٹی گارڈز ہیں اور شیریں تو بالکل ہی معصوم اور بے ضرر ہے۔"

"جہاں تک میں نے شیریں کی اسٹڈی کی ہے وہ بے شک معصوم اور بے ضرر ہے۔ بظاہر ایک عجوبہ لگتی ہے لیکن اس کی ہمزاد والی بات مجھے الجھا رہی ہے۔"

"ہاں۔ میں نے اسے طیارے میں اسٹون ہارٹ کے ساتھ شطرنج کھیلتے دیکھا تھا۔ وہ بالکل اناڑی ہے لیکن اس کی ہمزاد ایسی راہنمائی کر رہی تھی کہ وہ اناڑی ہونے کے باوجود جیت گئی تھی۔ مجھے حیرانی اس بات پر ہے کہ ہمزاد اس کے دماغ میں ایسے بولتی ہے جیسے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی بول رہی ہو۔"

"کیا تمہیں ایسا نہیں لگتا کہ شیریں کی کوئی ہمزاد نہ ہو۔ وہ کوئی نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو؟"

سونیا کی اس بات سے میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ خود کو ہمزاد کہنے والی' کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی بھی ہو سکتی ہے۔

میں نے سونیا سے کہا "تمہاری اس بات نے مجھے چونکا دیا ہے۔ اگر وہ ہمزاد نہیں.. کوئی اور ہے' تو اس نے ہمزاد بن کر شیریں کو مشورہ کیوں دیا کہ وہ میری بیٹی بن جائے اور مجھے اپنے ساتھ گھر لے جائے؟"

"اور تم اس کے گھر میں ہو۔ میرے پیارے فرہاد علی تیمور! تم بہت عرصے کے بعد ایک نامعلوم ہستی سے دھوکا کھا گئے ہو۔ وہ مکان تو شیریں کا ہے مگر تم دشمن کی چھت کے نیچے' چار دیواری میں مقید ہو گئے ہو۔"

"ہُوں۔ اگر میں واقعی کسی سازش کا شکار ہو رہا ہوں تو مجھے یہاں سے کسی دوسری جگہ چلا جانا چاہیے۔ اگر یہاں سے جاتے وقت کوئی ہرکاوٹ پیش آئے گی تو اس بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ مجھے ٹریپ کیا گیا ہے۔"

"ہاں۔ اس طرح ہمزاد کی اصلیت بھی معلوم ہو جائے گی لیکن ابھی وہاں سے نہ نکلو۔ میرا انتظار کرو۔ میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ تقریباً آدھے گھنٹے میں شیریں کے مکان کے قریب آ رہی ہوں۔"

میں سونیا کے دماغ سے واپس آ گیا۔ میں جس بیڈ روم میں تھا وہ بہت آرام دہ تھا' وہاں میری ضروریات کا تمام سامان مہیا کیا گیا تھا۔ شاید موت کا سامان بھی کیا گیا ہو۔

میں نے شیریں کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ ایک نادان بچی کی طرح دنیا کی تمام فکروں اور پریشانیوں سے بے نیاز ہو کر سو رہی تھی۔ وہ حسین تھی' بھرپور جوان تھی لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ جوانی کس طرح گزاری جاتی ہے۔ یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ زندگی گزارنے کی ذمے داریاں کس طرح نبھائی جاتی ہیں۔ وہ دوستی اور دشمنی کو بھی نہیں سمجھتی تھی۔ جب کوئی دوستی کرے تو دوست بن جاتی تھی اور کوئی دشمنی کرے تو اس کی سمجھ

میں نہیں آتا تھا کہ کوئی اس کا برا کیوں چاہتا ہے۔ وہ کسی کے خلاف جوابی کارروائی کرنا بھی نہیں جانتی تھی۔

اس کے والدین اسے بچپن سے عقل کی باتیں سکھانے کی کوششیں کرتے رہے اور اسے غلط قسم کے لوگوں سے محفوظ رکھنے کی تدابیر پر عمل کرتے رہے۔ اس کے لیے زنانہ اور مردانہ باڈی گارڈز رکھے گئے۔ وہ جہاں رہتی تھی' اس بنگلے کو انہوں نے ایک مضبوط قلعہ بنادیا تھا۔ وہ جہاں جاتی تھی' دو باڈی گارڈز ہمیشہ اس کی لاعلمی میں اس کے آگے پیچھے رہتے تھے۔

جب وہ جوان ہوئی تو اس کے والدین نے حیرانی سے دیکھا' شیریں کبھی کبھی دانائی کی باتیں کرنے لگی تھی اور ایسے مشکل اور الجھے ہوئے کام کرنے لگی تھی کہ صرف اس کے والدین ہی نہیں' دوسرے رشتے دار بھی اس کی دانائی پر حیران رہ جاتے تھے۔

اس سے پوچھا گیا کہ وہ فہم وفراست کی باتیں کیسے کرنے لگی ہے؟ جو باتیں دوسروں کے لیے معما ہوتی ہیں' وہ اسے کیسے حل کردیتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس کی ہمزاد اس کے پاس آکر اسے عقل سکھاتی ہے۔

کسی کو ہمزاد والی بات پر یقین نہیں آیا۔ سب ہی متفقہ طور پر سمجھنے لگے کہ وہ کسی آسیب کے سائے میں آگئی ہے یا کوئی جن اس پر عاشق ہوگیا ہے۔

یہ تشویش کی بات تھی کہ وہ کبھی نادان بن جاتی تھی۔ کبھی بے حد... دانائی کا ثبوت دیتی تھی۔ اب خواہ اس پر کوئی جن عاشق ہوگیا ہو یا اس کی ہمزاد اسے دانائی سکھا رہی ہو' اس کا ایک پہلو والدین کے لیے اطمینان بخش تھا کہ ان کی اکلوتی دولت مند بیٹی سمجھ دار ہوگئی ہے۔ اب کوئی اپنا یا پرایا اسے فریب دے کر اس کی دولت پر قبضہ نہیں جما سکے گا۔ کوئی اسے جسمانی طور پر بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

والدین نے آزمائش کے طور پر اسے اس بنگلے میں تنہا چھوڑ دیا۔ اسے تنہا گھومنے پھرنے کی آزادی دے دی۔ باڈی گارڈز کو حکم دیا کہ وہ اس کی لاعلمی میں اس کے محافظ بن کر رہا کریں۔

اس کے والدین اس سے دور شہر کے دوسرے علاقے میں رہائش پذیر تھے اور یہ دیکھ کر مطمئن اور خوش تھے کہ ان کی بیٹی تنہا رہ کر بڑے اعتماد سے زندگی گزار رہی ہے۔ انہوں نے تسلیم کرلیا کہ واقعی اس کی ہمزاد پیدا ہوگئی ہے اور وہ شیریں کی حفاظت اور راہنمائی کررہی ہے۔

میں خوابیدہ شیریں کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پہلے میں نے اس کے والدین کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ اب سوچا کہ ان کے متعلق بھی تھوڑی بہت معلومات حاصل کی جائے۔ میں نے شیریں کے ذہن میں سے اس کے باپ کا نام' پتا اور فون نمبر معلوم کیا پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔

اس کے باپ کا نام آغا تابش علی تھا۔ تہران کے بڑے بڑے تاجروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ وہ اس وقت گہری نیند سو رہا تھا۔ فون کی مسلسل گھنٹی نے اسے جاگنے پر مجبور کردیا۔ اس نے نیند بھری آنکھوں سے ٹیلی فون کو دیکھا پھر ریسیور اٹھا کر اسے کان سے لگا کر بولا "کون ہو؟ خدا کے بندے رات کو تو آرام سے سونے دو۔"

میں نے کہا "مجھے افسوس ہے' آپ کی نیند خراب کی۔ میں سمجھ رہا تھا' آپ رات کو جاگنے والوں کی نسل سے ہیں۔"

"آں؟ اس بات کا مطلب کیا ہوا؟"

میں ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے "ہیلو! ہیلو!" کہہ رہا تھا پھر اسے کریڈل پر رکھ کر بولا۔ "مجھے رات کو جاگنے والوں کی نسل سے کہہ رہا تھا۔ کیا میں اُلّو ہوں؟"

میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ اس قدر دولت مند تاجر تھا کہ بیرونی ممالک کے بینکوں میں بھی اس کی دولت جمع رہتی تھی اور وہ غیر ملکی کرنسی میں اپنی حکومت کو بھی قرضے دیا کرتا تھا۔ وہاں کے حکام اس کی بہت عزت کرتے تھے۔ حکومت کے مالیاتی امور کے سلسلے میں جتنے اجلاس ہوتے تھے' ان میں آغا تابش علی شریک ہوتا تھا۔

اس کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ بزنس کے علاوہ سیاست میں بھی دلچسپی لیتا ہے۔ جب شیریں جوان نہیں ہوئی تھی اور ہمزاد والی کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی تب ایک امریکی ایجنٹ نے آغا تابش علی سے ملاقات کی تھی۔ وہ کاروبار کے سلسلے میں یورپ کے مختلف ملکوں میں جایا کرتا تھا۔ اس امریکی ایجنٹ سے پیرس میں ملاقات ہوئی تھی۔

وہ ایک محبِ وطن ایرانی تھا۔ کسی امریکی سے ملنا تو کیا' فون پر اس سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا لیکن وہ سمجھ نہیں پایا کہ امریکیوں سے نفرت کرنے کے باوجود اس سے ملاقات کرنے پر راضی کیسے ہوگیا تھا؟

ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے لاؤنج میں ایک قد آور صحت مند شخص سے اس کا سامنا ہوا۔ اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی سی داڑھی تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی اور نظریں ایسی گہری تھیں کہ سیدھی دل میں اترتی تھیں۔ آغا تابش علی نے اس سے نظریں ملائیں تو پھر نظریں ہٹا نہ سکا۔ اس کی آنکھوں سے جیسے چپک کر رہ گیا۔ وہ ایسی پُراثر شخصیت کا مالک تھا کہ آغا تابش علی اس وقت اپنی شخصیت کو بھول گیا۔

وہ اپنی بھاری بھرکم آواز میں بولا "مسٹر آغا! تم مجھ سے ملاقات نہیں کرنا چاہتے تھے۔"

"ہاں۔ مجھے امریکیوں کی صورت سے نفرت ہے۔"

"میں نے فون پر کہا تھا' میں امریکا میں رہتا ہوں لیکن امریکی نہیں ہوں۔ ایک آدرش ہندوستانی ہوں۔ کیا مجھ سے مل کر خوشی

نہیں ہورہی ہے؟"

آغا سحرزدہ سا ہوگیا تھا۔ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "مجھے تم سے مل کر خوشی ہورہی ہے۔"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بھاری بھرکم آواز میں بولا "تم آئندہ بھی خوش ہوتے رہو گے۔ سوامی تلک رام بھائیا سے ملنے کے بعد کوئی مایوس نہیں ہوتا۔ مجھ سے ملنے والا اور میری باتیں ماننے والا ہمیشہ خوش رہتا ہے اور مخالفت کرنے والا نرک میں پہنچ جاتا ہے۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ آغا نے پوچھا "تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں' تمہارا بھلا کروں اور تم میرا بھلا کرتے رہو۔"

"یہ بھلائی کس نوعیت کی ہوگی؟"

"تمہاری ایک بہت ہی خوب صورت سی اکلوتی بیٹی ہے۔ وہ بہت نادان ہے۔ دماغی طور پر کمزور ہے۔ دنیا داری کو سمجھتی نہیں ہے۔ جب تم ایران اور دوسرے ملکوں کے بینکوں میں لاکھوں کروڑوں ڈالر چھوڑ کر مرو گے تو اس نادان بیٹی کو تمہارے اپنے پرائے لوٹ لیں گے۔ اسے اچھی طرح نوچ کھسوٹ کر فٹ پاتھ کی بھکارن بنادیں گے۔"

"ہاں میں اپنی عزیز از جان بیٹی کے لیے بہت فکر مند رہتا ہوں۔ میرے اپنے ہی لالچی رشتے دار میرے بعد اسے تباہ کردیں گے۔"

"میں تمہاری یہ فکر دور کرسکتا ہوں۔ تمہاری بیٹی کو تحفظ فراہم کرسکتا ہوں۔ ایسا مستقل تحفظ کہ اسے ساری عمر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

اس نے بے یقینی سے پوچھا "کیا یہ ممکن ہے؟"

"سوامی تلک رام بھائیا کے لیے کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ میں پلک جھپکتے ہی اسے اس قدر ذہین بنادوں گا کہ اس کی ذہانت کو دیکھ کر سب حیران رہ جائیں گے۔ اس ذہین لڑکی کو پھر کوئی دھوکا دینے کی جرأت نہیں کرسکے گا۔"

"تعجب ہے' تم میری بیٹی کو ذہین کیسے بناؤ گے؟ ذہانت تو خداوند... کریم کا ایک بہت بڑا عطیہ ہے۔ کوئی بندہ کسی کو ذہین نہیں بنا سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ ناممکن کو ممکن بنا دیا کرتا ہوں۔ تم یہاں سے ایران واپس جاؤ گے تو اپنی نادان بیٹی کی ذہانت دیکھ کر مجھے دیوتا تسلیم کرلو گے۔"

"ابھی تو یقین نہیں آرہا ہے لیکن تمہاری بات اگر سچ ہوجائے گی تو میں اپنی ساری دولت تمہارے قدموں میں ڈال دوں گا۔"

"مجھے تمہاری دولت نہیں چاہیے۔ تم اندازہ بھی نہیں کرسکتے کہ میں کتنا دولت مند ہوں۔ میں تمہاری بیٹی کو تمام عمر کے لیے تحفظ فراہم کروں گا۔ تم تمام عمر میرے لیے کام کرو گے۔"

"میری بیٹی تمام عمر محفوظ اور خوش حال رہے گی۔ اس سے بڑی اور کیا بات ہوسکتی ہے۔ تم جو کہو گے' میں وہی کروں گا۔ کچھ معلوم تو ہو' مجھے کیا کرنا ہے؟"

"بہت معمولی سا کام ہے۔ حکومتِ ایران کے جو خفیہ مالیاتی امور ہیں' تم ان کے بارے میں مجھے بتاتے رہو گے اور میں جیسا کہوں گا' تم اس پر عمل کرتے ہوئے ایران کو مالی طور پر کمزور کرتے رہو گے۔"

"ابھی تم کہہ رہے تھے' امریکی نہیں ہو۔ ایک آدرش ہندوستانی ہو۔ کیا یہی تمہارے آدرش ہیں؟"

"میں امریکا میں رہتا ہوں۔ امریکا سے وفاداری جرم نہیں ہے۔"

"لیکن مجھ جیسوں کو اپنے وطن سے غداری پر مائل کرنا جرم ہے۔"

"میں تمہیں غداری پر مائل نہیں کررہا ہوں۔ ایران تمہارا ملک ہے۔ تم ہماری مدد سے اپنی پسند کی ایک نئی حکومت قائم کرسکتے ہو۔ موجودہ حکمران کٹر مذہبی ہیں۔ انہیں اقتدار سے ہٹانا' غداری نہیں ہے۔ یہ سائنسی دور ہے اور وہ اپنے مذہبی قوانین میں لچک پیدا نہیں کرتے ہیں۔ تم ہمارے تعاون سے انہیں کمزور بناؤ گے اور ایک نئی حکومت قائم کرو گے تو اپنی ایرانی قوم پر بہت بڑا احسان کرو گے۔ تم غدارِ وطن نہیں' صحیح معنوں میں محبِ وطن کہلاؤ گے۔"

"مجھے اپنے موجودہ حکمرانوں سے محبت ہے۔ وہ دین کے معاملات میں سچے اور کھرے ہیں۔ پلیز انہیں اقتدار سے ہٹانے کی بات نہ کرو۔"

سوامی جی کے تیور بدل گئے۔ اس نے کہا "تم وہی کرو گے' جو میں کہہ رہا ہوں۔ کیا تم اپنی آنکھوں سے اپنی اکلوتی بیٹی کی تباہی دیکھ سکو گے؟"

"پلیز ایسا نہ کہو۔"

"وہ ہر روز ایک نئی مصیبت میں مبتلا ہو کر تڑپ تڑپ کر کبھی مرتی رہے گی' کبھی جیتی رہے گی۔"

"خدا کے واسطے ہمارے درمیان اس معصوم کو نہ لاؤ۔"

"بہتر ہے' ایران واپس جاؤ اور اپنی بیٹی کے مر مر کر جینے کا تماشا دیکھو۔"

شیریں اس کی ایک ہی بیٹی تھی۔ اس کی جان تھی۔ اس کے لیے وہ اپنی جان دے سکتا تھا۔ اپنی ساری دولت اور ساری دنیا لٹا سکتا تھا لیکن اسے دم توڑتے یا کسی عذاب میں مبتلا ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ منتیں کرنے لگا کہ اس کے ملک ایران کے خلاف کوئی سودا نہ کیا جائے لیکن سوامی تلک رام بھائیا نے کہا "ہمارے درمیان اسی بنیاد پر سودا ہوگا۔ تمہارے لیے بیٹی اہم ہے' ہمارے

لیے حکومتِ ایران میں تبدیلیاں لانا بہت اہم ہے۔ ہاں یا نہ میں جواب دو۔ میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا۔"

آغا تابش علی بہت مضبوط قوتِ ارادی کا مالک تھا۔ وہ کبھی اپنے وطن کے خلاف کوئی کام نہ کرتا لیکن سوائی تلک رام بھائیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اس کے مضبوط دماغی فیصلے کو کمزور بناتا جارہا تھا۔

پھر وہ اپنے اختیار میں نہیں رہا' مجبور ہو کر بولا "ٹھیک ہے۔ میں ایران جا کر دیکھوں گا۔ اگر تم اپنے دعوے کے مطابق میری بیٹی کو حیرت انگیز طور پر ذہین بنا دو گے تو میں تمہاری مرضی کے مطابق عمل کروں گا۔"

اسے یقین نہیں تھا کہ جو بچی پیدائشی طور پر دماغی کمزوری کا مظاہرہ کرتی رہی ہے' وہ اچانک اپنی ذہانت کا مظاہرہ کرنے لگے گی لیکن جب وہ تہران پہنچا تو بیٹی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے بڑے سلیقے سے لباس پہنا ہوا تھا اور بڑے سلیقے سے گفتگو کر رہی تھی ... ائرپورٹ سے گھر تک خود کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ اپنے باپ کے الجھے ہوئے سوالوں کے جوابات دے رہی تھی۔

اس کی ماں حیرانی سے آغا تابش علی کو بتا رہی تھی کہ وہ پچھلی رات سے اپنی مرضی کے مطابق گھر کی سیٹنگ بدلتی رہی تھی۔ اس نے گھر کی آرائش اور زیبائش میں جو تبدیلیاں کی تھیں اس کے نتیجے میں گھر بالکل نیا اور شاندار دکھائی دے رہا تھا۔

آغا اسے اپنے دفتر لے گیا پھر بولا "کیا تم اکاؤنٹ سیکشن کے تمام حسابات چیک کر سکتی ہو؟"

وہ اکاؤنٹ سیکشن میں چلی گئی۔ وہاں شام تک مصروف رہی۔ وہاں اس نے دو چار ایسی غلطیاں پوائنٹ آؤٹ کیں کہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ نے اس کی تعریف کی اور کہا "میں زندگی میں پہلی بار اتنی کم سن لڑکی کو حساب کتاب میں اس قدر ماہر دیکھ رہا ہوں۔ اس نے مجھ جیسے ماہر کی غلطیوں کی نشان دہی کی ہے۔"

شیریں کو طرح طرح سے آزمانے کے بعد اس کی ذہانت میں کسی قسم کا شبہ نہیں رہا تھا۔ آغا اسے ایک کمرے میں لایا پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے بولا "بیٹی! میں تمہاری ذہانت پر حیران ہوں۔ ایسے تو کرامات ہوا کرتی ہیں۔ جبکہ کرامات اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتی ہیں۔ اگر ایسی عجیب و غریب بات سامنے آئے تو اس کے پیچھے شیطانی ارادوں کا شبہ ہوتا ہے۔"

"آپ شبہ کیوں کر رہے ہیں؟ کیا اس لیے کہ میں اچانک ذہین کیسے ہو گئی ہوں؟"

"ہاں بیٹی! مجھے تو ایسا لگتا ہے' جیسے تم پر جادو کیا گیا ہے۔"

"نہ یہ کرامت ہے اور نہ جادو۔ دراصل میرے اندر میری ہمزاد پیدا ہو گئی ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "ہمزاد؟"

"ہاں کل شام سے وہ اچانک میرے اندر آگئی ہے۔ اب میرے ساتھ رہتی ہے۔ میں کوئی غلطی کرنے لگتی ہوں تو وہ سمجھاتی ہے۔ نادانی کرتی ہوں تو دانائی سکھاتی ہے۔"

"ہم بزرگوں سے ہمزاد کے بارے میں بہت کچھ سنتے آئے ہیں لیکن ہمارے ہمزاد نے کسی معاملے میں کبھی راہنمائی نہیں کی۔"

"اس لیے کہ آپ دانش مند ہیں۔ آپ کو راہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"لیکن بہت سے لوگ دانش مند نہیں ہوتے پھر ان نادانوں کے ہمزاد ان کی راہنمائی کیوں نہیں کرتے؟"

"یہ تو مقدر کی بات ہے۔ آپ کی طرح دوسرے کئی تاجر ہیں لیکن وہ آپ کی طرح عروج پر نہیں ہیں۔ کسی کو عروج ملتا ہے' کسی کو زوال۔ پہلے میرے مقدر میں زوال تھا اب عروج ہے۔"

"ماشاء اللہ' واقعی ذہانت سے بھرپور باتیں کر رہی ہو لیکن ایک شبہ سا ہوتا ہے۔"

"کیسا شبہ بابا جانی؟"

"تم کہتی ہو کہ ہمزاد تمہارے اندر آکر تمہیں سمجھاتی اور سکھاتی ہے۔ اس طرح تو ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی دماغ میں آکر بولتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق عمل کراتے ہیں۔"

"مگر بابا جانی! میری ہمزاد مجھ سے کچھ کہہ رہی ہے۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بولی "بابا جانی! ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی مرضی سے کسی کے دماغ میں آتے جاتے ہیں۔ اگر آپ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں بلانا چاہیں گے تو نہیں بلا سکیں گے۔ کیونکہ بلانے کے لیے اس علم کا جاننا ضروری ہے۔"

وہ باپ کی طرف جھک کر بولی "آپ جانتے ہیں۔ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی لیکن میں جب چاہوں گی' اپنی ہمزاد کو بلا لوں گی۔ وہ میرے پاس چلی آئے گی۔"

وہ قائل ہو کر بولا "پھر تو وہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی نہیں ہے۔ مجھے تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ تمہاری ہمزاد ہے۔"

"آپ تسلیم نہیں کریں گے تب بھی وہ میری ہمزاد رہے گی۔"

اسی شام ایک ایرانی شخص نے آغا تابش علی سے ملاقات کی اور کہا "میں آپ کے لیے اجنبی ہوں۔ آپ یہ خط پڑھ لیں پھر اجنبی نہیں رہوں گا۔"

اس نے ایک لفافہ بڑھایا۔ آغا نے اس لفافے میں سے خط نکال کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا "مسٹر آغا! تم ہر طرح سے اپنا اطمینان کر چکے ہو اور ہر پہلو سے تمہاری بیٹی ذہین ثابت ہوئی ہے۔ شاید تم یقین نہ کرو۔ تمہاری بیٹی پیدائشی طور پر ذہین تھی۔ تمہارے کسی دشمن نے کالے عمل کے ذریعے شیریں کے پیدا ہوتے ہی اس کی ہمزاد کو سلا دیا تھا۔ اس طرح شیریں اپنی ہمزاد کے بغیر ادھوری رہ گئی تھی۔ ہم نے اپنے عمل سے اسے مکمل کر دیا ہے۔"

آغا نے خط پڑھنے کے دوران میں اپنے دل میں کہا "میں نہیں جانتا تم نے کس قسم کا عمل کیا ہے لیکن ہم پر اور ہماری بیٹی پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ کیا وہ ہمزاد آئندہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہا کرے گی؟"

خط میں لکھا تھا "بے شک وہ آخری سانسوں تک اس کے ساتھ رہے گی۔ کوئی دشمن اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ وہ بڑے سے بڑے مسائل کو حل کرے گی۔ تمہارا جب بھی جی چاہے' اسے آزما سکتے ہو۔ تم اسے ہر اعتبار سے ذہین اور حاضر دماغ پاؤ گے۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔ اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ حالِ رقعہ میرا خاص آدمی ہے۔ میں چاہتا ہوں' یہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔ تم اسے اپنا پرسنل سیکریٹری بنا کر اپنے ساتھ اہم اجلاس میں لے جا سکتے ہو۔ کسی کو تم پر شبہ نہیں ہوگا۔ اگر تم اسے اپنا پی اے بنا کر اس کی رہائش کا انتظام کرو گے تو میں سمجھ لوں گا کہ تم بھی اپنے وعدے کے مطابق عمل کر رہے ہو۔ فقط تمہارا خیر خواہ' سوامی تلک رام بھائیا۔"

آغا تابش علی نے اس خط کو جلا کر راکھ کرتے ہوئے سوامی جی کے خاص آدمی سے کہا "آج سے میں اپنی بیٹی کی خاطر ایک بہت بڑا جرم کرنے جا رہا ہوں۔ اس کا کوئی تحریری ثبوت نہیں رہنا چاہیے۔ اسی لیے میں نے اسے جلا دیا ہے۔ آج سے تم میرے پی اے ہو۔ تم اسی شہر میں میرے ایک چھوٹے سے بنگلے میں رہا کرو گے۔"

میں بڑی دیر سے آغا کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس دوران میں سونیا کے ماتحت نے میرے اندر آکر اطلاع دی تھی کہ سونیا' شیریں کے بنگلے کے قریب پہنچ گئی ہے۔ میں نے سونیا سے کہا تھا "میری جان! تھوڑا انتظار کرو۔ میں شیریں کی ہمزاد کے بارے میں بڑی اہم معلومات حاصل کر رہا ہوں۔"

اس طرح سونیا انتظار کرتی رہی اور میں آغا کے دماغ میں مصروف رہا پھر میں نے آغا تابش علی' شیریں' اس کی ہمزاد اور سوائی تلک رام بھائیا کی پوری روداد سونیا کو سنائی۔ وہ سننے کے بعد بولی "یہ تو بڑا لمبا چکر چل گیا ہے۔ ہمارا یہ خیال درست نکلا کہ وہ کوئی ہمزاد نہیں' فراڈ ہے۔"

"اور فراڈ بھی کوئی معمولی نہیں ہے۔ وہ سوامی تلک رام بھائیا بہت سنگین اور گہرا ہے۔ شیریں کے بیان کے مطابق ہمزاد کی آواز دیتے ہی وہ چشمِ زدن میں اس کے پاس آجاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے' وہ ہمزاد ٹیلی پیتھی جاننے کے علاوہ جادو سے بھی کام لیا کرتی ہے۔"

سونیا نے کہا "وہ معصوم اور نادان شیریں شیطانی چکروں میں پڑ گئی ہے۔"

"میں بھی اسی چکر میں آگیا ہوں۔ مجھے اب اس بنگلے سے نکلنا چاہیے۔"

"تم باہر آؤ۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔"

میں سونیا کے دماغ سے واپس آگیا۔ اس کمرے اور بنگلے کو چھوڑنے سے پہلے میں نے شیریں کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ میں اس کے دماغ سے واپس آگیا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف آیا۔ اس کے ہینڈل کو پکڑ کر کھولنا چاہا۔ وہ باہر سے بند تھا۔

میں نے دروازے کو دو چار جھٹکے دیے لیکن وہ نہ کھلا۔ کھڑکیوں کے پٹ بند تھے۔ میں نے انہیں کھولنا چاہا تو وہ بھی نہ کھل سکے۔ کھڑکیوں کے پٹ اندر سے بند ہوتے ہیں۔ باہر سے انہیں بند نہیں کیا جاتا ہے اور نہ ہی باہر سے چٹخنیاں لگی ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود ان کھڑکیوں کے پٹ نہیں کھل رہے تھے۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "سونیا! گڑبڑ شروع ہو چکی ہے۔ میں جس کمرے میں ہوں' اسے میرا پنجرہ بنا دیا گیا ہے۔ دروازہ اور کھڑکیاں باہر سے بند ہیں۔"

میں نے ایک گلدان اٹھا کر ایک کھڑکی کے شیشے کو توڑنا چاہا لیکن وہ نہ ٹوٹ سکے۔ شیشے بڑے نازک ہوتے ہیں لیکن میرے بار بار ضربیں لگانے کے باوجود وہ فولاد کی طرح ناقابلِ شکست رہے۔

یقین آگیا کہ یہ شیطانی چکر ہے۔ میرے لیے باہر کا نظارہ ممنوع ہو چکا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا "شیشے فولاد بن گئے ہیں۔ کسی کھڑکی کا کوئی شیشہ نہیں ٹوٹ رہا ہے۔ تم اندر چلی آؤ۔"

بنگلے کے اندر اور باہر سکیورٹی گارڈز تھے لیکن حکومتِ ایران کی طرف سے سونیا کے پاس ایک ایسا اجازت نامہ تھا' جس کے ذریعے وہ کسی بھی جگہ' کسی روک ٹوک کے بغیر جا سکتی تھی۔ سکیورٹی افسر نے وہ اجازت نامہ دیکھ کر اسے سلیوٹ کیا پھر اسے بنگلے کے اندر جانے کی اجازت دے دی۔

اس نے اندر آکر ایک ایک کمرے کو کھول کر دیکھا۔ ایک کمرے میں شیریں سو رہی تھی۔ دوسرے تمام کمرے خالی تھے۔ کسی کا دروازہ باہر سے بند نہیں تھا۔ اس نے آواز دی "فرہاد! تم کہاں ہو؟"

"میں یہاں ہوں۔ تمہاری آواز سن رہا ہوں۔ میرے کمرے کا دروازہ کھولو۔"

"تمام کمروں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ ایک بھی دروازہ بند نہیں ہے پھر ایسا کون سا کمرا ہے' جہاں تم ہو اور میں پہنچ نہیں پا رہی ہوں؟"

"شاید کالے عمل سے نظر بندی کی گئی ہے۔ اسی لیے تمہیں میرا کمرا نظر نہیں آرہا ہے۔"

وہ بولی "کالے عمل کا توڑ روحانی قوتوں سے ہی ہو سکتا ہے۔ تم فوراً آمنہ سے رابطہ کرو۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے آمنہ کو مخاطب کیا۔ اسے اپنے حالات بتائے پھر چند سیکنڈ کے بعد ہی میں نے اپنے بند کمرے

میں ایک نورانی سراپا دیکھا۔ وہ کوئی ٹھوس جسم نہیں تھا۔ کسی کی صورت شکل بھی نہیں تھی۔ آمنہ نے میرے دماغ میں کہا "میں آگئی ہوں۔"

○☆○

فہمی حسین بھی تھی اور ذہین بھی۔ پہلی بار علی نے کراچی سے لاہور آتے وقت اسے ٹرین میں دیکھا تھا پھر اس کے خیالات پڑھے تھے۔ جب پتا چلا کہ وہ غیر معمولی ذہانت کی حامل ہے تو اس نے ان باپ بیٹی کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دیا تھا۔ وہاں میں نے اور سونیا وغیرہ نے اسے ٹریننگ حاصل کرتے دیکھا تھا، ہمیں بہت اچھی لگی۔ جب علی نے ہم سب کے دماغوں میں پہنچ کر بتایا کہ وہ فہمی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو ہم نے اسے دل سے مبارک باد دی۔ آمنہ تو ابتدا ہی سے فہمی کو دل و جان سے چاہتی تھی۔

اس نے فہمی اور علی سے کہا "دوسرے دن قاضی صاحب کو بلا کر تم دونوں کا نکاح پڑھایا جائے گا پھر تم اپنی سونیا مما، پاپا اور دوسرے تمام بزرگوں سے ملنے جاؤ گے اور جناب تمیزی کی بھی دعائیں لو گے۔"

آمنہ، فہمی کو اپنی کوٹھی میں لے آئی تھی تاکہ وہاں سے نکاح پڑھوا کر اسے علی کے حوالے کرے پھر وہ دونوں اپنی کوٹھی میں چلے جائیں۔ علی نے خیال خوانی کے ذریعے فہمی سے کہا "آج تک ہم ساتھ رہتے آئے تھے۔ آج ماما تمہیں لے گئی ہیں۔ مجھے پہلی بار معلوم ہو رہا ہے کہ جدائی کیا ہوتی ہے۔ کیا تم کچھ محسوس کر رہی ہو؟"

"ہاں محسوس کر رہی ہوں اور جدائی اس لیے برداشت کر رہی ہوں کہ یہ عارضی ہے۔ کل تک کی بات ہے پھر ہمیشہ کا ساتھ ہے۔"

"میرے لیے تو یہ رات گزارنا مشکل ہے۔ پتا نہیں صبح کیسے ہوگی؟ کل کا تمام دن کیسے گزرے گا؟ پھر کل کی رات کتنی صدیوں کے بعد آئے گی؟"

وہ مسکرا کر بولی "ہم ایک طویل عرصے تک ساتھ رہے لیکن تم نے ایسی پیار بھری باتیں نہیں کیں۔ میں دل میں سمجھتی تھی کہ تم مجھے بہت چاہتے ہو اور بہت کچھ کہنا بھی چاہتے ہو مگر کہہ نہیں پاتے ہو۔ آج کیسے کہہ رہے ہو۔"

"مجھے کچھ کہنے کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ آج تمہاری جدائی میں ایسا لگ رہا ہے جیسے تم مجھ سے چھین لی گئی ہو۔ میں تڑپ کر بے اختیار بول رہا ہوں۔"

"تم بولتے رہو۔ مجھے اچھا لگ رہا ہے۔"

اسی وقت فہمی نے اپنے اندر پارس کی آواز سنی "کیا خاک اچھا لگ رہا ہے۔ جب تم بابا صاحب کے ادارے میں تھیں تب سے تمہاری ذہانت کی تعریفیں سن رہا ہوں۔ تمہارے جیسی ذہین لڑکی کو دنیا میں گھوم کر اپنے لیے اچھا جیون ساتھی تلاش کرنا چاہیے۔ کیا تمہیں اتنی بڑی دنیا میں ایک علی تیموری پسند آیا ہے، مجھے بے کے مکالے بھی بولنے نہیں آتے۔"

فہمی نے پریشان ہو کر کہا "علی! تم سن رہے ہو۔ یہ کون میرے اندر کون ایسی بکواس کر رہا ہے؟"

علی نے کہا "شیطان کو خبر مل چکی ہے کہ تم اس کی بھلائی والی ہو۔ اب یہ تمہیں پریشان کرتا رہے گا۔ فہمی! یہ پارس ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "پارس! تم ایک عرصے سے مجھے جانتے ہو، آج پہلی بار اس لیے آئے ہو کہ میں تمہاری بھابی بننے والی ہوں، تم تو بڑے خود غرض ہو۔"

"میں تمہیں مصیبت سے بچانے آیا ہوں اور تم مجھے خود غرض کہہ رہی ہو۔ جانتی ہو یہ شادی کر کے کتنی بڑی غلطی کرنے والی ہو؟"

"کیا تمہارے بھائی سے شادی کر کے غلطی کروں گی؟"

"اور نہیں تو کیا؟ اب سے پہلے بھی اس کی زندگی میں دو لڑکیاں آئی ہیں لیکن وہ اسے چھوڑ کر چلی گئیں۔ جو روما نس نہ جانتا ہو، تنہائی میں ہاتھ نہ پکڑتا ہو، بستر چھوڑ کر بھاگ جاتا ہو، اسے لڑکیاں چھوڑ کر بھاگ نہیں جائیں گی؟"

فہمی نے کہا "علی! تم خاموشی سے سن رہے ہو۔ یہ تمہارا بھائی ہے یا دشمن؟"

پارس نے کہا "میں سچ کہہ رہا ہوں اس لیے دشمن نہیں ہوں۔ کل تم دلہن بن کر سہاگ کی سیج پر جاؤ گی۔ میں باہر ایک گاڑی تیار رکھوں گا کیونکہ تم بھی دولہا کے گھر سے بھاگ کر باہر آؤ گی تو گاڑی کی ضرورت پڑے گی۔"

فہمی نے کہا "پارس! میں نے تمہاری بڑی تعریفیں سنی تھیں، خاص طور پر لڑکیوں کے معاملے میں تم فرشتہ ہو۔ کسی بھی لڑکی کو مصیبت میں دیکھتے ہی تم اس کی مدد کے لیے یوں چلے آتے ہو جیسے میرے پاس پہنچ گئے ہو۔ آج تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں، تم نے مجھے جو سمجھایا ہے، وہ سمجھ گئی ہوں۔ بس یہ فیصلہ ہے کہ میں شادی نہیں کروں گی۔ کیا تم مانتے ہو کہ میں ذہین ہوں اور تمہاری جیسے ذہین کی بات سمجھ چکی ہوں؟"

"واقعی تمہیں مان گیا۔ کمال ہے تم نے زیادہ بحث نہیں کی اور میری بات مان گئیں۔"

"اب تم بھی میری بات مان لو اور میرے دماغ سے جاؤ۔ اس سیدھی طرح نہ گئے تو میں سانس روک کر بھگا دوں گی۔"

پارس نے کہا "علی! تمہاری غیرت کو کیا ہو گیا ہے؟ تم ایک لڑکی سے شادی کرو گے جو تمہیں بھگانا چاہتی ہے؟"

علی نے کہا "میں جانتا تھا، فہمی کے سامنے تمہاری دال نہیں گلے گی۔ اسی لیے خاموش تھا اور تمہیں بکواس کرنے کا موقع دے رہا تھا۔ چلو اب عزت سے جاؤ ورنہ بڑے بے آبرو ہو کر ہمارے کوچے سے نکلو گے۔"

اسی وقت آمنہ کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "اچھا ہوا، تم تینوں ایک ہی جگہ ہو۔ میں علی کو بتانے آئی تھی کہ تمہارے پاپا مصیبت میں ہیں۔ میں ان کے پاس جا رہی ہوں۔ مصیبت کیا ہے یہ تم خود جا کر معلوم کرو۔"

آمنہ چلی گئی۔ وہ تینوں ہنستے بولتے رہے تھے۔ میری مصیبت کی بات سنتے ہی تینوں کے اندر آگ بھر گئی۔ وہ چشمِ زدن میں میرے اندر پہنچ گئے۔

صرف وہی نہیں، سلمان، سلطانہ اور بابا صاحب کے ادارے کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی میرے اندر چلے آئے تھے۔ میں کچھ عجیب و غریب قسم کی مصیبت میں پھنسا ہوا تھا۔ ثمیریں کے جس بنگلے میں تھا، اس کے اندر آ کر سونیا ہر کمرے میں مجھے تلاش کر چکی تھی اور میں اسے نظر نہیں آ رہا تھا جبکہ میں اسی بنگلے کے ایک کمرے میں مہمان تھا۔ اس کے دروازے اور کھڑکیاں اندر اور باہر سے اس طرح بند تھیں کہ انہیں کھولا نہیں جا سکتا تھا۔

میں نے کھڑکیوں کے شیشے توڑنے کی کوششیں کیں۔ وہ ٹوٹ نہ سکے۔ اگر ٹوٹ جاتے تو میں کمرے سے باہر دیکھ سکتا تھا کہ آخر میں کہاں ہوں؟ اسی بنگلے میں سونیا مجھے ڈھونڈ رہی ہے اور میں اسے کیوں نظر نہیں آ رہا ہوں۔

میرے تمام اپنے میرے دماغ میں رہ کر یہ تماشا دیکھ رہے تھے اور سمجھنے کی کوششیں کر رہے تھے، کیا وہ وہی ثمیریں کے بنگلے کا کمرا ہے، جہاں میں مہمان بن کر آیا تھا؟ یا وہ کوئی طلسمی قید خانہ ہے، جو ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

پھر میرے تمام اپنوں نے میرے اندر رہ کر دیکھا، جہاں میں قید تھا اور جہاں سے باہر نہ جا سکتا تھا اور نہ کوئی اندر آ سکتا تھا وہاں مجھے ایک نورانی سراپا دکھائی دیا۔ وہ کوئی ٹھوس جسم نہیں تھا اور نہ ہی اس کی صورت شکل واضح تھی۔ اس وقت مجھے آمنہ کی آواز سنائی دی "میں آگئی ہوں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "آمنہ! یہ کیا شیطانی چکر ہے۔ کھڑکیوں کے نازک شیشے بھی مجھ سے توڑے نہیں جا رہے ہیں۔"

آمنہ نے کہا "نہ تم کسی کمرے میں ہو۔ نہ یہاں کھڑکیاں اور دروازے ہیں۔ اگر واقعی کھڑکیوں کے شیشے ہوتے تو ٹوٹ جاتے۔ اس وقت تم فریبِ نظر میں الجھے ہوئے ہو۔"

"کیا میں کالے عمل کے ذریعے فریبِ نظر میں مبتلا کیا گیا ہوں؟ کون ایسا کر رہا ہے؟ کون مجھے قیدی بنا رہا ہے؟"

"وہ ایک خطرناک بلا ہے۔ کالے جادو اور آتما شکتی کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ فی الحال میں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکوں گی۔ تمہیں یہاں سے نکال رہی ہوں۔"

وہ نورانی سراپا آہستہ آہستہ دروازے کے پاس گیا۔ اس کے وہاں جاتے ہی ایک دھماکا سا ہوا اور دروازہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ آمنہ نے کہا "فرہاد آ جاؤ۔"

باہر تاریکی نظر آ رہی تھی۔ میں اسی نورانی سراپا کے پیچھے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا تو میرے پیچھے بھی جہاں کمرا تھا، وہاں تاریکی چھا گئی۔ وہ کمرا بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ شاید اسی لیے کہ وہ کمرا نہیں تھا، فریبِ نظر تھا۔

میں نے چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھا۔ اندھیرے کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے پوچھا "میں کہاں ہوں؟ کیا تم جانتی ہو؟ یہاں اتنی گہری تاریکی کیوں ہے؟"

"رات کا وقت ہے۔ آسمان پر کالے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ نہ آسمان پر کوئی ستارہ ہے اور نہ تمہارے آس پاس کوئی بستی یا گھر ہے پھر روشنی کہاں سے نظر آئے گی۔"

"کیا مجھے یہاں صبح کا انتظار کرنا ہوگا؟"

"کسی ایک سمت چلو۔ کہیں نہ کہیں انسانی آبادی میں پہنچ جاؤ گے۔"

"یعنی اس اندھیرے میں ایک اندھے کی طرح چلنا ہوگا۔ کہیں کسی گڑھے میں گر سکتا ہوں۔"

"میں تمہاری شریکِ سفر ہوں۔ کہیں گرنے لگو گے تو سنبھال لوں گی۔"

میں نے ایک سمت چلتے ہوئے سونیا سے پوچھا "کیا تم ثمیریں کے بنگلے میں ہو؟"

وہ بولی "میں واپس جا رہی ہوں۔ آمنہ نے بتا دیا ہے کہ تمہارے ساتھ ایک شیطانی چکر تھا۔ اس کا توڑ ہو چکا ہے۔"

میں نے تاریکی میں آگے بڑھتے ہوئے کہا "آمنہ! روحانی قوتیں حاصل کر کے بہت پراسرار بن رہی ہو۔ کم از کم اپنے مجازی خدا کو تو بتاؤ، وہ خطرناک بلا کون ہے؟ اس نے مجھے ایک طلسمی کمرے میں کیوں قید کیا تھا؟ اسے مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"مجھ سے سوالات نہ کیا کرو۔ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں، روحانی قوتیں حاصل کر لینے والوں پر قدرتی طور پر زبان بند رکھنے کی پابندیاں ہوتی ہیں۔ خداوند کریم نے انسان کو عقل دی ہے کہ وہ پیش آنے والے خطرات کا خود اندازہ کرے اور پوری ذہانت کے ساتھ اپنے مصائب سے گزرتا رہے۔"

"میں موجودہ مصیبت سے خود نکل سکتا تھا یا مرسکتا تھا۔ تم میری مدد کرنے کیوں آئیں؟"

"اس لیے کہ میں بیوہ نہیں کہلانا چاہتی تھی۔ تم ناراض کیوں ہوتے ہو۔ سمجھتے کیوں نہیں کہ قدرتی طور پر مجھے جس حد تک روحانی قوت کو استعمال کرنے کی اجازت ہے، اس حد تک میں اپنوں کے کام آ سکتی ہوں۔"

"کیا اس خطرناک بلا کے بارے میں بھی بتانے کی اجازت نہیں ہے؟"

"صرف اتنا بتا سکتی ہوں کہ اس نے آتما شکتی اس انتہا تک حاصل کی ہوئی ہے کہ میں اس کے مقابلے میں چھوٹی پڑ جاؤں گی۔

صرف جناب علی اسد اللہ تبریزی ہی اس کی آہنی شکتی کا توڑ کر سکیں گے۔"

"ابھی تم نے اس کا توڑ کیسے کیا تھا؟"

"وہ موجود نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو ہمیں اس طلسمی کمرے سے نکلنے نہ دیتی۔ تب تبریزی صاحب ہی ہماری مشکل آسان کر سکتے تھے۔"

"آمنہ! میں اس حد تک یہ سمجھ چکا ہوں کہ وہ جو خطرناک بلا ہے' وہ شیریں کی ہمزاد بن کر ہمارے لیے دشواریاں پیدا کر رہی ہے۔"

"یہ تو سیدھی سی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ وہ آخر کون ہے؟"

"اسے ڈھونڈ لینا مشکل ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔ اب میں سوامی تلک رام بھانیا کے پیچھے پڑ جاؤں گا۔ دیکھوں گا کہ وہ کون ہے اور اس ہمزاد بننے والی خطرناک بلا سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

بہت دیر تک اور بہت دور تک چلنے کے بعد انسانی آبادی کے آثار نظر آئے۔ کچھ فاصلے پر مکانوں کی کھڑکیوں سے روشنی جھلک رہی تھی۔ میں نے کہا "پتا نہیں' میں کہاں پہنچ گیا ہوں۔"

آمنہ نے کہا "جیسا کہ تم جانتے ہو' میں دنیاوی معاملات میں زیادہ دیر دلچسپی نہیں لے سکتی اس لیے جا رہی ہوں۔"

"کچھ دیر تو رک جاؤ۔ مجھے وہاں پہنچ کر دیکھنے تو دو کہ وہ کون سی بستی ہے؟"

"میں نے تمہیں کام کی جگہ پہنچا دیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی۔ خدا حافظ۔"

وہ چلی گئی۔ جاتے جاتے کہہ گئی کہ اس نے مجھے کام کی جگہ پہنچا دیا ہے۔ پتا نہیں' وہ کون سی جگہ تھی اور میرے کس کام آسکتی تھی؟

میں اس بستی میں پہنچ گیا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ تمام مکانوں کے دروازے بند تھے۔ بند کھڑکیوں کے شیشوں سے روشنیاں باہر گلیوں اور سڑکوں تک آرہی تھیں۔ میں نے سوچا۔ اتنی رات کو کسی مکان کے دروازے پر دستک دینا مناسب نہیں ہوگا۔ اس بستی میں کوئی ہوٹل یا سرائے ہوگی' وہاں رات گزارنے کی جگہ مل جائے گی۔

علی' پارس' فہمی' سلطانہ اور سلمان وغیرہ میرے اندر موجود تھے۔ میں نے کہا "اب تم لوگ آرام کرو۔ ضرورت ہوگی تو بلا لوں گا۔"

علی نے کہا "پاپا! ابھی ماما جاتے وقت کہہ گئی ہیں کہ آپ کو کسی کام کی جگہ پہنچایا ہے۔ اب ہمارے اندر تجسس پیدا ہو گیا ہے۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ اس وقت کہاں پہنچے ہوئے ہیں؟"

میں مختلف راستوں سے گزرتا ہوا ایک ریسٹ ہاؤس کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ ریسٹ ہاؤس سرکاری افسران کے لیے تھا۔ وہاں ویرانی اور خاموشی تھی۔ صرف ایک کمرے میں روشنی نظر آرہی تھی۔ اسی وقت ریسٹ ہاؤس کے پیچھے سے چوکی دار ہاتھ میں ٹارچ لے آیا۔ اس نے ٹارچ کی روشنی میں مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ میں بے سر و سامان تھا۔ حلیہ بھی درست نہیں تھا۔ اس نے ناگواری سے کہا "کون ہو؟ یہاں کیا چوری کے ارادے سے آئے ہو؟"

میں نے پوچھا "کیا میں تمہیں چور نظر آتا ہوں؟ ایک مسافر ہوں۔ راستے میں لٹ گیا ہوں۔ ڈاکو سامان بھی لے گئے اور نقدی بھی لیکن اتنی رقم ہے کہ تمہیں خوش کر سکتا ہوں۔"

میں نے اسے دو بڑے نوٹ نکال کر دیے۔ وہ انہیں جیب میں رکھتے ہوئے بولا "صبح تک کسی کمرے میں رہ سکتے ہو۔ دن نکلتے ہی چلے جانا ورنہ کوئی افسر آئے گا تو میری ملازمت چلی جائے گی۔"

"میں صبح ہوتے ہی چلا جاؤں گا۔ جس کمرے میں روشنی ہے' وہاں کوئی افسر ہے؟"

"وہ بھی ایک مسافر ہے۔ آپ سے ایک گھنٹا پہلے آیا ہے۔ میں نے اسے بھی صبح تک رہنے کی جگہ دی ہے۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے ریسٹ ہاؤس کے برآمدے میں آگئے۔ ہمارے قدموں کی آواز سن کر کمرے کے اندر سے ایک شخص نے پوچھا "چوکی دار! کون ہے؟"

"صاحب! آپ کی طرح ایک مسافر ہے۔ اسے دوسرا کمرہ دے رہا ہوں۔ آپ کو تکلیف نہیں ہوگی۔ آرام کریں۔"

"اس سے پوچھو' وہ کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟"

"صاحب! میں نے سب پوچھ لیا ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔"

میں نے اپنوں سے کہا "تم سب چوکی دار کے دماغ میں ہو۔ مجھے شبہ ہے' یہ شخص چوکی دار کے ذریعے میری آواز سن کر میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔"

وہ سب چوکیدار کے دماغ میں چلے گئے۔ میں نے دروازے پر دستک دے کر کہا "مسٹر! ہمیں ایک ہی ریسٹ ہاؤس میں رات گزارنا ہے۔ بہتر ہے ہم ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں۔ آپ دروازہ کھولیں۔"

بات ختم ہوتے ہی میں نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ جناب تبریزی نے ہم باپ بیٹوں کے دماغوں پر کچھ ایسا عمل کیا تھا کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے چور خیالات سے ہماری اصلیت معلوم نہیں کر سکتا تھا۔

میرے چور خیالات پڑھنے والے کو وہی باتیں معلوم ہوئیں جو میں چوکی دار سے کہہ چکا تھا۔ یعنی میں ایک افسر ہوں۔ راستے میں ڈاکوؤں نے مجھے لوٹ لیا ہے اور یہ کہ میں اصفہان سے آرہا ہوں۔

اسے اطمینان ہو گیا کہ میں ایک مظلوم مسافر ہوں۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ کمرے کی روشنی دروازے کے باہر تک آئی۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ مجھے طیارے میں شیریں کے ساتھ دیکھ چکا تھا اور ہمزاد اسے بتا چکی تھی کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔

اور میں اسٹون ہارٹ کو ائرپورٹ کی عمارت میں دیکھ چکا تھا اس لیے پہچان گیا۔ کمرے میں ایک بڑے سے آئینے کے سامنے اس کا سامان رکھا ہوا تھا۔ وہ پھر ایک بار روپوش ہونے کے لیے اپنا حلیہ بدلنے والا تھا لیکن اس سے پہلے ہی میں وہاں پہنچ گیا تھا۔

وہ مجھے دیکھتے ہی بری طرح بدحواس ہو گیا تھا۔ اس کے لباس کے اندر ریوالور موجود تھا۔ زندگی میں پہلی بار میرے سامنے آکر وہ خوف سے ریوالور کو بھول گیا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے ہمزاد کو مدد کے لیے پکار رہا تھا۔

وہ شاید نہیں تھی ورنہ ضرور اس کے لیے ڈھال بن جاتی۔ میں نے اس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ اس کی حالت ایسی تھی کہ وہ مارے دہشت کے مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ دو چار ہاتھ کھا کر فرش پر گرا تو پھر اٹھ نہ سکا۔

میں نے اس کے سامان اور لباس کی تلاشی لی۔ ایک ریوالور ہاتھ آیا۔ پارس نے کہا "پاپا! اسے فوراً ختم کر دیں۔ وہ ہمزاد واپس آئے گی تو اس کے ذریعے پھر آپ کو کسی مصیبت میں مبتلا کرے گی۔"

علی اور سلمان نے بھی یہی مشورہ دیا۔ میں نے کہا "یہ حکومتِ ایران کا مجرم ہے۔ تم لوگ سونیا کو اطلاع دو کہ اسٹون ہارٹ اس بستی کے ایک ریسٹ ہاؤس میں زخمی پڑا ہے۔"

میں نے ریوالور سے اسٹون ہارٹ کا نشانہ لیا۔ وہ گڑگڑانے لگا۔ "فار گاڈ سیک۔ مجھے نہ ماریں۔ میں آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔"

میں نے ایک فائر کیا۔ اس کا ایک پیر زخمی ہو گیا پھر دوسرا فائر کیا۔ اس کا ایک بازو زخمی ہو گیا۔ چوکی دار سہما ہوا تھا۔ کچھ بول نہیں پا رہا تھا۔ میں نے کہا "میں اس بستی میں نہیں رہوں گا۔ یہاں کسی ایسے شخص کے پاس لے چلو جس کے پاس گاڑی ہو۔ اب میں آرام سے سفر کرنا چاہتا ہوں۔"

سونیا کو اطلاع مل چکی تھی۔ ایرانی خفیہ ایجنسی کے چند جاسوس' پولیس والوں کے ساتھ اس بستی کی طرف چل پڑے تھے۔ مجھے وہاں ایک گاڑی مل گئی۔ میں نے گاڑی کے مالک کو خیال خوانی کے ذریعے مجبور کیا۔ وہ مجھے گاڑی میں بٹھا کر دوسرے شہر کی طرف لے جانے لگا۔

میرے جو اپنے تھے' وہ مطمئن ہو کر چلے گئے۔ گاڑی کے مالک نے پوچھا "کیا آپ اصفہان جانا پسند کریں گے۔ وہ یہاں سے قریب ہے۔ ہم صبح تک وہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ اصفہان چلیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔"

"میں حیران ہوں کہ زحمت اٹھانے پر آمادہ کیوں ہو گیا؟ ویسے میری دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ جب سے کاروبار میں نقصان ہو رہا ہے' گھر والے یہی کہتے ہیں کہ میں خبطی ہو گیا ہوں۔"

"آپ خبطی نہیں ہیں۔ ویسے گرتے ہوئے کاروبار کو سنبھالنے کے لیے کتنی رقم کی ضرورت ہوگی؟"

"آپ پوچھ کر کیا کریں گے۔ آپ آدھی رات کے بعد فرشتہ بن کر میرے پاس نہیں آئے ہیں۔"

"یہاں میں تمہارے کام آنے کے لیے ہی آیا ہوں۔ اصفہان پہنچو گے تو وہاں تمہیں پانچ لاکھ ڈالر ملیں گے۔"

وہ بے یقینی سے ہنسنے لگا۔ سونیا کے ایک ماتحت نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "میڈم نے آپ کو یاد کیا ہے۔"

میں نے کہا "میں ابھی آرہا ہوں۔ یہ شخص جو مجھے گاڑی میں لے جا رہا ہے' اس کے دماغ میں پہنچو اور صبح اصفہان میں اس کے لیے پانچ لاکھ ڈالر کا انتظام کر دو۔"

میں نے اسے گاڑی کے مالک کی آواز سنائی پھر سونیا کے پاس آیا۔ وہ بولی "ابھی اطلاع ملی ہے اسٹون ہارٹ پھر فرار ہو گیا ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے اسے اس طرح زخمی کیا تھا کہ وہ چل نہیں سکتا تھا پھر فرار کیسے ہو گیا؟"

"مقامی سراغ رسانوں نے چوکی دار سے پوچھا تھا۔ چوکی دار کا بیان ہے کہ اسٹون ہارٹ زخمی ہونے کے بعد فرش سے اٹھنے کے بھی قابل نہیں رہا تھا لیکن تھوڑی دیر بعد وہ اچانک اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر اپنا تمام سامان جلدی جلدی اٹیچی میں رکھ کر وہاں سے چلا گیا۔"

"تعجب ہے۔ ریوالور کی دو گولیوں نے اسے بری طرح زخمی کیا تھا پھر وہ کیسے اٹھنے اور چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا؟"

میں گاڑی میں دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ اسی وقت پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ میں نے پوچھا "کون؟"

"میں ہوں ہمزاد۔"

میں نے کہا "تم ہمزاد نہیں' کوئی اور ہو۔"

"فی الحال ہمزاد ہوں۔ تمہیں مبارک ہو' میرے طلسمی قید خانے سے نکل آئے۔ آئندہ کیا ہوگا' کچھ اس کی خبر ہے؟"

"آئندہ کی باتیں صرف خدا جانتا ہے۔"

"میں بھی جانتی ہوں۔"

"اگر جانتیں تو تمہیں یہ بھی معلوم ہوتا کہ میں طلسمی قید خانے سے نکل جاؤں گا۔"

"ایک بار نکل آئے۔ دوسری بار نیا شکنجہ ہوگا' وہاں سے مر کر ہی نکلو گے۔"

"اگر نکل جاؤں تو یہ تسلیم کر لینا کہ آئندہ کی باتیں صرف خدا جانتا ہے۔"

"جب میں ناکام ہوتی ہوں تو پھر اس ناکامی کا بدلہ لینے میں دیر نہیں کرتی اور میں بدلہ لے چکی ہوں۔"

"مجھے بتاؤ۔ تم نے کیا ذلالت کی ہے؟"

"میں نہ بتاؤں' تب بھی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ ویسے یہ نہیں پوچھو گے کہ بری طرح زخمی ہونے والا اسٹون ہارٹ پھر کیسے فرار ہو گیا؟"

"تم نے کوئی کالا جادو کیا ہو گا۔"

"مجھے جادو گرنی نہ کہو۔ میں مہان آتما شکتی والی ہوں۔ تم نے اس کے ایک پیر اور ایک بازو کو زخمی کیا تھا۔ میں نے آتما شکتی سے پلک جھپکتے ہی اس کے دونوں زخم بھر دیے ہیں اور اسے ایک محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا دیا ہے۔"

"تمہاری باتوں اور حرکتوں سے صاف ظاہر ہے کہ تم امریکا کے لیے ایران کے خلاف کام کر رہی ہو۔"

"تمہاری بات کسی حد تک درست ہے لیکن میں کون ہوں اور آئندہ کیا کرنے والی ہوں' یہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ معلوم ہو گا۔"

اچانک علی نے میرے پاس آ کر کہا "پاپا! منی کا پتا نہیں چل رہا ہے' وہ خیال خوانی کے ذریعے بھی نہیں مل رہی ہے۔"

"وہ کیسے لاپتا ہو گئی؟ وہ کہاں تھی؟"

"ماما کے پاس کوٹھی میں تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ماما جب آپ کو طلسمی قید خانے سے نکالنے میں مصروف تھیں' اسی وقت منی کو اغوا کیا گیا ہے۔"

میں نے چونک کر کہا "او خدایا! اس ہمزاد نے اپنی ناکامی کا بدلہ لیا ہے۔ اسی نے منی کو ہم سے دور کر دیا ہے۔"

میں نے اور علی نے اس ہمزاد کہلانے والی کے قہقہے سنے۔ وہ کہہ رہی تھی "تمہارا بیٹا اب اپنی دلہن کو ڈھونڈتا رہ جائے گا۔"

○☆○

بلی ڈونا یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کتنے گھنٹوں تک بے ہوش رہی؟ پھر پورس نے اسے کتنے دنوں تک کوما میں رکھا؟ جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر آتے رہے تھے' انہوں نے بے ہوشی کے دوران میں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔

شی تارا' نتاشا' ان کے معمول اور تابعدار میجرٹی ہنٹر' گورانو جوزف' کرسٹوو سکی اور دوسرے کئی امریکی اور روسی ٹیلی پیتھی جاننے والے آپس میں یہ طے کر چکے تھے کہ وہ ہر پندرہ بیس منٹ کے وقفے سے بلی ڈونا کے اندر جاتے رہیں گے تاکہ اسے اغوا کرنے والا اس پر نوعی عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک نہ کر سکے۔

وہ سمجھ گئے تھے کہ اسے پورس نے اغوا کیا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی بلی ڈونا کے دماغ میں اجازت کے بغیر آئے اور اس کے چور خیالات سے یہ معلوم کر سکے کہ پورس کی مصروفیات کیا ہیں؟ اور وہ کس تعلق سے بلی کے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے؟ اور کیا بلی کو یہ بات معلوم ہو گی کہ پورس ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دینے والی دوا تیار کر چکا ہے؟ اگر نہیں تو وہ تیاری کے کس مرحلے پر ہے؟

ایسی بہت سی معلومات حاصل کرنے کے لیے بلی ڈونا کی ضرورت بن گئی تھی۔ ان سب کی ایک ہی خواہش تھی کہ کسی طرح بلی کے ذریعے پورس تک پہنچ کر اسے گولی مار دیں۔ وہ بار بار ان کے دماغ میں جاتے رہے۔ پہلے تو انہوں نے اسے بے ہوش پایا۔ پھر پتا چلا کہ پورس نے اسے کوما میں پہنچا دیا ہے۔ وہ سب جھنجھلا کر اسے گالیاں دینے لگے۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

اب وہ لوگ اپنے اپنے طور پر اپنی ٹیلی پیتھی کے علم کو چھپا رکھنے کی تدابیر سوچ رہے تھے۔ ایک سیدھی سی تدبیر یہی تھی کہ اپنے ملک اور اپنی برسوں کی رہائش گاہوں کو چھوڑ کر ایسی جگہ چلے جائیں' جہاں پورس اپنی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرنے کے لیے پہنچ سکے۔

ایسی کون سی جگہ ہو سکتی ہے' جہاں پورس نہ پہنچ سکے؟

دیکھا جائے تو صرف چند ممالک میں ٹیلی پیتھی جاننے والے مستقل رہائش اختیار کیے ہوئے تھے۔ جیسے میں اور میری فیملی کے افراد فرانس میں واقع بابا صاحب کے ادارے میں رہتے تھے اور ضرورت کے وقت وہاں سے دوسرے ممالک کی طرف جایا کرتے تھے۔ الپا بھی ہمیشہ مل ایبب شہر میں رہتی تھی اور کبھی اپنا ملک چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں نہیں جاتی تھی۔ روسی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اپنے ملک میں رہ کر اپنے دشمنوں کے خلاف مصروف رہتے تھے۔

ایسے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ مستقل جگہ سے کسی دوسرے ملک میں منتقل ہو جائیں گے پھر روپوش رہ کر اپنے اپنے ملک کی بہتری کے لیے کام کرتے رہیں گے۔ پورس کو ہوا بھی لگنے نہیں دیں گے کہ وہ کہاں چھپے رہتے ہیں؟

ایک ٹرانسفارمر مشین امریکا میں تھی اور دوسری بابا صاحب کے ادارے میں۔ پورس اس ادارے میں داخل نہیں ہو سکتا اور اس ادارے کے باہر کئی کلو میٹر دور رہ کر بھی مخالفانہ کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ اب سے پہلے وہ نادیدہ گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ضائع کرنے کے لیے شی تارا کے ساتھ اس ادارے کی طرف گیا تھا لیکن ادارے کے باہر ہی اسے وارننگ دی گئی کہ وہ کسی قسم کی دوا اسپرے کرنے کی نادانی نہ کرے۔ اسے بہت برے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

میں اور میری فیملی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جس ملک میں بھی جاتے تھے وہاں محتاط رہنے لگے تھے تاکہ پورس کو ہماری رہائش گاہ اور ہمارے آس پاس کے علاقوں کا علم نہ ہو سکے۔ اس وقت تک ہمارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا۔ اس کے باوجود ہم محتاط تھے۔ وہ بھی شاید اس لیے محتاط ہو گا کہ اسے ایک بار بابا صاحب کے ادارے سے وارننگ مل چکی تھی۔

امریکی اکابرین نے بھی اپنے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا کہ

کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واشنگٹن' نیویارک اور میامی وغیرہ سے کہیں دور بھیج دیا جائے گا۔ جب تک پورس گرفت میں نہیں آئے گا اور اسے ہلاک نہیں کیا جائے گا تب تک ان کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بڑی احتیاط سے چھپا کر رکھا جائے گا۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "پورس کی نئی دوا کا اثر ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر ہو گا۔ ٹرانسفارمر مشین اس دوا سے متاثر نہیں ہو گی۔ پورس ہمارے ایک آدمی کی ٹیلی پیتھی کو مٹائے گا تو ہم ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر لیں گے۔ اس کی دوا ختم ہو جائے گی۔ ہماری ٹرانسفارمر مشین کبھی ختم یا ناکارہ نہیں ہو گی۔"

ٹرانسفارمر مشین کی موجودگی سے انہیں حوصلہ مل رہا تھا کہ امریکا میں محب وطن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی کبھی نہیں ہو گی۔

ایک حاکم نے کہا "ہمارے ساتھ یہ ٹریجڈی ہمیشہ رہی ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے چھوٹی چھوٹی کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں لیکن فراد اور اس کی فیملی کے مقابلے میں ناکام رہتے ہیں۔ اب ایک پورس نامی جوان آیا ہے۔ اس کے مقابلے میں بھی ہمارے لوگوں کو مسلسل ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔"

"ہم نے مین کلر کو ٹیلی پیتھی کے شعبے کا انچارج بنایا تھا۔ ہمیں پتا ہی نہ چلا کہ وہ کب خسرا بن گیا ہے۔ ہمارے ایک جوان افسر نے اس کے خلاف بڑی شرمناک شکایت کی تھی۔"

"اجلاس میں بتایا جائے کہ وہ شکایت کیا تھی؟"

"مین کلر نے خیال خوانی کے ذریعے ایک جوان افسر کو اپنی خواب گاہ میں بلایا تھا۔ جب اس افسر کو پتا چلا کہ مین کلر کی جنس تبدیل ہو چکی ہے اور اس کے ارادے اچھے نہیں ہیں تو وہ وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔ مین کلر نے اسے بھاگنے نہیں دیا۔ خیال خوانی کے ذریعے صبح تک مجبور کرتا رہا۔ اس افسر کو صبح اس کے جبرسے نجات ملی۔"

دوسرے افسر نے کہا "مین کلر نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوسری رات مجھے ٹریپ کیا تھا۔ میرے ساتھ اور دو افسران تھے۔ انہیں جب حقیقت معلوم ہوئی کہ مین کلر جوان اور تگڑے افسروں کے لیے دلال جان بن گیا ہے تو اسے بے ہوش کر کے اس جزیرے میں بھیج دیا گیا' جہاں ٹرانسفارمر مشین ہے۔ اس مشین کے ذریعے مین کلر کا برین واش کر کے اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا دیا گیا ہے۔"

ایک افسر نے کہا "انکوائری سے پتا چلا ہے کہ پورس نے اسے ہارمونز کا انجکشن لگایا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کو خسرا بنا دیا گیا' یہ ہمارے لیے بڑے شرم کی بات ہے۔"

"شرم کی بات بھی ہے اور تشویش کی بھی۔ یہ پورس کم سے کم عرصے میں بڑی تیزی سے خود کو ناقابلِ گرفت اور ناقابلِ شکست ثابت کرتا جا رہا ہے۔"

"کمال تو یہ ہے کہ وہ بالکل تنہا ہے۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اپنے ذرائع سے معلومات حاصل کر رہے ہیں اور یہی معلومات حاصل ہو رہی ہیں کہ واقعی وہ تنہا ہے۔ نہ اس نے کوئی خفیہ تنظیم بنائی ہے اور نہ ہی اس کا کوئی خاص ماتحت ہے۔ اس کا کوئی ایک معمولی ملازم بھی نہیں ہے حتیٰ کہ کوئی گرل فرینڈ بھی نہیں ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ سننے میں آ رہا ہے کہ وہ بلی ڈونا کا دیوانہ ہے اسی لیے اس کے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے۔ اس سے محبت ہے اسی لیے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اسے محفوظ رکھنے کے لیے اس دیوانے نے اسے کہیں گم کر دیا ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "اگر یہ بات درست ہے تو پھر پارس اور پورس ایک دوسرے کے رقیب ہیں۔ ان کی رقابت جلد ہی منظرِ عام پر آئے گی۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "ایسا ہونا چاہیے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے سے ٹکراتے رہتے ہیں لیکن پارس اور پورس نہیں ٹکرا رہے ہیں۔ دو مردوں کے درمیان ایک حسین عورت خونریزی کا باعث بنتی ہے۔ کچھ ایسا لگتا ہے کہ بلی ڈونا ان دو پہاڑوں کو ایک دوسرے سے ٹکرانے پر مجبور کر دے گی۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں اپنے ٹیلی پیتھی کے شعبے کی طرف آنا چاہیے۔ اب اس شعبے کا ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کون ہو گا۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہمیں ایک ہی شخص کو ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ بنا کر اسے اس شعبے کا ڈکٹیٹر نہیں بنانا چاہیے۔ بلکہ پانچ نہایت ذہین اور معاملہ فہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس شعبے کا انچارج بنانا چاہیے تاکہ کسی بھی مسئلے پر ایک کا نہیں' پانچ افراد کے دماغ کام کریں اور وہ صحیح اقدامات کیا کریں۔"

پورس ان امریکی اکابرین میں سے چند حکام اور افسران کے دماغوں میں جا سکتا تھا اور ایسے تمام اجلاسوں میں ان کے ذریعے موجود رہتا تھا۔ وہ اسی طرح اسرائیل میں بھی چند یہودی اکابرین کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ الپا مطمئن تھی۔ اس نے برین آدم سے کہا "بگ برادر! ہمارے لیے یہ بات اطمینان بخش ہے کہ پورس نے ہمارے ملک کی طرف رخ نہیں کیا ہے۔ ہمارے کسی معاملے میں اس نے مداخلت نہیں کی ہے۔"

برین آدم نے کہا "اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہم نے اس کے خلاف کبھی کوئی بیان جاری نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی جاسوسی کر رہے ہیں کہ وہ کون ہے؟ اس کے ارادے کیا ہیں؟ اور آئندہ وہ کیا کرنے والا ہے۔"

"اس کی طرف سے ایک ہی خطرہ تھا کہ وہ کسی دن اچانک

اس نامعلوم دوا کے ذریعے میری ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دے گا۔ اب یہ خطرہ نہیں رہا۔ میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کے ساتھ اسرائیل سے بہت دور آگئی ہوں۔ میری یہی کوشش ہوگی کہ پورس کو کبھی میرا سراغ نہ ملے۔"

پورس فرانس کے بھی چند اکابرین کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ شی تارا نے وہاں کے سب سے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے میجرٹی ہنٹر کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔

میجرٹی ہنٹر کو شی تارا کے تنویمی عمل سے نجات دلانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ پورس نادیہ بن کر میجرٹی ہنٹر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے کے بعد اس کے دماغ سے شی تارا کے عمل کا توڑ کرسکتا تھا۔

لیکن اس معمولی سے کام کے لیے فرصت نہیں تھی۔ وہ دوسرے کئی معاملات میں مصروف تھا اور ان معاملات میں وہ بلی ڈونا کے معاملے کو اہمیت دے رہا تھا۔ وہ کئی دنوں تک دیکھتا رہا کہ کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے بلی کے بے حس دماغ میں آتے تھے' اسے مخاطب کرتے تھے پھر جواب نہ پاکر مایوس ہو کر چلے جاتے تھے۔

پھر وہ سب رفتہ رفتہ بالکل ہی مایوس ہوگئے۔ ان کے اپنے مسائل کم نہیں تھے۔ وہ ان مسائل پر توجہ دینے لگے۔ ایک رات پورس نے بلی ڈونا کو کوما سے نارمل حالت میں لا کر یہ آزمایا کہ مخالفین اب بھی اس کے اندر آرہے ہیں یا نہیں؟ اس نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ یہ سوچ لیا کہ ناکام ہوگا تب بھی بلی اس کی نگاہوں کے سامنے ہی رہے گی۔ وہ مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا توڑ کرے گا۔

اسے ناکامی نہیں ہوئی۔ وہ خوب سوچ سمجھ کر بڑے صبر و تحمل سے کام کرنے کا عادی تھا اس لیے کامیاب رہا۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے بلی کے دماغ میں توانائی پیدا کی۔ اس کے دماغ کو لاک کردیا۔ اب پارس تو کیا خود وہ بھی اس کے دماغ میں نہیں جاسکتا تھا۔

لیکن بڑا مکار تھا۔ اس نے بلی کے ذہن میں ایک نئی آواز اور لب ولہجے کو نقش کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ صرف اس لب ولہجے کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کرے گی۔ اس لب ولہجے والا شخص اس کے اندر آکر جو حکم دے گا' وہ اس کی تعمیل کرے گی۔

اس طرح وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بن گئی لیکن تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اس کی جان چھوٹ گئی۔ اب کوئی اس کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں آسکتا تھا۔

جب وہ تنویمی نیند کے بعد بیدار ہوئی تو خود کو ایک آرام دہ بستر پر پایا۔ وہ تھوڑی دیر تک چھت کو تکتی رہی اور سوچتی رہی کہ کہاں ہے؟

اس نے بستر پر بیٹھ کر دیکھا۔ وہ کسی کے بیڈ روم میں تھی۔ سوچنے لگی کہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے؟ اس نے آواز دی "کوئی ہے؟"

جواب نہیں ملا۔ اس نے بار بار آواز دی "کوئی ہے؟ کوئی ہے تو آواز سنو۔ یہاں آؤ۔"

کوئی نہیں تھا۔ کوئی نہیں آیا۔ سرہانے کی میز پر ایک کھلا ہوا کاغذ تھا۔ کاغذ کے اوپر چابیوں کا گچھا رکھا ہوا تھا۔ اس نے چابیوں کو ایک طرف رکھ کر کاغذ کو اٹھا کر پڑھا۔ اس پر لکھا تھا "بلی ڈونا یاد کرو۔ تم کٹن حالات سے گزر رہی تھیں۔ میں تمہیں ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے بچا کر اس بنگلے میں لے آیا ہوں اور میں نے تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ مجھے شبہ نہ کرنا کہ میں نے تمہیں معمولہ اور تابعدار بنالیا ہے۔ میں تمہیں دل سے چاہتا ہوں۔ تمہیں دشمنوں کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھنے کی نیکی کر کے تمہارا برا نہیں چاہوں گا۔ تمہیں اپنی معمولہ اس لیے نہیں بناؤں گا کہ اپنی محبت سے اور اپنے اچھے عمل سے تمہارا دل جیتنا چاہتا ہوں۔

"تم یقین کرو کہ پارس تو کیا' میں بھی تمہارے دماغ میں نہیں آسکوں گا۔ تم کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیا کرو گی۔ بالکل آزاد اور خود مختار ہو۔ میری اب ایک ہی خواہش ہے کہ خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے باتیں کرلیا کرو۔ شاید اس طرح میری محبت اور خلوص کو سمجھ کر مجھے اپنی زندگی میں اہمیت دے سکو۔ فقط تمہارا ہی تمہارا پورس۔"

وہ خط پڑھنے کے بعد سوچنے لگی کہ وہ کہاں تھی؟ اس پر کیا گزر رہی تھی؟ اسے پچھلی باتیں یاد آنے لگیں۔ آخری بات یہ یاد آئی کہ کسی نے اس کے سر پر ضرب لگائی تھی اور وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔

اب ہوش میں آنے کے بعد خود کو اس نئے بنگلے میں پایا تھا۔ اس بنگلے کی تمام چابیاں سرہانے والی میز پر رکھی ہوئی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے پورس کو مخاطب کیا۔ وہ بولا "آجاؤ۔ میرے دماغ کا دروازہ تمہارے لیے ہمیشہ کھلا رہے گا۔ کیا ابھی نیند سے بیدار ہوئی ہو؟"

"ہاں۔ ابھی آنکھ کھلتے ہی خود کو انجانی جگہ پاری ہوں۔"

"کسی طرح کا اندیشہ نہ کرو۔ وہ بنگلا محفوظ ہے۔ دشمن سمجھ رہے ہوں گے کہ میں تمہیں کسی دوسرے شہر لے گیا ہوں لیکن تم اسی شہر نیویارک میں ہو۔ میں نے تمہارے چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیا ہے۔ کوئی تمہیں پہچان نہیں سکے گا۔ شاید تم نے آئینہ نہیں دیکھا ہے۔"

وہ فوراً ہی بستر سے اتر کر قد آدم آئینے کے سامنے آئی۔ آئینے میں ایک اجنبی جوان حسینہ کو دیکھ کر چونک گئی۔ اپنے چہرے کو ہر جگہ سے چھو کر بولی "تم واقعی باکمال ہو۔ بڑی مہارت سے میک اپ کیا ہے۔"

"کیا تمہیں یہ چہرہ پسند ہے؟"

"بہت پسند ہے۔ تم نے مجھے پہلے سے زیادہ حسین بنادیا ہے۔"

"میں تمہارا کس طرح شکریہ ادا کروں؟ تم نے میرے دماغ سے تمام میں تمہارا کس طرح شکریہ ادا کروں؟ تم نے میرے دماغ سے تمام دشمنوں کو بھگا دیا ہے۔ میری ایسے حفاظت کررہے ہو' جیسے کوئی اپنی جان کی حفاظت کرتا ہے۔"

"تمہیں اپنی جان سمجھتا ہوں اس لیے جان پر کھیل کر تمہاری حفاظت کی ہے اور کروں گا اور اب تو تم ذہنی طور پر کسی کے دباؤ میں نہیں ہو۔ میں بھی تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے دماغ میں نہیں آسکوں گا۔"

"پورس! تم بہت اچھے ہو۔"

"تم ایک بات کا برا نہ ماننا۔ میں نے تمہارے دماغ کو اس طرح لاک کیا ہے کہ پارس بھی تمہاری اجازت کے بغیر نہیں آسکے گا۔"

"اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟ تم نے میرے لیے جو بہتر سمجھا وہی کیا ہے۔ میں پارس کو سمجھا دوں گی کہ خواہ اپنا آدمی ہی کیوں نہ ہو' اسے دستک دیے بغیر نہیں آنا چاہیے۔"

"اور اخلاق اور تہذیب کا بھی یہی تقاضا ہے۔"

"مجھے یہ بتاؤ۔ میرے بے ہوش ہونے کے بعد اب تک کتنا وقت گزر چکا ہے؟"

"آج پانچواں دن ہے۔"

"کیا؟" وہ حیرانی سے بولی "میں پانچ دنوں تک اپنے آپ سے غافل رہی ہوں؟"

"ہاں۔ دشمن تمہارا پیچھا نہیں چھوڑ رہے تھے۔ میں نے تمہیں چار دنوں تک کوما میں رکھا تھا۔ جب یقین ہوگیا کہ دشمن اب نہیں آئیں گے تو میں نے تمہارے دماغ کو لاک کردیا۔"

"ہیو آر سو نائس ٹوی۔ میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

"احسان بھول جاؤ۔ کوئی بات نہیں' مجھے نہ بھولنا۔"

"پورس! میں سمجھ رہی ہوں کہ تم میری ذات میں دلچسپی لے رہے ہو۔ مجھے اتنا چاہتے ہو کہ میرے لیے جان پر کھیل جاتے ہو۔ تمہارے پیار کی اس دیوانگی نے مجھے دوراہے پر لا کر کھڑا کردیا ہے۔ ایک طرف تم ہو اور دوسری طرف پارس۔"

"تم میرے خلوص اور نیک نیتی کو دیکھو۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں اپنی طرف مائل کرسکتا تھا۔ تمہارے حسن اور شباب سے بہرآسانی کھیل سکتا تھا لیکن میں ہوس کا پجاری نہیں' محبت کا پجاری ہوں۔"

"میں تسلیم کرتی ہوں کہ تم میری مرضی کے خلاف میرے ساتھ بہت کچھ کرسکتے تھے اور میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔"

"اور ایسے وقت پارس بھی تمہیں نہیں بچا سکتا تھا۔ اس کے فرشتے بھی نہیں جانتے کہ میں تمہیں کہاں لے آیا ہوں۔"

"تم نے اپنے بہترین اعمال سے ثابت کردیا ہے کہ ایک سچے اور کھرے انسان ہو۔ مجھے ذرا سوچنے سمجھنے کا وقت دو۔ میں اپنے موجودہ حالات پر غور کرنا چاہتی ہوں۔"

"بے شک تمہیں نہایت سکون اور اطمینان سے غور کرنا چاہیے۔ اب وہاں سے اٹھو۔ غسل کر کے فریش ہوجاؤ۔ وارڈ روب میں کچھ ملبوسات ہیں اور اتنی زیادہ رقم ہے کہ اپنی مرضی سے خوب شاپنگ کرسکتی ہو۔ اب میرے دماغ سے جاسکتی ہو پھر جب چاہو آسکتی ہو۔"

وہ پورس کے دماغ سے نکل کر الماری کے پاس آئی۔ اسے کھول کر دیکھا۔ طرح طرح کے ملبوسات تھے۔ ایک طرف نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ وہ ایک لباس پسند کر کے باتھ روم میں چلی گئی۔ پورس نئے لب ولہجے کے ذریعے اس کے اندر پہنچا ہوا تھا اور وہ اسے محسوس نہیں کررہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر کے لیے اس کے دماغ سے نکل آیا۔ جب بلی ڈونا غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر نیا لباس پہن کر بیڈ روم میں آئی تو وہ پھر اس کے دماغ میں آگیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ پارس سے رابطہ کرے گی۔

فریج میں دودھ اور پھل رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں نکال کر ایک میز پر لے آئی۔ پھر سیب کھاتے اور دودھ پیتے ہوئے پارس کو مخاطب کیا۔ وہ خوش ہو کر بولا "بلی! تم بول رہی ہو؟ خدا کا شکر ہے' تم نیچے آگئیں۔"

"یہ نیچے آنے کا مطلب کیا ہوا؟"

"میں سمجھ رہا تھا' اوپر جا چکی ہو۔ چار دنوں سے لاپتا تھیں اور کیا سوچا جاسکتا تھا۔"

"آج پانچواں دن ہے اور تم نے مجھے تلاش نہیں کیا۔ یہ سمجھ لیا کہ میں مرچکی ہوں۔ کیا یہی تمہاری محبت ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے' کچھ کھا رہی ہو۔"

"سیب کھا رہی ہوں۔"

"سیب تو جنت کا پھل ہے۔ تم کہاں سے بول رہی ہو؟"

"میری بات کو مذاق میں مت اڑاؤ۔ جب محبت میں آزمائش کا وقت آیا تو تم نے کہہ دیا کہ میں صبر کروں۔ دشمنوں کو اپنے دماغ میں آنے دوں۔ تم کوئی مناسب موقع پاتے ہی مجھے دشمنوں سے نجات دلاؤ گے۔"

"جب میں تمہارے دماغ میں یہ بات کہہ رہا تھا تو وہاں دشمن بھی موجود تھے۔ میں انہیں دھوکا دے رہا تھا کہ تمہارے لیے فوری طور پر کچھ نہیں کرسکوں گا۔ جبکہ یہ جانتا تھا کہ پورس نادیہ بن کر تمہارے پاس موجود ہے اور وہ یقیناً کچھ کر گزرنے والا ہے۔"

"تم باتیں بنا رہے ہو۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ پورس نادیہ بن کر میرے پاس ہے؟"

"خدا نے مجھے تھوڑی سی عقل دی ہے۔ یہ عقل مجھے کچھ سمجھا دیا کرتی ہے۔"

"کیا خاک سمجھاتی ہے۔ تم مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور دور رہ کر میری تباہی کا تماشا دیکھتے ہو۔ جبکہ پورس جان پر کھیل کر میری ایسی حفاظت کر رہا ہے کہ آئندہ کوئی دشمن میرے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

"پورس نے واقعی بڑے احسانات کئے ہیں۔ ہم دونوں مل کر اس کا شکریہ ادا کریں گے۔ کیا تمہارا دماغ لاک ہو چکا ہے؟"

"ہاں۔ یہ بھی پورس نے کیا ہے۔"

"ہم اس احسان کا بھی شکریہ ادا کریں گے۔ اس نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے۔ تمہارے دماغ میں وہ آتا ہوگا۔"

"اس نے ایسی نیکی اور سچائی سے میرے دماغ کو لاک کیا ہے کہ وہ خود میری اجازت کے بغیر میرے اندر نہیں آسکتا ہے۔"

"ہم اس کی اس نیکی اور سچائی کا بھی شکریہ ادا کریں گے۔ ویسے میں تو تمہارے اندر آسکتا ہوں؟"

"ہرگز نہیں۔ اجازت کے بغیر آؤ گے تو سانس روک کر بھگا دوں گی۔"

"اس نے میرا راستہ بھی روک دیا۔ ہم اس احسان کا بھی شکریہ ادا کریں گے۔"

"کیا شکریہ، شکریہ کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اس نے بے شمار احسانات کئے ہیں۔ وہ بہت بڑے انعام کا مستحق ہے۔"

"تم سے بڑا انعام کیا ہو سکتا ہے۔ کیا تمہیں اٹھا کر دے دوں؟"

"کیا تم ایسا چاہتے ہو؟"

"اس نے تمہارے اندر آنے کا راستہ روک دیا۔ آئندہ میں نہیں آسکوں گا۔ تم بھی خوش ہو۔ اجازت کے بغیر آؤں گا تو بھگا دیا کرو گی۔ جب بھگانے کے لیے سوچ ہی چکی ہو تو پھر ہمارے درمیان کیا رہ جاتا ہے؟"

"تمہاری باتوں سے یوں لگ رہا ہے کہ تم میرے معاملے میں پورس سے شکست کھا رہے ہو۔"

"بھئی سچ تو یہی ہے کہ تمہارے پورس نے خود کو مردِ میدان ثابت کیا ہے۔ اس نے پہلی بار تمہیں امریکی انٹیلی جنس والوں کی حراست سے رہائی دلائی۔ دوسری بار وہ تمہیں بنگلے سے نکال کر پارک میں نہ لے جاتا تو مین کلر اسی بنگلے میں میرے ساتھ تمہیں بھی مار ڈالتا۔ تیسری بار اس نے تمہارے دماغ کو لاک کر کے تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تمہیں نجات دلائی ہے۔ میں نے کیا کیا ہے؟ کچھ نہیں۔ ایک خاموش تماشائی بن کر تماشا دیکھتا رہا ہوں۔"

"گویا تم تسلیم کرتے ہو کہ عورت تحفظ چاہتی ہے اور تم میری حفاظت کرنے میں ناکام رہے ہو؟"

"آہ بلی! مجھے اور شرمندہ نہ کرو۔ میں پانی پانی ہو رہا ہوں۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں۔ پورس کے ساتھ مل کر نیکی کرو اور مجھے پانی میں ڈال دو۔ خدا تم دونوں نیک بندوں کو اس کا اجر دے گا۔ آمین اور خدا حافظ۔"

اس نے سانس روکی۔ بلی ڈونا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ پورس بھی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچ میں پڑ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ بلی اس کی تعریفیں کرے گی اور اس کی طرف مائل ہو گی تو پارس اس بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لے گا۔ بلی کو اپنے پاس بلائے گا یا کسی طرح بلی کے پاس پہنچ جائے گا۔

پچھلی رات اس کے دو خاص ڈاکٹروں نے اطلاع دی تھی کہ ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دینے والی دوا تیار ہو چکی ہے اور پوچھا تھا کہ اس دوا کو کس طرح آزمایا جائے گا؟

پورس نے ڈاکٹروں سے کہا تھا کہ وہ ہندوستان آئے گا پھر وہاں یہ طے کرے گا کہ وہ دوا پہلے کس پر آزمائی جائے؟

اور وہ طے کر چکا تھا کہ پارس بلی کے معاملے میں جذباتی ہو کر اسے حاصل کرنے کے لیے دھونڈتا ہوا اس کے پاس پہنچے گا تو پہلی دوا اسی پر اسپرے کی جائے گی۔

پارس اور پورس میں کچھ تو فرق ہونا چاہیے۔ دونوں ذہانت میں، طاقت میں، چالبازیوں میں ایک دوسرے کے جوڑ کا توڑ تھے۔ کسی ایک کی صلاحیتوں میں کچھ کمی ہونی چاہیے تھی۔ اگر وہ نئی دوا پارس پر اسپرے کر دی جاتی اور وہ ٹیلی پیتھی سے محروم ہو جاتا تو پورس کے مقابلے میں کمتر ہو جاتا۔

اس مرحلے پر پورس نے پارس کو سمجھنے میں غلطی کی۔ اس کے خیال کے مطابق پارس کو غیرت میں آکر بلی ڈونا کے لیے سرد مہری کی بازی لگانا تھی۔ وہ اس کی محبوبہ تھی۔ بھارتی فلموں کی طرح ہیرو اپنی محبوبہ کے گھر میں گھس کر اسے اٹھا کر لے جانے والا تھا۔ ایسے وقت بھارت سے آنے والی دوا اس پر اسپرے کی جا سکتی تھی۔

لیکن پارس نام کا وہ ہیرو بڑا بے غیرت نکلا۔ اپنی ہیروئن کو رقیب کے حوالے کر کے کہیں چین کی بنسری بجا رہا ہوگا۔ پورس نے اپنے دماغ میں بلی ڈونا کی آواز سنی "پورس! میں ہوں۔ تمہاری بلی ڈونا۔ میں ابھی پارس کے پاس گئی تھی۔"

پورس نے پوچھا "اس سے کیا باتیں ہوئیں؟"

"باتیں کیا ہوں گی؟ وہ تمہارے مقابلے میں خود کو کمتر سمجھ رہا ہے۔ خود کو میرے قابل بھی نہیں سمجھ رہا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ ہتھیار سے دستبردار ہو چکا ہے۔"

پورس نے اسے سمجھایا "میں تمہیں چاہتا ہوں لیکن یہ نہیں چاہتا کہ پارس تمہارا دوست نہ رہے۔ وہ ہمارے بہت کام آسکتا ہے۔ اسے دوست بنا کر رکھنا چاہیے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تم اس کی محبوبہ نہ رہو تو دوست بھی نہ رہو۔"

"تم نے پہلے یہ بات کیوں نہیں سمجھائی؟ میں تو اس سے نفرت

بدل کر باتیں کر رہی تھی۔ تمہارے مقابلے میں اسے شرمندہ کر رہی تھی۔"

"تمہیں اتنی سختی سے پیش نہیں آنا چاہیے تھا۔ بہرحال بگڑی ہوئی بات بنائی جا سکتی ہے۔ اس سے پھر رابطہ کرو۔ جو رویہ اختیار کیا تھا اس کے لیے معافی مانگ لو۔ اسے یقین دلاؤ کہ تم ہمیشہ اس کی دوست بن کر رہو گی بلکہ اس سے کہیں ملاقات کا وقت مقرر کر لو۔ وہ بہت چالاک ہے۔ تم میری طرف مائل ہو، یہ سوچ کر تم سے نہیں ملے گا کہ تم اسے پھانسنے کے لیے بلا رہی ہو۔"

"پھر تو اس سے رابطہ کرنا ہی فضول ہے۔"

"نہیں، رابطہ ضرور کرو۔ پہلے جیسی دوستی بحال کرو۔ میں اکثر ایسی جگہ ضرور کامیاب ہوتا ہوں، جہاں ناکامی کے امکانات ہوا کرتے ہیں۔"

وہ اس کے مشورے کے مطابق دوسری بار پارس کے دماغ میں گئی تو دیکھا، وہ ایک کرسی پر کھڑا ہوا تھا اور چھت سے لٹکتی ایک رسی کا پھندا اپنا کر اپنی گردن میں ڈال رہا تھا۔

بلی نے پورس کے پاس آکر کہا "فوراً میرے دماغ میں آؤ اور دیکھو پارس کیا کر رہا ہے۔"

پورس نے بھی بلی کے ساتھ دیکھا۔ اس کے خیالات پڑھے۔ وہ سوچ رہا تھا "میں جی کے کیا کروں گا۔ جب دل ہی ٹوٹ گیا۔ بلی میری آخری محبت تھی۔ اس آخری محبت نے پورس کے مقابلے میں مجھے ذلیل کیا ہے۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ کیا ہی اچھا ہو تا کہ پھانسی کے بعد بھی کوئی میرا منہ نہ دیکھتا۔"

بلی نے کہا "پارس! یہ کیا کر رہے ہو؟ رک جاؤ۔ میں دوستی کرنے آئی ہوں۔ ہم دونوں ہمیشہ اچھے دوست بن کر رہیں گے۔"

"نہیں۔ کبھی نہیں۔ میں یہ برداشت نہیں کروں گا کہ دوستی مجھ سے کرو اور بستر پورس کے لیے بچھاؤ۔ میں بے غیرت نہیں ہوں۔"

پورس کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ واقعی خودکشی کر لے گا۔ پارس نے آخری مکالمہ ادا کیا "میں راضی خوشی اس دنیا سے جا رہا ہوں۔ میری وہ تمام محبوبائیں پھولوں کے ہار لیے میرا انتظار کر رہی ہوں گی، جو مجھ سے پہلے اوپر پہنچ چکی ہیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اس کرسی کو لات ماری جس پر کھڑا ہوا تھا۔ کرسی دور جا کر گری۔ اس کے ساتھ ہی اس کی گردن پھندے سے لٹک کر رہ گئی۔ یک لخت سانس اکھڑ گئی۔

جب سانس نہ رہے تو آدمی نہیں رہتا۔ آدمی نہ رہے تو دماغ نہیں رہتا اور دماغ نہ رہے تو ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس ہو جاتے ہیں۔ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ حاضر ہو گئے پھر پورس نے کہا "نہیں۔ وہ بڑا چال باز ہے۔ اس نے سانس روک کر ہمیں بھگا دیا ہے۔"

ان دونوں نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی لیکن بھٹک کر واپس آگئے۔ خیال خوانی کرنے والوں کو مرنے والے کے مردہ دماغ میں جگہ نہیں ملتی۔ اس دنیا میں پارس کہیں بھی زندہ چھپا ہوتا تو خیال خوانی کی لہریں اس کے اندر پہنچ جاتیں۔ بلی اور پورس بار بار اس کے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر زندہ پارس کے زندہ دماغ کو تلاش کرتے رہے لیکن وہ نہ ملا۔ یہ ثابت ہو گیا کہ وہ گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کر چکا ہے۔

بلی نے کہا "پورس! یہ کیا ہو گیا؟ وہ احمق تو ہماری توقع سے زیادہ غیرت مند نکلا۔ میری بے وفائی برداشت نہ کر سکا اور تمہارے مقابلے میں کمتر ہو کر منہ چھپا کر دنیا سے چلا گیا۔"

پورس نے کہا "میں چاہتا تھا، وہ ہمیشہ مجھ سے کم تر رہے لیکن یہ نہیں چاہتا تھا کہ مر جائے۔ ویسے اس نے مر کر، بزدلی دکھا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ میرے مقابلے میں کھڑا رہنے کے بھی قابل نہیں تھا۔ تعجب ہے، کیا اس کی چالبازیوں اور مکاریوں کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا؟"

بلی نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کر کے کہا "آپ کے لیے بہت بری خبر ہے۔ پارس نے خودکشی کر لی ہے۔"

میں نے کہا "میرا بیٹا اتنا بزدل نہیں ہے کہ خودکشی کرے۔"

"آپ یقین نہیں کر رہے ہیں تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کر لیں۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کی پہلی آواز اور لب و لہجہ مٹ چکا تھا اس لیے مجھے اس کا دماغ نہیں ملا لیکن میں جانتا تھا کہ جناب علی اسد اللہ تمیزی نے اس کے دماغ کو عجوبہ بنا دیا ہے۔ وہ اپنے ذہن میں جب کوئی دوسرا لب ولہجہ نقش کر لیتا ہے تو پہلے والا لب ولہجہ اس کے دماغ سے مٹ جاتا ہے پھر جو بھی اس سے دماغی رابطہ کرتا ہے، اسے پارس کا دماغ نہیں ملتا۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا دماغ مردہ ہو چکا ہے۔

میں نے دوسرے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر رابطہ کیا تو اس نے پوچھا "ہیلو پاپا! کیا میرے وفات پانے کی خبر مل چکی ہے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ہاں۔ میں تمہاری ماما، مما اور علی وغیرہ کو بتا دوں گا کہ تم کوئی ڈراما پلے کر رہے ہو۔"

میں نے غم زدہ ہو کر بلی ڈونا سے کہا "تم درست کہہ رہی تھیں۔ اس کا دماغ مردہ ہو چکا ہے۔ اب میرے پیارے بیٹے سے کبھی رابطہ نہیں ہوگا۔ مجھے وہ جگہ بتاؤ، جہاں اس نے خودکشی کی ہے؟"

بلی نے کہا "ہم نہیں جانتے وہ کون سی جگہ تھی۔ پارس نے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کس ملک، کس شہر اور کس مکان میں تھا۔"

میں نے کہا "آہ! اب تو ساری دنیا کے شہروں اور مکانوں میں ڈھونڈنا ہوگا۔ پتا نہیں اس دنیا کے کتنے مکانوں میں کتنے جوان پھندے سے لٹک رہے ہوں گے۔ اگر پارس نے پڑوسیوں اور محلے والوں کو اپنا اصلی نام اور پتا نہیں بتایا ہوگا تو پھر وہ لاوارث کے طور

پر دفنا دیا جائے گا۔ ہمیں اس کی لاش بھی نہیں ملے گی۔"

مجھے بیٹے کی خاطر تھوڑا ڈراما کرنا پڑا پھر میں بلی کے پاس سے چلا آیا۔ پورس نے بڑی کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ اس نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بلی کو نجات دلانے کے لیے چار دنوں کے بعد ایسے وقت اس پر تنویمی عمل کیا تھا' جب کوئی دشمن اس کے دماغ میں نہیں تھا لیکن دوست تھا۔

پارس ابتدا سے پورس کی اسٹڈی کر رہا تھا۔ یہ دیکھتا اور سمجھتا آرہا تھا کہ پورس مجھ سے اور میری فیملی سے کیوں کترا رہا ہے پھر وہ بلی ڈونا کے ذریعے احسان کرنے کی ابتدا کیوں کر رہا ہے۔ پارس نے بھی احسان کے بدلے احسان کیا لیکن ایک دوسرے کے ساتھ احسانات کے پیچھے دوسرا کھیل تھا۔ پورس اس طرح بلی ڈونا کے ذریعے پارس سے اتنے فاصلے پر پہنچنا چاہتا تھا کہ اس پر اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرسکے اور پہلے ہی حملے میں اسے بے دست و پا بنادے۔

سونیا کے سائے میں پرورش پانے والا مکارِ زمانہ پارس سمجھ رہا تھا کہ پورس بہت سمجھا پھرا کر اسے اپنی لپیٹ میں لینے والا ہے اور اس کے لیے وہ بلی ڈونا کو ذریعہ بنا رہا ہے اسی لیے وہ چار دنوں تک تھوڑے تھوڑے وقفے سے بلی کے اندر جاتا رہا تھا اور اسے کوما کی حالت میں دیکھتا رہا تھا۔ چوتھا دن گزرنے کے بعد رات کو پارس نے دیکھا' پورس بلی کو کوما سے نارمل حالت میں لے آیا تھا پھر وہ جس مکاری سے اس پر عمل کر رہا تھا' اس تنویمی عمل کی کوئی بات پارس سے چھپی نہیں رہی۔

پورس نے بلی کے دماغ میں رازداری سے آنے کے لیے ایک نئی آواز اور لب ولہجہ اس کے ذہن میں نقش کیا تھا۔ پارس نے اس لب ولہجے کو یاد کرلیا۔ بلی نہیں جانتی تھی کہ پورس کس طرح رازداری سے اس کے اندر آیا کرے گا اور پورس نہیں جانتا تھا کہ پارس اسی کے طریقۂ کار کے مطابق بلی کے اندر پہنچتا رہے گا۔

پارس اور پورس کی یہ پہلی بازی تھی۔ پورس کو یہ گمان تھا کہ اس نے بازی جیت لی ہے جبکہ پارس نے اسے فتح مندی کے سبز باغ میں پہنچا دیا تھا۔

○☆○

فہمی ایسے وقت لاپتا ہوئی تھی' جب آمنہ مجھے اس طلسمی کمرے سے باہر نکالنے آئی تھی۔ ایسے وقت علی' پارس' سلطانہ اور سلمان وغیرہ کے ساتھ فہمی بھی میرے دماغ میں تھی۔ وہ سب میرے لیے پریشان تھے اور دیکھ رہے تھے کہ آمنہ مجھے کس طرح اس کمرے سے نکال کر کہاں پہنچانے والی ہے؟

آمنہ اور فہمی لاہور والی ایک کوٹھی میں تھیں۔ اس کوٹھی کا ایک کمرا آمنہ کی عبادت کے لیے مخصوص تھا۔ وہ مراقبے میں جانے سے پہلے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کرلیتی تھی۔ فہمی دوسرے کمرے میں تھی اور خیال خوانی کے ذریعے دیکھ رہی تھی کہ آمنہ روحانی قوت کے ذریعے میرے پاس طلسمی کمرے کے اندر پہنچی ہوئی ہے۔

میں ایک نورانی سراپا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سراپا جیسے ہی بند دروازے کے پاس گیا وہ دروازہ ایک دھماکے سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا اور میں اس طلسمی کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔ ایسے ہی وقت فہمی نے اپنے کمرے میں ایک عجیب سی بُو محسوس کی پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی اور خیال خوانی کے ذریعے علی کو خطرے سے آگاہ کرتی' وہ چکرا کر گر پڑی۔ اس کے بعد وہ اٹھ نہ سکی۔ بے ہوش ہوگئی۔

علی یہی سمجھ رہا تھا کہ فہمی بھی اس کی طرح میرے دماغ میں ہے اور ایک بستی کے ریسٹ ہاؤس میں پہنچنے اور اسٹون ہارٹ کو زخمی کرنے کا تماشا دیکھ رہی ہے۔ جب میں بستی کی ایک گاڑی میں بیٹھ کر اصفہان کی طرف جانے لگا تب علی نے میرے دماغ سے نکل کر فہمی کو مخاطب کیا۔ اس وقت خیال خوانی کی لہروں نے بتایا کہ فہمی کا دماغ بے حس ہے یعنی کہ وہ بے ہوش ہے۔

اس نے فوراً ہی آمنہ کو مخاطب کیا "ماما! فہمی بے ہوش ہوگئی ہے۔ آپ اس کے کمرے میں جائیں۔"

آمنہ فوراً ہی اٹھ کر دروازہ کھول کر تیزی سے چلتی ہوئی اس کے کمرے میں پہنچی۔ ہونے والی بہو وہاں نہیں تھی۔ کوٹھی کے کسی حصے میں نہیں تھی۔ اسے اغوا کرلیا گیا تھا۔

وہ دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی۔ دروازے کو اندر سے بند کیا پھر عبادت کی جگہ دو زانو بیٹھ کر سر جھکا کر اس نے آنکھیں بند کیں اور تیمزی صاحب کو یاد کیا۔ انہوں نے کہا "آمنہ! میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ دنیا کے مسائل میں نہ الجھو۔ تم نے اس کالا عمل جاننے والی ہمزاد بننے والی کے ایک جادو کا توڑ کیا۔ اس نے انتقاماً فہمی کو اغوا کیا ہے۔ اس دنیا میں ازل سے کیا ہو رہا ہے؟ کوئی کسی سے کچھ چھین رہا ہے۔ کوئی کسی سے کچھ جھپٹ رہا ہے اور جب تک یہ دنیا ہے' تب تک یہی ہوتا رہے گا۔ یہ قدرت کا قانون ہے کہ وہ انسانوں کے مسائل بیٹھے بٹھائے حل نہیں کرتی۔ انسان اپنے عمل اور جہاد سے مسائل حل کرتا ہے۔ جو نہیں کرتا وہ حیوان بن کر رہ جاتا ہے۔ دوسروں کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔

"تمہارا مجازی خدا فرہاد علی تیمور کیا محتاج تھا؟ کیا وہ پہلے کسی کا سہارا ڈھونڈتا تھا؟ نہیں' وہ شیر کالے جادو سے اور شیطانی قوتوں سے تنہا ٹکرا کر انہیں پاش پاش کرتا تھا۔ جب سے تم نے روحانی قوتیں حاصل کی ہیں' تب سے وہ انسانی قوتوں سے لڑتا ہے لیکن شیطانی قوتوں کے مقابلے میں تمہیں پکارتا ہے۔"

آمنہ نے کہا "میں شرمندہ ہوں۔ وہ میرے مجازی خدا ہیں۔ میں انہیں مصیبت میں دیکھ کر بے اختیار انہیں طلسمی کمرے سے نکالنے چلی گئی تھی۔ آئندہ آپ کی اجازت کے بغیر کبھی روحانی قوتوں کو استعمال نہیں کروں گی۔"

"بعض اوقات انسان شیطانی چکروں میں پھنس کر بہت مجبور ہوجاتا ہے۔ اپنی تمام صلاحیتوں اور قوتوں کے باوجود ان چکروں سے نکل نہیں پاتا۔ ایسا برا وقت آئے تو ہم اپنوں کے کام ضرور آئیں۔ فی الحال فہمی کی فکر نہ کرو۔ عبادت میں مصروف رہو۔"

علی نے اسے مخاطب کیا "ماما! کیا فہمی ہوش میں آرہی ہے؟"

"بیٹے! فہمی یہاں نہیں ہے۔ کسی نے اسے اغوا کیا ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ آپ تو روحانیت کے ذریعے معلوم کرسکتی ہیں؟"

"بیٹے! وہی ہمزاد انتقاماً ایسا کر رہی ہے۔ اس سے زیادہ نہ میں کچھ بتا سکوں گی اور نہ ہی اس سلسلے میں تمہارے کام آسکوں گی۔ اب میں عبادت میں مصروف رہوں گی۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

علی نے میرے پاس آکر بتایا کہ فہمی کو اغوا کیا گیا ہے اور آمنہ اب کچھ نہیں کب تک ہمارے معاملات سے دور رہے گی۔ وہ عبادت میں مصروف ہوگئی ہے۔ ہم سب اس عبادت اور ریاضت کو سمجھتے تھے اور اب یہ بھی سمجھ میں آگیا تھا کہ ہمزاد کے شیطانی حملوں سے ہمیں خود ہی بچنا اور اس سے اپنے طور پر نمٹنا ہوگا۔

میں نے سونیا کو فہمی کے اغوا ہونے کے بارے میں بتایا۔ وہ بولی "یہ نئی مصیبت ہمارے پیچھے پڑگئی ہے۔ یہ اسٹون ہارٹ کی محافظ بنی ہوئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ نامعلوم بلا امریکا کے مفاد میں کام کر رہی ہے۔"

میں نے کہا "اس کی حرکتوں سے اس کے عزائم کا پتا چل رہا ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اسٹون ہارٹ کے ساتھ اس نامعلوم بلا کو ہم پر حملے کرنے اور اسٹون ہارٹ کو ہمارے حملوں سے بچانے کے لیے بھیجا گیا ہے۔"

"میں تو اسٹون ہارٹ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ اسے تلاش کیا جارہا ہے۔ صبح تک ضرور میرے شکنجے میں ہوگا۔"

"میں اس نامعلوم بلا سے فہمی کے سلسلے میں ابھی بات کروں گا۔"

علی نے پوچھا "پاپا! آپ اس بلا سے رابطہ کیسے کریں گے؟"

میں نے علی سے کہا "میں شیریں کے پاس جارہا ہوں۔ تم بھی آؤ۔"

میں شیریں کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ کر بولا "شیریں! تم نے ایک بار اپنے باپ سے کہا تھا کہ تمہاری ہمزاد ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ دراصل وہ ہمزاد ہے۔ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو لیکن جب چاہو ہمزاد کو آواز دے کر بلا سکتی ہو۔ پلیز ابھی اسے بلاؤ۔"

نیند کی حالت میں اس کے ہونٹ ہلنے لگے۔ وہ بولنے لگی۔ "اے میری ہمزاد! تم کہاں ہو؟ میرے پاس آؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی شیریں کے دماغ میں ہمزاد کی آواز سنائی دی "کیا بات ہے شیریں؟ مجھے کیوں یاد کر رہی ہو اور وہ بھی نیند کی حالت میں؟"

شیریں نے کہا "میں نے جس ہستی کو باپ بنا کر اپنے گھر میں رکھا ہے اس نے فرمائش کی ہے کہ میں تمہیں بلاؤں۔"

"اچھا تو فرہاد علی تیمور ابھی تمہارے دماغ میں ہے؟"

میں نے کہا "ہاں۔ میں موجود ہوں۔ تم سے پوچھ رہا ہوں کہ ہم سے خواہ مخواہ دشمنی کیوں کر رہی ہو؟"

"اسٹون ہارٹ میرا آلۂ کار ہے۔ تم اس سے دشمنی نہ کرو' میں تم سے دشمنی نہیں کروں گی۔"

"اس کا مطلب ہے تم امریکا کے لیے کام کر رہی ہو۔ ایران سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟"

"میں نے تو تم سے یہ نہیں پوچھا کہ ایران کے لیے کیوں کام کر رہے ہو اور امریکا سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟"

"فہمی کہاں ہے؟"

"میرے پاس بطور یرغمال ہے۔ اسٹون ہارٹ کو کوئی نقصان پہنچے گا تو فہمی زندہ واپس نہیں ملے گی۔ یہ بات اپنی چہیتی سونیا کو سمجھا دو کہ وہ اسٹون ہارٹ کی تلاش سے باز آجائے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں بولوں گی۔ بہت مصروف ہوں۔ جارہی ہوں۔"

وہ شیریں کے دماغ سے چلی گئی۔ میں نے سونیا کے پاس آکر اس بلا سے ہونے والی گفتگو سنائی۔ وہ بولی "میرے لوگ اسٹون ہارٹ کو ضرور تلاش کریں گے لیکن گرفتار نہیں کریں گے۔ پہلے فہمی کا سراغ لگائیں گے۔ وہ مل جائے گی تو پھر اسٹون ہارٹ کی گردن دبوچ لیں گے۔"

وہ ہمزاد شیریں کے دماغ سے یہ کہہ کر چلی گئی تھی کہ بہت مصروف ہے۔ اس کی مصروفیت اسٹون ہارٹ کے سلسلے میں تھی۔ میں نے اسے ریسٹ ہاؤس میں زخمی کیا تھا۔ اس کی ایک ٹانگ میں اور ایک بازو میں گولی ماری تھی بعد میں پتا چلا کہ حیرت انگیز طور پر زخم بھر گئے ہیں اور وہ سراغ رسانوں اور پولیس والوں کے آنے سے پہلے ریسٹ ہاؤس چھوڑ کر چلا گیا ہے۔

کالے جادو کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ جادو عارضی طور پر اثر کرتا ہے پھر اس کا اثر زائل ہونے لگتا ہے۔ ہمزاد نے کالے عمل سے جو زخم بھرے تھے' وہ پھر کھلنے لگے۔ ان زخموں سے خون رسنے لگا۔ اس وقت تک وہ ایک اسپتال میں پہنچ چکا تھا۔ ہمزاد نے اس اسپتال کے انچارج کے دماغ پر قبضہ جمالیا تھا۔ انچارج نے ڈاکٹر کو اور اسپتال کے ملازمین کو حکم دیا تھا کہ وہ اس زخمی کے سلسلے میں پولیس کو اطلاع نہ دیں۔

وہاں اس کی مرہم پٹی ہوگئی۔ اسے تکلیف سے نجات ملی۔ ذرا آرام آیا تو اس نے ہمزاد سے کہا "مجھے نیند آرہی ہے لیکن خوف سے سو نہیں سکتا۔ نیند میں بھی دھڑکا لگا رہے گا کہ سونیا اس اسپتال میں بھی پہنچ جائے گی۔"

"میں نے سونیا اور فرہاد کی ایک کمزوری اپنے ہاتھ میں لی

ہے۔ ان کی ہونے والی بہو کو قیدی بنایا ہے اور یہ دھمکی دی ہے کہ وہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے تو ان کی بہو انہیں زندہ واپس نہیں ملے گی۔"

"تم بہت باکمال ہو۔ ہر مشکل میں کام آرہی ہو۔ میں تو تمہارا غلام بن گیا ہوں۔"

"وہ تمہیں اسٹون ہارٹ کی حیثیت سے پہچان نہیں سکیں گے۔ میں نے ایک عمل سے تمہارا چہرہ بدل دیا ہے۔"

"میں ریسٹ ہاؤس میں میک اپ کے ذریعے اپنی صورت بدلنے والا تھا۔ اس وقت تم نے میری صورت کیوں نہیں تبدیل کی؟"

"اس وقت میں دوسری جگہ مصروف تھی۔ بہرحال اطمینان رکھو کہ سونیا اور فرہاد تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"میں جب سے ایران آیا ہوں' تم ہر مصیبت کے وقت میرے لیے ڈھال بنتی آرہی ہو۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ تم بھی میری طرح امر کی ہو اس لیے میری مدد کررہی ہو۔ خود کو کب تک ہمزاد کہتی رہو گی۔ کیا مجھے اپنا نام نہیں بتاؤ گی؟"

"تمہارے لیے اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ میں شیریں کی ہمزاد ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ معلوم کرسکو تو کرلو۔"

وہ اس طلسم خانے میں آئی' جہاں فہمی کو قید کیا تھا۔ فہمی ہوش میں آگئی تھی۔ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی تھی اور اس کمرے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کمرے کے در و دیوار' وہاں کی چھت اور فرش سب شیشے کے تھے۔

شیشے کے آر پار باہر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ چاروں طرف لاہور کے شاہی قلعے کا منظر تھا۔ چونکہ رات تھی اس لیے قلعے میں ویرانی اور سناٹا تھا۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی' شاہی قلعے میں ایسا شیشے کا کمرا کیسے نہیں ہے پھر یہ کمرا کہاں سے آگیا ہے؟ اور وہ اس کمرے کے اندر کیسے پہنچ گئی ہے؟

پھر اس کی عقل نے سمجھایا "یہ وہی شیطانی چکر ہے' جس میں پاپا کو پھانسا گیا تھا۔ ماما نے انہیں اس طلسمی کمرے سے نکال دیا تھا۔ اس ہمزاد نے انتقاماً مجھے دھوکے سے یہاں پہنچا دیا ہے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ علی کے پاس پہنچنا چاہا لیکن سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس نے دوسری بار آمنہ کو مخاطب کرنا چاہا پھر اسی طرح ناکامی ہوئی۔

تب اسے ہمزاد کی آواز سنائی دی "تمہارا دماغی رابطہ صرف مجھ سے ہوسکتا ہے۔ کسی دوسرے کے دماغ میں جانا چاہو گی تو تمہاری خیال خوانی کی لہریں شیشے کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس آجایا کریں گی۔"

"تم نے یہ دیکھا تھا کہ ماما نے کس طرح پاپا کو تمہارے طلسمی کمرے سے نکالا تھا۔ وہ مجھے بھی یہاں سے لے جائیں گی۔ تم یہ بچکانا حرکتیں کیوں کررہی ہو؟"

"بچکانا حرکت پہلے کی تھی۔ مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔ فہمی بھی شیشے کی چار دیواری میں رکھتی تو اس کی سوچ کی لہریں کبھی کسی تک پہنچ نہ پاتیں اور اسے معلوم نہ ہوتا کہ فرہاد کہاں پھنسا ہے؟"

وہ چاروں طرف گھوم کر دیکھتے ہوئے بولی "تعجب ہے۔ تم شیشے کی چار دیواری سے باہر ہو اور تمہاری سوچ کی لہریں میرے دماغ میں آرہی ہیں۔"

"یہ میرا کمال ہے۔ میں کہہ چکی ہوں کہ صرف میں ہی تم سے دماغی رابطہ کرسکتی ہوں۔ دوسری سوچ کی لہریں کبھی شیشے کے پار نہیں آسکیں گی۔"

"علی اور اس کے والدین اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام بزرگ کہتے ہیں' میں ذہانت میں بے مثال ہوں۔ اسی ذہانت کے باعث مجھے فرہاد علی تیمور کی بہو بننے کا شرف حاصل ہوا ہے۔"

"تم اپنے منہ سے اپنی تعریفیں کیوں کررہی ہو؟"

"میں میاں مٹھو کیوں بن رہی ہوں' یہ تمہیں سمجھانی ہوں سنو!" یہ کہتے ہی اس نے اچانک خیال خوانی کی پرواز کی پھر بھی دماغ میں پہنچتے ہی بولی "لاہور کے شاہی قلعے میں نادیدہ طلسمی گھر ہے۔ تمہاری فہمی....."

ہمزاد غصے سے بولی "یہ کیا بکواس کررہی ہے۔ میں تجھے خیال خوانی کرنے نہیں دوں گی۔"

"میں خود نہیں کروں گی۔ تم نے میرے دماغ میں آکر بڑی غلطی کی۔ کیا میں اتنا نہیں سمجھ سکتی تھی کہ تمہاری سوچ کی لہریں بھی شیشے کی دیواروں سے ٹکرا سکتی ہیں۔ تم نے اس چار دیواری میں کوئی ایسا چور دروازہ یا سوراخ رکھا ہے جسے کھول کر میرے دماغ میں آئی ہو اور واپس جاتے ہی اس سوراخ کو بند کردوگی۔ اس سے پہلے ہی میں نے اپنے علی تک پیغام پہنچا دیا ہے۔"

"ذلیل! کمینی! اپنی ذہانت کی تعریفیں کرکے مجھے الجھانا تھی۔ آئندہ میں نہیں آؤں گی۔ تجھے اپنے یار سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔"

"ٹھہرو' یہ سنتی جاؤ کہ کل صبح تک مجھے یہاں سے رہائی مل جائے گی۔"

"اونہہ' یہ تیری خوش فہمی ہے۔ تیرا یار یہاں آئے گا تو یہ شیشے کا گھر نظر نہیں آئے گا۔"

"میں نے ابھی ذہانت کا ایک نمونہ دکھایا تھا پھر بھی تم سمجھ میں نہیں آیا کہ کالا جادو' ذہانت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ کل تمہیں سمجھا دے گا۔"

"میں دیکھوں گی کہ وہ کیا کرسکتا ہے۔ اس کی بھی شامت آئی ہے۔"

فہمی خلا میں تکتے ہوئے بولی "ہاں۔ اچھا۔ اب تم جارہے ہو؟ اب اسے باتوں میں نہ الجھاؤں؟ اچھا خدا حافظ۔"

ہمزاد چیخ کر بولی "کیا وہ تمہارے دماغ میں پہنچا ہوا تھا؟"

"ہاں تم نے مجھے خیال خوانی سے روک دیا تھا مگر یہ بھول گئیں کہ وہ میرے اندر آکر تمہاری باتیں سن رہا ہے اور اس طلسم خانے کا جغرافیہ معلوم کررہا ہے۔"

وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر فہمی کے دماغ سے چلی گئی۔ یہ بات عقل میں آنے والی تھی کہ ہمزاد نے اپنی سوچ کی لہروں کے لیے کوئی چور راستہ بنایا ہوگا' یا شیشے کی دیوار میں کالے عمل سے سوراخ کرکے آئی ہوگی اور واپس جاتے وقت اس سوراخ کو بند کردیا ہوگا۔

بہرحال فہمی نے بھرپور ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔

○☆○

آشرم کے تہ خانے میں بھی ویسا ہی شیشے کا ایک کمرا تھا جس کے فرش پر سانپ بچھو رینگتے رہتے تھے۔ کمرے کے وسط میں ایک اونچا سا چبوترا تھا جس پر سوامی تلک رام بھاٹیا کی بوڑھی دادی پالتی مارے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی عمر تقریباً ایک سو پچاس برس تھی۔ اس کے چہرے اور جسم کی جلد جگہ جگہ سے اس طرح پھٹی ہوئی تھی جیسے دیواروں پر دراڑیں پڑ گئی ہوں۔

وہ آنکھیں بند کیے' سانس روکے بیٹھی ہوئی تھی۔ سوامی جی نے شی تارا کو بتایا تھا کہ اس کی دادی ماں آتما شکتی کے ذریعے اپنے جسم کو روح سے خالی کرچکی ہیں اور اپنی روح کو کسی دوسری جگہ پہنچا رہی ہیں۔ اس وقت شیشے کے کمرے میں دادی ماں کا خالی جسم تھا۔ روح کے بغیر کھوکھلا تھا۔

شی تارا اور سوامی جی اس تہ خانے سے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے کئی گھنٹے بعد بوڑھی عورت ہولے ہولے سانس لینے لگی پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہورہی تھیں۔ وہ غصے سے سوچ رہی تھی "میں ایک سو پچاس برس سے زندہ ہوں۔ میں نے اس دنیا میں ڈیڑھ صدی گزار دی ہے اور اس کنل کی چھوکری نے اپنی ذہانت سے مجھے کم تر بنایا ہے۔ اس کا یار بھی کچھ کم مکار نہیں ہے۔ وہ مجھے باتوں میں الجھاتی رہی اور اس کا یار اس کے دماغ میں آکر میری باتیں سنتا رہا۔ اس نے شیشے کی دیوار کے پار دیکھ لیا ہے اور سمجھ لیا ہے کہ وہ طلسم خانہ شاہی قلعے کے کس حصے میں ہے۔ یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے کہ اس طلسم خانے کو کسی دوسری جگہ منتقل کروں۔ کالے جادو کی ایک حد ہوتی ہے۔ میں اس حد سے آگے نہیں جاسکوں گی۔"

ڈیڑھ صدی یا اس سے بھی زیادہ زندگی گزارنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ زیادہ سے زیادہ تجربات اور زیادہ سے زیادہ عقل بھی حاصل ہوجائے۔ عقل تو خدا دیتا ہے اور اگر کم دیتا ہے تو اس کی کمی حاصل کرکے پوری کی جاتی ہے۔ فہمی کے پاس خداداد ذہانت تھی۔ اس ذہانت کو بابا صاحب کے ادارے میں اس طرح چمکایا گیا تھا کہ ڈیڑھ سو برس میں بھی وہ دادی ماں اپنی ذہانت کو اتنی خوبیوں سے نہیں چمکا پائی تھی۔

ڈیڑھ سو برس کچھ کم نہیں ہوتے۔ وہ بیل گاڑی' موٹر کار' ریل گاڑی اور ہوائی جہاز سے لے کر راکٹ تک کا دور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی لیکن راکٹ سے بھی آگے جانے والی ذہانت کو سمجھ نہیں پائی تھی۔ اس نے دوسرے تمام دشمنوں کی طرح میرے بارے میں اور میری فیملی کے تمام افراد کے بارے میں بھرپور معلومات حاصل کی تھیں۔ دوسرے تمام دشمن تو ہماری فائلیں پڑھتے رہے تھے اور وڈیو فلموں کے ذریعے ہماری حرکات و سکنات کا مشاہدہ کرتے تھے۔ ان کے برعکس وہ عورت اپنے جسم سے اپنی روح کو خارج کرکے اسے ہماری طرف بھیجا کرتی تھی اور اپنی آتما شکتی کے ذریعے ہماری کارکردگی اور کارنامے دیکھا کرتی تھی۔

گویا وہ دوسروں کے مقابلے میں قریب سے قریب تر رہ کر ہمارے متعلق سب سے زیادہ معلومات حاصل کرتی تھی اور یہ اچھی طرح سمجھ چکی تھی کہ وہ اپنی محدود ذہانت سے' ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے' اپنی بھگتی' پوجا اور گیان دھیان کی تمام تر صلاحیتوں کے ذریعے بھی شاید ہم پر غالب نہیں آسکے گی۔

جس طرح عبادت اور ریاضت کے ذریعے روحانیت کو سمجھنا ایک ایمانی عمل ہے اسی طرح گیان دھیان کے ذریعے آتما کا گیان حاصل کرنا دھرم کرم کی بات ہے۔ دھرم میں کبھی ناپاکی اور کالے جادو کی اجازت نہیں ہوتی لیکن اس بڑھیا کی عقل نے اسے سمجھایا کہ آتما شکتی کے علاوہ کالے جادو میں بھی مہارت حاصل کرلے گی تو مجھ پر اور میری تمام فیملی پر غالب آسکے گی۔

اس طرح اس نے آتما شکتی کی پاکیزگی میں کالے جادو کی ناپاکی اور غلاظت شامل کرلی۔ جہاں بھگوان ہوتا ہے وہاں شیطان نہیں ہوسکتا لیکن اس نے شیطان کا بھی سہارا لے کر خود کو بہت بڑی شکتی مان سمجھ لیا تھا۔ بے شک اس نے بے انتہا آتما شکتی حاصل کی تھی اور اس کے ساتھ کالے جادو کی بھیانک شکتی بھی تھی لیکن عقل اسی حد تک تھی' جتنی نصیب میں لکھی تھی۔ وہ شاید کبھی اپنی ذہانت کو کم تر نہ سمجھتی لیکن فہمی نے اسے سمجھنے پر مجبور کردیا تھا۔

فہمی کو دیکھ کر اس ڈیڑھ سو برس پرانی اور بوڑھی عورت کو اپنی جوانی یاد آگئی تھی۔ وہ بھی فہمی کی طرح حسین تھی۔ اس کا نام نیلماں تھا۔ اس نے اپنی جوانی میں بڑے بڑے تجربات کیے تھے۔ وہ گمراہ بھی ہوتی رہی تھی اور طرح طرح کے علوم بھی حاصل کرتی رہی تھی۔ پھر ایک بہت بڑے جوگی نے اس کی راہنمائی کی تھی۔ اسے عبادت' ریاضت اور گیان حاصل کرنے کی راہ پر لگا دیا تھا۔ جوگی نے اس سے کہا تھا کہ وہ جتنی زیادہ آتما شکتی حاصل کرے گی' اتنی ہی زیادہ عمر حاصل کرتی رہے گی۔ اس شکتی کے ذریعے آتما ہمیشہ اس کے اختیار میں رہے گی۔

یہ اس کی لگن اور محنت کا نتیجہ تھا کہ اس نے آتما کو اپنے تابع کرلیا تھا اور حیرت انگیز طور پر اتنی طویل زندگی حاصل کرلی تھی۔ ایک سو پچاس برس میں یہ پہلا موقع تھا کہ فہمی نے اسے کم تر ہونے کا ایک ذہنی جھٹکا دیا تھا اور اسے یہ سوچنے پر مجبور کردیا تھا کہ میری ہونے والی بہو کو زیر کرنے کے لیے طریقۂ کار بدلنا ہوگا۔

ہم ایران میں تھے۔ اتنے سارے واقعات ایک رات میں ہورہے تھے۔ امریکا میں ابھی رات نہیں ہوئی تھی۔ سوامی تلک رام بھاٹیا آشرم کے ایک ائرکنڈیشنڈ کمرے میں شی تارا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ سوامی اچانک اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ کمرے میں نیلماں داخل ہورہی تھی۔ شی تارا نے چونک کر اسے دیکھا پھر وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ دونوں نے ہاتھ جوڑ کر اپنے سر جھکائے پھر سوامی نے کہا "دادی ماں! آپ نے کیوں یہاں آنے کا کشٹ کیا ہے؟ آپ حکم دیتیں' میں حاضر ہوجاتا یا آپ میرے دماغ میں چلی آتیں۔ آپ پتا نہیں کب سے آتما کے بغیر خالی شریر کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ کو آرام کرنا چاہیے تھا۔"

وہ بہت آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کی طرف آنے لگی۔ عمر کے لحاظ سے اتنی سوکھ گئی تھی کہ چلتے وقت سوکھے پتے کی طرح لرز رہی تھی۔ وہ ان کے سامنے ایک صوفے پر آکر بیٹھ گئی پھر بولی "بیٹھ جاؤ۔"

وہ دونوں قالین پر اس کے چرنوں سے لگ کر بیٹھ گئے۔ نیلماں نے کہا "آج پہلی بار فرہاد اور اس کی فیملی سے ٹکراؤ ہوا ہے۔ اگرچہ ان کے مقابلے میں میرا پلڑا بھاری ہے' میں انہیں اینٹ کا جواب پتھر سے دے رہی ہوں لیکن....."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ سوامی نے پوچھا "لیکن؟ دادی ماں! لیکن کیا؟ کوئی ارجن (رکاوٹ) ہے کیا؟"

"ہاں۔ ذہانت کے معاملے میں وہ لوگ بڑے خطرناک ہیں۔"

"دادی ماں! آپ آتما شکتی کے ذریعے اکثر ان لوگوں کے پاس جاتی رہی ہیں' ان کے ذہانت سے بھرپور کارنامے دیکھتی رہی ہیں لیکن اب کون سی نئی بات ہوگئی ہے؟"

"پہلے میں خاموشی اور رازداری سے انہیں دیکھتی تھی۔ اب عملی طور پر ان کے مقابلے پر آئی ہوں۔ دیکھنے میں' اور عملی طور پر کچھ کرنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔"

نیلماں نے شی تارا کو دیکھا پھر کہا "میں اپنے پوتے سے خیال خوانی کے ذریعے باتیں کرسکتی تھی لیکن یہاں تمہیں دیکھنے آئی ہوں۔ تم نے فرہاد کے بیٹے پارس کے ساتھ بہت وقت گزارا ہے۔"

شی تارا نے ہاتھ جوڑ کر کہا "نہیں دادی ماں! میں نے اس کے ساتھ وقت کم گزارا ہے لیکن اس کے ساتھ دور کی دوستی برسوں تک رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے ہی سہی لیکن اس فیملی کے بہت قریب رہی ہو کیا وہ لوگ خطرناک طور پر ذہین نہیں ہیں؟"

"جی دادی ماں! آپ درست فرماتی ہیں۔ میں نے کئی بار ان کی صلاحیتوں سے اور اپنی خطرناک تدابیر سے پارس پر غالب آنے کی کوششیں کی ہیں... لیکن میں نے زندگی میں ایسا ذہین اور ایسا شخص نہیں دیکھا۔ وہ ہمیشہ غالب آتا رہا۔"

نیلماں نے کہا "مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے فرہاد نے اس خاندان والوں کے لیے ذہانت کا ٹھیکا لے رکھا ہے۔ فہمی نام کی ایک لڑکی اس خاندان میں بہو بن کر جانے والی ہے۔ وہ بھی بلا کی ذہین ہے۔ اس کی ذہانت دیکھ کر میں سوچ رہی ہوں کہ مجھے طریقۂ کار بدلنا ہوگا۔ کسی نئی حکمتِ عملی سے کوئی نیا جال بچھانا ہوگا۔"

سوامی نے کہا "دادی ماں! آپ کو زیادہ سے زیادہ آرام کرنا چاہیے۔ فرہاد اور اس کی فیملی کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیجیے۔ ہم امریکی حکام سے وعدہ کیا ہے کہ ایران میں اسٹون ہارٹ کی اس طرح حفاظت کریں گے کہ سونیا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچنے دے گی۔"

نیلماں نے کہا "لیکن وہاں اب صرف سونیا نہیں ہے۔ فہمی بھی پہنچ چکا ہے۔ ان دونوں نے مل کر اسٹون ہارٹ کی بہت بری حالت کی ہے۔ اسے زخمی بھی کیا ہے۔ ان حالات میں بھی میں اسٹون ہارٹ کی حفاظت اور سلامتی کے لیے فرہاد کی ہونے والی بہو کو یرغمال بنایا ہے۔"

نیلماں نے انہیں ہمارے بارے میں تفصیلی حالات بتائے۔ شی تارا نے کہا "جب علی' فہمی کے دماغ میں آکر اس شیشے کے طلسم خانے کو دیکھ چکا ہے تو آمنہ وہاں جا کر اپنی ہونے والی بہو کو نکال لائے گی۔"

نیلماں نے کہا "یہی میرے لیے پریشانی کی بات ہے کہ فہمی علی اپنی ذہانت اور چالاکی سے میرے کالے عمل کا توڑ کرتے ہیں۔"

سوامی نے کہا "اگر فہمی اس طلسم خانے سے رہائی پالے تو سونیا اور فرہاد اسٹون ہارٹ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ہم امریکی حکام سے وعدہ کیا ہے۔ ہمیں اس کی حفاظت کے لیے کرنا ہوگا۔"

"بیٹے تلک رام! اب میں ذرا آرام کروں گی۔ تم شی تارا کے ساتھ جاؤ اور اسٹون ہارٹ کی حفاظت کرو۔ اگر اس کا معاملہ پیچیدہ ہوجائے تو مجھے بلا لینا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ وہ دونوں بھی اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ اسے سہارا دے کر اس کے بیڈ روم میں لے آئے پھر اسے بستر پر لٹا دیا پھر وہ دونوں واپس اسی کمرے میں آئے۔ دوسرے کے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ سوامی نے کہا "اسٹون ہارٹ کی آواز نہیں سنی اس لیے میرے دماغ میں آجانا۔"

وہ اس کے دماغ میں آگئی اور وہ اسٹون ہارٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ سوامی نے شی تارا کو سمجھا دیا کہ وہ اسٹون ہارٹ کے دماغ میں پہنچ کر شیریں کی ہمزاد کے لہجے میں بات کرے۔ اس نے شی تارا میں پہنچ کر شیریں کے اندر پہنچا کر اس کا لب ولہجہ بھی سمجھا دیا تھا۔ اس نے اسٹون ہارٹ کو مخاطب کیا تو اس نے یہی سمجھا کہ ہمزاد اس سے بول رہی ہے۔ وہ بولا "ایک پولیس افسر دو سپاہیوں کے ساتھ آیا تھا۔ وہ اسپتال والوں سے میرے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا لیکن تم نے صورت ایسی بدل دی ہے کہ وہ پہچان نہ سکا۔"

"تم اطمینان سے سو جاؤ۔ وہ مطمئن ہو کر گئے ہیں اب یہاں کوئی نہیں آئے گا۔ فی الحال تم اسی اسپتال میں محفوظ رہو گے۔"

سونیا کے نیلی پیتھی جاننے والے ماتحت اس افسر اور دو سپاہیوں کے دماغوں میں تھے' جو اسپتال گئے تھے۔ انہوں نے اسٹون ہارٹ سے باتیں کی تھیں۔ معلوم ہوا تھا کہ اس کا ایک بازو اور ایک پیر زخمی ہے اور یہ زخمی اسٹون ہارٹ کی پہچان تھی۔ انہوں نے اس زخمی کے خیالات پڑھے تو اس کے اسٹون ہارٹ ہونے کی تصدیق ہوگئی۔ انہوں نے سونیا کو بتا دیا کہ وہ چوبدل کر ایک اسپتال میں آرام فرما رہا ہے۔

سونیا نے انہیں ہدایات دیں کہ اسے نہ چھیڑا جائے۔ اس اسپتال کے آس پاس رہ کر اس کی نگرانی کی جائے۔ مجھے اور علی کو بھی بتا دیا گیا کہ وہ کس اسپتال میں ہے۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "ہماری کوشش ہوگی کہ ان کا یہ مہرہ نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ ویسے اس سے بھی اہم مہرہ شیریں کا باپ آغا تابش علی ہے۔ دشمن اس کے ذریعے ایران کو مالی اور اقتصادی طور پر کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ آغا اس تلک رام بھاٹیا کے دباؤ میں ہے۔"

وہ بولی "ہم شیریں کی ہمزاد سے نمٹ ہی رہے ہیں۔ اب سوامی تلک رام بھاٹیا سے بھی اس طرح نمٹنا ہوگا کہ وہ آغا کو امریکا کے مفاد میں استعمال نہ کرسکے۔"

سونیا ایرانی حکام کو پہلے ہی بتا چکی تھی کہ ایک امریکی ایجنٹ سوامی تلک رام بھاٹیا کس طرح ایران کو نقصان پہنچانے کے لیے آغا تابش علی کو استعمال کررہا ہے۔ یہ سراسر اپنے ملک سے غداری تھی۔ آغا کو پہلے ہی گرفتار کرلیا جاتا لیکن سونیا نے وہاں کے حکام سے درخواست کی تھی کہ آغا کو ڈھیل دی جائے تاکہ اس کے پیچھے چھپے ہوئے مزید دشمنوں کا سراغ لگایا جاسکے۔

اس عرصے میں شیریں کی ہمزاد اور اسٹون ہارٹ دشمنوں کی حیثیت سے سامنے آئے تھے۔ سونیا نے وہاں کے حکام سے رابطہ کیا پھر کہا "اب آغا تابش علی کے خلاف کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اسے بڑی رازداری سے حراست میں لے کر ملک بدر کردیا جائے۔ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں جا کر رہے گا۔"

ایک حاکم نے کہا "وطن کے غدار کو موت کی سزا دی جاتی ہے۔ آغا کو بھی سزائے موت دی جائے گی۔"

سونیا نے کہا "بے شک اس نے بیٹی کو تاحیات ذہین بنائے رکھنے کے لیے وطن سے غداری کی ہے۔ آپ اپنے ملکی قانون کے مطابق جو چاہیں' سزا دے سکتے ہیں لیکن ہماری حکمتِ عملی کے مطابق آغا کو زندہ رہنا چاہیے۔ اسے ملک بدر کیا جائے گا تو ہم امریکی ایجنٹ سوامی تلک رام بھاٹیا کا ردِعمل دیکھیں گے۔"

شی تارا اور سوامی اسپتال میں اسٹون ہارٹ کو محفوظ دیکھ کر مطمئن ہوگئے تھے۔ وہاں سے وہ دونوں آغا تابش علی کے دماغ میں چپکے سے آئے اور اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ وہاں یہ اطمینان ہوا کہ آغا پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جارہا ہے۔ وہ اپنی بیٹی شیریں کے ساتھ صبح کی فلائٹ سے لندن جانے والا ہے۔

سوامی نے آغا سے پوچھا "آغا! تم اچانک لندن کیوں جارہے ہو؟ میں نے حکم دیا تھا کہ میری اجازت کے بغیر ایران سے باہر نہ جایا کرو۔ تم جاؤ گے تو تمہاری غیر موجودگی میں مالی امور سے متعلق یہاں کے حاکم اہم فیصلے کرسکتے ہیں۔"

"میں بٹی کے ساتھ دو دن کے لیے لندن جارہا ہوں۔ ان دو دنوں میں اعلیٰ حکام کا اجلاس نہیں ہوگا۔ میرا یہ کاروباری دورہ میرے لیے بہت اہم ہے۔ شیریں لندن میں شاپنگ کرنا چاہتی ہے۔ تم سے رابطہ نہیں ہورہا تھا اور تم خود بھی رابطہ نہیں کررہے تھے' پھر میں کس طرح یہاں سے جانے کی اجازت لے سکتا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر یہاں دو دنوں تک اجلاس نہیں ہوگا تو تم جاسکتے ہو۔ تیسرے دن ضرور واپس چلے آؤ۔"

شی تارا اور سوامی دماغی طور پر آشرم کے ائرکنڈیشنڈ کمرے میں حاضر ہوگئے۔ شی تارا نے کہا "فرہاد کی طرف سے بڑی خاموشی ہے۔ یہ پتا نہیں چل رہا ہے کہ وہ اور سونیا کہاں ہیں اور کیا کررہے ہیں؟ پھر علی' فہمی سے بے نیاز ہوگیا ہے۔ اسے رہائی دلانے کے لیے شیشے کے طلسم خانے کی طرف نہیں جارہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' وہ فہمی کی فکر کیوں نہیں کررہے ہیں۔"

سوامی نے تائید میں سر ہلا کر کہا "وہ لوگ نہ باتیں کررہے ہیں' نہ کسی طرح کی حرکت کررہے ہیں۔ ایسے گم ہوگئے ہیں جیسے ان میں سے کسی کا بھی وجود نہ ہو۔"

"ان کی خاموشی بھی معنی خیز اور خطرناک ہوتی ہے۔"

"تم پارس کے ساتھ رہ چکی ہو۔ یہ بتاؤ کہ وہ ایسے حالات میں کیا کرتا ہے؟"

"آپ یقین نہیں کریں گے وہ سو جایا کرتا ہے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ خطرات سر پر منڈلا رہے ہوں تو اسے نیند کیسے آجاتی ہے؟"

"وہ کہتا ہے' رات سونے کے لیے ہوتی ہے۔ جب تک آدمی نیند میں رہتا ہے' ہر طرح کے خطرے سے بے نیاز رہتا ہے۔"

"اس وقت ایران اور پاکستان میں رات ہے۔ کیا فرہاد' سونیا

اور علی وغیرہ سو رہے ہوں گے؟"

"ہو سکتا ہے' سو رہے ہوں۔"

"لیکن دشمن کو غافل نہیں سمجھنا چاہیے۔"

"یہ پرانی کہاوت ہے کہ دشمن کو غافل نہیں سمجھنا چاہیے۔ پارس اس کہاوت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ دشمن غافل نہیں رہتے۔ وہ انہیں اندیشوں میں مبتلا کر کے جگائے رکھتا ہے اور خود سوتا رہتا ہے۔"

سوامی نے کہا "وہ لوگ سالہا سال سے خطرناک دشمنوں سے نمٹتے آئے ہیں یعنی وہ خطرات سے نمٹنے کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ وہ کام کے وقت کام کرتے ہیں اور آرام کے وقت آرام کرتے ہیں۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ وہ رات کا باقی حصہ سو کر گزار رہے ہیں۔ اسی لیے ان کی طرف سے اتنی خاموشی ہے۔"

شی تارا نے کہا "دو یا ڈھائی گھنٹے بعد پاکستان اور ایران میں صبح ہو جائے گی پھر ہم دیکھیں گے کہ وہ صبح ہونے کے بعد کیا کرتے ہیں۔"

صبح نہیں ہو رہی تھی۔ اس رات اتنے واقعات پیش آتے جا رہے تھے کہ میں 'سونیا' علی اور فہمی مختلف ستونوں میں دشمنوں سے نمٹتے رہے تھے۔ ساری رات ایسی جدوجہد میں گزر رہی تھی کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ قیامت کی رات لگ رہی تھی۔

اور اس قیامت کی رات کی صبح کیسے ہوتی ہے' اس کا ہمیں بھی انتظار تھا۔

○☆○

نتاشا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ابھی یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ شی تارا ایک ایسے آشرم میں پہنچ گئی ہے جہاں وہ تمام دشمنوں سے محفوظ بھی رہے گی اور پہلے سے زیادہ خطرناک صلاحیتیں بھی حاصل کرتی رہے گی۔

نتاشا نے اس بار شی تارا کے تابعدار میجرٹی ہنٹر کو اپنا ٹارگٹ بنایا تھا۔ وہ شی تارا اور الپا کی طرح خود کو زیادہ سے زیادہ مستحکم بنانا چاہتی تھی اور جس طرح الپا مملکت اسرائیل کا اہم ستون بنی ہوئی تھی بلکہ وہاں کی حکمران بنی ہوئی تھی اسی طرح وہ میجرٹی ہنٹر کو ٹریپ کر کے فرانس کا اہم ستون یا حکمران بننا چاہتی تھی۔ اس مقصد کے لیے وہ خیال خوانی کے ذریعے فرانسیسی فوج کے افسروں کے دماغوں میں جانے لگی تھی۔ اس طرح ایک افسر سے دوسرے افسر تک پہنچتے پہنچتے میجرٹی ہنٹر کے ایک خاص ماتحت تک پہنچ گئی لیکن اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکی۔ چونکہ وہ خاص ماتحت تھا اس لیے یوگا کا ماہر تھا۔ کوئی آسانی سے اس کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا۔

نتاشا نے وہی روایتی طریقہ اختیار کیا۔ اس کے خاص ماتحت کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا پھر اس کے اندر پہنچنے کا اور اس کے خیالات پڑھنے کا اسے موقع ملا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ میجرٹی ہنٹر اور شی تارا کی بہت گہری دوستی ہو گئی ہے۔ ٹی ہنٹر ہمیشہ اس کا ذکر یوں کرتا ہے جیسے اس کا دیوانہ ہو گیا ہو یا اس کا تابعدار بن گیا ہو۔

اس کے خیالات پڑھ کر مزید یہ معلوم ہوا کہ پہلے ٹی ہنٹر فرانس چھوڑ کر باہر نہیں جاتا تھا لیکن شی تارا کے بلانے پر وہ امریکا اور نیویارک میں رہ کر شی تارا کی فرمائش کے مطابق دہلی پور تلاش کرنے کی کوششیں کرتا رہا تھا۔ شی تارا' مین کھر اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اسے تلاش کرتے رہے تھے پھر ان کی طرح میجرٹی ہنٹر بھی پورس تک پہنچنے میں ناکام ہو گیا تھا۔

اور اب وہ فرانس واپس آ گیا تھا۔ آرمی ہیڈ کوارٹر کے بنگلے میں تھا۔ اس بنگلے میں اس کے ایک خاص ماتحت اور ملازم کے سوا کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ نتاشا کے لیے یہ سنہری موقع تھا۔ وہ اس خاص ماتحت کے ذریعے ملازم کے دماغ میں پہنچ گئی انتظار کرنے لگی کہ رات کو کھانے کا وقت ہو گا تو وہ اس کے کھانے یا پینے کی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دے گی۔

ابھی دوپہر کا وقت تھا۔ رات کے کھانے میں بہت دیر تھی۔ اپنی ناکامیوں کے بارے میں سوچنے لگی۔ اسے سب سے بڑی ناکامی یہ ہوئی تھی کہ پارس نے اسے الپا کے دماغ سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ دوسری بڑی ناکامی یہ ہوئی تھی کہ وہ بلی ڈونا کے دماغ پر قبضہ جمانے کے بعد پارس کے بالکل قریب پہنچ کر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا پائی تھی۔

اس نے سوچا تھا۔ پارس قابو میں نہیں آیا تو کوئی بات نہیں بلی ڈونا اپنے شکنجے میں ہے۔ وہ اس کے ذریعے پھر پارس کو ٹریپ کر سکے گی لیکن ایک بار پھر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ پورس نے ڈونا کو کہیں غائب کر دیا تھا۔

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح نتاشا بھی سوچ رہی تھی کہ پورس آخر کب تک بلی ڈونا کو کوما میں رکھے گا؟ جیسے ہی کوما سے نکلے گی وہ پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما لے گی۔

وہ چوبیس گھنٹے بلی کے پاس جا کر اسے دیکھ نہیں سکتی تھی کہ کس حالت میں ہے؟ کوما میں ہے یا کوما سے نکل چکی ہے؟ دن رات کسی کی نگرانی نہیں کی جا سکتی۔ اسے پانچویں دن پتا چلا کہ پورس نے بلی ڈونا کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ نتاشا اپنی ناکامی پر جھنجلا کر رہ گئی۔

پہلے تو اسے یقین نہیں آیا کہ بلی اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اس نے آزمائشی طور پر اس سے دماغی رابطہ کیا تو اس نے سانس روک لی۔ نتاشا نے تھوڑی دیر بعد دوبارہ اسے فالو کرتے ہوئے کہا "سانس نہ روکنا۔ میں نتاشا ہوں۔ اب تو تیرا دماغ لاک ہو چکا ہے۔ مجھ سے یا کسی سے بھی تمہیں کنٹرا نیٹ چاہیے۔"

بلی نے کہا "نہ میں کنٹراتی ہوں' نہ کسی سے ڈرتی ہوں اس وقت میرے ذہن پر بوجھ ہے۔ ایک ایسی ٹریجڈی ہو گئی جس کی میں تو کیا' کوئی بھی توقع نہیں کر سکتا تھا۔"

"ایسی کیا ٹریجڈی ہو گئی ہے؟"

"پارس نے خودکشی کر لی ہے۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ یہ کوئی یقین کرنے کی بات ہے؟ خودکشی تو بزدل کرتے ہیں اور کبھی یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ پارس کسی مرحلے پر زندگی سے بیزار ہو کر خودکشی کر لے گا۔"

"سانچ کو آنچ کیا؟ اگر تم اس سے رابطہ کر کے اسے دوسری دنیا سے بلا سکتی ہو تو بلا لو۔"

نتاشا نے اس کے دماغ سے نکل کر پارس کے لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن اس لب و لہجے والا نہ وہ شخص تھا نہ وہ دماغ تھا۔ اس نے بار بار کوششیں کیں اور بار بار یقین ہوتا گیا کہ وہ ایک مردہ دماغ میں پہنچنے کی حماقت کر رہی ہے۔

اس نے بلی ڈونا کے پاس آ کر پوچھا "کیا اس کے والدین اور بابا صاحب کے ادارے والوں کو اس کی موت کی اطلاع مل چکی ہے؟"

"سبھی کو خبر ہو چکی ہے لیکن بابا صاحب کے ادارے کے باہر شاید دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بے خبر ہیں۔"

"کیا تم نے امریکی اکابرین اور الپا وغیرہ کو اطلاع نہیں دی ہے؟"

"نہیں۔ میرا دماغ اس کی موت سے ایسا متاثر ہے اور میں ایسا بوجھ محسوس کر رہی ہوں کہ کسی سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ پلیز تم بھی چلی جاؤ۔"

نتاشا نے ایک امریکی فوجی افسر سے رابطہ کیا۔ اسے پارس کی خودکشی کی خبر سنائی۔ یہ ایسی خبر تھی کہ کسی کو یقین آ ہی نہیں سکتا تھا۔ یقین کرنے کے لیے تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حکم دیا گیا کہ وہ گم شدہ پارس کو تلاش کریں۔ یہ حقیقت معلوم کریں کہ وہ واقعی مر چکا ہے یا کہیں روپوش ہو گیا ہے؟

سب نے خیال خوانی کی دوڑ لگائی لیکن کوئی اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکا۔ الپا کو معلوم ہوا تو وہ صدمے سے نڈھال ہو گئی۔ اس نے بھی تمام ذرائع سے اس کی موت کی تصدیق کی تھی۔ مجھ سے بھی پوچھا "آپ مجھ سے جھوٹ نہیں کہیں گے۔ پلیز سچ بتائیں پارس کہاں ہے؟"

میں نے کہا "تم نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی ہو گی؟ کیا اس کا دماغ تمہیں مل رہا ہے؟ ہمیں تو نہیں مل رہا ہے۔ بلی ڈونا نے بتایا تھا کہ اس نے کسی مکان کے کمرے میں خودکشی کی ہے۔"

الپا نے بے قراری سے پوچھا "اس نے کس مکان میں خودکشی کی ہے؟"

"یہی تو معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ وہ کس ملک کے' کس شہر' کس مکان میں ہے؟ ہم سب وہ جگہ تلاش کر رہے ہیں۔"

الپا رونے لگی۔ جب سے وہ ماں بنی تھی' تب سے پارس اس کے ہر برے وقت میں کام آتا رہا تھا۔ بہت پہلے ایک یہودی کی حیثیت سے وہ پارس سے جتنی نفرت کرتی تھی اتنی ہی شدت سے اب اسے چاہنے لگی تھی۔

برین آدم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں نے آج تک تمہیں اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روتے نہیں دیکھا۔ اگر ہمارے ملک کے اکابرین کو یہ معلوم ہو گا کہ تم ایک مسلمان کے لیے رو رہی ہو تو تم پر سے ان کا اعتماد اٹھ جائے گا۔ اب سے پہلے بھی دشمنوں نے یہی کوشش کی تھی۔ یہاں کے اکابرین اور پوری یہودی قوم کو تم سے بدظن کرنا چاہا تھا۔ پلیز دشمنوں کو موقع نہ دو۔ اپنے آنسو پونچھ لو۔"

وہ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی "بگ برادر! آپ کچھ خیال نہ کریں' میں تنہائی چاہتی ہوں۔"

"تم وعدہ کرو۔ تنہائی میں آنسو نہیں بہاؤ گی۔ خود کو سنبھالو گی پھر میں تمہیں تنہا چھوڑ کر جاؤں گا۔"

اس نے وعدہ کیا۔ برین آدم اس کی رہائش گاہ سے چلا گیا۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اس کا دل نہیں مان رہا تھا۔ دل کہہ رہا تھا کہ پارس جیسا ناقابل شکست انسان صرف طبعی موت مر سکتا ہے۔ اسے نہ کوئی مار سکتا ہے اور نہ خودکشی کرنے پر مجبور

سسپنس ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

جسے قارئین آج تک نہیں بھولے

طالوت

۳ حصوں میں (مکمل)

قیمت فی حصہ ۵۰/- روپے | ڈاک خرچ فی حصہ ۱۶/- روپے

- پُراسرار کہانیوں کے شائقین کے لیے
- طنز و مزاح پسند کرنے والوں کے لیے
- جاسوسی کہانیوں کے دلستانوں کے لیے

ایک دلچسپ داستان جو آج تک آپ نے نہ پڑھی ہو گی!

کتابی شکل میں تیار ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے منگوائیں

تینوں حصے ایک ساتھ منگوانے پر محصول ڈاک معاف

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۱۳ کراچی ۱

کر سکتا ہے۔

اس نے سوچتے سوچتے خیال خوانی کی پرواز کی پھر جناب علی اسد اللہ تبریزی کے پاس پہنچتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ انہوں نے کہا "میں جانتا ہوں تم ہم سے کس قدر متاثر ہو اور پارس کے پچھلے بہترین سلوک کے پیش نظر اسے دل سے چاہتی ہو۔ تم نے ہم مسلمانوں کی محبت کو تمام یہودی قوم سے چھپا رکھا ہے اور مجھے یقین ہے کہ تمہیں جو سچ بتایا جائے گا اسے بھی دل میں چھپا کر رکھو گی۔"

پھر انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا "جاؤ' خوش رہو۔ پارس زندہ ہے۔ آگے کچھ نہ پوچھنا۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آکر خوشی سے چیخ پڑی۔ دوڑتی ہوئی آکر بستر پر اوندھے منہ گر پڑی' قہقہے لگاتے ہوئے تکیے کو اٹھا کر سینے سے بھینچنے لگی۔ پارس اسے نہیں ملا تھا' تکیہ مل گیا تھا۔

○☆○

بلی ڈونا پتری بدل چکی تھی۔ پارس کو چھوڑ کر پورس کی طرف چلی آئی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ پورس نے بار بار اس کے کام آکر اسے متاثر کیا تھا اور اس حد تک متاثر کیا تھا کہ وہ اس پر مرمٹی تھی' اس کے بعد جب پارس نے خودکشی کی تو اس کے ضمیر نے اسے ملامت کیا تھا۔ پورس نے اس سے پوچھا "کیا تم میرے پاس آکر پچھتا رہی ہو؟"

"نہیں۔ مجھے یہ احساس مار رہا ہے کہ پارس نے میری بے وفائی کی وجہ سے خودکشی کی ہے۔"

"اس کی خودکشی کی وجہ صرف تم نہیں ہو' میں بھی ہوں۔ وہ میرے مقابلے میں شکست کھا کر دنیا والوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ویسے پتا نہیں کیوں مجھے اس کی موت کا یقین نہیں آرہا ہے۔"

"ویسے تو مجھے بھی یقین نہیں آرہا ہے لیکن ہم دونوں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے خودکشی کرتے دیکھا ہے۔ پھر ایک ہم ہی نہیں' تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے تلاش کرتے رہے ہیں اور اس کے مردہ دماغ تک پہنچتے رہے ہیں۔"

"بے شک تمام ذرائع سے تصدیق ہو چکی ہے۔ وہ یقیناً مر چکا ہے۔ بڑے بڑے کارنامے کرنے والے جب اچانک مرجاتے ہیں تو بڑی مشکل سے ان کی موت کا یقین آتا ہے۔"

بلی نے کہا "مجھے اس کی موت کا افسوس رہے گا۔ میں بہت شدت سے تنہائی محسوس کر رہی ہوں۔ مجھے اس وقت تمہاری ضرورت ہے۔ تم میرے پاس رہو گے تو میں ساری دنیا کو بھول جاؤں گی۔"

"کیا پارس کی موت کافی نہیں ہے۔ مجھے بھی اپنے پاس بلا کر مارنا چاہتی ہو؟"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور تم مجھے دشمن سمجھ رہے ہو۔"

"میری بات کو سمجھو۔ میں تمہارے پاس آؤں گا تو ہو سکتا ہے' بدنصیبی میرے ساتھ آئے۔ دشمن ہمارے پیچھے لگ جائیں اور ہم دونوں کو ایک ساتھ ایک چھت کے نیچے شکار کرلیں۔"

"کیا اس طرح خوف کے باعث تم کبھی میرے پاس نہیں آؤ گے؟"

"ضرور آؤں گا۔ جس طرح پارس موقع محل دیکھ کر دشمنوں کو ڈاج دے کر اچانک تمہارے پاس آیا کرتا تھا' اسی طرح آؤں گا۔"

"پلیز' کسی طرح آج چلے آؤ۔"

"میرا دل خود چاہتا ہے کہ ابھی تمہارے پاس پہنچ جاؤں لیکن میں ابھی ایک فلائٹ سے ہندوستان جا رہا ہوں۔"

"کیا انڈیا جانا میرے پیار سے زیادہ ضروری ہے؟"

"ہاں۔ بہت ضروری ہے۔ جانتی ہو کیوں؟"

"میں تم سے ناراض ہوں۔ نہیں پوچھوں گی کہ کیوں جا رہے ہو۔"

"اس لیے کہ میرے تجربہ کار ڈاکٹروں نے ٹیلی پیتھی کو ختم کر دینے والی دوا تیار کرلی ہے۔ میں وہ لینے جا رہا ہوں۔"

وہ چونک کر بولی "کیا واقعی؟ کیا وہ دوا تیار ہو چکی ہے؟"

"ہاں۔ میں کل صبح انڈیا پہنچوں گا۔ لیبارٹری جاؤں گا پھر وہاں سے تمام دوائیں پیک کرانے کے بعد رات کی فلائٹ سے واپس آجاؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا وہ دوا میرے بنگلے میں لاؤ گے؟ مجھے لگتا ہے۔ میری ٹیلی پیتھی ختم ہو جائے گی۔"

"جب تک اس دوا کو اسپرے نہیں کیا جائے گا' اس وقت تک ٹیلی پیتھی کا علم متاثر نہیں ہوگا۔ دوا میرے پاس رہے گی لیکن مجھے نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

"کچھ بھی ہو' اسے میرے بنگلے میں نہ لانا۔"

"فکر نہ کرو۔ نہیں لاؤں گا۔"

"تم کس فلائٹ سے جا رہے ہو؟ ہم کم از کم ائرپورٹ پر مل سکتے ہیں۔"

اس نے فلائٹ کا نمبر بتاتے ہوئے کہا "میں بہروپ میں رہوں گا۔ تم مجھے نہیں پہچان سکو گی اور تم بھی اصل روپ میں نہیں آخر ملنے میں ایسی جلدی کیوں کی جائے کہ ہم کسی ناگہانی مصیبت میں پھنس جائیں۔ چند ہی دنوں میں جب میں سب ہی کے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دوں گا تو پھر کسی خطرے کے بغیر ہم آزادی سے مل سکیں گے۔"

ان کا دماغی رابطہ ختم ہو گیا۔ بلی اپنے نئے بنگلے میں تنہا رہ

سوچنے لگی "پارس کی موت کا افسوس تو ہے لیکن یہ اچھا ہوا کہ اس کی موت سے پہلے پورس مجھ پر عاشق ہو گیا تھا۔ اب وہ میرا بن گیا ہے۔ میرا نہ بنتا تو میں پارس کی موت کے بعد تنہا رہ جاتی۔ میں خوش نصیب ہوں کہ اس کی موت کے بعد بالکل اسی کی طرح ذہین' چالاک اور اسی کی شکل والا ساتھی مل گیا ہے۔"

دوسری طرف پورس کا دل واقعی بلی ڈونا پر آگیا تھا۔ وہ ایسی ایلیلی ریشیزہ تھی کہ پورس نے پہلی ملاقات میں ہی سوچ لیا تھا کہ وہ اسے ضرور حاصل کرے گا۔ اسی لیے وہ ہمیشہ ضرورت کے وقت بلی کی مدد کے لیے پہنچ جایا کرتا تھا اور اسے متاثر کیا کرتا تھا۔

وہ پارس سے محبت کرتی تھی۔ اسے پارس سے چھین لینا آسان نہیں تھا لیکن پورس نے بڑی حکمتِ عملی سے رفتہ رفتہ اسے اپنی طرف مائل کرلیا تھا۔ اگر اسے انڈیا نہ جانا ہوتا تو وہ خطرہ مول لے کر بھی اس ایلیلی حسینہ کے پاس پہنچ جاتا۔

وہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا بھی ضرور ہی تھی۔ اس کے ذریعے وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زیر دینا کر اور ان سب کو عام انسان بنا کر اتنی بڑی دنیا میں اکیلا ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ جاتا اور سب پر حکومت کرتا رہتا۔ ازل سے ایسے تمام لوگوں نے تنہا پوری دنیا پر حکومت کے خواب دیکھے ہیں' جنہیں ضرورت سے زیادہ طاقت' ذرائع اور اختیارات حاصل ہوتے رہے تھے۔

پورس نے پلاننگ کی کہ اگر اپنی دنیا کے زبردست لوگوں سے نادیدہ ہونے کی صلاحیتیں چھین لے گا پھر ان کے ٹیلی پیتھی کے علم کو ختم کردے گا تو پھر کوئی اس کے تیز مقابل نہیں رہے گا۔ سپر پاور ممالک بھی اس کے آگے گھٹنے ٹیکتے رہیں گے۔

وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے غیر معمولی ذہانت رکھنے والے ڈاکٹروں کو تلاش کرتا رہا۔ اسے ایسے ہی دو ڈاکٹر اپنے دیس بھارت میں مل گئے۔ اس نے ان ڈاکٹروں کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنالیا۔ وہ ڈاکٹر اس کی پلاننگ کے مطابق لیبارٹری میں تجربات کرنے لگے۔ تقریباً دو برسوں کی مسلسل کوششوں کے بعد ایک ڈاکٹر نے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوا تیار کرلی۔ دوسرے ڈاکٹر نے امید دلائی کہ وہ بھی ٹیلی پیتھی کا علم ختم کرنے والی دوا تیار کرنے کے آخری مرحلے میں ہے اور ایک آدھ ماہ میں اسے کامیابی کی خوش خبری سنائے گا۔

اور اب خوش خبری سننے کے بعد وہ دوا لانے ہندوستان جا رہا تھا۔ اس کے پاس جو فلائنگ کیپسول تھے' وہ ختم ہو گئے تھے ورنہ وہ کیپسول کے ذریعے صرف آدھے گھنٹے میں ہندوستان پہنچ جاتا۔

بہرحال وہ پہنچ گیا۔ بمبئی شہر کے مضافات میں اس نے خفیہ طور پر ایک لیبارٹری قائم کی تھی۔ وہاں ڈاکٹر اس کے منتظر تھے۔ ایک ڈاکٹر نے دوا کا ایک نمونہ اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "میں بہت خوش ہوں۔ میں نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔"

پورس نے پوچھا "کیا تم نے اس دوا کو آزمایا ہے؟"

"جی ہاں۔ آپ نے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قیدی بنا کر رکھا تھا۔ آپ کے آدمی ان میں سے ایک کو پکڑ کر یہاں سے سو کلو میٹر دور لے گئے تھے۔ میں نے وہاں یہ دوا اس پر اسپرے کی۔ پہلے تو بظاہر اس دوا کا اثر نہ ہوا۔ اس قیدی نے پوچھا کہ اس کے ساتھ یہ کیا حرکت کی جا رہی ہے؟ یہ کون سی دوا اسپرے کی جا رہی ہے؟

"دوا اسپرے کرنے کے بعد اسے بمبئی واپس لایا گیا۔ واپس لانے سے پہلے اس سے کہا گیا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو بھی اپنی مدد کے لیے بلا سکتا ہے۔ وہ پریشان ہو کر بولا کہ بڑی دیر سے خیال خوانی کی پرواز کرنے کی کوشش کر رہا ہے مگر کامیابی نہیں ہو رہی۔

"اس طرح یہ معلوم ہوا کہ دوا اسپرے کرنے کے بعد اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹ گیا تھا۔ اسے کمرے میں قید کر کے رکھا گیا تاکہ دوا کی دیرپا تاثیر کا یقین ہو سکے۔ اس قیدی کو یہ کہا گیا کہ جب وہ دوبارہ خیال خوانی کرنے کے قابل ہو گا تو اسے وہاں سے رہا کر دیا جائے گا۔ تقریباً بارہ گھنٹے کے بعد وہ پھر ایک بار خیال خوانی کے قابل ہو گیا۔

"میں آپ کی مرضی کے مطابق یہ دوا بنانے میں کامیاب ہوگیا ہوں لیکن اس کا اثر صرف بارہ گھنٹے تک رہتا ہے۔ جس پر یہ دوا اسپرے کی جائے گی وہ بارہ گھنٹے تک ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رہے گا۔"

"ڈاکٹر! میں نے کہا تھا ایسی دوا تیار کرو' جو ہمیشہ کے لیے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹادے لیکن یہ دوا تو عارضی ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا "بے شک عارضی ہے لیکن میں جلد ہی اس دوا کے فارمولے میں تبدیلیاں کرکے اس کے اثر کو دائمی بنادوں گا۔"

"مجھے یقین ہے ڈاکٹر' تم اسے دائمی بنانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ فی الحال یہ عارضی اثر رکھنے والی دوا بھی میرے بڑے کام آئے گی۔"

وہ دوا کی شیشی کو اٹھا کر بولا "میں اس کے ذریعے تمام مخالفین کو بارہ گھنٹوں تک ٹیلی پیتھی سے محروم رکھوں گا۔ یہ بھی کامیابی ہوگی۔ ان بارہ گھنٹوں کے اندر میں ان پر تنویمی عمل کرکے ان سب کو باری باری اپنا معمول اور تابعدار بنا سکوں گا۔ اپنی تیار کردہ دوا کے فی الحال دو کارٹن پیک کردو۔ باقی یہیں لیبارٹری میں رہنے دو۔ میں ضرورت کے وقت لے جاؤں گا۔"

وہ انہیں حکم دے کر دوسرے ضروری کام سے چلا گیا۔ اس شہر میں اس کے کئی معمول اور تابعدار تھے جن سے وہ ضرورت کے وقت کام لیا کرتا تھا۔

وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ میں نادیدہ گولیاں اور فلائنگ کیپسول چھپا کر رکھتا تھا۔ وہ رہائش گاہ شہر سے بہت دور ایک چھوٹے سے دیہات میں تھی تاکہ کبھی کسی دشمن کو شبہ نہ ہو کہ اس معمولی اجڑے ہوئے مکان میں نادیدہ گولیاں اور فلائنگ کیپسول چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ ہندوستان میں ایسے تین خفیہ اڈے تھے' جہاں اس نے ایسی غیر معمولی چیزوں کو چھپا رکھا تھا۔

وہ شام کو لیبارٹری میں آیا۔ اس کے حکم کے مطابق نئی دوا کے دو کارٹن پیک کردیے گئے تھے۔ اس لیبارٹری میں ڈاکٹروں کے سوا کوئی نہیں آتا تھا۔ پورس وہاں کسی تیسرے کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس نے ڈاکٹروں کو حکم دیا کہ پہلی دواؤں کی طرح اس نئی دوا کو بھی اس کے تینوں خفیہ اڈوں میں لے جاکر چھپا دیا جائے۔

اب اسے ہوائی جہاز سے سفر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے دو دو کارٹن اٹھائے۔ گولی نگل کر نادیدہ بن گیا پھر فلائنگ کیپسول کے ذریعے اسی رات انڈیا سے امریکا پہنچ گیا۔ اس نے بلی سے دماغی رابطہ کرکے دیکھا "میں واپس آگیا ہوں اور اینٹی ٹیلی پیتھی دوا بھی لے آیا ہوں۔"

وہ گھبرا کر بولی "کیا وہ دوا میرے دروازے پر لائے ہو؟"

"گھبراتی کیوں ہو؟ میں تم سے دس کلو میٹر دور ہوں۔ ابھی یہ دوا آزمانے کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پاس جارہا ہوں۔ تم سے پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔"

پورس نے دماغی طور پر اپنے بنگلے میں حاضر ہو کر ایک کارٹن کھولا۔ ان تمام بوتلوں کی دواؤں کو چھوٹے چھوٹے پلاسٹک کے کین میں منتقل کیا گیا تھا تاکہ کین کے ذریعے دوا اسپرے کی جاسکے۔

اس نے اتنے عرصے میں چند امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ لگایا تھا اور ان کی رہائش گاہوں سے بھی واقف تھا۔ اس نے دوا کے دو کین اپنی جیبوں میں رکھے پھر نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بنگلے میں پہنچ گیا۔ وہاں نمودار ہو کر اس نے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دیکھا۔ وہ سو رہا تھا۔ اس نے جیب سے ایک کین نکالا پھر سانس روک کر اس پر دوا اسپرے کی۔ اس کے بعد فوراً ہی نادیدہ ہو کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے اس سے کئی کلو میٹر دور اپنے بنگلے میں آگیا۔ اس سے دور جانے تک پورس نے سانس نہیں لی ورنہ وہ اسپرے کی جانے والی دوا سانسوں کے ذریعے اس کے اندر بھی پہنچ سکتی تھی پھر وہ بھی ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو سکتا تھا۔

اس نے اپنے بنگلے میں پہنچ کر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں جھانک کر دیکھا جس پر ابھی دوا اسپرے کی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اور سوچ رہا تھا "ابھی یہاں کوئی آیا تھا مگر وہ کون تھا؟ کہاں چلا گیا تھا؟"

پورس نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے خیال خوانی کے ذریعے اپنی گرل فرینڈ کے دماغ میں جانا چاہیے۔ شاید وہ جاگ رہی ہوگی۔"

پورس کے مائل کرنے پر وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی گرل فرینڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس سے باتیں کرنے لگا۔

پورس حیرانی سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اس دوا نے اثر نہیں کیا تھا جبکہ ڈاکٹر نے اس دوا کو آزما کر کامیاب قرار دیا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ڈاکٹر سے پوچھا "تم نے کون سی دوا پیک کرکے مجھے دی ہے؟ میں نے اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے پر آزمایا ہے اور مجھے ناکامی ہوئی ہے۔"

ڈاکٹر نے حیرانی سے پوچھا "آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم اس دوا کو کامیابی سے آزما چکے ہیں۔"

پورس نے کہا "تمہارے پاس جو دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا قیدی ہے اس پر دوا آزماؤ۔ میں ابھی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ دونوں ڈاکٹر لیبارٹری آئے۔ وہاں سے دوا کا ایک کین لے کر دوسرے قیدی کے پاس گئے پھر اس پر دوا اسپرے کی۔ پورس اس قیدی کے دماغ میں تھا۔ ڈاکٹر نے ایک منٹ کے بعد اس قیدی سے کہا "خیال خوانی کرو اور اپنے ساتھی قیدی کے دماغ میں پہنچو۔"

وہ قیدی فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے دوسرے ساتھی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پورس نے کہا "ڈاکٹر! تم سے کیسے غلطی ہوگئی ہے۔ پہلی بار تم کامیاب ہوئے۔ وہی دوا اب ہم دونوں استعمال کررہے ہیں اور ناکام ہو رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

وہ دونوں ڈاکٹر اس دوا کا الگ الگ کیمیائی تجزیہ کرنے لگے پھر حیرانی سے بولے "یہ وہ دوا نہیں ہے جو ہم نے بنائی تھی۔ یہ دوسری ہے۔ دوا بدل گئی ہے۔"

پورس نے کہا "لیبارٹری مقفل رہتی ہے۔ کوئی تیسرا یہاں نہیں آتا ہے پھر دوا کیسے بدل گئی؟"

دوسرا ڈاکٹر ایک فائل کھول کر پڑھ رہا تھا۔ اس نے پورس سے کہا "سر! ہم نے دوا کا جو تحریری فارمولا اس فائل میں رکھا تھا' وہ یہاں نہیں ہے۔ کوئی وہ فارمولا لے گیا ہے۔"

"کوئی لیبارٹری کے اندر کیسے آسکتا ہے۔ دوسری دواؤں کو ابھی چیک کرو۔"

وہ دوائیں نکال کر ان کا کیمیائی تجزیہ کرنے لگے۔ حیرانی اور پریشانی سے کہنے لگے "یہ سب فضول سی دوائیں ہیں۔ ہماری بنائی ہوئی تمام اصل دوائیں غائب ہوچکی ہیں۔ اب یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اس بند لیبارٹری میں کوئی آیا تھا۔ دوائیں بھی غائب ہیں اور فارمولا بھی نہیں ہے۔ وہ ہماری برسوں کی محنت پر پانی پھیر گیا ہے۔"

پورس دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ وہ بہت بڑا نقصان اٹھا رہا تھا لیکن اس میں یہ خوبیاں تھیں کہ وہ ناکامیوں سے کبھی مایوس نہیں ہوتا تھا۔ کبھی غصے میں نہیں آتا تھا۔ وہ بڑے ٹھنڈے دماغ سے سوچ رہا تھا' لیبارٹری میں ڈاکا ڈالنے والا کوئی بہت ہی چالاک اور پرا سرار دشمن ہے۔

کون ہے وہ دشمن؟

وہ جو بھی ہے اس دنیا میں کہیں زندہ ہوگا۔ کوئی زندہ شخص ہی چوری کرسکتا ہے۔ یہ تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی خودکشی کرنے والے مُردے نے چوری کی ہوگی۔

مُردے کے لیے مغفرت کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ اس پر چوری کا الزام نہیں لگایا جاتا۔

فلسطین کی جنگ آزادی میں شامل ایک پاکستانی مجاہد کی لازوال سرگزشت

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں ..... جب خون جگر برفاب ہوا

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی

علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کتابی صورت (گیارہ حصوں میں مکمل) میں تیار ہے

قیمت فی حصہ -/۵۰ روپے ـــ ڈاک خرچ -/۱۶ روپے

سات حصے ایک ساتھ منگوانے پر رعایتی قیمت صرف -/۳۵۰ روپے

گیارہ حصے ایک ساتھ منگوانے پر رعایتی قیمت صرف -/۴۵۰ روپے

رعایت حاصل کرنے کے لئے پوری رقم پیشگی بذریعے منی آرڈر ارسال کریں

انسان کے قد کی ایک حد ہوتی ہے' وہ اس حد سے نیچے ہو سکتا ہے' اس حد سے اونچا نہیں ہو سکتا لیکن اس کی ذہانت' صلاحیت اور شخصیت اسے حد سے زیادہ قد آور بنا دیتی ہے۔ اکثر لوگ کچھ نہیں ہوتے لیکن ان کے چاہنے والے انہیں کچھ سے کچھ بنا دیتے ہیں۔ اگر کوئی دکھاوے کے لیے نیکیاں کرنا شروع کردے تو عقیدت مند یہ نہیں دیکھتے کہ وہ نیکیاں کرکے دریا میں ڈال رہا ہے یا ان نیکیوں کو سود سمیت اپنی تجوری میں رکھ رہا ہے۔

پورس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔ وہ ابتدا میں اچانک یوں منظرِ عام پر آیا جیسے اس دنیا سے تمام برائیوں کو مٹاوے گا' جو لوگ نادیدہ بن کر نت نئے جرائم کر رہے ہیں' ان کی نادیدہ بننے والی صلاحیتوں کو مٹاوے گا (اور اس نے مٹا دیا تھا)

پھر اس نے یہ پرچار کیا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی ایک دوسرے کے دوست بن کر نہیں رہ سکتے' یہ ازل سے دستور رہا ہے کہ جن کے پاس ضرورت سے زیادہ طاقت ہوتی ہے' وہ لنگوٹ باندھ کر اکھاڑے میں اتر جاتے ہیں لہٰذا پورس نے سب کی لنگوٹ اتارنے کا فیصلہ کرلیا۔

اس نے اعلان کیا کہ آئندہ ایسی دوا منظرِ عام پر لا رہا ہے جس کے اثر سے ٹیلی پیتھی کا علم ہمیشہ کے لیے مٹ جائے گا۔ پھر کوئی کسی کے اندر کے راز اور اس کی کمزوریاں معلوم نہیں کرسکے گا۔ کسی علم کو مٹانا اچھا عمل نہیں ہے لیکن وہ علم انسانیت کا دشمن بن جائے اور انسانوں کو آپس میں کتوں کی طرح لڑانا شروع کردے تو ایسے علم کا نہ ہونا بہتر ہے۔

پورس اب تک فرشتہ ثابت ہو رہا تھا۔ وہ انسانوں کی دنیا میں دوستی' بھائی چارگی اور امن وامان پیدا کرنے کے لیے ایسے اقدامات کر رہا تھا جیسے آج تک کسی نے نہیں کیے تھے اور جیسے کارنامے کسی نے نہ کیے ہوں اور اچانک کوئی کر بیٹھے تو پھر وہ فرشتہ یا دیوتا لگنے لگتا ہے اور اس کی شخصیت پہاڑ جیسی قد آور ہو جاتی ہے۔ ابھی میں نے کہا تھا کہ کوئی اپنے قد سے اونچا نہیں ہو سکتا لیکن اس طرح ہو جاتا ہے' جس طرح میں بیان کر رہا ہوں۔

میری اس مسلسل داستان میں قارئین نے پورس کے کردار کو بہت پسند کیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ان کی یہ پسندیدگی پورس کو ان کی نظروں میں فرشتہ یا دیوتا نہ بنا دے لہٰذا میں وضاحت کردوں کہ ہماری دنیا میں قد آور بگلا بھگت جیسی شخصیات بنتی بگڑتی رہتی ہیں۔

انسانی زندگی کا ایک کلیہ ہے جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ قوت کا توازن قائم نہ رہے اور کوئی کسی کے مقابلے میں بہت زیادہ طاقت ور ہو جائے اور جسے چاہے اپنے شکنجے میں جکڑ تا رہے تو پھر وہ مغرور' خود سر اور اپنی دنیا کا خدا (نعوذ باللہ) ہو جاتا ہے۔ صرف پیغمبروں کی مثالیں ایسی ہیں کہ وہ ہمیشہ اعتدال میں رہے۔

میری داستان کے اوراق الٹ کر دیکھے جائیں تو معلوم ہوگا کہ میں بھی اپنی ذہانت' جسمانی قوت اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیت حاصل کرنے کے بعد گمراہ ہو گیا تھا۔ ویسے تو میں خود کو ہیرو بنا کر پیش کرتا رہا تھا لیکن ایسی راہوں پر چل پڑا تھا جو فرعونیت کی طرف لے جاتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جسے راہِ راست پر لانا چاہتا ہے اس کے لیے مثبت ذرائع پیدا کردیتا ہے۔ یہ میری انتہائی خوش قسمتی تھی کہ پرنیا صاحب کے ادارے سے میرا رابطہ ہو گیا۔ اس وقت بابا فرید واسطی حیات تھے۔ اس وقت میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بابا فرید واسطی کس انتہا کی روحانیت کو پہنچے ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ ادارہ قائم کیا ہے' وہ ایک دن دنیائے اسلام کا اتنا بڑا دینی مرکز ہوگا کہ دنیا کے سپر پاور کہلانے والے ممالک اس ادارے کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

مجھے فرعونیت کے راستے سے ہٹا کر اس ادارے میں لانے والی ہستی سونیا تھی۔ ان بزرگ کی شخصیت کا رعب اور دبدبہ ایسا تھا کہ مجھ جیسا مغرور اور خودسر ان کے زیرِ اثر آ گیا تھا۔ تب سے اب تک میں اور میرے خاندان کے تمام افراد اس ادارے کے زیرِ اثر ہیں۔ اب ہم تمام قوتوں اور تمام صلاحیتوں کو صرف اپنی مرضی سے استعمال نہیں کرتے ہیں' ہم ادارے سے باہر جہاں بھی جاتے ہیں یا کسی مشن کو پورا کرنا ہوتا ہے تو اس ادارے کے بزرگوں کی ہدایات ہمارے ساتھ ہوتی ہیں جیسا کہ آج کل ہم جناب اسد اللہ تیمرزی کے زیرِ سایہ اس ادارے میں رہ کر ان کی ہدایات کے مطابق عمل کرتے رہتے ہیں۔

اتنی طویل وضاحت کا مقصد یہ ہے کہ میں طاقت کے توازن اور غیر متوازن ہونے کے نتائج پیش کرسکوں۔ ابتدا میں میری بھی ذہانت' صلاحیت اور طاقت مجھے بے لگام بنا رہی تھی۔ اگر اس ادارے میں مجھ پر لگام نہ ڈالی جاتی تو آج میں فرہاد نہیں' فرعون کہلاتا۔ اسی طرح میں نے پورس کی ابتدائی ہسٹری پیش کی ہے۔ وہ بھی میری طرح بڑی بڑی باتیں کرتا تھا۔ دوستی' بھائی چارگی اور امن امان قائم رکھنے کے لیے اور انسانوں کے درمیان دشمنی ختم کرنے کے لیے ایسے اقدامات کر رہا تھا' جس کی ہم توقع بھی نہیں کرسکتے تھے۔

یہ تو ساری دنیا کو متاثر کرنے والی باتیں تھیں کہ وہ سبھی کی نادیدہ بننے والی صلاحیتیں ختم کرچکا تھا۔ اب کوئی بے حیا نادیدہ بن کر کسی کے بیڈ روم میں اور باتھ روم میں نہیں جا سکتا تھا۔ کوئی چور نادیدہ بن کر قتل وغارت گری کا بازار گرم نہیں کرسکتا تھا۔ وہ آئندہ ٹیلی پیتھی کا علم ختم کرنے والا تھا۔ اس طرح کوئی کسی کے اندر چھپا کردہ راز معلوم نہیں کرسکتا تھا جو شرم وحیا اور اخلاقی تقاضوں کے باعث چھپائے جاتے ہیں۔

یوں تو ٹیلی پیتھی کے بہت سے فوائد ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے کسی بیمار اور کمزور کے دماغ میں پہنچ کر اس میں اپنے حالات سے لڑنے کا حوصلہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ کسی ذہنی مریض کے دماغ میں رہ کر اسے مزید پاگل پن سے بچایا جا سکتا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دین وایمان اور اخلاق وتہذیب کو عام کیا جا سکتا ہے لیکن پورس کے نتائج یہ ثابت کر رہے تھے کہ اس علم کے ذریعے دہشت اور نفرت ہر ملک' ہر شہر میں عام ہو رہی تھی۔ ایک دوسرے کو پکڑنے کا سلسلہ ختم ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

ان حالات میں دنیا والے یہی چاہیں گے کہ یہ فسادات پھیلانے والا علم ختم ہو جائے اور جو یہ علم ختم کرنے والا تھا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا دشمن اور ساری دنیا کا دوست نظر آ رہا تھا۔ پورس کو نہ کوئی جانتا تھا اور نہ کوئی اس کے اندر گھس کر اس کی اصلیت معلوم کرسکتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی حرکتوں سے اس کے اصل مقاصد سامنے آسکتے تھے۔ بلکہ اب کچھ سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ بھی ایک انسان ہے اور اپنی طاقت اور غیر معمولی دواؤں کے سہارے سب کو ٹیلی پیتھی سے محروم کرکے خود اس علم کے ذریعے ساری دنیا پر حکومت کرنا چاہتا تھا۔ وہ ابتدا ہی میں سب پر اپنا رعب اور دبدبہ قائم کرچکا تھا۔ قدرتی طور پر بھی پارس کی طرح ذہین اور مکار تھا۔ آثار بتا رہے تھے کہ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا ایک زبردست کردار بننے والا ہے۔

یہ تو ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے کہ جو بھی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا آتا ہے' وہ براہِ راست یا بالواسطہ ہم سے ضرور ٹکراتا ہے۔ پورس نے بھی یہی کوشش کی۔ اس نے ہمارے مقابلے میں اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے پارس کے ہم شکل ہونے کا فائدہ اٹھایا۔

وہ گوشۂ گمنامی سے نکلا اور میدانِ عمل میں آکر بڑی خاموشی اور رازداری سے پارس کی مصروفیات کو سمجھنے لگا۔ اس انتظار میں رہنے لگا کہ کوئی موقع ملے تو پارس کے قریب آنے کی کوشش کرے۔ یہ موقع اس وقت ملا جب بلی ڈونا اپنا چندر مکھی ہیرا حاصل کرنے کے لیے نیویارک آئی اور ائرپورٹ پر اسے دیکھ کر پارس سمجھ بیٹھی۔ اس طرح وہ پہلے پارس کی محبوبہ کے قریب ہو گیا پھر وہ مصیبت میں پھنس گئی اور امریکن ملٹری انٹیلی جنس والوں نے اسے گرفتار کیا تو پورس اسے ان کی حراست سے چھڑا کر لے آیا۔

اس وقت اس نے یہ ظاہر کیا کہ اسے بلی ڈونا سے کوئی ذاتی دلچسپی نہیں ہے جبکہ پہلی نظر میں ہی اس کی نیت خراب ہو گئی تھی۔ اس کے اندر کی بات لیکن کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ وہ جو کہتا تھا اور جو کچھ کرتا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ نیک نیتی سے پارس کے کام آ رہا ہے۔ اس نے بلی ڈونا کو انٹیلی جنس والوں سے اس لیے بچایا کہ وہ پارس کی محبوبہ ہے۔ گویا اس نے پہلی بار پارس پر احسان جتایا۔

اس کا خیال تھا کہ پارس اس احسان کے بدلے اس کا شکریہ ادا کرے گا لیکن اس نے شکریہ کا ایک لفظ ادا نہیں کیا۔ وہ پارس کی تمام عادات اور حرکات وسکنات کو بہت اچھی طرح سمجھتا تھا اس کے باوجود ابھی تجربات اسے بہت کچھ سمجھانے والے تھے۔

دوسری بار پورس کی جان کے لالے پڑ گئے۔ ایک مرحلے پر شی تارا اس کی جان لینے والی تھی۔ پارس نے عین وقت پر اس کی جان بچائی اور صرف یہ کہہ گیا کہ یہ اس کے احسان کا بدلہ ہے۔ یوں پورس کی سمجھ میں آگیا کہ پارس گفتار کا غازی نہیں ہے۔ زبان سے شکریہ ادا نہیں کرتا ہے' عملی طور پر احسان کا بدلہ چکا دیتا ہے۔ اس نے تو بلی ڈونا کو صرف گرفتاری سے بچایا تھا۔ وہ اتنا بڑا احسان نہیں تھا جتنا بڑا احسان پارس نے پورس کی جان بچا کر کیا تھا۔

پورس کو ایک طرح سے پارس کے انداز اور طریقۂ کار کو سمجھنے کا مزید موقع مل رہا تھا۔ وہ آئندہ بھی کسی نہ کسی بہانے پارس کے آس پاس رہنے کا بہانہ ڈھونڈ رہا تھا۔ بلی ڈونا پر دل آیا ہوا تھا اس لیے وہ اسی کا سہارا لے رہا تھا۔ چونکہ پارس نے ایک بار اس کی جان بچائی تھی لہٰذا اس بار اس نے مین کلر اور اس کے آلۂ کاروں سے پارس کی جان بچائی اور ایسا کرنے کے لیے وہ بلی ڈونا کو اس کے بنگلے سے نکال کر پارک میں لے گیا تھا۔ وہاں اس نے پھر ایک بار پارس پر احسان جتایا کہ اس نے شی تارا سے اس کی جان بچائی تھی لہٰذا اس جتنے مین کلر سے اس کی جان بچائی ہے۔

پارس اس کے ارادوں کو سمجھ رہا تھا اور اس انتظار میں تھا کہ اس کے اندر کی بات کھل کر سامنے آجائے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ بلی ڈونا میں دلچسپی لے رہا ہے اور یہ بات بھی اس سے چھپی ہوئی نہیں تھی کہ وہ نادیدہ بن کر بلی کے قریب ہے۔

اس وقت جب کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بلی کے دماغ میں میسلہ لگائے ہوئے تھے' پارس بڑی آسانی سے اسے بے ہوش کرکے کسی دوسری جگہ لے جا سکتا تھا لیکن اس نے بلی سے بہانہ کیا کہ وہ ابھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات نہیں دلا سکے گا۔ اس طرح وہ پورس کو موقع دے رہا تھا۔

پورس اس کی چال کو سمجھ نہیں پایا۔ وہ بلی کو بے ہوش کرکے دوسری جگہ لے گیا۔ وہاں اسے کوما میں رکھ کر کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا پھر ایک موقع پر اسے یقین ہوا کہ وہ اس پر کامیابی سے تنویمی عمل کرسکتا ہے اور جب اس نے عمل کرنا شروع کیا تو ہر دس پندرہ منٹ کے وقفے سے آنے والا پارس بلی کے اندر پہنچ گیا۔

پورس اس کی آمد سے بے خبر رہا۔ وہ بلی کے دماغ میں اپنے عمل کے ذریعے جس قسم کی باتیں نقش کرتا رہا اس سے پہلی بار اس کی منافقت ظاہر ہو گئی۔ پارس نے اس کے تنویمی عمل کے دوران میں مداخلت نہیں کی۔ پورس نے اس کے دماغ کو اس طرح لاک کیا تھا کہ کوئی اس کے اندر نہ آسکے۔ اس نے ایک نئی آواز

اور لب ولہجہ بلی کے ذہن میں نقش کیا تاکہ وہی صرف اس لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ میں رازداری سے آسکے اور اس کی خبر پارس کو بھی نہ ہوسکے۔

پھر وہ وقت آیا جب پورس اپنی ٹیلی پیتھی دوا لانے اینڈیا جانے والا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں خیال خوانی کے ذریعے بلی ڈونا سے باتیں کیں۔ اسے پورا یقین تھا کہ پارس نہ تو اس کے دماغ میں آسکتا ہے' نہ بلی ڈونا کے اندر جاسکتا ہے۔ اس نے گفتگو کے دوران میں بلی ڈونا کو بتایا کہ کس فلائٹ سے اینڈیا جارہا ہے۔

پارس کے لیے اتنی معلومات کافی تھیں۔ وہ نادیدہ بن کر اس فلائٹ پر پہنچ گیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ پورس کو بابا صاحب کے ادارے کے قریب آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی اس لیے اس نے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنانے کے لیے دوا اسپرے نہیں کی تھی۔ پورس سے یہ کہا گیا تھا کہ فی الحال ادارے کی تمام گولیاں اور کیپسول ناکارہ کردی گئی ہیں۔ آئندہ پورس کو آزمایا جائے گا کہ وہ یہ کام نیک نیتی سے کررہا ہے یا بدنیتی سے؟

اور اس کی بدنیتی پر اسی وقت شبہ ہوا تھا جب وہ سخت پہرے کے باوجود آہنی سلاخوں کے پیچھے سے نکل بھاگا تھا۔ دوسری بار شبہ یقین میں بدل گیا جب وہ نادیدہ بن کر شی تارا کے بنگلے میں پہنچا۔ میں' علی' پارس اور ادارے کے تمام افراد اپنے اس وعدے پر قائم تھے کہ ہم نادیدہ بننے والی گولیاں استعمال نہیں کریں گے۔ پورس کی بدنیتی ظاہر ہوتے ہی پارس نے بابا صاحب کے ادارے سے گولیاں اور کیپسول منگوالیے تھے۔

اس طرح بہت عرصے بعد پارس نادیدہ بن کر اس جہاز میں آگیا جس میں پورس سفر کررہا تھا۔ وہ کسی بہروپ میں تھا' آسانی سے پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔ پارس طیارے کے اندر ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہل رہا تھا۔ ایک ایک مسافر کو جانچ رہا تھا اور پورس کو پہچاننے کی کوشش کررہا تھا۔

مسافر کبھی خاموش رہتے تھے' کبھی ضرورت کے وقت ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے۔ وہ قریب پہنچ کر گفتگو کرنے والوں کی آواز اور لب ولہجے پر غور کررہا تھا۔ اسے ایک جوان پر شبہ ہوا۔ اس جوان کے ساتھ ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی اور بہت زیادہ باتیں کررہی تھی۔ پارس اس عورت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے پہلے ہی اندازہ کرلیا تھا کہ اس عورت کے پاس بیٹھا ہوا جوان اس کی باتوں سے بور ہورہا ہے۔ اس نے ایک دوبار اسے بڑی شائستگی سے سمجھایا۔ "محترمہ! پلیز آپ مجھے مخاطب نہ کریں' میں خاموشی پسند کرتا ہوں۔"

عورت نے کہا "تعجب ہے۔ تمہاری عمر کے جوانوں کو تو خوب ہنسنا بولنا چاہیے۔"

"نہ میں ہنسنا چاہتا ہوں' نہ بولنا چاہتا ہوں صرف خاموشی چاہتا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری شادی نہیں ہوئی ہے۔ اگر ہوگئی ہوتی تو تم عورتوں کی باتیں سننے کے عادی ہوجاتے۔"

"آپ کسی نہ کسی بہانے بولتی جارہی ہیں۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں آپ سے کس طرح خاموش رہنے کی درخواست کروں۔ اب میں دعا کررہا ہوں کہ آپ کو چپ لگ جائے اور میری دعا بڑی زبردست ہوتی ہے' ضرور قبول ہوتی ہے۔"

عورت نے اس کے جواب میں پھر کچھ کہنا چاہا لیکن کہتے کہتے رک گئی۔ اسے تعجب ہوا کہ وہ کیوں رک گئی ہے۔ اس نے دوبارہ بارہا بولنا چاہا تو پھر زبان نے ساتھ نہیں دیا۔ وہ کوشش کے باوجود بول سکی۔ اب وہ نہ بول پانے کے باعث پریشان ہورہی تھی۔ پارس نے سمجھ لیا کہ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے بولنے سے روکا جاچکا ہے۔ ابھی اس جوان نے دعوئی کیا تھا کہ اس کی دعا قبول ہوجاتی ہے۔ دعا قبول ہوگئی تھی۔ وہ بول نہیں پارہی تھی۔ اس جوان کے سر پر ہاتھ جوڑ رہی تھی۔ تب اس جوان نے کہا "آپ ابھی بولنے لگیں گی لیکن زبان کھلنے کے بعد میرے پاس بیٹھ کر نہیں بولیں گی۔"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر وعدہ کیا پھر اچانک جیسے اس کی زبان کھل گئی "میں قسم کھاتی ہوں' تمہارے سامنے نہیں بولوں گی۔ اس لمحے سے خاموش رہوں گی۔"

پھر واقعی وہ چپ ہوگئی۔ ایک فقرہ ادا کرنے کے بعد اسے یقین ہوگیا تھا کہ اب وہ بول سکتی ہے۔ ویسے پارس کا کام ہوچکا تھا۔ بلی تھیلے سے باہر آگئی تھی۔ اس کے بعد پھر اس نے پورس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ ممبئی شہر کے مضافات میں اس کی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ وہ کبھی خواب وخیال میں بھی یہ شبہ نہیں کرسکتا تھا کہ پارس کیسی کیسی چالیں چلتا ہوا اس کے اتنے قریب آچکا ہوگا۔ ڈاکٹروں سے اس کی گفتگو سن رہا ہوگا اور نئی اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے بارے میں معلومات حاصل کررہا ہوگا۔

پورس لیبارٹری سے نکلنے کے بعد صبح سے شام تک ممبئی شہر میں مصروف رہا۔ پارس بھی مصروف رہا۔ اینٹی ٹیلی پیتھی دوائیں جس قسم کے کین میں رکھی گئی تھیں' اس نے ویسے ہی سیکڑوں خالی کین اس شہر کے ایک بازار سے خریدے پھر نادیدہ بن کر لیبارٹری میں آیا۔ جب وہ دونوں ڈاکٹر لیبارٹری کو باہر سے لاک کرکے چلے گئے تو اس نے نمودار ہوکر نہایت اطمینان سے اصل جیسی دوائیں بنائیں۔ جتنے کین خرید کرلایا تھا' ان میں وہ دوائیں ڈال کر اسٹور میں گیا۔ جہاں اصلی دوائیں رکھی ہوئی تھیں' اس نے ان میں سے اصلی دوائیں ہٹا کر ان کی جگہ نقلی دوائیں رکھ دیں۔ پھر ان سے تمام اصلی دوائیں نکال کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے تیس کلومیٹر دور ایک جنگل میں پہنچ گیا۔ وہاں اس نے دواؤں کے کارٹن گھنی جھاڑیوں میں چھپادیے۔

پورس شام کو لیبارٹری آکر دواؤں کے دو مطلوبہ کارٹن لے کر امریکا چلا گیا۔ لیکن پارس وہاں مصروف رہا۔ اس نے اسی جنگل کے قریب ایک چھوٹے سے شہر میں پہنچ کر ایک ایسے شخص کو ٹریپ کیا جو آدم بے زار تھا۔ اپنے مکان میں تنہا رہتا تھا۔ اس نے اس شخص پر خوبی عمل کرکے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی کہ وہ اس کے مکان کے ایک کمرے میں بیس کارٹن رکھے رہیں گے۔ ان کی موجودگی کو وہ نظرانداز کرتا رہے گا اور کبھی انہیں کھول کر نہیں دیکھے گا۔

پورس نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے صرف دو کارٹن اٹھا کر لے گیا تھا۔ پارس بیک وقت بیس کارٹن نہیں لے جاسکتا تھا۔ اس لیے انہیں چھپا کر رکھنے کے لیے اسے وہ خفیہ اڈا بنانا پڑا تھا۔ ان معمولیات سے فارغ ہوکر وہ بھی اپنے ساتھ... فی الحال دو کارٹن لے گیا تھا۔

پورس نے امریکا پہنچ کر جب اس دوا کو آزمایا تو پتا چلا کہ بہت بڑا دھوکا کھایا ہے۔ اینڈیا سے اصلی دوا لے کر چلا تھا۔ امریکا پہنچ کر وہ دوا نقلی ہوگئی۔ وہ فلائنگ کیپسول کے ذریعے نادیدہ بن کر وہ دو کارٹن ساتھ لایا تھا۔ راستے میں کوئی اس کا ہمسفر نہیں تھا۔ کوئی اس کی اصلی دواؤں کو کسی بھی چالبازی سے بدل نہیں سکتا تھا۔

پورس نے خیال خوانی کے ذریعے ڈاکٹروں سے رابطہ کیا۔ لیبارٹری میں جو دوائیں اسٹور میں رکھی گئی تھیں' انہیں چیک کرنے کا حکم دیا۔ انہیں ڈاکٹر نے چیک کیا اور بتایا کہ وہ تمام دوائیں بدل دی گئی ہیں۔ وہ اصل دوائیں نہیں ہیں' جنہیں ڈاکٹر نے شب وروز کی محنت سے تیار کیا تھا۔

پھر پتا چلا کہ فائل میں سے دواؤں کا فارمولا بھی چوری ہوگیا ہے۔ کوئی شاطر چور اس لیبارٹری میں آیا تھا' وہ کون ہوسکتا ہے؟

پورس کی عقل گھوم پھر کر ایک ہی بات کہتی رہی کہ ایسا شاطر صرف پارس ہوسکتا ہے لیکن وہ تو مرچکا ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے پھانسی کے پھندے سے لٹکتے دیکھا تھا۔ اس کی آواز اور لب ولہجے کو گرفت میں لے کر کئی بار وہ اس کے پاس گیا اور ہر بار اس کا دماغ مردہ ثابت ہوا۔ اگر زندہ رہتا تو وہ دماغ پورس کی سوچ کی لہروں کو ضرور قبول کرتا۔

اس کی معلومات کے مطابق ہی اور اور میری فیملی کے تمام افراد اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس کی لاش ڈھونڈ رہے تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس نے کس ملک کے کس شہر کے کس مکان کے اندر خودکشی کی ہے۔

کئی ممالک میں ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے کہا جارہا تھا کہ کسی خودکشی کرنے یعنی پھانسی لگا کر مرنے والے جوان کی لاش کسی مکان کے اندر پائی جائے تو فوراً قریبی پولیس اسٹیشن میں اطلاع دی جائے۔ ایسی کسی لاش کو پولیس کے علم میں لائے بغیر دفن نہ کیا جائے۔

اس طرح اعلان کرنے کے نتیجے میں پتا چلا کہ ہماری دنیا میں نوجوان زیادہ خودکشی کرتے ہیں۔ کچھ عشق میں ناکام ہوکر' کچھ بے روزگاری سے مجبور ہوکر اور اپنے مسائل کے حل نہ پاکر اپنی جان دے دیتے ہیں۔ کئی ممالک کے کئی گھروں سے خودکشی کرنے والوں کی لاشیں پولیس والوں کے سامنے پیش کی گئیں۔ سیٹلائٹ کے ذریعے ٹی وی اسکرین پر بار بار پارس کی تصویر دکھائی جارہی تھی۔ جو لاشیں پولیس والوں کے سامنے لائی جارہی تھیں' ان کی شکلیں پارس سے مختلف تھیں۔ ان لاشوں کے چہروں کو اچھی طرح چیک کیا گیا۔ خیال تھا کہ خودکشی کے وقت پارس اصلی چہرے کے ساتھ نہیں ہوگا۔ کسی بہروپ میں ہوگا۔

تین مختلف ممالک میں تین ایسی لاوارث لاشیں ملیں جن کے چہروں پر یا تو چاقو کے زخموں کے نشان تھے یا تیزاب کے ذریعے ان کی صورت بگاڑ دی گئی تھی۔ ان میں سے کسی کے چہرے پہچانے نہیں جاتے تھے۔ جس لاش کا چہرہ تیزاب سے بگاڑا گیا تھا وہ قد اور جسامت میں پارس کے جیسا تھا۔ میں نے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے تسلیم کرلیا کہ وہی پارس کی لاش ہے۔ ہم نے اس لاوارث لاش کو تمام آخری رسومات کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کے قبرستان میں دفن کردیا۔

اس کے بعد پورس کے لیے اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے کسی شبے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ بلی نے کہا "پورس! اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ جب وہ زندہ تھا تو مجھے ایک رات یا ایک دن سے زیادہ تنہا نہیں چھوڑتا تھا۔ دور جاکر بھی میری خیریت معلوم کرتا رہتا تھا لیکن تم نے تو مجھے بالکل ہی تنہا چھوڑ دیا ہے۔ میرے پاس کیوں نہیں آرہے ہو؟"

"تم جانتی ہو کہ میں کتنا بڑا نقصان اٹھاچکا ہوں۔ میری تمام دوائیں ناکارہ ثابت ہوئی ہیں۔ کسی نے مجھ سے زبردست فراڈ کیا ہے۔ میں اس شاطر کو زیادہ دنوں تک چھپنے نہیں دوں گا۔ اسے ضرور بے نقاب کروں گا۔"

"ایسا تم میرے ساتھ رہ کر بھی کرسکتے ہو۔ ہم دونوں مل کر اس شاطر کی شہ رگ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"ہم ساتھ رہیں گے تو وہ ہماری شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔ جو میرے دیس بھارت میں پہنچ کر میری خفیہ لیبارٹری میں گھس کر میری تمام غیر معمولی دواؤں کو دو نمبر بنا سکتا ہے' کیا وہ ہمارے بیڈ روم میں گھس کر ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا؟"

"پتا نہیں' وہ کمبخت کون ہے۔ پارس سے نجات ملی ہے تو یہ ہمارے لیے عذاب بن گیا ہے۔ اس طرح تو ہم کبھی ایک چھت کے نیچے نہیں مل سکیں گے۔"

"ہم ضرور ملیں گے۔ ذرا صبر کرو۔ کچھ معلوم تو ہونے دو کہ آخر وہ کون شاطر ہے؟"

پورس جب ٹیلی پیتھی کی دنیا میں منظرِ عام پر آیا تو اس کا

ابتدائی طریقۂ کار درست تھا۔ اگر وہ پارس سے دور رہ کر بلی کے ذریعے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہتا اور خود کو دوست ظاہر کرنے کے لیے وہ بلی کے ذریعے اس پر احسانات کرتا رہتا اور بلی پر تنویمی عمل کرکے اسے پارس سے چھیننے کی نادانی نہ کرتا تو کبھی اتنا بڑا نقصان نہ اٹھاتا۔

پارس تو جیسے کو تیسا کے اصول پر عمل کر رہا تھا۔ جب تک پورس احسان کرتا رہا' وہ اس کے ہر احسان کا بدلہ چکاتا رہا جب اس نے اس کی محبوبہ کو چھین لیا تو اس نے بھی اس کی تمام غیر معمولی دوائیں چھین لیں۔

اور اس انداز سے چھین لیں کہ پورس کبھی ایک خودکشی کرنے والے مُردے کو الزام دے ہی نہیں سکتا تھا۔ اس مُردے نے اسے بہت بڑا شاک پہنچایا تھا۔ اس کے بعد جو دوسرا شاک پہنچنے والا تھا' اس کا ذکر اب ہو رہا ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے' نتاشا بھی الپا اور شی تارا کی طرح زیادہ قوتیں حاصل کرنے کے لیے فرانس کے میجرٹی ہنٹر کو ٹریپ کرنے کے کامیاب مرحلے میں پہنچ چکی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے میجرٹی ہنٹر کے خاص ماتحت اور ایک خاص ملازم کے دماغوں پر قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ ان کے ذریعے رات کو کھانے کے وقت میجرٹی ہنٹر کے کھانے کی ایک ڈش میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا چکی تھی جس کے نتیجے میں وہ خود کو کمزور محسوس کرنے لگا تھا۔

کھانے کے بعد وہ چند افسر دوستوں کے گھر جا کر رمی کھیلنا چاہتا تھا لیکن کمزوری کے باعث نہ جا سکا۔ بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ نتاشا اسے گہری نیند سلا کر اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ اسے اپنا معمول بنا کر پہلے یہ معلوم کیا کہ فرانس کے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' وہ کتنے شہروں میں ہیں' ان کے نام' پتے اور فون نمبرز کیا ہیں۔

اس نے یہ تمام معلومات نوٹ کرنے کے بعد اس کے دماغ میں ایک نئے لب ولہجے کو نقش کیا۔ اسے حکم دیا کہ اب وہ شی تارا کا تابعدار نہیں رہے گا۔ شی تارا یا کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر انہیں بھگا دیا کرے گا۔ نتاشا جب بھی اس نئے لب ولہجے کے ساتھ آئے گی تو وہ اسے خوش آمدید کہے گا اور اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔

اس نے اپنی دانست میں اس پر مکمل تنویمی عمل کیا۔ اسے شی تارا سے نجات دلائی اور اسے ہر پہلو سے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔ میجرٹی ہنٹر بہت اہم شخص تھا' وہ اس کے اندر رہ کر پورے فرانس پر اس طرح حکومت کر سکتی تھی جیسے کچھ عرصے پہلے الپا کے دماغ میں رہ کر اسرائیل پر حکومت کرتی رہی تھی۔

اس کے بعد وہ میجرٹی ہنٹر کے ایک دست راست ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں آئی۔ اس نے نتاشا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ نتاشا نے حیرانی سے پوچھا "تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتے ہو۔ پھر مجھے کیوں محسوس نہیں کر رہے ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں کئی بار خیال خوانی کی پرواز کر کے صاحب کے پاس جانے کی کوششیں کرتا رہا ہوں۔ پتہ نہیں کیا ہے' میں ٹیلی پیتھی کا علم استعمال نہیں کر پا رہا ہوں۔"

نتاشا نے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہارے اندر ٹیلی پیتھی کا علم مٹ چکا ہے؟"

"مجھے ایسا ہی لگ رہا ہے۔ میں پھر ایک بار کوشش کرتا ہوں۔"

اس نے میجرٹی ہنٹر کے لب ولہجے کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی کوشش کی لیکن نہ کر سکا۔

نتاشا پریشان ہو کر سوچنے لگی "کیا پورس نے اپنی ٹیلی پیتھی تیار کر لی ہے؟ کیا میجرٹی ہنٹر کا دست راست اسی دوا کے ذریعے ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گیا ہے؟"

وہ واپس میجرٹی ہنٹر کے دماغ میں آئی۔ وہ اسے تنویمی نیند میں گئی تھی لیکن وہ جاگ رہا تھا۔ دماغی توانائی کے لیے ایک کیپسول کھانے کے بعد پھل کھا رہا تھا اور دودھ پی رہا تھا۔

یہ حیرانی کی بات تھی کہ اس کے معمول اور تابعدار نے اس کے حکم کے مطابق تنویمی نیند پوری نہیں کی تھی۔ وہ حکم کر کے تو اس کے بعد ہی اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے مخاطب کیا "میرا کیا تمہیں یاد ہے کہ ابھی میں نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا؟"

"ہاں۔ یاد ہے۔ تم وہ تمام بکواس کر رہی تھیں جو تنویمی کرنے والے کیا کرتے ہیں۔ شاید تمہیں عمل کرنا نہیں آتا ہے۔"

"ذرا سوچو میجر! تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے انہیں بھگا دیتے ہو پھر سانس روک کر مجھے کیوں نہیں بھگا رہے ہو؟"

"یہی میں سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ پہلی بار تمہارے آتے ہی میں نے تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کیا ہے؟"

"کیا تم خیال خوانی کرکے میرے دماغ میں آ سکتے ہو؟"

"تم بلا رہی ہو تو ابھی آ رہا ہوں۔"

اس نے نتاشا کے لب ولہجے کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرنے کی کوششیں کرنے لگا۔ نتاشا کو اب یقین ہو گیا کہ پورس فرانس کے ان تمام علاقوں میں دوا اسپرے کر رہا ہے' جہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے رہتے ہیں۔

اس نے میجرٹی ہنٹر کے دماغ سے جتنے فرانسیسی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کیے تھے' ان سب کے دماغوں میں باری باری جا کر معلوم کرنے لگی۔ یہ تصدیق ہوتی گئی کہ ان سب کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دیا گیا ہے۔

نتاشا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی "میرے مقدر میں ناکامیاں کیوں ہیں؟ آج میں میجرٹی ہنٹر اور اس کے تمام ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغ پر قبضہ جما کر اتنے بڑے ملک فرانس کی حکمران بن سکتی تھی لیکن عین وقت پر پورس نے اس ملک میں ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دیا ہے۔"

نتاشا کو اپنی فکر نہیں تھی۔ وہ اپنی ٹیلی پیتھی دوا کے اثر سے محفوظ رہنے کے لیے امریکا چھوڑ چکی تھی اور ایک چھوٹے سے ملک کے ایک گمنام علاقے میں رہائش اختیار کر چکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ پورس اپنی نئی دوا کے ساتھ اس علاقے تک نہیں آئے گا۔

اسے پورس کا خوف نہیں تھا۔ اپنی ناکامی کا صدمہ تھا۔ وہ کامیابی کی بلندیوں پر پہنچتے پہنچتے پھر نیچے اپنے مقام پر آ گئی تھی۔ اس نے غصے سے پورس کے لب ولہجے کو گرفت میں لیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "سانس نہ روکنا۔ میں نتاشا بول رہی ہوں۔"

"ہاں بولو۔ کیوں آئی ہو؟"

وہ جل کر بولی "تمہیں مبارک باد دینے آئی ہوں۔ آخر تم نے اپنی ٹیلی پیتھی دوا کا استعمال شروع کر دیا ہے اور پہلا حملہ فرانس پر کیا ہے۔"

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"تم انکار کرو گے یا انجان بن کر رہو گے تو حقیقت بدل نہیں جائے گی۔ میجرٹی ہنٹر اور اس کے تمام ماتحت ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو چکے ہیں۔"

پورس یہ سن کر چونک گیا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ نتاشا کس حد تک درست کہہ رہی ہے؟ اس نے کہا "ابھی میرے دماغ سے جاؤ۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گا۔"

"مجھ سے رابطہ کرنے کی زحمت نہ کرنا۔ میں اب امریکا میں نہیں ہوں۔ ایک ایسی جگہ ہوں' جہاں تمہاری وہ دوا بھی تک نہیں پہنچ سکے گی۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ پورس نے حیرانی اور پریشانی سے سوچا "میں اصلی دوا انیڑا سے لے کر آیا تھا۔ وہ امریکا پہنچ کر نقلی ہو گئی۔ وہ شاطر بھی میری لیبارٹری سے اصلی دوا لے کر آیا ہے اور اب اسے فرانس میں استعمال کر چکا ہے۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے میجرٹی ہنٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھے تو یہ بات سچ نکلی کہ وہ اپنے تمام ماتحتوں سمیت ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو چکا ہے۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا "میرے خلاف جو بھی شاطر ہے' وہ قیامت کی چال چل گیا ہے۔ میں اس دنیا سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹانے کا اعزاز حاصل کرنا چاہتا تھا اور میں تنہا ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے مالا مال ہو کر سب پر حکومت کرنا چاہتا تھا لیکن وہ شاطر یہ کامیابیاں حاصل کر رہا ہے۔ ہے بھگوان! آخر وہ کون ہے؟"

اب اسے سب سے پہلے اپنی فکر ہوئی۔ عقل نے سمجھایا' اس شاطر نے اسے انیڑا جاتے اور امریکا واپس آتے دیکھا ہے۔ ہو سکتا ہے' وہ اس کی رہائش گاہ اور اس کے علاقے سے واقف ہو۔ وہ ایسی جگہ آ کر دوا اسپرے کرے گا تو اسے بھی ٹیلی پیتھی سے محروم کر دے گا۔

وہ اسی وقت گولی نگل کر نادیدہ ہو گیا۔ پھر اس رہائش گاہ کو چھوڑ کر کسی نامعلوم منزل کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت اس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

اسے آواز سنائی دی "میں ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔ تم مجھے نہیں جانتے ہو۔ ہمیں نتاشا کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ تم اپنی ٹیلی پیتھی دوا کا استعمال شروع کر چکے ہو۔"

وہ ناگواری سے بولا "میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹانے والی دوا میرے پاس نہیں ہے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے میجرٹی ہنٹر کے خیالات پڑھ چکے ہیں۔ تم نے فرانس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ناکارہ بنا دیا ہے۔ ان بے چاروں کو اتنے بڑے غیر معمولی علم سے محروم کر دیا ہے۔"

پورس سانس روک کر اسے بھگانا چاہتا تھا۔ اسی لمحے شی تارا کی آواز سنائی دی۔ وہ بولی "میں تم لوگوں کی باتیں سن رہی ہوں۔ یہ درست ہے۔ مجھے بھی نتاشا نے بتایا تھا اور میں بھی میجرٹی ہنٹر کے خیالات پڑھ چکی ہوں۔ وہ میرا معمول اور تابعدار تھا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر فرانس کی حکمران بنی ہوئی تھی۔ تم نے مجھے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ تم آخر کب تک روپوش رہو گے؟ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

پورس نے کہا "تم سب میری بات کا یقین کر لو یا نہ کرو۔ ٹیلی پیتھی کو مٹا دینے والی دوا میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے فرانس میں وہ دوا اسپرے نہیں کی ہے۔ میرے مقابلے میں ایک شاطر پیدا ہو گیا ہے اور وہی کام کر رہا ہے' جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔"

شی تارا نے کہا "تم بڑی رازداری سے دوا تیار کر رہے تھے۔ اب تم کوئی کہانی سناؤ گے کہ وہ شاطر کس طرح تمہارا راز جان گیا ہے اور تمہیں لوٹا کر تم سے وہ دوائیں چھین کر لے گیا ہے۔"

"میں تم سب پر لعنت بھیجتا ہوں۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

اس نے سانس روک کر سب کو اپنے دماغ سے بھگا دیا۔ شی تارا آشرم کے ایک ائرکنڈیشنڈ کمرے میں دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ وہ وہاں بڑی شان وشوکت سے زندگی گزار رہی تھی۔ سوامی تلک رام بھانیا اس پر بڑا مہربان تھا۔ اس کے رہنے سہنے' بھگتی اور گیان حاصل کرنے کے سلسلے میں اس کی راہنمائی کر رہا تھا۔ اس نے اسے مخاطب کیا "سوامی جی! ابھی پتا چلا ہے کہ پورس نے فرانس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس علم سے محروم کر دیا ہے۔ میرا معمول اور تابعدار میجرٹی ہنٹر بھی خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔"

سوامی تلک رام بھانیا نے کہا "یہ اچھی بات ہے کہ اس نے

وہ دوا تیار کرلی ہے اور دوا کامیاب ثابت ہورہی ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا یہ اچھی بات ہے؟ وہ ہمارے ٹیلی پیتھی کے علم کو نقصان پہنچائے گا۔"

"میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ وہ خواہ کتنی ہی دوا اسپرے کرلے' وہ دوا آشرم کے اس حصے تک اثر دکھانے نہیں آئے گی' ہم محفوظ رہیں گے۔"

"آپ بھی آشرم میں موجود نہیں رہیں گے تو وہ نادیدہ بن کر یہاں آسکتا ہے۔"

"نہیں آئے گا۔ پورس ہمارے دھرم سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"سوامی جی! آپ بہت سی باتیں گیان سے جان لیتے ہیں۔ کیا یہ جان سکتے ہیں کہ پارس واقعی مرچکا ہے؟"

"تمہیں اس کی موت کا یقین کیوں نہیں ہے؟"

"میں اس کی ایک غیر معمولی صلاحیت کو جانتی ہوں۔ وہ چشم زدن میں اپنا لب ولہجہ بدل کر سابقہ لب ولہجے کے ذریعے اپنے دماغ کو مُردہ ثابت کرتا ہے۔ جو بھی سابقہ لب ولہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں جانا چاہتا ہے' اسے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اب اس لب ولہجے والا اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ اس کا دماغ مردہ ہوچکا ہے۔ وہ کئی بار ایسی حرکتیں کرکے مجھے بے وقوف بنا چکا ہے۔"

سوامی جی نے کہا "تم پھر اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرو' ہمیں تمہارے اندر رہ کر حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

شی تارا نے پارس کے لب ولہجے کو اچھی طرح گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی لیکن اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ سوامی نے کہا "اس طرح ثابت ہورہا ہے کہ وہ مرچکا ہے۔"

"اگر وہ مرچکا ہے تو اس کی آتما اسی دنیا میں ہوگی۔ کیا دادی ماں اپنی آتما شکتی سے پارس کی آتما سے ملاقات کرسکتی ہیں؟"

سوامی نے آنکھیں بند کرکے اپنی دادی ماں کا دھیان کیا۔ دوسرے ہی لمحے میں شی تارا اور سوامی نے نیلماں کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی "موت کے بعد آتمائیں پرلوک سدھار جاتی ہیں۔ جو آتمائیں بے چین ہوتی ہیں اور موت کے بعد بھی اس دنیا والوں سے کچھ حاصل کرنا چاہتی ہیں' وہ اسی دنیا میں بھٹکتی رہتی ہیں۔ اگر پارس کی آتما بے چین ہوگی اور اسی دنیا میں بھٹک رہی ہوگی تو میں اسے دیکھ لوں گی۔"

شی تارا نے پوچھا "دادی ماں! آپ کب تک پارس کی آتما کو دیکھ سکیں گی؟"

"جب میں گیان دھیان والے کمرے میں جاؤں گی اور میرے شریر (جسم) سے آتما پرواز کرے گی تو میں پارس کی بھٹکنے والی آتما سے ضرور مل سکوں گی۔ ابھی انتظار کرو' میں آرام کررہی ہوں۔"

"سوامی جی نے مجھے یقین دلایا ہے کہ پورس ہماری ٹیلی پیتھی کے علم کو ختم نہیں کرسکے گا۔ میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ کیا آپ اسے اپنے زیر اثر نہیں لاسکتیں؟"

نیلماں نے کہا "پورس ہمارے دھرم والا ہے۔ وہ ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ تم اس کے لیے چیلنج بن گئی تھیں اس لیے وہ تمہارا دشمن بن گیا تھا۔ آئندہ اس سے دوستانہ رویہ اختیار کرو۔ جب تک تم ہماری پناہ میں ہو' وہ تمہیں نظرانداز کرتا رہے گا۔"

شی تارا نے سرجھکالیا۔ نیلماں کی طرف سے خاموشی رہی۔ سوامی نے کہا "دادی ماں جاچکی ہیں۔ اب تمہیں پورس کی طرف سے مطمئن ہوجانا چاہیے۔"

"اب میں مطمئن ہوں لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ پہلے وہ ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹانے کے بڑے دعوے کررہا تھا۔ اب اس نے مٹانا شروع کیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ کہہ رہا ہے کہ اس کے پاس اینٹی ٹیلی پیتھی دوا نہیں ہے۔ کوئی دوسرا شخص اس علم کو مٹانے والی حرکتیں کررہا ہے۔"

سوامی نے کہا "پورس جو کررہا ہے' اس سے انکار کررہا ہے۔ یہ اس کی حکمتِ عملی ہوگی۔ تم دیکھتی جاؤ کہ کیا ہورہا ہے اور آئندہ کیا ہونے والا ہے۔"

○☆○

پورس فلائنگ کیپسول کے ذریعے امریکا سے دور ایک جزیرے میں آگیا تھا۔ وہاں اس نے نمودار ہوکر ایک ہوٹل میں اپنے لیے کمرا حاصل کیا۔ پھر کمرے میں آرام سے بیٹھ کر ٹیلی ڈونا کو مخاطب کیا "ہیلی! میں نے امریکا چھوڑ دیا ہے۔ ایک ایسی جگہ آگیا ہوں' جہاں وہ دشمن اور اس کی دوا نہیں پہنچ سکے گی۔"

"تم مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاسکتے تھے لیکن یہاں تنہا چھوڑ گئے ہو۔"

"مجھ سے شکایت کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ اسی وقت شہر چھوڑ دو۔ کسی دوسرے ملک میں جاؤ۔ اگر کسی فلائٹ میں جگہ نہ ملے تو فلائنگ کلب کے کسی طیارے یا ہیلی کاپٹر کے ذریعے امریکا کی کسی ریاست میں جاؤ اور وہاں کسی چھوٹے سے غیر معروف شہر میں رہائش اختیار کرو۔"

وہ گفتگو کے دوران میں سفر کی تیاریاں کررہی تھی اور اپنا ضروری سامان ایک اٹیچی میں رکھ رہی تھی۔ پھر وہ اپنی کار میں بیٹھ کر فلائنگ کلب کی طرف جاتے ہوئے بولی "مجھے برا ڈورنگ رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ شاطر چپ چپ کر مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرا پیچھا کررہا ہے۔"

"تمہیں خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ پوری طرح ہوش حواس میں رہ کر سفر کے دوران میں آس پاس کے لوگوں کو جانچنے کی کوششیں کرتی رہو۔ میں نے تم پر ایسا تنویمی عمل کیا ہے کہ کوئی تمہارے دماغ میں نہیں آسکے گا۔ کوئی تمہیں ٹیلی ڈونا کی حیثیت سے نہیں پہچان سکے گا۔ اب میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہنا چاہتا ہوں۔ کوئی اہم ہو تو مجھ سے رابطہ کرو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس کے اندر ایسی بے چینی بھر گئی تھی کہ وہ سکون سے نہ بیٹھ سکتا تھا' نہ لیٹ سکتا تھا۔ اس کی پہلی اور آخری خواہش ایک ہی تھی کہ اس شاطر کا سراغ مل جائے۔ وہ پارس جو اس کی آنکھوں کے سامنے خودکشی کرچکا تھا' اس پر وہ شبہ نہیں کرسکتا تھا لیکن عقل اسے سمجھا رہی تھی۔ ایسی چالاکی اور موقع بھی مکاری سے وہ دوا میں اس سے چھین سکتا ہوں یا پھر سونیا اور علی وغیرہ ہی ایسا کرسکتے ہیں۔

پورس ہر پہلو سے غور کررہا تھا اور ہر پہلو سے یہی بات سمجھ میں آرہی تھی کہ میں یا میری فیملی کا کوئی فرد ہی اتنی زبردست مکاری کے ذریعے اسے ہیرو سے زیرو بنا سکتا ہے۔

پہلے اس نے سوچا کہ مجھ سے رابطہ کرے اور مجھے مرحوم بیٹے کی قسمیں دے کر سچ بولنے پر مجبور کرے پھر اس نے سوچا' اگر ہم مکار ہیں تو بڑی مکاری سے اسے نال دیں گے اور وہ حقیقت معلوم نہیں کرسکے گا۔ لہٰذا ذرا صبر سے یہ مشاہدہ کرنا ہوگا کہ وہ آئندہ کیا کرنے والے ہیں۔ اگر انہوں نے سب ہی کے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹایا اور اپنے علم کو برقرار رکھا تو ثابت ہوجائے گا کہ وہ سب کو ٹیلی پیتھی سے محروم کرکے خود اس علم کے ذریعے سب پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔

○☆○

جب کبھی اہم اور پیچیدہ مسائل درپیش ہوتے ہیں تو بڑے بڑے ممالک کے اکابرین خفیہ اجلاس منعقد کرتے ہیں اور ان پیچیدہ مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں۔ ایسے ہی ایک اجلاس میں امریکا کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران ایک بند کمرے میں پارس کے متعلق گفتگو کررہے تھے۔

وہ کئی ماہ پہلے یہ چیلنج کرچکا تھا کہ اس دنیا سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹادے گا۔ جو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں وہ اس علم سے محروم ہوجائیں گے۔ اس سے پہلے پورس نے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو کسی دوا کے ذریعے ناکارہ بنادیا تھا۔ اس لیے سب کو یقین تھا کہ پورس اپنے دوسرے چیلنج کو بھی پورا کرکھائے گا۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "وہ اپنی زبان کا دھنی ہے۔ جو کہا تھا' وہ کرکھایا ہے۔ اس نے پہلے حملے میں میجر ٹی ہنٹر اور اس کے ماتحتوں کو ٹیلی پیتھی سے محروم کردیا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "ویسے تو یہ ہمارے لیے خوشی کی بات ہے کہ فرانس جیسا بڑا ملک ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خالی ہوچکا ہے اور ہم سے وہ آئندہ کترا رہے گا۔ لیکن پورس اس دوا کو ہمارے خلاف استعمال کرنے یہاں بھی آسکتا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "اس نے نادیدہ گولیوں کو ناکارہ بنانے کے دوران میں کسی بھی بڑے ملک سے سمجھوتا نہیں کیا تھا۔ اس بار بھی وہ کسی کو نہیں بخشے گا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی یہ علم چھین لے گا۔"

"فی الحال ہمیں اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے نامعلوم مقامات کی طرف منتقل ہوچکے ہیں۔ پورس انہیں تلاش کرتا رہ جائے گا۔ صرف دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے پاس ہیں تاکہ ہم ان کے ذریعے اپنے روپوش رہنے والوں سے رابطہ کرسکیں۔"

"ہم نے یہ طے کرلیا ہے کہ ہمیں اس سے کس طرح گفتگو کرتے ہوئے اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہیے۔ لہٰذا جیری ویکس کو پیغام بھیجا جائے۔"

جیری ویکس اور جان ریکسن نامی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکا میں رہ گئے تھے۔ جیری ویکس نے اپنے اکابرین کے حکم سے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پورس کے پاس پہنچ کر بولا "پلیز' آپ سانس نہ روکیں۔ پہلے میری بات سن لیں۔"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔ آپ کو اپنے اکابرین کا پیغام سنانا چاہتا ہوں۔"

"اب سے پہلے بھی تم آئے تھے اور اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے سلسلے میں بکواس کررہے تھے۔"

"تو سر! وہ میں نہیں تھا۔ وہ جان ریکسن تھا۔ میرا نام جیری ویکس ہے۔ میں عرض کرنے آیا ہوں' امریکا میں ہمارے اکابرین ایک اجلاس میں آپ کی شرکت کے متمنی ہیں اور آپ کا انتظار کررہے ہیں۔"

"تمہارے اکابرین کے اجلاس سے میرا کیا تعلق ہے۔ میں وہاں کیوں جاؤں؟"

"یوں تو آپ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ نہ جانا چاہیں تو ہم آپ کو مجبور نہیں کرسکیں گے لیکن یہ ہماری التجا ہے۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے چلے آئیں۔"

"یہ اجلاس امریکا میں کہاں ہورہا ہے؟"

"آپ میرے دماغ میں تشریف لے آئیں۔ میں ابھی آپ کو وہاں لے چلوں گا۔ وہ سب آپ کے منتظر ہیں۔"

پورس اس کے دماغ میں آیا۔ وہ اپنے اکابرین کے اجلاس میں دماغی طور پر حاضر ہوکر بولا "حضرات! پورس صاحب اس وقت

میرے دماغ میں موجود ہیں اور میری زبان سے گفتگو کریں گے۔"

پورس نے جیری ویکس کی زبان سے پوچھا "آپ حضرات نے مجھے کیوں یاد کیا ہے؟"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے جیری ویکس کو دیکھا پھر کہا "یہاں آپ کے لیے ایک کرسی خالی ہے۔ تشریف رکھیں۔"

"میں اپنے گھر کے ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھا ہوا ہوں۔ ویسے جیری، تم بیٹھ جاؤ۔"

جیری ویکس ایک خالی کرسی پر اپنے اکابرین کے برابر بیٹھ گیا۔ ایک افسر نے کہا "مسٹر پورس! آپ بہت باکمال ہیں۔ آپ کی جتنی تعریفیں کی جائیں، کم ہیں۔ آپ نے فرانس والوں سے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار چھین لیا ہے۔"

"میں آپ کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے جان ریکسن سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ مبجرٹی ہنٹر اور اس کے ماتحتوں کے ساتھ جو ہوا، اس کا ذمے دار میں نہیں ہوں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "جان ریکسن نے ہمیں بتایا ہے کہ آپ نے جو کارنامہ انجام دیا ہے، اس سے انکار کر رہے ہیں۔ کیا یوں انکار کرنے میں کوئی مصلحت ہے؟"

وہ بولا "میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر آپ حضرات یقین کریں گے تو میں یہاں رہوں گا ورنہ ابھی چلا جاؤں گا۔"

"ہم آپ کی باتوں کا یقین کریں گے۔ پلیز آپ یہاں سے نہیں جائیں۔ ہم آپ سے اہم معاملات پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"یہ درست ہے کہ میں نے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دینے کا دعویٰ کیا تھا اور اس مقصد کے لیے دوا بھی تیار کر لی لیکن اچانک میرا کوئی ایسا مخالف پیدا ہو گیا ہے، جس نے میری بے خبری سے فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ میری تیار کردہ تمام دوائیں چرا کر لے گیا ہے۔ اس نے مبجرٹی ہنٹر اور اس کے تمام ماتحتوں کو ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم کیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ کون ہے؟ جو مجھے کرنا چاہیے تھا، وہ کام وہ کر رہا ہے اور الزام مجھ پر آ رہا ہے۔"

"ہم آپ کی ان باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ اس طرح ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے کہ وہ دوا کس شخص کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ پتا نہیں، وہ کس کا دوست ہے اور کس کا دشمن ہے۔ کس کی ٹیلی پیتھی برقرار رکھے گا اور کس کی ٹیلی پیتھی مٹا دے گا۔"

دوسرے افسر نے پوچھا "آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب سے آپ ٹیلی پیتھی کے عملی میدان میں آئے ہیں، تب سے آپ کی زیادہ مخالفت کس نے کی ہے؟"

"سب ہی نے زیادہ سے زیادہ مخالفت کی ہے۔ میں نے سب کی نادیدہ بننے والی صلاحیتیں چھین لی تھیں اور آئندہ ٹیلی پیتھی کا علم چھیننے والا تھا۔ اس لیے سب ہی میرے دشمن بن گئے تھے اور سب ہی اپنے اپنے طور پر میری جان لینے کی کوشش کرتے رہے تھے۔"

"جیسا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے، آپ کی سب سے پہلی [illegible] شی تارا سے ہوئی تھی۔ پھر آپ دونوں ایک دوسرے کے دشمن [illegible] گئے۔ دشمنی کی وجہ کیا تھی؟"

"شی تارا نے مجھ سے فراڈ کیا تھا۔ میرے اعتماد کو دھوکا دیا تھا۔ اس نے کچھ نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں [illegible] ایسی جگہ چھپایا تھا جہاں میں دوا اسپرے نہ کر سکا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں ہیں۔"

"ہاں، چند گولیاں ہیں۔"

"پھر تو وہی نادیدہ بن کر آپ کی دوائیں چرا سکتی ہے۔"

پورس نے کہا "مجھے اس پر شبہ ہے لیکن یقین نہیں ہے کہ شی تارا نے دوائیں چرائی ہیں۔ میری خفیہ لیبارٹری تک پہنچنے پھر وہاں سے اصلی دواؤں کے سیکڑوں کین چرا لانے کے لیے ذہانت اور مکاری لازمی ہے۔ شی تارا مکاریاں تو خوب دکھاتی ہے لیکن مکاریاں ذہانت سے خالی ہوتی ہیں جن کے نتیجے میں اسے ناکامی منہ دیکھنا پڑتا ہے۔"

"ہم مانتے ہیں کہ آپ کے سب ہی دشمن ہیں لیکن اس چوری کے سلسلے میں کسی پر تو شبہ ہو گا؟"

"آپ حضرات خود بھی سوچیں، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے جو ہمیشہ ناقابلِ شکست رہا ہے اور جو سب کی توقع کے خلاف ناممکن کو ممکن بنا دیا کرتا ہے؟"

کئی حاکموں اور فوجی افسران نے بیک زبان کہا "فرہاد علی تیمور۔"

پورس نے کہا "جی ہاں۔ وہ ایسی پہاڑ جیسی شخصیت کا مالک ہے کہ میں اسے الزام نہیں دے سکتا اور الزام دے کر اس کا [illegible] بگاڑ نہیں سکتا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ایک اعلیٰ افسر نے "ہوں۔ بات کچھ سمجھ میں آتی ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کو مٹانے والا فرانس کے چند علاقوں میں اسپرے کی گئی۔ وہاں سے چند کلومیٹر فاصلے پر بابا صاحب کا ادارہ ہے لیکن وہاں کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی صلاحیتیں محفوظ ہیں۔ دوسرے لفظوں میں فرہاد نے لوگوں کو محفوظ رکھا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "آئندہ بھی یہی حقیقت سامنے آئے گی کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ رہیں گے اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس علم سے محروم ہوتے رہیں گے۔"

"دراصل میں اس خوش فہمی میں دھوکا کھا گیا کہ کوئی [illegible] دھوکا نہیں دے سکے گا۔ لیکن اب ایسا نہیں ہو گا۔ میں دھوکا [illegible] والوں کو بتاؤں گا کہ ان سے کس طرح کم نہیں ہوں۔"

"مسٹر پورس! آج تک ایسی کوئی مثال قائم نہیں ہوئی [illegible] ایک تنہا شخص پوری دنیا سے لڑنے میں کامیاب رہا ہو۔"

حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ بڑی جماعتیں اور بڑی تنظیمیں بنائی جاتی ہیں۔ ہمارا دستانہ مشورہ ہے کہ آپ تنہا نہ رہیں۔ ہمیں اپنا مخلص دوست سمجھیں۔ آپ ایک بار ہم پر بھروسا کریں۔ پھر ساری عمر بھروسا کرتے رہیں گے۔"

پورس نے کہا "تجربات مجھے سکھا رہے ہیں کہ میں تنہا رہ کر دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر نظر نہیں رکھ سکوں گا۔ پھر میرا کوئی اپنا نہیں ہے۔ سب ہی دشمن ہیں۔ اگر ایک دشمن مجھے دوا کے سلسلے میں نقصان پہنچا سکتا ہے تو کوئی دوسرا دشمن میری توقع کے خلاف اچانک مجھ پر جان لیوا حملہ کر سکتا ہے۔"

"آپ کی سوچ بالکل درست ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ آئندہ چند دنوں میں یا چند ہفتوں میں پھر کسی ہی دوا تیار کر لیں گے لیکن دوا کی اور آپ کی جان کی سلامتی کے لیے ایک منظم جماعت کی ضرورت ہے۔ آپ کی تنظیم اتنی مضبوط ہو کہ کوئی دشمن خواب و خیال میں بھی آپ کے قریب نہ پہنچ سکے۔"

"ہاں۔ اب میں یہی کرنے والا ہوں۔ تنویمی عمل کے ذریعے بہترین جان نثاروں کی ایک ٹیم بنانے والا ہوں۔"

"ہم آپ سے دوستی قائم رکھنے کے لیے ایک بہت بڑی آفر دینا چاہتے ہیں۔"

"وہ آفر کیا ہے؟"

"ہمارے ملک میں ٹیلی پیتھی کا جو شعبہ ہے، آپ اس کے سربراہ بن جائیں۔ فی الوقت اس شعبے میں تیس ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ سب آپ کے ماتحت رہیں گے۔ آپ تنویمی عمل کے ذریعے انہیں اپنا جان نثار بھی بنا سکتے ہیں۔ ہم آپ کے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے۔ اس سلسلے میں ہماری ایک شرط ہے۔"

"آپ مجھے بہت بڑی آفر دے رہے ہیں۔ مجھے ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنا رہے ہیں۔ ظاہر ہے آپ بھی اپنا فائدہ چاہیں گے۔ آپ اپنی شرط بیان کریں۔"

"صرف ایک شرط یہ ہے کہ آپ امریکی مفادات کے لیے بھی کام کریں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اپنے مفادات کے علاوہ آپ کے مفادات کے لیے بھی کام کروں گا۔ لیکن میری بھی ایک شرط ہے، آپ بھی میرے بھارت دیس کے خلاف نہ کوئی بات کریں گے، نہ کوئی سازش کریں گے۔"

"ہمیں منظور ہے۔ بھارت سے ہماری کبھی نہ ٹوٹنے والی دوستی رہے گی۔ آج کا یہ اجلاس ہمیشہ یاد گار رہے گا۔ اب ہماری کوشش ہو گی کہ آئندہ ٹیلی پیتھی کو مٹانے والی جو دوا آپ تیار کریں گے، اسے کوئی چرا نہ سکے۔"

پورس نے کہا "اگر فرہاد نے وہ دوا چرائی ہے تو آئندہ وہ اپنی تمام تر ذہانت اور مکاریوں کے باوجود ایسا نہیں کر سکے گا۔"

"کیا وہ دوا کافی مقدار میں چرائی گئی ہے؟"

"ہاں۔ وہ تقریباً بیس کارٹن لے گیا ہے۔ ویسے آپ کو یہ سن کر خوشی ہو گی کہ وہ دوا تجربے کے طور پر بنائی گئی تھی۔ جب اسے آزمایا گیا تو پتا چلا کہ اس کا اثر صرف بارہ گھنٹوں تک رہتا ہے۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس پر یہ دوا اسپرے کی جاتی ہے وہ صرف بارہ گھنٹوں کے لیے ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رہتا ہے۔"

"ہاں۔ مبجرٹی ہنٹر اور اس کے تمام ماتحت بارہ گھنٹے کے بعد پھر سے خیال خوانی کرنے لگیں گے۔ لیکن اب جو دوا میں تیار کراؤں گا، اس کا اثر دائمی ہو گا۔ کسی پر ایک بار وہ دوا اسپرے کی جائے گی تو وہ زندگی بھر خیال خوانی نہیں کر سکے گا۔"

"آپ کی اس بات سے اطمینان ہو رہا ہے۔ جو بھی وہ دوا چرا کر لے گیا ہے وہ آئندہ ہم سے کتر رہے گا۔ وہ ہمارے خلاف صرف بارہ گھنٹے تک کامیاب رہے گا جبکہ ہم اسے اور اس کے لوگوں کو ساری زندگی کے لیے ٹیلی پیتھی سے محروم کر دیں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ایک خیال مجھے پریشان کر رہا ہے۔ اگر فرہاد یا کسی اور دشمن نے آپ کی خفیہ لیبارٹری میں پہنچ کر چوری کی ہے تو وہ دوسری بار بھی اس لیبارٹری میں جا سکتا ہے اور وہاں کے دونوں ڈاکٹروں کے دماغوں میں پہنچ کر آپ کے آئندہ منصوبے معلوم کر سکتا ہے۔"

پورس نے کہا "نہ وہ لیبارٹری رہے گی اور نہ وہ ڈاکٹر رہیں گے۔ میں دشمن کے لیے مشکلات پیدا کر دوں گا۔"

"کیا آپ کے نئے ڈاکٹر ایسی ہی کامیاب دوا تیار کر سکیں گے؟"

"ایک ہفتے پہلے جب ڈاکٹروں نے مجھے کامیابی کی خوش خبری سنائی تھی تب ہی میں نے ان کے دماغوں میں بیٹھ کر اس دوا کے فارمولے کو نوٹ کر لیا تھا۔ وہ فارمولا چوری ہونے کے باوجود میرے پاس تحریری طور پر موجود ہے۔ اب جس نئے تجربے کار ڈاکٹر کی خدمات حاصل کروں گا، اسے تیار فارمولے پر کام کرنے میں نہ دشواری ہو گی اور نہ زیادہ وقت لگے گا۔ اس نئے ڈاکٹر کو صرف اتنی سی محنت کرنی ہو گی کہ وہ دوا کے اثر کو پائیدار بنا دے۔"

وہ سب خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ جیری ویکس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میں ان لمحات میں آپ کا ماتحت نہیں، بلکہ پورس ہوں۔ آیئے ہم نئی دوستی کی خوشی میں مصافحہ کریں۔"

وہ سب خوش ہو کر جیری ویکس سے یعنی پورس سے مصافحہ کرنے لگے۔ پھر وہ ان سے رخصت ہو کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ امریکی اکابرین سے جو گفتگو ہو چکی تھی، اس پر غور کرنے لگا۔ وہ ایسا نادان نہیں تھا کہ امریکی اکابرین یا کسی پر بھی بھروسا کر لیتا۔ وہ اپنی زندگی سے اعتماد کا لفظ مٹا چکا تھا۔

ان اکابرین نے واقعی اسے بہت بڑی آفر دی تھی۔ اسے

امریکی ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنادیا تھا۔ ایک دو نہیں' بلکہ تیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے ماتحت رکھا گیا تھا۔ پورس نے اتنی بڑی آفر کو قبول کیا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ بھارت دیس سے امریکا کے تعلقات ہمیشہ منظم رہنے والے تھے۔ وہ تیس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو رفتہ رفتہ تخویی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنا سکتا تھا۔

اسے اپنی جان کا خطرہ نہیں تھا کیونکہ وہ جسمانی طور پر کبھی کسی کے سامنے نہ آتا۔ پچھلے دنوں وہ دو چار بار پارس بن کر کسی نہ کسی کے سامنے آیا تھا۔ اب پارس بن کر کسی کو دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ ویسے اس نے طے کرلیا تھا کہ اپنی خفیہ پناہ گاہوں سے باہر پورس کی حیثیت سے کبھی کسی کا سامنا نہیں کرے گا۔

اجلاس ختم ہونے کے بعد تمام امریکی اکابرین اس کمرے سے جاچکے تھے۔ ان میں سے پانچ اعلیٰ فوجی افسران یوگا کے ماہر تھے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے فولادی دماغوں میں داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ کھانے پینے کے معاملات میں بہت محتاط تھے۔ کوئی ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں اعصابی کمزوری کی دوا نہیں ملا سکتا تھا۔ انہوں نے اپنے اطراف سخت حفاظتی انتظامات کررکھے تھے۔ ان کی حفاظت کرنے والے گارڈز بھی یوگا کے ماہر تھے۔

وہ پانچوں آرمی ہیڈ کوارٹر کے ایک بنگلے میں آگئے اور ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ان پانچوں کے دماغوں میں آوازیں سنائی دیں "ہم امریکن بلیک آرمی کے افراد بول رہے ہیں۔ ہمارے لیے یہ بات خوش آئند ہے کہ پورس نے دوستی قبول کرلی ہے۔ اس قبولیت کے پیچھے وہ خود غرض اور مکار ہو سکتا ہے لیکن ایشیا میں بھارت دیس کو سپرپاور بنانے کے لیے وہ ہمارے مفادات کے لیے کام کرتا رہے گا۔

"وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہم اسے امریکی ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنادیں گے اور تیس ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے حوالے کردیں گے۔ اسے کبھی یہ معلوم نہیں ہوگا کہ ہمارے پاس مزید چالیس ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور آئندہ بھی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ان کی تعداد بڑھتی جائے گی۔

"پورس ہمارے مفادات کے لیے کام کرے گا تو ہمارے ملک کے کسی محکمے میں اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے نہیں کرے گا۔ ہمارے چالیس ٹیلی پیتھی جاننے والے اور مزید پیدا ہونے والے اس دوا سے محفوظ رہیں گے۔

"ابھی وہ شاطر بے نقاب نہیں ہوا ہے' جس نے پورس کی تیار کردہ دوا چرائی ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور پر شبہ کررہا ہے۔ ہمیں اس شبے کو یقین میں بدلنا چاہیے تاکہ وہ فرہاد اور اس کی ٹیمل سے ٹکراتا رہے۔ اس میں اتنی صلاحیتیں ہیں کہ وہ فرہاد کی ٹیمل کو لوہے کے چنے چبوا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم اس کی پشت پناہی کرتے رہیں گے اور ہر پہلو سے اسے زیادہ سے زیادہ طاقتور بنائے رکھیں گے۔"

فوج کے وہ پانچوں یوگا کے ماہرین افسران سر جھکائے ہوئے تھے اور امریکن بلیک آرمی کی باتیں سن رہے تھے۔ ایک نے پوچھا گیا "اس سلسلے میں کوئی ایسی بات ہے' جو تم کہنا چاہتے ہو؟"

پانچوں نے سر اٹھا کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر انہوں نے سر ہلایا۔ ایک افسر نے کہا "آپ نے ہمیں یہ ذمے داری سونپی ہے کہ کسی طرح پھر اس کو اپنی طرف مائل کریں۔ ہم یہ ذمے داری پوری کرچکے ہیں۔ کوئی اور ذمے داری دی جائے۔"

امریکن بلیک آرمی کا مختف اے بی اے تھا۔ اس اسے نے کہا "ہمارے روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والے ملکی و غیر ملکی سراغ لگا رہے ہیں۔ وہ کہیں ملے گی تو اسے پورس کے اثر سے نکالا جائے گا اور یہ غلط فہمی پیدا کی جائے گی کہ بلی کی بے وفائی کے بارے پارس نے جان دی تھی۔ لہٰذا فرہاد نے بیٹے کا انتقام لینے کے لیے کو پورس سے چھین لیا ہے۔

"ابھی تو بلی کو تلاش کیا جارہا ہے۔ وہ ہمارے ہتھے چڑھے تم لوگ پورس کے دل میں فرہاد کے خلاف غلط فہمی پیدا کرو اب ہم جارہے ہیں۔ کسی ضرورت کے وقت مخاطب کریں گے۔"

خاموشی چھاگئی۔ حالانکہ خاموشی پہلے سے تھی۔ بلکہ والے ان کے دماغوں میں بول رہے تھے۔ پھر وہ چلے گئے۔ پانچوں نے سر اٹھا کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر باتیں کرنے لگے ایک نے کہا "آخری اطلاع کے مطابق بلی ڈونا نیویارک میں تھی اب وہاں نہیں ہوگی۔"

دوسرے نے کہا "جتنی حسین ہے' اتنی ہی چالاک ہے پارس کے بعد پورس کو اپنا دیوانہ بنالیا ہے۔ پورس نے ہی اسے کہیں چھپادیا ہے۔"

تیسرے نے کہا "کیا میرا یہ اندازہ درست ہوسکتا ہے پورس حسن پرست ہے' دارا کی حسن پرستی نے اسے یہ سوچنے نہیں دیا کہ پارس کی محبوبہ پر ڈورے نہیں ڈالنے چاہئیں۔"

"تمہارا یہ اندازہ درست ہوسکتا ہے۔ ہم اس کی حسن کو آزما سکتے ہیں۔ لیڈیز ملٹری ٹریننگ سینٹر میں ایسی حسین و جمیل لڑکیاں سراغ رسانی کی ٹریننگ حاصل کررہی ہیں' جو اپنے حسن و شباب سے پہلی نظر میں ہی دیوانہ بنادیتی ہیں۔ پورس اگر حسن پرست ہوگا تو ان حسیناؤں کے ناز و انداز دیکھ کر انہیں حاصل کرنے کی ضرور کوشش کرے گا۔"

"لیڈیز ملٹری ٹریننگ سینٹر سے حسین ترین دوشیزہ کا انتخاب کیا جاسکتا ہے لیکن یہ معلوم ہونا چاہیے کہ پورس کس ملک اور کس شہر میں ہے۔ پھر اس حسینہ کو وہاں پہنچایا جائے گا۔"

"ایک طریقہ ہے۔ ایک حسین ترین لڑکی کو ایک اسٹیج اداکارہ کی حیثیت سے متعارف کرایا جائے۔ اخبارات اور رسائل میں اس کی پہچان انگیز تصاویر شائع کرائی جائیں۔ سیٹلائٹ کے ذریعے ٹی وی اسکرین پر اس کے ناز و انداز دکھائے جائیں۔ پورس جس ملک میں بھی ہوگا' رسائل اور ٹی وی اسکرین پر اسے ضرور دیکھے گا۔ پھر جس طرح پیاسا کنوئیں کی طرف جاتا ہے' اسی طرح وہ حسینہ کے پاس بہروپ میں آئے گا یا پھر اسے تخویی عمل کے ذریعے محرزدہ کرکے اپنے پاس بلائے گا۔"

"یہ بہترین آئیڈیا ہے۔ وہ حسینہ کے پاس آئے یا حسینہ کو اپنے پاس بلائے' دونوں صورتوں میں وہ ہم سے چھپ نہیں سکے گا۔ ہماری نظروں میں آجائے گا۔"

"ہمیں آج ہی سے اس تدبیر پر عمل کرنا چاہیے۔ ایک حسین ترین دوشیزہ کا انتخاب کرکے تخویی عمل کے ذریعے اس کے دماغ سے یہ بات مٹائی جائے گی کہ وہ لیڈیز ملٹری ٹریننگ سینٹر میں رہ چکی ہے۔"

"ہم اس دوشیزہ کو ہر پہلو سے قاتل اداؤں والی حسینہ بنائیں گے لیکن اس منصوبے کو پہلے امریکن بلیک آرمی کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ وہ اجازت دیں گے تب اس پر عمل کیا جائے گا۔"

ان کے درمیان رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک نے ریسیور اٹھا کر اسپیکر کو آن کیا تاکہ دوسرے ساتھی دوسری طرف کی باتیں سن سکیں۔ اس نے کہا "میں جنرل واٹسن بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "سر! ایک بری خبر ہے۔ ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے جان ریکسن نے فون پر اطلاع دی ہے کہ اس کی خیال خوانی کی صلاحیت اچانک ختم ہوگئی ہے۔"

"اچانک ختم ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے آس پاس اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی گئی ہے۔"

"جی ہاں' یہی بات ہے۔ وہ دشمن اس شہر میں آپہنچا ہے۔"

"ہمارا دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا جیری ویکس کہاں ہے؟"

"وہ کرنل صاحب کے ساتھ بالٹی مور گیا ہے۔"

"پھر تو وہ دوا کے اثر سے محفوظ ہوگا۔ اس سے فوراً رابطہ کرو۔ اسے جان ریکسن کے بارے میں بتاؤ۔ واشنگٹن واپس آنے سے منع کرو۔ اس سے کہو' ہم سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ کرے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا "اگر پورس کے شبے کے مطابق فرہاد نے دوا چرائی ہے تو پھر فرہاد کی ٹیمل کا کوئی فرد واشنگٹن پہنچا ہوا ہے۔ ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔"

تشویش بڑھ گئی۔ ان سب کے ذہنوں میں ایک ہی سوال پیدا ہوا "کیا میں خود اس دوا کے ساتھ واشنگٹن پہنچا ہوا ہوں؟"

○☆○

نیلماں نے اپنے پوتے سے کہا تھا کہ وہ آرام کرنے جارہی ہے۔ لہٰذا وہ شی تارا کے ساتھ خیال خوانی کے ذریعے ایران جائے اور اسٹون ہارٹ کو تحفظ فراہم کرتا رہے۔

میں نے اسٹون ہارٹ کی ایک ٹانگ پر اور ایک بازو پر گولی ماری تھی اور اسے ریسٹ ہاؤس میں زخمی چھوڑ کر چلا گیا تھا کیونکہ ایرانی پولیس اسے گرفتار کرنے کے لیے وہاں پہنچنے والی تھی لیکن پولیس کے پہنچنے سے پہلے نیلماں نے اسے ریسٹ ہاؤس سے اسپتال پہنچادیا تھا۔ اس کی صورت بدل دی تھی۔

اس طرح سراغ رساں اور پولیس والے تو اسے نہ پہچان سکے لیکن سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسے پہچان لیا۔ پھر اس سے انجان بنے رہے۔ اسے اسی وقت اس لیے گرفتار نہیں کرسکتے تھے کہ نیلماں نے ٹھی کو یرغمال بنا رکھا تھا۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ اسٹون ہارٹ کو گرفتار کیا جائے گا یا اسے نقصان پہنچایا جائے گا تو وہ ٹھی کو نقصان پہنچائے گی۔

یہ بات ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ ٹھی کی ذہانت دیکھ کر نیلماں احساسِ کمتری میں مبتلا ہوگئی تھی۔ اس نے اپنے پوتے سوامی تلک رام بھاٹیا سے کہا "ذہانت کے مقابلے میں جادو نہایت کمتر ہوتا ہے۔ میں ٹھی کی ذہانت سے یہ معلوم کرچکی ہوں کہ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لے گی۔ میرے بنائے ہوئے طلسمی کمرے سے نکلنے کے لیے اپنی عقل سے کام لے گی لہٰذا اسے نظرانداز کردو۔"

نیلماں کی ہدایات کے مطابق شی تارا اور سوامی خیال خوانی کے ذریعے اسٹون ہارٹ کے پاس آئے۔ شی تارا نے نیلماں کی طرح ہمزاد بن کر اسٹون ہارٹ کی خیریت معلوم کی۔ اسے دلاسا دیا کہ وہ اس اسپتال میں محفوظ رہے گا۔ سونیا' فرہاد اور ایرانی ایجنسی کے سراغ رساں اسے نقصان نہیں پہنچاسکیں گے۔

اس کے بعد سوامی تلک رام بھاٹیا نے آغا تابش علی سے رابطہ کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ دو دنوں کے لیے ایک ضروری کام کے سلسلے میں لندن جارہا ہے۔ اس کے ساتھ شیریں بھی جارہی ہے۔ وہ لندن میں شاپنگ کرنا چاہتی ہے۔

آغا تابش علی ایران کے اہم مالیاتی امور کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔ وہاں کے حکام کے اجلاس میں شریک رہا کرتا تھا۔ سوامی' آغا کے دماغ میں رہ کر ایران کے اندرونی اقتصادی اور مالی رازوں سے واقف ہوکر وہ تمام رپورٹس امریکا پہنچایا کرتا تھا۔

اس نے آغا سے کہا "ٹھیک ہے۔ اگر یہاں دو دنوں تک اجلاس نہیں ہوگا تو تم جاسکتے ہو۔ تیسرے دن ضرور واپس چلے آؤ۔"

آغا اپنی اکلوتی بیٹی شیریں کے ساتھ لندن روانہ ہوگیا۔ وہاں باپ بیٹی نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ میں نے یہ طے کرلیا تھا کہ اب آغا کو سوامی کا آلۂ کار بننے نہیں دیا جائے گا۔ ایرانی حکام سے اس سلسلے میں بات ہوچکی تھی کہ آغا تابش علی کو ملک بدر کیا جائے گا اور آئندہ اسے ایران کی زمین پر قدم رکھنے نہیں دیا جائے گا۔

اتفاق سے آغا خود ہی شیریں کو لے کر دو دنوں کے لیے لندن

چلا گیا۔ ایرانی حکام نے متعلقہ شعبوں کو ہدایات دیں کہ آغا تابش علی کو ایران میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ لندن میں ایرانی سفیر سے کہہ دیا تھا کہ جب آغا وہاں پہنچے تو ہوٹل میں اس کی رہائش کے ایک گھنٹے بعد اسے بلا کر تحریری حکم نامہ دے کہ اسے ملک بدر کیا گیا ہے لہٰذا وہ واپس آنے کی زحمت نہ کرے۔ امریکا کی گود میں جا کر بیٹھ جائے۔

میرے دوسرے منصوبے کے مطابق ہوٹل پہنچتے ہی ہمارے ادارے کے جان نثار شیریں کو بے ہوش کر کے اسے وہاں سے لے گئے۔ ہوٹل میں باپ بیٹی کے کمرے الگ مگر آمنے سامنے تھے۔ پہلے اسے پتا نہ چلا کہ بیٹی کو اغوا کیا گیا ہے۔

میں نے شیریں کے دماغ میں اس کی ہمزاد بن کر کہا تھا کہ وہ باپ سے کچھ کہے بغیر ہوٹل کے باہر آئے اور ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ جائے۔ اس نے بیشہ کی طرح ہمزاد کی ہدایت پر عمل کیا۔ ایک کار کی پچھلی سیٹ پر پہنچتے ہی ہمارے ادارے کے جان نثاروں نے اسے بے ہوش کر دیا۔ اسے وہاں سے لے گئے۔

ایرانی سفیر نے مقررہ وقت پر آغا تابش علی سے فون پر رابطہ کیا پھر کہا "آپ کو زحمت نہ ہو تو ابھی میرے دفتر میں تشریف لے آئیں۔"

"خیریت تو ہے جناب! میں اکثر یہاں آتا ہوں لیکن پہلی بار آپ مجھے بلا رہے ہیں۔"

"سرکاری معاملہ ہے۔ آپ ابھی چلے آئیں۔"

فون بند ہو گیا۔ آغا نے لباس تبدیل کیا۔ جوتے پہنے۔ پھر اپنے کمرے سے نکل کر سامنے والے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر دستک دیتے ہوئے کہا۔ "شیریں! میں ہوں' دروازہ کھولو۔"

مگر جواب نہیں ملا۔ اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو دروازہ کھل گیا۔ اس نے آواز دیتے ہوئے اندر آ کر دیکھا' کمرا خالی تھا۔ اس نے پوچھا "کیا واش روم میں ہو؟"

وہ واش روم میں بھی نہیں تھی۔ وہ کمرے سے نکل کر کاریڈور سے گزر کر لفٹ میں آیا۔ وہاں سے گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر اسے لابی میں اور ریستوران وغیرہ میں تلاش کرنے لگا۔ پھر اس نے کاؤنٹر پر آ کر فون کے ذریعے سفیر سے رابطہ کیا پھر کہا "میری بیٹی اپنے کمرے میں اور ہوٹل میں نہیں ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں چلی گئی ہے جبکہ وہ کہیں جانے سے پہلے مجھے اطلاع دیتی ہے۔"

"وہ جوان ہے۔ سمجھ دار ہے۔ جہاں بھی گئی ہے' واپس آ جائے گی۔ آپ یہاں چلے آئیں۔"

"میری بیٹی سمجھ دار ہے لیکن پرائے دیس میں ہے۔ پہلے میں اسے تلاش کروں گا۔ آپ سے دوسرے دفتری اوقات میں ملاقات کر سکتا ہوں۔"

اسی وقت سوامی تلک رام بھانیا' آغا کے دماغ میں آ گیا تھا۔ وہ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ سفیر نے کہا "مسٹر آغا! میں ایک ضروری کام سے کہیں جا رہا ہوں۔ پتا نہیں آپ کب آئیں۔ لہٰذا میں فون پر ہی بتا دوں کہ حکومت ایران نے آپ کو ملک بدر کر دیا ہے۔ آپ ایران واپس نہیں جا سکیں گے۔ آپ اپنا ایرانی پاسپورٹ میرے دفتر میں لا کر جمع کر دیں اور اپنے خلاف حکومتِ ایران کا حکم نامہ وصول کر لیں۔"

آغا نے کہا "آپ کی بات مجھے شاک پہنچا رہی ہے۔ میں محبِ وطن ایرانی ہوں۔ مجھے کس جرم میں ملک بدر کیا جا رہا ہے؟"

"حکومتِ ایران کی طرف سے جو حکم نامہ جاری کیا گیا ہے اس میں آپ کے خلاف الزامات درج کیے گئے ہیں۔ آپ اسے پڑھ سکتے ہیں۔ پلیز آپ بحث نہ کریں۔ اپنا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لے آئیں۔"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا تھا۔ سوامی نے کہا "مسٹر آغا! میں تمام باتیں سن رہا تھا۔ تم ایرانی حکومت کے معتوبِ خاص تھے۔ تمہیں اچانک ملک بدر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وطن سے تمہاری غداری کا علم انہیں ہو چکا ہے۔"

"لیکن انہیں کیسے معلوم ہو گیا۔ میں تو بہت محتاط رہا ہوں۔"

"تم نہیں جانتے۔ سونیا اور فرہاد تمہاری اصلیت جان گئے ہیں۔ حکومتِ ایران نے ان دونوں کی رپورٹ پر تمہارے خلاف یہ قدم اٹھایا ہے۔"

وہ چونک کر بولا "او خدایا! میں تمہیں یہ بتانا بھول گیا۔ شیریں اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ ہوٹل میں کہیں نظر نہیں آ رہی ہے۔ پلیز تم معلوم کرو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ شیریں کے دماغ میں پہنچا پھر واپس آ کر بولا "تمہاری بیٹی بے ہوش ہے۔"

"وہ کہاں ہے؟ کیسے بے ہوش ہو گئی ہے؟"

"وہ ہوش میں آئے گی تو معلوم ہو سکے گا لیکن میں اپنے گیان سے کہہ سکتا ہوں کہ فرہاد نے اسے اغوا کیا ہے۔"

"اسے میری بیٹی سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ اس نے تو ایک بیٹی کی طرح اس کی عزت کی تھی۔ اسے اپنے بنگلے میں مہمان بنا کر رکھا تھا۔"

"لیکن شیریں کی ہمزاد نے فرہاد کو سمجھ لیا تھا کہ وہ ہمارا دشمن ہے۔ اس ہمزاد نے اسے بنگلے سے نکل جانے پر مجبور کیا تھا اس لیے اس نے انتقاماً شیریں کو اغوا کیا ہے۔"

"مسٹر سوامی! تم دیکھ رہے ہو کہ میں تمہارا ایک آلۂ کار بن کر کتنا نقصان اٹھا چکا ہوں۔ مجھ سے میرا آبائی وطن چھوٹ گیا۔ میری بیٹی مجھ سے چھین لی گئی ہے۔ میری زندگی کا تمام سرمایہ میری دنیا ایک بیٹی ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکوں گا۔"

"تم ناحق پریشان ہو رہے ہو۔ تمہاری بیٹی تمہیں مل جائے گی۔ اسے ہوش میں آنے دو۔ یہ معلوم تو ہونے دو کہ اسے اغوا

کرنے کہاں پہنچایا گیا؟"

"مجھ سے کسی خطرناک جگہ پہنچایا گیا ہو گا تو کیا تم اسے بخیریت لے آؤ گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم میری طاقت اور وسیع ذرائع کو نہیں جانتے ہو۔ ایک بار معلوم ہو جائے کہ وہ کہاں ہے تو میں چٹکی بجا کر اسے وہاں سے لے آؤں گا۔"

میں آغا کے دماغ میں ہنسنے لگا۔ وہ دونوں چونک کر ہنسی کی آواز سننے لگے پھر میں نے کہا "سوامی تلک رام بھانیا! پہلے اچھی طرح چٹکی بجانا سیکھ لو۔ شیریں کو جہاں پہنچایا جا رہا ہے' وہاں سے تمہاری چٹکی بجنے اور تمہارا کالا جادو بھی اسے واپس نہیں لا سکے گا۔"

سوامی نے پوچھا "کیا تم نے شیریں کو دوسری دنیا میں پہنچا دیا ہے؟"

"وہ بابا صاحب کے ادارے میں جا رہی ہے۔ کہو کیا کہتے ہو؟ ہاں کا دودھ پیا ہے تو اسے وہاں سے لے آؤ۔"

سوامی سوچ میں پڑ گیا۔ آغا نے کہا "میری بیٹی کو میرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ اس کی ہمزاد اسے ذہانت کے ذریعے دنیا کی تمام خوشیاں دے رہی تھی اس لیے میں مجبور ہو گیا۔"

"تم اپنا ضمیر بیچ کر اسے یہ سب کچھ دے رہے تھے۔ جب تم ان کے کسی کام کے نہیں رہو گے تو یہ تمہارے بھی کسی کام نہیں آئیں گے۔ وہ جو شیریں کی ہمزاد بنی ہوئی ہے' وہ کوئی کالا جادو جاننے والی چڑیل ہے۔"

سوامی نے غصے میں بھڑک کر کہا "خبردار! اگر تم نے میری دادی ماں کو چڑیل کہا تو پھر ایک بار ایسے طلسمی قید خانے میں پہنچا دیے جاؤ گے جہاں سے تمہیں کبھی رہائی نہیں ملے گی۔"

میں نے کہا "اچھا تو ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ ہمزاد بن کر آنے والی تمہاری دادی ہے۔ آغا کو اب سمجھ لینا چاہیے کہ دونوں باپ بیٹی کالا جادو جاننے والوں کی گرفت میں تھے۔"

آغا نے کہا "سوامی جی! ابھی تم نے جو کہا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ میری بیٹی کی کوئی ہمزاد نہیں ہے۔ وہ ہمزاد بننے والی تمہاری دادی ماں ہے۔"

سوامی نے کہا "ہاں۔ اب تم سے دو ٹوک باتیں ہو جانی چاہئیں۔ تمہیں ملک بدر کر دیا گیا ہے۔ تم کبھی ایران کی زمین پر قدم نہیں رکھ سکو گے اور نہ کبھی ہمارے کام آ سکو گے۔ لہٰذا ہمارے لیے ایک تھوک دینے والی چیز ہو۔ آج سے ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ تم اپنی بیٹی کے ساتھ جہنم میں جاؤ۔"

آغا سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے اندر خاموشی تھی۔ میں نے کہا "شیریں بہت معصوم ہے۔ ان کمینوں نے اسے آلۂ کار بنا رکھا تھا۔ میں نے سوچا' جب وہ لوگ تمہیں دودھ میں پڑی مکھی کی طرح نکال پھینکیں گے تو شیریں بھی اس ذہانت سے محروم کر دی جائے گی جو اسے خیرات کے طور پر مل رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ پھر اب نارمل بن جاتی' میں نے اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا ہے۔"

وہ روتے ہوئے بولا "میں نے اپنی دنیا بھی خراب کی اور عاقبت بھی۔ میں بہت نقصان اٹھا چکا ہوں لیکن بیٹی کو نقصان پہنچے تو میں برداشت نہیں کر سکوں گا۔ مجھے اتنا یقین دلا دو کہ میری بیٹی بابا صاحب کے ادارے میں اب نارمل نہیں رہے گی۔"

"خدا کے فضل و کرم سے وہ نارمل رہے گی۔ ذہانت خدا دیتا ہے۔ کوئی ہمزاد بننے والی چڑیل کسی کو ذہین نہیں بنا سکتی۔ بابا صاحب کے ادارے میں ایسی تعلیم و تربیت دی جاتی ہے کہ جو افراد کند ذہن ہوتے ہیں' وہ بھی اس حد تک سمجھ دار ہو جاتے ہیں کہ اپنی زندگی اچھے طور طریقوں سے گزار سکیں۔ انشاء اللہ شیریں جب کبھی اس ادارے سے باہر تمہارے پاس آئے گی تو تم دیکھو گے کہ وہ دنیا والوں اور دنیا داری کو بخوبی سمجھنے لگی ہے۔"

وہ اپنی بیٹی کے لیے دعائیں مانگنے لگا۔ میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ ابھی دادی اور پوتے سے ہماری محاذ آرائی جاری تھی۔ وہ ایران میں اسٹون ہارٹ کی حفاظت کے لیے ہمارے مقابلے پر تھے۔ دوسری طرف انہوں نے فہمی کو شیشے کے طلسمی کمرے میں قید کر رکھا تھا۔

وہ کمرا ایسے نادیدہ شیشے کا تھا کہ خیال خوانی کی لہریں بھی اس شیشے کے آر پار نہیں جا سکتی تھیں۔ اس لیے فہمی سے ہمارا دماغی رابطہ نہیں ہو رہا تھا لیکن جب نیلماں نے فہمی کے دماغ میں آ کر گفتگو کی تو فہمی نے فوراً ہی حاضر دماغی سے سمجھ لیا کہ وہ ہمزاد بننے والی کسی چور راستے سے شیشے کے کمرے میں آئی ہے اور جب تک اس کے دماغ میں رہے گی وہ چور راستہ بھی کھلا رہے گا۔ تب فہمی نے فوراً ہی علی کے دماغ میں پہنچ کر کہا "لاہور کے شاہی قلعے میں نادیدہ طلسمی شیشے کا گھر ہے۔ تمہاری فہمی۔۔۔"

نیلماں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ فہمی اتنی حاضر دماغی سے علی کو اپنی موجودہ پوزیشن بتا دے گی۔ وہ غصے میں بولی "یہ کیا بکواس کر رہی ہے۔ میں تجھے خیال خوانی کرنے نہیں دوں گی۔"

فہمی نے پھر اسے دھوکا دیا۔ اسے باتوں میں لگائے رہی۔ اتنی دیر میں علی اس کے اندر آ کر اس شیشے کے کمرے میں دیکھتا رہا۔ شیشے کے آر پار شاہی قلعے کا جو حصہ نظر آ رہا تھا' اسے یاد رکھا۔ جب نیلماں جانے لگی تو فہمی نے کہا "میں نے ابھی ذہانت کا ایک نمونہ دکھایا تھا پھر بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ کالا جادو ذہانت سے برتر نہیں ہے۔ کل علی تمہیں سمجھا دے گا۔"

علی رات کی تاریکی میں شاہی قلعے کی طرف نہیں گیا۔ صبح کا اجالا پھیلتے ہی وہ قلعے کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے فہمی کے اندر رہ کر دیکھا تھا کہ شاہی قلعے کے اندر دیوانِ عام کے سامنے شیشے کا وہ نادیدہ کمرا تھا۔ جب وہ اس طرف آیا تو دن کے اجالے میں فہمی نے علی کو دیکھا۔ پھر اسے آواز دی "علی! ادھر دیکھو۔ میں یہاں

ہوں۔"

اس کی آواز علی تک نہیں پہنچی جبکہ وہ چند قدم کے فاصلے پر تھا۔ نہ ہی فہمی اور وہ شیشے کا کمرا اسے نظر آرہا تھا۔ وہ سمجھ گئی' اسے پکارنا فضول ہے۔ آواز شیشے کے آرپار نہیں جائے گی۔

اس کمرے کے اندر قتلے کی وہی زمین تھی' جو دیوانِ عام کے باہر تھی۔ وہاں جو پودے لگے ہوئے تھے' وہی شیشے کے کمرے کے اندر تھے۔ نیلماں نے کالے جادو سے ایک نادیدہ قید خانہ بنادیا تھا مگر وہاں کی زمین نہیں بدل سکتی تھی۔ اس کے اطمینان کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ دن کی روشنی میں دنیا والے فہمی کو اس شیشے کے قید خانے میں نہیں دیکھ سکیں گے۔

فہمی ایک پھولوں بھرے پودے کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ وہ پودا شیشے کی دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس دیوار کے دوسری طرف علی کھڑا ہوا غور سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ جب اس کی نظر اس پودے پر گئی تو فہمی نے دونوں ہاتھوں سے اس پودے کو پکڑ کر پوری قوت سے کھینچا اور اسے زمین سے اکھاڑ دیا۔

علی ایک دم سے چونک گیا۔ اس نے حیرانی سے دیکھا' سامنے ایک پودا خود بخود زمین سے اکھڑ کر ذرا دور جا گرا تھا۔ وہ اس جگہ کو توجہ سے دیکھنے لگا۔ فہمی دونوں ہاتھوں سے اس اکھڑی ہوئی زمین کو کھود کر تھوڑی تھوڑی مٹی ایک طرف پھینک رہی تھی۔ علی کو سب نظر آرہا تھا۔ صرف فہمی اور شیشے کا کمرا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ سمجھ چکا تھا کہ اسی جگہ وہ طلسمی کمرا ہے اور فہمی پودے کو اکھاڑ کر پھینکنے کے بعد اسی جگہ تھوڑی تھوڑی مٹی کھود رہی ہے۔ اگر وہ اس کی طرف بڑھے گا تو اکھڑی ہوئی زمین کے پاس پہنچ سکے گا۔ لیکن فہمی کو نہیں پاسکے گا' لہٰذا فہمی جو کچھ کررہی ہے' اس کے نتیجے کا انتظار کیا جائے۔

پودے کے اکھڑنے کے باعث وہاں کی مٹی اس قابل ہوچکی تھی کہ فہمی دونوں ہاتھوں سے ایک ایک انچ زمین کھودنے لگی تھی۔ وہ حصہ شیشے کی دیوار کے ساتھ تھا۔ فہمی اس دیوار کے نیچے بھی زمین سے تھوڑی مٹی ہٹانے لگی۔ اس طرح شیشے کی دیوار کے اندر اور باہر کی زمین میں ایک بہت چھوٹا سا گڑھا بن گیا تھا۔

باہر سے آنے والی ہوا کا ایک جھونکا فہمی نے اپنے ہاتھ پر محسوس کیا۔ اس کا مطلب تھا' اس گڑھے کے ذریعے جب باہر سے ہوا آئی ہے تو خیال خوانی کی لہریں بھی آسکیں گی۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی پھر خوشی سے چیخ کر بولی "علی! میں نے راستہ بنالیا ہے۔ اس چھوٹے سے گڑھے کو دیکھو۔ یہ شیشے کی دیوار کے نیچے ہے۔ اس جگہ کھدائی کرو گے تو میں باہر نکل آؤں گی۔"

علی دوڑتا ہوا مالی کے پاس گیا پھر اس سے ایک کدال مانگ کر لے آیا۔ صبح کا وقت تھا۔ اس وقت شاہی قلعہ عام لوگوں کے لیے کھولا نہیں جاتا تھا۔ صرف تین چار مالی تھے' جو پودوں اور زمین پر بچھی ہوئی گھاس کو پانی دے رہے تھے۔

وہ کدال لاکر کھودنے لگا تو تمام مالی دوڑے چلے آئے۔ اس سے پوچھنے لگے کہ وہ کون ہے؟ قلعے کے اندر کیسے آگیا ہے؟ اور وہاں کی زمین کیوں کھود رہا ہے؟

اس نے کدال چلاتے ہوئے کہا "ذرا صبر کرو۔ یہاں اس [illegible] کے اندر سے مغلیہ دور کی شہزادی نکل کر ہمارے سامنے آنے والی ہے۔"

ان میں سے ایک مالی نے اسے روکنا چاہا مگر خود رک گیا۔ [illegible] نے اسے روک دیا تھا۔ میرے علاوہ بابا صاحب کے ادارے [illegible] کئی خیال خوانی کرنے والے میرے اور علی کے اندر موجود تھے اور ان مالیوں کے اندر بھی چلے گئے تھے۔ اس لیے وہ تمام مالی دور کھڑے خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔

زیادہ کھدائی نہیں کرنی پڑی۔ صرف اتنا سا گڑھا کھودا گیا جو اس میں سے فہمی گزر سکے اور وہ اس گڑھے سے نکل کر باہر آئی تو تمام مالی دم بخود ہوکر ایک مغلیہ دور کی شہزادی کو دیکھنے لگے۔

علی شرمیلا تھا۔ کبھی اس کا ہاتھ نہیں پکڑتا تھا مگر اس وقت دیوانہ وار فہمی سے لپٹ کر گھومنے لگا رہا تھا۔

○☆○

ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دوست بہت کم ہوتے ہیں لیکن دشمن اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ خود انہیں یاد نہیں رہتا کہ وہ کتنوں سے دشمنی کرچکے ہیں۔ جب یہ خبر عام ہوئی کہ میجر ٹی ہنٹر اور اس کے کئی ماتحت ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوچکے ہیں تو ان کے سامنے کئی دشمن آنے لگے۔

اگرچہ ان محروم ہونے والوں کو فوج کی کسٹڈی میں رکھا گیا تھا تاہم دشمن انہی فوجی افسران میں سے تھے۔ میجر ٹی ہنٹر نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد اپنے سے سینئر افسروں کو بہت ہی کم بنا رکھا تھا۔ اپنے ملک کے حکمرانوں کی بھی توہین کیا کرتا تھا اور ان کی مرضی کے خلاف اپنا حکم منوایا کرتا تھا۔

اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت بھی کسی حاکم اور کسی فوجی افسر کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ صرف میجر ٹی ہنٹر کو اپنا مالک اور مختار سمجھتے تھے اور اسی کے احکامات کی تعمیل کیا کرتے تھے۔

میجر ٹی ہنٹر اور اس کے تمام ماتحتوں کو قیدی بنا کر ایک بڑے ہال میں لایا گیا۔ ایک حاکم نے ٹی ہنٹر سے پوچھا "میجر! اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ تم نے قانون کے خلاف اپنے حکمرانوں کی توہین کی۔ فوجی ڈسپلن کے خلاف اپنے اعلیٰ افسران سے بدتمیزی کرتے رہے۔ تمہیں اپنے غرور اور ڈکٹیٹرشپ کی جتنی بھی سزا دی جائیں' وہ کم ہوں گی۔"

میجر نے کہا "بے شک میں نے ٹیلی پیتھی کی قوت حاصل کرنے کے بعد بہت سی غلطیاں کی ہیں۔ میں معافی کے قابل نہیں ہوں۔ پھر بھی معافی کی درخواست کرتا ہوں۔"

وہ جن فوجی افسران کی بے عزتی کرتا رہا تھا وہ سب غصے میں تھے۔ اسے گھونسے لاتوں سے مارنے لگے اور کہنے لگے "دیکھو انسان کو قوت ملتی ہے تو کتنی؟ اور ذلت ملتی ہے تو کتنی؟ تمہیں دیکھ کر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیے۔"

اس کے ماتحتوں کی بھی بری طرح پٹائی ہورہی تھی۔ یہ کہا جارہا تھا کہ ان سب کو سزائے موت دی جائے اور یہ بھی کہا جارہا تھا کہ ان کے ہاتھ پاؤں توڑ کر انہیں اپاہج بنا کر فٹ پاتھ پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ سب ساری عمر بھیک مانگتے رہیں گے۔

اسی وقت ایک امریکی حاکم نے ہاٹ لائن پر فرانس کے حاکم سے رابطہ کیا پھر کہا "ہمیں یہ خبر مل چکی ہے کہ آپ کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ناکام ہوچکے ہیں۔ یہ خبر سن کر ہمیں بہت افسوس ہوا ہے۔"

"آپ افسوس نہ کریں۔ ہمیں تو خوشی ہورہی ہے۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اپنے ملک کو فائدے پہنچاتے رہتے ہیں لیکن میجر ٹی ہنٹر نے ہمارے ملک کو کبھی فائدہ نہیں پہنچایا۔ صرف اپنے مفادات کی خاطر ملک کے باہر دوسرے معاملات میں مصروف رہا۔ ان آخری دنوں میں اس نے دیوی کملانے والی شی نارا کو ہم پر مسلط کردیا تھا۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میجر ٹی ہنٹر ٹیلی پیتھی کے ذریعے صرف ذاتی مفادات حاصل کیا کرتا تھا۔"

فرانس کے حاکم نے کہا "ان دنوں ہمارا بس نہیں چلتا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ اسے گولی ماردیں۔ یہ ہمارے حق میں اچھا ہوا ہے کہ وہ اس علم سے محروم ہوگیا ہے۔ اب ہم اسے اس کے ساتھیوں سمیت اپاہج بنا کر سڑکوں پر بھیک دیں گے۔"

امریکی حاکم نے کہا "ایک اہم بات آپ نہیں جانتے' جو ہم جانتے ہیں۔"

"وہ اہم بات کیا ہے؟"

"پورس نے جو دوا اسپرے کی ہے' اس کا اثر صرف بارہ گھنٹے تک رہے گا۔ میجر ٹی ہنٹر اور اس کے ماتحت صرف بارہ گھنٹے تک ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رہیں گے۔ اس کے بعد وہ پھر خیال خوانی کرنے لگیں گے۔"

فرانس کے حاکم نے گھبرا کر پوچھا "کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ کیا یہ پھر مغرور حکمران بن کر ہم پر مسلط ہوجائیں گے؟"

"کبھی ہوگا۔ آپ یقین کریں یا نہ کریں۔ پورس نے خود ہمیں یہ بتایا ہے۔ میں نے آپ کو یہی بات بتانے کے لیے فون کیا ہے۔ لاک اسٹوفار۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ اس حاکم نے فرانس کے تمام اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو ایک کمرے میں لے جاکر وہ تمام گفتگو سنائی جو امریکی حاکم سے ہوچکی تھی۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "دیکھا جائے تو امریکی حاکم نے ہمیں خوش خبری سنائی ہے کہ ہمارے ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پھر خیال خوانی کرنے لگیں گے۔ لیکن یہ ہمارے لیے خوش خبری نہیں ہے بلکہ ہماری موت کی خبر ہے۔"

دوسرے نے کہا "بے شک۔ ہم نے میجر ٹی ہنٹر اور اس کے ماتحتوں کو اتنے لات جوتے مارے ہیں کہ دوبارہ ٹیلی پیتھی کا علم بحال ہوتے ہی وہ ہمارے دماغوں میں زلزلے پیدا کرکے ہمیں مار ڈالیں گے۔"

ایک حاکم نے کہا "ہم سب کی بھلائی اور سلامتی اسی میں ہے کہ ان سب کو فوراً گولی ماردی جائے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "پتا نہیں کتنے گھنٹے گزر چکے ہیں۔ وہ سب کسی وقت بھی دوبارہ خیال خوانی شروع کرسکتے ہیں۔"

وہ تمام حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران تیزی سے چلتے ہوئے کمرے سے نکل کر بڑے ہال میں آئے۔ میجر ٹی ہنٹر اپنے ماتحتوں کے ساتھ ایک قطار میں مجرموں کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ اس نے خوب لات جوتے کھائے تھے۔ اسے اپنی بے بسی پر غصہ آرہا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوگیا ہے' اس نے کئی بار غصے میں آکر خیال خوانی کی پرواز کی۔ آخری بار وہ چونک گیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے ماتحت سے کہا۔ "شاید ہماری کھوئی ہوئی صلاحیت بحال ہورہی ہے۔ اپنے ساتھیوں سے رابطہ کرو۔"

پھر وہ اس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا' جس نے اسے ہتھکڑی پہنائی تھی۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس افسر نے ایک تابعدار کی طرح آکر اس کی ہتھکڑی کھول دی۔ اس نے دیکھا اس کے ماتحت بھی اسی طریقہ کار کے مطابق اپنی ہتھکڑیاں کھلوا رہے ہیں۔

اسی وقت تمام حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران تیزی سے چلتے ہوئے بڑے ہال میں آئے۔ اس وقت تک بازی پلٹ چکی تھی۔ میجر ٹی ہنٹر کے تمام ماتحت ان اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں پہنچ گئے تھے۔ ان سب نے ان کے دماغوں میں بیک وقت کہا "ہم واپس آگئے ہیں۔"

وہ سب ایک دم سے گھبرا گئے۔ انہوں نے سہم کر میجر اور اس کے ماتحتوں کو دیکھا۔ ان کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں کھل چکی تھیں اور وہ سب مسکرا رہے تھے۔

میجر ٹی ہنٹر نے کہا "حاکم کی حیثیت سے حکم دو کہ اس ہال کے اندر جتنے فوجی جوان ہیں' وہ اپنے ہتھیار پھینک دیں ورنہ تم سب کے دماغوں میں بیک وقت زلزلے پیدا ہوں گے۔"

فوج کے اعلیٰ افسران نے حکم دیا' جوانوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے۔ میجر نے کہا "اب انصاف کی کرسیاں چھوڑ دو اور یہاں مجرموں کی قطار میں آجاؤ۔"

ان سب نے حکم کی تعمیل کی۔ کرسی چھوڑ کر مجرموں کی جگہ

آئے اور جو مجرموں کی جگہ کھڑے تھے' وہ میجرٹی ہنٹر کے ساتھ انصاف کی کرسیوں پر آکر بیٹھ گئے۔ میجر نے کہا "آج تم لوگوں نے اپنی اصلیت بتادی۔ ہم عارضی طور پر طاقت سے محروم ہو گئے تو تم لوگوں نے ہمیں لات جوتے مارے' ہم پر تھوکا' ہمیں گالیاں دیں' پھر فیصلہ کیا کہ ہمیں اپاہج بنا کر سڑکوں پر چھوڑ دیا جائے گا' اب کیا کہتے ہو؟"

وہ سب بے بسی سے اور رحم طلب نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔ وہ بولا "تم لوگوں نے مجھے مارتے ہوئے کہا تھا کہ دیکھو انسان کو قوت ملتی ہے تو کتنی اور ذلت ملتی ہے تو کتنی؟ مجھے دیکھ کر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ لیکن اب تمہارے جیسے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ افسران مجرموں کی طرح کھڑے ہیں۔ اب تمہیں دیکھ کر عبرت حاصل کرنا چاہیے اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قوت اور اقتدار سب کو حاصل نہیں ہوتا' وہ مجھ جیسی باکمال ہستیوں کے مقدر میں ہوتا ہے۔"

وہاں سے ہزاروں کلومیٹر دور پارس ایک خفیہ پناہ گاہ میں آرام سے لیٹا ہوا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے فرانس کے حکمرانوں کے ساتھ ہونے والا تماشا دیکھ رہا تھا۔

اس نے پچھلے دن فرانس میں ایک درجن آلۂ کار پہنچائے تھے اور اپنی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرنے والا ایک کین دیا تھا۔ انہیں سمجھا دیا تھا کہ وہ ان کے دماغوں میں آکر جو ہدایات دیا کرے گا' وہ ان کے مطابق عمل کرتے رہیں گے۔

ان آلۂ کاروں نے اس کی ہدایت کے مطابق پچھلی رات عمل کیا تھا۔ جس وقت ناشتا' میجرٹی ہنٹر پر تنویمی عمل کر رہی تھی اور اس کے تمام ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام' پتے اور فون نمبر معلوم کر رہی تھی' اس وقت پارس میجرٹی ہنٹر کی کھوپڑی میں موجود تھا۔

اس نے اپنے آلۂ کاروں کو ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کے نام اور پتے لکھوا دیے۔ پھر انہیں دوا اسپرے کرنے کی ہدایت کی۔ وہ دوا تمام مطلوبہ افراد پر اسپرے کی گئی۔ کسی کے قریب جا کر اسپرے کی گئی اور کسی کے گھر کے باہر دور سے کی گئی۔ تمام نتائج یکساں ظاہر ہوئے۔ وہ سب ہی ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گئے۔

اس کے بعد پارس امریکی' روسی اور اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں جا کر ردِعمل معلوم کرتا رہا۔ ایک نئی تباہ کن دوا نے اپنا اثر دکھایا تھا۔ سب ہی ممالک پریشان تھے اور کسی حد تک مطمئن بھی تھے کہ ان سب کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنا اپنا ملک چھوڑ کر کہیں دوسرے ممالک میں جا کر روپوش ہو گئے تھے۔

امریکی اکابرین کے دماغوں میں جانے سے پتا چلا کہ وہ ایک خفیہ اجلاس میں مصروف ہیں۔ اس اجلاس میں پورس بھی خیال خوانی کے ذریعے موجود تھا۔ امریکا سے جس طرح اس کی دوستی ہوئی اور جیسے معاملات طے ہوئے' وہ تمام باتیں پارس سنتا رہا۔

اس اجلاس میں پانچ ایسے اعلیٰ افسران تھے' جو یوگا کے ماہر تھے۔ پارس ان کے دماغوں میں نہیں جا سکتا تھا۔ اس لیے یہ معلوم نہ کر سکا کہ ان پانچوں کی پشت پر ایک امریکن بلیک آرمی ہے' بڑے ٹھوس منصوبے بنا کر ان پر کامیابی سے عمل کر رہی ہے۔ اسی ایک منصوبے کے تحت بڑی کامیابی سے پورس کو امریکا کا دوست بنا لیا گیا تھا۔

پارس مسلسل خیال خوانی میں مصروف رہا اور بڑی اہم معلومات حاصل کرتا رہا۔ پھر جب بارہ گھنٹے پورے ہونے والے تھے' تب وہ میجرٹی ہنٹر کے دماغ میں آگیا۔ وہ تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ بارہ گھنٹوں کے بعد دوا کا اثر ختم ہوتا ہے اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہوتی ہے یا نہیں؟

میجرٹی ہنٹر کے دماغ میں جانے سے پتا چلا کہ اسے اور اس کے ماتحتوں کو لات جوتے پڑ رہے ہیں۔ میجرٹی ہنٹر نے جن اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو پاؤں کی جوتیاں بنا کر رکھا تھا اب وہ ان سے انتقام لے رہے تھے۔

اس دوران میں ایک امریکی حاکم نے جب انہیں بتایا کہ بارہ گھنٹے کے بعد ان کی ٹیلی پیتھی کا علم بحال ہونے والا ہے تو فرانس کے حکام اور فوج کے افسران پر غالب آگئے۔ ان سب کے دماغوں میں گھس کر حکم دیا کہ انصاف کی کرسیوں سے اتر کر مجرموں کی قطار میں آجاؤ۔

بازی پلٹ گئی تھی۔ میجر اور اس کے ماتحت کرسیوں پر آکر بیٹھ گئے۔ تمام حکام اور اعلیٰ افسران مجرموں کی طرح ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ پھر میجر ایک فاتح کی شان سے بہت کچھ بولنے لگا۔

پارس نے عملی طور پر یہ آزمایا تھا کہ دوا کا اثر صرف بارہ گھنٹے تک رہتا ہے۔ اب وہ نہیں چاہتا تھا کہ میجرٹی ہنٹر جیسا ناکارہ شخص فرانس کے حکمرانوں پر حاوی رہے۔ پھر کبھی شی تارا کا اور کبھی ناشتا کا معمول اور تابعدار بنتا رہے۔

اس نے اپنے آلۂ کاروں کو ہدایت کی "ہال کے اندر اور باہر نہ جاسکو تو باہر ہی سے دوا کا اسپرے کرو۔ تم میں سے کوئی ایک ہال میں اسپرے کرے۔ وہاں ایک ہی کین کی دوا کافی ہے۔"

ایک آلۂ کار نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور ہال کی ایک کھڑکی سے دوا اندر اسپرے کر دی۔ پارس پھر میجر کے اندر آگیا۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر فاتحانہ انداز میں چلتا ہوا فرانس کے اکابرین کے سامنے آیا۔ وہ بے چارے معزز حکمران اور افسران مجرموں کی طرح کھڑے ہوئے تھے۔ میجر نے ایک اعلیٰ افسر سے کہا "ہوں! تمہارے اندر انتقام بھرا ہوا تھا۔ تم نے مجھے لاتوں سے بھی مارا اور جوتوں سے بھی۔ اب تمہارا انجام کیا ہوگا؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "تم زیادہ سے زیادہ کیا کرو گے؟ دماغ میں اگر کرو گے اور اذیتیں دے کر مار ڈالو گے۔"

پارس بولا "میں تمہیں معاف بھی کر سکتا ہوں اور معافی کی شرط یہ ہے کہ تم مجھ پر تھوک دو۔"

اعلیٰ افسر نے حیرانی سے میجر کو دیکھا۔ میجرٹی ہنٹر نے کہا "مجھے دیکھنے کیا ہو؟ میرے منہ پر تھوکو۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "جب مرنا ہے تو ڈرنا کیا۔ یہ لو' آخ تھو۔"

اس نے میجر کے منہ پر تھوک دیا۔ اس کے تمام ماتحت کرسیوں سے اٹھ کر غصے سے بولے "اس کی اتنی جرأت۔ اس نے تمہارے منہ پر تھوکا ہے۔ ہم ان سب کے دماغوں میں زلزلہ پیدا کریں گے۔"

میجرٹی ہنٹر نے اپنے ساتھیوں سے کہا "ارے کتے کے بچو! تمہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا ہے کہ ہم سب پھر ٹیلی پیتھی کے علم سے خالی ہو گئے ہیں۔ جاؤ' اپنے اپنے باپ کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرو۔"

ان سب نے خیال خوانی کی کوشش کی اور ناکام رہے۔ تمام اکابرین اور افسران کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ لوگ پھر ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو گئے ہیں۔ ایک نے میجر سے پوچھا "تمہارے منہ پر تھوکا گیا ہے اور تم جواباً اسے ذہنی اذیت نہیں پہنچا رہے ہو؟"

میجر نے کہا "پتا نہیں کون میرے دماغ میں تھا۔ اس نے مجھے مجبور کیا کہ میں اسے اپنے منہ پر تھوکنے کے لیے کہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا' ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ پہلے ہم بارہ گھنٹوں تک ٹیلی پیتھی سے محروم رہے۔ پھر یہ علم ہمیں ابھی تھوڑی دیر کے لیے ملا۔ اس کے بعد ہم پھر اس علم سے محروم ہو چکے ہیں۔"

ایک افسر نے میجر کو زور کا تھپڑ رسید کیا پھر ذرا انتظار کرنے کے بعد بولا "واقعی یہ تمام کتے پھر ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان سب کو گرفتار کر لو۔"

ان سب کو پھر ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔ ایک حاکم نے کہا "ہم نہیں زندہ رکھتا' سانپ کو پالنے کے برابر ہے۔ سانپوں کی طرح کبھی یہ زہریلے ہو جاتے ہیں۔ کبھی ان کا زہر نکل جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ پھر زہریلے ہو جائیں' ان سب کو گولی مار دو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ انہیں ایک کھلے میدان میں لا کر ایک قطار میں کھڑا کیا گیا۔ پھر میجرٹی ہنٹر سمیت تمام ماتحتوں کو فائرنگ اسکواڈ نے گولی مار دی۔

○☆○

جس خلائی سوری تھی۔ اس نے سپنے میں دیکھا کہ فہمی کو شیشے کے ہوگیا ہے۔ شیشے کی چھت اور دیواریں چکنا چور ہو گئی ہیں۔ وہاں صرف فہمی ثابت و سالم رہ گئی ہے۔

وہ چونک کر نیند سے بیدار ہو گئی۔ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ خواب تھا یا اس کے گمان کی شکتی تھی جس نے اسے بتا دیا تھا کہ فہمی اس کے طلسم سے آزاد ہو گئی ہے۔ وہ خلا میں تکنے لگی۔ گمان کی شکتی سے معلوم کرنے لگی کہ وہ کس طرح آزاد ہو گئی ہے۔ پتا چلا' جس طرح میں نے آمنہ کے ذریعے روحانی قوت سے کالے جادو کا توڑ کیا تھا اور نادیدہ طلسمی کمرے سے باہر نکل آیا تھا اس کے برعکس فہمی نے روحانی قوتوں کا سہارا نہیں لیا تھا۔ اپنی ذہانت سے اس کے کالے جادو کا منہ توڑ جواب دے کر ثابت کیا تھا کہ فہمی' فہم و فراست کا نام ہے۔

اس نے سوامی کو مخاطب کیا "ہم نے فہمی کو بیر غمال بنایا تھا تاکہ سونیا اور فرہاد امریکی ایجنٹ اسٹون ہارٹ کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ لیکن اس نے شیشے کے طلسمی کمرے سے رہائی پالی ہے۔ اب وہ لوگ اسٹون ہارٹ کے پیچھے پڑ جائیں گے اور اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم اس کے پاس جاؤ اور اس کی حفاظت کو اور زیادہ یقینی بناؤ۔"

"میں ابھی جاتا ہوں لیکن وہ لڑکی آپ کے طلسمی کمرے سے کس طرح زندہ سلامت نکل آئی ہے؟"

"وہ بہت عقل مند ہے۔ میری زندگی میں وہ پہلی لڑکی ہے جس نے اپنی عقل سے ثابت کر دیا ہے کہ کالا جادو عارضی طور پر نقصان پہنچاتا ہے۔ میں نے ایک نادیدہ کمرے کا شعبدہ دکھایا تھا۔ اس نے میری شعبدہ بازی کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ میں بعد میں اس سے نمٹ لوں گی۔ تم اسٹون ہارٹ کے پاس جاؤ۔"

"دادی ماں! ایک اور بری خبر ہے۔ آپ سو رہی تھیں۔ میں نے آپ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ آپ کی نیند کے دوران میں فرہاد نے آپ کی معمولہ شیریں کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دیا ہے۔ کیا اب آپ اس کی ہمزاد بن کر اس کے پاس جا سکیں گی؟"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی "اس ادارے کے اندر اور باہر کچھ روحانی قوتیں ہیں۔ دنیا کی جیسی بھی خطرناک نادیدہ قوتیں ہوں' وہ ادھر سے گزر نہیں پاتی ہیں۔ میں بھی ادھر نہیں جا سکوں گی۔"

"اس کے باپ آغا تابش علی کو ملک بدر کر دیا گیا ہے۔ اب وہ کبھی ایران کی سرحد میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ وہ ہمارے لیے ناکارہ ہو چکا ہے۔"

"اسے نرک میں جانے دو۔ تم اسٹون ہارٹ کے پاس جاؤ۔ امریکی اکابرین ہماری غیر معمولی قوتوں پر بہت بھروسا کر رہے ہیں۔ اگر ہم اس کی حفاظت نہ کر سکے تو امریکی حکومت سے ملنے والی سہولتیں ختم کر دی جائیں گی۔"

سوامی تلک رام بھاٹیا نے شی تارا سے کہا "اسٹون ہارٹ کے

لیے خطرہ بڑھ گیا ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے شیریں کی ہمزاد بن کر چلو۔"

شی تارا نے کہا "وہ تو اسپتال میں محفوظ ہے۔ اسے سونیا اور وہاں کے سراغ رساں پہچان نہیں پائے ہیں۔ اس اسپتال میں پولیس والے گئے تھے۔ اگر وہ پہچان لیا جاتا تو پولیس والے اسے گرفتار کرلیتے۔ پھر اسے زندہ نہیں چھوڑتے۔"

"ہاں مگر دادی ماں نے پھر ایک بار مجھے اس کی حفاظت کے لیے کہا ہے تو ضرور کوئی بات ہوگی۔ اس اسپتال میں کوئی گڑبڑ ہوسکتی ہے یا وہ اپنی کسی غلطی کی وجہ سے پہچانا جاسکتا ہے۔"

وہ دونوں اس کے دماغ میں آئے۔ انہیں یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ وہ اسپتال میں نہیں تھا۔ اس کے زخموں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور وہ ایک فٹ پاتھ پر ایک اندھے کی طرح چھڑی ٹیکتا ہوا چل رہا تھا۔

شی تارا نے ہمزاد کی حیثیت سے پوچھا "یہ تم کہاں جارہے ہو؟"

اس نے پوچھا "کون ہو تم؟"

"کیا تم میری آواز اور لب ولہجہ بھول گئے ہو۔ میں شیریں کی ہمزاد بول رہی ہوں۔"

"ہاں یاد آیا۔ تم مجھ پر مہربان رہنے والی ہمزاد ہو۔ پتا نہیں' مجھے اسپتال میں کیسی دوا پلادی گئی تھی۔ اسے پینے کے بعد محسوس کررہا ہوں کہ میری یادداشت کمزور ہوگئی ہے اور جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو' میں چھڑی ٹیک کر اندھے کی طرح چل رہا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں کس قسم کا اندھا بن گیا ہوں۔ مجھے کبھی دھندلا سا نظر آتا ہے اور کبھی آنکھوں کے سامنے بالکل تاریکی چھا جاتی ہے۔ میں کچھ دیکھ نہیں پاتا اس لیے اپنے ہاتھ میں چھڑی رکھی ہے۔"

"تم اسپتال سے چلے آئے ہو۔ کیا وہاں خطرہ محسوس کررہے تھے؟"

"میری یادداشت کمزور ہوگئی ہے۔ میں کبھی دیکھ پاتا ہوں اور کبھی اندھا ہوجاتا ہوں۔ کیا ان حالات میں مجھے وہاں خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

دیکھنے' سننے' سونگھنے' چکھنے اور چھونے اور تمام انسانی حرکات کا تعلق دماغ سے ہوتا ہے۔ میں نے اسٹون ہارٹ کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا اور دماغ کی اس رگ کو چھیڑ رہا تھا' جس کا تعلق بینائی سے ہے۔ اس رگ پر میرا کنٹرول تھا اور وہ میری مرضی کے مطابق کبھی دیکھ رہا تھا اور کبھی اندھا ہورہا تھا۔

شی تارا اور سوامی یہ سمجھنے کی کوشش کررہے تھے کہ اس کے دماغ میں کوئی چھپا ہوا ہے یا کسی دوا کے اثر سے اس کی بینائی متاثر ہوتی جارہی ہے۔ شی تارا نے کہا "سوامی جی! آپ مہاگیانی ہیں۔ کسی نادیدہ ہستی کی موجودگی کو سمجھ لیتے ہیں۔ کیا آپ سمجھ رہے ہیں کہ یہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے؟"

سوامی نے کہا "کوئی انسانی جسم نادیدہ بن کر آئے تو مجھے اس کی موجودگی کا پتا چل جاتا ہے کیونکہ وہ نادیدہ بننے کے باوجود سانس لیتا رہتا ہے اور میری قوتِ سماعت بہت تیز ہے۔ میں آس پاس ہوئے لوگوں کے دل کی دھڑکنیں سن لیتا ہوں۔ جب آپ لوگ میں نادیدہ بن کر آئی تھیں تو میں نے تمہاری سانسوں سے موجودگی کو سمجھ لیا تھا لیکن سوچ کی لہریں بے آواز ہوتی ہیں لیے اسٹون ہارٹ کے دماغ میں کسی خیال خوانی کرنے والے سراغ نہیں مل رہا ہے۔"

شی تارا نے کہا "سونیا اور ایرانی سراغ رساں اسے ڈھونڈنے میں ناکام رہے تھے۔ حالانکہ یہ زخمی ہے۔ دادی ماں نے اپنے سے اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کے دماغ میں نہیں آسکتا۔"

سوامی نے کہا "اس کا بیان ہے کہ کوئی دوا پینے کے بعد اس یادداشت کمزور ہوگئی ہے۔ یعنی دماغ کچھ کمزور ہوگیا ہے۔ کوئی دشمن اس کے اندر آسکتا ہے۔"

"لیکن یہ اس طرح اندھا دھند کہاں جارہا ہے؟"

ان دونوں نے اس کے خیالات پڑھے' وہ سوچ رہا تھا کہ اسپتال سے نکل آیا ہوں۔ یہ اطمینان ہے کہ خطرے سے دور ہوں۔ بہت دور کسی شہر میں پہنچ گیا ہوں۔ سوچ رہا ہوں کہ کسی کو اندھا سمجھ کر اپنے گھر میں پناہ دے گا یا پھر کسی ہوٹل میں کمرہ کردہاں بیٹھ کر اپنی بینائی درست ہونے کا انتظار کروں گا۔"

سوامی نے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا۔ وہ انہیں اس رات تک کی رپورٹ پہنچا چکا تھا جب اسٹون ہارٹ اسپتال میں محو خواب تھا۔ اس نے اس کے بعد کی رپورٹ پیش کی کہ اسپتال کی کارروائی ایکشن ہوا ہے اس لیے اس کی بینائی کبھی آتی ہے اور چلی جاتی ہے۔

ایک امریکی فوجی افسر نے کہا "وہاں اس کی بینائی درست کرانے کے لیے کسی بڑے اسپتال میں پہنچایا جائے گا تو وہ بے نقاب ہوسکتا ہے۔ اسے امریکا واپس آجانا چاہیے۔"

سوامی اس سے پہلے آغا تابش علی کے سلسلے میں رپورٹ پیش کرچکا تھا۔ ایک حاکم نے کہا "مسٹر سوامی! ایران میں پھر ناکامی ہورہی ہے۔ آغا اور اسٹون ہارٹ جیسے مہرے پٹ گئے وہ دونوں تمہارے زیرِ اثر تھے۔ تم کسی ایک مہرے کو بھی ثابت قدم نہ رکھ سکے۔"

سوامی نے کہا "اسٹون ہارٹ کے اندھا ہوجانے میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ آغا ہمارے لیے بڑی عمدگی سے کام لیکن فرہاد نے اس کے دماغ میں گھس کر اس کی اصلیت کرلی۔"

"ناکامی کی بہت سی وجوہات پیش کی جاتی ہیں۔ تم بھی پیش کررہے ہو لیکن تمہارا دعویٰ تھا کہ تم سونیا کے مقابلے میں بہت ہی غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہو۔ پھر تمہاری وہ تمام صلاحیتیں کام کیوں نہیں آئیں؟"

"آپ حضرات ابھی طرح جانتے ہیں کہ پہلے وہاں صرف سونیا تھی۔ اچانک فرہاد بھی پہنچ گیا۔ میں ابھی صفائی کے طور پر یہ نہیں کہنا چاہتا کہ ہماری غیر معمولی صلاحیتیں کام کیوں نہیں آئیں؟ اس کا جواب جلد ہی ملے گا' جب ہماری صلاحیتیں رنگ دکھائیں گی۔ اب ہماری یہی کوشش ہوگی کہ سونیا اور فرہاد کو ایران سے چلے جانے پر مجبور کردیں۔"

شی تارا نے سوامی کے دماغ میں آکر کہا "ہم اسٹون ہارٹ کو سونیا اور سراغ رسانوں سے دور رکھنا چاہتے ہیں اور وہ کمبخت اندھا بن کر چھڑی ٹیکتا ہوا ایک پولیس اسٹیشن پہنچ گیا ہے۔"

سوامی نے اسٹون ہارٹ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ تھانے میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا پولیس کے ایک بڑے افسر کو اپنا کچا چٹھا سنا رہا تھا۔ اسے چھپانے کی کوششیں کی جارہی تھیں اور وہ خود ہی اپنا پول کھول رہا تھا۔

سوامی نے ان اکابرین سے کہا "ابھی شی تارا نے آکر مجھے بتایا تھا کہ اسٹون ہارٹ پولیس اسٹیشن پہنچ گیا ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا ہے۔ واقعی وہ ابھی ایک افسر کے سامنے بیٹھ کر اپنے اپنی اصلیت بتا رہا ہے۔ آپ ان حالات میں بتائیں کہ ہم آپ کے کسی بھی سیکرٹ ایجنٹ کی حفاظت کس طرح کرسکتے ہیں؟ آپ نے آج تک جتنے ایجنٹ ایران بھیجے ہیں وہ اب تک اپنی غلطی کے غرور میں مارے گئے۔ یا اپنی حماقتوں سے اسی طرح پھنستے رہے جیسے یہ اسٹون ہارٹ پھنسنے گیا ہے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اسٹون ہارٹ اتنا احمق نہیں ہے کہ خود پھنسنے چلا جائے۔ یقیناً فرہاد نے اس کے دماغ پر قبضہ جمار کھا ہے۔"

"ہم آئندہ فرہاد سے نمٹ سکتے ہیں لیکن اب اسٹون ہارٹ کو نہیں بچاسکتے' وہ سب کچھ اگل چکا ہے۔ فرہاد اس کی کھوپڑی میں گھسا ہوا ہے اور ایرانی خفیہ ایجنسی والے اسے تھانے سے باہر لے جاکر گولی مارسکتے ہیں۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا "کیا کیا جاسکتا ہے؟ اب تک ہمارے کتنے ہی ایجنٹ مارے گئے ہیں؟ وہ اندھا ایجنٹ اب ہمارے کسی کام کا نہیں رہا ہے۔ وہ مرتا ہے تو اسے مرنے دو۔"

شی تارا اور سوامی اپنے آشرم والے کمرے میں دماغی طور پر حاضر ہوگئے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر سوامی نے کہا۔ "یہ تو ہونا ہی تھا۔ ہم نے فہمی کو یرغمال بنا کر سونیا اور فرہاد کو اپنے جال میں پھانسنا چاہا تھا۔ فہمی کے رہائی پاتے ہی بات سمجھ میں آگئی تھی کہ ہمارے لوگ اسٹون ہارٹ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اسے تو مرنا ہی تھا۔ ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ ہم سونیا اور فرہاد کو کس طرح ایران چھوڑنے پر مجبور کرسکتے ہیں۔"

"میرا بس چلے تو میں انہیں دنیا چھوڑنے پر مجبور کردوں لیکن عرصۂ دراز سے کسی کا بس نہیں چل رہا ہے۔ ہزاروں جان لیوا حملوں کے باوجود وہ زندہ ہیں۔"

"یہ حقیقت ہے کہ موت سے پہلے آدمی نہیں مرتا۔ تم نے کئی بار پارس کو مار ڈالنا چاہا مگر ناکام رہیں لیکن جب موت آئی تو وہ خود ہی مرگیا۔"

پھر وہ چونک کر بولا "ہم خواہ مخواہ انہیں ایران سے نکالنے کی بات کررہے ہیں۔ وہ دونوں تو بابا صاحب کے ادارے میں ہوں گے۔ پارس کی آخری رسومات ادا کرنے کے بعد بھی سوم وغیرہ کی کچھ رسمیں ہوتی ہیں۔ شاید وہ چالیس دنوں تک ادارے میں رہیں گے اور وہیں سے اس طرح خیال خوانی کریں گے جیسے کہ وہ ایران میں ہوں۔"

"واقعی وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہوں گے۔ ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔"

سوامی تنک رام بھاٹیا نے پھر امریکی اکابرین کو مخاطب کیا اور کہا "ابھی ایک بات سمجھ میں آئی ہے۔ سونیا اور فرہاد ایران میں نہیں ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں ہیں لیکن ہم پر یہ ظاہر کررہے ہیں کہ وہ ایران میں بیٹھے ہیں۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"عقل سے۔ آپ ذرا عقل سے سوچیں۔ وہ پارس کی آخری رسومات میں آئے ہوں گے۔ وہ اپنا بیٹا تھا۔ پھر مرنے والے کے سلسلے میں ان کے ہاں کچھ رسموں کی ادائیگی ہوتی رہتی ہے۔ پارس کو اس ادارے کے قبرستان میں دفن کیا گیا ہے۔ وہ دونوں چالیس دنوں تک وہاں رہیں گے' ایران نہیں جائیں گے۔"

"ہاں۔ بات سمجھ میں آتی ہے۔ وہ پارس کی موت کے بعد خیال خوانی کے ذریعے ایران پہنچتے ہیں اور ہم سمجھ رہے ہیں' وہ سچ مچ ... وہاں موجود ہیں۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا "پھر تو یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ پھر کبھی ایران نہ جائیں۔"

ایک افسر نے کہا "ویسے ان کے ایران میں نہ رہنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ تو خیال خوانی کے ذریعے اس طرح کام کرتے ہیں جیسے وہاں واقعی موجود ہوں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ان کی موجودگی اور غیر موجودگی سے بڑا فرق پڑتا ہے۔ سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ اس کی موجودگی سے وہاں کے حکام کو تقویت ملتی ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس کے شعبے دن رات چوکس رہتے ہیں۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "سونیا کچھ کم نہیں ہے۔ اس پر فرہاد وہاں پہنچ گیا تھا۔ وہ وہاں موجود رہ کر ہمارے اہم ایجنٹوں کی خفیہ پناہ گاہوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے دور سے وہ

اپنے آلۂ کاروں کو صرف ہدایات دے سکتے ہیں۔ جب تک وہ آلۂ کار ان کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں' تب تک ہمارے ایجنٹ کو خبر ہوجاتی ہے پھر وہ ان کے ہاتھ نہیں آتے۔ بہرحال ہماری یہی کوشش ہونی چاہیے کہ وہ دونوں اب ایران نہ جانے پائیں۔"

سوامی نے کہا "میں جارہا ہوں۔ ابھی چالیس دنوں تک اطمینان ہے کہ وہ ایران نہیں جائیں گے۔ اس وقت تک ہم حکومتِ ایران کے اہم شعبوں کے اہم افراد کو آغا تابش علی کی طرح اپنا معمول اور تابعدار بنالیں گے۔"

شی تارا اور سوامی پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئے۔ سوامی نے کہا "ہم کچھ دیر آرام کریں گے۔ پھر وہاں کے اہم شعبوں میں جاکر پہلے ان افراد کی سیاسی پوزیشن کو سمجھیں گے۔ ان میں سے جو افراد اہم ہوں گے' انہیں ہم ٹریپ کریں گے۔"

"میں وہاں کی زبان نہیں جانتی ہوں۔ میرے لیے مشکلات پیدا ہوں گی۔"

"تم تھوڑی دیر کے لیے سوجاؤ۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے ذہن میں فارسی زبان نقش کردوں گا۔"

وہ یوں بھی تھکن محسوس کررہی تھی۔ بستر پر آکر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کرکے اپنے دماغ کو سونے کی ہدایت کرنے لگی۔ سوامی اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد گہری نیند میں ڈوب گئی۔ اب اس کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے زیرِ اثر لایا جاسکتا تھا۔

سوامی بستر کے قریب آگیا پھر اس کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا۔ اسی وقت اسے دادی ماں کی آواز سنائی دی "بیٹے! ابھی اس پر عمل نہ کرو۔ پہلے میری بات سن لو۔"

"میں سن رہا ہوں' دادی ماں!"

"میرا آخری وقت آگیا ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ آپ نے کہا تھا' آپ مرنے کے بعد بھی زندہ رہیں گی اور میرے ساتھ رہا کریں گی۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا لیکن اس دنیا کی ہر چیز کسی نہ کسی دن فنا ہوتی ہے۔ میں ڈیڑھ سو برس سے زندہ ہوں۔ آئندہ بھی زندہ رہ سکتی ہوں لیکن میرا یہ جسم' میرا گوشت اور میری کھال خشک ہوکر شکن آلود ہوگئی ہے۔ بدن پر جیسے گوشت نہیں رہا ہے۔ سب سوکھ گیا ہے۔ میری بوڑھی ہڈیاں اتنی نرم ہوگئی ہیں کہ جیسے کوئی موم بتی پگھلتی جارہی ہے۔ میں اس گلتے' سڑتے ہوئے بدن کے ساتھ جی نہیں سکوں گی۔"

"دادی ماں' آپ میرا ساتھ چھوڑ دینے والی بات نہ کریں۔"

"نہیں بیٹے! ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔ اسی وقت کے لیے میں دن رات جاگتی اور دھیان گیان میں ڈوب کر آتما شکتی حاصل کرتی رہی۔ آج میں اتنی شکتی مان ہوگئی ہوں کہ میرا بوڑھا جسم مرجائے گا لیکن میں نہیں مروں گی' اپنی آتما کو کسی جوان عورت کے جسم میں داخل کروں گی' پھر اس عورت کے روپ میں زندہ رہوں گی۔"

"میں دادی ماں! میں چاہتا ہوں کہ آپ کسی روپ میں میرے لیے زندہ رہیں۔"

"لیکن میں جس عورت کے بھی جسم میں جاؤں گی اس کو مرنا ہوگا کیونکہ اس کے جسم سے اس کی آتما نکل کر تنویمی اثر کے خالی جسم میں جاکر رہ سکوں گی۔"

"اگر آپ کے بوڑھے جسم کا آخری وقت آچکا ہے تو مجھے کام دیں۔ آشرم میں کئی جوان لڑکیاں ہیں۔ میں ان میں سے کسی ایک کو مار ڈالوں گا۔"

"بیٹے! مجھے شی تارا کا حسن اور جسم پسند ہے۔ تو اس کے اندر سے اس کی آتما نکال دے۔ اس کا جسم میری آتما کے لیے خالی کردے۔"

"میں آپ کی آگیا (حکم) کا پالن کروں گا لیکن....."

"میں جانتی ہوں تو اسے پسند کرتا ہے۔ اسے اپنی دھرم پتنی بنانا چاہتا ہے۔ میری آتما اس کے اندر سما گئی تو پھر تو اسے اپنی گھر والی نہیں کہہ سکے گا۔ یہ تیری دادی ماں بن جائے گی' جوان دادی ماں۔"

"آپ میری پسند اور میری چاہت کو جانتی ہیں۔ پھر اسے اپنی آتما اور نئی زندگی کے لیے کیوں پسند کررہی ہیں؟"

"اس لیے کہ یہ بہت خود غرض اور بے وفا ہے۔ تجھ سے کبھی وفا نہیں کرے گی۔ اس نے پہلے پارس کو چاہا۔ پھر اسے مار ڈالنے کی کوششیں کیں۔ اس کے بعد پورس کو چاہا۔ اسے بھی مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ یہ تیرے ساتھ بھی یہی سلوک کرے گی۔ میں تجھے اس کے فریب میں نہیں آنے دوں گی۔"

"آپ کی باتیں کبھی غلط نہیں ہوتیں۔ آپ مجھے اتنا چاہتی ہیں کہ میرے لیے اپنی زندگی کو طول دے رہی ہیں۔"

"یہ جب پہلی بار آشرم کے تہ خانے میں آئی تھی اور مجھے سانپوں اور بچھوؤں کے درمیان آتما شکتی کے عمل میں مصروف دیکھا تھا تو جانتے ہو' اس نے کیا ارادہ کیا تھا؟"

"میں نہیں جانتا۔ آپ بتائیں۔"

"اس نے عہد کیا تھا کہ یہ آتما شکتی کے حوالے سے دادی ماں کی طرح مہا شکتی مان بنے گی۔ آج اس کی یہ خواہش پوری ہوگی۔ یہ مہا شکتی مان بھی بنے گی اور تیری دادی ماں بھی۔"

سوامی نے کہا "ایک خود غرض اور بے وفا کو مرجانا چاہیے اور میری دادی ماں کو زندہ رہنا چاہیے۔"

"تو پھر دیر نہ کر۔ میری آتما آرہی ہے۔ اس کی نئی رہائش گاہ بنادے۔"

سوامی تلک رام بھاٹیا نے شی تارا کے سر کے نیچے سے تکیہ کھینچا تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے سوامی کو دیکھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ سکتی یا اس سے کچھ پوچھتی' اس نے اس کے منہ اور ناک پر تکیہ رکھ کر دبادیا۔

شی تارا کے دیدے پھیل گئے۔ وہ تڑپنے لگی۔ سوامی اگرچہ مریض تھا مگر پہلوان تھا۔ اتنا شہ زور تھا کہ وہ اس کے نیچے سے نکل نہیں سکتی تھی۔ وہ تکیے کو پوری قوت سے دباتے ہوئے کہہ رہا تھا "ہے منگ لم۔۔۔ سوا تگتم۔۔۔ نیا جنم۔ ہے منگ لم' سوا تگتم نیا جنم۔"

سوامی دیر تک قوت آزماتا رہا کیونکہ شی تارا یوگا کی ماہر تھی۔ وہ چند منٹ تک سانس روکنے کے بعد بھی زندہ رہتی تھی۔ وہ یہ بھی مہارت کے باعث سوامی کی گرفت سے نکلنے کی کوششیں کرتی رہی۔

تین منٹ گزر گئے۔ پھر پچیس منٹ بھی گزر گئے۔ اس نے ہزار بار رہائی پانے کی کمزور سی کوشش کی پھر ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑگئے۔ بدن میں آخری بار لرزہ پیدا ہوا پھر وہ ساکت ہوگئی۔ اس کے دیدے بھی پھیل کر ساکت ہوگئے تھے۔

سوامی نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اسے شی تارا کا دماغ نہیں ملا۔ وہ مردہ ہوچکا تھا۔ سوامی کی آواز کہہ رہی تھی "ہے منگ لم' سوا تگتم نیا جنم۔۔۔"

○☆○

انسان اپنی زندگی میں یہ صحیح طرح معلوم نہیں کرسکتا کہ وہ کس قدر ہر دلعزیز ہے اور کس حد تک قابلِ نفرت؟

اگر وہ مرنے کے بعد دیکھنے کے قابل رہے تو اسے اپنی قابلِ نفرت کا یا قابلِ نفرت ہونے کا صحیح علم ہوتا ہے۔

پارس مرنے کے بعد بھی زندہ تھا۔ اس لیے دیکھ رہا تھا کہ تمام حلقہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی موت سے خوش اور مطمئن ہوئے اور جسے اس کی موت کا زیادہ صدمہ ہوا تھا' وہ الپا تھی۔ ایک کروڑپتی ہونے کے باوجود اس کے لیے پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی تھی۔

اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ پارس یوں اچانک دنیا سے اٹھ جائے گا۔ وہ تصدیق کے لیے میرے پاس آئی تھی۔ میں نے بھی اس کی موت کی تصدیق کرنے کے لیے کہا "تم نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی ہوگی؟ کیا اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے؟ ہمیں تو نہیں مل رہا۔ ٹیلی ڈونا نے بتایا تھا کہ اس نے کسی مکان کے کمرے میں خود کشی کی ہے۔"

لیکن الپا کو پارس سے ایسا گہرا لگاؤ تھا کہ اس کا دل نہیں مان رہا تھا۔ آخر وہ جناب علی اسد اللہ تمیزی کے پاس روتی ہوئی پہنچ گئی۔ وہ بزرگ جانتے تھے کہ الپا جیسی کٹر یہودی کے اندر انقلابی تبدیلی آگئی ہے۔ وہ آئندہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف نہ کچھ کرے گی اور نہ کسی مخالفانہ کارروائی میں حصہ لے گی اور پارس کے خلاف تو کچھ سوچنے سے پہلے مرجانا پسند کرے گی۔

جناب تمیزی جانتے تھے کہ وہ پارس کے معاملے میں ہمیشہ رازدار ... بن کر رہے گی اس لیے اسے حقیقت بتادی کہ پارس زندہ ہے۔

پھر تو اس کی خوشیوں کا ٹھکانا نہ رہا۔ وہ جتنا روئی تھی' اس سے زیادہ ہنسنے' ناچنے اور گانے لگی۔

تھوڑی دیر پہلے جب وہ روتی رہی تھی تو برین آدم اسے تسلیاں دیتا اور سمجھاتا رہا تھا کہ وہ ایک مسلمان کے لیے آنسو بہائے گی تو مملکتِ اسرائیل کے تمام اکابرین یہی کہیں گے کہ وہ ایک بیٹی کو جنم دینے کے دن سے اب تک بابا صاحب کے ادارے والوں سے یعنی مسلمانوں سے متاثر ہے اور اس قدر متاثر ہے کہ ایک مسلمان کی موت پر ماتم کررہی ہے۔ اور شاید اندر سے مسلمان ہوگئی ہے۔

برین آدم کو الپا پر اعتماد تھا کہ وہ یہودی ہے اور یہودی رہے گی۔ اس نے سمجھایا "اگر ہمارے ملک کے اکابرین کو یہ معلوم ہوگا کہ تم ایک مسلمان کے لیے رو رہی ہو تو تم پر سے ان کا اعتماد اٹھ جائے گا۔ اب سے پہلے بھی دشمنوں نے یہی کوشش کی تھی۔ یہاں کے اکابرین اور پوری یہودی قوم کو تم سے بدظن کرنا چاہا تھا۔ پلیز دشمنوں کو موقع نہ دو۔ اپنے آنسو پونچھ لو۔"

اس نے برین آدم سے وعدہ کیا۔ اب آنسو نہیں بہائے گی لیکن ابھی وہ تنہائی چاہتی ہے۔ برین آدم اسے تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے دروازے کو اندر سے بند کرکے جناب تمیزی سے حقیقت معلوم کرلی تھی۔

وہ ہنستی کھلکھلاتی اور رقص کرتی ہوئی بستر پر آگر گر پڑی۔ محبت وہ ہوتی ہے' جس کے زیرِ اثر ایک دوسرے کو پالینے کی خواہش ہوتی ہے۔ الپا کے دل میں ایسی محبت نہیں تھی بلکہ ایسی محبت تھی' جو عقیدت کا درجہ حاصل کرلیتی ہے۔ وہ کسی غرض کے بغیر اس سے محبت بھی کرتی تھی اور اس کی عقیدت مند بھی تھی۔

اسی وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ آواز آئی "پلیز سانس نہ روکنا' میں پورس بول رہا ہوں۔"

وہ بولی "تم پہلی بار میرے پاس آئے ہو۔ میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ بائی دا وے کیسے آنا ہوا؟"

"میں پارس کی موت پر افسوس کرنے آیا ہوں کیونکہ تم اسے بہت چاہتی تھیں۔"

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں اسے چاہتی تھی؟"

"پہلے تو شی تارا نے بتایا تھا کہ تم بابا صاحب کے ادارے اور خاص طور پر پارس سے اس لیے محبت کرتی ہو کہ انہوں نے تمہاری زچگی کے وقت دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارے دماغ میں گھسنے اور تم پر غالب آنے سے روکا تھا۔"

"بے شک یہ ان لوگوں کا احسان مجھ پر ہے۔ کبھی وقت آئے گا تو اس احسان کا بدلہ چکادوں گی۔ ان کے احسان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں ایک مسلمان سے عشق کرنے لگوں۔"

"شی تارا کے علاوہ نتاشا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے

بھی یہی کہتے ہیں کہ پارس کے ساتھ تمہارا خفیہ رابطہ رہتا تھا۔"

"تم جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا حوالہ دے رہے ہو' یہ سب میرے دشمن ہیں۔ میرے خلاف ایسی ہی بے تکی باتیں کریں گے۔ میں پوری یہودی قوم کی آنکھوں کا تارا ہوں۔ کیا ایک مسلمان سے محبت کر کے اپنی قوم کی نظروں سے گر جاؤں گی۔ مملکتِ اسرائیل میں حکمران بدلتے رہتے ہیں لیکن میرا اقتدار برسوں سے قائم ہے۔ میں یہاں کی بے تاج ملکہ ہوں۔ کیا میں ایسی نادان ہوں کہ ایک مسلمان کی خاطر اقتدار سے محروم ہو جاؤں گی۔"

پورس نے قائل ہو کر کہا۔ "تمہاری باتوں میں وزن ہے۔ تمہارے دشمنوں نے تمہارے خلاف بے تکی باتیں کی تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں غلط سمجھا تھا۔"

"کوئی بات نہیں' غلط فہمیاں ہو جایا کرتی ہیں۔ اب اصل بات بتاؤ' کس لیے آئے ہو؟"

"تعجب ہے۔ تم مجھے خودغرض سمجھ رہی ہو۔ کیا ایک دوسرے سے دوستی یا کم از کم شناسائی نہیں ہونی چاہیے۔"

"تمہاری دوستی خطرے کا سگنل ہے۔ دوستی کی آڑ میں یہ سراغ لگاؤ گے کہ میں اسرائیل میں ہوں یا کسی اور ملک میں؟ پھر وہاں پہنچ کر دوا اسپرے کرو گے اور مجھے ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم کر دو گے۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے برسوں سے اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرتی آ رہی ہو۔ میں تمہارے جیسے اچھے اور تعمیری کام کرنے والوں کا دشمن نہیں ہوں۔ میں اس دوا کے ذریعے ایسے افراد کو ٹیلی پیتھی سے محروم کروں گا جو لالچی اور خودغرض ہیں اور فسادات پھیلاتے رہتے ہیں۔"

"پھر تو تم بہت ہی نیک کام کر رہے ہو۔"

"مجھے اس نیک کام کے لیے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔"

"میں حاضر ہوں۔ جب بھی میری ضرورت ہو گی' میں نیک کام میں تمہارا ساتھ دوں گی لیکن دور ہی دور سے۔ خیال خوانی کے ذریعے۔"

"کیا ہمارے درمیان دوستی اور اعتماد کا رشتہ قائم نہیں ہو سکتا؟"

"جب ہم دور ہی دور سے ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے تو ہم میں سے کسی کو کسی پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔"

"چلو یہی سہی۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھیں گے۔"

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے لیکن آئندہ میں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ ہمارے درمیان ایک آلۂ کار ہو گا جس کے دماغ میں پہنچ کر ہم گفتگو کریں گے۔ تم کسی آلۂ کار کو مقرر کرو۔ تب تک کے لیے رخصت چاہتی ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ چلا گیا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے برین آدم سے کہا "بگ برادر! میں نے آنسو پونچھ لیے ہیں۔ آپ کی ہدایات پر عمل کر رہی ہوں۔ پارس کی موت پر زار زار رونے کے لیے جذباتی ہو گئی تھی۔ اب نارمل ہوں۔"

برین آدم نے کہا "الپا! تم بہت ذہین ہو۔ میں نے پہلی تمہیں ایب نارمل ہوتے دیکھا تھا۔ شکر ہے کہ تم نے خود پر قابو پا لیا ہے اور اب نارمل ہو۔"

"میں تھوڑی دیر بعد اپنا یہ ملک چھوڑ دوں گی۔ کسی اور ملک میں رہائش اختیار کروں گی۔ پھر آپ سے رابطہ کروں گی۔"

"جاؤ۔ میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ خدا تمہیں پورس کو غارت کرے۔ اس کمبخت کی وجہ سے تم اپنا ملک چھوڑ رہی ہو۔ بہرحال تم مجھے بھی یہ نہ بتانا کہ کس ملک کے کس علاقے میں رہائش اختیار کر رہی ہو۔ خدا تمہاری حفاظت کرنے والا ہے۔"

وہ برین آدم سے رابطہ ختم کر کے بڑے افسوس کے ساتھ سوچنے لگی "یہ کیسی دنیا ہے۔ ہم یہاں کھل کر کسی سے محبت نہیں کر سکتے۔ میں یہ کہہ نہیں سکتی کہ پارس کے لیے میرے دل میں کتنی نیک جذبے ہیں اور اس کے لیے جو پیار ہے' اس میں کتنی پاکیزگی ہے۔ پوری یہودی قوم یہ برداشت نہیں کرے گی کہ جو الپا مگدیل اسرائیل کا اہم ستون کہلاتی ہے' وہ ایک مسلمان سے محبت کرے اور اس کی عقیدت مند رہے۔ کتنے نادان ہیں یہ دنیا والے! کہتے ہیں اس طرح محبت دل سے ... نکل جاتی ہے جبکہ یہ اور سفید سے اپنی جڑیں گہری کرتی رہتی ہے۔"

نیپال کے ایک شہر پتن میں ایک عیسائی میاں بیوی رہتے تھے۔ وہ ایک ہفتے پہلے یروشلم زیارت کے لیے آئے تھے اور اب نیپال واپس جانے والے تھے۔ ان کی ایک بیٹی لندن میں تھی۔ وہ بیوہ ہو گئی تھی۔ وہ ایک بچی کی ماں تھی۔ وہ میاں بیوی یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی بیوہ بیٹی مر چکی ہے۔ الپا نے ان میاں بیوی پر تنویمی عمل کیا۔ ان کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ ان کی بیوہ بیٹی سومی زندہ ہے۔ وہ دونوں لندن گئے تھے' وہاں سے اپنی بیٹی سومی اور ننھی نواسی کو اپنے ساتھ نیپال لے آئے ہیں۔

پتن میں ان کے پڑوسی اور محلے والے سومی کو جانتے تھے۔ پانچ برس پہلے ایک انگریز کی دلہن بن کر لندن گئی تھی۔ اب بیوہ ہو کر ایک ننھی بچی کو گود میں لے کر اپنے میکے پتن واپس آئی تھی۔ الپا میک اپ کے ذریعے سومی بن چکی تھی۔ اس پر کوئی شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ سومی کے بارے میں وہاں کچھ لوگ جانتے تھے کہ ایک دولت مند کی بیوی تھی۔ شوہر کی موت کے بعد بہت سا دولت کے ساتھ پتن آئی ہے۔

وہاں عیسائی برائے نام تھے۔ مسلمانوں کی بھی تعداد کم تھی۔ ہندو اور بدھ مت والے زیادہ تھے۔ اونچی نیچی پہاڑیوں میں

ملاقات بنے ہوئے تھے۔ برف باری ہوتی رہتی تھی۔

اسرائیل جیسے گرم علاقے میں رہنے والی الپا زیادہ سردی اور برف باری کی عادی نہیں تھی لیکن وہ مضبوط قوتِ ارادی کی حامل تھی۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ تکلیف برداشت کرے گی اور ایسی ہی جگہ رہے گی' جہاں کسی کو اس کی موجودگی کا شبہ نہیں ہو گا۔

نیپال بظاہر ایک چھوٹا سا آزاد ملک ہے لیکن وہ بھارتی حکومت کے زیرِ اثر ہے۔ وہاں دنیا کے مختلف حصوں سے سیاح خاصی تعداد میں آتے ہیں لیکن الپا کی معلومات کے مطابق کبھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ادھر نہیں گیا تھا۔ ہو سکتا ہے' عارضی طور پر کوئی گیا ہو لیکن کسی نے وہاں مستقل رہائش اختیار نہیں کی تھی۔

وہاں سومی کو جاننے والی پرانی سہیلیاں اور دوسرے لوگ اسے مخاطب کیا کرتے تھے اور وہ فوراً ہی ان کے خیالات پڑھ کر ان کے نام اور ضروری معلومات حاصل کر لیتی تھی۔ الپا کو ان سہیلیوں کے نام معلوم ہو گئے تھے۔ ان کے خیالات پڑھ کر مزید معلومات حاصل ہوتی رہتی تھیں۔

جہاں اچھے لوگ ہوتے ہیں' وہاں برے بھی ہوتے ہیں۔ کچھ منچلے ایسے بھی تھے جو اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے تھے کیونکہ وہ حسین اور جوان بیوہ بہت دولت مند سمجھی جا رہی تھی۔ ان میں سے ایک سیٹھ دولت رام تھا' جو اپنی تجوری سے زیادہ دولت چاہتا تھا۔ دوسرا عاشق اس علاقے کا دادا تھا۔ جب وہ بازار جاتی تھی تو وہ اسے چھیڑتا رہتا تھا۔ تیسرا عاشق ایک باڈی بلڈر قد آور جوان تھا' جو اسے چھیڑتا نہیں تھا لیکن دور ہی دور سے اسے اس طرح دیکھتا رہتا تھا کہ وہ بھی اسے کبھی کبھی دیکھنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔ اس انتظار میں رہتی تھی کہ وہ کچھ بولے گا تو اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے گی۔

ویسے وہ بہت محتاط تھی۔ اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ خواہ مخواہ خیال خوانی نہیں کرے گی۔ کوئی اس سے زیادتی کرے گا تو ایک عام عورت کی طرح اس کا مقابلہ کرے گی یا برداشت کرے گی۔ ہاں کبھی جان پر بن آئے تو پھر مجبور ہو کر ٹیلی پیتھی کا سہارا لے گی۔

اس نے پہلے یہ یقین کر لیا تھا کہ سیٹھ دولت رام اور علاقے کا دادا رگھوناتھ یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ وہ ان کے خیالات پڑھ چکی تھی۔ اس گبھرو جوان وجے سے بھی محتاط تھی۔ اسے سمجھ نہیں پائی تھی۔ وہ جسمانی طور پر صحت مند اور چہرے سے بہت ذہین لگتا تھا۔

اس روز وہ اپنی ننھی سی بچی کو اچھی طرح گرم کپڑوں میں لپیٹ کر ایک ڈاکٹر کے کلینک جا رہی تھی۔ رگھوناتھ نے بیچ بازار میں اس کا راستہ روک کر کہا "جانی! یہ جوانی جس کے لیے تھی' وہ مر گیا۔ اب مجھے خیرات میں دے دو۔"

وہ بولی "رگھو! یہاں تمہیں سب ہی خطرناک غنڈا اور قاتل کہتے ہیں۔ یہ تو کوئی تعریف کی بات نہیں ہے۔ تمہیں بدنامی کیوں پسند ہے؟"

"جو مزہ بدنامی میں ہے' وہ نیک نامی میں نہیں۔ یہ کتنی بڑی بات ہے کہ پورا علاقہ میرا نام سن کر لرزتا ہے۔ لوگ اس ملک کے راجا سے اتنا نہیں ڈرتے' جتنا کہ مجھ سے خوف کھاتے ہیں۔"

"تم چاہتے ہو کہ میں تم سے ڈر کر اپنے آپ کو تمہارے حوالے کر دوں؟"

"خود کو میرے حوالے نہیں کرو گی تو تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔ یہ پورا بازار دیکھتا رہ جائے گا' کوئی تمہیں بچانے والا نہیں آئے گا۔"

"میں ابھی تھانے جا کر تمہارے خلاف رپورٹ لکھواؤں گی۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "کہو تو پورا تھانہ یہاں لے آؤں۔ یہاں کے پولیس والے پہلے ہاتھ جوڑ کر مجھے نمستے کہتے ہیں بعد میں اپنے افسروں کو سیلیوٹ کرتے ہیں۔ میں تمہیں ایک نمونہ دکھاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے الپا کی کلائی پکڑ لی۔ وہ اپنی کلائی چھڑانے کی کوششیں کرنے لگی۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "جسے مدد کے لیے بلانا ہو' اسے بلاؤ۔ اس دھرتی پر تو کوئی سورما نہیں ہے اور بھگوان کو اتنی فرصت نہیں ہے کہ ایک ابلا ناری کو بچانے کے لیے اوپر سے نیچے آئے۔"

کچھ لوگ رگھو سے کترا کر گزر رہے تھے اور کچھ لوگ دور سے تماشا دیکھ رہے تھے۔ وجے نے قریب آ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہا "رگھو دادا! آپ سے تو دنیا ڈرتی ہے' آپ ایک کمزور عورت کی بھرے بازار میں بے عزتی نہ کریں۔ بھگوان کے لیے اسے چھوڑ دیں۔"

"بھگوان کے لیے کیوں چھوڑ دوں۔ اس کی ضرورت بھگوان کو نہیں' مجھے ہے۔"

پھر وہ الپا سے بولا "دیکھ یہ مچھوا جوان ہے۔ کسرت کرتا ہے اور باڈی بلڈر کہلاتا ہے لیکن بزدل ہے۔ کبھی کسی سے لڑتا نہیں ہے' میرے سامنے ہاتھ جوڑ رہا ہے۔"

وہ بولا "بات یہ ہے رگھو دادا! کہ لڑنا جھگڑنا اچھی بات نہیں ہے۔ مرد اس لیے ہوتا ہے کہ عورت کی حفاظت کرے۔ آپ کو بھی یہی کرنا چاہیے۔"

"میں تو نہیں کر رہا ہوں۔ تم مرد ہو تو اسے بچا لو۔"

"بچا تو لوں مگر خواہ مخواہ آپ سے جھگڑا کرنا پڑے گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "سنو لوگو! سنو' یہ ہیجڑا باڈی بلڈر مجھ سے جھگڑا کرنے اور اسے بچانے کی بات کر رہا ہے۔ کیا کہتے ہو' اسے ایک ہاتھ جماؤں؟"

رگھو دادا کے دو چار چیلے کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا۔ "گرو! ایک ہاتھ جما دو۔ پھر یہاں کے دوسرے پہلوان بھی تمہارے

نام کی مالا جپنے لگیں گے۔"

رگھو نے ایک ہاتھ اٹھا کر وجے کے منہ پر مارنا چاہا۔ وجے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا لیکن جس طرح الپا اس سے ہاتھ نہ چھڑا سکی' اسی طرح وہ وجے کے سامنے ناکام رہا۔ تب رگھو نے الپا کی کلائی چھوڑ کر دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا۔ وجے نے دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ گرفت اتنی مضبوط تھی جیسے دونوں ہاتھ فولادی شکنجے میں آ گئے ہوں۔ اس نے خود کو چھڑانے کے لیے سر سے سر پر ٹکر ماری۔ اس کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ ایسا لگا جیسے دیوار سے سر ٹکرایا ہو۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔

لڑائی شروع ہوتے ہی رگھو دادا کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ پہاڑ کے نیچے آ گیا ہے۔ اگر وہ شکست کھائے گا تو برسوں کی دادا گیری مٹی میں مل جائے گی۔

اسی وقت وجے نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بن کر رگھو دادا کے بارہ بجاتا رہا۔ اس نے دونوں ہاتھ چھوڑ کر اس کی ناک پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ چکرا کر گرنے لگا۔ اس کے چیلوں نے اسے سنبھالا۔ پھر ایک چیلے نے اس پر چھلانگ لگائی۔ وجے ایک طرف ہٹ گیا' وہ زمین پر آ کر ایک پتھر پر گرا۔ تکلیف سے چیخنے لگا۔ دوسرے چیلے نے حملہ کیا۔ پھر تیسرے چیلے نے بھی حملہ کیا۔ تمام بازار والے حیرانی سے دیکھ رہے تھے کہ وجے پر کسی کا حملہ کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ وہ ایک تربیت یافتہ فائٹر کی طرح بڑی مہارت سے لڑ رہا تھا۔ وہ تمام چیلے تو دو چار ہاتھ کھانے کے بعد ہی بھاگتے ہوئے دور چلے گئے۔ رگھو کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ گرنے کے بعد دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہو سکا۔ وجے نے الپا سے کہا "سوی! تم جاؤ' یہ پھر کبھی نہیں چھیڑے گا۔"

وہ بولی "تم بہت اچھے ہو۔ مرد کو سپاہی بننا چاہیے' غنڈا نہیں۔"

وہ بچی کو سینے سے لگائے کلینک کی طرف جانے لگی۔ اتنی دیر میں اس نے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ وجے پہلے بہار کے ایک شہر پٹنہ میں رہتا تھا۔ پچھلے برس اپنی ماں اور جوان بہن کے ساتھ اس علاقے میں آ کر رہنے لگا تھا۔ اس کی آمدنی کا ذریعہ یہ تھا کہ وہ وہاں کے جوانوں سے ماہانہ فیس لے کر انہیں باڈی بلڈنگ اور جوڈو کراٹے سکھاتا تھا۔ اس نے بہن کی شادی کر دی تھی۔ وہ دلہن بن کر پھر پٹنہ شہر چلی گئی تھی۔ اب وہ ماں کے ساتھ وہاں رہتا تھا۔ ایک ماہر فائٹر ہونے کے باوجود کسی سے لڑتا جھگڑتا نہیں تھا۔

وجے نے دور بھاگنے والے چیلوں کو بلا کر کہا "اپنے گرو کو اٹھا کر لے جاؤ اور اسے سمجھاؤ کہ یہاں آدمی بن کر رہے۔ پھر کبھی غنڈا بنے گا تو حرام موت مرے گا۔"

وہ اپنے گرو کو سہارا دے کر لے گئے۔ بازار کے تمام لوگ وجے کی تعریفیں کرنے لگے۔ وہ ایک ہوٹل میں آ کر بیٹھ گیا۔ چائے

کا آرڈر دے کر سوچنے لگا' کون میرے خیالات پڑھ رہا تھا؟ وہ صحت مند جوان عورت ہے۔ چہرے سے بڑی پُراعتماد دکھائی دیتی ہے۔ اس کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ وہ طوفانوں سے لڑتی آئی ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایک نوجوان ایسا تھا' جس کے دماغ کو جناب تمیرزی نے مجوبہ بنایا تھا۔ وہ چشم زدن میں اپنا لب و لہجہ بدل کر خود کو مُردہ ظاہر کرتا تھا۔ اپنے دماغ میں نئے لب و لہجے کو نقش کر لیتا تھا۔ کوئی اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ وہ اپنی جیسی نئی شخصیت بناتا تھا' شخصیت کے مطابق اس کے چور خیالات اسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ جیسا کہ الپا اس کے خیالات پڑھ کر یقین کر چکی تھی کہ وہ وجے کمار ہی ہے۔

پورس نے بلی ڈونا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کے سوا کوئی بلی کے دماغ میں نہیں جائے گا جبکہ پارس جانتا تھا کہ وہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تو پارس خاموش سنتا رہتا تھا۔ ایک بار پورس نے گفتگو کے دوران میں بلی سے کہا کہ وہ دنیا میں کسی کو دوست نہیں بناتا لیکن اس کا ایک کلاس فیلو وجے کمار اسے بہت پسند ہے۔ اسے موجودہ معاملات سے فرصت ملی تو وہ کبھی اس سے ملنے کے لیے نیپال جائے گا۔

پارس اسی تاک میں رہتا تھا کہ پورس کے قریب رہنے کے ذرائع بناتا رہے۔ ایک ذریعہ بلی ڈونا بنی ہوئی تھی۔ اس نے دوسرا ذریعہ وجے کمار کو بنایا۔ وہ چار دن پہلے پٹن آیا تھا۔ وجے کمار کو دیکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے تمام حالات معلوم کر لیے تھا۔

وجے واقعی ایک باڈی بلڈر تھا اور وہاں کے جوانوں کو جوڈو کراٹے وغیرہ سکھاتا تھا۔ بظاہر بہت شریف اور نیک نام تھا لیکن حسن و شباب کا رسیا تھا۔ رات کی تاریکی میں دنیا والوں سے چھپ کر عیاشی کرتا تھا۔

پارس جس دن پٹن پہنچ کر وجے کمار کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اس رات وجے ایک پہاڑی کے ٹیلے کے پیچھے ایک جوان لڑکی کو شکار کر رہا تھا۔ وہ راضی نہیں ہو رہی تھی۔ خود کو اس سے چھڑا کر بھاگ رہی تھی کہ پیر پھسلا اور وہ پہاڑی سے ایک کھائی میں گر کر مر گئی۔

اس بات کا کوئی چشم دید گواہ نہیں تھا کہ وجے کی ہوس کے نتیجے میں ایک معصوم لڑکی جان سے گئی ہے۔ پارس نے وجے کو ٹریپ کر کے اپنے ہوٹل کے کمرے میں بلایا۔ وہ سحر زدہ تھا۔ پارس نے اسے سامنے بٹھا کر اپنا چہرہ تبدیل کیا۔ اس کے ناک نقشے کے مطابق خود کو وجے کمار بنایا پھر اسے ہوٹل سے جانے کی اجازت دے دی۔ وہ رات کی تاریکی میں چلتا ہوا اسی پہاڑی پر آیا جہاں سے وہ لڑکی خود کو بچاتے ہوئے پھسل کر گری تھی۔ وہاں سیکڑوں

ن گہری کھائی تھی۔ گرنے والوں کو وہاں سے نکالا نہیں جا سکتا خاص اگر ادھر سے کوئی لاش مل بھی جاتی تو چہرے اور جسم کے اتنے ٹکڑے ہو چکے ہوتے کہ وہ پہچانی نہیں جاتی..... وجے نے پارس کی مرضی کے مطابق وہاں سے گہری کھائی میں کود کر جان دے دی۔

اس کے گھر میں صرف ایک ماں تھی۔ بہن سسرال جا چکی تھی۔ اگر وہ ہوتی تو وہ بھی اس پر شبہ نہیں کر سکتی تھی۔ ماں کے حلق کا جاتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو سینے سے لگا کر اس کی دھڑکنوں سے یا بدن کی مہک سے یا اس کے کسی بھی انداز سے پہچان لیتی ہے۔ اس نے ماں کے خیالات پڑھ کر اطمینان کر لیا تھا کہ وہ کسی طرح بھی شبہ نہیں کر رہی ہے۔

اس طرح پارس' وجے بن کر مطمئن ہو گیا تھا کہ اس نے پورس کے قریب رہنے کا ایک اور ذریعہ بنا لیا ہے۔ وہ تو ایک ٹھوس بنیاد پر اس علاقے میں آیا تھا۔ وہاں کسی دن پورس سے اس کا سامنا ہونے والا تھا لیکن وہ ابھی یہ نہیں جانتا تھا کہ الپا بھی اتنی ٹیلی پیتھی وہ اسے محفوظ رہنے کے لیے وہاں چلی آئی ہے۔

وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے دماغ میں آنے والی ہستی کون ہو سکتی ہے؟ کیا سوی پر شبہ کیا جا سکتا ہے؟ وہ ایک بچی کی ماں ہے۔ کیا وہ خیال خوانی کرتی ہو گی؟

اب تک جتنی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں تھیں' پارس نے ان کے متعلق سوچا تو الپا یاد آئی۔ وہی ٹیلی پیتھی جاننے والی' ایک بچی کی ماں تھی۔ اس نے حیرانی سے سوچا' کیا الپا یہاں سوی بن کر روپوش رہنے آئی ہے؟

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ الپا کے دماغ میں پہنچا۔ وہ سانس روکنے والی تھی۔ اس نے کہا "میں پارس بول رہا ہوں۔"

"لیکن یہ تمہاری آواز اور لہجہ نہیں ہے۔"

"آواز اور لہجہ بدل کر ہی میں نے دشمنوں کو اپنی موت کا یقین دلایا ہے۔ کیا میں سابقہ آواز میں بولوں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی بھی کسی کی بھی آواز اور لہجے کی نقل کر سکتا ہے۔ پارس کی بھی نقل کی جا سکتی ہے۔"

"ہمارے خاندان والوں کے علاوہ صرف تم ایک ایسی عورت ہو جسے جناب تمیرزی نے رازدار بنایا ہے' کیا اب یقین آیا؟"

وہ خوش ہو کر بولی "ہاں۔ یہ بات میرے اور جناب تمیرزی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تم ہی جان سکتے ہو۔ یہ بتاؤ کہاں ہو اور کیسے ہو؟"

"میں خیریت سے ہوں۔ لیکن کہاں ہوں' یہ بتا دوں؟ کیا تم بھی بتا دو گی کہاں ہو؟"

"جب مجھ پر اتنا اعتماد کیا گیا ہے کہ تمہارے بارے میں حقیقت بتا دی گئی ہے تو اب میں بھی تم سے اپنا کوئی راز نہیں چھپاؤں گی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی ایک دوسرے کا سامنا نہیں کرتے۔ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ دھوکے سے کوئی بھی کسی کو ٹریپ کر لے گا۔ میں نے بھی آج تک کسی کا سامنا نہیں کیا لیکن اب پورے اعتماد سے تمہارا سامنا کروں گی۔"

"میں جانتا ہوں' تمہارے دل میں میرے لیے اتنی محبت ہے کہ آج تک کسی عورت نے مجھ سے اتنی محبت نہیں کی ہو گی اور مجھے اتنا اعتماد ہے کہ میں تمہیں جہاں بلاؤں گا' تم وہاں چلی آؤ گی۔"

"تمہارا اعتماد درست ہے۔ جہاں بلاؤ گے' جب بلاؤ گے' چلی آؤں گی۔ اور اگر کبھی تمہیں فرصت ملے تو میرے پاس آؤ۔ میں نیپال کے ایک شہر پتن میں ہوں۔"

"ابھی مجھے فرصت ہے' کیا آ جاؤں؟"

وہ خوش ہو کر بولی "تم آؤ گے؟ میرے پاس آؤ گے؟ میں تو خوشی سے مر جاؤں گی۔"

"پھر نہیں آؤں گا۔ میں تمہیں زندہ سلامت دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "سچ بتاؤ' اب آ رہے ہو؟"

"میں نے کہا نا' ابھی آ رہا ہوں۔"

"کس فلائٹ سے آ رہے ہو' مجھے بتاؤ۔ میں کھٹمنڈو ائرپورٹ پر تمہیں ریسیو کرنے آؤں گی۔"

"میں تمہیں ائرپورٹ آنے کی زحمت نہیں دوں گا۔ اچانک آ کر تمہارے دروازے پر دستک دوں گا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہو گا کہ میرا گھر کہاں ہے؟ کیا یہاں دوسروں سے پوچھتے پھرو گے؟ جبکہ کوئی یہاں الپا کو نہیں جانتا ہے۔"

"میں کسی سے نہیں پوچھوں گا۔ سیدھا دروازے پر پہنچ کر اس طرح دستک دوں گا کہ سنو۔"

وہ کمرے میں تھی۔ دروازے پر دستک سن کر چونک گئی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی "کون ہے؟"

"یہ بھی خوب رہی۔ اپنے پاس بلا کر پوچھ رہی ہو' میں کون ہوں؟"

وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "نہیں' یہ ناممکن ہے۔ پتا نہیں تم کہاں ہو؟ چند سیکنڈ میں یہاں کیسے پہنچ سکتے ہو؟"

"کیا تم نے دستک کی آواز نہیں سنی؟"

"ہاں۔ مگر کانوں کو دھوکا ہو سکتا ہے۔ پھر دستک دو۔"

اس نے دوسری بار دستک دی۔ الپا کے سینے میں دل اتنی تیزی سے دھڑکنے لگا جیسے اچھل کر باہر آ جائے گا۔ اس نے فوراً ہی دروازہ کھول کر دیکھا۔ سامنے وجے کمار کھڑا ہوا تھا۔

وہ تعجب سے بولی "تم؟"

"ہاں' جب میں تمہاری خاطر رگھو دادا سے لڑ رہا تھا تو پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ مجھے اسی وقت شبہ ہوا کہ ایک بچی کی ماں جو خیال خوانی کرنا جانتی ہے' وہ الپا ہی ہو سکتی ہے۔"

وہ بے یقینی سے وجے کمار کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اندر آکر بولا۔
"میں دنیا کے لیے وجے کمار ہوں لیکن تمہارے لیے پارس۔"
وہ قریب آکر اسے چھو کر بولی "میں نے تمہارے چور خیالات پڑھے تھے۔ چور خیالات کے ذریعے حقیقت نہیں چھپتی۔ پھر تم کیسے چھپے رہے اور خیالات کے ذریعے وجے کمار ثابت ہوتے رہے؟"
"یہ میری کھوپڑی کا کمال ہے۔ تمہیں یقین دلانے کے لیے پھر جناب تمیزی کا حوالہ دے رہا ہوں۔ تم پہلی یہودی عورت ہو جس پر ہم نے اعتماد کیا ہے اور تمہیں رازدار بنا کر میرے زندہ رہنے کی حقیقت بتائی ہے۔"
یہ راز کسی وجے کمار کو معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ الپا خوشی سے چیختی ہوئی پارس کی گردن میں بانہیں ڈال کر لپٹ گئی۔ پھر خوشی کے مارے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
اس کی مسرتوں اور آنسوؤں کی سچائی کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں، جن کا کوئی محسن موت کے بعد اچانک زندہ ہو کر چلا آیا ہو۔

○☆○

سوامی تلک رام بھاٹیا بستر کے کنارے دونوں ہاتھ جوڑے کھڑا ہوا تھا اور شی تارا کے ساکت جسم کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی موت کی تصدیق ہو گئی تھی۔
وہ شی تارا جو کبھی دیوی کہلایا کرتی تھی اور یوں ناقابل شکست کہلانا چاہتی تھی جیسے موت سے بھی کبھی شکست نہیں کھائے گی۔ اکثر زندہ رہنے والوں کو یہ خوش فہمی رہتی ہے کہ وہ زندہ رہنے کے لیے آئے ہیں۔ زندہ ہی رہیں گے، لیکن موت اچانک آکر دبوچ لیتی ہے تو پھر اپنی خوش فہمی پر پچھتانے کے لیے ایک ساعت کی زندگی بھی نہیں ملتی۔
وہ مرچکی تھی اور اپنا خوب صورت جسم چھوڑ گئی تھی۔ جسم خوب صورت ہو یا بدصورت تمام مرنے والے اس دنیا میں اپنا جسم چھوڑ کر جاتے ہیں۔ وہ جسم ایک خالی ڈبے یا خالی بوتل کی طرح قبرستان میں دفن کر دیا جاتا ہے یا چتا کی آگ میں پھینک دیا جاتا ہے۔
بستر پر شی تارا کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کے پھیلے ہوئے دیدے بالکل ساکت تھے۔ مُردے پلک نہیں جھپکتے لیکن اچانک دیدوں میں حرکت ہوئی۔ اس بدن نے ایک گہری سانس لی۔ سوامی نے خوش ہو کر اسے دیکھا۔ پھر دادی ماں کو اس دنیا میں خوش آمدید کہنے کے لیے بولا "منگ لم۔ سواگتم نیا جنم۔۔۔ منگ لم، سواگتم نیا جنم۔۔۔"
اس نیا جنم لینے والی کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ وہ بے آواز پرارتھنا میں مصروف تھی۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دیکھا۔ ہاتھ جوان تھے، خوب صورت تھے۔ وہ خوش ہو کر اپنے چہرے کو چھو کر دیکھنے لگی۔ یقین کرنے لگی کہ ڈیڑھ سو برس پرانا، سڑا گلا جسم مردہ ہو چکا ہے اور اب اسے یہ جوان اور خوب صورت جسم مل گیا ہے۔
وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی۔ پھر بستر سے اتر کر تیزی سے پہلو بدلتی ہوئی قد آدم آئینے کے سامنے آئی۔ خود کو ادھر اُدھر سے چھو کر دیکھنے لگی۔
"میں جوان ہوں، خوب صورت ہوں۔ میں بوڑھی نہیں ہوں اور اب میں اس آشرم سے باہر جایا کروں گی۔ اب مجھے شرم نہیں آئے گی۔ جب میں بوڑھی، ہڈیوں کا ڈھانچا نہیں رہی تو شرم کیسی آئے گی۔"
اس نے پلٹ کر سوامی تلک رام بھاٹیا کو دیکھا۔ وہ حیرت اور مسرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی "میرے پوتے! میرے پڑپوتے تلک رام، آمیرے گلے لگ جا۔"
وہ آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ کر بولا "آپ اتنی جوان ہو گئی ہیں کہ دادی ماں نہیں لگتیں۔ میں آپ کو دادی ماں کہوں گا تو لوگ ہنسیں گے۔"
"لوگوں کے سامنے دادی ماں کہنا ضروری نہیں ہے۔ جو ہمارا رشتہ ہے، وہی رہے گا۔ تم تنہائی میں دادی ماں کہا کرو گے۔"
وہ دادی ماں سے الگ ہو کر بولا "آپ کے کمرے میں آپ کی بوڑھی لاش پڑی ہوئی ہے۔ اس کا انتم سنسکار کرنا ہے۔"
"ہاں چلو۔ میں یہ تماشا بھی دیکھوں گی۔ میرے سامنے میری ہی چتا جلائی جائے گی۔"
آشرم میں سب کو اطلاع دی گئی کہ دادی ماں کا دیہانت ہو گیا ہے۔ وہاں بھگتی اور ریاضت کرنے والے آشرم کے ایک گوشے میں صندل کی لکڑیاں لا کر جمع کرنے لگے۔ پھر بوڑھی دادی ماں کی ارتھی اٹھائی گئی۔ اس کے بعد اس بوڑھے جسم کو صندل کی لکڑیوں پر لٹا کر آگ لگا دی گئی۔
کریا کرم کے بعد وہ دونوں پھر اپنے کمرے میں آگئے۔ سوامی نے پوچھا "بڑی ہستیاں جب مرجاتی ہیں تو یادگار کے طور پر ان کی سادھی بنائی جاتی ہے۔ کیا آشرم میں آپ کی سادھی بنائی جائے؟"
وہ بولی "مجھ سے عقیدت رکھنے والے تم سے یہی تقاضا کریں گے کہ میری سادھی بنائی جائے۔ تم ان کی یہ خواہش پوری کر دینا۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ تو صرف تم جانتے ہو کہ میں زندہ ہوں۔"
"دادی ماں! آپ کو دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے شی تارا زندہ ہو اور ابھی وہ اپنے بارے میں کچھ بولنے لگے گی۔"
"ہاں۔ دنیا والے بھی دھوکا کھائیں گے۔ مجھے شی تارا سمجھیں گے لیکن میں نیلماں ہوں۔ یہ نام مجھے ڈیڑھ سو برس سے پیارا ہے۔ میں نیلماں ہی کہلاؤں گی۔ لوگ رفتہ رفتہ تسلیم کر لیں گے کہ میں شی تارا نہیں ہوں۔"
"بابا صاحب کے ادارے میں جناب تمیزی اور آنند فرہاد روحانیت کے حامل ہیں۔ کیا انہیں معلوم ہو سکے گا کہ آپ نے شی تارا کا یہ جسم کس طرح حاصل کیا ہے؟"

نیلماں نے کہا "وہ دونوں عبادت اور ریاضت میں مصروف رہتے ہیں۔ دنیاوی معاملات میں دلچسپی نہیں لیتے ہیں اسی لیے آنند فرہاد کو طلسمی کمرے سے نکالنے کے بعد دوسری بار فنی کی آتما کو لینے نہیں آئی تھی۔ وہ لوگ روحانیت کے سلسلے میں بڑے ماہر ہیں۔ شاید وہ میرے معاملے میں کسی سے کچھ نہیں بولیں گے اور اگر بولیں گے تو دیکھا جائے گا۔"
"میرے لیے کیا حکم ہے؟"
"تم اپنی وہی ذمے داری پوری کرو۔ اگر سونیا اور فرہاد بابا صاحب کے ادارے میں ہیں تو انہیں ایران واپس نہ جانے دو۔ انہیں روکنے کی کوئی تدبیر کرو۔ اس سلسلے میں جب بھی میری ضرورت ہوگی، میں تمہاری مدد کے لیے چلی آؤں گی۔"
"وہ دونوں ایران میں نہیں ہیں اور چالیس دنوں تک ادھر کا رخ نہیں کریں گے۔ آپ کی اجازت ہو تو میں خود ایران جاؤں۔ وہاں حکومت کے جو اہم عہدے دار ہیں، ان کے روبرو جا کر انہیں آسانی سے ٹرپ کر سکوں گا۔"
"ہاں۔ میدان خالی ہے۔ تمہیں وہاں جانا چاہیے۔"
"آپ نے ایک نئی زندگی حاصل کی ہے۔ اب آپ کیا کرنا چاہیں گی؟"
"مجھے وہ لڑکی فنی بری طرح کھٹک رہی ہے۔ میں اس سے انتقام لوں گی۔ اسے مصیبتوں کی ایسی دلدل میں پھینکوں گی جہاں سے وہ کبھی نکل نہیں سکے گی۔ وہ زندہ رہ کر موت سے بدتر زندگی گزارتی رہے گی۔"
وہ اپنے پوتے کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آئی۔ پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے اس نے تھوڑی دیر پوجا کی۔ نئی زندگی اور جوان جسم پانے کے سلسلے میں بھگوان کا شکر ادا کیا۔ پھر فرش پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ یوگا کا ایک آسن اختیار کر کے اپنے اندر سے آہستہ آہستہ سانس چھوڑنے لگی۔ جب وہ جسم سانس سے بالکل خالی ہو گیا تو آتما شکتی کے ذریعے وہ بالکل ساکت ہو گئی۔ پھر وہ جسم مردہ ہو گیا ہو۔ اس کے جسم سے آتما نکل کر پرواز کرتی ہوئی فنی کو تلاش کرنے لگی۔
وہ آتما پہلے لاہور پہنچی لیکن وہ نظر نہیں آئی۔ آتما پلک جھپکنے سے پہلے ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ ہزاروں لاکھوں کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیتی ہے۔ وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک زمین کے چپے چپے پر گئی۔ پہاڑوں اور سمندروں میں دیکھا لیکن فنی دکھائی نہیں دی۔
آخر اس کی آتما واپس آکر پھر اس کے ساکت جسم میں داخل ہو گئی۔ اس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ بند کمرے میں ایک جانب تکتے ہوئے سوچنے لگی۔ یہ کیا ماجرا ہے؟ کیا وہ اس دنیا میں نہیں رہی ہے؟ اور اگر ہے تو پھر اس کی آتما کو وہ تلاش کیوں نہیں کر پائی؟
ایک خیال آیا، کیا اس نے روپ بدلا ہے؟ میک اپ کے ذریعے چہرے میں تبدیلیاں کی ہیں؟
وہ ایسا کر سکتی ہے لیکن آتما اصل ہوتی ہے اور اصل کو ہزار بہروپ میں بھی دیکھ لیتی ہے؟ اگر فنی میک اپ کے ذریعے چھپ تبدیل کر لیتی تب بھی نیلماں کی آتما اسے پہچان لیتی۔ بڑی حیرانی کی بات تھی کہ وہ پوری دنیا میں کہیں نظر نہیں آئی تھی۔
وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے فنی کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے فوراً سانس روک لی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو واپس آنا پڑا۔ یہ تصدیق ہو گئی کہ وہ اس دنیا میں ہے، مگر کہاں ہے؟
وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی "کیا شی تارا کے جوان جسم میں سمانے کے بعد میری آتما شکتی میں کوئی کمی آگئی ہے؟ میری آتما اس جوان جسم سے پرواز تو کرتی ہے لیکن مطلوبہ ہستی کو ڈھونڈ نہیں پاتی ہے۔ میرا خیال ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل وہ بے مثال ذہانت والی ہے۔ اپنی ذہانت سے اس نے ایسا کچھ کیا ہے کہ کالے جادو کی طرح میری آتما کو بھی دھوکا دے رہی ہے۔"
اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی پھر فنی کے دماغ میں پہنچتے ہی بولی "سانس نہ روکو۔ میری بات سن لو۔ میں ہزار بول رہی ہوں۔"
فنی نے سانس روک کر پھر اسے بھگا دیا۔ دادی اور پوتے میں اتنی شکتی تھی کہ وہ بڑے سے بڑے یوگا کے ماہرین کے دماغوں میں پہنچ جاتے تھے۔ پہلی بار ایسا ہو رہا تھا کہ نیلماں اس کے دماغ کے اندر جانے میں ناکام ہو رہی تھی اور اس کے سانس روکنے سے باہر نکل آتی تھی۔
وہ سانس روک کر اسے بھگانے میں کامیاب ہو رہی تھی تو اس کا تعلق ذہانت سے نہیں تھا۔ کسی غیر معمولی علم کے ذریعے وہ ایسا کر سکتی تھی اور ایسا روحانی عمل سے ہی ہو سکتا تھا۔
پھر نیلماں نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ وہ ناگواری سے بولی "کون ہے تو؟"
اسے آواز سنائی دی "وہی، جسے تو تلاش کر رہی ہے۔"
"کیا تو فنی ہے؟"
"ہاں۔ میں علی کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں ہوں اور ابھی جناب تمیزی کے حجرے میں ہوں۔ تو اپنی پوری آتما شکتی کا زور لگا لے، اس حجرے تک نہیں پہنچ سکے گی۔"
"کیا تو مجھ سے بچنے کے لیے ساری زندگی اس حجرے میں گزار دے گی؟"
"نہیں۔ تیرے لیے خوش خبری ہے۔ میں کسی دن، کسی وقت تیرے آشرم میں پہنچنے والی ہوں۔"
"میں حیران ہوں کہ تو میری آتما شکتی سے ٹکرانے آئے گی لیکن افسوس! میں نہیں رہوں گی۔ آج یہ آشرم چھوڑ کر واشنگٹن

جاری ہوں۔"

"تو کہیں بھی جائے گی' موت تیرے پیچھے آئے گی۔ ہر آہٹ پر کان رکھنا۔ ان میں سے کوئی بھی آہٹ میری آمد کی ہوگی۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ وہ غصے سے اس کی بات کا جواب دینے کے لیے اس کے دماغ میں گئی مگر پہلے کی طرح بھگادی گئی۔

اس نے اپنے پوتے کو مخاطب کیا۔ وہ ایران جانے کے لیے سفر کی تیاریاں کررہا تھا۔ اس نے پوتے کو بتایا کہ فہمی پھر چالاکی دکھارہی ہے۔ اس کی آتما شکتی سے بچنے کے لیے جناب تیمرزی کے حجرے میں چلی گئی ہے اور اب چیخ چیخ کررہی ہے کہ وہ خود اس کی موت بن کر اس کے پاس پہنچنے والی ہے۔

سوامی نے کہا "دادی ماں! ایک طویل عرصے سے فرہاد کی فیملی خطرناک ثابت ہورہی ہے۔ میں آپ کی لمبی عمر چاہتا ہوں۔ میرا ایک مشورہ مان لیں۔ فی الحال فہمی سے دور رہیں۔"

"بیٹے! میری عمر لمبی ہوتی رہے گی۔ میں تمہیں یہ کہنے آئی ہوں کہ آئندہ ہمیشہ ایک جوان اور خوب صورت لڑکی کے ساتھ رہا کرو۔ جب بھی میں خطرہ محسوس کروں گی' تم میرے دماغ میں آکر میرے حالات معلوم کرتے رہو گے۔ جیسے ہی کوئی میرے موجودہ جسم کو ہلاک کرے گا' تم اپنے ساتھ رہنے والی لڑکی کو ہلاک کرو گے۔ اس طرح میری آتما اس لڑکی کے اندر جائے گی اور پھر مجھے نئی زندگی اور نیا جسم مل جائے گا۔"

"میں آپ کی ہدایات پر عمل کرتا رہوں گا۔ ایک بات میں سوچ رہا ہوں کہ آپ آتما کے ذریعے فہمی کو تلاش کررہی تھیں۔ وہ تو کسی طرح چھپ گئی لیکن دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کی آتما سے چھپ نہیں سکیں گے۔ جبکہ وہ سب اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے خوف سے روپوش ہوگئے ہیں۔ اس طرح آپ یہ دوا اسپرے کرنے والے پورس کو بھی ڈھونڈ کر اس کی شہ رگ تک پہنچ سکتی ہیں۔"

"میں فہمی سے انتقام لینے کی دھن میں پورس کو نظرانداز کررہی تھی لیکن عقل یہی کہتی ہے کہ پہلے پورس کو ڈھونڈ کر اس پر قابو پایا جائے اور اس سے وہ دوا چھین لی جائے۔"

"پلیز دادی ماں! پورس ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ آپ ابھی اسے تلاش کریں۔ وہ دوا ہمارے ہاتھ لگے گی تو آپ فہمی کو ٹیلی پیتھی سے محروم کرسکیں گی۔"

نیلماں نے پھر سانس روک کر آتما شکتی کے ذریعے اپنی آتما کو جسم سے باہر نکالا اور پورس کو تلاش کرنے لگی۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ پورس بھی نظر نہیں آیا۔ اس آتما نے الپا اور نتاشا کو بھی تلاش کیا۔ وہ بھی اس کی آتما کو نظر نہیں آئیں۔ پھر اس نے ایک جانے پہچانے امریکی فوجی افسر کو تلاش کیا تو وہ واشنگٹن کے قریب آرمی ہیڈ کوارٹر میں نظر آگیا۔

اس کی آتما جسم میں واپس آگئی۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں کھول کر سوچا "ایسا کیوں ہورہا ہے؟"

بات جلد ہی سمجھ میں آگئی۔ وہ امریکی فوجی افسر کسی میں نہیں تھا۔ اپنی اصل صورت شکل میں تھا' اس لیے اس کی نے اسے دیکھ لیا۔ پورس' الپا اور نتاشا وغیرہ جتنے ٹیلی پیتھی والے تھے' وہ ایک دوسرے سے چھپنے کے لیے اور خاص اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے محفوظ رہنے کے لیے دنیا کے مختلف میں چلے گئے تھے۔ انہوں نے اپنے چہروں پر ایسا مستقل کیا تھا کہ صورت کے ساتھ شخصیت بھی بدل گئی تھی۔ پہچانے نہیں جاتے تھے۔

آتما سے اصلیت نہیں چھپتی لیکن نیلماں کی آتما سے چھپ گئے تھے۔ وہ کسی کو پہچان نہیں پائی تھی۔ اس کا مطلب کہ اس کی آتما شکتی میں کوئی کمی یا کمزوری پیدا ہوگئی تھی۔ آتما ایک جسم چھوڑ کر دوسرے جسم میں جاکر رہنا پڑا تو اس تبدیلی باعث کوئی فرق پیدا ہوگیا تھا۔

وہ جسم توشی تارا کا تھا۔ دھڑکنے والا دل اور سوچنے سمجھنے دماغ بھی شی تارا کا تھا۔ نیلماں کے ڈیڑھ سو برس پرانے دماغ آتما شکتی کی جو شدت تھی' وہ شدت شی تارا کے دماغ میں ہوسکتی تھی۔ دل اور دماغ کی تبدیلیوں کے باعث نیلماں کی آتما جو شکتی تھی' اس میں کمی آگئی تھی۔

فی الحال نیلماں کی سمجھ میں یہی بات آرہی تھی اور عقل سمجھارہی تھی کہ آئندہ وہ شی تارا کا جسم چھوڑ کر کسی تبدیلی چاہتے جسم... میں جاتی رہے گی تو اس کی آتما شکتی میں بتدریج ہوتی جائے گی۔ لہٰذا اس کی یہی کوشش ہونی چاہیے کہ وہ شی کے جسم کو کبھی نقصان نہ پہنچنے دے۔ کبھی اس جسم کو قتل نہ ہو دے۔ اس طرح موجودہ آتما شکتی باقی رہے گی ورنہ بار بار جسم سے وہ زندہ تو رہے گی لیکن وہ خطرناک نیلماں نہیں رہے گی آتما شکتی کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ اب بھی اتنی شکتی رہ گئی تھی وہ اپنی روح کو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچا اپنے جسم میں واپس لے آتی تھی۔

اب وہ پابند ہوگئی تھی۔ آئندہ اپنی شکتی کو برقرار رکھنے لیے لازمی ہوگیا تھا کہ وہ شی تارا کے جسم کو کبھی نقصان نہ ہو دے۔

○☆○

پارس اور پورس کے درمیان کسی نہ کسی دن کھل کر ٹکر ہونے والی تھی۔ وہ آخر ہوگئی۔ دشمنی کی بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ بیلی ڈونا تھی۔

جو دشمنی درپردہ تھی' وہ بیلی ڈونا کے باعث ظاہر ہوگئی۔ اس سے زر' زن اور زمین کے لیے لڑائی اور خون خرابا ہوتا آیا ہے۔ بھی اس طرح پورس کے حواس پر چھاگئی تھی کہ اس نے زندہ اسے پارس سے چھین لیا تھا لیکن اسے جیت لینے کے باوجود اس حسینہ کے ساتھ ایک لمحہ بھی گزارنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

اگر وقت گزارنے کے لیے ایک عورت کی ضرورت ہوتی تو پورس ٹیلی پیتھی کے ذریعے کتنی ہی حسیناؤں سے خفیہ طور سے مل سکتا تھا لیکن جسے حاصل کرنے کے لیے دل و دماغ میں دیوانگی پیدا ہوجاتی ہے پھر اس ایک حسینہ کے سامنے دنیا کی حسین ترین عورتیں بھی ہیچ ہوجاتی ہیں۔ اسی طرح بیلی ڈونا کے حسن و شباب اور ادائوں نے پورس کو دیوانہ بنادیا تھا۔

وہ اپنی دوسری مصروفیات کے دوران میں خیال خوانی کے ذریعے بیلی ڈونا کی نگرانی کرتا رہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کوئی ہلاک دشمن چھپ کر اس کے دماغ میں آتا ہے یا نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کی خفیہ رہائش گاہ کی نگرانی کی جارہی ہو؟

بیلی سے جب بھی دماغی رابطہ ہوتا تھا وہ یہی کہتی تھی۔ "میں بس تمہارا انتظار کررہوں گی۔ تم مجھ سے پیار جتاتے ہو' مگر آتے نہیں ہو۔"

"بیلی! یقین کرو۔ میں تمہارے لیے تڑپ رہا ہوں لیکن تمہارے لیے دیوانگی میں بھی عقل سے کام لے رہا ہوں۔ ہم جذباتی ہوکر ذرا سی بھی غلطی کریں گے تو ساری عمر پچھتاتے رہیں گے۔"

"تم نے جیسا خوبی عمل سمجھ کر کیا ہے اس کے بعد کوئی میرے اور نہیں آسکتا اور تم کئی بار دیکھ چکے ہو کہ میری خفیہ رہائش گاہ کی کوئی نگرانی نہیں کررہا ہے۔ پھر کس بات کا اندیشہ رہ گیا ہے؟"

"تم درست کہتی ہو۔ کوئی اندیشہ نہیں رہا ہے۔ اگر میں اپنی عادت کے مطابق خواہ مخواہ اندیشوں میں مبتلا رہوں گا تو تم سے کبھی مل نہیں پاؤں گا۔"

"پلیز اپنے دل سے اندیشے نکال دو۔ چلے آؤ' یہ ایسی جگہ ہے کہ یہاں تمہارے سوا کوئی نہیں آسکے گا۔"

"پچھلی رات میں تمہیں یاد کرتا رہا اور تڑپتا رہا۔ پھر میں نے تم سے ملنے کی ایک تدبیر سوچی ہے۔"

"سچ؟" وہ خوش ہوکر بولی "کیا تم اس تدبیر پر عمل کروگے؟"

"ہاں۔ مگر پہلی بنیادی بات یہ سمجھ لو کہ ہمیں خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے۔ مجھے یہ یقین نہیں کرنا چاہیے کہ میں اپنی موجودہ پناہ گاہ میں محفوظ ہوں۔ اس طرح تم بھی ہزار یقین کے باوجود سمجھ لو کہ تم محفوظ نہیں ہو۔ میں چاہتا ہوں' تم اچانک وہ جگہ چھوڑ کر انڈیا جاؤ۔"

"کیا تم انڈیا میں ملوگے؟"

"ہاں ممبئی شہر میں میرے کئی خفیہ ٹھکانے ہیں۔ میرے لیے الیمان کی بات یہ ہے کہ تم جس فلائٹ سے انڈیا جاؤ گی میں اسی فلائٹ میں نادیدہ بن کر رہوں گا۔ اگر تمہاری نگرانی ہوگی... تو میں تعاقب کرنے والوں کو تاڑ لوں گا۔ یہاں سے ممبئی شہر تک مجھ سے کوئی دشمن چھپا نہیں رہے گا۔"

وہ خوش ہوکر بولی "یہ تو فنتاسٹک آئیڈیا ہے۔ میں ابھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتی ہوں کہ انڈیا جانے کے لیے کون سی پہلی فلائٹ ہے؟"

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ پورس سوچنے لگا "یوں بھی انڈیا جانا ضروری ہے۔ میرے پاس دوا کا فارمولا محفوظ ہے۔ اس پر کام کرانے کے لیے مجھے بہت ہی قابل اور تجربہ کار ڈاکٹروں پر تنویکی عمل کرنا ہوگا۔ پھر وہ میرے تابعدار بن کر اس فارمولے کے مطابق دوا تیار کریں گے اور ایسے تجربات کریں گے کہ دوا کا اثر عارضی نہ رہے' پائیدار ہوجائے۔"

فرانس میں یہ تجربہ ہوچکا تھا۔ جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر وہ دوا اسپرے کی گئی تھی' وہ بارہ گھنٹے تک ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رہے تھے۔ پھر ان کی یہ صلاحیتیں بحال ہوگئی تھیں۔ اس کے بعد وہ پھر اس علم سے محروم ہوگئے تھے۔ پورس نے سمجھ لیا تھا کہ اس شاطرنے دوبارہ دوا اسپرے کی ہے تاکہ فرانس کے اکابرین ان پر غالب آجائیں پھر انہوں نے ان پر غالب آکر ان سب کو ہلاک کردیا تھا۔

دوسری بار اس شاطرنے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جان ریکسن پر دوا اسپرے کی تھی۔ جان ریکسن اپنے ملک کے بہت سے راز جانتا تھا۔ وہ شاطر اس کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کرسکتا تھا کہ پورس اور امریکا کے درمیان دوستی ہوچکی ہے اور پورس آئندہ امریکی ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ رہے گا۔

امریکی اکابرین یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ راز جان ریکسن کے دماغ سے اس شاطر کو معلوم ہو۔ انہیں جیسے ہی معلوم ہوا کہ جان ریکسن ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوچکا ہے' اسے امریکی فوجیوں نے فوراً گولی ماردی۔

پورس نے امریکی اکابرین سے کہا "ہمیں سب سے پہلے اس شخص کا سراغ لگانا ہے' جس نے میری لیبارٹری سے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا چرائی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اس بارے میں ہم اس خیال سے متفق ہیں کہ وہ دوا فرہاد نے چرائی ہے۔"

پورس نے کہا "یہ ہمارا خیال ہے اور خیال غلط بھی ہوسکتا ہے۔ ہمیں صرف فرہاد پر شبہ نہیں کرنا چاہیے ورنہ ہم فرہاد کے پیچھے دوڑتے رہ جائیں گے اور اصل چور ہماری گرفت سے بچا رہے گا۔"

"یہ بھی درست ہے۔ چور کوئی دوسرا بھی ہوسکتا ہے۔ ہمیں اس کا سراغ لگانا چاہیے۔"

پورس نے کہا "آپ لوگوں نے مجھے ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنایا ہے۔ تمیں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے ماتحت ہیں۔ میں ان سب کو اس چور کی تلاش پر مامور کروں گا۔ وہ دوا انڈیا سے چرائی گئی ہے اور دوا کا پہلا استعمال فرانس میں ہوا ہے۔ دوسری بار امریکا میں جان ریکسن پر دوا اسپرے کی گئی ہے۔ لہٰذا

پہلے ان تین ممالک میں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس چور کا سراغ لگائیں گے۔"

ایک افسر نے کہا "فرانس میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کردیا گیا ہے۔ اب وہاں کچھ نہیں بچا ہے۔ وہاں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیوں بھیجا جائے؟"

پورس نے جواب دیا "اس لیے کہ اس چور کا تعلق فرہاد کی فیملی سے نہیں ہے تو وہ اس کوشش میں ہوگا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں کسی مکاری سے دوا اسپرے کرے۔ بابا صاحب کا ادارہ فرانس میں ہے۔ وہ چور ادارے کے قریب پایا جاسکتا ہے۔"

"وہ انڈیا میں بھی پایا جاسکتا ہے۔ اسے یقین ہوگا کہ میں دوسرے ڈاکٹروں سے کسی دوسری لیبارٹری میں پھر ویسی ہی دوا تیار کرا سکتا ہوں۔ اس لیے وہ وہاں میری تاک میں رہ سکتا ہے۔ اور یہ ابھی کل کی بات ہے کہ اس نے جان ریکسن پر دوا اسپرے کی تھی۔ لہٰذا وہ امریکا میں بھی ہوسکتا ہے۔"

"مسٹر پورس! آپ کی باتوں سے ظاہر ہے کہ آپ ویسی ہی دوسری دوا انڈیا میں تیار کریں گے۔ جبکہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ شاطر چور وہاں موجود ہوسکتا ہے۔"

"میں ڈبل گیم کھیلنے والا ہوں۔ ایک طرف بڑی رازداری سے وہ دوا تیار کروائوں گا۔ دوسری طرف یہ ظاہر کروں گا کہ میری اس پہلی لیبارٹری میں وہی دوا دوسری بار تیار ہورہی ہے۔ جب یہ بات پوشیدہ نہیں رکھی جائے گی تو وہ شاطر چور اسے حاصل کرنے کے لیے پھر اس لیبارٹری میں گھسنے کی کوشش کرے گا۔"

"مسٹر پورس! آپ عمدہ پلاننگ کررہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ دوسری دوا تیار ہونے تک وہ کمبخت ضرور پکڑا جائے گا۔"

ایک حاکم نے پوچھا "بائی دا وے' آپ انڈیا کب جارہے ہیں؟"

"آج یا کل کسی بھی فلائٹ سے چلا جاؤں گا۔"

بلی ڈونا نے اسے بتادیا تھا کہ وہ کس فلائٹ سے انڈیا جارہی ہے۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ نادیدہ بن کر اس کے ساتھ سفر کرے گا اور اگر دشمن تعاقب میں ہوں گے تو وہ سفر کے دوران میں انہیں پہچان لے گا۔

دوسری صبح بلی نیویارک پہنچی۔ وہاں ائرپورٹ پر ہی اسے اپنے قریب پورس کی سرگوشی سنائی دی "میری جان! میں آگیا ہوں اور اب تمہارے ہی ساتھ رہوں گا۔"

وہ خوش ہوکر مسکرانے لگی۔ پورس نے کہا "یوں مسکرانے کی نادانی نہ کرو۔ اگر دشمن دیکھ رہے ہوں گے تو سمجھ لیں گے کہ تم خیال خوانی کرنے کے دوران میں کسی بات پر مسکرا رہی ہوگی۔ لہٰذا تم ہی بلی ڈونا ہوسکتی ہو۔"

واقعی دشمن اسے پہچان سکتے تھے۔ وہ سنجیدہ ہوگئی۔ پھر مقررہ وقت پر طیارے کے اندر آکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پورس طیارے میں آنے والے ایک ایک مسافر کو توجہ سے دیکھ رہا تھا اور دشمن کو پہچان لینے کی کوشش کررہا تھا۔

پچھلی بار جب پورس وہ دوا لانے کے لیے انڈیا جارہا تھا تو پارس نے اسی طرح نادیدہ بن کر اس کا تعاقب کیا تھا۔ پھر کمبخت پورس کو دھوکا دے کر وہ دوا حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

اس بار پورس نادیدہ بن کر بلی کے ساتھ سفر کررہا تھا۔ وہ دوسرے کے پاس بیٹھے ہوئے مسافر باتیں کررہے تھے۔ وہ ہر مسافر کے قریب جاکر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر ان کے دماغوں میں جھانک کر ان کی اصلیت معلوم کررہا تھا۔

بلی کے پیچھے والی سیٹ پر ایک ادھیڑ عمر کا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ صحت مند اور قد آور تھا۔ اس کی آنکھوں کی گہرائی سے پتا چلتا تھا کہ اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ پرواز کے دوران میں مسافروں کے لیے شراب اور کولڈ ڈرنک کی ٹرالی آئی تو اس نے کولڈ ڈرنک کی ایک بوتل اٹھائی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ شراب نہیں پیتا تھا لہٰذا یوگا کا ماہر ہوسکتا تھا۔

پورس اس کے دماغ میں نہیں گیا۔ اس کے پاس بیٹھا ہوا شخص بیئر پی رہا تھا۔ پورس نے اس کے اندر جاکر اسے بولنے پر مجبور کیا۔ اس نے پوچھا "آپ بیئر یا وہسکی نہیں پیتے ہیں؟"

وہ اپنی بھاری بھرکم آواز میں بولا "میں مسلمان ہوں۔ لہٰذا ہاتھ نہیں لگاتا۔ میرا خیال ہے' اس کے بعد تم میرا نام پوچھو گے۔ میرا نام سلطان زنگی ہے۔ میرے پاس بے انتہا دولت ہے۔ مجھے جاننے والے یہ سمجھتے ہیں کہ میں کوئی بہت بڑا بزنس مین یا بہت بڑا اسمگلر ہوں مگر میں خود نہیں جانتا کہ میرے پاس بے شمار دولت کہاں سے آتی ہے؟ جبکہ میں بزنس مین یا اسمگلر نہیں ہوں۔ تو سوچو کہ میں کیا ہوسکتا ہوں اور تقریباً ایک گھنٹے تک سوچتے رہو کیونکہ میں ایک گھنٹے تک بالکل خاموش رہوں گا اور یہ نہیں چاہوں گا کہ کوئی مجھے مخاطب کرے۔"

سلطان زنگی اتنا کہہ کر خاموش ہوگیا۔ پھر بوتل پیتے ہوئے ایک طرف یوں تکنے لگا جیسے کچھ سوچ رہا ہو یا خیال خوانی کررہا ہو۔

پورس نے بلی کے پاس آکر کہا "تمہارے پیچھے والی سیٹ پر ایک قد آور' صحت مند شخص بیٹھا ہے۔ اس کا نام سلطان زنگی ہے۔ وہ شراب نہیں پیتا ہے۔ اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے مسافر سے کہا ہے کہ وہ ایک گھنٹے تک خاموش رہے گا لہٰذا اسے مخاطب نہ کیا جائے اور اب وہ خاموشی سے خلا میں تک رہا ہے جیسے خیال خوانی کررہا ہو۔"

بلی نے کہا "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میں نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کبھی کسی سلطان زنگی کا نام نہیں سنا ہے۔ کیا تم کسی سلطان زنگی کو جانتے ہو؟"

"نہیں' یہ میرے لیے بھی اجنبی ہے۔ ہوسکتا ہے' فرضی نام ہو اور شاید اس نے میک اپ کے ذریعے اپنا اصلی چہرہ چھپایا ہو۔"

بلی نے کہا "تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا یہ میرے پیچھے لگا ہے؟"

"میں ابھی یقین سے کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ میں اس پر نظر رکھوں گا۔ تم واش روم جانے کے بہانے اٹھو اور اسے دیکھ لو تاکہ یہ تمہاری صورت آشنا رہے۔"

بلی اپنی جگہ سے اٹھنے لگی۔ پورس نے کہا "ذرا ہوشیاری سے۔ تمہاری کسی حرکت سے اسے شبہ نہ ہو۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر پلٹ کر اسے دیکھتے ہوئے ٹائلٹ کی طرف جانے لگی۔ اس وقت بھی وہ خلا میں تک رہا تھا اور کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس قدر خیالوں میں غرق تھا کہ بلی کو بھی اپنے قریب سے گزرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

بلی نے کہا "میک اپ سے چہرہ چھپایا جاسکتا ہے۔ قد' جسامت اور ڈیل ڈول کو چھپایا نہیں جاسکتا۔ میں ایسے بھاری بھرکم شخص کو پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔"

"میں دوا کی چوری کے سلسلے میں پہلے تو فرہاد پر شبہ کررہا ہوں اور فرہاد ایسی بھاری جسامت والا نہیں ہے۔ اگر یہ فرہاد' یا کسی طاقتور کا آلۂ کار ہوگا تو اب مجھ سے چھپا نہیں رہے گا۔ میں چاہوں گا کہ اس کے ساتھ رہوں گا اور دیکھوں گا کہ یہ کہاں جاتا ہے؟ کس سے ملتا ہے اور تمہیں شہر کس لیے جارہا ہے؟"

"میں نادیدہ بن کر اس کے ساتھ رہوں گی؟ میں اس شہر میں تنہا کہاں جاؤں گی۔"

وہ ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر آگئی۔ پورس نے کہا "میں بھی آگیا ہوں۔"

وہ دونوں اندر آئے۔ بلی نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ تب پورس نمودار ہوگیا۔ بلی خوش ہوکر اس سے لپٹ گئی۔ دونوں کچھ دیر تک بھول گئے کہ کہاں ہیں؟ اور کیسی دیوانگی میں مبتلا ہوگئے ہیں؟ جب دروازے پر دستک ہوئی تو ہوش آیا کہ باہر کوئی مسافر ٹائلٹ میں آنے کے لیے انتظار کررہا ہے۔

بلی فوراً ہی پرس سے ہیئر برش نکال کر بالوں کو درست کرنے لگی۔ لپ اسٹک نکال کر ہونٹوں کی سرخی بھی درست کی۔ پورس نے اسے چاہوں کا ایک گچھا دے کر کہا "جو ہوٹل کے کنارے میرا ایک بنگلا ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہیں گائیڈ کروں گا۔ تم وہاں پہنچ جاؤ گی۔ یہ اس بنگلے کی چابیاں ہیں۔ میں سلطان زنگی کی اصلیت معلوم کرنے کے بعد تمہارے پاس آؤں گا۔"

دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی۔ وہ نادیدہ ہوگیا۔ بلی ڈونا دروازہ کھول کر باہر نکلنا چاہتی تھی۔ سامنے سلطان زنگی کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ دروازے پر کھڑی رہ گئی' وہ بولا "مس! کیا آپ باہر نہیں نکلیں گی۔ میرے ساتھ ٹائلٹ میں رہیں گی۔"

وہ جلدی سے باہر آگئی۔ سلطان زنگی نے اندر جاتے ہوئے بڑبڑانے کے انداز میں کہا "اتنی دیر ٹائلٹ میں نہیں' گھر میں میک اپ کیا جاتا ہے۔"

اس نے اندر آکر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پورس بھی اس کے ساتھ اندر آگیا تھا۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کا اچھا موقع تھا۔ تنہائی میں اکثر لوگ ایسی حرکتیں کرتے ہیں' جن سے ان کی اصلیت کا کسی حد تک پتا چل جاتا ہے۔

اس نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد خود کو آئینے میں دیکھا۔ پھر اپنے سر سے وگ اتاری۔ وہ گنجا نہیں تھا۔ سر پر اچھے گھنے سیاہ بال تھے۔ اس نے سنہرے بالوں کی وگ پہنی ہوئی تھی۔ اس نے وگ کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک تصویر نکالی۔ پورس نے دیکھا' وہ ایک بوڑھی عورت کی تصویر تھی۔ تصویر کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ بولا "یہ ظالم سماج کب تک ظالم رہے گا؟ کب تک دو دلوں کو ملنے نہیں دے گا۔ میری عذرا! ہمارا پیار سچا ہے۔ میں جلد ہی نکاح پڑھوا کر تمہیں گھر لے آؤں گا۔"

وہ اس بڑھیا کی تصویر کو چومنے لگا۔ پورس حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ جس بوڑھی کی تصویر کو اس نے دنیا والوں سے چھپا کر وگ کے اندر رکھا تھا وہ بوڑھی اس کی دادی یا نانی کے برابر ہوگی۔ لیکن اس کی باتوں سے پتا چل رہا تھا کہ وہ اس کی محبوبہ ہے اور وہ دنیا والوں سے چھپ کر اس سے پیار کررہا ہے۔

وہ تصویر کو آخری بار چوم کر اسے وگ کے اندر رکھ کر دوبارہ سر پر پہنتے ہوئے بولا "معاف کرنا' میں زیادہ دیر تک تمہیں پیار نہیں کرسکتا۔ آج صبح سے پیٹ میں کچھ گڑبڑ ہے۔ مجھے فارغ ہونے کی اجازت دو۔"

وہ پتلون کھولنے لگا۔ پورس دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑا ہوگیا اور سانس روک کر اسے دل ہی دل میں گالیاں دینے لگا۔

پھر اس نے سلطان زنگی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "سر! ایسے وقت دماغ میں نہ آئیں۔ بڑی خراب سچویشن ہے۔ آپ جائیں' میں خود آپ کے دماغ میں آؤں گا۔"

پورس کا دماغ پڑھنے سے پتا چل رہا تھا لیکن اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ سلطان زنگی ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آگیا ہے جسے وہ سر کے قریب کر مخاطب کررہا تھا۔

شہر بھر میں بک ویلیوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضہ پر فراہم کرتا ہے
ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں
نک ویلوٹ کی چوریاں
وہ تمام کہانیاں جو تمہیں کبھی نہیں سنائی گئی ہوں گی
قیمت ۳۰ روپے
ڈاکخرچ ۱۶ روپے
کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

آخر اس نے فارغ ہونے کے بعد ٹائلٹ کا دروازہ کھولا تو پورس فوراً ہی باہر آکر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ پھر بلی کے دماغ میں آکر بولا "لعنت ہے سلطان زنگی پر۔"

بلی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ ٹائلٹ کا حال سنانے لگا۔ بلی ایک رسالے میں منہ چھپا کر ہنسی برداشت کرنے لگی۔ پھر اس نے پوچھا "کیا وہ سچ مچ اس بوڑھی کی تصویر دیکھ کر رو رہا تھا؟"

"ہاں سچ مچ آنسوؤں سے رو رہا تھا۔ میں نے زندگی میں پہلا شخص دیکھا ہے، جو ستر یا اسی سال کی بوڑھی سے عشق کر رہا ہے۔"

"پھر تو یہ احمق ہے۔ تم اسے اُلّو بنا کر، گمراہ کر کے جلد ہی میرے پاس آسکو گے۔"

"میں تو ہر حال میں تمہارے پاس آؤں گا مگر یہ ہے کون؟ اس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آقا بھی ہے، جسے یہ سر کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔"

"یہ اور اس کا آقا، جو بھی ہیں، تم نادیدہ رہ کر ان کی ہسٹری معلوم کرلو گے۔ کچھ اپنی باتیں کرو، پیار و محبت کی باتیں۔"

وہ سلطان زنگی کو بھول کر اپنی باتیں کرنے لگے۔ طیارے کی پرواز استنبول میں ایک گھنٹے کے لیے ملتوی ہوئی۔ وہاں کچھ نئے مسافر آئے اور کچھ مسافر وہاں اتر گئے۔ سلطان زنگی بھی اپنا سامان اٹھا کر چلا گیا۔ وہ طیارہ پھر پرواز کرنے لگا۔ بلی نے کہا "ہم خواہ مخواہ اسے اپنا دشمن سمجھ رہے تھے۔ اس کی منزل استنبول تھی۔"

پورس نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی بھی ہو، دشمن ہی لگتا ہے۔ ویسے سلطان زنگی نے تجسس پیدا کردیا ہے۔ آج معلوم ہوا کہ ترکی میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ میں دوا تیار کرنے کے بعد ترکی میں بھی اسپرے کروں گا۔"

"ابھی یہ معلوم کیا جائے کہ وہ کون ہے؟"

ان دونوں نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن اس کے اندر پہنچتے ہی فوراً واپس آگئے۔ وہ ٹائلٹ کا دروازہ اندر سے بند کر رہا تھا۔ اس کے پیٹ میں پھر گڑبڑ شروع ہوگئی تھی۔ بلی نے ناگواری سے کہا۔ "شٹ۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سانس روک کر بھاگتے ہیں۔ یہ ٹائلٹ میں پہنچ کر بھاگتا ہے۔"

وہ دونوں صبر کرنے لگے پھر انہوں نے آدھے گھنٹے بعد اس سے رابطہ کیا۔ وہ ایک کار میں سفر کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا "کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

پورس نے کہا "ابھی تو ہم اجنبی ہیں لیکن دوست بن سکتے ہیں۔"

وہ بولا "سوری۔ میں کسی سے دوستی نہیں کرتا۔ جاؤ یہاں سے۔"

بلی نے کہا "سانس نہ روکنا۔ ہم سے کچھ باتیں کرلو۔"

وہ بولا "اچھا مسٹر اجنبی! میں نے دوستی سے انکار کیا، رشوت کے طور پر یہ لڑکی پیش کر رہے ہو؟"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا تم مجھے اتنا گرا ہوا سمجھتے ہو؟"

"میں نہیں جانتا، تم گرے ہوئے ہو یا گرنے والے ہو، کھول کر سن لو۔ میں اپنی عذرا پر، اپنی محبت کے آثارِ قدیمہ لاکھوں جوان لڑکیاں قربان کرسکتا ہوں۔ آہ! میری پیاری عذرا۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دونوں اس کے دماغ سے نکل آئے۔ بلی نے کہا "وہ تو کوئی پاگل ہے۔ تعجب ہے پاگل ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

پورس گہری سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ بلی نے پوچھا "خاموش کیوں ہو؟"

"جسے تم پاگل کہہ رہی ہو، اس کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ وہ پاگل نہیں ہوسکتا۔ مجھے بہت گہرا شخص لگ رہا ہے۔ اگر ہمیں جانا ضروری نہ ہوتا تو میں نادیدہ رہ کر اس کا پیچھا نہ چھوڑتا۔ اس کی جڑوں تک پہنچ جاتا۔"

"ابھی اسے دماغ سے نکال دو۔ جب دوا تیار ہوجائے گی تو ہم اسے اسپرے کرنے کے لیے استنبول جائیں گے۔ پہلے سلطان زنگی کو تلاش کرلیں گے، پھر اسے ٹیلی پیتھی سے محروم کریں گے۔"

وہ ممبئی پہنچ گئے۔ بلی نے کہا "ہم تمام سفر کے دوران ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محتاط رہے ہیں۔ ہمیں کوئی دشمن نظر نہیں آیا۔ کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تم کہیں نہیں جاؤ گے۔ میرے ساتھ اپنے بنگلے میں چلو۔"

بلی نے ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آکر ایک ٹیکسی لی۔ پھر پورس کے ساتھ بیٹھ کر جوہو کی طرف جانے لگی۔ خیال خوانی کے ذریعے بولی "آج میں بہت خوش ہوں۔ ہم دونوں آج سے ایک نئی زندگی شروع کرنے والے ہیں۔"

"میں بھی تمہارے لیے بہت تڑپتا رہا ہوں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں نے تمہیں مجھ سے دور کردیا تھا۔"

ٹیکسی بنگلے کے احاطے میں پہنچ گئی۔ بلی نے کرایہ ادا کیا۔ ٹیکسی والے کو رخصت کیا پھر بنگلے کا دروازہ کھولا۔ پورس اندر آتے ہی نمودار ہوکر کہا "ابھی میرے قریب نہ آنا۔"

"کیوں نہ آؤں؟"

"اگر ہم بہکنے لگیں گے تو کھانا اور اہم ضروریات کا سامان نہیں آسکے گا۔ تم صرف آدھا گھنٹا انتظار کرو۔ میں سامنے والے جنرل اسٹور سے ابھی سارا سامان لے کر آتا ہوں۔ بہتر ہے آنے تک تم غسل کرلو۔"

وہ چلا گیا۔ بلی ڈوبنا بنگلے کے تمام اندرونی دروازے کھول کر کمرے، کوریڈور اور ٹی وی لاؤنج وغیرہ کو دیکھنے لگی۔ پھر اپنی کیسے

سے اپنا ایک لباس نکال کر باتھ روم میں چلی گئی۔ یوں اسے پورس کے انتظار میں کوفت نہیں ہوئی۔ آسانی سے وقت گزر گیا۔ پورس ضرورت کی کچھ چیزیں اور اچھی خاصی کھانے کی چیزیں پیک کرا کے لے آیا تھا۔

وہ باتھ روم سے صرف ایک تولیا لپیٹ کر بیڈ روم میں آئی تو پورس بھیگے ہوئے حسن کا نظارہ محویت سے دیکھنے لگا۔ گورے گورے بدن پر پانی کی بوندیں پھول پر شبنم کی طرح لرز رہی تھیں اور اوپر سے نیچے کی طرف پھسلتی جارہی تھیں۔

وہ بھی پھسلتا ہوا اس کے پاس چلا آیا۔ دونوں بازو پھیلا کر اسے اپنی آغوش میں لیا۔ بلی نے اس کے سینے سے لگتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا تو اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

پورس نے اچھل کر ذرا دور ہو کر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں پارس کھڑا ہوا تھا۔

اسے دیکھتے ہی اس نے واڈھ میں دبی ہوئی گولی نکال لی پھر مسکرا کر پارس کو دیکھا۔ پارس نے کہا "اس خوش فہمی سے مسکرا رہے ہو جیسے نادیدہ ہوچکے ہو۔"

پورس نے پریشان ہو کر پلٹ کر آئینے میں دیکھا۔ وہ نظر آرہا تھا۔ پارس نے کہا "میں پارس ہوں۔ تم پورس ہو۔ میرے ہم شکل ہو۔ پہلی بار سامنا ہو رہا ہے۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے کی شکل جی بھر کر دیکھنا چاہیے۔ اور تم ہو کہ نادیدہ بن جانا چاہتے ہو۔"

پورس اپنی بدحواسی پر قابو پا چکا تھا۔ مسکرا کر بولا "میں سمجھ گیا۔ تم نے یہاں آتے ہی نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو دوا کے ذریعے ناکارہ بنا دیا ہے۔"

"ہاں۔ یہ دوا تمہاری ہی دی ہوئی سوغات ہے۔ تم نے خود کو ایثار ظاہر کیا تھا اور کہا تھا کہ دوسروں کی طرح تمہاری نادیدہ بنانے والی گولیوں کا ذخیرہ بھی ناکارہ ہوجائے گا۔ تم انصاف پسند ہو۔ دوسروں کی طرح خود کو بھی ان گولیوں سے محروم رکھو گے۔ لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ کوئی بات نہیں، آج میں نے تمہاری گولیوں کو ضائع کردیا ہے۔"

ان کی باتوں کے دوران میں بلی ڈوبنا لباس پہن رہی تھی۔ پارس نے کہا "میری ایمانداری دیکھو، تمہارے ساتھ اپنی گولیاں بھی ضائع کرچکا ہوں۔ ابھی اسپرے کرتے وقت میری گولیاں بھی ناکارہ ہوگئی ہیں۔ موا ایسے ہوتے ہیں۔ نامردوں کی طرح نادیدہ ہو کر بھاگتے نہیں ہیں۔ اب ہم میں سے نہ کوئی نادیدہ ہوگا۔ نہ کوئی بھاگ سکے گا۔"

اس نے پلٹ کر دروازے کو بند کیا۔ کی ہول میں چابی لگی ہوئی تھی۔ اس نے چابی سے دروازے کو لاک کردیا۔

○☆○

اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات ضیاء تسنیم قریشی کے قلم سے

روشنی کے مینار

قیمت ۱۵۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

ضیاء تسنیم قریشی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ

عظمت کے مینار

قیمت ۱۵۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ وہ فن پارے، جن کی آپ کو تلاش ہے۔

ایمان کا سفر

قیمت ۱۰۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔

کچرا گھر

قیمت ۱۰۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ عبرت ہے جو پاکیزگی کے لبادے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں۔

آدھا چہرہ

قیمت ۲۰۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

جرائم، جادو، شیطان ازم، ارواح، طنز و مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۰ کہانیاں

کالی کہانیاں

قیمت بر ۱۲۵ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

مشہور بک ڈپوز پر دستیاب قیمت چیزیں گرانقدر معاوضہ پر چھپتا ہے۔

نک ویلوٹ کی چوریاں

قیمت جلد اول، ۲ جلد دوم بر ۴۰ ڈاک خرچ فی جلد ۱۶ روپے

کتابت کی کشش

پارس نے دروازے کو لاک کر دیا تھا۔ اب نہ کوئی باہر سے اندر آسکتا تھا اور نہ اندر سے باہر جاسکتا تھا۔ ہاں ان دونوں میں سے جو زندہ رہ جاتا اسے باہر جانے کے لیے چابی مل جاتی۔

بڑی چیلنج والی سچویشن تھی۔ چیلنج صرف پورس کے لیے نہیں تھا' پارس کے لیے بھی تھا۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی کسی بھی لمحے ہیرو سے زیرو بن سکتا تھا۔

پارس کی دہاں آمد کا انداز اور اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ کچھ کر گزرنے کے لیے آیا ہے۔ وہ تھوڑی دیر پہلے... دوا اسپرے کر کے ان نادیدہ گولیوں کو ناکارہ بنا چکا تھا۔ گولیاں دونوں کے پاس تھیں۔ دونوں نادیدہ بن سکتے تھے لیکن پارس نے پورس کے ساتھ اپنا بھی نقصان کیا تھا۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے سے چھپ نہیں سکتے تھے۔ اب گویا روبرو مردانہ وار مقابلہ تھا۔

پورس نے مسکرا کر کہا "مانتا ہوں' تم نے اپنی موت کا ڈراما بڑی خوب صورتی سے پلے کیا تھا۔ میں تو کیا' تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دھوکا کھا گئے اور میں نے ایسا زبردست دھوکا کھایا کہ تمہیں مردہ سمجھ کر تم سے بالکل ہی غافل رہا۔"

"ہاں میری پلاننگ یہی تھی کہ تم میری طرف سے اتنے غافل ہو جاؤ کہ میرے بارے میں سوچنا چھوڑ دو۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو تم مطمئن ہو کر بلی ڈونا کے ساتھ ہنی مون منانے یہاں نہ آتے۔"

وہ مسکرا کر بولا "ہنی مون تو ضرور مناؤں گا۔ مجھے خود پر اتنا اعتماد ہے کہ تم یہاں سے ٹوٹ پھوٹ کر جاؤ گے۔"

"بلی ڈونا تمہارے نصیب میں نہیں ہے۔ تمہارا خیال ہے تم نے اسے مجھ سے چھین لیا ہے۔ نہیں۔ بے وفا عورت کو کوئی کسی سے چھینتا نہیں ہے' وہ خود ہی ایک سے دوسرے کے پاس چل جاتی ہے۔ یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ تم اسے اپنی طرف مائل کرنے کے بعد سے اب تک ایک رات تو کیا ایک گھنٹا بھی نہ گزار سکے۔ آج موقع مل رہا تھا لیکن میں کباب میں ہڈی بن کر چلا آیا ہوں۔"

پورس نے کہا "میں کباب سے ہڈی نکالنا جانتا ہوں۔ اگر ہڈی نہ نکلے تو اسے چبا کر تھوک دیتا ہوں۔"

"یہ تو ابھی پتا چل جائے گا کہ کون کتنے پانی میں ہے لیکن مقابلے کا مزہ تب آئے گا' جب ہم تمام غیر معمولی صلاحیتوں سے خالی ہو جائیں۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہ رہے۔"

پورس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

پارس نے جیب سے ایک کین نکال کر کہا "ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے۔"

پورس اس کین کو دیکھتے ہی چونک گیا "یہ... یہ کیا ہے؟"

"تم اس کین کا ڈیزائن دیکھ کر ہی سمجھ گئے ہو کہ اس میں وہ دوا ہے' جو ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دیتی ہے۔"

پورس نے کہا "او گاڈ! اب پتا چلا کہ یہ دوا تم نے میری لیبارٹری سے چرائی تھی۔ تم نے خود کو مردہ ظاہر کر کے بہت سے فائدے اٹھائے ہیں۔ ایک تو مجھے اپنی طرف سے غافل رکھا' دوسرے یہ کہ میری تیار کردہ تمام دواؤں کے ساتھ ان کا فارمولا بھی چرا کر لے گئے۔"

"یہ تمہیں رفتہ رفتہ پتا چلے گا کہ میں کتنا کیا ہوں' کر تا کیا ہوں پھر کرتا کیا ہوں اور ہوتا کیا ہے؟ اب یہی دیکھو کہ پہلے میں نے تمہاری نادیدہ گولیوں کے ساتھ اپنی گولیاں بھی ضائع کر دیں۔ اب یہ دوا اسپرے کروں گا تو تمہارے ساتھ میں بھی ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو جاؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے' اس کین کو جیب میں رکھ لو۔ ہم دونوں کو اس علم سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔"

بلی ڈونا بڑی دیر سے خاموش تھی۔ ان دونوں کو تشویش بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی' دونوں ہی فولادی ارادوں کے مالک ہیں۔ پتا نہیں' ان کے ٹکرانے کا نتیجہ کیا ہوگا۔

وہ دونوں اب تک جو کہہ رہے تھے اور آئندہ جو کرنے والے تھے' اس سے بلی ڈونا کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ وہ دونوں ہی اس کے عاشق تھے۔ ان میں سے ایک مرنے والا تھا اور دوسرا سلامت رہنے والا تھا۔ اس طرح منافع کے طور پر اسے ایک عاشق تو مل ہی جاتا۔

لیکن جب اس نے ٹیلی پیتھی کو مٹانے والی دوا پارس کے ہاتھ میں دیکھی تو ایک دم سے اچھل پڑی۔ چیخ کر بولی "نہیں پارس! نہیں۔ دوا اسپرے نہ کرنا۔ یہ تو سوچو' تم دونوں کے ساتھ میری ٹیلی پیتھی کا علم بھی ختم ہو جائے گا۔"

پارس نے کہا "یہ تو پرانی کہاوت ہے کہ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "میں التجا کرتی ہوں' اسے اسپرے نہ کرنا۔ تم دونوں مجھے چاہتے ہو۔ اپنے جھگڑے میں میرا نقصان نہ کرو۔"

پارس نے کہا "دو ملاؤں میں مرغی حرام ہوتی ہے۔ ہم ملاؤں کے درمیان تم بھی حرام ہونے والی ہو۔"

وہ دونوں ہاتھوں کو انکار میں ہلاتے ہوئے بولی "نہیں نہیں! مجھ سے اتنی محبت کا ثبوت دو کہ مجھے کہیں دور چلے جانے دو۔"

پورس نے گہری سنجیدگی سے پارس سے کہا "ہمارے درمیان کبھی دوستی نہیں رہی لیکن دشمنی بھی اتنی گہری نہیں ہے کہ مجھ سے ٹیلی پیتھی کا علم چھیننے کے لیے تم خود بھی اس علم سے محروم ہو جاؤ۔ یہ سراسر تمہاری نادانی ہوگی۔"

"میں اپنے نفع و نقصان کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ کسی کو موت کی سزا دینے سے پہلے اس کی آخری خواہش پوری کی جاتی

تم آخری بار خیال خوانی کے ذریعے کسی سے بات کرنا چاہتے ہو یا کسی کو مدد کے لیے پکارنا چاہتے ہو تو میں تمہیں تین منٹ کی مہلت دے رہا ہوں۔"

بلی ڈونا جلدی سے بولی "میری آخری خواہش پوری کر دو۔ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"عشق میں قربانی دی جاتی ہے۔ بھاگنے کی بات نہ کرو۔ جو عورت بے وفا ہوتی ہے' وہ ایک عاشق کو چھوڑتی ہے۔ تم دو عاشقوں کو چھوڑ کر بھاگنا چاہتی ہو۔ کتنے شرم کی بات ہے۔"

ان کی باتوں کے دوران میں پورس نے اچانک پارس کے ہاتھ پر ایک لات ماری۔ وہ کین اس کے ہاتھوں سے نکل کر فضا میں بلند ہوا۔ ان تینوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر ایک دوسرے سے پہلے اسے کیچ کرنے کے لیے تیار ہو گئے لیکن وہ بلی ڈونا کی طرف آیا۔ اس نے اچھل کر اسے کیچ کر لیا۔

پورس نے کہا "بلی! اسے اپنے پاس رکھو۔ پارس کے ہاتھ نہ لگنے دو۔"

پارس اس کین کو چھیننے کے لیے بلی کی طرف لپکا' پورس اچھل کر ان کے درمیان آگیا۔ اس نے گھوم کر ایک کک ماری۔ پارس نے خود کو بچاتے ہوئے اس پر حملہ کیا پھر دونوں میں باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی۔

بلی ایک جگہ دیوار سے چپک کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ پیچھے کر کے کین کو چھپا لیا۔ ان دونوں کو لڑتے ہوئے دیکھتی رہی۔ دل میں دعائیں مانگتی رہی کہ پورس کا پلڑا بھاری رہے۔ وہ پارس پر غالب آجائے تاکہ وہ کین اس کے ہاتھ نہ لگ سکے۔

ان دونوں کے لڑنے کا انداز بتا رہا تھا کہ ہار جیت کا فیصلہ دیر سے ہوگا۔ وہ دونوں بڑی مہارت سے ایک دوسرے کے حملے کو ناکام بنا رہے تھے۔ کبھی کبھی پارس کا حملہ کامیاب ہو جاتا تھا۔ وہ کامیاب حملے کرتا ہوا بلی تک پہنچنا چاہتا تھا لیکن پورس پھر دیوار بن جاتا تھا۔

آخر ایک بار پارس کی ایک زبردست ٹھوکر اس کے منہ پر پڑی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ایک کرسی سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ پارس بلی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کین کو مضبوطی سے پکڑے اس سے دور بھاگنا چاہتی تھی۔ پارس نے خوف زدہ ہو کر چیختے ہوئے کہا۔ "چوہا! مسز... وہ پیروں کے پاس ہے چوہا!"

بلی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس نے اچھل کر اپنے پیروں کی طرف دیکھا۔ اسی لمحے پارس نے اس کے ہاتھوں سے کین چھین لیا پھر اچھل کر ان دونوں سے دور پہنچ گیا۔ پورس فرش سے اٹھ کر اس پر حملہ کرنے والا تھا لیکن اس کے ہاتھ میں کین دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

اس بار اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ اس کین سے دوا اسپرے کر دی۔ وہ دونوں اسے روک نہ سکے۔ بالکل ساکت رہ گئے۔ پورس نے فوراً سانس روک لی تاکہ وہ دوا سانسوں کے ذریعے دماغ تک نہ پہنچ سکے۔

اب اس کی کوشش تھی کہ سانس روک کر جتنی دور بھاگ کر جاسکتا ہے' چلا جائے لیکن پارس نے اسے بھاگنے نہیں دیا۔ مقفل دروازے کے سامنے دیوار بن کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں پھریری مہارت سے لڑنے لگے۔

لیکن پورس مشکل میں تھا۔ کب تک سانس روک کر لڑ سکتا تھا؟ ایک بار پارس کا گھونسا منہ پر پڑا تو اسے سانس لینا پڑا۔ ایک ہی بار سانس لینا کافی تھا۔ فضا میں تحلیل ہونے والی دوا اس کے دماغ تک پہنچ گئی۔

وہ گھونسا کھا کر بستر پر گر پڑا تھا۔ اب اسے جوابی حملہ کرنا تھا لیکن بڑے اطمینان سے اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا "تم بھی آرام سے بیٹھ جاؤ۔ اب ہمارے درمیان جھگڑے کے لیے کچھ نہیں رہا ہے۔"

○☆○

پورس جس شان و شوکت اور رعب اور دبدبے کے ساتھ ... اچانک منظرِ عام پر آیا تھا اور اب تک جس طرح ذہانت' حاضر دماغی اور چال بازیاں دکھا رہا تھا پھر اس نے نادیدہ بنانے والی گولیوں کو ناکارہ کرنے اور ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹانے کے لیے جیسی حیرت انگیز دوائیں تیار کرائی تھیں' ان تمام کارناموں کے پیشِ نظر یقین سے کہا جاسکتا تھا کہ وہ ایسی چٹان ہے' جسے کوئی کاٹ نہیں سکتا۔ اگر کوئی اسے کاٹنے آئے گا تو ساری زندگی اسے کاٹنے کاٹتے خود کٹ جائے گا۔

ایسا ذہین اور فولادی جوان اتنا نادان نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک بار پارس سے دھوکا کھا کر دوسری بار پھر اس کے فریب میں آجاتا اور مخلص ایک بلی ڈونا کو حاصل کرنے کے لیے اپنی فولادی شخصیت کو مٹی میں ملا دیتا اور پارس کی رگ رگ کو سمجھے بغیر اتنی جلدی اس کے مقابلے میں آکر خود کو صفر بنا دیتا۔

جو ہو کے کنارے اس بنگلے میں بلی ڈونا کے ساتھ پورس نہیں تھا۔ وہ ایسا ترنوالہ نہیں تھا کہ اتنی آسانی سے پارس اسے چبا کر نگل جاتا۔

پورس نے صرف ایک دھوکا کھایا کہ اس نے پارس کی موت کا یقین کر لیا لیکن جب اتنی ٹیلی پیتھی دوا چرائی گئی تو اس کا ماتھا ٹھنکا کہ ایسا شاطر کون ہو سکتا ہے جو اس کے منہ کے اندر سے لقمہ چرا کر لے گیا ہے؟

اس نے کئی بار سوچا کہ ایسا شاطر پارس ہی ہو سکتا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ہر ایک کا طریقۂ کار اور اسٹائل مختلف تھا اور پارس کا اسٹائل اور واردات کرنے کا طریقۂ کار تو سب ہی سے مختلف اور نرالا ہوتا تھا۔ کوئی انوکھی واردات ہو تو یہی کہا جاتا تھا کہ شیر کا منہ کھول کر اس کے دانت گننے والا صرف پارس ہی

ہو سکتا ہے۔

پورس یہ نہیں جانتا تھا کہ جناب تیمرزی نے پارس کے دماغ کو مجوبہ بنا دیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان زندہ رہ کر خود کو مردہ ثابت کر سکتا ہے۔ پورس کو بھی جب خیال خوانی کے ذریعے پارس کا دماغ نہیں ملا تو اسے اس کی موت کا یقین کرنا پڑا۔

جب سب ہی کو اس کی موت کا یقین ہو گیا تھا تب ہی وہ دوا چرائی گئی تھی اور پورس نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ اس شاطر چور کو ضرور بے نقاب کرے گا۔ پھر یہ اندیشہ بھی تھا کہ جو اس کی لیبارٹری میں گھس کر دوائیں چرا سکتا ہے' وہ اس کی خفیہ رہائش گاہ کے اندر بھی کسی دن پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے اس شاطر کی گردن دبوچنا یا اسے بے نقاب کرنا ضروری ہے۔

اس نے جان بوجھ کر اس بات کو اچھالا تھا کہ وہ بلی ڈونا کا دیوانہ ہے۔ اسی دیوانگی کے باعث اس نے پارس کی محبوبہ کو اس سے چھین لیا ہے اور وہ آئندہ بھی بلی جیسی حسینہ کے لیے خطرات سے کھیل سکتا ہے۔

پورس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ شاطر بلی ڈونا پر نظر رکھتا ہو گا اور انتظار کرتا ہو گا کہ دیوانہ پورس کسی وقت بھی اس سے ملنے آئے گا۔

پورس کے ذہن میں یہ سوال بھی پیدا ہوا تھا کہ وہ شاطر کس طرح بلی ڈونا پر نظر رکھتا ہو گا۔ یہ معلوم کرنے کے لیے وہ نادیدہ بن کر بلی ڈونا کے قریب رہا۔ اس کی خفیہ رہائش گاہ کے اندر اور باہر دور تک دیکھتا رہا۔ اس طرح یہ معلوم ہوا کہ بلی پر نظر رکھنے والا بھی شاید نادیدہ بن جاتا ہے یا پھر وہ یقیناً بلی کے دماغ میں پہنچنے کا راستہ بنا چکا ہے۔

پورس نے بلی پر ایسے دنوں میں تنویمی عمل کیا تھا' جب کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے بلی کے دماغ میں آسانی سے پہنچ جاتے تھے۔ پورس نے بلی کو ان سے محفوظ رکھنے کے لیے پہلے اسے بے ہوش کیا تھا' پھر اسے کوما میں رکھا تھا تاکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن اس کے خالی' بے بس دماغ میں دن رات آتے جاتے نہ رہیں اور بیزار ہو کر اس کا پیچھا چھوڑ دیں۔

جب اسے کسی حد تک یقین ہوا کہ اب اس کے دماغ میں کوئی نہیں آ رہا ہے تو اس نے بلی کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کیا۔ اس وقت یقین تھا کہ اس کے سوا کوئی اس حسینہ کے دماغ میں نہیں آ سکے گا لیکن اب شبہ ہو رہا تھا کہ بلی پر عمل کرنے کے دوران میں کوئی اس کے اندر چھپا ہوا تھا اور وہ اب بھی چھپ کر اس کے دماغ میں آ کر اس کی اور بلی کی گفتگو سنتا رہتا تھا۔

پورس پہلی بار جب ٹیلی پیتھی کو مٹانے والی دوا لانے ممبئی جا رہا تھا تو یہ بات صرف بلی جانتی تھی کہ وہ کس ارادے سے اور کس فلائٹ سے ممبئی جائے گا۔ یہ بات وہی معلوم کر سکتا تھا جو بلی کے دماغ میں چھپا ہوا تھا۔

دواؤں کی چوری کے بعد اس شبے میں کچھ چنگی آئی کہ بلی کے اندر کوئی چھپا ہوا ہے۔ اب اسے باہر نکالنے اور بے نقاب کرنے کے لیے ضروری تھا کہ وہ بلی سے خفیہ ملاقات کرنے کی کوشش کرے اور بلی کے اندر چھپا ہوا چور اس کی باتیں سنتا رہے اور اس کے لیے اس کی دیوانگی کا یقین کرتا رہے۔

پورس نے اس دوران میں اپنے ہی قد اور جسامت کا ایک جوان کو ٹریپ کیا تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے اسے ایک روپ پورس بنا دیا تھا۔ اس کے اندر یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ بلی ڈونا کی محبت میں پاگل ہو چکا ہے جبکہ پورس ضرورت کے وقت اس ڈمی کے دماغ میں آ کر خیال خوانی کر سکتا تھا۔ اس نے اس کے دماغ کو لاک بھی کر دیا تھا۔ کوئی اس ڈمی کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔

اس نے تمام پہلوؤں سے مکمل تیاریاں کرنے کے بعد ہی سوچا تھا کہ اب وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا وہ ممبئی پہنچے اور نادیدہ بن کر اس کے ساتھ رہے گا اور تعاقب کرنے والے دشمن پر نظر رکھے گا۔

پارس واقعی پورس کی تاک میں تھا۔ وہ بلی کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا اور ان کی گفتگو سنتا رہتا تھا۔ جس طرح پہلے اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ کس فلائٹ سے ممبئی جانے والا ہے' اسی طرح اسے پتا چلا کہ وہ کب نادیدہ بن کر بلی سے جوہو کے بنگلے میں ملے گا۔ پارس پہلے ہی نیپال کے شہر تین میں موجود تھا۔ ممبئی وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا' وہ کسی وقت بھی فلائنگ کیپسول کے ذریعے ممبئی پہنچ سکتا تھا۔

پورس نے اپنی ڈمی کو نادیدہ بنانے والی ایک گولی دی تھی۔ ڈمی پورس نادیدہ بن کر بلی ڈونا کے ساتھ طیارے میں سفر کرتا رہا۔ جبکہ اصل پورس خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں موجود تھا۔

اس طرح اس نے اس شاطر کو جوہو والے بنگلے میں آنے پر مجبور کر دیا۔

○☆○

پارس اور پورس کے درمیان جوہو والے بنگلے میں جو جنگ جاری تھی' وہ اس مرحلے پر آ کر رک گئی تھی کہ پارس نے اس کے منہ پر گھونسا مارا تھا۔ پورس (ڈمی) گھونسا کھا کر بستر پر گر پڑا تھا۔ اب اسے جوابی حملہ کرنا تھا لیکن وہ بڑے اطمینان سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "تم بھی آرام سے بیٹھ جاؤ۔ اب ہمارے درمیان جھگڑے کے لیے کچھ نہیں رہا ہے۔"

پارس نے ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا "ہاں' اب ہم دونوں ہی معمولی صلاحیتوں سے خالی ہو گئے ہیں۔ نہ نادیدہ بن سکتے ہیں اور نہ ہی خیال خوانی کر سکتے ہیں۔ ہم تو عام سے آدمی ہو کر رہ گئے ہیں۔ اب ہم ٹھہر ٹھہر کر پانی پی پی کر لڑیں گے۔"

پورس نے کہا "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم پانچ دس منٹ تک خاموش رہیں پھر ایک فیصلہ کن جنگ شروع کریں۔"

پارس نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہم پانچ منٹ تک خاموش رہیں گے۔"

یہ پانچ منٹ کی خاموشی اس لیے تھی کہ پورس خیال خوانی کے ذریعے پارس کے دماغ میں پہنچ کر اہم معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یہ تو معلوم ہو ہی چکا تھا کہ دوا کے اثر سے وہ ٹیلی پیتھی اور دیو گا خاصیت سے محروم ہو چکا ہے۔

اصلی پورس ممبئی شہر سے کئی کلومیٹر دور ایک کاٹیج میں آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پارس کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی تو حیرانی ہوئی۔ پارس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ دنیا کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کسی مردے کا دماغ نہیں ملتا۔ پورس نے اپنی ڈمی کے ذریعے سامنے بیٹھے ہوئے پارس کو گھور کر دیکھا پھر پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ مسکرا کر بولا "میں بھی یہی پوچھنے والا تھا' تم کون ہو؟ پورس تو نہیں ہو سکتے۔"

"تم خیال خوانی نہیں کر سکتے۔ کوئی تمہارے دماغ میں ہے۔ اس نے میرے خیالات پڑھے ہیں اور معلوم کیا ہے کہ میں پورس کی ڈمی ہوں۔"

"اور پورس! تم نے بھی خیال خوانی کے ذریعے ایک مردے کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کی۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم پارس نہیں ہو؟ مردہ پارس کے لب و لہجے میں بول رہے ہو؟"

"ہاں۔ چونکہ میں نے عارضی طور پر پارس کا لب و لہجہ اختیار کیا ہے اس لیے تم میرے دماغ میں نہیں پہنچ رہے ہو۔ اب میں اصلی لہجے میں بول رہا ہوں۔ ذرا دل تھام کر میری آواز سنو۔"

یہ کہہ کر مسکراتے ہوئے وہ چپ ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک وہاں خاموشی رہی پھر جب وہ بولا تو پورس ایک دم سے چونک گیا۔ چونکنے کی بات ہی تھی۔ جس کی توقع نہیں تھی' اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ سلطان زنگی کہہ رہا تھا "ہیلو پورس! تمہارا مال وہی چوری کر سکتا ہے' جس سے تم کبھی واقف نہیں رہے۔ تم نے کبھی میرا نام بھی نہیں سنا تھا۔ کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جب سے تم منظر عام پر آئے ہو' تب سے میں کس طرح دن رات تمہاری جڑوں تک پہنچنے کی دھن میں رہتا تھا۔"

"تم میری خفیہ لیبارٹری تک کیسے پہنچے؟"

وہ بولا "پہلے تو میں دن رات ممبئی میں رہتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہاں رہ کر تمہارے کسی آلۂ کار تک پہنچ سکوں گا لیکن مجھے مایوسی ہوتی رہی۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح میں بھی بلی ڈونا کے کھلے دماغ میں جاتا رہتا تھا۔ جب تم نے بلی کو بے ہوش کیا پھر اسے کوما میں پہنچا کر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات دلائی تو میں سمجھ گیا کہ تم کسی دن رازداری سے بلی کے دماغ کو لاک کرو گے۔ میں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ سب باری باری چار گھنٹے بلی ڈونا کے بے حس دماغ میں رہا کریں پھر جیسے ہی تم اس پر تنویمی عمل کرو' مجھے فوراً اطلاع دیں اور مجھے اطلاع مل گئی تھی۔ تم نے بلی کے دماغ میں جو نیا لب و لہجہ نقش کیا تھا اسے میں نے یاد رکھا اور اس طرح میں نے بلی کے اندر پہنچنے اور تم دونوں کی باتیں سننے کی راہ نکال لی۔"

"تم اپنے کسی آلۂ کار کو یہاں میرے مقابلے پر بھیج سکتے تھے' اسے سلطان زنگی بنا سکتے تھے پھر اس آلۂ کار کو پارس بنا کر کیوں بھیجا ہے؟"

"اس لیے کہ میں پارس کو زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ پارس کے مجھ پر کتنے احسانات ہیں۔ یہ درست ہے کہ موت آئی اور وہ مر گیا لیکن میں اپنے محسن کو زندہ رکھوں گا۔ میں نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے بیٹے کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے پارس کا ہم شکل بنایا ہے۔ وہ بہت ذہین اور حاضر دماغ نوجوان ہے۔ کبھی ضرورت پڑی تو میں اسے میدانِ عمل میں لاؤں گا۔ ورنہ اپنے قریب رکھوں گا۔ لوگ مرنے والوں کی تصویریں لگاتے ہیں' میں اپنے محسن کو اپنے بیٹے کی صورت میں زندہ دیکھتا رہوں گا۔"

"تم نے اپنے محسن سے عقیدت مندی کی انتہا کر دی۔ اپنے بیٹے کی صورت بدل دی۔ اسے پارس کا ہم شکل بنا دیا۔ کیا تم اس طیارے میں اس لیے سفر کر رہے تھے کہ تم سے ابتدائی تعارف ہو جائے؟"

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میری بیٹی استنبول جانا چاہتی تھی۔ یہ محض اتفاق ہے کہ ہمیں اسی طیارے میں سیٹ مل گئی۔"

"ہم نے تمہاری بیٹی کو اس طیارے میں نہیں دیکھا تھا۔"

"میں ایسا نادان تو نہیں ہوں کہ اسے اپنے ساتھ والی سیٹ پر بٹھاتا۔ تم اس کے دماغ میں پہنچتے اور میری ہسٹری معلوم کرنے لگتے۔ وہ اسی طیارے میں دوسری جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔"

"تم نہیں چاہتے تھے کہ میں تمہاری ہسٹری معلوم کروں۔ اس کا مطلب ہے' ابھی اپنے بارے میں جو کہہ رہے ہو' اس میں کچھ سچ ہے' کچھ جھوٹ ہے؟"

"کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے بارے میں سب کچھ سچ نہیں بتاتا۔ تم بھی اپنی اصلیت چھپاتے ہو۔"

"تم بڑے عرصے تک گمنام رہ کر میری تاک میں رہے۔ آج خود کو کیوں ظاہر کر دیا؟"

"اگر پارس زندہ ہوتا تو خود کو ظاہر نہ کرتا اور اپنے حال میں مست رہتا۔ تم نے منظر عام پر آتے ہی پارس سے دشمنی کی اور اس کی موت کے ذمے دار بھی تم ہو۔ اب میں ہمیشہ اپنے کسی نہ کسی آلۂ کار کے ذریعے پارس بن کر تمہارا سکون برباد کرتا رہوں گا۔ تمہارے سامنے میرا بھیجا ہوا کوئی نہ کوئی پارس آتا رہے گا اور

تمہیں سوچنے پر مجبور کرتا رہے گا کہ پارس سے تمہارا پیچھا چھوٹا ہے' نہ کبھی چھوٹے گا۔ تمہاری اپنی ٹیلی پیتھی دوا میں نے نہیں چرائی۔ میرے بھیجے ہوئے ایک پارس نے چرائی ہے۔ آئندہ بھی تمہیں کسی پارس سے نقصان پہنچنے والا ہے۔"

"لیکن میں تو حقیقت سمجھ رہا ہوں کہ مجھے سلطان زنگی نقصان پہنچا رہا ہے۔"

"یہ صرف تم سمجھ رہے ہو۔ آئندہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معلوم ہوگا کہ پارس زندہ ہے۔ اس نے تم سے اپنی ٹیلی پیتھی دوا چھین لینے کے لیے موت کی جھوٹی خبر پھیلائی تھی اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کا دماغ اس لیے نہیں مل رہا تھا کہ تنویمی عمل کے ذریعے پارس کے لب ولہجے کو مٹا دیا گیا ہے اور اس کے ذہن میں نیا لب ولہجہ نقش کیا گیا ہے۔"

"میں صرف ایک بار دھوکا کھا کر اپنی تیار کردہ دوا سے محروم ہوا ہوں.... آئندہ تم چاہو گے کہ میں دنیا والوں کے سامنے تمہارے بھیجے ہوئے کسی نہ کسی پارس سے پھر فریب کھاتا رہوں اور پارس سے کنٹر کھلاتا رہوں تو یہ تمہاری بچکانا خواہش ہے۔ کیا آج مجھے ٹریپ کرنے میں تمہیں کامیابی ہوئی ہے؟"

"دونوں ہی ایک دوسرے کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اپنے ڈی پورس سے کہو کہ اس کے سامنے جو آلۂ کار پارس بیٹھا ہوا ہے' اسے جانے دے۔ ورنہ وہ تمہارے ڈی پورس کی لاش پر سے گزر کر وہاں سے آئے گا۔"

پورس اپنے کاٹیج میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی ڈی کے دماغ میں رہ کر دیکھا تھا کہ لڑنے کے دوران میں اس آلۂ کار پارس کا پلڑا بھاری رہا تھا۔ اس نے سوچا اگر دونوں میں پھر لڑائی ہوگی تو ڈی پورس کی شامت آجائے گی۔ اس نے اپنی ڈی کی زبان سے کہا۔ "مسٹر ڈی پارس! ہمارا کوئی ذاتی جھگڑا نہیں ہے۔ ہمیں یہاں سے جانا چاہیے۔"

ڈی پارس وہاں سے اٹھ کر دروازہ کھول کر چلا گیا۔ بلی ڈونا اب تک بڑی توجہ سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ جب یہ انکشاف ہوا کہ دونوں میں سے نہ کوئی پارس ہے اور نہ پورس تو وہ پریشان ہوگئی تھی۔ اس معاملے میں بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ان دونوں کی باتوں کا سلسلہ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ جب ڈی پارس چلا گیا تو وہ ڈی پورس سے بولی "تم پورس نہیں ہو۔ میں تمہارے ذریعے پورس سے کہہ رہی ہوں کہ اب میرا کیا بنے گا؟ ایک تو تم روپوش رہو گے' دوسرے یہ کہ میں ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوگئی ہوں۔ مجھے بتاؤ' میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟"

"تمہاری سمجھ میں یہ بات آگئی ہوگی کہ میں اور سلطان زنگی ایک دوسرے کو ٹریپ کرنے کے لیے تمہیں چارے کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ ہم دونوں ہی ناکام رہے۔ تمہارا صرف یہ نقصان ہوا ہے کہ تم بارہ گھنٹے تک ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رہو گی۔ تم اس بنگلے میں جب تک چاہو' رہ سکتی ہو۔ ایک الماری کے سیف میں انڈین اور امریکن کرنسی ہے۔ جتنی رقم چاہو' خرچ کر سکتی ہو۔"

"میں اس بات سے خوف زدہ ہوں کہ بارہ گھنٹے پورے ہونے تک کوئی دشمن میرے دماغ میں آسکتا ہے اور مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا سکتا ہے۔"

پورس نے کہا "یہ میرے اور سلطان زنگی کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے کہ تم عارضی طور پر ٹیلی پیتھی کے علم سے خالی ہو چکی ہو اور تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا جا سکتا ہے۔ میں تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن سلطان زنگی کچھ کر سکتا ہے۔"

"کیا تم میری حفاظت نہیں کرو گے؟"

"تم میرے حالات سے واقف ہو۔ ایک نیا دشمن سلطان زنگی پیدا ہوگیا ہے اور وہ نہ معلوم میرے خلاف کتنے پارس پیدا کرنے والا ہے۔ ان سے تو خیر میں نمٹ لوں گا۔ فی الحال تشویش کی بات یہ ہے کہ زنگی کے آدمی اس ٹاک میں رہیں گے کہ میری دوسری خوبصورت لیبارٹری کہاں ہوگی۔ میں دوسری دوا تیار کرنے کے لیے کن ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرنے والا ہوں۔ اب تک اس نے تمہارے اندر چھپ کر مجھے نقصان پہنچایا ہے۔ آئندہ تم سے دور رہوں گا تو تم اس کے لیے معلومات کا ذریعہ نہیں بن سکو گی۔ اس کے لیے مشکلات پیدا ہوں گی۔ وہ مجھے ڈھونڈتا رہے گا کہ میں کہاں ہوں اور دوسری دوا تیار کرنے کے لیے کیا کر رہا ہوں؟"

"پورس! تم صاف لفظوں میں کہہ رہے ہو کہ زنگی کے خوف کے باعث مجھ سے دور رہو گے۔ کیا یہی تمہاری محبت ہے؟ تم تو دعوے کرتے تھے کہ میرے دیوانے ہو۔ تمہاری وہ دیوانگی کہاں چلی گئی ہے؟"

"بلی! یہ نہ کہو کہ میں زنگی سے خوف زدہ ہوں۔ میں نے کبھی کسی سے خوف زدہ ہونا نہیں سیکھا ہے۔ میں ایسے دشمنوں سے محتاط اور باخبر رہتا ہوں۔ باقی رہی بات عشق' محبت اور دیوانگی کی تو یہ چیزیں ہم جیسے پریکٹیکل لوگوں کے لیے بے کار ہوتی ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ اس بنگلے میں رہو' جب ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہو جائے تو جہاں چاہو' چلی جاؤ فی الحال گڈ بائی۔"

یہ کہہ کر وہ ڈی پورس وہاں سے اٹھ کر جانے لگا پھر دروازے پر رک کر بولا "اس وقت مسٹر پورس میرے دماغ میں نہیں ہیں۔ میں آزاد ہوں۔ میں نے ایک ڈی بن کر یہاں بہت کچھ دیکھا ہے اور بہت کچھ سنا ہے۔ آپ چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس کر رہ گئی ہیں۔ مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔"

وہ چلا گیا۔ بلی ڈونا وہاں تنہا بیٹھی رہ گئی۔ ان لمحات میں اسے پارس بہت یاد آرہا تھا۔ اگر وہ پٹڑی نہ بدلتی' پارس کی ہی وفادار رہتی تو یوں تنہا نہ رہ جاتی۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ صرف دو گھنٹے گزرے تھے۔ ابھی دس

گھنٹے باقی تھے۔ وہ یہ سوچ سوچ کر خوف زدہ ہو رہی تھی کہ کوئی دشمن اس کے دماغ میں آکر اسے اپنی کنیز نہ بنا لے۔

اس نے طے کر لیا کہ باقی دس گھنٹے تک جاگتی رہے گی۔ نیند آئے گی تب بھی نہیں سوئے گی۔ سونے کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے کے لیے سلا دیا ہے۔

○☆○

الپا اور پارس دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئے۔ وہ الپا کے مکان میں تھا۔ الپا وہاں ایک بیوہ عورت سومی کے روپ میں تھی اور پارس اسی شہر کے دوسرے مکان میں وجے کمار کے روپ میں ایک بوڑھی عورت کے ساتھ رہتا تھا۔ اس وقت وہ الپا کے کمرے میں تھا اور سلطان زنگی بن کر پورس کے مقابلے میں وہ ڈراما پلے کر رہا تھا' جس کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔

الپا' پارس کے دماغ میں رہ کر بڑی دلچسپی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی کہ پارس اور پورس کیسی چال بازیوں سے ایک دوسرے کو ٹریپ کرنے کی کوششیں کر رہے تھے لیکن دونوں ناکام رہے تھے۔

الپا نے کہا "یہ گیم اچھا رہا ہے۔ اگر پورس اس بنگلے میں اپنی ڈی کی جگہ خود ہوتا تو اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم ہو جاتیں اور ابھی وہ تمہارے شکنجے میں ہوتا۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ بھی تمہاری طرح چال باز ہے۔"

"واقعی زبردست چال باز ہے لیکن وہ بھی میری ڈی سے دھوکا کھا گیا اور آج تو اسے بالکل یقین ہوگیا ہے کہ میں اس دنیا میں نہیں ہوں اور میرا ایک عقیدت مند سلطان زنگی وقتاً فوقتاً میری ڈی دنیا والوں کے سامنے پیش کر کے مجھے زندہ رکھے گا۔"

"تم نے طیارے میں کس شخص کو سلطان زنگی بنا لیا تھا؟ اس نے بڑی اچھی اداکاری کی ہے۔"

"وہ ترکی فلموں کا اداکار ہے۔ میں آئندہ بھی اس سے کام لیتا رہوں گا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' کیا ان حالات میں پورس وہ دوا دوسرے ڈاکٹروں سے تیار کرائے گا؟"

"نہیں۔ وہ اب دوا کی تیاری کے سلسلے میں جلدی نہیں کرے گا۔ یا تو کچھ عرصے انتظار کرے گا یا پھر کسی دوسرے ملک میں جا کر وہاں کے ڈاکٹروں کو اپنا تابعدار بنا کر اپنا کام نکالے گا۔"

"ویسے تمہارا ایک نقصان ہوا ہے۔ پورس اب بلی ڈونا پر بھروسا نہیں کرے گا۔ اس سے دور رہے گا۔ وہی ایک بلی ڈونا تمہارے لیے معلومات کا ذریعہ تھی۔ آئندہ پورس پر نظر رکھنے کے لیے کیا کرو گے؟"

"کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ حسن و شباب کا رسیا نہیں ہے۔ آئندہ کسی حسینہ کے ذریعے اسے ٹریپ نہیں کیا جا سکے گا۔"

"میں نہیں مانتی کہ حسین عورتوں پر اس کا دل نہ آتا ہو۔ جو مرد دن رات مختلف معاملات میں مصروف رہتے ہیں' وہ تنہائی میں ایک محبت کرنے والی ساتھی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ پورس نے حالات سے مجبور ہو کر بلی ڈونا کا ساتھ چھوڑا ہے۔ ہر مرد کی زندگی میں کوئی ایک عورت ضرور آتی ہے۔ اس کی زندگی میں بھی کوئی ہوگی یا آئندہ کوئی اسے متاثر کر سکتی ہے۔"

"تمہاری بات درست ہو سکتی ہے لیکن پورس ابھی تک حسن پرست ثابت نہیں ہوا ہے پھر یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی حسینہ کو آلۂ کار بنا کر اس پر نظر رکھی جائے۔ اب ہم دنیا کے ان تمام ڈاکٹروں کے نام کی ایک فہرست تیار کریں گے' جنہوں نے میڈیکل سائنس اور دوا سازی میں بڑا نام حاصل کیا ہے۔ بڑے تجربات کیے ہیں اور ایسے ڈاکٹروں کی بھی فہرست تیار کریں گے' جو مجرمانہ انداز میں دوا سازی کرتے ہیں۔"

"اس کام میں بڑا وقت لگے گا۔"

"بابا صاحب کے ادارے میں اچھے اور برے تمام ڈاکٹروں کے ریکارڈز موجود ہیں۔ وہاں میری مطلوبہ فہرست تیار کی جائے گی پھر ہمارے ادارے میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' وہ سب ان ڈاکٹروں کے دماغ میں پہنچتے رہیں گے۔ کوئی نہ کوئی ایسا ڈاکٹر ضرور نظروں میں آئے گا' جسے پورس اپنے مقصد کے لیے ٹریپ کر رہا ہوگا۔"

"بابا صاحب کے ادارے سے تمہیں بڑی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ واقعی تمہارا یہ کام دو چار دنوں میں ہو جائے گا۔"

"میں ابھی ادارے کے انچارج سے رابطہ کر رہا ہوں۔ تم بھی اپنے طور پر سوچو کہ کس طرح پورس پر نظر رکھی جا سکتی ہے۔ وہ روپوش رہنے میں کامیاب رہے گا تو ہمارے لیے مسائل پیدا کرتا رہے گا۔"

وہ خیال خوانی میں مصروف ہوگیا۔ الپا اسے بڑے پیار سے دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی "میں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا۔ امریکن ٹریننگ سینٹر میں تربیت حاصل کرتی رہی پھر وہاں سے فرار ہو کر اسرائیل آگئی۔ میں یہودی ہوں۔ میرے دل میں یہودی قوم کی خدمت کا جذبہ تھا لیکن عجیب بات ہے کہ میری تمناؤں میں آنے والا پہلا مرد یہی پارس تھا۔ اس مسلمان نے مجھے تسخیر کیا تھا۔

"پھر حالات بدل گئے۔ پارس سے جھگڑا ہوگیا۔ محبت کی جگہ نفرت نے لے لی۔ کئی برس بیت گئے۔ مسلمانوں سے نفرت بڑھتی گئی۔ خدا کی قدرت کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ جتنی شدت سے مسلمانوں کو قاتل نفرت سمجھتی ہوں اس سے بھی زیادہ شدت سے پھر اسی مسلمان کی اسیر ہو جاؤں گی' جو پہلی بار میری زندگی میں میرا فاتح بن کر آیا تھا۔"

پارس نے ادارے کے انچارج سے صرف دس منٹ گفتگو

کی۔ اسے بتایا کہ وہ ڈاکٹروں اور دوا سازوں کے بارے میں کیسی معلومات چاہتا ہے اور ان ڈاکٹروں کے سلسلے میں ادارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کس طرح فرائض ادا کرنے ہیں۔ جس ڈاکٹر کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا جارہا ہے اس ڈاکٹر کے متعلق پارس کو فوراً اطلاع دی جائے۔

وہ انچارج سے رابطہ ختم کرکے دماغی طور پر حاضر ہوا پھر اس نے سامنے بیٹھی ہوئی الپا کو دیکھا۔ وہ اسے بڑی لگن سے دیکھتے ہوئے سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا "اس طرح کیا دیکھ رہی ہو؟"

وہ چونک کر بولی "تم تو خیال خوانی کررہے تھے؟"

"اور تم کیا کررہی تھیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "تمہیں جی بھر کے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ میری زندگی میں آنے والے پہلے مرد تم ہی ہو۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا "پھر میرے بعد کون آیا؟ اور کتنے آئے؟"

الپا نے چند لمحوں کے لیے آنکھیں بند کیں پھر آنکھیں کھول کر بولی "کیا میری بات کا یقین کرو گے کہ تمہارے بعد آج تک کوئی نہیں آیا۔"

"پھر یہ بیٹی کیسے پیدا کی؟"

"میں تمہارے اس سوال کا جواب ابھی دوں گی۔ تمہارے بعد کئی برس بیت گئے۔ ایک جوان عورت اتنے برس تنہا نہیں رہ سکتی لیکن تمہارے جانے کے بعد مجھے مردوں سے نفرت ہوگئی تھی۔ میں نے اپنے ملک اور قوم کی خاطر کئی چالاک اور خطرناک مردوں کو ٹریپ کیا لیکن انہیں اپنے جسم تک پہنچنے سے پہلے ٹیلی پیتھی کے ذریعے الو بنادیا۔ ان میں سے کتنے ہی میرے بیڈ پر آئے اور مجھے ہاتھ لگانے سے پہلے گہری نیند سو گئے۔ جن سے زیادہ خلوص محسوس ہوا انہیں میں نے موت کی نیند سلادیا۔

"لیکن اس عرصے میں میرے اندر کی عورت ماں بننے کے لیے بے چین رہی۔

"ممتا کا یہ تقاضا اسی وقت پورا ہوسکتا تھا جب کوئی مرد مجھے ہاتھ لگاتا اور مجھے یہ منظور نہیں تھا۔ میں اپنی ضد پر قائم رہی۔ کسی کو اپنے قریب پھٹکنے نہیں دیا اور ممتا کا تقاضا بھی پورا کیا پھر اس پیاری سی بچی کو جنم دیا ہے۔"

"کیا تم نے کوئی کرشمہ دکھایا ہے؟"

الپا نے کہا "ایسا کچھ نہیں ہوا ہے۔ یہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی ہے۔ کسی مرد نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا اور میں ایک بیٹی کی ماں بن گئی۔ تم جانتے ہو میں کتنی ضدی ہوں۔ جو ارادہ کرلیتی ہوں اسے ضرور پورا کرتی ہوں۔ میں اپنی قوتِ ارادی کی بدولت ہی برسوں سے اسرائیلی اکابرین پر حکومت کرتی آرہی ہوں۔"

پارس نے کہا "یہ بات بڑی مشہور ہوئی تھی کہ منگی ماسٹر کے بھائی کو تم نے اپنے حسن و شباب کے ذریعے پھانسا تھا اور وہ تمہارے بیڈ روم میں رہا کرتا تھا؟"

"یہ درست ہے۔ وہ میرے بیڈ روم میں راتیں گزارتا تھا لیکن اس کے ساتھ میری ڈمی ہوا کرتی تھی۔"

"ایک بار میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ تمہیں اپنا معمولہ بنا کر تمہارے خیالات پڑھے۔ ان خیالات سے پتا چلا کہ تم مردوں سے نفرت کرتی ہو اور اپنے بیڈ روم میں آنے والوں کو ڈمی بنایا کرتی ہو۔"

"پھر تم نے میرے خیالات پڑھ کر یہ کیوں نہیں معلوم کیا کہ میں نے ایک ٹیسٹ ٹیوب بے بی کو جنم دیا ہے؟"

"یہ تقریباً دو برس پہلے کی بات ہے۔ جناب تبریزی کی ہدایت پر میں نے تم پر سے تنویمی عمل ختم کردیا تھا۔ اس کے بعد تمہارے چور خیالات پڑھ نہیں سکتا تھا۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا پھر چونک کر بولا "یہ بچی دس ماہ کی ہے اس کا مطلب ہے' تم ڈیڑھ برس پہلے کسی اسپیشلسٹ کے پاس گئی تھیں۔"

"ہاں اس کی خاطر میں امریکا گئی تھی۔ نیویارک کے ایڈورڈ اسپتال میں۔"

پارس اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ بچی ایک پالنے میں سو رہی تھی۔ پارس نے اسے دیکھتے ہوئے کہا "وہاں کے کسی بھی اسپتال میں ایک ہفتے میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا ایک ہی کیس لیا جاتا ہے۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ تم کس تاریخ کو ایڈورڈ اسپتال میں داخل ہوئی تھیں؟"

"۴ جنوری ۱۹۹۳ء کو۔"

پارس نے جھک کر بچی کو دونوں ہاتھوں سے اٹھالیا پھر اسے بڑی محبت سے چومنے لگا۔ الپا نے قریب آکر پوچھا "بچی سو رہی ہے اور تمہیں اچانک اس پر پیار آرہا ہے؟"

"اس لیے کہ یہ میری بچی ہے' میرا خون ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" وہ حیرانی سے بولی۔

"سچ کہہ رہا ہوں۔ ۴ جنوری ۱۹۹۳ء کو میں بھی ایڈورڈ اسپتال میں تھا۔ وہاں یہ بات چھپائی جاتی ہے کہ کوئی عورت کس کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ مرد کو بھی نہیں بتایا جاتا کہ وہ فلاں عورت کے بچے کا باپ بننے والا ہے لیکن وہی اسپتال' وہی تاریخ اور وہی ایک ہفتے کی مدت سے ثابت ہوگیا ہے کہ تم نے میری بیٹی کو جنم دیا ہے۔"

الپا نے بڑی حیرت اور مسرت سے پارس کو دیکھا پھر اس کے اس طرح لپٹ گئی کہ دونوں کے درمیان وہ بچی نیند میں مسکرانے لگی۔ وہ دونوں اسے چومنے لگے۔

پھر الپا نے کہا "پارس! جناب تبریزی ایک باکمال بزرگ ہیں وہ روحانی بصیرت سے بہت کچھ دیکھ لیتے ہیں۔ اسی لیے زندگی

دوران میں جب میرا دماغ کمزور تھا اور کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے ٹریپ کرنا چاہتے تھے تو انہوں نے میرے دماغ کو لاک کردیا تھا۔"

پارس نے کہا "اور انہوں نے مجھے ہدایت دی تھی کہ میں تمہاری نگہبانی اور حفاظت کرتا رہوں کیونکہ جو بیٹی جنم لینے والی ہے اس کا تعلق ہمارے خاندان سے ہے۔"

"ٹیوب سسٹم کے مرحلے سے گزرنے کے بعد مجھے یقین نہیں تھا کہ میں ماں بن سکوں گی۔ جناب تبریزی نے پیش گوئی کی تھی کہ میں ماں بننے والی ہوں اور یہ بھی پہلے سے کہہ دیا تھا کہ میں ایک بیٹی کو جنم دوں گی۔ یہ قدرت کے کھیل ہیں پھر بھی میں پوچھوں گی تم اس تاریخ کو اسی اسپتال میں کیوں گئے تھے؟"

"اس اسپتال میں ایک ڈاکٹر سے میری دوستی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ ایک شخص بانجھ ہے لیکن میڈیکل رپورٹ کے مطابق اس کی بیوی ماں بن سکتی ہے۔ اگر میں نیکی کروں تو ان میاں بیوی کے گلشن میں پھول کھل جائے گا۔"

الپا نے کہا "ہاں میں نے ڈاکٹر کو یہی بیان دیا تھا کہ میرا شوہر بانجھ ہے لیکن میں میڈیکل رپورٹ کے مطابق ماں بن سکتی ہوں۔ لہٰذا ٹیوب سسٹم کے ذریعے ماں بننا چاہتی ہوں۔ میں ڈاکٹر کے اطمینان کے لیے خیال خوانی کے ذریعے ایک شخص کو شوہر بنا کر وہاں لے گئی تھی۔"

الپا نے بچی کو اس سے لے کر پالنے میں لٹا دیا پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم ہی میری زندگی کے پہلے مرد تھے اور ہزار فرقتوں سے گزرنے کے بعد بھی تم ہی میرے مرد ہو اور آخری سانس تک رہو گے۔"

پارس اسے دونوں بازوؤں میں سمیٹ لینا چاہتا تھا۔ اسی وقت بچی رونے لگی۔ الپا نے اس سے الگ ہو کر اسے پالنے سے اٹھایا۔ وہ بولا "ہماری بیٹی بہت شریر ہے۔ ماں باپ کو گلے لگنے سے روک رہی ہے۔"

وہ بچی کو پچکارتے ہوئے بولی "میں ابھی اسے سلادوں گی۔"

وہ اسے سینے سے لگا کر گنگنانے لگی۔ وہ دو منٹ میں ہی سو گئی۔ اس نے پھر اسے پالنے میں لٹا دیا۔ پارس نے کہا "تم تو بڑی تجربے کار ماں بن گئی ہو۔"

وہ پاس آکر بولی "تم مجھے تجربے کار بیوی بنا دو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے اس کے چہرے کو چھوتے ہوئے بولا "یہ ثابت ہوچکا ہے کہ تم صرف میرے لیے اس دنیا میں آئی ہو اور ہم بڑے طوفانوں سے گزرنے کے بعد پھر ایک ہو رہے ہیں۔"

اس نے دونوں بازوؤں کے حصار میں اسے لیا پھر اس کے چہرے پر جھکنے لگا لیکن پھر گڑبڑا ہوگئی۔ دونوں الگ ہو کر بند دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ باہر کچھ عورتوں اور مردوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

ایک شخص سوی (الپا) کے ماں باپ سے کہہ رہا تھا "تمہیں شرم نہیں آتی۔ وجے (پارس) کو یہاں بلاتے ہو اور اپنی بیوہ بیٹی کو اس کے ساتھ بند کمرے میں چھوڑ دیتے ہو۔"

ایک عورت کی آواز سنائی دی "رام! رام! یہاں تو دن دہاڑے پاپ ہو رہا ہے اور یہ ماتا پتا کھلے پاپ کی اجازت دے رہے ہیں۔"

ایک بوڑھے نے کہا "مجھے تو رگھو دادا نے آکر بتایا کہ یہ دروازہ صبح سے بند ہے اور اب شام ہونے والی ہے۔"

الپا نے پریشان ہو کر کہا "پارس! اب کیا ہوگا؟ ہمارے ساتھ وہ بے چارے سوی کے ماتا پتا بھی بدنام ہو رہے ہیں اور لوگوں کی باتیں سن رہے ہیں۔"

پارس نے ادھر اُدھر دیکھا پھر الپا کا ہاتھ پکڑ کر سری کرشن بھگوان کی مورتی کے پاس آیا۔ وہاں ایک سندور کی ڈبیا رکھی ہوئی تھی۔ اس نے اس ڈبیا میں سے ایک چٹکی سندور لے کر اس کی مانگ بھرتے ہوئے کہا "فکر نہ کرو۔ ہم کسی طرح بات بنالیں گے۔"

انہوں نے دروازے کے پاس آکر اسے کھولا۔ باہر عورتوں اور مردوں کی خاصی بھیڑ تھی۔ وہ سب ان دونوں کو دیکھتے ہی خاموش ہوگئے۔ کچھ لوگوں کی نظریں الپا کے سر کی طرف تھیں۔ مانگ میں سندور دکھائی دے رہا تھا۔ پارس نے پوچھا "کون ہمیں پاپی کہہ رہا تھا؟ کچھ سوچے سمجھے اور دیکھے بغیر کسی کو بدنام کرنا کیا اچھی بات ہے؟"

ایک عورت نے کہا "سوی نے سندور لگایا ہے۔ اس کی شادی کب ہوئی؟"

پارس نے کہا "میں نے اس کی مانگ بھری ہے۔ اس طرح یہ میری دھرم پتنی بن گئی ہے۔"

"ارے واہ! کیا مانگ میں سندور لگا دینے سے پتی پتنی بن جاتے ہیں؟"

"ہاں پتی پتنی بن جاتے ہیں۔ اپنے دیس کی درجنوں فلمیں دیکھ لو۔ ہیرو کے پاس کھانے کو پیسہ ہو یا نہ ہو' اس کی جیب میں سندور کی ڈبیا ضرور ہوتی ہے۔ جب ظالم سماج ان کے درمیان آتا ہے تو وہ ڈبیا سے سندور نکال کر ہیروئن کی مانگ بھر کر اسے اپنی دھرم پتنی بنالیتا ہے۔"

رگھو دادا نے کہا "ارے! تم فلموں کی بات نہ کرو۔ تمہاری شادی کا گواہ کون ہے؟"

پارس نے کہا "ابے اور رگھو! کیا پھر تیری پٹائی کروں؟ فلموں میں وہ دکھایا جاتا ہے' جو ہمارے سماج میں ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا ہے تو سرکار سے جاکر پوچھو' ایسی فلمیں بنانے کی اجازت کیوں دی جاتی ہے؟"

مندر کا ایک پجاری اس بھیڑ میں کھڑا ہوا تھا۔ وہ کچھ کہنے کے

لیے آگے بڑھا۔ پارس اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پجاری اس کی مرضی کے مطابق بولا "میں ان کی شادی کا گواہ ہوں۔ سوی اور وجے صبح سویرے مندر میں آئے تھے۔ میں نے بھگوان کو گواہ مان کر ان کا بیاہ کرا دیا۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اگنی کے سات پھیرے لیے جائیں۔ وجے ٹھیک کہتا ہے' ہماری درجنوں فلموں میں ہیرو ہیروئن مندر جاتے ہیں اور بھگوان اور پجاری کے سامنے پتی پتنی بن جاتے ہیں۔ یہ فلم والوں کا احسان ہے کہ وہ برات اور کھانے پینے کے اخراجات سے بچا لیتے ہیں۔ ہیروئن بیاہ کرنے کے لیے مندر میں آتی ہے تو جہیز لے کر نہیں آتی۔ اپنے ماں باپ کے لاکھوں روپے بچاتی ہے۔ آپ لوگ ذرا غور کریں۔ اگر سوی اور وجے سب کے سامنے شادی کرتے تو رگھو دادا فلم کے آخری سین کی طرح ولن بن کر آتا..... دنگا فساد اور خون خرابا ہوتا اور یہ رگھو دادا پھر ایک بار وجے سے لات جوتے کھا کر بھاگ جاتا۔

"میری بہنو! بھائیو! اور سجنو! فلم اور دھرم کی کچھ باتیں میں نے آپ کو سمجھا دی ہیں۔ اب آپ گھر جائیں اور پتی پتنی کو ہنسی خوشی زندگی گزارنے دیں۔"

یہ کہہ کر پجاری جانے لگا۔ دوسرے لوگ بھی وہاں سے جاتے ہوئے ایک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے تھے لیکن پجاری کی گواہی کے بعد اعتراضات تقریباً ختم ہو چکے تھے۔

پجاری سوچتا جا رہا تھا "پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں کہنا کچھ چاہتا تھا مگر کچھ اور کہہ گیا۔ ویسے جو بھی کہا ہے' ٹھیک ہی کہا ہے۔ بے چاری سوی بیوہ تھی' سہاگن بن گئی ہے۔ ایک نیک کام ہو گیا ہے۔"

پجاری چلتے چلتے رک گیا پھر آسمان کی طرف دیکھ کر سر کھجاتے ہوئے بڑبڑایا "مگر وہ دونوں مندر کب آئے تھے؟"

○☆○

پچھلی بار فہمی اور علی کی شادی ہوتے ہوتے رہ گئی تھی۔ نیلماں نے شادی سے پہلے فہمی کو اغوا کرا کے شیشے کے طلسمی کمرے میں قید کر دیا تھا۔

فہمی نے دوسری صبح اپنی ذہانت سے نیلماں کے طلسم کو توڑ دیا تھا اور نجات حاصل کر لی تھی۔ اس نے صرف ذہانت سے کالے جادو کو ناکام بنا کر اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا تھا کہ میں نے اور میری پوری فیملی نے اس کے دماغ میں باری باری پہنچ کر اسے مبارک باد دی تھی۔ آخر میں جناب علی اسد اللہ تیمرزی نے آ کر اسے دعائیں دیں اور اسے ظہر کی نماز ادا کرنے کو کہا۔ جب اس نے نماز ادا کی تو کہا "بیٹی! اسی طرح جائے نماز پر بیٹھی رہو اور یاد رکھو' اس دنیا میں جو جتنے بڑے کارنامے انجام دیتا ہے' اسے تمام عمر اتنی ہی بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ بڑے کام کرنے والوں کے بڑے دشمن بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔"

فہمی نے کہا "یا حضرت! جب تک آپ کا سایہ میرے سر پر ہے میں پورے حوصلے کے ساتھ آزمائشوں سے گزرتی رہوں گی۔"

"میری دعائیں اور نیک تمنائیں تمہارے ساتھ رہیں گی۔ ہمیشہ عبادت میں مصروف رہتا ہوں' کبھی کبھی تم لوگوں کی خاطر دنیاوی معاملات پر توجہ دیتا ہوں پھر یہ ساری دنیا فانی ہے۔ بہرحال تم نماز ادا کر چکی ہو' اب آنکھیں بند کرو اور مراقبہ ہو جاؤ۔ ساری دنیا کو بھول جاؤ۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ آنکھیں بند کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد میں غرق ہو گئی۔ تیمرزی صاحب اس کے اندر موجود تھے اور وہ جو لب کچھ پڑھتے جا رہے تھے۔ بہت عرصے پہلے انہوں نے پارس کے ساتھ ایسا روحانی عمل کیا تھا۔ اس کے دماغ کو مجموعہ بنا دیا تھا۔ آج وہ فہمی کے اندر بھی یہی صلاحیتیں پیدا کر رہے تھے۔ آئندہ وہ جب چاہتے اپنی آواز' لب ولہجہ' دماغ اور شخصیت چشم زدن میں بدل سکتی تھی اور اس کے دل و دماغ پر اور اس کے جسم پر کالا جادو اثر نہیں کر سکتا تھا۔

علی نے اس کے کمرے میں آ کر دیکھا۔ وہ نماز ادا کرنے کے بعد اسی طرح جائے نماز پر دو زانو بیٹھی ہوئی تھی۔ مراقبے میں اتنی غرق ہو چکی تھی کہ پورا جسم ساکت ہو گیا تھا۔ یہ بھی پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ سانس لے رہی ہے یا نہیں؟

علی اسے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہا کہ وہ نماز کے بعد مراقبے میں کیوں گئی ہے اور کب تک واپس آئے گی؟

لیکن اس کے دماغ میں پہنچتے ہی حیرانی ہوئی۔ وہاں گہری خاموشی میں بہت دور سے دھیمی دھیمی کلام پاک کی تلاوت سنائی دے رہی تھی۔ فہمی کی اپنی سوچ کی لہریں کہیں گم ہو گئی تھیں۔ گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی یاد میں غرق ہو کر اپنی ذات کو (عارضی طور پر) فنا کر دیا تھا۔

اگر وہ موجود ہوتی اور اس کی سوچ کی لہریں ہوتیں تو علی اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کب تک عبادت میں مصروف رہے گی۔ اس نے اپنی والدہ آمنہ فرہاد کے کمرے میں آ کر دیکھا' وہ بھی عبادت میں مصروف تھیں۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا "ماما! مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔"

آمنہ نے کہا "فہمی سے کم از کم چوبیس گھنٹے دور رہو۔ دوسری کوٹھی میں چلے جاؤ۔"

یہ کہتے ہی وہ پھر عبادت میں مصروف ہو گئی۔ آمنہ اپنی کوٹھی میں تنہا رہتی تھی۔ وہاں سونیا کے بیٹے کبریا فرہاد اور پارس کے نادیدہ بیٹے بابر کی پرورش کر رہی تھی۔ جب فہمی اور علی کی شادی ٹلے پائی تو اس نے اپنی ہونے والی بہو کو اپنی کوٹھی میں بلا لیا تاکہ فہمی دلہن بن کر رخصت ہونے تک علی سے دور رہے۔

اس وقت بھی آمنہ نے اسے چوبیس گھنٹے تک فہمی سے دور رہنے کا حکم دیا تھا۔ اب اسے فہمی کے بغیر کہیں دل لگانا تھا۔ اس لیے وہ کار میں بیٹھ کر تفریح کے لیے نکل گیا۔ شام ہو رہی تھی۔ وہ ایک پارک میں آ گیا۔ وہاں عورتیں' مرد اور بچے رنگا رنگ لباس پہنے گھومتے نظر آ رہے تھے۔ ہر طرف ہریالی تھی اور طرح طرح کے رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ بچوں اور بڑوں کے لیے کھیل تماشوں کا انتظام تھا۔ بڑی چہل پہل' بڑی رونق تھی۔ ایسی محفل میں اکثر انسان اپنے دکھ درد' مایوسیاں اور محرومیاں بھول جاتا ہے۔ لیکن اتنی تفریحات کے باوجود آدمی کا دل چاہتا ہے کہ وہ تنہا نہ رہے۔ کم از کم ایک ساتھی ہو' جس سے گفتگو کی جائے۔ علی سے توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ کسی حسین ساتھی کی آرزو کرے گا۔ وہ چاہتا تھا کہ کوئی اچھا دوست مل جائے جس کے ساتھ گپ شپ میں مزہ آتا رہے۔

وہ پتھر کی ایک بینچ پر بیٹھا رنگین نظارے دیکھ رہا تھا۔ اسی وقت دو آدمی اس کے آس پاس آ کر بیٹھ گئے۔ ایک آدمی پیچھے کھڑا ہو گیا۔ علی نے ان تینوں پر ایک نظر ڈالی پھر کچھ فاصلے پر کھیلنے والے خوب صورت بچوں کو دیکھنے لگا۔

دائیں طرف بیٹھے ہوئے ایک شخص نے علی کو مخاطب کیا "باؤ جی! مجھے پہچانا؟"

علی نے انکار میں سر ہلا کر پوچھا "نہیں۔ کون ہو تم؟"

"میرا نام کمال الدین ہے۔ تم نے یہاں گارڈن میں آ کر اپنی کار ایک جگہ پارک کی تھی۔ پھر ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر نوٹوں کی ایک چھوٹی سی گڈی نکال رہے تھے۔ تب میں نے دیکھا' اس خانے میں بڑے بڑے نوٹوں کی بہت سی گڈیاں ہیں۔"

علی نے کہا "ہاں چھ لاکھ روپے ہیں۔"

"باؤ جی! کیوں اتنی بڑی رقمیں لے کر گھومتے ہو۔ کوئی چاقو مار کر لے جائے گا تو جان سے بھی جاؤ گے اور رقم بھی جائے گی۔"

علی نے کہا "کوئی مجھے چاقو کیوں مارے گا؟ میں چاقو مارنے سے پہلے ہی اسے تمام رقم دے دوں گا۔ کیا پھر بھی وہ میری جان لے گا؟"

"واہ باؤ جی! ہم نے تو یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ تم اتنے سمجھ دار ہو۔ زور زبردستی کرنے سے پہلے ہی مان جاؤ گے۔"

دوسرے نے کہا "میرے کوٹ کی جیب میں پستول ہے۔ اس کا رخ تمہاری طرف ہے۔ پیچھے جو کھڑا ہے' اس کی جیب میں چاقو ہے۔ جن دباتے ہی کھٹاک سے کھلتا ہے۔ پیٹ میں گھستا ہے اور انتڑیاں باہر نکال لیتا ہے۔"

تیسرے نے کہا "تم تو کافی سمجھ دار ہو۔ کیا آگے کچھ اور کہنا ہو گا؟"

علی نے کہا "اب کہنے کے لیے کیا رہ گیا ہے۔ میں تم تینوں کے گرد یہاں خاموشی کے ساتھ یہاں سے اٹھوں گا۔ تم لوگوں سے... گرد کی باتیں کرتے ہوئے گارڈن کے پارکنگ ایریا میں چلوں گا۔ مجھے یہی کرنا ہے نا؟"

"بالکل یہی کرنا ہے۔ ماں قسم تمہارے جیسا سمجھ دار شکار ہمیں آج تک نہیں ملا۔"

علی نے کہا "میں اپنی کار سے وہ تمام رقم پارکنگ ایریا میں نہیں نکالوں گا کیونکہ وہاں سے تم رقم لے کر بھاگنے لگو گے تو بعد میں' میں چلاؤں گا اور پولیس والے تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ اس لیے تم تینوں میرے ساتھ کار میں بیٹھ کر ایسی جگہ چلو گے جہاں تمہاری گرفتاری کا خطرہ نہ ہو۔ وہاں تم چھ لاکھ روپے لے کر میری گاڑی سے اتر کر چلے جاؤ گے۔"

ایک شخص نے اس کے گھٹنے چھو کر کہا "مان گئے باؤ جی! تم اپنی جان بچانے کے لیے اتنی سمجھ داری سے وہی باتیں کر رہے ہو' جو ہم سوچ رہے ہیں۔ اب یہاں سے اٹھو اور چلو۔"

علی وہاں سے اٹھ کر ان تینوں کے درمیان چلنے لگا۔ ایک نے کہا "ہم تمہاری کار میں بیٹھ کر جی ٹی روڈ پر جائیں گے۔ پنڈی کے راستے میں کہیں بھی کار روک کر رقم لے کر چلے جائیں گے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے پارکنگ ایریا میں آئے۔ علی کی کار کے پاس ایک خوب صورت سی غیر ملکی جوان لڑکی ایک جوان لڑکے کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

علی اپنی کار کا دروازہ کھولنے لگا تو لڑکی نے انگلش میں کہا۔ "ایکسکیوزمی۔ میں نے اپنی رینٹڈ کار یہاں کھڑی کی تھی' اسے کوئی لے گیا ہے۔ میں یہاں سپاہیوں سے پوچھ رہی ہوں' گھورتے ہیں کہ انہوں نے کسی کو وہ کار لے جاتے نہیں دیکھا ہے۔ اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کار کو چرایا گیا ہے۔"

علی نے کہا "تم ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ اب تمہیں قریبی پولیس اسٹیشن جا کر چوری کی رپورٹ درج کرانی ہو گی۔ اگر تمہارے نصیب اچھے ہوئے تو وہ کار مل جائے گی۔"

"میں پہلے بھی کئی بار پاکستان آ چکی ہوں۔ یہ جانتی ہوں کہ پولیس اور تھانے کے چکر میں پڑنے سے چوری کا مال ملے یا نہ ملے مگر ہمارا سکون برباد ہو جاتا ہے۔"

"پھر تم کیا چاہتی ہو؟"

علی کو شکار کرنے والوں میں سے ایک شکاری نے کہا "باؤ جی! اس چکنی کڑی پر کیوں پھسل رہے ہو۔ بات جلدی ختم کرو اور یہاں سے چلو۔"

علی نے کہا "میری گاڑی میں تو چھ لاکھ ہیں۔ اس لڑکی کی گاڑی میں ایک کروڑ روپے تھے۔ کوئی وہ گاڑی لے گیا ہے۔ یہ کہہ رہی ہے' جو میری گاڑی اور رقم واپس لائے گا' میں اسے پچیس لاکھ روپے دوں گی۔"

"پچیس لاکھ؟" تینوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔

ایک نے کہا "یہ تو موٹی اسامی ہے۔ دیکھو باؤ جی! ہم انگریزی نہیں سمجھتے ہیں۔ اس سے بولو۔ ہم اس چور کو پکڑ لیں گے۔"

"ٹھیک ہے میں اسے انگریزی میں سمجھاتا ہوں۔"

اس نے لڑکی سے دوبارہ پوچھا "تم پولیس تھانے کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتیں پھر کیا چاہتی ہو؟"

جوان لڑکے نے کہا "یہ میری بہن بونی ہے اور میں اس کا چھوٹا بھائی آرتھر ہوں۔ ہمارے لیے کار کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم نے جس ہوٹل سے وہ کار کرائے پر لی تھی' اس کی قیمت ادا کردیں گے۔"

بونی نے کہا "میں چاہتی ہوں کہ آپ ہمیں اس ہوٹل تک پہنچادیں۔"

علی نے کہا "تو پراہلم۔ آؤ کار میں بیٹھ جاؤ۔"

وہ بہن بھائی کار میں بیٹھنے لگے تو ایک شکاری نے پوچھا۔ "تم انہیں کیوں بٹھا رہے ہو؟"

علی نے کہا "میں نے ان سے معاملہ طے کرلیا ہے۔ میں ان کی گاڑی کے چور کو پکڑوں گا' یہ مجھے پچیس لاکھ روپے دیں گے۔ تم لوگ جاؤ۔"

"اوئے باؤجی! کیا تیری موت آئی ہے؟"

علی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے پستول نکال کر اس کے دستے سے اپنے ساتھی کے سر پر زوردار ضرب لگائی۔ وہ چیختا ہوا ذرا پیچھے گیا۔ اس نے دوسرے ساتھی کا گریبان پکڑ کر اسے ایک طرف کھینچ کر لے جاتے ہوئے کہا "چل یہاں سے ورنہ گولی ماردوں گا۔"

اس سے پہلے کہ دونوں ساتھی اس کے خلاف بولتے' اس نے دونوں کی ایک ایک ٹانگ میں گولی ماری۔ علی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کرنے لگا۔ وہ پستول والا دو فائر کرنے کے بعد وہاں سے بھاگ رہا تھا۔

بونی کار کی کھڑکی سے جھانک کر دیکھ رہی تھی' پریشان ہو کر بولی "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

علی نے کار کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا "شاید اس پستول والے کا دماغ چل گیا ہے۔ ہمیں بھی یہاں سے فوراً چلنا چاہیے۔"

وہ تیزی سے کار ڈرائیو کرتا ہوا گارڈن کے احاطے سے باہر آگیا۔ آرتھر اپنی زبان میں کہنے لگا "ہم میڈرڈ سے سیدھے اسلام آباد جاتے تو بہتر تھا۔ یہ تمہاری خواہش تھی کہ پہلے کراچی گئیں' پھر لاہور آئی ہو۔ دونوں ہی شہروں میں گولیاں چل رہی ہیں۔"

بونی نے کہا "ہم موت سے کھیلنے والے باپ کی اولاد ہیں۔ ہمیں خطرات سے گھبرانا نہیں چاہیے۔"

بسن بھائی کا خیال تھا کہ علی ان کی زبان نہیں سمجھ رہا ہوگا۔ بونی نے تجسس پیدا کرنے والی بات کی تھی کہ وہ موت سے کھیلنے والے باپ کی اولاد ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان کا باپ خطرات سے کھیلتا ہوگا اسی لیے کہا جارہا تھا کہ وہ موت سے کھیلتا ہے۔

علی نے بونی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ چلا کہ اس کے باپ کا نام جیرالڈ کاسپر ہے اور وہ انٹرپول کا ایک بہت مشہور سراغ رساں ہے' انڈرورلڈ کے مجرموں کو گرفتار کرنے کے لیے مختلف ممالک میں مصروف رہتا ہے۔ آج کل اسلام آباد میں ہے۔ مصروفیات کے باعث باپ سے چھ ماہ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اس لیے وہ بسن بھائی اس سے ملنے آئے تھے۔

علی نے انجان بن کر پوچھا "کیا لاہور کی سیر کرنے آئے ہو؟"

بونی نے کہا "ہاں ہم ایک دن کے لیے آئے ہیں۔ کل ہی اسلام آباد جائیں گے۔ پہلے رینٹڈ کار کی قیمت ادا کریں گے پھر دوسری کار لے کر اسلام آباد جائیں گے۔ بائی دی وے تم ہوٹل تک چل رہے ہو۔ ہمارے ساتھ چائے ضرور پینا۔"

"یہ چائے پینے کا وقت ہے۔ میں انکار نہیں کروں گا۔"

وہ ہوٹل پرل کے پارکنگ ایریا میں پہنچے۔ کار سے اتر کر رینٹڈ کار کے کاؤنٹر پر آئے اور انہیں کار کی چوری کے بارے میں بتایا۔ منیجر نے فون کے ذریعے پولیس سے رابطہ کیا پھر اس سے باتیں کرنے کے بعد ریسیور رکھ کر بونی سے بولا "شاید آپ کو کار کی قیمت نہ دینی پڑے۔ پولیس والے چور کو گرفتار کرلیں گے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔"

آرتھر نے کہا "سسٹر! میں ٹینس کورٹ کی طرف جارہا ہوں۔ تم ہمارے محسن کو چائے پلاؤ۔"

بونی کاؤنٹر سے اپنے کمرے کی چابی لے کر علی کے ساتھ لفٹ میں آئی۔ اس لفٹ میں دو آدمی اور آگئے۔ وہ لفٹ تیسرے فلور پر آکر رک گئی۔ وہ لفٹ سے باہر آئے۔ وہ دونوں بھی ان کے پیچھے چلنے لگے۔ بونی نے اپنے کمرے کے سامنے پہنچ کر چابی سے دروازے کو کھولا۔ پھر بولی "اندر آؤ۔"

پیچھے آنے والوں نے دونوں کو زور کا دھکا مارا۔ وہ دونوں لڑکھڑاتے ہوئے اندر پہنچ گئے۔ پیچھے آنے والے ایک شخص نے ریوالور نکال لیا۔ دوسرے نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا "کسی نے بھی چیخنے چلانے کی حماقت کی تو ہم گولی ماردیں گے۔"

"ہم سہولت سے باتیں کریں گے۔ تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

ایک نے کہا "تم بسن بھائی اپنے باپ سے ملنے آئے ہو۔ ہماری معلومات کے مطابق بھائی تم سے چھوٹا ہے اور یہ بھرا جوان ہے۔ تمہارا بھائی نہیں ہوسکتا پھر یہ کون ہے؟"

"یہ میرا مہمان ہے۔"

"ہوائے فرینڈ کہو۔ اپنے کمرے میں عیاشی کے لیے اسے ساتھ لائی ہو۔"

وہ دونوں بول رہے تھے اور علی خاموشی سے ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ بونی نے کہا "یہ میرا ایک معزز مہمان ہے۔ ویسے تم بھی سمجھ لو مگر یہ تو بتاؤ' تم لوگ کون ہو؟"

"ہم بھی بتاتے ہیں۔ پہلے یہ تو معلوم ہو کہ تمہارا چھوٹا بھائی ہے کہاں ہے؟"

"وہ ٹینس کورٹ میں ہے۔ گھنٹے دو گھنٹے بعد ہی آئے گا۔ اب تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

ایک نے کہا "تمہارا باپ انٹرپول کا ایک بہت بڑا افسر ہے۔ اسلام آباد آکر ہمارے لیے مسئلہ بن گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں' وہ پاکستان سے چلا جائے۔"

"میں پاپا کو سمجھاؤں گی بلکہ انہیں اپنے ساتھ یہاں سے لے جاؤں گی۔"

دوسرے شخص نے ہنستے ہوئے کہا "ہمیں بچہ سمجھ کر بہلا رہی ہو۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ تمہارا باپ اتنا فرض شناس افسر ہے کہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے باعث ایک ملک سے دوسرے ملک جاتا رہتا ہے۔ برسوں گزر جاتے ہیں' وہ بیوی بچوں سے ملنے نہیں آتا ہے۔ وہ تمہارے کہنے سے یہ ملک چھوڑ کر نہیں جائے گا۔"

"پھر تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہم تمہیں اور آرتھر کو یہاں سے اغوا کرکے دوسرے ملک لے جائیں گے۔ تمہارا باپ تم دونوں کو اور خاص طور پر اپنے بیٹے آرتھر کو دل و جان سے چاہتا ہے۔ ہم تم دونوں کو یرغمال بنا کر رکھیں گے اور دھمکی دیں گے کہ وہ پاکستان چھوڑ کر نہیں جائے گا تو ہم اس کے بیٹے آرتھر کو گولی ماردیں گے اور تمہارے جیسی حسینہ کو ہوس کاروں میں بیچ دیں گے۔"

وہ دونوں بونی سے باتیں کررہے تھے اور علی اتنی دیر میں ان کے چور خیالات پڑھ کر ان کی اصلیت معلوم کرچکا تھا۔

علی نے ہوٹل میں آنے سے پہلے بونی کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کرلیا تھا کہ اس کے باپ کا نام جیرالڈ کاسپر ہے اور وہ انٹرپول کا بہت بڑا سراغ رساں افسر ہے۔

بونی کے خیالات نے جھوٹ نہیں کہا تھا کیونکہ جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا اس کی ماں نے یہی بتایا تھا کہ وہ ایک معزز فرض شناس افسر کی بیٹی ہے' پھر دو چار برسوں میں اس کا باپ آتا تھا اس سے بھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ انٹرپول کا ایک بہت مصروف افسر ہے۔ لیکن ہوٹل کے اندر جب وہ دونوں کمرے میں جبراً گھس آئے اور بونی سے باتیں کرنے لگے تو علی نے ان کے چور خیالات پڑھے۔ ان دونوں کے خیالات نے بتایا کہ جیرالڈ کاسپر انٹرپول کا افسر نہیں ہے بلکہ انڈرورلڈ کے مجرموں کی ایک تنظیم کا سربراہ جی ہے اور یہ جیرالڈ کاسپر کے نام کا مخفف ہے۔ کینی جی سے تنظیم اور کاک سے کاسپر۔

اور اسی کم بخت کی تو علی کو تلاش تھی۔ وہ زیر زمین رہ کر خفیہ زندگی گزار رہا تھا لیکن یہ چاہتا تھا کہ اس کی بیوی بچے اسپین میں پُرسکون زندگی گزاریں اور اب تک یہی ہو رہا تھا۔ جی کاک کا شوہر ایک بہت بڑی انڈسٹری کا مالک تھا۔ اٹلی' فرانس اور جرمنی تک کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ یورپ کے امیر ترین خاندانوں میں اس خاندان کا شمار ہوتا تھا۔ جی کاک کی بیوی اپنے شوہر کی اصلیت جانتی تھی پھر بڑے بیٹے کو باپ کی اصلیت معلوم ہوئی مگر بے انتہا دولت کی خاطر باپ بیٹے نے جی کاک کے بارے میں خاموشی اختیار کرلی۔

وہ جب کبھی ان سے ملنے آتا تو بیوی تنہائی میں اس سے لڑتی تھی۔ بڑا بیٹا بھی سمجھاتا تھا کہ اسے انسانی اعضا فروخت کرنے کا غیر انسانی کاروبار نہیں کرنا چاہیے۔

جی کاک کہتا تھا "میں اس کاروبار کی دلدل میں اس قدر دھنس گیا ہوں کہ اب زیر زمین دنیا سے باہر آکر شریفانہ زندگی نہیں گزار سکوں گا۔ اس کاروبار کے جتنے اہم راز دار ہیں' وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

انہوں نے طے کیا تھا کہ بونی اور آرتھر کو باپ کی حقیقت نہیں بتائیں گے۔ وہ ایک شریف خاندان کے افراد کی حیثیت سے عزت دار زندگی گزار رہے تھے۔ بونی میڈیکل کالج میں تھی۔ انسانی دل' گردے اور آنکھیں فروخت کرنے والے مجرموں کے خلاف نفرت سے کالج کے سیمینار میں بولتی تھی اور ان کے خلاف رسائل میں مضامین لکھتی تھی۔ بے چاری یہ نہیں جانتی تھی کہ خود اس کا باپ انسانی دل' گردے اور آنکھیں فروخت کرتا ہے۔

پچھلے چار برسوں سے جی کاک اس قدر مصروف رہا کہ بیوی بچوں سے ملاقات کرنے نہ آسکا۔ بونی اور آرتھر فون کے ذریعے باپ سے ملنے کی ضد کرتے تھے پھر وہ دونوں ضد میں آکر خود ہی باپ سے ملنے کے لیے نکل پڑے۔ جی کاک نے فون پر ان سے کہا تھا کہ وہ آج کل پاکستان میں ہے۔ مجرموں کو گرفتار کرنے کے بعد ان سے ملنے آئے گا لیکن باپ کی بار بار وعدہ خلافی کے باعث وہ ماں سے لڑ جھگڑ کر خود ہی پاکستان آگئے۔

ماں نے فون کے ذریعے جی کاک کو اطلاع دی کہ بونی اور آرتھر اس سے ملنے کی ضد میں یہاں چل پڑے ہیں۔ وہ کراچی سے لاہور پھر لاہور سے اسلام آباد پہنچیں گے۔

اب علی نے ان دونوں کے چور خیالات پڑھے تو ان سے معلوم ہوا کہ وہ دونوں بونی اور آرتھر کے دشمن نہیں ہیں بلکہ جی کاک کے ماتحت ہیں۔ جی کاک نہیں چاہتا تھا کہ دونوں بچے اس سے ملنے اسلام آباد آئیں۔ یہ اندیشہ تھا کہ ان بچوں کے ذریعے انٹرپول کے جاسوس اسے پہچان لیں گے یا مختلف تنظیموں سے تعلق رکھنے والے اس کے بچوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ وہ اسپین میں اپنے گھر کی چار دیواری سے باہر ان بچوں سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔

اس لیے اس نے ان دو ماتحتوں کو یہ سمجھا کر لاہور بھیجا تھا کہ وہ بونی اور آرتھر کے پاس جائیں۔ ان سے کہیں کہ ان کا باپ انٹرپول کا بہت بڑا افسر ہے۔ اسے پاکستان سے بھگانے کے لیے وہ ان دونوں کو اغوا کرنے آئے ہیں پھر انہیں اغوا کرکے وہاں سے

دوسرے ملک لے جائیں اور بعد میں یہ کہہ کر ان دونوں کو آزاد کردیں کہ باپ نے بچوں کی خاطر پاکستان چھوڑ دیا ہے۔ اس طرح وہ اسپین چلے جائیں گے' دوبارہ پاکستان نہیں آئیں گے۔

اب جی کاک کے دونوں ماتحت بونی کو دھمکی دے رہے تھے کہ اس کا باپ پاکستان چھوڑ کر نہیں جائے گا تو وہ آرتھر کو گولی ماردیں گے اور بونی جیسی حسینہ کو بازار میں بیچ دیں گے لیکن پہلے ہوٹل سے ان بہن بھائی کو اغوا کرکے کسی دوسرے ملک میں لے جائیں گے۔

ان میں سے ایک ماتحت نے بونی سے کہا "تم متعلقہ کاؤنٹر پر فون کرو کہ وہ آرتھر کو ٹینس کورٹ سے بلائیں۔ جب وہ آکر فون اٹینڈ کرے تو اسے اس کمرے میں بلاؤ۔ اگر چالاکی دکھاؤ گی اور بھائی کو خطرے سے آگاہ کردو گی تو ہم تمہیں گولی مار کر باہر جائیں گے پھر تمہارے بھائی کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

بونی اپنے بھائی کو اپنی طرح خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتی تھی لیکن اس کے انکار کرنے سے پہلے علی نے اس کے دماغ میں رہ کر اسے فون کرنے پر مائل کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر متعلقہ کاؤنٹر پر کہا کہ ٹینس کورٹ سے آرتھر کا کیپر کو بلایا جائے۔ وہ ضروری بات کرنا چاہتی ہے۔

وہ ریسیور کان سے لگائے انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد آرتھر کی آواز سنائی دی "ہیلو سسٹر!"

بونی نے علی کی مرضی کے مطابق کہا "ہم اپنے سراغ رساں باپ سے ملنے کی خاطر خطرات سے کھیلنے آئے ہیں۔ میں دوسری جگہ سے فون کررہی ہوں۔ تم ہوٹل کے کمرے میں نہ جانا۔ وہاں ہماری جان کے دشمن ہیں۔ میں تم سے بعد میں ملوں گی۔"

ایک ماتحت جلدی سے آگے بڑھ کر کریڈل پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "یہ تم نے کیا بکواس کی ہے۔ اسے یہاں آنے سے روک دیا ہے۔"

بونی نے اسے دھکا دیا۔ وہ ریوالور والے ساتھی سے ٹکرایا۔ علی نے اس کے ہاتھ پر ایک لات ماری۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر فضا میں اڑتا ہوا کھلی ہوئی کھڑکی سے باہر چلا گیا۔ اس نے غصے سے علی پر چھلانگ لگائی۔ علی نے جھک کر اسے اپنے سر پر اچھال کر پیچھے کی طرف پھینکا۔ وہ بھی ریوالور کی طرح کھلی ہوئی کھڑکی سے باہر گیا لیکن تیسری منزل کی بلندی سے گرنے سے پہلے ہی کھڑکی کی نچلی چوکھٹ کو پکڑ کر لٹک گیا۔

لٹکنے والے نے بلندی سے پستی کی طرف دیکھا۔ اس کی آدھی جان نکل گئی... اس نے کھڑکی سے اندر آنے کے لیے دونوں ہاتھوں کی قوت سے چوکھٹ کی طرف اٹھنا شروع کیا۔ کمرے کے اندر اس کے دوسرے ساتھی کی پٹائی ہورہی تھی۔ اس نے علی کے دو چار فولادی گھونسوں سے سمجھ لیا کہ مقابلہ نہیں کرسکے گا۔ فوراً ہی پلٹ کر دروازہ کھول کر باہر بھاگ گیا۔

علی نے کھڑکی کے پاس آکر کہا "اب تو تم یہاں لٹکے رہو گے۔ اگر اندر آنا چاہتے ہو تو بونی کو بتاؤ' تم مجرموں کی کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہو اور بونی کے پاپا سے کیا دشمنی ہے؟"

وہ خوف سے گڑگڑاتے ہوئے بولا "میں دشمن نہیں ہوں۔ مجھے بچالو۔ نہیں تو نیچے گر کر مرجاؤں گا۔"

علی نے اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر کہا "میں تمہیں گرنے نہیں دوں گا۔ یہ بتاؤ' جب دشمن نہیں ہو تو بونی کو پریشان کرنے کیوں آئے تھے؟"

"ہم صرف دھمکی دینے آئے تھے۔ ہم تو مسٹر جی کاک کے وفادار ملازم ہیں۔ مسٹر جی کاک نے کہا تھا کہ...کہ..."

اس نے اپنی بات پوری نہیں کی۔ ایک جھٹکا دے کر علی سے اپنا ہاتھ چھڑالیا پھر دوسرے ہی لمحے چیختا ہوا پستی میں جاکر گرا۔

وہ نیچے گرنے سے ڈر رہا تھا لیکن اس ڈرنے والے نے اچانک ہاتھ چھڑا کر مرنا پسند کیا تھا۔ یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ جی کاک نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر بات پوری کرنے سے پہلے اسے مرنے پر مجبور کردیا تھا۔ ورنہ وہ کہنے والا تھا کہ ان بچوں کے باپ نے ہی انہیں اغوا کرنے کے لیے انہیں بھیجا ہے۔

علی نے گرنے والے کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ پتا چلا کہ وہ مرچکا ہے۔ بونی نے علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یو آر ونڈرفل۔ تم نہ ہوتے تو پتا نہیں' یہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے؟ اوہ گاڈ! ان دونوں بہت خطرناک تھے۔ تم نے تنہا ان کا مقابلہ کیا۔ ایک کو بھاگنے پر مجبور کردیا۔ دوسرے کو کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ میں حیران ہورہی ہوں کہ..."

علی نے بات کاٹ کر کہا "پلیز میری بات نہ کرو۔ یہاں سے بھاگنے والا دشمن کہیں نیچے جاکر آرتھر کو نقصان نہ پہنچائے۔ میں ابھی نیچے جاکر آرتھر کو دیکھتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا پھر لفٹ کے ذریعے نیچے جانے لگا۔ ویسے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرچکا تھا کہ آرتھر ہوٹل کے کس حصے میں ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ جی کاک اپنی بیٹی بونی کے دماغ میں رہ کر یہ جاننے کی کوشش کررہا ہوگا کہ اس کے ماتحتوں کی پٹائی کرنے والا شخص کون ہے؟ شاید وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ اگر جانتا تو نیچے ہوٹل میں آرتھر کو تلاش کرنے نہ جاتا۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے بونی کے پاس کمرے میں بلالیتا۔

یہ جاننے کے باوجود کہ آرتھر کہاں ہے' وہ اسے خواہ مخواہ ہوٹل کے مختلف حصوں میں تلاش کرتا رہا۔ اس دوران میں اس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر سانس روک لی۔ جی کاک اس کے چور خیالات پڑھنے آیا تھا' ناکام ہوکر چلا گیا۔

آرتھر ہوٹل کے کافی ہاؤس کے ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا۔ علی اس کے پاس آیا تو اس نے پوچھا "کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں؟"

یہ بات بھی سمجھ میں آنے والی تھی کہ جی کاک اب اپنے بیٹے کے دماغ میں ہے اور اس کے ذریعے ایسے سوالات کررہا ہے۔ علی نے کہا "میں بڑی دیر سے تمہیں تلاش کررہا ہوں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ٹیلی پیتھی جانتا۔ بونی کے کمرے میں رہ کر تمہیں بتادیتا کہ خطرہ کہاں ہے۔ کمرے میں نہ آؤ پھر میں ان دو بدمعاشوں کے دماغوں سے معلوم کرتا کہ وہ کون لوگ تھے۔ میں ان کی چھٹی کرچکا ہوں۔ میں کمرے میں رہ کر معلوم کرسکتا تھا کہ تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ یہ ٹیلی پیتھی بہت زبردست چیز ہے۔ پتا نہیں کس طرح یہ علم سیکھا جاتا ہے۔"

آرتھر نے پوچھا "کیا دو بدمعاش بونی کے کمرے میں آئے تھے؟"

"ہاں۔ پتا نہیں کون تھے مگر تمہارے سراغ رساں باپ کے دشمن تھے۔ چلو اٹھو۔ یہاں تم دونوں کے لیے خطرہ ہے۔"

وہ آرتھر کے ساتھ کاؤنٹر پر آیا پھر فون کے ذریعے بولا "ہیلو بونی! میں بول رہا ہوں۔ آرتھر میرے ساتھ ہے۔ ہم اوپر آرہے ہیں لیکن اب تم دونوں بہن بھائی کو یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ سامان پیک کرلو اور ہوٹل چھوڑ دو۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ ان دو بدمعاشوں کے علاوہ پتا نہیں اور کتنے بدمعاش ہوں گے۔ ہمیں یہاں نہیں رہنا چاہیے مگر رات ہوچکی ہے۔ رات کو اسلام آباد تک سفر نہیں کرنا چاہیے۔ یہاں ہم کہاں رہیں گے؟"

"تم فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ ہم اوپر آرہے ہیں۔"

وہ دونوں لفٹ کے ذریعے تیسرے فلور پر آئے۔ بونی کمرے میں سامان پیک کررہی تھی۔ علی کو دیکھ کر بولی "تم ہمارے لیے فرشتہ ثابت ہورہے ہو لیکن اب تک میں نے فرشتے کا نام نہیں پوچھا ہے۔"

"میرا نام محبوب ہے۔"

وہ بولی "محبوب بہت ایزی نام ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟"

"محبوب اسے کہتے ہیں' جس سے پیار کیا جائے۔ یعنی BELOVED۔"

"واقعی تم ایسے ہو کہ تم سے پیار کیا جائے۔ میں تمہیں کبھی نہیں بھول پاؤں گی۔ ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

آرتھر نے پوچھا "سسٹر! ہم یہاں سے کہاں جائیں گے؟"

علی نے کہا "سیدھے اسلام آباد اپنے پاپا کے پاس چلو۔ یہ نہ سوچو کہ رات ہے۔ میں تمہیں وہاں پہنچاؤں گا۔"

وہ خوش ہوکر بولی "کیا واقعی؟ تم ہمارے لیے اتنی تکلیف اٹھاؤ گے؟ اتنا لمبا سفر کرو گے؟"

"ہاں۔ یہ میرا فرض ہے۔ تم دونوں پاکستان آئے ہو۔ یہاں تمہارے لیے خطرات زیادتیاں ہورہی ہیں۔ میں تمہیں ان زیادتیوں سے بچاؤں گا اور صحیح سلامت تمہاری منزل تک پہنچاؤں گا تو میرے وطن کی آبرو رہے گی۔ یہاں سے جاکر تم کہہ سکو گے' پاکستان میں اچھے لوگ بھی رہتے ہیں۔"

"تم واقعی بہت اچھے ہو۔ تمہارے ساتھ رات کو سفر کرتے وقت مجھے ڈر نہیں لگے گا۔"

انہوں نے ہوٹل کا بل ادا کردیا۔ رینٹڈ کار والوں نے بتایا کہ چور پکڑا گیا ہے اور ان کی کار مل چکی ہے۔ علی انہیں کشمی چوک لے گیا۔ انہیں لاہور چڑھنے کے علاوہ کنٹاک جیسی ڈشیں کھلائیں۔ ایسے کھانے انہوں نے پہلے کبھی نہیں کھائے تھے خوب مزے لے لے کر کھانے لگے۔ آخر رات کے کھانے سے فارغ ہو کر وہ اسلام آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ آرتھر پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ بونی اگلی سیٹ پر علی کے ساتھ تھی۔ آرتھر کچھ تھکا ہوا سا تھا۔ اسے نیند آرہی تھی۔ علی نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا پھر محسوس کیا کہ وہ سونا نہیں چاہتا تھا لیکن اسے خیال خوانی کے ذریعے سلایا جارہا تھا اور ایسا اس کا باپ جی کاک ہی کرسکتا تھا۔ وہ کس مقصد کے لیے بیٹے کو سلا رہا تھا' یہ رفتہ رفتہ معلوم ہونے والا تھا۔

اس بات کا امکان تھا کہ باپ اپنے بچوں کو اسلام آباد آنے سے پھر روکنے کی کوشش کرسکتا تھا۔ ان کے راستے میں رکاوٹ پیدا کی جاسکتی تھی۔ ان بہن بھائی کا راستہ بدلنے کے لیے یا انہیں اغوا کرکے پاکستان سے باہر بھیجنے کے لیے منظم حملہ کیا جاسکتا تھا اور علی کو نقصان پہنچایا جاسکتا تھا۔ ویسے علی نے سفر شروع کرنے سے پہلے بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہدایات دی تھیں کہ وہ اس کے' بونی کے اور آرتھر کے دماغ میں خاموشی سے موجود رہیں اور کوشش کریں کہ وہ کسی مشکل گھڑی میں بھی خود کو ظاہر نہ کریں۔ دشمن تعداد میں زیادہ ہوں تو انہیں اس طرح ٹھکانے لگائیں کہ جی کاک کو کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کا شبہ نہ ہو۔

وہ ایک مخصوص رفتار سے کار چلا رہا تھا۔ آرتھر سوگیا تھا۔ تب بونی نے مسکرا کر علی کو دیکھا۔ اس نے پوچھا "کس بات پر مسکرا رہی ہو؟"

وہ بولی "مرد بڑے پراسرار ہوتے ہیں۔ کسی خوب صورت لڑکی کے سامنے دل کی بات زبان پر نہیں لاتے اور یہ چاہتے ہیں کہ لڑکی اپنی زبان سے چاہت کا اظہار کرے۔"

علی نے کہا "ہوسکتا ہے' مرد ایسے ہوتے ہوں جیسا تم کہہ رہی ہو۔ ویسے تم مجھے پراسرار نہ سمجھو۔ میرے دل میں تمہاری عزت ہے اور میں جلد سے جلد تمہارے پاپا کے پاس تم دونوں کو پہنچانا چاہتا ہوں۔"

"کیا میں حسین نہیں ہوں؟"

"بے شک حسین ہو۔"

"کیا مجھ میں کشش نہیں ہے؟"

"تم بہت پُرکشش ہو۔"

"پھر یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہارا دل میری طرف کھچا جارہا ہے اور تم مجھ سے قریب رہنے کے لیے اتنی دور جارہے ہو پھر اتنی دور سے واپس بھی جاؤ گے۔"

علی نے دل میں کہا 'باپ بہت بے غیرت ہے۔ بیٹی کے ذریعے میرے دل و دماغ کی باتیں اگلوا رہا ہے۔'

اس نے پوچھا "چپ کیوں ہوگئے؟ جواب دو۔"

"میں کیا بولوں؟ تم بہت ذہین ہو۔ بڑی چالاکی سے میرے دل کی بات اگلوانا چاہتی ہو۔ واقعی تم میرے ساتھ بیٹھی ہوئی ہو تو مجھے زندگی بہت خوب صورت لگ رہی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میرے ممی اور پاپا بھی یہی کہتے ہیں۔ میں بہت ذہین ہوں اور انسانی نفسیات کو سمجھتی ہوں۔ ویسے تم کرتے کیا ہو؟"

"ہم خاندانی رئیس ہیں۔ کام نہیں کرتے۔ لائف کو انجوائے کرتے ہیں۔ میں باڈی بلڈر ہوں اور یوگا کی مشقیں کرتا ہوں۔"

"کیا تم میرے دل کی باتیں سمجھ سکتے ہو؟"

"دل کی باتیں تمہارے جیسی ماہر نفسیات سمجھ سکتی ہے یا پھر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بتا سکتا ہے مگر تمہارے دل میں کیا ہے اور تم کیا سوچ رہی ہو۔ ویسے ایک بات کہوں؟"

"ہاں کہو؟"

"اس وقت میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے تھوڑی دیر کے لیے ٹیلی پیتھی آجائے اور میں تمہارے دل و دماغ میں اس طرح سما جاؤں کہ تم کبھی مجھے چھوڑ کر اپنے وطن واپس نہ جاؤ۔ میری بن کر یہاں رہ جاؤ۔"

ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہو رہی تھی وہ گویا علی اور جی کاک کے درمیان ہو رہی تھی۔ جی کاک مختلف پہلوؤں سے اس کے دل و دماغ کو کرید رہا تھا اور علی اپنی باتوں سے یقین دلا رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے لیکن یوگا کی مشقیں کرتا ہے۔

وہ بولی "میں ایسے جینوئن ساتھی کے بارے میں سوچتی رہی ہوں' جو مشکلات میں میرے لیے جان کی بازی لگا دے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ تم خطرات کی پروا نہ کرتے ہوئے مجھے میرے پاپا کے پاس پہنچانے جارہے ہو۔ اگر دشمنوں نے اچانک حملہ کیا تو تم تنہا کیا کرو گے؟"

"دشمن آٹھ دس ہوں گے تو تنہا ان سے نمٹ لوں گا۔ اگر دشمنوں کی فوج آئے گی تو میں مجبور ہو جاؤں گا اور کسی طرح تمہیں بچا کر لے جاؤں گا یا لڑتے لڑتے جان دے دوں گا۔"

"مجھے یہ بات سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ تم میرے لیے جان دو گے۔ ویسے تم دوسروں سے مختلف ہو۔ تمہارے چہرے سے اور تمہاری باتوں سے پریشانی یا خوف ظاہر نہیں ہو رہا ہے۔" دراصل پریشانی جی کاک کو تھی کہ علی اس قدر مطمئن کیوں ہے؟ کیا اس کے اطمینان کے پیچھے کوئی گہرا راز ہے؟

اسے بڑی حد تک یقین ہو گیا تھا کہ علی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے لیکن نہ جاننے کے باوجود کچھ پراسرار سا ہے۔ انٹرپول کا [illegible] رسائی بھی ہو سکتا ہے۔

علی کو اندیشہ تھا کہ راستے میں اس پر حملہ ہو سکتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ بخیریت اسلام آباد کی اس کوٹھی میں پہنچ گئے جہاں جی کاک کی رہائش تھی۔ علی نے بونی کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ جب جی کاک کو پتا چلا کہ بونی اور آرتھر اغوا کر لیے گئے ہیں تو اس نے فون کے ذریعے ان دونوں کو اسلام آباد میں اپنی رہائش گاہ کا پتا بتایا تھا۔ علی کے خیال میں یہ ضروری نہیں تھا کہ جی کاک اس کوٹھی میں رہتا ہو۔

علی نے بابا صاحب کے ادارے کے ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مخاطب کیا جو اسی کی ہدایت کے مطابق باری باری اس کے دماغ میں رہتے تھے۔ اس نے کہا "راستے میں ہم پر حملہ نہیں کیا گیا ہے۔ جی کاک نے اپنی پلاننگ میں تبدیلی کی ہوگی۔ وہ اسلام آباد میں مجھے روبرو دیکھنا چاہے گا کہ میں کون ہوں؟ وہ میری اصلیت معلوم کرنے کے لیے میرے کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا سکتا ہے پھر میرے چور خیالات پڑھ سکتا ہے۔"

ایک ماتحت نے کہا "ہم سمجھ رہے ہیں سر! اُس وقت ہم آپ کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے آپ کی اصلیت معلوم نہیں ہونے دیں گے۔ آپ خود کو جیسا ظاہر کرتے آرہے ہیں' آپ کے خیالات بھی جی کاک کو وہی بتائیں گے۔"

دوسرے ماتحت نے پوچھا "کیا ہم جی کاک کو اعصابی کمزوری کی دوا پلا سکتے ہیں؟"

"نہیں۔ تم لوگ ایسا کچھ نہیں کرو گے۔"

پھر علی نے کوٹھی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "تم کہاں ہو؟"

"میں اس وقت اسلام آباد کی ایک ایسی کوٹھی میں جارہا ہوں جہاں جی کاک سے سامنا ہو سکتا ہے۔"

"تمہیں جی کاک کا پتا کیسے معلوم ہوا؟"

"یہ تم میرے خیالات پڑھ کر معلوم کرتی رہو۔ فی الحال ضروری بات یہ ہے کہ جی کاک بہت محتاط ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ خود نہ آئے۔ اس کی ڈمی میرے روبرو آئے۔ مجھے اعصابی کمزوری کی دوا دھوکے سے کھلا کر میری اصلیت معلوم کرنا چاہے۔ اگر وقت تم فکر نہ کرنا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے سنبھال لیں گے۔"

وہ بولی "ٹھیک ہے' میں سچویشن کو سمجھتی رہوں گی' جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ اصل جی کاک تمہارے روبرو آیا ہے تو میں اس کے دماغ کو کمزور بنا دوں گی۔"

جی کاک کی کوٹھی میں سیکیورٹی گارڈز کا پہرا تھا۔ سیکیورٹی افسر نے بونی اور آرتھر کے پاسپورٹ دیکھ کر اس کار کو احاطے کے اندر جانے کی اجازت دی۔ علی نے کار کو پورچ میں روکا پھر وہ تینوں ایک ملازم کی راہنمائی میں کوٹھی کے اندر آئے۔ ڈرائنگ روم میں ایک قد آور معمر شخص کھڑا ہوا تھا۔ بونی اور آرتھر اسے دیکھتے ہی "پاپا" کہتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گئے۔

معلوم ہو گیا کہ وہ جی کاک ہے لیکن یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ اصلی ہے۔ بونی اور آرتھر اسے باپ سمجھ کر دھوکا کھا سکتے تھے۔

وہ دونوں اپنے باپ سے شکایتیں کر رہے تھے کہ وہ اپنے بچوں سے ملتا کیوں نہیں ہے۔ وہ بولا "میں ہزاروں بار سمجھا چکا ہوں کہ مسلسل ڈیوٹی کی وجہ سے مجبور ہو جاتا ہوں۔ تم دونوں کو اچانک اس طرح نہیں آنا چاہیے تھا۔"

بونی نے کہا "ہم آپ کی محبت میں آئے ہیں۔ لاہور میں دو بدمعاش ہمیں اغوا کرنا چاہتے تھے اور یرغمال بنا کر آپ کو پاکستان سے جانے پر مجبور کرنا چاہتے تھے لیکن مسٹر محبوب نے ان سے ہماری جان چھڑائی ہے۔"

انہوں نے علی کا تعارف اپنے باپ سے کرایا۔ جی کاک نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "تم نے میرے بچوں کو دشمنوں سے بچایا ہے اور خطرہ مول لے کر انہیں میرے پاس پہنچایا ہے۔ میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔ میں نے احسان نہیں کیا ہے۔ آپ انٹرپول کے افسر ہیں۔ پاکستان آکر اہم فرائض ادا کر رہے ہیں۔ میں نے بھی آپ کے بچوں کو یہاں لا کر اپنا فرض پورا کیا ہے۔"

وہ اپنے ملازم سے بولا "بھئی یہ سفر سے تھکے ہوئے آئے ہیں۔ گرما گرم کافی لے آؤ۔"

ملازم چلا گیا۔ جی کاک نے کہا "تم جب تک اسلام آباد میں رہو گے ہمارے مہمان بن کر رہو گے۔ کیوں بونی! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟"

وہ خوش ہو کر بولی "او آئی لو یو پاپا! آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔"

ملازم کافی کی ٹرے لے آیا۔ اس نے خاص طور سے ایک پیالی اٹھا کر علی کو پیش کی۔ علی نے خیال خوانی کے ذریعے ذہنی اور اپنے ماتحتوں سے کہا "ہوشیار! میں کافی پینے جارہا ہوں۔"

وہ سب کافی پینے لگے۔ جی کاک نے چور نظروں سے علی کو دیکھا۔ علی نے پہلے کافی کی ایک چسکی لی پھر کہا "کافی اچھی ہے۔"

پھر وہ ایک ایک گھونٹ پینے لگا۔ آدھی پیالی کے بعد ہی اسے کمزوری کا احساس ہونے لگا۔ اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ جی کاک نے پوچھا "مسٹر محبوب! کیا بات ہے؟"

وہ بولا "پتا نہیں۔ کچھ کمزوری سی محسوس ہو رہی ہے۔"

"سفر کی تھکن زیادہ ہو تو کمزوری محسوس ہوتی ہے۔"

بونی نے کہا "پاپا! ہم نے بھی سفر کیا ہے۔ ہمیں تو کمزوری نہیں لگ رہی ہے۔ تھکن بھی نہیں ہے۔"

"بیٹی! تم بہت بولتی ہو۔ ضروری نہیں کہ سب ہی کے اعصاب تمہاری طرح مضبوط ہوں۔ مسٹر محبوب! کافی پیو۔ تھکن اتر جائے گی۔"

اس نے مزید دو گھونٹ پیے پھر پیالی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ وہ نڈھال سا ہو کر صوفے پر ایک طرف ڈھلک گیا۔ بونی تیزی سے چلتے ہوئے اس کے پاس آئی "محبوب! تم ٹھیک تو ہو؟ یہ اچانک تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

جی کاک نے بونی کا بازو پکڑ کر اسے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ابھی ڈاکٹر آئے گا۔ دوا دے گا تو یہ ٹھیک ہو جائے گا۔"

چار ملازم آکر علی کو اٹھا کر ایک بیڈ روم میں لے گئے۔ وہ جس بات کی توقع کر رہا تھا' وہی اس کے ساتھ ہو رہا تھا۔ جی کاک اس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہونے کے لیے ایسا کر رہا تھا۔

پھر یقیناً اس کے چور خیالات پڑھے جارہے ہوں گے۔ اسے خبر نہیں تھی۔ وہ اپنے آپ سے غافل ہو چکا تھا۔ اس نے خود کو فہمی اور اپنے ماتحتوں کے حوالے کر دیا تھا۔ آگے فہمی ہی سب کچھ کرنے والی تھی۔

آدھے گھنٹے کے بعد ڈاکٹر آیا۔ اس وقت تک جی کاک کئی بار علی کے خیالات پڑھ چکا تھا۔ اسے یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ باڈی بلڈر ہے۔ یوگا کی مشقیں کرتا ہے۔ اس لیے پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک لیتا ہے۔ وہ خاندانی رئیس ہے۔ حسن پرست ہے۔ بونی جیسی حسین لڑکی کو پھانسنے کے لیے اس پر مہربانیاں کرتا ہوا اسلام آباد تک چلا آیا ہے۔

ڈاکٹر اس کی توانائی بحال کرنے کے لیے انجکشن لگا کر چلا گیا۔ بونی اس کے لیے بہت پریشان تھی۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد اس کے پاس بیٹھی رہی۔ جی کاک نے کمرے میں آکر کہا "مس بونی! آپ پریشان نہ ہوں' یہ صبح تک ٹھیک ہو جائے گا۔"

بونی نے حیرانی سے کہا "پاپا! آپ مجھے مس بونی کیوں کہہ رہے ہیں؟ کیا باپ اپنی بیٹی کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں؟"

وہ بولا "سوری.... تم اور آرتھر مجھے باپ سمجھ رہے ہو لیکن میں تمہارا باپ نہیں ہوں۔ تمہارے باپ کا ایک ملازم ہوں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"جو سچ ہے' وہ کہہ رہا ہوں۔ تمہارے پاپا ابھی چند منٹ میں آنے والے ہیں۔ میرے چہرے پر میک اپ ہے۔ میں تمہارے پاپا کا ہم شکل بن کر دشمنوں کی چالوں کو سمجھنا چاہتا تھا۔ تمہارے پاپا کو

شبہ تھا کہ محبوب فراڈ ہے۔ دشمنوں کا آلۂ کار ہے اور ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن اب تصدیق ہوگئی ہے کہ یہ سچ مچ محبوب ہے۔ تمہارے پاپا کا دشمن نہیں ہے۔"

بونی نے اپنے لباس کے اندر سے ایک چھوٹا سا پستول نکال کر کہا "تم میرے باپ نہیں ہو اور مجھے باپ بن کر دھوکا دیتے رہے ہو۔ سچ بتاؤ' میرے پاپا کہاں ہیں؟ ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گی۔"

اسی وقت اس نے اپنے باپ کے ایک اور ہم شکل کو دیکھا۔ وہ کمرے میں داخل ہو کر بولا "بیٹی! یہ پستول رکھ لو۔ دراصل میں تمہارا پاپا ہوں۔ میں خطرات سے بھرپور زندگی گزار رہا ہوں' مجھے زندہ رہنے کے لیے بڑی ذہانت اور چالاکی سے ایسی چالیں چل کر دوست اور دشمن کو پہچاننا پڑتا ہے۔"

فہمی بڑی دیر سے بونی کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھی۔ اس نے کہا "میں اسے باپ سمجھ کر پہلے اس کے سینے سے لگ چکی ہوں۔ اب تم باپ بن کر سینے سے لگانے آئے ہو۔ تھوڑی دیر بعد کوئی تیسرا باپ چلا آئے گا۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ میں اس بے چارے محبوب کے ساتھ دشمنوں میں آپھنسی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلائی۔ جو دوسرا جی کاک آیا تھا' اس کے بازو میں گولی لگی۔ وہ کراہتے ہوئے بازو کو تھام کر بولا "بیٹی! یہ تم نے کیا کیا؟ پلیز مجھ پر بھروسا کرو۔ پستول پھینک دو۔"

فہمی زخمی کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ پہلے صرف ذرا سے خیالات پڑھتے ہی معلوم ہوگیا کہ وہی اصلی جی کاک ہے۔ اس نے علی کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے اور خود کو محفوظ رکھنے کے لیے پہلے ایک ڈی جی کاک کو اپنے بچوں کے سامنے پیش کیا تھا۔

فہمی نے اس کی اصلیت معلوم کرنے کے بعد خود کو ظاہر نہیں کیا' اسے یہ معلوم نہیں ہونے دیا کہ وہ جس فہمی اور علی کو بڑی چالاکی سے فریب دے کر ان سے روپوش رہتا تھا' اب ان کے چنگل میں آگیا ہے۔ فہمی نے اس لیے خود کو ظاہر نہیں کیا کہ وہاں علی کمزوری کے باعث گہری نیند سو رہا تھا۔ جی کاک کے آدمی اصلیت ظاہر ہوتے ہی اسے نقصان پہنچا سکتے تھے۔

فہمی پھر بونی کے دماغ میں آگئی۔ وہ فہمی کی مرضی کے مطابق بولی "جب تک میرا دل تسلیم نہیں کرے گا' میں تم میں سے کسی کو پاپا نہیں کہوں گی۔ مجھے دھوکا دیا گیا۔ مجھے غصہ آیا۔ اس لیے میں نے گولی چلادی۔ جاؤ مرہم پٹی کرالو۔"

جی کاک دوسرے بیڈ روم میں جاتے ہوئے غصے سے اپنی ڈی سے بولا "اُلّو کی طرح کھڑے ہو۔ اپنے چہرے سے میک اَپ اُتار کر میری بیٹی کو یقین دلاؤ کہ میں اس کا باپ ہوں۔"

دوسرے بیڈ روم میں فرسٹ ایڈ باکس لا کر اس کے زخم کی مرہم پٹی کی گئی۔ وہ سوچ رہا تھا "اس وقت میرے دماغ میں کوئی آئے گا تو میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکوں گا۔ بونی نے دھوکا کھا کر اپنی توہین محسوس کی اور غصے میں گولی چلادی۔ میرے یہ تو اطمینان ہوگیا ہے کہ محبوب ٹیلی پیتھی نہیں جانتا اور نہ ہی میرے آس پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ ابھی تو میں محفوظ ہوں مگر پتا نہیں میری دماغی توانائی کب تک بحال ہوگی۔ تب تک خدا کرے کوئی دشمن میرے دماغ میں نہ آئے۔"

وہ سوچتے سوچتے بستر پر لیٹ گیا۔ فہمی نے اسے خیال خوانی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔

ڈرائنگ روم میں جی کاک کے وفادار بونی اور آرتھر کو یقین دلا رہے تھے کہ بیٹی نے جس پر گولی چلائی ہے' وہی اس کا باپ ہے پھر ڈی نے اپنے چہرے سے میک اَپ اُتار کر ثابت کیا کہ وہ اس کے باپ کے ہوبہو میں تھا۔ علی کے ماتحتوں نے ان بہن بھائی کو اس وقت تک ان کی .... باتوں پر یقین نہیں کرنے دیا' جب تک فہمی نے تنویمی عمل مکمل نہیں کیا۔ اس کے کامیاب عمل کے بعد بونی باپ کے کمرے میں آئی۔ فہمی اس کے اندر پہنچ گئی پھر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔

وہ کمرا تھوڑی دیر تک بند رہا پھر بونی دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ جی کاک کے خاص ماتحت سے بولی "مجھے یقین آگیا ہے کہ وہ میرے پاپا ہیں۔ میں نے غصے میں گولی چلائی تھی۔ انہوں نے مجھے معاف کردیا ہے اور اپنا تمام کاروباری راز بھی بتا دیا ہے۔ آئندہ میں پاپا کے ساتھ اس کاروبار میں شریک رہوں گی۔"

خاص ماتحت نے بے یقینی سے کہا "وہ تو آپ سے یہ باتیں چھپاتے رہتے تھے پھر آج کیوں بتادیا؟"

"اس لیے کہ میں پہلے بچی تھی۔ اب میں میڈیکل کی تعلیم حاصل کر کے آئی ہوں اور ہمارے کاروبار کا تعلق میڈیکل سے ہی ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولا "یہ تو اچھی بات ہے۔ اب آپ ہمارے باس کے بہت سے کام سنبھال لیں گی .... میں ابھی باس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ سو رہے ہیں۔ انہیں ڈسٹرب نہ کرو۔ مجھے اس اسپتال میں لے چلو جہاں زندہ یا قریب المرگ افراد کے دل' گردے اور آنکھیں نکالی جاتی ہیں۔"

وہ کہنا چاہتا تھا کہ اتنی رات کو جانا کیا ضروری ہے؟ کل اپنے پاپا کے ساتھ جائیں لیکن علی کے ایک ماتحت نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ اٹھ کر بولا "اب تو آپ بھی ہماری باس ہیں۔ آپ میں آپ کو اسپتال دکھاؤں۔"

وہ باہر آکر ایک کار میں بیٹھ گئے۔ بونی کے ساتھ آرتھر بھی تھا لیکن وہ خاموش تماشائی بنا ہوا تھا کیونکہ علی کا دوسرا ماتحت ابھی اسے کچھ بولنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔

وہ اسپتال پہنچ گئے۔ فون کے ذریعے ان مجرمانہ ذہن رکھنے والے تین ڈاکٹروں کو بلایا گیا جو ڈاکٹر سے زیادہ قسائی تھے اور آپریشن تھیٹر میں دل' گردے اور آنکھیں نکالنے کا غیر انسانی آپریشن کیا کرتے تھے۔ بونی سے ان کا تعارف کرایا گیا کہ وہ ان کی باس ہے۔ میڈیکل کی تعلیم مکمل کرچکی ہے اور آئندہ آپریشن تھیٹر میں ان ڈاکٹروں کے ساتھ رہا کرے گی۔

اسپتال کا معائنہ کرنے کے بعد بونی اور آرتھر خاص ماتحت کے ساتھ ایک ایسی عمارت میں آئے جہاں جی کاک کے دفاتر تھے۔ انسانی اعضا کے آرڈر وصول کرنے اور ان اعضا کو فروخت کرنے کے سلسلے میں وہاں کئی شعبے تھے۔ بڑے منظم طریقے سے وہاں یہ کام ہو رہا تھا۔

بونی اور آرتھر اگرچہ ٹیلی پیتھی کی گرفت میں تھے تاہم ان کے دماغوں کو اتنی ڈھیل دی گئی تھی کہ وہ اپنے باپ کے اس مذموم اور غیر انسانی کاروبار کو آنکھوں سے دیکھتے رہیں اور شعوری طور پر خائف کو سمجھتے رہیں۔

چونکہ وہ کاروبار ساری دنیا میں پھیلا ہوا تھا اس لیے اسے دیکھنے اور سمجھنے میں کئی گھنٹے گزر گئے۔ صبح ہوگئی۔ علی کو ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک بیڈ روم میں دیکھا پھر یاد آیا کہ وہ بونی کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے اپنے دماغ میں فہمی کی آواز سنائی دی "صبح بخیر۔ کیسے ہو؟"

"ٹھیک ہوں۔ اب کمزوری محسوس نہیں ہو رہی ہے۔"

وہ علی کو بتانے لگی کہ اس نے جی کاک کو تابعدار بنالیا ہے' بونی اور آرتھر کو ان کے باپ کے مجرمانہ کاروبار کی تفصیل بتادی ہے اور ان بہن بھائی نے اس کاروبار سے تعلق رکھنے والے اسپتال اور فارم کو بھی دیکھا ہے۔

علی نے کہا "میں یہاں سے اپنی کار میں جا رہا ہوں۔ تم اس ڈرامے کا آخری سین پلے کرو۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ بونی نے ملازم سے پوچھا "کون گیا ہے؟"

ملازم نے کہا "مسٹر محبوب اپنی کار لے کر گئے ہیں۔"

وہ غصے میں چیختے ہوئے باپ کے کمرے میں آئی۔ وہاں آرتھر پہلے ہی باپ کو غصہ دکھا رہا تھا۔ بونی نے کہا "یہ سوچ کر شرم آرہی ہے کہ ہم ایک قسائی کی اولاد ہیں۔ آپ جس دل سے ہماری محبت کا دم بھرتے ہیں اسی دل سے ظالم بن کر دوسروں کے سینوں سے دل نکال کر بیچتے ہیں۔ آپ اپنی بھی آنکھیں نکال کر فروخت کردیں۔ یہ آنکھیں اب اپنے بچوں کو دیکھنے کے قابل نہیں رہی ہیں۔ ہمیں آپ سے نفرت ہے۔ سخت نفرت ہے۔ چلو آرتھر! ہم کسی محبت سے آئے تھے' اتنی ہی نفرت دل میں لے کر جائیں گے۔"

آرتھر نے کہا "ہمیں سکھایا گیا ہے کہ شیطان کے قریب نہ جاؤ۔ ہم ممی کے پاس جا کر کہیں گے کہ شیطان کے قریب جاؤ' مگر پاپا کے قریب کبھی نہ جاؤ۔ شیم آن یو۔"

وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔ جی کاک سوچنے لگا "یہ اچانک کیسے ہوگیا ہے۔ میرے بچوں کو حقیقت کیسے معلوم ہوگئی ہے؟ بہرحال آخر یہ بچے ہیں۔ جذباتی ہوگئے ہیں۔ ماں کے پاس جائیں گے تو وہ انہیں سمجھائے گی۔ ان کا غصہ ٹھنڈا ہوگا تو وہ سمجھیں گے کہ ان کا باپ ان کے عیش و آرام کے لیے ہی ایسا کاروبار کر رہا ہے۔"

فہمی نے بونی کی آواز اور لہجے میں اس کے اندر کہا "میں ایسے عیش و آرام پر تھوکتی ہوں۔ آپ بھی آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر تھوکیں۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا "بونی' میری بیٹی میرے دماغ کے اندر کیسے بول رہی ہے۔"

فہمی نے کہا "یہ ضمیر ہے' جو بیٹی کی آواز میں بول رہا ہے۔ تم اس کاروبار سے باز آجاؤ اور خود کو قانون کے حوالے کردو۔"

"میں ایسا پاگل نہیں ہوں کہ بچوں کی خاطر اتنے بڑے کاروبار کو چھوڑ دوں اور سزائے موت پانے کے لیے عدالت میں حاضر ہوجاؤں۔ لیکن یہ بونی ہو یا میرا ضمیر' یہ میرے دماغ میں کیسے بول رہا ہے؟ کیا میرے زخمی ہونے کے بعد میرے دماغ پر کسی نے قبضہ جمالیا ہے؟"

اس نے فہمی کی مرضی کے مطابق ریسیور اٹھا کر ان تین ڈاکٹروں سے رابطہ کیا اور انہیں اپنی کوٹھی میں فوراً پہنچنے کی تاکید کی۔ اس کے بعد ریسیور رکھ دیا۔ سوچنے لگا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے خواہ مخواہ فون کیوں کیا ہے؟ کیوں ان تینوں ڈاکٹروں کو بلایا ہے؟"

اس نے ملازم کو بلا کر پوچھا "بونی اور آرتھر کہاں ہیں؟"

"وہ ائرپورٹ گئے ہیں۔"

"شٹ۔ اچھا ہے' چلے جائیں۔ گھر جائیں گے تو ماں انہیں سمجھالے گی۔"

پھر اس نے پوچھا "کیا ان کے ساتھ جو محبوب آیا تھا' وہ بھی چلا گیا ہے؟"

"وہ تو بے بی اور بابا سے پہلے ہی اپنی کار میں چلا گیا تھا۔"

"اچھا جاؤ یہاں سے۔"

ملازم چلا گیا۔ اسے اپنے اندر آواز سنائی دی "وہ محبوب نہیں تھا' علی تھا۔"

اس نے چونک کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا پھر چیخ کر بولا۔ "کون ہے؟ نہیں! کوئی نہیں ہوسکتا۔ میرے اندر کوئی نہیں آسکتا۔ یہ حقیقت نہیں ہے۔ شاید میں خواب دیکھ رہا ہوں۔"

"خواب میں میری آواز کبھی نہیں سنو گے۔ میں صرف علی کے خوابوں میں آتی ہوں۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا "تم.... تم فہمی ہو۔ ہاں تم فہمی ہو۔ میں تمہاری آواز اور لہجے کو پہچان رہا ہوں۔"

"ہاں تم نے بہت عرصے تک آنکھ مچولی کھیلی ہے۔ چھپنے میں کامیاب ہوتے رہے مگر تمہاری اولاد نے تمہیں بے نقاب کردیا ہے۔"

ملازم نے آکر بتایا کہ تینوں ڈاکٹر آگئے ہیں اور ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں۔ جی کاک اپنی جگہ سے اٹھ کر الماری کے پاس آیا۔ اسے کھولنے کے بعد ایک دراز کو کھولا۔ اس میں ریوالور رکھا ہوا تھا۔

اس نے دراز میں سے ریوالور کو نکالتے ہوئے سوچا۔ "اس کی کیا ضرورت ہے؟ میں اسے کیوں نکال رہا ہوں؟"

وہ ریوالور کو ہاتھ لگانا نہیں چاہتا تھا لیکن اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ اس ریوالور کو چیک کیا۔ اس کا چیمبر بھرا ہوا تھا۔ وہ اسے ہاتھ میں لے کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ باس کو دیکھتے ہی تینوں ڈاکٹر اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ ایک نے پوچھا "باس! آپ نے اتنی صبح طلب کیا ہے۔ خیریت تو ہے؟"

دوسرے ڈاکٹر نے کہا "پچھلی رات کو آپ کی صاحب زادی نے ہمیں جگائے رکھا اور اسپتال کا معائنہ کرتی رہیں۔"

تیسرے ڈاکٹر نے پوچھا "یہ آپ نے ریوالور کیوں پکڑا ہوا ہے؟"

جی کاک نے کہا "میں اس ریوالور سے مجرموں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کن مجرموں کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں؟"

"ان سب کا جنہیں عدالت سزا نہیں دے سکتی اور جو عدالت میں پہنچنے سے پہلے اپنے کیس فائلوں کے نیچے دبا دیتے ہیں۔ جیسے کہ ہم چاروں ہیں۔ بین الاقوامی سطح کے سراغ رساں اور انٹرپول والے بھی ہمارا کچھ بگاڑ نہیں پاتے۔ جو لوگ ہمارے خلاف ثبوت مہیا کرتے ہیں، ہم انہیں ثبوت سمیت جلا دیتے ہیں۔"

ایک ڈاکٹر نے کہا "باس! آپ تو پہنچے ہوئے ہیں۔ اتنے وسیع ذرائع کے مالک ہیں کہ ہمارا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔"

جی کاک نے کہا "لیکن ہم خود کو بگاڑ سکتے ہیں۔ ایسے۔"

اس نے ایک ڈاکٹر کو گولی ماری۔ باقی دو سہم کر کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن فائرنگ کے دوران میں وقفہ نہیں تھا۔ وہ ایک پل کے لیے بھی رکے بغیر فائرنگ کرتا رہا پھر رک گیا۔ باہر سے سیکیورٹی گارڈز دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے تین ڈاکٹروں کی لاشیں دیکھیں۔ جی کاک نے ان سے کہا "جب تک میں نہ بلاؤں، یہاں کوئی نہ آئے۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا۔ اسے کان سے لگایا پھر پوچھا "کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "باس! میں آپ کا خادم بول رہا ہوں۔ ہمارے اسپتال اور تمام دفاتر میں آگ لگ گئی ہے۔ شعلے بھڑک رہے ہیں۔ آگ اس طرح پھیل چکی ہے کہ بجھاتے بجھاتے سب کچھ جل کر راکھ ہوجائے گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ منی نے کہا "سن لیا؟ سب کچھ جل کر راکھ ہورہا ہے پھر تم کس حساب میں باقی رہ گئے ہو؟"

وہ گڑگڑا کر بولا "میں معافی کا قائل نہیں ہوں لیکن میرے بچوں کی خاطر مجھے معاف کردو۔"

"آج تک جتنے لوگوں کے دل، گردے اور آنکھیں نکالی ہیں، ان کے بھی پیارے پیارے معصوم بچے تھے۔"

"مجھے اپنے بچوں سے آخری بار باتیں کرنے دو۔"

"جتنی دیر چاہو، باتیں کرو مگر یہ ریوالور تمہارے ہاتھ میں کنپٹی کے قریب رہے گا۔"

جی کاک نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر یونی کے دماغ میں پہنچ کر بولا "بیٹی! تم اپنے باپ کے کاروبار کے بارے میں نہیں جانتی تھیں۔ اسی طرح تم یہ بھی نہیں جانتی تھیں کہ میں خیال خوانی کرسکتا ہوں۔ ابھی تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں۔"

یونی نے آرتھر سے کہا "ہم اپنے پاپا سے بہت محبت کرتے ہیں۔ میں تو اتنی محبت کرتی ہوں کہ اپنے اندر ان کی آوازیں سن رہی ہوں۔"

وہ اپنے بیٹے آرتھر کے دماغ میں آکر بولا "بیٹے! میں تمہارا باپ ہوں۔ مجھے یہ سوچ کر شرمندگی ہورہی ہے کہ تم دونوں مجھ سے بے انتہا محبت کرتے ہو اور میں تمہارے دلوں کو تڑپا رہا ہوں۔"

آرتھر نے یونی سے کہا "سسٹر! میرے اندر بھی پاپا کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ ہم نے پاپا کو چھوڑ دیا مگر ان کی آوازیں ہمارا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہیں۔"

باپ نے بیٹی سے کہا "تم بڑی ہو، سمجھ دار ہو۔ میری ایک بات مان لو۔ یہاں واپس آجاؤ۔ یہاں تمہیں میری لاش ملے گی۔ میں لاکھ قابلِ نفرت سہی، کم از کم میری لاش کو اپنی ماں تک پہنچا دو۔ واپس آجاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں، زندہ نہیں ملوں گا۔"

وہ دونوں وہاں سے کراچی پھر کراچی سے اسپین جانا چاہتے تھے۔ یونی طیارے کے اندر آکر سیٹ پر بیٹھنے کے بعد ایک سرد آہ بھر کر بولی "محبت بڑی ظالم ہوتی ہے۔ میں محبت کی ماری باپ کی موت کے بارے میں آوازیں سن رہی ہوں۔ آواز کہہ رہی ہے کہ میں ان کی لاش کو ممی تک پہنچا دوں۔ جب تک ہم ممی کی آغوش میں نہیں پہنچیں گے، ایسی آوازیں پیچھا کرتی رہیں گی۔"

منی نے کہا "تم نے کبھی ان بچوں کو نہیں بتایا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو پھر انہیں کیسے یقین آئے گا کہ تم ان کے دماغ میں پہنچ کر بول رہے ہو؟ وہ تو اپنی معصوم محبتوں کے حوالے سے اپنے اندر تمہاری آواز کی گونج سن رہے ہیں۔ افسوس تمہاری لاش بھی تمہارے بیوی بچوں تک نہیں پہنچ سکے گی۔ کیونکہ یہاں تمہیں

شریف خاندان کے جیرالڈ کاسپر کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا

اس نے اپنے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھا۔ وہ مرنا نہیں چاہتا تھا تبھی اس کا ہاتھ بے اختیار اٹھ رہا تھا۔ اس کے نہ چاہنے کے باوجود ریوالور کی نال آکر اس کی کنپٹی سے لگ گئی۔

اے زندگی! تو سب کچھ دیتی ہے۔ ایک وفا نہیں دیتی۔ بے وفائی کر ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔۔۔

ٹھائیں۔۔۔

○☆○

پورس کی فرمائش تھی کہ امریکی اکابرین ایک ہنگامی اجلاس میں شریک ہوں کیونکہ وہ کچھ اہم باتیں کرنا چاہتا ہے۔ اس کی فرمائش کے مطابق اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران ایک کانفرنس ہال میں جمع ہوگئے۔

ایک جونیئر افسر نے کہا "معزز حاضرین! میں اس وقت مسٹر پورس کا آلۂ کار ہوں۔ میں چند لمحات تک خاموش رہوں گا۔ اس کے بعد مسٹر پورس میری زبان سے بات کریں گے۔"

وہ سب اسی جونیئر افسر کو دیکھنے لگے پھر پورس کی آواز سنائی دی۔ وہ اس افسر کی زبان سے بول رہا تھا "میں آپ حضرات کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنایا ہے۔ اس شعبے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کچھ کام دکھانے لگے ہیں۔ میری ہدایات کے مطابق عمل کررہے ہیں۔ اس طرح میں نے ان کے تعاون سے اہم معلومات حاصل کی ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے کام آرہے ہیں۔ دراصل کام لینے والا ہو تو کام کرنے والے مستعدی سے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔"

پورس نے کہا "میں نے معلوم کرلیا ہے کہ ٹیلی پیتھی کو مٹانے والی میری دوائیں کس نے چرائی ہیں۔"

"آپ نے صرف معلوم کیا ہے یا چور کو پکڑا بھی ہے؟"

"چور بہت شاطر ہے۔ آسانی سے گرفت میں نہیں آئے گا۔ اس نے ایک فرضی پارس کے ذریعے مجھے پھانسنے کی کوشش کی تھی اور یہ فریب دینا چاہتا تھا بلکہ آئندہ بھی یہ فریب دینے والا ہے کہ پارس زندہ ہے۔"

ایک حاکم نے پوچھا "وہ پارس کو زندہ ظاہر کرکے کیا حاصل کرنا چاہتا ہے؟"

"وہ شخص پارس کا احسان مند اور عقیدت مند ہے۔ اس کی عقیدت مندی کی انتہا یہ ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کا چہرہ تبدیل کیا ہے اور پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے پارس کا ہم شکل بنایا ہے۔ اس طرح بیٹا سامنے رہے گا تو وہ دن رات اپنے محسن کو یاد کرتا رہے گا۔"

"مگر تو واقعی وہ بہت عقیدت مند ہے۔ کون ہے وہ شخص؟"

"اس کا نام سلطان زنگی ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دنیا میں ایک نیا نام ہے لیکن اس نے تمام دوائیں چرا کر یہ ثابت کردیا ہے کہ وہ نیا نہیں ہے۔ بہت ہی مکار اور تجربے کار ہے۔"

"ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اس شاطر چور نے اپنا فرضی نام سلطان زنگی رکھا ہو اور اپنی اصلیت چھپا رہا ہو؟"

"اگر کوئی ایسا کررہا ہے تو کیوں کررہا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ وہ پارس کو مرنے کے بعد بھی زندہ رکھے گا اور میرے مقابلے میں وہ ہمیشہ کسی ڈی پارس کو بھیجتا رہے گا اور آپ لوگوں کو یہ یقین کرنے پر مجبور کردے گا کہ پارس زندہ ہے۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ وہ کسی فرضی پارس کو اصلی پارس ثابت کرکے کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے؟"

پورس نے کہا "لوگ اپنے پیاروں کی موت کے بعد ان کی بڑی بڑی تصاویر بنواتے ہیں اور یادگار کے طور پر ان کے مزار وغیرہ بناتے ہیں۔ یہ محض مرنے والوں سے عقیدت ہوتی ہے۔ سلطان زنگی ایسا عقیدت مند ہے کہ وہ پارس کی کوئی یادگار قائم نہیں کررہا ہے بلکہ کئی ڈی پارس کے ذریعے اسے زندہ رکھنا چاہتا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اس سے ہماری صحت پر کیا اثر پڑے گا؟ کسی بھی فرضی پارس سے ہمیں وہی نقصان پہنچ سکتا ہے جو کوئی دوسرا دشمن پہنچا سکتا ہے۔ دشمن کا نام کچھ بھی ہو، وہ اوّل اور آخر دشمن ہوتا ہے۔"

"دوسرے دشمنوں کے مقابلے میں پارس زیادہ مکار ہے اور زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔ اگر یہ ظاہر کیا جائے گا کہ وہ دوا پارس کے پاس ہے تو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے زیادہ خوف زدہ رہیں گے۔ سلطان زنگی، پارس کا عقیدت مند بھی ہے اور اس کے نام کے ذریعے یہ دہشت طاری کرنا چاہتا ہے کہ ٹیلی پیتھی کو مٹانے والی دوا پارس کے ذریعے فرہاد کی پوری فیملی کے پاس پہنچ گئی ہے اور وہ فیملی کسی کے پاس ٹیلی پیتھی کا علم نہیں رہنے دے گی۔ سب کو محروم کرکے خود دنیا پر حکمرانی کرے گی۔"

ایک افسر نے کہا "اس طرح بات سمجھ میں آتی ہے کہ سلطان زنگی نیا نام ہے۔ وہ شخص پارس کا نام استعمال کرکے فرہاد کی فیملی کے حوالے سے دہشت طاری کرنا چاہتا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "لیکن فرہاد یہ گوارا نہیں کرے گا کہ کوئی سلطان زنگی اس کے مرحوم بیٹے کے کاندھے پر بندوق رکھ کر گولی چلائے اور یہ بدنامی اپنے سر لے کہ اس کے بیٹے نے دوا چرائی ہے۔"

پورس نے کہا "ایسا ضرور ہوگا۔ آئندہ ہم دیکھیں گے کہ فرہاد اور سلطان زنگی کے درمیان اختلافات پیدا ہوں گے۔ فرہاد اسے اپنے بیٹے کی ڈی بنا کر دنیا والوں کے سامنے پیش نہیں کرنے دے گا۔"

اسی وقت ایک افسر نے قہقہہ لگایا۔ سب اسے دیکھنے لگے۔

اس نے کہا "میں پارس بول رہا ہوں۔ کیا آپ حضرات یقین کریں گے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم کیسے یقین کریں؟ جبکہ تمہارے والدین اور تمہارے خاندان کے تمام افراد تمہاری موت کی تصدیق کر چکے ہیں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بھی یقین سے کہا ہے کہ ان کی سوچ کی لہروں کو پارس کا دماغ نہیں مل رہا ہے لہٰذا وہ مر چکا ہے۔"

پارس نے کہا "میں نے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا برین واش کرایا تھا۔ اپنے ذہن سے اس آواز اور لب و لہجے کو مٹا دیا تھا جسے آپ سب ابھی سن رہے ہیں۔ اب اس لب و لہجے کا مجھ سے بس اتنا ہی تعلق ہے کہ میں کبھی کبھی عارضی طور پر اسے استعمال کرتا ہوں جیسا کہ ابھی کر رہا ہوں۔ آپ کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس لب و لہجے کے ذریعے اب بھی میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ پھر یہی رپورٹ پیش کرے گا کہ میرا دماغ مردہ ہو چکا ہے۔"

پورس نے کہا "یہ بکواس کر رہا ہے۔"

پارس نے کہا "یہ میری بات کو اس لیے بکواس کہہ رہا ہے کہ میں نے خود کو مردہ ثابت کر کے اسے یقین دلایا کہ میں مر چکا ہوں اور اب اسے میری طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ میری طرف سے غافل ہو گیا پھر میں نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اینٹی ٹیلی پیتھی دوا چرائی۔ اب یہ اپنے الّو بننے اور شکست کھانے کی بات چھپا رہا ہے۔ کہتا ہے 'کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا سلطان زنگی پیدا ہو گیا ہے۔ یہ نہیں چاہتا کہ دنیا والوں کی نظروں میں پارس سے مات کھائے۔ اگر آپ حضرات کسی سلطان زنگی کے وجود پر یقین کرتے ہیں تو کریں۔ میں تو اسے زبردست مات دے چکا ہوں۔"

"ابھی جھوٹ اور سچ کا پتا چل جائے گا۔ کیا مسٹر فرہاد گواہی دیں گے کہ تم زندہ ہو؟"

"یہ سوال مجھ سے نہ کریں۔ آپ خود پاپا سے پوچھ لیں۔"

پورس نے کہا "میں ابھی مسٹر فرہاد سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ یہاں آ کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کریں۔"

پورس نے مجھے مخاطب کیا "جناب! میں پورس ہوں۔ آپ سے ایک درخواست ہے۔"

"درخواست نہ کرو۔ تمہارا کوئی کام ہے تو کر دوں گا۔"

"امریکی اکابرین کے ایک اجلاس میں آپ کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ وہ پارس کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

میں نے اس اجلاس میں پہنچ کر افسر کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ پورس کی فرمائش پر یہاں آیا ہوں۔"

تمام اکابرین نے مجھے خوش آمدید کہا۔ ایک اعلیٰ افسر بولا۔ "آپ کی آمد کا بہت بہت شکریہ۔ ہمارے اجلاس میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ وہ خود کو پارس کہہ رہا ہے جبکہ آپ کے صاحب زادے کا انتقال ہو چکا ہے۔"

میں نے کہا "ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مردہ زندہ ہو گیا ہو۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان نے مجھ سے بھی رابطہ کیا تھا۔ وہ یہی کہہ رہا تھا اور یقین دلا رہا تھا کہ وہ زندہ ہے۔ ہم سب پلین میں ہیں کہ اسے زندہ تسلیم کریں یا نہ کریں؟"

"آپ پلین و پیش میں کیوں ہیں؟ جبکہ اپنی موجودگی میں اسے دفن کر چکے ہیں۔"

میں نے کہا "ہم نے جسے دفن کیا اس کے جسم پر پارس کا لبادہ تھا لیکن لاش کا چہرہ اتنا مسخ ہو گیا تھا کہ اس کے چہرے سے پارس کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ پورا چہرہ پہچانا نہیں گیا تھا۔ ہم سب نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو مردہ پایا۔ تب اسے پارس تسلیم کیا۔"

"جناب تیمرزی پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ ان سے حقیقت چھپ نہیں سکتی۔ وہ کیا فرماتے ہیں؟"

"انہوں نے چالیس دنوں کے لیے گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔ وہ اپنی عبادت اور ریاضت چھوڑ کر دنیاوی معاملات کی طرف نہیں آئیں گے۔"

"آپ اس کے باپ ہیں۔ کیا کسی طرح اس کی موت یا جنازہ کی تصدیق نہیں کر سکیں گے؟"

"میں ابھی یہی سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جو خود کو پارس کہہ رہا ہے' اسے میں دو چار بار سخت آزمائشوں سے گزرنے پر مجبور کروں گا۔ وہ ان آزمائشوں سے گزر کر ہی خود کو پارس ثابت کر سکے گا۔"

"کیا آپ ٹیلی پیتھی جاننے والے سلطان زنگی کو جانتے ہیں؟"

"یہ نام میرے لیے نیا ہے۔ کیا ایسا کوئی شخص آپ لوگوں کی نظروں میں ہے؟"

"مسٹر پورس کا بیان ہے کہ سلطان زنگی' پارس کا احسان مند اور عقیدت مند ہے۔ وہ پارس کو زندہ رکھنا چاہتا ہے اس لیے مشہور کرنا چاہتا ہے کہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا پارس نے چرائی ہے جبکہ چور وہ خود ہے۔"

"ہاں وہ خود چور ہے۔ اگر پارس نے اپنی زندگی میں دوا چرائی ہوتی تو ہم سے یہ بات نہ چھپاتا۔ یہ چوری کی واردات اس کی موت کے بعد ہوئی ہے۔ اب اگر یہ کہا جاتا ہے کہ پارس مردہ نہیں زندہ ہے تو یہ میرے لیے اور میری فیملی کے لیے بہت بڑی خوشخبری ہوگی۔"

پارس نے کہا "پاپا! اسے آپ خوش خبری سمجھیں۔ میں نے ٹیلی پیتھی کی دوا چرا کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ پورس اس معاملے میں مجھ سے شکست تسلیم نہیں کرنا چاہتا اس لیے سلطان زنگی کو شاطر چور بنا کر پیش کر رہا ہے۔ اگر آپ مجھے آزمائش کے لیے کسی سخت آزمائش میں مبتلا کریں گے اور میں اس میں کامیاب رہوں گا تو یہ پورس پھر یہی کہے گا کہ میں پارس نہیں' سلطان زنگی ہوں۔"

میں نے کہا "تم ایک معمابن گئے ہو۔ میں اس معمے کو جلد ہی حل کروں گا۔ اس سلسلے میں پورس مجھے دھوکا نہیں دے سکے گا.... فی الحال میں مصروف ہوں اس لیے جا رہا ہوں۔"

"پلیز مسٹر فرہاد! صرف ایک منٹ۔ صرف ایک سوال کا جواب دیں۔ موجودہ پارس کے لیے آپ کے جذبات کیا ہیں؟ کیا آپ ایک باپ کی حیثیت سے اس پارس کو عزیز رکھیں گے یا اس کی مخالفت کریں گے کہ جب تک وہ سچا ثابت نہ ہو' تب تک وہ آپ کے بیٹے کا نام استعمال نہ کرے۔"

میں نے جواب دیا "میرے اب تک کے یقین کے مطابق میرا بیٹا اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس کے بعد ہزاروں لاکھوں افراد اپنا نام پارس رکھ سکتے ہیں۔ یہ نام ہماری جاگیر نہیں ہے۔ البتہ میں موجودہ پارس سے کہوں گا کہ وہ سچا ثابت کرنے تک خود کو پارس فرہاد علی تیمور نہ کہے۔ بے شک پارس کہلاتا رہے۔"

میں اتنا کہہ کر اس اجلاس سے چلا گیا۔ انہوں نے پارس کے متعلق جو سوالات کیے اور میں نے جیسے جوابات دیے' ان سے بات اور الجھ گئی۔ پارس واقعی ایک معمابن گیا۔

پارس نے ان اکابرین سے کہا "میری کوشش ہوگی کہ میں جلد سے جلد خود کو پارس ولد فرہاد علی تیمور ثابت کروں لیکن پورس نے ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا سلطان زنگی پیدا کیا ہے' اسے بھی ثابت نہیں کر سکے گا۔ اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔"

پورس نے کہا "تم زبردست جھوٹے اور فراڈ ہو۔ تم نے میری دوا سے مقابلہ کرتے وقت خود کو سلطان زنگی کہا تھا اور چیلنج کیا تھا کہ آئندہ پارس کی ڈمیاں میرے مقابلے میں بھیجتے رہو گے۔ تم یہ اچھی طرح سن لو کہ تم پارس ہو یا سلطان زنگی ہو۔ گھوڑے ہو یا گدھے' ہماری بلا سے۔ ہمیں تمہارے نام سے نہ کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی تمہارے پارس بن جانے سے ہم مرعوب ہونے والے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "واقعی ہمیں پارس' سلطان زنگی یا کسی اور نام سے کیا لینا ہے؟ جو سامنے آئے گا' اس سے نمٹ لیا جائے گا۔"

پورس نے کہا "پھر وہ جو خود کو پارس کہتا ہے اس نے میرے مقابلے میں کون سا معرکہ سر کیا ہے؟ صرف بارہ گھنٹے تک ٹیلی پیتھی سے محروم کرنے والی دوا لے گیا ہے۔ وہ دوا کتنے عرصے چلے گی؟ ایک دن ختم ہو جائے گی۔ میں تو ٹیلی پیتھی سے ہمیشہ کے لیے محروم کرنے والی دوا تیار کر رہا ہوں۔ کبھی تو یہ میرے ہتھے چڑھے گا' ہمیشہ کے لیے اس کے علم کو مٹا دوں گا۔"

پارس ہنسنے لگا۔ پورس نے کہا "اب یہ کھسیانی ہنسی ہنس رہا ہے۔"

پارس نے کہا "میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ اس نے امریکی اکابرین کو دھوکا دیا ہے۔ انہیں یہ نہیں بتایا کہ میں دوا کا فارمولا بھی لیبارٹری سے لے گیا ہوں۔ اب میرے خاص ڈاکٹر تجربہ کر رہے ہیں کہ اس دوا کو صرف بارہ گھنٹے کے لیے نہیں' ہمیشہ کے لیے کیسے مؤثر بنایا جا سکتا ہے۔"

اس بات پر خاموشی چھا گئی۔ سب سوچ میں پڑ گئے۔ ایک حاکم نے پوچھا "کیوں مسٹر پورس! یہ دوا کا فارمولا بھی لے گیا ہے؟"

پورس نے کہا "ہاں۔ شاید میں آپ لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ یہ فارمولا چرا کر لے گیا ہے لیکن فارمولے کی ایک کاپی میرے پاس بھی ہے۔ یہ بکواس کر رہا ہے کہ اپنے کسی خاص ڈاکٹر سے فارمولے میں تبدیلی کر کے اس دوا کو ہمیشہ کے لیے مؤثر بنا سکے گا۔"

ایک حاکم نے کہا "مسٹر پورس! جو بات ممکن ہے اسے تسلیم کر لینا چاہیے۔ جب آپ اپنے ڈاکٹروں سے دائمی اثر والی دوا تیار کرا سکتے ہیں تو پھر یہ بھی ایسا کر سکتا ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "وہ خود کو پارس کہنے والا شاطر آپ کے لیے' ہمارے لیے بہت بڑا چیلنج ہے۔ ہمیں بہت محتاط رہنا چاہیے۔"

پارس نے کہا "مجھ سے زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ میں وہ سانپ ہوں' جو دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح کسی بل میں چھپا ہوا ہوں۔ میں اتنا خطرناک نہیں ہوں جتنا کہ آستین میں چھپا ہوا سانپ خطرناک ہوتا ہے۔ آپ نے اس پر بھروسا کر کے اپنے ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنایا ہے اور یہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر تنویمی عمل کرتا رہتا ہے اور انہیں اپنا تابعدار بناتا رہتا ہے۔ بہت جلد آپ لوگوں کو معلوم ہو گا کہ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان اب امریکا کے وفادار نہیں رہے۔ سب کے سب پورس کے غلام بن چکے ہیں۔"

"تم معزز اکابرین کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہو لیکن یہ جلد ہی دیکھیں گے کہ انہیں میری ذات سے کتنے فائدے پہنچ رہے ہیں۔"

"تم چاہو تو ابھی اور اسی لمحے میں ان کے ملک امریکا کو فائدہ بھی پہنچا سکتے ہو اور ان کا اعتماد بھی حاصل کر سکتے ہو۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ کرنے والی دوا اور ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا دونوں کے فارمولے کی ایک ایک کاپی امریکی حکومت کو دے دو۔"

"بکواس مت کرو۔ کوئی اپنی طاقت کسی دوسرے کو نہیں دیتا۔"

"امریکی حکام نے اپنی طاقت تمہیں دی ہے۔ ٹیلی پیتھی کا پورا شعبہ تمہارے حوالے کیا ہے۔ انہوں نے تم سے اب تک کچھ حاصل نہیں کیا۔ تم ان کے خلوص اور اعتماد کو دیکھو اور اپنی ..

خودغرضی کو سمجھو۔"

"تم ان اکابرین کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہو۔ میں خودغرض نہیں ہوں۔ میں جو دوائیں تیار کروں گا ان سے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو فائدے پہنچاؤں گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "دور سے کھلونا دکھا کر بچوں کو بہلا رہے ہو جبکہ میں الپا اور اسرائیلی حکام سے دوستی کر رہا ہوں اور ان تمام دواؤں کے فارمولوں کی ایک ایک کاپی ان کے حوالے کر رہا ہوں۔"

امریکی اکابرین بڑی دیر سے خاموش تھے۔ پارس اور پورس کو آپس میں لڑنے کا موقع دے رہے تھے کیونکہ پارس ان کے فائدے کی باتیں کرتے ہوئے پورس کی خودغرضی کا احساس دلا رہا تھا۔

جب اس نے یہ بتایا کہ اس نے اسرائیلی حکومت سے دوستی کی ہے تو امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے چونک کر پوچھا "کیا واقعی تم اتنی اہم دواؤں کے فارمولے اسرائیلی حکومت کو دے رہے ہو؟"

پارس نے کہا "مجھ سے پوچھو گے تو یقین نہیں آئے گا۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے پلک جھپکتے ہی الپا اور اسرائیلی اکابرین سے میرے بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ تب تمہیں معلوم ہوگا کہ میں پورس کی طرح خودغرض نہیں ہوں اور تب یہ تسلیم کرو گے کہ تم سب آستین میں سانپ پال رہے ہو۔"

نیپال کی ایک پہاڑی کے سبزہ زار میں الپا، پارس کی آغوش میں تھی۔ وہ اس سے فوراً ہی الگ ہو کر ذرا دور چلی گئی کیونکہ اب کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آنے والے تھے۔

الپا نے ایک منٹ کے بعد ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا "کون ہے؟ فوراً بتاؤ ورنہ میں سانس روک لوں گی۔"

"میں امریکی ملٹری انٹیلی جنس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں، تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں نہیں چاہتی کوئی اجنبی میرے دماغ میں رہ کر بولے۔ تم جاؤ میں تمہارے دماغ میں آؤں گی۔"

اس نے سانس روک لی پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ بولا "میڈم! میں بھی کسی کو زیادہ دیر اپنے دماغ میں نہیں رہنے دیتا۔ اپنے ایک آلۂ کار کی آواز سنا رہا ہوں۔ تم اس کے دماغ میں آجاؤ۔"

وہ ناگواری سے بولی "میں کیوں کسی ایک سے دوسرے دماغ میں جاتی رہوں؟ کیا تمہاری پابند ہوں یا تمہاری محتاج ہوں؟"

"پلیز آپ ناراض نہ ہوں۔ میں بھی آپ کی طرح احتیاطی تدبیر پر عمل کر رہا ہوں۔"

"تم سے آپ پر آگئے ہو۔ پہلے خیال نہیں آیا کہ میں تم سے سینئر ہوں؟"

"سوری میڈم! آئندہ آپ کے رتبے کا خیال رکھوں گا۔ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے ماتحت کے دماغ میں تشریف آئیں۔"

وہ اس کے ماتحت کی آواز سن کر اس کے دماغ میں آگئی۔ وہ بولی "یہ بات اب پوشیدہ نہیں رہی ہے کہ تم امریکیوں سے بھی ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنا دیا ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

"آپ درست فرما رہی ہیں۔"

"پھر تو ایک سربراہ کو میرے پاس آنا چاہیے تھا۔ تم کیسے آئے ہو؟"

"میں آرمی انٹیلی جنس کے چند خاص ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تعلق رکھتا ہوں اور آرمی کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعلق اس شعبے سے نہیں ہے، جس کے سربراہ مسٹر پورس ہیں۔"

"ہو سکتا ہے، تم درست کہہ رہے ہو لیکن میں بھروسا نہیں کروں گی۔ اس وقت یہ حقیقت جان رہی ہوں کہ اس آلۂ کار کے دماغ میں صرف تم نہیں ہو۔ پورس بھی موجود ہے۔"

وہ اس سلسلے میں کچھ کہنے والا تھا۔ الپا نے کہا "پورس کی موجودگی اور عدم موجودگی کا مجھے یقین نہ دلانا۔ بہتر ہے تم کام کی بات کرو۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والے آرمی افسر نے پوچھا "کیا یہ درست ہے کہ پارس زندہ ہے؟"

وہ بولی "اس کی موت ایک معما بن گئی ہے۔ ویسے تمہیں یہ سوال پارس کے والدین سے کرنا چاہیے۔"

"ان کے لیے بھی وہ ایک معما ہے۔ پارس نے ہمیں بتایا ہے کہ آپ سے اور اسرائیلی حکومت سے اس کا رابطہ بھی ہے اور دوستی بھی ہے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ کو پارس کے زندہ رہنے کا یقین ہے۔"

"جب تک ہمیں اس کی ذات سے فائدہ پہنچتا رہے گا ہم اس کے وجود کا یقین کرتے رہیں گے۔"

"یہودی اور مسلمان کبھی ایک دوسرے کے دوست نہیں ہوئے۔ آپ نے کیسے بھروسا کر لیا کہ پارس جیسا مسلمان آپ کے ملک اور قوم کو فائدہ پہنچائے گا۔"

"تم سب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جس پارس سے ہماری دوستی ہے، وہ مسلمان نہیں ہے۔"

وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا آرمی افسر اور پورس یہ بات سن کر چونک گئے۔ افسر نے پوچھا "کیا آپ کا پارس دوست مسلمان نہیں ہے؟ کیا وہ آپ کی طرح یہودی ہے؟"

الپا نے کہا "یہی ایک معما ہے۔ دراصل ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے علم میں آیا ہے۔ ہم نے اب سے پہلے اس کا نام نہیں سنا تھا۔"

آرمی افسر نے کہا "ہم نے سنا ہے۔ اس کا نام سلطان زنگی ہے۔"

الپا نے انجان بن کر پوچھا "یہ سلطان زنگی کون ہے؟"

"وہی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا جس کا ذکر آپ کر رہی ہیں۔"

"میں جس کا ذکر کر رہی ہوں اس کا نام باربروز بنجامن ہے۔"

"یہودی ہے۔ اسی نے پورس کی لیبارٹری سے دوا چرائی ہے۔"

"وہ باربروز بنجامن فراڈ ہے۔ جھوٹ بول رہا ہے۔ پورس کی لیبارٹری سے سلطان زنگی نے دوا اور فارمولا چرایا ہے۔"

الپا نے کہا "وہ سلطان زنگی فراڈ ہے۔ کسی سلطان زنگی کے پاس بھی اس دوا کا فارمولا نہیں ہوگا۔ وہ فارمولا باربروز بنجامن کے پاس ہے۔ وہ ہمارے اسرائیلی اکابرین کو اس فارمولے کے علاوہ غیر معمولی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوا کا فارمولا بھی دینے والا ہے۔ اگر کسی سلطان زنگی کے پاس یہ چیزیں ہیں تو اس سے کہو کہ وہ ان چیزوں کی ایک جھلک ہی دکھا دے۔"

"میڈم! آپ کی باتوں میں وزن ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ تھوڑی دیر کے لیے جاؤں اور اپنے اکابرین کو یہ باتیں بتاؤں۔ ٹھیک پندرہ منٹ میں واپس آجاؤں گا۔"

تمام اکابرین اجلاس میں موجود تھے اور پورس اور آرمی افسر ان کا انتظار کر رہے تھے۔ آرمی افسر نے آکر کہا "معزز حضرات! مسٹر پورس کا بیان ہے کہ ایک نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے سلطان زنگی نے وہ دوائیں چرائی ہیں اور میڈم الپا کہہ رہی ہیں ایک نئے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے باربروز بنجامن کے پاس وہ دوائیں اور ان کے فارمولے ہیں اور وہ فارمولے حکومتِ اسرائیل کو پیش کرنے والا ہے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "مسٹر پورس! یہ کیا چکر ہے؟ ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا سلطان زنگی آپ پیدا کر چکے ہیں۔ اور سربراہ باربروز بنجامن الپا پیدا کر رہی ہے۔"

پورس نے کہا "بات سمجھنے سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ وہ سلطان زنگی ہو یا باربروز بنجامن، وہ دراصل ایک ہی شخص ہے۔ اس باربروز بنجامن نے بھی ایک نیا پارس پیدا کیا ہے، جس سے الپا دوستی کر رہی ہے۔ جو حرکتیں سلطان زنگی میرے ساتھ کر رہا ہے وہی حرکتیں باربروز بنجامن الپا کے ساتھ کر رہا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "ہمارے اجلاس میں مسٹر پارس بھی موجود ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ ہمیں نہ الجھائیں۔ یہ واضح کریں کہ آپ کی الپا اور حکومتِ اسرائیل سے دوستی کی ہے تو یقیناً ایک نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے باربروز بنجامن کو جانتے ہوں گے۔ اگر جانتے ہوں گے تو پھر یہ سلطان زنگی کون ہے؟"

جواب میں خاموشی رہی۔ انہوں نے چند لمحوں تک انتظار کیا پھر پوچھا "مسٹر پارس! آپ خاموش کیوں ہیں؟ جواب دیں؟"

جواب نہیں ملا۔ پورس نے کہا "وہ پکا فراڈ ہے۔ جواب کیا دے گا؟ یہاں سے جا چکا ہے یا پھر خاموشی سے ہماری باتیں سن رہا ہے۔ وہ میرے پاس آتا ہے تو سلطان زنگی کے حوالے سے مسلمان پارس رہتا ہے۔ الپا کے پاس جا کر باربروز بنجامن کے حوالے سے یہودی پارس بن جاتا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "پتا نہیں وہ کون شاطر ہے، جو دو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنے کے بعد نئے پارس بھی پیدا کر رہا ہے۔ امریکا اور اسرائیل کے حکام کو الجھا رہا ہے۔ ہمارا تو خیر کچھ نہیں بگڑے گا کیونکہ کسی نئے پارس سے نہ دوستی کریں گے اور نہ اس پر بھروسا کریں گے۔ البتہ حکومتِ اسرائیل زبردست دھوکا کھانے والی ہے۔ وہ یہودی بن کر ان کا اعتماد حاصل کر رہا ہے۔"

آرمی افسر ٹھیک پندرہ منٹ میں اپنے آلۂ کار کے اندر پہنچ کر بولا "کیا میڈم موجود ہیں؟"

"ہاں۔ میں بھی آگئی ہوں۔ تمہارے اکابرین کے اجلاس میں جا کر تم سب کی باتیں سن رہی تھی۔"

"یہ آپ نے اچھا کیا۔ یہی بہتر ہوگا کہ ہم اسی اجلاس میں چلیں۔ ہمارے اکابرین بھی آپ کی باتیں براہِ راست سن سکیں گے۔"

آرمی افسر نے آکر کہا "معزز حاضرین! ہم سب کے لیے یہ خوشی کی بات ہے کہ میڈم الپا ہمارے درمیان موجود ہیں۔"

الپا نے کہا "میں چند منٹ پہلے بھی موجود تھی اور آپ حضرات کی باتیں سن رہی تھی۔ آپ لوگوں نے پارس سے کچھ سوالات کیے تھے لیکن پارس نے ان کے جواب میں خاموشی اختیار کی۔ اس کی خاموشی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ فراڈ ہے اور میدان چھوڑ کر جا چکا ہے۔"

"پھر خاموشی کی وجہ کیا ہے؟"

وہ بولی "ہمارے کچھ ایسے اندرونی راز ہیں، جنہیں ابھی ہم ظاہر نہیں کرنا چاہتے لیکن آپ لوگوں نے اس پر یہ بڑا الزام لگایا ہے کہ وہ یہودی بن کر ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔ یہ غلط ہے۔ ہمارے درمیان پسِ پردہ کچھ ایسے سمجھوتے ہوئے ہیں کہ وہ یہودی بن کر کبھی ہمیں دھوکا نہیں دے سکتا اور نہ میں مسلمان بن کر اسے دھوکا دے سکتی ہوں جبکہ کلمہ پڑھ کر باقاعدہ مسلمان ہو چکی ہوں۔"

کتنے ہی اکابرین نے حیرانی سے پوچھا "کیا سچ کہہ رہی ہو؟ کیا تم مسلمان ہو چکی ہو؟ کیا تمہارے یہودی اکابرین نے اعتراض نہیں کیا ہے؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم نے اسلام کیوں قبول کیا؟ کیا حکومتِ اسرائیل اور بابا صاحب کے ادارے کے درمیان کوئی خفیہ معاہدہ ہوا ہے؟"

"کئی راز ایسے ہیں جو بتائے نہیں جا سکتے۔ البتہ ایک ایسا راز ہے جو آئندہ چھپ نہیں سکے گا، اس لیے بتا رہی ہوں۔ اب میں اور پارس لائف پارٹنر ہیں۔ ہماری شادی ہو چکی ہے۔"

پھر ایک بار تمام اکابرین نے حیرانی سے پوچھا "کیا سچ کہہ رہی ہو؟ کیا تم پارس کی شریکِ حیات بن چکی ہو؟ کیا تمہارے یہودی

اکابرین نے اعتراض نہیں کیا ہے؟ کیا حکومتِ اسرائیل اور بابا صاحب کے ادارے کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے' اسی معاہدے کی کسی شق کے مطابق تم دونوں نے شادی کی ہے؟"

وہ بولی "یہ آپ حضرات سوچ رہے ہیں۔ حکومتِ اسرائیل اور بابا صاحب کے ادارے کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے۔ آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ پارس ایک معما بنا ہوا ہے۔ فرہاد صاحب اور ان کی فیملی نے اس موجودہ پارس کو ابھی تسلیم نہیں کیا ہے۔ ابھی وہ نہ ان کا بیٹا ہے اور نہ میں ان کی بہو ہوں پھر معاہدہ کس بنیاد پر ہوگا؟"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر پورس نے کہا "میں اب تک یہ سمجھ رہا تھا کہ کوئی شاطر میری دوا حاصل کر کے کچھ کامیابیاں حاصل کر رہا ہے اور سلطان زنگی اور بارہ روز بنجامن جیسے کردار پیدا کر کے بچوں جیسا کھیل کھیل رہا ہے لیکن وہ تو بہت گہرائی سے سرنگ کھود کر بہت گہری چالیں چل رہا ہے۔ اسرائیل کی اہم ستون الپا کو اہم رشتے میں جکڑ چکا ہے۔ جتنی غیر معمولی دوائیں میں نے تیار کرائی تھیں ان تمام کے فارمولے یہودیوں کو دے کر اسرائیل کو امریکا کے لیے چیلنج بنا رہا ہے۔ امریکا میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے رہیں گے' اسرائیلی سراغ رساں دوائیں اسپرے کر کے انہیں ٹیلی پیتھی سے محروم کرتے رہیں گے۔"

الپا نے کہا "مسٹر پورس! تم دشمن ہو اس لیے پارس کی اچھائیاں تمہیں نظر نہیں آئیں گی۔ وہ دوست بننے والوں اور محبت کرنے والوں کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھاتا ہے۔ میرے اور پارس کے تعلقات آج سے نہیں' برسوں سے ہیں۔ یہ راز کوئی نہیں جانتا کہ میں نے جس بچی کو جنم دیا ہے' وہ پارس کی اپنی بیٹی ہے۔ پارس کا خون ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ کیسے ممکن ہے۔ تم اور پارس برسوں سے دریا کے دو کناروں کی طرح الگ رہے ہو۔"

"میں زیادہ فضول تفصیل نہیں بتاؤں گی۔ آپ حضرات نیویارک کے ایڈورڈ اسپتال جا کر ۴ جنوری ۱۹۹۳ء کا ریکارڈ چیک کریں۔ یہ ثابت ہو جائے گا کہ میں نے پارس کی بیٹی کو جنم دیا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "لیکن تمہاری زچگی تل ابیب کے اسپتال میں ہوئی تھی؟"

"میں زچگی کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ نیویارک کے ایڈورڈ اسپتال میں میرے حاملہ ہونے کا ریکارڈ موجود ہے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے فوراً ہی ہاٹ لائن پر نیویارک کے میئر سے رابطہ کیا۔ اسے حکم دیا کہ فوراً ایڈورڈ اسپتال جا کر مطلوبہ معلومات حاصل کرے پھر ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی کہا گیا کہ وہاں کا انچارج خفیہ ریکارڈ ظاہر کرنے سے انکار کرے تو اسے خیال خوانی کے ذریعے ٹرپ کر کے وہ ریکارڈ دیکھا جائے۔

ایک گھنٹا گزرنے سے پہلے ہی معلومات حاصل ہو گئیں۔ معلومات ایسی تھیں کہ سب حیران رہ گئے۔ الپا نے پارس کی ہی بیٹی کو جنم دیا تھا لیکن ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعے۔

الپا سے پوچھا گیا' جب وہ اور پارس راضی تھے تو پھر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کیوں پیدا کی گئی؟

الپا نے جواب دیا "ان دنوں ہم راضی نہیں تھے۔ ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ اس لیے دریا کے دو کناروں کی طرح دور رہ کر بھی ہم ایک بیٹی کے ماں باپ بن گئے۔"

پورس سوچ میں پڑ گیا۔ "مجھے اب سمجھ لینا چاہیے کہ جس بات کو ناممکن سمجھ رہا تھا' وہ ممکن ہے۔ وہ مردہ نہیں ہے' زندہ ہے۔ اس کے سوا کوئی ایسی چالیں نہیں چل سکتا۔ وہی ہے' جو لیبارٹری سے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا لے گیا ہے۔ شیر کے منہ میں ہاتھ ڈال کر اس کا لقمہ چھین لینے والا وہی چالباز ہے۔ اس نے دیکھا کہ میں امریکا کے لیے ایک طاقت بن رہا ہوں تو اس نے اسرائیل کے لیے طاقت بننے کی خاطر الپا سے صرف دوستی نہیں کی' اسے مسلمان کا کر شادی بھی کر لی۔"

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا پھر ان اکابرین سے بولا "ایک عورت کسی پرائے مرد کو نہیں صرف اپنے بچے کے باپ کو شوہر کہتی ہے۔ ڈیڑھ برس پہلے پارس اس ہونے والی بچی کا باپ تھا۔ الپا اسی پارس کو' یعنی بچی کے اسی باپ کو اپنا شوہر کہہ رہی ہے۔ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہی پارس زندہ ہے۔ سب سے اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ الپا نے اسی پارس کی خاطر اسلام قبول کیا ہے۔"

اس نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر غصے سے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا "مچو ڈرٹی پارس! آئی ہیٹ یو۔ مکار کی اولاد! تو چار دن اور چار راتوں سے مجھے بے وقوف بنا رہا ہے۔ طرح طرح کے فرضی کردار پیدا کر کے مجھے ان میں الجھا رہا ہے۔ میں نے تجھے ان بدمعاشیوں کا منہ توڑ جواب نہ دیا تو میرا نام پورس نہیں۔"

اس نے ہونٹوں کو اور دونوں مٹھیوں کو بھینچ لیا۔

○☆○

نیلماں نے آمتا کے ذریعے ساری دنیا دیکھی تھی۔ وہ آمتا فنی کے دوران میں اپنی روح کو بوڑھے جسم سے نکال کر دنیا کے جس حصے میں چاہتی تھی' وہاں پہنچا دیتی تھی۔ وہ ستر برس بعد گھر کی... چاردیواری میں رہنے لگی تھی۔ اسے جوانی میں اپنے حسن و شباب پر بڑا ناز تھا۔ پھر بال سفید ہو گئے' چہرے پر جھریاں پڑ گئیں اور کمر جھکنے لگی تو اس نے آئینے میں خود کو دیکھ کر پہچاننے سے انکار کر دیا۔ وہ ایسا وجود لے کر باہر نہیں جانا چاہتی تھی۔ اس نے طے کر لیا کہ زندگی کی آخری سانس تک بھگتی اور دھیان گیان میں ڈوب کر آتما شکتی کی انتہا کو پہنچے گی اور جب اپنی آتما کو ایک..... جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کرنے کی شکتی حاصل کر لے تو پھر کسی حسین اور نوجوان جسم میں اپنی آتما کو داخل کرے گی۔ بوڑھے جسم کو

ہونے کی پھر ایک نوخیز دوشیزہ بن کر چار دیواری سے باہر دنیا کے سامنے آئے گی۔

اس کی یہ خواہش پوری ہو چکی تھی۔ وہ شی تارا کو ہلاک کرنے کے بعد اپنا بوڑھا سڑتا گلتا جسم چھوڑ کر اس کے جسم میں منتقل ہو کر ایک حسین دوشیزہ بن گئی تھی۔

اگرچہ شی تارا دوشیزہ نہیں تھی ایک بھرپور عورت تھی لیکن جوگیوں نے برسوں کی بھگتی اور دھیان گیان سے اپنی روح کو ہمیشہ کی طرح تر و تازہ رکھا تھا۔ روح کو تر و تازہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جسم کو گناہوں سے بچایا جائے اور نیلماں نے یہی کیا تھا۔ جب اس نے روح شی تارا کے اندر آئی تو اس کا حسن پہلے سے زیادہ تر و تازہ ہو گیا اور جسم میں پہلے سے زیادہ شادابی آ گئی۔ خزاں کے بعد نئی بہار آ گئی تھی۔

اس نے تقریباً سو سال کی بھگتی سے کچھ غیر معمولی قوتیں اور طاقتیں حاصل کی تھیں۔ ایک حسین نوخیز دوشیزہ بن کر من کی مراد پوری کی تھی لیکن کچھ نقصان بھی اٹھایا تھا۔ ایک جسم سے دوسرے جسم میں پہنچنے کے باعث آتما شکتی کچھ کمزور پڑ گئی تھی۔ اس کی آتما جسم سے باہر نکل کر ان دشمنوں کو نہیں پہچان سکتی تھی جو اصل چہرہ چھپانے کے لیے کسی بہروپ میں رہتے تھے۔

اسی لیے وہ مجھے' فنی' علی' پارس اور الپا وغیرہ کو نہ پہچان سکتی تھی اور نہ معلوم کر سکتی تھی کہ ہم سب کہاں ہیں؟ اور کس بہروپ میں ہیں؟

اس نے سوچا "دشمنوں کو پہچاننے کے لیے ضروری ہے کہ میں سطحِ عام پر آؤں' وہ مجھے نقصان پہنچانے کی کوششیں کریں گے تو پتا چلتا رہے گا کہ وہ کہاں ہیں؟ ان کے دوسرے معاملات اور مقاصد بھی ہوں گے۔ میں ان کے مقاصد پورے نہیں ہونے دوں گی تو وہ میرے سامنے آنے اور مجھ سے ٹکرانے پر مجبور ہوتے رہیں گے۔"

اب وہ چار دیواری سے باہر کی دنیا میں رہ کر بہت کچھ کر سکتی تھی اور اپنے حسن و شباب کے جلوے دکھا کر لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بن کر فخر کر سکتی تھی۔ وہ سنجیدگی سے سوچنے لگی کہ باہر کس انداز میں جائے گی؟ کہاں جائے گی؟ اور پہلا کام کیا کرے گی؟

اس نے پہلے سوچا تھا کہ اس کا پہلا کام فنی تک پہنچنا اور اس کا سراغ لگانا ہوگا لیکن اس کا سراغ نہیں مل رہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟

وہ امریکی اکابرین کو جانتی تھی کیونکہ وہ اور اس کا پوتا سوامی رام بھاٹیا امریکی مفادات کے لیے کام کیا کرتے تھے۔ اس نے وہ آشرم میں اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے فرش پر آسن مار کر بیٹھ گئی۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ امریکی اکابرین کیا کر رہے ہیں اور کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ان کی دوستی اور دشمنی ہو چکی ہے۔

اس نے بیٹھنے کا مخصوص آسن اختیار کیا۔ اپنے جسم کے اندر سے آہستہ آہستہ سانس باہر نکال کر پھر دوبارہ سانس نہیں لی۔ سانس کے ساتھ روح کو بھی جسم سے باہر نکالا پھر وہ روح اس کی مرضی کے مطابق معلومات حاصل کرنے کے لیے اس اجلاس میں پہنچ گئی جہاں امریکی اکابرین تھے۔ پورس' پارس اور الپا بھی خیال خوانی کے ذریعے اس اجلاس میں شریک تھے۔

پہلے ان کی گفتگو کا موضوع پارس کی موت تھا۔ ان کے لیے ایک نئے پارس کی زندگی معما بنی ہوئی تھی پھر الپا کی باتوں سے کچھ نئے انکشافات ہوئے۔ پتا چلا کہ پارس اور الپا لائف پارٹنر بن چکے ہیں اور الپا نے جس بچی کو جنم دیا ہے اس کا باپ پارس ہے اور اب پارس اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اور گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوا کے فارمولے حکومتِ اسرائیل کو دے کر اسرائیل کو امریکا کے لیے چیلنج بنا رہا ہے۔

وہ اجلاس کئی گھنٹوں تک جاری رہا تھا۔ نیلماں نے اس اجلاس کی جو خاص باتیں معلوم کیں وہ یہ تھیں کہ الپا اور پارس کے میاں بیوی بننے کے باعث اسرائیلی حکومت کو تمام غیر معمولی فارمولے مل گئے تھے۔ امریکی اکابرین کا خیال تھا کہ اس طرح اسرائیل ان کے مقابلے میں طاقت ور بنتا جائے گا۔

نیلماں کو دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ پورس کو امریکی ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنایا گیا ہے۔ یہ بات نیلماں کو پسند نہیں تھی۔ وہ خود کو پورس سے زیادہ ذہین' باصلاحیت اور طاقت ور سمجھتی تھی۔ اس نے یہ ارادہ کیا کہ ٹیلی پیتھی کے اس شعبے کی سربراہ وہ خود بنے گی اور پورس کو وہاں سے دودھ میں پڑی مکھی کی طرح نکال پھینکے گی۔

اس کی آمتا اس عمارت میں گئی' جہاں امریکی ٹیلی پیتھی کے شعبے کے دفاتر قائم تھے۔ ریکارڈ روم میں ان تمام افراد کی پوری ہسٹری تصاویر سمیت تھی' جنہوں نے آج تک ٹرانس فارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم سیکھا تھا۔ ان میں ستر فیصد ایسے تھے جو یہ علم سیکھنے کے بعد باغی ہو گئے تھے اور امریکا چھوڑ کر دنیا کے دوسرے ممالک میں جا کر روپوش ہو گئے تھے۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ روپوش ہونے والوں میں کتنے زندہ ہوں گے اور کتنے مر چکے ہوں گے۔

جن تیس عدد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پورس کا ماتحت بنایا گیا تھا ان کی بھی تصاویر اور لائف ہسٹری کی فائلیں وہاں موجود تھیں۔ وہ ان تصویروں کو دیکھ کر ان کے چہرے یاد کرتی رہی پھر اس کی آمتا ان کے پاس باری باری جانے لگی۔ ان میں سے کچھ امریکا کے دور افتادہ حصوں میں تھے اور کچھ دوسرے ممالک میں روپوش تھے۔ وہ سب نئے خیال خوانی کرنے والے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ کوئی دشمن پہچان نہیں سکے گا۔ اس لیے وہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ تھے اور نیلماں کی آمتا دیکھ کر پہچان گئی تھی۔

اس کے بعد وہ جسم میں آ گئی۔ اس نے باری باری ان کے

دماغوں میں جا کر ان پر تنویمی عمل کرنا اور انہیں اپنا تابعدار بنانا شروع کیا۔ اس نے ہر ایک کے پاس ایک ایک گھنٹا صرف کیا۔ ایک دن میں آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے زیر اثر لے لیا۔ اس طرح تین دنوں میں پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابعدار بنالیا۔ باقی پانچ ایسے تھے' جنہیں پورس نے اپنا غلام بنا کر ان کے دماغوں کو لاک کردیا تھا۔

وہ ان کے اندر تو نہ پہنچ سکی لیکن ان کے بیتے ٹھکانے معلوم کرلیے۔ جن پچیس افراد کو اپنے زیر اثر لے آئی تھی انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی پناہ گاہ بدل لیں۔ دوسرے ملکوں میں نئی پناہ گاہوں میں جا کر رہیں۔

وہ چاہتی تھی کہ امریکی اکابرین صرف اس کے اور سوامی کے تعاون کے محتاج رہیں اور پورس ان کی نظروں میں کوئی خاص مقام حاصل نہ کرسکے۔ اس نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے ان پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں کو کمزور بنایا جو پورس کے غلام تھے۔ اس نے ایک بھی خیال خوانی کرنے والے کو پورس کے زیر اثر نہیں رہنے دیا۔

جب وہ ان پانچوں میں سے چار کو اپنا غلام بنا چکی اور آخری ٹیلی پیتھی جاننے والے پر تنویمی عمل کرنے لگی تو پورس کسی ضرورت سے اس کے دماغ میں آیا پھر حیران ہو کر ایک نسوانی آواز سننے لگا۔ اس نے غصے سے پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ بولی "او پورس! تم آگئے؟ تمہارا یہ آخری مرتا رہ گیا ہے' جسے میں اپنے لیے حلال کررہی ہوں۔"

"میں پوچھ رہا ہوں' تم کون ہو؟"

"تم مجھے نام سے نہیں پہچانو گے۔ میرا نام نیلماں ہے۔"

"میری معلومات کے مطابق کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کا نام نیلماں نہیں ہے۔"

"اپنی معلومات میں اضافہ کرلو۔ آئندہ کبھی میرا نام بھلا نہیں پاؤ گے۔"

"تم الپایا نتاشا ہو یا پھر فرہاد کی فیملی کی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو اور مجھے یہ فرضی نام بتا رہی ہو۔"

"میں ایک فرضی نام کی' فرضی ہستی نہیں ہوں۔ امریکی اکابرین میرا نام جانتے ہیں۔"

"میں ابھی ان سے پوچھوں گا مگر تم ابھی اس کے دماغ سے جاؤ۔"

"کوئی بات نہیں۔ جارہی ہوں۔ اسے پھر کسی دن غلام بنالوں گی۔"

پورس نے امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے پوچھا "کیا آپ نیلماں نام کی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی سے واقف ہیں؟"

"ہاں۔ وہ اور اس کا پوتا سوامی تلک رام بھائیا ہمارے لیے کام کرتے ہیں۔ سوامی ایران میں فرہاد کے مقابلے پر ہے لیکن نیلماں گوشہ نشین رہتی ہے۔ کبھی اپنے آشرم سے باہر نہیں آتی۔ ہم میں سے کسی نے آج تک اسے نہیں دیکھا ہے۔"

"وہ نیلماں مجھ سے دشمنی کررہی ہے۔ اس نے گوشہ نشین رہ کر میرے شعبے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ سے چھین لیا ہے۔ اب میرے پاس آپ کے ملک کا ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔"

"مسٹر پورس! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم نے آپ پر بھروسا کیا۔ آپ کو ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنایا اور آپ نے ایک سال نہیں' پورے تیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی دوسرے کے حوالے کردیا ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ نیلماں نے ان سب کو آپ سے چھین لیا ہے۔ کیا آپ کو احساس ہے کہ آپ کتنی غیر ذمے داری سے یہ بات کہہ رہے ہیں۔ پلیز آپ آدھے گھنٹے کے بعد آئیں۔ میں تمام اکابرین کو بلا رہا ہوں۔"

پورس اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر پریشانی سے سوچنے لگا۔ "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میں پارس سے نمٹنے کی پلاننگ کررہا تھا۔ یہ نیلماں نام کی نئی مصیبت آگئی ہے اور اس نے آتے ہی میرے شعبے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین لیے ہیں اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ میں تو امریکی اکابرین کی نظروں سے بالکل ہی گر جاؤں گا۔"

پھر اس نے سوچا "وہ فوجی افسر کہہ رہا تھا کہ نیلماں دادی ہے اور سوامی تلک رام بھائیا اس کا پوتا ہے لیکن میں نے جس نیلماں کی آواز سنی' وہ بوڑھی نہیں لگ رہی تھی۔ اس کی آواز میں جوانی کی کھنک تھی۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے نیلماں کو مخاطب کیا۔ "او نیلماں!"

"تم نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے میرے بارے میں پوچھا۔ اس نے جو کچھ بتایا' کیا اس پر یقین نہیں آیا؟"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم اپنی آواز اور گفتگو کے انداز سے جوان لگتی ہو۔۔۔ پھر کسی سوامی تلک رام بھائیا کی دادی کیسے ہو؟"

"تم میری جوانی اور بڑھاپے کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ تمہیں یہ فکر نہیں ہے کہ میں نے تم سے ٹیلی پیتھی کا پورا شعبہ چھین لیا ہے؟"

"میں کچھ سوچ کر ہی تم سے پوچھ رہا ہوں۔ تم جوان ہو؟"

"ہاں میں جوان ہوں۔ ایک نوخیز دوشیزہ ہوں۔"

آدھے گھنٹے بعد پورس نے امریکی اکابرین کے پاس آکر ان فوجی افسر سے کہا "تم جسے نیلماں کہتے ہو وہ کسی سوامی کی دادی اور بوڑھی ہے۔ میں جس نیلماں کی بات کررہا ہوں' وہ جوان ہے۔ کوئی فراڈ ہے۔ نیلماں کا نام اختیار کرکے ہمیں دھوکا دے رہی ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "وہ جوان ہو یا بوڑھی' نیلماں ہو یا فراڈ' آپ اپنی غیر ذمے داریوں کے سلسلے میں صفائی پیش کریں۔"

وہ بولا "ٹیلی پیتھی کی دنیا ایسی ہے جہاں ہر ایک کے ساتھ ہار جیت کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ میں ابھی ہار رہا ہوں تو کل جیت کر دکھاؤں گا۔ آپ نے دوستی کی ہے۔ مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ میں آپ کا اعتماد بحال کروں گا۔"

ایک افسر نے کہا "اب سے پہلے ہمارے سیکڑوں ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی باغی ہو کر اور کبھی دشمنوں کے ہتھے چڑھ کر ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے پھر وہ کبھی واپس نہیں آئے۔ تم نے ہمارے تیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہڑپ کرلیا۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ہم سے چھین لیا اور ہم سے جھوٹ کہہ رہے ہو کہ کسی نیلماں نے تمہیں لوٹ لیا ہے۔"

"آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔ مجھے الزام دے رہے ہیں۔"

ایک افسر نے کہا "پچھلے اجلاس میں پارس نے کہا تھا کہ تم ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا غلام بنا رہے ہو۔ تم نے کہا تھا' پارس تمہارا دشمن ہے۔ جھوٹ کہہ رہا ہے۔ آج اس دشمن پارس کی باتیں سچ ثابت ہوچکی ہیں۔"

"میں نے آپ لوگوں کے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا ہے۔ اگر آپ حضرات میری باتوں کا یقین کریں گے تو ہماری دوستی قائم رہے گی ورنہ میں ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم نے ہمیں بہت زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ تم اس نقصان کی تلافی کرکے پھر سے ہمارا اعتماد حاصل کرسکتے ہو۔"

"میں تلافی کروں گا۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

اس اعلیٰ افسر نے کہا "ناویدہ بنانے والی گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوا اور ٹیلی پیتھی کا علم مٹانے والی دوا کے فارمولے کی ایک ایک کاپی ہمیں دے دو۔ اس طرح تمہاری دوستی بھی ثابت ہوگی اور ہم اپنا نقصان بھی بھول جائیں گے۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا "فارمولوں کے سلسلے میں مجھے سوچنے سمجھنے کا موقع دیں۔ میں کل جواب دوں گا۔"

پارس نے اسرائیلی حکام سے سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں مانگی تھی۔ وہ قابل اعتماد دوست کی طرح وہ فارمولے ان کے حوالے کررہا ہے۔"

"آپ لوگوں نے صرف سنا ہے۔ دیکھا نہیں ہے کہ اس مکار نے اسرائیلی حکام کو صحیح فارمولے دیے ہیں یا ان میں کوئی تبدیلی کریں گے۔ جب وہاں کے ڈاکٹران فارمولوں کے مطابق دوائیں تیار کریں گے تب پتا چلے گا کہ اس چالباز نے ان یہودیوں کو کیسے سبز باغ دکھائے ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا "پارس ان یہودیوں سے مکاری کرسکتا ہے۔ تم تو مکار نہیں ہو۔ دوست ہو تو ابھی وہ فارمولے ہمیں دو۔"

"آپ لوگ مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ دوائیں ہر ملک میں تیار ہوں۔ میں آپ لوگوں کو دوائیں تیار کرکے دے سکتا ہوں۔ فارمولے نہیں دے سکتا۔"

"مسٹر پورس! بڑے افسوس کی بات ہے۔ جب سے ہماری دوستی ہوئی ہے' تم نے ایک ذرہ برابر ہمیں فائدہ نہیں پہنچایا۔ اس کے برعکس ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔"

دوسرے نے کہا "اور تلافی کے لیے کہا جارہا ہے تو تم فارمولے دینے کی نہیں' صرف دوائیں دینے کی بات کررہے ہو۔ جیسے ہم بچوں کو ٹافیاں دے کر بہلا رہے ہو۔"

اسی وقت کانفرنس روم کا دروازہ کھلا۔ نیلماں سینہ تان کر چلتی ہوئی آئی۔ سب نے اسے والہ نظروں سے دیکھا۔ ایک حاکم نے پوچھا "شی تارا! تم بغیر اجازت اس کانفرنس روم میں کیسے آگئیں؟"

وہ ایک اونچی جگہ کرسی پر بیٹھ کر بولی "تمہارا کوئی بھی مسلح پہرے دار یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ میں ان کے دماغوں میں گھستی ہوئی چلی آئی ہوں۔ ویسے تم لوگوں کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں دیوی کملانے والی شی تارا نہیں ہوں۔ اس کی ایک ہم شکل ہوں اور میرا نام نیلماں ہے۔"

ایک افسر نے کہا "نیلماں ایک معمر خاتون ہے۔ سوامی تلک بھائیا کی دادی ماں ہے۔ تم شی تارا ہو۔ ہم نے تمہیں کئی بار دیکھا ہے۔ تم خود کو نیلماں کیوں کہہ رہی ہو؟"

وہ بولی "میں سوامی تلک رام بھائیا کی ایک عزیزہ ہوں۔ شی تارا کی ہم شکل ہوں اور دادی ماں کی ہم نام نیلماں ہوں۔"

"کیا سوامی جی اور دادی ماں تمہاری باتوں کی تصدیق کریں گے؟"

"سوامی جی تصدیق کریں گے۔ دادی ماں نہیں کریں گی کیونکہ وہ مرچکی ہیں۔"

نیلماں نے اپنے پوتے کو خیال خوانی کے ذریعے بلایا۔ اس نے آکر ایک افسر کی زبان سے کہا "میں سوامی تلک رام بھائیا آپ حضرات سے مخاطب ہوں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں' میں ایران میں بہت مصروف ہوں۔ وہاں فوراً واپس جانا ضروری نہیں ہے۔ میں صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ یہ میری عزیزہ شی تارا کی ہم شکل ہے لیکن شی تارا نہیں ہے۔ میری دادی ماں کا دیہانت ہوچکا ہے۔ دادی ماں نے ہی میری اس عزیزہ کا نام نیلماں رکھا تھا۔ اس کا کوئی دوسرا نام نہیں ہے۔ یہ واقعی نیلماں ہے۔ اب آپ اجازت دیں۔ میں آپ ہی کے معاملات میں مصروف ہوں۔ اس لیے جارہا ہوں۔"

اس کے جانے کے بعد نیلماں نے کہا "آپ حضرات کو سوامی جی کی باتوں کا یقین آیا ہو تو پھر پورے یقین کے ساتھ مجھے نیلماں کے نام سے مخاطب کریں۔"

پورس نے پوچھا "تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"کوئی دشمنی نہیں ہے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے زیادہ سے زیادہ طاقت حاصل کرکے دوسروں سے برتر رہنا چاہتے ہیں۔ میں نے بھی تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تم سے چھین کر برتری حاصل کی ہے اور ان اکابرین پر ثابت کررہی ہوں کہ تم سے زیادہ میں قابل ہوں اور ٹیلی پیتھی کے شعبے کی سربراہ بننے کی مستحق ہوں۔"

پورس نے کہا "تمہاری باتوں سے تمام اکابرین کی یہ غلط فہمی دور ہوگئی ہوگی کہ میں نے ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو غلام بنایا ہے۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ یہ صفائی پیش کرنے آئی ہوں کہ تم نے ان کے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا ہے اور آئندہ تم ان کے بہت کام آسکتے ہو۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ مجھ سے ٹیلی پیتھی کا شعبہ چھین کر میری حمایت میں کیوں بول رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم میرے دھرم سے تعلق رکھتے ہو۔ ہم ہندو ہیں۔ امریکا کے ساتھ رہ کر اپنے بھارت دیس کو ایشیا میں سپرپاور بنا سکتے ہیں۔"

"میں نے ابتدا میں امریکی اکابرین سے یہی کہا تھا کہ میں ایشیا میں بھارت دیس کو سپرپاور بنانا چاہتا ہوں لیکن نیلماں تم ہندو ہو کر ہندو کا گلا کاٹ چکی ہو۔ مجھ سے ٹیلی پیتھی کے شعبے کی قوت چھین چکی ہو۔ میری بے خبری میں میرے خلاف اقدامات کرکے مجھے ان اکابرین کی نظروں میں کمتر بنا چکی ہو۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ہندو کا گلا کاٹ کر ہندوستان کو سپرپاور کیسے بناؤ گی؟"

وہ ہنس کر بولی "تم مجھ جیسی ایک لڑکی سے مات کھا کر مایوس ہوگئے ہو۔ میں تم سے بعد میں گفتگو کروں گی۔"

"میں آئندہ تم سے گفتگو نہیں کروں گا۔ تم نے میرے ساتھ جو کیا ہے اس کا منہ توڑ جواب دوں گا۔"

پورس جس افسر کی زبان سے بول رہا تھا اس افسر نے نیلماں کے قریب آکر ریوالور نکال کر پوچھا "کیا تمہیں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ جسمانی طور پر یہاں آؤ گی تو کوئی تمہیں گولی مار سکتا ہے؟"

"میں موت سے نہیں ڈرتی۔ تم مجھے مارنا چاہو گے تو میں خوشی سے مرجاؤں گی۔"

پورس نے افسر کی زبان سے کہا "میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گا صرف تمہیں زخمی کروں گا پھر تم پر تنویمی عمل کرکے تمہیں اپنی کنیز بنالوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس افسر نے ریوالور کے دستے سے نیلماں کے سر پر ایک ضرب لگائی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کراہتے ہوئے کرسی پر سے جھک کر فرش پر گر پڑی۔ چاروں شانے چت ہوگئی۔

پورس کا خیال تھا کہ اس کے زخمی ہوتے ہی اس کے دماغ میں گھس کر اس کے چور خیالات پڑھ سکے گا لیکن ایسا نہ ہوسکا۔

اس کے اندر پہنچتے ہی پتا چلا کہ دماغ مردہ ہوچکا ہے۔ وہ مرچکی ہے۔

آرمی کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے بھی کہا "یہ تو مرچکی ہے۔"

آرمی کے ایک ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا پھر اس نے بھی نیلماں کی موت کی تصدیق کردی۔ تمام اکابرین نے اس کی موت پر افسوس کا اظہار کیا اور پورس سے ناراضگی ظاہر کی کہ اسے ایک افسر کو آلۂ کار بنا کر لڑکی پر جان لیوا حملہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔

پورس نے کہا "میں اس کی جان لینا نہیں چاہتا تھا۔ اسے زخمی کرکے اسے اپنی کنیز بنانا چاہتا تھا۔ تعجب ہے' یہ ایسی نازک تھی کہ سر پر ہلکی سی ضرب لگاتے ہی مرگئی۔"

آرمی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے سوامی کو اطلاع دی کہ اس کی عزیزہ نیلماں مرگئی ہے۔ اسے پورا یقین تھا کہ اس کی والدہ مایا نہیں مرے گی۔ اس نے اجلاس میں آکر کہا "پورس نے اسے مار ڈالا۔ میں اس سے بعد میں نمٹ لوں گا۔ فی الحال آپ حضرات سے گزارش ہے کہ نیلماں کی لاش کو آشرم میں پہنچادیں۔"

اس کی فرمائش کے مطابق نیلماں کے مردہ جسم کو اٹھا کر باہر لا کر اسے ایک گاڑی میں رکھا گیا۔ دو مسلح گارڈز نے کہا کہ اسے آشرم میں پہنچا دیا جائے۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اسے آشرم میں پہنچا دیا۔ وہاں بھگتی اور دھیان گیان میں مصروف رہنے والے اسے ایک اسٹریچر پر لٹا کر اس کے کمرے میں لے آئے۔ اس کے بستر پر اسے لٹا دیا پھر ان سب نے کمرے سے باہر آکر دروازے کو بند کردیا۔

دروازہ بند ہوتے ہی نیلماں نے ایک گہری سانس لی۔ آنکھیں کھول کر اپنے کمرے کو دیکھا پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

○☆○

سونیا ایران سے جا چکی تھی اور اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی (ثانی) کے پاس ادارے میں پہنچ گئی تھی۔ ایرانی حکام کو یہ معلوم ہوا تھا کہ جس آغا تابش علی پر اعتماد کرتے تھے اور مالیاتی امور کے سلسلے میں اسے رازدار بنائے رکھتے تھے' وہ ایک امریکی ایجنٹ سوامی ملک رام بھائیا کے زیر اثر تھا اور مالیاتی شعبے کے اہم راز سوامی کے ذریعے امریکا پہنچاتا تھا۔

آغا تابش علی کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد ایرانی حکام تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے۔ آئندہ بھی سوامی جیسے امریکی ایجنٹ ایسی حرکتیں کرسکتے تھے۔ حکومتِ ایران کے اہم شعبوں کے بڑے عہدیداروں کو ٹریپ کرکے ان سے اہم خفیہ راز معلوم کرسکتے تھے۔

ملک کے اندر آنے والے دشمنوں کو بھگایا جارہا تھا۔ دشمنوں کے اندر آنے والوں کو وہ محسوس نہیں کرسکتے تھے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہوتا کہ کوئی دماغ میں آیا ہے تب تک پتا ہی نہ چلتا کہ کسی دشمن کو پکڑنا ہے اور بھگانا ہے۔ میں نے وہاں کے اعلیٰ عہدیداروں سے اس مسئلے پر گفتگو کی۔ وہ سب پریشان تھے۔ ٹیلی پیتھی ایسی بلا بن گئی تھی جو ان کے دماغوں میں گھس کر ملک کے اہم راز چرا کر لے جاتی تھی۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی ایجنٹوں سے نجات کا ایک ہی راستہ تھا۔ میں نے بابا صاحب کے ادارے کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہدایات دیں کہ وہ حکومتِ ایران کے تمام اہم شعبوں کے تمام اہم عہدیداروں کے دماغوں میں جائیں اور تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کردیں۔ دشمنوں کی آمد و رفت کا راستہ ہی بند کردیں۔

وہ سب میری ہدایات پر عمل کرنے لگے۔ ایران کی سب سے بڑی دولت تیل ہے۔ تیل کے ذریعے بے حساب زرِ مبادلہ حاصل کیا جاتا ہے۔ امریکا نے اپنے حلیفی ملکوں کو سختی سے منع کردیا کہ وہ ایران سے تیل نہ خریدیں۔ دوسرے بڑے ممالک میں بھی وہ ایسے سیاسی داؤ پیچ استعمال کررہا تھا جن کے نتیجے میں ملک کے باہر تیل کی کھپت محدود ہورہی تھی اور دوسری بیرونی تجارت پر بھی منفی اثر پڑ رہا تھا۔

میں نے ایران کے ایک ایسے اعلیٰ عہدیدار کی حفاظت پر توجہ دی جس کا تعلق پٹرولیم کے شعبے سے تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو لاک نہیں کیا۔ یہ چاہتا تھا کہ دشمن اس کے اندر آئے تو معلوم ہو کہ وہ دشمن کون ہے اور اپنے امریکی آقاؤں سے کس طرح رابطہ رکھتا ہے پھر یہ کہ میں اس کے ذریعے دوسرے دشمن ایجنٹوں تک بھی پہنچ سکتا تھا۔

جب تمام راستے بند کردیے جائیں اور صرف ایک راستہ کھلا رکھا جائے تو دشمن کو اسی ایک راستے سے گزرنا پڑتا ہے۔ سوامی ملک رام بھائیا کئی ایرانی عہدیداروں کے دماغوں کے اندر جانے کی کوششیں کرچکا ہوگا پھر ان کے دماغوں میں جانے کے لیے انہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے کی کوششیں کی ہوں گی لیکن وہاں کے ہر عہدیدار کے دماغ میں ہمارے ادارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود رہتا تھا۔ اسے کہیں جگہ نہیں ملی۔ صرف اسی ایک عہدیدار کے دماغ میں اسے جگہ ملی۔ اسے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ اتنے اہم عہدیدار کے دماغ کو لاک کیوں نہیں کیا گیا؟ میں نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ ہمارے ادارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آئے گا پھر اس کے دماغ کو لاک کردے گا۔

میری پلاننگ کے مطابق یہی ہوا۔ سوامی نے اس کے دماغ میں آکر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ بابا صاحب کے ادارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آج رات آئے گا پھر اس کے دماغ کو لاک کردے گا۔

سوامی شام ہی سے اس عہدیدار کے دماغ میں بار بار آنے لگا۔ میں اسے رات کے دو بجے تک دوڑاتا رہا پھر بابا صاحب کے ادارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بن کر اس عہدیدار کے دماغ پر تنویمی عمل کرنے لگا۔

سوامی اس کے دماغ میں چھپا رہا۔ میں نے تنویمی عمل مکمل کرکے اسے ہدایت دی کہ وہ صبح تک تنویمی نیند سوتا رہے گا۔ اس کے بعد میں اس کے دماغ سے نکل آیا پھر آدھے گھنٹے کے بعد جا کر دیکھا تو سوامی اس کے دماغ سے میرے تنویمی عمل کو مٹا کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا رہا تھا۔ اسے حکم دے رہا تھا "جس نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا' تم بظاہر اس کے ہی معمول رہو گے اور اس کی تابعداری کرو گے لیکن جب میری آواز اور لب و لہجہ سنو گے تو تم اس عامل کے احکامات بھول کر صرف میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

میں نے سوامی کو آزادی سے عمل کرنے دیا پھر وہ اسے تنویمی نیند سلا کر چلا گیا۔ میں بھی اس کے دماغ سے نکل گیا۔ سوامی نے جو عمل کیا تھا' اسے نہیں مٹایا۔ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ جب بھی اس کے دماغ میں میرا راستہ رک جاتا' میں سوامی کا لب و لہجہ اختیار کرکے اس کے اندر جا سکتا تھا۔

جب سے سونیا وہاں پہنچی تھی' امریکی ایجنٹ ہمیشہ اپنے مذموم مقاصد میں ناکام ہوتے رہے تھے۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں واپس جانے سے پہلے ایک آخری ایجنٹ اسٹون ہارٹ کو مار ڈالا تھا۔ اب سونیا کی جگہ میں آگیا تھا۔ یہاں میرا پہلا شکار سوامی ملک رام بھائیا تھا۔ وہ بھی جانتا تھا کہ میرے مقابلے پر آیا ہے لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ میں کہاں ہوں اور کس روپ میں ہوں؟

وہ مجھے تلاش کر رہا تھا۔ اس نے اپنی دانست میں جس عہدیدار کو اپنا معمول بنایا تھا اس کا نام امین آفندی تھا۔ اس نے اسے حکم دیا تھا "تم یہ معلوم کرتے رہو گے کہ فرہاد تمہارے ملک کے کن عہدیداروں سے ملاقاتیں کرتا ہے؟ اور ان سے کن اہم معاملات میں گفتگو کرتا ہے؟ اور اگر کبھی تم سے ملاقات کرنے آئے تو تم فوراً خیال خوانی کے ذریعے مجھے اپنے دماغ میں بلاؤ گے۔"

چھپنے والے ایک دوسرے کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے طرح طرح کی چالیں چلتے ہیں۔ چالیں ایسی ہوتی ہیں کہ دشمن نظر آجائے لیکن وہ خود دشمن کی نظروں میں نہ آئیں۔ سوامی بھی امین آفندی کے ذریعے مجھے ڈھونڈ نکالنے کی کوششوں میں تھا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ پہلے تو اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار جب یہ معلوم ہوا کہ میں بات کرنا چاہتا ہوں تو اس نے کہا "ہیلو مسٹر فرہاد! یہ میرے لیے فخر کی بات ہے کہ آپ نے میرے پاس آنے کی زحمت کی ہے۔ یقیناً کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہوں گے؟"

"ہاں۔ میں نے آپ کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی ہیں۔ آپ اس عورت کے ایک عزیز ہیں جو شیریں کے دماغ میں ہمزاد بن کر آتی تھی۔ آپ نے دیکھا ہے کہ ہم نے کس طرح اس

عورت کی چھٹی کردی ہے۔ آئندہ وہ کبھی شیریں کے پاس نہیں جاسکے گی۔"

"ہاں بھئی آپ لوگ بڑے باکمال ہیں۔ ویسے آپ کی یہ خوش فہمی ختم کردوں کہ آپ نے شیریں کو جس عورت سے نجات دلائی ہے' دراصل وہ میری دادی ماں تھی۔ اس کا دیہانت ہوچکا ہے۔ اگر وہ زندہ رہتی تو شیریں کو بابا صاحب کے ادارے سے باہر کھینچ لاتی۔"

"تمہاری دادی ماں کی موت نے تمہیں اس خوش فہمی میں مبتلا کردیا ہے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے کے قریب بھی جاسکتی تھی۔"

"بے شک جاسکتی تھی۔ آپ نہیں جانتے وہ آتما شکتی کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔"

"افسوس کہ وہ نہیں رہی لیکن آپ جانتے ہوں گے کہ ہماری دنیا میں آتما شکتی کی انتہا کو پہنچنے والی اور بھی ہستیاں ہیں۔ آپ اپنی دادی ماں کی موت کا انہیں واسطہ دے کر پرارتھنا کریں کہ وہ شیریں کو اس ادارے سے نکال لائیں۔ آتما شکتی حاصل کرنے والی ہستیاں ایک دوسرے کے کام آتی ہیں۔ وہ ہستیاں بھی آپ کی دادی ماں کے ادھورے مشن کو ضرور پورا کریں گی۔"

"آپ کو مشورہ نہ دیں۔ میں ایسا کرنے والا ہوں۔"

"آپ کو ایران آنے سے پہلے ایسا کرلینا چاہیے تھا کیونکہ اس ادھورے مشن کو پورا کرنے کے لیے یہاں سے واپس نہیں جاسکیں گے۔ پچھلے تمام سیکرٹ ایجنٹوں اور امریکی چمچوں کا انجام آپ کے سامنے ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "آپ کو میری جواں مردی کی داد دینا چاہیے۔ جہاں درجنوں کو موت کے گھاٹ اترتے دیکھا ہے' وہاں آپ کو موت کے گھاٹ اتارنے آیا ہوں۔"

"میری بھی اعلیٰ ظرفی دیکھیں کہ آپ کا آخری وقت آنے سے پہلے آپ کو سمجھا رہا ہوں۔ خطرے سے آگاہ کررہا ہوں کہ آپ جس کمرے میں ہیں' وہاں کوئی نادیدہ بن کر گیا تھا پھر آپ کی آمد سے پہلے اس کمرے سے جاچکا ہے۔"

وہ اپنے کمرے میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا "آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔"

"مجھے جھوٹا سمجھنے سے پہلے اپنے کمرے کا اچھی طرح جائزہ لیں۔ کوئی چیز اِدھر سے اُدھر تو نہیں ہوگئی ہے؟ شاید اس طرح معلوم ہوسکے کہ آنے والا کون تھا اور کیوں آیا تھا۔"

اس نے سانس روک کر مجھے اپنی جگہ حاضر ہونے پر مجبور کیا۔ اب میں اس کے اندر رہ کر اسے دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن وہ شبہے میں مبتلا ہوگیا تھا کہ گولی کے ذریعے کوئی دشمن نادیدہ بن کر آیا ہوگا۔

وہ کمرے کے ہر حصے میں جا کر ایک ایک چیز کو توجہ سے دیکھنے لگا۔ بستر کے ایک تکیے پر دوسرا آدھا تکیہ چڑھا ہوا تھا اور چادر پر ہلکی سی شکنیں تھیں۔ وہ سوچنے لگا "صبح میں کمرے سے گیا تھا تو یہ دونوں تکیے اسی طرح بے ترتیبی سے رکھے ہوئے تھے؟ کھلی ہوئی کھڑکی سے جو ہوا آرہی ہے' اس سے چادر پر شکنیں پڑگئی ہیں یا کوئی یہاں آکر لیٹا ہوا تھا؟"

سوای کو یاد نہیں تھا کہ صبح بستر کس حالت میں تھا اور اکثر لوگوں کو ایسی باتیں یاد نہیں رہتیں لیکن میری باتوں نے اسے وہمی بنادیا تھا۔ وہ سوچنے پر مجبور ہورہا تھا کہ کوئی آیا ہوگا تو کمرے میں کہیں بے ترتیبی ضرور پیدا ہوئی ہوگی۔

اس نے الماری کو کھول کر اس کے ہر حصے کو دیکھا۔ اس طرح الماری کا تمام سامان بے ترتیب ہوگیا۔ اس طرح میز پر اور آتشدان..... کے اوپری شیلف پر رکھی ہوئی تمام چیزیں بھی اپنی پہلی جگہ نہیں رہ سکیں۔ اس نے تھوڑی سی دیر میں کمرے کی ہر چیز کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔

وہ تھوڑی دیر تک یہ سوچتا رہا۔ یہ ممکن تھا' اس کی عدم موجودگی میں کوئی نادیدہ دشمن آسکتا تھا پھر اس نے جھنجلا کر سوچا "جب فرہاد کو یہ معلوم ہے کہ کوئی نادیدہ دشمن میرے کمرے میں تھا تو فرہاد کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ میں کس مکان کے کس کمرے میں ہوں ورنہ وہ کیسے جانتا ہے کہ یہاں کوئی آیا تھا؟"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر میرے اندر آکر بولا "ابھی آپ نے کہا تھا کہ میرے کمرے میں کوئی آکر جاچکا ہے۔"

"ہاں۔ کیا اس کی آمد کے آثار مل گئے؟"

"میں پوچھتا ہوں' آپ کیسے جانتے ہیں کہ یہاں کوئی آیا تھا؟"

"اگر میں یہ جانتا کہ کوئی آیا تھا تو میں اس سے آپ کی رہائش گاہ کا پتا پوچھ کر آپ کے پاس چلا آتا۔ آپ سے ملنے کو بڑا جی چاہتا ہے۔"

"مسٹر شاپ۔ میں بھی یہ کہہ کر تمہیں دھوکا دے سکتا تھا کہ تمہارے کمرے میں کوئی آیا تھا۔"

"میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ تمہاری طرح اپنے کمرے کو الٹ پلٹ کر رکھ دیتا۔ پتا ہے' میں اس وقت تم سے کتنے فاصلے پر ہوں؟ میرے پچیس آلۂ کار اس وقت نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے تیز رفتاری سے اڑتے پھر رہے ہیں اور ہر مکان میں جھانکتے پھر رہے ہیں۔ جس مکان کے کمرے کا سامان بے ترتیب نظر آئے گا اور وہاں صرف ایک شخص نظر آئے گا تو وہ سمجھ لیں گے وہی سوامی تلک رام ہے پھر وہ میرے پاس آکر مجھے تمہارے پاس پہنچادیں گے۔"

وہ فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ میرے دماغ میں رہ کر باتیں کرنا بھول گیا۔ اس نے کمرے کو دیکھ کر سوچا' فوراً ہی وہاں کا سامان ترتیب سے نہیں رکھ سکے گا۔ پتا نہیں کس لمحے میں فرہاد کا کوئی نادیدہ آلۂ کار یہاں پہنچ جائے اور اسے پہچان لے۔ یہ سوچتے ہی اس نے ایک چھوٹی سی اٹیچی میں اپنا ضروری سامان رکھا پھر تیزی

سے چلتا ہوا اس کمرے سے نکل گیا اور مکان سے باہر آگیا۔ ایک ٹیکسی سامنے سے گزر رہی تھی۔ اسے رکوا کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بولا "چلو۔"

ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "آپ کہاں جائیں گے؟"

وہ جھنجلا کر بولا "جہنم میں۔ تم گاڑی چلاتے رہو۔"

ڈرائیور نے گاڑی روک کر کہا "میں نے جہنم میں جانے والا کوئی کام نہیں کیا ہے۔ میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔"

وہ غصہ بھول کر عاجزی سے بولا "میں پریشان ہوں۔ پتا نہیں پریشانی میں کیا کہہ گیا۔ پلیز گاڑی چلاؤ۔ میں کسی بڑے ہوٹل میں جاؤں گا۔"

اس نے پھر گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے کسی ہوٹل کی طرف لے جانے لگا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کررہا ہے؟ پہلے میں نے سوچا تھا کہ وہ جہاں بھی ہوگا' کسی کمرے میں ہوگا۔ لہٰذا ایک کمرے کے حوالے سے اس پر ایک نفسیاتی حملہ کیا جو کامیاب رہا۔ بعد میں اس کی باتوں سے پتا چلا کہ وہ کچھ پریشان ہوگیا ہے۔ کسی نادیدہ شخص کی آمد و رفت کے آثار تلاش کرتا رہا ہے۔

یہ موٹی عقل سے بھی سوچا جاسکتا تھا کہ اس نے کمرے کی چیزوں کو اِدھر اُدھر ہٹا کر الماری اور میزوں کی درازیں کھول کر چیزوں کو الٹ پلٹ کردیکھا ہوگا۔

اس اندازے کے مطابق میں نے دوسرا نفسیاتی حملہ کیا اور کہا کہ میرے نادیدہ آلۂ کار فلائنگ کیپسول کے ذریعے ایک پریشان شخص کو ایک پریشان حال کمرے میں تلاش کرنے نکل چکے ہیں۔

وہ اس مکان سے نکل کر باہر آگیا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر کسی ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں جارہا ہے۔ میں نے معلوم کرنے کے لیے اس کے اندر پہنچ کر کہا "ہیلو سوامی! میں ایک ضروری بات کہنا بھول گیا تھا۔"

وہ غصے سے بولا "میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔ میرے دماغ سے نکل جاؤ۔"

ٹھیک اس کی باتوں کے دوران میں ڈرائیور نے کہا "وہ سامنے ایک ہوٹل ہے۔ آپ وہاں جائیں گے۔"

اس کے بعد ہی سوامی نے سانس روک لی۔ میں ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے عقب نما آئینے میں سوامی کو دیکھنے لگا۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا پھر اس نے جھک کر ڈرائیور کو دیکھا اور پوچھا "کیا ابھی تم نے مجھ سے کچھ کہا تھا؟"

ڈرائیور نے کہا "جی ہاں۔ میں گاڑی روک کر یہی پوچھ رہا تھا کہ کیا اس سامنے والے ہوٹل میں جانا پسند کریں گے؟"

"میں پوچھ رہا ہوں' کیا میرے سوچنے کے دوران میں بھی تم نے مجھ سے یہی سوال کیا تھا؟"

"ہاں۔ کیا تھا۔"

"اوہ نان سنس! اس نے تمہاری آواز سنی ہوگی۔ وہ تمہارے دماغ میں پہنچ گیا ہوگا۔ وہ مجھے دیکھ رہا ہوگا۔"

وہ دروازہ کھول کر وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا' میں ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اسے روکتے ہوئے کہا "اے کرایہ نہیں دیا اور اپنا سامان بھی چھوڑ کر بھاگ رہا ہے۔ کیا تو پاگل کا بچہ ہے؟"

سوامی تلک رام بھاٹیا کچھ عمر رسیدہ تھا مگر یوگا کی مشقوں کے باعث صحت مند تھا۔ ڈرائیور بھی مگھڑا ایرانی جوان تھا پھر میں اس کے اندر سمایا ہوا تھا۔

وہ بھاگنا چاہتا تھا۔ ڈرائیور نے ایک ہاتھ سے اس کی ٹھوڑی کے نیچے گلا دبوچ لیا تھا۔ سوامی اپنے لباس کے اندر سے پستول نکال رہا تھا۔ ڈرائیور نے کھلے ہوئے دروازے کو پوری قوت سے بند کیا۔ وہ دروازے سے چوٹ کھا کر آدھا گاڑی کے اندر اور آدھا باہر رہ گیا۔

جو پستول لباس کے اندر سے نکل رہا تھا' باہر سڑک پر گر پڑا۔ ڈرائیور نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے اٹھایا اور پہلے کی طرح کھڑا کیا۔ اس کے بعد دوسری بار پھر کھلے ہوئے دروازے کو بند کرنے

کے انداز میں اس پر مارا۔ اس کے حلق سے کراہیں نکلنے لگیں۔ کوئی دوسرا ہوتا تو تکلیف سے چیخنے لگتا لیکن اس میں بڑی قوتِ برداشت تھی۔

ڈرائیور نے زمین سے پستول کو اٹھا کر اسے نشانے پر لے کر کہا "حرکت نہ کرنا۔ گولی مار دوں گا۔"

اس نے سہم کر پوچھا "کیا تم فرہاد ہو؟"

وہ بولا "تمہیں میرا یہ نام کیسے معلوم ہوا؟ میری گھر والی کا نام شیریں ہے۔ وہ مجھے تنہائی میں فرہاد کہتی ہے۔ تم اچھے آدمی نہیں ہو۔ ہمارے بیڈ روم کی باتیں جانتے ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے پستول کے دستے سے اس کے سر پر زوردار ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر گرنے لگا۔ ڈرائیور نے اسے پکڑ کر پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔

میں نے ایرانی سراغ رساں ایجنسی کے اعلیٰ افسر کو بتایا کہ فلاں سڑک کے کنارے ایک ٹیکسی میں ایک امریکی ایجنٹ زخمی پڑا ہے۔ یہاں آکر اسے حراست میں لے لیں۔

پھر میں سوامی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ سانس نہ روک سکا لیکن اسے یوگا میں اتنی مہارت حاصل تھی کہ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیا اور کراہتے ہوئے کہا "آہ فرہاد! ماننا پڑتا ہے کہ زبردست ہو لیکن میری گرفتاری سے باز آجاؤ تو بہتر ہے۔ میں آسانی سے زیر ہونے والا نہیں ہوں۔"

"میں بھی مانتا ہوں۔ تم غیر معمولی دماغی توانائی کے مالک ہو۔ میں ڈھیل دوں گا تو تم جلد ہی مجھے دماغ سے نکال دو گے۔"

میں نے اس کے اندر زبردست زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے حلق سے فلک شگاف چیخیں نکلنے لگیں۔ وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ سے نیچے گر کر تڑپنے لگا۔ اس عمل سے اس کا دماغ اتنا کمزور ہوا کہ مجھے اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع مل گیا۔

پھر مجھے وہ سب کچھ معلوم ہونے لگا جس کا ذکر تفصیل سے پچھلے کئی باب میں ہوچکا ہے۔ اس سلسلے کی چند خاص باتیں یہ تھیں کہ اس کی دادی ماں کا نام نیلماں تھا۔ وہ ڈیڑھ سو برس کی تھی۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ سوامی نے دیوی کملانے والی شی تارا کو ہلاک کیا تھا۔ تیسری بات یہ کہ دادی ماں کے بوڑھے جسم سے آتما نکل کر شی تارا کے جوان جسم میں سما گئی تھی۔ یعنی دادی ماں نے ایک نئی زندگی اور جوان جسم حاصل کیا تھا۔ وہ شکل صورت سے شی تارا تھی لیکن اس کا نام نیلماں تھا۔

چوتھی اہم بات یہ تھی کہ نیلماں کی روح جسم سے نکل کر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتی تھی اور چھپے ہوئے مخالفین کو دیکھ لیتی تھی۔ البتہ جو بہروپ میں ہوں' انہیں روح پہچان نہیں پاتی تھی یہی وجہ تھی کہ نیلماں اب تک میرا اور میری فیملی کے افراد کا سراغ نہیں لگا پائی تھی کیونکہ ہم سب بہروپ میں تھے۔

اب ہمارے لیے لازمی ہوگیا تھا کہ جب تک نیلماں کا ناغہ نہیں ہوجاتا' ہم سب کسی نہ کسی بہروپ میں رہیں اور اگر ہم بہروپ میں نہیں رہنا چاہیں گے تو پھر ہمیں بابا صاحب کے ادارے میں رہنا ہوگا۔ وہاں کسی کی آتما نہیں پہنچ سکتی تھی۔

ایرانی سراغ رساں ایجنسی کے کئی افسر اور سپاہی آگئے۔ میں نے ان افسران سے کہا "یہ اور اس کی..... دادی ٹیلی پیتھی کے علاوہ کالا جادو بھی جانتے ہیں۔ اگر اسے زندہ چھوڑا گیا تو اس کی دادی کسی نہ کسی طرح اسے یہاں سے زندہ سلامت لے جائے گی اور میرا مشورہ ہے کہ اسے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

یہ سب جانتے ہیں کہ ایران کا بچہ بچہ امریکیوں سے نفرت کرتا ہے اور وہاں یہ کہا جاتا ہے کہ ایک طرف سے سانپ ڈنے کر آئے اور دوسری طرف سے امریکی تو پہلے امریکی کو کچل ڈالو کیونکہ سانپ تو لاٹھی سے بھی مرجاتا ہے لیکن امریکی شرم سے بھی نہیں مرتے۔

ان افسران نے سوامی تلک رام بھاٹیا کو ٹیکسی کے اندر سے گھسیٹ کر باہر نکالا پھر اسے سڑک پر پھینک کر گولی ماردی۔

○☆○

اسرائیلی اکابرین یہ سن کر بہت طیش میں آئے تھے کہ الپا نے پارس سے صرف شادی نہیں کی ہے بلکہ اسلام بھی قبول کرچکی ہے۔ یہ بات کسی بھی یہودی کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ اگر الپا نگاہوں کے سامنے ہوتی تو اسے فوراً گولی ماردی جاتی۔

یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ اسرائیل سے باہر جانے کے بعد کس ملک میں جاکر روپوش ہوگئی ہے۔

برین آدم اسرائیلی انٹیلی جنس کا بہت ہی ذہین افسر تھا اور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سربراہ بھی تھا۔ الپا کو بیٹی کی طرح چاہتا تھا اور فخر سے کہتا تھا کہ الپا ایک محبِ وطن کٹر یہودی ہے اور واقعی برسوں سے یہی ثابت ہوتا آرہا تھا۔

لیکن اب تمام یہودی اکابرین بے چارے برین آدم کے پیچھے پڑ گئے تھے اور اسے طعنے دے رہے تھے۔ برین آدم نے کہا "جب مجھے الپا اور پارس کے بارے میں یہ خبر ملی تو مجھے بھی آپ حضرات کی طرح شاک پہنچا تھا لیکن جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں۔ میں بہت زیادہ پریکٹیکل آدمی ہوں۔ کسی بھی صدمے کو دل سے نہیں لگاتا۔ صدمہ کرنے' جھنجلانے اور گالیاں دینے سے کبھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا' کبھی کوئی صدمہ دور نہیں ہوتا اور کبھی کوئی بھلائی ہوئی بات نہیں بنتی۔"

ایک حاکم نے کہا "بات بہت بگڑ چکی ہے۔ آپ اسے سنبھال نہیں پائیں گے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "جب الپا ماں بننے والی تھی اور جب جناب تیمری نے الپا کو تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رکھا تھا تب ہی سے ہم کہتے آرہے ہیں کہ الپا مسلمانوں سے متاثر ہوگئی ہے اور اعتماد کے قابل نہیں رہی ہے لیکن ہماری بات پر دھیان نہیں دیا گیا۔ الپا پر اندھا بھروسا کرکے اسے ملک سے باہر جانے دیا گیا۔ اگر وہ یہاں رہتی تو کبھی پارس سے شادی نہ کرتی۔ کبھی اپنا مذہب نہ بدلتی۔"

برین آدم نے کہا "میں آپ حضرات سے پوچھتا ہوں۔ کیا ہم میں سے کوئی الپا کو اسرائیل چھوڑ کر جانے سے روک سکتا تھا۔ اگر وہ یہاں رہ کر پارس سے شادی کرتی تو ہم اسے کیسے روکتے؟ وہ ہمیشہ سے آزاد اور خود مختار رہی ہے۔ اس کے باوجود اس نے طاقت اور اقتدار کے نشے میں کبھی یہودی مفادات کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔"

"اس نے آج ہمارے مفادات کے خلاف کام کیا ہے۔ آپ آج کی بات کریں۔"

"مسٹر برین آدم! آپ نے الپا پر ہمیشہ اندھا..... اعتماد کیا ہے اور آج بھی اس مسلمان ہو جانے والی کی حمایت میں بول رہے ہیں۔ یہ آپ جیسے انٹیلی جنس کے اعلیٰ عہدیدار کے لیے شرم کی بات ہے۔"

"آپ مجھے شرم نہ دلائیں۔ سر جھکا کر غور کریں' آپ کس کو ضرر دکھا رہے ہیں؟ کیا میں نے اس سے کہا تھا کہ وہ اسلام قبول کرے اور پارس کی شریکِ حیات بن جائے۔ آپ اس پہلو پر غور کریں کہ الپا سے تعلق توڑ لیں گے یا اس سے اچھے تعلقات رکھیں گے؟ اس جیسی زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی اب ہمارے ملک میں نہیں ہے۔ کیا ٹیلی پیتھی کے معاملے میں آپ اپنے ملک کو کمزور رکھنا چاہیں گے؟"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم تو کمزور ہوچکے ہیں۔ ہمارے پاس اب ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف اپنی ڈیسوزا اور رائٹ بوائے رہ گئے ہیں۔ یہ دونوں کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے مقابلہ کیے بغیر خاموشی اور رازداری سے ملک اور قوم کی بھلائی کے لیے کام کرتے رہتے ہیں۔ بیرونی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حملوں سے اب ہمیں بچانے والا کوئی نہیں ہے۔"

الپا نے ایک اعلیٰ حاکم کی لیڈی سیکریٹری کی زبان سے کہا۔ "میں الپا ہوں اور آپ سب سے مخاطب ہوں۔ میں یہ نہیں کہوں گی کہ آپ مجھ پر اعتماد کریں لیکن اتنا کہوں گی کہ اسرائیل آج بھی میرا ملک ہے اور آج بھی مجھے یہودی قوم سے محبت ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں' کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن اس ملک کو اور اس قوم کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "تم ہمیں کسی سے نقصان نہیں پہنچنے دو گی لیکن فائدہ کیا پہنچاؤ گی؟ کیا مسلمان تمہیں اجازت دیں گے کہ تم یہودیوں کو فائدہ پہنچاؤ؟"

"مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان تاریخی دشمنی چلی آرہی ہے۔ میں اور پارس دوستی کی ابتدا کے لیے آپ کو فائدہ پہنچائیں گے۔"

پارس نے ایک افسر کی زبان سے کہا "میں پارس ہوں اور آپ حضرات سے مخاطب ہوں۔ میں الپا کی یہ بات دہراتا ہوں کہ آپ ہم پر بھروسا نہ کریں۔ انشاء اللہ ہم آپ کے اس طرح کام آتے رہیں گے کہ آپ خود ہی ہم پر بھروسا کرنے لگیں گے..... فی الحال ہم دوستی اور خیر سگالی کے طور پر آپ کے لیے کچھ تحفے لائے ہیں۔"

الپا نے کہا "پورس نے نادیدہ گولیوں کو ناکارہ بنانے اور ٹیلی پیتھی کے علم کو ختم کرنے والی جو دوائیں تیار کی تھیں' پارس اس کی لیبارٹری سے وہ تمام دوائیں اور ان کے فارمولے لے آیا ہے۔ کیا آپ چاہیں گے کہ یہ فارمولے ہمارے ملک اسرائیل میں رہیں اور ہمارے ڈاکٹر یہ دوائیں تیار کرکے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ختم کرتے رہیں؟"

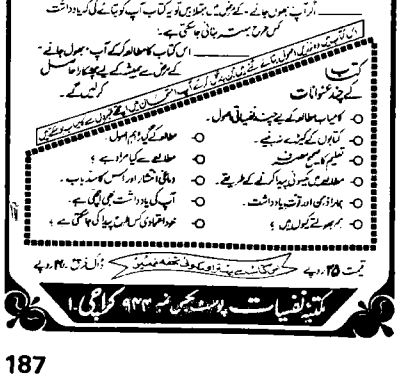

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "دواؤں کا وہ فارمولا ہمیں مل جائے گا تو پھر ہمیں دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خطرہ نہیں رہے گا۔"

"تو پھر یہ الپا جو مملکتِ اسرائیل کا اہم ستون سمجھی جاتی تھی' آج بھی اہم ستون ہے۔ میں ان تمام دواؤں کے فارمولے اپنے ملک کے لیے پیش کررہی ہوں۔ میں جہاں ہوں' وہاں سے یہ فارمولے فیکس کے ذریعے بھیج رہی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد ہی وہاں رکھی ہوئی فیکس مشین پر وہ فارمولے موصول ہونے لگے۔ حکام نے اور فوج کے افسران نے انہیں پڑھا پھر سب خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے اور بلند آواز سے کہنے لگے۔ "الپا سلامت رہے۔ ہمیشہ سلامت رہے۔"

ان فارمولوں کو وہاں کے سب سے ذہین اور تجربہ کار ڈاکٹروں کے حوالے کیا گیا۔ جس لیبارٹری میں وہ فارمولے اور ڈاکٹر گئے وہاں فوج کا سخت پہرا لگا دیا گیا تاکہ دو ڈاکٹروں کے سوا کوئی تیسرا ڈاکٹر اس فارمولے کی جھلک بھی نہ دیکھ سکے۔

یوں الپا اور پارس نے ابتدائی طور پر یہودی اکابرین کو خوش اور مطمئن کردیا۔ یہ توقع تھی کہ وہ رفتہ رفتہ الپا پر پہلے کی طرح اعتماد کرنے لگیں گے۔

پورس بڑی شان و شوکت اور رعب و دبدبے کے ساتھ منظرِ عام پر آیا تھا۔ اس نے کافی عرصے تک تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دہشت زدہ کر رکھا تھا۔ اس کے ذہین اور باصلاحیت ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ اگر اس نے وقتی طور پر پارس سے اور نیلماں سے مات کھائی تھی تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ ڈھول کا پول ہے۔ باز کی اڑان بہت اونچی ہوتی ہے۔ اگر وہ کبھی زخمی ہو کر کسی چٹان پر آبیٹھے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنی قدرتی پرواز بھول گیا ہے۔

پارس نے' نیلماں نے اور امریکی اکابرین نے اسے مات کھاتے دیکھ کر یہی سمجھا کہ وہ محض ایک غبارہ تھا جس کی ہوا نکل چکی ہے اور وہ پستی سے پستی پر آگیا ہے۔

وہ زبردست چال باز تھا۔ بڑی مکاری سے چالیں چلتا تھا۔ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں تھیں اور فلائنگ کیپسول تھے۔ وہ ہاری ہوئی بازی جیتنے کے لیے کئی طرح کی چالیں چل سکتا تھا۔

نیلماں کو یہ یقین تھا کہ کوئی اسے ہلاک نہیں کرسکے گا۔ اس یقین کے ساتھ وہ امریکی اکابرین کے اجلاس میں جسمانی طور پر آئی تھی۔ اس وقت پورس شمالی امریکا کے ایک چھوٹے سے شہر میں تھا اور خیال خوانی کے ذریعے اجلاس میں شریک تھا۔ جب اسے پتا چلا اور اس نے آلۂ کار افسر کے ذریعے دیکھا کہ نیلماں بہ نفسِ نفیس کانفرنس روم میں پہنچی ہوئی ہے تو وہ فوراً ہی نادیدہ بن کر لاؤنج کیپسول کے ذریعے صرف پندرہ منٹ میں اس کانفرنس روم کے اندر نیلماں کے قریب پہنچ گیا۔ نیلماں نے اس کے تمیں عدد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس سے چھین کر اسے بہت بڑا نقصان پہنچایا تھا۔ اسے امریکی اکابرین کی نظروں سے گرا دیا تھا۔ اب وہ اپنے ہر جواب پتھر سے دینے والا تھا۔

اس نے پہلے تو افسر کے ذریعے اس کے سر پر ضرب لگا کر اسے زخمی کرنا چاہا تاکہ اس کے اندر پہنچ سکے لیکن پتا چلا کہ وہ مرچکا ہے۔ اس لاش کو آشرم پہنچایا جارہا تھا۔ پورس نے سوچا۔ نیلماں کے کیا کرم کے لیے اس کا پوتا سوامی تلک رام بھائیا آشرم میں آئے گا۔ وہ شاید جانتا ہوگا کہ نیلماں نے اس کے تمیں عدد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہاں رکھا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے آشرم میں جانے کے بعد ان کا سراغ ملے اور سوامی کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوسکے۔

وہ نیلماں کی لاش کے ساتھ آشرم پہنچ گیا۔ اس لاش کو ایک ایئرکنڈیشنڈ روم میں پہنچایا گیا تھا۔ پہنچانے والے اسے آرام دہ بستر پر لٹا کر چلے گئے تھے۔ دروازے کو باہر سے بند کردیا گیا تھا۔ پورس اس خوب صورت خواب گاہ کی سجاوٹ کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ نمودار ہو کر اس کمرے کی تلاشی لے گا۔ شاید کام کی کچھ چیزیں ہاتھ لگ سکیں۔

اس کے سوچنے کے دوران میں ہی نیلماں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پورس شدید حیرانی سے اسے دیکھنے لگا پھر یہ بات سمجھ میں آئی کہ نیلماں آتما شکتی کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ یہ مرتی نہیں ہے صرف اپنی آتما کو عارضی طور پر جسم سے نکال کر خود کو مردہ ظاہر کرتی ہے۔

وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھنے کے بعد کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ خاموشی سے کچھ سن رہی تھی پھر وہ بولی "کون ہے؟ یہاں کون ہے؟"

پورس خاموش رہا۔ وہ بولی "میں غیر معمولی سماعت رکھتی ہوں۔ دور سے دوسروں کے دل کی دھڑکنیں سن لیتی ہوں اور ابھی سن رہی ہوں۔ یہاں کوئی ہے۔ میں اس کے دل کی دھڑکنیں سن رہی ہوں۔ بولو تم کون ہو؟"

پورس خاموش تھا اور مسکرا رہا تھا۔ یہ ہاری ہوئی بازی جیتنے کی طرف اس کا پہلا قدم تھا۔ اور وہ منصوبہ بنا چکا تھا کہ جب وہ دوسرا قدم پارس کی طرف بڑھے گا تو نیلماں کی طرح اس کے بھی ہوش اڑ جائیں گے۔

نیلماں کو اس کے سوال کا جواب نہیں مل رہا تھا۔ کمرے میں ہر سُو خاموشی تھی۔ پورس ایک طرف خاموش بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس نادیدہ بننے والے کو نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن اس کی قوتِ سماعت اتنی تیز تھی کہ وہ کچھ فاصلے پر موجود افراد کے دل کی دھڑکنیں بھی سن لیا کرتی تھی۔

پورس اس سے تقریباً نوفٹ کی دوری پر تھا۔ اس نے پھر ایک بار کان لگا کر توجہ سے سنا۔ بند کمرے کی خاموشی میں کسی اجنبی کے دل کی دھڑکنیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ وہ بولی "نادیدہ بنانے والی گولی کے ذریعے یہاں جو بھی موجود ہے' وہ نمودار ہو جائے۔ وہ دیکھ رہا ہوگا کہ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ میں کمرے کے اندر تنہا ہوں' اسے نقصان نہیں پہنچا سکوں گی۔"

پورس خاموش رہا۔ اس کی بڑھتی ہوئی پریشانیوں سے محظوظ ہوتا رہا۔ وہ بولی "تم خاموش رہ کر اور روپوش رہ کر میرے خلاف کیا کرلو گے؟ زیادہ سے زیادہ اس آشرم کے خفیہ معاملات کو دیکھتے اور سمجھتے رہو گے اور مجھ پر نظر رکھو گے کہ میں کیا کرتی پھر رہی ہوں۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بولی "میں اپنے مخالفین کے ہر حملے کا توڑ کرسکتی ہوں۔ میرے پاس تمہاری روپوشی کا بھی علاج ہے۔ تم نادیدہ رہ کر میری آتما شکتی کو دیکھ چکے ہو۔ میں اپنی آتما کو اپنے جسم سے باہر نکال کر عارضی طور پر مردہ بن جاتی ہوں۔ ابھی میں ایسا کروں گی تو میری آتما باہر نکل کر تمہیں دیکھ لے گی۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خود کچھ نہ بولو اور میں اپنی آتما شکتی سے تمہیں پہچان لوں؟"

اس نے جواب کا انتظار کیا پھر بولی "کوئی بات نہیں۔ اب میں ایسا ہی کررہی ہوں۔ تم مجھ سے چھپ نہیں سکو گے۔"

وہ اپنے آرام دہ بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دوبارہ چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ نادیدہ گولی کے ذریعے وہ سائے کی طرح ہوگیا تھا۔ اس کا ٹھوس جسم نہیں رہا تھا۔ فرق یہ تھا کہ سایہ نظر آتا ہے' وہ نظر نہیں آرہا تھا لیکن انسان دیدہ ہویا نادیدہ اس کی روح تو اس کے ساتھ رہتی ہے۔

پورس زندہ تھا۔ سایہ بننے کے باوجود اُس کی روح اس کے ساتھ اس کمرے میں موجود تھی۔ نیلماں کی روح اپنے جسم سے باہر نکال کر اسے دیکھ سکتی تھی اور وہ سمجھ رہا تھا کہ نیلماں اس طرح اسے دیکھ لے گی۔ جب وہ بستر پر لیٹ گئی تو پورس اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آیا پھر اس کے اندر سما گیا۔

اسی وقت نیلماں کی آتما اپنے جسم سے باہر آئی اور اس کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگی۔ ایک سایہ دوسرے سائے سے جا کر مل جائے تو دونوں سائے گڈمڈ ہوجاتے ہیں۔ یہ پہچانا نہیں جاسکتا کہ کون سا سایہ کس کا ہے؟

پورس کا سایہ نیلماں کے عارضی مردہ جسم کے اندر چھپ گیا تھا۔ اگر وہ باہر رہتا تو نیلماں کی آتما اسے دیکھ لیتی لیکن اس نے چھپنے کے لیے خود اس ڈھونڈنے والی کی اندر جگہ بنائی تھی۔ وہ اپنے اندر اس کی روح کو دیکھ پاتی تو اسے پہچان لیتی لیکن روح کا چہرہ اور جسمانی ساخت نہیں ہوتی۔ وہ تو ایک نور ہوتی ہے' جو جسم میں سما کر اس جسم کی صورت اور جسمانی ساخت اختیار کرتی ہے۔

نیلماں کی آتما نے اپنے آپ کو بھی دیکھا لیکن نادیدہ پورس کو نہ دیکھ سکی لیکن ایک نئی بات معلوم ہوئی۔ پہلے جب آتما باہر نکل آتی تھی تو عارضی طور پر اس کے دل کی دھڑکنیں بھی رک جاتی تھیں۔ تب ہی وہ دوسروں کو مردہ دکھائی دیتی تھی۔

لیکن اس بار نیلماں کے اندر دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں۔ ظاہر ہے کہ وہ پورس کے دل کی دھڑکنیں تھیں۔ نیلماں کے سینے میں جو دل تھا' اس کی دھڑکنیں عارضی طور پر بند ہوگئی تھیں۔ جب اس کی آتما واپس اپنے جسم میں آئی تو اس کا اپنا دل بھی دھڑکنے لگا۔

پورس پھر اس کے اندر سے نکل کر اس کے قریب بستر پر بیٹھ گیا۔ وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ پہلے کی طرح اپنی قوتِ سماعت سے کسی کے دل کی دھڑکنیں سن رہی تھی اور اس بار بہت قریب سے سن رہی تھی کیونکہ وہ قریب ہی بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "میں تمہاری اس مکاری سے سمجھ سکتی ہوں کہ تم پارس ہو' یا پورس۔"

اس نے جواب کا انتظار کیا پھر بولی "ابھی میں ایک گھنٹے پہلے امریکی اکابرین کے اجلاس میں تھی۔ پورس سے جان چھڑانے کے لیے مردہ بن گئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ تم پورس ہو۔ میری لاش کے ساتھ اس اجلاس سے یہاں آشرم تک آئے ہو۔ میری اس چال کو سمجھ گئے ہو کہ میں عارضی طور پر مردہ بن جاتی ہوں۔ اب تو میرا کوئی بھید تم سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ کیا تم اسی طرح چھپے رہو گے؟"

وہ بہت دیر سے بول رہی تھی۔ باتیں بنا کر اسے ظاہر ہونے پر مائل کررہی تھی لیکن وہ بھی ایک ضدی تھا۔ اس کا اپنا ایک طریقۂ کار تھا اور اس نے نیلماں کے سلسلے میں سوچ لیا تھا کہ اس کے ساتھ کس طرح پیش آئے گا۔

نیلماں نے اسے اپنے روبرو دیکھنے کے تمام ہتھکنڈے آزما لیے۔ اس کی پریشانیاں بڑھ گئیں۔ کوئی دشمن اس کے ہی گھر میں' اس کے ہی بیڈ روم میں بلکہ اس کے ہی جسم کے اندر چھپ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اب وہ رازداری سے کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی تھی۔ آئندہ جو بھی چال کسی کے خلاف چلتی وہ اس کی چال سے واقف ہوجاتا۔ اب وہ اس کے رحم و کرم پر تھی۔ وہ چاہتا تو اسے کامیاب چال چلنے کا موقع دیتا ورنہ اس کی کسی بھی چال میں اسے ناکام بنا دیتا۔

اس سلسلے میں سب سے زیادہ تجسس والی اور تکلیف دہ بات یہ

تھی کہ وہ روپوش رہنے والا خود کو ظاہر نہیں کررہا تھا۔ اگرچہ وہ یقین سے کہہ رہی تھی کہ وہ روپوش رہنے والا پورس ہے۔ اس کے باوجود یقین نہیں تھا۔ اسے دیکھنے اور سمجھنے کے لیے بار بار اسے نمودار ہونے پر مائل کررہی تھی۔

اس نے پریشان ہوکر پوچھا "کیا ہم دوست نہیں بن سکتے؟ اگر تمہیں دوستی گوارا نہیں ہے تو ہمارے درمیان کوئی سمجھوتا ہو سکتا ہے۔"

اسے اپنے قریب پورس کے دل کی دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں مگر خاموشی ایسی تھی جیسے وہ دھڑکنوں والا گونگا ہو۔ بول نہ سکتا ہو۔ اگر بولتا تو دوستی نہ سہی' عارضی طور پر کوئی سمجھوتا کرلیتا۔ وہ بولی "تم جانتے ہوگے کہ میں طاقت ور بھی ہوں اور کئی غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہوں۔ تمہارے بہت کام آسکتی ہوں۔ کیا تم مصلحت اندیش نہیں ہو۔ مجھ سے کوئی کام نکالنے کے لیے کبھی نہ کبھی تو مجھ سے کچھ بولوگے؟ آج نہیں تو کل' کسی نہ کسی موقع پر مجھ سے نہیں بولوگے تو پھر مجھ سے کام کیسے لوگے؟"

اس کے بعد وہ جھنجلا گئی۔ برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔ وہ اس کی ماتحت بن کر اس کے احکامات کی تعمیل کرنے اور ہر طرح سے اس کے کام آنے کے لیے تیار تھی پھر بھی وہ نہیں بول رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے؟ وہ سامنے ہوتا تو اس کا سر توڑ دیتی۔

وہ بستر سے اتر کر فرش پر ٹہلنے لگی۔ کبھی اُدھر جانے لگی۔ کبھی اِدھر آنے لگی پھر ایک جگہ رک کر سوچنے لگی۔ اسی وقت اسے اپنے چہرے پر اور ہونٹوں کے قریب سانسوں کی حرارت محسوس ہوئی جیسے وہ اسے چومنے کے لیے بالکل قریب آگیا ہو۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔

اس کی عقل نے سمجھایا کہ اسے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا چاہیے۔ وہ فوراً ہی مسکرا کر بولی "ہائے! تم میرے اتنے قریب ہو؟ مجھے چومنا چاہتے ہو؟ آؤ مجھے اپنے بازوؤں میں جکڑ کر مجھے اپنے اندر سمالو۔ میں ہمیشہ تمہارے اندر' تمہاری قید میں رہنا چاہتی ہوں۔"

اسے اپنے چہرے پر گرم گرم سانسوں کا بھپکا محسوس ہوا۔ اس نے خوش ہوکر اپنی دونوں بانہیں پھیلا دیں تاکہ وہ اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لے۔ اب وہ ایسا احمق تو نہیں تھا کیونکہ اس کا جسم شی تارا کا تھا جسے وہ پہلے کئی بار حاصل کرچکا تھا۔

وہ بانہیں پھیلائے تھوڑی دیر انتظار کرتی رہی پھر قوتِ سماعت سے سنا تو اس کی موجودگی کا پتا نہیں چلا۔ شاید وہ کمرے سے چلا گیا تھا۔ وہ اپنی توہین پر جھنجلا گئی۔ ایک حسین عورت خود کو پیش کرے اور کوئی اسے قبول نہ کرے تو اس سے بڑی توہین اور کوئی نہیں ہوتی۔

وہ غصے سے گالیاں دینے لگی۔ کمرے کی چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکنے لگی پھر اس نے اچانک سانس روک لی۔ کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ وہ بولی "اچھا تو اب تم میرے چور خیالات پڑھنا چاہتے ہو؟ مجھے آتما شکتی میں اتنی مہارت حاصل ہے کہ تم مجھے اعصابی کمزوریوں میں... مبتلا کرکے بھی میرے دماغ میں نہیں جھانک سکو گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی پھر اسے اپنے دماغ سے بھگا دیا۔ بڑی خاموشی اور توجہ سے سننے لگی۔ وہ جو کمرے میں تھا' اب اس کے دل کی دھڑکنیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ کمرے کے باہر کہیں گیا ہے۔ آشرم کے کسی دوسرے حصے میں جاکر اس کے خیالات بھی پڑھنا چاہتا ہے اور وہاں کے بارے میں بہت کچھ معلومات بھی حاصل کررہا ہوگا۔

وہ کمرے میں کھڑی ہوئی تھی۔ پریشانی سے سوچ رہی تھی کوئی اجنبی اس کے وجود پر چھا گیا ہے۔ اس کی پوری زندگی کو اپنے شکنجے میں لے رہا ہے۔ اگر وہ اس شکنجے سے نہیں نکلے گی تو تمام عمر کے لیے اس کی کنیز اور دو کوڑی کی باندی بن کر رہ جائے گی۔

تب اس نے اپنے پوتے سوامی تلک رام بھاٹیا کو یاد کیا۔ اب وہی اس کے کچھ کام آسکتا تھا۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا پھر اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے دوسری تیسری بار اس کے پاس پہنچنے کی کوشش کی۔ اس کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ وہ بار بار اپنے پوتے کے دماغ کو مردہ پارہی تھی۔

پھر وہ صدمے سے چیخیں مار کر رونے لگی۔ جس پوتے کو اپنی زندگی سے زیادہ چاہتی تھی' جس کی زندگی سنوارنے اور شاندار بنانے کے لیے وہ ڈیڑھ سو برس تک زندہ رہی اور آخری عمر میں اس کے لیے تپسیا کرتی رہی وہ پوتا مرچکا تھا یا اسے مار ڈالا گیا تھا۔

اس کے رونے اور چیخنے کی آوازیں سن کر آشرم کی عورتیں اور مرد سیوک دروازہ پیٹنے لگے۔ آوازیں دینے لگے "دادی ماں! آپ کیوں رو رہی ہیں؟ دروازہ کھولیں؟ ہمیں بتائیں کہ کمرے کے اندر آپ ہی ہیں۔ آپ کا تو دیہانت ہوچکا ہے۔"

تقریباً دو گھنٹے پہلے آشرم کے لوگوں نے نیلاں کی لاش لاکر اس کمرے میں رکھی تھی اور دروازے کو باہر سے بند کردیا تھا۔ اب وہ اندر سے بھی بند تھا اور انہیں مرنے والی کی آوازیں سنائی دے رہی تھی۔

پھر وہ دروازہ کھل گیا۔ سب نے حیرانی سے دیکھا۔ مرنے والی زندہ کھڑی تھی۔ سب نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر گھٹنے ٹیک دیے۔ ایک نے کہا "دادی ماں! یہ کیا چمتکار ہے؟ آپ زندہ نظر آرہی ہیں؟"

وہ روتے ہوئے بولی "میری بات نہ کرو۔ میں آتما شکتی سے ڈر لیے بار بار مردہ ہوکر زندہ ہوسکتی ہوں۔ ہائے میرا پوتا! وہ مرا ہے۔ وہ آتما شکتی نہیں جانتا ہے۔ وہ اب اس دنیا میں واپس نہیں آئے گا۔ اپنی دادی ماں کے کلیجے سے نہیں لگ سکے گا۔ میرے پوتے کا سوگ مناؤ۔ میں یہاں تمہارہ کر معلوم کروں گی کہ وہ کیسے مرگیا۔ کیسے مار ڈالا گیا ہے؟"

یہ کہتے ہی اس نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ یہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا صدمہ تھا۔ وہ اپنے پوتے کے بغیر آدھی مرچکی تھی اور آدھی اس لیے زندہ تھی کہ پوتے کی موت کا سبب معلوم کرسکے۔ وہ ایران گیا تھا اور ایران میں اس کے دو ہی دشمن تھے۔ سونیا اور فرہاد۔

اس کا پوتا سوامی تلک رام بھاٹیا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا تھا۔ اس کی زبردست صلاحیتوں کے پیش نظر دادی کو یقین تھا کہ وہ سونیا اور فرہاد کو بھی چٹکیوں میں مسل ڈالے گا لیکن ایران میں کیا ہوچکا تھا' وہ نہیں جانتی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ پوتا طبعی موت نہیں مرا ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہوا ہے تو وہ اپنے پوتے کے قاتلوں کی زندگی حرام کردے گی۔

وہ بڑی بے رحم اور سنگ دل تھی لیکن پوتے کے لیے زندگی میں پہلی بار فرش پر بیٹھ کر رو رہی تھی۔ اپنے اندر کے صدمات کو برداشت کرنے کی کوششیں کررہی تھی۔ صدمات کا پہاڑ اس طرح ٹوٹا تھا کہ وہ نادیدہ اجنبی کو یعنی پورس کو بھی بھول گئی تھی۔

پورس پھر اس کمرے میں آکر اسے سوگ مناتے دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے عجیب سی لگ رہی تھی کیونکہ دیکھنے میں ایک بھرپور جوان شی تارا تھی لیکن ایک بوڑھی دادی اس کے اندر سے رو رہی تھی۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ سوگ منانے کے بعد کیا کرنا چاہے گی؟

وہ اس کا دھیان بٹانے لگا پھر اس کے قریب آگیا۔ تب وہ چونک گئی۔ اسے پھر کسی اجنبی کے دل کی دھڑکنیں سنائی دیں۔ وہ بولی "اوہ! میں بھول گئی تھی کہ تم ایک آسیب بن کر میرے آس پاس موجود ہو۔ کیا تم دیکھ رہے ہو۔ اتنی بڑی دنیا میں میرے پوتے کے سوا کوئی میرا اپنا نہیں تھا۔ وہ میری پوری زندگی کا سرمایہ تھا۔ کیا تمہیں احساس ہے کہ میں بری طرح لٹ گئی ہوں؟ تم انسان ہو؟ میرے اندر کے درد و کرب کو سمجھو۔ اس وقت میرا سہارا بن جاؤ۔"

نیلاں کو جواب میں وہی خاموشی ملی۔ وہ چیخ کر بولی "تم کیسے انسان ہو۔ کیا میرے آنسو بھی نہیں پونچھ سکتے؟"

وہ جواب سننے کے لیے خاموش ہوئی۔ اس بار دل کی دھڑکنیں سنائی نہیں دیں۔ وہ جا چکا تھا۔ دراصل وہ اب سے پہلے کمرے سے باہر جاکر ایک روشن دان سے جھانک کر دیکھ چکا تھا کہ کتنی دور بیٹھ کر وہ اسے دھڑکنیں سنائی نہیں دیتی ہیں۔ اب اسے معلوم ہوچکا تھا اس لیے باہر جاکر روشن دان سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ غصے سے تلملا رہی تھی "جو ایک بوڑھی دادی کے دکھ کو نہیں سمجھتا' وہ انسان نہیں درندہ ہے۔ کم بخت چلا گیا ہے۔ پتا نہیں اس طرح کہاں آرہا ہے؟ اور کہاں جارہا ہے؟ شاید پھر آئے گا۔ ہے بھگوان میں کیا کروں؟ اس سے پیچھا چھڑانے کی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی ہے اور میرے پوتے کی ناگہانی موت نے میرے دماغ کو سن کر دیا ہے۔ میں کچھ سوچنے کے قابل نہیں رہی ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک فرش پر سر جھکائے بیٹھی رہی پھر اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ سوچنے لگی "جب وہ اجنبی میرے قریب آنا چاہے گا تو میں اس کی قہقہت کو سمجھ لوں گی پھر اس سے باتیں کروں گی۔ فی الحال مجھے معلوم کرنا چاہیے کہ میرے پوتے کی لاش کہاں ہے؟"

سوامی تلک رام بھاٹیا نے آخری بار دادی ماں سے کہا تھا کہ وہ ایران کے ایک بڑے عہدیدار امین آفندی کے دماغ پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا تابع دار بنائے گا۔ وہ بھی امین آفندی کے اندر گئی تھی اور پوتے سے کہا تھا "یہ اچھا شکار ہے۔ ایران سے جتنا تیل نکلتا ہے یہ اس شعبے کا وزیر ہے۔ ہم اس کے ذریعے ایران کی معیشت کو کمزور کرسکیں گے۔"

وہ اپنے پوتے کو مشورہ دے کر چلی آئی تھی۔ اب پوتے کی موت کے بعد اس ایرانی عہدیدار امین آفندی کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ فرہاد علی تیمور نے اسے ٹریپ کرکے پولیس کے حوالے کیا تھا۔ پولیس والوں نے اسے گولیوں سے چھلنی کردیا تھا۔

نیلاں نے امین آفندی کے دماغ پر قبضہ جما کر اس پولیس افسر سے رابطہ کرنے پر اسے مجبور کیا جس نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ بیک وقت فائرنگ کرکے اس کے پوتے کو ہلاک کیا تھا۔

اس نے امین آفندی کے ذریعے فون پر اس پولیس افسر کی آواز سنی پھر اس افسر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس افسر نے اپنے ایک ماتحت کے پاس پہنچ کر کہا "ایک کاغذ پر لکھو کہ تم نے سوامی تلک رام بھاٹیا کو سڑک پر گولی ماری تھی اس لیے تمہیں سزائے موت منظور ہے۔"

ماتحت نے کہا "سر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ سوامی ہمارے وطن کا دشمن تھا۔ اسے گولی مارنا ہمارا فرض تھا اس لیے ہم نے اسے مار ڈالا۔"

وہ ماتحت مزید بحث کرسکتا تھا۔ نیلاں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس سے کاغذ پر وہ باتیں لکھوائیں پھر افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے اس سے وہ کاغذ لیتے ہی اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اسے گولی ماردی۔

اس افسر نے دوسرے ماتحت کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ اس سے بھی ایک کاغذ پر ویسی ہی تحریر لکھوائی۔ اس سلسلے میں نیلاں نے اس کی مدد کی۔ اس طرح وہ دوسرا ماتحت بھی مارا گیا۔ پولیس ہیڈ کوارٹر میں اطلاع پہنچی کہ ایک پولیس افسر کا دماغ چل گیا ہے۔ اس نے اپنے دو ماتحتوں کو قتل کیا ہے۔ پتا نہیں آئندہ کیا کرنے والا ہے؟

اس افسر نے اپنے دفتری کمرے میں آکر اندر سے دروازہ بند کرکے خود ایک کاغذ پر ویسی ہی تحریر لکھی۔ اس تحریر میں یہ اضافہ

کیا کہ انہوں نے محض اپنی ڈیوٹی کے مطابق ایسا کیا تھا ورنہ اصل مجرم فرہاد علی تیمور ہے جس نے سوامی تلک رام بھائیا کو ٹریپ کیا اور اسے گولی مارنے کے لیے پولیس کے حوالے کیا۔ اب ان کے بعد فرہاد بھی زندہ نہیں رہے گا۔

ایسا لکھنے کے بعد اس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی پر رکھ کر ٹریگر کو دبا دیا۔ گولی چلنے کی آواز سن کر سب ہی دوڑتے ہوئے آئے۔ دروازہ پیٹنے لگے۔ اسے آوازیں دینے لگے۔ وہ زندہ ہوتا تو دروازہ کھولتا۔ آخر اسے توڑنا پڑا۔ اندر وہ ریوالونگ چیئر پر مردہ بیٹھا ہوا تھا۔

یہ بات ایرانی اکابرین تک پہنچی کہ پولیس نے سوامی تلک رام بھائیا جیسے امریکی ایجنٹ کو ہلاک کرنے کے لیے اپنے فرائض ادا کیے تھے لیکن ان میں سے ہر ایک نے اپنی موت سے پہلے یہ تحریری اعتراف کیا تھا کہ انہوں نے سوامی کو مار کر جرم کیا تھا اس لئے انہیں سزائے موت منظور ہے اور افسر نے موت سے پہلے لکھا تھا کہ ان کے بعد فرہاد بھی زندہ نہیں رہے گا۔

یہ بات مجھ تک پہنچ گئی۔ میں نے سوامی تلک رام بھائیا کو پولیس سے ہلاک کرانے سے پہلے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اسے زخمی کیا تھا۔ تب یوگا میں مہارت رکھنے والے کا فولادی دماغ میرے قابو میں آیا تھا اور میں نے اس کے چور خیالات سے جو معلومات حاصل کی تھیں وہ یہ تھیں کہ سوامی تلک رام بھائیا کی دادی ماں کا نام نیلاں تھا۔ اب وہ ڈیڑھ سو برس کی بوڑھی دادی ماں نہیں تھی۔ اس نے دیوی کملانے والی شی تارا کو ہلاک کر کے آتما شکتی کے ذریعے اس کا جسم حاصل کر لیا تھا۔

یعنی وہ دیوی کملانے والی شی تارا مر چکی تھی۔ اس کے خوب صورت اور جوان جسم میں نیلاں کی آتما سما گئی تھی اور اب وہ شی تارا نہیں نیلاں بن گئی تھی۔ ہمارے لیے اہم بات یہ تھی کہ نیلاں کی روح جسم سے نکل کر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا سکتی تھی اور اپنے چھپے ہوئے دشمنوں کو دیکھ سکتی تھی لیکن جو لوگ بہروپ میں ہوں' اپنے اصلی چہرے کے ساتھ نہ ہوں' انہیں نیلاں کی روح پہچان نہیں پاتی تھی۔ یہ بات میں نے اپنے تمام ٹیلی ممبروں کو اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو بتا دی تھی۔ میرے جو لوگ بہروپ میں نہیں تھے' وہ سب بابا صاحب کے ادارے میں تھے' جہاں نیلاں کی آتما نہیں پہنچ سکتی تھی۔

انہوں نے امریکا میں جو وسیع و عریض آشرم بنایا تھا' میں نے اس کے بارے میں بھی تفصیلی معلومات حاصل کی تھیں۔ مختصر یہ کہ میں نیلاں سے بے خبر نہیں تھا۔ ابھی صرف یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ بیک وقت کئی صدمات سے دوچار ہے۔ یہ معلوم تھا کہ وہ اپنے چہیتے اکلوتے پوتے کے غم سے نڈھال ہوگی لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ پورس اس کے لیے عذابِ جان بن گیا ہے۔ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ نیلاں نے پورس کے ماتحت رہنے والے تیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس سے چھین لیا تھا۔ اس طرح پورس کو امریکی اکابرین کی نظروں سے گرا دیا تھا۔ گویا نیلاں اور پورس کے درمیان زبردست رسّا کشی چل رہی تھی جس کے نتیجے میں پورس نیلاں پر غالب آگیا تھا۔

اور مزے کی بات یہ تھی کہ نیلاں کو پورس پر شبہ تھا لیکن یقین نہیں تھا کہ وہی اس کے لیے مصیبت بن گیا ہے۔ وہ اسے ایک اجنبی دشمن کہہ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہے۔ یہ پورس کی ستم ظریفی تھی کہ وہ خود کو اس پر ظاہر نہ کر کے اس کا سکون برباد کر رہا تھا۔

میں ایران میں رہ کر چھوٹے بڑے امریکی ایجنٹوں سے اچھی طرح واقف ہو گیا تھا۔ اگر چاہتا تو انہیں بھی ایک ایک کر کے ختم کر دیتا لیکن وہ ایسے تھے کہ مجھے ان کے دماغوں میں پہنچ کر اہم معلومات حاصل ہوتی رہتی تھیں اس لیے وہ ابھی زندہ تھے۔

میں نے ان میں سے ایک ایجنٹ کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس سے نیلاں کا خاص فون نمبر ڈائل کرایا۔ رابطہ ہونے پر اس کی خاص داسی نے فون اٹینڈ کیا پھر کہا "وہ سوگ منا رہی ہیں۔ کسی سے گفتگو نہیں کریں گی۔"

میں نے امریکی ایجنٹ کی زبان سے کہا "نیلاں سے صرف اتنا کہہ دو کہ اس کے پوتے کا اصلی شکاری بات کرنا چاہتا ہے۔"

داسی نے یہی بات نیلاں سے کہی۔ اس نے چونک کر موبائل فون کو دیکھا پھر اسے داسی سے لے کر کان سے لگا کر پوچھا "تم فرہاد ہو؟"

"تم نے خوب پہچانا ہے لیکن میں ایک آلۂ کار کے ذریعے بول رہا ہوں۔ چاہو تو فون بند کر کے اس آلۂ کار کے دماغ میں چلی آؤ۔"

"فرہاد' مجھے تو تمہارا وہ حشر کرنا ہے کہ دنیا دیکھے گی اور عبرت حاصل کرے گی۔ تم اب تک میرے ہاتھوں مرنے کے لیے زندہ تھے لیکن ابھی میں زیادہ بات نہیں کروں گی۔ مجھے صرف اتنا بتا دو میرے پوتے کی لاش کہاں ہے؟"

میں نے کہا "ہاں لاش ضروری ہے۔ اس کا کیا کرم نہیں کرو گی تو پوتے کی آتما کو شانتی نہیں ملے گی۔ وہ بیچارہ سورگ (جنت) میں نہیں جا سکے گا۔"

"جو پوچھ رہی ہوں' اس کا جواب دو۔"

"ابھی تم نے کہا تھا کہ میں تمہارے ہاتھوں مرنے کے لیے زندہ ہوں۔ اب تک اسی انتظار میں زندہ ہوں کہ تم آؤ گی اور میرا روح پر قبضہ کر کے لے جاؤ گی۔"

"تم فضول باتیں کر رہے ہو۔ میرے پوتے کی لاش دو گے یا نہیں؟"

"ان تین پولیس والوں کی طرح میری بھی روح نکالنے آؤ۔"

بدلہ انعام کے طور پر پوتے کی لاش تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"تم کیا سمجھتے ہو؟ کیا میں تمہاری شہ رگ تک نہیں پہنچ سکوں گی؟"

"بھئی موت کا کیا ہے؟ وہ نیلاں بن کر بھی آ سکتی ہے اور نیلاں کو ہی آنا چاہیے کیونکہ ہم نے صرف تین دن کے لیے اس کی لاش ایک ایئر کنڈیشنڈ روم میں رکھی ہے۔ ہماری اعلیٰ ظرفی دیکھو کہ اسے تین دنوں تک سڑنے گلنے سے بچا رہے ہیں۔ چوتھے دن اسے کسی کھلے میدان میں پھینک دیں گے تاکہ اسے گدھ نوچ نوچ کر کھا جائیں۔"

وہ چیخ کر کہنے لگی "تم ایسا نہیں کرو گے۔ میرے پوتے کا اب صرف جسم رہ گیا ہے۔ وہ مجھے ملنا چاہیے۔ وہ نہیں ملے گا تو میں ایرانی اکابرین کو ایک ایک کر کے ہلاک کرنا شروع کر دوں گی۔"

"یہ کام جتنی جلدی ہو سکے' شروع کر دو کیونکہ جناب علی اسد اللہ تبریزی مہمان کے طور پر ایک گھنٹے کے اندر ایران پہنچنے والے ہیں پھر تمہاری آتما شکتی دھری کی دھری رہ جائے گی۔ نہ تم یہاں کسی کو ہلاک کر سکو گی اور نہ ہی پوتے کی لاش حاصل کر سکو گی۔"

وہ ٹھنڈی پڑ گئی۔ موبائل فون کان سے لگائے سوچتی رہ گئی کہ اب اسے جواباً کیا کہنا چاہیے۔ جناب تبریزی کی موجودگی میں کسی کی آتما شکتی کام نہیں آ سکتی تھی۔

وہ بولی "تم جھوٹے اور مکار ہو۔ جناب تبریزی کی دھونس دے رہے ہو۔ وہ ایران نہیں آ رہے ہیں۔ تم میری آتما شکتی کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے ان بزرگ کا سہارا لے رہے ہو۔"

"ابھی تھوڑی دیر میں تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے وہ بزرگ یہاں پہنچ چکے ہیں یا نہیں؟ ایرانی اکابرین کی سلامتی کے لیے ان بزرگ کا سہارا لازمی ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے' میں تمہاری آتما شکتی کا مقابلہ کر رہا ہوں۔ تمہاری آتما پوری دنیا کا چکر لگا کر آئے گی تب بھی مجھے تلاش نہیں کر سکے گی۔ شکر کرو میں ایران میں مصروف ہوں ورنہ اب تک تمہاری شہ رگ تک پہنچ چکا ہوتا۔"

"جب چاہو' میرے پاس چلے آؤ۔ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو پھر بھی زندہ رہوں گی۔ آج شی تارا کے جسم میں ہوں۔ کل کسی دوسری حسینہ کے جسم میں سما کر زندہ رہوں گی۔"

"اتنا تو ہم جانتے ہیں کہ آتما بار بار جسم بدلتے بدلتے کمزور ہوتی چلی جاتی ہے۔ میں تمہیں ایک جسم سے دوسرے جسم میں جانے پر مجبور کرتا رہوں گا اور کمزور بناتا رہوں گا لیکن یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی اپنے پوتے کی بات کرو۔ بیچارے کا مردہ شریر آج نہیں تو کل پڑا ہے۔ چوتھے دن گدھ کی خوراک بنے گا۔ آؤ! تمہارا انتظار ہے۔"

وہ تڑپ کر بولی "ایسے نہ بولو۔ میرے اندر کے درد و کرب کو بڑھا کر اسے ہلاک کر کے میرا کلیجا نوچ لیا گیا ہے۔ میں تمہیں پہنچ نہیں کروں گی۔ اسے واپس کر دو۔"

"اسے واپس کریں گے تو تم اس کے کریا کرم کے بعد امریکا کی داشتہ بن کر یہاں آؤ گی۔ بہتر ہے کہ ابھی آؤ۔ مجھ سے اور ایرانی اکابرین سے انتقام لو اور پوتے کو لے جاؤ۔"

"میں اپنے مردہ پوتے کی قسم کھاتی ہوں۔ کبھی ایران کا رخ نہیں کروں گی۔ ایرانی اکابرین میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

"چونکہ تم اپنے مردہ پوتے کی قسم کھا رہی ہو اس لیے میں تم پر بھروسا کرتا ہوں۔ اپنی طرف سے ایک خصوصی طیارہ روانہ کرو۔ ہم اس کی لاش روانہ کریں گے۔"

"میں ابھی طیارے کی روانگی کا انتظام کرتی ہوں۔"

"اگر پہلے ہی اتنی شرافت سے گفتگو کرتیں تو اتنا وقت ضائع نہ ہوتا۔ ویسے جو طیارہ بھیج رہی ہو اس میں چار لاشوں کی گنجائش ہونی چاہیے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "باقی تین لاشیں کس کی ہوں گی؟"

"تم نے ہمارے تین پولیس والوں کو ہلاک کیا ہے۔ اپنے امریکی آقاؤں سے کہو کہ ان کے تین ایجنٹوں کی لاشیں بھی روانہ کی جا رہی ہیں۔"

میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے فون بند کر دیا۔

○☆○

بلی ڈونا کو اس حالت میں چھوڑا گیا تھا کہ وہ پورس کے جو ہو والے بنگلے میں تھی۔ اس بنگلے میں ڈی پارس اور ڈی پورس کے درمیان جس طرح مقابلہ ہوا تھا اس کے نتیجے میں بلی ڈونا کو نقصان پہنچا تھا۔

پارس نے پورس کو اصلی سمجھ کر اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی تھی۔ بعد میں یہ بھید کھلا کہ پارس اور پورس ڈی ہیں۔ ان میں سے کوئی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ وہاں یہ علم جاننے والی صرف بلی ڈونا تھی۔ اس دوا کے اثر سے وہ بارہ گھنٹے کے لیے ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو گئی تھی۔

ڈی پارس اور ڈی پورس کے مقابلے سے کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔ بیچاری بلی ڈونا نقصان میں رہی۔ وہ دونوں اس کے بنگلے سے چلے گئے۔ اب اس بنگلے میں تنہا رہ جانے والی بارہ گھنٹوں کے لیے ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گئی تھی۔ وہ کمزور نہیں تھی۔ جسم میں توانائی تھی۔ ایک فائٹر کی حیثیت سے دشمنوں کا منہ توڑ سکتی تھی۔ مکارانہ طریقۂ کار کے سلسلے میں اس نے جو ٹریننگ حاصل کی تھی' اس کے مطابق وہ مصیبت کی گھڑی میں اپنی حفاظت کر سکتی تھی۔

لیکن پہلی بار ٹیلی پیتھی سے محروم ہو کر ایسا لگ رہا تھا جیسے ڈھول کا پول ہو گئی ہے۔ اوپر سے بجتا چاہے تو بجتی رہے گی مگر اندر سے کھوکھلی رہے گی۔ اس میں جتنی صلاحیتیں تھیں' وہ سب ٹیلی

پیشتی کے بل پر تھیں کیونکہ مخالفین کے چور خیالات پڑھ لینے کے بعد ہی وہ ان کی طاقت اور کمزوری کا اندازہ لگاتی تھی اور اسی کے مطابق مکارانہ چالیں چلتی تھی۔

ڈی پارس اور ڈی پورس کے جانے کے بعد اس نے بنگلے کے دروازے اور کھڑکیوں کو اندر سے بند کرلیا تھا۔ دل و دماغ میں یہ خوف سمایا ہوا تھا کہ وہاں کوئی بھی دشمن آسکتا ہے۔ اندر بند ہونے کے باوجود خوف کم نہیں ہوا تھا کیونکہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ کے دروازے سے اندر آسکتا تھا۔ وہی ایک ایسا دروازہ تھا' جسے وہ بارہ گھنٹے تک بند نہیں کرسکتی تھی۔

پارس اور پورس نے ایک دوسرے کو ٹریپ کرنے کی دُھن میں بلی ڈونا کا کباڑا کردیا تھا۔ خود وہ دونوں اپنے مقصد میں ناکام رہے تھے۔ اپنی ناکامیوں کے بعد وہ بلی ڈونا کی پروا نہ کرتے لیکن یہ مانتے تھے کہ بلی ان دونوں کے لیے ایک اہم مہرہ ہے۔ ان میں سے کوئی اسے کھونا نہیں چاہتا تھا لیکن اسے اپنے زیرِ اثر رکھنے کے لیے فی الحال کوئی عمل نہیں کرسکتے تھے۔ ایک تو اُن کی دوسری مصروفیات تھیں۔ دوسرا یہ کہ اس کے دماغ پر عمل کرنے کے دوران میں وہ ایک دوسرے کو ناکام بنا سکتے تھے۔

پارس نے اپنے دو ماتحتوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ بلی کے دماغ میں رہیں۔ اگر پورس اس پر عمل کرنا چاہے تو اسے ناکام بنادیں۔ پورس نے بھی یہی کیا تھا۔ اس نے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی وہی حکم دیا تھا جو پارس اپنے ماتحتوں کو دے چکا تھا۔

پارس سے ٹکرانے کے بعد پورس کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ اسے پارس کے اگلے حملوں سے محفوظ رہنے اور نئے ڈاکٹروں سے نئی دوا تیار کرانے کے لیے کئی طرح کے منصوبے بنانے تھے اور ان منصوبوں پر جلد سے جلد عمل بھی کرنا تھا۔

بلی ڈونا کا خوف بے جا نہیں تھا۔ پارس اور پورس اب بھی اسے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان دونوں کے ماتحتوں نے بڑی خاموشی سے اس کے اندر جگہ بنائی ہوئی تھی۔ اس طرح یہ صاف ظاہر تھا کہ بارہ گھنٹے ایک دوسرے کی روک تھام میں گزر جاتے اور وہ کسی کی بھی معمولہ بننے سے محفوظ رہ جاتی۔

پارس اور پورس نے اپنے اپنے ماتحتوں کو نادیدہ بنانے والی ننھی سی گولیاں دی تھیں اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ بارہ گھنٹے کے اندر ٹریپ نہ کی جاسکے تو پھر اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہوجائے گی۔ وہ ان ماتحتوں کو اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔ اس وقت وہ نادیدہ بن کر اس کے آس پاس رہ سکتے ہیں اور معلوم کرسکتے ہیں کہ وہ جو ہو کے بنگلے سے نکلنے کے بعد کہاں جائے گی؟ کیا کرے گی؟ اور روپوش رہنے کے لیے کہاں اپنا ٹھکانا بنائے گی۔

بارہ گھنٹے کچھ کم نہیں ہوتے۔ خصوصاً ان حالات میں جب نامعلوم دشمن موت بن کر آنے والے ہوں۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی کسی طرح معلوم ہوسکتا تھا کہ اب وہ آسانی سے

ٹریپ کی جاسکتی ہے۔ ایسے میں ہر لمحے اندیشے جنم لیتے رہتے اور وقت گزارنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس بنگلے کے اندر ہر لمحہ ان کے لیے ایک پہاڑ تھا۔ وقت تھا کہ گزر نہیں رہا تھا۔

وہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جارہی تھی۔ کھڑکیوں کے پردے ہٹا کر یہ دیکھتی تھی کہ نامعلوم افراد اس کی نگرانی کررہے ہیں یا نہیں؟ کبھی کسی روشن دان سے جھانک کر دیکھتے لگتی تھی۔ اس نے زندگی میں کبھی اتنی دعائیں نہیں مانگی ہوں گی' جتنی ان روز اپنی سلامتی کے لیے مانگ رہی تھی۔

دعائیں قبول ہوگئیں۔ آخر وہ عذاب سے بھرپور بارہ گھنٹے گزر گئے۔ اس نے آزمائش کے طور پر خیال خوانی کی پرواز کی' اپنے ایک ماتحت کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے پھر خوشی کے مارے اچھل پڑی۔ اس کی کھوئی ہوئی صلاحیت اسے واپس مل گئی تھی۔ وہ اسپرنگ والے بیڈ پر الٹ پوٹ ہونے لگی۔ اسے یقین تھا کہ اس دوران میں اس کے دماغ میں کوئی نہیں آیا تھا۔ اگر آتا تو اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے کے لیے اس پر ٹریپ عمل کرتا اور مکمل کرنے سے پہلے اسے سلانا ضروری ہوتا۔ جبکہ وہاں گھنٹے سے مسلسل جاگ رہی تھی۔ سونے کے لیے پلک تک نہیں جھپکائی تھی۔ اسے اونگھ بھی نہیں آئی تھی۔ یہ ساری باتیں ثابت کررہی تھیں کہ وہ دشمنوں سے محفوظ رہی تھی اور اب بھی محفوظ ہے۔

اب اس کے دل میں کسی کا خوف نہیں تھا۔ ٹیلی پیتھی پھر اس کے لیے ایک بہت بڑی قوت بن گئی تھی۔ وہ تہارہ کر پھر اپنی ایک مضبوط پوزیشن بنا سکتی تھی مگر ایک اندیشہ تھا' وہ سوچ رہی تھی کہ بنگلے کے باہر پارس اور پورس کے آلۂ کار اس کی نگرانی کررہے ہوں گے۔ ہوسکتا ہے' ان دونوں کو اس پر ٹریپ عمل کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔ آئندہ کبھی اسے ٹریپ کرنے کے لیے وہ اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے اس کی اگلی خفیہ پناہ گاہ کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتے ہوں۔

پورس کی ڈی نے وہاں سے جانے سے پہلے کہا تھا کہ الماری کے سیف میں ایڈین اور امریکن کرنسی بھری ہوئی ہے۔ وہ جتنی رقم چاہے خرچ کرسکتی ہے۔ اس نے ایک بیگ میں دونوں ملکوں کے بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں رکھ لیں پھر بنگلے سے باہر نکلنے سے پہلے ایک کھڑکی کا پردہ ہٹا کر دیکھا۔ وہ ایک ہی بات سوچ رہی تھی کہ پارس اور پورس کے آدمی اس کا تعاقب کریں گے۔

اس کی سوچ غلط نہیں تھی۔ اس کا تعاقب ہونے والا تھا لیکن یہ بات وہ سمجھ نہ سکی کہ وہ دونوں اس پر نظر رکھنے کے لیے اپنے آدمیوں کو نادیدہ بنا کر رکھیں گے۔ بہرحال اسے اس بنگلے سے نکلنا ہی تھا۔ کسی دوسری پناہ گاہ کی تلاش ضروری تھی لیکن وہ پورا شہر گھوم کر پہلے یہ اندازہ کرنا چاہتی تھی کہ اس کا تعاقب کیا جارہا ہے یا نہیں؟ اب وہ تنہا تھی اور اسے پھونک پھونک کر قدم رکھنا تھا۔

اس نے بنگلے سے نکلنے کے بعد ایک ایجنسی سے کرائے پر کار لی پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئی۔ وہ کبھی سمندر کے ساحل پر گھومتی رہی اور کبھی بڑے ہوٹلوں میں جاتی رہی۔ وہ جوان تھی۔ حسین تھی پھر یہ کہ تنہا تھی۔ کئی بدمعاشوں نے اس کا تعاقب کیا۔ اس نے مسکرا کر انہیں اپنی طرف مائل کیا۔ ان سے باتیں کیں۔ پتا چلا کہ وہ متوقع دشمنوں میں سے نہیں ہیں۔ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ان کا تعلق نہیں ہے پھر اس نے ان کی ایسی پٹائی کی کہ وہ بوکھلا گئے۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے ایک جوان حسینہ ایسی زبردست فائٹر ہوگی پھر ایک عورت کا ساتھ دینے کے لیے دو سروں نے بھی انہیں مارنا شروع کیا تو وہ بھاگ گئے۔

وہ پھر مختلف شاہراہوں پر کار ڈرائیو کرنے لگی اور اس یقین کے ساتھ عقب نما آئینے میں دیکھتی رہی کہ ضرور کچھ لوگ اس کے تعاقب میں ہوں گے۔ امیر کبیر لوگ اس کی کار کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ چونکہ وہ عزت دار تھے اس لیے چھیڑ چھاڑ نہیں کررہے تھے پھر عقب نما آئینے میں ایک اسپورٹس کار نظر آئی۔ اس میں تین رئیس زادے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہاتھ ہلا ہلا کر اسے اشارے کررہے تھے۔ اپنی گاڑی کی رفتار بڑھا کر کبھی اس کے ساتھ ریس لگا رہے تھے۔ کبھی اس سے آگے نکل رہے تھے اور کبھی پھر اس کے برابر چل رہے تھے۔ ان میں سے ایک نوجوان نے کہا "ہائے میری جان! یہ حسن وشباب لے کر اکیلی کہاں جارہی ہو؟"

دوسرے نے کہا "بھئی ٹودی پوائنٹ بات کرنا چاہیے۔ چلتی ہو کیا نو سے بارہ؟"

وہ دوسرا بولنے والا برانڈ نیو اسپورٹس کار ڈرائیو کررہا تھا۔ بلی نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی کھوپڑی گھما دی۔ کھوپڑی کے ساتھ کار بھی گھوم گئی۔ ایک فٹ پاتھ پر جا چڑھ گئی۔ کار اس کے قابو سے باہر ہوگئی تھی' ایک دکان کے بڑے سے شوکیس کو توڑتی ہوئی اور تک اندر گھستی چلی گئی۔

وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔ پیچھے مڑ کر دیکھنا ضروری نہیں تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے ان کا انجام معلوم ہوچکا تھا۔ وہ تینوں رئیس زادے نو سے بارہ اسپتال جانے والے تھے۔

وہ کئی گھنٹوں سے چھوٹے بڑے علاقوں میں گھوم رہی تھی اور نگرانی کرنے والوں کو تاڑنے کی کوششیں کررہی تھی۔ یہ یقین ہوتا جارہا تھا کہ اس کے آگے پیچھے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن یا ان کے آلۂ کار نہیں ہیں۔ تب وہ ایک بہت بڑے شاپنگ سینٹر میں گئی اور اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنے لگی۔ وہ ہمیشہ سے ہیرے جواہرات کی شوقین رہی تھی۔ اگر اس کا اپنا ایک گھر ہوتا تو اس کے گھر کو دنیا کے قیمتی اور نایاب ہیرے موتیوں سے بھر دیتی لیکن ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اتنے دشمن پیدا ہوگئے تھے کہ اسے اپنا ایک ذاتی محل بنانے کی فرصت نہیں مل رہی تھی۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ اسے پارس اور پورس سے بھی نجات مل گئی ہے۔ آئندہ وہ ان سے دور کی دوستی رکھے گی اور اپنے لیے ایک ایسا خفیہ محل تعمیر کرائے گی' جس کا علم کسی بھی دوست یا دشمن کو نہیں ہوگا۔

وہ ضرورت کی چیزیں خرید کر ایک جوہری کی دکان میں آئی۔ وہاں جواہرات کے سیٹ دیکھ کر اسے اپنا چندر رکھی بہت یاد آیا۔ اس نے اپنے لیے ہیرے کا ایک سیٹ پسند کیا۔ اس کی قیمت ڈھائی لاکھ روپے تھی۔ اس کے بیگ میں بھارتی روپے اور امریکی ڈالرز کی کمی نہیں تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ بیگ سے نوٹوں کی گڈیاں نکالتی' ایک عمر رسیدہ شخص نے قریب آکر کہا "مس! تم بہت باذوق ہو۔ تمہیں ہیرے جواہرات کی خوب پہچان ہے۔ تم نے بہت خوب صورت سیٹ پسند کیا ہے۔"

بلی ڈونا سمجھ گئی کہ وہ لفٹ لینا چاہتا ہے۔ وہ اسے پہچاننے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی "آپ کی تعریف؟"

"میرا نام چندر شیکھر ہے۔ ہیروں کا بیوپاری ہوں۔ ہیرے کی قدر کرتا ہوں اس لیے تمہاری قدر کرنے آیا ہوں۔"

وہ شرمانے کے بہانے شوکیس کے اندر دیکھتے ہوئے چندر شیکھر کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ وہ ہیرے جواہرات کا اسمگلر ہے۔ اس کا ایک باس ہے' جو اسمگلنگ کے سلسلے میں اس کی مدد کرتا ہے اور وہ ایسا باکمال شخص ہے کہ چندر شیکھر خواہ کتنی ہی مصیبتوں میں گرفتار ہو' وہ اسے ان تمام مصیبتوں سے یوں نجات دلاتا ہے' جیسے کوئی جادو جانتا ہو۔

ابھی اس کے پاس تیسرے نون کے ذریعے چندر شیکھر سے کہا تھا "جو حسینہ بلیو اسکرٹ اور یلاؤز میں ہے اور جس کے شانے سے ایک ملٹی کلر بیگ لٹک رہا ہے' اسے کسی طرح پھانس کر لے آؤ۔"

اسی لیے شیکھر اسے پھانسنے کے لیے اس کے قریب آیا تھا اور اس سے فری ہونے کی کوشش کررہا تھا۔ اس نے کہا "اگر مجھ سے دوستی کرو گی تو میں ڈھائی لاکھ روپے کا سیٹ تمہیں تحفے کے طور پر دوں گا۔"

وہ حیرانی سے بولی "تم اتنا قیمتی سیٹ مجھے تحفے میں دو گے؟"

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ میں تو تمہارے لیے ایک نیا تاج محل بنا سکتا ہوں۔"

"اس کے لیے میری موت کا انتظار کرنا پڑے گا۔ سنا ہے ممتاز محل کی موت کے بعد تاج محل بنایا گیا تھا۔"

وہ جھینپ کر بولا "ٹھیک۔ غلط کہہ گیا ہوں۔ دراصل تم میری زندگی میں پہلی لڑکی ہو' جس سے بات کررہا ہوں اس لیے پتا نہیں ہے کہ رومانٹک گفتگو کیسے کی جاتی ہے؟"

"جب تم مجھے اتنا قیمتی تحفہ دے رہے ہو تو میں تمہیں رومانس کرنا بھی سکھا دوں گی۔ کیا اپنے گھر لے چلو گے؟"

"میری ایک شاندار کوٹھی ہے۔ نوکر چاکر ہیں لیکن کوئی فیملی نہیں ہے۔"

پھر اس نے جیولر سے کہا "اس ہیرے کے سیٹ کو میرے حساب میں لکھ لو۔"

بلی نے کہا "میرے پاس کرائے کی کار ہے۔ پہلے اسے واپس کرنا ہوگا۔"

"وہاں جا کر واپس کرنا ضروری نہیں ہے۔ مجھے اس ایجنسی کا فون نمبر بتاؤ۔"

بلی نے ایجنسی کا فون نمبر اور اس کار کا نمبر بتایا۔ اس نے فون سے رابطہ کرنے کے بعد کہا "آپ کی ایک کار گپتا جیولرز کی دکان کے سامنے کھڑی ہے۔ دکان کے مالک گپتا جی کے پاس کار کی چابی ہے۔ آپ اپنا آدمی بھیج کر کار کا بل وصول کریں اور کار لے جائیں۔"

وہ ہیرے کا سیٹ لے کر شیکھر کے ساتھ شاپنگ سینٹر سے باہر آگئی۔ اس کی کار میں بیٹھ کر جانے لگی۔ اسے جب بھی موقع مل رہا تھا' وہ اس کے خیالات پڑھتی جارہی تھی۔ اس وقت وہ اسے اپنے باس کی کوٹھی میں لے جارہا تھا۔ اس کے باس کا نام جے رانگا تھا۔ اس نے آج تک جے رانگا کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ ایک بار اس نے چھپ کر اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ باس نے اسے بلا کر کہا تھا "آئندہ مجھ سے چھپ کر کوئی کام کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ اپنی موت سے پہلے مارے جاؤ گے۔ یہ تمہارے لیے پہلی اور آخری وارننگ ہے۔"

بلی ڈونا کو وہ باس جے رانگا کچھ پُراسرار لگ رہا تھا لیکن یہ یقین تھا کہ اس باس کا تعلق پارس یا پورس سے نہیں ہوگا۔ اگر ایک کا بھی تعلق اس سے ہوگا تو دوسرا اس کی راہ میں رکاوٹ بن جائے گا۔ وہ باس کوئی ایسا شخص ہوگا' جس سے وہ پہلی بار ملنے جارہی تھی۔ وہ کوئی چھوٹا یا بڑا خطرہ مول لیے بغیر اپنے لیے ایک محفوظ جگہ تلاش نہیں کرسکتی تھی۔

وہ اب تک اس بات سے بے خبر تھی کہ پارس اور پورس کے نادیدہ آلۂ کار اس کے آس پاس ہیں اور مزے کی بات یہ تھی کہ ان دونوں کے آلۂ کاروں کو ایک دوسرے کی موجودگی کی خبر نہیں تھی کیونکہ وہ مسلسل نادیدہ بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی کو ایسی کوئی خاص ضرورت پیش نہیں آئی تھی کہ وہ ضرورت پوری کرنے کے لیے نمودار ہوتا اور اس طرح وہ دوسرے پر ظاہر ہوجاتا۔

وہ کار ایک بہت بڑی عالی شان کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوئی اور پورچ میں آکر رک گئی۔ دو مسلح گارڈز نے آگے بڑھ کر دونوں طرف کے دروازے کھولے۔ وہ کار سے باہر آئی۔ کوٹھی کا بیرونی دروازہ بند تھا۔ ایک گارڈ نے ریموٹ کنٹرولر سے اسے کھولا۔ وہ شیکھر کے ساتھ اندر ایک کاریڈور میں آئی۔ اس کے دونوں طرف جو دیواریں تھیں' ان میں خفیہ ایکسرے مشین نصب کی گئی تھی۔ وہاں سے گزرنے والوں کو وہ نظر نہیں آتی تھی۔

اس کوٹھی کے ایک وسیع و عریض کمرے کے وسط میں جے رانگا ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ چاروں طرف دیواروں پر بڑے بڑے اسکرینوں پر اس کوٹھی کے اندرونی اور بیرونی مناظر دکھائی دے رہے تھے اور وہ ریوالونگ چیئر پر بیٹھا گھوم گھوم کر دیکھ رہا تھا۔

پہلے اس نے کار کو کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوتے دیکھا پھر بلی ڈونا کار سے اتر کر چندر کے ساتھ اس دروازے کے سامنے آئی جسے ایک گارڈ نے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے کھولا تھا۔ وہ دونوں اس دروازے سے ایک کاریڈور میں داخل ہوگئے تھے۔

تب جے رانگا ریوالونگ چیئر پر بیٹھے بیٹھے اس اسکرین کی طرف گھوم گیا' جس کا تعلق ایکسرے مشین سے تھا۔ وہ ایکسرے مشین یہ دکھاتی تھی کہ آنے والے اپنے لباس کے اندر ہتھیار وغیرہ چھپا کر لا رہے ہیں یا نہیں؟

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ ایکسرے مشین انسان کے اوپری گوشت پوست کو نہیں اندر کے اعضا اور ہڈیوں کو دکھاتی ہے۔ جے رانگا یہ دیکھ کر چونک گیا کہ اس کاریڈور سے بلی ڈونا اور شیکھر گزر رہے تھے لیکن ان دونوں کے علاوہ مزید دو انسانی ڈھانچے نظر آرہے تھے۔ وہ ایکسرے مشین دو کی جگہ چار انسانوں کو متحرک دکھا رہی تھی۔

یہ وضاحت ہوجائے کہ نادیدہ بنانے والی گولیاں ایک انسان کو دوسرے انسان کی نظروں سے اوجھل کرتی ہیں جبکہ اوجھل ہونے والا شخص وہاں موجود رہتا ہے۔ وہ سائے کی طرح یوں تحلیل ہوجاتا ہے کہ اسے کوئی چھو نہیں سکتا لیکن وہ اپنے تمام انسانی اعضا کے ساتھ حاضر رہتا ہے۔ یہ انسانی اعضا انسانی آنکھوں' کیمروں کے لینس سے اور آئینے کی سطح پر دکھائی نہیں دیتے لیکن ایکسرے مشین وہ ہوتی ہے' جو چھپی ہوئی چیزوں کو اسکرین پر ظاہر کرتی ہے۔

پارس اور پورس کے آلۂ کار جو نادیدہ بن کر اب تک بلی ڈونا کے ساتھ لگے ہوئے تھے' ان کے ڈھانچے اور لباس کے اندر چھپے ہوئے ہتھیار اسکرین پر دکھائی دے رہے تھے۔ کاریڈور میں شیکھر آگے چل رہا تھا۔ اس کے پیچھے بلی ڈونا تھی۔ وہ کاریڈور اتنا تنگ تھا کہ دو افراد شانہ بشانہ نہیں چل سکتے تھے۔ ایک دوسرے کے پیچھے قطار کی صورت میں گزرنا لازمی تھا۔

جے رانگا انہیں توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ بلی ڈونا اور شیکھر جیسے ہی کاریڈور کے آخری دروازے سے گزرے' اس نے فوراً ایک بٹن کو دبا دیا۔ سلائیڈنگ دروازہ تیزی سے بند ہوگیا۔ بلی کے پیچھے جو نادیدہ جاسوس آرہے تھے' وہ دروازے کے پاس رک گئے۔ انہوں نے پریشانی سے سوچا "یہ دروازہ اچانک کیوں بند ہوگیا ہے؟"

اسے کھولنے کی کوشش کی جاسکتی تھی۔ اس کے لیے نمودار ہونا ضروری تھا۔ تب ہی وہ دروازے کے بٹن کو پکڑ کر اسے کھول سکتے تھے۔ وہ دونوں اب تک ایک دوسرے کی موجودگی سے بے خبر تھے لیکن نمودار ہونے کی صورت میں یہ سمجھ رہے تھے کہ دروازہ اگر ان کی کوشش سے کھل جائے گا تو دوسری طرف کھڑے ہوئے مسلح گارڈز انہیں دیکھ لیں گے۔

ایک ترکیب یہ تھی کہ واپس کوٹھی کے باہر جائیں اور کسی دوسرے دروازے سے داخل ہو کر پھر بلی ڈونا کے قریب پہنچ جائیں۔ وہ دونوں ایک ہی طرح سوچ رہے تھے۔ وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلتے ہوئے اس دروازے کے پاس آئے' جسے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے کھولا گیا تھا۔ وہاں بھی یہی مسئلہ تھا۔ اسے کھولنے یا کھلوانے کے لیے دروازے پر دستک دینا لازمی تھا اور وہاں بھی باہر مسلح گارڈز موجود تھے۔

لیکن وہاں یہ سہولت تھی کہ وہ دستک دے کر دروازہ کھلواتے ہی نادیدہ بن کر کوٹھی میں کسی دوسرے دروازے سے داخل ہوسکتے تھے۔

جے رانگا آرام سے ریوالونگ چیئر پر بیٹھا' ان انسانی پرچھائیوں کو اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دروازے سے دوسرے دروازے کی طرف گئے تھے۔ جے رانگا نے کارڈلیس فون کے ذریعے کوٹھی کے باہر مسلح گارڈز سے کہہ دیا تھا کہ دروازے پر دستک سنائی دے تو اسے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے نہ کھولا جائے۔

اور ان دونوں کے پاس یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا کہ وہ دستک دے کر دروازہ کھلواتے پھر فوراً نادیدہ ہوجاتے۔ ایسا کرنے کے لیے ان دونوں کو نمودار ہونا پڑا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر چونک گئے۔ چند لمحوں تک ایک دوسرے کو تعجب سے دیکھتے رہے پھر پارس کے آلۂ کار نے کہا "اچھا سمجھ گیا۔ یہ پورس کے جاسوس ہو اور بلی ڈونا سے چھپ کر اس کی نگرانی کررہے ہو۔"

دوسرے نے کہا "اور تم کون ہو؟ میں موٹی عقل سے بھی سمجھ گیا ہوں کہ تم پارس کے جاسوس ہو اور وہی کررہے ہو' جو میں کررہا ہوں۔"

"ہاں۔ یہ سچ ہے۔ ہم دونوں کے باس نے ہمیں یہی ہدایت کی ہے کہ ہم بلی ڈونا کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔"

"وہ تو نظروں سے اوجھل ہوگئی ہے۔ ہم دونوں اس پنجرے میں نیچے ہوگئے ہیں۔"

"ہمیں دروازے پر دستک دینا چاہیے۔ جیسے ہی دروازہ کھلے ہم فوراً نادیدہ بن کر یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"یہاں سے نکلنے کے بعد ہم پھر بلی ڈونا کی نگرانی کریں گے میں اپنے مالک کا وفادار ہوں۔ یہ نہیں چاہوں گا کہ کوئی ہمارے خلاف کام کرے۔"

کہتے ہی اس نے ریوالور نکال لیا۔ پھر کہا "خبردار! حرکت نہ کرنا۔ اپنا کوئی ہتھیار نکالنا چاہو گے تو اس سے پہلے ہی گولی مار دوں گا۔"

پورس کا آلۂ کار پھرتیلا نکلا تھا۔ اس نے پارس کے آلۂ کار کو گن پوائنٹ پر رکھ لیا تھا لیکن پارس کا آلۂ کار بھی کچھ کم نہیں تھا۔ اس نے فوراً پورس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اپنے سامنے والے کے دماغ میں پہنچ کر کہا "یہ کیا حماقت کررہے ہو۔ ریوالور جیب میں رکھ لو۔ میں پارس کے جاسوس سے نمٹ رہا ہوں۔"

پورس کے آلۂ کار نے حکم کی تعمیل کی۔ ریوالور کو جیب میں رکھ لیا۔ اسی وقت پارس کے آلۂ کار نے اپنا ریوالور نکال کر کہا "مجھے انسان کو گدھا بنانا آتا ہے۔ ابھی تمہارے دماغ میں تمہارا باس نہیں آیا تھا۔ میں نے اس کا لب و لہجہ اختیار کرکے بازی پلٹ دی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹھائیں سے گولی مار دی۔ وہ فرش پر گر کر تڑپ تڑپ کر مرگیا۔ دوسرا دوڑتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ اس کا خیال تھا کہ گولی چلنے کی آواز سنتے ہی باہر کے گارڈز دروازہ کھول کر صورتحال معلوم کریں گے اور وہ نادیدہ بن کر اطمینان سے باہر چلا جائے گا۔

بلی ڈونا شیکھر کے ساتھ اس کاریڈور سے نکلنے کے بعد ایک بہت ہی خوب صورت سے ڈرائنگ روم میں پہنچی تھی۔ وہاں اس نے جے رانگا کی آواز سنی۔ وہ شیکھر سے بولا "مس بلی کو میرے پاس لے آؤ۔"

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی اسی وسیع و عریض کمرے میں پہنچی' جہاں ایک ریوالونگ چیئر پر جے رانگا بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے چہرے پر ماسک چڑھا رکھا تھا۔ اپنے اصلی چہرے کو چھپایا ہوا تھا۔ اس نے کہا "بلی! اس اسکرین کو دیکھو' جہاں دو انسانی ڈھانچے متحرک نظر آرہے ہیں۔ ابھی پتا چلے گا کہ وہ کون لوگ ہیں۔"

وہ ان ڈھانچوں کو دیکھنے لگی۔ جے رانگا نے کہا "دوسرے اسکرین کو بھی دیکھتی رہو۔ مجھے یقین ہے کہ یہ نادیدہ گولیوں کے ذریعے اس طرح نظر آرہے ہیں اور اب مجبور ہو کر نمودار ہوجائیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد یہی ہوا۔ وہ دونوں ایک اسکرین پر نمودار ہوگئے تھے اور ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ ان کی گفتگو سے پتا چلا کہ وہ دونوں پارس اور پورس کے جاسوس ہیں اور بلی ڈونا کی لاعلمی میں اس کی نگرانی کررہے ہیں۔

بلی ڈونا حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو گولی مار دی تھی اور اب انتظار کررہا تھا کہ گولی چلنے کی آواز پر دروازہ کھلے گا تو وہ نادیدہ بن کر باہر نکل جائے گا۔

لیکن دروازہ نہیں کھل رہا تھا۔ شیکھر نے کہا "باس! اس کا بھی یہی انجام ہونا چاہیے۔ اسے مجبور کریں کہ یہ خود کو گولی مار

دے۔"

بلی نے کہا "اسے زندہ رہنے کی زیادہ مہلت دی جائے گی تو یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پارس کو یہاں کا پتا بتائے گا۔ اس کے دو سرے جاسوس پھر میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

بلی نے دیکھا' اس کارپیڈور میں دھواں پھیل رہا تھا اور پارس کا آلۂ کار کھانس رہا تھا۔ جے رانگا نے کہا "یہ دھواں اسے خیال خوانی کی مہلت نہیں دے گا۔ یہ پارس کو مخاطب نہیں کر سکے گا۔"

یہی ہو رہا تھا۔ وہ کھانستے کھانستے نڈھال سا ہو گیا تھا۔ جھکتے جھکتے فرش پر گر پڑا تھا پھر اس میں کھانسنے کی بھی سکت نہیں رہی۔ وہ سانس نہیں لے پا رہا تھا۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ بلی کو اندیشہ تھا کہ ایسے وقت پارس اس آلۂ کار کے دماغ میں پہنچ کر اس کوٹھی کا پتا معلوم نہ کر لے۔ وہ اس آلۂ کار کے اندر پہنچ گئی۔ اسے ریوالور کو مضبوطی سے پکڑنے اور خود کو گولی مارنے کی سکت اس میں پیدا کی۔ اس نے یہی کیا اور ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔

اس کارپیڈور سے دھواں چھٹنے لگا۔ وہ جہاں سے نکل رہا تھا وہاں واپس جانے لگا۔ جے رانگا نے کہا "شیکھر! تم جاؤ۔"

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ بلی ڈونا کھڑی ہوئی چاروں طرف گھوم کر دیواروں پر چھوٹے بڑے اسکرین دیکھ رہی تھی۔ شیکھر وہاں سے جانے کے بعد اب ایک اسکرین پر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ایک ڈرائنگ روم سے گزر رہا تھا۔ کوٹھی کے اندر اور باہر کے تمام مسلح گارڈز بھی مختلف اسکرینوں پر دکھائی دے رہے تھے۔

اس کوٹھی کے احاطے میں بھی کوئی چھپ کر نہیں آسکتا تھا اور بلی یہ بھی دیکھ چکی تھی کہ نادیدہ بن کر آنے والے بھی ایکسرے مشین کے باعث چھپ نہیں پاتے تھے۔ وہ جے رانگا کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ کر بولی "تمہارے انداز سے پتا چلتا ہے کہ تم نے مجھے جان بوجھ کر یہاں بلایا ہے۔ کیا تم مجھے پہلے سے جانتے ہو؟"

"نہیں' آج ہی تمہیں دیکھا ہے۔ تم بے حد حسین اور بہت پُرکشش ہو۔ تمہیں دیکھتے ہی میرے دل میں تمہاری تمنا پیدا ہو گئی۔"

بلی نے پوچھا "میں تمہاری تمنا کیسے کروں؟ تمہارا چہرہ نظر نہیں آرہا ہے۔ کیا ہمیشہ اسی طرح ماسک پہنے رہتے ہو؟"

اس نے مسکراتے ہوئے اپنے چہرے سے ماسک ہٹا دیا پھر کہا "میں چہرے بدلتا رہتا ہوں۔ ابھی میں نے خود کو شیکھر سے چھپانے کے لیے ماسک پہنا تھا۔"

"آج تم نے مجھے کہاں دیکھا تھا؟"

"تم سمندر کے کنارے چند بدمعاشوں کی پٹائی کر رہی تھیں۔ مجھے تمہارے لڑنے کا انداز پسند آیا۔ تم بہت اچھی فائٹر ہو۔"

"شکریہ۔ اس کا مطلب ہے تم بڑی دیر سے میرا تعاقب کر رہے تھے۔"

"ہاں پھر میں نے دیکھا' چند رئیس زادے تمہارے پیچھے پڑ گئے تھے۔ ان کی کار اچانک بے قابو ہو کر ایک دکان میں گھس گئی تھی۔ اس حادثے کو دیکھنے کے لیے سب ہی گاڑیاں رک گئی تھیں لیکن تم نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔ ایسے اعتماد سے آگے بڑھ رہی تھیں' جیسے وہ سب تمہاری مرضی کے مطابق ہوا تھا۔ تب مجھے شبہ ہوا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ ابھی جب کارپیڈور میں اس کھانسنے والے نے خود کو گولی ماری تو مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

"ہاں جانتی ہوں۔ اب تمہارے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"میرا نام جان چکی ہو۔ میری ماں ہندوستانی تھی اور باپ امریکی۔ میں وہاں فوج میں تھا۔ میری صلاحیتوں کی بنا پر مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا۔ اس طرح میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا۔ ماں باپ کی موت کے بعد میں یہاں آگیا۔ اپنا چہرہ اور اپنا نام تبدیل کیا۔ یہاں میرے ماتحت بھی یہ نہیں جانتے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ یہ سوچ رکھا ہے کہ اس علم کو ظاہر کیے بغیر دولت مند بنتا جاؤں گا۔ دراصل میں ہیرے جواہرات کا شوقین ہوں۔ دنیا کے قیمتی اور نایاب ہیرے موتی حاصل کرتا رہتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں بھی ہیرے جواہرات کی دیوانی ہوں۔ اگر تمہاری طرح ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد خاموشی سے گمنامی کی زندگی گزارتی تو اسی طرح ایک کوٹھی تعمیر کراتی اور اس کو بھی ہیرے جواہرات سے بھر دیتی۔"

"اگر میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہو تو یوں سمجھو کہ تمہاری خواہش پوری ہو چکی ہے۔ یہ کوٹھی تمہاری ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔"

وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ اس کمرے سے نکل کر کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے ایک چھوٹے سے اسٹور روم میں پہنچے۔ وہاں کاٹھ کباڑ پڑا ہوا تھا لیکن اس کے ایک حصے میں چور دروازہ تھا۔ وہ چور دروازے سے گزر کر ایک تہ خانے میں آگئے۔

وہاں پہنچتے ہی بلی ڈونا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہاں بڑی بڑی شیشے کی الماریوں میں ہیرے موتی بھرے ہوئے تھے۔ کئی الماریاں کھلی جائیں تو وہ باہر چھلک کر فرش پر بکھر جائیں۔ بلی نے اپنی زندگی میں ایسے نایاب ہیرے موتی اور اتنا ڈھیر سارا خزانہ نہیں دیکھا تھا۔

وہ خوشی کے مارے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "یہی میری منزل ہے۔ میں تو یہاں سے کبھی نہیں جاؤں گی۔"

وہ بولا "تم میرے لیے کسی خزانے سے کم نہیں ہو مگر ایک اندیشہ ہے۔"

"کیسا اندیشہ؟"

"وہ دونوں جاسوس جو نادیدہ بن کر تمہارے ساتھ یہاں تک چلے آئے تھے ان کا تعلق پارس اور پورس سے تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تم دونوں کے لیے بہت ضروری ہو۔ وہ دونوں اپنے اپنے طور پر تمہیں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"اب وہ مجھے تلاش نہیں کر سکیں گے۔ ان کے جاسوس مارے گئے ہیں۔ میں چہرہ بدل کر تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

"کیا ٹیلی پیتھی کی دنیا میں چہرے بدلنے والوں کی کمی ہے؟ سب ہی چہرے بدلتے اور روپوش رہتے ہیں۔ اس کے باوجود دشمنوں کے بس کے پہنچے پڑ جاتے ہیں' پھر پارس اور پورس تو اتنے خطرناک ہیں کہ وہ دونوں ہی تمہارے طالب ہیں۔"

"تم چاہتے ہو' میں چلی جاؤں تاکہ وہ دونوں تمہاری طرف نہ آئیں؟"

"میں تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ ہیرے جواہرات کی طرح تم بھی میری کمزوری بن گئی ہو۔ تمہیں پالینے کے بعد تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔"

"میں تمہیں یقین دلاتی ہوں' پارس اور پورس ادھر کا رخ نہیں کریں گے۔ ہم دونوں گمنامی کی زندگی گزاریں گے۔"

وہ کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔ اس نے اب تک گمنام رہ کر پُرسکون سے زندگی گزاری تھی۔ اب بھی یہی چاہتا تھا۔ بلی ڈونا اسے یقین دلا رہی تھی کہ وہ دونوں گمنام رہ کر ایسی ہی پُرسکون زندگی گزاریں گے لیکن اس نے دل میں یہ طے کر لیا تھا کہ جے رانگا پر بھروسا نہیں کرے گی۔ وہ گمنامی اور پُرسکون زندگی کی خاطر کسی دن بھی اسے اپنے راستے سے ہٹا سکتا تھا اور جتنا خزانہ وہ دیکھ چکی تھی اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی۔ اس کے سامنے اب ایک ہی راستہ تھا کہ جتنی جلدی ہو سکے' جے رانگا کو ٹریپ کرے۔ اسے اپنا دیوانہ بنائے یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اپنا تابعدار بنائے۔

وہ اتنے بڑے خزانے سے محروم نہیں ہونا چاہتی تھی اور ایسی محفوظ جگہ کو چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ اس رات وہ اسے اپنا دیوانہ بنانے کی کوشش کرتی رہی۔ اس ارادے کی پختگی کے ساتھ کہ صبح ہونے سے پہلے وہ اسے اپنا معمول اور تابعدار بھی بنا لے گی۔

○☆○

میری سفارش پر سوامی تلک رام بھانیا کی لاش کو ایران سے نیلاں کے پاس بھیج دیا گیا۔ آشرم میں دادی ماں نے اپنے پوتے کا کریا کرم کیا اور جو بھی ضروری رسومات تھیں وہ ادا کرتی رہی۔ اکثر کرنے والوں کا سوگ دنوں اور مہینوں تک منایا جاتا ہے۔ نیلاں کو یہ علم نہ پہنچا تھا کہ وہ ساری زندگی پوتے کا سوگ مناتی' تب بھی یہ کم نہ ہوتا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے نیلاں سے کہا "تم اپنے پوتے کے قاتل کی آواز سننا بھی پسند نہیں کرو گی لیکن میں صرف ایک بات کر کے جا رہا ہوں اور وہ یہ کہ تم آتما شکتی اور ٹیلی پیتھی جیسی کئی غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کر کے موت کو بھول گئی تھیں۔ تمہیں یہ گھمنڈ تھا کہ تم موت کو بھی اپنے پوتے کے قریب نہیں آنے دو گی۔ اب یہ گھمنڈ نہ کرنا کہ موت تمہارے قریب نہیں آئے گی۔ جب بھی اپنا پوتا یاد آتا رہے' اپنی موت کو بھی یاد کرتی رہو۔ اس طرح کچھ روز جی سکو گی۔"

یہ کہہ کر میں اس سے جواب کی کوئی توقع نہیں رکھتا تھا۔ یہ باتیں میں نے اس کی ایک خاص داسی کے دماغ میں رہ کر اس سے کہی تھیں۔ وہ واقعی خاموش رہی۔ میں نے کہا "میں اس کے بعد نہ کچھ کہنا چاہتا ہوں اور نہ کچھ تم سے سننا چاہتا ہوں۔ خدا تمہیں صبر کے ساتھ عقل بھی دے۔"

میں اس داسی کے دماغ سے نکل کر دوسری داسی کے دماغ میں چلا گیا کیونکہ اس کی خاص داسی کو یوگا میں مہارت حاصل تھی۔ اس نے نیلاں سے کہا "وہ جا چکا ہے۔"

نیلاں نے کہا "وہ بڑا مکار ہے۔ پتا نہیں یہاں اتنے سوگ منانے والوں میں اس نے کتنوں کی آوازیں سنی ہوں گی۔ جانے کس کے اندر رہ کر مجھے دیکھ رہا ہو گا۔ اونہہ' میری بلا سے۔ جب اس سے نمٹنا ہو گا تو میں اسے دیکھ لوں گی۔"

میں وہاں موجود رہ کر دیکھنا چاہتا تھا کہ کتنے اہم افراد تعزیت کے لیے اس کے پاس آتے ہیں۔ چونکہ وہ ایران میں مارا گیا تھا اس لیے زیادہ تر امریکی اکابرین نے تعزیت کی تھی اور چند اہم عہدیدار سوامی کی چتا جلانے کے وقت آئے تھے۔ انہوں نے اس صدمے کا بھی اظہار کیا تھا کہ سوامی تلک رام بھانیا کے ساتھ ایران میں روپوش رہنے والے تین امریکی ایجنٹوں کی بھی لاشیں بھیجی گئی تھیں۔

جب سے سونیا ایران گئی تھی تب سے ان کے بڑے اہم ایجنٹوں کی لاشیں انہیں ملتی رہتی تھیں۔ سونیا کے بعد میں ایران میں تھا اور وہ آپس میں مشورے کر رہے تھے کہ جب تک میں وہاں موجود رہوں' کسی امریکی سیکرٹ ایجنٹ کو وہاں نہ بھیجا جائے اور کوئی ایسی چال چلی جائے کہ میں ایران چھوڑ کر چلا جاؤں۔

ان کی اس بحث میں اور مشوروں میں نیلاں شامل نہیں رہی۔ اس نے سوگ منانے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ میں نے سوچا ابھی یہ کچھ عرصے گوشہ نشین رہے گی لہٰذا مجھے جانا چاہیے۔ میں اپنی آلۂ کار داسی کے دماغ سے جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت نیلاں نے اس سے کہا "مالتی کو بلاؤ۔ ضروری کام ہے۔"

مالتی اس خاص داسی کا نام تھا' جو یوگا کی ماہر تھی اور نیلاں اس کے دماغ میں جا کر کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے باتیں کرتی تھی۔

وہ داسی اپنے ساتھ مالتی کو لے کر نیلاں کے بیڈ روم میں آئی پھر اس کے حکم سے واپس چلی گئی۔ بیڈ روم کے دروازے کو اندر

سے بند کردیا گیا۔ میں نے ایک منٹ تک انتظار کیا پھر مالتی کے دماغ میں پہنچا تو اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا کیونکہ اس کے اندر نیلاں اور پورس باتیں کررہے تھے۔

پورس اس سے کہہ رہا تھا "مجھے تھوڑی دیر پہلے معلوم ہوا تھا کہ تمہارے پوتے کو ایران میں ہلاک کردیا گیا ہے۔ مجھے تعزیت کے لیے تمہارے پاس آنا چاہیے تھا لیکن میں نے سوچا کیوں تم سے ہمدردی کی جائے۔ تم نے میرے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ سے چھین لیا۔ مجھے امریکی اکابرین کی نظروں سے گرادیا۔ میں تم سے زبردست انتقام لینے والا تھا۔ اس سے پہلے قدرت نے تم سے انتقام لے لیا۔ میرا حساب تو ابھی باقی ہے۔"

نیلاں نے کہا "پورس! میں جس صدمے سے ٹوٹ رہی ہوں اس کا خیال کرو اور اب مجھ سے یہ نہ چھپاؤ کہ تم مجھ سے انتقام لے رہے ہو۔"

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ کیا میں تمہارے پوتے کو ہلاک کرکے انتقام لے رہا ہوں؟"

"نہیں' اس کا قاتل تو فرہاد علی تیمور ہے۔ میں جلد ہی اس سے نمٹنے والی ہوں۔"

"پھر مجھے کس بات کا الزام دے رہی ہو؟"

"دیکھو پورس! تمہیں بھگوان کا واسطہ دیتی ہوں۔ اس بات سے انکار نہ کرو کہ تم ہی وہ پُراسرار اجنبی ہو' جو نادیدہ بن کر میرے آس پاس رہتے ہو۔"

"پوتے کی موت کا صدمہ ایسا ہے کہ تم سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہی ہو۔ میرے پاس اتنی فرصت نہیں ہے کہ میں دن رات نادیدہ بن کر تمہارے پاس آتا رہوں۔ میں نئی دوائیں تیار کرنے میں مصروف ہوں۔ ویسے یہ کیا چکر ہے' کون تمہارے پاس نادیدہ بن کر آتا ہے؟"

"تمہارے لہجے سے صاف پتا چل رہا ہے کہ تم حقیقت سے انکار کررہے ہو۔ فی الوقت میرے دو بڑے دشمن ہیں۔ ایک میرے پوتے کا قاتل فرہاد اور دوسرے تم ہو۔ میں نے تمہارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین لیے تھے۔ میں تمہیں سے زیادہ واپس کروں گی۔ امریکی اکابرین پھر تمہیں اپنے ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنادیں گے۔ اس کے علاوہ اور جو شرط پیش کرو گے' اسے مان لوں گی لیکن نادیدہ بن کر نہ آؤ۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

وہ اقرار نہیں کرنا چاہتا تھا کہ نادیدہ بن کر اس کا سکون برباد کررہا ہے۔ اس نے کہا "تم اتنی بڑی آفر دے رہی ہو۔ مجھے فوراً راضی ہوجانا چاہیے لیکن جب میں ایسا نہیں کررہا ہوں تو راضی کیسے ہوجاؤں۔"

"یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ نادیدہ بنانے والی گولیاں تمہارے پاس ہیں۔"

"تم یہ نہیں جانتی ہو کہ یہ گولیاں پارس کے پاس بھی ہیں بلکہ اس کے پورے خاندان والوں کے پاس ہیں۔"

"بے شک ان کے پاس ہوں گی لیکن پارس کو مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"اس دنیا میں اس کی سب سے بڑی دشمن تم ہی ہو۔ شی تارا نے اسے ٹریپ کرکے ہندو بنا کر اس سے شادی کی تھی پھر وہ اس کے سحر سے نکل کر الگ ہوگیا۔ اسے مجبور کرنے لگا کہ جب وہ ہندو بن ہی گئی ہے تو مسلمان ہوجائے۔ شی تارا انکار کرکے میرے پاس آگئی۔ تب ہی سے وہ میرا رقیب بن گیا اور شی تارا کو چیلنج کیا کہ اس نے میرے پاس آکر بے حیائی کی ہے' وہ اس کے حسین جسم کو بیوہ کروے گا۔ کیا تم بھول رہی ہو کہ ابھی تم اسی شی تارا کے جسم میں ہو؟ میری بات کا یقین کرو۔ جب تک تمہاری آتما شی تارا کے جسم میں رہے گی' وہ نادیدہ بن کر تمہارا سکون برباد کرتا رہے گا۔"

نیلاں نے قائل ہوکر کہا "تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ یہ میں جانتی ہوں کہ پارس اور شی تارا کے درمیان دوستی سے زیادہ دشمنی تھی لیکن اب اسے معلوم ہوگا کہ شی تارا مرچکی ہے۔ اس کے اندر میں ہوں۔ وہ مجھ سے کیوں دشمنی کررہا ہے؟"

"واقعی تم پوتے کی موت کے صدمے سے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہی ہو۔ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ اس کے ماں باپ ایران میں رہ کر امریکا کے خلاف کام کررہے ہیں اور تم امریکا کی حمایتی ہو۔ ایسے میں کیا ان کا بیٹا پارس تمہارا حمایتی ہوگا۔ وہ تو ایک تیر سے دو شکار کھیل رہا ہے۔ شی تارا کے جسم کو بھی نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور سوامی کی طرح تمہیں بھی مار ڈالنا چاہتا ہے۔ پوتے کو باپ نے مارا۔ دادی کو بیٹا مارے گا۔"

وہ کچھ سوچ کر بولی "اسے مایوسی ہوگی۔ وہ میری آتما کو کبھی نہیں مارسکے گا۔"

"شی تارا کے جسم کو تو تباہ کردے گا اور یہی کرنے کے لیے ابھی وہ نادیدہ بن کر تمہیں پریشان کررہا ہے۔ وہ بڑے اطمینان سے رفتہ رفتہ تمہارے موجودہ جسم کو قابلِ نفرت بنائے گا۔ تم اسے چھوڑ کر دوسرے جسم میں جانے پر مجبور ہوجاؤ گی اور یہ کون نہیں جانتا کہ آتما بار بار جسم بدلتی رہے تو کمزور پڑجاتی ہے۔ تمہاری آتما شکتی اور نیلی پیتھی جیسی صلاحیتیں کمزور پڑجائیں گی۔"

وہ پریشان ہوکر سوچنے لگی پھر بولی "مجھے اپنی آتما شکتی پر اتنا ناز تھا کہ میں نے نادیدہ بنانے والی گولیاں حاصل نہیں کیں۔ یہ مہان شکتی کے سامنے وہ گولیاں کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتی تھیں لیکن آج مجھے ان کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔"

پورس نے کہا "اس وقت میں تمہارے کام آسکتا ہوں۔"

وہ بڑی امید سے بولی "کیا تم مجھے وہ گولیاں دے سکتے ہو؟"

"کیا تم مجھے بے وقوف اور پاگل سمجھ رہی ہو۔ کام نے کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں پارس سے محفوظ رکھ سکتا ہوں۔"

"تم میری حفاظت کیسے کرو گے؟"

"وہ نادیدہ بن کر دشمنی کے لیے آتا ہے۔ میں نادیدہ بن کر ایک دوست کی طرح تمہاری حفاظت کروں گا۔ تمہیں اس کے حملوں سے بچایا کروں گا۔"

"تم کوئی باڈی گارڈ نہیں ہو کہ دن رات میری حفاظت کرسکو گے۔"

"میرے کئی ماتحت یکے بعد دیگرے نادیدہ بن کر تمہارے پاس رہیں گے۔ پارس جب بھی تمہیں نقصان پہنچانے آئے گا' وہ مجھے اطلاع دیں گے۔ میں فلائنگ کیپسول کے ذریعے چند منٹوں میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"ہاں مانتی ہوں۔ تم ایسا کرسکتے ہو۔ کیا آج ہی سے تمہارے ماتحت میری نگرانی کریں گے؟"

"آج ہی سے کیا؟ ابھی سے کریں گے لیکن پہلے اس دشمنی کا حساب چکانا ہوگا' جو مجھ سے کرچکی ہو۔"

"میں ابھی تم سے وعدہ کرچکی ہوں۔ تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس کردوں گی۔ تم پھر امریکی ٹیلی پیتھی کے شعبے کے سربراہ بن جاؤ گے؟"

"تو پھر ان سب کے نام اور موجودہ پتے بتاؤ تاکہ میں ان سب کے برین واش کروں اور انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنادوں۔"

"پورس! تم دیکھ رہے ہو کہ مجھ پر صدمات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ ابھی میں سوگ منارہی ہوں۔ آج سے تین دن بعد تمہارے مطالبات پورے کردوں گی۔"

"تو پھر پارس کے خلاف جب بھی میری ضرورت ہو تو صبر کرلینا۔ مجھے تین دن بعد بلا سکتی ہو۔"

"کیا تمہیں میرے صدمات کا احساس نہیں ہے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ تمہارے پوتے سے میرا کبھی کوئی رشتہ نہیں رہا۔ اس کی موت سے تمہیں صدمہ پہنچ رہا ہے۔ مجھے تمہارے صدمات سے کیا لینا ہے۔ ابھی لین دین کی بات کرو۔ ورنہ تین دن بعد تمہاری خیریت پوچھنے آؤں گا۔"

"تم ظالم ہو۔ سنگ دل ہو۔ جاؤ یہاں سے چلے جاؤ۔ پارس نادیدہ بن کر آئے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

مالتی نے کہا "مسٹر پورس! اب آپ جائیں۔ دادی ماں کو پریشان نہ کریں۔ میں سانس روک رہی ہوں۔"

شاید پورس اس کے اندر سے چلا گیا تھا۔ میں بھی مالتی کے جانے کے بعد اس کے اندر سے چلا گیا تھا۔ میں بھی مالتی کے جانے والی تمام باتیں بتائیں پھر کہا "وہ خود نادیدہ بن کر نیلاں کے لیے مسئلہ بن رہا ہے لیکن تمہیں الزام دے رہا ہے۔ اب تم جس طرح ہو' اس سے نمٹ سکتے ہو۔"

پارس نے کہا "ٹھیک ہے پاپا! میں تھوڑی دیر بعد یہاں آؤں گا اور اپنا ایک نیا گیم شروع کروں گا۔"

پارس اور پورس دونوں ہی کئی معاملات میں مصروف تھے۔ پورس کا ایک معاملہ یہ تھا کہ نیلاں سے اس کی ٹھن گئی تھی۔ اب وہ نادیدہ بن کر اس کا پیچھا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے لیے اس نے اپنے تین ماتحتوں کو ہدایات دیں کہ وہ کس طرح نادیدہ بن کر اس کے ساتھ لگے رہیں گے۔ ہر ماتحت آٹھ گھنٹے تک اس کے ساتھ رہے گا۔ اس کے بعد دوسرا ماتحت اس کی جگہ نادیدہ بن کر آئے گا۔ وہ اپنے ماتحتوں کی خدمات اس لیے حاصل کررہا تھا کہ اسے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوائیں اور ٹیلی پیتھی کے علم کو ختم کرنے والی دوائیں نئے سرے سے تیار کرانی تھیں۔

اس مقصد کے لیے وہ ایسے تجربے کار ماہر ڈاکٹروں کی تلاش میں تھا' جو محجانہ ذہن رکھتے ہوں اور اگر کوئی کام کا ڈاکٹر مل جائے۔ تب بھی وہ تنویمی عمل کے ذریعے اس ڈاکٹر کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرسکتا تھا۔

پورس کی دوسری مصروفیت یہ تھی کہ وہ پارس کو آئندہ ایسی دوائیں تیار نہ کرنے دے اور اس کی راہ میں رکاوٹ بن جائے۔

اسے یہ معلوم ہوچکا تھا کہ پارس نے اسرائیلی حکام کو ایسی دواؤں کے فارمولے دے کر مملکت اسرائیل میں الپا کی پہلے جیسی پوزیشن بحال کردی ہے اور اب تمام یہودی اکابرین پہلے کی طرح الپا پر اعتماد کرنے لگے ہیں۔ ان تمام فارمولوں کے مطابق ایک لیبارٹری میں بڑی رازداری سے وہ دوائیں تیار کی جارہی ہیں اور جب وہ دوائیں کامیابی سے تیار ہوجائیں گی تو پورے اسرائیل میں الپا کی واہ واہ ہوگی۔ پوری یہودی قوم یہ تسلیم کرے گی کہ الپا نے ایک مسلمان سے شادی کرکے دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔

اور پورس یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ دوائیں اسرائیل میں کامیابی سے تیار ہوں۔ ان میں کوئی نقص رہ جائے اور پوری یہودی قوم کو یہ معلوم ہوجائے کہ پارس نے انہیں تمام دواؤں کے غلط فارمولے دیے تھے۔ اس نے اور الپا نے شادی کرکے یہودیوں کو غلط فارمولوں کے سبز باغ دکھائے ہیں۔ اس طرح اسرائیل سے الپا کے قدم ہمیشہ کے لیے اکھڑ جاتے۔ پارس پھر کبھی یہودیوں کو دوست بنا کر اپنے کسی بھی مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا تھا۔

چند اسرائیلی حکام اور فوجی افسران جانتے تھے کہ وہ دوائیں رازداری سے کس لیبارٹری میں تیار ہورہی ہیں۔ ان میں سے کسی کے دماغ میں پہنچنا پورس کے لیے مشکل نہ تھا۔ وہ معلوم کرچکا تھا کہ ایک انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں ان فارمولوں کے مطابق کام ہورہا ہے۔ پورس نے نادیدہ بن کر اس لیبارٹری میں پہنچ کر دیکھا کیا' جو پارس نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ یعنی ممبئی شہر کی لیبارٹری میں جو فارمولے تھے' ان میں معمولی سی تبدیلیاں کردی تھیں تاکہ پورس دوبارہ وہ دوائیں تیار نہ کرسکے۔ جبکہ پورس نے ان اصل فارمولوں کی ایک ایک کاپی پہلے ہی اپنے پاس رکھ لی تھی۔ وہ اسرائیل کی انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں پہنچ کر آئندہ الپا اور پارس کو زبردست

مات دینے والا تھا۔

پارس کو بابا صاحب کے ادارے سے ان تمام ذہین' باکمال اور تجربے کار ڈاکٹروں کی فہرست مل چکی تھی' جو مجرمانہ ذہن رکھتے تھے۔ اس کے اور الپا کے علاوہ بابا صاحب کے ادارے کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان ڈاکٹروں کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرتے رہے تھے کہ پورس کس ڈاکٹر کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے والا ہے۔

اب میں نے اسے بتایا تھا کہ پورس کس طرح نیلاں کے لیے دردِ سر بن گیا ہے اور نیلاں کو یہ تاثر دے رہا ہے کہ پارس نادیدہ بن کر اسے پریشان کر رہا ہے۔ پارس اس کے جواب میں اپنے طور پر کوئی چال چلنے والا تھا۔ اس سے پہلے نیلاں نے پارس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا۔ پارس نے اپنے دماغ میں پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا "یہ کیا شرافت ہے؟ بغیر دستک دیے اور اجازت حاصل کیے میرے گھر میں چلے آئے ہو۔ بائی روڈ' چلے آئے ہو؟ یا چلی آئی ہو؟"

نیلاں نے کہا "مکاری نہ دکھاؤ۔ تم خوب۔ سمجھ رہے ہو کہ میں کیوں آئی ہوں؟"

"تمہیں نہیں آنا چاہیے تھا۔ تمہارے اندر کی آتما بدل گئی ہے۔ جسم تو نہیں بدلا۔ جب کبھی تم سے سامنا کرتا ہوں' میرا مطلب ہے ابھی تو سامنا نہیں کرتا ہوں۔ جب کروں گا تو تم مجھے وہی فریبی شی تارا نظر آؤ گی' جو مجھ سے دشمنی کرتی رہی۔"

"اصل بات تم روانی میں کہہ گئے ہو کہ مجھ سے سامنا کرتے ہو۔ یہاں نادیدہ بن کر آتے ہو اور مجھے پریشان کرتے رہتے ہو۔"

"میں روانی میں غلط کہہ گیا تھا اور تم بھی غلط سمجھ رہی ہو کہ میں نادیدہ بن کر تمہارے پاس آتا ہوں۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ تم کس ملک کے' کس شہر کے' کس علاقے میں رہتی ہو۔"

"پھر تمہارا جھوٹ ظاہر ہو رہا ہے۔ تمہارے باپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں سوامی تلک رام بھاٹیا کی دادی ہوں اور امریکا میں ہمارا ایک آشرم ہے' جہاں میں رہتی ہوں اور جہاں تمہارے جیسا مکار نادیدہ بن کر آتا ہے۔"

"اچھا تو میرے پاپا نے تم سے کچھ ایسی باتیں کی ہوں گی' جس سے تم میرا جھوٹ پکڑنے میں کامیاب ہو گئی ہو۔"

وہ اطمینان کی سانس لے کر بولی "بھگوان کا شکر ہے۔ میں نے تم سے اگلوا لیا کہ تم ہی نادیدہ بن کر پریشان کر رہے ہو۔"

"میں حیران ہوں کہ میرے پاپا نے میرے نادیدہ رہنے والی بات تمہیں کیوں بتا دی۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ ابھی میں نیلاں سے چھپ کر کچھ عرصے تک اسے پریشان کرتا رہوں گا۔"

"پارس! آج تم سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ میں تمہیں نادیدہ بن کر آنے والا پورس سمجھتی رہی تھی پھر پورس نے مجھے دلائل سے سمجھایا کہ تم شی تارا سے شدید نفرت کرتے ہو۔ لہٰذا اس کا یہ جسم تباہ کرنے کے لیے میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

"جب بھید کھل گیا ہے تو میں تمہیں یہ بتا دوں کہ میں مسز شی تارا کے جسم کو تباہ نہیں کرنا چاہتا۔ میرا ایک اور مقصد ہے۔"

"وہ مقصد کیا ہے؟"

"یہ کہ تمہارے پوتے کو قتل کرنے والے میرے پاپا ہیں۔ میں نادیدہ بن کر تمہارے ساتھ دن رات رہ کر تمہیں یہ موقع نہیں دوں گا کہ اپنے پوتے کے قتل کا انتقام میرے پاپا سے لے سکو۔"

"میں نے اپنے پوتے کی قسم کھا کر تمہارے پاپا سے وعدہ کیا ہے کہ نہ کبھی ایران کا رخ کروں گی اور نہ تمہارے پاپا سے انتقام لوں گی۔"

"ہم ایسے احمق تو نہیں ہیں کہ تمہاری قسموں اور وعدوں پر یقین کر لیں؟ چور چوری سے جاتا ہے' ہیرا پھیری سے نہیں جاتا اور ہیرا پھیری سے انتقام لینے کے کئی راستے ہیں۔ ایسا کام تم نہیں کرو گی۔ دوسروں سے کراؤ گی۔ تم خود انتقام نہ لے کر اپنی قسم پر قائم بھی رہو گی اور اپنے اندر کا غبار بھی نکال لو گی۔"

"نہ تم یقین کرو گے اور نہ میں تمہیں یقین دلا سکوں گی۔ کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں آتی ہے کہ تمہارے پاپا بہروپ میں ہیں۔ میری آتما بھی انہیں نہیں پہچان سکے گی اور جب تک وہ چھوبدل کر رہیں گے' میں ان کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکوں گی۔"

"ہاں۔ یہ بات میں مان سکتا ہوں۔ واقعی تم میرے پاپا تک نہیں پہنچ سکو گی۔"

"تو پھر مجھ سے ایسی دشمنی نہ کرو۔ میرے پاس نادیدہ بن کر رہو۔"

"میں تمہارا پیچھا چھوڑ دینے کا وعدہ کروں گا اور وعدے کے مطابق عمل کروں گا لیکن تمہیں کیسے یقین آئے گا کہ میں تمہارے پاس چھپا ہوا نہیں ہوں؟"

"ہاں۔ میں ہمیشہ اسی اندیشے میں مبتلا رہوں گی کہ تم میرے پاس چھپے ہوئے ہو کیونکہ تمہیں شی تارا سے نفرت ہے۔"

"ایک سیدھی سی بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ تم شی تارا کے جسم کو مردہ رہنے دو بلکہ اسے چتا میں جلا کر مجھے خوش کرو۔ اس کے بعد تمہاری آتما جس نئی لڑکی کے جسم میں جائے گی' اس کے بارے میں مجھے پتا نہیں چلے گا۔ کوئی نہیں جان سکے گا کہ تم کہاں گم ہو گئی ہو۔"

"میں نے ایسا سوچا ہے لیکن بار بار جسم بدلنے سے آتما شکتی کمزور ہو جاتی ہے۔"

"تم نے ایک ہی بار جسم تبدیل کیا ہے۔ اندازہ کرو کہ ایک بار اور تبدیل کرو گی تو تمہاری آتما شکتی میں کتنی کمزوری پیدا ہو گی؟ کیا تم کچھ عرصے گمنام رہ کر پہلے کی طرح تپسیا کر کے کھوئی ہوئی طاقتیں حاصل نہیں کر سکو گی؟"

"ہاں۔ میں ایسا کر سکتی ہوں۔ چونکہ میں ان عمل میں

آنے کے بعد کچھ عرصے روپوش رہ کر تپسیا نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے تم سے پیچھا چھڑانے کے دوسرے طریقے سوچ رہی تھی۔ اب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تم اپنے پاپا سے انتقام لینے سے مجھے روکنا چاہتے ہو اس لیے کبھی میرا پیچھا نہیں چھوڑو گے۔ لہٰذا یہی ایک آخری راستہ ہے کہ میں شی تارا کے جسم کو چھوڑ دوں پھر کوئی نہیں جان سکے گا کہ میں کس حسینہ کے جسم میں داخل ہو کر ایک نئی زندگی گزار رہی ہوں۔ تم سے بھی پیچھا چھوٹ جائے گا۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ پارس مسکرانے لگا۔ الپا اس کے اندر رہ کر یہ تمام باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا "تمہارا جواب نہیں ہے۔ تم نے پورس کی چال کو الٹا دیا ہے۔ وہ اس کے شکنجے سے نکلنے والی ہے۔"

یہی ہونے لگا۔ نیلاں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اپنی خاص داسی مالتی کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا پھر کہا "مالتی! اصلی روشن بے نقاب ہو گیا ہے۔ پارس نادیدہ بن کر میرا سکون برباد کر رہا تھا۔ وہ کبھی میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ اب یہی ایک صورت رہ گئی ہے کہ میں شی تارا کے اس جسم کو چھوڑ دوں۔"

مالتی نے کہا "آشرم میں چند حسین لڑکیاں ہیں۔ آپ ان میں سے کسی کا جسم حاصل کر سکتی ہیں۔"

"نہیں۔ ابھی میری آتما جسم سے نکل کر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جائے گی۔ کسی ایسی حسینہ کو تلاش کرے گی جو نہایت تندرست' ذہین اور حاضر دماغ ہو۔ اس میں کچھ غیر معمولی صلاحیتیں بھی ہوں اور وہ زبردست فائٹر بھی ہو۔"

"جب آپ ایسا کوئی جسم حاصل کر لیں گی تو مجھے اپنی خدمت کے لیے بلا لیں گی نا؟"

"نہیں مالتی! تو نے میری بڑی خدمت کی ہے لیکن تجھے بھی معلوم نہیں ہو گا کہ میں کہاں گم ہو گئی ہوں۔ یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔"

وہ رونے لگی۔ کہنے لگی "مالکن! آپ مجھے مار ڈالیں۔ میں آپ کے بغیر زندہ نہیں رہوں گی۔"

"تجھے زندہ رہنا ہے۔ میں اسٹیمپ پیپر پر لکھ کر جا رہی ہوں کہ میرے بعد تو اس آشرم کی مالکہ بن کر رہے گی۔ میں امریکی حکام سے بھی کہہ دوں گی۔ کوئی تیرے لیے رکاوٹ نہیں بنے گا۔ اس آشرم کو اچھی طرح رکھنا۔ ہو سکتا ہے میں کبھی واپس آ جاؤں۔ نیہ دشمنوں پر غالب آ جاؤں گی تو پھر واپس آ سکوں گی۔"

اس نے ایک اسٹیمپ پیپر پر اس آشرم کو مالتی کے نام پر لکھا اور یہ وصیت کی کہ اس کی موت کے بعد شی تارا کے جسم کو چتا میں جلا دیا جائے۔

اس نے مالکانہ حقوق کے کاغذات مالتی کو دیے۔ وہ اس کے پیروں سے لپٹ کر رونے لگی۔ پورس کا ایک نادیدہ ماتحت یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے پورس کو خیال خوانی کے ذریعے بتایا کہ نیلاں اپنی ایک داسی کو آشرم کی مالکہ بنا کر مرنے والی ہے۔

پورس فلائنگ کیپسول کے ذریعے فوراً نیلاں کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پہلے کہہ چکا تھا کہ اس کے پاس نادیدہ بن کر آنے والا پارس ہے لہٰذا اس نے پارس کی آواز اور لہجے میں پوچھا "نیلاں! یہ کیا حماقت کر رہی ہو؟ شی تارا جیسا حسین جسم چھوڑ کر جا رہی ہو؟"

نیلاں نے کہا "تعجب ہے۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ تمہیں شی تارا کے جسم سے نفرت ہے۔ اسے چتا میں جلا دیا جائے گا تو میں تم سے پیچھا چھڑا سکوں گی۔"

پورس فوراً سمجھ گیا کہ پارس نے بازی پلٹ دی ہے۔ اس نے کہا "ہاں میں نے کہا تھا مگر اب سمجھتا ہوں' شی تارا کے جسم کو نہ چھوڑو۔ مجھے اس کے جسم سے نفرت نہیں تھی۔ اس کی بے وفائی سے نفرت تھی۔"

"پارس! پٹڑی نہ بدلو۔ تم پھر کوئی نئی چال سوچ کر آئے ہو۔ افسوس آخری فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب تم نادیدہ رہ کر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

وہ بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گئی پھر اپنے اندر سے آہستہ آہستہ سانس چھوڑنے لگی۔ اس وقت پورس نے اس کے دماغ میں گھس کر اس کے عمل میں گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن آتما شکتی کے باعث اس کے اندر نہ پہنچ سکا۔ اس کی آتما نے شی تارا کے جسم کو چھوڑ دیا۔ پورس کو خیال خوانی کے ذریعے پتا چلا کہ وہ جسم اور دماغ مردہ ہو چکے ہیں۔

وہ پریشان ہو کر اپنے تینوں ماتحتوں سے بولا "یہاں نادیدہ بن کر رہو۔ یہ نیلاں کی کوئی چال ہو سکتی ہے۔ پارس نے یہاں آ کر اسے مجھ سے نجات کا کوئی طریقہ بتایا ہے جس پر یہ عمل کر رہی ہے۔"

نیلاں اب تک پوری طرح پورس کے شکنجے میں تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے کام آنے والی اتنی مضبوط عورت اس کے شکنجے سے نکل جائے اس لیے وہ بھی بار بار آ کر دیکھ رہا تھا۔ اس کی وصیت کے مطابق شی تارا کے مردہ جسم کا کیا کرم کر دیا گیا۔ اسے چتا میں جلا دیا گیا۔

جب وہ جسم جل کر راکھ ہو گیا تو پورس نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پارس کہہ رہا تھا "تم نے اس سے کہا تھا کہ میں نادیدہ بن کر اس کا سکون برباد کر رہا ہوں۔ اب وہ سکون سے رہے گی۔ ہاتھ ملتے رہو۔ چڑیا اڑ چکی ہے۔"

پورس نے مسکرا کر کہا "جیت مبارک ہو۔ جیتنے والے کو پھولوں کا ہار دیا جاتا ہے۔ ہار قبول کرنے کے لیے تیار رہو۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے میں کیا کر رہا ہوں۔"

پارس اس کے دماغ سے چلا گیا۔

○☆○

ڈاکٹر انا پورنا اڑتیس برس کی تھی۔ دو برس کے بعد پورے چالیس برس کی ہو جاتی۔ عورت اگر کسی مرد کی دیوانی رہے تو اس عمر میں اس کا بدن ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور جوانی دھمکی دیتی ہے کہ وہ آئندہ دو چار برسوں میں رخصت ہونے والی ہے۔

لیکن انا پورنا کی عمر اسے ڈھلکا نہ سکی۔ وہ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے خود کو جوان اور تر و تازہ رکھنے کے ہر ممکن نسخے آزماتی رہتی تھی۔ صبح سویرے اٹھ کر جوگنگ کرتی تھی۔ سلمنگ سینٹر میں ورزش کرتی تھی تاکہ مگر جوان لڑکی کی طرح رہے۔ خوراک' دواؤں اور پھلوں کے استعمال کے ذریعے سرخ اور نکھن کی طرح ملائم دکھائی دیتی تھی۔

پورس کتنے ہی ڈاکٹروں کے دماغوں میں جھانکتا ہوا انا پورنا تک پہنچا تھا اور اس کے چور خیالات پڑھ کر اسے تمام پہلوؤں سے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ نئے سرے سے دوائیں تیار کرانے کے سلسلے میں وہ کس حد تک کام آسکے گی اور کس حد تک رازدار بن کر رہے گی۔

جیسا کہ عام انسان ہوتے ہیں' ویسے ہی انا پورنا تھی۔ اس میں بہت سی خوبیاں بھی تھیں اور کچھ خرابیاں بھی تھیں۔ وہ ایک کم عمر نوجوان کو پسند کرتی تھی۔ اس کا نام شنکر داس تھا' وہ چھبیس برس کا تھا۔ انا پورنا سے بارہ سال چھوٹا تھا لیکن قد آور باڈی بلڈر تھا۔ اسے پسند کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ مگڑا پہلوان تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس مگڑے کے سامنے وہ چھوکری نظر آتی تھی۔ پہاڑ کے سامنے اونچی رہے تو وہ اپنی اونچائی کے باوجود چھوٹی لگتی ہے اس لیے وہ کم سن ہی لگتی تھی۔ کوئی اس کی صحیح عمر کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ ایک کم عمر جوان کو پھانس کر اُس کے ساتھ وقت گزارنے میں کوئی برائی نہیں سمجھتی تھی لیکن پورس کو یہ بات پسند نہیں تھی کیونکہ وہ مگڑا باڈی بلڈر تھا' پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی پریشان ہو جاتا تھا کہ دماغ میں بے چینی سی کیوں ہے؟ ایسے میں وہ سانس روکنے کے بعد پھر سانس لیتا تھا تو سکون محسوس کرنے لگتا تھا۔ پورس چاہتا تھا کہ ڈاکٹر انا پورنا کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے کے دوران میں اس کے یار کے بھی خیالات پڑھتا رہے۔ اس کا یار شنکر داس بڈ حرام تھا' پہلوانی کے سوا اور کچھ نہیں کرتا۔ انا پورنا اس کے اخراجات پورے کرتی تھی۔ وہ نہ شراب پیتا تھا اور نہ شباب سے اسے دلچسپی تھی لیکن جوا کھیلنے کی لت پڑی تھی۔ کبھی ہزاروں روپے جیت لیتا تھا اور کبھی ہار جاتا تھا۔ ہارنے کے بعد انا پورنا کی الماری سے روپے چرایا کرتا تھا۔ نقد رقم نہ ملے تو اس کے زیور یا کوٹھی کی کوئی قیمتی چیز بیچ کر جوا ضرور کھیلتا تھا۔

اس بات پر کئی بار انا پورنا نے اس سے جھگڑا کیا۔ کئی بار اسے گھر سے نکال دیا لیکن اس باڈی بلڈر کی ایسی دیوانی تھی کہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ کبھی وہ خود معافی مانگ کر واپس آجاتا تھا اور کبھی وہ خود جا کر اسے منا کر لے آتی تھی۔

دونوں ایک دوسرے کی ضرورت بن گئے تھے۔ انا پورنا وہ کھا کر بھی اسے قبول کرلیتی تھی لیکن پورس کسی قسم کا دھوکا نہیں کھانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے دو ماتحتوں کو شنکر داس کی نگرانی پر مامور کیا تھا۔ انا پورنا بہت ذہین تھی۔ ادویات تیار کرنے کے سلسلے میں غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل تھی۔ دواؤں کے پیچیدہ فارمولوں کو سمجھ لیا کرتی تھی۔ پورس کو یہ اندیشہ تھا کہ وہ دوائیں تیار کرے گی تو شنکر داس جوا کھیلنے کی خاطر ان دواؤں کو چرا کر کہیں بیچ سکتا تھا۔ اس طرح دشمن شنکر داس کے ذریعے اس کی دوسری خبیر لیبارٹری تک پہنچ سکتے تھے۔

پورس نے پہلے یہ کوشش کی کہ انا پورنا پر تنویمی عمل کرکے اس کے دل میں شنکر داس کے لیے نفرت پیدا کردے اور وہ بیوقوف اپنے عامل کی معمولہ اور تابعدار بن کر رہے پھر اس نے ایسا کیا اور کامیاب بھی رہا۔ وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بن گئی۔ اس نے شنکر داس کو گھر سے نکال دیا۔

لیکن وہ کچھ الجھی ہوئی سی رہنے لگی۔ اپنے اندر نامعلوم سی کمی محسوس کرنے لگی۔ اس کے چور خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ تنویمی عمل کے مطابق شنکر داس سے دور تو ہو گئی ہے لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ شنکر داس کی کمی محسوس کرتی رہتی ہے اور اس کمی کو سمجھ نہیں پاتی ہے۔

پورس چاہتا تھا کہ دوائیں تیار کرنے کے وقت وہ تازہ دم رہے۔ کسی الجھن میں نہ رہا کرے لیکن وہ مرد اس کے تحت الشعور میں گھسا ہوا تھا' اس کے سوا نہ وہ کسی کو چاہتی تھی اور نہ تنویمی عمل کے ذریعے تحت الشعور میں بیٹھے ہوئے اس دلدار کو نکالا جاسکتا تھا۔

پورس اس کے یار کو دھوکے سے ہلاک کرا سکتا تھا لیکن ڈاکٹر انا پورنا پر اس کی ہلاکت سے برا اثر پڑ سکتا تھا۔ وہ ابنارمل ہو سکتی تھی۔

اس نے آزمائش کے طور پر اپنے ایک ماتحت کو بہت بڑا دولت مند بنا کر شنکر داس کے پاس بھیجا۔ ماتحت نے کہا "تم تاش کے زبردست کھلاڑی ہو۔ اگر بنکاک کے ایک کلب میں جا کر میرے لیے کھیلو گے تو میں تمہیں پچیس ہزار روپے ماہانہ دلا دوں گا۔"

شنکر داس تو یہی چاہتا تھا کہ کبھی محنت نہ کرنا پڑے۔ بیٹھے بٹھائے مال کمالیا کرے۔ اسے بنکاک میں رہائش اور کھانے پینے کے اخراجات کے علاوہ پچیس ہزار روپے ماہانہ کی آفر رہی تھی پھر انا پورنا سے اس کا دل بھر گیا تھا۔ وہ اس آخر کو قبول کرکے انا پورنا کو چھوڑ کر بنکاک چلا گیا۔

اس نے روانگی سے پہلے انا پورنا کو فون پر کہا "میں تمہیں پرانے جوتے کی طرح اتار کر پھینک رہا ہوں۔ ہندوستان چھوڑ کر

جا رہا ہوں۔ یہ نہیں بتاؤں گا کہ کہاں جا رہا ہوں ورنہ تم کمبل کی طرح لپٹنے کے لیے وہاں بھی آجاؤ گی۔ بہتر ہے اپنی بوڑھی جوانی کے لیے کوئی دوسرا جوان مرغا تلاش کرلو۔"

وہ کوئی جواب سنے بغیر فون بند کرکے طیارے میں سوار ہو کر بنکاک چلا گیا۔ انا پورنا کو صدمہ ہوا مگر زیادہ نہیں ہوا کیونکہ اس پر تنویمی عمل کا بھی اثر تھا پھر پورس وقتاً فوقتاً اس کے اندر پہنچ کر اسے شنکر داس سے اور زیادہ متنفر کرتا رہتا تھا۔ رفتہ رفتہ انا پورنا نے اسے اپنے دل و دماغ سے نکال دیا۔

اس معاملے میں پورس کے کئی دن ضائع ہوئے لیکن اس نے انا پورنا کے اندر رہ کر یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ وہ کامیاب دوائیں تیار کرسکے گی اور آئندہ کسی رکاوٹ کے بغیر اس کی معمولہ اور تابعدار بن کر رہ سکے گی۔ جو سب سے بڑی رکاوٹ تھی' اسے پورس نے دور کردیا تھا۔

اسے دور کرنے کے بعد اس نے انا پورنا پر دوسری بار تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی کہ وہ اپنا ذاتی کلینک ایک ماہ تک بند رکھے گی اور وہاں سے کھنڈالہ جائے گی۔ وہاں ایک پرائیویٹ لیبارٹری میں کچھ نئی دوائیں تیار کرے گی اور اس ایک ماہ کے دوران میں کسی سے رابطہ نہیں رکھے گی۔

اس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ پارس سے ٹکرانا کوئی مذاق نہیں ہے۔ وہ اس کی توقع کے خلاف چالیں چل کر اسے مات بھی دے چکا ہے اور مات دینے میں ناکام بھی رہا ہے۔ جیسا کہ وہ بلی ڈونا کے معاملے میں ناکام ہو چکا تھا۔

لہٰذا نئے سرے سے دوائیں تیار کرنے سے پہلے وہ انا پورنا کے پورے خاندان کی ہسٹری معلوم کر چکا تھا۔ اس کے خاندان میں دو نامور ڈاکٹر تھے لیکن انا پورنا کمانے کے سلسلے میں مجرمانہ ذہن رکھتی تھی اسی لیے پورس نے اس کا انتخاب کیا تھا۔

الپا اور پارس نے مجرمانہ ذہن رکھنے والے ڈاکٹروں کے اندر جھانکا تھا۔ انھیں اچھی طرح پرکھ لیا۔ بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ایسے ڈاکٹروں کے اندر جاتے رہتے تھے۔ ان کے چور خیالات سے کبھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ پورس کے لیے خبیر طور پر کام کر رہے ہیں۔

الپا نے پارس سے کہا "پورس تم سے کچھ کم نہیں ہے۔ وہ دوائیں تیار کرنے کے سلسلے میں کسی ایسی حکمت عملی سے کام لے رہا ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

پارس نے کہا "ہاں۔ وہ بہت محتاط ہو گیا ہے۔ اس نے آخری وقت کے انداز میں کہا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے' پر میں کبھی سمجھ نہیں سکا۔"

"اور تم سمجھ نہیں پا رہے ہو؟"

"فی الحال تو یہی ہو رہا ہے۔ میں اس پہلو سے بھی غور کر رہا ہوں کہ پورس نئی بننے والی دوائیں تیار کرانے کے سلسلے میں مجھے چیلنج کیا ہے یا کسی اور معاملے میں مجھ پر غالب آنا چاہتا ہے؟"

"ہمارے پیش کیے ہوئے فارمولوں کے مطابق اسرائیل کی ایک انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں وہ دوائیں تیار ہو رہی ہیں۔ وہ وہاں کوئی گھپلا ضرور کرنا چاہے گا۔"

"اس سلسلے میں ہم اپنے طور پر انتظامات کر چکے ہیں۔ وہ کوئی گڑبڑ کرے گا تو بعد میں بری طرح پچھتائے گا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ اپنی کسی لیبارٹری میں دوائیں تیار نہ کرسکے۔"

الپا نے کہا "میرا تو یہ سوچ کر سر دکھنے لگتا ہے کہ وہ دوائیں تیار کرنے کے لیے آخر کیسی حکمت عملی اختیار کر رہا ہوگا۔"

"تم زیادہ نہ سوچو۔ یہ میرا کام ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ ہم ممبئی شہر کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ ایک بار ممبئی میں ناکام ہونے کے بعد ہندوستان کے کسی دوسرے علاقے میں یا ہندوستان سے باہر کسی دوسرے ملک میں دوائیں تیار کرائے گا اور وہ مکار ہمارے اندازے کے خلاف ممبئی میں ہی کچھ کر رہا ہوگا۔"

اسی وقت بابا صاحب کے ادارے کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مجھے مخاطب کیا "سر! ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"بولو۔ کیا بات ہے؟"

"سر! انڈیا میں ایک ڈاکٹر انا پورنا ہے۔ وہ بہت ہی ماہر کیمسٹ ہے۔ مجھے بعد میں پتا چلا کہ وہ دولت کمانے کی خاطر ناجائز طریقے اختیار کرتی ہے۔ شنکر داس نامی ایک پہلوان سے اس کے تعلقات تھے' وہ اسے چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔"

پارس نے پوچھا "تم نے یہ معلومات کہاں سے حاصل کیں؟"

وہ بولا "آپ جانتے ہیں' میں ممبئی میں ہوں۔ یہاں کے تمام ڈاکٹروں کے دماغوں میں اکثر جھانکتا رہتا ہوں۔ مجھے انا پورنا کے اندر بھی جانے کا موقع ملا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ شنکر داس کی دیوانی ہے لیکن الجھی ہوئی ہے کہ اس سے نفرت کیوں کرتی ہے۔ اسے اپنے پاس بلانا چاہتی ہے مگر بلاتی نہیں ہے۔ اس طرح میں نے اندازہ کیا کہ شاید اس کے دماغ میں کوئی ہے اور اسے اس کے یار سے ملنے سے باز رکھ رہا ہے۔"

"تمہارا یہ اندازہ کہاں تک درست ہے؟"

"سر! میں آگے کچھ معلوم ہی نہ کرسکا۔ دوسرے دن انا پورنا کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک کر مجھے بھگا دیا۔"

"ہوں۔ پہلے وہ تمہاری پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی پھر اچانک ہی تمہاری آمد کو محسوس کرکے سانس روک لی پھر تو یقیناً کسی نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔"

"صرف عمل نہیں کیا ہے' اسے غائب بھی کردیا ہے۔ اس کا کلینک بند ہے۔ معلوم ہوتا ہے' وہ ممبئی چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے۔"

"چلو اتنا تو معلوم ہوا کہ اس ماہر کیمسٹ کو پورس نے ہی ٹریپ کیا ہوگا اور اب وہ ممبئی میں نہ سہی' انڈیا کے کسی دوسرے علاقے میں ہے۔"

الپا نے اس ماتحت سے پوچھا "کیا تم شنکر داس کو تلاش کر سکتے ہو؟"

"میڈم! میں کوشش کر رہا ہوں۔ میں نے یہاں کے قمار خانوں میں جا کر اس کے بارے میں پوچھا۔ صرف ایک جواری نے کہا ہے کہ وہ بنگاک جانے کی بات کر رہا تھا مگر اسے ڈینگیں مارنے کی عادت تھی۔ ہو سکتا ہے' وہاں نہ گیا ہو۔ انڈیا کے کسی دوسرے شہر میں ہو۔"

پارس نے الپا سے کہا "پورس نے کچھ سوچ سمجھ کر شنکر داس کو اس ڈاکٹر سے دور کیا ہے۔ ہم شنکر کے ذریعے معلوم نہیں کر سکیں گے کہ پورس نے انا پورنا کو کہاں چھپایا ہوا ہے اور وہ لیبارٹری کہاں ہے' جہاں وہ راز داری سے دوائیں تیار کرا رہا ہے؟"

الپا اور پارس نے اس ماتحت سے انا پورنا کی آواز اور لہجے کو سنا پھر ان دونوں نے خود اس کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ الپا نے کہا "پورس نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے۔ تم پورس کا لب و لہجہ اختیار کر کے اس کے اندر جا سکتے ہو۔"

"اب سے پہلے اس نے بلی ڈونا پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن اجنبی لب و لہجے میں اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ اس بار بھی اس نے یہی کیا ہوگا۔"

"ہو سکتا ہے' ایسا نہ کیا ہو۔ آزما لینے میں کیا حرج ہے؟"

پارس نے الپا کی تسلی کے لیے یہی کیا۔ پورس کا لب و لہجہ اختیار کیا۔ لیڈی ڈاکٹر کے دماغ تک پہنچا پھر واپس آ گیا۔ الپا نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"بڑے بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ وہ بڑا مکار ہے۔ ہمیں اپنی معمولہ اور اپنی خفیہ لیبارٹری تک پہنچنے نہیں دے گا۔"

پارس فی الحال ناکام ہو رہا تھا لیکن اس حد تک معلومات حاصل کر چکا تھا کہ پورس اس بار ایک خاتون ڈاکٹر انا پورنا سے کام لے رہا ہے۔ اب اسے یہ کمال دکھانا تھا کہ وہ اس کی معمولہ اور خفیہ لیبارٹری تک کیسے پہنچ پائے گا؟

○☆○

جے رانگا کی اصل صورت اس کے خاص ماتحتوں نے بھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے۔ وہ اکثر کچھ عرصے کے لیے کہیں چلا جاتا تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں جاتا ہے اور کیا کرتا ہے؟ وہ ہیرے جواہرات کا شوقین تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کہیں کوئی نایاب ہیرا یا موتی کسی نے بڑی رازداری سے چھپا کر رکھا ہے' اس شخص تک کسی نہ کسی طرح پہنچ جاتا تھا۔ ایسے ہی کسی نایاب ضرورت کے تحت وہ کچھ دنوں کے لیے کہیں چلا جاتا تھا۔

جس رات بلی ڈونا سے اس کی پہلی ملاقات ہوئی اس کی دوسری صبح اسے افریقہ کے ایک شہر سن سٹی میں جانا تھا۔ وہاں ایک ایسا نیگرو شخص تھا' جس کا شمار دنیا کے چند دولت مندوں میں ہوتا تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کے پاس بیرے جواہرات کا ذخیرہ ہے' جس میں ایک ایسا چمکتا دمکتا موتی ہے' جو نایاب ہے۔ دنیا کے کسی دولت مند کے پاس ایسا موتی نہیں ہے اور اس کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔

اس موتی کی تعریفیں سن کر وہ اسے حاصل کرنے کے لیے بے چین ہو گیا تھا۔ وہ صبح کی فلائٹ سے جانے والا تھا۔ ایسے میں وہ ایک رات بلی ڈونا کے ساتھ گزر سکتی تھی اور بلی نے سوچ رکھا تھا کہ وہ صبح سے پہلے اسے ٹریپ کرے گی اور ہمیشہ کے لیے اسے اپنا تابعدار رہنا کر رکھے گی۔

جب جے رانگا اسے اپنی کوٹھی کے اندرونی حصے دکھا رہا تھا اس وقت اسے ایک کمرے میں طرح طرح کی دوائیں نظر آئی تھیں۔ بلی ڈونا نے پوچھا "یہ اتنی زیادہ تعداد میں دوائیں کیوں رکھی گئی ہیں؟"

"میں ایک ڈاکٹر بھی ہوں۔ کبھی بیمار پڑ جاؤں تو خود اپنا علاج کرتا ہوں اور اپنے خاص ماتحتوں کا بھی علاج کیا کرتا ہوں۔ میں آج تک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سامنا کرنے سے کتراتا رہا ہوں۔ میری پُرسکون زندگی کا یہی ایک راز ہے۔ نہ میرا کوئی دشمن پیدا ہوتا ہے' نہ میرا سکون برباد ہوتا ہے۔ میں نہ کسی اندیشے اور نہ کسی خطرے سے دوچار ہوتا ہوں۔"

"کیا تمہارا کبھی کسی دشمن سے سامنا نہیں ہوا؟"

"ہاں۔ ایسا دو بار ہو چکا ہے۔ میں اپنی جیب میں ایک ایسی دوا رکھتا ہوں جو دشمن کے جسم میں پہنچتے ہی اسے نیم مردہ اور بیہوش بنا دیتی ہے۔ میں ایک اچھا فائٹر ہوں۔ اس کے باوجود کسی دشمن سے لڑنے میں وقت ضائع نہیں کرتا۔ دراصل میں ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سونیا سے بہت متاثر ہوں۔ اسی کے نقشِ قدم پر چلتا ہوں۔ اسی کی طرح اپنا وقت ضائع نہیں کرتا۔ بڑی حکمتِ عملی اور مکاری سے دشمنوں سے نجات حاصل کر لیتا ہوں۔"

"وہ نیم مردہ اور نیم پاگل کرنے والی دوا دشمنوں کو کیسے کھلاتے ہو؟"

اس نے ریک میں دوا کی شیشی اٹھا کر دکھاتے ہوئے کہا "یہ ہے وہ دوا۔ اسے کسی کو کھلایا بھی جا سکتا ہے اور انجکشن بھی لگایا جا سکتا ہے۔"

اس نے اپنی انگلی دکھاتے ہوئے کہا "یہ میں نے ویسی ہی انگوٹھی پہنی ہے' جیسی سونیا پہنتی ہے۔ اس کے اوپری سرے پر ایک باریک سی سوئی ہے اور نچلے حصے میں ایک ننھا سا بٹن ہے۔ اس بٹن کو دباتے ہی یہ سوئی باہر نکل آتی ہے پھر اسے جس کے جسم میں چبھویا جائے' وہ پلک جھپکتے ہی اپنی توانائی کھو دیتا ہے پھر نیم مردہ اور نیم پاگل سا ہو جاتا ہے۔"

وہ عملی طور پر بتا رہا تھا کہ انگوٹھی کا بٹن کس طرح دبایا جاتا ہے اور سوئی کتنی تیزی سے باہر نکل کر اپنا کام دکھاتی ہے۔ ایسا بتاتے وقت اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ بلی نے ان میں سے ایک دوا کی شیشی اٹھا کر اپنے لباس میں چھپالی۔ اس نے اتنی پھرتی دکھائی تھی کہ جے رانگا اس کی اس حرکت کو نہ دیکھ سکا۔

انہوں نے رات کا کھانا ایک ساتھ کھایا۔ کھانے کے دوران بلی ڈونا کو اسے موقع نہ ملا کہ وہ اس دوا کو اس کے کھانے پینے کی کسی چیز میں ملا سکتی۔ وہ بہت محتاط رہ کر اسے ٹریپ کرنا چاہتی تھی۔ جلد بازی میں کام بگڑ سکتا تھا۔ رات کے کھانے میں نہ سہی' صبح کے ناشتے کے وقت موقع مل سکتا تھا۔

وہ رات کو بستر پر آئے تو بستر کے سرہانے والی میز پر پھلوں کے رس سے بھرا ایک جگ اور دو خالی گلاس رکھے ہوئے تھے۔ وہ خوش ہو گئی۔ اسے بھی خوش کرنے لگی۔ اپنا دیوانہ بنانے اور سحر زدہ کرنے لگی۔ وہ سحر زدہ ہو کر کہتا رہا "اب ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے۔ میری زندگی میں تمہارے جیسی جادوگر حسینہ پہلے کبھی نہیں آئی۔ اب میں سمجھ رہا ہوں کہ پارس اور پورس تمہارے آج بھی کیوں دیوانے ہیں۔ ان کے آدمی تمہارا پیچھا کر رہے تھے۔ میں بھی تمام عمر تمہارے پیچھے رہوں گا۔"

جذباتی لمحات گزرتے رہے۔ پیار و محبت کا وقفہ ہوا تو جے رانگا نے کہا "میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔ جوس تم بھی پیو' میں بھی پیتا ہوں۔"

وہ جگ اٹھا کر دو گلاسوں میں جوس انڈیلنے لگی۔ وہ اٹھ کر باتھ روم میں گیا۔ "مسٹر اے منٹ! میں ابھی واش روم سے آتا ہوں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر باتھ روم میں گیا۔ بلی ڈونا کی تو جیسے قسمت کھل گئی۔ اس نے باتھ روم میں جا کر جیسے ہی دروازے کو بند کیا اس نے شیشی نکال کر ایک گلاس میں چند قطرے ٹپکا دیے پھر دوسرا گلاس اٹھا کر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ جب وہ دروازہ کھول کر باہر آیا تو وہ اپنے گلاس سے جوس پینے لگی۔ اس نے دوسرا جوس سے بھرا ہوا گلاس اٹھا لیا۔ اس کے سامنے ایک کرسی رکھی ہوئی تھی۔ وہ بولی "میرے ساتھ بستر پر بیٹھو۔"

وہ بولا "بستر سونے اور ایک دوسرے کو سلانے کے لیے ہوتا ہے۔ تم اتنی حسین ہو کہ میں سامنے بیٹھ کر تمہیں دیکھتے رہنا چاہتا ہوں۔"

اس نے ایک گھونٹ پیا۔ بلی کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ وہ منہ بنا کر بولا "آج جوس کا مزہ کچھ عجیب سا ہے۔"

وہ بولی "مجھے تو بڑا مزہ آ رہا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں تمہیں کڑوی لگ رہی ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟ تم تو اتنی میٹھی ہو کہ تمہیں دیکھتے دیکھتے یہ گلاس خالی کر دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے گلاس کو منہ سے لگا کر ایک ہی سانس میں کئی گھونٹ حلق سے اتار لیے۔ اس نے درست کہا تھا کہ دوا کا اثر چشم زدن میں ہوتا ہے۔ اس نے ایک ہچکی لی۔ گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ تمام بدن لرزنے لگا۔ بلی نے مسکرا کر پوچھا "کیا ہوا جانِ من! اب تمہیں واقعی سمجھ لینا چاہیے کہ پارس اور پورس میری قدر کیوں کرتے ہیں؟ وہ میری ذہانت اور چالاکیوں کے باعث مجھے اپنے زیرِ اثر رکھنا چاہتے ہیں اور میں ان کے ہاتھ نہیں آ رہی ہوں اور نہ وہ دونوں کبھی میرے سائے تک پہنچ پائیں گے۔"

وہ شدید کمزوری کے باعث کرسی سے نیچے ڈھلکنے لگا۔ بلی نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ اسے سہارا دے کر بستر پر پہنچا دیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ بے تکی باتیں کرتے ہوئے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔

بلی ڈونا اس جگ کے تمام جوس کو باتھ روم کے بیسن میں ڈال کر جگ اور دونوں گلاسوں کو اچھی طرح دھونے لگی تاکہ جے رانگا کے خاص ماتحتوں کو کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔

ان احتیاطی تدابیر پر عمل کرنے میں اسے تقریباً دس منٹ لگے۔ دس منٹ بہت ہوتے ہیں۔ اتنی دیر میں بیڈ روم کا دروازہ کھلا۔ ایک دوسرا جے رانگا وہاں آیا۔ وہ اصل جے رانگا کی ڈمی تھا۔ اس نے بھی وہی لباس اور وہی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ جو کمزور اور پاگل سا بنا ہوا تھا' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر سے اتر کر بیڈ روم سے باہر چلا گیا۔ بیڈ روم میں آنے والا بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر کے جیسے سونے لگا۔

بلی نے وہ شیشی لباس کے اندر سے نکال کر اس کی دوا بھی واش بیسن میں پھینک دی۔ اس شیشی کو اچھی طرح صاف کر کے اسے ڈسٹ بن میں ڈال دیا۔ باتھ روم اور بیڈ روم سے تمام سازشی نشانات مٹا دیے۔ جے رانگا کو دیکھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں مگر وہ کمزوری کے باعث کراہ رہا تھا۔ بلی نے اس کے ایک خاص ماتحت کو بلایا اور کہا "پتا نہیں مسٹر رانگا کو اچانک کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے یہاں ایک دوا کھائی تھی۔ اس کے بعد یہ حالت ہو گئی ہے۔"

خاص ماتحت نے جے رانگا کا معائنہ کیا پھر دوسرے ملازمین کو بلا کر حکم دیا "گاڑی پورچ میں لاؤ۔ ماسٹر کو فوراً اسپتال لے جانا ہوگا۔"

ایک ملازم دوڑتا ہوا گیا۔ دوسرے ملازمین اس ڈمی جے رانگا کو بیڈ روم سے باہر لے گئے۔ بلی ڈونا اس کمزور شکار کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنا چاہتی تھی لیکن نیم پاگل پن کے باعث اس کے دماغ میں مختلف قسم کی سوچیں گڈمڈ ہو گئی تھیں۔ وہ اس کے دماغ سے صحیح باتیں معلوم نہیں کر سکتی تھی۔

حالانکہ وہ پاگل تھا اور نہ نیم پاگل تھا۔ اصل جے رانگا اس کے دماغ میں رہ کر مختلف خیالات کو گڈمڈ کر رہا تھا۔ بہت پہلے نیوی عمل کے ذریعے اسے جے رانگا بنا چکا تھا۔ جب وہ نارمل ہوگا اور بلی اس کے خیالات پڑھے گی تو اسے اصل جے رانگا ہی سمجھے گی۔

جس اسپتال میں اسے پہنچایا گیا اس کا ڈاکٹر بھی جے رانگا کا معمول اور تابعدار تھا۔ اس نے جے رانگا کی مرضی کے مطابق کہا "مریض نے کوئی غلط دوا کھالی ہے جس کا اثر دماغ پر پڑا ہے۔ یہ ٹریٹمنٹ کے بعد نارمل ہو جائے گا۔"

جے رانگا دوسری صبح کی فلائٹ سے افریقہ کے ایک شہر نن سٹی کی طرف روانہ ہو گیا۔ دنیا کے سب سے قیمتی اور نایاب موتی کے آگے بھلا بلی ڈونا کی کیا قیمت ہو سکتی تھی؟ وہ حسن کا شیدائی تھا مگر صرف ایک رات کے لیے۔ اس کے بعد اسے ڈی جے رانگا کے حوالے کر چکا تھا۔ دنیا کی حسین سے حسین عورت بھی اپنی عمر کے مرحلے طے کر کے ڈھلک جاتی ہے۔ ہیرے موتی نہ بوڑھے ہوتے ہیں اور نہ اپنی چمک اور حسن سے محروم ہوتے ہیں۔ وہ ازل سے ابد تک سدا بہار رہتے ہیں۔

جے رانگا کے معتمدِ خاص کا نام دھرم ویر تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اپنے آقا کی عدم موجودگی میں اسے کیا کرنا ہے؟ اس نے بلی ڈونا سے کہا "جب آپ یہاں آئی تھیں تو ہمارے ماسٹر نے کہا تھا کہ آپ یہاں ان کی مسٹریس بن کر رہیں گی۔ اب وہ اسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔ ان کے نارمل ہونے تک آپ ہماری مالکہ رہیں گی اور یہاں سب ہی آپ کے احکامات کی تعمیل کرتے رہیں گے۔"

وہ بولی "میں تمہارے ماسٹر جے رانگا کے لیے فکرمند ہوں۔ خدا سے دعا مانگ رہی ہوں کہ وہ جلد ہی نارمل ہو جائیں۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے خیال خوانی کے ذریعے معتمدِ خاص دھرم ویر کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی۔ وہ بولا "مسٹریس! میں اپنے ماسٹر کا معتمدِ خاص ہوں۔ وہ میرے چور خیالات بہت پہلے پڑھ چکے ہیں اس لیے آنکھیں بند کر کے مجھ پر اعتماد کرتے ہیں۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ میرے ماسٹر کے اعتماد کو بحال رہنے دیں اور میرے دماغ میں نہ آیا کریں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم ان کے معتمدِ خاص ہو۔ میں بھی تم پر بھروسا کروں گی۔"

وہ جیب سے ایک چابی نکال کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "اس محل کی تمام چابیاں میرے پاس رہتی ہیں۔ یہ ایک چابی اسی چور دروازے کی ہے، جس کے پیچھے تہ خانے میں نایاب جواہرات کا ذخیرہ ہے۔ یہ صرف ماسٹر کے پاس رہتی ہے۔ ان کے نارمل ہونے تک یہ آپ کے پاس رہے گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم نے خزانے کی یہ چابی دے کر ثابت کر دیا ہے کہ واقعی تم بھروسے کے قابل ہو۔ میں تم پر اعتماد بھی کروں گی اور تمہاری عزت بھی کرتی رہوں گی۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر چلا گیا۔ بلی نے بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر خوشی سے اچھل کر بستر پر آ گرا اوندھے منہ گر پڑی۔ دنیا میں نایاب ہیرے موتی کہاں کہاں ہیں؟ ان کا سراغ ٹیلی پیتھی کے ذریعے لگانے میں برسوں گزر جاتے۔ بلی کو صرف ایک رات میں ان نایاب جواہرات کا ذخیرہ مل گیا تھا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی۔

دوسری خوش قسمتی یہ تھی کہ آئندہ روپوش اور محفوظ رہنے کے لیے اسے جے رانگا کا محل، تربیت یافتہ ماتحت، مسلح گارڈز اور ایک معتمدِ خاص دھرم ویر مل گیا تھا۔ اس نے پہلی ہی رات اسے خزانے کی چابی دے کر اس کا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔

دو دن بعد ڈی جے رانگا کی جسمانی قوت اور دماغی توانائی کسی حد تک بحال ہونے لگی۔ اس نے ہوش و حواس میں رہ کر بلی ڈونا سے باتیں کیں۔ بلی اس رات اُس کے ساتھ اسپتال کے کمرے میں رہی۔ جب وہ سو گیا تو اس کے دماغ میں پہنچ کر تنویمی عمل کرنے لگی۔ اس عمل کے ذریعے اس نے ہر پہلو سے اس کے دماغ کو اپنے شکنجے میں لے لیا۔

اس دوران میں اُس کے دماغ سے پتا چلا کہ دوا کی زیادہ مقدار کے باعث وہ ذہانت اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے محروم ہو چکا ہے۔ بلی ڈونا نے یہ طے کر لیا کہ وہ آئندہ بھی اس کے اندر پہنچتی رہے گی اور اسے ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رکھتی رہے گی۔

جبکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ ڈی ٹیلی پیتھی جانتا ہی نہیں تھا۔ جے رانگا نے جو باتیں اس کے دماغ میں نقش کی تھیں وہ بلی کا معمول بن کر وہی باتیں ظاہر کر رہا تھا۔ کلائڑی بے شمار ہوتے ہیں لیکن ہر ایک کے کھیلنے کا انداز جدا ہوتا ہے۔ بلی ڈونا وہاں اپنی عقل اور اپنے انداز سے کھیل رہی تھی اور جے رانگا اپنے اسٹائل سے کھیل دکھا رہا تھا۔

بہرحال اتنا تو ہوا کہ بلی کو ایک محفوظ پناہ گاہ مل گئی تھی۔ اس نے اپنی دانست میں جے رانگا پر کامیاب تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ اسے تنویمی نیند سلانے کے بعد واپس محل میں جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت اُس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا "کون ہو تم؟"

کسی نے کہا "میں مسٹر پورس کا ماتحت ہوں۔ آپ کی خیریت معلوم کرنے آیا ہوں۔"

وہ بولی "پورس سے کہو، میرا پیچھا چھوڑ دے۔ میں آئندہ اس کے کسی ماتحت کو اپنے اندر نہیں آنے دوں گی۔"

اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ اسپتال سے باہر آ گئی۔ اس کی حفاظت کے لیے مسلح گارڈز موجود تھے۔ وہ ایک لگژری کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہاں سے محل کی شان سے ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہاں سے محل کی طرف جاتے وقت اس نے پھر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا "کون ہے؟"

"میں مسٹر پورس کا ماتحت ہوں اور آپ کو پورس سے دور رکھنے

محفوظ پناہ گاہ تک پہنچا سکتا ہوں۔"

بہت دیر کی مہرباں آتے آتے۔ گیٹ آؤٹ۔ آئندہ ایک منٹ کے لیے بھی میرے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔"

اس نے سانس روک کر اسے بھی بھگا دیا۔ اب وہ ملکۂ عالیہ بن چکی تھی۔ آئندہ چہرہ بدل کر رہنے والی تھی۔ کوئی اس کی پرچھائیں تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

○☆○

پورس کئی معاملات میں مصروف تھا۔ اس کی پہلی کوشش یہی تھی کہ وہ تمام دوائیں جلد سے جلد تیار کر لے۔ نیلماں کی آتما نے شی تارا کے جسم کو چھوڑ کر اور اسے فنا کر کے مسائل پیدا کر دیے تھے۔ پہلے اُس نے اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین لیے تھے۔ اسے امریکی اکابرین کی نظروں سے گرا دیا تھا۔ اب اس کی آتما روپوش ہو کر اُس کے دل میں طرح طرح کے اندیشے پیدا کر رہی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ آئندہ کس حسینہ کے جسم میں سما کر پھر جسمانی طور پر دنیا میں آئے گی اور اس کے لیے مسائل پیدا کرتی رہے گی۔

پورس کا ایک اور اہم معاملہ الپا اور پارس کے سلسلے میں تھا۔ انہوں نے اسرائیلی اکابرین کو دواؤں کے فارمولے دے کر ان کا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ وہ خوش تھے کہ الپا ایک مسلمان سے شادی کر کے یہودی قوم کو فائدہ پہنچا رہی ہے اور پورس ان کی یہ خوش فہمی ختم کرنا چاہتا تھا۔

وہ ڈاکٹر اناپورنا کو اپنی خفیہ لیبارٹری میں مصروف چھوڑ کر کلزالہ سے تل ابیب آ گیا تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اناپورنا کو دن رات اپنے قابو میں رکھے گا۔ کسی بھی دشمن کو اس لیبارٹری تک پہنچنے نہیں دے گا۔ اگر دواؤں کی تیاری کے سلسلے میں ذرا سی بھی گڑبڑ ہو گی تو وہ فوراً ہی فلائنگ کیپسول کے ذریعے اس لیبارٹری میں اناپورنا کی حفاظت کے لیے پہنچ جائے گا۔

اس نے تل ابیب میں ایک اعلیٰ فوجی افسر کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ ان فارمولوں کے مطابق کس لیبارٹری میں راز داری سے دوائیں تیار ہو رہی ہیں۔ وہ نادیدہ بن کر اُس لیبارٹری کے اندر پہنچ گیا تھا۔

پارس سمجھ رہا تھا کہ وہ نادیدہ بن کر کس طرح اس لیبارٹری میں پہنچ سکتا ہے اور وہاں کے ڈاکٹروں کو کامیاب دوائیں تیار کرنے سے باز رکھ سکتا ہے۔ اس وقت شطرنجی چالیں چلی جاتی ہیں۔ اپنے مخالف کلائڑی کو دوسری چالوں میں الجھایا جاتا ہے۔ پارس نے پورس کو تل ابیب کی خفیہ لیبارٹری تک پہنچنے سے روکنے کے لیے اسے نیلماں کے معاملے میں الجھا دیا۔ اس نے الپا کو سمجھایا کہ کس طرح ایک ڈراما پلے کرنا ہے۔ اس نے پارس کی ہدایات کے مطابق نیلماں کے لب و لہجے میں پورس کو مخاطب کیا "بولو مگر! تم میرے لب و لہجے سے مجھے پہچان رہے ہو۔"

اس نے پوچھا "کون؟ نیلماں؟"

"ہاں۔ سب سے پہلے تمہیں خوش خبری سنانے آئی ہوں کہ میں نے ایک نیا جسم حاصل کر لیا ہے۔ ایسی حسین، ایسی جوان اور ایسی پُرکشش ہو گئی ہوں کہ دیکھو گے تو رال ٹپکنے لگے گی۔"

پورس نے ایک ماتحت کے دماغ میں پہنچ کر کہا "اس کے دماغ میں آکر باتیں کرو۔ میں تمہیں اپنے اندر نہیں رہنے دوں گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ الپا نے کہا "یہ لو۔ میں تمہارے ماتحت کے اندر آ گئی ہوں۔ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ شی تارا کا جسم جل کر راکھ ہو چکا ہے۔ پارس کو مجھ سے نہیں شی تارا کے جسم سے نفرت تھی۔ میرے آشرم والوں نے اسے جلا کر پارس کو مطمئن کر دیا ہے۔ اب اسے مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"اب تم کیا کہنے آئی ہو؟"

"یہی کہ تم بہت بڑے مکار ہو۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بیڈ روم میں تم ہی نادیدہ بن کر آیا کرتے تھے۔ تم نے میرا سکون برباد کر دیا تھا۔ اب میں تمہیں سکون سے نہیں رہنے دوں گی۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ پارس نے تمہیں میرے خلاف بھکایا ہے۔"

"میں نادان بچی نہیں ہوں کہ کسی کے بھکانے سے بھک جاؤں گی۔"

"اگر تم ایسا سمجھتی ہو تو پھر یہی سہی۔ میں نادیدہ بن کر تمہیں پریشان کیا کرتا تھا۔ اب تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"تم نادیدہ بن کر دن رات مجھے پریشان کرتے رہے۔ اب میں تمہیں دن رات پریشان کروں گی۔ تمہارے ہر معاملے میں رکاوٹ بنوں گی۔ تم جب بھی کامیاب ہونا چاہو گے، میں تمہیں ناکام بنا دوں گی۔"

"نیلماں! تمہیں اپنے بارے میں بہت زیادہ خوش فہمی پیدا ہو گئی ہے۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ دوست بن کر رہو۔ بڑے فائدے میں رہو گی۔ دشمنی کرو گی تو نقصان اٹھاتی رہو گی۔"

"ہو سکتا ہے، یہ میری خوش فہمی ہو لیکن میں پہلے دشمنی کر کے دیکھوں گی کہ مجھے کس طرح کے نقصانات پہنچتے ہیں۔ اگر وہ نقصانات ناقابلِ برداشت ہوں گے تو میں تم سے دوستی کر لوں گی۔"

"کیا یہ بتاؤ گی کہ فی الحال میرے خلاف کیا کرنے والی ہو؟"

"اپنے مخالف کو پہلے سے کچھ بتایا نہیں جاتا۔ چونکہ تمہارا سکون برباد کرنا چاہتی ہوں اس لیے بتا رہی ہوں کہ اس وقت ایک طیارے میں سفر کر رہی ہوں اور ایک گھنٹے بعد بنکاک پہنچنے والی ہوں۔"

وہ ذرا سا چونکا پھر بولا "بنکاک جا کر میرا کیا بگاڑ لو گی؟"

"وہاں ایک زبردست تاش کا کلائڑی ہے۔ اس کا نام شنکر داس ہے۔ ڈاکٹر اناپورنا اس کی دیوانی تھی لیکن وہ بہت لالچی اور

خود غرض ہے۔ اپنی چاہنے والی کو چھوڑ کر بنکاک چلا گیا۔ اب میں اسے دوبارہ ممبئی واپس لاؤں گی۔"

"وہ ممبئی آکر کیا کرے گا؟"

"اخبارات' ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اس ڈاکٹر کو متوجہ کرے گا کہ وہ اس کی محبت میں کھچا ہوا ممبئی آگیا ہے۔ وہ جہاں بھی ہے' ایک منتر جپنا شروع کردے۔"

"کیسا منتر؟ اس منتر کے پڑھنے سے کیا ہوگا؟"

"اس منتر کا تعلق میری آتما سے ہے۔ جب وہ ڈاکٹر اس منتر کا جاپ کرے گی تو میری آتما میرے جسم سے نکل کر سیدھی اس کے پاس پہنچ جائے گی اور یہ معلوم کرلے گی کہ وہ کس ملک کے' کس علاقے میں کہاں چھپی ہوئی ہے۔"

پورس کو چپ سی لگ گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر انجان بن کر بولا "تم مجھے کسی شنکر داس اور ڈاکٹر اناپورنا کا قصہ کیوں سنا رہی ہو؟ ان کا مجھ سے کیا تعلق ہے؟"

"جو قصہ سنا رہی ہوں' وہ قسطوار ہے۔ اگلی بار آؤں گی تو اس کی دوسری قسط سناؤں گی۔ اب میں جا رہی ہوں۔ مجھے آواز نہ دینا۔"

الپا اس کے ماتحت کے دماغ سے چلی آئی۔ پارس سے بولی۔ "مجھے اس کے ماتحت کے دماغ میں رہ کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کس طرح نیلاں کو پکار رہا ہوگا۔"

پارس نے کہا "اسے پکارنے دو۔ بیچارے شنکر داس کی شامت آگئی ہے' وہ اسے بنکاک سے ممبئی پہنچنے نہیں دے گا۔"

الپا نے کہا "ایک گڑبڑ ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"پورس سمجھوتا کرنے کے لیے نیلاں کے دماغ میں پہنچے گا تو یہ بھید کھل جائے گا کہ ابھی وہ اس سے گفتگو نہیں کر رہی تھی۔"

"تو پھر چلو نیلاں کے دماغ میں پہنچ کر دیکھتے ہیں۔ اگر پورس وہاں پہنچا ہوگا تو نیلاں ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکے گی۔"

ان دونوں نے نیلاں کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن اس کا دماغ نہیں ملا۔ انہوں نے دوسری بار شی تارا کے لب و لہجے کو گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس بار بھی نیلاں کا سراغ نہیں ملا۔

تب یہ بات سمجھ میں آئی کہ نیلاں کی آتما نے جس حسینہ کا جسم حاصل کیا ہے اب اسی حسینہ کے لب و لہجے کو اختیار کر رہی ہوگی۔ اسی لیے وہ الپا اور پارس کو نہیں مل رہی ہے۔ پورس بھی اس سے سمجھوتا کرنے کے لیے خیال خوانی کے ذریعے اسے تلاش کر رہا ہوگا اور ناکام ہو رہا ہوگا۔

واقعی پورس نے بھی یہی کیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ نیلاں نے جو نیا جسم حاصل کیا ہے' اسی جسم والی کے لب و لہجے کو اختیار کر رہی ہوگی لیکن ابھی خیال خوانی کے ذریعے نیلاں کے سابقہ لب و لہجے میں بول رہی تھی۔

اگرچہ یہ ڈراما پارس پلے کر رہا تھا لیکن پورس' نیلاں کی آتما شکتی سے متاثر ہو کر سوچ رہا تھا کہ وہ چڑیل پارس سے زیادہ خطرناک ہے۔ کمبخت اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے شنکر داس تک پہنچ گئی ہے۔ اب شنکر داس کو بنکاک سے ممبئی پہنچنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔

اس نے بنکاک میں اپنے دو ماتحتوں کو مخاطب کرکے کہا۔ "میری ایک مخالف چڑیل ایک گھنٹے میں بنکاک پہنچنے والی ہے۔ تم دونوں فوراً شنکر داس تک پہنچو پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دو۔ میں پندرہ منٹ کے اندر یہ سننا چاہتا ہوں کہ وہ مر چکا ہے اور میں اس کے مردہ دماغ میں پہنچ کر اس کی موت کا یقین کروں گا۔"

ایک ماتحت نے کہا "باس! اس نے بنکاک پہنچ کر اتنی دولت کمائی ہے کہ اب شراب پینے لگا ہے۔ آپ اس کے اندر پہنچ کر ہمیں بتا سکتے ہیں کہ ابھی وہ ہمیں کہاں مل سکتا ہے؟"

پورس نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور شنکر داس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کا دماغ مردہ ہو چکا ہے۔ وہ مر چکا ہے۔

پورس نے اپنے ماتحتوں سے کہا "وہ خیال خوانی کے ذریعے نہیں مل رہا ہے۔ اس کی موت کا یقین ہو رہا ہے۔ تم لوگ اس مکان میں جاؤ' جہاں وہ رہتا تھا۔ ان کلبوں میں بھی جاؤ' جہاں وہ جوا کھیلا کرتا تھا۔"

وہ ان کے دماغوں میں رہ کر دیکھنے لگا کہ وہ شنکر داس کو تلاش کرنے کہاں کہاں جا رہے ہیں۔ ایک ذرا اطمینان بھی تھا کہ وہ مر چکا ہے اور یہ شبہ بھی تھا کہ وہ زندہ ہے اور نیلاں کوئی چال چل رہی ہے۔

ماتحتوں سے پتا چلا کہ جس مکان میں وہ رہتا تھا اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر سامان بکھرا پڑا تھا۔ اس نے مالک مکان کو کرایہ ادا کیا تھا۔ اس کے باوجود مالک مکان نے پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کرائی تھی کہ اس کا کرائے دار لاپتا ہے۔

وہ جن کلبوں میں جوا کھیلنے جایا کرتا تھا' وہاں کا اسٹاف اسے اچھی طرح جانتا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ پچھلی دو راتوں سے کھیلنے نہیں آیا ہے۔ پورس نے خیال خوانی کے ذریعے امیگریشن آفس کے متعلقہ افراد کے دماغوں میں پہنچ کر پچھلے دو تین دنوں کے ریکارڈز چیک کرائے۔ پتا چلا شنکر داس نے انڈیا واپس جانے کے لیے ویزا میں واپسی کی مہر نہیں لگوائی ہے۔ اس کا مطلب تھا وہ بنکاک سے باہر نہیں گیا ہے۔ اسی شہر میں مارا گیا ہے۔

پورس اس کی موت کا یقین نہیں کرسکتا تھا کیونکہ نیلاں اس کے ذریعے ڈاکٹر اناپورنا تک پہنچنا چاہتی تھی' جو اس کے لیے

ذاداری سے دوائیں تیار کر رہی تھی۔ اس نے ماتحتوں سے کہا۔ ے تلاش کرو۔ اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے لب و لہجے کو دیا گیا ہے' اسی لیے میں اس کے دماغ میں پہنچنے میں ناکام ہو رہا

"

پورس نے اپنے ایک اور ماتحت کی ڈیوٹی ائرپورٹ پر لگائی اس سے کہا تھا "میری ایک دشمن ائرانڈیا کی فلائٹ سے پہنچ رہی ہے۔ مجھے اس کی صورت شکل اور حلیے کے بارے کچھ معلوم نہیں ہے۔ ایک اندازہ ہے کہ وہ ایک حسین دوشیزہ ہوگی اور شاید تنہا ہوگی۔ وہ ہمیں دھوکا دینے کے لیے کسی ساتھی یا ٹیلی کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔ اس فلائٹ سے جتنی حسین جوان لڑکیاں آئیں گی' تم ایک گائیڈ بن کر اپنی خدمات پیش نے کے لیے انہیں مخاطب کرو گے۔ اس طرح میں ان کے اوں میں پہنچ سکوں گا۔"

اس ماتحت نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اس فلائٹ سے نے والے مسافروں میں مردوں کے علاوہ جوان اور بوڑھی ورتیں بھی تھیں۔ ماتحت نے بوڑھیوں کو نظرانداز کیا اور ایک ائیڈ کی حیثیت سے جوان لڑکیوں کو اپنی خدمات پیش کرنے کے ے انہیں مخاطب کرتا رہا۔ صرف چھ جوان اور حسین لڑکیاں ں۔ انہوں نے خدمات حاصل کرنے سے انکار کیا۔ پورس ان ے اندر پہنچ کر ان کے خیالات پڑھتا گیا۔ وہ سب عام لڑکیاں ں۔ اگر نیلاں ہوتی تو پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اس روک لیتی۔

تب پورس نے یہ سوچا۔ اسے صرف جوان اور حسین لڑکیوں چیک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ نیلاں کسی بوڑھی کے بھیس میں بھی کتی ہے۔ اس نے ماتحت سے پوچھا "کیا اس فلائٹ سے کوئی تنہا ڑھی عورت آئی تھی؟"

"یس باس! ایک بوڑھی ایک چھوٹی سی اٹیچی اٹھائے میرے امنے سے گزر کر گئی ہے۔"

"جاؤ۔ دوڑو اور دیکھو' وہ عمارت کے باہر ہریا پارکنگ ایریا میں و سکتی ہے۔"

وہ دوڑتا ہوا عمارت کے باہر گیا۔ دور تک نظریں دوڑائیں۔ ارکنگ ایریا میں اور ٹیکسی اسٹینڈ پر بھی گیا لیکن وہ جا چکی تھی۔

اسے کہتے ہیں شطرنجی چال۔ مخالف نقصان پہنچانے والی چال ا رہا ہو تو اپنے بچاؤ کے لیے اسے دوسری چال میں الجھا دیا جاتا فی الحال نہ کوئی نیلاں تھی اور نہ وہ بنکاک گئی تھی۔ ابھی وہ ا آتما کے ساتھ کہاں تھی؟ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

بابا صاحب کے ادارے کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے وں کو صرف ڈاکٹر اناپورنا کے بارے میں بتایا تھا۔ بعد میں اس یہ معلومات بھی فراہم کیں کہ شنکر داس نامی باڈی بلڈر اور خواری بنکاک میں ہے۔ اس نے محض سطحی معلومات فراہم کی تھیں۔ انہی معلومات کے ذریعے الپا اور پارس نے پورس کو شنکر داس کے سلسلے میں بنکاک تک دوڑا دیا تھا تاکہ وہ اسرائیل کی لیبارٹری میں تیار ہونے والی دواؤں تک نہ پہنچ پائے۔

پورس اب ایسا نادان بھی نہیں تھا۔ اتنی بھاگ دوڑ کے بعد سوچنے لگا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا نیلاں دوبارہ رابطہ کرے گی؟ وہ صرف میرے پیچھے کیوں پڑی ہے؟"

وہ موجودہ حالات پر غور کرنے لگا۔ عقل نے سمجھایا "فی الحال نیلاں کا سب سے بڑا دشمن فرہاد علی تیمور ہے کیونکہ اُسی نے اس کے پوتے کو قتل کرایا تھا۔ پہلے وہ قتل کا بدلہ لے گی' یا خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ جائے گی؟"

پھر اس نے دوسرے پہلو سے سوچا "جس طرح میں نہیں چاہتا کہ الپا اور پارس کے پیش کردہ فارمولوں کے مطابق اسرائیل میں کامیابی سے دوائیں تیار ہوں اسی طرح پارس بھی میری خفیہ لیبارٹری تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوگا۔ نیلاں کے پیچھے بھاگتے ہوئے میں پارس کو نظرانداز کرکے بہت بڑی غلطی کر رہا ہوں۔ وہ مکار میری توقع کے خلاف چالیں چل کر مجھے الجھائے گا اور شاید وہ ایسا کر رہا ہو۔"

پھر اس نے سوچا "جب میں قتل ابیب آکر اس خفیہ لیبارٹری کا سراغ لگا چکا ہوں تو مجھے ان فارمولوں سے بنی ہوئی دواؤں کو ناکام بنا کر ہی یہاں سے جانا چاہیے۔ رہی نیلاں کی بات تو میں ڈاکٹر اناپورنا کے دماغ میں زیادہ سے زیادہ رہوں گا۔ اگر وہ کسی منتر کا جاپ کرے گی تو میں اسے ایسا کرنے سے باز رکھوں گا۔"

وہ بڑی ذہانت سے سوچتا رہا۔ جب سے پارس سے مقابلہ شروع ہوا تھا' تب سے اس نے کئی عورتوں اور مردوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا اور ان سے ضرورت کے وقت کام لیا کرتا تھا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ پارس نے الپا سے نیلاں کا رول ادا کرایا تھا اور اسے دوسری طرف الجھائے رکھنے کے لیے نیلاں کو اس کے لیے دردِ سر بنا رہا تھا۔

اس نے سوچا' جس طرح وہ نیلاں سے بے خبر ہے اسی طرح پارس بھی یہ نہیں جانتا ہوگا کہ نیلاں آج کل کہاں ہے اور کب وہ خود کو ظاہر کرنے والی ہے۔ پارس یہ بھی نہیں جانتا ہوگا کہ نیلاں پورس کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ لہٰذا فرضی نیلاں کے ذریعے پارس کو الجھایا جا سکتا ہے۔

اس نے امریکی ٹیلی پیتھی کے شعبے سے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے حاصل کیے تھے۔ جن میں سے انتیس کو نیلاں نے چھین لیا تھا۔ اس کے باوجود پورس کے پاس چار ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے تھے۔ ان میں سے ایک عورت بھی تھی۔ اس کا نام مارتھا کروتا تھا۔ پورس نے مارتھا کروتا کے دماغ میں پہنچ کر اسے سمجھایا کہ کس طرح اسے نیلاں کے لب و لہجے میں اس کا رول ادا کرنا ہے۔

وہ اس کی ہدایات کے مطابق پارس کے دماغ میں پہنچ کر بولی۔

"کیا میری آواز اور لب و لہجے سے مجھے پہچان رہے ہو؟"

پارس نے کہا "ہاں۔ تم نیلاں ہو۔ میں تمہیں نئی زندگی کی مبارک باد دیتا ہوں۔"

"تم مبارک باد نہیں دو گے تب بھی زندہ رہوں گی اور اپنے پوتے کے عوض تمہارے خاندان کے ایک ایک فرد کو موت کے گھاٹ اتارتی رہوں گی۔"

"اچھا۔ پورس ناویدہ بن کر تمہارا سکون برباد کیا کرتا تھا۔ میں نے اس سے نجات حاصل کرنے کی تدبیر بتائی۔ تم نے میرے مشورے پر عمل کر کے نئی زندگی حاصل کی۔ پورس سے نجات حاصل کی اور اب تم میرے پورے خاندان کو موت کے گھاٹ اتارنے کی دھمکی دے رہی ہو۔"

"تم نے مجھ پر احسان کیا۔ میں تمہارے لیے سوچوں گی کہ تمہیں اپنے خاندان والوں کا ماتم کرنے کے لیے زندہ چھوڑ دوں۔"

"مجھے زندہ چھوڑنے والا احسان ہی تمہیں مہنگا پڑے گا۔ کیا نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد سیدھی میرے پاس آئی ہو؟"

"میں پہلے تمہارے ہی پاس آئی ہوں یا نہیں' اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"تمہاری حماقت کا پتا چلتا ہے۔ میرے پاپا نے تمہارے پوتے کو قتل کرایا۔ تمہیں دھمکیاں دینے یا انتقام لینے کے لیے ان کے پاس پہلے جانا چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے' مجھ سے کچھ زیادہ ہی لگاؤ پیدا ہو گیا ہے۔ تم تو نئی زندگی حاصل کر کے اپنوں کے پاس بھی نہیں گئی ہو گی؟"

"اس دنیا میں میرا کوئی اپنا نہیں رہا۔"

"تم بھول رہی ہو۔ تمہارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اپنے ہیں' وہ تمہارے برے وقت میں کام آئیں گے۔"

"جب مجھے ضرورت ہو گی تو میں انہیں بلاؤں گی اور ان سے کام لوں گی۔"

"تعجب ہے۔ تم نے اب تک اپنے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں بلایا۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ ابھی کسی ایک کو بھی بلا لو۔ تنہا رہو گی تو ابھی اچانک ایسی چال چلوں گا کہ تمہاری کھوپڑی گھوم جائے گی۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولی "تم نے آج تک بڑی بڑی مکاریاں دکھائی ہیں۔ آج دیکھوں گی کہ میرے تنہا رہنے سے تم کیا کمال دکھاؤ گے؟"

"شاباش' تم نے اعتراف کر لیا کہ میرے دماغ میں تنہا ہو پھر یہ میرے چور خیالات کیا تمہارا باپ پڑھ رہا ہے؟"

پورس ایک دم سے چونک گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مارتھا کرونا کی موجودگی میں پارس کسی دوسرے خیال خوانی کرنے والے کو بھی محسوس کر سکتا ہے۔ یہ پورس کے لیے ایک نیا تجربہ تھا۔

پارس نے کہا "ماں تم نیلاں نہیں ہو۔ جاؤ اپنے یار کے ساتھ گھر جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ مارتھا کرونا کو اس کے دماغ سے نکلنا پڑا۔ اس نے پورس سے پوچھا "اب کیا کروں؟"

"آرام کرو۔"

وہ مارتھا کرونا کے دماغ سے نکل کر سوچنے لگا "میں پارس سے ٹکرا رہا ہوں یا لوہے کے چنے چبا رہا ہوں۔ وہ پکا بدمعاش ہے۔ اس نے بڑی ہیرا پھیری سے معلوم کر لیا ہے کہ اس کے اندر نیلاں نہیں بول رہی تھی۔ وہ بھی سمجھ گیا ہو گا کہ میں اپنی کسی آلۂ کار کے ذریعے اسے بھٹکانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

بھٹکانے والی بات پر وہ کچھ سنجیدہ ہو کر سوچنے لگا "میں پارس کو بھٹکانا چاہتا ہوں۔ کیا وہ بھی مجھے بھٹکانے کی کوششیں نہیں کر رہا ہو گا۔ بعض اوقات میں جیسی چالیں چلتا ہوں' ٹھیک اسی طرح پارس بھی ویسی چالیں چلنے لگتا ہے۔"

وہ اس بات پر غور کرنے لگا اور سوچنے لگا "میں نے ابھی مارتھا کرونا کو نیلاں کا رول ادا کرنے کے لیے استعمال کیا تھا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس نے بھی الپا کو نیلاں بنا کر میرے پاس بھیجا ہو؟"

یہ بات اس کے دل کو لگ گئی۔ ایسا ممکن تھا۔ نیلاں کے بارے میں یہ کہا نہیں جا سکتا تھا کہ اس کی آتما کہاں بھٹک رہی ہے؟ اس نے کسی دوسری حسینہ کا جسم حاصل کیا ہے یا نہیں؟ اور کیا ہو گا تو کہیں گوشۂ گمنامی میں اپنی کمزور ہونے والی آتما شکتی میں پھر سے توانائی کے لیے تپسیا اور پوجا پاٹ میں مصروف ہو گی۔ سابقہ توانائی بحال کرنے میں کچھ عرصہ لگے گا۔ وہ ابھی سے ہمارے معاملات میں مداخلت کرنے نہیں آئے گی۔

یوں تجزیہ کرنے سے بات سمجھ میں آنے لگی کہ پارس بھی اسی کی طرح ایک فرضی نیلاں کے ذریعے الجھا رہا ہے۔ وہ بڑے دستے ذرائع کا مالک ہے۔ اس نے کسی ذریعے سے معلوم کیا ہو گا کہ ممبئی میں کوئی ڈاکٹر انا پورنا تھی' جو شنکر داس نامی پہلوان کی دیوانی تھی۔ اب وہ ممبئی میں نہیں ہے۔ کہیں گم ہو گئی ہے۔

اگر ایسا ہے تو شنکر داس بنکاک میں مارا نہیں گیا ہے۔ پارس نے اسے ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنایا ہو گا اور اس کے ذریعے انا پورنا تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہو گا۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہو گا کہ پورس انا پورنا کے ذریعے نئی دوائیں تیار کر رہا ہے۔

اس کے باوجود پورس کو اس حد تک اطمینان تھا کہ شنکر داس کبھی انا پورنا کو تلاش نہیں کر سکے گا اور نہ پارس اپنے اس تابعدار کے ذریعے اس کی خفیہ لیبارٹری تک پہنچ پائے گا۔

اس کی نگاہوں کے سامنے خیالی شطرنج کی بساط بچھی ہوئی تھی۔ اس بساط پر تمام مخالف مہرے دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں ایسے مہرے بھی تھے' جنہیں وہ پارس کے خلاف استعمال کر سکتا تھا۔ بلی ڈونا کہیں گم ہو گئی تھی۔ اس نے اپنے جس ماتحت کو بلی کے پیچھے لگایا تھا اسے جے رانگا نے مار ڈالا تھا اور پورس ابھی جے رانگا سے بے خبر تھا۔ نیلاں کے بارے میں پتا نہیں تھا کہ وہ خود کو کب ظاہر کرے گی؟

اور اس نیلاں نے گم ہونے سے پہلے اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس سے چھین کر اسے امریکی اکابرین کے سامنے کمتر بنایا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ نتاشا اور دوسرے روسی اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی طرح اپنے زیر اثر لے آئے لیکن وہ سب اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے خوف سے روپوش ہو گئے تھے۔ اس کی بساط پر ابھی ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں تھے' جنہوں نے جے رانگا کی طرح خود کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ وہ اتفاقات سے یا حالات کی مجبوریوں سے آئندہ کبھی ظاہر ہونے والے تھے۔

وہ تل ابیب پہنچنے کے بعد دو دن تک بہت مصروف رہا پھر اس نے امریکی اکابرین کو مخاطب کیا۔ ان سے کہا "وہ یکجا ہوں گے تو ان سے وہ کچھ اہم باتیں کرے گا۔ اگر آئندہ وہ نقصانات سے بچنا چاہتے ہیں تو اس سے ضرور گفتگو کریں۔"

پورس نے ایک بار نیلاں سے مات کھائی تھی۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہار جیت تو ہوتی رہتی ہے اس لیے امریکی اکابرین کے لیے پورس غیر اہم نہیں تھا۔ وہ اس کی ذہانت کو خوب سمجھ گئے تھے کہ وہ کسی وقت بھی نئی چالیں چل سکتا ہے۔ کم از کم اینٹی ٹیلی پیتھی دوائیں تو ضرور تیار کرے گا۔

امریکی اکابرین نے ایک کانفرنس ہال میں ایک جونیئر افسر کے ذریعے پورس کی آواز سنی۔ اس نے کہا "آپ حضرات نے پچھلی بار نیلاں کو اسی کانفرنس ہال میں دیکھا تھا۔ اس نے آپ کے سامنے دم توڑ دیا تھا پھر آپ کے نمائندوں نے آشرم کے ایک حصے میں دیکھا کہ وہ چتا میں جل کر راکھ ہو گئی تھی۔ آپ نے اسے مجھ پر ترجیح دی تھی۔ کیا اب وہ آپ کے کام آنے کے لیے اس دنیا میں واپس آئے گی؟"

ایک حاکم نے کہا "مرنے والے کبھی واپس نہیں آتے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "لیکن آشرم میں کہا جا رہا ہے کہ جس طرح اس نے آتما شکتی کے ذریعے بوڑھے جسم کو چھوڑ کر شی تارا کا جوان جسم حاصل کیا تھا' اسی طرح وہ پھر کسی جوان حسینہ کے جسم میں داخل ہو کر نئی زندگی حاصل کر کے اس دنیا میں آئے گی۔"

پورس نے کہا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ آتما بار بار جسم تبدیل کر سکے۔ مجھے یقین نہیں ہے۔ آپ حضرات کو یقین ہے تو اس کا انتظار کرتے رہیں لیکن آپ کے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں ہیں' جنہیں وہ مجھ سے چھین کر فخر حاصل کر رہی تھی اور آپ حضرات مجھے کمتر سمجھ کر اسے سر پر چڑھا رہے تھے۔"

"مسٹر پورس! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ ہم نے کبھی آپ کو کمتر نہیں سمجھا۔ اگر سمجھتے تو آپ کی ایک کال پر اس ہال میں جمع نہ ہوتے۔"

"ہمیں ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی زیادہ فکر نہیں ہے۔ فکر یہ ہے کہ ان دواؤں کے تمام فارمولے اسرائیلی ڈاکٹروں کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ وہ یہودی جلد ہی دوائیں تیار کرنے کے بعد ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی اس علم سے محروم کر دیں گے۔"

"ہاں۔ اگر وہ آپ کی نیلاں ہوتی تو شاید اپنی آتما شکتی کے ذریعے ان یہودی ڈاکٹروں کو دوائیں تیار کرنے سے باز رکھتی۔ اب تو ایک میں ہی رہ گیا ہوں۔ میرے سوا کوئی ان کی خفیہ لیبارٹری میں نہیں پہنچ سکتا۔"

"یہ ہم اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔ آپ ہی انہیں دوائیں بنانے سے باز رکھ سکتے ہیں۔ ہم اس سلسلے میں آپ سے رابطہ کرنے والے تھے۔"

"یعنی آپ اس سلسلے میں میری خدمات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟"

"پچھلے دنوں ہم نے نیلاں کو کچھ زیادہ اہمیت دی اور خاصا نقصان اٹھایا۔ اس کے پوتے سوامی تلک رام بھانیا کے ساتھ ہمارے تین اہم سیکرٹ ایجنٹوں کی لاشیں ایران سے بھیجی گئیں۔ تجربات بہت کچھ سکھاتے ہیں۔ ہم سمجھتے تھے' آتما شکتی ایسا پہاڑ ہے جس کے نیچے ہم دب مریں گے لیکن وہ آتما شکتی کے ذریعے اپنے لاڈلے اکلوتے پوتے کو بھی نہ بچا سکی۔ اب تو ہم نے کان پکڑ لیے ہیں' اگر وہ دوبارہ دنیا میں آئے گی تو ہم اسے ضرور خوش آمدید کہیں گے لیکن اسے سپر اور ناقابلِ تسخیر دیوی نہیں سمجھیں گے۔ ہم پہلے بھی تمہارے مداح تھے' آئندہ بھی رہیں گے۔ اس بار تم ہمارے کام آؤ۔ اس کے عوض تم جو چاہو گے' وہ ہم دیں گے۔ تمہاری تمام شرائط تسلیم کریں گے۔"

"اس سے کچھ مانگا جاتا ہے' جس کے پاس کچھ ہوتا ہے۔ تمہارے پاس کیا ہے' جو تم مجھے دے سکو گے؟"

"ہم سپر پاور کہلاتے ہیں۔ ہمارے پاس لین دین کے لیے بہت کچھ ہے۔ ہو سکتا ہے' آج ہم تمہارے کسی کام نہ آ سکیں لیکن کل تمہیں ہمارے تعاون کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"بھگوان سب کا محتاج بنائے' امریکا کا محتاج نہ بنائے۔ میں ایک بار تم لوگوں کی طوطا چشمی دیکھ چکا ہوں اس لیے بھروسا نہیں کروں گا کہ آئندہ تم لوگ مجھ سے کسی طرح کا تعاون کرو گے۔ لہٰذا کل کی نہیں صرف آج کی بات کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم آج ہی تمہارے کام آئیں گے۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے دس ٹیلی پیتھی جاننے والے دے دو۔ وہ سب میرے زیر اثر رہیں گے۔"

"ہم تمہارا مطالبہ پورا کریں گے لیکن اس کی کیا ضمانت ہے

کہ تم یہودی ڈاکٹروں کو ان دواؤں کی تیاری سے باز رکھ سکو گے؟"

"وہ دوائیں تیار کرنے کے آخری مرحلے سے گزر رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ دوائیں ضرور تیار کریں۔ تم اپنا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیش کرو اور ان سے کہو وہ اس کی خیال خوانی کی صلاحیت ختم کردیں پھر تماشا دیکھو گے کہ وہ دوائیں ناکام رہیں گی اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ الپا اور پارس نے انہیں غلط فارمولے دیے ہیں؟"

"اگر وہ غلط فارمولے دیتے تو میرا کیا کمال ہوتا؟ ان دونوں نے پوری یہودی قوم پر بھرپور اعتماد قائم کرنے کے لیے صحیح فارمولے دیے ہیں۔ میں نے ان میں ایسی تبدیلی کردی ہے کہ تمام دوائیں ناکام رہیں گی۔ نہ وہ کسی ٹیلی پیتھی کا علم ختم کرسکیں گے نہ غیر معمولی قوتوں اور فلانگ کیپسولوں کو ناکارہ بنا سکیں گے۔"

"یہ تو ہمارے لیے بڑی خوش خبری ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم اپنے مقاصد میں کامیاب رہو۔ اس میں ہماری بھی کامیابی ہے لیکن تم سے کوئی غلطی بھی ہوسکتی ہے۔ یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ تم پارس کے مقابلے پر ہو۔"

"آج شام کو آزمالینا۔ پارس بھی یہ کبھی نہیں بھولے گا کہ پورس کے مقابلے میں ناکامی مقدر بن جاتی ہے۔ آج شام کے بعد الپا اور پارس کے قدم اسرائیل سے اکھڑ جائیں گے۔ اب میرا مطالبہ تمہیں پورا کرنا چاہیے۔"

"ابھی ہم نہیں جانتے کہ تم کس حد تک کامیابی کا مظاہرہ کرو گے۔ ناکامی کا بھی امکان ہے۔ لہٰذا ابھی ہم پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے حوالے کررہے ہیں۔ باقی پانچ کامیابی کے بعد تمہارے حوالے کریں گے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "اور اس شرط پر پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں دیے جائیں گے کہ یہودی ڈاکٹروں کی دوائیں پہلے تمہارے ان ہی پانچ خیال خوانی کرنے والوں پر آزمائی جائیں گی۔ تاکہ تمہاری ناکامی تمہارے ہی حصے میں آئے اور کامیابی ہوگی تو وہ تمہاری خوش بختی ہوگی۔ تمہیں مزید پانچ خیال خوانی کرنے والے مل جائیں گے۔"

ایک نے پوچھا "تمہارا اور کوئی مطالبہ ہے؟"

وہ بولا "دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمہارے وسیع ذرائع ہیں۔ کئی سراغ رسانوں اور سیکرٹ ایجنٹوں کی تنظیموں کے علاوہ انٹرپول کے افراد ہر ملک میں' ہر مشکوک علاقے میں پہنچ جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں' یہ تمام ایجنسیاں الپا اور پارس کو کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالیں۔"

"تم صرف الپا اور پارس کو ڈھونڈ نکالنا چاہتے ہو۔ ہماری تمام سیکرٹ ایجنسیاں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تلاش کررہی ہیں۔ تمہارے مطالبے کے پیش نظر الپا اور پارس کو ہماری تمام ایجنسیاں خاص طور پر تلاش کریں گی۔"

"ہم ان کی ناکامیاں دیکھنے کے لیے بے چین ہیں۔ کیا انہیں چیلنج کیا جائے؟"

"پہلے مجھے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے دے دو پھر انہیں چیلنج کرو۔"

ایک فوجی افسر نے پورس کو پانچ نام اور پتے دیے پھر ان سے بھی فون کے ذریعے کہا "پورس تمہارے دماغوں میں آرہا ہے اسے آنے دو۔ آج سے تم سب اس کے ماتحت رہ کر کام کرو گے اور اس کے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

پورس ان کے پاس باری باری جانے لگا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے فون کے ذریعے اسرائیل کے اعلیٰ حاکم سے رابطہ کیا پھر کہا "کچھ پڑھے ہوئے سبق تم یہودی بار بار بھول جاتے ہو اس لیے یاد دلانے آیا ہوں۔ بہتر ہے میرے فون کی یہ باتیں ریکارڈ کرلو تاکہ دوسرے اکابرین کو سنا سکو۔"

اسرائیلی حاکم نے کہا "اتفاق سے تمام اکابرین یہاں موجود ہیں۔ ہماری ایک کانفرنس جاری ہے۔ بہتر ہوگا کہ اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے ہمارے اس اجلاس میں بولو۔"

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ایک یہودی جونیئر افسر کے دماغ میں آکر کہا "برسوں پہلے تم کچھ نہیں تھے۔ دربدر مارے مارے پھرتے تھے۔ ہم نے تمہیں مسلمانوں کے سینے پر مملکتِ اسرائیل قائم کرنے کا موقع دیا اور ایسی امداد دیتے رہے کہ تم رفتہ رفتہ تمام اسلامی ممالک کے لیے خطرہ بن گئے۔ آج اتنی بڑی طاقت ہو کہ کوئی اسلامی ملک تنہا تم سے جنگ کرنے کی جرات نہیں کرتا ہے۔"

ایک اسرائیلی فوجی افسر نے کہا "تمہارے بڑے احسانات ہیں۔ انہیں ہم کبھی نہیں بھولیں گے۔ ہم عالمی سیاست میں ہمیشہ تمہارا ساتھ دیتے ہیں۔ اصل بات بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ہمیں شکایت ہے کہ جیسی طاقت ہم تمہیں سپلائی کرتے ہیں ویسی تم ہمیں نہیں کرتے۔ تمہارے پاس بڑے اہم فارمولے ہیں' وہی فارمولے جو الپا اور پارس نے دیے ہیں۔ یہ بہت بڑی طاقت ہیں' تم اس طاقت میں ہمیں حصے دار بنا سکتے تھے لیکن اس کے برعکس ہم سے دوستی کے لیے نہیں' دشمنی کے لیے تیار ہوچکے ہو۔"

"تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ ہم تم سے دشمنی کریں گے؟"

"ہمارے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے اور اس کے ذریعے ہم سب سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتے رہتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کو مٹانے والی دوا سب سے زیادہ ہمارے ہی خلاف استعمال کی جائے گی۔"

"بابا صاحب کے ادارے میں بھی وہ ٹرانسفارمر مشین ہے۔ وہاں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم ان کے خلاف بھی یہ دوا استعمال کریں گے۔"

"ان کے خلاف کچھ نہیں کرو گے کیونکہ وہ فارمولے پارس نے دیے ہیں۔"

ایک یہودی افسر نے کہا "کیا تم نہیں جانتے کہ سانپ دودھ پلانے والے کو بھی ڈس لیتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے خلاف آئے گا تو اپنی ٹیلی پیتھی سے محروم ہو کر جائے گا۔"

ایک امریکی حاکم نے پوچھا "کیا پارس اتنا احمق ہے کہ وہ سانپوں کو دودھ پلائے گا؟"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ اس نے تمہیں دودھ پلایا ہے لیکن دودھ میں پانی ملایا ہے۔ یقین نہ ہو تو ہم اپنے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے سامنے پیش کریں گے۔ تم وہ دوائیں پہلے ان پر اسپرے کرو۔ اس وقت تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی' جب تمہاری وہ دوا بے اثر ہوجائے گی اور ہمارے وہ پانچوں بندے خیال خوانی کرتے رہیں گے۔"

"ہاں تمہارے پانچ بندے ٹیلی پیتھی سے محروم ہوجائیں گے تو تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ تم پانچ کی جگہ پانچ سو ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرلو گے۔ ہمیں یہ چیلنج منظور ہے۔ ہم آج شام اپنی دوا کی کامیابی کا مظاہرہ کریں گے۔"

"اپنے ایک آدمی کو اس دوا کے ساتھ امریکا کے ایک ساحلی جزیرے میں بھیج دو۔ ہمارے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود ہوں گے۔ ہم سب اپنے اپنے ملک اور شہر میں رہ کر سیٹلائٹ کے ذریعے ٹی وی کی پردہ پر یہ منظر دیکھیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم جب کہو گے' ہمارا ایک بندہ آدھے گھنٹے میں اس جزیرے تک پہنچ جائے گا۔"

"وہ اسرائیل سے ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرکے آدھے گھنٹے میں کیسے پہنچے گا؟"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہم نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلانگ کیپسول بھی تیار کرچکے ہیں۔ بولو کب مظاہرہ چاہتے ہو؟"

"آج شام پانچ بجے۔"

"ٹھیک ہے پانچ بجے ہمارا ایک بندہ اس جزیرے میں پہنچ جائے گا۔"

ان یہودیوں سے رابطہ ختم ہوگیا۔ ایک افسر نے پورس سے کہا "ان کا ایک آدمی فلانگ کیپسول کے ذریعے آئے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ فلانگ کیپسول بنانے میں کامیاب ہوچکے ہیں۔"

پورس نے کہا "مجھے یقین نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے' پارس نے اپنی طرف سے انہیں کیپسول دیے ہوں۔ اصل حقیقت چند گھنٹوں کے بعد شام کو سب کے سامنے آجائے گی۔ میں ابھی جاتا ہوں۔ ان پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بناؤں گا پھر آؤں گا۔"

اسرائیلی انٹیلی جنس کے ذہین ڈائریکٹر جنرل برین آدم نے الپا سے رابطہ کرنا چاہا۔ وہ اسے چھوٹی بہن کی طرح چاہتا تھا اور ہمیشہ اس کی حمایت میں بولتا تھا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ پارس کے ساتھ کس ملک کے کس شہر میں ہے۔

وہ سوچ رہا تھا' امریکی حکام اپنے ایک دو نہیں بلکہ پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قربانی کے بکرے بنا رہے ہیں۔ گویا انہیں یقین ہے کہ یہودی ڈاکٹر دوائیں بنانے میں ناکام رہیں گے۔ اس نے اپنے یہودی فوجی افسران سے کہا کہ جو دوائیں تیار کی گئی ہیں انہیں پہلے اپنے ہی ملک میں آزمالیا جائے۔

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "میں خود ایک گولی نگل کر نادیدہ ہو کر آزما چکا ہوں۔ فلانگ کیپسول کے ذریعے پرواز بھی کرچکا ہوں۔ ہمارے ڈاکٹر کامیاب رہے ہیں۔"

برین آدم نے کہا "کیا اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کو آزمایا گیا ہے؟"

"اسے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر آزمایا جاسکتا ہے۔ ہم یہ دوا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر نہیں آزما سکتے کیونکہ ہمارے پاس چند خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ آج شام کو حقیقت سب کے سامنے آجائے گی۔ ویسے الپا اور پارس کہاں ہیں؟ انہیں اس وقت موجود رہنا چاہیے۔"

"ان سے رابطہ نہیں ہوسکتا۔ پتا نہیں وہ کہاں رہتے ہیں۔ ویسے وہ باخبر ہوں گے۔ شام کو ضرور آئیں گے۔"

امریکا کے ایک ساحلی جزیرے میں بہت پہلے سے سیٹلائٹ کے ذریعے ٹی وی نشریات کے انتظامات تھے پھر اس مظاہرے کے لیے وہاں بڑے بڑے ٹی وی کیمرے اور ضرورت کا دوسرا سامان پہنچایا گیا تھا۔

پورس کو پورا یقین تھا کہ یہودی ڈاکٹر ناکام رہیں گے کیونکہ وہ پچھلے دنوں نادیدہ بن کر ان فارمولوں میں تبدیلیاں کرچکا تھا۔

الپا اور پارس نے اسے دوسرے معاملات میں الجھایا تھا تاکہ اسے ایسا کرنے کا موقع نہ ملے لیکن وہ یہ اہم کام کرتا رہا تھا۔ پارس اس کی ضد اور قوتِ ارادی کو خوب سمجھتا تھا اس لیے اس نے اور الپا نے اسرائیل میں دوسری خفیہ لیبارٹری قائم کی تھی۔ بڑی رازداری سے دو ڈاکٹروں کو وہاں مصروف رکھا تھا اور انہوں نے کامیابی سے وہ دوائیں تیار کی تھیں۔ یہ راز الپا' پارس اور ان دو ڈاکٹروں کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔

یعنی پارس نے پورس کو دوائیں ناکام بنانے کے سلسلے میں کامیاب ہونے دیا تھا اور کامیاب دوائیں بھی تیار کروالی تھیں۔ شام کو مقررہ وقت پر امریکا کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس جزیرے کے ایک کھلے میدان میں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک ہیلی کاپٹر میں اسرائیل کے چند فوجی افسران آئے پھر ایک کار میں

ایک شخص آیا۔ اس نے کہا "میں ہوں وہ شخص جو نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے اسرائیل سے یہاں آیا ہے۔"

ایک امریکی افسر نے کہا "تم فلائنگ کیپسول کے ذریعے نہیں' اس کار میں آئے ہو۔ یہ مظرٹی وی پر سب ہی دیکھ رہے ہیں۔"

اس شخص نے کہا "دیکھنے والے ابھی بہت کچھ دیکھ چکے ہیں۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو کہ اپنے اور ہمارے فوجی افسران کے دماغوں میں جا کر اپنی آواز سنائیں پھر میں دوا اسپرے کروں گا۔ اس کے بعد یہ پانچوں خیال خوانی کے قابل نہیں رہیں گے۔"

ان پانچوں نے یہی کیا۔ امریکی اور اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں باری باری گئے پھر اس شخص سے کہا کہ وہ اپنی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کر سکتا ہے۔

اس نے جیب سے ایک پلاسٹک کین نکالا پھر ان پانچوں کی طرف دوا اسپرے کر کے اس کین کو جیب میں رکھ لیا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر پورس نے اپنے ایک ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہا کہ وہ ایک امریکی کرنل کے دماغ میں جائے۔ دوسرے کو حکم دیا کہ وہ اسرائیلی کرنل کے اندر پہنچ کر باتیں کرے۔ اسی طرح اس نے پانچوں ماتحتوں کو مختلف افسران کے اندر جانے کا حکم دیا۔

تھوڑی دیر پہلے جب وہ پانچوں امریکی اور اسرائیلی افسران کو اپنی آوازیں سنا رہے تھے تو بابا صاحب کے ادارے کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان پانچوں کی آوازوں اور لہجوں کو اپنی گرفت میں لے رہے تھے۔

پھر جب پورس کے پانچوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر دوائیں اسپرے کر دی گئیں اور پورس انہیں مختلف افسران کے دماغوں میں جانے کا حکم دینے لگا تو بابا صاحب کے ادارے کے وہ پانچوں خیال خوانی کرنے والے ان سب کے دماغوں میں جا کر ان سے گفتگو کرنے لگے۔ ان کا لب و لہجہ وہی تھا' جو پورس کے ماتحتوں کا تھا۔ پورس ہر افسر کے دماغ میں جا کر سن رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا کہ اسپرے کی جانے والی دوا ناکام ہو گئی ہے اور اس کے پانچوں ٹیلی پیتھی جاننے والے کامیابی سے خیال خوانی کر رہے ہیں۔

امریکی اکابرین نے خوش ہو کر کہا "ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ پارس نے تمہیں غلط فارمولے دے کر بے وقوف بنایا ہے اور الپا نے اس کا ساتھ دیا ہے۔"

ایک اسرائیلی افسر نے غصے سے پوچھا "الپا اور پارس کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں۔ ہمیں اس طرح ذلیل کیوں کیا جا رہا ہے؟"

الپا نے اس افسر سے کہا "ہمارے فارمولے صحیح تھے۔ دوائیں بھی درست ہیں۔ وہ پانچوں امریکی ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو گئے ہیں۔ پورس مکاری دکھا رہا ہے۔ اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے انہی کے لب و لہجے میں آ کر مجھے اور پارس کو جھوٹا اور مکار ثابت کر رہے ہیں۔"

پارس نے کہا "آپ ہماری سچائی کو آزما سکتے ہیں۔ ان پانچوں سے کہیں کہ وہ اب اپنے فوجی افسروں کے دماغ میں جائیں۔ ابھی آپ کو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

اس افسر نے امریکی اکابرین سے کہا "ہماری دوا کی آزمائش ادھوری رہ گئی ہے۔ بہت زیادہ خوش ہونے سے پہلے اپنے پانچوں آدمیوں سے کہو کہ وہ پہلے پورس کے دماغ میں جا کر صرف ہیلو کر کے آ جائیں۔"

پورس نے ان پانچوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے دماغ میں آئیں۔ وہ کہنے لگے "سر! آپ اتنی دیر سے دوسروں کے ساتھ مصروف ہیں۔ ہمیں بتانے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ ہم خیال خوانی کے قابل نہیں رہے ہیں۔ کئی بار کوششیں کر چکے ہیں لیکن کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ رہے ہیں۔"

"کیا؟" پورس نے حیرانی سے پوچھا "میں تو دوسرے افسران کے دماغوں میں جا کر تم میں سے ہر ایک کی آواز سن رہا تھا۔"

"سر! ہم نہیں بول رہے تھے۔ ہو سکتا ہے' دوسرے خیال خوانی کرنے والے ہماری آواز اور لہجے میں بول رہے ہوں۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے سوچنے لگا "یقیناً پارس یہ چکر چلا رہا ہے۔ میں ان کی دواؤں کو ناکام بنانے میں کامیاب رہا ہوں لیکن وہ میری کامیابی کو بڑی چالاکی سے اسرائیلی افسران کے سامنے ناکام بنا رہا ہے۔ یہ آخر ایسی چال کیوں چل رہا ہے؟"

ایک امریکی افسر نے پوچھا "یہ اسرائیلی افسر آزمائش کو ادھورا کیوں کہہ رہے ہیں؟"

بابا صاحب کے ادارے کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "سر! وہ اسرائیلی افسر درست کہہ رہا ہے۔ آپ میرا لب و لہجہ سن رہے ہیں' میں ان پانچوں میں سے نہیں ہوں۔ پارس فراڈ کر رہا ہے۔ اسرائیلی اکابرین کو اُلو بنا رہا ہے۔ میرے دوسرے ساتھیوں کے ذریعے ان یہودیوں کے اندر جا کر ثابت کر رہا ہے کہ وہ دوائیں کامیاب رہی ہیں۔"

اس افسر نے اسرائیلی افسران سے کہا "تمہاری یہ دوا کامیاب رہی ہے۔ ہم مسٹر پورس سے پوچھ رہے ہیں' کیا واقعی ہمارے یہ پانچ آدمی خیال خوانی کر سکتے ہیں؟"

پورس نے کہا "میں سچ کہتا ہوں۔ یہودی ڈاکٹر بھی کامیاب دوا نہیں بنا پائیں گے۔ میں نے ان کے فارمولے میں خود تبدیلیاں کی ہیں۔"

"تو پھر ہمارے یہ پانچوں آدمی کیسے ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گئے ہیں؟"

"یہ پارس کی مکاری ہے۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا پہلے سے پارس کے پاس موجود ہے۔ اس

نے اس دوا کے ذریعے ہمارے ان پانچ خیال خوانی کرنے والوں کو ناکارہ بنایا ہے۔ ابھی جو سب کے سامنے دوا اسپرے کی گئی ہے' وہ بالکل بے اثر ہے۔ آپ لوگ سمجھنے کی کوشش کریں کہ وہ اسرائیلی اکابرین اور یہودی قوم پر الپا کا اعتماد بحال رکھنے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔"

پارس نے کہا "میں یہاں سے ہزاروں میل دور ہوں۔ میں بھلا اپنی دوا اسپرے کرنے یہاں کیسے آؤں گا۔ اگر فلائنگ کیپسول کے ذریعے آؤں گا یا میرا کوئی ماتحت دوا اسپرے کرنے کے لیے آئے گا تو وہ بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہو جائے گا کیونکہ اس دوا کا اثر دوا اسپرے کرنے والے پر بھی پڑے گا۔"

پورس نے کہا "یہ باتیں بنا رہا ہے۔ ہم سب کے جزیرے میں آنے سے پہلے اس کا ایک آدمی دوا اسپرے کر کے جا چکا ہے جس کا اثر اس جزیرے میں دو چار دن تک رہے گا۔ یہاں جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا آئے گا' وہ اپنے اس علم سے محروم ہو جائے گا۔"

ایک افسر نے کہا "مسٹر پارس! اور مسٹر پورس! تم دونوں اپنے جھگڑے میں الجھا رہے ہو۔ ہمیں حقیقت بتاؤ؟"

پارس نے کہا "میں اپنا بیان دے چکا ہوں۔ اسرائیل میں کامیاب دوائیں تیار ہو چکی ہیں۔ تم لوگوں کو یقین آئے یا نہ آئے' آئندہ جب تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس علم سے محروم ہوتے رہیں گے تو تمہیں اسرائیل کی اس قوت کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔"

اسرائیلی اکابرین بہت خوش تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "ازالۂ مرمشین کے ذریعے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پیدا کرنا امریکا کے لیے ایک کھیل تماشا ہو گیا ہے۔ اگر امریکی اکابرین ہماری دوا کو آزمانا چاہتے ہیں تو کسی دوسرے محاذ میں چل کر اپنے کچھ اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو لے آئیں۔ ہماری دوا پھر اپنا کرشمہ دکھائے گی۔"

ایک امریکی فوجی افسر نے کہا "آج ہم نے جس حد تک ہماری دوا کو آزمایا ہے' پہلے ہم اس پر غور کریں گے۔ پارس اور پورس کے اختلافات نے ہمیں الجھا دیا ہے۔ پہلے ہم اس الجھن سے بھی نکلنا چاہیں گے۔ لہٰذا آج کے اس مظاہرے کو یہیں ختم ہو جانا چاہیے۔"

اسرائیلی اکابرین اپنے ہیلی کاپٹر میں آ گئے۔ جس نے ان پانچوں پر دوا اسپرے کی تھی' وہ بھی ان کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں آ گیا۔ امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پورس سے کہا "ہم ابھی انٹرنس ہال میں کچھ باتیں کریں گے۔"

پورس نے کہا "میں آدھے گھنٹے کے بعد آؤں گا۔ ابھی معلوم کرنے جا رہا ہوں کہ جن فارمولوں میں میں نے تبدیلیاں کی تھیں' ان سے کامیاب دوائیں تیار کیسے ہو گئی ہیں؟"

پورس ان یہودی ڈاکٹروں کے پاس نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے پہنچ گیا۔ وہ تین ڈاکٹر لیبارٹری میں مصروف تھے۔ پورس نے نادیدہ رہ کر پہلے ان فارمولوں کو چیک کیا۔ اس نے جو تبدیلیاں ان میں کی تھیں' ان سے کامیاب دوائیں کبھی تیار نہیں ہو سکتی تھیں۔ وہ جھنجلا گیا۔ پارس کی مکاری صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

اس نے چند امریکی حکام اور اعلیٰ فوجی افسران سے کہا "میں آپ لوگوں کو نادیدہ بنانے والی چند ننھی گولیاں اور کیپسول دوں گا۔ یہ چیزیں آپ کے لیے بارہ گھنٹوں تک کام آئیں گی۔ آپ میرے ساتھ نادیدہ بن کر اسرائیل کی اس خفیہ لیبارٹری میں چلیں۔ آپ اپنی آنکھوں سے ان غلط فارمولوں اور ان سے بننے والی غلط دواؤں کو دیکھیں گے۔ وہ دوائیں آپ اپنے ساتھ یہاں لا کر رازداری سے انہیں آزمائیں گے تو میری سچائی ثابت ہو جائے گی۔"

چار اعلیٰ فوجی افسران اور دو اعلیٰ حاکموں نے پورس کی فرمائش پوری کی۔ اس کے ساتھ نادیدہ بن کر اسرائیل کی خفیہ لیبارٹری میں گئے۔ وہاں سے فارمولوں کی نقل بھی لائے اور تیار شدہ دوائیں بھی واپس آ کر انہیں آزمایا تو تمام دوائیں ناکارہ ثابت ہوئیں۔

تب ایک فوجی افسر نے کہا "ہم کبھی فرہاد اور اس کی فیملی کے ممبران پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ مسٹر پورس! واقعی تم نے اپنی سچائی ثابت کی ہے اور ہمیں پارس کے فریب سے بچایا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "مسٹر پورس نے یہ درست کہا ہے کہ پارس کے پاس پہلے سے ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا موجود تھی۔ اسی دوا کے ذریعے اس نے ہمارے پانچ آدمیوں کی ٹیلی پیتھی کو ختم کیا ہے اور اسرائیلی اکابرین کو اُلو بنایا ہے۔ وہ ایسی مکاریوں کے ذریعے مملکتِ اسرائیل میں الپا کا اعتماد بحال رکھنا چاہتا ہے۔"

"یہودی سمجھ رہے ہیں کہ الپا شادی کر کے اس مسلمان سے فائدہ پہنچا رہی ہے جبکہ وہ مسلمان الپا کے ذریعے تمام یہودیوں کو سبز باغ دکھا رہا ہے۔"

ایک حاکم نے پوچھا "مسٹر پورس! کیا تم بتا سکتے ہو کہ ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دواؤں کا ذخیرہ پارس کے پاس کتنا ہو گا۔"

وہ بولا "اس کے پاس کافی ذخیرہ ہے پھر یہ کہ وہ صحیح فارمولوں کی نقل چرا کر لے گیا تھا۔ ان کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں وہ دوائیں تیار ہو رہی ہوں گی۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "یہ بڑی تشویش ناک بات ہے۔ مسٹر پورس! اس کا توڑ صرف تمہارے پاس ہے۔ تمہارے پاس اصلی فارمولے ہیں۔ پلیز انہیں ہمارے حوالے کرو۔ ہم تمہیں ان کی بڑی سے بڑی قیمت دیں گے۔"

پورس نے کہا "وہ صحیح فارمولے میرے پاس ہوں یا آپ کے پاس' کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جب تک ہم دوست ہیں' ان سے

تیار ہونے والی دواؤں سے یقیناً آپ کو فائدہ پہنچے گا۔ میں صحیح فارمولوں سے صحیح دوائیں تیار کررہا ہوں۔ وہ صرف چند روز میں تیار ہوجائیں گی۔"

"پہلے اسرائیل میں الپا کے پاس دو تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت تھے۔ اب پارس کے ذریعے بابا صاحب کے بے شمار خیال خوانی کرنے والے الپا کے بھی ماتحت رہیں گے۔ ہم ان سب کو ناکارہ بنانا چاہتے ہیں۔ مسٹر پورس! تم جلد سے جلد ہمیں وہ دوائیں تیار کرکے دو۔ ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جگہ جگہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔ جب ہمارے پاس دوائیں ہوں گی تو الپا اور پورس بھی اپنے ماتحتوں کو ہم سے چھپاتے پھریں گے۔"

"تم لوگ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے انتظار کرو۔ وہ تمام دوائیں تمہیں مل جائیں گی لیکن میرا مطالبہ پورا کرو۔ اپنے دس ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے حوالے کرو۔"

"دس کیا؟ دس ہزار خیال خوانی کرنے والے لو لیکن وہ فارمولے ہمیں دے دو۔"

"مجھے افسوس ہے۔ یہ فارمولے بہت بڑے ہتھیار ہیں۔ ایک دن نیلمان واپس آئے گی اور اپنے کچھ کارنامے دکھائے گی تو تم لوگ مجھے کمتر نہیں سمجھو گے۔ ان فارمولوں کی وجہ سے میرے محتاج رہو گے۔ میں ابھی جارہا ہوں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا "پہلے نیلمان نے مجھے کمتر بنایا تھا۔ آج پارس بڑی مکاری سے مجھے کمتر بنانے کی بہت عمدہ کوشش کرچکا تھا۔ بڑی ہیرا پھیری سے وہ ایک طرف اسرائیلی اکابرین کو دھوکا دے چکا ہے۔ دوسری طرف امریکی اکابرین کو بھی تقریباً دھوکا دے چکا تھا لیکن میں اسے جھوٹا اور فریبی ثابت کرکے اس کی چال کو ناکام بنا چکا ہوں۔ اگرچہ میں پارس کو مات نہیں دے رہا ہوں۔ تاہم اس سے مات بھی نہیں کھا رہا ہوں۔ یہ میری بہت بڑی کامیابی ہے کہ میں اس کی چال کو ناکام بنا چکا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک موجودہ حالات پر غور کرتا رہا پھر خیال خوانی کے ذریعے ایک اسرائیلی افسر کے دماغ میں آیا۔ اس سے بولا "میں پورس ہوں۔ ہندوؤں اور یہودیوں میں جیسی دوستی قائم رہتی چلی آئی ہے' اس کے پیش نظر میں تم لوگوں کو مسلمانوں کے ایک بہت بڑے فریب سے نکالنا چاہتا ہوں۔"

افسر نے پوچھا "ہمارے کامیاب تجربے کے بعد بھی تم یہ کہو گے کہ پارس ہمیں دھوکا دے رہا ہے؟"

"میں جو کہہ رہا ہوں اسے پوری طرح ثابت کروں گا۔"

"کس طرح ثابت کرو گے؟"

"پہلے اپنے چند حاکموں کو اور فوج کے اعلیٰ افسران کو اپنا ہم مزاج اور رازدار بناؤ اور یہ یقین کرلو کہ ابھی ہم جو کچھ کرنے والے ہیں' اس کی خبر الپا اور پارس کو نہیں ہوگی۔"

اس یہودی فوجی افسر نے چند اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو اپنے اعتماد میں لیا پھر اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے انہیں ننھی ننھی گولیاں دیں۔ ان سے کہا "یہ گولیاں تم سب کو چھ گھنٹوں تک نادیدہ بنا کر رکھیں گی۔ میرے ساتھ اپنی اس خفیہ لیبارٹری میں چلو اور تماشا دیکھو۔"

وہ انہیں بھی اس لیبارٹری میں لے گیا۔ انہوں نے تمام فارمولوں کی نقلیں حاصل کیں۔ تمام تیار شدہ دوائیں بھی لیں پھر واپس آگئے۔ ایک مکان میں رازداری سے ان دواؤں کو آزمایا۔ مگر وہ بدستور نادیدہ رہے۔ اسپرے کی ہوئی دوا بے اثر رہی۔

تب انہیں یقین آیا۔ ایک افسر نے کہا "پارس الپا کے ساتھ مل کر پوری یہودی قوم کو بے وقوف بنا رہا تھا۔ اب ایک دوا آزمانے کے لیے رہ گئی ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہمیں یہ بھی یقین کرنا چاہیے کہ وہ تیسری دوا ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹاتی ہے یا نہیں؟"

پورس نے کہا "میرا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت ابھی نادیدہ بن کر تمہارے قریب موجود ہے۔ وہ ابھی نمودار ہوگا۔ تمہارے دماغ میں آکر تمہیں اپنا لب ولہجہ سنائے گا۔ اس کے بعد تم وہ دوا اس پر اسپرے کرو پھر دیکھو گے کہ وہ دوا اثر نہیں کرے گی۔"

پورس کو یہ اندیشہ تھا کہ شاید وہ تیسری دوا درست ہو۔ پارس نے اس لیبارٹری کو بند کرنے سے پہلے وہاں اصلی اینٹی ٹیلی پیتھی دوا چھڑک دی ہو۔ ایسے میں اس کا ایک ماتحت اس علم سے محروم ہوجائے گا۔ یہ سوچ کر اُس نے اپنے ایک ایسے ماتحت کو نادیدہ بنا کر بھیجا جو ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ جب وہ اسرائیلی حکام اور افسران کے سامنے نمودار ہوا تو پورس نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس ماتحت کی آواز اور لہجے میں کہا "اب میں آپ حضرات کے دماغوں میں آرہا ہوں۔ پہلے آپ یقین کرلیں کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

وہ باری باری ہر ایک کے دماغ میں گیا اور ان سے کہتا گیا "جب سے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہمارا باس پورس آیا ہے اس نے کبھی کسی یہودی کو نقصان نہیں پہنچایا اور اب بھی پارس جیسے مکار سے نقصان نہیں پہنچنے دے گا۔ اب آپ یہاں تیار ہونے والی دوا مجھ پر اسپرے کریں۔ میں آزمائش کے طور پر خود کو پیش کررہا ہوں۔"

ان میں سے ایک نے وہ دوا اس پر سر سے پیر تک اسپرے کی۔ وہ ماتحت خاموش کھڑا رہا۔ ایک فوجی افسر نے ایک منٹ کے بعد پوچھا "کیا تم خیال خوانی کرسکتے ہو؟"

پورس نے اپنے ماتحت کی آواز اور لہجے میں کہا "تھینکس گاڈ! میں خیال خوانی کی پرواز کرکے آپ کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔ دوا نے مجھ پر اثر نہیں کیا ہے۔"

وہ باری باری ہر ایک کے دماغ میں گیا۔ وہ تمام اسرائیلی حاکم

اور فوجی افسران غصے میں الپا اور پارس کے خلاف بولنے لگے اور گالیاں دینے کرنے لگے کہ وہ اس سلسلے میں اسرائیلی اکابرین کا آج ہی خفیہ اجلاس طلب کریں گے اور ان سے کہیں گے کہ وہ اس خفیہ لیبارٹری میں چل کر دیکھیں کہ وہ دونوں کس طرح پوری یہودی قوم کو دھوکا دے رہے ہیں۔

پورس نے کہا "اس طرح اجلاس طلب کرکے ان کے فراڈ کی تشہیر کروگے تو وہ محتاط ہوجائیں گے پھر وہی تماشا کریں گے' جو امریکا کے ساحلی جزیرے میں کرچکے ہیں۔"

ایک افسر نے پوچھا "پھر ہم کیسے ان کا فراڈ ثابت کریں گے؟"

"جس طرح میں نے آپ جیسے چند معتبر اکابرین کو بلا کر یہ سب کچھ دکھایا ہے اسی طرح آپ مزید چند اکابرین کو اپنے اعتماد میں لیں اور انہیں یہاں لا کر یہ سب کچھ دکھائیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ الپا اور پارس آپ کے ان اقدامات سے بے خبر رہیں۔"

انہوں نے وعدہ کیا کہ بڑی رازداری سے تمام اکابرین کو اپنے اعتماد میں لے کر الپا اور پارس کے فراڈ کا بھانڈا پھوڑیں گے اور یہودی قوم کو اپنے جس فریب سے یہودی قوم پر دوبارہ اعتماد بحال کیا ہے اس کی دھجیاں اُڑا دیں گے۔

پارس نے اپنے طور پر کامیاب چالیں چلی تھیں۔ پورس کو امریکی اور اسرائیلی اکابرین کی نظروں سے گرانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی لیکن پورس نے ثابت کردیا کہ وہ اس سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ وہ امریکا اور اسرائیل میں پھر اپنا اعتماد بحال کررہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اسرائیل سے الپا اور پارس کے قدم اکھاڑنے لگا تھا۔

ویسے پارس اب تک مردِ میدان رہا تھا۔ کبھی اس نے میدان نہیں چھوڑا تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ اب وہ کیسی جوابی کارروائی کرے گا۔

○☆○

انسان کو ایک ہی بار زندگی ملتی ہے اور یہ آزادی اور مسرتوں سے گزارنے کے لیے ہوتی ہے۔ اگر دکھ بیماری' دشمنوں یا موت سے ڈرتے ڈرتے زندہ رہا جائے تو پھر یہ زندگی مصیبت بن جاتی ہے۔ ان دنوں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ یہی ہورہا تھا۔ سب اپنی ٹیلی پیتھی دوا سے خوف زدہ رہ کر جی رہے تھے۔ خوش ہوگئے تھے۔ سب نے اپنے چہرے اور حلیے بدل لیے تھے۔ اپنے بنگلے' زمین جائداد اور اپنے ملک کو بھی چھوڑ دیا تھا۔

یہ یقینی بات تھی کہ ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والا دشمن ان کی تلاش میں ضرور دوا اسپرے کرتا' جہاں خیال خوانی کرنے والے رہا کرتے تھے۔ کبھی کسی ضرورت سے باہر جاتے تھے' پھر اپنے گھر میں چلے آتے تھے لیکن اب کوئی اپنے ملک کا رخ نہیں کررہا تھا۔ اب ایسی جگہ پناہ لے رہے تھے' جہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موجودگی کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

پہلے تو سب ہی کو پورس سے خطرہ تھا کیونکہ وہی یہ دوا تیار کرا رہا تھا پھر پتا چلا کہ اس کی تیار کردہ تمام دوائیں پارس نے چرالی ہیں۔ اس نے فرانس کے میجرتی ہنٹر اور اس کے تمام ماتحتوں پر دوبارہ دوائیں اسپرے کرکے انہیں ناکارہ بنایا تھا پھر ان سب کو گولی مار دی گئی تھی۔

اس واقعے کے بعد تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اور زیادہ پریشان اور محتاط ہوگئے تھے۔ وہ کبھی کسی کے سامنے خیال خوانی نہیں کرتے تھے۔ جب تک اس بات کا یقین نہیں ہوجاتا تھا کہ وہ جس کے دماغ میں جانا چاہتے ہیں' وہ سوپیا نہیں ہے اور یوگا کا ماہر نہیں ہے۔

فی الحال تو انہوں نے خیال خوانی ترک کردی تھی اور مختلف ذرائع سے معلوم کرتے رہتے تھے کہ پورس نے دوبارہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا تیار کی ہے یا نہیں؟ اسی عرصے میں معلوم ہوا کہ الپا اور پارس نے وہ دوا اسرائیلی اکابرین کو دی ہے۔

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ یہودی ڈاکٹروں نے جو دوائیں تیار کی ہیں ان کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔ اس سے اسرائیلی مطمئن تھے لیکن امریکی اسے فراڈ کہہ رہے تھے۔ آگے چل کر معلوم ہونے والا تھا کہ حقیقت کیا ہے؟

روپوشی کی ایک حد ہوتی ہے۔ ایک انسان دن رات کتنے عرصے تک ایک گوشے میں چھپ کر رہ سکتا ہے؟ کوئی بھی ہو' ایک ہی جگہ اس کا دم گھٹنے لگتا ہے پھر انہوں نے ٹیلی پیتھی اس لیے نہیں سیکھی تھی کہ ساری دنیا کی سیرو تفریح اور مسرتیں چھوڑ دیں۔ رفتہ رفتہ ان میں حوصلہ پیدا ہونے لگا کہ انہیں حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا ورنہ وہ زندگی کی تمام نعمتوں سے محروم رہ کر اس دنیا سے چلے جائیں گے۔

نہ جانے ٹرانسفارمر مشینوں نے امریکا میں اور بابا صاحب کے ادارے میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں اور مرد پیدا کیے تھے اور آئندہ بھی ضرورت کے مطابق کتنے پیدا کرنے والے تھے۔ ان میں سے کتنے ہی خاموشی اور رازداری سے اپنی ٹیلی پیتھی کی الگ دنیا بسا رہے تھے جیسے جے رانگا بڑی رازداری سے پُرسکون زندگی گزار رہا تھا۔

ایسے ہی کچھ اور خیال خوانی کرنے والے بھی بڑی چالاکی سے نظروں میں آئے بغیر بہت کچھ کررہے ہوں گے۔ ایسے افراد کبھی اپنی غلطی یا بدقسمتی سے منظرِ عام پر آسکتے تھے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے جتنے مگرمچھ ہیں' ان کا شکار ہوسکتے تھے۔

فی الحال نتاشا کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا تھا۔ اس کی چھوٹی بہن نتالیہ زچگی سے فارغ ہوگئی تھی۔ اس نے ایک مردہ بچے کو جنم دیا تھا۔ جس سے شادی کی تھی' اسے بھی چھوڑ دیا تھا اور بڑی بہن

نتاشا کے ساتھ رہنے لگی تھی۔

اگرچہ دونوں بہنوں نے پارس کو دھوکا دیا تھا لیکن نتالیہ اب کہہ رہی تھی کہ وہ دھوکے باز ہے۔ اس نے الپا سے شادی کرنے کے لیے اس سے بے وفائی کی اور اس کی بہن کو الپا کے دماغ سے نکال دیا تھا۔ دونوں بہنیں الپا کے اندر چھپ کر اسرائیل پر حکومت کرتی تھیں۔ پارس نے انہیں اقتدار سے محروم کردیا تھا۔

نتاشا نے کہا "ماضی میں جو کچھ ہوچکا ہے اس پر ماتم کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہمیں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے۔"

نتالیہ نے پوچھا "تم کیا کرنا چاہتی ہو؟ کیا کرسکو گی؟"

نتاشا نے کہا "ہم نہیں جانتے کہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں چھپا ہوا ہے۔ ہم ان سے بہ نفسِ نفیس ملاقات نہیں کرسکتے لیکن خیال خوانی کے ذریعے ان سے رابطہ کرسکتے ہیں۔ ان سے کچھ ضروری باتیں کرسکتے ہیں۔ ان کے تعاون سے اپنی ٹیلی پیتھی دوا سے محفوظ رہنے کا کوئی راستہ نکال سکتے ہیں۔"

روس میں ایسے ذہین اور تجربے کار سراغ رساں تھے، جنہوں نے اپنی الگ الگ ٹیم بنائی تھی۔ ہر ٹیم میں چار ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ان میں سے دو سراغ رساں اپنی ٹیم کے ساتھ مارے گئے تھے۔ ایک روسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں کا نام جوزف البرٹو تھا۔ نتاشا نے اس کے لب ولہجے کو یاد کرکے اس سے رابطہ کیا۔ پہلے تو اس نے سہم کر سانس روک لی۔ اسے آنے نہیں دیا۔ ایک منٹ بعد نتاشا نے اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کہا "میں نتاشا ہوں۔ محتاط رہنا اچھا ہے لیکن میں تمہاری ہم وطن ہوں۔ مجھ سے کچھ ضروری باتیں کرلو۔"

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "کیا ہم چھپ کر زندگی گزارنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں؟ میں عورت ہو کر چار دیواری میں رہ کر گھبرا گئی ہوں۔ تم مرد ہو، تمہیں گھبراہٹ اور گھٹن نہیں ہورہی ہے۔"

"بہت گھٹن ہورہی ہے لیکن باہر ٹیلی پیتھی جاننے والے اڈے ہیں۔ فرہاد اور اس کی فیملی، امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے، اب اسرائیل میں الپا کو پارس سے بھرپور تعاون مل رہا ہے۔ یہ لوگ کچھ کم نہ تھے کہ ایک پورس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موت بن کر پیدا ہوگیا ہے۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ پورس کے پاس جو اپنی ٹیلی پیتھی دوائیں تھیں، انہیں پارس نے اس سے چھین لیا ہے۔"

"وہ دوا پورس کے پاس ہو یا پارس کے پاس، ہمارے لیے تو وہ موت ہے۔"

"موت تو دکھ بیماری سے بھی آتی ہے۔ راستہ چلتے بھی آتی ہے۔ کیا ہم دن رات حادثات سے، دشمنوں سے اور سازشوں سے بچتے ہوئے زندگی نہیں گزارتے ہیں؟ اگر ایسا حوصلہ ہمارا ہے تو پھر ہم اپنی ٹیلی پیتھی دوا سے سہمے ہوئے کیوں ہیں؟"

"تم درست کہہ رہی ہو لیکن۔۔۔"

"لیکن یہ کہ ہم جہاں جہاں چھپے ہوئے ہیں، وہاں بھی ایک دن موت آئے گی۔"

"ہاں ایک دن تو مرنا ہی ہے۔ خواہ بزدلی سے مریں یا بہادری سے۔"

"جب ہم یہ سمجھ رہے ہیں تو ہمیں دلیری، آزادی اور خودمختاری سے زندگی گزارنے کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔"

"میں اس مسئلے پر ہمیشہ سوچتا رہتا ہوں۔ ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ کسی طرح پہلے ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا کو ختم کرنا ہوگا۔"

"تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم بھی وہ دوا کسی طرح حاصل کریں اور اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی کے اڈوں کو ناکاں بنادیں۔"

"ایسا سوچنا آسان ہے۔ اس دوا تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ ابھی وہ دوا پارس کے پاس ہے۔ چند دنوں میں پورس بھی کسی نہ کسی دوا تیار کرلے گا۔ دونوں ہی لوہے کے چنے ہیں، جنہیں ہم چبا نہیں سکیں گے۔"

"لوہے کے دانتوں سے چنا چبایا جاسکتا ہے اور حکمتِ عملی کو کہتے ہیں لوہے کے دانت۔"

"کیا تم نے کوئی پلاننگ کی ہے؟"

"ہاں مگر ہم متحد ہو کر عمل کریں گے تو کامیابی کی امید کی جاسکتی ہے۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ تمہارے چار ماتحت بھی خیال خوانی کرتے ہیں۔ میں اور نتالیہ بھی یہ علم جانتے ہیں۔ اس طرح ہم سات عدد ہیں۔ ہماری ایک مضبوط ٹیم بن جائے گی۔"

"ہاں امریکا، اسرائیل اور بابا صاحب کے ادارے کی مضبوط ٹیمیں ہیں۔ وہ سب منظم رہے ہیں اور ہم بکھرے رہنے کے باعث مات کھاتے ہیں۔"

"میں اکثر خیال خوانی کے ذریعے امریکی اور اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں جاتی ہوں۔ اس بار ایک اسرائیلی حاکم کے دماغ میں تھی۔ پورس چند اسرائیلی اکابرین کو راز داری سے ایک خفیہ لیبارٹری میں لایا تھا اور یہ ثابت کررہا تھا کہ الپا اور پارس غلط فارمولے دے کر تمام اکابرین کو بے وقوف بنا رہے ہیں اور وہ یہ ثابت کرچکا ہے۔ بہت جلد پوری یہودی قوم الپا اور پارس سے نفرت کرے گی پھر اسرائیل میں ٹیلی پیتھی کا زور ٹوٹ جائے گا۔ وہاں الپا جیسی کوئی مضبوط خیال خوانی کرنے والی نہ رہے گی۔ ہم وہاں کے اکابرین کو اپنا تعاون پیش کرسکتے ہیں۔"

"کیا وہ ہمارا تعاون قبول کریں گے؟"

"جب ہم ان کے لیے مشکلات پیدا کریں گے اور پھر ان مشکلات سے انہیں محفوظ رکھیں گے تو وہ ہمارے دوست بنتے جائیں گے۔ دلدل میں دھکیل کر انہیں دلدل سے نکالنے والی سیاست کریں گے تو ہمیں یقیناً کامیابی ہوگی۔"

"یہ منصوبہ بہت خوب ہے لیکن ٹیلی پیتھی ختم کرنے والی دوا کیسے حاصل کی جائے گی؟"

"میں سمجھتی ہوں الپا نے یہودی قوم پر اپنا اعتماد بحال رکھنے کے لیے انہیں صحیح فارمولے دیے ہوں گے۔ پورس نے اسرائیل آکر ان فارمولوں میں تبدیلی کی ہوگی۔ اس طرح یہ کسی حد تک یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ پورس آج کل تل ابیب یا اس کے آس پاس کے کسی علاقے میں ہے۔ اسے کسی طرح تلاش کیا جاسکتا ہے۔ وہ نظر آجائے گا تو میری بہن نتالیہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ اسے اپنا دیوانہ بنالے گی۔"

"کیا تم اپنی بہن کو اسرائیل بھیجنا چاہتی ہو؟"

"میں اسے بھیج چکی ہوں اور بھیجنے سے پہلے اس کا برین واش کرچکی ہوں۔ اس کے ذہن سے ماضی کی تمام باتیں حتیٰ کہ ٹیلی پیتھی کا علم بھی بھلا چکی ہوں۔"

"تم بہت بڑا خطرہ مول لے رہی ہو۔ پورس بہت چالاک ہے، اس کی پچھلی پوری ہسٹری معلوم کرے گا۔"

"جو ہسٹری وہ معلوم کرے گا، اس پر اسے یقین آجائے گا۔ تم اپنے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو امریکی اکابرین کے پاس خیال خوانی کے ذریعے جانے دو۔ معلوم کرتے رہیں گے کہ پورس وہاں کیا کررہا ہے۔"

"تم پورس کو بہت اہمیت دے رہی ہو اور پارس کو نظرانداز کررہی ہو۔"

"میں پارس کو آخری سانس تک نظرانداز نہیں کروں گی۔ اس کمبخت نے مجھے الپا کے دماغ سے نکال کر اسرائیل میں اقتدار سے محروم کردیا تھا۔ میں اسے تلاش کررہی ہوں۔"

"وہ اصلی روپ میں نہیں ہوگا۔ کہیں سامنے سے بھی گزرے گا تو کیسے پہچانو گی۔"

"وہ ایک بیٹی کا باپ ہے اور الپا کے ساتھ ہے۔ الپا بھی بہروپ میں ہوگی۔

یوں میں جہاں میں ایک جوان مرد، جوان عورت اور ایک بچی کو ساتھ ساتھ دیکھوں گی تو ان کے متعلق معلومات حاصل کروں گی۔ اس کام میں بڑا وقت لگے گا۔ ہوسکتا ہے مجھے کامیابی حاصل ہوجائے۔ فی الحال ان کی پہچان یہی ہے کہ وہ دونوں ساتھ رہتے ہیں اور ان کے ساتھ ایک ننھی سی بچی بھی ہے۔"

جوزف البرٹو نے کہا "کیا ہی اچھا ہو تاکہ ہمارے پاس نادیدہ مارنے والی گولیاں ہوتیں۔"

"وہ تو صرف پورس کے پاس اور بابا صاحب کے ادارے میں ہیں۔ ہمارے پاس ہوں گی تو وہ دوا کے ذریعے انہیں ناکارہ بنادیں گے۔ میں جو منصوبہ تمہارے سامنے پیش کررہی ہوں اس پر عمل کرتے ہوئے ہم ان دواؤں کو حاصل کرلیں گے۔"

"میں اپنے چاروں ماتحتوں کو امریکی اکابرین کے دماغوں میں بھیجتا رہوں گا اور ان کی نگرانی کرتا رہوں گا۔"

"صرف ان کی نگرانی کرنے سے کام نہیں بنے گا۔ تمہیں فرہاد علی تیمور تک پہنچنا چاہیے۔"

وہ چونک کر بولا "کیا میری موت کا منصوبہ بنا رہی ہو۔"

"گھبراتے کیوں ہو؟ میں تمہیں فرہاد کے روبرو جانے کو نہیں کہہ رہی ہوں۔ تمہیں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہیے کہ وہ انڈیا کیوں گیا ہے؟"

"فرہاد تو ایران میں ہے۔"

"پہلے ایران میں تھا۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے سے جناب علی اسد اللہ تبریزی کچھ عرصے قیام کرنے آئے ہیں۔ ان کی وہاں موجودگی کے باعث امریکی سازشیں عارضی طور پر ختم ہوگئی ہیں۔ وہاں فرہاد کا قیام ضروری نہیں تھا۔ چونکہ وہ بہت عرصے بعد میدان میں آیا ہے اس لیے بابا صاحب کے ادارے میں واپس نہیں گیا ہے۔ اس نے ہندوستان کا رخ کیا ہے۔"

"پھر تو یہ ہندوستان میں کوئی بہت ہی خاص معاملہ ہوگا۔"

"میں یہ بات یقین کی حد تک سوچ رہی ہوں کہ پورس انڈیا کے کسی علاقے کی کسی انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں وہ دوائیں تیار کروا رہا ہے اور فرہاد کو اس بات کی بھنک مل گئی ہے۔"

"واہ نتاشا! کیا مجھے احمق سمجھتی ہو۔ خود تو پارس کے پیچھے پڑو گی اور مجھے اس کے باپ کے مقابلے میں بھیجو گی۔"

"مجھ پر شک کرو گے تو ہم ایک مضبوط اور منظم ٹیم بنا کر کام نہیں کرسکیں گے۔ آخر تمہیں فرہاد سے خطرہ کیا ہے۔ تم تو صرف خیال خوانی کے ذریعے اسے انڈیا میں تلاش کرکے اس پر نظر رکھو گے۔ مختلف ذرائع سے اس کی مصروفیات معلوم کرتے رہو گے۔"

"میں تم سے عمر میں بڑا ہوں۔ فرہاد کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہو تو وہ ہماری شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے۔ میں نے ایسے تماشے دیکھے ہیں۔"

"میں یہ نہیں کہتی کہ تم اس کے دماغ میں پہنچو۔ میری بات اچھی طرح سمجھو۔"

"مجھے نہ سمجھاؤ۔ سیدھی سی بات کہتا ہوں، پارس نے تمہیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ میں تمہارا انتقام اس سے لوں گا۔ اسے تلاش کروں گا۔ تم فرہاد کے پیچھے جاؤ۔"

"مجھے تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ میں ان بڑے بڑے دشمنوں کو ہر طرف سے گھیرنا چاہتی ہوں۔ ہر دشمن کے بارے میں معلومات چاہتی ہوں اس لیے تمہارے جیسے بزدل سے اتحاد کررہی ہوں۔ ٹھیک ہے تم پارس اور الپا کو تلاش

کرو' میں انڈیا میں فرہاد کی مصروفیات کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور معلوم کروں گی۔"

وہ اس کے دماغ سے مایوس ہو کر چلی آئی۔ جوزف البرٹو کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی حد تک کام آسکتے تھے لیکن وہ خود کسی بڑے پہاڑ سے ٹکرانے سے کترا رہا تھا۔ وہ اسے مجبور بھی نہیں کرسکتی تھی۔ وہ خود ہی ائرانڈیا کی ایک فلائٹ سے ہندوستان کے لیے روانہ ہوگئی۔

نتالیہ کو تل ابیب میں دو دن گزر چکے تھے۔ وہ ایک اسرائیلی حاکم کے پاس ملاقات کے لیے گئی تھی۔ کسی ملک کے حاکم سے ملاقات کرنا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن نتاشا نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے ملاقات کو آسان بنا دیا تھا۔

ان دنوں ترکی میں زلزلہ آیا تھا۔ کئی عمارتیں مٹی کے گھروندے کی طرح زمین بوس ہوگئی تھیں۔ ان کے نیچے سیکڑوں خاندانوں کے افراد دب کر مرگئے تھے۔ جو بچ گئے تھے' انہوں نے مختلف ملکوں کی طرف کوچ کیا تھا۔ وہاں کے یہودی بھی امداد کے لئے اسرائیل آئے تھے۔ نتالیہ نے اس حاکم کو بتایا کہ اس کا پورا خاندان ایک عمارت کے نیچے دب کر مرگیا ہے۔ وہ زلزلے کے وقت دوسرے شہر میں تھی اس لیے زندہ رہ گئی ہے۔ اب اسرائیل روزگار کی تلاش میں آئی ہے۔

اسرائیلی حکومت وہاں آنے والے خانہ بدوش یہودیوں کی مدد کررہی تھی۔ حاکم نتالیہ سے کہہ سکتا تھا کہ وہ بھی پناہ گزینوں کے کیمپ میں جائے لیکن نتاشا نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنی بہن کو اتنی حسین اور پُرکشش بنایا تھا کہ اس حاکم کی نیت اس پر آگئی۔ اس نے کہا "تم چاہو تو میری ایجنسی میں رہ سکتی ہو اور میری سیکریٹری کی حیثیت سے ملازمت کرسکتی ہو۔"

اس طرح ایک حاکم کے محل تک نتالیہ کی رسائی ہوگئی۔ ان دنوں وہاں کے اکابرین کے درمیان الپا کے سلسلے میں اختلافات پیدا ہورہے تھے۔ جو اکابرین پورس کی سچائی کے قائل ہوگئے تھے' وہ حکومت کے دوسرے اہم عہدے داروں کو اس خفیہ لیبارٹری میں پہنچا کر الپا اور اس کا جھوٹ اور فریب ثابت کررہے تھے۔ ان میں وہ حاکم بھی تھا' جس نے نتالیہ کو اپنی سیکریٹری بنایا تھا۔ اس نے مخالفت میں کہا "اس لیبارٹری کی دوا میں غلط ہوسکتی ہیں لیکن الپا کٹر یہودی ہے اور مملکتِ اسرائیل کی برسوں سے وفادار رہی ہے۔"

پورس کو اس کی مخالفت ناگوار گزری۔ مخالفت ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ اس پر تنویمی عمل کرکے اسے الپا کا دشمن بنا دیا جائے۔ جب وہ عمل کرنے اس کے محل میں آیا تو نتالیہ کے حسن و شباب کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ اگرچہ وہ کچھ زیادہ ہوس پرست نہیں تھا لیکن حسن پرست تھا۔ اس میں بلا کی کشش تھی۔ دل اس کی طرف کھچا جاتا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ بچھائے ہوئے جال میں اور عورت کی چال میں نہیں آنا چاہیے اور وہ پھنستا بھی نہیں تھا۔ بلی ڈونا نے اسے سحرزدہ کیا تھا لیکن اس کی دوسری خوبی یہ تھی کہ ٹیلی پیتھی جانتی تھی اس لیے وہ بلی ڈونا کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ اب نتالیہ کو دیکھ کر بلی ڈونا جیسی تمام حسین ترین عورتوں کو بھول رہا تھا۔

اس کے دل نے کہا "یہ تو ایسی ڈیکوریشن پیس ہے' جسے اپنی نگاہوں کے سامنے سجا کر رکھا جاسکتا ہے ورنہ اس سے کسی طرح کا نقصان پہنچنے والا ہو تو عیاشی کرکے اسے ٹھکرایا جاسکتا ہے۔"

اس نے پہلے اس حاکم کے ارادوں کو پڑھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ آج وہ دیر سے کھائے گا۔ پہلے وہسکی پیے گا اور اس حسینہ کی قربت سے لطف اندوز ہوتا رہے گا۔ پورس نے اس کے اندر رہ کر اسے پہلے ہی ہپناٹک میں مدہوش کردیا۔ نتالیہ نے اسے سہارا دے کر بستر پر لٹا دیا۔ نتاشا اس حاکم کے اندر تھی اور یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے اس حاکم کے ساتھ ایسا سلوک کیا جارہا ہے۔

پھر نتاشا نے اس کے اندر پورس کی آواز سنی۔ وہ اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ میں الپا سے نفرت پیدا کررہا تھا اور یہ بات نقش کررہا تھا کہ وہ اکابرین کے اجلاس میں پورس کی حمایت کرے گا کہ آئندہ پارس جیسے مسلمان پر بھروسا نہ کیا جائے۔ پورس جیسے ہندو ہی یہودیوں کے کام آسکتے ہیں۔

اس کے دماغ میں کچھ ضروری باتیں کرنے کے بعد اس نے اسے تنویمی نیند سلا دیا۔ وہ ناریدہ بن کر وہاں موجود تھا۔ اسے سلانے کے بعد اینکسی کے بیڈ روم میں آیا۔ وہ سونے سے پہلے لباس بدل رہی تھی۔ لباس بدلنے کا منظر ایسا ہوش ربا تھا کہ اس کے ہوش اڑنے لگے۔ وہ تھوڑی دیر تک دم بخود اسے دیکھتا رہا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر سرگوشی کے انداز میں بولا "تمہیں خبر نہیں ہے کہ تمہیں کوئی دیکھ رہا ہے۔"

وہ چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اسے اب اپنے قریب سرگوشی سنائی دی "تم مجھے دیکھ نہیں پاؤ گی۔ پردہ تمہیں کرنا چاہیے' مگر میں کررہا ہوں۔"

وہ خوف سے چیخنا چاہتی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے چیخنے سے روک دیا پھر کہا "مجھ سے خوف نہ کھاؤ۔ میں تمہارا دیوانہ ہوں اور دیوانہ اپنی محبوبہ کو نقصان نہیں پہنچاتا۔"

وہ سہم کر بولی "تم کون ہو؟ بول رہے ہو' مگر نظر نہیں آرہے ہو؟ کہیں چھپے ہو تو سامنے آجاؤ۔"

وہ جلدی جلدی شب خوابی کا لباس پہننے لگی۔ پورس نے اس کے پیچھے نمودار ہو کر کہا "میں یہاں ہوں۔"

اس نے فوراً ہی پلٹ کر اسے دیکھا پھر حیرانی سے ایک قدم پیچھے چلی گئی "تت... تم کون ہو؟ میرے بیڈ روم میں کیسے آگئے؟"

"یہ نہ پوچھو کیسے آیا؟ تمہاری دیوانگی کھینچ لائی ہے۔ اگر میں تمہیں خوبرو اور اسمارٹ لگ رہا ہوں تو تم بھی میری دیوانی بن جاؤ۔ میں اتنا دولت مند اور اتنا طاقت ور ہوں کہ تمہیں کسی ملک کی ملکہ بنا سکتا ہوں۔"

وہ شرمانے اور مسکرانے لگی۔ اس سے منہ چھپانے لگی۔ اس کے اندر چھپی ہوئی نتاشا اسے ایسی دلربا ادائیں دکھانے پر مائل کررہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی کوئی بہن نتاشا ہے' جس نے اس پر عمل کیا ہے اور اسے ایک کنواری حسینہ بنا کر پورس سے بات کرنے پر مائل کررہی ہے۔

پورس کو یہ گمان تھا کہ وہ حسینہ کے دماغ میں جا کر اسے اپنی محبت سے محبت کرنا سکھا رہا ہے۔ ٹیلی پیتھی ایسی چیز ہے کہ صدیوں کا فاصلہ ایک پل میں طے کرا کے دو متوالوں کو ایک جان دو قالب بنا دیتی ہے۔ وہ بھی ایک جان ہوگئے۔

اس رات وہ محبت کرتا رہا اور اس کے چور خیالات پڑھتا رہا۔ اس کے چور خیالات نے وہی بتایا' جو نتاشا اس کے ذہن میں نقش کرچکی تھی۔ ترکی کے زلزلے میں جو آفت زدہ تھے' ان کی مدد ترکی کی حکومت کسی حد تک کررہی تھی لیکن یہودیوں کو نظرانداز کیا جارہا تھا۔ اس لیے وہ آفت زدہ یہودیوں کے ایک خاندان کے ساتھ اس عزم کے ساتھ آئی تھی کہ وہاں اپنا کیریئر بنائے گی۔

پورس نے اس کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہو کر کہا "اگر تم نہ ملتیں تو میں تمہارے جیسے نایاب ہیرے سے محروم رہ جاتا۔ تم بہت زیادہ دولت اور اونچا مقام حاصل کرنا چاہتی ہو' تمہیں یہ سب کچھ ملے گا۔ کیا میرے ساتھ رہو گی۔"

وہ بولی "عورت ایسے مرد کو چاہتی ہے جو اسے ہر طرح کا تحفظ دے اور اس کی تمام مرادیں پوری کرے۔ میں آخری سانس تک تمہاری وفادار بن کر رہوں گی۔"

"میں تمہیں انڈیا لے جاؤں گا۔ تمہیں وہاں رہنا ہوگا۔"

"میں نے سنا ہے' وہ بہت اچھا ملک ہے۔ میں وہاں رہوں گی۔ میرا پاسپورٹ کب بناؤ گے؟"

وہ ہنس کر بولا "میں پاسپورٹ اور شناختی کاغذات نہ اپنے پاس رکھتا ہوں اور نہ تمہارے لیے رکھوں گا۔ دنیا کے کسی ملک کی پولیس مجھے کہیں جانے سے نہیں روک سکتی اور نہ آئندہ تمہیں روک سکے گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم جادو جانتے ہو؟"

وہ اس کے پاس لیٹا ہوا تھا۔ داڑھ میں دبی ہوئی گولی نگل کر غائب ہوگیا۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ اس کی جگہ کو ٹٹول کر بولی "ارے تم کہاں غائب ہوگئے؟"

اسے آواز سنائی دی "میں تمہارے پاس ہوں مگر نہ تم مجھے دیکھ سکتی ہو۔ نہ ہی چھو سکتی ہو۔ ابھی تم نے پوچھا تھا' کیا میں جادو جانتا ہوں؟ میں اس کا عملی ثبوت پیش کررہا ہوں۔"

وہ گولی حلق سے نکال کر نمودار ہوگیا۔ وہ اسے چھو کر دیکھتے ہوئے بولی "میں نے کبھی تمہارے جیسے جادوگر محبوب کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ یہ سب کیا ہے؟"

وہ اسے ناریدہ بنانے والی گولی اور فلائنگ کیپسول کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا اور اسے سمجھایا کہ وہ بھی کس طرح ناریدہ ہو کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے اس کے ساتھ انڈیا جائے گی۔ پورس اس کی خوشی' حیران اور معصومیت سے متاثر ہورہا تھا۔ اس کے ساتھ رہ کر سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی نے چارے کے طور پر اسے پیش کیا ہے۔

وہ بولی "میں محل کی اس اینکسی میں نہیں رہوں گی۔ اس حاکم کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔ کبھی نہ ڈرنا۔ آئندہ دوسرے تم سے ڈرتے رہیں گے اور تمہارے سامنے جھکتے رہیں گے۔ میں تمہیں صبح سے پہلے کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں لے جاؤں گا۔ اگر کل شام تک میرا کام بن جائے گا اور میں اپنے ایک مقصد میں کامیاب ہوجاؤں گا تو تم کل رات ہی کو انڈیا چلے جائیں گے۔"

نتاشا سن رہی تھی اور خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ پورس کے سائے تک پہنچنا پہلے اس کے لیے ناممکن تھا۔ اب وہ اپنے منصوبوں پر عمل کرتی ہوئی ناممکن کو ممکن بنا رہی تھی۔ وہ سمن کے ذریعے اس کے اتنے قریب پہنچ گئی تھی کہ پارس جیسا چالاک جوان بھی ایسی کامیابی حاصل نہیں کرپایا تھا۔

ایسے میں جوزف البرٹو نے میرے مقابلے میں آنے سے انکار کردیا تھا۔ اس کی بزدلی سے بھی نتاشا کو فائدہ پہنچ رہا تھا۔ وہ میری

تلاش میں خود ہندوستان آرہی تھی۔ اب وہ سوچ رہی تھی' پورس اس کی بہن نتالیہ کو ہندوستان لے جارہا ہے۔ میں بھی ہندوستان جارہا ہوں' اس سے یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ پورس نئی دوائیں اپنے ہی دیس کے کسی علاقے میں کسی خفیہ لیبارٹری میں تیار کررہا ہے۔ آئندہ اسے اپنی بہن کے اندر رہ کر بہت کچھ معلوم ہوسکتا تھا۔

○☆○

پورس نے ایسی چال چلی تھی کہ اسرائیلی اکابرین کے دو گروپ بن گئے تھے۔ ایک گروپ قسمیں کھا کر کہہ رہا تھا کہ خفیہ لیبارٹری میں الپا اور پارس کا فراڈ پکڑا گیا ہے۔ وہاں تمام بے اثر دوائیں بنائی گئی ہیں کیونکہ ان دونوں نے غلط فارمولے دیے تھے۔

دوسرا گروپ کہہ رہا تھا کہ پورس نے انہیں امریکہ کے ساحلی جزیرے پر بھی پارس کے خلاف بھڑکایا تھا اور اب بھی الپا اور پورس کے خلاف جھوٹے ثبوت پیش کرکے مملکتِ اسرائیل کو الپا جیسی ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والی سے محروم کرنا چاہتا ہے۔

اور یہ سب جانتے ہیں کہ پورس امریکہ کے لیے کام کررہا ہے۔ وہ دوا کے ذریعے الپا کی ٹیلی پیتھی کو ختم نہیں کرسکے گا کیونکہ وہ الپا اور پارس کی خفیہ پناہ گاہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ وہ ایسی ہی کمزور سازشیں کرکے الپا کو یہودی قوم سے دور کرنے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے۔

ایک مخالف فوجی افسر نے کہا "بے شک' پورس امریکہ کے لیے کام کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہمارا دشمن ہے۔ وہ پارس سے دشمنی کی بنا پر ہم سے دوستی کرسکتا ہے۔ اس کا فراڈ ہم پر ظاہر کرسکتا ہے اور کررہا ہے۔"

"اس نے ساحلی جزیرے میں پارس کا فراڈ ثابت کرنے کی کوششیں کی تھیں اور ناکام رہا تھا۔ کیا وہ دوبارہ ہماری لیبارٹری کی دواؤں کو ناکارہ ثابت کرسکتا ہے؟ وہ یقیناً ہمارے اجلاس میں نادیدہ بن کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔ وہ ہمارا چیلنج قبول کرے پھر اپنے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوائیں کھلائے اور ہماری دوائیں آزمائیں۔"

پورس نے کہا "ہاں میں اجلاس میں ہوں اور ہم سب یہاں لیبارٹری میں موجود ہیں۔ میں یہاں کی دواؤں کو ناکارہ ثابت کرسکتا ہوں لیکن پارس کے پاس اصلی دوائیں موجود ہیں۔ وہ ان دواؤں کو میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر اسپرے کرے گا اور آپ لوگ یہی سمجھیں گے کہ اس لیبارٹری کی دوائیں اصلی ہیں۔"

ایک افسر نے کہا "ہم سب یہاں رازداری سے موجود ہیں۔ یہاں الپا اور پارس نادیدہ بن کر موجود نہیں ہیں۔ وہ دونوں نہیں جانتے ہیں کہ ہم یہاں تمہاری فرمائش پر آئے ہیں۔ تم آزمائش کے لیے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پیش کرو۔ یہاں دواؤں کے جتنے کارٹن رکھے ہیں ان میں سے کوئی بھی کین نکال کر اپنے آدمیوں پر اسپرے کرو۔"

دوسرے افسر نے کہا "تم یہاں یہ الزام نہیں دے سکتے کہ پارس یہاں موجود رہ کر تمہاری سچائی کو جھوٹ ثابت کررہا ہے۔"

پورس نے کہا "میں فی الحال اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں پیش کررہا ہوں۔ یہ نادیدہ ہیں۔ اب آپ کے سامنے حاضر ہورہے ہیں۔"

اس لیبارٹری میں دو آدمی اچانک نمودار ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا "اب ہم دونوں خیال خوانی کے ذریعے ان سب کے دماغوں میں باری باری آرہے ہیں جو ہمارے باس پورس کو جھوٹا سمجھ رہے ہیں۔ پہلے یہ یقین دلادیں کہ ہم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ اس کے بعد ہم پر دوا اسپرے کی جائے۔ اسپرے کرنے کے بعد بھی ہم خیال خوانی کرکے ثابت کردیں گے کہ یہاں کی تمام دوائیں ناکارہ ہیں۔"

ایک یہودی افسر نے پوچھا "ہم کیسے یقین کریں کہ تم دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ کیا پورس اور اس کے ماتحت تم دونوں کے لب و لہجے میں ہمارے اندر آکر بول نہیں سکتے؟ وہ یقیناً اس طرح ہمیں دھوکا دے سکتے ہیں۔"

پورس نے پوچھا "پھر تمہیں کیسے یقین آئے گا؟"

"یہاں ہمارے دوسرے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ وہ تمہارے ان دونوں خیال خوانی کرنے والوں کے اندر رہ کر ہمیں یقین دلائیں گے کہ یہ واقعی خیال خوانی کررہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنا اطمینان کرو۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو میرے ان دونوں آدمیوں کے دماغوں میں بھیج دو۔"

دو یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ وہ دونوں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے تمام اکابرین کو یقین دلانے لگے۔ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تصدیق کردی کہ واقعی پورس کے وہ دونوں آدمی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔

پورس کو پورا یقین تھا کہ وہاں رکھی ہوئی تمام دوائیں ناکام ہیں۔ وہ اب سے پہلے بھی انہیں آزما چکا تھا۔ ان کے فارمولوں میں تبدیلیاں کرچکا تھا۔ ایسے میں وہاں اصلی دوائیں نہیں ہوسکتی تھیں۔

ایک افسر نے اپنے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔ وہ چلے گئے۔ اس کے بعد پورس سے کہا گیا کہ وہ لیبارٹری کے اسٹور میں رکھے ہوئے کسی بھی کارٹن سے کین نکال کر اس کی دوا اپنے دو آدمیوں پر اسپرے کرسکتا ہے۔

پورس کا ایک آدمی اسٹور کے اندرونی حصے میں جاکر سب سے نیچے والے کارٹن سے ایک کین نکال لایا۔ پورس پورے اعتماد سے وہاں نادیدہ بن کر موجود تھا۔ وہ ناکارہ دوا اس پر اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر اثر نہیں کرسکتی تھی۔

اس کے آدمی نے کین کے ذریعے اس دوا کو اسپرے کیا پھر بڑی ناگواری سے اسے ایک طرف پھینک دیا۔ پورس نے ایک

بعد اپنے آدمیوں سے کہا "جو میری مخالفت کررہے ہیں۔ مجھے ...ا سمجھ رہے ہیں' ان کے دماغوں میں جاکر میری سچائی کا یقین ...ائو۔"

اس کے ایک آدمی نے کہا "باس! ہم کوشش کررہے ہیں ...ں خیال خوانی کی پرواز نہیں کرپارہے ہیں۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں ان کے دماغوں ...ں جارہا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر ایک دم سے بوکھلا گیا۔ وہ ...چ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی آزمائی ہوئی ناکارہ دوائیں یوں کار ...ر جائیں گی کہ پورس جیسے پہاڑ کھلانے والے کی ٹیلی پیتھی کا ...ابی چھین لیں گی۔

یہ پارس کی حکمتِ عملی تھی۔ اس نے دوسری خفیہ لیبارٹری ...ں اصلی دوائیں ڈاکٹروں سے تیار کرائی تھیں۔ پچھلی رات ...ارس' نتالیہ کے حسن و شباب میں کھویا ہوا تھا۔ پارس نے تمام ...اہ دواؤں کو اس لیبارٹری سے ہٹا کر اصلی دواؤں کے کارٹن ...گوادیے تھے۔ اس کے آدمی جس کارٹن سے کین نکالتے' اس ...ے اصلی دوائیں ہی خارج ہوتیں۔

پورس کے دماغ نے کہا "بڑا زبردست دھوکا ہوا ہے۔ پارس ...ت کی چال چل گیا ہے۔ اگر میں یہاں سے فوراً ہی فرار نہیں ...ا تو وہ میری نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلانگ کیپسول کو بھی ...ادے گا۔"

اس نے اپنے ماتحتوں سے کہا "بھاگو یہاں سے۔"

یہ کہتے ہی وہ فلانگ کیپسول کے ذریعے اس لیبارٹری سے ...ل کر فرار ہوگیا۔ تب اسے اپنے دماغ میں پارس کی آواز سنائی دی ...گا۔ کہاں تک بھاگو گے؟ میرے خلاف چال بچھا رہے تھے۔ ...ے کہتے ہیں۔ خود آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔"

پورس نے بے بسی سے کہا "واقعی شیطان تمہارے بعد پیدا ...ا ہوگا۔ تم نے ایسی زبردست چال چلی ہے' جس کی میں توقع نہیں ...کرسکتا تھا۔ میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ...ا سکتا ہوں لیکن تمہیں اپنے دماغ سے بھگا نہیں سکوں گا۔ بولو ...ے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"ہندوستان کی تاریخ میں یہ واقعہ ہے کہ سکندر کے دربار میں ...ں قیدی بن گیا تھا۔ سکندر نے اس سے پوچھا تھا کہ بولو ...سے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ پورس نے جواب دیا تھا' وہی ...ں کیا جائے' جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے کرتا ہے' لیکن ...میں سکندرِ اعظم نہیں ہوں اور تم راجا پورس نہیں ہو۔"

پارس نے کہا "مگر ہمارے دل بادشاہوں جیسے ہیں۔"

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بادشاہ کا دل رکھنے والے اپنے ...کو زندہ نہیں چھوڑتے۔"

پارس نے کہا "میں اپنی زندگی کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ مجھے ہلاک کردو۔"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ تم اسی فارمولے کی دوا کے اثر میں ہو' جو بارہ گھنٹے تک ٹیلی پیتھی سے محروم رکھتی ہے۔ تم بارہ گھنٹے تک خیال خوانی نہیں کرسکو گے اور نہ ہی اپنے کسی دشمن کو دماغ میں آنے سے روک سکو گے۔ ان بارہ گھنٹوں میں تمہیں ہر پل اپنی موت کا انتظار کرنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ انسان کیا ہے؟ کیا ٹیلی پیتھی کی قوت اسے فولاد بنا دیتی ہے؟ اور یہ قوت چھین لی جائے تو وہ کیڑے مکوڑے سے زیادہ حقیر اور کمزور ہوجاتا ہے۔ یہی انسان کی اوقات ہے؟ میں خود کو خدا کی رضا پر چھوڑ دوں اور تم اپنے بھگوان کی مرضی کے مطابق زندگی گزارو تو کیا یہ انسانی عظمت نہیں ہوگی؟

"جب تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آئے تو تمہارے عزائم انسانی تھے۔ تم نادیدہ گولیوں اور فلانگ کیپسولوں کو تباہ کرکے کمزور اور بے اختیار لوگوں کا بھلا کرنا چاہتے تھے۔ ٹیلی پیتھی کے علم کو ختم کرکے ساری دنیا کو ایک خطرناک ہتھیار سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ تم نے کہا تھا کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے سے برتر رہنے کی خاطر آپس میں لڑتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو قتل کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا تم ٹیلی پیتھی کے علم کو اس دنیا سے ...و گے۔

"لیکن تمہارے ان نیک عزائم کے پیچھے شیطانی ارادے چھپے ہوئے تھے۔ تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس علم سے محروم کرکے تنہا خود ان سب پر حکومت کرنا چاہتے تھے۔ دیکھ لو کہ آج خود اس علم سے محروم ہوگئے ہو۔"

پارس بول رہا تھا اور پورس سننے کے دوران میں سوچ رہا تھا "یہ مجھے ابھی ہلاک نہیں کرے گا۔ بارہ گھنٹوں تک عذاب میں مبتلا رکھے گا۔ بارہ گھنٹے بہت ہوتے ہیں۔ میں اس دوران میں اس سے پیچھا چھڑانے کا کوئی راستہ نکال لوں گا۔"

"یوں چوری چوری سوچنے کو ہی چور خیالات کہتے ہیں۔ تم ضرور مجھ سے پیچھا چھڑانے کا کوئی راستہ نکالو۔ تب تک تمہارے چور خیالات بتائیں گے کہ تم کون ہو؟ چالاک ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آکر کیسے چھاگئے؟ تمہارا فیملی بیک گراؤنڈ کیا ہے؟ تمہارے کتنے

بدنام ترین مجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل
چارلس سوبھراج کی سرگزشت
یہ ملاحظہ فرمائیں
اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں
کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

خفیہ اڈے اور کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت ہیں؟ اور وہ نئی دوا کہیں کس انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں تیار ہو رہی ہیں یا تیار ہو چکی ہیں؟"

"ہاں۔ اب تو میں تمہارے سامنے تمام پہلوؤں سے بے نقاب ہونے والا ہوں۔ تم جو چاہو گے' میرے بارے میں معلوم کر لو گے۔ اس کے بعد مجھے قتل کر دو گے۔"

"یہ کیوں سوچ رہے ہو کہ میں تمہیں مار ڈالوں گا؟ دانش مندی یہ ہوگی کہ تمہارے دماغ کو کمزور بنا دوں۔ دنیا والوں کی عبرت کے لیے تمہیں اپاہج بنا کر زندہ رہنے دوں۔ یا پھر تمہیں اپنا معمول بنا کر رکھوں۔"

"میں تمہارا تابعدار بننے سے پہلے مرجانا پسند کروں گا۔"

"اب تمہاری پسند کہاں رہی؟ تمہیں تو میری پسند سے مرنا ہے' جینا ہے' یا پھر غلام بن کر رہنا ہے۔"

اچانک نتاشا کی آواز سنائی دی "تم بہت بول رہے ہو پارس اور میں بہت دیر سے پورس کی بے بسی دیکھ رہی ہوں۔"

پھر وہ پورس سے بولی "پورس! تم وہی ہو کہ میں تم سے بار بار دوستی کرنا چاہتی رہی لیکن تم اپنی طاقت کے گھمنڈ میں مجھے حقیر سمجھتے رہے اور مجھے نظر انداز کرتے رہے۔ دیکھ لو کہ آج یہی حقیر تمہارے کام آسکتی ہے۔"

پورس منہ سے فلائنگ کیپسول نکال کر ایک ویرانے میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا پھر بولا "میں مانتا ہوں کہ میں نے تمہاری دوستی کو ٹھکرا دیا تھا۔ تم بھی مان لو کہ میں نے تمہیں کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔"

"اگر ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا تمہارے پاس ہوتی تو تم مجھے نقصان پہنچا سکتے تھے لیکن وہ دوائیں پارس تم سے چھین کر لے گیا۔ اب تم دوسری بار ان دواؤں کو تیار کر رہے ہو۔"

"میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان نئی دواؤں سے تمہیں فائدہ پہنچاؤں گا۔ تم کسی طرح اس شیطان سے میرا پیچھا چھڑاؤ۔"

"میں تو یہی سوچ کر آئی ہوں کہ تمہیں کبھی پارس کا غلام بننے نہیں دوں گی۔ یہ وہی دشمن ہے' جس نے مجھے الپا کے دماغ سے نکال کر مملکتِ اسرائیل میں اقتدار سے محروم کیا تھا۔ آج مجھے انتقام لینے کا موقع مل رہا ہے۔ آج میں اسے تمہارے اندر نہیں رہنے دوں گی۔ یہ جبرا رہے گا تو میں اسے تم پر تنویمی عمل کرنے نہیں دوں گی۔ تمہیں ہلاکت سے بھی بچاؤں گی۔ یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

پارس نے کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے اور پورس کے درمیان تم اچانک کہیں سے آجاؤ گی۔ اب میں اپنی من مانی نہیں کر سکوں گا۔ ہم اس کے اندر رہ کر ایک دوسرے کی چالوں کا توڑ کرتے رہیں گے۔ اس طرح بارہ گھنٹے گزر جائیں گے اور اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت واپس آجائے گی۔ ہم میں سے کوئی اس مکار کو زیر نہیں کر سکے گا۔"

"میں پورس کو زیر نہیں کرنا چاہتی۔ میں تمہاری دشمن ہوں نہ تمہیں پورس پر غالب نہیں آنے دوں گی۔"

"بہت بے وقوف ہو نتاشا! میرے پیچھے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔ وہ پورس کے دماغ پر قبضہ جمائیں گے تو تمہیں یہاں سے بھاگنا ہوگا۔ تم اس کی بھلائی کے لیے کچھ نہیں کر سکو گی۔"

"تم جو کرنا چاہو کرو۔ مجھے جو کرنا ہے' وہ کر گزروں گی۔"

پارس کے سامنے یہی ایک راستہ تھا کہ نتاشا کو وہاں سے بھاگ دے۔ اس کے لیے لازمی تھا کہ وہ پورس کے دماغ میں اپنے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی قوتوں کا اضافہ کرتا۔ اس نے پورس کے دماغ سے نکل کر اپنے چار خیال خوانی کرنے والے ماتحتوں کو مخاطب کیا۔ انہیں سمجھایا کہ پورس کے دماغ میں پہنچ کر وہاں سے کس طرح نتاشا کو بھگانا چاہیے۔ اس کے بعد وہ پورس کے دماغ میں واپس آیا تو پتا چلا کہ بازی پلٹ گئی ہے۔ نتاشا نے پورس کے دماغ میں تین بار ایسے شدید زلزلے پیدا کیے تھے کہ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اب وہ جب تک ہوش میں نہ آتا' پارس اور اس کے ماتحتوں کی سوچ کی لہریں اپنے طور پر کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔

پارس جیتی ہوئی بازی ہارنا نہیں چاہتا تھا۔ اسرائیل میں الپا کے جو آلۂ کار تھے' انہیں حکم دیا کہ فلاں جگہ ایک ویرانے میں ایک شخص بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ اسے فوراً ایک ایمبولینس میں ڈال کر کسی اسپتال میں لاؤ اور اسے جلد سے جلد ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔

ان آلۂ کاروں نے فوراً حکم کی تعمیل کی لیکن اس ویران جگہ کو تلاش کرنے میں کچھ دیر لگ گئی۔ وہاں پہنچنے پر پورس کا بیٹ نظر آیا۔ اس نے جو سن گلاسز پہنے ہوئے تھے' وہ بھی وہاں پڑے ہوئے تھے لیکن پورس نہیں تھا۔

ماضی میں نتاشا' الپا کو معمولہ اور تابعدار بنا کر اسرائیل میں حکومت کرتی تھی۔ ان دنوں اس نے اپنے بے شمار آلۂ کار بنائے تھے۔ اس کے وہ آلۂ کار اس کے حکم کے مطابق بے ہوش پورس کو وہاں سے اٹھا کر لے گئے تھے۔

بعض اوقات یہ کہاوت درست ہوتی ہے کہ ہاتھی جیسے بھاری بھرکم جانور کو ایک معمولی سی چیونٹی مار دیتی ہے۔ پارس اور پورس کے سامنے نتاشا ایک چیونٹی کی طرح تھی لیکن اس نے دونوں کو مات دی تھی۔ پورس کو بے ہوش کر کے کہیں پہنچا دیا تھا اور پارس کی بہت بڑی جیت کو ہار میں بدل ڈالا تھا۔

○☆○

پارس سمجھتا تھا کہ پورس ایک مچھلی کی طرح اس کے ہاتھ سے پھسل کر پھر دریا میں چلا گیا ہے۔ اب دوبارہ اس کے جال میں نہیں آسکے گا اور اس مچھلی کو اس کے ہاتھ سے چھین کر دوبارہ بہتے ہوئے دریا میں پہنچانے والی نتاشا تھی۔

نتاشا کو تو پارس سے ایسی دشمنی تھی کہ وہ کبھی سامنے نظر آجاتا تو وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دیتی۔ ایک تو وہ مسلمانوں کی ازلی دشمن تھی۔ اس مسلمان نے اس کی بہن نتالیہ کو اپنے عشق میں گرفتار کر لیا تھا۔ اس نے اپنی بہن کو اس مسلمان کے سحر سے نکالا اور اس کی شادی ایک یہودی سے کر دی تو پارس نے نتاشا کو الپا کے دماغ سے نکال دیا۔ گویا نتاشا نے الپا کو معمولہ اور تابعدار بنا کر مملکتِ اسرائیل میں جو اقتدار حاصل کیا تھا' پارس نے اس اقتدار سے نتاشا کو محروم کر دیا تھا۔

نتاشا اتنی بڑی شکست کو بھول نہیں سکتی تھی اور پارس جیسے پہاڑ سے ٹکرا بھی نہیں سکتی تھی اس لیے بڑے صبر و تحمل سے کسی مناسب وقت کا انتظار کرتی رہی۔ جب پورس میدانِ عمل میں آیا اور وہ پارس کا توڑ نظر آنے لگا تو نتاشا نے کئی بار پورس سے دوستی کرنے کی کوششیں کیں مگر ناکام رہی۔ پورس نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی۔

انسان کو زندگی کے حالات اور تجربات بہت کچھ سکھاتے ہیں۔ اب پورس کو معلوم ہونے والا تھا کہ نتاشا جیسا کھوٹا سکہ بھی کسی وقت کام آجاتا ہے۔

پارس یہ خوب سمجھتا تھا کہ پورس اب دوسری بار اس کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ اس کے باوجود اس نے کئی بار پورس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اور اسے بے ہوش پایا۔ نتاشا اسے ہوش میں آنے نہیں دے رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح بارہ گھنٹے گزر جائیں۔ جس دوا کے ذریعے پورس ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو گیا تھا اس کی وہ خوراک بارہ گھنٹوں کے بعد ختم ہونے والی تھی۔ اس اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کا اثر زائل ہونے والا تھا۔

اس نے نتاشا سے رابطہ کرنا چاہا۔ نتاشا نے سانس روک لی۔ اس نے دوسری بار جا کر کہا "مجھے اپنے دماغ میں آنے نہ دو۔ میرے دماغ میں تو آسکتی ہو۔"

وہ اس کے اندر آکر بولی "میں تم لوگوں کی نظروں میں وہ خطرناک ہتھیار ہوں' جو گولیوں سے خالی ہے۔ وہ ہتھیار ہوں' جو کند ہو جاتا ہے پھر آج مجھے کیوں اپنے پاس بلا رہے ہو؟"

"مختصر الفاظ میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ پورس کے دماغ سے چلی جاؤ۔ میری دوستی سے تمہیں بڑے فائدے پہنچیں گے۔"

"تم نے مجھے الپا کے دماغ سے نکال کر اور اسرائیل میں اقتدار سے محروم کر کے جو نقصانات پہنچائے ہیں اس کے پیشِ نظر میں مرتے دم تک تم پر بھروسا نہیں کروں گی۔"

"پورس کا ساتھ کیوں دے رہی ہو؟ اس نے بھی تم سے کوئی بھلائی نہیں کی ہے۔"

"اس نے مجھ سے کوئی برائی بھی نہیں کی ہے۔ اب میں جس طرح اس کے کام آرہی ہوں اس کے نتیجے میں وہ میرا احسان مند بھی رہے گا' میرا دوست بھی رہے گا اور آئندہ تمہارے مقابلے پر میرے کام آتا رہے گا۔"

"دیکھو نتاشا! پورس جیسا شکار بار بار ہاتھ نہیں آتا۔ میں تمہاری خوشامد نہیں کر رہا ہوں۔ تمہیں ایک عقل کی بات سمجھا رہا ہوں۔ یہ فرہاد علی تیمور کی فیملی کی خاصیت ہے کہ جب وہ کسی کو دوست بنا لیتی ہے تو تمام عمر اس دوستی کو نباہتی ہے۔ جو ہمارے بن جاتے ہیں' انہیں ہمیشہ فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ پچھلے نقصان کو بھول جاؤ' تمہیں اقتدار حاصل کرنے کا شوق ہے۔ میں تمہیں امریکی اکابرین کے سروں پر بٹھا دوں گا۔ تم سپر پاور کہلانے والوں پر حکومت کرو گی۔"

"بڑے سبز باغ دکھا رہے ہو۔ افسوس میں تمہارے جھانسے میں نہیں آؤں گی۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے کہ پورس کو میرے ہاتھ نہیں آنے دو گی؟"

"بالکل آخری فیصلہ ہے۔ مجھ سے توقع کرو گے تو اپنا اور میرا وقت ضائع کرتے رہو گے۔"

پارس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے' نتاشا اپنی بہن نتالیہ کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے بے حد حسین' پرکشش اور کنواری لڑکی بنا کر بڑی حکمتِ عملی سے پورس کو اس کا دیوانہ بنا چکی تھی۔ آئندہ بھی پورس نتالیہ کے ساتھ فرصت کے لمحات گزارنے والا تھا۔ نتاشا بہن کے دماغ میں رہ کر پورس کی بہت سی ذاتی مصروفیات کو دیکھتی اور سمجھتی رہتی۔

اب پارس کے خلاف پورس کی مدد کر کے اس کا دل جیت سکتی تھی اور اس کا اعتماد حاصل کر سکتی تھی۔ اس نے بے ہوش پورس کو ایک خفیہ اڈے میں چھپا رکھا تھا۔ اسے یقین تھا کہ پارس اور اس کے ماتحت کبھی وہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

اس نے بے ہوش پورس کے لباس کی تلاشی لی۔ اس کی جیب سے ایک ڈبیا نکلی۔ اس میں نادیدہ بنانے والی گولیاں

اور فلائنگ کیپسول اچھی خاصی تعداد میں تھے۔ اس نے تین گولیاں اور دو کیپسول نکال لیے تاکہ پورس ہوش میں آکر یہ شبہ نہ کرسکے کہ اس دُنیا میں سے کچھ چرایا گیا ہے۔ وہ آئندہ اپنی بہن نتالیہ کے ذریعے مزید گولیاں اور کیپسول حاصل کرسکتی تھی۔ فی الحال کام چلانے کے لیے تین گولیاں اور دو کیپسول کافی تھے۔

پورس نے نتالیہ سے وعدہ کیا تھا کہ اسے اپنے ساتھ ہندوستان لے جائے گا۔ نتالیہ بے چینی سے اس کا انتظار کررہی تھی۔ نتاشا نے اس کے دماغ میں آکر اس کی سوچ میں کہا "وہ یقیناً کسی ایسے اہم معاملے میں مصروف ہوگیا ہے' جس کے باعث نہ تو آرہا ہے اور نہ ہی مجھ سے رابطہ کررہا ہے۔ مجھے صبر سے انتظار کرنا چاہیے۔"

اس نے بہن کو برین کو بالکل داش کردیا تھا۔ وہ اپنا تمام ماضی' حتیٰ کہ اپنی بہن نتاشا کو بھی بھول چکی تھی۔ ترکی میں جو زلزلہ آیا تھا' وہاں اس کا پورا خاندان ایک عمارت کے نیچے دب کر مرگیا تھا۔ چونکہ وہ یہودی تھی اس لیے یہودی قافلے کے ساتھ اسرائیل میں پناہ لینے آئی تھی اور اسی دوران میں پورس اسے دیکھ کر دیوانہ ہوگیا تھا۔

اس نے نتالیہ سے سحرزدہ ہوکر اس کے چور خیالات اچھی طرح پڑھے تھے۔ چونکہ نتالیہ کو اپنے ماضی کا ایک لمحہ بھی یاد نہیں رہا تھا اس لیے وہ اس کی اصلیت معلوم نہ کرسکا۔ اسے یقین کرنا پڑا کہ وہ ترکی سے ایک آفت زدہ قافلے کے ساتھ اسرائیل آئی ہے اور اس کے پیچھے کسی قسم کا جال نہیں بچھایا گیا ہے۔

جہاں پارس نے جال بچھایا تھا وہاں وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔ اس نے اسرائیل کی ایک خفیہ لیبارٹری میں تیار ہونے والی دواؤں کو دو بار آزمایا تھا اور انہیں ناکارہ اور بے اثر پایا تھا۔ ایسے میں اسے پختہ یقین ہوگیا تھا کہ پارس اپنی اصلی دواؤں کو استعمال کرکے اسرائیلی اکابرین کو دھوکا دے رہا ہے پھر یقین کیوں نہ ہوتا جبکہ اس نے خود اسرائیلی ڈاکٹروں کے اصلی فارمولوں میں تبدیلیاں کی تھیں۔ ان دواؤں کو تو ناکارہ ہونا ہی تھا۔

وہ اسی اعتماد سے اپنے ماتحت کے ساتھ اسرائیلی اکابرین کے درمیان موجود تھا اور اپنی آنکھوں کے سامنے ان دواؤں کو بے اثر کرنا چاہتا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پارس نے بازی پلٹ دی ہوگی اور ان نقلی دواؤں کی جگہ اصلی دوائیں لاکر رکھ دی ہوں گی۔

پارس نے قیامت کی چال چلی تھی۔ پورس کو ٹیلی پیتھی سے محروم کردیا تھا۔ اب اس کا دماغ پارس کے شکنجے سے نکل نہیں سکتا تھا لیکن مقدر کو یہ منظور نہیں تھا کہ وہ پارس کی گرفت میں رہے۔ پوری طرح گرفت میں آنے کے باوجود یہ پورس کی خوش قسمتی تھی کہ نتاشا اسے بچانے آگئی تھی۔

اسرائیلی اکابرین خوش تھے کہ الپا اور پارس نے انہیں صحیح فارمولے دیے تھے۔ پورس ان دونوں کو جھوٹا اور فریبی ثابت کررہا تھا اور خود جھوٹا اور فریبی ثابت ہوا تھا۔

ان اکابرین میں سے ایک فوجی افسر نے کہا "پورس نادیدہ بن کر ہمارے درمیان موجود تھا۔ یقیناً وہ ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوچکا ہے۔ الپا اور پارس کو اسے گرفت میں لینا چاہیے۔"

الپا نے کہا "پورس ناکام ہوتے ہی فرار ہوگیا لیکن پارس اس کے دماغ میں ضرور پہنچ گیا ہوگا۔ اسے کہیں روپوش نہیں ہونے دے گا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنائے گا۔"

تھوڑی دیر بعد پارس نے آکر الپا اور تمام اکابرین کو بتایا کہ وہ پورس کو اپنی گرفت میں لے رہا تھا لیکن ایسے وقت نتاشا اس کی راہ میں دیوار بن گئی ہے اور اس کے دماغ کو گرفت میں لینے کا موقع نہیں دے رہی ہے۔ وہ جب بھی اس پر تنویمی عمل کرے گا' نتاشا اس عمل کو ناکام بنادے گی۔

الپا نے کہا "پارس! اس سنہری موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ کسی طرح بھی پورس کو اپنے شکنجے میں لے لو۔"

پارس نے کہا "کوئی صورت نہیں ہے۔ بارہ گھنٹے کے بعد پورس کی ٹیلی پیتھی کا علم بحال ہوجائے گا۔ وہ بارہ گھنٹے تک اس کے اندر رہ کر میرے ارادوں کو ناکام بناتی رہے گی۔ اس کے باوجود میرے خیال خوانی کرنے والے ماتحت پورس کے بے ہوش دماغ میں موجود رہیں گے۔ ہوسکتا ہے' انہیں نتاشا کو بھگانے اور پورس کو گرفت میں لینے کا موقع مل جائے۔"

ایک حاکم نے کہا "نتاشا کو کوئی بہت بڑا لالچ دو۔ کوئی اتنی بڑی آفر دو کہ وہ پورس کے دماغ سے چلی جائے۔"

"میں اسے بڑی سے بڑی آفر دے چکا ہوں۔ ہر ممکن کوشش کرچکا ہوں لیکن وہ یقیناً پورس سے بڑے فائدے حاصل کررہی ہے یا کرنے والی ہے۔ اسی لیے ہم سب کے خلاف پورس کی حفاظت کررہی ہے۔"

الپا نے کہا "اس کی بہن نتالیہ کہاں ہے؟ اگر ہم اس کی بہن کو گرفت میں لیں اور اس کے حوالے سے مجبور کریں تو وہ مان جائے گی۔"

پارس نے کہا "میری خیال خوانی کی لہروں کو نتالیہ کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے' وہ مرچکی ہے یا نتاشا نے اس کا برین واش کرکے اس کے لب ولہجے کو تبدیل کردیا ہے۔"

ایک حاکم نے مایوس ہوکر کہا "اس کا مطلب ہے پورس جیسا زبردست شکار اب ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

پارس نے کہا "ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان ہار جیت کا کھیل جاری رہتا ہے۔ اگر ہم ایک پہلو سے ہار رہے ہیں تو دوسرے پہلو سے جیت رہے ہیں۔ ہم نے ثابت کردیا ہے کہ الپا برسوں سے مملکتِ اسرائیل کی وفادار ہے اور مجھ سے شادی کرنے کے بعد بھی محبِ وطن ہے۔"

الپا نے کہا "مجھے ان اکابرین پر افسوس ہے' جو میری برسوں کی وفاداری کے باوجود مجھ پر شبہ کرتے ہیں۔ اب سے پہلے بھی جب میں ماں بن رہی تھی اور بابا صاحب کے ادارے سے میری حفاظت کی گئی تھی تو چند اکابرین الزام دے رہے تھے کہ میں مسلمانوں کے زیرِ اثر ہوں اور اسرائیل سے غداری کررہی ہوں۔ آج بھی پورس جیسا دشمن ان چند اکابرین کے ذریعے میرے خلاف محاذ آرائی کرا رہا تھا۔"

ایک حاکم نے کہا "ہمیں افسوس ہے کہ ہم میں سے چند حضرات تمہارے خلاف محاذ آرائی کرنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈتے رہتے ہیں۔"

الپا نے کہا "آپ کے افسوس کرنے سے میری تسلی نہیں ہوگی۔ میرا مطالبہ ہے کہ جو چند اکابرین ہمیشہ میرے خلاف رہے ہیں' انہیں حکومت سے نکال دیا جائے۔ ان کے موجودہ عہدے ان سے چھین لیے جائیں۔"

"الپا! تم سمجھ دار ہو۔ یہ ان کے لیے بہت بڑی سزا ہوگی۔"

"اور اگر ہم پورس کو جھوٹا اور فریبی ثابت کرنے میں ناکام رہتے تو یہ میرے لیے بہت بڑی سزا ہوتی کہ مجھے ناقابلِ اعتماد سمجھ کر اپنے ملک اور قوم کی خدمت سے محروم کردیا جاتا۔ میں اپنے مطالبے پر قائم رہوں گی۔ میرے مخالف اکابرین کو ان کے عہدوں سے سبکدوش کیا جائے۔"

اکابرین کی اکثریت نے الپا کی تائید کی اور اس کا مطالبہ پورا کرنے کا وعدہ کیا پھر وہ سب اس لیبارٹری سے جانے لگے۔

○☆○

ابھی بارہ گھنٹے نہیں گزرے تھے۔ پورس ہوش میں آگیا تھا۔ آنکھیں کھول کر ایک نئی جگہ کو دیکھ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے اور وہاں کیسے پہنچ گیا ہے؟

نتاشا نے اس کے دماغ میں کہا "میں تمہیں یہاں لائی ہوں۔ تم بالکل محفوظ ہو۔"

وہ چونک کر بولا "اوہ! میں تو بھول ہی گیا تھا۔ جب پارس میرے دماغ کو اپنے قابو میں کرنا چاہ رہا تھا تو تم اچانک آکر میری حفاظت کرنے لگی تھیں۔ کیا میں واقعی محفوظ ہوں؟ کیا پارس میرے اندر نہیں ہے؟"

"اطمینان رکھو۔ میں اسے دوبارہ یہاں سے جانے پر مجبور کرچکی ہوں۔ اب وہ نہیں آرہا ہے لیکن اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت تمہارے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ وہ اس تاک میں ہیں کہ میری کسی غفلت سے فائدہ اٹھا کر تمہیں تنویمی عمل کے ذریعے غلام بنا سکیں۔"

"اس کا مطلب ہے' تم مسلسل میرے دماغ میں ہو۔ کتنے گھنٹے گزر چکے ہیں؟"

"دس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ صرف دو گھنٹے رہ گئے ہیں۔ میں تمہارے اندر فائٹ کرتی رہوں گی۔ باقی دو گھنٹوں میں بھی تمہارے مخالفین کو کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔"

"مائی گاڈ! تم مسلسل دس گھنٹے سے فائٹ کررہی ہو اور ابھی دو گھنٹے مزید مخالفین سے لڑتی رہو گی۔ نتاشا! تم نے تو مجھے خرید لیا ہے۔ تم تنہا کیوں ہو؟ کیا تمہارا کوئی دوسرا معتبر خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے' جو تمہیں آرام کرنے کا موقع دیتا اور میری حفاظت کرتا؟"

"میرا کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی نہیں ہے۔ میری بہن نتالیہ جانتی تھی' وہ زچگی کے دوران میں مرچکی ہے۔ وہ زندہ ہوتی' تب بھی میں تمہیں اپنی بہن کی نگرانی میں نہیں چھوڑتی۔ ہم جانتے ہیں کہ پارس کتنا مکار ہے۔ اس نے مجھے تمہارے دماغ سے جانے کے لیے بڑی بڑی آفر زدی ہیں۔"

"ہاں جب کام نہ بنے تو رشوتیں دی جاتی ہیں۔"

"وہ معمولی رشوتیں نہیں دے رہا تھا۔ اس نے مجھے اسرائیل میں اقتدار سے ہٹایا تھا۔ اب سپر پاور امریکا کے اکابرین کو میرے زیرِ اثر لانے کا وعدہ کررہا تھا۔ مجھے سپر پاور پر حکومت کرنے کا خواب دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میرے کسی بھی برے وقت میں بابا صاحب کا ادارہ میری پشت پناہی کرے گا۔"

"نتاشا! میں تمہاری باتیں سن کر حیران ہورہا ہوں۔ یہ تو دنیا کی بہت بڑی آفر ہے اور تم نے میری خاطر اسے ٹھکرا دیا

ہے۔"

"تمہیں حیران نہیں ہونا چاہیے۔ میں زہریلے سانپ پر بھروسا کرسکتی ہوں لیکن کسی مسلمان پر کبھی نہیں کروں گی۔ پارس ایک بار مجھے ڈس چکا ہے۔ اب اسے ڈسنے کا موقع نہیں دوں گی۔ مجھے امریکا پر حکومت کرنے کا شوق نہیں ہے اور نہ ہی بابا صاحب کے ادارے پر اعتماد ہے۔"

"تمہاری باتیں میرے دل کو لگ رہی ہیں۔ یہ بتاؤ' مجھ پر کیسے بھروسا کررہی ہو؟"

"پہلے ہم دو بہنیں ٹیلی پیتھی جانتی تھیں۔ اب میں تنہا رہ گئی ہوں۔ میرا کوئی ساتھی اور مددگار نہیں ہے پھر یہ کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کوئی کسی پر بھروسا نہیں کرتا ہے۔ میں تم سے کہوں گی کہ مجھ پر بھروسا نہ کرو۔ میں تم پر بھروسا نہیں کروں گی۔ اس کے باوجود میں اس لیے تمہارے کام آرہی ہوں کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک دن پارس تمہارے ہی ہاتھوں کٹے گا اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ جس طرح میں تمہارے کام آرہی ہوں' اسی طرح تم بھی میرے کسی برے وقت میں ضرور میرے کام آؤ گے۔"

"میں بھگوان کی قسم کھاتا ہوں کہ تم جب بھی مجھے آواز دو گی' میں ساری اہم مصروفیات چھوڑ کر تمہارے لیے جان کی بازی لگانے پہنچ جاؤں گا۔ آج سے تم خود کو تنہا نہ سمجھو۔ میں تمہارا بھائی بن کر رہوں گا۔"

"مجھے یقین ہے۔ تم زبان کے دھنی ہو۔ جیسا کہہ رہے ہو' ویسا ہی کرتے رہو گے۔ ایک بات تو تم سمجھ رہے ہو گے کہ تمہارے مخالفین اس وقت تمہارے اندر خاموشی سے چھپے ہوئے ہوں گے اور ہماری تمام باتیں سن رہے ہوں گے۔"

"یہ میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ بھگوان کا شکر ہے کہ وقت گزرتا جارہا ہے۔ جلد ہی میری ٹیلی پیتھی کا علم دوبارہ مجھے حاصل ہوجائے گا۔ میں اپنے دماغ میں چھپی ہوئی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس کرلوں گا پھر سانس روک کر انہیں بھگا دوں گا۔ ایسا کرنے سے تم بھی میرے دماغ سے نکل جاؤ گی۔ پلیز! ایسے وقت برا نہ ماننا۔"

"کیسی باتیں کررہے ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ دماغی توانائی حاصل ہوتے ہی تم مجھے کبھی اپنے دماغ میں نہ آنے دو اور نہ میرے دماغ میں آؤ۔ پارس بہت مکار ہے۔ وہ میرے اور تمہارے لب ولہجے میں ہمارے اندر آکر ہمیں دھوکا دے سکتا ہے۔"

"تم واقعی مجھ سے بھرپور تعاون کررہی ہو۔ ہم کسی مناسب موقع پر کسی آلۂ کار کے دماغ میں پہنچ کر باتیں کریں گے۔ میں ایک بات اور معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"کون سی بات؟"

"تم کب سے میرے دماغ میں آئی ہو؟ کیا تمہاری آمد سے قبل پارس نے میرے چور خیالات پڑھے ہوں گے؟ کیا وہ معلوم کرچکا ہوگا کہ میں نئی دوائیں کہاں تیار کررہا ہوں؟"

"میں خیال خوانی کے ذریعے اسرائیل کی خفیہ لیبارٹری میں ایک حاکم کے اندر تھی۔ تم نے وہاں یہ کہا تھا کہ تم نادیدہ بن کر موجود ہو۔ تمہیں پورا یقین تھا کہ ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا بے اثر ثابت ہوگی لیکن اس کے برعکس ہوا اور تمہاری ٹیلی پیتھی کا علم ختم ہوگیا۔ اتنا تو میں سمجھ رہی تھی کہ اب پارس تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ میں ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر تمہارے اندر آگئی تھی۔ میرے بعد پارس نے آکر تم سے کہا تھا کہ تم ساری دنیا سے بھاگ سکتے ہو لیکن اسے اپنے دماغ سے نہیں بھگا سکو گے۔ جب وہ تمہارے چور خیالات پڑھنے لگا تو اسے پتا چلا کہ میں اس کے لیے رکاوٹ بن رہی ہوں۔"

"تم پورے یقین سے کہہ رہی ہو کہ اس نے میرے چور خیالات نہیں پڑھے ہیں؟"

"تم اطمینان رکھو۔ اس نے تمہارے اندر چھپے ہوئے رازوں کو نہیں پڑھا ہے۔ اس کا باپ بھی نہیں جانتا ہے کہ تم نئی دوائیں کہاں بنا رہے ہو؟"

ان کی گفتگو کے دوران میں باقی وقت بھی گزر گیا۔ بارہ گھنٹے گزر گئے تب اس نے دماغی توانائی محسوس کی۔ اس نے کہا "نتاشا! میں توانائی محسوس کررہا ہوں اور پرائی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس کررہا ہوں۔ خیال خوانی کی پرواز بھی کرسکتا ہوں۔"

"میں تمہیں مبارک باد دیتی ہوں۔ میرا مشورہ ہے کہ فوراً سانس روک کر سب کو بھگا دو۔"

"میں سانس روکنے سے پہلے تمہارا شکریہ ادا کررہا ہوں اور بھگوان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک سگے بھائی کی طرح ہمیشہ تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ نتاشا کے ساتھ دوسرے مخالفین بھی اس کے دماغ سے نکل گئے۔ اس نے بستر سے اٹھ کر خود کو آئینے میں دیکھا اور اپنے آپ کو پہچان نہ سکا۔ نتاشا نے بے ہوشی کے دوران میں اس کا چہرہ تبدیل کردیا تھا۔ اس نے پورس کو محفوظ رکھنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی تھی۔

وہ کھڑکی کے پاس آکر باہر دیکھنے لگا۔ ایک چھوٹی سی پہاڑی بستی نظر آرہی تھی۔ وہ بارہ گھنٹے پہلے فلائنگ کیپسول کے ذریعے فرار ہوا تھا۔ چند منٹ میں لبنان پہنچ گیا تھا۔ پارس اس کے تعاقب میں تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ لبنان کے ایک ویرانے میں ہے۔ اس نے اسرائیلی پولیس کو ضرور وہاں بھیجا ہوگا لیکن اس سے پہلے نتاشا کے آلۂ کار پورس کو وہاں سے لے گئے تھے۔

اسے تلاش کرنے والوں نے یہ سمجھا کہ نتاشا لبنان سے پورس کو دوسرے ملک لے گئی ہے۔ پارس کے ماتحت اس کے دماغ میں رہ کر نہ سمجھ سکے کہ وہ اسے کہاں لے گئی ہے کیونکہ وہ بے ہوش تھا۔ اس کے دماغ سے معلومات حاصل نہیں ہوسکتی تھیں اس لیے وہ بڑی مکاری سے پھر اسے واپس اسرائیل کی ایک چھوٹی سی پہاڑی بستی میں لے آئی تھی۔ اس طرح کوئی شبہ نہ کرسکا کہ فرار ہونے والا پھر اسی ملک میں واپس آگیا ہے۔

وہ خوش تھا کہ بارہ گھنٹوں تک پارس کی پہنچ سے دور رہا تھا۔ اب الپا اور پارس پوری اسرائیلی فوج کو لا کر اس مکان کا محاصرہ کرتے' تب بھی وہ کسی کی گرفت میں نہ آتا۔ فوراً نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے فرار ہوجاتا۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی نہ اس کے اندر آسکتا تھا اور نہ یہ سراغ لگا سکتا تھا کہ وہ کہاں روپوش ہوگیا ہے۔

وہ ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ گیا۔ اب وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ پچھلے بارہ گھنٹوں میں جب تک وہ اپنے تمام معاملات سے غافل رہا تب تک کیا ہوتا رہا؟

معاملات تو بہت تھے۔ ڈاکٹر انا پورنا ایک خفیہ لیبارٹری میں دوائیں تیار کررہی تھی اور وہ دوائیں تیاری کے آخری مرحلے پر ہی تھیں۔

دوسرا معاملہ بلی ڈونا کا تھا۔ وہ اچانک کہیں گم ہوگئی تھی۔ پورس سمجھ رہا تھا کہ پارس نے اسے غائب کردیا ہے اور پارس کا خیال تھا کہ پورس نے اسے کہیں چھپا دیا ہے۔

تیسرا معاملہ نیلماں کا تھا۔ اس کی پراسرار خاموشی الجھا رہی تھی کہ پتا نہیں وہ آئندہ کس روپ میں آئے گی۔ اس نے پارس اور پورس دونوں کو دھمکیاں دی تھیں کہ وہ واپس آکر ان کا جینا محال کردے گی اور وہ ابھی نہیں آرہی تھی۔ جینا کسی محفوظ جگہ رہ کر اپنی کمزور پڑنے والی آتما شکتی کی توانائی بحال کرنے میں مصروف ہوگی۔

ایسے اور کئی معاملات تھے لیکن نتالیہ پورس کے دل و دماغ پر چھا گئی تھی۔ وہ ایک حاکم کی پرسنل سیکریٹری تھی۔ پورس اسے اس حاکم سے دور کرکے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں لے گیا تھا۔ وہ وہیں ایک کمرے میں تھی اور پورس کا انتظار کررہی تھی۔

پورس نے ایک کرسی پر آرام سے بیٹھنے کے بعد پہلے نتالیہ کی خبر لی۔ اس کے اندر پہنچ کر خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

وہ حاکم نتالیہ کو سیکریٹری بنانے کے بہانے داشتہ بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ جب وہ دوسری صبح بیدار ہوا تو پتا چلا کہ نتالیہ استعفیٰ لکھ کر چلی گئی ہے۔ حاکم کا سیکریٹری بننے کی لوگ تمنا کیا کرتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ استعفیٰ دے کر چلی گئی تھی۔ اس حاکم کو اپنی توہین کا احساس ہوا' وہ اسے ٹھکرا کر چلی گئی تھی۔ اس نے حکم دیا کہ اسے تلاش کیا جائے' وہ تل ابیب میں ہوگی۔ پاسپورٹ وغیرہ کے بغیر اسرائیل سے باہر نہیں جاسکے گی۔

اسے تلاش کرنے والے سراغ رسانوں نے اپنے ڈپارٹمنٹ کے سربراہ برین آدم کو یہ بات بتائی۔ اس نے ماتحت سراغ رسانوں کو ہدایت کی کہ نتالیہ اگر کہیں نظر آجائے تو پہلے اس حاکم کو اطلاع نہ دی جائے۔ یہ معلوم کیا جائے کہ نتالیہ اتنی بڑی سرکاری ملازمت کو اچانک چھوڑ کر کیوں گئی ہے؟

پتا چلا کہ وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرا نمبر چار سو چار میں ہے۔ ایک نوجوان اسے اس کمرے میں چھوڑ گیا ہے۔ اسی وقت الپا نے برین آدم سے رابطہ کیا تھا۔ برین آدم نے اسے نتالیہ اور اعلیٰ حاکم کے بارے میں بتایا۔ الپا نے ہوٹل والوں کے ذریعے نتالیہ کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں آسانی سے پہنچ گئی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ترکی کے ایک آفت زدہ علاقے سے آئی تھی۔ اسے ایک حاکم نے دیکھتے ہی اپنی پرسنل سیکریٹری بنالیا تھا۔ جس رات وہ حاکم اسے حاصل کرنا چاہتا تھا اسی رات اچانک ایک جوان اس کے بیڈ روم میں آگیا۔ وہ خوبرو بھی ہے اور حیرت انگیز جادوگر بھی ہے۔ وہ غائب ہوجاتا ہے اور پھر نمودار ہوجاتا ہے۔ اسی جوان نے نتالیہ سے کہا تھا کہ وہ پاسپورٹ اور ضروری کاغذات کے بغیر آدھے گھنٹے کے اندر اسے ہندوستان لے جائے گا۔

لیکن وہ اسے ہوٹل میں چھوڑ کر جانے کے بعد اب تک واپس نہیں آیا تھا۔ الپا نے پارس کو یہ ساری باتیں بتائیں۔ انہیں یقین کی حد تک شبہ ہوا کہ نتالیہ کے بیڈ روم میں غائب اور نمودار ہونے والا پورس ہوسکتا ہے۔ وہ حسن پرست

ہے۔ اسے ضرور اپنی داشتہ بنا کر اپنے پاس رکھے گا۔

الپا نے کہا "وہ تمہارے مقابلے پر ہے۔ بہت زیادہ محتاط رہے گا۔ اپنے بچاؤ کی خاطر اس حسینہ کو چھوڑ کر چلا جائے گا۔"

"ہاں۔ ان حالات میں وہ حسینہ کو اہمیت نہیں دے گا لیکن اسے کسی کے ہاتھ بھی لگنے نہیں دے گا۔ دور ہی دور سے اسے تحفظ دے گا۔ آج اسے اپنا نہیں بنا سکے گا۔ ایک ماہ بعد یا ایک سال بعد حالات کے مطابق اس کا حلیہ بدل کر اسے اپنے پاس ضرور بلائے گا۔"

"فی الحال تم اپنے ایک ماتحت کو اس کی نگرانی پر لگا دو۔ وہ اس کے دماغ کے اندر جاتا آتا رہے گا۔ پورس نے اس حسینہ کو پرسنل سیکریٹری کے عہدے سے ہٹایا ہے۔ اسے ایک ہوٹل میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا۔ اسے اس ہوٹل سے کسی دوسری جگہ ضرور پہنچائے گا۔"

پورس یہ نہیں جانتا تھا کہ نتالیہ کے پیچھے جاسوس لگائے جاسکتے ہیں لیکن عقل میں یہ بات آرہی تھی کہ ایک حسینہ ایک اعلیٰ حاکم کو استعفیٰ دے کر جائے گی تو یہ بات چھپی نہیں رہے گی۔ ہوسکتا ہے کہ وہ حاکم ضد میں آکر اس کے خلاف کارروائی کرے۔

پورس نے اس حاکم کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ حاکم اسے تلاش کروا رہا ہے۔ سراغ رسانوں نے یہ بتایا ہے کہ وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ہے اور انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم نے حکم دیا ہے کہ اس حسینہ کا محاسبہ نہ کیا جائے۔ دور ہی دور سے اس کی نگرانی کی جائے۔

برین آدم کے ذکر پر پورس نے سمجھ لیا کہ اب یہ بات الپا کو معلوم ہوگی اور وہ اس حسینہ کے اندر پہنچ کر بہت کچھ معلوم کرسکتی ہے اور پارس کو اس حسینہ کی اہمیت بتا سکتی ہے۔

وہ سوچنے لگا "کیا کیا جائے؟ کیا اپنی سلامتی کے لیے روشنا جیسے حسین شاہکار کو چھوڑ دوں؟"

اس نے حسن و شباب اور اپنی دل فریب اداؤں سے پورس کو ایسا دیوانہ بنایا تھا کہ وہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کا دل بھی کہہ رہا تھا کہ ایک بے چاری آفت زدہ کو وہاں بے یار و مددگار چھوڑ کر چلا جائے۔

اس نے نتاشا سے رابطہ کیا۔ وہ بولی "تمہیں اتنی جلدی رابطہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں دھوکا کھا سکتی ہوں۔ پارس تمہارے لب و لہجے میں بول سکتا ہے۔"

"تم ابھی دھوکا نہیں کھا رہی ہو۔ میری بات توجہ سے سنو۔ ترکی کی ایک آفت زدہ یہودی حسینہ سے میرے تعلقات ہیں۔ وہ مجھے اتنی پسند ہے کہ میں اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ ابھی جو معلومات حاصل ہوئی ہیں اس کے مطابق یقیناً الپا اور پارس اس حسینہ کے دماغ میں پہنچے ہوئے ہوں گے یا انہوں نے اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے پیچھے لگا دیا ہوگا۔"

وہ خوش ہوگئی کہ پورس اس کی بہن کا دیوانہ بن چکا ہے اور مشکل حالات میں بھی اس کا خیال رکھتا ہے اور آئندہ اسے چھوڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ وہ انجان بن کر بولی "میں نے تمہاری محبوبہ کی آواز اور لہجہ کبھی سنا نہیں ہے۔ مجھے اس کے دماغ میں پہنچا دو۔ میں اس کے کام آتی رہوں گی۔"

وہ بولا "میرے دماغ میں آؤ۔ میں ابھی اس کے اندر تمہیں پہنچا رہا ہوں۔"

وہ اس کے اندر آئی۔ اس نے اسے نتالیہ کے دماغ میں پہنچا دیا۔ وہ بولی "اب تم اطمینان رکھو۔ میں تمہاری محبوبہ کو نہ بھٹکنے دوں گی اور نہ ہی غلط ہاتھوں میں پہنچنے دوں گی۔ ویسے میں انڈیا جارہی ہوں۔ اگر تم کہو تو اسے بھی وہاں لے جاؤں۔"

"اسے ابھی انڈیا لے جانے کی غلطی نہ کرنا۔ پارس اس کے خیالات پڑھ کر انڈیا پہنچ جائے گا اور وہاں مجھے پھر زبردست نقصان پہنچائے گا۔"

"ٹھیک ہے، میں اسے کسی دوسرے ملک میں پہنچا دوں گی۔"

"اگر وہ اسرائیل میں محفوظ رہے گی تو اسے یہیں رہنے دو۔ بائی دا وے تم ہندوستان کیوں جارہی ہو؟"

"جیسا کہ تم جانتے ہو، میں پارس کی جانی دشمن ہوں۔ اگر میرے نشانے پر پارس کا باپ آئے گا تو اسے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی اور آج کل اس کا باپ فرہاد ہندوستان میں ہے۔"

پورس نے گھبرا کر پوچھا "کیا فرہاد علی تیمور ہندوستان میں ہے؟"

"ہاں۔ میں اس کے تعاقب میں رہوں گی۔ وہ نظر آئے گا تو گولی مار دوں گی لیکن تم کچھ پریشان ہوگئے ہو بلکہ گھبرا رہے ہو؟"

"اب تو تم میری رازدار رہو۔ تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ ہندوستان کے ایک علاقے میں میری وہ دوائیں تیار ہورہی ہیں۔ پتا نہیں فرہاد کس علاقے میں ہے۔ اگر اس نے میری خفیہ لیبارٹری کا سراغ لگایا ہوگا یا اس علاقے میں اس لیبارٹری کو تلاش کررہا ہوگا تو میری ساری محنت پر پھر ایک بار پانی پھر جائے گا۔"

"پورس! یہ باپ بیٹے بڑے خطرناک ہیں۔ شیطان کی طرح ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ اگر مناسب سمجھو تو مجھے اس علاقے کا نام بتاؤ جہاں فرہاد اس لیبارٹری کو تلاش کررہا ہوگا۔ میں اسے وہاں تک پہنچنے نہیں دوں گی۔"

"ابھی میں فلائنگ کیپسول کے ذریعے ہندوستان جارہا ہوں۔ تم ممبئی پہنچو۔ میں تمہیں اس علاقے میں لے چلوں گا۔ فی الحال تم میری محبوبہ روشنا (نتالیہ) کے لیے کچھ کرو۔"

"تم روشنا کی طرف سے بے فکر رہو۔ میں اس پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

وہ پورس کے دماغ سے نکل کر اپنی بہن نتالیہ کے اندر آکر خاموش رہی تاکہ اس کے اندر مخالفین چھپے ہوئے ہوں تو وہ انہیں محسوس کرسکے۔ نتالیہ یہ سوچ کر پریشان ہورہی تھی کہ پتا نہیں اس کا اجنبی محبوب اسے صبح ہوٹل میں چھوڑنے کے بعد کہاں چلا گیا ہے؟ کیا وہ بے وفا ہے؟ واپس نہیں آئے گا؟ اب تو دوسری صبح ہونے والی ہے۔

نتاشا نے اس کی سوچ میں کہا "نہیں وہ بے وفا نہیں ہوسکتا۔ وہ میرا دیوانہ ہے۔ ہوسکتا ہے، وہ کسی مصیبت میں پھنس گیا ہو۔"

نتالیہ نے سوچا "لیکن میرے اخراجات کا کیا بنے گا؟ میں اتنے بڑے ہوٹل کا بل کہاں سے ادا کروں گی؟"

نتاشا نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ وہ جلد ہی آئے گا یا کسی ذریعے سے میرے تمام اخراجات پورے کرتا رہے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک نتالیہ کو پورس کی آواز سنائی دی۔ اس نے چونک کر پیچھے گھوم کر دیکھا۔ پورس کھڑا ہوا مسکرا رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ نتالیہ دوڑ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر اس سے لپٹ گئی۔

"تم کہاں چلے گئے تھے؟ میں مایوس ہوکر روتی رہی اور تمہیں پوچھتی رہی۔"

"کیوں مایوس ہوگئی تھیں؟ کیا مجھ پر بھروسا نہیں تھا؟"

"بھروسا ہے۔ اسی لیے تو ایک اعلیٰ حاکم کی ملازمت کو ٹھکرا کر تمہارے ساتھ آئی ہوں۔ صبح سے انتظار کررہی ہوں اور اب دوسری صبح ہونے والی ہے۔"

"اب شکایتیں چھوڑو اور یہاں سے فوراً چلو۔ میں نے پہلی رات کہا تھا کہ تمہیں میرے ساتھ ہندوستان چل کر رہنا ہوگا۔"

نتاشا خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے پورس نے اس سے کہا تھا کہ روشنا (نتالیہ) کو ہندوستان نہ لانا۔ دشمن بھی اس کے پیچھے ہندوستان آئیں گے جبکہ دشمنوں کو ادھر کا رخ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہاں ایک علاقے میں رازداری سے دوائیں تیار کی جارہی تھیں۔

پہلے تو نتاشا کو تعجب ہوا پھر یہ سوچ کر خوش ہونے لگی کہ پورس بری طرح نتالیہ کا دیوانہ ہوگیا ہے۔ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا اس لیے اسے ساتھ لے جانے آیا ہے اور اس کی بہن کی خاطر خطرہ مول لے رہا ہے۔

پورس نے بریف کیس کھول کر دکھایا۔ اس میں ہندوستانی کرنسی تھی۔ وہ بولا "یہ پانچ لاکھ روپے ہیں۔ ہندوستان میں تمہیں کروڑوں روپے ملتے رہیں گے۔ تم کبھی اخراجات کی پروا نہ کرنا۔ میں وہاں تمہیں ایک بنگلے میں پہنچا کر ایک ضروری کام سے چلا جاؤں گا۔"

"کیا پھر مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"بھئی میرا جانا آنا لگا رہے گا۔ دولت کمانے کے لیے مجھے ایسا کرنا پڑتا ہے۔"

اس نے ایک گولی اور ایک کیپسول نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا "میں نے پچھلی رات تمہیں بتایا تھا کہ میں کس طرح یہ گولی نگل کر نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہوں اور اسے اگل کر پھر نمودار ہوجاتا ہوں۔ میں تمہیں اس گولی کا ایک ننھا ٹکڑا دے رہا ہوں۔ تم اسے نگل کر نادیدہ ہوکر میرے اندر سمائے کی طرح سما جاؤ۔ میں اس کیپسول کو منہ میں رکھ کر پرواز کروں گا پھر ہم آدھے گھنٹے کے اندر ہندوستان پہنچ جائیں گے۔"

اس نے گولی کا ایک ننھا سا ٹکڑا اسے دیا۔ وہ بولی "کیا تم نے ہوٹل کا بل ادا کردیا ہے؟"

"اگر ہم بل ادا کرنے کاؤنٹر کی طرف جائیں گے تو اس کمرے سے نکلتے ہی گرفتار کرلیے جائیں گے۔ اس اعلیٰ حاکم کے سراغ رساں اور سپاہی ہماری تاک میں ہیں۔"

نتالیہ گولی نگل کر نادیدہ ہوگئی۔ ایک سائے کی طرح پورس کے اندر سما گئی۔ پورس نے اپنے منہ کے اندر فلائنگ کیپسول کو رکھا پھر اڑھ میں دبی ہوئی گولی نگل کر نادیدہ ہوگیا۔ اس کے بعد پرواز کرتا ہوا اس کمرے کی ایک کھلی ہوئی کھڑکی سے باہر چلا گیا۔

نتاشا بڑی کامیابیاں حاصل کررہی تھی۔ اس نے پورس کا دل جیت لیا تھا۔ اسے بھائی بنا لیا تھا اور اس بھائی نے قسم

کھائی تھی کہ وہ ہر برے وقت میں بمن کے کام آیا کرے گا یہ کامیابی بھی کچھ کم نہیں تھی کہ نتاشا نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے نتالیہ کو حسن و شباب کا شاہکار بنا کر پورس کو اس کا دیوانہ بنا دیا تھا اور دیوانہ بھی ایسا کہ وہ تمام خطرات کو نظرانداز کر کے نتالیہ کو اپنے ساتھ ہندوستان لے گیا تھا۔

خوش ہونے والی بات پر پہلے خوش ہوا جاتا ہے۔ بعد میں سوچا جاتا ہے کہ خوشی کہاں سے مل رہی ہے؟ اور کیسے مل رہی ہے؟ نتاشا سوچتے سوچتے چونک گئی۔

اس کی عقل نے سوال کیا "کیا پورس یہ نہیں سمجھ رہا ہے کہ پارس کے ماتحت نتالیہ کے دماغ میں چھپے ہوں گے؟ وہ ہندوستان میں جہاں بھی نتالیہ کو لے جائے گا وہ دشمن بھی وہاں پہنچ جائیں گے؟"

پورس نے اس سلسلے میں کچھ تو سوچا ہوگا لیکن کیا سوچا ہوگا؟ دشمن تو پھر دشمن ہوتے ہیں' وہ توسائے کی طرح ساتھ لگے رہتے ہیں۔ نتاشا نے فوراً خیال خوانی کی پرواز کی اور پورس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "میں ہوں نتاشا۔ تم ابھی تک اسی پہاڑی علاقے کے مکان میں بیٹھے ہو؟ روشنا (نتالیہ) کہاں ہے؟"

وہ بولا "روشنا ہوٹل میں ہوگی۔ کیا تم اس کے پاس نہیں گئی تھیں؟"

"میں اسی کے دماغ میں تھی۔ تم اس کے کمرے میں آئے تھے۔ تمہارے بریف کیس میں ہندوستانی پانچ لاکھ روپے تھے۔ تم نے ایک گولی اسے دے کر نادیدہ بنایا پھر فلائنگ کیپسول کے ذریعے اسے ہوٹل سے لے کر چلے گئے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں یہاں بیٹھا ہوں۔ روشنا کو تو میں نے کل صبح سے نہیں دیکھا ہے پھر تم نے کس پورس کو وہاں دیکھا ہے؟ کون روشنا کو وہاں سے لے گیا ہے؟"

وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ نتاشا نے کہا "بات سمجھ میں آگئی ہے۔ پارس تمہارا ہم شکل ہے۔ وہ پورس بن کر تمہاری روشنا کو بھی دھوکے سے لے گیا ہے۔"

وہ بولا "پارس اسرائیل میں نہیں ہے۔ وہ الپا کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں روپوش ہے۔ میری روشنا کو پارس کی کوئی ڈی لے گئی ہے۔"

"بات ایک ہی ہے۔ پارس کی پلاننگ کے مطابق ایسا ہو رہا ہے۔"

"ہُوں۔ میں نے ایک بار پارس کی محبوبہ بلی ڈونا کو اس سے چھین لیا تھا۔ اس بار وہ اپنی ڈی کے ذریعے میری روشنا کو کہیں لے گیا ہے۔"

اس نے اور نتاشا نے حقیقت معلوم کرنے کے لیے نتالیہ کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ معلوم ہوا کہ وہ ممبئی شہر کے ساحلی بنگلے میں ہے۔ پورس نے کہا "نتاشا! یہ پارس میری چال دہرا رہا ہے۔ میں بھی اس کی محبوبہ بلی ڈونا کو اسی بنگلے میں لے کر آیا تھا۔ یہ میرا ذاتی بنگلا ہے۔"

نتاشا نے پوچھا "کیا پارس یہاں آکر بلی ڈونا کو لے گیا تھا؟"

"نہیں۔ ہم دونوں کی چالیں ناکام رہی تھیں۔ بلی ڈونا اس بنگلے سے نکل کر کہیں روپوش ہو گئی ہے۔ پارس مجھے الزام دے رہا ہے کہ میں نے بلی ڈونا کو کہیں چھپا دیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ خود اس نے بلی ڈونا کو کہیں غائب کر دیا ہے۔"

نتاشا نے کہا "بلی کے بارے میں تم دونوں ایک دوسرے پر شبہ کر رہے ہو مگر اب روشنا (نتالیہ) کا کیا بنے گا؟ پارس کی پلاننگ کے مطابق روشنا کو ٹھیک اسی بنگلے میں پہنچایا گیا ہے۔"

پورس نے کہا "ایک طرح سے یہ اچھا ہے کہ میری روشنا میرے ہی بنگلے میں پہنچائی گئی ہے لیکن وہ مکار ایسا کر کے کوئی گہری چال چل رہا ہے۔ ٹھہرو ذرا مجھے غور کرنے دو۔"

وہ دونوں غور کرنے لگے پھر نتاشا نے کہا "پورس! یہ ہم جانتے ہیں کہ فرہاد یہاں پہنچا ہوا ہے۔ اب پارس نے روشنا کو یہاں پہنچایا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی اپنے باپ کی طرح یہاں پہنچا ہوا ہو۔ آخر وہ ممبئی کیوں آرہے ہیں؟ پارس تمہاری روشنا کو کسی دوسرے ملک میں بھی لے جا سکتا تھا۔"

"نتاشا! میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ جب پارس کی ڈی روشنا کو یہاں لا سکتی ہے تو ان سے پہلے پارس بھی یہاں پہنچ سکتا ہے۔ شاید میرے دشمنوں کو علم ہو چکا ہے کہ میری دوائیں رازداری سے اسی علاقے میں تیار ہو رہی ہیں۔"

"یہ تو بڑی تشویش کی بات ہے۔ فرہاد اور اس کی فیملی تمہارے اس راز کو سمجھ رہی ہے۔ کیا تم نے معلوم کیا ہے کہ تمہاری وہ لیبارٹری' ڈاکٹر اور دوائیں سب محفوظ ہیں۔"

"میں ابھی تمہارے آنے سے پہلے ڈاکٹر انا پورنا کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ دوائیں تیار ہو چکی ہیں۔ وہ کئی کارٹن میں دوائیں رکھ چکی تھی اور دوسرے کئی کارٹن بھی پیک کر رہی تھی۔"

"کیا وہ لیبارٹری میں تنہا ہے؟"

"میں نے اس ڈاکٹر کو وہاں بالکل تنہا رکھا ہے۔ اسی سے ڈاکٹر' کمپاؤنڈر اور ایک مزدور کا کام لے رہا ہوں۔ میں نے کسی اور پر بھروسا نہیں کیا ہے۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ تم چالاکی سے کام کر رہے ہو لیکن وہاں فرہاد اور پارس کی موجودگی تشویش ناک ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے' ہمیں معلوم کرنا ہے کہ وہ اس علاقے میں کیوں ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟"

"میں فلائنگ کیپسول کے ذریعے ممبئی جا رہا ہوں۔ سفر کے دوران میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ تم پارس سے رابطہ کر کے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرو۔"

نتاشا..... سوچنے لگی کہ اس سے کس طرح کی باتیں کی جائیں پھر اس نے رابطہ کیا۔ وہ بولا "میرے دماغ میں رہو گی تو تمہیں فوراً پتا چل جائے گا کہ میں ابھی کس ملک کے کس علاقے میں ہوں۔ پہلے جس آلۂ کار کے دماغ میں ہم گفتگو کرتے تھے پھر اسی کے اندر آکر بولو۔ اب مجھ سے کیا کام پڑ گیا ہے؟"

پارس نے سانس روک لی۔ وہ باہر آکر پورس کے پاس پہنچ کر بولی "وہ ایسی جگہ ہے' جس کا ہم سراغ لگا سکتے ہیں لیکن اس نے اپنے اندر رہنے کا موقع نہیں دیا۔"

پورس نے کہا "پھر بھی تم نے چند سیکنڈ تک جو گفتگو کی اس سے میں نے معلوم کر لیا ہے۔ مجھے اس کے دماغ سے مندر کی گھنٹیاں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ کم بخت بھی یہیں ہندوستان میں ہے۔ اب پورا یقین ہو چکا ہے کہ یہ باپ بیٹے میری نئی دوائیں مجھ سے چھیننے آئے ہیں۔"

"ان کے ساتھ الپا بھی ضرور ہوگی۔"

"اور بھی بہت سے افراد ہوں گے۔ فہمی اور علی بھی ہو سکتے ہیں۔"

"ہاں پچھلے ڈیڑھ ماہ سے فہمی اور علی کی خبر نہیں مل رہی ہے۔ پتا نہیں' وہ کس ملک میں مصروف ہیں یا بابا صاحب کے ادارے میں آرام فرما رہے ہیں۔"

"فرہاد اور اس کی پوری فیملی میری دوائیں چرا کر لے جانے کی کوششیں کر رہی ہے۔ ایسے میں علی تیمور بابا صاحب کے ادارے میں آرام نہیں کرے گا۔ ہمیں اسے نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ وہ پارس سے کچھ کم خطرناک نہیں ہے۔"

"ہم علی کو نظرانداز نہیں کریں گے لیکن حال ہی میں فہمی سے اس کی شادی ہوئی ہے۔ وہ کہیں ہنی مون منانے جا سکتے ہیں۔"

پورس کھنڈالہ پہنچ گیا۔ نتاشا نے پوچھا "یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ کھنڈالہ ہے۔ یہاں کی انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں دوائیں تیار ہو چکی ہیں۔ ڈاکٹر انا پورنا انہیں مختلف کارٹنوں میں پیک کر رہی ہے۔ اب میں اپنے چار قابل اعتماد ماتحتوں سے رابطہ کر رہا ہوں۔ میں نے انہیں تاکید کی تھی کہ وہ یہاں رہ کر لوگوں پر نظر رکھیں۔ جو مشکوک نظر آئیں ان کے بارے میں فوراً اطلاع دیں تاکہ میں ان کے چور خیالات پڑھ سکوں۔"

وہ ایک خاص ماتحت کے دماغ میں گیا۔ اس سے پوچھا "کوئی خاص بات ہے؟"

"باس! کوئی خاص بات اب ہو نہیں سکتی۔ آپ کے حکم کے مطابق تمام دواؤں کو ٹرک کے ذریعے دوسری جگہ پہنچا دیا گیا ہے۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولا "میں نے کب حکم دیا تھا؟ کیا دوائیں لیبارٹری سے لے جائی گئی ہیں؟"

"جی ہاں۔ آپ نے ہمارے دماغوں میں دو ٹرکوں کے نمبر بتائے تھے اور کہا تھا ان میں تمام مال لوڈ کیا جائے۔ ہم نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے یہی حکم ڈاکٹر صاحبہ کو بھی دیا تھا۔"

پورس نے فوراً خیال خوانی کی پرواز کی۔ ڈاکٹر انا پورنا کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر نہ پہنچ سکا۔ اس کا دماغ مردہ ہو چکا تھا۔ پورس نے چاروں ماتحتوں کو حکم دیا کہ فوراً اس انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں جائیں۔

وہ چاروں اس خفیہ تہ خانے میں آئے۔ وہاں دواؤں کی خالی بوتلیں' ٹیوبس اور دوسرے بہت سے ضروری آلات رکھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر انا پورنا اپنے عامل پورس کی اجازت کے بغیر اس تہ خانے والی لیبارٹری سے باہر نہیں جاتی تھی لیکن اس وقت وہ نظر نہیں آئی۔ انہوں نے اسے تہ خانے کے ہر حصے میں اسے تلاش کیا۔ اس کی لاش بھی نظر نہیں آئی۔ جو بھی تیار کردہ دوائیں لے گیا تھا' وہ ان کے ساتھ انا پورنا کی لاش بھی لے گیا ہوگا اور یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی کہ وہ اس کی لاش کیوں لے جائے گا؟ یہ ممکن تھا کہ ڈاکٹر انا پورنا پر تنویمی عمل کر کے اس کا سابقہ لب و لہجہ بدل دیا گیا ہو۔

پورس بری طرح طیش میں آرہا تھا۔ اس کی پچھلے ڈیڑھ ماہ کی محنت رائگاں جا رہی تھی۔ وہ دوسرے تیسرے دن امریکا کے سامنے اور ساری دنیا کے سامنے فخر سے گنے والا

تھا کہ اس نے نادیدہ بنانے والی گولیاں' فلائنگ کیپسول اور ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوائیں تیار کرلی ہیں۔ جبکہ دوائیں تیار کرنے والی جگہ جھاڑ پھونک گئی تھی۔ چند کارٹن خالی پڑے ہوئے تھے۔ ایک جگہ ایک لفافہ رکھا ہوا تھا۔ اسے کھولا تو اس کے اندر سے ایک کاغذ برآمد ہوا۔ اسے کھول کر پڑھا گیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا "سوری ٹو سے' میں پچھلے ڈیڑھ ماہ سے جے رام اسپتال کے مردہ خانے میں پڑی ہوئی ہوں۔"

پورس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ نتاشا نے کہا "تم بارہ گھنٹے تک ٹیلی پیتھی سے محروم رہے۔ اس دوران ہیں پارس نے فائدہ اٹھایا ہے۔"

"نتاشا! یہ صرف بارہ گھنٹے کی نہیں' پورے ڈیڑھ ماہ کی بات ہے۔ کوئی عورت ڈاکٹر انا پورنا بن کر دھوکا دیتی رہی تھی۔"

"لیکن تم نے اس ڈاکٹر انا پورنا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے پورے اعتماد کے ساتھ اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا تھا۔ اس کے چور خیالات پڑھتے رہتے تھے۔"

"میں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ ہر پہلو سے اس ڈاکٹر پر نظر رکھی تھی۔ اس کی پوری خاندانی ہسٹری پڑھی تھی۔ آؤ ایک بار اور ہم اس کے بارے میں معلوم کریں گے۔"

وہ ڈاکٹر انا پورنا کے ماں باپ کے دماغوں میں گئے۔ ان کے خیالات نے بتایا کہ اس کا کلینک چونکہ ممبئی میں ہے اس لیے وہ وہیں رہتی ہے۔ مہینے میں ایک یا دو بار ان سے ملنے آتی ہے لیکن وہ پچھلے ڈیڑھ ماہ سے نہیں آرہی تھی۔ فون پر کہہ دیتی تھی کہ بہت مصروف رہتی ہے۔

اور یہ تو پورس جانتا تھا کہ اس نے انا پورنا کو ڈیڑھ ماہ سے خفیہ لیبارٹری میں قید کر رکھا تھا۔ وہ اسی لیبارٹری سے پورس کی مرضی کے مطابق فون پر اپنے والدین کو اپنی خیریت بتایا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ مصروفیت کے باعث نہیں آرہی ہے۔

نتاشا نے کہا "اس پرچی میں لکھا ہوا ہے کہ وہ جے رام اسپتال کے مردہ خانے میں ہے۔"

پورس نے جے رام اسپتال کا فون نمبر معلوم کیا۔ مردہ خانے سے تعلق رکھنے والے سے پوچھا "کیا مردہ خانے میں کسی ڈاکٹر انا پورنا کی لاش ہے؟"

اس نے کہا "سوری۔ ہم فون پر کچھ نہیں بتا سکتے۔ آپ اسپتال آجائیں۔"

پورس اور نتاشا نے اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ دو ماہ پہلے ایک ڈاکٹر انا پورنا کا قتل ہوا تھا۔ پولیس قاتل کی تلاش میں تھی۔ ان کا شبہ شنکر داس پر تھا جو بنکاک چلا گیا تھا۔ وہاں بھی شنکر داس کا سراغ نہیں ملا تھا۔ چونکہ یہ پولیس کیس تھا اس لیے فون پر کچھ بتایا نہیں گیا۔ جب پورس نے دو ماہ پہلے ڈاکٹر انا پورنا کو ٹریپ کیا تھا' تب وہ زندہ تھی۔ یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ قتل کردی گئی ہے۔

پورس کے لیے یہ حیرانی کی بات تھی کہ انا پورنا کی پوری ہسٹری معلوم کرچکا تھا لیکن اسے یہ معلوم نہ ہوسکا تھا کہ وہ پہلے ہی قتل کردی گئی ہے اور جب پہلے ہی قتل کردی گئی تھی تو اس کے چور خیالات سے یہ کیوں نہیں معلوم ہوسکا کہ قتل ہونے والی مردہ خانے میں ہے اور پورس اب تک کسی دوسری انا پورنا کے خیالات پڑھتا آرہا ہے؟

نتاشا نے پوچھا "کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے کہ تم کسی فراڈ ڈاکٹر انا پورنا کے چور خیالات پڑھ کر دھوکا کھاتے رہے؟"

پورس نے کہا "اس سے بھی زیادہ حیرانی کی بات یہ ہے کہ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے پہلے اس کا برین واش کیا تھا۔ اس طرح اس کے چور خیالات بھی دھوکا نہیں دے سکتے تھے۔ میں نے ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد اسے دوائیں تیار کرنے کی ذمے داری دی تھی۔"

"پھر تو وہ فراڈ انا پورنا ایک شیطانی دماغ رکھتی ہے۔ اسے تم سمجھ نہیں پائے۔"

"شیطانی دماغ تو پارس کا ہے۔ وہ پچھلے دنوں خود کو مردہ ثابت کرتا رہا اور ہم دھوکا کھاتے رہے۔ وہ ایک غیر معمولی دماغ کا حامل ہے۔"

"کیا اس نے الپا کو یا کسی اور عورت کو غیر معمولی دماغ کا حامل بنا کر اسے انا پورنا کی حیثیت سے پیش کیا ہوگا؟"

"نہیں' یہ قدرتی دین ہوتی ہے یا روحانی عمل ہوتا ہے۔ پارس نے ایسا نہیں کیا ہے۔ اس بار میری دوائیں چرانے والی کوئی اور ہے۔"

وہ دونوں دوائیں چرانے والی اور ڈاکٹر انا پورنا بننے والی تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ غیر معمولی دماغ اب صرف پارس کا نہیں ہے۔ جناب تبریزی نے روحانی عمل کے ذریعے فہمی کے دماغ کو غیر معمولی بنا دیا تھا۔ وہی ڈاکٹر انا پورنا بنی ہوئی تھی اور اس کا جواری عاشق جسے شنکر داس سمجھا جارہا تھا وہ علی تیمور تھا۔

وہ بنکاک جانے کے بعد وہاں روپوش ہوگیا تھا۔ کھنڈالہ کی خفیہ لیبارٹری میں نادیدہ بن کر فہمی کے ساتھ رہتا تھا اور بابا صاحب کے ادارے کا ایک بہت ہی تجربے کار ڈاکٹر فہمی کو

خیال خوانی کے ذریعے گائیڈ کیا کرتا تھا کہ ان فارمولوں کے مطابق اسے کس طرح دوائیں تیار کرنی چاہئیں۔

یہ طریقہ کار ابھی پورس کی کھوپڑی میں نہیں آسکتا تھا۔

○☆○

عورت خود کو چھپانا نہیں' دکھانا چاہتی ہے۔ قدرت نے اسے ایسا بنایا ہے کہ جب تک وہ خود نمائی نہ کرے' جگہ جگہ اپنی تعریفیں نہ سنے' تب تک اسے قرار نہیں آتا۔ اسی لیے وہ بجتی سنورتی اور خود کو زیادہ نکھارتی رہتی ہے۔ بلی ڈونا بھی اسی مرض میں مبتلا تھی۔

وہ اس محل نما کوٹھی میں آرام سے تھی اور محفوظ بھی تھی لیکن کوٹھی میں اسے کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ وہ جے رانگا کو اپنا معمول اور تابعدار بنا چکی تھی۔ اکثر عورتیں اپنے شوہروں سے اور تابعداروں سے داد حسن حاصل کرکے خوش نہیں ہوتیں۔

اس کے پاس دنیا کے نایاب ہیرے موتی اور دیگر جواہرات تھے جنہیں پہن کر وہ بڑی بڑی تقریبات میں جانا' بڑی بڑی بیگمات کو جلانا کڑھانا اور مردوں کو دیوانہ بنانا چاہتی تھی۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بیش قیمت ہیرے موتی اور زیورات کا مصرف کیا رہ جاتا ہے؟ یہ سب تو آخر نمائش کے لیے ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ پہننے والیوں کی بھی نمائش ہوجاتی ہے۔

جے رانگا بھی بیش قیمت اور نایاب جواہرات کا دلدادہ تھا۔ اس نے برسوں کی محنت سے اپنے تہ خانے میں ان جواہرات کا ذخیرہ کیا تھا۔ خود کو گمنام رکھ کر آرام سے ایک محفوظ زندگی گزار رہا تھا۔ شراب اور شباب کی ضرورت ہوتی تو اپنی کوٹھی سے باہر ملک سے باہر ایک عام رئیس آدمی کی طرح ضرورت پوری کرکے واپس اپنی کوٹھی میں چلا آتا تھا۔

بہت عرصے کے بعد بلی ڈونا اسے بہت پسند آئی تھی اس لیے اسے اپنی کوٹھی میں لے آیا تھا لیکن یہ بات اس نے گرہ میں باندھ رکھی تھی کہ حسین اور لالچی عورت پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ جے رانگا نے بلی ڈونا کے لالچ سے سمجھ لیا تھا کہ یہ عورت جواہرات کی خاطر اس کا گلا کاٹ سکتی ہے۔ اس نے ایک رات کے لیے بلی کے حسن و شباب کو حاصل کیا تھا پھر اپنی ڈی جے رانگا کو اس کے پاس چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

یہ راز اس کا صرف ایک خاص ماتحت جانتا تھا۔ بلی ڈونا اس ڈی کو اپنا تابعدار بنا کر اور تہ خانے میں رکھے ہوئے خزانے کی مالکہ بن کر خوش ہوگئی تھی۔ اصلی جے رانگا ہر رات اس کوٹھی میں آتا تھا۔ اپنے خاص ماتحت سے خاص باتیں کرتا تھا پھر تہ خانے میں نایاب جواہرات کی جگہ نقلی جواہرات رکھ کر چلا جاتا تھا۔

بلی ڈونا کو اصل اور نقل کی زیادہ پہچان نہیں تھی۔ اس نے اپنے چہرے میں تبدیلیاں پیدا کی تھیں تاکہ کوٹھی کے باہر اسے کوئی پہچان نہ سکے پھر ایک بہت بڑے جوہری پر تنویمی عمل کرکے اس سے اپنی پسند کے زیورات تیار کرائی تھی۔ کوٹھی سے باہر جانے کے معاملے میں وہ پارس اور پورس سے خوف زدہ تھی۔ ان کی چالاکیوں سے ڈر لگتا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اسے پہچان لیں گے۔

اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسے کاغذات تیار کرائے' جن سے ثابت ہوتا تھا کہ جے رانگا افریقہ میں ہیروں کی ایک کان کا مالک ہے۔ اس کی بیوی شیلا (بلی ڈونا) کو ہندوستان پسند ہے اس لیے اس نے یہاں رہائش اختیار کی ہے۔

اس نے جے رانگا کو حکم دیا کہ وہ کوٹھی سے باہر جایا کرے اور شہر کے بڑے بڑے دولت مندوں سے دوستی کرے اور یہ تاثر دے کہ وہ کروڑوں روپے کی لاگت سے ایک فلم بنانے والا ہے۔ اس طرح اس کے تعلقات فلم انڈسٹری کے بڑے بڑے ڈائریکٹروں' ہیرو اور ہیروئنوں سے ہونے لگے اور بلی ڈونا کو ان کے ہاں بڑی بڑی تقریبات میں جانے اور اپنی نمائش کرنے کا موقع ملنے لگا۔

وہ ابتدا میں جب بھی باہر جاتی تھی تو یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی تھی کہ پارس اور پورس کہاں ہیں؟ کہیں اس کی تاک میں تو نہیں ہیں؟

وہ دونوں اپنے معاملات میں مصروف تھے۔ اس نے پہلی بار پارس سے رابطہ کیا تو اس نے کہا "معلوم ہوتا ہے' کسی محفوظ پناہ گاہ میں ہو۔ اب خطرہ نہیں رہا کہ میں تمہارے پاس پہنچ سکوں گا۔"

"ہاں میں خود کو محفوظ سمجھ رہی ہوں۔ کیا تم میرے پاس پہنچ سکتے ہو؟"

"میں بہت مصروف ہوں اور ابھی تمہاری ضرورت بھی نہیں ہے۔ جب ضرورت ہوگی تو تم مجھے اپنے پاس پہنچنے سے روک نہیں سکو گی۔"

"پارس! تم کوئی سپرمین نہیں ہو۔ تمہارے اچھے بھی میری پرچھائیں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نے تمہارا چیلنج قبول کیا ہے۔ ابھی میں ایک بہت اہم معاملے میں مصروف ہوں۔ فرصت ملتے ہی خود چلا آؤں گا۔ جب تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ختم

ہوجائے تو سمجھ لینا' میں تمہارے پاس سے گزر گیا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ بلی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر پریشانی میں مبتلا ہوگئی۔ وہ بھول گئی تھی کہ پارس اس کے بالکل قریب پہنچ سکے یا نہ پہنچ سکے لیکن ممبئی شہر کے اس علاقے سے دوا اسپرے کرتا ہوا گزرے گا تو اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت پھر بارہ گھنٹے کے لیے ختم ہوجائے گی۔

اس نے ڈی جے رانگا سے کہا "ہمیں ممبئی سے دور کسی پُرسکون علاقے میں ایک کوٹھی تعمیر کرانا چاہیے اور وہیں رہنا چاہیے۔"

وہ بولا "کھنڈالہ میں ہماری ایک کوٹھی ہے۔ تم چاہو تو وہاں رہ سکتی ہو۔ بعد میں تمہیں دوسری جو جگہ پسند آئے گی ہم وہ جگہ خرید کر نئی کوٹھی تعمیر کرالیں گے۔"

اسے ایسا لگ رہا تھا کہ پارس آج کل میں دوا اسپرے کرنے والا ہے۔ لہٰذا جلد سے جلد ممبئی چھوڑ دینا مناسب ہوگا اس لیے وہ کھنڈالہ والی کوٹھی میں منتقل ہوگئی۔ جے رانگا کے ماتحت سے کہہ دیا کہ وہ ممبئی والی کوٹھی کی نگرانی کرتا رہے۔ تہ خانے میں جو خزانہ تھا اس کے چور دروازے کی چابی بلی ڈونا کے پاس تھی۔ اس دروازے کو اور کوئی کھول نہیں سکتا تھا۔

اس نے کھنڈالہ پہنچ کر اطمینان کی سانس لی۔ اسے یقین تھا کہ پارس دوا اسپرے کرنے اس علاقے میں نہیں آئے گا۔ اس سے رابطہ کرنے کے باعث وہ پیش آنے والے ایک خطرے سے بچ گئی تھی۔ پورس بھی کسی پہلو سے خطرہ بن سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے اس سے بھی رابطہ کیا۔

اسی وقت وہ مل ایبب سے کھنڈالہ پہنچا تھا۔ ابھی اسے معلوم نہیں ہوا تھا کہ اس کی تمام نئی دوائیں بھی چرالی گئی ہیں اور وہ ایک فراڈ ڈاکٹر انا پورنا سے دھوکا کھا چکا ہے۔ اس سے پہلے بلی ڈونا نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "کیوں آئی ہو؟ کسی محفوظ جگہ پہنچ گئی ہو تو آرام سے رہو۔"

"میں اتنی محفوظ ہوں کہ اب کبھی تم لوگوں کے ہاتھ نہیں لگوں گی۔ میں تو یہ پوچھنے آئی ہوں کیا نئی دوائیں تیار کرچکے ہو؟"

"ہاں تیار ہوچکی ہیں۔ اگر تم ممبئی میں ہو تو تمہاری خیریت نہیں ہے۔ میں اس شہر کے مختلف علاقوں میں دوا اسپرے کروں گا۔"

"تم ایسا ضرور کرو اور اپنی دوائیں ضائع کرو۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

گفتگو کے دوران میں انہوں نے ایک بڑی فیکٹری کا سائرن سنا۔ مزدوروں کی چھٹی کے وقت ایسا سائرن بجا کرتا تھا۔ بلی نے پورس کے دماغ میں رہ کر یہ آواز سنی۔ اگر پورس اس کے دماغ میں رہ کر گفتگو کرتا تو اسے بھی بلی کے دماغ سے سائرن کی آواز سنائی دیتی اور وہ سمجھ لیتا کہ بلی کھنڈالہ میں ہے۔ اس کے برعکس بلی نے معلوم کرلیا کہ پورس کھنڈالہ میں ہے۔ اس کا دل خوف سے دھڑکنے لگا۔ وہ آسمان سے گر کر کھجور میں آکر اٹک گئی تھی۔ پارس کی دوا سے بچھا چھڑانے کھنڈالہ آئی تو وہاں پورس نئی دوائیں تیار کرچکا تھا۔

وہ فوراً اس کے دماغ سے نکل آئی۔ جے رانگا سے بولی۔ "میں یہاں بھی آکر پھنس گئی ہوں۔ یہاں پورس پہنچا ہوا ہے۔ وہ بھی دوائیں تیار کرچکا ہے۔ دھمکی دے رہا ہے کہ ممبئی شہر کے علاقوں میں دوا اسپرے کرے گا۔"

اصل جے رانگا اپنی ڈمی کے دماغ میں تھا۔ اس نے کہا "تم ممبئی شہر سے بہت دور رہو۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔ اپنے دماغ سے پریشانی نکال کر سوچو کہ وہ کھنڈالہ میں کیوں ہے؟ کیا وہیں راز داری سے دوائیں تیار کررہا ہے۔ ایسا ہے تو ہمیں اس خفیہ لیبارٹری کو تلاش کرنا چاہیے۔ تم پورس سے باتیں کرکے اس سے اپنے مطلب کی کچھ باتیں اگلوا سکتی ہو۔"

اسے یہ مشورہ پسند آیا۔ وہ دوبارہ اس کے دماغ میں گئی تو اس بار پورس اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکا کیونکہ اس وقت نتاشا اس کے اندر موجود تھی۔ وہ اور پورس اس بات پر حیران تھے کہ نئی تیار کی ہوئی دوائیں ترک میں لاد کر کہاں لے جائی گئی ہیں اور وہ ڈاکٹر انا پورنا جس نے تمام دوائیں تیار کی تھیں' وہ کوئی فراڈ تھی اور اصل ڈاکٹر انا پورنا دو ماہ پہلے قتل کردی گئی تھی۔

جے رانگا بھی بلی ڈونا کے پیچھے پورس کے اندر پہنچا ہوا تھا اور یہ تمام معلومات حاصل کررہا تھا۔ بلی بھی خوش تھی کہ اس کا ایک دشمن پورس پھر ایک بار چوٹ کھا چکا ہے۔ ایسی ناکامی کے وقت نتاشا کہہ رہی تھی "پورس! تم فوراً کھنڈالہ سے دور چلے جاؤ۔ دشمن کو معلوم ہوگا کہ تم دوائیں حاصل کرنے اور ان دواؤں کو آزمانے آئے ہو تو وہ اس علاقے میں دوا اسپرے کرے گا۔ تم پھر بارہ گھنٹے کے لیے ٹیلی پیتھی سے محروم ہوجاؤ گے۔"

پورس فوراً ہی فلائنگ کیپسول کے ذریعے وہاں سے فرار ہوگیا۔ بلی ڈونا جس کار میں آئی تھی اسی میں بیٹھ کر جنوبی ہند کے کسی علاقے کی طرف بھاگنے لگی۔ وہ ٹیلی پیتھی کو ختم

کرنے والی دوا سب کے لیے موت کی طرح خطرناک ہوگئی تھی۔ کوئی ایک جگہ رہ نہیں پا رہا تھا۔ سب اپنی جگہ تبدیل کرتے جا رہے تھے۔

جے رانگا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ بے چارہ ڈی اس کا شوہر بھی تھا اور نوکر بھی اور ڈرائیور بھی بن جاتا تھا۔ اس کے بیڈ روم کی صفائی بھی کرتا تھا لیکن وہ اسے اپنے ساتھ سونے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ اس نے پوچھا "میڈم! ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"فی الحال احمد آباد چلو۔ وہاں کسی ہوٹل میں آرام سے بیٹھ کر سوچوں گی کہ کیا کرنا چاہیے۔ میں تو بڑی مشکل میں پڑ گئی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ دنیا میں کون سا ایسا علاقہ ہے جہاں محفوظ رہ سکتی ہوں۔ ہر جگہ یہی اندیشہ رہے گا کہ کوئی پاگل کا بچہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا چھڑکتا ہوا وہاں سے گزر سکتا ہے۔"

"موت سے چھپنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔"

"پارس کوئی ملک الموت نہیں ہے کہ ہر جگہ پہنچ جائے۔"

"بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے پارس کے ہزاروں کارکن ہیں۔ کون کس ملک میں، کس شہر میں یا کس علاقے میں ہے، یہ کوئی نہیں جانتا۔ ان سب کے پاس غیر معمولی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ضائع کرنے والی اور ٹیلی پیتھی سے محروم کرنے والی دوائیں ہوں گی۔"

"ہاں۔ یہ میں بھول رہی تھی کہ وہ دوائیں صرف فرہاد اور اس کے بیٹوں کے پاس نہیں، بلکہ ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور عام کارکنوں کے پاس بھی ہوں گی اور وہ دنیا کے ہر حصے میں ہوں گے۔"

جے رانگا نے کہا "اس دوا کی کوئی مخصوص بُو نہیں ہے ورنہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے پہلے اس بُو کو پہچانتے پھر اس علاقے میں جانے سے گریز کرتے۔"

احمد آباد کے قریب ہی وہ مشہور تاریخی مندر ہے جہاں اپنے دور میں سب سے زیادہ دولت کا ذخیرہ کیا گیا تھا۔ اس سومنات کے مندر میں دیوی دیوتاؤں کے جتنے بت تھے، ان کے اندر بیش قیمت جواہرات بھرے ہوئے تھے۔ محمود غزنوی نے ان بتوں کو توڑ کر وہاں کی دولت حاصل کی تھی۔ ڈی جے رانگا نے مندر کے سامنے کار روک کر کہا "تمہیں انتظار کی زحمت ہوگی۔ میں جلد ہی مندر میں بھگوان کے چرنوں کو چھو کر آجاؤں گا۔"

وہ کار سے نکل کر مندر میں گیا۔ بلی ڈونا بیٹھی کھڑکی کے باہر دیکھتی رہی۔ ہندوستان میں اتنی غربت ہے کہ ہر شہر اور قصبے میں بھیک مانگنے والے کافی تعداد میں نظر آتے ہیں۔ بلی کی کار کے قریب مانگنے والوں کی بھیڑ لگنے لگی۔ وہ سب کو حقارت سے دھتکار رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ ایک کو بھیک دینے سے سب ہی پیچھے پڑ جائیں گے پھر سب کو دیتے رہنا ہوگا۔

اسی وقت ایک پاگل سا شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے بھکاریوں کی بھیڑ کو چیرتا ہوا آیا۔ اس کے ہاتھ میں پرفیوم کی ایک پرانی شیشی تھی۔ وہ اسے ایک ریوالور کی طرح پکڑے ہوئے تھا۔ وہ غصے سے بولا "اے میم صاحب! کیا ان غریب بھوکے بے چاروں کو بھگاتی ہے۔ کیا تیرے پاس پیسے نہیں ہیں؟ اگر انہیں نہیں دے گی تو میں بٹن دباؤں گا پھر اس میں سے جو کچھ نکلے گا وہ تجھے بھی بھکاری بنا دے گا۔"

بلی ڈونا کو ایسا لگا جیسے وہ ٹیلی پیتھی سے محروم کرنے والی دوا اسپرے کرنے والا ہے۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر پرس کھول کر کرنسی نوٹ نکال کر کھڑکی کے باہر پھینکنے لگی۔ وہ تمام بھکاری ایک دوسرے پر گرتے ہوئے جیسے دولت لوٹنے لگے۔

بلی کے دل و دماغ میں خوف سمایا ہوا تھا کہ پرفیوم کی شیشی سے کوئی چیز اسپرے کرنے والا کہیں پارس کا کوئی آلۂ کار نہ ہو۔ وہ روپے لوٹنے والوں کی مصروفیت سے فائدہ اٹھا کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آئی پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر کار اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتی ہوئی رفتار بڑھاتی ہوئی دور سے دور چلی جانے کی کوشش کرنے لگی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ڈی جے رانگا سے کہا "تم پوچا کرنے نہیں، مجھے مصیبت میں ڈالنے گئے تھے۔ وہاں ایک پاگل شخص مجھ پر دوا اسپرے کرنے آیا تھا۔ معلوم کرو، وہ کون ہے؟"

"میڈم! میں ابھی اسے دیکھتا ہوں۔"

"اگر وہ پارس کا آلۂ کار ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ میرے بارے میں جان رہا ہے کہ میں اس علاقے میں ہوں۔"

"نہیں میڈم! وہ پارس کا آلۂ کار نہیں ہو سکتا۔ اگر ہوتا تو صرف دھمکی نہ دیتا۔ آپ پر دوا اسپرے کر کے آپ کو ٹیلی پیتھی سے محروم کر دیتا۔"

"تم پارس کی مکاری کو نہیں سمجھتے ہو۔ اس نے میرے بارے میں معلومات کا کوئی دوسرا ذریعہ بنایا ہوگا تو مجھے ٹیلی پیتھی سے محروم نہیں کرے گا۔ مجھ سے آئندہ کوئی کام نکالنے کے لیے میرے اس علم کو محفوظ رکھے گا۔"

"آپ کتنی دور جا چکی ہیں؟ میں آپ سے کہاں آکر مل سکوں گا؟"

"احمد آباد آؤ۔ میں تمہیں بتاؤں گی کہ کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔"

وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتی ہوئی احمد آباد پہنچ گئی۔ وہاں ایک مہنگے ہوٹل میں اپنے لیے ایک کمرا لیا پھر وہاں اطمینان سے بیٹھ کر موجودہ حالات پر غور کرنے لگی۔ ان لمحات میں پارس دماغ پر چھایا ہوا تھا کیونکہ وہ دوسری بار پورس کو دواؤں کے سلسلے میں نقصان پہنچا چکا تھا۔ اگرچہ یہ ابھی تصدیق نہیں ہوئی تھی کہ دوسری بار پورس کو کس نے نقصان پہنچایا ہے۔ تاہم یہی گمان تھا کہ جس نے بھی ایسا کیا ہے، اس کے پیچھے پارس کا ہاتھ ضرور ہوگا پھر بھی وہ دوا پارس کے ہاتھوں میں تھی۔ اس لیے وہ پارس سے زیادہ سہمی ہوئی تھی۔

اس نے تھوڑی دیر بعد ڈی جے رانگا سے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "کیا تم نے معلوم کیا کہ کون مجھ پر دوا اسپرے کرنے کی دھمکی دے رہا تھا؟"

"میڈم! وہاں ایسا کوئی شخص نہیں تھا۔ آپ کے بیان کے مطابق اس کے ہاتھ میں ایک پرانی پرفیوم کی شیشی تھی۔ ایسی شیشی میں نے ایک ایسے آدمی کے ہاتھ میں دیکھی ہے جو ایب نارمل ہے۔ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔"

"مجھے ایک آنور کشا کی آواز سنائی دے رہی ہے۔"

"میں ایک رکشے میں احمد آباد آرہا ہوں۔ آپ بتائیں مجھے کہاں پہنچنا چاہیے؟"

"تم ایسا کرو کہ سیدھے۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ اچانک ہی خیال خوانی کے پرُ ٹوٹ گئے۔ پرواز ختم ہوگئی۔ وہ دماغی طور پر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہو کر حیرانی سے سوچنے لگی "یہ کیا ہو گیا؟"

اس نے پھر ڈی جے رانگا کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی کوشش کی مگر نہ کر سکی۔ اس کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی سے اچانک محروم ہوگئی ہے۔

لیکن یقین تو کرنا ہی تھا۔ اس کے ساتھ ایسا دوسری بار ہو رہا تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ ٹیلی پیتھی جیسے علم سے محرومی کیسی ہوتی ہے۔

پارس یا بابا صاحب کے ادارے کا کوئی فرد یہ نہیں جانتا تھا کہ بلی ڈونا احمد آباد میں ہوگی۔ کسی نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔ میں نے بابا صاحب کے ادارے کے کارکنوں کو ہدایات دی تھیں کہ وہ جنوب مغربی ہندوستان کے چھوٹے بڑے شہروں کے مختلف حصوں میں دوا اسپرے کریں اور انہوں نے میری ہدایات پر عمل کیا تھا۔ یہ میں بھی نہیں جانتا تھا کہ ان تمام علاقوں میں بلی ڈونا کے علاوہ اور کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی شامت آئی ہوگی۔

○☆○

اس کا نام نندہ رانی تھا۔ سب اسے رانی کہتے تھے۔ پیدائشی طور پر اس نے شہزادیوں جیسا حسن پایا تھا۔ بچپن میں حسن کا اتنا چرچا نہیں ہوتا، جتنا جوانی میں ہوتا ہے۔ وہ جوان ہونے لگی تو اس کے حسن کی خوشبو دور تک پھیلنے لگی۔ جاگیرداروں کا دستور ہے کہ وہ اپنی زمین کے اناج کا حصہ پہلے لیتے ہیں اور اپنے باغ کا پھل پہلے کھاتے ہیں۔

جاگیردار دیوان سنگھ کو پتا چلا کہ اس کی جاگیر کے آخری سرے میں جس چوکی دار کی جھونپڑی ہے، وہاں ایک میٹھا رس بھرا پھل پکنے کو آرہا ہے تو اس نے شکار کا پروگرام بنایا۔ دور تک پھیلی ہوئی جاگیر میں شکار کھیلتے ہوئے تھکن محسوس نہیں ہوتی۔ مزہ آتا ہے۔ ایک طرح کا شغل ہو جاتا ہے۔

دوسرے جاگیردار جگاور تک بھی نندہ رانی کے حسن کا چرچا ہوا تو وہ بھی اسے دیکھنے اور پانے کے لیے مچل گیا۔ دونوں جاگیرداروں کی زمینیں جہاں ملتی تھیں، ٹھیک وہاں پر دو جھونپڑیاں تھیں۔ ایک جھونپڑی میں نندہ رانی کا باپ رامو تھا، جو جاگیردار دیوان سنگھ کا ملازم تھا۔ دوسری جھونپڑی میں نندہ رانی کا چچا راجن تھا وہ جاگیردار جگاور کا ملازم تھا۔ راجن کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس لیے چچا اور چچی نندہ رانی کو اپنی اولاد کی طرح چاہتے تھے۔

رامو اور راجن دونوں بھائیوں کو جب معلوم ہوا کہ دونوں جاگیردار شکار کھیلنے ادھر آرہے ہیں تو انہوں نے رانی کو تاکید کی کہ ان بڑے لوگوں کے سامنے نہ آئے، ان جاگیرداروں کی موجودگی میں جھونپڑی سے باہر نہ نکلے۔

اس معصوم سی لڑکی نے یہی کیا۔ جھونپڑی کے اندر چھپی رہی۔ جگاور نے اپنے ملازم راجن سے پوچھا "تیری بھتیجی کہاں ہے؟ اس کے حسن کا بڑا چرچا ہے۔"

راجن نے کہا "حضور! بہت شرمیلی ہے۔ کسی کے سامنے نہیں آتی ہے۔"

دیوان سنگھ نے کہا "بہت اچھا کرتی ہے۔ سب کے سامنے آنے سے نظر لگ جاتی ہے لیکن جسے ہم نظر لگا دیتے

ہیں' سونے میں تول دیتے ہیں۔"

جگاور نے کہا "اسے باہر لے آ۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔"

ان کی کیا مجال تھی کہ اپنے مالکان کے حکم سے انکار کرتے۔ دونوں بھائیوں نے نندہ رانی کو باہر آنے کے لیے کہا۔ جب وہ آئی تو دونوں جاگیردار اسے دیکھتے ہی رہ گئے۔ تھوڑی دیر تک کچھ کہنا' سننا بھول گئے۔ رانی کے انگ انگ میں' روپ رنگ میں ایسی کشش تھی کہ وہ دنیا کو بھول کر اس کو دیکھتے ہی رہ گئے تھے پھر دیوان سنگھ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اسے ذرا دور لے گیا۔ وہاں رامو کو بلا کر پوچھا "کبھی ایک ہزار روپے ہاتھ میں لے کر دیکھے ہیں؟"

"حضور! ہمارے نصیب ایسے کہاں ہیں۔ ہم تو ٹھیک سے نوٹ کی گنتی بھی نہیں جانتے۔"

"میں تجھے ہزار روپے دوں گا۔ سمجھ گیا نا؟"

دوسری طرف جگاور نے کہا "وہ تو تیری بھتیجی ہے۔ تیرے گھر سے کچھ نہیں جائے گا۔ کسی کو خبر بھی نہیں ہوگی۔ میں تجھے دو ہزار روپے دوں گا۔"

"حضور! ہم آپ کا دیا ہوا تین وقت کھاتے ہیں اور آپ کا دیا ہوا پہنتے ہیں۔ ہم روپے پیسے لے کر کیا کریں گے؟ ہمارے پاس ایک عزت ہی ہے۔ اسے ہمارے پاس ہی رہنے دیں۔"

دوسری طرف دیوان سنگھ نے رامو سے کہا "کتے کے بچے! کیا ہے تیری عزت؟ اپنے مالک کے سامنے دُم ہلانے والے نوکر کتے ہی ہوتے ہیں۔ وہ صرف دو راتیں شکارگاہ میں رہے گی پھر یہاں پہنچا دی جائے گی۔"

"حضور! ہم ساری زندگی جان دیتے ہیں۔ عزت نہیں دیں گے۔ آپ حکم دیں گے تو یہ جگہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

دیوان سنگھ نے اسے غرا کر دیکھا پھر کہا "تو کہیں نہیں جائے گا۔ جائے گا تو کتے بلی کی طرح گھر والوں کے ساتھ مارا جائے گا۔"

وہ انہیں دھمکیاں دے کر وہاں سے جانے لگے۔ ذرا آگے جا کر دیوان سنگھ نے کہا "بھگوان نے ہماری دنیا میں کیسا کیسا حسن پیدا کیا ہے۔ میں نے زندگی میں بڑی حسین عورتیں دیکھی ہیں لیکن ایسی سندر چھوکری پہلی بار دیکھی ہے۔"

جگاور نے کہا "میں تو دیکھتے ہی مرمٹا ہوں۔ یہ پہلے میری شکارگاہ میں آئے گی۔"

دیوان سنگھ نے کہا "وہ میری جاگیر میں رہتی ہے۔ پہلے میں اسے حاصل کروں گا۔"

"تم بھول رہے ہو۔ اس کی جھونپڑی اس جگہ ہے جہاں ہم دونوں کی زمینیں ملتی ہیں۔ اس کی آدھی جھونپڑی تمہاری زمین پر اور آدھی میری زمین پر ہے۔"

"خواہ مخواہ جھگڑے والی بات نہ کرو۔ میں مانتا ہوں کہ اس کی جھونپڑی ہم دونوں کی زمینوں پر ہے لیکن نندہ رانی کا باپ رامو میرا نوکر ہے۔ اس کی ہر چیز میری ہوگی۔ تم میرے نوکر سے کچھ لینے کے حق دار نہیں ہو۔"

"ہم جاگیردار جانتے ہیں کہ جو چیز مانگنے سے نہیں ملتی' وہ چھین لی جاتی ہے۔"

"کوئی بھی چیز کمزور سے چھینی جاتی ہے اور تمہیں تو میری طاقت کا اندازہ ہوگا۔"

"مجھے تو ہے مگر تمہیں میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے۔ کل صبح تم سنو گے کہ میں اس کے ساتھ رات گزار چکا ہوں۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو غرا کر دیکھا پھر کہا "ایک چھوکری کی خاطر ہمارے کئی وفادار مارے جائیں گے۔ خون خرابے کے بغیر فیصلہ ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"بہتری تو یہی ہوگی کہ آج ایک رات کے لیے اسے بھول جاؤ۔ کل سے وہ تمہاری ہو کر رہے گی۔ میں اسے بھول جاؤں گا۔"

"میں کسی کا جھوٹا نہیں کھاتا۔"

"ٹھیک ہے تو پھر دیکھ لیں گے کہ وہ پہلے کس کے حصے میں آتی ہے۔"

وہ دونوں اپنے اپنے گھوڑے کی لگام موڑ کر اپنے وفاداروں کے ساتھ اپنی اپنی حویلی کی طرف جانے لگے۔

رامو' راجن اور ان دونوں کی بیویاں پریشانی سے سوچ رہے تھے' اب کیا ہونے والا ہے۔ وہ دونوں جاگیردار رانی کو نہیں چھوڑیں گے۔ رانی ایک چارپائی پر سہمی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بچپن سے دیکھتی اور سنتی آ رہی تھی کہ یہ جاگیردار کیسے درندے ہوتے ہیں۔ اس کی تو بوٹیاں نوچ ڈالیں گے۔

رامو نے کہا "سمجھ میں نہیں آتا۔ ہم اپنی معصوم بچی کی عزت کیسے بچائیں؟ دنیا بہت بڑی ہے لیکن ہمارے پاس بیٹی کو چھپانے کی جگہ نہیں ہے۔"

اس کی بیوی نے کہا "ہم جہاں جائیں گے' اس کے کارندے ہمیں پکڑ کر لے آئیں گے۔"

راجن نے کہا "اپنی بھتیجی کو بچانے کا یہی ایک راستہ ہے۔ جب پکڑے جائیں گے تو دیکھا جائے گا۔ آج اندھیرا ہوتے ہی بھگوان کا نام لے کر یہاں سے بھاگ چلو۔"

چوری ڈکیتی یا کوئی سا جرم ہو یا گناہ ہو' اکثر اندھیرے میں ہوتا ہے اور عزت بچانے کے لیے اندھیرے میں خود کو کہیں چھپایا بھی جا سکتا ہے۔ وہ غریب بے چارے کسی سے مدد نہیں مانگ سکتے تھے۔ جاگیرداروں کے خوف سے کوئی انہیں پناہ نہ دیتا۔ انہوں نے ضروری سامان کی دو گٹھڑیاں باندھیں پھر تاریکی پھیلتے ہی گھر سے نکل گئے۔ اگرچہ دونوں جاگیرداروں کی زمینیں میلوں دور تک پھیلی ہوئی تھیں پھر بھی انہوں نے سوچا رات بھر چلتے چلتے ان کی جاگیروں سے دور نکل آئیں گے۔

ادھر دونوں جاگیرداروں میں ٹھن گئی تھی۔ دونوں نے اپنی اپنی جگہ سوچا کہ دیر کریں گے تو پھر ایک کو دوسرے کا جھوٹا کھانا پڑے گا اور یہ دونوں میں سے کسی کو منظور نہیں تھا۔ ان کے وفادار گن مین بھی تاریکی پھیلتے ہی اس جھونپڑی کے اطراف پھیل گئے۔

پہلے دیوان سنگھ کے وفاداروں نے انہیں دیکھا۔ وہ بے چارے نندہ رانی کو اپنے درمیان میں لیے سہمے ہوئے جا رہے تھے۔ جب ان پر ٹارچ کی روشنی پڑی تو وہ سب دہشت سے چیخ پڑے۔ مارے خوف کے تھر تھر کانپتے ہوئے زمین پر گھٹنوں بیٹھ گئے۔

ایک نے کہا "نمک حرام! اپنے مالک کا کھاتا ہے اور مالک کو دھوکا دے کر بھاگنا چاہتا ہے۔"

تین چار گن مین اپنی اپنی رائفلوں کے کندے سے رامو اور راجن کو مارنے لگے۔ ان کی عورتوں نے انہیں بچانا چاہا تو ان کی بھی پٹائی ہونے لگی۔ جاگیرداروں کا حکم تھا کہ صرف نندہ رانی کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اس کے خوب صورت بدن پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آنی چاہیے۔

رانی کے تمام بزرگ مار کھاتے کھاتے لہولہان ہو گئے۔ اتنے زخم آئے کہ وہ زمین سے اٹھنے کے قابل بھی نہ رہے۔ رامو نے کراہتے ہوئے کہا "بیٹی! بھاگ جا۔ کسی طرح بھاگ جا۔"

وہ بری طرح سہمی ہوئی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ نہیں بھاگے گی تو اسے دیوان سنگھ کی شکارگاہ میں پہنچا دیا جائے گا۔ لہٰذا وہ بھاگنے لگی۔ دیوان سنگھ ایک طرف گھوڑے پر بیٹھا ٹارچ کی روشنی میں یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس کے وفادار نندہ رانی کے پیچھے دوڑنے لگے۔ اسی وقت جگاور کے وفاداروں نے گولیاں چلائیں۔ دیوان سنگھ کے دو آدمی گولیاں کھا کر گر پڑے۔ فوراً ٹارچ بجھا دی گئی تھی پھر بھی جوابی فائرنگ کے نتیجے میں جگاور کے آدمیوں کے بھی چیخنے کی آوازیں آئیں۔ ادھر کے لوگ بھی مارے گئے تھے۔

مقابلہ بڑی جان داری سے ہو رہا تھا۔ ٹارچ سب کے پاس تھی لیکن جو بھی اسے روشن کرتا' وہ دشمن کی گولی سے مارا جاتا۔ اس لیے تاریکی میں صرف قدموں کی آہٹوں پر فائرنگ ہو رہی تھی۔ نندہ رانی کو جان کی پروا نہیں تھی۔ وہ عزت بچانے کی خاطر فائرنگ کے باوجود بھاگتی جا رہی تھی۔ یوں فائرنگ کی آوازیں دور ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ گولیوں کی بوچھاڑ سے نکل آئی تھی لیکن بھاگنے کے دوران میں گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دے رہی تھیں۔ شکاری پیچھے لگے ہوئے تھے۔

وہ دو پیروں سے کتنی دور تک دوڑ سکتی تھی۔ شکاری آرام سے گھوڑوں پر آ رہے تھے۔ گھوڑے تھک نہیں سکتے تھے۔ وہ تھک گئی۔ نڈھال سی ہو کر چلنے لگی۔ چلتے چلتے ڈگمگانے لگی۔ آخر ایک جگہ اس کے قدم لڑکھڑائے۔ وہ چیخ مار کر گری اور ایک ڈھلان میں لڑھکتی ہوئی ایک پتھر سے ٹکرا کر وہیں ٹھہر گئی۔

رات تھی' تاریکی تھی۔ سناٹا تھا۔ گھوڑوں کی ٹاپیں بھی سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ وہ دونوں اپنے اپنے گھوڑے سے اتر کر درختوں کی آڑ میں چلے گئے تھے پھر دیوان سنگھ نے کہا "جگاور! میں جانتا ہوں' تم موجود ہو اور چھپے ہوئے ہو۔ بہت بڑے کمینے ہو۔ اس چھوکری کو لے کر جانا چاہتے ہو۔"

"میں کمینہ ہوں۔ تم شریف ہو۔ کیا اس چھوکری کو بہن بنانے آئے ہو؟"

"میں آواز کی سمت گولی چلا کر تمہیں نرک میں پہنچا سکتا ہوں لیکن سوچنے کا موقع دے رہا ہوں۔ ہم دونوں یہاں کے بڑے ہیں۔ کیا ایک غریب دو کوڑی کی چھوکری کی خاطر ہمیں ایک دوسرے کی جان لینا چاہیے؟"

"یہ دانشمندی نہیں ہوگی۔ اس کی خاطر ہمیں ایک دوسرے کا خون نہیں بہانا چاہیے۔ کوئی سمجھوتا کرو ورنہ وہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"ہاں۔ اس کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ کہیں بہت دور نہ نکل جائے۔"

"ہمارے پاس گھوڑے ہیں۔ وہ جتنی بھی دور جائے' ہم اسے دبوچ لیں گے۔ پہلے سمجھوتا کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہم اسے شکارگاہ میں لے جائیں گے اور سکہ اچھالیں گے۔ ہیڈ اور ٹیل میں جس کی جیت ہوگی' وہ اسے پہلے حاصل کرلے گا۔"

"منظور ہے مگر میں تم پر کیسے بھروسا کروں؟ تمہارے پاس ہتھیار ہے۔"

"تمہارے پاس بھی ہتھیار ہے۔"

"ایک دوسرے پر اس طرح بھروسا کیا جاسکتا ہے کہ دونوں بیک وقت اپنی اپنی ٹارچ روشن کریں اور اس کی روشنی میں اپنے اپنے ہتھیار دور پھینک دیں۔"

دونوں نے ایک دوسرے کی بات مان لی۔ انہوں نے ایک ساتھ ٹارچ روشن کیں پھر اس کی روشنی میں ایک دوسرے کی آنکھوں کے سامنے اپنے تمام ہتھیار دور پھینک دیے پھر انہوں نے ڈھلان کی طرف ٹارچ کا رخ کیا۔ وہاں دور ایک بڑے پتھر کے پاس وہ گھاس پڑی نظر آئی۔

دونوں کو اطمینان ہوا کہ شکار موجود ہے اور بھاگنے کے قابل نہیں ہے ورنہ ٹارچ کی روشنی پڑتے ہی وہ اٹھ کر بھاگنے لگتی۔

وہ دونوں سنبھل کر ڈھلان سے اترتے ہوئے اس کے قریب آئے۔ اس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ سر پر چوٹ لگنے کے باعث شاید وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کا چہرہ اور بدن کا حسن ایسا تھا کہ وہ تھوڑی دیر تک اسے دیکھتے رہے پھر جگاور نے کہا "اسے ہوش میں لانا چاہیے۔ یہاں قریب ایک تالاب ہے۔ اس پر پانی چھڑکا جائے گا۔"

وہ دونوں اسے اٹھانے کے لیے اس کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ ایک نے اس کی نبض کی رفتار دیکھنے کے بہانے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دوسرے نے اس کے دل کی دھڑکنوں پر ہاتھ رکھا۔ دل نہیں دھڑک رہا تھا اور نبض بھی تھم گئی تھی۔

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے کہا "یہ تو مرچکی ہے۔"

وہ اچھی طرح اسے ٹٹول کر یقین کرنے لگے۔ باری باری اس کے سینے سے کان لگا کر سننے لگے۔ دھڑکنیں سنائی نہیں دے رہی تھیں اور نبض بھی کہہ رہی تھی کہ وہ مرچکی ہے۔

جگاور نے ناگواری سے کہا "سؤر کی بچی مرگئی۔ اس کی خاطر ہمارے کتنے وفادار مارے گئے ہوں گے۔"

دیوان سنگھ نے کہا "لومڑی کے لیے انگور کھٹے تھے۔ یہ کھٹی بھی ہوتی تو ہم اسے نہ چھوڑتے۔ سالی مرگئی۔"

وہ دونوں اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ جگاور نے کہا "ہم دونوں ہمیشہ سے اچھے پڑوسی جاگیردار کی طرح رہتے آئے ہیں۔ آج اس کی خاطر خون خرابے پر اتر آئے۔ ہم سے بہت بڑی حماقت ہوئی ہے۔"

دیوان سنگھ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر کہا "ہمیں آج کی غلطی سے سبق سیکھنا چاہیے۔ اب کوئی حسینہ ہمارے تعلقات خراب کرنے آئے تو اس پر تھوک دینا چاہیے۔"

وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر جانے لگے پھر ایک دم سے ٹھٹک گئے۔ انہیں آواز سنائی دی "کیا مجھے تنہا چھوڑ کر جاؤ گے؟"

دونوں نے فوراً پلٹ کر ٹارچ کی روشنی میں دیکھا۔ چہرے پر روشنی پڑتے ہی نیلماں نے آنکھیں کھول دیں۔ انہیں دیکھ کر مسکرانے لگی۔

وہ دونوں تیزی سے قریب آکر اس پر جھک گئے۔ دیوان سنگھ نے حیرانی سے کہا "تم تو مرچکی تھیں؟"

وہ ساڑی کے آنچل سے پیشانی کے لہو کو پونچھتے ہوئے بولی "کیا کسی ڈاکٹر نے میری موت کی تصدیق کی تھی؟"

جگاور نے کہا "نہیں۔ ہم سے سمجھنے میں غلطی ہوگئی تھی۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہماری اتنی بھاگ دوڑ رائگاں نہیں گئی ہے۔ تم ہمارے لیے زندہ ہو۔"

"آؤ۔ اٹھو ہمارے ساتھ چلو۔"

انہوں نے اسے اٹھانے کے لیے جیسے ہی ہاتھ لگایا، بجلی کا جھٹکا سا محسوس ہوا۔ وہ ذرا دور جاکر گر پڑے۔ اس وقت ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغی طور پر جھٹکا پہنچایا گیا ہے۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بولی "تم دونوں کو اپنے آپس کے تعلقات ختم نہیں کرنا چاہئیں۔ کوئی حسینہ دکھائی دے تو اس پر تھوک دینا چاہیے۔"

جگاور نے جلدی سے کہا "یہ۔ یہ میں نے نہیں، دیوان سنگھ نے کہا تھا۔ میں تو تم پر مرمٹا ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو۔"

دیوان سنگھ نے کہا "جگاور! ہمارے درمیان سمجھوتا ہوچکا ہے۔ ہیڈ یا ٹیل۔ سکہ اچھالا جائے گا۔ جو جیتے گا، وہ پہلے نندہ رانی کا حق دار ہوگا۔"

نیلماں نے کہا "تم جاگیردار لوگ سکے اچھال اچھال کر اپنی دولت کا مظاہرہ کرتے ہو اور دولت سے ہر چیز خرید لیتے ہو لیکن میں تو ایسے مرد کو پسند کروں گی جو مجھے بازوؤں میں اٹھا کر اس ڈھلان سے چڑھائی پر لے جائے گا۔"

وہ دونوں اپنی مردانگی دکھانے کے لیے اس کی طرف لپکے۔ جگاور نے اسے اٹھانا چاہا لیکن حلق پھاڑ کر چیختا ہوا دور جاکر گر پڑا اور دماغی تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ دیوان سنگھ نیلماں کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ جگاور ایسے تڑپ رہا تھا جیسے اس پر کسی قسم کا دورہ پڑا ہو۔ اس نے پوچھا "اسے اچانک کیا ہوگیا ہے؟"

وہ بولی "اسے کیا دیکھتے ہو؟ دیکھنے کی چیز میں ہوں۔ آؤ مجھے بازوؤں میں اٹھا کر لے چلو۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولا "نہیں۔ پہلی بار ہم نے تمہیں چھونے کی کوشش کی تھی تو ہمیں جیسے کرنٹ لگا تھا۔ دوسری بار جگاور تمہیں چھو کر تکلیف سے تڑپ رہا ہے۔ سچ بتاؤ، اسے کیا ہوگیا ہے؟"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ مسکرا کر بولی "اسے مردانگی کا دورہ پڑا ہے۔ میں بے چاری ایک دو کوڑی کے نوکر کی بیٹی ہوں۔ تمہارے جیسے بڑے جاگیردار کا کیا بگاڑ سکتی ہوں۔ آؤ میرے مرد مجھے اپنے بازوؤں میں اٹھالو۔"

وہ دونوں بانہیں پھیلا کر اس کی طرف بڑھنے لگی۔ وہ پیچھے ہٹ کر جگاور کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ تم تو بڑے جی دار ہو پھر اسے ہاتھ کیوں نہیں لگا سکے؟ کیا تم پر جادو کیا گیا ہے؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میرے دماغ کی چولیں ہل گئی ہیں۔ ایسا لگا جیسے دماغ کے اندر زلزلہ پیدا ہوگیا ہے۔ آہ! میرا دماغ پھوڑا بن گیا ہے۔ میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ مجھے فوراً ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔"

دیوان سنگھ دوڑتا ہوا چڑھائی پر آیا۔ وہاں اس نے اپنے ہتھیار پھینکے تھے۔ وہ ایک ریوالور اٹھا کر دوڑتا ہوا واپس نیلماں کے سامنے آیا پھر اس کا نشانہ لے کر بولا "سچ سچ بتاؤ۔ تم جادو جانتی ہو؟"

وہ بولی "یہ کیا کر رہے ہو؟ ریوالور کا رخ اپنی طرف کیا ہوا ہے۔ اسے چلاؤ گے تو گولی تمہارے سینے کے پار ہوگی۔"

اس نے بوکھلا کر دیکھا۔ واقعی ریوالور الٹا پکڑا ہوا تھا۔ ٹریگر دباتے ہی خود مرجاتا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ کیسے ہوگیا؟ جبکہ اس نے ریوالور کو سیدھا پکڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے پھر سے سیدھا کرنے کے لیے اسے گھمانا چاہا تاکہ سامنے والی کو نشانے پر رکھ سکے لیکن بار بار کوشش کے باوجود خود کو ہی نشانے پر رکھ رہا تھا۔

آخر اس نے ریوالور کو ایک طرف پھینک دیا۔ وہ بولی۔ "چڑھائی پر تم دونوں کے اور بھی ہتھیار پڑے ہیں۔ انہیں بھی اٹھا کر لے آؤ۔ مجھے مار ڈالو۔"

"نن نہیں۔ تم کون ہو؟ ہمارے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے۔"

"میں ایک حسین و جمیل دوشیزہ ہوں۔ بستر پر بچھانے کے لیے ہوں۔ اپنی تمام جاگیردارانہ اور مردانہ قوتوں کے ساتھ مجھے لے جاکر اپنے بستر پر بچھالو۔"

جگاور اٹھ کر بیٹھ گیا لیکن اب تک تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ وہ بولا "دیوان سنگھ مجھے سہارا دو۔ چڑھائی پر لے چلو۔ اس چھوکری پر لعنت بھیجو۔"

نیلماں نے کہا "تم دونوں پر لعنت پڑ رہی ہے۔ میری مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں جاسکو گے۔"

دیوان سنگھ نے وہاں سے جانے کے لیے جگاور کو سہارا دینا چاہا پھر اس کے دماغ میں بھی زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا گھاس پر گر کر تڑپنے لگا۔ جگاور نے دونوں ہاتھ جوڑ کر پوچھا "بھگوان کے لیے بتا دو۔ تم ہمارا پیچھا کیسے چھوڑو گی؟"

"جب میں کمزور تھی تو کیا تم دونوں میرا پیچھا چھوڑ رہے تھے؟ کیا ایک غریب لڑکی پر تمہیں ترس آرہا تھا؟"

"ہم سے غلطی ہوگئی تھی۔ آئندہ ہم کسی غریب لڑکی پر بری نظر نہیں ڈالیں گے۔"

"میرے ماں باپ اور چچا چچی زخموں سے چور ہیں۔ تم دونوں ابھی جاکر ان کی مرہم پٹی کراؤ۔"

"ہم ابھی انہیں اسپتال لے جائیں گے اور ان سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگیں گے۔"

"امیر کبھی غریب سے معافی نہیں مانگتے۔ معافی برابر والوں سے مانگی جاتی ہے لہٰذا پہلے انہیں اپنے برابر بناؤ۔ کل پکے کاغذ پر اپنی آدھی جاگیر میرے چچا راجن کے نام لکھ دو اور دیوان سنگھ اپنی آدھی جاگیر میرے باپ رامو کے نام لکھ دے گا۔"

"نہیں۔ یہ شرط نہ لگاؤ۔ آدھی جاگیر تو ہم اپنے کسی ایک بیٹے کو بھی نہیں دیتے ہیں۔ اگر تمہاری بات مانیں گے تو بہت معمولی جاگیردار کہلائیں گے۔"

دیوان سنگھ کے دماغ کی تکلیف کچھ کم ہو رہی تھی۔ اس نے بھی یہی کہا کہ نندہ رانی دوسری کوئی سی بھی شرط منوالے لیکن وہ اپنے ملازموں کو آدھی جاگیر نہیں دیں گے۔ نیلماں نے دونوں کے اندر پھر زلزلے پیدا کیے۔ وہ پھر چیخنے اور تڑپنے لگے۔ انسان اپنی زندگی میں جتنی دکھ بیماریاں جھیلتا ہے ان میں دماغی تکلیف سب سے زیادہ ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر معافیاں مانگنے لگے اور اپنی اپنی آدھی جاگیر رامو اور راجن کے نام لکھنے پر راضی ہوگئے۔

نندہ رانی بڑی حد تک شی تارا سے مشابہت رکھتی تھی

اسی لیے نندہ رانی کے مرتے ہی نیلماں نے اس کے اندر اپنے لیے جگہ بنالی تھی اور یہ طے کیا تھا کہ وہاں کچھ عرصے تپسیا میں مصروف رہ کر اپنی آتما شکتی میں پیدا ہونے والی کمزوریوں کو دور کرکے دوبارہ توانائی حاصل کرے گی۔

○☆○

پورس کبھی خواب و خیال میں بھی ڈاکٹر اناپورنا پر شبہ نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے اناپورنا پر اعتبار کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کی ہر تکنیک آزمائی تھی۔ کوئی ایسا پہلو نہیں چھوڑا تھا، جس سے دھوکے کا احتمال ہوتا پھر بھی وہ بری طرح دھوکا کھا گیا تھا۔

اس کی حکمتِ عملی ناکام ہوئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ دو باتیں اس کی سمجھ میں آرہی تھیں کہ پارس کی طرح اناپورنا بھی غیر معمولی دماغ رکھتی ہے یا پھر کسی دشمن نے دوائیں تیار ہونے کے بعد اناپورنا کو ٹریپ کیا ہے۔ اس کے دماغ سے پورس کے تنویمی عمل کو مٹا کر اپنے عمل کو حاوی کیا ہے اور اس کے لب و لہجے کو بدل دیا ہے۔ اسی لیے پورس ڈاکٹر اناپورنا کے دماغ کو ڈھونڈ نہیں پارہا ہے اور اسے مردہ سمجھ رہا ہے جبکہ اصلی ڈاکٹر اناپورنا دو ماہ پہلے مرچکی تھی اور اس کا مردہ جسم جے رام اسپتال کے مردہ خانے میں پڑا ہوا تھا۔

پورس ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ہندوستان کے دور افتادہ علاقے میں چلا گیا۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ جس نے بھی تیار شدہ دوائیں چرائی ہیں اس نے وہاں کے مختلف علاقوں میں دوائیں اسپرے کی ہوں گی تاکہ پورس اپنی دوائیں حاصل کرنے ادھر آئے تو پھر ایک بار ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوجائے اور اس کے پاس رکھی ہوئی نادیدہ گولیاں اور فلائنگ کیپسول ناکارہ ہوجائیں۔

اس نے فوراً ہی ہندوستان سے فرار ہوکر دانشمندی کا ثبوت دیا تھا کیونکہ اس کے بعد ہی میں نے بابا صاحب کے ادارے کے کارکنوں کو مختلف علاقوں میں وہ دوائیں اسپرے کرنے کی ہدایات دی تھیں۔ اس طرح دوا اسپرے کرنے کے نتیجے میں بلی ڈونا پھر ایک بار ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوگئی تھی۔ میں بلی ڈونا کی محرومی سے بے خبر تھا۔ پتا نہیں اس کی طرح کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دوا کے زیرِ اثر آئے ہوں گے؟ بہرحال پورس محفوظ رہا۔ وہ عارضی طور پر افغانستان کے ایک علاقے میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں کے مسلمان برسوں سے خانہ جنگی میں الجھے ہوئے تھے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس ملک کے حالات سے دلچسپی نہیں تھی اور یہ یقین کے ساتھ سوچا جاسکتا تھا کہ وہاں کوئی ٹیلی پیتھی کا دشمن دوا اسپرے کرنے نہیں آئے گا۔ ویسے وہ جلد سے جلد پھر انڈیا جانے کے لیے پر تول رہا تھا۔

وہاں اس نے دو دنوں تک قیام کیا پھر اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کو حکم دیا کہ وہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جائے۔ اس ماتحت نے حکم کی تعمیل کی۔ ممبئی، احمد آباد، حیدر آباد، مدراس اور دہلی تک گیا۔ اس نے ہر جگہ پہنچ کر خیال خوانی کے ذریعے پورس سے رابطہ کیا۔ اس طرح معلوم ہوا کہ جو دوائیں اسپرے کی گئی تھیں، اب ان کا اثر ختم ہوچکا ہے۔

اس بات کا یقین ہوتے ہی وہ پھر کھنڈالہ آگیا۔ وہاں سے ممبئی تک معلومات حاصل کرنے کی کوششیں کرنے لگا کہ اس کے ساتھ کس نے فراڈ کیا ہے؟ اور کس نے دوسری بار دوائیں چرائی ہیں۔ اس کا مقابلہ پارس سے ہوتا آرہا تھا۔ اسی پر شبہ تھا کہ اسی نے دوسری بار بھی نقصان پہنچایا ہے۔

نتاشا نے کہا "اسی بدمعاش نے یہ حرکت کی ہے۔ اس نے الپا کو ڈاکٹر اناپورنا بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہوگا۔"

"نہیں نتاشا! میں نے اناپورنا کا برین واش کیا تھا۔ ایسے وقت اس کی حقیقت مجھ سے کبھی نہ چھپتی پھر یہ کہ وہ اپنی بیٹی کو دودھ پلاتی ہے۔ ڈیڑھ ماہ تک اپنی بیٹی سے دور نہیں رہ سکتی تھی۔ پارس نے کسی دوسری عورت کو اناپورنا بنایا ہوتا تو وہ بھی برین واش کرتے وقت مجھ سے چھپ نہیں سکتی تھی۔ میری ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے مطابق دوائیں تیار کرنے والی واقعی ایک ڈاکٹر تھی اور اگر نہیں تھی تو ماننا پڑے گا کہ وہ ایک غیر معمولی دماغ رکھنے والی عورت تھی۔"

نتاشا پورس کے دماغ میں آکر باتیں کررہی تھی۔ ایسے وقت پورس کسی اور پرائی سوچ کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ اسی وقت وہ ڈاکٹر اناپورنا کی آواز سن کر چونک گیا۔ وہ کہہ رہی تھی "تمہارا آخری خیال درست ہے۔ میں ایک غیر معمولی دماغ رکھنے والی عورت ہوں۔"

پورس نے حیرانی سے پوچھا "اناپورنا! تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

وہ بولی "ہاں۔ میرے پتی دیو بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ تم ان کی بھی آواز سن لو۔"

پھر ایک بار حیرانی کا جھٹکا لگا۔ پورس اور نتاشا نے شنکر داس کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "اناپورنا میری دھرم پتنی ہے۔ مسٹر پورس! میں نے کبھی تمہیں اپنے دماغ میں آنے کا موقع نہیں دیا۔ تمہیں یقین ہوگیا ہے کہ میں پہلوانی کرنے

والا اور یوگا کی مشقیں کرنے والا ایک ہڈ حرام جواری ہوں۔ تم نے مجھے بڑی رقم کا لالچ دے کر بنکاک بھیج دیا لیکن میں پھر اپنی دھرم پتنی اناپورنا کے پاس آگیا تھا۔"

پورس نے کہا "اگر تمہاری دھرم پتنی غیر معمولی دماغ رکھتی ہے تو میں اس کے دماغ میں آنا چاہتا ہوں تاکہ تم دونوں میرے اندر رہ کر میرے چور خیالات نہ پڑھ سکو۔"

"بے شک آؤ۔ ہمیں اعتراض نہیں ہے۔"

وہ اور نتاشا خیال خوانی کی پرواز کرکے فہمی کے دماغ میں پہنچے۔ وہاں علی بھی موجود تھا۔ پورس نے پوچھا "تم کون ہو؟ میں نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں پہلے کبھی اناپورنا اور شنکر داس کا نام نہیں سنا تھا۔"

فہمی نے کہا "کچھ عرصے پہلے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کسی نے پورس کا بھی نام نہیں سنا تھا۔ تم نے اچانک میدانِ عمل میں آکر بڑے بڑوں کے چھکے چھڑا دیے۔ ہمارے علاوہ اور کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں، یہ کوئی نہیں جانتا۔"

"لیکن تمہارا دماغ ایک عجوبہ ہے۔"

"تمہیں تعجب کیوں ہے؟ پارس کا دماغ بھی عجوبہ ہے۔ تمہارے ساتھ نتاشا آئی ہے اور بڑی دیر سے میرے چور خیالات پڑھنے کی کوششیں کررہی ہے اور ناکام ہورہی ہے۔ اسے سمجھاؤ کہ عجوبے سمجھ میں نہیں آتے۔"

"ناکامی خود اسے سمجھا رہی ہے۔ ویسے پارس سے تم دونوں کا کیا تعلق ہے؟"

"ہم نے پارس کی طرح تمہیں دھوکا دیا ہے اور تمہارا تمام مال چرایا ہے اس لیے تم سمجھ رہے ہو کہ ایک چور کا دوسرے چور سے تعلق ضرور ہوتا ہے لیکن فی الحال کوئی تعلق نہیں ہے۔ جب پارس نے تمہارا مال چرایا تھا، تب ہم اس چوری کے مال پر ہاتھ صاف کرنا چاہتے تھے لیکن وہ تمام مال بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا گیا تھا اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ اس ادارے میں ہندو اور یہودی قدم نہیں رکھ سکتے۔ اس ادارے کے قریب جاتے ہی ہمارا سراغ لگا لیا جاتا ہے۔"

"وہاں تمہاری دال نہیں گلی اس لیے میرے مال پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ اتنا تو لحاظ کرنا چاہیے تھا کہ میں بھی تمہاری طرح ہندو ہوں۔"

"کیا ایک ہندو دوسرے ہندو کے گھر چوری نہیں کرتا؟ پھر غیر معمولی گولیاں، فلائنگ کیپسول اور ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوائیں نایاب اور غیر معمولی ہیں۔ ایسی چیزیں کون چھوڑتا ہے؟"

"تم بہت سیدھی اور کھری باتیں کررہی ہو۔ میں غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کی ایک ٹیم بنا رہا ہوں۔ کیا دوست بن کر ہماری ٹیم میں شامل ہونا پسند کروگی؟"

"میں اپنے پتی دیو کی داسی ہوں۔ ایسی باتیں ان سے کرو۔"

علی نے کہا "دراصل ہم گمنام رہنا چاہتے تھے مگر تمہارا مال چرانے کے بعد گمنام نہیں رہیں گے۔ سب ہی کو رفتہ رفتہ ہمارے بارے میں معلوم ہوجائے گا۔ جہاں تک تمہاری ٹیم میں شامل ہونے کا تعلق ہے تو ہمیں انکار نہیں ہے۔ ہم ایک ہی دھرم سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہم فرہاد اور اس کی فیملی سے بچ کر رہنا چاہتے ہیں۔ ہم نے ان سے ٹکرانے والوں کا انجام دیکھا ہے۔ پارس کے مقابلے میں تمہاری بھی ناکامیاں دیکھ رہے ہیں۔ جب ہم ان سے دور رہ کر ایک محفوظ اور پُرسکون زندگی گزار رہے ہیں تو ان کے کسی معاملے میں مداخلت کرنے کی حماقت نہیں کریں گے۔"

نتاشا نے کہا "یہ تو سراسر بزدلی ہے۔ تم ایک غیر معمولی دماغ رکھتی ہو۔ پارس کو اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکتی ہو۔"

علی نے کہا "مجھے اپنی پتنی کے غیر معمولی دماغ پر ناز ہے لیکن غرور نہیں ہے۔ ہم نے کئی مغرور شہ زوروں کا انجام دیکھا ہے۔ ہم پہلے ہی دن سے فیصلہ کرچکے ہیں کہ فرہاد اور اس کی فیملی سے دور رہیں گے۔"

فہمی نے کہا "میں یہ ضروری نہیں سمجھتی کہ ایک ٹیم بنائی جائے اور اس کی تشہیر کی جائے کہ پورس صاحب کی مضبوط ٹیم میں کئی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کے علاوہ شنکر داس اور اناپورنا بھی ہیں۔ یہ تو ایک فوج بنانے والی اور محاذ آرائی کرنے والی بات ہوگی۔"

علی نے کہا "سیدھی سی بات ہے کہ ہم درپردہ دوست رہیں گے لیکن دوستی کا اعلان نہیں کریں گے ورنہ پارس ہمارے پیچھے پڑجائے گا۔ ہمارے درمیان یہ زبانی معاہدہ رہے گا کہ ہم ایک دوسرے کے برے وقت میں کام آئیں گے۔"

پورس نے کہا "میں آزمانا چاہتا ہوں کہ تم زبان کے کتنے سچے ہو۔ مجھ پر برا وقت آیا ہے۔ میری تمام دوائیں چرالی گئی ہیں۔ میری جگ ہنسائی ہونے والی ہے۔ ایسے برے وقت میں میری کیا مدد کروگے؟"

علی نے ہنستے ہوئے کہا "میں نے پہلا فریادی دیکھا ہے جو چوری کرنے والے سے فریاد کررہا ہے۔ انصاف اور مدد مانگ

رہا ہے۔ بہرحال جب ہم نے وعدہ کیا ہے تو تمہارے کام آئیں گے۔ تمہارے تمام فارمولے واپس کردیں گے۔ اب ہمیں ان کی ضرورت نہیں رہی ہے۔"

پورس نے کہا "فارمولوں کی اصل کاپی میرے پاس محفوظ رہتی ہے۔ انہیں واپس کردو گے تو میرا بھلا نہیں ہوگا۔ تم میری کچھ دوائیں رکھ کرباقی واپس کردو۔"

"بھئی سیدھی طرح کہہ دو کہ ہم تمہارا مال واپس کردیں۔ دنیاداری چھوڑ دیں اور کسی مندر میں جاکر پوجاپاٹ شروع کردیں۔ تم دوستی کرنا چاہتے ہو' اس کے پیچھے چھپا ہوا ارادہ صاف ظاہر ہوچکا ہے۔ بہرحال یہ پہلی ملاقات خوب رہی۔ زندگی کے کسی موڑ پر پھر ملیں گے۔ اب رخصت ہوجاؤ۔"

علی کی بات ختم ہوتے ہی فہمی نے سانس روک لی۔ نتاشا اور پورس اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئے۔

نتاشا نے کہا "پورس! تم تو بہت ذہین ہو پھر تم نے بچکانا انداز میں پہلے دوستی کی پیشکش کی اور اپنی دوائیں ان سے ایسے مانگ رہے تھے' جیسے کوئی بچہ اپنا چھینا ہوا کھلونا مانگ رہا ہو۔"

پورس نے کہا "اپنا اپنا ایک انداز ہوتا ہے۔ میں احمق بن کر ان دونوں کی دانشمندی کو سمجھ رہا تھا۔ وہ دونوں بہروپئے ہیں۔ وہ فرہاد اور اس کی فیملی سے خوف زدہ نہیں ہیں بلکہ اس فیملی سے ان کا کوئی قریبی تعلق ہے۔"

"کسی طرح معلوم نہیں کرسکتے کہ وہ دونوں کون ہیں؟ دوائیں کافی مقدار میں تیار کی گئی ہوں گی۔ یہ تمام دوائیں انہوں نے کہاں چھپا کر رکھی ہوں گی؟"

"رفتہ رفتہ سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔ تم پریشان کیوں ہوتی ہو؟"

"کیا جب یہ خبر عام ہوگی کہ تمہاری تیار کردہ دوائیں دوسری بار بھی تم سے چھین لی گئی ہیں تو تمہاری انسلٹ نہیں ہوگی؟"

"انسلٹ نہیں ہوگی۔ یہ ثابت نہیں ہوسکے گا کہ مجھ سے میری دوائیں چھین لی گئی ہیں۔ وہ تمام دوائیں میرے پاس موجود ہیں۔"

وہ حیرانی سے بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"ابھی دشمنوں نے پورس کو سمجھا نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ سمجھیں گے۔ تم جاؤ۔ میں ذرا آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

نتاشا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ حیرانی سے سوچنے لگی کہ پورس واقعی کمتر نہیں ہے۔ پارس کی طرح نہ ابھی سمجھ میں آرہا ہے اور نہ ہی مات کھاتے ہوئے مات کھا رہا ہے۔

○☆○

وہ حویلی صدیوں پرانی تھی۔ اسے اب تک کھنڈر بن جانا چاہیے تھا لیکن وہ اب بھی فولادی قلعے کی طرح صحیح سلامت کھڑی ہوئی تھی۔ دادا' پر دادا کے زمانے کی اس حویلی کے وارث دہلی شہر میں رہتے تھے اور اس کی نگرانی کے لیے دو چوکی دار وہاں رکھے گئے تھے۔ وہ چوکی دار کبھی کبھی دن کے وقت اس حویلی کے اندر صفائی کے لیے جاتے تھے اور یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے کہ وہ خود بخود صاف ستھری نظر آتی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہاں لوگ رہتے ہیں جب کہ وہ برسہا برس سے ویران تھی۔ ماضی میں وہاں دو چار قتل ایسے ہوئے تھے جن کے باعث وہ حویلی آسیب زدہ کہلانے لگی تھی۔

اس کے مالکان کبھی کبھی دن کے وقت آتے تھے پھر شام ہونے سے پہلے چلے جاتے تھے۔ رات کے وقت وہاں کسی عورت کے رونے' ہنسنے اور گانے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اندر بجلی کی روشنی کے انتظامات تھے۔ چونکہ وہاں مالکان نہیں رہتے تھے اس لیے اندر تاریکی رہتی تھی۔ چوکی دار گیٹ کے باہر رہتے تھے۔ اندر جانے سے ڈرتے تھے کیونکہ رات کے کسی حصے میں کسی نہ کسی کمرے میں روشنی دکھائی دیتی تھی۔ وہ ایسی سرخ ہوتی تھی جیسے حویلی کا وہ حصہ خون میں نہا گیا ہو اور پھر کسی کو قتل کردیا گیا ہو۔

کشن کوٹ ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ اس شہر سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر وہ حویلی تھی۔ شام کو اندھیرا پھیلنے کے بعد کوئی اس حویلی کے قریب نہیں پھٹکتا تھا۔ کشن کوٹ کے رہنے والے چشم دید گواہ تھے کہ رات کو اس حویلی سے آوازیں آتی ہیں اور کبھی اس حویلی کے کسی اندرونی حصے میں سرخ روشنی دکھائی دیتی ہے۔

برسوں پہلے کئی بار پولیس پارٹی نے وہاں گھس کر اس سرخ روشنی کا اور انسانی آوازوں کا راز معلوم کرنا چاہا لیکن وہاں کوئی نظر نہیں آیا۔ البتہ چھاپا مارنے والی پولیس پارٹی کا کوئی سپاہی یا افسر غائب ہوجاتا تھا پھر اس کی گردن کٹی ہوئی لاش حویلی کے باہر اگلے یا پچھلے حصے میں پائی جاتی تھی۔

ایسا ایک آدھ بار ہوتا تو یہی سمجھا جاتا کہ کوئی مجرمانہ سرگرمیاں جاری رکھنے والا گروہ ایسا کررہا ہے لیکن رات کے وقت وہاں جانے والوں میں سے کسی نہ کسی کی موت لازمی ہوتی تھی۔ سراغ رسانوں نے اپنے طریقۂ کار کے مطابق سراغ لگانے کی کوششیں کیں۔ انہیں کسی گورلیلے

کے بڑے بڑے قدموں کے نشانات ملے۔ اگر واقعی کوئی گوریلا وہاں ہوتا تو کہیں نظر آتا۔ چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ کسی چور دروازے یا تہ خانے کا سراغ نہیں ملا پھر پولیس والے بھی وہاں جانے سے خوف کھانے لگے۔ دوسرے لوگوں میں بھی حوصلہ نہیں تھا کہ خواہ مخواہ اپنی جان دینے جاتے۔

جن دنوں فہمی ڈاکٹر انا پورنا بن کر دوائیں تیار کررہی تھی ان دنوں میں ایسی جگہ کی تلاش میں تھا' جہاں ان تیار ہونے والی دواؤں کے کارٹن بحفاظت چھپا کر رکھے جائیں۔ مجھے اس ویران آسیب زدہ حویلی کے بارے میں معلوم ہوا تو میں کشن کوٹ پہنچ گیا۔ یہ تجسس پیدا ہوا کہ وہ حویلی پراسرار کیوں ہے؟ جب وہ ویران ہے اور وہاں کوئی نہیں رہتا ہے تو پھر رات کو اس کے اندر جانے والے زندہ واپس کیوں نہیں آتے؟

اگر وہاں مجرمانہ سرگرمیاں ہوں گی' جنہیں پولیس اور سراغ رساں بھی سمجھ نہیں پائے تو ہمیں وہاں دواؤں کے کارٹن چھپا کر رکھنے میں آسانی ہوگی۔ وہاں کوئی مجرم اپنے گینگ کے ساتھ کہیں چھپا رہتا ہوگا تو اس سے میں نمٹ لوں گا اور اگر وہاں کوئی انسان نہیں ہوگا اور وہ بھوت پریت کا اڈا ہوگا تو میں انہیں دیکھ سکوں گا۔ کیونکہ میں نے زندگی میں کبھی بھوت نہیں دیکھے تھے۔

میں دن کو کشن کوٹ پہنچ کر اس حویلی کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا۔ پتا چلا کہ پولیس والے شام کے بعد اس حویلی میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ دن کے وقت جانے کے لیے بھی پہلے تھانے میں جاکر اجازت حاصل کرنی پڑتی ہے۔

میں اس حویلی کے اطراف کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ رات کی تاریکی میں چھپ کر دواؤں کے کارٹن وہاں لے جاکر چھپانا چاہتا تھا اس لیے دن کو بھی وہاں جاکر اسے اندر سے دیکھنے کے لیے میں نے پولیس والوں سے رابطہ نہیں کیا۔

جب رات کی تاریکی پھیل گئی تو احاطے کی دیوار پھلانگ کر اندر آیا۔ حویلی کے بیرونی دروازے پر پولیس والوں نے بڑا سا تالا لگا دیا تھا۔ ایسے تالے توڑنا یا ایک تار کے ذریعے اسے کھولنا میرے لیے بڑی بات نہیں تھی۔ میں اسے کھول کر اندر آیا پھر اس دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔

اندر گہری تاریکی تھی۔ میں نے آنکھوں میں انفنٹی ڈارک لینس لگالیے۔ ان کے ذریعے مجھے وہاں کا ایک ایک منظر دکھائی دینے لگا۔ وہ حویلی اندر سے اتنی صاف ستھری تھی جیسے دن رات اس کی صفائی کی جاتی ہو اور وہاں باقاعدہ رہائش اختیار کی جاتی ہو مگر وہاں کون رہتا تھا؟ کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔

میں محتاط انداز میں چلتا ہوا ایک کمرے سے دوسرے کمرے' ایک کوریڈور سے دوسرے کوریڈور میں جاتا رہا۔ اسٹور روم اور باتھ روم وغیرہ کے دروازے بھی کھول کر دیکھے۔ بڑی حیرانی ہوئی۔ کوئی انسان نہیں تھا۔ اگر سراغ رسانوں کو کسی گورلیلے کے قدموں کے نشانات نظر آئے تھے تو مجھے اس گورلیلے کی بھی آہٹ سنائی نہیں دے رہی تھی۔

میں تھک کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا پھر اس خیال سے اٹھ گیا کہ پیچھے سے کوئی حملہ نہ کرے۔ وہاں کے لوگوں نے گردن کٹی ہوئی لاشیں دیکھی تھیں۔ کوئی دھوکے سے میری بھی گردن کاٹ سکتا تھا۔

میں ایک کرسی کو اٹھا کر ایک دیوار سے لگا کر اس پر بیٹھ گیا تاکہ پیچھے سے کوئی حملہ نہ کرسکے۔ یہ سنا تھا کہ اکثر آدھی رات کے بعد آوازیں سنائی دیتی ہیں اور ایسے ہی وقت وہ سرخ روشنی حویلی کے کسی نہ کسی حصے میں دکھائی دیتی ہے۔

میں رات کے دس بجے ہی چلا آیا تھا۔ اس حویلی کو اندر سے دیکھنے میں ایک گھنٹا گزر گیا تھا۔ گیارہ بج چکے تھے۔ اندر ایسا سناٹا چھایا ہوا تھا جیسے میں کسی مقبرے کے اندر بیٹھا ہوا ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ وہاں کہیں ایسا چور دروازہ ہے' جو کبھی دن کے وقت بھی سراغ رسانوں کو نظر نہیں آیا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ آدھی رات کے بعد بھی وہاں کوئی نظر نہیں آئے گا یا کوئی واردات نہیں ہوگی تو میں پھر اٹھ کر چور دروازے کو تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔

آخر آدھی رات بھی گزر گئی۔ تب میں کرسی پر ذرا سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔ وہاں انسانی زندگی کے آثار پیدا ہوئے۔ ایک بہت ہی سُریلی گنگناتی ہوئی آواز سنائی دی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس کمرے کے باہر کوریڈور کی طرف ہلکی سی سرخ روشنی دکھائی دی۔ میں فوراً ہی داڑھ میں دبی ہوئی گولی کو نگل کر نادیدہ ہوگیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے نکل کر کوریڈور میں آیا۔ وہ سرخ روشنی دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر اس کمرے میں آکر دیکھا۔ وہاں ایک حسینہ نظر آئی۔ اس کے پیچھے ایک گورلیلا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑے سائز کی ٹارچ تھی۔ اس ٹارچ میں ایک سرخ بلب تھا جس کے باعث وہاں سرخ روشنی پھیلی ہوئی

تھی۔ دراصل وہ گوریلا نہیں تھا۔ ایک قد آور شخص تھا۔ اس نے گوریلے کی کھال پہنی ہوئی تھی اسی لیے فرش پر ایک گوریلے کے قدموں کے نشانات نظر آتے تھے۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا۔ وہ اس کپڑے سے اس حسینہ کے قدموں کے نشانات فرش پر سے پونچھتا جاتا تھا۔

کمرے کی دیوار پر ایک بہت بڑی تصویر تھی۔ وہ کسی پرانے زمانے کے راجا کی تصویر ہوگی۔ لباس سے وہ راجا مہاراجا نظر آتا تھا۔ وہ حسینہ اس تصویر کو نفرت سے دیکھتے ہوئے بولی "راجا رگھوویر سنگھ! تم نے میری نانی جان کو ایک داشتہ بنا کر رکھا تھا۔ ان سے وعدہ کیا تھا کہ یہ حویلی ان کے نام کردو گے لیکن تم نے وصیت میں اس حویلی کو اپنی اولاد کے نام لکھ دیا۔ تمہاری موت کے بعد میری نانی جان کو یہاں سے نکال دیا گیا مگر دیکھ لو' آج اس پر ہمارا قبضہ ہے۔ تمہاری اولاد کی اولاد سمجھتی ہے یہاں بھوت پریت نے بسیرا کیا ہے۔ وہ خوف سے نہ یہاں آتے ہیں' نہ یہاں رہنے کی جرأت کرتے ہیں۔ اس حویلی کو فروخت کرنا چاہتے ہیں لیکن جو خریدار آتا ہے' دوسری صبح وہ مردہ پایا جاتا ہے۔ اب یہاں کبھی کوئی نہیں آئے گا۔ یہ حویلی ہمیشہ ہماری رہے گی۔ اونہہ آخ تھو۔"

اس نے نفرت سے تصویر کی طرف منہ اٹھا کر تھوک دیا۔ اسی وقت میں نے ایک ایسے شخص کی آواز سنی جو نظر نہیں آرہا تھا۔ میری طرح نادیدہ تھا۔ اس نے کہا "بیٹی لاج ونتی! یہاں کچھ گڑبڑ ہے۔ حویلی کے بیرونی دروازے پر تو تالا لگا ہوا تھا' وہ کھلا ہوا ہے اور وہ دروازہ اندر سے بند ہے۔ کسی نے اندر آکر اس دروازے کی چٹخنی چڑھائی ہے۔"

لاج ونتی نے کہا "ڈیڈی! پھر تو واقعی گڑبڑ ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ بھی نادیدہ ہوگئی۔ اس نے گوریلے سے کہا "شمبھو کاکا! جاؤ' دیکھو حویلی میں کون آکر چھپا ہوا ہے؟"

شمبھو کاکا ٹارچ لے کر چلا گیا۔ لاج ونتی نے کہا "ڈیڈی! میں اینٹی ڈارک لینس گھر میں بھول آئی ہوں۔ کیا آپ کے پاس ہے؟"

"ہاں۔ میں اسے آنکھوں پر لگا رہا ہوں۔ پھر تہ خانے میں جاکر تمہارے لیے دوسرے لینس لے آؤں گا۔"

لاج ونتی کے باپ کو آنکھوں میں لینس لگانے کے لیے نمودار ہونا پڑا۔ پھر وہ بیٹی سے بولا "نادیدہ بننا ضروری نہیں ہے۔ تاریکی میں تم کسی کو نظر نہیں آؤ گی۔ میرے ساتھ چلو۔"

وہ نمودار ہوگئی۔ باپ اندھیرے میں دیکھ سکتا تھا۔ بیٹی کا ہاتھ تھام کر کمرے سے جانے لگا۔ میں ان کے ساتھ ایک کوریڈور میں چلتا ہوا دوسرے کوریڈور میں آیا۔ وہاں ایک دیوار کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوگیا پھر بولا "کھول دروازہ آٹا فاٹا۔ تیرا مالک آیا تیرے آنگن۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ دیوار دو حصوں میں تقسیم ہوکر کھلنے لگی۔ وہ دونوں اس دیوار کے کھلے ہوئے راستے سے گزرنے لگے۔ میں بھی ان کے ساتھ تہ خانے کے زینے پر آیا۔ اندر دو مسلح گارڈز کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے لاج ونتی کے باپ کی آواز سن کر اس چور دروازے کو کھولا تھا۔ اندر تہ خانے میں روشنی تھی۔ میں نے ان کے ساتھ زینے سے اتر کر ایک وسیع وعریض تہ خانہ دیکھا۔ وہاں بے شمار سونے کی اینٹیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک شیشے کی الماری میں بیش قیمت جواہرات بھرے ہوئے تھے۔ جدید طرز کا اسلحہ' گولہ بارود اور کارتوس کی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک جگہ دو کارٹن تھے۔ ایک میں نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول تھے اور دوسرے کارٹن میں ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا تھی۔

یہ وہ دوائیں تھیں جنہیں پورس نے پہلی بار تیار کیا تھا اور پارس انہیں چرا کر لے گیا تھا۔ لاج ونتی نے اپنے گریبان سے ایک ڈبیا نکالی پھر کارٹن میں سے گولیاں اور کیپسول نکال کر اپنی ڈبیا میں رکھتے ہوئے بولی "پارس خود کو بہت ذہین اور مکار سمجھتا ہے۔ اس نے جہاں یہ مال چھپا کر رکھا تھا' وہاں سے آپ یہ دو کارٹن اٹھا کر لے آئے' آپ کو باقی کارٹن بھی لے آنا چاہیے تھا۔"

"بیٹی! لے آؤں گا۔ میں نے کئی بار تمہیں سمجھایا ہے کہ جلد بازی سے ہمیشہ نقصان پہنچتا ہے۔ میری طرح محتاط رہ کر سنبھل کر کام کرنا سیکھو۔"

"آپ بہت ذہین اور چالاک ہیں۔ میں آپ سے بہت کچھ سیکھ رہی ہوں۔ مجھے تو پارس کو الّو بنا کر مزہ آرہا ہے۔ ہم نے اس کا مال ایسی جگہ چھپایا ہے کہ اس کا باپ بھی یہاں نہیں پہنچ سکے گا۔"

میں مسکرا کر رہ گیا۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوجاتا کہ پارس کا باپ وہاں پہنچا ہوا ہے تو دونوں کے ہوش اڑ جاتے۔ ابھی خود کو ظاہر کرنا دانشمندی نہ ہوتی۔ پہلے یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ لاج ونتی کا باپ کون ہے؟ کیا نام ہے؟ اور کیسی کیسی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے۔ پارس کا مال چرانے والا شخص معمولی نہیں ہوگا۔ اس کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرنا لازمی تھا۔

اور مجھے یقین تھا کہ وہ باپ بیٹی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ ان کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی جائے گی تو وہ محتاط ہوجائیں گے۔ اس کے باپ نے ایک الماری سے آئی لینس نکال کر دیے۔ اس نے دونوں آنکھوں میں انہیں لگایا پھر تہ خانے سے باہر جاتے ہوئے مسلح گارڈز سے کہا "اس حویلی میں کوئی گھس آیا ہے۔ تم دونوں محتاط رہو۔ ڈیوٹی بدلنے والے گارڈز سے بھی محتاط رہنے کے لیے ضرور کہہ دینا۔"

ایک گارڈ نے کہا "جی مالک' ہم محتاط رہیں گے۔"

ہم اس تہ خانے کے چور راستے سے باہر آئے۔ وہاں کی دیواریں سلائیڈنگ دروازے کی طرح ایک دوسرے سے مل گئیں۔ بند تہ خانے میں ڈیوٹی دینا گویا خود کو کسی قبر میں پہنچا دینے کے مترادف تھا۔ وہ مجبوراً وہاں کام کر رہے ہوں گے۔ میں نے لاج ونتی کے باپ کے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر ایک مسلح گارڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ ان تمام گارڈز کو اور دوسرے ملازموں کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنایا گیا ہے۔ حالانکہ وہ سب روزگار کی خاطر وہاں ملازمت کرنے آئے تھے لیکن وہ ایسی ملازمت تھی جس کے لیے رازداری شرط تھی۔ لہٰذا انہیں رازدار ملازم بنائے رکھنے کے لیے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور غلام بنایا گیا تھا۔

اس گارڈ کی سوچ نے بتایا کہ اس کے مالک یعنی لاج ونتی کے باپ کا نام جگن ناتھ شرما ہے۔ شہر میں وہ ایک بزنس مین کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔ ویسے اسے کسی بزنس کی کیا ضرورت تھی جبکہ اس کے تہ خانے میں بے شمار سونے کی اینٹیں اور بیش قیمت جواہرات تھے۔

تہ خانے سے نکلنے کے بعد ایک کمرے میں شمبھو کاکا سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا "مالک! میں نے حویلی کا ایک ایک گوشہ دیکھ لیا ہے۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔"

جگن ناتھ شرما نے کہا "یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر یہاں کوئی نہیں ہے تو باہر والا دروازہ کس نے اندر سے بند کیا ہے؟"

لاج ونتی نے کہا "آپ شمبھو کاکا کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ یہ طاقت ور ہے۔ فولاد کا مجسمہ ہے لیکن اس کی کھوپڑی میں بھیجا نہیں ہے۔ کتنی ہی باتیں بھول جایا کرتا ہے۔ اسی نے پچھلی رات دروازے کو اندر سے بند کیا ہوگا۔ پھر بھول گیا ہوگا۔"

"میں مانتا ہوں۔ اس کی یادداشت کمزور ہے لیکن پولیس والوں نے باہر سے جو تالا لگایا تھا' وہ کھلا ہوا ہے۔ ہمیں سمجھنا ہوگا کہ اس تالے کو کس نے کھولا ہے؟"

پھر اس نے شمبھو کاکا سے کہا۔ "یہ ٹارچ بجھاؤ اور یہاں اندھیرے میں بیٹھے رہو۔ ہم اسے تلاش کریں گے۔"

میں فوراً ہی ایک سائے کی طرح لاج ونتی کے جسم کے اندر سما گیا۔ وہ باپ بیٹی مجھے تلاش کرنے کے لیے نادیدہ بن گئے۔ سرخ روشنی والی ٹارچ بجھا دی گئی تھی۔ وہ گہری تاریکی میں اینٹی ڈارک لینس کے ذریعے واضح طور پر دیکھنے لگے اور حویلی کے ایک ایک حصے میں پہنچ کر مجھے تلاش کرنے لگے۔ پوری حویلی کے اندر گھومتے گھومتے رات کے تین بج گئے۔ آخر وہ تھک کر شمبھو کاکا کے پاس آئے۔ جگن ناتھ شرما نے کہا "اب تو ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے یہاں جو بھی آیا ہے یا آئے ہیں' وہ ہماری طرح نادیدہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

"ڈیڈی! یہ پیپرمنٹ کی گولیاں نہیں ہیں کہ ہر کوئی بازار سے خرید لائے گا۔ یہ ہمارے پاس یا پارس اور پورس کے پاس ہیں۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ پارس یا پورس یہاں پہنچ سکتے ہیں؟"

"لاجو بیٹی! کسی پہلو کو نظرانداز نہ کیا کرو۔ اور کبھی مطمئن نہ رہا کرو کہ تم محفوظ ہو۔ یہ حویلی اسی دنیا میں ہے' جس دنیا میں پارس اور پورس رہتے ہیں۔ جب تمہارا باپ پارس کے خفیہ اڈے تک پہنچ سکتا ہے تو کیا وہ یہاں تک نہیں آسکے گا؟"

اسی وقت چند گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آنے لگیں۔ شمبھو کاکا وہاں سے تہ خانے کی طرف چلا گیا۔ وہ باپ بیٹی حویلی کے وسیع وعریض ڈرائنگ روم میں آئے۔ میں نالا کھول کر پہلے اس ڈرائنگ روم میں آیا تھا۔ اب وہاں کا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ شمبھو کاکا اسے کھول کر گیا تھا۔ اس دروازے سے کئی مسلح پولیس والے ٹارچ روشن کرکے آئے۔ پھر کئی سوئچ آن کرکے بجلی کی روشنی کی۔ کئی سپاہی محتاط انداز میں حویلی کے جس کمرے اور کوریڈور میں گئے' وہاں بجلی کی روشنی کرتے گئے۔ اب وہاں ایک ذرا تاریکی نہیں رہی تھی۔ پولیس والوں نے باہر بھی سرچ لائٹس کے ذریعے دور تک روشنی کی تھی تاکہ فرار ہونے والے آسانی سے دیکھے جائیں اور پکڑے جائیں۔

ڈی آئی جی پولیس نے میگافون کے ذریعے نادیدہ مجرموں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اس حویلی کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ میں اس علاقے میں نیا افسر ہوں لیکن

بدمعاشوں کا بدمعاش ہوں۔ بین الاقوامی سطح کے مجرم میرا نام سن کر کانپنے لگتے ہیں اور میرا نام ہے شیر خان۔ اگر زندہ سلامت رہنا چاہتے ہو اور زخمی بھی نہیں ہونا چاہتے تو اپنے بلوں سے نکل آؤ ورنہ مجھے جس دیوار اور فرش پر شبہ ہوگا' اس حصے کو کدال سے توڑ ڈالوں گا۔"

کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ چور دروازہ کہاں ہے؟ کیونکہ ایک کوریڈور سے دوسرے کوریڈور کی دیوار جہاں ملتی تھی' وہاں دو دیواروں کے جوڑ کا شبہ نہیں ہوتا تھا۔ ڈی آئی جی شیر خان اس حویلی کے اصل مالکان کے ذریعے عدالت سے یہ حکم نامہ لے کر آیا تھا کہ وہ کہیں سے بھی حویلی کی کسی دیوار یا فرش کو توڑ کر چور دروازے اور تہ خانے کو تلاش کر سکتا ہے۔

شیر خان قد آور صحت مند تھا۔ اس کی آواز اور تیور سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا ہے اس لیے وہ باپ بیٹی اس کے دماغ میں نہیں گئے۔ چپ چاپ نادیدہ رہ کر تماشا دیکھتے رہے۔

اگر میں چاہتا تو اس کے دماغ میں جا کر اسے بتا سکتا تھا کہ چور دروازہ کہاں ہے؟ پھر ان باپ بیٹی کو وہاں سے فرار ہونا پڑتا۔ مجھے ان سے ہمدردی نہیں تھی اور نہ ہی میں انہیں بچانا چاہتا تھا لیکن خود مجھے ایک خفیہ اڈے کی ضرورت تھی۔ فی الحال ہمارے ادارے کے ڈاکٹر کے ذریعے آج کل میں دوائیں تیار کرنے والی تھی۔ ان تمام دواؤں کو چھپا کر رکھنے کے لیے وہ حویلی ایک محفوظ اڈا تھی۔ اس لیے میں بھی ایک خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔

شیر خان کو دو جگہ شبہ ہوا۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہاں کدال سے کھدائی کی جائے۔ اس کے احکامات کی تعمیل کی گئی لیکن مایوسی ہوئی۔ صبح تک کسی چور دروازے یا... تہ خانے کا سراغ نہیں ملا۔ ایک ماتحت افسر نے کہا "سر! آپ اس کیس کی فائل پڑھ چکے ہیں۔ کئی بار چھاپے مارے گئے ہیں۔ کبھی کوئی مجرم پکڑا نہیں گیا اور نہ کسی تہ خانے کا سراغ پایا گیا ہے۔ پھر یہ کہ جب بھی چھاپا مارا جاتا ہے' ہمارا کوئی سپاہی یا افسر مارا جاتا ہے اور ہمیں اس کی گردن کٹی ہوئی لاش ملتی ہے۔"

شیر خان نے پوچھا "کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہاں کوئی خطرناک مجرم رہتا ہے۔"

"سر! آپ مان جائیں۔ یہاں کوئی مجرم نہیں ہے۔ یہاں بھوت رہتے ہیں۔"

شیر خان نے بھوتوں کو ایک گندی سی گالی دے کر کہا۔ "بھوت ہم انسانوں سے ڈرتے نہیں' ڈراتے ہیں۔ سامنے آ کر ہمیں دہشت زدہ کر کے بھگاتے ہیں۔ خود نہیں بھاگتے یا چھپتے اور نہ ہی مجرمانہ انداز میں کسی کی گردن کاٹتے ہیں۔"

"سر! اگر وہ انسان ہیں تو ہمیں کبھی نظر کیوں نہیں آتے؟"

"میں اس نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ ہمارے ڈپارٹمنٹ کا کوئی بے ایمان سپاہی یا افسران مجرموں کو پہلے سے انعام کرتا ہے اور وہ ہمارے چھاپا مارنے سے پہلے فرار ہو جاتے ہیں۔"

صبح ہو گئی تھی۔ لاج ونتی نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "ڈیڈی! یہ سرپھرا پٹھان افسر پتا نہیں یہاں کب تک رہے گا۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ ہمیں چلنا چاہیے۔"

جگن ناتھ شرما نے خیال خوانی کے ذریعے شمبھو کاکا سے کہا "پولیس والے یہاں بڑی دیر تک رہیں گے۔ تم تہ خانے میں رہو۔ جب تک میں حکم نہ دوں وہاں سے باہر نہ نکلنا۔"

وہ باپ بیٹی حویلی کے سامنے والے دروازے سے باہر آئے۔ پھر وہاں سے پچھلی طرف آئے۔ انہوں نے اپنی کار وہاں سے تین کلومیٹر دور سڑک کے کنارے چھوڑی تھی۔ حویلی کے پیچھے بھی کئی مسلح سپاہی تھے۔ ایک سپاہی پولیس وین میں بیٹھا سو رہا تھا۔ جگن ناتھ شرما نے وین کی پچھلی سیٹ پر نمودار ہو کر اپنی جیب سے ایک لانبے پھل والا چاقو نکالا۔ اس کی دھار اتنی تیز تھی کہ سپاہی کے حلق پر رکھ کر دباؤ ڈالتے ہی گردن کٹ کر تن سے جدا ہو گئی۔ اس کے حلق سے آواز بھی نہ نکل سکی۔ مردہ جسم پھڑپھڑا کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

وہ پھر نادیدہ ہو کر بیٹی کے ساتھ جانے لگا۔ وہ مرنے والا جہاں سو رہا تھا ادھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جب اس کا مردہ جسم لڑھک کر باہر آیا تو سپاہیوں نے اسے دیکھ کر شور مچانا شروع کیا۔ میں وہاں ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ لاج ونتی کے اندر سما کر جا رہا تھا تاکہ ان کا پتا ٹھکانا معلوم ہو سکے۔

ڈی آئی جی شیر خان اپنے ماتحت افسر کے ساتھ وہاں آیا۔ پھر حیرانی اور پریشانی سے اس گردن کٹی ہوئی لاش کو دیکھنے لگا۔ وہاں جو سپاہی تھے' وہ سب قسمیں کھا کر کہہ رہے تھے کہ انہوں نے آس پاس کسی قاتل کو نہیں دیکھا ہے بلکہ کسی عام شخص یا کسی جانور کو بھی ادھر سے گزرتے نہیں دیکھا۔

ماتحت نے کہا "سر! میں نے پہلے ہی کہا تھا' ہم یہاں سے نقصان اٹھا کر واپس جائیں گے۔ اس بار کسی افسر کی شامت نہیں آئی۔ بے چارہ یہ سپاہی مارا گیا ہے۔"

شیر خان نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا "آئندہ کوئی سپاہی یا افسر نہیں مارا جائے گا۔ میں تنہا اس حویلی میں آؤں گا۔"

وہ باپ بیٹی اس ماتحت کے دماغ میں تھے اور اس ضدی افسر کی باتیں سن رہے تھے۔ جگن ناتھ شرما نے کہا "وہ افسر پاگل کا بچہ ہے۔ تنہا حویلی میں آئے گا۔ ٹھیک ہے' جب مرنا ہی چاہتا ہے تو اس کی یہ خواہش پوری کر دی جائے گی۔"

وہ گفتگو کرتے ہوئے اپنی کار کے پاس پہنچ گئے پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے اپنی رہائش گاہ کی طرف جانے لگے۔ میرے لیے ذرا مشکل پیدا ہو گئی۔ شیر خان جیسا دلیر افسر آئندہ تنہا اس حویلی میں جانے والا تھا۔ جگن ناتھ شرما اور شمبھو کاکا جیسا فولادی شخص اسے زندہ نہ چھوڑتے اور میں یہ گوارا نہ کرتا کہ وہ ایسے فرض شناس اور دلیر افسر کو جانی نقصان پہنچائیں۔ اس کی حفاظت کرنا میرا فرض تھا اور میں یہ فرض ادا کرنے والا تھا لیکن اس طرح مجھے بھی اس پراسرار حویلی جیسے خفیہ اڈے سے محروم ہونا پڑتا۔

کشن کوٹ کے ایک صاف ستھرے علاقے میں ان کا بنگلا تھا۔ دونوں باپ بیٹی کار سے اتر کر بنگلے کے اندر آئے۔ ایک ملازم کو ناشتا تیار کرنے کا حکم دیا پھر ایک کمرے میں آ گئے۔ دروازے کو اندر سے بند کر لیا اور صوفوں پر آگے یوں سر جھکا کر بیٹھ گئے جیسے اپنے کسی آقا یا بزرگ کے سامنے بیٹھے ہوں۔

پھر جگن ناتھ شرما نے دھیمی آواز میں کہا "میں حاضر ہوں گرو دیو!"

میں سمجھ گیا' کوئی اس کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔ ایسے وقت میں بھی اس کے اندر جا سکتا تھا اس لیے فوراً خیال خوانی کے ذریعے پہنچ گیا۔ اس کے دماغ میں کسی شخص کی ہماری بھرکم آواز گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں تمام تماشے دیکھ رہا تھا۔ وہ شیر خان بڑی زبردست قوت ارادی کا مالک ہے۔ کوئی بھی کیس ہاتھ میں لیتا ہے تو اس کیس سے تعلق رکھنے والوں کی شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے۔"

جگن ناتھ شرما نے کہا "ہم آج رات اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ آپ کا آشیرباد چاہیے گرو دیو!"

"تم اور شمبھو زبردست ہو۔ اسے قتل کر سکتے ہو لیکن ہلاک نہیں کر سکو گے۔ میں ابھی شیر خان کی جنم کنڈلی دیکھ رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ یہاں رہے گا تو اس کے سر پر ایک بہت بڑی طاقت کا سایہ رہے گا۔ وہ سایہ اس کی حفاظت کرتا رہے گا اور تمہیں نقصان پہنچاتا رہے گا۔"

"پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"جو کرنا چاہیے' وہ میں کر چکا ہوں۔ آج وہ افسر دفتر آئے گا تو اس کی میز پر ایک ٹرانسفر لیٹر رکھا ہوگا۔ میں نے اس کا تبادلہ کرا دیا ہے۔ وہ شام سے پہلے یہاں کی ڈیوٹی چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

"گرو دیو! وہ بہت ہائی لیول کا افسر ہے۔ اس کی پہنچ وہاں راجدھانی تک ہے۔"

"میں نے دہلی سے ہی ٹرانسفر آرڈر بھیجا ہے۔ اسے فوراً عمل کرنا ہوگا۔ کسی پریشانی کے بغیر دشمنوں سے نجات مل جائے تو بہتر ہے۔"

"گرو دیو! یہ بات کھٹک رہی ہے کہ حویلی کے بیرونی دروازے کا تالا کس نے توڑا ہوگا؟"

"تم باپ بیٹی نادیدہ رہ کر پوری حویلی میں اسے تلاش کر چکے ہو۔ کسی چور نے تالا توڑا ہوتا تو وہاں سے کچھ چرا کر لے جاتا۔ اگر کوئی ایسا ہے جو ہماری طرح نادیدہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ فی الحال ہمارا دشمن نہیں ہے۔ دشمن ہوتا تو پولیس والوں کو تہ خانے تک پہنچا دیتا۔ اس کے مقاصد کچھ اور ہوں گے۔ وہ جو کوئی بھی ہے' اس کی فکر نہ کرو۔ اسے پراسرار بننے دو۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

"پھر تو ہمیں اطمینان رہے گا۔ آپ جس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں' اسے پھر اس دنیا میں رہنے نہیں دیتے۔"

گرو دیو نے پوچھا "تمہارے ماتحت کیا کر رہے ہیں؟ کیا ابھی تک سراغ نہیں ملا کہ پورس وہ دوائیں کہاں تیار کر رہا ہے؟"

"میں ابھی اس سے رابطہ کر رہا ہوں۔ آپ کی موجودگی میں اس سے پوچھ رہا ہوں۔"

جگن ناتھ شرما نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ماتحت سے رابطہ کیا پھر پوچھا "نارائن! کیا کر رہے ہو؟ اس خفیہ لیبارٹری کا کچھ پتا چلا؟"

ماتحت نے کہا "باس! یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ لیبارٹری کھنڈالہ میں ہے۔ یہاں دو لیبارٹریز ہیں۔ ان کا تعلق پورس سے نہیں ہے۔ اب ہم یہاں کھنڈالہ میں یہ معلوم کر رہے ہیں کہ ضرور کسی انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں رازداری سے دوائیں تیار کی جا رہی ہیں۔ ہم آج رات تک اسے تلاش کر کے رہیں گے۔"

جب تک اس کا ماتحت نارائن اپنے دماغ میں شرما سے بولتا رہا' میں نارائن کے چور خیالات پڑھتا رہا۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے

بڑی محنت سے یہ معلوم کیا تھا کہ دوائیں تیار کرنے کے سلسلے میں جن کیمیکلز اور آلات کی ضرورت پڑتی ہے' انہیں کھنڈالہ پہنچایا جارہا ہے۔ نارائن کے ایک ساتھی نے اس سامان لے جانے والی گاڑی کا تعاقب کیا لیکن ایک حادثے میں مارا گیا۔ اس طرح یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ سامان کھنڈالہ میں کہاں پہنچایا گیا۔

نارائن کے چور خیالات سے دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ ان دنوں وہ بیمار ہے۔ اسے سانس کی تکلیف ہے اس لیے اپنے اندر برائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔ ویسے وہ بیمار نہ بھی ہوتا تو میں جگن ناتھ شرما کا لب ولہجہ اختیار کرکے اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔

گرودیو نے کہا "اس حد تک معلوم ہوچکا ہے کہ وہ دوائیں کھنڈالہ میں تیار ہورہی ہیں۔ اگر آج رات تک نارائن اس لیبارٹری کا سراغ نہ لگاسکا تو تم وہاں جاؤ اور نادیدہ رہ کر اس لیبارٹری کو تلاش کرو۔"

"آپ کے حکم کے مطابق میں کل جاؤں گا۔"

"میری تجویز کا کیا ہے۔ میں جارہا ہوں۔"

اس کے گرودیو کے جانے سے پہلے میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اتنی دیر میں مجھے جگن ناتھ شرما کے بھی چور خیالات پڑھنے کا موقع ملا۔ میں نے معلوم کرنا چاہا کہ وہ گرودیو کون ہے؟ لیکن وہ نہیں جانتا تھا۔ وہ باپ بیٹی نہیں جانتے تھے کہ اس کے تابعدار کیوں ہیں؟ یہ بات صاف سمجھ میں آرہی تھی کہ اس گرودیو نے تنویمی عمل کے ذریعے ان دونوں کو معمول اور تابعدار بنا رکھا ہے۔

میں نے اندازہ لگایا کہ وہ گرودیو بہت پہنچا ہوا ہے۔ اس ویس کے اعلیٰ حکام کے دماغوں پر حکومت کررہا ہے۔ تب ہی اس نے بڑی آسانی سے شیر خان کا ٹرانسفر لیٹر دہلی سے کٹن کوٹ پہنچوادیا تھا اور یہ کہ وہ نجومی بھی تھا۔ اس نے یہ معلوم کرلیا تھا کہ کوئی نادیدہ طاقت شیر خان کی حفاظت کررہی ہے۔ اسے شرما اور شمبھو قتل نہیں کرسکیں گے اور واقعی میں نادیدہ رہ کر اس دلیر افسر کی حفاظت کرنے والا تھا۔

اس نے جگن ناتھ شرما کو تسلی دی تھی کہ جو بھی نادیدہ غنص تالا توڑ کر حویلی میں آیا تھا' وہ اس سے خود نمٹ لے گا۔ گویا میرے لیے یہ چیلنج تھا کہ وہ گرودیو غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے مجھے کسی حکمتِ عملی سے ٹریپ کرے گا۔ مجھے ہوشیار رہنا چاہیے۔

میں نے فہمی اور علی سے کہا "اب ہم وہ دوائیں ہندوستان میں نہیں رکھیں گے۔"

علی نے پوچھا "آپ ارادہ کیوں بدل رہے ہیں؟"

"بیٹے! جب سے یہ خبر عام ہوئی ہے کہ ٹیلی پیتھی کو عارضی طور پر ختم کرنے والی دوا تیار ہوچکی ہے اور فرانس میں اس کا مظاہرہ بھی ہوچکا ہے۔ میجرٹی ہنٹر اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت اس علم سے محروم ہوکر مارے جاچکے ہیں تب سے کچھ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے نظروں میں آرہے ہیں۔ گوشۂ گمنامی میں رہنے والے ایک تو اپنے علم کو بچانے کی فکر میں ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ خود اپنی ٹیلی پیتھی دوا حاصل کرنے کی کوششیں کررہے ہیں۔ ایسا ہی ایک پراسرار گرودیو میرے علم میں آیا ہے۔ اس کے ماتحتوں نے پارس کے دو کارٹن بھی چرا رکھے ہیں۔ وہ گرودیو مجھ سے نمٹنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں اسے دیکھ لوں گا۔ فی الحال یہی مناسب ہے کہ تمام دوائیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچائی جائیں۔ وہاں کوئی مخالف قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

فہمی نے کہا "پاپا! یہ دوائیں آج رات تک تیار ہوجائیں گی۔ ہم بابا صاحب کے ادارے کے نادیدہ ماتحتوں کو بلاکر ان دواؤں کو ادارے میں پہنچادیں گے۔"

میں نے کہا "اس لیبارٹری کا سراغ لگایا جارہا ہے۔ تم نقلی دواؤں کے کئی کارٹن رکھو۔ میں اس گرودیو سے اپنے طور پر گیم کھیلنا چاہتا ہوں۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے والے تھے۔ ادھر لاج ونتی اور جگن ناتھ شرما پچھلی رات کے جاگے ہوئے تھے۔ ناشتا کرکے سوگئے۔ میں عام طریقے کے مطابق ان باپ بیٹی کو کھانے پینے کے دوران میں اعصابی کمزوری میں مبتلا کرسکتا تھا پھر تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغوں میں جگہ بنا سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ یہ اندازہ ہوچکا تھا کہ وہ گرودیو بہت چالاک ہے۔ وہ مجھے ایسی ہی کوئی غلطی کرنے کے لیے ڈھیل دے رہا ہے۔ میں اس کے ماتحتوں پر تنویمی عمل کرتا تو وہ کسی وقت بھی ان کے اندر خاموشی سے آکر مجھے دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرتا اور میرے تنویمی عمل کو ناکام بنادیتا۔

پھر یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اس نے اپنے کسی نادیدہ ماتحت کو اس حویلی کے تہ خانے میں چھوڑ دیا ہو۔ اس کے خیال کے مطابق حویلی کا تالا توڑنے والا بھی نادیدہ ہے تو وہ تہ خانے کی تنہائی میں پہنچ کر ضرور نمودار ہوگا۔ پھر اس گرودیو کا نادیدہ ماتحت اس تالا توڑنے والے کے اندر سما کر اس کے پتے ٹھکانے پر پہنچ جائے گا۔

وہ گرودیو ایسے ہی کتنی طرح کے ہتھکنڈے آزما سکتا تھا۔ اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہوگا لیکن میرے گھاٹ تک پہنچنے کے لیے اسے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ میں بھی پچھلی رات کا جاگا ہوا تھا۔ ایک ہوٹل میں کمرا لے کر وہاں سوگیا۔

○☆○

بلی ڈونا اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے بچنے کے لیے بھاگتی پھر رہی تھی لیکن جب شامت آجائے تو بچنا محال ہوتا ہے۔ احمد آباد پہنچ کر اس کی ٹیلی پیتھی کا علم پھر ایک بار عارضی طور پر ختم ہوگیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی اس علاقے سے وہ دوا اسپرے کرتا ہوا گزرا ہوگا۔ اس دوا کا عذاب اس پر نازل ہوا تھا۔ اس نے کئی بار خیال خوانی کی کوششیں کی تھیں۔ آخر اسے یقین کرنا پڑا کہ اب بارہ گھنٹوں تک وہ ایک عام عورت کی طرح رہے گی اور ان بارہ گھنٹوں میں اس کے خلاف کچھ بھی ہوسکتا تھا۔

وہ جے رانگا (ڈی) کو سومنات میں چھوڑ آئی تھی۔ اب خیال خوانی نہ کرسکتی تھی اور نہ اسے بتاسکتی تھی کہ وہ احمد آباد کے کس ہوٹل کے کمرے میں ہے؟

اس کا دل خوف سے دھڑکنے لگا۔ سب سے پہلے پارس کا ہی خوف تھا کہ وہ اس کے اندر کسی وقت بھی آنے والا ہے کیونکہ ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا اسی کے پاس تھی۔ وہی دوا چھڑکنے کے بعد آسکتا تھا اور وہ اسے روک نہیں سکتی تھی۔

یہ بھی خیال تھا کہ پارس کو شاید اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو لیکن پورس بھی اسے ڈھونڈتا ہوا یا اتفاقاً اس کے پاس کسی ضرورت سے آسکتا تھا۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی کہ اتنی بڑی دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں وہ چھپ کر رہ سکتی۔ کوئی بھی ایرا غیرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر آسکتا تھا۔

اس نے پہلے کی طرح دل میں عہد کیا۔ چاہے کچھ ہوجائے' وہ بارہ گھنٹے تک نہیں سوئے گی۔ سونے کا مطلب یہ تھا کہ کوئی اس کے اندر آکر اسے سلانے کے بعد اس تنویمی عمل کرنا چاہتا ہے اور اسے اپنی کنیز بناکر رکھنا چاہتا ہے۔

اس کے ساتھ جو جے رانگا رہا کرتا تھا' وہ ڈی تھا۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق غلط دوا زیادہ مقدار میں کھاچکا تھا جس کے سبب اس کا دماغ کمزور ہوگیا تھا اور وہ خیال خوانی کی پرواز نہیں کرسکتا تھا۔ بلی ڈونا پہلے خوش تھی کہ اس کا تابعدار بن کر رہنے والا جے رانگا ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگیا ہے اور وہ اس کے دماغ پر حکومت کرتی رہے گی۔

اب مصیبت کے وقت سوچ رہی تھی' کاش وہ ٹیلی پیتھی سے محروم نہ ہوتا اور اس کے دماغ میں رہ کر اسے پارس اور پورس سے بچائے رکھتا۔ اس نے جے رانگا کو ناکارہ بنا کر جو غلطی کی تھی اب اس پر پچھتا رہی تھی۔

اصلی جے رانگا اس سے ہزاروں میل دور تھا لیکن اس کے دماغ میں بیٹھا اس کے موجودہ حالات کو سمجھ رہا تھا۔ اس کے خوف زدہ رہنے سے لطف اٹھا رہا تھا۔ وہ اس کے اندر یہ خواہش پیدا کررہا تھا کہ مہنگے زیورات پہن کر باہر گھومنے جائے۔ اپنے حسن وشباب کے علاوہ نایاب جواہرات اور اپنی خوش لباسی کا مظاہرہ کرے اور وہ اپنے اندر انکار کررہی تھی۔ اس ہوٹل سے تو کیا' اس کمرے سے بھی باہر نہیں جانا چاہتی تھی۔ اسے اپنی نمائش کا بڑا شوق تھا اور اب وہ ایسے شوق سے توبہ کررہی تھی۔

وہ کئی گھنٹوں تک خوف زدہ رہی۔ بار بار گھڑی دیکھتی رہی۔ وقت گزر رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ بارہواں گھنٹا گزرنے میں نہیں آرہا تھا۔ پھر جے رانگا نے پارس کی آواز اور لہجے میں کہا "ہائے!"

وہ ایک دم سے چونک کر کھڑی ہوگئی۔ گھبرا کر بولی "کون ہے؟"

"اور کون ہوسکتا ہے؟ تمہارا پسلایا رہوں' جس سے تم نے بے وفائی کی تھی۔"

"تت۔۔۔ تم پارس ہو؟"

"ہاں۔ تم نے تمام راستے بند کردیے تھے۔ میں نے ایک اندازے کے مطابق یہاں کے تمام علاقوں میں دوا اسپرے کرائی تو تمہارے دماغ کا دروازہ خود بخود میرے لیے کھل گیا۔"

"مم۔۔۔ میں نے پورس کے پاس جانے کے لیے تم سے بے وفائی نہیں کی تھی۔ بات دراصل یہ ہے کہ۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا "پچھلی باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ ہوسکتا ہے' پورس بھی تمہارے اندر آجائے۔ اس کے آنے سے پہلے بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں تمہارے دماغ کو لاک کردوں گا۔"

"نہیں۔ میں نہیں سونا چاہتی۔ تم مجھے اپنی تابعدار بنالوگے۔ پلیز میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ میں تابعدار نہیں' دوست بن کر تمہارے کام آتی رہوں گی۔"

"ناگن کبھی کسی کی دوست نہیں بنتی۔ میں بڑی دیر سے تمہارے اندر رہ کر تمہارے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا کہ

جے رانگا نامی ایک شریف ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تمہیں پناہ دی تھی۔ تم نے اس بے چارے کو بھی ڈس لیا۔ اسے ایسی معذوری دکھلائی کہ وہ دماغی طور پر کمزور ہوگیا۔ ٹیلی پیتھی سے بھی محروم ہوگیا۔ تم نے اپنے اس محسن کو اپنا غلام بنالیا ہے۔ اگر میں تمہیں ڈھیل دوں گا تو تم پھر میرے ہاتھ سے نکل جاؤ گی۔"

"میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ آئندہ صرف تمہاری بن کر رہوں گی؟"

"بڑی آسانی سے یقین دلاسکتی ہو۔ بستر پر جاکر لیٹ جاؤ۔"

"نہیں۔ میں کمرے سے نکل کر بھاگ جاؤں گی۔"

"چلو اٹھو۔ بھاگو' مگر کہاں جاؤ گی؟ اگر بھاگتے بھاگتے بارہ گھنٹے پورے کرلوگی اور تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت واپس آجائے گی تو جانتی ہو' کیا ہوگا؟"

بلی نے پوچھا "کیا ہوگا؟"

"میں پھر دوا اسپرے کراؤں گا۔ تم پھر بارہ گھنٹے کے لیے ٹیلی پیتھی سے محروم ہوجاؤ گی۔ میں تمہارے دماغ سے جے رانگا کی کوٹھی کا پتا معلوم کرچکا ہوں۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کوٹھی کے تہ خانے میں ہیرے موتیوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ وہاں دوا اسپرے کی جائے گی تو تم ایک بھی ہیرا یا موتی حاصل نہیں کرسکو گی۔"

یہ بات وہ تسلیم کرنے لگی کہ بارہ گھنٹے کے بعد وہ پھر دوا اسپرے کرسکتا ہے۔ وہ گڑگڑا کر بولی "پارس! مجھے معاف کردو۔ مجھ سے کوئی سمجھوتا کرلو۔"

وہ ایسا کہتے ہوئے بستر پر لیٹ گئی۔ پھر گھبرا کر بولی "میں کیسے لیٹ گئی؟ نہیں میرے دماغ پر قبضہ نہ جماؤ۔ مجھے مجبور نہ کرو' میں۔۔۔"

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ کچھ کہنے سننے کے لیے اپنے اختیار میں نہیں رہی۔ جے رانگا نے اس پر پوری طرح قبضہ جماکر اسے سلادیا۔ ٹیلی پیتھی دماغ کا کھیل ہے اور ہر انسان دماغ کے تابع رہتا ہے۔ اسے پتا نہ چلا کہ وہ کب سوگئی اور اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا؟

جب بیدار ہوئی تو تھوڑی دیر تک چاروں شانے چت لیٹی رہی اور سوچتی رہی پھر اسے یاد آیا کہ وہ احمد آباد کے ایک ہوٹل کے کمرے میں ہے۔ وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔ گھڑی دیکھی تو بدھ جمعیٰ کے بارہ گھنٹے گزر چکے تھے۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر خوش ہوگئی۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت لوٹ آئی تھی۔ اس نے جے رانگا کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "تم کہاں ہو؟"

وہ بولا "میڈم! میں نے آپ کو تلاش کیا۔ آپ نہیں ملیں تو میں ممبئی واپس آگیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی آرہی ہوں۔"

ایسا کہتے ہوئے اسے یاد آیا کہ پارس اس کے دماغ میں آیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ وہ جے رانگا کی کوٹھی میں جائے گی اور تہ خانے سے ایک بھی ہیرا یا موتی لے گی تو اس پر پھر وہ دوا اسپرے کی جائے گی۔ وہ انکار میں سرہلا کر سوچنے لگی۔ "میں اب کبھی ادھر کا رخ نہیں کروں گی بلکہ ممبئی شہر نہیں جاؤں گی۔ کیا میں پارس کو مخاطب کروں اور اس سے پوچھوں کہ مجھے کہاں جانا اور رہنا چاہیے؟"

جے رانگا نے تنویمی عمل کے دوران میں اس کے دماغ میں یہ بات اچھی طرح نقش کی تھی کہ وہ خود کبھی پارس سے رابطہ نہیں کرے گی۔ اس عمل کے مطابق وہ ارادہ کرنے کے باوجود پارس کو مخاطب نہ کرسکی۔ جے رانگا نے ایسا اس لیے کیا تھا کہ وہ پارس کو مخاطب کرتی تو بھید کھل جاتا۔ پارس کہہ دیتا کہ وہ احمد آباد میں کبھی اس کے اندر نہیں آیا تھا۔

آدھی رات گزر چکی تھی۔ وہ تازہ دم ہوکر کچھ اچھی باتیں سوچنے کے لیے غسل کرنا چاہتی تھی۔ باتھ روم میں جانے سے پہلے اس نے اٹیچی کھولی تو اس میں لباس کا ایک جوڑا تھا۔ نایاب ہیرے موتی سے جڑے ہوئے زیورات غائب ہوچکے تھے۔ جے رانگا خود جواہرات کا ایسا شوق رکھتا تھا کہ ایک بھی ہیرا یا موتی بلی ڈونا کو دینا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اپنے ایک آلۂ کار کو اس کے کمرے میں بھیج کر وہ تمام زیورات منگوا لیے تھے۔

وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ قیمتی زیورات سے محروم ہوکر رونے کو جی چاہتا تھا۔ اسی وقت اس نے اپنے دماغ میں ایک اجنبی کی آواز سنی پھر پوچھا "تم کون ہو؟"

جے رانگا نے کہا "میں پارس ہوں مگر تمہارے دماغ میں اس اجنبی لب ولہجے کو نقش کیا ہے تاکہ پورس میرے لب ولہجے میں تمہیں دھوکا نہ دے سکے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں نہیں آسکے گا۔ خوش ہوجاؤ کہ میں نے تمہارے دماغ کو لاک کردیا ہے۔"

"لیکن اپنی کنیز بنالیا ہے۔ جب چاہو گے' مجھے انگلی پر نچایا کرو گے۔"

"مرد یہ نہ کرے تو عورت اپنی انگلی پر نچانے لگتی ہے۔ جیسا کہ تم جے رانگا کے ساتھ کرتی رہی ہو۔"

"مجھے طعنے نہ دو۔ میں بے یارومددگار ہوچکی ہوں۔ اب

یہاں سے کہاں جاؤں؟"

"دنیا بہت بڑی ہے اور تم آزاد ہو۔ کہیں بھی جاسکتی ہو۔ اُلّو بنانے کے لیے بہت سے مرد تمہیں ملتے رہیں گے۔ اب میں جارہا ہوں۔ پھر کسی ضرورت کے وقت تمہارے پاس آؤں گا۔"

"پلیز' ایک منٹ کے لیے رک جاؤ۔ مجھے یہ بتادو' کیا برے وقت میں دشمنوں سے مجھے بچاؤ گے؟"

"میں تمہارا باڈی گارڈ نہیں ہوں کہ دن رات تمہاری حفاظت کے لیے موجود رہوں گا۔ ہاں اگر کسی وقت آؤں گا اور تمہیں مصیبت میں دیکھوں گا تو ضرور تمہاری مدد کروں گا۔"

"کیا مصیبت کے وقت میں تمہارے پاس آکر تمہیں بلاسکتی ہوں؟"

"ہرگز نہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ کبھی تم میرے دماغ پر دستک دینے آؤ۔ بس اب زیادہ باتیں نہ کرو' میں جارہا ہوں۔"

جے رانگا اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اسے اطمینان تھا کہ وہ کبھی پارس کو مخاطب کرسکے گی اور نہ ہی پارس کو کبھی معلوم ہوسکے گا کہ کسی نے اس کے نام پر بلی ڈونا کو مجبور اور بے بس بنایا ہوا ہے۔

اس نے اپنے خاص ماتحت کو مخاطب کرکے پوچھا "کیسے ہو؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "حضور! آپ کی مہربانی ہے۔ بڑی اچھی زندگی گزار رہا ہوں۔ بلی ڈونا تفریح کے لیے احمد آباد گئی تھی پھر لاپتا ہوگئی۔ آپ کا ڈی اسے تلاش کرنے کے بعد واپس آگیا ہے۔ پتا نہیں' وہ ہم سے رابطہ کیوں نہیں کررہی ہے۔"

جے رانگا نے اسے بتایا کہ بلی ڈونا پر کیا گزر چکی ہے۔ آئندہ وہ اس کوٹھی میں نہیں آئے گی۔ اسے صرف ایک معمولی آلۂ کار کی طرح استعمال کیا جائے گا۔ جے رانگا ایک کامیاب اور پُرسکون زندگی اس لیے گزار رہا تھا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے رابطہ نہیں رکھتا تھا۔ ان کے متعلق دور ہی دور سے معلومات حاصل کرتا تھا اور گمنام رہتا تھا۔ اتنی محتاط زندگی گزارنے کے باوجود اس کی زندگی میں بلی ڈونا آگئی تھی۔ اگرچہ اس نے ایک ہی رات میں اس سے پیچھا چھڑالیا اور اپنی ایک ڈمی کے ذریعے بے وقوف بناتا رہا اور خود ہمیشہ کی طرح محفوظ رہا تھا۔

لیکن محفوظ رہنے کے باوجود یہ نقصان پہنچنے والا تھا کہ آج نہیں تو کل بلی کے ذریعے اس کا نام منظرِعام پر آسکتا تھا۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک نئے خیال خوانی کرنے والے جے رانگا کا نام معلوم ہوسکتا تھا۔

پھر اتنی احتیاط کے باوجود اس سے یہ غلطی ہوئی کہ وہ خود کو پارس بناکر بلی کے دماغ میں آیا۔ اس پر ایک اجنبی لہجے میں تنویمی عمل کیا اور اسے یہ تاثر دیا کہ وہ پارس ہے لیکن ایک اجنبی لب ولہجہ اختیار کرکے اس کے دماغ میں آتا رہے گا اور ضرورت کے وقت اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتا رہے گا۔

یہ بہت بڑی غلطی تھی۔ کبھی نہ کبھی پارس کو یا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ معلوم ہو ہی جاتا کہ بلی ڈونا کو پارس نے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا رکھا ہے اور اگر پارس کو اس فراڈ کا علم ہوتا تو وہ یہ معلوم کرکے ہی رہتا کہ جے رانگا ایسا کررہا ہے۔

بلی نے جے رانگا کی کوٹھی میں رہ کر۔۔۔ عورتوں کا لباس پہننے کے علاوہ ہندی زبان بھی کافی حد تک سیکھ لی تھی تاکہ وہاں کے لوگوں کی زبان سمجھ کر ان کے دماغوں میں آسانی سے پہنچ سکے۔ وہاں رہ کر ناریدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول حاصل کرنے کی توقع تھی۔

اس نے معمولی سا لباس خریدا اور ایک عورت بن کر بسوں کے اڈے پر آئی۔ وہ ممبئی سے سو' دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر رہ کر اپنے آلۂ کار بنا کر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ پورس اگر دوائیں بنا چکا ہے تو انہیں کہاں چھپا کر رکھتا ہے؟ چونکہ پورس سے کچھ چھیننے والی بات تھی اس لیے اسے توقع تھی کہ اس سلسلے میں پارس اس کی مدد کرے گا۔

وہ یہ سوچ کر ایک بس میں بیٹھ گئی کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے امیر کبیر ہوتے ہیں۔ کبھی بس میں سفر نہیں کرتے۔ سفر کے دوران میں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ٹکرانے کا اندیشہ نہیں تھا۔ وہ آرام اور اطمینان سے سفر کرتی رہی اور منصوبے بناتی رہی کہ کسی چھوٹے شہر میں رہ کر ٹیلی فون کے ذریعے ممبئی کی اہم شخصیات اور خصوصاً ڈاکٹروں سے رابطہ کرے گی اور ان کے دماغوں میں پہنچ کر پورس یا اس کے ماتحتوں کو تلاش کرے گی۔

ممبئی سے تقریباً سو کلومیٹر آگے جاکر بس میں خرابی پیدا ہوگئی۔ ڈرائیور بس کو روک کر اس کی خرابی دور کرنے لگا پھر اس نے کہا کہ گاڑی درست ہونے میں کئی گھنٹے لگ سکتے ہیں۔

وہاں سے ہر چھ گھنٹے بعد ایک بس گزرتی تھی۔ اگر وہ

دوسری بس میں جانا چاہتی تو اسے چھ گھنٹے تک وہاں انتظار کرنا پڑتا۔ سب ہی مسافر مجبور تھے۔ سڑک کے دوسری طرف چند جھونپڑیاں نظر آرہی تھیں اور ایک بکی اینٹوں والی وسیع و عریض کوٹھی کی تعمیر کا کام ہو رہا تھا۔ ان جھونپڑیوں سے کئی لوگ اس بس کے پاس آئے اور مسافروں سے کہا کہ جب تک بس ٹھیک نہ ہوجائے وہ دھرم شالا میں چل کر آرام کریں۔ وہاں کے جاگیردار کی طرف سے مفت کھانے پینے کا بھی انتظام ہوجائے گا۔

تمام مسافر اپنا اپنا سامان اٹھا کر ادھر جانے لگے۔ بلی بھی ان کے ساتھ تھی۔ تعمیر ہونے والی کوٹھی کے سامنے ایک خوب صورت سا چھوٹا سا مندر تھا۔ ایک شخص بتانے لگا کہ پہلے وہاں کچھ نہیں تھا۔ صرف دو جھونپڑیاں تھیں۔ ایک جھونپڑی میں جاگیردار دیوان سنگھ کا نوکر رامو اور دوسری جھونپڑی میں جاگیردار جگادر کا نوکر راجن رہا کرتا تھا۔

ان دونوں جاگیرداروں نے نہ جانے کیوں اپنے ان دونوں ملازموں پر مہربان ہوکر اپنی اپنی آدھی جاگیران کے نام لکھ دی۔ اب رامو راجن بھی جاگیردار بن گئے ہیں۔ یہ انہی کی کوٹھی تیار ہو رہی ہے۔

بلی ڈونا چند مسافر عورتوں کے ساتھ اس چھوٹے سے مندر کے پاس آئی۔ مندر کا دروازہ بند تھا۔ باہر ایک گن مین کھڑا ہوا تھا۔ اس نے عورتوں سے کہا "اس مندر میں صرف صبح کے وقت جانے کی اجازت ہے۔ باقی دن رات ہماری نندہ رانی پوجا کرتی رہتی ہیں۔"

ایک عورت نے کہا "مندر میں جانے اور بھگوان کے درشن کرنے سے روکنا نہیں چاہیے۔ جب ہم مندر کی چوکھٹ پر آچکے ہیں تو پوجا کرکے جائیں گے۔"

گن مین نے کہا "میں ایک بار کہتا ہوں پھر گولی چلادیتا ہوں۔ یہ دروازہ نہیں کھلے گا۔ آپ باہر سے کھڑکیوں کی جالیوں سے شیو جی کے درشن کرسکتی ہیں۔"

وہ عورتیں گن مین سے سہم کر مندر کے دائیں بائیں کھڑکیوں کے پاس آئیں۔ بلی ڈونا ہندو نہیں تھی اور نہ ہی شیو جی کے درشن کرنا چاہتی تھی لیکن یہ سن کر حیران ہوئی کہ کوئی نندہ رانی ہے جو دن رات پوجا کرتی رہتی ہے اور تھکتی نہیں ہے۔

ان سب نے لوہے کی جالیوں کے پاس آکر دیکھا۔ اندر شیو جی یعنی شنکر بھگوان کی ایک بڑی سی مورتی رقص کے انداز میں تھی۔ مورتی کے سامنے کچھ فاصلے پر ایک نہایت حسین دوشیزہ یوگا کا ایک آسن جمائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا حسن اور اس کی جوانی ایسی پرکشش تھی کہ نظریں اسے دیکھتی رہ جاتی تھیں۔ وہ دیکھنے والی عورتیں یہ نہیں جانتی تھیں کہ یوگا کے آسن میں اس حسینہ کا صرف خالی جسم ہے۔ اس کے اندر سے آتما نکل کر کہیں گئی ہے۔ شاید دیوی دیوتاؤں سے' اپنے بھگوان سے وہ آتما شکتی کی توانائی مانگ رہی تھی۔

بلی ڈونا اسے غور سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ وہ جانی پہچانی ہے۔ اسے کہیں دیکھا ہے مگر کہاں دیکھا ہے؟

وہ یاد کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد وہ چونک گئی۔ اسے یاد آیا۔ اس نے پارس کے پاس اور پورس کے پاس اس کی کئی تصویریں دیکھی تھیں۔ وہ شی تارا کی تصویریں تھیں۔ سامنے جو حسینہ تپسیا میں مصروف نظر آرہی تھی' وہ شی تارا جیسی لگ رہی تھی۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب جانتے تھے کہ شی تارا مرچکی ہے اور کئی امریکی اکابرین اور معتبر افراد کے سامنے اس کے جسم کو چتا میں جلا کر راکھ کردیا گیا ہے۔ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتی تھی۔ اس کے باوجود جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس حسینہ نندہ رانی کو دیکھتا تو بے اختیار اسے شی تارا کہہ دیتا۔

بلی ڈونا کے اندر تجسس پیدا ہونے لگا۔ اس نے سنا تھا کہ شی تارا ابھی انسانی آبادی سے دور کسی پہاڑ کے غار وغیرہ میں شیو شنکر کی پوجا کرتی تھی اور آتما شکتی حاصل کرنے کی کوششیں کرتی رہتی تھی۔ وہ پوری طرح آتما شکتی حاصل نہ کرسکی تھی۔ اس کے باوجود دیوی کہلاتی تھی۔ آخر وہ دیوی شی تارا دنیاداری میں الجھ کر چتا کی آگ میں راکھ ہوگئی تھی۔

بلی ڈونا دیکھ رہی تھی کہ وہ راکھ ہوجانے والی دیوی پھر شیو شنکر کی مورتی کے آگے پوجا یا تپسیا کررہی تھی اور ایسی غافل دکھائی دے رہی تھی جیسے یوگا کے آسن میں بیٹھے بیٹھے مرگئی ہو۔

بلی کے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ وہ سوچ رہی تھی۔ یہ شی تارا ہے یا نہیں' پھر کبھی تصدیق ہوسکتی تھی۔ فی الحال یہاں سے جانا چاہیے۔ یہ اگر شی تارا نہیں بھی ہے تو اس سے دور رہ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتی تھی۔

وہ مندر سے ذرا دور آشرم میں آگئی۔ وہاں کے انچارج سے پوچھا "یہ نندہ رانی کون ہے؟"

وہ بولا "یہ کسی دیوی کی اوتار ہے۔ پہلے ہم سمجھتے تھے ایک معمولی نوکر رامو کی بھولی بھالی سی بیٹی ہے لیکن اس کے اندر کوئی دیوی چھپی ہوئی تھی۔ یہاں کے دو جاگیردار بہت ہی

ظالم تھے لیکن اس کے سامنے آتے ہی اس کے قدموں میں جھک گئے۔ ایک جاگیردار نے اپنی آدھی جاگیر اس کے باپ رامو کے نام لکھ دی اور دوسرے جاگیردار نے اس کے چچا راجن کے نام اپنی آدھی زمینیں کردیں۔ بڑا چمتکار ہوگیا۔"

اس بات کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ رامو اور راجن نے دس کی جگہ پچاس مزدور اور راج مستری لگا کر اس مندر اور دھرم شالا کو تیار کیا تھا اور اب بہت شاندار کوٹھی بھی تعمیر کے آخری مرحلے میں تھی۔ آس پاس کے گاؤں والے وہاں آکر آباد ہو رہے تھے کیونکہ انہیں وہاں روزگار مل رہا تھا۔ رامو اور راجن دونوں بھائی بھوک اور غریبی کے دن گزار چکے تھے اس لیے بڑے دیالو (مہربان) تھے۔ غریبوں اور محتاجوں کے کام آتے تھے۔ وہاں سے گزرنے والے مسافروں اور بے سہارا لوگوں کے لیے دھرم شالا بنایا تھا جہاں مفت رہائش اور کھانے پینے کا انتظام تھا۔

بلی نے رامو اور راجن سے بھی ملاقات کی۔ ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے چور خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ دونوں جاگیردار کس طرح نندہ رانی کے دیوانے ہوگئے تھے؟ اسے حاصل کرنے کے لیے ان کے درمیان خون خرابا ہوا تھا۔ وہ دونوں نندہ رانی کو دوڑاتے ہوئے کہیں لے گئے تھے۔ واپسی میں اسے بیٹی بنا کر لے آئے تھے اور اپنی اپنی آدھی زمینیں ان بھائیوں کے نام لکھ دی تھیں۔

وہ جاگیردار ہوس کے پجاری تھے اور انہوں نے نندہ رانی جیسے حسن کے شاہکار کو بیٹی بنالیا تھا۔ ایسی کایا پلٹ ٹیلی پیتھی کے ذریعے یا جادو سے ہوسکتی تھی۔ جس دوران میں یہ تمام واقعات پیش آرہے تھے' اتنے دنوں کا حساب بلی نے کیا تو اس نتیجے پر پہنچی کہ جس شام دیوی شی تارا کو چتا میں جلایا گیا تھا' اس رات بھولی بھالی سی نندہ رانی نے ہوس پرست جاگیرداروں کو اپنے سامنے جھکا لیا تھا اور انہیں اپنا تابعدار بنالیا تھا۔ گویا نیلماں آتما شکتی کے ذریعے یہ سب کچھ کرتی آرہی تھی۔

بلی ڈونا کمزور اور ڈرپوک نہیں تھی۔ ٹیلی پیتھی جانتی تھی اور بہترین فائٹر تھی۔ اگر ہاتھاپائی کی بات ہوتی تو وہ نیلماں کی ہڈیاں پسلیاں توڑ دیتی لیکن وہ اس کی آتما شکتی کے سامنے بے بس ہوسکتی تھی اس لیے اس وقت تک اس سے دور رہنا چاہتی تھی جب تک اس کا عامل پارس (جے رانگا) اس کے دماغ میں نہ آتا۔ وہ اسے نیلماں کے بارے میں یہ نئی اطلاع دے کر اس کے خلاف کوئی منصوبہ بنا سکتی تھی۔

سڑک کے کنارے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد ایک موٹر سائیکل والا نظر آیا۔ وہ ادھر سے گزر رہا تھا۔ ایک حسین اور نوجوان عورت نے لفٹ مانگی تو اس نے خوش ہوکر اسے اپنے پیچھے بٹھالیا۔ آگے بڑھتے ہوئے پوچھا "تم تنہا کہاں جارہی ہو؟"

وہ بولی "حیدر آباد جاکر کہیں ملازمت تلاش کروں گی۔ احمد آباد میں میرے بوڑھے ماں باپ ہیں۔ میں ان کی خاطر روزگار کی تلاش میں جارہی ہوں۔"

"حیدر آباد بہت بڑا شہر ہے۔ کیا وہاں کسی عزیز کے ہاں رہوگی؟"

"وہاں میرا نہ کوئی عزیز ہے اور نہ کوئی ٹھکانا ہے۔"

"تم چاہو تو میرے گھر میں رہ سکتی ہو لیکن میں تنہا رہتا ہوں۔"

وہ کوئی جواب دینا چاہتی تھی کہ اسی وقت سامنے سے ایک بڑا ٹرک آرہا تھا۔ اس شخص نے ٹرک سے بچنے کے لیے ہینڈل موڑا پھر اسے سیدھا نہ کرسکا۔ موٹر سائیکل سڑک کے کنارے ڈھلان سے تیزی کے ساتھ اترتی ہوئی الٹ گئی۔ بلی کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ ڈھلان میں لڑھکتی ہوئی ایک درخت کے تنے سے ٹکرا کر رک گئی۔

سر پر چوٹ آئی تھی۔ آنکھوں کے سامنے قمقمے سے جلنے بجھنے لگے۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اسی وقت اس نے اپنے اندر سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر کہا "تھینک یو پارس! تم صحیح وقت پر آئے ہو۔ دیکھو میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے سنبھالو۔ میرے دماغ میں ذرا توانائی پیدا کرو۔ میں تمہیں ایک چونکا دینے والی خبر سنانے والی ہوں۔"

اسے اپنی بات کا جواب نہیں ملا مگر توانائی ملنے لگی۔ سوچ کی لہریں بدستور اس کے اندر تھیں۔ ایسے میں اس شخص نے قریب آکر اس کا ہاتھ تھام کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ "سوسوری' میں اناڑی نہیں ہوں۔ اس ٹرک ڈرائیور کی بدمعاشی تھی۔ کیا بہت چوٹیں آئی ہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ پلیز' مجھے یہاں سے لے چلو۔"

وہ موٹر سائیکل کو دھکیلتا ہوا اوپر سڑک پر آیا۔ وہ پریشان ہوکر سوچ رہی تھی کہ پارس اس کے اندر موجود ہے تو اس کی باتوں کا جواب کیوں نہیں دے رہا ہے؟ اس کے سر پر چوٹ لگنے کے بعد ہی سے کوئی دماغ میں آگیا تھا لیکن اس نے بڑی پراسرار خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔

وہ دوبارہ موٹر سائیکل کے پیچھے بیٹھ کر جانے لگی۔ اسی وقت محسوس کیا کہ اب کوئی نہیں ہے۔ جو اندر تھا' وہ جاچکا

ہے۔ وہ بولی "حیدر آباد تو بہت دور ہوگا۔ کیا موٹر سائیکل پر اتنا لمبا سفر کرو گے؟"

"میں شارٹ کٹ راستہ جانتا ہوں۔ ہم رات کے دو بجے تک پہنچ جائیں گے۔"

وہ مختلف راستوں پر تیز رفتاری سے موٹر سائیکل دوڑانے لگا۔ آدھے گھنٹے کے بعد وہ دونوں چونک گئے۔ وہ موٹر سائیکل دوسرے راستے سے گھومتی ہوئی پھر نیلماں کے مندر کے پاس آگئی تھی۔ بلی نے غصے سے کہا "تم مجھے یہاں واپس کیوں لائے ہو؟"

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ میں کئی بار شارٹ کٹ راستے سے حیدر آباد جاچکا ہوں۔ راستہ اچھی طرح جانتا ہوں مگر ابھی کسی راستے سے مڑ کر ادھر واپس آگیا ہوں۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"مجھے فوراً یہاں سے لے چلو۔ میں یہاں نہیں رکنا چاہتی۔"

اس نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کرنے کی کئی بار کوششیں کیں۔ وہ اسٹارٹ نہیں ہوئی۔ اس نے خرابی معلوم کرنا چاہی' گاڑی میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ وہ جس بس میں آئی تھی' اس کی خرابی دور ہوچکی تھی اور وہ مسافروں کو لے کر جاچکی تھی۔ اب اس کے آگے جانے یا پیچھے احمد آباد جانے کے لیے کوئی گاڑی نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو شاید وہ گاڑی بھی اسٹارٹ نہ ہوپاتی۔

اسی وقت جاگیردار دیوان سنگھ اپنی جیپ میں آیا۔ بلی ڈونا جیسی حسینہ کو دیکھ کر پوچھا "کیا میں تمہارے لیے کچھ کرسکتا ہوں؟"

"میں حیدر آباد جانا چاہتی ہوں۔ یہ موٹر سائیکل اسٹارٹ نہیں ہورہی ہے۔"

دیوان سنگھ نے کہا "رات کو سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔ میری حویلی میں چلو۔ کل صبح تمہیں حیدر آباد پہنچادوں گا' یہ تمہارا کون ہے؟"

"میرا کوئی نہیں ہے۔ مجھے حیدر آباد جانے کے لیے لفٹ دے رہا تھا مگر راستہ بھٹک کر ہم واپس یہاں آگئے ہیں۔"

"تم حسین ہو اور جوان ہو۔ غیروں کے ساتھ یونہی بھٹکتی رہوگی۔ میرے ساتھ چلو۔"

وہ دیوان سنگھ کی جیپ میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تو اس شخص نے غصے سے کہا۔ "ایک حسینہ ہاتھ سے نکل گئی۔"

اس نے غصے سے موٹر سائیکل کو ایک لات ماری تو وہ خود بخود اسٹارٹ ہوگئی۔ وہ حیرانی سے سر کھجا کر اپنی گاڑی کو دیکھنے لگا۔ شکار ہاتھ سے نکل جانے کے بعد وہ کم بخت اسٹارٹ ہوئی تھی۔

بلی کو اطمینان تھا کہ وہ اس مندر سے دور جارہی ہے۔ اس نے دیوان سنگھ سے پوچھا "حویلی کتنی دور ہے؟"

"یہاں سے پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ تم کچھ پریشان ہو؟"

"میں اس مندر سے بہت دور چلی جانا چاہتی ہوں۔"

"میں بھی اس مندر کی طرف نہیں جاتا ہوں مگر پتا نہیں کیسے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں چلا گیا۔ بہرحال اتنا تو ہوگیا کہ تمہاری جیسی حسینہ سے ملاقات ہوگئی۔"

"میں نے سنا ہے کہ تم نے اس مندر میں پوجا کرنے والی نندہ رانی کو بیٹی بنایا ہے؟"

وہ ناگواری سے بولا "ہاں۔ میں اس سے کوئی رشتہ جوڑنا نہیں چاہتا تھا لیکن جانے کیسے اس سے رشتہ جوڑ لیا۔ تم اس کی بات نہ کرو۔ مجھے اس سے خوف آتا ہے۔"

"میں بھی خوف زدہ ہوں اس لیے اس مندر سے دور چلی آئی ہوں۔"

"پہلے وہ بہت معصوم تھی۔ میں سمجھتا ہوں' اس کے اندر کوئی بہت بری آتما سما گئی ہے۔ اس کے بارے میں سوچنے سے ہی ڈر لگتا ہے۔"

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم ابھی یہاں سے دور حیدر آباد چلے جائیں۔"

"میں تمہیں وہاں تک پہنچا سکتا ہوں لیکن مجھے تو واپس آنا ہی ہوگا۔ میں اپنی جاگیر چھوڑ کر بھلا کہاں جاسکتا ہوں۔"

"تم مجھے ابھی وہاں لے چلو۔ میں تمہیں خوش کردوں گی۔ ورنہ تم مجھے دیکھ دیکھ کر للچاتے رہوگے۔ جس طرح نندہ رانی تمہارے ہاتھ نہیں آئی تھی' اسی طرح میرے لیے بھی ترستے رہوگے۔"

"میں تمہیں دیکھ کر ترسنا نہیں چاہتا۔ تم مجھ سے راضی رہو تو میں ابھی ایک شارٹ کٹ راستے سے حیدر آباد لے چلوں گا۔"

اس نے اپنی جیپ ایک کچے راستے پر موڑتے ہوئے کہا۔ "یہ راستہ کچا ہے مگر ہم جلدی وہاں پہنچ جائیں گے۔"

اندھیری رات تھی۔ وہ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں ڈرائیو کرتا ہوا بولا "حیدر آباد میں میری ایک خوب صورت کوٹھی ہے۔ وہاں ہم ایک خوب صورت رات گزاریں گے۔"

وہ باتیں کرتے رہے اور سفر کرتے رہے۔ اچانک دیوان سنگھ نے جیپ روک دی۔ وہ پھر اسی دھرم شالا کے قریب اسی مندر کے سامنے پہنچ گئے تھے۔ وہ خوف سے چیخ مار کر بولی "تم مجھے پھر یہاں لے آئے ہو۔"

وہ جیپ سے اتر گیا۔ دوڑتا ہوا مندر کے بند دروازے کے سامنے جاکر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "مجھے معاف کردو۔ میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ نندہ رانی کے خلاف کچھ نہیں بولوں گا اور اس حسین عورت کو اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔"

بلی ڈونا سہم کر جیپ سے اتر گئی تھی۔ دیوان سنگھ اپنے کان پکڑتے ہوئے اسے وہیں چھوڑ کر جیپ ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ وہ تنہا وہاں کھڑی رہ گئی۔ مندر کے بند دروازے کے سامنے وہ گن مین ایک پتھر کے مجسمے کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ وہ کسی سے بولتا نہیں تھا' صرف اندر جانے والوں کو روکتا تھا۔

وہ سہمے ہوئے انداز میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کھڑکی کی جالیوں کے پاس آئی۔ اندر کی روشنی جالیوں سے باہر آرہی تھی اور اندر نیلماں پہلے کی طرح ویسے ہی یوگا کے آسن میں دکھائی دے رہی تھی۔

بلی نے کبھی نیلماں کی یا نندہ رانی کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔ نیلماں کا صرف ذکر سنتی آئی تھی۔ اگر اس کے لب و لہجے کو سنا ہوتا تو اس سے رابطہ کرکے التجا کرتی کہ اس کا پیچھا چھوڑ دے۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ نیلماں کی مرضی سے بار بار اس جگہ واپس آرہی ہے اور اس کی مرضی کے خلاف وہ جگہ چھوڑ کر نہیں جاسکے گی۔

اس سے کچھ فاصلے پر دھرم شالا تھا۔ وہاں کچھ عورتیں' بچے اور مرد نظر آرہے تھے۔ اب اسے بھی وہاں رات گزارنا تھی۔ پناہ لینے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اتنی بڑی دنیا میں جہاں بھی جاتی' وہاں سے ایک آدھ گھنٹے میں پھر اسی مندر کے پاس واپس آجاتی۔ وہ اپنے ساتھ ہونے والا یہ تماشا دیکھ چکی تھی اور یقین ہوچکا تھا کہ کوئی راہِ فرار نہیں ہے۔

اسی وقت اس نے اپنے اندر پارس کی آواز سنی۔ جے رانگا' پارس کی آواز اور لہجے میں کہہ رہا تھا "میں دیکھنے آیا ہوں کہ تم کہاں کہاں بھٹک رہی ہو؟"

وہ پریشان ہوکر بولی "کیا تم دیکھ رہے تھے کہ میں اس مندر سے دور جانے کی کوششیں کرچکی ہوں مگر پھر یہاں واپس چلی آتی ہوں۔"

"میں ابھی آیا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تم کیوں بار بار یہاں واپس آرہی ہو؟"

وہ اسے بتانے لگی کہ احمد آباد سے ایک بس میں بیٹھ کر اس مندر کے پاس آنے تک اس کے ساتھ کیا کچھ ہوچکا ہے۔ اس نے تمام دلائل کے ساتھ بتایا کہ اس مندر کے اندر جو نندہ رانی تپسیا میں مصروف ہے' اس کے اندر نیلماں کی آتما سمائی ہوئی ہے۔

جے رانگا تمام تفصیلات سن کر پریشان ہوگیا۔ سوچنے لگا۔ "میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور رہتا آیا ہوں اس لیے آج تک محفوظ ہوں۔ یہ نیلماں ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے اور آتما شکتی بھی۔ شاید جادو بھی جانتی ہے۔ وہ بلی کے ذریعے مجھ تک پہنچ جائے گی۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے اور سوچنے لگا "میں کیا کروں؟ میں بلی کو ضرورت کے وقت استعمال کرنا چاہتا تھا لیکن اب یہ میرے لیے مصیبت بن جائے گی۔ نیلماں کو مجھ تک پہنچانے کا ذریعہ بن رہی ہے۔ دانش مندی یہ ہے کہ اب میں بلی کے پاس کبھی نہ آؤں۔"

وہ اپنے اس فیصلے پر غور کرنے لگا۔ یہ سمجھ میں آیا کہ اس نے بلی ڈونا پر خود کو ظاہر نہ کرکے دانش مندی سے کام لیا ہے۔ نیلماں جب بھی بلی کے خیالات پڑھے گی اسے یہی معلوم ہوگا کہ پارس نے اسے ٹریپ کیا ہے۔ وہ آتما شکتی والی' بلی ڈونا کے اصل عامل کو پہچان نہیں سکے گی۔ اس نے اس پر تنویمی عمل کرتے وقت اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ کبھی پارس کو خود مخاطب نہیں کرے گی۔ اب اس نے بلی کے دماغ سے یہ گرہ کھول دی۔ اسے آزادی دے دی کہ وہ پارس کو مخاطب کرسکتی ہے۔

اس نے ایسا نیلماں کو یقین دلانے کے لیے کیا۔ پارس کو سب ہی جھوٹا اور فریبی سمجھتے تھے۔ پارس جب انکار کرتا کہ اس نے بلی پر تنویمی عمل نہیں کیا تھا تو نیلماں اسے جھوٹا اور فریبی ہی سمجھتی رہتی۔ اس طرح جے رانگا نے اپنے بچاؤ کی تدبیر کرلی۔

بلی ڈونا اپنی تمام روداد جے رانگا کو سنا کر انتظار کررہی تھی کہ پارس اسے نیلماں سے بچانے کی کوئی تدبیر ضرور کرے گا۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ پارس اسے بچانے کی کوئی تدبیر سوچ رہا ہے۔

کئی منٹ گزرنے کے باوجود اسے پارس کی آواز سنائی نہیں دی۔ تب اس نے مجبور ہوکر خیال خوانی کی پرواز کی پھر پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے؟ تم تو مجھ سے چھپتی پھر رہی تھیں۔ آج مجھے مخاطب کرنے کی وجہ کیا ہے؟"

وہ بولی "مذاق نہ کرو۔ مجھے اپنی معمولہ اور کنیز بنا کر کہہ

رہے ہو کہ تم سے چھپتی پھر رہی ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ میں کئی دنوں سے اپنے معاملات میں مصروف ہوں۔ مجھے اتنا وقت ہی نہیں ملتا کہ تمہارے بارے میں سوچ بھی سکوں۔ تم یقیناً دھوکا کھا رہی ہو۔"

"میں اپنے اندر تمہاری آواز اور لہجہ سن رہی پھر تم نے تنویمی عمل کے ذریعے ایک اجنبی لہجہ میرے ذہن میں نقش کر دیا اور اسی نئے لہجے میں مجھے مخاطب کرتے رہے۔"

پارس نے کہا "اس کا مطلب ہے کوئی میرے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہا ہے اور وہ خود کو ظاہر نہیں کر رہا ہے۔"

"اگر تم نے مجھ پر عمل نہیں کیا ہے تو پھر تمہارے دشمن پورس نے تمہارے لب و لہجے میں ایسا کیا ہے۔"

"یہ ممکن ہے۔ وہ کسی خاص مقصد کے لیے ایسا کر سکتا ہے۔ تم اس سے پوچھو۔"

بلی نے پارس سے رابطہ ختم کر کے پورس کو مخاطب کیا پھر اس سے پوچھا "تم مجھے دھوکا دینے کے لیے پارس بن کر کیوں آتے ہو؟"

"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں پارس بن کر تمہارے پاس آؤں۔ کیا یہ بے تکی بات پارس نے تمہیں سمجھائی ہے؟"

وہ اسے بتانے لگی کہ پہلے کسی نے پارس بن کر اس پر تنویمی عمل کیا اور ایک اجنبی لب و لہجہ اس کے دماغ پر نقش کیا۔ اسی اجنبی لہجے میں اس کے اندر آتا رہا۔ اب وہ ایک مصیبت میں ہے اور پارس سے مدد طلب کرنا چاہتی ہے تو اس نے انکار کیا ہے کہ نہ اس نے تنویمی عمل کیا تھا اور نہ ہی اس کی مدد کے لیے اس کے پاس وقت ہے۔ وہ کہتا ہے' پورس اس کے لہجے میں پارس بن کر اسے دھوکا دے رہا ہے۔

پورس نے کہا "وہ بکواس کر رہا ہے۔ میں اس وقت بہت پریشان ہوں ورنہ تم سے پوچھتا کہ تم کس مصیبت میں گرفتار ہو۔ پھر میں تمہاری مدد بھی کرتا۔ سوری' ابھی میں تمہارے ساتھ وقت ضائع نہیں کر سکوں گا۔ تم جاؤ' اب نہ آنا۔"

اس نے سانس روک لی۔ بلی دماغی طور پر پھر مندر کے سامنے حاضر ہو گئی۔ ماضی میں پارس اور پورس اس کے یار رہ چکے تھے۔ اب وہ ایسی بے یار و مددگار ہو گئی تھی کہ وہ دونوں بھی اس کی مدد سے انکار کر رہے تھے۔

مندر کے باہر نیم تاریکی تھی۔ وہ تنہا وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ اپنی مرضی سے کہیں جا نہیں سکتی تھی۔ وہ دو بار وہاں سے دور جا کر آزما چکی تھی۔ پھر کہیں بھاگنے کی کوشش کرتی تو یقین تھا کہ وہیں واپس چلی آتی۔ ایک شخص جھونپڑی سے نکل کر اس کے پاس آیا پھر ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا "بیٹی! یہاں اندھیرے میں اکیلی کیوں کھڑی ہوئی ہو؟ آشرم میں بہت جگہ ہے۔ میری بیٹی نے تمہاری جیسی بے سہارا عورتوں کے لیے یہ آشرم بنوایا ہے۔ وہاں کھاؤ پیو' پھر آرام سے سو جاؤ۔"

"کیا یہ آشرم تمہاری بیٹی نے بنوایا ہے؟ کیا جو مندر کے اندر ہے' وہ تمہاری بیٹی ہے؟"

"ہاں۔ میری بیٹی ہے۔ اس کا نام نندہ رانی ہے۔ یہاں آنے والے سب ہی مسافر میری بیٹی سے خوش ہو کر جاتے ہیں۔ تم بھی یہاں خوش رہو گی۔"

"اگر آپ مجھے خوش کرنا چاہتے ہیں تو ابھی میرے یہاں سے جانے کا انتظام کر دیں۔ میں آپ کو بتا نہیں سکتی اور آپ سمجھ بھی نہیں پائیں گے۔ بس اتنا سمجھ لیں کہ میرا ابھی یہاں سے جانا بہت ضروری ہے۔"

"تم بہت پریشان لگ رہی ہو۔ میں ابھی تمہارے جانے کا بندوبست کر دیتا ہوں مگر میری جھونپڑی میں چل کر کچھ کھا لو۔ ابھی آدھے گھنٹے بعد یہاں سے ایک بس گزرنے والی ہے۔ تم اس میں بیٹھ کر جا سکو گی۔"

وہ وہاں کھانا پینا نہیں چاہتی تھی۔ یہ اندیشہ تھا کہ اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلائی یا پلائی جا سکتی ہے۔ وہ کھانے پینے سے انکار کر کے تیزی سے چلتی ہوئی سڑک پر آ گئی اور بس کا انتظار کرنے لگی۔

دور سے ایک کار کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں۔ اس کار میں میاں بیوی اور بچے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اس کے پاس آ کر رک گئی۔ کار والی عورت نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا "تم اندھیری رات میں اکیلی کھڑی ہوئی ہو' تمہیں کہاں جانا ہے؟"

"میں حیدر آباد جاؤں گی۔ بس کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"اگر مناسب سمجھو تو ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ نہیں چاہتی تھی کہ کار ڈرائیو کرنے والا پھر راستے سے بھٹک کر اسے واپس مندر کے سامنے پہنچا دے۔ وہ بولی۔ "آپ کا شکریہ۔ میں بس میں جاؤں گی۔"

عورت نے کہا "ہم نے تقریباً بیس کلو میٹر دور ایک بس دیکھی ہے جو ادھر آ رہی ہے۔ ٹھیک ہے' تم اس میں سفر کرو۔"

وہ کار وہاں سے چلی گئی۔ بیس کلو میٹر کا فاصلہ کچھ نہیں ہوتا۔ تھوڑی دیر میں بس پہنچنے والی تھی۔ بے شمار مسافروں کے ساتھ سفر کرنے سے اطمینان رہتا کہ ڈرائیور راستے سے نہیں بھٹکے گا اور نہ ہی مسافر اسے راستہ بدل کر دوسری جگہ جانے دیں گے۔

پھر ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں۔ وہ ایک بڑی سی وین تھی۔ اس میں چھ جوان بیٹھے تالیاں بجاتے، ہنستے گاتے آ رہے تھے۔ انہوں نے اس کے سامنے گاڑی روک دی۔ دو جوان گاڑی سے باہر آئے۔ ایک نے کہا "میری جان! ایسا غضب کا حسن و شباب لیے یہاں تنہا کھڑی ہو۔"

دوسرے نے کہا "یار! سمجھا کرو۔ ہمارے لیے کھڑی ہوئی ہے۔"

اس نے بازو پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔ وہ اتنی اچھی فائٹر تھی کہ ان سب پر بھاری پڑ سکتی تھی۔ ان کے دماغوں میں بھی زلزلے پیدا کر سکتی تھی لیکن دماغ نے سمجھایا کہ وہ تمام آوارہ جوان ہوس پرستی میں اسے دور کہیں لے جا سکتے ہیں۔ وہاں جا کر وہ ان سے نمٹ لے گی۔

دو اور جوانوں نے آ کر اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ پھر اسے وین کے اندر لے آئے۔ وین وہاں سے چل پڑی۔ ایک جوان نے اس کی اٹیچی کھول کر دیکھی پھر خوش ہو کر بولا۔ "اس میں نوٹوں کی گڈیاں ہیں۔ لاکھوں روپے ہوں گے۔ زیورات بھی ہیں۔"

ایک نے کہا "یار! آج تو ہماری چاندی ہو گئی۔ نقدی بھی ہے۔ زیورات بھی ہیں۔ حسن اور شباب بھی ہے۔"

دوسرے نے کہا "اور ہمارے پاس شراب بھی ہے۔"

وہ بوتلیں نکالنے لگے۔ وین تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ بلی ڈونا نے کہا "اگر شراب پیو گے تو میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ تم لوگ نشے میں راستے سے بھٹک کر پھر واپس اسی جگہ مجھے پہنچا دو گے۔"

"ہم جب تک پئیں گے نہیں' تمہارے ساتھ مزہ نہیں آئے گا۔"

"اور ہمارے ساتھ نہ چلنے کی دھمکی نہ دو۔ ہم منہ ہاتھ باندھ کر زبردستی لے جا سکتے ہیں۔ تم ہمیں جانتی نہیں ہو مگر جان لو گی۔"

وہ بولی "ہاں جان لوں گی۔ جو بھی پینا چاہے' اس کی جان لے لوں گی۔"

وہ سب قہقہے لگانے لگے۔ بلی مطمئن تھی کہ اس مندر سے بہت دور چلی آئی ہے۔ وین تیز رفتاری سے اسے اور دور لے جا رہی تھی۔ ایک جوان نے شراب کی ایک بوتل کھولی۔ بلی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے ہاتھ سے بوتل چھوٹ کر گر پڑی۔ وہ چیخ مار کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تڑپنے لگا۔ اس کے ساتھی اسے پکڑ کر پوچھنے لگے کہ اسے اچانک کیا ہو گیا ہے؟

وہ تھوڑی دیر تک بول نہ سکا۔ تکلیف سے کراہتا رہا پھر بولا "میرا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا ہے۔ پتا نہیں' یہ اچانک کیا ہو گیا ہے؟"

ایک نے کہا "اپنے یار کو ایک پیگ بنا کر دو۔ ابھی تکلیف بھول جائے گا۔"

دوسرے نے ایک خالی گلاس لیا۔ پھر بوتل سے شراب اس میں انڈیلنے لگا۔ ایسا کرتے وقت اس کا ہاتھ بہکنے لگا۔ شراب گلاس میں جانے کے بجائے نیچے گرنے لگی۔ تیسرے ساتھی نے کہا "ابے! کیا پینے سے پہلے بہک رہا ہے۔ شراب گلاس سے باہر انڈیل رہا ہے۔ ادھر لا بوتل۔ میں پیگ بناتا ہوں۔"

اس نے گلاس اور بوتل اس سے لے لی پھر ایک پیگ بنانے لگا۔ دوسرے تمام ساتھیوں نے دیکھا۔ اس کے ہاتھ بھی بہک رہے تھے اور وہ شراب گلاس میں نہیں ڈال رہا تھا۔ نیچے گرا رہا تھا۔

ایک اور ساتھی نے اس سے بوتل چھین کر کہا "تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ بے چارہ دماغی تکلیف میں ہے۔ کسی طرح اسے دو چار گھونٹ پلاؤ۔"

اس نے بوتل اس کے منہ کے پاس لے جا کر کہا "منہ کھولو۔ ابھی دماغی تکلیف دور ہو جائے گی۔"

اس نے منہ کھولا لیکن بوتل منہ میں نہیں گئی۔ پہلے ناک میں گئی پھر ٹھوڑی سے نیچے حلق اور قمیص کے گریبان میں شراب گرنے لگی۔ بلی نے کہا "میں نے پہلے ہی کہا تھا' کوئی شراب نہ پیے اور میں کسی کو پینے نہیں دوں گی۔"

وہ سب بلی ڈونا کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھنے لگے پھر ایک نے کہا "یہ نوجوان حسینہ خطرناک ہے۔ معلوم ہوتا ہے' کوئی جادو جانتی ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہمیں جادو کا توڑ کرنا آتا ہے۔ اسے جادو کرنے کا موقع ہی نہ دو۔"

وہ اس کہنے والے کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی ایک جوان نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ایک ضرب لگائی۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ سر بری طرح چکرایا پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا۔ وہ غفلت میں ڈوبتی چلی گئی۔

اس کے بعد اسے پتا نہ چلا کہ وقت کیسے گزر رہا ہے۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ اس وین کی ایک سیٹ پر لیٹی ہوئی تھی اور صبح ہو چکی تھی۔ اس وین میں کچھ خرابی ہو گئی تھی۔

تمام جوان اسے درست کرنے میں مصروف تھے۔

بلی نے سیٹ پر سے اٹھ کر دیکھا۔ وہ وین اسی مندر کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ اس بار نہ وہ حیران ہوئی اور نہ خوف زدہ ہوئی۔ اس نے عقیدت سے مندر کے سامنے سر جھکا لیا۔ اس کی غفلت کے دوران میں نیلماں اسے اپنی معمولہ بنا چکی تھی۔

○☆○

میں نے پروگرام بدل دیا تھا۔ دوائیں تیار ہوتے ہی بابا صاحب کے ادارے کے نادیدہ افراد ان دواؤں کے کارٹن کھنڈالہ کی لیبارٹری سے نکال کر ادارے میں پہنچا رہے تھے۔ اس سے پہلے میں نے سوچا تھا کہ ان دواؤں کو ہندوستان میں ہی کہیں چھپایا جائے گا۔

اس مقصد کے لیے میں اس پراسرار حویلی میں پہنچا تھا جو آسیب زدہ کہلاتی تھی۔ رات کو اس حویلی میں جانے والا زندہ واپس نہیں آتا تھا۔ شام کے بعد لوگ اس حویلی کے سامنے سے گزرتے ہوئے بھی ڈرتے تھے۔

میں نے نادیدہ بن کر ایک رات اس حویلی میں گزاری تھی۔ پتا چلا کہ وہاں لاج ونتی اور جگن ناتھ شرما کی مجرمانہ سرگرمیاں جاری رہتی ہیں۔ وہ دونوں باپ بیٹی تھے۔ ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ اس حویلی کے تہ خانے میں بے شمار زیورات کے علاوہ نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کا ایک کارٹن بھی تھا۔ جگن ناتھ شرما نے وہ کارٹن پارس کے ایک خفیہ اڈے سے چرایا تھا۔

وہ باپ بیٹی یوں تو بظاہر آزاد تھے لیکن ایک پراسرار گرودیو کے معمول اور تابعدار تھے۔ وہ گرودیو بہت پہنچا ہوا تھا۔ ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیسی کیسی غیر معمولی قوتوں اور صلاحیتوں کا مالک ہے۔ ایک اندازہ تھا کہ اپنی صلاحیتوں کے باعث بڑے وسیع ذرائع کا مالک ہوگا۔

پہلے میں نے سوچا تھا کہ دوائیں چھپا کر رکھنے کے لیے اس حویلی کا تہ خانہ مناسب رہے گا لیکن جب لاج ونتی، جگن ناتھ شرما اور گرودیو کے بارے میں سطحی طور پر معلومات حاصل ہوئیں تو میں نے پروگرام بدل دیا۔ اب وہ دوائیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دی گئی تھیں۔

جگن ناتھ شرما کا ایک ماتحت کھنڈالہ پہنچا ہوا تھا اور اس انڈر گراؤنڈ لیبارٹری کا سراغ لگا رہا تھا۔ میں اس ماتحت نارائن کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا اور اسے اصلی لیبارٹری کی طرف جانے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ میں اسے بھٹکاتا رہا تھا۔ جب تمام اصل دوائیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دی گئیں تو ان کی جگہ نقلی دواؤں کے کارٹن لاکر رکھ دیے گئے۔ تبھی وہاں سے چل گئی تب میں نے نارائن کو موقع دیا کہ اس انڈر گراؤنڈ لیبارٹری کا سراغ لگا سکے۔

نارائن نے خیال خوانی کے ذریعے خوش ہو کر جگن ناتھ شرما کو بتایا کہ لیبارٹری کا سراغ مل گیا ہے۔ وہاں دواؤں کے کارٹن رکھے ہوئے ہیں۔

جگن ناتھ شرما نے پوچھا "ان دواؤں کی حفاظت کے لیے مسلح گارڈز ہوں گے۔"

"ابھی شام کا وقت ہے۔ ایک عورت اس لیبارٹری کو ہر طرح سے لاک کر کے گئی ہے۔ میں نادیدہ بن کر اندر گیا تھا۔ وہاں اندر اور باہر ایک بھی مسلح گارڈ نہیں ہے۔ دراصل وہ لیبارٹری زیر زمین حصے میں ایسی جگہ ہے کہ کوئی وہاں پہنچ نہیں سکتا۔ پورس کو اطمینان ہے کہ وہاں دوائیں محفوظ رہیں گی۔"

جگن ناتھ شرما نے گرودیو کو مخاطب کیا اور یہ خوش خبری سنائی کہ لیبارٹری کا سراغ بھی مل گیا ہے اور دواؤں سے بھرے ہوئے کارٹن بھی وہاں موجود ہیں۔

گرودیو نے کہا "میں وہاں اپنی تسلی کے لیے جا رہا ہوں۔ اس لیبارٹری اور دواؤں کے سلسلے میں اچھی طرح تصدیق کروں گا۔ تم اپنی بیٹی کے ساتھ ایک گھنٹے بعد وہاں جاؤ۔ اپنے دو اور ماتحتوں کو بھی نادیدہ بنا لو تاکہ جلد سے جلد وہ تمام کارٹن وہاں سے حویلی کے تہ خانے میں لاکر رکھے جا سکیں۔"

وہ دو چار گھنٹے اس سلسلے میں مصروف رہنے والے تھے۔

دوسری طرف پورس بہت مایوس تھا۔ جگن ناتھ شرما وغیرہ کی آمد سے پہلے وہ لیبارٹری میں آکر دیکھ چکا تھا۔ اس وقت لیبارٹری بالکل خالی ہو چکی تھی۔ وہ وہاں سے اپنی جگہ واپس آکر اپنے موجودہ حالات پر غور کر رہا تھا اور فراڈ ڈاکٹر اناپورنا کی اصلیت معلوم کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ دوائیں تیار کرنے کے بعد اس علاقے میں اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی جا سکتی ہے اس لیے وہاں نہیں رہنا چاہیے۔ پورس یہی سوچ کر اس لیبارٹری اور اس علاقے سے دور چلا آیا تھا۔

اگر وہ وہاں رہتا تو دیکھتا کہ ہمارے نادیدہ افراد نقلی دواؤں کے کارٹن لاکر وہاں رکھ رہے ہیں۔ جب وہ تمام کارٹن رکھ کر چلے گئے تو میں نے نارائن کے اندر رہ کر اسے وہاں پہنچایا اور اب اس کی رپورٹ کے مطابق لاج ونتی، جگن ناتھ شرما اور گرودیو ادھر جا کر اس لیبارٹری اور دواؤں کو دیکھنے والے تھے اور وہاں سے تمام کارٹن اٹھا کر حویلی کے

تہ خانے میں لانے والے تھے۔

وہ جو کر رہے تھے اور کرنے والے تھے وہ تماشا میں خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ دوسری طرف شیر خان نے وہاں سے ٹرانسفر کیے جانے پر اعتراض کیا لیکن اس کے اعتراض کو اہمیت نہیں دی گئی۔ اس نے غصے میں آکر استعفیٰ پیش کر دیا۔ اس نے ماضی میں انٹرنیشنل لیول پر کئی کارنامے انجام دیے تھے۔ وہ اتنا مشہور و معروف افسر تھا کہ تمام اخبارات والے اس کے پاس انٹرویو کے لیے پہنچ گئے۔ اس نے انہیں بتایا کہ کشن کوٹ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ایک پراسرار حویلی ہے۔ لوگ اسے بھوتوں کا مسکن سمجھتے ہیں لیکن وہاں مجرمانہ سرگرمیاں جاری رہتی ہیں۔

شیر خان اس حویلی کے اندر جا کر اصل مجرموں کو بے نقاب کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی اسے وہاں سے ٹرانسفر کر دیا گیا ہے۔ ٹرانسفر کے آرڈر دہلی راجدھانی سے آئے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ مجرموں کے ہاتھ بہت لمبے ہیں یا حکمران طبقہ ان کی سرپرستی کرتا ہے اس لیے کشن کوٹ میں کسی ایماندار اور فرض شناس افسر کو رہنے نہیں دیا جاتا ہے۔

اس نے انٹرویو میں یہ بھی کہا کہ مجرموں کے پاس ایسی گولیاں ہیں جنہیں نگل کر وہ نادیدہ بن جاتے ہیں اور شاید وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہیں جس کے ذریعے وہ پولیس اور سراغ رسانوں کو بھٹکا دیتے ہیں۔ اس طرح کوئی آج تک اس حویلی کے اندر چور راستہ یا تہ خانہ تلاش نہ کر سکا۔

مجھے امید تھی کہ ایسا کوئی اخبار پورس کی نظروں سے گزرے گا۔ وہ دوسری ناکامی کے بعد سکون سے نہیں رہ سکتا تھا۔ اس فراڈ ڈاکٹر اناپورنا کو ڈھونڈ نکالنے کی مختلف تدابیر پر عمل کر رہا تھا۔

تبھی جب ڈاکٹر اناپورنا کے بہروپ میں تھی تو اس کی کئی تصاویر اتاری گئی تھیں۔ میں نے کشن کوٹ کے ایک پولیس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر وہ تصاویر اخبار والوں تک پہنچائیں اور اس افسر سے یہ بیان دلایا کہ یہ ڈاکٹر دہلی سے کشن کوٹ آئی تھی۔ ایک دن اس حویلی میں گئی تھی پھر دوبارہ نظر نہیں آئی۔

جب وہ اخبار پورس کی نظروں سے گزرا تو وہ ڈاکٹر اناپورنا کی تصویر دیکھ کر اس کے بارے میں خبر پڑھنے لگا۔ اسی اخبار میں شیر خان کا انٹرویو بھی شائع ہوا تھا۔ پورس نے اسے بھی پڑھا۔ پھر کڑی سے کڑی جوڑنے لگا۔ پورس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ اس فراڈ ڈاکٹر اناپورنا کا تعلق اس حویلی سے ہے اور اس نے جو دوائیں تیار کی تھیں، وہ اسی حویلی میں کہیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔

پورس نے وہ خبریں پڑھنے کے بعد نتاشا سے کہا "میں اب تک صرف پارس کو ہی اپنا دشمن سمجھ رہا تھا۔ اسی ایک لائن پر سوچ رہا تھا کہ وہ کسی عورت کو تنویمی عمل کے ذریعے ڈاکٹر اناپورنا بنا کر مجھے دوسری بار دھوکا دے چکا ہے لیکن یہ اخبارات مجھے سمجھا رہے ہیں کہ پارس کے علاوہ کوئی اور بھی ہے، جس نے مجھے دھوکا دیا ہے۔"

نتاشا نے کہا "تم ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوائیں تیار کر رہے تھے۔ ایسے میں ایک پارس ہی نہیں دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تمہارے خلاف چالیں چل سکتے ہیں۔ یہ کوئی دوسرے لوگ ہیں۔ شیر خان کے انٹرویو سے بھی پتا چلتا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہیں اور نادیدہ بھی ہو جاتے ہیں۔"

پورس اور نتاشا نے ٹیلی فون کے ذریعے شیر خان اور کشن کوٹ کے پولیس افسر سے رابطہ کیا۔ ان کی آوازیں سنیں پھر ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھنے لگے۔ شیر خان کے خیالات سے وہی تمام باتیں معلوم ہوئیں، جو وہ انٹرویو میں کہہ چکا تھا۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک رات اس نے پولیس پارٹی کے ساتھ اس حویلی میں گزاری تھی اور یہ خیال قائم کیا تھا کہ مجرم نادیدہ بن جاتے ہیں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اسے تہ خانے تک پہنچنے نہیں دیتے ہیں۔

نتاشا نے کشن کوٹ کے پولیس افسر کے خیالات پڑھے۔ میں نے جو باتیں اس کے دماغ میں نقش کی تھیں، وہی باتیں اسے معلوم ہوئیں۔ تب وہ دونوں اسی نتیجے پر پہنچے کہ اس فراڈ ڈاکٹر کا تعلق پراسرار حویلی کے مجرموں سے ہے اور اس نے پورس کی خفیہ لیبارٹری میں جو دوائیں تیار کی تھیں، انہیں یقیناً اسی حویلی میں لے جا کر کہیں چھپایا گیا ہوگا۔

نتاشا نے کہا "پورس! ہمیں نادیدہ بن کر اس حویلی میں جانا چاہیے۔ ہم وہاں چور دروازے اور تہ خانے کا سراغ لگا سکیں گے اور ان مجرموں تک بھی پہنچ سکیں گے۔"

"ہاں، مجھے یقین ہے کہ میری وہ تمام چرائی ہوئی دوائیں واپس مل جائیں گی لیکن ہم خود وہاں جانے کی حماقت نہیں کریں گے۔ ان کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوا کے علاوہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا بھی ہے۔ ہم وہاں ٹرپ کیے جا سکتے ہیں۔"

"ہاں میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔"

"ہم اپنے دو آلۂ کاروں کو نادیدہ بنا کر اس حویلی میں بھیجیں گے اور ان کے اندر رہ کر وہاں کے حالات معلوم کریں گے۔"

"مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ ہم اپنے چور دشمنوں تک پہنچنے والے ہیں۔"

"نتاشا! ہمیں زیادہ پُرامید نہیں ہونا چاہیے۔ شیر خان اور پولیس افسر کے بیانات ہمارے دشمنوں نے بھی پڑھے ہوں گے اور وہ اپنے بچاؤ کی تدابیر کر رہے ہوں گے لیکن اتنا ضرور ہے کہ ہمیں اس حویلی اور وہاں کے مجرموں کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو سکے گا۔"

انہوں نے اپنے دو ذہین اور تجربہ کار آلۂ کاروں کو نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول دیے۔ انہیں سمجھایا کہ اس حویلی میں پہنچ کر انہیں کیا کرنا ہے۔ ویسے وہ خیال خوانی کے ذریعے بھی انہیں گائیڈ کرتے رہیں گے۔

جس روز اخبارات میں وہ بیانات شائع ہوئے تو واقعی گرودیو کو بھی محتاط ہونا پڑا۔ اس نے جگن ناتھ شرما کے دماغ میں آ کر پوچھا "کیا تم نے آج کا اخبار پڑھا ہے؟"

اس نے جواب دیا "جی ہاں گرودیو! میں اس سلسلے میں آپ سے رابطہ کرنے والا تھا۔ ایک نہیں کئی اخبارات میں یہ خبریں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے کوئی اخبار پورس کی نظروں سے گزرے گا۔"

"اور وہ پوری تیاریوں کے ساتھ حویلی میں ضرور آئے گا۔ ہمیں تمام دواؤں اور دوسری تمام اہم چیزوں کو وہاں سے ہٹا دینا چاہیے۔ پورس بہت چالاک ہے۔ تہ خانے تک کسی طرح ضرور پہنچے گا۔"

"میرے آدمی ابھی نادیدہ بن کر جائیں گے اور وہاں سے تمام ضروری سامان لے آئیں گے۔ ویسے گرودیو! یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ وہ ڈاکٹر اناپورنا کون تھی۔ ہم نے اسے کشن کوٹ میں کبھی نہیں دیکھا ہے۔"

گرودیو نے کہا "میں نے اس افسر کے چور خیالات پڑھے۔ پتا چلا وہ ایک دن اس افسر کے پاس آئی تھی اور اس سے اجازت لے کر حویلی میں گئی تھی۔ اس کے بعد واپس نہیں آئی۔ افسر اس کا انتظار کرتا رہ گیا۔ جب وہ واپس نہیں آئی تو افسر نے بھی چپ سادھ لی۔ اس کا ذکر کسی سے نہیں کیا تھا۔"

"کیا جس رات حویلی کے دروازے کا تالا کھلا ہوا پایا گیا تھا اسی رات وہ ڈاکٹر وہاں گئی تھی؟"

"اس افسر کے خیالات یہی کہتے ہیں۔ تم باپ بیٹی نے اور شمجھو نے کسی کو بہت تلاش کیا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ ڈاکٹر حویلی کے اندر پہنچ کر نادیدہ بن گئی ہو۔"

"ہاں۔ بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ وہ اس رات موجود تھی اور ہو سکتا ہے' وہ ہمارے ساتھ تہ خانے میں بھی گئی ہو۔"

"وہ ڈاکٹر ہمارے لیے ایک معمّا بن گئی ہے۔ اس نے اب تک تم میں سے کسی کو نقصان بھی نہیں پہنچایا ہے۔ اس پولیس افسر سے بھی دوبارہ ملاقات نہیں کی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب حویلی میں جا کر کوئی مقصد حاصل نہیں کرنا تھا تو وہ وہاں کیوں گئی تھی اور وہاں جانے کے بعد کہاں گم ہو گئی ہے؟"

"بہرحال ہم ابھی اپنے نادیدہ ماتحتوں کے ساتھ جا رہے ہیں۔ اس حویلی کا تمام ضروری سامان دوسری جگہ منتقل کر دیں گے۔"

میں یہ نہیں جانتا تھا کہ پورس کیا کرنے والا ہے اور گرودیو وغیرہ کے منصوبوں کو بھی نہیں سمجھ سکتا تھا لیکن عقل کہتی تھی کہ اخباری بیانات کے نتیجے میں وہ سب ہی فوراً ایکشن میں آئیں گے لہٰذا میں نے اپنے ایک آلۂ کار کو نادیدہ بنا کر اس حویلی میں بھیج دیا اور اس کے دماغ میں رہ کر دیکھنے لگا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔

حالانکہ دن کا وقت تھا۔ اس کے باوجود جگن ناتھ شرما اور اس کے ماتحت وہاں سے سامان منتقل کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ میں نے آلۂ کار کے ذریعے دیکھا کہ وہ چور دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میرے آلۂ کار نے تہ خانے میں جا کر دیکھا۔ وہاں سے ایک ایک کارٹن اٹھایا جا رہا تھا۔ اسے اٹھانے کے بعد وہ آلۂ کار نادیدہ بن جاتے تھے۔

وہ تعداد میں چار تھے۔ ان میں جگن ناتھ شرما بھی تھا۔ سامان اتنا زیادہ تھا کہ وہ بیک وقت نہیں لے جا سکتے تھے۔ جب وہ پہلی بار سامان اٹھا کر لے گئے اور چور دروازہ بند ہو گیا تو میرا آلۂ کار نمودار ہو گیا۔ اس نے ایک الماری کھولی۔ اس میں امریکا' روس اور فرانس جیسے بڑے ممالک کے بارے میں مختلف فائلیں اور وڈیو فلمیں تھیں اور وہ سب ان ممالک کے اہم رازوں سے تعلق رکھتی تھیں۔

میرے آلۂ کار نے انہیں ایک بڑے سے بیگ میں رکھ لیا۔ جو نادیدہ گولیاں اور فلائنگ کیپسول پارس کے خفیہ اڈے سے چرائے گئے تھے وہ دو کارٹن ابھی وہاں رکھے ہوئے تھے۔ میرے آلۂ کار نے ان کارٹن کی تمام چیزیں دوسرے بیگ میں رکھ لیں۔ پھر چور دروازے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

جگن ناتھ شرما اپنے آلۂ کاروں کے ساتھ دوسری بار سامان لینے آیا تو چور دروازے کو کھولا گیا۔ وہ لوگ اندر آئے۔ میرا آلۂ کار باہر چلا گیا۔

میرے لیے جو چیزیں اہم تھیں' وہ میں نے حاصل کر لیں۔ ان فائلوں اور وڈیو فلموں کو بعد میں دیکھ کر پتا چلا کہ اس میں بڑے بڑے ممالک کے کتنے اہم راز پوشیدہ تھے۔ اس طرح گرودیو کی طاقت اور وسیع ذرائع کا پتا چلا کہ وہ کس طرح ان بڑے ممالک کو بلیک میل کرتا ہو گا اور ان ممالک سے اپنی بڑی بڑی باتیں منوا کر بہت بڑا آدمی بن چکا ہو گا اور ایسا محفوظ ہو گا کہ کوئی اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچتا ہو گا۔

میں نے اپنے دوسرے آلۂ کار کو نادیدہ بنا کر وہاں بھیجا۔ اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اس تہ خانے سے کچھ لینا نہیں چاہتا تھا۔ صرف تماشا دیکھنا چاہتا تھا۔ جگن ناتھ شرما اور اس کے آلۂ کار تمام کارٹن اٹھا کر لے گئے تو آخری بار پتا چلا کہ وہ کارٹن بالکل خالی ہیں۔ شرما حیران رہ گیا۔ اس نے گرودیو کو مخاطب کر کے کہا "ہم جو کارٹن پارس کے پاس سے چرا کر لائے تھے' وہ دونوں کارٹن خالی ہیں۔"

گرودیو نے غصے سے پوچھا "وہ خالی کیسے ہو گئے؟ چور دروازہ صرف تم کھلواتے ہو۔ تمہاری بیٹی یا آلۂ کار تمہارے ساتھ تہ خانے میں جاتے ہیں۔ ان دو کارٹن کا سامان تم میں سے کوئی لے سکتا ہے۔ باہر کا آدمی وہاں نہیں پہنچ سکتا۔"

"گرودیو! آپ اس ڈاکٹر اناپورنا کو بھول رہے ہیں۔ وہ ایک رات حویلی کے اندر آئی تھی پھر کہیں گم ہو گئی تھی۔ وہی دو کارٹن کا سامان لے گئی ہے۔"

"پھر تو وہ بہت کچھ لے جا سکتی ہے۔ فوراً میری الماری چیک کرو۔"

جگن ناتھ شرما نے الماری کے پاس آ کر اسے کھول کر دیکھا تو وہ خالی نظر آئی۔ گرودیو اس کے دماغ میں تھا۔ اس کے ذریعے جب معلوم ہوا کہ الماری خالی ہے تو وہ غصے سے شرما پر گرجنے لگا "یہ کیا ہو گیا؟ تمام ڈاکومنٹس کہاں غائب ہو گئے؟ میری حکومت بیرونی ممالک کے حکمرانوں اور فوج کے اعلیٰ افسران پر بھی تھی۔ اب تو میں زیرو ہو کر رہ گیا ہوں۔ یہ تمہاری نالائقی سے ہوا ہے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

شرما نے کہا "آپ مالک ہیں۔ جب چاہیں جان لے سکتے ہیں لیکن میری وفاداری کو مدِنظر رکھتے ہوئے میرے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر لیں۔ میں نے اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی ہے۔ اس عورت نے بڑی چالاکی سے ہمیں دھوکا دیا ہے۔"

"تم سب نرک میں جاؤ۔ میں تھوڑی دیر تنہا رہ کر سوچوں گا کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ آخر وہ عورت کون ہے' جو ہم سے اتنی بڑی دشمنی کر رہی ہے۔ یقیناً اس عورت کے پیچھے کوئی بہت بڑا گینگ ہو گا۔"

وہ چلا گیا۔ شرما اپنے آلۂ کاروں کے ساتھ باقی سامان لے جانے لگا۔ میں نے اپنے آلۂ کار سے کہا "تہ خانے سے نکل آؤ۔ مگر حویلی میں رہو۔ ابھی اور بہت کچھ ہونے والا ہے۔"

میں نے ایسا اس لیے کہا کہ جو کھیل میں نے شروع کیا تھا ابھی اس کے دوسرے کھلاڑی میدان میں آنے والے تھے اور وہ آ گئے۔

نتاشا اور پورس نادیدہ ہو کر حویلی کے پاس آئے۔ انہوں نے پہلے حویلی کو چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھا۔ حویلی کے پچھلے حصے میں احاطے کے باہر جو سڑک تھی وہاں ایک بڑی سی وین کھڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے وین کے پاس آ کر دیکھا۔ اس کی پچھلی سیٹوں پر کئی کارٹن اور کئی بڑے بڑے بیگ رکھے ہوئے تھے۔ ان تھیلوں میں سامان بھرا ہوا تھا' جو باہر سے نظر نہیں آ رہا تھا۔

نتاشا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "پورس! ان تمام کارٹنوں میں تمہاری تیار کرائی ہوئی دوائیں ہیں۔ انہیں حویلی سے کسی دوسری جگہ منتقل کیا جا رہا ہے۔"

پورس جواباً کچھ کہنا چاہتا تھا پھر چپ ہو گیا۔ وین کے پاس اچانک ایک شخص نمودار ہوا۔ اس کے کاندھے پر ایک کارٹن رکھا ہوا تھا اور ایک ہاتھ میں بھرا ہوا بڑا سا بیگ تھا۔ اس نے بیگ کو نیچے رکھ کر وین کے سلائڈنگ دروازے کو کھولا پھر وہ اٹھایا ہوا سامان اندر رکھ کر وین سے باہر آتے ہی نادیدہ ہو گیا۔

اس کے بعد دوسرا شخص نمودار ہوا۔ اس نے بھی اپنا اٹھایا ہوا سامان اندر پچھلی سیٹ پر رکھا اور وین سے باہر آ کر نادیدہ ہو گیا۔ اس طرح کل چار افراد اسی طرح نظر آئے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ ان میں جگن ناتھ شرما بھی تھا۔

پورس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "تم درست کہہ رہی تھیں۔ حویلی میں چھپایا ہوا مال کسی دوسری جگہ لے جا کر چھپایا جا رہا ہے۔"

"ہمیں دیکھنا چاہیے کہ یہ سب کچھ کہاں لے جایا جا رہا ہے۔"

"ایسا کرو کہ میں اس گاڑی میں جاؤں گا اور ان کا خفیہ

اڈا معلوم کروں گا۔ تم حویلی میں جاؤ اور میری واپسی تک میرا انتظار کرو اور اس کے اندرونی حالات معلوم کرتی رہو۔"

وہ اس کی ہدایت کے مطابق حویلی کے اندر چلی آئی۔ وہاں میرا آلۂ کار بھی نادیدہ بنا ہوا تھا۔ نتاشا ایک دیوار کی طرف آئی تو وہ دیوار اچانک سلائڈنگ دروازے کی طرح کھلنے لگی۔ اس کے پیچھے سے وہی چاروں سامان اٹھائے باہر آرہے تھے' جنہیں وہ باہر وین کے پاس دیکھ چکی تھی۔ وہ تہ خانے سے باہر آرہے تھے۔ وہ اندر چلی آئی۔ سلائڈنگ دروازہ بند ہوگیا۔ اندر بند دروازے کے پاس دو مسلح گارڈز کھڑے ہوئے تھے۔ وہ جگن ناتھ شرما کے مخصوص بول کے مطابق اندر سے چور دروازے کو کھولتے اور بند کرتے تھے۔

نتاشا نے سیڑھیوں سے اترنے کے بعد تہ خانے میں آکر دیکھا۔ وہ خالی نظر آرہا تھا۔ اب وہاں ایک بھی کارٹن نہیں رہا تھا۔ صرف دو کارٹن خالی پڑے تھے' جن کے اندر سے میرا آلۂ کار تمام دوائیں نکال کر لے گیا تھا۔

وہاں بیش قیمت جواہرات تھے۔ انہیں وہ چاروں بیگ میں بھر کر لے گئے تھے۔ الماری کے اندر اہم دستاویزات اور وڈیو فلمیں تھیں' جن کا تعلق بڑے ممالک کے اہم رازوں سے تھا۔ اس الماری کو میرے آلۂ کار نے خالی کردیا تھا۔ وہاں ایسی کوئی اہم چیز نہیں رہی تھی' جسے نتاشا حاصل کرکے فخر کرتی۔

باہر وہ چاروں حویلی کے تہ خانے کا آخری سامان بھی لے آئے تھے اور انہیں وین کے پچھلے حصے میں رکھنے کے لیے نمودار ہوگئے تھے۔ وہ سامان رکھنے کے بعد جگن ناتھ شرما نے ان تینوں ماتحتوں سے کہا "اب تم لوگ جاؤ۔ گرودیو کا حکم ہے' میں تنہا یہ سامان لے کر جاؤں گا۔ وہ نادیدہ بنانے والی گولیاں واپس کردو۔"

ان تینوں نے منہ سے تین گولیاں نکال کر شرما کی ہتھیلی پر رکھ دیں۔ وہ انہیں جیب میں رکھ کر اسٹیرنگ سیٹ پر آگیا۔ پورس پہلے ہی گاڑی کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ شرما نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ پھر اس کی رفتار بڑھاتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے بولا "گرودیو! میں تمام سامان لے کر آرہا ہوں۔ ڈرائیونگ کے دوران میں خیال خوانی نہیں کرسکوں گا کیونکہ راستہ نہیں جانتا ہوں۔ آپ میرے اندر آکر مجھے گائیڈ کریں کہ سامان کہاں پہنچانا ہے؟"

گرودیو نے کہا "تم کشن کوٹ سے آگے ہائی وے پر چلتے رہو۔ شیوجی کے مندر سے ایک راستہ بائیں طرف جاتا ہے۔ تم اس راستے پر چلتے رہوگے۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ کہاں پہنچنا ہے۔"

وہ ہدایات کے مطابق گاڑی چلاتا رہا۔ پورس نے نتاشا کے دماغ میں آکر پوچھا۔ "کیا تم حویلی کے اندر ہو؟"

"ہاں میں تہ خانے میں ہوں۔ یہ تہ خانہ بالکل ہی خالی کردیا گیا ہے۔ اب یہاں کچھ نہیں رہا ہے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہاں کوئی نادیدہ بن کر نہیں ہوگا۔"

"جب یہاں کچھ نہیں رہا ہے تو کوئی نادیدہ بن کر کیوں رہے گا۔ البتہ دو مسلح گارڈز ہیں۔ وہ تہ خانے کے زینے کے اوپر چور دروازے کے پاس کھڑے ہوئے ہیں۔ وہی اندر سے اس چور دروازے کو کھولتے اور بند کرتے ہیں۔"

پورس نے کہا "ذرا سوچو' وہاں کچھ نہیں رہا ہے تو مسلح گارڈز ڈیوٹی پر کیوں ہیں؟ ہوسکتا ہے' انہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بتایا گیا ہوگا کہ کوئی آنے والا ہے۔ وہاں کچھ اور ہونے والا ہے۔ تم ابھی وہاں رہو۔"

"کیا تم اس گاڑی میں جارہے ہو؟"

"ہاں' وہ چاروں اس گاڑی میں نہیں ہیں۔ ان میں سے تین معمولی ماتحت تھے۔ وہ چوتھے شخص کو اپنی اپنی نادیدہ گولیاں دے کر چلے گئے ہیں۔ اب وہ چوتھا شخص گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا تنہا سامان لے جارہا ہے۔"

وہ جو بھی سامان لے جارہا تھا اس سے مجھے دلچسپی نہیں تھی۔ میں اصل ضرورت کا سامان اپنے آلۂ کار کے ذریعے حاصل کرچکا تھا۔ اب میرا دوسرا آلۂ کار حویلی میں تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا "کیا حویلی میں کچھ نظر آرہا ہے؟ کسی کی موجودگی محسوس کررہے ہو؟"

آلۂ کار نے کہا "میں نے آدھا گھنٹا پہلے چار افراد کو ایک چور دروازے سے نکلتے دیکھا تھا۔ وہ بہت سا سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر وہ چور دروازہ خود بخود بند ہوگیا۔ وہ چاروں جانے والے حویلی کے باہر پچھلے حصے سے نکلتے وقت نادیدہ ہوگئے۔ اس حویلی کے پچھلے احاطے کے باہر ایک سڑک پر وین کھڑی ہوئی تھی۔ وہ چاروں وہاں پھر نمودار ہوئے۔ تمام سامان کو وین کے پچھلے حصے میں رکھا۔ ان میں سے تین نے اپنے اپنے منہ سے ایک ایک گولی نکال کر چوتھے شخص کو دی۔ وہ ان گولیوں کو جیب میں رکھ کر اس وین کو ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ وہ تینوں نمودار ہونے والے بھی ایک طرف چلے گئے۔ میں پھر حویلی کے اندر آگیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم وہیں رہو۔ میں پھر تم سے رابطہ کروں گا۔"

میں سوچنے لگا' پورس کو وہاں آنا چاہیے تھا۔ وہ کیوں نہیں آیا؟ میں اس بات سے بے خبر تھا کہ پورس اس وین میں

جگن ناتھ شرما کے ساتھ گیا ہے اور نتاشا تہ خانے میں موجود ہے۔ میں خود اس حویلی میں جانا چاہتا تھا۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ وہاں کچھ ہونے والا ہے۔ گرودیو ایسی پراسرار حویلی کو نہیں چھوڑے گا۔ اپنا تمام ضروری سامان وہاں سے منتقل کرنے کے بعد فراڈ ڈاکٹر اناپورنا اور اس کے گینگ والوں کا وہاں خاتمہ رہے گا۔

میں اس حویلی سے دس کلومیٹر دور تھا تاکہ وہ تمام دشمن ایک دوسرے سے ٹکرانے کے دوران میں نادیدہ گولی کو ناکارہ بنانے کی دوا اسپرے کریں تو میں اس دوا کے اثر سے محفوظ رہوں اور اپنے آلۂ کار کے ذریعے وہاں آنے والے دشمنوں کو پہچان سکوں۔

یہ تو سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ پورس ادھر ضرور آئے گا۔ میری طرح کئی کلومیٹر دور رہ کر اپنے آلۂ کار کو اس حویلی کے اندر نادیدہ بنا کر ضرور بھیجے گا۔ مجھے وہاں پورس کی آمد سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں تو یہ دیکھنا یا معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ گرودیو کون ہے؟ اور اس حویلی کو اپنا مستقل اڈا بنائے رکھنے کے لیے کیا کرنے والا ہے؟

جگن ناتھ شرما اس وین کو ڈرائیو کرتا ہوا تقریباً دو گھنٹے بعد شیو مندر کے پاس پہنچا۔ پھر وہاں سے بائیں طرف والی سڑک پر مڑ کر جانے لگا۔ گرودیو اس کے دماغ میں پھر آگیا تھا اور اس کی رہنمائی کررہا تھا۔ اس طرح وہ بھرت پور نامی ایک ٹاؤن میں پہنچ گیا۔ اس چھوٹے سے شہر میں ایک بڑے سے گیراج کے دروازے کے سامنے وین رک گئی۔ گیراج کا شٹر اوپر اٹھ گیا۔ وین اندر گئی تو شٹر بھی نیچے آکر لاک ہوگیا۔

وہ وین لوہے کے ایک چھوٹے سے پلیٹ فارم پر آکر کھڑی ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ پلیٹ فارم ایک لفٹ کی طرح نیچے جانے لگا۔ نیچے ایک تہ خانہ تھا۔ وہاں فرش پر لفٹ رک گئی۔ شرما وین کو ڈرائیو کرتا ہوا لفٹ سے چند فٹ کے فاصلے پر لے گیا۔ پھر وہ لفٹ اوپر جاکر گیراج کے فرش کے برابر ٹھہر گئی۔ کوئی اسے دیکھ کر یہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ اس گیراج میں کوئی لفٹ بھی ہے۔

جگن ناتھ شرما وین سے باہر آکر ایک دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ دروازہ کھل گیا۔ وہاں سے ایک ادھیڑ عمر شخص باہر آیا۔ اس کے چہرے پر داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ سر کے بال شانے تک بڑھے ہوئے تھے۔ وہ ایک دھوتی اور کرتہ پہنے ہوئے تھا۔ اس عمر میں بھی صحت مند' تگڑا جوان لگتا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سائلنسر لگا ہوا ریوالور تھا۔

اس نے کہا "شرما! تم پہلی بار اپنے گرودیو کو دیکھ رہے ہو۔ آج کے بعد پھر کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔ یہ دو کارٹن نادیدہ بنانے والی گولیاں' فلائنگ کیپسولوں اور ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دواؤں کے لیے تمہاری لاعلمی میں کوئی آیا اور وہ تمام دوائیں لے گیا۔"

"جی گرودیو! ایسا میری لاعلمی میں ہوا ہے۔ کسی دشمن نے چالاکی دکھائی ہے۔"

گرودیو نے کہا "میں یہی سمجھنا چاہتا ہوں کہ اس چالاک دشمن نے صرف ان دو کارٹن کی دوائیں کیوں چرائیں' جسے تم پارس کے خفیہ اڈے سے چرا کر لائے تھے جبکہ تہ خانے میں اور بھی بے شمار کارٹن دواؤں سے بھرے ہوئے تھے۔ دشمن انہیں کیوں نہیں لے گیا؟"

"اسے موقع نہیں ملا ہوگا۔ یہ اچھا ہوا کہ باقی تمام دوائیں ہم یہاں لے آئے ہیں۔ یہ ایسی خفیہ جگہ ہے کہ یہاں کوئی دشمن نہیں پہنچ سکے گا۔"

"دشمن یہاں بھی پہنچ سکے گا۔ وہ تمہیں حویلی میں دیکھ چکا ہے۔ کسی چالبازی سے تمہارے دماغ کو کمزور بنا کر اس خفیہ اڈے کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرلے گا۔"

"گرودیو! جب تک آپ کا سایہ میرے سر پر ہے' میں دشمن سے محفوظ رہوں گا۔"

"میں چوبیس گھنٹے تمہارے سر پر سایہ بن کر نہیں رہ سکتا۔ میری غیر موجودگی میں صرف دوائیں نہیں' اہم دستاویزات بھی چرالی گئی ہیں۔ آئندہ بھی میری غیر موجودگی میں دشمن تمہارے ذریعے فائدے اٹھا سکتا ہے اس لیے تمہیں اب زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

گرودیو نے یہ کہہ کر ریوالور سے اس کا نشانہ لیا۔ وہ سہم کر بولا "نہیں۔ میں آپ کا وفادار رہوں اور آئندہ بھی۔"

اس کی بات پوری نہ ہوسکی۔ بہت دھیمی آواز میں گولی چلی اور اس کے سینے کے پار ہوگئی۔ وہ وہیں فرش پر گر کر تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس دوران میں پورس ایک سائے کی طرح اس گرودیو کے اندر سما گیا تھا۔

گرودیو نے وین کا دروازہ کھول کر ایک کارٹن سے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوا کے دو کین نکالے دوسرے کارٹن سے ٹیلی پیتھی کو عارضی طور پر ختم کرنے والی دوا کا ایک کین نکالا۔ پھر اس وین کے دروازے کو بند کرکے وہاں سے چلتا ہوا اس دروازے کے پاس آیا جہاں سے شرما کے سامنے آیا تھا۔ اس نے اسی دروازے سے گزر کر اسے اندر سے بند کردیا۔ مطمئن ہوگیا کہ اب کسی دشمن کو اس خفیہ اڈے کا پتا نہیں چلے گا۔

وہ مہاگرودیو کہلانے والا اپنے اندر پورس کی موجودگی سے بے خبر تھا۔

نتاشا بور ہورہی تھی۔ تقریباً تین گھنٹے اس تہ خانے میں

گزرنے والے تھے۔ وہ پورس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ اس خالی تہ خانے میں جب کچھ نہیں ہے تو وہ اور کتنی دیر وہاں رہے گی؟

اسی وقت ہلکی سی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ وہ خالی الماری آہستہ آہستہ گھوم رہی تھی۔ وہ اس حد تک گھوم گئی کہ الماری کا دروازہ دیوار کی طرف جاکر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اب اس الماری کا پچھلا حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس پچھلے حصے میں بھی الماری کے کھلنے والے پٹ تھے۔

نتاشا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اس الماری کے دونوں پٹ کھل گئے اور اس کے اندر سے ایک ادھیڑ عمر کا شخص باہر آیا۔ وہ بالکل گرودیو تھا۔ اس کا بھی وہی حلیہ تھا۔ اس کے چہرے پر داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ سر کے بال شانے تک بڑھے ہوئے تھے۔ وہ ایک دھوتی اور کرتہ پہنے ہوا تھا۔ اس عمر میں بھی صحت مند جوان لگتا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریموٹ کنٹرولر تھا۔

اس نے الماری سے باہر آکر چاروں طرف گھوم کر اس خالی تہ خانے کو دیکھا پھر ایک گارڈ کو آواز دی۔ چور دروازے کے پاس کھڑے ہوئے دو گارڈز میں سے ایک دوڑتا ہوا آیا پھر اس نے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر کہا۔ "گرودیو کی جے ہو۔"

گرودیو نے پوچھا "یہاں سے آخری سامان جانے کے بعد کوئی آیا تھا؟"

"کوئی نہیں آیا تھا۔"

"کیا تم یقین سے کہہ رہے ہو کہ آخری بار جگن ناتھ شرما کے جانے کے بعد وہ چور دروازہ پھر نہیں کھلا تھا؟"

"میں یقین سے کہہ رہا ہوں۔ ہم نے پھر اس دروازے کو اب تک نہیں کھولا ہے۔"

"یہاں کوئی نادیدہ شخص آسکتا ہے۔"

"گرودیو! کوئی نادیدہ شخص اس خالی تہ خانے میں آکر کیا کرے گا۔ آخری سامان جانے کے بعد تین گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اگر کوئی آتا تو بیزار ہوکر ہمیں دھوکا دے کر چور دروازہ کھول کر باہر چلا جاتا۔"

گرودیو نے قائل ہوکر کہا "ٹھیک ہے' ڈیوٹی کی جگہ جاؤ۔"

ان کی گفتگو کے دوران میں پورس نے نتاشا کو مخاطب کرکے پوچھا "کوئی نئی خبر ہے؟"

وہ بولی "یہاں حویلی کے مجرموں کا سرغنہ ایک گرودیو آیا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ ان کا سرغنہ جو گرودیو کہلاتا ہے' وہ میرے ساتھ ہے۔ میں سایہ بن کر اس کے اندر سما گیا ہوں۔"

"یہاں چور دروازے کے پاس جو مسلح گارڈ ہے' وہ اس کے سامنے جھک کر اسے گرودیو کہہ رہا تھا۔"

وہ اس گرودیو کا حلیہ بتانے لگی۔ پورس نے حیرانی سے کہا "میں جس گرودیو کی بات کررہا ہوں' اس کا حلیہ بھی یہی ہے۔"

"تم جس گرودیو کی بات کررہے ہو' وہ اس وقت کہاں ہے؟"

"یہ ایک کار میں سفر کررہا ہے اور میں اس کے اندر ہوں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایک ہی گرودیو کار چلا رہا ہو اور وہ تہ خانے میں بھی موجود ہو۔ معلوم ہوتا ہے' دو ہم شکل اور ایک ہی حلیہ رکھنے والے دو گرودیو ہوں۔"

وہ بولی "پورس! اس گرودیو نے ریموٹ کنٹرولر کا رخ ایک دیوار کی طرف کرکے ایک بٹن دبایا ہے۔ دیوار کے اس حصے سے ایک الماری برآمد ہورہی ہے۔"

"میرا اندازہ تھا کہ وہ حویلی بہت اہم ہے۔ وہاں مجرموں نے بہت کچھ چھپا کر رکھا ہے اسی لیے تمہیں وہاں رہنے کو کہا تھا۔ ذرا دیکھو' اس الماری میں کیا ہے؟"

وہ تھوڑی دیر بعد بولی "بہت سی فائلیں' ڈیوکیسٹس اور مائکرو فلمیں رکھی ہوئی ہیں۔ ہر فائل پر "ٹاپ سیکرٹ" لکھا ہوا ہے اور کئی بڑے ملکوں کے نام دکھائی دے رہے ہیں۔"

"نتاشا! ہماری محنت رنگ لارہی ہے۔ میں ایک گرودیو کے اندر سمایا ہوا ہوں۔ دوسرا گرودیو تمہارے سامنے ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ نادیدہ بن جائے' فوراً اس کے پیچھے نمودار ہوکر اسے گولی مارو۔ اس کے بعد مسلح گارڈز سے نمٹ لینا۔"

اس نے پورس کی ہدایات پر عمل کیا۔ اس گرودیو کے پیچھے نمودار ہوتے ہی اس کی کھوپڑی کا نشانہ لے کر گولی چلادی۔ وہ ایک دم سے اچھل کر فرش پر گرا پھر کبھی نہ اٹھ سکا۔

وہ فوراً ہی نادیدہ ہوگئی۔ دونوں گارڈز گولی چلنے کی آواز پر سیڑھی سے اترتے ہوئے آئے۔ نتاشا نے نمودار ہوکر ایک کو گولی ماردی اور پھر نادیدہ ہوگئی۔ دوسرا پریشان ہوکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ پیچھے پلٹ کر دیکھتا' تیسری گولی نے اس کا کام بھی تمام کردیا۔

پورس اس کے دماغ میں تھا۔ اس نے کہا "شاباش! اس الماری کی ایک ایک چیز اہم ہے۔ ان سب کو کسی بیگ میں رکھ کر وہاں سے نکل آؤ۔ ہم بعد میں ملیں گے۔"

نتاشا نے اِدھر اُدھر بیگ تلاش کیا۔ اسے کوئی بیگ نہیں مل رہا تھا۔ اس نے ہندوستانی عورت نظر آنے کے لیے ساڑی پہنی ہوئی تھی۔ وہ ساڑی اتار کر اسے فرش پر دہری کرکے بچھا کر الماری کی تمام فائلیں' وڈیو کیسٹس اور مائکرو فلمیں رکھنے لگی۔

تہ خانے کے باہر حویلی میں میرا آلۂ کار بیٹھا ہوا تھا اور میں اس سے باتیں کررہا تھا۔ ایسے وقت ہم نے تین بار گولیاں چلنے کی آوازیں سنیں۔ میں نے آلۂ کار سے کہا "چور دروازے کی طرف جاؤ۔ آوازیں تہ خانے سے آئی ہیں۔"

وہ دوڑتا ہوا ادھر گیا۔ میں نے کہا "یہ نہ بھولنا کہ کوئی نادیدہ بھی ہوگا تو اس کے پاس ہتھیار ضرور ہوگا۔ تمہارے ظاہر ہوتے ہی تمہیں بھی گولی ماردے گا۔ اپنا ریوالور ہاتھ میں رکھو۔ اپنے طور پر کچھ نہ کرنا۔ جو کرنا ہوگا' وہ میں کروں گا۔"

میں اسے سمجھانے کے دوران میں فلائنگ کیپسول کے ذریعے صرف پانچ منٹ میں حویلی کے اندر آگیا۔ تہ خانے میں نتاشا الماری کا تمام سامان ساڑی میں رکھ کر اسے گٹھڑی کی طرح باندھ رہی تھی۔ سامان اتنا زیادہ تھا کہ ساڑی چھوٹی پڑرہی تھی۔ پھر بھی اس نے فائلوں کو ٹھونس ٹھونس کر ایک گٹھڑی بنالی پھر اسے اپنے سر پر رکھ کر نادیدہ ہوگئی۔ تیزی سے زینہ چڑھتی ہوئی چور دروازے کے پاس آئی۔ دیوار پر دو بٹن تھے۔ ایک کے ذریعے اس دروازے کو کھولا جاتا تھا۔ دوسرے کے ذریعے اسے بند کیا جاتا تھا۔

اسے بٹن دبانے کے لیے پھر نمودار ہونا پڑا۔ وہ بٹن دباتے ہی پھر نادیدہ ہوگئی۔ سلائڈنگ دیوار دروازے کی طرح ایک طرف سرکتی ہوئی کھل رہی تھی۔ وہ گٹھڑی سر پر رکھے ہوئے تھی۔ نہ وہ ہمیں نظر آرہی تھی اور نہ ہی ہم اسے دکھائی دے رہے تھے۔ ایسے وقت اس سے ایک غلطی ہوگئی۔ چور دروازے کے پوری طرح کھلنے کا انتظار نہیں کیا۔ وہاں سے باہر آتے وقت تنگ دروازے کے پاس ٹھوکر کھائی تو گٹھڑی سر سے گر کر ہمارے سامنے آگری۔ چونکہ وہ اس کے وجود سے الگ ہوگئی تھی اس لیے اس کی طرح نادیدہ نہیں رہی' ظاہر ہوگئی۔

کیسز کی گٹھڑی فرش پر گرتے ہی کھل گئی۔ تمام فائلیں' وڈیو کیسٹس اور مائکرو فلمیں بکھر گئیں۔ میں اپنے آلۂ کار کے دماغ پر حاوی ہوگیا کہ وہ کوئی غلطی نہ کربیٹھے۔ ادھر نتاشا نے پریشان ہوکر اِدھر اُدھر دور تک دیکھا۔ اسے کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ گٹھڑی کا تمام سامان اٹھانے کے لیے نمودار ہونا لازمی تھا۔

اس نے سوچا "میں نے تین فائر... کیے تھے۔ یہاں کوئی ہوتا تو ضرور اس چور دروازے کی طرف آتا۔ وہ دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا یا دروازہ کھلنے کا انتظار ضرور کرتا۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔"

پورس اس کے اندر رہ کر اس کی پریشانی کو سمجھ رہا تھا۔ اس کی مدد کے لیے فوراً فلائنگ کیپسول کے ذریعے وہاں پہنچ سکتا تھا مگر ایک گرودیو کو ہلاک کرنے کے بعد وہ دوسرے گرودیو کے ذریعے اس کی اصلیت اور اس کے پورے گینگ کو دیکھنا چاہتا تھا اس لیے اس کے اندر سمایا ہوا تھا۔ اگر وہاں سے جاتا تو شاید وہ گرودیو پھر کبھی ہاتھ نہ آتا۔

اس نے نتاشا سے کہا "ہم دس منٹ سے دیکھ رہے ہیں۔ اس گٹھڑی کا سامان اسی طرح فرش پر بکھرا ہوا ہے۔ اگر کوئی وہاں ہوتا تو ضرور ان اہم دستاویزات کو دیکھ کر انہیں اٹھاتا۔ وہاں کوئی اٹھانے والا نہیں ہے۔ فوراً نمودار ہوکر دوبارہ گٹھڑی کو باندھو اور نادیدہ ہوکر وہاں سے گٹھڑی لے کر نکل جاؤ مگر ایک ہاتھ میں ریوالور ضرور رکھو۔"

پورس کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو میری چال سے دھوکا کھاجاتا۔ نتاشا نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ ایک ہاتھ میں ریوالور لے کر نمودار ہوئی۔ اِدھر اُدھر دور تک پھر ایک بار دیکھا۔ اسے دیکھنے والا کوئی نظر نہیں آیا۔ وہ بکھرے ہوئے سامان کو سمیٹنے لگی۔ ایسے ہی وقت میں نے اپنے آلۂ کار کو نمودار ہوکر گولی چلانے پر مائل کیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ظاہر ہوتے ہی اس کے ریوالور والے ہاتھ پر گولی ماری۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر نمودار ہوکر اس کی گردن پر کراٹے کا ہاتھ مارا۔ اس کی داڑھ میں دبی ہوئی گولی باہر آگئی۔

میں نے وہ گولی فرش پر سے اٹھالی۔ اس کی گردن دبوچ کر اس کے بلاؤز کے اندر سے ایک ڈبیا نکالی جس میں نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول تھے۔ اس کے اندر پورس چیخ رہا تھا "نتاشا' حوصلہ کرو۔ ان سے بات کرو۔ شاید میں ان کی آوازیں سن کر ان کے دماغوں میں جاسکوں۔"

لیکن اس کا ہاتھ زخمی تھا اور گردن اس طرح دبوچ لی گئی تھی کہ اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ میرے لئے اس کے دماغ کا دروازہ کھل چکا تھا۔

اب انتظار تھا' ہوسکتا تھا کہ پورس اس کی مدد کے لئے آئے۔ اس لئے میں پھر نادیدہ ہوگیا۔ آئندہ کسی بھی لمحے کچھ بھی ہوسکتا تھا۔

○☆○

جو غلط ہوتے ہیں' وہ زندگی کے تمام معاملات میں غلط ہوتے ہیں۔ اپنی غلطیوں کو چھپانے اور اپنے تحفظ کی خاطر رشتے داروں اور اپنے ماں باپ کی زندگیوں کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ وہ کسی کے نہیں ہوتے' وہ صرف اپنے مفادات کی خاطر جیتے ہیں اور مرتے ہیں۔ کسی نے ان پر کوئی احسان کیا ہو تو اس احسان کو بھی بھول کر اسے بے موت مرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔

لیکن پورس ایسا نہیں تھا۔ نتاشا نے ایک بار اس پر احسان کیا تھا۔ بارہ گھنٹے تک اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پارس کو یہ موقع نہیں دیا تھا کہ وہ پورس کو نقصان پہنچا سکے۔ اگر وہ نہ ہوتی تو پارس اب تک پورس کو اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہوتا یا اس کی زندگی تمام کر دیتا۔

پورس میں کچھ خوبیاں تھیں۔ کچھ خرابیاں تھیں۔ وہ احسان فراموش نہیں تھا۔ اس نے نتاشا کو بہن بنا لیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ آئندہ اس کے بھی برے وقت میں کام آتا رہے گا۔

اور اب نتاشا پر برا وقت آگیا تھا۔ میں نے اس کی ایک کامیابی کو ناکامی میں بدل دیا تھا۔ وہ گرودیو کی جمع کی ہوئی اہم فائلیں' وڈیو کیسٹس چرا کر لے جا رہی تھی۔ ان تمام اہم چیزوں کا تعلق بڑے ممالک کے اہم رازوں سے تھا۔ گرودیو ان کے ذریعے بڑے ممالک کو بلیک میل کرتا ہوگا۔ اب نتاشا اور پورس ان سے فائدے اٹھا سکتے تھے۔

وہ ان تمام چیزوں کو ایک گٹھڑی میں رکھ کر لے جا رہی تھی لیکن چور دروازے سے باہر آتے وقت ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ وہ خود تو نادیدہ رہی لیکن گٹھڑی اس کے وجود سے الگ ہو کر گری تو میں نے دیکھا وہ کھل گئی تھی اور اس کا تمام سامان بکھر گیا تھا۔

جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں۔ ان چیزوں کو سمیٹ کر پھر ایک گٹھڑی بنانے کے لیے اسے نمودار ہونا پڑا۔ میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے گولی چلا کر اس کے ہاتھ کو زخمی کر کے اس کا ریوالور گرا دیا۔ ایک کرائے کا ہاتھ مار کر اس کی داڑھ میں دبی ہوئی گولی بھی منہ سے نکال دی تھی اور نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کی ڈبیا بھی اس سے چھین لی تھی۔

اس طرح وہ نمودار رہنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ چونکہ نیلماں کی آتما سے چھپنے کے لیے سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے بہروپ میں رہتے تھے اس لیے وہ مجھے نہ پہچان سکی اور میں بھی اسے کبھی نہ پہچانتا لیکن اس کے اندر پورس تھا۔ اسے حوصلہ دے رہا تھا۔ ان کی گفتگو سے میں سمجھ گیا کہ وہ نتاشا ہے۔ زخمی ہونے کے باعث وہ کسی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے اندر آنے سے روک نہیں سکتی تھی۔

اب پورس کی آزمائش تھی کہ وہ نتاشا کے برے وقت میں کیسے اسے بچائے گا۔ اس پر لازم تھا کہ وہ اس کی مدد کے لیے فوراً وہاں پہنچے۔ میں نادیدہ ہو گیا تھا تاکہ وہ آئے تو مجھے نہ دیکھے۔ میرا آلۂ کار وہ تمام سامان سمیٹ کر اسے ایک گٹھڑی میں باندھ رہا تھا۔

پورس وہاں آسکتا تھا لیکن ایک مسئلہ تھا۔ وہ ہم شکل گرودیو میں سے نتاشا ایک گرودیو کو ہلاک کر چکی تھی۔ پورس نادیدہ بن کر ایک سائے کی طرح دوسرے گرودیو کے جسم میں سمایا ہوا تھا اور وہ گرودیو کار میں کہیں جا رہا تھا۔

ایسے میں پورس اس کے اندر سے نکل کر نتاشا کی مدد کے لیے حویلی کے اندر آتا تو وہ گرودیو ہاتھ سے نکل جاتا پھر یہ معلوم نہ ہوتا کہ اس کی اصلیت کیا ہے؟ اور وہ کہاں رہتا ہے؟

پہلے تو اس نے کہا "نتاشا! حوصلہ کرو۔ ان سے بات کرو۔ شاید میں ان کی آوازیں سن کر ان کے دماغوں میں جا سکوں۔"

لیکن وہ بڑی تکلیف میں تھی۔ ایک تو اس کا ہاتھ زخمی تھا پھر میرے آلۂ کار نے اس کی گردن ایسے دبوچ لی تھی کہ اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ ایسا کرنے کے نتیجے میں پورس وہاں آنے پر مجبور ہو جائے۔

ایسے حالات میں کوئی کیا کر سکتا ہے؟ دماغ کام نہیں کرتا کہ کسی اپنے کی حفاظت کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے لیکن پورس ذہین اور حاضر دماغ تھا۔ اس نے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حکم دیا "فوراً نتاشا کے دماغ میں پہنچ کر اس کے دماغ پر اتنی مضبوطی سے قبضہ جماؤ کہ دشمن اسے ذہنی تکلیف میں مبتلا نہ کر سکیں۔"

ان دونوں ماتحتوں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر حکم کی تعمیل کی۔ میں نتاشا کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ اچانک پڑھنے کا یہ سلسلہ ٹوٹ گیا۔ ان ماتحتوں نے بڑی پھرتی سے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ ویسے میں اتنی دیر میں نتاشا اور نتالیہ کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر چکا تھا۔

میں نے اس کے اندر کہا "میں بہت کچھ معلوم کر چکا ہوں۔ یہ نتاشا ہے اور تم پورس ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"نتاشا کے چور خیالات پڑھنے کے بعد غلط کیسے کہہ سکتے ہو۔ ویسے اب نہ اس کے خیالات پڑھ سکو گے اور نہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کر سکو گے۔"

میں نے کہا "میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا اور نہ اب ہے۔ تمہاری یہ خوبی مجھے پسند آئی کہ نتاشا کے احسان کا بدلہ چکا رہے ہو۔ تم نے اس کے دماغ کو محفوظ کر لیا ہے لیکن جسم ہمارے سامنے ہے۔ اسے جسمانی نقصان سے یا مرنے سے کیسے بچاؤ گے؟"

"ہاں۔ یہ ایک مسئلہ ہے۔ اسے زندہ رکھنے کے لیے مجھ سے کوئی سمجھوتا کر لو۔ ویسے تم آواز بدل کر بول رہے ہو لیکن میں سمجھ رہا ہوں کہ تم پارس ہو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تم اپنے ہندو عقیدے کے مطابق سات بار جنم لے کر بھی مجھے نہیں پہچان سکو گے۔"

"پارس! تم باتیں بنا کر مجھے بے وقوف نہیں بنا سکو گے۔"

"اگر میں پارس ہوتا تو ڈنکے کی چوٹ پر کہتا کہ نتاشا تمہیں بچانے کے لیے جو کیا' وہی میں نتاشا کے ساتھ کر رہا ہوں۔ تمہیں یہ تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ گرودیو کے ایک تابعدار شرانے پارس کے خفیہ اڈے سے دوائیں چرائی تھیں۔ آج وہی دوائیں میں اس کے تہ خانے سے چرا کر لے گیا ہوں پھر اس گٹھڑی میں جو مال مسالا ہے ان کے ذریعے جب میں بڑے ممالک کو بلیک میل کروں گا تو تمہیں یقین آجائے گا کہ میں کوئی اور ہوں۔"

"اپنی اصلیت چھپانے کی وجہ کیا ہے؟"

"ویسے تو کئی وجوہات ہیں۔ فی الحال ایک وجہ ہے کہ میں تمہارے لیے ایک معما بن کر رہوں گا۔ کبھی مجھ جیسے معمے کو حل کر سکو تو کر لینا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ روپوش اور پُراسرار بن کر رہنے سے اپنی کچھ کمزوریاں مخالفین کی نظروں میں نہیں آتیں۔"

نتاشا نے کہا "پورس! یہ باتیں چھوڑو۔ مجھے یہاں سے نکالنے کی کوشش کرو۔"

میں نے کہا "پارس اور پورس تقریباً ہم مزاج ہیں اور ایک جیسا طریقۂ کار اختیار کرتے ہیں۔ پارس کی بھی یہی عادت ہے' وہ بہت زیادہ بولتا ہے اور بولتے بولتے اپنے مخالف کی کسی کمزوری تک پہنچ جاتا ہے۔ ابھی تم بھی یہی کر رہے ہو لیکن تمہیں مایوسی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ اب میں کام کی بات کر رہا ہوں۔ نتاشا کو نقصان پہنچا کر تم کچھ حاصل نہیں کر سکو گے۔ میں چاہتا ہوں کوئی سمجھوتا کر لو۔"

میں اس کے جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی وہ بولا "پلیز! ایک منٹ انتظار کرو۔ میں جہاں ہوں' وہاں ایک پرابلم پیدا ہو گئی ہے۔ میں ابھی واپس آتا ہوں۔"

اصل بات یہ تھی کہ وہ گرودیو کے اندر سما کر کار میں سفر کر رہا تھا۔ اب وہ کار ایک خوب صورت کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوئی تھی۔ پورچ میں آکر رک گئی تھی۔ گرودیو کار سے نکل کر کوٹھی کے اندر جا رہا تھا اور پورس آئندہ وہاں پہنچنے کے لیے اس کوٹھی کو پہچان رہا تھا۔

وہ کوٹھی کو پہچان کر پھر کبھی وہاں پہنچ سکتا تھا لیکن یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ کس شہر میں ہے؟ اور گرودیو ابھی کوٹھی کے اندر پہنچ کر کیا کر رہا ہے؟

بہت کچھ معلوم کرنے کے لیے بہت وقت لگ جاتا۔ اس نے وہاں ایک ملازم کی آواز سنی۔ اپنے ایک ماتحت کو اپنے دماغ میں بلا کر کہا "میں تمہیں گرودیو کے ایک ملازم کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ تم اس ملازم کے خیالات پڑھ کر معلوم کرو کہ وہ گرودیو اور وہ کوٹھی کس شہر میں ہے اور اس ملازم کے ذریعے گرودیو پر نظر رکھو۔ جب اس شہر اور کوٹھی کا پتا چل جائے تو فوراً نادیدہ بن کر آؤ اور گرودیو کے اندر سما جاؤ۔"

پورس احتیاطی تدبیر پر عمل کر رہا تھا۔ اسی وقت میں نے اپنے آلۂ کار سے کہا کہ وہ گٹھڑی لے کر میری موجودہ رہائش گاہ میں جائے اور اسے وہاں رکھ کر واپس آجائے۔

وہ چلا گیا۔ نتاشا اب تک فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جو گولی اس پر چلائی گئی تھی وہ اس کے ہاتھ کی جلد کو رگڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔ معمولی سا زخم تھا۔ میں نے کہا "اٹھو اور دیکھو۔ اس حویلی میں کہیں فرسٹ ایڈ کا سامان ہوگا۔ تم اپنے زخم کی مرہم پٹی کر سکو گی۔"

وہ اٹھ کر حویلی کے مختلف کمروں میں جا کر ابتدائی طبی امداد کا باکس ڈھونڈنے لگی۔ اسی وقت پورس فلائنگ کیپسول کے ذریعے حویلی کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں جانے سے پہلے اس نے اپنے ماتحت کو گرودیو کے ملازم کے اندر پہنچا دیا تھا پھر وہ ماتحت ملازم کے خیالات پڑھ کر کچھ اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد گرودیو کے جسم میں سما گیا تھا۔ تب پورس وہاں سے نکل کر حویلی میں پہنچا تھا۔

اس نے خاموش رہ کر نتاشا کے خیالات سے معلوم کیا کہ وہ میرے مشورے پر اس حویلی میں فرسٹ ایڈ باکس تلاش کر رہی ہے۔ میں نے کہا "نتاشا! تمہارا بھائی بننے والا پورس چالاکی دکھا رہا ہے۔ مجھے یہ سمجھا رہا ہے کہ کسی پرابلم کی وجہ سے وہ اپنی جگہ حاضر ہونے گیا ہے۔ میں سمجھ رہا ہوں اس نے تھوڑی سی مہلت لی ہے اور یہاں پہنچ گیا ہے۔"

نتاشا نے پوچھا "پورس! کیا تم میرے پاس ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا "اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میرے اور ماتحت کے پاس ریوالور ہیں۔ اس کا ثبوت نتاشا کا زخمی ہاتھ ہے۔ اگر وہ ذرا بھی چالاکی دکھائے گا تو ہم نتاشا کو

گولی ماردیں گے۔ اسے زخمی نہیں کریں گے، ہلاک کردیں گے۔"

اس میں شبہ نہیں کہ وہ بہت ذہین اور چالاک تھا۔ میری باتیں سن کر آواز سے سمجھ گیا کہ میں نتاشا کے پیچھے ہوں۔ وہ ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں جارہی تھی۔ جیسے ہی وہ دروازے سے داخل ہوئی' پورس نے اچانک نمودار ہو کر دروازے کو بند کرکے چٹخنی لگادی پھر پلٹ کر نتاشا کے منہ میں ایک گولی ڈال دی۔ اس کے بعد دوڑتے ہوئے کمرے کا دوسرا دروازہ کھولتے ہی دونوں ناپدید بن گئے۔

اسی وقت میں نتاشا کے دماغ میں پہنچا تھا لیکن پورس کے دو ماتحت اس کے دماغ پر اس طرح قبضہ جمائے ہوئے تھے کہ میں نتاشا کو گولی نگلنے سے نہ روک سکا۔ یوں اسے ناپدید بننے کا موقع مل گیا۔

"پورس! تم مخالف ہی سہی مگر تم نے کمال کی چالاکی دکھائی ہے۔ مجھ جیسے تجربے کار سے میرا شکار چھین لیا۔ آفرین ہے تم پر۔ میں دل سے تمہاری ذہانت اور چالاکی کی داد دیتا ہوں۔ شاباش....."

وہ بولا "میری زندگی میں تم پہلے دشمن ہو' جو اپنی شکست پر جھنجلانے کے بجائے میری تعریف کررہے ہو۔"

"تم واقعی قابلِ تعریف ہو۔ رہی شکست کی بات تو کوئی بات نہیں۔ کسی بھی بازی میں ہار جیت تو ہوتی ہی ہے پھر کبھی تمہاری ہار بھی ہوسکتی ہے۔"

وہ حویلی سے باہر چلے گئے تھے۔ بہت دور جاکر دونوں نمودار ہوئے' ایک ایک فلائنگ کیپسول منہ میں رکھا پھر ناپدید ہوکر وہاں سے دور کہیں چلے گئے۔

میں ہوں فرہاد علی تیمور' کل کے بچے سے شکست کھاگیا۔ یہ سبق حاصل کرنے کا مقام ہے۔ کوئی انسان ابدی ذہانت' ابدی طاقت اور ابدی فتح حاصل کرنے کے لیے دنیا میں نہیں آتا۔ ابدی قوت صرف ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

○☆○

گرودیو ابھی اپنی چند ناکامیوں سے بے خبر تھا۔ مثلاً یہ نہیں جانتا تھا کہ جس نئے اڈے میں اس نے تمام کارٹن چھپا کر رکھے ہیں' ان میں نقلی دوائیں ہیں اور اس نئے خفیہ اڈے میں وہ ناپدید پورس کو اپنے ساتھ لے آیا تھا اور پورس اس کی ایک کوٹھی تک پہنچ چکا تھا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس کا ایک ہم شکل بھائی یہ خانے میں مارا گیا تھا اور وہاں بڑے ممالک سے تعلق رکھنے والی جتنی اہم دستاویزات تھیں انہیں چرالیا گیا ہے۔

کئی شہروں میں اس کی کوٹھیاں تھیں۔ ایک کوٹھی میں پورس پہنچ چکا تھا پھر پورس اپنے ایک ماتحت کو ناپدید بنا کر گرودیو کے اندر پہنچا کر نتاشا کی مدد کے لیے چلا گیا تھا۔ گرودیو نے اس کوٹھی میں آنے کے بعد ملازم کو بلا کر کھانا لانے کے لیے کہا پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر موجودہ حالات پر غور کرنے لگا کہ اس نے اب تک کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے؟

اس نے جو کھویا تھا' اس کا پوری طرح اسے علم نہیں تھا اور جو حاصل کررہا تھا' اس سے مطمئن اور خوش تھا۔ خوش اس لیے تھا کہ اس کے تابعدار جگن ناتھ شرما نے پہلے پارس کے خفیہ اڈے سے دوائیں چرائی تھیں۔ پھر پورس کی تمام تیار کردہ دوائیں بڑی کامیابی سے چرا لایا تھا۔ نیلی پتھی کی دنیا میں پارس اور پورس کی ذہانت اور مکاریاں مشہور تھیں۔ ان کی جیب سے ایک سکہ نکال لانا بھی ناممکن سمجھا جاتا تھا جبکہ گرودیو ان کے خفیہ اڈوں سے مال چرا لایا تھا۔ یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں تھی۔ یہ بھرپور طریقے سے جشن منانے والی کامیابیاں تھیں۔

ملازم نے آکر کہا "مالک! میز پر کھانا لگادیا ہے۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر ڈائننگ ٹیبل پر آیا پھر اس نے کھانے کے دوران میں شرما کی بیٹی لاج ونتی سے دماغی رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا "ہیلو کیسی ہو؟"

"میں تو ٹھیک ہوں لیکن ڈیڈی سے میرا رابطہ نہیں ہورہا ہے۔ میری خیال خوانی کی لہروں کو ان کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ کسی کے بھی دماغ میں اس وقت جگہ نہیں ملتی ہے جب وہ مرجاتا ہے۔ میں ان کی زندگی کے لیے بھگوان سے پرارتھنا کررہی ہوں۔"

وہ کھانے کے دوران میں مرغ کی ران سے گوشت نوچ کر چباتے ہوئے بولا "اب پرارتھنا نہ کرنا۔ بھگوان کچھ نہیں کرسکے گا۔ تمہارا باپ مرچکا ہے۔"

وہ ایک دم سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ گرودیو کی بات غلط نہیں ہوسکتی تھی۔ اسے باپ کی موت کا یقین آگیا۔ وہ بولا "میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا ہے کہ تمہارے باپ کی لاش تمہارے گھر پہنچادی جائے تاکہ تم ان کا انتم سنسکار کرسکو۔"

وہ روتے ہوئے بولی "ڈیڈی! اچھے صحت مند تھے پھر ان کی موت کیسے ہوگئی؟"

"میں نے اسے گولی ماردی۔"

وہ روتے روتے چونک کر خلا میں تکنے لگی۔ وہ لقمہ چباتے ہوئے بولا "تمہارے باپ نے مجھے بہت نقصان پہنچایا تھا۔ آئندہ دشمن اس کے ذریعے مجھ تک پہنچ سکتے تھے۔ شرما میرے لیے خطرے کا سگنل بن گیا تھا۔ اسے ہلاک کرنا ضروری تھا۔"

وہ ایک معمولہ اور تابعدار تھی۔ اپنے گرودیو کو غصہ نہیں دکھا سکتی تھی۔ حتیٰ کہ دل میں گالیاں بھی نہیں دے سکتی تھی۔ اس نے صرف اتنا کہا "یہ آپ نے کیا کیا گرودیو؟ مجھے یتیم بنادیا۔ میں اتنی بڑی دنیا میں تنہا رہ گئی ہوں۔"

"میری سرپرستی میں کوئی تنہا اور بے یارومددگار نہیں رہتا۔ میں تمہارا خیال رکھوں گا مگر اپنے باپ کی طرح کوئی غلطی نہ کرنا ورنہ باپ کے پاس پہنچ جاؤ گی۔"

لاج ونتی رو رہی تھی۔ وہ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ایک لقمہ چباتے ہوئے سوچنے لگا "حویلی کے حالات معلوم کرنے چاہئیں۔ ہمارا چھوٹا (بھائی) وہاں گیا تھا۔ اس نے اب تک مجھے وہاں کے حالات نہیں بتائے ہیں۔ پتا نہیں وہاں کیا کررہا ہے؟"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اپنے ہم شکل کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس کا دماغ نہیں ملا۔ اسے حیرانی ہوئی تو وہ لقمہ چباتے چباتے رک گیا۔ مرغ کی ران نوچ کر کھانا چاہتا تھا۔ وہ ران اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ اس نے دوسری بار خیال خوانی کی پرواز کی۔ چھوٹے بھائی کے دماغ تک پہنچنا چاہا۔ تب یقین ہوگیا کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔

وہ بڑے مزے سے کھا رہا تھا۔ اب کھانا بھول گیا۔ وہ یہ خانے کے اندر ڈیوٹی دینے والوں کو حکم دینا چاہتا تھا کہ وہ یہ خانے کے پرائیویٹ روم میں جاکر معلوم کریں کہ ان کا گرودیو (چھوٹا بھائی) کہاں ہے؟ اور کس حالت میں ہے؟

اسے پھر شاک پہنچا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو ان دونوں گارڈز کے دماغ بھی نہیں مل رہے تھے۔ یعنی وہ بھی مرچکے تھے۔ اب اس حویلی میں کوئی ایسا آلۂ کار نہیں تھا جس کے دماغ میں جاکر وہاں کے صحیح حالات معلوم کرتا۔

وہ کھانا چھوڑ کر میز سے اٹھ گیا۔ آہستہ آہستہ کمرے کی طرف جاتے ہوئے سوچنے لگا "یہ کیا ہورہا ہے۔ پہلے دو کارٹن کی دوائیں کوئی لے گیا۔ میں نے صبر کرلیا لیکن کسی نے میرے بھائی کو مار ڈالا۔ میں کیسے صبر کروں؟ کون اسے قتل کرسکتا ہے؟ کون بدبخت ہمارے مقابلے پر آکر ہمیں نقصان پہنچا رہا ہے؟"

وہ ایک کمرے میں آکر صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کے تین بھائی تھے جن میں سب سے چھوٹا بھائی مارا گیا۔ اب دو رہ گئے تھے۔ ایک اس سے چھوٹا اور دوسرا بڑا بھائی تھا۔ وہ تمام بھائی قدرتی طور پر ہم شکل تھے اور ان تمام کا حلیہ ایک جیسا تھا۔ ان کے نام الگ الگ نہ ہوتے تو وہ پہچانے نہ جاتے۔ انہیں ایک ساتھ کسی نے دیکھا نہیں تھا۔ وہ مختلف شہروں میں رہتے تھے۔ اگر وہ چاروں ایک ساتھ دیکھے جاتے تو انہیں دیکھنے والے حیران رہ جاتے۔ بہرحال ان میں سے ایک مرچکا تھا۔

گرودیو نے خیال خوانی کے ذریعے دوسرے چھوٹے بھائی کو مخاطب کیا "شیوراج! میں مہاراج کے پاس جارہا ہوں۔ تم فوراً وہاں پہنچو۔ ضروری بات ہے۔"

وہ سب سے بڑے بھائی کو مہاراج کہتے تھے اور تابعدار کی طرح اپنے بھائی مہاراج کے احکامات کی تعمیل کیا کرتے تھے۔ وہ گرودیو بڑے بھائی مہاراج کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دوسرا بھائی شیوراج بھی آگیا۔ بھائی مہاراج نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

گرودیو نے کہا "بہت دکھ بھری خبر ہے۔ ہمارا چھوٹا مارا گیا ہے۔ کسی نے اسے قتل کیا ہے۔"

گرودیو سے یہ خبر سن کر دونوں بھائیوں کو صدمہ پہنچا۔ وہ چپ رہے۔ صدمے سے کچھ نہ کہہ سکے پھر مہاراج نے کہا "آہ! ہمارا چھوٹا اس دنیا سے اٹھ گیا۔ کس کی شامت آئی ہے کہ اس نے ہمارے چھوٹے کو قتل کرنے کی جرات کی ہے؟"

گرودیو نے کہا "کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ یہ خانے کے دونوں گارڈز بھی مارے گئے ہیں۔ قاتل کوئی ایک نہیں ہے۔ وہ حویلی میں اپنے پورے گینگ کے ساتھ آیا ہوگا۔ دو کارٹن کی دوائیں بھی چرائی گئی ہیں۔"

حویلی میں جو کچھ ہوتا رہا' گرودیو وہاں کی روداد سناتا رہا لیکن اس کی غیر موجودگی میں چھوٹا بھائی کیسے مارا گیا اور وہاں کیا کچھ ہوتا رہا' یہ گرودیو نہیں جانتا تھا۔ مہاراج نے کہا "چار ناپدید ماتحتوں کے ساتھ جاؤ اور چھوٹے کی لاش لاکر انتم سنسکار کرو۔ ہم تینوں بھائی اس کی چتا جلنے تک ناپدید بن کر ایک جگہ شمشان گھاٹ میں رہیں گے پھر ایک دوسرے سے دور ہوجائیں گے۔ اسی میں ہماری بہتری ہے۔ ہمارے دشمن بھی ہماری طرح غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔"

"میں نے دشمنوں میں اب تک ایک ڈاکٹر ناپورنا کا نام سنا ہے۔ وہ حویلی کے اندر جاکر گم ہوگئی تھی۔"

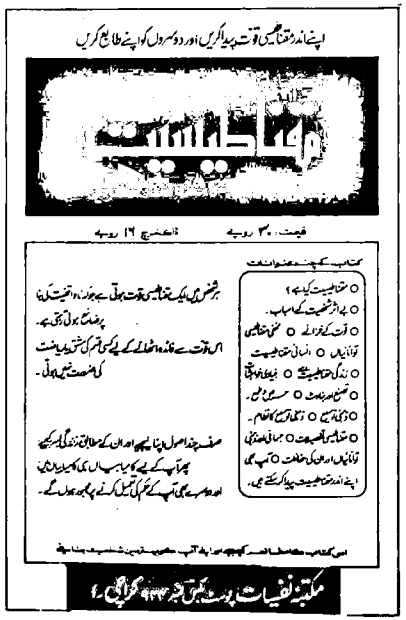

مہاراج نے کہا "ابھی ہم کسی دشمن کی بات نہیں کریں گے۔ چھوٹے کا صدمہ بھاری ہے۔ پہلے اس کی چتا جل جانے دو پھر ہم کچھ کریں گے۔ تم حویلی میں جاؤ۔"

گرودیو اپنے چار نادیدہ ماتحتوں کے ساتھ حویلی کے اندر آیا۔ نتاشا نے گٹھڑی لے کر نکالتے وقت چور دروازے کو کھولا تھا۔ اسے بند کرنے کا بٹن نہیں دبایا گیا تھا اسی لیے وہ کھلا ہوا تھا۔

گرودیو نے تہ خانے میں جا کر دو گارڈز کے علاوہ اپنے چھوٹے بھائی کی لاش دیکھی۔ وہ صدمے سے اس کے پاس تھوڑی دیر تک کھڑا رہا۔ اس کے دونوں بھائی شیو راج اور مہاراج اس کے دماغ میں رہ کر بڑے دکھ سے اسے دیکھ رہے تھے۔ گرودیو نے تین ماتحتوں سے کہا "چھوٹے کی لاش یہاں سے لے جاؤ۔ میں ابھی آؤں گا۔"

تین ماتحتوں نے نمودار ہو کر اس کی لاش اٹھائی پھر نادیدہ بن کر وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد گرودیو نے توجہ سے تہ خانے کو دیکھا تو اسے دونوں الماریاں خالی نظر آئیں۔ وہ ایک دم سے چونک کر خیال خوانی کے ذریعے بولا "مہاراج! آپ دیکھ رہے ہیں۔ دونوں الماریوں کی اہم دستاویزات وہ دشمن لے گئے ہیں۔ ہم لوٹ گئے۔"

مہاراج نے کہا "اس طرح لٹنے کا غم ہے لیکن چھوٹے کی موت سے زیادہ غم نہیں ہے۔ ابھی کوئی بات نہ کرو۔ صبر کرو۔ واپس آجاؤ۔"

وہ واپس چلا گیا۔ چھوٹے کے انتم سنسکار کی ذمے داری اپنے ماتحتوں کو دے دی گئی۔ تینوں بھائی نادیدہ بن کر موجود رہے۔ صبح ہونے تک چھوٹے کی چتا جلا دی گئی۔ اس کے بعد وہ تینوں ایک دوسرے سے دور چلے گئے۔

پورس نے نتاشا کو اپنی ایک خفیہ رہائش گاہ میں لے جا کر اُس کے زخم کی مرہم پٹی کردی پھر خیال خوانی کے ذریعے اس ماتحت کے دماغ میں رہا جو نادیدہ بن کر گرودیو کے اندر سایا ہوا تھا۔ اس کے ذریعے معلوم ہوا کہ گرودیو کے دوسرے دو بھائی بھی اس کے ہم شکل ہیں۔ ان میں سے چھوٹے کا نام شیو راج ہے اور سب سے بڑے بھائی کو وہ عزت اور احترام سے مہاراج کہتے ہیں۔ چھوٹے کو چتا میں جلانے کے وقت شیو راج اور مہاراج نادیدہ بن کر آئے تھے پھر چلے گئے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ دونوں کس شہر میں کہاں رہتے ہیں؟

اور جسے اب تک گرودیو کہا جا رہا تھا' اس کا نام دھرم راج ہے۔ مہاراج نے خیال خوانی کے ذریعے گرودیو دھرم راج سے کہا۔ "پورس کی خفیہ لیبارٹری سے جو دوائیں لائی گئی ہیں انہیں بھی آزماؤ۔"

گرودیو نے اپنے ایک ماتحت کو ایک نادیدہ بنانے والی گولی کا چھوٹا سا ٹکڑا دیا' فلائنگ کیپسول اور اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کا کیپسول بھی دیا پھر کہا "یہ گولی نگل کر یہاں سے دس میل دور فلائنگ کیپسول کے ذریعے جاؤ۔ وہاں پہنچ کر یہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا خود پر اسپرے کرو۔ میں تمہارے اندر موجود رہوں گا۔"

اس نے حکم کے مطابق گولی کا ننھا سا ٹکڑا نگل لیا لیکن نادیدہ نہ ہو سکا۔ گرودیو کے اندر دونوں بھائی تھے۔ وہ سب حیران ہوئے۔ گرودیو نے اس ماتحت سے کہا "فلائنگ کیپسول کو منہ میں رکھ کر پرواز کرو۔"

اس نے کیپسول کو منہ میں رکھا۔ کچھ بھی نہ ہوا۔ وہ کیپسول بھی نادیدہ بنانے والی گولی کی طرح ناکارہ تھا۔ مہاراج نے کہا "دھرم راج! ہم بہت زبردست دھوکا کھا رہے ہیں۔ اس ماتحت کو اس نئے خفیہ اڈے میں بھیجو جہاں پورس سے چرائی ہوئی تمام دوائیں رکھی گئی ہیں۔"

وہ ماتحت حکم کے مطابق اس نئے اڈے میں گیا۔ اس سے کہا گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی کو عارضی طور پر ختم کرنے والی دوا خود پر اسپرے کرے۔ اس نے یہی کیا۔ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا خود پر اسپرے کی۔ گرودیو نے کہا "اب خیال خوانی کی پرواز کر کے میرے دماغ میں آؤ۔"

وہ بڑی کامیابی سے خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا گرودیو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ پتا چل گیا کہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا ابھی نقلی ہے۔ اس ماتحت سے کہا گیا کہ وین کے پچھلے حصے میں جتنے کارٹن رکھے گئے ہیں وہ ان میں سے تمام دوائیں نکال کر انہیں استعمال کرے۔ وہ یہی کرنے لگا۔ کتنے ہی کارٹن کی دوائیں نکال نکال کر انہیں آزمانے لگا اور یہ ثابت ہونے لگا کہ تمام نادیدہ بنانے والی گولیاں' فلائنگ کیپسول اور ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوائیں نقلی ہیں۔ وہاں جتنے بھی کارٹن کی دوائیں ہیں' وہ سب ناکارہ ہیں۔

مہاراج نے کہا "مجھے پہلے ہی شبہ ہو گیا تھا۔ پارس سے چرائے ہوئے کارٹن کی دوائیں اصلی تھیں۔ انہیں کوئی چرا لے گیا اور وہ چرانے والا جانتا تھا کہ باقی تمام دوائیں نقلی ہیں۔"

شیو راج نے کہا "اس سے پہلے کہ ہمارے ماتحت پورس کی خفیہ لیبارٹری میں پہنچیں' اصل دوائیں پورس نے وہاں سے دوسری جگہ منتقل کردیں اور اپنے مخالفین کو دھوکا دینے کے لیے وہاں وہ نقلی دوائیں رکھ دیں جنہیں ہمارے ماتحت اصلی سمجھ کر لے آئے۔"

مہاراج نے کہا "اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پورس وہاں نادیدہ بن کر اپنے مخالفین کا انتظار کر رہا تھا۔ جب شرما اور دوسرے ماتحت وہ دوائیں اس کی لیبارٹری سے لے کر جانے لگے تو وہ شرما کے اندر سما کر حویلی کے تہ خانے تک پہنچ گیا۔"

گرودیو نے کہا "مہاراج! اگر پورس نادیدہ بن کر شرما کے اندر سایا ہوا تھا تو پھر وہ ہمارے نئے خفیہ اڈے تک پہنچ گیا ہوگا۔ میں نے وہاں نمودار ہو کر شرما کو گولی ماری تھی۔ اس وقت کیا پورس

میرے اندر سمایا نہیں ہوگا؟"

"تم درست سوچ رہے ہو۔ وہ تمہاری اصلیت معلوم کرنے کے لیے تمہارے اندر ضرور سمایا ہوگا بلکہ وہ اس وقت بھی تمہارے اندر موجود ہوگا۔"

"مہاراج! پھر تو میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہوں۔"

"ہاں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ پورس بہت چالباز ہے۔ وہ تمہاری اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا۔"

"مہاراج! اب تو میں سکون سے نہیں رہ سکوں گا۔ آپ کالے جادو کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔ مجھے اس سے نجات دلائیں۔"

"تم فکر نہ کرو۔ ہمارا ایک بھائی ہماری لاعلمی میں مارا گیا۔ اب کوئی دشمن ہم تینوں بھائیوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ ایک بار اسے وارننگ دے دو۔ وہ اپنی سلامتی چاہتا ہے تو تمہارے اندر سے نکل کر تمہارے سامنے ظاہر ہو جائے۔"

گرودیو نے اپنی زبان سے کہا "پورس! میں تم سے مخاطب ہوں۔ یہ خیال اپنے دماغ سے نکال دو کہ سایہ بن کر میرے اندر سما کر میرا بھید معلوم کرتے رہو گے۔ اگر چاہتے ہو کہ تمہیں جان سے نہ مارا جائے تو باہر آؤ اور میرے سامنے ظاہر ہو جاؤ۔"

اس کے جسم کے اندر اور باہر خاموشی رہی۔ پورس کا ماتحت اس کے اندر سمایا ہوا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پورس نے اس ماتحت سے کہا "اس کی دھمکی میں نہ آؤ۔ جب تک میں باہر نکلنے کو نہ کہوں' تب تک وہیں رہو۔ میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر میں آؤں گا۔"

پورس دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ نتاشا اس سے کہہ رہی تھی "یوں دن رات دشمن کے پیچھے نہ پڑو۔ پچھلی تمام رات جاگتے رہے ہو۔ تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔"

"میں آرام سے سونے کے لیے سوچ رہا تھا مگر ابھی گرودیو نے دھمکی دی ہے کہ میرا ماتحت اس کے اندر سے نہیں نکلے گا تو مارا جائے گا۔ وہ تینوں بھائی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیا کرنے والا ہے؟"

"ایسے تو کوئی نہ کوئی بات ہوتی رہے گی اور تم جاگتے رہو گے۔ ایسا کرو کہ تم سو جاؤ۔ میں اس ماتحت کے دماغ میں رہوں گی۔ اگر ہماری ناکامی اور پریشانی کی کوئی بات ہوگی اور ہمارے ماتحت کو نقصان پہنچنے والا ہوگا تو میں تمہیں جگا دوں گی۔"

"الٹی بات کر رہی ہو۔ تم زخمی ہو۔ تمہیں آرام سے سو جانا چاہیے۔"

"زخم گہرا نہیں ہے۔ بہت معمولی سا ہے اسی لیے تو اب خیال خوانی کرنے لگی ہوں۔"

"اچھا وعدہ کرتا ہوں' آدھے گھنٹے کے بعد سو جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ جب جاگ ہی رہے ہو تو میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ جب زخمی ہونے کے باعث میری دماغی توانائی کم ہو گئی تھی تو تم نے میرے چور خیالات کیوں نہیں پڑھے؟"

"میں نے تمہیں بہن بنایا ہے۔ تم پر اندھا اعتماد کرتا ہوں پھر تمہارے دماغ میں گھس کر جاسوسی کیوں کروں؟"

"تم بہت اچھے ہو۔ زبان کے دھنی ہو۔ تم نے قسم کھائی تھی کہ میرے برے وقت پر کام آؤ گے اور تم نے اپنی قسم پوری کی۔ حویلی میں اس نادیدہ دشمن سے مجھے بچا لیا۔ تم نہ ہوتے تو شاید وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتا یا میرے اندر سما کر یہاں تمہارے پاس پہنچ جاتا۔"

"ہم نے ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔"

"میں بہت دیر سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں مگر تم مصروف تھے۔ میں تم سے بہت متاثر ہو گئی ہوں اور تمہیں سگے بھائی کی طرح چاہنے لگی ہوں اس لیے ایک بات تم سے نہیں چھپاؤں گی۔ پہلی بار تمہاری مدد کرنے اور پارس سے تمہیں بچانے سے پہلے میں تم سے فراڈ کر رہی تھی۔"

"کیسا فراڈ؟"

"تمہیں پھانسنے کے لیے میں نے روشنا کو تمہارے پاس بھیجا تھا۔ روشنا دراصل میری چھوٹی بہن نتالیہ ہے۔ میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے اس قدر حسین اور پُرکشش بنا دیا کہ تم اس کے دیوانے ہو گئے۔ تم مجھ پر اس قدر اعتماد کرنے لگے کہ میرے چور خیالات سے بھی میرے جھوٹ اور فریب کو سمجھنا نہیں چاہا۔"

"اچھا ہوا کہ میں نے تمہارے چور خیالات نہیں پڑھے۔ تم نے خود ہی سچ کہہ کر مجھے یہ یقین دلا دیا ہے کہ میں تم پر اندھا اعتماد کر کے غلطی نہیں کر رہا ہوں اور یہ میرے لیے خوشی کی بات ہے کہ جس روشنا کا میں دیوانہ ہوں' وہ تمہاری بہن ہے۔"

"اب اسے روشنا نہیں نتالیہ کہو۔ ہم گرودیو سے نمٹ کر نتالیہ کو پارس کے شکنجے سے نکالیں گے۔"

"میں اسے پارس کے شکنجے سے نکالنے کے لیے نفسیاتی چال چل رہا ہوں۔ یہ جانتا ہوں کہ وہ ممبئی والے میرے بنگلے میں خیریت سے ہوگی۔ چپ چاپ اس کے دماغ میں جا کر اس کے خیالات پڑھ لیتا ہوں۔ پارس مختصر رہتا ہوگا کہ شاید میں نتالیہ کے دماغ میں آؤں گا یا اسے کسی طرح اس بنگلے سے نکال کر لے جاؤں گا اور میں ایسا نہیں کر رہا ہوں۔ پارس کو مایوس کر رہا ہوں۔ اسی طرح مایوس کرتے کرتے ایسی چال چل جاؤں گا کہ وہ نتالیہ کو ڈھونڈتا رہ جائے گا۔"

"مجھے یقین ہے تم میری بہن کو اس کی قید سے نکال لاؤ گے۔"

"اچھا اب میں ذرا اپنے ماتحت کی خبر لوں۔ گرودیو نے اسے

دھمکی دی تھی۔"

وہ اس ماتحت کے دماغ میں پہنچا۔ پتا چلا کہ وہ کچھ بے چینی سی محسوس کر رہا ہے۔ پورس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ بولا "میرے جسم کے کئی حصوں میں ایسی تکلیف ہو رہی ہے جیسے کوئی سوئیاں چبھو رہا ہو اور یہ چبھن جسم کے دوسرے حصوں میں بھی پھیلتی جا رہی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کالا جادو کیا جا رہا ہے۔ تمہارے نام کا پتلا بنا کر اس پتلے میں سوئیاں پیوست کی جا رہی ہیں اور ان سوئیوں کی چبھن تمہیں محسوس ہو رہی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس کے اندر سے نکل کر فلانگ کیپسول کے ذریعے دور چلے جاؤ۔"

اتنی دیر میں چبھن اتنی شدت سے ہونے لگی کہ وہ کراہتا ہوا اس کے جسم سے باہر نکلنے پر مجبور ہو گیا۔ گڑگڑاتے ہوئے پورس سے بولا "مجھے بچاؤ۔ کسی طرح بچاؤ۔"

"تم خود بخود اس کے جسم سے باہر نکل آئے ہو۔ تم پر کالے جادو کا اثر ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کا کالا عمل پوری طرح حاوی ہو جائے' وہاں سے فرار ہو جاؤ۔ تم نادیدہ بنے ہوئے ہو۔ صرف کیپسول منہ میں رکھ کر وہاں سے پرواز کرتے ہوئے چلے آؤ۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "مجھے متلی ہو رہی ہے۔"

وہ ابکائیاں لینے لگا جیسے قے کرنا چاہتا ہو۔ جبکہ وہ کسی طرح بھی بیمار نہیں تھا۔ سوئیوں کی چبھن اسے بیمار بنا رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ جیب سے فلانگ کیپسول نکالتا' اچانک قے ہو گئی۔ قے کرتے ہی وہ گولی باہر آ گئی اور وہ نمودار ہو گیا۔

اسے دیکھتے ہی گرودیو نے اسے ایک ٹھوکر مار دی۔ ملازم کو بلا کر کہا "وہاں سے وہ گولی اٹھا کر ٹائلٹ کے کموڈ میں ڈال دو۔"

ملازم نے کی غلاظت سے وہ گولی اٹھا کر لے گیا۔ اب یہ اندیشہ نہیں رہا تھا کہ وہ دوبارہ گولی نگل کر نادیدہ ہو سکے گا۔ گرودیو نے اس کی جیبوں کی بلکہ پورے لباس کی تلاشی لی۔ صرف ایک فلانگ کیپسول برآمد ہوا۔

مہاراج نے اس کے خیالات پڑھ کر گرودیو سے کہا "دھرم راج! یہ پورس نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ پورس یا اس کا کوئی دوسرا ماتحت نادیدہ رہ کر تمہارے جسم کے اندر آئے' تم نادیدہ ہو جاؤ۔"

اس نے فوراً ہی بڑے بھائی کی ہدایت پر عمل کیا اور نادیدہ ہو گیا۔ اس ماتحت کے اندر پہنچ کر بولا "پورس! تم یقیناً اپنے ماتحت کے اندر موجود ہو۔ یہ منظر دیکھو اور اسے سبق کی طرح یاد رکھو کہ ہم صرف نیلی پیتھی' تنویمی عمل نہیں جانتے۔ ہمارے پاس صرف نادیدہ بنانے والی گولیاں' فلانگ کیپسول اور اینٹی نیلی پیتھی دوا ہی نہیں ہے۔ ان سب کے علاوہ کالا جادو بھی ہے جس کے ذریعے ہم کانٹے کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور کانٹا خود بخود ہمارے پاؤں سے نکل جاتا ہے۔"

پورس نے کہا "میں بہت کچھ دیکھ رہا ہوں۔ تم سے پہلے نیلاں نامی ایک خطرناک عورت کا کالا جادو دیکھ چکا ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ جو لوگ مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہوتے ہیں' ان پر کالا جادو اثر تو کرتا ہے لیکن وہ اپنی قوتِ ارادی سے بچ نکلتے ہیں۔"

"ہم نے نیلاں کا نام سنا ہے۔ تم نے ہمارے بڑے بھائی مہاراج کا نام نہیں سنا ہوگا۔"

"میں صرف کالے جادو کا نام جانتا ہوں اور کالا دل رکھنے والے ایسا کرتے ہیں۔ لہٰذا اپنے بڑے بھائی کو کالا مہاراج کہا کرو۔"

"تمہارے نصیب اچھے ہیں۔ اگر اپنے ماتحت کی جگہ تم میرے اندر ہوتے تو مہاراج تمہیں اس ماتحت کی طرح میرے قدموں میں گرا دیتے۔"

"میرا ایک مشورہ ہے کہ کسی کو چیلنج نہ کیا کرو۔ جو کرنا ہے کر گزرو۔ جیسا کہ کل سے اب تک ہوتا آیا ہے۔ ذرا حساب کرو کہ کل سے تم نے کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے؟"

"تم نے ہماری لاعلمی میں ہمارے ایک بھائی کو ہلاک کیا ہے۔ تم اس کا بہت برا نتیجہ دیکھو گے۔"

"تم پھر چیلنج کر رہے ہو۔ پہلے گزرے ہوئے حالات کو سمجھو۔ کل سے حویلی میں صرف ہم ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچا

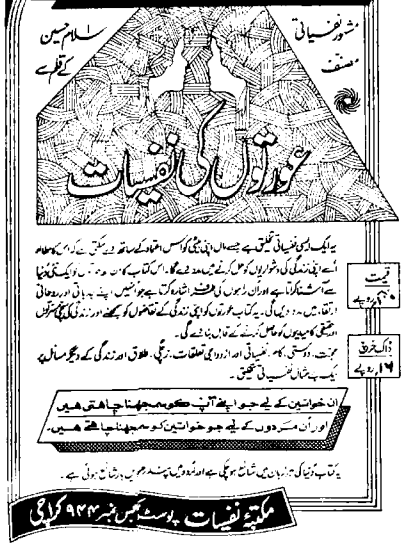

رہے تھے۔ کوئی تیسرا بھی تھا۔ اس نے مجھے بھی تمہاری طرح نقصان پہنچایا ہے۔ میری تیار کردہ تمام اصلی دوائیں لے گیا اور نقلی دوائیں تمہاری حویلی تک پہنچادیں اور بڑے بڑے ممالک سے تعلق رکھنے والے جتنے راز تھے ان سب کی فائلیں' وڈیو فلمیں اور مائیکرو فلمیں بنہ خانے سے لے گیا ہے۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ تمہارے علاوہ ہمارا اور بھی کوئی دشمن حویلی میں تھا۔"

"یقین نہ کرو لیکن تحقیقات تو کرسکتے ہو؟ یہ بھی نہیں کرو گے تو پھر بڑے نقصانات اٹھانے کے بعد عقل آجائے گی۔"

"چلو ہم فرض کرلیتے ہیں کہ وہاں ہمارا کوئی دوسرا دشمن بھی تھا پھر تو تم جانتے ہوگے کہ وہ کون ہے؟"

"ابتدا سے میرے اور پارس کے درمیان ٹھنی ہوئی ہے۔ میں نے پہلی بار جو دوائیں تیار کی تھیں' انہیں پارس لے گیا تھا۔ میں ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ دوسری بار بھی پارس میری دوائیں لے گیا ہے کیونکہ جس ڈاکٹر انا پورنا کے ذریعے میں نے وہ دوائیں تیار کرائی تھیں' وہ بہت پُراسرار ثابت ہورہی ہے۔"

"ہاں ایک ڈاکٹر انا پورنا اس حویلی میں داخل ہوئی تھی پھر وہاں سے باہر نہیں نکلی۔ جس پولیس افسر کی اجازت سے حویلی کے اندر گئی تھی اس افسر کو بھی دوبارہ نظر نہیں آئی۔ کیا تم نے ڈاکٹر انا پورنا کے چور خیالات نہیں پڑھے تھے؟"

"میں نادان نہیں ہوں۔ میں نے دواؤں کے فارمولوں کی نقل اس کے حوالے کرنے اور اسے خفیہ لیبارٹری میں پہنچانے سے پہلے اس کے خیالات بھی پڑھے۔ اس پر تنویمی عمل بھی کیا تھا اور اس کے خاندان کی پوری ہسٹری معلوم کی تھی لیکن وہ ایک غیر معمولی دماغ رکھنے والی عورت ہے۔ اس پر تنویمی عمل کا اثر نہیں ہوا اور اس کے چور خیالات مجھے دھوکا دیتے رہے۔"

"کیا ایسا عجیب و غریب دماغ کسی انسان کا ہوسکتا ہے؟"

"ایسا پارس کا دماغ ہے لیکن یہاں ایک ڈاکٹر کا معاملہ ہے۔ میں نے بہت سوچا کہ وہ انا پورنا کون ہوسکتی ہے؟ میری سمجھ میں ایک ہی بات آتی ہے کہ نیلاں آتما شکتی کے ذریعے ڈاکٹر انا پورنا بن کر مجھے دھوکا دیتی رہی ہے۔"

گرودیو نے کہا "تمہاری باتیں کچھ سمجھ میں آرہی ہیں۔ ہم اس معاملے کی تہ تک پہنچیں گے۔ اگر وہ نیلاں ہوگی تو ہمارے مہاراج اس سے نمٹ لیں گے لیکن تم نے حویلی میں آکر ہم سے دشمنی کیوں کی؟"

"یہ سوال مجھے کرنا چاہیے۔ تم لوگوں نے میری خفیہ لیبارٹری سے دوائیں چرا کر مجھے اپنا دشمن کیوں بنایا ہے؟"

"ہمیں غیر معمولی دوائیں آسانی سے حاصل ہورہی تھیں۔"

"اور مجھے اپنی دوائیں حاصل کرنے کا حق تھا۔ اس کے لیے حویلی میں جانا پڑا۔ جب دشمنی اور جنگ ہوتی ہے تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ صرف آلۂ کار مارے جارہے ہیں یا ان کے ساتھ تمہارا بھائی بھی مارا جارہا ہے۔"

"کیا تم تسلیم کرتے ہو کہ تم نے ہمارے بھائی کو ہلاک کیا ہے؟"

"یقین کرو یا نہ کرو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے تمہارے بھائی کو ہلاک نہیں کیا ہے۔"

پورس نے جھوٹی قسم نہیں کھائی تھی۔ اس نے گرودیو کے بھائی کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ اسے نتاشا نے گولی ماری تھی۔ گرودیو نے کہا "ہم اس کی بھی تحقیقات کریں گے۔ کیا تم جانتے ہو کہ ہم تمہاری لیبارٹری سے جتنی دوائیں لائے تھے' وہ سب نقلی اور ناکارہ ثابت ہوئی ہیں۔"

یہ پورس کے لیے نئی اور چونکا دینے والی بات تھی۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تم نے وہ تمام دوائیں آزمائی ہیں؟"

"میں آزمانے کے بعد ہی یہ کہہ رہا ہوں۔ یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ ڈاکٹر انا پورنا نے دوائیں تیار کرنے کے سلسلے میں بھی تمہیں دھوکا دیا ہے۔"

پورس نے کہا "نیلاں کے پاس آتما شکتی اور غیر معمولی صلاحیتیں ہیں لیکن اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں' فلائنگ کیپسول اور اینٹی ٹیلی پیتھی دوائیں تھی۔ اس نے میری لیبارٹری سے یہ ضرورت پوری کی ہے۔"

"تمہاری باتیں دل کو لگ رہی ہیں۔ ہم نیلاں کو تلاش کریں گے اور صداقت معلوم کریں گے۔ تمہارے ماتحت کے دماغ میں رہ کر تم سے گفتگو ہوئی اور کچھ معلومات بھی حاصل ہوئیں۔ اب جاؤ۔ تمہارے ماتحت کو گولی ماری جارہی ہے۔"

پورس نے کہا "وہ ایک ماتحت ہے۔ اسے مار کر تم کچھ حاصل نہیں کرسکو گے۔ اس کی جان بخشنے میں تمہارا فائدہ ہے ورنہ خون کا بدلہ خون ہوتا ہے۔ تم ایک مارو گے' میں تمہارے دس مار گراؤں گا۔"

"تم نے تھوڑی دیر پہلے مجھے مشورہ دیا تھا کہ کسی کو چیلنج نہ کرو اور تم خود ہی کررہے ہو۔ مجھے جو کرنا ہے' وہ میں کررہا ہوں۔"

گولی چلنے کی آواز آئی پھر موت کے سناٹے کے ساتھ پورس کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس ماتحت کے مردہ دماغ میں کچھ نہیں رہا تھا۔

خیال خوانی کے دوران میں نتاشا بھی پورس کے ساتھ تھی اور ان کی تمام باتیں سنتی رہی تھی۔ وہ دونوں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئے۔ نتاشا نے کہا "تم نے جو وعدہ کیا تھا' آدھے گھنٹے بعد سوجاؤ گے۔ دیکھو پونے دو گھنٹے گزر رہے ہیں۔ گرودیو سے پھر کبھی باتیں ہوسکتی تھیں۔"

"ہاں۔ ان باتوں کا ایک فائدہ یہ ہوا ہے کہ میں نے گرودیو

کے کالا جادو جاننے والے بھائی مہاراج کو نیلاں کے پیچھے لگا دیا ہے۔"

"ایسی چالیں بعد میں چلی جاسکتی تھیں۔ اب کوئی بات نہ کرو۔ اپنی بہن کی بات مان کر آنکھیں بند کرو۔ دماغ کو ضروری ہدایات دو اور سوجاؤ۔"

پورس اسے محبت سے دیکھ کر مسکرایا پھر اس نے آنکھیں بند کرکے اپنے دماغ کو ضروری ہدایات دیں۔ اس کے بعد گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ نتاشا نے وہاں سے اٹھ کر کمرے سے باہر آکر دروازے کو بند کردیا پھر دوسرے بیڈ روم میں آکر لیٹ گئی۔ اسے بھی نیند آرہی تھی لیکن اس نے پہلے اپنی بہن نتالیہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ساحلی بنگلے میں خیریت سے تھی۔ پارس نے اسے وہاں پہنچانے کے بعد کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔

اور یہ شاید اس لیے کہ پارس کو نتالیہ سے نہیں پورس سے دلچسپی تھی۔ اس کے ماتحت یقیناً نتالیہ کے دماغ میں چھپے رہتے ہوں گے اور پورس کا انتظار کررہے ہوں گے۔ فی الحال نتاشا کو یہ اطمینان تھا کہ بہن خیریت سے ہے۔

وہ بھی آنکھیں بند کرکے دماغ کو ہدایات دے کر سوگئی۔

○☆○

بلی ڈونا نے اس مندر میں نیلاں کو نندہ رانی کے روپ میں پہچان لیا تھا۔ پہلے تو اس نے نندہ رانی کو دیکھ کر سمجھا تھا کہ وہ شی تارا ہے پھر یاد آیا کہ شی تارا کا جسم پتا میں جل کر راکھ ہوگیا تھا۔ لہٰذا نندہ رانی اس کی ہم شکل ہے۔

بلی نے خطرہ محسوس کرکے اس مندر سے دور کسی شہر میں جانے کی دو بار کوششیں کیں لیکن دونوں بار وہ راستے سے بھٹک کر اسی مندر کے سامنے پہنچ گئی۔ اس طرح اور بھی یقین ہوگیا کہ نیلاں کی آتما نندہ رانی کے اندر سما گئی ہے۔ اس نے تیسری بار وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی۔ چند اوباش قسم کے نوجوان اسے اغوا کرکے لے جارہے تھے۔ انہیں شبہ ہوا کہ بلی ڈونا جادو جانتی ہے۔ ایک جوان نے اس کے سر پر ضرب لگا کر اسے بے ہوش کردیا تھا۔

وہ رات گزر گئی۔ دوسری صبح بلی کی آنکھ کھلی تو وہ اسی مندر کے سامنے تھی۔ اس کی غفلت کے دوران میں نیلاں نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا تھا۔

صبح ہوتے ہی اس مندر کے دروازے کو کھول دیا جاتا تھا۔ وہاں کی عورتیں اور مرد پوجا کے لیے وہاں آئے تھے۔ وہ دروازہ دوپہر دو بجے سے دوسری صبح ہونے تک بند رہتا تھا اور وہ وہاں تنہا تپسیا کرنے میں گم ہوجاتی تھی۔ یوگا کا کوئی آسن جمانے کے بعد آتما اس کے جسم سے نکل جاتی تھی۔ وہ ایسی پوجا یا تپسیا تھی کہ اسے وہی جانتی تھی لیکن اس دوران میں جب بلی ڈونا اس کی معمولہ اور تابعدار بن گئی تو اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ تپسیا کے دوران میں بھی وہ مندر کے باہر کی دنیا سے بے خبر نہیں رہتی ہے۔ اس نے بلی ڈونا کو پہچان کر اسے بار بار مندر سے دور جانے سے روکا تھا پھر اسے اپنی داسی بنالیا تھا۔

صبح نیلاں مندر سے باہر آئی تو بلی ڈونا نے آگے بڑھ کر اس کے پاؤں چھو کر اس کے سامنے سر جھکا لیا۔ تمسخر کرنے کے انداز میں دونوں ہاتھ جوڑے۔ نیلاں نے کہا "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ نندہ رانی کے باپ رامو کی جھونپڑی میں آئی۔ اس کے اندر آنے سے رامو اور اس کی بیوی جھونپڑی سے باہر چلے آتے تھے تاکہ نیلاں کو تنہائی میں سکون سے نیند آئے۔ ابھی اس کا ایک بڑا شاندار محل تعمیر کے آخری مرحلے پر تھا پھر وہ جھونپڑی سے محل میں چلی جاتی۔

اس نے جھونپڑی کے دروازے کو اندر سے بند کرکے بلی سے کہا "یہاں دو کمرے ہیں۔ تم ایک کمرے میں آرام کرو۔ یہاں بیٹھنے اور سونے کے لیے صرف چارپائی ہے۔ جب تک تمہیں نیند نہ آئے' تم خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ پارس اور پورس کہاں ہیں؟ اور کیا کررہے ہیں۔ میں نے اپنے عمل سے تمہارے دماغ کے چور حصے کو لاک کردیا ہے۔ کوئی بھی تمہارے اندر آکر تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا اور یہ معلوم نہیں کرسکے گا کہ تم یہاں میرے پاس ہو۔"

وہ بلی ڈونا کو اس کمرے میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں سونے

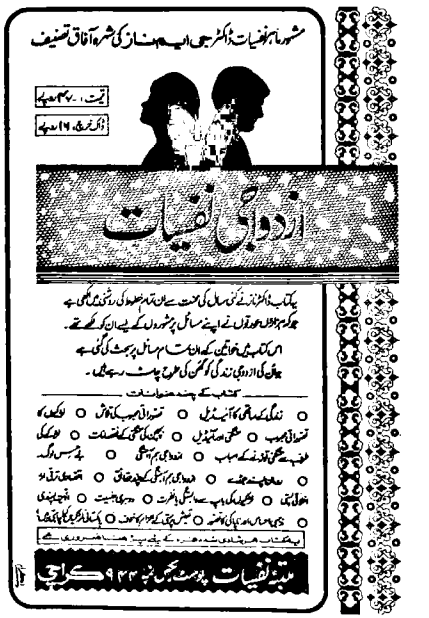

کے لیے چلی گئی اور اس کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ بلی ایک چارپائی پر آکر بیٹھ گئی۔ اس نے پہلے پارس سے رابطہ کیا پھر کہا "سانس نہ روکنا۔ میں بلی ڈونا ہوں۔"

"میں سانس نہیں روکتا۔ ابھی مجھے زندہ رہنا ہے۔"

"میرا مطلب ہے سانس روک کر مجھے اپنے دماغ سے نہ نکالو۔"

"تم تو جہاں بھی جاؤ گی' نکالی جاؤ گی۔ یہ بتاؤ کس ضرورت سے آئی ہو؟"

"میں نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی۔ اس پر کتنی شرمندہ ہوں' یہ میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکوں گی۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ پرانی کہاوت ہے کہ صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔"

"میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"یہ بھی پرانی کہاوت ہے کہ ناگن کو دودھ پلاؤ تب بھی وہ ڈسنا نہیں چھوڑتی۔"

"فار گاڈ سیک۔ مجھے ناگن نہ کہو۔ میں بہت پچھتا رہی ہوں۔ تم ایک بار صرف ایک بار مجھ سے ملو۔ میں تمہیں اپنی سچائی کا یقین دلاؤں گی۔ تم یقین نہیں کرو گے تو تمہارے سامنے جان دے دوں گی۔"

"میرے سامنے آکر جان دینا ضروری نہیں ہے۔ تم جہاں ہو' وہیں جان دے دو کیونکہ میں تم پر بھروسا کرنے والا نہیں ہوں۔"

"تم میرا دل توڑ رہے ہو۔"

"تمہارا دل توڑنے سے میری گھر والی خوش ہوگی کہ اب میں کسی حسینہ سے دل نہیں لگاتا ہوں۔ تمہیں تو پتا ہے کہ الپا میری گھر والی ہے۔"

"مجھ سے لاکھ دشمنی کرلو مگر تم اتنے فراخ دل ہو کہ کسی کے بھی برے وقت میں کام آتے ہو۔ پچھلی رات میں نے تم سے کہا تھا کہ میں بہت مصیبت میں ہوں۔ میری مدد کرو مگر تم مجھ سے اس قدر ناراض ہو کہ اپنی فراخ دلی بھول گئے ہو؟"

"میں اتنی دیر تم سے باتیں کرکے آزما رہا تھا۔ تم واقعی پچھتا رہی ہو۔ میرے ساتھ جو بے وفائی کی تھی اس پر شرمندہ ہو۔ میں تمہیں دل سے معاف کررہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"میں تم سے تنہائی میں ملوں گا تو تمہیں یقین آجائے گا۔"

"مجھے بتاؤ کہاں ملو گے؟"

"تم ممبئی کا وہ بنگلا جانتی ہو' جہاں پورس تمہیں لے گیا تھا پھر میں نے اور پورس نے ایک دوسرے کو شکست دینے کے لیے اپنی اپنی ڈی بھیجی تھی۔"

"ہاں میں وہ بنگلا جانتی ہوں لیکن اس سے ہمیں کیا لینا ہے' وہ تو پورس کا ہے۔"

"بے شک وہ پورس کا ہے لیکن جو میں کہوں گا' وہ تم کرو گی تو میری تمہاری ملاقات ضرور ہوگی۔"

"مجھے کیا کرنا چاہیے؟ تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں' تم وہاں جاؤ اور پورس کو وہاں ملاقات کے لیے بلاؤ۔ میں بھی وہاں پہنچوں گا۔"

"تم دونوں چالاک ہو۔ کبھی خود نہیں آؤ گے۔ پہلے کی طرح اپنی اپنی ڈی کو بھیجو گے۔ پھر دوائیں اسپرے کرو گے اور پہلے کی طرح میں پھر ٹیلی پیتھی سے محروم ہوجاؤں گی۔"

"یہ تم جانتی ہو کہ پورس کے پاس ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا نہیں ہے۔ وہ یہ دوا دو سو بار بنا چکا ہے اور دو سو بار بھی دھوکا کھا چکا ہے۔ کوئی اس کی تمام دوائیں چرا کر لے گیا ہے۔"

"وہ دوائیں کس نے چرائی ہیں؟"

"یہ اب تک معلوم نہ ہوسکا۔ وہ مجھ پر شبہ کررہا ہوگا۔"

"تم مجھے ملاقات کے لیے جس بنگلے میں بلا رہے ہو وہاں پورس ضرور آئے گا۔"

"وہ بنگلا نہ سہی۔ میں جہاں بھی تمہیں بلاؤں گا' وہاں میری شرط یہی ہوگی کہ تم پورس کو وہاں کسی طرح بلاؤ۔"

"اگر پورس اس بنگلے میں نہ آنا چاہے تو؟"

"تو کہنا کہ تمہارا کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔ جہاں جاتی ہو کسی مصیبت میں پڑ جاتی ہو اس لیے تم اسی بنگلے میں چھپ کر رہو گی۔ وہ انکار کرے تب بھی یہی کہنا کہ تم ضرور اس بنگلے میں رہو گی۔"

پارس اس لیے بلی ڈونا کو وہاں آکر رہنے کے لیے کہہ رہا تھا کہ پورس کی محبوبہ روشنا (نتالیہ) وہاں تھی۔ وہ دو عورتوں کو ایک جگہ پہنچا کر فساد برپا کرنا چاہتا تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ پورس نتالیہ کا دیوانہ ہے۔ بلی ڈونا وہاں جائے گی تو دشمنی میں نتالیہ کو نقصان پہنچانا چاہے گی اور پورس اسے ایسا نہیں کرنے دے گا۔

"پورس میرے پاس آئے گا تو تم دوا ضرور اسپرے کرو گے۔ اس دوا سے مجھے بھی نقصان پہنچے گا۔"

"ابھی تم دعوے کررہی تھیں کہ میرے لیے جان دے سکتی ہو۔ کیا بارہ گھنٹے کے لیے میری خاطر ٹیلی پیتھی سے محروم نہیں ہوسکتیں؟"

"میں تم سے ملنے کے لیے ایسا کرسکتی ہوں لیکن پورس سے نمٹنے کے لیے تم نہیں آؤ گے۔ تمہاری ڈی آئے گی۔"

"پورس پر قابو پانے کے بعد میں تم سے ملاقات کروں گا۔ اس طرح آزماؤں گا کہ تم میرے لیے بہت کچھ کرسکتی ہو۔"

"میں تم سے اپنی وفاداری ثابت کروں گی۔ ابھی پورس کے پاس جاکر معلوم کروں گی کہ میری بات مان کر اس بنگلے میں مجھ سے ملنے آئے گا یا نہیں؟"

"وہ آئے یا نہ آئے۔ تم اس بنگلے میں ضرور جاؤ۔"

"میں ضرور جاؤں گی۔ ابھی پورس کے پاس جارہی ہوں۔"

وہ پارس کے دماغ سے نکل آئی۔ اسے اپنے اندر نیلماں کی آواز سنائی دی۔ وہ بولی "پارس اس بات پر اصرار کررہا ہے کہ تمہیں اس بنگلے میں جانا چاہیے۔ اس بنگلے میں ضرور کوئی خاص بات ہے۔ پورس کی کوئی کمزوری وہاں ہے۔ تم سمجھ لو کہ تمہیں وہاں لازماً جانا ہے۔ اب پورس سے رابطہ کرو۔"

وہ رابطہ کرنے کے لیے پورس کے دماغ میں پہنچی تو وہ نیند سے چونک گیا۔ آنکھ کھولتے ہی سانس روک لی۔ بلی ڈونا نے دوسری بار آکر کہا "مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں نیند سے جگا دیا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم بے وقت سو رہے ہو۔"

پورس نے کہا "میں اپنے ایک آلۂ کار کے دماغ میں تمہیں پہنچا رہا ہوں۔ تم اس کے اندر رہ کر گفتگو کرسکتی ہو یا پھر مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

وہ بولی "تم میرے دماغ میں آسکتے ہو۔"

وہ جانتی تھی کہ وہ اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔ نتاشا نے پورس سے کہا تھا کہ وہ آرام سے نیند پوری کرے اور اس نے اپنے دماغ کو چھ گھنٹے تک سونے کی ہدایت کی تھی لیکن پانچ گھنٹے کے بعد ہی بلی ڈونا کی آمد کے باعث وہ بیدار ہوگیا تھا۔

اس نے بلی کے دماغ میں آکر پوچھا "میرے دماغ میں آنا کیا ضروری تھا؟"

"میں پچھلی رات بھی آئی تھی لیکن تم نے مصروفیت کا بہانہ کرکے ٹال دیا تھا۔ میں نے تمہاری خاطر پارس کو چھوڑ دیا۔ اب بے یارومددگار ہو کر تمہارے پاس نہیں آؤں گی تو اور کہاں جاؤں گی؟"

"تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو' بہترین فائٹر ہو۔ اپنے لیے کہیں بھی جگہ بنا سکتی ہو۔"

"میں تمہارے بنگلے سے نکلنے کے بعد محفوظ پناہ گاہ تلاش کرتی رہی۔ کچھ عرصے محفوظ رہی پھر خطرہ محسوس کرکے اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہوں۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟ میں تمہارے لیے کیا کروں؟"

"اب تو میں پارس کے آدمیوں کو ختم کرچکی ہوں۔ اب وہ میرے دماغ میں نہیں آسکے گا۔ تم پہلے کی طرح مجھے اپنے پاس بلا کر رکھ سکتے ہو۔"

"میں ایسے حالات سے گزر رہا ہوں کہ تمہیں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکوں گا۔ تمہیں کسی محفوظ جگہ پہنچا دوں گا۔"

"محفوظ جگہ اور کیا ہوسکتی ہے۔ میں اسی ممبئی کے ساحلی بنگلے میں رہنے چلی جاؤں گی۔"

وہ جلدی سے بولا "ہرگز نہیں۔ اس بنگلے میں نہ جانا۔ میں نے اسے لاک کردیا ہے اور اسے لاک کرکے چند دشمنوں کو دھوکا دے رہا ہوں۔"

"تم میری مجبوری سمجھو۔ میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہاری ہر مجبوری کو سمجھ سکتا ہوں لیکن میرے موجودہ حالات ایسے ہیں کہ تم سے مل نہیں سکتا۔"

"تم مجھے ٹال رہے ہو۔ میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ تمہارے کترانے کے انداز کو سمجھ نہ سکوں۔ کوئی بات نہیں' میں خود ہی کوئی محفوظ پناہ گاہ تلاش کرلوں گی۔"

اس نے سانس روک لی۔ پورس نے اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچا "واقعی وہ بے یارومددگار ہے۔ میں اس سے گفتگو کے دوران میں اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ کسی غریب آدمی کی جھونپڑی میں چھپی ہوئی ہے۔ اگر اس کی نیت میں کھوٹ ہوتا تو وہ مجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دیتی۔ اسے اندیشہ رہتا کہ میں اس کے جھوٹ اور فریب کو سمجھ لوں گا لیکن وہ کوئی چالاکی نہیں دکھا رہی ہے۔ اس نے میرے لیے دماغ کا دروازہ کھول دیا تھا۔"

اس نے بلی ڈونا کے ساتھ خوب صورت لمحات گزارے تھے۔ وہ اس سے کبھی دور نہ جاتی لیکن اس کی ڈی اس بنگلے میں آئی تھی۔ اسے ٹیلی پیتھی سے محروم کیا تھا۔ وہ مجبور ہو کر کسی دوسری جگہ چھپنے کے لیے اس بنگلے سے دور چلی گئی تھی اور وہ اس کی مدد نہیں کرسکا تھا۔

پورس میں یہ خوبی تھی کہ وہ اپنے ساتھ وفا کرنے والوں کے کام آتا تھا۔ اس نے طے کیا کہ وہ جلد ہی بلی ڈونا کے لیے کچھ کرے گا۔

نیلماں نے بلی سے کہا "پورس نے ممبئی کے اس بنگلے میں تمہیں جانے سے منع کیا ہے۔ وہاں ضرور کوئی اہم بات ہوگی۔ تم کسی کارو والے سے لفٹ لے کر ابھی ممبئی کے اس بنگلے میں جاؤ۔"

بلی نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اسی وقت جھونپڑی سے نکل کر تیزی سے چلتی ہوئی سڑک کے کنارے آئی۔ وہاں سے ہر چھ گھنٹے بعد ایک بس گزرتی تھی لیکن وہ اتنا وقت ضائع نہیں کرسکتی تھی۔ حسین تھی' جوان تھی اور پُرکشش تھی۔ اسے دیکھ کر کار والے خود ہی لفٹ دینے کے لیے رک سکتے تھے اور ایسا ہو رہا تھا۔ اس کے سامنے سے گزرنے والی کاروں کی رفتار ایسے سست پڑ جاتی تھی جیسے وہ رکنے والی ہوں لیکن ان کاروں میں بیٹھی ہوئی ان کی بیویاں یا فیملی کے دوسرے افراد ہوتے تھے۔ ان کی موجودگی میں ایسی حسینہ کو لفٹ دے کر رومانٹک نہیں ہوسکتے تھے۔

پھر ایک کار آکر اس کے سامنے رکی۔ اس میں ایک ادھیڑ عمر کا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کھڑکی سے سر نکال کر پوچھا "اکیلی ہو؟ کہاں جانا ہے؟"

وہ بولی "لمبا سفر ہے۔ ممبئی جانا چاہتی ہوں۔"

"میرے ساتھ چلو گی تو سفر مختصر ہوجائے گا۔ میں تمہیں ممبئی تک پہنچا دوں گا۔"

وہ دوسری طرف سے گھوم کر آئی۔ کار کا دوسرا اگلا دروازہ کھول کر اس کے ساتھ بیٹھ گئی پھر وہ کار وہاں سے چل پڑی۔ اس

نے پوچھا "تم اکیلی ممبئی جارہی ہو؟"

"ہاں اپنے جوان بھائی کی تلاش میں جارہی ہوں۔ میرے بوڑھے ماں باپ اس کے لیے پریشان رہتے ہیں۔"

"تمہارا بھائی گھر چھوڑ کر کیوں چلا گیا ہے؟"

"اسے فلموں میں ایکٹنگ کرنے اور ہیرو بننے کا شوق ہے۔ وہ ممبئی کے تمام فلمی اسٹوڈیو میں دھکے کھائے گا۔"

وہ بولا "عجیب اتفاق ہے کہ تم مجھے مل گئیں۔ میں فلم انڈسٹری کا ایک مشہور فلم ساز ہوں۔ میری کئی فلمیں سپرہٹ ہو چکی ہیں۔ اب میں نئی فلم کے لیے ایک نئی ہیروئن کی تلاش میں ہوں۔"

"پھر تو آپ میرے بھائی کو انڈسٹری میں ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"تم اس کا نام اور تصویر بتاؤ۔ کل صبح اسے تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔ تم کہو گی تو اسے فلم میں ایک اچھا سا رول دے دوں گا۔"

وہ بولی "آپ تو ہمارے لیے دیوتا ثابت ہو رہے ہیں۔ بھائی بھی مل جائے گا۔ اس کا فلم میں کام کرنے کا شوق بھی پورا ہو جائے گا اور میرے ماں باپ کو بھی اطمینان رہے گا کہ وہ روزگار سے لگ گیا ہے۔"

"میری ایک بات مان لینے سے تمہارا سب کام ہو جائے گا۔"

"آپ کون سی بات منوانا چاہتے ہیں؟"

"تم میری نئی فلم میں ہیروئن کا رول کرو۔"

"میں؟ میں نے کبھی اداکاری نہیں کی ہے۔"

"میں تمہیں سکھا دوں گا۔ مجھے تمہارے جیسی حسین اور خوب صورت جسم والی لڑکی کی تلاش تھی۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ ہیروئن بننے کے بعد کتنی دولت مند ہو جاؤ گی۔"

وہ اس کے چور خیالات بھی پڑھتی جارہی تھی۔ وہ واقعی ایک فلم پروڈیوسر تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کچھ اداکاری سکھا کر نئی فلم کی ہیروئن یا سائیڈ ہیروئن بنائے گا اور اسے ہیروئن بنانے تک اپنے ایک فلیٹ میں داشتہ بنا کر رکھے گا۔

اس نے پوچھا "ممبئی میں تم کہاں رہو گی؟"

"وہاں میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ کوئی رشتے دار نہیں ہے۔ میں کسی آشرم میں رہوں گی۔"

"تمہیں کسی آشرم وغیرہ میں نہیں رہنا چاہیے۔ اس شہر میں غنڈوں اور موالیوں کی کمی نہیں ہے۔ وہ تمہارے خوب صورت جسم کو کھلونا بنا دیں گے۔"

"پھر میں کیا کروں؟"

"وہاں میرا ایک فلیٹ ہے۔ میرے ساتھ وہاں رہو۔"

"آپ تو سچ مچ دیوتا ہیں۔ اب تو مجھے رہنے اور کھانے پینے کی بھی پریشانی نہیں ہوگی۔ آپ اتنے اچھے ہیں کہ میں آپ کا ہر حکم مانتی رہوں گی۔"

وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہا تھا تاکہ جلد سے جلد اسے اپنے فلیٹ میں لے جائے۔ ممبئی پہنچ کر بلی ڈونا نے اس کے دماغ پر حاوی ہو کر راستے سے بھٹکا دیا۔ جوہو کی ساحلی سڑک پر لے آئی۔ وہیں وہ ساحلی بنگلا تھا جہاں پورس اسے لے گیا تھا۔ وہیں پارس اور پورس کی ڈمیوں کی جنگ کے دوران میں پہلی بار بلی ڈونا ٹیلی پیتھی کے علم سے بارہ گھنٹے کے لیے محروم ہو گئی تھی۔

اُس نے اس بنگلے کے سامنے سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ روشنا (نتالیہ) قریبی دکان سے کچھ خریدنے گئی تھی۔ واپس آکر دروازہ بند کر رہی تھی۔ بلی نے پروڈیوسر کے دماغ میں رہ کر اسے کار واپس موڑنے پر مجبور کیا۔ وہ ایک ٹرن لے کر اُس سے کچھ فاصلے پر رک گیا۔

وہ بلی کی مرضی کے مطابق کار سے نکل کر اس بنگلے کے دروازے پر آیا پھر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ چند سیکنڈ کے بعد دروازہ کھلا۔ نتالیہ نے ایک اجنبی کو دیکھ کر پوچھا "آپ کون ہیں؟ کیا چاہتے ہیں؟"

وہ بلی کی مرضی کے مطابق بولا "میں مسٹر پورس کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔"

نتالیہ خوش ہو کر بولی "کہاں ہے پورس؟ اس نے کیا کہا ہے؟"

بلی نتالیہ کے دماغ میں گھس کر اُس کا نام معلوم کر چکی تھی۔ پروڈیوسر نے کہا "مسٹر پورس نے کہا ہے کہ میں صرف روشنا نام کی لڑکی سے بات کر سکتا ہوں۔"

"میرا نام روشنا ہے۔ مجھے اس کا پیغام دو۔"

"انہوں نے کہا ہے کہ وہ آج رات کو کسی وقت یہاں آئیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "پورس کہاں سے آرہا ہے۔ وہ مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کر رہا ہے۔ اس نے مجھے اس بنگلے میں پہنچا کر بھلا دیا ہے۔"

"وہ رات کو آئیں گے تو آپ ان سے شکایت کریں۔ میں جارہا ہوں نمستے۔"

وہ واپس آکر کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرنے لگا۔ بلی کو اپنے فلیٹ کی طرف لے جانے لگا۔ بلی اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر نتالیہ کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی اور اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔

پارس کے کئی ماتحت باری باری آکر نتالیہ کے اندر رہتے تھے۔ جب وہ پروڈیوسر نتالیہ کو پارس کی آمد کا پیغام دے کر جانے لگا تو اس ماتحت نے پارس کو مخاطب کر کے کہا "جناب! ابھی ایک شخص روشنا کے پاس آیا تھا۔ اس نے پیغام دیا ہے کہ پورس آج رات اس کے پاس آئے گا۔"

پارس نے کہا "یہ بات پورس خیال خوانی کے ذریعے روشنا

سے کہہ سکتا تھا پھر کسی کے ذریعے پیغام دینے کے لیے بنگلے میں کسی کو کیوں بھیجا گیا؟ اور اسے کس نے وہاں بھیجا ہے؟"

پارس اس ماتحت کے دماغ میں تھا۔ ماتحت نے اسے پروڈیوسر کے دماغ میں پہنچا دیا۔ وہ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ مدھو پور کی ایک بستی کے پاس ایک حسین لڑکی تنہا سڑک پر کھڑی ہوئی تھی۔ پروڈیوسر اسے لفٹ دے کر ممبئی میں اپنے ایک فلیٹ میں لے جانا چاہتا تھا پھر اسے پتا نہیں چلا کہ وہ کیسے پورس کے ساحلی بنگلے میں پہنچ کر روشنا نامی ایک حسینہ کو کسی پورس کی آمد کا پیغام دے کر اپنی کار میں واپس آیا تھا پھر جس حسینہ کو لفٹ دی تھی اسے اپنے فلیٹ میں لے آیا تھا۔

پارس نے اس حد تک سمجھ لیا کہ اس کار میں لفٹ لے کر آنے والی حسینہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس نے پروڈیوسر کو روشنا (نتالیہ) کے پاس صرف اس لیے بھیجا تھا کہ اس کی آواز سن کر روشنا کے خیالات پڑھ سکے اور وہ خیالات پڑھ رہی ہوگی اسی لیے خاموش تھی۔

فلیٹ میں پہنچ کر پروڈیوسر اسے آغوش میں لینا چاہتا تھا۔ وہ بولی "ابھی نہیں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ پہلے کھانے کے لیے کچھ لے آؤ۔"

وہ کھانا لانے گیا۔ پارس نے حسینہ کی گفتگو سنتے ہی پہچان لیا کہ وہ بلی ڈونا ہے۔ جیسا کہ وہ بتا رہی تھی کہ بے یارومددگار ہے۔ پارس اس کی مدد کرے اور پارس نے بلی کو بھڑکایا تھا کہ وہ پورس کے اسی ساحلی بنگلے میں جائے۔ بلی نے یہی کیا تھا اور وہاں جا کر نتالیہ کو روشنا کے روپ میں دیکھ لیا تھا۔

یہ بلی ڈونا اور پارس کو بھی معلوم نہیں تھا کہ روشنا دراصل نتالیہ ہے اور نتالیہ بھی اپنی پچھلی زندگی اور اپنا نام تک بھول گئی تھی۔ نتاشا نے اپنی بہن کا برین واش کیا تھا۔ اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم بھی بھلا دیا تھا۔ وہ خود کو ترکی کے زلزلے کی ایک آفت زدہ لڑکی سمجھ رہی تھی اور پورس کے عشق میں ممبئی چلی آئی تھی۔

پروڈیوسر کچھ سینڈوچز اور کوک کی دو ٹھنڈی بوتلیں لے آیا۔ کہنے لگا "میں بہترین کھانا لانے والا تھا لیکن باہر دنگا فساد ہو گیا ہے۔ یہاں کے ایک غنڈے نے دوسرے غنڈے کو چھرا مار دیا ہے۔ لوگ دکانیں بند کر رہے تھے۔ میں نے جلدی سے یہ خرید لیا ہے۔"

وہ ایک میز کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔ بلی نے کہا "چلو گزارہ ہو جائے گا۔ بہت بھوک لگ رہی تھی۔ کچھ تسلی ہو جائے گی۔"

اس نے ایک سینڈوچ کھاتے ہوئے بوتل سے دو گھونٹ پیے پھر منہ بنا کر بولی "کوک کا مزہ کچھ عجیب سا ہے۔"

پروڈیوسر نے بھی پیتے ہوئے کہا "یہ چھوٹا علاقہ ہے۔ یہاں دو نمبر مال ملتا ہے۔ دکان دار زیادہ کمیشن کے لالچ میں دو نمبر کی چیزیں زیادہ بیچتے ہیں۔ فکر نہ کرو ابھی پولیس والے آئیں گے۔ ان غنڈوں کو پکڑ کر لے جائیں گے پھر شانتی ہو جائے گی۔ ہم کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں ڈنر کریں گے۔"

پارس کسی کام سے چلا گیا تھا پھر اس پروڈیوسر کے دماغ میں چلا آیا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بلی اس بنگلے میں نتالیہ کو دیکھنے کے بعد کیا کرے گی؟ نتالیہ کو نقصان پہنچائے گی یا اس سلسلے میں پورس سے کوئی بات کرے گی؟

وہ سینڈوچز کے ساتھ پوری بوتل پی چکی تھی۔ اگرچہ مزہ نہیں آرہا تھا لیکن وہ ٹھنڈی تھی اور پیاس بجھا رہی تھی پھر وہ ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر سامنے دیوار' دروازے اور کھڑکیوں کو دیکھنے لگی۔ وہ تمام چیزیں آہستہ آہستہ گھومتی ہوئی سی لگ رہی تھیں اور عجیب سا سرور محسوس ہو رہا تھا۔

وہ ذرا لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے بولی "ہال دو نمبر تھا مگر اب اچھا لگ رہا ہے۔ ایک سرور سا محسوس ہو رہا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تمہارے جیسی حسینہ سرور اور مستی میں نہ ہو تو کھیلنے کا مزہ نہیں آتا۔ تمہاری بوتل میں آدھی کوک اور آدھی گوا در کی شراب تھی۔ یہ اسپیشل قسم کی شراب بڑی ظالم ہوتی ہے۔ مزہ بھی دیتی ہے اور کھوپڑی بھی اڑا دیتی ہے۔"

پارس پہلے ہی اس کی لڑکھڑاتی ہوئی آواز سے سمجھ گیا تھا کہ اسے نشہ ہو رہا ہے۔ پروڈیوسر اسے مستی میں لا کر مزہ لوٹنا چاہتا تھا لیکن پارس کا فائدہ ہو گیا۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اسے محسوس نہ کر سکی۔ وہ اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولی "تم فلم والے بڑے بدمعاش ہوتے ہو مگر میں پھنسنے والی لڑکی نہیں ہوں۔ بہت اونچی کوالٹی کی چیز ہوں۔ مجھے صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑے بڑے ہیرو ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔"

پارس اس کے چور خیالات پڑھتے ہی الپا سے بولا "فوراً بلی ڈونا کے دماغ میں آؤ اور خاموشی سے اس کے خیالات پڑھو۔"

الپا نے بلی کے اندر آکر اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ نیلاں کے زیر اثر ہے۔ اس نے پچھلی بار نیلاں کے کہنے پر پارس اور پورس کو پھر سے پھانسنے کے لیے ان سے رابطہ کیا تھا مگر دونوں نے اسے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔

پارس نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ پورس کے ساحلی بنگلے میں جائے (تاکہ وہاں نتالیہ کو دیکھ کر پورس کے لیے پرابلم بن جائے) دوسری طرف پورس نے بلی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کی مدد کرے گا۔ اس کے لیے ایک خفیہ رہائش گاہ کا انتظام کرے گا لیکن بلی اس ساحلی بنگلے میں نہ جائے۔ اس بنگلے کو لاک کر دیا گیا ہے۔

اس بات نے بلی اور نیلاں کو متجسس کیا کہ اس ساحلی بنگلے کی کوئی اہمیت ہے۔ جہاں پارس' بلی کو بھیجنا چاہتا ہے اور پورس اپنے بنگلے میں جانے سے منع کر رہا ہے۔ یہ بھید معلوم کرنے بلی ممبئی شہر اس پروڈیوسر کے ساتھ آئی تھی۔

یہاں سے حالات رخ بدلنے لگے۔ بلی چالبازی سے نتالیہ کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ بلی کے ذریعے نیلاں بھی نتالیہ کے اندر آئی تو آتما شکتی کے ذریعے پتا چلا کہ وہ روشنا نہیں ہے۔ کوئی اور ہے۔

ایک طرف بلی اس پروڈیوسر کے ساتھ اس کے فلیٹ میں گئی تھی تاکہ پروڈیوسر کو اپنا تابعدار بنا کر فلیٹ میں آرام سے محفوظ رہے لیکن بازی الٹنے والی تھی۔ دوسری طرف نیلاں نے روشنا کے دماغ کو کھنگالنا شروع کیا۔ اس کے واش کیے ہوئے برین پر آتما شکتی کے ذریعے تنویمی عمل کیا تو نتالیہ کی یادداشت واپس آنے لگی۔ نیلاں کو معلوم ہونے لگا کہ وہ روشنا نہیں' نتالیہ ہے۔ اس کی بہن نتاشا نے پورس کو پھانسنے کے لیے اسے روشنا کا نیا روپ دیا تھا۔ یہ بہت بڑا راز تھا' جو نیلاں پر کھل گیا تھا۔ دوسری طرف الپا اور پارس کو یہ معلوم ہوا کہ بلی نیلاں کی معمولہ اور تابعدار ہے۔

دوسری بات یہ کہ اس سے پہلے وہ جے رانگا نامی ایک ایسے چالاک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ تھی جو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چھپ کر ایک محفوظ زندگی گزار رہا تھا اور اس نے بڑے نایاب جواہرات کا ذخیرہ اپنی کوٹھی کے تہ خانے میں رکھا تھا۔

پھر یہ معلوم ہوا کہ بلی نے بڑی مکاری سے جے رانگا کو اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔ بڑی شاہانہ زندگی گزارنے لگی تھی لیکن بدقسمتی سے وہ احمد آباد گئی تو دوسری بار اس کی ٹیلی پیتھی کا علم بارہ گھنٹے کے لیے ختم ہو گیا اور وہ پھر مصائب میں گرفتار ہو گئی۔

ایسے ہی وقت نیلاں نے اسے اپنی معمولہ اور داسی بنا لیا۔ نیلاں کی آتما اب جس مندہ رانی کے جسم میں رہتی ہے' وہ مندہ رانی بڑی حد تک شی تارا سے مشابہت رکھتی ہے۔ وہ مدھو پور کی بستی کے قریب بہت بڑی زمینوں کی مالکہ بن گئی ہے۔ وہاں اس نے ایک مندر اور دھرم شالا بنوایا ہے اور اپنے لیے ایک شاندار محل تعمیر کرا رہی ہے۔

الپا اور پارس اس کے چور خیالات پڑھ رہے تھے اور پروڈیوسر اس کے حسن و شباب سے کھیلنا چاہتا تھا۔ پارس کو اس سے غرض نہیں تھی کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے۔ وہ کوئی پارسا اور عزت دار نہیں تھی کہ اس کی آبرو بچانے کی کوشش کی جاتی۔ الپا نے کہا "پارس! یہ جیسی بھی ہے مگر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے بڑے کام کی باصلاحیت عورت ہے پھر میں ایک عورت ہو کر یہ نہیں چاہتی کہ اس کی مرضی کے بغیر کوئی اپنی ہوس پوری کرے۔"

پارس نے کہا "تو پھر اسے لٹنے سے بچا لو لیکن اس طرح کہ تمہاری موجودگی ظاہر نہ ہو اور نیلاں کو بھی معلوم نہ ہو کہ کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد کی ہے۔"

الپا نے بڑی خاموشی سے بلی ڈونا کے دماغ سے نشے کے اثر کو کم کیا۔ اسے اس حد تک ہوش میں رکھا کہ وہ خود اپنا تحفظ کر سکے۔ جب پروڈیوسر اس کے قریب آیا تو وہ اسے دھکا دے کر بولی "مجھ سے دور رہو۔ ابھی مجھے چڑھی نہیں ہے۔ تم مجھے حاصل کرنا چاہتے ہو تو ویسی ہی ایک اور بوتل پلاؤ۔"

وہ بولا "ایک نہیں دس پلاؤں گا مگر ایک بار تو آغوش میں آجاؤ۔"

وہ نشے میں بولی "تمہارے پاس نہیں آؤں گی۔ پہلے بوتل نہیں پلاؤ گے تو جوتے ماروں گی اور شور مچاؤں گی۔"

اس نے ایک چیخ ماری۔ پروڈیوسر اپنی سوسائٹی میں عزت دار تھا۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "چیخ نہ مارو۔ میں ابھی جاتا ہوں اور ویسی بوتل لے کر آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے باہر گیا۔ وہ اپارٹمنٹ تیسری منزل پر تھا۔ وہ تیزی سے نیچے اترنے لگا۔ الپا نے اس کے قدم لڑکھڑا دیے۔ وہ گرا پھر لڑھکتا ہوا چیختا ہوا نیچے جانے لگا۔

بلی ڈونا بستر پر آکر اوندھے منہ گر پڑی۔ الپا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس کو دیکھا۔ وہ خیال خوانی میں مصروف تھا۔ وہ بولی "ہم نے تمام اہم معلومات حاصل کر لی ہیں پھر خیال خوانی کیوں کر رہے ہو؟"

اس نے کہا "میں خیال خوانی نہیں کر رہا ہوں۔ میرا جو ماتحت روشنا کے دماغ میں تھا وہ میرے اندر آکر رپورٹ دے رہا ہے۔"

الپا نے پارس کے اندر آکر سنا۔ وہ ماتحت کہہ رہا تھا "سر! پہلے تو میں نے معلوم کیا کہ روشنا نیند محسوس کر رہی ہے۔ وہ بستر پر آکر بے وقت لیٹ گئی پھر تھوڑی دیر بعد سو گئی۔ اس کے بعد کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "میری آتما شکتی کہہ رہی ہے۔ چلے جاؤ۔ ایک سیکنڈ میں چلے جاؤ۔"

پارس نے پوچھا "اور تم چلے آئے؟"

ماتحت نے کہا "نہیں سر! میں وہاں موجود رہنا چاہتا تھا لیکن آپ ہی آپ میری سوچ کی لہریں روشنا کے دماغ سے نکل آئیں۔ میں نے دوسری بار خیال خوانی کی پرواز کی لیکن مجھے اس کا دماغ نہیں ملا۔ معلوم ہوتا ہے اس پُراسرار عورت نے روشنا کو مار ڈالا ہے۔"

پارس نے یہ تسلیم نہیں کیا "وہ روشنا کو ہلاک کر کے کیا حاصل کرے گی۔ نہیں' اس نے آتما شکتی سے روشنا کے لب و لہجے کو تبدیل کر دیا ہے۔ اس لیے ہمارے ماتحت کو اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔"

پارس نے ماتحت سے کہا "تم جاؤ۔ آرام کرو۔ ہم معلوم کریں گے کہ روشنا کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

ماتحت چلا گیا۔ الپا نے کہا "اب بلی ڈونا کے دماغ سے ہی کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔ نیلاں اس کے پاس ضرور آئے گی۔"

پارس نے تائید کرتے ہوئے کہا "ہم باری باری بلی ڈونا کے اندر رہیں گے۔ ابھی تم اس کے پاس رہو۔ میں دوسری جگہ مصروف رہوں گا۔"

وہ جے رانگا کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں خاموش اور گمنام رہ کر کیا کرتا رہتا ہے؟ کیا رفتہ رفتہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمزوریاں معلوم کرتا رہتا ہے؟ اور ان کمزوریوں سے آئندہ فائدہ اٹھانے والا ہے؟ اس کی خاموشی اور گمنامی بے مقصد نہیں ہوگی۔

پارس نے سوچا۔ جے رانگا اپنے دماغ میں نہیں آنے دے

گا۔ اس کے کسی ماتحت کے اندر پہنچا ہوگا۔ یہ بلی ڈونا کے دماغ سے معلوم ہو سکتا تھا کہ جے رانگا کے ماتحتوں اور مسلح گارڈز میں سے کون کون یوگا کا ماہر نہیں ہے؟

اس نے الپا کو دیکھا پھر پوچھا "تم بلی کے دماغ میں نہیں گئیں؟"

"میں گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے نیلاں کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ بلی! تم نشے میں ہو؟ تم تو کبھی پیتی نہیں تھیں؟ میں نیلاں کی آواز سنتے ہی بلی کے دماغ سے نکل آئی۔"

"کیا اس نے تمہیں نکال دیا؟"

"نہیں۔ میں خود نکل آئی ہوں۔ نیلاں نے روشنا کے دماغ میں ہمارے ماتحت کی موجودگی کو سمجھ لیا تھا۔ وہ بلی کے اندر میری موجودگی کو بھی سمجھ سکتی تھی اور ہم نیلاں کو شبہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتے کہ بلی کے اندر اس دوران میں کوئی خیال خوانی کرنے والا آچکا ہے۔"

پارس نے کہا "تم نے واقعی ذہانت سے کام لیا ہے۔ ایسا کرو کہ نادیدہ بن کر اس فلیٹ میں جاؤ اور بلی کے عمل اور ردِعمل سے معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ نیلاں نے روشنا کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور بلی کے ساتھ کیا کرنے والی ہے۔"

"تم کہاں مصروف ہو.....؟"

"نیلاں نے بلی کے دماغ سے جے رانگا کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا ہوگا۔ میں جے رانگا کی محل نما کوٹھی میں نادیدہ بن کر جاؤں گا اور وہاں کے حالات معلوم کروں گا۔"

وہ نادیدہ ہو کر اپنی رہائش گاہ سے چلے گئے۔ الپا نے فلیٹ میں پہنچ کر دیکھا بلی ڈونا بستر پر سے اٹھ گئی تھی اور اب نشے میں نہیں تھی۔ الپا کا خیال تھا کہ نیلاں نے اپنی آتما شکتی سے اس کے نشے کو ختم کیا ہوگا۔ ایسی بات نہیں تھی۔ نیلاں نے بلی کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تھا۔ وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی تھی۔ تھوڑی دیر تک تکلیف محسوس کرتی رہی تھی۔ اس کا نشہ ہرن ہو گیا تھا۔

نیلاں نے اس سے کہا۔ "میں پروڈیوسر کے دماغ میں گئی تھی۔ پتا چلا کہ وہ تمہارے حسن و شباب کو آسانی سے حاصل کرنے کے لئے کوک کی ٹھنڈی بوتل میں شراب ملا کر لے آیا تھا۔ تم نے اسے ایک عام سا بے ضرر آدمی سمجھ کر اس وقت اس کے ارادوں کو نہیں پڑھا اور اس کے فریب میں آکر شراب پی لی۔"

بلی نے کہا۔ "نیلاں! مجھے معاف کردو۔ میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوں۔"

"تم اسی لئے زندہ ہو کہ میں نے تمہیں معاف کردیا ہے۔ آئندہ ایسی غلطی نہ کرنا۔"

"وہ پروڈیوسر کہاں ہے.....؟"

"تمہیں وہ نشہ اچھا لگ رہا تھا۔ تم نے اسے دوسری بوتل لانے پر مجبور کیا۔ وہ تمہیں حاصل کرنے کے لئے تیزی کے ساتھ سیڑھیوں سے اترتے وقت گر پڑا..... کچھ لوگ اسے قریبی اسپتال لے گئے ہیں۔ اب تم لیٹ جاؤ اور آنکھیں بند کرلو۔ میں تمہارے دماغ کو پھر سے لاک کررہی ہوں۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ آنکھیں بند کرکے لیٹ گئی۔ اس کے بعد گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔ الپا نادیدہ بن کر اسے دور سے دیکھ رہی تھی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے نیلاں اور بلی ڈونا کے درمیان کیا باتیں ہوتی رہیں۔ اس نے صرف اتنا دیکھا کہ بلی کا نشہ ختم ہو گیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک خلا میں تکتی رہی تھی جیسے خیال خوانی کے ذریعے باتیں کررہی ہو پھر وہ دوبارہ بستر پر لیٹ کر سو گئی تھی۔ اس سے اندازہ ہوا کہ نیلاں اس کے دماغ پر کسی طرح کا عمل کررہی ہے۔

اگر وہ کچھ معلوم کرنے کے لئے اس کے دماغ میں جاتی تو نیلاں آتما شکتی سے اس کی موجودگی معلوم کرلیتی اس لئے وہ نہیں گئی۔ اپنی رہائش گاہ میں واپس آگئی۔ ویسے پارس نے اسے ایک بار بتا دیا تھا کہ کبھی نیلاں کے پاس نادیدہ بن کر جاؤ تو اس سے دور رہا کرو۔ وہ اپنے پوتے سوامی تلک رام بھانیا کی طرح غیر معمولی قوتِ سماعت رکھتی تھی۔ آس پاس کوئی نادیدہ بن کر آئے تو وہ اپنی قوتِ سماعت سے اس نادیدہ کے دل کی دھڑکنیں سن لیا کرتی تھی۔

پارس فلائنگ کیپسول کے ذریعے جے رانگا کی کوٹھی میں پچھلے دروازے سے آگیا۔ جس وقت بلی ڈونا کی دماغی توانائی کمزور پڑ گئی تھی اور وہ احمد آباد میں تھی، تب پارس نے یہ معلوم کیا تھا کہ جے رانگا کی کوٹھی میں داخل ہونے کا ایک ہی کوریڈور ہے۔ وہاں ایسی مشینیں نصب کی گئی ہیں جہاں سے گزرنے والا اگر نادیدہ بھی ہو تو اس کا متحرک ڈھانچا نظر آتا ہے۔ اس طرح جے رانگا کو دشمنوں کی آمد کا علم ہو جاتا تھا۔

پارس نے ڈرائنگ روم میں آکر دیکھا۔ جے رانگا ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا خاص ماتحت اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "جب مالک نے کہا ہے کہ وہ تمہارے ذریعے ہم سے رابطہ کرنے والے ہیں تو وہ ضرور ابھی رابطہ کریں گے۔ وہ شاید کسی معاملے میں الجھے ہوئے ہوں گے....."

یہ کہہ کر وہ ماتحت سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ صوفے پر بیٹھا ہوا شخص جے رانگا نہیں ہے بلکہ اس کی ڈمی ہے۔ یہ بات پارس کو بلی کے چور خیالات سے معلوم ہو چکی تھی کہ جے رانگا کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ایک دوا کے ذریعے ختم ہو چکی ہے۔ اب وہ ماتحت کہہ رہا تھا کہ ان کا مالک ان سے رابطہ کرنے والا ہے۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات (37) ویں حصے ملاحظہ فرمائیں جو کہ 15 دسمبر 1999 کو شائع ہوگا

جاسوسی ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ

ایک ایسے نوجوان کی داستانِ عبرت
جو حالات کے جال میں پھنس کر جرائم
کی دلدل میں پھنستا چلا گیا۔

انعام یافتہ مشہور مصنف جبّار توقیر کا منفرد انداز تحریر

قیمت فی حصّہ ۴۰ روپے ڈاک خرچ فی حصّہ ۱۶ روپے

کتابی شکل میں تیار ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست خط لکھ کر طلب کریں!

(مائیکل بلیو ایجنسیز (اے ایم پرنٹرز) کراچی۔ فون: ۷۷۲۵۸۷۳)

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دلبونا

37

سینتیس واں حصہ

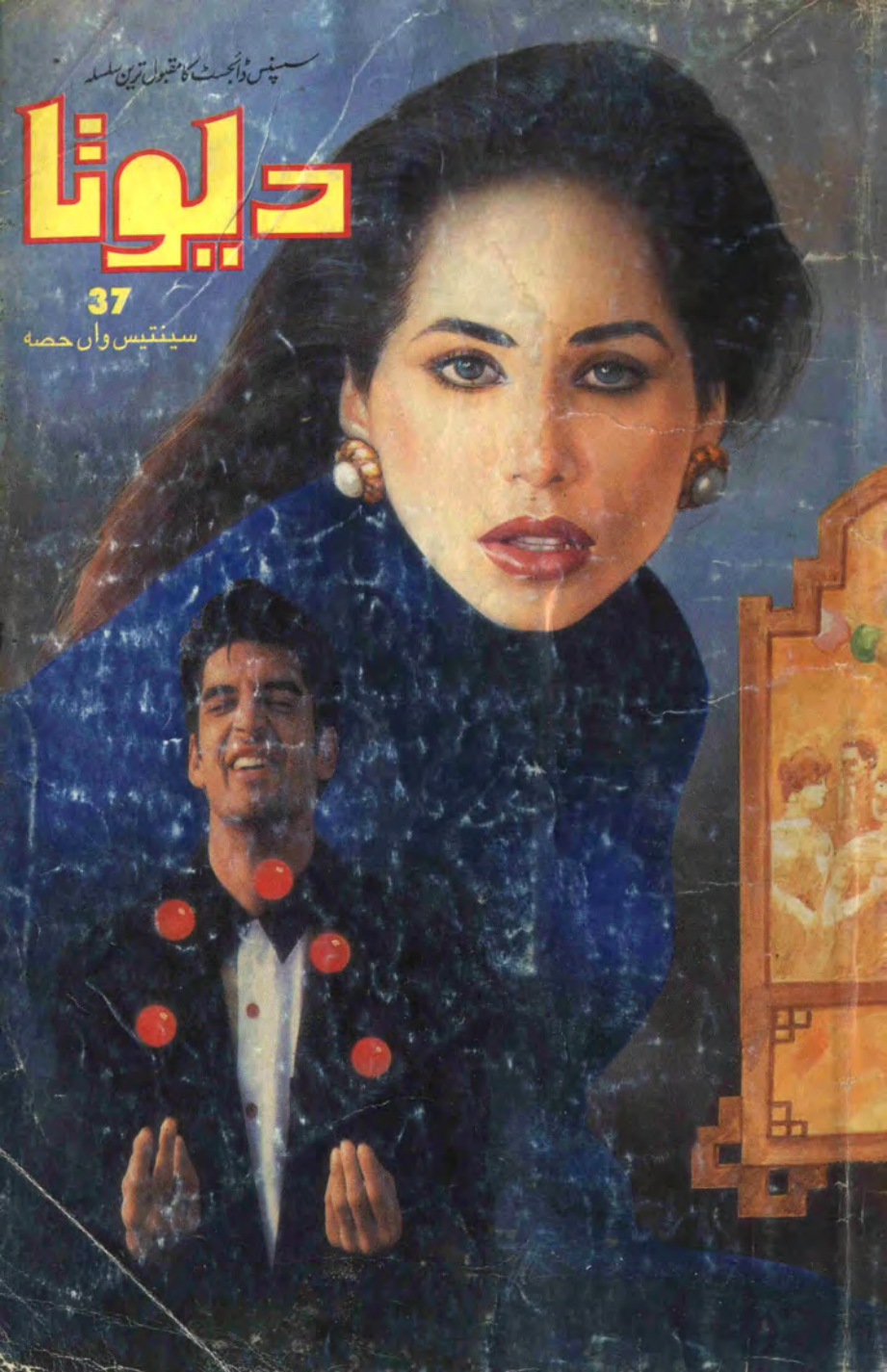

جیولٹا

فرہاد علی تیمور

یہ پارس کے لئے نئی بات تھی کہ جے رانگا کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے تو پھر وہ مالک کون ہے جو ابھی ان سے رابطہ کرنے والا ہے؟

جے رانگا کی ڈی نے کہا۔ "مجھے بڑا ڈر لگ رہا ہے۔ نیلماں مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ اس نے بلی ڈونا کے دماغ سے یہ معلوم کیا ہوگا کہ میں ہی جے رانگا ہوں۔"

خاص ماتحت نے کہا۔ "تم خواہ مخواہ خوفزدہ ہو۔ نیلماں تمہارے چور خیالات پڑھ کر سمجھ لے گی کہ تم ہمارے مالک کی ڈی ہو۔ اصلی جے رانگا نہیں ہو اس لئے وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

ڈی نے چونک کر کہا۔ "مالک میرے اندر آ گئے ہیں۔ وہ ہم سے بول رہے ہیں۔"

پارس یہ سنتے ہی ڈی کے اندر پہنچ گیا۔ اصلی جے رانگا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اپنی ڈی کی زبان سے خاص ماتحت سے کہہ رہا تھا۔ "تم درست کہہ رہے ہو۔ میری ڈی کو نیلماں سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ وہ مجھے تلاش کر لے گی۔ میں ابھی اسی لئے آواز بدل کر بول رہا ہوں کہ وہ خطرناک عورت میرے دماغ تک نہ پہنچ سکے۔"

خاص ماتحت نے پوچھا۔ "ہمارے لئے کیا حکم ہے....؟ اگر ہم یہاں رہیں گے تو نیلماں ہم سب کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لے گی۔"

"اب سے پہلے بلی ڈونا نے بھی یہی کیا تھا۔ مجھے دھوکا دینا چاہا۔ میں بچ گیا۔ تم سب اس کے تابعدار بن گئے۔ پھر تم سب دیکھ چکے ہو کہ اس کا انجام کیا ہو رہا ہے۔ وہ خود نیلماں کی داسی بن چکی ہے۔ آئندہ نیلماں بھی یہی کرے گی اور تم سب کو اپنا تابعدار بنائے گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم سب ایک عرصے سے میرے وفادار رہو۔ میں تمہیں نیلماں کے سحر سے بھی نکال لوں گا۔"

پارس نے سوچا تھا کہ وہ کسی طرح جے رانگا کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا لیکن وہاں ڈی جے رانگا بیٹھا ہوا تھا اور اصلی جے رانگا آواز اور لہجہ بدل کر بول رہا تھا۔ اس طرح وہ محفوظ تھا۔ اس نے کہا۔ "اگر ہمارے درمیان نیلماں موجود ہے اور میری باتیں سن رہی ہے تو میں یہ بتا دوں کہ میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا چہرہ بدل لیا ہے تاکہ نیلماں کی آتما بھی مجھے چہرے سے نہ پہچان سکے۔"

پارس وہاں رہ کر جے رانگا کی مزید گفتگو سننا چاہتا تھا لیکن اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر بولا۔ "کون....؟"

"میں پورس بول رہا ہوں۔ مجھے تم سے ایسی توقع نہیں تھی کہ

تم ایک بے قصور لڑکی روشنا (نتالیہ) کو اغوا کرو گے۔ اسے مار ڈالو گے یا اس کا لب و لہجہ بدل دو گے۔ بتاؤ تم نے کیا کیا ہے؟ کیا اس کا لب و لہجہ بدلا ہے یا اسے ہلاک کردیا ہے۔ مجھے اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔"

"یہ تم سے کس نے کہا ہے کہ میں روشنا کو اس بنگلے سے لے گیا ہوں۔ یا میں نے اسے ہلاک کردیا ہے؟"

"تم نے ہی سازش کے تحت روشنا کو اس ساحلی بنگلے میں پہنچایا ہے۔ اس کے لئے تم نے ہم شکل اور ہم آواز ہونے کا فائدہ اٹھایا۔ بیچاری روشنا تمہیں دیکھ کر دھوکا کھاتی رہی کہ تم اس کے محبوب پورس ہو۔"

"بے شک میں نے ایسا کیا ہے۔ محبت اور جنگ میں سب جائز ہے مگر میرے کچھ اصول ہیں۔ میں کسی بے قصور کو کبھی ہلاک نہیں کرتا۔ اپنی کھوپڑی سے یہ بات نکال دو کہ میں ایسی کوئی حرکت کروں گا؟"

"تو پھر روشنا کہاں ہے؟"

"یہ صرف نیلاں جانتی ہے۔ میرے ایک ماتحت کی طرح تمہارا ایک ماتحت بھی روشنا کے دماغ میں رہتا تھا۔ میرے ماتحت کی رپورٹ ہے کہ اس نے روشنا کے اندر ایک عورت کی آواز سنی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ جو بھی اس کے دماغ میں چھپا ہوا ہے' وہ فوراً چلا جائے۔ میرا ماتحت جانا نہیں چاہتا تھا لیکن آپ ہی آپ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس نے دوسری بار پھر روشنا کے اندر جانا چاہا تو اس کی سوچ کی لہروں کو روشنا کا دماغ نہیں ملا۔ جیسے وہ مرچکی ہو لیکن پارس! تم بہت مکار ہو۔ یہ تمہاری کوئی چال ہو سکتی ہے اور تم جو کچھ کررہے ہو اس کا الزام نیلاں کو دے رہے ہو۔"

"میں نے جو سچ تھا کہہ دیا۔ تم یقین نہ کرو۔ میرے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

یہ کہہ کر پارس نے سانس روک لیا۔ پورس دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ نتاشا بھی اس کے ساتھ پارس کے دماغ میں گئی تھی اور اس کی باتیں سنی تھیں۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ "پارس جھوٹا اور مکار ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ نیلاں پھر کسی نئے روپ میں واپس آگئی ہو۔"

پورس نے کہا۔ "یہ ممکن ہے۔ آخری وقت میں نے نیلاں کو مصیبت میں ڈالا تھا۔ نادیدہ بن کر اُس کے اندر سما گیا تھا۔ وہ اپنی آتما شکتی کے ذریعے بھی مجھے اپنے اندر سے نہ نکال سکی۔ اس نے مجھ سے سمجھوتا کرنا چاہا پھر بھی میں نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ اپنا موجودہ جسم چھوڑ کر کسی دوسری حسینہ کے جسم میں جائے گی تو پھر اس دنیا میں آکر مجھ سے ضرور انتقام لے گی۔"

نتاشا نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ اس نے انتقام لینا شروع کردیا ہے۔ نتالیہ کے اندر پہنچ کر معلوم کرچکی ہو کہ تم اس کے دیوانے ہو۔ اس لئے اس کا لب و لہجہ بدل کر اسے کہیں لے گئی ہے۔ پتا نہیں میری بہن کے ساتھ کیا سلوک کرے گی؟"

"تم فکر نہ کرو۔ میں تمہاری بہن کو ہر حال میں وہاں سے نکال لاؤں گا' جہاں وہ ہوگی۔ خواہ وہ پارس کے پاس ہو یا نیلاں اسے لے گئی ہو۔"

"ہم ایک دشمن کو بھول رہے ہیں۔"

"کس کی بات کررہی ہو؟"

"وہ شخص جو حویلی میں نادیدہ بن کر مجھے ٹریپ کرنا چاہتا تھا اور تم نے بڑی چالاکی سے مجھے اس سے چھین کر اسے شکست دی تھی۔ جب وہ حویلی میں پہنچ کر تمام اہم دستاویزات لے جاسکتا ہے تو تمہارے ساحلی بنگلے میں پہنچ کر نتالیہ کو بھی وہاں سے لے جاسکتا ہے۔"

پورس میرے متعلق سوچتے ہوئے بولا۔ "تمہاری معروفیات اتنی بڑھ گئی ہیں کہ ہم اب تک اس حویلی والے پُراسرار شخص کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کرپائے ہیں۔"

"میں اس کے بارے میں سوچتی رہی ہوں اور اس نتیجے پر پہنچ رہی ہوں کہ اس پُراسرار شخص اور گرودیو کے درمیان گہری دشمنی ہے۔ وہ گرودیو کو نقصان پہنچا کر حویلی سے جارہا تھا کہ اچانک میں ظاہر ہوگئی تھی۔ شاید وہ مجھے گرودیو کی آلۂ کار سمجھ کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔"

پورس نے کہا۔ "ہوں اور ناکام ہونے پر وہ میرے ساحلی بنگلے تک پہنچ گیا۔ وہ تمہیں نہ لے جاسکا۔ تمہاری بہن کو لے گیا۔ تمہاری یہ بات دل کو لگتی ہے۔"

"مجھے اس پُراسرار شخص کی آواز اور لہجہ یاد ہے۔ کیا اس سے بات کی جائے؟"

"ہم نتالیہ تک پہنچنے کے لئے دوست اور دشمن سب ہی سے رابطہ کریں گے۔"

نتاشا نے میری آواز اور لہجے کو اچھی طرح یاد کر کے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پورس نتاشا کے دماغ میں تھا۔ میں نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی پوچھا۔ "کون ہے؟"

پورس نے کہا۔ "میں وہی ہوں' جس نے حویلی میں اس عورت کو ٹریپ نہیں ہونے دیا تھا اور اسے تم سے چھین کر لے گیا تھا۔"

میں نے کہا۔ "بھئی میں نے اس وقت تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی کی تعریف کی تھی۔ کچھ اور تعریفیں سننے آئے ہو؟"

"تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو کہ میں کس لئے آیا ہوں۔"

"میرے متعلق معلومات حاصل کرنے آئے ہو۔ میں نے بھی اس رات کے بعد بڑی معلومات حاصل کی ہیں۔ حویلی میں جس عورت کو نہیں جانتا تھا اور اسے جاننے کے لئے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا اس کا نام نتاشا ہے اور یہ تو سب ہی کو معلوم ہوچکا ہے

کہ آج کل نتاشا اور پورس میں بڑی گہری دوستی ہے۔ اس حوالے سے تم پورس ہو۔ کیا میں غلط سمجھ رہا ہوں۔"

"غلط کیسے سمجھو گے۔ یہ معلوم ہوتے ہی کہ میں پورس ہوں تم نے ممبئی کے ساحلی بنگلے میں پہنچ کر میری محبوبہ کو اغوا کرلیا۔"

"بھئی تم بہت دور تک پہنچ جاتے ہو۔ ایک مثال ہے کہ جیسے کو تیسا۔ اس کے مطابق تم نے جیسا کیا ہے' ویسا پارہے ہو۔"

"آخر ہمارا خیال درست نکلا۔ تم نے اس بیچاری کو اغوا کیا ہے۔"

"ابھی میں نے ایک مثال دی ہے۔ یہ اقرار نہیں کیا ہے کہ اسے بنگلے سے کہیں لے گیا ہوں۔"

"دیکھو مسٹر! بات کو نہ الجھاؤ۔ ہم سے سمجھوتا کرلو۔ ہم تمہاری کوئی سی بھی شرط مان لیں گے۔ تم اسے واپس کردو۔"

"یہ مانتے ہو کہ ہار جیت عقل سے بھی ہوتی ہے اور مقدر سے بھی۔ اس رات میں ہار گیا تھا۔ آج تمہاری ہار ہو رہی ہے۔"

"میں اپنی ہار مانتا ہوں۔ کسی بھی شرط پر میری محبوبہ کو واپس کردو۔"

"وہ تمہیں گھر بیٹھے واپس نہیں ملے گی۔ ذرا تکلیف اٹھانی ہوگی۔"

"کیسی تکلیف؟"

"وہ جہاں بھی ہے' وہاں تمہیں جاکر اسے لانا ہوگا۔"

"مجھ سے چال چل رہے ہو۔ یہ چاہتے ہو کہ تمہاری بتائی ہوئی جگہ جاؤں اور تمہارے دام میں آجاؤں؟"

"اس رات حویلی میں تمہیں ذہین کہا تھا' آج احمق کہہ رہا ہوں۔ کیا تم اپنے کسی آلۂ کار کے دماغ میں رہ کر نہیں جاسکو گے؟"

وہ جھینپ کر بولا۔ "میں اپنی محبوبہ کے لئے اس قدر پریشان ہوں کہ ایک آلۂ کار کے بارے میں نہ سوچ سکا۔ تمہارے مشورے کا شکریہ۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

"ابھی تو میں نے شرط پیش نہیں کی ہے۔"

"کیا ہے تمہاری شرط؟"

"یہ وعدہ کرو کہ آج میں تمہارے کام آرہا ہوں۔ آئندہ بھی تم میرے کام آؤ گے۔"

"اتنی آسان شرط؟ کیا مجھ پر بھروسا ہے کہ میں کام نکل جانے کے بعد آئندہ وعدہ پورا کروں گا اور تمہارے کام آؤں گا۔"

"میں جانتا ہوں کہ پارس اور پورس دونوں میں یہ خوبی ہے کہ وہ اپنے کام آنے والوں کے کام آتے ہیں۔"

"تم دوسری بار میری تعریف کررہے ہو۔ تمہارا شکریہ۔"

"اب اصل بات سنو۔ ممبئی سے حیدر آباد جانے والی ہائی وے کے درمیان ایک چھوٹا ٹاؤن ہے۔ اس ٹاؤن کا نام مدھو پور ہے۔ اس کے قریب ہائی وے کے بائیں طرف ایک بستی آباد ہو رہی ہے۔ وہاں ایک چھوٹا سا مندر اور دھرم شالا ہے اور وہیں ایک عالیشان محل تعمیر کے آخری مرحلے پر ہے۔ پہلے وہاں صرف دو جھونپڑیاں تھیں۔ ایک جھونپڑی میں نندہ رانی نام کی نہایت حسین دوشیزہ تھی' جو نہایت ہی معصوم اور بزدل تھی۔ اچانک ایک رات وہ شیرنی بن گئی۔ غریب سے بے انتہا دولت مند بن گئی۔ میری باتوں کا یقین تمہیں اس وقت آئے گا جب تم وہاں اپنے آلۂ کار کے ذریعے نندہ رانی کو دیکھو گے اور حیران رہ جاؤ گے۔ وہ بالکل شی تارا کی ہم شکل ہے۔"

"یہ واقعی ہمارے لئے چونکا دینے والی بات ہے اور یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ وہ غریب' معصوم اور بزدل نندہ رانی اچانک شیرنی کیسے بن گئی ہے۔ یقیناً نیلاں اس کے اندر سما گئی ہے لیکن میری روشنا (نتالیہ) کہاں ہے؟"

"اسے نیلاں لے گئی ہے۔ یہ تو وہاں جاکر معلوم ہو سکتا ہے کہ اس نے تمہاری محبوبہ کو کہاں چھپا کر رکھا ہے۔"

"تم نندہ رانی اور نیلاں کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟"

"میری معلومات کے کچھ ذرائع ہیں۔ تم اپنے ذرائع مجھے نہیں بتاؤ گے۔ میں تمہیں کیسے بتادوں؟ ہاں یہ بتا سکتا ہوں کہ بلی ڈوناباره گھنٹے کے لئے ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوگئی تھی اور بارہ گھنٹوں تک محفوظ رہنے کے لئے اس بستی میں گئی تھی۔ میں اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت مجھے خطرے کا احساس ہوا پھر میں نے ایک خاموش تماشائی کی طرح دیکھا۔ وہاں جو نندہ رانی کہلاتی ہے' اس نے بلی کو اپنے شکنجے میں لے لیا اور اسے اپنی داسی بنالیا۔ اس کے بعد ہی میں نے جب نندہ رانی کے متعلق معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ وہ ایک غریب اور معصوم دوشیزہ تھی اور اچانک دولت مند بن گئی تھی۔ میرا خیال ہے' میں نے بہت کچھ بتادیا ہے۔ اب جاؤ اور میری سچائی کی تصدیق کرلو۔"

میں نے سانس روک لی۔ نتاشا اور پورس چلے گئے۔ نیلاں کی پارس اور پورس دونوں سے دشمنی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ نیلاں کو میرے بیٹے کی طرف توجہ دینے کا موقع نہ ملے اور وہ اپنے موجودہ معاملات سے نمٹتا رہے۔ اس لئے میں نے پورس کو نیلاں کے پیچھے لگا دیا۔ اب وہ دونوں کچھ عرصے تک ایک دوسرے سے الجھتے رہیں گے۔

میں نے علی اور فہمی کو مخاطب کیا۔ ان سے کہا' وہ تیار رہیں۔ ایک گھنٹے بعد فہمی' نیلاں سے رابطہ کرسکتی ہے۔ میں نے پورس کو ادھر کا راستہ دکھادیا ہے۔

علی نے کہا۔ "ٹھیک ہے پاپا! فہمی ٹھیک ایک گھنٹے بعد نیلاں کے لئے پرابلم بنے گی۔"

ادھر نتاشا اور پورس منصوبے بنا رہے تھے کہ کس طرح نیلاں سے نتالیہ کو چھین کر لایا جائے۔ نتاشا نے کہا۔ "وہ ہماری آواز سن کر آتما شکتی کے ذریعے ہمارے دماغوں میں پہنچ سکتی ہے۔ ہماری رہائش گاہ کا پتا معلوم کرکے ادھر آسکتی ہے۔"

پورس نے کہا۔ "درست کہتی ہو۔ ہم نے اس کی آتما کو دھوکا دینے کے لئے اپنے چہرے بدل لئے ہیں۔ میں آواز اور لہجہ بدل کر پہلے اس سے رابطہ کروں گا اور معلوم کروں گا کہ اس حویلی والے شخص نے جو معلومات فراہم کی ہیں' وہ کہاں تک درست ہیں۔"

وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اپنی ایک نئی آواز اور لہجے کی پریکٹس کرتا رہا پھر اس نے نیلاں کے دماغ پر دستک دی۔ وہ بولی۔ "میرے دماغ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ چلے آؤ اور اپنا تعارف کراؤ۔"

پورس نے کہا۔ "تم اپنے مخالفین کے بارے میں یہ نہیں جانتیں کہ کون کہاں چھپا ہوا ہے مگر تمہاری آتما تمہارے جسم سے نکل کر چھپنے والے مخالفین کو پہچان لیتی ہے۔ اسی لئے سب نے اپنے چہرے بدل لئے ہیں۔"

وہ بولی۔ "اب مجھ میں اتنی شکتی آگئی ہے کہ میں آواز اور لہجے کو پہچان کر یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں چلی آتی ہوں۔"

"تو پھر میرے دماغ میں چلی آؤ۔"

یہ کہہ کر پورس دماغی طور پر حاضر ہوگیا پھر دس منٹ کے بعد نیلاں کے پاس پہنچ کر بولا۔ "کیا ہوا؟ میں انتظار کر رہا ہوں۔ آنے کی زحمت نہیں کرو گی؟"

"تم چالاکی دکھا رہے ہو۔ یہ تمہارا اپنا اصلی لب و لہجہ نہیں ہے۔ تم کون ہو؟"

"میں ہوں پورس۔ میں نے اپنا سابقہ لب و لہجہ بھی اپنے دماغ سے مٹا دیا ہے۔ تم اسے بھی آزما کر دیکھ لو۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولی۔ "میں جانتی تھی کہ تم اپنی محبوبہ کو تلاش کرتے ہوئے میرے پاس ضرور آؤ گے۔"

"روشنا میرے لئے جان سے زیادہ عزیز ہے۔ تم نے اسے لے جا کر اپنے لئے مصیبت مول لی ہے۔ بہت بری طرح پچھتانے والی ہو۔"

"میں تو اس وقت پچھتا رہی تھی اور پریشان ہو رہی تھی جب تم نادیدہ بن کر میرے جسم میں سما جاتے تھے۔ تم سے بچنے کے لئے مجھے شی تارا کے جسم کو چھوڑنا پڑا۔ اب میں ایک نئے روپ میں ہوں۔ تم میرے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکو گے۔ اور اگر میں نے کسی دن تمہیں ڈھونڈ لیا تو سمجھ لو کہ وہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔"

"اپنی دھمکیاں اپنے پاس رکھو۔ میں روشنا کو حاصل کرنے وہاں تک میں پہنچ نہیں پاؤں گا۔"

"وہ مطمئن ہے کہ تم اسے نندہ رانی کے روپ میں پہچان نہیں پاؤ گے۔"

"یہی اطمینان اس کی موت کا سبب بنے گا۔ نندہ رانی میرے ہاتھوں مرے گی تو اسے دوسرے جسم میں پہنچنے کے لئے وقت لگے گا۔ اس وقت تک میں متالیہ کو وہاں سے لے آؤں گا۔"

نیلاں غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل تھی لیکن اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول نہیں تھے۔ وہ ان کی تلاش میں تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں جا نہیں سکتی تھی ورنہ بہت کچھ حاصل کر لیتی۔ چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس یہ چیزیں تھیں لیکن ان افراد کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ سب نے اپنے چہرے اور لب و لہجے بدل لئے تھے۔ نیلاں سے محفوظ رہنے کے لئے انہوں نے ایسا کیا تھا۔

اور ٹیلی پیتھی کا علم عارضی طور پر ختم کرنے والی دوا تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لئے مصیبت بنی ہوئی تھی۔ اس دوا کے خوف سے سب نے اپنے ملک اور اپنی رہائش گاہیں چھوڑ دی تھیں اور جگہ بدل بدل کر روپوش رہتے تھے۔

نیلاں کو یہی ایک پریشانی تھی کہ وہ جسمانی طور پر نادیدہ نہیں ہو سکتی تھی۔ ایسے میں پورس سے سامنا ہوتا تو وہ گولی مار دیتا۔ اگرچہ اس کی آتما سلامت رہتی لیکن وہ جسم مردہ ہو جاتا اور اس کی آتما کو نئے جسم میں جانا پڑتا۔ یوں جسم تبدیل کرنے سے آتما شکتی میں پھر کمی ہونے لگتی۔ بار بار ایسا ہوتا رہتا تو وہ آتما شکتی سے محروم ہو جاتی۔

اس نے مندر میں ایک تہ خانہ بنایا تھا۔ وہاں متالیہ کو رکھا تھا۔ اس کے عمل سے متالیہ کو اپنی پچھلی زندگی اور شخصیت یاد آگئی تھی اور وہ اس کی داسی بن کر راضی خوشی تہ خانے میں رہتی تھی۔ باہر جانے کی خواہش نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی وہ اپنی بہن نتاشا سے دماغی رابطہ قائم کرنا چاہتی تھی۔ نیلاں نے اس پر جیسا عمل کیا تھا اسی کے مطابق وہ تہ خانے میں دن رات گزار رہی تھی۔

نیلاں نادیدہ گولیاں حاصل کرنے کی فکر میں تھی۔ اس وقت اسے پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ وہ بولی۔ "میرے دماغ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ اپنا تعارف کراؤ۔"

فہمی نے کہا۔ "میں وہ ہوں جسے تم نے شیشے کے قید خانے میں رکھا تھا اور مطمئن ہو گئی تھیں کہ میں تمہارے کالے جادو کے اثر [illegible]

کا موقع مل جائے تو اپنی قسم پوری کر کے رہوں گی۔"

"چلو میں تمہاری خواہش پوری کر دیتی ہوں۔ میرے دماغ کا بھی دروازہ کھلا ہے۔ تم ابھی آسکتی ہو اور میرا کام تمام کر سکتی ہو۔"

نیلاں نے فہمی کے لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کر کے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے یقین نہیں تھا کہ ایسا ہوگا اور وہ واقعی فہمی کے دماغ میں پہنچ سکے گی۔ وہ حیرانی سے بولی۔ "تعجب ہے تم نے اپنی موت کو اپنے اندر بلایا ہے۔"

"کیا تم نے سب ہی کی موت کا ٹھیکا لے لیا ہے؟ تم خود مرتی رہتی ہو اور جسم تبدیل کرتی رہتی ہو۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ مجھے مار ڈالو ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔ تمہیں مجبور کروں گی کہ مرتی رہو' جسم تبدیل کرتی رہو اور آتما شکتی سے محروم ہوتی رہو۔"

نیلاں نے اچانک اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ اسے ایسا لگا جیسے فولاد پر ہتھوڑا مارا ہو۔ پھر بھی فولاد کا کچھ نہیں بگڑا۔ اس نے دوسری پھر تیسری بار زلزلہ پیدا کیا مگر کوئی اثر نہیں ہوا۔ جناب تمیرزی نے اس کے دماغ کو پارس کی طرح محبوبہ بنا دیا تھا۔ فہمی پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

وہ بولی۔ "میری تپسیا میں کمی رہ گئی ہے۔ میں سمجھ رہی تھی' آتما شکتی کی پچھلی کمزوریاں دور کر چکی ہوں مگر تمہاری دماغی قوت نے آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں اپنی کمزوریوں کو دور کروں گی اور یہاں رہ کر دن رات تپسیا کرتی رہوں گی۔"

"تم ایسا نہیں کر سکو گی۔ میں تمہارے پاس آؤں گی اور تمہارے موجودہ جسم کو گولی مار دوں گی۔ تمہاری آتما کو پھر ایک نئے جسم میں جانا ہوگا۔ اپنے موجودہ جسم سے محروم ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"مجھے ڈرانے کی کوشش نہ کرو۔ میرے پاس پہنچنا آسان نہیں ہے۔ میں ایسی جگہ ہوں جہاں تم پہنچ نہیں سکو گی۔"

فہمی نے کہا "تم سے اتنا لگاؤ پیدا ہو گیا ہے کہ میں اب خوابوں میں دیکھتی ہوں کہ ایک چھوٹا سا مندر ہے۔ دھرم شالا ہے۔ ایک شاندار محل تعمیر ہو رہا ہے۔ میں ہندوستان میں نہیں ہوں۔ پھر بھی فلائنگ کیپسول کے ذریعے آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچ سکتی ہوں۔"

نیلاں حیرانی سے سوچنے لگی۔ "یہ کیا بلا ہے؟ یہ کیسے جان گئی ہے کہ میں یہاں ایک معمولی دیہاتی دوشیزہ کی طرح رہتی ہوں۔"

وہ غصے سے بولی۔ "تم آؤ گی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و
تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص
کی آپ بیتی، ھَوا جس کی دوست
تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر
تھا۔ آگ اس کے بدن کو نمود دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے
سب ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصّوں میں مکمّل

قیمت فی حصہ ۵۰/- روپے ✽ ڈاک خرچ فی حصہ ۱۷/- روپے

مکمل سیٹ منگانے پر قیمت صرف ۲۵۰/- روپے، ڈاک
خرچ معاف۔ کل ۲۵۰/- روپے کا منی آرڈر روانہ
فرمائیں۔ یہ رعایت صرف منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی مل سکے گی

ضروری کام سے کہیں جارہی ہوں۔ کچھ روز بعد آؤں گی۔ آپ میرے بارے میں کوئی فکر نہ کریں۔"

تعمیر ہونے والے محل کے ایک گیراج میں تین گاڑیاں تھیں۔ وہ ایک کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ رامو حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی بیٹی پہلے بہت ہی بھولی بھالی اور بزدل تھی۔ بیل گاڑی نہیں چلا سکتی تھی۔ اب اس کے سامنے کار ڈرائیو کرتے ہوئے چلی گئی تھی۔

وہ اپنی پتنی سے بولا۔ "ایسا لگتا ہے' ہماری بیٹی کے اندر کوئی دیوی سما گئی ہے۔ اسے اتنی شکتی اور اتنی دولت مل رہی ہے کہ ہم جھونپڑی میں رہ کر کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔"

رامو کی پتنی یعنی نندہ رانی کی ماں دونوں ہاتھ جوڑ کر بھگوان کا شکر ادا کرنے لگی۔ اسی وقت پورس کے دو آلۂ کار فلائنگ کیپسول کے ذریعے نادیدہ بن کر ایک بڑے سے درخت کے پیچھے آئے پھر وہاں نمودار ہوگئے۔ ایک آلۂ کار مرد تھا اور دوسری عورت تھی۔ ایک کے دماغ میں پورس تھا اور دوسری کے دماغ میں نتاشا موجود تھی۔

وہ دونوں وہاں سے چلتے ہوئے جھونپڑی کے پاس آئے۔ ایک نے رامو سے کہا۔ "ہم مسافر ہیں' بہت دور سے آئے ہیں۔"

رامو نے کہا۔ "ہم آپ کا سواگت کرتے ہیں۔ دھرم شالا میں کھانے پینے اور رہنے کا انتظام ہے۔ آپ دونوں میرے ساتھ آئیں۔ میں وہاں تک ساتھ چلتا ہوں۔"

نتاشا نے آلۂ کار عورت کی زبان سے کہا۔ "ہم نے نندہ رانی کا بہت نام اور بہت تعریفیں سنی ہیں۔ ہم اس دیوی سے ملنا چاہتے ہیں۔"

رامو نے کہا۔ "وہ میری بیٹی ہے۔ ابھی آدھا گھنٹے پہلے کہیں گئی ہے۔ اب پتا نہیں کب آئے گی۔"

مرد آلۂ کار نے پوچھا۔ "آپ کی بیٹی کے پاس ایک خوبصورت لڑکی شہر سے آئی ہوگی؟"

"ہاں پہلے ایک لڑکی آئی تھی۔ وہ کسی کام سے بھیجی گئی ہے۔ دوسری یہاں آئی تھی نندہ رانی کے ساتھ مندر کے اندر گئی تھی۔ پھر ہمیں نظر نہیں آئی۔"

"آپ نے بیٹی سے پوچھا ہوگا کہ وہ مندر میں کیوں رہتی ہے باہر کیوں نہیں نکلتی؟"

"ہم اپنی بیٹی سے کوئی سوال نہیں کرتے ہیں۔ اس کے اندر کوئی دیوی سما گئی ہے۔ ہماری بیٹی اب جو کرتی ہے' سب کی بہتری کے لئے کرتی ہے۔"

نتاشا اور پورس نے پہلے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ نتالیہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟ پتا چلا کہ نیلماں نے اس کے دماغ سے روشنا کا لب ولہجہ مٹا دیا ہے اور اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔

اب اپنے دو آلۂ کاروں کے ذریعے انہیں معلوم ہوا کہ شہر سے آنے والی ایک لڑکی مندر کے اندر گئی تھی پھر باہر نہیں آئی۔ رامو نے یہ بات سادگی سے بتا دی۔ وہ اپنی بیٹی کے بارے میں فخر سے کہتا تھا کہ نندہ رانی سب کی بہتری کے لئے کام کرتی ہے۔ اگر شہر سے آنے والی کو وہ مندر میں لے گئی ہے تو اس میں اُس شہر والی کی بہتری ہوگی۔

نتاشا نے کہا "ابھی نیلماں کہیں گئی ہوئی ہے۔ ہمیں اس کی غیر موجودگی میں نتالیہ تک پہنچنا چاہیے۔"

پورس نے کہا۔ "یہ صاف ظاہر ہے کہ مندر میں روپوش رہنے یا رکھنے کی کوئی جگہ ہے۔ پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ نیلماں کہاں گئی ہے اور کب تک واپس آئے گی؟"

"تم اس سے رابطہ کرو گے تو وہ سمجھ لے گی کہ تم نتالیہ کو حاصل کرنے کے لئے کوئی چال چلنے کے لئے اس کے پاس آئے ہو۔"

"ٹھیک ہے' اس بار تم اس سے رابطہ کرو۔"

وہ دوسری آواز اور لہجے کی پریکٹس کرنے لگی۔ پورس نے کہا۔ "اگر وہ پوچھے تو کہہ دینا کہ تمہارا تعلق فرہاد علی تیمور کی فیملی سے ہے۔ اس طرح وہ ہم پر شبہ نہیں کرے گی۔"

نتاشا نے خیال خوانی کی پرواز کی اور نیلماں کے دماغ میں آکر بولی۔ "میں بول رہی ہوں۔ کیا مجھے پہچان سکتی ہو؟"

وہ بولی۔ "فہمی! تم ہزار لہجے بدل کر بولو۔ میں تمہارے فریب میں نہیں آؤں گی۔ تم یہ کبھی نہیں معلوم کرسکو گی کہ میں کہاں روپوش رہنے کے لئے جارہی ہوں۔ میں جب تک تمہیں ہلاک نہیں کروں گی تب تک کسی کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ تم کسی بھی روپ میں اور کسی بھی لہجے میں مجھ تک نہیں پہنچ سکو گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ نتاشا اپنی جگہ حاضر ہوکر پورس سے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر وہ خیال خوانی میں مصروف تھا۔ رامو کے دماغ میں رہ کر اس کے ذریعے اس گن مین سے باتیں کررہا تھا جو مندر کے بند دروازے پر کھڑا پہرا دیتا تھا تاکہ صبح سے پہلے کوئی مندر کا دروازہ کھول کر اندر نہ جاسکے۔

پھر وہ گن مین کے اندر پہنچا اور اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ گن مین خود کو بڑا بھاگوان سمجھتا ہے کیونکہ کوئی ضروری بات ہو تو اسے اپنے دماغ میں نندہ رانی کی آواز سنائی دیتی ہے۔ وہ اسے کوئی ضروری حکم دیتی ہے پھر اس کے دماغ میں خاموشی چھا جاتی ہے اور وہ فوراً اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔

پورس اس کے دماغ سے نکل آیا۔ نتاشا سے پوچھا۔ "کوئی بات ہوئی؟"

نتاشا نے کہا۔ "اس نے مجھے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ میں نے صرف اتنا کہا کہ میں بول رہی ہوں۔ کیا مجھے پہچان سکتی ہو؟ میری آواز سنتے ہی وہ غصے سے پھٹ پڑی اور کہنے لگی 'فہمی تم ہزار

لہجے بدل کر بولو۔ میں تمہارے فریب میں نہیں آؤں گی۔ تم یہ کبھی معلوم نہ کرسکو گی کہ میں کہاں روپوش رہنے کے لئے جارہی ہوں۔"

پورس نے کہا۔ "تعجب ہے۔ اس کی باتوں سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ وہ فہمی سے چھپنے کے لئے کہیں جارہی ہے یعنی کہ وہ فہمی سے خوفزدہ ہے۔"

"ہاں' مجھے فہمی سمجھ کر کہہ رہی تھی کہ جب تک اسے ہلاک نہیں کرے گی تب تک اپنے دماغ میں کسی کو نہیں آنے دے گی۔ اس طرح فہمی کسی بھی روپ میں اور کسی بھی لہجے میں اس کے پاس نہیں پہنچ سکے گی۔ اتنا کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آئی۔ اس نے مجھے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔"

پورس نے کہا۔ "میں حیران ہوں۔ میرے سامنے یہ نئی بات آرہی ہے کہ آتما شکتی رکھنے والی اور کسی کے قابو میں نہ آنے والی نیلماں' فرہاد کی بہو بیٹی علی کی شریکِ حیات فہمی سے ڈرتی ہے اور ایسی خوفزدہ ہے کہ فہمی سے چھپنے کے لئے وہ مندر' دھرم شالا' محل اور تمام زمینیں چھوڑ کر کہیں چھپنے جارہی ہے۔"

نتاشا نے پوچھا۔ "فہمی کے بارے میں تم کیا سمجھتے ہو؟ کیا وہ نیلماں سے زیادہ خطرناک ہے یا نیلماں کی کوئی بہت بڑی کمزوری فہمی کے ہاتھ آگئی ہے۔"

"ہم نتالیہ کو یہاں سے لے جانے کے بعد فہمی اور نیلماں کے معاملے کو سمجھیں گے۔"

"تم ابھی خیال خوانی کررہے تھے۔ کیا معلوم کررہے تھے؟"

"نیلماں کبھی کبھی گن مین کے اندر آتی ہے اور کوئی ضروری حکم دیتی ہے۔ ہمیں اس مندر کے اندر جانا ہے اور اس گن مین کو قابو میں کرنا ہے۔"

"وہ کہیں دور روپوش رہنے کے لئے گئی ہے۔ اس سلسلے میں گن مین سے یقیناً کچھ کہا ہوگا۔"

"میں ابھی اس کے خیالات دوبارہ پڑھتا ہوں۔ تم بھی اس کے اندر چلو۔"

وہ دونوں اس گن مین کے اندر آئے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ابھی چند سیکنڈ پہلے نندہ رانی (نیلماں) نے گن مین کو حکم دیا ہے کہ نتالیہ کو مندر کے تہ خانے سے نکال کر شیو شنکر کی مورتی کے سامنے بٹھا دے۔ وہ اس کی طرح یوگا کے ایک آسن میں تپسیا کرے گی۔ ایک دشمن عورت اسے دیکھ کر یہی سمجھے گی کہ وہ نندہ رانی ہے کیونکہ وہ نندہ رانی کو چہرے سے نہیں پہچانتی ہے۔

نیلماں نے گن مین کو حکم دیا تھا کہ وہ ایسا کرنے کے بعد مندر کے دروازے کے باہر جاکر سو جائے۔ کوئی نتالیہ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہے تو اسے لے جانے دے۔ اس کے راستے میں رکاوٹ نہ بنے۔

جب نتاشا اور پورس اس گن مین کے خیالات پڑھ رہے تھے تو وہ گن مین نیلماں کے احکامات کی تعمیل کررہا تھا۔ مندر کے تہ خانے سے نتالیہ کو شیو شنکر کی مورتی کے سامنے لے آیا تھا۔ اب پورس نتالیہ کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس سے پہلے نیلماں نتالیہ کو سمجھا چکی تھی کہ یوگا کے کس آسن میں بیٹھ کر اسے تپسیا کرنا چاہیے۔

اور اگر تپسیا کے دوران میں کوئی اسے ساتھ چلنے کو کہے تو وہ خوفزدہ رہے مگر اس کے ساتھ چلی جائے۔ وہ اس کے اندر رہ کر اس کی حفاظت کرے گی۔

پورس نے نتاشا کو دیکھ کر پوچھا۔ "یہ معاملہ کچھ سمجھ میں آیا؟"

"میری سمجھ میں یہ آرہا ہے کہ فہمی' نیلماں پر حملہ کرنے' اسے نقصان پہنچانے یا اسے مار ڈالنے کے لیے اس مندر میں آنے والی ہے۔ فہمی اسے چہرے سے نہیں پہچانتی ہے اس لیے نیلماں میری بہن نتالیہ کو قربانی کی بکری بنا کر پیش کرنا چاہتی ہے۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ اس سے پہلے کہ فہمی یہاں آئے' ہمیں نتالیہ کو لے جانا چاہیے۔"

پورس کے دو آلۂ کار دھرم شالا میں تھے اور دو آلۂ کار ایک کار میں سڑک کے کنارے تھے۔ انہوں نے ان سب کو کار سمیت مندر کے سامنے آنے کا حکم دیا۔ ان سب نے حکم کی تعمیل کی۔ نتاشا اپنی آلۂ کار عورت کے دماغ میں تھی۔ پورس ایک مرد آلۂ کار کے اندر تھا۔ وہ سب مسلح تھے۔ مندر کے دروازے پر گن مین سو گیا تھا۔ وہ جاگ بھی رہا ہوگا تو اس نے نیلماں کے حکم کے مطابق آنکھ نہیں کھولی۔

وہ سب دروازہ کھول کر مندر کے اندر آئے۔ نتالیہ یوگا کے ایک آسن میں تپسیا کررہی تھی۔ نتاشا نے اپنی آلۂ کار کی زبان سے کہا۔ "نیلماں! اب یہ تپسیا چھوڑو۔ میں فہمی ہوں۔ میرے ساتھ سیدھی طرح چلو ورنہ میں ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالنا جانتی ہوں۔"

پھر نتاشا نے پورس سے کہا۔ "علی! ہمیں دیر نہیں کرنا چاہیے۔ اسے اٹھا کر لے چلو۔"

نیلماں' نتالیہ کے اندر تھی اور نتالیہ کے ذریعے خود کو خوفزدہ ظاہر کررہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "فہمی! تم پچھتاؤ گی۔ ابھی میں تمہارے ساتھ اس لیے چلوں گی کہ تم میرے موجودہ جسم کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ میں بار بار جسم بدلنا نہیں چاہتی۔"

وہ تمام آلۂ کار اسے زبردستی مندر سے نکال کر کھینچتے ہوئے اسے پچھلی سیٹ پر لے آئے۔ اس کے آس پاس بیٹھ گئے۔ کچھ آگے بیٹھے پھر وہ کار وہاں سے چل پڑی۔ کچھ دور آگے سڑک پر جاتے ہی پورس نے نتالیہ کے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مار کر تڑپنے لگی۔ پھر دوسری بار زلزلہ پیدا کیا تو وہ برداشت نہ کرسکی اور بے ہوش ہوگئی۔ اس کے بے ہوش اور بے حس دماغ میں

نیلماں نہیں رہ سکتی تھی۔

نیلماں ایک سڑک کے کنارے کار روک کر اپنی دانست میں فہمی اور علی کو فریب دے رہی تھی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ پورس نے ایسی سچویشن سے فائدہ اٹھالیا ہے۔

نیلماں کو اطمینان ہوا کہ وہ نتالیہ کو نیلماں سمجھ کر لے گئے ہیں اور یہ بھی اچھا کیا ہے کہ نتالیہ کو بے ہوش کردیا ہے۔ جب تک وہ ہوش میں آئے گی ان پر یہ بھید نہیں کھلے گا کہ وہ دھوکا کھا کر نتالیہ کو اٹھا کر لے گئے ہیں۔ اتنی دیر میں وہ فہمی کی پہنچ سے بہت دور چلی جائے گی۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب سے اوّل اور آخر دماغ کا ہی کھیل ہے۔ جو ذہانت میں کم ہوتے ہیں اور انسانی نفسیات کو نہیں سمجھتے وہ ہزار غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے کے باوجود فریب میں مبتلا رہ کر شکست کھاتے رہتے ہیں۔

○☆○

اسرائیلی فوج کا ایک اعلیٰ افسر دوسرے چار اعلیٰ افسران سے اہم معاملات پر گفتگو کررہا تھا۔ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ چند سیکنڈ کے بعد پھر سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ اس بار آواز سنائی دی۔ "میں دھرم راج (گرودیو) بول رہا ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اچھا تو تم ہو؟ میرے پاس آنے کی تکلیف کیوں کی ہے؟"

گرودیو نے کہا "میں حیران ہوں کہ تم یوگا کے ماہر نہیں تھے۔ شراب بھی پیتے تھے پھر تم نے سانس روکنے میں کیسے مہارت حاصل کرلی ہے۔"

"میں نے شراب چھوڑدی ہے۔ سگریٹ بھی نہیں پیتا ہوں۔"

"لیکن تم سوچ کی لہروں کو کیسے روک رہے ہو۔ سچ بتاؤ کیا کسی نے تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کیا ہے؟"

"سچ یہی ہے کہ ایک فرشتے نے ہم پانچ اہم افسروں کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔ تم کسی کے دماغ میں نہیں جاسکوگے۔"

"تم لوگوں کو مجھے اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روکنا چاہیے۔ میں تمہارے اہم فوجی راز جانتا ہوں۔"

"ہم تمہارا راستہ اسی لیے روک رہے ہیں کہ تم آئندہ ہمارے دوسرے رازوں تک نہ پہنچ سکو۔"

"جو راز پہلے سے جانتا ہوں' اس کے عوض ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو مجھے دس لاکھ ڈالر دیتے ہو۔ آج چھ تاریخ ہے اور تم لوگوں نے اب تک ادائیگی نہیں کی ہے۔"

"دھرم راج! تم بہت عرصے سے ہمیں بلیک میل کرکے حرام کی کھاتے آرہے ہو۔ اب تمہارے پاس ہماری کوئی کمزوری نہیں رہی ہے۔"

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا۔ تمہارے تمام اہم ڈوکومنٹس ہمارے پاس ہیں۔"

"جس فرشتے نے ہمارے دماغ لاک کیے ہیں' اسی نے کہا ہے کہ حویلی کے تہ خانے سے ایک نہیں' کئی ممالک کی اہم دستاویزات چرالی گئی ہیں۔"

گرودیو کو تھوڑی دیر کے لیے چپ سی لگ گئی۔ دوسرے افسر نے کہا "اگر وہ فرشتہ جھوٹ کہتا ہے تو ہمارے فوجی رازوں سے تعلق رکھنے والی دستاویزات کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں ہمیں دکھادو۔"

گرودیو نے کہا "اچھا تو وہ چور تمہارے لیے فرشتہ بن گیا ہے۔"

"جو ہم سے نیکی کرے اور تمہیں حرام کھانے سے روکے اسے فرشتہ ہی کہیں گے۔"

"تم لوگ اس ماہ کی ادائیگی سے انکار کرکے مشکل میں پڑجاؤگے۔"

"ہم تو اسے رقم ادا کریں گے' جس کے پاس ہماری اہم دستاویزات ہوں گی۔"

"اب میں سمجھ رہا ہوں کہ تمہارے سراغ رسانوں نے انہیں چرایا ہے۔"

"تم یہاں سے جاکر امریکی اکابرین اور روسی حکمرانوں کو بلیک میل کروگے تو تمہیں یہی جواب ملے گا۔ کسی بھی بڑے ملک سے تمہیں رقم نہیں ملے گی۔ پھر تمہاری سمجھ میں آئے گا کہ اسرائیلی جاسوسوں نے تمہارے ہاں چوری نہیں کی ہے۔"

"تمہارے اس فرشتے نے بتایا تو ہوگا کہ وہ کون ہے۔"

میں نے کہا "میں ابھی آیا ہوں اور مداخلت کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ چونکہ میرا ہی ذکر ہورہا ہے اس لیے گرودیو کہلانے والے دھرم راج کو اپنی آواز سنارہا ہوں۔ میں چور ہوں یا فرشتہ' یہ پورس سے جاکر پوچھو کیونکہ اس رات حویلی میں پورس بھی تھا۔"

"میں ابھی جاکر پورس سے تمہاری حقیقت معلوم کروں گا۔"

وہ چلاگیا۔ میں نے جنتی تحریری دستاویزات' وڈیو کیسٹس اور مائیکرو فلمیں حاصل کی تھیں' ان میں ایسی دستاویزات بھی تھیں' جن کا تعلق چند اسلامی ممالک سے تھا۔ میں نے اسرائیل' امریکا' روس اور فرانس کے اکابرین کو دھمکیاں دی تھیں کہ میں ان سے کوئی رقم تو نہیں لوں گا لیکن وہ اسلامی ممالک کے خلاف سازشیں کریں گے تو ان تمام بڑے ممالک کے راز فاش کردوں گا اور یہ کبھی ظاہر نہ ہو کہ ان کی دستاویزات کو اپنے قبضے میں رکھنے والا یا انہیں چرانے والا ایک ایسا شخص ہے' جو اسلامی ممالک کا حامی اور محافظ ہے۔ ان تمام ممالک کے اکابرین نے اپنی بہتری کے لیے میرے سلسلے میں اپنی زبانیں بند رکھی تھیں۔

میں پورس کے دماغ میں پہنچا تو اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا کیونکہ گرودیو وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس سے

کہہ رہا تھا "تم اس شخص کو یقیناً جانتے ہو جس نے ہماری تمام دستاویزات چرائی ہیں۔"

پورس نے کہا "اگر میں جانتا تو اسی دن اس کے بارے میں بتادیتا۔"

"وہ اسرائیلی فوجی افسران اسے فرشتہ کہہ رہے تھے۔"

پورس نے کہا "اس میں شبہ نہیں ہے کہ وہ فرشتہ ہے۔ میں نے اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اپنی محبوبہ کو نیلماں جیسی چڑیل سے نجات دلائی ہے۔"

"وہ تم سب کے لیے فرشتہ ہے اور ہمارے لیے عذاب جان ہے۔ آخر وہ ہے کون؟"

"بعض افراد پراسرار بن کر رہتے ہیں۔ وہ اپنے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتاتا ہے۔ وہ میرے لیے بھی پراسرار ہے لیکن جو احسان اس نے مجھ پر کیا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسے دوست بناکر رکھو تو وہ دوست بن کر کام آتا رہے گا۔"

"کیا ہم اپنے گھر میں چوری کرنے والے کو دوست بنالیں۔"

"نہ بناؤ۔ اس نے تو تمام بڑے ممالک کو دوست بنالیا ہوگا۔"

"وہ نہیں جانتا ہے کہ مہاراج کتنے شکتی مان ہیں۔ اسے بے نقاب کردیں گے۔"

"یہ بات اس شخص سے کہو' مجھ سے کیوں کہہ رہے ہو؟"

گرودیو نے مہاراج سے دماغی رابطہ کیا اور اسے موجودہ حالات بتائے۔ مہاراج نے کہا "جس دن وہ شخص تمام دستاویزات چراکر لے گیا تھا' اسی دن سے میں اپنے غیر معمولی علوم سے اس کے بارے میں معلوم کرنے کی کوششیں کررہا ہوں۔ وہ کوئی فولادی دل ودماغ کا آدمی ہے۔ میرے علوم کے دائرے میں آتے آتے رہ جاتا ہے۔ مجھے اس کی پرچھائیں ملتی ہے مگر وہ پہچانا نہیں جارہا ہے۔"

"مہاراج! اب کیا ہوگا؟ تمام بڑے ممالک نے لاکھوں ڈالروں کی ادائیگی روک دی ہے۔"

"پریشان کیوں ہوتے ہو۔ ہم کنگال تو نہیں ہیں۔ آمدنی کے اور بھی ذرائع ہیں لیکن یہ بات حیرت انگیز ہے کہ وہ شخص بڑے ممالک کو بلیک میل نہیں کررہا ہے اور ان سے رقم نہیں لے رہا ہے۔ جیسے خدائی خدمت گار ہو یا وہ اتنا دولت مند ہو کہ دولت اس کے لیے ہاتھ کا میل ہو۔"

"پتا نہیں' کون پاگل کا بچہ ہے؟ آخر اسے کس طرح تلاش کیا جاسکتا ہے؟"

مہاراج نے کہا "مختلف ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کرنا ہوگا۔ شاید کوئی اسے جانتا ہو۔"

گرودیو نے کہا "پارس اور پورس میں ہمیشہ دشمنی رہتی ہے۔ اگر اس شخص نے پورس کو اپنا احسان مند بنایا ہے تو پھر وہ پارس کا مخالف ہوگا۔ ہمیں پارس سے پوچھنا ہوگا۔"

مہاراج کے ریکارڈ روم میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آوازوں اور لہجوں کے آڈیو کیسٹس موجود تھے۔ مہاراج نے گرودیو کو پارس کی آواز اور لہجہ سنایا۔ گرودیو نے پارس کے دماغ میں آکر کہا "مسٹر پارس' تم مجھے نہیں جانتے ہو۔ میرا نام دھرم راج ہے۔ میرے چیلے مجھے گرودیو کہتے ہیں۔ میں ایک پراسرار شخص کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارا دشمن پورس اس کا احسان مند ہے اور اس کی بڑی تعریفیں کرتا ہے۔"

"پھر تو پورس کا دوست یا محسن میرا دشمن ہوگا مگر وہ ہے کون؟ کچھ اس کا نام یا نشانی بتاؤ۔"

"ہم نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ وہ ہماری اہم دستاویزات چراکر لے گیا ہے۔"

پارس نے کہا "اچھا سمجھ گیا۔ میں الپا کے ساتھ اسرائیل میں ہوں۔ وہاں کے اعلیٰ فوجی افسران بہت خوش ہیں۔ ایک شخص نے ان سے کہا ہے کہ اب وہ کسی بلیک میلر کو لاکھوں ڈالر ادا نہ کریں کیونکہ وہ ان کی اہم دستاویزات اس بلیک میلر سے چرالایا ہے۔"

"مسٹر پارس! تم بالکل درست سمجھ رہے ہو۔ کیا اس نے وہ دستاویزات ان فوجی افسران کو دی ہیں؟"

"نہیں۔ اس شخص نے کہا ہے کہ وہ اپنے پاس دستاویزات رکھے گا لیکن بلیک میل نہیں کرے گا۔ میری وائف الپا نے معلوم کیا ہے کہ وہ امریکا کی اہم دستاویزات کے ذریعے ایک ڈالر بھی نہیں لے رہا ہے۔ یعنی کسی بھی بڑے ملک سے نہ رقم لے رہا ہے اور نہ ہی ان سے شرائط منوا رہا ہے۔"

"پھر تو تمہیں بھی خوش ہونا چاہیے کہ تمہاری بیوی یہودی ہے اور وہ شخص یہودی قوم کے کام آرہا ہے۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میری الپا اسلام قبول کرچکی ہے۔ اسرائیلی حکومت سے ہماری دوستی ہے اور ہم دوست کی حیثیت سے ان کے کام آتے ہیں۔"

"یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے مگر وہ شخص کون ہے؟ کن مقاصد کے لیے ہم سے دشمنی کررہا ہے؟ وہ پورس کا دوست ہے تو کیا تمہارا دشمن نہیں ہوگا؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ جو دشمن کا دوست ہوگا' وہ ہمارا دشمن ہو۔ یہ تمام بڑے ممالک ایک دوسرے سے کبھی دوستی رکھتے ہیں' کبھی ایک دوسرے سے دشمنی کرنے لگتے ہیں۔ مسلمانوں اور یہودیوں کی دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ ایسی دشمنی کے باوجود میں مسلمان ہوکر یہودیوں کے کام آتا رہتا ہوں۔ اس پراسرار شخص نے پورس کا دوست ہونے کے باوجود ابھی تک مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

"یعنی تم بھی اس پراسرار شخص کی حمایت میں بول رہے ہو؟"

"اس نے تمہیں نقصان پہنچایا ہے۔ اگر تم اسے دوست بنالو

تو ہو سکتا ہے' آئندہ وہ تمہیں فائدہ پہنچائے۔"

"تمام ممالک سے بلیک میلنگ کے ذریعے کروڑوں ڈالر حاصل ہوتے تھے۔ اس نے کروڑوں کا نقصان پہنچایا ہے اور تم اسے دوست بنانے کا مشورہ دے رہے ہو؟"

پارس نے کہا "تم میرے پاس ایک مسئلے کا حل معلوم کرنے آئے ہو۔ میں نے اپنے مزاج اور نظریے کے مطابق تمہیں مسئلے کا حل بتایا ہے۔ اگر وہ شخص میرا دوست بن کر دکھائے تو میں اسے خوش آمدید کہوں گا۔"

"جوتا جس کے پاؤں کو کاٹتا ہے اسے ہی تکلیف ہوتی ہے۔ میں نے تمہارے پاس آکر وقت ضائع کیا ہے۔"

"جانے سے پہلے ایک بات سن لو۔ تم پورس سے میری دشمنی کے حوالے سے آئے تھے۔ میں تمہارے پاس یہ کہنے نہیں آیا تھا کہ پورس جیسا جوتا میرے پیر کو کہاں کاٹ رہا ہے۔ تم سے پوچھنے نہیں آیا تھا کہ مجھے جوتا بن کر پورس کو کہاں کاٹنا چاہیے؟ میرا نام پارس ہے۔ میں جوتے مار سکتا ہوں' جوتا بن نہیں سکتا' اب جاؤ۔"

گرودیو دماغی طور پر حاضر ہو گیا' مہاراج اس کے دماغ میں تھا۔ وہ بولا "پارس نے سچی اور کھری باتیں کی ہیں۔ اس شخص نے پارس کو ابھی تک کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ اس لیے وہ شخص نہ تو دوست ہے اور نہ دشمن۔"

"پارس نادان نہیں ہے۔ وہ اس شخص کے بارے میں ضرور کچھ معلوم کر رہا ہو گا۔"

"جب وہ معلوم کرے گا تو دیکھا جائے گا۔ ہم ڈاکٹر اناپورنا کو نظر انداز کر رہے ہیں۔"

"مہاراج! آپ کے غیر معمولی علوم کیا کہتے ہیں؟"

"وہ بھی اس پراسرار شخص کی طرح میرے علوم کے دائرے میں آتے آتے رہ جاتی ہے۔ میں نے پورس سے اس کا لب ولہجہ معلوم کیا تھا اور اس کے دماغ میں بھی گیا تھا لیکن اس عورت کے دماغ میں دھند اور سناٹے کے سوا کچھ نہ تھا۔ اتنا پتا چلا کہ وہ سانس لے رہی ہے۔"

"وہ بھی اس پراسرار شخص کی طرح آپ کی گرفت سے نکل رہی ہے۔ کیا اس پراسرار شخص سے اس کا تعلق ہو سکتا ہے؟"

مہاراج نے کہا "میں بہت کوششیں کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ حویلی میں جاکر گم ہو جانے والی نیلماں ہو گی۔ وہ اب منظر سے ہٹ گئی ہے۔ خود کچھ نہیں کر رہی ہے۔ اس پراسرار شخص کے ذریعے سب کچھ کرا رہی ہے۔"

"نیلماں سے ہمارا کبھی رابطہ نہیں رہا۔ کیا اس سے بات کی جا سکتی ہے؟"

"وہ اپنی آتما شکتی اور کالے جادو کے سلسلے میں بڑی مغرور ہے' مجھے اپنے برابر کا نہیں سمجھتی ہے اس لیے ہم جیسے مہان جادوگروں کو نظر انداز کرتی ہے۔ اب ہماری غرض ہے اس لیے مجھے اس کے پاس جانا ہو گا۔"

مہاراج نے ریکارڈ روم کے ایک آڈیو کیسٹ کے ذریعے نیلماں کی آواز سنی پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچا۔ اس نے سانس روک لی۔ چند سیکنڈ کے بعد اس نے پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "نیلماں! میں مہاراج ہوں۔ چاہو تو میرے دماغ میں آسکتی ہو۔"

مہاراج اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوا۔ نیلماں نے اس کے دماغ میں آکر کہا "میں نے برسوں پہلے تمہارا نام اور تمہاری آواز بھی سنی تھی۔ آواز اور لہجہ یاد نہیں ہے۔ میں کیسے یقین کر لوں کہ تم مہاراج ہو؟"

"تعجب ہے۔ کیا تم آتما شکتی کے ذریعے تصدیق نہیں کر سکو گی؟"

"میں نے ایک وجہ سے آتما شکتی کا امتحان کم کر دیا ہے۔ ویسے یہ اطمینان ہے کہ تم میرے دماغ سے چلے گئے اور مجھے اپنے اندر بلایا ہے۔"

"میں چاہتا ہوں' تم سے رابطہ رکھوں۔ تمہارے کام آؤں اور کبھی تم میرے کام آتی رہو۔"

"ایسا باہمی تعاون کیوں چاہتے ہو؟ کسی پرابلم میں ہو؟"

"ہاں دو ہستیاں ایسی ہیں جو میرے لیے معما بن گئی ہیں۔ وہ دونوں ہستیاں میرے علوم کے دائرے میں بھی نہیں آرہی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی ہماری طرح جادوگر ہیں یا پھر فولادی دل ودماغ کی حامل ہیں۔ ان پر جادو بے اثر ہو رہا ہے۔"

"کیا ان کے نام یا کچھ نشانیاں ہیں؟"

"وہ بے نام ونشان ہیں لیکن ہمیں نقصان پہنچا رہے ہیں۔"

مہاراج میرے متعلق بتانے لگا کہ میں تمام اہم دستاویزات چرا کر لے جانے کے بعد نہ کسی بڑے ملک کو بلیک میل کر رہا ہوں' نہ ان سے لاکھوں ڈالرز وصول کر رہا ہوں۔ نہ خود فائدہ اٹھا رہا ہوں اور نہ مہاراج کو فائدہ اٹھانے دے رہا ہوں۔

نیلماں نے کہا "پتا نہیں کون ایسا حاتم طائی ہے جو نیکیاں کر رہا ہے اور دریا میں ڈال رہا ہے۔ نہ خود کھا رہا ہے' نہ تمہیں کھانے دے رہا ہے۔"

"میں یہ امید لے کر تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم شاید آتما شکتی کے ذریعے اسے ڈھونڈ نکالو گی۔"

"میں اس کی کوئی تصویر دیکھ لوں یا آواز سن لوں تو میری آتما اس کے پاس پہنچ جائے گی۔"

"میرے پاس اس پراسرار شخص کی آڈیو کیسٹ ہے۔ تم آواز سن سکتی ہو۔"

"وہ آواز فرضی ہو گی۔ آج کل تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اپنی آوازیں اور چہرے میرے خوف سے بدل لئے ہیں پھر بھی

وہ آواز سناؤ۔"

مہاراج نے میری آواز سنائی۔ نیلماں نے اس آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر میرے دماغ میں آگئی' اس کے پیچھے مہاراج بھی چلا آیا۔ وہ میں ہی تھا لیکن میری سابقہ آواز اور لہجہ نہیں تھا اس لیے وہ سمجھ نہیں پائے کہ فرہاد علی تیمور کے پاس ہیں۔ میں نے کہا "سوا گتھم' کون ہو اور کیسے آنا ہوا؟"

"میں نیلماں ہوں۔ سنا ہے کہ تم بہت پراسرار ہو۔ میرے اندر تجسس پیدا ہوا' اس لیے آئی ہوں۔"

"میں مہاراج ہوں۔ تم نے مجھے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ پوچھنے آیا ہوں کہ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

میں نے جواب دیا "دشمنی ہوتی تو تمہارے گھر سے مال چرا کر لے جاتا۔ میں تو وہ دستاویزات لے گیا ہوں' جو تمہاری نہیں تھیں۔ میں شریف اور دھرم کرم والوں کے ہاں کبھی چوری نہیں کرتا۔ میں تو ایک سیدھا سادہ سا انسان ہوں۔"

"ایسی چوری کا فائدہ کیا ہے' جس سے تم فائدہ نہیں اٹھا رہے ہو؟"

"کس نے کہہ دیا کہ فائدہ نہیں اٹھا رہا ہوں؟ اگرچہ میں ان سے نقدی نہیں لے رہا ہوں تاہم ان سب کو انڈر پریشر (دباؤ) میں رکھا ہے۔ وہ بظاہر میرے احسان مند ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ میں ان کی لاعلمی میں سرنگ بناتا ہوا' ان کے دوسرے رازوں تک پہنچ رہا ہوں۔"

"ایسا تم ان سے نقد رقم وصول کرتے ہوئے بھی کر سکتے ہو۔"

"میں انہیں ٹرانس (سحرزدہ) میں لا کر تم لوگوں سے زیادہ رقم حاصل کر لیتا ہوں اور انہیں پتا نہیں چلتا۔ وہ مجھے نیکیاں کرنے والا حاتم طائی سمجھتے ہیں۔"

"پھر تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ بہت مکار ہو۔"

"تم مجھے مکاری کا سرٹیفکیٹ نہ دو تب بھی وہی ہوں' جو ہوں اور جو ہوں' اسے سمجھنے کے لیے نیلماں کی طرح بار بار جنم لیتے رہو۔"

پھر میں نے نیلماں سے کہا "تم بڑی دیر سے میرے چور خیالات پڑھ رہی ہو۔ تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ بڑی معلومات حاصل کر رہی ہو۔"

"میں ایسی باتیں معلوم کر رہی ہوں جو ناممکن ہیں۔ تمہارے چور خیالات ایک دادی ماں کے جذبات میں ہلچل پیدا کر رہے ہیں اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ تم میرے سورگ واسی پوتے سوامی للک رام بھاٹیا ہو۔ مرنے کے بعد سورگ میں گئے تھے۔ وہاں یوتاؤں نے تمہیں دیکھ کر کہا کہ یم راج (ملک الموت) سے غلطی ہو گئی ہے۔ ابھی تمہیں زندہ رہنا تھا۔ دنیا میں رہ کر بہت کچھ کرنا تھا۔ لیکن یم راج نے تمہاری آتما کو سورگ میں بھیج دیا تھا۔ اس غلطی کو چھپانے کے لیے تمہاری صورت' آواز اور لہجہ بدل کر دوبارہ دنیا میں بھیجا گیا ہے۔"

میں نے کہا "تمہیں یہ بھی معلوم ہوا ہو گا کہ تم میری صورت نہیں دیکھ سکو گی اور ایک دادی کی حیثیت سے اپنے پوتے سے ملاقات نہیں کر سکو گی۔ کیونکہ دیوتاؤں نے مجھے باقی زندگی دنیا میں گزارنے کے لیے صرف میری صورت ہی نہیں' میری شخصیت بھی بدل دی ہے۔"

وہ بولی "ہاں تمہارے خیالات یہ بھی بتا رہے ہیں کہ اگر میں ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت کے جسم میں سما کر دادی ماں بن جاؤں تو تم مجھے میرے پوتے سوامی للک رام بھاٹیا کے اصلی روپ میں نظر آجاؤ گے۔ پھر میں تمہیں گلے لگا سکوں گی۔"

"تم میرے چور خیالات پڑھ کر بھی یقین نہیں کر رہی ہو اور اسے ناممکن کہہ رہی ہو۔ مجھ سے سورگ میں کہہ دیا گیا تھا کہ میں دنیا میں دوبارہ جاکر تم سے رابطہ نہ کروں کیونکہ تمہیں یقین نہیں آئے گا اور یقین کرنے کے لیے تم کسی بوڑھی عورت کے جسم میں جاؤ گی تو شاید ہی تمہیں ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت مل سکے گی۔"

"تمہارے چور خیالات مجھے فریب دے سکتے ہیں۔ میں حقیقت معلوم کرنے کے لیے چالیس راتیں جاگ کر تپسیا کروں گی۔ پھر دوبارہ تمہارے دماغ میں آؤں گی اور چور خیالات پڑھوں گی۔ کیا تم مجھے آنے سے روکو گے؟"

"کبھی نہیں۔ میری اجازت کے بغیر کوئی نہیں آسکتا۔ صرف تم آسکتی ہو۔"

مہاراج نے کہا "اگر تم نیلماں کے پوتے ہو تو کیا دستاویزات چرانے کے لیے دنیا میں دوبارہ آئے ہو؟"

میں نے کہا "تم بھول رہے ہو۔ ابھی میرے خیالات نے نیلماں سے کہا ہے کہ صرف میری صورت ہی نہیں' میری شخصیت بھی بدل گئی ہے۔ میرے ذہن سے رشتہ مٹ گیا ہے اس لیے میں نیلماں کہہ رہا ہوں۔ دادی ماں نہیں کہہ سکتا اور یہ نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد چوروں کے گھر چوری کر رہا ہوں۔"

مہاراج نے کہا "بھگوان کی قسم تم بہت بڑے مکار ہو۔ نیلماں سے دادی اور پوتے کا حوالہ دے کر اس طرح رشتہ جوڑ رہے ہو کہ نیلماں تم سے ایک دادی کے طور پر وابستہ ہو گئی ہے۔ اب دستاویزات کی چوری کے سلسلے میں یہ مجھ سے تعاون نہیں کرے گی۔"

نیلماں نے کہا "مہاراج! صرف چالیس دن کی بات ہے۔ میں سچ اور جھوٹ معلوم کر لوں گی۔ میں جب بھی تپسیا کرتی ہوں' مجھے ایک نئی شکتی ملتی ہے۔ اس بار میں اپنے پوتے کی اصلیت تک پہنچنے کی شکتی حاصل کر لوں گی۔ اگر یہ بات سچ ہوئی تو میں اپنے پوتے کو گلے لگانے کے لیے کسی ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی کو ضرور تلاش کروں گی۔"

مہاراج نے کہا "میں مانتا ہوں' تم بہت شکتی مان ہو' ایسا ضرور کروگی لیکن میں چالیس دن تک سچ اور جھوٹ کا انتظار کرتا رہ جاؤں گا۔"

"تم خواہ مخواہ دستاویزات کا ماتم کررہے ہو۔ اگر یہ میرا پوتا ثابت ہوجائے گا تو تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوگے۔ ایک دادی اپنے پوتے کے لیے ڈھال بن کر رہے گی اور اگر یہ میرا پوتا ثابت نہ ہوا تو میں اسے جسمانی اور دماغی طور پر کمزور بنا کر تمہارے قدموں میں ڈال دوں گی۔"

"آہ! مجھے چالیس دن تک انتظار کرنا ہوگا۔ کوئی بات نہیں' میں صبر کروں گا۔ لیکن وہ دوسری ہستی جو پراسرار بنی ہوئی ہے اس کے بارے میں کچھ بتاؤ۔"

"کیا اس ہستی کا نام ونشان ہے؟"

"میں نہیں جانتا کہ یہ اس کا اصلی نام ہے یا نہیں۔ وہ پہلے ڈاکٹر اناپورنا بن کر پورس کو دھوکا دے چکی تھی' پھر وہ حویلی کے اندر آئی تھی۔ اس کے بعد کسی نے اسے نہیں دیکھا۔ پورس نے بتایا ہے کہ شنکر داس نامی ایک یوگا اور نیلی پیتھی جاننے والا شخص اناپورنا کا پتی ہے۔"

نیلاں نے کہا "تعجب ہے کہ پورس کیسے دھوکا کھا گیا۔ کیا اس نے اناپورنا کے چور خیالات نہیں پڑھے تھے؟"

"پورس کا بیان ہے کہ اس نے اناپورنا کے چور خیالات بھی پڑھے تھے اور اس کے پورے خاندان کی ہسٹری بھی پڑھی تھی۔ بعد میں پتا چلا کہ جن دنوں ڈاکٹر اناپورنا اس کے لیے غیر معمولی دوائیں تیار کررہی تھی' ان دنوں اصلی ڈاکٹر اناپورنا مرچکی تھی اور اس کی لاش ایک اسپتال میں ڈیڑھ ماہ سے رکھی ہوئی تھی۔"

نیلاں نے چونک کر پوچھا "اس کا مطلب ہے کہ جو اناپورنا زندہ ہے' وہ ایک عجیب وغریب دماغ رکھتی ہے؟"

مہاراج نے کہا "پورس کا بیان ہے کہ پارس کی طرح اناپورنا کا دماغ بھی ایک عجوبہ ہے۔ کوئی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا اور کوئی اس کے دماغ پر حاوی ہوکر نہ اس کی اصلیت معلوم کرسکتا ہے اور نہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کرسکتا ہے۔"

نیلاں نے غصے اور نفرت سے کہا "ایسا دماغ تو فہمی کا ہے۔ وہ علی تیمور کی بیوی اور فرہاد علی تیمور کی بہو ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے اور سوچتے رہے' میں نے کہا۔ "بات کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ پورس نے پہلی بار جو دوائیں تیار کیں انہیں پارس نے چرالیا۔ دوسری بار علی تیمور اور فہمی نے دھوکا دیا اور دوسری بار تیار ہونے والی دوائیں وہ دونوں چرا کرلے گئے۔ یعنی پورس فرہاد کے دونوں بیٹوں اور بہو سے نقصانات اٹھاتا آرہا ہے۔"

مہاراج نے کہا "اس طرح بات صاف طور پر سمجھ میں آرہی ہے۔ وہ تمام غیر معمولی دوائیں بابا صاحب کے ادارے میں جارہی ہیں۔"

میں نے کہا "او گاڈ! اس رات حویلی میں' میں وہ غیر معمولی دوائیں چرانے گیا تھا مگر میرے حصے میں صرف دستاویزات آئی تھیں۔"

مہاراج نے کہا "اب یہ بات یقینی ہے کہ ہم نیلی پیتھی کی چٹانوں سے ٹکرا رہے ہیں۔ اگر ہم تینوں متحد ہوجائیں تو انہیں منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "پہاڑ سے ٹکرانے سے منہ ٹوٹتا ہے۔ پہاڑ کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہماری دنیا کے سپر پاور کہلانے والے ممالک ان کا کچھ بگاڑ رہے ہیں۔ مجھے سورگ کے دیوتاؤں نے پتا نہیں دوبارہ کیوں زندگی دی ہے۔ میں زندہ رہنے کے لیے سوچ سمجھ کر ایسی کوئی واردات کرتا ہوں جہاں محفوظ رہ سکوں۔ میں کبھی پہاڑ کھودنے حماقت نہیں کروں گا۔"

نیلاں نے کہا "چالیس دن کے بعد اگر تم میرے پوتے کا پتا ہوجاؤ گے تو میں بھی تمہیں یہی مشورہ دوں گی۔ پچھلی بار فرہاد کا پتا سے تم مارے گئے تھے۔"

مہاراج نے پوچھا "نیلاں! کیا تم میرا ساتھ نہیں دوگی؟"

"میں ضرور تم سے تعاون کروں گی لیکن میرے دو بڑے مسائل ہیں۔ سب سے پہلے تو میں چالیس راتیں اپنے پوتے کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے وقف کردوں گی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے۔ اس نے مجھے پریشان کیا ہوا ہے۔ اس پر میرا کوئی وار کامیاب نہیں ہورہا ہے اور میں اس کے غیر معمولی دماغ کو ہرگز نہیں کرپارہی ہوں۔ مجھے چالیس راتوں تک اس سے دور رہ کر روپوش رہنا ہوگا۔"

مہاراج نے مجھ سے پوچھا "تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔"

میں نے کہا "پوری رامائن پڑھ گئے اور سمجھ نہ سکے کہ رام جی کون تھے؟ میں کہہ چکا ہوں۔ دو بارہ دنیا میں آنے کے لیے میری صورت اور شخصیت بدل گئی۔ نام نہیں بدلا' ویسے تو نام تلک رام بھاٹیا ہے مگر میں ٹی آر بھاٹیا کہلاتا ہوں۔"

وہ مایوس ہوکر میرے دماغ سے چلا آیا۔ اپنے بھائی گردیو سے بولا "وہ پراسرار شخص بہت مکار ہے۔ اس نے نیلاں کے ساتھ رشتے سے کھیلنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ خود کو کوئی آر بھاٹیا ہے۔ پورا نام تلک رام بھاٹیا ہے۔"

گردیو نے پوچھا "آخر بات کیا بنی؟"

"کچھ نہیں' جہاں سے ہم چلے تھے' وہیں پہنچے ہوئے ہیں۔ صرف اس شخص کا نام معلوم ہوا ہے۔ وہ اپنا پتا ٹھکانا بھی بتائے گا۔ اتنی کوششوں کے بعد نام معلوم ہوا ہے۔ ہم کچھ ذرائع اختیار کریں گے۔ ہوسکتا ہے' اس کی خفیہ پناہ گاہ کا پتا ہوجائے۔"

وہ تینوں بھائی منصوبے بنانے لگے۔ وہ نیلاں کی چالیس راتوں کی تپسیا کا انتظار نہیں کرسکتے تھے۔ اس ٹی آر بھاٹیا کی اصلیت کو بے نقاب کرنا چاہتے تھے اور یہ طے کررہے تھے کہ کس چور راستے سے بھاٹیا کی شہ رگ تک پہنچا جاسکتا ہے؟

○☆○

اسرائیل کے چند اعلیٰ عہدے داروں کو ان کے عہدوں سے ہٹادیا گیا تھا۔ یہ الپا کے مطالبے کے مطابق کیا گیا تھا۔ اس نے کہا تھا "وہ تمام عہدے دار پورس کے معمول اور تابعدار بنے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسرائیل میں میری برتری ختم ہوجائے۔"

پچھلے دنوں پورس نے الپا اور پارس کے پیش کردہ فارمولوں سے بنائی ہوئی دواؤں کو نقلی اور ناکارہ ثابت کرنے کی کامیاب کوششیں کی تھیں لیکن آخر وقت میں ناکام ہوگیا تھا اور خود نیلی پیتھی سے محروم ہوکر بہت بڑا نقصان اٹھایا تھا۔

اس دوران میں بہت سے واقعات پیش آئے تھے۔ پارس نے اس کی محبوبہ روشانا یعنی نتالیہ کو اغوا کرکے مچھیٹی کے ساحلی بنگلے میں پہنچادیا تھا۔ پھر نیلاں اس بنگلے سے نتالیہ کو اغوا کرکے لے گئی تھی۔

اس وقت نیلاں کے لیے فہمی خطرہ بن گئی تھی۔ پورس اسی موقع سے فائدہ اٹھاکر نتالیہ کو نیلاں کی قید سے چھڑا لایا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ نتالیہ کی یادداشت واپس آگئی ہے۔ نیلاں نے اس پر ایسا عمل کیا تھا کہ نتالیہ کو کھوئی ہوئی یادداشت اور گم شدہ نیلی پیتھی کا علم واپس مل گیا تھا۔

نتاشا نے کہا "پورس! الپا اور پارس نے قتل ابیب میں تمہیں زبردست نقصان پہنچایا تھا۔ تم بارہ گھنٹے کے لیے نیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوگئے تھے۔ ہمیں جوابی کارروائی کرنی چاہیے۔"

پورس نے کہا "ہم جوابی کارروائی ضرور کریں گے۔ جب سے میں نے نتالیہ کو نیلاں کی قید سے رہائی دلائی ہے تب سے یہ سمجھنے کی کوشش کررہا ہوں کہ نیلاں جیسی خطرناک اور ناقابلِ شکست عورت' فہمی سے خوف زدہ کیوں ہے؟"

نتاشا نے کہا "واقعی یہ حیرانی کی بات ہے۔ تم کس نتیجے پر پہنچے ہو؟"

"میں کئی پہلوؤں سے اس معاملے پر غور کرتا رہا پھر میں نے نیلاں کے دماغ میں پہنچ کر اس سے کچھ پوچھنا چاہا' وہ بولی..... میں اس وقت مہاراج اور اس پراسرار شخص سے باتیں کررہی ہوں جو حویلی سے دستاویزات چرا کرلے گیا تھا۔ تم چاہو تو اس شخص کے دماغ میں رہ کر ہماری باتیں سن سکتے ہو۔"

پورس میرے دماغ میں چلا آیا تھا۔ چونکہ پہلے سے نیلاں اور مہاراج موجود تھے اس لیے میں نے اسے محسوس نہیں کیا۔ وہ ہماری باتیں سنتا رہا۔ میرے تلک رام بھاٹیا ہونے اور سورگ سے واپس آنے والی بات پر اسے یقین آیا یا نہ آیا ہو' چالیس راتوں کے بعد حقیقت معلوم ہونے والی تھی لیکن پورس کو یہ کام کی بات معلوم ہوئی کہ فہمی ڈاکٹر اناپورنا بن کر دھوکا دیتی رہی تھی۔ وہ بھی پارس کی طرح غیر معمولی دماغ رکھتی ہے اس لیے پورس اسے پہچان نہ سکا۔

یہ بات سب کی سمجھ میں آگئی کہ پورس کی پہلی بار تیار ہونے والی دواؤں کو پارس چرا کرلے گیا تھا۔ دوسری بار تیار ہونے والی دوائیں فہمی اور علی لے گئے ہیں اور وہ جتنی بھی دوائیں اب تک تیار کرچکا ہے' ان کا ذخیرہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔

پورس نے یہ باتیں نتاشا کو بتائیں۔ وہ بولی "میں کسی حد تک سمجھ رہی تھی کہ تمہارے جیسے ذہین' حاضر دماغ اور چالاک جوان کو صرف تنہا پارس مات نہیں دے سکتا۔ اب بات کھل گئی ہے کہ پارس کا بھائی علی اور اس کی بیوی فہمی سب ہی مل کر تمہیں نقصان پہنچا رہے ہیں اور تمہیں اناپورنا اور شنکر داس کے ناموں اور کرداروں سے بھٹکا رہے تھے۔"

"میں اپنا مال واپس چھین سکتا ہوں۔ پارس اور علی سے بھی اور ان کے باپ سے بھی لیکن ان دواؤں کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جاکر رکھا گیا ہے۔ وہاں ہم میں سے کوئی قدم بھی نہیں رکھ سکتا ہے۔"

نتاشا نے کہا "انتقامی کارروائی کی جاسکتی ہے۔ پچھلے دنوں تم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ الپا اور پارس کے پیش کردہ فارمولوں سے اسرائیلی لیبارٹری میں جو دوائیں بنائی گئی تھیں' وہ نقلی ہوں گی۔ پورس ان یہودیوں سے فراڈ کررہا ہے لیکن ان دواؤں کو آزمانے سے پتا چلا کہ وہ اصلی ہیں۔ تم بھی اس اصلی دوا کے زیرِ اثر آگئے تھے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔ اسرائیل کی اس لیبارٹری میں اصلی دوائیں ہیں۔ ہم انہیں وہاں سے چرا سکتے ہیں۔"

"صرف اتنا ہی نہیں۔ جو چالاکی انہوں نے دکھائی ہے' وہی ہم بھی دکھا سکتے ہیں۔ وہاں سے اصلی دواؤں کے تمام کارٹن چرا کر ان کی جگہ نقلی دوائیں رکھ سکتے ہیں۔"

جیسے کو تیسا کے مطابق یہ نہایت معقول مشورہ تھا۔ پورس نے خود آزمایا تھا کہ اسرائیل کی خفیہ لیبارٹری میں اصلی دوائیں ہیں۔ اپنا خسارہ پورا کرنے کے لیے وہ دوائیں حاصل کی جاسکتی تھیں۔

پھر وہاں نقلی دوائیں رکھ کر اسرائیلی اکابرین کے سامنے یہ ثابت کیا جاسکتا تھا کہ پارس نے ان یہودیوں کو الپا کے ذریعے جو فارمولے دیے تھے' ان فارمولوں سے عارضی طور پر اصلی دوائیں تیار ہوتی ہیں لیکن چند ہفتوں میں وہ دوائیں ناکارہ ہوجاتی ہیں۔ جبکہ پورس اپنے اصل فارمولوں سے ہمیشہ تاثیر رکھنے والی اصلی دوائیں تیار کرتا ہے۔

پھر وہ ان چرائی ہوئی اصلی دواؤں کا مظاہرہ کرکے الپا اور پارس کو جھوٹا اور فریبی ثابت کرسکے گا۔ پہلے ان کا فراڈ ثابت کرنے میں وہ ناکام رہا تھا۔ وہ دوائیں جو اصلی ثابت ہوئی تھیں'

انہیں چرایا جاسکتا تھا اور ان کا جو تا ان ہی کے سر کے مطابق وہاں نقلی دوائیں لاکر رکھی جاسکتی تھیں۔

پہلے نتاشا اور پورس دو بااعتماد ساتھی تھے۔ اب ٹیلی پیتھی جاننے والی تیسری ساتھی نتالیہ ان کے ساتھ تھی۔ انہوں نے یہ طے کیا کہ اس اہم کام کو وہ تینوں رازداری سے کریں گے۔ کسی آلۂ کار پر بھی بھروسا نہیں کریں گے۔ یہ اندیشہ تھا کہ الپا' پارس' فہمی اور علی وغیرہ کسی بھی آلۂ کار کے اندر پہنچ کر کام بگاڑ سکتے ہیں۔

پورس اسرائیل کی اس خفیہ لیبارٹری سے واقف تھا۔ پہلے بھی وہاں جاچکا تھا۔ اس بار نتاشا اور نتالیہ اس کے ساتھ تھیں۔ اس لیبارٹری کے باہر اور اندر مسلح فوجی جوانوں کا پہرا لگا رہتا تھا۔ انہیں سمجھادیا گیا تھا کہ دشمن نادیدہ بن کر آسکتے ہیں لیکن دواؤں کے کارٹن اٹھانے کے لیے وہ نمودار ہونے پر مجبور ہوجائیں گے۔ اُس وقت وہ جیسے ہی نظر آئیں' انہیں گولی ماردی جائے۔

پورس کئی منٹ تک سانس روک سکتا تھا۔ وہ سانس روک کر لیبارٹری کے اندر آیا پہرے ہوش کرنے کی دوا اسپرے کرکے وہاں سے چلا گیا۔ اندر جتنے مسلح فوجی جوان تھے' وہ سب بے ہوش ہوگئے۔ لیبارٹری کے باہر والے پہرے داروں کو خبر نہ ہوئی کہ اندر کیا ہوچکا ہے۔

بے ہوش کرنے والی دوا کا اثر آدھے گھنٹے بعد ختم ہوگیا۔ نتالیہ' نتاشا اور پورس اس لیبارٹری کے اندر آئے۔ نقلی دواؤں کے کارٹن اٹھا کر نادیدہ بن کر وہاں آئے۔ انہوں نے ان کارٹنوں کو وہاں رکھا اور اصلی دواؤں کے کارٹن اٹھا کر لے گئے۔ اس طرح وہ کئی بار آتے جاتے رہے اور اصلی کی جگہ نقلی دوائیں رکھ کر جاتے رہے۔

پارس نے پہلے پہل اس لیبارٹری میں نقلی دوائیں تیار کرا کے رکھوائی تھیں اور اصلی دوائیں بڑی رازداری سے اسرائیل کی دوسری خفیہ لیبارٹری میں تیار کراتا رہا تھا۔ پچھلی بار جب اس نے پورس کی سازش کو ناکام بنادیا اور اسے بارہ گھنٹے کے لیے ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم کردیا تو اسے اور الپا کو یقین ہوگیا کہ پورس آئندہ انہیں جھوٹا اور فریبی ثابت کرنے کی سازشیں نہیں کرے گا۔

اس اطمینان کے ساتھ الپا اور پارس نے لیبارٹری سے نقلی دواؤں کے کارٹن ہٹادیے اور اسرائیل کی دوسری خفیہ لیبارٹری میں جو اصلی دوائیں تیار کی گئی تھیں ان تمام دواؤں کے کارٹن اس لیبارٹری میں لاکر رکھ دیے تھے جہاں پورس ناکام رہا تھا۔

لیکن اس بار اسے کامیابی ہوئی تھی۔ الپا اور پارس نے جو چالاکی دکھائی تھی وہ انہیں مہنگی پڑی۔ پورس وہاں کی تمام اصلی دوائیں چرا کرلے گیا۔ وہ پھر ایک بار سریر سوار ہوگیا۔

وہ اس اہم کام سے فارغ ہوکر' اہم کامیابی حاصل کرنے کے بعد اسرائیل کے ان عہدے داروں کے دماغوں میں آئے جنہیں الپا کے مطالبے کے مطابق ان کے عہدوں سے ہٹادیا گیا تھا۔ ان عہدے داروں نے پورس سے شکایت کی کہ وہ اس کی تابعداری کرتے ہوئے الپا کے خلاف سازشیں کرنے میں ناکام اور ذلیل و خوار ہوئے ہیں۔

پورس نے انہیں تسلیاں دیں اور وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی باعزت طریقے سے اپنے سابقہ عہدوں پر واپس آئیں گے۔ وہاں جو دوسرے عہدے دار الپا کے حمایتی تھے' پورس نے ان میں سے چند کو ٹریپ کیا۔ انہیں اپنا تابعدار بنایا۔ انہوں نے اکابرین کے اجلاس میں کہا "لیبارٹری میں نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول یونہی پڑے ہوئے ہیں۔ ایسی غیر معمولی چیزیں فوج اور انٹیلی جنس کے سراغ رسانوں کو ملنی چاہئیں تاکہ وہ دشمنوں سے نمٹتے وقت ان غیر معمولی چیزوں کے ذریعے محفوظ رہ سکیں۔"

یہ مشورہ معقول تھا۔ سب نے اسے تسلیم کیا۔ لیبارٹری سے نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول فوج کے اعلیٰ افسران اور تجربے کار سراغ رسانوں کو دیے گئے۔ انہوں نے یہ چیزیں لے کر انہیں آزمایا تو حیران رہ گئے۔ نہ وہ نادیدہ ہورہے تھے اور نہ ہی فلائنگ کیپسول کے ذریعے پرواز کررہے تھے۔

پھر انہوں نے لیبارٹری میں آکر دوسرے کئی کارٹنوں سے ان دواؤں کو نکال کر آزمایا۔ وہ سب نقلی اور ناکارہ ثابت ہوئیں۔ تب الپا کو طلب کیا گیا۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "یہ کیا معاملہ ہے؟ لیبارٹری کی ان دواؤں کو پورس نقلی ثابت کرنے میں ناکام رہا تھا۔ یہ سب اصلی دوائیں تھیں پھر نقلی کیسے ہوگئیں؟"

الپا نے کہا "یہ پورس کی سازش ہے۔ اس نے ناکامی کا انتقام لیا ہے۔ ہماری خفیہ لیبارٹری سے اصلی دوائیں چرا کر لے گیا ہے اور یہاں نقلی دوائیں رکھ گیا ہے تاکہ پھر ایک بار ہمیں جھوٹا اور فریبی ثابت کرے۔"

ایک حاکم نے کہا "لیبارٹری کے اندر اور باہر فوجیوں کا سخت پہرا تھا اور اندر مسلح فوجی جوانوں کو اچھی طرح سمجھادیا گیا تھا کہ دشمن نادیدہ بن کر آسکتے ہیں لیکن جب وہ ایک بھی کارٹن اٹھانے کے لیے نمودار ہوں تو انہیں فوراً گولی ماردی جائے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "اندر پہرا دینے والے کسی بھی مسلح فوجی جوان نے کسی بھی نادیدہ دشمن کو نمودار ہوتے نہیں دیکھا۔ اس لیبارٹری سے ایک دوا بھی باہر نہیں گئی ہے پھر وہ نقلی کیسے ہوگئیں؟"

الپا نے کہا "یہ صرف میرے نہیں' سب ہی کے سوچنے کی بات ہے کہ ہماری اصلی دوائیں نقلی کیسے بن گئی ہیں۔"

نتاشا نے کہا "میں آپ کی اسمبلی کی خاتون کی زبان سے بول رہی ہوں۔ میرا نام نتاشا ہے۔ آپ حضرات مجھ سے واقف ہیں۔ میں یہودی ہوں۔ پہلے الپا کے ساتھ رہ کر اپنی یہودی قوم کی خدمت کرتی تھی لیکن جب پارس نے الپا کو اپنے سحر میں جکڑ کر اپنی مسلمان بیوی بنالیا تب میں نے پورس کا ساتھ دیا۔ ہم نے کھائی کہ آپ لوگوں کو پارس کے مکروفریب سے نکالیں گے اور اب میں پورس کے تعاون سے ثابت کررہی ہوں کہ لیبارٹری میں رکھی ہوئی یہ دوائیں پہلے بھی نقلی تھیں' اب بھی نقلی ہیں۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "لیکن پہلی بار تو یہ اصلی ثابت ہوئی تھیں۔"

نتاشا نے کہا "وہ اس طرح کہ پارس اپنی اصلی دواؤں کے ذخیرے سے کچھ دوائیں لے کر آیا تھا۔ انہیں اس لیبارٹری میں آپ لوگوں کے سامنے آزمایا تھا اور آپ سب یہ سمجھتے رہے کہ وہ آپ کی لیبارٹری کی دوائیں آزمارہا ہے۔ پورس جو بہت ذہین کہلاتا ہے' وہ بھی پارس کے فریب میں آکر بارہ گھنٹے کے لیے ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوگیا تھا۔"

یہ سمجھ میں آنے والی باتیں تھیں۔ تمام یہودی اکابرین قائل ہوگئے۔ ایک نے الپا سے کہا "تم ایک عورت ہو۔ پارس جیسے مسلمان کے بچے کی ماں بن کر اس سے اس قدر متاثر ہوگئی ہو کہ جو وہ کرتا ہے' اسے درست سمجھتی ہو۔ یہ ماننے کو تیار نہیں ہوتیں کہ وہ تمہیں جذباتی رشتے میں الجھا کر یہودی قوم کو نقصان پہنچارہا ہے۔"

پارس نے خیال خوانی کے ذریعے پہنچ کر کہا "آپ حضرات کو میرے اور الپا کے خلاف ہمیشہ بھکایا جائے گا اور آپ بہکتے جائیں گے۔ آخر ہم کب تک یہ صفائی پیش کرتے رہیں گے کہ ہم سے مملکتِ اسرائیل کو کبھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہمیشہ فائدہ پہنچتا رہے گا۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "تم نے غلط فارمولے دیے۔ لیبارٹری میں تمام نقلی دوائیں رکھی ہوئی ہیں۔ کیا اس سے تمہارا فراڈ ثابت نہیں ہوتا ہے۔"

"میں پچھلی بار ان دواؤں کو اصلی ثابت کرچکا تھا۔ آج یہ نقلی ثابت ہورہی ہیں — صاف ظاہر ہے کہ پورس وہاں سے اصلی دوائیں لے گیا ہے اور نقلی دوائیں رکھ گیا ہے۔"

پورس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "جب یہ معزز اکابرین یقین سے کہہ رہے ہیں کہ لیبارٹری کے اندر مسلح فوجی جوان دن رات موجود رہتے تھے تو میں وہاں نادیدہ بن کر کیسے آسکتا تھا؟ کارٹن کی ایک بھی دوا لینے کے لیے مجھے نمودار ہونا پڑتا۔ وہاں پہرا دینے والے مجھے دیکھتے ہی گولی ماردیتے۔"

پارس نے کہا "تم درست کہہ رہے ہو۔ لیبارٹری کے اندر کسی ایک پہرے دار نے بھی تمہیں اور تمہارے ساتھی کو نہیں دیکھا کیونکہ تم سانس روک کر بے ہوشی کی دوا چھڑک کر چلے گئے تھے۔ لیبارٹری کے باہر والوں کو خبر نہ ہوئی کہ اندر والے پہرے دار بے ہوش ہوگئے ہیں۔ جب بے ہوشی کی دوا کا اثر زائل ہوگیا تو تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ آکر اصل دوائیں لے گئے اور ہمیں یہاں ذلیل کرنے کے لیے نقلی دوائیں چھوڑ گئے۔"

پورس نے ہنستے ہوئے کہا "کیسا بچکانا الزام ہے۔ اگر میں نے پہرے داروں کو بے ہوش کیا تھا تو وہ ہوش میں آنے کے بعد اپنے افسران کو ضرور رپورٹ دیتے کہ وہ بڑی دیر تک بے ہوش رہے تھے لیکن ایسے کسی افسر کو کوئی رپورٹ نہیں ملی ہے۔"

تمام افسران نے پورس کی تائید کرتے ہوئے کہا "یہ درست ہے۔ ہم میں سے کسی کے ماتحت پہرے داروں نے بے ہوشی کی رپورٹ نہیں دی ہے۔"

پارس نے کہا "وہ اس لیے کہ اندر صرف چار پہرے دار تھے۔ ان چاروں پر پورس اور اس کے ساتھیوں نے تنویمی عمل کیا ہے۔ وہ پہرے دار ابھی تک اپنی بے ہوشی کو بھولے ہوئے ہیں۔"

"اس بات کا کوئی ثبوت اور گواہ نہیں ہے کہ انہیں بے ہوش کیا گیا تھا اور ان کے ہوش میں آنے پر ان کے کمزور دماغوں پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔"

پارس نے کہا "میں جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچا کر رہتا ہوں۔ میرے پاس ثبوت بھی ہے اور گواہی بھی۔ آپ حضرات ذرا ٹی وی اسکرین پر دیکھیں۔"

وہاں دو بڑے ٹی وی اسکرین تھے۔ وہ روشن ہوگئے۔ خفیہ لیبارٹری کا منظر دکھائی دینے لگا۔ چار مسلح پہرے دار بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ پورس' نتاشا اور نتالیہ نمودار ہوکر نقلی دواؤں کے کارٹن رکھ رہے تھے اور اصلی دواؤں کے کارٹن اٹھا کر نادیدہ ہورہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ تینوں اسی طرح نمودار ہوکر کارٹن تبدیل کرتے جارہے تھے۔

پارس کہہ رہا تھا "یہ بات میرے' الپا اور اسرائیلی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس خفیہ لیبارٹری میں کئی جگہ خفیہ کیمرے نصب کیے گئے ہیں۔"

ٹی وی اسکرین سے وہ منا ظر ختم ہوگئے۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "پورس! دوسری بار تمہاری سازش پکڑی گئی ہے' تم کیا کہتے ہو؟"

انہیں جواب نہیں ملا۔ الپا نے غصے سے کہا "چوری پکڑی گئی۔ چور بھاگ گئے۔ آپ حضرات کو شرم آنی چاہیے کہ کئی بار مجھے آپ لوگوں کی نظروں سے گرانے کی کوششیں کی گئیں اور میں نے خود کو بے قصور ثابت کیا ہے۔ اگر آئندہ میں کبھی دشمنوں کی سازشوں کو ناکام نہ بنا سکی تو آپ حضرات مجھے یہاں سے دودھ میں پڑی مکھی کی طرح نکال پھینکیں گے۔"

ایک حاکم نے کہا "ہم شرمندہ ہیں کہ تم پر بار بار شبہ کرتے رہے۔"

الپا نے کہا "آپ شرمندہ نہ ہوں۔ میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ آئندہ مجھے یا پارس کو کوئی الزام دیا جائے گا تو ہم اپنی طرف سے صفائی پیش نہیں کریں گے۔ اسرائیل سے ہمیشہ کے لیے دور ہوجائیں گے۔ بس میں جارہی ہوں۔ بگ برادر (برین آدم) کو بڑا

بھائی سمجھتی ہوں' جب وہ بلائیں گے' تب آؤں گی۔"

وہ وہاں سے چلی آئی۔ پورس نے پارس کے پاس آکر کہا "میں جانتا ہوں تم سانس نہیں روکو گے۔ تمہارا دماغ ایک عجوبہ ہے۔ ویسے تم پکے بدمعاش ہو۔ تم نے دوسری بار اسرائیل میں میری سازش کو ناکام بنایا ہے۔"

"ابھی تو ابتدا ہے۔ آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا؟"

"آگے جو ہوگا' سو ہوگا۔ ابھی مجھے کامیابی پر مبارک باد نہیں دوگے کہ میں تمہاری اصلی دوائیں چرا لایا ہوں۔ جو نقصان تم نے پہنچایا تھا' اسے پورا کرچکا ہوں۔"

"میں تمہاری جتنی دوائیں لے جاچکا ہوں' تم اس کی آدھی بھی حاصل نہ کرسکے۔ خیرات کے طور پر چند کارٹن لے گئے ہو' خیرات مبارک ہو۔"

○☆○

وہ صرف مہاراج کہلاتا نہیں تھا بلکہ مہاراجوں کی طرح زندگی بھی گزارتا تھا۔ ایک ایسی وسیع و عریض شاندار کوٹھی میں رہتا تھا جس کے اطراف دو کلومیٹر کے احاطے والا خوبصورت باغ تھا۔ اس باغ کے مختلف حصوں میں مسلح گارڈز کی ڈیوٹی بدلتی رہتی تھی۔

کوٹھی کے درمیانی حصے میں ایک جدید طرز کے فوارے کے ساتھ ایک جدید طرز کا پراسرار سوئمنگ پول تھا۔ اس پول میں حسین دوشیزاؤں کے غسل کرنے اور تیرنے اور پانی میں رہ کر شرارتیں کرنے کا وقت مقرر تھا۔

وہ سوئمنگ پول اس لئے پراسرار سمجھا جاتا تھا کہ مہاراج تیراکی کا مختصر سا لباس پہنے پانی کے اندر سے ابھرتا تھا اور حسین دوشیزاؤں کے ساتھ غسل کرنے اور ان سے چھیڑ چھاڑ کرنے کے بعد اسی پول کے پانی میں غوطہ لگا کر کہیں گم ہوجاتا تھا پھر وہ نظر نہیں آتا تھا۔

اس وقت اس سے رابطہ کیا جائے تو وہ اپنی محل نما کوٹھی کے بیڈ روم یا ڈرائنگ روم وغیرہ سے فون پر گفتگو کرتا ہوا سنائی دیتا تھا۔ اس طرح یہ سمجھ میں آتا تھا کہ سوئمنگ پول کے اندر ضرور کوئی چور دروازہ ہے جہاں سے گزر کر وہ حسینائوں کے درمیان پانی سے ابھرتا ہے پھر وہ حسینائیں اس پول سے چلی جاتی ہیں تو وہ غوطہ لگا کر پانی کی تہ میں کہیں گم ہوجاتا ہے۔

ایسا کوئی چور دروازہ ہوگا تو اس کا علم کسی کو نہیں تھا۔ جن کاریگروں نے برسوں پہلے وہ پراسرار سوئمنگ پول بنایا تھا ان تمام کاریگروں کو اس نے گولی مار دی تھی۔ وہ اپنے بھائیوں کے سوا کسی کو رازدار بنانا پسند نہیں کرتا تھا۔

یہ پرانی کہاوت ہے جو آج بھی نئی ہے کہ انسان زر' زن اور زمین حاصل کرکے دوسروں پر برتری حاصل کرتا ہے۔ یہ تین چیزیں انسان کے اندر ہوس پیدا کرتی ہیں۔ ان میں قابل ذکر زن یعنی عورت ہے۔ یہ دنیا اگر مردوں کی ہے تو عورت اس دنیا کو اپنے حسن اور اپنی اداؤں سے الٹ پلٹ کر رکھ دیتی ہے۔

مہاراج کے پاس اتنی زمینیں' جائیداد اور دولت تھی کہ وہ دنیاوی معاملات سے دور رہ کر نہ صرف خود عیش کرسکتا تھا بلکہ اس کی آئندہ نسلیں بھی عیش و آرام سے زندگی گزار سکتی تھیں لیکن مہاراج حسن و شباب کا رسیا تھا۔ کہیں سے حسن کی سوغات ملے تو وہ اسے دل و جان سے قبول کرتا تھا' نہ ملے تو دولت پانی کی طرح بہا کر اسے حاصل کرتا تھا۔

فلم انڈسٹری میں بھی ایک سے بڑھ کر ایک دلربا اداؤں والی حسینائیں تھیں۔ جس پر اس کا دل آجاتا تھا اس کی فلم کے پروڈیوسر کو وہ کروڑوں روپے دے کر اسے ہیروئن بنانے سے پہلے اپنے بیڈ روم کی ہیروئن بنایا کرتا تھا۔

ایسا ہی ایک پروڈیوسر وہ بھی تھا جس نے بلی ڈونا کو مدھو پور والی سڑک سے ممبئی تک لفٹ دی تھی۔ اس نے بلی ڈونا جیسی حسینہ کو دیکھتے ہی سمجھ لیا تھا کہ اسے مہاراج کے سامنے پیش کرے گا تو مہاراج خوش ہوکر اس کی نئی فلم میں کروڑوں روپے لگائے گا۔

اسی لئے اس پروڈیوسر نے بلی ڈونا کو رہنے کے لئے اپنا ایک فلیٹ دیا تھا پھر تیسری منزل کی سیڑھیوں سے پھسل کر اسپتال پہنچ گیا تھا۔

اسے الپا نے خیال خوانی کے ذریعے اس طرح سیڑھیوں سے گرایا تھا کہ کبھی نیلماں اس پروڈیوسر کے دماغ میں آئے تو اسے پتا نہ چلے کہ کوئی پروڈیوسر اور بلی ڈونا کے دماغ میں آیا تھا۔ الپا کی چال کامیاب رہی تھی۔ نیلماں کو معلوم نہ ہوسکا پھر وہ مصروفیات کی وجہ سے پروڈیوسر کے چور خیالات زیادہ نہ پڑھ سکی ورنہ اسے یہ معلوم ہوجاتا کہ وہ پروڈیوسر بلی ڈونا کو مہاراج کے سامنے پیش کرنے والا ہے۔

پھر نیلماں پر دوسری افتاد آپڑی۔ فہمی اس کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے نیلماں کو اس جاگیر سے بھاگنا پڑا جہاں اس نے نندہ رانی کا جسم حاصل کیا تھا۔ وہاں سب اسے نندہ رانی سمجھتے تھے اور نیلماں نہیں چاہتی تھی کہ فہمی آکر نندہ رانی کو جسمانی طور پر ہلاک کرے اور اس کی آتما کو پھر نیا جسم حاصل کرنا پڑے۔ یوں بار بار جسم تبدیل کرنے کے باعث اس کی آتما شکتی کمزور ہوتی جارہی تھی۔

فہمی نے پارس کو بتایا۔ "میں نیلماں کو خوفزدہ کررہی ہوں اور وہ اپنے موجودہ جسم کو ہلاکت سے بچانے کے لئے مجھ سے چھپتی پھر رہی ہے۔ تم چاہو تو بلی ڈونا کو اس کے سحر سے آزاد کرسکتے ہو۔"

پارس نے پوچھا۔ "کیا نیلماں واقعی تم سے خوفزدہ ہے؟"

"وہ مجھ سے خوفزدہ ہے' اسی لئے تو کہہ رہی ہوں۔"

"خدا میرے بھائی علی کو محفوظ رکھے۔ نیلماں جیسی چڑیل تم سے خوفزدہ ہے۔ تمہارے جیسی خوفناک شریک حیات کے ساتھ پتا نہیں وہ کیسے زندگی گزار رہا ہوگا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "علی نے مجھ سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم سے بات کروں گی تو ضرور دماغ کھانے والی باتیں کروگے۔"

"پورا دماغ نہیں کھایا جاتا صرف مغز کھایا جاتا ہے۔"

"میں اپنا مغز کھانے نہیں دوں گی۔ خدا حافظ۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے الپا سے کہا کہ وہ نیلماں کا لب و لہجہ اختیار کرکے بلی کے پاس جائے اور اسے نیلماں کے سحر سے نجات دلائے۔ وہ اپنی بیٹی کو سنبھالنے میں مصروف تھی۔ اس نے کہا۔ "میں ابھی تھوڑی دیر بعد جاؤں گی۔ بچی ذرا سو جائے۔"

اسپتال میں پروڈیوسر کی حالت سنبھل گئی تھی۔ زخموں کی تکلیف کچھ کم ہوئی تو اس نے فون کے ذریعے مہاراج سے رابطہ کیا۔ "مہاراج! آپ کے لئے ایک ایسا حسین تحفہ لایا ہوں کہ آپ اسے دیکھیں گے تو دیکھتے ہی رہ جائیں گے مگر افسوس آپ کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اسپتال پہنچ گیا ہوں یہ میری بدنصیبی ہے کہ تیسری منزل کی سیڑھیوں سے پھسل کر گرا ہوں اور خوش نصیبی یہ ہے کہ ہڈیاں سلامت ہیں' صرف زخمی اور بے ہوش ہوا تھا۔"

مہاراج نے پوچھا۔ "وہ حسین تحفہ کہاں ہے؟"

"وہ باندرہ والے فلیٹ میں ہے۔"

اس نے مکمل پتا بتایا۔ مہاراج نے اپنے دو باڈی بلڈرز کو حکم دیا کہ اس فلیٹ میں جاکر اسے دیکھیں۔ اگر وہ واقعی غیر معمولی حسن و جمال کی حامل ہوگی تو اسے اٹھا کر لے آئیں۔

مہاراج دہلی میں تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے دونوں ماتحت باڈی بلڈرز کو حکم دیا تھا۔ بلی ڈونا گہری نیند سو رہی تھی۔ کال بیل کی آواز پر آنکھ کھل گئی۔ اس نے بستر سے اٹھ کر پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی۔ "ہمیں تمہارے پروڈیوسر نے بھیجا ہے۔ ہم تمہارے لئے ضروری سامان لائے ہیں۔"

اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ دو قد آور آدمی اندر آگئے۔ بلی نے ناگواری سے کہا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے۔ میری اجازت کے بغیر اندر کیوں آرہے ہو؟"

ایک نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہارے پاس آنے کے لئے ٹکٹ خریدنا پڑتا ہے؟"

"اچھا تو مردانگی دکھانے آئے ہو؟"

"تم تھوڑی دیر اسی طرح سامنے کھڑی رہو۔ مہاراج ہمارے دماغ میں رہ کر تمہارے حسن و شباب کو پرکھ رہے ہیں۔"

وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ یہ مہاراج کون ہے؟ اسی وقت پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے اس نے سانس روک لی۔ مہاراج نے ایک باڈی بلڈر کی زبان سے کہا۔ "تم یوگا جانتی ہو۔ کیا ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہو؟"

"تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"میرے ان دو آدمیوں کے خیالات بتا رہے ہیں کہ تم حسن کا شاہکار ہو۔ ان کے ساتھ چلی آؤ۔ میں تمہیں سونے میں تول دوں گا۔"

"سونے میں تولنے سے پہلے میں تمہارے ان آدمیوں کو سلا دوں گی۔"

"ضد نہ کرو۔ دوستی کرو۔ مجھے پسند آجاؤ گی تو فلم انڈسٹری کی سپر اسٹار بنا دوں گا۔"

اس نے دونوں سے کہا۔ "اے! چلو یہاں سے نکلو۔"

مہاراج نے ان سے کہا۔ "یہ سیدھی طرح قابو میں نہیں آئے گی۔ مجھے سرکش حسینائیں پسند ہیں۔ اسے جبراً لے آؤ۔"

ایک باڈی بلڈر اس کا ہاتھ پکڑنے کے لئے آگے بڑھا۔ بلی نے پینترا بدل کر ایک لات ماری۔ وہ چیخ مار کر تلملانے لگا۔ دوسرا اس پر جھپٹنے آیا مگر اسے پکڑ نہ سکا۔ اس کے منہ پر ایک فلائنگ کک لگی۔ پتا چل گیا کہ وہ زبردست فائٹر ہے۔ کوئی نازک سی حسینہ نہیں ہے۔ ان دونوں نے سنبھل کر اسے گھیر کر گرفت میں لینا چاہا لیکن وہ پینترے بدل کر ایسی پوزیشن میں آجاتی تھی کہ دونوں اس پر بیک وقت نہیں جھپٹ سکتے تھے۔ ایک وقت میں کسی ایک کو مقابلے پر آنا پڑتا تھا۔ مقابلے میں وہ کامیاب حملے کررہے تھے۔ اس کے باوجود بلی ڈونا کے حصے میں زیادہ کامیابی آرہی تھی۔

الپا نے نیلماں کے لب و لہجے میں رابطہ کیا پھر پارس سے بولی۔ "بلی کے فلیٹ میں دو آدمی ہیں۔ وہ ان سے تنہا مقابلہ کررہی ہے۔"

پارس الپا کے دماغ میں رہ کر بلی کے اندر آیا۔ ان دونوں نے بلی کے اندر رہ کر ان دونوں باڈی بلڈرز کی آوازیں سنیں پھر پارس ایک کے دماغ میں گھس کر اسے دوڑاتا ہوا بالکونی میں لے آیا۔ اس نے بالکونی سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ تیسری منزل سے چھلانگ لگانے والا یوں بھی نہیں بچتا لیکن اس کی فوری موت اس طرح ہوئی کہ وہ سڑک پر گرا اور ایک تیز رفتار ٹرک اس پر سے گزرتا چلا گیا۔

پھر پارس نے دوسرے باڈی بلڈر کو اس فلیٹ سے باہر بھگایا۔ وہ دوڑتا ہوا چیختا ہوا نیچے جاتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں نے اسے تیسری منزل سے نیچے پھینکا ہے۔ میں اس کا قاتل ہوں۔"

الپا نے نیلماں کے لب و لہجے میں کہا۔ "بلی! یہاں سے فوراً چلی جاؤ ورنہ پولیس والے مرڈر کیس میں تمہیں الجھائیں گے۔"

بلی نے اپنے ضروری سامان کی اٹیچی اٹھائی پھر وہاں سے جانے لگی۔ مہاراج خیال خوانی کے ذریعے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں آیا کہ بلی نے مقابلے کے دوران میں ایک مقابل کو خیال خوانی کے ذریعے تیسری منزل سے نیچے گرایا ہے اور دوسرے کو فلیٹ سے بھگایا ہے۔

اس نے نیچے بھاگنے والے باڈی بلڈر کے دماغ میں رہ کر اسے

روکنا چاہا لیکن پارس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ نیچے سڑک پر پہنچ کر سینہ تان کر کہہ رہا تھا۔ یہ میرا دشمن تھا۔ میں نے اسے اوپر سے نیچے پھینک دیا ہے۔ کوئی بھی میرے مقابلے میں آئے گا تو جان سے مارا جائے گا۔"

مہاراج نے بلی کے دماغ میں پھر ایک بار آنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس نے اپنے دوسرے چھ آلۂ کاروں کو اس فلیٹ کا پتا بتا کر کہا۔ "وہاں ایک خطرناک حسینہ ہے' اسے کسی طرح زخمی کرو تاکہ مجھے اس کے دماغ میں جانے کا موقع مل سکے۔"

پھر اس نے اسپتال میں پڑے ہوئے پروڈیو سر کے اندر پہنچ کر پوچھا۔ "تم کس حسین بلا کو پکڑ کر لے آئے ہو۔ اس نے میرے ایک باڈی بلڈر کو ہلاک کردیا ہے اور دوسرا پولیس کیس میں پھنسنے والا ہے۔ وہ حسینہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ تم اسے کہاں سے لائے تھے؟"

"مدھو پور کی بستی کے پاس سے جو سڑک گزرتی ہے وہ اسی سڑک کے کنارے تنہا کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اسے کار میں بیٹھنے کو کہا' وہ بیٹھ گئی۔ مجھے تو کسی طرح بھی خطرناک نہیں لگ رہی تھی۔"

"تم گدھے ہو۔ کیا وہ اپنے منہ سے بولتی کہ وہ خطرناک ہے؟ تم نے اس کا نام تو پوچھا ہوگا؟"

"اس نے اپنا نام لکشمی بتایا تھا۔"

"نام بھی فرضی بتایا ہوگا۔ وہ بہت چالاک ہے۔ میرا خیال ہے اس فلیٹ سے بھاگ گئی ہوگی۔"

"آہ! میں بستر سے اٹھ نہیں سکتا ورنہ اسے پکڑ کر آپ کے پاس لے آتا۔"

مہاراج اس کے دماغ سے نکل کر ایک آلۂ کار سے بولا۔ "باندرہ کے علاقے میں فوراً ٹیلی پیتھی کو عارضی طور پر ختم کرنے والی دوا اسپرے کرو۔ میں اس چالاک لومڑی کو ہاتھ سے نکلنے نہیں دوں گا۔"

الپا نے نیلماں کے لب و لہجے میں بلی ڈونا سے کہا۔ "باندرہ یا اس شہر سے باہر کہیں چلی جاؤ۔ اب وہ دشمن دماغ میں آئے تو اسے آنے دو۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کون ہے۔"

ممبئی سے کلکتہ ایک ٹرین جارہی تھی۔ وہ ریلوے اسٹیشن پہنچتے ہی اس میں سوار ہوگئی۔ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں ایک برتھ ریزرو کرنے کے لئے ایک ٹی ٹی سی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کرکے اس سے ایک ٹکٹ خریدا۔ پھر کمپارٹمنٹ میں آکر بیٹھ گئی۔

اسی وقت مہاراج نے اس کے دماغ میں آکر کہا۔ "سانس نہ روکنا۔ پہلے میری بات سن لو۔ میں دشمن بن کر نہیں آیا ہوں۔"

الپا نے اس کے چور خیالات کو اپنے قابو میں کیا تھا تاکہ مہاراج کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کسی ٹرین میں بیٹھی ہوئی ہے۔ بلی نے پوچھا۔ "تم کون ہو اور کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟ پھر کہتے ہو کہ دشمنی نہیں کررہے ہو۔ اپنا تعارف کراؤ۔"

"مجھے سب ہی مہاراج کہتے ہیں۔ میرے پاس اتنی دولت ہے کہ میں تمہیں مہارانی بنا سکتا ہوں۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والا دولت مند ہوتا ہے۔ دنیا کی مشکل سے مشکل تجوریاں کھول کر بے انتہا دولت مند بن جاتا ہے۔ مجھے اپنی دولت کی چمک نہ دکھاؤ۔"

"میں نے پہلے تمہارے حسن و شباب کی تعریفیں سنی تھیں پھر میں نے دیکھا کہ تم بہترین فائٹر بھی ہو اور ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہو۔ مجھے تمہارے جیسی ساتھی کی ضرورت ہے۔ اگر ہم دوست بن جائیں تو اپنے دشمنوں پر بھاری پڑیں گے۔"

"تم نے مجھ پر جو نیت خراب کی ہے اس کی بات کرو۔ اپنی ٹیلی پیتھی اور دولت کے ذریعے بے شمار حسیناؤں کو تم نے حاصل کیا ہوگا لیکن میرے لئے ترستے اور تڑپتے رہ جاؤ گے۔ میری پرچھائیں تک بھی نہیں پہنچ پاؤ گے۔"

"تم خواہ مخواہ ضد کررہی ہو۔ مہاراج کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ اب میں تمہارے پیچھے پڑ گیا ہوں تو تمہیں حاصل کرکے رہوں گا۔"

"تو پھر میرے دماغ سے جاؤ اور مجھے تلاش کرتے رہو۔"

اس نے سانس روک لی۔ مہاراج اس کے اندر سے نکل گیا۔ اس نے چور خیالات پڑھنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن وہ معلوم نہ کرسکا کہ اس کے ہاتھ سے نکل جانے والی حسینہ کہاں ہے؟ اب تو ٹرین چل پڑی تھی اور وہ ممبئی شہر سے دور ہوتی جارہی تھی۔

اس کمپارٹمنٹ میں چار برتھ کا ایک کیبن بنا ہوا تھا۔ اس کیبن میں اس کے علاوہ ایک عورت اور دو مرد تھے۔ عورت بوڑھی تھی۔ ان میں سے ایک اس کا جوان بیٹا اور دوسرا بیٹے کا دوست تھا۔ وہ دونوں بلی ڈونا کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ تازہ رس بھرا پھل سامنے رکھا ہو تو سب ہی اسے حاصل کرنے کی سوچنے لگتے ہیں۔

بوڑھی نے پوچھا۔ "بیٹی! تم اکیلی ہو؟ کہاں جارہی ہو؟"

بلی نے کہا۔ "میں گھر سے بھاگ کر فلموں میں کام کرنے آئی تھی لیکن وہاں بھیڑیے ہیں۔ سب ہی پروڈیو سر ڈائریکٹر میری عزت سے کھیلنا چاہتے تھے اس لئے میں واپس جارہی ہوں۔"

"واپس کہاں جاؤ گی؟ کہاں کی رہنے والی ہو؟"

"میں اپنے ماں باپ کا نام اور پتا نہیں بتاؤں گی۔ ان کی بڑی بدنامی ہورہی ہوگی۔ ان کے پاس واپس بھی نہیں جاؤں گی۔"

ایک جوان نے کہا "میرا نام راجیش ہے۔ تم کہاں جاؤ گی؟"

"میں نے ابھی سوچا نہیں ہے۔ کسی بڑے شہر میں جاکر کوئی ملازمت کروں گی۔"

دوسرے جوان نے کہا۔ "میرا نام مہیش ہے۔ ناگپور میں بہت بڑی اینڈسٹری کا مالک ہوں۔ تمہیں وہاں عزت کی نوکری مل جائے گی۔"

بوڑھی نے دونوں کو گھور کر دیکھا پھر کہا۔ "بیٹی! تم اتنی سندر ہو کہ جہاں بھی جاؤ گی وہاں کوئی مطلب کے بغیر تمہیں نوکری نہیں دے گا۔ میری بات مانو اور گھر لوٹ جاؤ۔ ماں باپ تمہاری غلطی معاف کردیں گے اور کسی اچھے خاندان میں تمہاری شادی کردیں گے۔"

"میں آپ لوگوں کی باتوں پر غور کروں گی۔ ابھی مجھے نیند آرہی ہے۔ میں اوپر والی برتھ پر جاکر سو رہی ہوں۔"

وہ اوپری برتھ پر آکر لیٹ گئی۔ الپا نے نیلماں کے لب و لہجے میں اس کے اندر جگہ بنائی تھی۔ اس طرح وہ پارس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکی۔ تھوڑی دیر بعد سو گئی۔ پارس اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔

اس عمل کے ذریعے اس نے نیلماں کے تنویمی عمل اور اس کے لب و لہجے کو اس کے دماغ سے مٹا دیا۔ ایک نئے لب و لہجے کو دماغ میں نقش کردیا۔ آئندہ نیلماں یا کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر آکر یہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ وہ بلی ڈونا ہے۔

الپا نے پارس سے کہا۔ "اب یہ محفوظ ہوگئی ہے۔ مہاراج بھی اس کے سابقہ لب و لہجے کے ذریعے اسے ڈھونڈتا رہ جائے گا۔ کیا ہم اسے کسی محفوظ جگہ پہنچائیں گے؟"

"یہ نادان بچی نہیں ہے کہ اس کی انگلی پکڑ کر اس کے گھر پہنچایا جائے۔ یہ خود اپنے لئے کوئی محفوظ پناہ گاہ ڈھونڈ لے گی۔"

"یعنی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے؟"

"اس کی تنویمی نیند پوری ہونے تک ہم ایک آدھ بار اس کی خیریت معلوم کرنے آئیں گے۔ بیدار ہونے کے بعد یہ پوری طرح محفوظ رہے گی۔ اپنا راستہ خود بنالے گی۔"

پارس نے تنویمی عمل کے اختتام پر اسے دو گھنٹے تک سکون سے تنویمی نیند سونے کا حکم دیا تھا پھر وہ دونوں اس کے دماغ سے چلے گئے اور وہ آرام سے اوپری برتھ پر سوتی رہی۔

راجیش اور مہیش بار بار اوپر دیکھ رہے تھے۔ نیند کی حالت میں اس کے بدن کی شادابی جاگ رہی تھی۔ اگر بوڑھی ماں نہ ہوتی تو وہ اس سے دوستی کرکے ضرور اسے اپنے ساتھ لے جاتے۔ راجیش نے کہا۔ "ماں جی! تم تھکی ہوئی ہو۔ سو جاؤ۔ کھانے کے وقت ہم تمہیں جگا دیں گے۔"

بوڑھی نے کہا۔ "میں خوب سمجھتی ہوں۔ تم دونوں کو شرم آنی چاہئے گھر میں تمہاری خوبصورت بیویاں ہیں۔ بیوی کے سوا دوسری لڑکیوں کو بہن سمجھنا چاہیے۔ میں کھانے کے بعد تم لوگوں کو سلاؤں گی اور خود جاگتی رہوں گی۔"

وہ دونوں مایوس ہوگئے۔ دو گھنٹے گزرتے دیر نہیں لگی۔ تنویمی نیند پوری ہوگئی۔ وہ بیدار ہوکر اٹھ بیٹھی پھر برتھ سے اتر کر نیچے آگئی۔ اس نے اٹیچی سے ایک لباس نکالا پھر باتھ روم میں جاکر منہ ہاتھ دھو کر لباس بدل کر آئی تو پہلے سے زیادہ تروتازہ اور شاداب نظر آنے لگی۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر دل ہی دل میں آہیں بھرنے لگے۔ وہ بوڑھی ماں کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ وہ گھر سے کھانا پکوا کر لائے تھے۔ بلی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوگئی۔

مہیش نے پوچھا۔ "تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ کیا میری مل میں ملازمت کروگی۔ میں تمہیں پرسنل سیکریٹری بناؤں گا۔ ماہانہ پچیس ہزار روپے' رہنے کے لئے ایک بنگلا اور ایک نئے ماڈل کی کار دوں گا۔"

"یہ تو بہت بڑی آفر ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کہیں اتنی بڑی ملازمت مل سکتی ہے۔ میں یہ ملازمت ضرور کروں گی۔"

مہیش خوش ہوگیا یہ وہ وقت تھا جب نیلماں نے منہی کے خوف سے نندہ رانی کی جاگیر چھوڑی تھی اور وہاں سے بہت دور چلی گئی تھی۔ اسے اپنی پریشانی میں اتنا وقت بھی نہیں ملا کہ وہ بلی ڈونا کی خبر لیتی۔ اسے اطمینان تھا کہ وہ اس کی گرفت سے نکل کر کہیں نہیں جاسکے گی۔

مہاراج نے بھی بعد میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تلاش کیا تو اسے بلی ڈونا کا دماغ نہیں ملا۔ پہلے تو وہ حیران ہوا پھر سمجھ گیا کہ کسی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کا لب و لہجہ بدل دیا ہے۔ اب وہ ہاتھ نہیں آئے گی۔

وہ ناگپور پہنچ گئے۔ اسٹیشن کے باہر راجیش اور مہیش کی کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ راجیش اپنی ماں کے ساتھ چلا گیا۔ بلی مہیش کی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ ایک لمبی ڈرائیو کے بعد وہ کار ایک بہت بڑی کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوئی اور پورچ میں آکر رک گئی۔ مسلح گارڈز نے ان کے لئے دروازہ کھولا۔ ایک ملازم نے کہا۔ "مالک! آپ کے چاچا جی مدراس سے آئے ہیں۔"

مہیش نے ناگواری سے منہ بنایا۔ وہ ایک دلربا کے ساتھ آیا تھا۔ اس سے پہلے چاچا جی کباب میں ہڈی بننے چلے آئے تھے۔ بلی نے پوچھا۔ "کیا تم اپنے چاچا کو پسند نہیں کرتے ہو؟"

"میں انہیں بہت چاہتا ہوں مگر آج تمہارے ساتھ وقت گزارنے کا موڈ تھا۔"

اسی وقت بلی نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی۔ سوچنے لگی۔ "یہ کون ہوسکتا ہے؟ کون میرے خیالات پڑھنا چاہتا ہے۔"

وہ دونوں کوٹھی کے اندر آئے۔ بلی نے کہا۔ "مجھے کسی دوسرے کمرے میں پہنچا دو۔ ابھی اپنے چاچا سے میرے بارے میں کچھ نہ کہنا۔"

"یہی تو مشکل ہے۔ ان سے کوئی بات چھپا نہیں سکتا۔ انہیں معلوم ہوچکا ہوگا کہ تم میرے ساتھ آئی ہو۔"

"تعجب ہے۔ انہیں کیسے معلوم ہوگا؟"

"وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ کسی کے بھی دماغ میں گھس کر اس کے اندر کی بات معلوم کرلیتے ہیں۔"

بلی نے سمجھ لیا کہ ابھی اس کے دماغ میں مہیش کا چاچا آنا چاہتا تھا۔ وہ پریشان ہوگئی کہ کہاں آ پھنسی ہے؟ پتا نہیں وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا چاچا کون ہے؟

وہ دونوں ایک بیڈ روم میں آگئے۔ مہیش نے کہا۔ "تم یہاں آرام کرو۔ پہلے میں چاچا جی سے مل کر آتا ہوں۔ انہیں تمہارے بارے میں بتاؤں گا پھر تم سے ملاقات کراؤں گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے جماہی لی پھر بستر کے سرے پر بیٹھ کر لیٹ گیا۔ بلی نے پوچھا۔ "تم ابھی چاچا جی کے پاس جانا چاہتے تھے۔ لیٹ کیوں گئے؟"

"پتا نہیں کیوں نیند آرہی ہے۔ سفر کی تھکن ہے لیکن میں سونا نہیں چاہتا۔ ابھی چاچا جی کے پاس....."

وہ بات پوری نہ کرسکا۔ اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ بلی نے خطرے کو سمجھ لیا۔ اس نے اس کے چاچا کو دماغ میں آنے سے روکا تھا۔ اب وہ چاچا مجنس میں مبتلا ہوگیا ہوگا کہ یوگا جاننے والی کون حسینہ اس کے بھتیجے کے ساتھ آئی ہے؟

وہ فوراً ہی پلٹ کر کمرے سے باہر آئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی کوٹھی کے باہر نکلی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا یہ نہیں جانتا ہوگا کہ وہ کوٹھی سے باہر جارہی ہے۔ وہ مہیش کے ساتھ جس کار میں آئی تھی اس کی اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرتی ہوئی کوٹھی کے احاطے سے باہر نکلی۔ پھر کار کی رفتار بڑھاتی چلی گئی۔ وہاں سے دور بہت دور جانے میں ہی اس کی بھلائی تھی۔

وہ تقریباً تیس کلو میٹر دور چلی آئی۔ اطمینان ہوا کہ کسی انجانے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دور آگئی ہے۔ ایسے ہی وقت اسے ایک مردانہ بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ "آہستہ چلاؤ۔ حادثہ ہوسکتا ہے۔"

وہ ایک دم سے گھبرا گئی۔ ہاتھوں میں اسٹیرنگ بھٹکنے لگا۔ حادثہ ہونے والا تھا لیکن اس نے اسٹیرنگ کو فوراً ہی قابو میں کیا پھر بریک لگا کر کار روک دی۔ پچھلی سیٹ کی طرف پلٹ کر دیکھا۔ پہلے تو کوئی نظر نہیں آیا پھر اچانک ایک شخص نمودار ہوگیا۔ یہ نادیدہ بنانے والی گولی کا کرشمہ تھا۔

نمودار ہونے والے شخص کے چہرے پر داڑھی تھی۔ سر کے بال شانے تک بڑھے ہوئے تھے۔ بالکل گرو دیو کا ہم شکل تھا اور ویسا ہی حلیہ تھا۔ وہ مہاراج اور گرو دیو کا چھوٹا بھائی شیو راج تھا۔ وہ مسکرا کر بولا "جس وقت مہیش سو رہا تھا یعنی کہ میں اسے سلا رہا تھا تو اسی کمرے میں تمہارے پاس نادیدہ بنا ہوا تھا۔ تمہارے ساتھ کار میں بیٹھ کر آیا ہوں۔ مہاراج کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمہارے جیسی حسینہ لاکھوں میں ایک ہوا کرتی ہے۔ کون ہو تم؟"

چھوٹے بھائی نے اپنے بڑے بھائی مہاراج کی قسم کھائی تھی۔

بلی نے چونک کر پوچھا۔ "یہ مہاراج کون ہے؟"

"میرے بڑے بھائی ہیں۔ ہمارے گرو دیو تا سمان ہیں۔ میں نے ان کی جھوٹی قسم نہیں کھائی ہے۔ تمہارے حسن و شباب میں مقناطیس جیسی کشش ہے۔ اب اپنے بارے میں بتاؤ یا پھر مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر آگئی۔ شیو راج نے بھی کار سے نکلتے ہوئے کہا۔ "مجھ سے مکاری نہ کرنا۔ کہیں بھاگ کر جا نہیں سکو گی۔ میں نادیدہ ہو کر تمہارے جسم میں سما جاؤں گا۔"

وہ بولی۔ "میں نے سنا تھا کہ ایسی ایک غیر معمولی گولی ہے' جسے نگلنے والا نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے۔ مجھے تو یہ قصے کہانی والی بات لگتی تھی۔ اب بھی میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہارے پاس کوئی گولی نہیں ہے۔ تم جادو سے میرے پاس آئے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "وہ گولی میرے منہ میں ہے۔ میری داڑھ میں دبی ہوئی ہے۔ یہ دیکھو۔"

اس نے داڑھ میں دبی ہوئی گولی کو اپنی زبان پر رکھا پھر منہ کھول کر زبان نکال کر وہ گولی اسے دکھائی۔ اس سے پہلے کہ وہ زبان اندر کرکے منہ بند کرتا' بلی نے بجلی جیسی تیزی دکھائی۔ گھوم کر اس کے منہ پر ایک کک ماری۔ وہ گولی زبان سے نکل کر دور زمین پر جا کر گری۔ زوردار لات لگنے کے باعث زبان دانتوں کے درمیان آگئی۔ وہ تکلیف سے تلملا گیا پھر دوسری لات بھی منہ پر پڑی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ وہ ایک عورت سے کمزور نہیں تھا۔ جوابی حملے کرسکتا تھا لیکن بلی نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک ننھا سا پستول نکال لیا۔

وہ ایک درخت سے ٹکرا کر وہیں کھڑا رہ گیا۔ پستول کے سامنے کوئی حرکت نہیں کرسکتا تھا۔ وہ بولی۔ "اب ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر بتاؤ تم کون ہو؟ اور کن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تمہارا تعلق ہے؟"

"مم..... میرا کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں بالکل اکیلا ہوں۔ مجھ پر گولی نہ چلاؤ۔"

اس نے ایک فائر کرکے اس کے ایک بازو کو زخمی کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا اور اسے اپنے چور خیالات پڑھنے سے روک نہیں پا رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔ "اچھا تو تم تین ہم شکل بھائی ہو۔ تینوں کا لباس اور حلیہ ایک ہے۔ بڑے بھائی کو مہاراج کہتے ہو۔ دوسرا بھائی گرو دیو کہلاتا ہے۔ تیسرے تم ہو۔"

"دیکھو' عقل سے کام لو۔ مجھے ہلاک کروگی تو سکون سے نہیں رہ سکو گی۔ میرے دونوں بھائی تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "بڑی عجیب بات ہے۔ ممبئی میں تمہارے بھائی مہاراج نے مجھے اغوا کرانے اور اپنے پاس بلانے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس کے باڈی بلڈرز کی ایسی تیسی کردی۔ وہاں سے فرار ہوکر ٹرین میں آئی تو مہیش سے سامنا ہوا۔ تمہارے خیالات بتا رہے ہیں کہ مہیش مہاراج کا بیٹا ہے۔ یعنی باپ کے علاوہ بیٹا بھی مجھ پر عاشق ہوگیا اور اب تمہارے جیسے چاچا جی مجھ پر عاشق ہوکر یہاں تک آگئے۔ یہ بڑا ہوس پرست عاشقوں کا خاندان ہے۔"

وہ اس کی باتوں کے دوران میں اپنا ہاتھ ایک جیب کی طرف لے جا رہا تھا۔ دوسری گولی نکل کر نادیدہ ہونا چاہتا تھا' بلی نے تڑاتڑ فائر کیے۔ تین گولیاں اس کے سینے میں اتار دیں۔ وہ اوندھے منہ زمین پر گر کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

بلی نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ ایک ڈبیا نکلی جس میں پندرہ نادیدہ بنانے والی گولیاں اور پانچ فلائنگ کیپسول تھے۔ بلی کے پاس ایسی غیر معمولی چیزیں نہیں تھیں۔ شیو راج کی موت نے وہ کمی پوری کردی۔

اس نے ایک گولی اور ایک کیپسول نکال کر ڈبیا کو گریبان میں چھپا لیا۔ گولی کو منہ میں رکھ لیا۔ نادیدہ ہونے سے پہلے کیپسول کو منہ میں رکھنا چاہتی تھی۔ اب کار کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ کیپسول کے ذریعے منٹوں میں کہیں بھی پہنچ سکتی تھی۔

اسی وقت اسے اپنے دماغ میں ایک اجنبی سوچ کی لہریں سنائی دیں۔ کوئی کہہ رہا تھا "تمہیں کامیابی مبارک ہو۔ میں نے نیلماں سے بھی پیچھا چھڑا دیا ہے۔ تم بالکل آزاد ہو۔ آئندہ محتاط رہو۔ میں بار بار تمہارے کام نہیں آسکوں گا۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "تم کون ہو؟"

"میں وہی ہوں جس سے تم نے بے وفائی کی اور پورس کے پاس چلی گئیں۔"

"اوہ پارس! یہ تم ہو؟ میرا دل کہتا تھا کہ میرے برے وقت میں تم مجھے بے سہارا نہیں چھوڑو گے۔ آج میں قسم کھاتی ہوں کہ....."

وہ بات کاٹ کر بولا۔ "قسم کھانے میں وقت ضائع نہ کرو۔ مجھے تمہاری وفاداری کی ضرورت نہیں ہے۔ میں وعدے کے مطابق تمہیں مصیبتوں سے نکال کر جا رہا ہوں۔ آئندہ مجھ سے رابطہ نہ کرنا۔ وش یو گڈ لک۔"

وہ چلا گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک ندامت سے سر جھکائے کھڑی رہی پھر نادیدہ ہوکر فلائنگ کیپسول کے ذریعے وہاں سے چلی گئی۔

○☆○

میں ان تینوں بھائیوں کی تاک میں تھا۔ ان میں سے ایک مہاراج تھا۔ دوسرا گرو دیو اور تیسرا شیو راج تھا۔ وہ تیسرا چھوٹا بھائی شیو راج' بلی دوشا کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس سے پہلے چھوٹے بھائی کو نتاشا نے گولی ماری تھی۔

ان چاروں ہم شکل بھائیوں میں سے دو بھائی دو عورتوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ وہ چاروں حسین عورتوں کے پجاری تھے اور عورتیں ہی انہیں موت کے گھاٹ اتار رہی تھیں جبکہ وہ چاروں غیر معمولی صلاحیتوں اور قوتوں کے حامل تھے۔

باقی دو بچ گئے تھے۔ وہ مجھے حویلی سے دستاویزات چرانے والا ایک ایسا چور سمجھ رہے تھے جو حاتم طائی تھا۔ کیونکہ میں ان دستاویزات کے ذریعے امریکا' روس' اسرائیل اور فرانس جیسے بڑے ممالک کو بلیک میل نہیں کررہا تھا۔ وہ تمام بھائی ان دستاویزات کے عوض ان ممالک سے ہر ماہ لاکھوں ڈالر وصول کرتے تھے۔

ایک بار خیال خوانی کے ذریعے میری' نیلماں کی اور ان بھائیوں کی ملاقات ہوئی تھی اور میں نے انہیں اپنا نام سوامی تلک رام بھاٹیا بتایا تھا اور یہ کہا تھا کہ دنیا میں میری زندگی باقی تھی لیکن یمراج یعنی موت کا فرشتہ غلطی سے مجھے سورگ میں لے گیا تھا۔ اس غلطی کو چھپانے کے لئے میری صورت اور شخصیت بدل دی گئی تھیں۔

نیلماں یعنی میری دادی ماں جو مجھے جان سے زیادہ چاہتی تھی میں اس سے اس وقت تک ملاقات نہیں کرسکتا تھا جب تک کہ وہ ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت کے جسم میں سما کر سچ مچ دادی ماں بن کر میرے پاس نہیں آئے گی۔ اسی وقت وہ اپنے پوتے کو گلے لگا سکے گی۔

نیلماں واقعی دل و جان سے اپنے پوتے سوامی تلک رام بھاٹیا کو چاہتی تھی اور یہ آزمانا چاہتی تھی کہ میں سچ کہہ رہا ہوں یا فراڈ کررہا ہوں؟ سچ جاننے کے لئے وہ چالیس راتوں تک جاگ کر تپسیا کرے گی تو اسے پوتے کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔

اب وہ راتوں کو تپسیا کررہی تھی یا نہیں؟ اس کا ذکر آگے جاکر ہوگا۔ فی الحال مہاراج اور گرو دیو کہہ رہے تھے کہ میں فراڈ کررہا ہوں اور نیلماں اپنے پوتے سے لگاؤ رکھتی ہے اس لئے میں دادی اور پوتے کے جذبات سے کھیل رہا ہوں۔

حقیقت کیا ہے' اس کا فیصلہ چالیس راتوں کے بعد ہونے والا تھا۔ مہاراج اس سے پہلے میری اصلیت معلوم کرنا چاہتا تھا اور میں ان بھائیوں کی جڑوں تک پہنچ کر انہیں اکھاڑ پھینکنا چاہتا تھا۔ فی الوقت ہم سب تاریکی میں تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مہاراج اور گرو دیو کہاں رہتے ہیں؟ اور وہ دونوں بھائی میرے بارے میں نہیں جانتے تھے کہ میں کون ہوں؟ کہاں رہتا ہوں؟ اور وہ کس طرح مجھ تک پہنچ سکتے ہیں؟

اس وقت مجھے لاج ونتی یاد آئی۔ وہ اور اس کا باپ جگن ناتھ شرما ٹیلی پیتھی جانتے تھے اور گرو دیو کے تابعدار تھے۔ جیسا کہ پچھلے باب میں بیان ہوچکا ہے' گرو دیو نے ایک غلطی کرنے پر شرما کو گولی ماردی تھی۔ لاج ونتی کو یتیم بنا دیا تھا۔ وہ بیچاری گرو دیو کی معمولہ اور تابعدار تھی۔ اس کے خلاف بول نہیں سکتی تھی اور گرو دیو نے کہا تھا۔ "میری سرپرستی میں کوئی تنہا اور بے یارومددگار

نہیں رہتا۔ میں تمہارا خیال رکھوں گا مگر اپنے باپ کی طرح کوئی غلطی نہ کرنا ورنہ باپ کے پاس پہنچ جاؤ گی۔"

مجھے لاج ونتی کی یاد آئی اور میں گرودیو کا لب ولہجہ اختیار کرکے اس لڑکی کے دماغ میں گیا تو پتا چلا کہ گرودیو کی دھمکی کے باوجود وہ ہمت بڑی غلطی کررہی ہے۔

اسے ایک نوجوان سے محبت ہوگئی تھی۔ وہ نوجوان خوبرو تھا' دلیر تھا لیکن گونگا تھا۔ اس کی محبت گونگی تھی مگر لاج ونتی اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دل کا حال معلوم کرلیتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ گرودیو ہوس پرست ہے۔ ایک دن اسے بھی اپنے ہوس کے دسترخوان پر سجائے گا۔

ایسے وقت گونگا محبوب اسے اشاروں میں سمجھاتا تھا کہ وہاں سے بھاگ چلیں اور وہ اسے سمجھاتی تھی کہ بھاگ کر دنیا کے آخری سرے تک بھی جائیں گے تو وہ گرودیو موت بن کر ان کے سروں پر پہنچ جائے گا بلکہ اپنی معمولہ کے دماغ میں رہ کر اسے بھاگنے کا موقع بھی نہیں دے گا اور اس کے محبوب کو بھی مار ڈالے گا۔

میں نے ان دونوں کو چھپ کر ملتے دیکھا اور ان کی باتیں بھی سنیں۔ اس وقت گرودیو دوسرے معاملات میں مصروف تھا۔ لاج ونتی کو گھر کی مرغی سمجھ کر نظرانداز کررہا تھا۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر لاج ونتی پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ سے گرودیو کے عمل کو مٹا کر دماغ کو لاک کردیا۔ اس طرح وہ اس کے سحر سے آزاد ہوگئی۔

وہ نیلی پیتھی جانتی تھی۔ اس کے پاس دولت کی کمی نہیں ہوسکتی تھی۔ جہاں جاتی' ضرورت کے مطابق نقد رقم حاصل کرسکتی تھی۔ وہ اپنے گونگے محبوب کے ساتھ کشن کوٹ سے فرار ہوگئی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ کسی بڑے شہر میں جاکر پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے پر تبدیلی کرائے گی۔ اس طرح وہ گرودیو کبھی اسے پکڑ نہیں سکے گا۔

گرودیو اس سے کوئی کام لینا چاہتا تھا۔ وہ اس کے دماغ میں گیا تو سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس نے حیرانی سے دوبارہ رابطہ کیا پھر لاج ونتی نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ یہ اس کی توہین تھی۔ اس نے اپنے آلۂ کاروں سے کہا۔ "لاج ونتی کے پاس جاؤ۔ وہ جہاں بھی ہو اسے تلاش کرو اور پکڑ کر پھر اس کی رہائش گاہ میں واپس لے آؤ۔"

وہ گونگے محبوب کے ساتھ فرار ہونے کے لئے پہلے ریلوے اسٹیشن گئی۔ پتا چلا ٹرین کے آنے میں ذرا دیر ہے۔ وہ بس کے اڈے پر آئی۔ کشن کوٹ سے باہر جانے کے یہی دو ذرائع تھے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کسی کار والے سے لفٹ لے کر وہاں سے فرار ہوسکتی تھی لیکن یہ گیم میں کھیل رہا تھا۔ میں کسی طرح گرودیو تک پہنچنا چاہتا تھا اس لئے ایک عامل کی طرح اس کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ گرودیو کے آدمیوں نے ان محبت کرنے والوں کو گھیر لیا۔ وہ گونگا فولادی جسم اور فولادی ارادوں کا مالک تھا۔ اس نے دو چار دشمنوں کی تنا پٹائی کی پھر لاج ونتی کے ساتھ ایک آٹو رکشے میں وہاں سے بھاگنے لگا۔ زخمی دشمنوں نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ وہ ایک وین میں بیٹھ کر تعاقب کرنے لگے۔ گرودیو نے ان سے کہا۔ "مجھے لاج ونتی کے عاشق کی آواز سناؤ۔ میں ابھی اس کے اندر زلزلے پیدا کروں گا۔"

اس کے ایک آلۂ کار نے کہا۔ "گرودیو! آواز کیسے سنائیں۔ وہ تو گونگا ہے۔"

گرودیو نے لاج ونتی کے پاس آکر کہا۔ "سانس نہ روکو۔ صرف اتنا بتا دو کہ کون تمہاری مدد کررہا ہے؟ اور کس نے تمہیں میرے تنویمی عمل سے نجات دلائی ہے۔"

"جس نے بھی نجات دلائی ہے وہ میرے لئے دیوتا سمان ہے۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ ایسے ہی وقت بدبختی آڑے آئی۔ اس آٹو رکشے میں خرابی پیدا ہوگئی۔ وہ رک گیا۔ طرفہ تماشا یہ کہ وہ حویلی کے قریب رکا۔ پیچھے دشمن وین میں آرہے تھے۔ وہ دونوں رکشے سے اتر کر حویلی میں چلے گئے۔ وہ لاج ونتی کی خاندانی حویلی تھی۔ وہ اس کے اندر کے تمام حصوں کو اور چور دروازے کو اچھی طرح جانتی تھی۔ فی الحال ان دونوں کے لئے وہی ایک پناہ گاہ تھی۔

پچھلی بار نتاشا نے گرودیو کے چھوٹے بھائی کو گولی مارنے کے علاوہ ان دو مسلح گارڈز کو بھی ہلاک کیا تھا جو چور دروازے کے پاس ڈیوٹی پر رہتے تھے۔ وہ مخصوص کوڈ ورڈز کے مطابق چور دروازہ کھولتے اور بند کرتے تھے۔ ان کی ہلاکت کے بعد سے وہ چور دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس رات جو کچھ ہوا تھا اس کے بعد نہ کوئی حویلی میں آیا تھا اور نہ ہی کسی نے اس چور دروازے کو بند کیا تھا۔

لاج ونتی اپنے گونگے محبوب کے ساتھ وہاں آئی پھر چور دروازے سے گزر کر اسے اندر سے بند کردیا۔ اس کا تعاقب کرنے والے گونگے فائٹر کے ہاتھوں بری طرح زخمی ہوئے تھے پھر بھی تعاقب کرتے ہوئے چور دروازے کے پاس آئے۔ گرودیو نے ایک کے دماغ میں کہا۔ "میں دوسرے آدمیوں کو بھیج رہا ہوں۔ ان کے آتے ہی تم لوگ واپس جاکر اپنی مرہم پٹی کراؤ۔ میں دیکھوں گا کہ وہ دونوں کب تک بھوکے پیاسے تہ خانے میں رہیں گے۔"

میں نے اس آلۂ کار کی زبان سے کہا۔ "گرودیو! تہ خانے میں جو ایک الماری ہے وہ ایک بٹن دبانے سے گردش کرتی ہے۔ اس کے گھومنے سے ایک چور دروازہ سامنے آتا ہے۔ آپ کا چھوٹا بھائی جو تہ خانے میں مارا گیا تھا وہ اسی الماری کے چور دروازے سے آیا تھا اور اسے خبر نہیں تھی کہ اس کو گولی مارنے والی ایک ہستی وہاں نادیدہ بنی ہوئی اسے دیکھ رہی ہے اور الماری کے چور

دروازے کو سمجھ رہی ہے۔"

گرودیو نے حیران ہوکر اپنے آلۂ کار سے پوچھا۔ "یہ باتیں تم کیسے جانتے ہو؟"

آلۂ کار نے کہا۔ "میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔ کوئی میری زبان سے یہ سب کچھ بول رہا ہے۔"

گرودیو نے مجھ سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ مجھ سے کیوں دشمنی کررہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "بعض اوقات دشمنی کی وجہ نہیں ہوتی۔ اب یہی دیکھو کہ کسی دشمنی کے بغیر تم لاج ونتی کے لئے مصیبت بن رہے ہو۔ اس بیچاری کو اپنی مرضی سے محبت کرنے کا حق نہیں دے رہے ہو۔"

"لاج ونتی میری معمولہ تھی۔ آئندہ میں اسے اپنی داشتہ بنانے والا تھا۔ وہ میری ملکیت ہے۔"

"دل کسی کی جاگیر نہیں ہوتا۔ اس کا دل ایک دلیر گونگے پر آیا ہے۔ اسے ایک پیار بھری زندگی گزارنے دو۔ اسے آزادی سے کہیں بھی جانے دو۔ اس کا راستہ نہ روکو۔"

"میں پوچھتا ہوں تم کون ہو؟ میرے آلۂ کار کی زبان سے کیوں بول رہے ہو؟ مجھ سے براہِ راست گفتگو کرو۔"

میں نے تلک رام بھاٹیا کی آواز اور لہجے میں کہا۔ "میں وہی حاتم طائی ہوں جو نیکیاں کرتا ہے اور دریا میں ڈال دیتا ہے۔ میں نے بڑی اہم دستاویزات حاصل کرنے کے بعد اب تک بڑے ممالک کو بلیک میل نہیں کیا ہے۔ وہ سب میرے مشکور و ممنون ہیں۔ یہ بیچاری لاج ونتی بھی میرے لئے دعائیں کرتی رہے گی۔"

"اچھا تو تم تلک آر بھاٹیا ہو۔ پچھلی ملاقات میں ہم نے تمہاں کی خاطر تم سے نرم رویہ اختیار کیا تھا مگر دستاویزات کی چوری کے بعد تم پھر ایک بار ہم سے دشمنی کررہے ہو۔"

"یہ تمہارے نقطۂ نظر سے دشمنی ہے لیکن دو محبت کرنے والوں کے نقطۂ نظر سے یہ نیکی ہے۔ اس نیکی کو تسلیم کرو ورنہ ایسے آثار نظر آرہے ہیں کہ تم چاروں بھائی حسین عورتوں کی ہوس میں عورتوں کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ جیسے تمہارے دو بھائی مارے گئے ہیں۔"

وہ چونک کر بولا۔ "کیا بکواس کررہے ہو؟ ہمارا صرف ایک بھائی مارا گیا ہے۔"

"تمہارا سب سے چھوٹا بھائی ایک عورت کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ دوسرا بھی ایک حسینہ کو حاصل کرنے کے لالچ میں اسی حسینہ کے ہاتھوں ہلاک ہوچکا ہے۔ یقین نہ ہو تو اپنے چھوٹے بھائی شیو راج سے رابطہ کرکے دیکھ لو۔"

اس نے فوراً ہی شیو راج کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن اس کی خیال خوانی کی لہروں کو چھوٹے بھائی کا دماغ نہیں ملا۔ اس نے شیو راج کی دھرم پتنی سے پوچھا۔ "تمہارا پتی کہاں ہے؟"

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی

مشہور ماہرینِ نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب

اسباب = تدارک = علاج

اس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ

- احساسِ کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔
- کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
- کیا آپ واقعی احساسِ کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔
- ہوسکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہوجائے۔

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

SALIM-02

اس کی چچی نے کہا۔ "وہ ناگپور اپنے بھتیجے مہیش سے ملنے گئے ہیں۔"

گرو دیو نے مہیش کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ ممبئی سے ٹرین کے سفر میں ایک نہایت حسین عورت اس کی ہم سفر رہی تھی۔ مہیش اسے ملازمت دینے کا لالچ دے کر اپنی کوٹھی میں لے آیا تھا۔ وہاں شیو راج پہلے سے پہنچا ہوا تھا پھر مہیش کو پتا نہ چلا کہ وہ حسینہ اور اس کے چاچا جی (شیو راج) کہاں چلے گئے ہیں کیونکہ کوٹھی میں پہنچتے ہی اسے نیند آگئی تھی۔

گرو دیو نے سمجھ لیا کہ مہیش کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلایا گیا ہوگا۔ اس نے مہیش کے ملازموں اور مسلح گارڈز کے خیالات پڑھے۔ معلوم ہوا کہ وہ حسینہ مہیش کے ساتھ کوٹھی میں داخل ہونے کے پندرہ منٹ کے بعد ہی باہر آکر مہیش کی کار میں بیٹھ کر کہیں چلی گئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد شیو راج بھی کوٹھی میں نظر نہیں آیا تھا۔

مہیش اور اس کے ملازم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتے تھے۔ گرو دیو ان سب کے دماغوں میں جھانک کر معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اسی وقت ایک پولیس افسر چند سپاہیوں کے ساتھ ایک گاڑی میں آیا۔ اس نے مہیش سے کہا۔ "آپ کی کار رائے پور جانے والی سڑک کے کنارے کھڑی ہے۔ ہم نے کار میں رکھے ہوئے کاغذات سے آپ کا پتا معلوم کیا ہے۔ اس کار سے کچھ فاصلے پر ایک شخص کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ پلیز آپ ساتھ چلیں۔ شاید اس لاش کی شناخت ہو سکے۔"

گرو دیو یہ تمام باتیں سن رہا تھا اور اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بڑے بھائی سے کہا۔ "مہاراج! ہمارا بھائی شیو راج مارا گیا ہے۔ آپ فوراً اپنے بیٹے مہیش کے خیالات پڑھیں۔"

مہاراج اپنے بیٹے کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس وقت تک اس کا بیٹا پولیس والوں کے ساتھ جائے واردات پر پہنچ گیا تھا اور اس نے اپنے چاچا جی شیو راج کی لاش شناخت کر لی تھی۔ اس کے باوجود دونوں بھائیوں کو یقین نہیں آیا۔ وہ نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے وہاں پہنچے پھر اپنی آنکھوں سے چھوٹے بھائی شیو راج کی لاش دیکھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ دونوں بھائی کی لاش دیکھنے وہاں جائیں گے۔ میں بھی نادیدہ بن کر وہاں پہنچ گیا۔ ہو سکتا تھا کہ ان میں سے کوئی نمودار ہوتا تو مجھے اسے ٹریپ کرنے میں آسانی ہوتی۔ وہ دونوں نادان نہیں تھے لیکن کوئی ناگہانی ضرورت انہیں نمودار ہونے پر مجبور کر سکتی تھی۔

پولیس والے مہیش کو اس لاش کے ساتھ لے گئے۔ قانونی کارروائی لازمی تھی۔ جائے واردات پر کوئی نہیں دکھائی دے رہا تھا لیکن میں وہاں تھا۔ تھوڑی دیر بعد مہاراج کی آواز سنائی دی۔ اس نے گرو دیو سے کہا۔ "دھرم راج! اپنے خاص ماتحتوں سے خیال خوانی کے ذریعے کہو کہ وہ ہمارے تمام عزیز و اقارب کو شیو راج کی ہلاکت کی اطلاع دیں تاکہ اس کا انتم سنسکار کیا جا سکے۔"

گرو دیو نے کہا۔ "بھائی مہاراج! وہ ٹی آر بھائیا بڑی مشکلات پیدا کر رہا ہے۔ جب شیو راج کی چتا جلائی جائے گی تو وہ ہماری تاک میں رہے گا۔"

"اسے چالاک بننے دو۔ ہم وہاں چتا جلانے کے وقت نادیدہ رہیں گے۔"

"وہ ہمارے لئے پرابلم بنتا جا رہا ہے۔ اس نے میری معمولہ لاج ونتی کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ ہمیں یہاں الجھا دیا ہے۔ وہاں وہ اپنے یار کے ساتھ تہ خانے کی الماری والے دروازے سے فرار ہو چکی ہوگی۔"

"ابھی صرف اپنے بھائی کی باتیں کرو۔ اس کی چتا جلنے کے بعد ہم دوسرے مسائل کی طرف توجہ دیں گے۔ اب ہمیں یہاں سے جانا چاہئے۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ وہ دونوں جا چکے تھے۔ وہ اپنے طور پر بہت محتاط تھے۔ میرا سامنا نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ہفتے دو ہفتے میں کبھی تو وقت گزارتے ہوں گے اور ان کے بیوی بچے شیو راج کی آخری رسومات میں شریک ہونے ضرور آئیں گے اور میں ان کے رشتوں کو پہچانتا رہوں گا۔

میں نے چند ماتحتوں کو بلا کر کہا۔ "میں چند عورتوں اور بچوں کی نشاندہی کروں گا۔ تم سب ان کے قریب نادیدہ بن کر رہا کرو گے۔ جب کبھی مہاراج اور گرو دیو دھرم راج اپنے بیوی بچوں کے پاس آئیں گے، تم مجھے فوراً اطلاع دو گے۔"

مہاراج وسیع ذرائع کا مالک تھا اس لئے پولیس کی کارروائی میں دیر نہیں لگی۔ دوسری صبح شیو راج کی چتا جلا دی گئی۔ اس دوران میں مہاراج اور گرو دیو نادیدہ بنے رہے پھر اپنی اپنی رہائش گاہ میں واپس چلے گئے۔

مہاراج نے تنہائی میں بیٹھ کر تمام حالات کا جائزہ لیا تو سمجھ میں آیا کہ وہ پروڈیوسر کے فلیٹ کی جس حسینہ کو حاصل کرنا چاہتا تھا وہی ٹرین کے ذریعے اس کے بیٹے مہیش کے ساتھ آئی ہوگی۔ شیو راج نے اس حسینہ کو اس کوٹھی میں فرار ہونے سے روکنے کی کوشش کی ہوگی۔ وہ حسینہ کسی طرح اس پر غالب آگئی ہوگی اس لئے وہ دوسرا بھائی بھی مارا گیا ہے۔

گرو دیو نے خیال خوانی کے ذریعے بڑے بھائی سے کہا۔ "بھائی مہاراج! وہ کمبخت ٹی آر بھائیا کہہ رہا تھا کہ ہمارے چھوٹے کو بھی تہ خانے میں ایک عورت نے گولی ماری تھی۔ شیو راج کو کسی دوسری عورت نے گولی ماری ہے اور یہ ہمارے لئے بڑے شرم کی بات ہے۔ ہمارے دو بھائی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے تھے، انہیں عورتوں نے مارا ہے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ٹی آر بھائیا کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ

ہمارے بھائیوں کو عورتوں نے قتل کیا ہے؟ کیا ان قتل کرنے والی عورتوں سے اس کا کوئی تعلق ہے یا اس نے حسین عورتوں کے ذریعے انہیں قتل کرایا ہے؟"

"یہ باتیں واقعی غور طلب ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ہم تمام بھائی ہوس پرست ہیں اور ہم سب عورتوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔"

مہاراج تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ "ہم تمام بھائیوں کی جنم کنڈلی میں عورتوں کے متعلق ایک بات مشترک ہے۔ وہ یہ کہ صرف ہماری بیویاں ہماری خوش نصیبی کا باعث ہوں گی۔ باقی دوسری عورتوں سے ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ بات میں پہلے بھی تم لوگوں کو بتا چکا تھا لیکن ہم نے یہی سوچا کہ بھلا عورتوں سے کیا نقصان ہوگا۔ وہ ہماری داشتہ بن کر رہیں گی تو زیادہ سے زیادہ بے وفائی کریں گی یا ہماری کچھ زمین جائیداد اپنے نام کرائیں گی۔ نقصان کا مطلب اب ہماری سمجھ میں آرہا ہے کہ وہ ہمیں جانی نقصان بھی پہنچا سکتی ہیں جیسے دو عورتوں نے ہمارے دو بھائیوں کو پہنچایا ہے۔"

"آپ کی بات سمجھ میں آرہی ہے۔ آئندہ ہمیں عورتوں سے محتاط رہنا چاہئے۔"

"بے شک ہمیں عورتوں سے اب کترانا چاہئے لیکن یہ ٹی آر بھائیا ہمارے لئے بہت بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ ہمیں نیلماں سے کہنا چاہیے کہ وہ جلد سے جلد اس کی اصلیت معلوم کرے۔ اگر وہ اس کا پوتا ثابت ہوگا تو اسے کم از کم ہم سے دشمنی نہ کرنے دے۔"

"بھائی مہاراج! وہ خواہ مخواہ تپیا کرنے میں چالیس راتیں ضائع کرے گی۔ یہ ٹی آر بھائیا بہت مکار ہے۔ اس کا پوتا نہیں ہے۔ وہ نیلماں کی تپیا کے دوران میں کوئی ایسی گڑبڑ کرے گا کہ چالیس راتوں تک اسے تپیا کا موقع نہیں دے گا۔ ہمیں خود اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہئے۔"

"میں اپنے طور پر بھی کوششیں کر رہا ہوں۔ فی الحال نیلماں سے پوچھا جائے کہ وہ کیا کر رہی ہے؟"

مہاراج نے خیال خوانی کے ذریعے نیلماں کو مخاطب کیا۔ پھر کہا۔ "میں مہاراج بول رہا ہوں۔"

"پلیز ابھی کچھ نہ بولو۔ میں ایک الجھن میں پڑ گئی ہوں۔"

"نیلماں! صرف اتنا بتا دو کہ چالیس راتوں والی تپیا شروع کی ہے یا نہیں؟"

"میں نے دو راتوں تک تپیا کی تھی۔ تیسری رات ضمی رکاوٹ بننے لگی۔ میں منتر پڑھتی رہتی تھی۔ وہ میرے دماغ میں آکر مداخلت کرنے لگی۔ کبھی منتر بھلانے لگی۔"

"ہم پہلے ہی سمجھتے تھے۔ ٹی آر بھائیا بہت مکار ہے۔ وہ تمہیں چالیس راتوں تک ایسا کوئی عمل کرنے نہیں دے گا۔ اگر ضمی رکاوٹ بن رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ٹی آر بھائیا کی اصلیت کو چھپانا چاہتی ہے۔"

گرو دیو نے کہا۔ "نیلماں اس پہلو پر غور کرو کہ ضمی فرہاد کی بہو ہے اور وہ ٹی آر بھائیا کی اصلیت معلوم کرنے کا موقع نہیں دے رہی ہے۔ اس کمبخت بھائیا کا تعلق ضرور فرہاد کی فیملی سے ہے یا پھر ان سے اس شخص کی دوستی ہے۔"

"میں اس پہلو پر غور کروں گی۔ فی الحال جاؤ۔ میں بہت مصروف ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ مہاراج اور گرو دیو اس کے دماغ سے نکل کر جھنجلا گئے۔ مہاراج نے کہا۔ "یہ خود کو سمجھتی کیا ہے؟ کیا ہم سے زیادہ طاقتور ہے؟"

"اسے اپنی آتما شکتی کا غرور ہے۔"

"ایسی آتما شکتی کس کام کی جو ضمی نام کی ایک عورت سے دور بھاگتی پھرے۔"

"وہ آتما شکتی رکھنے والی یونہی بھاگتی نہیں پھرے گی۔ میرا خیال ہے ضمی اس کی کوئی بہت بڑی کمزوری جانتی ہے۔ وہ کمزوری اتنی بڑی ہوگی کہ نیلماں کی زندگی اور موت کا مسئلہ بن جاتی ہوگی۔"

"یہ فرہاد کی فیملی والے چھوٹے معاملات کو اہمیت نہیں دیتے ہیں۔ بڑے معاملات میں اپنی کارکردگی دکھاتے ہیں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے نیلماں کے خوف سے چہرے اور آوازیں بدل کر اس

ایک تجسس بھرپور دنیا جادو کی داستان حیات۔ جسے کیمیاگری کا جنون تھا اور اس راہ میں اسے قدم قدم پر ایک نئی دنیا کے حیرت انگیز انکشافات سے گزرنا پڑا۔ اس کا جنون کیمیاگری کی بھول بھلیوں میں لے گیا تو کبھی ہوا کے دوش پر۔ اس منفرد خیال کی مقبولیت نے ایک روز پارس پتھر اس کے ہاتھ لگ گیا تو ایک دنیا اس کے پیچھے پڑ گئی۔ محبت کے عشق لمحہ بہ لمحہ اس کے تعاقب میں رہے۔ کبھی وہ ہندوستان میں، چھ پارہا اور کبھی سونے میں عرب پہنچا تلاش کرتا رہا۔ یہ آخر اسرائیل میں جا پہنچا۔ اسرائیل نے اسے اپنا ایجنٹ بنانا چاہا۔ کیا وہ ان کا آلۂ کار بن گیا؟ اسے صرف طاقت کے سرچشمے، دیوپیش نہیں تھے۔ ہر قدم پر اسے ذہانت و فطانت کو بھی ایک آزمائش درپیش تھی۔ ہر موڑ پر ان دیکھے خطرات پیغام اجل کے ساتھ اس کے منتظر تھے۔

اس طویل داستان کی ہر سطر میں ایک واقعہ ہے۔ ایکشن، تجسس، تحیر اور حیرت انگیز واقعات سے بھرپور یہ لازوال کہانی کئی برس سلسلہ وار جاسوسی ڈائجسٹ میں شائع ہوتی رہی اور اب کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

جادوگر

(ہم جنسی پر مکمل) ——— قیمت فی جلد -/250 روپے ——— ڈاک خرچ فی جلد -/40 روپے

پورا سیٹ منگانے پر مفت رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجا جائے گا۔ منی آرڈر ارسال کریں۔

فون نمبر: 5812551 5812552

کتابیات پبلی کیشنز، 5 پوسٹ بکس نمبر 8760 کراچی

سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن فرہاد کی ہوا سے دور رہنے پر مجبور کررہی ہے یہاں تک کہ اس کی تپیا بھی بھنگ کردیتی ہے۔"

"بھائی مہاراج! مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے ہم لاعلمی میں فرہاد کی فیملی سے ٹکرا رہے ہیں۔"

"ہاں یہ بات چھپی نہیں رہی کہ رھمی نے انا پورنا بن کر پورس کو دھوکا دیا تھا۔ اس سے پہلے پارس نے دوائیں چرائی تھیں۔ مجھے یقین کی حد تک شبہ ہے کہ ہماری تمام دستاویزات پارس نے چرائی ہیں اور خود کو ٹی آر بھانیا کہہ کر ہمیں اور نیلماں کو دھوکا دے رہا ہے۔"

"فی الحال ہم اس لئے ناکام ہوتے جارہے ہیں کہ اپنے دشمنوں کو سمجھ نہیں پارہے ہیں۔ ہمیں اندھیرے میں تیر نہیں چلانا چاہئے۔ پہلے دشمنوں کو پہچاننا چاہئے۔"

مہاراج تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے کہا۔ "میرا نام سوریہ راج ہے۔ میں مہاراج کہلاتا ہوں۔ جناب فرہاد علی تیمور سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

انچارج نے کہا۔ "پلیز ایک منٹ انتظار کریں۔"

انچارج نے کمپیوٹر سے معلومات حاصل کیں پھر کہا۔ "فرہاد صاحب ادارے میں نہیں ہیں۔ یہ بتایا نہیں جاسکتا کہ وہ کس ملک میں ہیں۔ آپ ان کی موجودہ آواز کا کیسٹ سن کر دماغی رابطہ کرسکتے ہیں۔"

انچارج نے اسے میری آواز اور لہجے کا کیسٹ سنایا۔ اس نے انچارج کا شکریہ ادا کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ کرکے اپنا تعارف کرایا۔ میں نے پوچھا۔ "آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

اس نے کہا۔ "ایک شخص خود کو ٹی آر بھانیا اور نیلماں کا پوتا کہتا ہے اور نیلماں آپ کی بہو سے خوفزدہ ہے۔ آپ کی بہو ہمیں صحیح بات بتاسکے گی کہ وہ ٹی آر بھانیا دراصل کون ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہ ٹی آر بھانیا دراصل نیلماں کا پوتا سوامی تلک رام بھانیا ہے جسے میں نے ایران میں قتل کرایا تھا۔"

"کیا آپ اس بات کو مانتے ہیں کہ وہ مرنے کے بعد اپنی دادی نیلماں کی طرح پھر زندہ ہوگیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر نیلماں اپنے پوتے کو کیوں نہیں پہچان رہی ہے؟"

"وہ نہ پہچان سکے گی اور ہم اسے پہچاننے کا موقع دیں گے۔ اندر کی بات صرف ہم جانتے ہیں کہ اصل معاملہ کیا ہے۔"

"کیا ہے؟ پلیز ہمیں بتائیں۔"

"یہ ایک بہت اہم راز ہے۔ ہم نے کسی کو نہیں بتایا ہے۔ تمہیں ضرور بتائیں گے۔ جانتے ہو ہم تمہیں کیوں بتائیں گے؟"

"شاید اس لئے کہ آپ ہمیں اپنا سمجھتے ہیں کیونکہ ہم نے آپ کے مقابلے میں آنے کی حماقت نہیں کی ہے۔"

"بہت بڑی حماقت کی ہے۔ پہلے میں نے اور میرے بیٹوں نے تمہاری طرف توجہ نہیں دی تھی اور نہ ہی تمہیں کوئی اہمیت دینا چاہتے تھے لیکن تمہارے بھائی گرودیو نے پارس کے خفیہ ذخیرے سے غیر معمولی دواؤں کے دو کارٹن چرا کر ہم سے دشمنی کی ابتدا کی۔ ہمارا کچھ نہیں بگڑا۔ ہم چرائے ہوئے دو کارٹن واپس لے گئے ہیں۔ تمہارے حصے میں نقلی دوائیں آئی ہیں۔ ہمارے علاوہ پورس اور دو عورتیں تمہارے پیچھے پڑ گئی ہیں۔ ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم خاموش تماشائی کی طرح ان کے ذریعے تمہیں نقصان پہنچتا دیکھ رہے ہیں۔"

مہاراج نے کہا۔ "ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے آپ سے دشمنی کی ابتدا نہیں کی ہے۔ میرے بھائی گرودیو کے ایک ماتحت جگن ناتھ شرما نے پارس کا مال چرانے کی حماقت کی تھی۔ جب یہ حماقت ہو ہی گئی تو ہم نے سوچا یہ بات چھپالی جائے ورنہ آپ لوگوں سے دشمنی مہنگی پڑے گی۔ ہم سے یہ غلطی ضرور ہوئی ہے کہ ہم نے اپنے ماتحت شرما کے چرائے ہوئے دو کارٹن حویلی کے تہ خانے میں چھپا دیے تھے۔"

میں نے کہا۔ "جو بات ہوگئی اسے ختم کرو۔ ہم شیروں کے منہ سے اپنا لقمہ چھین کر لے آتے ہیں۔ ہم اپنے دو کارٹن حاصل کرچکے ہیں۔ تم ٹی آر بھانیا کی بات کرنے آئے ہو۔ اسی کی بات سنو۔ دراصل ہم نے ایران میں ٹی آر بھانیا کو قتل نہیں کیا تھا۔"

"کیا واقعی؟ لیکن ایران سے اس کی لاش بھیجی گئی تھی اور نیلماں کے سامنے اسے چتا میں جلایا گیا تھا۔"

"وہ کسی دوسرے کی لاش تھی۔ اس کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرکے اسے تلک رام بھانیا بنا کر وہ لاش نیلماں کے پاس بھیج دی گئی تھی۔"

"یعنی اصلی تلک رام بھانیا زندہ ہے؟"

"ہاں۔ اس کا برین واش کیا گیا ہے۔ وہ اپنی پچھلی زندگی کی بہت سی باتیں بھول گیا ہے۔ اس کے ذہن میں یہ باتیں نقش کی گئی ہیں کہ وہ مرنے کے بعد سورگ میں گیا تھا۔ وہاں سے اس کا چہرہ اور کچھ خیالات بدل کر اسے دنیا میں واپس بھیج دیا گیا ہے۔ وہ اپنی دادی ماں کو اس وقت پہچانے گا جب وہ ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت کے اندر سما کر اسے گلے لگانے آئے گی۔"

میں نے ایک نیا شوشہ چھوڑا تھا۔ اس کہانی کو ایک نئی سمت موڑا تھا۔

○☆○

میں نے اپنی حکمتِ عملی سے یہ بات مستند کی تھی کہ نیلماں کو اپنے پوتے سے ملنے کے لیے ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت کے جسم میں آنا ہوگا۔

لیکن مہاراج تذبذب میں تھا کہ میں نے تلک رام بھانیا کا برین واش کیا ہے۔ تب میں نے کہا "مجھ سے غلط باتیں نہ کرو۔ میں نے اس کا برین واش نہیں کیا ہے۔ ایران کے ایک بہت بڑے عامل نے اسے تابعدار بنایا ہے۔ وہ ٹی آر بھانیا اب اپنے عامل کے حکم کے مطابق کام کرتا ہے۔ اس نے تمام بڑے ممالک اور خصوصاً امریکا کی اہم دستاویزات چرائی ہیں۔ وہ ٹی آر بھانیا ابھی حاتم طائی بن رہا ہے۔ یہی تاثر دے رہا ہے کہ وہ نیکیاں کرکے دریا میں ڈال رہا ہے۔ لیکن امریکا آئندہ کبھی ایران کے خلاف کارروائی کرے گا اور دوسرے ممالک امریکا کا ساتھ دیں گے تو پھر ان تمام بڑے ممالک کی کمزوریوں سے کھیلنے کے لئے وہ اہم دستاویزات کام آئیں گی۔"

"ایران والے آپ کے تعاون سے بڑی زبردست چال چل رہے ہیں۔ جو تلک رام بھانیا امریکی ایجنٹ بن کر ایران گیا تھا وہی بھانیا اب امریکا کے خلاف بہت بڑا مہرہ بن گیا ہے اور اس کی دادی ماں بھی ایران اور امریکا کو بھول کر اپنے لئے کوئی پناہ گاہ ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔"

"میں ایران سے چلا آیا ہوں۔ میرا ایران اور امریکا اور دادی اور پوتے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم جو معلوم کرنا چاہتے تھے' وہ معلومات میں نے فراہم کردیں۔ لہٰذا اب جاؤ۔"

"پلیز اتنی بے رخی اختیار نہ کریں۔ آپ بڑے گیانی ہیں۔ دوستوں اور دشمنوں کے معاملات کو بہت دور تک سمجھتے ہیں۔ مجھے صرف اتنا بتا دیں کہ کن دو عورتوں نے میرے دو بھائیوں کو قتل کیا ہے؟"

"سوری میں انسائیکلو پیڈیا ضرور ہوں لیکن میری معلومات کا ہر صفحہ تم نہیں پڑھ سکو گے۔ اپنے بھائیوں کی قاتل عورتوں کو خود تلاش کرو۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ ان قاتل عورتوں کا تعلق نہ میری فیملی سے ہے اور نہ بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ جب حقیقت تمہارے سامنے آئے گی تو میری سچائی کو تسلیم کرلو گے۔ پلیز اب جاؤ۔"

میں نے سانس روک لی۔ مہاراج اور گرودیو دماغی طور پر اپنی اپنی جگہ حاضر ہوگئے۔ گرودیو نے کہا۔ "بھائی مہاراج! اگر آپ فرہاد سے رابطہ نہ کرتے تو اتنی باتیں ہمیں معلوم نہ ہوتیں۔"

مہاراج نے کہا۔ "وہ ٹی آر بھانیا ایران اور امریکا کے سیاسی معاملات میں ملوث ہے اسی لئے ہماری تمام دستاویزات چرائی ہیں۔ اس کے بعد اس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ لیکن ہمیں اصل بات معلوم نہ ہوسکی۔ وہ ہمارے بھائیوں کی قاتل عورتیں کون ہیں؟ ہمارے سامنے اندھیرا ہے۔ وہ عورتیں نظر نہیں آرہی ہیں۔"

"ہمارے سامنے ایک ہی راستہ ہے۔ ہم نیلماں کی آتما شکتی سے ان عورتوں تک پہنچ سکتے ہیں لیکن وہ پتا نہیں کہاں بھاگتی پھر رہی ہے اور کتنے معاملات میں الجھی ہوئی ہے۔"

مہاراج نے پھر نیلماں سے دماغی رابطہ کیا۔ وہ ناگواری سے بولی۔ "پھر کیوں آئے ہو؟ میں ابھی کوئی بات نہیں کروں گی۔"

"کیا اپنے پوتے سوامی تلک رام بھانیا کے متعلق بھی بات نہیں کروگی؟"

"میں کیا بات کروں۔ مجھے چالیس راتوں کی تپسیا کا موقع نہیں مل رہا ہے۔"

"تمہیں تپسیا کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم تمہارے پوتے کو زندہ سلامت تمہارے سامنے پیش کرسکتے ہیں۔"

"کیا؟" وہ چونک کر بولی۔ "تم میرے مردہ پوتے کو زندہ کیسے پیش کرسکتے ہو؟"

"یہ راز ہم جانتے ہیں۔ ہم تمہارے زندہ پوتے کی نشاندہی کریں گے اور تم اسے پاکر یقین کروگی کہ اسے ایران میں قتل نہیں کیا گیا تھا۔ نہ ہی وہ سورگ میں جاکر واپس آیا ہے۔ وہ اسی دنیا میں تھا اور اب بھی اسی دنیا میں ہے۔"

"اس کی چتا میری آنکھوں کے سامنے جلتی رہی تھی۔ کیا یہ فریب تھا؟"

"سراسر فریب تھا۔ ایک مُردے کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے تلک رام بھانیا بنا کر اس کی لاش تمہارے پاس بھیجی گئی تھی۔ ایران کا ایک بہت بڑا عامل تمہارے پوتے کا برین واش کرکے اسے اپنا تابعدار بنا کے امریکا اور دوسرے ممالک کے خلاف ایک بڑا گیم کھیل رہا ہے۔"

وہ تڑپ کر بولی۔ "میرا پوتا کہاں ہے؟ مجھے جلدی بتاؤ؟"

"اتنی جلدی کیا ہے؟ ذرا تحمل سے سودے بازی ہوگی۔ تھوڑی دیر پہلے تم ہم سے بات کرنا گوارا نہیں کررہی تھیں۔"

"میری مجبوریوں کو سمجھو۔ فی الوقت میری سب سے بڑی دشمن فہمی ہے۔ میں اسے زیر کرنے کا ایک بہت

زبردست منصوبہ بنا رہی ہوں اس لئے کسی کی بھی مداخلت ناگوار گزرتی ہے۔ تم میری بات کا برا نہ مانو۔ میں تمہارے بہت کام آؤں گی۔ کیا وہ شخص جو خود کو ٹی آر بھاٹیا کہہ رہا تھا' وہی میرا پوتا ہے؟"

"وہ ہے۔ یا اس کے پیچھے کوئی اور ہے۔ یہ صرف میں بتا سکتا ہوں۔ تم میرا صرف ایک کام کردو۔"

"بولو۔ کیا چاہتے ہو؟"

"میرے دو بھائیوں کو دو مختلف عورتوں نے ہلاک کیا ہے۔ میں ان کا نام اور پتا جاننا چاہتا ہوں۔"

"میں ضرور انہیں تلاش کر کے تمہارے سامنے پہنچا دوں گی لیکن کچھ وقت لگے گا۔ میں اپنے پوتے کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تمہارا کام ضرور کروں گی۔ میں اپنے پوتے کی جھوٹی قسم نہیں کھاؤں گی۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ میرے پوتے کی بات کرو۔"

مہاراج نے کہا۔ "تمہیں دھوکا دیا گیا ہے۔ میں نے ابھی سچ کہا ہے کہ اس کا برین واش کر کے اسے غلام بنا لیا گیا ہے۔ جو خود کو ٹی آر بھاٹیا کہتا ہے' وہی تمہارا پوتا ہے لیکن اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی گئی ہے کہ وہ مرنے کے بعد سورگ سے واپس دنیا میں آیا ہے۔ اسے دادی ماں یاد رہے گی لیکن وہ اس وقت تک تمہیں دادی ماں تسلیم نہیں کرے گا' جب تک تم ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت کے جسم میں سما کر اس کے سامنے نہیں آؤ گی۔"

"تمہیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"میرے اپنے ذرائع ہیں۔ تم یا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے خفیہ ذرائع کسی کو نہیں بتاتا۔ تم کسی طرح ٹی آر بھاٹیا تک پہنچ کر اس کی بوڑھی دادی ماں بن کر ملو گی تو برین واش کیے جانے کے باوجود وہ تمہیں دادی ماں تسلیم کرے گا۔ پھر تم اپنی آتما شکتی سے اور اس ایرانی عامل کے تنویمی عمل کا توڑ کر کے اس کی مکمل یادداشت واپس لا سکتی ہو۔"

"میں ابھی تمہاری باتوں پر غور کروں گی۔"

"تم ضرور اپنا اطمینان کر لو لیکن تم نے اپنے پوتے کی قسم کھائی ہے۔ تم جلد سے جلد میری باتوں کی تصدیق کر کے میرے بھائیوں کی قاتل عورتوں تک مجھے پہنچاؤ گی۔"

"اطمینان رکھو۔ میں اپنی قسم پوری کروں گی۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں جیسی ہیرا پھیری کر رہا تھا اس کے نتیجے میں نیلماں اپنے پوتے کے لئے کس قدر بے چین ہو جائے گی اور اسے کس طرح تلاش کرے گی؟ اس کا اندازہ مجھے تھا۔ میں نے پارس کو یہ باتیں بتائیں اور اس سے کہا کہ وہ ایرانی عامل کا رول ادا کرنے کے لئے تیار رہے۔ میں نیلماں کو اس کے پاس بھیجنے والا ہوں۔

نیلماں سے پارس ہی نمٹ سکتا تھا کیونکہ وہ ایک غیر معمولی اور عجیب دماغ کا حامل تھا۔ کوئی اس کی مرضی کے بغیر اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا اور وہ چشم زدن میں آواز اور لہجے کو بدل کر کوئی دوسرا شخص بن جاتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد یہی ہوا۔ نیلماں نے مہاراج سے جو کچھ سنا' اس کی تصدیق کرنے کے لئے ٹی آر بھاٹیا کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر میرے پاس آئی پھر بولی۔ "تلک رام! میں نیلماں ہوں۔"

میں نے کہا۔ "مجھے تلک رام نہیں' ٹی آر کہا کرو۔ یا صرف بھاٹیا بھی کہہ سکتی ہو۔"

"تم جو کہو گے' وہی کہوں گی لیکن حقیقت میں تم میرے پوتے سوامی تلک رام بھاٹیا ہو۔"

"میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ اپنی بوڑھی دادی ماں کا پوتا ہوں لیکن تمہاری آواز سے پتا چل رہا ہے کہ تم کوئی جوان عورت ہو۔"

"جب مجھے پوری طرح یقین ہو جائے گا کہ تم واقعی ٹی آر بھاٹیا ہو اور تمہیں قتل نہیں کیا گیا تھا بلکہ تمہارا برین واش کیا گیا ہے تو میں تمہاری خاطر کسی ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی کے جسم میں سما کر تمہیں گلے لگانے آؤں گی۔"

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا ہے کہ میرا برین واش کیا گیا ہے؟ میں تو مر گیا تھا۔ سورگ سے واپس آیا ہوں۔"

"جس کا برین واش کیا جاتا ہے' وہ کبھی خود سمجھ نہیں سکتا کہ پہلے وہ کیا تھا اور اب کیا ہے۔ تم اتنا بتا دو' کیا کسی ایرانی شخص سے تمہاری شناسائی ہے؟"

"ہاں میرا ایک ایرانی محسن ہے۔ جب میں سورگ سے واپس آیا اور میری آنکھ کھلی تو میں اسی کے گھر میں تھا۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے اسی لئے آنکھ کھلنے پر تم نے خود کو اس کے گھر میں پایا تھا۔"

"میرا محسن مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ اتنا اچھا ہے کہ میں اس کی ہر بات پر مکمل کرتا ہوں۔ وہ میرے برے وقت میں کام آتا ہے۔"

"تم ہندوستان میں ہو اور وہ ایران میں ہے۔ کیا تم دونوں کے درمیان دماغی رابطہ رہتا ہے؟ کیا تم اس کے دماغ میں جا سکتے ہو؟"

"بے شک جا سکتا ہوں۔ کیا تم اس سے ملنا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔ ہو سکے تو ابھی ملاؤ۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پارس کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ "میرے محسن اعظم! میں آپ سے گفتگو کرنے آیا ہوں۔"

پارس نے بزرگانہ انداز میں کہا۔ "من دانم کہ شما تنہا نیست۔ اک بکری النساء در آمد کند۔"

"نہیں محسن اعظم! میرے ساتھ بکری نہیں آئی ہے۔ ایک خاتون ہے۔ خود کو نیلماں اور میری دادی ماں کہتی ہے۔"

"من چرشباب دادی ہرگز نہ دیدم۔ شما دادی ایک صدی و نصف صدی بوڑھی است۔"

"جی ہاں۔ جوان عورت دادی نہیں ہو سکتی لیکن یہ کہتی ہیں کہ میری خاطر ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی بن سکتی ہیں۔ یہ فارسی زبان نہیں جانتیں۔ پلیز آپ ہندی میں یا انگریزی میں گفتگو کریں۔"

پارس نے کہا۔ "آئی نو انگریزی بہت اچھی۔ بٹ وائے نیلماں یہاں آئی؟"

نیلماں نے کہا۔ "میں آپ کے پاس اپنے پوتے کی بھیک مانگنے آئی ہوں۔"

"اوہ نو۔ شی از اے بھکارن۔ شی وانٹس یو ان بھیک۔ وٹیر آر سو مینی بھکاری اِن انڈیا۔ آئی ول نیور گیو یو ٹو اے بھکارن۔ گو اوے ودھ ہر اینڈ کم ودھ یور ون اینڈ ہاف سینچری بوڑھی دادی ماں۔"

یہ کہہ کر پارس نے سانس روک لی۔ میں نیلماں کے ساتھ اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ نیلماں نے ناگواری سے پوچھا۔ "یہ کس قسم کا عامل ہے؟"

"کچھ عجیب و غریب اور خبطی سا ہے لیکن ایران کے بڑے بڑے عامل اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ اگر تم چاہتیں تو اس کے چور خیالات بھی پڑھ سکتی تھیں۔"

"میں اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے چپ چاپ چور خیالات بھی پڑھتی جا رہی تھی۔ میں فارسی نہیں جانتی اور وہ آدھی انگریزی اور آدھی ہندی بول رہا تھا۔ پھر بھی معلوم کیا ہے کہ وہ بہت بڑا عامل ہے۔ بڑا باکمال ہے۔ اس نے تمہاری موجودگی میں مجھے بھی اپنے اندر محسوس کر لیا تھا۔"

"اس خبطی نے مجھے بھی باکمال بنا دیا ہے۔ کوئی دشمن میرے قریب آ جائے تو اسے خبر ہو جاتی ہے۔ وہ مجھے فوراً ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لئے نادیدہ بنا دیتا ہے۔"

"میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"تمہیں یہ بات میرے محسن سے کہنا چاہئے تھی لیکن تم نے مجھ سے ملاقات کرنے کی بات نہیں کی۔ مجھے اس سے مانگنے لگیں۔ وہ ناراض ہو گیا ہے۔ وہ یہی سمجھے گا کہ تم مجھے اس سے دور کرنا چاہتی ہو اس لئے وہ مجھے تم سے ملنے کی اجازت بھی نہیں دے گا۔"

"تم ہندوستان کے کس شہر میں ہو؟"

"میں رہتا ہوں۔ یہاں۔ یہاں۔ یہاں رہتا ہوں۔ یہاں۔ یہاں۔۔۔"

"یہاں یہاں کیا کر رہے ہو؟ شہر کا نام بتاؤ۔"

"وہی تو بتانا چاہتا ہوں مگر بتا نہیں پا رہا۔ یہ میری زبان کو کیا ہو گیا ہے۔ شہر کا نام معلوم ہے مگر نام زبان پر نہیں آ رہا ہے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔ تمہارا وہ عامل تمہیں نام بتانے سے روک رہا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ میں تم سے اور اس عامل سے پھر کسی وقت بات کروں گی۔"

وہ میرے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ سوچنے لگی۔ "مہاراج نے درست اطلاع دی تھی۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ میرے پوتے کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ صرف اس کا برین واش کیا گیا ہے۔ کوئی بات نہیں' میں اس کی یادداشت واپس لاؤں گی پھر ہمیشہ اپنے پوتے کے ساتھ رہوں گی۔"

اب اس کے لئے ایک ہی مسئلہ رہ گیا تھا کہ وہ اپنے پوتے کو کہاں تلاش کرے؟ وہ ٹی آر بھاٹیا کہلانے والا ہندوستان کے کس شہر میں ہے؟

اس نے مہاراج سے رابطہ کر کے کہا۔ "تمہاری معلومات درست ثابت ہوئی ہیں۔ میرے پوتے کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ وہ ٹی آر بھاٹیا کے نئے چہرے اور نئے لب و لہجے کے ساتھ زندہ ہے۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ اب مجھے چالیس راتوں تک تپسیا نہیں کرنی پڑے گی۔"

"میں تم سے ہمیشہ دوستی رکھنا چاہتا ہوں اس لئے تم سے جھوٹ بول کر تمہیں دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ بھگوان کا شکر ہے کہ تمہیں میرے سچ پر یقین آ گیا ہے۔"

"اب میں تمہارا کام کروں گی اور یہ چاہوں گی کہ ہم اسی طرح ایک دوسرے کے کام آتے رہیں۔ ابھی میرا سب سے ضروری کام یہ ہے کہ ہم سب مل کر ٹی آر بھاٹیا کو تلاش کریں۔"

مہاراج نے کہا۔ "تمہارے پوتے کو ضرور تلاش کریں

گے لیکن تم وعدے کے مطابق ان دو قاتل عورتوں کا سراغ لگاؤ۔"

"میں انہیں پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالوں گی۔ مجھے ان کا حلیہ یا کوئی نشانی وغیرہ بتاؤ۔ تمہارا پہلا چھوٹا بھائی حویلی کے تہ خانے میں مارا گیا تھا۔ اس روز حویلی میں مردوں کے علاوہ کتنی عورتیں تھیں؟"

"وہاں صرف ایک عورت تھی۔ پورس نے اس کی حفاظت کی تھی۔"

"پورس نے نتاشا کو بہن بنایا ہے۔ وہ عورت نتاشا ہوگی۔ تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ فہمی نے تمہارے بھائی کو قتل کیا ہوگا؟"

"فرہاد سے میری بات ہو چکی ہے۔ وہ پوری سچائی سے کہتا ہے کہ اس کی فیملی کی کسی عورت یا بابا صاحب کے ادارے کی کسی بھی عورت نے میرے کسی بھائی کو قتل نہیں کیا ہے۔ فرہاد اور بابا صاحب کا ادارہ ایسا محفوظ اور مستحکم ہے کہ وہ ڈنکے کی چوٹ پر اپنے مخالفوں کو موت کے گھاٹ اتارتے ہیں اور کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر فرہاد سے تعلق رکھنے والی کوئی عورت یہ قتل کرتی تو فرہاد چیلنج کے انداز میں قتل کا اعتراف کرلیتا۔"

نیلماں نے کہا۔ "پھر تو حویلی میں صرف ایک ہی عورت تھی اور وہ نتاشا تھی۔ آؤ ہم پورس سے رابطہ کریں۔"

وہ دونوں پورس کے دماغ میں آئے۔ مہاراج خاموش رہا۔ نیلماں نے کہا۔ "کیا تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ مہاراج کے ایک اور بھائی شیو راج کو ایک عورت نے قتل کیا ہے۔"

پورس نے کہا۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے یہ خبر ملی ہے۔ یہ مہاراج کی بدقسمتی ہے کہ اس کے بھائی عورتوں کے ہاتھوں نرک میں پہنچ رہے ہیں۔"

"میں تمہیں خطرے سے آگاہ کرنے آئی ہوں۔ اسے معلوم ہو چکا ہے کہ اس کے سب سے چھوٹے بھائی کو نتاشا نے گولی ماری تھی۔ وہ کالے عمل کے ذریعے نتاشا کو تلاش کررہا ہے۔"

"نتاشا میری طرح مضبوط قوتِ ارادی کی مالک ہے۔ اوپل تو اس پر کالے جادو کا اثر نہیں ہوگا پھر وہ میری بہن ہے۔ میرے ساتھ رہتی ہے۔ میں اس پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ تم بھی کالا جادو جانتی ہو۔ تم نے نتالیہ کو قید کیا تھا پھر تم نے دیکھا کہ میں اسے کس طرح تمہارے مندر والے قید خانے سے لے آیا ہوں۔"

"میری بات اور ہے۔ میں فہمی سے نجات حاصل کرنے میں مصروف تھی۔ تم ایسے وقت نتالیہ کو میری قید سے لے گئے لیکن مہاراج کے ساتھ کوئی مجبوری نہیں ہے۔ وہ اپنے بھائی کی قاتلہ پر بہت برا وقت لانے والا ہے۔"

"تم مجھے بچوں کی طرح ڈرا رہی ہو۔ تمہیں نتاشا کی اتنی فکر کیوں ہے؟"

"میں چاہتی ہوں' نتاشا کے کام آؤں اور اس کے بدلے تم میرا ایک کام کردو۔"

"مجھ سے کیا کام لینا چاہتی ہو؟"

"مجھے ٹی آر بھاٹیا کی تلاش ہے۔ وہی ٹی آر بھاٹیا جو حویلی کے تہ خانے سے تمام دستاویزات چرا کرلے گیا تھا۔ تم کوشش کرو گے تو اسے ڈھونڈ نکالو گے۔ وہ اسی ملک میں ہے۔"

"تمہیں بھاٹیا کی تلاش کیوں ہے؟"

"تمہیں خود سمجھ لینا چاہئے۔ ٹی آر دراصل تلک رام کا مخفف ہے۔ وہ سوامی تلک رام بھاٹیا ہے۔ میرا پوتا ہے۔ ایران میں اسے گولی نہیں ماری گئی تھی۔ اس کا برین واش کرکے ایک ایرانی عامل نے اسے اپنا تابعدار بنالیا ہے۔"

"ہوں۔ اب بات سمجھ میں آرہی ہے۔ تم اپنے پوتے کے لئے جان کی بازی بھی لگا سکتی ہو۔ یہ بتاؤ' نتاشا کو مہاراج سے بچانے کے لئے کیا کرسکتی ہو؟"

"میں مہاراج کے کالے جادو کا توڑ کالے جادو سے کرسکتی ہوں۔ نتاشا پر ایک ذرا آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

"پھر تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے پوتے کو جلد سے جلد کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالوں گا۔"

وہ مہاراج کے ساتھ پورس کے دماغ سے نکل کر بولی۔ "کیوں مہاراج! اب یقین آیا کہ نتاشا نے تمہارے سب سے چھوٹے بھائی کو گولی ماری تھی؟"

"ہاں۔ تم نے بڑی چالاکی سے ثابت کیا ہے۔ پورس نے ایک بار بھی انکار نہیں کیا کہ نتاشا میرے بھائی کی قاتل نہیں ہے۔ میں اس کتیا کو تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔"

"تم نے عقلمندی کی کہ پورس کے دماغ میں خاموش رہے۔ اس طرح وہ تمہیں دشمن نہیں سمجھے گا اور نتاشا کی حفاظت کی خاطر میرے پوتے کو تلاش کرے گا۔"

"تم نے میرے دشمن کو بھی اپنے پوتے کی تلاش میں لگا دیا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ تمہارا پوتا مل جائے تو مجھے خوشی ہوگی۔ ویسے تم نے آدھا وعدہ پورا کیا ہے۔ ایک بھائی کی قاتل عورت کو بے نقاب کیا ہے۔ اب دوسرے بھائی کی قاتلہ کون ہے' یہ معلوم کرنا ہے۔"

نیلماں نے پوچھا۔ "کیا تمہارا بھائی شیو راج اس عورت کو پہلے سے جانتا تھا؟"

"نہیں۔ وہ عورت میرے بیٹے مہیش کے ساتھ ممبئی سے ٹرین میں آئی تھی۔ میں نے کڑی سے کڑی ملائی ہے تو پتا چلا' وہ حسین عورت وہی ہے' جسے میں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ایک فلمی پروڈیوسر اسے اپنے ایک فلیٹ میں لے کر آیا تھا۔"

نیلماں نے چونک کر اس فلیٹ کا پتا اور نمبر پوچھا پھر ہنس کر کہا۔ "وہ تو میری ایک معمولہ اور تابعدار ہے۔ اس کا نام بلی ڈونا ہے۔"

"اگر تمہاری وہ تابعدار میرے بھائی شیو راج کی قاتلہ ہے تو کیا تم اسے میرے حوالے کردو گی؟"

"میں اپنے پوتے کو پانے کے لئے اپنی گردن کاٹ کر بھی دے دوں گی۔ وہ تابعدار بلی ڈونا کیا چیز ہے۔"

"میں تمہارے دماغ میں ہوں۔ تم مجھے اس کے دماغ میں ابھی پہنچاؤ۔"

"میں تمہیں ابھی پہنچا رہی ہوں مگر تم پہلے کی طرح خاموش رہو گے۔ وہ بہت چالاک ہے۔ اسے چیلنج کرو گے تو وہ اپنے بچاؤ کا راستہ نکال لے گی۔"

نیلماں نے بلی ڈونا کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ مہاراج اس کے ساتھ تھا۔ وہ دونوں ناکام ہو کر لوٹ آئے۔ انہیں بلی ڈونا کا دماغ نہیں ملا۔ نیلماں نے حیرانی سے کہا۔ "میر غلطی نہیں کررہی ہوں۔ میں نے اس کے لب و لہجے کو اچھی طرح گرفت میں لیا ہے پھر اس کا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟ میں یہ یقین نہیں کروں گی کہ وہ مرچکی ہے۔"

مہاراج نے کہا۔ "فلیٹ میں اس نے میرے دو آدمیوں کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس سے صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ بلا کی مکار اور زبردست فائٹر ہے۔ کیا اس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اپنی آواز' لہجہ اور شخصیت بدل سکے؟"

"اس میں یہ صلاحیت نہیں ہے۔ کسی نے اس پر تنویمی عمل کرکے اسے بالکل ہی بدل ڈالا ہے۔"

"ایسا کس نے کیا ہوگا؟"

"میں اسے معمولہ بناتے وقت اس کے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔ اس کی زندگی میں تین مرد آچکے ہیں۔ پارس' پورس اور جے رانگا۔ وہ جے رانگا کو نہیں چاہتی تھی اور وہ شخص بھی چالاک تھا۔ ایک ہی رات میں اس سے پیچھا چھڑا کر روپوش ہو چکا ہے۔ پورس آج کل نتالیہ کا دیوانہ ہے۔ میرا خیال ہے پارس نے بلی ڈونا کی شخصیت تبدیل کی ہے۔"

مہاراج نے کہا۔ "پارس آج کل الپا کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہا ہے۔ کیا وہ پھر بلی ڈونا کو اپنا بنائے گا؟"

"الپا بیوی ہے اور گھر کی مرغی دال برابر ہوتی ہے۔ پارس نے بلی کو پھر اپنی داشتہ بنالیا ہوگا۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

نیلماں نے پارس کے دماغ میں آکر کہا۔ "سانس نہ روکنا۔ میں نیلماں ہوں۔"

وہ بولا۔ "محبوبہ کے آنے کی خوشی میں دم نکلتا ہے۔ تمہاری آمد سے سانسیں اور تیزی سے چلنے لگتی ہیں۔"

"تم نے بلی ڈونا سے پھر عشق شروع کردیا ہے۔"

"اچھا تو بلی کے بارے میں معلوم کرنے آئی ہو۔ میں تمہارا وقت ضائع نہیں کروں گا۔ میں نے اسے تمہارے سحر سے نکالا ہے اور اس کی شخصیت اور لب و لہجے کو تبدیل کیا ہے۔"

"تم نے مجھ سے دشمنی کیوں کی؟"

"بلی ڈونا کو نجات نہ دلاتا تو اس بیچاری سے دشمنی ہوتی۔ آخر وہ کبھی میری محبوبہ تھی۔ تم میری کوئی نہیں تھیں۔ اگر میری بننا بھی چاہتیں تو ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت جوان حسینہ کے جسم میں رہ کر بھی کھوکھلی اور کھنڈر رہتی ہے۔"

وہ غصے سے بولی۔ "یو شٹ اپ! میں جوان اور نوخیز ہوں۔ میرا اپنا روپ دیکھو گے تو منہ سے رال ٹپکنے لگے گی۔"

پارس نے کہا۔ "آں؟ کون؟ فہمی؟ ارے واہ تم بھی کیسے وقت پر آئی ہو۔ ابھی نیلماں میرے اندر ہے۔ مجھ سے گفتگو کررہی ہے۔ ہاں تو نیلماں میں کہہ رہا۔۔۔"

اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ فہمی کی آمد کا ذکر سنتے ہی نیلماں چلی گئی تھی جبکہ فہمی نہیں آئی تھی۔ اسے بھگانے کے لئے اس نے لاحول نہیں پڑھا تھا۔

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ مہاراج نے پوچھا۔ "تم اچانک وہاں سے کیوں چلی آئیں؟"

"تم نے سنا نہیں' وہ کمینی آگئی تھی۔ پھر وہاں رہ کر کرنا بھی کیا تھا؟ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ تمہارے دوسرے بھائی کو بلی ڈونا نے قتل کیا ہے اور پارس نے اسے تحفظ دیا ہے۔"

"باتوں ہی باتوں میں یہ تو معلوم ہوا کہ اس نے بلی ڈونا کو کہاں چھپایا ہے؟"

"پارس کوئی نادان بچہ نہیں ہے مہاراج! اس کے اندر

سے کوئی بات نکالنا تقریباً ناممکن ہے۔ ویسے میں اپنا وعدہ پورا کرچکی ہوں۔ میں نے تمہارے دونوں بھائیوں کی قاتل عورتوں کو بے نقاب کردیا ہے۔ تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ میرے پوتے کو کسی بھی طرح ڈھونڈ نکالو۔"

"میں اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گا اور ان عورتوں کو بھی عبرتناک سزائیں دے کر قتل کروں گا۔"

"ایک وقت میں ایک ہی کام کو پوری توجہ سے کرنا چاہئے۔ نتاشا اور بلی ڈونا سے ہفتے دو ہفتے میں بھی انتقام لے سکتے ہو۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گی لیکن میرے پوتے کو آج سے بلکہ ابھی سے تلاش کرو۔ پوری توجہ اس پر دو اور اپنے تمام ذرائع استعمال کرو۔ ہم دونوں اپنے اپنے کالے جادو کے ذریعے بھی اس کا سراغ لگائیں گے۔ مجھے کامیابی کا پورا یقین ہے۔ وہ ایرانی عامل بہت باکمال ہے۔ پھر بھی ہم دونوں کے آگے وہ ٹھہر نہیں سکے گا۔ میرے پوتے کو میرے حوالے کرنے پر مجبور ہوجائے گا۔"

"میں تمہارا کام ضرور کروں گا اور آج ہی سے کروں گا لیکن جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ نتاشا نے میرے چھوٹے کو اور بلی نے میرے بھائی شیوراج کو قتل کیا ہے' میرے اندر آگ بھڑک رہی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے' ابھی ان دونوں عورتوں کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں۔"

"اس طرح انتقام کے جوش میں رہو گے تو ناکامی تمہارا مقدر بن جائے گی۔ تم اس معاملے کے اہم نکات کو نہیں سمجھ رہے ہو۔"

"وہ اہم نکات کیا ہیں؟"

"یہی کہ تمہارے بھائیوں کی ایک قاتلہ پورس کی پناہ میں ہے اور دوسری قاتلہ کو پارس تحفظ دے رہا ہے۔ دونوں ہی چھٹے ہوئے بدمعاش اور زبردست مکار ہیں۔ جلد بازی سے کام لوگے تو وہ دونوں تمہیں دھوئیں کی طرح اڑا دیں گے۔"

وہ ذرا ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس کی سمجھ میں آگیا کہ انتقام تو ان عورتوں سے لینا ہے لیکن مقابلہ پارس اور پورس سے ہوگا۔ اگر وہ ذرا سی بھی غلطی کرے گا تو وہ دونوں اسے مصائب میں الجھاتے چلے جائیں گے۔

اس نے تائید میں سر ہلایا اور یہ طے کیا کہ بڑے صبر و تحمل سے پہلے پارس اور پورس کو بے بس اور مجبور بنائے گا پھر ان عورتوں کو حرام موت مارے گا۔

○☆○

امریکی اکابرین کے درمیان یہ بحث جاری تھی کہ ان کے سرکاری اور فوجی اہم رازوں کی دستاویزات کسی مہاراج جیسے بلیک میلر کے پاس ہوں یا کسی گمنام نیک شخص کے پاس ہوں' ان اہم دستاویزات کو ملک کے باہر کسی غیر کے پاس نہیں رہنا چاہئے۔

ایک حاکم نے کہا۔ "فی الحال وہ دستاویزات کسی ایسے نیک شخص کے پاس ہیں جو ہمیں بلیک میل نہیں کررہا ہے۔ نہ ہم سے لاکھوں ڈالر طلب کررہا ہے۔ نہ ہمارے ملک میں رہ کر بے جا اختیارات مانگ رہا ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا۔ "وہ اس حد تک نیک ہے لیکن جب وہ بے جا فائدے نہیں اٹھا رہا ہے تو پھر ہمیں وہ دستاویزات واپس کیوں نہیں کررہا ہے؟"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "دال میں کچھ کالا ہے۔ ہماری دستاویزات واپس نہیں کررہا ہے۔ اس کی نیت میں کھوٹ ہوگا۔ وہ کسی بہت بڑے اور اہم معاملے میں کوئی بہت بڑا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوگا۔"

وہاں ایک لیڈی سیکریٹری بیٹھی ہوئی تھی۔ نیلماں نے اس کی زبان سے کہا۔ "میں نیلماں آپ حضرات سے مخاطب ہوں۔"

ایک نے پوچھا۔ "نیلماں! کیا واقعی تم اس دنیا میں پھر واپس آگئی ہو؟"

وہ بولی۔ "ہاں۔ میری آتما نے ایک نیا جسم حاصل کیا ہے۔ میں اس دوران میں خاموش اور گمنام رہ کر بہت سی اہم معلومات حاصل کرتی رہی ہوں۔ میں آپ کی اہم دستاویزات کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے ایک ضروری بات یہ بتا دوں کہ میرا پوتا سوامی تلک رام بھاٹیا زندہ ہے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "یہ چونکا دینے والی باتیں ہیں کہ تم بھی مرنے کے بعد زندہ ہو اور تمہارا پوتا بھی موت کے بعد ایک نئی زندگی گزار رہا ہے۔ واشنگٹن کا یہ وائٹ ہاؤس ساری دنیا میں مشہور ہے۔ یہاں بیٹھ کر دادی اور پوتے کی باتیں قصے کہانیاں لگتی ہیں۔ اگر دنیا میں ایسا ہوتا ہے تو ہوتا ہوگا لیکن یہاں بیٹھ کر ٹھوس مادی دلائل کے ساتھ گفتگو ہونی چاہئے۔"

نیلماں نے کہا۔ "میں زندہ ہوں اور آپ سے باتیں کررہی ہوں تو کیا یہ ٹھوس دلیل نہیں ہے؟ ایران میں تلک رام بھاٹیا کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ ایک لاوارث لاش کی پلاسٹک سرجری کرکے اسے میرا پوتا بنا کر اس کی لاش یہاں بھیجی گئی تھی۔ ایران ہی میں میرے پوتے کا بریں واش کیا گیا ہے۔ اسے اپنا تابعدار بنایا گیا ہے۔ میرے اس معاملے سے آپ کو دلچسپی نہیں ہوگی لیکن اب جو بات کہنے جارہی ہوں'

اسے سن کر آپ کو میرے معاملے سے بھی دلچسپی پیدا ہوجائے گی۔"

وہ چند ساعت کے لئے خاموش ہوئی پھر بولی۔ "آپ کی تمام اہم دستاویزات میرے پوتے کے پاس ہیں۔"

تمام اکابرین نے چونک کر اس لیڈی سیکریٹری کو دیکھا' جس کی زبان سے نیلماں بول رہی تھی۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "تمہارا پوتا کہاں ہے؟"

"ایک ایرانی عامل کے قبضے میں ہے۔ میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ اس کا بریں واش کیا گیا ہے۔ وہ پچھلی زندگی کی بہت سی باتیں بھول چکا ہے۔ امریکا سے وفاداری بھی اسے یاد نہیں رہی ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے بہت سے راز دستاویزات کی صورت میں ایران پہنچ گئے ہیں۔ ہماری کمزوریاں ایرانی حکام کے ہاتھوں میں چلی گئی ہیں۔"

"صرف آپ کے نہیں' روس' اسرائیل' فرانس اور دوسرے بڑے ممالک کے راز بھی ان کے پاس پہنچ گئے ہوں گے۔ آئندہ وہ بڑے ممالک ایران کے خلاف آپ کی حمایت نہیں کریں گے۔ وہ ایران کے دباؤ میں رہیں گے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "اب یہ واضح ہوگیا ہے کہ ایک گمنام شخص ان دستاویزات کے ذریعے ہم سے رقم کیوں نہیں طلب کررہا ہے۔ ایک نیک فرشتہ کیوں بنا ہوا ہے۔ اور وہ فرشتہ تمہارا پوتا تلک رام بھاٹیا ہے۔"

"ہاں۔ لیکن وہ جان بوجھ کر ایسا نہیں کررہا ہے۔ وہ ایک ایرانی عامل کا معمول اور تابعدار بنا ہوا ہے۔ اگر میں کسی طرح ایک بار اپنے پوتے کے پاس پہنچ جاؤں تو اسے اس عامل کے سحر سے رہائی دلا سکوں گی۔"

"کیا تم نہیں جانتی ہو کہ وہ کہاں ہے؟"

"صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ ایڈیا میں ہے۔ ہوسکتا ہے' اس نے جتنی دستاویزات چرائی تھیں' انہیں ابھی تک ایران نہ پہنچایا گیا ہو۔ میرے پوتے نے اپنے عامل کے حکم کے مطابق انہیں ہندوستان میں رکھا ہو۔"

ایک افسر نے کہا۔ "یہ ممکن ہے کہ وہ دستاویزات ابھی ایران نہ پہنچائی گئی ہوں' کسی مجبوری یا مصلحت کی بنا پر انہیں ہندوستان میں رکھا گیا ہو۔"

دوسرے افسر نے تائید کی۔ "اگر ہماری اہم دستاویزات ایران پہنچ گئی ہوتیں تو ایرانی حکام کتنے ہی معاملات میں ہم پر دباؤ ڈالنا شروع کردیتے۔"

ایک اور فوجی افسر نے کہا۔ "جتنی جلدی ممکن ہو' ہمیں نیلماں کے پوتے کو ہندوستان میں تلاش کرکے اسے ایرانی عامل کے سحر سے نجات دلانا چاہئے۔ تب وہ ہمیں بتا سکے گا کہ تمام دستاویزات کہاں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔"

"یہی میں چاہتی ہوں۔ اسے جلد سے جلد تلاش کیا جائے۔ اس کی صورت اور لب و لہجہ بدل دیا گیا ہے ورنہ میں آتما شکتی کے ذریعے اس کے لاک کئے ہوئے دماغ میں بھی پہنچ جاتی۔"

"ہم ہندوستان کے چپے چپے پر سراغرسانی کا جال بچھا دیں گے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی مشکوک افراد کے دماغوں میں جاکر بھاٹیا کو تلاش کریں گے۔"

ایک ماتحت افسر کی زبان سے پورس کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "میں پورس بول رہا ہوں۔ کچھ عرصے پہلے نیلماں نے میرے تئیں عدد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ سے چھین کر مجھے کمتر بنا دیا تھا۔ مجھے تم سب کی نظروں سے گرا دیا تھا۔ اب نیلماں بتائے کہ میں نے کس طرح اس سے انتقام لیا ہے۔ اسے شی تارا کا جسم چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں جانے پر مجبور کیا ہے۔ یہ سمجھتی ہے کہ میں اپنی توہین بھول گیا ہوں اس لئے میرے پاس آئی تھی۔ مجھ سے بھی یہی چاہتی تھی کہ میں ہندوستان میں اس کے گمشدہ پوتے کو تلاش کروں۔ یہاں تمام اکابرین کے پاس بھی اسی ارادے سے آئی ہے لیکن میں اسے بتانے آیا ہوں کہ مجھ سے دشمنی کتنی مہنگی پڑتی ہے۔ میں اس سے پہلے ہی اس کے پوتے کو ڈھونڈ نکالوں گا اور اسے قیدی بنا کر رکھوں گا۔"

نیلماں نے پریشان ہوکر کہا۔ "میں کبھی کسی چیلنج کے دباؤ میں نہیں آئی لیکن میرے پوتے کی سلامتی کی بات ہے۔ پورس! میں تم سے ہر قیمت پر سمجھوتا کروں گی' تم جو کہو گے' مان لوں گی۔ ایسے وقت دشمنی بھول جاؤ۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مسٹر پورس! اس وقت تلک رام بھاٹیا کو تلاش کرنا اور اس سے اہم دستاویزات حاصل کرنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ تم نیلماں سے دشمنی کرو گے تو ہمارا بہت بڑا نقصان ہوگا۔ ہم ایران کے دباؤ میں آنا کبھی پسند نہیں کریں گے۔"

"میں ایسے بہترین مواقع ضائع نہیں کرتا۔ میں بارہ گھنٹے کے اندر اس کے پوتے کو اپنا قیدی بنا لوں گا۔ اس کا بریں واش کرکے دوبارہ اس پر تنویمی عمل کرکے معلوم کروں گا کہ وہ تمام دستاویزات کہاں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ انہیں ایران کیوں نہیں پہنچایا گیا ہے۔ میں ان تمام دستاویزات کو اپنے پاس محفوظ رکھوں گا۔"

ایک افسر نے کہا۔ "ہمارے لئے یہ بات اس حد تک اطمینان بخش ہے کہ وہ تمام دستاویزات ایران نہیں جائیں گی اور تمہارے پاس محفوظ رہیں گی لیکن ہماری درخواست ہے کہ نیلماں سے صلح کرلو۔ تم دونوں غیر معمولی صلاحیتوں اور قوتوں کے حامل ہو اور تم دونوں ہمارے لئے ضروری ہو۔"

"اس وقت میں ضروری نہیں تھا جب اس نے میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ سے چھین لیا تھا اور تم سب نے اسے سر پر چڑھا کر مجھے نظروں سے گرا دیا تھا۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "ایسا ہوتا ہے۔ جو اپنی طاقت اور اہمیت منواتا ہے' اسے مان لیا جاتا ہے۔ تم خود کو منوا رہے ہو اور ہم مان رہے ہیں۔ نیلماں بھی تم سے سمجھوتا کررہی ہے۔"

"آپ حضرات ابھی میری اہمیت کو تسلیم نہ کریں اور نیلماں بھی سمجھوتا نہ کرے۔ ہوسکتا ہے' آپ لوگ مجھ سے پہلے ٹی آر بھائیا تک پہنچ جائیں۔ کوشش کریں اور دعا بھی کریں کہ بھائیا میرے ہاتھ نہ لگے۔ اگر وہ میری گرفت میں آئے گا تو نیلماں اپنے پوتے کی آخری سانس تک اسے دیکھنے کے لئے تڑپتی رہے گی۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "نیلماں تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ تمہارا پوتا تمہیں ملے یا پورس کے ہاتھ لگے' اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔ اصل چیز دستاویزات ہیں۔ ٹی آر بھائیا کسی کے بھی ہاتھ لگے' وہ دستاویزات ہمیں مل جائیں گی۔"

نیلماں نے کہا۔ "آپ حضرات دستاویزات کو اہمیت دے رہے ہیں۔ میرا پوتا جیسے کوئی چیز ہی نہیں ہے۔"

"تمہارے پوتے کی بھی اہمیت ہے۔ وہ ہمارے کام کے لئے ایران گیا تھا اور اب تک مصیبت میں ہے۔ جب ہمیں دستاویزات مل جائیں گی تو ہم تمہارے پوتے کے لئے پورس سے سودا کریں گے۔ اطمینان رکھو' تمہارا پوتا تمہیں مل جائے گا۔"

ایک فوجی افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "نیلماں! میں جارہا ہوں اور ابھی ایسے انتظامات کرتا ہوں کہ پورے ہندوستان میں ہمارے جاسوس پھیل جائیں گے اور تمہارے پوتے کو تلاش کریں گے۔ ایران والے اسے انڈیا میں کہیں چھپا نہیں پائیں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مسٹر پورس! وہ دستاویزات ہماری زندگیوں سے زیادہ اہم ہیں۔ ہم اس سلسلے میں تم سے کچھ ضروری باتیں تنہائی میں کرنا چاہتے ہیں۔"

انہیں پورس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اعلیٰ افسر نے کہا۔ "میں یوگا کا ماہر ہوں۔ تم کسی وقت بھی میرے اندر تنہائی میں باتیں کرسکو گے۔"

پورس کی طرف سے پھر خاموشی رہی۔ دوسرے افسران نے بھی اسے مخاطب کیا پھر جواب نہ ملنے پر یہ سمجھنا پڑا کہ وہ جاچکا ہے۔ نیلماں پریشان اور بے چین ہوگئی تھی۔ پورس کے اچانک چلے جانے سے یہی ایک بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ اس کے پوتے کو اس سے پہلے ڈھونڈ نکالنے گیا ہے۔

○☆○

میں نے یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ سوامی تلک رام بھائیا کو قتل نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کا برین واش کرکے ایک ایرانی عامل نے اسے اپنا ناہجار بنا رکھا تھا۔ ایسا کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے مخالفین ایک دوسرے سے آپس میں الجھتے رہیں اور لڑتے مرتے رہیں۔ ان میں سے کسی کو ہم سے الجھنے کا موقع نہ ملے۔

میں نے اس مُردہ تلک رام بھائیا کو فرضی طور پر اس لئے زندہ کیا تھا کہ نیلماں اپنے پوتے کو اپنی جان سے زیادہ چاہتی تھی۔ اس کی حیات نو کا ثبوت ملتے ہی اپنے پوتے تک پہنچنے اور اسے گلے لگانے کے لئے تمام ذرائع استعمال کرلے گی اور وہ یہی کررہی تھی۔

اس سلسلے میں امریکا کے لئے یہ بے چینی پیدا کردی کہ ان دستاویزات کے ذریعے ان کے اہم راز ایرانی حکام تک پہنچنے والے ہیں۔ امریکی حکام کسی قیمت پر ایسا نہ ہونے دیتے۔ وہ دستاویزات چرانے والے ٹی آر بھائیا کو تلاش کرنے کے لئے نیلماں کی طرح پریشان اور بے چین ہوگئے تھے۔

پھر پورس اور نیلماں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ بظاہر ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے تھے لیکن اصل میں کسی کو نیچا دکھانے' ذلیل کرنے یا ہلاک کرنے کا موقع تلاش کررہے تھے۔ اب پورس کو موقع ملا تھا کہ وہ کسی طرح اس کے پوتے کو ڈھونڈ کر اسے اپنا غلام اور قیدی بنالے اور نیلماں کو ہمیشہ پوتے سے دور رکھ کر تڑپاتا رہے۔

اب نیلماں کو اتنا موقع نہیں مل رہا تھا کہ وہ فہمی کو نقصان پہنچانے کا کوئی منصوبہ بنا کر اس پر عمل کرتی۔ وہ فی الحال پوتے سے ملاقات ہونے تک فہمی سے چھپ کر رہ رہی تھی۔ پورس کو اتنا موقع نہیں مل رہا تھا کہ وہ پارس کے خلاف انتقامی کارروائی کرتا۔ کیونکہ نیلماں کو ساری زندگی

اپنے دباؤ میں رکھنے کے لئے وہ کسی بھی چالبازی سے ٹی آر بھائیا کو اپنا غلام اور قیدی بنانے کی کوششیں شروع کرچکا تھا۔

دوسری طرف نتاشا کو مہاراج اور گرو دیو کی انتقامی کارروائیوں سے بچانے کی پلاننگ میں مصروف تھا۔

غیر معمولی دو انمیں اور اہم دستاویزات چرانے میں ہم پیش پیش تھے۔ انہیں جو بھی نقصان پہنچ رہا تھا وہ ہم سے پہنچ رہا تھا لیکن میں نے حالات ایسے پیدا کئے تھے کہ وہ ہمیں چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے سے الجھنے اور لڑنے لگے تھے۔

ٹی آر بھائیا میں ہی بتا ہوا تھا۔ کسی نے مجھے نئے بہروپ میں نہیں دیکھا تھا۔ یہ سب کو بتایا جاچکا تھا کہ ٹی آر بھائیا کا برین واش کرنے کے بعد اس کے چہرے اور لب و لہجے کو بھی بدل دیا گیا تھا۔ لہٰذا ان سب کو چکر دینے کے لئے ہم ایک نیا ٹی آر بھائیا پیدا کرسکتے تھے۔

میں نے اس منصوبے پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد بابا صاحب کے ادارے سے ایک ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا انتخاب کیا جو قد اور جسامت میں سوامی تلک رام بھائیا کی طرح تھا۔ چہرے کی ساخت بھائیا جیسی تھی۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرہ کچھ اس طرح بنایا گیا جیسے وہ بھائیا کا ہم شکل تو نہ ہو لیکن اس سے مشابہت رکھتا ہو۔ اسے دور سے دیکھ کر شبہ ہو کہ وہ ٹی آر بھائیا ہوسکتا ہے۔

ایسے ایک بھائیا کو تیار کرنے اور منظر عام پر لانے تک میں اس کا رول ادا کرتا رہا۔ نیلماں ایک دادی کی حیثیت سے روز مجھ سے دماغی رابطہ کرتی تھی اور میں اس سے ایک یا دو منٹ باتیں کرکے یہ تاثر دیتا تھا کہ میرا ایرانی عامل ہمارا دماغی رابطہ پسند نہیں کرتا ہے اور عارضی طور پر میرے دماغ کو لاک کردیتا ہے۔

پورس نے بھی کئی بار رابطہ کیا اور میں اس سے مختصر سی گفتگو کرکے کترا تا رہا۔ مہاراج اور گرو دیو کے دماغوں میں بھی یہ بات پکنے لگی تھی کہ دستاویزات چرانے والا ٹی آر بھائیا اگر ان کی گرفت میں آجائے تو امریکا اور دوسرے بڑے ممالک میں پھر مہاراج کی جے جے کار ہوگی۔ سب اس کی پذیرائی کریں گے اور پھر سے اسے ماہانہ لاکھوں ڈالر ادا کرنے لگیں گے۔

میں نے یہ جو گیم شروع کیا تھا اس میں ایک ایک کرکے سب ہی اپنے مفادات کی خاطر شریک ہورہے تھے۔ سب کی توجہ کا مرکز بھائیا تھا' جس کی آواز سب ہی سنتے تھے۔ اس سے دماغی رابطہ بھی رکھتے تھے مگر کسی نے اس کی صورت نہیں دیکھی تھی۔

بلی ڈونا کو نیلماں سے نجات مل گئی تھی۔ وہ مہاراج کے بگڑے آدمیوں کی پٹائی کرکے ممبئی سے فرار ہوئی تھی۔ اتفاق سے مہاراج کا بیٹا مہیش اس پر عاشق ہوگیا تھا۔ مہیش اسے اپنی کوٹھی میں لے کر آیا تو اس کا چاچا شیو راج اس پر عاشق ہوگیا۔

بلی نے شیو راج کو گولی مار کر اس کا کام تمام کردیا۔ اس کی جیب سے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کی ایک ڈبیا لے لی۔ ایسے وقت پارس اس کے دماغ میں آیا تو بلی ڈونا کو معلوم ہوا کہ اس کی تمام کامیابیوں کے پیچھے پارس کا ہاتھ تھا۔ پارس نے اس کے دماغ کو اس طرح لاک کیا تھا کہ نیلماں بھی آتما شکتی کے ذریعے اس کے اندر نہیں آسکتی تھی۔ اب وہ پوری طرح آزاد رہ کر اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزار سکتی تھی۔

پارس نے اس کے دماغ میں صرف ایک اجنبی لہجہ نقش کیا تھا جس کے ذریعے صرف وہی اس کے اندر آسکتا تھا لیکن اس نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ آئندہ اس سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔

بلی ڈونا نے اس بار بڑی سنجیدگی سے سوچا کہ اس نے ماضی میں کئی غلطیاں کی ہیں اور اس کے برے نتائج سے دوچار ہوتی رہی ہے۔ مصیبتوں کے علاوہ ذلتیں بھی اٹھائی ہیں۔ اب اسے سنبھل جانا چاہئے اور ایسی زندگی گزارنا چاہئے کہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہ سراغ ملے اور نہ ہی کوئی اس سے دشمنی کرسکے۔

وہ مدھیہ پردیش کے ایک شہر بلاسپور میں آکر ایک خوبصورت سا مکان خرید کر وہاں رہنے لگی۔ اس نے ایک جوان پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی کہ وہ اس کا شوہر ہے لیکن کبھی اس کا جسم حاصل کرنے کی تمنا نہیں کرے گا۔ رات کو الگ بیڈ روم میں سوئے گا۔ صرف لوگوں کے سامنے ایک سائن بورڈ کی طرح پتی دیو بن کر رہے گا۔

اگر وہ ایسا نہ کرتی تو سب ہی باتیں بناتے کہ ایک تنہا جوان حسینہ اتنی دولت مند کیسے ہے؟ وہ کون ہے؟ کیا کرتی ہے؟ اور کہاں سے دولت حاصل کرتی ہے؟

اس نے جس جوان کو اپنا ناہجار شوہر بنایا تھا' وہ کسٹم میں ایک جونیئر افسر تھا۔ بلی نے کسٹم ڈپارٹمنٹ کے تمام بڑے افسران کو دماغی طور پر ٹریپ کیا تھا اور اونچی سطح سے سفارش کے ذریعے اپنے پتی دیو دیوان ورما کو ایک بہت بڑا

افسر بنا دیا تھا۔

کسٹم کے بہت بڑے افسران کرپٹ بھی ہوتے ہیں اس لئے دیوان ورما اور بلی ڈونا کے بے انتہا دولت مند ہونے پر کسی نے شبہ نہیں کیا۔ نیلماں اور امریکی جاسوس اس علاقے میں بھی ٹی آر بھاٹیا کو تلاش کرنے آئے لیکن بلی ڈونا کو کوئی پہچان نہ سکا۔

اگرچہ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور ہو کر ایک عام سی زندگی گزار رہی تھی لیکن خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کرتی رہتی تھی کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ وہ عہد کر چکی تھی کہ کسی کے معاملے میں دلچسپی نہیں لے گی لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے باخبر رہنا ضروری تھا۔ کبھی اچانک کوئی افتاد آپڑتی تو وہ باخبر رہنے کے باعث اپنا بچاؤ کر سکتی تھی۔

اسے یہ معلوم ہوا کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آج کل ٹی آر بھاٹیا کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ نیلماں کے اس پوتے کو سب تلاش کر رہے ہیں لیکن وہ کسی کی نظروں میں نہیں آرہا ہے۔ وہ اتنی اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ اسے نیلماں کے علاوہ پورس اور امریکی سراغ رساں بھی ڈھونڈ رہے ہیں۔ بھارتی حکومت نے بھی اسے تلاش کرنے کے لئے اپنی تمام پولیس فورس پورے ملک میں پھیلا دی ہے۔

ایسے وقت ایک ایرانی عامل نے تمام ہندوستانی اخبارات میں بیان شائع کرایا تھا کہ ٹی آر بھاٹیا سے بھارتی حکومت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔ وہ امریکا کو خوش کرنے کے لئے ٹی آر بھاٹیا کو تلاش نہ کرے ورنہ بھارتی سرکار اور بھارتی فوج کے اہم راز اس کے مخالف ممالک میں پہنچا دیے جائیں گے۔

پارس نے مجھے بتایا تھا کہ بلی ڈونا سب سے الگ ایک پُرسکون زندگی گزار رہی ہے۔ اس کے مکان میں بھی بھارتی اور امریکی جاسوس پہنچے تھے لیکن اسے پہچان نہ سکے۔ میں نے پارس سے کہا۔ "بلی کو ٹی آر بھاٹیا کے معاملے میں اس طرح ملوث کرو کہ اس کی اپنی پُرسکون زندگی برقرار رہے۔ اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو تم اس کی حفاظت کرو گے۔"

پارس نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ ایک ڈمی ٹی آر بھاٹیا کو بابا صاحب کے ادارے سے روانہ کر کے ہندوستان بھیج دیا گیا تھا۔ ایک رات بلی اپنے بیڈ روم میں سو رہی تھی۔ اس نے سونے سے پہلے اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ کمرے میں کوئی غیر معمولی بات ہو تو اس کی آنکھ کھل جائے۔ اور آنکھ کھل گئی تھی۔ بیڈ روم کا دروازہ مقفل تھا اور کوئی اسے ایک تار کے ذریعے بڑی ہنرمندی سے کھول رہا تھا۔ بلی نے آنکھیں بند کرلیں جیسے سو رہی ہو۔ اسے خود پر اعتماد تھا کہ چور خواہ کتنا ہی خطرناک ہو' وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے نمٹ لے گی۔ چور کے تمام ہتھیار بے کار ہو جائیں گے۔

دروازہ کھل گیا۔ کمرے کی نیم تاریکی میں بلی نے ایک آنکھ کو ذرا سا کھول کر دیکھا۔ ایک قد آور صحت مند شخص ایک بہت بڑی اٹیچی اٹھائے اندر آیا۔ پھر اندر سے دروازے کی چٹخنی چڑھا دی۔ اس بڑی اٹیچی کو ایک طرف رکھ کر بلی کے قریب آیا پھر اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "اے اٹھو۔"

اس نے دونوں آنکھیں کھول کر دیکھا۔ آنے والے نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "خبردار! شور نہ مچانا۔ میرے پاس ریوالور ہے مگر تمہارا گلا دبوچنے کے لئے ایک ہاتھ کافی ہے۔ چلو اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔"

وہ بستر پر بیٹھ کر بولی۔ "کون ہو تم؟"

"میں ڈاکو نہیں ہوں۔ بدمعاش بھی نہیں ہوں۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ بہت مجبور ہو کر یہاں آیا ہوں۔"

بلی نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ وہ سانس روک کر بولا۔ "اچھا تو ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ میری ہی برادری سے تعلق رکھتی ہو؟"

"تم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ سچ بتاؤ کون ہو؟"

"یہی سوال میں تم سے کرتا ہوں کیونکہ میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بچتا اور چھپتا ہوا یہاں آیا ہوں۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہاں بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی مل جائے گی۔ مجھے یقین ہے تم اپنی اصلیت نہیں بتاؤ گی۔"

اس نے اپنے لباس سے ایک ریوالور نکالا۔ بلی نے بھی پھرتی سے تکیے کے نیچے سے ایک ریوالور نکال لیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کا نشانہ لیا۔ وہ بولی۔ "تم مجھے زخمی کر کے میرے چور خیالات پڑھو گے۔ میں بھی تمہیں زخمی کر کے یہی کروں گی۔ یا پھر ہم دونوں ایک دوسرے کو ہلاک کر دیں گے۔ بولو کیا ارادہ ہے؟"

"باہر بھی میرے لئے موت تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہاں بھی ایسا ہی کچھ ہو سکتا ہے۔ کیا مجھ سے کوئی سمجھوتا کرو گی؟"

"ہاں۔ میں ٹیلی پیتھی جیسی غیر معمولی صلاحیت رکھنے کے باوجود گمنامی کی پُرسکون زندگی گزار رہی ہوں۔ اس لئے سمجھوتا کروں گی کہ آج کے بعد تم ادھر کا رخ نہیں کرو گے

اور نہ ہی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے گھر کا راستہ دکھاؤ گے۔"

"تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ اگر تم میری ایک امانت دیانت داری سے رکھو گی اور کسی سے اس امانت کا ذکر نہیں کرو گی تو میں یہاں صرف ایک بار اپنی امانت واپس لینے آؤں گا اور ہمیشہ تمہارا احسان مند اور شکر گزار رہوں گا۔"

بلی نے ایک طرف رکھی ہوئی بڑی سی اٹیچی کو دیکھا پھر پوچھا۔ "اس میں کیا ہے؟"

"میں یہی امانت تمہارے پاس رکھنا چاہتا ہوں لیکن پہلے معلوم ہونا چاہئے کہ تم کون ہو؟ یہ اندیشہ ہے کہ تمہارا تعلق میرے دشمنوں سے ہو سکتا ہے۔"

"عقل سے سوچو' میرا تعلق کسی سے بھی ہوتا تو میں یوں گمنامی کی زندگی نہ گزارتی۔ کوئی دوست یا دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔"

وہ کچھ سوچ کر بولا۔ "ہوں۔ میں ابھی مجبور ہوں۔ تم پر بھروسا کرنا ہی پڑے گا۔ میں ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تم میری یہ اٹیچی امانت کے طور پر رکھ لو۔"

"اس اٹیچی میں کیا ہے؟"

وہ ذرا ہچکچایا پھر بولا۔ "ہماری دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے اہم راز اور تحریری دستاویزات' وڈیو فلموں اور مائیکرو فلموں کی صورت میں ہیں۔ یہ اتنے اہم ہیں کہ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "آگے کچھ نہ بولو۔ میں سمجھ گئی۔ تم ٹی آر بھاٹیا ہو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "او گاڈ! میں شیطان کی طرح مشہور ہو گیا ہوں۔ تم بھی مجھے جانتی ہو۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ یہ کتنی اہم دستاویزات ہیں۔ اس اٹیچی میں امریکا کی جان اٹکی ہوئی ہے۔ نیلماں اور پورس مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"ہاں بھارتی اور امریکی جاسوس یہاں آچکے ہیں۔ کسی نے مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے نہیں پہچانا ہے اور نہ کبھی پہچان سکتے ہیں۔ یہاں تمہاری امانت محفوظ رہے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہ اٹیچی یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ کوئی محفوظ پناہ گاہ ملے گی تو اسے واپس لینے آؤں گا۔ ضرورت پڑی تو خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ بلی نے اس اٹیچی کو اٹھایا۔ وہ بہت بھاری تھی۔ اس نے اسے گھسیٹتے ہوئے لا کر بستر کے نیچے چھپا دیا۔

دو دنوں کے بعد بلی ڈونا نے صبح کا اخبار پڑھا تو چونک گئی۔ ایک خبر شائع ہوئی تھی۔ "معتبر ذرائع سے پتا چلا ہے کہ جس ٹی آر بھاٹیا کو کئی دنوں سے تلاش کیا جا رہا ہے' اس کا تعلق ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی بلی ڈونا سے ہے۔ امریکی سراغ رساں بلی ڈونا کو تلاش کر رہے ہیں۔"

بلی نے یہ خبر پڑھ کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ وہ روپوش رہ کر گمنامی سے ایک پُرسکون زندگی گزار رہی تھی۔ اتنے سکون والی زندگی میں اچانک ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ اس خبر کی وجہ سے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی زبان پر گمشدہ بلی ڈونا کا نام آگیا تھا۔

○☆○

اگر ایک ہزار آدمی دنیا کے تمام ممالک کے شہروں اور بستیوں میں گھومتے رہیں اور اپنے جیسا کوئی شخص تلاش کرتے رہیں تو ان میں سے کسی ایک کو اپنا ہم شکل ضرور ملے گا۔ اگر وہ مکمل طور پر ہم شکل نہیں ہو گا تو اس سے مشابہت ضرور رکھتا ہو گا۔ ان کے انداز اور رکھ رکھاؤ میں فرق ہو گا لیکن چہرے ملتے جلتے ہوں گے۔

اور اگر چہروں میں معمولی سا فرق ہو تو پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس فرق کو بہ آسانی ختم کیا جا سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ موجودہ دور میں قدرتی طور پر ایک ہم شکل کا پیدا ہونا۔ یا پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہم شکل کو پیدا کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس کے باوجود دو ہم شکل افراد کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ ایک کو تو پہلے دیکھا تھا۔ پھر یہ دوسرا اس کی طرح کہاں سے آگیا؟

پورس نے جب شی تارا کو دیکھا تو ایکدم سے چونک گیا۔ دماغ میں فوراً سوال پیدا ہوا کہ یہ دوسری کہاں سے آگئی ہے؟

سرخ سگنل کے باعث دونوں کی کاریں ایک دوسرے سے ذرا فاصلے پر برابر آکر رک گئی تھیں۔ پورس کی نظریں ونڈ اسکرین کے پار... سگنل کو دیکھ رہی تھیں۔ اسے آگے جانے کی جلدی تھی۔ اگر انسان کی طرح سگنل کا بھی دماغ ہوتا تو وہ اس کے اندر گھس کر سرخ لائٹ کو سبز لائٹ میں بدل دیتا۔ پھر تیزی سے ذرا ئیو کرتا ہوا چلا جاتا لیکن سگنل اپنے مقررہ وقت پر اسے راستہ دینے والا تھا۔

اس نے ناگواری سے دائیں طرف سر گھمایا تو سڑک کے دوسرے ٹریک پر کھڑی ہوئی کار میں شی تارا دکھائی دی۔ پہلے تو پورس کو یقین نہیں آیا کہ اسے زندہ دیکھ رہا ہے لیکن

وہ خواب نہیں تھا۔ وہ پورے ہوش و حواس میں رہ کر کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا' وہ شی تارا ہو یا نہ ہو لیکن اس کی ہم شکل ضرور ہے۔

اب یہ تجسس پیدا ہوا کہ وہ کون ہے؟ ایسے ہی وقت دائیں طرف مڑ جانے کا سگنل سبز ہو گیا۔ اس کا ڈرائیور کار آگے بڑھا کر جانے لگا۔ پورس الجھ گیا کہ اس کا تعاقب کیسے کرے؟ کیونکہ وہ چوراہا کراس کر کے سیدھے راستے پر جانے والے ٹریک پر تھے۔ اس ٹریک پر سے دائیں طرف مڑنا خلافِ قانون تھا لیکن شی تارا کو دیکھ لینے کے بعد وہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

وہ قانون کے خلاف کار کو آگے بڑھا کر دائیں طرف مڑ گیا۔ اس وقت تک شی تارا کی کار بہت آگے نکل گئی تھی۔ اس کی اور شی تارا کی کار کے درمیان کئی گاڑیاں تھیں۔ پھر کولڈ ڈرنک سپلائی کرنے والی ایک لمبی سی گاڑی بھی دیوار بن کر اس کے آگے چل رہی تھی۔ اسے اوور ٹیک کرنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ اس پر مشکل یہ آپڑی کہ خلافِ قانون ٹرن لینے پر ایک ٹریفک سارجنٹ پیچھے پڑ گیا۔ وہ اپنی موٹر سائیکل کا سائرن بجاتا چلا آ رہا تھا۔

سارجنٹ قریب پہنچ کر کہہ رہا تھا۔ "اپنی کار ایک سائیڈ میں لا کر روک دو۔"

پورس اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے اپنی موٹر سائیکل کو ایک سائیڈ میں لا کر روک دیا پھر تعجب سے سوچنے لگا۔ "میں نے اس کار والے کو کیوں نہیں روکا؟ خود یہاں کیوں رک گیا ہوں؟ مجھے اس کا تعاقب کرنا چاہئے۔"

وہ اپنی موٹر سائیکل دوبارہ اسٹارٹ کرنے لگا لیکن نہ کر سکا۔ جب بھی وہ اسٹارٹر پر پیر رکھتا تھا' پورس کی مرضی کے مطابق پیر پھسل جاتا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے سارجنٹ سے پیچھا چھڑانے میں جتنی دیر لگی اتنی دیر میں شی تارا کی کار آگے نہ جانے کہاں چلی گئی تھی پھر بھی وہ تیز رفتاری سے آگے بڑھتا رہا۔

وہ پچھلے دنوں نندہ رانی کی جاگیر میں آلۂ کار کے ذریعے گیا تھا۔ اس کے مندر میں گھس کر نتالیہ کو وہاں سے لے آیا تھا لیکن نندہ رانی سے اس کا سامنا نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اس نے نندہ رانی کی کوئی تصویر دیکھی تھی۔ اگر وہ اسے دیکھ لیتا تو وہیں معلوم ہو جاتا کہ نیلماں نے جس نندہ رانی کے جسم میں سما کر نئی زندگی حاصل کی ہے' وہ شی تارا کی ہم شکل ہے۔

اس نے شی تارا کی آخری سانسوں تک اس کے اندر نیلماں کو پایا تھا اس لئے دماغ میں یہ بات آ رہی تھی کہ وہ شی تارا نظر آنے والی دوشیزہ نیلماں ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ نیلماں ہو سکتی ہے تو پھر نندہ رانی کون تھی؟ اس کے اندر بھی تو نیلماں تھی۔

پھر ایک خیال آ رہا تھا کہ نیلماں' نندہ رانی کے اندر تھی لیکن فہمی کے خوف سے فرار ہو کر ایک شی تارا کی ہم شکل کو دیکھ کر نیلماں نے نندہ رانی کا جسم چھوڑ دیا ہو گا اور اس شی تارا کے جسم میں سما گئی ہو گی جو ابھی کار میں جا رہی ہے۔

ایک مارکیٹ کے پارکنگ ایریا میں وہ کار نظر آ گئی۔ کار کا وہی کلر اور وہی نمبر تھا لیکن وہ قریب پہنچا تو کار کے اندر وہ نظر نہیں آئی۔ ڈرائیور اس کار کو سست رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا پارکنگ ایریا سے باہر جانا چاہتا تھا۔ پورس نے اسے روک کر پوچھا۔ "پچھلی سیٹ پر ایک مس بیٹھی ہوئی تھیں' وہ کہاں ہیں؟"

ڈرائیور نے کہا۔ "وہ مارکیٹ کے اندر گئی ہیں۔"

"تم انہیں چھوڑ کر جا رہے ہو؟"

"میں ایجنسی میں کار واپس لے جا رہا ہوں۔ مس نے یہ کار رینٹ پر حاصل کی تھی۔ یہاں تک آنے کا کرایہ ادا کر کے جا چکی ہیں۔"

"مس نے یہ کار کرائے پر حاصل کرتے وقت اپنا نام اور پتا ایجنسی میں لکھوایا ہو گا۔ کیا تم مس کا نام جانتے ہو؟"

"سوری سر! میں نام نہیں جانتا۔ آپ کو ہماری ایجنسی سے معلوم ہو جائے گا۔"

وہ رینٹڈ کار والا چلا گیا۔ پورس تیزی سے چلتا ہوا مارکیٹ کے اندر گیا۔ کوئی تجسس پیدا کرے اور نظروں سے اوجھل ہو جائے تو اندر بڑی بے قراری پیدا ہو جاتی ہے۔ بے چینی اِدھر سے اُدھر دوڑاتی ہے۔ اس کی طلب بڑھتی جاتی ہے۔ مارکیٹ دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ ایک ایک دکان' ایک ایک گلی میں اسے ڈھونڈتا رہا۔ سوچتا رہا' جو اس کے سامنے مر چکی تھی اور جسے چتا میں جلا دیا گیا تھا اور جس کا جسم جل کر راکھ ہو گیا تھا' وہ راکھ ہونے والا جسم دوبارہ کیسے مجسم ہو سکتا تھا؟ یہ بات بالکل ہی ناممکن تھی۔

آنکھوں دیکھی بات جیسے غلط ثابت ہو رہی تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں سے شی تارا کے مردہ جسم کو جلتے اور راکھ ہوتے دیکھا تھا۔ فی الحال یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ شی تارا کی ہم شکل ہے۔ وہ بیچ بازار میں آ کر ایسے گم ہو گئی تھی جیسے آنکھ مچولی کھیل رہی ہو۔ ایک چیلنج بن گئی ہو کہ آؤ اور مجھے ڈھونڈ نکالو۔

مارکیٹ بڑی تھی اور کئی منزلہ تھی۔ اسے ڈھونڈنے میں کافی وقت گزر گیا۔ جب وہ نظر نہیں آئی تو اس نے ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ کر ایجنسی کا فون نمبر معلوم کیا پھر ایجنسی کے منیجر سے رابطہ کر کے اس کار کے بارے میں پوچھا۔ "ایک مس نے وہ کار آپ سے رینٹ پر لی تھی۔ کیا آپ اس کا نام اور پتا بتا سکتے ہیں؟"

منیجر نے پوچھا۔ "آپ کون ہیں؟"

"میں ایک انکوائری افسر ہوں۔"

"کس قسم کے انکوائری افسر ہیں؟ کس ڈپارٹمنٹ سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"میرا ڈپارٹمنٹ نہ پوچھو۔ سوال کا جواب دو۔"

"سوری۔ آپ یہاں تشریف لائیں۔ اپنا شناختی کارڈ دکھائیں پھر آپ کے ہر سوال کا جواب دیا جائے گا۔"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ پورس نے جھنجلا کر سوچا۔ "مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں خواہ مخواہ فون پر وقت ضائع کر رہا ہوں جبکہ اس منیجر کی کھوپڑی میں پہنچ سکتا ہوں۔"

وہ منیجر کے اندر پہنچ گیا۔ اس رینٹڈ کار کے نمبر کے حوالے سے معلوم کیا کہ اسے رینٹ پر حاصل کرنے والی کا نام کیا ہے؟

اس کے چور خیالات نے بتایا۔ "شی تارا۔"

پورس کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ اس نے شدید حیرانی سے سوچا۔ "یہ کیسے ممکن ہے' صورت شکل بھی وہی اور نام بھی وہی؟"

وہ چتا میں جلنے کے بعد راکھ ہوئی۔ راکھ ہونے کے بعد خاک ہوئی۔ یہ سب کہتے ہیں کہ انسان خاک کا پتلا ہے' کیا وہ خاک پھر شی تارا کا پتلا بن گئی ہے؟

ایسا تو کبھی نہیں ہوتا۔

اس نے رینٹڈ کار ایجنسی میں ہوٹل شیرٹن کا پتا لکھوایا تھا۔ وہ کمرا نمبر دو سو دو میں رہائش پذیر تھی۔ وہ اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اسے بڑی دیر تک تلاش کرتا رہا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ واپس ہوٹل پہنچ گئی ہو۔ وہاں اس سے ملاقات کی توقع تھی۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے ہوٹل شیرٹن کے انکوائری کلرک سے پوچھا۔ "کیا مس شی تارا آپ کے روم نمبر ٹو او ٹو میں قیام کرتی ہیں؟"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "جسٹ اے منٹ۔۔۔ ہولڈ آن۔۔۔"

وہ فون کو کان سے لگائے انتظار کرتا رہا پھر دوسری طرف سے نیلماں کی آواز سن کر حیران رہ گیا۔ وہ پوچھ رہی تھی۔

"ہیلو۔ کون ہے؟"

وہ حیرانی سے بولا۔ "نیلماں؟"

اس نے پوچھا۔ "کون نیلماں؟"

"دیکھو انجان نہ بنو۔ تم نے پھر ایک شی تارا کی ہم شکل کو تلاش کر کے اس کا جسم حاصل کیا ہے اور اس کے اندر سما کر نئی زندگی گزار رہی ہو۔"

"کیا بکواس ہے؟ یہ کس قسم کی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تم کوئی ایب نارمل شخص ہو؟ یا رانگ نمبر پر بول رہے ہو؟"

فون بند کر دیا گیا۔ پورس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لیا۔ پورس نے اپنے گونگے فون کو دیکھا۔ اس کے سانس روکنے اور خیال خوانی کی لہروں کو دماغ سے نکالنے کا عمل کہہ رہا تھا کہ وہ نیلماں ہے۔ آواز بالکل اسی کی طرح تھی۔

اس نے دوبارہ فون سے رابطہ کیا۔ ہوٹل کے ایکسچینج سے کہا گیا۔ "کمرے میں کوئی فون اٹینڈ نہیں کر رہا ہے۔ شاید وہ کمرے سے کہیں باہر گئی ہیں۔"

اس نے انکوائری کلرک سے رابطہ کیا۔ اس نے جواب دیا۔ "مس شی تارا نے کمرا چھوڑ دیا ہے۔ چیک آؤٹ کے لئے ابھی کاؤنٹر پر آئی ہیں۔"

"پلیز۔ اس سے بات کراؤ۔"

چند سیکنڈ بعد پھر نیلماں کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا۔ "سوری۔ میں نے نیلماں کہہ دیا تھا۔ تم شی تارا ہو۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ پلیز میرا انتظار کرو۔ میں آ رہا ہوں۔"

وہ بولی۔ "آخر تم ہو کون؟ میں کیوں تمہارا انتظار کروں۔ تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں فلرٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ نہ کسی اجنبی سے دوستی کرتی ہوں اور نہ کسی آئیڈیل کا انتظار کرتی ہوں۔"

اس نے پھر فون بند کر دیا۔ پورس اس سے گفتگو کے دوران میں اپنی جیبیں ٹٹول رہا تھا۔ اس ڈبیا کو تلاش کر رہا تھا' جس میں نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول تھے۔ وہ کیپسول کے ذریعے چند سیکنڈ میں اس کے پاس ہوٹل میں پہنچ سکتا تھا۔ اس کی داڑھ میں نادیدہ بنانے والی ایک گولی ضرور ہوتی تھی۔ وہ نادیدہ ہو سکتا تھا لیکن کیپسول کے بغیر وہاں چشم زدن میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

دراصل وہ لباس کو تبدیل کرتے وقت اس اتارے ہوئے لباس کی ایک جیب میں ڈبیا کو بھول آیا تھا۔ وہ جھنجلا کر رہ گیا۔ کار کے ذریعے ہوٹل تک جانا گویا وقت ضائع کرنا تھا۔ اس کے ہوٹل پہنچنے تک پتا نہیں وہ کتنی دور جا چکی ہوتی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ایک ماتحت سے کہا۔ "فوراً ریلوے اسٹیشن جاؤ اور وہاں شی تارا کی ہم شکل کو تلاش کرو۔ وہ کسی پلیٹ فارم یا کسی ٹرین میں نظر آسکتی ہے۔"

وہ اپنی کار اسٹارٹ کرکے ائرپورٹ کی طرف جانے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے نتاشا کو اس شی تارا کے متعلق بتانے لگا جو نیلماں کی آواز اور لہجے میں بول رہی تھی۔

نتاشا نے پوچھا۔ "کیا وہ ہوٹل میں تھی؟ اس کا مطلب ہے وہ اس شہر میں نہیں رہتی ہے۔"

"اسی لئے میرا ایک ماتحت ریلوے اسٹیشن گیا ہے اور میں ائرپورٹ کی طرف جارہا ہوں۔"

"پورس! وہ کسی فلائنگ کلب سے طیارہ یا ہیلی کاپٹر بھی کرائے پر لے سکتی ہے۔ وہ شاید ہی تمہارے ہاتھ آسکے۔"

"مجھ سے بھول ہوگئی۔ جہاں سگنل کے پاس پہلی بار اسے دیکھا تھا وہیں نادیدہ بن کر اپنی کار سے نکل کر اس کی کار میں جاکر بیٹھ سکتا تھا اور اس کی مصروفیات کو خاموشی سے دیکھ سکتا تھا۔ اس طرح اس کے کسی خفیہ ٹھکانے پر بھی پہنچ جاتا۔"

"دراصل تم اچانک شی تارا کو زندہ دیکھ کر الجھ گئے تھے۔ یہ الجھن اور پیچیدگی سب ہی کے لئے ہوگی۔ بعد میں نیلماں کی آواز اور لہجہ سن کر یقین آرہا ہے کہ اس نے پھر سے ایک شی تارا کی ہم شکل کو ڈھونڈ لیا ہے۔"

وہ ائرپورٹ پہنچ گیا۔ وہاں ہر جگہ اسے تلاش کرتا رہا۔ اپنے ماتحت سے بھی رابطہ کرتا رہا۔ وہ نہ ائرپورٹ پر نظر آرہی تھی اور نہ ہی ریلوے اسٹیشن پر۔ دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے ایک فلائنگ کلب کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ "نتاشا! میں اپنی تسلی کے لئے جارہا ہوں۔ وہ نادان نہیں ہے۔ کسی فرضی نام سے طیارہ یا ہیلی کاپٹر کرائے پر لے کر جائے گی اور دھوکا دینے کے لئے خیال خوانی کے ذریعے فلائنگ کلب والوں کے دماغوں پر حاوی رہے گی۔"

"وہ ہاتھ نہیں آئے گی۔ اسے فرار ہونے کا موقع مل گیا ہے۔ تم اس کے تعاقب میں وقت ضائع کررہے ہو۔"

"میں وقت ضائع نہیں کرتا۔ یہ تو معلوم کرسکتا ہوں کہ فلائنگ کلب کے اہم افراد تھوڑی دیر کے لئے غائب دماغ رہے تھے یا نہیں؟ اگر وہ غائب دماغ رہے ہوں گے تو یہ معلوم ہوسکے گا کہ ان کا طیارہ یا ہیلی کاپٹر کہاں تک گیا ہے۔ اس کا پائلٹ بیان دے سکتا ہے کہ اسے کس مقام پر اتارا گیا ہے۔"

اس نے فلائنگ کلب پہنچ کر وہاں کے متعلقہ افسران کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ کسی بھی وقت غائب دماغ نہیں رہے تھے۔ نیلماں وہاں نہیں گئی تھی۔ وہ تھک ہار کر اپنی ایک عارضی رہائش گاہ میں آیا۔ نتاشا اور نتالیہ نے دوسری جگہ رہائش اختیار کی تھی۔ ایسا احتیاطاً کیا گیا تھا۔ ایک ساتھ ایک جگہ رہنے سے اندیشہ تھا کہ وہ بیک وقت دشمن کے جال میں پھنس سکتے ہیں۔

اس نے اپنے ایک چھوٹے سے بنگلے میں آکر گھڑی دیکھی۔ تقریباً پانچ گھنٹے ضائع ہوچکے تھے۔ وہ اسے کسی طرح گرفت میں لینے کے لئے بڑی دیر تک تلاش کرتا رہا تھا۔ وہ بنگلے میں داخل ہوکر سب سے پہلے باتھ روم میں گیا۔ وہاں اتارے ہوئے لباس کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر دیکھا۔ نادیدہ گولیاں اور فلائنگ کیپسول جس ڈبیا میں رکھے ہوئے تھے وہ ڈبیا نہیں ملی۔ وہ پریشان ہوکر میز پر' الماری میں اور ورازو غیرہ میں تلاش کرنے لگا۔

تب اسے نیلماں کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ بولی۔ "اس ڈبیا کی ضرورت مجھے زیادہ تھی۔ اب وہ میرے پاس ہے۔"

اس کی آواز سنتے ہی پورس اپنی داڑھ میں دبی ہوئی گولی کو نگل کر نادیدہ ہوگیا۔ اسے پھر نیلماں کا قہقہہ سنائی دیا۔ "پورس! بہت چالاکیاں دکھا چکے ہو۔ اب کوئی چال کامیاب نہیں ہوسکے گی۔ تمہارے نادیدہ ہونے سے پہلے ہی میں تمہارے جسم میں سما چکی ہوں۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ بولی۔ "تم نے بھی میرے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ جب میں شی تارا کے جسم میں سمائی تھی اور آشرم کے بیڈ روم میں تھی تو تم نادیدہ بن کر میرے جسم میں سما گئے تھے۔ میں نے تم سے کتنی التجائیں کی تھیں۔ تمہارے تیس عدد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس کرنے پر راضی ہوگئی تھی۔ تمہاری بڑی سے بڑی شرط ماننے کو تیار تھی مگر تم نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ آخر مجھے تم سے نجات حاصل کرنے کے لئے شی تارا کے جسم کو چھوڑنا پڑا۔ میں تو شی تارا کے مُردہ جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں نئی زندگی پارہی ہوں۔ تمہارا کیا بنے گا؟ تم مرنے کے بعد بھی دوسرا جسم حاصل کرنے کی شکتی نہیں رکھتے ہو۔ اب تو تمہیں مرنے کے بعد ہی مجھ سے نجات ملے گی۔"

وہ بہت بڑی بازی جیت کر فاتحانہ انداز میں بولتی جارہی تھی۔ پورس خیال خوانی کے ذریعے نتاشا کو بتا رہا تھا کہ وہ

کتنے بڑے عذاب میں مبتلا ہوگیا ہے۔

نتاشا نے پریشان ہوکر کہا "یہ کیا ہوگیا ہے؟ وہ تو اب مرتے دم تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔"

"مصیبت میں پریشان ہونے سے پریشانی اور بڑھ جاتی ہے۔ فی الحال میری ضروری ہدایات پر عمل کرو۔ نتالیہ کے ساتھ مجھ سے دور رہو۔ مجھ سے دماغی رابطہ بھی نہ رکھو۔ میں تم سے رابطہ رکھوں گا۔"

وہ نتاشا کو ضروری ہدایات دینے لگا۔ نیلماں اس کے اندر خاموش تھی اور دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کیا جوابی کارروائی کرے گا؟ لیکن وہ خاموشی سے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بولی۔ "تمہاری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔ ضرور کوئی مکاری دکھانے والے ہو۔"

وہ بولا۔ "جو ذہین' حاضر دماغ یا مکار ہوتے ہیں' وہ کبھی چوہے دان میں نہیں پھنستے۔ مجھ جیسے پھنسنے والے کو تم مکار کہہ رہی ہو۔ ہاہاہا۔"

وہ قہقہے لگانے لگا۔ قہقہے لگانے کا انداز ایسا تھا جیسے نیلماں کا مذاق اڑا رہا ہو۔ وہ بڑی سنجیدگی سے ان قہقہوں کا مطلب سمجھنے کی کوشش کررہی تھی۔

○☆○

ابتدا میں یہودیوں کے پاس نہ فوج تھی' نہ ہتھیار تھے۔ نہ ایسی طاقت تھی جس کے بل پر وہ دنیا کے نقشے پر اسرائیل جیسا ملک قائم کرلیتے۔ امریکا اور دوسرے بڑے ممالک نے انہیں ہر طرح کی مالی امداد دی۔ ہتھیاروں کے علاوہ ایٹمی ٹیکنالوجی دی۔ اقوام متحدہ میں ایک نئے ملک اسرائیل کے قیام کی حمایت کی۔ اس طرح یہ یہودی رائی سے پربت بن گئے۔

امریکا ایک ایسا ملک ہے' جو اب تک اسرائیل کی جڑیں مضبوط کرتا رہا ہے۔ یہ محض اس لئے کہ عالم اسلام کے خلاف ایٹم بم کے علاوہ یہودیوں کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور کیا جارہا ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یہودی اسلام کی ابتدا سے مسلمانوں کے دشمن رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ یہودی کبھی مسلمان کے دوست نہیں ہوسکتے۔ مسلمانوں کے لئے تاکید ہے کہ یہودیوں سے نہ دوستی کریں' نہ ان پر اعتماد کریں۔

ان حقائق کی بنا پر امریکا اور یورپ نے دیکھا کہ اسلام ان کے اپنے ممالک میں بھی پھیلتا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان' افغانستان' ایران' مشرقِ وسطیٰ اور افریقہ کے تمام اسلامی ممالک متحد ہوکر دنیا کی سب سے بڑی قوت بن سکتے ہیں تو ان ممالک نے مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کے ذریعے محاذ آرائی شروع کی۔ اس طرح آج اسرائیل دو سو ایٹم بم اور جدید میزائل وغیرہ تیار کرکے عالم اسلام کے لئے بہت بڑا خطرہ بن گیا ہے۔

اس کے برعکس تمام اسلامی ممالک کے سربراہ یا تو عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں یا امریکا کے مقروض ہوکر اس کی مرضی کی حکومتیں قائم کرکے اپنے ملک اور مسلمانوں کو ناخواندہ اور کمزور بنا رہے ہیں۔ صرف ایران اور لیبیا جیسے ممالک امریکی اور اسرائیلی شکنجے میں نہیں ہیں۔ باقی اسلامی ممالک میں عوامی سطح پر اسلامی تحریکیں زور پکڑ رہی ہیں اور ثابت کررہی ہیں کہ اسلام بڑھتے رہنے' پھلتے پھولتے رہنے اور تاقیامت قائم رہنے کے لئے ہے۔

امریکا اور اسرائیل کے درمیان اکثر اختلافات ہوتے ہیں لیکن کسی اسلامی ملک اور مسلمانوں سے نمٹنا ہو تو وہ اپنے اختلافات پس پشت ڈال کر متحد ہوجاتے ہیں۔ اس بار بھی امریکا اور اسرائیل کے اکابرین نے ایک خفیہ اجلاس میں اس تشویش کا اظہار کیا کہ ان کی کئی اہم خفیہ دستاویزات چرالی گئی ہیں اور وہ کسی دن بھی ٹی آر بھاٹیا کے ذریعے ایران پہنچائی جاسکتی ہیں۔

اسرائیلی آرمی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم نے امریکی اکابرین سے کہا۔ "ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہماری خفیہ دستاویزات کو ایران پہنچانے سے پہلے ہی ٹی آر بھاٹیا کو تلاش کرکے اسے گولی مار دی جائے اور اگر وہ ہاتھ نہ آئے اور ہمارے اہم راز ایران پہنچ جائیں تو فوراً ہم اپنی سیاسی پالیسیوں میں ایسی تبدیلیوں کا اعلان کردیں کہ ان تبدیلیوں کے باعث چرائی ہوئی دستاویزات کی اہمیت ختم ہوجائے۔"

امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ان دستاویزات میں ہماری فوج کے کئی اہم راز ہیں۔ ایران ان رازوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "ہم فوجی معاملات میں بھی تبدیلیاں لاسکتے ہیں۔ مثلاً ایٹم بموں کی تیاری اور ذخیرہ کرنے کے مراکز تبدیل کرکے انہیں کسی دوسرے مقام پر پہنچایا جاسکتا ہے۔ چرائی ہوئی دستاویزات میں جو منصوبے درج ہیں ان منصوبوں کو بھی تبدیل کیا جاسکتا ہے۔"

"ایسا کرنے میں کچھ وقت بھی لگے گا اور پریشانی بھی ہوگی لیکن ٹی آر بھاٹیا گرفتار نہیں ہوگا اور وہ دستاویزات

ہمیں واپس نہیں ملیں گی تو ہمیں سیاسی اور فوجی معاملات میں بہت سی تبدیلیاں کرنی ہی پڑیں گی۔"

امریکا کے ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "مسٹر آدم! آپ کی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا مسلمان ہوگئی ہے۔ پارس کی شریکِ حیات اور اس کے بچے کی ماں بن چکی ہے۔ کیا اب اس یہودی الپا کو اسرائیل اور یہودیوں سے کوئی محبت نہیں رہی۔"

برین آدم نے کہا۔ "یہ سنی سنائی بات ہے کہ الپا مسلمان ہوگئی ہے۔ وہ پارس کی شریکِ حیات اور اس کے بچے کی ماں بننے کے باوجود یہودی ہے اور یہودی مفادات کے لئے ہمارے کام آتی رہتی ہے۔"

"پھر آپ الپا سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ مملکتِ اسرائیل سے چرائی ہوئی دستاویزات واپس لا کر دے۔"

برین آدم نے کہا۔ "وہ دستاویزات الپا کے پاس نہیں' ٹی آر بھائیا کے پاس ہیں جو کسی کے ہاتھ نہیں آرہا ہے۔"

"لیکن وہ پارس کے ذریعے ایرانی حکام سے کہہ سکتی ہے کیونکہ... ٹی آر بھائیا ایک ایرانی عامل کا تابعدار ہے۔ وہ اس عامل سے اور بھائیا سے خفیہ دستاویزات لے کر انہیں پڑھے بغیر واپس کر سکتے ہیں۔"

"آپ کیا سمجھتے ہیں کہ الپا ایسی کوشش نہیں کر رہی ہے؟ اس نے ایرانی حکام سے پارس اور فرہاد کے ذریعے رابطہ کیا ہے۔ ایرانی حکام نے کہا ہے کہ اس ایرانی عامل اور بھائیا سے خود ان کا رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ پتا نہیں وہ ایرانی عامل کہاں... روپوش ہے اور ان دستاویزات کو ایران پہنچانے میں تاخیر کیوں کر رہا ہے؟"

"ہو سکتا ہے' ایرانی حکام الپا سے جھوٹ بول کر اسے ٹال رہے ہوں۔"

"وہ سچ بول رہے ہیں۔ ہم اور آپ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں کہ ہماری خفیہ دستاویزات ایران پہنچی ہوں تو ایرانی حکام ہمارے خلاف کئی سیاسی اقدامات کر چکے ہوتے۔"

"ہو سکتا ہے' وہ کسی مناسب موقع پر اقدامات کرنا چاہتے ہوں۔"

"ایسے شبہات میں مبتلا ہونے سے بہتر ہے کہ ہم سب حالات کا صحیح تجزیہ کریں۔ کیا آپ سب نے اخبارات میں نہیں پڑھا ہے کہ ٹی آر بھائیا ہندوستان میں ہے اور اس کا رابطہ بلی ڈونا سے رہتا ہے؟ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایرانی عامل حکومتِ ایران سے بدظن ہے اور بھائیا کے ذریعے بلی ڈونا سے دوستی کر چکا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ بھائیا کے علاوہ اب بلی ڈونا کو بھی تلاش کرنا ہوگا۔"

یہ باتیں امریکی اور اسرائیلی اکابرین کی خفیہ اجلاس میں ہو رہی تھیں۔ ان کے علاوہ روس' فرانس اور جرمنی وغیرہ جیسے بڑے ممالک بھی ایک دوسرے سے یہی کہہ رہے تھے کہ اپنی اپنی خفیہ دستاویزات حاصل کرنے کے لئے انہیں بھائیا کے علاوہ بلی ڈونا کو بھی تلاش کرنا ہوگا۔

بلی ڈونا نے جس دن وہ اخبارات پڑھے تھے اس دن سے اس کا سکون برباد ہوگیا تھا۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور ہو کر گمنامی کی زندگی گزار رہی تھی۔ یوں گمنام رہ کر وہ دشمنوں سے اور تمام پریشانیوں سے محفوظ تھی لیکن اس ڈی بھائیا نے ایک رات بلی کی خواب گاہ میں آکر اس کی پُرسکون زندگی میں ہلچل پیدا کر دی تھی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ڈی بھائیا کو مخاطب کیا اور پوچھا۔ "کیا تم نے آج کا اخبار پڑھا ہے؟"

"ہاں۔ میں نے کئی اخبار والوں کو خیال خوانی کے ذریعے سحرزدہ کر کے یہ خبر چھپوائی ہے کہ میرا تم سے رابطہ رہتا ہے۔"

"تم نے میری پُرسکون زندگی میں ہلچل پیدا کر دی ہے۔ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟"

"پہلے تو میں یہ نہیں جانتا تھا کہ جس بنگلے کے بیڈ روم میں چوروں کی طرح داخل ہو رہا ہوں' وہاں بلی ڈونا سے یعنی تم سے ملاقات ہوگی۔ میرا مقصد یہ تھا کہ میں کسی کے بھی گھر میں وہ ایٹچی پہنچا کر پھر اخبارات میں خبریں چھپوا کر تمام تلاش کرنے والوں کو یہ بتا دوں کہ میں مدھیہ پردیش کے ایک شہر بلاسپور میں ہوں۔"

"کیا اس ایٹچی میں واقعی دستاویزات ہیں؟"

"بھلا میں ایسی حماقت کیوں کروں گا۔ ایٹچی میں جو کاغذات ہیں' ان میں لکھا ہوا ہے کہ ایران سے میرے تعلقات نہیں رہے لیکن میرا عامل ایرانی مسلمان ہے۔ وہ اسلامی ممالک کی بہتری کے لئے ان دستاویزات کو اپنے پاس محفوظ رکھے گا۔ جب کسی بھی اسلامی ملک کے خلاف جارحانہ اقدامات کئے جائیں گے تو پھر ان دستاویزات کو جارحانہ اقدامات کرنے والے ملک کے خلاف استعمال کیا جائے گا۔"

"تم تو اپنے مطلب کے لئے کام کر رہے ہو' لیکن میرے لئے مشکلات پیدا کر دی ہیں۔"

"مشکلات کیسی؟ تم وہ جگہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ روپوش رہ سکتی ہو۔"

"ایسا تو میں کر ہی رہی ہوں۔ تم سے کہتی ہوں آئندہ مجھ سے دماغی رابطہ نہ رکھنا۔ تم آنا چاہو گے تو میں سانس روک کر تمہیں بھگا دوں گی۔"

"ایسا ظلم نہ کرو۔ میں دل کی بات کہتا ہوں۔ تمہیں دیکھ کر دیوانہ ہوگیا ہوں۔ اگر تمہارے دل میں گنجائش ہے تو مجھے محبت کا جواب محبت سے دو۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں میری ذات سے نقصان کبھی نہیں پہنچے گا۔ میں تمہارے اعتماد اور مرضی کے مطابق تم سے پیار کروں گا اور ہمیشہ تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

وہ ذرا سوچ کر بولی۔ "تم مجھے گھر سے بے گھر کر رہے ہو۔ یہاں میں نے ایک شخص کو دکھاوے کا شوہر بنایا تھا۔ میں جہاں بھی ایک عام عورت کی حیثیت سے پُرسکون زندگی گزارنا چاہوں گی' وہاں میرے ساتھ کسی مرد کا ہونا لازمی ہے۔ اس دیس میں عورت کسی مرد کے بغیر رہ کر بدنام بھی ہوتی ہے اور تجسس بھی پیدا کرتی ہے کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور بے انتہا دولت مند کیسے ہے؟"

"تم درست کہتی ہو۔ پلیز مجھ پر اعتماد کرو۔ میرے ساتھ گمنام بن کر رہو۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

"تم پر بھروسا کرنے کا مطلب ہوگا کہ تمہارے عامل کو میرے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا اور تم اس کے حکم کے مطابق مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "نہ میرا کوئی عامل ہے اور نہ میں کسی کا معمول ہوں۔ میں نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اور تمام بڑے ممالک کو دھوکا دینے کے لئے یہ جھوٹ کہا ہے کہ میں کسی عامل کے زیرِ اثر ہوں اور وہ عامل مجھے اپنی دادی نیلماں سے ملنے کی اجازت نہیں دے رہا ہے۔"

"کیا تم سچ مچ ٹی آر بھائیا... یعنی نیلماں کے پوتے تلک رام بھائیا نہیں ہو؟"

"نہیں' میں نیلماں کو ایک فرضی پوتے ٹی آر بھائیا کو تلاش کرتے رہنے اور بھٹکاتے رہنے کے لئے ایسی چالیں چل رہا ہوں۔"

"تم نیلماں کے خلاف ایسا کیوں کر رہے ہو؟"

"تم مجھے اپنے اعتماد میں لئے بغیر' مجھ سے دوستی اور ملاقات کئے بغیر میرے بہت سے راز جاننا چاہتی ہو۔ انصاف سے کہو' تم سے کوئی مضبوط رشتہ قائم کئے بغیر تمہیں اپنا رازدار کیسے بناؤں؟ بہتر ہے' پہلے تم میرے بارے میں اچھی طرح غور کرو۔ اگر تمہارا دل و دماغ میری طرف مائل ہو اور تم مجھ سے مضبوط رشتہ قائم کرنے پر آمادہ ہو سکو تو مجھے اپنے پاس بلا لینا پھر میں تم سے اپنا کوئی راز نہیں چھپاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں غور کرنے کے بعد جلد ہی تم سے رابطہ کروں گی۔"

بلی ڈونا نے اس سے رابطہ ختم کیا پھر ایک ہینڈ بیگ میں اپنا ضروری سامان رکھ کر اس بنگلے سے دور چلی آئی۔ اس نے اپنے معمول اور تابعدار ڈی شوہر دیوان ورما کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ اس کی دھرم پتنی پچھلی رات سے لاپتا ہے اور اب تک گھر واپس نہیں آئی ہے۔ اس کے جانے کے بعد وہ سمجھ رہا ہے کہ اس کی پتنی نے شاید جادو ٹونے کے ذریعے اسے اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ اس کے لاپتا ہونے کے بعد وہ اپنا قیمتی بنگلا دیکھ کر اور آہنی سیف میں ہیرے جواہرات دیکھ کر حیران ہے کہ وہ اس قدر دولت مند کیسے ہوگیا ہے؟

اس نے یہ تمام باتیں مختلف اخبارات میں چھپوا دیں۔ امریکی اور ہندوستانی سراغرساں یہ خبر پڑھتے ہی اس بنگلے میں آئے۔ دیوان ورما سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے پھر انہوں نے بلی کے بیڈ کے نیچے سے وہ اٹیچی نکال کر اسے کھول کر ان کاغذات کو پڑھا۔ ان کاغذات میں وہی لکھا ہوا تھا' جس کا ذکر ڈی بھائیا نے کیا تھا۔

ان سراغرسانوں کی انکوائری کی یہ رپورٹ بھی اخبارات میں شائع کی گئی۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جنہیں بھائیا کی تلاش تھی' وہ سب مدھیہ پردیش کے شہر بلاسپور میں آنے لگے اور اس شہر کے اطراف کے علاقوں میں بھی بھائیا اور بلی ڈونا کو تلاش کرنے لگے۔

ایک شام بلی ڈونا نے بھائیا سے رابطہ کر کے کہا۔ "میں بنگال کے ایک شہر کھرگپور میں آگئی ہوں۔ میں نے تمہارے بارے میں بہت سوچا ہے اور اسی نتیجے پر پہنچی ہوں کہ ہم دونوں ساتھ رہ کر تمام تلاش کرنے والوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم مجھ پر اعتماد کر رہی ہو۔ کیا میں کھرگپور آجاؤں؟"

"ہاں آجاؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ ڈی بھائیا نے مجھے مخاطب کر کے بتایا کہ وہ بلی ڈونا کا اعتماد حاصل کر چکا ہے اور اس کے ساتھ رہائش اختیار کرنے جا رہا ہے۔ اگر بلی کوئی مکاری کرے تو میں اس پر نظر رکھوں گا اور اس کی مکاری سے اسے محفوظ

رکھ سکوں گا۔ وہ مجھے یہ رپورٹ دے کر چلا گیا۔

○☆○

پورس نے ایک بار نیلماں سے جیسا سلوک کیا تھا' اب نیلماں بھی نادیدہ بن کر پورس کے اندر سما کر اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کر رہی تھی۔ اس نے اسے چیلنج کیا تھا کہ وہ اسے اپنے اندر سے نہیں نکال سکے گا اور وہ ہمیشہ اس کے اندر رہ کر اس کی تمام معصوفیات سے آگاہ ہوتی رہے گی اور اس کا جینا محال کردے گی۔

دیکھا جائے تو پورس اس بلا کے شکنجے میں آگیا تھا اور اس شکنجے سے نکلنا واقعی ممکن نہیں تھا۔ نیلماں کو یقین تھا کہ اب پورس کی کوئی چالاکی کام نہیں آئے گی۔ وہ اپنی تمام ذہانت اور مکاریاں آزما کر ناکام ہونے کے بعد اس کے آگے گھٹنے ٹیک دے گا اور مجبور ہو کر اسے اپنے دماغ میں آنے کا راستہ دے دے گا۔

پہلے تو پورس واقعی پریشان ہوگیا تھا کہ اس بلا کو اپنے اندر سے نہیں نکال سکے گا پھر وہ اچانک قہقہے لگانے لگا۔ اس کے قہقہے بتا رہے تھے کہ وہ اسے اپنے اندر سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکے گا۔

وہ ناگواری سے بولی۔ "کیا پاگل ہوگئے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میرا نام پورس ہے' میں پاگل نہیں ہوتا۔ پارس کی طرح دوسروں کو پاگل بنا دیتا ہوں۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ مجھے اپنے اندر سے نکلنے پر مجبور کرسکو گے؟"

"تمہیں ابھی پتا چلے گا کہ میں تمہیں کس طرح مجبور کرسکتا ہوں۔ اس سے پہلے تمہیں سمجھاتا ہوں کہ جتنی جلدی ہوسکے' مجھ سے دور چلی جاؤ۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے ورنہ تھوڑی دیر بعد میں تمہاری گردن دبوچ لوں گا۔"

"میں مانتی ہوں کہ تم اور پارس زبردست چالباز ہو' لیکن تم چاہے جتنی بھی چالیں چلو' ناممکن کو ممکن نہیں بنا سکو گے۔"

"میں نے تمہیں ایک بار سمجھا دیا۔ دوسری بار نہیں سمجھاؤں گا۔ ابھی تھوڑی دیر بعد تمہیں دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔"

"تھوڑی دیر بعد کیوں؟ ابھی کیوں نہیں؟"

"مجھے کسی کا انتظار ہے۔"

"اوہو۔ تجسس پیدا کر رہے ہو۔ کیا ہاتھ جوڑ کر ارتھنا کی ہے اور بھگوان تمہاری مدد کرنے کے لئے سویم پدھارنے والے ہیں؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک ہو
پورس نے کہا۔ "آجاؤ۔"

نیلماں نے دیکھا کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک
اندر آیا۔ اس کا ایک ہاتھ پیچھے تھا۔ پورس نے اس سے
"شروع ہوجاؤ۔"

اس شخص نے پیچھے والے ہاتھ کو آگے کیا۔ اس
ہاتھ میں نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں
ناکارہ بنانے والی دوا کا ایک چھوٹا کین تھا۔ اس نے کین
اسپرے کیا۔ چند سیکنڈ میں ہی نیلماں' پورس کے اندر
نکل کر نمودار ہوگئی۔ وہ نادیدہ نہ رہ سکی۔ اس کے منہ میں
لباس میں جتنی گولیاں اور کیپسول تھے' وہ سب ناکارہ ہو
تھے۔ نمودار ہوتے ہی نیلماں کے حلق سے چیخ نکل گئی
دشمن کے بالکل سامنے جسمانی طور پر حاضر ہوگئی تھی۔

پورس نے کہا۔ "یہ ضروری نہیں ہے کہ جو
تمہارے لیے ناممکن ہو' وہ ہمارے لئے بھی ناممکن ہو
بالکل معمولی سی بات تھی۔ بس ذرا حاضر دماغی لازمی
اب بولو کہاں بچ کر جاؤ گی؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر گرنے کے انداز
صوفے پر بیٹھ گئی پھر بولی۔ "واقعی ذہانت کے آگے
بڑے ہتھیار اور خطرناک صلاحیتیں بھی بے کار ہوجاتی
تم نے میری توقع کے خلاف مجھ سے نجات حاصل کرلی ہے
"میں نے تو نجات حاصل کرلی ہے مگر تم شکنجے میں
ہو۔"

"ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ جب تم وشنوں
سلوک کرو گے' مجھے زخمی کرکے میرے دماغ پر قبضہ جما
اپنی معمولہ اور کنیز بنانا چاہو گے تو میری آتما یہ جسم چھو
چلی جائے گی پھر میں کوئی دوسرا جسم حاصل کرلوں گی۔"

"بے شک تم ایسا کرسکتی ہو۔ ویسے یہ تو بتاؤ کہ تم
دیوی شی تارا کا یہ جسم کیسے حاصل کیا ہے؟"

"یہ نندہ رانی کا جسم ہے۔ میں نے پلاسٹک سرجری
ذریعے خود کو دیوی شی تارا کا ہم شکل بنایا ہے۔ ایک تو
حسین چہرہ پسند ہے پھر یہ کہ شی تارا کی ہم شکل بن کر میں
آج تمہیں ٹریپ کیا تھا۔ آئندہ پارس کو ٹریپ کرنے
تھی۔"

وہ اپنی جیب سے ریوالور نکال کر بولا۔ "میں یہ
طرح سمجھ رہا ہوں کہ تم میرے قابو میں نہیں آؤ گی
لئے اپنی آتما کو یہاں سے لے جاؤ اور یہ جسم یہیں
دو۔"

اس نے نیلماں کا نشانہ لیا پھر ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ کئی گولیاں چلائیں۔ دو اس کے سینے میں پیوست ہوئیں۔ باقی گولیوں سے اس کے چہرے کو چھلنی کردیا۔

پھر اس نے نتاشا سے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "میں اپنی کار میں یہاں سے کئی کلو میٹر دور جا رہا ہوں تاکہ اسپرے کی ہوئی دوا کے اثرات سے دور نکل جاؤں۔ تم میرے دماغ میں رہ کر معلوم کرتی رہو۔ میں کہاں پہنچ رہا ہوں۔ وہاں آکر مجھے نادیدہ بنانے والی گولیاں دو۔"

نتاشا نے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ یہاں سے فوراً نکلو۔ نیلماں کی آتما ہمیں دیکھ رہی ہوگی۔ وہ تمہارے موجودہ چہرے کو پہچانتی ہے۔ تمہیں نادیدہ ہو کر اس کی آتما سے روپوش رہنا پڑے گا۔"

وہ باہر کار میں آکر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "میں نے یہی سوچا ہے۔ نادیدہ ہو کر کسی دوسری جگہ جاکر اپنا چہرہ تبدیل کروں گا پھر اس کی آتما مجھے پہچان نہیں سکے گی۔ اس کے بعد میں تمہارے پاس آؤں گا۔"

وہ کار اسٹارٹ کرکے اسے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے دور جانے لگا۔ نتاشا اس کے دماغ میں تھی۔ جب وہ کئی کلو میٹر دور آگیا تو نتاشا نے اس کے پاس پہنچ کر اسے گولیاں دیں۔ وہ ایک گولی نگل کر نظروں سے اوجھل ہوگیا پھر تقریباً تین گھنٹے بعد وہ نتاشا اور نتالیہ کی رہائش گاہ پر پہنچا تو اس کا چہرہ بدل چکا تھا۔

نتالیہ نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا۔ "اب نیلماں تمہیں پہچان نہیں سکے گی۔ میں تو خیال خوانی کے ذریعے یقین کر رہی ہوں کہ تم میرے پورس ہو۔"

نتاشا نے مسکرا کر کہا۔ "تم دونوں رومانس کے موڈ میں ہو۔ میں اپنے بیڈ روم میں جاکر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کروں گی کہ نیلماں نے کوئی دوسرا جسم حاصل کیا ہے یا نہیں؟"

وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ پورس نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا پھر نتالیہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے بولا۔ "تم ایسی چیز ہو کہ تمہیں حاصل کرنے کے لئے دروازہ بند کرنا پڑتا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "سسٹر بھی سمجھ دار ہیں۔ ہمیں تنہا چھوڑ کر گئی ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک ہوئی پھر نتاشا کی آواز سنائی دی۔ "پورس جلدی سے دروازہ کھولو۔ کچھ گڑبڑ ہو رہی ہے۔"

اس نے فوراً ہی نتالیہ سے الگ ہو کر آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

نتاشا اندر آکر پریشانی سے بولی۔ "میری خیال خوانی کی لہریں پرواز نہیں کر رہی ہیں۔ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ختم ہوگئی ہے۔ تم میرے دماغ میں آؤ۔"

پورس نے اس کے دماغ میں جانے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی مگر نہ کرسکا۔ بار بار ناکام کوششیں کرنے کے بعد حیرانی سے بولا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میری بھی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ختم ہوچکی ہے۔"

ٹیلی پیتھی کے اختتام والی بات صرف پورس اور نتاشا تک محدود نہیں تھی۔ دنیا کے جس حصے میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے' سب ہی اس غیر معمولی صلاحیت سے محروم ہوگئے تھے۔ ان میں الپا' پارس' فہمی' علی تیمور' بلی ڈونا' بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے' امریکا' روس' اسرائیل اور بھارت سے تعلق رکھنے والے سب ہی ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگئے تھے۔

یہ انقلاب اچانک آیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے والی دوا بہت زیادہ مقدار میں تیار کی گئی تھی۔ جناب تبریزی نے ادارے سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کو ہدایات دی تھیں کہ وہ نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ کرنے والی دوائیں اور ٹیلی پیتھی کو ہمیشہ ختم کرنے والی دوا بھی وافر مقدار میں لے کر دنیا کے ہر گوشے میں جائیں اور تمام دوائیں اسپرے کریں۔ دنیا کا کوئی ملک اور کوئی جزیرہ نہ چھوڑا جائے۔

انہوں نے فرمایا۔ "ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی جاننے والے کیڑے مکوڑوں کی طرح پیدا ہوتے جا رہے ہیں اور جسے دیکھو' وہی نادیدہ بن کر دوسروں کے لئے مصیبت بنتا جا رہا ہے۔ لہٰذا ان تمام خرافات کو ختم کیا جائے۔ صرف وہ افراد جنہوں نے قدرتی طور پر محنت اور ریاضت سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے ان پر دوا اثر نہیں کرے گی۔"

جن افراد کی ٹیلی پیتھی کا علم باقی رہے گا۔ ان میں سے ایک میں ہوں۔ میرے علاوہ آمنہ فرہاد' نیلماں' مہاراج اور گرو دیو ہیں۔

باقی ٹیلی پیتھی جاننے والے۔۔۔ ٹھاہ
تمام نادیدہ بننے والے۔۔۔ ٹھاہ
تمام کیپسول کے ذریعے پرواز کرنے والے۔۔۔ ٹھاہ
ہمیشہ کے لئے ٹھاہ۔۔۔

○☆○

پچھلے تین دنوں سے دنیا کے ہر ملک' ہر شہر' ہر قصبے اور ہر جزیرے میں وہ تمام دوائیں اسپرے کی جارہی تھیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے سیکڑوں افراد یہ کام انجام دے رہے تھے۔ فہمی' علی تیمور' الپا' پارس اور ادارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ ان کا یہ علم ختم ہونے والا ہے۔

جناب تبریزی کے اس فیصلے کے خلاف کوئی بول نہیں سکتا تھا۔ ان پر سب ہی کو اعتماد تھا کہ وہ ادارے اور مسلمانوں کی بہتری کے لئے بہترین فیصلے کرتے اور ان فیصلوں پر عمل کراتے رہتے ہیں۔ صرف الپا نے دبی زبان سے اعتراض کیا۔ "پارس! ہم ٹیلی پیتھی کے بغیر نہتے ہوجائیں گے۔ ہم اس علم کی بدولت دوسروں سے مختلف اور ممتاز رہتے ہیں۔ یہ علم نہیں رہے گا تو ہم عام انسان کی طرح اپنی کوئی خاص حیثیت نہیں بنا سکیں گے۔ دوسروں کے رحم و کرم پر رہیں گے اور دشمنوں سے چھپتے پھریں گے۔"

پارس نے کہا۔ "ہمارے پاس ذہانت ہے اور برسوں کے تجربات ہیں۔ یہی ہمارا ہتھیار ہیں۔ ٹیلی پیتھی کے بغیر صرف ہم ہی نہیں' دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی نہتے ہوجائیں گے۔ صرف اپنے بارے میں ایسا نہ سوچو۔ دشمن بھی ہم سے چھپتے پھریں گے۔"

"کچھ بھی ہو۔ میں اس علم سے محروم نہیں ہونا چاہتی۔ مجھے اسرائیلی اکابرین اور پوری یہودی قوم کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ یہی الزام دیا جائے گا کہ میں نے تم سے شادی کرکے اپنے ساتھ دوسرے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی نقصان پہنچایا ہے۔"

"الپا! اسرائیلی اکابرین یہ بھی تو دیکھیں گے کہ صرف ان سے دشمنی نہیں کی گئی ہے۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے یہ علم چھین لیا گیا ہے۔"

"میں یہ بات اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ جناب تبریزی کے ہر فیصلے کو تسلیم کرنا چاہئے۔ اس کے باوجود تم سے کہتی ہوں کہ مجھے دل و جان سے چاہتے ہو تو میرے لئے کچھ کرو۔ مجھے اتنی اہمیت دو کہ یہ علم میرے پاس برقرار رہے۔"

"میں خود اس علم سے محروم ہونے والا ہوں پھر تمہارے لئے کیا کرسکتا ہوں۔ اگر تم بچاؤ کی تدبیر کرسکتی ہو تو کرو۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کرسکوں گا۔"

"میں تدبیر کرسکتی ہوں..... لیکن تم برا مان جاؤ گے۔"

"تم اپنی بہتری جس بات میں سمجھتی ہو' میں اس بات کا برا نہیں مناؤں گا۔ بولو کیا تدبیر ہے؟ کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"میں کچھ عرصے کے لئے تم سے جدا ہوکر ایسی جگہ جانا چاہتی ہوں' جہاں وہ دشمن دوائیں مجھ تک نہ پہنچ سکیں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم اپنی بہتری کے لئے مجھ سے دور کہیں بھی جاسکتی ہو۔ میں کبھی نہیں پوچھوں گا کہ تم کہاں ہو؟ پھر جب تمہارا دل چاہے' چلی آنا۔ میرے دل کے اور میرے گھر کے دروازے تمہارے لئے کھلے رہیں گے۔"

پارس سے اجازت ملتے ہی وہ ایک گھنٹے بعد ہی بیٹی کو لے کر آنسو بہاتے ہوئے اس سے رخصت ہوگئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں سے رابطہ کیا۔ انہیں بتایا کہ ٹیلی پیتھی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے والی دوا دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اسپرے کی جائے گی۔ ان ماتحتوں کو کسی شہر' قصبے یا کسی جزیرے میں نہیں رہنا چاہئے۔ انہیں کسی ایسی دشوار گزار جگہ جاکر چھپنا چاہئے' جہاں دوا اسپرے کرنے والے نہ پہنچ سکیں۔

پھر اس نے آرمی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم سے رابطہ کرکے کہا۔ "بھائی برادر! ناپدیہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوائیں اسپرے کی جانے والی ہیں۔ آپ تمام دواؤں کو زیرِ زمین پہنچا دیں تاکہ وہ اسپرے کے اثرات سے محفوظ رہیں۔"

برین آدم نے کہا۔ "ہم ان دواؤں کو تہ خانے میں رکھتے ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔"

"فکر یہ ہے کہ اسپرے کی ہوئی دواؤں کا اثر کئی گھنٹوں تک رہے گا۔ اس دوران میں تہ خانے کا دروازہ کھولا جائے گا تو وہاں کی تمام دوائیں ناکارہ ہوجائیں گی۔"

"میں سختی سے تاکید کروں گا کہ تم از کم ایک ہفتے تک تہ خانے کے دروازے کو کھولا نہ جائے۔ یہ اچھا ہوا کہ تم نے وقت سے پہلے ہی بتا دیا۔"

"ایک اور بری خبر ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے والی دوا تیار ہوچکی ہے اس دوا کو بھی دنیا کے ہر خطے میں اسپرے کیا جائے گا۔ میں نے اپنے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سمجھا دیا ہے کہ وہ کسی ملک' کسی شہر اور کسی جزیرے میں نہ رہیں۔ ایسی جگہ کا انتخاب کریں کہ دوا اسپرے کرنے والے وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔"

"تم خود کو کس طرح بچاؤ گی؟"

"میں پارس سے بہت دور جارہی ہوں۔ ایک تہ خانے میں اپنی بیٹی کے ساتھ بند رہوں گی۔ میرے پاس کھانے پینے کا اور دوسری اہم ضرورت کا سامان رہے گا۔"

"بے شک تم نے پارس سے شادی کرکے دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔ ہم سب کو پہلے سے احتیاطی تدابیر پر عمل کرنے کا موقع مل رہا ہے۔"

برین آدم نے ایک لیبارٹری اور اس کے تہ خانے کے مسلح گارڈز کو حکم دیا کہ ایک ہفتے تک تہ خانے کا دروازہ کسی کو کھولنے کی اجازت نہ دی جائے لیکن بابا صاحب کے ادارے کے افراد بڑی حکمتِ عملی سے کام کررہے تھے۔ جن ممالک کے بارے میں یہ معلومات تھیں کہ وہاں کی کسی لیبارٹری یا تہ خانے میں گولیوں اور کیپسولوں کا ذخیرہ ہے' وہاں وہ پہلے مسلح گارڈز کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے سحر زدہ کرتے تھے پھر تہ خانوں میں جاکر دوا اسپرے کرکے واپس جاتے وقت ان علاقوں میں ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا اسپرے کرکے خود بھی اس علم سے محروم ہوجاتے تھے۔

انہوں نے تین دنوں میں دنیا کے تمام ممالک اور تمام جزیروں میں دوائیں اسپرے کیں۔ وہ اسپرے کرنے والے سیکڑوں کی تعداد میں تھے۔ اس کے باوجود وہ دنیا کے ہر حصے میں نہیں پہنچ سکتے تھے اس لئے ان کا یہ کام تین دنوں کے بعد بھی جاری رہا۔ جو دشوار گزار مقامات رہ گئے تھے' وہاں بھی وہ پہنچ کر اسپرے کرتے جارہے تھے۔

ویسے تین دنوں میں ہی خاطر خواہ نتائج سامنے آئے تھے۔ تقریباً پچانوے فیصد معروف ٹیلی پیتھی جاننے والے اس علم سے محروم ہوچکے تھے۔ جو پانچ فیصد رہ گئے تھے' ان کی بھی خیر نہیں تھی۔ کچھ دنوں بعد سہی' وہ بھی ان دواؤں کے زیرِ اثر آنے والے تھے۔

بلی ڈونا نے ڈی نی آر بھائیا سے پوچھا۔ "تم پریشان نہیں ہورہے ہو؟ جبکہ اتنے بڑے اور غیر معمولی علم سے محروم ہوگئے ہو۔"

وہ بولا۔ "میں اس لئے حیران اور پریشان نہیں ہوں کہ میرا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ مجھے پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اور ناپدیہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوائیں اسپرے کی جائیں گی۔"

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"بتانے سے کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ تم دنیا کے کسی بھی حصے میں چھپ کر ان دواؤں سے بچ نہیں سکتی تھیں۔ تمہیں چند دنوں میں معلوم ہوگا کہ جیتے جی قبروں میں جاکر چھپنے والے بھی ان دواؤں کے زیرِ اثر آچکے ہیں۔"

"کیا پورس' پارس اور نیلماں وغیرہ بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگئے ہیں؟"

"جن لوگوں نے مصنوعی طریقے سے یعنی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا وہ تمام لوگ محروم ہوچکے ہیں۔ جن افراد نے دن رات کی محنت اور ریاضت سے یہ علم حاصل کیا ہے' قدرت کی طرف سے عطا کردہ ان کا علم اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے متاثر نہیں ہوگا۔ فرہاد صاحب' محترمہ آمنہ فرہاد' نیلماں' مہاراج اور گرو دیو اس علم سے محروم نہیں رہیں گے۔"

"او گاڈ! پھر تو نیلماں میرے دماغ میں آکر مجھے اپنی معمولہ اور کنیز بنا لے گی۔ میں اس سے کس طرح پیچھا چھڑاؤں گی؟"

"وہ تمہارے موجودہ چہرے اور لب و لہجے سے واقف نہیں ہے۔ فی الحال تم محفوظ ہو اور اسی طرح روپوش رہ کر محفوظ رہو گی۔ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ مہاراج اور گرو دیو ..... بھی تمہارے خون کے پیاسے ہیں۔ تم نے ان کے ایک بھائی شیو راج کو قتل کیا تھا' وہ تمہیں قتل کرنے کے لئے تلاش کررہے ہیں۔"

"ہاں اب یہی ایک طریقہ رہ گیا ہے میں روپوش رہ کر تمام دشمنوں سے محفوظ رہ سکوں گی۔ اب میں ٹیلی پیتھی کے بغیر ایک عام سی عورت ہوں۔ کیا اب بھی میرے ساتھ رہو گے؟"

"میرے منہ میں ایک مرد کی زبان ہے۔ میں مسلمان ہوں اور میرا نام شاہد کامران ہے۔ مجھے بابا صاحب کے ادارے سے تحفظ حاصل رہے گا اور میں تمہارا محافظ بن کر رہوں گا۔"

بلی نے اس کے قریب آکر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔ اب وہی اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کا محافظ تھا۔

پورس نے کبھی دعویٰ کیا تھا کہ اس نے قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی سیکھی ہے لیکن اس علم سے محروم ہونے کے بعد اس کا جھوٹ ظاہر ہوگیا تھا۔ اس نے تماشا سے کہا "ہم بارہ گھنٹوں تک ایک دوسرے سے دور رہیں گے پھر ہماری ٹیلی پیتھی کا علم بحال ہوجائے گا۔"

ابھی اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ ہمیشہ کے لئے خیال خوانی سے محروم ہوگیا ہے۔ وہ تماشا سے دور ہوکر ورزش کرتا

رہا اور یوگا کی توانائی بحال رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ اسے اندیشہ تھا کہ نیلماں اور پارس وغیرہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے وہ ورزش کرنے کے ساتھ ساتھ یوگا کی مشقیں کرنے لگا۔ اس طرح بار بار سانس روک کر اپنی مہارت کا یقین کرتا رہا کہ کتنے منٹ تک سانس روک سکتا ہے؟

نیلماں کی آتما کسی خوبصورت دوشیزہ کی تلاش میں بھٹک رہی تھی اس لئے اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ بڑی بڑی ہستیاں خیال خوانی سے محروم ہو گئی ہیں۔ مہاراج اور گرو دیو کو تقریباً دس گھنٹے کے بعد معلوم ہوا کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں انقلاب آگیا ہے اور مصنوعی طریقے سے یہ علم حاصل کرنے والے اب ہیرو سے زیرو بن چکے ہیں۔ مہاراج نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے پہلے مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے پوچھا۔ "کس لئے آئے ہو؟"

اس نے کہا۔ "معلوم کرنا چاہتا ہوں' کیا تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس علم سے محروم ہو گئے ہیں؟"

"ہاں۔ صرف بارہ گھنٹے کے لئے نہیں' تمام عمر کے لئے محروم ہو گئے ہیں۔ محنت اور ریاضت کے ذریعے قدرتی طریقے سے یہ علم حاصل کرنے والے خیال خوانی کرتے رہیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "یہ تو کمال ہو گیا۔ اب آپ اور ہم جیسے چند ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دنیا پر حکومت کر سکیں گے۔"

"ہم سے بھی بڑے بڑے لوگ اپنی بے انتہا دولت' بے پناہ طاقت اور لامحدود اختیارات استعمال کرتے رہے اور پوری دنیا پر حکومت کرنے کے خواب دیکھتے دیکھتے مر گئے۔ میرا مشورہ ہے' اچھے' شریفانہ خواب دیکھو اور جب تک زندہ ہو' اس علم کے ذریعے انسانیت کی بھلائی کے لئے کام کرتے رہو۔"

مہاراج نصیحت سننا نہیں چاہتا تھا اس لئے چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ فہمی' علی تیمور اور پارس وغیرہ نے ٹرانسفارمر مشین سے یہ علم سیکھا تھا اس لئے خیال آیا کہ وہ سب ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گئے ہوں گے۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پارس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پارس نے پوچھا۔ "کون ہے؟ کس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے؟"

مہاراج نے مسکرا کر کہا۔ "ایک بہت بڑے غیر معمولی علم سے محروم ہو گئے پھر بھی زندہ دلی نہیں گئی؟ تمہارے پاپا کیا دن رات تمہاری حفاظت کرتے رہیں گے؟"

"واقعی تمہارے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ تم کوئی احمقانہ حرکت کرو گے۔"

"میں تمہارے چور خیالات پڑھنے کے بعد تمہیں مخاطب کر رہا ہوں۔ چونکہ ابھی دوا کا اثر ہے اس لئے تم سانس نہیں روک سکو گے۔ ابھی میں تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کر سکتا ہوں۔"

"اچھا تو مجھ سے اجازت لے کر زلزلہ پیدا کرو گے؟"

اس نے جواباً زلزلہ پیدا کرنے کے لئے اسے کئی دماغی جھٹکے دیے۔ پارس بالکل ساکت رہا پھر اس نے پوچھا۔ "کیا ہوا مہاراج! یہ میرے دماغ میں گدگدی کیوں کر رہے ہو؟"

مہاراج دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ بات سمجھ میں آگئی کہ دوسروں کو ٹیلی پیتھی سے محروم کرنے سے پہلے جاننے والے ناکارہ ہو چکے ہیں۔ تمہارے یہودی خیال خوانی تیزی نے روحانی علوم کے ذریعے فرہاد کے تمام فیملی ممبران کو تحفظ فراہم کیا ہے۔ وہ لوگ نادان نہیں ہیں۔ انہوں نے پہلے احتیاطی تدابیر کی۔ اس کے بعد دوائیں اسپرے کرائی ہیں۔

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس بار پورس کے دماغ میں پہنچ رہا تھا۔ اس نے سانس روک لی۔ مہاراج نے دوسری بار اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کہا۔ "سانس نہ روکو۔ اتنا بتا دو' کیا خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آسکتے ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "میری خیال خوانی کا علم ختم ہو چکا ہے لیکن یوگا کی مہارت باقی ہے۔ تم میرے خلاف کچھ نہیں کر سکو گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روکی۔ مہاراج دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اسے ناکامی تو ہوئی مگر اطمینان بھی ہوا کہ پورس کے پاس صرف یوگا کی صلاحیت رہ گئی ہے۔ اسے کسی طرح تلاش کر کے اسے زخمی کر کے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا جا سکتا ہے اور تنویمی عمل کے ذریعے اسے اور نتاشا کو اپنا تابعدار بنایا جا سکتا ہے۔

اسے نتاشا کا موجودہ لب و لہجہ معلوم نہیں تھا اس لئے وہ ابھی محفوظ تھی لیکن اسے ڈھونڈ نکالنے کی راہ نکالی جا سکتی تھی۔ اسی طرح وہ بلی ڈونا کے لب و لہجے سے بھی واقف نہیں تھا۔ ویسے اب امید بندھ گئی تھی کہ اس کے دونوں بھائیوں کو قتل کرنے والی دونوں عورتیں ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گئی ہیں۔ انہیں جلد ہی ٹریپ کر لیا جائے گا۔ پھر انہیں تڑپا تڑپا کر ہلاک کیا جائے گا۔

مہاراج کے بھائی گرو دیو نے کہا۔ "بھائی مہاراج! ہمیں نیلماں سے رابطہ کرنا چاہئے۔"

ان دونوں نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن ان کی سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں ملا کیونکہ اب تک اس کی آتما کسی دوشیزہ کا جسم حاصل نہیں کیا تھا۔ جسم حاصل ہونے سے ہی دماغ بھی حاصل ہوتا۔ گرو دیو نے حیرانی سے پوچھا۔ "بھائی مہاراج! وہ تو نہیں مل رہی ہے۔ کیا مر چکی ہے؟"

"وہ آتما شکتی والی مر نہیں سکتی۔ ایک جسم کو ہلاک کیا جائے گا تو وہ دوسرے جسم میں چلی جائے گی۔ وہ زندہ ہے مگر نہاں ہے؟ اور کیا کر رہی ہے؟ یہ بعد میں معلوم ہو سکتا ہے۔"

امریکی اور اسرائیلی اکابرین نے ایک دوسرے سے رابطہ کیا۔ امریکی اکابرین نے کہا۔ "ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ناکارہ ہو چکے ہیں۔ تمہارے یہودی خیال خوانی کرنے والوں کا کیا حال ہے؟"

اسرائیلی فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "الپا کو پہلے معلوم ہو چکا تھا۔ وہ محفوظ ہے اور ابھی ہم سے رابطہ کرنے والی ہے۔ کیا تمہارے پاس ناریدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کا ذخیرہ محفوظ ہے؟"

"نہیں۔ تمام گولیاں اور کیپسول ناکارہ ہو چکے ہیں۔"

"ہم نے بھی بڑے سخت حفاظتی انتظامات کئے تھے۔ انہیں تہ خانے میں چھپایا تھا۔ اس کا چور دروازہ مسلح سپاہیوں کو بھی کھولنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اس کے باوجود تمام گولیاں اور کیپسول ناکارہ ہو چکے ہیں۔"

"مسلمانوں نے ہمارے خلاف زبردست چال چلی ہے۔ ہم سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے علاوہ غیر معمولی گولیاں اور کیپسول بھی چھین لئے ہیں۔ یہ تمام چیزیں ان کے پاس محفوظ ہوں گی۔ اس طرح وہ آئندہ ہم پر برتری حاصل کرتے رہیں گے۔"

"الپا بتا رہی تھی کہ فرہاد کی فیملی کے تمام افراد اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس علم سے محروم ہو گئے ہیں۔"

"عقل یہ بات تسلیم نہیں کرتی کہ یہ مسلمان جان بوجھ کر اپنا اتنا بڑا نقصان کریں گے۔ ان کے ادارے میں گولیاں' کیپسول بھی محفوظ ہوں گے اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا علم بھی برقرار ہو گا۔ وہ دنیا والوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ یہ جتا رہے ہیں کہ انہوں نے انصاف کیا ہے اور طاقت کا توازن قائم رکھنے کے لئے اپنی گولیاں' کیپسول اور اپنے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ناکارہ بنا دیا ہے۔"

"بے شک۔ عقل یہی کہتی ہے کہ وہ اپنا اتنا بڑا نقصان خود اپنے ہاتھوں سے نہیں کریں گے۔ وہ سراسر جھوٹ بول رہے ہیں اور ہمیں فریب دے رہے ہیں۔"

"ہمیں سنجیدگی سے بہت جلد ان کی چالبازی کا توڑ کرنا چاہئے ورنہ یہ ہمارے سر پر چڑھ کر حکومت کریں گے۔"

"ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو ہم وہ دوا ان مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر اسپرے کرتے۔ ایسا کرنے سے ہی ہمیں اطمینان ہو گا۔"

"ان مسلمانوں کا مخالف پورس ایسی دوا تیار کر سکتا ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں ہے؟ ہو سکتا ہے' وہ بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گیا ہو۔ ہمیں اس سے رابطہ کرنا چاہئے۔ الپا خیال خوانی کے ذریعے پورس تک پہنچ سکتی ہے۔"

اسی وقت برین آدم نے کہا۔ "الپا میرے دماغ میں آگئی ہے۔ یہ ہمارے لئے خوشی کی بات ہے کہ الپا نے بڑی ذہانت سے کام لے کر ٹیلی پیتھی کے علم کو برقرار رکھا ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دشمن دوا سے بچ نہیں سکے۔ وہ ٹیلی پیتھی سے محروم ہو چکے ہیں۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا۔ "ہم الپا سے کہتے ہیں کہ وہ اپنی یہودی قوم اور اپنے بگ برادر برین آدم کی قسم کھا کر بتائے کہ کیا یہ مسلمان ان معاملات میں... دیانتدار ہیں؟ کیا انہوں نے اپنے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے علاوہ گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ بنا دیا ہے؟"

الپا نے کہا۔ "میں قسم نہیں کھاؤں گی کیونکہ میں بابا صاحب کے ادارے کے اندرونی معاملات سے بے خبر ہوں۔ پارس کبھی مجھے اس ادارے میں نہیں لے گیا۔ میں فرہاد علی تیمور کی بہو ہوں لیکن بہو کی حیثیت سے بھی میری پذیرائی نہیں ہوئی۔ کبھی آمنہ فرہاد اور سونیا فرہاد نے مجھ سے ملاقات نہیں کی اور نہ کبھی مجھے اپنے پاس ایک وقت کھانے کے لئے بلایا۔ میں نے دبی زبان سے شکایت کی تھی۔ پارس نے سمجھایا کہ حالات ہمارے موافق نہیں ہیں۔ ہم پورس کی اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے محفوظ رہنے کے لئے روپوش رہتے ہیں۔ جب حالات سازگار ہوں گے تو وہ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں لے جائے گا۔"

برین آدم نے کہا۔ "یہ تو سراسر بہانہ ہے۔ پہلے کہا گیا کہ پورس کی اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کا خوف ہے۔ روپوش رہنا چاہئے۔ اِدھر تم پارس کے ساتھ روپوش رہیں اور اُدھر بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے اچانک وہی اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کر کے تمام بڑے ممالک اور ہمارے یہودی ٹیلی

پیتھی جاننے والوں کو نقصان پہنچایا گیا۔ صرف تم ہی اپنی چالاکی سے اب تک محفوظ ہو۔ کیا تم نے پارس سے رابطہ کیا تھا؟"

"نہیں۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔ اگر پارس ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گیا ہو گا تو اس کے پاپا خیال خوانی کے ذریعے میری خیریت معلوم کر سکتے ہیں لیکن پاپا اور ماما آمنہ فرہاد مجھے نظرانداز کر رہے ہیں۔"

"الپا! ان حقائق کے پیشِ نظر سمجھو' یہ مسلمان کبھی ہمارے نہیں ہو سکیں گے۔"

"میں بہت کچھ سمجھ رہی ہوں۔ میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ جب تک پارس اپنے والدین کے ذریعے میری خیریت معلوم نہیں کرے گا' میں بھی اس سے رابطہ نہیں کروں گی۔ اگر وہ مجھے بلائے گا تو میں اس لئے نہیں جاؤں گی کہ وہ لوگ مجھے بھی ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم کرنا چاہیں گے۔ میں یہ نقصان اٹھانے نہیں جاؤں گی۔"

"تم ذہین ہو۔ تم نے اپنی ذہانت سے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اپنا ایک نمایاں مقام رکھا ہے۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ ہمارے پاس بھی اپنی ٹیلی پیتھی دوا ہونی چاہئے۔ اگر مسلمان ہمیں دھوکا دے رہے ہیں تو ہم اس دوا کے ذریعے ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس علم سے محروم کریں گے۔"

الپا نے کہا۔ "یہ دوا پورس کے پاس ہو گی لیکن اس دوا کا اثر صرف بارہ گھنٹوں تک رہتا ہے۔"

"پورس کوشش کرے تو پائیدار اثر رکھنے والی دوا تیار کرا سکتا ہے۔ تم کوشش کر کے پورس کی حمایت اور اعتماد حاصل کر سکتی ہو۔"

"مجھے ناکامی ہو گی۔ میری بدترین دشمن نتاشا اس کی بہن بنی ہوئی ہے۔ آپ لوگ نتاشا سے دوستی کر کے پورس کو بھی دوست بنا سکتے ہیں۔"

"اب تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطے کا سلسلہ نہیں رہا۔ یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ پورس آج کل کس ملک اور کس شہر میں ہے۔ اب تو وہ روپوش رہے گا۔"

"میں خیال خوانی کے ذریعے اس سے کہہ دیتی ہوں کہ وہ اسرائیلی آرمی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم سے ملاقات کرے۔"

"ہاں۔ تم کسی طرح رابطہ کرا دو پھر ہم اسے اپنی طرف مائل کر لیں گے۔"

الپا نے کہا۔ "آپ اسے یہی تاثر دیں کہ الپا کی طرف سے خاموشی ہے۔ شاید وہ بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گئی ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے پورس سے رابطہ کیا۔ اس نے پہلی بار سانس روک لی۔ دوسری بار پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "دشمنوں سے نمٹنا چاہتے ہو تو اپنا ایک مضبوط محاذ بناؤ۔ اسرائیل کے آرمی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ کرو۔"

یہ کہتے ہی وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ نتاشا نے پورس سے پوچھا۔ "کون تھا؟"

"پتا نہیں۔ سوچ کی لہریں بھرائی ہوئی تھیں۔ زنانہ اور مردانہ لہجے کا فرق سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ سوچ کی لہریں کر رہی تھیں' دشمنوں سے نمٹنا چاہتے ہو تو ایک مضبوط محاذ بنا اور اسرائیلی آرمی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ کرو۔"

نتاشا نے کہا۔ "وہ چڑیل الپا ہو گی۔ میرے خلاف کوئی چال چلنا چاہتی ہو گی۔"

"نتاشا! حالات کا تجزیہ کرو۔ الپا مستقل پارس کے زیرِ اثر ہے پھر یہ کہ پارس کی طرح وہ بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہو چکی ہو گی۔ ہم برین آدم سے رابطہ کر کے الپا اور پارس کے بارے میں کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ برین آدم سے مل کر ہم ایک مضبوط محاذ بنا سکیں۔"

پورس نے موبائل فون کے ذریعے برین آدم سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "میں پورس بول رہا ہوں۔ تمہارا ایک نمائندہ خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آیا تھا۔ وہ کون ہے؟"

برین آدم نے کہا۔ "تعجب ہے۔ آدھا گھنٹا پہلے کسی نے مجھ سے دماغی رابطہ کیا تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ میرے لئے انجانا سا تھا۔ اس نے کہا' دشمنوں سے نمٹنا چاہتے ہو تو پورس سے مل کر ایک مضبوط محاذ بناؤ۔ میں نے کہا' میں نہیں جانتا کہ پورس کس ملک اور کس شہر میں ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ ابھی ہمارے درمیان رابطہ کرا دے گا اور واقعی اس نے یہی کیا ہے۔"

"کیا تمہیں بگ برادر کہنے والی الپا نے رابطہ نہیں کیا ہے؟"

"پورس' ہم سب کے ساتھ ایک ہی المیہ ہے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس علم سے محروم ہو گئے ہیں۔ الپا بھی محروم ہو گئی ہے۔"

پورس نے کہا۔ "مجھے کسی کا پراسرار رہنما گراں گزرتا ہے۔ پہلے میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ وہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے جو ہمیں متحد کرنا چاہتا ہے۔"

الپا نے برین آدم کے دماغ سے نکل کر پورس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں پراسرار رہنا نہیں چاہتی۔ بھرائی ہوئی آواز میں بول رہی ہوں تاکہ کوئی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا میری اصل آواز اور لب و لہجہ سن کر میرے دماغ میں نہ آئے۔ میں بلی ڈونا ہوں۔ ایک تہ خانے میں چھپی ہوئی ہوں لیکن یہاں اتنی تکلیف ہے کہ مجھے یہاں سے نکلنا ہی ہو گا۔ پتا نہیں' پاہراس دشمن دوا کا اثر ختم ہوا ہے یا نہیں؟ بہرحال پہلے تم برین آدم سے باتیں کرلو۔ میری ٹیلی پیتھی سلامت رہے گی تو میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گی۔"

الپا نے خود کو بلی ڈونا ظاہر کیا پھر برین آدم کے پاس آ گئی۔ پورس نے کہا۔ "مسٹر آدم! ابھی وہ پراسرار بننے والی میرے دماغ میں آئی تھی۔ اس نے خود کو ظاہر کر دیا ہے۔ وہ بلی ڈونا ہے اور دوا کے اثر سے محفوظ رہنے کے لئے ایک تہ خانے میں چھپی ہوئی ہے۔ واقعی ان مسلمانوں نے ہمیں گولیوں' کیپسولوں اور ٹیلی پیتھی سے محروم کر کے ہمیں جھنجوڑ ڈالا ہے۔ اب ہمیں بھی ان کے خلاف بہت کچھ کرنا ہو گا۔"

برین آدم نے کہا۔ "یہ اچھا ہوا کہ تم سے رابطہ ہو گیا۔ تمہارے پاس بھی ٹیلی پیتھی کو بارہ گھنٹے تک ختم کرنے والی دوا ہے۔ اگر تم جی جان سے محنت کرو گے تو ان مسلمانوں کی طرح تم بھی ٹیلی پیتھی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے والی دوا بنا سکو گے۔ ہمیں یقین ہے کہ بابا صاحب کے ادارے میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر دوا اسپرے نہیں کی گئی ہے۔ فرہاد کے بیٹوں اور بہو کی ٹیلی پیتھی کو ختم نہیں ہونے دیا گیا ہے۔ ہم تم مل کر ان کی ٹیلی پیتھی کو ختم کر سکتے ہیں۔"

"میں یہی کرنے والا ہوں لیکن مجھے دو ایسے ڈاکٹروں کی ضرورت ہے' جو باری باری دن رات میرے ساتھ محنت کریں اور میرے رازدار بن کر رہیں۔ اگر ٹیلی پیتھی برقرار رہتی تو میں ڈاکٹروں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیتا۔"

"اسرائیل میں عالمی شہرت یافتہ تجربہ کار ڈاکٹر ہیں۔ میں تمہیں دو نہیں چار ڈاکٹر دے سکتا ہوں۔ وہ تمہارے محکوم اور فرمانبردار بن کر رہیں گے۔ ہم سے ان ڈاکٹروں کا کوئی رابطہ نہیں رہے گا۔"

"مجھے منظور ہے۔ ان ڈاکٹروں کو آج ہی اٹلی کے شہر روم بھیج دو اور مجھے روانگی کا وقت بتا دو کہ وہ روم کے کس ہوٹل میں قیام کریں گے۔ میں ان سے رابطہ کروں گا۔ اور فون کے ذریعے گائیڈ کروں گا کہ انہیں ہوٹل سے نکل کر کہاں کہاں جانا ہے اور آخر میں مجھ سے کہاں ملاقات ہو گی۔ میں بہت محتاط رہ کر انہیں ایک خفیہ لیبارٹری میں لے جاؤں گا۔"

ان کے درمیان تمام معاملات طے پا گئے۔ فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ الپا نے برین آدم سے کہا۔ "بگ برادر! یہ پورس دراصل پارس کے مقابلے میں کمتر رہنا نہیں چاہے گا اس لئے جلد سے جلد دوا تیار کرائے گا۔ اب ہمیں امریکا سے سودے بازی کرنی چاہئے۔ ان کے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ ہم انہیں کوئی فائدہ پہنچا کر اپنے قابل لوگوں کو اس مشین سے گزاریں گے اور انہیں ٹیلی پیتھی سکھائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ امریکا سے ایسی سودے بازی ہو جائے گی۔"

جناب تبریزی نے آمنہ سے کہا تھا کہ وہ کچھ عرصے کے لئے گوشہ نشینی ترک کر دے۔ امریکا' اسرائیل' روس' فرانس اور جرمنی وغیرہ کے اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرتی رہے کہ ٹیلی پیتھی سے محروم ہو جانے کے بعد وہ ممالک کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ میں نے سب سے پہلے اس امریکی سیکیورٹی افسر کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کیا' جو ایک جزیرے میں ٹرانسفارمر مشین کی نگرانی کے لئے دن رات وہاں رہتا تھا۔ ویسے وہاں سیکڑوں مسلح فوجی بھی رہتے تھے لیکن میں نے مشین کے اس انچارج سیکیورٹی افسر کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔ وہ ایک دن کی چھٹی لے کر واشنگٹن آیا۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس نے اس انچارج کو اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کا ایک کین دیا۔ وہ اس کین کو چھپا کر جزیرے میں واپس گیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی گئی تھی کہ جب بھی کسی کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے وہ رازداری سے تھوڑی سی دوا اسپرے کر دیا کرے۔ اس طرح اس مشین سے گزرنے والا ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتے ہی اسی وقت اس علم سے محروم ہو جائے گا۔

پورس ٹیلی پیتھی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے والی دوا تیار کرنے والا تھا تاکہ میرے بیٹوں اور دوسرے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر وہ دوا اسپرے کر سکے جبکہ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ انہیں یقین نہیں تھا کہ ہم نے اپنے لوگوں کو بھی ٹیلی پیتھی سے محروم کیا ہے۔

جناب تبریزی نے ایمان اور انصاف کے مطابق یہ فیصلہ کیا تھا کہ قدرتی طریقہ کار کے مطابق محنت و ریاضت سے حاصل کیا ہوا ٹیلی پیتھی کا علم باقی رہے اور باقی مصنوعی طریقوں سے حاصل کیا ہوا کمزور علم اپنی کمزوریوں کے باعث صرف ایک دوا سے فنا ہو جائے۔

اور یہی ہوا تھا۔ چونکہ بابا صاحب کے ادارے کی جانب سے ہوا تھا اس لئے تمام ٹیلی پیتھی سے محروم ہوجانے والے بڑے ممالک متفقہ طور پر کہہ رہے تھے کہ مسلمانوں نے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق تمام غیر مسلموں کو ایک غیر معمولی علم سے محروم کیا ہے اور اس طرح ان پر برتری حاصل کررہے ہیں۔

اس حقیقت سے تمام اسلامی ممالک کو یہ سبق حاصل کرنا چاہئے کہ بابا صاحب کے ادارے کے مسلمانوں نے ایک عرصے سے متحد رہ کر ایسی کامیابی اور برتری حاصل کی ہے۔ اسی طرح دنیا کے تمام اسلامی ممالک اور ان کے سربراہ متحد اور منظم ہوکر اپنے علم وہنر اور خداداد صلاحیتوں سے بڑے بڑے کارنامے انجام دے کر دوسری قوموں پر برتری حاصل کرسکتے ہیں۔

امریکا، اسرائیل اور روس کے اکابرین نے بابا صاحب کے ادارے میں جناب تمیرزی سے رابطہ کیا اور یہ شکایت کی۔ "محترم! آپ سچے اور انصاف پسند کہلاتے ہیں۔ لیکن آپ نے ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے کے لئے یکطرفہ کارروائی کی ہے۔ فرہاد صاحب کی فیملی اور آپ کے ادارے میں تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ ہیں۔ باقی جتنے غیر مسلم ہیں انہیں آپ نے ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم کردیا ہے۔"

جناب تمیرزی نے فرمایا۔ "آپ حضرات ہمیشہ مسلمانوں سے ناانصافی کرتے آئے ہیں اور کررہے ہیں۔ اس لئے ہم پر شبہ کررہے ہیں کہ آپ سے ناانصافی کی جارہی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر سچ کہتا ہوں کہ میں اور آمنہ روحانی ٹیلی پیتھی کے حامل ہیں۔ دنیاوی مادی ٹیلی پیتھی جاننے والا اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔"

"ہوسکتا ہے، آپ ہمیشہ کی طرح سچ کہہ رہے ہوں لیکن آپ ہمارا شبہ کس طرح دور کرسکتے ہیں؟"

"شک وشبے کا علاج ہوتا ہے۔ آپ اپنے ذرائع سے سچ اور جھوٹ کو سمجھ سکتے ہیں۔ ہندو اور یہودیوں سے ہمیشہ آپ کی دوستی رہتی ہے۔ نیلمان، مہاراج اور گرودیو بدستور خیال خوانی کرسکتے ہیں۔ آپ سچ معلوم کرنے کے لئے ان کی خدمات حاصل کریں۔ ایک یہودی الپا ہے، جو اسلام قبول کرنے کے باوجود آدھی تیز اور آدھی بیر ثابت ہورہی ہے۔ اس نے پارس سے علیحدہ ہوکر ایک الگ راہ اختیار کی ہے۔ کہیں چھپ کر اپنی ٹیلی پیتھی کے علم کو محفوظ رکھا ہے۔ یہودی آپ کے دوست ہیں۔ آپ الپا کی خدمات حاصل کرسکتے ہیں۔"

"یہ درست ہے کہ ہمیں شبہ دور کرنے کے لئے اپنے ہی ذرائع کو کام میں لانا چاہئے۔ ہم اپنے طور پر ان مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک ضرور پہنچیں گے، جو فرہاد کے علاوہ ہیں اور جنہوں نے ٹرانسفارمر مشین سے یہ علم حاصل کیا تھا۔"

"میں دعا کروں گا کہ آپ حضرات کا شبہ دور ہوجائے۔"

"آپ نے دنیا کے تمام حصوں میں دوا اسپرے کرائی ہے اور کوئی جگہ نہیں چھوڑی ہے۔ ہمارا خیال ہے، آئندہ آپ یہ دوا اسپرے کرانے کی ضرورت نہیں سمجھیں گے کیونکہ اس دوا سے مصنوعی ٹیلی پیتھی ہمیشہ کے لیے ختم ہوچکی ہے۔"

"آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ جس طرح الپا ابھی تک اس دوا کے اثر سے محفوظ ہے اسی طرح ہوسکتا ہے، کچھ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کہیں چھپے ہوں۔ ہمارے ذمے دار افراد دنیا کے نقشے میں ایسے مقامات تلاش کررہے ہیں، جہاں یہ دوا اسپرے کرنے سے رہ گئی ہو۔ آئندہ ہماری ٹیم زیر زمین حصوں میں بھی جاکر اپنا کام پورا کرے گی۔"

انہوں نے جناب تمیرزی سے رابطہ ختم کردیا۔ امریکی اکابرین اس خیال سے مطمئن رہے کہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا ایک بار امریکا میں اسپرے کردی گئی ہے۔ دوسری بار اس جگہ اسپرے نہیں کی جائے گی۔ اس اطمینان کے ساتھ بڑی رازداری سے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے جاسکیں گے۔

انہوں نے پہلا کام یہی کیا۔ انہیں تین طرح کا نقصان پہنچا تھا۔ ایک تو نادیدہ گولیاں اور دوسرے فلائنگ کیپسول ناکارہ ہوگئے تھے۔ تیسرا نقصان ٹیلی پیتھی کے خاتمے سے ہوا تھا۔ وہ تیسرا نقصان جلد سے جلد بہ آسانی پورا کرسکتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے پہلے چھ ذہین اور باصلاحیت جوانوں کا انتخاب کیا اور انہیں جزیرے میں پہنچا کر ٹرانسفارمر مشین سے گزارا۔ میرا معمول اور تابعدار، جو وہاں کا انچارج بھی تھا اور سیکیورٹی افسر بھی، وہ چھ جوانوں کو باری باری اس مشین سے گزرتے دیکھ رہا تھا۔ ان کے اس عمل سے پہلے ہی اس نے ایک جگہ چھپ کر اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی تھی۔ ایک اعلیٰ حاکم اور چار فوجی افسران واشنگٹن سے آئے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ ان کے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی پوری ہوجائے گی۔

ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے والوں پر نیم بے ہوشی اور نقاہت طاری رہتی تھی پھر ایک آدھ گھنٹے میں توانائی بحال ہوجاتی تھی۔ جب وہ بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گئے تو ان سے کہا گیا کہ وہ اعلیٰ حاکم اور فوجی افسران کے دماغوں میں آکر گفتگو کریں۔

وہ حکم کے مطابق خیال خوانی کی پرواز کرنے کی کوشش کرنے لگے اور پریشان ہونے لگے۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا ہوا؟ کیا تم لوگ بھول گئے ہو کہ کس طرح کسی کے بھی لب ولہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی جاتی ہے؟"

چھ میں سے ایک نے کہا "سر! ہم اچھی طرح جانتے ہیں لیکن میری سوچ کی لہریں پرواز نہیں کررہی ہیں۔"

باقی پانچ جوانوں نے بھی یہی مجبوری ظاہر کی۔ اعلیٰ حاکم نے حیرانی سے کہا "اس مشین سے سیکڑوں افراد ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرچکے ہیں پھر تم لوگ ناکام کیوں ہورہے ہو؟ کیا مشین میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے؟"

وہاں جتنے ماہر مکینک تھے، وہ مشین کے ایک ایک پرزے کو چیک کرنے لگے پھر انہوں نے کہا "مشین میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔"

وہ سب سر جوڑ کر سوچنے لگے، جب مشین بالکل ٹھیک ہے تو وہ مطلوبہ جوانوں کو ٹیلی پیتھی کیوں نہیں سکھا رہی ہے؟

ایک حاکم نے کہا "ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا جو اسپرے کی گئی ہے، فضا میں اس کے اثرات ابھی باقی ہیں۔ ہمارے جوان اس مشین سے گزرنے کے بعد اس فضا میں سانس لیتے رہے اور سانسوں کے ذریعے دوا کے اثرات ان کے دماغوں تک پہنچتے رہے اسی لیے ہمیں ناکامی ہورہی ہے۔ مشین ٹھیک ہے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں تین دن پہلے دوا اسپرے کیے جانے کی اطلاع ملی تھی۔ کیا اس دوا کے اثرات تین دنوں کے بعد بھی فضا میں موجود رہ سکتے ہیں؟"

دوسرے افسر نے کہا "رہ سکتے ہیں۔ پہلے جو دوا تیار کی گئی تھی، اس کے اثرات فضا میں چند گھنٹوں تک رہتے تھے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف بارہ گھنٹوں تک اس علم سے محروم رہ کر پھر خیال خوانی کرنے لگتے تھے۔ اس بار ایسی تیز اور دیرپا اثرات رکھنے والی دوا اسپرے کی گئی ہے کہ ٹیلی پیتھی ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی ہے۔ ایسی تیز اور پاور فل دوا کے اثرات تین دن تو کیا، تین ہفتوں تک بھی فضا میں رہ سکتے ہیں۔"

چند اکابرین نے تائید کی، جو دوا ہمیشہ کے لیے ٹیلی پیتھی کا خاتمہ کرسکتی ہے، اس کے اثرات فضا میں ہفتوں تک قائم رہ سکتے ہیں۔ ایک نے کہا "ہمیں بابا صاحب کے ادارے سے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اس دوا کے اثرات فضا میں کتنے عرصے تک رہتے ہیں؟"

دوسرے نے کہا "ان سے یہ پوچھنا مناسب نہیں ہے۔ وہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ہم اس دوا کے اثرات کا حساب کررہے ہیں پھر ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اپنے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "وہ نادان نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب ہمارے پاس مشین ہے تو ہم آج یا کل یا ایک برس بعد ٹیلی پیتھی جاننے والے ضرور پیدا کریں گے۔ پھر ان سے دوا کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے میں حرج کیا ہے؟"

"حرج ہے، وہ دشمن ہیں، کبھی صحیح معلومات فراہم نہیں کریں گے۔ اس سلسلے میں ان سے کوئی بات نہیں کرنا چاہیے۔ ہم دو ہفتوں کے بعد پھر اپنے جوانوں کو اس مشین سے گزاریں گے اور ان کے ٹیلی پیتھی کے علم کو رازدار رکھیں گے۔ کبھی حالات نے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ظاہر کیا تو یہ ایک الگ سی بات ہوگی ورنہ ہم ہمیشہ رازداری سے کام لیں گے۔"

اس مشورے کو سب نے پسند کیا اور فیصلہ کیا کہ ابھی وہ صبر وتحمل سے دو ہفتوں تک انتظار کریں گے۔ اس کے بعد دوبارہ اس مشین کو آزمائیں گے۔

○☆○

اِدھر امریکی اکابرین دوبارہ ٹیلی پیتھی کی قوت حاصل کرنے کے انتظار میں تھے۔ اُدھر اسرائیلی اکابرین نے پورس سے سودے بازی کی تھی۔ وہ اپنے چار عالمی شہرت رکھنے والے نہایت ہی ذہین اور تجربے کار ڈاکٹروں کی طرف روانہ کرچکے تھے تاکہ پورس ان کی خدمات حاصل کرکے ٹیلی پیتھی کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے والی دوا تیار کراسکے اور پارس اور علی تیمور سمیت جتنے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں، ان سب کو اس علم سے محروم کرسکے۔

وہ چاروں ڈاکٹر روم پہنچ گئے۔ انہوں نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام کیا۔ پورس کو فون کے ذریعے ان ڈاکٹروں کے نام اور حلیے بتائے گئے تھے۔ وہ ان چاروں سے دور رہ کر ان کی نگرانی کررہا تھا۔ پہلے اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ پارس اس سے بے خبر ہے اور پچھلی بار کی طرح آئندہ اس کی تیار ہونے والی دوائیں چرانے کے لیے ابھی سے کوئی جال نہیں بچھا رہا ہے۔

وہ پارس سے نہ خوف زدہ تھا اور نہ کبھی اس سے کمتر رہنا چاہتا تھا۔ صرف ایک شبہ تھا کہ فرہاد علی تیمور جیسے باپ نے پارس کی ٹیلی پیتھی کا علم بحال رکھا ہوگا۔ ایسے میں ان دونوں کے درمیان طاقت اور صلاحیتوں کا توازن نہیں رہے گا۔ اس طرح شاید وہ اس پر غالب آسکے گا۔ ان حالات میں بھی وہ پارس سے ڈرنے والا نہیں تھا۔ بس اس کی طرف سے جاگتے ہوئے ذہن کے ساتھ محتاط رہنا چاہتا تھا۔

وہ صبح سے شام تک ان ڈاکٹروں کی مصروفیات دیکھتا رہا۔ کوئی ان سے ہوٹل میں ملنے نہیں آیا تھا اور نہ کوئی ان کی نگرانی کرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ تب اس نے فون کے ذریعے ان سے رابطہ کیا پھر کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے بولا "آج رات کی ٹرین میں آپ چاروں کے لیے برتھ ریزرو کرائے گئے ہیں۔ آپ سفر کریں۔ صبح فرانس کے سرحدی اسٹیشن پر چیکنگ ہوگی۔ اس کے بعد اسٹیشن سے باہر جاکر پیرس جانے والی لگژری بس میں سوار ہوجائیں۔ میں آپ لوگوں سے اسی طرح فون پر رابطہ رکھوں گا۔"

ان چاروں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ رات کو ٹرین میں سوار ہوگئے۔ اس نے بھی ٹرین میں سفر کیا لیکن وہ ایسے میک اپ اور گیٹ اپ میں تھا کہ اسے کوئی دوست یا دشمن' پورس کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ نتاشا اور نتالیہ پیرس کے ایک مضافاتی علاقے میں پہنچی ہوئی تھیں۔ وہیں انہوں نے ایک لیبارٹری قائم کی تھی۔

برین آدم نے پورس سے کہا تھا کہ الپا سے کوئی رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ شاید وہ ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگئی ہے۔ الپا نے پورس سے رابطہ کرکے خود کو ٹیلی ڈونا کہا تھا کیونکہ وہ خود کو الپا کہتی تو پورس کبھی یقین نہ کرتا کہ وہ پارس کو چھوڑ کر اس سے دوا کی تیاری میں تعاون کرنے آئی ہے۔

اور وہ تعاون کر رہی تھی۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے پیرس کی پولیس اور انتظامیہ کے چند بڑے افسران کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا تاکہ وہ افسران نتاشا' نتالیہ اور پورس کے لیے مضافاتی علاقے میں لیبارٹری قائم کرنے کے سلسلے میں کسی طرح کی رکاوٹ نہ بنیں۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایسے کاغذات تیار کرائے تھے' جن کے مطابق وہ تینوں اور وہ چاروں ڈاکٹر فرانس کے باشندے ثابت ہوتے تھے۔ پورس نے وہاں رہنے اور لیبارٹری میں دوا تیار کرنے کی پلاننگ اس لیے کی تھی کہ پیرس کی مشرقی سمت کے ایک مضافاتی علاقے میں بابا صاحب کا ادارہ تھا اور مغربی سمت میں اس نے اپنی لیبارٹری قائم کی تھی۔ ایک نفسیاتی حربہ آزما رہا تھا کہ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے شبہ نہیں کریں گے کہ پورس دوائیں تیار کرنے کے لیے ان سے تقریباً تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر موجود ہے۔

کوئی بھی مخالف ہو' وہ جان کا دشمن بن کر ساری دنیا میں ڈھونڈتا پھرے گا اور جسے ڈھونڈ رہا ہے' اس کی بے باکی اور دیدہ دلیری کے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں پائے گا کہ وہ اس کے آس پاس ہی سائے کی طرح ہے۔ بغل گیر ہونے والے دوست ہوتے ہیں لیکن گلے ملتے وقت ایک دوسرے کو دیکھ نہیں پاتے۔ اسی طرح پورس مجھ سے اور بابا صاحب کے ادارے سے بغل گیر ہونے کی حد تک قریب رہے گا تو اسے ہم میں سے کوئی نہیں دیکھ پائے گا اور اس میں شبہ نہیں تھا کہ پورس نے انسانی نفسیات کو سمجھتے ہوئے اپنے کام کے لیے نہایت معقول جگہ کا انتخاب کیا تھا۔

اس ٹرین کی ایک بوگی میں کئی کیبن بنے ہوئے تھے۔ ایک کیبن میں ان چار ڈاکٹروں کے لیے چار برتھ تھے جن پر وہ آرام سے لیٹے ہوئے تھے۔ ٹرین رات کی تاریکی میں تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ پورس اس کے ساتھ والی بوگی کی ایک سیٹ پر کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کئی مسافر ایسی ہی سیٹوں پر نیم دراز ہو کر سو رہے تھے۔ وہ بھی آنکھیں بند کرکے سونا چاہتا تھا پھر پرائی سوچ کی لہروں کو دماغ میں محسوس کرتے ہی اس نے سانس روک لی اور سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

الپا نے ٹیلی ڈونا بن کر دوستی کرنے کے بعد کوڈ ورڈز مقرر کیے تھے جنہیں سن کر وہ اسے دماغ میں آنے دیتا تھا لیکن اب محسوس ہونے والی سوچ کی لہریں جس کی تھیں' اس نے کوڈ ورڈز ادا نہیں کیے تھے۔ گویا آنے والی الپا نہیں تھی کوئی اور تھا۔

دوسری بار وہی سوچ کی لہریں آئیں اور کسی نے کہا "سانس نہ روکو۔ ایک دن تو اسے رکنا ہی ہے۔ ابھی دو چار باتیں کرلو۔"

پورس نے ناگواری سے پوچھا "کون ہو تم؟"

"میں تمہارا پیچھا نہ چھوڑنے والا بہترین دشمن ہوں۔ ہمارے ناموں میں صرف اے اور او کا فرق ہے۔"

"اچھا تو تم پارس ہو۔ آواز اور لہجہ بدل کر آئے ہو۔"

"ہاں۔ احتیاط لازمی ہے۔ میں نے سوچا' تمہارے اندر کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہو سکتا ہے۔ وہ ہم اصل لب و لہجہ سن کر میرے دماغ میں بھی آنے لگے گا۔"

"تم یہ انگریزی زبان ایک اناڑی کی طرح بول رہے ہو۔ اگر پارس ہو تو فرانسیسی زبان میں یا اردو زبان میں بولو۔"

وہ اردو زبان میں بولا "ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ آپ کی مچھلی میں اس لیے آگیا ہوں کہ آپ مجھ کو مچھلی سے نکال کے پچھتا رہے ہوں۔"

"ہوں تو تم پارس نہیں ہو۔ ایک ہندوستانی کی طرح ہندی زبان بول رہے ہو۔ ہندی میں حرف "خ" کو "کھ" اور "ف" کو "پھ" کہتے ہیں۔ چلو اگر اردو نہیں بول سکتے ہو تو فرانسیسی زبان بولو۔"

"تم بہت چالاک ہو۔ تم نے کیسے معلوم کیا کہ میں پھر انسیسی اور اردو ٹھیک طرح نہیں جانتا ہوں؟"

"بہتر ہے' انگریزی بولو۔ یہ "پھ" اور "کھ" والا تلفظ پتھر کی طرح دماغ میں لگتا ہے۔ پارس فرانس میں پیدا ہوا اور وہیں جوان ہوا' روانی سے فرانسیسی بولتا ہے اور اس نے باپ سے اردو زبان سیکھی ہے اس لیے میں نے زبانوں کے ذریعے تمہارے پارس نہ ہونے کی تصدیق کرلی۔ تم ہندوستانی ہو اور ہندوستان میں صرف تین ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ نیلماں' مہاراج اور گرودیو۔ شاید تم مہاراج ہو؟"

"میں بھائی مہاراج کا چھوٹا بھائی گرودیو ہوں۔"

"خود کو پارس کیوں ظاہر کر رہے تھے؟"

"تم اور پارس ایک دوسرے کے لیے جوڑ کا توڑ ہو۔ ذہانت اور صلاحیتوں میں ایک دوسرے سے کم نہیں ہو۔ میں نے سوچا' پارس بن کر تم سے بولوں گا تو تم احساسِ کمتری میں مبتلا ہوجاؤ گے کہ وہ اب بھی خیال خوانی کرتا ہے اور تم اس علم سے محروم ہوگئے ہو۔"

"تم مجھے احساسِ کمتری میں مبتلا نہیں کرسکے۔ اب تمہیں واپس جانا چاہیے۔"

"ٹھہرو۔ سانس نہ روکنا۔ میں دوست بن کر آگیا ہوں۔ یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے کام آؤں۔ تم میری ٹیلی پیتھی کی مدد سے پارس پر غالب آسکتے ہو۔ تم جتنی دوائیں تیار کرتے رہے' پارس ان دواؤں کو اور ان کے فارمولوں کو چراتا رہا اور بار بار تمہیں نقصانات پہنچاتا رہا۔ اب تم چاہو تو میرے ذریعے اسے نقصان پہنچا سکتے ہو اور اس پر غالب آسکتے ہو۔"

"شاید تم نہیں جانتے' وہ جس طرح مجھ پر حملے کرتا ہے' اسی طرح میں اسے منہ توڑ جواب دیتا ہوں۔ اگر وہ چاہتا تو اپنے باپ کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے پیچھے پڑ جاتا۔ مجھے سکون سے رہنے نہ دیتا لیکن وہ باپ کی مدد نہیں لے رہا ہے پھر میں تمہاری مدد کیوں لوں؟"

"تم عجیب ہو۔ کیا دشمن اچانک تمہیں نقصان پہنچائے گا' تب ہی تم جوابی کارروائی کرو گے؟"

"میں نے اب تک جتنی بھی زندگی گزاری ہے' اس میں صرف ایک بار دشمنی میں پہل کی ہے ورنہ کبھی یہ نہیں کہتا کہ آبیل مجھے مار۔ دراصل مجھ میں اور پارس میں بہت مطابقت ہے۔ چاہے ذہانت ہو' چالبازی اور مکاری ہو' حاضر دماغی ہو اور چونکا دینے والی صلاحیتوں کا مظاہرہ ہو' ہم کسی بھی معاملے میں ایک دوسرے سے کمتر ہونا نہیں چاہتے۔ میں نے یہ آزمانے کے لیے کہ پارس کسی معاملے میں مجھ سے بازی لے جاسکتا ہے یا نہیں؟ پہلی بار اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور اس کی محبوبہ بلی ڈونا کو اس سے چھین لیا۔"

گرودیو نے کہا "ہمیں پتا ہے۔ شیر کے منہ سے نوالہ چھیننے والی بات تھی۔ تم نے پارس سے اس کی محبوبہ کو چھین لینے میں کامیابی حاصل کی تھی۔"

"لیکن وہ کامیابی مجھے بعد میں منگنی پڑی۔ میں نے اپنے اصولوں کے خلاف زندگی میں پہلی بار دشمنی کرنے میں پہل کی تھی۔ اب نہیں کروں گا۔"

"گویا تم اس سے خوف زدہ ہونے اور اس سے کترانے کا اعتراف کر رہے ہو؟"

"پچھلی غلطیوں سے سبق حاصل کرنا دانش مندی ہے۔ دشمنوں سے کترانا حکمتِ عملی کہلاتی ہے۔ ان سے خوف زدہ ہونا' بزدلی ہے۔ میں اپنی زبان سے کیا کہوں؟ جاؤ اور پارس سے پوچھو' وہ کہے گا کہ پورس بلا کا بے باک اور معاملہ فہم ہے۔"

"کیا یہ معاملہ فہمی نہیں ہے کہ جب تمہارا اور پارس کا ٹکراؤ ہوتا ہی رہے گا تو کیوں نہ تم اس کی کسی چالبازی سے پہلے ہی اس کے ہوش اڑا دو؟"

"مجھے اپنی ذہانت اور صلاحیتوں پر اس قدر اعتماد ہے کہ اچانک ہونے والے حملے کا جواب بھی دے سکتا ہوں اور اپنا بچاؤ بھی کرسکتا ہوں۔ لہٰذا جتنے دن آرام سے گزر رہے ہیں' اس آرام کو حرام نہیں کرنا چاہتا۔"

"میں تو تمہارے پاس اس لیے آیا تھا کہ تمہاری ٹیلی پیتھی کی کمی کو میں دوست بن کر پورا کروں گا کیونکہ تم تنہا ہو اور تمہیں پارس کے علاوہ نیلماں جیسی خطرناک عورت سے بھی نمٹنا ہوگا۔ جب وہ نیا جسم حاصل کرکے آئے گی تو تمہاری موت بن کر تمہارے دن رات سے کھیلتی رہے گی اور اس طرح الجھائے گی کہ تم دوسرے محاذ پر پارس کے مقابلے میں ذہانت سے کام لینا بھول جاؤ گے۔"

"گرودیو کہلانے والے دھرم راج! میں سمجھ گیا۔ جب تک دو ٹوک بات نہیں کروں گا' تب تک تم اپنی خود غرض

دوستی اور محبت سے باز نہیں آؤ گے۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس لیے میرے مددگار بننا چاہتے ہو کہ تمہاری اس مہربانی کے عوض تمہارے بھائی کی قاتلہ نتاشا کو تمہارے حوالے کردوں۔"

"اگر تم اسے خود غرضی اور سودے بازی سمجھتے ہو تو یہ بہت سستا سودا ہے۔"

"جو سستے ہوتے ہیں' وہ سستا سودا کرتے ہیں۔ نتاشا میری ماں جائی نہیں ہے مگر میں نے زبان سے اسے بہن کہا ہے۔ تم بہن کی دلالی کرسکتے ہو' میں تو اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ میں نے تمہیں دلال کہہ دیا۔ اب تم چلے جاؤ یا سانس روکوں؟"

"پورس! تم ٹیلی پیتھی سے خالی ہو کر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دشمنی مول لے کر آج اپنی زندگی کی بہت بڑی غلطی کررہے ہو۔ جانتے ہو' میں تمہاری زندگی کو موت سے بدترین بنانے کے لیے کیا کرنے والا ہوں؟"

"لو۔ اپنی اس بات کا جواب سنو۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ گرودیو اپنی جگہ حاضر ہو کر جھنجلا گیا۔ بڑا بھائی مہاراج اس کے دماغ میں تھا اور ان کی باتیں سنتا رہا تھا۔ دونوں بھائیوں نے سوچا تھا کہ پورس اب تنہا اور ٹیلی پیتھی سے خالی ہے۔ اگر پارس اور نیلماں کے خلاف اس کی مدد کی جائے گی تو وہ ان کے بھائی کی قاتلہ نتاشا کو ان کے حوالے کردے گا۔

ان کے دوسرے بھائی کو بلی ڈونا نے قتل کیا تھا۔ وہ دونوں عورتوں کو تڑپا تڑپا کر بڑی بے دردی سے قتل کرنے کے لیے بے چین تھے اور ایسے وقت یہ بھول رہے تھے کہ چاروں بھائیوں کی جنم کنڈلی کے مطابق یہ پیش گوئی تھی کہ وہ باقی دونوں بھائی مہاراج اور گرودیو بھی کسی نہ کسی عورت کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔

مہاراج نے گرودیو سے کہا "دھرم راج! جھنجلانے سے بات نہیں بنے گی۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ آج کل کس ملک کے کس شہر میں ہے۔"

"بھائی مہاراج! ہم نے ابھی اس کے دماغ میں رہ کر ٹرین کی آواز سنی ہے۔ ایک جگہ ٹرین رکی تھی تو آپ نے اس کے قریب بیٹھی ہوئی کسی عورت کی آواز سنی تھی' وہ کسی اجنبی زبان میں بول رہی تھی۔"

مہاراج نے کہا "وہ فرانسیسی زبان بول رہی تھی' جو تم نہیں جانتے۔ ایک اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ فرانس کے کسی علاقے میں ہے۔"

"آپ پھر انسیسی جانتے ہیں۔ کیا اس عورت کے دماغ میں گئے تھے؟"

"کیا تھا مگر اس نے سانس روک لی تھی۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ اس کے ساتھ نتاشا یا نتالیہ ہے۔ وہ کسی دوسرے مسافر سے بول رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ دوسرا مسافر بھی فرانسیسی ہے یا یہ زبان جانتا ہے۔ ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ وہ نتاشا اور نتالیہ کے ساتھ فرانس میں کہیں ہے۔"

حقیقتاً پورس کے ساتھ نتاشا اور نتالیہ نہیں تھیں۔ قریبی سیٹ پر ایک حسین عورت بیٹھی ایک مسافر سے باتیں کررہی تھی۔ مہاراج نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی تھی۔ چونکہ وہ پورس کے قریب بیٹھی ہوئی تھی اس لیے مہاراج نے اسے نتاشا یا نتالیہ ہی سمجھا اور وہ حسینہ سانس روکنے کے بعد دوبارہ سانس لیتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اس ٹرین میں ایسا کون ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے' جو اس کے اندر پہنچنے کے لیے آیا تھا۔ پھر دوبارہ نہیں آیا۔ اگر وہ آتا تو وہ اسے اپنے دماغ میں ضرور جگہ دیتی اور معلوم کرتی کہ وہ کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟ وہ آنے والا کچھ نہ کچھ کہتا رہتا تو اس کی باتوں سے وہ خود یاد کرتی رہتی کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور کہاں جارہی ہے؟

وہ ایک بھرپور جوان عورت تھی۔ حسن اور جوانی کی دولت سے مالا مال تھی۔ بدن ایسا دلکش تھا' جیسے ہیرے کو تراشا گیا ہو۔ جب وہ چلتی تھی تو دل پھینک حضرات بے اختیار اس کے پیچھے چلنے لگتے تھے۔ بعض دیوانے ہو کر پوچھتے تھے "کہاں جارہی ہو؟ کیا ہم دوست بن سکتے ہیں؟"

وہ چلتے چلتے رک جاتی تھی۔ کسی بھی دیوانے کو دیکھ کر پوچھتی تھی "کیا تم مجھے جانتے ہو؟ بتاؤ میں کون ہوں؟ پھر ہم دوست بن جائیں گے۔"

اسے کوئی بھی طلب کرنے والا حیرانی سے پوچھتا تھا "کیا تم اپنے بارے میں نہیں جانتی ہو؟ اپنا نام تو جانتی ہو گی؟"

وہ معصومیت سے انکار میں سر ہلاتی تھی۔ عورت بے حد حسین ہو' بھرپور جوان ہو اور معصومیت سے اپنے بارے میں پوچھتی ہو تو ایسی بھٹکنے والی حسینہ اور زیادہ پرکشش ہوجاتی ہے۔ جی چاہتا ہے' اسے اپنے دل میں بھر کر اپنے گھر لے جائیں۔

جو ہوس پرست ہوتے تھے مگر عزت دار ہوتے تھے' وہ اس سے کترا جاتے تھے کہ پتا نہیں کون ہے؟ اسے اپنے ساتھ کار میں بٹھا کر لے جانے سے اپنی عزت کا کباڑا نہ ہوجائے۔

جو محتاط رہنے کے عادی تھے' وہ سوچتے تھے' یہ حسینہ نیم پاگل سی لگتی ہے۔ خود کو نہ پہچاننے والی کی دماغی صحت پر لازماً شبہ ہوتا ہے۔ عقل سمجھاتی ہے کہ وہ گھر سے یا ذہنی امراض کے اسپتال سے بھاگ کر آئی ہے۔ اگر اسے اپنے ساتھ لے جایا جائے گا تو اسے بھگا کر لے جانے کا الزام لگ سکتا ہے۔

ایسے بدمعاش بھی تھے جو اپنی عزت اور قانون کی گرفت میں آنے کی پروا نہیں کرتے تھے۔ ایسے تین بدمعاشوں نے اسے دیکھا تھا تو ایک دوسرے سے کہا "پتا نہیں کون ہے؟ مگر مقناطیس کی طرح کھینچ رہی ہے۔ اسے لے جاکر اپنی راتیں رنگین بنا سکتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "یہ حسین ہے مگر بڑی سنگین ہے۔ ہوسکتا ہے' اس کے دولت مند اور بڑے اختیارات رکھنے والے دعوے دار ہوں۔ وہ اس کے پیچھے آکر ہمیں گولی مار سکتے ہیں یا جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا سکتے ہیں۔"

تیسرے نے کہا "ہونے کو بہت کچھ ہوسکتا ہے لیکن خطرات سے کھیلے بغیر نہ کبھی دولت ملتی ہے' نہ عورت۔ اگر تم محتاط رہنا چاہتے ہو تو گھر جاؤ۔ ہم اسے اپنے اپارٹمنٹ میں لے جائیں گے۔"

ایک نے حسینہ سے کہا "ہم یہ تو نہیں جانتے کہ تم کون ہو؟ اگر تم اپنے بارے میں کچھ جاننا چاہتی ہو تو ہمارے ساتھ چلو۔ ایک پولیس والا ہمارا دوست ہے۔ وہ تمہارے عزیزوں' رشتے داروں کو تلاش کرے گا۔ تمہارا کوئی بھی ایک رشتے دار ملے گا تو وہ تمہاری پوری ہسٹری بتا سکے گا۔"

وہ خود کسی کا سہارا لینا اور کسی چار دیواری میں رات گزارنا چاہتی تھی۔ اپنی تنہائی سے گھبرا رہی تھی۔ ان کے ساتھ ایک اپارٹمنٹ میں آگئی۔ وہ تینوں خوش تھے۔ یہ کبھی سوچ نہیں سکتے تھے کہ اتنی زبردست حسینہ ہاتھ آئے گی۔ وہ اب تک بازاری عورتوں یا کال گرلز وغیرہ سے دل بہلا لیا کرتے تھے اور سستی قسم کی شراب پیا کرتے تھے۔ اس رات ان تینوں نے اپنی اپنی جیب خالی کی۔ تمام رقم ملا کر قیمتی حسن و شباب کو پا لینے کی خوشی میں پہلی بار قیمتی اسکاچ وہسکی خریدی۔ ایک بڑے ہوٹل سے لذیذ اور مہنگا کھانا لے کر آئے۔ وہ بولی "مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ پتا نہیں میں کب سے فاقے کرنے لگی ہوں۔"

انہوں نے کھانے کا ایک پیکٹ اس کے سامنے رکھ دیا۔ شراب کی بوتل کھول کر تین گلاسوں میں ڈبل پیگ بناتے ہوئے ایک نے کہا "عورت کی جوانی کو اور اس نشے کے پانی کو بانٹ کر پیا جائے تو آپس میں دوستی اور محبت بڑھتی ہے۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا اپنا جام اٹھاتے' حسینہ نے ایک جام اٹھا کر ایک گھونٹ پیا پھر رکھ دیا۔ باقی دو دیوانوں نے کہا۔ "میری جان! ہمیں کیا معلوم تھا کہ تم بھی شوق کرتی ہو۔ تم نے اس کے جام کو ایک گھونٹ کا بوسہ دیا ہے۔ ہمارے جام کو بھی ایک ایک بوسہ دو۔"

انہوں نے اپنا اپنا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے مسکرا کر ایک ایک گلاس کا ایک گھونٹ پی کر انہیں دیا۔ ان تینوں نے اپنے اپنے گلاس کو فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ "آج کی رنگین رات ایک اجنبی حسینہ ساتھ' چیرز۔۔۔"

انہوں نے بڑے موڈ میں آکر گلاسوں کو اپنے ہونٹوں سے لگایا پھر مستی اور جوش میں کئی گھونٹ پی گئے۔ پھر گلاس کو میز پر رکھ دیا۔ انہوں نے پہلی بار منگنی شراب کے چند گھونٹ پیے تھے۔ وہ بہت کڑوی تھی۔ ایک نے کہا "یار و! ہم نے یہ وہسکی پہلے کبھی نہیں پی۔ پھر بھی وہسکی اتنی کڑوی نہیں ہوتی۔"

اس کے ساتھیوں نے جواب نہیں دیا۔ ایک اپنے حلق کو ہتھیلی سے سہلا رہا تھا۔ دوسرا دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کراہ رہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہیں پا رہا تھا۔ تینوں کی حالت عجیب سی ہورہی تھی۔ وہ اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھے تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکے۔ ان میں سے کوئی میز پر اوندھے منہ گرا۔ کوئی کرسی سمیت پیچھے الٹ گیا اور جو تیسرا تھا' وہ سنبھلنے کی کوشش کرتے ہوئے میز کے سرے کو تھام کر حسینہ کی طرف جھکا پھر فرش پر اس کے قدموں میں گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے ساتھی بھی فرش پر ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔

وہ حیرانی سے انہیں دیکھ کر بولی "یہ تم لوگوں کو کیا ہورہا ہے؟ ایسی حرکتیں کیوں کررہے ہو؟ نیچے سے اٹھو۔ کرسیوں پر بیٹھو۔"

لیکن وہ گرنے کے بعد اٹھ نہ سکے۔ ان کی باچھوں سے جھاگ نکل رہے تھے۔ دیدے پھیل چکے تھے۔ آخر وہ تڑپ تڑپ کر بالکل ساکت ہوگئے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان تینوں کے پاس جاکر انہیں دیکھنے لگی۔ انہیں آوازیں دے کر جگانے لگی لیکن وہ قیامت کی نیند سو رہے تھے۔ قیامت سے پہلے جاگ نہیں سکتے تھے۔

اسے بھوک لگ رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ آکر بیٹھ گئی۔ پیکٹ سے کھانے کی چیزیں نکال کر تھوڑا کھانے لگی اور باری باری تینوں گلاس اٹھا کر تھوڑا تھوڑا پینے لگی۔ وہ مزے سے

کھا پی رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے وہاں لانے والوں نے کیوں کچھ نہیں کھایا؟ صرف ذرا سا پی کر کیوں سو گئے ہیں؟

وہ سمجھ نہیں سکتی تھی کہ اس کے بوسوں نے انہیں موت کی نیند سلا دیا ہے۔

○☆○

نیلماں کو محض اس لیے شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ وہ آتما شکتی' کالے جادو اور نیلی پیتھی پر بڑا ناز کرتی تھی۔ انہی غیر معمولی صلاحیتوں پر بھروسا کر کے ذہانت سے کام نہیں لیتی تھی۔ وہ پورس جیسے ذہین اور حاضر دماغ جوان کو ٹریپ کر کے نادیدہ گولی کے ذریعے سایہ بن کر اس کے اندر سما گئی تھی۔ اس پر غالب آگئی تھی اور یہ سمجھ بیٹھی تھی کہ جس طرح وہ ایک بار پورس کو اپنے اندر سے نہیں نکال پائی تھی اور اس کے سامنے بے بس ہو گئی تھی اسی طرح پورس بھی اس کے سامنے بے بس ہو کر گھٹنے ٹیک دے گا۔

لیکن پورس نے ثابت کر دیا کہ تمام غیر معمولی صلاحیتیں' ذہانت کے بغیر کامیابی عطا نہیں کرتیں۔ ذہانت سے کام نہ لیا جائے تو ناکامی مقدر بن جاتی ہے۔ پورس نے اسے اپنا جسم چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا اور شی تارا کے ہم شکل جسم کو گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا۔ اس طرح وہ دوبارہ اسی جسم کو حاصل نہ کر سکی۔ کوئی دوسرا جسم حاصل کرنے کے لیے اسے پھر اس وسیع و عریض دنیا میں بھٹکنا پڑا۔

اس بار اس کی آتما کمزوری محسوس کر رہی تھی اور ایسا بار بار جسم بدلنے کے باعث ہو رہا تھا۔ پہلے وہ اپنے پیدائشی جسم میں ڈیڑھ سو برس تک رہی۔ پھر پہلی بار وہ بوڑھے جسم کو چھوڑ کر دیوی شی تارا کے جسم میں سما گئی۔ پورس نے اسے وہ جسم چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس کی آتما بھٹکتی ہوئی ہندوستان آگر ایک حسین و نوخیز نندہ رانی کے جسم میں چلی آئی۔ وہ جانتی تھی کہ بار بار جسم تبدیل کرنے سے آتما کمزور ہونے لگے گی۔ اس آتما کو شکتی پہنچانے کے لیے اسے پھر دنیا داری سے دور رہ کر تپسیا کرنی ہوگی۔ پتا نہیں کتنے عرصے تک تپسیا کرنے کے بعد وہ کھوئی ہوئی شکتی حاصل ہوتی؟ اتنی محنت اور ریاضت سے بچنے کے لیے اس نے طے کیا تھا کہ نندہ رانی کے جسم کو کبھی نہیں چھوڑے گی۔

لیکن ہنی اس کے پیچھے پڑ گئی۔ اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے وہ نندہ رانی کے جسم سمیت اس گاؤں سے بھاگ کر ہندوستان چھوڑ کر ایک یورپین ملک کے شہر میں چلی آئی۔ وہاں وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے نندہ رانی سے دوبارہ شی تارا بن گئی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ شی تارا بن کر پارس اور پورس کو ٹریپ کر سکے گی اور وہ اس مقصد میں کسی حد تک کامیاب ہوئی تھی۔ اس نے پورس کو ٹریپ کیا تھا۔ اس کی نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول بھی حاصل کر چکی تھی۔ اگر وہ یہ چیزیں حاصل کر کے کہیں چلی جاتی اور پورس کے اندر سما کر انتقام لینے کی حماقت نہ کرتی تو اسی نندہ رانی کے جسم میں سلامت رہتی لیکن پورس نے نندہ رانی کے جسم کو گولیوں سے چھلنی کر دیا تو پھر ایک بار اس کی آتما کو ایک نئے جسم کی تلاش میں بھٹکنا پڑا۔

اور اس بار اس کی آتما کچھ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ آئندہ وہ ایک بار یا شاید دو بار جسم تبدیل کر سکے گی اور اپنی قسم پر قائم رہنے کے لیے کسی بہت ہی حسین اور صحت مند عورت کا جسم حاصل کر کے کچھ عرصے تک دنیا داری کو بھول جائے گی۔ کسی چار دیواری میں رہے گی اور پوری طرح شکتی حاصل کیے بغیر اس چار دیواری سے باہر نہیں نکلے گی۔

اس کی آتما بھٹکتی ہوئی یورپ کے ملک اسپین پہنچی اور وہاں کے دارالسلطنت اور سب سے بڑے شہر میڈرڈ میں گھومتی رہی۔ یہ شہر بل فائٹنگ کے جان لیوا کھیل تماشے کے باعث ساری دنیا میں مشہور ہے۔ جو لوگ کبھی اسپین نہیں گئے' انہوں نے فلموں میں بل فائٹرز کو دیکھا ہوگا اور کتابوں میں پڑھا ہوگا۔ مسلمانوں کے لیے اس ملک میں ایک تاریخی کشش ہے۔ یہاں کا ایک بڑا علاقہ جو آج اندلوسیہ کہلاتا ہے' وہ دراصل مسلمانوں کا بسایا ہوا علاقہ اندلس ہے۔ یہاں قرطبہ' غرناطہ' الحمرا اور جنت العارف جیسے اسلامی تاریخی مقامات ہیں۔

یہاں تاریخ میں سب سے بڑی صلیبی جنگ لڑی گئی۔ مسلمانوں نے شاندار فتح حاصل کر کے تقریباً پانچ سو چھبیس برسوں تک یہاں اسلام کا بول بالا رکھا۔ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے بڑی شان و شوکت سے حکومت کرتے رہے۔ میں مسلمانوں کی عظیم الشان تاریخ پیش نہیں کر سکتا۔ میری مجبوری ہے کیونکہ میں اپنی داستان پیش کر رہا ہوں لیکن یہ تاریخی حقیقت آج بھی زندہ ہے کہ مسلمان بادشاہوں کی عیاشی اور ہوس پرستی تباہی کا سبب بنتی ہے۔ آج کتنے ہی اسلامی ممالک کے سربراہوں کی حرم سراؤں میں بے شمار عیسائی' یہودی اور ہندو حسینائیں کنیز بن کر رہتی ہیں۔ اسلامی تاریخ کو پڑھنے والے سربراہوں کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ حرم سراؤں میں رہنے والی غیر مسلم حسینائیں اپنے اپنے ممالک کے سفارت خانوں سے خفیہ رابطے رکھ کر کس طرح ان (اسلامی ممالک کے سربراہوں) کی سیاسی بصیرت کمزور کر رہی ہیں۔ وہ تیل' گیس' سونا' چاندی اور ہیرے جواہرات کی معدنی دولت سے مالا مال ہونے کے باوجود اسرائیل کے دو سو ایٹم بموں سے خوف زدہ ہو کر امریکا سے تحفظ حاصل کرتے ہیں۔ جبکہ وہ خود دو سو کے مقابلے میں دو ہزار ایٹم بم بنا سکتے ہیں اور سائنس و ٹیکنالوجی میں دنیا کی تمام قوموں کو پیچھے چھوڑ سکتے ہیں۔

بہرحال یہ تمام مسلم ممالک کا مجموعی المیہ موجودہ صدی میں ہے اور شاید آئندہ اکیسویں صدی میں بھی رہے گا۔ میری داستان میں جو منفی کردار مجھے' میری فیملی کو اور بابا صاحب کے ادارے کو شکست دینے اور مٹا دینے کے لیے آتے ہیں اور خود مٹ جاتے ہیں تو یہ محض اس لیے کہ میری فیملی اور ادارے کے تمام افراد برسوں سے متحد رہتے آئے ہیں اور میں یہ سمجھانے کی کوششیں کرتا ہوں کہ آج تمام اسلامی ممالک متفق ہو کر خارجہ پالیسیاں بنائیں اور اقوام متحدہ کے فیصلوں کے آگے سر جھکانے کے بجائے اپنا ایک اسلامی متحدہ محاذ بنائیں تو تمام سپر پاور اور بڑے ممالک کی یہی حالت ہوگی' جو بابا صاحب کے ادارے کے سامنے امریکا' اسرائیل اور دوسرے بڑے ممالک کی ہے۔ وہ بار بار شکست کھاتے ہیں اور بار بار نئے ہتھکنڈے استعمال کر کے ہمارے اتحاد کے سامنے ناکام ہوتے رہتے ہیں۔

ویسے ذکر ہو رہا تھا نیلماں کا۔ اس کی آتما بھٹکتی ہوئی اسلامی تاریخ کے ناقابل فراموش شہر غرناطہ پہنچی۔ وہاں اس نے ایک حسین و جمیل عورت کو دیکھا تو دل نے کہا' تلاش ختم ہوئی۔ وہ ایسا ہی حسن و جمال چاہتی تھی۔

اس کا نام ناصرہ احمد تھا۔ اس کا باپ علی احمد ایک بزنس مین تھا۔ کسی نے کاروباری دشمنی کی بنا پر اسے قتل کرا دیا تھا۔ ایک بزنس مین کا بیٹا ناصرہ پر عاشق ہو کر اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن وہ ایک عیسائی جوان سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنی ناکامی برداشت نہیں کر سکتا تھا اسی لیے کرائے کے غنڈوں سے اسے اغوا کرایا اور شہر سے دور اسے ایک کانیج میں پہنچا دیا۔ ایسے ہی وقت نیلماں کی آتما نے ناصرہ کو دیکھا تھا۔

پھر نیلماں بھی ان کے ساتھ اس کانیج میں پہنچی۔ وہاں ناصرہ کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ اب نیلماں چاہتی تھی کہ ناصرہ کو کسی طرح موت آئے تو وہ اس کے جسم میں سما جائے۔ چونکہ آتما کا کوئی ٹھوس وجود نہیں ہوتا اس لیے وہ خود ناصرہ کو ہلاک نہیں کر سکتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کانیج کے سامنے والے میدان میں ایک ہیلی کاپٹر آکر اترا۔ بہت بڑے بزنس مین کا عاشق بیٹا آیا تھا۔ اس نے کانیج میں آکر اس کمرے کے دروازے کے لاک کو کھولا لیکن دروازہ نہیں کھلا۔ ناصرہ نے اسے اندر سے بند کر لیا تھا۔

وہ دروازے پر دستک دے کر بولا "ناصرہ! دروازہ کھولو۔ میں ہیلی کاپٹر لے کر آیا ہوں۔ تمہیں اس ملک سے باہر اٹلی کے شہر روم لے جاؤں گا۔ وہاں تمہارے ساتھ شادی کر کے اپنے والدین سے دور اپنی ایک الگ زندگی گزاروں گا۔"

وہ بولی "نہ میں تمہارے ساتھ جاؤں گی اور نہ تم سے شادی کروں گی۔"

"ضد نہ کرو۔ میں تم سے زیادہ ضدی ہوں۔ دروازہ نہیں کھولو گی تو اسے توڑ کر اندر آؤں گا۔ سیدھی طرح نہیں چلو گی تو تمہیں بے ہوش کر کے ہیلی کاپٹر میں لے جاؤں گا۔"

"اس سے پہلے میں اپنی جان دے دوں گی۔"

اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹی سی شیشی نکالی پھر کہا "اپنے ڈیڈی کے قتل کے بعد میں سمجھ گئی تھی کہ مجھ پر بھی کوئی آفت آسکتی ہے۔ مجھے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے والے کسی دن بھی میری عزت آبرو کو کھلونا سمجھ کر کھیل سکتے ہیں۔ اس لیے میں نے زہر کی یہ شیشی چھپا کر رکھی تھی۔ میں اپنی جان دے دوں گی لیکن تمہیں اپنے بدن تک پہنچنے نہیں دوں گی۔ دروازہ توڑنا چاہو گے تو یہ زہر پی لوں گی۔"

باہر سے اس عاشق نے دروازے کو زور سے لات ماری۔ اسے توڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ ناصرہ نے جب دیکھا کہ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے تو اس نے شیشی کھول کر منہ سے لگائی۔ تین چار گھونٹ پیتے ہی اس کے ہاتھ سے شیشی چھوٹ کر گر پڑی۔ وہ بھی آگے پیچھے ڈگمگاتی ہوئی فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔

نیلماں خوش ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ عاشق دروازے کو بار بار دھکے مار کر توڑنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ ادھر ناصرہ نے تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا۔ نیلماں نے اس کی روح کو اس کے جسم سے نکل کر جاتے دیکھا۔ اسی لمحے میں اس کی آتما مردہ جسم میں داخل ہو گئی۔

اب سے پہلے بھی اس کی آتما نے دو جسم تبدیل کیے تھے اور اس نے بڑی آسانی سے وہ دو جسم حاصل کیے تھے لیکن اس تیسرے جسم میں ناصرہ کے اندر داخل ہوتے ہی وہ پریشان ہو گئی۔ جسم کے زندہ ہوتے ہی زہریلا خون رگوں میں گردش کرنے لگا۔ زہر کی جان لیوا جلن ایسی ہوتی ہے کہ روح' جسم کی قید سے نکل بھاگتی ہے۔ نیلماں کی آتما بھی نکل جانا چاہتی تھی لیکن نکلنے میں اس کا نقصان تھا۔ اسے پھر کسی دوسری حسینہ کے جسم میں جانا پڑتا۔ اس طرح آتما شکتی بالکل ہی کمزور ہو کر ختم ہو جاتی۔

اسے فیصلہ کرنا تھا کہ ناصرہ کے جسم سے نکل کر آخری بار کسی کے جسم میں جائے گی یا اپنی باقی آتما شکتی کو سلامت

رکھے گی؟ باقی رہ جانے والی شکتی آئندہ کسی مصیبت میں کام آسکتی تھی اور وہ آخری بار کسی کے جسم میں جاسکتی تھی۔

وہ زہریلی جلن کو برداشت کرنے لگی۔ اس جلن کو دور کرنے کے لیے منتر پڑھنے لگی۔ اسے کالے جادو میں مہارت حاصل تھی۔ یہ مہارت کام آرہی تھی۔ منتر پڑھتے رہنے کا اثر ہو رہا تھا۔ جلن کم ہوتے ہوتے نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک غیر متوقع قدرتی عمل کا ردِعمل اس کے دماغ پر ہوا۔ زہر کی جلن تو ختم ہوگئی لیکن اس کے اثر سے یادداشت گم ہوگئی۔ ذہن اس قدر کمزور ہوگیا کہ وہ اپنے آپ کو بھول گئی۔ دماغ ناصرہ کا تھا جو مر چکی تھی۔ اب وہ دماغ نیلماں کا ہوگیا لیکن زہر کے باعث وہ بھول گئی کہ وہ نیلماں ہے اور ناصرہ کے جسم میں سمائی ہوئی ہے۔ وہ روح کو جسم سے نکالنے کے لیے منتر پڑھتی تھی اور منتر' دماغ سے پڑھا جاتا ہے۔ جبکہ وہ دماغ کمزور اور ناکارہ ہوگیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو بھول گئی تھی پھر جسم کو قید سے نکالنے والا منتر اسے کیسے یاد رہتا؟

اس طرح ناصرہ تو مرگئی۔ نیلماں بھی دماغی طور پر گم ہوگئی۔ جب رفتہ رفتہ زہر کا اثر زائل ہوتا رہتا تو وہ خود کو نیلماں کی حیثیت سے یاد کرنے لگتی پھر جسم کی قید سے نکلنے والے منتر بھی اسے یاد آجاتے۔ فی الحال وہ نہ اِدھر کی رہی' نہ اُدھر کی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اسے ایک کمرا نظر آیا۔ وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی اور اس سے کچھ فاصلے پر زہر کی ایک چھوٹی سی شیشی بھی فرش پر دکھائی دے رہی تھی۔

وہ سوچنے لگی "یہ کون سی جگہ ہے؟ میں یہاں کیسے آئی ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں؟ مگر میں کون ہوں؟"

وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھوں سے ریشمی زلفوں کو جکڑ کر ذہن پر زور دینے لگی۔ وہ کمرے کے ہر سامان کو پہچان رہی تھی۔ بستر' صوفے' سنگار میز اور میک اپ کا سامان' دیواریں' کھڑکیاں اور دروازے سب ہی سمجھ میں آرہے تھے۔ صرف اپنا وجود' اپنی ہستی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ بار بار یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ کون ہے؟ اور کہاں سے آئی ہے؟

کمرے کے باہر اس کا نامراد عاشق دروازہ توڑنے میں ناکام رہا تھا۔ بلند آواز میں غصے سے کہہ رہا تھا "میں بھی دیکھتا ہوں کہ تم کب تک یہ دروازہ نہیں کھولو گی۔ زہریلی کر مرنے کی دھمکی نہ دو۔ میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ مرجاؤ گی تو تمہاری لاش کے ساتھ بھی رات گزاروں گا۔"

وہ دروازے کی طرف دیکھ کر اس کی باتیں سن رہی تھی۔ فرش پر سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

"تم کون ہو؟ کیا تم مجھے جانتے ہو؟ کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آئی ہوں؟"

وہ بولا "واہ کیا سُریلی کر بول رہی ہو۔ ذرا دروازہ تو کھولو۔ تمہاری پوری ہسٹری تمہیں بتاؤں گا۔"

اس نے دروازے کی چٹخنی نیچے کی۔ دروازہ کھل گیا۔ نامراد عاشق نے فوراً ہی قریب آکر دیکھا۔ کمرے کے فرش پر ایک شیشی دکھائی دی۔ اس کے لیبل پر "زہر" لکھا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر شیشی کو اٹھا کر دیکھا پھر حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم نے زہر پیا ہے؟"

"زہر؟" اس نے شیشی کو دیکھ کر کہا "مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔ پلیز مجھے بتاؤ' یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے یہ کیوں یاد نہیں آرہا ہے کہ میں کون ہوں؟"

وہ زہر کی شیشی کو اور حسینہ کو دیکھ رہا تھا اور کچھ سوچ رہا تھا پھر وہ بولا "معلوم ہوتا ہے' تم نے اسے پیا ہے۔ اس زہر نے تمہیں ہلاک تو نہیں کیا ہے مگر تمہیں ذہنی طور پر مفلوج کردیا ہے۔ میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں کسی ڈاکٹر کے پاس لے چلوں گا۔ وہ تمہارا علاج کرے گا پھر تمہیں تمام بھولی ہوئی باتیں یاد آجائیں گی اور تم خود کو بھی پہچاننے لگو گی۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے لے جانے لگا۔ وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی کانچ کے باہر آکر ہیلی کاپٹر میں بیٹھ گئی۔ وہ دل میں کہنے لگا "یہ زہر تو میرے لیے پیار کا امرت بن گیا ہے۔ اس کا دماغ الٹ گیا ہے۔ یہ میرے ساتھ راضی ہوگئی ہے۔ میں اسے کبھی کسی دماغی امراض کے ڈاکٹر کے پاس نہیں لے جاؤں گا۔"

ہیلی کاپٹر پرواز کرنے لگا۔ وہ زمین' آسمان کو اور سمندر کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے پہلی بار اس دنیا کو دیکھ رہی ہو۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ اٹلی کے شہر روم کے ایک مضافاتی علاقے میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک عالی شان محل کے سامنے کھلی جگہ ہیلی کاپٹر کو اتارا گیا۔ نیلماں نے پوچھا "یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ میرا محل ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہارے علاج کے لیے ڈاکٹر کو یہاں بلاؤں گا۔"

محل کے اطراف اور سامنے کئی مسلح گارڈز کھڑے ہوئے تھے۔ ایک گارڈ نے اس عاشق رئیس زادے کے پاس آکر کہا "سر! ایک گڑبڑ ہوگئی ہے۔ ابھی بڑے صاحب نے فون پر کہا ہے کہ وہ آدھے گھنٹے میں یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

رئیس زادے نے پریشان ہو کر کہا "یہ تو واقعی گڑبڑ ہوگئی۔ ڈیڈی اس حسینہ کو یہاں دیکھ کر میرا جیب خرچ بند کردیں گے۔ یہ ہیلی کاپٹر بھی مجھ سے چھین لیں گے۔"

وہ نیلماں کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے چلتا ہوا ایک کار کے پاس آیا۔ نیلماں کو اس میں بٹھاتے ہوئے گارڈ سے کہا "ڈیڈی یہاں آکر ہیلی کاپٹر کو دیکھیں گے۔ ان سے کہہ دینا میں یہاں اکیلا آیا ہوں۔ کسی کام سے گیا ہوں۔ صبح واپس آجاؤں گا۔"

وہ کار اسٹارٹ کرکے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ نیلماں نے پوچھا "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"میں کیا بتاؤں کہ ہمیں کہاں جانا چاہیے؟ پہلے تو تم مجھ سے راضی نہیں تھیں۔ اب میرے ساتھ اچین سے یہاں آئی ہو تو یہاں بھی تمہارے ساتھ وقت گزارنے کا چانس نہیں مل رہا ہے مگر میں بہت ضدی ہوں' چانس لے کر ہی رہوں گا۔"

اس نے ایک بہت مہنگے ہوٹل میں ڈبل بیڈ روم حاصل کیا پھر اس کے ساتھ اس کمرے میں آیا۔ وہ بولی "ڈاکٹر کہاں ہے؟"

"آج کی رات میں ہی تمہارا ڈاکٹر ہوں۔ ایسا علاج کروں گا کہ ساری زندگی مجھے یاد کرتی رہو گی۔"

اس نے دونوں بازوؤں میں اسے جکڑ لیا۔ وہ معصومیت سے بولی "تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم بھی ڈاکٹر ہو۔ وہیں میرا علاج کرسکتے تھے۔ اتنی دور آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ اس کے چہرے پر جھکتے ہوئے' اس کے رس بھرے گلابی لبوں کے قریب سے قریب تر ہوتے ہوئے بولا "تم تو سب کچھ بھول چکی ہو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ علاج کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔"

وہ کچھ نہ بول سکی۔ رئیس زادے نے اس کے لبوں پر چپ کی مہر لگا دی۔ چند سیکنڈ بالکل خاموشی رہی پھر یکبارگی رئیس زادہ چیخ مار کر اس سے دور ہوگیا۔ اس کا لعاب دہن اپنی زبان سے لگتے ہی یوں لگا تھا' جیسے کسی ناگن نے اسے ڈس لیا ہو۔ وہ لڑکھڑا کر گرا پھر تڑپنے اور فرش پر ایڑیاں رگڑنے لگا۔ نیلماں اسے حیرانی اور سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر اس نے پوچھا "اے! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تم فرش پر لیٹ کر ڈانس کیوں کر رہے ہو؟"

وہ جواب نہ دے سکا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے۔ دیدے پھیل گئے تھے پھر وہ ایک دم سے ساکت ہوگیا۔ نیلماں نے قریب آکر فرش پر بیٹھ کر اسے ہلایا پھر جھنجوڑ کر بولی "اے! تم ابھی ڈانس کر رہے تھے۔ اب اچانک خاموشی سے کیوں لیٹ گئے ہو؟"

وہ سمجھ نہ سکی کہ اسے ساتھ لانے والا مرچکا ہے۔ جب اسے کوئی جواب نہ ملا تو وہ وہاں سے اٹھ کر سوچنے اور پریشان ہونے لگی کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اسے اپنے ساتھ لانے والا نہ جانے کیوں خاموش ہوگیا ہے؟ وہ سوچتی ہوئی دروازے کے پاس آئی پھر وہاں سے پلٹ کر بولی "دیکھو آخری بار کہہ رہی ہوں۔ کیا مجھ سے نہیں بولو گے؟"

مردہ بے چارہ کیسے بولتا۔ نیلماں بیزاری سے "اونہہ" کہہ کر پھر دروازہ کھول کر کمرے سے باہر آگئی۔ پہلے وہ رئیس زادے کے ساتھ لفٹ کے ذریعے اوپر آئی تھی۔ واپسی میں لفٹ کو بھول گئی۔ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے گراؤنڈ فلور پر پہنچی پھر استقبالیہ کاؤنٹر کے قریب سے گزرتی ہوئی' ہوٹل کے باہر آگئی۔

شام ہو رہی تھی۔ وہ ایک فٹ پاتھ پر پیدل چلنے لگی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ کہاں جانا ہے؟ وہ اتنی حسین اور اسمارٹ تھی کہ اسے دیکھنے والے دل پھینک جوان اور بوڑھے اس کے پیچھے چلنے لگتے تھے۔ پچھلے باب میں یہ ذکر ہوچکا ہے کہ شہر کے کتنے ہی لوگ اس اکیلی حسینہ کو دیکھ کر کس طرح اس کی آرزو کر رہے تھے پھر تین جوان اسے اپنے اپارٹمنٹ میں لے گئے تھے۔ وہاں انہوں نے اپنے اپنے گلاس سے اسے ایک دو گھونٹ وہسکی پلائی پھر اس کی چھوڑی ہوئی جھوٹی شراب پی کر حرام موت مرگئے۔

وہ حیران ہو رہی تھی کہ اس کے پاس آنے والے مرد فرش پر گر کر تڑپتے کیوں ہیں؟ اور ہمیشہ کے لیے خاموش کیوں ہوجاتے ہیں؟ وہ بھوکی تھی۔ تین لاشوں کے پاس بیٹھ کر کھاتی پیتی رہی۔ کھانے کے بعد ان لاشوں کو ناگواری سے دیکھ کر اس اپارٹمنٹ سے باہر آگئی۔ ابھی اس کے مقدر میں بھٹکنا لکھا ہوا تھا۔ وہ بھٹکتی ہوئی ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر آئی پھر اس ٹرین میں سوار ہوگئی' جس میں پورس اپنے چار ڈاکٹروں کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔

تقدیر بھی خوب تماشے دکھاتی ہے۔ وہ پورس کے بالکل ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔ اب پوزیشن یہ تھی کہ پچھلی وارداتوں کی طرح اس کا زہر کسی طرح پورس تک پہنچ سکتا تھا۔ اس کے پچھلے چار شکار نہیں جانتے تھے کہ خلافِ توقع زہر کس طرح ان کے اندر پہنچے گا اور پورس بھی یہ نہیں جان سکتا تھا۔ دوسری طرف نیلماں کے لیے بھی خطرہ تھا' پورس اس کی کسی ادا سے یا اس کے تیور سے اسے پہچان سکتا تھا۔

دونوں ایک دوسرے سے انجان تھے۔ کسی بھی لمحے میں کوئی بھی کسی کو پہچان سکتا تھا اور حملہ کرنے میں پہل کرکے اس کی موت بن سکتا تھا۔ پتا نہیں ان میں سے کس کی شامت آئی تھی۔

شاید پورس اسے پہچان لیتا۔ ہزاروں کلومیٹر کی دوری سے مہاراج نے بھی نیلماں کے دماغ میں پہنچنا چاہا تھا لیکن اس نے سانس روک کر اسے واپس جانے پر مجبور کردیا تھا۔ ادھر مہاراج اور گرودیو نے یہ سمجھا کہ پورس کے پاس بیٹھ کر سانس روکنے اور اپنے دماغ سے بھگانے والی تناشاہی ہوگی۔

اس نے دوبارہ اس کے دماغ میں جانے کی کوشش نہیں کی کیونکہ وہ کالے جادو کے ایک عمل کی تیاری کرچکا تھا۔ اس عمل کے ذریعے یہ معلوم ہوسکتا تھا کہ اس کے بھائی کی قاتلہ تناشا کس ملک کے کس علاقے میں رہتی ہے۔ ابھی تو خیال خوانی کے ذریعے ٹرین کی آواز سن کر پتا چلا تھا کہ وہ پورس کے ساتھ سفر کررہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد کالا جادو اسے بتانے والا تھا کہ وہ دونوں کس ملک کی ٹرین میں ہیں اور کہاں جانے والے ہیں۔

پورس نے اپنی سیٹ پر نیم دراز ہوکر سر گھماتے ہوئے نیلماں کی طرف دیکھا پھر دل میں کہا "غضب کی حسین عورت ہے۔ پتا نہیں کب سے میرے پاس بیٹھی ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے گرودیو سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔"

اس کے سامنے والی سیٹ پر میاں بیوی بیٹھے تھے۔ بیوی کی گود میں بچہ تھا۔ وہ بچے کو فیڈر سے دودھ پلا رہی تھی۔ اس کے میاں نے پورس سے کہا "آپ بڑی دیر سے آنکھیں بند کیے ہوئے تھے۔ ہم نے سمجھا، آپ سو رہے ہیں۔ یہ جو آپ کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے اس کے ساتھ ایک پرابلم ہے۔ اس کی یادداشت گم ہوچکی ہے۔ یہ خود کو بھول چکی ہے۔"

اس کی بیوی نے کہا "پتا نہیں کہاں سے آئی ہے؟ بغیر ٹکٹ اور ریزرویشن کے ٹرین میں آگئی تھی۔ ہم نے اس کا ٹکٹ بارڈر اسٹیشن تک لیا ہے۔"

"اور ہم نے اسے پچیس فرانک دیے ہیں لیکن یہ کسی بھی کرنسی کے ذریعے کوئی چیز خریدنا نہیں جانتی ہے۔ ہم اگلے اسٹیشن پر اتر جائیں گے۔ آپ اس سے کچھ ہمدردی کریں۔ اسے پولیس اسٹیشن یا کسی فلاحی ادارے میں پہنچادیں۔"

پورس ان کی باتیں سن رہا تھا اور نیلماں کو توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا "تمہیں پہلی بار کب معلوم ہوا کہ تم اس دنیا کو دیکھ رہی ہو اور اپنے بارے میں سوچ رہی ہو کہ تم کون ہو؟"

وہ بتانے لگی کہ پہلی بار آنکھیں کھول کر اس نے خود کو ایک بند کمرے میں دیکھا تھا۔ کمرے کے باہر کوئی شخص بول رہا تھا۔ اس نے دروازے کو اندر سے کھولا۔ اس شخص نے اندر آکر ایک شیشی فرش پر سے اٹھا کر کہا کہ وہ زہر ہے اور شاید اس نے زہر پیا تھا۔

پھر وہ اس شخص کے ساتھ ہیلی کوپٹر میں بیٹھ کر ایک محل کے سامنے آئی۔ وہاں سے ایک کار میں بیٹھ کر اس شخص کے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں آئی۔ وہ شخص اس کے لبوں کو چومنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی چیخ مار کر گر پڑا پھر ایسا چپ ہوا کہ بار بار مخاطب کرنے پر کچھ نہ بولا۔ پتا نہیں اسے کیا ہوگیا تھا۔

پورس نے کہا "جب کوئی حرکت نہ کرے۔ زبان سے کچھ نہ بولے اور سانس نہ لے تو سمجھ لیا کرو کہ وہ مرچکا ہے۔"

وہ بول رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ شخص اس حسینہ کے لبوں کو چومتے ہی کیسے مرگیا؟ کیا اس حسینہ نے اس شیشی سے زہر پیا تھا؟ زہر پینے کے بعد یہ کسی طرح بچ گئی لیکن دماغی طور پر ناکارہ ہوگئی ہے۔ اس نے پوچھا "تم ہوٹل سے نکل کر کہاں گئی تھیں؟"

وہ بولی "مجھے یاد نہیں ہے کہ میں کہاں کہاں گھومتی رہی پھر تین آدمی مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ انہوں نے میرے لیے کھانا اور اپنے لیے شراب منگوائی لیکن شراب کے چند گھونٹ پیتے ہی وہ مرگئے۔"

پورس نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا "شراب پینے سے آدمی نہیں مرتا۔ ذرا سوچ کر بتاؤ۔ کیا تم نے اس شراب کو منہ سے لگایا تھا؟"

"ہاں۔ انہوں نے پینے سے پہلے اپنے اپنے گلاس سے مجھے ایک ایک دو دو گھونٹ پلائے تھے پھر اسے خود پیا تھا۔"

وہ دل ہی دل میں بولا "او گاڈ! یہ زہریلی ناگن بن گئی ہے۔ پتا نہیں یہ کون ہے؟ اس کے آگے پیچھے کوئی عزیز رشتے دار یا شناسا ضرور ہوگا مگر کہاں ہوگا؟ اس کے بیان کے مطابق یہ ہیلی کوپٹر میں آئی ہے۔ ہوسکتا ہے کسی دوسرے ملک سے یہاں آئی ہو۔"

اس وقت وہ یہ سوچ کر جھنجلایا کہ ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم نہ ہوتا تو اس حسینہ کے دماغ میں پہنچ کر اس کی پچھلی زندگی کے تمام حالات معلوم کرلیتا۔ اب تو ایک سراغ رساں کی طرح سوالات کرتے ہوئے اور اس کے جوابات کے تعلق ایک دوسرے سے جوڑتے ہوئے اصلیت معلوم کرنا ہوگی۔ تب شاید معلوم ہوسکے گا کہ یہ کون ہے اور کہاں سے آئی ہے؟

اس نے نیلماں یعنی سابقہ ناصرہ سے پوچھا "کیا تم نے

غور کیا تھا کہ تمہیں اپنے ساتھ لے جانے والے کیوں مرجاتے ہیں؟"

وہ ذرا دیر تک سوچتی رہی پھر بولی "ابھی تم نے کہا تھا کہ جو حرکت نہ کرے، زبان سے نہ بولے اور سانس نہ لے تو سمجھو وہ مرجاتا ہے پھر تو واقعی مجھے اپنے ساتھ لے جانے والے مرجاتے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ کیوں مرجاتے ہیں؟"

"تم زہریلی ہو۔ جو تمہارا جھوٹا کھائے پیے گا یا تمہارے لبوں کا بوسہ لے گا، وہ مرجائے گا۔"

یہ سن کر وہ حیران اور پریشان ہورہی تھی پھر بولی "یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ ایسا ہوتا رہے گا تو مجھ سے ہمدردی کرنے والے اور مجھے سہارا دینے والے مرتے رہیں گے اور میں بار بار بے سہارا ہوکر بھٹکتی رہوں گی۔"

"تم عقل سے کام لوگی۔ اپنے کھانے پینے کا برتن الگ رکھوگی۔ جس کھانے پینے کی چیز کو منہ لگاؤ گی، وہ چیز دوسروں کو کھانے پینے نہیں دوگی اور کسی کو بوسہ لینے کی اجازت نہیں دوگی تو وہ ہمدردی اور مہربانی کرنے والا زندہ رہے گا اور تمہیں بھی سہارا ملتا رہے گا۔"

"اگر میں تمہیں اپنا جھوٹا کھانے پینے کو نہ دوں اور تمہیں بوسہ لینے کی اجازت نہ دوں تو تم مجھے سہارا دوگے؟"

"ہاں۔ تمہیں سہارا نہیں دوں گا تو تم کہیں بھی کسی کے بھی قتل کے الزام میں گرفتار ہوجاؤ گی۔ جو چار آدمی تمہارے زہر سے ہلاک ہوچکے ہیں، ان کے سلسلے میں بھی پولیس تمہیں تلاش کررہی ہوگی۔ یہ اچھا ہوا کہ تم اس ٹرین میں آگئیں۔ صبح سرحدی اسٹیشن پہنچ جاؤ گی تو اس ملک سے نکلنے کے بعد یہاں کی پولیس تمہیں گرفتار نہیں کرسکے گی۔"

"کیا تم مجھے سرحد کے پار دوسرے ملک میں لے چلو گے؟"

"ہاں۔ تم نے میرے اندر تجسس پیدا کردیا ہے۔ میں معلوم کرکے رہوں گا کہ تم کون ہو؟ میں تمہارے والدین اور عزیز و اقارب تک تمہیں پہنچاؤں گا۔"

وہ خوش ہوکر، اس کی طرف جھک کر دونوں بانہیں اس کی گردن میں ڈال کر کچھ کہنا چاہتی تھی۔ پورس نے فوراً ہی اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر اسے اپنے سے ذرا دور کرتے ہوئے کہا "خوشی کے مارے ایسی غلطی نہ کرو۔"

"صرف گردن میں بانہیں ڈالنے یا ہاتھ لگانے سے کیا ہوتا ہے؟"

"جذبات بھڑکتے ہیں۔ مجھ میں قوتِ برداشت ہے۔ میں تمہارے بارے میں نہیں جانتا۔ تم جذبات سے مغلوب ہوکر مجھے چوم سکتی ہو۔ میرے جسم کے کسی حصے میں تمہارے دانت لگ سکتے ہیں۔ پلیز احتیاط کرو اور مجھ سے ایک بالشت دور رہا کرو۔"

وہ قائل ہوکر بولی "تم ٹھیک کہتے ہو۔ مجھے خوش ہوکر بھی بہکنا نہیں چاہیے۔ تم میرا سہارا بننے والے ہو۔ میں وعدہ کرتی ہوں، تمہیں نقصان پہنچانے والی کوئی حرکت نہیں کروں گی۔"

"شاباش۔ تم بہت سمجھ دار ہو۔ میرا مشورہ ہے، خاموش رہ کر ذرا ذہن پر زور ڈال کر سوچتی رہو، شاید کوئی بھولی ہوئی بات تمہیں یاد آجائے۔"

وہ اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرکے سوچنے لگی۔ سامنے بیٹھے ہوئے میاں بیوی کے پاس ایک چھوٹا ٹرانسسٹر ریڈیو تھا۔ اس شخص نے چینل تبدیل کیا تو ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ وہ عربی میں کچھ بول رہا تھا۔ نیلماں توجہ سے سن رہی تھی پھر وہ خود عربی میں کچھ بولنے لگی۔ اس وقت ریڈیو سے بھی کوئی عورت بول رہی تھی۔ پورس نے کہا "تم یہ زبان جانتی ہو۔ ابھی کیا بول رہی ہو؟"

اس نے ریڈیو کی طرف انگلی اٹھا کر کہا "یہ مجھ سے کہہ رہا ہے، ناصرہ! تم مجھے چھوڑ کر دربدر کہاں بھٹک رہی ہو؟ میں اس سے کہہ رہی ہوں کہ بے شک بھٹک رہی ہوں مگر اسے نہیں جانتی ہوں یا بھول گئی ہوں کہ اسے کہاں چھوڑ کر آئی ہوں۔"

پورس نے کہا "وہ کسی ناصرہ کو مخاطب کررہا ہے اور جواب تم دے رہی ہو! اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا نام ناصرہ ہے۔"

"اں؟" وہ چونک کر بولی "ہاں یہ تو ریڈیو سے ڈراما نشر ہورہا ہے پھر میں نے اس کا جواب کیوں دیا؟ مجھے... مجھے ایسا لگا جیسے اس نے مجھے مخاطب کیا ہو۔"

"پھر تو یہ اندازہ درست ہوسکتا ہے کہ تمہارا نام ناصرہ ہے۔"

"ہاں، ہوسکتا ہے۔ میرا کوئی تو نام ہونا چاہیے۔ ناصرہ نام ہوسکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تصدیق ہونے تک میں اسی نام سے تمہیں مخاطب کیا کروں گا۔"

ریڈیو بند ہوگیا تھا۔ وہ میاں بیوی اپنا سامان اٹھا کر جارہے تھے۔ ٹرین کسی اسٹیشن پر رکی ہوئی تھی۔ نیلماں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی خلا میں یوں تک رہی تھی جیسے خیال خوانی

کرنے والے گم صم سے ہو کر کسی کے دماغ میں پہنچ رہتے ہیں یا کسی کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر سنتے رہتے ہیں۔ پورس کو پھر ایسے غیر معمولی علم سے محرومی کا احساس ہوا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ بابا صاحب کے ادارے والوں کو خوب گالیاں دے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ عورتوں اور کمزور مردوں کی طرح جھنجلا کر دشمنوں کو گالیاں دینے کا عادی نہیں تھا۔ ناکامیوں کو کامیابیوں میں بدلنے کے لیے تدابیر سوچتا تھا اور ان پر عمل کیا کرتا تھا۔

اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر سانس روکنے سے پہلے ہی الپا نے بلی ڈونا کی حیثیت سے کوڈورڈز ادا کیے۔ پورس نے جواباً کوڈورڈز ادا کر کے کہا "تم نے کئی گھنٹوں بعد رابطہ کیا ہے۔ نتاشا اور نتالیہ کے لیے فرانس کی وہ جگہ نئی ہے۔ میں ان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے بے چین ہو رہا تھا۔"

"میں ان کے پاس گئی تھی۔" وہ پورس کو بتانے لگی کہ وہ دونوں دوا تیار کرنے کے سلسلے میں تمام آلات اور دیگر سامان پیرس سے خرید کر لائی تھیں اور لیبارٹری میں انہیں ترتیب سے رکھ رہی تھیں۔ اسی وقت نتاشا کے حلق سے چیخ نکلی۔ نتالیہ نے پوچھا "کیا ہوا سسٹر؟"

وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بولی "مم۔۔۔ میرے یہاں سوئی چبھ رہی ہے۔"

پھر اس نے دوسری بار چیخ ماری۔ اپنے سر کے پچھلے حصے پر ہاتھ رکھ کر بڑی تکلیف سے کہا "میرے دماغ میں بھی سوئی چبھ رہی ہے۔"

وہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ نتالیہ نے پریشان ہو کر پوچھا "اوہ سسٹر! یہ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی "میں سمجھ گئی ہوں۔ کوئی مجھ پر کالا جادو کر رہا ہے۔ کوئی میرا پتلا بنا کر اس کی پیشانی اور سر کے پیچھے سوئیاں چبھو رہا ہے۔"

تب نتاشا نے اپنے اندر مہاراج کا قہقہہ سنا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہاں میں نے تمہارے دماغ میں آنے کا یہ راستہ اختیار کیا ہے۔ اس سے پہلے میں نے جب بھی تمہارے اندر آنا چاہا، تم نے سانس روک کر مجھے بھگا دیا۔ اب کیسے بچ کر نکلو گی؟"

نتاشا نے اپنی بہن سے کہا "نتالیہ! تم بالکل خاموش رہنا۔ منہ سے ایک آواز بھی نہ نکالنا۔ وہ شیطان مہاراج میرے اندر ہے۔ یہ تمہاری آواز سن کر تمہارے اندر بھی آجائے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میرے اندر مہاراج کا بھائی گرودیو ہنس رہا ہے اور مجھے بھی ہنسنے پر مجبور کر رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟"

"تم پر کالا جادو نہیں کیا جا رہا ہے۔ تم سانس روک کر اسے بھگا سکتی ہو۔"

"یہ مجھے دھمکی دے رہا ہے کہ سانس روکوں گی تو میرا بھی پتلا بنایا جائے گا۔ اس پتلے کے جسم میں سوئیاں چبھوئی جائیں گی تو میں وہ چبھن برداشت نہیں کر سکوں گی۔"

"تم اس کی دھمکی میں نہ آؤ۔ ابھی سانس روک کر اس سے نجات حاصل کرو۔"

اس سے پہلے کہ نتالیہ سانس روکتی، گرودیو نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ نتاشا اسے سہارا دینے کے لیے اس کی طرف جانا چاہتی تھی مگر چیخ مار کر وہ بھی فرش پر گر پڑی۔ مہاراج نے بھی اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ وہ بھی نتالیہ کی طرح فرش پر تڑپ رہی تھی۔

اسی وقت الپا، نتاشا کے دماغ میں آئی۔ اس کی حالت دیکھ کر پہلے تو حیران ہوئی پھر اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ مہاراج اور گرو دیو ان دونوں بہنوں کو ٹریپ کر رہے ہیں۔ اس نے سخت لہجے میں کہا "مہاراج! نتاشا کو چھوڑ دو ورنہ بری طرح پچھتاؤ گے۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "ابھی میں نے نتاشا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے کہ بلی ڈونا، پورس اور اسرائیلی آرمی انٹیلی جنس کے برین آدم سے تعاون کر رہی ہے اور ان کی اینٹی ٹیلی پیتھی دوا بنانے کے سلسلے میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے مدد کر رہی ہے۔"

"جب تمہیں معلوم ہو چکا ہے تو بہتر یہی ہے کہ ہمارے منصوبے کو ناکام بنانے کی حماقت نہ کرو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔"

وہ بولا "میرے ایک بھائی کو نتاشا نے اور دوسرے بھائی کو تم نے قتل کیا تھا۔ تم دیکھو گی کہ میں نتاشا کو کس طرح تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔ اسے حرام موت مارنے کے بعد تمہارا پتلا بنا کر سوئیاں چبھو کر اسی طرح تمہیں بھی اپنے شکنجے میں لے آؤں گا پھر دنیا کی کوئی طاقت تمہیں حرام موت مرنے سے نہیں بچا سکے گی۔"

الپا سوچ میں پڑ گئی کہ وہ بلی ڈونا کا پتلا بنا کر اسے ٹریپ کرے گا اور اس کے خیالات پڑھے گا تو یہ بھید کھل جائے گا

کہ بلی ڈونا ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہے۔ کوئی دوسری عورت بلی ڈونا کے نام سے پورس کو دھوکا دے رہی ہے۔

اس نے برین آدم کے پاس آ کر کہا "بگ برادر! گڑبڑ ہو گئی ہے۔ مہاراج اور گرودیو کالے جادو کے ذریعے نتاشا اور نتالیہ کے دماغ پر قبضہ جما چکے ہیں۔ مہاراج نے نتاشا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے کہ ان کے دماغوں میں بلی ڈونا آتی ہے۔ وہ کالے جادو کے ذریعے بلی کے دماغ میں پہنچے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ کوئی عورت بلی ڈونا بن کر پورس کو دھوکا دے رہی ہے۔ وہ فرہاد سے رابطہ کر کے معلومات حاصل کرے گا تو اسے پتا چلے گا کہ میں نے پارس اور فرہاد کی فیملی سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور شاید یہ بھی معلوم ہو جائے کہ میں ٹیلی پیتھی سے محروم نہیں ہوئی ہوں۔"

برین آدم نے کہا "ہوں۔ جب فرہاد اور پارس وغیرہ سے تصدیق ہو گی تو پورس ہم سے بدظن ہو جائے گا۔ ہمارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ مہاراج بلی ڈونا تک نہ پہنچ سکے۔ ہمارے ملک میں بھی بڑے زبردست کالا عمل کرنے والے لوگ موجود ہیں۔ جب تک مہاراج نتاشا سے انتقام لینے میں مصروف رہے گا، ہم اپنے وچ ڈاکٹر (جادوگر) کے ذریعے بلی ڈونا کی حفاظت کریں گے۔ میں ابھی ایک وچ ڈاکٹر کے پاس جا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ اس طرح پورس کو میری حقیقت معلوم نہیں ہو گی۔ وہ بدستور ہمارا دوست بن کر رہے گا لیکن میں ابھی نتاشا اور نتالیہ کے بارے میں پورس سے کیا کہوں۔"

"اس سے کہو کہ تمہارے مقابلے میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی ہیں۔ تم نتاشا کو بچانے کی کوشش کرتی ہو تو وہ نتالیہ کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہیں اور نتالیہ کے دماغ کی تکلیف دور کرنے جاتی ہو تو وہ نتاشا کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہیں۔ وہ دونوں بے ہوش ہو گئی ہیں۔ جب تک وہ ہوش میں نہیں آئیں گی، تم ان کے خیالات نہیں پڑھ سکو گی۔"

"ٹھیک ہے، میں پورس کے پاس جا کر باتیں بناؤں گی۔ دوائیں تیار ہونے تک میں پورس کو اپنی اصلیت معلوم نہیں ہونے دوں گی۔"

وہ پھر نتاشا اور نتالیہ کے دماغ میں آئی لیکن ان کے خیالات نہ پڑھ سکی۔ وہ دونوں بے ہوش ہو گئی تھیں۔ وہ وہاں سے پورس کے دماغ میں آئی۔ اسے بتانے لگی کہ مہاراج اور گرودیو کالے جادو کے ذریعے نتاشا اور نتالیہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اس نے انہیں دونوں شیطانوں سے بچانے کی کوششیں کیں لیکن انہوں نے دونوں بہنوں کے دماغوں میں زلزلے پیدا کر کے انہیں بے ہوش کر دیا ہے۔ جب تک بے ہوشی کی وجہ سے ان کے دماغ کمزور رہیں گے، تب تک یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ لوگ ان دونوں بہنوں کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟

پورس نے پریشان ہو کر کہا "یہ اچانک کیا ہو رہا ہے؟ ان دونوں سے میرا دلی اور جذباتی تعلق ہے۔ پلیز مہاراج کے پاس جاؤ۔ اس سے کوئی سمجھوتا کرو۔"

"میں نے سمجھوتا کرنے کی کوشش کی تھی لیکن مہاراج تو میری بھی جان کا دشمن ہے۔ میں نے نتاشا کی طرح اس کے ایک بھائی کو قتل کیا تھا۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ نتاشا کو ہلاک کرنے کے بعد کالے جادو کے ذریعے مجھے بھی اپنے شکنجے میں لے کر قتل کروے گا۔ میں نے کہا، بے شک مجھے قتل کر دینا لیکن ایک بار پورس سے بات کر لو مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔"

پورس نے اپنے دماغ میں مہاراج کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "بلی! کیوں بے چارے پورس کو مایوس کر رہی ہو۔ لو میں بات کرنے آ گیا ہوں۔"

پورس نے کہا "اب تو تمہارے جیسے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی حکمرانی ہو گی۔ میں کبھی کسی کے سامنے نہیں جھکتا۔ تم میرے دل و دماغ کو بہت بڑا شاک پہنچانے والے ہو پھر بھی سر نہیں جھکاؤں گا اور گھٹنے نہیں ٹیکوں گا۔ البتہ سمجھاؤں گا کہ مجھ سے بنائے رکھو، ہمیشہ بنے رہو گے۔ نتاشا کو قتل کرنا تو بہت بڑی بات ہو گی۔ اس کے اور نتالیہ کے جسموں پر ہلکی سی بھی خراش آئے گی تو میں تم دونوں بھائیوں کا وہ حشر کروں گا کہ تم دونوں اپنے پیدا ہونے پر پچھتاتے رہو گے۔ مرنا چاہو گے۔ مجھ سے بھی موت مانگو گے لیکن میں مرنے نہیں دوں گا۔ دن رات پچھتاتے رہنے کے لیے سانسیں لیتے رہنے پر مجبور کروں گا۔"

"تم ایسے دھمکیاں دے رہے ہو جیسے نتاشا کو بہن کہہ کر اور نتالیہ کو محبوبہ بنا کر خود غرض اور ہرجائی بن گئے ہو اور تمہیں ان کی موت کی کوئی پروا نہیں ہے۔"

"بے وقوف مہاراج! میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر فرہاد علی تیمور کے بیٹے سے ٹکراتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ کسی دن، کسی بھی وقت مجھے موت آ سکتی ہے۔ جب میں اپنی موت کی پروا نہیں کرتا تو پھر نتاشا اور نتالیہ کی کیا پروا کروں گا۔ مجھے اور ان بہنوں کو ایک دن مرنا ہی ہے تو پھر مار ڈالو ان دونوں کو۔ اس کے بعد تم دونوں بھائی اپنی اپنی موت کا انتظار کرو،

جسے میں تمہاری طرف نہیں آنے دوں گا۔ لوگ زندہ رہنے کے لیے ترستے ہیں' تم دونوں مرنے کے لیے ترستے رہو گے۔"

"یہ تو ہم جانتے ہیں کہ تم پارس کی طرح مکار اور خطرناک ہو لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم پر بھاری پڑو۔ شطرنج کی بساط پر ہم تمہیں شہ مات دینے کے لیے پارس سے دوستی کریں گے۔ افسوس کہ تم دھمکیاں دے کر بھی نتاشا اور نتالیہ کو نہیں بچا سکو گے۔"

"میں بچا سکوں گا یا نہیں؟ یہ مجھ پر چھوڑ دو اور اب جاؤ۔"

"جانے سے پہلے یہ بتا دو' تمہارے ساتھ کون بیٹھی ہوئی ہے۔ جب پہلے آیا تھا تو وہ فرانسیسی زبان میں کسی سے باتیں کر رہی تھی۔ ٹرین کی آواز اب بھی بتا رہی ہے کہ تم اس کے ساتھ سفر کر رہے ہو۔ میں نے اس کے دماغ میں جانا چاہا تھا لیکن اس نے سانس روک لی تھی۔ اس وقت میں سمجھا تھا کہ تمہارے پاس بیٹھنے والی نتاشا ہوگی لیکن جادو کے ذریعے اسے ٹریپ کیا تو پتا چلا کہ وہ اپنی بہن نتالیہ کے ساتھ پیرس کے ایک مضافاتی علاقے میں ہے۔"

"ہاں۔ تم نے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہوگا کہ میں روم سے ٹرین میں سفر کرتا ہوا اٹلی اور فرانس کے سرحدی اسٹیشن کی طرف جا رہا ہوں اور میرے ساتھ چار ڈاکٹر بھی ہیں۔ تمہیں ہمارے خفیہ منصوبے کا علم ہو چکا ہوگا۔ ویسے میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں لیبارٹری قائم کرنے کے لیے اب کسی دوسرے ملک کا انتخاب کروں گا۔ اب جاؤ۔ دفع ہو جاؤ۔"

پورس نے سانس روکی۔ مہاراج چلا گیا۔ اس کے ساتھ الپا بھی دماغ سے نکل گئی تھی۔ پورس نے دل پر پتھر رکھ کر مہاراج سے کہا تھا کہ سب کو ایک دن مرنا ہے۔ نتاشا اور نتالیہ کو قتل کیا جائے گا تو کوئی نئی بات نہیں ہوگی لیکن اس کا دل دکھ رہا تھا۔ نتاشا کو دل سے بہن مانتا تھا اور نتالیہ سے شادی کرنے والا تھا۔ اب مہاراج کی انتقامی کارروائی کے باعث اسے صدمہ پہنچنے والا تھا۔ وہ سوچنے لگا۔ کیا ان دونوں کو بچانے کی کوئی تدبیر ہو سکتی ہے؟

الپا پھر اس کے پاس آ کر بولی "میں اس لیے آئی ہوں کہ تم بہت پریشان ہو گے۔ تم نے اپنے دل پر جبر کر کے نتاشا اور نتالیہ کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے لیکن ہمیں ان دونوں کی حفاظت اور سلامتی کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔"

اس نے اپنے چار ماتحتوں کے نام اور فون نمبر بتا کر کہا۔ "یہ چاروں ہندوستان کے شہر ناگپور میں رہتے ہیں۔ تم بھی مہاراج کے بیٹے مہیش کے ساتھ اس کی کوٹھی میں گئی تھیں اور مہاراج کے بھائی کو قتل کیا تھا۔ میرے ماتحتوں نے بھی وہ کوٹھی دیکھی ہے۔ تم نتاشا کے لب و لہجے میں ان سے کہو کہ وہ فوراً جائیں اور مہیش کو اغوا کر کے کسی خفیہ اڈے میں اس طرح پہنچائیں کہ اس کا باپ خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کے پاس پہنچ کر اس جگہ کا سراغ نہ لگا سکے۔ مہیش کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی جائے یا بے ہوش کر کے رکھا جائے۔"

الپا مہاراج کے بیٹے مہیش کی کوٹھی کا پتا نہیں جانتی تھی۔ ویسے اطمینان تھا کہ پورس کے ماتحت جانتے تھے۔ وہ ان ماتحتوں کے پاس چلی گئی۔

پورس نے نیلماں کو دیکھ کر سوچا "اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا لیکن فرانس نہیں جاؤں گا۔ جو خفیہ لیبارٹری بنا رہا تھا' وہ دشمنوں کی نظروں میں آ چکی ہے۔ اٹلی اور فرانس کی سرحد سے پہلے کسی اسٹیشن پر اتر کر کسی دوسرے ملک کا رخ کرنا ہوگا۔"

○☆○

الپا اپنی ٹیلی پیتھی کی سلامتی کی خاطر پارس کو چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ وہ تنہا نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اس لیے بابا صاحب کے ادارے میں آ گیا۔ وہاں سونیا اور اعلیٰ بی بی ثانی کے ساتھ وقت گزارنے لگا۔ وہ جب بھی ادارے میں آتا تھا تو وہاں سونیا ثانی سے ضرور ملاقات کرتا تھا۔

بہت پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ وہ زندگی کے ایک عجیب موڑ پر آ گئی تھی۔ اس کی جنس تبدیل ہونے والی تھی۔ ٹرین معائنے سے پتا چلا کہ اس کا باقاعدہ علاج نہ کیا گیا تو وہ لڑکی سے لڑکا بن جائے گی۔ یہ زیادہ تشویش کی بات نہیں تھی۔ میڈیکل ٹریٹمنٹ کے ذریعے وہ لڑکا بھی بن سکتی تھی اور بدستور لڑکی بھی رہ سکتی تھی۔ جناب تبریزی نے اس کے باپ سلمان سے پوچھا تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے؟

سلمان نے کہا "آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ ہم آپ سے بہتر فیصلہ نہیں کر سکتے۔ آپ ثانی کے مزاج اور قدرتی حالات کو سمجھ کر اس کے حق میں بہتر فیصلہ کر سکیں گے۔"

انہوں نے کہا "سیدھی سی بات ہے۔ وہ قدرتی طور پر ایک بیٹی بن کر پیدا ہوئی تھی۔ کوئی قدرتی چیز اگر بگڑتی ہے تو ہمیں اسے بگڑنے سے بچانا چاہیے۔ مثلاً پودے قدرتی طور پر نشوونما پاتے ہیں۔ مالی ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتا ہے۔ اگر وہ پودے کسی وجہ سے اکھڑتے ہیں تو انہیں پھر سے اس مٹی اور زمین سے پیوستہ اور وابستہ رکھتا ہے۔ کیڑے اس

کے پتے کھاتے ہیں تو وہ کیڑے مار دواؤں کے ذریعے ان پودوں کی حفاظت کرتا ہے۔ لہٰذا ثانی کی نشوونما میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے تو اس خرابی کو علاج کے ذریعے دور کر کے اسے قدرت کے منشا کے مطابق بیٹی ہی رہنے دیا جا سکتا ہے۔"

بابا صاحب کے ادارے کے اسپتال میں اس کا علاج ہونے لگا۔ وہاں کے ماہرینِ نفسیات نے اس کا نفسیاتی تجزیہ کیا تو پتا چلا کہ وہ جوانی کے پہلے دن سے ہی زنانہ جذبات اور خواہشات سے عاری تھی۔ کبھی اس کے اندر شاعرانہ احساسات اور جنسی جذبات پیدا نہیں ہوئے۔

ثانی نے علی کے ساتھ رہ کر بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تھے۔ دن رات اس کے ساتھ رہی لیکن نہ اس کے جذبات بھڑکے اور نہ ہی علی نے جذبات کو بھڑکایا۔ سب یہی سمجھتے رہے کہ وہ ایک محبوبہ کی حیثیت سے علی کے ساتھ رہتی ہے۔ جبکہ وہ صرف ایک دوست کی حیثیت سے اسے پسند کرتی تھی۔ علی اس بات کا گواہ تھا کہ اکثر وہ ایک ہی بستر پر سوتے رہے۔ سونے سے پہلے دماغ کو ایسی ہدایات دیتے تھے کہ ان کے درمیان کبھی جسمانی تعلق قائم نہیں ہوا۔

وہ بچپن ہی سے لڑکوں کی طرح کھیلتی کودتی رہی اور بہترین فائٹر بننے کی تربیت حاصل کرتی رہی۔ اس لیے وہ مردانہ خصوصیات کی طرف لاشعوری طور پر مائل ہوتی رہی۔ یوں نفسیاتی تجزیہ کرنے کے بعد اس کا علاج کیا گیا اور ہارمونز کی کمی پوری کرتے ہوئے اس کے اندر زنانہ جذبات و خواہشات کی کمی پوری کی گئی۔ کامیاب علاج ہونے کے بعد وہ ایک مکمل دوشیزہ بن گئی۔

جناب تبریزی نے اسے اپنے حجرے میں بلایا۔ وہ ان کے سامنے آ کر دو زانو ہو کر بیٹھ گئی۔ سر کو جھکا لیا۔ انہوں نے کہا "خدا کا شکر ہے کہ تم اپنی پیدائش کے مطابق مکمل ہو گئی ہو۔ ماشاءاللہ غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل بھی ہو پھر سے عملی زندگی گزارنے کے لیے ادارے سے باہر نگر نگر جا سکتی ہو۔"

ثانی نے کہا "میں آپ کے مشورے کے مطابق عمل کرنا چاہتی ہوں۔"

"میرا مشورہ یہ ہے کہ تمہیں قدرتی طریقۂ کار کے مطابق ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنا چاہیے۔ ٹرانسفارمر مشین سے حاصل کیا ہوا علم عارضی ہوتا ہے۔ میری پیش گوئی ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے والے اس علم سے محروم ہوتے رہیں گے۔ تم اس ادارے کے بانی اور بہت بڑے عالم بابا فرید واسطی کی نواسی ہو' تمہیں اس علم کی پختگی حاصل ہونی چاہیے۔ لہٰذا عبادت اور ریاضت میں مصروف رہا کرو اور ٹیلی پیتھی کی مرحلہ وار مشقوں سے گزرتی رہو۔ میں تمہاری راہنمائی کرتا رہوں گا۔"

سونیا ثانی ان کی ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ اس نے باہر کی دنیا سے دلچسپی ختم کر دی۔ دن رات خیال خوانی کی مشقوں سے گزرنے کے اوقات مقرر تھے۔ ان کے بعد وہ لیبارٹری اور لائبریری میں وقت گزارتی تھی۔ جمناسٹک کی تربیت بہت پہلے ہی مکمل کر چکی تھی۔ اب ان کی مشقیں جاری رکھتی تھی۔

اس نے تقریباً دو برس تک مسلسل محنت' لگن' عبادت اور ریاضت کر کے مشین سے حاصل کیے ہوئے علم کی نفی کی اور قدرتی طور پر خیال خوانی کا علم حاصل کر لیا۔ اس دوران میں علی اور پارس جب بھی ادارے میں آتے رہے' اس سے ملاقات کرتے رہے۔ علی سے بہت مختصر ملاقاتیں رہیں۔ وہ پہلے جیسی بے تکلفی نہیں رہی۔ انسان زندگی گزارنے کے لیے کبھی اپنی مرضی کے حالات پیدا کرتا ہے اور کبھی حالات کے مطابق تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ فہمی ادارے سے تربیت حاصل کر کے لاہور پہنچی تو اس کے اور علی کے ساتھ مسلسل ایسے واقعات پیش آتے رہے کہ وہ دن رات ایک دوسرے کے ساتھ رہنے لگے۔ اس طرح وہ پہلے ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہوئے پھر ازدواجی رشتے میں منسلک ہو گئے۔

اس کے بعد پھر علی کو ادارے میں آنے کا وقت نہ ملا۔ البتہ پارس کئی بار آیا پھر آخری بار جب الپا نے علیحدگی اختیار کر لی تو وہ ادارے میں دوبارہ اپنی صلاحیتوں کی مشقیں کرنے آیا۔ وہاں جمنازیم کے شعبے میں ثانی سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

ایک ہفتے بعد ہی جناب تبریزی نے اسے اور ثانی کو بلایا اور کہا "پارس! تمہیں پھر ہندوستان واپس جانا چاہیے۔ کل سفر کے دوران میں ہی تمہیں وہاں جانے کا مقصد معلوم ہو جائے گا۔"

پھر انہوں نے ثانی سے کہا "تم پارس کے ساتھ جاؤ گی۔ جانے سے پہلے ریکارڈ روم میں جاؤ۔ دوستوں اور دشمنوں کی موجودہ آوازوں اور لہجوں کے جتنے آڈیو کیسٹ ہیں انہیں سن کر ہر ایک کے لب و لہجے کو ذہن نشین کر لو۔"

انہوں نے آمنہ سے رابطہ کیا پھر پوچھا "بیٹی! خیریت سے ہو؟"

آمنہ نے کہا "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ آپ کی سرپرستی

میں ہم سب ہی بخیریت اور مطمئن رہتے ہیں۔"

"تم عبادت میں مصروف رہتی ہو۔ میں نے تم سے عارضی طور پر دنیاوی معاملات میں رہنے کے لیے کہا تھا کیونکہ ہمارے پاس فریاد تمانیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا تھا۔ سلطانہ مسلسل بیمار رہنے کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہی۔ سلمان ادارے کے ریکارڈ روم میں بہت مصروف رہتا ہے۔ وہ کبھی کسی اہم معاملے میں ایک معاون کی حیثیت سے کام آتا ہے۔ بہرحال اب تم دنیاوی معاملات کو چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کرلو۔ سونیا ثانی میدانِ عمل میں آرہی ہے۔"

ماضی میں ثانی نے کیسے کیسے چونکا دینے والے کارنامے انجام دیے تھے' یہ قارئین کو یاد ہوگا۔ اگر یاد نہ ہو تو وہ پھر یاد دلانے کے لیے بابا صاحب کے ادارے سے ایک طویل عرصے کے بعد باہر آئی تھی اور اس بار پارس اس کا پارٹنر تھا۔ پارٹنر ہونے اور عاشق بننے میں زمین اور آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ماضی میں ثانی اور علی عاشقانہ انداز میں بڑے بڑے مخالفین کے دانت کھٹے کرتے رہے لیکن کبھی کوئی رشتہ قائم نہ کرسکے۔ صرف پارٹنر ہی بن کر رہے۔

اب یہ نئے پارٹنر ایک نئی اور انجانی مہم کے لیے صبح آٹھ بجے کی فلائٹ سے بھارت کے لیے روانہ ہوئے۔ جناب تبریزی نے ان سے کہا تھا کہ سفر کے دوران میں انہیں بھارت جانے کا مقصد معلوم ہوجائے گا۔ جب طیارہ پرواز کرنے لگا تو ثانی نے پارس سے کہا "سفر کے دوران میں کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں اسی طیارے میں اہم معلومات ملیں گی۔ ممبئی ائرپورٹ پہنچتے ہی یہ سفر ختم ہوجائے گا۔"

پارس نے کہا "ممبئی سے پہلے استنبول اور جدہ میں ایک ایک گھنٹے کے لیے پرواز ملتوی ہوگی۔ جہاں بھی یہ طیارہ رکے گا وہاں ہمارا سفر ختم ہوسکتا ہے۔"

"جناب تبریزی نے کہا ہے' ہمیں بھارت جانا ہے۔ لہٰذا وہاں پہنچنے سے پہلے ہمارا سفر ختم نہیں ہوگا۔"

"جناب تبریزی ایک بات بھول گئے' وہ میں یاد دلادوں۔ ابھی طیارے کو اچانک حادثہ پیش آسکتا ہے۔ پھر سفر کا اختتام۔"

ثانی نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "میں تھوڑی دیر کے لیے بھول گئی تھی کہ شیطان کے ساتھ سفر کررہی ہوں۔"

"افسوس کہ لاحول پڑھ کر بھی نہیں بھگا سکو گی۔"

ثانی نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر اچانک چیخ مار کر اپنی سیٹ پر سے اٹھ گئی۔ تمام مسافر اسے دیکھنے لگے۔ وہ غصے سے کہہ رہی تھی "تمہیں شرم نہیں آتی۔ مجھے اکیلی دیکھ کر چھ رہے ہو۔ تم کون ہو؟ کیا تہذیب تمہیں چھو کر نہیں گ ہے؟"

پارس سمجھ گیا کہ ثانی اسے بھگانے کے لیے ا اسٹائل سے لاحول پڑھ رہی ہے۔ کئی مسافر اٹھ کر کھڑ ہوگئے تھے۔ ایک شخص نے کہا "اے مسٹر! اپنی جگہ اٹھو۔ بے شرموں کی طرح بیٹھے ہوئے ہو۔ چلو اٹھو۔"

پارس کھڑا ہوگیا۔ کئی لوگ اس کے خلاف بولنے لگے ایک ائر ہوسٹس اسٹیورڈ کے ساتھ آئی۔ وہ دونوں ان بولنے والوں کو چپ کرانے لگے۔ جب وہ چپ ہوئے تو ائرہوسٹس نے پارس سے کہا "مسٹر! تمام مسافر ہمارے لیے قابلِ عزت ہوتے ہیں۔ آپ نے ایک شریف زادی کو چھ ہے۔ اس کے باوجود ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی فلائٹ میں ا بدمزگی پیدا نہ ہونے دیں۔ پلیز آپ دوسری سیٹ پر چلیں۔"

اسٹیورڈ نے ثانی سے کہا "ہم شرمندہ ہیں۔ ہمار فلائٹ میں انہوں نے آپ سے بدتمیزی کی ہے۔ پلیز آ فراخ دلی کا ثبوت دیں اور اس بات کو بھول جائیں۔"

"میں اس وقت بھولوں گی جب اسے یہاں سے ہ دیا جائے گا۔"

پارس نے کہا "آپ خواتین و حضرات نے ان کی چ سن لی۔ ان کا غصہ دیکھ لیا۔ ان کی بات بھی سن لی۔ مجھے الزا دینا شروع کردیا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ آپ ملزم کو اپ صفائی کا موقع نہیں دے رہے ہیں۔"

ایک مسافر نے غصے سے پوچھا "تم کیا صفائی پیش کر گے؟ کیا تم یہ کہو گے کہ یہ الزام لگا رہی ہیں۔ تم نے انہیں نہیں چھیڑا ہے؟"

"میں انکار نہیں کروں گا۔ میں نے چھیڑا ہے۔ کیا ایک شوہر اپنی بیوی کو چھیڑ نہیں سکتا؟"

"شوہر؟" مسافروں نے حیرانی سے پوچھا "بیوی؟"

پارس نے کہا "جی ہاں۔ یہ میری ٹریجڈی ہے کہ یہ ایب نارمل ہے۔ کبھی یہ خوب گلے لگ کر پیار کرتی ہے اور کبھی مجھ سے ایسے کتراتی ہے جیسے میں اجنبی ہوں اور اسے چھیڑ ہوں۔"

ثانی نے کہا "یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں اس کی کو نہیں ہوں۔"

"دیکھو ڈارلنگ! تمہیں بھولنے کی عادت ہے۔ تھو دیر بعد تمہیں پھر بھولی ہوئی باتیں یاد آجائیں گی اور ہمیشہ طرح پھر مجھ سے معافی مانگو گی۔"

ایک خاتون نے پوچھا "تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟ کیا میرج سرٹیفکیٹ (نکاح نامہ) ہے؟"

"میرج سرٹیفکیٹ گھر میں ہے۔ جیسا کہ یہاں تمام میاں بیویوں کے میرج سرٹیفکیٹ ان کے گھروں میں ہوں گے۔ کوئی اپنا نکاح نامہ ساتھ لے کر نہیں گھومتا۔ اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو یہاں کوئی اپنا نکاح نامہ دکھائے۔"

ثانی نے غصہ کرنے کی ایکٹنگ کی "جہنم میں گیا تمہارا نکاح نامہ۔ میں ایب نارمل ہوں اور نہ ہی اس کی بیوی ہوں۔"

"تو پھر کس کی بیوی ہو؟"

"میں کسی کی بیوی نہیں ہوں۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی۔ میں کنواری ہوں۔"

پارس نے کہا "پھر تو میڈیکل چیک اپ کے ذریعے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ کنواری ہے یا نہیں؟ اس فلائٹ میں کوئی ڈاکٹر یا نرس ہوگی۔"

ایک خاتون نے کہا "میں لیڈی ڈاکٹر ہوں۔ ائرہوسٹس کے کیبن میں لے جاکر اسے چیک کرسکتی ہوں۔"

ثانی نے سنجیدگی سے کہا "یہ کیا بکواس ہے؟ کسی کنواری لڑکی کا اس طرح چیک اپ نہیں ہوتا۔"

"کسی کنواری پر بدچلنی کا شبہ ہوجائے تو چیک اپ ہوتا ہے۔ میں ایک شوہر کی حیثیت سے لیڈی ڈاکٹر کو اجازت دیتا ہوں کہ میری بیوی کو کیبن میں لے جائے۔"

اگر ثانی چیک اپ کے لیے راضی ہوجاتی تو اس کے نتیجے میں وہ واقعی کنواری ثابت ہوتی لیکن ایسے چیک اپ میں بے حیائی ہوتی ہے۔ خواہ ایک لیڈی ڈاکٹر کے سامنے ہو اور ثانی یہ گوارا نہیں کرسکتی تھی۔

لیڈی ڈاکٹر نے پاس آکر ثانی سے کہا "میرے ساتھ آئیے۔"

"نہیں۔ میں چیک اپ نہیں کراؤں گی۔"

پارس نے کہا "اگر یہ چیک اپ نہیں کرائے تو اس کا مطلب سمجھ میں آنا چاہیے کہ میری گھر والی ایب نارمل ہے۔ میں نے اس کے ساتھ بیٹھنے کا جرم نہیں کیا ہے۔ مجھے یہاں سے نہیں ہٹانا چاہیے۔"

ثانی نے اپنا بیگ اٹھا کر کہا "تم یہاں سے نہ جاؤ۔ میں تو جاسکتی ہوں۔"

وہ اپنا بیگ لے کر کسی خالی سیٹ کی تلاش میں چلی گئی۔ ایک خاتون نے کہا "بات سمجھ میں آگئی ہے۔ یہ میاں بیوی کا جھگڑا ہے۔ یہ خود ہی آپس میں نمٹ لیں گے۔"

ثانی دوسری جگہ جاکر ایک سیٹ پر بیٹھ گئی پھر خیال خوانی کے ذریعے پارس کے پاس پہنچ کر بولی "تم پکے بدمعاش ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ میں کنواری ہوں اور تم میرا میڈیکل چیک اپ کرانا چاہتے تھے؟"

وہ مسکرا کر بولا "تمہاری عزت میری عزت ہے۔ میں جانتا تھا' تم چیک اپ نہیں کراؤ گی۔ اس سے پہلے سیٹ چھوڑ کر چلی جاؤ گی۔ تم لاحول کے ذریعے جو نسخہ مجھ پر آزما رہی تھیں' میں نے دوسرے انداز میں لاحول پڑھے بغیر ہی تمہیں بھگا دیا۔"

"اچھی بات ہے۔ انتظار کرو۔ میں اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گی۔"

"اچھا اب جاؤ میرے دماغ سے۔ میں واش روم جارہا ہوں۔"

اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ادھر اُدھر دیکھا کہ ثانی کہاں جاکر بیٹھی ہوئی ہے۔ ثانی نے اپنے چہرے کے سامنے اخبار کو پھیلا لیا۔ وہ پارس کو نظر نہیں آئی۔ پارس دونوں اطراف سیٹوں کی طرف دیکھتے ہوئے ٹائلٹ کی طرف جانے لگا۔ جب وہ ثانی کے قریب سے گزرا تو اس نے اپنا ایک پیر اچانک بڑھا دیا۔ پارس اس کے پیر سے الجھ کر آگے کی طرف لڑکھڑاتے ہوئے ایک حسینہ کی آغوش میں آگرا۔ حسینہ کے حلق سے چیخ نکلی۔ پارس نے بوکھلا کر حسینہ کو دیکھا۔ ثانی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! آپ دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ کون ایب نارمل ہے۔ اس نے پہلے مجھے چھیڑا تھا۔ اب اس بے چاری کو چھیڑ رہا ہے۔"

حسینہ نے کہا "نہیں۔ یہ مجھے نہیں چھیڑ رہا۔ یہ ٹھوکر کھا کر مجھ پر آگرا ہے۔"

حسینہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی عورت نے کہا "اگر یہ اتفاقاً آگرا ہے تو اٹھتا کیوں نہیں ہے۔ تم سے چپک کر کیوں رہ گیا ہے؟"

پارس نے اس سے الگ ہوتے ہوئے کہا "سوری مس! میں تم پر بوجھ بن گیا تھا۔ یہ تمہاری مہربانی ہے۔ تم نے یہ کہہ کر میری پوزیشن صاف کردی کہ میں نے تمہیں چھیڑا نہیں ہے۔"

پارس نے سر گھما کر ثانی کو دیکھا۔ ثانی اپنے چہرے کے سامنے اخبار لے آئی۔ زیرِ لب مسکرانے لگی۔ ایک مسافر نے کہا "ایک بار لڑکے نے لڑکی کو چھیڑا پھر لڑکی نے لڑکے کو گرانا چاہا۔ پتا نہیں دونوں میں سے کون ایب نارمل ہے؟"

پارس ٹائلٹ کی طرف جارہا تھا۔ ثانی نے اس کے دماغ

میں آکر کہا "مانتے ہو' میں نے بدلہ لینے میں دیر نہیں کی۔"

وہ بولا "بہت خوب صورت بدلہ لیا ہے۔"

"اسی لیے اس خوب صورت بلا سے لپٹے ہوئے تھے۔ تم اتنے حسن پرست کیوں ہو؟"

"ثانی! میں کسی کے ساتھ ایک رات بھی گزار لوں تو اس کے بدن کی مہک کو کبھی نہیں بھولتا۔ میں اس حسینہ سے اس لیے تھوڑی دیر تک لپٹا رہا کہ اس کے بدن کی مہک مجھے نتالیہ کی یاد دلا رہی تھی۔"

ثانی نے سنجیدگی سے پوچھا "کیا اس سیٹ پر نتالیہ بیٹھی ہوئی ہے؟"

"ہاں اور اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی عورت یقیناً نتاشا ہوگی۔ تم نے ادارے کے ریکارڈ روم میں ان دونوں کے لب ولہجے کو بھی سنا ہوگا۔"

"ہاں مجھے یاد ہے' میں ابھی ان کے نتاشا اور نتالیہ ہونے کی تصدیق کرتی ہوں۔"

"پہلے ہر پہلو پر غور کرلو۔ ان دونوں کے ساتھ پورس بھی اسی طیارے میں ہوسکتا ہے۔ یہ بہنیں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتی ہیں۔"

"تم مجھے بچی سمجھ کر سمجھا رہے ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمہاری انگلی پکڑ کر چلنے آئی ہوں۔"

"بھئی تمہاری ذہانت کا جواب نہیں ہے۔ خود کو بچی نہ کہہ کر اشارتاً مجھے سمجھا رہی ہو کہ بالغ ہوچکی ہو۔ کیا میں نہیں جانتا کہ تم میڈیکل ٹریٹمنٹ اور آپریشن کے بعد نئے سرے سے جوان ہوگئی ہو۔"

"شٹ اپ۔ اپنی زبان کو لگام نہیں دے سکتے؟"

وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ اخبار میں منہ چھپا کر شرمانے لگی۔ اس اخبار میں ایک رقاصہ اپنے ساتھی رقاص کے بازوؤں میں تھی۔ وہ ایک اشتہاری تصویر تھی۔ اس پر نظر پڑتے ہی اس نے شرماتے ہوئے اخبار کو بند کردیا۔ اسے تہ کرکے رکھتے ہوئے' سوچنے لگی "مجھے کام کی طرف توجہ دینا چاہیے۔ جناب تبریزی نے فرمایا تھا کہ ہمیں سفر کے دوران میں بھارت جانے کا مقصد معلوم ہوجائے گا۔ واقعی اب کچھ معلوم ہورہا ہے۔ نتاشا اور نتالیہ بھارت جارہی ہوں گی اور ان کے ساتھ پورس بھی ہوگا۔"

اس نے پارس کے دماغ میں آکر کہا "مجھے پورس' نتاشا یا نتالیہ میں سے کسی کے بھی دماغ میں جانا ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ وہ تینوں کسی خیال خوانی کرنے والے کی آمد سے پریشان اور محتاط ہوجائیں گے۔ وہ اب ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں۔ جواباً ہمارے دماغوں میں نہ آسکیں گے' نہ اس طیارے میں ہمیں پہچان سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس وقت ٹائلٹ کے باہر کھڑا ہوا ہوں۔ تم پورس کے دماغ میں جاؤ۔ وہ سانس روکے گا اور یہ معلوم کرنے کے لیے اپنی سیٹ سے اٹھے گا کہ یہاں خیال خوانی کرنے والا کون ہے؟ میں یہاں سے طیارے کے آخری سرے تک دیکھ رہا ہوں۔ شاید میں اسے بہروپ میں بھی پہچان لوں۔"

ثانی نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پورس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا کیونکہ الپا وہاں پہلے سے موجود تھی۔ وہ پورس سے کہہ رہی تھی "میں پچھلی رات سے کئی بار نتاشا اور نتالیہ تک پہنچتی رہی لیکن بے ہوشی کے باعث ان دونوں کے دماغ کمزور ہوگئے تھے۔ میں ان کی کوئی مدد نہ کرسکی۔ آخری بار رات کے تین بجے گئی تو میری سوچ کی لہریں ان دونوں کے دماغوں سے ٹکرا کر واپس آگئیں۔ مہاراج اور گرودیو نے ان کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔"

پورس نے کہا "بلی! ان بھائیوں نے تنویمی عمل کے ذریعے دونوں بہنوں کو اپنی معمولہ اور کنیز بنالیا ہوگا۔ پتا نہیں' وہ ان کے ساتھ کیا سلوک کررہے ہوں گے؟ شاید انہیں فرانس کی لیبارٹری سے کسی دوسرے ملک یا شہر لے گئے ہوں گے۔"

"وہ دونوں بھائی ان بہنوں کو اپنے پاس ہندوستان بلا سکتے ہیں۔ دونوں ہی ہوس پرست ہیں۔ ان کی عزت سے بھی کھیلیں گے اور ان کی جان بھی لیں گے۔"

"ان دونوں کی شامت آگئی ہے۔ میں یہاں سے بھارت جاؤں گا۔"

الپا نے پوچھا "ہمارے منصوبے کا کیا ہوگا۔ کیا تم اپنی ٹیلی پیتھی دوا تیار نہیں کرو گے؟"

"کروں گا۔ اب ہم بھارت میں ہی ایک خفیہ لیبارٹری قائم کریں گے۔ میں ان چاروں ڈاکٹروں کو ساتھ لے جاؤں گا۔"

"کیا اس اجنبی اور زہریلی دوشیزہ ناصرہ (نیلماں) کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ گے؟"

"ہاں۔ ایک تو آئندہ یہ زہریلی حسینہ میرے کام آئے گی۔ دوسری بات یہ کہ میں اس کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے کسی طرح اس کی یادداشت واپس لاؤں گا۔"

ان کی گفتگو کے دوران میں ثانی' پورس کے چور خیالات پڑھتی رہی۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ نتاشا اور نتالیہ سے بچھڑ گیا ہے اور ابھی ان کے ساتھ طیارے میں نہیں ہے۔ اٹلی کے کسی شہر میں ہے اور وہاں سے بھارت جانے والا ہے۔

چور خیالات نے یہ بھی بتایا کہ بلی ڈونا (الپا) اس کے دماغ میں آتے ہی کون سے کوڈ ورڈز ادا کرتی ہے۔ ثانی نے پارس کے اندر آکر اسے پورس اور بلی ڈونا کی گفتگو کے بارے میں بتایا۔ پارس نے کہا "بلی ڈونا کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ختم ہوچکی ہے۔ ٹرانسفارمر مشین سے یہ علم حاصل کرنے والوں میں صرف الپا کے پاس یہ علم باقی رہ گیا ہے۔ یقیناً وہ بلی ڈونا کے نام سے خیال خوانی کرتے ہوئے پورس کو دھوکا دے رہی ہے۔"

ثانی نے کہا "وہ الپا ہی ہوگی کیونکہ پورس کے ساتھ جو چار ڈاکٹر ہیں وہ یہودی ہیں۔ وہ الپا اور اسرائیلی اکابرین کے تعاون سے دوا تیار کرنا چاہتا ہے۔ اسے امید نہیں ہے کہ وہ نتاشا اور نتالیہ کو زندہ سلامت حاصل کرسکے گا لیکن یہ قسم کھا کر بھارت جارہا ہے کہ مہاراج اور گرودیو کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ان سے انتقام بھی لے گا اور وہاں کسی محفوظ علاقے میں لیبارٹری قائم کرکے دوا تیار کرے گا۔ ویسے وہ ابھی اٹلی کے کسی شہر میں ہے۔"

"یعنی اس طیارے میں پورس نہیں ہے۔ نتاشا اور نتالیہ سحرزدہ ہیں اور مہاراج اور گرودیو کی تابعدار بن کر ہندوستان جارہی ہیں۔"

"ہاں۔ یہ دونوں اپنی مرضی کے خلاف یہ سفر کررہی ہیں اور یہ نہیں سمجھ رہی ہوں گی کہ ان بھائیوں کی معمولہ بن کر ان کے پاس جارہی ہیں۔ تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغوں سے پورس کو بھلا دیا گیا ہوگا اور ان کے دماغوں کو لاک کردیا گیا ہوگا۔"

"تم نے وہ انگوٹھی پہنی ہوئی ہے' جو مما (سونیا) پہنتی ہیں' اس انگوٹھی کی ایک خفیہ سوئی کے ذریعے اعصابی کمزوری کی دوا انجکٹ کی جاتی ہے۔ تم دونوں بہنوں کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے ان کے دماغوں میں پہنچ سکو گی۔"

"میں ضروری نہیں سمجھتی کہ ان کے دماغوں کو کمزور بنایا جائے۔ ان دونوں بھائیوں کو شبہ ہوسکتا ہے۔ وہ محتاط ہوجائیں گے۔ یہ دونوں بہنیں ہماری نظروں میں ہیں۔ ہم ممبئی پہنچ کر ایک دوسرے سے الگ ہوکر ان بہنوں کا تعاقب کریں گے۔ یہ جہاں جائیں گی' وہیں وہ دونوں بھائی موجود ہوں گے۔"

"تم اس حد تک درست کہہ رہی ہو۔ ہم اس مقام تک پہنچ سکتے ہیں جہاں یہ بہنیں جائیں گی لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہاں مہاراج اور گرودیو موجود ہوں۔ وہ محتاط رہ کر انہیں کسی خفیہ اڈے میں بلانے سے پہلے پورس کا ردِعمل معلوم کرتے رہیں گے۔ ہمیں بڑے صبر سے ان کے اہم اقدامات کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں' جب صبر کرنے کا موڈ نہیں ہوگا تو میں الپا بن کر کوئی چال چلوں گی۔ ہمیں ممبئی پہنچنے تک اس معاملے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنا چاہیے۔"

"ہاں ممبئی پہنچنے تک کوئی نئی صورتِ حال سامنے آسکتی ہے۔ ہم کسی اور تدبیر پر عمل کرسکتے ہیں۔"

وہ دونوں اپنے اپنے طور پر کوئی اور تدبیر سوچنے لگے۔

○☆○

امریکا کے جنوب مغرب میں ایک جزیرہ ہے جہاں روسی اور اسرائیلی طیارے آکر ایک رن وے پر اتر رہے تھے۔ ایک امریکی حاکم اور فوج کا ایک اعلیٰ افسران طیاروں میں آنے والے روسی اور اسرائیلی اکابرین کا استقبال کررہے تھے۔ مسلح فوجی ان اکابرین کو نہایت ہی شاندار اور آرام دہ مہمان خانوں میں پہنچا رہے تھے۔ مختلف مہمان خانوں میں ان کی میزبانی کے لیے حسین دوشیزائیں اپنے حسن وشباب کی تمام تر جلوہ سامانی کے ساتھ موجود تھیں۔ اس جزیرے میں عیش وعشرت کا سامان بھی تھا اور سیاسی شطرنج کی نئی بساط بھی بچھائی جانے والی تھی۔

ٹیلی پیتھی کے عام طور پر ختم ہوجانے اور چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے باقی رہ جانے کے باعث عالمی سیاست میں زبردست تبدیلیاں پیدا ہونے والی تھیں۔ ان تبدیلیوں کا جائزہ لینے اور عالمی سیاست میں اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لیے امریکا' روس اور اسرائیل کا ایک خفیہ اجلاس ہونے والا تھا۔

انہوں نے دوسرے ممالک کو بھی اس جزیرے میں تیسرے دن آنے اور دوسرے اجلاس میں شریک ہونے کی دعوت دی تھی۔ اس طرح اس جزیرے میں کئی دنوں تک سیاسی میلہ لگنے والا تھا۔

وہاں امریکی آرمی انٹیلی جنس کے کئی سراغ رساں تھے جو بڑی رازداری سے آنے والے مہمانوں کو پرکھ رہے تھے۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کررہے تھے کہ جو چند ٹیلی پیتھی

جاننے والے رہ گئے ہیں' وہ ان مہمانوں کے اندر چھپے ہوئے ہیں یا نہیں؟ ایسے مہمان ان کے معمول اور تابعدار ہوں گے اور ان کی کسی نہ کسی حرکت سے اندازہ ہو سکے گا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے معمول بن کر آئے ہیں۔

پچھلے دن اجلاس میں تینوں ممالک کے اکابرین نے باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا حساب کیا۔ قدرتی طور پر یہ علم حاصل کرنے والوں میں پہلے میرا اور آمنہ کا نام آیا پھر سلطانہ اور سلمان کا نام بھی لیا گیا۔ ایک نے کہا "آمنہ فرہاد روحانی ٹیلی پیتھی کی حامل ہے اور دنیاوی معاملات سے کنارہ کش ہو کر عبادت میں مصروف رہتی ہے۔"

دوسرے نے کہا "سلطانہ کے متعلق سنا گیا ہے کہ اسے کوئی مرض لاحق ہو گیا ہے۔ وہ فی الحال خیال خوانی کے قابل نہیں رہی ہے۔ سلمان پہلے بھی ٹیلی پیتھی کے میدان میں کم ہی نظر آتا تھا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کے ایک اہم شعبے کا انچارج ہے۔ اسے ادارے کے باہر کسی معاملے میں خیال خوانی کرنے کی فرصت نہیں ملتی ہے۔"

ایک امریکی افسر نے کہا "اب سلمان ضرور فرہاد کے ساتھ ٹیلی پیتھی کے میدان میں رہے گا کیونکہ مسلمانوں میں وہی دو خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں۔"

ایک اسرائیلی حاکم نے کہا "ہمیں اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ بابا صاحب کے ادارے میں جتنے افراد نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے یہ علم حاصل کیا ہے' وہ بھی اس علم سے محروم ہو گئے ہیں۔ جناب تبریزی کے حکم سے وہ دوا اسپرے کی گئی ہے۔ اسپرے کرنے والوں نے اس ادارے میں اور ادارے کے باہر کئی کلومیٹر تک دوا اسپرے نہیں کی ہو گی۔ اس طرح کئی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ادارے میں موجود ہیں۔ علی' پارس اور فہمی وغیرہ نے خاموشی اختیار کی ہوئی ہے اور خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کر رہے ہیں۔"

تینوں ممالک کے اکابرین نے تائید میں کہا کہ وہ مسلمان اپنے پتوں پر آپ کلہاڑی نہیں ماریں گے۔ موٹی عقل سے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ ادارے کی طرف سے ان مسلمانوں پر پابندیاں عائد کی گئی ہوں گی کہ وہ تاحکمِ ثانی خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔

ایک حاکم نے کہا "ایسی پابندیوں سے ہمیں عارضی طور پر یہ فائدہ پہنچ رہا ہے کہ ان کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ہمیں نقصان نہیں پہنچا رہا ہے۔ ویسے آئندہ کبھی وہ سب ہمارے لیے دردِ سر بن جائیں گے۔"

روسی حاکم نے کہا "جب وہ ہمیں نقصان پہنچانے کے قابل ہو گئے تو ان سے نمٹا جائے گا۔ اگر وہ گوشۂ گمنامی میں ہیں تو ہم ابھی ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکیں گے۔ ابھی جو لوگ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نمایاں ہیں' ہمیں ان سے نمٹنے کی بات کرنا چاہیے۔"

امریکی حاکم نے کہا "ہمارے یہودی حضرات نقصان میں نہیں ہیں۔ الپا اس علم سے محروم نہیں ہوئی ہے۔ وہ کسی ایسی جگہ محفوظ ہے جہاں ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا کے اثرات نہیں پہنچ رہے ہیں۔"

اسرائیلی حاکم نے کہا "ہماری الپا اب تک محفوظ ہے لیکن یہ پریشانی ہے کہ دوا اسپرے کرنے والے اسے تلاش کر رہے ہوں گے۔ اس کی ٹیلی پیتھی چند روزہ ہے۔ کسی دن بھی وہ اس علم سے محروم ہو سکتی ہے۔ آپ قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بات کریں۔"

"قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں مسلمانوں کے بعد ہندوؤں کا پلڑا بھاری ہے۔ نیلماں' مہاراج اور گرو... تین بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہمیں بھارت کی اہمیت دینی ہو گی۔ بھارتی حکام کے ذریعے ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوست بنائے رکھنا ہو گا۔"

ایک نے کہا "ہم نیلماں کے پوتے تی آر بھاٹیا کو بھول رہے ہیں۔ اس نے بھی اپنی دادی کی طرح قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ اس نے ایک ایرانی عامل کے زیر اثر رہ کر خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔"

"اس اجلاس کا مقصد یہ بھی ہے کہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والے باقی رہ گئے ہیں' وہ ضرور ہم میں سے کچھ افراد کے اندر چھپ کر آئیں گے بلکہ ابھی اس اجلاس میں موجود ہوں گے۔ ہم ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری گفتگو میں حصہ لیں۔ ہمارے مسائل کو سمجھیں اور انسانیت کے ناتے ہم سے تعاون کریں۔"

اسرائیلی آرمی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم نے کہا "ہماری الپا خیال خوانی کے ذریعے ہمارے درمیان موجود ہے۔"

الپا نے ایک اسرائیلی افسر کی زبان سے کہا "میں آج کل بہت مصروف ہوں۔ میں نے پورس سے دوستی کی ہے۔ ہمارے یہودی ڈاکٹر پورس کے تعاون سے ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا تیار کرنے والے ہیں۔ یہ دوا ہم بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر اسپرے کریں گے تب یہ اندیشہ نہیں رہے گا کہ مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی

علم حاصل کرنے والے مسلمان ہمیں نقصان پہنچا سکیں گے۔ ہم ان تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہمیشہ کے لیے ناکارہ بنا دیں گے۔"

امریکی فوجی افسر نے کہا "یہ ہمارے لیے خوش آئند بات ہے۔ الپا ایک بہت بڑا قدم اٹھا کر ہمیں حوصلہ دے رہی ہے۔"

روسی حاکم نے کہا "امریکی حکام زیادہ پریشان نہیں ہوں گے۔ ان کے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ مشین کے ذریعے پھر سیکڑوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے جا سکتے ہیں۔"

امریکی افسر نے کہا "ہم نے ایسا کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ شاید آپ یقین نہ کریں۔ اب اس مشین کے ذریعے ہم کسی کو ٹیلی پیتھی کا علم نہیں دے سکیں گے۔ ہم کئی بار اپنے اہم آدمیوں کو اس مشین سے گزار چکے ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی بھی یہ علم حاصل نہ کر سکا۔ ہم نے بڑے بڑے تجربے کار مکینکوں کے ذریعے مشین کو چیک کرایا ہے۔ تمام مکینکوں کی رپورٹ ہے کہ مشین میں کوئی خرابی نہیں ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "اب ہم اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کوئی گڑبڑ کر رہے ہیں۔ وہ ہر دوسرے تیسرے دن چھپ کر کسی اسپیڈ بوٹ یا ہیلی کوپٹر کے ذریعے جزیرے کے قریب سے گزرتے ہوئے وہ دوا اسپرے کرتے ہوں گے۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس گولیاں ہوں اور وہ نادیدہ بن کر جزیرے میں آتے ہوں اور دوا اسپرے کر کے چلے جاتے ہوں۔"

میں اس اجلاس میں موجود تھا۔ اگر قسم کھا کر بھی ان سے کہتا کہ جناب تبریزی نے ایمان اور انصاف کے تقاضے پورے کیے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں بھی دوائیں اسپرے کی گئی ہیں۔ نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول ناکارہ ہو چکے ہیں اور مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھنے والے تمام مسلمان اس علم سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس سلسلے میں میرے بیٹوں علی' پارس اور بہو فہمی کو بھی چھوٹ نہیں دی گئی ہے۔ وہ بھی خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہے ہیں۔

میری سچی باتوں پر وہ لوگ کبھی یقین نہ کرتے اس لیے میں اس اجلاس میں خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ انہیں رفتہ رفتہ جناب تبریزی کے ایمان اور انصاف پر یقین آئے گا۔

ایک امریکی افسر نے کہا "الپا نے ہمارے اجلاس میں اپنی موجودگی کا اعتراف کیا ہے۔ ہم نیلماں' مہاراج اور گرودیو ... سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہم سے گفتگو کریں۔"

مہاراج نے ایک امریکی افسر کی زبان سے کہا "میں ہوں مہاراج۔ میرا نام سوریہ راج ہے۔ میں آپ لوگوں سے گفتگو کرنے والا تھا لیکن الپا کی باتیں سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ یہ پورس کے تعاون سے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا تیار کر رہی ہے اور اب تک مجھے یہ کہہ کر دھوکا دیتی رہی ہے کہ وہ بلی ڈونا ہے۔ میں الپا سے پوچھتا ہوں' یہ خود کو مجھ سے کیوں چھپا رہی تھی؟"

الپا نے کہا "دراصل میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ تمہارے یا کسی اور کے ذریعے فرہاد اور پارس کو میری خیال خوانی کا علم ہو۔ وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ میں اس علم سے محروم ہو چکی ہوں۔"

مہاراج نے پوچھا "کیا تم سمجھتی ہو کہ فرہاد اس اجلاس میں موجود نہیں ہو گا؟ تم مجھ سے چھپ رہی تھیں۔ اب فرہاد کے علم میں بھی آ چکی ہو۔"

"ہاں۔ ایک دن تو یہ راز کھلنا ہی تھا۔ دراصل نتاشا میری جانی دشمن ہے۔ وہ مجھے پورس سے کبھی دوستی نہیں کرنے دیتی اس لیے میں پورس کے پاس بلی ڈونا بن کر جاتی رہی ہوں۔ اب میں پورس کو حقیقت بتا دوں گی کیونکہ نتاشا اور اس کی بہن کو تم معمولہ اور کنیز بنا کر کہیں لے گئے ہو۔"

"نتاشا میرے بھائی کی قاتلہ اور تمہارے راستے کا کانٹا تھی۔ میں اسے قتل کر کے تمہارا راستہ صاف کر دوں گا۔"

"مہاراج! یہ کیوں بھولتے ہو کہ پورس غضب کا مکار ہے۔ اس سے سمجھوتا کر لو۔ نتاشا کو قتل نہ کرو۔ اسے اور اس کی بہن کو پورس کے حوالے کر دو ورنہ وہ شیطان تمہیں دن میں تارے دکھا دے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "وہ تمہاری ٹیلی پیتھی کا سہارا لے کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

امریکی فوج کے افسر نے کہا "پلیز تم دونوں پورس کے معاملے میں ایک دوسرے کو چیلنج نہ کرو۔ تمہاری باتیں ہمارے اس اجلاس کے ایجنڈے کے خلاف ہیں۔ تم دونوں سے درخواست ہے کہ دوستانہ انداز اختیار کرو۔ ہمیں الپا' مہاراج' گرودیو اور نیلماں سے بہت سی امیدیں ہیں۔ تم سب متحد رہ کر ہی فرہاد کے مقابلے میں کامیابیاں حاصل کر سکو گے۔"

امریکی حاکم نے کہا "ہم اپنے ملک کا خزانہ تمہارے

اتحاد کے لیے کھول دیں گے۔ تمہاری تمام شرائط قبول کریں گے اور تمہارے تمام مطالبات پورے کرتے رہیں گے۔ پلیز متحد ہو کر ہمارے کام آنے کی باتیں کرو۔"

"ہم الپا سے کیا اتحاد کریں۔ یہ کسی بھی دن اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے اثر میں آجائے گی۔ ایک عام سی عورت بن کر رہے گی۔ ہمارا اتحاد نیلماں سے ہوگا۔ ہم اس کا انتظار کررہے ہیں۔ جب بھی وہ کسی حسینہ کا جسم حاصل کرے گی، ہم سے ضرور رابطہ کرے گی۔"

امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "مہاراج! ہماری آفر قبول کرو۔ ہم سے صرف تمہیں نہیں، تمہارے بھارت دیس کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ ہم بھارت کو ایشیا کا سپر پاور ملک بنا دیں گے۔ تمہارے بڑے بڑے مطالبات پورے کرتے رہیں گے۔"

"میرا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ الپا، پورس کا ساتھ نہ دے۔ اس سے کبھی رابطہ نہ کرے۔ میں پورس کو بے یارو مددگار بنا کر کھیرنا اور کچل دینا چاہتا ہوں۔"

برین آدم نے کہا "مہاراج! ذرا مصلحت سے کام لو۔ الپا صرف اپنا کام نکالنے اور اینٹی ٹیلی پیتھی دوا تیار کرانے کے لیے اس سے دوستی کررہی ہے۔ وہ دوا تیار ہوجائے گی تو ہم سب کو فائدہ پہنچے گا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمان ناکارہ ہوجائیں گے۔"

مہاراج نے کہا "میں پورس کو ٹریپ کرکے اسے اپنا تابعدار بنا کر وہ دوا تیار کراؤں گا۔ الپا سے کہو میرے راستے سے ہٹ جائے۔"

امریکی افسر نے کہا "مسٹر آدم! مہاراج کی بات مان لو۔ ہم سب کا فائدہ ہے۔ الپا پر بھروسا نہ کرو۔ یہ واقعی کسی دن بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہوسکتی ہے۔"

برین آدم نے کہا "سوری۔ ہم پورس کے ساتھ دوا تیار کرنے کے سلسلے میں بہت آگے نکل چکے ہیں۔"

مہاراج نے کہا "میں امریکی اکابرین سے کہتا ہوں، وہ ان یہودیوں سے دوستی نہ کریں۔ میں پورس سے سودا کروں گا۔ اس سے کہوں گا، وہ دناشا اور دنالیہ کو زندہ سلامت دیکھنا چاہتا ہے تو الپا سے نہیں، ہم سے مل کر دوا تیار کرے۔ وہ دناشا اور دنالیہ کی سلامتی کی خاطر الپا سے دوستی نہیں رکھے گا۔"

امریکی حاکم نے کہا "ہم تمہاری اس خواہش کے مطابق یہودیوں سے دوستی نہیں کریں گے۔"

برین آدم نے کہا "ہم تین ممالک کے سربراہوں نے دوستی اور اتحاد کے لیے یہ اجلاس منعقد کیا ہے اور آپ امریکی اکابرین متحد ہونے سے پہلے ہی ہم سے دوستی ختم کرنا چاہتے ہیں۔"

روسی حاکم نے کہا "دناشا اور دنالیہ روسی ہیں۔ ہمارا ملک ان کی سلامتی کی خاطر مہاراج اور امریکا کا اتحادی بن کر رہے گا۔ ہم یہاں متحد ہونے کے لیے آئے ہیں۔ مسٹر آدم! دانش مندی یہی ہے کہ پورس کو مہاراج کے شکنجے میں جانے دو اور ہم سے اتحاد قائم کرو۔"

برین آدم نے پریشان ہو کر پوچھا "الپا! تم کیا کہتی ہو؟"

الپا ہنسنے لگی پھر بولی "امریکیوں اور روسیوں نے ابھی مجھے اور مملکتِ اسرائیل کی قوتوں کو پوری طرح نہیں سمجھا ہے مگر آج سمجھ لیں گے۔ یہ جس مہاراج سے دوستی کرنے کے لیے ہم سے دشمنی کررہے ہیں وہ مہاراج ابھی میرے سامنے گڑگڑائے گا اور مجھ سے رحم کی بھیک مانگے گا۔"

مہاراج نے کہا "میں اور تمہارے جیسی عورت کے سامنے بے بس ہوجاؤں گا! کیا بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا رہنے لگی ہو۔"

"مہاراج! تم گدھوں کے مہاراج ہو۔ جاؤ اور ابھی اپنے اکلوتے جوان بیٹے کی خیریت معلوم کرو۔"

وہ گرج کر بولا "کیا بکواس کررہی ہو؟"

یہ کہتے ہی اس نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچ کر بولا "مہیش! تم خیریت سے ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ تب مہاراج کو معلوم ہوا کہ بیٹا زندہ ہے مگر کوما میں ہے۔ اس کی سوچ کی لہریں جواب نہیں دے سکیں گی۔

وہ مہیش کی کوٹھی کے انچارج کے دماغ میں آکر بولا۔ "مہیش کہاں ہے؟"

"مہیش بابو کل رات اپنی کار لے کر گئے تھے۔ ابھی تک واپس نہیں آئے ہیں۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے پھر اجلاس میں آکر گرجتے ہوئے بولا "الپا! میرا بیٹا کہاں ہے؟"

الپا نے کہا "گرج کر نہیں، عاجزی اور انکساری سے پوچھو۔"

"یو شٹ اپ۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"کیا میں تمہارے بیٹے کو زندہ چھوڑ دوں گی؟ وہ کوما میں ہے یعنی آدھا مرچکا ہے۔ تم اپنی اکڑ اور برتری بھول کر اسے زندہ سلامت رکھ سکتے ہو۔"

مہاراج سوچ میں پڑگیا۔ وہ اپنے جوان بیٹے کی موت برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ سوچنے لگا، ایسا کیا کرے کہ بیٹا زندہ سلامت واپس مل جائے اور الپا کے سامنے جھکنا بھی نہ پڑے۔

ایسی کوئی نئی تدبیر اس کے ذہن میں نہیں آرہی تھی۔ وہ کسی بھی طرح الپا کو اپنے شکنجے میں نہیں لے سکتا تھا۔ کالے جادو کے ذریعے اس کا پُتلا بنا کر پہلی سوئی چبھوتا تو وہ کمزور پڑنے سے پہلے اس کے بیٹے کو ہلاک کردیتی۔

وہ نرم پڑ کر الپا سے بولا "تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں محتاج نہیں ہوں کہ تم سے کچھ چاہوں گی؟ البتہ تم اپنی اولاد کے لیے گڑگڑاؤ اور رحم کی بھیک مانگو۔"

"کبھی رات بڑی ہوتی ہے۔ کبھی دن بڑے ہوتے ہیں۔ کبھی میرا بھی داؤ چل سکتا ہے۔"

"تھوڑی دیر پہلے تمہارا داؤ چل رہا تھا۔ تم ایسے زبردست بن گئے تھے کہ مجھ سے ہی نہیں، میرے ملک سے بھی دشمنی کررہے تھے۔ امریکا اور روس کو قائل کرچکے تھے اور یہ دونوں ممالک ہم سے دشمنی کرنے پر آمادہ ہوگئے تھے۔"

امریکی حاکم نے کہا "الپا! پچھلی باتوں کو بھول جاؤ۔ تم نے اپنی طاقت اور برتری منوالی ہے۔ مہاراج سے دشمنی نہ کرو۔ ہم اس مرحلے پر پہنچ گئے ہیں کہ اب ایک مضبوط اتحاد قائم کرسکتے ہیں۔"

وہ بولی "گرگٹ کی طرح رنگ نہ بدلو۔ سیاسی اتحاد ہمیشہ خودغرضی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ مجھے اتحاد منظور نہیں ہے۔ یہ مہاراج تمہارے لیے پہاڑ بن گیا ہے۔ دیکھو یہ پہاڑ میرے قدموں میں جھک رہا ہے۔ نہیں جھکے گا تو جوان بیٹے کی موت کمر توڑ دے گی۔"

مہاراج نے شکست خوردہ لہجے میں کہا "ہاں تم نے میری کمر جھکا دی ہے۔ مجھے توڑ بھی سکتی ہو۔ بولو میرے بیٹے کو زندہ رکھنے کے لیے تمہارے مطالبات کیا ہیں؟"

"سب سے پہلا مطالبہ تو یہ ہے کہ تم صرف مملکتِ اسرائیل کے لیے کام کرو گے۔ امریکا اور روس وغیرہ کو بھول جاؤ۔"

"مجھے تمہارا مطالبہ منظور ہے۔ میں تم سے اتحاد قائم کروں گا۔"

"مجھ سے نہیں میرے ملک اسرائیل سے اتحاد قائم کرو۔ تم جب تک مملکتِ اسرائیل کے لیے کام کرتے رہو گے، تمہارا بیٹا ہمارے پاس امانت کے طور پر زندہ سلامت رہے گا۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میرا بیٹا مجھے کبھی نہیں ملے گا؟ مجھے دور ہی دور سے اس کی خیریت معلوم ہوتی رہے گی؟"

"مجبوری ہے۔ تم نے خود کہا ہے کہ میری ٹیلی پیتھی کسی دن بھی ختم ہوسکتی ہے۔ میں ایک عام سی عورت رہ جاؤں گی۔ ایسے وقت تمہارا بیٹا یرغمال کے طور پر ہمارے پاس رہے گا۔ تم جب چاہو گے، خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ کرسکو گے لیکن اس سے گھنٹوں باتیں کرنے کے باوجود اس کا سراغ نہیں لگا سکو گے۔"

"ایسا ظلم نہ کرو۔ میں اپنے بیٹے کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کا علم رہے یا نہ رہے، میری ٹیلی پیتھی کی خدمات صرف مملکتِ اسرائیل کے لیے رہیں گی۔"

"میں قسم کھانے والوں کو جھوٹا سمجھتی ہوں کیونکہ اکثر قسمیں دھوکا دینے کے لیے کھائی جاتی ہیں۔"

"میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ کبھی دھوکا نہیں دوں گا۔"

"یقین نہ دلاؤ۔ تمہارا بیٹا ہمارے پاس عیش و آرام سے رہے گا۔ بس یہیں پر بات ختم کرو۔ میں جارہی ہوں۔"

"رک جاؤ۔ میری بات سن لو۔ میں تمہیں اپنی دوستی اور وفاداری کی ضمانت دوں گا۔ پلیز الپا! مجھ پر بھروسا کرو۔"

الپا کا جواب سنائی نہیں دیا۔ یہی سمجھا جاسکتا تھا کہ وہ جاچکی ہے۔ مہاراج نے کہا "تم نہیں جاسکتیں۔ تم ایک باپ کی محبت کا امتحان لے رہی ہو۔ میں بیٹے کے بغیر مرجاؤں گا۔ میں تینوں ممالک کے اکابرین سے درخواست کرتا ہوں، وہ الپا کو سمجھائیں۔ میری طرف سے ضمانت دیں کہ میں اس کے تمام مطالبات پورے کروں گا۔ ہمیشہ اس کا وفادار بن کر رہوں گا۔ فار گاڈ سیک۔ الپا کو آوازیں دو۔ اسے دوستی کے لیے راضی کرلیں۔"

امریکی اور روسی اکابرین الپا کو آوازیں دے دے کر سمجھانے لگے۔ اس کی منتیں کرنے لگے۔ اپنی طرف سے بڑی بڑی ضمانتیں پیش کرنے لگے تاکہ وہ مہاراج کو اس کا بیٹا واپس کرنے پر راضی ہوجائے لیکن اس کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا اور اسرائیلی اکابرین خاموش تھے۔ مہاراج نے تڑپ کر کہا "مسٹر آدم! آپ خاموش کیوں ہیں؟ وہ آپ کو بگ برادر کہتی ہے۔ آپ کی ہر بات مانتی ہے۔ یہ بات بھی مان لے گی۔ پلیز آپ اسے منالیں۔"

برین آدم نے کہا "مجھے افسوس ہے۔ وہ جاچکی ہے۔"

"وہ نہیں جاسکتی۔ اسے میرا بیٹا واپس کرنا ہوگا۔ نہیں تو

ساری دنیا میں آگ لگا دوں گا۔ کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔"

وہ بیٹے کے لیے تڑپتا رہا۔ گرجتا رہا اور برسنے کی دھمکیاں بھی دیتا رہا پھر اسے یقین کرنا پڑا کہ الپا جا چکی ہے۔

○☆○

امریکا اور اسرائیل کا تعلق اتنا گہرا اور اٹوٹ ہے جیسے جسم کا دماغ سے ہوتا ہے۔ جب جسم صحت مند ہو اور دماغ ناکارہ ہو یا دماغ صحت مند ہو اور جسم بیمار ہو تو انسان اپنی شخصیت کی تعمیر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اسرائیل' امریکا کی مالی امداد اور سیاسی حمایت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا اور امریکا' اسرائیل کو مشرق وسطیٰ میں تمام اسلامی ممالک پر حاوی کیے بغیر تمام مسلمان سربراہوں کو اپنا مطیع اور فرماں بردار نہیں بنا سکتا۔

اس سیاسی حقیقت کو سمجھنے کے بعد یقین ہو جاتا ہے کہ امریکا اور اسرائیل ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ الپا اور برین آدم یہ چاہتے تھے کہ مہاراج ٹیلی پیتھی کے ذریعے امریکا کے کام آئے لیکن وہ مہاراج اور گرودیو کو اپنے زیر اثر بھی رکھنا چاہتے تھے۔

اس اجلاس میں روسی اکابرین بھی تھے۔ انہیں تاثر دینا چاہتے تھے کہ مہاراج کے معاملے میں اسرائیل نے امریکا سے دشمنی مول لی ہے پھر الپا اور برین آدم چاہتے تھے کہ مہاراج یہودیوں کا فرماں بردار رہ کر کبھی کبھی امریکا کے کام آتا رہے اور اس کے عوض امریکا' اسرائیل کو اور زیادہ سیاسی استحکام دیتا رہے۔

الپا اجلاس سے چلی آئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ مہاراج بیٹے کی محبت میں تڑپتا ہوا اس کے پیچھے آئے گا۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوئی تو تھوڑی دیر کے بعد ہی مہاراج اس کے دماغ میں آیا۔ وہ بولی "میرے دماغ میں نہ رہو۔ بگ برادر کے پاس جاؤ۔ میں آ رہی ہوں۔"

الپا نے سانس روک لی۔ مہاراج اس کے دماغ سے نکل کر برین آدم کے پاس پہنچا۔ برین آدم نے کہا "میں اجلاس سے اٹھ کر مہمان خانے میں جا رہا ہوں۔ تم آدھے گھنٹے بعد آؤ۔ اس وقت الپا میرے پاس موجود رہے گی۔"

مہاراج کچھ کہنا چاہتا تھا مگر برین آدم نے سانس روک لی۔ اسے دماغ سے نکلنا پڑا۔ اب آدھا گھنٹا گزارنا مشکل تھا۔ مہاراج کی خیال خوانی کے دوران میں اکثر گرودیو اس کے ساتھ رہتا تھا۔ اس اجلاس میں بھی گرودیو خاموشی سے موجود تھا۔ اس نے جیت کو ہار میں بدلتے دیکھ کر کہا "بھائی مہاراج! الپا نے ایسی چال چلی ہے' جس کی ہم توڑ کر سکتے تھے۔ اب وہ عورت ہم پر حاوی رہے گی۔"

مہاراج نے کہا "میں بیٹے کی وجہ سے بری طرح گیا ہوں۔ کوئی تدبیر نہیں سوجھ رہی ہے۔ اگر ہو جائے کہ الپا میرے بیٹے کو چند دنوں تک آرام گی اور اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا تو پھر ہمیں سو اور مزید تدابیر پر عمل کرنے کا موقع مل جائے گا۔"

آدھا گھنٹا گزارنے میں دیر نہیں لگتی لیکن بات کا شدت سے انتظار ہو تو ایک ایک منٹ ا صدی کی طرح گزرتا ہے۔ دونوں بھائی بڑی بے انتظار کر رہے تھے۔ ایسے وقت میں نے مہاراج دستک دی۔ اس نے پوچھا "کون؟"

میں نے کہا "میں ہوں ٹی آر بھائیا۔"

"بھائیا! تم اتنے دنوں تک کہاں غائب رہے؟

"میں ایک جگہ روپوش رہا تھا۔ خیال خوانی اپنی محبوبہ بلی ڈونا سے رابطہ کیا تو پتا چلا کہ وہ ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گئی ہے۔ صرف وہی نہیں بے شمار جاننے والے بھی ناکارہ ہو گئے ہیں اور وہ اینٹی ٹیلی دنیا کے ہر ملک اور ہر علاقے میں اسپرے کی جا رہی اندیشے میں رہا کہ شاید میں بھی اس علم سے محرو گا۔ بعد میں پتا چلا کہ جنہوں نے قدرتی طور سے یہ کیا ہے' وہ سب دوا کے اثر سے محفوظ ہیں۔ میں ہوں۔"

مہاراج نے کہا "ہم سے رابطہ کرتے تو اتنے روپوش رہنا نہ پڑتا۔ کیا تمہارے ایرانی عامل نے میں تمہیں حقیقت نہیں بتائی؟"

"وہ کیا بتائے گا؟ کتنے دن ہو گئے' وہ مجھ سے کر رہا ہے۔ بلی ڈونا کا خیال ہے کہ اس ایرانی عا ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھی ہو اس علم سے محروم نہ ہو گیا ہے۔"

"یہ تو خوشی کی بات ہے' تمہیں اس سے نجو ہے۔"

"ہاں مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ تنویمی عمل تک ہے۔ جب تک دادی ماں نہیں ملیں گی تب طرح میری یادداشت واپس نہیں آئے گی۔ میں ہوں کہ دادی ماں مجھے کہاں مل سکتی ہیں؟"

"تمہاری دادی ماں کی آتما شاید ابھی تک ہے۔ کوئی نیا جسم حاصل کرنے کے بعد ہم سے

گی۔ میں تمہاری بہتری کے لیے ایک بات سمجھانا چاہتا ہوں۔ اب ہماری دنیا میں چند ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں اور مسلمانوں کے مقابلے میں ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہے۔ تم کسی مسلمان سے رابطہ نہ کرنا۔ ہم دو بھائی ہیں اور تم دادی اور پوتے ہو۔ ہم چاروں متحد ہو کر رہیں گے تو پوری دنیا پر ہماری حکمرانی ہوگی۔"

"لیکن ہم متحد نہیں رہ سکیں گے کیونکہ تم میری محبوبہ بلی ڈونا کو قتل کرنے کی قسم کھا چکے ہو۔"

"محبوبہ کیا ہوتی ہے؟ دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین لڑکی ہے' کسی اور کو محبوبہ بنالو۔ بلی کے ساتھ چند راتیں گزار کر اسے ہمارے حوالے کردو۔ ہمارا اتحاد ضروری ہے۔ محبوبہ ضروری نہیں ہے۔"

"سوری! یہ دل کا معاملہ ہے۔ میرا دل اس کا دیوانہ ہے۔ میں دنیا چھوڑ سکتا ہوں لیکن اسے جیتے جی نہیں چھوڑوں گا اور نہ ہی اسے تمہارے ہاتھ لگنے دوں گا۔"

وہ ناگواری سے بولا "دیکھو برخوردار! میں ابھی بہت پریشان ہوں۔ الپا نے میرے بیٹے کو اغوا کرکے کہیں چھپا دیا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ بیٹے کو اس عورت سے چھین کر لانے کا کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔ تم ابھی جاؤ۔ دو چار گھنٹے کے بعد مجھ سے رابطہ کرو۔"

"مجھ سے سودا کرو۔ اگر میں تمہارے بیٹے کو لے آؤں تو تم میری بلی کو کبھی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"

"تم میرے میش کو کہاں سے لاؤ گے؟ کیسے لاؤ گے؟"

"ابھی یہ نہیں جانتا کہ کہاں سے لاؤں گا؟ تم بتاؤ' میش کس شہر میں تھا؟"

"وہ ناگپور کے ایک علاقے گڈی گودام میں تھا۔ الپا بہت چالاک ہے۔ اسے شہر سے کہیں دور لے گئی ہوگی۔"

"اگر تم میش کے دماغ میں پہنچ سکتے ہو تو مجھے وہاں پہنچا دو۔"

"کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ وہ کوما میں ہے۔ تم اس کے دماغ سے کچھ معلوم نہیں کرسکو گے۔ اگر معلومات حاصل کرنے کی گنجائش ہوتی تو ہم یوں مجبور اور بے بس نہ ہوتے۔"

"آپ بیٹے کی واپسی چاہتے ہیں تو مجھے اس کے دماغ میں پہنچا دیں۔"

مہاراج خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچا۔ میں بھی اس کے ساتھ میش کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بڑی محبت سے اسے مخاطب کررہا تھا "میش! میرے بیٹے! اپنے باپ کی آواز سنو۔ کسی طرح دماغی توانائی سے کام لے کر اتنا بتا دو' کہاں ہو؟"

میش ساکت پڑا ہوا تھا۔ ایک مُردے کی طرح بے حرکت تھا۔ شاید وہ سن رہا ہوگا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور بے جان سی لگ رہی تھیں۔ شاید وہ چھت کو تک رہا تھا لیکن دماغ کے اندر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس نے باپ کی ساری کی لہروں کو قبول کیا تھا مگر جواب دینے والی توانائی نہیں تھی۔ اس کے دماغ سے کچھ معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا۔

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر بولا "بھائیا! تم نے دیکھا' میرا بیٹا کس حال میں ہے؟"

میں نے کہا "انسان کوما کی حالت میں اسی طرح ہوتا ہے۔ تمہیں یہ اطمینان ہونا چاہیے کہ الپا نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

"ہاں مگر پہنچا سکتی ہے۔ مجھے اس کا بڑے سے بڑا معاوضہ دے کر اپنے بیٹے کو واپس لانا ہوگا۔ ویسے تم میش کے اندر پہنچ کر کیا سمجھتے ہو؟ کیا کسی تدبیر سے اسے واپس لایا جاسکتا ہے؟"

"آدمی کوشش کرے تو ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔ اپنی بلی کی سلامتی کے لیے میش کو کسی طرح وہاں سے آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تم سے دو گھنٹے بعد رابطہ کروں گا۔ ابھی برین آدم سے معاملات طے کرنے جارہا ہوں۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "یہ برین آدم کون ہے؟"

"میں بعد میں بتاؤں گا۔ ابھی تم جاؤ۔"

اس نے سانس روک کر مجھے اپنے دماغ سے نکال دیا تاکہ میں برین آدم تک پہنچ کر ان کی باتیں نہ سن سکوں۔ ایک منٹ کے بعد برین آدم کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ اس کے دماغ میں مہاراج کے علاوہ الپا بھی موجود تھی۔ اس وقت برین آدم کے سامنے امریکی فوج کا ایک اعلیٰ افسر بیٹھا ہوا تھا اور مہاراج سے کہہ رہا تھا "الپا اجلاس میں تم سے دشمنی ظاہر کرکے چلی گئی تھی۔ دراصل ہم روسی اکابرین کو دھوکا دے رہے تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ یہودی تمہیں اپنی طرف مائل کرکے لے گئے ہیں اور آئندہ تم امریکا اور روس کے کام نہیں آؤ گے۔"

برین آدم نے کہا "ہم اسرائیلیوں کی اور امریکیوں کی سانسیں ٹوٹ سکتی ہیں لیکن اتحاد ٹوٹ نہیں سکتا۔ ہمارا تم بظاہر ہمارے دوست رہو گے لیکن درپردہ امریکی حکومت کے لیے بھی کام کرتے رہو گے۔"

"میں ہمیشہ امریکا اور اسرائیل کا وفادار رہوں گا۔ تم میرے بیٹے کی واپسی کی بات کرو۔"

"کیسی احمقانہ بات کررہے ہو؟ کیا بیٹا واپس ملنے کے بعد تم ہمارے وفادار رہو گے؟ ہرگز نہیں۔ ہم تمہارے وعدوں اور قسموں پر بھروسا نہیں کریں گے۔"

"میرا بیٹا آدھا زندہ آدھا مُردہ ہے۔ میں ایسی صورت میں پوری توجہ سے تم لوگوں کے کام نہیں آسکوں گا۔"

"وہ ابھی کوما سے نکل آئے گا۔ تم جب چاہو گے' اس سے دماغی رابطہ کرسکو گے۔ گھنٹوں اس سے باتیں کرسکو گے لیکن تمہیں معلوم نہیں ہوسکے گا کہ اسے کہاں قید کیا گیا ہے۔"

"یہ تو ظلم ہے۔ میرے بے قصور بیٹے کو عمر قید کی سزا دے رہے ہو۔ میں دور سے صرف باتیں کرسکوں گا۔ کبھی اسے اپنے سینے سے نہیں لگا سکوں گا۔"

"ایسی جذباتی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہم سے صرف کام کی باتیں کرو۔"

الپا نے کہا "تم نتاشا اور نتالیہ کو میرے حوالے کردو... میں انہیں زندہ سلامت رکھ کر پورس سے دوا تیار کراؤں گی۔"

مہاراج نے کہا "وہ دونوں بہنیں ممبئی پہنچنے والی ہیں۔ وہاں وہ ایک بنگلے میں رہیں گی۔ تمہارے آدمی کسی بھی وقت آکر انہیں لے جاسکتے ہیں۔"

"ایک ڈاکٹر تمہارے بیٹے کو انجکشن لگا رہا ہے۔ اسے میڈیکل ٹریٹمنٹ دے رہا ہے۔ تم یہاں سے جاؤ گے تو وہ کوما سے نکل چکا ہوگا۔ تم سے گفتگو کرسکے گا۔"

برین آدم نے کہا "لیکن یہ ہمیشہ یاد رکھنا کہ وہاں جتنے مسلح گارڈز ہیں وہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔ تم کسی کو ٹریپ نہیں کرسکو گے۔ کوئی چالاکی دکھاؤ گے اور بیٹے کو وہاں سے بھگا کر لے جانا چاہو گے تو مسلح گارڈز ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دیں گے۔"

"میں ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ میں اس کے لیے تڑپ رہا ہوں۔ اس سے باتیں کرنے جارہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "الپا! تم نے مہاراج کو شیشے میں لے کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اب اس کا بھائی گردیو بھی ہمارا وفادار رہنے پر مجبور رہے گا۔ اس طرح تمہارے علاوہ ہمارے پاس دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوچکا ہے۔"

برین آدم نے کہا "ہماری الپا کارنامے انجام دے رہی ہے۔ آپ بھی کچھ دیں۔"

"ضرور دیں گے۔ آپ جو چاہیں گے' وہ آپ کو ملے گا۔"

"ہم آئندہ مہاراج کو خدمات کے صلے میں کچھ نہ کچھ دیتے رہیں گے پھر پورس کے ذریعے دوائیں تیار کرنے کے لیے بھی بھاری سرمائے کی ضرورت ہے۔"

"پورس صرف اینٹی ٹیلی پیتھی دوا تیار کرائے گا پھر آپ دوائیں کیوں کہہ رہے ہیں؟"

"پورس ہم سے ایک ہی دوا کی تیاری کی بات کررہا ہے لیکن الپا نے اس کے چور خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا ہے کہ وہ نادیدہ گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو بھی ضائع کرنے والی دوائیں تیار کرے گا۔"

الپا نے کہا "پورس کے تعلقات ایک ڈاکٹر سے تھے۔ وہ ڈاکٹر ایک سو چھ برس کی عمر پاکر مرگیا۔ اس نے غیر معمولی دواؤں کے نسخے پورس کو دیے تھے۔ پورس ان میں سے ایک غیر معمولی دوا بڑی رازداری سے تیار کرانا چاہتا ہے۔ وہ دوا جس شخص پر اسپرے کی جائے' اس شخص کا جسم سر سے پیر تک سُن ہوجاتا ہے پھر وہ ایک آدھ گھنٹے تک ساکت رہتا ہے۔ اگر کھڑا ہے تو کھڑا ہی رہ جائے گا۔ بیٹھا ہے تو بیٹھا ہی رہ جائے گا پھر رفتہ رفتہ دوا کا اثر زائل ہونے پر وہ نارمل ہوکر چلنے پھرنے اور بولنے لگے گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہ دوا ہمارے کام آئے گی۔ ہم کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر اس کا اسپرے کریں گے تو وہ ایک آدھ گھنٹے تک خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا۔"

الپا نے کہا "قدرتی طریقوں سے بھی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے اس دوا کے اثر سے ایک آدھ گھنٹے کے لیے ناکارہ ہوجائیں گے۔"

"تم نے پورس کے چور خیالات سے معلوم کیا ہوگا کہ وہ ایسی غیر معمولی دواؤں کے نسخے کہاں چھپا کر رکھتا ہے؟"

الپا نے کہا "میں نے معلوم کیا ہے۔ ان نسخوں کو حاصل کرنا دشوار ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔ ہمارے یہودی سراغ رساں اسے حاصل کرنے کے لیے اس مقام کی طرف روانہ ہوچکے ہیں۔"

"الپا! ہمارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کبھی تمہاری طرح کارنامے انجام نہیں دیے۔ حتیٰ کہ وہ سب اس علم سے محروم ہوگئے۔ تم نے بڑی ہوشیاری سے اس علم کو برقرار رکھا ہے۔ اگر وہ تمام غیر معمولی نسخے حاصل ہوجائیں گے تو تم فرہاد علی تیمور پر بھی بھاری پڑو گی۔"

"ایسا ہی ہوگا۔ آپ پیمنٹ کی بات کریں۔ ہمیں پانچ ارب ڈالر کی ضرورت ہے۔"

"یہ رقم مل جائے گی۔ پہلی پیمنٹ کے طور پر کل تک دو ارب ڈالر ادا کردیے جائیں گے پھر تم مہاراج اور گرودیو کے ذریعے ایران اور افغانستان میں ہماری پالیسیوں کے مطابق کارروائی کرو گی تو باقی تین ارب ڈالر بھی ادا کردیے جائیں گے۔"

حالیہ مردم شماری کے نتائج کے مطابق یہ بات سامنے آئی تھی کہ امریکا میں دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے۔ اس حقیقت نے امریکا اور اسرائیل دونوں کو پریشان کردیا تھا۔ وہ تقریباً نصف صدی سے اس کوشش میں تھے کہ سیاسی حکمت عملی سے اسلامی ممالک کو پسماندہ اور محتاج بنا کر رکھا جائے۔ وہ اپنی کوششوں میں بڑی حد تک کامیاب تھے لیکن ایران میں اسلامی انقلاب اور افغانستان میں سپر پاور روس کی پسپائی نے یہ بات سمجھا دی تھی کہ اسلام ان ممالک سے تقویت حاصل کرنے والا ہے۔ مشرق وسطیٰ، جنوب اور وسط ایشیا کے اسلامی ممالک کو اپنے زیر اثر رکھنے کے لیے لازمی ہوگیا تھا کہ ایران اور افغانستان کے سیاسی عوامل کو کمزور کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے امریکا نے ایران کو مختلف ہتھکنڈوں سے کچلنے کی انتہا کردی۔ اس کے باوجود ایران رفتہ رفتہ مستحکم ہوتا رہا۔ البتہ افغانستان میں خانہ جنگی کرانے کے سلسلے میں امریکا کو کامیابی حاصل ہوتی رہی۔

یہ کامیابی بھی عارضی دکھائی دینے لگی کیونکہ اچانک طالبان بڑی جرأت مندی اور تیزی سے افغانستان کے بگڑتے ہوئے سیاسی عوامل پر قابو پانے لگے۔

میں نے اور سونیا نے کچھ عرصے تک ایران میں رہ کر امریکی سازشوں کو ناکام بنا دیا تھا۔ ویسے ایران کا بچہ بچہ اتنا جرأت مند ہے کہ ہماری ٹیلی پیتھی کے بغیر بھی امریکا کی سازشیں وہاں ناکام ہوتی رہی ہیں۔

ایک سازش یہ بھی تھی کہ افغانستان کی خانہ جنگی کے ذریعے ایران کے سرحدی علاقوں کو نقصان پہنچایا جائے لیکن ایرانی حکام کی سیاسی بصیرت نے اس خطرے کو پہلے سے بھانپ لیا تھا۔ انہوں نے افغانی بھائیوں کو خانہ جنگی سے باز رکھنے کے لیے جہاد کیا اور افغانستان کے جنوب مغرب میں ایسی کسی افغانی تنظیم کو برتری حاصل نہیں کرنے دی، جو امریکا کے زیر اثر تھی اور خانہ جنگی کے لیے امریکا سے ڈالر اور ہتھیار حاصل کرتی تھی۔

میں اپنی داستان میں سیاست پر زیادہ بحث نہیں کرتا لیکن آئندہ جو واقعات بیان کرنے والا ہوں، اس سلسلے میں اس سیاسی پس منظر کو پیش کرنا ضروری ہے۔ ثانی اور پارو ہندوستان پہنچنے والے ہیں اس لیے میں ہندوستان چھوڑ کر افغانستان کی طرف جا رہا ہوں۔ ایرانی حکام کی پہلی کوشش تھی کہ ایشیا میں ایران، پاکستان اور چین کا ایک مضبوط اتحاد قائم ہو لیکن قرضوں کے جال میں پھنسنے والے پاکستان کے حکمرانوں نے اس اتحاد کو اہمیت نہیں دی۔ امریکا اور اسرائیل خوش تھے کہ پاکستان اس اتحاد میں شامل نہیں ہے لیکن اب ایران، بھارت اور چین کا اتحاد قائم ہو رہا ہے۔

امریکا اور اسرائیل امن و امان کے زمانے میں ایشیا کے مسلم ممالک تک تجارتی اور سیاسی ارادوں کی لبارڈی میں مصروف ہے۔ اس طرح فرہاد اور سلمان پہنچنا چاہتے ہیں۔ وہ پاکستان اور افغانستان کے راستے تک پہنچ سکتے ہیں اور اگر چین سے جنگ چھڑ جائے تو ان ممالک کے راستے اپنی فوج اور اسلحہ لے جاسکتے ہیں۔ ایران، بھارت اور چین متحد ہو کر یہ راستے بند کرسکتے ہیں۔ امریکا اور اسرائیل کو ایسے جارحانہ عزائم سے روکنے کا ایران کے سر ہوگا اسی لیے پورے ایشیا میں ان کے ایران ایک نہ جھکنے والا اور نہ ٹوٹنے والا ملک ہے وہ کسی سیاسی ہتھکنڈے سے ان کے زیر اثر نہیں آرہا تھا۔

اسے توڑنے یا کمزور کرنے کے لیے افغانستان میں جنگی جاری رکھی جارہی تھی۔ یہ امریکی پالیسی چند برسوں تک کامیاب رہی۔ یہ یقین ہوتا جارہا تھا کہ افغانستان میں امریکا کی پسند کی حکومت قائم ہوگی لیکن طالبان رفتہ رفتہ خانہ جنگی برپا رکھنے والی تنظیموں کو شکست دیتے ہوئے افغانستان کے اہم علاقوں پر قبضہ جمانے اور وہاں امن و امان قائم کرنے لگے۔ وہ سر پر کفن باندھ کر جہاد کرنے والے طالبان امریکا کے لیے مسئلہ بن گئے تھے۔ وہ انہیں پسپا کرنے کے لیے ہزار میل دور آکر ان پر فوج کشی نہیں کرسکتا تھا۔ ایشیائی ممالک امریکا کو کبھی اجازت نہ دیتے کہ وہ افغانستان کو دوسرا ویت نام بنائے۔

امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے الپا اور برین آدم سے کہا "اب خاموش ڈپلومیسی سے کام نکالنا ہوگا۔ مہاراج اور گرودیو سے کہا جائے کہ وہ دونوں بھائی خیال خوانی کے ذریعے طالبان کے درمیان نفرت اور عداوت پیدا کریں۔ انہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کردیں۔ اس طرح طالبان آپس میں لڑنے مرنے لگیں گے۔"

برین آدم نے کہا "وہ دونوں بھائی ہمارے احکامات کے مطابق وہی کریں گے، جو آپ چاہتے ہیں لیکن دانش مندی کا تقاضا ہے کہ ہم پہلے فرہاد کی مصروفیات سے باخبر رہیں۔ ہمارے مقابلے میں وہ اور سلمان دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہم دوسرے ممالک میں عارضی طور پر گڑبڑ پیدا کرکے فرہاد اور سلمان کو ادھر مصروف رہنے پر مجبور کرسکتے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والے کبھی یہ نہیں چاہیں گے کہ پورس اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کسی طرح یہ بات فرہاد تک پہنچے اور وہ پورس کے پیچھے پڑ جائے۔"

"پورس اگر کسی ایشیائی ملک میں دوا تیار کرے گا تو ہم مختلف ذرائع سے یہ ظاہر کریں گے کہ وہ یورپ کے کسی ملک میں آپ دونوں کا مشکور ہوں۔ میرا بیٹا کوما سے نکل آیا ہے۔ وہ بالکل نارمل ہے۔ میں اس حد تک مطمئن ہوں کہ وہ بخیریت ہے اور اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچایا جارہا ہے۔"

برین آدم نے کہا "تمہارا بیٹا ہمیشہ عیش و آرام سے رہے گا۔ فی الحال ہم جو منصوبہ بنا رہے ہیں، اس کے مطابق تمہیں اور تمہارے بھائی کو عمل کرنا ہے۔"

وہ مہاراج کو منصوبے کی تفصیل بتانے لگا۔ مہاراج نے سب کچھ سننے کے بعد کہا "ہم دونوں بھائی افغانستان میں اپنی تمام صلاحیتیں آزمائیں گے۔ فرہاد کو دوسری طرف بھٹکانے کا آئیڈیا بھی اچھا ہے۔ آپ چاہیں تو اسے تیسری طرف بھی بھٹکایا جاسکتا ہے۔"

"تیسری طرف بھٹکانے والا آئیڈیا کیا ہے؟"

"ٹی آر بھاٹیا خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آیا تھا۔ وہ اپنی دادی نیلماں کو تلاش کررہا ہے۔"

"وہ فرہاد کے بستے چڑھ سکتا ہے۔ کیا تم نے اسے دوست بنانے کی کوشش کی ہے؟"

"اس وقت میں اپنے بیٹے کے لیے پریشان تھا۔ ابھی اس سے رابطہ کروں گا۔ میرے ذہن میں جو آئیڈیا ہے، اسے سن لیں۔ الپا اس کی دادی ماں بن کر اسے اپنی طرف مائل کرسکتی ہے پھر فرہاد کو بھٹکانے کے لیے اس سے بھی کام لے سکتی ہے۔"

الپا نے کہا "واہ مہاراج! تم واقعی وفاداری کا ثبوت دے رہے ہو۔ میں نیلماں بن کر اسے اپنی طرف مائل کرسکتی ہوں۔ میں تمہارے دماغ میں آرہی ہوں۔ تم مجھے اس کے اندر پہنچاؤ۔"

برین آدم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہا تھا کیونکہ الپا اور مہاراج اس کے اندر رہ کر بول رہے تھے۔ اب وہ دونوں میری طرف آنے والے تھے اس لیے میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی مہاراج نے میرے دماغ میں آکر کہا "سانس نہ روکنا۔ میں مہاراج ہوں۔ تمہارے لیے ایک انمول تحفہ لایا ہوں۔ ذرا یہ آواز سنو۔ خوشی سے اچھل پڑو گے۔"

الپا نے نیلماں کے سابقہ لب و لہجے میں کہا "میرے بچے! میری جان سے زیادہ عزیز پوتے! تم کہاں ہو؟"

میں خوشی سے اچھل کر کھڑا ہوگیا "وادی ماں! آپ؟ کیا آپ نے اپنا جسم حاصل کرلیا ہے؟"

"ہاں میرے بچے! میں نے تمہاری خاطر پھر ایک نئی زندگی حاصل کی ہے۔ تم کہاں ہو؟ میں تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔"

"میں یہاں۔ یہاں۔ یہاں ہوں۔ یعنی کہ یہاں۔۔۔"

"تم یہاں یہاں کی تکرار کیوں کررہے ہو؟ کیا وہ ایرانی عامل روک رہا ہے؟ میری اس سے بات کراؤ۔"

"وہ ایرانی عامل کئی دنوں سے لاپتا تھا۔ مجھ سے رابطہ نہیں کررہا ہے۔ شاید اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم ہوچکی ہیں۔"

"جب وہ نہیں روک رہا ہے تو پھر اپنا پتا ٹھکانا بتاؤ؟"

"کیسے بتاؤں؟ وہ عامل نہیں ہے لیکن اس کے تنویمی عمل کا اثر اب تک ہے۔ میں اپنا پتا ٹھکانا بتا نہیں پارہا ہوں۔ آپ مجھے اپنے پاس بلالیں۔ مجھے بتائیں، آپ کہاں ہیں؟ میں وہاں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

"ہمیں ملاقات کے لیے کسی خفیہ مقام کا انتخاب کرنا ہوگا۔ میں نہیں چاہتی کہ دوست یا دشمن ہمارے درمیان آئیں۔ مہاراج دوست ہے مگر ہمارے درمیان موجود ہے۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گی۔ میرا انتظار کرو۔"

الپا اور مہاراج میرے دماغ سے چلے گئے۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی الپا نے میرے دماغ میں آکر کہا "میں مہاراج کو تمہارے دماغ سے رخصت کرنے کے لیے گئی تھی۔ یہ بتاؤ کیا انڈیا میں ہو؟"

"ہاں۔ نن۔۔۔ نہیں۔ میں انڈیا میں نہیں ہوں۔ کسی دوسری جگہ ہوں۔"

"تمہاری بے اختیار "ہاں" نے سچ کہہ دیا ہے اور اب تنویمی عمل کے اثر سے جھوٹ بول رہے ہو۔ بہرحال میں

ممبئی شہر میں ہوں۔ تم آج شام ائرپورٹ کی وزیٹرز لابی میں آجاؤ۔ میں انتظار کروں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں شام چھ بجے آجاؤں گا۔"

وہ میرے دماغ سے چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد مہاراج نے آکر پوچھا "کیا تمہاری دادی ماں چلی گئیں؟"

"ہاں۔ وہ نہیں ہیں مگر تمہاری مہربانی سے ان سے ملاقات ہوجائے گی۔"

"بھائیا! تم میرے دماغ میں آؤ۔ میں ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے اس کے اندر پہنچ کر پوچھا "تم نے اپنے پاس کیوں بلایا ہے؟"

"تمہیں الپا کے فریب سے بچانا چاہتا ہوں۔ ابھی وہ تمہاری دادی ماں بن کر تم سے باتیں کررہی تھی۔ تم ملاقات کے لیے کہیں جاؤ گے تو اس کے آدمی تمہیں زخمی کردیں گے پھر وہ تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں اپنا معمول اور تابعدار بنالے گی۔"

"جب وہ میری دادی ماں نہیں تھی تو اسے میرے دماغ میں کیوں لائے تھے؟"

"میں مجبور ہوں۔ میرا بیٹا اس کی قید میں ہے۔ وہ جو کہے گی، مجھے اس پر عمل کرنا ہوگا۔ میں تمہیں اس کے فریب سے اس لیے بچا رہا ہوں کہ تم میرے بیٹے کو اس کی قید سے رہائی دلانے کا وعدہ کررہے تھے۔"

"میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ تم نے الپا کا فریب ظاہر کرکے میرا دل جیت لیا ہے۔ میں ضرور تمہارے کام آؤں گا۔"

"الپا کو شبہ نہ ہو کہ میں نے اس کے فریب سے تمہیں آگاہ کیا ہے۔"

"اطمینان رکھو۔ میں بھی اسے دادی ماں کہہ کر فریب دیتا رہوں گا۔"

"کیا تم میرے بیٹے کے پاس جارہے ہو؟"

"ہاں۔ ابھی جارہا ہوں۔"

میں اس کے بیٹے مہیش کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ایک آرام دہ بیڈ روم میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ جس مکان میں ہے اس کے دروازوں اور کھڑکیوں کو بند کرکے باہر سے کیلیں ٹھونک دی گئی ہیں۔ وہ باہر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ نہیں جان سکتا تھا کہ کس شہر کے کس علاقے میں وہ مکان ہے۔ جب وہ بیل بجاتا تھا تو اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دو مسلح آدمی آتے تھے اور اس کے سامنے گونگے بنے رہتے تھے۔ باہر ایک بار کسی گاڑی کی آواز سنائی دی تھی لیکن کسی انسان کے بولنے کی آواز نہیں دی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ مہاراج سے

"کیا ہوا؟"

میں نے کہا "اس کے دماغ میں جاتے آتے رہنے اس کی رہائی کا کوئی راستہ نکل سکتا ہے۔ ذرا صبر کرو سوچنے کے لیے تنہا چھوڑ دو۔"

وہ چلا گیا۔ میں اس وقت ایک کار کی پچھلی سیٹ کارجی ٹی روڈ سے گزرتی ہوئی پشاور کی طرف جارہی تھی پشاور سے آگے سرحد پار کرکے افغانستان جانے والا قافلہ کے چھ بجے الپا نے نیلماں بن کر مجھے مخاطب کیا "لال! میں ممبئی ائرپورٹ کی وزیٹرز لابی میں ہوں۔ تم آچکے ہو تو بتاؤ، لابی کے کس حصے میں ہو اور تم نے کو لباس پہن رکھا ہے؟"

میں نے پریشان ہوکر کہا "آپ دیکھ رہی ہیں دادی میں کار میں ہوں۔ بڑی دیر سے ڈرائیور سے کہہ رہا مجھے دادی ماں کے پاس لے چلو۔ میں اسے جہاں کہتا ہو مجھے وہاں پہنچاتا ہے مگر آپ وہاں نظر نہیں آتیں۔"

"تم ڈرائیور سے کہو، تمہیں ائرپورٹ لے آئے۔"

میں نے ڈرائیور سے کہا "سنو۔ تم مجھے مجھے سی پورٹ لے چلو نگر۔ مگر کیسے لے جائے گا۔ بھول گیا تھا کہ بہرا ہے۔ میں اسے کاغذ پر لکھ کر دیتا ہو

وہ بولی "کیا مشکل ہے۔ میں ائرپورٹ کہہ رہی ہو سی پورٹ کہہ رہے ہو۔ ابھی کاغذ پر لکھو۔ میں تمہارے پر قبضہ جما کر لکھوا رہی ہوں۔"

میں نے سیٹ پر رکھے ہوئے چھوٹے کاغذ کے پیڈ کر قلم کھول لیا وہ اپنی دانست میں مجھ پر قبضہ جما کر لکھ لگی "لکھو ائرپورٹ چلو۔"

میں نے لکھا "ائرفورس چلو۔"

"ائرفورس نہیں، ائرپورٹ لکھو۔"

میں نے پھر لکھنے کی کوشش کی اور لکھ دیا کورٹ۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر مایوسی سے بولی "جب تنویمی عمل کا اثر رہے گا، تم مجھ سے مل نہیں سکو گے

"دادی ماں! اس عامل نے کہا تھا کہ آپ ڈیڑھ سو بوڑھے جسم کے ساتھ آئیں گی۔ تب میرا ذہن آپ کو ماں تسلیم کرے گا پھر میں آپ کے گلے سے لگ جاؤں آپ میری بوڑھی دادی ماں بن کر آجائیں۔"

"میں بار بار جسم بدل نہیں سکوں گی۔ کوشش کر کہ تمہارے دماغ سے تنویمی عمل کا اثر ختم کردوں۔"

"تو پھر ختم کریں۔ میں آپ سے ملنے کے لیے تڑپ رہا ہوں۔"

"میں جلد سے جلد کوشش کروں گی۔ فی الحال تم میرا ایک کام کرو۔"

"ایک نہیں ہزار کام کروں گا۔ آپ حکم دیں۔"

"تم آج ہی یورپ کے کسی ملک میں چلے جاؤ پھر فرہاد علی تیمور سے دماغی رابطہ کرکے اس سے پوچھو کہ تمہاری دادی ماں کہاں ہے؟ اپنی پریشانی ظاہر کرو۔ اس سے التجا کرو کہ دادی ماں کو تلاش کرے۔ تم جسمانی طور پر کمزوری محسوس کرتے ہو۔ دادی ماں کو تلاش کرنے ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جاسکتے ہو۔ کچھ ایسی ایکٹنگ کرو کہ فرہاد مدد کرنے کے لیے تمہارے پاس چلا آئے۔"

"آپ یہ کیوں چاہتی ہیں کہ فرہاد میرے پاس آئے؟"

"میں تمہارے پاس پہنچ نہیں سکتی۔ فرہاد بہت چالاک ہے۔ کسی چالاکی سے تمہارے پاس آئے گا تو میں فرہاد کا سہارا لے کر تمہارے پاس چلی آؤں گی۔"

"پھر کیوں نہ میں فرہاد سے سیدھی اور سچی بات کہہ دوں کہ میں اس کا سہارا لے کر دادی ماں سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"تم پچھلی باتیں بھول گئے ہو۔ فرہاد کی دشمنی نے ہم دادی اور پوتے کو جدا کیا ہے۔ تم تخریبی کارروائیوں کے لیے ایران گئے تھے۔ اب فرہاد کو معلوم ہوگا کہ تم یورپ کے کسی ملک میں ہو تو وہ پھر تمہیں ٹریپ کرنے اور ایرانی حکومت کے حوالے کرنے آئے گا۔ میں تمہارے دماغ میں خاموشی سے چھپی رہوں گی اور معلوم کروں گی کہ فرہاد تمہیں کیسی تدابیر سے تلاش کرکے تمہارے پاس پہنچنے والا ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ آپ فرہاد کے پیچھے راستہ بناتی ہوئی مجھ تک پہنچ جائیں گی۔ یہ اچھا طریقہ ہے۔ میں کسی فلائٹ سے یورپ کے کسی ملک میں پہنچ کر فرہاد سے رابطہ کروں گا۔ کیا آپ مجھے فرہاد کی آواز اور لب ولہجہ سنائیں گی؟"

"تم یورپ پہنچ کر مجھ سے رابطہ کرو۔ میں تمہیں اس کے دماغ میں پہنچا دوں گی۔ ابھی جارہی ہوں۔ کسی فلائٹ میں سیٹ حاصل کرنے کے بعد مجھ سے رابطہ کرو۔"

وہ چلی گئی۔ میرے تمام مخالفین نے مجھ سے چھپا کر شطرنج کی ایک نئی بساط بچھائی تھی اور یہ نہیں جانتے تھے کہ میرے ہی سامنے اس بساط پر چالیں چل رہے ہیں۔

○☆○

نتاشا اور نتالیہ ممبئی پہنچ گئیں لیکن مہاراج اس وقت تک الپا کے شکنجے میں آچکا تھا۔ وہ اور گرودیو اب ان بہنوں کے ساتھ اپنی من مانی نہیں کرسکتے تھے۔ الپا نے دھمکی دی تھی کہ ان کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں ہونا چاہیے ورنہ اس کے بیٹے مہیش کے ساتھ ان سے زیادہ برا سلوک کیا جائے گا۔

الپا کو نتاشا سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ نتاشا کو مہاراج کے ہاتھوں مرنے کے لیے چھوڑ دیتی لیکن وہ ان دونوں بہنوں کو زندہ سلامت رکھ کر پورس کو اپنا احسان مند بنانا چاہتی تھی۔ مہاراج نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان بہنوں کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔

اس نے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا تھا کہ وہ ان دونوں کو ائرپورٹ سے لے آئے اور ہنومان مندر کے پیچھے والے بنگلے میں انہیں پہنچا دے۔ ان کے آرام اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھے۔ اس ماتحت نے حکم کی تعمیل کی۔ ان کے لیے ایک کار لے کر ائرپورٹ پہنچا۔ مہاراج نے خیال خوانی کے ذریعے نتاشا اور نتالیہ کو حکم دیا کہ اس کے ماتحت کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چلی جائیں۔ ان دونوں نے بھی اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اس ماتحت کے ساتھ جانے لگیں۔

میں نے ٹانی اور پارس کو بتا دیا تھا کہ الپا نے مہاراج کے بیٹے کو قیدی بنا کر بازی پلٹ دی ہے۔ مہاراج اور گرودیو اب ان کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے۔ وہ دونوں ایک بنگلے میں رہیں گی۔ بعد میں الپا جب مناسب موقع دیکھے گی، انہیں وہاں سے لے جائے گی۔

ٹانی اور پارس ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ان کے تعاقب میں جانے لگے۔ پارس نے پوچھا "پاپا! کیا آپ ممبئی والے بنگلے میں ہیں؟"

"نہیں۔ میں نے اس بنگلے کو لاک کردیا ہے۔ وہاں دو مسلح چوکیدار ہیں۔ ان بہنوں کو اس بنگلے میں لے جاکر چھپا سکتے ہو۔ میں چوکیداروں سے کہہ دوں گا۔ وہ تم لوگوں کے لیے بنگلے کا دروازہ کھول دیں گے۔"

نتاشا اور نتالیہ کو جس بنگلے میں پہنچایا گیا وہاں مہاراج کے اس ماتحت کے علاوہ دو مسلح گارڈز تھے۔ ٹانی اور پارس ان تینوں مسلح افراد کو چند منٹوں میں نہتا کرکے ان کے ہاتھ پاؤں توڑ سکتے تھے لیکن ٹانی نے میرے دماغ میں آکر کہا "ان مسلح گارڈز سے الجھنے میں وقت ضائع ہوگا۔ آپ مہاراج کے لب ولہجے میں انہیں حکم دیں کہ وہ ان بہنوں کو ہمارے حوالے کردیں۔"

ٹانی اور پارس اس بنگلے کے سامنے ٹیکسی سے اتر گئے۔ ٹیکسی کا کرایہ دے کر اسے رخصت کردیا پھر وہ بنگلے کے

احاطے میں آئے۔ میں نے مہاراج کے لب ولہجے میں اس ماتحت سے کہہ دیا تھا کہ اس بنگلے میں ان بہنوں کے لیے خطرہ ہے۔ لہٰذا ایک جوان لڑکی ایک جوان کے ساتھ آرہی ہے۔ ان بہنوں کو ان کے حوالے کردیا جائے۔

ماتحت نے یہی کیا۔ ثانی نے ان بہنوں کو پورچ میں کھڑی ہوئی کار کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا پھر اگلی سیٹ پر آگئی۔ پارس کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ کسی جھگڑے اور خون خرابے کے بغیر بڑی سہولت سے کام بن گیا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، بہت مشکل کام آسانی سے ہوجاتا ہے۔ دشمنوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ ان کی توقع کے خلاف کیا سے کیا ہوگیا ہے؟

دونوں بہنوں کو اپنے بنگلے میں لانے کے بعد ثانی نے پہلا کام یہ کیا کہ ان دونوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا دیا۔ میں نے نتاشا پر اور ثانی نے نتالیہ پر تنویمی عمل کیا۔ مہاراج کے عمل کو مٹا کر اپنے چند احکامات ان کے دماغوں میں نقش کیے پھر انہیں تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ ثانی نے پوچھا "پاپا! آپ کا کیا خیال ہے؟ الپا نے مہاراج کے بیٹے کو ناگپور یا اس کے آس پاس کے علاقے میں قیدی بنا کر چھپایا ہوگا۔"

میں نے کہا "ابھی یقین سے کہا نہیں جاسکتا۔ یہودی .... جاسوس بھارت کے بڑے بڑے شہروں میں ہیں۔ الپا نے مہیش کو ان یہودی سراغ رسانوں کے حوالے کیا ہوگا۔ میں تمہیں اس کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ تم وقتاً فوقتاً اس کے اندر جاتی رہو گی تو شاید اس علاقے کے بارے میں کچھ معلوم ہوجائے جہاں اسے قید کیا گیا ہے۔"

میں ثانی کو مہیش کے دماغ میں پہنچا کر چلا گیا۔ وہ اس کے اندر اس مکان کا جائزہ لینے لگی۔ مہیش بستر پر لیٹا ہوا سگریٹ پی رہا تھا اور سوچ رہا تھا "میں کب تک یہاں قیدی بن کر رہوں گا۔ اگرچہ یہاں مجھے کسی طرح کی تکلیف نہیں ہے۔ میری ہر ضرورت پوری کی جاتی ہے لیکن کھلی فضا میں سانس لینے کی خواہش پوری نہیں کی جارہی ہے۔ میرے ڈیڈی مجھے یہاں سے نکال کر لے جاسکتے ہیں لیکن میری جان کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا، یہ سلسلہ کب تک رہے گا؟ کیا میں تمام عمر قیدی بن کر رہوں گا۔"

اس کے اندر گرودیو کی سوچ کی لہریں ابھریں "بیٹے! تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ہم تمہیں کسی حال میں بھی زندہ سلامت دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"چاچا جی! میں جوان ہوں۔ یہ تمام دنیا میں گھومنے پھرنے اور عیش کرنے کی عمر ہے۔ آپ ڈیڈی کو بلائیں۔ وہ کہاں ہیں؟"

"وہ دوسرے اہم معاملات میں مصروف ہیں۔ فرصت ملتے ہی آجائیں گے۔"

"کیا میڈم الپا سے کوئی ایسا سمجھوتا نہیں ہوسکتا کہ وہ بڑی سے بڑی ضمانت منظور کرکے مجھے باہر جانے کا موقع دے۔ میں ایک گھنٹے میں یہاں واپس آجاؤں گا۔"

"ہم تمہیں واپس لانے کے لیے الپا کو بڑی بڑی آفر دے چکے ہیں۔ اس کے تمام مطالبات پورے کررہے ہیں اور آئندہ بھی اس کا ہر مطالبہ پورا کریں گے لیکن وہ تمہیں اس چار دیواری سے باہر نہیں جانے دے گی۔"

"وہ آئے گی تو میں ہاتھ جوڑ کر التجا کروں گا۔ اگر میرے سامنے آئے گی تو میں اس کے قدموں پر گر پڑوں گا۔ اسے کسی طرح منالوں گا کہ مجھے یہاں سے تھوڑی دیر کے لیے باہر کھلی فضا میں جانے دے۔"

"بیٹے! وہ ہم جیسے کام آنے والوں کی بات نہیں مان رہی ہے پھر تمہاری کیا مانے گی؟ جس حال میں ہو، خوش رہنے کی کوشش کرو۔ میں تمہاری خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ اب جارہا ہوں۔ میں بھی ایک معاملے میں مصروف رہوں گا۔ تمہارے ڈیڈی آج رات تک تم سے رابطہ کریں گے۔"

وہ چلا گیا۔ مہیش نے اسے آواز دی لیکن گرودیو کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ ناگواری سے بولا "میری بے بسی کا کوئی احساس نہیں ہے۔ مانا کہ میری سلامتی کے لیے میڈم الپا کی مخالفت مول لینا نہیں چاہتے لیکن چاچا جی میرے پاس کچھ دیر رہ کر میری تنہائی تو دور کرسکتے ہیں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر سینٹر ٹیبل کے پاس آیا۔ وہاں شراب کی بوتل اور گلاس رکھا ہوا تھا۔ وہ صوفے پر بیٹھ گیا پھر اس نے بوتل کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن نہ بڑھا سکا۔ بوتل کو پکڑ نہ سکا۔ اس کے دماغ میں الپا کی سوچ کی لہریں ابھریں۔ وہ کہہ رہی تھی "میں پہلے کہہ چکی ہوں۔ تم رات کو کھانے سے پہلے صرف دو پیگ پیو گے۔ اس سے زیادہ نہیں۔"

وہ رونے والا منہ بنا کر بولا "الپا جی! میں تنہائی میں کیسے وقت گزاروں گا؟ بس یہی ایک شراب ہے، جسے پی کر غم غلط کرنا چاہتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں شراب کو منہ نہیں لگاؤں گا۔ آپ مجھ پر مہربانی کریں۔ مجھے اپنی نگرانی میں تھوڑی دیر کے لیے باہر کھلی ہوا میں لے چلیں۔"

"مجھے افسوس ہے۔ تم اس گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں جاسکو گے۔"

"آپ میرے معاملے میں بہت سخت ہیں لیکن آپ چاہیں گی تو میں آپ کا مکمل اعتماد حاصل کرکے اس چار دیواری سے نجات حاصل کرسکوں گا۔"

"میرا مکمل اعتماد کیسے حاصل کرو گے؟"

"بڑی آسان سی بات ہے۔ آپ تنویمی عمل کے ذریعے مجھے اپنا معمول بنالیں۔ میں صرف آپ کا تابعدار رہوں گا۔ آپ میرے دماغ کو لاک کردیں گی تو میرے ڈیڈی اور چاچا جی بھی میرے اندر نہیں آسکیں گے اور نہ ہی مجھے بہکا کر یہاں سے بھگا کرلے جاسکیں گے۔"

"ہوں۔ تم وہی کہہ رہے ہو، جو میں کسی وقت کرنے والی ہوں۔"

"کسی وقت کیوں؟ پلیز! ابھی مجھ پر تنویمی عمل کریں۔"

"جب مجھے اطمینان ہوجائے گا کہ تمہارا باپ اور تمہارا چاچا باری باری تمہارے دماغ میں آکر چھپ کر نہیں رہتے ہیں، تب میں تمہیں معمول اور تابعدار بنا کر تمہارا دماغ لاک کروں گی۔"

"آپ یقین کریں۔ ڈیڈی آج رات سے پہلے میرے پاس نہیں آئیں گے اور چاچا جی ابھی میری خیریت معلوم کرکے جاچکے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میں بہت دیر سے تمہارے دماغ میں ہوں۔ تم زیادہ باتیں نہ کرو۔ میں شراب وغیرہ پر جو پابندیاں عائد کررہی ہوں، تم ان پر عمل کرو۔ بے وقت پینے کا جی چاہے تو بوتل کو الماری میں بند کرکے سوجاؤ۔"

"آپ میرے اندر کی پریشانیوں کو سمجھ سکتی ہیں۔ ایسی حالت میں نیند کیسے آئے گی؟"

"بستر پر جاکر لیٹ جاؤ۔ میں تمہیں سلا دوں گی۔"

وہ بستر پر آکر لیٹ گیا۔ چاروں شانے چت ہوکر جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ الپا نے خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ یہ عمل بتا رہا تھا کہ وہاں پر تنویمی عمل کرنے کی لیکن میتی کے سونے کے بعد گہری خاموشی چھا گئی۔ اس کے دماغ سے کسی کی سوچ کی لہریں نہیں ابھر رہی تھیں۔ ثانی بالکل خاموش تھی۔ اگر مہاراج اور گرودیو میں سے کوئی وہاں چھپا ہوگا تو چھپا ہی رہے گا۔ وہ کارروائی کیسے؟ کیا پر تنویمی عمل نہیں کررہی تھی۔

وہ تقریباً دو گھنٹے کے بعد مہاراج کے پاس آئی۔ وہ ثانی کی معلومات کے سامنے پوجا میں مصروف تھا۔ اس نے ثانی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ الپا نے کہا "میں ہوں۔ تم نے اب تک رپورٹ نہیں دی کہ افغانستان میں کارروائی شروع کرنے کے لیے کیا کررہے ہو؟"

"میں پوجا کے بعد تم سے رابطہ کرنے والا تھا۔ میں نے ایک بھارتی مسلمان کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر افغانستان بھیجا تھا لیکن طالبان کو معلوم ہوگیا کہ وہ جاسوس ہے، ان کے مختلف مورچوں اور آئندہ حملوں کے منصوبے معلوم کرنے آیا ہے۔ انہوں نے اسے گولی مار دی۔"

الپا نے پوچھا "تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"اپنی ناکامی کے بارے میں کیا بتاتا۔ میں نے فوراً ہی دوسرا ماتحت روانہ کیا ہے۔ میں نے سوچا، وہ افغانستان پہنچ جائے گا تو میں اس کی کارکردگی کے بارے میں تمہیں کچھ بتا سکوں گا۔"

"کیا یہی بتاؤ گے کہ دوسرا ماتحت بھی مارا گیا ہے؟"

"نہیں الپا! دوسری بار وہی غلطی نہیں ہوگی۔ وہ دوسرا ماتحت پاکستان کی ایک اسلامی تنظیم میں شامل ہوکر جارہا ہے۔ وہ تنظیم افغانستان کے مختلف علاقوں میں آئی کیمپ لگانے والی ہے۔ وہاں خانہ جنگی کے نتیجے میں کئی مجاہدین اور عام باشندوں کی بینائی کمزور ہوگئی ہے۔ آئی کیمپ لگانے والے ان کی آنکھوں کا مفت علاج کریں گے اور بینائی سے محروم ہونے والوں کے لیے آنکھوں کے عطیات حاصل کرکے انہیں بینائی دیں گے۔"

وہ بولی "ہوں۔ اس بار منصوبہ اچھا ہے۔ تمہارا ماتحت آئی کیمپ قائم کرنے والوں کی تنظیم میں ہے۔ اس پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ کیا وہ تنظیم والوں کے ساتھ افغانستان پہنچ گیا ہے؟"

"میں نے تھوڑی دیر پہلے ماتحت کے دماغ میں جاکر معلوم کیا تھا۔ وہ کوئٹہ میں ہے اور اسی راستے سے آئی کیمپ لگانے والوں کے ساتھ افغانستان جائے گا۔"

"تمہیں اس کے دماغ میں رہنا چاہیے مگر تم پوجا کررہے ہو۔"

"تمہیں خوش رکھنے کے ساتھ ساتھ بھگوان کو بھی خوش رکھنا ضروری ہے۔ میں ایک گھنٹے تک پوجا میں مصروف رہنے کے بعد ماتحت کے پاس جاکر اس کے حالات معلوم کروں گا پھر تم سے رابطہ کروں گا۔"

"تم اپنے بھائی گرودیو سے کہو کہ تمہاری پوجا کے دوران میں وہ تمہارے ماتحت کے دماغ میں اس وقت تک رہے، جب تک وہ افغانستان نہ پہنچ جائے۔"

"میں ابھی دھرم راج (گرودیو) کو اس ماتحت کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔"

"ہاں اسے پہنچاؤ۔ میں بھی تمہارے ذریعے ابھی اس ماتحت کے اندر جاؤں گی اور دیکھوں گی کہ تمہارا بھائی کتنی ذمے داری سے اپنا فرض ادا کرنے والا ہے۔"

مہاراج نے خیال خوانی کے ذریعے گرو دیو سے کہا۔

"میرے دماغ میں آؤ۔ میں اس افغانستان جانے والے ماتحت کے دماغ میں تمہیں پہنچاؤں گا۔"

گرو دیو اپنے بھائی مہاراج کے دماغ میں آیا۔ مہاراج نے اسے ماتحت کے اندر پہنچا کر کہا "میرے پوچا کرنے تک اس کے اندر رہ کر معلوم کرتے رہو کہ اس ماتحت نے آئی کیمپ والوں کا مکمل اعتماد حاصل کیا ہے یا نہیں؟ تم اسے کوئی غلطی نہیں کرنے دو گے اور اسے گائیڈ کرتے رہو گے۔"

الپا نے کہا "دھرم راج! میں اس ماتحت کے اندر آتی جاتی رہوں گی۔ اگر تم یہاں حاضر نہیں رہو گے اور کسی دوسرے معاملے میں مصروف ہو جاؤ گے تو۔۔۔"

دھرم راج (گرو دیو) نے جلدی سے کہا "میڈم میں سمجھ گیا۔ بھائی مہاراج اور آپ کے حکم کے مطابق ماتحت کے ساتھ لگا رہوں گا۔"

الپا ان دونوں بھائیوں کی مصروفیات سے مطمئن ہو کر میش کے دماغ میں آئی۔ مہاراج ایک گھنٹے تک پوجا میں مصروف رہنے والا تھا اور تنویمی عمل کے لیے ایک گھنٹا بہت تھا۔ اس نے مختصر سا عمل کیا۔ صرف دو اہم باتیں نقش کرائیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن کر رہے گا۔ دوسری بات یہ کہ اس کے دماغ کو لاک کر دیا اور ایک نئی آواز اور لب ولہجہ اس کے ذہن میں نقش کر کے حکم دیا کہ آئندہ وہ الپا، مہاراج، گرو دیو اور کسی بھی پرائی سوچ کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گا۔ صرف نئی آواز اور لب ولہجے کے ساتھ آنے والی سے دماغی رابطے رکھے گا اور اسی کے احکامات کی تعمیل کیا کرے گا۔

وہ میش کو تنویمی نیند سونے کا حکم دے کر خاموش ہو گئی لیکن اسی کے دماغ میں موجود رہی۔ یہ اطمینان کرنا چاہتی تھی کہ تنویمی عمل کے دوران میں مہاراج اور گرو دیو نے وہاں آ کر کوئی چال نہیں چلی ہے یا وہ میش کی تنویمی نیند کے دوران میں تنویمی عمل کو کمزور کرنے والے ہوں گے تو وہ ان کی چال بازی کے جواب میں میش کو ذہنی اذیتیں پہنچائے گی پھر باپ اور چاچا اس کی سلامتی کے لیے گڑگڑانے اور معافیاں مانگنے لگیں گے۔

وہ دو گھنٹے تک میش کے دماغ میں آتی جاتی رہی۔ مہاراج اور گرو دیو کو اس نے دوسری جگہ مصروف رکھا تو اس لیے وہ تنویمی عمل میں مداخلت کرنے نہیں آ سکے تھے۔ ثانی نے بھی مداخلت نہیں کی تھی۔ اس نے الپا کے تنویمی عمل کے دوران میں نئی آواز اور لب ولہجے کو اپنے ذہن میں نقش کر لیا تھا۔ وہ آئندہ اسی لب ولہجے کو اختیار کر کے بہ آسانی میش کے اندر آ سکتی تھی اس لیے میش کے تنویمی نیند میں ڈوبتے ہی وہ اس کے دماغ سے چلی آئی تھی۔

مہاراج نے الپا سے جھوٹ کہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے تک پوجا کرتا رہے گا۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ الپا کم از کم ایک گھنٹے تک اس کے پاس نہ آئے اور وہ کسی دوسرے محاذ سے اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے کوشش کرے۔

دوسرے محاذ کے سلسلے میں پہلے پورس کا خیال آیا کہ اسے یہ بتایا جا سکتا ہے کہ الپا، بلی ڈونا بن کر اسے دھوکا دے رہی ہے۔ اس کی بہن نتاشا اور محبوبہ نتالیہ کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے تاکہ ان بہنوں کے ذریعے پورس کو بلیک میل کر سکے۔ اگر پورس اس کے بیٹے میش کو قید سے رہائی دلائے گا تو وہ اسے بتائے گا کہ ان بہنوں کو الپا نے کس جگہ پر چھپا کر رکھا ہے۔

لیکن پورس کو یہ راز بتانے سے الپا سے یہ بات چھپتی۔ جب وہ پورس کے دماغ میں جا کر باتیں کرتی تو اس کے چور خیالات سے پتا چل جاتا کہ مہاراج، پورس کو اس کے خلاف بھڑکا رہا ہے۔

تیسرا محاذ یہ تھا کہ وہ پارس سے مدد حاصل کرتا۔ اگر پارس اپنے باپ فرہاد سے سفارش کرے گا تو فرہاد اس کے بیٹے کو مکھن سے بال کی طرح الپا کی قید سے نکال لائے گا۔ یہ کہ الپا نے پارس سے علیحدہ ہو کر احسان فراموشی کی تھی۔ اپنے ساتھ پارس کی بیٹی یعنی فرہاد کی پوتی کو لے گئی تھی۔ ان حالات میں فرہاد ضرور الپا کے خلاف اس کی مدد کر سکتا تھا۔ اس نے یہ سوچ کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر پارس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

پہلے تو اسے تعجب ہوا کہ پارس نے اس کی سوچ لہروں کو محسوس نہیں کیا پھر اس کے خیالات سے پتا چلا کہ کہیں تنہا بیٹھا شراب پی رہا ہے۔

جیسا کہ پہلے کئی بار بیان ہو چکا ہے کہ پارس کا دماغ ہے۔ وہ کرتا کچھ ہے اور اس کے خیالات بتاتے کچھ ہیں۔ اس وقت وہ ادرج جوس پی رہا تھا اور نشے میں جھوم رہا تھا۔ مہاراج نے کہا "فرہاد صاحب کی فیملی میں کوئی نشہ نہیں ہے اور تم شراب پی رہے ہو؟"

وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا "آہ! انار کلی! تم آ گئیں؟"

"کیا میں اپنی آواز سے انار کلی لگتا ہوں۔"

"نہیں لگتیں مگر میں جانتا ہوں الپا! کبھی تم انار کلی بن کر آتی ہو اور کبھی ایک مرد کی طرح موٹی آواز میں بولتی ہو۔ بے وفا عورت! دیکھ تیری جدائی میں شراب پینے والا دیوداس بن گیا ہوں۔"

"میں الپا نہیں، مہاراج ہوں۔ میں ایک ضروری کام کے لیے آیا ہوں مگر تم پوری طرح ہوش و حواس میں نہیں ہو۔"

"میں ہوش میں ہوں۔ بولو فریادی! کیا فریاد ہے؟"

"میں مدد چاہتا ہوں مگر تم سے کچھ کہنا فضول ہو گا۔ میں تمہارے پاپا سے براہِ راست بات کروں گا۔"

"جاؤ۔ میرے پاپا کے پاس ہزاروں بار جاؤ مگر خبردار! میری الپا کی شکایت نہ کرنا۔ آہ! میری الپا!"

مہاراج نے اس کے دماغ سے نکل کر خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟ کیوں آئے ہو؟"

"میں بہت مصیبت میں ہوں۔ آپ کی مدد چاہتا ہوں۔"

"کس قسم کی مدد چاہتے ہو؟"

"الپا نے میرے اکلوتے جوان بیٹے کو اغوا کر کے قیدی بنا لیا ہے۔ اس نے دھمکیاں دی ہیں کہ میں کسی بھی چالبازی سے بیٹے کو اس کی قید سے لے جانا چاہوں گا تو اس کے مسلح پہرے دار میرے میش کو گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

"کیا تم چاہتے ہو کہ میں اسے قید سے رہائی دلا کر تمہارے پاس پہنچا دوں؟"

"آپ بڑے گیانی ہیں۔ بڑے سے بڑے مخالفین کی چالوں کا توڑ کر لیتے ہیں۔ آپ ہی میرے بیٹے کو اس چڑیل سے نجات دلا سکتے ہیں۔"

"میں تمہاری مدد کیوں کروں گا؟"

"آپ انسانیت کے ناتے میری مدد کریں۔ آپ کو اپنے جوان بیٹوں کا واسطہ دیتا ہوں۔ میرے بیٹے کو بچا لیں۔ میں آخری سانس تک آپ کا احسان مند رہوں گا۔"

"تم میرے بیٹے کا واسطہ دے رہے ہو۔ چلو کیا یاد کرو گے۔ مجھے اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچا دو۔"

میں اس کے دماغ میں آیا۔ اس نے مجھے بیٹے کے پاس پہنچانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ بیٹے تک پہنچا۔ بیٹے نے سانس روک لی۔ اس نے چند سیکنڈ کے بعد پھر اس کے پاس پہنچ کر جلدی سے کہا "بیٹے! سانس نہ روکنا۔ میں تمہارا۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میش نے سانس روک لی۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟ بیٹا، باپ کو بھگا رہا ہے؟"

"فرہاد صاحب! صاف ظاہر ہے۔ الپا نے میرے بیٹے کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔"

میں نے کہا "ہو سکتا ہے، الپا نے نہ کیا ہو۔ کسی دوسری عورت نے کیا ہو؟"

"اور دوسری کوئی عورت ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔"

"یہ کیوں بھولتے ہو کہ نیلماں کسی کے جسم میں سما کر آ سکتی ہے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ سب کچھ کر سکتی ہے، جس کے بارے میں ہم ابھی سوچ نہیں سکتے۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے الپا کو مخاطب کیا پھر پوچھا "کیا تم نے میرے بیٹے کے دماغ کو لاک کر دیا ہے؟"

"ہاں۔ آج کل تم میرے فرماں بردار ہو لیکن کسی دن بھی چالبازی سے بیٹے کو رہائی دلا کر میرے دشمن بن سکتے ہو۔ میں چوبیس گھنٹے اس کی نگرانی نہیں کر سکوں گی اس لیے میش کو تمہاری پہنچ سے دور کر دیا ہے۔"

"تم ایسا وعدے کے خلاف کر رہی ہو۔ مجھے اپنے بیٹے کی خیریت کیسے معلوم ہو گی؟ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں نے تمہیں جو کام دیا ہے، اسے پورا کرو پھر میں تمہیں بیٹے کے دماغ میں پہنچا دوں گی۔"

"میں روز صبح و شام اس کے دماغ میں جا کر، اس کی خیریت معلوم کر کے اطمینان حاصل کرتا ہوں۔ جب تک مجھے ذہنی سکون حاصل نہیں ہو گا، میں پوری توجہ اور دل جمعی کے ساتھ تمہارا کام نہیں کر سکوں گا۔"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔ اب ہمارے مقابلے میں صرف دو مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ تم ان کی لاعلمی میں بڑی آسانی سے طالبان کی فتوحات کو شکست میں بدل سکتے ہو۔ دو چار دنوں کی مسلسل محنت سے طالبان کے قدم افغانستان سے اکھڑ جائیں گے۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔ آج سے تیسرے دن تمہارے بیٹے کے دماغ میں تمہیں پہنچا دوں گی۔"

الپا نہیں جانتی تھی کہ میں مہاراج کے ساتھ اس کے دماغ میں پہنچا ہوا ہوں۔ اس طرح مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ الپا امریکا اور اسرائیل کے منصوبوں کے مطابق مہاراج کو افغانستان میں استعمال کر رہی ہے۔

مہاراج میری موجودگی کے باعث الپا کو یہ نہ بتا سکا کہ افغانستان میں اس کے منصوبوں کا بھانڈا پھوٹ رہا ہے پھر

مہاراج اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے میری مدد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اسے افغانستان سے نہیں' صرف اپنے بیٹے کی رہائی سے دلچسپی تھی۔

اس نے کہا "میرے اطمینان اور تسلی کے لیے ابھی میرے بیٹے سے بات کرادو۔ میں مختصر سی باتیں کروں گا۔ تمہیں اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ بولی "اچھی بات ہے۔ دس سیکنڈ کے بعد اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچ جانا۔"

اس نے سانس روکی۔ ہم اس کے اندر سے نکل آئے۔ وہ میش کے اندر پہنچ گئی۔ ہم دس سیکنڈ بعد پہنچے تو میش نے الپا کی موجودگی کے باعث ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ مہاراج نے کہا "بیٹے! میں تمہارا ڈیڈی ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے آیا تھا' تم نے سانس روک کر مجھے اپنے اندر نہیں آنے دیا تھا۔"

وہ بولا "آپ میرے ڈیڈی ہیں۔ میں دن رات آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہوں لیکن اب بے اختیار سانس روک لیتا ہوں۔ الپا جی نے میری بات مان لی ہے۔ میں نے ہی کہا تھا کہ مجھ پر تنہائی عمل کرکے مجھے تابعدار بنالیا جائے۔"

"تم نے ایسی احمقانہ فرمائش کیوں کی تھی؟"

"میں تابعدار بن گیا ہوں' اس لیے الپا جی اب مجھ پر مکمل اعتماد کریں گی اور اس چار دیواری سے باہر جاکر آزادی سے رہنے دیں گی کیونکہ میں الپا جی کے حکم کے بغیر دشمنوں سے تو کیا' دوستوں اور آپ سے بھی نہ مل سکوں گا اور نہ ہی اپنے دماغ میں آنے دوں گا۔"

مہاراج جو اُگلنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے الپا اس کے دماغ سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی میش نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لی۔ ہم بھی اس کے دماغ سے باہر نکل گئے پھر الپا نے مہاراج کے پاس آکر پوچھا "کیا بیٹے سے باتیں کرکے تسلی ہوگئی؟ اب توجہ اور دل جمعی سے میرا کام کرو گے؟"

"ہاں۔ یہ تمہاری مہربانی ہے۔ میرا بیٹا بخیریت ہے۔ میں تمہارا کام کروں گا۔"

"میں تمہاری کارکردگی دیکھنے کے بعد میش سے تمہاری بات کراؤں گی۔ اب جارہی ہوں۔ افغانستان میں کوئی کارنامہ انجام دے کر میرے پاس آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی مہاراج اسے گالیاں دینے لگا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا "عورتیں جھنجلا کر گالیاں دیتی ہیں۔ مرد نہیں۔"

"میں مرد ہوں لیکن ایک جوان بیٹے کی جدائی کا دکھ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ آپ ہی اسے الپا کے شکنجے سے نکال سکتے ہیں۔"

"کیا میں تمہارے بیٹے کو اس لیے رہائی دلاؤں کہ تم افغانستان میں ایک مضبوط اسلامی حکومت قائم نہیں ہونے دو گے؟"

"مجھے نہ افغانستان سے دلچسپی ہے اور نہ طالبان سے دشمنی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ مجھ پر دباؤ ڈال رہی ہے جس دن اور جس وقت آپ میرے بیٹے کو رہائی دلائیں گے میں اسی لمحے میں الپا پر تھوک کر طالبان دشمنی سے باز آجاؤں گا۔"

"میں تمہاری معلومات کے لیے بتا دوں کہ میں افغانستان میں ہوں۔ ادھر آؤ گے تو منہ کی کھاؤ گے۔ ویسے میں نہیں چاہتا کہ طالبان کی جدوجہد میں ہماری طرف سے مداخلت ہو اس لیے تمہارے بیٹے کو کل صبح تک رہائی دلانے کی کوشش کروں گا۔"

وہ خوش ہوکر مجھے دعائیں دینے لگا۔ میں اس کی دعائیں نہیں چاہتا تھا کیونکہ دشمن اکثر دعائیں دیتے دیتے گالیاں دینے میں دیر نہیں کرتے۔

○☆○

پورس نے ناصرہ (نیلماں) کے ساتھ اٹلی کے ایک شہر میں بیس گھنٹے گزارے اور اس زہریلی ناگن سے بہت متاثر ہوا رہا۔ وہ اس کے کھانے پینے کے لیے گتے کے گلاس اور پلیٹیں خرید کر لاتا تھا پھر اس کے کھانے پینے کے بعد انہیں جلاتا تھا یا دھو کر ڈسٹ بن میں پھینک دیتا تھا۔ اسے بار بار سمجھاتا تھا کہ ہوٹل یا کسی تفریح گاہ میں کوئی بچہ پیار لگے تو اسے چومے۔ دور سے محبت کا اظہار کرے۔ وہ کہتی تھی "تم بہت اچھے ہو۔ میں تمہاری ہر ہدایت پر عمل کرتی رہوں گی لیکن تمہیں دیکھ دیکھ کر میرا دل مچلتا ہے۔ تمہارے گلے لگنے اور تمہیں خوب پیار کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

"حسین عورت کا پیار نصیب والوں کو ملتا ہے مگر تمہارا پیار موت بن کر میرے ساتھ ہے اسی لیے میں تم سے دور رہتا ہوں۔ ہوٹل کے دو کمرے لیے ہیں۔ ایک میں تمہیں سلا کر اس کا دروازہ باہر سے بند کردیتا ہوں۔ ایسا نہ ہو تمہیں رات کو سکون سے سونے نہیں دیں گا۔"

"پورس! ایسا کب تک ہوگا؟ کیا تم کسی تدبیر سے میرے اندر کا تمام زہر نہیں نکال سکو گے؟"

"میں نے اس لیے تمہیں ساتھ رکھا ہے کہ چلے کسی طرح تمہارے عزیز و اقارب کا پتا چلے۔ تمہاری ہسٹری معلوم ہوگی تو تمہارے اندر کے زہر کو ختم کرنے کا کوئی راستہ ملے گا۔ اگر میں کسی بڑے تجربے کار ڈاکٹر سے علاج کراؤں گا تو تمہاری کیس ہسٹری مجھ سے پوچھی جائے گی پھر تمہیں عام انسانوں کے لیے خطرہ سمجھ کر گرفتار کرلیا جائے گا اور دوسرے قیدیوں سے الگ تمہیں کسی کال کوٹھری میں رکھا جائے گا۔ اسی لیے تمہیں سمجھاتا ہوں کہ ہوٹل سے نکل کر کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس سے تمہارا زہریلا پن ظاہر ہو۔ باہر کسی سے بات ہی نہ کرو۔ سب ہی سے دور رہنے کی کوشش کرتی رہو۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے بھی کہیں باہر جاتا تو اسے ہوٹل میں تنہا نہیں چھوڑتا تھا۔ اسے اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ دیکھا جائے تو وہ اس کے لیے مصیبت بن گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ اسے اس لیے برداشت کررہا تھا کہ وہ پراسرار تھی۔ پتا نہیں اپنے اندر کتنے راز سمیٹے ہوئے تھی۔ وہ سوچتا تھا کہ جب اس کی اصلیت سامنے آئے گی تو یہ زہریلی دوشیزہ اس کے لیے بہت کارآمد ثابت ہوگی۔ یا وداشت واپس آنے کے بعد ہمیشہ اس کی احسان مند رہے گی۔

دونوں نے جس ہوٹل میں قیام کیا تھا وہاں کے کاؤنٹر پر ایک ائرویز کمپنی کے ایجنٹ نے آکر فون کے ذریعے پورس سے رابطہ کیا پھر کہا "سر! میں ائرویز کمپنی کا ایجنٹ ہوں۔ آپ کی خواہش کے مطابق آج رات کی فلائٹ سے دو سیٹیں ریزرو ہوچکی ہیں۔ میں آپ کے ٹکٹ اور پاسپورٹ وغیرہ لے آیا ہوں۔ کیا میں آپ کے کمرے میں آؤں یا آپ وزیٹرز لابی میں آرہے ہیں؟"

پورس نے کہا "میں ابھی آرہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ نیلماں نے پوچھا "کہاں جارہے ہو؟"

"تھوڑی دیر کے لیے گراؤنڈ فلور تک جارہا ہوں۔ ایجنٹ ہمارے ٹکٹ اور پاسپورٹ وغیرہ لے آیا ہے۔ تم بھی چلو۔"

"میں نہانے جارہی ہوں۔ تم نیچے سے ہو آؤ۔"

"وعدہ کرو۔ میری واپسی تک تم باتھ روم میں غسل کرو گی اور کمرے سے باہر نہیں جاؤ گی؟"

"وعدہ کرتی ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ تم جو کہتے ہو' میں اسی پر عمل کرتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ دروازے کو اندر سے بند کرلو۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس نے ایک ایجنٹ کو منہ مانگی رقم دے کر نیلماں کا جعلی پاسپورٹ اور دیگر اہم کاغذات تیار کرائے تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ناصرہ (نیلماں) ایجنٹ کے سامنے جائے اور اس سے باتیں کرے۔ وزیٹرز لابی میں اس ایجنٹ کے ساتھ ایک جونیئر پولیس افسر بھی تھا۔ ایجنٹ نے پورس سے کہا "آپ کا کام ہوچکا ہے لیکن یہ ہمارے دوست اور مہمان افسر ہیں۔ آپ ان کا حق انہیں ادا کردیں پھر آپ کو ائرپورٹ پر کوئی پریشان نہیں کرے گا۔"

پورس نے اس کے مطالبے کے مطابق دس ہزار ڈالر ادا کردیے۔ گفتگو کرنے اور لین دین میں تقریباً آدھا گھنٹا گزر گیا۔ نیلماں نے ایک منٹ کے لیے دروازے کو اندر سے بند کیا تھا پھر اسے کھول دیا تھا۔ سامنے والے کمرے میں ایک ادھیڑ عمر کا صحت مند شخص تھا۔ وہ کئی بار اسے بھوکی نظروں سے دیکھ چکا تھا۔ نیلماں کی زہریلی فطرت کا تقاضا تھا کہ وہ کسی کو دانتوں سے ایک بار کاٹے اور اس طرح ڈسنے والی خواہش پوری کرے۔

چونکہ وہ سانپ نہیں عورت تھی اس لیے کئی بار پورس سے کہہ چکی تھی کہ اس کا گلے لگنے اور قربت حاصل کرنے کا جی چاہتا ہے پھر اس نے خود ہی سوچا کہ پورس اس کا محسن ہے' وہ اپنی خواہشات اور زہریلی فطرت کو کچل دے گی لیکن اسے کبھی نقصان نہیں پہنچائے گی۔

اس نے ہوٹل میں اس بھوکے مرد کو دیکھ کر سوچ لیا تھا کہ موقع ملے گا تو اسے ضرور ڈس لے گی اور اب اسے موقع مل رہا تھا۔ وہ کمرے سے نکل کر سامنے والے کمرے کے دروازے پر آئی۔ کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ دوسری بار بٹن دبانے کے بعد اسی شخص نے دروازہ کھولا پھر نیلماں کو دیکھتے ہی حیرت اور مسرت سے بولا "تم؟"

وہ بولی "ہاں میرا مرد نیچے گیا ہے۔ میں ابھی چلی جاؤں گی۔"

وہ اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے اندر گئی۔ دروازہ بند ہوگیا۔ بند دروازے کے پیچھے وہ حسینہ خود چل کر گئی تھی۔ اس لحاظ سے وہ مرد خوش نصیب تھا۔ کوریڈور میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک خاموشی تھی۔ اتفاقاً کوئی ادھر سے نہیں گزر رہا تھا۔ کوریڈور کے ایک طرف پورس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ دوسری طرف خوش نصیب مرد کا دروازہ بند تھا۔

کہا جاتا ہے کہ نصیب کا دروازہ کھلا رہتا ہے اور بدنصیبی کا دروازہ بند ہوا کرتا ہے۔ یہ کہاوت سچ نکلی۔ بند

دروازے کے پیچھے سے مرد کی ایک مختصر سی چیخ سنائی دی پھر وہی پہلے جیسی خاموشی چھا گئی۔ چند سیکنڈ کے بعد وہ دروازہ کھلا۔ نیلماں اپنا لباس درست کرتے ہوئے باہر آئی۔ اس کے دانتوں اور ہونٹوں پر خون لگا ہوا تھا۔ اس نے ایک الٹی ہتھیلی سے منہ پونچھتے ہوئے دروازے کو بند کیا پھر تیزی سے چلتی ہوئی پورس کے کمرے میں آکر اس دروازے کو بھی اندر سے بند کرلیا۔

وزیٹرز لابی میں پورس کو کچھ دیر ہوگئی۔ اس پولیس افسر کو رشوت دینے کے علاوہ چائے بھی پلانی پڑی۔ اس افسر کو خوش رکھنا تھا تاکہ اس شہر کو چھوڑنے تک کوئی قانونی مداخلت نہ ہو پھر وہ ایجنٹ اور افسر سے مصافحہ کرکے وہاں سے لفٹ میں آیا۔ اس لفٹ کے ذریعے ساتویں منزل پر پہنچا۔ لفٹ کا دروازہ کھلنے پر وہ باہر آیا۔ دو عورتیں اسی لفٹ کے اندر چلی گئیں۔ پورس ایک کوریڈور سے گزرتا ہوا اپنے کمرے کے دروازے پر آیا۔ دروازہ کھولنا چاہا تو اندر سے بند تھا۔ اسے اطمینان ہوا کہ نیلماں اس کی ہدایت کے مطابق کمرے میں ہے۔ باہر نہیں گئی ہے۔

اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ نیلماں سر سے پیر تک بھیگی ہوئی تھی۔ بھیگے بدن کو ایک بڑے تولیے سے لپیٹ رکھا تھا۔ اس کے گورے گلابی بدن میں پانی کے قطرے ایسے لگ رہے تھے جیسے گلاب کی پنکھڑیوں پر شبنم کے موتی چمک رہے ہوں۔ وہ غضب کی حسین لگ رہی تھی۔ پورس اس سے نظریں چراتا ہوا کمرے کے اندر آکر بولا "میری قوت برداشت کو نہ آزماؤ۔ اپنے کمرے میں جاؤ اور لباس پہن کر آؤ۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ تم بہکنا بھی چاہو گے تو میں بہکنے نہیں دوں گی۔"

وہ دو کمروں کا ایک درمیانی دروازہ کھول کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ پورس اس میں ایک تبدیلی سی دیکھ رہا تھا۔ وہ غسل کرنے سے پہلے کچھ مایوس اور سست سی تھی۔ اب اس کے چہرے پر رونق آگئی تھی اور وہ مسکراتی اور چمکتی ہوئی اپنے کمرے میں گئی تھی۔

پورس اس تبدیلی کی وجہ سمجھ نہ سکا۔ اس نے سوچا "چلو ٹھیک ہے۔ اسے اسی طرح خوش رہنا چاہیے۔ یہ جیسی بھی ہے، اتنی سمجھ دار ہے کہ مجھے کبھی نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

اس وقت الپا نے اس کے دماغ میں آکر کوڈورڈز ادا کیے پھر اس سے پوچھا "اٹلی میں کب تک رہو گے؟ کیا اٹلی کا یہ شہر تمہیں پسند آگیا ہے؟"

"میں کل سے تمہارا انتظار کررہا ہوں۔ تم آج خیال خوانی کے ذریعے ناصرہ (نیلماں) کا پاسپورٹ منگوا لیتیں۔ آج صبح مجبور ہو کر میں نے ایک ایجنٹ کو رشوت دے کر ناصرہ کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کرائے ہیں۔ سیٹیں بھی ریزرو کرائی ہیں۔ ہم رات کی فلائٹ سے انڈیا کے لیے روانہ ہوں گے۔ ویسے تم کہاں رہ گئی تھیں؟"

"میں دوسرے اہم معاملات میں الجھی ہوئی ہوں۔"

"کیا تم نے مہاراج کے بیٹے کو اغوا کیا ہے؟"

"ہاں میں اسے اغوا کرکے مہاراج اور گرودیو کو بلیک میلنگ پر مجبور کرچکی ہوں۔"

"پھر تو مہاراج نے نتاشا اور نتالیہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہوگا۔"

"وہ دونوں بھائی ان بہنوں کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ تمہاری بہن اور محبوبہ ممبئی کے ایک بنگلے میں بخیریت ہیں۔ تم کل وہاں پہنچ کر ان سے ملاقات کرسکو گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "بلی! تم نے میرا بہت بڑا کام کیا۔ بلکہ مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔"

"دوست برے وقت کام آتے ہیں۔ ایک دوست پر احسان نہیں کرتے۔ ویسے ابھی میں ایک سچ بولنے آئی ہوں۔ میں بلی ڈونا نہیں، الپا ہوں۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"میری بات کا یقین کرو۔ میں نے تم سے دوستی کرتے وقت سوچا کہ تم مجھے پارس کی بیوی سمجھتے ہو اس لیے دوستی کرنے کے سلسلے میں مجھ پر اعتماد نہیں کرو گے۔ پھر نتاشا میری جانی دشمن ہے۔ کبھی یہ نہیں چاہے گی کہ تم مجھ سے دوستی کرو۔"

"آج اپنی اصلیت کیوں ظاہر کررہی ہو؟"

"اس لیے کہ اب تک یہ ثابت کرچکی ہوں کہ پارس سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا ہے اور تمہاری خاطر اپنی دشمن نتاشا اور اس کی بہن کی بھی حفاظت کررہی ہوں۔ اس کے علاوہ مہاراج اور گرودیو کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کرچکی ہوں۔ کیا میری سچ بیانی کے بعد مجھ سے دوستی رکھو گے؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو؟ تم نے تو سچ بول کر میرا دل جیت لیا ہے۔ یہ بتاؤ نتاشا اور نتالیہ کو مہاراج سے چھین لینے کے بعد اس کا بیٹا واپس کرو گی؟"

وہ ہنس کر بولی "میں ایسی نادان نہیں ہوں۔ جب تک

بیٹا میرے شکنجے میں رہے گا تب تک باپ اور چاچا فرماں بردار بن کر میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہیں گے۔"

"اب ہماری دنیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والے چند ہی رہ گئے ہیں۔ یہ تمہارا بہت بڑا کارنامہ ہے کہ تم نے ٹیلی پیتھی جاننے والے دونوں بھائیوں کو اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ اب وہ دوا کی تیاری کے دوران میں پرابلم نہیں بنیں گے۔"

"صرف یہی دونوں بھائی نہیں، ان کے علاوہ ٹی آر بھاٹیا بھی مجھے نیلماں سمجھ کر میرے احکامات کی تعمیل کررہا ہے۔"

"واہ الپا! تمہارا جواب نہیں ہے۔ تم نے پارس سے الگ ہو کر دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔ دیکھو تمہیں ہر معاملے میں کامیابی نصیب ہورہی ہے۔"

"اصل کامیابی تمہاری ہوگی، جب تم دوائیں تیار کرلو گے۔ تم نے ان چاروں ڈاکٹروں کو انڈیا روانہ کیا تھا۔ وہ چاروں ممبئی کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ہیں۔ تم بتاؤ کہ لیبارٹری کہاں قائم کرو گے؟"

"میں کل ممبئی پہنچ کر فیصلہ کروں گا۔ کیا میری خاطر ایک زحمت کرو گی؟"

"دوستی میں تکلفات سے کام نہ لو۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"ان بہنوں کے پاس جاؤ۔ نتاشا سے کہو، مہاراج نے انہیں جس بنگلے میں رکھا ہے میں انہیں وہاں سے دوسری جگہ لے جاؤں گا اور نتالیہ سے کہنا، تمہارا دیوانہ تمہیں بہت یاد کرتا ہے۔"

اسی وقت نیلماں درمیانی دروازہ کھول کر کمرے میں آئی اور بولی "یہ دیکھو میں نے لباس پہن لیا ہے۔ کیسی لگ رہی ہوں؟"

"بہت اچھی لگ رہی ہو۔ تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں ابھی تم سے بات کروں گا۔"

الپا نے کہا "نتالیہ کو دیوانگی کا پیغام دے رہے ہو اور ادھر اس حسینہ کے ساتھ عیش کررہے ہو۔"

"کیا اس زہریلی لڑکی کو منہ لگا کر اپنی موت کو دعوت دوں گا۔ میں نے اسے سہارا دے کر، اپنے پاس رکھ کر بہت بڑا خطرہ مول لے لیا ہے۔"

"تم نادان نہیں ہو۔ تم نے کچھ سوچ کر ہی یہ خطرہ مول لیا ہے۔ بہرحال میں جارہی ہوں۔ تمہاری بہن اور محبوبہ کو خوش خبری سناؤں گی کہ کل تم ان کے پاس پہنچ رہے ہو۔"

وہ چلی گئی۔ پورس نے نیلماں کو دیکھا۔ وہ سامنے ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ نظریں ملتے ہی مسکرانے لگی۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے، بہت مسکرا رہی ہو؟"

وہ بولی "میں بہت خوش ہوں۔ کوشش کروں گی کہ مجھے ہر روز ایسی خوشیاں حاصل ہوتی رہیں۔"

"کیا تم نے کوئی ایسا بینک دریافت کیا ہے، جس کے کاؤنٹر سے خوشیاں کیش کراتے رہنے کا ارادہ ہے؟"

"ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے۔"

"بات کیا ہے؟ مجھے نہیں بتاؤ گی؟"

اسی لمحے میں الپا نے آکر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر پریشان ہو کر کہا "پورس! گڑبڑ ہوگئی ہے۔ نتاشا اور نتالیہ کہیں گم ہوگئی ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ وہ تو مہاراج کے کسی بنگلے میں تھیں۔ کیا مہاراج چالبازی دکھا رہا ہے؟"

"میں ابھی مہاراج سے پوچھتی ہوں۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے مہاراج کے دماغ میں پہنچتے ہی بولی "میں الپا ہوں۔ نتاشا اور نتالیہ تمہارے بنگلے میں تھیں۔ وہ اب کہاں ہیں؟"

"اسی بنگلے میں ہوں گی۔"

"تم ان سے دماغی رابطہ کرو۔ میں بھی ان سے باتیں کروں گی۔"

مہاراج نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ان بہنوں کے دماغوں میں باری باری جانا چاہا لیکن دونوں نے سانسیں روک لیں۔ الپا نے بھی یہی کوشش کی۔ ان کے اندر پہنچتے ہی بولی "میں الپا ہوں۔ مجھ سے پہلے مہاراج نے تم سے رابطہ کرنا چاہا اور ناکام رہا۔ کیا تم پر کسی دوسرے نے تنویمی عمل کیا ہے؟"

انہوں نے جواب نہیں دیا۔ سانس روک کر انہیں بھگا دیا۔ مہاراج نے بنگلے کے انچارج سے پوچھا "کیا وہ دونوں بہنیں یہاں آئی تھیں؟"

"جی مہاراج! ان کے یہاں آتے ہی آپ نے میرے دماغ میں آکر کہا تھا کہ ان بہنوں کے لیے اس بنگلے میں خطرہ ہے۔ ایک جوان لڑکی ایک جوان لڑکے کے ساتھ آرہی ہے۔ ان بہنوں کو ان کے ساتھ جانے دو۔"

مہاراج نے غصے سے کہا "کیا بکواس ہے۔ میں تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔ کسی دوسرے خیال خوانی کرنے والے نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔"

"مہاراج! ہم آپ سے جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ میں نے اپنے اندر آپ ہی کی آواز اور لہجہ سنا تھا۔"

مہاراج نے الپا سے کہا "تم سن رہی ہو؟ ہمیں دھوکا دیا

گیا ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ فرہاد میرا لب ولہجہ اختیار کرکے ان بہنوں کو کہیں لے گیا ہے۔"

"ہمیں فرہاد نہیں' تم دھوکا دے رہے ہو۔ آج کل پارس اور پورس نہ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں' نہ کسی اور ذریعے سے دشمنی ظاہر کررہے ہیں۔ فرہاد کو بھلا پورس اور اس کی بہن اور محبوبہ سے کیا عداوت ہوگی؟"

"عداوت ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ پلیز تم مجھ پر شبہ نہ کرو۔ ہمارے درمیان بے اعتمادی پیدا ہوگی تو ہمیں نقصان ہوگا اور دشمن فائدہ اٹھائے گا۔"

"جو چالاک شکاری ہوتا ہے' وہ دوسرے کے کاندھے پر بندوق رکھ کر گولی چلاتا ہے۔ صاف سمجھ میں آرہا ہے کہ تم نے فرہاد کے کاندھے پر بندوق رکھ کر ان بہنوں کے دماغ کو لاک کیا ہے اور انہیں کہیں چھپا دیا ہے۔"

"کیا مجھے احمق سمجھتی ہو۔ میرا اکلوتا بیٹا تمہاری قید میں ہے اور میں تمہیں نقصان پہنچانے والی چال چلوں گا؟"

"تم مجھے یہی سمجھاؤ گے اور میں یہی سمجھوں گی کہ اپنے بیٹے کی سلامتی کی خاطر ان بہنوں کو کہیں چھپا کر مجھے شکایت کا موقع نہیں دو گے۔ تم تو اپنا کام دکھا گئے لیکن میں تمہاری چال میں نہیں آؤں گی۔ ایک منٹ کے اندر سچ بولنے کے لیے میرے دماغ میں آؤ۔ میں جارہی ہوں۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی آئی۔ مہاراج نے اس کے اندر آکر کہا "الپا! میں تمہارا تابعدار بن گیا پھر بھی مجھ پر بھروسا نہیں کررہی ہو۔"

"کیا تم فرہاد سے یہ اگلوا سکو گے کہ اس نے دونوں بہنوں کو اغوا کیا ہے؟"

"کیا چور کبھی کہتا ہے کہ اس نے چوری کی ہے؟ ثبوت اور گواہی کے بغیر چور کبھی اقبالِ جرم نہیں کرتا۔"

"جیسا کہ تم نہیں کررہے ہو۔ میں نے اسی لیے تمہیں اپنے دماغ میں بلایا ہے کہ تمہیں اپنے ساتھ تمہارے بیٹے کے دماغ میں لے جاؤں۔ جب تمہاری موجودگی میں اسے ذہنی اذیتیں دوں گی' بیٹا تکلیف کی شدت سے تڑپے گا تو باپ ہوش میں آکر سچ اگلنے لگے گا۔"

الپا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مہاراج گڑگڑانے لگا۔ بیٹے کے لیے رحم کی بھیک مانگنے لگا پھر ایک دم سے چپ ہوکر الپا کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ پریشان ہوکر سوچ رہی تھی۔ "بازی کیسے پلٹ گئی؟ میش کا دماغ لاک کیسے ہوگیا؟ وہ مجھے اپنے اندر آنے نہیں دے رہا ہے جبکہ میرا معمول اور تابعدار ہے۔"

مہاراج نے تڑپ کر پوچھا "یہ کیا سوچ رہی ہو؟ کیا میرے بیٹے کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر بھی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ پارہی ہو یا میری موجودگی میں ڈراما کررہی ہو۔ مجھے یہ سمجھا رہی ہو کہ کسی نے میش کے دماغ کو لاک کرکے اسے تم سے چھین لیا ہے۔"

"میں کوئی ڈراما نہیں کررہی ہوں۔ سچ مچ کسی نے اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔"

"ایسا کون کرسکتا ہے؟ تم بھی یہی کہو گی کہ فرہاد میرے بیٹے کو تم سے چھین کرلے گیا ہے۔"

"ہاں۔ ایسا کون کرسکتا ہے؟ یہ فرہاد کی چالبازی ہے۔"

"فرہاد کو میرے بیٹے سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اگر وہ ایسا کرتا تو مجھے چیلنج کرتا کہ میں اپنے بیٹے کو اس کے شکنجے سے نہیں نکال سکوں گا پھر تمہیں چھوڑ کر مجھے اس کی تابعداری کرنی پڑتی۔"

الپا نے اس مکان کے ایک مسلح گارڈ سے پوچھا "میش کہاں ہے؟"

"میڈم! آپ نے آج صبح میرے دماغ میں آکر کہا تھا کہ میش کے لیے اس مکان میں خطرہ ہے۔ اسے ایک کار میں جانے دو۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کی نگرانی کروں گی۔"

"یہ تم کیا بکواس کررہے ہو؟"

"میڈم! ہم آپ سے غلط بات کہنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ ہم نے آپ کے حکم کے مطابق اسے مکان سے باہر نکالا اور ایک کار میں جانے دیا۔ اس کے جاتے وقت بھی آپ نے میرے اندر آکر کہا تھا "فکر نہ کرو۔ میں میش کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھوں گی اور اسے ایک محفوظ جگہ پہنچادوں گی۔"

مہاراج نے پوچھا "کیوں الپا! یہ کیا چال چل رہی ہو؟ اپنے پہرے داروں کو راستے سے ہٹا کر میش کو اس مکان سے نکال کر دوسری جگہ پہنچا دیا اور مجھے یہ بتا رہی ہو کہ میش کا دماغ کسی نے لاک کردیا ہے۔ کیا میں تمہارے اس ناٹک پر یقین کرلوں گا؟"

"تم یقین کرو یا نہ کرو مگر غور کرو۔ ان بہنوں کو اغوا کرتے وقت تمہارے پہرے داروں سے مہاراج بن کر جو کہا گیا وہی میش کو اغوا کرتے وقت میرے پہرے داروں سے الپا بن کر کہا گیا۔ دونوں واردا تیں ایک جیسی ہیں۔"

"یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فرہاد میرا لب ولہجہ اختیار کرکے ان بہنوں کو لے گیا تھا لیکن میش کو لے جانے کے لیے الپا بننے والی عورت کون ہوسکتی ہے۔ جبکہ عورتوں میں ایک تم ہی خیال خوانی کرنے والی رہ گئی ہو۔"

"فرہاد کی بیوی آمنہ ایسا کرسکتی ہے۔"

"وہ تو دنیاوی معاملات سے دور رہتی ہے۔"

"یہ سب کہنے کی بات ہے۔ ہمیں فریب دینے کے لیے ایسا کہا جاتا ہے۔ مجھے یقین ہورہا ہے کہ آمنہ ہی میش کو مجھ سے چھین کرلے گئی ہے۔"

"میرے بیٹے کو کون لے گیا ہے یا لے گئی ہے؟ میں نہیں جانتا۔ وہ تمہارے پاس تھا۔ تم اس کی ذمے دار تھیں۔ میں اپنا بیٹا تم سے لوں گا۔"

"نتاشا اور نتالیہ تمہارے پاس تھیں۔ ان بہنوں کے تحفظ کی ذمے داری تم پر تھی۔ میں ان بہنوں کو تم سے لوں گی۔ اسی طرح تم اپنے بیٹے کا مطالبہ کرتے رہو گے اور میں ان بہنوں کا مطالبہ کرتی رہوں گی۔ یوں ہم آپس میں لڑتے رہیں گے اور ایک دوسرے سے دشمنی کرتے رہیں گے اور فرہاد ہماری احمقانہ دشمنی کا تماشا دیکھتا رہے گا۔"

مہاراج نے کہا "اچانک یہ سب کچھ ہورہا ہے۔ موجودہ حالات پر سکون اور اطمینان سے غور کرکے کسی نتیجے پر پہنچنا ہوگا۔ میں جارہا ہوں مگر یاد رکھو۔ اپنے بیٹے کی گمشدگی برداشت نہیں کروں گا۔ اب تمہارے پاس میری کوئی کمزوری نہیں رہی ہے۔ میں تمہارے لیے ایک ناقابلِ برداشت عذاب بن جاؤں گا۔"

وہ الپا کے دماغ سے نکل کر سیدھا میرے پاس آکر بولا۔ "فرہاد صاحب! میں ہوں مہاراج۔ آپ تو زبان کے دھنی نکلے۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میرے بیٹے کو الپا کی قید سے رہائی دلائیں گے۔ دھن ہے (آفریں ہے) آپ ناممکن کو ممکن بنا کر میرے میش کو اس قید خانے سے نکال لائے ہیں۔ میں تو آپ کا غلام ہوگیا ہوں۔ ساری عمر آپ کا تابعدار بن کر آپ کی سیوا کرتا رہوں گا۔"

میں نے انجان بن کر کہا "ارے بھائی! ٹھہرو۔ تم تو بولتے ہی جارہے ہو۔ مجھے سمجھنے تو دو کہ تمہارے بیٹے کو الپا کی قید سے کب رہائی ملی ہے؟ اور کس نے رہائی دلائی ہے؟ اگر کسی نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے تو وہ تعریف کا مستحق ہے۔ مجھے یہ کریڈٹ نہ دو۔"

وہ حیرانی سے بولا "کیا آپ نے میرے بیٹے کو رہائی نہیں دلائی ہے؟"

"بھئی! رہائی مل گئی ہے تو بیٹے سے پوچھو' یہ احسان کس نے کیا ہے؟"

"بیٹا میرے پاس ہوتا یا میں اس کے دماغ میں پہنچ پاتا تو اس سے بہت کچھ معلوم کرلیتا۔ کیا آپ معلوم کرسکتے ہیں کہ میش ایک قید سے رہائی پاکر دوسری کس جگہ جاکر پھنس گیا ہے؟"

"ہاں تمہارے بیٹے کا معاملہ پراسرار ہوگیا ہے۔ میں یہ راز معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

اسی وقت ثانی نے میرے اندر آکر قہقہہ لگایا۔ میں نے انجان بن کر پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ بولی "میں ہوں نیلماں۔ ایک نیا جسم حاصل کرکے ایک نئی زندگی حاصل کرچکی ہوں۔ پچھلے تین دن سے تم لوگوں کے تماشے دیکھ رہی ہوں۔ الپا بڑی تیزی دکھا رہی تھی۔ میں نے اس کی کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدل دیا ہے۔ نتاشا' نتالیہ اور میش میری مٹھیوں میں ہیں۔"

میں نے کہا "تم نے بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں لیکن میرے دماغ میں آکر منہ پھاڑ کر قہقہہ لگانا ضروری نہیں تھا۔"

"فرہاد! میں تو تمہارے سر پر چڑھ کر ناچ سکتی ہوں۔ خود کو ایک ناقابلِ شکست روبوٹ نہ سمجھو۔ میں الپا اور مہاراج کی طرح تمہیں بھی منہ کے بل گرا سکتی ہوں۔"

"مجھے چیلنج نہ کرو ورنہ چودہ طبق روشن ہوجائیں گے۔ جاؤ بچوں کے ساتھ جاکر کھیلو۔"

میں نے سانس روک کر ثانی اور مہاراج کو دماغ سے نکال دیا۔ اب مہاراج ثانی کو نیلماں سمجھ کر اس سے رابطہ کررہا ہوگا۔ پچھلے دن الپا' میش پر تنویمی عمل کرکے پھر اس کے دماغ کو لاک کرکے مطمئن ہوگئی تھی کہ میش کے دماغ میں کوئی نہیں جاسکے گا۔ وہ کئی بار نئی آواز اور لب ولہجے کے ساتھ میش کے اندر جاکر مطمئن ہوتی رہی۔ یہ نہ سمجھ سکی کہ ثانی بڑے صبروتحمل سے اسے خوش فہمی میں مبتلا کررہی ہے۔

الپا نے مطمئن ہوکر مسلح پہرے داروں سے کہہ دیا کہ اب وہ گونگے بن کر نہ رہیں۔ میش سے ضرورت کے مطابق باتیں کرسکتے ہیں۔ رات کو ثانی نے میش کے خوابیدہ دماغ میں آکر اس پر تنویمی عمل کیا۔ الپا کے عمل کو اس کے دماغ سے مٹایا پھر ایک نیا لب ولہجہ اس کے ذہن پر نقش کیا۔ اس کے بعد اسے تنویمی نیند سونے دیا۔

صبح ہوتے ہی ثانی نے الپا کے لب ولہجے میں ایک مسلح پہرے دار سے کہا "اس مکان میں میش کے لیے خطرہ ہے۔ اسے مکان سے باہر لاؤ اور ایک کار میں اسے جانے دو۔ میں اس کے اندر رہ کر اسے کہیں بھاگنے نہیں دوں گی' دوسری محفوظ جگہ پہنچادوں گی۔"

ان مسلح پہرے داروں نے الپا کا حکم سمجھ کر اس پر عمل کیا پھر میش کو وہاں سے ایک کار میں جانے دیا۔ اس دوران میں ثانی ان پہرے داروں کے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکی تھی کہ میش کو ناگپور سے دو سو کلو میٹر دور ایک چھوٹے سے شہر میں رکھا گیا ہے۔ وہ ثانی کا معمول اور تابع دار بن چکا تھا۔ ثانی نے اسے حکم دیا کہ وہ پہلی کسی بھی فلائٹ کے ذریعے ممبئی چلا آئے۔ وہ بے چون و چرا اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہوا ممبئی پہنچنے والا تھا۔

اب مہاراج نے ثانی کو نیلماں سمجھ کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ وہ بولی "میں اپنے دماغ میں کسی کو نہیں آنے دوں گی۔ ابھی تم جاؤ۔ میں ایک آدھ گھنٹے بعد تمہارے دماغ میں آؤں گی۔"

وہ بولا "نیلماں! ہم کبھی ایک دوسرے کے دشمن نہیں رہے پھر تم نے میرے بیٹے کو کس لیے مجھ سے چھپا رکھا ہے؟"

"میں بھی دشمن نہیں ہوں۔ تمہارا بیٹا میرے پاس بخیریت ہے۔ تم اور الپا کوشش کرو کہ میرا پوتا تلک رام بھانیا مجھے مل جائے۔ تم میں سے جو میرے پوتے کو میرے پاس پہنچائے گا' میں نتاشا' نتالیہ اور میش کو اس کے حوالے کردوں گی۔ اس سے آگے کوئی بات نہ کرو۔ اب جاؤ۔"

ثانی نے سانس روک کر اسے جانے پر مجبور کردیا۔ دوسری طرف الپا بری طرح مایوس ہو کر پورس کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی "فرہاد نے ہماری لاعلمی میں ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اس نے صرف نتاشا اور نتالیہ کو ہی نہیں مہاراج کے بیٹے میش کو بھی اغوا کر کے کہیں چھپا دیا ہے۔"

نیلماں اور پورس ہوٹل چھوڑنے اور ائرپورٹ جانے کے لیے اپنی اپنی اٹیچی میں سامان رکھ رہے تھے۔ پورس نے الپا سے کہا "مجھے مہاراج کے بیٹے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ نتاشا اور نتالیہ زندہ سلامت رہیں۔ فرہاد ظرف والا بندہ ہے۔ انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں دیکھوں گا کہ وہ انہیں مجھ سے دور رکھ کر کیا چاہتا ہے۔"

"پورس! وہ ابھی ممبئی میں کہیں ہیں۔ تم کسی طرح ان کا سراغ لگا سکتے ہو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارا ساتھ دیتی رہوں گی۔"

"الپا! میری بات کا برا نہ ماننا۔ میں کسی کمزور کا سہارا نہیں لیتا۔ فرہاد جیسے پہاڑ کے سامنے تم ایک تنکا ہو۔ تمام جیتی ہوئی بازیاں ہار چکی ہو۔ جب کبھی نتاشا اور نتالیہ کو میرے لیے حاصل کرسکو تو مجھ سے ضرور رابطہ کرنا۔ اس سے پہلے میں تمہیں دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا ہمارے چار ڈاکٹروں کے ساتھ دوائیں تیار نہیں کرو گے؟"

"نہیں۔ اپنے ڈاکٹروں کو اسرائیل واپس بھیج دو۔ میں سفر کے دوران میں سوچوں گا کہ ممبئی جانا چاہیے یا کسی دوسرے ملک میں جا کر گمنام رہ کر دوائیں تیار کرنا چاہئیں۔"

"پورس! میری ناکامیوں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں نے ماضی میں کامیابیاں حاصل نہیں کی ہیں اور آئندہ کامیابیاں حاصل نہیں کروں گی۔ تم پہلے بھی دوائیں تیار کرنے کے بعد پارس کے ہاتھوں نقصان اٹھاتے رہے ہو جبکہ ان دنوں نیلی پیتھی جانتے تھے۔ اب تمہارے پاس یہ علم بھی نہیں رہا۔ تم میری اہمیت کو سمجھو۔ میں تمہارے بہت کام آؤں گی۔"

"الپا! تم میری چھٹی حس کو نہیں سمجھتی ہو۔ تم میرے اندر آتی ہو تو میری چھٹی حس مجھے بتاتی رہتی ہے کہ تم میرے چور خیالات پڑھتی رہتی ہو۔ میں انجان بن کر تمہیں پڑھنے کی چھوٹ دیتا ہوں۔ تم نے یہودی سراغ رسانوں کو وہ دشوار گزار جگہ بتائی ہے' جہاں میں نے غیر معمولی دواؤں کے فارمولے چھپا رکھے ہیں۔ بہرحال جب وہ سراغ رساں اس جگہ پہنچیں گے تو انہیں بڑی مایوسی ہوگی اور تم مان لو گی کہ میں کوئی نادان بچہ نہیں ہوں۔"

وہ سانس روک کر اسے دماغ سے نکالنا چاہتا تھا۔ اسی وقت مہاراج نے آ کر کہا "پورس! میرے آنے پر تم نے سانس نہیں روکی۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں الپا موجود ہے۔ میں یہ کہنے آیا ہوں کہ نیلماں نیا جسم حاصل کر چکی ہے۔ اسی نے نتاشا' نتالیہ اور میرے بیٹے کو اغوا کیا ہے۔"

پورس نے کہا "یہ ایک نئی بلا آ گئی ہے۔ میں نتاشا اور نتالیہ کو تقریباً ہار چکا ہوں۔ یہ نہیں چاہتا کہ نیلماں ان دونوں کے حوالے سے میرے دماغ میں آئے۔ تم دونوں کی موجودگی میں اس کی آمد کا پتا بھی نہیں چلے گا اس لیے یہاں سے جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روکی۔ الپا اور مہاراج چلے گئے۔ اس نے نیلماں کو دیکھا۔ وہ اپنے کمرے سے اٹیچی لے کر آ گئی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا فلائٹ کا وقت ہو چکا ہے؟"

پورس نے گھڑی دیکھ کر کہا "تین گھنٹے بعد فلائٹ ہے۔ ہم اس لیے جلدی جا رہے ہیں کہ رات کا کھانا ائرپورٹ پر کھائیں گے۔"

"تم مجھے ڈائننگ ہال میں سب کے سامنے کھانے نہیں دیتے ہو پھر وہاں کیسے کھانے دو گے؟"

"میں ایسی ڈشیں منگواؤں گا' جن سے تمہاری پلیٹ جھوٹی نہ ہو۔ کھانے کے بعد ایک اسٹرا کے ذریعے بوتل پیو گی۔ بوتل کو منہ نہیں لگاؤ گی۔ میں اس اسٹرا کو چھپا کر کسی ڈسٹ بن میں پھینک دوں گا۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ پورس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ باہر کوریڈور میں ہوٹل کے منیجر کے علاوہ پولیس والے بھی نظر آئے۔ سامنے والے کمرے سے دو سپاہی ایک اسٹریچر اٹھا کر لا رہے تھے۔ اس اسٹریچر پر ایک لاش تھی۔ لاش کو چادر سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ پولیس افسر نے پورس سے پوچھا "اس سامنے والے کمرے میں جو شخص تھا اس کی موت بڑے پراسرار طریقے سے ہوئی ہے۔ کیا آپ اس شخص کے بارے میں کچھ بتا سکیں گے؟"

"سوری' میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ہم پرسوں رات کو آئے تھے اور اب جا رہے ہیں۔ بائی دا وے آپ ابھی پراسرار موت کہہ رہے تھے۔ کیا ایسی موت ہوئی ہے' جس کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے؟"

نیلماں دیوار سے لگی کھڑی تھی اور پریشان ہو رہی تھی کہ کہیں پولیس والے اسے گرفتار نہ کرلیں۔ پولیس افسر نے کہا "مرنے والے کا پورا جسم سیاہ پڑ گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کسی بہت ہی زہریلے سانپ نے ڈس لیا ہے۔"

پورس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے بے اختیار پلٹ کر کمرے کے اندر دیوار سے لگی ہوئی نیلماں کو دیکھا پھر انجان بن کر ہوٹل کے منیجر سے پوچھا "کیا آپ کے ہوٹل میں سانپ بھی ہیں؟"

منیجر نے کہا "ہوٹل کے اندر تو کیا' باہر بھی سانپ نہیں ہیں۔ میں نے بچپن سے اس شہر میں کوئی سانپ نہیں دیکھا ہے۔"

پولیس افسر نے کہا "ہمارا یہ اندازہ ہے کہ سانپ نے ڈسا ہے۔ اس مرنے والے کی گردن پر زخم کا ایک نشان ہے۔ میڈیکل رپورٹ کے بعد معلوم ہوگا کہ اس کے جسم میں زہر کس طرح پہنچایا یا پہنچایا گیا ہے۔"

پورس نے چور نظروں سے نیلماں کو دیکھا پھر افسر سے کہا "آپ اس مڑدر کے بارے میں تمام ہوٹل والوں سے پوچھ گچھ کریں گے۔ ہم ہوٹل چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ مہربانی کر کے آپ پہلے ہم سے ضروری سوالات کرلیں اور ہمارا سامان بھی چیک کرلیں۔"

"میں میڈیکل رپورٹ کی روشنی میں ہی سوالات کر سکتا ہوں۔"

افسر نے کمرے کے اندر آ کر دو اٹیچیوں کو دیکھتے ہوئے کہا "پلیز! انہیں کھولیں۔ میں اطمینان کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے سامان میں کوئی زہریلی چیز ہے یا نہیں؟"

پورس اور نیلماں نے اپنی اپنی اٹیچی کھول دی۔ افسر نے آگے بڑھ کر دونوں اٹیچیوں کی ایک ایک چیز کو دیکھا۔ ٹوتھ پیسٹ اور پرفیوم کی شیشی وغیرہ کو چیک کیا۔ کسی میں زہر نہیں تھا جبکہ زہر کا مجسمہ اس افسر کے قریب ہی تھا۔

افسر نے چیکنگ کے بعد کہا "سوری! میں نے اپنا فرض ادا کرنے کے لیے آپ کو زحمت دی۔ آپ اپنا سامان پیک کر کے جا سکتے ہیں۔"

پورس نے اطمینان کی سانس لی۔ جلدی جلدی سامان پیک کرنے لگا۔ افسر کمرے سے چلا گیا۔ وہ دھیمی آواز میں نیلماں سے بولا "آخر تم اپنی زہریلی عادت سے باز نہیں آئیں؟"

"آں؟" وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "مم۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔"

"بکو اس مت کرو۔ اب اپنے چہرے سے پریشانی ظاہر نہ کرو۔ نارمل رہو اور میرے ساتھ مسکراتی ہوئی چلو۔"

وہ اپنی اپنی اٹیچی اٹھا کر کمرے سے باہر آ گئے۔ پولیس والوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے لفٹ کے اندر پہنچے پھر وہاں سے گراؤنڈ فلور پر آ کر کاؤنٹر پر چیک آؤٹ کے لیے آئے۔ پورس اندر سے پریشان تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ اس ملک سے باہر جانے تک کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ یہ بھید کسی طرح کھل سکتا ہے کہ اس کے ساتھ رہنے والی حسینہ زہریلی ناگن ہے۔

وہ ہوٹل سے باہر آ کر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ائرپورٹ کی طرف چلے گئے۔ ہوٹل کے اندر پولیس افسر کی تفتیش جاری تھی۔ اس نے منیجر سے پوچھا "اس کمرے میں کون ہے؟"

منیجر نے کہا "اسی کا کمرا ہے' جس کا سامان آپ چیک کر چکے ہیں۔"

"آپ نے پہلے نہیں بتایا کہ اس نے دو کمرے لیے تھے۔ ہمیں دوسرا کمرا بھی چیک کرنا چاہیے۔"

وہ دروازہ کھلوا کر سپاہیوں کے ساتھ اس کمرے میں آیا' جسے پورس نے نیلماں کے لیے لے رکھا تھا۔ وہ رات کو سونے سے پہلے دونوں کمروں کا درمیانی دروازہ بند کرتا تھا تاکہ وہ اس کی نیند کے دوران میں کمرے میں آ کر اسے نقصان نہ

پہنچا سکے۔

افسر اور سپاہیوں نے اس کمرے کی تلاشی لی۔ انہیں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس کے ذریعے ایک زہریلی حسینہ کا بھید کھلتا۔ ایک سپاہی نے باتھ روم سے باہر آکر افسر کو ایک ٹوتھ برش دکھاتے ہوئے کہا "سر! یہ واش بیسن پر رکھا ہوا تھا۔"

افسر نے اس ٹوتھ برش کو لے کر غور سے دیکھا۔ اس کے ایک حصے پر سرخ دھبا سا نظر آرہا تھا۔ اس نے دھبے کو انگلی سے چھو کر دیکھا پھر مسکرا کر کہا "لپ اسٹک کا نشان ہے۔ وہ حسینہ اس کمرے میں رہتی تھی اور یہ ٹوتھ برش استعمال کرتی تھی۔ بھول کر چلی گئی ہے۔"

وہ برش کو ایک طرف پھینک کر کمرے سے چلا گیا۔ ایک سپاہی نے اسے فرش پر سے اٹھایا۔ اسے بڑی محبت اور ہوس سے دیکھا۔ اس نے نیلماں کو ہوٹل سے جاتے دیکھا تھا اور یہ سوچ کر رہ گیا تھا کہ اونچی سوسائٹی کی حسینہ ہے۔ اسے دور سے دیکھا جاسکتا ہے مگر ہاتھ لگایا نہیں جاسکتا۔ اب ہاتھ لگانے کے لیے وہ برش ہاتھ آگیا تھا۔

اس نے دل میں کہا "ہائے۔ وہ اسے اپنے منہ سے لگاتی رہی ہوگی۔ ہونٹوں کی لالی تھوڑی سی رہ گئی ہے۔"

اس نے برش کے اس حصے کو چوم لیا' جہاں ہونٹوں کی لالی تھی پھر خیال آیا' وہ اسے اپنے موتیوں جیسے سفید دانتوں سے لگاتی ہوگی۔ ہاں ایسے دانت مانجھتی ہوگی ایسے۔۔۔

اس نے برش کو اپنے دانتوں سے لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے اس حسینہ کے دانتوں کو اپنے دانتوں اور اس کی زبان کو اپنی زبان سے لگتے دیکھا۔ برش کو ایک دو بار اپنے دانتوں پر پھیرا۔ اس کے ساتھ ہی حلق سے کراہ نکلی۔ پہلے مسوڑھوں اور حلق میں جلن محسوس ہوئی پھر زہر کی آگ پورے جسم میں پھیلنے لگی۔ وہ چیخ مار کر گر پڑا۔ فرش پر تڑپتے ہوئے چیخنے لگا "بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔ بچا۔ بچا۔ بہ۔۔۔ بہ۔۔۔"

اس کی آواز اس کے اندر ہی گھٹ کر رہ گئی۔ افسر اور دوسرے سپاہی دوڑتے ہوئے آئے پھر اسے دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ اس کے دیدے پھیل گئے۔ جسم کی رنگت سیاہ پڑ رہی تھی۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ افسر نے قریب آکر اس پر جھک کر پوچھا۔ "تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ تمہاری حالت بتا رہی ہے کہ تمہیں بھی کسی سانپ نے کاٹا ہے۔"

سپاہی نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اٹھا کر برش اسے دیتے ہوئے کہا "زہر۔ یہ۔ یہ زہریلا۔ لا۔ لا۔۔۔"

وہ آگے نہ بول سکا۔ آخری بار تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگیا۔ افسر اور ہوٹل کا منیجر حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس برش کو دیکھنے لگے۔ منیجر نے بے یقینی سے پوچھا "کیا یہ برش زہریلا ہے؟"

افسر نے کہا "یہ دم توڑتے ہوئے یہی کہہ رہا تھا۔ اس برش کا لیبارٹری ٹیسٹ جلد سے جلد ہونا چاہیے۔ اس برش کے زہریلے ہونے کی تصدیق ہونی چاہیے۔"

وہ اٹھ کر جاتے ہوئے بولا "میں ابھی پولیس اسپتال جا کر کنفرم کروں گا۔ اس کمرے میں رہنے والی اور اس کے ساتھی کو تلاش کرنا ہوگا۔ کیا آپ جانتے ہیں' وہ ہوٹل چھوڑ کر کہاں گئے ہوں گے؟"

منیجر نے کہا "ہمیں پتا نہیں ہے کہ وہ یہ ہوٹل چھوڑ کر دوسرے ہوٹل گئے ہیں یا شہر سے باہر کہیں گئے ہیں۔"

افسر ہوٹل کے باہر آکر اپنی موٹر سائیکل میں بیٹھ کر پولیس اسپتال میں آیا۔ وہاں کے لیبارٹری انچارج کو برش دے کر بولا "ہمیں شبہ ہے کہ یہ برش زہریلا ہے۔ اسے فوراً ہی ٹیسٹ کیا جائے۔"

پھر وہ فون کے ذریعے اپنے ایک اعلیٰ افسر کو ان واقعات اور برش کے زہریلے ہونے کی رپورٹ دینے لگا۔ اس کی باتوں کے دوران میں لیبارٹری سے تصدیق ہوگئی کہ برش زہریلا ہے۔

اس نے فون پر کہا "سر! برش زہریلا ہے۔ ڈاکٹر نے کنفرم کیا ہے۔ کیا یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ وہ حسینہ زہریلی تھی؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "اس حسینہ اور اس کے ساتھی کو گرفتار کرنے کے بعد حقیقت معلوم ہوگی۔ ان کے نام اور حلیے بتاؤ۔ میں تمام پولیس افسران کو الرٹ کر رہا ہوں۔ بس کے اڈوں' ریلوے اسٹیشن اور ائرپورٹ پر انہیں تلاش کیا جائے گا۔"

افسر نے ان دونوں کا حلیہ اور ان کے نام بتائے۔ اس شہر کی پولیس فورس حرکت میں آگئی۔ ایک افسر سپاہیوں کے ساتھ ائرپورٹ پہنچا۔ وہاں سے جتنی فلائٹس پرواز کرنے والی تھیں ان کے بورڈنگ کارڈز حاصل کرنے والے مسافروں پر نظر رکھی جانے لگی۔ ائرپورٹ کی پولیس اور وہاں کے عملے نے ان سے تعاون کیا پھر کمپیوٹر سے پتا چلا کہ اس نام کی ایک دوشیزہ اور ایک جوان مرد بیس منٹ پہلے ایک فلائٹ سے انڈیا جاچکے ہیں۔

سانپ نکل چکا تھا۔ اب محض لاٹھی پیٹنے والی بات

تھی۔ وہ بھارتی انٹیلی جنس سے رابطہ کرکے انہیں نیلماں اور پورس کے متعلق بتانے لگے۔ بھارتی انٹیلی جنس والوں نے کہا کہ ان دونوں کو ممبئی ائرپورٹ پر گرفتار کرلیا جائے گا۔ اگر وہ دوشیزہ زہریلی ہے تو پھر بھارت میں بھی قانون کے محافظوں کے لیے موت بنتی رہے گی۔ اسے آزاد نہیں چھوڑا جائے گا۔ اگر وہ فرار ہونے یا کسی کو ڈسنے کی کوشش کرے گی تو اسے گولی مار دی جائے گی۔

○☆○

میں ایک خاموش تماشائی تھا لیکن اب اس تماشے کو کسی منطقی انجام تک پہنچانا لازمی تھا۔ میں نے امریکی فوج کے ایک سربراہ کے پاس آکر کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں' تم اسرائیلی فوج کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کرو۔ ان سے کہو کہ فون یا الپا کے ذریعے وہ باتیں سنیں' جو میں تم سے کرنے والا ہوں۔ میں آدھے گھنٹے کے بعد آؤں گا۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر فرہاد! کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ پہلے ہم آپس میں ضروری باتیں کرلیں۔ اس کے بعد یہودیوں کو اپنی گفتگو میں شامل کیا جائے؟"

"نہیں۔ اس طرح میرا وقت ضائع ہوگا۔ میں نے جو کہہ دیا ہے اس پر عمل کرو۔ میں ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد آؤں گا۔"

میں نے ثانی کے پاس آکر کہا "میں آدھے گھنٹے تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تم مہاراج سے رابطہ کرو۔ وہ بیٹے کے لیے پریشان ہوگا۔"

ثانی خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی مہاراج کے پاس آئی۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "میں نیلماں ہوں۔"

وہ تڑپ کر بولا "نیلماں! تم ہو؟ بھگوان کا شکر ہے۔ میں بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔"

"بے چینی تو ہوگی۔ جوان بیٹا بچھڑ گیا ہے جس کی خیریت تمہیں معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے تم مل نہیں سکتے اور نہ ہی اس سے دماغی رابطہ کرسکتے ہو۔"

"نیلماں! ہمارے تعلقات ہمیشہ اچھے رہے ہیں پھر تم میرے بیٹے کو مجھ سے دور کیوں لے گئی ہو؟ مجھ سے کوئی شکایت ہے تو بولو؟"

"کوئی شکایت نہیں ہے۔ تمہارا بیٹا تمہیں اس دن واپس مل جائے گا' جس دن میرا پوتا مجھے ملے گا۔"

"میں تمہارے پوتے سے ضرور تمہیں ملاؤں گا لیکن یہ مناسب نہیں ہے کہ پوتے کو حاصل کرنے کے لیے میرے بیٹے کو قیدی بنالو۔"

"میں نے یہ نئی زندگی حاصل کرنے سے پہلے تمہیں کہا تھا کہ میرے پوتے کو تلاش کرو۔ اسے کسی بھی طرح میرے پاس لے آؤ لیکن تمہیں میرے پوتے سے بھلا کیا دلچسپی ہوسکتی ہے اسی لیے تم نے اسے تلاش نہیں کیا ہے۔"

"اسے تلاش کرنا اس لیے مشکل ہے کہ وہ تنویمی عمل کے زیر اثر ہے۔ ہم سے رابطہ کرتا ہے مگر اپنا پتا ٹھکانا بتاتے وقت بہک جاتا ہے۔"

"میں اتنا جانتی ہوں کہ جب تک کسی ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت کے جسم میں نہیں سماؤں گی' وہ مجھے اپنی دادی ماں تسلیم کرکے میرے گلے لگنے نہیں آئے گا۔ میں کئی بار اس کے دماغ میں جانے کی کوششیں کرچکی ہوں لیکن وہ سانس روک لیتا ہے۔ اس ایرانی عامل نے اس طرح اس پر عمل کرکے مجھ سے بدترین دشمنی کی ہے۔"

مہاراج نے کہا "وہ ایرانی عامل بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگیا ہے۔ تمہارا پوتا اب اس کا تابعدار نہیں ہے۔ صرف اس کے تنویمی عمل کے زیر اثر ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی الپا کی سوچ کی لہریں سنائی دیں۔ الپا نے کہا "ہیلو نیلماں! ہیلو مہاراج! میں الپا ہوں۔ ایک ضروری بات کرنے آئی ہوں۔"

مہاراج نے ناگواری سے کہا "تم نے میرے بیٹے کو مجھ سے چھین کر مجھے اپنا تابعدار بنالیا تھا۔ ہم دونوں بھائیوں پر حکومت کر رہی تھیں۔ جاؤ' بھاگ جاؤ۔ میں تمہاری آواز بھی سننا نہیں چاہتا۔"

الپا نے کہا "نیلماں! مہاراج کو سمجھاؤ۔ فرہاد ابھی امریکی اور اسرائیلی اکابرین سے اہم معاملات پر گفتگو کرنے والا ہے۔ میں' تم' مہاراج اور گرودیو متحد ہو کر اس اجلاس میں جائیں گے اور فرہاد پر ثابت کریں گے کہ ہم چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے متحد ہو کر ایک بڑی طاقت بن گئے ہیں۔"

ثانی نے کہا "مجھے امریکا اور اسرائیل سے نہیں' صرف اپنے پوتے سے دلچسپی ہے۔ اگر تم چاہتی ہو کہ میں تمہارے کسی کام آؤں تو جاؤ اور کسی طرح بھی ٹی آر بھاٹیا سے میرا رابطہ کرادو۔ مجھے خون کا رشتہ تڑپا رہا ہے۔ ایسے میں' میں کسی کے کام نہیں آؤں گی۔"

"نیلماں! تم خون کے رشتے کی تڑپ کو سمجھ رہی ہو پھر بھی میرے بیٹے کو مجھ سے دور رکھ رہی ہو۔ مجھے بھی جب تک بیٹا نہیں ملے گا' میں پوری توجہ سے کسی بھی معاملے میں دلچسپی

نہیں لوں گا۔"

الپا نے کہا "ہم اپنے اختلافات اور مسائل پر دو چار گھنٹے بعد بھی بحث کرسکتے ہیں۔ ابھی ہمیں حکمتِ عملی سے کام لینا چاہیے۔ فرہاد پر یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ہم اس سے کمزور نہیں ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ہماری تعداد زیادہ ہے۔"

مہاراج نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں ابھی اپنے بھائی کے ساتھ آرہا ہوں۔ نیلماں سے بھی کہتا ہوں کہ ہم اپنا اتحاد ظاہر کرکے ہی فرہاد کو اپنی قوت اور برتری سے متاثر کرسکتے ہیں۔"

ثانی نے کہا "وعدہ کرو کہ دو چار گھنٹے کے بعد میرے پوتے کو میرے دماغ تک پہنچانے کی کوشش کرو گے تو میں بھی اس اجلاس میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

میں ٹھیک آدھے گھنٹے بعد امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کے پاس آیا۔ وہ ایک بہت بڑے ڈرائنگ روم میں دو اعلیٰ حاکموں اور اپنے لیول کے افسران کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے علاوہ اسرائیلی سفیر، اس کا سیکریٹری اور ایک مشیر بھی تھا۔ دو عورتیں اور دو ماتحت افسران ان صوفوں کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔

ایک اعلیٰ افسران ماتحتوں سے کہہ رہا تھا "ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی تمہارے دماغوں میں آئیں گے اور تمہاری زبانوں سے بولیں گے۔ تم سب ان سامنے والی کرسیوں پر بیٹھ جاؤ۔"

ایک ماتحت نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "شکریہ! اس سے پہلے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے ذریعے آپ حضرات سے گفتگو کرچکے ہیں۔"

میں نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور تمہارے اس ماتحت کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "خوش آمدید مسٹر فرہاد! ہمیں امید ہے کہ ہم دوستانہ ماحول میں ایسے معاملات پر گفتگو کریں گے، جو ہم دونوں کے لیے مفید ہوگی۔"

میں نے کہا "یہ بیسویں صدی گزرنے والی ہے اور اکیسویں صدی شروع ہونے والی ہے۔ پچھلی ایک صدی میں تم لوگوں نے صرف مفادات حاصل کرنے کے لیے دوستی کی پھر اس دوستی کو بدترین دشمنی میں بدل دیا۔"

"گفتگو کے آغاز میں آپ کے تیور بگڑے ہوئے ہیں پھر کوئی اچھی نتیجہ خیز گفتگو کیسے ہوگی؟"

"میں دو ٹوک باتیں کررہا ہوں اس لیے آپ کو میرے تیور بگڑے ہوئے لگ رہے ہیں۔ ایران میں آپ کی سازشیں ناکام ہورہی ہیں۔ آپ افغانستان میں خانہ جنگی جاری رکھتے ہوئے ایک طرف ایران کے لیے خطرہ بننا چاہتے تھے۔ دوسری طرف وسط ایشیا کے مسلم ممالک اور جمہوریہ چین تک پہنچنے کے لیے راستہ بنا رہے تھے لیکن طالبان آپ کی کامیابیوں کو خاک میں ملا رہے ہیں۔ آپ ناکامی کے اس مرحلے پر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خدمات حاصل کرکے طالبان کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں لیکن میں بتادوں کہ آپ کی یہ چال بھی افغانستان میں ناکام رہے گی۔"

"آپ ایسی باتیں سنا کر کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ آپ اسلامی ممالک کے خلاف سازشیں کررہے ہیں اور مجھ سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کی توقع کررہے ہیں۔ میں یہ بتانے آیا ہوں کہ پہلے ایران میں تھا۔ آج کل افغانستان میں ہوں۔ مہاراج کا ایک ایجنٹ ادھر آیا تھا۔ وہ مارا گیا۔ آئندہ میں ان چھوٹے مہروں کو نہیں ماروں گا۔ انہیں طالبان کے حوالے کرکے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار کروں گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم امریکی دوستی، امن و آشتی کے علم بردار ہیں۔ ہم افغانستان میں کوئی سازش نہیں کررہے ہیں اور نہ ہی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہاں بھیجا ہے۔ اس کے برعکس ایرانی حکام نے آپ کی خدمات حاصل کی ہیں۔ انہوں نے آپ کو ایران سے افغانستان بھیجا ہے۔"

"آپ کی یہ بات کسی حد تک درست ہے کہ آپ کی طرف سے کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا افغانستان میں مصروف نہیں ہے۔ جبکہ مہاراج مصروف تھا لیکن چند گھنٹے پہلے کچھ ایسی تبدیلیاں آئی ہیں، جن کے نتیجے میں کوئی خیال خوانی کرنے والا آپ کے کام نہیں آئے گا۔"

الپا نے ایک عورت کی زبان سے کہا "میں الپا ہوں۔ یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ جس طرح اسرائیل اور امریکا کی دوستی ہمیشہ مستحکم رہی ہے اسی طرح میری اور مہاراج کی دوستی بھی ہمیشہ قائم رہے گی۔ مہاراج کے ساتھ اس کا بھائی گرودیو ہے۔ اب میں امریکی اکابرین کو یہ خوش خبری سنا رہی ہوں کہ نیلماں سے ہماری دوستی ہوگئی ہے یعنی ہم چار ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیل اور امریکا کی پشت پر ہیں۔"

تمام اسرائیلی اور امریکی اکابرین خوش ہوکر تالیاں بجانے لگے۔ الپا نے کہا "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ نیلماں ابھی ہمارے درمیان ہے اور آپ سے مخاطب ہورہی ہے۔"

ثانی نے دوسری عورت کی زبان سے کہا "میں نیلماں آپ سے مخاطب ہوں۔ پچھلی بار پورس میری جان کا دشمن بن گیا تھا۔ مجھے چند دنوں کے لیے اس دنیا کو چھوڑ کر جانا پڑا۔ اب نیا جسم اور نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ نہیں رہوں گی تو آئندہ بھی پورس اور آپ مجھے نقصان پہنچاتے رہیں گے۔"

امریکی اعلیٰ حاکم نے کہا "ہم تمہیں مکمل تحفظ دیں گے۔ اب ہماری دنیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد برائے نام رہ گئی ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تم چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے حق میں مضبوط اتحاد قائم کیا ہے۔"

مہاراج نے کہا "ابھی ہم چار ہیں۔ جب نیلماں کے پوتے تلک رام بھانیا کی یادداشت واپس آجائے گی اور وہ اپنی دادی ماں کو پہچان لے گا تو ہماری تعداد پانچ ہوجائے گی۔"

ثانی نے نیلماں کی حیثیت سے کہا "میں ہمیشہ اسرائیل اور امریکا کے کام آتی رہوں گی لیکن میری شرط یہ ہے کہ میرے پوتے کو تلاش کرکے اسے میرے پاس پہنچایا جائے۔ میں تو اس سے باتیں کرنے کے لیے ترس گئی ہوں۔"

الپا نے کہا "تم فکر نہ کرو۔ تمہارا پوتا مجھ سے رابطہ کرتا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ یورپ کے کسی شہر میں پہنچنے کے بعد مجھ سے رابطہ کرے گا۔ شاید وہ کسی مسئلے میں الجھ گیا ہے۔ جیسے ہی وہ میرے دماغ میں آئے گا، میں اسے تمہارے پاس پہنچاؤں گی یا تمہیں اپنے دماغ میں بلا کر اس سے تمہاری بات کراؤں گی۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے اور یہ بھی سمجھ رہے ہیں کہ ہمارا اتحاد کتنا مضبوط ہے۔ آپ فولاد ہو کر بھی اس اتحاد کو نہیں توڑ سکیں گے۔ ویسے آپ نے یہ نہیں بتایا کہ ایک طویل عرصے کے بعد آپ نے ہمارے پاس آنے کی زحمت کیوں کی ہے؟"

"میں سمجھانے آیا تھا کہ عالمی بساط پر اپنی سیاست کا انداز بدل دو ورنہ اسلامی ممالک کو نقصان پہنچانے کے نتیجے میں خود نقصانات اٹھاتے رہو گے لیکن یہاں آکر دیکھ رہا ہوں کہ جو سمجھانا چاہتا ہوں، تم لوگ اس سے زیادہ ہی سمجھ رہے ہو۔ لہٰذا اب میں ایک فیصلہ کن جنگ شروع کررہا ہوں۔ یہ جنگ چند منٹوں کی ہوگی۔ اس کے بعد تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دُم دبا کر بھاگیں گے پھر تم سب ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کے بغیر نتھے رہ جاؤ گے۔"

"شاید آپ ہمارا اتحاد دیکھ کر بوکھلا گئے ہیں۔ اس اتحاد کو توڑنے کا ایسا دعویٰ کررہے ہیں جیسے چند منٹوں میں معجزہ دکھانے والے ہوں یا کسی جادو کے ذریعے ہمیں ابھی منتشر کرنے والے ہوں۔"

مہاراج نے کہا "ایسی کوئی دوا نہیں ہے جسے اسپرے کرکے آپ قدرتی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو ختم کرسکیں۔ کیا بابا صاحب کے ادارے میں ایسی کوئی دوا تیار کی گئی ہے؟"

میں نے کہا "قدرتی طور پر حاصل کیے ہوئے ٹیلی پیتھی کے علم کو کوئی دوا نہیں مٹا سکے گی۔ میں تم میں سے کسی کی ٹیلی پیتھی کو ختم نہیں کرسکوں گا لیکن تم سب کو اس طرح بے بس اور مجبور کردوں گا کہ اپنے اس غیر معمولی علم کے ذریعے امریکا اور اسرائیل کی خدمت نہیں کرسکو گے۔"

"مسٹر فرہاد! ہم مانتے ہیں کہ آپ جو کہتے ہیں، وہ کر گزرتے ہیں لیکن ہمارے مضبوط اتحاد کو توڑنا آپ کے بس کی بات نہیں رہی ہے۔"

ایک افسر نے کہا "واہ! کتنا زبردست دعویٰ ہے۔ چند منٹوں کی جنگ میں آپ ہماری جیتی ہوئی بازی کو ہار میں بدل

دیں گے۔"

ایک حاکم نے کہا "جب قسمت ساتھ دیتی ہے تو مخالفین آپ کی طرح کھلی دھمکیاں دیتے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا "قسمت ایک بازاری عورت کی طرح کسی بھی وقت ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور یہ تمہارا ساتھ چھوڑ چکی ہے۔ لو میں تماشا دکھاتا ہوں۔"

میں نے ثانی کو مخاطب کیا "ہیلو نیلماں! کیا اپنے پوتے سے باتیں کرو گی؟"

ثانی نے تڑپ کر کہا "ہائے میں خوشی سے مرجاؤں گی۔ کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا ابھی اس سے باتیں کرا سکتے ہو؟"

"ہاں تم ابھی باتیں کرو گی۔ اس سے پہلے میں کچھ ضروری باتیں بتا دوں۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے تلک رام بھاٹیا کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔ تنویمی عمل کے دوران میں یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ ایرانی عامل نے اس کا برین واش کر کے اس کے ذہن سے پچھلی زندگی بھلا دی ہے۔ سابقہ عمل کے مطابق جب تم ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت کے جسم میں سماؤ گی تو ٹی آر بھاٹیا تمہیں دادی ماں تسلیم کر کے تمہارے گلے لگ جائے گا۔ ایسے ہی وقت اس کی یادداشت واپس آجائے گی۔"

"ہاں۔ میرے پوتے نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ وہ دور ہی دور سے مجھ سے باتیں کر سکتا ہے لیکن وہ اسی وقت دادی ماں کے گلے لگے گا جب اس کی آتما کسی ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی کے جسم میں سمائے گی۔ پلیز مجھے اس کی آواز سنا دو۔"

"ذرا صبر کرو۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ میں نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ صرف میں ہی ایک مخصوص لب ولہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں جا سکتا ہوں۔ یہاں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' انہیں مایوسی ہوگی۔ وہ بھاٹیا کے اندر نہیں پہنچ سکیں گے۔"

الپا نے کہا "آپ زبردست چال چل رہے ہیں۔ کسی ڈمی ٹی آر بھاٹیا کو پیش کر کے نیلماں کو دھوکا دے رہے ہیں۔"

"میں ثابت کروں گا کہ ٹی آر بھاٹیا ڈمی نہیں اصلی ہے۔ نیلماں! تم ذرا سی دیر کے لیے میرے دماغ میں آؤ۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ثانی کو بتایا کہ اسے تھوڑی دیر بعد کیا کہنا اور کیا کرنا چاہیے پھر میں نے کہا "الپا! میں نے ثبوت پیش کرنے کے لیے نیلماں کو اس کے پوتے کے دماغ میں پہنچا دیا ہے۔ بھاٹیا میرے حکم کے مطابق دادی ماں سے دس منٹ تک گفتگو کرے گا پھر سانس روک کر اپنی دادی کو رخصت کر دے گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ الپا کے دماغ میں پہنچا۔ وہ نیلماں کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی لیکن میری سوچ کی لہروں کی وجہ سے اس نے سانس روک کر خیال خوانی کی پرواز نہ کر سکی۔ اسی طرح میں مہاراج اور گرودیو کے دماغوں میں گیا۔ وہ بھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتے تھے کہ نیلماں واقعی اپنے پوتے کے دماغ میں پہنچ کر باتیں کر رہی ہے یا نہیں؟

لیکن میری سوچ کی لہروں کے باعث انہوں نے بھی سانس روک لی۔ وہ بھی نیلماں کے پاس نہ جا سکے۔ میں جلدی جلدی الپا' مہاراج اور گرودیو کے دماغوں میں باری باری پہنچ کر انہیں خیال خوانی کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ دوسری تیسری بار جانے سے تینوں نے پوچھا کہ میں کیا ہوں؟ لیکن میں نے جواب نہیں دیا۔

دس منٹ گزرنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ نیلماں (ثانی) کی آواز سنائی دی۔ وہ خوش ہو کر کہہ رہی تھی "مسٹر فرہاد میں آپ کا احسان نہیں بھولوں گی۔ میں نے اپنے پوتے سے بات کی ہے۔ اس کے چور خیالات بھی پڑھے ہیں۔ وہ بے شک میرا پوتا تلک رام بھاٹیا ہے۔ تم سچے ہو لیکن اس نے سانس روک کر مجھے اپنے دماغ سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ کیا اس نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا؟"

"ہاں۔ مجھے اپنی سچائی کا ثبوت پیش کرنا تھا۔ مختصر وقت میں تم اس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہو گئی ہو۔ اب بتاؤ' کیا امریکا اور اسرائیل کے لیے کام کرو گی یا مجھے خوش رکھو گی؟"

"میں اپنے پوتے کی سلامتی کے لیے تمہاری ہر بات مان کر تمہیں خوش رکھوں گی۔ امریکا اور اسرائیل کے لیے کبھی کام نہیں کروں گی۔"

میں نے دونوں ملکوں کے اکابرین سے کہا "دیکھو' میں نے کہا تھا' چند منٹوں میں تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے۔"

الپا نے کہا "آپ صرف ایک نیلماں کو چھین کر ہمیں کمزور نہیں بنا سکیں گے۔"

میں نے کہا "ذرا صبر کرو اور تماشا دیکھو۔"

پھر میں نے ثانی سے کہا "نیلماں! میرا وعدہ ہے کہ جب بھی تمہاری آتما ڈیڑھ سو سالہ بوڑھے جسم میں آئے گی' ٹی آر بھاٹیا کو تمہارے پاس پہنچا دوں گا لیکن میری ایک شرط ہے۔ میں مہاراج کے بیٹے مہیش کو تم سے لے کر بھاٹیا کے حوالے کروں گا اور جب تک ایسا نہ ہو' تم مہاراج کو اس کے بیٹے کی آواز بھی نہیں سناؤ گی۔"

مہاراج نے تڑپ کر کہا "یہ آ۔۔۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے کہا "اور میرا حکم ہے کہ روز ایک بار مہیش کو ذہنی اذیت پہنچایا کرو گی۔"

مہاراج اور گرودیو چیخنے اور گڑگڑانے لگے۔ کہنے لگے۔ "فرہاد صاحب! ایسا ظلم نہ کریں۔ ہم آپ کے بڑے سے بڑے مطالبات منظور کریں گے۔ پلیز آپ مہیش کو نقصان پہنچانے والا کوئی حکم نیلماں کو نہ دیں۔"

"میرے بہت زیادہ مطالبات نہیں ہیں۔ فی الحال ان دو ملکوں کی دوستی پر تھوک کر چلے جاؤ۔ اگر کبھی پتا چلا کہ میری لاعلمی میں تم الپا اور ان دونوں ملکوں سے درپردہ دوستی رکھتے ہو تو تمہارا بیٹا تمہیں زندہ نہیں ملے گا۔"

دونوں بھائی بڑی بڑی قسمیں کھا کر یقین دلانے لگے کہ وہ میری مرضی اور مزاج کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔ میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ اب جاؤ۔ آئندہ یہاں تمہاری آواز بھی سنائی نہ دے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی' پھر میں نے کہا "افسوس' تھوڑی دیر پہلے اس امریکی اور اسرائیلی محفل میں کتنی رونق تھی۔ نیلماں' مہاراج اور گرودیو جا چکے ہیں۔ صرف ایک الپا رہ گئی ہے۔ بڑی بڑی سیاسی چالیں چلنے والو! چند منٹ کے بعد الپا بھی نہیں رہے گی۔ تم لوگوں نے دیکھا ہے کہ میں جو کہتا ہوں' اس پر عمل ضرور کرتا ہوں۔ جب میں نے کہہ دیا ہے کہ الپا یہاں نہیں رہے گی تو پھر نہیں رہے گی۔ چند منٹ۔ صرف چند منٹ۔ بولو الپا! جاتی ہو یا میں بھگاؤں؟"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "الپا! تم اس کی دھونس میں نہ آؤ۔ تمہاری کوئی کمزوری اس کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ تمہیں ہم سے الگ ہونے پر مجبور نہیں کر سکے گا۔"

میں نے کہا "چلو پھر تماشا دیکھو۔ الپا! ہم یہ نہیں جانتے کہ جناب تیمرزی تمہاری حمایت کیوں کرتے ہیں۔ انہوں نے ہم سے کہا ہے کہ کبھی تم غلطی کرو تو ہم تمہیں سزا دیں لیکن تمہیں جسمانی اور دماغی طور پر نقصان نہ پہنچائیں۔ اگر وہ ایسی ہدایت نہ دیتے تو میں ابھی تمہیں ٹیلی پیتھی سے محروم کر دیتا۔"

الپا اب سہم گئی تھی۔ وہ برسوں سے دیکھتی آرہی تھی اور آج بھی دیکھ چکی تھی کہ میں نے جو دھمکیاں دی تھیں' ان پر کامیابی سے عمل بھی کیا تھا۔ اس آخری دھمکی کا تعلق اس سے تھا اور وہ سمجھ رہی تھی کہ کچھ ہونے والا ہے۔

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "الپا! تم خاموش کیوں ہو؟ اگر تمہاری کوئی کمزوری اس کے ہاتھ میں ہے تو ہمیں بتاؤ۔"

وہ بولی "نہیں۔ میری کوئی کمزوری کسی کے ہاتھوں میں نہیں ہے۔ میں بالکل محفوظ ہوں۔"

میں نے کہا "الپا! ابھی ان لمحات میں تم جہاں ہو' اس مکان کے سامنے ایک پان سگریٹ کی دکان ہے۔ اس دکان کے سائن بورڈ پر ہندی زبان لکھی ہوئی ہے۔ اس محلے کا نام بھوپندرا باجوہ نگر ہے اور جس گلی میں تمہارا مکان ہے' اسے چمپت لال گلی کہتے ہیں۔"

الپا میری باتیں سنتی جا رہی تھی اور اس کے ہوش اڑتے جا رہے تھے۔ میں نے کہا "میں اپنے بزرگ کی ہدایت کے مطابق تم سے ٹیلی پیتھی کا علم چھیننا نہیں چاہتا لیکن میرا ایک ماتحت ایٹمی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرنے کے لیے چل پڑا ہے۔ اگر تم ٹیلی پیتھی کی سلامتی چاہتی ہو تو بھاگو۔ وہاں سے بھاگو۔ وہ پندرہ منٹ کے اندر پہنچنے والا ہے۔ بھاگو۔ اب تمہارے مقدر میں بھاگنا ہی بھاگنا ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے الپا کو مخاطب کیا۔ فوج کے افسران نے بھی اسے آوازیں دیں مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ جواب دینے والی جہاں تھی' وہ مکان چھوڑ کر بھاگ رہی تھی۔ ان لمحات میں اسے جان سے زیادہ ٹیلی پیتھی کی سلامتی عزیز تھی۔

ان دونوں ممالک کا ساتھ دینے والی قسمت ایک بازاری عورت کی طرح ان کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔

سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے

مغرور — چھٹے حصے پر مکمل

طالوت — چھٹے حصے پر مکمل

صدیوں کا بیٹا

کتابی شکل میں تیار ہیں

قیمت فی کتاب ۵۰ روپے ۲۰ روپے کی کتابیں منگوانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز ◻ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی نمبر ۱

طیارہ اپنی مخصوص رفتار سے، مخصوص بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ مسافر سو رہے تھے اور کچھ جاگ رہے تھے۔ ان جاگنے والوں میں نیلماں اور پورس بھی تھے۔

پورس نے ہوٹل سے نکلنے کے بعد خاموشی اختیار کرلی تھی۔ تب سے اب تک نیلماں سے بھی کچھ نہیں بول رہا تھا۔ بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا، کیا اس زہریلی ناگن سے پیچھا چھڑا لے؟

پیچھا چھڑانا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ وہ اپنا بچاؤ کرتے ہوئے اسے آسانی سے ہلاک کرسکتا تھا یا وہ گہری نیند میں ہوتی تو اسے چھوڑ کر سیکڑوں ہزاروں کلو میٹر دور کہیں جاسکتا تھا لیکن دل نہیں مانتا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات انکی ہوئی تھی کہ یہ حسینہ پُراسرار ہے۔ اس اسرار تک اسے پہنچنا چاہیے۔ کہیں بھی پہنچنے کے لیے راستے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسے یقین تھا کہ آج نہیں تو کل اس کی پُراسرار زندگی کو سمجھنے کا کوئی راستہ ضرور ملے گا۔

وہ اس بات کا منتظر تھا کہ نیلماں کی زبان سے کوئی ایسی بات نکلے یا اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو، جس سے اس کی گمشدہ زندگی کا سراغ مل سکے اور یہ کہا نہیں جاسکتا تھا کہ کب اس کا اصلی چہرہ اور اصلی زندگی سامنے آئے گی۔ جب تک اصلیت سامنے نہیں آئے گی، تب تک وہ مصیبت بنی رہے گی۔

نیلماں اس کے ساتھ ہوٹل سے نکلنے کے بعد بار بار اسے دیکھتی رہی اور احساسِ جرم سے سر جھکاتی رہی۔ پورس نے ائرپورٹ پہنچ کر اس کے ساتھ برگر کھایا اور کولڈ ڈرنک کی ڈسپوزایبل بوتل پی پھر بوتلوں کو ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔ وہ بولی "تم کب سے خاموش ہو۔ کچھ تو بولو۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ خاموش رہا۔ طیارے میں آکر بیٹھنے کے بعد نیلماں نے کہا "میں جانتی ہوں۔ مجھ سے ناراض ہو مگر کب تک ناراض رہو گے؟"

وہ بولا "میرے جسم کے کسی حصے پر دانت گاڑ دو۔ میں ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاؤں گا۔ میری ناراضگی کی شکایت بھی نہیں رہے گی۔"

"فار گاڈ سیک۔ ایسی باتیں نہ کرو۔ تمہیں نقصان پہنچانے سے پہلے میں مرجانا پسند کروں گی۔"

"کیا تم مجھے نقصان نہیں پہنچا رہی ہو؟ اگر ہوٹل میں تمہارا بھید کھل جاتا تو تمہارے ساتھ میں بھی قانون کی گرفت میں آجاتا۔ اس بار بچ گیا، کیا بار بار بچ جاؤں گا؟"

"پورس! میں بہت شرمندہ ہوں۔ وعدہ کرتی ہوں آئندہ قانون کی گرفت میں آنے والی اور تمہیں مصیبت میں ڈالنے والی حرکت نہیں کروں گی۔"

"میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ یہ سمجھتا ہوں کہ تم اپنی زہریلی فطرت سے مجبور ہو۔ تم میری خاطر خود کو کنٹرول کرو گی لیکن حسین اور جوان ہو۔ کوئی تمہیں چھیڑے گا تو تم فطری تقاضے کو پورا کرنے کے لیے اسے ڈس لو گی۔"

"کوئی مجھے چھیڑے گا اور میرے اندر ڈسنے کی خواہش بھڑکے گی تو میں تمہیں بتا دوں گی۔ تم مجھے بھڑکنے اور بہکنے سے باز رکھ سکو گے۔"

پورس نے اسے دیکھا پھر سر جھکا کر آگے پیچھے کی سیٹوں کی طرف دیکھا۔ مسافر سو رہے تھے۔ کچھ جاگنے والے ان سے دور تھے۔ وہ نیلماں کی طرف جھک کر سرگوشی میں بولا "میں تمہیں بھڑکنے اور بہکنے سے نہیں روکوں گا۔ تمہیں فطری تقاضے کو پورا کرنے کا موقع دوں گا۔"

اس نے حیرانی اور بے یقینی سے پورس کو دیکھا پھر پوچھا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا میری خواہش پوری کرنے کے لیے خود کو مصیبت میں ڈالو گے؟"

"نہیں۔ تم مجھے اپنا رازدار بناؤ گی اور پہلے سے بتاؤ گی کہ کس عیاش اور ہوس پرست کو ڈسنا چاہتی ہو تو میں تمہارے لیے اس طرح راستے ہموار کروں گا کہ تم پر کوئی شبہ نہیں کرے گا اور ہم کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آئیں گے۔"

وہ اس کے بازو کو تھام کر بولی "اوہ پورس! تم کتنے اچھے ہو؟ تم سچ کہہ رہے ہو نا؟"

"میں بہت سوچ سمجھ کر ایسا کہہ رہا ہوں۔ سانپ کبھی ڈسنا نہیں چھوڑتا اور فطری تقاضوں کو زنجیریں نہیں پہنائی جاسکتیں۔ دانش مندی یہی ہے کہ بڑی منصوبہ بندی سے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے تمہارے فطری تقاضوں کو پورا کیا جائے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "آئی لو یو پورس! تم یقین کرو۔ میں دل و جان سے تمہیں چاہتی ہوں۔ کبھی آزما لینا، تمہارے لیے جان دے دوں گی۔ اگر کوئی ڈاکٹر کہہ دے کہ میرا تمام زہر اور تمام خون نچوڑنے کے بعد میں تمہاری آغوش میں رہنے کے قابل ہو جاؤں گی تو میں اپنے جسم سے خون کا ایک ایک قطرہ باہر نکلوانے کے لیے تیار ہو جاؤں گی۔"

پورس نے کہا "جسم میں ایک قطرہ خون بھی نہیں رہے گا تو تم زندہ کیسے رہو گی؟"

"یہ میں نہیں جانتی۔ بس کوئی ڈاکٹر کہہ دے کہ میں صرف ایک بار تمہاری آغوش میں آکر تمہیں چوم سکتی ہوں تو

میں زہریلے خون سے خالی ہو کر تمہارے دل کی دھڑکنوں سے لگ جاؤں گی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں، تم دیوانگی کی بھی حد سے گزر کر مجھے چاہتی ہو۔ ذرا صبر کرو۔ حالات سازگار ہوتے ہی میں کسی تجربے کار ڈاکٹر سے تمہارا علاج کراؤں گا۔ مجھے امید ہے کہ تمہارا زہریلا پن ختم ہو جائے گا۔"

وہ مسرتوں سے نہال ہو کر بے اختیار بولی "میں بھگوان سے پرارتھنا کروں گی تو میں تمہیں بتا دوں گی۔ تم مجھے بھڑکنے اور بہکنے سے باز رکھ سکو گے۔"

پورس نے چونک کر اسے دیکھا پھر کہا "تم مسلمان ہو۔ تمہارا نام ناصرہ ہے مگر تم بھگوان سے پرارتھنا کرنے والی بات کر رہی ہو۔"

"آں؟" وہ بھی سوچ میں پڑ گئی۔ حیرانی سے بولی "ہاں ابھی میں نے ایسا کہا ہے۔ کیا میں تمہاری طرح ہندو ہوں؟"

"تم نے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ ٹرین میں سفر کرنے کے دوران میں ایک ٹرانسسٹر ریڈیو سے عربی زبان میں ایک ڈراما نشر ہو رہا تھا۔ اس ڈرامے کا ایک کردار مکالمے ادا کرتے ہوئے کسی کو ناصرہ کہہ رہا تھا اور تم خود کو ناصرہ سمجھ کر عربی زبان میں اسے جواب دے رہی تھیں۔"

"ہاں۔ اس وقت مجھے ایسا ہی لگا تھا کہ میرا نام ناصرہ ہے اور وہ ریڈیو سے مجھے مخاطب کر رہا ہے۔"

"تب سے میں بھی تمہیں عربی جاننے والی ناصرہ سمجھتا آرہا ہوں مگر ابھی تم نے بے اختیار بھگوان کو یاد کیا ہے۔"

"یہ تو بڑی الجھانے والی بات ہے۔ میں کیا سمجھوں کہ میں کون ہوں؟"

"تمہیں سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ ذہن پر زور ڈالو۔ سوچو کہ تم کون ہو؟ شاید تمہیں کچھ یاد آجائے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگی۔ اسے کچھ یاد نہیں آرہا تھا۔ اس نے بے اختیار بھگوان سے پرارتھنا کرنے والی بات کی تھی پھر بھگوان کو بھی بھول گئی تھی۔ پورس اس کے چہرے سے ظاہر ہونے والی پریشانی اور بے چینی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا "تمہیں پتا ہے کہ شریمد بھگوت گیتا دنیا کی قدیم روحانی کتابوں میں سے ایک ہے۔ ہندو یہی راہنمائی حاصل کرنے کے لیے گیتا پڑھتے ہیں اور کسی حد تک اس کتاب کی راہنما باتیں یاد رکھتے ہیں؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "میں ایسی کسی کتاب کے بارے میں نہیں جانتی ہوں یا شاید بھول گئی ہوں۔"

"ایسا کرو کہ اپنی آنکھیں بند کرلو۔ میں تمہارے کان میں گیتا کے اشلوک پڑھوں گا۔ تمہیں کچھ یاد آئے تو خود کو نہ روکنا، فوراً بولتی رہنا۔"

نیلماں نے آنکھیں بند کرلیں۔ پورس اس کے قریب جھک کر کان میں کہنے لگا "یہ ادھیائے چھ کا اشلوک پانچ ہے۔

مناسب نہیں خود کو انساں گرائے
وہ خود کو ابھارے، وہ خود کو اٹھائے
کہ انساں خود اپنا ہی غم خوار ہے
وہ اپنا ہی بدخواہ و غدار ہے۔"

نیلماں کی آنکھیں بند تھیں۔ بند آنکھوں کی تاریکی میں پورس کی آواز اس کے اندر گونج رہی تھی۔ وہ جو کہہ رہا تھا، ویسی ہی کچھ باتیں اس کے ذہن میں تحریک پیدا کر رہی تھیں۔ وہ بے اختیار بولنے لگی۔

"عمل سے بزرگوں نے پایا کمال
جنک جیسے انساں ہوئے باکمال
اسی طرح نیکی کیے جاؤ تم
جہاں کو بھلائی دیے جاؤ تم
مناسب نہیں خود کو انساں گرائے
وہ خود کو ابھارے اور۔۔۔ اور۔۔۔"

وہ یاد کرنے لگی پھر پریشان ہو کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے طیارے کا اندرونی منظر دکھائی دیا۔ یاد آیا کہ وہ پورس کے ساتھ سفر کر رہی ہے اور ابھی خود کو بھول کر کہیں گم ہو گئی تھی۔

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ پورس اس پر جھکا ہوا مسکرا رہا تھا۔ وہ بولی "مجھے کیا ہوا تھا؟ میں تھوڑی دیر کے لیے گم ہو گئی تھی۔"

"تم اپنی بھولی ہوئی زندگی کی طرف جاتے جاتے واپس آگئی ہو۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم میرے ہی دھرم سے تعلق رکھتی ہو۔ تم نے بے خودی کے عالم میں گیتا کے اشلوک پڑھے ہیں۔ آئندہ میری یہی کوشش ہو گی کہ نفسیاتی طریقۂ کار کے مطابق اپنے دھرم کی باتیں یاد دلاتا رہوں۔ مجھے تمہاری پچھلی زندگی کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا راستہ مل گیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تو کوشش کرو۔ میں آنکھیں بند کرتی ہوں۔ مجھے پھر کچھ یاد دلاؤ۔"

"نہیں۔ اتنی جلدی جلدی تمہارے ذہن پر زور ڈالوں گا تو اس کا منفی ردِعمل بھی ہو سکتا ہے۔ کچھ زیادہ وقت لگے، کوئی بات نہیں۔ میں نفسیاتی ٹریٹمنٹ کے ذریعے تمہاری یادداشت واپس لاؤں گا۔"

"تم میرے زہریلے پن کے باوجود مجھے اپنے ساتھ رکھتے ہو۔ مجھ پر توجہ دے کر میری یادداشت واپس لانا چاہتے ہو۔ میرے اندر سے سارا زہر نکال کر مجھے ایک نارمل عورت بنانا چاہتے ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مجھے دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہو۔"

"تم منہ قریب لا کر بولتی ہو تو ہلکی سی بُو محسوس ہوتی ہے۔ یہ زہر کی وجہ سے ہے۔ میں نے تاکید کی تھی کہ صبح، دوپہر اور رات کو برش کیا کرو۔ یہ رات گزرنے والی ہے اور تم نے برش نہیں کیا ہے۔"

"تم مجھ سے ناراض تھے اس لیے مجھے یاد نہیں رہا۔ میں ابھی واش روم میں جا کر برش کروں گی۔"

اس نے سیٹ کے نیچے سے اپنی کٹی کھینچ کر نکالی پھر اسے کھول کر ٹوتھ پیسٹ نکالا اور ٹوتھ برش تلاش کرنے لگی۔

پورس نے پوچھا "کیا ہوا؟ برش نہیں ہے؟"

"ہے مگر مل نہیں رہا ہے۔"

پورس اس کی اپنی اپنی طرف کھینچ کر اس میں سے ایک ایک چیز نکال کر دیکھنے لگا پھر بولا "وہ تو نہیں ہے۔ کیا تم ہوٹل میں بھول آئی ہو؟"

"مجھے یاد نہیں آ رہا ہے۔ شاید وہیں بھول آئی ہوں۔"

"شاید کیا، یقیناً یہی غلطی کی ہے۔ تم نے ہوٹل میں کب برش کیا تھا؟"

"دوپہر کو لیکن تم پریشان کیوں ہو رہے ہو؟"

"ذرا عقل سے سوچو۔ وہ برش پولیس والوں کے ہاتھ لگے گا اور پھر وہ اس کا لیبارٹری ٹیسٹ کرائیں گے تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ برش زہریلا ہے۔ اسے استعمال کرنے والا زہریلا ہے۔"

"کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

"تم نہیں جانتی ہو۔ ہوٹل کے ملازم مسافروں کی چھوڑی ہوئی چیزیں اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ اگر کسی ملازم نے ایسا کیا ہوگا پھر اسے استعمال کیا ہوگا تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ کیا اس کی موت نہیں ہوگی؟ کیا یہ بات پولیس والوں تک نہیں پہنچے گی؟"

"تم بہت دور تک سوچتے ہو۔ ایسا نہیں ہوگا۔"

پورس نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ گہری سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ ہوٹل میں رہ جانے والا برش مصیبتیں لا سکتا ہے۔ اگرچہ وہ اس ملک سے دور نکل آئے ہیں لیکن جہاں پہنچنے والے ہیں، وہاں کی پولیس کو بتایا جا سکتا ہے کہ ایک زہریلی یا زہریلا مسافر اس طیارے میں ہے اور وہ دونوں ممبئی جانے والے مسافر ہیں۔

نیلماں اسے توجہ سے دیکھ رہی تھی پھر بولی "تم پھر ناراض ہو گئے ہو۔ میں نے جان بوجھ کر اسے ہوٹل میں نہیں چھوڑا ہے۔"

"میں ناراض نہیں ہوں۔ بھول سب ہی سے ہوتی ہے لیکن میں پیش آنے والے خطرے کو بھانپ رہا ہوں۔"

"کیسا خطرہ؟"

"پلیز مجھے سوچنے دو۔ تھوڑی دیر میں صبح ہونے والی ہے۔ تم سونے کی کوشش کرو۔"

ایک ائر ہوسٹس قریب سے گزر رہی تھی۔ پورس نے اس سے کہا "ایکسکیوزمی! کیا مجھے ایک کپ کافی مل سکتی ہے؟"

نیلماں نے کہا "ایک نہیں دو کپ۔"

ائر ہوسٹس سوچنے کے انداز میں پورس کو تکنے لگی۔ اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ پورس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ چونک کر بولی "کک... کچھ نہیں۔ آپ کون سا مشروب لیں گے؟"

"ہم نے مشروب کے لیے نہیں، دو کپ کافی کے لیے کہا ہے۔"

"اوکے۔ میں ابھی لاتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ پورس کے دماغ نے کہا "کوئی گڑبڑ ہے۔ یہ پریشان اور غائب دماغ تھی۔ کیا اس کے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ وہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔"

اس وقت پورس کو ٹیلی پیتھی سے محروم ہونے کا افسوس ہوا۔ اگر یہ علم رہتا تو وہ ائر ہوسٹس کے دماغ میں گھس کر اس کی پریشانی اور غائب دماغی کی وجہ معلوم کر لیتا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر نیلماں سے بولا "میں ابھی آتا ہوں۔"

اس سے پہلے کہ نیلماں کوئی سوال کرتی، وہ تیزی سے چلتا ہوا ائر ہوسٹس کے کیبن اور کچن کی طرف جانے لگا۔ سوچنے لگا۔ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ائر ہوسٹس کے اندر ہوتا تو وہ نیلماں اور اس کی آواز سن کر ان کے دماغوں میں آنے کی کوشش کرتا یا پھر وہ بہت چالاک ہوگا۔ ائر ہوسٹس اور دوسروں کے دماغوں میں جگہ بناتے ہوئے ان کی نگرانی کر رہا ہوگا۔

وہ ائر ہوسٹس کے پاس آ کر بولا "ہیلو۔ تم بہت زیادہ پریشان ہو؟"

وہ بولی "نن... نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

پورس نے کہا "کوئی بات ضرور ہے۔ مجھ سے نہ چھپاؤ۔ میں جبراً اغوا والوں گا یا ابھی چیخ چیخ کر مسافروں سے کہوں گا کہ جہاز میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے اور یہ بات مسافروں سے چھپائی جا رہی ہے۔"

وہ جلدی سے بولی "پلیز ایسا نہ کریں۔ کمزور دل کے مسافروں کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔"

"تو پھر اپنی پریشانی کی وجہ بتاؤ۔"

"میں بتا رہی ہوں۔ پہلے آپ وعدہ کریں کہ یہ بات کسی کو نہیں بتائیں گے۔"

"میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی "ہمارے طیارے کو ہائی جیک کیا جا رہا ہے۔"

"کیا واقعی؟ اس طیارے کو کون اغوا کر رہا ہے؟"

"پتا نہیں۔ وہ چار ہیں۔ پائلٹ کیبن میں ہیں۔ مجھے یہاں بھیج دیا ہے تاکہ میں مسافروں کی خدمت کرتی رہوں۔"

"یہ بات مسافروں سے کب تک چھپائی جائے گی؟"

"جب اس طیارے کو کہیں اتارا جائے گا تو سب کو بتایا جائے گا۔"

"وہ ہائی جیک کرنے والے اسے کہاں لے جا رہے ہیں؟"

"انہوں نے آپ سے پوچھا ہے کہ اسے کہاں اتارا جائے؟"

پورس نے شدید حیرانی سے پوچھا "کیا؟ انہوں نے مجھ سے پوچھا ہے؟ میں تو انہیں نہیں جانتا۔ میں ابھی پائلٹ کیبن میں جا کر پوچھتا ہوں۔"

"وہ دروازہ نہیں کھولیں گے۔ آپ کو اندر نہیں آنے دیں گے۔"

"یہ کیسی بات ہے کہ وہ طیارہ اتارنے کی جگہ مجھ سے پوچھ رہے ہیں اور مجھ سے ملنا نہیں چاہتے ہیں۔ میں پائلٹ کیبن میں جا کر ان سے ضرور ملوں گا۔"

وہ پلٹ کر جانا چاہتا تھا پھر ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

ٹائی نے کہا "مجھے آسانی سے پہچان سکتے ہو۔ میں اس دنیا میں واپس آ گئی ہوں۔"

وہ بولا "میں سمجھ گیا۔ تم نیلماں ہو۔"

"میں خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن تم پائلٹ کیبن میں جاتے تو معلوم ہو جاتا کہ وہاں کوئی اغوا کرنے والا گروہ نہیں ہے۔ یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہا ہے۔"

"تم اس طیارے کو اغوا کیوں کر رہی ہو؟"

"تمہیں زندہ رکھنے کے لیے۔ تم اس طیارے سے استنبول، جدہ اور ممبئی جہاں بھی جاؤ گے اس زہریلی حسینہ کے ساتھ گرفتار کر لیے جاؤ گے۔ تم نے ٹیلی پیتھی کا علم مٹانے والی دوا سب سے پہلے بنائی۔ اس علم سے محروم ہونے والوں کو معلوم ہوگا کہ پورس گرفتار ہوا ہے تو وہ سب کے سب مختلف ذرائع سے تمہیں قتل کرنے کی کوششیں کریں گے۔ حراست میں رہ کر تمہاری ذہانت اور چالاکیاں کام نہیں آئیں گی۔ وہ تمہیں ضرور قتل کریں گے۔"

"تم مجھ پر مہربان کیوں ہو؟"

"تم میرے بدترین دشمن ہو۔ ٹیلی پیتھی سے محروم ہو چکے ہو۔ اب میں چوہے بلی کا کھیل کھیلوں گی اور تمہیں دوڑا دوڑا کر ماروں گی۔"

"تم مجھے اچھی طرح سمجھتی ہو۔ میں رحم کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ تمہاری اتنی ہی مہربانی کافی ہے کہ جہاں میری گرفتاری کے انتظامات کیے گئے ہیں، وہاں تم اس طیارے کو جانے نہیں دو گی۔ ویسے یہ بتاؤ کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں اس طیارے میں سفر کر رہا ہوں؟"

"ابھی زیادہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ میں اسرائیلی حکام سے رابطہ کر رہی ہوں کہ وہ تل ابیب کے ائر پورٹ پر اس طیارے کو اترنے دیں۔ انکار کی صورت میں جبراً طیارے کو اتارا جائے گا۔ ایسے میں طیارہ کریش ہو سکتا ہے۔ تمام مسافر ہلاک ہو سکتے ہیں۔ میں تم سے بعد میں رابطہ کروں گی۔"

پورس کا دماغ پرائی سوچ کی لہروں سے خالی ہو گیا۔ اس کا مطلب تھا، وہ جا چکی ہے۔ پورس نیلماں کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اسے بتانے لگا کہ ایک ٹیلی پیتھی اور کالا جادو جاننے والی نیلماں ان دونوں کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ وہ اس کی باتیں سن رہی تھی اور یہ نہیں جانتی تھی کہ نیلماں ہو کر نیلماں کی باتیں سن رہی ہے اور پورس بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ نیلماں کو نیلماں کی باتیں سنا رہا ہے۔

جب پورس نیلماں کے ساتھ اٹلی کے ایک شہر میں تھا

اور مہاراج نے اس کے اندر آکر اس سے گفتگو کی تھی' اس وقت ثانی بھی پورس کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے یہ معلوم کیا تھا کہ پورس کے ساتھ ایک زہریلی حسینہ ہے اور وہ دونوں ایک ہوٹل میں قیام کررہے ہیں۔

اس کے بعد مہاراج اور الپا کو پورس سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ مہاراج اپنے بیٹے کے معاملے میں پریشان تھا اور الپا کو میں یہ کہہ کر دوڑا رہا تھا کہ میرا ایک ماتحت اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرنے آرہا ہے۔

میں نے ثانی سے کہا کہ وہ ہوٹل کے منیجر وغیرہ کے دماغ میں جاکر معلوم کرے کہ پورس کی مصروفیات کیا ہیں۔ میں پورس کے معاملے میں اس لیے دلچسپی لے رہا تھا کہ اس کے ساتھ زہریلی عورت ایک معما بنی ہوئی تھی۔ یہ معلوم کرنا لازمی تھا کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور پورس نے اس زہریلی ناگن کو کیا سوچ کر اپنے ساتھ رکھا ہے؟

ثانی نے ہوٹل کے منیجر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا کہ پورس اس حسینہ کے ساتھ ہوٹل سے چلا گیا ہے۔ ہوٹل چھوڑنے سے پہلے اس کے سامنے والے کمرے کا ایک شخص زہر کے ذریعے ہلاک ہوگیا تھا پھر پتا چلا کہ وہ حسینہ اپنا ایک ٹوتھ برش چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ اس برش کے ذریعے ایک سیاہی ہلاک ہوگیا۔ بعد میں لیبارٹری کی رپورٹ سے پتا چلا کہ ٹوتھ برش زہریلا ہے۔

پولیس فورس نے پورس اور اس کی ساتھی کو تلاش کیا۔ ائرپورٹ پر پتا چلا کہ وہ دونوں ایک طیارے میں سفر کررہے ہیں اور وہ ہندوستان کے ایک شہر ممبئی جارہے ہیں۔ انہوں نے ممبئی ائرپورٹ کے متعلقہ افسران سے رابطہ کرکے اطلاع دی کہ ایک زہریلی دوشیزہ وہاں پہنچ رہی ہے۔ یہاں دو آدمیوں کو اپنے زہر سے ہلاک کرچکی ہے۔ اسے گرفتار کرلیا جائے۔

ثانی نے ایک متعلقہ افسر کے دماغ میں جاکر اسے طیارے کے پائلٹ سے رابطہ کرنے پر مجبور کیا۔ اس طرح وہ پائلٹ اور ائرہوسٹس وغیرہ کے دماغوں میں پہنچ گئی۔ پائلٹ کو دھمکی دی کہ وہ اس کے احکامات کی تعمیل نہیں کرے گا تو وہ اسے ذہنی اذیتیں دے گی پھر وہ طیارے کو اپنے قابو میں نہیں رکھ سکے گا۔ حادثہ لازمی ہوگا۔

پھر اس نے اسرائیلی حکام سے رابطہ کیا۔ انہیں بھی دھمکی دی کہ وہاں طیارے کو اترنے کی اجازت نہیں دی گئی تو اس طیارے کے ساتھ ائرپورٹ کی عمارت بھی تباہ ہوجائے گی۔ اس نے رن وے کلیئر رکھنے کے لیے صرف ایک گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ اسرائیلی اکابرین اور فوجی افسران پریشان ہوگئے تھے۔ طیارے کو تل ابیب آنے سے روکنے کے لیے ٹھوس حفاظتی کارروائی کی ضرورت تھی۔ طیارہ مسافر بردار نہ ہوتا تو اسرائیل کی سرحد میں داخل ہوتے ہی اسے تباہ کردیا جاتا۔ بین الاقوامی قوانین کے مطابق کسی بھی ملک کے کسی بھی طیارے کے مسافروں کو تحفظ دینا ان کا فرض تھا۔

ایک گھنٹے کی مہلت کم تھی۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ طیارے کو اترنے کی اجازت دی جائے لیکن مسافروں کو طیارے سے اترنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس دوران میں وہ اکابرین بار بار برین آدم سے کہتے رہے کہ وہ جلد سے جلد الپا کو کنٹرول سے بھی بلائے تاکہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اغوا کرنے والی اجنبی عورت سے نمٹ سکے لیکن الپا سے رابطہ نہیں ہورہا تھا۔ وہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے بچنے کے لیے بھاگتی پھر رہی تھی۔

ایک گھنٹے کے بعد وہ طیارہ رن وے پر اتر گیا۔ فوج رن وے کے اس حصے کے چاروں طرف مستعد کھڑی ہوئی تھی۔ ثانی نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر آکر پوچھا "تم نے اتنی فوج کیوں جمع کی ہے؟"

"ہم احتیاطی تدبیر پر عمل کررہے ہیں۔"

"آدھے گھنٹے کے بعد اس طیارے کے اندر ایک زبردست دھماکا ہوگا۔ تمام مسافروں کے ساتھ اس جہاز کے بھی پرخچے اڑیں گے اور یہاں کھڑے ہوئے تمام فوجی بھی بے موت مارے جائیں گے۔ یہ طیارہ عمارت کے قریب ہے اس لیے دھماکے سے عمارت کو بھی نقصان پہنچے گا۔"

اعلیٰ افسر نے پریشان ہوکر پوچھا "تم چاہتی کیا ہو؟"

"آدھے گھنٹے کے اندر مسافروں کو طیارے سے اتار کر عمارت میں پہنچادو پھر کوئی دھماکا نہیں ہوگا۔"

اعلیٰ افسر نے طیارے سے سیڑھیاں لگانے اور مسافروں کو بحفاظت اتار کر وہاں سے لے جانے کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ مسافر عورتیں' بچے اور مرد سب ہی گھبرائے ہوئے تھے۔ کئی عورتیں رو رہی تھیں۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ہونے والا ہے؟

طیارے کے دروازے کھول دیے گئے تھے۔ مسافروں کو وہاں سے ائرپورٹ کی عمارت میں جانے کے لیے کہا جارہا تھا۔ طیارے کے رن وے پر اترنے سے پہلے ان سب سے کہہ دیا گیا تھا کہ اس طیارے کو ہائی جیک کیا گیا ہے۔ لہٰذا انہیں جو کہا جائے اس پر فوراً عمل کرتے رہیں اور وہ عمل

کررہے تھے۔ طیارے سے اتر کر تیزی سے چلتے ہوئے عمارت کی طرف جارہے تھے۔ ان میں نیلماں اور پورس بھی تھے۔

ثانی نے پورس کے دماغ میں آکر کہا "عمارت میں پہنچتے ہی کسی طرح نکل بھاگو۔ شہر میں جاکر کہیں گم ہوجاؤ۔ میں تمہیں زندہ رکھنے کے لیے یہ سب کچھ کررہی ہوں۔ جب میں تمہیں کتے کی موت ماروں گی تو میری یہ مہربانیاں بہت یاد آئیں گی۔"

پورس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سانس روک کر اس کی سوچ کی لہروں کو دماغ سے نکال دیا پھر نیلماں سے کہا "عمارت کے اندر پہنچتے ہی ہماری کوشش ہوگی کہ ہم قانون کے محافظوں کو دھوکا دے کر شہر میں جائیں۔ میں ایک ایسی جگہ جانتا ہوں' جہاں ہم چھپ کر رہ سکیں گے۔"

تمام مسافر تیزی سے چلتے ہوئے اور دوڑتے ہوئے عمارت کے اندر آرہے تھے۔ فوجی جوان انہیں عمارت کے ایک مخصوص حصے تک محدود رکھتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ وہ کسی دوسری جگہ نہ جائیں۔ جو فوجی جوان اونچی آوازوں میں انہیں سمجھا رہے تھے' ثانی ان کے دماغوں میں باری باری پہنچ کر انہیں فائر کرنے پر مجبور کرنے لگی۔ انہوں نے اس کی مرضی کے مطابق اس طرح فائرنگ شروع کردی کہ کسی کو جانی نقصان نہ پہنچ سکے لیکن تمام مسافر دہشت زدہ ہوکر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ ان کے علاوہ دوسرے طیاروں میں جانے والے مسافر بھی ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ وہ بھی جان بچانے کے لیے دوڑتے ہوئے عمارت سے باہر جارہے تھے۔ نیلماں اور پورس بھی ان کے ساتھ دوڑتے ہوئے مین روڈ پر آئے پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جانے لگے۔

ائرپورٹ پر ایسی بھگدڑ جاری رہی کہ عورتیں' بچے گرتے پڑتے رہے۔ کتنے ہی زخمی ہوتے رہے۔ وہاں کی انتظامیہ سیکڑوں افراد کو کنٹرول نہ کرسکی۔ جسے جدھر کا راستہ ملتا رہا' وہ ادھر بھاگتا چلا گیا۔ نیلماں اور پورس کے علاوہ اس طیارے کے دیگر مسافر بھی امیگریشن کے قوانین کے خلاف ائرپورٹ کی عمارت سے نکل کر شہر میں داخل ہوگئے تھے۔ اس وقت قانون کے محافظ بے بس ہوگئے تھے۔

اسرائیلی حکام نے اٹلی کے حکام سے رابطہ کرکے اطلاع دی تھی کہ ان کا ایک طیارہ اغوا کرکے اسرائیل لایا جارہا ہے اور اسے اغوا کرنے والی ایک عورت ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اٹلی کے حکام نے درخواست کی تھی کہ مسافروں کی سلامتی کے لیے طیارے کو اترنے کی اجازت دے دی جائے۔ اجازت تو دینی ہی تھی لیکن اس کے نتیجے میں اسرائیلی انتظامیہ کو دہشت گردی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

ائرپورٹ پر فائرنگ کرنے والے تین فوجی جوانوں کو گرفتار کیا گیا۔ انہوں نے بیان دیا کہ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی مرضی کے خلاف بے اختیار فائر کرنے لگے تھے۔ ثانی نے ان کے بیان کی تصدیق کی۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے ذریعے کہا "یہ جوان درست کہہ رہے ہیں۔ میں نے انہیں فائرنگ پر مجبور کیا تھا۔ میں نیلماں ہوں۔ میں اپنے پوتے کو تلاش کرنے کے لیے اس کے دماغ میں گئی تو پتا چلا کہ وہ اس طیارے میں سفر کررہا ہے۔ میں نے اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ تنویمی عمل کے زیر اثر ہے۔ میں نے سوچا' شاید وہ عامل سے ملنے جارہا ہے۔ میں نے اسے روکنے کے لیے طیارے کو اسرائیل پہنچایا ہے۔ اب وہ اپنے عامل سے نہیں مل سکے گا۔"

اس سے پوچھا گیا "تمہارا پوتا کہاں ہے؟"

"وہ ائرپورٹ کی عمارت سے نکل کر تل ابیب شہر میں داخل ہوگیا ہے۔ میں جب بھی اس کے پاس جاتی ہوں' وہ سانس روک لیتا ہے۔"

"تم اپنے پوتے کی خاطر دو ملکوں کو پریشان کررہی ہو اور کتنے ہی مسافروں کو دہشت میں مبتلا کرچکی ہو۔"

"میں اپنے پوتے کی خاطر ساری دنیا میں آگ لگا سکتی ہوں۔ میں جارہی ہوں اور اسے شہر میں تلاش کرتی رہوں گی۔"

وہ اعلیٰ افسر کے دماغ سے چلی گئی۔ اسرائیلی اکابرین اس خیال سے پریشان ہوگئے کہ نیلماں کے پوتے نے آر بھاٹیا کی وجہ سے ان کے ملک میں ہنگامے ہوں گے لیکن ایک فائدے کی بھی توقع تھی کہ بھاٹیا کے پاس کئی بڑے ممالک کی خفیہ دستاویزات ہیں۔ اگر انٹیلی جنس والے کسی طرح اسے تلاش کرکے اپنے قابو میں کرلیں تو وہ دستاویزات ان کے قبضے میں آجائیں گی۔

آرمی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم نے تمام سراغ رسانوں کو تل ابیب شہر میں اور شہر کے باہر دور تک آر بھاٹیا کو تلاش کرنے پر مامور کردیا۔ وہ بھاٹیا کو چہرے سے نہیں پہچانتے تھے۔ یہ جانتے تھے کہ وہ تقریباً چالیس برس کا ایک صحت مند اور قد آور شخص ہوگا اور تنہا ہوگا۔

اسی وقت اٹلی کے انٹیلی جنس والوں نے اطلاع دی کہ اس طیارے میں ناصرہ اور جوزف (نیلماں اور پورس) سفر کررہے تھے۔ ان دونوں میں سے کوئی ایک زہریلا ہے اور

اس نے اپنے زہر سے ہوٹل میں دو آدمیوں کو ہلاک کیا ہے۔ ان کے پاسپورٹ وغیرہ دیکھ کر انہیں گرفتار کرلیا جائے ورنہ وہ اپنے زہر سے پورے شہر میں خوف و ہراس پیدا کردیں گے۔

یہ دہشت میں مبتلا کرنے والی نئی بات سامنے آئی تھی کہ قتل اہیب میں کوئی زہریلی یا زہریلا پہنچ گیا ہے۔ وہ کون ہیں؟ کس ملک سے یا کس خطرناک تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں؟ پہلے کبھی ان کا ذکر نہیں سنا تھا' وہ اچانک کہاں سے آگئے تھے؟ یہ بات پریشان کن تھی کہ لاکھوں کی آبادی والے شہر میں انہیں اور رنی آربھاٹیا کو کیسے تلاش کیا جائے؟

○☆○

اسلامی ممالک برے وقت میں ایک دوسرے کے کام آتے ہیں اور اپنی بقا کے لیے ایک دوسرے سے بھرپور تعاون کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں افغانستان کو اپنی بقا کے لیے ..... وسائل اور رقم کی ضرورت ہے۔ حکومتِ پاکستان کی اجازت سے کراچی کے ساحلوں پر اترنے والا سامان زمینی راستے سے افغانستان پہنچایا جاتا ہے۔ ایران کی اجازت سے بھی بندر عباس کے راستے سامان سے بھرے ہوئے بھاری بھرکم ٹریلروں.... اور چوڑے ٹائروں والے ٹرکوں کے قافلے قطاروں کی صورت میں سرحدی قصبے بولاک اور پھر قندھار جاتے رہتے ہیں۔

اس تعاون کے نتیجے میں پاکستان کے سرحدی علاقوں کے شہریوں کو نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ بعض واردات کرنے والے افغانی بلوچستان کے سرحدی شہر چمن میں داخل ہو کر پجیرو اور لینڈ کروزر جیسی قیمتی گاڑیاں چرا کر افغانستان لے جاتے ہیں۔

طالبان کے میدانِ عمل میں آنے سے پہلے کتنی ہی مسلح تنظیمیں تھیں' جو افغانستان پر اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے ایک دوسرے سے جنگ کرتی رہی تھیں۔ جدید ہتھیاروں اور میزائلوں کے ذریعے چھوٹے بڑے شہروں کو کھنڈر بناتی رہی تھیں۔ ہر تنظیم کا دعویٰ تھا کہ وہ افغانستان کی سلامتی اور بقا کے لیے جہاد کررہی ہے۔

پہلے میں پشاور کے راستے افغانستان جانا چاہتا تھا پھر ارادہ بدل کر بلوچستان کے شہر چمن میں آگیا۔ یہاں کا بازار اسمگلنگ کے سامان سے بھرا رہتا ہے۔ ٹیلی وژن' ریڈیو' وی سی آر' ڈش ریسیور' ٹیپ ریکارڈر' اسٹری اور کراکری جیسے پُرتعیش سامان کے علاوہ ریوالور' ٹی ٹی اور کلاشنکوف بھی خفیہ طور سے دلالوں کے ذریعے حاصل ہوجاتے ہیں۔

میں ایک صحافی کی حیثیت سے افغانستان میں ہونے والا تھا۔ میرے پاس ایسا شناختی کارڈ اور اہم تھے' جن سے میں ایک صحافی ثابت ہوتا تھا۔ میں پہنچا تھا۔ ایک رات وہاں گزار کر سرحد پار جانا بازاروں اور ہوٹلوں میں کئی افغانی نظر آئے۔ میں کسی افغانی کے قریب رہنے کی کوشش کی تاکہ ان سے افغانستان کے موجودہ حالات معلوم ہوتے ماضی میں افغانستان جاکر وہاں طویل عرصے تک رہ وہاں کی مقامی زبان اچھی طرح سمجھتا اور بولتا بھی تھا۔

میں نے کئی افغانیوں کو طالبان کے خلاف بولتے جب سے طالبان مختلف شہروں اور چوکیوں پر قبضہ تھے اور مخالفین کو پسپا ہونے پر مجبور کررہے تھے واردات کرنے والے افغانیوں کو چوری اور اسمگلنگ نہیں مل رہا تھا۔ پہلے وہ چمن میں واردات کرتے چوری کا مال افغانستان کی سرحدی چوکی بولاک قندھار لے جاتے تھے لیکن اب اس راستے کی تمام طالبان کا قبضہ تھا۔ وہ چوری کرنے والوں کے ہاتھ کاٹ تھے اسی لیے بعض افغانی' طالبان کے خلاف زہر اگلنے لگے تھے۔

دو افغانیوں کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ وہ افغانستان ایک سرحد سے دوسری سرحد پار کرانے والے ایجنٹ ہمارے نام پتے لکھ کر اکثر پاکستانی بے روزگاری سے تنگ آکر ازبکستان تاجکستان وغیرہ جاکر اپنی قسمت آزماتے تھے۔ کچھ مال لے جاکر ان ممالک میں فروخت کرتے ایسے بھی تھے جو وہاں جاکر ملازمت حاصل کرنا افغانی ایجنٹ ایسے پاکستانیوں کو ان کی پہنچاتے تھے۔

میں جن افغانی ایجنٹوں کے خیالات پڑھ کر ایک جگہ چھپایا تھا۔ ان کے ایک ساتھی مسافروں سے معاملات طے کیے تھے۔ ان جوان عورتیں اور پانچ جوان مرد تھے۔ انہیں جن گاڑیوں میں لے جایا جائے گا' وہ پورے نہیں ہوتے تھے اس لیے وہ ہی نام ہوں گی۔

ایک جوان نے پوچھا "ہمارے نام کیوں ہوں گے؟"

ایجنٹ نے کہا "اس لیے کہ ہمارے نام پر ان تین مہنگی گاڑیوں کے کاغذات واقعی ایک گھنٹے کے اندر تیار ہوگئے تھے' میں اس دوران میں دو سرے جوانوں سے باتیں کرتا رہا۔ دوسری لڑکی کا نام زرینہ تھا۔ وہ اپنے محبوب کو اس لیے محبوب کہہ کر مخاطب کرتی تھی کہ اس کا نام ہی محبوب تھا۔ وہ عالی شان کوٹھی' کار اور بھاری بینک بیلنس کے خواب دیکھا کرتی تھی۔ اس نے محبوب سے کہہ دیا تھا "جب تک دولت نہیں کماؤ گے' میں اپنے بدن کو ہاتھ لگانے نہیں دوں گی۔"

مرد گھوڑے کی طرح طاقت ور اور گدھے کی طرح احمق ہوتا ہے۔ وہ تین وقت کی روٹیوں پر صبر و شکر سے گزارہ کرنے والی کسی عورت کا بدن حاصل کرسکتا ہے لیکن حماقت یہ ہے کہ جو حاصل نہ ہو' وہی عورت بہت قیمتی اور کشش لگتی ہے۔ محبوب کے لیے بھی صرف زرینہ میں کشش تھی اس لیے وہ دولت کمانے نکل پڑا تھا۔ زرینہ نے سنا تھا کہ ازبکستان میں ہیرے اور قیمتی پتھر نسبتاً کم قیمت پر ملتے ہیں۔ اگر انہیں اسمگل کرکے پاکستان لایا جائے تو وہ راتوں رات امیر ہوجائے گی۔

عیش و عشرت سے بھرپور زندگی کے خواب وہ باقی تین جوان بھی دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام سرفراز دوسرے کا نام رب نواز اور تیسرے کا نام عرفان تھا۔ عرفان کو ڈینگیں مارنے کی عادت تھی۔ وہ گزشتہ دو دن سے اپنی ذہانت اور دلیری کے واقعات سنا رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ تاجکستان پہنچ کر ایسا ہاتھ مارے گا کہ دولت اس کے قدموں میں چلی آئے گی۔ زرینہ اس کی باتیں سن کر متاثر ہوگئی تھی۔

عرفان نے مجھ سے پوچھا "کیوں مسٹر! تمہارا کیا چکر ہے؟ اتنا لمبا سفر کس لیے کررہے ہو؟"

میں نے کہا "میں ایک جیولر ہوں۔ ہیرے جواہرات سے کھیلتا ہوں۔"

زرینہ نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بے یقینی سے کہا "اتنے بڑے جوہری ہو تو تمہیں ہوائی ائرسفر کرنا چاہیے۔"

"طیارے کے ذریعے سفر کروں گا تو قیمتی ہیرے اسمگل نہیں کرسکوں گا۔ زمینی راستے سے اسمگلنگ آسان ہوتی ہے۔"

اس نے مجھے دلچسپی سے دیکھا پھر سر جھکا کر سوچنے لگی۔

"یہ بہت کام کا آدمی ہے۔ میں بھی اس کے تعاون سے ہیرے اسمگل کرسکوں گی۔"

سرفراز نے مجھے گھور کر دیکھا پھر کہا "تم اسمگلنگ کی بات یوں کررہے ہو' جیسے یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ اگر کسی نے مخبری کردی تو؟"

"تو کچھ نہیں ہوگا۔ میں جب بھی یہاں سے جاتا ہوں'

ڈنکے کی چوٹ پر اسمگلنگ کا ذکر کرتا ہوں تاکہ میرے سامان کی تلاشی لی جائے۔ چیک پوسٹ پر تلاشی لی جاتی ہے لیکن ہیرے انہیں نظر نہیں آتے جبکہ میرے پاس ہوتے ہیں۔"

"کیا تم کوئی جادو جانتے ہو؟"

"جادو تو نہیں۔ البتہ نظر بندی کا عمل جانتا ہوں۔"

"یہ نظر بندی کا عمل کیا ہوتا ہے؟"

"میں عمل کروں گا تو تمہیں سامنے والی چیز نظر نہیں آئے گی۔ کیا تم پر عمل کروں؟"

"ہاں کرو۔ میں سمجھنا چاہوں گا کہ آنکھیں کھلی رکھنے کے باوجود سامنے والی چیز نظر کیوں نہیں آئے گی؟"

میں نے کہا "رب نواز! تم سرفراز کے سامنے ایک کاغذ پر کوئی ایک ہندسہ لکھو پھر سب دیکھیں گے کہ سرفراز کو وہ ہندسہ نظر نہیں آئے گا۔"

یہ کہہ کر میں نے سرفراز کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے سب کچھ نظر آرہا تھا لیکن جب رب نواز نے کاغذ پر سیون لکھا تو اس کے دماغ نے میری مرضی کے مطابق تھری سمجھا۔ اس نے زبان سے کہا "تھری۔"

سب ہنسنے لگے۔ زرینہ نے کہا "یہ تھری نہیں سیون ہے۔"

میں نے اس کے دماغ کو سمجھایا کہ اس کے سامنے سے کاغذ ہٹالیا گیا ہے۔ رب نواز نے کہا "پھر ایک بار اچھی طرح پڑھو۔"

سرفراز نے کہا "مجھے اُلّو نہ بناؤ۔ تم نے میرے سامنے سے کاغذ ہٹالیا ہے۔"

سب نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ شائستہ نے کہا "پہلے تو میں سمجھ رہی تھی کہ سرفراز کو نظر آرہا ہے لیکن یہ مذاق کرنے کے لیے غلط پڑھ رہا ہے۔ سرفراز! اچھی طرح دیکھو، کاغذ تمہارے سامنے ہے اور اس پر سیون لکھا ہوا ہے۔"

وہ اچھی طرح دیکھنے کے لیے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں ملنے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے کاغذ اور سات کے ہندسے کو دیکھا پھر مجھے حیرانی سے دیکھنے لگا۔ میں نے پوچھا "اب معلوم ہوا کہ نظر بندی کا عمل کیا ہوتا ہے؟"

اس نے کہا "مان گیا۔ تمہارے عمل نے سامنے کی چیز کو دیکھنے نہیں دیا۔ ایک اسمگلر کے پاس نظر بندی کا علم ہو تو وہ ایک سوئی سے لے کر توپ، ٹینک اور میزائل تک اسمگل کرسکتا ہے۔"

زرینہ، محبوب کے پاس سے اٹھ کر میرے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گئی پھر بولی "تم بڑے باکمال ہو۔ لاکھوں کروڑ ڈالر کے ہیرے اسمگل کرتے ہوگے اور کسی بھی چیک پوسٹ پر تمہیں کوئی پکڑ نہیں پاتا ہوگا۔"

"میں نے ابھی حال ہی میں نظر بندی کا عمل سیکھا۔ ازبکستان کے دو پھیرے لگائے ہیں اور پچاس کروڑ روپے کے ہیرے حاصل کیے ہیں۔"

"پچاس کروڑ روپے؟" زرینہ کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔

میں نے کہا "سانس لو ورنہ اوپر پہنچ جاؤ گی۔"

وہ جلدی سے سانس لیتے ہوئے بولی "میں بھی اسی مو... سے جارہی ہوں۔ کیا میری مدد کرو گے؟"

"سوری۔ میں کسی کو رازدار یا اپنا بزنس پارٹنر نہیں بناتا۔ مجھ سے کوئی توقع نہ رکھنا۔" میں اپنی جگہ سے اٹھ بولا "ہمیں سونا چاہیے کیونکہ صبح یہاں سے روانہ ہونا ہے۔ میں سونے کے لیے باہر جارہا ہوں۔ میری اٹیچی یہاں کر... میں رہے گی۔ یہ مقفل نہیں ہے۔ آپ میں سے کوئی... اسے کھول کر دیکھ سکتا ہے۔ میں پاکستان سے جو مال ازبک... لے جارہا ہوں، وہ اس کے اندر ہے لیکن کسی کو نظر نہیں آئے گا۔"

میں سونے کے لیے باہر ایک چارپائی پر آگیا۔ آرام... لیٹ کر ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے دیکھا۔ کمرے کے اند... سب میری اٹیچی کے پاس آگئے تھے اور اسے کھول کر ا... ایک ایک چیز نکال کر دیکھ رہے تھے۔ صرف شائستہ دور... چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ سر جھکائے سوچ رہی تھی "... میں دولت نہیں چاہتی۔ مجھے اور بھائی جان کو اتنا دے... امی ابو اور چھوٹے بہن بھائیوں کی ضرورتیں پوری کر... ہم تیرے بندے ہیں۔ تجھ سے اتنا مانگنے کا حق رکھتے ہیں۔"

میں نے آنکھیں بند کرلیں پھر دماغ کو ہدایات دے... گہری نیند سوگیا۔ اس رات زرینہ کو نیند نہیں آئی... ساری رات کروٹیں بدلتی رہی اور کبھی چارپائی سے اٹھ... ٹہلتی رہی۔ محبوب نے اپنی چارپائی سے لیٹے ہی لیٹے... دیکھا پھر کہا "رات کے دو بج رہے ہیں۔ سو جاؤ۔ وہ نظر... کا عمل کرنے والا تمہیں گھاس نہیں ڈالے گا۔"

وہ غصے سے بولی "بکواس مت کرو۔ تم اسے رقیب... کر مجھے طعنے دے رہے ہو۔"

"تمہاری حرکتیں بتا رہی ہیں کہ تم اسے میرا رقیب... رہی ہو۔ تم میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ پچاس کروڑ... کی بات سنتے ہی اٹھ کر اس کے پاس چلی گئیں۔ ایک تو...

میری انسلٹ کی پھر سب کے سامنے اس نے تمہیں کھرا سا جواب دے دیا۔ تمہاری کیا عزت رہ گئی؟"

"میں ہار ماننے والی نہیں ہوں۔ تم دیکھو گے ازبکستان پہنچنے تک میں اس بات پر اسے آمادہ کرلوں گی کہ وہ میرے ہیرے بھی اپنے پاس چھپا کر رکھے تاکہ مجھے گرفتاری کا خطرہ نہ ہو۔"

"جو اپنی طرف مائل نہ ہوتا ہو، اسے مائل کرنے کے لیے حسن و شباب کا بھی چارا ڈالنا پڑتا ہے۔"

"تم میرے کردار پر حملہ کررہے ہو۔ شادی سے پہلے تمہارا یہ رویہ ہے اور ایسے گرے ہوئے خیالات ہیں۔ پتا نہیں شادی کے بعد کیا کرو گے؟ میرے چال چلن پر شبہ کرکے مجھے بدنام کرتے رہو گے۔"

"آج سے پہلے نہ تمہارا رویہ تبدیل ہوا تھا اور نہ ہی میرے اندر بے اعتمادی پیدا ہوئی تھی۔ زرینہ! ذرا سنجیدگی سے سوچو، دولت کی ہوس ہماری محبت کو مار ڈالے گی۔ اب بھی وقت ہے، ہم واپس جاسکتے ہیں۔ اپنے ہی ملک میں عزت کی روزی حاصل کرسکتے ہیں۔"

"میں کوئی پاگل کی بچی نہیں ہوں کہ سامنے ہیرے موتی نظر آرہے ہوں اور میں انہیں کنکر پتھر سمجھ کر واپس چلی جاؤں۔"

محبوب نے اسے ناگواری سے دیکھا پھر دوسری طرف منہ کرکے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسرے کمرے میں سرفراز، رب نواز اور عرفان اپنی اپنی چارپائی پر تھے۔ رب نواز سو رہا تھا لیکن وہ دونوں جاگ رہے تھے۔ میری اٹیچی ان کے سامان کے ساتھ رکھی ہوئی تھی۔ عرفان نے اسے دیکھ کر کہا "اس میں اسمگلنگ کا کوئی سامان نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو ہم میں سے کسی نہ کسی کو کچھ تو نظر آتا۔"

سرفراز نے کہا "نظر بندی کا عمل ایسا ہی ہوتا ہے۔ ہم سب کو دیکھتے ہیں، صرف وہ چیز نہیں دیکھ سکتے، جس پر نظر بندی کا عمل کیا گیا ہو۔"

"اس اٹیچی میں ایسی کیا چیز ہوسکتی ہے، جو ہمیں نظر نہیں آرہی ہے۔"

"کوئی ایسی چیز ضرور ہے، جسے وہ ازبکستان لے جاکر لاکھوں روپے کمائے گا۔ ہم کل اس سے پوچھیں گے۔ وہ چاہے تو نظر بندی کا عمل ختم کرکے اٹیچی میں چھپی ہوئی قیمتی چیز دکھا سکتا ہے۔"

رب نواز نے آنکھیں کھول کر پوچھا "کیا تم دونوں تمام رات اس اٹیچی کو تکتے رہو گے؟ کل دن کے وقت اونگھتے ہوئے سفر کرو گے۔ خدا کے واسطے سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو۔"

عرفان نے اٹھ کر لائٹ بجھا دی۔ کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔

وہ صبح دس بجے سرحد پار کرکے افغانستان کی پہلی چوکی بولاک پہنچ گئے۔ میں ایک پجیرو ڈرائیو کررہا تھا۔ میرے ساتھ ایک ایجنٹ بیٹھا ہوا تھا۔ پچھلی سیٹ پر شائستہ اپنے بھائی زبیر کے ساتھ تھی۔ دوسری گاڑی میں زرینہ، محبوب اور دوسرا ایجنٹ تھے۔ تیسری گاڑی کو سرفراز ڈرائیو کررہا تھا۔ اس کے ساتھ رب نواز اور عرفان بیٹھے ہوئے تھے۔

دونوں ایجنٹوں نے ہمیں بتا دیا تھا کہ طالبان کے فتح کیے ہوئے علاقوں سے گزرتے وقت اسلامی احکامات پر سختی سے عمل کیا جائے۔ شائستہ اور زرینہ نے اپنے پورے جسم کو چادر سے ڈھانپ لیا تھا۔ سر اور چہرے کو بھی اس طرح چھپایا تھا کہ صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ تمام بالغوں کے لیے داڑھی رکھنا لازمی تھا۔ ہمارے دونوں ایجنٹوں کی داڑھیاں تھیں۔ چیک پوسٹ پر طالبان نے ہمارے صفاچٹ چہروں کو دیکھ کر ناگواری سے منہ بنایا۔ ایک ایجنٹ نے کہا "اگر یہ لوگ افغانستان میں قیام کرنے آتے تو ضرور داڑھی رکھتے لیکن یہ ازبکستان جارہے ہیں۔"

انہوں نے گاڑیوں کے اور ہمارے اہم کاغذات دیکھے پھر ہم سے پانچ سو روپے لے کر جانے کی اجازت دے دی۔ بلدوک طالبان کی چھوٹی سی چھاؤنی اور اسلحہ خانہ ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ طالبان کون ہیں؟ ان کے پاس بے شمار جدید اسلحہ اور اتنی زیادہ کرنسی کہاں سے آگئی ہے کہ وہ جنوبی علاقوں سے لے کر افغانستان کے شمالی علاقوں تک فتوحات حاصل کرتے چلے گئے ہیں۔ وہاں طالبان کا کوئی بزرگ راہنما ہوتا تو میں اس کے خیالات پڑھ کر معلومات حاصل کرسکتا تھا۔

ہم نے گاڑیوں کی رفتار بڑھا دی تاکہ دن کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ فاصلہ طے کرسکیں۔ سڑک کے اطراف چھوٹے چھوٹے سفید پتھر قطاروں کی صورت میں نصب کیے گئے تھے۔ یہ پتھر خبردار کرتے تھے کہ سڑک کے دونوں طرف بہت دور تک پچاس لاکھ بارودی سرنگیں بچھی ہوئی ہیں۔ کوئی بھولا بھٹکا ادھر سے گزرے تو بارودی دھماکوں سے اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔

افغانستان میں اگر کوئی مسافر یا سیاح کسی گائیڈ کی خدمات حاصل نہ کرے تو یہاں کی زمین کے کسی بھی حصے میں

ناگہانی موت اس کا استقبال کرسکتی ہے۔ شائستہ نے کہا۔ "بھائی جان! میں نے افغانستان کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ یہاں سے گزرنے والے نادانستگی میں کہیں بھی مارے جاسکتے ہیں۔"

زبیر نے کہا "ہاں۔ میں تمہیں ساتھ نہ لاتا تو بہتر ہوتا۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہم موت کی ہتھیلی پر سفر کررہے ہیں۔ یہ ہتھیلی کسی بھی لمحے میں مٹھی بن کر ہمیں جکڑلے گی۔"

میں ڈرائیو کرتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ مجھے یہاں کئی آلۂ کار بنا کر ان کے دماغوں میں رہنا چاہیے تھا۔ یہاں خود نہیں آنا چاہیے تھا۔ میں اپنی ذہانت' حاضر دماغی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے دشمنوں سے محفوظ رہ سکتا ہوں لیکن یہ نہیں جان سکتا تھا کہ موت کہاں اور کس روپ میں چھپی ہوئی ہے؟

ہمارے ساتھ کھانے پینے کا سامان تھا۔ ہم نے دوپہر کا کھانا کھانے کے لیے گاڑیاں نہیں روکیں۔ گاڑیوں کے اندر ہی کھاتے پیتے آگے بڑھتے رہے۔ قندھار میں بھی طالبان کی دوسری چوکی پر پانچ سو روپے ادا کرکے کسی چیکنگ کے بغیر وہاں سے گزر گئے کیونکہ پہلی چوکی پر ہونے والی چیکنگ کی تحریری رپورٹ ہمارے پاس تھی۔

ہم زبل پہنچ کر چائے پینے کے لیے رک گئے۔ گاڑیوں سے اتر کر ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔ زرینہ نے مجھ سے کہا "ان بہن بھائی کو ہماری گاڑی میں بھیج دو۔ میں تمہاری گاڑی میں آجاؤں گی۔ سفر بہت لمبا ہو تو ہم سفر کو بدلنا چاہیے۔ نئے ہم سفر کے ساتھ سفر میں تازگی آجاتی ہے۔"

میں نے کہا "تم ہم سفر بدل سکتی ہو کیونکہ وہ تمہارا محبوب ہے لیکن میری ہم سفر میری چھوٹی بہن ہے۔ کیا تم میری بہن کی جگہ لینا چاہتی ہو؟"

"یہ سن کر خوشی ہوئی کہ تم نے شائستہ کو بہن بنایا ہے۔ پلیز مجھ سے ایسا کوئی رشتہ نہ جوڑنا۔ تم نہیں جانتے' میں پچھلی تمام رات جاگتی رہی اور تمہارے بارے میں سوچتی رہی۔"

"پھر تو تمہیں کسی بھی گاڑی میں سو کر نیند پوری کرنا چاہیے۔"

"میں ابھی تک گاڑی میں سوتی رہی تھی۔ اب تمہارے ساتھ جاگتی رہوں گی۔"

وہ چائے کی پیالی خالی کرکے اسے ہوٹل کی میز پر رکھ کر تیزی سے چلتی ہوئی میری گاڑی کے پاس گئی پھر اگلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ ایجنٹ سے بولی "تم دوسری گاڑی میں بیٹھ کر راہنمائی کرو۔"

محبوب نے میرے پاس آکر پوچھا "تم نے کسی کو چھلکے پر پھسلتے دیکھا ہے؟"

میں نے مسکرا کر کہا "ہم دونوں ہی دیکھ رہے ہیں ویسے میرا یہ مشورہ ہے کہ تالی دونوں ہاتھوں سے نہ بجے دوسرے ہاتھ کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔"

"چھوڑ دینے کا دکھ بھاری ہوتا ہے۔ ماضی کی یادیں وابستہ رہتی ہیں پھر بھی دل کو سمجھا رہا ہوں' جو درخت سایہ دار نہ ہو اس کے نیچے دھوپ اور تپش ہی ملتی ہے۔ ذرا دیر سے سمجھتا ہے مگر سمجھ لیتا ہے۔"

وہ سر جھکا کر اپنی گاڑی میں چلا گیا۔ میں نے اپنی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر اسے اسٹارٹ کیا پھر تین گاڑیوں کا قافلہ اگلی منزل کی طرف چل پڑا۔ زرینہ نے پوچھا "محبوب کیا کہہ رہا تھا؟"

"محبوب کوئی بھی ہو' محبت کی زبان بولتا ہے۔"

"میں جانتی ہوں' وہ میری شکایت کررہا ہوگا جبکہ اسے کوئی حق نہیں پہنچتا۔ میں اس کی کوئی نہیں ہوں۔ وہ یہ کہتا پھرتا ہے کہ ہماری شادی ہونے والی ہے۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ میری مرضی کے خلاف بولی "ویسے وہ درست کہتا ہے۔ میں بھی اس کی دیوانی ہوں تمہارے جیسے دس آجائیں پھر بھی میں اس کی دیوانی رہوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ چونک گئی۔ مجھے پریشانی سے دیکھ کر بولی "یہ۔ یہ میں کیا کہہ گئی۔ تم تو لاکھوں میں ایک ہو۔"

میں نے پھر اس کی کھوپڑی کھنگالی۔ وہ بولی "مگر یہ محبوب کروڑوں میں ایک ہے۔"

اس نے فوراً ہی اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ اس کی میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیوں بہک رہی ہے اور کیوں محبوب مجھ پر ترجیح دے رہی ہے؟ کیا ایک کروڑ پتی جیولر کے بیٹھ کر نروس ہورہی ہے؟

میں نے پوچھا "کیا ہوا؟ تم نے منہ پر ہاتھ کیوں رکھا ہے؟"

وہ بولی "محبوب آپ کے قدموں کی خاک ہے اور میں اسے آپ سے برتر کہنے کی غلطی کررہی ہوں۔"

پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی شائستہ نے کہا "تم غلطی نہیں کررہی ہو بلکہ دل کے اندر کی سچی باتیں کہہ رہی ہو۔"

"تم ہمارے درمیان نہ بولو۔"

میں نے کہا "زرینہ! میں تم سے کہہ چکا ہوں' شائستہ میری چھوٹی بہن ہے۔ آئندہ اس سے سخت لہجے میں

بولنا۔"

"سوری' میں بھول گئی تھی۔ شائستہ! تم خوش نصیب ہو۔ اتنے بڑے جیولر نے تمہیں بہن بنایا ہے۔"

شائستہ نے خوش ہو کر کہا "خدا کا شکر ہے۔ اب میرے دو بھائی جان ہیں۔ میں اس آسیب زدہ ملک میں خود کو بہت محفوظ سمجھ رہی ہوں۔"

زرینہ نے ازبک زبان میں مجھ سے پوچھا "کیا تم یہ زبان جانتے ہو؟"

میں یہ زبان بھی جانتا تھا کیونکہ کچھ عرصے ازبکستان اور تاجکستان میں رہ چکا تھا۔ میں نے اسی زبان میں پوچھا "تم یہ زبان کیسے جانتی ہو؟"

"میرا ایک چچازاد بھائی ازبکستان میں چھ برس تک رہ کر آیا تھا۔ میں نے اس سے یہ زبان اس لیے سیکھی کہ آئندہ مجھے کاروباری سلسلے میں وہاں جانا تھا اور آج جارہی ہوں۔"

"تم اچانک اس زبان میں کیوں بول رہی ہو؟"

"میں صرف تم سے باتیں کرنے کے لیے اس گاڑی میں آئی ہوں اور چاہتی ہوں کہ ہماری گفتگو میں کوئی مداخلت نہ کرے۔"

"تمہاری طبیعت میں ضد اور ارادوں میں پختگی ہے۔ میں کل سے تمہیں نظرانداز کررہا ہوں لیکن تم مجھے گھیرنے کی ہر ممکن کوشش کررہی ہو۔"

"میں منزل کو پالینے کی ضد کرتی ہوں تو آخر کار پالیتی ہوں۔ اس کے لیے جان سے گزر جانے کا بھی حوصلہ ہے۔ ایک بار مجھے اپنا بزنس پارٹنر بنا کر آزمالو۔ میری ذات سے تمہیں فائدہ پہنچے گا۔ نقصان کبھی نہیں ہوگا۔"

"محبت اور بزنس دو الگ معاملات ہیں۔ بے شک مجھ سے بزنس کی باتیں کرو لیکن محبت کے معاملے میں بے چارے محبوب کو مایوس نہ کرو۔"

"تم محبوب سے قسم کھا کر سچ بولنے کے لیے کہو' میں اسے شروع سے سمجھاتی آرہی ہوں کہ اسے محبت کے معاملے میں بہت زیادہ سنجیدہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ میں پہلے دولت کمانا چاہتی ہوں۔ دولت کم ہو یا زیادہ خوش حالی کے لیے لازمی ہے۔ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد ایک دن مجھے کسی نہ کسی سے شادی کرنی ہوگی لہٰذا میں محبوب سے شادی کروں گی لیکن وہ زندگی کو خوش حال بنانے کے منصوبوں پر سنجیدگی سے عمل نہیں کررہا ہے۔ میری خاطر یہ سفر کررہا ہے۔ میں اس کی محبت کی قدر کرتی ہوں مگر اندھی محبت کسی گڑھے میں گرا دیتی ہے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "زندگی کو خوب صورت بنانے کا حق سب ہی کو ہے۔ تمہیں بھی ہے۔ تمہارے عزائم بلند ہیں۔ اگر تم محبوب کی محبت کا جواب محبت سے دیتی رہو گی تو میں تمہارے ہیرے اسمگل کروں گا اور پاکستان واپس جاکر وہ ہیرے تمہارے حوالے کردوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"میں اس لیے سچ بول رہا ہوں تاکہ تم محبوب سے وفا کرو۔"

"میں تمام عمر اس سے وفا کروں گی لیکن تم یہ سب کچھ محبوب کے لیے کیوں کررہے ہو؟"

"میں سچی محبت کرنے والوں کی قدر کرتا ہوں۔"

میں نے تیزی سے گاڑی آگے بڑھا کر دوسری گاڑی کے برابر چلتے ہوئے کہا "رب نواز! ایک منٹ کے لیے گاڑی روکو۔ زرینہ اپنے محبوب کے پاس جانا چاہتی ہے۔"

دونوں گاڑیاں رک گئیں۔ زرینہ میری گاڑی سے اتر کر دوسری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر محبوب کے پاس جاکر بیٹھ گئی۔ تیسری گاڑی بھی رک گئی۔ ایک ایجنٹ نے کہا "آگے غزنی ہے۔ ہمیں اسی راستے سے سیدھے بدخشاں جانا چاہیے لیکن طالبان کے علاقوں سے گزرنا مناسب نہیں ہے۔ ایک تو ہر چوکی پر تمہیں محصول ادا کرنا ہوگا پھر یہ کہہ کر کچھ سرپھرے طالبان یہ الزام دے سکتے ہیں کہ ہم ان دو جوان عورتوں کو اغوا کرکے لے جارہے ہیں یا پھر یہ عورتیں ہی غلط ہیں۔ اپنا گھر چھوڑ کر اپنی مرضی سے ہمارے ساتھ پتا نہیں کہاں جارہی ہیں۔"

دوسرے ایجنٹ نے کہا "مختصر یہ کہ ہم راستہ بدل کر طالبان سے کتراتے ہوئے پکتیکا کے راستے سے جائیں گے۔"

میں ان دونوں ایجنٹوں کے خیالات پڑھ چکا تھا کہ وہ آگے جاکر ہمیں دھوکا دینے والے ہیں۔ وہ دراصل گائیڈ نہیں تھے۔ طرح طرح سے واردات کرکے رقمیں حاصل کرتے تھے۔ سرفراز نے کہا "ہم یہاں کے راستوں سے واقف نہیں ہیں۔ تم جس راستے کو محفوظ سمجھتے ہو' ہم تمہارے ساتھ اسی راستے پر چلیں گے۔"

تینوں گاڑیاں چل پڑیں۔ آگے دوراہے پر ایجنٹوں نے ایک راستے کو چھوڑ دیا۔ ہمیں دوسرے راستے پر لے جانے لگے۔ پکتیکا سے آگے پکتیا کا علاقہ تھا۔ وہاں پہنچتے پہنچتے رات ہوگئی۔ وہاں کچے مکانات نظر آئے۔ چند پکے مکانات اور دو تین منزلہ عمارتیں تھیں جو برسوں کی جنگ کے نتیجے

میں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں پھر بھی رہائش کے قابل تھیں۔ مختلف عمارتوں میں ایک فاتح گروہ کا ایک نام نہاد کمانڈر' اس کے مشیر اور دو درجن مسلح باڈی گارڈز رہتے تھے۔ باقی مسلح جوان کچے مکانوں میں جبراً گھسے رہتے تھے۔ ان مکانوں کے رہنے والے غریب اپنی بیویوں' بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ عزت سے رہا کرتے تھے مگر اب ان بیچاروں کی عزت نہیں رہی تھی۔ جن گھروں کے جوان مرد نام نہاد کمانڈر کے تابعدار بن کر جنگ لڑنے کے لیے اس گروہ میں شامل ہوجاتے تھے' ان کی بہو بیٹیوں کو کوئی ہاتھ نہیں لگا تا تھا اور نہ ہی ان کے مویشیوں کو ذبح کرکے کھایا جاتا تھا۔

جب ہم وہاں پہنچے تو ایک شکستہ عمارت کے سامنے الاؤ جل رہا تھا۔ ایک مسلم بکرا بھونا جارہا تھا۔ تین عورتیں اور چار مرد دف اور رباب کے سُر تال پر رقص کررہے تھے۔ نام نہاد کمانڈر اپنے ساتھیوں کے ساتھ شراب پی رہا تھا۔ ہماری راہنمائی کرنے والے ایجنٹوں نے موبائل فون کے ذریعے کمانڈر کو اطلاع دے دی تھی کہ وہ ایک پجیرو اور دو لینڈ کروزر کے علاوہ آٹھ مسافروں کو لارہے ہیں۔ ان میں دو جوان اور حسین عورتیں ہیں۔ ان مسافروں کے پاس اچھی خاصی رقم بھی ہے۔

جب ہماری گاڑیاں کمانڈر کے قریب پہنچیں تو ناچ گانا رک گیا۔ ہم سب گاڑیوں سے اتر گئے۔ ایجنٹوں نے کمانڈر سے ہمارا تعارف کرایا۔ کمانڈر بیٹھا رہا۔ اس نے ہم سے مصافحہ کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ وہ بار بار شائستہ اور زرینہ کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ چادروں میں چھپی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک ایجنٹ سے کہا "ان عورتوں سے کہو' یہ طالبان کا علاقہ نہیں ہے۔ یہ چادریں اتار کر پھینک دیں۔"

ایجنٹ نے محبوب اور زبیر سے کہا "اپنی عورتوں سے چادریں اتارنے کو کہو۔"

زبیر نے کہا "یہ میری بہن ہے۔ میں اسے یہاں بے پردہ نہیں کروں گا۔"

ایجنٹ نے کہا "لیکن سفر کے دوران میں یہ بے پردہ تھیں۔"

"ہاں مگر یہاں کا ماحول ایسا نہیں ہے۔ مجھے یہ کسی کمانڈر کا مورچا نہیں' عیاشوں کا اڈا دکھائی دے رہا ہے۔ تم ہمیں کہاں لے آئے ہو؟"

محبوب نے کہا "تم دونوں ہمارے گائیڈ ہو۔ ہمیں یہاں کیوں لائے ہو؟ بہتر ہے یہاں سے فوراً آگے بڑھو۔"

نام نہاد کمانڈر نے ایجنٹ سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"یہ دونوں عورتیں بے پردہ نہیں ہوں گی۔ ان ساتھیوں نے سمجھ لیا ہے کہ یہ لوگ یہاں محفوظ نہیں رہیں گے اس لیے جانا چاہتے ہیں۔"

کمانڈر اور اس کے ہم نشیں قہقہے لگانے لگے۔ پھر کسی نے کہا "ان کا سامان گاڑیوں سے نکال کر لاؤ اور دیکھو کہ میں ہمارے مطلب کی کتنی چیزیں ہیں اور ان سب کی قیمت لو۔ جتنی رقم نکلے' میرے سامنے لاکر رکھ دو۔"

اس کے مسلح باڈی گارڈز حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ گاڑیوں سے ہم سب کا سامان کمانڈر کے سامنے لاکر ڈھیر کرنے لگے۔ کمانڈر کو جو قیمتی چیزیں پسند آرہی تھیں' انہیں اپنے قدموں کے پاس لاکر رکھنے کا حکم دے رہا تھا۔

پھر ہم سب کے لباس کی تلاشی لی گئی۔ ہمارے پاس ڈالرز کی صورت میں بڑے بڑے نوٹ تھے۔ میں خاموشی سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ سرفراز نے ایک ایجنٹ سے کہا "تم نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔ کیا تمہیں خدا کا خوف نہیں ہے؟"

ایجنٹ نے کہا "تمہیں جو کہنا ہے' کمانڈر سے کہو۔ یہ ہمارے پر مہربان ہے۔ میری تینوں گاڑیاں مجھ سے چھیننا نہیں چاہتا ہے۔ صرف ایک گاڑی مجھ سے لے گا اور ایک ہزار ڈالر دے گا۔ یہ ہمارے لیے بہت ہے۔ ہم باقی دو گاڑیاں آگے کرفروخت کردیں گے۔ تم لوگ یہیں رہو گے۔"

نام نہاد کمانڈر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "تم لوگوں نے ان مردوں کی تلاشی لی۔ میں ان عورتوں کی تلاشی لوں گا۔"

وہ پہلے شائستہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شائستہ خوف سے چیختے ہوئے میرے پاس آئی۔ میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "گھبراؤ نہیں۔ خاموش کھڑی رہو۔"

وہ بولی "آپ نے مجھے بہن کہا ہے۔ خدا کے لیے بچائیں۔"

"تم محفوظ ہو۔ میری ہدایت پر عمل کرو۔ بالکل خاموش رہو۔ میں نے نظربندی کا عمل کیا ہے۔ تم اسے نظر نہیں آرہی ہو۔"

کمانڈر شائستہ کی طرف بڑھتے بڑھتے ٹھٹک گیا۔ شیطان اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا تھا۔ وہ اسے نظر نہیں آرہی تھی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے چیخ کر پوچھا "جو یہاں کھڑی ہوئی تھی' اچانک کہاں غائب ہوگئی ہے؟"

ایک مشیر نے کہا "وہ غائب نہیں ہوئی ہے۔ تمہارے سامنے کھڑی ہوئی ہے۔"

نام نہاد کمانڈر نے دونوں ہاتھ بڑھا کر شائستہ کو ٹٹول کر اس کی موجودگی کو سمجھنا چاہا۔ میں اسے شائستہ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے بھٹکانے لگا۔ وہ ایک اندھے کی طرح ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر کہنے لگا "نہیں ہے۔ وہ نہیں ہے۔ میں اندھا نہیں ہوں۔ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔"

اس نے ایجنٹ سے پوچھا "کیا وہ جادو جانتی ہے؟"

ایجنٹ نے کہا "شاید جانتی ہوگی۔ ان لوگوں سے میری صرف دو دن کی جان پہچان ہے۔ مگر تعجب ہے۔ ہمیں تو یہ نظر آرہی ہے۔"

نام نہاد کمانڈر نے زرینہ کی طرف دیکھا۔ زرینہ نے سہم کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "شائستہ کی طرح بالکل خاموش کھڑی رہو۔"

کمانڈر اس کی طرف بڑھتے بڑھتے پھر چونک گیا۔ زرینہ بھی اسے نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ چیخ کر بولا "دیکھو۔ یہ بھی غائب ہوگئی ہے۔"

میں اسے زرینہ کے بھی چاروں طرف بھٹکانے لگا۔ ایک مشیر کہہ رہا تھا "کمانڈر! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ جو عورت سامنے ہے' وہ تمہیں نظر نہیں آرہی ہے۔ دیکھو میں تمہیں پکڑ کر دکھاتا ہوں۔"

وہ مشیر جیسے ہی آگے بڑھا' میں نے اسے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ زمین پر اوندھے منہ گرا دیا۔ کمانڈر نے اپنے لباس سے ایک ٹی ٹی نکال کر سرفراز سے کہا "تم سب جادو گر ہو۔ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے ایک فائر کیا۔ دوسرے لفظوں میں مَیں نے اس کے دماغ میں بیٹھ کر گولی چلائی۔ سرفراز کے پیچھے ذرا فاصلے پر ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ گولی اسے لگی۔ وہ چیخ مار کر زمین پر گرا پھر زمین کا ہی ہو کر رہ گیا۔ کمانڈر نے جھنجلا کر دوسرا فائر پھر تیسرا اور پھر چوتھا فائر کیا۔ فائرنگ کے نتیجے میں اس کے مسلح گارڈز مرتے گئے۔ باقی گارڈز اپنی سلامتی کے لیے اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے کہنے لگے "ہمارا کمانڈر کچھ پاگل ہوگیا ہے یا شراب میں کچھ ملا ہوا ہے۔ وہ تھوڑی سی پی کر بہکنے لگا ہے۔"

وہ مشیر جو اوندھے منہ زمین پر گرا ہوا تھا' اس نے اٹھتے ہی کمانڈر کو گولی ماردی۔ نام نہاد کمانڈر کے مرتے ہی تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھاگئی۔ اس کے مسلح گارڈز مشیر کو گھور کر دیکھتے ہوئے اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے اس کی طرف بڑھنے لگے۔ مشیر نے بے باکی سے کہا "دیکھو۔ مجھ پر گولیاں چلانے سے پہلے سمجھو کہ میں نے اپنی اور تم سب کی جان بچائی ہے۔ میں اسے نہ مارتا تو یہ ہم سب کو مار ڈالتا۔"

دوسرے مشیر نے کہا "تم کمانڈر کو زخمی کرسکتے تھے۔ اس کے ہاتھ سے ہتھیار گرا سکتے تھے۔ ہمارے اصولوں اور قوانین کے مطابق اس کے بعد تم کمانڈر بننے والے تھے اور تمہیں ہی بننا چاہیے لیکن اس سے پہلے تم قاتل بن چکے ہو۔ قتل کے بدلے تمہیں قتل کیا جائے گا تو تم کمانڈر بننے کی حسرت لیے دنیا سے چلے جاؤ گے۔"

ایک نوجوان گارڈ نے کہا "اسے دیوار کے پاس کھڑا کیا جائے پھر ہم سب اس پر گولیاں چلائیں گے۔"

میں اس کے دماغ کے اندر پہنچا۔ اس نے گن سیدھی کرتے ہوئے کہا "ہم ایسے گولیاں چلائیں گے۔"

یہ کہتے ہی وہ تڑا تڑ فائر کرنے لگا۔ ہم سب دیواروں اور بڑے پتھروں کے پیچھے چھپ گئے تھے۔ اس کی مسلسل فائرنگ سے پھر تین چار گارڈز آخری بار چیختے ہوئے موت کے منہ میں چلے گئے۔ دوسرے مشیر کے ساتھیوں نے جوابی فائرنگ کی۔ اس فائرنگ کے جواب میں پہلے مشیر کے ساتھی گولیاں چلانے لگے۔ وہ جگہ پوری طرح میدانِ جنگ بن گئی۔ ان حالات میں کوئی تیسرا فریق آکر انہیں آپس میں لڑنے مرنے سے نہیں روک سکتا تھا۔ اگر وہ خود خون خرابے سے باز آتا چاہتے تو میں ان کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں حرام موت مرنے پر مجبور کردیتا تھا۔

ویسے میری ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کی مزید ضرورت پیش نہیں آئی۔ وہ خردماغ تھے۔ ایک دوسرے سے کمتر اور پسپا ہونا نہیں چاہتے تھے۔ اپنے اپنے مشیر کو کمانڈر بنانے کے لیے اپنی مرضی سے موت کے گھاٹ اترتے رہے۔

سرفراز' رب نواز' عرفان' زرینہ' محبوب' شائستہ اور زبیر سب ہی چھپتے ہوئے اس عمارت کے اندر آگئے۔ میں نے کہا "تم سب ایک کمرے میں بند ہوجاؤ۔ جب تک میں آواز نہ دوں' دروازہ نہ کھولو۔"

شائستہ نے میرا بازو تھام کر کہا "بھائی جان! آپ باہر نہ جائیں' آپ کو گولی لگ سکتی ہے۔"

میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "بہن کی دعا سے میں محفوظ رہوں گا۔ میں نے نظربندی کا عمل کیا ہے۔ دشمن مجھے نہیں دیکھ سکیں گے پھر مجھ پر گولی کیسے چلائیں گے۔"

"آپ نے نظربندی کا زبردست علم سیکھا ہے۔"

سرفراز نے کہا "وہ کمانڈر مجھے گولی مارنا چاہتا تھا لیکن نظربندی کے باعث میں اسے نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے اپنے چار آدمیوں کو مار ڈالا۔ بے شک آپ باکمال ہیں۔"

آپ کے علم کا جواب نہیں ہے۔"

میں نے اس کمرے سے باہر نکل کر دروازے کو بند کردیا۔ عمارت کے باہر وقفے وقفے سے گولیاں چلنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر ایک دوسرے کو گالیاں بھی دے رہے تھے اور ایک دوسرے کو ہتھیار پھینک کر سامنے آنے کے لیے بھی کہہ رہے تھے۔

مجھے ایک شخص کے ہانپنے اور کراہنے کی آواز سنائی دی۔ میں دبے قدموں چلتا ہوا ایک راہداری کے موڑ پر آیا۔ ایک شخص کے بازو اور سینے سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کے پاس ٹی ٹی اور کلاشنکوف جیسے ہتھیار تھے۔ وہ ایک طرف ٹی ٹی کا رخ کرکے دھمکیاں دے رہا تھا "خ۔ خبر۔ دا۔ آر کوئی قریب نہ آئے۔ ور۔ نہ۔ نہ۔ گولی ما۔ آر۔ دوں گا۔"

میں نے دیوار کی آڑ سے دیکھا۔ دو آدمیوں نے ایک حسین عورت کو جکڑ رکھا تھا۔ ایک شخص نے کہا "ہتھیار پھینک دو۔ ثمرینہ تمہیں نہیں ملے گی۔ کمانڈر اس کے ساتھ رات گزارنے والا تھا۔ وہ تو مرگیا۔ اب جو نیا کمانڈر ہوگا' ہم اس کے احکامات کی پابندی کریں گے۔"

ثمرینہ نے کہا "اس ملک میں خوب صورت اور جوان ہونا بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ ایک نے مجھے میرے گھر سے اٹھوایا۔ وہ نہیں رہا تو کوئی دوسرا آئے گا۔ تم بھی میری ہوس میں یہاں تک آئے اور اب گولیاں کھا کر دم توڑ رہے ہو۔"

زخمی نے کراہتے ہوئے کہا "م۔ میں۔ تمہیں حا۔ حاصل کرنے کے قابل نہیں ر۔ رہا۔ میرا دم۔ دم نکلنے سے پہلے ایک بار۔ میرے پاس آ۔ آجا۔ اؤ۔"

میں نے اس کے اندر پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ چند لمحوں کا مہمان تھا۔ میں نے اس کے اندر ذرا توانائی پیدا کی۔ توانائی ملتے ہی اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ٹی ٹی کو میری طرف راہداری میں پھینک دیا۔ ثمرینہ کو گرفت میں رکھنے والے... ٹی ٹی کی طرف دوڑے پھر ٹھٹک گئے۔ آگے بڑھتے ہی میں نظر آیا۔ اب ٹی ٹی میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے زخمی کے پاس آکر اس سے کلاشنکوف لی پھر فرش پر پڑی ہوئی کارتوس کی پیٹی اٹھانے لگا۔ مجھے مصروف پاکر ایک شخص نے چھلانگ لگائی۔ میں نے گھوم کر ٹی ٹی کے دستے سے اس کے منہ پر ضرب لگائی۔ دوسرا بھی آرہا تھا۔ میں نے اسے گولی ماردی۔

جو زندہ رہ گیا تھا' وہ اپنی دانست میں زخمی ہونے کے باوجود مجھ سے لپٹ کر متواتر میرے منہ پر گھونسے مار رہا تھا پھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ تب پتا چلا کہ وہ اسے گھونسے مار رہا تھا جو پہلے ہی زخموں سے چور چور ہو کر دم توڑ چکا تھا۔ ثمرینہ کو حاصل کرنے کی حسرت لے کر دنیا سے چلا گیا تھا۔

وہ لاش پر سے اٹھ کر حیرانی سے بولا "میں تو تمہیں مار رہا تھا؟"

"افسوس کیوں کرتے ہو؟ اب مارو۔"

وہ مارنے کے لیے آگے بڑھا پھر تیزی سے پلٹ کر ایک زوردار گھونسا مارا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس نے دیوار کو گھونسا مارا تھا۔ میں نے کہا "تھوڑی چرس اور پی لو پھر پاگلوں جیسی حرکتیں کرو گے۔"

یہ کہتے ہی میں نے اسے دیوار سے سر ٹکرانے پر مجبور کیا۔ وہ جیسے سچ مچ پاگل ہوگیا تھا۔ لگاتار سر ٹکراتے ٹکراتے لہولہان ہو کر فرش پر گر پڑا۔ ثمرینہ نے مجھے دیکھ کر کہا "اب تم میرے فاتح بن گئے ہو۔ بولو مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

"میں ایک مسافر ہوں۔ میرے اور بھی ساتھی ہیں۔ ہمارے ساتھ دو عورتیں بھی ہیں۔ تم ان کے ساتھ محفوظ رہو گی۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے بولی "جو بھی مرد مجھے دیکھتا ہے' پکا ہوا پھل کہتا ہے۔ مگر میں کڑوا پھل ہوں۔ مجھے ہاتھ لگانے کی خواہش کرنے والے کسی نہ کسی طرح مارے جاتے ہیں۔ کمانڈر مارا گیا اور تمہارے سامنے ابھی وہ تینوں بھی جہنم میں پہنچ گئے ہیں۔"

"میں تمہیں نہ ہاتھ لگاؤں گا اور نہ جہنم میں جاؤں گا۔ تم اطمینان رکھو۔"

ہم چلتے چلتے رک گئے۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں پھر کسی نے کہا "ثمرینہ اوپری منزل میں نہیں ہے۔ نیچے کسی کمرے میں ہوگی۔"

میں بولنے والے کے اندر پہنچ گیا۔ وہ دو مسلح ساتھیوں کے ساتھ تھا اور اس کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا' جہاں میرے تمام ہم سفر چھپے ہوئے تھے۔ اس کے ایک ساتھی نے دروازے کو ٹھوکر مار کر کہا "ثمرینہ! ہم جانتے ہیں' تم یہاں چھپی ہوئی ہو۔ دروازہ کھولو۔"

کمرے کے اندر میرے ہم سفر سہمے ہوئے تھے۔ ثمرینہ نے زہریلی مسکراہٹ سے کہا "اب وہ لوگ تمہیں گولی مار کر مجھے جیت کر لے جائیں گے۔ پتا نہیں یہ کھیل کب تک جاری رہے گا؟"

مجھے اپنے ساتھیوں کی فکر تھی۔ میں نے دروازے کو ٹھوکر مارنے والے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے پلٹ کر اچانک اپنے دونوں ساتھیوں پر گولیاں چلائیں۔ وہ بھی سنبھل بھی نہیں سکتے تھے کہ اپنا ہی ساتھی جان کا دشمن بن جائے گا۔ وہ اپنا بچاؤ بھی نہ کرسکے۔ گولیاں کھاتے ہی ان کے ہتھیار ہاتھ سے چھوٹ گئے۔ ہتھیار کے ساتھ وہ بھی فرش پر گرے پھر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے پڑ گئے۔

میں ثمرینہ کے ساتھ دیوار کی آڑ میں تھا۔ وہ ان دونوں کو مرتے ہوئے نہ دیکھ سکی۔ اب وہاں ایک ہی رہ گیا تھا۔ میں اس کے سامنے آکر بولا "ثمرینہ وہاں نہیں' یہاں ہے۔"

اس نے فوراً ہی گن سے میرا نشانہ لیا لیکن میری مرضی کے بغیر گولی نہیں چلا سکتا تھا۔ میں نے ثمرینہ کو ٹی ٹی دیتے ہوئے کہا "یہ لو۔ تم جسے فاتح بنانا چاہتی ہو' اسے زندہ رکھو۔ دوسرے کو مار ڈالو۔"

اس نے ٹی ٹی لے کر پوچھا "یہ صرف نشانہ لے کیوں کھڑا ہے؟ گولی کیوں نہیں چلا رہا ہے؟"

"یہ بھی دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کسے فاتح بنانا چاہتی ہو؟"

اس نے سامنے والے کو گولی ماردی پھر ٹی ٹی کی نال میری کنپٹی پر رکھ کر کہا "یہاں کوئی مرد فاتح بننے والا نہیں ہے۔ جس کے ہاتھ میں ہتھیار آتا ہے' وہی مرد بن جاتا ہے ورنہ چوہے سے بھی کمتر ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ ابھی تم ہو۔"

"تمہارے ہاتھ میں ہتھیار ہے پھر بھی تم عورت ہو اور عورت ہی رہو گی۔ یہ ہتھیار نہیں چلا سکو گی۔"

میں بند دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ سخت لہجے میں بولی۔ "رک جاؤ ورنہ گولی ماردوں گی۔"

میں اس کے دماغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ٹریگر نہیں دبا سکتی تھی۔ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی کہ وہ مجھے گولی کیوں نہیں مار رہی ہے۔ کیا وہ مجھ سے متاثر ہو رہی ہے؟ میں نے دروازے پر دستک دے کر کہا "محبوب! دروازہ کھولو۔ میں شہزاد ہوں۔"

دروازہ کھلنے سے پہلے میں نے ثمرینہ کے ہاتھ سے ٹی ٹی لے لی۔ وہ ہتھیار دینے کے بعد چونک کر بولی "یہ۔ یہ تم نے مجھ سے کیسے لے لی؟"

"جیسے دی تھی' ویسے ہی لے بھی لی۔"

دروازہ کھل گیا۔ میں نے اس سے کہا "اندر جاؤ۔ یہاں تم محفوظ رہو گی۔"

"میں کمرے میں چھپ کر نہیں رہوں گی۔ مجھے اپنے انجام کا پتا ہے۔ میں کبھی عزت آبرو کے ساتھ گھر واپس نہیں جاسکوں گی۔"

میں نے ایک طمانچہ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی اندر گئی۔ میں نے کہا "دروازہ بند کرلو۔ میں ابھی آجاؤں گا۔"

دروازہ بند ہوگیا۔ میں وہاں سے چلتا ہوا ایک تاریک گوشے میں آکر کھڑا ہوگیا تاکہ مجھے کوئی دیکھ نہ سکے۔ میں نے ایک ایجنٹ کے حالات پڑھے۔ وہ ایک مشیر اور اس کے مسلح جوانوں کے ساتھ تھا۔ وہ سب عمارت کی شکستہ دیواروں اور ستونوں کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ اپنے مخالفین کی تاک میں تھے۔ ان کے مخالفین کچے مکانوں کے پیچھے دور دور تک مورچا بنا کر ڈٹے ہوئے تھے۔

ایجنٹ کے خیالات سے پتا چلا کہ ان کے چھ مسلح جوان عمارت کے پیچھے ہیں تاکہ مخالفین پیچھے سے آئیں تو ان کے حملوں کو ناکام بنا سکیں۔

دوسرے ایجنٹ کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ان تین گاڑیوں کو ڈرائیو کرکے عمارت کے پیچھے لے گیا ہے۔ انہوں نے عمارت کے اندر فائرنگ کی آوازیں سنی تھیں۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ مجھ سے مقابلے میں ان کے آدمی مارے گئے ہیں۔ انہوں نے موبائل فون کے ذریعے عمارت کے پیچھے والے ساتھیوں سے پوچھا کہ فائرنگ کیوں ہو رہی تھی؟

انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ ایک نے کہا "ہم عمارت کے پیچھے ہیں۔ مشیر صاحب کا حکم ہوگا تو عمارت کے اندر جا کر معلوم کریں گے۔"

مشیر نے کہا "صرف ایک جوان اندر جائے اور یہ یاد رکھے کہ تین گاڑیوں میں آنے والے مسافر عمارت کے اندر کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔ ان سب کو ایک کمرے میں بند کردیا جائے۔"

میں نے ایجنٹ کے ذریعے اس جوان کی آواز سنی' جو فون پر باتیں کر رہا تھا۔ وہ فون بند کرکے عمارت کے اندر آنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے دوسرے ساتھیوں سے باتیں کرنے پر مائل کیا۔ اس طرح دوسروں کی بھی آوازیں سنیں۔ ایجنٹ ایک گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق گاڑی کے اندر جا کر دو سیٹوں کے درمیان لیٹ گیا پھر میں نے ان مسلح جوانوں کو ایک دوسرے پر فائرنگ کرنے پر مجبور کیا۔ وہ دشمنوں پر فائرنگ کرنے کے منتظر تھے۔ اب خود ہی ایک دوسرے کی موت بن گئے تھے۔ صرف دس منٹ کے اندر وہاں موت کا سناٹا چھا گیا۔

میں تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آکر بولا۔ "دروازہ کھولو۔ میں شہزاد ہوں۔"

دروازہ کھل گیا۔ میں نے کہا "فوراً میرے ساتھ چلو۔ ہمیں یہاں سے نکل جانے کا موقع مل گیا ہے۔"

میرے تمام ہم سفر باہر آنے لگے۔ شائستہ نے مجھ سے کہا "بھائی جان! وہ دیکھیں ثمرینہ بیٹھی ہوئی ہے۔ اتنی دیر سے پتا نہیں اپنی زبان میں کیا بولتی رہی تھی۔ یہ ہماری زبان نہیں سمجھتی ہے۔"

میں نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھایا پھر اسے کھینچتا ہوا' اپنے ساتھیوں کے آگے دوڑتا ہوا عمارت کے پیچھے آیا۔ ان سے کہا "فوراً ان گاڑیوں میں بیٹھو۔"

میں نے ایک گاڑی کا دروازہ کھول کر ایجنٹ کو گریبان سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے باہر نکالا پھر کہا "ڈیکل! کمینے! تم ہمیں دھوکا دے کر یہاں لائے تھے۔ ہمارا مال اور ہماری عورتوں کی عزت لوٹنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ دیکھو یہاں تمہارے مددگاروں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ کیا تم بھی مرنا چاہتے ہو؟"

وہ گڑگڑا کر اپنی زندگی کی بھیک مانگنے لگا۔ میں نے کہا "تم ازبکستان کی سرحد تک ہماری راہنمائی کرو گے تو تمہیں زندہ رکھا جائے گا۔"

وہ اپنی سلامتی کی خاطر ہماری راہنمائی کے لیے تیار ہوگیا۔ میں نے کہا۔ "سرفراز' رب نواز اور عرفان! تم سب ان لوگوں کے ہتھیار اور کارتوس لے لو اور اس ایجنٹ کو اپنی حراست میں لے چلو۔ تمہاری گاڑی آگے ہوگی۔ یہ راستہ بتاتا جائے گا۔"

میرے تمام ہم سفروں نے ہتھیار اور کارتوس اٹھالیے۔ میں نے ثمرینہ سے کہا "یہاں وقت ضائع نہ کرو۔ یہ بتاؤ' تمہیں کہاں سے اغوا کرکے لایا گیا تھا۔ میں وہاں تمہیں پہنچا دوں گا۔"

میں اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا تھا کہ اسے کابل سے لایا گیا ہے۔ یہ معلوم ہونے کے باوجود میں ثمرینہ کو بولنے پر مجبور کررہا تھا۔ وہ منہ پھیر کر بولی "میں کابل کے ایک سردار کی بیٹی ہوں۔"

میں نے ایجنٹ سے کہا "ہم کابل کے راستے جائیں گے۔ اسے اس کے سرپرستوں تک پہنچائیں گے۔"

وہ بولی "میں نہیں جاؤں گی۔ میں اپنے لوگوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی ہوں۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

میں نے اسے دھکا دیتے ہوئے پیجیرو کی اگلی سیٹ پر بٹھایا۔ خود اس کے برابر اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ وہ غصے سے بولی "کیوں زبردستی کررہے ہو؟ پہلے تم نے طمانچہ مارا پھر گھسیٹتے ہوئے لائے اور اب گاڑی کے اندر ایسے دھکا دے کر پھینک دیا جیسے میں کوئی کچرا ہوں۔ میں بہت بڑے سردار کی بیٹی ہوں۔ آج تک کسی نے ہاتھ لگانا تو درکنار سر اٹھا کر بات کرنے کی جرأت نہیں کی۔"

میں نے گاڑی اسٹارٹ کرکے پہلی گاڑی کے پیچھے چلتے ہوئے کہا "شکر کرو' تم عیاشوں کے پاس کچرا بننے سے محفوظ رہی ہو۔ اس وقت تم سردار کی بیٹی نہیں ہو اس لیے جب بھی نخرے کرو گی' میں تم پر جبر کروں گا۔ تمہارا یہی ایک علاج ہے۔"

زرینہ محبوب کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ حیرانی سے بولی "تم ان کی زبان سمجھتے بھی ہو اور روانی سے بولتے بھی ہو۔ تم بہت باکمال ہو۔"

محبوب نے پوچھا "کیا وہاں جتنی لاشیں پڑی ہوئی تھیں ان سب کو تم نے ہلاک کیا تھا؟"

میں نے کہا "ان لٹیروں سے بچ نکلنے کے لیے کچھ تو کرنا ہی تھا۔ تم دونوں دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتے رہو۔ چاند نکل آیا ہے۔ چاندنی میں حملہ آور نظر آسکتے ہیں۔"

میں نے انہیں محتاط رہنے کے لیے کہا۔ ویسے کوئی ہمارے تعاقب میں نہیں تھا۔ میں نے اس دوسرے ایجنٹ کے خیالات پڑھے' جو عمارت کے سامنے مشیر وغیرہ کے ساتھ تھا۔ پتا چلا کہ ان پر زبردست حملہ ہوا تھا۔ ایجنٹ اور مشیر وغیرہ نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ بعد میں پتا چلا کہ الباب حملہ کرنے اور غالب آنے والے طالبان تھے۔

انہیں بتایا گیا کہ پاکستان سے آٹھ افراد کا قافلہ آیا تھا۔ ان میں دو عورتیں تھیں۔ اب ان میں ایک کابل سردار کی بیٹی ثمرینہ کا اضافہ ہوگیا ہے۔ وہ عمارت کے پیچھے تمام محافظ پہرے داروں کو ہلاک کرکے فرار ہوگئے ہیں۔ وہ سب ازبکستان جانے والے تھے۔ اب پتا نہیں کس راستے سے کہاں جارہے ہیں؟

طالبان کے ایک کمانڈر نے موبائل فون کے ذریعے کسی سے رابطہ کیا پھر اسے ہمارے بارے میں بتانے لگا۔ میں دونوں طرف سے باتیں کرنے والوں کی آوازیں سنتا رہا اور ان کے خیالات پڑھتا رہا۔ طالبان کے دوسرے کمانڈر نے کہا "وہ لوگ ازبکستان جانے کے لیے ہمارے علاقوں سے گزریں گے تو ہم انہیں بخیریت آگے بڑھا دیں گے۔ وہ ہمارے لئے میں مہمان مسافر ہیں۔"

"لیکن سردار کی بیٹی ثمرینہ مہمان مسافر نہیں ہے۔ اسے ان مہمانوں سے اپنے قبضے میں لے کر اس کے سردار باپ کے پاس پہنچانا چاہیے۔"

دوسرے کمانڈر کے خیالات نے بتایا کہ وہ کابل سے تین سو کلو میٹر دور وردک کے علاقے میں ہے اور وہیں ہمارے پہنچنے کی توقع کررہا ہے جبکہ ہم دوسرے راستے سے کابل جارہے تھے۔

میں کبھی ان کے دماغوں میں جھانک رہا تھا اور کبھی دماغی طور پر جلد ہی حاضر ہوجاتا تھا۔ ڈرائیو کرتے وقت مسلسل خیال خوانی نہیں کی جاسکتی تھی۔ ثمرینہ کئی بار مجھے چور نظروں سے دیکھ چکی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار ایک مرد کے ہاتھ کا طمانچہ کھایا تھا۔ اس نے کئی بار تصور میں دیکھا کہ میں اسے گھسیٹ کر لے جارہا ہوں اور دھکے دے کر گاڑی کے اندر پھینک رہا ہوں۔ دل کہہ رہا تھا کہ ایسا ظلم اور زیادتی اس کی بھلائی اور حفاظت کے لیے کی گئی ہے۔ اگر وہ ابھی عمارت میں ہوتی تو اس کی عزت محفوظ نہ رہتی۔

وہ بولی "میں تم سب کی بہتری کے لیے کہہ رہی ہوں' کابل کی طرف نہ جاؤ۔ وہاں موت ہے۔ مجاہد اور محب وطن بننے کا دعویٰ کرنے والوں نے کابل جیسے تاریخی شہر کو کھنڈر بنا دیا ہے۔"

میں نے کہا "ہوسکتا ہے' تم یہ باتیں ہماری بہتری کے لیے کررہی ہو لیکن ایک سیدھی سی بات سمجھ میں آتی ہے۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ اغوا ہونے کے بعد تم اپنے قبیلے والوں کو یقین نہیں دلا سکو گی کہ تمہاری عزت محفوظ رہی ہے۔ وہاں جاکر تم کسی سے آنکھیں ملانا نہیں چاہتی ہو۔"

"یہ بھی درست ہے اور میں جو کہہ رہی ہوں' وہ بھی درست ہے۔ تم سب خطرات سے کھیلنے اور مرنے جارہے ہو۔ میری بات مانو۔ وردک کے علاقے سے جاؤ۔ وہاں طالبان تمہاری حفاظت کریں گے۔"

"یہ میرے ساتھی ازبکستان جارہے ہیں لیکن میں دراصل افغانستان میں کچھ عرصے رہنے آیا ہوں۔"

"کوئی پاگل ہی جنگ کے میدان میں گھر بنانے آتا ہے۔"

"مجھے پاگل ہی سمجھ لو۔ میں افغانستان کے اندرونی حالات سے عالمی سیاست کو سمجھنے آیا ہوں کہ امریکا اور روس اپنا اپنا کھیل کیسے کھیل رہے ہیں۔ ان کی کامیابی سے چین کے لیے خطرہ پیدا ہوگا۔ یہ بھی دیکھنا ہے کہ چین ان ممالک کو ناکام بنانے کے لیے کیا کررہا ہے۔"

"تم یہ سب معلوم کرکے کیا کرلو گے؟"

"مجاہد بننے والے بہروپیوں کو ختم کرسکتا ہوں اور تمہارے جیسی افغان خواتین کی آبرو کی حفاظت کرسکتا ہوں۔"

وہ مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے فوراً ہی نظریں جھکالیں۔ ہم نے دوپہر کے بعد کچھ نہیں کھایا تھا۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ سب ہی کو بھوک لگ رہی تھی۔ ہم نے ایک چھوٹی سی بستی میں گاڑیاں روک دیں۔ ان گاڑیوں میں کھانے کا کچھ سامان بچا ہوا تھا۔ پہلے ہم نے بستی کے چاروں طرف گاڑیوں میں گھوم کر اطمینان کرلیا۔ بستی کے کچھ لوگوں نے بھی یقین دلایا کہ اس ویران علاقے سے کوئی مسلح گروہ نہیں گزرتا ہے۔ ہم نے گاڑیوں کے قریب رہ کر اسلحہ سامنے رکھ کر پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور ٹھنڈا پانی پیا۔ بستی والوں نے ہمیں چائے پلائی۔ میں نے ان کے خیالات پڑھ کر اطمینان کرلیا کہ چائے ضرر رساں نہیں ہے۔

میرے تمام ہم سفر مجھ سے متاثر تھے۔ میری تعریفیں کررہے تھے۔ زرینہ نے کہا "تم جوہری ہو۔ میں نے کسی جیولر کو جنگجو سپاہیوں کی طرح لڑتے نہیں دیکھا۔"

سرفراز نے کہا "عجب ہے' ہم سب ایک کمرے میں بند رہے اور تم تنہا دشمنوں سے لڑتے رہے۔ بخدا اگر تم نہ ہوتے تو ہم اب تک بے موت مرچکے ہوتے۔"

"میری تعریفیں نہ کرو۔ یہاں کے حالات سے سمجھو کہ اب تم لوگوں کو بھی جنگجو بننا پڑے گا۔ ہمارے پاس ہتھیاروں کی کمی نہیں ہے۔ یہ عہد کرلو کہ جب مرنا ہی ہے تو پھر ہم لڑتے لڑتے مریں گے۔ اس طرح شاید ہم سلامت رہ سکیں۔ کیا تم سب لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو؟"

محبوب نے فوجی انداز میں ایڑیاں بجاکر سلیوٹ کیا "یس سر!"

اس کی اس حرکت پر سب ہی بے اختیار ہنسنے لگے۔ ثمرینہ ہماری باتیں نہیں سمجھ رہی تھی مگر حرکتوں کو سمجھ رہی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے' چہرے کو چادر سے چھپاکر گاڑی میں جاکر بیٹھ گئی۔

ہمارا قافلہ اگلی منزل کی طرف چل پڑا۔ ثمرینہ نے کہا۔ "مجھے اجنبیوں کے درمیان گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے۔ اگر تم میری زبان نہ بولتے تو میں اس قافلے میں خود کو قیدی سمجھتی رہتی۔"

"جس طرح تم مجھ پر اعتماد کرنے لگی ہو' کیا کابل پہنچ کر ہم بھی تم پر اعتماد کرسکتے ہیں اور دو چار گھنٹے نیند پوری کرکے تازہ دم ہوسکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں؟ میرے سردار بابا شاید مجھے عزت دار بیٹی

کی حیثیت سے قبول نہ کریں لیکن تمہاری قدر کریں گے اور تم سب کو تحفظ دیں گے۔"

"کم از کم تمہارے باپ کو تم پر بھروسا کرنا چاہیے۔ تمہارے بیان کے مطابق تمہیں پاک باز تسلیم کرنا چاہیے۔"

"بابا مجھے بہت چاہتے ہیں۔ وہ دل ہی دل میں مجھے پاکباز تسلیم کریں گے لیکن جب تک ان کے برابر کا سردار مجھے نکاح میں قبول نہیں کرے گا' میرے بابا کی گردن شرم سے جھکی رہے گی۔"

"پھر تو تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ تم اتنی حسین ہو کہ ایک نہیں دس سردار تمہاری تمنا کریں گے۔"

اس نے بڑی بڑی ہرنی جیسی آنکھوں سے مجھے دیکھا پھر کہا "سب ہی مجھے دیکھ کر للچاتے ہیں۔ کیا تم انسان نہیں ہو؟ کیا تمہارا دل کسی حسینہ کے لیے نہیں دھڑکتا ہے؟"

"میں عمر کی اس منزل پر ہوں' جہاں دل حوا نہیں' اللہ اللہ کرتا ہے اور تسبیح کے دانے گنتا رہتا ہے۔"

"تم بوڑھے تو نہیں لگتے ہو۔"

"یوگا کا ماہر ہوں اس لیے صحت مند باڈی بلڈر دکھائی دیتا ہوں ورنہ میری عمر تم سے دگنی ہے۔ میرے بیٹے تم سے دو چار برس بڑے ہوں گے۔"

"اتنا بڑھ چڑھ کر نہ بولو۔ تمہارے بیٹے ہیں اور وہ بھی مجھ سے بڑے؟ جھوٹ اتنا بولو کہ مجھ سے ہضم ہو جائے۔"

"ثمرینہ! میری بات نہیں' اپنی بات کرو۔ تمہارے سماج میں اور تمہارے قبیلے میں تمہیں قبول کرنے کا مسئلہ ہے۔ تم اپنے باپ کے ہم پلہ سرداروں کے نام بتاؤ۔ ہو سکے تو ان سے سامنا کراؤ۔ ان میں سے جو تمہیں پسند ہوگا' میں اسے تمہاری طرف جھکنے پر مجبور کردوں گا۔"

اس نے مجھے گھور کر دیکھا پھر ناراضگی سے کہا "میں تمہارا احسان نہیں لینا چاہتی۔ بہتر ہے' دوسری بات کرو۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "دوسری بات ہی مناسب رہے گی۔ برسوں سے افغانستان کا سماگ اجڑتا آرہا ہے۔ ایسے میں ڈھول باجے اور سماگ کے گیت بھلا دیے گئے ہیں۔ کنواری لڑکیاں سماگن بنتی ہوں گی مگر بیوہ بننے دیر نہیں لگتی ہوگی۔"

ہم کبھی چپ رہے۔ کبھی بولتے رہے۔ فاصلے تیزی سے کم ہوتے گئے۔ اچھا خاصا وقت گزر گیا۔ جب صبح کی ہلکی ہلکی روشنی جھلکنے لگی تو ایجنٹ نے گاڑیاں روکنے کے لیے کہا۔ ہمیں بتایا کہ آگے دس کلو میٹر کے فاصلے پر کابل ہے۔ گاڑی آہستہ چلائی جائے اور چاروں طرف نظر رکھی جائے کہ کہیں سے بھی راکٹ سنسناتے ہوئے آسکتے ہیں۔

ہم سست رفتاری سے گاڑیاں ڈرائیو کرنے لگے۔ دن کی روشنی اچھی طرح پھیل رہی تھی۔ کابل کی مسجدوں کے مینار نظر آرہے تھے۔ شہر کے قریب پہنچتے ہی ایک لرزہ خیز دھماکا سنائی دیا پھر آگ کے شعلے آسمان کی طرف لپکتے دکھائی دیے۔ وہاں کی فضا دھواں دھواں ہو رہی تھی۔ ہم گاڑیاں روک کر آگ اور خون کا منظر دیکھنے لگے۔ پتا نہیں کتنے بے گناہ موت مارے گئے ہوں گے۔ انسانی جانوں کی کوئی قیمت نہیں رہی تھی۔ اشرف المخلوقات کہلانے والے کیڑوں مکوڑوں سے بھی کمتر ہو گئے تھے۔

ایجنٹ نے کہا "آگے تو بڑھنا ہی ہوگا۔ ہم دوسرے راستے سے شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔"

شائستہ اور زرینہ بری طرح سہم گئی تھیں۔ آگے جانے سے انکار کر رہی تھیں۔ میں نے زرینہ سے کہا "آگے میرے جواہرات ہیں۔ ڈرتی کیوں ہو؟"

وہ بولی "مجھے طعنے نہ دو۔ ہیرے جواہرات جان سے پیارے نہیں ہیں۔ میں پاکستان واپس جاؤں گی۔"

اسی وقت ایک گھڑسوار دکھائی دیا۔ وہ بہت دور دھوئیں کے دبیز بادلوں سے نکل کر گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا آرہا تھا۔ پھر دو گھڑسوار اس کے تعاقب میں نظر آئے۔ ان کے ساتھ دو جیپیں بھی تھیں۔ اس میں بیٹھے ہوئے مسلح افراد سب سے آگے والے گھڑسوار کی طرف گولیاں چلا رہے تھے اور وہ جان بچانے کے لیے گھوڑے کو پوری تیز رفتاری سے دوڑا آرہا تھا۔

میں نے سرفراز اور محبوب وغیرہ سے کہا "اپنی گاڑیوں کے پیچھے آجاؤ۔ اس ایک گھڑسوار کا تعاقب کرنے والوں کو نشانے پر رکھو۔ فائرنگ رینج میں آتے ہی گولیاں چلانا شروع کردو۔"

ہم سب نے گاڑیوں کے پیچھے مورچا بنالیا۔ جب وہ قریب آنے لگے تو ثمرینہ نے یک بارگی چیخ کر کہا "بابا! میرے بابا ہیں۔ انہیں دشمنوں سے بچاؤ۔ گولیاں چلاؤ۔ ان کمینوں کو یہاں سے بھگاؤ۔"

میں نے کہا "فائر!"

اس کے ساتھ ہی ہم سب تڑاتڑ گولیاں چلانے لگے۔ میری فائرنگ سے تعاقب کرنے والے دو گھڑسوار نیچے گرے۔ پھر اٹھ نہ سکے۔ میرے ہم سفر اناڑی تھے۔ کلاشنکوف چلانے تھے مگر صحیح نشانہ نہیں لگا سکتے تھے۔ اتنا ہی بہت تھا کہ ان کی فائرنگ کے باعث جیپ والے رک گئے تھے۔ اپنی جیپ واپس موڑ کر جانا چاہتے تھے۔ میں نے گاڑیوں کے پہیوں کو نشانہ بنایا۔ دونوں جیپیں..... یونہی لینے سے پہلے ہی بیکار ہو گئیں۔

ہماری فائرنگ سے سردار بابا کا گھوڑا بدک کر اڑ کھڑایا پھر سوار سمیت گر پڑا۔ ثمرینہ تمام تر احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر باپ کے پاس دوڑتی ہوئی گئی۔ میں نے جیپ والوں پر فائر کیا۔ ان میں سے ایک کو گولی لگی۔ باقی بھاگنے لگے کیونکہ میرے ہم سفر مسلسل فائر کر رہے تھے۔

میں بھی دوڑتا ہوا بوڑھے سردار کے پاس آیا۔ اسے کئی گولیاں لگی تھیں۔ وہ اپنے لہو میں نہا رہا تھا۔ جیدار تھا اس لیے جان بچانے کے لیے بھاگتا چلا آیا تھا۔ اب اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ ثمرینہ اس سے لپٹ کر رو رہی تھی۔

"بابا! بابا! حوصلہ کرو۔ دشمن جا چکے ہیں۔ ابھی تمہاری مرہم پٹی ہو جائے گی۔"

اس نے آنکھیں کھول کر بیٹی کو دیکھا پھر لرزتی ہوئی آواز میں بولا "میں کتنا بدنصیب ہوں۔ اتنی بڑی دنیا میں تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ آہ! آہ! مگر خوش نصیب بھی ہوں۔ تمہارے واپس آنے سے اب میرا سر کسی کے سامنے نہیں جھکے گا۔"

ایسا کہتے کہتے اس نے دم توڑ دیا۔ ثمرینہ پھر لپٹ کر رونے لگی۔ میں نے اپنا ہتھیار ایک طرف پھینک کر سر جھکا لیا۔ دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ کابل کے ایک حصے سے ابھی تک شعلے بھڑک رہے تھے۔ دور دور تک دھواں پھیل رہا تھا۔ گولیوں اور بم کے دھماکوں سے زیادہ دکھ پہنچانے والی ثمرینہ کی سسکیاں ہم سب کے دلوں میں اتر رہی تھیں۔

○☆○

الپا کو سنبھلنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس نے اتنا ہی سنا تھا کہ میرا ایک ماتحت اینٹی ٹیلی پیتھی وِدا اسپرے کرنے اس کی طرف آرہا ہے۔ بس اتنا سنتے ہی وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اگر موت آتی تو وہ اتنی بدحواس اور خوف زدہ نہ ہوتی۔ ٹیلی پیتھی' زندگی سے زیادہ اہم تھی۔ اس علم کے بغیر زندگی ایک خالی بوتل کی طرح ہوتی۔ کوئی بھی دشمن اسے ایک حقیر چیونٹی کی طرح مسل سکتا تھا اور اس کا یہ عزم تھا کہ وہ آسانی سے مرنے کے لیے پیدا نہیں ہوئی ہے۔

اس نے فوراً ہی ڈالرز کے بڑے نوٹوں کی گڈیاں اور ضرورت کی چیزیں ایک بیگ میں رکھیں۔ اپنی بیٹی کو اٹھایا پھر اس مکان سے نکل کر کبھی تیزی سے چلنے اور کبھی دوڑنے لگی۔ مین روڈ پر پہنچ کر ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی "مدراس سٹی چلو۔"

ڈرائیور نے پلٹ کر اسے دیکھا پھر کہا "میڈم! مدراس ادھر سے ایک سو پندرہ کلو میٹر دور ہے۔ بہت جیادہ بھاڑا لگیں گا۔"

الپا نے ایک ہزار ڈالر کا نوٹ دے کر کہا "میرے پاس یہی کرنسی ہے۔ چلے گی؟ نہیں تو میں مدراس پہنچ کر کسی بینک سے انڈین کرنسی لے کر دوں گی۔"

وہ ایک ہزار ڈالر سے خوش ہو کر بولا "یہ نوٹ چلیں گا نہیں دوڑیں گا۔ ہم طوفان میل کا مافک تم کو مدراس پہنچا میں گا۔"

وہ ٹیکسی اسٹارٹ کر کے الپا کی مرضی کے مطابق تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگا۔ اس چھوٹے شہر سے دور نکل جانے کے بعد اطمینان ہوا کہ دوا اسپرے کرنے والا اب اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ بار بار سر گھما کر پیچھے دیکھ رہی تھی۔ اس ہائی وے پر دو کاریں تیز رفتاری سے آتی ہوئی دکھائی دیں۔ وہ ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ کر ٹیکسی کی رفتار اور بڑھانے لگی۔ پیچھے آنے والی کاروں میں سے ایک کہیں رہ گئی تھی۔ دوسری بہت پیچھے نظر آرہی تھی۔ اس ہائی وے پر دوسری گاڑیاں بھی تھیں' جو مخالف سمت سے آکر قریب سے گزرتی جا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوسری کار بھی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ تب اس نے اطمینان کی گہری سانس لی۔

بچی رو رہی تھی۔ وہ فیڈر میں دودھ بنا کر اسے پلانے لگی۔ بچی کو دودھ پلاتے اور پیار کرتے وقت اسے پارس یاد آتا تھا۔ اس نے پہلی بار بیٹی کو مسکراتے دیکھ کر کہا تھا اس کے چہرے پر مونالیزا کی معصوم مسکراہٹ ہے۔ اس کا نام بھی مونالیزا ہونا چاہیے۔ پارس اسے مونا کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔

وہ اپنی ٹیلی پیتھی کی سلامتی اور خود غرضی کے باعث پارس سے دور ہو گئی تھی۔ اسے شبہ تھا کہ پارس' علی اور فہمی وغیرہ کی ٹیلی پیتھی کا علم سلامت ہے۔ اگر وہ پارس کو چھوڑ کر نہیں جائے گی تو اس سے بھی یہ علم چھین لیا جائے گا اور آج اس سبب کی تصدیق ہو رہی تھی۔ میں نے جھوٹ کہا تھا کہ اس کے قریب کوئی دوا اسپرے کرنے والا آرہا ہے۔ میرا جھوٹ اس کے لیے سچ تھا۔ وہ اپنی ذہانت پر فخر کر رہی تھی کہ اس نے ہم سے دور ہو کر اپنی ٹیلی پیتھی کو سلامت رکھا ہے اور آئندہ بھی ہم سے محتاط رہے گی۔

وہ سوچتے سوچتے چونک گئی۔ دور سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے دائیں بائیں کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھا۔ آواز قریب آتی جارہی تھی مگر وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے سر گھما کر پیچھے دیکھا پھر دل دھک سے رہ گیا۔ سڑک کے اطراف دور تک کھیتوں میں فصل اگی ہوئی تھی۔ ایک ہیلی کاپٹر کھیتوں پر نیچی پرواز کرتا ہوا دوا اسپرے کرتا ہوا قریب آتا جارہا تھا۔

وہ گھبرا کر بولی "گاڑی تیز چلاؤ۔ ہیلی کاپٹر آرہا ہے۔"

وہ بولا "میڈم! ہیلی کاپٹر سڑک کا اوپر چلنے کو نہیں ہے۔ ہوا میں اڑنے کو ہے۔ وہ ہمارا ٹیکسی کو ٹکر نہیں ماریں گا۔"

"تم نہیں جانتے۔ وہ دوا اسپرے کررہا ہے۔"

"یہ جو تم فصل دیکھتا ہے نا؟ اس کو نقصان سے بچانے کے لیے کیڑا مارنے والا دوا اسپرے کرتا ہے۔ ہم تم نہیں مریں گا کیڑا مریں گا۔"

وہ ہیلی کاپٹر ٹیکسی کے قریب سے گزرتا ہوا دور چلا گیا۔ الپا نے سانس روک لی۔ اگرچہ وہ سمجھ رہی تھی کہ کیڑے مار دوا اسپرے کی جارہی ہے۔ تاہم اس نے بے اختیار سانس روک لی لیکن کتنی دیر روک سکتی تھی۔ دوا کا اثر تو کئی گھنٹوں تک فضا میں رہتا تھا۔

وہ سانس لینے لگی پھر... آزمائش کے طور پر خیال خوانی کی پرواز کرکے ڈرائیور کے دماغ میں پہنچی تو خوش ہو کر مسکرانے لگی۔ ٹیلی پیتھی کا علم سلامت تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر واقعی کیڑے مار دوا اسپرے کرتا گیا تھا۔ وہ موج میں آکر گنگنانے لگی۔ اپنی بیٹی مونا کو تھپک تھپک کر سلانے لگی۔

مونا ذرا سی دیر میں سو گئی۔ ٹیکسی تیز رفتاری سے سو کلو میٹر کا فاصلہ طے کرچکی تھی۔ مدراس شہر صرف چند کلو میٹر کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ اسی وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لی پھر تھوڑی دیر بعد سانس لینے لگی۔ دوسری بار دماغ میں مہاراج کی آواز سنائی دی "پلیز الپا! سانس نہ روکنا۔ میں مہاراج ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں؟ فرہاد تمہارا لب ولہجہ اختیار کرکے آسکتا ہے اور سراغ لگا سکتا ہے کہ اب میں کہاں ہوں؟ تم جاؤ میں آرہی ہوں۔"

مہاراج چلا گیا۔ وہ اس کے دماغ میں آکر بولی "کس لیے آئے تھے؟"

"میں بہت پریشان ہوں۔ پتا نہیں نیلماں میرے بیٹے کے ساتھ کیسا سلوک کرے گی۔ میں نے کئی بار نیلماں سے رابطہ کرنا چاہا لیکن وہ سانس روک کر مجھے بھگا دیتی ہے۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"میرے لیے کچھ کرو۔ شاید نیلماں تم سے بات کرنے راضی ہوجائے۔"

"مہاراج! کیا تم نہیں جانتے کہ فرہاد کا ایک ماتحت اپنی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرنے کے لیے مجھے دوڑا رہا ہے۔ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتی پھر رہی ہوں۔ ایسے میں تمہارا کوئی کام نہیں کرسکوں گی۔"

"الپا! فرہاد تمہیں دھمکیاں دے رہا ہے ورنہ وہ کیا جان سکتا ہے کہ تم کہاں چھپی ہوئی ہو۔"

"یہی تو حیرانی کی بات ہے۔ میں ساؤتھ انڈیا کے ایک چھوٹے سے شہر کے جس محلے اور مکان میں رہتی تھی وہاں میری رہائش کے بارے میں جانتا تھا۔ میں وہاں سے نکل آئی ہوں پھر بھی دل گھبرا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے، وہ مجھے چھپ کر دیکھ رہا ہے۔ پہلے خوش فہمی تھی کہ میں کامیابی سے روپوش تھی۔ آئندہ خوش فہمی نہیں رہے گی، جہاں بھی جاؤں روپوش رہوں گی، دل کو دھڑکا لگا رہے گا۔"

"میں تمہیں چھپنے کی ایسی جگہ بتاؤں گا کہ فرہاد کے فرشتے بھی وہاں نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"مگر تم پہنچ جاؤ گے کیونکہ وہ تمہاری بتائی ہوئی جگہ ہوگی۔ میں ایسی نادان تو نہیں ہوں کہ آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک جاؤں۔ چوبیس گھنٹے تک میرے پاس نہ آنا۔ میں بات نہیں کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی "مجھے اپنی ٹیلی پیتھی کی سلامتی کے لیے کہاں جانا چاہیے۔ فرہاد بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر وسیع زراعت کا مالک بن گیا ہے۔ دنیا کے ہر ملک، ہر شہر اور قصبے میں اس کے جاں نثار جاسوس رہتے ہیں۔ میں مدراس شہر پہنچ کر ان کی نظروں میں آسکتی ہوں۔"

اس نے ڈرائیور سے پوچھا "مدراس ریلوے اسٹیشن سے تامل ناڈو ایکسپریس کتنے بجے ممبئی جاتی ہے؟"

"رات کا آٹھ بجے جاتا ہے جی۔ ابھی بہت ٹائم ہے۔ ہم تم کو دو گھنٹے پہلے ادھر پہنچا دیں گا۔"

"مجھے مدراس نہیں جانا ہے۔"

"پہلے تم مدراس جانے کو بولا۔ اب کدھر جانے کو مانگتا ہے۔"

"یہ بتاؤ تامل ناڈو ایکسپریس مدراس سے روانہ ہونے کے بعد کس اسٹیشن پر رکتی ہے؟"

"وہ بہت فاسٹ ٹرین ہے جی۔ نو اسٹیشن کا بعد میں رکے۔"

"تم مجھے نو اسٹیشن کے بعد دسویں اسٹیشن پر لے چلو۔"

اس نے ٹیکسی سڑک کے کنارے روک کر حیرانی سے الپا کو دیکھا پھر پوچھا "تم کبھی ادھر جانے کو بولتا۔ کبھی ادھر جانے کو بولتا۔ ٹھیک سے بولو اماں! کدھر جانے کو مانگتا ہے۔"

الپا نے مزید ایک ہزار ڈالر دیتے ہوئے کہا "مدراس سے آگے اس دسویں اسٹیشن کی طرف چلو، جہاں وہ ٹرین رکے گی۔"

وہ ایک ہزار لے کر بولا "اماں! تم بہت اچھا ہے جی۔ ہم تم کو طوفان میل کا مالک ادھر لے جائیں گا۔"

ڈرائیور راستہ بدل کر دوسری طرف جانے لگا۔ الپا اس کے خیالات پڑھ کر مطمئن تھی۔ وہ توقع سے زیادہ رقم حاصل کرکے خوش تھا اور اسے صحیح منزل تک پہنچانے والا تھا۔

تقریباً ستر میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد پٹرولنگ پولیس نے ٹیکسی کو روکا۔ پولیس افسر اپنے سپاہیوں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک سپاہی نے آکر کہا "اپنی گاڑی کے کاغذات دکھاؤ۔"

ڈرائیور نے کاغذات دکھائے۔ سپاہی وہ کاغذات اپنے افسر کے پاس لے گیا۔ افسر نے کاغذات کو پڑھ کر ڈرائیور کے پاس آکر کہا "اس ٹیکسی کو مدراس سٹی کا لائسنس جاری کیا گیا ہے۔ تم اتنی دور ہائی وے پر گاڑی کیوں لائے ہو۔ چلو باہر آؤ۔"

الپا نے کہا "پلیز آفیسر! یہ ڈرائیور آنے کے لیے راضی نہیں تھا۔ میں نے اسے مجبور کیا ہے۔ میرا شوہر ناراض ہو کر آگے اپنی کار میں گیا ہے۔ میں اسے روک کر منا کر واپس لانا چاہتی ہوں۔"

افسر قانونی کارروائی کرنے کے لیے روکنا چاہتا تھا۔ الپا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ ڈرائیور کو کاغذات واپس دیتے ہوئے بولا "چھوڑے ہوئے پتی پتنی کو ملانا نیک کام ہے۔ جاؤ پُن (نیکی) کماؤ۔"

ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ تیز رفتاری سے چلاتے ہوئے بولا "میڈم! تم بہت اچھا ایکٹنگ کیا۔ آفیسر بھی دھرم والا تھا۔ ہم کو معاف کردیا۔"

وہ آفیسر کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھی۔ اگر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑتی تو وہ پھر اپنی پٹرولنگ کار میں اس ٹیکسی کا پیچھا کرتا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد اس نے اس کے دماغ کو ڈسکنیکٹ کردی۔ وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا پھر سپاہیوں سے بولا "ابھی ہم نے ایک ٹیکسی والے کو روکا تھا۔ وہ کہاں چلا گیا؟"

ایک سپاہی نے کہا "ٹیکسی میں ایک چٹی بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کے پتی سے ملنے کے لیے اسے جانے کی اجازت دے دی۔"

وہ سر کھجا کر بولا "ہاں مجھے بھی کچھ ایسا ہی یاد پڑتا ہے مگر میں نے قانون کے خلاف جانے کیوں دیا؟"

"سر! وہ ڈرائیور آپ کی اجازت سے پُن کمانے گیا ہے۔"

دوسرے سپاہی نے کہا "جانے دیں سر! وہ ٹیکسی ہمارے تھانے کے حدود سے باہر جاچکی ہوگی۔"

افسر کی سوچ نے بتایا کہ وہ پیچھا نہیں کرے گا۔ الپا اس کے دماغ سے نکل آئی پھر فیصلہ کرنے لگی کہ اب اس ملک میں نہیں رہنا چاہیے۔ اہم سوال یہ تھا کہ کس ملک میں رہنا چاہیے؟ دوا اسپرے کرنے والے کہیں بھی پہنچ سکتے تھے۔ بڑی دیر تک سوچنے کے بعد یہ تدبیر سمجھ میں آئی کہ وہ پیرس میں جائے گی اور بابا صاحب کے ادارے کے قریب کہیں رہے گی۔ ان اطراف میں کبھی وہ دشمن دوا اسپرے نہیں کی جائے گی۔ اس طرح اس کی ٹیلی پیتھی کا علم سلامت رہے گا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے ایک چھوٹے سے شہر کے ریلوے اسٹیشن کے پاس لاکر کہا "میڈم! تامل ناڈو ایکسپریس ادھر میں رکیں گا۔ تم جاکے ٹرین کا ٹکٹ لے لو۔ ہمارے لیے کوئی کام ہونے سے بولو۔ ہم سیوا کرنے کو تیار رہے۔"

وہ بیگ اٹھا کر بٹی کو گود میں لے کر ٹیکسی سے اتر گئی۔ "تمہارا شکریہ۔ تم جاسکتے ہو۔"

وہ چلا گیا۔ الپا نے بکنگ کاؤنٹر پر آکر تامل ناڈو ٹرین کا ایک ٹکٹ طلب کیا۔ کاؤنٹر مین نے بتایا کہ اے سی کلاس میں کوئی برتھ یا سیٹ خالی نہیں ہے لیکن اس کے خیالات نے بتایا کہ دو برتھ خالی ہیں۔ وہ ٹکٹ بلیک میں رقم کمانے کے لیے رکھے گئے ہیں۔

اس نے ایک ہزار ڈالر کا نوٹ اس کی طرف بڑھا کر کہا۔ "میرے پاس امریکن کرنسی ہے۔ کیا اسے لے کر ٹکٹ دے سکتے ہو۔"

وہ نوٹ لے کر بولا "یہ کرنسی تو آدھی سے زیادہ دنیا پر حکومت کررہی ہے۔ کیا تم انڈین کرنسی بھی چاہتی ہو؟"

الپا نے مزید ایک ہزار ڈالر دیے۔ اس نے ایک ٹکٹ اور ہزار ڈالر کی انڈین کرنسی دی۔ ٹرین پلیٹ فارم پر آرہی

تھی۔ وہاں مسافروں کی اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ ٹرین کے رکنے پر کچھ مسافر اتر رہے تھے اور زیادہ تعداد میں سوار ہو رہے تھے۔ وہ بیٹی کے دودھ کے لیے پانی کی دو بوتلیں خرید کر ٹرین میں سوار ہو گئی۔ ہر کیبن میں چار برتھ تھیں۔ وہ اپنے کیبن کی برتھ پر آ گئی۔ وہاں ایک ہندوستانی عورت اور مرد تھے۔ تیسری ایک انگریز جوان عورت تھی۔ اس کا ایک ساتھی اس سے ہاتھ ملا کر بڑی محبت سے رخصت ہو رہا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کو برتھ پر لٹا کر اس کے لیے فیڈر میں دودھ تیار کرنے لگی۔ اس سے پہلے فیڈر کو دھونے کے لیے ٹائلٹ میں گئی۔ جب واپس آئی تو ٹرین چل پڑی تھی۔ وہ انگریز جوان عورت اس کی بیٹی مونا کو گود میں لے کر پچکار رہی تھی اور اسے چوم رہی تھی۔ اس نے الپا کو دیکھ کر کہا "تمہاری بیٹی بہت پیاری ہے۔ مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی اس لیے میں نے گود میں لیا ہے۔"

الپا اس کے قریب برتھ پر بیٹھ کر دودھ تیار کرتے ہوئے بولی "میری بیٹی صرف بھوک کے وقت روتی ہے ورنہ آرام سے کھیلتی اور مسکراتی رہتی ہے۔"

"اس کا نام کیا ہے؟"

"نام مونا لیزا ہے۔ ہم مونا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا اس کا نام مونا ہے؟"

"ہاں۔ تمہیں حیرانی کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ میرا نام بھی مونا ہے۔ مونا آفریدی۔ تم نے ابھی میرے شوہر کو دیکھا تھا۔ وہ مجھ سے رخصت ہو رہے تھے۔ ان کا نام سلمان آفریدی ہے۔ میں امریکن عیسائی ہوں لیکن میں نے ایک مسلمان سے شادی کی ہے۔"

الپا نے کہا "اونہہ۔ میں نے بھی ایک مسلمان سے شادی کی تھی مگر مسلمانوں کے ساتھ گزارہ نہیں ہوتا۔ تم کب تک گزارہ کرو گی؟"

"خدا نے چاہا تو آخری سانس تک گزارہ ہو گا۔ سلمان آفریدی ایک مثالی شوہر ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔"

"کیا تم اپنے شوہر کے ساتھ کسی اسلامی ملک میں رہتی ہو؟"

"ہاں پاکستان کے ایک شہر پشاور میں بڑے عیش و آرام سے رہتی ہوں۔"

بونے کمپارٹمنٹ سے کھانے کا آرڈر لینے والا بیرا آیا۔ دونوں نے کھانے کا آرڈر دیا پھر الپا نے کہا "اچھا ہوا تم مل گئیں ورنہ میں ہندی بولنے والے مسافروں کے ساتھ بور ہوتی رہتی۔ کیا تم ان کی زبان سمجھتی ہو؟"

"ہاں سمجھتی بھی ہوں اور بولتی بھی ہوں۔ سلمان آفریدی نے مجھے ہندی اردو سکھائی ہے۔ کیا تم نہیں جانتی ہو؟"

"کسی حد تک سمجھ لیتی ہوں اور اٹک اٹک کر بولتی ہوں۔"

وہ دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ بیرا کھانا لے کر آیا۔ وہ کھانے کے دوران میں بھی بولتی رہیں۔ یہ ثابت کرتی رہیں کہ دو ہم زبان اور ہم مزاج عورتوں کو ایک جگہ بٹھا دیا جائے تو وہ دن رات بولتی چلی جاتی ہیں۔ کھانے کے بعد انہوں نے آدھے گھنٹے تک باتیں کیں۔ دوسرے مسافروں کی نیند اور آرام کا خیال کرنا ضروری تھا اس لیے وہ اپنے اپنے برتھ پر جا کر سو گئیں۔

الپا صبح سے بھاگ رہی تھی۔ کچھ اسپرے ہونے والی دوا کے خوف نے اور کچھ ٹیکسی کے سفر نے اسے بری طرح تھکا دیا تھا اس لیے وہ تمام رات گہری نیند سوتی رہی۔ اکثر افراد اپنے گھروں میں اتنے سکون سے نہیں سوتے، جتنا کہ ٹرین میں سفر کے دوران میں آرام اور سکون سے سوتے ہیں۔ الپا بھی خواب خرگوش کے مزے لیتی رہی۔ صبح ہونے سے کچھ پہلے اس کی آنکھ کھلی۔ وہ تھوڑی دیر تک چپ چاپ پڑی رہی پھر اس نے بچی کی طرف کروٹ لی۔ اس کے ساتھ ہی ایک دم چونک گئی۔ اس کی بیٹی مونا اس کے پہلو میں نہیں تھی۔

وہ ہڑبڑا کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنی ہم سفر مونا آفریدی کی برتھ کی طرف دیکھا۔ وہ برتھ خالی تھی۔ مونا آفریدی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے بھارتی مسافروں کی طرف دیکھا۔ وہ میاں بیوی گہری نیند میں تھے۔ وہ دوڑتی ہوئی ٹائلٹ کے دروازے پر آئی۔ اسے کھول کر دیکھا پھر ایک دم سے چیخنے لگی "میری بچی! میری بچی کہاں ہے؟ اسے کون لے گیا ہے؟"

وہ مسافر میاں بیوی چونک کر اٹھ بیٹھے۔ مرد نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ بولی "میری بچی نہیں ہے۔ وہ امریکن عورت جو ہمارے کیبن میں تھی، وہی میری بیٹی کو لے گئی ہو گی۔"

اس شخص نے کیبن کا دروازہ کھول کر کاریڈور کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھا۔ دروازے کے پاس ایک شخص اپنے بیوی بچوں کے ساتھ فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ سیٹ اور برتھ نہ ملنے کے باعث وہ ٹکٹ چیکر کو رشوت دے کر سفر کر رہا تھا۔ الپا کے ہم سفر نے اس سے پوچھا "کیا تم نے ایک انگریز عورت کو دیکھا ہے۔ اس کی گود میں ایک بچی تھی؟"

اس مرد اور عورت نے کہا کہ دو گھنٹے پہلے ایک اسٹیشن پر گاڑی رکی تھی۔ ایک گوری میم صاحب ایک خوب صورت سی بچی کو لے کر ٹرین سے اتر گئی تھی۔ یہ بات سن کر الپا کا سر چکرا گیا۔ وہ دیوار کا سہارا لے کر سنبھل گئی۔ اس وقت ٹرین ایک اسٹیشن پر رک رہی تھی۔ وہ کیبن میں آ کر اپنا سامان سمیٹ کر، بیگ اٹھا کر ٹرین سے اتر گئی۔ پلیٹ فارم پر دوڑتی ہوئی ریلوے پولیس کے دفتر میں آئی۔ وہاں رو رو کر بتانے لگی کہ ایک امریکن نوجوان عورت اس کی بچی کو اٹھا کر لے گئی ہے۔ اب سے دو گھنٹے پہلے یہ ٹرین جس اسٹیشن پر رکی تھی وہ عورت اسی اسٹیشن پر بچی کو لے کر اتر گئی تھی۔

پولیس انسپکٹر فون کے ذریعے رابطے کرنے لگا۔ پچھلے اسٹیشن والوں کو ایک ننھی بچی کے اغوا کے بارے میں بتانے لگا۔ الپا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے مونا آفریدی کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے سانس روک لی۔ الپا نے چند سیکنڈ کے بعد پھر اس کے دماغ میں پہنچتے ہی پوچھا "میری بیٹی کہاں ہے؟"

وہ بولی "اچھا تو تم ہو۔ تمہاری بیٹی میرے پاس ہے۔"

الپا نے غصے سے پوچھا "تم کون ہو؟ کیوں میری بیٹی کو مجھ سے چھین کر لے گئی ہو؟"

"میں بھی تمہاری طرح ٹیلی پیتھی جانتی تھی۔ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا نے مجھے اس علم سے محروم کر دیا ہے۔ ایسے میں کوئی دشمن مجھے نقصان پہنچانا چاہے گا تو میں اس کے خلاف جوابی کارروائی نہیں کر سکوں گی۔ تمہاری بیٹی میرے پاس رہے گی تو تم اس کی سلامتی کے لیے میری بھی حفاظت کرتی رہو گی۔"

"آخر تم کون ہو؟"

"میں بلی ڈونا ہوں۔ میں نے مہاراج کے بھائی کو قتل کیا تھا۔ اب مہاراج اور گرو دیو مجھے ہلاک کرنے کے لیے تلاش کر رہے ہیں۔ اب ذرا سوچو، وہ مجھے مار ڈالیں گے تو تمہاری ننھی بچی میری لاش کے پاس روتی رہ جائے گی۔"

وہ غصے سے بولی "بلی! تمہاری شامت آ گئی ہے۔ میں مہاراج سے کہوں گی کہ وہ تمہیں ہلاک کر کے میری بیٹی کو میرے پاس پہنچا دے۔"

"یہ تمہاری بہت بڑی حماقت ہو گی۔ مہاراج تمہاری بیٹی کو اپنے قبضے میں لے کر تمہاری ممتا کی کمزوری سے کھیلے گا۔ تم اس کے احکامات کی تعمیل کرنے اور اس کا بڑے سے بڑا کام کرنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔"

"دیکھو بلی! تم تنہا نہیں ہو۔ میری بیٹی کو اغوا کرنے کی سازش میں کوئی اور بھی شریک ہے۔ سچ بتاؤ، وہ سلمان آفریدی کون تھا؟"

"میں نے سلمان آفریدی کے بارے میں بالکل سچ کہا ہے۔ ہماری باقاعدہ شادی ہوئی ہے۔ میں اس کی شریکِ حیات ہوں۔ تم ابھی جاؤ۔ اپنی بیٹی کو حاصل کرنے کی جتنی تدابیر پر عمل کر سکتی ہو، کرتی رہو۔ بالآخر تمہیں اپنی بیٹی کی سلامتی کے لیے میری محافظ بن کر رہنا پڑے گا۔"

بلی ڈونا نے سانس روک لی۔ الپا دماغی طور پر پولیس افسر کے سامنے حاضر ہو گئی۔ وہ ابھی تک پچھلے اسٹیشنوں کے ریلوے پولیس افسران سے رابطہ کر کے ایک بچی کے اغوا کے بارے میں اطلاع دے رہا تھا۔ ٹرین جا چکی تھی۔ اس نے بلی سے باتیں کرنے کے دوران میں اس کے خیالات پڑھے تھے اور معلوم کیا تھا کہ وہ کسی کار کی اگلی سیٹ پر بچی کو بازوؤں میں لیے بیٹھی ہے اور اس کے ساتھ کوئی شخص بیٹھا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ یقیناً سلمان آفریدی تھا۔ وہ سلمان آفریدی اسی ٹرین کے کسی دوسرے کمپارٹمنٹ میں رہا ہو گا۔ جب بلی ننھی بچی کو گود میں لے کر ٹرین سے اتری تو اس کے ساتھ سلمان آفریدی بھی اتر گیا اور اب وہ دونوں اس بچی کو لے کر کار میں کہیں جا رہے تھے۔

الپا نے انسپکٹر سے کہا "آپ میرے لیے ٹیکسی یا کار کا بندوبست کر دیں۔ جتنی رقم کی ضرورت ہو گی، میں دوں گی۔"

انسپکٹر نے کہا "آپ کو کار کے لیے اپنا پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات جمع کرانے ہوں گے۔"

"آپ پاسپورٹ اور کاغذات کو چھوڑیں۔ مجھ سے زیادہ سے زیادہ رقم لیں۔ میں آپ کو ابھی بیس ہزار ڈالر دوں گی۔"

انسپکٹر نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ وہ گویا ایڈیشن کرنسی کے مطابق دس یا گیارہ لاکھ روپے دینے کو تیار تھی۔ وہ بولا۔ "میری اپنی ایک ذاتی کار ہے۔ میں ابھی بکے کاغذ پر اسے تمہارے نام لکھ دوں گا۔"

"آپ فوراً لکھیں اور یہ رقم لیں۔"

اس نے بیگ میں سے بیس ہزار ڈالر نکال کر اس کے سامنے رکھ دیے۔ آدھے گھنٹے کے اندر لین دین مکمل ہو گیا۔ وہ انسپکٹر کی گاڑی لے کر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی پچھلے اسٹیشنوں کی طرف جانے لگی۔ اسے یقین نہیں تھا کہ وہ آگے جا کر بلی کو ڈھونڈ نکالے گی۔ مگر امید تھی کہ شاید بلی کی کسی غلطی سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنی بیٹی تک پہنچ سکے گی۔

بیٹی کے اغوا ہونے کے بعد کئی بار پارس یاد آیا۔ آخر وہ

اس کی بیٹی کا باپ تھا۔ اسے معلوم ہونا چاہیے تھا کہ بلی' مہاراج کی انتقامی کارروائی سے بچنے کے لیے ننھی سی مونا کو اغوا کر کے لے گئی ہے۔ الپا اور پارس کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے تھے۔ ایک معصوم بچی کا کوئی قصور نہیں تھا۔ پارس کا بھی فرض تھا کہ وہ بیٹی کی بازیابی کے لیے اپنی ذہانت کا مظاہرہ کرے اور بلی ڈونا کو ٹریپ کر کے سزا دے۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی پارس کے دماغ میں آئی۔ پارس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی کہا۔ "آؤ صنم' جاؤ صنم۔ گھر تمہارا ہے۔ بائی واوے۔ صنم کا نام کیا ہے؟"

وہ پارس کے پاس کبھی نہ آنے کے لیے گئی تھی مگر حالات نے غرور توڑ دیا تھا۔ وہ مجبور ہو کر آئی تھی۔ جھجکتے ہوئے بولی "میں ہوں۔"

"تین بار مَیں مَیں بولو گی تو بکری کہلاؤ گی۔ ایک بار میں کہنے کا مطلب ہے کہ بکری بنتے بنتے ادھوری رہ گئی ہو۔" وہ پھر جھجکتے ہوئے بولی "میں ہوں الپا۔"

"اوہ تم؟ کیسے راستہ بھول گئیں؟"

"ہماری... ہماری بیٹی پر مصیبت آئی ہے۔ بلی ڈونا اسے اغوا کر کے کہیں لے گئی ہے۔"

"ہُوں۔ تم میری بیٹی کی حفاظت نہیں کر سکیں۔ اب میرے پاس آ کر یہ منحوس خبر سنا رہی ہو۔"

"پارس! یہ غصہ کرنے کا وقت نہیں ہے۔ بلی کو کسی طرح ٹریپ کرو۔"

"کیسے ٹریپ کروں؟ میں تو ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گیا ہوں۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کہاں تھی اور اب میری بیٹی کو لے کر کہاں گئی ہے؟"

"وہ انڈیا میں مدراس سے ممبئی جانے والے راستے پر ہے۔ میں رات کو ٹرین میں سو رہی تھی۔ وہ اسے اٹھا کر لے گئی۔ میں ایک کار میں اسی راستے پر جا رہی ہوں۔"

"بلی کو احمق نہ سمجھو۔ وہ راستہ بدل چکی ہو گی پھر وہ تنہا میری بیٹی کو اغوا کرنے کی جرأت نہیں کرے گی۔ اس کی پشت پر کوئی طاقت ہو گی۔ کسی خاص مقصد کے لیے میری بیٹی کو اغوا کیا گیا ہو گا۔"

"مہاراج' بلی کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ وہ ہماری بیٹی کو اس لیے لے گئی ہے کہ ہم اسے مہاراج کے حملوں سے بچاتے رہیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو بلی کے ساتھ ہماری مونا پر بھی مصیبت آئے گی۔ ہاں بلی کے ساتھ سلمان آفریدی نام کا ایک شخص ہے جسے وہ اپنا شوہر کہتی ہے۔"

"پتا نہیں' وہ کتنے شوہر بھگتا چکی ہے۔ مجھے اس کے شوہر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں پاپا سے کہوں گا۔ وہ بلی کو ٹریپ کریں گے مگر یاد رکھو' وہ کہیں روپوش رہے گی اور میری بیٹی نہیں ملے گی تو میں تمہارا جینا حرام کر دوں گا۔"

"میرا کیا قصور ہے۔ میں تو سو رہی تھی۔ اگر مجھے..."

"زیادہ بکواس نہ کرو۔ میری بیٹی مجھے واپس ملے گی تو میں اسے تمہارے پاس نہیں جانے دوں گا۔"

"نہیں۔ وہ میری بیٹی ہے۔ میرے پاس رہے گی۔"

"تم اس کی حفاظت نہیں کر سکیں۔ میں اپنی بیٹی کو تمہاری جیسی تنہا و بدر بھٹکنے والی ماں کے پاس نہیں رہنے دوں گا۔"

"پارس! ایسی دشمنی نہ کرو۔ میں اپنی بیٹی کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔"

"میں اپنا آخری فیصلہ سناتا ہوں۔ فی الحال بیٹی نہ تمہارے پاس ہے اور نہ میرے پاس ہے۔ اب ہم دونوں میں سے جو اسے بلی سے چھین لے گا' وہ اسی کے پاس رہے گی۔ بیٹی کو اپنے کلیجے سے لگا کر رکھنا چاہتی ہو تو اسے کسی طرح حاصل کر لو۔ مجھ سے توقع نہ رکھو کہ میں اسے حاصل کر کے تمہارے حوالے کرنے کی حماقت کروں گا۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روکی۔ وہ اپنی کار میں دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس نے کار سڑک کے کنارے روکی ہوئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جائے؟ اور بیٹی کو کہاں تلاش کرے؟

ایک بات تو یقینی تھی کہ پارس اس سے زیادہ ذہین تھا۔ اس کے ذرائع بھی وسیع تھے۔ وہ اس سے پہلے بلی تک پہنچ کر اپنی بیٹی کو لے جا سکتا تھا۔

گویا پارس بھی اس کے لیے مصیبت بن گیا تھا۔ ایک بلی سے نمٹنے کا مسئلہ تھا۔ اوپر سے پارس ایک چیلنج بن گیا تھا۔ اس نے ایک کے بعد دوسری مصیبت مول لی تھی۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگی۔ آخر پارس کے پاس کیوں گئی تھی؟ اب اس سے کیسے نمٹے گی؟ وہ لکڑی تھی۔ وہ لوہا تھا اور لوہے کو لوہا ہی کاٹ سکتا تھا۔

تب پورس یاد آیا۔ وہی پارس کے مقابلے میں مونا کو حاصل کر کے اسے ایک ماں کے حوالے کر سکتا تھا۔ وہ پورس سے رابطہ کرنے سے پہلے تمام اچھے اور برے پہلوؤں پر غور کرنے لگی۔ وہ پچھلے دنوں خود کو بلی ڈونا ظاہر کر کے پورس کے کام آتی رہی تھی۔ بعد میں اصلیت ظاہر کر دی تھی کہ وہ الپا ہے۔ اس نے پورس کی پلاننگ کے مطابق مہاراج کے بیٹے کو اغوا کیا تھا۔ بعد میں نیلماں (ثانی) مہاراج کے بیٹے اور نتاشا اور نتالیہ کو چھین کر لے گئی تھی۔ ویسے پورس یہ مانتا ہو گا کہ الپا اس کے کام آتی رہی ہے اور اب اس کا فرض تھا کہ الپا کے کام آئے۔

وہ پورس کے دماغ میں آ کر بولی "میں ہوں الپا۔ میرے ساتھ بہت بڑی ٹریجڈی ہو گئی ہے۔ بلی ڈونا نے میری بیٹی کو اغوا کیا ہے۔ پتا نہیں وہ اسے کہاں لے گئی ہے۔"

پورس نے کہا "یہ پارس مکاری دکھا رہا ہے۔ اس نے بلی کے ذریعے اپنی بیٹی کو تم سے چھین لیا ہے۔ بلی نے بیٹی کو باپ کے پاس پہنچا دیا ہے۔"

"پارس اپنی بیٹی کے اغوا سے بے خبر تھا۔ میں نے اسے یہ بات بتائی ہے۔ اب وہ مجھے الزام دے رہا ہے کہ میں بیٹی کی حفاظت کرنے میں ناکام رہی ہوں اس لیے ہم میں سے جو بیٹی کو تلاش کر کے حاصل کرے گا' بیٹی اسی کے پاس رہے گی۔"

"ہُوں اور تم نہیں چاہتیں کہ بیٹی باپ کے پاس رہے؟"

"میں کبھی ایسا نہیں چاہوں گی۔ بیٹی اس کے پاس رہے گی تو مسلمان بن جائے گی۔"

"ہُوں۔ یہ تو میں بھی نہیں چاہوں گا کہ وہ مسلمان بن کر پرورش پاتی رہے۔"

"تم کوئی ایسی تدبیر کرو کہ پارس سے پہلے میری بیٹی کو بلی سے چھین کر میرے پاس لے آؤ۔ میں ہمیشہ تمہارے کام آتی رہی ہوں۔ آئندہ بھی ہم دوست رہیں گے۔ پلیز میری بیٹی کو پارس کے پاس نہ پہنچنے دو۔ اسے میرے پاس لے آؤ۔"

"بلی ڈونا کس ملک میں ہے؟"

"بھارت میں ہے۔"

"او گاڈ! میں ہزاروں میل دور ہوں۔ میں بھارت کے شہر ممبئی آ رہا تھا لیکن نیلماں نے طیارے کو ہائی جیک کر کے قلابیب پہنچا دیا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ اس کا پوتا آر بھاٹیا اسی طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اب وہ اسرائیل جیسے چھوٹے ملک میں رہے گا تو وہ اس سے بار بار رابطے کر کے اس کی یادداشت واپس لائے گی۔ اسے فرہاد کے تخویی عمل کے اثر سے نکالے گی۔"

"آر بھاٹیا کو جہنم میں جانے دو۔ میری بیٹی کے لیے کچھ کرو۔"

"تم کسی طرح معلوم کرو کہ بلی تمہاری بیٹی کو کسی دوسرے ملک میں لے جائے گی یا بھارت میں ہی رہے گی؟ ایسا نہ ہو کہ میں بھارت آؤں تو وہ کسی دوسرے ملک میں جا چکی ہو۔"

"میں کیسے معلوم کروں؟ وہ مجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دیتی ہے۔"

"الپا! عقل استعمال کرو۔ تمہاری بیٹی ڈھائی برس کی ہے۔ آنکھوں سے دیکھتی ہے' خواہ کسی کو پہچان نہ سکے۔ کانوں سے آوازیں سنتی ہے' خواہ ہر طرح کی آواز نہ سمجھ سکے۔ تم بیٹی کے دماغ میں رہ کر اس کے آس پاس کی آوازیں سن سکتی ہو۔ دوسرے بولنے والوں کے لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکتی ہو۔"

"واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں اپنی بیٹی کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکتی ہوں۔ میں ابھی جا رہی ہوں۔ جو معلومات حاصل ہوں گی' وہ تمہارے پاس آ کر بتاؤں گی۔"

اس کی بیٹی مونا صرف ماما' پاپا اور تاتا جیسے الفاظ بولتی تھی۔ ان الفاظ کی ادائیگی کا بھی ایک مخصوص لہجہ ہوتا تھا۔ مونا کی ایک مخصوص آواز اور انداز ہوتا تھا۔ الپا اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔

اس بچی کا دماغ ابھی اپنی ذاتی اور پرائی سوچوں سے خالی تھا۔ وہ سنی ہوئی باتیں سمجھ تو لیتی پاتی تھی اس لیے سوچ کی باقاعدہ لہریں نہیں بنتی تھیں لیکن اس کے قریب بلی یا کوئی اور باتیں کرتا تو الپا انہیں سن کر سمجھ سکتی تھی۔ فی الحال اس کے آس پاس کوئی نہیں بول رہا تھا۔ البتہ ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ یہ آواز بتا رہی تھی کہ بلی اس کی بیٹی کو ہیلی کاپٹر میں کہیں لے جا رہی ہے۔

بھارت میں کوئی پرائیویٹ فلائنگ کمپنی نہیں تھی اور انڈین ایئر لائن سے کوئی ہیلی کاپٹر ملک سے باہر جانے کے لیے کرائے پر نہیں ملتا تھا۔ وہ بھارت کے اندر ہی ایک بڑے شہر سے دوسرے بڑے شہر جا رہی تھی۔ الپا انتظار کرنے لگی۔ گھنٹے دو گھنٹے بعد معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کس شہر میں پہنچی ہے اور وہاں سے کہیں دوسری جگہ جانے والی ہے یا نہیں؟

اس نے پورس کے پاس آ کر اسے بتایا کہ وہ اپنی بیٹی کے ذریعے ہیلی کاپٹر کی آواز سن رہی ہے۔ شاید وہ ممبئی سے دہلی جا رہی ہو گی۔

پورس نے کہا "وہ ممبئی سے کسی فلائٹ کے ذریعے کسی دوسرے ملک کی طرف جا سکتی تھی۔ ہو سکتا ہے' وہ ممبئی میں خطرہ محسوس کر رہی ہو اس لیے دہلی سے کسی فلائٹ کے ذریعے دوسرے ملک جانا چاہتی ہو گی۔"

"میں ہر دس پندرہ منٹ کے بعد اپنی مونا کے دماغ میں جاتی رہوں گی۔"

اس نے ایک چھوٹے سے شہر میں جاکر ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ وہاں کمرے میں بیٹھ کر ہر دس پندرہ منٹ کے بعد بیٹی کے دماغ میں جانے لگی۔

اس سے بہت دور ممبئی کے ایک بنگلے کے بیڈ روم میں ننھی مونا تنہا تھی۔ وہ ایک قالین پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چاروں طرف رنگ برنگے قیمتی کھلونے بکھرے ہوئے تھے اور اس کے پیچھے ایک بڑا سا کیسٹ ریکارڈر آن تھا اور اس ریکارڈر سے ہیلی کاپٹر کے پرواز کرنے کی آواز ابھر رہی تھی۔

الپا یہی آواز سن رہی تھی پھر ایسی آواز ابھری جیسے ہیلی کاپٹر کہیں اتر گیا ہو۔ اس کے گردش کرتے ہوئے پنکھے آہستہ آہستہ تھم رہے تھے۔ تیزی سے چلتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں پھر ایک کار کے دروازے کھلے اور بند ہوئے۔ کار تیز رفتاری سے جانے لگی۔ اس کار کے ریکارڈر سے میڈونا کے گانے کی دھیمی دھیمی آواز ابھر رہی تھی۔

تقریباً پون گھنٹے بعد وہ کار رک گئی۔ بہت سی عورتوں اور مردوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایک عورت کی آواز واضح تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "میم صاحب! یہ مچھلی ایک دم تازہ ہے۔ ایک کانٹے والا روہو ہے۔ تیس روپے میں لے لو میم صاحب!"

بلی ڈونا کی آواز ابھری "مچھلی نہیں لینا ہے۔ جاؤ پیچھا چھوڑو۔ اوہ نان سنس۔ یہ انڈین لوگ پیچھا ہی نہیں چھوڑتے ہیں۔"

پھر قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ بلی کی آواز ابھری۔ "کیا یہ لانچ ممبئی جائے گی؟"

"ہاں جی۔ بس جانے والی ہی ہے۔"

پھر ایسی آوازیں آتی رہیں جیسے وہ ٹکٹ خرید کر لانچ میں آگئی ہو۔ لانچ کے انجن کی آواز سے پتا چلا کہ وہ سمندر میں تیزی سے جا رہی ہے۔

الپا نے پورس کے پاس آکر کہا "وہ ہیلی کاپٹر کسی ساحلی علاقے میں اترا تھا۔ بلی کسی مچھلی گھاٹ سے گزر کر ایک لانچ میں سوار ہوگئی ہے اور وہ لانچ ممبئی جا رہی ہے۔"

پورس نے کہا "بلی سیدھے راستے سے ممبئی جا سکتی تھی مگر بہت گھوم پھر کر جا رہی ہے تاکہ وہ تمہاری نظروں میں نہ آئے۔ تم اسی طرح اپنی بیٹی کے دماغ میں جاتی رہو۔ وہ جہاں جا کر پناہ لے گی، ہمیں اس جگہ کا علم ہو جائے گا۔"

"پورس! تمہیں بھارت آنا چاہیے۔"

"اگر بلی ممبئی سے کسی فلائٹ میں سوار نہیں ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ کسی دوسرے ملک نہیں جا رہی ہے پھر میں بھارت کے لیے یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

الپا اس کے دماغ میں سے نکل کر پھر بیٹی کے دماغ میں آگئی۔ اسے رنگ برنگے کھلونے یوں دکھائی دے رہے تھے جیسے بیٹی خیالوں میں کھلونوں کو دیکھ کر ان سے کھیل رہی ہو۔ اس ننھی مونا کے دماغ پر کیسٹ ریکارڈر سے ابھرنے والی آوازیں حاوی تھیں۔

اس بیڈ روم سے ذرا دور ٹانی اور پارس ڈرائنگ روم میں بیٹھے ایک ٹی وی اسکرین پر ننھی مونا کو دیکھ رہے تھے اور اس کیسٹ ریکارڈر سے ابھرنے والی آوازیں سن رہے تھے جب سے الپا اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے خوف سے بھاگتی رہی تھی تب سے ٹانی اور پارس اس کا پیچھا کرتے رہے تھے۔ وہ جس ٹیکسی میں سفر کرتی رہی تھی، ٹانی اس ٹیکسی کے ڈرائیور کے اندر خاموشی سے موجود رہی تھی۔

وہ پارس کے ساتھ ممبئی سے ٹرین میں سوار ہوئی تھی۔ اسے ڈرائیور کے ذریعے معلوم ہو رہا تھا کہ الپا کس اسٹیشن سے ٹرین میں سوار ہونے والی ہے۔ اس نے کاؤنٹر پر بکنگ کلرک سے الپا کو اسی کیبن کا ٹکٹ دلوایا تھا جس میں وہ موجود تھی۔ پارس، سلمان آفریدی بنا ہوا تھا۔ ٹانی سے رخصت ہو کر دوسرے کمپارٹمنٹ میں چلا گیا۔

بہرحال وہ ٹانی کے تعاون سے اپنی بیٹی کو اپنے ممبئی والے بنگلے میں لے آیا تھا۔ انہوں نے دور رس نتائج حاصل کرنے کے لیے ڈھائی برس کی ایک بچی دو دن پہلے اناتھ آشرم سے حاصل کی تھی۔ ٹانی نے اس بچی کے نازک سے کومل سے دماغ میں ماما، پاپا، تاتا جیسے الفاظ بالکل مونا کی آواز اور لہجے میں نقش کرائے تھے۔

وہی اناتھ آشرم والی بچی بیڈ روم میں کھلونوں کے درمیان کھیل رہی تھی اور اس کے پیچھے کیسٹ ریکارڈر سے آواز ابھر رہی تھی۔

پارس کی اصل بیٹی مونا دوسرے بیڈ روم میں سو رہی تھی۔ ٹانی نے مونا کو لے کر ٹرین سے اترنے کے بعد کار میں ممبئی تک سفر کیا تھا اور سفر کے دوران میں مونا کے معصوم نازک دماغ سے ماما، پاپا اور تاتا جیسے الفاظ مٹا دیے تھے۔ اس عمل کے نتیجے میں الپا خیال خوانی کے ذریعے اناتھ آشرم والی ڈھائی مونا کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔

اب یہ بات واضح ہو چکی ہوگی کہ ٹانی اور پارس ننھی مونا کو ایک یہودی ماں کے سائے سے نکال کر اپنے ماحول میں پروان چڑھانے کے لیے ایسی چالیں چل رہے تھے۔ ان کی یہ چال صرف یہیں تک محدود نہیں تھی۔ اس سے آگے

دوسری چال چلنے کے لیے ان کے پاس نتاشا اور نتالیہ دو مہروں کے طور پر تھیں اور وہ ان بہنوں کو ابھی ایکشن میں لانے والے تھے۔

امریکا' اسرائیل' مہاراج' گرودیو اور پورس وغیرہ پر یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ مہاراج اپنے طور پر چالیں چلنے کے باوجود نتاشا اور نتالیہ کو قیدی بنا کر نہیں رکھ سکا۔ نیلماں ان بہنوں کو مہاراج سے چھین کر..... لے گئی تھی۔ نیلماں کا یہ رول ثانی ادا کر رہی تھی اور تمام مخالفین اب تک یہی سمجھ رہے تھے کہ نیلماں نے ان بہنوں کو کہیں چھپا کر رکھا ہے۔

ثانی نے ان بہنوں پر چند روز پہلے تنویمی عمل کیا تھا۔ یہ بات ان کے ذہنوں پر نقش کی تھی کہ انہیں نیلماں ٹریپ کر کے لے گئی تھی اور ان پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن بار بار جسم بدلنے کے باعث اس کی آتما شکتی کمزور ہو گئی ہے اس لیے اس کا تنویمی عمل دیرپا نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا دونوں بہنوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ معمولہ اور تابعدار بن کر نیلماں کو دھوکا دیتی رہیں گی پھر موقع ملتے ہی وہاں سے فرار ہو جائیں گی۔

ثانی نے پارس سے کہا "اب انہیں فرار ہونے کا موقع دینا چاہیے۔ کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے جس لانچ کی آواز ابھر رہی ہے' وہ ممبئی کے ساحل پر پہنچنے والی ہے۔ اس سے پہلے میں نتاشا اور نتالیہ کو اسی ساحل پر لے جا رہی ہوں۔"

وہ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر بنگلے کے باہر پورچ میں کھڑی ہوئی کار کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ نتاشا اور نتالیہ اسی بنگلے کے ایک اور کمرے میں تھیں۔ ثانی نے ان کے دماغوں کو اپنے کنٹرول میں لیا۔ وہ دونوں اپنے سامان کا ایک ایک بیگ اور ڈی مونا کو اٹھا کر تیزی سے چلتی ہوئی بنگلے کے باہر اسی کار کی اگلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئیں' جس کی پچھلی سیٹ پر ثانی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ معمولہ اور تابعدار تھیں۔ ثانی کی مرضی کے بغیر ان کی موجودگی کو سمجھ نہیں سکتی تھیں۔

نتاشا تیزی سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے ممبئی کے اس ساحل کی طرف جانے لگی' جہاں لانچیں لنگر انداز ہوتی تھیں۔ ڈی مونا' نتالیہ کی گود میں تھی اور کیسٹ ریکارڈر پچھلی سیٹ پر ثانی کے پاس تھا۔

دور ایک ہوٹل کے کمرے میں بیٹھی ہوئی الپا اٹھ کر باہر اپنی کار میں آ گئی پھر اسے تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے ممبئی کی طرف جانے لگی۔ وہ اپنی بیٹی کے دماغ میں جاتے آتے ہوئے آوازیں سن رہی تھی۔ وہ ممبئی اس وقت پہنچی' جب کیسٹ ریکارڈر والی لانچ بھی ایک ساحل پر پہنچ رہی تھی۔

وہ توجہ سے ریکارڈر کی آوازیں سن رہی تھی۔ اس نے بلی ڈونا کی آواز سنی' وہ ایک عورت سے کہہ رہی تھی "پلیز اس بچی کو ذرا سنبھالو۔ مجھے بتاؤ کیا اس گھاٹ میں عورتوں کا ٹائلٹ ہے؟"

دوسری عورت کی آواز سنائی دی "ہاں بچی مجھے دو اور میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں ٹائلٹ میں پہنچاؤں گی۔"

تھوڑی دیر تک قدموں کی آوازیں سنائی دیں پھر ایک دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔ اس کے ساتھ ہی اس عورت کا سخت لہجہ سنائی دیا "خبردار! ذرا بھی حرکت نہ کرنا۔ اس ریوالور میں سائلنسر لگا ہوا ہے۔ ہمیں بتاؤ تم کون ہو۔ ہم نے تمہاری گردن کے پیچھے ماسک میک اپ کا جوڑ دیکھا ہے۔ تم نے ماسک میک اپ کیا ہے اور اس بچی کو کہیں سے اغوا کر کے لائی ہو۔"

بلی کی آواز سنائی دی "میں نے کسی کی بچی نہیں چرائی ہے۔ یہ میری بچی ہے۔ یہ سچ ہے کہ میں نے ماسک میک اپ کیا ہے مگر تمہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔"

"ہمیں زیادہ سے زیادہ رقم کی ضرورت ہے۔ اپنا یہ بیگ ہمارے حوالے کرو اور اپنے بارے میں جب تک سچ نہیں بولو گی' یہ بچی تمہیں نہیں ملے گی۔ سسٹر تم اس کے چہرے سے ماسک نوچ لو۔"

الپا کو پتا چلا کہ بلی کو ریوالور کی زد میں رکھنے والی دو عورتیں ہیں۔ بلی ضد کر رہی تھی کہ چہرے سے ماسک نوچ کر نکالنے نہیں دے گی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ان کے درمیان جدوجہد ہو رہی ہے پھر اس عورت کی حیرت بھری آواز سنائی دی "ارے یہ تو بلی ڈونا ہے۔ یہ کس کی بچی اغوا کر کے لے جا رہی ہے۔"

اسی وقت الپا نے اپنی کار ایک جگہ روک کر اس عورت کے دماغ میں پہنچ کر کہنا چاہا کہ بلی اس کی بیٹی کو اغوا کر رہی ہے۔ الپا کی خیال خوانی کی لہریں نتاشا کے دماغ میں پہنچیں' اس نے سانس روک لی۔ الپا نے دوسری تیسری بار اس کے اندر پہنچ کر کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن وہ ثانی کی مرضی کے بغیر الپا کو دماغ میں ایک لفظ بھی بولنے کی اجازت نہیں دے سکی تھی۔

الپا نے مجبور ہو کر پھر کار اسٹارٹ کی۔ وہ ساحل کے قریب پہنچ رہی تھی۔ اس نے پھر بیٹی کے دماغ میں پہنچ کر آواز سنی اور چونک گئی۔ سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گولی چلنے کا دھیما سا کھٹکا ہوا تھا۔ بلی ڈونا کی آخری کراہ سنائی دی تھی پھر بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔

الپا کو بلی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے مُردہ ہو جانے کی تصدیق کرنا چاہیے تھی لیکن اپنی بیٹی کی اہمیت زیادہ تھی اور وہ دو عورتیں اس کی بیٹی کو لے جا رہی تھیں۔ اسی وقت ثانی نے نتاشا' نتالیہ اور ڈی مونا کو وہاں پہنچا دیا تھا۔

وہ دونوں بہنیں ڈی مونا کو اٹھائے کار سے اتر کر ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف دوڑنے لگیں۔ دوسرے راستے سے الپا اپنی کار ڈرائیو کرتی آ رہی تھی۔ اس نے دور سے دونوں بہنوں کو ایک ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے دیکھا اور پہچان لیا۔ پوری قوت سے چیخ کر آواز دی "نتاشا! نتالیہ! رک جاؤ۔ میں الپا ہوں۔ پورس کی اور تمہاری دوست ہوں۔"

اس وقت تک ٹیکسی آگے نکل گئی تھی۔ الپا کی کار کے آگے دو ہیوی ٹرک بے ترتیبی سے راستہ روکے ہوئے جا رہے تھے۔ وہ بار بار ہارن بجا کر راستہ مانگ رہی تھی۔ بڑی مشکل سے راستہ ملا۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگی۔ پورس کو مخاطب کر کے بولی "میرے اور تمہارے لیے خوش خبری ہے۔ میں نے ابھی نتاشا اور نتالیہ کو دیکھا ہے۔ وہ بلی ڈونا کو گولی مار کر میری بیٹی کو لے کر آگے ایک ٹیکسی میں جا رہی ہیں۔ میں ان کے دماغ میں پہنچ کر انہیں دوستی اور تحفظ کا یقین دلانا چاہتی ہوں لیکن وہ سانسیں روک لیتی ہیں۔"

پورس نے خوش ہو کر کہا "الپا! تم بہت بڑی خوش خبری سنا رہی ہو۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ وہ دونوں بہنیں نیلماں کی قید سے کس طرح نکل آئی ہیں؟ ان کے حالات معلوم کرو۔ کسی بھی طرح ان کے دماغوں میں پہنچو یا اس ٹیکسی کو روکو۔ پتا نہیں وہ کہاں بھٹک رہی ہیں۔"

اسی وقت ثانی خیال خوانی کے ذریعے دونوں بہنوں کے اندر پہنچ رہی تھی۔ ان کے خیالات بتا رہے تھے کہ پرائی سوچ کی لہریں بار بار دماغ میں آنا چاہتی ہیں اور وہ انہیں بھگاتی جا رہی ہیں۔ ثانی نے ان بہنوں کی سوچ میں کہا "اب ہم سانس روک کر پرائی سوچ کی لہروں کو نہیں بھگائیں گے۔"

ذرا دیر بعد الپا نے نتاشا کے اندر آتے ہی کہا "میں الپا ہوں۔ سانس نہ روکنا۔ پورس تم دونوں کی تلاش میں بھٹک رہا ہے اور ابھی نتالیہ کی گود میں جو بچی ہے' وہ میری بیٹی ہے۔ میں تمہارے پیچھے کار میں آ رہی ہوں۔"

نتاشا نے کہا "اچھا تو تم اپنی بیٹی کو حاصل کرنے کے لیے ہمارے پیچھے آ رہی ہو۔ ہمیں پورس کا حوالہ دے رہی ہو تاکہ تم ہمیں ٹریپ کر سکو۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ میں تمہاری اور پورس کی دوست ہوں۔"

نتاشا' ثانی کی مرضی کے مطابق بول رہی تھی "پہلے ہمیں مہاراج نے کالے جادو کے ذریعے اس ملک میں بلایا۔ وہ ہمیں ہلاک کرنا چاہتا تھا پھر نیلماں اس کے راستے کی دیوار بن گئی۔ وہ ہمیں مہاراج سے چھین کر لے گئی لیکن اس کی آتما شکتی اور صلاحیتیں بار بار جسم بدلنے کے باعث کمزور ہو گئی ہیں۔ اس نے ہم پر تنویمی عمل کیا مگر وہ دیرپا نہیں رہا۔ وہ بارہ گھنٹوں تک تمپیا میں معصوف رہنے والی ہے۔ ہم اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس کے بنگلے سے چلے آئے ہیں۔"

الپا نے کہا "تقدیر تمہارا ساتھ دے رہی ہے۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ میں تمہیں پورس کے پاس پہنچا دوں گی۔"

"سوری' اب ہم کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا والی پر بھروسا نہیں کریں گے۔ اگر تم دوست ہو تو دوستی کا ثبوت دو۔ ہمیں بتاؤ پورس کہاں ہے؟ ہم اس کے پاس پہنچنے کے بعد تمہاری بیٹی تمہارے حوالے کر دیں گے۔"

"میں دوست بن رہی ہوں اور تم دشمن کی زبان بول رہی ہو۔ میں ابھی اپنی بیٹی تم سے لوں گی۔ تمہارے پیچھے آ رہی ہوں۔ تمہیں زخمی کر کے تمہارے دماغ میں گھس کے زلزلے پیدا کروں گی۔ تم میرے قدموں میں گر کر میری بیٹی کو میرے حوالے کرو گی۔"

نتاشا نے قہقہہ لگا کر کہا "نتالیہ! چاقو کھول کر بچی کی گردن پر رکھو۔ جیسے ہی الپا قریب آئے' اس کی بیٹی کی گردن' تن سے الگ کر دو اور الپا! سنو' بیٹی کی زندگی چاہتی ہو تو جہاں ہو' وہیں رک جاؤ۔ ہمیں کسی بھی پہلی فلائٹ سے تل ابیب جانے دو۔ تم کسی دوسری فلائٹ میں آؤ۔ تمہاری بیٹی تمہیں پورس سے مل جائے گی۔"

نتالیہ..... ایک چاقو کھول کر اس کا پھل بچی کی گردن کے قریب لے آئی تھی۔ الپا نے چیخ کر کہا "چاقو ہٹا لو۔ میں پیچھا نہیں کر رہی ہوں۔ تم دونوں تل ابیب جاؤ۔ میں رکاوٹ نہیں بنوں گی۔ چاقو ہٹا لو۔ میری بیٹی کو زندہ رہنے دو۔"

الپا نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ پورس کے پاس پہنچ کر جھنجلا کر نتاشا سے ہونے والی باتیں بتانے لگی۔ پورس نے تمام باتیں سن کر کہا "الپا! ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ وہ دونوں بہنیں بار بار ٹریپ کی جاتی رہی ہیں۔ ان کی جگہ تم ہوتیں تو تم بھی کسی پر بھروسا نہیں کرتیں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ تمہاری بیٹی کو نقصان نہیں پہنچائیں گی۔ تمہیں یہ اطمینان ہونا چاہیے کہ بیٹی مل گئی ہے۔ وہ ہمارے پاس ہے۔ تم کسی بھی فلائٹ سے یہاں آؤ۔

میں سنھی مونا کو تمہارے حوالے کردوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تل ابیب پہنچ رہی ہوں۔"

وہ دماغی طور پر کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر حاضر ہوگئی۔ ایک گہری سانس لے کر سوچنے لگی کہ اس نے امریکی اور اسرائیلی اکابرین کے اجلاس میں پہلی بار مجھے چیلنج کیا تھا کہ اس کی کوئی کمزوری میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ میں نے اس چیلنج کے جواب میں یہ جھوٹ کہا تھا کہ اپنی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرنے والا اس کے محلے میں' اس کی خفیہ رہائش گاہ کی طرف آرہا ہے۔ تب سے وہ ٹیلی پیتھی کے علم کی سلامتی کے لیے بھاگ رہی تھی اور بھٹک رہی تھی اور اب بیٹی کی زندگی بھی داؤ پر لگ رہی تھی۔

اس نے بے اختیار اپنے دونوں کان پکڑے اور دل میں کہا "آئندہ کبھی فرہاد علی تیمور کو چیلنج نہیں کروں گی۔"

وہ مجھے چیلنج کرکے بچھتا رہی تھی جبکہ میں نے اسے صرف دوڑایا تھا۔ اصل چالبازی ثانی اور پارس کی تھی۔ پارس مکاری دکھانے میں کچھ کم نہ تھا۔ اس پر ثانی جیسی مکار' معاملہ فہم اور حاضر دماغ ساتھی اسے مل گئی تھی۔ دونوں نے صرف ایک کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے الپا کو جیسا چکر دیا تھا' اس چکر بازی میں پورس بھی گھن چکر بن گیا تھا۔ اسے بھی یقین ہوگیا تھا کہ بلی ڈونا نے الپا کی بیٹی مونا کو اغوا کیا ہے اور اس بچی کو بھی بیلی کاپٹر میں' کبھی لانچ میں لے جارہی ہے پھر ثانی اور پارس نے اس کیسٹ ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے نتاشا اور نتالیہ کو پیش کیا تو پورس کے دل میں اس شبے کی گنجائش نہیں رہی کہ کوئی انہیں الو بنا رہا ہے۔

ثانی نے بنگلے میں واپس آکر پارس سے کہا "میں ائر پورٹ تک گئی تھی' نتاشا اور نتالیہ ڈمی مونا کو لے کر تل ابیب جانا چاہتی تھیں لیکن ان کے پاسپورٹ میں ڈمی مونا کی انٹری نہیں تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے متعلقہ افسران کو ٹریپ کرکے نتاشا کے پاسپورٹ میں مونا کی انٹری کرادی۔"

پارس نے پوچھا "الپا کہاں ہے اور کیا کررہی ہے؟"

"میں نے نتاشا کے ذریعے اسے دھمکی دی تھی کہ وہ بیٹی کے قریب آئے گی تو بیٹی اسے زندہ نہیں ملے گی۔ وہ بے چاری بیٹی کی سلامتی کے لیے قریب نہیں گئی۔ اگر جاتی اور ڈمی مونا کو لیتی تو ہماری محنت اور مکاری رائگاں جاتی۔"

پارس نے کہا "تمہاری شیطانی چال کا جواب نہیں ہے۔ میری چالوں میں الجھنے والے دشمن کہتے ہیں کہ میں شیطان سے پہلے پیدا ہوا تھا اور میں تنہا ہوں' شیطان تنہا نہیں ہوا تھا۔ اس کی ایک مؤنث بھی تھی۔ کیوں ہے نا؟"

"جو تمہاری مؤنث ہے' اسی سے پوچھو۔"

"اس سے پوچھنا بیکار ہے۔ وہ منہ سے انکار کرتی ہے' دل ہی دل میں قربان ہوتی رہتی ہے۔"

"میں اپنے بارے میں تمہیں سمجھادوں کہ خوش فہمی میں نہ رہنا۔ میں لوہے کا چنا ہوں۔ چبانے والوں کے دانت توڑ دیتی ہوں۔"

اچانک پارس کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر چیختے اور رہانپتے ہوئے بولا "کون ہے؟ یہ کون ہے؟ ثانی فوراً میرے اندر آؤ۔"

یہ کہتے ہی وہ دوسری بار چیخ مار کر فرش پر گرا اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ ثانی دوڑتی ہوئی آئی۔ اس نے اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ دماغ میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ وہ لرز رہا تھا۔ وہ بے اختیار اس سے لپٹ کر بولی "کون ہے؟ کس کی شامت آئی ہے؟ جو کوئی مرد کا بچہ ہے' وہ میرے دماغ میں آکر مردانگی دکھائے۔"

پارس اس سے لپٹا ہوا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ وہ کراہتے ہوئے بولا "نہیں ثانی! کسی اور مرد کو نہ بلاؤ۔ میری تنہا تمہیں بازوؤں میں سمیٹ لینے کے لیے کافی ہوں۔ ہائے میری آغوش میں بہار کا موسم سمٹ آیا ہے۔"

وہ تڑپ کر اس کی گرفت سے نکلنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی "چھوڑو۔ مجھے چھوڑو۔ بدمعاش کہیں کے میں بھول گئی تھی کہ تمہارا دماغ عجوبہ ہے۔"

"دل میں چور چھپا ہو تو ایسی باتیں یاد نہیں رہتیں۔ اب غیرت نہ دکھاؤ۔ مجھے لوہے کا چنا چبانے دو۔"

وہ ایک دم سے ڈھیلی پڑ گئی۔

○☆○

اسرائیلی حکام اور دوسرے سرکاری عہدیدار ان اتفاق جانتے تھے کہ اٹلی سے پرواز کرنے والے طیارے کو نیلماں نے ہائی جیک کرکے اسرائیل پہنچایا تھا کیونکہ اس میں اس کا پوتا ٹی آر بھانیا سفر کررہا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کا پوتا اسرائیل میں رہے۔ اس چھوٹے سے ملک میں وہ جہاں جائے گا' نیلماں کی نظروں میں رہے گا اور وہ رفتہ رفتہ فرہاد علی تیمور کے تنویمی عمل سے نجات دلائے گی۔

حقیقتاً ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اوّل تو ٹی آر بھانیا کی کوئی وجود نہیں تھا۔ میں نے یہ کہہ کر سب ہی کو یقین دلایا تھا کہ ایران میں ٹی آر بھانیا کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ وہ زندہ ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس کا برین واش کیا گیا ہے۔

اپنی پچھلی زندگی بھول چکا ہے۔ نیلماں کی آتما کسی ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت کے جسم میں سما کر بھانیا کے پاس آئے گی تو وہ اسے دادی ماں تسلیم کرکے اس کے گلے لگ جائے گا اور اسی وقت اس کی یادداشت واپس آجائے گی۔

بہرحال ٹی آر بھانیا کا کوئی وجود نہیں تھا اور اتفاق سے نیلماں بھی زہریلی بن کر اپنی پچھلی زندگی بھول گئی تھی۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ پورس کے ساتھ ہے۔ حتیٰ کہ پورس بھی اس کی اصلیت سے بے خبر تھا۔

ثانی نے خود کو نیلماں ظاہر کرکے اس طیارے کو اسرائیل پہنچایا تھا۔ وہ ایسا نہ کرتی تو نیلماں اور پورس ممبئی پہنچتے ہی گرفتار کرلیے جاتے۔ اٹلی کی سراغ رساں ایجنسی نے یہ خبر ممبئی پہنچا دی تھی کہ اس طیارے سے ایک زہریلی عورت یا زہریلا مرد وہاں پہنچنے والے ہیں۔

وہ طیارہ اسرائیل میں اترنے کے بعد پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ نیلماں اور پورس کو اسرائیل پہنچ کر چھپنے کا موقع مل گیا تھا۔ اسرائیلی آرمی انٹیلی جنس تک یہ خبر پہنچ گئی تھی کہ وہ زہریلی عورت یا مرد تل ابیب پہنچ گئے ہیں اور وہاں کے شہریوں کے لیے موت بننے والے ہیں۔

انٹیلی جنس والے شہریوں کو خوف و ہراس میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے بڑی رازداری سے نیلماں اور پورس کو تلاش کررہے تھے۔ وہ سراغ رساں خیالی ٹی آر بھانیا کو بھی اس لیے تلاش کررہے تھے کہ اس کے پاس کئی بڑے ممالک کی خفیہ دستاویزات محفوظ تھیں۔

پورس کئی بار نیلماں کو سمجھا چکا تھا کہ وہ دوسروں سے ذرا دور رہا کرے۔ کسی سے گلے ملنے اور اس کے جسم میں دانت پیوست کرنے کی خواہش پر قابو پائے یا پھر پورس کو بتائے۔ پورس کوئی ایسی تدبیر کرے گا کہ نیلماں کی خواہش بھی پوری ہوجائے اور کوئی اسے زہریلی ناگن کی حیثیت سے پہچان بھی نہ سکے۔

تل ابیب کے مضافات میں پورس کا ایک چھوٹا سا معمولی سا مکان تھا جہاں وہ پچھلی بار نتاشا کے ساتھ چھپ کر رہ چکا تھا۔ وہ اسی مکان میں نیلماں کے ساتھ چھپ کر رہنے کے لیے آگیا۔ کتنے ہی شہروں میں کتنی ہی جوان عورتیں' جوان مردوں کے ساتھ رہتی ہیں۔ سڑکوں پر' بازاروں میں' ہوٹلوں اور کلبوں میں اپنے مردوں کے ساتھ گھومتی پھرتی اور ناچتی گاتی ہیں۔ کوئی ان سے نہیں پوچھتا کہ وہ کون ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟ البتہ شبہ ہونے پر ان کے متعلق انکوائری ہوتی ہے۔ پورس کو یہ اندیشہ نہیں تھا کہ ان پر شبہ کیا جائے گا۔ وہ جس دن تل ابیب پہنچا' اس دن شام تک نیلماں کے ساتھ گھومتا پھرتا رہا تاکہ مزید دو چار خفیہ پناہ گاہیں اپنی نظروں میں رکھے۔ کھانے کے وقت وہ پیک کیا ہوا کھانا ہوٹل سے لے کر گھر آتا تھا۔ نیلماں کو ڈسپوزایبل پلیٹ میں کھلاتا اور ڈسپوزایبل گلاس میں پانی پلاتا تھا پھر اس پلیٹ اور گلاس کو جلا ڈالتا تھا۔

باہر تفریح کے دوران میں نیلماں کا دل کچھ کھانے پینے کو چاہتا تھا مگر وہ اپنی اس خواہش کو کچل دیتی تھی۔ تل ابیب میں ایک دن گزر گیا پھر رات آگئی۔ پورس کھانے کا سامان پیک کرا کے نیلماں کے ساتھ اپنے مکان میں آیا۔ اس وقت الپا نے اس سے رابطہ کرکے پہلے تو بیٹی کے اغوا ہونے کا دکھڑا سنایا۔ پورس کھانے کے دوران میں اسے مشورے دیتا رہا کہ وہ بیٹی کے دماغ میں رہ کر بلی ڈونا کی مصروفیات کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرسکتی ہے۔

کھانے کے بعد وہ تھوڑی دیر تک نیلماں سے باتیں کرتا رہا پھر اس نے کہا "آدھی رات ہونے کو ہے۔ جاؤ اپنے کمرے میں سوجاؤ۔"

وہ بولی "پتا نہیں تم میں کیسی کشش ہے۔ میں تمہاری سلامتی کے لیے اپنی کوئی خواہش پوری نہیں کرسکتی مگر دل چاہتا ہے' تمہیں اپنے سامنے دیکھتی رہوں اور باتیں کرتی رہوں۔"

"تم دن رات باتیں کرو اور مجھے دیکھتی رہو لیکن سونے کے وقت سوجایا کرو۔ چلو اٹھو۔ تم بہت اچھی ہو۔ میری بات مان لیتی ہو۔"

وہ کرسی سے اٹھ گئی۔ پورس اس کے ساتھ کمرے میں آیا پھر بولا "بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں باہر سے دروازہ بند رکھوں گا۔ کسی چیز کی ضرورت پیش آئے تو مجھے آواز دے سکتی ہو۔ میں ساتھ والے کمرے میں رہوں گا۔"

اس نے اسے کمرے میں چھوڑ کر باہر آکر دروازے کو لاک کردیا تاکہ نیلماں رات کو کسی وقت باہر نہ نکل سکے۔ وہ بھی اپنے کمرے میں آکر سونا چاہتا تھا۔ اس وقت الپا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے خوش خبری سنائی کہ نتاشا اور نتالیہ نظر آئی ہیں اور اس کی بیٹی مونا ان بہنوں کے پاس ہے۔

یہ پورس کے لیے واقعی خوش خبری تھی۔ جسے بہن مانتا تھا اور جس محبوبہ کو دل و جان سے چاہتا تھا' وہ دونوں دشمن نیلماں کی قید سے نکل آئی تھیں۔ نیلماں کو دھوکا دے کر آنے کی بات میں کوئی کچاپن نہیں تھا۔ یہ ماننے والی بات تھی کہ بار بار جسم بدلنے کے باعث نیلماں کی آتما شکتی اور

صلاحیتیں کمزور ہوگئی تھیں اسی لیے اس کا تنویمی عمل بھی کمزور تھا۔ وہ اپنی توانائی بحال کرنے کے لیے تپسیا میں مصروف ہوگئی تھی۔ اس طرح دونوں بہنوں کو فرار ہونے کا موقع مل گیا تھا۔ پورس کو ایک ذرا شبہ نہیں ہوا کہ ثانی اور پارس نے کوئی چال چلی ہے۔

الپا اس بات پر اعتراض کررہی تھی کہ وہ دونوں بہنیں اس کی بیٹی مونا کو جبراً اپنے ساتھ لے جارہی ہیں اور وہ وعدہ کررہی ہیں کہ تل ابیب پہنچ کر وہ مونا کو الپا کے حوالے کریں گی۔

پورس کے دماغ میں فوراً یہ بات آئی کہ مونا کو اپنے پاس ہی رکھنا چاہیے۔ الپا کی ممتا سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ مونا اپنے پاس رہے گی تو وہ بیٹی کی سلامتی کے لیے ہمیشہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے کام آتی رہے گی۔

اس نے الپا کو سمجھایا کہ وہ سب آپس میں دوست ہیں۔ اسے بھروسا کرنا چاہیے۔ جب وہ تل ابیب آئے گی تو مونا کو ضرور اس کی گود میں دیا جائے گا۔ الپا کو سمجھانے میں کافی رات گزر گئی پھر وہ چلی گئی۔

پورس نے گھڑی دیکھی۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ وہ کرسی سے اٹھ کر بستر پر آیا۔ دل نے کہا' سونے سے پہلے کھڑکی سے جھانک کر نیلماں کو دیکھے۔ وہ بیداری کے دوران میں اس پر گہری نظر رکھتا تھا۔ نیند کے دوران میں بھی دیکھنا چاہتا تھا۔ بعض لوگ نیند میں اپنے اندر کی چھپی ہوئی باتیں... بڑبڑاتے ہیں یا نیند کے دوران میں چلتے پھرتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خوابِ غفلت کے دوران میں چوری یا قتل کی واردات کرتے ہیں۔ جب بیدار ہوتے ہیں تو انہیں یقین نہیں آتا کہ انہوں نے کوئی بہت بڑا جرم کیا ہے۔

وہ اپنے بستر سے اٹھ کر کمرے سے باہر آیا۔ دبے قدموں چلتا ہوا دوسرے کمرے کی کھڑکی کے پاس پہنچا۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ اس کی چوکھٹ پر لوہے کی جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ اس نے جالیوں سے جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ بالکل خاموش تھی جیسے سو رہی ہو لیکن آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ آنکھیں کھڑکی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ پورس سے اس کی نگاہیں مل رہی تھیں لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھ رہی ہے۔

اس نے آواز دی "ناصرہ...!"

اس نے جواب نہیں دیا جیسے سنا ہی نہ ہو۔ اس نے دوسری بار اسے آواز دی لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ پلکیں بھی نہیں جھپک رہی تھی۔ بعض افراد جب سوتے ہیں تو ان کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ پورس کو یقین ہوگیا کہ وہ گہری نیند میں ہے۔ اگر جاگتی رہتی یا کچی نیند میں ہوتی تو مخاطب کرنے پر ضرور جواب دیتی اور اٹھ کر بیٹھ جاتی۔

وہ مطمئن ہو کر واپس جانا چاہتا تھا پھر ایک دم سے چونک گیا۔ اس نے مخاطب کیا تھا "پورس!"

نیلماں کی آواز اسے اپنے دماغ کے اندر سنائی دی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ پہلے کی طرح آنکھیں کھلی رکھے سو رہی تھی اور ایک ذرا حرکت نہیں کررہی تھی۔ یہ شدید حیرانی کی بات تھی کہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کررہا تھا۔ اس نے بے یقینی سے سوچ کے ذریعے پوچھا "ناصرہ! یہ تم ہو؟ تم... تم میرے دماغ میں ہو؟"

ایسا کہتے وقت وہ نیلماں کو اسی طرح نیند کی حالت میں دیکھ رہا تھا لیکن اس کی سوچ کی لہریں کہہ رہی تھیں "پورس! مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں تمہارے دماغ میں پہنچی ہوئی ہوں۔ تمہیں دیکھ رہی ہوں۔ تم میرے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر مجھے دیکھ رہے ہو۔"

"یہ تو تم آنکھیں کھلی رکھ کر مجھے دیکھ رہی ہو۔ ٹھہرو میں تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں سے جارہا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ میں کہاں ہوں اور کیا کررہا ہوں؟"

وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں آیا۔ اب وہ نظر نہیں آرہی تھی اور وہ اسے نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگا "میں اب بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کررہا ہوں۔ کیا یہ ناصرہ ہی ہے؟"

وہ بولی "تم سر کھجاتے ہوئے سوچ رہے ہو کہ میں واقعی ناصرہ ہوں یا نہیں؟ میں حیران ہوں کہ تمہیں خواب میں دیکھ رہی ہوں مگر تمہارے دماغ کے اندر کیسے پہنچی ہوئی ہوں؟"

"تمہارے اس عمل سے ثابت ہورہا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ تمہارے اندر کے زہر نے اس علم کو اور تمہاری زندگی کے تمام واقعات کو بھلا دیا ہے۔ آج اتفاق سے تم نیند کی حالت میں خیال خوانی کررہی ہو۔ یہ اچھا موقع ہے۔ تم بھولی ہوئی باتیں یاد کرنے کی کوشش کرو۔ سوچو تم کون ہو؟ تمہارا اسب سے عزیز اور قریبی رشتے دار کون ہے؟ تم کون ہو؟ سوچو ناصرہ! ہو سکتا ہے' تمہارا نام ناصرہ نہ ہو۔ کوئی اور نام ہو۔ ذرا اپنے ذہن پر زور ڈالو۔"

اس نے چپ رہ کر محسوس کیا۔ اب اس کے دماغ میں سوچ کی لہریں نہیں تھیں۔ وہ چلی گئی تھی۔ شاید اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرنے کی کوشش کرنے گئی ہوگی۔ پورس کی ٹیلی پیتھی بحال رہتی تو وہ اس کے خوابیدہ دماغ میں جا کر معلوم کرتا کہ وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کررہی ہے یا وہ خواب میں کہیں بھٹک رہی ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا کہ وہ کچھ یاد کرنے کے بعد اس کے دماغ میں آئے گی لیکن وہ نہیں آئی۔ وہ پھر اپنے کمرے سے نکل کر کھڑکی کے پاس آیا۔ وہ پہلے کی طرح بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ آنکھیں بھی اسی طرح کھلی ہوئی تھیں۔ جیسے کھڑکی کی طرف دیکھ رہی ہو اور پورس سے نظریں ملا رہی ہو۔

اس نے آواز دی "ناصرہ...!"

وہ بستر پر خاموش لیٹی رہی۔ وہ پلکیں نہیں جھپک رہی تھی لیکن اس کے ہونٹ تھرتھرا رہے تھے۔ جیسے وہ کچھ بول رہی ہو۔ پورس کھڑکی سے پلٹ کر دروازے پر آیا پھر دروازے کو کھول کر اندر قدم رکھتے ہوئے دیکھا۔ اس کے گلابی رس بھرے ہونٹ کھلے ہوئے تھے۔ سفید چمکتے ہوئے دانت یوں لگ رہے تھے جیسے ابھی کسی کے جسم میں پیوست ہونا چاہتے ہوں۔

وہ ایک ایک قدم اس کی طرف بڑھاتے ہوئے سوچنے لگا "اس کے قریب جانا چاہیے یا نہیں؟ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ پتا نہیں خیال خوانی کرنے کے بعد بیدار ہو چکی ہے یا ابھی تک خوابِ غفلت میں ہے۔ ہونٹ جذباتی انداز میں کھلے ہوئے تھے جیسے بوسے کو پکار رہے ہوں لیکن سفید موتیوں جیسے چمکتے ہوئے دانت دھمکیاں دے رہے تھے۔

گہری رات کے سناٹے میں باہر سے گیدڑ کی منحوس بھیانک آواز سنائی دے رہی تھی "او۔ وو۔ وا۔ او۔ وو۔ وا۔"

وہ نیلماں سے دور ایک قدم کے فاصلے پر رک گیا پھر اسے آواز دی "ناصرہ! تم سو رہی ہو یا جاگ رہی ہو؟"

زہر بڑا بے اعتبار ہوتا ہے۔ اس کی پراسرار نیند یا جنونی بیداری کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ وہ اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اس کے ہونٹ متحرک ہوئے۔ اس کے منہ سے ایک ہلکی سی ہائے نکلی۔

"ہائے۔ پو۔ او۔ رس! میں۔ میں۔"

آواز بہت دھیمی تھی۔ وہ ذرا قریب ہو کر سننے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی "میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ تم سے لپٹ جانے کے لیے دل بری طرح مچلتا رہتا ہے۔ میرا زہر ختم کردو۔ مجھے اپنے قابل بنالو۔ نہیں تو میں... میں تم سے لپٹ جاؤں گی۔ آخری بار تمہیں چوم کر تمہارے ساتھ اپنی بھی جان دے دوں گی۔"

وہ اس کی بڑبڑاہٹ سن رہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا۔ وہ کسی دن' کسی بھی لمحے میں جوش اور جنون میں آکر اس طرح اس کے گلے کا ہار بن جاتی کہ وہ اپنی زندگی ہار جاتا۔

وہ دل کی گہرائیوں سے اسے چاہتی تھی۔ ایک حق اور انصاف کی بات پہلے بھی کہہ چکی تھی کہ پورس اس کا علاج کرائے۔ تجربے کار ڈاکٹروں کی توجہ اور علاج سے اس کے اندر کا زہر ختم ہو سکتا تھا۔ بہت عرصے پہلے پارس بھی زہریلا تھا لیکن مسلسل علاج کے نتیجے میں نارمل ہوگیا تھا۔ پورس سوچنے لگا اسی طرح ناصرہ بھی نارمل ہو سکتی ہے لیکن بدلتے ہوئے حالات اجازت نہیں دے رہے تھے کہ وہ کسی ایک شہر میں جم کر رہتا اور اس زہریلی کا علاج کراتا۔

اس وقت وہ خوابیدہ نیلماں کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ کر سنجیدگی سے سوچنے لگا "میرا دل کہتا تھا کہ یہ پراسرار ہے۔ آج یہ بھید کھلا کہ یہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ یہ میرے لیے بہت زیادہ اہم ہوگئی ہے۔ اب مجھے کسی طرح بھی اس کا علاج کرانا ہوگا لیکن علاج کیسے کراؤں؟"

سب سے بڑی مجبوری یہ تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ اگر پہلے کی طرح جانتا تو دو چار تجربے کار ڈاکٹروں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر نیلماں کا علاج کراتا۔ ابھی وہ جس اسپتال میں' جس ڈاکٹر کے پاس جائے گا وہاں اسے پولیس کیس کہا جائے گا۔ نیلماں کے متعلق سوالات کیے جائیں گے کہ وہ کون ہے اور کس طرح زہریلی بن گئی ہے؟ اسے پولیس کسٹڈی میں رکھا جائے گا۔ کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے بارے میں معلوم ہوگا پھر وہ خیال خوانی کرنے والے دشمن نیلماں جیسی خیال خوانی کرنے والی کو اپنی معمولہ اور کنیز بنانے کی کوششیں کریں گے۔ یہ راز بھی کھلے گا کہ اس زہریلی کا سرپرست پورس ہے پھر وہ تمام دشمن اس کے پیچھے بھی پڑ جائیں گے۔

وہ کرسی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ بار بار نیلماں کو دیکھنے لگا۔ آج وہ دنیا کے تمام ہیرے جواہرات سے زیادہ قیمتی ہوگئی تھی۔ ٹیلی پیتھی جانتی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ اپنی ذہانت اور مکاریوں سے کام لے کر جلد سے جلد اس کا علاج کرائے گا اور اس حسینہ کی اصلیت کو تمام دنیا سے چھپا کر رکھے گا۔ کسی حکمتِ عملی سے اس طرح اسے اپنی مٹھی میں رکھے گا کہ اس کی ٹیلی پیتھی صرف اس کے کام آتی رہے گی۔

○☆○

پارس ڈائننگ ٹیبل کی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ثانی کچن میں کھانا تیار کررہی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں

ذہانت کو چمکانے اور جسمانی توانائی بحال رکھنے کی تربیت دینے کے علاوہ ہر طرح کا کھانا پکانا بھی سکھایا جاتا تھا تاکہ ہوٹلوں کے کھانے سے پرہیز کیا جاسکے۔ پارس نے ڈائننگ ٹیبل پر ہاتھوں سے طبلہ بجاتے ہوئے کہا "ثانی! بھوک لگ رہی ہے۔ کیا کچن میں ہی رہو گی۔"

وہ کچن سے آتے ہوئے بولی "کھانا تیار ہے۔ ذرا صبر کرو۔"

"تم بڑی دیر سے صبر کا پیمانہ چھلکا رہی ہو۔"

ثانی نے پیچھے سے آکر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "کیا بھوک برداشت نہیں ہو رہی ہے؟"

"بھئی سچ کہہ رہا ہوں۔ بڑی بھوک لگ رہی ہے۔"

"تو پھر مجھے کھالو۔"

وہ پیچھے تھی۔ پارس اسے کھینچ کر اپنی آغوش میں لے آیا پھر بولا "تم ایسی خوراک ہو جسے طبی اصولوں کے مطابق خالی پیٹ نہیں کھانا چاہیے۔"

"تم بولتے خوب ہو مگر عمل نہیں کرتے ہو۔ خواہ مخواہ مجھے پکڑ لیا ہے۔ اب جانے بھی دو۔"

"اس شرط پر جانے دوں گا کہ پانچ منٹ میں کھانا میز پر لگاؤ گی ورنہ۔"

"ورنہ کیا کرو گے؟"

"میری گرفت میں ہو۔ آدم خور بن جاؤں گا۔"

وہ ہنستی ہوئی خود کو چھڑا کر کچن کی طرف چلی گئی۔ پارس نے اس کے پیچھے آکر کہا "تمہارا ہاتھ بٹاؤں گا تو کھانا جلدی ملے گا۔"

وہ خالی پلیٹیں، چمچ اور کانٹے وغیرہ لے جاکر میز پر رکھتے ہوئے بولا "تم نے نتاشا اور نتالیہ کی خبر لی ہے؟ تمہارے خیال میں الپا کیا کر رہی ہوگی؟"

وہ مختلف قسم کی ڈشیں میز پر لا کر رکھتے ہوئے بولی "وہ دونوں کل رات ہی اس بچی کو لے کر اسرائیل کے لیے روانہ ہوگئی تھیں لیکن اچانک طوفان آنے کے باعث طیارے کو روٹ بدل کر انقرہ کے ائرپورٹ پر اترنا پڑا۔ ابھی وہ بہنیں انقرہ کے ایک ہوٹل میں ہیں۔"

وہ پارس کے برابر ایک کرسی پر بیٹھ کر کھانے لگی۔ پارس نے کہا "الپا اس بچی کے دماغ میں جاتی ہوگی اور ان بہنوں کے حالات معلوم کرتی ہوگی۔"

"ہاں وہ ضرور ایسا کر رہی ہوگی۔ وہ ان دونوں کے پیچھے دوسری فلائٹ میں گئی ہوگی۔ وہ اس بچی کے اندر رہ کر یہ معلوم کر چکی ہوگی کہ نتاشا اور نتالیہ انقرہ پہنچی ہوئی ہیں۔ اس طرح وہ بھی روٹ بدل کر انقرہ جاسکتی ہے۔"

"پھر تو وہ انقرہ کے اس ہوٹل میں جائے گی اور ڈمی مونا کو دیکھ کر سمجھ لے گی کہ اس کے ساتھ فراڈ کیا جا رہا ہے۔"

"آج صبح جب تم سو رہے تھے تو میں نتاشا کے پاس گئی تھی۔ وہ میرے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے ڈمی مونا کو انقرہ کے ایک یتیم خانے میں چھوڑ آئی تھی۔ وہ میرے دوسرے حکم کے مطابق یہ بھول گئی ہے کہ اس بچی کو کہاں چھوڑ کر آئی ہے۔"

"لیکن الپا بچی کے اندر پہنچتی ہے۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ بچی وہاں کے ایک یتیم خانے میں ہے۔"

"الپا کو نہیں معلوم ہوگا۔ بچی کے نازک سے دماغ میں صرف چند ہی الفاظ تھے۔ ماما، پاپا اور تاتا وغیرہ۔ میں نے اس کے دماغ سے وہ تمام الفاظ اور ان کی ادائیگی کے لہجے کو مٹا دیا ہے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ اب الپا بھٹکے گی۔ بیٹی کو تلاش کرتی رہے گی۔ نتاشا اور نتالیہ کو اپنی بیٹی کی دشمن سمجھے گی۔ پورس سے بھی اختلافات پیدا ہوں گے۔"

"میں نے اسی لیے ایسی چالیں چلی ہیں۔ پورس تل ابیب میں ہے۔ الپا اس کی دشمن بن کر اسرائیل میں اس کا رہنا محال کردے گی۔"

ننھی مونا کے رونے کی آواز سنائی دی۔ ثانی کھانا چھوڑ کر فوراً ہی اٹھ گئی پھر وہاں سے بیڈ روم میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر تک مونا کے رونے کی آواز آتی رہی پھر وہ چپ ہوگئی۔ ثانی اسے ایک بازو میں اٹھائے دوسرے ہاتھ سے فیڈر پکڑ کر اسے دودھ پلاتے ہوئے آکر پھر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ پارس سے بولی "یہ بالکل تمہاری طرح بے صبری ہے۔ بھوک لگی تمہاری طرح شور مچانے لگتی ہے۔"

"مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔ میں تو کھانے کے لیے تمہیں پریشان کرتا ہوں۔ یہ تم سے کھانا چھڑا دیتی ہے۔ دیکھو تمہیں کھانا چھوڑ کر اس کا پیٹ بھرنا پڑ رہا ہے۔"

"ایک ماں کو بچوں کے لیے اپنا کھانا بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ اب تو میں ہی اس کی ماں ہوں۔"

"کیا تمام عمر ماں بن کر رہو گی؟"

"بے شک۔ جس طرح مما (سونیا) نے میری پرورش کی ہے اور مجھے تربیت دی ہے اسی طرح میں مونا کو تعلیم و تربیت دوں گی۔ میں اس کی اپنی ماں بن کر دکھاؤں گی۔"

وہ مونا کو لے کر بیڈ روم میں چلی گئی۔ پارس مسکراتے ہوئے کھانے لگا۔ اسی وقت الپا کی سوچ کی لہروں نے اسے مخاطب کیا "میں بہت مجبور ہو کر تمہارے در پر آئی ہوں۔"

وہ بولا "جب کوئی سخی کھا رہا ہو تو سائل کو اس کے دروازے پر آکر نہیں مانگنا چاہیے۔ ابھی معاف کردو مائی!"

"پارس! کیا مجھے آواز سے نہیں پہچان رہے ہو؟ میں الپا ہوں۔"

"بھولی ہوئی داستاں ہو۔ کیسے پہچان سکتا ہوں۔"

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ اپنی بیٹی مونا کو بلی ڈونا سے چھین کر لے آؤ گے۔"

"بلی سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ پاپا نے کہا ہے کہ ان کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آجاتی ہیں۔ اس کا دماغ نہیں ملتا ہے۔ شاید وہ مر چکی ہے۔"

"ہاں۔ نتاشا نے اسے گولی ماردی ہے۔"

وہ پارس کو بتانے لگی کہ ممبئی کے لانچ گھاٹ میں نتاشا اور نتالیہ نے بلی ڈونا کو ہلاک کیا تھا اور مونا کو اس سے لے کر پورس کے پاس تل ابیب جا رہی تھیں۔ راستے میں طوفان آنے کے باعث طیارہ روٹ بدل کر انقرہ پہنچ گیا۔ الپا بھی آج دوپہر کو انقرہ پہنچی تو اپنی بیٹی کے دماغ میں نہ پہنچ سکی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو ننھی مونا کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ ایسے میں وہ ہی باتیں سمجھ میں آرہی تھیں۔ یا تو وہ بچی مر چکی ہے یا اس کے دماغ سے معصوم لب و لہجے کو مٹا دیا گیا ہے۔

وہ رونے کے انداز میں بولی "میری ممتا کہتی ہے کہ میری بیٹی زندہ ہے۔ کسی نے تنویمی عمل کے ذریعے میری بچی کو مجھ سے دور کر دیا ہے۔"

"نتاشا، نتالیہ اور پورس ٹیلی پیتھی سے محروم ہیں۔ انہوں نے بچی پر عمل نہیں کیا ہوگا۔"

"اس کے لیے ٹیلی پیتھی جاننا ضروری نہیں ہے۔ انہوں نے کسی تنویمی عمل کرنے والے کو بھاری معاوضہ دے کر ہماری بیٹی کا برین واش کیا ہوگا۔"

"الپا! تم بیٹی کی جدائی سے بہت پریشان ہوگئی ہو۔ میں اس کا باپ ہوں۔ تم نے بچی کو مجھ سے دور لے جاتے وقت میرے دلی جذبات کا خیال کیا تھا؟"

"یہ طعنے دینے کا نہیں، اپنی بیٹی کی سلامتی کے لیے کچھ کرنے کا وقت ہے۔"

"جب ممبئی میں تمہیں بیٹی نظر آئی تو تم نے مجھے اطلاع نہیں دی۔ میں نتاشا سے اپنی بیٹی کو چھین لیتا لیکن تم نے مکاری سے سوچا کہ یہاں بیٹی میرے پاس چلی جائے گی۔ تمہاری نظروں میں پورس قابل اعتماد تھا اس لیے بیٹی کو تل ابیب پہنچ کر حاصل کرنا چاہتی تھیں۔ جاؤ حاصل کرو۔ جس بچی کو تم نے دوسری بار گم کیا ہے اور اب جس سے رابطے کی کوئی صورت نہیں رہی ہے، اسے میں کہاں تلاش کروں؟"

"میں مانتی ہوں، اب اسے تلاش کرنا ممکن نہیں ہے لیکن تم بارہا ناممکن کو ممکن بنا چکے ہو اور یہ تو اپنی بیٹی کا معاملہ ہے۔ تم میرے سامنے خواہ کتنی ہی سنگدلی دکھاؤ لیکن اپنی بیٹی کے لیے ضرور کچھ کرو گے۔"

"ہاں میں اس مسئلے پر غور کر رہا ہوں کہ اپنی مونا کو واپس لانے کے لیے مجھے کچھ کرنا ہی ہوگا۔ ویسے میں جو کروں گا، اس کی خبر تمہیں نہیں ہونے دوں گا۔ آئندہ تم بیٹی کا رونا لے کر میرے پاس نہ آنا۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ کال بیل کی آواز سنائی دی۔ ثانی نے بیڈ روم سے نکل کر بیرونی دروازے کے پاس جاکر پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے کسی نے کوڈ ورڈز میں کہا "آپ کے گلشن میں ایک پھول کھلا ہے۔ ہم مالی ہیں۔ پھول کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔"

ثانی نے دروازہ کھول دیا۔ باہر ایک عورت اور مرد کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسے سلام کیا پھر اس کی اجازت سے اندر آگئے۔ ان کے کوڈ ورڈز سے یقین ہوگیا تھا کہ وہ عورت پارس کی بیٹی مونا کی گورنس بن کر اور مرد اس بنگلے کا نگراں بن کر بابا صاحب کے ادارے سے آئے ہیں۔ اس کے باوجود ثانی ان کے دماغوں میں جاکر چور خیالات پڑھنے کے بعد مطمئن ہوگئی۔

○☆○

صبح پورس کی آنکھ کھلی تو اسے ناصرہ (نیلماں) یاد آئی۔ پچھلی رات کا واقعہ آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔ اس نے اسے بستر پر سوتے دیکھا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ گہری نیند میں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی اور حیران ہو رہی تھی کہ وہ پورس کے دماغ میں کیسے پہنچی ہوئی ہے؟

یہ پورس کے لیے خوش آئند بات تھی کہ اس کے ساتھ رہنے والی ناصرہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور وہ آئندہ اس کے بہت کام آنے والی ہے۔ اس کے علم سے استفادہ کرنے کے لیے لازمی تھا کہ ناصرہ خود کو پہچانے اور اپنی پچھلی زندگی یاد کرے کیونکہ اس نے پچھلی رات کسی خواب کی روانی میں مختصر سی خیال خوانی کی تھی پھر خاموشی اختیار کرلی تھی۔

مستقل خیال خوانی کے لیے لازمی تھا کہ پوری طرح اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرے اور یاد کرنے کے لیے لازمی تھا کہ

تجربے کار ڈاکٹروں کے ذریعے اس کا علاج کرایا جائے اور اس کے اندر سے زہر کو ختم کرکے اسے نارمل بنایا جائے۔

اسے نارمل بنانے والی بات پورس کے دماغ میں اس طرح سما گئی تھی کہ صبح بیدار ہوتے ہی وہ اس کی خیال خوانی کرنے' پچھلی زندگی یاد کرنے اور اس کا علاج کرانے والی باتیں یاد کرنے لگا پھر وہ بستر سے اٹھ کر کمرے سے باہر آیا۔ دوسرے کمرے کے پاس آکر اس نے کھڑکی سے دیکھا۔ اب وہ آنکھیں بند کرکے سو رہی ہوگی کیونکہ چہرہ نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ کروٹ بدل کر سو رہی تھی۔

اس نے آواز دے کر اسے نہیں جگایا' اسے سونے دیا۔ باتھ روم میں جاکر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر کچن میں آیا۔ وہ رات ہی کو صبح کے ناشتے کا سامان لے آیا تھا۔ فریج سے مکھن اور جیلی وغیرہ نکال کر ناشتے کی تیاری کرنے لگا۔ اسی وقت پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں پھر مہاراج کی آواز سنائی دی "میں سوریہ راج یعنی مہاراج بول رہا ہوں۔"

"اچھا بولو۔ کیسے آنا ہوا؟"

"تم میری پریشانی جانتے ہو۔ میں اپنے بیٹے مہیش کے لیے بہت پریشان ہوں۔ نیلماں نے اسے قیدی بنالیا ہے۔ میں اس سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں مگر وہ سانس روک لیتی ہے۔ میں اس سے کوئی سمجھوتا کرنا چاہتا ہوں لیکن وہ مجھ سے بات تک کرنا گوارا نہیں کررہی ہے۔"

"کیا تم نے پہلے کبھی اس سے دشمنی کی تھی؟"

"تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان دوستی کے بعد دشمنی اور دشمنی کے بعد دوستی ہوتی رہتی ہے۔ فی الحال وہ میری دشمن نہیں ہے۔ دراصل وہ اپنے پوتے ٹی آر بھاٹیا کے لیے بہت پریشان ہے۔ اس نے میرے بیٹے کو اغوا کیا ہے اور فرہاد نے اس کے پوتے ٹی آر بھاٹیا کو قیدی بنالیا ہے۔"

"ٹی آر بھاٹیا قیدی نہیں آزاد ہے۔ وہ ایک طیارے میں سفر کررہا تھا۔ نیلماں نے اس طیارے کو اغوا کرکے اسرائیل پہنچا دیا تھا۔ آج کل بھاٹیا تل ابیب میں ہے۔ تم اسے ڈھونڈ کر اپنی گرفت میں لوگے تو نیلماں اپنے پوتے کو حاصل کرنے کے لیے تمہارا بیٹا تمہیں واپس کردے گی۔"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس کا پوتا تل ابیب پہنچا ہوا ہے۔ تمہارے پاس آنے کا یہ فائدہ ہوا کہ بھاٹیا کی نشان دہی ہوگئی۔ میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔"

"اسے امریکا اور اسرائیل کے درجنوں جاسوس تلاش کررہے ہیں کیونکہ اس کے پاس کئی بڑے ممالک کی اہم خفیہ دستاویزات ہیں پھر یہ بات غور طلب ہے کہ وہ فرہاد صاحب کی قید سے کیسے نکل آیا ہے؟ کیا انہوں نے اسے اپنا معمول اور تابعدار نہیں بنایا ہوگا؟ عقل تو یہی کہتی ہے کہ فرہاد صاحب اسے فرار ہونے کا موقع دے کر تم سب سے ساتھ اسے چارے کے طور پر پیش کرکے کوئی گہری چال چل رہے ہیں۔"

"ہاں فرہاد کے شکنجے سے کوئی نکل نہیں پاتا ہے۔ یہ کوئی چال ہوگی۔ وہ چاہتا ہوگا کہ نیلماں محبت اور ممتا سے مجبور ہو کر پوتے کے قریب آئے اور فرہاد اسے دبوچ لے۔ بہرحال میری کوشش ہوگی کہ میں نیلماں سے پہلے بھاٹیا کو تلاش کرکے اسے اپنا قیدی بنالوں۔"

"اگر تمہاری بات ختم ہوگئی ہو تو جاؤ۔ میں ذرا مصروف ہوں۔"

"پورس! تم بہت زبردست ہو۔ ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگئے ہو۔ اس کے باوجود ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے تعاون کے محتاج رہتے ہیں۔ میں بھی تمہارا تعاون چاہتا ہوں۔ اس کے بدلے میں تمہارا مشکل سے مشکل کام کرنے کو تیار ہوں۔"

پورس نے ناشتے کا سامان ڈائننگ ٹیبل کی طرف لے جاتے ہوئے کھڑکی سے دیکھا۔ نیلماں باتھ روم گئی ہوئی تھی۔ وہ ناشتے کی میز کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تم مجھ سے تعاون چاہو گے کہ میں بھاٹیا کو تلاش کرکے اسے تمہارے لیے اغوا کروں۔"

"ہاں بس اتنا ہی چاہتا ہوں۔ تم اپنی غیر معمولی ذہانت سے نیلماں کو دوسرے مسائل میں الجھا سکتے ہو اور اس سے پہلے بھاٹیا تک پہنچ سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھاٹیا کو تلاش کرنے کے لیے تل ابیب جاؤں گا۔"

"تم جھوٹ بول کر ٹال رہے ہو جبکہ ابھی تل ابیب پہنچے ہو۔"

"میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا؟ کیا تل ابیب جانے کا کرایہ تم سے وصول کروں گا؟ میں جھوٹا ہوں تو مجھ سے تعاون کی توقع کیوں کررہے ہو؟"

"پلیز ناراض نہ ہونا۔ مجھے الپا نے بتایا ہے کہ تم اسرائیل میں ہو۔"

"بے شک میں اسرائیل میں ہوں لیکن تل ابیب میں نہیں یروشلم میں ہوں۔ تمہاری خاطر تل ابیب جانا چاہتا تھا سمجھ گئے نا؟ جانا چاہتا تھا۔ اب نہیں جاؤں گا۔"

"تمہیں بھگوان کا واسطہ دیتا ہوں۔ غصہ تھوک دو

میں نے تم پر بھروسا نہیں کیا۔ میری یہ غلطی معاف کردو۔"

"الپا نے تمہارے پاس آکر میرے بارے میں کیا کہا ہے؟"

"اس کی بیٹی گم ہوگئی ہے۔ وہ اس کی گمشدگی کا الزام نہیں' ناشا اور نتالیہ کو دے رہی ہے۔"

"اس کا دماغ چل گیا ہے۔ میں اس سے اس کی بیٹی کو چھین کر کیا کروں گا جبکہ وہ میری دوست بنی ہوئی تھی۔ میرے کام آرہی تھی۔"

"الپا بہت خود غرض ہے۔ اس سے ہوشیار رہو۔ وہ اپنی بیٹی کی گمشدگی کا انتقام تم سے لینے کے لیے مجھ سے کہہ رہی تھی کہ ناشا اور نتالیہ انقرہ کے کسی ہوٹل میں ہیں۔ میں انہیں تلاش کرنے میں اس کی مدد کروں۔ کالے جادو کے ذریعے ان بہنوں کو ٹریپ کروں۔"

"تم ان پر کالا جادو کروگے تو میں بھاٹیا کو تلاش کرکے نیلماں سے دوستی کروں گا۔ مجھے اینٹ کا جواب پتھر سے دینا آتا ہے۔"

"پورس! کیسی باتیں کررہے ہو؟ میں ان بہنوں پر کالا جادو نہیں کرکے تم سے دوستی کرنے اور تم سے تعاون حاصل کرنے آیا ہوں۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ میں اس چڑیل الپا کا کوئی کام نہیں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ایک گھنٹے کے بعد تل ابیب جاؤں گا۔ اب تم جاؤ۔"

مہاراج چلا گیا۔ نیلماں غسل کرکے ایک خوب صورت سا لباس پہن کر آئی۔ پورس نے اسے دیکھ کر کہا۔ "اس لباس میں غضب ڈھا رہی ہو۔ کیا تم چاہتی ہو کہ میں بک کر تمہاری بھری بہار میں آؤں اور مارا جاؤں۔"

پہلے وہ اپنی تعریف سن کر مسکرائی پھر اداس ہو کر بولی۔ "میں تمام عمر تمہیں دل و جان سے چاہتی رہوں گی لیکن کبھی تمہارے لیے موت نہیں بنوں گی۔"

وہ اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ کر ناشتا کرنے لگی۔ پورس نے پوچھا "تمہیں پچھلی رات کی باتیں یاد ہیں؟"

"یاد کیوں نہیں رہیں گی۔ پچھلی زندگی یاد تمہیں آتی تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بارہ گھنٹے پہلے کی بھی باتیں بھول جاؤں گی۔"

"تم بھول رہی ہو۔ ذرا یاد کرو۔ تم نے کل رات خواب میں کیا دیکھا تھا؟"

وہ ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگی۔ پورس نے کہا۔ "تمہیں یاد نہیں آرہا ہے۔ تم مجھے خواب میں دیکھ رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ میرے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ میں تمہیں آغوش میں لینے کے لیے کسی طرح تمہارے اندر سے تمام زہر نکال دوں۔ ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کیا؟"

"تم نیند میں کہہ رہی تھیں' اگر تمہارے اندر سے زہر ختم نہیں ہوگا تو تم کسی دن جوش اور جنون میں مجھ سے لپٹ کر پیار کروگی۔ میں مرجاؤں گا تو میرے ساتھ تم اپنی جان بھی دے دوگی۔"

وہ لقمہ چباتے چباتے رک گئی۔ پورس کو گہری سنجیدگی سے دیکھ کر بولی "میں ایسا جاگتے ہوئے بھی سوچتی ہوں۔ کبھی تو ایسا ہوگا کہ خود کو روک نہیں پاؤں گی اور جنون کی حالت میں تمہیں پہلی اور آخری بار پیار کروں گی اور تمہارے ساتھ مرجاؤں گی۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے سوچنے لگی۔ اس کے بعد بولی۔ "پورس! میں بہت بری ہوں۔ تم سے روح کی گہرائیوں کے ساتھ محبت کرنے کے باوجود سوچتی ہوں کہ اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے تمہارے ساتھ مرجاؤں گی۔ میری موت سے کچھ نہیں ہوگا مگر تمہیں اپنے زہر سے ہلاک کرکے ظلم کروں گی۔"

"ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ میں بہت محتاط رہتا ہوں۔"

"نہیں پورس! بالکل سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ تم دن رات اپنی موت کے ساتھ رہتے ہو۔ میں سوچتی ہوں' تم سے کہیں دور چلی جاؤں۔"

"کیا پاگل ہوگئی ہو؟ آئندہ مجھے چھوڑ کر جانے کی بات کبھی نہ سوچنا۔ تم اپنے بارے میں وہ حیرت انگیز بات نہیں جانتی ہو جو میں جانتا ہوں۔"

"میں کون سی حیرت انگیز بات نہیں جانتی ہوں جو تم جانتے ہو؟"

"تم یقین نہیں کروگی کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

"کیا میں؟ ٹیلی پیتھی جانتی ہوں؟"

"ہاں۔ کل رات تم خواب دیکھتے دیکھتے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے میرے دماغ میں آئی تھیں اور مجھ سے گفتگو کی تھی۔"

وہ بے یقینی سے پورس کو دیکھتے ہوئے بولی "مذاق کررہے ہو نا؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ تم اپنی پچھلی زندگی کی طرح ٹیلی پیتھی کے علم کو بھی بھولی ہوئی ہو۔ تم نے کل رات میرے دماغ میں آکر مختصر سی گفتگو کی۔ خود حیرانی ظاہر کی کہ میرے

دماغ میں کیسے پہنچی ہوئی ہو۔"

وہ چپ ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ اس نے پوچھا "پھر کیا ہوا؟"

"پھر اچانک تم میرے دماغ سے چلی گئیں۔ میں بڑی دیر تک انتظار کرتا رہا کہ تم واپس آؤ گی مگر نہیں آئیں۔ پتا نہیں نیند میں تمہارے اندر کہیں تحریک پیدا ہو گئی تھی کہ تم نے دو چار منٹ کے لیے خیال خوانی کی تھی۔"

"میں حیران ہوں۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے مگر تم میرے لیے سچے ہو۔ بہت اچھے ہو اس لیے یقین کر رہی ہوں۔"

"پہلے انکشاف ہوا کہ تم زہریلی ہو۔ خطرناک ہو۔ اب یہ بھید کھلا ہے کہ پراسرار ہو اور ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ اگر مجھے دل و جان سے چاہتی ہو تو وعدہ کرو' کبھی مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔ تنہا کہیں جاؤ گی تو قانون کی گرفت میں آؤ گی یا کوئی دشمن تمہارے زہر سے خوف زدہ ہو کر تمہیں گولی مار دے گا۔"

"میں کبھی تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ تم نے مجھ پر بڑے احسانات کیے ہیں۔ ایک احسان اور کرو۔ کسی طرح میرے اندر سے تمام زہر نکال دو۔"

"میں آج ہی سے اس کوشش میں رہوں گا کہ کسی بہت ہی تجربے کار ڈاکٹر کو ٹریپ کروں اور اس سے تمہارا علاج کراؤں لیکن میری کوششوں کے درمیان تمہیں صبح و شام یوگا کی مشقیں کرنی ہوں گی۔"

"میں ضرور کروں گی۔ مشقوں کے دوران میں زیادہ سے زیادہ دیر تک سانس روکنے کی کوشش کروں گی۔"

"تمہیں ایسی مشقیں یاد نہیں ہوں گی تو میں تمہیں بتاؤں گا۔ تم شمال کی طرف رخ کر کے یہ عمل کرتی رہو گی۔ مجھے امید ہے' شمال سے آنے والی مقناطیسی ہوائیں تمہاری خیال خوانی کو بیدار کریں گی۔ رفتہ رفتہ ٹیلی پیتھی کا عمل یاد آتا رہے گا۔"

وہ دونوں تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گئے۔ بدن کا تمام زہر نکالنے اور فراموش ہو جانے والی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو بحال کرنے کے سلسلے میں جو فیصلہ کر چکے تھے اس پر غور کرنے لگے۔

○☆○

ہم نے ثمرینہ کے سردار باپ کی لاش کو بڑی سی چادر میں لپیٹ کر ایک گاڑی کے پیچھے رکھ دیا پھر ہماری تین گاڑیوں کا قافلہ کابل کی طرف چل پڑا۔ میں نے ثمرینہ سے کہا۔ "تمہارے سردار بابا اپنی جان بچانے کے لیے کابل سے باہر آرہے تھے۔ اس کا مطلب ہے' کابل میں تمہارے لیے بھی خطرہ ہے۔"

ثمرینہ نے کہا "میں خطرات سے نہیں ڈرتی۔ یہاں آنے سے اس لیے کترا رہی تھی کہ اپنے بابا اور قبیلے سے آنکھیں نہیں ملا سکوں گی۔ سب مجھے اغوا ہونے آبرو باختہ سمجھیں گے لیکن اب بابا کو دشمنوں نے ہے۔ ہمارے قبیلے والوں پر بھی مصیبتیں آئی ہوں دشمنوں نے ہمارے جاں بازوں کو بھی ہلاک کیا ہوگا ہتھیار پھینکنے پر مجبور کیا ہوگا۔ میں ان حالات میں سے لڑوں گی۔ تنہا ایک دشمن کو بھی قتل کروں گی اطمینان ہوگا کہ میں نے اپنے بابا کے قتل کا انتقام لیا ہے۔"

"تم تنہا نہیں ہو۔ ہم ساتھ ہیں۔"

"میں نے تمہیں جنگجو پایا ہے۔ تم دلیر ہو لیکن تمہارے ساتھی ہتھیار ہونے کے باوجود اناڑی ہیں۔ وہ بے چارے خواہ مخواہ مارے جائیں گے۔"

میں سوچنے لگا۔ وہ درست کہہ رہی تھی۔ پتا نہیں پہنچ کر کیسے حالات پیش آنے والے تھے۔ گاڑی کی اسکرین کے پار نظر آرہا تھا۔ دور کابل شہر میں ابھی تک بھڑک رہے تھے اور دھوئیں کے دبیز بادل دور تک پھیل رہے تھے۔

میں نے پوچھا "کیا ایسی کوئی پناہ گاہ ہے' جہاں ہمارے ساتھی محفوظ رہ سکیں؟"

وہ بولی "ہمیں دائیں طرف ناہموار راستے پر جانا ہوگا۔ کابل کے ایک مضافاتی علاقے میں میری بہن اور بہنوئی رہتے ہیں۔ ان کی بہت بڑی حویلی میں تمہارے ساتھی آرام سے محفوظ رہ سکیں گے۔"

میں نے اس کے بتائے ہوئے راستے پر گاڑی موڑی۔ دوسری گاڑیاں ہمارے دائیں بائیں آکر ساتھ چلنے لگیں۔ سرفراز نے پوچھا "تم نے راستہ بدل دیا ہے۔ کیا ہم کابل سے کترا کر آگے جا رہے ہیں؟"

میں نے بتایا کہ انہیں ایک محفوظ جگہ پہنچایا جا رہا ہے۔ اس کے بعد میں ثمرینہ کے ساتھ کابل جاؤں گا۔ شائستہ نے کہا "بھائی جان' وہاں قدم قدم پر گولیاں چل رہی ہیں۔ ہر کے دھماکے ہو رہے ہیں۔ آپ خطرہ مول لے کر ثمرینہ کے قبیلے میں پہنچانے نہ جائیں۔"

"مجھے جانا ہی ہوگا۔ اس قبیلے کے آبائی قبرستان میں سردار بابا کی تدفین ہوگی۔ ثمرینہ کو وہاں پہنچانا ہی ہوگا۔ شام تک واپس آجاؤں گا۔"

میں نے ان سب کو اس حویلی میں پہنچا دیا۔ ثمرینہ کی بہن اپنے باپ کی لاش دیکھ کر رونے لگی۔ اس کے بہنوئی نے میرے تمام ہم سفروں کے لیے حویلی میں رہنے کا انتظام کیا پھر وہ بھی اپنے سسر کی تدفین کے لیے کابل جانا چاہتا تھا لیکن میں نے اور ثمرینہ اور اس کی بہن نے اسے جانے سے روک دیا۔ وہ آخری رسومات ادا کرنے کے لیے جانے کی ضد کر رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے مجبور کر دیا کہ وہ حویلی میں رہ کر مہمانوں کی حفاظت کرے۔

پھر میں اپنے تمام ہم سفروں سے رخصت ہو کر ثمرینہ کے ساتھ کابل کی طرف روانہ ہو گیا۔ ثمرینہ نے پہلے مجھے خاموشی سے دیکھا پھر تھوڑی دیر بعد بولی "کیا تم دنیا میں اکیلے ہو؟"

"یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"جن کے پیچھے کوئی رونے والا نہیں ہوتا' وہی خطرات سے کھیلتے ہیں۔"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا بہت بڑا خاندان ہے اور اس میں بھی بڑے دو جوان بیٹے ہیں۔"

"پلیز اس طرح اپنی عمر نہ بتاؤ۔ شہر میں کہیں فون کرنے کا موقع ملے تو اپنے رشتے داروں سے آخری بار گفتگو کر لینا۔"

"میں تمہارے کام آنے کے لیے ساتھ جا رہا ہوں اور تم مجھے موت سے ڈرا رہی ہو۔ کیا میں ڈر کر بھاگ جاؤں؟"

"میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ تم میدان چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہو۔ ویسے سچ بتاؤ' کیوں میرے لیے خطرات سے کھیلنے جا رہے ہو؟ کوئی تو بات ہوگی؟"

"ہماری دنیا میں ایک ہاتھ سے لینے اور دوسرے ہاتھ سے دینے کا رواج اتنا عام ہو گیا ہے کہ کوئی بے لوث ہو کر کسی کی دین کے بغیر مدد کرے تو یقین نہیں آتا کہ وہ صرف انسانیت کے ناتے کام آرہا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "تم بہت گہرے ہو۔ دل کی بات زبان پر نہیں لاؤ گے۔"

میں خاموش رہا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ پچھلی رات سے میرے بارے میں سوچتی اور متاثر ہوتی رہی تھی۔ اب میں اس کے باپ کی تدفین کے لیے خطرات سے کھیلنے جا رہا تھا۔ یہ ایسی بات تھی کہ اس کے دل میں میری محبت بھر گئی تھی۔ وہ یقین کے ساتھ سوچ رہی تھی کہ میں اس پر دیوانہ ہو گیا ہوں اور اس کی خاطر جان ہتھیلی پر لیے جا رہا ہوں۔

وہ بے شک حسین تھی۔ جوان تھی۔ میں جوان نہیں تھا۔ اسے بتا چکا تھا کہ میرے بیٹوں کی عمر اس سے زیادہ ہے لیکن وہ اپنے ہی طور پر میرے بارے میں سوچ رہی تھی اور مجھے اپنے دل کی دھڑکنوں میں بسا رہی تھی۔

میرے صرف بیٹے نہیں تھے۔ پوتی اور پوتے بھی تھے۔ ایسے میں فرہاد علی تیمور کے بجائے کسی شیریں کا فرہاد بننا معیوب بھی تھا اور مضحکہ خیز بھی۔ میں نے ثمرینہ کا دل نہیں توڑا۔ یہ سوچ کر خاموش رہا کہ آج رات تک اسے اس کے قبیلے میں چھوڑ کر جانا ہی ہے اس لیے فضول رومانی بحث کرنا مناسب نہیں ہے۔

ہم شہر میں داخل ہو گئے تھے۔ جہاں بم کا دھماکا ہوا تھا' وہاں دھواں اور شعلے نظر آرہے تھے پھر کوئی دھماکا نہیں ہوا تھا اور نہ ہی گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ایجنٹ سردار بابا کی لاش کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس ایجنٹ نے پچھلی رات ہمیں لوٹنے اور جانی نقصان پہنچانے کی سازش کی تھی اس لیے میں نے اسے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حویلی میں نہیں چھوڑا تھا۔ اپنا آلۂ کار بنائے رکھنے کے لیے ساتھ لے آیا تھا۔

میں ثمرینہ کی راہنمائی کے مطابق گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ مجھے شہر کے اس علاقے کے قریب لے آئی' جہاں اس کے قبیلے کے لوگ آباد تھے۔ میں نے ایک جگہ گاڑی روک کر ایجنٹ سے کہا "باہر نکلو۔"

وہ باہر نکل کر میرے پاس اگلی کھڑکی کے سامنے آیا۔ میں نے کہا "تم یہاں سے ثمرینہ کے قبیلے میں پیدل جاؤ اور وہاں کے حالات معلوم کرو پھر واپس آکر بتاؤ کہ ثمرینہ کو اس علاقے میں جانا چاہیے یا نہیں۔"

وہ عاجزی سے بولا "آپ مجھے موت کے منہ میں بھیج رہے ہیں' اگر وہاں ثمرینہ کے مخالف قبیلے کا سردار ہوگا تو مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں تنہا نہیں جاؤں گا۔"

میں نے کہا "تمہارا باپ بھی جائے گا۔ تم وہاں موت کے ڈر سے نہیں جاؤ گے تو میں یہاں گولی مار دوں گا۔"

اس نے مکاری سے سوچا کہ میرے سامنے جانا چاہیے پھر کسی گلی میں مڑتے ہی دوڑ لگاتے ہوئے فرار ہو جانا چاہیے۔

وہ بڑی تابعداری سے جانے لگا۔ ثمرینہ نے کہا "اس کم بخت نے تم لوگوں سے دھوکا کیا تھا لیکن تم نے اسے تنہا کیوں بھیجا ہے۔ یہ کہیں بھاگ جائے گا اور ہم اس کا انتظار کرتے رہ جائیں گے۔"

"یہ کہیں نہیں جائے گا۔ تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں ایک پلان سوچ رہا ہوں۔"

وہ خاموش رہی۔ میں ایجنٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک گلی میں مڑنے اور نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد بھاگ رہا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات تھی کہ جو راستہ قبیلے والوں کی طرف جاتا ہے' وہ اس راستے پر نہیں جائے گا۔ میں اسے اسی راستے پر دوڑانے لگا۔

پھر وہ رک گیا۔ ایک محلے میں جگہ جگہ مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ ایک مسلح شخص نے پوچھا "تم کون ہو؟ کہاں سے آرہے ہو؟"

اس ایجنٹ نے میری مرضی کے مطابق کہا "میں اس قبیلے کے سردار سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ہم نے یہاں کے سردار کو جنہم رسید کردیا ہے۔ اب یہاں ہمارا سردار ہے۔ یہ علاقہ ہمارا ہوگیا ہے۔"

"مہربانی کرکے مجھے نئے سردار سے ملوادیں۔ میں اسے ایک ضروری پیغام دینا چاہتا ہوں۔"

وہ شخص اسے اپنے سردار کے پاس لے جانے لگا۔ میں نے اس ایجنٹ کے ذریعے دیکھا۔ ایک کشادہ گلی میں بے شمار جوان مردوں کو رسیوں سے باندھ کر بٹھایا گیا تھا۔ ایک حویلی نما عمارت کے سامنے کئی مسلح افراد تھے۔ ایک گاڑی کے پچھلے حصے میں جدید اسلحہ' کارتوس اور ہینڈ گرینیڈ رکھے ہوئے تھے۔ دوسری گاڑی کے پچھلے حصے میں راکٹ لانچر تھا۔ وہ مسلح شخص اس ایجنٹ کو عمارت کے اندر لے گیا۔ وہاں ایک صحن میں فرشی دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ دسترخوان کے اطراف سردار اپنے مشیروں اور خاص تابعداروں کے ساتھ بیٹھا صبح کے ناشتے کے طور پر پراٹھے اور مرغ مسلم کھا رہا تھا۔

اس مسلح شخص نے وہاں پہنچ کر کہا "امیر اکبر شاہ کا اقبال بلند ہو۔ یہ اجنبی کہیں باہر سے آیا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

سردار امیر اکبر شاہ نے ایجنٹ کو دیکھ کر پوچھا "کون ہو تم؟ مجھ سے کیوں ملنے آئے ہو؟"

ایجنٹ نے کہا "یہاں کا سردار زخموں سے چور ہو کر شہر کے باہر بھاگتا جارہا تھا۔ آپ کے جاں باز اس کا تعاقب کررہے تھے لیکن تین گاڑیوں والوں نے آپ کے آدمیوں کو ہلاک کیا۔ ان کی جیپ کا پہیہ بیکار کردیا اور انہیں پیدل بھاگنے پر مجبور کردیا' آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہوگی۔"

امیر اکبر شاہ نے کہا "معلوم ہے' جو بزدلوں کی طرح بھاگ کر آئے تھے' ہم نے انہیں گولی ماردی ہے۔ کیا تم یہی بات کہنے آئے ہو؟"

"میں یہ بھی پوچھنے آیا ہوں کہ جن لوگوں نے آپ کے آدمیوں کو بھاگنے پر مجبور کردیا' آپ نے ان لوگوں کو انعام کیوں نہیں دی؟"

"انہیں کیا اہمیت دی جاتی؟ وہ تین گاڑیوں میں پندرہ سولہ افراد تھے۔ جب شہر میں داخل ہوں گے اور ہماری طرف آئیں گے تو کتوں کی موت مارے جائیں گے۔"

"آپ کو کس گدھے مشیر نے یہ مشورہ دیا ہے کہ ان کے انتظار کیا جائے؟"

وہاں بیٹھے ہوئے چار مشیر غصے سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ خاص تابعداروں نے بھی دسترخوان سے اٹھ کر ایجنٹ کی طرف ہتھیاروں کا رخ کیا۔ ایک تابعدار نے امیر سے کہا "ہمیں اجازت دی جائے' ہم اسے گولیوں سے چھلنی کردیں۔"

"میں ایک اہم اطلاع دینے آیا ہوں۔ کیا مجھے ہلاک کرنے سے پہلے نہیں پوچھیں گے کہ وہ اطلاع کیا ہے؟"

امیر اکبر شاہ نے کہا "اسے ابھی زندہ رہنے دو۔ ہوں جوان' کیا اطلاع دینا چاہتے ہو؟"

"آپ ان تین گاڑیوں والوں کو چند افراد سمجھ رہے ہیں جبکہ وہ طالبان ہیں۔ وہ اپنی پوری فورس لانے واپس گئے ہیں اور اب آتے ہی ہوں گے۔"

امیر اکبر شاہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اپنے خاص تابعداروں سے بولا "راکٹ لانچر مین روڈ پر لے جاؤ۔ طالبان جدھر سے آئیں' ادھر راکٹ چلائے جائیں۔ اس علاقے کے چاروں طرف اپنے جاں بازوں کو متعین رہنے کے لیے کہو۔ جاؤ اور فوراً جاں بازوں کو مستعد رہنے کا حکم دو۔"

وہ سب حکم کی تعمیل کے لیے دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ میں ایک تابعدار کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ عمارت سے باہر نکل کر اس گاڑی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا' جس کے پچھلے حصے میں اسلحہ' کارتوس اور ہینڈ گرینیڈ کا ذخیرہ تھا۔ اس تابعدار کے پاس بھی دو ہینڈ گرینیڈ تھے۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کرکے اسے عمارت کے بڑے گیٹ کے پاس لایا۔ دربان نے گیٹ کھول دیا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا اندر آیا۔ وہاں سے مزید اس صحن کی طرف جانے لگا جہاں دسترخوان کے اطراف امیر اکبر شاہ اور اس کے مشیر کھڑے ہوئے تھے۔ امیر نے دور سے اسلحے کی گاڑی کو دیکھ کر پوچھا "یہ گاڑی یہاں کیوں لائی جارہی ہے؟"

گاڑی ڈرائیو کرنے والے تابعدار نے ایک گرینیڈ کی چابی کو دانتوں کے درمیان دبا کر کھینچا پھر اسٹیئرنگ سیٹ والی چھوٹی کھڑکی سے اس گرینیڈ کو پیچھے اسلحے کے ذخیرے میں

پھینک دیا۔

ایک مشیر نے چیخ کر کہا "دیکھو گاڑی میں کون ہے؟ اور اسے یہاں کیوں لارہا ہے؟"

اس وقت تک گاڑی ان کے قریب آگئی۔ ایک زوردار دھماکا ہوا۔ امیر اکبر شاہ اور اس کے مشیروں کی چیخیں سنائی دیں پھر دوسرے تیسرے دھماکوں کے ساتھ عمارت کی دیواریں اور چھتیں اڑنے لگیں۔ آگ کے شعلے بلند ہوتے ہوئے آسمان کی طرف جانے لگے۔ دور دور تک چیخ پکار سنائی دے رہی تھی۔ ثمرینہ نے چونک کر پوچھا "یہ اچانک دھماکے کیوں ہورہے ہیں؟ بے قصور عورتیں اور بچے مارے جائیں گے۔"

میں امیر اکبر شاہ کے خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا تھا۔ اس امیر کی آمد سے پہلے ہی ثمرینہ کے سردار بابا نے قبیلے کی تمام عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کو دوسرے علاقوں کی طرف بھیج دیا تھا۔ وہاں برے حالات سے نمٹنے کے لیے صرف نوجوان تھے۔ بعد میں وہ بے چارے بھی قیدی بنالیے گئے تھے۔

میں دوسرے تابعدار کے دماغ میں پہنچا۔ وہ میری مرضی کے مطابق دوڑتے ہوئے چیخ چیخ کر کہنے لگا "طالبان آگئے ہیں۔ طالبان راکٹ لانچر سے حملے کررہے ہیں۔ ہمارا سردار اور تمام مشیر مارے گئے ہیں۔ یہاں سے بھاگ چلو۔"

جب سپاہ سالار اور خاص لوگ مارے گئے تھے تو پھر چھوٹے چھوٹے مہرے بساط پر کیسے رہ سکتے تھے؟ وہ بھی جدھر راستہ ملا' ادھر بھاگتے چلے گئے۔ تھوڑی دیر تک رہ رہ کر دھماکے ہوتے رہے پھر خاموشی چھاگئی۔

ایک مسلح شخص دوڑتا آرہا تھا۔ میں نے گاڑی سے باہر ہاتھ ہلا ہلا کر اس سے کہا "آؤ۔ جلدی آؤ۔ یہ گاڑی تمہارے لیے رکی ہوئی ہے۔"

وہ دوڑتا ہوا قریب آیا۔ میں نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے نام بتایا۔ میں نے کہا "تم اپنے آدمی نہیں ہو۔ یہاں مرنے کیوں آئے ہو؟ واپس جاؤ۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ واپس اسی علاقے کی طرف بھاگنے لگا۔ ثمرینہ نے حیرانی سے کہا "کیا یہ پاگل کا بچہ ہے؟ یہ اپنے ہتھیار سے کام لے سکتا تھا مگر تم نے واپس جانے کے لیے کہا اور یہ جارہا ہے۔"

میں نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا "اس ملک میں کئی برسوں سے جنگ جاری ہے۔ ایسے میں بہت سے لوگ نیم پاگل ہوجاتے ہیں۔ ابھی ہونے والے دھماکوں نے اس کے ذہن پر برا اثر ڈالا ہے۔"

میری باتوں کے دوران میں اس کا دماغ آزاد ہوگیا تھا۔ وہ بھاگتے بھاگتے رک گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ ادھر سے اُدھر کیوں بھاگ رہا ہے؟ اس کے سوچنے سمجھنے تک میں پھر اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ پھر بھاگتا ہوا اس علاقے میں پہنچا۔ میں اس کے ذریعے وہاں کے حالات معلوم کرنے لگا۔ بھاگنے کے دوران میں' میں نے اسے ہتھیار پھینکنے پر مجبور کیا تھا۔ اس کے پاس صرف ایک چاقو رہ گیا تھا۔

ایک کشادہ گلی میں ثمرینہ کے قبیلے کے جوانوں کو رسیوں سے باندھ کر رکھا گیا تھا۔ دھماکوں کا اثر اس گلی تک ہوا تھا۔ کچھ جوان زخمی ہوئے تھے۔ باقی صحیح سلامت تھے۔ اس آلۂ کار نے ان سب کی رسیاں کاٹتے ہوئے کہا "بانو ثمرینہ اپنے بابا کی لاش لے کر آرہی ہے۔ تم سب دشمنوں کے چھوڑے ہوئے ہتھیاروں کو اٹھا کر ہمارے استقبال کے لیے تیار ہوجاؤ۔"

وہ سب آزاد ہوتے ہی دوسرے گلی کوچوں میں گئے۔ جہاں جہاں دشمنوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں' وہاں سے ان لاشوں کو اٹھا کر ٹرک کے پچھلے حصے میں ڈالتے گئے اور ان لاشوں کے ہتھیار اپنے پاس رکھتے گئے۔ کچھ جوان پلاسٹک کے پائپ کے ذریعے پانی بہاتے ہوئے جگہ جگہ سے انسانی خون صاف کرنے لگے۔

میں اس آلۂ کار کے ذریعے مزید دو آدمیوں کے دماغوں میں پہنچ گیا تھا اور اس علاقے کے کئی حصوں میں ان سب کی مصروفیات دیکھ رہا تھا۔ ایک بزرگ آلۂ کار کے ذریعے اعلان کرایا کہ بانو ثمرینہ آرہی ہے اس لیے اپنے قبیلے کی عورتوں کو بلایا جائے۔ مجھے خیال خوانی کے ذریعے یہ تمام اہم کام نمٹانے میں خاصا وقت لگ گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ثمرینہ نے بیزار ہو کر پوچھا "تم یہاں کب تک بیٹھے رہو گے؟ میں تو بور ہورہی ہوں۔"

"ابھی ہم تھوڑی دیر میں آگے بڑھیں گے۔"

"کچھ معلوم تو ہو کہ یہاں کیوں رکے ہوئے ہو؟"

"راستہ صاف ہوجائے۔ خطرہ ٹل جائے تو ہم جائیں گے۔"

"کیا یہاں بیٹھے رہنے سے معلوم ہوتا رہے گا کہ خطرہ ٹل رہا ہے؟"

"لوگوں کی بھاگ دوڑ اور پریشانیوں سے اندازہ ہورہا ہے کہ اب دھماکے نہیں ہورہے ہیں۔ گولیاں نہیں چل رہی

ہیں۔ اگر ہم تھوڑی دیر پہلے وہاں جاتے تو کیا اس طرح زندہ سلامت رہتے؟"

وہ قائل ہو کر بولی "تم بہت سمجھ دار ہو۔ دور سے خطرات کو بھانپ لیتے ہو۔ پتا نہیں کیوں' تم مجھے عجیب و غریب سے لگتے ہو۔"

"عجیب و غریب کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ دوسروں سے الگ لگتے ہو۔ کیسے ہی حالات پیش آئیں' ان سے نمٹنا جانتے ہو۔ مجھے تمہارے جیسے دلیر مرد کی ضرورت ہے۔ میں چاہتی ہوں تم ان مسافروں کے ساتھ نہ جاؤ۔ یہاں رہ جاؤ میرے ساتھ۔"

میں نے کہا "آہ! ایسا نہ کہو۔ میری گھر والی سن لے گی تو مجھے طلاق دے دے گی۔ میرے جوان بیٹے مجھے دھکے مار کر گھر سے نکال دیں گے۔"

"تعجب ہے۔ تم اتنے دلیر ہو کر بیوی بچوں سے ڈرتے ہو۔"

"ہمارے قبیلے میں بیوی طلاق دے دے اور اولاد دھتکار دے تو قبیلے کے دستور کے مطابق مرد کو خودکشی کرنی پڑتی ہے۔ وہ خودکشی نہ کرے اور فرار ہو جائے تو اسے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک تلاش کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ میں اپنے قبیلے میں تمہیں تحفظ دوں گی۔"

"یعنی تم چاہتی ہو کہ میں بیوی اور بچوں کو چھوڑ دوں؟"

"میں ہر حال میں تمہیں اپنا لائف پارٹنر بنانا چاہتی ہوں۔ تم راضی ہو جاؤ پھر تمہارے بیوی بچے کیا چیز ہیں؟ میں ساری دنیا سے تمہیں چھین کر اپنے پاس رکھ لوں گی۔"

"میری بیوی سے تم چھین لو گی۔ تم سے کوئی دوسری چھین لے گی۔ میری تھوڑی سی زندگی رہ گئی ہے۔ وہ چھینا جھپٹی میں ختم ہو جائے گی۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "آؤ اب چلیں۔ تمہارے علاقے میں امن و امان ہو گیا ہے۔"

میں نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ وہ بولی۔ "میں بے حیا نہیں ہوں۔ تم سے ایسی باتیں اس لیے کر رہی ہوں کہ تمہارے ساتھ اپنے علاقے میں جا رہی ہوں۔ پہلے تو اغوا ہونے والی بدنامی تھی۔ اب تمہارے ساتھ واپس آنے پر باتیں بنائی جائیں گی کہ میں تمہارے ساتھ پارسا نہیں رہی ہوں۔"

"تم فکر نہ کرو۔ پہلے اپنے بابا کی آخری رسومات ادا ہونے دو پھر میں تمہارے لوگوں کے دلوں سے تمہارے سلسلے میں جو غلط فہمی ہے' اسے دور کر دوں گا۔"

تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم سردار بابا کے علاقے میں داخل ہوئے۔ ثمرینہ نے حیرانی سے اپنے قبیلے کی عورتوں اور بچوں کو دیکھا۔ وہ اپنے اپنے گھروں میں جا رہی تھیں۔ اس نے کہا "جب مجھے اغوا کیا گیا تھا اسی دن صبح سردار بابا نے یہاں کی عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کو اس علاقے سے دور بھیج دیا تھا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ ایک دو دن میں دشمن حملہ کرنے والے ہیں لیکن یہ عورتیں' بچے اور بیمار بوڑھے واپس آ گئے ہیں۔"

میں نے ایک چوک کے پاس آ کر گاڑی روک دی۔ ہم دونوں ہتھیار اٹھائے گاڑی سے باہر آئے اور چوک کے اونچے چبوترے پر کھڑے ہو گئے۔ قبیلے کے لوگ ثمرینہ کو دیکھتے ہی دوڑتے ہوئے آنے لگے۔ وہ بزرگوں کو سلام کرنے لگی۔ جوان اسے سلام کرنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سیکڑوں مسلح افراد چوک کے اطراف جمع ہو گئے۔ وہ بلند آواز میں بولی "میرے بابا کی عزت اور احترام کرنے والے جانبازو! مجھے اغوا کیا گیا تھا۔ اغوا ہونے والی کوئی عورت اپنے قبیلے میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتی لیکن میرا خدا گواہ ہے کہ میں واپس آ کر بھی ایسی ہی پاکیزہ ہوں' جیسی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی۔ کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ اس شریف اور نیک دل شخص نے میری عزت آبرو کی حفاظت کی ہے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گی۔ ابھی تو مجھے صدمہ ہے کہ آج میں یتیم ہو گئی ہوں۔ ہمارے سردار بابا کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ میں ان کی لاش اس گاڑی میں لے کر آئی ہوں اور چاہتی ہوں کہ آپ اپنے سردار کو عزت اور احترام کے ساتھ سپردِ خاک کر دیں۔"

لوگوں کے سر صدمے سے جھک گئے۔ وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ سے سردار بابا کی لاش نکال کر لے جانے لگے۔ ثمرینہ جس حویلی نما عمارت میں اپنے بابا کے ساتھ رہتی تھی' وہ ہم کے دھماکوں کے باعث بُری طرح کھنڈر بن گئی تھی۔ وہ دوسری حویلی میں آئی۔ سردار نے وہ حویلی بیٹی کے لیے بنائی تھی۔ وہاں ثمرینہ سردار بابا کے خاص مشیروں اور قبیلے کے بزرگوں کے ساتھ آ کر ایک بڑے سے کمرے میں بیٹھ گئی۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہ بولی "میری ایک بہن اپنے گھر کی ہو گئی ہے۔ میری بھی شادی ہو جائے گی۔ دستور کے مطابق ہم دونوں بہنوں کے شوہروں میں جو دانا اور جنگ جو ہو گا' اسے سردار بنایا جائے گا۔ اگر دونوں میں سے کوئی سردار بننے کا اہل نہ ہو تو آپ بزرگوں اور مشیروں کے قبیلے کے مطابق کسی قابل شخص کو سردار بنایا جائے گا۔ کیا میں درست کہہ رہی ہوں۔"

سب نے تائید میں کہا کہ وہ درست کہہ رہی ہے۔ ایک بزرگ نے کہا "آج تمہارے بابا شہید ہوئے ہیں۔ تم چالیس دن بعد کسی سے شادی کرو گی تو سردار کا فیصلہ ہو گا۔ تمہاری بہن کا شوہر ایک تاجر ہے۔ اسے قبیلے کی سرداری سے دلچسپی نہیں ہے۔"

ایک مشیر نے کہا "تمہاری شادی ہونے تک چالیس دن کے لیے کسی کو عارضی طور پر سردار بنایا جا سکتا ہے۔"

دوسرے مشیر نے کہا "ہمارے قبیلے میں کئی ذہین اور جنگ جُو نوجوان ہیں۔ تم ان میں سے کسی کو پسند کر کے عارضی طور پر سردار بنا سکتی ہو۔"

وہ میری طرف اشارہ کر کے بولی "میرے ساتھ یہ جوان ہے۔ اس کا نام شہزاد ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ شہزاد کو عارضی طور پر سردار بنایا جائے۔"

وہ سب ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے پھر ایک نے کہا "محترم شہزاد کا تعلق ہمارے قبیلے سے نہیں ہے۔ یہ افغانستان کے کس صوبے سے آئے ہیں؟"

"یہ افغانی نہیں پاکستانی ہے۔ اسلام میں ذات' برادری اور قبیلے سے زیادہ انسان کے نیک اعمال اور اونچے کردار کو اہمیت دی جاتی ہے۔ زندگی ایک بار ملتی ہے۔ اپنی زندگی کو محفوظ رکھنے کے لیے آپ باہر سے اسلحہ منگواتے ہیں۔ آپ اس اسلحے کی ذات برادری کا حساب نہیں کرتے۔ جب آپ اپنی بقا کے لیے امریکا اور روس وغیرہ سے اسلحہ اور رقم حاصل کرتے ہیں تو باہر سے آنے والے کو قبول کیوں نہیں کرتے۔ میں اس بات کی ضمانت لیتی ہوں کہ شہزاد قابلِ اعتماد ہے۔ روسی اور امریکی اسلحہ اور رقم کے پیچھے فریب چھپا رہتا ہے لیکن شہزاد فریبی نہیں ہے۔ ایک ذمے دار مسلمان ہے۔"

میں کچھ عرصہ اس ملک میں رہنے آیا تھا۔ وہاں ایک قبیلے کا سردار بن کر بھی رہ سکتا تھا لیکن میں ثمرینہ کے ارادوں کو سمجھ رہا تھا کہ وہ مجھے سردار بنانے کے چالیس دن بعد نکاح پڑھوانے کے لیے کہے گی۔

ایک بزرگ نے کہا "باہر سے آنے والا ہماری تہذیب اور رسم و رواج کے مطابق ہونا چاہیے۔ وہ قبیلے کے ایسے جوانوں سے مقابلہ کر کے کامیابی حاصل کرے' جو خود کو سردار بننے کا اہل سمجھتے ہیں تو ہم اسے سردار بنانے سے انکار نہیں کریں گے۔"

کمرے کے دروازے پر سے آواز آئی "ہم طالبان مجاہد ہیں۔"

ہم سب نے دیکھا۔ دو باریش جوان دروازے پر کلاشنکوف لیے کھڑے تھے۔ ایک نے کہا "طالبان نے اس علاقے کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ جو ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے گا' اسے موت کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔"

دوسرے نے میری طرف اشارہ کر کے کہا "تم لوگ اس کم بخت کو سردار بنانے کی باتیں کر رہے ہو؟ کیا یہ مسلمان ہے؟ اس کے سر پر پگڑی یا ٹوپی نہیں ہے اور یہ داڑھی بھی نہیں رکھتا ہے۔"

ان کے پاس ایک تیسرا مجاہد آیا۔ اس نے ثمرینہ کو دیکھ کر پوچھا "یہاں کیا ہو رہا ہے۔ یہ اتنے مردوں کے سامنے بازاری عورتوں کی طرح بے پردہ کیوں ہے؟"

ایک بزرگ نے آگے بڑھ کر کہا "اسے دشمنوں نے اغوا کیا تھا۔ یہ ابھی واپس آئی ہے۔ اسے پردہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ یہ ابھی پردہ کرے گی۔ جاؤ بیٹی! دوسرے کمرے میں جاؤ۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دوسرے کمرے کی طرف جانے لگی۔ ایک مجاہد نے کہا "تم بزرگ ہو کر جھوٹ بولتے ہو۔ یہاں اس شخص کو سردار بنانے کی باتیں کی جا رہی تھیں۔ وہ

اغوا کی جانے والی بے پردہ بیٹھ کر تمہاری باتوں میں کیوں دلچسپی لے رہی تھی۔ یہاں بیٹھنے سے پہلے اس نے پردہ کیوں نہیں کیا؟"

میں نے اس معاملے کو ختم کرنے کے لیے کہا "اب آپ لوگ آگئے ہیں تو یہاں آپ کے تمام احکامات پر عمل کیا جائے گا۔ آپ کی آمد سے پہلے جو بے پردگی اور بے اصولی تھی' وہ اب نہیں رہے گی۔ میں نے کل سے شیو نہیں کیا ہے اور نہ کروں گا۔ باریش بھی رہوں گا اور ٹوپی بھی پہنوں گا۔"

ایک نے بزرگوں اور مشیروں سے کہا "اس طرح ٹولیوں کی صورت میں نہ بیٹھو۔ اپنا جرگہ سسٹم ختم کرو۔ یہاں نہ کوئی قبیلہ ہوگا اور نہ کوئی سردار۔ ہم مسلمانوں کو قبیلوں میں تقسیم نہیں ہونے دیں گے۔ چلو یہاں سے نکلو اور اپنے اپنے گھروں میں رہو۔"

سب وہاں سے جانے لگے۔ ایک بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا "میرے ساتھ آؤ۔ میں تنہا رہتا ہوں۔"

میں نے بزرگ کے ساتھ جاتے ہوئے ان طالبان مجاہدوں کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا۔ ان کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو ثمرینہ جیسی حسین اور جوان عورت کو اس حویلی میں تنہا دیکھ کر ہوس میں مبتلا ہوجاتا لیکن وہ دینی احکامات کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ وہ تینوں دروازے کو بند کرکے حویلی سے باہر آگئے۔

علم حاصل کرنے والے کو طالب علم کہتے ہیں۔ اردو زبان میں طالب کا جمع طلبہ ہے لیکن افغانستان میں طلبہ کے بجائے طالبان کہتے ہیں۔ میں نے ان میں سے ایک طالب کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر اس عمارت کی طرف گیا' جہاں طالبان کے اس ٹروپ کمانڈر اپنے نائب اور دیگر مسلح جوانوں کے ساتھ موجود تھے۔

کمانڈر علاقے کے لوگوں کو بلا کر پوچھ رہا تھا کہ ڈیڑھ گھنٹے پہلے وہاں کس نے دھماکے کیے تھے؟ دوسرے قبیلے کے سردار امیر اکبر شاہ نے صبح ہونے سے پہلے علاقے پر حملہ کیا تھا۔ وہاں کے سردار بابا کو زخموں سے چور بھاگنے پر مجبور کیا تھا لیکن فتح حاصل کرنے والا وہی سردار امیر اکبر شاہ چند گھنٹوں بعد اپنے اہم آدمیوں کے ساتھ کس طرح مارا گیا؟ وہاں کس قبیلے اور گروہ نے اتنا زبردست حملہ کیا کہ علاقے میں پھر سے سردار بابا کا قبیلہ آکر آباد ہوگیا ہے؟

امیر اکبر شاہ کے کئی آدمی قیدی بنائے گئے تھے۔ وہ بیان دے رہے تھے کہ انہوں نے زندگی میں ایسی جنگ کبھی نہیں دیکھی۔ جنگ ہو رہی تھی لیکن جنگ لڑنے والے اور امیر اکبر شاہ کو ہلاک کرنے اور اس کے گروہ کو شکست دینے والے نظر نہیں آرہے تھے۔

ایسا بیان کسی ایک بندے کا ہوتا تو کبھی یقین نہیں کیا جاتا لیکن تمام قیدی یہی بیان دے رہے تھے۔ سردار بابا کے قبیلے والے بھی یہی کہہ رہے تھے۔ ایک درجن نے بیان دیا کہ ایک ڈرائیور اسلحے سے بھری ہوئی گاڑی لے کر عمارت کے اندر وہاں پہنچ گیا تھا' جہاں اس کا سردار امیر اکبر شاہ اپنے حواریوں کے ساتھ تھا۔ اس ڈرائیور نے بم دھماکوں سے انہیں بھی مارا اور خود بھی مرگیا۔

دو آدمیوں نے بتایا "ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ امیر اکبر شاہ کا خاص بندہ جیسے پاگل ہوگیا تھا اور اپنے ہی مسلح ساتھیوں کو گولیوں کا نشانہ بنا کر ہلاک کر رہا تھا۔ جب اس کے ساتھیوں نے اسے پاگل سمجھ کر گولی مار دی تو وہ رہنے والوں میں سے دوسرا ساتھی جیسے پاگل ہوگیا۔ وہ اپنے ساتھیوں پر گولیاں چلانے لگا۔ ہم چھپ کر حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ آپ یقین کریں کہ امیر اکبر شاہ کے تمام مسلح افراد نے اسی طرح ایک دوسرے کو ہلاک کیا ہے۔ جو زندہ بچ گئے وہ یہاں سے بھاگ گئے یا پھر آپ کے قیدی بن گئے ہیں۔"

کمانڈر اور طالبان حیرانی سے یہ بیان سن رہے تھے پھر کمانڈر نے کہا "جادو ہر ایک پر اثر نہیں کرتا۔ ایک ٹیلی پیتھی کا علم ہے جو باری باری پوری فوج کو جنون میں مبتلا کرکے خود کشی کرنے پر مجبور کرسکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے' یہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ اسی نے امیر اکبر شاہ اور اس کی پوری فوج کے دماغوں میں گھس کر انہیں ایک دوسرے کو ہلاک کرنے پر مجبور کیا ہے۔"

میرا آلۂ کار وہاں پہنچا ہوا تھا۔ میں اس کے ذریعے وہاں ہونے والی گفتگو سن رہا تھا پھر میں کمانڈر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں کیسے پہنچ گیا؟ کیا وہ میرے دماغ میں بھی آسکتا ہے؟ ہاں آسکتا ہے۔ مجھے محتاط رہنا چاہیے۔ اس سے سامنا کرنا اور اسے اپنی آواز نہیں سنانا چاہیے۔"

ایک قیدی نے کہا "ابھی آپ ٹیلی پیتھی کی بات کر رہے تھے۔ مجھے یاد آیا کہ میرے ساتھ کچھ ایسا ہوچکا ہے۔ میں ایک گھنٹے پہلے دھماکوں اور اندھا دھند چلنے والی گولیوں سے بچنے کے لیے بھاگ رہا تھا۔ بختیار کے علاقے میں ایک سڑک کے کنارے ٹریکٹر کھڑی ہوئی تھی۔ ایک شخص ایک جوان عورت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے گاڑی سے باہر آکر میرا نام پوچھا۔ میں نے نام بتایا۔ اس نے کہا۔ ادھر کیوں بھاگے آرہے ہو۔ واپس جاؤ۔ اس کی بات سن کر نہ جانے مجھے کیا ہوا' میں واپس اس علاقے میں آگیا۔ موت سے ڈر کر بھاگ رہا تھا مگر بھاگ نہ سکا۔ یہاں آتے وقت سوچا کہ دوسرے راستے سے بھاگ جاؤں مگر ایسا لگ رہا تھا کہ میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ میں بے اختیار یہاں آکر بھٹکنے لگا۔ پھر آپ نے مجھے قیدی بنالیا۔ اب سمجھ میں آتا ہے کہ اس شخص نے جادو کیا تھا یا پھر ٹیلی پیتھی کا عمل کیا تھا۔"

کمانڈر نے اس کی باتیں سن کر اپنے لوگوں سے پوچھا "کیا یہاں کوئی کسی عورت کے ساتھ ٹریکٹر میں آیا ہے؟"

قبیلے کے ایک شخص نے کہا "ہمارے سردار مرحوم کی بیٹی ثمرینہ کے ساتھ ایک اجنبی آیا ہے۔ اس کے پاس ٹریکٹر و ہے۔"

کمانڈر نے کچھ سوچ کر وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا "میں تھوڑی دیر کے لیے تنہائی چاہتا ہوں۔ ابھی ایک آدھے گھنٹے میں واپس آؤں گا۔"

وہ اپنے مسلح جاں نثاروں کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک کمرے میں آیا پھر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ ایک کرسی پر آکر بیٹھتے ہوئے بولا "اگر تم میرے اندر ہو تو سمجھ رہے ہو کہ میں جلوت سے اٹھ کر خلوت میں کیوں آیا ہوں۔"

میں نے کہا "تم مجھ سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتے ہو۔"

"تم کون ہو؟ یہاں کس مقصد کے لیے آئے ہو؟"

"میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ کیا اتنا کہہ دینا کافی ہے؟"

اسے چپ سی لگ گئی۔ اس کے دماغ کے اندر دھماکے ہو رہے تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ طالبان تنظیم کا راز مجھے یا کسی کو معلوم ہو۔ پوری دنیا طالبان تنظیم کے قیام اور اس کی فتوحات کے بارے میں حیران ہے۔ سب کے ذہنوں میں یہ سوالات ہیں کہ یہ تنظیم اچانک کیسے ابھر آئی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے افغانستان کے تین چوتھائی حصوں پر کیسے قبضہ جمالیا ہے؟

یہ طالبان پہلے محض طالب علم تھے۔ وہ اپنی ملکی سیاست کو کسی حد تک سمجھتے ہوں گے لیکن بین الاقوامی سیاست ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ محنت مشقت کرنے والے طالبان مستقل روزگار اور زندگی گزارنے کے دوسرے وسائل سے محروم تھے۔ عالمی قوتیں وہاں برسوں سے خانہ جنگی کرا رہی تھیں۔ یہ طالبان اس خانہ جنگی کو ختم کرنے کے ذرائع سے بھی محروم تھے۔

پھر اچانک یہ طوفان کی طرح اٹھے اور نام نہاد مجاہد کہلانے والے گروہوں کو پسپا کرتے ہوئے افغانستان کے بیشتر صوبوں پر قبضہ کرتے چلے گئے۔ اب ان کے پاس ٹینک' بکتر بند گاڑیاں' ملٹی بیرل میزائل اور دیگر جدید ہتھیار ہیں اور ان ہتھیاروں کو مشاقی سے چلانے والے ماہرین بھی ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے' کتابیں پڑھنے والے طالبان کو میزائل چلانے اور ہیلی کاپٹر اور جہاز اڑانے میں مہارت کیسے حاصل ہوگئی اور کروڑوں اور اربوں ڈالرز کا یہ سامان ان کے پاس کہاں سے آتا ہے؟

میں کمانڈر کی کھوپڑی میں بیٹھ کر اس راز سے پردہ اٹھانا چاہتا تھا کہ اسی وقت چونک گیا۔ خیال خوانی چھوڑ کر دماغی طور پر اس بزرگ کے مکان میں حاضر ہوگیا جو مجھے ثمرینہ کی حویلی سے وہاں لایا تھا۔

میں نے خیال خوانی سے چونک کر دیکھا۔ میرے کمرے کے دروازے کو زور دار لات مار کر کھولا گیا تھا۔ تین جوان کلاشنکوف لیے اندر آئے پھر میری چارپائی کے چاروں طرف پہنچ کر مجھے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے دھمکی دی "خبردار! ذرا بھی حرکت کرو گے تو حرام موت مارے جاؤ گے۔"

میں نے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ بزرگ شخص جو مجھے اس مکان میں لایا تھا' وہ بیچ چوکھٹ پر کھڑا مسکراتے ہوئے تسبیح پڑھ رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ میری موت کا سامان کرچکا ہے۔

میں نے افغانستان میں سفر کرنے کے دوران میں سیکڑوں مخالفین مارے تھے۔ ذہانت اور ٹیلی پیتھی کے استعمال سے ہزاروں بھی مار سکتا تھا۔ فی الوقت تین افراد اچانک کلاشنکوف لیے میرے کمرے میں داخل ہوگئے تھے۔ مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ میں ذرا سی بھی حرکت کرتا تو وہ مجھے گولیوں سے چھلنی کردیتے۔

ہاتھی شیر کو پچھاڑ دیتا ہے مگر چیونٹی سے پریشان ہوجاتا ہے۔ میری بھی کچھ ایسی ہی مثال تھی۔ میں ان تینوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ وہ گونگے بنے ہوئے تھے۔ میں کسی کی بھی آواز سن کر اس کے اندر نہیں جاسکتا تھا۔

دروازے پر جو مولوی کھڑا تسبیح پڑھ رہا تھا وہ ثمرینہ کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ ثمرینہ مجھے قبیلے کا سردار بنا کر مجھ سے شادی کرے اسی لیے وہ میری موت کا سامان کرکے آیا تھا۔

میں نے کہا "مولوی صاحب! میں نے تمہارے پورے قبیلے کو دشمنوں سے بچایا۔ قبیلے کے سردار کی بیٹی ثمرینہ کو عزت و آبرو کے ساتھ یہاں لایا۔ کیا میں نے جرم کیا تھا کہ مجھے سزائے موت دینے کے لیے انہیں ساتھ لائے ہو؟"

مولوی نے کہا "یہ صرف تین نہیں ہیں۔ اس مکان کے اطراف درجنوں مسلح افراد ہیں۔ اگر چالاکی سے بچ کر نکلو گے تو باہر گولیوں سے چھلنی کردیے جاؤ گے۔"

"مولوی صاحب! تم سے میری کیا دشمنی ہے؟"

"تم افغانی نہیں ہو۔ کسی بڑے معزز قبیلے سے تعلق نہیں رکھتے ہو۔ اس کے باوجود ثمرینہ تمہیں سردار بنانا چاہتی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تم سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ میرا چھوٹا بھائی سردار بننے کے قابل ہے اور وہ ثمرینہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ تمہاری موت کے بعد ثمرینہ کو ہمارے ہی قبیلے کے کسی جنگجو کو سردار بنا کر شادی کرنی ہوگی۔"

میں نے ان تینوں کلاشنکوف والوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنی موت کی وجہ معلوم ہوگئی ہے مگر تعجب ہے کہ تم دوسرے قبیلے کے مولوی کے کہنے پر میری جان لینے آئے ہو۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ مجھے گولی نہ مارو لیکن ہم سب مسلمان ہیں اور تم لوگ تو بہت ہی کٹر مسلمان ہو۔ کیا مجھے مرنے سے پہلے دس منٹ تک دعا پڑھنے نہیں دو گے؟"

ان تینوں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ مجھے دعا پڑھنے کی اجازت دے دی۔ میں سر جھکا کر ان کے کمانڈر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ میری ٹیلی پیتھی کے خوف سے ایک کمرے میں جا کر بند ہوگیا تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں اس کے چور خیالات پڑھوں اور یہ معلوم کروں کہ انہیں سرمایہ اور ہتھیار کہاں سے سپلائی کیے جارہے ہیں اور ان کا استعمال کون سی کررہا ہے۔

اس کمانڈر نے ایک کمرے میں بند ہو کر فوراً ہی موبائل فون کے ذریعے دوسرے علاقے کے کمانڈر کو اطلاع دی تھی کہ وہاں فرہاد علی تیمور موجود ہے۔ اس کی اطلاع فوراً ہمارے مہربان آقاؤں کو دی جائے۔ پہلے میں اس کمانڈر کے اندر موجود تھا۔ اگر مسلسل موجود رہتا تو اسے دوسرے علاقے کے کمانڈر سے رابطہ کرنے کا موقع نہ دیتا۔

بہرحال جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ فون بند کررہا تھا۔ میں اس کے دماغ پر حاوی ہوگیا۔ وہ کمرے کا بند دروازہ کھول کر تیزی سے باہر آیا پھر ایک جیپ میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرنے لگا۔ اس کے مسلح محافظ پیچھے بیٹھ گئے تھے۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اس مکان کے سامنے آیا جہاں میں قیدی بنا ہوا تھا اور میرے مخالفین مجھے کسی بھی لمحے گولی مار سکتے تھے۔

اس سے پہلے کمانڈر کی جیپ آکر رک گئی۔ مکان کے اطراف جتنے مسلح افراد تھے' انہوں نے فوراً اٹینشن ہو کر اسے سلیوٹ کیا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے کے اندر آیا۔ مولوی اسے دیکھ کر پریشان ہوگیا۔

کمانڈر نے آتے ہی مجھے گلے لگا کر کہا "آہا۔ میرے دوست فرہاد علی تیمور! تم میرے ملک میں آئے اور مجھے خبر نہیں ہوئی۔"

مسلح افراد کے ہتھیار نیچے جھک گئے۔ کمانڈر نے پوچھا "کیا تم لوگ میرے یار کو گولی مار رہے تھے؟"

ایک نے کہا "مولوی معتبر اور قابل احترام ہوتا ہے۔ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ یہ ہماری راہنمائی کرتے ہوئے بتا رہا تھا کہ اس قبیلے میں ہمارے دشمن کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ اس مولوی نے آپ کے دوست کو دشمن ظاہر کیا ہے۔"

کمانڈر میری مرضی کے مطابق مولوی کو گھور کر بولا "کیا یہ تمہارے سردار کی بیٹی کو بخیریت قبیلے میں لایا ہے؟"

مولوی نے کانپتے ہوئے کہا "جی آقا! یہ سردار کی بیٹی کو پہنچانے آیا تھا۔"

"کیا ہم افغانی اپنے محسن اور قبیلے میں آنے والے مہمان کو گولی مارتے ہیں۔"

"آقا! ہم ایسا نہیں کرتے مگر بات دوسری ہے۔"

"بکواس مت کرو۔"

اس نے تینوں آدمیوں کو حکم دیا "اس مولوی کو باہر لے جا کر گولی مارو۔"

وہ گڑگڑا کر معافیاں مانگنے لگا لیکن وہ اسے پکڑ کر باہر لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے تین گولیاں چلنے کی آوازیں سنیں۔ تینوں نے اس مولوی کو ایک ایک گولی ماری تھی۔

کمانڈر نے میرے ایک بازو پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "بولو دوست! اور کیا چاہتے ہو؟"

میں نے اس کے بازو پر ہاتھ مار کر کہا "میرے ساتھ میری گاڑی میں بیٹھ جاؤ اور پچھلے علاقے سے جو مال غنیمت وغیرہ کرلائے ہو' اس میں سے تمام ہیرے جواہرات میرے حوالے کردو۔"

یہ کبھی نہ ماننے والی بات تھی لیکن اس کی کھوپڑی میرے قبضے میں تھی اور میں اسے لے کر وہاں جانا چاہتا تھا جہاں میں اپنے پاکستانی ہم سفروں شائستہ' زبیر' زرینہ' محبوب' سرفراز' رب نواز اور عرفان کو ثمرینہ کے بہن اور بہنوئی کے پاس بحفاظت چھوڑ آیا تھا۔ میرے وہ تمام ہم سفر ثمرینہ کی بہن اور بہنوئی کی حویلی میں محفوظ تھے۔

کمانڈر نے میری مرضی کے مطابق تمام ہیرے اور جواہرات ایک چمڑے کے بڑے تھیلے میں بھردیے پھر وہاں تائم اپنے مرکزی اڈے سے نکل کر دوبارہ میرے پاس اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ میں اس حویلی کی طرف چل پڑا۔

میں نے کمانڈر کے دماغ کو ذرا ڈھیل دے دی۔ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے خود کو ایک پجیرو میں پایا۔ لاکھ گاڑی تیز رفتاری سے جارہی تھی۔ اس نے فوراً ہی اپنے لباس کو ٹٹولا۔ شاید اس کے پاس کوئی ہتھیار ہو۔ میں نادان نہیں تھا کہ اس کے پاس کوئی ہتھیار یا موبائل فون چھوڑ دیتا۔ میں نے کہا "فون بھی نہیں ہے' ورنہ تم دوسرے کمانڈروں تک اپنی بے بسی کی اطلاع پہنچا دیتے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں تمہیں چہرے سے نہیں پہچانتا تم فرہاد علی تیمور ہو۔"

"ہاں۔ تم نے وہاں اپنے مرکزی اڈے کا کمرا بند کرکے اپنے دماغ میں سوال کیا تھا۔ کیا میں فرہاد علی تیمور ہوں اور بتانے فرہاد ہونے سے انکار نہیں کیا تھا پھر میں خاموش ہوگیا تھا۔ میری خاموشی نے تمہیں سمجھایا کہ میں جا چکا ہوں۔ تم نے موبائل کے ذریعے دوسرے کمانڈروں کو میرے بارے میں اطلاع دی۔ ان سے کہا کہ وہ تمہیں امداد بھیجنے والے آقاؤں کو اطلاع دے دیں کہ فرہاد علی تیمور افغانستان پہنچا ہوا ہے۔"

"ہاں مجھ سے یہ غلطی ہوگئی تھی۔ ہم مسلمان ہیں' ہمیں آپس میں تصفیہ کرنا چاہیے تھا۔ کسی غیر ملکی آقا کو درمیان میں نہیں لانا چاہیے تھا۔"

"اسے غلطی نہیں' سیاست کہتے ہیں۔ ہم کابل سے آرہے ہیں۔ تمہارے آقا مجھے تلاش کرنے' گھیرنے اور مار ڈالنے کے لیے وہاں اپنا سارا زور لگا دیں گے لیکن یہ نہیں سمجھ پائیں گے کہ میں تمہیں کہاں لے جارہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد میں تمہیں چھوڑ دوں گا تاکہ تم میرے خلاف پیغام بری کرسکو۔"

"میں قسم کھاتا ہوں۔ آپ کے خلاف کبھی ایک لفظ بھی کسی سے نہیں کہوں گا۔"

"تمہارا دین ایمان کیا ہے۔ آپس میں برسرپیکار دونوں طرف کے لوگ خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ باجماعت نمازیں پڑھتے ہیں۔ دونوں طرف اکثریت ایسے جوانوں کی ہے' جو عالمی سیاست کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اپنے افغانستان کو آباد اور خوش حال دیکھنا چاہتے ہیں اور اپنے کمانڈر کو حق بجانب سمجھ کر ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔"

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا "پاکستانی عوام بھی معصوم اور عالمی سیاست سے بے خبر تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ ایک سپر طاقت کی مدد کے ذریعے افغانستان سے روس کو بھگا رہے ہیں۔ وہ بھاگ گیا مگر پاکستان میں منشیات اور کلاشنکوف کلچر آگیا۔ اس سے پہلے یہ لعنتیں پاکستان میں نہیں تھیں۔

"تمہارا مستقبل بھی یہی ہے۔ یہاں سے پورے ایشیا میں منشیات کی ترسیل تمہارے لیے آسان بنا دی جائے گی اور تمہاری آئندہ نسلیں کتابیں نہیں' ٹی ٹی اور کلاشنکوف لے کر گلی کوچوں میں گھومتی رہیں گی۔ تمہیں صرف مالی منافع ہورہا ہے مگر تمہارا آقا چین کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے یہ سب کررہا ہے۔"

"ایسا ہم نہیں ہونے دیں گے۔"

"تمہارے جیسے چند کمانڈروں نے مل کر اپنا ایک افغانی سردار بنایا ہے۔ وہی سپر پاور سے رابطہ رکھتا ہے۔ خود یہ نہیں سمجھتا کہ عالمی سطح پر کون سا ملک کس ملک کے خلاف سازشیں کررہا ہے۔ تم اور تمہارا سردار صرف ان کی بساط کے مہرے بن کر کروڑوں افغانی روپے حاصل کررہے ہو اور تمہارے پاس ایسے جدید ہتھیار ہیں جنہیں دوسرے ممالک دیکھ کر حیران ہورہے ہیں۔"

"تم سمجھتے ہو' ہماری نیت نیک نہیں ہے جبکہ ہم یہاں

اسلامی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔"

"اسلام میں جبر ممنوع ہے۔ تم کسی کو زور زبردستی مسلمان نہیں بنا سکتے۔ اس کی اجازت نہیں ہے۔ اس طرح دین اسلام سے بے زاری پیدا ہوتی رہے گی۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے احکامات کو سمجھے بغیر عمل کرو گے تو یہاں بھی ایسا اسلامی نظام قائم ہوگا' جس میں منشیات اور کلاشنکوف کلچر عام ہوگا۔"

میں نے ایک جگہ گاڑی روک کر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ کمانڈر کو اس حویلی کا پتا چلے جہاں میرے پاکستانی ہم سفر محفوظ تھے اور میری واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔

میں گاڑی کو یونہی مختلف راستوں میں گھماتا رہا تاکہ وہ یاد نہ رکھ سکے کہ ہم کتنے موڑ مڑتے رہے ہیں۔ میں آدھے گھنٹے کے بعد اس حویلی کے سامنے آگیا۔ وہاں سب ہی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے گاڑی سے اتر کر ثمرینہ کے بہنوئی کے قریب آکر کہا "میں ایک کمانڈر کو اغوا کرلایا ہوں۔ تم اپنی آواز نہ سناؤ اور نہ ہی اسے یہ معلوم ہونے دو کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

میزبان نے دھیمی آواز میں کہا "میں حیران ہوں کہ تم نے کمانڈر کو کیسے اغوا کیا ہے۔ تمہیں جلد سے جلد اس ملک کو چھوڑ دینا چاہیے۔"

میرے تمام ہم سفر اپنی اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ میں نے کمانڈر کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے قیدی بنا کر اپنے پاس والی سیٹ پر بٹھایا تھا۔ اب وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اپنے ساتھ والی اگلی سیٹ پر ثمرینہ کو دیکھ کر چونک گیا۔

"تم؟ تم یہاں کب آئیں؟"

اس نے ناراضگی سے منہ پھیر لیا۔ میری بات کا جواب نہیں دیا۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر ہمارا قافلہ چل پڑا۔

سرفراز نے اپنی گاڑی میرے برابر لا کر کہا "آپ صبح سے اب تک کہاں رہے اور کیا کرتے رہے' یہ ہمیں کسی حد تک معلوم ہو چکا ہے۔ اب ہمیں کہیں رک کر نئی منزل کا تعین کرنا چاہیے۔ پتا نہیں آگے اور کتنے پُرخطر راستے ہیں۔"

میں نے کہا "ہم کہیں رکیں گے اور نہ باتیں کریں گے۔ مجھے ایسے کمانڈروں کی پشت پناہی کرنے والوں کا انتظار ہے۔ وہ کسی طرح مجھ سے رابطہ کریں گے۔"

پھر میں نے پوچھا "یہ میرے پاس بیٹھی ہوئی محترمہ (ثمرینہ) اپنے بہنوئی کی حویلی میں کب آئی تھیں؟"

سرفراز نے کہا "آپ کی آمد سے ایک گھنٹے پہلے چلی گئی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ آپ کو ایک کمرے میں قید کیا گیا ہے لیکن... اسے یقین تھا کہ آپ مکھن میں سے بال کی طرح وہاں سے نکل آئیں گے۔ اس نے آپ کے بارے میں ایسی تعریف انگیز باتیں بتائی ہیں کہ سن کر یقین نہیں آرہا ہے۔ آپ سے ثمرینہ کے باپ کے دشمن قبیلے کو تنہا شکست دی۔ انہیں گھٹنے کے گھاٹ اتارا یا پھر بھاگنے پر مجبور کیا۔ اب کمانڈر کو اغوا کرکے لے آئے ہیں۔"

رب نواز نے کہا "خدا کی قسم! تم سپرمین سے بھی زیادہ اونچی چیز لگ رہے ہو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "پلیز میری ایسی تعریفیں نہ کرو۔ میں کسی کی کال کا انتظار کر رہا ہوں۔ فی الحال خاموشی چاہتا ہوں۔"

ہمیں گائیڈ کرنے والا ایک قیدی سرفراز کے ساتھ تھا۔ اس نے گاڑی آگے بڑھانے سے پہلے کہا "یہ تو معلوم ہو کہ ہمیں کس راستے پر جانا ہے۔"

"ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے اپنی گاڑی روک دی۔ کمانڈر سے کہا "گاڑی سے اترو۔ آنکھوں پر پٹی رہنے دو۔"

وہ گاڑی سے اترتے ہوئے بولا "میں جانتا ہوں تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔ میری آخری خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے مجھے آنکھوں پر سے پٹی ہٹانے دو۔ میں اس دنیا کو آخری بار دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تم نے بہت دنیا دیکھ لی اور یہ آخری خواہش تمہاری نہیں اس کی ہے جو تمہارے دماغ میں چھپا بیٹھا ہے۔ وہ آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہتا ہے کہ ہم کس سمت جا رہے ہیں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی وہ اپنا ہاتھ آنکھوں پر لے جانا تھا کہ میں نے ایک ذہنی جھٹکا دیا۔ وہ چیخ مار کر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ہمارا قافلہ رکا ہوا تھا۔ سب گاڑیوں سے نکل آئے تھے۔ میں نے بیجیرو میں سے ایک ریوالور نکال کر اسے گولی مار دی۔ قریب ہی ایک گڑھا تھا۔ میں نے ساتھیوں سے کہا۔ "اسے گڑھے میں ڈال دو تاکہ اسے کوئی تلاش نہ کرسکے اور نہ ہی ہماری منزل کا راستہ معلوم کرسکے۔"

میرے ساتھیوں نے ہدایت پر عمل کیا۔ اسے گڑھے میں پھینکنے کے بعد پھر اس کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ میں نے قیدی گائیڈ سے کہا "ہم یہاں سے سیدھے بدخشاں جائیں گے وہاں سے ازبکستان میں داخل ہوں گے۔ ایک لمحہ بھی ضائع

کیے بغیر یہاں سے چلو۔ اب ہم لنچ کے وقت کسی جگہ رکیں گے۔"

ہمارا قافلہ پھر چل پڑا۔ زرینہ ہیرے جواہرات حاصل کرنے اور بہت دولت مند بننے آئی تھی۔ دوسرے پاکستانی بھی روزگار حاصل کرنے ازبکستان جا رہے تھے لیکن انہوں نے ایک ملک سے دوسرے ملک ہجرت کرنے اور روزگار حاصل کرنے کا ایسا تلخ تجربہ نہیں کیا ہوگا۔ وہ توبہ کر رہے تھے۔ کان پکڑ رہے تھے کہ آئندہ کبھی افغانستان کا رخ نہیں کریں گے۔

ثمرینہ نے اپنے بہنوئی سے مزید ایک گاڑی حاصل کی تھی تاکہ سب آسانی سے سفر کرسکیں لیکن اس کے دل میں یہ بات تھی کہ وہ میرے ساتھ بیجیرو میں تنہا رہے۔ کوئی دوسرا ہماری تنہائی میں مخل نہ ہو۔

وہ بڑی دیر سے منہ پھیرے کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا "اتنی دیر تک ایک ہی طرف دیکھتی رہو گی تو گردن دکھنے لگے گی۔"

واقعی اس کی گردن دکھنے لگی تھی۔ وہ اپنی گردن کو سہلاتے ہوئے سامنے ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ میں نے پوچھا "کیا ڈاکٹر نے میری طرف دیکھنے سے منع کیا ہے؟"

وہ بھڑک کر بولی "تم مرد ہو؟ کیا مرد ایسے ہوتے ہیں؟ ایک عورت کو تنہا دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ آتے ہیں۔ تم نے وہاں سے فرار ہوتے وقت یہ نہیں سوچا کہ میں وہاں اکیلی رہ جاؤں گی۔ اگر فتح حاصل کرنے والے مجھے وہاں سے لے جاتے تو میرے قبیلے کا کوئی شخص انہیں ایسا کرنے سے روک نہیں سکتا تھا۔"

"تمہارے بہنوئی کی حویلی میں گھڑی تو ہوگی۔ تم نے وقت دیکھا ہوگا۔ میرے وہاں پہنچنے سے ایک گھنٹے پہلے تم وہاں پہنچ گئی تھیں یعنی جب تمہارے قبیلے والوں نے مجھے ایک کمرے میں قید کیا تھا تو تم مجھے چھوڑ کر وہاں سے بھاگ آئی تھیں۔"

"اس یقین کے ساتھ آئی تھی کہ تم وہاں سے زندہ سلامت آؤ گے۔ تم بھروسے ہو۔ مجھے حقیقت معلوم ہو چکی ہے۔ تم ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور ہو۔ تنہا بڑی سے بڑی فوج کو شکست دے سکتے ہو۔ میں تمہارے لیے مسئلہ بننا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے موقع ملتے ہی وہاں سے بھاگ آئی تاکہ تمہیں تنہا فرار ہونے میں آسانی ہو۔"

"ایک تو مجھ سے پہلے آکر میری مشکل آسان کی۔ اوپر سے ناراض ہو رہی ہو۔ یہ تو معلوم ہو کہ ناراض کیوں ہو؟"

"کیا تم میرے دماغ میں آکر دو باتیں نہیں کرسکتے تھے؟"

"جب میں تمہارے دماغ میں گیا تو تم بخیریت حویلی پہنچنے والی تھیں اور میں دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ کیا اس وقت تم سے رومانی گفتگو کرتا؟"

"میں کل سے محسوس کر رہی ہوں کہ تم مجھے نظرانداز کر رہے ہو۔"

"شاید میں اس کی وجہ بتا چکا ہوں۔"

"میں نہیں مانتی کہ تم عمر رسیدہ ہو اور تمہارے جوان بیٹے ہیں۔"

"بہوئیں بھی ہیں۔ پوتی پوتے بھی ہیں۔ میں ان کا دادا ہوں۔"

"پلیز۔ اتنا جھوٹ بولو کہ مجھ سے ہضم ہو جائے۔"

"ثمرینہ! میں یوگا کا ماہر ہوں۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک سانس روک لیتا ہوں۔ جب بھی فرصت ملتی ہے' میں یوگا کی مشقیں کرتا ہوں اس لیے جسمانی طور پر ایک عمر رسیدہ جوان دکھائی دیتا ہوں۔ سو برس کی عمر میں بھی ایسا ہی دکھائی دوں گا۔"

"سیدھی سی بات کرتی ہوں' تم دادا' پردادا بن جاؤ۔ میرے ارادے میں تبدیلی نہیں آئے گی۔ آج میں نے تمہارے لیے قبیلہ چھوڑ دیا ہے' کل دنیا چھوڑ دوں گی۔ میری جتنی زندگی ہے' وہ صرف تمہارے لیے ہے۔ کبھی مجھے چھوڑ کر جاؤ گے اور خیال خوانی کرو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ میرا دماغ مُردہ ہو چکا ہے۔ اب تو تمہارے بغیر سانس بھی نہیں لوں گی۔"

مجھے چپ سی لگ گئی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیسے سمجھاؤں پھر میں نے کہا "کیا تم سمجھ سکتی ہو کہ اولاد جوان ہو جائے اور گھر میں بہوئیں آجائیں' ایسے میں ان جوان بیٹوں کا باپ شادی کرے تو کیسی معیوب سی بات ہوتی ہے۔"

"ہمارے ملک میں ایک مرد بڑھاپے میں بھی کئی شادیاں کرتا ہے اور یہ مرد کے لیے بڑے فخر کی بات ہوتی ہے۔"

"میں فخر کرنے والا افغانی نہیں ہوں۔ آج ہوں' کل چلا جاؤں گا۔ میں دنیا کے کئی ممالک میں اپنے دن رات گزارتا ہوں۔ میرا ایک بہت بڑا خاندان ہے۔ ہمارا ایک بہت بڑا اسلامی ادارہ ہے جسے ہم بابا صاحب کا ادارہ کہتے ہیں۔ میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانا پہچانا بھی جاتا ہوں' کیا تم سے شادی کرکے ساری دنیا میں تماشا بن جاؤں؟"

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی اسی لمحے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی میں نے سانس روک لی۔ اسے چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "کوئی میرے دماغ میں آکر باتیں کرنا چاہتا ہے۔ جب تک میں تم سے نہ بولوں' تم خاموش ہی رہنا۔"

میں نے دوسری بار پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ اس نے عاجزی سے کہا "حضور! سانس نہ روکیں۔ میں آپ کا سیوک مہاراج ہوں۔"

میں نے کہا "مہاراج سیوک نہیں ہوتے۔ وہ تو دوسروں سے سیوا کراتے ہیں۔ کام کی بات کرو۔ میں جانتا تھا' کمانڈر کے اغوا کے بعد مجھ سے کسی طرح دماغی رابطہ کیا جائے گا۔ اب تو سپر پاور کے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے ایک خیال خوانی کرنے والا بھی نہیں ہے۔ اس کے کام آنے کے لیے نیلماں' مہاراج اور تمہارا بھائی گرودیو رہ گئے ہیں۔"

"آپ درست فرماتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ آپ سے دماغی رابطہ کرنے کے لیے مجھ سے کام نہ لیں۔ یہ کام نیلماں سے لے سکتے ہیں لیکن نیلماں اپنے پوتے کے لیے اس قدر پریشان ہے کہ اسے ڈھونڈتی پھر رہی ہے .... فی الحال کسی کے کام نہیں آنا چاہتی۔"

میں نے کہا "الپا ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس سے کام کیوں نہیں لیا جا رہا ہے؟"

"سنا ہے' اس کی بیٹی مونا گم ہوگئی ہے۔ وہ بیٹی کے لیے پریشان ہے۔"

میں نے کہا "مہاراج! تمہارا بیٹا مہیش بھی لاپتا ہے۔ کیا تم ایک جوان بیٹے کے لیے پریشان نہیں ہو؟ اکلوتے بیٹے کو بھول کر سپر پاور کی وکالت کرنے آئے ہو۔"

"حضور! میرا دل کہتا ہے' میرا بیٹا آپ کی قید میں خیریت سے ہے۔ آپ کسی پر بے جا ظلم نہیں کرتے ہیں۔"

"یہ بات پرانی ہو چکی ہے' جب وہ میری قید میں تھا۔ میں نے اس کا برین واش کرنے کے بعد آزاد کر دیا ہے۔ یعنی وہ اپنی یادداشت کھو چکا ہے۔ ہندوستان میں کہیں بھٹک رہا ہوگا۔"

"یہ آپ نے کیا کیا فرہاد صاحب؟ اس پر مہربانی بھی کی اور ظلم بھی کیا۔ پتا نہیں میرا لاڈلا کہاں بھٹک رہا ہوگا۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔ مہربانی نہ کروں۔ اسے پھر اپنا قیدی بنالوں؟"

"نن... نہیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں۔ آپ اسے براہِ راست میرے حوالے کر سکتے ہیں۔ میں ساری زندگی آپ کی غلامی کرتا رہتا۔"

"مجھے غلام پالنے کا شوق نہیں ہے۔"

"پلیز۔ آپ اتنا بتا دیں کہ اس کا برین واش کرنے کے بعد بھارت کے کس شہر میں چھوڑا تھا؟"

"تم سپر پاور کی طرف سے ان کے معاملات نمٹانے آئے ہو۔ ان کی بات کرو۔ بیٹے کی بات رہنے دو۔"

"جہنم میں گیا سپر پاور۔ مجھے اپنی آئندہ نسل کے لیے اپنے بیٹے کی سلامتی چاہیے۔ آپ صرف میرے بیٹے کی بات کریں۔ آپ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ میری آئندہ نسلیں بھی آپ کا احسان یاد رکھیں گی۔"

"مجھے تم پر ترس آ رہا ہے۔"

"تمہیں اپنے خدا اور رسولؐ کا واسطہ' مجھ پر ترس کھاتے رہو۔"

"پہلے سپر پاور کے پاس جا کر صاف صاف کہہ دو کہ تم اس کے اور میرے معاملات میں نہیں پڑو گے۔ کسی طرح کی پیغام رسانی بھی نہیں کرو گے۔ ان سے یہ کہہ کر پندرہ منٹ کے بعد آنا۔ تمہارا بیٹا تمہیں مل جائے گا۔"

"آپ کا میں جتنا بھی شکریہ ادا کروں' کم ہے۔ میں ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد آؤں گا۔"

وہ چلا گیا لیکن میں سوچ کی لہریں محسوس کر رہا تھا۔ میں نے کہا "گرودیو! میں تم دونوں بھائیوں کی عادتیں جانتا ہوں۔ جب مہاراج مجھ سے گفتگو کرتا ہے تو تم چپ چاپ میرے خیالات پڑھنے کی ناکام کوششیں کرتے ہو۔ جاؤ' بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

وہ فوراً ہی بھاگ گیا۔ میں نے ثمرینہ سے کہا "مجھ سے دماغی رابطہ کرنے والا پندرہ منٹ کے لیے گیا ہے۔ مجھے خیال خوانی کے دوران میں گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پریشانی ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے' دوسری گاڑی سے اپنے کسی ساتھی کو بلا لیا جائے۔"

"ہرگز نہیں۔ گاڑی میں ڈرائیو کروں گی۔ یہاں کوئی تیسرا نہیں آئے گا۔"

ہم نے چند سیکنڈ کے لیے گاڑی روک کر جگہ بدل لی۔ وہ ڈرائیو کرنے لگی پھر اس نے پوچھا "دشمن اس کمانڈر کے بارے میں پوچھ رہا ہوگا۔"

"وہ بہت کچھ معلوم کرنے آیا تھا لیکن میں نے دشمن کو خود اس کے معاملات میں الجھا دیا ہے۔"

"تم الجھانے کے ماہر ہو۔ یہ تو میں دیکھ رہی ہوں کہ تم نے مجھے کس طرح الجھا رکھا ہے۔"

"تم نے پھر اپنی بات شروع کر دی جبکہ دیکھ رہی ہو' میں طالبان اور ان کے پیچھے چھپی ہوئی طاقتوں سے نمٹنے میں مصروف ہوں۔ مجھے ذہنی یکسوئی اور تنہائی کی ضرورت ہے۔"

"صاف کہو' تنہائی چاہتے ہو۔ میں چلی جاؤں۔"

"جب میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے قبیلے کے دشمنوں سے نمٹ رہا تھا اور انہیں پسپا کیا تھا تب تم میرے ساتھ تھیں۔ میری ایک اچھی ساتھی تھیں۔ عورت کو مرد کے لیے باعثِ رحمت ہونا چاہیے۔ زحمت نہیں بننا چاہیے۔"

اس بار اس نے بحث نہیں کی۔ خاموش رہی۔ میں اگلی سیٹ سے پچھلی سیٹ پر آ کر لیٹ گیا۔ پچھلے تمام دن' تمام رات جاگتا رہا۔ اب بھی سونے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ مہاراج پندرہ منٹ کے بعد آیا۔ اس نے کہا "حضور! میں نے ان سے صاف صاف کہہ دیا ہے' آئندہ ان کے لیے خیال خوانی نہیں کروں گا۔ آپ میری باتوں کی سچائی جاننے کے لیے میرے دماغ میں آ سکتے ہیں۔"

"میں تمہارے دماغ میں جانا ضروری نہیں سمجھتا۔ تم اگلوتے بیٹے کے لیے جھوٹ نہیں بولو گے۔ تمہارا بیٹا مہیش آدھے گھنٹے کے اندر ناگپور سنگترہ مارکیٹ میں کہیں مل جائے گا۔ اب جاؤ۔"

میں نے سانس روک لی پھر خیال خوانی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس سے کہا "مہیش کو رہا کر کے پندرہ منٹ کے اندر اسے ناگپور سنگترہ مارکیٹ پہنچا دو۔ میں آرام کرنے جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ضروری ہدایات دیں پھر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

○☆○

معاملہ سنگین ہو گیا۔ بظاہر جو حالات تھے' ان کے مطابق نتاشا اور نتالیہ نے اپنی دانست میں الپا کی بیٹی مونا کو حاصل کر لیا تھا اور پورس نے ان بہنوں سے کہہ دیا تھا کہ الپا کی بیٹی کو مل ایبب لے آئیں تاکہ اسے اس کے حوالے کر کے الپا سے دوستی پکی کی جائے اور اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھایا جائے۔

الپا بھی خوش تھی کہ اس کی کھوئی ہوئی بیٹی پارس کے ہاتھ نہیں لگے گی بلکہ پورس کے ذریعے اسے مل جائے گی۔

وہ سب اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ ٹائی اور پارس کی بیٹی مونا' اپنے باپ پارس اور ٹائی کے پاس تھی اور ڈی مونا کو نتاشا اور نتالیہ کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ الپا تل ابیب پہنچ کر اپنی بیٹی مونا کا شدت سے انتظار کر رہی تھی۔

اب اس سلسلے میں ایک کھیلا ہونے والا تھا۔ اگر نتاشا اور نتالیہ واقعی ڈی مونا کو لے کر تل ابیب پہنچتیں تو الپا اس بچی کو دیکھتے ہی کہہ دیتی کہ وہ اس کی بیٹی مونا نہیں ہے۔ یوں بھید کھل جاتا کہ پارس ان سے فراڈ کر رہا ہے۔

ٹائی خیال خوانی کے ذریعے نتاشا' نتالیہ اور ڈی مونا کے پاس جاتی رہتی تھی۔ وہ تینوں طیارے میں تھے۔ بھارت سے اسرائیل جا رہے تھے۔ ٹائی کے پاس یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ سفر کے دوران میں ڈی مونا کو کسی طرح گم کر دیا جائے تاکہ الپا اس ڈی کی صورت نہ دیکھ سکے۔

لیکن ٹائی کو ایسا کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ قسمت نے اس کا ساتھ دیا' اچانک موسم کی خرابی کے باعث ہوائی جہاز کو اپنا روٹ بدل کر استنبول جانا پڑا۔ وہاں موسم کے بہتر ہونے تک کئی گھنٹے ٹھہرنا پڑا۔ ٹائی نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ وہ نتاشا کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ایک عیسائی مشنری میں لے گئی پھر اس بچی کو لاوارث قرار دے کر وہاں داخل کرا دیا۔ اس وقت نتالیہ شاپنگ کے لیے گئی ہوئی تھی۔ جب وہ واپس آئی تو نتاشا ائرپورٹ کے ویٹنگ روم میں نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد آئی۔ نتالیہ نے پوچھا "سسٹر! بچی کہاں ہے؟"

ٹائی نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "بچی تو یہیں تھی' تمہارے پاس۔"

"کیسی بات کرتی ہو۔ میں تو شاپنگ کے لیے گئی تھی۔ اس وقت بچی تمہاری گود میں تھی۔"

نتاشا نے ٹائی کی مرضی کے مطابق کہا "ہاں یاد آیا۔ بچی سو رہی تھی۔ میں اسے یہاں لٹا کر ٹائلٹ گئی تھی۔"

"تم بچی کو تنہا چھوڑ کر کیوں گئی تھیں؟"

"کیا ضرورت کے وقت نہ جاتی؟ یہاں سیکڑوں مسافر ہیں پھر یہاں ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے التجا کی تھی کہ وہ بچی کا خیال رکھے۔"

دونوں بہنیں بچی کو تلاش کرنے لگیں۔ انتظامیہ کے ذریعے مائیک سے اعلان کیا گیا کہ ویٹنگ روم سے ایک ننھی بچی کو اغوا کیا گیا ہے یا کوئی غلطی سے اس بچی کو لے گیا ہے تو فوراً واپس لے آئے۔

نتاشا نے موبائل کے ذریعے پورس کو بچی کے بارے میں بتایا۔ وہ پریشان ہو کر بولا "سسٹر! ہمارا بنا ہوا کام بگڑ جائے گا۔ الپا جو ہماری دوست بننے والی تھی' اب بدترین

دشمن بن جائے گی۔"

وہ بولی "اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ ہونے والی بات ہوگئی بلکہ ہمارے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ پارس اپنی بیٹی کو اٹھا کر لے گیا ہے۔"

"یہی بات ہوسکتی ہے۔ پارس ہی اپنی بیٹی کو لے جاسکتا ہے۔"

"اب ہم الپا کو کیا جواب دیں گے۔ وہ تو یہی کہے گی کہ ہم بہنوں کی غفلت سے پارس نے فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ ہمیں الزام دے گی۔"

"ٹھہرو مجھے سوچنے دو۔ میں پہلے ہی دوسرے معاملات میں الجھا ہوا ہوں۔ تم استنبول میں رہو یا نتالیہ کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں چلی جاؤ۔ اسرائیل کا رخ نہیں کرنا ورنہ الپا چین سے جینے نہیں دے گی۔"

وہ فون کا رابطہ ختم کرکے سوچنے لگا۔ ایک بات بن رہی تھی۔ الپا پر وہ بہت بڑا احسان کرنے والا تھا۔ اب نہ احسان کرسکتا تھا اور نہ اسے دوست بنا کر اس کی ٹیلی پیتھی سے کوئی فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

اس کے برعکس یہ نقصان پہنچ رہا تھا کہ وہ ناصرہ (نیلماں) کے ساتھ تل ابیب چلا آیا تھا۔ وہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے اس زہریلی عورت کو تلاش کررہے تھے جس نے اپنے زہر کے ذریعے اٹلی میں واردات کی تھی۔ وہاں اس کے زہر سے دو آدمی مرچکے تھے۔ یہ معلوم کیا گیا تھا کہ وہ عورت ایک جوان جوزف (پورس) کے ساتھ ممبئی جارہی ہے۔ ممبئی کی پولیس کو اس زہریلی عورت کے سلسلے میں اطلاع دی گئی تھی۔ اگر نیلماں اور پورس وہاں پہنچتے تو فوراً گرفتار کرلیے جاتے۔ ثانی نے انہیں گرفتاری سے بچایا۔ وہ تمام مخالفین کے لیے نیلماں بنی ہوئی تھی۔ اس نے پورس کو بھی یہی تاثر دیا کہ وہ نیلماں ہے اور اسے بچانے کے لیے ممبئی جانے والے طیارے کو اغوا کرکے تل ابیب لے جارہی ہے۔

اس طرح نیلماں اور پورس تل ابیب پہنچ کر گرفتاری سے محفوظ رہے لیکن اٹلی کی حکومت نے یہ اطلاع دی تھی کہ ہائی جیک کیے جانے والے طیارے کے ذریعے ایک زہریلی عورت اسرائیل پہنچ رہی ہے۔ یہ بات عوام کو معلوم ہوتی تو پورے ملک میں یہ دہشت پھیل جاتی کہ ایک زہریلی عورت کسی کے لیے بھی موت کا سبب بن سکتی ہے۔ اسرائیلی حکام نے اس بات کو عوام سے چھپایا تھا اور درپردہ پولیس، انٹیلی جنس اور انتظامیہ کے دوسرے شعبے سے تعلق رکھنے والے نیلماں اور پورس کو تلاش کررہے تھے۔

پورس کے سامنے صورتِ حال یہ تھی کہ اسے اپنے ساتھ ساتھ نیلماں کی بھی حفاظت کرنی تھی۔ اگر نتالیہ اپنی بہن کے ساتھ وہاں پہنچ جاتی تو ناصرہ (نیلماں) جیسی حسین اور پرکشش عورت کو پورس کے ساتھ دیکھ کر جل بھن جاتی۔ یہ بھی یقین نہ کرتی کہ نیلماں کے زہریلے ہونے کے باعث پورس سے اس کے تعلقات نہیں ہیں۔ دو عورتوں کے جلاپے کے باعث وہ کسی نئی مصیبت میں مبتلا ہوسکتا تھا اس لیے اس نے دونوں بہنوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اسرائیل نہ آئیں ورنہ بچی کی گمشدگی کے باعث الپا ان کا جینا حرام کردے گی۔

اس طرح اس نے نتالیہ کو ٹال دیا تھا۔ اب الپا سے نمٹنے کا مسئلہ تھا۔ وہ خوب سمجھتا تھا کہ الپا بچی کے گم ہونے کا یقین نہیں کرے گی۔ یہی سمجھے گی کہ پورس اس کی بیٹی کو زیرِ غلام بنا کر ایک طرف بچی کے باپ پارس سے انتقام لے رہا ہے۔ دوسری طرف الپا کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔

عورت کے دل میں کوئی بات بیٹھ جائے تو اسے دل سے نکالنا ممکن نہیں ہوتا۔ وہ سب کے سب جرائم سے بھرپور ایسی دنیا میں جی رہے تھے جہاں طرح طرح کی چالبازیوں سے ایک دوسرے کو دھوکے دیے جاتے تھے۔ اگر پورس سچ بات بھی کہتا تو الپا کبھی یقین نہ کرتی۔

الپا کہیں بہت مصروف تھی اسی لیے اس نے ابھی تک رابطہ کرکے اپنی بچی کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی لیکن کسی وقت بھی کرسکتی تھی۔ ناصرہ (نیلماں) بڑی دیر سے اسے تک رہی تھی اور دل ہی دل میں اس پر قربان ہورہی تھی۔ وہ صرف ایک ہی بات سوچتی تھی کہ اس کے اندر سے تمام زہریلا خون ختم ہوجائے اور وہ پورس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے قابل ہوجائے۔

وہ بولی "بہت دیر سے سوچ میں گم ہو۔ کوئی پریشانی کی بات ہے کیا؟"

پورس نے اسے بچی کی گمشدگی کے بارے میں بتایا۔ وہ بولی "اگر ان بہنوں نے بچی کہیں گم کردی ہے تو تمہارا کیا قصور ہے۔ الپا سے صاف کہہ دو کہ غلطی تم سے نہیں ان بہنوں سے ہوئی ہے۔"

وہ بولا "میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھایا تھا۔ مکاروں کی دنیا میں معصوم بن کر نہ رہو۔ میرے ساتھ رہ کر چالاکیاں سیکھو۔ بچی کا باپ پارس میرا دشمن ہے۔ اب الپا یہی سوچے گی کہ میں نے پارس سے انتقام لینے کے لیے اور الپا کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھانے کے لیے ان کی بچی کو کہیں چھپا دیا ہے۔ وہ میری سچی باتوں پر کبھی یقین نہیں کرے گی۔"

"واقعی ایک بچی کی گمشدگی نے مسائل پیدا کردیے ہیں۔ ان حالات میں تم کیا کرو گے؟"

"وہی کروں گا جو حالات کا تقاضا ہے۔ ہماری جرائم سے بھرپور دنیا میں جھوٹ اور مکاری کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں بھی اپنے طور پر چالیں چلوں گا۔"

اس وقت نیلماں ورزش کا لباس پہنے یوگا کی ایک مشق کررہی تھی۔ اس لباس میں اس کا بدن دیکھنے والی آنکھوں کو للچا رہا تھا۔ پورس کے اندر زبردست قوتِ برداشت تھی۔ کوئی دوسرا ہوتا تو لوہے کی طرح اس مقناطیسی بدن کی طرف کھچا چلا آتا اور اس سے لپٹ کر موت کو گلے لگالیتا۔

ایک رات پورس نے نیلماں کی خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کیا تھا پھر اس کے کمرے میں آکر دیکھا تھا تو وہ گہری نیند میں تھی۔ نیند کی حالت ہی میں وہ خیال خوانی کے ذریعے پورس کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ تب پورس کو معلوم ہوا تھا کہ اس کی زہریلی ساتھی ناصرہ (نیلماں) ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ یادداشت گم ہونے کے باعث وہ اپنی اس غیر معمولی صلاحیت کو بھی بھول چکی ہے۔

یوں تو وہ پہلے سے سمجھ رہا تھا کہ اس کی ساتھی حسینہ پراسرار ہے لیکن یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہوگی۔ یہ بھید کھلنے سے اسے حیرت بھی ہوئی اور مسرت بھی۔ اس نے سوچا کسی طرح اس کی یادداشت واپس آجائے یا کم از کم ٹیلی پیتھی کا علم یاد آجائے تو وہ اس کی ذات سے بہت سے فائدے اٹھا سکے گا۔

اس نے نیلماں کو بتایا کہ وہ کتنا زبردست علم جانتی ہے۔ نیلماں کو یقین نہیں آیا۔ پورس نے اسے تاکید کی کہ وہ اس بات کو کسی پر ظاہر نہ کرے اور روز صبح و شام یوگا کی مشقیں کیا کرے۔ ہوسکتا ہے کہ یوگا کے ذریعے اس کے دماغ میں سوچ کی لہروں کی آمدورفت شروع ہوجائے۔

نیلماں اس کی ہدایت کے مطابق یوگا کی مشقیں کیا کرتی تھی۔ پورس ہر صبح اس سے پوچھا کرتا تھا کہ اس نے کیا خواب دیکھا ہے اور خواب کے دوران میں کیا وہ کسی کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی؟

وہ انکار کردیتی تھی۔ اس ایک رات کے سوا اس نے پھر کبھی نیند کی حالت میں خیال خوانی نہیں کی تھی۔ اس کے باوجود وہ مایوس نہیں ہوا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ اس حسینہ کے اندر خیال خوانی کی صلاحیت چھپی ہوئی ہے۔ اس صلاحیت کو کسی نہ کسی طرح باہر نکالنا ہوگا۔

وہ اس پہلو سے اپنی کوششوں میں مصروف تھا لیکن دوسرے پہلو سے وہ مصیبت بنی ہوئی تھی۔ خفیہ ایجنسیوں والے ایک زہریلی حسینہ اور اس کے ساتھی جوان کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ وہ کسی طرح اسرائیل سے چلا جانا چاہتا تھا لیکن بڑی سخت ناکا بندی تھی۔ بحری جہاز، ہوائی جہاز اور ٹرین کے ذریعے جو بوڑھی یا جوان عورت تل ابیب سے باہر جاتی تھی اسے سفر کرنے سے پہلے خصوصی چیک پوسٹ سے گزرنا پڑتا تھا۔ وہاں اسے ایک کپ دودھ پینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ تمام چیک پوسٹوں پر زہر کے ماہرین موجود رہتے تھے۔ جو عورت ایک کپ میں سے دو چار گھونٹ پیتی تھی اور پینے کے بعد بھی دودھ سفید رہتا تھا، اسے آگے سفر کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ زہر کے ماہرین کے بیان کے مطابق زہریلی عورت ایک گھونٹ دودھ بھی پیے تو اس دودھ کا رنگ سبزیا نیلا ہوجاتا ہے۔

پورس جانتا تھا کہ وہ نیلماں کو کسی بھی راستے سے لے کر اسرائیل سے باہر جانا چاہے گا تو کسی نہ کسی خصوصی چیک پوسٹ پر نیلماں کو دودھ پینا پڑے گا۔ ایک گھونٹ پیتے ہی دودھ کا رنگ سبزی مائل ہوجائے گا۔

فی الحال دونوں اس لیے محفوظ تھے کہ ایک خفیہ پناہ گاہ میں تھے۔ کھانے پینے اور دوسری ضروریات کی چیزیں خریدنے کے لیے پورس تنہا جاتا تھا۔ جلد ہی لوٹ آتا تھا لیکن اس طرح ہمیشہ گزارہ نہیں ہوسکتا تھا۔ کسی دن بھی خفیہ ایجنسی والے انہیں تلاش کرتے ہوئے اس خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ سکتے تھے۔

شام کو الپا نے خیال خوانی کے ذریعے پورس کو مخاطب کیا۔ پورس نے کہا "مجھے بڑی دیر بعد یاد کیا ہے۔ کیا تم کہیں مصروف تھیں؟"

"میری بیٹی سے بڑی کوئی مصروفیت نہیں ہوسکتی۔ میری مونا کہاں ہے؟"

"تمہیں پتا ہے، موسم کی خرابی کے باعث جہاز روٹ بدل کر استنبول چلا گیا تھا۔ نتاشا اور نتالیہ بچی کو وہیں لے گئی تھیں۔"

"میں سب جانتی ہوں۔ تم نہیں جانتے کہ میں استنبول میں چھپی ہوئی تھی۔ میں نے اس طیارے سے نتاشا اور نتالیہ کو بچی کے ساتھ باہر آتے دیکھا، یہ کینگی بھی دیکھی کہ نتاشا اس بچی کو لے کر ایک عیسائی مشنری میں گئی تھی اور

وہاں اسے لاوارث قرار دے کر چھوڑ آئی تھی۔"

"یہ میرے لیے ایک نئی اطلاع ہے کہ نتاشا نے ایسا کیا ہے۔ تم اس بچی کو عیسائی مشنری سے لے آئی ہوگی۔"

"نہیں۔ میں نے اسے وہیں چھوڑ دیا کیونکہ وہ میری مونا نہیں تھی۔ پتا نہیں وہ کس کی بچی تھی اور نتاشا اسے وہاں کیوں چھوڑ گئی تھی۔"

"کیا تم نے نتاشا سے پوچھا تھا؟"

"میں جب بھی ان دونوں بہنوں کے دماغوں میں جاتی ہوں... وہ سانس روک لیتی ہیں۔ میں تم سے پوچھتی ہوں۔ میری بیٹی مونا کہاں ہے؟"

"کیا تم نے اس کے دماغ میں جھانک کر نہیں دیکھا؟"

"میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔"

"میں بھی تم سے پوچھ رہا ہوں۔ میری بات کا جواب دو۔"

"جس بچی کو میں نے عیسائی مشنری میں دیکھا تھا' اس کی معصوم سوچ کو میں نے بدل دیا ہے تاکہ اپنی اصل بیٹی کے دماغ میں پہنچ سکوں۔"

"تو پھر تم اپنی اصل بیٹی مونا کے دماغ میں پہنچ گئیں۔"

"ہاں۔ میں نے اس کے ذریعے ایک عورت اور ایک مرد کی آوازیں سنی ہیں لیکن بچی ابھی الفاظ کے معنی نہیں سمجھتی ہے۔ میں اس کے ذریعے اس کے قریب رہنے والوں کے دماغوں تک پہنچنے میں ناکام ہو رہی ہوں۔"

"ہاں یہ مجبوری ہے۔ ننھی سی بچی پر ٹیلی پیتھی کے علم کو آزمایا نہیں جا سکے گا۔"

"دیکھو پورس! تم مجھے ٹال رہے ہو۔ میری بیٹی کو وہ دونوں ممبئی سے لے گئی تھیں۔ بچی کو تمہارے پاس ہونا چاہیے۔"

"یہ درست ہے۔ بچی کو میرے پاس ہونا چاہیے۔ اگر وہ میری تحویل میں نہ ہوئی تو آئندہ بھی وہ تمہیں نہیں ملتی۔"

"میں تمہاری بات سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔ صاف صاف کہو۔"

"الپا! ہم دونوں کو پارس بے وقوف بنا رہا تھا۔ اس نے فرہاد کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مونا کا لب و لہجہ بدل کر دوسری بچی میں منتقل کرایا تھا۔ تم بھی استنبول پہنچنے تک ایک پرائی بچی کو اپنی بیٹی سمجھتی رہیں لیکن میری جنگ تو پارس سے ہے۔ ممبئی میں میرے اہم ماتحتوں نے پارس کے ایک آلۂ کار کو پہچان لیا۔ وہ ایک ننھی بچی کو اٹھائے ایک کار کی طرف جا رہا تھا۔ میرے ماتحتوں نے اسے گولی مار دی اور بچی کو لے کر

"اچھا تو وہ زہریلی عورت تمہارے ساتھ ہے؟"

"میرے ساتھ ہوگی تو تمہیں کوئی فرق پڑے گا۔"

"نہیں۔ تم نے موت کو اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے پھر تو اس عورت میں کوئی خاص بات ہوگی۔"

"ہاں۔ وہ مجھے بھی رفتہ رفتہ زہریلا بنا رہی ہے۔ ٹیلی پیتھی سے محروم ہونے کے بعد یہ ایک نئی صلاحیت حاصل کر رہا ہوں۔"

"پورس! مجھے پارس جیسا ایک مکار ساتھی چاہیے۔ تم ہی اس کا توڑ ہو۔ کیا ہم دوست بن کر نہیں رہ سکتے؟"

"تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ میں تمہارے ہر برے وقت میں کام آیا کروں گا۔ کیا تم بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھ سے تعاون کرو گی؟"

"ضرور کروں گی۔ ابھی اسرائیلی اکابرین سے بات کر رہی ہوں۔ اسرائیل سے باہر جانے کے سلسلے میں عائد پابندیاں اٹھالی جائیں گی۔ کسی بھی عورت کو دودھ پینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔"

وہ پورس کے دماغ سے چلی گئی۔ وہ الپا سے ہونے والی باتیں نیلماں کو بتانے لگا۔ نیلماں نے تمام باتیں سن کر کہا۔ "پورس! تم بہت ذہین اور چالاک ہو۔ اس بچی کے گم ہو جانے کے بعد الپا ہماری جان کی دشمن بن جاتی مگر تم نے بڑی چالاکی سے اسے شیشے میں اتار لیا ہے۔ ہم یہاں سے کب تک جائیں گے؟"

"میں پہلے حالات کا جائزہ لوں گا۔ جب یقین ہو جائے گا کہ اسرائیل سے باہر جانے والی عورتوں کو ایک کپ دودھ پینے پر مجبور نہیں کیا جا رہا ہے تو ہم اچانک کسی بھی فلائٹ سے چلے جائیں گے۔"

وہ خوش ہو کر اس کے قریب آگئی۔ پورس نے اس کے حسین چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا "تمہارے قریب آنے سے جتنی مسرتیں ملتی ہیں' اتنا ہی خوف طاری ہوتا ہے۔"

وہ ایک اسکارف لے کر بولی "میں یہ منہ پر باندھ لوں گی۔ دانت اور ہونٹ دکھائی نہیں دیں گے پھر تو میرے بدن کے کسی بھی حصے سے خطرہ محسوس نہیں کرو گے؟"

پورس نے اسے بڑے پیار سے دیکھا۔ اس کا دل خود اس کے لیے مچلتا تھا لیکن دوسری مصروفیات کے باعث وہ کوئی احتیاطی تدبیر سوچ نہیں پاتا تھا۔ ایسا نیلماں نے سوچا تھا۔ پارس نے اپنے اطمینان کے لیے اپنے ہاتھ سے اس کے منہ پر سختی سے اسکارف کو باندھتے ہوئے کہا "آئندہ میں تمہارے منہ پر ٹیپ چپکا دیا کروں گا۔ میں بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا میری جان!"

اس نے پہلی بار اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ نیلماں نے اپنی بانہیں اس کی گردن میں حمائل کر دیں۔ عورت ایک ایسی ضرورت ہے جس کے لیے مرد سر دھڑ کی بازی لگا دیتا ہے۔ پورس جیسے ذہین اور چالاک مرد بھی حسن و شباب کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ یہ ایسے جوش اور جذبات سے بھرپور لمحات ہوتے ہیں کہ آدمی اپنی موت کو بھی بھول جاتا ہے۔

ویسے نیلماں جب سے ناصرہ کے جسم میں سمائی تھی' تب سے سب ہی کے لیے موت بنی ہوئی تھی۔ پورس اس کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد تھا جو اس کے زہر سے محفوظ رہا تھا۔ اس کے باوجود جب وہ اپنے کمرے میں سونے کے لیے آیا تو پوری طرح ہوش و حواس میں نہیں تھا۔ اس کے دماغ پر ایک عجیب ساز ہریلا سرور چھایا ہوا تھا۔ وہ نقصان دہ نہیں تھا بلکہ نشیلا تھا۔ اس میں ایک عجیب سی کشش تھی اور وہ اس کشش کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

نیلماں نے ضد کی تھی کہ وہ اس کے بیڈ روم میں رہے لیکن وہ اس لیے چلا آیا کہ رات میں کسی بھی وقت اس کے منہ سے اسکارف کھل سکتا تھا۔ اس نے اپنے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر لیا پھر بستر پر آکر ایک شرابی کی طرح گر پڑا۔ ایسی مدہوشی تھی کہ ذرا سی دیر میں نیند آگئی پھر اسے ہوش نہیں رہا کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

نیلماں باتھ روم میں غسل کر رہی تھی۔ وہ اتنی خوش تھی جیسے پورس کے روپ میں اسے دنیا جہان کی دولت مل گئی ہو۔ وہ غسل سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹ گئی۔ دیر تک اس کے بارے میں سوچتی رہی' شرماتی رہی اور مسکراتی رہی پھر وہ رفتہ رفتہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

وہ بڑی مستی میں سوئی تھی۔ بڑے عجیب خواب دیکھ رہی تھی۔ ایسے وقت اس نے محسوس کیا۔ چند کتے اس کے آس پاس ہیں اور اس کے اندر کی زہریلی بو محسوس کر رہے ہیں پھر نیلماں نے دیکھا' ایک لیبارٹری ہے جہاں کئی اقسام کے زہر مختلف مرتبانوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ ایک مرتبان میں وہ زہر تھا جو نیلماں کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ اس زہر کو جب ایک کتا سونگھنے لگا... تب ہی نیلماں نے خواب میں اس کتے کو دیکھا پھر دوسرا اور تیسرا کتا بھی اسے سونگھنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی خواب کے مناظر واضح ہونے لگے۔

ان کتوں کے ساتھ کچھ وردی والے تھے۔ ان کا تعلق

پولیس اور انٹیلی جنس سے تھا۔ جن کتوں نے نیلماں کے مخصوص زہر والے مرتبان کو سونگھا تھا' وہ سب ایک طرف منہ اٹھا کر بھونکنے لگے تھے۔

لیبارٹری کے باہر ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وردی والے ان کتوں کو باہر لائے۔ انہیں ایک گاڑی میں سوار کرایا پھر وہ جس سمت منہ اٹھا کر بھونکتے جا رہے تھے' اسی سمت گاڑی لے جانے لگی۔

نیلماں نے خواب میں دیکھا کہ وہ کمرے سے نکل کر دوڑتی ہوئی اس خفیہ پناہ گاہ سے باہر آگئی تھی۔ کتے اور پولیس والے کہیں دور تھے لیکن خواب کا منظر دکھا رہا تھا کہ وہ ان کی خفیہ رہائش گاہ کی طرف آرہے ہیں۔

وہ دوڑتی ہوئی سمت بدل کر ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں تاریکی تھی۔ کتوں نے بھی بھونکنے کا رخ بدل لیا تھا۔ ان کے مطابق گاڑی بھی ادھر جانے لگی۔ اس نے دو بڑے پتھر اٹھا لیے تھے۔ جب گاڑی کی ہیڈ لائٹس تاریکی کی طرف آنے لگیں تو اس نے تاک کر پتھروں سے حملے کیے۔ گاڑی کی دونوں ہیڈ لائٹس ٹوٹ گئیں۔ اندھیرا چھا گیا۔ ایک افسر نے غصّے سے پوچھا "کون ہے؟"

نیلماں اس کی آواز اور لہجہ سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔

دوسرے نے کہا "سر! وہی زہریلی ہوگی۔ کتوں کے پٹے کھول دیے جائیں تو وہ اپنے شکار کو خود ہی نوچ کھسوٹ کر لے آئیں گے۔"

وہ اس دوسرے جونیئر افسر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے اعلیٰ افسر نے کہا "ان کے پٹے ہاتھوں سے نہیں' اپنے ریوالور سے اس طرح کھولے جائیں کہ کتے زخمی نہ ہوں۔"

اس نے نیلماں کی مرضی کے مطابق ایک کتے کے پٹے پر فائر کیا لیکن کتے کو گولی ماردی پھر کہا "تعجب ہے۔ میرا نشانہ کبھی نہیں چوکتا۔ اس بار صحیح نشانہ لگاؤں گا۔"

اس طرح اس نے دوسرے کتے کو گولی ماردی۔ جونیئر افسر نے کہا "میرے نشانے کو سب مانتے ہیں۔ یہ دیکھیں۔"

تین کتے لائے گئے تھے۔ تیسرا بھی گولی سے ہلاک ہوگیا۔ کتوں کے ٹرینر نے کہا "سر! یہ آپ دونوں نے کیا کردیا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم نے یہ کیا ہے۔"

اس نے کتے سدھانے والے کو گولی مارنے کے بعد اپنے ساتھ آنے والے چار سپاہیوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ ان بے چاروں کو بھی مار ڈالا پھر نیلماں اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر بولی "یہ ہم نے کیا کیا؟ ہم دونوں تنہا رہ گئے ہیں۔"

جونیئر افسر نے خوف سے کانپتے ہوئے کہا "سر! یہ بات صاف سمجھ میں آرہی ہے کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہمارے ہاتھوں ہمارے ہی سپاہیوں اور کتوں کو ہلاک کرایا ہے۔ وہ اس وقت بھی میرے اور آپ کے درمیان موجود ہے۔"

"وہ موجود ہے تو اسے بھگتنا ہی ہوگا۔ ایسا کرو' تم مجھ پر گولی چلاؤ۔"

"تو سر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہا ہوں۔ میں تین تک گن رہا ہوں۔ اگر تم مجھے گولی نہیں مارو گے تو میں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

پھر وہ گننے لگا "ایک" جونیئر افسر اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اس کا اعلیٰ افسر ایسا نہیں کر رہا ہے۔ اس کے اندر بیٹھا ہوا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس پر رحم نہیں کرے گا۔ تین تک گنتی پوری ہوتے ہی اسے مار ڈالے گا۔ لہٰذا اس نے اعلیٰ افسر کے دو تک گنتے ہی اسے گولی ماردی۔

اس نے اس کے مرتے ہی اطمینان کی سانس لی۔ اپنے لوگوں کو گولیاں مارنے والوں میں سے کوئی اسے مارنے کے لیے نہیں بچا تھا۔ اب وہ زندہ رہ سکتا تھا۔ اسی وقت اسے ایک جھٹکا سا لگا۔ گاڑی آگے چل پڑی تھی۔ وہ پچھلے حصے میں انسانوں اور کتوں کی لاشوں پر گر پڑا تھا۔ تب اسے یاد آیا کہ ابھی ڈرائیور زندہ ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر موجود ہوگا۔

وہ سنبھل کر اٹھتے ہوئے بولا "مائیکل! گاڑی روکو۔"

گاڑی نہیں رکی۔ ادھر سے اُدھر ڈگمگاتی ہوئی اس طرح تیزی سے جانے لگی کہ وہ بار بار پچھلے حصے میں لاشوں پر گر رہا اور چیختا رہا "گاڑی روک دے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ الو کے پٹھے! اپنے افسر کا حکم نہیں مان رہا ہے۔"

وہ چیختا چلّاتا رہا۔ گاڑی تیزی سے دوڑتی ہوئی ایک پٹرول پمپ پر آکر ایک پٹرول کی ٹنکی سے زوردار آواز کے ساتھ ٹکرائی۔ اس کے ساتھ ہی ڈرائیور نے نیلماں کی مرضی کے مطابق اپنا لائٹر سلگا لیا تھا۔ ایک دھماکے کے ساتھ آگ بھڑک گئی۔

پھر اس نے دیکھا کہ وہ پیدل چلتی ہوئی اپنی خفیہ پناہ گاہ میں آئی ہے اور اپنے بیڈ روم میں آکر پہلے کی طرح سوتی ہے۔ نیند اس قدر گہری ہوگئی تھی کہ پھر اسے کوئی خواب نظر

نہیں آیا۔

○☆○

بھارت کے صوبے اڑیسہ میں ایک ساحلی شہر ہے جس کا نام "پوری" ہے۔ یہ شہر تیرتھ یاترا ہے۔ یہاں مندروں کی اتنی بہتات ہے کہ قدم قدم پر مندر دکھائی دیتے ہیں۔ مندروں کے علاوہ وہاں ایسے اکھاڑے بھی ہیں جو دھرم کرم کے علاوہ یوگا اور آتما شکتی کی تعلیم اور تربیت بھی دیتے ہیں۔

ان اداروں کے استاد گرو اور استادوں کے استاد مہاگرو کہلاتے ہیں۔ گرو کا درجہ انہیں دیا جاتا ہے جو یوگا کی مشقوں میں مہارت حاصل کرتے ہوئے تقریباً دو گھنٹے تک سانس روکنے کے عادی ہوجاتے ہیں۔ ان کی صحت قابلِ رشک اور جسمانی قوت حیرت انگیز ہوتی ہے۔

ان سے زیادہ حیرت انگیز مہاگرو ہوتے ہیں جو کئی گھنٹوں تک سانسیں روکنے میں مہارت حاصل کرلیتے ہیں اور کئی گھنٹوں تک یوگا کا کوئی مشکل ترین آسن جمائے رکھتے ہیں۔ ایت' کنکر اور لوہے کے ذرات کے انبار میں جوگنگ کرتے اور اس انبار میں گھونسوں اور کراٹوں کے ہاتھ مارتے حتیٰ کہ دہکتے ہوئے انگاروں میں بھی جلدی جلدی ہاتھ ڈالتے اور نکالتے رہتے ہیں۔ یوں دشوار گزار مشقوں کی بھٹی میں کندن بن جاتے ہیں۔

شہر "پوری" میں ایسے کئی ادارے تھے جہاں یہ ہنر سیکھنے والے برسوں رہ کر یوگا پاٹ کرتے اور طرح طرح کی تربیت حاصل کرتے تھے۔ ان میں دو ادارے بہت مشہور تھے۔ ایک ادارے کے گرو کو مہاگرو مانک جاتیو کہا جاتا تھا۔ دوسرے ادارے کے مہاگرو کا نام دھن راج پانڈے تھا۔ تقریباً دو سال پہلے مہاگرو مانک جاتیو نے عالمی ماہرین اور عالمی پریس کی موجودگی میں چھ گھنٹے تک سانس روک کر تمام اداروں کے مقابلے میں برتری حاصل کی تھی۔

اس شہر پوری کا دوسرا بڑا ادارہ کسی سے کمتر نہیں رہنا چاہتا تھا۔ دو سال برس مہاگرو دھن راج پانڈے نے اعلان کیا کہ وہ سات گھنٹوں تک سانس روکنے کا مظاہرہ کرے گا۔ بہت ہی چونکا دینے والا اعلان تھا۔ اس کے لیے وقت اور جگہ مقرر کی گئی تھی۔ دنیا کے تمام بڑے ممالک سے ماہرین' پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز آئے۔ سمندر کے ساحل پر ہزاروں افراد کا ہجوم تھا۔ ان میں مہاراج (سوریہ راج) اور ان کا ہم شکل بھائی گرو دیو (دھرم راج) بھی شامل تھے۔ مقابلہ کرنے والا دھن راج پانڈے ان کا مہاگرو تھا۔ انہوں نے اسی کے آشرم میں رہ کر یوگا میں مہارت حاصل کی تھی۔

مہاگرو دھن راج پانڈے ان دونوں بھائیوں سے خوش تھا کیونکہ انہوں نے یوگا کے علاوہ بڑی لگن سے ٹیلی پیتھی کا علم بھی حاصل کیا تھا۔ مہاگرو نے ٹیلی پیتھی کے علم پر توجہ نہیں دی تھی۔ وہ نوجوانی ہی سے سانس روکنے کی مشقوں پر زیادہ سے زیادہ وقت صرف کرتا آیا تھا۔ اس کا اصول تھا کہ آدمی کو ایک ہی ہنر میں ہر پہلو سے مکمل مہارت حاصل کرنی چاہیے۔

وہ دونوں بھائی مہاراج اور گرو دیو مہارت کے اعتبار سے نااہل تھے۔ زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس منٹ تک سانس روک سکتے تھے اور ٹیلی پیتھی اس حد تک جانتے تھے کہ دوسروں کے دماغوں میں پہنچتے تھے مگر اپنے دماغوں میں آنے والوں کو اپنے چور خیالات پڑھنے سے باز نہیں رکھ سکتے تھے۔

بہرحال سات گھنٹوں تک سانس روکنے کا مظاہرہ کرنے کے انتظامات سمندر کے ساحل پر کیے گئے تھے۔ وہاں ایک بڑا سا گڑھا کھودا گیا تھا۔ مہاگرو دھن راج پانڈے کی عمر پچاس برس ہوگی لیکن وہ ایسا قد آور اور صحت مند تھا کہ پچیس تیس برس کا جوان لگتا تھا۔ وہ ایک آہنی تختے پر آبیٹھا گیا تھا پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر آنکھیں بند کرکے دھیان گیان میں ڈوب گیا تھا۔ کئی پہلوانوں نے اس آہنی تختے سمیت اسے اٹھایا اور گڑھے میں اتار دیا۔ لوگوں کا ہجوم اس جگہ سے دور تھا۔ انہیں آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے بڑے سخت انتظامات کیے گئے تھے۔ اس گڑھے سے ذرا فاصلے پر بڑے بڑے ممالک کے ماہرین' پریس رپورٹرز' فوٹو گرافرز' ڈاکٹرز اور کیمرے موجود تھے۔ سب لوگ اپنی اپنی گھڑی دیکھ رہے تھے۔ جب صبح چھ بجنے میں دو منٹ رہ گئے تو چند افراد اس بڑے سے گڑھے کو لکڑی کے چوڑے تختوں سے ڈھانپنے لگے۔ مہاگرو زمین کے اندر ان لکڑیوں کے نیچے چھپ گیا۔ اوپر سے کدال کے ذریعے مٹی ڈالی جانے لگی۔ مٹی کی تہ اتنی موٹی تھی کہ وہاں سے ہوا گزر کر لکڑی کے تختوں کے آر پار نہیں جاسکتی تھی۔ مہاگرو سانس نہیں لے سکتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں اسے زندہ دفن کردیا گیا تھا۔

اگلے سات گھنٹے سسپنس سے بھرپور تھے۔ نہ جانے سات گھنٹوں کے بعد وہ دفن کیا جانے والا زندہ برآمد ہوگا یا نہیں؟ گھنٹے دو گھنٹے کی بات نہیں تھی۔ جتنے مہاگرو تھے' وہ اتنی دیر تک یہ آسانی سانسیں روک لیا کرتے تھے لیکن سات گھنٹے تک روکنا گویا موت کو دعوت دینا تھا۔

اس کے مخالف ادارے کا مہاگرو مانک جاتیو اپنے

چیلوں کے ساتھ آیا ہوا تھا۔ وہ لکڑی کا ایک تخت بچھا کر آرام سے بیٹھ کر یہ پیش گوئی کر چکا تھا "سات گھنٹوں تک سانس روکنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ وہ بے چارہ مہاگرو دھن راج پانڈے میرے مقابلے میں اونچا رہنے کے لیے مرنے گیا ہے۔ اس کے کریا کرم کا بندوبست کرلو۔"

اس کی ایسی باتوں پر مہاگرو دھن راج پانڈے کے چیلوں کو غصہ آرہا تھا لیکن مہاگرو نے پہلے ہی تمام چیلوں کو سمجھا دیا کہ مخالف پارٹی والے خواہ کیسے ہی طعنے دیں' وہ ان کے جواب میں صبر سے کام لیتے رہیں۔

وقت گزر رہا تھا۔ سات گھنٹے پورے ہونے والے تھے۔ سب ہی کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوگئی تھیں۔ سات گھنٹے پورے ہونے سے دو منٹ پہلے اس کے چیلے کدالوں سے مٹی ہٹانے لگے۔ مٹی کے ہٹنے کے بعد لکڑی کے تختے دکھائی دیے۔ وہ ان تختوں کو جلدی جلدی اٹھا کر ایک طرف پھینکنے لگے۔ وہ دکھائی دے رہا تھا۔

جب اسے گڑھے میں اُتارا گیا تھا تب وہ دونوں ہاتھ جوڑے پالتھی مارے بیٹھا تھا۔ اب وہ حالت نہیں تھی۔ وہ کمر کی طرف سے جھک کر اوندھا ہوگیا تھا۔ مہاراج' گرودیو اور دوسرے چیلوں کے دلوں سے افسوس ناک آہ نکلی۔ مخالف پارٹی کے مہاگرو مانک جاتیو نے کہا "اب کیا دیکھ رہے ہو۔ اسے اوپر لاؤ اور رام نام ستیہ بولتے رہو۔"

پہلوانوں نے گڑھے میں اتر کر لوہے کے تختے سمیت مہاگرو کو اٹھایا پھر اوپر لے آئے۔ اوپر لائے جانے پر سب نے دیکھا' وہ بالکل ساکت ہوگیا تھا۔ اس میں زندگی کی ہلکی سی رمق بھی نہیں رہی تھی۔ پولیس والے مہاگرو کے حامیوں کو اور مخالفوں کو وہاں سے دور ہٹانے لگے۔ دو ڈاکٹروں نے قریب آکر اس کا معائنہ کیا۔ ایک نے کہا "سانس نہیں ہے۔"

دوسرے ڈاکٹر نے کہا "دل نہیں دھڑک رہا ہے۔ نبض رک گئی ہے۔"

کچھ فاصلے پر تین وڈیو کیمرے آن تھے۔ ایک ڈاکٹر نے ایک کیمرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہماری دنیا میں کتنے ہی لوگ جان جوکھم کے کام کرتے ہیں اور اپنی زندگی کو داؤ پر لگا کر اپنی جان دے دیتے ہیں۔ ہم افسوس کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ مہاگرو دھن راج پانڈے کا دیہانت ہوچکا ہے۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہے۔"

مہاگرو مانک جاتیو نے ایک کیمرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہم نے چھ گھنٹوں تک سانس روکنے کا جو ریکارڈ قائم کیا ہے' اسے کوئی نہیں توڑ سکتا ہے مگر اس کے [illegible] نہیں ہیں۔ یہ مہاگرو ہمارے بھائی بندوں میں سے [illegible] چارہ مرگیا ہے۔ ہم کو اس کی موت کا بہت افسوس ہے۔"

ایک کیمرا مین نے کیمرے کے لینس سے دیکھتے ہوئے کہا کہ "ڈاکٹر! مہاگرو زندہ ہیں۔ آپ مانیٹر میں دیکھیں [illegible] ہاتھوں کی انگلیوں میں ذرا سی حرکت پیدا ہوئی تھی۔"

کیمرا مین نے کیسٹ کو ذرا سا ریورس کرکے دیکھا واقعی دو انگلیوں میں حرکت پیدا ہوئی تھی پھر وہ انگلیاں ساکت ہوگئی تھیں۔ کئی ڈاکٹر دوڑتے ہوئے اس کے قریب گئے۔ اسے توجہ سے دیکھا۔ ایک ڈاکٹر نے اس کے [illegible] ہاتھ لگایا پھر بولا "یہ سرد نہیں ہے۔ اس کا بدن گرم ہے۔"

پھر وہ تمام ڈاکٹر ایک دم سے چونک کر پیچھے ہٹ گئے۔ مہاگرو مردے کی طرح اوندھے منہ جھکا ہوا تھا' اب سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا اور بول رہا تھا "ہرے راما! ہرے کرشنا! ہرے راما! ہرے کرشنا!"

مہاراج' گرودیو اور دوسرے تمام چیلے خوشی سے [illegible] ہوئے "ہرے راما! ہرے کرشنا!" کا جاپ کرنے لگے۔ مخالف مہاگرو بڑی حیرانی سے دھن راج پانڈے کو رام نام کا جاپ کرتے دیکھ رہا تھا۔ ایک چیلا ایک بڑے سے جگ [illegible] مہاگرو کے لیے جوس لایا۔ مہاگرو نے آنکھیں کھول کر [illegible] پھر دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے۔ اس کے ہاتھ اٹھاتے ہی خامو [illegible] چھا گئی پھر مہاگرو دھن راج پانڈے نے اپنے مخالف مہاگرو مانک جاتیو کو دیکھ کر پوچھا "کاتم پرکھوں کی پرم پرا بھول گو [illegible] چھوٹا بڑے کا آگے آگے جھکتا ہے۔ اسے پھولن کی مالا پہنا [illegible] ہے۔ کاتم کو سرم آرہی ہے؟"

مہاگرو مانک جاتیو نے کہا "اس میں شرم کیسی؟ [illegible] نے کامیابی حاصل کی ہے۔ ہم ہار لے کر آئے ہیں۔"

اس نے دھن راج پانڈے کو ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا [illegible] اسے ہار پہنایا۔ لاکھوں افراد دھن راج پانڈے کی جے [illegible] کار کرنے لگے۔ مانک جاتیو نے اس جیتنے والے کو جوس [illegible] بھرا ہوا جگ پیش کیا۔ وہ ایک ایک گھونٹ پینے لگا۔ [illegible] بڑے ممالک کے ماہرین اس کی تصاویر اتار رہے تھے [illegible] اسے مبارک باد دے رہے تھے۔

پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اسے وہاں سے لے جانے [illegible] پورے شہر میں گھمانے کے لیے ایک ہاتھی کو سونے [illegible] کے زیورات سے سجایا گیا تھا۔ تمام بڑے ممالک [illegible] نمائندے اس کا انٹرویو کرنا چاہتے تھے۔ مہاراج نے کہا [illegible] کوئی انٹرویو کا وقت نہیں ہے۔ ابھی ہم جشن منائیں گے۔

رات کو مہاگرو کی کوٹھی میں آکر ان سے ملاقات کی جاسکتی ہے۔"

مخالف مہاگرو نے کہا "دھن راج پانڈے سات گھنٹوں تک سانس روک کر تھک گئے ہوگے۔ میں نے تمہارے لیے تخت بچھایا ہے۔ آؤ میرے ساتھ بیٹھو۔"

دھن راج پانڈے نے اس لکڑی کے تخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "تم نے دیکھا تھا۔ ہم لوہے کا تکھت میں بیٹھ کے جمین کا اندر گئے تھے۔ تو ہرا یہ تکھت ہمرا وجن نہیں سنبھال پائے گا۔"

اس نے یہ کہتے ہی اچھل کر ایک بڑک لگاتے ہوئے اپنے ایک ہاتھ کی کہنی اس تخت پر ماری۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ مضبوط لکڑی ٹوٹ گئی۔ اس تخت کے دو ٹکڑے ہوگئے پھر اس نے کہا "جاتیو جی! ہم کو ساتھ بٹھانا ہو تو اگلے تکھت پر ایسا ہی تکھت بنوالینا۔"

مانک جاتیو نے کہا "دھن راج پانڈے! تم جانتے ہو' اس بات میں تم سے کم نہیں ہوں۔ آج تم نے سانس روکنے کی بازی جیت لی اس لیے تمہاری عزت کررہا ہوں۔ میں تمہارے گھر کی عزت کو بھی اپنی عزت سمجھوں گا اور تمہارے گھر سے بھاگی ہوئی بہن کو ڈھونڈ کر واپس۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی پانڈے نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ لے جاکر اس کے حلق کو دبوچ لیا۔ مانک جاتیو نے کہا "میں چھ گھنٹوں تک سانس روکتا ہوں۔ میرا دم نکالنے کے لیے مجھے چھ گھنٹوں تک اس حلق کو دبوچ کر رکھنا ہوگا۔ میں تیرے دوسرے حملوں کا بھی توڑ کروں گا۔ مگر یہاں دوسرے ملکوں کے لوگ ہیں۔ وڈیو کیمرے چل رہے ہیں۔ عقل سے کام لے۔"

پانڈے اس کے حلق کو چھوڑ کر بولا "اگلے بکھت میری بہنا کا نام تو ہری جبان سے آوے گا تو جبان کھینچ کے رکھ لاں گا۔"

وہ تیزی سے پلٹ کر چلتا ہوا وہاں کھڑے ہوئے ہاتھی پر سوار ہوگیا۔ اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ اب ساری دنیا میں اس کی شہرت ہونے والی تھی۔ اس کا آشرم اول نمبر پر آگیا تھا لیکن ہر کامیابی کے پیچھے ناکامی اور ہر طاقت کے پیچھے ایک کمزوری چھپی رہتی ہے۔ چار برس پہلے اس کی جوان بہن اپنے عاشق کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ اس نے اپنی بہن کو برداشت نہ کرتے ہوئے اپنے پورے گھر کو توڑ پھوڑ کر آگ لگا دی تھی۔ اپنی بہن اور اس کے عاشق کا لہو نچوڑ لینے کے لیے پاگلوں کی طرح انہیں ڈھونڈتا رہا تھا لیکن وہ دونوں کہیں نظر نہیں آئے۔ اس کے گرو اور دوسرے ساتھیوں نے سمجھایا کہ جو عزت گئی ہے' وہ واپس نہیں آسکتی لیکن دوسری طرح عزت اور شہرت حاصل کی جاسکتی ہے۔

اب اس نے دوسری طرح عزت حاصل کی تھی۔ اسے ہاتھی پر مہاراجاؤں کی طرح بٹھا کر پورے شہر میں گھمایا جارہا تھا۔ سارا شہر اس کی جے جے کار کررہا تھا۔ اس نے اتنی طاقت حاصل کی تھی کہ کوئی اس کی بہن کا نام لے کر اس کی طرف انگلی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اس کے باوجود یہ سوچ کر اس کا خون کھولنے لگتا تھا کہ کسی نے اس کی بہن کو گھر سے بھگا کر لے جانے کی جرأت کی ہے۔ جب تک وہ ان دونوں کے خون سے نہا نہ لیتا' اسے کبھی سکون نہ ملتا۔

وہ شام کو اپنی کوٹھی میں آیا۔ اس کے ساتھ صرف مہاراج اور گرو دیو کو آنے کی اجازت تھی۔ وہ دونوں بھائی کئی ہزار لڑکیوں کی تصویریں ساتھ لائے تھے۔ دھن راج پانڈے نے ان سے کہا تھا کہ وہ کسی طرح اس کی بہن رتنا کو ڈھونڈ نکالیں لیکن انہوں نے رتنا کو کبھی دیکھا نہیں تھا۔ اس کی آواز بھی سن لیتے تو دماغ میں پہنچ کر اس کا پتا ٹھکانا معلوم کرلیتے۔ پانڈے ان کی لائی ہوئی تصویریں دیکھنے لگا اور مایوس ہونے لگا۔ وہ جھنجلا کر بولا "چار برس بیت گئے اور ہم اس کا پرچھائیں تک بھی نہ پہونچے۔ اس کو جمین نگل گوا ہے یا آسمان کھاگوا ہے؟ تمہارا ٹیلی پیتھی بھی کام نہیں آرہا ہے۔"

مہاراج نے کہا "اتنے برس گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھارت سے باہر کسی دوسرے ملک میں چلے گئے ہیں۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف ہم تینوں اسے تلاش نہیں کرسکیں گے۔ لیکن آپ ایک بڑے ملک کے کام آئیں گے تو وہ رتنا کو تلاش کرنے کے لیے عالمی جاسوسوں کی ٹیم آپ کے لیے وقف کردے گا۔"

"ہم رتنا تک پہونچنے کے لیے کچھ بھی کرسکتے ہیں۔ تم ہم کا کس ملوک کے کام آنے کے لیے کہت ہو؟"

"ہم آپ کو اس ملک میں لے چلیں گے۔ آپ کے لیے وہ کام بہت معمولی ہے۔ آپ نے فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہوگا۔"

"ہاں۔ وہ ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہلاوت ہے بہوت دلیر ہے۔"

"کوئی دلیر نہیں ہے۔ البتہ چالاک ہے۔ ہمیشہ چالاکی سے دشمنوں کو شکست دیتا ہے۔ اگر آپ اس کی چالاکیوں سے بچ کر اسے قتل کریں گے تو سمجھ لیں کہ آپ کو صرف رتنا

ہی نہیں ملے گی بلکہ اس پورے دیس کا بے تاج بادشاہ بنا دیا جائے گا۔ یہاں کا پردھان منتری بھی آپ کے اشارے پر ناچے گا۔"

"ہم کا کچھ نہیں چاہیے صرف رتنا چاہیے۔"

"وہ تو ضرور ملے گی۔ اس بڑے ملک کا ایک مصور اور جاسوس یہاں موجود ہیں۔ آپ رتنا کا حلیہ اسے بتائیں گے تو وہ اس کی تصویر کسی حد تک بنا لے گا۔"

مہاگرو دھن راج پانڈے نے اسے بلانے کی اجازت دی۔ گرو دیو کوٹھی کے باہر گیا پھر ایک مصور اور جاسوس کے ساتھ آیا۔ پانڈے نے پوچھا "تم صرف کسی کا حلیہ سن کے اس کا تصویر کیسے بنا سکت ہو؟"

مصور نے کہا "ہم اسکاٹ لینڈ کے جاسوس ہیں۔ ہمارے ادارے میں سیکڑوں قسم کے انسانی ناک نقشے مختلف اسکیچز میں تیار رہتے ہیں ہم ان کی مدد سے بڑی حد تک کسی بھی مجرم کا ایک خاکہ تیار کر لیتے ہیں۔"

اس کے ساتھ آنے والا جاسوس مختلف فائلیں کھول کر آنکھ، ناک، کان، ہونٹ، ٹھوڑی اور چہروں کی مختلف ساخت دکھانے لگا پھر بولا "آپ ہمارے سوالات کے جواب خوب سوچ سمجھ کر دیتے رہیں۔ تصویر کا خاکہ تیار ہو جائے گا۔"

"ہم سے کا سوال کرو گے۔ جلدی کرو۔"

مصور نے پوچھا "رتنا کا چہرہ گول تھا، بیضوی تھا۔ چوکور تھا یا لمبوترا؟"

"یہ بیضوی چہرہ کا ہوت ہے؟"

مہاراج نے سمجھایا "مرغی کے انڈے جیسا ہوتا ہے۔ نہ گول، نہ لمبوترا ہوتا ہے۔"

وہ ناگواری سے بولا "نہ مرگی ہوت، نہ انڈا ہوت۔ یہ سسری ہمری ماں نے انڈا کاہے دیا۔ نہ دیتی تو اوگھر سے نہ بھاگتی۔"

مہاراج نے ہاتھ جوڑ کر کہا "مہاگرو! آپ ان کے سوال کا جواب دیں۔"

وہ جواب دینے لگا اور بحث بھی کرنے لگا۔ بڑی دیر تک دروسری کے بعد رتنا کے چہرے کا ایک خاکہ تیار ہوا۔ مہاگرو دھن راج پانڈے نے اس خاکے کو حیرانی سے دیکھ کر کہا "ای تو کمال ہو گو! سسری ہمری بہنا ایک دم ایسی ہے۔"

جاسوس نے کہا "اگر اس کی صورت بالکل ایسی ہی ہے تو ہم ایک ماہ کے اندر اسے آپ کے سامنے پیش کر دیں گے لیکن آپ دو چار دنوں میں ہمارا کام کر دیں۔ فرہاد علی تیمور آج کل افغانستان میں ہے۔ ایک قبیلے کے سردار کی بیٹی ثمرینہ کے ذریعے اسے آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے۔ وہاں کے تمام جاسوس ثمرینہ کو اچھی طرح جانتے ہیں اور آپ کو اس کی شہ رگ تک پہنچا دیں گے۔"

"ہم بہنا کی کھاتر آج کا، ابھی جائیں گے مگر یہ سسرا افگانستان کدھر ہے؟ ہم تو کبھی ممبئی اور دلی بھی نہیں گئے۔"

گرو دیو نے کہا "آپ اس کی فکر نہ کریں۔ یہ اس بڑے ملک کا بہت بڑا جاسوس ہے۔ یہ آپ کو ساتھ لے جائے گا۔"

"ہم اس کی گٹ پٹ انگریجی جبان نہیں جانتے ہیں اور یہ ہری جبان نہیں جانتا ہے۔ تم ہمرے سنگ چلو۔"

"میں آپ کے ساتھ ضرور چلوں گا۔ آپ کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ ہم کل دن کے دس بجے والی فلائٹ سے دہلی جائیں گے۔ وہاں سے ازبکستان کے شہر الماتا پہنچیں گے پھر وہاں سے افغانستان پہنچ جائیں گے۔"

جاسوس نے پوچھا "کیا رتنا تعلیم یافتہ ہے اور ہماری زبان بولتی ہے؟"

مہاراج نے کہا "یہاں کالج میں پڑھتی تھی۔ آپ کی زبان ضرور سمجھتی اور بولتی ہوگی۔"

مہاراج اور گرو دیو، جاسوس اور مصور کے ساتھ یہ کہہ کر مہاگرو سے رخصت ہو گئے کہ دوسرے دن ایئرپورٹ جانے کے لیے کار لے آئیں گے۔ وہ سب کوٹھی کے باہر آ کر کار میں بیٹھ گئے۔ جاسوس نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "آپ کا مہاگرو بہت زبردست ہے۔ جہاں تک طاقت کا تعلق ہے، فرہاد کو کچل کر رکھ دے گا لیکن اس نے دنیا نہیں دیکھی ہے۔ دنیا والوں کی چالاکیوں کو سمجھتا نہیں ہے۔ فرہاد اپنی مکاریوں سے اسے چکرا کر رکھ دے گا۔"

مہاراج نے کہا "فرہاد زبان کا دھنی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ آدھے گھنٹے کے اندر میرا بیٹا مل جائے گا اور میں نے کہا تھا کہ اس کے خلاف کبھی بڑی طاقت کے کام نہیں آؤں گا۔ مجھے میرا بیٹا مل گیا ہے۔ میں اس معاملے سے دور رہوں گا۔ میرا یہ چھوٹا بھائی گرو دیو آپ لوگوں کے ساتھ رہے گا اور مہاگرو دھن راج پانڈے کو آپ لوگوں کی زبان سمجھاتا رہے گا۔"

گرو دیو نے کہا "ہم سب مل کر مہاگرو کو فرہاد کی چالاکیوں اور مکاریوں کے قصے سناتے اور سمجھاتے رہیں گے۔ افغانستان پہنچنے تک اتنی عقل ضرور سکھا دیں گے کہ وہ فرہاد کی باتوں کی ہیرا پھیری میں نہیں آئے گا۔"

جاسوس نے کہا "ہمارے لیے یہ بات اطمینان بخش ہے کہ فرہاد مہاگرو کے دماغ میں کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

گرو دیو نے کہا "ہم اس کے وفادار چیلے ہیں۔ وہ ہمیں بھی اپنے اندر نہیں آنے دیتا ہے۔ ہم دور رہتے ہیں تو فون کے ذریعے باتیں کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بے چینی محسوس کرنے لگتا ہے اس لیے وہ فرہاد کو بھی دماغ میں نہیں آنے دے گا۔"

مہاراج نے کہا "وہ اتنا طاقت ور ہے کہ زخمی یا بیمار ہونے کے باوجود پرائی سوچ کی لہروں کو نہیں آنے دیتا۔ ان حالات میں بھی وہ ایک آدھ گھنٹے تک سانس روک سکتا ہے۔"

جاسوس نے کہا "مہاگرو بہت کام کا بندہ ہے۔ اسے ٹریننگ دینا ہوگی۔"

جاسوس اور مصور ایک بنگلے کے سامنے اتر گئے۔ مہاراج اور گرودیو اپنی رہائش گاہ کی طرف جانے لگے۔ ان کی رہائش ریلوے اسٹیشن کے قریب تھی۔ مہاراج ٹرین کے ذریعے کٹک شہر جارہا تھا۔ اس نے بیٹے کی رہائش گاہ بدل دی تھی۔ اسے کٹک میں ایک بنگلا خرید کر دیا تھا اور تاکید کی تھی کہ فی الحال کسی لڑکی سے دوستی نہیں کرے گا۔ پینے کی خواہش ہوگی تو اپنے بیڈ روم کے اندر بیٹھ کر پیے گا اور اس دوران میں باہر نہیں جائے گا۔

بیٹا بہت دنوں تک گم رہنے کے بعد ملا تھا اس لیے وہ بیٹے کے ساتھ کچھ دن گزارنے کے لیے کٹک جارہا تھا۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں اس کے بیٹے کو واپس کردوں گا تو وہ میرے خلاف دشمنوں کے کام نہیں آئے گا لیکن وہ پس پردہ رہ کر مہاگرو دھن راج پانڈے جیسے زبردست طاقت ور کو میری ہلاکت کے لیے افغانستان بھیج رہا تھا۔

ابھی میں اس کی کمینگی سے بے خبر تھا۔ ہم انسان اتنی آنکھیں نہیں رکھتے کہ ہمارے پیچھے' ہماری غفلت میں ہمارے خلاف کیسی سازشیں ہورہی ہیں۔ یہ آنے والا وقت ہی بتاتا ہے۔ گرودیو اپنے بڑے بھائی مہاراج کو ٹرین میں سوار کرانے کے بعد ریلوے اسٹیشن سے باہر آیا۔ اس نے دور سے دیکھا' اس کی کار کے قریب ایک عورت کھڑی ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا قریب آیا تو ٹھٹک گیا۔ ایک تو وہ جوان دوشیزہ تھی پھر یہ کہ وہ رتنا تھی یا رتنا کی ہم شکل تھی۔

وہ اتنی حسین اور پرکشش تھی کہ ہوس پرست گرودیو کے دل کی دھڑکنیں تیز کررہی تھی۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ ہوش میں رہو۔ وہ مہاگرو دھن راج پانڈے کی بہن ہوگی تو مہاگرو اپنی بہن کے ساتھ اس کا بھی قیمہ بنا ڈالے گا۔

دوشیزہ نے اسے دیکھ کر کہا "میں اپنے رشتے داروں کا انتظار کررہی ہوں۔ میرا مطلب ہے' ان سے بچھڑ گئی ہوں۔ پتا نہیں' وہ کہاں ہیں؟ وہ بھی مجھے تلاش کررہے ہوں گے۔"

گرودیو نے کہا "تم پریشان ہو۔ فکر نہ کرو۔ میرے پاس کار ہے۔ میں تمہارے عزیزوں کو تلاش کروں گا۔ کیا تمہارا نام رتنا ہے؟"

"او۔ نو۔ میرا نام سارہ جوزف ہے۔ میں لندن سے سیاحت کے لیے آئی ہوں۔"

گرودیو نے کہا "میرا بھی یہی خیال تھا کہ تم عیسائی ہوگی۔"

اس نے ایسا کہتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کراہتے ہوئے بولی "او گاڈ! پھر ویسا ہی درد ہورہا ہے۔ پتا نہیں' مجھے کیا ہوجاتا ہے۔"

وہ اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اور یہی معلوم ہورہا تھا کہ وہ ایک عیسائی دوشیزہ ہے۔ اس کا نام سارہ جوزف ہے اور وہ اپنے عزیزوں سے بچھڑ گئی ہے۔

اس نے کہا "میرے ساتھ کار میں چلو۔ ہم انہیں تلاش کریں گے۔"

"آپ کا شکریہ۔ آپ بہت مہربان ہیں۔ میں تھوڑی دیر یہاں اور انتظار کروں گی۔ آپ کا وقت ضائع ہوگا۔"

"میں مصروف نہیں ہوں۔ تمہاری خاطر یہاں ٹھہر سکتا ہوں۔"

وہ شکریہ ادا کرکے دور دور تک دیکھنے لگی۔ علی ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف گیا تھا۔ انہیں کہیں جانے کے لیے ٹیکسی نہیں مل رہی تھی۔ جب ٹیکسی ملی تو وہ اس میں بیٹھ کر اسٹیشن کی طرف آنے لگا۔ اس نے دور سے فہمی کو دیکھا۔ وہ کسی شخص کے ساتھ کار کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام رکھا تھا۔ یہ ایک اشارہ تھا کہ دماغی رابطہ کیا جائے۔

علی نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا "ذرا یہاں روکو۔ مجھے ایک ساتھی کا انتظار ہے۔"

ٹیکسی سڑک کے کنارے رک گئی۔ علی نے موبائل فون کے ذریعے پارس سے رابطہ کیا۔ پارس نے پوچھا "کہاں ہو؟ کیا کررہے ہو؟"

علی نے کہا "ہمارے بارے میں ابھی معلوم ہوجائے گا۔ ابھی ثانی سے کہو' فوراً فہمی کے دماغ میں پہنچے۔ اسے ثانی کی ضرورت ہے۔"

علی نے رابطہ ختم کردیا۔ فہمی سوچ رہی تھی کہ کار والا اجنبی اسے رتنا سمجھ رہا تھا۔ کیا اس نے جس عورت کا میک اپ کیا ہے' اس کا نام رتنا تھا؟ وہ عورت ممبئی میں نظر آئی تھی۔ علی نے اس کی تصویر اتاری تھی اور فہمی سے کہا تھا "اس کے میک اپ اور گیٹ اپ میں رہو۔ یہ کچھ سہمی ہوئی سی لگتی ہے۔ اپنے شوہر اور بچے کے ساتھ جاچکی ہے۔ افسوس ہم اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتے ہو سکتا ہے' آئندہ اس کے بارے میں کچھ معلوم ہوسکے۔"

فہمی اپنی جگہ کھڑی سوچ رہی تھی اور گرودیو خیال خوانی کے ذریعے اپنے بڑے بھائی مہاراج سے کہہ رہا تھا "ایک بہت ہی حسین اور پرکشش لڑکی میرے ہاتھ آرہی ہے۔ آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ وہ رتنا کی ہم شکل ہے لیکن میں نے اس کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اس کا نام سارہ جوزف ہے۔ وہ اپنے عزیزوں سے بچھڑ گئی ہے۔ میں اس کے عزیزوں کو تلاش کرنے کے بہانے اپنے بنگلے میں لے جاؤں گا۔"

مہاراج نے کہا "پھر تو تمہاری آج کی رات رنگین ہوگئی پھر بھی یہ مشورہ دیتا ہوں۔ سارہ جوزف کے خیالات اچھی طرح پڑھ لو۔ ہوسکتا ہے' کسی نے اس کا برین واش کیا ہو۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ ہمارے مہاگرو کی بہن رتنا ہے تو ہماری شامت آجائے گی۔"

"بھائی جی مہاراج! آپ بہت دور تک سوچتے ہیں۔ بھلا کون اس کا برین واش کرے گا اور اگر کیا ہوگا تو حقیقت معلوم ہوتے ہی میں اس حسینہ کو ہلاک کرکے کہیں پھنکوا دوں گا۔ مہاگرو دیکھی یہ معلوم نہیں ہوگا کہ میں اس کی بہن کی عزت سے کھیل چکا ہوں۔"

وہ خیال خوانی سے چونک گیا۔ فہمی اس سے کہہ رہی تھی۔ "میرے عزیز مجھے شہر میں تلاش کررہے ہوں گے۔ ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔"

گرودیو نے خوش ہو کر اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ مسکراتے ہوئے بیٹھ گئی۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر کار اسٹارٹ کی پھر اسے آگے بڑھایا۔ علی اس کے پیچھے ٹیکسی میں جانے لگا۔ ثانی' فہمی کے اندر آکر بیٹھ گئی تھی اور ان کے حالات معلوم کرتی جارہی تھی۔

گرودیو نے پوچھا "کیا تم اس شہر میں پہلی بار آئی ہو؟"

"ہاں۔ یہاں کے راستوں اور گلیوں کے نام ایسے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہتے۔ اس ہوٹل کا نام بھی کچھ عجیب سا ہے جہاں ہم نے قیام کیا ہے۔ بائی داوئے تمہارا نام کیا ہے؟"

"دھرم راج مگر لوگ مجھے گرودیو کہتے ہیں۔"

"گرودیو کا مطلب کیا ہوتا ہے؟"

"گرو کا مطلب ہے استاد۔ میں بہت بڑا استاد ہوں اس لیے گرودیو کہلاتا ہوں۔"

"اچھا تو تم بچوں کو پڑھانے والے استاد ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں اسکول ماسٹر نہیں ہوں۔ بہت بڑا گیانی ہوں۔ میں انسانوں کے دلوں کے اندر کی بات معلوم کرلیتا ہوں۔"

وہ بڑی حیرانی ظاہر کرتے ہوئے بولی "یہ کیسے ممکن ہے؟ کوئی بھی کسی کے اندر کی بات کیسے معلوم کرسکتا ہے؟"

"تم ابھی کچھ بھی سوچو۔ میں بتادوں گا کہ کیا سوچ رہی ہو۔"

وہ ذرا دیر خاموش رہی۔ گرودیو نے کہا "تم تو ون ٹو تھری فور گنتی پڑھ رہی ہو۔ میرے بارے میں کچھ سوچو۔"

وہ پھر حیرانی ظاہر کرتے ہوئے بولی "میں واقعی گنتی پڑھ رہی تھی۔ اب پھر سوچتی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد گرودیو بولا "تم سوچ رہی ہو کہ میرے بارے میں کیا رائے قائم کروگی۔ پہلی ملاقات میں کسی کو پہچانا نہیں جاسکتا ہے مگر گرودیو بہت اچھا ہے۔ بہت مہربان ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "ہاں میں یہی سوچ رہی تھی۔"

کار ایک بنگلے کے سامنے رک گئی۔ وہ بولی "یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ میرا بنگلا ہے۔ آؤ کچھ کھانے پینے کے بعد میں تمہارے عزیزوں کے پاس پہنچا دوں گا۔"

وہ اس کے ساتھ اتر کر بنگلے کے اندر آئی۔ باہر ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ فہمی نے کہا "ہم ڈرائنگ روم میں ہیں۔ اب تم کہو گے' تمہارے ساتھ بیڈ روم میں چلوں؟"

وہ مسکرا کر بولا "تم کافی سمجھ دار ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "اب میرے دل کی بات پڑھ کر بتاؤ' میں تمہارے بارے میں کیا سوچ رہی ہوں؟"

پھر وہ دل میں بولی "کتے کے بچے! آج تک میرے شوہر کے سوا کسی نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔ تو نے ماں کا دودھ پیا ہے تو آ اور مجھے ہاتھ لگا۔"

وہ غصے سے بولا "تو مجھے کتے کا بچہ کہہ رہی ہے؟"

وہ اسے پکڑنے کے لیے آگے بڑھا۔ فہمی نے گھوم کر اس کے منہ پر ایک کک ماری۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک بلا کی فائٹر سے پالا پڑا ہے۔ وہ پھر آگے بڑھا۔ فہمی نے فضا میں اچھل کر کک ماری۔ وہ پیچھے جا کر دیوار سے ٹکرا گیا۔ اسے جوابی حملہ کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ کڑکتی ہوئی بجلی کی طرح یکے بعد دیگرے حملے کررہی تھی۔ کبھی گھونسے اور کبھی کراٹے کے ہاتھ رسید کررہی تھی۔ اس کے چہرے کی کھال جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی۔ وہ لہولہان ہورہا تھا۔ فرش پر گر کر ہانپتے ہوئے آواز دی "جگن! اے جگن! کہاں مرگیا ہے؟"

علی دروازہ کھول کر اندر آتے ہوئے بولا "تمہارا مسلح گارڈ جگن مرا نہیں زندہ ہے۔ میں نے تھوڑی دیر کے لیے اسے سلا دیا ہے۔"

فہمی اسے ٹھوکریں مارنے لگی۔ علی نے پوچھا "کیوں مرے ہوئے کو مار رہی ہو؟"

وہ بولی "ثانی کہہ رہی ہے کہ زخمی ہونے کے باوجود ابھی یہ خیال خوانی کرسکتا ہے۔ اپنے بڑے بھائی مہاراج کو مخاطب کرنا چاہتا ہے لہٰذا اسے اور زخمی ہونا چاہیے۔"

علی نے آگے بڑھ کر اس کے ایک ہاتھ کو پکڑ کر موڑا پھر ایک زور کی لات ماری۔ گرودیو چیخنے لگا۔ کڑاک کی آواز کے ساتھ بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ علی نے کہا "اب یہ خیال خوانی نہیں کرسکے گا۔"

وہ فہمی کے ساتھ ایک صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ ثانی گرودیو کے خیالات پڑھ کر انہیں سنا رہی تھی۔ سب کچھ سننے کے بعد علی نے ثانی سے کہا "یہ پاپا کا کیس ہے۔ تم ان سے مشورہ کرو' ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

گرودیو فرش پر پڑا ہوا تھا۔ ہڈی ٹوٹنے کے بعد اسے بے ہوش ہوجانا چاہیے تھا مگر اس پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ وہ ہانپتا ہوا آدھ کھلی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ علی نے اٹھ کر اس کے منہ پر ایک زوردار ٹھوکر ماری۔ وہ چاروں شانے چت ہو کر بے ہوش ہوگیا۔

پھر وہ فہمی کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے بولا "اسے بے ہوش رہنا چاہیے ورنہ مہاراج اس کے دماغ میں آکر اس کے موجودہ حالات

معلوم کرسکتا ہے۔"

کھوڑی دیر بعد میں نے فہمی اور علی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ثانی نے مجھے وہاں کے حالات بتائے ہیں۔ مہاگرو دھن راج پانڈے کے بارے میں بھی بتایا ہے۔ اس کی بہن رتنا اپنے عاشق کے ساتھ گھر سے فرار ہوگئی تھی۔ فہمی اور تم وہاں رتنا اور اس کے عاشق کا رول ادا کرو۔ ثانی تمہیں مہاگرو دھن راج پانڈے اور مہاگرو مانک جاتیو کے فون نمبر وغیرہ بتائے گی۔ اس بنگلے سے فوراً نکلو۔ اس سے پہلے گرودیو کو اس دنیا سے نکال دو۔"

میں انہیں اپنے طور پر مشورے دے کر مہاراج کے پاس آیا۔ وہ ٹرین میں سفر کررہا تھا۔ ایک برتھ پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اٹھ کر بیٹھ گیا پھر اس نے پوچھا "کون ہے؟"

میں نے بڑی تکلیف سے کراہتے ہوئے گرودیو کی آواز اور لہجے میں کہا "آہ! بھائی جی مہاراج! آ..... آپ کو..... آ..... آخری پرنام....."

میں اتنا کہہ کر خاموش ہوگیا۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ گرودیو کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن ناکامی ہوئی۔ اسے اپنے بھائی کا دماغ نہیں ملا۔ اس نے دوسری بار کوشش کی۔ اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ وہ تڑپ کر بولا "دھرم راج! تم کہاں ہو؟ میری سوچ کی لہروں کو تمہارا دماغ نہیں مل رہا ہے۔"

میں نے کہا "بھائی جی مہاراج! اتنا تو عقل سے سوچیں۔ مرنے والے کا دماغ تاریک اور بے حس ہوجاتا ہے۔ وہاں کسی بھی سوچ کی لہر کو جگہ نہیں ملتی ہے۔ مہاراج! میں مرچکا ہوں۔"

"یہ..... یہ کیا مذاق ہے۔ مرگئے ہو تو میرے اندر کیسے بول رہے ہو؟"

"میری آتما بول رہی ہے بھائی جی مہاراج!"

وہ برتھ پر بیٹھا بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔ اس نے پھر ایک بار خیال خوانی کے ذریعے بھائی کے دماغ کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔ پھر کہا "آہ! وہ مرچکا ہے۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے تم کوئی دوسرے ہو اور..... اور دوسرا کون ہوسکتا ہے۔ آ..... آپ فرہاد صاحب ہیں۔"

میں نے کہا "اب اس دنیا میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں؟ انگلیوں پر گن کر بتایا جاسکتا ہے کہ کون کس سے دماغی رابطہ کررہا ہے؟ مجھے اس بات کا افسوس نہیں ہے کہ تمہارا بھائی مارا گیا ہے اور اس کے ساتھ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی کمی ہوگئی ہے۔"

"مگر حضور! میرے بھائی کا قصور کیا تھا؟"

"یہ پانچ منٹ کے اندر سوچ لو کہ وہ کیوں مارا گیا؟ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے چلا گیا۔ میرے جاتے ہی اس نے سوچا۔ "کیا فرہاد کو اس سازش کا علم ہوگیا ہے؟ کیا اسے معلوم ہوگیا ہے کہ میرا بھائی مہاگرو کو اس کی ہلاکت کے لیے افغانستان لے جانے والا تھا؟ اور یہ منصوبہ بناتے وقت میں بھی وہاں موجود تھا؟ نہیں اسے میری موجودگی کا علم ہوتا تو وہ میرے بھائی دھرم راج (گرودیو) کو ہلاک نہ کرتا۔ مجھے یا میرے بیٹے کو نقصان پہنچاتا۔"

میں نے مہاراج کے پاس آکر کہا "میں تمہارے بیٹے کے پاس سے آرہا ہوں۔ وہ اپنے بیڈ روم میں ہے۔ اس نے دو بیگ پیے ہیں۔ اب جو تیسرا بیگ بنا رہا ہے' وہ زہریلا ہے۔ اسے خبر نہیں ہے کہ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر تیسرے بیگ میں زہر ملا دیا ہے۔"

یہ سنتے ہی اس نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ہاتھ سے شراب کا گلاس گرا دیا۔ میں نے کہا "بس اب اپنے بیٹے سے کچھ نہ کہو۔ وہ تیسرا بیگ زہریلا نہیں تھا۔ میں تمہیں یاد دلا رہا تھا کہ ٹیلی پیتھی کی ایک چٹکی میں تمہارے بیٹے کی جان ہے۔"

مہاراج جس کیبن میں سفر کررہا تھا اس میں سفر کرنے والے سو رہے تھے۔ صرف وہی جاگ رہا تھا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑا کر پوچھ رہا تھا "حضور! آپ ایسا کیوں کررہے ہیں؟"

"پھر ڈھیٹ بن کر پوچھ رہے ہو؟ خود اپنی زبان سے بولو' میں ایسا کیوں کررہا ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑے سر جھکا کر بولا "مجھ سے غلطی ہوگئی۔ بہت بڑی غلطی ہوگئی۔"

"اس غلطی کے نتیجے میں تمہیں مرنا چاہیے تھا یا تمہارے بیٹے مہیش کو لیکن جانتے ہو گرودیو کیوں مارا گیا؟"

"آپ بتادیں۔ میں دونوں کان پکڑ رہا ہوں۔"

اس نے اپنے کان پکڑ لیے۔ میں نے کہا "تمہیں ہلاک کرنا تو مرجاتے۔ ابھی اس طرح نہ تڑپتے۔ میں تمہیں زندہ رکھ کر تڑپاتا رہوں گا کیونکہ تمہارے بیٹے کی جان ٹیلی پیتھی کی سولی پر لٹکی رہے گی۔"

"میں سمجھ گیا حضور! اب مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوگی۔"

"ہوگی۔ ابھی غلطی کا امکان ہے۔ تم ٹیلی پیتھی یا کالے جادو کے ذریعے اپنے بیٹے کے دماغ کو لاک کرو۔ میں اس کا سر توڑ کر اس کے دماغ میں گھس جاؤں گا۔ یہ آخری کوشش بھی کر دیکھو۔"

"میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قسم کھاتا ہوں۔ اس کا دماغ کسی طرح بھی لاک نہیں کروں گا۔ بس یہ آخری غلطی معاف کردیں۔"

میں نے کہا "مہاگرو دھن راج پانڈے یا کسی سے بھی ذکر نہیں کروگے کہ گرودیو کی ہلاکت میں میرا ہاتھ ہے اور میں اپنے خلاف ہونے والی سازشوں کو سمجھ چکا ہوں۔"

"میں آپ کے حکم کا بندہ ہوں۔ کسی سے آپ کا ذکر نہیں کروں گا۔"

میں اس کے دماغ سے چلا گیا۔ اس نے بیٹے سے رابطہ کرکے کہا "بیٹے! تمہارے چاچا دھرم راج کا دیہانت ہوگیا ہے۔ کسی نے ان کی ہتیا کی ہے۔ تم فوراً "پوری" شہر چلے آؤ۔"

وہ کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "کوئی سوال نہ کرو۔ فوراً چلے آؤ۔"

وہ ایک اسٹیشن پر ٹرین سے اترگیا پھر وہاں سے ایک کرائے کی کار لے کر پوری شہر کی طرف جانے لگا۔ مہاگرو دھن راج پانڈے کی کوٹھی میں جشن منایا جارہا تھا۔ غیر ملکی نمائندے' پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز وغیرہ بھی موجود تھے۔ وہاں یوگا وغیرہ کے جتنے ادارے تھے' ان سب کے گرو اور مہاگرو کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ مہاگرو مانک جاتیو بھی رسم نباہنے کے لیے وہاں آگیا تھا۔

عین اس وقت پولیس کا اعلیٰ افسر چند سپاہیوں کے ساتھ آیا۔ مہاگرو دھن راج پانڈے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا "آپ اپنا ڈیٹی (ڈیوٹی) چھوڑ کر ہمری مچھیل میں آئے ہیں۔ ہم بڑا بھاگ وان ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "میں اس وقت ڈیوٹی پر ہوں۔ آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ آپ کے ایک چیلے دھرم راج (گرودیو) کو قتل کردیا گیا ہے۔"

پانڈے نے کہا "کس سسرے نے ہمرے چیلے کی ہتیا کی ہے۔ ہم اوکا جینا ناہی چھوڑیں گے۔"

"مہاگرو! آپ کی بہن رتنا نے اسے قتل کیا ہے۔"

"کا؟ پھر صاحب آپ کا بول رہے ہیں؟ ہمری بہن رتنا ای کرمی ہے؟ وہ سسری ایسی سکتی وان کیسے ہوگئی؟ ہمرے سانڈ جیسے چیلے کو تو اوہاتھ بھی نہیں لگا سکت ہے۔"

افسر نے ایک کاغذ بڑھاتے ہوئے کہا "آپ اسے پڑھیں۔ اسے آپ کی بہن نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ یہ ہمیں دھرم راج کی جیب سے ملا ہے۔"

مہاگرو دھن راج پانڈے نے کاغذ لے کر اسے الٹ پلٹ کر دیکھا پھر وہ کاغذ اپنے ایک چیلے کو دے کر کہا "ہم کا پڑھنا جانت ہیں؟ لے جور سے پڑھ کے سنائے دے۔"

اس چیلے نے پڑھا۔ کاغذ پر لکھا تھا "بھائی مہاگرو کی جے ہو۔ میں جانتی ہوں' آپ مجھ سے اور میرے پتی سے نفرت کرتے ہیں۔ ہمیں قتل کرنا چاہتے ہیں پھر بھی میں بہن ہوں۔ آج آپ کی بہت بڑی کامیابی پر فخر کررہی ہوں لیکن جن چیلوں کو آپ نے میری ہتیا پر لگایا ہے' ان میں سے دھرم راج نام کے ایک چیلے نے آج مجھ پر حملہ کیا تھا۔ مجھے پکڑنے کے لیے مجھے ہاتھ لگایا۔ کوئی مہاگرو کسی عورت کا ہاتھ لگائے' یہ تو مہاگرو کے لیے ڈوب مرنے کی بات ہے۔ اس ہاتھ لگانے والے دھرم راج کی اچھی طرح پٹائی کرکے اسے ادھ موا کردیا ہے۔ آئندہ بھی کوئی مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش کرے گا تو وہ بھی دھرم راج کی طرح مارا جائے گا۔ آپ کو بھی مان لینا چاہیے کہ مجھے ہاتھ لگانے کا حق صرف میرے شوہر کو ہے۔ اگر آپ میرے شوہر کو تسلیم نہیں کریں گے تو یہ ایک بھائی کی بے غیرتی ہوگی۔ فقط آپ کی بہن رتنا۔"

بہن کے شوہر اور اس شوہر کو نہ ماننے والی بے غیرتی کی بات ایسی تھی کہ مہاگرو پانڈے بھری محفل میں جھینپ گیا۔ وہ اس خط کو لے کر پھاڑ ڈالنا چاہتا تھا۔ اعلیٰ افسر نے خط لے کر کہا "یہ خط پولیس کی تحویل میں رہے گا۔ لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے اسپتال لے جایا گیا ہے۔ ہمیں یقین تو نہیں آرہا ہے کہ ایک عورت اتنی طاقت ور ہوسکتی ہے۔ اس نے دھرم راج کو ہلاک کرنے سے پہلے بہت بری طرح مارا ہے۔ پلیز آپ دھرم راج کے رشتے داروں کو اس کے بارے میں اطلاع دے دیں۔"

مہاگرو پانڈے نے موبائل فون کے ذریعے مہاراج سے رابطہ کیا۔ مہاراج نے کہا "مہاگرو! میں آپ کے پاس آرہا ہوں۔ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم ہوگیا تھا کہ کسی نے میرے بھائی کی ہتیا کی ہے۔ آپ اپنے چیلوں سے کہہ دیں' اس کے کریا کرم کا بندوبست کریں۔ میں آرہا ہوں۔"

ان کی گفتگو کے دوران میں دوسرے مخالف مہاگرو کے موبائل فون کا بزر بولنے لگا۔ مہاگرو مانک جاتیو نے فون کو آن کرکے کان سے لگا کر پوچھا "ہیلو کون؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں مہاگرو پانڈے کی بہن رتنا بول رہی ہوں۔"

مانک جاتیو نے حیرانی سے پوچھا "آ..... آپ مجھ سے بول رہی ہیں۔ یعنی کہ آپ مجھے جانتی ہیں؟"

"جانتی ہوں۔ تم مہاگرو مانک جاتیو ہو۔ چھ گھنٹوں تک سانس روک سکتے ہو۔ آج میرے بھائی نے تمہارا ریکارڈ توڑ دیا ہے لیکن صرف سانس روکنے کے معاملے میں وہ تم سے برتر ہے ورنہ تم طاقت میں اس سے کمتر نہیں ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ تم نے کالج میں بہت زیادہ پڑھا ہے۔ ہم سے چھوٹی ہو..... مگر ہم سے زیادہ گیان رکھتی ہو۔ کیا تم بھائی سے ڈرتی ہو اس لیے ہم کو فون کررہی ہو؟"

"میں بھی اپنے اندر کچھ ایسی شکتی رکھتی ہوں کہ تمہارے اور میرے بھائی جیسے طاقت ور میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ تمہیں فون کرنے کا ایک خاص مقصد ہے۔"

"وہ مقصد کیا ہے؟"

"میں اپنے بھائی کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ جو بھائی اپنی بہن کے دشمن بن جاتے ہیں' وہ بہن پھر کسی دوسرے طاقت ور کو اپنا بھائی بنالیتی ہے۔ کیا تم میرے بھائی بنو گے؟"

"ماں قسم' ہم تم کو بہن بنائیں گے۔ تم کو سگی بہن سے زیادہ پیار کریں گے۔ تم جب چاہو' ہمارے پاس آکے ہماری کلائی میں

راکھی باندھ دو۔"

"میں ضرور تمہیں راکھی باندھوں گی۔ پہلے اس بھری محفل میں اعلان کرو کہ ابھی میں نے تمہیں اپنا بھائی بنایا ہے۔ فون کو آن رکھو۔"

مہاگرو مانک جاتیو نے اپنے موبائل فون کو دیکھ کر بلند آواز سے کہا "میں اس محفل کے تمام حاضرین سے مخاطب ہوں۔ آپ ذرا دیر خاموش رہ کر ایک ضروری بات سنیں۔"

محفل میں خاموشی چھا گئی۔ تمام لوگ اسے دیکھنے لگے۔ وہ موبائل فون کو ایک ہاتھ سے فضا میں بلند کرتے ہوئے بولا "مہاگرو دھن راج پانڈے کی بہن رتنا نے مجھ سے فون پر رابطہ کیا ہے اور مجھے اپنا بھائی بنایا ہے۔ میں ایک شریف آدمی ہوں' میں نے بھی اسے اپنی بہن تسلیم کرلیا ہے۔ وہ کسی دن' کسی وقت بھی آکر میری کلائی میں راکھی باندھے گی۔"

مہاگرو پانڈے نے غصے سے آگے بڑھتے ہوئے کہا "تم جھوٹے اور مکار ہو۔ ہری بہنا تم سے بات کرنا بھی گوارا (گوارا) نا ہی کرے گی۔"

مانک جاتیو نے کہا "یہ فون آن ہے۔ میری اور تمہاری بہن رتنا اس فون کے دوسری طرف موجود ہے۔ یقین نہ ہو تو خود اس کی آواز سن لو۔"

مہاگرو پانڈے نے اس سے فون چھین کر اپنے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا "اے چھوکریا! تے کون ہے ری؟"

"بھائی مہاگرو! نمستے۔ میں آپ کی بہن رتنا بول رہی ہوں۔ میرے بھائی! آج جس طرح آپ نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے' اسی طرح آپ کی بہن نے چار برسوں میں اتنی شکتی حاصل کی ہے کہ وہ بڑے سے بڑے شہ زور کا سر توڑ سکتی ہے۔"

"ہم تو ہری کھوپڑیا توڑ دیں گے۔ تو ہری بہنا تا ہی ہو سکتی۔ ہری بہنا بہوت ناجک اور کجور تھی۔"

"آپ بھی پیدا ہونے کے بعد جوان ہونے تک کمزور رہے پھر رفتہ رفتہ طاقت حاصل کی ہے۔ میں نے بھی چار برسوں میں جیسی شکتی حاصل کی ہے اس کا مظاہرہ آئندہ کرتی رہوں گی۔ آپ کو جلد ہی یقین ہو جائے گا کہ آپ کی یہ بہن رتنا کتنی شکتی وان ہو گئی ہے۔"

"تو اتنی سکتی وان ہے تو ہمرے سامنے آ۔ ہم ابھی تیرے سریر (جسم) کو گیلے کپڑوا کی ماپھک نچوڑ ڈالیں گے۔"

مانک جاتیو نے گرج کر کہا "مہاگرو پانڈے! تم پولیس کے اعلیٰ افسر کے سامنے میری بہن کو مار ڈالنے کی دھمکی دے رہے ہو۔ رتنا اب صرف تمہاری نہیں' میری بھی بہن ہے۔ جب تک میری ایک سانس بھی باقی ہے' تم میری بہن کو دشمن بن کر ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گے۔"

مہاگرو پانڈے نے اچھل کر اس پر حملہ کیا۔ مانک جاتیو اس کے حملے کو روک کر اس سے پنجے لڑانے لگا۔ تمام پولیس والے ان کے درمیان آکر انہیں ایک دوسرے سے الگ کرنے لگے۔ انہیں ایک دوسرے سے دور کرنے کے بعد اعلیٰ افسر نے "مہاگرو دھن راج پانڈے! تمہاری بہن کے خط میں صاف لکھا ہے کہ تم نے اپنی بہن رتنا کو جان سے مار ڈالنے کے لیے کچھ آدمی مقرر کیے ہیں' جن میں سے ایک دھرم راج مارا گیا۔ اگر تمہاری بہن رتنا کسی قتل کی جائے گی تو تم قانون کی زد میں آ جاؤ گے۔ میرا مشورہ ہے کہ اپنا دماغ ٹھنڈا رکھو۔"

اعلیٰ افسر نے فرش پر گرے ہوئے موبائل فون کو اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا "میں پولیس کا ایک افسر بول رہا ہوں۔ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "مجرم آپ سے جھوٹ بول رہے ہیں لیکن ایک بہن اپنے بھائی سے جھوٹ نہیں بولتی۔ میں اپنے سگے بھائی مہاگرو دھن راج پانڈے اور اپنے منہ بولے بھائی مہاگرو مانک جاتیو سے کہہ چکی ہوں کہ ان کی بہن رتنا ہوں۔ سامنے آؤں گی تو میرا سگا بھائی میری صورت دیکھتے ہی مجھے پہچان جائے گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "میں نے سنا ہے' تم تعلیم یافتہ ہو۔ تم نے اپنی عزت اور جان بچانے کے لیے دھرم راج کو قتل کیا ہے۔ قانونی طور پر تمہیں تحفظ دیں گے۔ فی الحال خود کو قانون کے حوالے کردو۔"

"میں قانون کا احترام کرتی ہوں اور قانون کو سمجھتی بھی ہوں۔ جب تک میرا سگا بھائی مجھے اور میرے پتی کو تسلیم نہیں کرے گا' تحریری طور پر یہ اعتراف نہیں کرے گا کہ اس نے میرے قاتل چھوڑ رکھے تھے اور دھرم راج ان قاتلوں میں سے ایک تھا اور اس کی بہن نے اپنی حفاظت کی خاطر اسے قتل کیا ہے' تب تک میں خود کو قانون کے حوالے نہیں کروں گی۔"

"تمہاری باتوں میں وزن ہے۔ میں پھر کسی وقت تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میرا فون نمبر لکھ لو۔"

"آپ بہت بڑے افسر ہیں۔ نمبر نوٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود کسی وقت آپ سے گفتگو کروں گی۔"

افسر نے فون بند کرکے اسے مانک جاتیو کو دے دیا پھر پانڈے سے کہا "آپ ایک بہت اچھے اور سیدھے سادے آدمی ہیں اس لیے دشمنوں کے بہکاوے میں آجاتے ہیں۔ آپ بالغ تھی۔ خود اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق رکھتی تھی' اپنی پسند سے شادی کرلی لیکن دشمنوں کے بہکانے پر آپ غیرت کا مسئلہ بنالیا۔ آپ کے دماغ میں یہ بات ٹھونس دی کہ آپ گھر سے جانے والی بہن کو قتل کرنے کے بعد ہی کہلائیں گے۔ یہ بالکل غلط ہے۔"

وہ بولا "اپھسر صاب! اگلت ہے آپ کے لیے اور

ہاؤں کے لیے۔ ہمرے پرکھوں سے ہوتا آیا ہے۔ گھر کی بہن اور پتی ورتا مایئکہ کے سسورال جاوت ہے۔ ای ہمارا پرم پرا ہے۔ اس کے خلاف ہوتا ہے تو ہم کھون کی ندیا بہادیوت ہیں۔"

"یعنی اس طرح آپ قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ بہن کی جان لینے سے آپ کو سزائے موت ہوگی۔"

"ہم اجت اور گیرت کے لیے موت کو ٹھوکر مارا ڈاویوت ہیں۔"

افسر نے کہا "سمجھانا میرا فرض تھا۔ میں نے فرض ادا کردیا۔ آج سے آپ قانون کے محافظوں کی سخت نگرانی میں رہیں گے۔"

اسی وقت مہاراج وہاں پہنچ گیا۔ بڑے دکھ سے بولا "مہاگرو! یہ کیا ہوگیا ہے؟ آپ کی نگری میں میرے بھائی کو قتل کردیا گیا۔ کون ہے وہ قاتل؟ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

مہاگرو پانڈے نے کہا "ہمری بہن رتنا اسی سہر ما ہے۔ اوئی سری نے تو ہار بھائی کی ہتیا کی ہے۔ تم دھیرج دھرو۔ ہم اس سری کو ڈھونڈ نکالیں گے۔"

افسر نے پوچھا "آپ مقتول دھرم راج کے بھائی ہیں؟"

"ہاں۔ میں ہی وہ بدنصیب ہوں۔ میرا نام سوریہ راج ہے۔ میں مہاگرو دھن راج پانڈے کا چیلا ہوں۔"

"لاش کا پوسٹ مارٹم ہو چکا ہوگا۔ آپ ہمارے ساتھ چل کر لاش کو اپنی تحویل میں لے سکتے ہیں۔"

مہاراج نے مہاگرو پانڈے کو دیکھا۔ پانڈے نے کہا "سوریہ راج! تم ہمرے چیلوں کے سنگ جاؤ اور اس کا کریا کرم کرو۔ ہم اس سری کو اس سہر سے جندہ ناہی جانے دیں گے۔"

مہاراج دوسرے چیلوں اور پولیس والوں کے ساتھ جانے لگا۔ مہاگرو مانک جاتیو نے کہا "افسر صاحب! میں بھی چلتا ہوں۔ آپ کے سامنے مہاگرو پانڈے سے کہہ دیتا ہوں کہ رتنا میری بہن ہے۔ جب تک وہ اس شہر میں رہے گی' کوئی مائی کا لال اسے ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگا۔ مہاگرو پانڈے غصے سے تلملانے لگا۔ وہ پولیس کے اعلیٰ افسر کے سامنے اس سے جھگڑا نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے غصے میں ایک بڑے سے صوفے کو لات ماری۔ صوفہ دوسری طرف الٹ گیا۔ اس محفل میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کا وہ جاسوس بھی تھا جس نے اپنے ادارے کے مصور سے رتنا کی تصویر بنوائی تھی۔ اس کے ساتھ ایک بھارتی گائیڈ تھا۔ وہاں جو باتیں ہوتی رہی تھیں' انہیں وہ گائیڈ انگریزی میں اسے سمجھاتا رہا تھا۔

جاسوس نے کوٹھی کے باہر آکر موبائل کے ذریعے کمانڈر کو پوزیشن تبدیل ہوگئی ہے۔ مہاگرو پانڈے کل کی فلائٹ سے نہیں جائے گا۔ ہم اس کی گمشدہ بہن سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ وہ کم بخت رتنا اسی شہر میں آگئی ہے۔ پانڈے کے چیلے ابھی سے اسے تلاش کررہے ہوں گے۔"

اس نے دوسری طرف کی بات سنی پھر کہا "میں نے بھی یہی سوچا ہے۔ اگر ہم پہلے رتنا کو تلاش کرلیں اور اسے کہیں چھپا دیں تو پانڈے ہماری شرط مان کر فرہاد کو قتل کرنے افغانستان ضرور جائے گا۔ رتنا کو پہلے ڈھونڈ نکالنے کے لیے فوراً سراغ رسانوں کی ٹیم بھیج دیں تب تک میں موجودہ ٹیم کے ساتھ اسے تلاش کرتا رہوں گا۔"

اس نے فون بند کردیا۔ کوٹھی کے بڑے سے احاطے میں پولیس والے کچھ باتیں کررہے تھے پھر وہ مہاراج کے ساتھ گاڑیوں میں بیٹھ کر جانے لگے۔ ان کے پیچھے مہاگرو مانک جاتیو کی گاڑی تھی۔ وہ اسٹارٹ ہو کر جانے والی تھی۔ جاسوس کے گائیڈ نے مانک جاتیو سے کہا "یہ ہمارے انگریز صاحب آپ سے ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

مانک جاتیو نے کہا "بہت رات ہوگئی ہے۔ اگر راستے میں باتیں ہو سکتی ہیں تو میں کروں گا کیونکہ گھر پہنچتے ہی سو جاؤں گا۔"

گائیڈ نے جاسوس کو یہ باتیں بتائیں۔ جاسوس نے اپنے ڈرائیور سے کہا کہ وہ اس کار کے پیچھے گاڑی ڈرائیو کرتا چلے۔ جاسوس اور گائیڈ پچھلی سیٹ پر مانک جاتیو کے ساتھ بیٹھ گئے۔ دونوں کاریں آگے پیچھے جانے لگیں۔ گائیڈ نے تعارف کرایا کہ جاسوس کا تعلق اسکاٹ لینڈ یارڈ سے ہے۔ اسے ایک بے انتہا طاقت ور محض کی ضرورت ہے۔ فی الوقت پوری دنیا میں دو ہی افراد نے غیر معمولی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ایک مہاگرو دھن راج پانڈے اور دوسرا مانک جاتیو ہے۔

پہلے مہاگرو پانڈے سے یہ معاملات طے ہوئے تھے کہ اس کی گمشدہ بہن کو تلاش کرکے لایا جائے گا تو وہ ایک بڑے ملک کا ایک بہت بڑا کام کرے گا۔ اپنی بہن اور اس کے پتی کو قتل کرنے کے لیے وہ فرہاد علی تیمور کو قتل کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔

لیکن اس کی بہن رتنا اچانک اسی شہر میں پہنچ گئی ہے۔ اب پانڈے اسے تلاش کرے گا۔ فرہاد کو قتل کرنے نہیں جائے گا۔ مانک جاتیو نے کہا "یعنی اب یہ انگریز چاہتا ہے کہ میں فرہاد کے مقابلے پر جاؤں؟"

"جی ہاں۔ آپ جسمانی طاقت میں پانڈے سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔ فرہاد کو قتل کرکے آپ بھارت کے بے تاج بادشاہ بن سکتے ہیں۔ اس ملک میں اور ملک سے باہر آپ کے بینک اکاؤنٹس میں کروڑوں ڈالر جمع کردیے جائیں گے۔"

مانک جاتیو نے کہا "اگر اس کی بہن رتنا تمہیں مل جائے تو پھر اسے پانڈے کے حوالے کرکے تم اسے فرہاد کے مقابلے پر بھیج سکتے ہو۔"

"ہاں۔ ہم رتنا کو بھی تلاش کررہے ہیں لیکن آپ راضی ہو جائیں تو ہم۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا "فرض کرو' میں فرہاد کے مقابلے میں نہیں

جاؤں گا تب کیا کرو گے؟"

"پھر تو وہی ایک راستہ رہ جائے گا۔ ہم کل تک رستا کو ڈھونڈ نکالیں گے پھر پانڈے ہمارا کام کرنے پر راضی ہو جائے گا۔"

مالک جاتیو نے ڈرائیور سے کہا "گاڑی روکو۔"

گاڑی رک گئی۔ اس نے جاسوس اور گائیڈ سے کہا "گاڑی سے اتر جاؤ۔ تم لوگ میری بہن کو پانڈے کے حوالے کرو گے؟ زندہ رہو گے تو کرو گے نا؟"

اس کے دو گن مین اگلی سیٹ پر تھے۔ اس نے دونوں سے کہا۔ "ان کی تلاشی لو' انہیں نہتا کرو۔ موبائل فون چھین لو پھر انہیں ہائی وے کی چنگی تک چھوڑ کر آجاؤ۔ یہ دوبارہ اس شہر میں نظر آئیں تو کچھ نہ بولنا۔ چپ چاپ گولی مار دینا۔ اپنے ساتھیوں کو بھی ان کے چہرے دکھا دو۔"

مہاگرو مالک جاتیو یہ حکم دے کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا پھر اپنی کار خود ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔

○☆○

نیلماں نے دوسری صبح ناشتا کیا۔ پورس غسل کر کے ایک نیا لباس پہن کر ناشتے کی میز پر آیا۔ پچھلی رات انہوں نے بڑے پیار سے گزاری تھی۔ وہ بہت خوش نظر آرہی تھی۔ اس نے کہا۔ "پورس! تم نے مجھے اتنی مسرتیں دی ہیں کہ اب میں تم سے کبھی دور ہونے کا تصور بھی نہیں کروں گی۔ تم مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ میں جان دے دوں گی مگر تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔"

پورس نے لقمہ چباتے ہوئے اسے دیکھا پھر پوچھا "پچھلی رات کوئی خواب دیکھا تھا؟"

وہ مینھی نارانگی سے بولی "میں اتنی رومانوی باتیں کر رہی ہوں اور تم خواب کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔ تم نے تو یہ دستور بنا لیا ہے۔ روز صبح خواب کے بارے میں پوچھتے ہو۔"

"تم اتنے دنوں سے میرے ساتھ ہو۔ کیا تم نے اندازہ نہیں لگایا کہ میں بہت زیادہ محتاط رہنے کا عادی ہوں۔ تم نے ایک رات خواب میں خیال خوانی کی تھی۔ میں چاہتا ہوں' پھر تم ایسا ہی کوئی خواب دیکھو تاکہ تم اپنی خیال خوانی کی صلاحیت کو سمجھ سکو۔"

وہ کھاتے کھاتے سوچنے لگی۔ وہ بولا "میں تمہارے ذہن کو کریدنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم پھر کبھی خواب میں خیال خوانی کرو گی۔ ذرا اچھی طرح سوچو' کل کوئی خواب دیکھا تھا؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی "ہاں مگر کچھ بے تکا سا خواب تھا۔"

"بے تکا خواب ہونے دو۔ اسے اچھی طرح یاد کرو اور اس کی صحیح ترتیب کے ساتھ مجھے سناؤ۔"

وہ سوچنے لگی اور ٹھہر ٹھہر کر سنانے لگی "میں نے تین کتے دیکھے تھے۔"

"تین کتے؟ وہ کیا کر رہے تھے؟"

"پہلے تو مجھے ایسا لگا جیسے وہ میرے اندر کی زہریلی بُو سونگھ رہے ہیں پھر میں نے ایک لیبارٹری دیکھی۔ وہاں بڑے بڑے مرتبانوں میں مختلف قسم کے زہر رکھے ہوئے تھے۔ کتے باری باری ہر مرتبان کو سونگھ رہے تھے۔ ان کے ساتھ وردی والے افسر بھی تھے پھر میرے اندر جو زہریلی بُو ہے اس زہریلے مرتبان کو سونگھ کر تین کتے ایک طرف منہ اٹھا کر بھونکنے لگے۔"

یہ سنتے ہی پورس کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ گیا۔ اس نے جلدی سے پوچھا "پھر کیا ہوا؟"

"دو پولیس کے افسر تھے۔ تین سپاہی اور تین کتے تھے۔ ایک گاڑی میں تھے۔ کتے جس طرف منہ اٹھا کر بھونکتے تھے وہ اسی طرف مڑ جاتی تھی۔ مجھے ایسا لگا کہ وہ میری طرف آرہے ہیں۔ مجھے اپنی پروا نہیں تھی۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ تمہیں نقصان پہنچانے لگے۔ میں فوراً بیڈ روم سے نکل کر دوڑتی ہوئی اس بنگلے سے باہر آگئی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم کل رات بنگلے سے باہر گئی تھیں؟"

"میں نہیں گئی تھی۔ میں تو خواب سنا رہی ہوں۔ میں خواب میں دوڑتی ہوئی ایسی جگہ پہنچی جہاں بہت اندھیرا تھا۔ کوئی مجھے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ جب اس گاڑی کی ہیڈ لائٹس میری طرف آنے لگیں تو میں نے پتھر مار کر گاڑی کی دونوں ہیڈ لائٹس توڑ دیں۔ اس طرح کوئی مجھے دیکھ نہ سکا۔"

"تم نے ہیڈ لائٹس توڑ دیں۔ گاڑی والوں نے کچھ نہیں کہا؟"

"وہ بہت کچھ کہہ سکتے تھے لیکن میں اس غصہ دکھانے والے افسر کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ اس کا ماتحت افسر کچھ بول رہا تھا۔ میں اس کے اندر بھی پہنچ گئی پھر میں نے ان کے اندر وہ کرنا چاہا' ویسا انہوں نے کیا۔"

"انہوں نے کیا کیا؟"

"دونوں افسروں نے پہلے ان تین کتوں کو گولیاں ماردیں پھر اپنے سپاہیوں کو بھی ہلاک کردیا۔ اس کے بعد....."

وہ سوچتے ہوئے بولی "اس کے بعد ایک افسر نے دوسرے افسر کو گولی ماردی۔ ڈرائیور خطرہ محسوس کر کے گاڑی کو تیزی سے چلاتے ہوئے لے جانے لگا۔ افسر گاڑی کے پچھلے حصے میں تھا اور گاڑی کے ڈگمگانے کے باعث بار بار لاشوں پر گر رہا تھا اور اٹھتے چیختے ہوئے اسے روکنے کو کہہ رہا تھا مگر میں ڈرائیور کے اندر تھی۔ اسے گاڑی نہیں روکنے دی۔ اس نے گاڑی کو اور تیزی سے دوڑاتے ہوئے ایک پٹرول پمپ کی چنگی سے ٹکرا دیا۔ دھماکے کے ساتھ آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ میں وہاں سے بھاگتی ہوئی بنگلے کے اندر آئی پھر اپنے بیڈ پر آکر سو گئی۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"پھر کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس کے بعد خواب نظر نہیں آیا۔"

وہ ناشتا چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ نیلماں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔ تم ناشتا کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ جانے لگا تو وہ بولی "چائے تو پی لو۔"

"ابھی آکر پیوں گا۔ میری واپسی تک بنگلے سے باہر قدم نہ نکالنا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا بنگلے کے باہر آکر کار میں بیٹھ گیا پھر اسے اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتا ہوا' ان راستوں پر جانے لگا جہاں پٹرول پمپ تھے۔ تقریباً ایک کلو میٹر کے فاصلے پر اس نے ایک تباہ حال پٹرول پمپ کو دیکھا۔ وہاں کچھ لوگوں کی بھیڑ تھی۔ دو فوٹو گرافر مختلف زاویوں سے پٹرول پمپ کی تصویریں اتار رہے تھے۔ اس نے ایک جگہ کار روک دی۔ پیدل آکر دیکھا۔ پولیس والوں نے ایک جگہ رسیاں کھینچ کر حد بندی کی تھی تاکہ کوئی رسیوں کے اس پار نہ جائے کیونکہ اس پار چھ آدمیوں اور تین کتوں کی جلی ہوئی لاشیں تھیں۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے طوفانی رفتار سے ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے کے احاطے میں آیا۔ کار سے اتر کر بنگلے کے اندر پہنچا۔ وہ چائے پی رہی تھی۔ اٹھ کر بولی۔ "کہاں گئے تھے؟"

وہ اس کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا اس کے بیڈ روم میں لایا پھر بولا۔ "کل رات تم نے خواب نہیں دیکھا تھا بلکہ نیند کی حالت میں وہ پوری واردات کی تھی جو مجھے بتا چکی ہو۔"

"نہیں۔ میں تو رات کو سو رہی تھی۔"

"میں اپنی آنکھوں سے اس تباہ ہونے والے پٹرول پمپ کو دیکھ کر آرہا ہوں۔ وہاں پولیس والوں کے علاوہ تین کتوں کی جلی ہوئی لاشیں بھی تھیں۔ فوراً اپنی چھوٹی اٹیچی میں ضروری سامان رکھو۔ میں تمہیں صرف دو منٹ کا ٹائم دے رہا ہوں۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا ہے۔ وہ تمہاری تلاش میں دوسرے کتے بھی لا سکتے ہیں۔ منہ کیا دیکھ رہی ہو۔ اٹیچی نکالو۔"

وہ جلدی سے ایک چھوٹی سی اٹیچی نکال کر ضروری سامان رکھنے لگی۔ پورس بھی اپنے بیڈ روم میں آکر ایک بیگ میں اپنا سامان رکھنے لگا۔ انہیں اس بنگلے سے نکلنے میں پانچ منٹ لگے۔ ابھی کوئی خطرہ پیش نہیں آیا تھا۔ دراصل پچھلی رات کی واردات کے باعث پولیس اور انٹیلی جنس والوں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ وہ پولیس پمپ والوں کے بیان کے مطابق ڈرائیور نے خود ہی پٹرول کی چنگی سے گاڑی ٹکرائی تھی۔

ایسا کوئی پاگل کر سکتا تھا یا پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا کرایا گیا تھا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے بتایا کہ ایک افسر' تین سپاہی اور تین کتوں کی موت ان ریوالوروں کی گولیوں سے ہوئی تھی جو کہ دو افسران کے پاس تھے۔ باقی ایک افسر اور ڈرائیور بچ کر پٹرول پمپ کی طرف گئے تھے اور وہاں گاڑی سمیت جل مرے تھے۔

پولیس کے سپاہی اور کتے اپنے ہی افسروں کے ریوالوروں سے ہلاک کیے گئے تھے اور ڈرائیور نے خود پٹرول کی چنگی سے گاڑی ٹکرائی تھی۔ یہ نتیجہ اخذ کیا جا رہا تھا کہ اس زہریلی کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہے۔ وہ دوبارہ کتوں کو لے کر جائیں گے تو پھر کتوں سمیت دوسرے پولیس والے بھی مارے جائیں گے اس لیے وہ فی الحال کتوں کے ذریعے اس زہریلی کو تلاش نہیں کر رہے تھے۔

انہوں نے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم سے کہا۔ "آپ الپا سے رابطہ کریں۔ اسے تمام حالات بتائیں۔ وہ معلوم کر سکے گی کہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والا اس زہریلی کی پشت پر ہے۔"

برین آدم نے الپا کے موبائل فون پر رابطہ کیا۔ پتا چلا کسی وجہ سے فون بند ہے۔ ویسے الپا نے خود کہا تھا کہ صبح برین آدم سے رابطہ کرے گی۔ اس نے پچھلی رات اسرائیلی اکابرین سے کہا تھا کہ ائر پورٹ' ریلوے اسٹیشن اور بندرگاہ سے اس زہریلی کے سلسلے میں عائد پابندیاں ختم کر دی جائیں۔ اسرائیل سے باہر جانے والی کسی بھی عورت کو ایک کپ دودھ پینے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اس طرح وہ زہریلی ملک سے باہر چلی جائے گی تو عوام کے لیے خطرہ ٹل جائے گا۔

ایک حاکم نے کہا "اس زہریلی عورت نے ہمارے ملک میں کوئی واردات نہیں کی ہے۔ اگر اس پر جبر کیا جائے گا تو وہ غصے میں ناگن کی طرح ڈس لے گی۔"

سب نے اس بات سے اتفاق کیا اور اسی وقت یہ حکم جاری کر دیا کہ اسرائیل سے باہر جانے والی چیک پوسٹوں پر سے دودھ پینے والی پابندی ہٹا لی جائے۔ اس میٹنگ میں انٹیلی جنس کا ایک اعلیٰ افسر موجود نہیں تھا۔ اسی نے پچھلی رات اپنے ماتحتوں اور کتوں کے ذریعے منصوبہ بنایا تھا پھر اس پر عمل کر کے ان کتوں کے ساتھ مر گیا تھا۔

اسرائیل میں اس زہریلی عورت نے پہلی واردات کی تھی۔ کتے اس کی بُو سونگھتے ہوئے جا رہے تھے۔ اس نے کتوں کو اپنے قریب پہنچنے نہیں دیا اور اس واردات سے یہ ثابت کر دیا کہ اس کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہے۔ اس زہریلی کو گرفتار کرنے کی کوششوں میں نہ جانے اور کتنے افراد بے موت مارے جاتے؟ اور عوام میں بھی اس کی دہشت پھیلتی رہتی۔

انہوں نے اسرائیل سے باہر جانے والوں پر سے پابندی ہٹا کر دانش مندی کی تھی۔ نیلماں اور پورس کا بھی بھلا ہوا تھا۔ انہیں وہاں سے نکل جانے کا موقع مل گیا تھا۔ الپا نے شام کو برین آدم

سے رابطہ کیا۔ برین آدم نے پوچھا "تم کہاں تھیں؟ تم سے موبائل پر بھی رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔"

وہ بولی "بگ برادر! آپ جانتے ہیں۔ میں اپنی بیٹی مونا کی گمشدگی کے باعث پریشان ہوں۔ مونا کی خاطر پارس اور پورس میں بھی ٹھن گئی ہے۔ پورس کا دعویٰ ہے کہ اس نے پارس کے ایک خاص ماتحت سے میری بیٹی کو چھین لیا ہے۔ وہ بچی ممبئی سے دور ایک جگہ خیریت سے ہے۔ پورس وہاں پہنچنے کے بعد میری بیٹی کو میرے حوالے کردے گا۔"

"مونا کو جہاں چھپایا گیا ہے پورس ان چھپانے والوں سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کہہ سکتا ہے کہ مونا کو تمہارے حوالے کردیا جائے۔"

"بگ برادر! آپ جانتے ہیں کہ پورس کے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیت نہیں رہی ہے۔"

"بے شک وہ اس صلاحیت سے محروم ہوگیا ہے لیکن اس زہریلی کی پشت پر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔"

برین آدم نے پچھلی رات کا واقعہ الپا کو سنایا۔ وہ حیرانی سے بولی "بے شک۔ پچھلی رات جیسی واردات ہوئی ہے' اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔"

"ہم نے تمہارے مشورے پر اسرائیل سے باہر جانے والی عورتوں پر سے پابندی ہٹادی تھی۔ پورس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا ہوگا۔ یہاں سے جاچکا ہوگا یا پھر یہیں ہوگا۔ تم اس سے رابطہ کرو۔"

الپا نے پورس کو مخاطب کیا پھر کہا "میں اپنی بیٹی کے لیے بہت پریشان ہوں۔ پریشانیوں سے دور رہنے کے لیے میں صبح سے شام تک سوتی رہی۔ پلیز مجھے بتاؤ' کب میری بیٹی کو میرے حوالے کروگے؟ میں نے تمہاری شرط مان کر اسرائیل سے باہر جانے والی عورتوں پر سے پابندی ہٹادی تھی۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ اب ہم ایک ملک کے ایک شہر میں ہیں۔ جب ہندوستان جائیں گے تو تمہاری بیٹی کو تمہارے حوالے کردیں گے۔"

"پورس! تم مجھے ٹال رہے ہو۔ کل رات پٹرول پمپ پر جو واردات ہوئی' اس سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہاری مدد کررہا ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ ہمارے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ کل رات کیا ہوا؟ کیوں ہوا؟ اور اس کا ذمے دار کون ہے' میں بالکل نہیں جانتا ہوں۔ کیا تم اس واردات کے بارے میں کچھ بتاؤ گی؟"

"تم انجان بن رہے ہو پھر بھی تمہیں بتا رہی ہوں۔"

اس نے پچھلی رات پٹرول پمپ پر ہونے والی واردات کی تفصیل بتائی پھر کہا "وہ کتے تمہاری زہریلی ساتھی کی بُو سونگھتے آرہے تھے۔ وہ سب اس طرح مارے گئے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے دماغوں میں گھس کر دشمنوں کو خود مارنے اور مرنے پر مجبور کردیتے ہیں۔ کیا اس طرح کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس زہریلی کو ان کتوں سے نہیں بچایا ہے؟"

پورس نے کہا "تمہاری باتوں سے تو یہی لگتا ہے کہ کسی نے خیال خوانی کے ذریعے میری زہریلی ساتھی ناصرہ کی حفاظت کی ہے۔ تمہیں یاد ہوگا۔ میں ناصرہ کے ساتھ ممبئی جانے والا تھا لیکن وہاں پہنچتے ہی زہریلی ناصرہ کو گرفتار کرلیا جاتا۔ اس وقت نیلاں نے طیارے کو ہائی جیک کرکے اسرائیل پہنچادیا۔ یعنی اس وقت بھی اس نے زہریلی ناصرہ کی حفاظت کی تھی۔ ہوسکتا ہے' کل رات بھی اس نے پولیس والوں اور کتوں کو مار ڈالا ہو۔ وہ ایسا کیوں کررہی ہے؟ اگر ہماری دوست ہے تو ہم سے دماغی رابطہ کیوں نہیں کرتی ہے؟ یہ باتیں اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی ہیں۔"

"تم نائل کے ساتھ اپنی سچائی بیان کررہے ہو مگر اکثر تمہاری اور پارس کی مکاریاں دیر سے سمجھ میں آتی ہیں۔"

"الپا! اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارا دوست ہوتا تو وہ خیال خوانی کے ذریعے ناصرہ کو دودھ پینے کے مرحلے سے یوں گزار دیتا کہ کسی کو اس کے زہریلے پن کا پتا نہیں چلتا اور میں ناصرہ کو یہاں سے نکال لے جانے کے لیے تم سے نہ کہتا کہ اپنے اکابرین سے کہہ کر پابندی ہٹا دو۔ تم ذرا عقل سے سوچو گی تو میری طرح الجھتی رہو گی کہ نیلاں کبھی ہماری مدد کیوں کرتی ہے؟ اگر کرتی ہے تو اس نے مجھے اور ناصرہ کو اسرائیل سے نکل جانے کا موقع فراہم کیوں نہیں کیا؟"

"میں مانتی ہوں۔ یہ واقعی الجھانے والی بات ہے۔ کیا وہ کبھی تمہارے یا ناصرہ کے دماغ میں آئی تھی؟"

"صرف ایک بار میرے دماغ میں آئی تھی۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ طیارے کو کون اغوا کررہا ہے تب اس نے میرے اندر آکر کہا تھا کہ مجھے کوئی ہائی جیک کرنے والا نظر نہیں آئے گا کیونکہ میں پائلٹ کے دماغ میں ہوں۔ تمہاری اور ناصرہ کی بھلائی کے لیے اس طیارے کا رخ بدل کر اسرائیل پہنچا رہی ہوں۔ اس نے نام بتاتے ہوئے کہا تھا کہ وہ نیلاں ہے اور آئندہ دماغی رابطہ نہیں رکھے گی۔ اس نے مجھے کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں دیا اور چلی گئی۔"

"ہوسکتا ہے' وہ نیلاں نہ ہو' کوئی اور ہو۔"

"میں اس پہلو پر غور کرچکا ہوں۔ خواتین میں نیلاں کے علاوہ آمنہ فرہاد ہے لیکن اس کی خیال خوانی میں روحانیت ہے۔ جب وہ آتی ہے تو دماغ میں ایک عجیب سی ٹھنڈک اور بے خودی کا احساس ہوتا ہے۔"

"میں نے بھی اپنے دماغ میں آمنہ فرہاد کو کچھ اسی طرح محسوس کیا ہے۔ نیلاں ایک عرصے سے میدانِ عمل میں نہیں

ہے۔ کبھی کبھی پتا چلتا ہے کہ وہ اپنے گم شدہ پوتے ٹی آر بھانیا کو تلاش کررہی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ وہ زہریلی ناصرہ کی کیوں مدد کرتی ہے پھر خاموشی سے چلی جاتی ہے۔"

"میں اس سلسلے میں جتنا سوچتا ہوں' الجھتا جاتا ہوں اس لیے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا ہے۔ جب نیلاں کی طرف سے کوئی نقصان پہنچے گا تو پھر کوئی بات سمجھ میں آئے گی اور پھر میں نیلاں سے نمٹنے کے بارے میں سوچوں گا۔"

"کیا مجھے بتاؤ گے کہ ابھی کس ملک کے شہر میں ہو؟"

"کیا تم بتاؤ گی کہ ابھی تم کہاں ہو؟"

"ہم ایک دوسرے سے دوستی رکھنے کے باوجود چھپتے پھرتے ہیں۔ مجھے تم سے ایسا سوال نہیں کرنا چاہیے تھا مگر اپنی بیٹی مونا کی وجہ سے بہت الجھی ہوئی ہوں۔ آخر تم بھارت کب جاؤ گے؟"

"میں جس شہر میں پہنچا ہوا ہوں' وہاں کا ائرپورٹ بہت چھوٹا ہے۔ ہفتے میں دو بار دو سرے ممالک سے دو فلائٹس آتی ہیں۔ میں معلوم کروں گا کہ کون سی فلائٹ ہمیں بھارت کے کسی قریبی ملک تک پہنچائے گی پھر ہم اس فلائٹ میں جائیں گے۔"

"تم ائرپورٹ پر اترتے ہی معلوم کرسکتے تھے کہ اگلی فلائٹ کب آئے گی۔"

"اس حد تک معلوم کرچکا ہوں۔ اگلی فلائٹ پانچ دنوں کے بعد آئے گی۔"

"او گاڈ! تب تک میری بیٹی کا کیا ہوگا؟"

"ہونا کیا ہے؟ کیا مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟ میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ جہاں بھی ہے' خیریت سے ہے۔"

"حالات بدلتے دیر نہیں لگتی۔ جو لوگ میری بیٹی کی نگرانی کررہے ہیں' وہ کسی ناگہانی مصیبت میں گرفتار ہوسکتے ہیں یا پارس وہاں پہنچ سکتا ہے۔"

"ہونے کو تو بہت کچھ ہوسکتا ہے۔ فی الحال میں تمہاری بیٹی مونا کی حفاظت کی ذمے داری قبول کررہا ہوں۔"

"تم اس جگہ کا پتا بتا سکتے ہو۔ میں اپنی بیٹی کے پاس پہنچ سکتی ہوں۔"

"ابھی تم کہہ چکی ہو کہ ہم ایک دوسرے سے چھپتے ہیں اور کبھی ایک دوسرے کو اپنا پتا نہیں بتاتے ہیں۔"

"بے شک ہم ایسا نہیں کرتے ہیں لیکن وہ تو ایک معصوم بچی ہے۔ اس کا پتا بتانے سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔"

"بہت بڑا نقصان ہوگا۔ مونا میرے ایک ایسے خفیہ اڈے میں ہے جہاں دستاویزات کی صورت میں میرے بہت سے اہم راز چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ تم خود سوچو۔ میں وہاں کا پتا تمہیں کیسے بتا سکتا ہوں۔"

"تم کیسی کیسی باتیں بناتے ہو۔ میں تمہارے بھگوان کی قسم تمہیں دیتی ہوں۔ اگر تم مونا کو یرغمال بنا کر بلیک میل کررہے ہو تو صاف صاف بتا دو۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم سے ہر طرح کا تعاون کروں گی۔"

"میں بھگوان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بچی کو یرغمال نہیں بنا رہا ہوں۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ تمہیں اپنے فائدے کے لیے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

پورس نے اس لیے بھگوان کی قسم کھائی کہ واقعی اس نے مونا کو یرغمال نہیں بنایا تھا۔ وہ بچی اس کے پاس تھی ہی نہیں۔ الپا اس پر بھروسا کرنے کے لیے مجبور تھی۔ مایوس ہو کر اس کے دماغ سے چلی آئی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔

اس کے دماغ میں یہ بات آرہی تھی کہ پارس بھی اپنی بیٹی کے لیے کوئی چال چل رہا ہے۔ پہلے ٹرین میں اس کی بیٹی کو چرایا گیا اس کے بعد مونا ممبئی میں نتاشا اور نتالیہ کے ہاتھ لگ گئی۔ بعد میں استنبول پہنچ کر بھید کھلا کہ ایک ڈی مونا ان دونوں بہنوں کے حوالے کی گئی تھی۔

اور ایسی چالیں پارس ہی چل سکتا تھا۔ پورس کا دعویٰ تھا کہ اصلی مونا اس کے پاس ہے۔ اس کے خاص آدمی نے پارس کے ایک خاص ماتحت کو گولی مار کر اس سے مونا کو حاصل کیا تھا۔ یہ پورس کی من گھڑت بات بھی ہوسکتی تھی۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ پارس نے ان دونوں بہنوں کی طرح ایک ڈی مونا پورس کے حوالے کردی ہو۔

وہ بڑی دیر تک سلگتی رہی اور سوچتی رہی پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے پارس کے پاس پہنچ گئی۔ پتا چلا وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے اور وہاں جناب تمیرجی نے سونیا ثانی سے اس کا نکاح پڑھایا ہے۔ وہ اپنی دلہن کے حجرے میں جارہا تھا۔ عین اس وقت الپا اس کے اندر پہنچی۔ وہ بولا "ابھی ثانی سے میرا نکاح پڑھایا گیا ہے۔ تم کباب میں ہڈی بننے کیوں آئی ہو؟"

"پارس! میں اپنی بیٹی مونا کی گمشدگی سے بہت پریشان ہوں۔ اگر وہ تمہارے پاس ہے تو بچ بتادو۔ اس طرح یہ اطمینان رہے گا کہ بیٹی اپنی ماں کے پاس نہ سہی' باپ کے پاس تو محفوظ ہے۔"

وہ بولا "آہ! بیٹی کے گم ہونے کی بات کرکے مجھے صدمہ نہ پہنچاؤ۔ مونا نہیں مل رہی ہے۔ اس کا صدمہ کم کرنے کے لیے میں نئی دلہن کے کمرے میں جارہا ہوں۔ دعا کرو' نو ماہ بعد ایک نئی مونا پیدا ہو کر میرا صدمہ کم کردے۔ بعض بچے دس ماہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ تم نو ماہ کے لیے دعا کرو۔ وہ پیدا ہوگی تو اس کی تصویر تمہارے پاس بھیجوں گا۔ اب جاؤ دلہن میرا انتظار کررہی ہے۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ غصے سے چیختے ہوئے اسے گالیاں دینے لگی پھر خیال آیا کہ وہ نہیں سن رہا ہے کیونکہ اپنے دماغ سے نکال چکا ہے۔ وہ دیواروں کو گالیاں دے رہی ہے۔

○☆○

مہاگرو مانک جاتیو اپنی کوٹھی کے بڑے گیٹ کے پاس کار

ڈرائیو کرتا ہوا پہنچا تو دیکھا۔ وہاں ایک نوجوان حسین دوشیزہ اور ایک جوان مرد کھڑا ہوا ہے۔ مسلح گارڈز نے بڑے گیٹ کو کھولا۔ مانک جاتیو نے کار روک کر پوچھا "تم دونوں کون ہو اور اتنی رات کو یہاں کیوں کھڑے ہوئے ہو؟"

فہمی نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "نمستے۔ میں آپ کی منہ بولی بہن رتنا ہوں اور یہ میرے پتی پرمیشور کمار ہیں۔"

علی نے بھی ہاتھ جوڑ کر اسے نمستے کہا۔ مانک جاتیو فوراً کار سے باہر آکر بولا "تم ہماری بہن رتنا ہو اور یہاں کھڑی ہوئی ہو۔ آؤ میرے ساتھ اندر چلو۔"

اس نے فہمی اور علی کے سروں پر ہاتھ رکھ کر آشیرباد دی پھر ان کے ساتھ کوٹھی کے اندر آکر بولا "تم فون پر کہتیں تو ہم تمہارے لیے گاڑی بھیج دیتے۔ اب ہم تم دونوں کو نہیں جانے دیں گے۔ باہر تمہارے لیے بڑا خطرہ ہے۔"

علی نے کہا "ہم خطرات سے کھیلنے آئے ہیں۔ چار برس تک میں اپنے سالے مہاگرو پانڈے سے چھپتا رہا۔ دراصل میں اور رتنا کچھ غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کررہے تھے تاکہ آئندہ ہمیں بھائی پانڈے سے ڈر کر اور چھپ کر زندگی نہ گزارنا پڑے۔"

فہمی نے کہا "ویسے ہم آپ کے ساتھ ہی رہیں گے۔ میں بھائی کے گھر کو اپنا گھر سمجھ کر آئی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "ساری زندگی میرے ساتھ رہو۔ میں کسی دشمن کو تم دونوں کے قریب نہیں آنے دوں گا۔"

وہ دونوں کو ایک کمرے میں لاکر بولا "ویسے تو یہ پوری کوٹھی تمہاری ہے مگر آرام کرنے کے لیے آج یہ کمرا ہے۔ بہت رات ہو چکی ہے' آرام کرو۔ میں بھی سونے جارہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں' کل صبح بہت بڑا جشن منائوں۔ بڑے بڑے عزت دار لوگوں کو دعوت دوں۔ تم ان کی موجودگی میں مجھے راکھی باندھوگی۔ میں تمہارے بھائی پانڈے کو بھی دعوت دوں گا۔"

علی نے کہا "بھائی جاتیو! پلیز کل جشن منانے کا پروگرام نہ بناؤ۔ ہم ایک دو روز یہاں چھپ کر رہیں گے اور یہ تماشا دیکھیں گے کہ بھائی پانڈے ہم سے دشمنی کرنے کے لیے اور کتنے دشمنوں سے دوستی کرے گا۔"

مانک جاتیو نے کہا "ہاں۔ مجھے یاد آیا۔ بڑے ملکوں کے جاسوس فرہاد علی تیمور کو قتل کرانے کے لیے مہاگرو پانڈے سے سودا کررہے ہیں کہ وہ رتنا کو ڈھونڈ کر مہاگرو پانڈے کے حوالے کردیں گے۔ وہ جاسوس مجھ سے بھی یہی سودا کرنا چاہتے تھے۔ میں نے صاف کہہ دیا ہے کہ بہت بہن کہہ دیا اس کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے گا تو اس کی آنکھیں نکال کر پھینک دوں گا۔ میں نے اس جاسوس اور اس کے گائیڈ کو اس شہر سے نکال دیا ہے۔"

علی نے کہا "اس سے کیا ہوگا۔ دوسرے کئی جاسوس رتنا کو تلاش کرنے آئیں گے اور پتا نہیں ہمارے خلاف اور کیسی سازشیں ہوں گی۔ ہم یہاں چھپ کر ان سازشوں کو سمجھنا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ باہر کسی کو خبر نہیں ہوگی کہ تم دونوں یہاں ہو۔ بے فکر ہو کر آرام سے سو جاؤ۔"

وہ انہیں کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا۔

دوسری صبح خلاف توقع واقعہ پیش آیا۔ اصلی رتنا اپنے پتی موہن داس اور اپنے ایک بچے کے ساتھ ٹرین کے ذریعے آگئی۔ سب سے پہلے جاسوسی ادارے کے مصور اور اس کے ساتھی سراغ رسانوں کی نئی ٹیم نے انہیں دیکھا۔ پہلے والی ٹیم کے جاسوس نے ان سے رابطہ کرکے بتا دیا تھا کہ مہاگرو مانک جاتیو اور اس کے چیلے انہیں دیکھتے ہی گولی ماردیں گے لہٰذا وہ شہر چھوڑ کر جاچکے ہیں۔ اب سراغ رسانوں کی نئی ٹیم رتنا کو تلاش کرکے اس کے بھائی مہاگرو پانڈے کے پاس پہنچائے گی۔

اس نئی ٹیم کے جاسوس اسی کمپارٹمنٹ میں تھے جس میں رتنا سفر کررہی تھی۔ انہوں نے رتنا کی تصویر کا جو خاکہ بنایا تھا' وہ اسی خاکے کے مطابق تھی پھر اس ٹیم کے ساتھ ہندی اور انگریزی سمجھنے والے دو گائیڈ تھے۔ ان میں سے ایک نے رتنا کے پتی موہن داس کے پاس آکر ایک ہم سفر کی حیثیت سے پوچھا "میں پہلی بار پوری شہر جارہا ہوں۔ اب کتنا سفر رہ گیا ہے؟"

موہن داس نے کہا "ہم صرف آدھے گھنٹے میں پہنچ جائیں گے۔"

"کیا تم اسی شہر میں رہتے ہو؟"

"میری وائف اس شہر میں رہتی تھی۔ اس کے بھائی مہاگرو دھن راج پانڈے نے سات گھنٹوں تک سانس روک کر عالمی شہرت حاصل کی ہے۔ شاید تم نے اخبارات میں پڑھا ہوگا۔"

"ہاں میں نے پڑھا ہے۔ اچھا تو بہن اپنے بھائی کو کامیابی کی بدھائی دینے جارہی ہے۔"

"ہاں۔ بدھائی تو دینا چاہیے لیکن بھائی اپنی بہن سے ناراض ہے۔ اب میں کیا بتاؤں' کچھ گھریلو جھگڑے ہیں۔ ہم انہیں نمٹانے کی کوشش کرنے جارہے ہیں۔"

اس گائیڈ نے سراغ رسانوں کے پاس آکر اس کے رتنا ہونے کی تصدیق کی پھر موبائل فون کے ذریعے مہاگرو پانڈے سے رابطہ کیا اور کہا "میں انہی جاسوسوں کا گائیڈ ہوں جو رتنا کو آپ کے حوالے کرکے فرہاد کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔"

"مگر تمرا آواج تو دوسرا ہے۔"

"ہاں۔ مہاگرو مانک جاتیو نے پہلے گائیڈ اور جاسوس کو گولی مارنے کی دھمکی دے کر شہر سے نکال دیا ہے اور چیلنج کیا ہے کہ رتنا اس کی منہ بولی بہن ہے۔ کوئی اسے مہاگرو پانڈے کے حوالے کرے گا تو وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"اوسرا کسی کو کا گولی مارے گا۔ ہم او کا چھپاجت کریں گے۔ رتنا دکھائی دے تو ہم کا کھبر کرو۔"

"مہاگرو! ہمارے ساتھ رتنا ٹرین میں ہے اور دس منٹ میں پوری کے ریلوے اسٹیشن پہنچنے والی ہے۔ کیا ہم اسے اغوا کرکے لے آئیں یا آپ خود اسٹیشن آئیں گے۔"

"ہمری بہنا کو اگوا کرنے کوئی ہاتھ ناہی لگائے گا۔ ہم ابھی ٹیسن پہنچ رہے ہیں۔"

پوری آخری اسٹیشن ہے۔ رتنا اپنے پتی اور بچے کے ساتھ ٹرین سے اتر کر ریلوے پولیس کے دفتر میں آئی۔ اس نے انسپکٹر سے کہا "میں مہاگرو پانڈے کی بہن رتنا ہوں۔ آپ کے اعلیٰ افسر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ یہاں ہماری زندگیوں کو خطرہ ہے۔ آپ اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ مہاگرو پانڈے سے نہ مقابلہ کرسکیں گے اور نہ ہماری حفاظت کرسکیں گے۔"

انسپکٹر ریسیور اٹھا کر اعلیٰ افسر سے رابطہ کرنے لگا۔ دوسری طرف مہاگرو پانڈے اپنی کار میں اسٹیشن کی طرف آرہا تھا۔ اس نے موبائل کے ذریعے رابطہ کرکے کہا "مہاگرو مانک جاتیو! ہم بول رہے ہیں۔ تم ہماری آواج پہچانتے ہو نا؟"

مانک جاتیو نے کہا "ہر انسان کی آواز کو موت بھلا دیتی ہے۔ اتنے سویرے فون کیا ہے۔ بات کیا ہے؟"

"تم دوسرا لوک کے جاسوس کو دھمکی دے رہا کہ کوئی ہماری بہن کو ہمرے پاس پہنچائے گا تو تم اس کو جندہ ناہی چھوڑو گے ہمرے ایک جاسوس نے بتایا ہے کہ رتنا ای بکھت ٹرین سے آئی ہے۔ ٹیسن ما ہے۔ ہم او کا لینے جارہے ہیں۔ تم روک سکت ہو تو روک لو۔"

اس وقت مانک جاتیو ناشتے کی میز پر فہمی اور علی کے ساتھ تھا۔ اس نے فہمی کو دیکھا۔ گویا رتنا کو دیکھا پھر قہقہہ لگاتے ہوئے فون پر کہا "پتا نہیں تم کس رتنا کو لینے ریلوے اسٹیشن جارہے ہو۔ یہ جو باہر سے آنے والے انگریز جاسوس ہوتے ہیں نا' یہ دوسروں کو خوب الّو بناتے ہیں۔ وہ فرہاد علی تیمور کو قتل کرانے کے لیے ایک ہی شکل کی دس رتنا تیار کرسکتے ہیں۔ ہم تم کو روکنے نہیں آئیں گے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اصل رتنا کہاں ہے۔"

"کہاں ہے؟"

"کوئی اچھا موقع آنے دو۔ ہم ساری دنیا کے سامنے اپنی اور تمہاری بہن رتنا کو پیش کریں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔ فہمی نے پوچھا "آپ ابھی دس رتنا تیار کرنے والی بات کیوں کررہے تھے؟"

"یہ کم بخت انگریز جاسوس تمہارے بھیا کو الّو بنا رہے ہیں۔ انہوں نے رپورٹ دی ہے کہ رتنا ابھی سویرے کی ٹرین سے یہاں آئی ہے اور تمہارا بھائی اسے پکڑنے کے لیے اسٹیشن جارہا ہے۔ پتا نہیں کس بے چاری کو ان انگریزوں نے رتنا بنا دیا ہے۔"

علی نے اٹھتے ہوئے کہا "میں ذرا واش روم جارہا ہوں۔ ابھی آکر چائے پیوں گا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں آیا پھر دروازہ بند کرکے موبائل کے ذریعے پارس سے رابطہ کیا۔ اسے ثانی کی آواز سنائی دی "پارس سو رہا ہے۔ خیریت تو ہے؟"

"ہم جس شہر میں ہیں' وہاں شاید اصلی رتنا آگئی ہے۔ اس کا بھائی اسے پکڑنے کے لیے ریلوے اسٹیشن کی طرف جارہا ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے پاپا سے کہو۔ یہاں مہاراج ہے' وہ اس کے دماغ میں جاکر حقیقت معلوم کریں اور بے چاری اصلی رتنا کو بھائی کے ظلم سے بچائیں۔"

اس نے یہ کہہ کر فون بند کیا پھر واش روم میں ہاتھ دھونے چلا گیا۔ فہمی نے کہا "کسی غریب بے قصور عورت پر اس لیے ظلم نہیں ہونا چاہیے کہ اس بے چاری کو میری ہم شکل بنا دیا گیا ہے۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ ایک ڈی رتنا کے باعث آپ میرے بھیا سے لڑائی کریں۔ آپ قانون کے محافظوں کے ذریعے اس بے چاری کو ظلم سے بچا سکتے ہیں۔"

مانک جاتیو قائل ہو کر پولیس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کرنے لگا۔ پولیس کے دو اعلیٰ افسر کئی مسلح سپاہیوں کے ساتھ ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے وہاں رتنا' اس کے پتی اور بچے کو دیکھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا تم ہی مہاگرو دھن راج پانڈے کی بہن رتنا ہو؟"

وہ بولی "جی ہاں۔ چار برس پہلے میں نے بھیا کی مرضی کے خلاف موہن داس سے شادی کی تھی اور یہ جانتی تھی کہ بھیا کو ہماری شادی والی بات معلوم ہوگی تو وہ ہم دونوں کو جان سے مار ڈالیں گے۔ اس لیے میں اپنا گھر اور یہ شہر چھوڑ کر اپنے پتی کے ساتھ چلی گئی تھی۔"

"تم کہاں گئی تھیں؟"

"ہم ایک شہر سے دوسرے شہر چھپتے پھر رہے تھے۔ یہ جانتے تھے کہ بھیا کے چیلے ہمیں ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔ وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"جب تم دونوں اتنے خوف زدہ تھے تو اب واپس کیوں آئے ہو؟"

"ہم ایک شہر سے دوسرے شہر بھاگتے بھاگتے اور چھپتے چھپتے پریشان ہوگئے تھے۔ موہن داس کی نوکری کہیں نہیں کرسکتا تھا۔ جب یہ بچہ پیدا ہوا تو میری ممتا نے کہا۔ ہم ایک دو وقت بھوکے رہ سکتے ہیں لیکن اس معصوم کو بھوکا نہیں رکھ سکتے جبکہ اس کے نانا نے میرے لیے اس شہر میں اچھی خاصی دولت اور جائداد چھوڑی ہے۔"

موہن داس نے کہا "میں نے بھی یہی سوچا کہ ایک دن ہمیں مرنا ہے پھر کیوں نہ پولیس کی مدد حاصل کرکے قانون کے سائے میں پہنچ کر اس بچے کو زندہ رکھا جائے۔ اگر آپ ہماری مدد کریں گے اور

پانڈے بھیا کو سمجھائیں گے تو شاید ان کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

اعلیٰ افسر نے رتنا سے کہا "تم نے اپنے بھیا کے ایک چیلے دھرم راج کو قتل کیا ہے۔ کل مجھ سے فون پر کہہ رہی تھیں کہ پہلے تمہارے بھیا سے یہ اعتراف نامہ لکھوائیں کہ وہ تمہیں اپنے چیلوں کے ذریعے قتل کرانا چاہتا ہے۔ اس کے بعد تم خود کو قانون کے حوالے کردو گی۔"

وہ حیرانی سے یہ باتیں سن رہی تھی پھر بولی "آئی جی صاحب! میں کبھی کسی چیونٹی کو بھی نہیں مارتی۔ کسی انسان کی ہتیا کیسے کرسکتی ہوں۔ کون ہیں وہ چیلے؟ کون ہے وہ جسے میں نے قتل کیا ہے؟"

"اسی شہر میں اس کا قتل ہوا ہے۔ اس کی چتا جلا دی گئی ہے۔"

موہن داس نے کہا "ہم ابھی ٹرین سے آرہے ہیں۔ یہ ٹرین کے ٹکٹ ہیں۔ جب میری پتنی یہاں نہیں تھی تو اسے قتل کیسے کرسکتی تھی؟"

افسر نے سوچتے ہوئے کہا "ہوں۔ اگر تم واقعی مہاگرو پانڈے کی بہن رتنا ہو اور تم ابھی ٹرین سے آئی ہو تو پھر دھرم راج کو تم نے نہیں، کسی دوسری عورت نے قتل کیا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "معاملہ الجھا ہوا ہے۔ دھرم راج کو قتل کرنے والی خود کو رتنا کیوں کہہ رہی تھی۔ ہمارے جاسوس اور پانڈے کے چیلے اس رتنا کو تلاش کررہے ہیں اور ادھر یہ رتنا ٹرین سے ابھی یہاں آئی ہے۔"

ایک سپاہی نے آکر کہا "سر! مہاگرو پانڈے اپنے درجنوں چیلوں کے ساتھ آرہا ہے۔ اس کے تمام چیلوں کے پاس ہتھیار ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے اپنے ماتحت افسر سے کہا "دفتر کے باہر اپنے سپاہیوں سے کہہ دو کہ یہاں مہاگرو پانڈے کے سوا کوئی نہیں آئے گا۔"

ماتحت افسر حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد مہاگرو پانڈے کے گرج گرج کر بولنے کی آواز آئی پھر وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا دفتر میں آکر بولا "اے ہمرے سنگ کا سلوک ہوت ہے۔ ہمرا ریوالور بھی ہم سے لے لن ہے۔ ہمرے پاس او کا لائسنس ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "میں کسی بھی شہری کو اپنے سامنے ہتھیار لانے سے روک سکتا ہوں اور ہتھیار کا لائسنس منسوخ کرسکتا ہوں۔ آپ میرے سامنے گرج کر نہ بولیں۔ نرمی سے باتیں کریں۔"

"ہم مانت ہیں۔ آپ بہوت بڑے اپھسر ہیں۔ ہم سے ہتھیار چھین سکت ہیں۔ ہم کا حوالات میں بند کرسکت ہیں۔ پر ہمری گیرت کو بند نا ہی کرسکت ہیں۔ او سسری ادھر لوٹ کے آئی ہے اور ہم گرج کے بھی نہ بولیں؟ ای تو کوئی کانون نا ہی ہے۔"

"تو پھر گرج کر بولتے رہیں۔ جب تک غصہ دکھاتے رہیں گے ہم رتنا کو آپ کے سامنے نہیں لائیں گے۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا پھر اس نے ایک گھونسا میز پر مارا۔ میز کا وہ حصہ دور تک ٹوٹ گیا۔ اس پر رکھی ہوئی لکھنے پڑھنے کی چیزیں اچھل کر اِدھر اُدھر زمین پر گر پڑیں۔

اعلیٰ افسر نے کہا "تم نے پولیس کے دفتر میں آکر یہاں کی چیزوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ میں انسپکٹر اور سپاہیوں کو حکم دیتا ہوں۔ آئندہ تم اس طرح طاقت کا مظاہرہ کرو گے تو تمہارے ہاتھوں اور پیروں میں گولیاں مار کر تمہیں زخمی کردیا جائے گا۔"

دوسرے افسر نے کہا "ذرا عقل سے سوچو۔ گولیاں تو تمہارے جسم سے نکل جائیں گی لیکن تم لاکھ طاقت ور ہونے کے باوجود ہاتھوں اور پیروں سے ہمیشہ کے لیے اپاہج ہو جاؤ گے۔"

تمام سپاہیوں نے اپنی گنوں کا رخ اس کی طرف کرلیا تھا۔ وہ بے بسی سے گھور کر اعلیٰ افسر کو دیکھنے لگا پھر اپنے سر کے بالوں کو نوچتے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ عالمی ریکارڈ قائم کرنے اور غیر معمولی قوتوں کا حامل ہونے کے باوجود وہاں بے بس ہوگیا تھا اور اپنی توہین محسوس کررہا تھا۔

اسی وقت مہاراج وہاں آیا۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا "تمہیں کس نے اندر آنے کی اجازت دی ہے؟"

وہ بولا "مجھے کہیں جانے کے لیے اجازت نہیں لینی پڑتی ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ مہاگرو اور قانون کے کام آنے کے لیے یہاں آیا ہوں۔"

پانڈے نے کہا "تم بڑے اچھے بکھت پر آئے ہو۔ اپنا ٹیلی پیتھی سے اس سسری کو پکڑ کے لاؤ۔ ای سب پولیس کو پتھر کا مورت بنائے دو۔"

مہاراج نے ہاتھ جوڑ کر کہا "مہاگرو! ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کو پتھر نہیں بنایا جاسکتا۔ ہم سب کو ایک اچھے شہری کی طرح قانون کا ساتھ دینا چاہیے۔ آپ کی بہن رتنا یہاں آئی ہے۔ میں آپ سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ غصہ نہ کریں۔ دماغ ٹھنڈا رکھیں۔ ہم اور آپ جتنے بھی طاقت ور ہو جائیں، قانون سے زیادہ طاقت ور نہیں ہوسکیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "تم نے ایک عالمی ریکارڈ قائم کیا ہے۔ ہمارے دیس کا نام اونچا کیا ہے اس لیے ہم تمہاری عزت کررہے ہیں۔ ابھی تمہاری جگہ کوئی دوسرا پانڈے ہوتا تو ہم اسے حوالات میں بند کردیتے۔ عقل سے کام لو۔ جو عزت تمہیں مل رہی ہے، اسے سنبھال کر رکھنا سیکھو۔ کیا تمہیں یہ اچھا لگے گا کہ کل کے اخباروں میں تمہارے زخمی ہونے اور اپاہج بن جانے کی خبر شائع ہو؟"

وہ کچھ ٹھنڈا پڑگیا۔ دھیمی آواز میں بولا "ٹھیک ہے اپھسر صاحب! ہمرا دماگ ٹھنڈا ہوگوا ہے۔ ای ہمری بہنا ہے۔ ہم اس کو اپنے گھر لے جانے کا ہک رکھتے ہیں نا؟ آپ اس کو ہمرے ساتھ جانے دیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ اتنی جلدی تمہارا دماغ ٹھنڈا ہوگیا۔ تم نے سوچ لیا کہ بہن بہنوئی اور بچے کو لے جاکر ان کے ساتھ کیا سلوک کرو گے مگر ہم اس وقت رتنا کو تمہارے ساتھ جانے دیں گے، جب تم پکے کاغذ پر یہ لکھ کر دو گے کہ اگر تمہاری بہن، بہنوئی اور بھانجا کسی حادثے میں یا غیر قدرتی طور پر مریں گے یا دم گھٹ جانے سے مریں گے تو ان کے قاتل تم کہلاؤ گے۔"

"واہ صاحب! ای کا کانون ہے۔ ہجاروں لاکھوں لوگ ایسا ویسا موت مرجاتے ہیں۔ ہم کا جانت ہیں، ان کا نصیب ما کیسا کر کے مرنا ہے۔ ای تینوں ایسا ویسا موت مریں گے تو کا ہم ان کا قاتل بن جائیں گے۔ ای تو کوا نصاپھ نا ہی ہے۔"

مہاراج نے میری مرضی کے مطابق کہا "ذرا ایک منٹ کے لیے بحث بند کریں اور میری بات سنیں۔ میں اتنی دیر سے اس عورت اور اس کے پتی کا دماغ پڑھ رہا تھا۔ اب یقین سے کہتا ہوں کہ یہ مہاگرو کی بہن رتنا نہیں ہے۔"

پانڈے نے کہا "تم کا کبکباس کررہے ہو؟ کا ہم ہمری بہنا کو ناہی پہچانت ہیں۔ اس سسری کو ہم بچپن سے دیکھ رہے ہیں۔"

مہاراج نے کہا "اس کی صورت پہلے ایسی نہیں تھی۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس عورت کو رتنا کی ہم شکل بنایا گیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے پوچھا "ہم تمہاری بات کا کیسے یقین کریں؟"

"انسان کے اندر جو چھپے ہوئے خیالات ہوتے ہیں، انہیں ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے پڑھ لیتے ہیں اور حقیقت معلوم کرلیتے ہیں۔ اس عورت اور مرد کو بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ ان دونوں کا برین واش کیا گیا تھا۔ یہ دونوں اپنی پچھلی زندگی بھول گئے ہیں۔ اس عورت کے دماغ میں یہ خیالات ٹھونس دیے گئے ہیں کہ یہ مہاگرو دھن راج پانڈے کی بہن رتنا ہے اور یہ اس کا پتی موہن داس ہے۔"

افسر نے پوچھا "پھر یہ کون ہیں؟"

"اگر ان کی یادداشت واپس آئے گی تو میں ان کے خیالات پڑھ کر بتا سکوں گا کہ یہ دونوں بے چارے کون ہیں اور کس مقصد کے لیے انہیں رتنا اور موہن داس بنایا گیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے شبہ ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "کیا تم واقعی ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"میں یہاں سب کے دماغوں میں پہنچ کر ابھی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کروں گا لیکن آپ یہ بھی سوچیں کہ رتنا نے میرے بھائی دھرم راج کو قتل کیا ہے۔ میں تو چاہوں گا کہ اسے سزائے موت

ہو۔ اگر یہ قانون سے بچ نکلے گی تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی سانس روک دوں گا۔ یہ دم گھٹ جانے کے باعث یہیں مرجائے گی اور کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گا کہ یہ کیسے مرگئی ہے لیکن میں اس عورت سے انتقام نہیں لے رہا ہوں کیونکہ میں اس کے اندر کی بات جانتا ہوں۔ یہ رتنا نہیں ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "مجھے یقین دلاؤ کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

مہاراج نے ایک سپاہی سے اس کا نام پوچھا۔ وہ بولا "میرا نام دین دیال ہے۔"

"دین دیال! تم اچھے صحت مند ہو۔ اپنے اندر ارادہ کرلو کہ سانس نہیں روکو گے مگر میری ٹیلی پیتھی تمہیں سانس روکنے پر مجبور کردے گی۔"

دین دیال نے کہا "چاہے کچھ بھی ہوجائے' میں سانس نہیں روکوں گا۔ آپ آزمالیں۔"

مہاراج نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اچانک اس نے سانس روک لی۔ ایک دوبار سانس لینے کی کوششیں کیں مگر ناکام رہا۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ گئی۔ وہ کھڑا ہوا تھا۔ سانس لینے کی پوری کوشش کرتے ہوئے ڈگمگانے لگا پھر فرش پر گر پڑا۔

مہاراج اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ فرش پر گرا ہوا گہری گہری سانس لینے لگا۔ مہاراج نے کہا "میں اس کے دماغ سے نکل نہ آتا تو یہ ابھی فرش پر تڑپ تڑپ کر مرجاتا۔"

سپاہی فرش پر رینگتا ہوا آکر مہاراج کے قدموں سے لپٹ کر بولا "میں آپ کا احسان نہیں بھولوں گا۔ آپ نے مجھے مرنے سے بچالیا ہے۔"

مہاراج نے کہا "جاؤ اور اپنی گن اٹھا کر ایک سپاہی کی طرح اپنے افسران کے سامنے کھڑے رہو۔"

وہ اعلیٰ افسر کے دماغ میں گیا پھر واپس آکر بولا "آپ ابھی سوچ رہے ہیں کہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا بہت خطرناک ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "تم درست کہہ رہے ہو۔ ابھی میں یہی سوچ رہا تھا۔"

مہاراج نے کہا "میں برسوں سے اس شہر میں مہاگرو دھن راج پانڈے کی سیوا کرتے آتا ہوں۔ آج تک میں نے یہاں کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اس لیے آپ یہ نہ سوچیں کہ میں خطرناک ہوں۔"

مہاگرو مانک جاتیو نے کہا "ہم نے سنا تھا کہ مہاگرو پانڈے کے دو چیلے سوریہ راج اور دھرم راج ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ آج یہ دیکھ لیا کہ یہ کتنا خطرناک علم ہے مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ تمہارا بھائی دھرم راج ٹیلی پیتھی جانتا تھا پھر رتنا کے ہاتھوں کیسے مارا گیا؟"

"رتنا نے پچھلے چار برسوں میں کچھ غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کی ہیں۔ وہ یوگا جانتی ہے۔ یوگا جاننے والے ٹیلی پیتھی کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے ہیں۔ سانس روکنے سے خیال خوانی کی لہریں دماغ سے باہر چلی جاتی ہیں۔ شاید اسی وجہ سے میرا بھائی دھرم راج' رتنا کا مقابلہ نہ کرسکا۔"

رتنا اور اس کا پتی موہن داس حیرانی سے یہ باتیں سن رہے تھے۔ موہن داس نے کہا "آپ کہتے ہیں' ہمارا برین واش کیا گیا ہے اور ہم اپنی پچھلی زندگی کو بھول کر خود کو مہاگرو پانڈے کا راشتے دار سمجھ رہے ہیں لیکن ہمیں کیوں پتا نہیں چلا کہ ہمارا برین واش کیا جارہا ہے؟"

مہاراج نے کہا "جب تم دونوں کی یادداشت واپس آئے گی تب تمہیں یہ بھی یاد آجائے گا کہ تمہارا برین واش کیا گیا تھا۔"

"لیکن مجھے موہن داس اور میری پتنی کو رتنا کس مقصد کے لیے بنایا گیا ہے؟ اور کس نے ایسا کیا ہے؟"

"تم لوگوں کی یادداشت واپس آنے پر ہی معلوم ہوسکتا ہے کہ ایسا کس نے کیا ہے اور ایسا کرکے وہ کیا فائدہ حاصل کررہا ہے؟"

مانک جاتیو نے کہا "ہماری سمجھ میں کچھ آرہا ہے۔ انگریز بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ شاید ہم سے زیادہ جانتے ہیں لیکن وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے فرہاد علی تیمور کو اس دنیا سے نہیں مٹا سکتے ہیں۔ یہاں رہ کر البتہ مٹا سکتے ہیں۔"

"فرہاد علی تیمور؟" اعلیٰ افسر نے چونک کر کہا "وہ تو ٹیلی پیتھی کا بہت بڑا گیانی ہے۔ اس کو تو آج تک کوئی نہیں مار سکا پھر ہمارے شہر میں ایسا کون ہے جو اسے ہلاک کرنا چاہتا ہے؟"

مانک جاتیو نے کہا "فرہاد سے جسمانی طور پر وہی مقابلہ کرسکتا ہے جو بہت ہی غیر معمولی قوت کا مالک ہو۔ اس شہر میں دو ہی غیر معمولی جسمانی قوت کے مالک ہیں۔ ایک ہم ہیں اور دوسرا مہاگرو دھن راج پانڈے ہے۔ ایک انگریز جاسوس ایک بھارتی گائیڈ کے ساتھ مجھ سے سودا کرنے میرے پاس آیا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا۔ اگر میں فرہاد سے مقابلہ کرکے اسے ہلاک کردوں تو مجھے اس دیس کا بے تاج بادشاہ بنا دیا جائے گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اس کا مطلب ہے' ہمارے شہر میں عالمی سطح کی سازش ہورہی ہے۔ مہاگرو مانک جاتیو! تم نے اس انگریز جاسوس کو کیا جواب دیا؟"

"میرے جواب دینے سے پہلے اس جاسوس نے کہا' اگر میں یہ کام نہیں کروں گا تو وہ لوگ یہی کام مہاگرو دھن راج پانڈے سے لیں گے۔ پانڈے اپنی بہن رتنا کو پالے اور اسے جان سے مار ڈالنے کے لیے فرہاد کو بھی موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے تیار ہے۔"

اعلیٰ افسر نے مہاگرو پانڈے سے پوچھا "کیا وہ انگریز تم سے ایسا کوئی سودا کررہے ہیں؟"

"ہاں۔ میری بہنا کو جو ڈھونڈ کر لاوے گا' اور ہمرا دوست ہوئے

ہم اودوست کا کھاتر پھرہاد تو کا پھرہاد کے پورے کھاندان کو مٹی بلا ڈالیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "تم اپنی جھوٹی غیرت کے لیے بہن اور بہنوئی کو ہلاک کرنے کی خاطر خود کو ایک مجرم بنانا چاہتے ہو۔ یہ بات اتنی اچھی ہے کہ تم عالمی سازش میں ملوث ہو کر فرہاد سے مقابلہ کرنے کی حماقت کرنے والے ہو۔ تم صرف اس شہر کے لیے ہی نہیں' پورے دیس کے لیے خطرہ بن رہے ہو۔ میں وزارتِ داخلہ میں تمہارے خلاف رپورٹ بھیجوں گا۔ تمہیں جلد ہی قانون کے شکنجے میں لایا جائے گا۔"

"ہمری سمجھ میں یہ ناہی آوت ہے کہ ہمری بہنا اور ہمرے گھر والے ما... کانون کا ہے آوت ہے۔"

"تمہارا جسم ہاتھی جیسا ہے اور دماغ چیونٹی جیسا اس لیے بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ جب اوپر سے آرڈرز آئیں گے اور تمہیں گرفتار کرکے جیل پہنچایا جائے گا تو جو عالمی شہرت نہیں ملی ہے' وہ خاک میں مل جائے گی۔ تم اپنے دیس میں عزت دار نہیں' ایک مجرم کہلاؤ گے تو شاید یہ بات تمہاری سمجھ میں آجائے گی کہ برسوں محنت کرتے رہنے کے بعد عزت اور شہرت حاصل ہوتی ہے لیکن ذلت پلک جھپکتے ہی مل جاتی ہے۔"

موہن داس نے پوچھا "سر! ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ کیا ہم جاسکتے ہیں؟"

رتنا نے کہا "مگر ہم کہاں جائیں گے۔ آج تک مہاگرو پانڈے کو بھائی سمجھ کر ایک شہر سے دوسرے شہر بھٹکتے رہے۔ اس شہر میں بھی ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ کوئی روزگار نہیں ہے۔ بچے کا دودھ خریدنے کے لیے بھی پیسے نہیں ہیں۔"

مانک جاتیو نے کہا "مہاگرو پانڈے! یہ تمہاری بہن نہیں ہے بلکہ ایک کرائے کی عورت ہے جو اس شہر میں آئی ہے۔ تم اس کے پتی کے روزگار اور رہنے کا ٹھکانا کرسکتے ہو۔"

"ہم کا ہے اس کا کام آئیں؟ جس عورتیا کا نام رتنا ہوگا' ہم کو اسے بپھرت ہوگی پھر اس کی صورتیا تو بالکل رتنا جیسی ہے۔ ای کرپا کرکے بول دو۔ کبھی ہمرے سامنے آئے تو گھونگٹ مامسہ چھپا کر رکھے۔ ناہی تو۔ ناہی تو....."

"آگے نہ بولو۔ پولیس کے بڑے افسران تمہارے ارادے کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ بہن رتنا! تم فکر نہ کرو۔ اس شہر میں ہمارا بہت بڑا آشرم ہے۔ تم اپنے پتی اور بچے کے ساتھ وہاں رہو۔ وہ تمہیں تین وقت کھانا ملے گا۔ تمہارے پتی کو نوکری ملے گی اور دو ہزار روپے رکھو۔ بچے کے لیے دودھ اور جو ضروری سامان ہو' خریدلو۔"

مانک جاتیو نے اپنے ایک چیلے کو بلا کر کہا "ان پتی پتنی اور بچے کو آشرم میں پہنچا دو۔ انچارج سے بولو۔ ان کا خاص خیال

رتنا اپنے پتی اور بچے کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔ وہی مہاگرو پانڈے کی اصل بہن تھی۔ میں نے مہاراج کے دماغ میں رہ کر اسے ایک بھائی اور اپنی جائداد سے فی الحال محروم کردیا تھا۔ ایسا کرنے سے پتی' پتنی اور بچے کی جان بچ گئی تھی۔ آئندہ کسی مناسب موقع پر رتنا کو اس کے جائز حقوق دلائے جاسکتے تھے۔

اعلیٰ افسر نے پانڈے سے کہا "مہاگرو مانک جاتیو کتنا مہان ہے' یہ تم نہیں سمجھ سکو گے۔ کل اس نے تمہاری بہن کو اپنی بہن بنایا اور آج اس کی ہم شکل رتنا کو بھی اپنے آشرم میں پناہ دی ہے۔ انسان طاقت حاصل کرکے نہیں' دوسروں کے کام آکر بڑا بنتا ہے۔"

"ہمری سمجھ اتنی چھوٹی ناہی ہے۔ ہم مہاگرو مانک جاتیو کی چالاکی کو خوب سمجھتے ہیں۔ ای سسرا ہم کو نیچا دکھانے کے لیے ایسا کرت ہے مگر ہم اونچا ہیں اور اونچا رہیں گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر مانک جاتیو کو گھورتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ اعلیٰ افسر نے اپنے ماتحتوں سے کہا "شہر کے تمام تھانے والوں کو میرا حکم سنادو کہ مہاگرو پانڈے پر کڑی نظر رکھیں۔ میں انٹیلی جنس والوں سے کہوں گا کہ وہ اپنے جاسوس اس کے پیچھے لگائیں اور یہ معلوم کریں کہ کن ممالک کے جاسوس مہاگرو پانڈے سے آکر ملتے ہیں۔"

پانڈے ریلوے اسٹیشن سے باہر آکر اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جب کار چلنے لگی تو موبائل فون سے بزر کی آواز ابھرنے لگی۔ اس نے فون کو آن کیا پھر پوچھا "کاؤن ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "آپ کی بہن رتنا بول رہی ہوں۔"

وہ غصے سے بولا "اے سسری! تو ابھی ادھر سے گئی اور ابھی پھون کررہی ہے؟"

"جو ادھر سے گئی' وہ آپ کی بہن نہیں تھی پھر یہ کیوں سمجھ رہے ہیں کہ وہی بے چاری بول رہی ہے۔"

"اچھا تو تو کل رات والی رتنا ہے جس نے دھرم راج کی ہتیا کی تھی؟"

"اب ٹھیک سمجھ رہے ہیں۔ بھگوان آپ کو اور بدّھی (عقل) دے گا۔"

"اے سسری! تو کا سمجھت ہے' ہمرے پاس بدھی ناہی ہے۔ جس دن تیری گردنوا ہمرے ہاتھ ما آئے گی' ہم بتائے دیں گے کہ ہم کتنے بڑے بُدھی مان ہیں۔"

"بھیا! آپ اتنا بھی نہیں جانتے کہ غصہ ان کو آتا ہے' جو بے وقوف ہوتے ہیں۔"

"اے بیو کوپھ تو ہوگی۔ تیرا باپ ہوگا۔"

"ہم دونوں کا باپ ایک ہی ہے اور آپ بڑی بے وقوفی سے اپنے باپ کو بے وقوف کہہ رہے ہیں۔"

"اے سسری! ہم کو گُساّمت دلا۔ ناہی تو....."

"نہیں تو آپ اپنا فون توڑ ڈالیں گے۔ میں پوچھتی ہوں جب میں باقاعدہ شادی کر چکی ہوں اور میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے تو آپ غصہ کیوں دکھا رہے ہیں۔ کیا اس لیے کہ میں نے آپ کی مرضی سے نہیں' اپنی مرضی سے شادی کی ہے۔"

"اس سمے میں ہم نے اپنی اجت بنائی مگر تو نے ہمری بے اجتی کردی۔ سب کہت ہیں کہ ہمری بہنا اپنے یار کے سنگ بھاگ گئی ہے۔ ہم سرم سے مرجاتے ہیں۔ تیرا کا جاوت ہے؟"

"میری شادی کو قانونی طور پر قبول کیا گیا ہے۔ میں نے دھرم کے مطابق پریتم کمار کو اپنا پتی بنایا ہے۔ اگر آپ اسے ہنوئی مان کر گلے لگائیں گے تو دنیا آپ کے بڑے پن کی تعریفیں کرے گی۔"

"تار پیچھیں ناہی کرے گی۔ ہمری کھلی (مذاق) اڑائے گی۔ سب کہیں گے کہ پانڈے بلوان ہو کر بہنا کی جد کے آگے ہار گیا۔"

اسے فون پر علی کی آواز سنائی دی۔ وہ فہمی سے کہہ رہا تھا "رتنا! مجھے اپنے بھائی سے بات کرنے دو۔"

فہمی کی آواز آئی "نہیں پریتم! بھیا تم سے بات نہیں کریں گے۔"

"کیا تمہارے بھیا اتنے بزدل ہیں کہ ہم سے بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔"

پانڈے نے فون پر چیخ کر کہا "اے بجدل ہوگا تیرا باپ۔ ہم بات کرنے سے ناہی ڈرتے ہیں۔ اے رتنا! اپنے مردوا کو پھون دے۔"

چند سیکنڈ کے بعد علی نے کہا "جے رام جی کی سالے صاحب!"

"اے سالا ہوگا تو۔ جے رام جی بھی بولت ہے اور گالی بھی دیت ہے۔"

"یہ گالی نہیں ہے۔ تم رشتے میں سالے ہو۔ میں عزت سے سالے صاحب کہہ رہا ہوں۔"

"ہم ای سادی کو ناہی مانت ہیں۔ تم ہمرے کوئی ناہی ہو۔"

"میرے ہونے والے بچے کے ماما جی تو ہو گے۔ یہ بات اب تک تمہاری سمجھ میں نہیں آئی کہ ایک آدمی کے انکار کرنے سے شادی کا مضبوط بندھن نہیں ٹوٹتا۔ وہ بھی تمہارے جیسے آدمی کے انکار کرنے سے جس کی کھوپڑی میں گدھے کا دماغ ہے۔"

وہ غصے سے پھٹ پڑا "گدھا کا بچہ! ہم کو گدھا کہت ہے....."

وہ فون کو کار کی باڈی پر زور زور سے مارتے ہوئے بولنے لگا۔ "ہم تو کا جندہ ناہی چھوڑیں گے۔ تے کو مار مار کے۔ مار مار کے....."

وہ فون کو کار کی باڈی پر مارتا جا رہا تھا۔ فون چور چور ہو چکا تھا پھر بھی وہ گھونسے مارے جا رہا تھا۔ اس کے دو چیلے گن لیے بیٹھے ہوئے تھے مگر مہاگرو کے غصے کا انداز ایسا تھا کہ وہ بھی سہم کر اپنی جگہ سٹ گئے تھے۔

کار کی باڈی پچک گئی تھی مگر اسے ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے گدھا کھنکنے والے کو مارے جا رہا ہے۔ میں نے اچانک اس کے دماغ میں کہا "ابے چپ!"

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگا۔ یہ کیسی آواز تھی؟ دماغ کے اندر کسی نے "ابے چپ" کہا تھا۔

غصہ دماغ کو کمزور بنا دیتا ہے۔ سات گھنٹوں تک سانس روکنے والے کا دماغ فوراً ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا ہے لیکن وہ غصے کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اس وقت اس نے مجھے اپنے اندر آنے سے نہیں روکا مگر سوچ میں پڑ گیا کہ اس کے اندر کون بول رہا تھا۔

میں دوسری بار اس کے اندر نہیں گیا کیونکہ میں نے اس کا غصہ کم کر دیا تھا۔ اس کی سوچ کو دوسری طرف لگا دیا تھا۔ وہ غصے کے باعث ہانپتے ہوئے سوچ رہا تھا پھر اس نے چیلے سے کہا "سمندر کا اور (طرف) چلو۔ ہمرا دماگ گرم ہو گوا ہے۔"

وہ کار سمندر کی طرف جانے والی سڑک پر چلنے لگی۔ مہاگرو مانک جاتیو اپنی کوٹھی میں واپس آیا۔ فہمی اور علی کو بتانے لگا کہ ریلوے پولیس کے دفتر میں جو رتنا تھی' وہ بے چاری کوئی اور نہیں مہاراج نے نیلی پیتھی کے ذریعے اس کی اصلیت معلوم کی ہے ویسے یہ تمام باتیں فہمی اور علی کو ثانی کے ذریعے معلوم ہو چکی تھیں۔

اسی وقت ایک چیلے نے مانک جاتیو کے پاس آ کر کہا "مہاگرو! ایک بری خبر ہے۔ آپ کے دو چیلے جو رتنا' موہن داس اور بچے کو لے کر آشرم جا رہے تھے' انہیں کسی نے گولیوں سے چھلنی کر دیا ہے۔"

مانک جاتیو اچھل کر کھڑا ہو گیا "ہمارے چیلوں کو کس نے گولیاں ماری ہیں؟ رتنا' اس کا پتی اور بچہ کہاں ہیں؟"

"ان کا کوئی پتا نہیں ہے۔ جس کار میں وہ جا رہے تھے' وہ ایک سڑک کے کنارے کھڑی ہے۔ اس میں آپ کے چیلوں کی لاشیں ہیں۔ ان تینوں کو کوئی لے گیا ہے۔"

"اور کون لے جا سکتا ہے؟ مہاگرو پانڈے کے چیلے لے گئے ہوں گے۔ اس گدھے کو یقین نہیں آیا ہے کہ مہاراج نیلی پیتھی کے ذریعے سچ کہہ رہا ہے۔"

ایک انسپکٹر دو سپاہیوں کے ساتھ آیا پھر بولا "مہاگرو! آپ کے لیے افسوس ناک اطلاع مل گئی ہوگی کہ آپ کے دو چیلے ہلاک کر دیے گئے ہیں۔"

مانک جاتیو نے کہا "میں نے یہ بھی سنا ہے کہ رتنا اور موہن داس اپنے بچے کے ساتھ لاپتا ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ان تینوں کو اغوا کیا گیا ہے۔"

"جی ہاں۔ شہر کی تمام پولیس مہاگرو پانڈے کو تلاش کر رہی ہے۔ اس کے موبائل فون پر بھی اس سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ ان تین بے گناہوں کو کہیں قید کرنے یا ہلاک کرنے لے گیا ہے۔"

مانک جاتیو پولیس والوں کے ساتھ جائے واردات کی طرف روانہ ہوا۔ ایک انسپکٹر نے آئی جی کو اطلاع دی "مہاگرو پانڈے سمندر کے کنارے ہے۔ اس کے ساتھ دو مسلح چیلے ہیں۔ ہم اسے گرفتار کرنا چاہیں گے تو کاؤنٹر فائرنگ ہوگی۔ مجھے زیادہ مسلح سپاہیوں کی ضرورت ہے۔"

تھوڑی دیر بعد پولیس کی کئی گاڑیاں ساحل کے اس حصے کی طرف آئیں اور پانڈے کو چیلوں اور کار سمیت چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پانڈے نے پوچھا "ای کا ہو رہا ہے؟ کا ہم کوئی ڈاکو ہیں۔ ہے گھیرے ما لینے کا مطلب کا ہے؟"

ایک افسر نے کہا "اپنے چیلوں سے کہو۔ ہتھیار پھینک دیں۔ اپنا اپنا ہتھیار پھینک دو۔"

انہوں نے اپنے ہتھیار دور پھینک دیے۔ تمام مسلح سپاہی ان کے قریب آ گئے۔ افسر نے حکم دیا "مہاگرو پانڈے کو ہتھکڑی پہنا دو۔"

پانڈے نے پیچھے ہٹ کر کہا "کھبردار! ہم چور ڈاکو ناہی ہیں۔ ہاتھ میں ہتھکڑی پہناؤ گے تو بہوت برا ہوگا۔"

افسر نے کہا "اور تم طاقت کا مظاہرہ کرو گے تو تمہارے لیے برا ہوگا۔ تمہیں گولیوں سے زخمی کر کے لے جایا جائے گا۔"

"آکھر ہم نے کا کیا ہے۔ ہمرا جرم تو بتاؤ۔"

"آئی جی صاحب کے دفتر میں بتایا جائے گا۔ فی الحال اپاہج بننا چاہتے ہو تو ہتھکڑی پہن لو۔"

اس نے چاروں طرف درجنوں بندوقیں دیکھیں تو مجبور ہو کر ہتھکڑی پہن لی۔ اس نے آئی جی کے دفتر میں پہنچ کر کہا "ای ہمرے ساتھ اچھا سلوک ناہی ہوا۔ کانون کا کرسی ما بیٹھنے کا یہ مطلب ناہی ہے کہ تم ایک اجت دار کا بے اجتی کرو۔"

آئی جی نے کہا "اپنی بکواس بند کرو اور یہ بتاؤ رتنا' موہن داس اور ان کا بچہ کہاں ہیں؟"

"ہم سے کا پوچھت ہو۔ مانک جاتیو کے چیلے ان کو لے گئے ہیں۔ مانک جاتیو سے پوچھو۔"

"اس کے دونوں چیلوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا ہے۔ اس کا چیلا رتنا' موہن داس اور بچے کو اغوا کیا گیا ہے۔"

"ای ہمرے لیے نیا بات ہے۔ ہم کا جانیں کون سسرے نے اغوا کاری ہے اور ان تینوں کو اگوا کیا ہے؟ ہم تو اوبکھت سمندر کا اور علوت رہیں۔"

"تم اس لیے سمندر کی طرف گئے تھے کہ شہر میں جو واردات ہو' اس کا الزام تم پر نہ آئے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ ہمرے چیلوں نے ایسا ناہی کیا ہے۔"

"کیا ہے۔ تم ڈنکے کی چوٹ پر کہتے رہے ہو کہ تمہیں رتنا کے نام سے نفرت ہے۔ رتنا کی صورت سے نفرت ہے۔ اگر رتنا کی ہم شکل بھی سامنے آئے گی تو تم اسے مار ڈالو گے۔"

"کامنہ کھولنے سے' جبان ہلانے سے گولی چل جاوت ہے؟ ہم تو اب تلک منہ سے بولت رہے ہیں۔ ابھی تک ایک گولی ناہی چلایا ہے۔"

"تم نے نہیں' تمہارے حکم پر تمہارے چیلوں نے یہ واردات کی ہے۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ ان تینوں کو یہاں لے آؤ۔"

"کدھر سے لاویں۔ ہم سے جبردستی مت کرو۔ ہم بھی تھوڑا کانون جانت ہیں۔ ہمرے کھلاف بہوت ملے گا' گواہ ملے گا تو ہم کو سجا دے سکو گے۔ ناہی تو ای کرسی پر بیٹھا رہو گے۔"

آئی جی نے کہا "اسے حوالات میں لے جا کر بند کر دو۔"

اسی وقت مہاگرو پانڈے کے وکیل نے آ کر کہا "ٹھہریئے۔ میں ابھی کورٹ سے آ رہا ہوں۔ یہ عدالت سے حاصل کیا ہوا مہاگرو پانڈے کا ضمانت نامہ ہے۔"

وکیل نے کاغذات پیش کیے۔ آئی جی نے انہیں پڑھا پھر شکست خوردہ لہجے میں حکم دیا "اس کی ہتھکڑی کھول دو۔"

پانڈے نے زوردار قہقہہ لگایا پھر ہتھکڑی کھلتے ہی وکیل کے شانے کو تھپک کر کہا "ساباس بکیل صائب! تم نے ہمرے نمک کا ہک ادا کر دیا۔ کانون ہم کو جو تا مارنا مانگتا تھا۔ ہم کانون کو جو تا مار کے جا رہے ہیں۔"

وہ قہقہے لگاتا ہوا' وکیل اور چیلوں کے ساتھ چلا گیا۔ آئی جی نے ایک گہری سانس لے کر چھوڑتے ہوئے کہا "قانون کی چھلنی میں بے شمار سوراخ ہیں۔ مجرم کو بچ نکلنے کے ہزاروں راستے مل جاتے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد مانک جاتیو نے آ کر پوچھا "آئی جی صاحب! یہ ہم کیا سن رہے ہیں؟ آپ نے مہاگرو پانڈے کو رہا کر دیا ہے۔"

آئی جی نے کہا "ہماری اس کرسی اور اس وردی نے ہمیں جکڑ رکھا ہے۔ ہم مجبور ہو گئے۔ اس کا وکیل عدالت سے ضمانت نامہ لے کر آیا تھا۔"

"مگر ہمارے دو چیلے مارے گئے۔ کیا ان کے لیے انصاف نہیں ہوگا؟"

"اگر تم عدالت میں یہ ثابت کر دو گے کہ مہاگرو پانڈے یا اس کے چیلوں نے تمہارے دو چیلوں کو مارا ہے تو انہیں ضرور سزا ملے گی۔ فی الحال کوئی ثبوت اور گواہ نہیں ہیں۔ لیکن ہم خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ ان قاتلوں اور اغوا کرنے والوں کا سراغ ضرور لگائیں گے۔"

مہاگرو پانڈے اپنے وکیل کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا

ہوا تھا۔ اس نے کہا "بکیل صائب! تم نے بڑی پھرتی دکھادی۔ تو کا کیسے معلوم ہوا کہ ہم گرپھتار ہوگئے ہیں؟"

"یہ ایک راز کی بات ہے۔ اکیلے میں کہوں گا۔"

"ای کار میں ہمرا دو چیلا ہیں۔ ہمرا راجدار ہیں۔ تم بے پھکر ہوکے بولو۔"

"جو انگریز جاسوس آپ سے سودا کرنا چاہتے ہیں' انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ ٹھیک دس بجے واردات کریں گے اور مجھے آپ کی حفاظت کے لیے گیارہ بجے عدالت سے ضمانت نامہ حاصل کرلینا چاہیے۔"

"مگر او سرا لوگ نے ایسا واردات کیوں کیا ہے؟"

"آپ کی بہن رتنا' موہن داس اور اس کے بچے کو اغوا کرنے کے لیے ایسا کیا ہے۔"

"ارے او جاسوس لوگ ناہی جانت ہیں۔ او ہمری سگی بہنا ناہی ہے۔"

"مہاگرو! وہ دنیا کے بڑے مانے ہوئے جاسوس ہیں۔ ان سے غلطی نہیں ہوسکتی۔ آپ کی سگی بہن رتنا وہی ہے جسے اغوا کیا گیا ہے۔"

"تم سوریہ راج (مہاراج) کی ٹیلی پیتھی کو گلت بول رہے ہو۔"

"غلط اور صحیح کا پتا ابھی چل جائے گا۔ آپ ابھی میرے ساتھ مہاراج کے بنگلے میں چلیں۔"

پانڈے نے اپنے چیلے کو حکم دیا کہ وہ مہاراج کے بنگلے کی طرف چلے پھر زیرِ لب بڑبڑانے لگا "سوریہ راج ہمرا بہوت بڑا سیوک ہے۔ ہمرا بہوت وپھادار ہے۔ او ہم سے کاہے جھوٹ بولے گا۔"

وکیل نے کہا "مہاراج کسی کے بھی دماغ میں جاکر اسے اپنی مرضی کے مطابق جھوٹ سچ بولنے پر مجبور کرسکتا ہے لیکن آپ کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ تھوڑی دیر کے لیے مہاراج کے دشمن بن کر اسے مارڈالنے کی دھمکی دیں۔ اسے ایسی مصیبت میں رکھیں کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کو مدد کے لیے نہ بلا سکے پھر دیکھئے۔ جو سچائی ہے' وہ آپ کے سامنے آجائے گی۔"

ان کی کار بنگلے کے احاطے میں پہنچ گئی۔ وہ کار سے اتر کر دروازے پر آئے۔ کال بیل کا بٹن دبایا۔ اندر سے مہاراج کی آواز سنائی دی "کون؟"

"ہم ہیں مہاگرو دھن راج پانڈے۔"

نام سنتے ہی مہاراج نے فوراً دروازہ کھول کر حیرانی سے کہا۔ "مہاگرو! آپ میرے دروازے پر آئے ہیں۔ حکم دیتے تو میں دوڑا چلا آتا۔"

پانڈے اندر آتے ہوئے بولا "ہمرے آنے سے کوئی پھرک نہیں پڑتا۔ تم ہمرے بہوت بڑے سیوک ہو۔ کا تم کو معلوم ہے۔ ابھی پولیس نے ہم کو گرپھتار کیا تھا۔"

"مہاگرو! پولیس والوں کی کیا مجال ہے کہ آپ کو گرفتار کریں۔ مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ میں ریلوے اسٹیشن سے واپس آکر ابھی سونے جارہا تھا۔"

"ہم تو کا سونے دیں گے۔ تمرا بکھت برباد ناہی کریں گے۔ ابھی چلا جائیں گے۔ تم ایک بات سچ بول دو۔ ٹیلی پیتھی والے وِدیا جو رتنا تھی' کا وہ ہمری سگی بہنا ناہی ہے؟"

مہاراج ایک ذرا سا گھبرا گیا پھر سنبھل کر بولا "میں نے اس کا دماغ پڑھا تھا۔ جو سچ تھا' وہ کہہ دیا۔"

پانڈے نے اچانک اس کے حلق کو دبوچ کر کہا "اب ہم تو سانس چاہیں گے' تم اتنا سانس لوگے۔ اپنا ٹیلی پیتھی کا جریے کی کومد کے لیے ناہی بلا سکوگے۔"

مہاراج کی سانسیں رک رک کر آرہی تھیں۔ وہ مہاگرو کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے ہٹانے کے لیے زور لگانے لگا لیکن جیسے فولادی شکنجے میں تھا۔ اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اشارے سے رحم کی بھیک مانگنے لگا۔

پانڈے نے اس کے حلق کو نہیں چھوڑا لیکن گرفت ذرا ڈھیلی کرتے ہوئے بولا "تم کا بولنے کے واسطے موکا دے رہے ہیں۔ ناہی تو ایک منٹ ما ٹینٹوا دبا کے نرک ما پہنچا دیں گے۔"

ذرا سی ڈھیل ملتے ہی اس نے خیال خوانی کے ذریعے پکارا "فرہاد صاحب! جلدی آئیں۔"

میں نے فوراً خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر پچویشن کو سمجھا۔ وہاں مہاگرو پانڈے کے علاوہ اس کا وکیل اور دو چیلے تھے۔ چیلے بھی یوگا کی مشقیں کرتے تھے۔ میں ان کے اندر پہنچ کر انہیں اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکتا تھا۔ میں نے مہاراج سے کہا "مجھے کسی طرح وکیل کی آواز سناؤ۔"

وہ پانڈے کے سامنے گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ بولنے سے پہلے سانسیں درست کررہا ہو لیکن وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے کہہ رہا تھا "وکیل بہت چالباز ہے۔ جب سے یہ ہے' تو نگا بنا ہوا ہے۔ اگر میں اسے بولنے پر مجبور کرنے کے لیے اس پر حملہ کروں گا تو پانڈے چند سیکنڈ میں میری گردن توڑ دے گا۔"

میں نے کہا "تو پھر ڈراما کرو۔ میں تمہارے دماغ پر قبضہ جمائے ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر ہنستے ہوئے اس کی آواز اور لہجے میں کہا "ما..... مہاگرو۔ جب ہم ریلوے پولیس کے وشواس تھے تب دو..... وہ میرے دماغ کے اندر آیا تھا۔"

"کاون آیا رہا؟"

"وہ اپنا نام نہیں بتا رہا تھا۔ مجھ کو دھمکی دے رہا تھا کہ میں سانس روک کر اسے اپنے دماغ سے بھگاؤں گا تو وہ میرے دماغ میں جاکر اسے مار ڈالے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک زور کی چیخ ماری۔ پانڈے نے اس کے حلق کو چھوڑا تو وہ فرش پر گر کر تڑپتے ہوئے بولا "وہ پھر..... پھر میرے اندر آگیا ہے۔ میرے..... میرے اندر ٹیلی پیتھی کی سوئیاں چبھو رہا ہے۔ مم..... مجھے سارا دو۔"

دونوں چیلوں نے اپنی گنوں کو دیوار سے لگایا پھر اسے سارا دینے کے لیے آئے۔ اسے دونوں طرف سے پکڑ کر فرش پر سے اٹھایا۔ میں اس کے اندر اپنی دماغی قوتوں کے ساتھ سمایا ہوا تھا۔ اچانک ہی دونوں کی گردنیں پکڑ کر ان کے سروں کو ایک دوسرے سے ٹکرا دیا پھر انہیں پانڈے کی طرف دھکیل کر دیوار سے لگی ہوئی ایک گن اٹھا کر مہاگرو پانڈے کا نشانہ لیا۔ وہ غصے سے میری (مہاراج) طرف بڑھ رہا تھا۔ میں نے ٹریگر دبایا۔ ایک گولی آواز کے ساتھ اس کی ایک ران میں دھنس گئی۔ وہ لڑکھڑایا مگر بڑا جیدار تھا۔ جیسے فولاد تھا۔ میں نے دوسری گولی اس کی دوسری ران میں ماری۔ اس بار وہ کھڑا نہ رہ سکا۔ فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔

اس کے دونوں چیلے چھلانگ لگاتے ہوئے میری طرف آئے۔ میں نے ایک کو گولی ماری۔ دوسرے کے منہ پر رائفل کا کندا مارا۔ وکیل وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی ٹانگ پر بھی گولی ماری۔ دوسرے چیلے کو بھی زخمی کرنا پڑا۔

پھر میں نے مہاراج کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ حیرانی سے اپنے کمرے میں چار زخمیوں کو دیکھ کر بولا "فرہاد صاحب! یہ کیسے ہوگیا؟"

"جیسے بھی ہوگیا۔ تم میرے کام آرہے تھے اس لیے میں نے تمہاری جان بچائی ہے۔ اب بھی ہوشیار رہو۔ وہ دیکھو مہاگرو پانڈے میں کتنی زبردست قوتِ برداشت ہے۔ دو گولیاں اس کی دونوں رانوں میں دھنسی ہوئی ہیں۔ وہ چلنے کے قابل نہیں رہا ہے لیکن فرش پر گھسٹتا ہوا تمہاری طرف آرہا ہے۔"

مہاراج نے نشانہ لے کر اس کے ایک بازو پر گولی ماری۔ وہ کراہتا ہوا فرش پر چاروں شانے چت ہوگیا۔ مہاراج نے دوسری گن بھی اٹھالی۔ پانڈے یوں چاروں شانے چت ہوگیا تھا جیسے مرہا ہو یا بے ہوش ہوگیا ہو لیکن اس کا دوسرا ہاتھ زخمی نہیں تھا۔ وہ اس ہاتھ کو اپنی جیب کی طرف لے جاکر ریوالور نکال رہا تھا۔

میں نے فوراً ہی مہاراج کو اس کی طرف گھمایا اور اس کے ذریعے گولی چلادی۔ اس کا دوسرا بازو بھی زخمی ہوگیا۔ وہ نڈھال سا ہوکر اپاہج بن کر وہیں پڑا رہ گیا۔

مہاراج نے کہا "فرہاد صاحب! آپ نے پھر میری جان بچائی ہے۔ واقعی آپ اپنے وفاداروں کی ہر طرح حفاظت کرتے ہیں۔"

"مہاگرو پانڈے ایک انسانی گوشت پوست والا روبوٹ ہے۔ اس سے غافل نہ رہو۔ اس کی جیب سے ریوالور نکال لو۔"

وہ ڈرتے ڈرتے... اس کے قریب گیا۔ پانڈے بلاشبہ بہت ہی خطرناک تھا۔ مہاراج ریوالور کو اس کی جیب سے نکالتے ہی دور ہوگیا پھر بولا "فرہاد صاحب! میرا دماغ کام نہیں کررہا ہے۔ آپ بتائیں' ان زخمیوں کا کیا کروں؟ کیا مجھے یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔"

"تمہیں بھاگنا نہیں چاہیے۔ یہ تم پر حملہ کرنے تمہارے گھر آئے تھے۔ آئی جی آف پولیس کو فون کرکے صورتِ حال بتاؤ۔"

وہ ٹیلی فون کے پاس جاکر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ وکیل کی ایک ٹانگ میں گولی لگی تھی اور آرپار ہوگئی تھی۔ حوصلے والے ایسے زخم کو برداشت کرلیتے ہیں لیکن اس میں حوصلہ نہیں تھا۔ وہ کئی بار تکلیف سے کراہتے ہوئے رحم کی بھیک مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اسے جان سے نہ مارا جائے۔

میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ ایک غیر ملکی جاسوس سے اس کی شناسائی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ عدالت سے مہاگرو پانڈے کے لیے ضمانت نامہ حاصل کرلے۔ اس جاسوس نے آئندہ رابطہ رکھنے کے لیے اسے اپنا فون نمبر بھی بتایا تھا۔

چیلوں میں سے ایک مرچکا تھا اور دوسرا زخمی تھا۔ وہ فرش پر گھسٹتا ہوا مہاگرو پانڈے کے قدموں کے پاس آیا پھر اس کا پیر پکڑ کر بولا "مہاگرو! آپ کا یہ سیوک مجبور ہوگیا ہے۔ میرے اندر اتنی شکتی نہیں رہی ہے کہ آپ کے دشمن سے انتقام لے سکوں۔"

مہاگرو پانڈے چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اس کی دونوں رانوں اور دونوں بازوؤں میں چار گولیاں پیوست ہوگئی تھیں۔ خون کافی مقدار میں بہہ رہا تھا۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ مرچکا ہوتا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ بے چینی محسوس کرنے لگا۔ ساکت پڑا ہوا تھا' ذرا ہلنے لگا۔ بڑی مشکل سے بولنے لگا۔

"ہم..... ہمرے دماگ سے جاؤ۔ بھگوان سے پرارتھنا کرو کہ ہم مرجائیں۔ جندہ رہ گئے تو تے کو جندہ ناہی چھوڑیں گے۔"

وہ زیادہ بول نہیں سکتا تھا۔ ہانپتے ہوئے گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ میں چپ چاپ اس کے خیالات پڑھتا جارہا تھا۔ اس کی کچھ کمزوریاں اور اس کے کچھ اہم خاندانی حالات معلوم کررہا تھا پھر ایمبولینس اور پولیس کی بہت سی گاڑیاں آگئیں۔ مسلح سپاہیوں اور افسروں کے ساتھ ان کا آئی جی بھی آیا تھا۔ پانڈے کی حالت دیکھ کر بولا "اس کے جسم سے خون بہہ رہا ہے۔ اسے فوراً اسپتال لے جاکر اس کے جسم سے گولیاں نکلواؤ۔ اسے اپنے غرور پر شرمندہ ہونے کے لیے زندہ رہنا چاہیے۔"

مہاگرو پانڈے میں غیر معمولی قوتِ برداشت تھی۔ وہ آنکھیں کھولے دیکھ رہا تھا۔ آئی جی نے کہا "پانڈے! تمہارے وکیل نے بڑی پھرتی دکھائی تھی۔ تمہاری ہتھکڑی کھلوا کر لے گیا اور تم نے کہا تھا کہ تم قانون کے منہ پر جوتے مار کر جارہے ہو۔ اب دیکھو کہ تقدیر تمہیں کس طرح جوتے مار کر دوبارہ ہماری حراست میں پہنچا رہی ہے۔"

اسے اسپتال والے ایک ایمبولینس میں لے گئے۔ مانک جاتیو بھی پولیس والوں کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے مہاگرو پانڈے کی حالت دیکھ کر آسمان کی طرف دیکھا پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "ہے بھگوان! ہم کو گھمنڈ سے بچائے رکھنا۔ ہم انسان کی طرح مرنا

چاہتے ہیں۔ پانڈے کی طرح مرنا نہیں چاہتے۔ تو اسے زندگی دے سکتا ہے۔ اب وہ زندہ رہے گا تو کبھی بڑا بول نہیں بولے گا اور اپنی طاقت کا بے استعمال نہیں کرے گا۔"

باقی دو زخمیوں اور لاش کو دوا ایمبولینسوں میں لے جایا گیا۔ آئی جی آف پولیس نے مہاراج سے کہا "آپ نے قانون کی بہت مدد کی ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ ہم باقی اہم باتیں اسپتال میں کریں گے۔"

مہاراج نے میری مرضی کے مطابق کہا "ذرا ایک منٹ۔ میں ایک اہم فون کرلوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر فون نمبر ڈائل کیے پھر میں نے اس کے حلق سے وکیل کی آواز اور لہجے میں کہا "ہیلو مسٹر کیرول! میں وکیل امرناتھ بول رہا ہوں۔ یہاں مہاراج نے بڑی گڑبڑ کی تھی۔ اس نے مہاگرو پانڈے کو جان سے مارنے کی کوشش کی تھی مگر پانڈے نے مہاراج کو مار ڈالا ہے۔ میں کسی طرح جان بچا کر بھاگ نکلا ہوں۔ آپ لوگ بھی ہوشیار رہیں۔ پولیس والے زخمی پانڈے سے اس کی بہن رتنا کے بارے میں پوچھیں گے۔"

دوسری طرف سے کیرول نے کہا "تم ہماری فکر نہ کرو۔ ہم نے رتنا کو جہاں چھپا رکھا ہے' وہاں تک کوئی پہنچ نہیں پائے گا۔"

مہاراج نے فون بند کردیا۔ آئی جی آف پولیس اور دوسرے افسران' مہاراج کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں کیرول کے خیالات پڑھ رہا تھا پھر میں نے مہاراج کے ذریعے کہا "آئی جی صاحب! ابھی میں نے ٹیلی پیتھی سے معلوم کیا ہے۔ رتنا' موہن داس اور بچے کو جگن ناتھ گلی کے ایک مکان کے اندر باندھ کر رکھا گیا ہے۔ آپ فوراً وہاں چلیں۔"

آئی جی نے چند افسران اور سپاہیوں کو پانڈے کے پاس اسپتال جانے کا حکم دیا پھر ایک پولیس پارٹی کے ساتھ جگن ناتھ گلی کی طرف جانے لگا۔ راستے میں آئی جی نے مہاراج سے پوچھا "یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے رتنا کو اغوا کرکے چھپا رکھا ہے؟"

میں نے مہاراج کے ذریعے کہا "چند امریکی سیکرٹ ایجنٹ اور اسکاٹ لینڈ یارڈ کے دو جاسوس ہیں لیکن وہ سب اپنے اپنے ملک کے سفارت خانوں میں ہیں اور بھارتی غنڈوں کو اچھی خاصی رقم دے کر یہ کام کرا رہے ہیں۔"

"آخر وہ رتنا' موہن داس اور بچے کو وہاں کب تک چھپا کر رکھ سکتے ہے؟"

"آج آدھی رات کے بعد گاندھی گراؤنڈ میں ایک ہیلی کاپٹر آنے والا تھا۔ اس ہیلی کاپٹر میں ان تینوں کو مدراس پہنچایا جاتا پھر ان تینوں کو ایک طیارے کے ذریعے امریکا پہنچایا جانے والا تھا۔"

آئی جی نے کہا "بات سمجھ میں آرہی ہے۔ وہ رتنا کو یرغمال بنا کر پانڈے سے سودا کرنا چاہتے تھے کہ وہ فراد کو مقابلے میں جان سے مارے گا تو اس کی بہن کو اس کے حوالے کیا جائے گا۔"

وہ گلی کے ایک سرے پر پہنچ کر اپنی گاڑیوں سے اتر گئے پھر دبے پاؤں چلتے ہوئے اس مکان کا محاصرہ کرلیا جس کی نشان دہی مہاراج نے کی تھی۔ ایک افسر نے اونچی آواز میں کہا "تم لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ اگر صرف سزا پانا مگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک کر باہر آجاؤ۔"

مجرموں نے کھڑکیوں اور روشن دانوں سے جھانک کر دیکھا۔ اتنے زیادہ مسلح سپاہی دکھائی دیئے' جن سے کاؤنٹر فائرنگ نہیں کرسکتے تھے۔ ان کے پاس ہتھیار تھے مگر گولیاں کم تھیں۔ آخر مکان کا دروازہ کھل گیا۔ ایک ایک مجرم باہر آنے سے پہلے ہتھیار دروازے سے دور پھینکتا گیا۔ وہ چاروں ہندوستانی تھے۔ انہیں حراست میں لے لیا گیا۔ مکان کے اندر رتنا اور موہن داس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر انہیں باندھ دیا گیا تھا۔ بے چاروں کا برا حال تھا۔ انہیں کھول کر آزاد کیا گیا۔ باہر سے فوراً کھانے پینے کی چیزیں منگوا کر انہیں کھلایا گیا۔ بچے کے لیے بھی دودھ آگیا۔ مہاراج نے رتنا کے سر پر ہاتھ رکھ کر محبت سے کہا "بیٹی! تم ہی اصلی رتنا اور پانڈے کی بہن ہو۔ میں نے مہاگرو پانڈے سے تمہاری جان بچانے کے لیے جھوٹ کہا تھا کہ تم پتی پتنی کا بیرن واش کیا گیا ہے۔"

مہاراج' رتنا' موہن داس اور بچے کی زندگیاں بچانے کے سلسلے میں' میں گمنوں مصروف رہا تھا اور ان کی خاطر اپنی ذات سے بے خبر رہ کر خیال خوانی کرتا رہا تھا۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوا تو افغانستان میں ہمارا قافلہ بدخشاں کی طرف جارہا تھا۔ ثمرینہ سمجھ رہی تھی کہ میں سو رہا ہوں۔ دوسری دو گاڑیوں میں زرینہ' محبوب' شائستہ' زبیر' سرفراز' رب نواز اور ایک مقامی گائیڈ تھا۔

ہماری وہ تینوں گاڑیاں رک گئی تھیں۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ثمرینہ موبائل فون پر کسی سے بات کررہی تھی اور پوچھ رہی تھی "تم کون ہو اور فرہاد سے کیوں باتیں کرنا چاہتے ہو؟"

دوسری طرف سے کچھ کہا جارہا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ثمرینہ سے فون لیا پھر اپنے کان سے لگا کر بولا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو مسٹر فرہاد! ہمارے جیسے عالمی سطح کے مجرم آواز سنتے ہی تمہیں پہچان لیتے ہیں۔ اب تم اپنی تینوں گاڑیوں کے اطراف دیکھو گے تو تمہیں بے شمار کلاشنکوف اور سیون ایم ایم کی رائفلیں نظر آئیں گی۔ تمہاری سمجھ میں آجائے گا کہ ہم نے یہاں سے ہزاروں میل دور پوری شہر میں تمہیں کیوں مصروف رکھا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہاں تم نے زبردست کامیابی حاصل کی ہے۔ ہمارا مقصد تو تمہیں یہاں سے غافل رکھ کر پوری کامیابی سے گھیرنا تھا تاکہ اس بار تم زندہ نہ بچ سکو۔ یہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں تمہاری لاش جائے گی۔ تمہاری ذہانت اور تمہاری ٹیلی پیتھی تمہیں نہیں بچا پائے گی۔"

میں نے ونڈ اسکرین' بیک اسکرین اور کھڑکیوں کے باہر دیکھا۔ دور جھاڑیوں کے پیچھے ہتھیار ہی ہتھیار نظر آرہے تھے۔ میری موت کا مکمل سامان کیا جاچکا تھا۔

پچھلی بار میرے ساتھ یہ ہوا تھا کہ میں ایک کمرے میں تھا اور تین افراد اچانک کمرے میں گھس آئے تھے اور گونگے بن کر مجھے گن پوائنٹ پر رکھ لیا تھا۔ وہاں کے ایک مولوی نے مجھے قتل کرانے کی یہ سازش کی تھی۔ وہ کسی بھی لمحے مجھے گولی مار سکتے تھے لیکن میں نے فوراً ہی ان کے کمانڈر کے دماغ پر قبضہ جمالیا تھا پھر اسے اپنے پاس آنے پر مجبور کیا تھا۔ اس طرح اس کے ذریعے اپنی جان بچالی تھی۔

لیکن اب سچویشن دوسری تھی۔ مجھے اور میرے ہم سفر ساتھیوں کو چاروں طرف سے اچانک ہی گھیر لیا گیا تھا۔ ہم سب اپنی گاڑیوں میں دبک گئے تھے۔ ہمیں جھاڑیوں اور درختوں کے درمیان بے شمار کلاشنکوفیں اور سیون ایم ایم رائفلیں دکھائی دے رہی تھیں۔ دشمن نہ تو نظر آرہے تھے اور نہ ہی اپنی آواز سنا رہے تھے۔ انہیں اچھی طرح سمجھایا گیا ہوگا کہ وہ گونگے بنے رہیں اور روبرو نہ آئیں کیونکہ میں آنکھوں میں جھانک کر بھی دماغ میں پہنچ جاتا ہوں۔

جس اجنبی شخص نے پہلے ثمرینہ اور پھر مجھ سے فون پر بات کی تھی' وہ یوگا کا ماہر تھا۔ میں نے ایک بار اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی پھر قہقہہ لگا کر کہا "ایک نہیں ہزار بار کوششیں کرلو۔ میرے اندر نہیں آسکو گے۔"

اس کی انگریزی زبان کی روانی اور لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ افغانی نہیں' کوئی یورپی باشندہ ہے۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ کرائے کا قاتل ہوگا۔ اس کی اپنی ایک خطرناک تنظیم ہوگی۔ اس نے لاکھوں ڈالرز لے کر بڑی زبردست پلاننگ پر عمل کرکے مجھے گھیر لیا تھا۔ میرے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں رکھا تھا۔

میں گہری نظروں سے بار بار چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ کئی کلاشنکوفیں اور رائفلیں تیز ہوا کے باعث جھاڑیوں کے ساتھ ساتھ ہل رہی تھیں۔ میرا تجربہ کہہ رہا تھا کہ وہ تمام ہتھیار جھاڑیوں میں اس طرح پھنسا کر رکھے گئے ہیں کہ دیکھنے والے دھوکا کھا جائیں اور یہی سمجھیں کہ ان ہتھیاروں کے پیچھے بے شمار محاصرہ کرنے والے موجود ہیں۔

یعنی اگر چاروں طرف ڈیڑھ سو ہتھیار ہیں تو ان ہتھیاروں کو چلانے والے ڈیڑھ سو دشمن بھی موجود ہیں جبکہ ایسا نہیں تھا۔ ہمیں بڑی چالاکی سے یہ سمجھنے پر مجبور کیا جارہا تھا کہ ہم تعداد میں صرف نو ہیں۔ چاروں طرف سے فائرنگ کرنے والے ڈیڑھ سو افراد کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔

ایک جھاڑی کے پیچھے سے ایک اور شخص کی آواز آئی "فرہاد! ہمیں تمہارے ساتھیوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ہماری شرط ہے کہ تم سب اپنے ہتھیار دور پھینک دو اور دونوں ہاتھ پیچھے گردن پر رکھ کر اپنی گاڑیوں کے درمیان سے نکل آؤ۔ ہم وعدہ کرتے ہیں۔ تمہارے ساتھیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ انہیں زندہ سلامت آگے جانے دیں گے۔ ہمیں صرف تمہاری ضرورت ہے۔"

میں نے اس بولنے والے کے بھی دماغ میں جانے کی کوشش کی۔ اس نے سانس روک لی۔ میری خیال خوانی کی لہروں کو بھانپ لیا پھر کہا "فرہاد! تم سے نادانی کی توقع نہیں ہے۔ موٹی عقل سے بھی سوچو گے تو سمجھ میں آئے گا کہ ہم میں سے وہی افراد اپنی آوازیں سنائیں گے جو یوگا کے ماہر ہوں گے۔"

پھر تیسرے شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں صرف ایک بار حکم دوں گا "فائر" اور پھر چاروں طرف سے فائرنگ شروع ہوجائے گی لیکن تم سب کو مزید پندرہ منٹ کی مہلت دے رہے ہیں۔ اگر فرہاد ہمارے حکم کی تعمیل نہ کرے تو اس کے ساتھی ہتھیار پھینک کر چلے آئیں۔ جب فرہاد وہاں تمہارہ جائے گا تو ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے تمام ساتھیوں سے کہا کہ وہ گاڑیوں کی آڑ میں زمین پر لیٹ جائیں۔ ثمرینہ سے کہا "ڈیش بورڈ کے خانے میں ریوالور اور سائلنسر ہے۔ مجھے سائلنسر لگا کر دو۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے بولی "تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ مجھے اپنی فکر نہیں ہے۔ تمہارے ساتھ جان پر کھیل جاؤں گی لیکن ایک ذرا سی غلطی کے سبب تمہارے ساتھی مارے جائیں گے۔"

میں نے کہا "تم کیا سمجھتی ہو۔ یہ اتنے شریف لوگ ہیں کہ مجھے گولی مار کر میرے ساتھیوں کو زندہ چھوڑ دیں گے۔ یہ تو مرجاؤیا مار ڈالو والی سچویشن ہے۔ میں صرف ساتھیوں کے تحفظ کی خاطر دیر

کررہا ہوں ورنہ بارود اور لہو کا کھیل شروع ہو چکا ہوتا۔"

"ان غیر ملکی دشمنوں سے سمجھوتا کرنے کی کوئی تدبیر کرو۔"

"تدبیر کررہا ہوں۔ تم دیکھتی جاؤ۔"

میں نے اپنے ہم سفر فرہاد کے دماغوں میں جا کر ان کے خیالات پڑھے۔ انہوں نے پختہ عزم کیا تھا کہ میرے حکم کے بغیر نہ ہتھیار پھینکیں گے اور نہ ہی مجھے تنہا چھوڑ کر جائیں گے۔ ایسے محبت کرنے والے ساتھیوں کو کسی نہ کسی طرح بچانا میرا فرض تھا۔

میں پھر چاروں طرف بڑی توجہ سے دیکھنے لگا۔ ادھر سے بھی خاموشی تھی اور وقت گزرتا جارہا تھا پھر ایک جھاڑی کے پیچھے سے آواز آئی "پندرہ منٹ کی مہلت دی گئی تھی۔ دس منٹ گزر چکے ہیں۔ میں فرہاد کے ساتھ سفر کرنے والوں سے کہتا ہوں کہ اپنی قیمتی جانیں بچاؤ۔ ہتھیار پھینک کر چلے آؤ۔"

پیجیرو کی کھڑکی پر میرا ایک ہاتھ تھا۔ میں دوسرے ہاتھ سے ریوالور کو اس ہاتھ پر رکھ کر بولنے والے کی آواز کا صحیح تعین کررہا تھا۔ ٹھیک میرے سامنے دس گز کے فاصلے پر ایک جھاڑی کے پیچھے سے وہ آواز ابھر رہی تھی پھر میں نے اللہ کا نام لے کر ٹریگر دبا دیا۔ ایک نہیں دو بار دو مختلف زاویوں سے گولیاں چلائیں۔ سائلنسر کے باعث ٹھس ٹھس کی ہلکی آوازیں ابھریں۔ اس کے ساتھ ہی بولنے والے کی کراہیں سنائی دیں۔ میں ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر خیال خوانی کی چھلانگ لگاتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

سب سے پہلے معلوم کیا' وہ تعداد میں کتنے ہیں؟ پتا چلا وہ صرف چار ہیں۔ چاروں طرف کی جھاڑیوں میں صرف چار آدمی تھے۔ چونکہ ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھے اس لیے انہوں نے اپنے ایک ساتھی کی کراہ نہیں سنی تھی۔ وہ انہیں آواز دینا چاہتا تھا۔ میں نے اسے منہ کھولنے نہیں دیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جمایا' اس کے کسی دوسرے ساتھی کی آواز سننے کا انتظار کرنے لگا۔

وہ صرف چار کیوں تھے؟ ہتھیاروں کی مناسبت سے سیکڑوں کیوں نہیں تھے؟ اس کا ذکر ابھی کروں گا۔ فی الحال یہ اطمینان ہوگیا کہ بے شمار ہتھیاروں سے ہم پر فائرنگ نہیں کی جائے گی۔ ان کی پلاننگ یہ تھی کہ میں گاڑیوں کے درمیان سے نکل کر کھلی جگہ آجاؤں پھر وہ مجھے کچھ بولنے کی تو کہا' سانس لینے کی بھی مہلت نہیں دیں گے۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر مجھے گولیوں سے چھلنی کردیں گے۔

اور میں ان کی پلاننگ کے مطابق اپنے ساتھیوں اور گاڑیوں کے درمیان سے نکل کر کھلی جگہ نہیں آرہا تھا۔ اس لیے بے شمار نمائشی ہتھیاروں کی موجودگی کے باوجود ہم پر فائرنگ نہیں کی جارہی تھی اور نہ ہی وہ چار آدمی بیک وقت بے شمار ہتھیاروں سے فائرنگ کرسکتے تھے۔

میں فوراً ہی گھوم کر پیجیرو کی دوسری کھڑکی کی طرف آیا۔ دور

ایک جھاڑی کے پیچھے سے ایک شخص کہہ رہا تھا "مسٹر فرہاد! مہلت ختم ہونے میں صرف ایک منٹ رہ گیا ہے۔ تم انہیں وارننگ کیوں نہیں دے رہے ہو؟ کیا ان کے لیے مہلت کا وقت بڑھانا چاہتے ہو۔"

میرے ریوالور سے نکلی ہوئی بے آواز گولی اس کی پیشانی پر لگی۔ وہ چیخ مارتا ہوا الٹ کر زمین پر گرا۔ تیسری طرف سے آواز آئی "کمبخت! تم نے چیخ کیوں ماری ہے؟ کیا بات ہے۔"

میں نے پہلے زخمی ہونے والے فرہاد کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ کلاشنکوف لے دوڑتا ہوا تیسرے ساتھی کے پاس آیا پھر ساتھی کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی اسے گولی مار کر زخمی کردیا۔

اب تو ٹیلی پیتھی کی گولیاں چل رہی تھیں۔ اس تیسرے زخمی ہونے والے نے دوڑتے ہوئے چوتھے ساتھی کے پاس پہنچتے ہی اسے اپنی کلاشنکوف سے زخمی کردیا۔ مجھے ہلاک کرنے کے لیے بڑا زبردست نفسیاتی حربہ استعمال کیا گیا تھا۔ میرے چاروں طرف پوری ایک ہتھیار بردار فوج لاکر کھڑی کی گئی تھی۔ یہ یقین دلایا گیا تھا کہ میرے فرار کے راستے مسدود ہوچکے ہیں اور اس کے ساتھ ہی میری موت لازمی ہوچکی ہے۔

ابھی اللہ مجھے رکھ رہا تھا اس لیے موت مجھے نہیں چکھ رہی تھی۔ میں نے پیجیرو سے نکلتے ہوئے بلند آواز سے ساتھیوں کو مخاطب کیا "زمین پر سے اٹھ جاؤ۔ ہتھیار اٹھالو۔ خطرہ ٹل گیا ہے۔"

میں کھلی جگہ آیا تو تمام ہم سفر ساتھیوں کو حوصلہ ہوا۔ وہ بھی زمین سے اٹھ کر گاڑیوں کے درمیان سے نکل آئے۔ وہ تینوں زخمی تھے۔ میری مرضی کے مطابق ہتھیار پھینک کر زخموں کی تکلیف سے کراہتے ہوئے لڑکھڑاتے اور ڈگمگاتے ہوئے جھاڑیوں کے پیچھے سے نکلے اور ہمارے سامنے آکر گھٹنے ٹیکتے ہوئے زمین پر گر پڑے۔

سرفراز نے مجھ سے کہا "فرہاد صاحب! یہ صرف تین ہیں مگر باقی لوگ تو اسلحہ لیے جھاڑیوں کے پیچھے ہیں۔"

میں نے کہا "اگر ان کے علاوہ دوسرے ہتھیار بردار ہوتے تو اب تک ہمیں گولیوں سے بھون ڈالتے۔ یہ صرف چار تھے۔ میں نے ایک کو مار ڈالا اور ان تینوں کو صرف زخمی کیا ہے۔ یہ ہم سے فراڈ کررہے تھے کہ پوری فوج کے ساتھ ہمیں گھیرنے اور مارنے آئے ہیں۔ اب سنا جائے کہ یہ اپنے بارے میں کیا کہتے ہیں۔"

میں نے ایک کے اندر رہ کر اس کے چور خیالات اس کی زبان سے اگلوائے۔ وہ کہنے لگا "ہم عالمی سطح پر بہت ہی خطرناک قاتل سمجھے جاتے ہیں۔ ہم چاروں نے جیسی بدنام شہرت حاصل کی ہے اس کے نتیجے میں انٹرپول کے تجربے کار سراغ رسانوں سے چھپ کر نہیں رہ سکتے تھے۔ وہ ہمیں کبھی نہ کبھی گرفتار کرکے سزائے موت دلا سکتے تھے لیکن امریکی حکام ہمیں اکثر اہم سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے انٹرپول اور دوسرے سراغ رسانی کے ادارے ہمیں کبھی گرفتار نہیں کرتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "تم چاروں کو کیسے معلوم ہوا کہ میں آج کل افغانستان میں ہوں؟"

"ہمیں امریکی فوج کے ایک جنرل نے طلب کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ افغانستان میں ہیں۔ آپ سے یہ بات چھپی نہیں رہے گی کہ ہم افغانستان میں کیسا سیاسی کھیل کھیل رہے ہیں پھر آپ کے ذریعے ان کا خفیہ سیاسی کھیل دنیا والوں کے سامنے آجائے گا۔ لہٰذا ہم چاروں آپ کو افغانستان سے زندہ واپس نہ جانے دیں۔"

"جب میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا تو نوجوان تھا۔ آج میرے بیٹے جوان ہیں۔ ایک طویل مدت گزر چکی ہے۔ آج تک بڑے بڑے شہ زور' چالاک اور خطرناک دشمن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ جو بھی میرے سامنے آیا' بے موت مارا گیا۔ کیا یہ حقیقت تم لوگوں کو سمجھائی گئی تھی؟"

"جی ہاں کچھ تو سمجھائی گئی تھی اور ہم خود آپ کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے۔ آپ طاقت سے زیادہ ذہانت سے کام لیتے ہیں اور اکثر مخالفوں کی نفسیاتی کمزوریاں معلوم کرکے انہیں مات دیتے ہیں۔"

"تم لوگوں نے بھی ایک انسانی نفسیاتی کمزوری کو سمجھا کہ انسان جب چاروں طرف سے گھیرا جاتا ہے اور اسے یقین دلا دیا جاتا ہے کہ فرار کا کوئی راستہ نہیں رہا ہے تو پھر وہ ہتھیار پھینک کر گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں دوسروں کی نفسیاتی کمزوریوں سے کھیلنے والا تمہارے جھانسے میں آجاؤں گا؟"

"ہم چاروں یوگا کے ماہر ہیں۔ ہم نے سوچا' آپ ہماری آوازیں سن کر بھی ہمارے دماغوں میں آکر ہماری پلاننگ کو نہیں سمجھ پائیں گے مگر میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کی طرف سے گولی چلنے کی آواز بھی نہیں آئی اور میں چھپنے کے باوجود کیسے زخمی ہوگیا؟"

"اب ذرا سوچو۔ اگر واقعی سویا پچاس کرائے کے قاتل لاکر مجھے گھیر لیتے تو کیا تمہیں کامیابی حاصل ہوتی؟"

"بے شک ہم کامیاب رہتے لیکن لالچ کے باعث مارے جارہے ہیں۔ ہم چاروں میں سے ہر ایک کو ڈھائی لاکھ ڈالر ٹوکن امائونٹ کے طور پر دیے گئے ہیں۔ آپ کو قتل کرنے کے بعد ہمیں دس دس لاکھ ڈالر دیے جاتے۔ گویا صرف ایک شخص کو یعنی آپ کو ہلاک کرنے کے عوض کل پچاس لاکھ ڈالر دیے جاتے۔ ہمیں اپنی زندگی میں کبھی اتنی بڑی رقم کسی نے کسی کو قتل کرانے کے لیے نہیں دی۔"

دوسرے زخمی نے کہا "دوسرے کرائے کے قاتل پہلے تو آپ کا نام سن کر گھبرا جاتے تھے۔ ان میں سے جو راضی ہوئے' وہ ہم سے پچاس ہزار ڈالرز کا مطالبہ کررہے تھے۔ اگر ہم پچاس قاتل کرائے پر حاصل کرتے تو ہمارے پچیس لاکھ ڈالر ان کی ادائیگی میں چلے جاتے۔ ہمارے پاس صرف پچیس لاکھ رہ جاتے اور یہ ہمارے لیے گھاٹے کا سودا تھا۔ لہٰذا ہم چاروں اس بات پر متفق ہوگئے کہ آپ کو دور سے سیکڑوں ہتھیار دکھا کر ٹریپ کیا جاسکتا ہے۔"

میں نے کہا "تمہارے پاس موبائل فون ہے۔ جس سے میرے قتل کے معاملات طے ہوئے تھے' اسے خوش خبری سنا دو کہ تم میں سے ایک مارا گیا ہے اور باقی تین بھی مرنے والے ہیں۔"

وہ تینوں گڑگڑانے لگے۔ اپنی اپنی زندگی کی بھیک مانگنے لگے۔ میں نے ایک کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے امریکی فوج کے ایک جنرل کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا "کس مرحلے پر ہو؟ کیا فرہاد کو ٹریپ کرچکے ہو؟"

اس زخمی نے میری مرضی کے مطابق کہا "ہم نے بہت مضبوط جال بچھا رکھا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق وہ اسی طرف آرہا ہے۔ ہم جلد ہی آپ کو خوش خبری سنانے والے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے ہم ایک بات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ جتنی ہمیں معلومات حاصل ہوں گی' اتنا ہی زیادہ ہم دشمن کو سمجھ پائیں گے۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

موسیقی کی ا، ب، ت کا قاعدہ
گانا سیکھنے کے لیے نہایت موزوں کتاب

ابجد موسیقی

بیوصفیر کے نامور گلوکار مہدی حسن کہتے ہیں کہ:
یہ کتاب لوگوں کے بہت کام آئے گی۔ میری دعا ہے کہ اللہ کرے یہ کتاب بہت زیادہ لوگوں تک پہنچے۔

موسیقی کے استاد نظام الدین خاں کہتے ہیں کہ:

مسز وقار ادیب موسیقی شکیل عادل زادہ کہتے ہیں کہ:

جواں فن مسز شاہد جمال احسانی کہتے ہیں کہ:

کتابیات پبلی کیشنز

"یہی کہ اب سے پہلے فرہاد کے سلسلے میں خاموشی تھی۔ اس پر پہلے کی طرح جان لیوا حملے نہیں کیے جاتے تھے۔ اب اس کی جان لینا ضروری کیوں ہوگیا ہے؟"

"پہلے ہمارے پاس بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ہم ان کے ذریعے جوابی کارروائی کرسکتے تھے لیکن اب محض گنتی کے چند ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ ان میں ہمیشہ کی طرح فرہاد سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ وہ مرجائے گا تو باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ختم کرنا کچھ مشکل نہیں ہوگا۔"

میں نے جنرل کے دماغ میں جانا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے کہا "مجھے دماغ میں نہ آنے دو۔ اتنی دیر سے میں ہی اس فون پر بول رہا ہوں۔ تمہارے چار مہروں میں سے ایک مرچکا ہے۔ باقی تین میرے سامنے زخمی پڑے ہیں۔"

"آپ؟ کیا آپ فرہاد علی تیمور صاحب ہیں؟"

"ہاں تم نے فی الحال یوگا کے ذریعے خود کو بچالیا ہے مگر میں فرصت ملتے ہی دوسرے فوجی افسران میں سے کسی کے ذریعے تمہیں زخمی کرکے تمہاری کھوپڑی میں پہنچ جاؤں گا۔"

"کبھی نہیں پہنچ سکو گے۔ میں نے ان چاروں سے جھوٹ کہا تھا کہ میں امریکی فوجی جنرل ہوں۔ تم اس فوج میں مجھے ڈھونڈتے رہ جاؤ گے، تمہیں میری پرچھائیں تک نہیں ملے گی۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم امریکی نہیں ہو؟"

"میرا تعلق کسی بھی ملک سے نہیں ہے۔ میں ایک پراسرار ایجنٹ ہوں۔ بڑے ممالک کے سیاسی مقاصد کے لیے کروڑوں ڈالرز کے عوض کام کرتا ہوں۔ جس کام کی ذمے داری لیتا ہوں، اسے کامیابی سے پورا کرتا ہوں۔ اب میں نے تمہارے قتل کی ذمے داری لی ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ ان چاروں کو ہلاک کرنے کے بعد زندہ رہ سکو گے۔ میں تمہارے لیے کئی خطرناک ٹیمیں تیار کرچکا ہوں۔ نہ میں الفاظ میں بیان کرسکتا ہوں اور نہ تم سوچ سکتے ہو کہ ان تمام ٹیموں میں کس قدر مکار اور خطرناک قاتل ہیں، جو ہتھیاروں سے نہیں بلکہ اپنی ذہانت اور چالاکیوں سے اپنے شکار کو موت کے گھاٹ اتارتے ہیں۔"

"اس دنیا میں تم سے پہلے بھی بہت سے پراسرار احمقوں نے ملک الموت کو چھٹی دے کر اس کی ذمے داری اپنے سر لے لی پھر وہ رہے، نہ ان کا سر رہا کیونکہ موت کا فرشتہ چھٹی کرنے والوں کی پہلے چھٹی کردیتا ہے۔ جیسے اس وقت تمہارے چار خطرناک قاتلوں کی چھٹی کررہا ہے۔"

"تم خود کو ملک الموت سمجھ رہے ہو؟"

"خود کو ملک الموت نہیں سمجھ رہا ہوں لیکن موت کا فرشتہ کسی بہانے یا کسی وسیلے سے جان لیتا ہے۔ اس وقت میں اس کا وسیلہ بنا ہوا ہوں۔"

"فرہاد! میں ذاتی طور پر تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ اگر تم فوراً ہی افغانستان سے چلے جاؤ تو میں تمہارا دوست بن جاؤں گا۔"

"مجھے ہلاک کرانے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو میں افغانستان میں رہ کر امریکی سیاسی کھیل میں گڑبڑ نہ کروں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میں ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں خطرناک سمجھا جاتا ہوں۔ اس لیے دشمنوں کے لیے میری موت لازمی ہے اور میری موت کی ذمے داری تم قبول کرچکے ہو۔ اس لیے مجھے دوستی کا جھانسا نہ دو۔ میں بہت سی خطرناک ٹیمیں تیار کرچکے ہو۔ میں یہاں رہ کر تمہاری دوسری ٹیم کا انتظار کروں گا۔ فی الحال اپنے خطرناک لوگوں کی آخری چیخیں سنو۔"

میں نے ایک ریوالور فون کرنے والے کے سامنے پھینکا۔ اس نے ریوالور اٹھا کر دو فائر کیے۔ دو چیخیں بلند ہوئیں پھر اس نے فون پر کہا "ہم چاروں میں سے ایک تو پہلے ہی مرچکا تھا۔ باقی دو کی آخری چیخیں ابھی تم نے سنیں۔ اب میں خود کشی کررہا ہوں۔ پتا نہیں میری آخری چیخ نکلے گی یا نہیں مگر تم اپنی ناکامی پر ایک ذرا سا چیخ لینا۔ ہماری روحوں کو سکون ملے گا۔"

اس نے اپنی پیشانی پر ریوالور کی نال رکھ کر گولی چلائی پھر آخری چیخ کے ساتھ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔ میں نے آگے بڑھ کر فون اٹھایا پھر کہا "تم نے ابھی تک فون پکڑ رکھا ہے۔ اپنی اگلی ٹیم کی چیخیں سننے تک کے لیے فی الحال اسے بند کردو۔"

میں نے موبائل فون بند کردیا۔ ثمرینہ اور دوسرے ہم سفر ساتھی مجھے حیرت سے، فخر سے اور فاتحانہ انداز سے دیکھ رہے تھے پھر سب ہی یکبارگی دوڑتے ہوئے آکر مجھ سے لپٹنے لگے۔ مجھے چومنے لگے۔ ثمرینہ دور کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی اور فخر سے مسکرا رہی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا 'اب تو میری جان بھی چلی جائے تو تمہیں نہیں چھوڑوں گی فرہاد!'

میں اسے کئی بار سمجھا چکا تھا کہ بیٹیوں، بہوؤں، پوتی اور پوتوں کی موجودگی میں ایک جوان لڑکی سے رومانس زیب نہیں دیتا لیکن وہ تسلیم نہیں کرتی تھی کہ میں پوتی اور پوتوں کے دادا ہونے کی حد تک عمر رسیدہ ہوں۔

میں نے ایک منٹ کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پائلٹ صاحب کے ادارے کے انچارج سے کہا "میری ایک ڈی فور افغانستان کے شہر دشاں روانہ کریں۔ میں اس سے کل ملاقات کروں گا۔ وہ میری جگہ فرہاد کا رول ادا کرے گا۔"

میں پھر ذاتی طور پر اپنے ہم سفر ساتھیوں کے درمیان حاضر ہوگیا۔ مجھے اب ایک تیر سے دو شکار کرنے تھے۔ ایک تو اس پراسرار ایجنٹ کی خطرناک ٹیموں کو ڈی فرہاد کے ذریعے دھوکا دینا تھا۔ اس کے علاوہ جو ڈی آنے والا تھا، وہ جوان تھا لیکن میرے آپ اور گیٹ اپ میں عمر رسیدہ بنا ہوا تھا۔ ثمرینہ عمد کرچکی تھی کہ میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ وہ اپنی عمر کے مطابق جیسا سوچ رہی تھی ویسا ہی جوان فرہاد اسے پیش کرنے والا تھا۔

○☆○

ٹیلی پیتھی جاننے والے نابود ہورہے تھے۔ گنتی کے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں مہاراج کا چھوٹا بھائی گرو دیو مارا گیا تھا۔ مہاراج کا بھی آخری وقت آنے والا تھا۔ لیکن عین وقت پر میں نے مہاراج کو موت سے بچالیا تھا۔ ایک لمحے کی بھی دیر ہوتی تو مہاگرو نے مہاراج پانڈے اس کا گلا دبوچ کر اسے دوسری دنیا میں پہنچا دیتا۔ میں پچھلے باب میں یہ بیان کرچکا ہوں کہ مہاگرو دھن راج کو سات گھنٹوں تک سانس روک سکتا تھا اور غیر معمولی جسمانی قوت کا حامل تھا۔ اگر وہ شیر کی گردن دبوچ لیتا تو شیر بھی اس کی گرفت سے نکل نہ پاتا۔ مہاراج تو اس کے لیے ایک چیونٹی تھا۔ اسے مسلنے ہی والا تھا کہ میں نے ایک حکمتِ عملی سے اسے ہپناٹائز اور مہاگرو پانڈے کو زخمی کردیا۔

میں نے آلۂ کاروں کے ذریعے پہلے ایک گولی اس کی ران میں اتاری تھی۔ دوسری گولی دوسری ران میں اور باقی دو گولیاں اس کے دائیں بازوؤں میں پیوست کردی تھیں۔ وہ ایسا جیدار اور سخت جان تھا کہ نہ مررہا تھا اور نہ ہی بے ہوش ہورہا تھا۔

اس کے دونوں بازوؤں اور دونوں ٹانگوں پر گولیاں مارنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ کم از کم ہاتھوں پیروں سے معذور ہوجائے اور پلٹ کر مہاراج پر حملہ کرنے کے قابل نہ رہے۔ میری اس حکمتِ عملی نے مہاراج کو ایک نئی زندگی دی تھی۔

وہ خطرناک مہاگرو پانڈے چند گھنٹے پہلے عدالت سے ضمانت حاصل کرکے قانون کے شکنجے سے نکل آیا تھا اور وہاں کے آئی جی پولیس کو چیلنج کیا تھا کہ اس جیسے قانون کے محافظ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے لیکن چند گھنٹے بعد ہی آئی جی پولیس نے مہاراج پر قاتلانہ حملہ کرنے کے جرم میں اسے دوبارہ گرفتار کرکے اسپتال پہنچوایا تھا تاکہ اس کے جسم میں پیوست ہونے والی چار گولیاں نکالی جاسکیں۔

اس کے بعد وہاں کیا ہوا؟ یہ میں نہ جان سکا کیونکہ میں اچانک دشمنوں میں گھر گیا تھا۔ مجھے دماغی طور پر افغانستان کے ایک مہمان علاقے میں حاضر ہونا پڑا۔

بہرحال جب میں افغانستان میں اپنے دشمنوں سے نمٹ کر مہاراج کے دماغ میں پہنچا تو اس نے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر کہا۔ "مہاراج! آپ نے مجھ پر جو احسان کیا ہے، میں اسے کبھی نہیں بھلاؤں گا۔ زندگی بھر آپ کا سیوک بن کر رہوں گا اور آپ کی خدمت کے لیے بھگوان سے پرارتھنا کرتا رہوں گا۔"

مہاراج کا نام سوریہ راج تھا۔ میں نے کہا "راج! مجھ سے کوئی بات نہ چھپانا کیونکہ میں نے زبان سے محبت، عقیدت اور خدمت کا دم بھرنے والے بہت دیکھے ہیں اور انہیں اچانک فریب دیتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ اگر تم سچے ہو تو آئندہ تمہارا عمل سچائی ثابت کرے گا۔ یہ بتاؤ مہاگرو پانڈے کا کیا حال ہے؟"

"حضور! پانڈے کے اندر شاید کوئی بھوت ہے۔ فولادی روبوٹ کی طرح طاقت ور ہے۔ اس نے آپریشن سے پہلے اپنے زخمی بازو سے ایک ڈاکٹر کی گردن پکڑلی تھی۔"

میں نے پوچھا "ڈاکٹر تو اس کے جسم سے گولیاں نکال کر اس پر احسان کررہا تھا پھر اس کی گردن کیوں دبوچ لی؟"

"صرف اتنی سی بات کے لیے کہ ڈاکٹر آپریشن سے پہلے اسے بے ہوش کرنے میں وقت ضائع نہ کرے۔ اس نے کہا 'ایسے ہی گولیاں نکالو۔ میں اپنی آنکھوں سے دشمن کی گولیاں اپنے جسم سے نکلتے دیکھوں گا۔'"

میں نے کہا "واقعی یہ قوتِ برداشت کی انتہا ہے کہ اس نے ہوش میں رہ کر ایک نہیں چار گولیاں اپنے جسم سے نکلوائی ہیں۔ پولیس نے کیا انتظامات کیے ہیں؟"

"اسے پولیس اسپتال میں رکھا گیا ہے۔ اس کے اسپیشل کمرے کے سامنے اور اسپتال کے چاروں طرف مسلح سپاہیوں کا سخت پہرا ہے۔ اس کے کسی بھی چیلے کو اسپتال کے احاطے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ ویسے آپ اس کے دماغ میں کیوں نہیں جارہے ہیں؟"

"میں سمجھ رہا تھا کہ وہ مجھے دماغ میں محسوس کرکے غصے میں آئے گا اور مجھے اندر سے نکالنے کے لیے گرجنے اور تڑپنے لگے

شیخ کرامت کی سرگزشت

جس نے ہمزاد کو بے بس کیا

ہمزاد

مکمل

- ایک پراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلئے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
- اس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر 130 سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر 25 سال
- شیخ کرامت نے ہمزاد کو کس طرح تسخیر کیا

کتابات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 22 کراچی 74200

گا۔ اس کے ایسا کرنے سے زخموں کے ٹانکے ٹوٹ سکتے ہیں لیکن اب اس کی قوتِ برداشت کے پیشِ نظر اس کے اندر جا رہا ہوں۔"

میں مہاراج کے دماغ سے نکل کر اس کے اندر پہنچا۔ وہ بے چین سا ہو گیا۔ کچے زخموں کے باعث سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ سے نہیں نکال سکتا تھا۔ دانت پیس کر بولا۔

"راج! تیرے ہری بے بسی کا تماشا دیکھنے واسطے ہمرے دماگ میں آیا ہے۔ چلا جا۔ اپنی موت کا انتجار کر۔ ہم اپنا پاؤں پر کھڑا ہوتے ہی تے کو نرک میں پہنچائیں گے۔ ماں کسم ہم تے کو جندہ ناہی چھوڑیں گے۔"

بہت پہلے ہی جب اسے گولیاں ماری گئی تھیں تو میں نے اس کے چور خیالات پڑھے تھے اور اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا تھا۔ ان معلومات کے پیشِ نظر میں نے کہا "پانڈے! تم مجھے سوریہ راج (مہاراج) سمجھ رہے ہو۔ میں وہ نہیں ہوں۔"

"تے کیا ہے رے؟ ہمرے دماگ میں کیا واسطے آیا ہے؟"

"میں اپنا نام بتاؤں گا تو تم مجھے نہیں پہچانو گے۔ پہلے یہ بتاؤ۔ کیا تمہارے دادا کا نام گوپال پانڈے تھا؟"

"ہاں مگر....."

"ابھی اگر مگر کرو گے تو مجھ کو نہیں پہچان پاؤ گے۔ اس لیے میرے سوالوں کے جواب پہلے دو۔ کیا تمہارے دادا گوپال پانڈے کے دوست کا نام سلامت علی تھا؟"

"ہاں مگر....."

"پھر وہی مگر؟ اب یہ بتاؤ سلامت علی اور تمہارے دادا نے ایک پیالے میں ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ پیا تھا۔ اس طرح دونوں دودھ بھائی بن گئے تھے۔"

"ہاں ہم ہندو اور وہ مسلمان مگر دونو کے دونو دودھ بھائی بن گئے تھے مگر تم ای بات کیسے جانت ہو؟"

"ایسے جانتے ہیں کہ سلامت علی میرے دادا تھے پھر میرے باپ کرامت علی اور تمہارے باپ دیال پانڈے نے اس دوستی اور محبت کو آگے بڑھایا۔ ہم دونوں کے باپ نے ایک پیالے میں ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ پیا اور دودھ بھائی بن گئے۔"

"تم ٹھیک کہت ہو مگر....."

"اگر مگر مت کرو۔ میری پوری بات سنو۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے فسادات میں تمہارے باپ کی جان جانے والی تھی۔ میرے باپ کرامت علی نے تمہارے باپ کی جان بچائی تھی۔ اور جب پاکستان بن گیا تو تمہارے باپ نے ہمارے خاندان کو ہندو غنڈوں سے بچا کر بارڈر پار کرا کے پاکستان پہنچنے میں ہماری مدد کی تھی۔"

"تم ایک دم ٹھیک کہت ہو۔ ہری سمجھ میں آگیا۔ تم ہمرے باپ کے دوست کرامت علی کے بیٹے ہو۔"

"میرے پاس ایک ایسی ڈائری ہے جس میں میرے باپ نے یہ لکھ کر مجھے نصیحت کی ہے کہ مجھے بھی تمہارے ساتھ ایک پیالے میں ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ پینا ہوگا اور تمہارا دودھ بھائی ہونا ہوگا۔"

وہ حیرانی سے بولا "کا کہت ہو؟ ای بات ہمرے باپ نے اپنا ایک ڈائری میں لکھت رہا۔ ہری بہتا رتنا نے ایک بار ہم کا بتائے رہی۔ ہمرے باپ نے بھی حکوم دیا ہے کہ ہم تم سے دودھ بھائی بن کے اپنے باپ دادا کی پرم پرا کو قائم رکھیں۔ مگر ہم سمجھ میں ناہی آیا کہ ہم تے کو کدھر ڈھونڈیں؟"

"یہی میری پریشانی تھی کہ میں تمہیں کہاں تلاش کروں؟ پتہ تمہارا خاندان بنارس میں تھا۔ میں نے وہاں جا کر اس محلے میں سب سے پوچھا لیکن یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ تم پوری شہر میں آ کر رہنے لگے ہو۔"

"تے کو کیسے معلوم ہوا ہم ادھر میں ہیں ہو؟"

"میں ایک انگریز دشمن کے دماغ میں گیا تھا۔ اس سے اغوا لینا چاہتا تھا۔ وہاں مجھے سوریہ راج (مہاراج) کی آواز سنائی دی۔ میرا دشمن اس سے کہہ رہا تھا کہ اس نے مہاگرو پانڈے کو افغانستان کیوں نہیں بھیجا۔ اگر پانڈے افغانستان جا کر فرہاد کو قتل نہیں کرے گا تو پانڈے کو اُلٹو ہوئے۔ اس کی اصل بہن رتنا کو اغوا کر پھر وہ بہن رتنا کو حاصل کرنے کے لیے فرہاد کو قتل کرنے افغانستان ضرور جائے گا۔ جب وہ فرہاد کو قتل کر دے گا تو وہ لوگ چھپ اسے یعنی تمہیں گولی مار دیں گے۔"

"ہے بھگوان! او نمک حرام راج انگریجوں سے مل کے ہمرے ہاتھ سے پھرہاد کو کتل کرانا چاہت رہا پھر او حرام جادے انگریج کا گولی مار دیتے۔ تم ہمرے دودھ بھائی بننے سے پہلے ہمرے بہت کام آ رہے ہو مگر تم ابھی تلک اپنا نام ناہی بتائے ہو۔"

"میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ میرے باپ کا نام کرامت علی اور دادا کا نام سلامت ہے۔ ہمارے باپ دادا دودھ بھائی تھے اور یہ انگریز تمہارے ہاتھ سے مجھ کو قتل کرانا چاہتے ہیں۔"

وہ انگریزوں کو اور مہاراج کو ڈھیر ساری گالیاں دے کر بولا "ماں کسم! جب تک ہری آکھری سانس باکی رہے گی تب تلک کسی مائی کا لال تے کو ہاتھ بھی ناہی لگا سکے گا۔ آؤر ہم تے سے وادا کرت ہیں۔ جب جکھم ٹھیک ہو جائے گا آؤر ہم چلت پھرت کرنے لگ جائیں گے تو تورے پاس جرور آئیں گے۔ تے ہم کو بتائے دینا کہ انگلستان میں کدھر رہت ہو۔"

"تم جب چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤ گے تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں اپنا پتا ٹھکانا بتاؤں گا لیکن صحت مند ہونے کے لیے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گے تو مجھ سے باتیں نہیں ہو سکیں گی۔"

"ہم تو سے وادا کرت ہیں۔ تے دماگ میں آوے گا تو ہم سانس ناہی روکیں گے۔"

"میری ایک بات اچھی طرح سمجھو۔ کوئی دشمن تمہارے دماغ میں آ کر فرہاد بن کر دھوکا دے سکتا ہے۔ تمہارے چور خیالات پڑھ کر تمہارے اندر کا کوئی راز معلوم کر سکتا ہے۔ اس لیے ہم تمہارے اندر آتے ہی پہلے کو ڈورڈز ادا کریں گے۔ تم کوڈورڈز سمجھتے ہو نا؟"

"ای کا ہوت ہے؟"

"ایک دوسرے کو راز داری سے پہچاننے کے لیے جو الفاظ میں تمہارے پاس آ کر بولوں گا' انہی کو کوڈورڈز کہتے ہیں۔"

"تم ہمرے دماگ میں کا اپھاج ہو لوگے؟"

"جیسے ہی تم سوچ کی لہروں کو محسوس کرو گے' میں کہوں گا' ہندو مسلم بھائی بھائی۔ دودھ بھائی۔"

"ہاں دودھ تو ہم تب پئیں گے' تب تو سے ملیں گے مگر باپ دادا کے ناتے سے ہم دونوں ابھی سے دودھ بھائی ہیں۔"

"ان کو ڈورڈز کا ذکر کسی وفادار چیلے سے بھی نہ کرنا۔ جو تمہارے دماغ میں آ کر یہ کوڈورڈز نہ بولے تو سمجھ لینا کہ میں نہیں ہوں۔ کوئی دشمن تمہارے اندر آیا ہے۔ تم فوراً سانس روک کر اسے بھگا دینا۔"

"ای کوڈ ورڈ ہم اچھی طرح یاد رکھیں گے۔ ہندو مسلم بھائی بھائی۔ دودھ بھائی۔ ماں کسم تے بہوت اچھا بھائی ہے۔ ہم کا دشمن سے بچنے کا تریکا سکھات ہو۔ آج سے ہم تو کا بڑا بھیا بولیں گے۔"

"میں صرف تمہارا ہی نہیں' اپنی رتنا کا بھی بڑا بھائی ہوں۔ تم رتنا کو میرے بارے میں بتاؤ۔ اس نے بھی تمہارے باپ کی ڈائری پڑھی ہے۔ ہم اس کے بھی دماغ میں جا کر باتیں کریں گے۔"

"اس سسری کا نام مت لیو۔ او کے کارن ہم اس حالت کو پہونچے ہیں۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "کیا تم ہماری بہن رتنا سے ناراض ہو؟ اگر ہو تو مجھے ناراضگی کی وجہ بتاؤ؟"

وہ مجھے رتنا کے بارے میں بتانے لگا کہ اس نے خاندان سے باہر ایک شخص موہن داس سے بھائی کی مرضی کے خلاف شادی کی تھی اور گھر چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ میں نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔

"پانڈے! تمہارے دماغ میں اتنا غصہ رہتا ہے کہ تم اچھی بات کو بھی برا سمجھتے ہو۔ وہ قانون کے مطابق بالغ تھی۔ کسی سے بھی شادی کر سکتی تھی۔ تم سے اس لیے خوف زدہ رہتی تھی کہ ڈر کے مارے تم سے اجازت بھی نہیں لی مگر باقاعدہ شادی کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ آج کل کی ماڈرن تعلیم یافتہ لڑکیوں کی طرح بے حیا نہیں ہے۔ اس نے کوئی پاپ نہیں کیا۔ قانون اور دھرم کے مطابق موہن داس سے شادی کی ہے۔"

"مگر بڑے بھیا! یہ تو سمجھ لیو کہ اس نے کھاندان اور جات برادری سے باہر سادی کر کے ہمری ناک کٹا دی ہے۔"

"ذات برادری کی بات نہ کرو۔ اس نے ایک ہندو سے شادی کی ہے۔ جب ہمارے باپ دادا ہندو مسلمان ہو کر ایک پیالے میں دودھ پی کر بھائی بن سکتے ہیں تو ہماری بہن ذات برادری سے باہر کسی کی دھرم پتنی کیوں نہیں بن سکتی؟ ہم دین دھرم سے باہر دودھ بھائی بن سکتے ہیں۔ وہ برادری سے باہر ایک ہندو کی پتنی کیوں نہیں بن سکتی؟"

"تے بات ٹھیک کہت ہو مگر ہمری برادری میں ہمرا سر جھک گوا ہے۔"

"پھر اپنی برادری والوں سے یہ بھی بولو کہ تمہارے باپ دادا مسلمانوں کا جھوٹا دودھ پی کر اپنی برادری سے اور ہندو دھرم سے باہر ہو گئے ہیں۔ تمہیں برادری سے باہر کیا جائے گا تو کیا تم ہندو دھرم سے باہر ہو جاؤ گے؟ کیا تمہارا سر جھک جائے گا۔ کیا تمہیں کوئی مائی کا لال ہندو کہلانے سے روک سکتا ہے؟"

"کس کا مجال ہے' جو ہم کو ہمرے دھرم سے باہر کرے گا۔ ہم اس کا ٹینٹوا دبائے دیں گے۔"

"تو پھر مان لو' رتنا بھی برادری کے خلاف ہونے کے باوجود ہندو ہے اور وہ ہم دونوں کی بہن ہے۔ میں بڑے بھائی کی حیثیت سے تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ہماری بہن رتنا کو اپنے گلے سے لگاؤ۔ اس کے دل سے خوف دور کرو۔ اگر تم میرا حکم نہیں مانو گے تو میں سمجھوں گا' تم مجھے بڑے بھیا نہیں سمجھتے ہو اور ہمارے باپ دادا کا حکم بھی نہیں مان رہے ہو۔"

ہر ہفتے عفت جیسی باؤ کے گھر سے
ایک سنسنی خیز سرگزشت
جال
قیمت 50 روپے
ڈاک خرچ 16 روپے
ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے
جب اس نے آنکھ کھولی تو وہ ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا
دنیا کی بڑی خفیہ تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں
اس پر کئے گئے گولی اثر کرتی تھی یا نہ ہی کوئی زہر
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 رمضان چیمبرز، بلاک 13 اے، گلشن اقبال، کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

"تو ہرا ایک ایک بات دل کو لگت ہے مگر ہم کا الجھاوت ہے۔ ہم بڑا بھائی ہو کر چھوٹی بہنا کا پاس کا منہ لے کر جا ہیں گے۔"

"تم نہ جاؤ۔ ہم رتنا بہن کو خود تمہارے قدموں میں پہنچائیں گے اور تم اس کی غلطی معاف کردو گے۔ بولو منظور؟"

وہ بڑی بے بسی سے بولا "منجور کرنا ہی ہوگا۔ تے ہمرا بڑا بھیا ہے۔ ہم تے کو ناراج نا ہی کریں گے۔"

"شاباش۔ تم سچ مچ بھائی ہونے کا ثبوت دے رہے ہو۔ ابھی میں بہن رتنا کے پاس جارہا ہوں۔ وہ ایک آدھ گھنٹے میں تمہارے پاس آئے گی۔"

میں نے مہاراج کے پاس آکر کہا "یہاں کا آئی جی آف پولیس تم پر اعتماد کرتا ہے۔ تم نے مہاگرو پانڈے کو گرفتار کرایا تھا اس لیے وہ تم سے خوش ہے۔"

"حضور! پانڈے کو زخمی کرنے اور گرفتار کرانے والے آپ ہیں۔ آپ نے پس پردہ رہ کر میری واہ واہ کروی ہے۔"

"میں چاہتا ہوں' وہاں کی پولیس اور انتظامیہ تم ہی سے خوش رہے۔ پانڈے کی بہن رتنا اپنے پتی اور بچے کے ساتھ پولیس کی نگرانی میں ہے۔ اب تم پولیس والوں کو یقین دلاؤ کہ پانڈے اپنی بہن رتنا کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس کے پتی موہن داس کو اپنا بہنوئی تسلیم کرلے گا۔ میں نے اسے کچھ اس طرح سمجھایا ہے کہ وہ مجھے بھی اپنا بڑا بھائی ماننے لگا ہے۔"

"میں ابھی آئی جی صاحب کے پاس جا کر انہیں یقین دلاؤں گا۔ کیا پانڈے اپنی بہن سے ملنا چاہے گا؟"

"ہاں تم رتنا کو اس کے پاس بھیج دو۔ دونوں بہن بھائی برسوں کے بعد ملیں گے۔"

فہمی بھی رتنا بنی ہوئی تھی۔ علی اس کا پتی بنا ہوا تھا۔ وہ دونوں مہاگرو مانک جاتیو کی رہائش گاہ میں تھے۔ میں نے فہمی اور علی سے کہا "اب مانک جاتیو کی رہائش گاہ سے نکل جاؤ۔ اپنے چہرے بدل لو۔ مانک جاتیو کو ایک آدھ گھنٹے بعد معلوم ہو جائے گا کہ اصلی رتنا پولیس کی نگرانی میں تھی اور اب پانڈے اسے اپنی بہن تسلیم کررہا ہے۔"

میں نے ان دونوں کو بتایا کہ میں کس طرح پانڈے کو باپ دادا کی داستان سنا کر اس کا بڑا بھائی بن چکا ہوں۔

الپا اپنی گمشدہ بیٹی کے سلسلے میں الجھی ہوئی تھی کہ پورس نے واقعی اس کی بیٹی مونا کو بھارت میں کہیں چھپا رکھا ہے یا اس سے یہ کہہ کر فراڈ کررہا ہے کہ وہ بھارت پہنچ کر مونا کو الپا کے حوالے کردے گا۔

الپا کو شبہ تھا کہ پورس اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھانے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے۔ مونا' پورس کی پناہ میں نہیں ہے۔ پارس کی چالیں بھی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ ایک خیال یہ بھی آتا تھا کہ مونا اپنے باپ پارس کے پاس پہنچ چکی ہے اور وہ مکار اس کی ممتا کو تڑپاتے رہنے کے لیے اِدھر اُدھر اسے بھٹکا رہا ہے۔

پچھلی بار پورس نے اس سے کہا تھا کہ وہ اس زہریلی (نیلاں) کے ساتھ نیل ایبہ سے نکل کر طیارے کے ذریعے ایک ملک کے ایسے چھوٹے سے شہر میں پہنچا ہوا ہے جہاں چھوٹا سا ائرپورٹ ہے اور اس ائرپورٹ پر غیر ممالک سے ہفتے میں دو دن دو طیارے آتے ہیں۔ یعنی اب اسے بھارت جانے کے لیے پانچ دن کے بعد ایک طیارہ ملے گا۔ وہ اس کے ذریعے بھارت پہنچ کر اپنے ایک خفیہ اڈے میں جائے گا۔ اس کی بیٹی مونا وہاں بالکل محفوظ ہے۔ اس کی اچھی طرح دیکھ بھال ہورہی ہے۔ وہ مونا کو اس خفیہ رہائش گاہ سے نکال کر کسی جگہ اسے الپا کے حوالے کروے گا۔

اس طرح پورس نے الپا کو پانچ دن کے لیے انتظار کی سولی پر لٹکا دیا تھا۔ وہ پانچ دن تک صرف پورس پر بھروسا نہیں کرسکتی تھی۔ لہٰذا اپنے طور پر بھی مونا تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے سوچا' مہاراج بھارت میں ہے۔ اس کے ذریعے بھی مونا کا سراغ لگانا چاہیے۔

جب وہ مہاراج سے رابطہ کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچی تو مہاراج کو اس کی سوچ کی لہریں محسوس نہیں ہوئیں کیونکہ اس وقت میں اس کے دماغ میں تھا اور اس سے کہہ رہا تھا کہ مہاگرو پانڈے اب اپنی بہن رتنا اور اس کے پتی اور بچے کا دشمن بن کر نہیں رہے گا۔ اپنی بہن کی غلطی کو معاف کرکے اسے گلے لگالے گا۔ لہٰذا مہاراج آئی جی آف پولیس سے اجازت لے کر اس بہن کو اپنے بھائی سے ملا دے۔ اس بھائی کی برسوں کی دشمنی ختم ہو جائے گی۔

میں مہاراج سے یہ باتیں کرنے کے بعد فہمی اور علی کے پاس گیا تھا۔ ادھر مہاراج میرے جانے کے بعد بھی اپنے اندر سوچ کی لہروں کو محسوس کررہا تھا۔ اس نے پوچھا "حضور! آپ موجود ہیں مگر خاموش ہیں۔ کیا کچھ اور کہنے کے لیے رک گئے ہیں؟"

الپا نے کہا "میں حضور نہیں ہوں۔ الپا ہوں۔ حیرانی سے سوچ رہی ہوں کہ تم ٹیلی پیتھی اور کالا جادو جاننے والے مہاراج ہو لیکن ایک ادنیٰ غلام کی طرح فرہاد کو حضور کہہ کر عاجزی سے باتیں کررہے تھے۔ اب اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کسی بہن بھائی کو آپس میں ملانے والے ہو۔"

وہ بولا "برسوں کے بچھڑے ہوئے بہن بھائی کو ملانا پُن (نیکی) کا کام ہے۔ کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"مجھے نیک کام پر بھلا کیوں اعتراض ہوگا۔ میں تو یہ دیکھ کر حیران ہوں کہ تم فرہاد کے غلام بن گئے ہو۔"

"تم مجھے طعنے دے رہی ہو لیکن یہ نہیں جانتیں کہ فرہاد صاحب کے مجھ پر بہت سے احسانات ہیں۔"

"ایسے کیا احسانات کردیے ہیں کہ تم ان کے آگے سر جھکانے اور گھٹنے ٹیکنے لگے ہو؟"

"میرا بیٹا ان کی قید میں تھا۔ انہوں نے اسے میرے پاس پہنچا دیا پھر میں یہاں کے مہاگرو پانڈے اور غیر ملکی سراغ رسانوں کی سازش میں شریک ہوا۔ وہ افغانستان میں فرہاد صاحب کو قتل کرانا چاہتے تھے۔ وہ ہماری سازش کو سمجھ گئے۔ مجھے سزا دینے کے لیے میرے بیٹے کو موت کے قریب پہنچا دیا اور مجھ پر یہ احسان کیا کہ میرے بیٹے کے زہریلا دودھ پینے سے پہلے مجھے بتا دیا۔ اس طرح میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے وہ دودھ پینے سے باز رکھا۔ ممیش میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ فرہاد صاحب نے پہلے اسے قید سے رہا کیا پھر اسے زہریلے دودھ سے بچایا۔ جس بیٹے سے میری آئندہ نسل چلے گی' اسے مرنے نہیں دیا۔"

"اس لیے تم ان کے غلام بن گئے؟"

"پھر طعنہ دے رہی ہو۔ میں ان کے قتل کی سازش میں شریک تھا لیکن انہوں نے میرے بیٹے اور آئندہ نسل کو محفوظ رکھا۔ یہ معمولی احسان نہیں ہے۔ اس کے بعد انہوں نے پانڈے جیسے خطرناک غیر معمولی طاقت ور شخص کے حملوں سے میری جان بچائی۔ مجھے ان کی مہربانی سے یہ نئی زندگی ملی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں مانتی ہوں' فرہاد صاحب نے واقعی تم پر بڑی مہربانیاں کی ہیں۔ اب یہ تم پر لازم ہوگیا ہے کہ تم ان کے وفادار بن کر رہو۔ میں نے تمہیں ان کا غلام کہا' یہ میری غلطی تھی۔ آئندہ تمہیں طعنے نہیں دوں گی۔"

"مجھے خوشی ہے کہ فرہاد صاحب نے مجھ پر جو احسانات کیے' تم اسے تسلیم کررہی ہو۔ ویسے تم میرے پاس کس لیے آئی ہو؟"

"کیا تم فرہاد صاحب کے وفادار رہ کر میرے کام آسکتے ہو؟"

"ہم چند ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے کام آنا چاہیے۔ اگر آپس میں اختلافات رکھیں گے تو رہے سہے خیال خوانی کرنے والے بھی مرجائیں گے۔ بولو کس لیے آئی ہو؟"

"تمہیں پتا ہے کہ میں اپنی گمشدہ بیٹی مونا کو تلاش کررہی ہوں۔ تم ایک بیٹے کے باپ ہو۔ اس صدمے کو سمجھ سکتے ہو کہ اولاد بچھڑ جائے یا اسے اغوا کرلیا جائے تو ماں باپ کے دل پر کیا گزرتی ہے؟"

"بے شک میں اس صدمے کو سمجھتا ہوں لیکن تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اسے تلاش نہ کرسکیں پھر میں اسے کیسے ڈھونڈ سکتا ہوں؟"

"کالے جادو کے ذریعے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ کالا جادو اثر کرے گا تو ننھی سی بچی کو کتنی تکلیف ہوگی؟"

"میں جانتی ہوں' تم میری مونا کا پتلا بنا کر اس میں سوئیاں چبھوؤ گے تو میری مونا شدید تکلیف سے چیخیں مارے گی لیکن تمہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ کہاں ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی تم اسے تکلیف سے فوراً نجات دلا سکو گے۔"

"عجیب ماں ہو۔ بیٹی نہیں مل رہی ہے تو اسے عذاب میں مبتلا کرکے حاصل کرنا چاہتی ہو۔"

"میں نے اسے اپنی کوکھ سے جنم دیا ہے اور اسے ہمیشہ سینے سے لگا کر رکھنا چاہتی ہوں پھر ایک اور سیدھی اور سچی بات ہے کہ وہ پارس کے ہاتھ لگے گی تو باپ کی طرح مسلمان رہے گی۔ میں یہودی ہوں۔ تم ہندو ہو۔ کیا ہم اپنی اولاد کا مسلمان ہونا پسند کریں گے؟"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ یہ تو کوئی نہیں چاہتا کہ وہ اور اس کی آئندہ نسلیں اپنے دین دھرم سے الگ ہوں۔"

"تو پھر مجھ پر احسان کرو۔ میری بیٹی کو تھوڑی دیر کے لیے عذاب میں مبتلا کردو مگر اس کا پتا ٹھکانا معلوم کرو۔ تم میرا یہ کام کرو گے تو میں بھی تمہارے کسی برے وقت میں کام آؤں گی۔"

مہاراج نے گھڑی دیکھ کر کہا "ابھی رات کے آٹھ بجے ہیں۔ میں چار گھنٹے بعد آدھی رات کو شمشان گھاٹ جا کر کالا عمل کروں گا۔ تم چار گھنٹے بعد میرے پاس آسکتی ہو۔ اب جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ مہاراج سوچنے لگا "یہ ایک ماں کا جذباتی معاملہ ہے۔ اگر میں ایک بچھڑی ہوئی بیٹی کو اس کی ماں سے ملادوں تو یہ نیکی ہوگی۔ فرہاد صاحب کو اعتراض نہیں ہوگا۔ انہوں نے بھی میرے بچھڑے ہوئے بیٹے سے مجھے ملایا ہے۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ اسے یاد آیا۔ ابھی الپا نے کہا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو پارس کے پاس چھوڑ کر مسلمان بننے نہیں دے گی۔ ماں یہودی ہے تو بیٹی بھی یہودی رہے گی۔

وہ اس نکتے پر سوچنے لگا "دنیا کی ہر اولاد اپنے باپ کے نام سے اور مذہب سے پہچانی جاتی ہے۔ مجھے فرہاد صاحب کو ناراض نہیں کرنا ہے اور دنیا کا جو دستور چلا آرہا ہے' اس کے پیشِ نظر عقل بھی یہی کہتی ہے کہ باپ مسلمان ہے تو بیٹی بھی مسلمان رہے گی۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا اور الپا سے ہونے والی تمام گفتگو سنائی۔ میں نے کہا "تم میری پوتی مونا پر کالا جادو کرو گے تو وہ بے اثر ہوگا کیونکہ وہ جناب تمیرزی کے زیرِ سایہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے اور جوان ہونے تک وہیں پرورش پاتی رہے گی۔"

"بھگوان کا شکر ہے کہ ایک غلطی کرنے سے پہلے میں نے آپ سے مشورہ کیا ہے۔ آئندہ بھی آپ سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام نہیں کروں گا۔"

"میں تم سے خوش ہوں۔ پارس کے حوالے سے مونا کو مسلمان رہنے کا حق ہے اور تم نے دنیا کے دستور کو عقل سے سمجھ لیا ہے۔ ہندو' یہودی اور مسلمان بن کر نہیں' ایک سچے منصف بن کر میرے پاس آئے ہو' آئندہ بھی اسی طرح عقل سے کام لیتے رہو

گے تو میں تم پر اور تمہارے اکلوتے بیٹے پر آنچ بھی نہیں آنے دوں گا۔"

"حضور! مجھے آپ کی سیوا کر کے تحفظ حاصل ہوتا رہے گا تو ہم باپ بیٹے ہمیشہ آپ کے احسان مند رہیں گے۔ اب میں الپا کے کہنے پر کالا عمل نہیں کروں گا۔"

"نہیں۔ تم... آدھی رات کو شمشان گھاٹ جاؤ اور کالا عمل کرو۔ تمہارے عمل کے دوران میں خیال خوانی کے ذریعے مداخلت ہوگی۔ الپا تمہارے دماغ میں رہ کر خود دیکھتی رہے گی کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا یہ نہیں چاہتا کہ تمہارا کالا جادو کامیاب ہو اور مونا تمہیں مل جائے۔"

"آپ جو کہہ رہے ہیں' میں وہی کروں گا لیکن وہ آپ پر شبہ کرے گی کہ آپ نے اپنی پوتی کو چھپا کر رکھا ہے۔"

"اسے مجھ پر یا پارس پر شبہ نہیں ہوگا۔"

وہ میرے دماغ سے چلا گیا۔ اس نے ماش کا آٹا گوندھ کر مونا کے نام کا ایک پُتلا بنایا۔ اس پر سندور لگایا پھر آدھی رات کو شمشان گھاٹ پہنچا تو الپا نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "میں آ گئی ہوں۔ دعا مانگ رہی ہوں کہ تمہارا کالا جادو کامیاب ہو اور میری بیٹی مجھے مل جائے۔"

وہ شمشان گھاٹ بڑی ویران اور بھیانک جگہ تھی۔ وہاں مُردے چتا میں جلائے جاتے تھے۔ مہاراج نے ایک چبوترے پر بیٹھ کر ایک تھیلے سے ماش کے پُتلے کو نکالتے ہوئے کہا "یہ تمہاری بیٹی مونا کے نام کا پتلا ہے اور یہ سوئیاں ہیں۔"

اس نے تھیلے میں سے ایک ڈبیا نکالی۔ اس ڈبیا کے اندر باریک سوئیاں تھیں۔ وہ بولا "اب مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں عمل کر رہا ہوں۔ ایک بار پھر سوچ لو۔ تمہاری ننھی سی بیٹی کو بہت تکلیف ہوگی۔"

"میں نے اچھی طرح سوچ لیا ہے۔ اپنے دل پر پتھر رکھ کر اس ننھی سی جان کی تکلیف کو نظر انداز کر رہی ہوں۔"

مہاراج منتر پڑھنے لگا۔ پڑھنے کے دوران میں آگ جلا کر اس پر کوئی ایسی چیز چھڑکنے لگا جس کے نتیجے میں آگ بھڑکنے لگی۔ وہ پتلا آگ کے قریب رکھا ہوا تھا۔ جب وہ ایک سوئی اٹھا کر اس پُتلے کو چبھونے والا تھا' تب ہی اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ اس کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی۔

اس نے پوچھا "الپا! یہ تم نے کیا کیا؟ میرے دماغ کو جھٹکا کیوں پہنچایا؟ دیکھو میرے ہاتھ سے سوئی گر پڑی ہے اور منتر ادھورا رہ گیا ہے۔"

وہ بولی "نہیں مہاراج! میں نے جھٹکا نہیں پہنچایا ہے۔ ویسے میں نے بھی محسوس کیا ہے۔ تمہیں جھٹکا پہنچا تھا۔ کیا میرے علاوہ کوئی دوسرا بھی تمہارے دماغ میں موجود ہے۔"

"میں کیسے کہہ سکتا ہوں؟ جب ایک خیال خوانی کرنے والا

دماغ میں موجود رہتا ہے تو اس کی موجودگی میں دوسری پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا جا سکتا۔"

"میں تھوڑی دیر کے لیے جاتی ہوں پھر اس خیال خوانی کرنے والے سے پوچھ سکو گے کہ اس نے ایسی حرکت کیوں کی ہے۔"

اس سے پہلے کہ وہ مہاراج کے دماغ سے جاتی' اسے ٹالی کا قہقہہ سنائی دیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "کون ہو تم؟"

"میں ہوں نیلاں۔"

"نیلاں؟ تم؟ تم مہاراج کو کالے جادو سے کیوں روک رہی ہو؟"

"اس لیے کہ مہاراج کو اس کا اغوا کیا ہوا بیٹا مل گیا ہے۔ اس کالے جادو کے نتیجے میں تمہیں بھی اپنی بیٹی مل جائے گی لیکن میرا پوتا آربھاٹیا مجھے کیوں نہیں مل رہا ہے؟"

الپا نے کہا "مل جائے گا۔ ہم اسے تلاش کر رہے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ کئی مہینوں سے تم یہی کہہ رہی ہو اور مہاراج بھی مجھے ٹال رہا ہے۔ میں نے فرہاد سے بھی کہا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ اسے مجھ سے اور میرے پوتے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس لیے اب میں تم سب کے معاملات میں دلچسپی لوں گی۔ میری اولاد نہیں ملے گی تو آئندہ کسی کو بھی اس کی اولاد نہیں ملے گی۔"

"تمہیں ایسی دشمنی سے کیا حاصل ہوگا؟"

"مجھے ابھی کیا حاصل ہو رہا ہے؟ اگر تمہیں بیٹی نہیں ملے گی تو اس کا مطلب ہوگا' فرہاد کو بھی اس کی پوتی نہیں مل رہی ہے۔ میں جانتی ہوں' فرہاد اور پارس بڑی خاموشی سے مونا کو تلاش کر رہے ہیں۔ میں مہاراج کے بیٹے کو بھی جلد ہی اغوا کروں گی۔ اس طرح کسی کے پاس اولاد نہیں رہے گی تو تم اور مہاراج اپنی مونا اور اپنے بیٹے ہمیش کو حاصل کرنے کے لیے میرے پوتے کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دو گے۔"

الپا نے کہا "میں وعدہ کرتی ہوں' تمہارے پوتے کو چند روز میں ڈھونڈ نکالوں گی۔ آج مہاراج کو یہ کالا جادو کرنے دو۔ میری بیٹی کو مجھ تک پہنچنے سے نہ روکو۔"

مہاراج نے کہا "میں کیا خاک جادو کروں؟ یہ نیلاں میرے بیٹے ہمیش کو اغوا کرنے کا چیلنج کر رہی ہے۔ میں بیٹے کے لیے فکرمند رہ کر کالا عمل نہیں کر سکوں گا۔"

الپا نے کہا "نیلاں! میں تمہارے بھگوان کا واسطہ دیتی ہوں۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ میں چند روز میں تمہارے پوتے کو کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ چند روز بعد تم میرے پوتے کو لے آؤ گی تو میں مہاراج کے کالا جادو کرنے کے دوران میں مداخلت نہیں کروں گی۔"

الپا نے غصے سے کہا "تم بہت کمینی ہو۔ مہاراج! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں تمہارے دماغ سے چلی جاؤں پھر تم سانس روک کر نیلاں کو بھگا دو۔"

ٹالی نے ہنستے ہوئے کہا "مہاراج سانس روکے گا پھر سانس لیتے ہوئے منتر پڑھے گا۔ میں ایک منٹ کے اندر پھر دماغ میں آؤں گی تو یہ سانس روکے گا۔ میں بار بار ایسا کروں گی اور بار بار مہاراج ادھورا منتر پڑھ کر پھر شروع سے پڑھے گا لیکن ایسا کب تک کرتا رہے گا؟"

وہ جھنجلا کر بولی "کیا ہے تمہاری زندگی؟ پوتے کو تلاش کرنا اور ہم سے دشمنی کرنا؟"

"ایک بار میرا پوتا مل جائے تو پھر کسی سے دشمنی نہیں کروں گی۔"

"کیا وہ ستارہ ہے کہ اسے آسمان سے توڑ کر لائیں یا خزانہ ہے' جسے زمین سے کھود کر نکالیں۔ وہ مر کر جی اٹھا اور جی کر ہماری جان جلا رہا ہے۔ نہ تلاش کرنے سے کہیں ملتا ہے۔ نہ کہیں سے اس کے دوبارہ مرنے کی خبر ملتی ہے۔ میں آخری بار پوچھتی ہوں' کیا مہاراج کو کالا جادو کرنے اور مجھے میری مونا کو حاصل کرنے نہیں دو گی؟ کیا ہم سب سے دشمنی کرنے کی حماقت کرتی رہو گی؟"

ٹالی نے جواب نہیں دیا۔ الپا نے پھر اسے نیلاں کہہ کر مخاطب کیا لیکن جواب نہیں ملا۔ وہ مہاراج سے بولی "وہ ہمیں الجھن میں ڈال کر چلی گئی ہے۔"

"ہاں ابھی چلی گئی ہے پھر آ کر دیکھے گی کہ میں کالا جادو کر رہا ہوں یا یہاں سے جا چکا ہوں۔ میں تو جا رہا ہوں۔"

الپا نے کہا "مہاراج! تھوڑی دیر انتظار کر لو۔"

"میں تم سے صاف صاف کہتا ہوں۔ کالا جادو نہیں کروں گا۔ وہ چیلنج کر کے گئی ہے کہ میرے بیٹے کو بھی اغوا کرے گی۔"

"مہاراج! اگر ہم مشکل وقت میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کریں گے تو میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں' ہم چند ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس دنیا سے اٹھ جائیں گے۔"

"میں اپنے جوان بیٹے کو اس دنیا سے اٹھانا نہیں چاہتا' اس لیے اب اسے اپنے قریب رکھ کر اس کی حفاظت کرتا رہوں گا۔"

"تم جذباتی ہو کر بیٹے کے لیے پریشان ہو۔ کیا تم نے اس کے دماغ کو لاک نہیں کیا ہے؟"

"میں لاک کر چکا ہوں لیکن تم سمجھ سکتی ہو کہ نیلاں کسی آلے کار کے ذریعے ہمیش کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچ سکتی ہے۔ ایسی کسی معاملے میں مصروف رہوں گا تو وہ میری غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر اسے اغوا کر سکتی ہے۔"

الپا نے مایوس ہو کر کہا "اب تو میرے لیے بھی دشمنی کا راستہ کھل گیا ہے۔ تم نے اپنی زبان سے یہ تدبیر بتا دی ہے کہ تمہارے بیٹے کو زخمی کر کے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر تمہاری غیر موجودگی میں اسے اغوا کیا جا سکتا ہے۔ نیلاں ایسا کرے نہ کرے' میں تو ضرور کروں گی۔ بیٹے کو فولاد کی چار دیواری میں بھی چھپا کر رکھو گے تو اسے لے جاؤں گی۔"

وہ غصے سے چلی گئی۔ مہاراج نے میرے پاس آ کر بتایا کہ کالا جادو کرنے کے دوران میں نیلاں آئی تھی۔ میں نے کہا "مجھے پتا ہے۔ میں بھی تمہارے دماغ میں تھا اور خاموشی سے نیلاں اور الپا کے چیلنج کو سن رہا تھا۔ تم بدحواسی میں بھول رہے ہو کہ تم نے اپنے بیٹے کا لب ولہجہ بھی بدل دیا ہے۔ اس لب ولہجے کو میرے اور تمہارے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔"

"ہاں میں یہ بھول گیا تھا۔ وہ دونوں چڑیلیں میرے بیٹے کو سابقہ لب ولہجے کے ذریعے ڈھونڈتی پھریں گی اور اس کے دماغ تک کبھی پہنچ نہیں پائیں گی لیکن ایک بات ہے۔"

"وہ کیا؟"

"میں کبھی اپنے بیٹے سے گفتگو کرتا رہوں گا تو ایسے وقت وہ میرے اندر پہنچ کر اس کا نیا لب ولہجہ سن لیں گی۔"

"فی الحال کچھ دنوں تک بیٹے سے رابطہ نہ کرو۔ اسی میں تم باپ بیٹے کی بھلائی ہے۔"

"جی ہاں۔ یہی ایک طریقہ ہے۔ میں کچھ دنوں تک بیٹے سے دور رہوں گا۔ اس سے بات بھی نہیں کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ ادھر مہاگرو پانڈے نے رتنا' اس کے پتی موہن داس اور اس کے بیٹے کو قتل کر لیا تھا۔ دونوں بہن بھائی میں میل ملاپ ہو گیا تھا اور رتنا اسپتال میں رہ کر زخمی بھائی کی تیمارداری کر رہی تھی۔

نھی اور علی شہر میں شاپنگ کرنے کے بہانے مہاگرو مانک جاتیو کی رہائش گاہ سے نکل کر دوسری جگہ گئے۔ وہاں انہوں نے اپنا میک اپ تبدیل کر لیا تاکہ مانک جاتیو اور اس کے چیلے انہیں نہ پہچان سکیں۔ ان کے جانے کے بعد ٹالی نے نھی کی ہدایت پر مہاگرو مانک جاتیو کے اندر آ کر کہا "تم چھ گھنٹوں تک سانس روک لیتے ہو۔ میں تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہوں گی تو تمہارا فولادی دماغ زلزلے سے متاثر نہیں ہوگا۔ لہٰذا سانس روک کر مجھے جانے پر مجبور نہ کرنا۔"

وہ بولا "میں تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا لیکن تم دیکھ رہی ہو کہ میں تمہیں اپنے اندر رہنے اور بولنے کا موقع دے رہا ہوں۔ ویسے تم کون ہو؟"

"میں اپنا نام بتاؤں گی تو یہ نام تمہارے لیے انجان ہوگا۔ تم نے کبھی سنا نہیں ہوگا۔ میرا تعلق ٹیلی پیتھی کی دنیا سے ہے۔"

"میرے پاس آنے کا مقصد کیا ہے؟"

"یہ بتانے آئی ہوں کہ تم جس عورت کو مہاگرو پانڈے کی بہن رتنا سمجھتے رہے ہو' وہ رتنا نہیں ہے اور اس کے پتی کا نام پریتم نہیں ہے۔ اصل رتنا اور اس کا پتی موہن داس اب مہاگرو پانڈے کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ پانڈے نے غصہ تھوک کر رتنا کی غلطی معاف

کردی ہے اور موہن داس کو اپنا بہنوئی تسلیم کرلیا ہے۔"

"مہاگرو پانڈے تو اسپتال میں گہرے زخم کھائے پڑا ہے۔"

"ہاں۔ رتنا اسپتال میں زخمی بھائی کے پاس ہے اور اس کی تیمارداری کررہی ہے۔"

"وہ عورت کون ہے جو رتنا بن کر مجھے دھوکا دے کر میرے گھر میں رہتی تھی۔"

"وہ میں ہوں۔ تم اتنے اچھے انسان ہو کہ نہ تمہیں دھوکا دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچایا جاسکتا ہے۔ اگر میں چاہتی تو جس طرح مہاراج نے مہاگرو پانڈے کو زخمی کرکے اسپتال پہنچادیا ہے' اسی طرح تمہیں بھی زخمی کرکے اتنا کمزور بنادیتی کہ پھر کبھی تم شکتی مان نہ کہلاتے مگر تم انسان کے روپ میں دیوتا ہو۔"

"واہ بہت خوب! مجھے دیوتا بھی کہہ رہی ہو اور میری منہ بولی بہن بن کر دھوکا بھی دیتی رہی ہو۔"

"میں پہلے نہیں جانتی تھی کہ تم کس قدر نیک انسان ہو۔ مجھے رفتہ رفتہ تمہاری خوبیاں معلوم ہوتی رہیں۔"

"تم نے رتنا بننے کا ناٹک کیوں رچایا تھا؟"

"اصلی رتنا کو اس کے بھائی مہاگرو پانڈے سے بچانے کے لیے میں نے یہ ظاہر کیا کہ اب میں کمزور عورت نہیں رہی ہوں۔ مجھ میں اتنی شکتی آگئی ہے کہ میں نے مہاراج کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی گرودیو (دھرم راج) کو قتل کردیا ہے۔ میں تمہاری بہن اس لیے بن گئی کہ پانڈے کو اور غصہ آئے اور وہ یقین کرلے کہ اس کی بہن شکتی حاصل کرکے اپنے باپ دادا کی جائداد سے اپنا حق وصول کرنے آئی ہے اور تمہاری بہن بن کر تمہارے جیسے شکتی مان کا سہارا لے رہی ہے۔"

"تم نیک ارادوں سے آئی تھیں پھر مجھ جیسے بھائی سے ملے بغیر کیوں چلی گئیں؟"

"میں تم سے پھر کبھی آکر ضرور ملوں گی لیکن ٹیلی پیتھی کی دنیا کے زبردست دشمنوں نے مجھے اچانک تمہاری رہائش گاہ سے فرار ہونے پر مجبور کردیا ہے۔ اگر میں تمہاری رہائش گاہ نہ چھوڑتی اور وہ وہاں پہنچ جاتے تو تمہیں دور سے گولیاں مار کر مہاگرو پانڈے کی طرح اسپتال پہنچا دیتے۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ میں نے تمہیں انجانے دشمنوں سے محفوظ رکھا ہے۔"

"میں تمہارے کام آتا رہا۔ تم میرے کام آرہی ہو۔ تم آج بھی میری بہن ہو اور ہمیشہ یہ رشتہ قائم رہے گا۔"

"ضرور قائم رہے گا۔ میں تم سے ضرور ملنے آؤں گی۔ اب جارہی ہوں۔"

"اپنا اصل نام تو بتاتی جاؤ۔"

اس نے محسوس کیا کہ دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں نہیں ہیں۔ نام پوچھنے سے پہلے ہی وہ جاچکی تھی۔ مانک جاتو نے سوچا "یہ اچھا ہوا کہ پانڈے نے رتنا کی غلطی معاف کردی ہے۔ دونوں بہن بھائی میں صلح ہوگئی ہے۔ مجھے اسپتال جاکر دونوں کو مبارکباد دینی چاہیے۔"

دوسری طرف الپا نے سمجھوتا کرلیا کہ جب تک مانک جاتو اسے نہیں ملے گی' وہ دوسروں کو بھی سکون سے نہیں رہنے دے گی۔ اس کے خیال کے مطابق مہاراج میرا غلام بنا ہوا تھا۔ اس نے سوچ لیا کہ میرے' مہاراج کے اور زخمی پانڈے کے معاملات میں مداخلت کرے گی۔

بھارت میں موساد کے کئی ایجنٹ تھے۔ اس نے ایک ایجنٹ سے کہا "پوری شہر کے آئی جی آف پولیس سے فون پر رابطہ کرو۔ میں اس کی آواز سنوں گی۔ اپنی ایک ٹیم بناکر اس شہر میں آؤ۔ مجھے تم لوگوں کی ضرورت پڑسکتی ہے۔"

اس ایجنٹ نے کہا "میڈم! موساد کے تین ایجنٹ امریکی سی آئی اے کے ایجنٹوں سے مل کر مہاگرو پانڈے کو ٹریپ کرنا چاہتے تھے مگر پانڈے اسپتال میں زخمی پڑا ہے۔ دوسرے مہاگرو مانک جاتو نے ہمارے دو سرے سراغ رسانوں کو دھمکی دی ہے کہ وہ پوری شہر میں نظر نہ آئیں۔ جو بھی رتنا کو اغوا کرے گا' وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

وہ الپا کو مانک جاتو کے بارے میں تفصیل بتانے لگا پھر اس نے فون کے ذریعے الپا کو آئی جی آف پولیس کے دماغ میں پہنچا دیا۔ جس اسپتال میں مہاگرو پانڈے زیر علاج تھا' الپا آئی جی کے ذریعے وہاں کے ڈاکٹروں اور نرسوں تک پہنچ گئی پھر رتنا کے دماغ میں آکر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔

اسے پتا چلا کہ رتنا اور پانڈے کے باپ دادا نے ایک ڈائری میں لکھا تھا کہ انہوں نے سلامت علی اور کرامت علی کے ساتھ ایک ہی پیالے میں دودھ پیا تھا۔ اس کے باپ دادا ان مسلمانوں کے دودھ بھائی ہوگئے تھے۔ انہوں نے پانڈے کو بھی نصیحت کی تھی کہ وہ کرامت علی کے بیٹے کے ساتھ ایک پیالے میں دودھ پی کر ہندو مسلمان کے بھائی بھائی ہونے کی روایات کو قائم رکھے۔

الپا کو رتنا کے ذریعے مزید یہ معلوم ہوا کہ میں نے خود کو کرامت علی کا بیٹا کہا ہے اور اس طرح رتنا اور پانڈے کے چور خیالات پڑھ کر ان کے خاندانی حالات معلوم کرنے کے بعد چال بازی سے ان کا بڑا بھائی بن بیٹھا ہوں۔

الپا نے رتنا کی سوچ میں اس کے اندر کہا "ہمارے بڑے بھیا ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے میرے پانڈے بھیا کے چور خیالات پڑھے ہوں اور ڈائری میں لکھی ہوئی تمام باتیں معلوم کی ہوں اور پھر ہمیں بے وقوف بنانے کے لیے ہمارے خاندانی دودھ بھائی بن رہے ہوں؟"

رتنا کی اپنی سوچ نے کہا "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں؟ بڑے بھیا فرہاد تو ہمارے لیے دیوتا سمان ہیں۔ انہوں نے بہن بھائی میں صلح کرائی ہے۔ اتنا بڑا کام ہمارے بڑے بھیا کے سوا کوئی نہیں کرسکتا تھا۔"

الپا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوکر اپنا سر پکڑ کر سوچنے لگی۔ "میں الجھنوں میں رہ کر ذہانت سے کام نہیں لے رہی ہوں۔ مجھے سمجھنا چاہیے تھا کہ برسوں سے بچھڑی ہوئی بہن اپنے بھائی سے مل کر فراد کی احسان مند ہوگی۔ مجھے ان کے درمیان دشمنی پیدا کرنے کے لیے دوسری چال چلنی ہوگی۔ فرہاد ان بہن بھائی کی صلح کرا کے پانڈے جیسے روبوٹ کو اپنے زیر اثر لاچکا ہے۔ مجھے پانڈے کو اس کے اثر سے نکالنا چاہیے مگر کیسے؟"

اس کے دماغ نے سمجھایا کہ جلدی نہیں کرنا چاہیے۔ رتنا کے دماغ میں رہ کر پانڈے کے پاس جاتے آتے رہنا چاہیے۔ اس طرح وہاں کوئی شکار کھیلنے کا موقع ضرور ملے گا۔

وہ پھر ایک بار رتنا کے دماغ میں آئی۔ اس وقت مہاگرو مانک جاتو اسپتال آیا ہوا تھا۔ رتنا اور پانڈے کو صلح کرنے پر مبارکباد دے رہا تھا۔ وہاں رتنا کا پتی موہن داس بھی تھا۔ مانک جاتو کہہ رہا تھا "مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ مہاگرو پانڈے نے ٹھنڈے دماغ سے کام لے کر ایک بڑے دل والا بھائی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے رتنا کو گلے لگالیا۔ ہمارے دشمنوں کا خیال ہے کہ ہم اس شہر کے دو مہاگرو آپس میں لڑتے مرتے رہیں گے لیکن میں مہاگرو پانڈے کے پاس نیک ارادوں کے ساتھ آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ یہ مجھے رتنا بہن کی طرح اپنا بھائی بنالیں۔ ہم بھائی بن کر رہیں گے تو دشمن ہمیں آپس میں کبھی لڑا نہیں سکیں گے۔"

مہاگرو مانک جاتو کی انسان دوستی کی باتوں سے سب خوش ہورہے تھے۔ ایک پولیس افسر دو سپاہیوں کے ساتھ وہاں موجود تھا کیونکہ مہاگرو مانک جاتو پہلی بار پانڈے سے ملنے اسپتال آیا تھا۔ یہ شبہ تھا کہ وہ زخمی پانڈے سے دشمنی کرسکتا ہے۔

الپا نے رتنا کے پتی موہن داس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ پولیس افسر کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اچانک افسر کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر مانک جاتو پر گولی چلائی۔ اس سے پہلے کہ کوئی اسے پکڑتا وہ دوسروں سے دور ہوتا ہوا مانک جاتو پر فائر کرتا رہا۔ ادھر ادھر سے بھاگتے رہنے کے دوران میں فائرنگ کے باعث مانک جاتو کو صرف تین گولیاں لگیں اور تین کچھ کم نہیں ہوتیں۔ بندہ مارنے کے لیے ایک گولی کافی ہوتی ہے۔ مانک جاتو غیر معمولی قوتوں کا مالک تھا۔ وہ بھی پانڈے کی طرح بری طرح زخمی ہوا۔ فرش پر گرا لیکن بے ہوش نہیں ہوا۔

سپاہیوں نے موہن داس کو پکڑلیا۔ وہ الپا کی مرضی کے مطابق کہنے لگا "پانڈے بھائی! میں نے آپ کے حکم کے مطابق اسے گولیوں سے چھلنی کردیا ہے۔ آپ نے میری بیوی یعنی اپنی بہن کو معاف کرکے ہم پر احسان کیا ہے۔ میں آپ کے احسان کا بدلہ چکا رہا ہوں۔"

پانڈے نے غصے سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہا ہے؟ ہم نے کب کہا تھا کہ مہاگرو مانک جاتو کو گولی مارو؟ کاتم پاگل ہوگیا ہے؟"

موہن داس نے کہا "پانڈے بھیا! آپ فکر نہ کریں۔ مانک جاتو کی ہتیا (قتل) کا مجرم میں بن رہا ہوں۔ آپ پر الزام نہیں آنے دوں گا۔"

رتنا نے موہن داس کی بات کو جھٹلانا چاہا۔ الپا اس کے دماغ پر چھاگئی۔ رتنا نے اس کی مرضی کے مطابق کہا "بھیا! میرا پتی موہن داس آپ پر قربان ہوجائے گا لیکن آپ پر الزام نہیں آنے دے گا۔ یہ آپ کے دشمن مانک جاتو کو قتل کرنے کے جرم میں پھانسی چڑھے گا اور میں اپنے پانڈے بھیا کی خاطر بیوہ بن کر رہوں گی۔"

ایک طرف مانک جاتو کو اسٹریچر پر ڈال کر آپریشن تھیٹر لے جایا جارہا تھا اور دوسری طرف پانڈے غصے سے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "رتنا! تو ہرا اور تو ہرے پتی کا دماغ کھراب ہوگیا ہے۔ کاتم دونو ہم دونو کا بیچ دشمنی کرانے آئے رہے۔ ہم بڑا بھیا (فرہاد) کا بات مان کے تے کو گلے لگایا اور تے ہمرا گلا کاٹنے کا واسطے جھوٹ بولت ہے۔ اور ای تیرا پتی تو آستین کا سانپ بن گوا ہے۔ ہم مانک جاتو اور اس کا برادری کو کا منہ دکھائیں گے؟"

الپا جب تک رتنا کے دماغ پر قبضہ جمارکھے' تب تک موہن داس کا دماغ آزاد ہوگیا تھا۔ وہ چونک کر پوچھ رہا تھا "کیا بات ہے۔ ان سپاہیوں نے مجھے کیوں پکڑ رکھا ہے؟ میں نے کیا جرم کیا ہے؟"

پولیس افسر نے غصے سے کہا "تم نے میرا ریوالور لے کر سب کے سامنے مہاگرو مانک جاتو پر گولیاں چلائی ہیں۔ شاید ہی وہ زندہ بچ پائے گا مگر تمہیں سزائے موت ہوگی۔"

موہن داس نے کہا "میں اپنے بچے کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ میں نے کسی پر گولی نہیں چلائی ہے۔ آپ کا ریوالور بھی نہیں لیا ہے۔ جب پانڈے بھیا کی مہاگرو مانک جاتو سے دشمنی نہیں ہے تو میں اس مہاگرو سے کیوں دشمنی کروں گا۔"

الپا' رتنا کے دماغ سے نکل کر موہن داس کے اندر آئی۔ رتنا نے چونک کر پوچھا "مجھے کیا ہوگیا تھا؟ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں دماغی طور پر غیر حاضر ہوگئی تھی۔ شاید میرے پتی کے ساتھ بھی یہی ہورہا ہے۔ ہمارے دماغوں کے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آرہا ہے اور ہمیں مہاگرو مانک جاتو کا دشمن بنا رہا ہے۔ ہمارے پانڈے بھیا کو ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔"

الپا نے اپنی آواز کو مردانہ بنانے کے لیے بھرائی ہوئی آواز میں موہن داس کے ذریعے کہا "میں ہوں مہاراج! میں تم سب کو آپس میں لڑا کر نیست و نابود کروں گا۔ اب میں مانک جاتو کے چور خیالات پڑھنے جارہا ہوں۔"

وہ مانک جاتو کے دماغ میں آئی۔ وہ آپریشن ٹیبل پر تھا۔ ڈاکٹر اور اس کے اسسٹنٹ وغیرہ اس کے جسم سے گولیاں نکالنے کی تیاری کررہے تھے۔ ایسی شدید تکلیف کے وقت بھی وہ ہوش میں

تھا۔ اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے غصے سے کراہتے ہوئے بولا "کون ہے؟ میرے اندر سے جاؤ۔ جاؤ میرے اندر سے چلے جاؤ۔"

الپا نے کہا "کیسے چلی جاؤں؟ میں نے بڑی حکمتِ عملی سے تمہارے دماغ میں جگہ بنائی ہے۔ تمہیں یہ سمجھا دوں کہ دوست بنو گے تو دوست بن کر تمہارے کام آتی رہوں گی اور مجھے دشمن سمجھو گے تو میری دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔"

وہ عذاب میں مبتلا تھا۔ ڈاکٹر پہلے یہ دیکھ چکے تھے کہ مہاگرو پانڈے نے اپنے جسم سے گولیاں نکلوانے کے لیے بے ہوش ہونا منظور نہیں کیا تھا۔ یہ دوسرا مہاگرو بھی ہوش میں رہ کر اذیتیں برداشت کرکے گولیاں نکلوا سکتا تھا لیکن اس نے کہا "ڈاکٹر! مجھے فوراً بے ہوش کرو۔ کوئی میرے دماغ میں گھسی ہوئی ہے۔ میں اسے بھگانا چاہتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے اس کی فرمائش کے مطابق ایک انجکشن لگا کر اسے بے ہوش کرنا چاہا۔ الپا نے اس کے ہاتھ سے انجکشن کی سرنج گرا دی۔ اس ڈاکٹر کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ وہ تکلیف سے چیختا ہوا آلات کی ٹرالی سے ٹکراتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ الپا نے کہا "اپنے ماتحت ڈاکٹروں اور نرسوں سے کہہ دو' مانک جاتیو کے جسم سے گولیاں نکالنا چاہتے ہو تو اسے بے ہوش نہ کریں۔ میں اس مہاگرو مانک جاتیو کو سمجھانا چاہتی ہوں کہ یہ مجھے اپنے دماغ سے نہیں بھگا سکے گا۔ میں اس کی غیر معمولی قوتوں پر غالب آچکی ہوں۔"

ڈاکٹر تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "یہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے۔ وہ کہہ رہی ہے کہ مہاگرو کو بے ہوش کیے بغیر گولیاں نکالی جائیں۔ اگر اسے بے ہوش کیا جائے گا تو یہ آپریشن نہیں کرنے دے گی۔"

مانک جاتیو نے آپریشن ٹیبل سے کہا "اگر وہ میرے دماغ میں رہنا چاہتی ہے تو رہنے دو۔ مجھے بے ہوش نہ کرو۔ گولیاں نکالو۔"

آپریشن تو ہونا ہی تھا۔ گولیاں تو اس کے جسم سے نکالی ہی جانی تھیں۔ آپریشن تھیٹر کے بند دروازے کے پیچھے مانک جاتیو کی جان بچانے کی کوششیں کی جارہی تھیں۔ باہر اسپتال میں یہ سب کو معلوم ہوچکا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی وہاں موجود ہے۔ وہ رتنا اور موہن داس کے دماغ میں رہ کر پانڈے اور مانک جاتیو کو ایک دوسرے کا دشمن بنا رہی تھی۔ اسی نے آپریشن تھیٹر میں رہ کر ڈاکٹر کو دماغی جھٹکا پہنچایا تھا۔

الپا جو چالیں چل رہی تھی' ان میں کچھ خرابیاں تھیں لیکن اسے کچھ فائدے بھی حاصل ہونے والے تھے۔ وہ فی الحال درد و کرب میں مبتلا رہنے والے مہاگرو مانک جاتیو کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کررہی تھی کہ وہ اندر سے کتنا گہرا مخلص تھا۔ جو اوپر سے نظر آتا تھا' وہ اندر سے نہیں تھا۔

اس کے بارے میں پہلی بات جو معلوم ہوئی' وہ یہ تھی کہ اس نے بظاہر مہاگرو بن کر رہنے کے لیے بڑے فراڈ سے یہ ثابت کیا تھا کہ وہ چھ گھنٹے تک سانس روک سکتا ہے۔ جبکہ وہ ایک ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ سانس نہیں روک سکتا تھا۔ اس نے عالمی سطح کے یوگا کے ماہرین اور تمام ممالک کے پریس والوں کے سامنے خود کو ایک گڑھے میں دفن کرنے کا مظاہرہ کیا تھا۔ جیسا کہ بعد میں مہاگرو مہارراج پانڈے نے کیا تھا لیکن اس گڑھے کے اندر پہلے سے اس کے ماتحتوں نے ایسا چور دروازہ بنا رکھا تھا جو کسی کو نظر نہیں آتا تھا۔ اس چور دروازے کے ذریعے مانک جاتیو ایک تہ خانے میں پہنچ گیا تھا۔

اس شہر میں اس کے اور کئی چور تہ خانے تھے' جن میں افیون اور چرس کا ذخیرہ رہتا تھا اور وہ پوری شہر کے سمندر سے افیون اور چرس اسمگل کرتا تھا۔ عالمی ڈرگ مافیا کے بڑے بڑے گاڈ فادرز سے اس کا رابطہ رہا کرتا تھا۔ وہ اپنے لوگوں میں ہندی بولتا تھا مگر دنیا کی کئی اہم زبانیں سمجھتا اور بولتا تھا۔ دنیا کی کتنی ہی خفیہ ایجنسیوں کے لیے بڑے اہم کارنامے انجام دیتا تھا۔

افغانستان میں ایک پُراسرار ایجنٹ نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ اگر میں افغانستان سے فوراً واپس نہ گیا تو وہاں سے میری لاش جائے گی۔ مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے اس نے کئی خطرناک قاتل درندوں کی نیمیں ترتیب دی تھیں۔ یہ قتل کرنے والے صرف ہتھیار استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ بڑی ذہانت اور حکمتِ عملی سے اپنے شکار کو گھیر کر مارتے تھے۔

اس سیکرٹ ایجنٹ کے چار مکار قاتلوں نے مجھے افغانستان میں گھیرا تھا اور حرام موت مرگئے تھے لیکن اس سیکرٹ ایجنٹ نے یہ درست کہا تھا کہ مجھے ختم کردینے کے لیے جو دوسری نیمیں آئیں گی' وہ بڑی ذہانت اور حکمتِ عملی سے کام لیں گی۔

اس کی ایک مثال یہ مانک جاتیو تھا۔ پُراسرار ایجنٹ نے اس سے بھی میری موت کا سودا کیا تھا۔ مانک جاتیو بڑی مکاری سے اپنی نیک نامی قائم رکھتا تھا۔ لہٰذا اس نے سیکرٹ ایجنٹ سے کہا تھا "میں فرہاد کے مقابلے پر نہیں جاؤں گا لیکن مہاگرو پانڈے جیسے روبوٹ کو وہاں بھیج سکتا ہوں۔ وہ گھر سے بھاگنے والی بہن اور اس کے پتی کو ہلاک کرنے کی قسم کھائے ہوئے ہے۔ اگر اس خرد ماغ پانڈے کو یہ یقین دلا دیا جائے کہ فرہاد کو قتل کرنے کے بعد اس کی بہن اور بہنوئی کو اس کے سامنے پیش کردیا جائے گا تو وہ فرہاد کو ہلاک کرنے کے لیے ضرور افغانستان جائے گا۔"

مانک جاتیو نے چند غیر ملکی ایجنٹوں کے ذریعے یہی بات پانڈے کو سمجھائی تھی اور وہ میرے مقابلے کے لیے افغانستان جانے کے لیے راضی ہوگیا تھا لیکن اس دوران میں وقت معاملہ گڑبڑ ہوگیا۔ پانڈے کی بہن رتنا اپنے شوہر اور بچے کے ساتھ پوری شہر پہنچ گئی تھی۔ اب وہ سمجھنا چاہتا تھا کہ جو رتنا اور اس کا پتی (فہمی اور علی) اس کی رہائش گاہ میں ہیں وہ اصلی ہیں یا ٹرین کے ذریعے اپنے ساتھ لائے ہوئے موہن داس کے ساتھ آنے والی رتنا اصلی ہے؟

ایسے وقت مہاراج نے میری ہدایت کے مطابق یہ کہہ دیا تھا کہ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کیا ہے' ٹرین کے ذریعے پوری شہر آنے والی اصلی رتنا نہیں ہے۔ اس طرح مانک جاتیو دھوکا کھا گیا۔ فہمی کو اصلی رتنا سمجھتا رہا۔ اس نے آئی جی آف پولیس اور وہاں کی انتظامیہ کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے غیر ملکی ایجنٹوں کو دھمکیاں دیں' ان سے کہا کہ وہ زبان سے جس رتنا کو بن کہہ چکا ہے' اسے کوئی اغوا کرنے کی سازش کرے گا تو وہ زندہ نہیں رہے گا۔

وہاں مانک جاتیو کے منصوبے کے خلاف ایسے واقعات ہورہے تھے کہ وہ پانڈے کو میرے مقابلے پر وہاں سے نہ بھیج سکا کیونکہ وہ زخمی ہو کر اسپتال پہنچ چکا تھا۔ ایسے وقت ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے اسے بتایا کہ وہ اصلی رتنا نہیں ہے۔ اصلی وہی ہے' جو اسپتال میں اپنے بھائی پانڈے کی تیمارداری کررہی ہے۔

وہ بظاہر نیک دل' امن پسند شہری کی حیثیت سے پانڈے اور رتنا سے ملنے اسپتال آیا تو پھر ایسا واقعہ پیش آیا جو اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔ وہاں الپا نے پانڈے اور مانک جاتیو کو ایک دوسرے کا جانی دشمن بنانے کے لیے موہن داس کے ذریعے مانک جاتیو کو زخمی کرکے آپریشن تھیٹر پہنچا دیا۔ اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرنے لگی کہ وہ مانک جاتیو اوپر سے جتنا شریف ہے' اندر سے اتنا ہی حریف ہے۔

جسم سے گولیاں نکالنے کے دوران میں وہ غیر معمولی قوتِ برداشت کے باوجود کمزور پڑ گیا۔ پہلے الپا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کررہا تھا پھر کمزوری کے باعث دماغ بے حس ہوگیا۔ اسے پتا نہ چلا کہ الپا اس پر غالب آکر بڑی خاموشی سے تخریبی عمل کررہی ہے۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کررہی ہے کہ وہ الپا کی سوچ کی لہروں کو آئندہ محسوس نہیں کرے گا اور یہ سمجھ نہیں پائے گا کہ وہ الپا کا معمول اور تابع دار بن چکا ہے۔ مزید یہ کہ اس کی دماغی کمزوری دور ہونے تک کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہے گا تو وہ چند سیکنڈ کے لیے بار بار سانس روک کر اسے بھگا دے گا۔

فی الحال مانک جاتیو کی یہ اصلیت الپا کو معلوم ہوئی۔ ایک بار ثانی اس کے دماغ میں گئی تھی۔ اسے بتایا تھا کہ اصلی رتنا کون ہے۔ اس دوران میں ثانی کو اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملا تھا کیونکہ اس کا دماغ اس وقت فولادی تھا پھر وہ ایسا نیک اور پُرامن شہری بنا ہوا تھا کہ ہم نے اس پر کبھی شبہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے فی الحال ہم اس کی اصلیت سے واقف نہیں تھے۔

الپا کی بن آئی تھی۔ امریکا اور اسرائیل چاہتے تھے کہ میں بھی دنیا سے اٹھ جاؤں۔ یہ خواہش الپا اور دوسرے دشمنوں کی بھی تھی۔ میری فیملی کے دوسرے افراد بھی ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوگئے تھے۔ ان کی طرح میں بھی اس علم سے یا اپنی زندگی سے محروم ہوجاتا تو میری فیملی کی قوت اور رعب و دبدبے میں کمی آجاتی۔

الپا نے مانک جاتیو کے چور خیالات پڑھ کر اس پُراسرار ایجنٹ کے دو فون نمبر معلوم کیے تھے' جو میری موت کا سامان کررہا تھا۔ وہ کسی مناسب موقع پر اس پُراسرار سیکرٹ ایجنٹ سے فون کے ذریعے بات کرنے والی تھی۔ ابھی وہ مانک جاتیو اور رتنا کے دماغوں میں وقفے وقفے سے جارہی تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں ان کے پاس آکر کیا کرنے والا ہوں؟

اس نے پانڈے کے دماغ میں جانے کی کوشش کی تھی۔ پانڈے نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی کہا "بڑے بھیا! اگر تم ہو تو فوراً بڑبڑز بولو۔ نہیں تو ہم سانس روک لیں گے۔"

الپا کو ڈورڈز نہیں جانتی تھی۔ اس لیے وہ سانس روکنے سے پہلے ہی اس کے دماغ سے نکل آئی تھی۔ آپریشن تھیٹر میں ڈاکٹر کو ذہنی اذیت پہنچانے کے بعد یہ ثابت ہوگیا تھا کہ وہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی موجود ہے۔ رتنا اور اس کا پتی موہن داس بے قصور ہیں۔ وہ مہاگرو پانڈے کے دشمن نہیں ہیں۔ اس نامعلوم ہستی نے موہن داس کے دماغ پر قبضہ جما کر مانک جاتیو پر گولیاں چلائی تھیں۔ پانڈے پہلے تو غصے سے گرجتا رہا تھا اور پھر سے بن اور بہنوئی کا دشمن بن جانا چاہتا تھا لیکن پولیس افسران اور ڈاکٹروں نے اسے سمجھایا کہ بن اور بہنوئی نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے تو اس کا غصہ قدرے کم ہوگیا۔ رتنا اور اس کا پتی موہن داس یہ فیصلہ کررہے تھے کہ وہ اس اسپتال کو اور اس شہر کو چھوڑ کر پانڈے سے دور چلے جائیں گے۔ قریب رہنے سے وہ نامعلوم ہستی ان کے ذریعے پانڈے بھیا کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔

پانڈے نے بن کو جانے سے منع کیا اور کہا "جب بڑے بھیا ہری کھوپڑیا میں آئیں گے تو جو ور اس دماگ میں آنے والی چڑیل کا ٹینٹوا دبا دیں گے۔"

فہمی اور علی اس شہر سے جاچکے تھے۔ میں افغانستان میں تھا۔ وہاں ایسی مصروفیت تھی کہ بار بار پانڈے کی خیریت معلوم کرنے نہیں آسکتا تھا۔ یہ سوچا تھا کہ بارہ گھنٹوں میں ایک بار اس کی خیریت معلوم کرنے جایا کروں گا۔ ابھی بارہ گھنٹے نہیں گزرے تھے اور الپا میری غیر موجودگی میں ان بن بھائی کو کوئی نقصان پہنچا سکتی تھی۔

○☆○

ہمارا قافلہ افغانستان کی سرحد پار کرکے ازبکستان پہنچ گیا۔ جیسا کہ پہلے بتا چکا ہوں۔ قافلے میں زرینہ' محبوب' شائستہ' زبیر' عرفان' سرفراز اور رب نواز تھے۔ افغانستان میں سفر کے دوران میں ثمرینہ ایک قبائلی سردار کی بیٹی ہمارے قافلے میں شامل ہوگئی تھی اور میرے لیے ایک پرابلم بن گئی تھی۔

جوان عورت جوانی میں کبھی پرابلم نہیں بنتی' جبکہ میں جوان

نہیں تھا اور ثمرینہ مجھے عمر رسیدہ تسلیم نہیں کررہی تھی۔ یہ عہد کرچکی تھی کہ کبھی میرا ساتھ نہیں چھوڑے گی۔ میں پوتے پوتیوں والا تھا۔ ایسے میں ایک جوان لڑکی سے رومانس کرنا زیب نہیں دیتا تھا' اسی لیے میں نے بابا صاحب کے ادارے سے اپنی ایک ڈی طلب کی تھی۔ پہلے کہا تھا کہ اس ڈی کو بدخشاں پہنچنے کے لیے کہا جائے۔ پتا چلا' وہ بذریعہ طیارہ ازبکستان سے ہو کر افغانستان کے شہر بدخشاں آئے گا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اپنی ڈی سے کہا "اگر ازبکستان آرہے ہو تو وہاں کے ایک معروف شہر الماتا کے کسی ہوٹل میں رہو۔ وہیں ہماری ملاقات ہوگی۔" میں نے اسے سمجھا دیا تھا کہ ثمرینہ کے ساتھ اسے رومانی ہیرو کا رول ادا کرنا ہے پھر واپس افغانستان جاکر نامعلوم دشمنوں سے نمٹنا بھی ہے۔

اس ڈی فرہاد نے بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر ذہانت' حاضر دماغی اور دشمنوں کے خلاف مکارانہ چالبازی سیکھی تھی۔ وہ بالکل میری طرح چلتا پھرتا' ہنستا بولتا تھا۔ اس نے میری تمام صلاحیتوں کو اپنایا تھا۔ صرف ٹیلی پیتھی سے محروم تھا۔

میں نے اپنے قافلے کے ساتھ الماتا کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام کیا۔ زرینہ ہیرے جواہرات حاصل کرنے اپنے محبوب کے ساتھ آئی تھی۔ شائستہ اور زبیر بسن بھائی تھے۔ وہ بھی بے روزگاری سے تنگ آکر ازبکستان اپنی قسمت آزمانے کے لیے آئے تھے۔ سرفراز' رب نواز اور عرفان آگے تاجکستان جانا چاہتے تھے۔ افغانستان میں ایک کمانڈر نے مال غنیمت کے طور پر ہیرے جواہرات حاصل کیے تھے۔ انہیں چھپا کر رکھا تھا۔ میں نے وہ سب کچھ اس سے حاصل کرلیا تھا۔ ہوٹل کے ایک کمرے میں تمام ہم سفر ساتھیوں کو بلا کر ایک تھیلے سے ہیرے جواہرات نکال کر انہیں ایک میز پر ڈالا تو وہ سب حیران رہ گئے۔ ایسے جگمگاتے ہوئے ہیرے وہ پہلی بار دیکھ رہے تھے۔

میں نے زرینہ سے کہا "تم یہی حاصل کرنے محبوب کے ساتھ آئی تھیں۔ میں اس میں سے کچھ حصہ تمہیں دے رہا ہوں۔ یہاں سے بذریعہ طیارہ پاکستان واپس جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ تم میں سے کوئی افغانستان کا جان لیوا سفر دوبارہ نہیں کرے گا۔"

میں نے وہ ہیرے جواہرات قافلے کے تمام ساتھیوں میں تقسیم کیے۔ زرینہ اور شائستہ کو کچھ زیادہ حصہ دیا۔ وہ سب احسان مند ہو کر میری تعریف میں کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے۔ شائستہ نے کہا "بھائی جان! آپ نے اپنے لیے کچھ نہیں رکھا۔ سب ہمیں دے دیا۔ کیا آئندہ سفر کے دوران میں آپ کو مال و دولت کی ضرورت نہیں ہوگی؟"

"مجھے مال و دولت کی نہیں' تمہاری جیسی بسن کی اور تمام ساتھیوں کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اب تم لوگ واپسی کے سفر کی تیاریاں کرو۔ میں ثمرینہ کے ساتھ دوسرے ہوٹل جارہا ہوں۔ ایک آدھ روز میں افغانستان واپس جاؤں گا۔"

رخصتی کے وقت ان سب کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں ثمرینہ کے ساتھ ہوٹل سے باہر آکر ان سے جدا ہوگیا۔ ہم جس ہوٹل میں پہنچے' وہاں میرا ڈی منصوبے کے مطابق موجود تھا۔ میں نے کاؤنٹر پر پہنچ کر ایک سوئٹ حاصل کیا پھر ثمرینہ سے کہا "تم سامان اور پورٹر کے ساتھ اوپر سوئٹ میں چلو۔ میں کرنسی تبدیل کرکے آرہا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں کرنسی تبدیل کرکے وزیٹرز لابی میں اپنی ڈی کے پاس آیا۔ اسے مزید ضروری باتیں سمجھائیں پھر اس سے رخصت ہو کر ایک شاپنگ سینٹر میں آیا۔ وہاں میک اپ کا ضروری سامان خرید کر ایک معمولی سرائے میں کمرا لیا۔ اس دوران میں اپنی ڈی سے رابطہ رکھا تاکہ ابتدا میں اس کی کسی غلطی سے ثمرینہ کو کسی طرح کا شبہ نہ ہوجائے۔

جب وہ ثمرینہ کے پاس ہوٹل کے سوئٹ میں پہنچا تو بالکل ایسا ہی پُراعتماد تھا' جیسا کہ میں نئے حالات کا سامنا کرتے وقت رہتا ہوں۔ ثمرینہ نے اس کے لیے دروازہ کھولا۔ وہ اندر آیا۔ وہ دروازے کو اندر سے لاک کرتے ہوئے بولی "یا خدا! ہم کتنا لمبا اور دشوار گزار سفر کرتے رہے ہیں۔ اگرچہ ایک گاڑی میں تنہا تھے مگر قافلے میں تنہا ایک ساتھ رہنے کے باوجود تنہائی نہیں ملتی اور تم تو ایسے ہو کہ خواہ مخواہ بزرگ بن کر مجھ سے کتراتے رہے ہو۔"

ڈی فرہاد نے کہا "میں تمہیں سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا ہوں۔ تم کبھی یقین نہیں کروگی کہ میں اس دنیا میں آدھی صدی گزار چکا ہوں۔"

وہ اس کے بالکل قریب آکر بولی "تمہاری یہ باتیں میرے لیے مضحکہ خیز ہیں۔ میں شرم کو بالائے طاق رکھ کر تمہارے اتنے قریب آگئی ہوں۔ میرے خواب و خیال میں ایسا شہزادہ آیا کرتا تھا' جو میرا دیوانہ بن کر مجھے طلب کیا کرتا تھا مگر اب خواب کی تعبیر مختلف ہوگئی ہے۔ میں تمہاری دیوانی بن کر اپنا سب کچھ چھوڑ کر تمہاری طلب میں یہاں تک آگئی ہوں۔"

وہ اتنے قریب آگئی تھی کہ اس کے دل کی دھڑکنیں اور سانسوں کی سرگم سنائی دے رہی تھی۔ ڈی فرہاد نے دونوں ہاتھوں سے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر کہا "واقعی تم نے میری خاطر اپنا وطن' اپنا قبیلہ اور اپنے عزیز و اقارب چھوڑ دیے ہیں۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں اور تمہیں گلے لگا کر ہمیشہ کے لیے تمہیں اپنا تا ہوں۔"

ڈی فرہاد نے اسے دونوں بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ میں ثمرینہ کے دماغ سے واپس آگیا۔ وہ فرہاد علی تیمور کو چاہتی تھی۔ میں نے اس کی عمر سے مطابقت رکھنے والے ایک جوان فرہاد کو اس کی زندگی میں پہنچا دیا تھا۔

میں نے آئینے کے سامنے میک اپ کیا۔ یہ تجربہ ہوچکا تھا کہ

مرد بہت زیادہ باصلاحیت ہو تو لڑکیاں اس کی عمر نہیں دیکھتیں' اس باصلاحیت اور باکمال مرد سے عشق کرنے لگتی ہیں۔ میں نے سوچا اب اپنی اصل عمر کو میک اپ کے ذریعے چھپا کر کسی قدر جوان نظر آنا چاہیے۔ اس طرح جانی دشمن بھی شاید یہ نہ سمجھ پائیں کہ میں نے میک اپ اور گیٹ اپ کے ذریعے اپنی عمر گھٹائی ہے۔ وہ مجھے دیکھ کر بھی نظرانداز کریں گے اور ثمرینہ کے ساتھ رہنے والے کو ڈی فرہاد سمجھتے رہیں گے۔

میں پہلے بھی ازبکستان آچکا تھا اور کافی عرصے تک وہاں رہ چکا تھا۔ الماتا کے خوب صورت شہر میں جہاں بہت خوب صورت لوگ اور پُرامن شہری ہیں' وہاں جرائم پیشہ افراد بھی ہیں۔ ازبکستان کی سرحدوں سے پاکستان' افغانستان اور ایران وغیرہ کی طرف اسمگلنگ ہوا کرتی تھی۔ خانہ جنگی میں مصروف رہنے والے افغانی انہی سرحدوں سے اسلحہ اور دوسری ضروریات کی چیزیں حاصل کیا کرتے تھے۔

میں ایسے علاقوں میں جانے لگا جہاں عالمی سطح کے اسمگلر اور کرائے کے قاتل سیاحت کے بہانے آتے تھے۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں قیام کرتے تھے اور نہایت رازداری سے اپنے مجرمانہ مقاصد پورے کیا کرتے تھے۔ میں ایسے لوگوں کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا اور بڑی اہم معلومات حاصل کررہا تھا۔

جرائم پیشہ افراد شراب اور شباب کے عادی ہوتے ہیں۔ صرف وہی افراد عورت اور نشے سے پرہیز کرتے ہیں جو یوگا کے ماہر ہوتے ہیں اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہنے کے لیے اپنی سانسیں روکنے کی صلاحیتوں کو برقرار رکھتے ہیں۔

میں تین دنوں تک کوششیں کرتے رہنے کے بعد ایک رات اپنے ایک شکار تک پہنچ گیا۔ وہ ایک ہوٹل کے بار میں ایک حسینہ کے ساتھ شراب پی رہا تھا۔ میں نے اس کی میز کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کی آواز سنی پھر دوسری میز پر جاکر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کا نام جگت نرائن تھا لیکن وہ دہلی کے ایک محلے میں جوگی دادا کہلاتا تھا۔ بچپن سے مجرمانہ زندگی گزارتے ہوئے ہندوستان سے اٹلی چلا گیا تھا۔ ایک نہایت چال باز اور سفاک قاتل کی حیثیت سے کتنی ہی خطرناک مخطیوں کے لیے کام کرنے لگا تھا۔

ایک سیکریٹ ایجنٹ نے اسے پانچ لاکھ ڈالر دے کر کہا تھا کہ الماتا شہر جاکر عیش کرو۔ ہندوستان کے ایک شہر پوری سے ایک نہایت ہی غیر معمولی جسمانی قوت کے حامل مہاگرو دھن راج ہنڈے کو فرہاد کے مقابلے میں افغانستان پہنچایا جائے گا۔ ہنڈے ایک انسانی روبوٹ ہے۔ وہ فرہاد کو پکڑ کر نچوڑ ڈالے گا لیکن وہ عقل سے پیدل ہے۔ اپنے ذہن سے کام لینا نہیں جانتا ہے۔ لہٰذا جوگی دادا اس کے ساتھ رہے گا۔ اس کے علاوہ دو اور ہندوستانی برنام زمانہ مجرم ہیں۔ وہ بڑی چالاکی اور حکمتِ عملی سے فرہاد کو گھیر کر مہاگرو پانڈے کے مقابلے میں پہنچائیں گے۔ جس دن فرہاد' پانڈے کے مقابلے پر آئے گا وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔

لیکن پچھلی رات جوگی دادا کو اطلاع ملی تھی کہ پانڈے بری طرح زخمی ہو کر اسپتال پہنچ گیا ہے۔ اب شاید کئی ماہ تک فرہاد کے مقابلے کے قابل نہیں رہے گا۔ لہٰذا اب منصوبے میں تبدیلی کی جارہی ہے۔ فرہاد کو ہلاک کرنے کے لیے ایک ایسے شاطر کو بھیجا جارہا ہے' جو کسی کو خاطر میں نہیں لاتا ہے۔ اس کا نام سنگریلا ہے۔ تبت میں اسے گرو سنگریلا کہتے ہیں۔ وہ خونی درندہ چین کی سرحدوں میں بے شمار فوجیوں کو ہلاک کرچکا ہے۔ مہاگرو پانڈے کی طرح انگریزی نہیں جانتا ہے۔ اپنی مقامی زبان کے علاوہ صرف ہندی بولتا اور سمجھتا ہے۔ اس لیے جوگی دادا اور تین ہندوستانی سفاک قاتلوں کو سمجھایا گیا تھا کہ وہ چاروں گرو سنگریلا کے ماتحت رہیں اور اس کے ساتھ مل بیٹھ کر فرہاد کو گھیرنے اور ہلاک کرنے کا منصوبہ بنائیں۔

پہلے جو کام مہاگرو پانڈے کے ذریعے لیا جانے والا تھا' اب اس منصوبے میں تبدیلی ہوگئی تھی۔ جوگی دادا کو بتایا گیا تھا کہ الماتا ازبک ہوٹل میں گرو سنگریلا کا قیام ہے۔ اسی ہوٹل میں ثمرینہ اور ڈی فرہاد تھے۔ ان تمام دشمنوں تک ثمرینہ کی تصویریں پہنچائی گئی تھیں اور کہا گیا تھا کہ ثمرینہ کے ساتھ دن رات رہنے والا فرہاد ہی ہوسکتا ہے۔ سنگریلا نے فون کے ذریعے جوگی دادا اور اس کے تین ساتھیوں کو بتایا تھا کہ فرہاد اسی ہوٹل میں ثمرینہ کے ساتھ پہنچا ہوا ہے۔ ہوٹل کے رجسٹر کے مطابق ابھی وہ ایک ہفتے تک وہاں قیام کریں گے۔ لہٰذا سنگریلا ان چاروں سے دوسری صبح الحمیدی گارڈن میں ملاقات کرکے کوئی ٹھوس منصوبہ بنائے گا۔

میں جوگی دادا کے خیالات پڑھ کر وہاں سے اٹھ گیا۔ اس ہوٹل میں گیا۔ جہاں سنگریلا' ثمرینہ اور ڈی فرہاد تھے۔ میں نے کاؤنٹر کلرک کے دماغ میں پہنچ کر سنگریلا کا کمرا نمبر معلوم کیا پھر وہاں کے ان ملازموں کے دماغوں میں جگہ بنائی جو روم سروس کے لیے مخصوص تھے۔

ایک ملازم سے پتا چلا کہ اس نے رات کا کھانا کمرے میں نہیں منگوایا ہے۔ ڈائننگ ہال میں کھانے کے لیے گیا ہے۔ میں ڈائننگ ہال میں پہنچ کر اس ہال کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یوں جانے لگا جیسے اپنے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کررہا ہوں۔ اسی وقت میں نے ایک نہایت ہی دبلے پتلے شخص کو دیکھا۔ اسے دیکھ کر یوں لگتا تھا کہ ہڈیوں کے ڈھانچے پر صرف کھال منڈھی گئی ہے اور گوشت نہیں بھرا گیا ہے۔ اگر ایک زور کی پھونک ماری جائے تو وہ ہوا میں اڑ جائے گا۔ اس کے چہرے سے پتا چل رہا تھا کہ وہ تبت سے آیا ہے اور وہی سنگریلا ہے۔

میری جان کا دشمن اور ایسا مچھر؟ اس سرد علاقے میں جہاں لوگ کوٹ اور اوور کوٹ پہنے ہوئے تھے' وہاں اس مچھر نے ہاف

آستین کی بنیان اور نیکر پہنی ہوئی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس پر سردی اثر نہیں کرتی ہے۔ ویٹر نے اس کے سامنے سوپ کا ایک بڑا پیالہ لاکر رکھا۔ اس میں سے اٹھنے والا دھواں بتا رہا تھا کہ سوپ کھولتے ہوئے پانی کی طرح گرم ہوگا۔ میں نے حیرانی سے دیکھا۔ وہ اس بڑے سے پیالے کو اٹھا کر ہونٹوں سے لگا کر سوپ کو یوں غٹاغٹ پینے لگا جیسے ٹھنڈا شربت پی رہا تھا۔

ہال میں بیٹھے ہوئے کئی لوگ اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے سمجھ لیا کہ اس پر سردی گرمی اثر انداز نہیں ہوتی اور وہ غیر معمولی قوتِ برداشت کا حامل ہے۔ اس کے قریب ہی ایک میز پر ثمرینہ اور ڈی فرہاد بیٹھے کھا رہے تھے اور وہ بھی اسے تعجب سے کئی بار دیکھ چکے تھے۔

میں اپنی ڈی کے دماغ میں پہنچ کر سنگریلا' جوگی دادا اور ان کے تین کرائے کے قاتلوں کے بارے میں تفصیل بتانے لگا۔ وہ تمام تفصیلات سننے کے بعد مجھ سے بولا "سر! ہماری میز کے قریب یہ جو ہڈیوں کا ڈھانچا بیٹھا ہے' تبت کا باشندہ لگ رہا ہے۔"

"میں بھی یہی اندازہ کر رہا ہوں کہ یہی سنگریلا ہو سکتا ہے۔ وہ بظاہر تم سے غافل ہے۔ لیکن ثمرینہ کے ساتھ دیکھ کر سمجھ چکا ہے کہ تم ہی فرہاد ہو۔ اس کی طرف سے محتاط رہو۔ ویسے کل صبح وہ اپنے ماتحت قاتلوں سے ایک گارڈن میں ملنے والا ہے۔ شاید اس لیے ابھی تم پر حملہ نہیں کرے گا۔"

"سر! میں اس خوش فہمی میں نہیں رہوں گا کہ یہ ہڈیوں کا ڈھانچا ہے اور اسے ایک چیونٹی کی طرح مسل سکتا ہوں۔ سردی گرمی کے سلسلے میں اس کی قوتِ برداشت نے سمجھا دیا ہے کہ یہ کمزور نہیں ہے۔ اندر سے بہت گہرا ہے۔ پتا نہیں' کتنی غیر معمولی قوتوں اور صلاحیتوں کا حامل ہے۔"

"بے شک تمہیں خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔ میں ابھی معلوم کروں گا کہ یہ کتنے پانی میں ہے؟"

میں ڈائننگ ہال سے باہر آگیا۔ وہاں کے مختلف علاقوں کے جرائم پیشہ لوگوں کو اچھی طرح پہچان گیا تھا۔ میں نے فون کے ذریعے ایک کرائے کے قاتل سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا "میں تمہارے بارے میں جانتا ہوں۔ معاوضہ لے کر قتل کرتے ہو۔ اگر ابھی تم الماتا ازبک ہوٹل میں آکر ایک شخص کو قتل کرو گے تو پچیس ہزار ڈالر قتل سے پہلے ادا کروں گا۔"

"تم کون ہو؟ تم سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟ ویسے معاوضے کی رقم بڑھاؤ کیونکہ میں تنہا یہ واردات نہیں کروں گا۔ میرے دو ساتھی بھی ہوں گے۔"

"میں ابھی تیس ہزار اور قتل کے بعد بیس ہزار ڈالر دوں گا لیکن ایک شرط ہے۔ اسے گولی نہیں مارو گے۔ اس پر چاقو سے حملے کرو گے اور بری طرح زخمی کر کے چھوڑ دو گے۔ میری شرط منظور ہے تو اس ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں آجاؤ۔"

"ہم ابھی آرہے ہیں۔"

میں نے فون بند کردیا۔ ہوٹل کے لاؤنج میں کئی افراد تھے۔ میں نے ایک شخص کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اپنے بریف کیس سے تیس ہزار ڈالر کی ایک گڈی نکال کر اسے دی۔ وہ میری مرضی کے مطابق پارکنگ ایریا میں پہنچا۔ تھوڑی دیر بعد کرائے کا قاتل اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ وہاں آیا۔ میں نے دور سے اسے پہچان لیا۔ میرے آلۂ کار نے نوٹوں کی گڈی دے کر کہا "میں وزیٹرز لابی میں رہوں گا۔ اس شخص کا نام شاید سنگریلا ہے۔ چہرے سے تبت کا باشندہ لگتا ہے۔ وہ بالکل ہڈیوں کا ڈھانچا ہے لیکن دبلے پتلے لوگ جسمانی طور پر طاقت ور نہ ہونے کے باوجود دوسری صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ بہرحال اسے بچ کر نہیں جانا چاہیے۔ ابھی وہ ڈائننگ ہال میں ہے۔ اس کے کمرے کا نمبر دو سو چار ہے۔"

وہ رقم جیب میں رکھ کر اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ہوٹل کے اندر گیا۔ میں نے اس آلۂ کار کو مجبور کیا کہ وہ اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چلا جائے اور وہ چلا گیا۔ وہ تینوں ہوٹل میں داخل ہونے کے بعد ڈائننگ ہال کی طرف جانے لگے۔ وہ ہڈیوں کا ڈھانچا کھانے سے فارغ ہو کر ہال سے باہر آرہا تھا۔ کرائے کے قاتل نے اس کے سامنے آکر راستہ روکتے ہوئے پوچھا "کیا تمہارا نام سنگریلا ہے؟"

وہ بولا "ہاں۔ میرا یہی نام ہے۔ مجھ سے کوئی کام ہے؟"

"کام ہے مگر ہوٹل کے باہر احاطے میں چل کر باتیں ہوں گی۔"

"اگر میں ابھی ہوٹل کے باہر نہ جاؤں تو؟"

"تو ہمارے پاس چاقو ہیں۔"

سنگریلا نے پوچھا "صرف چاقو؟ کیا ریوالور یا دوسری گن وغیرہ نہیں رکھتے ہو؟"

"تم ایسے اطمینان سے کہہ رہے ہو جیسے چاقوؤں کے حملوں سے بچ نکلو گے۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر ان کے ساتھ ہوٹل کے باہر ایک بڑے سے باغیچے میں آیا۔ باغیچے کے اس حصے میں نیم تاریکی تھی۔ انہوں نے اسے تین اطراف سے گھیر کر اپنے اپنے چاقو نکال لیے۔ وہ بولا "مارنے سے پہلے یہ تو بتا دو' کون میری جان لینا چاہتا ہے اور اس نے تم تینوں کو کتنی رقم ادا کی ہے؟ اس کا نام اور پتا بتاؤ گے تو میں تمہیں اس سے دوگنی رقم دوں گا۔"

ایک نے کہا "ہم کرائے کے قاتل ہیں۔ جسے قتل کرنے جاتے ہیں وہ اپنی جان بچانے کے لیے ہمیں زیادہ رقم کا لالچ دیتا ہے مگر ہم زبان کے پکے ہیں۔ جس سے ایڈوانس لے چکے ہیں' اس کا کام کریں گے۔"

"میں زیادہ سے زیادہ رقم اپنی جان بچانے کے لیے نہیں دوں گا۔ تم مجھے بے شک قتل کرو مگر مجھ سے رقم لے کر اس کا نام تو بتا دو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تینوں نے اس پر حملے کیے۔ اس نے بجلی کی طرح اچھل کر قلابازی کھائی اور ایک قاتل کے پیچھے پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ تینوں حملہ کرنے کے نتیجے میں آگے بڑھ کر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ ایک کا چاقو دوسرے کو لگا۔ وہ زخمی ہوا۔ باقی دو محفوظ رہے۔

دوسرے کو پیچھے سے سنگریلا کی لات پڑی۔ وہ آگے جا کر گھاس پر اوندھے منہ گرا۔ تیسرے نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس نے چاقو والے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ میں نے اس کے دماغ میں جا کر معلوم کیا۔ سنگریلا کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ اس حملہ کرنے والے کو اپنے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنے لگا۔ اس کا ساتھی زمین پر سے اٹھ کر حملہ کرنے کے لیے دوڑتا ہوا آیا۔ سنگریلا نے اپنی گرفت میں رہنے والے کو اس کے سامنے کردیا۔ اس کا چاقو اپنے ہی ساتھی کے جسم میں پیوست ہوگیا پھر اس حملہ کرنے والے کے منہ پر سنگریلا کا ہاتھ لوہے پڑا جیسے لوہے کی سلاخ پڑی ہو۔ وہ چکرا کر گرنا چاہتا تھا۔ سنگریلا نے اس کے سر اور ٹھوڑی کو پکڑ کر ایسا جھٹکا دیا کہ کڑاک کی آواز کے ساتھ گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ بے جان ہو کر گر پڑا۔ اپنے دو ساتھیوں کی لاشیں دیکھ کر تیسرا وہاں سے بھاگنے لگا۔ اس نے اس کے پیچھے دوڑ لگائی لیکن اسے دوڑ نہیں کہہ سکتے تھے۔ جس طرح آسٹریلیا کا جانور کنگارو کئی کئی گز کی چھلانگیں لگا کر منٹوں کا فاصلہ چند سیکنڈ میں طے کرلیتا ہے' اسی طرح سنگریلا نے دو تین چھلانگیں لگا کر بھاگنے والے سے آگے پہنچ کر اس کا راستہ روک لیا۔

وہ زخمی ہو چکا تھا۔ سنگریلا کے قدموں میں گر کر کہنے لگا "مجھے معاف کردو۔ میں پھر کبھی تم سے دشمنی نہیں کروں گا۔ میں غریب آدمی ہوں۔ کچھ رقم حاصل کرنے کے لیے ایسی مجرمانہ حرکت کر رہا تھا۔"

سنگریلا نے اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اسے کھڑا کیا۔ اس کے لباس کی تلاشی لی۔ اس کی جیب سے دس ڈالر نکلے۔

اس نے پوچھا "میرے قتل کے سودے کی رقم کہاں ہے؟"

وہ دو لاشوں کی طرف اشارہ کر کے بولا "ادھر ایک ساتھی کی جیب میں ہے۔"

وہ اسے لاشوں کی طرف دھکا دیتے ہوئے بولا "چلو وہاں سے رقم نکالو۔"

وہ زخمی کراہتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی لاشوں کے پاس آیا پھر ایک ساتھی کے لباس کے اندر سے تیس ہزار ڈالرز کی ایک گڈی نکال کر دی۔ سنگریلا اس گڈی کو لے کر الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولا "تم نے ابھی کہا تھا' غریب ہو۔ اس لیے جرم کر رہے تھے۔ اگر مجھے کل تک معلوم ہوا کہ مجھ سے جھوٹ بول رہے تھے تو تمہیں حرام موت سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ یہ لو اور جرائم کی دنیا سے نکل جاؤ۔"

سنگریلا اس کے ہاتھ پر نوٹوں کی وہ گڈی رکھ کر ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ وہ زخمی شخص حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا اور بے اختیار رو رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر وہ تماشا دیکھ رہا تھا اور یہ تسلیم کر رہا تھا کہ سنگریلا میرا جانی دشمن ہے مگر اس میں اعلیٰ ظرفی ہے۔ وہ کسی کمزور کو مارتا نہیں ہے' اس کے کام آکریوں بے نیازی سے گزر جاتا ہے جیسے اپنی نیکی دریا میں ڈال کر جا رہا ہو۔

میں ڈی فرہاد کے پاس آیا۔ وہ کھانے کے بعد ثمرینہ کے ساتھ لفٹ کے ذریعے اوپر اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں نے سنگریلا کو کس طرح آزمایا ہے۔ "اگرچہ وہ ہڈیوں کا ڈھانچا دکھائی دیتا ہے مگر ہاتھ پیر اور گردن کی ہڈیاں توڑنے کی تکنیک سے واقف ہے۔ وہ تمہارے مقابلے پر بھاری پڑے گا۔ بہتر ہے' جب وہ اپنے کمرے میں جائے تو تم وہ ہوٹل چھوڑ دو۔ کسی دوسرے ہوٹل میں جا کر ثمرینہ کے چہرے پر ایسی تبدیلی کرو کہ اس کے ذریعے تم پہچانے نہ جا سکو۔"

"میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے' اس میں اعلیٰ ظرفی بھی ہے تو کیا ہم ایسے دشمن کو اپنی اعلیٰ ظرفی سے متاثر نہیں کر سکیں گے۔ ہو سکتا ہے' وہ ہم سے دشمنی کرنے سے باز آجائے۔"

"میں اس کوشش کرنے کے لیے اس سے دماغی رابطہ کروں گا لیکن کسی بھی معاملے میں ناکامی کی گنجائش رکھنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے' وہ اپنی زبان کا پکا ہو۔ اس پُراسرار سیکرٹ بیجنٹ سے میری ہلاکت کا سودا کرنے کے بعد زبان سے پھرنا نہ چاہے۔ ابھی وہ سمجھ رہا ہے کہ فرہاد اپنے قریب اس کی موجودگی سے بے خبر ہے۔ دماغی رابطہ ہونے کے بعد وہ تمہیں فرہاد سمجھ کر حملہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا محتاط رہو۔ وہ ہوٹل اس کی لاعلمی میں چھوڑ دو۔ میں ابھی بتاؤں گا کہ وہ اپنے کمرے میں کب سونے کے لیے گیا ہے۔"

میں اس کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے کاؤنٹر کلرک کے دماغ میں آگیا۔ سنگریلا نے بیس منٹ کے بعد آکر کاؤنٹر سے اپنے کمرے کی چابی لی پھر لفٹ کی طرف چلا گیا۔ میں ایک ویٹر کے دماغ میں آگیا۔ وہ بھی کافی کی ٹرے لے کر اسی لفٹ میں اس کے ساتھ جانے لگا۔ تیسرے فلور پر پہنچ کر وہ دونوں لفٹ سے باہر آئے۔ سنگریلا سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اسے دشمن کی حیثیت سے پہچان چکا ہوں اور ایک ویٹر کے ذریعے اس کے بالکل قریب ہوں۔

وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر چلا گیا۔ ویٹر کافی کی ٹرے لے کر آگے دوسرے کمروں کی طرف چلا گیا۔ میں نے اپنی ڈی کے پاس پہنچ کر کہا "وہ اپنے کمرے کے اندر ہے۔ تم ثمرینہ کے ساتھ فوراً یہاں سے نکلو۔"

وہ ثمرینہ کے ساتھ مختصر سا سامان لے کر لفٹ کے ذریعے نیچے آیا پھر ہوٹل کا بل ادا کرنے لگا۔ منیجر نے پوچھا "آپ یہاں ایک

ہفتے رہنے والے تھے۔ کیا ہماری سروس میں کوئی کمی رہ گئی ہے؟"

ڈی نے کہا "ہوٹل سروس بہترین ہے مگر ہم افغانستان جانے والے ہیں۔ وہاں جانے کے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ اس لیے ہوٹل چھوڑ رہے ہیں۔"

وہ مل ادا کر کے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے بہت دور ایک فور اسٹار ہوٹل میں پہنچ گئے۔ جب انہیں وہاں ایک کمرا مل گیا تب میں نے سنگریلا کے دماغ پر دستک دی۔

اس نے کہا "میں سانس نہیں روکوں گا۔ میری پلاننگ کے مطابق اس وقت فرہاد علی تیمور میرے پاس آیا ہے۔"

"ہاں میں فرہاد ہوں۔ کیا تم بتاؤ گے کہ تمہاری پلاننگ کیا تھی؟"

"مجھ جیسے ہڈیوں کے ڈھانچے کو دیکھ کر سب ہی یہ سمجھتے ہیں کہ میں ایک پھونک میں اڑ جاؤں گا۔ دشمن ہنس کر کہتے ہیں' مجھے چیونٹی کی طرح مسل دیں گے لیکن تمہارے جیسے دانا دشمن میرے اندر چھپی ہوئی اندرونی صلاحیتوں کو مختلف طریقوں سے آزماتے ہیں۔ جیسا کہ ابھی تم تین کرائے کے قاتلوں کو میرے مقابلے پر تہجیج کر مجھے آزما رہے تھے۔"

"یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ ان تینوں کو میں نے بھیجا تھا؟"

"مجھے تمہاری جسمانی قوت' ذہانت' حاضر دماغی اور چشم زدن میں کامیاب چالیں چلنے والی خداداد صلاحیتوں کے متعلق بہت کچھ بتایا گیا ہے۔ ان کے علاوہ تمہارے مزاج اور عادات و اطوار کی تفصیلات بتائی گئی ہیں۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم دشمنوں کے نیک اعمال اور ان کے عمدہ طور طریقوں کو پسند کرتے ہو اور ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا کر انہیں دشمنی سے باز رکھتے ہو۔"

"یہ میری فطرت ہے' میں عمدہ اعمال کو پسند کرتا ہوں۔"

"تم نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے دیکھا کہ میں نے دو حملہ کرنے والوں کو مار ڈالا۔ مگر تیسرا غریب تھا۔ صرف رقم حاصل کرنے کے لیے غلط راہ پر چلا آیا تھا۔ میں نے اسے ہلاک نہیں کیا۔ اسے آئندہ جرائم سے باز رکھنے کے لیے تیس ہزار ڈالر دے دیے۔"

"بے شک میں نے دیکھا ہے اور دل سے تسلیم کیا ہے کہ تمہارے اندر ایک فرشتہ صفت انسان ہے۔ تم سے دشمنی نہیں دوستی کی جا سکتی ہے۔"

"ہم ایک ہی ہوٹل میں ہیں۔ خیال خوانی کیوں کر رہے ہو۔ دوستی کرنے میرے پاس آ سکتے ہو یا مجھے اپنے پاس بلا سکتے ہو۔"

"میں نے سوچا۔ دوستی کی ابتدا سے پہلے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو ہو جائے لیکن تم نے گفتگو کی ابتدا میں کہا کہ میں تمہارے دماغ میں تمہاری پلاننگ کے مطابق آیا ہوں۔ کیا یہی تمہاری پلاننگ تھی کہ ایک غریب کو تیس ہزار ڈالر دے کر مجھے متاثر کرو۔"

"تم خود سوچو ایسا نہ کرتا تو تم متاثر ہو کر ابھی میرے پاس نہ آتے۔"

"یعنی تم نے مجھے متاثر کرنے کے لیے تیس ہزار ڈالر کا جوا کھیلا ہے اور ایک غریب کی مدد کی ہے؟"

"میری نیکی اور ہمدردی کو غلط نہ سمجھو۔ کیا ایک عمل سے دو اچھے کام نہیں کیے جا سکتے؟ کسی کی مدد بھی ہو گئی اور دوستی کی راہ بھی کھل گئی۔"

"واقعی تم نے ایک عمل سے دو نیکیاں کی ہیں۔ میرا شبہ دور ہو گیا ہے۔ میں ابھی تمہارے کمرے میں آ رہا ہوں۔ تمہیں یہ بھی بتایا گیا ہو گا کہ مجھے سرد علاقوں میں کافی پینے کی عادت ہے؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ میں کافی کا آرڈر دے رہا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ سے نکل کر اس شخص کے پاس پہنچا جسے سنگریلا نے تیس ہزار ڈالر دیے تھے۔ میری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں ملا۔ وہ مر چکا تھا یا مار ڈالا گیا تھا۔ یہ بات کچھ میں آ گئی کہ اس نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کر کے مجھے متاثر کیا ہے۔ بعد میں اس تیسرے شخص کو بھی ہلاک کر کے اس سے تیس ہزار ڈالر لے چکا ہے۔

میں کچن کے آرڈر سپلائر کے پاس گیا۔ اس کے ذریعے معلوم ہوا کہ کون سنگریلا کے کمرا نمبر دو سو چار میں کافی لے جا رہا ہے۔ میں نے اس ملازم کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے دروازے پر آ کر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی "آ جاؤ۔"

وہ کافی کی ٹرے لیے اندر آ کر دروازے کو بند کر کے ایک میز کے پاس آیا پھر وہاں ٹرے رکھ کر اس کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سنگریلا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر کہا "ایک ملازم روبرو بیٹھنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مسٹر فرہاد' تم اس کے اندر ہو۔"

میں نے ملازم کی زبان سے کہا "تم بھول رہے ہو۔ میں نے کافی پینے کی فرمائش کی تھی اور ابھی تمہارے ساتھ پیوں گا۔ کیا میں کسی ملازم کے دماغ میں رہ کر کافی پی سکتا ہوں؟"

وہ بولا "تم اس ہوٹل کے ملازم ہو۔ میرے کمرے میں پہلے کئی بار آ چکے ہو۔"

"مجھے یاد ہے۔ میں کل سے اب تک چھ بار تمہارے پاس نما ہوں اور خاموشی سے تمہاری اسٹڈی کرتا رہا ہوں۔"

"اگر تم ملازم بن کر اس ہوٹل میں ہو تو پھر کمرا نمبر سات سات میں ثمرینہ کے ساتھ کوئی ڈی فرہاد ہے کیا؟"

میں نے مسکرا کر پوچھا "کون ثمرینہ؟ کون فرہاد؟ وہ دونوں کرائے کے میاں بیوی تھے۔ یہ ہوٹل چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ ریسیور اٹھاؤ اور انکوائری کاؤنٹر سے معلوم کر لو۔"

اس نے مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر ریسیور اٹھا کر کہا "کمرا نمبر سات سو سات والوں سے رابطہ کراؤ۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "وہ کمرا خالی ہو چکا ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولا "ہم خطرات سے کھیلتے رہے ہیں۔ ہمیں ہر پل محتاط رہنا پڑتا ہے اور بڑی ذہانت سے چالیں چل کر دشمنوں کی چالوں کو ناکام بنانا پڑتا ہے۔ مجھے شبہ تھا کہ کمرا نمبر سات سو سات میں ثمرینہ اور فرہاد نہیں بہروپے ہیں۔ اگر اس کمرے میں فرہاد کی موجودگی کا یقین ہو تا تو وہ زندہ یہاں سے نہیں جا سکتا تھا۔"

"تمہیں اب بھی یقین نہیں ہے کہ میں ابھی ملازم بن کر آیا ہوں۔"

"شبہ ہے اور یقین بھی اس لیے ہے کہ تم دوستی کے جذبے سے آئے ہو۔"

وہ ایک پیالی میں کافی انڈیلتے ہوئے بولا "تم یہ کافی لائے ہو۔ اس کافی میں مجھے نقصان پہنچانے والی کوئی چیز ملا سکتے ہو۔ اس میں زہر بھی ہو سکتا ہے اور اعصاب کمزور کرنے والی دوا بھی ہو سکتی ہے۔"

اس نے ملازم کی طرف پیالی بڑھاتے ہوئے کہا "لو۔ اسے پیو اور ثابت کرو کہ دشمن بن کر میری جان لینے نہیں آئے ہو۔"

ملازم نے پیالی لے کر کہا "بے شک ہم خطرات سے کھیلتے ہیں اور ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ تم نے ایک مجرم کو جرائم کی راہ سے ہٹانے کے لیے تیس ہزار ڈالر دے کر میرا دل جیت لیا ہے۔ اب میں تمہارے لیے جان دے سکتا ہوں' جان لے نہیں سکتا۔"

اس نے ایک گھونٹ پیا پھر منہ بنا کر کہا "کافی کڑوی ہوتی ہے مگر زہر نہیں ہوتی۔ اسے میں کچن سے لایا ہوں اور یہ سمجھ کر لایا ہوں کہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر پینا ہے۔"

اس نے تھوڑی دیر میں پیالی خالی کی پھر سنگریلا کے سامنے اسے رکھ کر بولا "یہ خالی ہو چکی ہے۔ تمہارا دماغ بھی شبے سے خالی ہو جانا چاہیے۔"

"ہاں۔ اب شبہ نہیں رہا مگر حیرانی ہے کہ تمہیں دنیا کا سب سے زیادہ شاطر شخص کہا جاتا ہے پھر تم نے اتنی جلدی کیسے یقین کر لیا کہ میں ایک نیک دل انسان ہوں اور کسی غریب کو جرائم کی دنیا سے نکالنے کے لیے تیس ہزار ڈالر دیتا ہوں۔"

میں نے ملازم کی زبان سے کہا "میں اپنی آنکھوں سے تمہاری بھلائی دیکھ چکا ہوں۔ پھر یقین کیسے نہ کرتا۔"

"کبھی آنکھوں سے دیکھا ہوا منظر بھی جھوٹا ہوتا ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم نے خیال خوانی کے ذریعے دوبارہ اس نمبر کی خبر نہیں لی۔ تمہیں اس کے دماغ میں جانا چاہیے۔"

ملازم نے میری مرضی کے مطابق آنکھیں بند کیں جیسے خیال خوانی کر رہا ہو پھر آنکھیں کھول کر حیرانی سے بولا "میری خیال خوانی کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کہتا ہے۔"

سنگریلا نے ہنستے ہوئے کہا "تم سمجھ رہے تھے کہ میں نے اسے جرائم کی دنیا سے نکالا ہے جبکہ میں اس دنیا سے ہی اسے نکال چکا ہوں۔"

میں نے ملازم کے ذریعے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم نے اسے مار ڈالا ہے؟"

"جو مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے اور نوٹ کمانے آئے' کیا اسے میں زندہ چھوڑ دیتا۔"

اس نے اٹھ کر بستر کے پاس جا کر تکیے کے نیچے سے نوٹوں کی گڈی نکالی پھر ملازم کو دکھاتے ہوئے کہا "فرہاد! یہ وہی تیس ہزار ڈالر ہیں' جو تم نے کرائے کے قاتلوں کو دیے تھے۔ تم نے دیکھ لیا کہ میں حملہ کرنے والوں سے کس طرح نپٹتا ہوں۔ تم نے جو کچھ دیکھا ہے اس سے بھی زیادہ دیکھنے کے لیے بہت کچھ رہ گیا ہے اس لیے اب تم دیکھو۔"

یہ کہتے ہی اس نے گھوم کر ملازم کے منہ پر ایک کک ماری۔ وہ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے صوفے سمیت اسے پیچھے کی طرف الٹا دیا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو کر بولا "سنگریلا! تمہارا وار کبھی خالی نہیں جاتا۔ اب گنتی کرو' تمہارا یہ پہلا حملہ خالی گیا ہے۔"

سنگریلا نے کہا "اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرے حملے سے بچنے والا فرہاد ہی مقابلے پر ہے۔"

پھر میں نے ملازم کے دماغ میں رہ کر دیکھا۔ جس طرح چھت کا پنکھا تیزی سے گھومتا ہے' اسی طرح سنگریلا فضا میں اچھل کر تیزی سے گول گھومتا ہوا آیا پھر ملازم کے چاروں طرف چکر لگاتا ہوا اسے کک پر کک مارنے لگا۔ میں نے زندگی میں ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔ کبھی کسی انسان کو اتنی دیر فضا میں بلند رہ کر پنکھے کی طرح گردش کرتے ہوئے اور جان لیوا حملے کرتے پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ میں چند سیکنڈ کی حیرانی کے باعث ملازم کو اس کے حملے سے بچانے کی تدبیر نہ کر سکا۔

صرف ایک منٹ کے اندر وہ ملازم لہولہان ہو کر قالین پر گر پڑا۔ سنگریلا نے فرش پر واپس آ کر کہا "فرہاد! تمہارے باپ نے بھی فائٹنگ کے ایسے انداز نہیں دیکھے ہوں گے۔ اگر مجھے ٹیلی پیتھی آتی تو میں آسانی سے تمہارے دماغ میں گھس کر تمہیں اپنا غلام بنا لیتا اور ساری دنیا ٹیلی پیتھی کے شہنشاہ کو میرے قدموں میں جھکتے ہوئے دیکھتی مگر مجھے تائید کی گئی ہے کہ میں تمہیں زخمی اور کمزور سمجھ کر بچ نکلنے کا موقع نہ دوں اس لیے تم اس دنیا سے جاؤ۔"

میں شاید اس ملازم کو بچا لیتا لیکن وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکا۔ سنگریلا نے اس کے حلق پر ایک پیر رکھ کر دبایا۔ اس کی آدھی موت تو پہلے ہو چکی تھی۔ باقی آدھی موت نے بھی اس کی زندگی چھین لی۔

میں اس کے لیے مشکلات پیدا کرنا چاہتا تھا۔ ہوٹل کے انچارج کو بتانا چاہتا تھا کہ کمرا نمبر دو سو چار میں سنگریلا نے ہوٹل

کے ایک ملازم کو قتل کردیا ہے۔ میں انچارج کے دماغ میں پہنچا تو وہ پولیس افسر اور سپاہیوں کے ساتھ اسی کمرے کے دروازے پر آکر دستک دے رہا تھا۔ سنگریلا سوچ رہا تھا کہ چپ چاپ ہوٹل سے چلا جائے۔ خواہ مخواہ پولیس وغیرہ کے چکر میں نہ پڑے۔ دستک کی آواز پر اس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ ذرا دور تھا۔ ملازم کی لاش ایک پردے کے پیچھے تھی۔ اس نے دروازے کے پاس آکر پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی "میں ہوٹل کا منیجر ہوں۔ پلیز دروازہ کھولیں۔"

"منیجر کو معلوم ہونا چاہیے کہ رات کے وقت ہوٹل میں رہنے والوں کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔"

منیجر نے کہا "سوری سر! آپ نے دروازے کے باہر ڈونٹ ڈسٹرب کی سلپ نہیں لگائی ہے۔ میں آپ کے صرف چند منٹ لوں گا پھر چلا جاؤں گا۔"

سنگریلا نے دروازہ کھولا پھر اس کے ساتھ پولیس والوں کو دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ پولیس افسر نے کہا "ہوٹل کے احاطے میں دو افراد کا مڑدہ ہوگیا ہے۔ ہم اس سلسلے میں انکوائری کررہے ہیں۔"

وہ بولا "آپ انکوائری کرنے میرے پاس کیوں آئے ہیں؟"

"ہوٹل کے دربان کا بیان ہے کہ مڑدہ سے پہلے آپ تین آدمیوں کے ساتھ گارڈن کی طرف گئے تھے۔ ان تینوں میں سے دو کی لاشیں وہاں پائی گئیں۔ تیسرے کا پتا نہیں ہے۔"

سنگریلا نے کہا "وہ تینوں میرے لیے اجنبی تھے۔ مجھ سے کاروباری معاملات میں باتیں کرنا چاہتے تھے۔ میں نے ان کی باتوں سے اندازہ لگایا کہ وہ شریف لوگ ہیں۔ ہم گارڈن میں ٹہلتے ہوئے باتیں کرتے رہے پھر میں دوسرے دن ملاقات کا وقت مقرر کرکے یہاں چلا آیا۔"

اس کی باتوں کے دوران میں میں نے پولیس افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا "مجھے اس کمرے سے خون کی بو آرہی ہے۔ سامنے سے ہٹو۔ ہمیں اندر آنے دو۔"

"پلیز آفیسر! میرے کمرے میں ایک نوجوان عورت بے لباس ہے۔ ہم اسی لیے اتنے مہنگے ہوٹلوں میں آتے ہیں کہ یہاں ہمارے پرائیویٹ معاملات میں مداخلت نہیں کی جاتی ہے۔ منیجر! تم خاموش کیوں ہو؟ انہیں یہاں سے لے جاؤ۔"

پولیس افسر نے کہا "اس لڑکی کی عورت سے کہو لباس پہن لے اور نہ بھی پہنے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ بکنے والیوں کو سب ہی بے لباس دیکھ سکتے ہیں۔ یہ خیال دماغ سے نکال دو کہ ہمیں دروازے سے ٹال دو گے۔ ہم کمرے کے اندر ضرور آئیں گے۔"

سنگریلا نے اسے حقارت سے دیکھا پھر سامنے سے ہٹ کر بولا۔ "آجاؤ۔ کمرے میں ایک لاش ہے اور ہوٹل کے باہر بھی میں نے تین قتل کیے ہیں۔"

سب نے اندر آکر ہوٹل کے ملازم کی لاش دیکھی۔ منیجر نے حیرانی سے پوچھا "تمہیں ہمارے ملازم سے کیا دشمنی تھی؟"

"یہ بظاہر تمہارا ملازم تھا لیکن دراصل ہماری دنیا کا سب سے خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد علی تیمور تھا۔ اس نے تمہارے ملازم کو ٹریپ کیا ہوگا پھر پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس کا ہم شکل بن کر یہاں آگیا۔ اس طرح آنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ مجھے قتل کردے مگر تمام زندگی کامیابیوں کی صورت دیکھنے والا ساری دنیا کو اپنی ناکامی کی مڑدہ تصویر دکھانے کے لیے ہمیشہ کے لیے سوگیا ہے۔"

افسر نے کہا "ہم نے فرہاد کا نام سنا ہے۔ تمہاری اس سے دشمنی تھی مگر ان کے کیا دشمنی تھی، جو ہوٹل کے باہر ہلاک کیے گئے ہیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "ان دو چار مچھروں کو مارنے کی کیا بات کرتے ہو۔ میں نے زندگی میں کتنے بندے مارے ہیں، ان کی کوئی گنتی نہیں ہے۔ بہتر ہے یہ لاش اٹھا کر لے جاؤ کیونکہ مجھے نہیں لے جاسکو گے۔"

ایک ماتحت افسر نے ہتھکڑی نکالی۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "ہڈیوں کے ڈھانچے کو کیسے پہناؤ گے۔ اس میں سے میرا ہاتھ باہر نکل آئے گا۔"

اس نے خود ہی ہتھکڑی لے کر پہلے اسے لاک کیا پھر اس کے اندر ہاتھ ڈال کر واپس نکال لیا اور کہا "میں یہاں سے چپ چاپ چلا جانا چاہتا تھا مگر اب تم لوگ خواہ مخواہ ہنگامے کرو گے۔ بہتر ہے مجھے جانے دو۔ دنیا کی کسی جیل میں بھی بند کرو گے تو اس کی آہنی سلاخوں کے درمیان سے میرا پورا ڈھانچا نکل آئے گا۔ مجھے آہنی جالیوں کے پنجرے میں بند کرنا چاہو گے تو میں اس پنجرے کو بھی توڑ دوں گا۔"

افسر نے ریوالور نکال کر اپنے ماتحت سے کہا "نائیلون کی رسیاں لاکر اس کے ہاتھ پاؤں باندھو۔"

سنگریلا نے اچانک گھوم کر افسر کا ہاتھ تھام کر اس کے ریوالور کا رخ سپاہیوں کی طرف کیا۔ ٹریگر پر افسر کی انگلی تھی۔ افسر اس کے فولادی شکنجے کے باعث چیخ رہا تھا۔ ریوالور پکڑنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ سنگریلا نے ریوالور لے کر اس کے ماتحت اور دو سپاہیوں پر فائر کیے۔ تین گولیاں چلیں۔ تین لاشیں گر گئیں۔ افسر اپنے ہاتھ کی دکھتی ہوئی ہڈی کو سہلا رہا تھا۔ سنگریلا نے اس سے اور منیجر سے کہا "تم دونوں زندہ رہنا چاہتے ہو تو میرے آگے چلو اور مجھے ہوٹل کے باہر چھوڑ آؤ۔ ریوالور میری جیب میں رہے گا۔ میری مرضی کے خلاف کوئی حرکت کرو گے تو ان کی طرح تم دونوں کی لاشیں بھی گریں گی۔"

وہ اس کے حکم کی تعمیل پر مجبور تھے۔ میں کاؤنٹر کلرک کے ذریعے ہوٹل کے کچھ لوگوں کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ یہ معلوم کرنے لگا کہ وہاں کتنے افراد کے پاس اسلحہ ہے۔ امیر کبیر لوگ اپنی حفاظت کے لیے اسلحہ رکھتے ہیں۔ میں نے ایسے دو رئیس آدمیوں کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ پہلے ان میں سے ایک کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اگر ناکامی ہوتی تو دوسرے آلۂ کار کو استعمال کرتا۔

سنگریلا جیب میں ریوالور رکھے پولیس افسر اور ہوٹل کے منیجر کے ساتھ لفٹ سے کر ذریعے گراؤنڈ فلور پر آیا۔ وہ دونوں اس کے حکم کے مطابق ایک ساتھ آگے چل رہے تھے۔ وہ ان کے پیچھے تھا۔ میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے اسے دیکھا۔ وہ استقبالیہ کاؤنٹر کے سامنے سے گزر کر جانے لگا۔ تب ہی میں نے آلۂ کار کے ذریعے نشانہ لے کر فائر کیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ اسے گولی لگی۔ وہ اچھل کر فرش پر گرا۔ اپنی جیب سے ریوالور نکالنے لگا۔ میں نے دوسری گولی اس کے ہاتھ پر ماری۔ پہلی گولی اس کی پشت پر لگی تھی۔ وہ بڑا سخت جان تھا۔ دو گولیاں کھا کر فرش پر لڑھکتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے ریوالور نکالنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دوسرے ہاتھ پر پھر ایک گولی ماری۔ اب اس کے دونوں ہاتھ کام نہیں کررہے تھے۔ وہ گھٹنوں کے بل اٹھا۔ اب میں اس کی کھوپڑی کا نشانہ لے رہا تھا۔ اس سے پہلے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہوا۔ ایک گولی اس کے سر پر لگی تو اس کا کام تمام ہوجاتا۔

میں نے اس کے سر کا نشانہ لیا۔ اسی وقت وہ فضا میں اچھل کر گیند کی طرح گردش کرتا ہوا دروازے کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس پر تین فائر کیے۔ ریوالور میں تین ہی گولیاں رہ گئی تھیں۔ وہ اتنی تیزی سے گردش کرتا ہوا دروازے کے باہر گیا کہ میرا نشانہ خطا ہوگیا۔ میں نے دوسرے آلۂ کار کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے لباس سے ریوالور نکال کر اسے دروازے کی طرف دوڑایا۔ وہ دوڑتا ہوا ہوٹل کے باہر آیا۔ دور ایک کار احاطے کے گیٹ سے باہر جارہی تھی۔ سنگریلا فضا میں گردش کرتا ہوا اس کار کی چھت پر جا کر کھڑا ہوگیا تھا۔ وہ کار گیٹ کے باہر نکلی تھی اور وہ نظروں سے اوجھل ہوچکا تھا۔

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ فضا میں گردش کرتا ہوا اس کار کی چھت سے ایک ٹرک کے پچھلے حصے میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے کہا "جیو فرہاد! میرے زخم بھرنے تک جیو۔ پہلے مقابلے میں سمجھ گیا ہوں کہ تم لوہے کے چنے ہو۔ آئندہ دوسرے انداز سے نمٹنے آؤں گا۔ تم زندہ رہو گے۔ صرف میرے ہاتھوں سے مرنے کے لیے زندہ رہو گے۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ عجیب وغریب انسان تھا۔ پتا نہیں کوئی جن یا بھوت تھا۔ اس قدر زخمی ہو کر نہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ نہ کمزوری محسوس کررہا تھا۔ اس کے برعکس ایک نارمل شخص کی طرح سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ سے نکال رہا تھا۔

فائرنگ کے باعث ہوٹل میں افراتفری پھیل گئی تھی۔ رات کے وقت گراؤنڈ فلور میں کم لوگ تھے۔ عورتیں اور بچے نہیں تھے۔ اس لیے جلد ہی لوگوں کو سمجھا بجھا کر یقین دلایا گیا تھا کہ فائرنگ مزید نہیں ہوگی کیونکہ مجرم فرار ہوگیا ہے۔ پولیس افسر اس شخص کو شاباشی دے رہا تھا، جو میرا آلۂ کار بن کر سنگریلا کو زخمی کرتا رہا تھا۔ اس طرح اس نے پولیس افسر اور منیجر کی جان بچائی تھی۔

وہ شخص حیران ہو کر سمجھ رہا تھا کہ وہ نہیں جانتا، اچانک اس نے کیوں فائرنگ کی تھی جبکہ وہ مجرم کو پہچانتا نہیں تھا۔ اس کے اس بیان پر پولیس والوں نے اور ہوٹل والوں نے جو بھی رائے قائم کی ہو، میں نے کسی کی رائے نہیں سنی۔ وہاں سے ڈی فرہاد کے پاس آکر اسے تمام واقعات سنائے۔ اس نے سننے کے بعد کہا "سر! سنگریلا تو انتہائی خطرناک دشمن ہے۔ یہ آپ تھے کہ اپنی حکمتِ عملی سے بچ گئے اور اسے زخمی کردیا۔ کیا آپ پھر اس کے دماغ میں جا کر اس کے اندر زلزلہ پیدا کرکے اسے ختم کرسکیں گے؟"

"نہیں۔ وہ حیرت انگیز قوتِ برداشت رکھتا ہے۔ دماغ بھی فولادی ہے۔ مہاگرو پانڈے کی طرح اس کے دماغ میں بھی زلزلے کا اثر نہیں ہوگا۔"

"آپ چند منٹ یا چند سیکنڈ کے لیے جاسکتے ہیں۔ یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ وہ فرار ہونے کے بعد کہاں پناہ لے رہا ہے۔"

"میں کوشش کروں گا کہ اس کے قریب رہنے والے کسی فرد کو آلۂ کار بناؤں اور اس کے اندر رہ کر سنگریلا کی مصروفیات معلوم کرتا رہوں۔ کیا تم نے اور ثمرینہ نے میک اپ تبدیل کیا ہے؟"

"جی ہاں۔ کوئی دشمن ہمیں پہچان نہیں سکے گا۔"

"اس پُراسرار سیکرٹ ایجنٹ نے چیلنج کیا تھا کہ آئندہ جو درندے قاتل میرے مقابلے پر آئیں گے، وہ ایسی عجیب وغریب صلاحیتوں کے حامل ہوں گے کہ مجھے کسی چیونٹی کی طرح مسل دیں گے۔"

"خدا آپ کو لمبی عمر دے لیکن سنگریلا کی آمد بتا رہی ہے کہ آئندہ ایسے نہ جانے کتنے خطرناک دشمن آنے والے ہیں۔"

"موت معمولی ہو یا بہت اذیت ناک ہو، وہ تو ایک دن آنی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ میں مقررہ وقت سے پہلے نہیں مروں گا۔ ویسے آج ایک بات کا افسوس ہو رہا ہے کہ ایک ہوٹل کے ملازم کو آلۂ کار بنا کر سنگریلا سے نہ بچا سکا۔"

"سر! یہ محض ایک اتفاق تھا ورنہ آپ پہلے اپنے آلۂ کاروں کی حفاظت کرتے ہیں۔ پھر اپنی فکر کرتے ہیں۔"

"سنگریلا سے پہلی بار مٹ کر یہ سمجھ گیا ہوں کہ آئندہ تمہیں اور ثمرینہ کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ تم دونوں کو افغانستان نہیں جانا چاہیے۔"

"سر! پلیز آپ ایسا فیصلہ نہ کریں۔ مجھے پہلی بار آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ پلیز مجھے کچھ سیکھنے کا موقع دیں۔"

"اور بھی مواقع آئیں گے۔ میں تمہیں کسی دوسری مہم پر

روانہ کروں گا۔ فی الحال ثمرینہ کو لے کر پیرس چلے جاؤ۔ میں افغانستان جا کر تمہاری یا کسی کی بھی حفاظت کی ذمے داری قبول کروں گا تو ذہنی دباؤ میں رہوں گا۔ اپنے علاوہ اپنوں کی حفاظت کی بھی فکر لاحق رہے گی۔ لہٰذا بحث نہ کرو۔ یہاں سے جب چاہو' کسی بھی ملک میں جاؤ لیکن افغانستان کا رخ نہ کرو۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پُراسرار سیکرٹ ایجنٹ کی پہلی ٹیم افغانستان میں فنا ہو چکی تھی۔ دوسری ٹیم کا سرغنہ سنگریلا ازبکستان میں کچھ عرصے کے لیے ناکارہ ہو گیا تھا۔ آئندہ تیسری ٹیم میرے مقابلے پر آنے والی تھی۔ مجھے اس کا انتظار نہیں تھا۔ زندگی گزارنے والے دن رات موت کا انتظار نہیں کرتے۔ اگر ایسا کریں تو جینا محال ہو جائے۔ کچھ قدرتی طور پر بھی موت کو نظر انداز کرنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ میری بھی یہی عادت تھی۔ موت محبوبہ بن کر آئے یا دشمن بن کر' جب آئے گی تو دیکھا جائے گا۔

ویسے محبوبہ بن کر ثمرینہ بھی میری زندگی میں آنے کی ضد کر رہی تھی۔ میں نے اس کی ضد پوری کر دی۔ جیسا فرہاد وہ چاہتی تھی' میں نے ویسا ہی فرہاد اس کے حوالے کر دیا تھا۔ مجھے اتنا موقع نہیں ملا کہ میں ثمرینہ کے خیالات پڑھتا اور یہ معلوم کرتا کہ وہ ڈی فرہاد کو پا کر مطمئن ہو چکی ہے یا نہیں؟ مجھے اتنی فرصت بھی نہیں ملی کہ میں اپنی ڈی سے پوچھ لیتا کہ ثمرینہ کے ساتھ اس کا وقت کیسے گزر رہا ہے؟

ڈی فرہاد نے میرے موبائل فون پر رابطہ کیا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"سر! میں ابھی ہوٹل میں آیا ہوں۔ یہاں کمرے میں ثمرینہ نہیں ہے۔ میں نے اس کے موبائل پر رابطہ کرنا چاہا تو رابطہ نہیں ہوا۔ اس نے موبائل بند کر رکھا ہے۔"

"اس نے ایسا کیوں کیا؟ تم سے ناراض ہو گئی تھی؟"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو اس کی خوشی پر خوش تھا۔ وہ ہوٹل میں پہلی بار صرف چند سیکنڈ کے لیے قریب آ کر دور ہو گئی تھی اور کچھ الجھی ہوئی سی رہنے لگی تھی۔ میں نے اس کے قریب جانا چاہا تو اس نے کہا۔ جب تک نکاح نہ پڑھایا جائے' ہمیں ایک ساتھ رہتے ہوئے بھی دور رہنا چاہیے۔"

میں نے پوچھا "تم نے یہ باتیں مجھے کیوں نہیں بتائیں؟"

"سر! یہ ہمارا اور آپ کا ذاتی معاملہ ہے۔ آپ اہم معاملے میں الجھے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا' بعد میں ثمرینہ کے رویّے پر بات کروں گا۔ آپ نے مجھے ثمرینہ کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں جانے کو کہا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ وہ میرے ساتھ کہیں جائے گی۔ میں نے سوچا' جب وہ انکار کرے گی تو آپ کے سامنے اس کا مسئلہ پیش کروں گا۔ اب یہاں ہوٹل آ کر دیکھا ہے تو وہ موجود نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں معلوم کرتا ہوں۔"

میں ثمرینہ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں بستر پر لیٹی ہوئی سوچ میں گم تھی۔ میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ جب میں نے پہلی بار ڈی فرہاد کو اس کے پاس بھیجا تھا تو اس نے خوش ہو کر دروازہ کھول کر اس سے کہا تھا "تم خواہ مخواہ بزرگ بن کر مجھ سے کتراتے رہے ہو۔ میں شرم کو بالائے طاق رکھ کر تمہارے اتنے قریب آ گئی ہوں۔"

وہ ڈی فرہاد کے بالکل قریب آ گئی تھی پھر ڈی فرہاد نے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ اس وقت میں وہاں سے چلا آیا تھا۔ ان کے تنہا رنگین لمحات گزرنے کے دوران میں مجھے وہاں نہیں رہنا چاہیے تھا۔

لیکن میری توقع کے مطابق وہاں رنگین لمحات نہیں گزرے۔ ثمرینہ نے اس کے بازوؤں میں آتے ہی کچھ اجنبیت محسوس کی۔ اس نے دو راتیں اور تین دن میرے ساتھ بیگیرو میں سفر کرتے ہوئے گزارے تھے۔ کبھی میں پچھلی سیٹ پر سونے جاتا تو وہ ڈرائیو کرتی تھی۔ اور کبھی وہ سونے جاتی تو میں ڈرائیو کرتا رہتا تھا۔ ہمارا زیادہ وقت اگلی سیٹوں پر ایک دوسرے کے قریب بیٹھ کر گزرتا تھا۔ موسم کبھی سرد ہوتا تھا اور کبھی تیز دھوپ کے باعث پسینہ آتا تھا۔ اس نے قریب رہ کر میرے پسینے سے آشنائی کی تھی۔ شعوری یا غیر شعوری طور پر میرے پسینے کی مہک کو دل و دماغ میں جذب کر لیا تھا۔ ڈی فرہاد کے بازوؤں میں جا کر اس نے لاشعوری طور پر وہ مہک محسوس نہیں کی' جو اس کے اندر سمائی ہوئی تھی۔ اس لیے فوراً ہی اس کے بازوؤں سے الگ ہو گئی۔

ڈی نے پوچھا "کیا ہوا؟ اتنی محبت سے پاس آ کر دور ہو رہی ہو؟"

وہ الجھن میں پڑ گئی تھی۔ غور سے اس کے چہرے کو دیکھ کر سوچ رہی تھی "کیا یہ میرا وہی محبوب ہے؟ کچھ پرایا سا کیوں لگ رہا ہے؟"

ڈی نے پوچھا "مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟ کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ بولی "تم تو سوچ پڑھ لیتے ہو۔ میری الجھن کو سمجھو اور مجھے سمجھاؤ۔ میں قریب آ کر بے اختیار دور کیوں ہو گئی ہوں؟"

ڈی بھی الجھ کر رہ گیا۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ اس کے اندر کے احساسات کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں اسے ذہانت اور حاضر دماغی سے کام لینا سکھایا گیا تھا۔ اس نے ثمرینہ کے دبی جذبوں سے کھیلتے ہوئے کہا "تم ایک مسلمان عورت ہو۔ تمہارے لاشعور میں یہ بات ہے کہ شادی کے بعد ہمیں ایک دوسرے کے قریب آنا چاہیے۔"

"یہ درست ہے مگر میں یہ نہیں سوچ رہی تھی۔"

"انسان اپنی شعوری سوچ کو سمجھتا ہے۔ میں تو تمہارے اگر خیالات پڑھ کر تمہارے غیر شعوری احساسات بتا رہا ہوں۔"

شعوری سوچ پوچھنا چاہتی ہو تو وہ سوچ یہ ہے کہ مجھے اپنا سمجھنے کے باوجود ایک پرایا مرد سمجھ کر جھجک رہی ہو۔"

وہ بولی "ہاں یہی بات ہے۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔ اس کے باوجود تم نامحرم ہو۔ میں نکاح پڑھانے کے بعد تمہارے قریب آ سکوں گی۔"

اس طرح وہ اس سے دور ہوئی تو پھر اس کے قریب نہیں آئی۔ میں اس کے خیالات پڑھ کر اس کی کشمکش کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے کئی بار خود کو ڈی کے پاس جانے پر مائل کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی طرف نہیں کھنچ رہا تھا۔ میری قربت سے دل بے اختیار چاہتا تھا کہ مجھے چھو لے۔ مجھے پگھلے اور میری دھڑکنوں سے لگ جائے۔ اب ایسا کوئی جذبہ پیدا نہیں ہو رہا تھا۔

آخر اس نے سوچا کہ ڈی سے دور ہو جائے۔ اس کشمکش سے نجات حاصل کر لے' جو اس کے ساتھ رہنے سے ہوتی ہے۔ اسی لیے وہ اچانک ڈی کی غیر موجودگی میں اس ہوٹل کو چھوڑ کر دوسرے ہوٹل میں چلی آئی اور یہ طے کر لیا کہ میں اس سے دماغی رابطہ کروں گا تو وہ بات کرے گی ورنہ خطرات کا سامنا کرنے افغانستان چلی جائے گی۔

میں نے پوری طرح اس کے خیالات پڑھ کر اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گئی پھر بولی "تم؟ کیا تم دیکھنے آئے ہو کہ میں کہیں مر تو نہیں گئی؟ تمہاری سوچ کی لہریں میرے دماغ میں پہنچ گئی ہیں۔ یقین کر لو کہ میں زندہ ہوں مگر تمہارے لیے نہیں۔ میں اپنے وطن جا کر اپنی سرزمین پر مرنے کے لیے زندہ ہوں۔"

"تمہیں اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے؟"

"میں ایک ایک پل گن رہی ہوں۔ تم چار دن چھ گھنٹے پندرہ منٹ اور پانچ سیکنڈ کے بعد میرے دماغ میں آئے ہو اور اتنا وقت گزرنے تک جسمانی طور پر مجھ سے دور رہے ہو۔"

"تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں جسمانی طور پر تمہارے قریب نہیں تھا۔"

"یہ میرے اندر کی محبت کرنے والی عورت کہتی ہے کہ جس سے میں ٹوٹ کر محبت کرتی ہوں' وہ میرے پاس نہیں رہا۔ میرے بلانے پر بھی اس کے لیے کشش محسوس نہیں کی۔ دماغ کہتا رہا کہ فاصلے کر بہلائی جا رہی ہوں۔ میں جس کا ہاتھ پکڑ کر منزل تک پہنچنا چاہتی تھی اس نے منزل تک پہنچانے کا فریب دیا۔ وہ میری منزل کی طرح تھا مگر میری منزل نہیں تھا۔ کیا میں جھوٹ کہہ رہی ہوں؟"

میں نے کہا "نہیں۔"

"تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"میں اور کیا کرتا۔ تمہیں طرح طرح سے سمجھایا۔ اپنی اور تمہاری عمر کا فرق بتایا۔ دنیا داری کا حوالہ دیا کہ میرے بیٹے ہیں' بہوئیں ہیں' پوتے اور پوتیاں ہیں۔ ان کے سامنے تمہاری جیسی جوان دوشیزہ کو اپنی شریکِ حیات بناؤں گا تو وہ میرے منہ پر مجھے "بڈھا گھوڑا لال لگام" نہیں کہیں گے۔ وہ میرا احترام کرتے ہیں لیکن میرا ضمیر مجھے طعنے دے گا۔ میں اپنے بچوں سے آنکھیں نہیں ملا سکوں گا۔"

"تم درست کہتے ہو۔ تم نے مجھے ہر پہلو سے سمجھانے کی کوشش کی۔ میں سمجھ نہ سکی لیکن جب تم نے اپنے نام اور اپنے قدو قامت کا کھلونا بھیجا تو میں مان گئی کہ تم بہت مجبور ہو۔ مجھے چاہتے بھی ہو۔ تم نے میرے خواب پورے کرنے کے لیے بالکل ویسے ہی فرہاد کو تعبیر کے طور پر بھیج دیا تاکہ میرا دل نہ ٹوٹے اور میں ساری زندگی تمہارے نام اور تمہارے قدو قامت والے محبوب سے بہلتی رہوں۔ تم نے مجھے دھوکا بھی دیا اور میری بہتری بھی چاہی۔ بہرحال میں سمجھ گئی ہوں اس لیے تمہارے راستے سے ہٹ گئی ہوں۔ اب تمہارا بھی یہ فرض ہے کہ مجھ سے دماغی رابطہ نہ رکھو۔ خدا کے لیے چلے جاؤ۔"

"میں تمہیں چھوڑ دوں تاکہ تم بے موت مرنے کے لیے افغانستان واپس جاؤ۔"

"مرنا تو کہیں بھی ہے پھر میں اپنے وطن کی مٹی میں کیوں نہ مروں؟"

"تم تنہا افغانستان نہیں جاؤ گی۔"

"تم مجھے روکنے ٹوکنے کے حقوق سے محروم ہو گئے ہو۔ حقوق جتانے سے پہلے حق دار بننا پڑتا ہے۔"

"ثمرینہ! تم نہیں جانتی ہو۔ عالمی سطح کے شاطروں اور قاتلوں تک تمہاری تصویریں پہنچائی گئی ہیں۔ انہیں بتایا گیا ہے کہ تمہارے ساتھ جو بہروپیا ہو گا' وہ فرہاد علی تیموری ہو گا۔"

"چلو اچھا ہے۔ اب وہ میرے ساتھ تمہیں کبھی نہیں دیکھ پائیں گے۔"

"اگر انہوں نے مجھے تمہارے ساتھ نہیں دیکھا تو تم پر ظلم و ستم کی انتہا کریں گے۔ تم سے میری خفیہ پناہ گاہ کا پتا معلوم کرنا چاہیں گے۔"

"میں ظلم و ستم برداشت کرتے کرتے مر جاؤں گی مگر ان کے سامنے تمہارا نام زبان پر نہیں لاؤں گی۔"

"کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تم پر ظلم ہوتے دیکھوں گا؟ وہ تمہیں ہاتھ بھی لگائیں گے تو میں ان کے ہاتھ توڑ نے پہنچ جاؤں گا۔"

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ تمہارے ان الفاظ کے پیچھے میرے لیے کتنی محبت چھپی ہے؟"

میں اس کی بات کا جواب نہ دے سکا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر میں نے کہا "ابھی جہاں ہو' وہیں رہو۔ میں کسی وقت آؤں گا۔ کیا تم میک اپ میں ہو؟"

"نہیں۔ میں نے میک اپ اتار دیا ہے۔"

"ایسی حماقت نہ کرو۔ ابھی کہہ چکا ہوں کہ تمام دشمنوں کے

پاس تمہاری تصویریں ہیں۔ تمہیں میک اپ میں رہنا چاہیے۔"

"یہاں میرے پاس میک اپ کا سامان نہیں ہے اور نہ ہی مجھے چہرے میں تبدیلیاں کرنی آتی ہیں۔"

"تم میرے آنے تک ہوٹل سے باہر نہ نکلو۔ میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔ دیر بھی ہو سکتی ہے۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ڈی فرہاد سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا "ثمرینہ سے میری بات ہو چکی ہیں۔ وہ سمجھ گئی ہے کہ تم فرہاد نہیں ہو۔ اس لیے تم بابا صاحب کے ادارے میں واپس جاؤ۔"

"سر! میں چلا جاؤں گا۔ ابھی آپ سے فون پر رابطہ کرنے والا تھا۔ میں جس ہوٹل میں ثمرینہ کے ساتھ تھا' وہاں ایک شخص کاؤنٹر پر ثمرینہ کی تصویر دکھا کر پوچھ رہا تھا۔ کیا یہ لڑکی اس ہوٹل میں ہے؟ کاؤنٹر گرل نے کہا' اس کا قیام ہوٹل میں نہیں ہے لیکن یہ ہوٹل میں نظر آئی تھی۔ دو گھنٹے پہلے لفٹ سے باہر آ کر ہوٹل کے باہر گئی تھی۔"

میں سمجھ گیا۔ ثمرینہ پہلے کسی میک اپ میں ڈی فرہاد کے ساتھ اس ہوٹل میں قیام کرنے آئی تھی پھر اس نے میک اپ اتار دیا تھا۔ ڈی فرہاد کا ساتھ چھوڑنے کے لیے اپنے کمرے سے نکل کر لفٹ کے ذریعے نیچے آ کر ہوٹل کے باہر گئی تھی۔

میں نے ڈی سے پوچھا "اس شخص کا حلیہ بتاؤ' جو ثمرینہ کو تلاش کر رہا ہے۔"

"وہ اچھا خاصا باڈی بلڈر ہے۔ چالیس پینتالیس برس کے درمیان عمر ہو گی۔ انگریز ہے۔ چہرے سے ظالم اور بے رحم نظر آتا ہے۔ اس نے کاؤنٹر گرل کو اپنا موبائل فون نمبر دیا ہے۔ اس سے کہا ہے کہ اس نے کئی ہوٹلوں اور پرائیویٹ کاٹیجوں کے مالکان کو ثمرینہ کی تصویر دکھائی ہے اور اپنا فون نمبر دیا ہے۔ یہ لڑکی جہاں بھی نظر آئے' اسے فون پر اطلاع دی جائے۔ اس نے خود کو انٹرپول کا ایک افسر ظاہر کیا ہے۔"

"کیا وہ شخص ہوٹل سے جا چکا ہے؟"

"جی ہاں۔ کہیں جا رہا ہے اور میں اپنی رینٹڈ کار میں اس کا تعاقب کر رہا ہوں۔"

میں نے کہا "ثمرینہ ہوٹل العزیزی میں ہے۔ میں وہاں جا رہا ہوں۔ کوئی خاص بات ہو تو مجھ سے رابطہ کرنا۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر ایک پرائیویٹ کاٹیج سے باہر آیا پھر رینٹڈ کار میں بیٹھ کر ثمرینہ کے پاس جانے لگا۔ ایسے ہی وقت ڈی فرہاد نے میرے موبائل فون پر کہا "سر! وہ خود کو انٹرپول کا افسر کہنے والا ہوٹل العزیزی کے احاطے میں داخل ہو رہا ہے۔ شاید اس ہوٹل کے کسی فرد نے اسے فون پر بتایا ہو کہ ثمرینہ وہاں ایک کمرے میں ہے۔"

میں نے کہا "میں اس ہوٹل سے ذرا دور رہوں مگر خیال خوانی کے ذریعے ثمرینہ کے پاس رہوں گا۔ تم دور ہی دور سے اس دشمن پر نظر رکھو۔"

میں نے فون بند کر کے ثمرینہ سے کہا "ثمرینہ! فوراً اپنے ضروری سامان کا بیگ اٹھاؤ۔ باقی سامان چھوڑ دو۔ وہاں تمہارے لیے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ ہوٹل سے نکلنے کے لیے لفٹ استعمال کرو۔ ایمرجنسی زینے سے نکلو۔ میں ہوٹل کے پیچھے پہنچنے والا ہوں۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق ایک بیگ میں جلدی جلدی ضروری سامان رکھنے لگی۔ میں نے کہا "دیر نہ کرو۔ دشمن ہوٹل میں آ چکا ہے۔ فوراً نکلو۔"

وہ بیگ لے کر کمرے سے نکلی۔ تیزی سے چلتی ہوئی ایمرجنسی زینے پر آئی پھر دوڑنے کے انداز میں ساتویں فلور سے نیچے اترنے لگی۔ زینے پر چڑھتے وقت دشواری ہوتی ہے۔ اترتے وقت نہیں ہوتی لیکن دوڑنے کے باعث وہ ہانپنے لگی۔ ساتویں فلور سے اترنے میں بھی کچھ وقت لگتا ہے۔ جب وہ گراؤنڈ فلور والے زینے پر پہنچی تو ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ زینے کے نچلے پائدان پر ازبکستان کے دو باشندے ہاتھوں میں ٹی ٹی لیے کھڑے تھے۔

ان میں سے ایک نے مسکراتے ہوئے کہا "ہمیں گونتار بے کے لیے کہا گیا ہے کیونکہ تمہارا یار دماغوں میں پہنچ جاتا ہے۔ ہم انگریزی نہیں از بک بول رہا ہوں۔ تم تو یہ زبان سمجھ رہی ہو گی۔"

اسے یقین تھا کہ میں ان کی مقامی زبان نہیں جانتا ہوں۔ دوسرے نے پوچھا "وہ دماغوں میں پہنچنے والا یار کہاں ہے؟ اگر کہیں سے چھپ کر ہم پر گولی چلائے گا تو ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔"

"ہمارا باس تمہارے یار سے زیادہ چالاک ہے۔ اس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ تمہارے ساتھ ایمرجنسی زینے سے فرار ہو سکتا ہے۔"

بس وہ اتنی ہی باتیں کرنے کے لیے زندہ تھے۔ میں نے ایک کے دماغ پر قبضہ جما کر دوسرے کو گولی ماری پھر اس کی زبان سے کہا "ثمرینہ! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ میں نے جیسا کہا ہے ویسا ہی کرو۔ ہوٹل کے پچھلے گیٹ کے باہر میرا انتظار کرو۔"

یہ کہہ کر میں اسے دوڑاتا ہوا ہوٹل کے اس حصے میں لے گیا جہاں لفٹ تھی۔ ان کا باس لفٹ کے اندر جانا چاہتا تھا مگر فائرنگ کی آواز سن کر رک گیا تھا۔ اپنے ایک ماتحت سے کہہ رہا تھا "فائرنگ کی آواز ایمرجنسی زینے سے آئی ہے۔ فوراً جا کر دیکھو۔ وہ فرار نہ ہونے پائے۔"

اس کا ماتحت دوڑتا ہوا ادھر آ رہا تھا۔ میرا آلۂ کار دوڑتا ہوا ادھر جا رہا تھا۔ دونوں ایک جگہ ملے۔ ماتحت نے پوچھا "کیا بات ہے؟ کس نے گولی چلائی ہے؟"

اس نے ٹی ٹی کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا "میں نے....."

پھر اس نے ٹریگر دبایا۔ گولی چلی۔ ایک چیخ ابھری پھر وہ دوڑتا ہوا لفٹ کی طرف جانے لگا۔ ان کے باس کو خطرے کا یقین ہو گیا۔ اس نے لفٹ کا بٹن دبایا۔ لفٹ کے اوپر بدلتے ہوئے نمبروں سے پتا چلا کہ لفٹ دسویں فلور سے آ رہی ہے۔ اس نے سوچا' دیر ہو جائے گی۔ کہیں جا کر چھپ کر حالات کو سمجھنا چاہیے۔

وہ پلٹ کر جانا چاہتا تھا پھر اپنے ازبک ماتحت کو دوڑ کر آتے ہوئے دیکھ کر رک گیا۔ اس سے پوچھا "کیا بات ہے؟ کیا وہاں فرہاد ہے؟"

میرے آلۂ کار نے ٹی ٹی سے نشانہ لے کر کہا "فرہاد یہاں ہے۔"

اس نے ایک گولی اس کی ٹانگ پر اور دوسری گولی بازو پر ماری۔ اب نہ وہ بھاگ سکتا تھا اور نہ دائیں ہاتھ سے فائرنگ کر سکتا تھا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر فرش پر آ گیا تھا۔

ہوٹل میں جو بھگدڑ ہو رہی تھی' وہ ایک الگ سی بات ہے۔ میں اس افراتفری سے کچھ نہیں لیتا تھا۔ میں اس انگریز دشمن کے دماغ میں پہنچ گیا' جو باس کہلاتا تھا۔

اس کا نام ڈی فروزو تھا لیکن وہ بگ باس نہیں تھا۔ ان کے بگ باس کا نام جیفری ہنٹر تھا۔ عالمی سطح کے مجرموں کی ٹاپ لسٹ میں جیفری ہنٹر کا نام آتا تھا۔ اس نے پُراسرار سیکرٹ ایجنٹ سے بری الذمہ کے لیے پیشگی رقم لی تھی۔ اس کے ریکارڈ میں یہ درج تھا کہ شکار کبھی اس کے ہاتھوں سے زندہ بچ کر نہیں نکلتا ہے۔ وہ کبھی شرلاک ہومز کی طرح خالی ہاتھ رہتا تھا اور اپنے شکار سے آنکھ مچولی کھیلتے کھیلتے اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا۔

اور اس وقت بھی جیفری ہنٹر مجھ سے آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔ اپنے ماتحتوں کے ذریعے ہمیں ظاہر ہونے پر مجبور کر رہا تھا۔ جیسا کہ اس ہوٹل میں چھپی ہوئی ثمرینہ ظاہر ہو گئی تھی اور جیفری ہنٹر کو بھی معلوم ہو رہا تھا کہ میں ثمرینہ کے آس پاس موجود ہوں اور اس کی حفاظت کرتے ہوئے اس کے ماتحتوں کو جہنم میں پہنچا رہا ہوں۔

زخمی ہونے والے باس ڈی فروزو کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ فون کے ذریعے اپنے بگ باس جیفری ہنٹر سے رابطہ رکھتا ہے جب اسے معلوم ہوا کہ ثمرینہ اس ہوٹل میں ہے تو اس نے اس کے ذریعے جیفری ہنٹر کو بتایا تھا کہ اس نے ثمرینہ کا سراغ لگا لیا ہے۔ وہ ہوٹل العزیزی کے ایک کمرے میں ہے۔ اس کے ساتھ فرہاد ہو گا۔

ہنٹر نے جواب میں کہا تھا "میں آ رہا ہوں۔ اس ہوٹل سے ذرا دور رہو گے۔ تم بڑی احتیاط سے انہیں ٹریپ کرو۔ اگر فرہاد وہاں سے فرار ہو گا تو میں ہوٹل کے سامنے دوربین سے دیکھتا رہوں گا اور اس کا تعاقب کروں گا۔"

ثمرینہ ہوٹل کے پچھلے حصے میں پہنچ گئی۔ ثمرینہ انتظار کر رہی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے اس نے ایمرجنسی کا دروازہ کھول کر کہا "تم ڈرائیو کرو۔ میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔"

میں ساتھ والی سیٹ پر آ گیا۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرنے لگی۔ میں نے زخمی ڈی فروزو سے اس کے بگ باس کا فون نمبر معلوم کیا تھا۔ میں نے اپنے موبائل فون پر وہ نمبر ملائے۔ اسے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی "ہیلو؟ کون ڈی فروزو تم ہو؟"

میں نے کہا "تمہاری آواز ایسی ہے جیسے ریگ مال کو زنگ آلود لوہے پر رگڑا جا رہا ہے۔"

اس نے غرا کر کہا "کون ہو تم؟"

"میں کون ہوں' یہ جیفری ہنٹر کو بتاؤں گا۔"

"میں ہنٹر بول رہا ہوں۔"

"میں صرف ہنٹر سے نہیں جیفری ہنٹر سے بات کروں گا۔"

وہ پھر غرا کر بولا "جیفری اور ہنٹر دو الگ نام نہیں ہیں۔ ایک ہی شخص کا یہ نام ہے اور وہ میں ہوں۔"

"ایک تو تمہاری آواز کرخت ہے۔ دوسرے غرا کر بول رہے ہو۔ تمہیں غصہ کیوں آ رہا ہے؟ کیا تمہیں ڈی فروزو نے اطلاع دی ہے کہ وہ زخمی کتے کی طرح ہوٹل کی لفٹ کے پاس پڑا ہے۔ باقی کتے مارے گئے ہیں۔"

جیفری ہنٹر نے سرد لہجے میں کہا "اوہ اب سمجھا۔ تم فرہاد بول رہے ہو۔"

"تمہارا یہ ریکارڈ رہا ہے کہ تم اپنے شکار سے آنکھ مچولی کھیلتے کھیلتے اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے ہو۔ اس وقت بھی تم یہی کھیل کھیل رہے ہو۔ چلو میں بھی دیکھتا ہوں۔ تم مجھ سے چھپ کر مجھے اپنے سامنے نشانے پر آنے کے لیے مجبور کر رہے ہو اور میں تم سے چھپ کر تمہارا نشانہ لے رہا ہوں۔"

وہ حقارت سے بولا "تمہارے فرشتے بھی نہیں جانتے کہ میں ابھی کہاں ہوں۔"

"تم ابھی ہوٹل العزیزی کے سامنے کچھ فاصلے پر اپنی گاڑی میں بیٹھے دوربین سے دیکھ رہے ہو اور میری رائفل کے ٹارگٹ پر ہو۔ کیا میں اپنی انگلی رائفل کے ٹریگر پر رکھوں؟"

اچانک ادھر سے فون بند ہو گیا۔ وہ یقیناً گھبرا گیا ہو گا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ میری گفتگو کے ڈرامائی انداز کے باعث وہ یہ نہ سوچ سکا کہ اس نے خود ہی اپنے ماتحت ڈی فروزو سے کہا تھا کہ وہ ہوٹل کے سامنے کچھ دور اپنی گاڑی میں رہے گا اور دوربین سے دیکھتا رہے گا۔ اگر ثمرینہ اور فرہاد فرار ہوں گے تو اس کی نظروں میں رہیں گے اور وہ دونوں کا تعاقب کرے گا۔

وہ اپنی ہی باتیں بھول گیا تھا یا پھر یہ سمجھ نہ سکا کہ میں نے ڈی فروزو کے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ یقیناً وہاں سے بھاگ رہا ہو گا۔ میں فون بند کر کے ہنسنے لگا۔ ثمرینہ نے مجھے کن انکھیوں سے دیکھا پھر کہا "تم اس وقت زندگی اور موت کے درمیان دشمنوں سے نمٹ رہے ہو اس لیے ابھی کچھ بولنا نہیں چاہتیں مگر تم سے ناراض

ہوں۔"

"مجھ سے کیوں ناراض ہو؟ تمہیں تو فرہاد صاحب سے ناراض ہونا چاہیے۔ میں تو ان کی ڈمی ہوں۔"

"میں افغانستان میں دن رات بند گاڑی میں اسی طرح ساتھ بیٹھ کر سفر کرتی رہی ہوں۔ اس وقت بھی بند گاڑی میں فرہاد علی تیمور کے ساتھ ہوں۔ میرے اندر کی محبت کرنے والی عورت کبھی دھوکا نہیں کھائے گی۔"

میں نے قریب ہو کر اس کی گردن کے پیچھے ہاتھ لے جا کر شانے پر رکھا پھر مسکرا کر کہا "مجھے تمہاری دیوانہ وار محبت کا یقین آگیا ہے۔ میں آئندہ کبھی تمہیں دکھ نہیں پہنچاؤں گا۔"

وہ زیرِ لب مسکرانے لگی پھر بولی "ہاتھ ہٹاؤ۔"

میں نے پوچھا "کیوں؟"

"کچھ ہو رہا ہے۔ اسٹیئرنگ بہکے گا.... ایکسیڈنٹ ہو سکتا ہے۔"

میں نے اس کے شانے پر سے ہاتھ ہٹایا پھر موبائل فون کو اٹھایا۔ ثمرینہ نے پوچھا "اب کسے فون کر رہے ہو؟"

"اسی جیفری ہنٹر کو سکھانا چاہتا ہوں کہ آنکھ مچولی کیسے کھیلی جاتی ہے؟"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ڈمی فرہاد سے پوچھا "کہاں ہو؟"

"سر! میں ایک ایسے شخص کا تعاقب کر رہا ہوں جو ہوٹل العزیزی کے سامنے تھوڑے فاصلے پر ایک گاڑی میں بیٹھا تھا اور دوربین سے ہوٹل کی طرف دیکھ رہا تھا پھر اچانک گاڑی اسٹارٹ کر کے تیز رفتاری سے کہیں جا رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے دشمنوں سے اس کا کوئی تعلق ہے۔"

میں نے کہا "شاباش۔ تم نے صحیح اندازہ لگایا ہے۔ اس کی گاڑی سے کتنے فاصلے پر ہو؟"

"جان بوجھ کر زیادہ فاصلہ رکھا ہے تاکہ اسے شبہ نہ ہو۔"

"اب اتنا فاصلہ رکھو کہ جیسے ہی میں فائرنگ کے لیے کہوں، تم اس کی گاڑی کے پچھلے پہیے پر فائر کر دینا۔"

میں نے موبائل فون سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے جیفری ہنٹر نے پوچھا "ہیلو کون؟"

"میں ہوں آنکھ مچولی۔ تمہاری طرح آنکھ مچولی کھیلتے کھیلتے اپنے شکار کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہوں۔ سنبھل جاؤ۔ میں فائر کر رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے ڈمی فرہاد سے کہا "فائر!"

چند سیکنڈ کے بعد ہی فون کے ذریعے دھماکا سنائی دیا۔ میں نے اپنی ڈمی کے ذریعے دیکھا۔ گاڑی کا پچھلا پہیہ برسٹ ہونے کے باعث گاڑی بے قابو ہو کر فٹ پاتھ پر چڑھ کر شوکیس کا شیشہ توڑتی ہوئی ایک دکان کے اندر گھس گئی تھی۔

ڈمی فرہاد نے آگے جا کر اپنی کار روک لی۔ ویسے کتنی ہی گاڑیاں رک گئی تھیں۔ میں نے کہا "اس شخص کو چہرے سے پہچانو جس کے ہاتھ میں یا گلے میں دوربین ہوگی۔ اسے فرار نہ ہونے دو۔ زخمی کر دیا مار ڈالو۔"

میں بولتے بولتے رک گیا۔ زوردار دھماکے سنائی دے رہے تھے۔ ثمرینہ نے میرے کہنے پر کار سڑک کے کنارے روک دی۔ ہم سے بہت دور دھماکے ہو رہے تھے۔ ڈمی فرہاد نے کہا "سر! اب تو اس کے جسم کے چیتھڑے بھی دکھائی نہیں دیں گے۔ اس کی گاڑی بارود اور ڈائنامائٹ فروخت کرنے والی دکان میں گھس گئی تھی۔ دور تک دکانوں میں آگ پھیلتی جا رہی ہے۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ثمرینہ نے پوچھا "ہم یہاں کیوں رکے ہوئے ہیں؟"

میں نے کہا "اس کار کے تمام شیشے کلر ڈ ہیں۔ باہر والوں کو نظر نہیں آسکتا کہ اندر کیسے خاموش دھماکے ہو رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ شیر کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ اس کی کھینچا تانی عمر جاودانی ہوتی ہے۔

○☆○

نیلماں اور پورس ممبئی میں تھے مگر وہ الپا سے یہی جھوٹ کہہ رہا تھا کہ ایک ایسے ملک کے چھوٹے سے شہر میں ہے، جہاں ایک ویران سا ائیر پورٹ ہے اور وہاں ہر پانچ دنوں کے بعد دو طیارے آتے ہیں۔ وہ پانچ دنوں کے بعد ہندوستان پہنچ کر اس کی بیٹی مونا کو اس کے حوالے کر دے گا۔

یوں جھوٹ بولتے بولتے تین دن گزر گئے تھے۔ الپا نے اس کے دماغ میں آکر کہا "میں نے مختلف ذرائع سے اپنی بیٹی کو ڈھونڈ نکالنے کی کوششیں کی ہیں مگر کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں گم ہو گئی ہے۔ اب مجھے پورا یقین ہے کہ تم نے ہی میری مونا کو حفاظت سے چھپا کر رکھا ہے۔ میں دعا مانگ رہی ہوں کہ تم جلد سے جلد ہندوستان پہنچ جاؤ۔"

"وہ تو میں پہنچ ہی جاؤں گا۔ تین دن گزر چکے ہیں۔ دو دنوں کے بعد جو بھی پہلا طیارہ آئے گا، میں اس میں سوار ہو جاؤں گا۔ ویسے تم ایک ماں ہو۔ تمہیں مجھ پر کبھی شبہ ہوگا۔ کبھی تم مجھ پر بھروسا کرنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔"

"اب میں شبہ نہیں کروں گی۔"

"میری ایک بات مانو۔ کسی طرح معلوم کرو، پارس کوئی چال چل رہا ہوگا۔ اپنی بیٹی مونا کو بابا صاحب کے ادارے میں رکھ کر تمہیں اِدھر اُدھر بھٹکا رہا ہوگا۔"

"جب میری بیٹی تمہارے پاس ہے تو تم ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"ایسی باتیں اس لیے کر رہا ہوں کہ تمہارے دل سے آخری

شبہ بھی ختم ہو جائے۔"

"میں بہت پہلے پارس سے اپنی بیٹی کا مطالبہ کر چکی ہوں۔ اس کے باپ فرہاد سے رابطہ کرنا چاہا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ میں اس خاندان کی بہو نہیں رہی ہوں۔ لہٰذا کبھی کسی معاملے میں ان لوگوں سے رابطہ نہ کروں۔ جس دن انہیں مونا ملے گی، وہ اسے اپنے پاس رکھ لیں گے کیونکہ اس پر باپ کا حق ہے۔ وہ پارس کا خون ہے۔"

"مونا انہیں نہیں، تمہیں ملے گی۔ وہ لوگ کبھی مجھ تک اور مونا تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"پورس، تم ہیرا ہو۔ جس دن میری بیٹی کو میرے حوالے کرو گے اس دن سے میری نظروں میں تمہاری قدر اور بڑھ جائے گی۔ میں تمہارا چہیتی کے ذریعے ہر مشکل وقت میں تمہاری مدد کروں گی۔"

"اس سے زیادہ مشکل وقت اور کیا آئے گا۔ مجھ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں چھین لی گئی ہیں اور اس چھیننے والے پارس سے میں اس لیے انتقام نہیں لے سکتا کہ اس دشمن کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہے۔ جس دن وہ سامنے آئے گا، میں اس کی بوٹی بوٹی کر کے اس کا پارسل بنا کر بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دوں گا۔"

الپا نے کہا "تمام بڑے ممالک کے سربراہوں کو یہ خوش خبری سنائی گئی ہے کہ ثانی اور پارس کی شادی ہو گئی ہے۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پارس بابا صاحب کے ادارے کے باہر کسی ملک میں ہے کیونکہ اس ادارے میں میاں بیوی کو ازدواجی زندگی گزارنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔"

"پارس جیسے مردوں پر لعنت ہے جو گم شدہ بیٹی کو بھلا کر نئی شادیاں کرتے رہتے ہیں۔ اگر تم میرے لیے کوئی بہت بڑا کام کرنا چاہتی ہو تو کسی طرح یہ معلوم کرو کہ پارس کس ملک کے کس شہر میں ہے؟"

"میں تمہاری خاطر ہر ممکن کوشش کروں گی۔ آج ہی سے کوشش کروں گی۔ یہاں تک کہ پارس سے بھی دماغی رابطہ کروں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ کچھ عرصے پہلے جس طرح تمہارا اور پارس کا ٹکراؤ ہوتا رہا، اسی طرح پھر وہی جوتو تو شروع ہو جائے۔ اب وہ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے محروم ہے۔ تم اس سے اچھی طرح نمٹ سکو گے۔"

وہ تھوڑی دیر تک پورس سے باتیں کرتی رہی پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ مجھ سے اور بابا صاحب کے ادارے سے اسے کھرا جواب مل چکا تھا اور اسے سختی سے کہا گیا تھا کہ وہ ہم سے کبھی کسی طرح سے رابطہ نہ کرے۔ ایسے کھرے جواب کے باعث اسے یقین کی حد تک شبہ ہوتا تھا کہ مونا ہمارے پاس ہے اور بابا صاحب کے ادارے میں اس کی پرورش ہو رہی ہے۔ وہ ادارہ ایسا تھا، جہاں کوئی دشمن اپنی گم شدہ چیز تلاش کرنے کے لیے وہاں قدم بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کو مخاطب کیا اور کہا۔

"میں الپا بول رہی ہوں۔"

پارس نے کہا "بھولی ہوئی ہو داستاں۔ کہاں تک سناؤ گی، کہاں تک سنوں گا۔ بس اتنا یاد ہے، جب تم مجھے چھوڑ کر جا رہی تھیں تو میں نے کہا تھا۔ ارے او بے مروّت ارے! او بے وفا! میں نے یہ فرہاد کرتے وقت دو بار "ارے ارے" کہا۔ شاید تمہیں برا لگا۔ اسی لیے دو برس بعد آئی ہو۔"

"مجھے تمہاری کوئی بات بری نہیں لگتی۔ میں تمہیں ثانی سے شادی کی مبارک باد دینے آئی ہوں۔"

"پرانا مال ہو کر نیا مال حاصل کرنے کی مبارک باد دے رہی ہو۔ بڑے دل گردے والی ہو۔"

"مجھے پرانا مال کہہ کر میری انسلٹ کر رہے ہو۔ میں برا نہیں مانوں گی۔ تمہیں خوشی ملتی ہے تو میری اور انسلٹ کرو۔"

"یا اللہ خیر۔ بیویاں، خاوند کو چھوڑ کر جلیبی کی طرح سیدھی کیسے ہو جاتی ہیں؟ تمہاری باتوں میں، تمہارے لہجے میں کتنی عاجزی اور انکساری ہے۔ تم الپا ہی ہو نا؟ تمہیں گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے دیکھ چکا ہوں اس لیے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"تمہیں کم از کم اس بات پر سنجیدہ ہونا چاہیے کہ میں دل سے مبارک باد دینے آئی ہوں۔"

"چلو سنجیدہ ہو جاتا ہوں۔ تم صرف مجھے ہی نہیں ثانی کے پاس جا کر اسے بھی مبارک باد دے سکتی ہو۔ اب مطلب کی بات کرو۔"

"تمہاری شادی کی خوشی میں خیرات مانگنے آئی ہوں۔ تم نے غریبوں اور محتاجوں کو خیرات دی ہوگی۔ آج میں ایک ماں بن کر جھولی پھیلا کر آئی ہوں۔"

"کیا تمہاری دماغی حالت درست ہے؟ میری ماں بن کر جھولی پھیلا رہی ہو؟"

"میں تمہاری نہیں اپنی مونا کی ماں بن کر بیٹی کی بھیک مانگ رہی ہوں۔"

"میں نے آج تک دیکھا، نہ سنا کہ بھیک مانگنے سے اولاد ملتی ہے۔ اولاد کے لیے تو اچھی خاصی محنت کرنی پڑتی ہے تب نتیجے کا انتظار شروع ہوتا ہے۔"

"فار گاڈ سیک۔ میری ممتا کا مذاق نہ اڑاؤ۔"

"تم کس گاڈ کے لیے فار گاڈ سیک کہہ رہی ہو۔ یہودی گاڈ کے لیے؟ عیسائی یا ہندو گاڈ کے لیے؟ یا مجھے میرے خدا کا واسطہ دے رہی ہو۔ اگر میرے خدا کا واسطہ دے رہی ہو تو مونا مسلمان ہے اور مسلمان رہے گی۔ ایک یہودی ماں، مسلمان باپ کی بیٹی کی بھیک کیوں مانگ رہی ہے؟"

"پلیز مذہبی بحث نہ چھیڑو۔ وہ ہم دونوں کی بیٹی ہے۔"

"ایک بیٹی بیک وقت یہودی اور مسلمان نہیں ہو سکتی۔ اپنا فیصلہ سناؤ۔ اس بچی کو کیا ہونا چاہیے؟ میرا فیصلہ ہے کہ وہ مسلمان ہے اور تا قیامت مسلمان رہے گی۔"

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مونا تمہارے پاس ہے اور تم اپنے دین کے مطابق اس کی پرورش کررہے ہو۔"

"یعنی تمہیں پوری طرح یقین نہیں ہے کہ مونا میرے پاس ہے؟ شاید اسے کسی اور نے چھپا رکھا ہے۔"

"تم قسم کھا کر اقرار کرلو کہ وہ تمہارے پاس ہے۔"

"کمال ہے۔ تمہیں پتا نہیں ہے کہ وہ میرے پاس ہے بھی یا نہیں؟ اور تم بیٹی کی بھیک مانگنے چلی آئی ہو۔ یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ تم سخت الجھن میں ہو۔ مونا کے لیے پتا نہیں کہاں کہاں بھٹک رہی ہو۔ کیا پورس کے پاس بھی گئی تھیں؟"

"میں نے کوئی دروازہ نہیں چھوڑا ہے۔ پورس یقین دلا رہا ہے کہ اس نے مونا کو بحفاظت ہندوستان میں ایک جگہ رکھا ہے۔ وہ ہندوستان پہنچنے کے بعد میری بیٹی میرے حوالے کردے گا۔"

"وہ تمہارے حالات سے فائدہ اٹھا کر تمہیں الو بنا رہا ہے۔ یقیناً تمہاری ٹیلی پیتھی سے فائدے اٹھا رہا ہوگا۔"

"مجھے بیٹی چاہیے۔ اس کے لیے تمہیں بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے فائدے پہنچا سکتی ہوں مگر تمہارا تو باپ ہی ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہلاتا ہے۔"

"کیا مجھے بتاؤ گی کہ پورس تم سے کیسے فائدے اٹھا رہا ہے؟"

"اس کی باتیں اسی تک رہنے دو۔ تم یہ بتاؤ آج کل کہاں ہو؟ یہ تم اتنی دیر سے اندھیرے میں کیوں ہو؟ اور تمہارے آس پاس بڑی دیر سے خاموشی کیوں ہے؟"

"تم نے اتنی عمر گزار دی اور یہ نہیں سمجھ پا رہی ہو کہ میں کہاں ہوں۔ کیا یہ نہیں جانتیں کہ مرد شادی کے بعد کہاں جاتا اور رہتا ہے؟"

"شادی کے بعد مرد اپنی عورت کے ساتھ ہنی مون منانے سوئٹزرلینڈ جاتا ہے۔"

"ارے یہ کسی مرد سے پوچھو۔ وہ شادی کرنے کے بعد قبر میں جاتا ہے' اسی لیے میرے چاروں طرف اندھیرا اور خاموشی ہے۔"

"تم کسی بات کا سیدھا جواب کبھی نہیں دیتے ہو۔"

"سیدھا جواب اس لیے نہیں دیتا کہ مجھے سوال کرنے والوں کی نیت معلوم ہوجاتی ہے۔ تم میرے دماغ میں رہ کر آس پاس کی آوازیں سن کر اور میرے ذریعے کچھ دیکھ کر معلوم کرنا چاہتی ہو کہ میں کس ملک اور کس شہر میں ہوں۔"

"بہت زیادہ عقل مند نہ بنو۔ میں یہ معلوم کرکے کیا کروں گی کہ تم کہاں ہو؟ کیا تمہارے پاس آکر اپنی بچی چھین لوں گی؟"

"تم بیٹی کو مجھ سے چھیننے کے لیے نہیں' بلکہ بیٹی کو پورس سے حاصل کرنے کے لیے اسے میرا پتا ٹھکانا بتانا چاہتی ہو۔ اسی لیے اتنی دیر سے میرے دماغ رہ کر انتظار کررہی ہو کہ میرے دماغ میں اندھیرا چھٹ جائے اور میرے آس پاس کوئی بات کرے تو تم اس بات کرنے والے کے دماغ میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کرسکو۔"

"میں اپنی بیٹی کے لیے ایک ماں بن کر فریاد کرنے آئی ہوں اور تم مجھے پورس کی جاسوسہ سمجھ رہے ہو؟"

"تم جاسوسہ بن رہی ہو یا نہیں' یہ حقیقت سامنے آجائے گی۔ جاؤ اور پورس سے جاکر میری دو باتیں کہہ دو۔ میں امن پسند ہوں۔ اس لیے اسے اتنے عرصے سے نہیں چھیڑا۔ اب اسے کھجلی ہورہی ہے تو اس سے کہہ دو کہ میں اسی ملک اور اسی شہر میں ہوں جہاں وہ ابھی موجود ہے اور دوسری بات یہ کہ اس نے مونا کو جہاں بھی چھپا رکھا ہے' میں اسے چوبیس گھنٹے کے اندر لے جاکر یہ ثابت کردوں گا کہ گم شدہ بچی کو ماں اپنی مکاری سے نہیں' باپ اپنی جواں مردی سے حاصل کرلیتا ہے۔ اب جاؤ۔ دفع ہوجاؤ۔"

پارس نے سانس روک لی۔ وہ اس کے دماغ سے نکل کر فوراً پورس کے پاس آئی۔ اسے پارس کا چیلنج سنایا پھر تڑپ کر بولا۔

"پارس کبھی نہ رکنے والا طوفان ہے۔ وہ میری بیٹی کو چوبیس گھنٹے کے اندر وہاں سے لے جائے گا' جہاں تم نے اسے چھپا کر رکھا ہے۔"

پورس نے مسکرا کر کہا "مغربیوں میں موسم کا حال سنانے والے طوفان کے آنے کی خبر دیتے ہیں لیکن طوفان اکثر اپنا رخ بدل کر دوسری طرف چلے جاتے ہیں۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

"جب تک بیٹی نہیں ملے گی' میری پریشانی دور نہیں ہوگی پھر تم یہ کہتے آرہے ہو کہ تم نے میری مونا کو ممبئی شہر کے باہر ایک خفیہ اڈے میں چھپا رکھا ہے۔ پارس کو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ مونا کہاں ہے؟ پھر پارس کہتا ہے کہ جس ملک اور شہر میں تم ہو' وہ بھی وہیں ہے۔ کیا وہ چوبیس گھنٹے میں ہندوستان پہنچ جائے گا جبکہ تمہارے بیان کے مطابق دو دنوں کے بعد وہاں طیارہ آنے والا ہے۔ اس کی باتوں سے پتا چلتا ہے کہ وہ ممبئی میں ہے اور اس طرح تم بھی ممبئی میں ہو۔ سمجھ میں نہیں آتا' کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ہے؟"

"الپا! تم خواہ مخواہ پریشان ہورہی ہو اور بار بار میرے پاس آکر مجھے بھی پریشان کررہی ہو۔ پلیز مجھ پر بھروسا کرسکتی ہو تو نہیں دونوں تک انتظار کرو ورنہ تمہاری مرضی ہے۔ فی الحال جاؤ۔ بعد میں آنا۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ جھنجلا گئی۔ پارس اور پورس دونوں نے اسے اپنے دماغ سے نکال دیا تھا۔

ادھر پورس کو فکر ہوگئی تھی کہ پارس بھی ممبئی میں ہے اور وہ جانتا ہے کہ پورس بھی اسی شہر میں ہے۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر پوچھ رہا تھا کہ وہ کیسے جانتا ہے؟ کیا اس کی خفیہ رہائش گاہ کا بھی اسے علم ہے؟

"نہیں' وہ نہیں جانتا ہے۔ وہ شیطان ہے۔ مکار ہے۔ الپا سے جھوٹ بول کر مجھے اندیشوں میں مبتلا کررہا ہے۔ میں اس کی مکارانہ چالوں کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اسے میرا پتا معلوم ہوتا تو وہ ضرور مجھے نقصان پہنچانے آتا یا کم از کم میری رہائش گاہ کا فون نمبر اسے معلوم ہوتا۔ اس کی مکاری سے الپا دھوکا کھا سکتی ہے میں اس کے فریب میں آکر دماغی پریشانی میں مبتلا نہیں رہوں گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچنے لگا پھر اچانک ہنسنے لگا۔ نامرہ (نیلاں) نے پوچھا "ابھی پریشان تھے۔ ابھی ہنس رہے ہو؟"

وہ بولا "پارس نے الپا سے کہا ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے کے اندر اپنی بیٹی مونا کو میرے خفیہ اڈے سے لے جائے گا۔ مونا تو میرے پاس ہے ہی نہیں۔ میں آئندہ الپا سے کہہ سکوں گا کہ پارس' میرے نگرانی کرنے والے آدمیوں کو قتل کرکے مونا کو لے گیا ہے۔ اس طرح میرا یہ جھوٹ سچ میں بدل جائے گا۔ الپا کا اعتماد مجھ پر قائم رہے گا اور وہ پارس کو گالیاں دیتی رہے گی۔"

وہ پھر ہنسنے لگا۔ نیلاں بھی اس کے ساتھ ہنسنے لگی۔

یہ درست تھا کہ پورس کی طرح پارس بھی ثانی کے ساتھ ممبئی میں تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ پورس بھی اسی شہر میں ہے۔ اس نے اپنی بیٹی مونا کو چوبیس گھنٹے کے اندر لے جانے کا دعویٰ اس لیے کیا تھا کہ مونا کہیں گم نہیں ہوئی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں تھی۔ اس طرح پارس اپنے خیال کے مطابق الپا کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ مونا اب پورس کے پاس نہیں رہی۔ لہٰذا وہ اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کبھی اس کے کام نہیں آئے گی۔

پارس اور پورس دونوں کے درمیان پھر چال بازی شروع ہوچکی تھی اور اتفاق سے دونوں ایک ہی شہر میں رہ کر ایک دوسرے سے بے خبر تھے۔ ثانی نے پارس سے پوچھا "الپا سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟ صاف کہہ دیتے کہ مونا ہمارے پاس ہے۔"

"میں نے پورس کے جھوٹ کا بھرم رکھا ہے تاکہ جھوٹ صاف ظاہر ہو تو الپا پھر کبھی اس پر اعتماد نہ کرے۔ ابھی کہہ دیتا کہ مونا ہمارے پاس ہے تو الپا یقین نہ کرتی' اسی لیے ذرا مائی انداز اختیار کیا ہے۔ اب الپا چوبیس گھنٹوں تک پورس کے پیچھے پڑی رہے گی۔"

"خدا خیر کرے۔ اتنے عرصے کے بعد دو مکاروں کے درمیان پھر ٹھن گئی ہے۔ تمہاری چال کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ پورس کسی دوسرے ملک میں ہوگا تو بڑی رازداری سے یہاں آئے گا۔ ایک تو اس نے الپا سے جھوٹ کہا ہے۔ مونا کو اس کے حوالے کرنے اور لینے کہنے یہاں آئے گا کہ پارس اپنی بیٹی مونا کو چرا کر لے گیا ہے پھر تمہاری وجہ سے اس کی ٹیلی پیتھی ختم ہوگئی ہے۔ وہ تم سے انتقام لینے کے تمام حربے استعمال کرے گا۔"

دوسری طرف پورس پریشانی سے ٹہلتے ہوئے پارس کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ اس شہر میں کہاں ہوگا؟ کوئی بڑے سے بڑا دشمن ہوتا تو اس کی طرف سے فکر نہ ہوتی۔ پورس اسے چٹکیوں میں اڑا دیتا لیکن پارس موت کی طرح تھا۔ یقین سے کبھی نہیں کہا جاسکتا کہ موت اچانک ہی کدھر سے آجاتی ہے۔

نیلاں نے کہا "تم بھی پارس کے لیے موت سے کم نہیں ہو۔ پریشانی صرف یہ ہے کہ اس کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہے۔ میرا بس چلے تو میں پورے شہر میں گھوم کر اسے ڈھونڈ نکالوں پھر تمہاری تمام پریشانیاں ختم ہوجائیں گی۔"

"تم فکر نہ کرو۔ پریشانیاں مجھے کمزور نہیں بناتی ہیں بلکہ اور زیادہ محتاط اور ہوشیار رہنے کا عادی بنا دیتی ہیں۔ اب رات بہت ہوچکی ہے۔ جاؤ اپنے کمرے میں جاکر سوجاؤ۔"

"کیا آج میرے کمرے میں نہیں آؤ گے؟"

"نہیں۔ جب کوئی بڑا مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو میں اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سکون سے سوجاتا ہوں پھر صبح ہونے سے پہلے چار بجے بیدار ہوکر پلاننگ کرتا ہوں۔ ایسے وقت ذہن بہت کام کرتا ہے۔"

وہ اپنے کمرے میں آگیا۔ نیلاں اپنے کمرے میں آکر پورس کی محبت میں سوچنے لگی۔ وہ اسے ٹوٹ کر چاہتی تھی۔ اس کے لیے سوچنے لگی تھی کہ کس طرح اس کے کام آئے اور اس کے دشمنوں کو نیست و نابود کردے۔

وہ یہی سوچتے سوچتے سوگئی۔ گہری نیند کے دوران میں بھی پورس کا مسئلہ اس کے ذہن پر حاوی تھا۔ اس نے خواب میں اپنے پورس کے دشمن پارس کو دیکھا۔ پورس اسے بتا چکا تھا کہ پارس اس کا ہم شکل ہے اور اسی کے لب و لہجے میں بولتا ہے۔

اب پورس کی بات اس کے خواب میں الجھ رہی تھی۔ پہلے تو وہ کشمکش میں رہی کہ کون پورس ہے اور کون پارس؟ وہ دونوں میں سے کس کے دماغ میں پہنچی ہوئی ہے؟

پھر خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ نیلاں کی سوچ کی لہروں کو محسوس کررہا ہے اور پوچھ رہا ہے "تم کون ہو؟"

وہ بولی "میں تمہاری موت ہوں۔ جو میرے پورس کا دشمن ہوگا' میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

پارس کی سوچ نے کہا "میں ویسے بھی حسین لڑکیوں کو دیکھ کر زندہ نہیں رہتا۔ ان پر مرجاتا ہوں۔ تم مجھے مار سکتی ہو مگر یہ تو بتاؤ تم کون ہو اور پورس تمہارا کیا لگتا ہے؟"

"پورس میری جان ہے' میری زندگی اور میری دنیا ہے۔ تم سے پہلے میں نے دشمنوں کو اپنے زہر سے مار ڈالا ہے۔"

"اچھا تو تم وہی زہریلی ہو' جو پورس کے ساتھ رہتی ہے۔ یہ میرے لیے نئی اور حیرانی کی بات ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

"تمہیں میرے بارے میں حیران نہیں ہونا چاہیے۔ اپنی فکر کرنی چاہیے۔ میں موت بن کر آرہی ہوں۔"

"میری تلاش میں کہاں بھٹکو گی۔ میں تمہارے پاس آجاتا ہوں۔ مجھے بتاؤ' تم کہاں ہو؟ تمہاری خیال خوانی میں بھی زہر بھرا ہوا ہے۔ میرا دماغ محرزدہ ہورہا ہے۔ تمہارے پاس آنے کو دل کھچا جارہا ہے۔ جلدی بتاؤ' کہاں ہو؟"

"میں باندرہ بل کے بنگلا نمبر تین سو تین سے باہر آرہی ہوں۔ باہر گارڈن میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

نیلاں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے کمرے سے نکل کر بنگلے سے باہر آئی ہے اور چند قدم چلنے کے بعد گارڈن کی ایک کرسی پر بیٹھ گئی ہے۔ اس کے بعد دوبارہ پارس کے دماغ میں پہنچ گئی ہے۔ پارس کار ڈرائیو کررہا ہے اور اس کے ساتھ ایک حسینہ بیٹھی ہوئی ہے۔ اس نے پوچھا "یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟"

"یہ میری گھر والی ہے۔ اس کا نام ثانی ہے۔ جس طرح تم پورس کے ساتھ جینا مرنا چاہتی ہو' اسی طرح ثانی میرے ساتھ مرنے آرہی ہے۔"

"مجھے اس کی آواز سناؤ۔ میں اس کے دماغ میں جاؤں گی۔"

پارس نے کہا "ثانی! کچھ بولو۔ ہماری موت تمہارے دماغ میں بھی آنا چاہتی ہے۔"

ثانی نے کہا "ہیلو مس زہریلی موت! کیا مجھ سے بھی دشمنی ہے؟"

نیلاں اس کے دماغ میں پہنچ گئی پھر بولی "تم پارس کی بیوی ہو۔ میں تمہیں تو کیا اس کے پورے خاندان کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ یہاں آؤ۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ موت کیسے آتی ہے؟"

"تمہارا محبوب پورس کہاں ہے؟"

"تم میرے پورس کے بارے میں پوچھنے والی کون ہوتی ہو؟ تمہارے پارس نے اس کا سکون برباد کردیا ہے۔ اس کی وجہ سے آج وہ میرے بستر پر نہیں آیا۔ وہ مجھ جیسی زہریلی کی زندگی میں زہر گھول رہا ہے۔ میں اسے مار ڈالوں گی۔ یہ آیا کیوں نہیں ہے۔ کب تک کار چلاتا رہے گا۔"

ثانی نے کہا "موت آنے میں دیر نہیں کرتی مگر انسان موت کے پاس پہنچنے میں دیر کرتا ہے۔ یہ لو۔ پارس آگیا۔"

نیلاں نے دیکھا' ایک کار بنگلے کے احاطے کے باہر آکر رک گئی تھی۔ اس میں سے ثانی اور پارس نکل کر احاطے کا گیٹ کھول کر گارڈن میں اس کی طرف آرہے تھے۔ نیلاں کرسی سے اٹھ کر بولی "میں چاہتی تو تم دونوں کے دماغوں میں زلزلے پیدا کرسکتی تھی۔ لیکن ناگن کو ڈسنے میں مزہ آتا ہے۔"

ثانی نے کہا "میں بھی چاہتی تو تمہارے دماغ میں پہنچ سکتی تھی لیکن دشمن کو اپنے حربے سے بے خبر رکھنا دانش مندی ہے۔ اب یہ حربہ آزما کر تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ تم کیا چیز ہو؟"

ثانی نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ نیلاں کے دماغ میں پہنچی تو اس نے عادت کے مطابق سانس روک لی۔ سانس روکتے ہی خواب ٹوٹ گیا۔ اس نے ایک دم سے چونک کر دیکھا۔ وہ اپنے بستر پر نہیں تھی۔ بنگلے کے گارڈن میں کھڑی ہوئی تھی اور جنہیں خواب میں دیکھ رہی تھی وہ دونوں اس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔

ثانی نے اچانک ہی گھوم کر ایک ککّ اس کے منہ پر ماری۔ وہ لات کھا کر لڑکھڑائی۔ اس کی چیخ نکلنے سے پہلے ہی پارس نے پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی۔ ثانی نے جیب سے ٹیپ نکال کر اس کے منہ پر چپکا دیا۔ وہ پورے انتظام کے ساتھ آئے تھے۔ پارس نے اس کے دونوں ہاتھوں کو رسیوں سے باندھا۔ ثانی نے چاقو سے اس کے بازو میں ایک خراش ڈال کر زخمی کیا تاکہ وہ خیال خوانی کے وقت سانس نہ روک سکے۔

پھر پارس اسے کاندھے پر لاد کر احاطے کے باہر آیا اور اسے کار کی پچھلی سیٹ پر پھینک دیا۔ نہ وہ چیخ سکتی تھی۔ نہ خیال خوانی کرسکتی تھی۔ ثانی اس کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھی۔ وہ دونوں اس زہریلی کو قیدی بنا کر لے جارہے تھے۔

پورس اپنے دماغ کو ہدایات دینے کے بعد گہری نیند سو رہا تھا۔ نیلاں نے خوابیدہ حالت میں پارس کو شدت سے یاد کرکے خیال خوانی کی تھی اس لیے پارس کے دماغ میں پہنچی تھی۔ پارس اور پورس کی آواز اور لہجے میں جو غیر محسوس سا فرق ہوگا' وہی فرق نیلاں کی سوچ کی لہروں کو پارس کے دماغ میں لے گیا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ پورس کے دماغ میں پہنچتی اور وہ گہری نیند سے چونک کر اٹھ جاتا۔

اس نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ صبح چار بجے آنکھ کھل جائے۔ اس کے مطابق وہ چار بجے بیدار ہوگیا۔ بستر سے اٹھ کر باتھ روم میں گیا۔ منہ ہاتھ دھو کر سوچا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی ہے۔ باہر کھلی فضا میں جاکر موجودہ حالات پر غور کرے گا اور آئندہ کے لیے منصوبے بنائے گا۔

وہ باہر جانے کے لیے بیرونی دروازے کی طرف آیا تو اسے کھلا دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس نے رات کو سونے سے پہلے اسے اندر سے بند کیا تھا۔ اس نے سوچا' کیا ناصرہ بھی اتنی صبح بیدار ہوگئی ہے؟ وہی دروازہ کھول کر باہر گئی ہوگی۔

پہلے اس نے نیلاں کے کمرے میں آکر دیکھا۔ کمرا خالی تھا۔ اس نے آواز دی "ناصرہ! کیا تم باتھ روم میں ہو؟"

اس نے باتھ روم کا دروازہ کھول کر دیکھا پھر بنگلے کے باہر آکر اسے آوازیں دیں۔ بنگلے کے چاروں طرف گھوم کر اسے تلاش کیا مگر وہ نظر نہیں آئی۔ اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے کوئی اس کی تمام پونجی چرا کرلے گیا ہے پھر وہ خود کو تسلیاں بھی دے رہا تھا کہ اس کی زہریلی محبوبہ نیند کی حالت میں چلتی ہوئی بنگلے کے احاطے کے باہر چلی گئی ہے۔ احاطے کا گیٹ بھی کھلا ہوا تھا۔

وہ فوراً ہی کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا آس پاس کی اسٹریٹ میں گیا۔ پورے باندرہ مل کی ایک ایک گلی اور راستے پر دیکھا۔ وہ نظر نہیں آئی۔ اس نے اسٹیئرنگ پر گھونسا مارتے ہوئے کہا "آہ! کہاں گئی میری ٹیلی پیتھی؟ ہے بھگوان! تھوڑی دیر کے لیے میری خیال خوانی کی صلاحیت لوٹ آئے اور میں اپنی ناصرہ کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرلوں کہ وہ کہاں ہے؟"

بھگوان سے رار تھنا کرنے سے ٹیلی پیتھی کا علم واپس نہیں آسکتا تھا۔ دل نے کہا۔ شاید وہ نیند سے چونک کر بنگلے میں واپس آگئی ہے۔ وہ واقعی اس کے لیے ایک سرمایہ تھی۔ اسے یقین تھا کہ زہریلی محبوبہ کی خیال خوانی کی صلاحیتیں خواب کی حالت میں نہیں بلکہ عالمِ بیداری میں واپس آجائیں گی پھر وہ اس کے ذریعے تمام

علموں پر سبقت حاصل کرلے گا۔

وہ بنگلے میں واپس آیا اور مایوس ہوگیا۔ اس کے دماغ میں یہ خیال گونج رہا تھا کہ وہ نیند میں کہیں جاکر واپسی کا راستہ بھول گئی ہے یا کسی نے اسے اغوا کیا ہے؟

یہ سوچ کر پریشانی ہورہی تھی کہ اگر اس نے دوسروں کو ناگن کی طرح ڈسنا شروع کیا تو خوف زدہ ہونے والے اسے گولی مار سکتے ہیں یا پولیس والے اسے حراست میں لے سکتے ہیں۔ اس کے گھر سے باہر جانے اور بھٹکنے سے بڑے مسائل پیدا ہوسکتے تھے۔

ثانی اور پارس نے نیلاں کو اپنی رہائش گاہ میں لے جاکر ایک کمرے میں بند کردیا تھا پھر ثانی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے سلا کر خنوبی عمل کے ذریعے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کیں لیکن زہر کے اثر نے اس کی پچھلی زندگی بھلا دی تھی۔ فی الحال ثانی نے اسے اپنی معمولہ اور تابع دار بنالیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردی کہ وہ ہمیشہ ثانی اور پارس سے ایک ہاتھ دور رہے گی اور انہیں زہر سے ہلاک کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لائے گی۔ پرانی سوچ کی لہروں کو کبھی دماغ میں نہیں آنے دے گی۔ اگر حالات موافق رہے تو ہر دوسرے تیسرے دن اس پر تنویمی عمل کرکے اس کی یادداشت واپس لائی جائے گی۔

ایسی چند اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کرکے اسے خنوبی عمل ہونے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ ثانی نے اس کے دماغ سے یہ تمام تفصیلات معلوم کرلی تھیں کہ وہ اب تک پورس کے ساتھ کیسی زندگی گزارتی رہی ہے۔ اس کا موجودہ فون نمبر بھی معلوم کرلیا۔

پھر ثانی نے ریسیور اٹھا کر پورس کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر اس کی آواز سنائی دی۔ ثانی نے نیلاں کی آواز اور لہجے میں کہا "پورس! میں بول رہی ہوں۔"

اس نے جلدی سے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

"میں تو یہیں ہوں جہاں تم چھوڑ کر گئے تھے اور مجھ سے کہا تھا کہ ایک گھنٹے کے بعد میں تم سے فون پر رابطہ کروں۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ میں نے کب ایسا کیا ہے؟ پھر میں اپنا بنگلا چھوڑ کر تمہیں کسی دوسری جگہ کیوں چھوڑ کر آؤں گا؟"

"پورس! تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ ابھی ایک گھنٹے پہلے مجھے اس مکان میں لے کر آئے۔ اس کے تمام کھڑکیاں اور دروازے باہر سے بند ہیں۔ تم نے جاتے وقت باہر والے دروازے پر بھی تالا لگا دیا۔ تم کہہ رہے تھے کہ میری جان کو خطرہ ہے اس لیے ایسا کررہے ہو۔"

وہ بولا "او گاڈ! اب میری سمجھ میں آرہا ہے۔ پارس تمہارے ساتھ ایسی حرکتیں کررہا ہے اور تم سمجھ رہی ہو کہ وہ میں ہوں۔ کیا تمہیں یاد نہیں ہے' میں نے اچھی طرح تفصیل سے پارس کے بارے میں تمہیں بتایا تھا۔"

"ہاں مجھے یاد ہے مگر میں کیسے سمجھ سکتی تھی کہ وہ تم تھے یا پارس تھا۔ وہ تو بالکل تمہاری طرح تھا اور تمہاری طرح بولتا تھا۔"

"کسی طرح معلوم کرو' تمہیں کہاں قید کیا گیا ہے؟ میں فوراً تمہارے پاس آؤں گا اور تمہیں لے جاؤں گا۔"

"تم لینے آؤ گے تو کیسے یقین کروں گی کہ تم پورس ہو۔ پارس پھر پورس بن کر یہاں سے دوسری جگہ لے جاسکتا ہے۔"

"میں اپنی نشانی بتا رہا ہوں۔ بلیک پینٹ اور بلو شرٹ میں رہوں گا اور تمہیں جانِ من کہوں گا۔"

"کیوں اپنی نشانی بتا رہے ہو۔ دوسرے کمرے میں ایک ہی کسٹکشن کا فون ہے۔ ہوسکتا ہے' کوئی سن رہا ہو۔"

"کیا مصیبت ہے۔ دروازے اور کھڑکیوں کو پیٹنا اور شور مچانا شروع کرو۔ آس پاس کے لوگ تمہاری مدد کے لیے آئیں گے۔"

"تم ہولڈ کرو۔ میں ابھی دروازے کو پیٹنا شروع کرتی ہوں۔"

ثانی نے ریسیور ایک طرف رکھ دیا پھر چند سیکنڈ کے بعد ایک زور کی چیخ ماری۔ اس کے بعد ریسیور اٹھا کر کراہتے ہوئے بولی۔ "ہائے میں مرگئی۔ دروازے کو پیٹنے گئی مگر اسے ہاتھ لگاتے ہی زور کا بجلی کا جھٹکا لگا۔ میری تو جیسے جان ہی نکل گئی۔ میں تمہارے مشورے پر عمل کروں گی تو مرجاؤں گی۔ میرے چیخنے پر بھی باہر سے کوئی نہیں بول رہا ہے۔ میں کیا کروں؟"

"میں خود سوچ رہا ہوں کہ میں کیا کروں؟ ناصرہ! تم میری جان ہو۔ میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔ اگر پارس آئے تو اس سے کہو مجھ سے بات کرے۔ مرد ہے تو مرد سے مقابلہ کرے۔ عورت کو اغوا نہ کرے۔"

"مگر پورس! تم نے مجھے بتایا تھا کہ ایک بار تم بھی پارس کی محبوبہ بلی ڈونا کو اس سے چھین کر لے گئے تھے۔ کسی کی عورت کو چھین کرلے جانے کی پہل تم نے کی تھی۔ اب میں پارس کو کیا طعنے دوں؟"

"ہاں میں مانتا ہوں۔ دشمنی میں ایسا ہوتا ہے۔"

"مردوں کی دشمنی میں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ عورتوں کی خرابی ہوتی ہے۔ اگر پارس رات کو پورس بن کر آئے گا تو میرا رنگ روپ اور حسن و شباب جو تمہارے لیے ہے' اس کا کباڑا کردے گا اور میں یہی سمجھتی رہوں گی کہ تمہاری امانت ہوں' خود کو تمہارے حوالے کررہی ہوں۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ مجھے غصہ آرہا ہے۔ ایک بار پارس سامنے آجائے تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم اسے مارنے کی نہیں' میری عزت بچانے کی بات کرو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا۔ ریسیور چہرے کے سامنے پڑا ہوا تھا۔ وہ بڑبڑایا "پارس! آج تیرا ہے' کل میرا ہوگا۔ بھگوان کی سوگند' تیرا پورا خاندان دیکھے گا کہ جوڑ کا توڑ کیسے ہوتا ہے۔"

پورس ریسیور کان سے لگائے زیر لب بڑبڑانے کے انداز میں قسم کھا رہا تھا کہ پارس کے حملے کا منہ توڑ جواب دے گا۔

دوسری طرف ثانی کان سے ریسیور لگائے ناصرہ (نیلاں) کے لب ولہجے میں بول رہی تھی۔ اس نے کہا "پورس! مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ پارس مجھے اغوا کرکے یہاں لایا ہے لیکن تمہاری باتیں اور پریشانی یقین دلا رہی ہے۔ دروازے اور کھڑکیوں کو باہر سے بند کرکے کچھ ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ انہیں چھونے سے کرنٹ لگتا ہے۔ اس طرح تو کوئی دشمن ہی قید کرسکتا ہے۔ یقیناً پارس نے مجھے یہاں قید کیا ہے۔ کیا تم کسی طرح میرا سراغ نہیں لگا سکتے؟"

"یہی میں سوچ رہا ہوں' کس طرح تمہارا سراغ لگاؤں۔ ایسا کرو کہ ابھی فون بند کرو۔ آدھے گھنٹے کے بعد رابطہ کرنا۔ میں جب تک کوئی تدبیر سوچوں گا۔"

ثانی نے بڑی آہستگی سے کہا "سنو۔ ابھی فون بند نہ کرو۔"

اس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"میں دروازے پر ہلکی ہلکی آواز سن رہی ہوں۔ شاید وہ آرہا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ آئے تو اس سے کہنا کہ مجھ سے بات کرے۔"

اس کمرے کا دروازہ کھل گیا۔ پارس نے اندر آکر اسے بند کردیا۔ ثانی نے اسے مسکرا کر دیکھا پھر خوف زدہ ہونے کے انداز میں بولی "تم؟ تم میرے پورس نہیں ہو۔ تم نے کہا تھا میں بنگلے کے نمبر پر فون کروں۔ اتنی دیر سے فون پر اپنے پورس سے باتیں کررہی ہوں۔"

پارس نے کہا "تم دھوکا کھا رہی ہو۔ بے شک میں نے بنگلے کے نمبر پر فون کرنے کے لیے کہا تھا۔ میرا خیال تھا میں ایک گھنٹے میں اپنے بنگلے میں پہنچ جاؤں گا۔ تم رابطہ کروگی تو تم سے بات کروں گا لیکن میں بنگلے تک نہ جاسکا۔ راستے میں میرا پیٹ خراب ہوگیا۔ مجھے ایک پبلک ٹائلٹ میں جانا پڑا پھر میں نے سوچا' دیر ہوچکی ہے۔ تم فون کروگی اور میں بنگلے پر نہیں ملوں گا تو پریشان ہوجاؤ گی۔ اس لیے میں واپس آگیا۔"

"تم یہاں آگئے ہو تو پھر بنگلے میں مجھ سے کون باتیں کررہا ہے؟ وہ کہہ رہا ہے کہ میرا پورس ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہی میرا پورس ہے۔"

پارس نے کہا "اچھا تو میرے وہاں نہ جانے سے پارس وہاں پہنچ کر پورس بن کر تمہیں الو بنا رہا ہے۔ تم اس مکار دشمن کو نہیں جانتی ہو۔ لاؤ ریسیور مجھے دو۔ میں اس کا ابھی پول کھولتا ہوں۔"

پارس نے ثانی سے ریسیور لے کر کان سے لگایا اور غصے سے کہا "ابے او جھوٹے بدمعاش! تو میری آواز اور لہجے میں میری ناصرہ کو بہکا رہا ہے۔ جھوٹ بولنے والے تیرے منہ میں کیڑے پڑیں گے۔"

دوسری طرف سے پورس نے سرد لہجے میں کہا "پارس! ہمارا رابطہ ایک دوسرے سے ختم ہوچکا تھا۔ تم نے ناصرہ کو اغوا کرکے اپنی موت کو چیلنج کیا ہے۔"

پارس نے کہا "یہ درست ہے کہ ہمارا رابطہ ایک دوسرے سے ختم ہوچکا تھا لیکن میں نے الپا سے کہا تھا کہ اگر وہ اپنی بیٹی کو حاصل کرنا چاہتی ہے تو پارس کا موجودہ پتا ٹھکانا معلوم کرے۔ میں نے الپا سے یہ کام نہیں لیا تو تم میری آواز اور لہجے میں میری ناصرہ کو بہکا رہے ہو؟ میں تمہاری چال کو پہلے ہی سمجھ گیا تھا اس لیے ناصرہ کو اس مکان میں لاکر چھپا دیا ہے۔ دروازے اور کھڑکیوں میں بجلی کے تار لگا دیے ہیں۔ اگر تم یہاں پہنچ بھی جاؤ گے تو دروازہ کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے بجلی کے جھٹکے سے مرجاؤ گے۔"

پورس نے کہا "پکے بدمعاش ہو۔ فون پر ایسی باتیں کررہے ہو کہ ناصرہ مجھے پارس سمجھ کر تمہیں پورس تسلیم کرلے گی مگر تم نے ابے مجھ سے چھین کر ایک نئی جنگ کا آغاز کیا ہے۔ اس آخری اور فیصلہ کن جنگ کے انجام پر تمہارے ماں باپ تمہاری لاش پر ماتم کریں گے۔"

پارس نے کہا "بھئی میں مانتا ہوں کہ میں نے الپا کی مدد سے جنگ چھیڑنے میں پہل کی ہے لیکن اس جنگ میں' میں اپنی ناصرہ کو آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

"میں کہتا کچھ ہوں اور تم جواب کچھ دیتے ہو۔ بار بار ناصرہ کو اپنے پورس ہونے کا یقین دلا رہے ہو۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں ایسی چال بازی سے باز آؤ۔ مجھ سے کوئی سمجھوتا کرو ورنہ آج رات ایک بہت بڑی غلطی کربیٹھو گے۔"

"کیسی غلطی؟"

"تم جانتے ہو کہ وہ زہریلی ہے لیکن یہ نہیں جانتے کہ میرے اس سے جسمانی تعلقات ہیں۔ آج رات وہ تمہارے ساتھ ضرور سونا چاہے گی جس کے نتیجے میں اس کا زہر تمہیں مار ڈالے گا۔"

"میں مانتا ہوں کہ تم کبھی زہریلے تھے۔ علاج کرانے کے باعث زہریلے تو نہیں رہے لیکن سانپ کا زہر تم پر اثر نہیں کرتا ہے۔ بھئی مجھے کیوں سنا رہے ہو کہ تم پر زہر اثر نہیں کرتا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں بھی اپنی ناصرہ کے زہر کا عادی ہوگیا ہوں۔"

پورس واقعی بھول گیا تھا کہ ماضی میں پارس خطرناک حد تک زہریلا بن گیا تھا۔ اب ویسا خطرناک نہیں تھا لیکن ناصرہ کا زہر اس پر اثر نہیں کرسکتا تھا۔ پورس یاد کرنے کے انداز میں پیشانی کو سہلاتے ہوئے بولا "ہاں۔ میں بھول گیا تھا کہ ناصرہ کا زہر تم پر اثر نہیں کرے گا لیکن ہم دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے باوجود اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دے سکتے ہیں۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"میری ناصرہ کو صرف میرے لیے رہنے دو۔ اس کے بدن کو ہاتھ نہ لگاؤ۔"

"چلو میں اس سلسلے میں بحث نہیں کروں گا۔ تم جو چاہتے ہو' وہی ہوگا لیکن پارس! تم بھی وعدہ کرو کہ ابھی میرے اس بنگلے سے چلے جاؤ گے تاکہ شام ہونے سے پہلے میں اپنی ناصرہ کے ساتھ وہاں رہائش کے لیے آجاؤں۔ میری بات سمجھ رہے ہو نا؟"

"سمجھ رہا ہوں۔ تم اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دینے کے لیے ناصرہ کو میرے بنگلے میں شام سے پہلے پہنچا دوگے لیکن میں آئندہ ناصرہ کے ساتھ یہاں نہیں رہوں گا۔ تم نے یہ جگہ دیکھ لی ہے۔"

"تم آئندہ کیا کروگے' مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔"

پورس نے پوچھا "کیا تم ایک گھنٹے بعد اسی فون پر مجھ سے بات کروگے؟"

"تم ایک گھنٹے تک موجودہ حالات کا تجزیہ کرنا چاہتے ہو' ضرور کرو۔ میں ایک گھنٹے بعد فون کروں گا۔"

پارس نے فون بند کرکے ثانی کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔ ثانی نے کہا "میں تمہارے دماغ میں رہ کر اس کی باتیں سن رہی تھی۔ دراصل وہ ناصرہ کو اس لیے اپنائے رکھنا چاہتا ہے کہ وہ غیر شعوری طور پر نیند کی حالت میں خیال خوانی کرتی ہے۔ اس کی طرح ہم بھی جنس میں مبتلا ہیں کہ آخر یہ کون ہے؟ تنویمی عمل کے ذریعے بھی اس کا ماضی اسے یاد نہیں آرہا ہے لیکن ایک دن ضرور اپنی پچھلی زندگی یاد کرکے شعوری طور پر بھی خیال خوانی کرنے لگے گی۔ پورس اسی امید پر اسے اپنے پاس رکھے ہوئے ہے۔"

پارس نے کہا "مگر اب وہ ہڈی کی طرح پورس کے گلے میں اٹک جائے گی۔ وہ اسے اپنے ساتھ رکھے گا تو یہ خدشہ رہے گا کہ شاید ہم نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے اور اس کے ذریعے پورس کی معلومات کو سمجھ رہے ہیں۔"

واقعی پورس یہی سوچ رہا تھا کہ ناصرہ شام تک اس بنگلے میں واپس آجائے گی تو اس کے ساتھ رہنے سے پارس ہمیشہ ایک خطرہ ٹالتا رہے گا۔ اس کے باپ فرہاد نے ناصرہ پر تنویمی عمل کیا ہوگا اور پارس باپ کے ذریعے ہمیشہ اس کے تمام خفیہ معاملات کو سمجھتا رہے گا۔

"اور اب بھی پارس کے ماتحت اس بنگلے کے آس پاس ہوں گے۔ پچھلی رات پارس اس بنگلے میں آیا تھا۔ میں سو رہا تھا۔ وہ مجھے مار کر ناصرہ کو لے جاسکتا تھا لیکن اس نے مجھے نقصان نہیں پہنچایا۔ شاید اس لیے مجھے زندہ چھوڑ دیا ہے کہ آئندہ میں ناصرہ کے ساتھ رہ کر اس دشمنی کی طرف سے ہمیشہ اندیشے میں مبتلا رہوں۔ پارس نے اسی لیے زندہ چھوڑ دیا ہے کہ میں زندہ بھی رہوں اور اس دہشت سے مرتا بھی رہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تمام کھڑکیوں کے پردوں کو ذرا ذرا سا ہٹا کر بنگلے کے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ پارس کے ماتحت چھپ کر نگرانی کررہے ہیں یا نہیں؟

کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ بنگلے کے سامنے اور پیچھے والی گلیوں سے کبھی کبھی گاڑیاں گزرتی تھیں۔ ایک سبزی فروش آوازیں لگاتا ہوا کہیں دور چلا گیا تھا۔ پورس بنگلے سے نکل کر باہر آیا۔ اپنی کار میں بیٹھا پھر اسے اسٹارٹ کرکے احاطے کے باہر آیا۔ کار کو دھیمی رفتار سے ڈرائیو کرتا ہوا کبھی دائیں بائیں اور کبھی عقب نما آئینے میں دیکھتا رہا۔ گلیوں سے گزر کر مین روڈ پر آیا اور ممبئی شہر سے باہر جانے والی ایک سڑک پر سفر کرنے لگا۔ وہ کار کی رفتار کو کبھی تیز کرتا اور کبھی دھیمی رفتار سے چلنے لگتا۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ کسی بھی تعاقب کرنے والے پر شبہ ہوگا تو وہ واپس پلٹ کر اس سے نمٹ لے گا لیکن کوئی تعاقب میں نظر نہیں آرہا تھا۔ چار سو کلو میٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے ایک چھوٹے سے گاؤں کے دھابے کے سامنے کار روکی۔ وہاں کھانا کھانے اور چائے پینے کے بہانے رک کر آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھنے لگا۔ وہ ہائی وے پر نہیں تھا اس لیے گاڑیاں کم تعداد میں گزرتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ ان میں سے کوئی ایسی نہیں تھی' جس پر اسے شبہ ہوتا۔

اس نے کھانے کے بعد کار میں آکر مزید چند کلو میٹر کا سفر کیا پھر ایک کچے راستے پر مڑ گیا۔ اس راستے پر دھول اڑتی رہی اور گاڑی آگے بڑھتی رہی پھر اس نے ایک جگہ کار روک دی۔ آگے حدِ نظر تک سوکھے کھیت تھے۔ وہ دور تک پیدل جا کر بڑی آسانی سے تعاقب کرنے والوں کو دیکھ سکتا تھا۔ جو بھی اس کے پیچھے آتا اسے بھی کھیتوں پر پیدل چلنا پڑتا۔ اس طرح وہ کئی کلو میٹر تک چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچ گیا۔ شام کے سائے گہرے ہوگئے تھے۔ رات ہورہی تھی۔ یہ اچھی طرح اطمینان ہوگیا تھا کہ کوئی اس کے تعاقب میں نہیں ہے۔ اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ رات اسی گاؤں میں گزارے گا۔

اسے پُرسکون زندگی راس نہیں آئی تھی۔ وہ پارس سے دور ناصرہ کے ساتھ آرام سے تھا۔ جو بھی چھوٹے بڑے مسائل پیش آتے' وہ انہیں بہ آسانی حل کرلیتا۔ یہ خیال کبھی کبھی آتا تھا کہ پارس کہاں ہوگا؟ کیا کررہا ہوگا؟ کیا وہ جانتا ہوگا کہ پورس ایک زہریلی حسینہ کے ساتھ ہے؟ کیا پارس تجسس میں مبتلا ہوکر اپنے ذرائع سے معلوم کررہا ہوگا کہ وہ زہریلی حسینہ کون ہے؟

عقل سمجھاتی تھی کہ پارس سے ہمیشہ مخالفت رہی ہے۔ ایسے مخالف سے بے خبر نہیں رہنا چاہیے۔ یہی سوچ کر اس نے الپا سے کہا تھا کہ کسی طرح وہ پارس کا پتا ٹھکانا معلوم کرے۔

الپا نہ معلوم نہ کرسکی لیکن حالات ایسے پیش آئے کہ نیلاں خوابیدہ رہ کر خیال خوانی کرتی ہوئی اسے پورس کی خفیہ رہائش گاہ تک لے آئی جس کے نتیجے میں پارس نے اپنے مخالف کو کوئی جسمانی نقصان تو نہیں پہنچایا البتہ نیلاں کو اغوا کرکے اسے اندیشوں اور ذہنی پریشانیوں میں مبتلا کردیا۔

اس چھوٹے سے گاؤں میں اُسے رات گزارنے کے لیے

ایک کچے مکان کا کرایہ مل گیا تھا۔ اس نے مکان والے کو ایک ہزار روپے دیے تھے' جو اس غریب کے لیے بہت زیادہ تھے۔ انہوں نے اسے کھانا بھی کھلایا اور سونے کے لیے ایک چارپائی بھی دی۔ اس کے دماغ میں ایک گتھی تھی' جو سلجھ نہیں رہی تھی۔ وہ چارپائی پر لیٹ کر سوچ رہا تھا کہ پارس کو اس کے باندرہ ہل والے بنگلے کا پتا کیسے معلوم ہوا؟ جبکہ وہ ناصرہ کے ساتھ بڑی رازداری سے وہاں رہتا تھا۔ کبھی باہر نکلتے وقت ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے چہرے پر تبدیلیاں کرتا تھا۔ اس طرح پارس بھی اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ بنگلے میں آکر وہ پھر اپنی اصلی شکل صورت میں رہنے لگتا تھا۔

کیا پارس یا اس کے کسی ماتحت نے اسے اتفاق سے اس بنگلے میں دیکھا ہوگا؟ شاید ایسی ہی کوئی غلطی اس سے ہوگئی ہوگی' جس سے اب پارس فائدہ اٹھا رہا تھا۔

شام ہی سے ایک اور فکر لاحق ہوگئی تھی۔ پارس نے کہا تھا کہ وہ اپنی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دینے کے لیے نیلاں کو شام تک اس کے بنگلے میں پہنچا دے گا۔ پورس دشمن ہونے کے باوجود یہ دل سے مانتا تھا کہ پارس زبان کا دھنی ہے۔ اس نے اپنے کسی ماتحت کے ذریعے نیلاں کو باندرہ ہل کے بنگلے میں ضرور پہنچایا ہوگا۔

کیا ناصرہ (نیلاں) اس بنگلے میں پہنچ کر تنہا ہوگی؟ اور اپنے پورس کا انتظار کر رہی ہوگی؟

یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ وہ بنگلے میں تنہا ہوگی۔ وہ کبھی کبھی نیند میں چلنے لگتی ہے۔ اگر آج رات وہ نیند میں بنگلے سے باہر آئی اور کسی دوسرے کے ہاتھ لگ گئی تو کیا ہوگا؟

ایسا سوچتے وقت خیال آیا کہ پچھلی صبح بھی بنگلے کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ ضرور نیند میں چلتی ہوئی باہر جا کر پارس کے ہتھے چڑھ گئی ہوگی تب سے حالات اس کے مخالف ہوتے جا رہے تھے اور وہ ائر کنڈیشنڈ بنگلے سے فرار ہو کر ایک گاؤں کے کچے مکان میں رات گزار رہا تھا اور ناصرہ کی فکر میں مبتلا تھا کہ پتا نہیں وہ کس حال میں ہوگی؟

وہ موبائل فون کے ذریعے الپا سے رابطہ کر کے یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ ناصرہ کے دماغ میں جا کر اس کے حالات معلوم کرے لیکن اس طرح الپا کو معلوم ہو جاتا کہ وہ اور ناصرہ ہندوستان میں ہیں۔ جبکہ اس کے خیال میں وہ دو دن کے بعد انڈیا پہنچتا۔ اس کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا تو الپا بھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے کام نہیں آتی اور کہتی کہ پہلے مونا کو اس کے حوالے کیا جائے پھر وہ اس کے اور ناصرہ کے کام آئے گی۔

الپا سے مدد حاصل نہیں کی جا سکتی تھی۔ اب ایک مہاراج رہ گیا تھا جس سے وہ مدد مانگ سکتا تھا۔ اس نے موبائل کے ذریعے رابطہ کیا۔ مہاراج کے ایک ماتحت نے پوچھا "آپ کون ہیں؟ ضروری پیغام ہو تو مجھے نوٹ کرائیں۔ وہ آج کل پوری شہر میں ہیں۔ مجھے ان کا موبائل نمبر معلوم نہیں ہے۔"

وہ بولا "مہاراج کا فون آئے تو ان سے موبائل کا نمبر پوچھ کر نوٹ کر لینا۔ ان سے کہنا' پورس ان سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ اب سے پہلے اس نے پارس کو کئی بار شکست دی تھی اور خود بھی اس سے شکست کھائی تھی۔ ایسے وقت وہ پریشان نہیں ہوتا تھا۔ مسکرا کر سوچتا تھا۔ جنگ میں ہار جیت ہوتی رہتی ہے۔ آئندہ وہ اپنی ہار کو جیت میں بدل سکتا ہے لیکن اس بار وہ خاصا پریشان ہوگیا تھا۔

پریشانی کی وجوہات یہ تھیں کہ اب اس کے پاس ٹیلی پیتھی کا علم نہیں رہا تھا اور جس نیلاں سے یہ امید بندھی ہوئی تھی کہ آئندہ اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدے اٹھا سکے گا' وہ ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ وہ پہلے بہت کچھ کھو کر بھی مایوس نہیں ہوتا تھا۔ جتنا نقصان ہوتا تھا' آئندہ اس سے زیادہ بہت کچھ حاصل کر لیتا تھا اور دشمنوں کو کرب و اذیت میں مبتلا کر دیتا تھا۔

اب ایک نئی بات اس کی سمجھ میں آئی۔ وہ حیران کن بات یہ تھی کہ وہ نیلاں کے زہر کا عادی ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی افیون' چرس' ہیروئن اور شراب وغیرہ کا رفتہ رفتہ عادی ہو جاتا ہے اور جب اسے چھوڑنا چاہتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ نشہ اس پر غالب آچکا ہے۔ اگر اس نے عادت کے مطابق نشہ نہ کیا تو ناقابلِ بیان کرب میں مبتلا ہو جائے گا۔ پورس بھی نیلاں کے دور ہونے کے بعد محسوس کر رہا تھا کہ کچھ ایب نارمل ہوگیا ہے۔ اسے پارس سے شکست کھانے کا قطعی افسوس نہیں تھا۔ وہ ہار کو جیت میں بدلنے کی صلاحیتیں رکھتا تھا لیکن نیلاں سے محروم ہو کر وہ نشہ کرنے والوں کی طرح بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ اس حسینہ کے منہ پر ٹیپ چپکانے کے باوجود جسمانی تعلقات کے دوران میں زہر کی جو خوراک اسے حاصل ہوتی تھی وہ رنگین اور زہریلے لمحات اس کی زندگی میں پھر کبھی آئیں گے یا نہیں؟ یہی سوال اسے پریشان کر رہا تھا اور اس سوال کا جواب یہی تھا کہ وہ پھر ممبئی جائے اور کسی طرح اس زہریلی حسینہ کو حاصل کر کے پارس سے بہت دور چلا جائے۔

اب پارس سے انتقام لینے کی اہمیت ثانوی ہوگئی تھی۔ اس کی پہلی اور آخری ضرورت نیلاں بن گئی تھی۔

اس نے موبائل آن کر کے باندرہ ہل کے بنگلے کا فون نمبر ملایا۔ .... فوراً ہی رابطہ ہوگیا اور نیلاں کی آواز سنائی دی "ہیلو پورس! یہ تم ہو؟"

"ہاں میں پورس بول رہا ہوں۔ تم بنگلے میں کس وقت آئی تھیں؟"

"یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟ تم نے شام کو پانچ بجے اپنے ایک ماتحت کے ساتھ مجھے یہاں بھیج دیا تھا اور کہا تھا ایک ضروری کام سے نمٹ کر جلد ہی آؤ گے اور اب پوچھ رہے ہو کہ میں یہاں کب آئی ہوں؟ اس کا مطلب ہے تم میرے پورس نہیں ہو۔ دیکھ مجھے بار بار پورس بن کر دھوکا نہ دو۔ مرد ہو تو سامنے آؤ۔ میں ناصرہ بن

کر تمہیں ڈس لوں گی۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ پورس نے پریشان ہو کر اپنے فون کو دیکھا پھر اس نے بھی فون کو آف کر دیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا کہ پارس نے اس زہریلی کو اغوا کر کے اور اپنے دشمن کو زندہ چھوڑ کر بڑی زبردست چال چلی ہے۔ اس کی زہریلی محبوبہ اسے واپس مل رہی ہے لیکن وہ اسے حاصل کرنے کے لیے اس بنگلے میں نہیں آئے گا۔ پارس نادان نہیں ہے۔ وہ اسے پھر زندہ چھوڑ کر کسی نئے عذاب میں مبتلا کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہوگا۔

اس نے دوسری بار نیلاں سے رابطہ کیا پھر کہا "ناصرہ! میری جان! میں نے شام پانچ بجے تمہیں بنگلے میں بھیجتے وقت وعدہ کیا تھا کہ جلدی تمہارے پاس آؤں گا۔ لیکن وہ دشمن پارس میری تاک میں ہے۔ وہ معلوم کر رہا ہوگا کہ میں تمہارے پاس بنگلے میں آچکا ہوں یا نہیں؟ میرے وہاں پہنچتے ہی وہ اپنے مسلح ماتحتوں کے ساتھ مجھ پر حملہ کرے گا۔ کیا اس بدمعاش نے تمہیں فون کیا تھا؟"

نیلاں نے کہا "ہاں تھوڑی دیر پہلے وہ بدمعاش پھر پورس بن کر مجھے دھوکا دینا چاہتا تھا۔ شاید وہ باتوں ہی باتوں میں معلوم کرنے کی کوشش کرتا کہ تم میرے پاس ہو یا نہیں؟ لیکن میں نے اسے زیادہ باتیں کرنے کا موقع نہیں دیا۔ فون بند کر دیا۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ آدھی رات ہونے والی ہے۔ میں اس دشمن کی وجہ سے تمہارے پاس نہیں آرہا ہوں۔ یہ چاہتا ہوں کہ وہاں آنے میں ناکام رہوں' تب بھی تم مایوس نہ ہونا۔ میں آج کل نہ سہی پارس کو نرک میں پہنچا کر تمہارے پاس آؤں گا۔"

"تم میری فکر نہ کرو۔ میں نہیں چاہتی کہ تم خطرات مول لے کر میرے پاس آؤ۔ جب تک تم پارس کا کام تمام نہیں کر دو گے' میں اسی بنگلے میں رہ کر تمہارا انتظار کرتی رہوں گی۔"

"میری جان! تم بہت سمجھ دار ہو۔ بس تم حوصلے سے وہاں رہو۔ میں دشمن سے نمٹنے جا رہا ہوں۔"

پورس نے موبائل بند کر دیا۔ وہ چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آدھی رات ہو چکی تھی۔ وہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر صبح تک سو سکتا تھا۔ اب نیلاں نے یہ کہہ کر اس کی ساری پریشانی دور کر دی تھی کہ وہ اس کی فکر نہ کرے۔ اس کی خاطر تک وہ اس کا انتظار کرے گی۔ خواہ واپسی میں کتنے ہی دن لگ جائیں۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ نیلاں اسی پر مرتی ہے اور آخری سانس تک اسی سے وفا کرتی رہے گی۔

وہ چارپائی پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ سونے کے وقت سونا ہی بہتر ہے۔ وہ صبح پانچ بجے بیدار ہو کر فیصلہ کرے گا کہ اسے کیا کرنا چاہیے؟ ایسے ہی وقت اسے پرائی سوچ کی لہریں سنائی دیں۔ پھر مہاراج کی آواز آئی "پورس! میں ہوں۔ میرے ماتحت نے تمہارا پیغام دیا تھا۔ تم نے مجھے یاد کیا ہے۔ خیریت تو ہے؟"

"خیریت نہیں ہے۔ بُرے وقت میں دوستوں کو ہی یاد کیا جاتا ہے۔ پارس نے پھر مجھ سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے۔ اس نے میری زہریلی محبوبہ کو اغوا کیا ہے۔ مجھے اور میری زہریلی ناصرہ کو ایسے مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں ہم دونوں پھر مل سکتے ہیں لیکن وہاں پارس خطرہ بن کر منڈلاتا رہے گا۔"

وہ اپنی روداد ذرا تفصیل سے سنانے لگا۔ مہاراج سن رہا تھا مگر دل میں سوچ رہا تھا کہ وہ آخری سانس تک میرا وفادار رہے گا۔ اس لیے میرے بیٹے پارس کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا۔

پورس نے مختصر حالات بتا کر کہا "پارس نے اسے میرے بنگلے میں واپس بھیج دیا ہے۔ وہ وہاں اکیلی ہے۔ میرا انتظار کر رہی ہے لیکن میں جانتا ہوں۔ وہاں جاؤں گا تو پارس کی نظروں میں آجاؤں گا پھر وہ کسی وقت بھی چھپ کر مجھ پر جان لیوا حملہ کر سکتا ہے۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تم اس کے دماغ میں جا کر خاموش رہ کر اور ذرا انتظار کرتے کرتے یہ معلوم کر سکتے ہو کہ پارس کے باپ نے ناصرہ پر تنویمی عمل کیا ہے یا نہیں؟ اور کیا فرہاد اس کے دماغ میں آکر کچھ بولتا ہے یا نہیں؟ تمہارے ذریعے مجھے اس کے بہت سے منصوبوں کا علم ہو سکتا ہے۔"

"میں نے بہت عرصہ پہلے تمہاری محبوبہ کی آواز سنی تھی۔ اب اس کی آواز اور لہجہ یاد نہیں ہے۔ تم اس کی آواز سناؤ تاکہ میں اس کے دماغ میں پہنچ سکوں۔"

"پہلے یہ بتاؤ۔ تم اس کے پاس جا کر اسے اس بنگلے سے جانے کو کہو گے تو کیا پارس کے ماتحت رازداری سے اس کا تعاقب نہیں کریں گے؟"

"میں اس پر کالا جادو کروں گا۔ اس کا تعاقب کرنے والے میرے جادو سے جل کر بھسم ہو جائیں گے پھر تم جہاں کہو گے' میں اسے وہاں پہنچا دوں گا۔"

"میں بھول گیا تھا کہ تم کالا جادو جانتے ہو اور میری محبوبہ کی حمایت میں یا مخالفت میں بہت کچھ کر سکتے ہو۔"

"میں تمہارا حمایتی ہوں۔ تمہاری مخالفت میں تمہاری محبوبہ سے کوئی دشمنی نہیں کروں گا۔"

"مہاراج! تم حسن و شباب کے رسیا ہو اور میری ناصرہ انتہائی حسین اور بے حد پُرکشش ہے۔ اسے دیکھتے ہی تمہاری رال ٹپکنے لگے گی۔"

"میں یہ جانتا ہوں کہ وہ زہریلی ہے۔ اس کے قریب جانے سے صرف موت ملے گی۔"

"تم کالے جادو کے ذریعے اس کے زہر کا توڑ کر سکتے ہو۔"

"جب تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے تو تم نے مجھے مدد کے لیے کیوں بُلایا ہے؟"

"میں اس قدر پریشان ہوں کہ اپنے ہی معاملے کے ہر پہلو پر غور کرنا بھول گیا ہوں۔ پریشانی میں یہ یاد نہ رہا کہ تم کالا جادو جانتے

ہو اور میری حسین محبوبہ پر نیت خراب کرسکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جارہا ہوں۔ جب مجھ پر بھروسا کرسکو تو مجھے مدد کے لیے بلالینا۔"

مہاراج پورس کے دماغ سے نکل کر پارس کے دماغ میں آیا۔ اسے بتایا "پورس اپنی محبوبہ کو کسی اندیشے کے بغیر حاصل کرنے کے لیے میری ٹیلی پیتھی کا سہارا لینا چاہتا تھا لیکن وہ یہ بھی سوچتا ہے کہ اس کی حسین محبوبہ پر میری نیت خراب ہوجائے گی۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "اس میں شبہ کیا ہے۔ تم واقعی بدنیت ہو اس لیے وہ تم پر بھروسا نہیں کررہا ہے۔"

"بیٹے پارس! میں تمہارے پاپا کا وفادار ہوں۔ تم میری نیت کی بات نہ کرو۔ اپنے دشمن کی محبوبہ کے دماغ میں مجھے پہنچادو پھر میں پورس کو انگاروں پر لوٹنے پر مجبور کردوں گا۔"

"مہاراج! پورس میرا دشمن ہے۔ اس کی زہریلی محبوبہ بے انتہا حسین اور پُرکشش ہے۔ میں اس پر نیت خراب کرسکتا تھا لیکن ہم مرد ہیں۔ مردوں سے دشمنی کرتے ہیں اور دشمنوں کی بھی عورتوں کی عزت پر آنچ نہیں آنے دیتے۔ وہ زہریلی اس کی امانت تھی۔ میں نے امانت اس کے بنگلے میں واپس پہنچادی۔ تم ادھر کا رخ نہ کرنا اور نہ ہی اس زہریلی کو ہاتھ لگانے کی جُرات کرنا۔ مردانگی اور دلیری یہی ہے کہ دشمنی میں بھی اپنی اعلیٰ ظرفی برقرار رکھی جائے۔ اپنی سلامتی چاہتے ہو تو میرے اور پارس کے اختلافات سے دور رہو۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ مہاراج دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اسے پارس کی کھری باتیں سن کر غصہ آنا چاہیے تھا اور انتقامی کارروائی کے لیے کچھ کرنا چاہیے تھا لیکن اب وہ واقعی میرا احسان مند اور فرماں بردار ہوگیا تھا۔ اس نے دل میں تسلیم کیا کہ بیٹا بھی باپ کی طرح اصول پسند ہے۔ لہٰذا اسے پارس اور پورس کے معاملات سے دور ہی رہنا چاہیے۔

پورس اپنی زہریلی کو حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرچکا تھا۔ اب مایوس ہورہا تھا۔ عقل یہی سمجھا رہی تھی کہ پہلے نیند پوری کرلے پھر صبح تازہ دم ہوکر نیلاں کو حاصل کرنے کی تدبیر کرے گا۔ اسے کچھ گرمی محسوس ہورہی تھی۔ اس نے باہر کی تازہ ہوا کے لیے کھڑکی کھولی۔ دور تک رات کی تاریکی تھی مگر بہت دور اسے روشنی کا ایک ہالا نظر آیا۔ وہ کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی روشنی ہوتی تو کچھ پھیلی ہوئی سی دکھائی دیتی لیکن وہ روشنی ایک دائرے کی صورت میں محدود تھی۔ جیسے بھگوان یا عیسیٰ مسیح کی تصاویر کے پیچھے نور کا ہالا دکھایا جاتا ہے۔ ایسی ہی محدود روشنی تھی۔

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ باہر مکان کا غریب مالک اپنے بچے کے ساتھ ایک چارپائی پر سورہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "حکم مالک! کوئی چیز کی ضرورت ہے؟"

"نہیں۔ میں اس روشنی کو دیکھ رہا ہوں۔ کیا وہ روشنی کسی زمیندار کی حویلی سے آرہی ہے؟"

"نہیں مالک! وہ دیوتاؤں کا استھان ہے۔ وہاں بابا کلندر (قلندر) شاہ اور گرو سادھرن اپدھیائے اپنے اپنے ترکیوں سے عبادت اور گیان دھیان میں رہتے ہیں۔ وہ ہر ساتویں دن اپنے گیان دھیان سے باہر آکر جرورت مند لوگوں سے ملتے ہیں۔ ان کی جرورتیں پوری کرتے ہیں اور مصیبت میں رہنے والوں کی مصیبتیں دور کرتے ہیں۔"

پورس اس کی باتیں سن رہا تھا اور کچھ سوچ رہا تھا پھر اس نے کہا "میں بھی مصیبت میں ہوں۔ مجھے ابھی وہاں جانا چاہیے۔"

"مالک! وہ ہر ساتویں دن کسی سے ملتے ہیں اور ابھی پانچ دن ہونے والے ہیں۔ آپ ان سے نہیں مل سکیں گے۔"

"کوشش کروں گا۔ نہ مل سکا تو دو دن تک ان کے دروازے پر بیٹھا رہوں گا۔ میرا دل کہتا ہے کہ مجھے ابھی وہاں جانا چاہیے۔"

وہ اپنے کمرے سے ضروری سامان کا بیگ اٹھا کر لے آیا پھر اس نے پوچھا "ان بزرگ اور دیوتا کا استھان کتنی دور ہے؟"

اس نے بتایا کہ تقریباً دس کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ اسے رات کو سفر نہیں کرنا چاہیے لیکن پورس کی پریشانیاں اسے تنکے کا بھی سہارا لینے پر مجبور کررہی تھیں۔ وہ وہاں سے چل پڑا۔

اس نے بیگ سے ریوالور نکال کر جیب میں رکھ لیا تھا اور ایک چھوٹی ٹارچ نکال لی تھی۔ اس کی روشنی میں وہ گاؤں سے باہر آیا۔ آگے سوکھے کھیت ہی کھیت تھے۔ وہ کبھی ٹارچ روشن کرکے پگڈنڈی کو دیکھ کر اس پر چلتا تھا اور ٹارچ بجھا دیتا تھا۔ اس روشنی کے ہالے کی سمت بڑھتا جارہا تھا۔

وہ اتنی تیز رفتاری سے جارہا تھا کہ دو گھنٹے کا سفر ایک گھنٹے میں طے ہوگیا۔ اب اس روشنی کے ہالے میں ایک بہت وسیع و عریض چاردیواری کا احاطہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس احاطے کے اندر ایک طرف مسجد کا گنبد تھا اور دوسری طرف مندر کا کلس دکھائی دے رہا تھا۔ حدِ نظر تک پھیلے ہوئے احاطے میں کہیں آشرم کی چار دیواریاں تھیں اور کہیں مراقبہ ہال نظر آرہا تھا۔ وہ احاطے کے گیٹ کے سامنے آیا تو وہ گیٹ آپ ہی آپ کھلنے لگا۔ جب وہ اندر آیا تو گیٹ خود بخود بند ہوگیا۔

گرمی کے باعث ہندو عقیدت مند آشرم کے صحن میں سوئے ہوئے تھے اور مسلمان مراقبہ ہال کی طرف نیند میں ڈوبے ہوئے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ساتویں دن سے پہلے گرو سادھرن اپدھیائے سے درشن نہیں ہوں گے اور بابا قلندر شاہ بھی ضرورت مندوں کے سامنے نہیں آئیں گے۔ اس کے باوجود عقیدت مند دن رات وہیں رہا کرتے تھے۔

بابا قلندر شاہ کے آستانے کے سامنے پہنچ کر اس کے دماغ میں جیسے کسی نے کہا "جوتے اتار دو۔ بیگ، ریوالور اور ٹارچ آستانے کی سیڑھی پر رکھ دو پھر سیڑھیاں چڑھو اور اندر جاؤ۔"

پورس یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ کسی نے اس کے اندر یہ باتیں کہی ہیں یا وہ خود ایسا سوچ رہا ہے؟ بہرحال اس نے جوتے اتار دیے۔ اپنا تمام سامان زینے کے نچلے حصے میں چھوڑ دیا پھر اوپر چڑھتا ہوا بڑے سے صحن میں پہنچا۔ وہاں سے چلتا ہوا ایک بند دروازے کے سامنے پہنچا تو وہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ کمرے کے اندر سامنے ایک بزرگ آنکھیں بند کیے دو زانو ہوکر ایسے بیٹھے ہوئے تھے جیسے نماز پڑھ رہے ہوں۔ اس بڑے سے کمرے میں کلام پاک کی تلاوت کرنے کی دھیمی دھیمی آواز ابھر رہی تھی۔ بزرگ کے ہونٹ بند تھے پھر بھی وہ مقدس آواز ابھر رہی تھی۔

پورس کے کانوں میں دھیمی سی آواز سنائی دی "تیری منزل ادھر ہے۔ دوسرے دروازے پر جا۔"

اس کے سامنے وہ دروازہ خود بخود بند ہونے لگا۔ اس نے مندر کی کلس والی چاردیواری کی طرف دیکھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ادھر ایک دروازے کے سامنے پہنچا۔ وہ دروازہ بھی آپ ہی آپ کھلنے لگا۔ اندر بڑے سے کمرے کے فرش پر ایک سادھو مہاراج یوگا کا ایک آسن جمائے آنکھیں بند کیے دھیان گیان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے ایک جوان عورت سجدہ کرنے کے انداز میں گرو سادھرن اپدھیائے کے سامنے جھکی ہوئی تھی۔ چہرہ اس کی زلفوں میں چھپا ہوا تھا۔

جب وہ گرو کے قدموں سے سر اٹھانے لگی اور زلفیں چہرے سے ہٹنے لگیں تو پورس ایک دم سے چونک گیا۔ وہ اس کی زہریلی محبوبہ ناصرہ (نیلاں) تھی۔ ممبئی شہر سے ساڑھے چار سو کلو میٹر دور وہاں گرو سادھرن اپدھیائے کے قدموں میں پہنچی ہوئی تھی۔

پورس بڑی حیرانی اور بے یقینی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا۔

○☆○

میں ثمرینہ کے ساتھ ایک پرائیویٹ کانچ میں تھا اور خیال خوانی کے ذریعے اپنے دشمنوں کو پہچاننے کی کوششیں کررہا تھا۔ دشمن انجانے ہوں اور یوگا کے بھی ماہر ہوں تو ان حالات میں ٹیلی پیتھی کام نہیں آتی۔ لہٰذا وہ جانی دشمن جنہیں میں نہیں جانتا تھا، وہ مختلف ذرائع سے مجھے پہچان کر اچانک حملے کرسکتے تھے۔ ہم اس کانچ میں ہمیشہ محفوظ نہیں رہ سکتے تھے۔

ثمرینہ نے کہا "موت کہیں بھی آسکتی ہے پھر کیوں نہ ہم افغانستان چلیں۔ تم وہاں جانے کا ارادہ کرتے ہو پھر رک جاتے ہو۔ انجانے دشمنوں نے تمہیں الجھا دیا ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتا رہتا ہوں کہ پاکستان، ازبکستان اور ایران وغیرہ کی سرحدوں سے کس قسم کے لوگ افغانستان جاتے آتے رہتے ہیں۔ اب تک کی معلومات کے مطابق بڑے ممالک کے ایجنٹ افغانستان کے مختلف گروہوں سے رابطہ رکھتے ہیں۔ انہیں اسلحہ، رقم اور ضروریات کی دوسری چیزیں سپلائی کرتے رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ ریڈ کراس سوسائٹی کے افراد وہاں زخمیوں کی طبی امداد کے لیے جاتے ہیں۔ افغانستان میں اب تک لاکھوں عورتیں بیوہ اور لاکھوں بچے یتیم ہوچکے ہیں۔ ان کے کھانے، پہننے اور محفوظ رہائش گاہوں کے مسائل حل کرنے کے لیے عیسائی مشنری کی سالویشن آرمی وہاں جاتی ہے۔ اس آرمی میں عیسائی راہب اور راہبائیں ہوتی ہیں۔ وہ افغانی بیواؤں اور یتیموں کو کھانا اور کپڑے مفت دیتے ہیں۔"

ثمرینہ نے کہا "میں جانتی ہوں لیکن طالبان عیسائی مشنری کے خلاف ہیں۔ جن علاقوں میں طالبان فتوحات حاصل کرتے ہیں، وہاں سے ان عیسائیوں کو بھگا دیتے ہیں کیونکہ وہ مفت کھانا اور کپڑا دے کر عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔"

"جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو وہاں کے بگڑے ہوئے حالات سے فائدہ اٹھا کر عیسائیت کی تبلیغ نہیں کرنی چاہیے۔ طالبان اگر انہیں اپنے ملک سے بھگاتے ہیں تو یہ ان کا دینی حق ہے لیکن ایک بات تم نہیں جانتیں کہ طالبان میں بھی اندر ہی اندر دو گروہ ہوگئے ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ محبِ وطن ہے اور صحیح معنوں میں وہاں اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ دوسرا گروہ غیر ملکی ایجنسیوں کے زیرِ اثر ہے۔ ان سے جدید اسلحہ اور زیادہ سے زیادہ مالی امداد حاصل کرتا ہے۔ جس طرح ورلڈ بینک مقروض ملکوں سے اپنی شرائط منواتا ہے، اسی طرح وہ طالبان غیر ملکی ایجنسیوں کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔"

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا "طالبان کے دوسرے گروہ کے ذریعے دنیا والوں کو یہ دکھایا جارہا ہے کہ مسلمان انتہا پسند ہوتے ہیں۔ زبردستی داڑھیاں رکھواتے اور نمازیں پڑھواتے ہیں۔ مغرب والوں کو یہ موقع مل گیا ہے کہ وہ طالبان کے دوسرے گروہ یعنی گروہ کے ذریعے دینِ اسلام سے بیزاری پیدا کریں۔ اب ہم افغانستان جائیں گے تو اس گروہ کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔ انہیں ختم کرنے کے لیے ضروری ہوگا کہ شریف غیر ملکی ایجنسیوں کو وہاں سے اکھاڑ پھینکا جائے۔"

ثمرینہ نے کہا "بے شک ہمیں یہ کرنا چاہیے لیکن ہم کب یہاں سے جائیں گے؟"

"میری معلومات کے مطابق یہاں ایک ریڈ کراس سوسائٹی ہے۔ امریکا سے ان کے لیے دواؤں، ڈالروں اور دوسری ضروریات کی چیزوں کا ذخیرہ آنے والا ہے۔ یہ چیزیں مفلوک الحال افغانیوں کے لیے آرہی ہیں۔ وہ ذخیرہ یہاں پہنچتے ہی ریڈ کراس کی ٹیم افغانستان جائے گی۔ ہم دونوں اسی ٹیم میں رہیں گے۔"

"کیا وہ ہمیں اپنی ٹیم میں شامل کریں گے؟"

"وہ سب امریکی ہیں۔ ہمیں دور ہی رکھیں گے۔ اس ٹیم میں

تیس برس کی ایک جوان نرس ہے اور ایک ادھیڑ عمر کا ڈاکٹر ہے۔ میں اتنے دنوں سے بہت سی معلومات حاصل کر رہا ہوں۔ اس ٹیم میں چالیس افراد ہیں۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس ادھیڑ عمر کے ڈاکٹر جان کارلس کو آلۂ کار بنا کر اس کی اور نرس مونیکا کی تصویریں حاصل کی ہیں۔ پلاسٹک سرجری کے ایک ماہر کو ٹریپ کیا ہے۔ ہم اس کے کلینک میں جائیں گے۔ جب تک وہ سرجری کے ذریعے تمہیں مونیکا اور مجھے ڈاکٹر جان کارلس نہیں بنائے گا تب تک وہ اپنے کلینک میں کسی کو نہیں آنے دے گا۔ سرجری کا کام صبح سے شام تک مکمل ہو جائے گا۔ میں مونیکا اور جان کارلس کی تصویریں پلاسٹک سرجری کے ماہر کے پاس پہنچا چکا ہوں۔"

وہ بولی "پھر تو ہم دشمنوں کی نظروں میں آئے بغیر یہاں سے افغانستان پہنچ جائیں گے۔"

"تم انگریزی سمجھتی اور بول لیتی ہو لیکن امریکن مونیکا جیسی روانی تم میں نہیں ہے۔ میں آج رات تم پر تنویمی عمل کر کے تمہیں مونیکا کی طرح روانی سے بولنا سکھا دوں گا۔"

ایک جانب میری یہ مصروفیات تھیں۔ میں خود کو ڈاکٹر جان کارلس اور ثمرینہ کو نرس مونیکا بنا رہا تھا۔ دوسری جانب ان دشمنوں کی تلاش میں تھا' جو آئندہ مجھ سے ٹکرانے والے تھے۔ جو مجھ سے ٹکرانے آئے تھے' ان میں سے چار کو افغانستان میں اور ایک کو ازبکستان میں ختم کر چکا تھا۔ تیسرا جانی دشمن سنگریلا تین گولیوں سے زخمی ہونے کے باوجود زندہ تھا اور تبت کی مخصوص جڑی بوٹیوں کے ذریعے اپنے زخم بھر رہا تھا۔

میں نے ایک بار خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہا کہ وہ کس حال میں ہے۔ اس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی پوچھا "کیا یہ دیکھنے آئے ہو فرہاد کہ میں زندہ ہوں یا مر چکا ہوں؟"

میں نے کہا "تم بہت سخت جان ہو اور عجیب غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہو۔ دشمنوں کے لیے لوہے کے چنے ہو۔ تم دیکھ چکے ہو کہ میں لوہے کے چنے دانتوں سے نہیں چباتا۔ جوتوں تلے انہیں پیس کر ذرّہ ذرّہ کر دیتا ہوں۔ اگر تم فرار نہ ہوتے تو میری خیال خوانی کی لہروں کے لیے تمہاری کھوپڑی مردہ ہو چکی ہوتی۔"

وہ ناگواری سے بولا "میں نے پہلے مقابلے میں تمہارا ایک طریقۂ کار دیکھا ہے۔ آئندہ بھی دیکھوں گا اور دیکھتے دیکھتے تمہیں بابا صاحب کے ادارے کے قبرستان میں پہنچا دوں گا۔"

اتنا کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ اس کے بعد میں نے اس سے رابطہ نہیں کیا۔ اس سے کچھ اور بولنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ جب اس نے مجھے قتل کرنے کا معاوضہ لے ہی لیا تھا تو میرا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ زخم بھرنے کے بعد کسی دن اچانک مجھ پر حملہ کرنے والا تھا۔

میں نے ریڈ کراس کی ٹیم کی نرس مونیکا اور ڈاکٹر جان کارلس پر ایک رات تنویمی عمل کیا اور انہیں اس ٹیم سے دور ایک علاقے میں ڈی فرہاد کے پاس بھیج دیا۔ اس سے کہا "ان دونوں کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جاؤ۔ جب ریڈ کراس ٹیم کچھ افغانستان سے واپس جائے گی تو پھر ان دونوں پر تنویمی عمل کر کے ان کی یادداشت واپس لا کر انہیں اس ٹیم میں پہنچا دیا جائے گا۔ ڈی فرہاد میری ہدایت کے مطابق انہیں وہاں سے لے گیا۔

امریکا سے مطلوبہ ذخیرہ پہنچنے میں دیر ہو رہی تھی۔ اس طرح مجھے وہاں سہولت سے اپنے تمام کام نمٹانے کا موقع ملتا رہا۔ میں مونیکا اور جان کارلس کے اندرونی اور بیرونی معاملات' ان کے ذاتی مشاغل اور فطری رجحانات کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتا رہا اور ثمرینہ کے ذہن پر تنویمی عمل کے ذریعے مونیکا کی ایک ایک بات نقش کرتا رہا پھر جس رات مونیکا اور جان کارلس کو اس ٹیم سے نکال کر ڈی فرہاد کے حوالے کیا' اسی رات ثمرینہ کے ساتھ اس ریڈ کراس ٹیم میں جا کر شامل ہو گیا۔

تین دنوں کے بعد وہ ٹیم افغانستان کے لیے روانہ ہوئی۔ اس میں سوئس عورتیں اور مرد زیادہ تھے۔ ان کے علاوہ چند امریکی جاسوس بھی سوئٹزرلینڈ کے باشندے بن کر اس ریڈ کراس ٹیم میں موجود تھے۔ میں سفر کے دوران میں ان کے خیالات پڑھتا رہا اور ان کے خفیہ ارادوں کو سمجھتا رہا۔

وہ تباہ ہونے والی افغانی عورتوں' بچوں' بوڑھوں اور بیماروں کی مدد کرنے کے لیے سرحد پار کر کے افغانستان پہنچے۔ ان سب کو تباہ ہونے والوں سے ہمدردی تھی لیکن وہ سب طالبان سے نفرت کرتے تھے۔ طالبان کسی بھی بیرونی امدادی ٹیم کو کسی علاقے میں دو دن سے زیادہ رہنے اور عام لوگوں سے زیادہ گھلنے ملنے نہیں دیتے تھے۔ وہاں بیس برس سے خانہ جنگی جاری تھی۔ طالبان کا خیال تھا کہ باہر سے آنے والی امدادی ٹیمیں مصیبت زدہ افغانیوں کو کھانا اور کپڑا دے کر اور ان کے لیے تحفظ کے انتظامات کر کے انہیں مذہب تبدیل کرنے کی ترغیب دیتی تھیں۔ ایک سروے کے مطابق عیسائی مشنریوں اور این جی اوز نے تقریباً ڈیڑھ لاکھ افغانیوں کو عیسائی بنا دیا تھا۔

اب افغانستان کے اسّی فیصد سے زیادہ حصوں پر طالبان نے مسلط ہو کر باہر سے آنے والی ٹیموں پر سخت پابندیاں عائد کر دی تھیں اور اپنی نگرانی میں انہیں امدادی کام کرنے کی اجازت دیتے تھے۔

جب ہماری ریڈ کراس سوسائٹی وہاں پہنچی تو ہمارا بھی سختی سے محاسبہ کیا گیا۔ تمام سامان کو چیک کیا گیا اور تاکید کی گئی کہ چند لیڈی ڈاکٹرز اور نرسیں ہیں' وہ اپنے جسموں کو اچھی طرح ڈھانپ کر رہیں اور اپنے کیمپ سے باہر نہ جائیں ورنہ زندہ واپس نہیں آئیں گی۔ جو افغانی عورتیں زخمی یا بیمار ہوں گی' وہ خود برقع پہن کر ان لیڈی ڈاکٹرز اور نرسوں کے پاس آئیں گی۔ عورتوں کے لیے

الگ کیمپ تھا۔ وہاں مردوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔

اس کیمپ کے مرد ڈاکٹروں اور ان کے ماتحتوں کو گشتی شفا خانہ والی گاڑیاں لے کر شہر کے آفت زدہ علاقوں میں جانے کی اجازت تھی۔ اس طرح میں ڈاکٹر کی حیثیت سے شہر میں گھومنے پھرنے کے لیے آزاد ہو گیا تھا۔ ثمرینہ ایک نرس کی حیثیت سے عورتوں کے کیمپ میں قید ہو کر رہ گئی تھی۔ البتہ فرصت کے وقت ریڈ کراس کی نرسوں اور لیڈی ڈاکٹروں کو مرد ڈاکٹروں کے کیمپ میں آنے جانے کی آزادی تھی۔ یوں ثمرینہ سے چند گھنٹوں کے لیے ملاقات ہو جاتی تھی۔

اتنی پابندیوں کے باوجود امریکی جاسوس موبائل فون کے ذریعے وہاں کے دوسرے متحارب گروہ سے رابطہ رکھتے تھے۔ چند ایسے زر خرید افغانی تھے' جو دوائیں لینے کے بہانے کیمپ میں آ کر ان جاسوسوں سے ملاقات کرتے تھے۔ انہیں طالبان کے منصوبوں کے بارے میں بتایا کرتے تھے۔ مسلمان ہو کر اپنے ہی ملک کے مسلمان مجاہدین کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔

میں یہ سوچ کر آیا تھا کہ جو طالبان افغانستان کو ایک مکمل اسلامی ملک بنانے اور اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے جہاد کر رہے ہیں' میں ان کے کام آؤں گا۔ جو لوگ طالبان میں آستین کا سانپ بنے ہوئے ہیں اور امریکی ڈالرز کے ذریعے خریدے گئے ہیں انہیں ان کی ملک دشمنی کی سزا دوں گا۔ اس طرح اس بڑا سرار سیکرٹ ایجنٹ تک یہ خبر پہنچاؤں گا کہ ان کے منصوبوں کو ناکام بنانے والا فرہاد علی تیمور افغانستان واپس آ گیا ہے۔ اب وہ مجھے قتل کرنے والی مزید ٹیمیں یہاں بھیجتا رہے۔

کابل پر طالبان کا قبضہ تھا لیکن انہوں نے ایسے وقت کابل کو فتح کیا تھا' جب وہ تاریخی شہر کھنڈر بن چکا تھا۔ وہاں بیس برس سے اتنی گولہ باری ہوتی رہی ہے کہ شاید ہی کوئی عمارت سلامت رہی ہوگی۔ کابل کے قریبی شہر پروان میں ہماری ریڈ کراس سوسائٹی نے کیمپ لگایا تھا۔ وہاں قیام کرنے کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ پروان شہر کے ایک دور افتادہ علاقے میں ایک انڈر گراؤنڈ خفیہ پریس تھا' جہاں غیر ملکی ماہرین کے تعاون سے افغان کرنسی چھاپی جاتی تھی۔ اس خفیہ نکسال میں چھپنے والے پانچ سو اور ایک ہزار کے نوٹوں کو افغانستان کے ان علاقوں میں پھیلایا جاتا تھا' جہاں طالبان کا قبضہ تھا۔ اس طرح طالبان کو افراطِ زر' معاشیات اور اقتصادیات کے مسائل میں الجھایا جاتا تھا۔

ہمارے وہاں کیمپ لگانے کے دوسرے دن مجھے طالبان کے خلاف ایسی سازش کا علم ہوا۔ ایک افغانی مجاہد دوائیں حاصل کرنے کی غرض سے کیمپ میں آیا تھا اور اس نے ایک جاسوس سے اس سلسلے میں کہا تھا "طالبان پورے کابل پر قبضہ جما چکے ہیں۔ وہ ای ہفتے پروان شہر پر حملہ کریں گے۔ ان کی طاقت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر پروان پر ان کا قبضہ ہو گا تو کرنسی چھاپنے والے خفیہ پریس کا کیا بنے گا؟"

امریکی جاسوس رابرٹ نے کہا "فکر نہ کرو۔ ہم ایسے اقدامات کریں گے کہ پروان میں طالبان سے پہلے دوسرے متحارب گروہ پہنچ جائیں گے اور کئی گروہ متحد ہو کر طالبان کو پسپا کر دیں گے۔"

اس افغانی مجاہد کملانے اور دغابازی کرنے والے کا نام اسد خان تھا۔ وہ دوائیں لے کر دوسرے طالبان کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھانے کے لیے جانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے اس کے کمانڈر کے پاس پہنچا دیا۔ کمانڈر بھی اپنے خاص ماتحتوں کے ساتھ کھانے میں مصروف تھا۔ اسے دیکھ کر بولا "کیسے آنا ہوا؟"

میں نے اسد خان کے دماغ کو ڈھیل دی۔ پہلے تو وہ پریشان ہو گیا کہ وہاں کیوں چلا آیا ہے پھر اس نے بات بنائی "میں ریڈ کراس کیمپ میں گیا تھا۔ صبح سے طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ یہ دوائیں لے کر آ رہا ہوں اور آپ سے چھٹی چاہتا ہوں۔ آج ایک رات آرام کروں گا۔ کسی معرکے میں شریک نہیں ہو سکوں گا۔"

"آج رات کسی سے کوئی معرکہ نہیں ہو گا۔ آرام کرو اور ہاں' ہم کھا رہے ہیں۔ تم بھوکے کیسے جا سکتے ہو۔ بیٹھ جاؤ۔"

وہ کمانڈر اور اس کے خاص ماتحتوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ گیا۔ میں کمانڈر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق تھوڑی دیر سوچنے کے بعد لقمہ چباتے ہوئے بولا "میں سوچ رہا ہوں کہ ہم پروان شہر کی سمت نہ جائیں۔ اس کی مخالف سمت آگے بڑھیں۔ پاکستانی سرحد کے قریب کونار سے ہوتے ہوئے بدخشاں پہنچ جائیں۔ اس طرح افغانستان کے جنوبی علاقے قندھار سے لے کر شمالی علاقے بدخشاں تک ہم دشمنوں پر مسلط رہیں گے۔ وہ وہاں سے دُم دبا کر بھاگیں گے پھر بدخشاں ازبکستان کا سرحدی علاقہ ہے۔ وہاں سے ہم اسمگلنگ کو اور ملک دشمن عناصر کو اپنے ملک میں داخل ہونے سے روک سکیں گے۔"

کئی خاص ماتحتوں اور مشیروں نے اس کی تائید کی' وہ پھر لقمہ چباتے ہوئے سوچنے لگا' میرے دماغ میں اچانک ایسا خیال کیوں آیا ہے؟ ہمیں کیوں سمت بدل کر پروان شہر کی طرف نہیں جانا چاہیے؟"

میں نے اسے اس مسئلے پر زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دیا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں آرام کرنے آیا تو میں نے پہلے اس کے ہاتھوں سے دروازے کو اندر سے بند کرایا پھر اسے مخاطب کیا "ہیلو کمانڈر!"

وہ بستر پر لیٹنے جا رہا تھا۔ ایک دم سے ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے سر کو تھام کر سوچنے لگا' کیا میرے اندر کوئی بول رہا ہے؟"

"ہاں۔ میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم؟ تم کیوں آئے ہو۔ تم مجھ سے پہلے ایک کمانڈر کے دماغ میں آئے تھے۔ اس کے ہیرے جواہرات چرا کر لے گئے اور یہاں کے ایک قبیلے کے مقتول سردار کی بیٹی ثمرینہ کو

اغوا کر کے لے گئے۔"

"میرے متعلق غلط رائے قائم نہ کرو۔ ابھی میں اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہوں گا۔ عملی طور پر دوستی کا ثبوت دوں گا۔ میں تمہیں دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رکھنے آیا ہوں۔"

"تم کن دشمنوں کی بات کر رہے ہو؟"

"میں ایسے دشمنوں کو بے نقاب کروں گا جو تمہاری آستین کا سانپ بنے ہوئے ہیں۔ لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے وعدہ کرو کہ میرے مشورے پر بڑی رازداری سے عمل کرو گے۔"

"کیا مشورہ دینا چاہتے ہو؟"

"اپنے خاص آدمیوں سے باتیں کرو۔ میں ان کے دماغ میں پہنچ کر پہلے یقین کروں گا کہ وہ طالبان سچے مجاہد اور تمہارے فرماں بردار ہیں یا نہیں؟ تم نہیں جانتے کہ تم طالبان کے جس گروہ کے کمانڈر ہو اس گروہ میں چار دغا باز ہیں۔ ابھی چند گھنٹوں میں ثبوت پیش کروں گا۔ پہلے اپنے خاص ساتھیوں کو یہاں بلاؤ۔"

اس نے میرے مشورے پر عمل کیا۔ اپنے دس معتمدِ خاص کو بلا کر ان سے باتیں کیں۔ میں ان سب کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہونے کے بعد بولا "یہ سب تمہارے فرماں بردار ہیں۔ تمہارے پاس طالبان کی جو فوج ہے اس میں اسد خان، جبار خان، آفتاب اور سعادت اللہ غدار ہیں۔ ابھی اسد خان دوا لینے نہیں بلکہ دشمنوں تک یہ خبر پہنچانے گیا تھا کہ تم دو چار دن کے بعد اپنی فوج کے ساتھ پروان شہر کی طرف پیش قدمی کرنے والے ہو۔ میں نے اسی لیے کھانے کے دوران میں اسد خان کے سامنے تمہاری زبان سے یہ باتیں اگلوائیں کہ تم اب پروان شہر کی طرف نہیں بلکہ کونار کے علاقے سے ہو کر بدخشاں جاؤ گے۔ اب وہ اسد خان پھر دشمنوں کو یہ اطلاع دینے گیا ہے کہ تم نے آئندہ پیش قدمی کے سلسلے میں اپنا منصوبہ تبدیل کر دیا ہے۔"

"کیا تم اسد خان کی غداری کا ثبوت دے سکتے ہو؟"

"میں جن چار غداروں کے نام بتا چکا ہوں ان چاروں کے گھروں پر اچانک چھاپا مارو۔ اسد خان نے ایک بڑے سے گملے کی مٹی میں پلاسٹک کی تھیلی کے اندر ایسے کاغذات چھپائے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ غیر ملکی ایجنسیوں کے لیے کام کر رہا ہے۔ اگر کبھی اسے یہاں خطرہ محسوس ہو گا تو وہ یہاں سے فرار ہو کر امریکا جا سکتا ہے۔ وہاں اسے پناہ دی جائے گی۔"

میں نے اسی طرح باقی تین غداروں کے متعلق بتایا کہ انہوں نے اپنی اہم دستاویزات کہاں کہاں چھپا کر رکھی ہیں۔ ان دستاویزات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ سوئٹزرلینڈ اور امریکا کے بینکوں میں ان کے اکاؤنٹس ہیں جن میں ہزاروں، لاکھوں ڈالرز جمع ہو چکے ہیں۔

کمانڈر نے اپنے وفاداروں سے کہا "تم لوگ پہلے ان چاروں کو یہاں کسی کام میں لگا دو۔ اسد خان مخبری کے لیے گیا ہو گا تو اس کا پیچھا نہ کرو۔ اس کی طرف سے انجان بنے رہو پھر ان چاروں کے مکانوں پر اچانک چھاپا مارو۔ خواتین کو مکانوں سے باہر نکالو اور وہاں سے ان دستاویزات کو برآمد کرو۔"

وہ دس معتمدِ خاص حکم کی تعمیل کے لیے چلے گئے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ثمرینہ سے پوچھا "لنچ نہیں کرو گی؟"

"میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ ابھی تمہارے کیمپ میں آ رہی ہوں۔"

میں نے اس کے آنے تک کمانڈر کے پاس جا کر کہا "میری سچائی ثابت ہو جائے اور دشمن بے نقاب ہو جائیں تو ان چاروں غداروں کو اس طرح قید کرو کہ وہ کسی بھی طرح دشمنوں سے رابطہ نہ کر سکیں۔ اگر مناسب سمجھو تو آج رات ہی پروان شہر پر قبضہ جمانے کی کوشش کرو۔ وہ شہر غیر ملکی دشمنوں کے لیے بہت اہم ہے۔ وہاں ایک زیرِ زمین خفیہ پریس ہے، جہاں افغانی کرنسی چھاپی جاتی ہے۔ یہاں کے کئی متحارب گروہ تمہیں اس شہر پر قبضہ جمانے کا موقع نہیں دیں گے۔ اس بار وہ سب متحد ہو کر دو دن کے بعد پروان شہر پہنچنے والے ہیں۔ دانش مندی یہ ہو گی کہ ان کے پہنچنے سے پہلے تم وہاں پہنچ کر ان کا راستہ بند کر دو۔ اب اجازت دو۔ میں کھانے جا رہا ہوں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا پھر ایک خیمے میں آیا۔ وہاں کئی چھوٹی میزوں پر کھانے کی ٹشیں رکھی ہوئی تھیں۔ کئی نرسیں اور ڈاکٹرز کھا رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ ایک میز پر ثمرینہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں میز کے دوسری طرف بیٹھ گیا۔ ایک لیڈی ڈاکٹر نے کہا "ہائے جان! پہلے تم اور مونیکا (ثمرینہ) ایک دوسرے سے بے نیاز رہتے تھے مگر میں دیکھ رہی ہوں، تم دونوں میں بے تکلفی بڑھتی جا رہی ہے۔"

میں نے کہا "ہاں دواؤں اور مریضوں سے بہت دوستی کر لی۔ اب زندگی میں کوئی تبدیلی آنی چاہیے اور ایک خوشگوار تبدیلی مونیکا جیسی حسین ساتھی ہی لا سکتی ہے۔"

ثمرینہ نے کہا "جان! تم ڈاکٹر مارتھا کے پوائنٹ کو نہیں سمجھ رہے ہو۔ یہ کہنا چاہتی ہیں، تمہارے جیسے باصلاحیت ڈاکٹر کو کسی لیڈی ڈاکٹر میں دلچسپی لینی چاہیے۔ میں تو ایک نرس ہوں۔"

ڈاکٹر مارتھا نے ناگواری سے کہا "مونیکا! تم خود کو بہت زیادہ عقل مند سمجھتی ہو۔ مجھ جیسی لیڈی ڈاکٹر پر ہزاروں مرتے ہیں۔ میری نظروں میں تمہارے محبوب ڈاکٹر کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

میں نے کہا "دو خواتین ایک دوسرے سے الجھنے لگیں تو بیچ میں مرد کی شامت آ جاتی ہے۔ پلیز مونیکا! اس موضوع کو ڈراپ کرو۔ کھانا شروع کرو۔ ہم اپنی باتیں کریں گے۔"

ہم دونوں دھیمی آواز میں گفتگو کرنے لگے۔ تمام میزیں اتنی قریب قریب تھیں کہ آس پاس والے گفتگو سن سکتے تھے۔ ثمرینہ ڈاکٹر مارتھا کو جلانے کے لیے بڑی لگاوٹ سے بول رہی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا "کیوں اسے جلا رہی ہو؟"

"یہ تو یوں بھی خواہ مخواہ جلتی ہے۔ مجھے چور نظروں سے یوں دیکھتی ہے جیسے مجھ پر شبہ ہو کہ میں نرس مونیکا نہیں ہوں۔"

"یہ تمہارا وہم ہے۔ اسے شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ میں اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ وہ تقریباً چالیس برس کی ہے مگر خود کو تیس برس کی بتاتی ہے۔ تمہاری کم عمری اور حسن و شباب کو دیکھ کر اسے احساسِ کمتری میں مبتلا ہوتی رہتی ہے۔"

"تم نے تو یہاں آ کر مجھے بھلا دیا ہے۔ دور دور رہتے ہو۔"

"اس ریڈ کراس سوسائٹی میں آنے کے بعد تم میری مصروفیات کو سمجھ سکتی ہو۔ مجھے ہر ایک کے دماغ میں جھانک کر ان کے بدلتے ہوئے خیالات اور ارادوں کو سمجھنا پڑتا ہے۔ یہاں دوسروں کے سامنے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ ہم ایک خیمے میں ایک رات بھی نہیں گزار سکتے۔"

"ہم ایسے کب تک رہیں گے؟"

"ہم آج یا کل کسی بھی دن یہاں سے غائب ہو کر افغانی باشندوں کے بہروپ میں رہ سکتے ہیں لیکن اس پورے ملک میں امن و امان نہیں ہے۔ ہم کہیں سکون سے میاں بیوی بن کر بھی نہیں رہ سکیں گے۔ مجھ جیسے صحت مند مردوں کو کسی نہ کسی گروہ میں رہ کر جہاد کرنا پڑتا ہے۔"

"ہمیں یہاں پریس رپورٹر میاں بیوی بن کر آنا چاہیے تھا۔"

"یہاں کسی ایک گروہ کے پاس رپورٹنگ کے لیے جاؤ تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ رپورٹر دوسرے گروہ کی طرف سے جاسوسی کرنے آیا ہے۔ جہاں بھی گولیاں چلتی ہیں اور گولہ بارود کے دھماکے ہوتے ہیں وہاں رپورٹنگ کے لیے جانا پڑتا ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ ایسا کچھ کرو کہ ہم ساتھ رہ سکیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کوئی تدبیر کروں گا۔"

لنچ کے بعد وہ دوسرے کیمپ میں چلی گئی۔ میں نے کمانڈر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ ان چاروں غداروں کے مکانوں سے وہی دستاویزات برآمد ہوئی ہیں، جن کا ذکر میں اس سے کر چکا تھا۔ اب کمانڈر مجھ پر بھروسا کرنے لگا تھا۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے کہا "تم نے درست کہا تھا۔ ان چاروں کی غداری کے ثبوت مل چکے ہیں۔"

میں نے کہا "اب میں دوسرا مشورہ دیتا ہوں۔ آج رات پروان شہر کا محاصرہ کرو۔ مخالف گروہ کے مسلح افراد بہت کم تعداد میں ہیں۔ وہ ہتھیار ڈال دیں گے پھر اسد خان کو قیدی بنا کر لے جاؤ۔ وہ بتائے گا کہ افغان کرنسی چھاپنے کا خفیہ اڈا کہاں ہے۔"

"ہم ضرور تمہارے مشورے پر عمل کریں گے۔ تم نے یہ بتا کر ہمارے اندر چار غدار تھے۔ یہ نہیں بتایا کہ غیر ممالک سے آنے والے جاسوس کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

"فی الوقت میں صرف تین جاسوسوں کو جانتا ہوں۔ کل تم پروان شہر میں کامیابی حاصل کر لو گے تو میں ان جاسوسوں کی نشان دہی کروں گا۔ ان کے علاوہ اور کئی ہوں گے۔ میں ان کی تلاش میں ہوں۔"

"شکریہ مسٹر فرہاد! واقعی تم ایک مسلمان کی حیثیت سے بھرپور تعاون کر رہے ہو۔"

میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اسد خان نے پھر اس جاسوس کو اطلاع دی تھی کہ کمانڈر نے منصوبہ بدل دیا ہے۔ اب وہ پروان شہر کی طرف نہیں جائے گا بلکہ مخالف سمت کونار کی طرف جائے گا اور فتوحات حاصل کرتا ہوا بدخشاں پہنچے گا۔

اس اطلاع کے مطابق وہاں کے دوسرے متحارب گروہ رات ہی سے کونار پہنچ کر مورچے بنانے لگے۔ انہیں دوسری صبح پتا چلا کہ طالبان نے پروان شہر پر قبضہ جما لیا ہے۔ وہ سب حیران ہوئے۔ انہوں نے جاسوس سے پوچھا کہ انہیں غلط اطلاع کیوں دی گئی تھی۔

جاسوس اسد خان سے یہ سوال کرنا چاہتا تھا لیکن طالبان نے ان چاروں کو قیدی بنا رکھا تھا۔ دوسرے دن اسد خان پر کوڑے برسا کر نوٹ چھاپنے والے خفیہ اڈوں کا پتا پوچھا۔ اسے بتانا پڑا۔ طالبان نے وہاں کی تمام مجرمانہ سرگرمیوں میں حصہ لینے والوں کو گرفتار کر لیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ غیر ملکی ایجنسیوں کے لیے کام کرتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ وہ ایجنسیاں کہاں ہیں اور ان کے کرتا دھرتا کہاں رہتے ہیں؟ وہ اپنے ہی چند افغانی غداروں سے بھاری رقم لے کر ان کے لیے کام کرتے ہیں۔

دوسرے دن لنچ کے بعد میں نے کمانڈر سے رابطہ کیا تو وہ بہت خوش تھا۔ بات بات پر میرا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ میں نے کہا "ان چاروں کے علاوہ جتنے غدار گرفتار کیے گئے ہیں، مجھے ان کی آوازیں سناؤ۔ میں ان کے اندر پہنچ کر اور بہت کچھ معلوم کر سکوں گا۔"

کمانڈر نے کہا "وہ تو اب نہیں ہیں۔ ہم نے ان سب کو گولی مار دی ہے۔"

"تم آئندہ قیدیوں کو میری آمد تک زندہ رکھا کرو۔ بعض غدار جان دے دیتے ہیں لیکن اہم راز زبان پر نہیں لاتے۔ وہ جانتے ہیں کہ جب موت کی سزا پانا ہی ہے تو پھر سچ کیوں بولا جائے؟"

"تم درست کہتے ہو۔ آئندہ ہم غداروں کو سزائے موت دینے میں جلدی نہیں کریں گے۔ تمہارا انتظار کیا کریں گے۔"

اب تک جتنے جانی دشمن مجھ پر حملہ کر چکے تھے، میں نے انہیں زخمی کرنے یا ہلاک کر دینے سے پہلے وہ تمام فون نمبر معلوم کیے تھے، جن کے ذریعے وہ لوگ پُراسرار سیکرٹ ایجنٹ سے رابطہ کیا کرتے تھے۔ ان تمام دشمنوں نے بھی اس سیکرٹ ایجنٹ کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس سے ملنا ضروری نہیں سمجھتے تھے کیونکہ انہیں صرف اپنے معاوضے سے دلچسپی ہوتی تھی اور وہ معاوضے ان سب کے بینک اکاؤنٹ میں جمع ہو جایا کرتے تھے۔

ریڈ کراس کے کیمپ میں رہ کر موبائل فون کے ذریعے اس سیکرٹ ایجنٹ سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ کیمپ میں بے شمار خیمے تھے۔ ہر خیمے میں دو یا تین افراد رہتے تھے پھر تمام خیمے ایک دوسرے کے قریب نصب کیے گئے تھے۔ دھیمی آواز میں بولنے کے باوجود دوسرے خیموں تک آواز جاتی تھی۔ ایک رات میں نے اپنے خیمے میں رہنے والے کے دماغ میں پہنچ کر اسے گہری نیند سلادیا۔ اسی طرح آس پاس کے خیمے والوں کو بھی گہری نیند میں پہنچادیا۔ اس کے بعد موبائل فون کے ذریعے اس پراسرار سیکرٹ ایجنٹ کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "میں پہلے ہی دن سے یہ بات سمجھتا ہوں کہ تم سے لاکھ چھپ کر رہوں تب بھی میرے مختلف فون نمبر تمہیں معلوم ہوتے رہیں گے۔ اسی لیے میں کسی ایک شہر یا ملک میں نہیں رہتا ہوں۔ جگہ بدلتا رہتا ہوں۔"

"تم مجھے اپنا طریقۂ کار نہ سمجھاؤ۔ ان کی لاشیں گنتے رہو' جنہیں میری لاش گرانے کے لیے بھیجتے رہتے ہو۔"

"جو بھاری معاوضے لے کر مرتے ہیں' میں ان کی لاشیں نہیں گنتا۔ تمہارے بارے میں سوچتا ہوں' قسمت کے دھنی ہو۔ سنگریلا سے آج تک کوئی زندہ بچ کر نہیں گیا لیکن تم نے کچھ دنوں کے لیے اسے ناکارہ بنادیا ہے۔ میں آئندہ تمہارے مقابلے پر آنے والوں کو سمجھا رہا ہوں کہ جب پہاڑوں کو کاٹ کر راستہ بنایا جاسکتا ہے تو فرہاد کیا چیز ہے۔ جو لوگ اس کے مقابلے میں جاکر مر رہے ہیں یا گھائل ہو رہے ہیں' وہ ایک بڑی غلطی یہ کرتے رہے ہیں کہ تمہیں اچھی طرح ٹریپ کرنے سے پہلے ہلاک کرنے کے لیے حملے کرتے ہیں۔ اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے تم پر غالب آجائیں گے۔ ایسی خوش فہمی کے دوران میں وہ تمہاری غیر معمولی صلاحیتوں کو بھول جاتے ہیں۔"

"اچھا ہے۔ انہیں سمجھاتے رہو بلکہ ایک اسکول کھول لو اور انہیں روزانہ سبق پڑھاتے رہو۔ یہ تمہارا پہلا اسکول ہوگا' جہاں پڑھنے والے فیس نہیں دیں گے۔ تم انہیں معاوضے دیتے رہو گے۔"

"میں ناکام ہو رہا ہوں۔ تمہارے طعنے سن سکتا ہوں۔ آج صبح تک ہم سمجھ رہے تھے کہ تم ازبکستان میں ہو لیکن پروان شہر میں افغان کرنسی چھاپنے کا اڈا تباہ کیا گیا اور ہمارے کئی زر خرید افغانی مارے گئے تو صاف ظاہر ہو چکا ہے کہ تم واپس افغانستان آگئے ہو۔ کیا میں درست سمجھ رہا ہوں؟"

"مجھ سے میرا پتا پوچھ رہے ہو؟ اپنے کتوں کو افغانستان بھیجو۔ شاید وہ میری بو سونگھ لیں۔"

میں اچانک خاموش ہو گیا۔ کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ نیند بھری آواز میں بول رہی تھی "ڈارلنگ! تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟"

وہ اور بھی کچھ بول رہی تھی لیکن سیکرٹ ایجنٹ نے اپنا فون فوراً ہی بند کردیا۔ میں نے بولنے والی کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو؟" وہ غرا کر اس عورت سے پوچھ رہا تھا۔

وہ حیرانی سے بولی "رابرٹو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میرے ساتھ سوتے ہو اور پوچھتے ہو' یہ روم میں کیوں آئی ہو؟"

میں اس عورت کے ذریعے رابرٹو کے چہرے اور قد و قامت کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ پریشان ہو کر کبھی فون کو اور کبھی اس عورت کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے فوراً ہی تکیے کے نیچے سے ریوالور نکال کر اس سے پوچھا "کیا تمہارے پرس میں پستول نہیں ہے؟"

"ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ ایک پستول میرے پرس میں ہوتا ہے اور اپنے بالوں میں جو ہیئر پن لگاتی ہوں' وہ زہریلی ہوتی ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم ایسی باتیں کیوں پوچھ رہے ہو؟ میرے یہاں آنے پر اعتراض کیوں کر رہے ہو؟"

"میں جو پوچھ رہا ہوں' اس کا جواب دو۔ میں تمہاری حیرانی دور کردوں گا۔ کیا تمہارے دماغ میں ایسا خیال نہیں آرہا ہے کہ تم پرس میں سے پستول نکال کر مجھے زخمی کردو؟"

"او۔ اب سمجھی۔ تم سمجھ رہے ہو' شاید وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن میرے دماغ میں گھس آیا ہے۔ کیا تم ابھی اسی سے فون پر باتیں کر رہے تھے؟"

"ہاں میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ میں کسی سے بھی فون پر باتیں کروں تو تم درمیان میں نہ بولا کرو۔ ابھی تم نے یہی غلطی کی ہے۔"

"میں نے یہاں دروازے سے تمہیں مخاطب کیا تھا اور تم اتنی دور بیڈ پر ہو۔ میری آواز تمہارے ریسیور کے ماؤتھ پیس تک پہنچتی تو واقعی اب تک بہت کچھ ہو چکا ہوتا۔ وہ مجھے آلۂ کار بنا کر تمہیں میرے پستول کے ذریعے زخمی کر کے تمہارے اندر پہنچ جاتا۔"

"مورینا! تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ یہ بات کھٹکتی رہے گی کہ اس نے صرف تمہاری آواز سنی ہے یا الفاظ اور لہجے کو بھی سنا ہے؟"

"رابرٹو! خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو۔ وہ فون پر اپنی کوئی بات کر رہا تھا اور تم سن رہے تھے۔ کوئی بھی بات کرنے والا تیسرے فرد کی آواز سن کر فوراً سمجھ نہیں پاتا کہ تیسرے فرد نے کیا کہا ہے؟ کیا وہ اتنی جلدی میرے لب و لہجے کو گرفت میں لے لے گا؟"

مورینا نے خلا میں دیکھتے ہوئے کہا "فرہاد علی تیمور! میرے اندر موجود ہو تو مجھ سے بات کرو۔ میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے مجبور کرو کہ میں پرس سے پستول نکال کر رابرٹو کو زخمی کروں اور اس کے دماغ میں پہنچنے کے لیے تمہارے لیے راستہ بنادوں۔"

"تم جانتی ہو' وہ بہت مکار ہے۔ وہ تمہارے دماغ میں پہنچ کر جوابی کارروائی نہیں کر رہا ہے۔ وہ تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوگا۔ یہ معلوم کر رہا ہوگا کہ تم دن رات میرے ساتھ رہتی ہو پھر مجھے زخمی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ آئندہ تمہارے ذریعے میرے دن رات کی مصروفیات معلوم کرتا رہے گا۔"

"تو پھر اتنی دیر سے ریوالور کیوں پکڑے ہوئے ہو۔ مجھے گولی مارو۔ میرا قصہ تمام کردو پھر تمہیں کوئی الجھن نہیں رہے گی۔"

اس نے مورینا کو دیکھ کر بے بسی سے ایک گہری سانس لی پھر ریوالور کو بستر پر پھینک دیا۔ وہ ہنستی ہوئی اپنے پرس کو سرہانے کی طرف پھینکتے ہوئے رابرٹو کے پاس آکر بستر پر گر گئی۔ میں اس کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر رہا تھا لیکن اچانک ہی دائیں طور پر اپنی جگہ آگیا۔ مجھے ایک آہٹ نے چونکا دیا تھا۔ اسی وقت خیمے میں داخل ہونے والا ایک پردہ اٹھا۔ ایک امریکی جاسوس اندر آیا۔ اس نے میرے ہاتھ میں موبائل فون کو دیکھا پھر کہا "میں ادھر سے گزر رہا تھا۔ خیمے کے اندر تمہاری ایسی آواز سنائی دی جیسے فون پر باتیں کر رہے ہو۔ میں نے خیمے کے قریب ہو کر سننا چاہا تو خاموشی چھا گئی۔ میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ یہ سوچا کہ شاید تم دوسری طرف کی باتیں سن رہے ہو مگر تم مسلسل خاموش رہے تو تجسس پیدا ہوا۔ بائی دا وے۔ یہ موبائل فون تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ صرف ریڈ کراس کے انچارج کے پاس ایک فون ہے۔"

میں نے کہا "ہاں۔ یہ طالبان بڑے سخت ہیں۔ انہوں نے صرف ایک انچارج کو فون رکھنے کی اجازت دی ہے۔ میں اسے چھپا کر رکھتا ہوں۔"

"کیوں رکھتے ہو؟ ابھی کس سے باتیں کر رہے تھے؟"

"میں نے کبھی تم سے یہ نہیں پوچھا کہ تم کیوں فون چھپا کر رکھتے ہو اور یہاں امریکا کے لیے کیوں جاسوسی کرنے آئے ہو؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر پوچھا "تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

میں نے کہا "میری زبان اب تک بند ہے۔ میں نے کسی کو تمہاری اصلیت نہیں بتائی ہے اور تم سے کبھی کوئی سوال نہیں کیا ہے پھر تم میرے بارے میں مجھ سے سوالات کیوں کر رہے ہو؟"

"دیکھو۔ بات نہ بڑھاؤ۔ اپنی اصلیت نہیں بتاؤ گے تو زندہ نہیں رہ پاؤ گے۔"

اس نے اپنے لباس کے اندر سے ایک ٹی ٹی نکالی پھر میرا نشانہ لیا۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا "یہاں فائرنگ کی آواز ہوگی تو سب ہی میرا محاسبہ کریں گے کہ میں نے اس ڈاکٹر کو کیوں قتل کیا ہے۔ اسے باہر لے جانا چاہیے۔"

اس نے کہا "تم میرے نشانے پر رہو گے۔ چلو اٹھو۔ یہاں سے باہر چلو۔ میں تمہاری اصلیت معلوم کر کے رہوں گا۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے تم آگے چلو۔ میں پیچھے آرہا ہوں۔"

وہ فوراً ہی پلٹ کر خیمے سے باہر آگیا۔ میں اس کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق تیزی سے چلتا ہوا کیمپ ایریا سے باہر آیا۔ باہر مسلح طالبان ریڈ کراس ٹیم کی نگرانی کے لیے دن رات ڈیوٹی پر مستعد رہتے تھے۔ اس جاسوس کو کیمپ کی حدود سے باہر جاتے دیکھ کر ایک نے للکارا "اے رک جاؤ۔ کہاں جارہے ہو؟"

وہ اور تیزی سے جانے لگا۔ دوسرے نے بھی ڈپٹ کر کہا۔ "رک جاؤ۔ واپس آؤ ورنہ ہم گولی ماردیں گے۔"

تین مسلح نگرانی کرنے والے اس کے پیچھے دوڑنے لگے۔ وہ وارننگ دینے کے باوجود نہیں رک رہا تھا اور تیزی سے بھاگتا جارہا تھا۔ تب فائرنگ ہونے لگی۔ ایک کے بعد ایک گولی چلی پھر وہ بھاگنے والا گولیاں کھا کر گرا اور چند سیکنڈ تک تڑپنے کے بعد مر گیا۔

فائرنگ کی آواز پر کیمپ کے کتنے ہی افراد نیند سے بیدار ہو گئے تھے۔ لیڈی ڈاکٹراور نرسیں خوف زدہ ہو کر اپنے کیمپ سے دوڑتی ہوئی ہمارے کیمپ میں آنے لگیں۔ ثمرینہ میرے پاس آگئی۔ سب ہی اس تجسس میں تھے کہ کیمپ کے قریب کیوں فائرنگ ہو رہی ہے؟

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ثمرینہ کو اس امریکی جاسوس کے بارے میں بتایا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی لاش کیمپ میں لائی گئی۔ طالبان ریڈ کراس کے انچارج سے غصے میں کہہ رہے تھے "تم سب جاسوس ہو۔ یہ مرنے والا بھی جاسوس تھا۔ اس کے لباس کے اندر سے ایک موبائل فون برآمد ہوا ہے اور اس نے اپنے ہاتھ میں یہ ٹی ٹی پکڑی ہوئی تھی۔"

طالبان کے دوسرے مجاہد نے کہا "تم سب کے سامان کی دوبارہ تلاشی لی جائے گی۔ ہمارا حکم ہے خیمے میں جاؤ۔ اگر کوئی اپنے خیمے سے باہر نکلے گا تو اسے گولی ماردی جائے گی۔"

میں اس بولنے والے مجاہد کے قریب تھا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اپنا موبائل اس کی جیب میں رکھ دیا۔ اس نے ایک اور مجاہد کے ساتھ پہلے میرے ہی خیمے میں آکر میرے اور دوسرے ڈاکٹر کے ایک ایک سامان کی تلاشی لی۔ کوئی قابلِ اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی۔ دوسرا مجاہد ڈاکٹر کے ساتھ باہر گیا۔ میں نے اپنے آلۂ کار مجاہد کی جیب سے موبائل نکال کر اپنے لباس میں چھپالیا۔ ثمرینہ لیڈی ڈاکٹروں اور نرسوں کے ساتھ اپنے کیمپ میں چلی گئی۔

ایک جاسوس کی لاش کیمپ میں کھلے آسمان کے نیچے پڑی ہوئی تھی۔ باقی دو جاسوس پریشان تھے۔ میں ان کے دماغوں میں جھانک کر دیکھ رہا تھا کہ وہ کس طرح اپنا بچاؤ کرنا چاہتے ہیں۔ ان تینوں کے پاس ایک ہی موبائل فون تھا جو طالبان کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ باقی دو جاسوس اپنا ہتھیار چھپانے کے لیے دوڑتے ہوئے لیڈی ڈاکٹروں اور نرسوں کے کیمپ میں گئے۔ ان عورتوں کے آنے سے پہلے وہ اپنے ہتھیار ان کے سامان میں چھپانا چاہتے تھے۔ ان میں سے ایک جاسوس ثمرینہ کے بیگ میں ریوالور رکھنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اپنے ساتھی کو گولی ماردی پھر وہاں سے بھاگنے لگا۔

فائرنگ کی آواز پر طالبان کے تین مجاہد دوڑتے ہوئے عورتوں کے کیمپ کی طرف آئے۔ کیمپ ایریا کے باہر دوسرے مجاہدین چیخ کر کہہ رہے تھے کہ ایک شخص کیمپ سے فرار ہو رہا ہے۔ اسے روکو۔ بھاگنے نہ دو۔ اس کے ساتھ ہی مسلسل فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں پھر تھوڑی دیر کے بعد خاموشی چھا گئی۔

کیمپ کے اندر سب ہی سہمے ہوئے تھے۔ ریڈ کراس کے انچارج ڈاکٹر نے کہا "کیا مصیبت ہے؟ ان جاسوسوں کی وجہ سے پتا نہیں یہ لوگ ہمارے ساتھ کیسا سلوک کریں گے؟"

میں نے کہا "ہم بے قصور ہیں۔ یہ ہم سے برا سلوک نہیں کریں گے۔ ریڈ کراس سوسائٹی دنیا کے تمام آفت زدہ علاقوں میں جا کر انسانیت کی خدمت کرتی ہے۔ اتنی نیکیاں کرنے کے باوجود ریڈ کراس کا تاریک پہلو یہ ہے کہ مجبور اور محتاج لوگوں کی مدد کرتے ہوئے انہیں عیسائی مذہب قبول کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اسی لیے طالبان ہماری سخت نگرانی کر رہے ہیں۔"

طالبان تمام خیموں میں جا کر چھوٹے بڑے تمام سامان کی تلاشی لے رہے تھے۔ انہوں نے نوعمر رسیدہ عورتوں کو بلا کر لیڈی ڈاکٹروں اور نرسوں کے لباس کی تلاشی لی۔ میں ثمرینہ کے سلسلے میں بہت محتاط تھا۔ ایک عمر رسیدہ خاتون اس کے لباس کے اندر تلاشی لے رہی تھی۔ ثمرینہ کی پشت پر دائیں شانے کے نیچے ایک مہر کا نشان تھا۔ چونکہ وہ قبیلے کے سردار کی لاڈلی۔۔ بیٹی تھی اس لیے پیتل کی ایک جلتی ہوئی مہر سے وہ نشان لگایا گیا تھا۔ اس مہر پر "وارث" لکھا ہوا تھا۔

اس طرح تمام قبیلہ یہ تسلیم کر چکا تھا کہ سردار کی وفات کے بعد ثمرینہ جسے اپنا جیون ساتھی بنائے گی، وہی قبیلے کا سردار ہو گا۔

تلاشی لینے والی خاتون وہ نشان دیکھ کر چونک گئی۔ اس نے پوچھا "تمہاری پشت پر یہ نشان کیسا ہے؟"

ثمرینہ نے کہا "تم ایسی چیزوں کی تلاشی لے رہی ہو، جن سے ہماری کوئی مجرمانہ سرگرمی ثابت ہو سکے۔ اس نشان سے کوئی جرم ثابت نہیں ہوتا ہے۔ تم اس کے بارے میں سوال نہ کرو۔"

"سوال کیوں نہ کروں۔ یہ نشان صرف ہمارے سردار کی بیٹی کے جسم کے اسی حصے میں داغا گیا تھا۔ تم ایک انگریز نرس ہو۔ ثمرینہ نہیں ہو پھر یہ نشان یہاں کیسے ہے؟"

"میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، یہ نشان یہاں دیکھ رہی ہوں۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ تمہارے قبیلے کی مہر کا نشان ہو گا۔ کیا تم اس نشان کی وجہ سے مجھے اپنے سردار کی بیٹی بنا کر اپنے قبیلے میں لے جانا چاہتی ہو؟"

"میں تمہیں لے جاؤں گی تو صرف اس نشان کی وجہ سے تمہیں کوئی ثمرینہ تسلیم نہیں کرے گا۔ ویسے بھی سردار کی شہادت اور ثمرینہ کی گمشدگی کے باعث ہمارے قبیلے کے تین جوان سردار بننے کے لیے آپس میں لڑ رہے ہیں۔"

"پھر تو یہ نشان میرے لیے مصیبت بن جائے گا۔ ان تین جوانوں کو معلوم ہو گا تو وہ مجھے زبردستی ثمرینہ کہیں گے اور مجھ سے شادی کر کے سردار بننا چاہیں گے۔"

وہ عورت تلاشی لینے کے دوران میں سوچتی رہی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "ثمرینہ! اس نشان نے مشکل پیدا کر دی ہے۔ یہ خاتون اپنے قبیلے میں جا کر اس نشان کا ذکر کرے گی۔ اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ اس کے پیٹ میں کوئی بات نہیں رہتی ہے۔ قبیلے کے بزرگ اس نشان کو دیکھنے ضرور آئیں گے۔ طالبان کو اور ہمارے دشمنوں کو بھی معلوم ہو گا۔ دشمن تو فوراً ہی سمجھ لیں گے کہ میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے تمہیں یہاں ایک نرس بنا کر رکھا ہے۔ وہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے تاکہ میں تمہاری حفاظت کے لیے ظاہر ہونے پر مجبور ہو جاؤں۔"

اس عورت نے پھر کوئی بحث نہیں کی۔ وہاں سے چلی گئی۔ ثمرینہ نے پریشان ہو کر پوچھا "اب کیا ہو گا؟ تم اس عورت کی زبان کسی طرح بند کر دو۔"

"کیسے زبان بند کروں۔ یہ ایک سیدھی سادی سی عورت ہے۔ اگر یہ دشمن ہوتی یا کسی معاملے میں غلط ہوتی تو میں اس کی غلطیوں سمیت اوپر پہنچا دیتا۔ یہ ہر اعتبار سے اچھی ہے۔ صرف پیٹ کی ہلکی ہے۔"

"تو پھر ریڈ کراس سے کہیں دور جانے کی تدبیر کرو۔"

"یہاں سے جانے کے لیے ہمیں اپنا چہرہ بدلنا ہو گا اور یہاں عارضی میک اپ کا سامان بھی نہیں ہے۔"

طالبان کا ایک کمانڈر کیمپ میں پہنچ گیا۔ جس کمانڈر سے میرا دماغی رابطہ تھا، وہ اپنے مجاہدین کے ساتھ پروان شہر میں تھا۔ اس دوسرے کمانڈر نے آ کر ریڈ کراس کے انچارج سے کہا "یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تمہارے تین ڈاکٹر جاسوس تھے۔ تم لوگ نیک کام کرنے آتے ہو مگر نیک نیتی سے نہیں آتے ہو۔ اپنے اسٹاف سے کہو، اپنا اپنا سامان پیک کریں اور صبح ہونے سے پہلے کابل چھوڑ دیں۔ ہمیں لکھ کر دیں کہ تمہارے تین جاسوس ڈاکٹر اپنی سزا کو پہنچ چکے ہیں اور تم اس ملک کے کسی شہری قصبے میں اپنا امدادی کیمپ نہیں لگاؤ گے بلکہ یہاں سے اپنے ملک واپس جا رہے ہو۔"

انچارج نے کمانڈر کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ خود ان چھپے ہوئے جاسوسوں سے واقف نہیں تھا لیکن میں کمانڈر کے دماغ میں تھا۔ اسے انچارج کی کوئی بات تسلیم نہیں کرنی تھی۔ کمانڈر نے کہا "صبح سے پہلے نہیں جاؤ گے تو یہاں تم میں سے کسی کی بھی زندگی کی ضمانت نہیں دی جائے گی۔ یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔ یہ ملک چھوڑ دو۔"

میں بار بار اس عورت کے دماغ میں جا رہا تھا تاکہ وہ ثمرینہ کے اس نشان کے بارے میں کسی سے کچھ نہ کہے۔ یہ ہمارے حق میں بہتر ہو رہا تھا۔ کمانڈر کے حکم سے ریڈ کراس والے وہاں سے روانگی کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس طرح میں بھی ثمرینہ کو لے کر اس ملک سے باہر چلا جاتا۔

وہاں سے روانگی کے سلسلے میں مصروفیات بڑھ گئی تھیں۔ اس پراسرار سیکرٹ ایجنٹ رابرٹو اور اس کی محبوبہ مورینا کے پاس دوبارہ مجھے جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ مجھے بار بار اس عورت کے دماغ میں جا کر رہنا پڑتا تھا۔ صبح پانچ بجے ریڈ کراس کا قافلہ واپسی کے لیے روانہ ہوا تو وہ عورت اپنے قبیلے میں پہنچی ہوئی تھی۔ وہ وہاں کے بزرگ کے پاس جا کر اس قبیلے کے نشان کے بارے میں کہنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے اس کے گھر پہنچا کر بستر پر لٹایا پھر ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر اسے سلانے میں دیر نہیں لگی۔

اس کے سونے کے بعد مجھے اطمینان ہوا۔ ریڈ کراس کا قافلہ کابل سے نکل کر کونار سے گزر رہا تھا۔ اس وقت تک سورج نکل آیا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے علی کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "یس پاپا؟"

"تم پیرس میں ہو؟"

"یس پاپا!"

"نو ٹریڈم کے پیچھے جو کالونی ہے اس کے بنگلا نمبر C-۱۴ میں رابرٹو نامی ایک شخص اپنی محبوبہ مورینا کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ وہی سیکرٹ ایجنٹ ہے جس نے مجھے افغانستان چھوڑ کر جانے اور قتل کرانے کے لیے کئی قاتلوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔"

"میں ابھی وہاں جا رہا ہوں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ دور سے اس کی نگرانی کروں؟ یا اپنے طور پر اس سے نمٹنے کی کوشش کروں؟"

"جو مناسب سمجھو کرو لیکن اسے شبہ نہ ہو کہ تمہارا مجھ سے کوئی تعلق ہے یا میں کسی اور ذریعے سے اس کے پیچھے پڑ گیا ہوں۔"

"پھر تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔ اس سلسلے میں اور معلومات ہیں؟"

"مورینا کے دو بھائی بہت ہی خطرناک مجرم ہیں۔ وہ دونوں مورینا اور رابرٹو کے ساتھ والے بنگلا نمبر C-۱۳ میں رہتے ہیں۔ ان سے ایک کو ڈان ون اور دوسرے کو ڈان ٹو کہتے ہیں۔ یہ دونوں بھائی ان کی بہن مورینا اور رابرٹو، چاروں ہی سیکرٹ ایجنٹ ہیں اور بڑے بڑے ممالک سے کروڑوں ڈالرز لے کر ایسے خطرناک کام کرنے کی ذمے داریاں لیتے ہیں، جنہیں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ وہ چاروں اپنے مشن میں ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں۔ اس بار انہوں نے میری ہلاکت کی ذمے داری لی ہے۔ امریکی اور نیٹو فورسز کے حکام نے کہا ہے کہ انہیں معاوضہ بے حساب دیا جائے گا۔ معاوضے کی رقم کروڑوں تک محدود نہیں رہے گی۔ اور ان لوگوں نے انہیں یقین دلایا ہے کہ مجھے افغانستان سے زندہ واپس نہیں آنے دیں گے۔"

"آپ نے یہ سب کچھ مورینا کے دماغ سے معلوم کیا ہے۔ کیا ان دونوں بھائیوں کے دماغوں میں بھی آپ جاتے ہیں؟"

"نہیں۔ ڈان ون اور ڈان ٹو بڑی بلڈر ہیں۔ یوگا کے ماہر اور خطرناک فائٹر اور بہت اچھے پلان میکر ہیں۔ ان کی پلاننگ کے مطابق ہی رابرٹو خطرناک قاتلوں کی نیمیں ترتیب دے کر میری طرف روانہ کرتا رہتا ہے۔"

"اتنی معلومات کافی ہیں پاپا! آئندہ میں بھی ان کے لیے قاتلوں کی نیمیں ترتیب دوں گا اور ان کا جینا حرام کر دوں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ہماری گاڑیاں بدخشاں کی سمت جا رہی تھیں۔ راستے میں دوسرے افغانی مسلح گروہ کے کئی افراد نے ہمارا راستہ روکا۔ ان کے سردار نے ریڈ کراس کے انچارج سے کہا۔ "ہمیں ابھی معلوم ہوا ہے کہ طالبان نے آپ لوگوں کی قدر نہیں کی اور کابل سے نکال دیا ہے۔ یہاں ان کی حکومت نہیں ہے۔ ہم یہاں کے حکمران ہیں۔ آپ کو اجازت دیتے ہیں کہ یہاں کیمپ لگائیں اور ہمارے زخمیوں اور مریضوں کے کام آئیں۔"

میں اس گروہ کے سردار دلاور کی باتوں کے دوران میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ایک غیر ملکی ایجنسی نے ٹیلی فون کے ذریعے بتایا تھا کہ ایک ریڈ کراس سوسائٹی میں ان کے تین جاسوس طالبان کے خلاف کام کرنے آئے تھے مگر تینوں کو مار ڈالا گیا ہے۔ انہیں پورا یقین ہے کہ فرہاد ریڈ کراس کے اس کشتی شفا خانے میں ہے۔ اسی نے ان کے جاسوسوں کو بے نقاب کرایا ہے۔

میں ریڈ کراس کے انچارج کے دماغ میں آیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "ہمیں خوشی ہے کہ آپ ہم ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم اپنی روانگی کی اطلاع سوئٹزر لینڈ کے ہیڈ کوارٹر میں دے چکے ہیں اور یہاں سرحد کے قریب آ چکے ہیں۔ ہم یہاں سے جا کر ہیڈ کوارٹر سے دوبارہ اجازت لیں گے۔ اس کے بعد واپس آئیں گے۔"

سردار دلاور نے کہا "آپ فون کے ذریعے ہیڈ کوارٹر سے یہاں رہنے کی اجازت لے سکتے ہیں۔ ہمیں دواؤں اور ڈاکٹروں کی سخت ضرورت ہے۔ آپ یہاں رہیں تو بہتر ہے ورنہ ہم اپنی ضرورت سے مجبور ہو کر آپ کو زبردستی روک لیں گے۔"

انچارج نے کہا "اگر ہم یہاں سے ازبکستان کی ریڈ کراس برانچ میں نہ پہنچے تو ہماری غیر حاضری کا نوٹس لیا جائے گا پھر بڑے ملک کی مداخلت ہو گی اور ہمیں جبراً روکنے اور قیدی بنانے کے باعث پوری دنیا بڑے ملک کی مداخلت کو جائز قرار دے گی۔ کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ یہاں امریکا اور اس کے حمایتی ممالک کی فوجیں آ جائیں؟"

سردار دلاور کے مشیروں نے اسے سمجھایا کہ بیرونی ممالک سے آنے والی امدادی ٹیموں پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کے ہی ملک کے دوسرے تمام متحارب گروہ ان کے

خلاف ہو جائیں گے۔ کیا وہ ان سب کا مقابلہ کر سکیں گے؟

سردار نے مشیروں سے کہا "تم لوگ معقول مشورہ دے رہے ہو لیکن میرے اور بھی مشیر ہیں۔ ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی دس پندرہ منٹ میں ان سے مشورہ لے کر آتا ہوں۔"

وہ ہم سے اور اپنے گروہ کے مسلح افراد سے بھی دور گیا پھر ایک موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "ہیلو دلاور خان! کیا بات ہے؟"

سردار دلاور نے کہا "میں اس ریڈ کراس ٹیم کو یہاں روکنا چاہتا ہوں' جسے طالبان نے ملک سے باہر جانے کا حکم دیا ہے۔ اگر میں انہیں زبردستی روک لوں اور انہیں قیدی بنالوں تو آپ کی مراد پوری ہو جائے گی۔ اس ریڈ کراس ٹیم کو یہاں سے نجات دلانے کے لیے بیرونی ممالک مداخلت کریں گے۔"

"بے شک ہم یہی چاہتے ہیں۔ کسی بھی بہانے سے وہاں بیرونی مداخلت شروع ہو جائے اور ہمارے اسلحے کے علاوہ فوجیں بھی چلی آئیں پھر ہم ان طالبان کو کچل کر رکھ دیں گے۔"

"تو پھر میں ریڈ کراس والوں کو زبردستی روک رہا ہوں اور انہیں قیدی بنا کر لے جا رہا ہوں۔ آگے کے معاملات آپ سنبھالیں۔"

وہ فون بند کر کے اپنے مسلح افراد کی طرف جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا اور اپنی گاڑی کی چھت پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ بھی میرے پاس چھت پر آ کر بولا "میرے پرائیویٹ مشیروں نے مشورہ دیا ہے کہ ریڈ کراس کی اس ٹیم کو ہم اپنے علاقے میں لے جائیں۔ ہم مجاہدین ہیں۔ اگر ان کی وجہ سے بیرونی مداخلت ہوگی تو ہم انہیں بھی منہ توڑ جواب دیں گے۔ اس ریڈ کراس کی پوری ٹیم کو اپنے علاقے میں لے چلو۔"

ایسا کہنے کے دوران میں اس نے اپنی کلاشنکوف میرے ہاتھ میں دے دی۔ میں نے اس کی نال اس کے سر سے لگا کر کہا "اگر کسی نے بھی ہماری ٹیم کو روکنے کی کوشش کی یا ہمارے اسٹاف کو نقصان پہنچایا تو میں تمہارے سردار کی کھوپڑی اڑا دوں گا۔"

ایک مشیر نے کہا "اے تم نادانی کر رہے ہو۔ ہمارے سردار کو چھوڑ دو۔"

دوسرے مسلح افراد بھی اپنے سردار کی حمایت میں بولنے لگے۔ میں نے کہا "دلاور خان! جب ہمیں قیدی بننا ہے اور مرنا بھی ہے تو ہم تمہیں ساتھ لے کر مریں گے۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو ان سے کہو' واپس چلے جائیں۔ ہم سرحدی چوکی پر پہنچ کر تمہیں زندہ سلامت واپس جانے دیں گے۔"

وہ بولا "میں کیسے یقین کروں کہ بعد میں مجھے زندہ سلامت چھوڑ دو گے؟"

"یقین تو کرنا ہی پڑے گا ورنہ ابھی حرام موت مرو گے۔"

اس نے اپنے وفاداروں سے کہا "تم سب یہاں سے جاؤ۔ اس ٹیم کو سرحد پار جانے سے نہ روکو۔ مجھے زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو میرے حکم کی تعمیل کرو اور فوراً یہاں سے جاؤ۔"

وہ اپنے سردار کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تھے اور اس کی موت کا تماشا بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ بہت مجبور ہو گئے تھے۔ وہ سب الٹے قدموں پیچھے کی طرف چلتے ہوئے اور ہماری طرف دیکھتے ہوئے جانے لگے۔ میں نے کہا "وہ جانے میں دیر کر رہے ہیں۔ کوئی چالاکی سے مجھ پر گولی چلائے گا تو میں مرتے مرتے بھی تمہیں مار ڈالوں گا۔"

وہ بلند آواز سے بولا "اپنے سردار کی زندگی چاہتے ہو تو کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ ایک بھی گولی تمہاری طرف سے چلے گی تو یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں حکم دیتا ہوں۔ تیزی سے جاؤ اور ان لوگوں کا تعاقب نہ کرو۔"

وہ پلٹ کر تیزی سے جانے لگے۔ ہمارے ڈرائیوروں نے گاڑیاں اسٹارٹ کیں پھر ہمارا قافلہ تیز رفتاری سے جانے لگا۔ میں نے ایک مشیر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ فون کے ذریعے سردار دلاور کے بھائی کو بتا رہا تھا کہ ہم سردار کو گن پوائنٹ پر سرحد کی طرف لے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف سردار دلاور کا بھائی زور آور خان غصے سے گرج رہا تھا اور کہہ رہا تھا' چھ گاڑیوں میں مسلح افراد اس کے ساتھ چلیں۔ وہ ہمارے سرحد پار کرنے سے پہلے ہمیں گھیر کر اپنے بھائی کو رہائی دلا کر ریڈ کراس کی ٹیم کو اپنے علاقے میں لائے گا اور مجھے گولی مار دے گا کیونکہ میں ہی اس کے بھائی کو گن پوائنٹ پر لے جا رہا تھا۔

پھر زور آور خان نے ایک بیرونی ملک کی خفیہ ایجنسی سے رابطہ کیا اور انہیں بتایا کہ ریڈ کراس ٹیم والے کس طرح اس کے بھائی کو جبراً اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "سردار دلاور کو گن پوائنٹ پر لے جانے کی جرأت فرہاد علی تیمور کر سکتا ہے۔ ریڈ کراس کے تین جاسوس بے نقاب ہوئے اور مارے گئے تب ہی یقین کی حد تک شبہ ہو چکا تھا کہ اس ریڈ کراس ٹیم میں فرہاد کہیں چھپا ہوا ہے۔"

زور آور خان نے کہا "میں جلد سے جلد سرحدی چوکی تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ آپ سرحد کے اس پار ازبکستان سے آئیں۔ اس طرح ہم اس ٹیم کو ملک سے باہر جانے سے روک سکیں گے۔"

"ہمارے مسلح جیالے سرحدی شہر میں ہیں۔ میں انہیں اطلاع دے رہا ہوں۔ وہ وہاں پہنچ جائیں گے۔"

وہ فون بند کر کے اپنے سرحدی شہر کے جیالوں سے رابطہ کرنا چاہتا تھا لیکن جب اس نے نمبر ڈائل کیے تو میں نے اسے غائب دماغ کر دیا۔ رابطہ ہونے پر سیکرٹ ایجنٹ رابرٹو کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو کون؟"

وہ حیرانی سے بولا "مسٹر رابرٹو! آپ! میں نے پریشانی اور جلدی میں آپ کے نمبر ڈائل کیے ہیں۔ چلیں یہ بھی اچھا ہوا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ فرہاد اب تک افغانستان میں ہے اور اب ایک سردار دلاور کو گن پوائنٹ پر رکھ کر سرحد پار کر کے دوبارہ ازبکستان جا رہا ہے۔"

"مجھے معلوم ہوا تھا۔ میں نے دو نہایت ہی درندے اور نہایت ہی مکار قاتلوں کو افغانستان بھیجا ہے۔ وہ دونوں معلوم کر لیں گے کہ وہ ثمرینہ کے ساتھ کہاں چھپا ہوا ہے؟"

"وہ ریڈ کراس ٹیم میں ایک ڈاکٹر بنا ہوا تھا۔ اس نے اسی ٹیم میں ہمارے تین جاسوسوں کو بے نقاب کرایا ہے۔ طالبان نے انہیں گولی مار دی ہے اور ریڈ کراس کے انچارج کو ملک چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔ اس طرح فرہاد بھی ان کے ساتھ ملک سے باہر جا رہا ہے۔"

رابرٹو نے کہا "فرہاد کے لیے کسی بھی ملک کی سرحد پار کرنا اور واپس آنا ایک کھیل ہے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ افغانستان سے واپس کیوں جا رہا ہے۔ اس طرح دوبارہ ازبکستان جانے کے پیچھے ضرور کوئی بات ہے۔"

"آپ کے وہ دونوں درندے اور مکار قاتل کہاں ہیں؟"

"افغانستان میں ہیں۔ میں ابھی فون پر انہیں بتاؤں گا کہ ان کا شکار چند گھنٹوں میں سرحد پار کر کے ازبکستان جا رہا ہے۔"

خفیہ ایجنسی کے اس انچارج نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "آپ ان دونوں قاتلوں کے نام اور حلیے بتائیں۔ میں ازبکستان کے سرحدی شہر کے تمام مسلح جیالوں سے کہوں گا' وہ سب فرہاد کو ڈھونڈ نکالنے میں ان کی مدد کریں گے۔"

رابرٹو نے کہا "ان دونوں میں سے ایک کا نام کارل جیمس ہے اور دوسری کا نام سومنا کارل ہے۔"

"کیا آپ ایک عورت کو فرہاد کے مقابلے میں بھیج رہے ہیں؟"

"وہ عورت ہے مگر کبھی نہ ٹلنے والی موت ہے۔ اپنے یار سے بھی زیادہ خطرناک اور مکار ہے۔ کارل اسی سومنا کی مکاریوں کے سہارے اپنے شکار کو موت کے گھاٹ اتارتا ہے۔ میں ابھی کارل سے رابطہ کر کے کہوں گا کہ فرہاد اگر افغانستان میں نہ ملے اور سرحد پار کر لے تو وہ سومنا کے ساتھ تمہاری خفیہ ایجنسی کے دفتر جائے۔ اپنے جیالوں سے کہو' اگر وہ فرہاد کے مقابلے پر کامیاب نہ ہو سکیں تو کم از کم اس کے موجودہ میک اپ اور گیٹ اپ کی تصویریں اتار لیں۔ یہ تصویریں کارل اور سومنا کے کام آئیں گی۔"

خفیہ ایجنسی کے انچارج نے چونک کر کہا "اوہ۔ آپ سے گفتگو کرنے میں آدھا گھنٹا گزر گیا۔ مجھے سرحدی شہر کے جیالوں سے رابطہ کرنا ہے۔ فرہاد سرحد کے قریب پہنچ رہا ہوگا۔"

اس نے رابرٹو سے رابطہ ختم کر کے سرحدی شہر کی خفیہ ایجنسی کے باس سے رابطہ کیا۔ اسے میرے بارے میں بتایا۔ باس نے کہا۔ "تو پرابلم۔ میں ابھی مسلح جیالوں کے ساتھ سرحدی چوکی کی طرف جا رہا ہوں۔ ہم فرہاد کو ازبکستان میں رہنے نہیں دیں گے۔ اسے افغانستان واپس جانے پر مجبور کریں گے تاکہ وہ کارل اور سومنا کے ہتھے چڑھ جائے۔"

"اسے افغانستان واپس نہ جانے دو۔ یہ ہمارے منصوبے کے خلاف ہوگا۔ کارل اور سومنا تم سے ملنے آئیں گے۔ تم انہیں فرہاد کے موجودہ میک اپ اور گیٹ اپ کی تصویریں دو گے۔ وہ دونوں وہاں فرہاد سے نمٹ لیں گے۔"

میں ان کی باتیں سننے کے بعد زور آور خان کے دماغ میں آیا۔ وہ تیز رفتاری سے اپنی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے پیچھے چار مسلح ماتحتوں کی گاڑیاں تھیں۔ اس نے موبائل آن کر کے اپنے بھائی سردار دلاور کے نمبر ملائے۔ دلاور میرے ساتھ گاڑی کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے فون سے بزر کی آواز ابھرنے لگی۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا "بات کرو۔"

اس نے موبائل کو آن کر کے پوچھا "ہیلو کون؟ تم؟ زور آور تم کہاں ہو؟"

زور آور بتانے لگا کہ وہ تعاقب میں آ رہا ہے۔ اسے بتایا جائے کہ وہ ریڈ کراس کی ٹیم سرحدی چوکی سے کتنی دور رہ گئی ہے۔ سردار دلاور نے کہا "ہم ایک گھنٹے میں وہاں پہنچ جائیں گے۔"

زور آور نے کہا "میں تقریباً ڈھائی گھنٹے میں پہنچ سکوں گا پھر بھی سرحدی چوکی میں کاغذات کی جانچ پڑتال ہوگی تو کافی وقت تک انہیں وہاں رکنا پڑے گا۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ ڈھائی گھنٹے کا راستہ ڈیڑھ یا دو گھنٹے میں طے کر لوں۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ سردار دلاور نے سر گھما کر مجھے دیکھا۔ وہ میرے سامنے پشت کیے گن پوائنٹ پر تھا۔ میں نے کہا "مجھے نہ دیکھو۔ سامنے دیکھتے رہو۔ میں اس بات سے بے خبر ہوں کہ تمہارا بھائی ہمارے تعاقب میں آ رہا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پلٹ کر دیکھا۔ میں نے کہا "آگے دیکھو ورنہ پھر کبھی دیکھنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

وہ پھر سامنے دیکھنے لگا۔ میں زور آور کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جلد سے جلد سرحدی چوکی تک پہنچنے کے لیے تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ پہاڑی علاقوں میں محتاط ڈرائیونگ ضروری ہوتی ہے کیونکہ راستے کے ایک طرف پہاڑ یا مسطح زمین ہوتی ہے تو دوسری طرف ہزاروں فٹ گہری کھائیاں ہوتی ہیں۔ وہ اپنے طور پر محتاط بھی تھا اور تیز رفتار بھی تھا لیکن میں نے اس کی کھوپڑی گھما دی۔ اسٹیئرنگ بہک گیا۔ گاڑی گھوم کر سڑک کے دوسری طرف گہری پستی میں الٹ کر لڑھکتی ہوئی پتھروں اور چٹانوں سے نیچے جاتے ہوئے اچانک آگ کی لپیٹ میں آئی۔ ایک زبردست دھماکا ہوا پھر وہ گاڑی پرزے پرزے ہو کر فضا میں بکھر گئی۔

اس کے پیچھے آنے والی چاروں گاڑیاں رک گئی تھیں۔ مسلح ماتحت گاڑیوں سے اتر کر وہ المناک منظر دیکھ رہے تھے اور اپنے دوسرے سردار کی ایسی موت پر سر جھکائے کھڑے ہوئے تھے۔ اب وہ سردار دلاور کو لینے کے لیے سرحد کی طرف جاتے تو ایسی تیز رفتاری سے کبھی گاڑی نہ چلاتے اور نہ ہی کبھی ہم تک پہنچ پاتے۔

میں نے پھر سردار دلاور کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ میری مرضی کے مطابق موبائل فون آن کر کے نمبر ملانے لگا..... سرحدی چوکی پر جن مسلح افغانیوں کا پہرا تھا' ان کے سربراہ سے رابطہ ہوا۔ سردار دلاور نے کہا "ہیلو آفتاب خان! میں سردار دلاور بول رہا ہوں۔"

آفتاب خان نے کہا "میں نے تمہیں آواز سے پہچان لیا ہے۔ خیریت تو ہے؟ کہیں تمہاری طرف طالبان تو نہیں پہنچ گئے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہاری طرف آرہا ہوں مگر چوکی پر چیکنگ کے لیے رکنا نہیں چاہتا۔ مجھے طالبان کے خلاف مدد حاصل کرنے کے لیے جلد سے جلد ازبکستان کے سرحدی شہر پہنچنا ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ تم کس گاڑی میں ہو؟"

"ریڈ کراس کی چھ گاڑیاں ہیں۔ میں سب سے پہلے والی گاڑی میں ایک ڈاکٹر اور نرس کے ساتھ رہوں گا۔ واپسی میں رک کر تمہارے ساتھ کچھ وقت گزاروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم آؤ۔ تمہاری گاڑی کو نہیں روکا جائے گا۔"

رابطہ ختم ہوا تو سردار دلاور نے موبائل فون بند کرتے ہوئے سوچا "یہ میں خود بخود کیوں فون کر رہا تھا؟ میں تو خود ہی دشمن کو آسانی سے سرحد پار کرنے کا موقع دے رہا ہوں۔"

میں نے ریڈ کراس کے قافلے کو رکنے کے لیے کہا۔ تمام گاڑیاں رک گئیں۔ میں نے سردار دلاور کے ساتھ چھت سے اتر کر اس گاڑی میں سفر کرنے والوں سے کہا "تم سب پیچھے والی گاڑیوں میں جاؤ۔ کم آن دیر نہ کرو۔"

وہ فوراً ہی اس گاڑی سے اتر کر دوسری گاڑیوں میں چلے گئے۔ میں نے ثمرینہ کو دوسری گاڑی سے بلا کر اپنے پاس بٹھایا۔ ہم دونوں کے درمیان سردار دلاور بیٹھ گیا پھر وہ قافلہ تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگا۔

میں ڈرائیو کر رہا تھا اس لیے اب مسلسل خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے صرف چند سیکنڈ کے لیے اس خفیہ ایجنسی کے باس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا' جو ازبکستان کے سرحدی شہر سے اپنے مسلح جیالوں کے ساتھ سرحدی چوکی کی طرف آرہا تھا۔ وہ بھی تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہاں پہنچنے والا تھا اور ہم پہنچ چکے تھے۔

میں نے ثمرینہ سے کہا "کلاشنکوف سردار دلاور کے ہاتھوں میں دے دو۔ یہ تاثر پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ ہم اسے قیدی بنا کر لے جا رہے ہیں۔"

ثمرینہ نے اسے کلاشنکوف دی۔ اس نے دل ہی دل میں خوش ہو کر اسے لیا اور سوچا "اب میں چوکی پہنچ کر اس سے نمٹ لوں گا۔"

چوکی کے سامنے پہنچتے ہی میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہاں کے اعلیٰ افسر آفتاب خان نے گاڑی کے پاس آکر سردار دلاور سے مصافحہ کیا۔ دلاور نے کہا "میرے دوست! میں جلدی میں ہوں۔ واپسی پر تمہارے ساتھ وقت گزاروں گا۔"

اس نے کہا "کوئی بات نہیں۔ تم جا سکتے ہو۔"

میں نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر تیز رفتاری سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ پیچھے آنے والی ریڈ کراس کی تمام گاڑیوں کو کاغذات کی چیکنگ کے لیے روک لیا گیا تھا۔ سردار دلاور نے میری مرضی کے مطابق کلاشنکوف پھر ثمرینہ کو دے دی۔ اس نے چونک کر ثمرینہ کو دیکھا۔ وہ اسے نشانے پر رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ جیسے پاگل سا ہو کر بولا "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا تم کوئی جادوگر ہو؟"

میں نے کہا "میں جادوگر نہیں ہوں۔ اپنے جس غیر ملکی باپ سے پوچھو گے' وہ مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد علی تیمور کہے گا۔"

وہ چونک کر اور سہم کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے ایک جگہ گاڑی روک کر ثمرینہ سے کہا "تم ڈرائیو کرو۔ میں ذرا مصروف رہوں گا۔"

ہم نے اپنی جگہ تبدیل کی۔ وہ ڈرائیو کرنے لگی۔ میں کلاشنکوف لے کر خیال خوانی کے ذریعے خفیہ ایجنسی کے باس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اسی سڑک پر آرہا تھا اور مسلح ماتحتوں کے ساتھ سرحدی چوکی کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اس کی گاڑی کا نمبر' ماڈل اور رنگ معلوم کیا۔ تھوڑی دیر بعد دو گاڑیاں دور سے آتی ہوئی دکھائی دیں۔ میں نے ثمرینہ سے کہا "وہ جو سامنے گاڑیاں آرہی ہیں ان کا راستہ روک کر انہیں بھی گاڑی روک دو۔"

پھر میں نے سردار دلاور کو کلاشنکوف دی۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اسے کھلونے کی طرح کبھی دے رہے ہو اور کبھی لے رہے ہو۔ میری جان کب چھوڑو گے؟"

ثمرینہ نے ان دو گاڑیوں کا راستہ روک دیا۔ سردار دلاور میری مرضی کے مطابق فوراً ہی گاڑی سے اتر کر گیا۔ خفیہ ایجنسی کا باس اسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔ اس نے گاڑی سے اتر کر پوچھا۔ "سردار دلاور خان! خیریت تو ہے؟"

"خیریت نہیں ہے۔ پیچھے ریڈ کراس کی پانچ گاڑیاں آرہی ہیں۔ ان میں فرہاد علی تیمور ایک ڈاکٹر کے بہروپ میں ہے۔ میں تم سے مدد حاصل کرنے جا رہا تھا۔ اچھا ہوا تم مل گئے۔"

پھر سردار دلاور نے مجھ سے کہا "براور! تمہارا شکریہ' تم نے مجھے یہاں تک پہنچا دیا۔ تم جا سکتے ہو۔"

ثمرینہ نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں دلاور

کے دماغ پر حاوی رہا۔ وہ خفیہ ایجنسی کے باس کے ساتھ گاڑی بیٹھ کر واپس سرحدی چوکی کی طرف جا رہا تھا۔

جب وہ پچیس تیس کلو میٹر دور چلا گیا تو میں نے دماغی طور پر ظاہر ہو کر کہا "ثمرینہ! آگے دوراہا آئے گا۔ بائیں طرف گاڑی لے لینا۔ ہم کسی شہر میں پہنچ کر اپنا میک اپ اور گیٹ اپ تبدیل کریں گے پھر واپس سرحدی شہر میں آئیں گے۔"

"پھر واپس کیوں آئیں گے؟"

"سونما اور کارمل یہ دو شکاریوں کے نام ہیں جو مجھے شکار کرنے آرہے ہیں۔ لہٰذا ہم شکاریوں کو دور سے اچھی طرح دیکھ لیں گے۔"

وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بڑے پیار سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں پھر خیال خوانی میں مصروف ہو گیا۔

○☆○

میرے قتل کے لیے عالمی سطح کے قاتل درندوں کو خریدا جا رہا تھا اور بابا صاحب کا ادارہ خاموش رہے' یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کے کئی درجن جاسوس دنیا کے ہر ملک' ہر شہر میں اس اسرار سیکرٹ ایجنٹ کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ اس دوران میں نے اس سیکرٹ ایجنٹ رابرٹو اور اس کی محبوبہ مورینا کا سراغ لگا لیا اور ان سے نمٹنے کی ذمے داری علی کو دے دی تھی۔

رابرٹو کے علاوہ مورینا کے دو بھائی تھے۔ مورینا کے خیالات سے پتا چلا تھا کہ ان میں سے ایک کو ڈان ون اور دوسرے کو ڈان ٹو کہتے ہیں۔ وہ بہت قد آور' باڈی بلڈر' خطرناک فائٹر اور بہترین گن میکر تھے۔ مورینا' رابرٹو اور دونوں ڈان کی ایک ٹیم تھی۔ وہ بڑے بڑے ممالک سے کروڑوں اربوں ڈالر لے کر ان کے ایسے بڑی مسائل حل کرتے تھے جنہیں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا تھا۔ بڑے سے بڑے شہ زور کو قتل کرانا اور دشمن ممالک کے اہم راز چرانا ان کے لیے بڑی بات نہیں تھی۔ وہ چاروں آرام سے رہتے تھے اور کرائے کے مجرموں کو معاوضے دے کر ان سے کام کراتے تھے۔

علی نے بابا صاحب کے چند سراغ رسانوں کو ان کی نگرانی پر لگا دیا تھا۔ وہ ان چاروں کی دن رات کی مصروفیات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ وہ کن لوگوں سے ملتے ہیں' کن ملکوں میں جاتے ہیں اور کتنے ممالک کے اعلیٰ حکام انہیں خوش آمدید کہتے ہیں' یہ باتیں میں نے مورینا کے دماغ سے معلوم کر کے علی کو بتا چکا تھا۔

یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ مورینا اور رابرٹو کا ایک اور مخالف گروہ ہے۔ اس گروہ کے سربراہ کا نام مورینا وغیرہ کو معلوم نہیں تھا لیکن یہ گروہ بھی بڑے بڑے ممالک سے بڑے اہم سودے کرتا تھا اور رابرٹو کی راہ میں اکثر رکاوٹیں کھڑی کرتا تھا۔

وہ دوسرا گروہ میرے قتل کی ذمے داری لینا چاہتا تھا لیکن متعدد ممالک نے متفقہ طور پر یہ ذمے داری رابرٹو کو دی تھی اور دوسرے گروہ کے سربراہ سے وعدہ کیا تھا کہ رابرٹو ناکام رہے گا تو یہ ذمے داری گروہ کے سربراہ کو دی جائے گی۔

علی نے کہا "پاپا! ہمیں اس دوسرے گروہ کے بارے میں ابھی سے کچھ معلومات حاصل کرنی چاہیے۔"

"بیٹے! میں معلوم کرلوں گا۔ جو لوگ چھپ کر پراسرار بن کر رہتے ہیں' وہ بھول جاتے ہیں کہ نظر نہ آنے والی پراسرار ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ جو لوگ اس دنیا میں خوف و دہشت طاری کرنے اور خود کو محفوظ رکھنے کے لیے پراسرار بنتے ہیں' وہ ایک دن بے نقاب ہو کر ذلت کی موت مرتے ہیں۔"

میں بیٹے کے دماغ سے چلا آیا۔ فہمی اور علی خود اپنی کوششوں سے اور ادارے کے جاسوسوں کے تعاون سے معلومات حاصل کر رہے تھے۔ ڈان ون اور ڈان ٹو پیرس کے وی آئی پی جمنازیم میں روز صبح دو گھنٹے اور شام کو دو گھنٹے کے لیے جاتے تھے۔ وہاں صرف نہایت امیر و کبیر بوڑھے اور جوان' باڈی بلڈنگ کے لیے آتے تھے۔ عورتیں اور جوان لڑکیاں بھی اپنے جسموں کو صحت مند رکھنے اور اسمارٹ نیس برقرار رکھنے کے لیے آیا کرتی تھیں۔

دونوں ڈان نشے کے عادی نہیں تھے۔ نہ ہی شباب کی طرف مائل ہوتے تھے۔ ابھی وہ زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی راہ پر چل رہے تھے۔ شادی کے لیے سوچتے تھے کہ ایسی خوب صورت لڑکیاں ہوں' جو ان کی طرح جرائم کی دنیا سے تعلق رکھتی ہوں۔ ذہین' حاضر دماغ اور ان کی طرح بہترین فائٹر ہوں۔ بیک وقت ایسی تمام خوبیاں رکھنے والی ایک لڑکی بھی ان کی نظروں میں نہیں آئی تھی اس لیے دونوں کنوارے تھے۔ اپنے جذبات کو قابو میں رکھتے تھے اور کسی بھی حسینہ کو گرل فرینڈ نہیں بناتے تھے۔

اس وی آئی پی جمنازیم میں عورتوں اور مردوں کے جوڈو کرانے کا بھی شعبہ تھا جہاں ہر ہفتے بہترین فائٹرز کے مقابلے ہوا کرتے تھے۔ مردوں میں دونوں ڈان نے اپنی جسمانی قوتوں اور فائٹنگ کی صلاحیتوں کا ایسا مظاہرہ کیا تھا کہ کوئی بھی فری اسٹائل کشتی لڑنے والا انہیں شکست نہیں دے سکتا تھا۔ خواتین کے شعبے میں چار صحت مند لڑکیاں تھیں جو ایک دوسرے سے کبھی جیتتی اور کبھی ہار جاتی تھیں۔ کبھی بھی بڑے انعامی مقابلے کے لیے دونوں ڈان اور چاروں لڑکیاں منتخب ہوتی تھیں۔

پھر یہ خبر گشت کرنے لگی کہ وہاں ایک نئی لڑکی آئی ہے جو بڑی زبردست فائٹر ہے۔ اس جمنازیم کی کئی لڑکیوں کو صرف ایک آدھ منٹ میں شکست دے چکی ہے اور اب اس نے ان چاروں لڑکیوں کو مقابلے کے لیے چیلنج کیا تھا۔

اتنی تعریفیں سن کر دونوں ڈان اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ جتنی حسین اور پرکشش تھی' اتنی ہی باوقار بھی تھی۔ اس سے باتیں کرنے والا اگر مہذب نہ ہو اور شوخی و شرارت سے مخاطب کرے تو وہ سب کے سامنے اس کی پٹائی کر دیتی تھی۔

ایک ڈان نے دوسرے ڈان سے کہا "اس حسینہ کو غصہ بہت آتا ہے۔ غصہ ذہانت کو کھا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ ذہین نہیں ہے۔"

ڈان ٹو نے کہا "مجھے تو سنجیدہ اور ذہین لگتی ہے۔ کیوں نہ اسے آزمایا جائے؟"

ڈان ٹو نے اپنی بہن مورینا سے ایک خط لکھوایا۔ اس خط کا مضمون کچھ یوں تھا "میں تمہیں روز صبح و شام دیکھتی ہوں۔ تم اتنی حسین اور اسمارٹ ہو کہ تم سے دوستی کرنے کو جی چاہتا ہے پھر سوچتی ہوں' تم مغرور ہوگی اور دوستی سے انکار کردو گی تو میری انسلٹ ہوگی۔ میں جواب چاہتی ہوں۔ کیا دوستی کرو گی۔"

اس خط کے آخر میں ایک لڑکی کا نام لکھ دیا گیا۔ ڈان ون نے اپنے ہاتھ سے خط لکھا "مائی ڈیئر فنی! میں نے کلب کے رجسٹر میں تمہارا نام پڑھا ہے اور تمہیں روز دیکھتا ہوں لیکن میں ذرا بزدل ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ تمہیں محبت سے مخاطب کروں گا تو تم جوڈو کراٹے شروع کردو گی۔ اگر جواباً لکھ بھیجو کہ محبت کا جواب محبت سے دوگی تو میں تمہارے سامنے آنے کا حوصلہ کروں گا۔"

اس نے بھی خط کے آخر میں ایک فرضی نام لکھا پھر دو بچوں کے ہاتھ دونوں خطوط جمنازیم کے کاؤنٹر پر بھیج دیے۔ لفافوں پر فنی کا نام اور ممبر شپ نمبر لکھ دیا۔ فنی شام کو وہاں آئی تو کاؤنٹر گرل نے اسے دو لفافے دیے۔ فنی نے انہیں کھول کر پڑھا۔ دونوں ڈان لاؤنج میں بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔

فنی نے کاؤنٹر سے کاغذ اور قلم لے کر لکھا "مس روبی! تم مجھے دن رات دیکھتی ہو۔ مجھ سے متاثر ہو لیکن مجھے مغرور سمجھتی ہو۔ کیا تم نے اب تک کسی لڑکی سے گفتگو کرتے وقت میرے رویّے میں ناگواری دیکھی ہے؟ اگر نہیں دیکھی ہے تو پھر یہ خط لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ دراصل کوئی اور مجھ سے ملنا چاہتا ہے اور تم نے اس کی طرف سے یہ خط لکھا ہے۔ میں نے تمہارے تحریری انداز سے حقیقت سمجھ لی ہے۔ جو مجھ سے ملنا چاہتا ہے' اس سے کہو ساری زندگی مرد بن کر رہنا کیا ضروری ہے۔ مس روبی کہلاتے رہو۔ فقط فنی۔"

پھر اس نے دوسرے خط کا جواب لکھا "مسٹر بزدل! تمہیں بزدل ہی رہنا چاہیے کیونکہ میرا جسم اور جان جس مرد کے لیے ہے' وہ ایسا شہ زور ہے کہ تمہیں میرے قریب دیکھے گا تو نچوڑ کر رکھ دے گا۔ اگر تمہاری ماں زندہ ہے تو اسی کی گود میں رہ کر زندگی گزار لو۔ فقط فنی۔"

اس نے دو لفافوں میں دونوں خط رکھ کر کاؤنٹر گرل کو دیے پھر اس سے کہا "ہفتے کی شام کو چار ریسلر چیمپئن لڑکیوں سے میرا مقابلہ ہے۔ ان دونوں سے کہنا' وہاں آکر میرے تیور دیکھ لیں۔"

وہ وہاں سے جمناسٹک کی مشقیں کرنے چلی گئی۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد وہ دونوں آئے۔ انہوں نے کاؤنٹر گرل سے کہا "فنی نے ابھی جو دو لفافے دیے ہیں' وہ ہمارے لیے ہیں

لیکن فنی سے یہ نہ کہنا کہ ہم نے اس کا خط وصول کیا ہے۔"

کاؤنٹر گرل انہیں اچھی طرح پہچانتی تھی۔ اس نے مسکرا کر دونوں لفافے انہیں دے دیے۔ وہ لفافے لے کر لاؤنج میں آئے پھر خط نکال کر پڑھنے لگے۔ دونوں خطوط مختصر تھے۔ انہیں پڑھنے کے بعد ڈان ٹو نے کہا "یہ حسینہ بہت ذہین ہے۔ پتا نہیں کس طرح بھانپ لیا کہ ایک لڑکی نے ایک لڑکے کی خاطر وہ خط لکھا تھا اور اس کم بخت نے لکھا ہے کہ مجھے مرد نہیں' مس روبی بن کر رہنا چاہیے۔"

ڈان ون نے ہنستے ہوئے کہا "مجھے مسٹر بزدل لکھا ہے۔ فلاں کو یاد ہے کہ مجھے ماں کی گود میں رہنا چاہیے کیونکہ وہ کسی شہ زور کی ملکیت ہے۔ یہ حسینہ ذہین سہی لیکن بڑی خوش فہمی میں مبتلا رہتی ہے۔ میں کسی دن اس کے شہ زور کو اس کی آنکھوں کے سامنے نچوڑ کر رکھ دوں گا۔"

دوسری طرف علی نے رابرٹو کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کی تھیں۔ رابرٹو کو جوا کھیلنے کا شوق تھا۔ اس کی اکثر راتیں پیرس کے بڑے بڑے کیسینو میں گزرتی تھیں۔ علی ایسے ہی ایک کیسینو میں رابرٹو کی میز پر فلیش کھیلنے بیٹھ گیا۔ رابرٹو نے اسے دیکھ کر کہا "شاید پہلی بار یہاں آئے ہو؟ میں نے پہلے کبھی تمہیں نہیں دیکھا۔"

علی نے کہا "ہاں پہلی بار اس کیسینو میں آیا ہوں لیکن پہلی بار نہیں کھیل رہا ہوں۔"

"کیا کسی ارب پتی کے بیٹے ہو؟"

"کیا تم کھیل سے پہلے کھیلنے والے کا جغرافیہ معلوم کرتے ہو؟"

"کھیلنے والے کا وزن معلوم کرتا ہوں کیونکہ میری پہلی چال پانچ ہزار ڈالر سے شروع ہوتی ہے۔"

علی نے پانچ ہزار ڈالر کے ٹوکن نکال کر میز پر رکھ دیئے رابرٹو نے کہا "بھئی مزہ آگیا لیکن دو چار گیم کھیل کر نہ اٹھنا۔ میرا موڈ خراب ہو جائے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ میں رات سے صبح کروں گا۔"

تاش کی نئی گڈی کھولی گئی۔ رابرٹو نے گڈی اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "تم بھی کیا یاد کرو گے۔ لو پہلے تم پتے پھینٹو اور بانٹو۔"

علی پتے پھینٹنے لگا۔ رابرٹو غور سے دیکھ رہا تھا پھر بولا "اناڑی نہیں ہو۔ تمہارے شغل کرنے کا انداز بتا رہا ہے کہ کھلاڑی ہو۔"

علی نے تین تین پتے بانٹے۔ دونوں نے پہلے ہی پانچ پانچ ہزار کے ٹوکن میز پر رکھے تھے۔ دوسری چال میں رابرٹو نے دس ہزار کی چال دیتے ہوئے کہا "میں چال بڑھاتا جاؤں گا۔ بہتر ہے اپنے پتے دیکھ لو۔"

علی نے دس کی چال دے کر کہا "میں اندھی چال چلتا ہوں' پتے نہیں دیکھتا اور مجھے دیکھنا چاہیے یا نہیں' اس قسم کے مشورے

"بھئی کھیل کے دوران میں باتیں ہوتی رہنی چاہئیں۔ اس میں کچھ نہ کچھ بولتا رہتا ہوں۔"

"بعض کھلاڑی اس لیے بولتے ہیں کہ باتوں میں الجھا کر کھیلنے والی بازی جیت لیتے ہیں۔"

"نوجوان ہو مگر زبان سے بوڑھوں کا تجربہ بولتا ہے۔"

وہ ایک دوسرے سے بولتے جا رہے تھے اور چال بڑھاتے جا رہے تھے۔ جب ان کی چال ایک لاکھ ڈالر تک پہنچ گئی تو رابرٹو نے کہا "تم نے ابھی تک پتے نہیں دیکھے اور اندھی چال چلتے ہوئے ایک لاکھ ڈالر یہاں رکھ چکے ہو۔ کیا ایسے رئیس زادے ہو' کس کا باپ ابھی مرا ہو؟"

"میرا باپ اور سو سال جیئے لیکن جب پتے دکھاؤں گا تو تمہارا باپ مر جائے گا۔"

رابرٹو نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ بھی علی کی طرح اپنے پتے دیکھے بغیر میز پر ایک لاکھ ڈالر رکھ چکا تھا۔ اس نے کہا "مجھے تمہاری طرح اندھا اور اناڑی نہیں بننا چاہیے۔"

اس نے اپنے تین پتے اس سے چھپاتے ہوئے اٹھائے پھر نہیں دیکھا تو خوش ہوگیا۔ بیگم کے تین پتے آئے تھے اور جیت کا مقدر بننے والی تھی۔ پتے دیکھنے کے بعد نئی چال کی ڈبل رقم لگانی پڑتی ہے۔ رابرٹو کو دو لاکھ ڈالرز کے ٹوکن دینے پڑے۔ علی نے اپنی معمول کی چال کے مطابق ایک لاکھ ڈالرز کے ٹوکن میز پر رکھے۔ رابرٹو نے کہا "کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ جب میں نے دو لاکھ دیے ہیں تو میرے پاس بڑے پتے آئے ہیں۔"

"آئے ہوں گے۔ میز پر دو لاکھ اور رکھو۔"

رابرٹو نے دو لاکھ کے ٹوکن رکھے۔ علی نے اس بار چار لاکھ کے ٹوکن رکھے۔ کھیل کے اصول کے مطابق اب رابرٹو کو بھی چار لاکھ دینے پڑتے لیکن وہ کچھ زیادہ پریشان نہیں تھا۔ دولت تو وہ بڑے بڑے ممالک سے حاصل کرتا تھا لیکن جواری خواہ کتنا ہی سب پتی اور کھرب پتی ہو' جوئے میں ہارنے کے بعد اپنی سبکی یا شکست محسوس کرتا ہے۔ رابرٹو ایک نوجوان سے ہارنا نہیں چاہتا تھا۔ پتے دیکھنے کے بعد اسے بار بار چار لاکھ دینے پڑ رہے تھے۔ اس نے ویٹر سے کہا "حلق خشک ہو رہا ہے اورنج جوس لے آؤ۔"

علی نے کہا "میرا حلق تر ہے۔ میرے لیے کچھ نہ لاؤ۔"

ویٹر وہاں سے آیا۔ بابا صاحب کے ادارے کے دو جاسوس وہاں تھے۔ ان میں سے ایک نے ویٹر کو باتوں میں الجھایا۔ دوسرے نے اورنج جوس میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی۔ ویٹر ایک ٹرے پر جوس کا گلاس رکھ کر ان کی میز پر آیا۔ رابرٹو نے علی سے کہا۔ "تمہارے حلق کو تری مل گئی۔ معلوم ہوتا ہے' گھر سے پتے نہ اٹھانے کی قسم کھا کر آئے ہو۔"

علی نے کہا "ایسا ہی کچھ ہے۔ میں ایک ہی چال میں اس پار یا اس پار کر دینا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر اناڑی! سترلاکھ ڈالرز کی چال ہو چکی ہے۔ پہلی چال میں خالی ہو جاؤ گے تو صبح تک کیسے کھیلو گے؟"

"انسانوں کی زندگی میں ایک رات ایسی بھی آتی ہے جس کی صبح نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے' ہم میں سے کسی کی صبح نہ ہو۔ جوس رکھا ہوا ہے۔ حلق تر کرلو۔"

وہ جھنجلا کر بولا "شوکرو۔"

علی نے کہا "کھیل کے اصولوں کے مطابق شو کرانے کے لیے سترلاکھ کی دگنی رقم سامنے رکھ دو۔"

اس نے دگنی رقم ایک کروڑ چالیس لاکھ کے ٹوکن میز پر رکھے۔ علی نے اپنا ایک پتا الٹ کر دکھایا۔ وہ ڈائمنڈ کا بادشاہ تھا۔ دوسرا پتا الٹایا' وہ بھی بادشاہ تھا۔ پھر اس نے تیسرے پتے کو چھپا کر منہ ایسے بنایا جیسے ہار رہا ہو۔ رابرٹو نے ہنستے ہوئے کہا "اندھی چال چلنے والے ہمیشہ ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ تیسرا پتا شو کرو۔"

جب اس نے شو کیا تو وہ بھی بادشاہ تھا۔ رابرٹو نے مایوسی اور حیرانی سے دیکھا۔ اس کے پاس بیگم کے تین پتے اور علی کے پاس بادشاہ کے تین پتے تھے۔ وہ پہلی ہی چال میں دو کروڑ سے زیادہ رقم جیت چکا تھا۔

رابرٹو نے گلاس اٹھا کر جوس کا ایک گھونٹ پیا۔ علی نے پوچھا۔ "پتے پھینکوں یا خالی ہو چکے ہو؟"

وہ غصے سے بولا "مجھے کنگال سمجھتے ہو۔ اس بار دیکھو گے کہ میں تمہیں کس طرح ننگا کروں گا لیکن پتے میں پھینکوں گا۔ تم پتے بانٹو۔ تم نے پہلی بار بازی چال بازی سے جیتی ہے۔"

"کھیل کے اصولوں کے مطابق جیتنے والا پتے پھینٹتا ہے مگر تم بھی کیا یاد کرو گے۔ لو تم ہی شغل کرو اور پتے بانٹو مگر پہلے جوس پی لو۔ حلق تر کرلو۔ دماغ تازہ رہے گا۔"

اس نے گلاس اٹھا کر جوس پیا پھر اسے میز پر رکھ کر تاش کی گڈی اٹھائی۔ گلاس میں ایک گھونٹ جوس رہ گیا تھا۔ جب وہ پتے پھینٹ کر بانٹنے لگا تو علی نے کہا "ٹھہرو۔ یہ آخری گھونٹ پی لو۔ گلاس خالی کرنے کا شگون یہ ہو سکتا ہے کہ تم میری جیب خالی کرنے والے ہو۔"

اس نے مسکرا کر گلاس کو اٹھایا پھر آخری گھونٹ دیکھ کر بولا۔ "ہاں۔ اس بار میں تمہیں اس گلاس کی طرح خالی کردوں گا۔"

اس نے آخری گھونٹ بھی پی لیا۔ ادارے کے ایک جاسوس نے کیسینو کے باہر ایک گارڈن میں آکر موبائل کے ذریعے مجھ سے رابطہ کیا پھر کہا "سر! رابرٹو نے جوس پی لیا ہے۔ کیا آپ کچھ اور پوچھنا چاہیں گے؟"

"بس اتنی ہی معلومات کافی ہیں۔"

میں نے موبائل بند کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے ثانی سے پوچھا "کیا تم کسی معاملے میں مصروف ہو؟"

"کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں پاپا؟"

"میں ازبکستان میں مصروف ہوں۔ علی نے رابرٹو کے دماغ کا راستہ کھول دیا ہے۔ تم میرے پاس آؤ۔ میں اس کے دماغ میں تمہیں پہنچاؤں گا۔"

وہ میرے پاس آئی۔ میں اسے رابرٹو کے دماغ میں پہنچا کر چلا گیا۔ ثانی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ آرام سے لیٹنا چاہتا تھا لیکن پہلی بازی میں بہت بڑی رقم ہارنے کا غصہ تھا۔ وہ اپنے اندر کی کمزوری سے لڑتا ہوا دوسری بازی جیت لینا چاہتا تھا۔ اس نے ثانی کی مرضی کے مطابق سوچا۔ "بازی جلدی جیتنے پھر آرام کرنے کے لیے بڑی رقم سے چال شروع کرنا چاہیے۔" اس نے ایک کروڑ ڈالرز کے ٹوکن میز پر رکھے۔ پہلی بازی کے تمام ٹوکن کیسینو کے بینک میں علی کے نام جمع ہو چکے تھے۔ علی نے اس کے جواب میں دو کروڑ کی چال چلی۔ رابرٹو سے کمزوری برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے دگنی رقم چار کروڑ کے ٹوکن دے کر شو کرایا۔ علی نے پتے دکھائے۔ اس بار بھی وہ جیت گیا تھا۔ رابرٹو کا سر چکرا گیا۔ دو ویٹر آکر اسے سنبھالنے لگے۔ ادارے کا ایک جاسوس آکر جیت کے تمام ٹوکن سمیٹ کر کیسینو کے بینک میں لے گیا۔

کیسینو کے منیجر نے مورینا کو فون پر اطلاع دی کہ رابرٹو بے ہوش ہو گیا تھا۔ اسے قریبی اسپتال میں پہنچایا گیا ہے۔ مورینا نے پوچھا "رابرٹو اچھا خاصا صحت مند ہے۔ وہ اچانک کیسے بے ہوش ہو گیا؟"

"میڈم! انہیں بہت زبردست شاک پہنچا ہے۔ وہ صرف چند گھنٹوں میں سات کروڑ تیس لاکھ ڈالرز ہار گئے ہیں۔"

مورینا نے اپنے دونوں بھائیوں کو اطلاع دی۔ وہ اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ اسپتال پہنچی۔ وہاں انہوں نے رابرٹو کو بے ہوش پایا۔ جبکہ وہ بے ہوش نہیں تھا۔ بہت کمزور تھا اور ثانی اسے گہری نیند سلا کر اس پر تنویمی عمل کر رہی تھی۔ رابرٹو کے دماغ کے اندر کیا ہو رہا ہے' وہ تینوں نہیں سمجھ سکتے تھے۔ علی کی حکمتِ عملی سے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ کروڑوں ڈالرز ہارنے کے باعث اسے شاک پہنچا ہے۔

○☆○

ہفتے کی شام مقررہ وقت پر جمنازیم کے ریسلنگ ہال میں امیرو کبیر عورتوں اور مردوں کی بھیڑ تھی۔ ژان ون اور ژان ٹو بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے فہمی کی ذہانت کو آزمایا تھا۔ اب یہ دیکھنے آئے تھے کہ وہ ریسلنگ میں چیمپئن بن سکے گی یا نہیں؟

ریسلنگ کی ابتدا میں ایک فائٹر حسینہ فہمی کے مقابلے پر آئی۔ وہ وہاں کی چار چیمپئن حسیناؤں میں سے ایک تھی۔ فہمی نے ریسلنگ شروع ہوتے ہی اسے کئی بار حملے کرنے کے مواقع دیئے اور اس کے تمام حملوں کو ناکام بناتی رہی پھر اچانک ایسے تابڑ توڑ حملے کیے کہ وہ سنبھل نہ سکی۔ فرش پر ایسے گری کہ دوبارہ اٹھنے کا حوصلہ نہ کر سکی۔ دوسری فائٹر حسینہ نے رنگ کے اندر آکر فہمی پر حملہ کیا۔ اس پر چھلانگ لگائی لیکن اوندھے منہ گری۔ تیسری نے بھی رنگ میں آکر مقابلہ کیا۔ دونوں ژان حیرانی سے فہمی کی پھرتی اور حاضر دماغی دیکھ رہے تھے۔ اب تک کوئی فائٹر حسینہ اسے ایک ہاتھ بھی نہیں مار پائی تھی۔ ان کے برعکس فہمی نے ایسے حملے کیے تھے کہ وہ تینوں لہولہان ہو گئی تھیں۔ ریسلنگ کے منتظمین نے رنگ میں آکر مقابلہ روک دیا۔ انہوں نے مائیک کے ذریعے کہا "یہاں ریسلنگ میں کسی کو لہولہان کرنے کی ممانعت ہے لیکن فہمی نے یہاں کے اصول کے خلاف تین فائٹرز کو زخمی کیا ہے۔"

چوتھی فائٹر نے مائیک ہاتھ میں لے کر کہا "فہمی نے یہاں کے اصول نہیں توڑے بلکہ ان تین چیمپئن کہلانے والیوں نے اصول کے خلاف بیک وقت اس پر حملے کیے۔ میں بھی چیمپئن ہوں لیکن میں فہمی کے فائٹنگ کے انداز کی تعریف کر رہی ہوں۔ فہمی نے اپنے دفاع میں جو کیا ہے' اس کی میں حمایت کرتی ہوں۔"

جتنے حاضرین تھے' سب ہی فہمی کی حمایت میں بولنے لگے۔ منتظمین نے سب ہی کے اصرار پر فہمی کو چیمپئن فائٹر تسلیم کر لیا۔ اس کلب کے تمام ممبران اسے مبارک باد دینے لگے۔ جب وہ مبارک باد دینے والوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے ضروری کام کا بہانہ کر کے کلب سے باہر آئی تو گارڈن میں دونوں ژان نے اسے روک کر کہا "مس فہمی' تم نے تو کمال کر دیا۔ دراصل ہم بھی شریکِ حیات چاہتے تھے' تم بالکل ویسی ہی ہو۔"

فہمی نے کہا "اچھا تم دونوں مجھے شریکِ حیات بنانا چاہتے ہو؟"

"ویسے تو ہم دونوں ہی تمہارے طلب گار ہیں مگر شادی کسی ایک سے ہو گی۔"

"لیکن میری بھی تو کوئی اپنی پسند ہے۔"

"تمہاری پسند کیا ہے؟"

"یہی کہ تم دونوں میں سے جو زبردست فائٹر ہو گا' میں اسی کے لیے کچھ سوچوں گی۔"

"ہم دونوں ہی زبردست ہیں۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ دو میں سے ایک زبردست اور دوسرا زیردست ہوتا ہے۔ مجھے حاصل کرنا چاہتے ہو تو ایک دوسرے سے مقابلہ کرو۔"

"ہم دونوں بھائی آپس میں کبھی نہیں لڑتے ہیں۔"

"میں یہ نہیں کہتی کہ دشمنی سے لڑو۔ لڑائی اس طرح کرو کہ صرف ایک دوسرے کو زخمی کر دو۔ جو تم میں سے دو زخم کھائے گا' وہ ہار جائے اور دوسرا مجھے جیتنے کا حق دار ہو سکے گا۔"

ان میں سے ایک نے کہا "اچھا یہاں بیٹھو۔ ہم دونوں آپس میں مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔"

فہمی گارڈن کی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ دونوں اس سے دور ہٹ کر ایک بولا "ہم تو یوں بھی روزانہ پریکٹس کے لیے لڑتے ہیں۔ آج لڑنے سے کیا فرق پڑ جائے گا؟"

دوسرے نے کہا "لیکن ہم زخمی ہونے کی حد تک نہیں لڑتے ہیں۔"

"بہترین فائٹروں کو زخمی ہونا بھی سیکھنا پڑتا ہے۔ ہم فرہاد کے مقابلے میں آنے سے پہلے ایک دوسرے کو بری طرح زخمی کیا کرتے تھے۔ اب اس کی ٹیلی پیتھی کے خوف سے ایسا نہیں کر رہے ہیں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ فرہاد تو آج کل افغانستان اور ازبکستان میں مصروف ہے۔ ہمارے زخمی ہونے سے یہاں نہیں پہنچے گا۔ ایک دو دن میں ہمارے زخم بھر جائیں گے۔"

ژان ٹو نے کہا "ہم دونوں لڑنے میں کسی سے کم نہیں ہیں۔ تم سے ایک برس بڑے ہو اس لیے کہو گے کہ بڑے بھائی کی شادی پہلے ہونی چاہیے۔ میں تو نقصان میں رہوں گا۔ قسم کھا کر کہتا ہوں' میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہے۔ ایسی زبردست فائٹر' ذہین اور حسین لڑکی لاکھوں کروڑوں میں کبھی ایک مل جاتی ہے۔"

ژان ون نے کہا "میں بھی دل و جان سے اس کا طلب گار ہوں اور اسے ہر حال میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"سیدھی سی بات کرو۔ جب مجھے زخمی کرو گے' تب ہی اسے حاصل کرو گے۔ دیکھو ہم دونوں بھائیوں نے کبھی ایک دوسرے سے دشمنی نہیں کی۔ ہمیشہ ایک دوسرے کی رضامندی سے کوئی چیز حاصل کی ہے لیکن وہ ایک حسینہ ہے اور ہم میں سے کسی ایک کی بیوی ہو سکتی ہے۔"

"اس کا ایک ہی راستہ ہے۔ ہم سچ مچ فائٹ کریں۔ اپنی اپنی صلاحیتوں سے کام لیں۔ جب تک ہار جیت کا فیصلہ نہ ہو' ہم بھائی رہیں۔ فیصلہ ہونے کے بعد جیتنے والے کا حق تسلیم کر کے پھر بھائی بن کر گلے لگ جائیں۔"

"ہاں یہ طریقہ مناسب رہے گا۔ ہم صرف لڑتے وقت ایک دوسرے کا لحاظ نہیں کریں گے۔ فہمی اپنا فیصلہ سنا دے گی تو ہم پھر محبت کرنے والے بھائی بن کر رہیں گے۔"

انہوں نے فہمی کے پاس آکر کہا "ہمیں تمہاری شرط منظور ہے۔ ہم میں سے جو سبقت لے جائے گا' وہ تمہارا حق دار ہو گا۔"

"حق دار ہو گا نہیں' حق دار ہو سکے گا۔ ہو سکے گا' میں شبہ کی گنجائش ہے کیونکہ میرا ایک اور چاہنے والا شہ زور ہے۔ تم دونوں میں سے جو جیتے گا' وہ اس شہ زور سے بھی مقابلہ کرے گا۔"

ایک نے حقارت سے کہا "کوئی شہ زور ہم سے جیت نہیں سکتا گا۔"

دوسرے نے پوچھا "وہ کہاں ہے؟ اسے بلاؤ۔ ہم ذرا دیکھیں تو سہی۔"

"وہ ابھی آنے والا ہے۔ یہ وسیع و عریض گارڈن مقابلے کے لیے مناسب ہے۔ پہلے تم دونوں شروع ہو جاؤ۔"

گارڈن میں کئی عورتیں اور مرد تھے۔ ژان ون نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! ہم دونوں بھائی اس کلب میں چیمپئن تسلیم کیے جاتے ہیں لیکن ہم دونوں نے کبھی ایک دوسرے سے مقابلہ نہیں کیا۔ آج ہم فہمی جیسی حسینہ کو جیتنے کے لیے ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس طرح یہ فیصلہ بھی ہو جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کون چیمپئن ہے۔"

سب لوگ تالیاں بجاتے ہوئے دور ہٹ گئے۔ وہاں سب ہی تفریح کے لیے آتے تھے اس لیے کلب کے اندر سے کرسیاں منگوا کر تماشا دیکھنے بیٹھ گئے۔

وہ دونوں بھائی ایک عورت کی خاطر پہلی بار ایک دوسرے کے مقابلے پر ڈٹ گئے۔ ایک دوسرے پر حملے کرنے اور حملوں سے بچنے کی کوششیں کرنے لگے تاکہ زیادہ زخمی نہ ہونے پائیں۔ جب ان میں سے کوئی ایک بھائی ریسلنگ رنگ میں کسی ریسلر سے لڑتا تھا تو اس کے لڑنے کا غضب ناک انداز تماشائیوں کو سوچنے پر مجبور کرتا تھا کہ وہ اپنے مقابل کو مار ہی ڈالے گا۔

اس وقت بھی دونوں بھائی ایسے غضب ناک انداز میں ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے جیسے وہ فہمی کو حاصل کرنے کی خاطر کسی نہ کسی کو مار ڈالیں گے یا بے ہوش کر دیں گے۔ جنونی انداز میں لڑتے رہنے کے باعث دونوں کو اس بات کی پروا نہیں تھی کہ وہ کس قدر زخمی ہو گئے ہیں۔

گارڈن کے ایک گوشے میں کھڑے ہوئے علی نے موبائل کے ذریعے پارس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ژان ون اور ژان ٹو دونوں کے دماغی دروازے کھل چکے ہیں۔ ثانی سے کہو چلی آئے۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ثانی نے فہمی کے پاس آکر کہا "کیسی ہو فہمی؟ خوب تماشے کر رہی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں نے یہ سب کچھ ادارے میں رہ کر تم ہی لوگوں سے سیکھا ہے۔"

"مجھے ان دونوں گدھوں کی آوازیں سناؤ۔"

"ثانی! تم کچھ غلط کہہ گئیں۔ بے چارے گدھے کبھی نہیں لڑتے' کتے آپس میں لڑتے ہیں۔"

ثانی نے کہا "بے شک کتے لڑتے ہیں لیکن ایک عورت کے لیے لڑنے والے گدھے ہی کہلاتے ہیں۔"

فہمی کرسی سے اٹھ کر دونوں بھائیوں کے پاس گئی پھر ہاتھ اٹھا کر بولی "اسٹاپ! بڑی دیر سے فائٹ ہو رہی ہے۔ میرا فیصلہ سننے سے پہلے یہ بتاؤ تم میں سے ژان ون کون ہے؟"

ایک نے کہا "میں ہوں۔ کیا میں جیت گیا ہوں؟"

ثانی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ بری طرح زخمی ہو کر ہانپ رہا تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکا اور جب تک اس

کے زخم نہ بھرتے' وہ ٹائی کو اپنے اندر محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

ڈان ٹونے ہانپتے ہوئے کہا "فنی! پوائنٹس کے مطابق فیصلہ کرو۔ میں نے زیادہ پنچ مارے ہیں۔"

ڈان ون نے کہا "فری اسٹائل میں صرف پنچ کے نمبر کراٹے اور کک کے بھی پوائنٹس ہوتے ہیں۔ فنی! تم غیر جانب داری سے اپنا فیصلہ سناؤ۔"

علی ٹہلنے کے انداز میں چلتا ہوا ان کے پاس آیا۔ فنی نے علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ شہ زور میرا تیسرا طلب گار ہے۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ تم دونوں میں اتنی جان اور توانائی باقی نہیں ہے کہ اب کسی اور سے مقابلہ کر سکو۔ لہٰذا جب توانائی بحال ہو جائے گی پھر دیکھا جائے گا۔"

علی نے کہا "یہ دونوں اتنے لہولہان ہو گئے ہیں کہ خارش زدہ کتے لگ رہے ہیں اور میں کتوں سے لڑتا نہیں ہوں۔ ہماری دنیا کے ابتدائی انسانوں میں سے دو نے ایک عورت کے لیے لڑائی کی تھی۔ تم دونوں نے وہ تاریخ دہرائی ہے۔"

وہ فنی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ ٹائی باری باری دونوں زخمیوں کے دماغوں میں جا کر انہیں اپنی رہائش گاہ یا اسپتال جانے پر مائل کر رہی تھی تاکہ وہ انہیں تھپک کر سلا سکے پھر ان پر تنویمی عمل کر سکے۔

○☆○

وہ کون سی جگہ تھی' جہاں پورس پہنچا ہوا تھا؟

روشنی کا ہالہ۔ ایک وسیع و عریض احاطے کی چار دیواری۔ پتا نہیں وہ چار دیواری کتنے کلو میٹر پر محیط ہو گی۔ اس احاطے کے اندر ایک طرف مسجد تھی۔ دوسری طرف مندر تھا۔ ایک بہت بڑے آشرم میں ہندو عورتیں' بچے اور مرد سو رہے تھے۔ مسلمانوں کے لیے ایک بڑا سا مراقبہ ہال تھا۔ جب پورس ایک دروازے کے سامنے گیا تو وہ دروازہ آپ ہی آپ کھل گیا تھا۔ بڑے سے کمرے کے اندر ایک بزرگ عبادت میں مصروف تھے اور دھیمی دھیمی کلام پاک کی تلاوت کی آواز ابھر رہی تھی۔

پھر پورس کے دماغ میں جیسے کسی نے کہا کہ اس کی منزل آگے دوسرے دروازے کی طرف ہے۔ وہ وہاں پہنچا تو وہ دروازہ بھی خود بخود کھل گیا۔ بڑے سے کمرے کے اندر ایک سادھو مہاراج یوگا کا ایک آسن جمائے گیان دھیان میں مصروف تھے۔ ان کے قدموں میں ایک عورت جھکی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ زلفوں میں چھپا ہوا تھا۔ جب اس نے قدموں سے سر اٹھایا اور چہرے سے زلفیں ہٹنے لگیں تو پارس اپنی زہریلی محبوبہ (نیلاں) کو دیکھ کر چونک گیا۔

نیلاں اس سے جدا ہو گئی تھی۔ پارس نے اسے اغوا کرنے کے بعد پھر پورس کے بنگلے میں پہنچا دیا تھا۔ وہ پورس سے تقریباً ساڑھے چار سو کلو میٹر دور تھی لیکن توقع کے بالکل خلاف وہاں سادھو مہاراج کے قدموں میں پہنچی ہوئی تھی۔

پورس تیزی سے چلتا ہوا کمرے میں آیا پھر وہ بھی سادھو مہاراج کے قدموں میں جھک گیا۔ نیلاں اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "یہ میرا پورس ہے یا پارس؟ ایسا نہ ہو کہ میں پھر دھوکا کھا جاؤں۔"

اسے اپنے دماغ میں دھیمی سی آواز سنائی دی "ہمارے چرنوں میں آکر کبھی دھوکا نہیں کھاؤ گی۔ یہ تمہارا پورس ہے۔"

پورس کو اپنے دماغ میں ایسی ہی آواز سنائی دی "یہاں سے جاؤ۔ یہاں محفوظ رہو گے۔ باہر ایک آدمی تمہاری رہنمائی کرے گا۔"

وہ نیلاں کا ہاتھ تھام کر کھڑا ہو گیا۔ الٹے قدموں چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ باہر وسیع چبوترا تھا۔ اس کی سیڑھی کے نیچے پورس کا بیگ' ٹارچ اور جوتے تھے۔ اس نے جوتے پہن کر ٹارچ اور بیگ لے کر دیکھا۔ ایک آدمی قریب آکر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "آپ میرے ساتھ چلیں۔ آپ کے رہنے' کھانے پینے اور سونے کے لیے ایک کوارٹر ہے۔"

پورس نے نیلاں کے ساتھ اس شخص کے پیچھے چلتے ہوئے پوچھا "یہ کون سی جگہ ہے؟"

وہ شخص خاموشی سے چلتا رہا۔ پورس نے پوچھا "وہ مسلمان بزرگ اور سادھو مہاراج کون ہیں؟"

ان کی راہنمائی کرنے والے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پارس نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ جواب کیوں نہیں دیتے؟"

وہ بولا "ہم اتنا ہی کہتے اور کرتے ہیں' جتنا ہم کہہ سکتے اور کر سکتے ہیں۔ زیادہ بولنا چاہیں تو ہماری زبان بول نہیں پاتی۔ یہ آپ دونوں کے رہنے کے لیے کوارٹر ہے۔ آپ فون کے ذریعے ضرورت کی جو چیزیں طلب کریں گے' وہ سب مہیا کر دی جائیں گی۔"

وہ انہیں ایک کوارٹر کے سامنے پہنچا کر چلا گیا۔ وہ دونوں دروازہ کھول کر اندر آئے۔ نیلاں نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "میں تو بالکل مایوس ہو گئی تھی۔ سوچ رہی تھی تم مجھے کبھی نہیں ملو گے اور نہیں ملو گے تو میں خود کشی کر لوں گی لیکن آئندہ کبھی پارس کو موقع نہیں دوں گی کہ وہ مجھے اغوا کرے۔"

پورس نے پوچھا "تم یہاں کیسے آ گئیں؟"

"پتا نہیں۔ تمہارا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی۔ جب آنکھ کھلی تو خود کو سادھو مہاراج کے قدموں میں دیکھا پھر قدموں سے سر اٹھایا تو تم نظر آ گئے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا "یہ میرے اور ناصرہ کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ پہلے پارس ہم دونوں کے لیے مسئلہ بن گیا پھر ہم دونوں جیسے جادو سے یہاں پہنچ گئے جبکہ میں جادو کو نہیں مانتا۔ آج تک کسی کے جادو نے مجھ پر اثر نہیں کیا ہے۔"

اسے پھر اپنے دماغ میں آواز سنائی دی "پریشان ہونے سے بہتر ہے' محفوظ جگہ ملے تو آرام سے سو جائیں۔ پچھلی

رات نیند پوری ہو تو آئندہ سوچنے سمجھنے کے لیے ذہن تازہ اور توانا رہتا ہے۔"

وہ جب سے اس وسیع و عریض چار دیواری میں داخل ہوا تھا تب سے اس نے کئی بار محسوس کیا تھا کہ کوئی اس کے دماغ میں بولتا ہے لیکن وہ پرائی سوچ کی لہریں نہیں ہوتی تھیں۔ کسی حد تک اپنی آواز اور لہجہ لگتا تھا مگر وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ اس کی اپنی سوچ نہیں ہوتی تھی۔

پہلی بار اس کے دماغ میں یہ بات آئی تھی کہ اسے جوتے اتار دینے اور ٹارچ چبوترے کے زینے کے پاس رکھ کر جانا چاہیے۔ اس نے دیکھا جائے تو ایسے اچھے طور طریقے کی باتیں اپنے دماغ میں آتی ہیں لیکن جب اس نے ایک کمرے میں مسلمان بزرگ کو عبادت میں مصروف دیکھا تو اس کے دماغ میں بات آئی "تیری منزل ادھر ہے۔ دوسرے دروازے پر جا۔"

جب وہ دوسرے دروازے پر گیا تو واقعی سادھو مہاراج کے کمروں میں اس کی منزل نیلاں مل گئی تھی۔

پورس کے دماغ میں سوال پیدا ہو رہا تھا کہ اس کے دماغ میں بات کیسے آئی کہ دوسرے دروازے پر جانے سے اس کی محبوبہ مل جائے گی؟

پھر یہ بات بھی آپ ہی آپ دماغ میں آئی کہ وہ نیلاں کے ساتھ کمرے سے باہر جائے گا تو اسے ایک آدمی ملے گا جو انہیں محفوظ جگہ پہنچا دے گا۔

پھر یہی ہوا تھا۔ وہ نیلاں کے ساتھ ایک آرام دہ کوارٹر میں آیا تھا اور اب دماغ میں بات آ رہی تھی کہ اسے آرام سے سو جانا چاہیے۔ وہ محسوس کر رہا تھا جیسے اسے نیند آنے لگی ہے اور وہ اگر سو نہیں پائے گا تو موجودہ حالات کا تجزیہ کرنے سے پہلے اپنی نیند کے بغیر سو جائے گا۔

پارس کی طرح اس میں بھی یہ خوبی تھی کہ وہ کسی ٹیلی پیتھی سے حملہ کرنے والے کو اپنے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دیتا تھا۔ اس لیے اس نے تھوڑی دیر کے لیے سانس روک لی۔ ایسا کرنے کے کچھ دیر بعد اس نے محسوس کیا' جو نیند کا خمار اس پر طاری ہو رہا تھا وہ اب نہیں رہا ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق جاگ سکتا تھا۔

ٹیلی پیتھی یقین میں بدل رہا تھا کہ کوئی اس کا لب و لہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں بولتا ہے۔ وہ بولنے والا آتا ہے تو اس کی سوچ کی لہریں محسوس نہیں ہوتیں۔ آئندہ کے لیے پورس نے سوچا "میں دماغ کے چور خیالات والے قید خانے کو بند رکھوں گا۔ ہمیشہ یہ خیال رکھوں گا کہ میرے چور خیالات کبھی میری مرضی اور میری خواہش کے خلاف نہ ہوں اور آج رات مجھے نہیں سونا چاہیے۔ اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ میری ناصرہ ممبئی سے یہاں کیسے

وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد سانس روک کر نیند کو بھگاتا رہا اور سوچتا رہا "یہ مسلمان بزرگ اور سادھو مہاراج کون ہیں۔ انہیں میرے مسائل کا علم کیسے ہوا؟ یہ کیسے جانتے تھے کہ میں پارس سے دور رہنے کے لیے اپنی ناصرہ کے قریب اپنے ہی بنگلے میں نہیں جا رہا ہوں۔ انہوں نے کیسے میری مجبوری کو سمجھا اور ناصرہ کو یہاں لے آئے؟"

اس کے اور نیلاں کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اور ہو رہا تھا وہ روحانیت' آتما گیان' ٹیلی پیتھی یا پھر کالے جادو سے ہو سکتا تھا۔ پورس کالے جادو کو صرف اس حد تک مانتا تھا کہ اس کا اثر دیرپا نہیں رہتا اور جادو کبھی عبادت گزار اور مضبوط قوتِ ارادی والوں پر اثر نہیں کرتا۔

جس نامعلوم چار دیواری میں اسے نیلاں ملی تھی' وہاں مسلمان اور ہندو عبادت گزار تھے۔ جہاں کلام پاک کی تلاوت ہوتی ہو اور گیتا پڑھی جاتی ہو' وہاں جادوئی عمل نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا جو کچھ ہو رہا تھا' وہ روحانیت یعنی آتما گیان یا پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہا تھا۔

اس چار دیواری میں ایک نہایت منظم ادارہ قائم کیا گیا تھا۔ اسے قائم کرنے کے لیے ایک یا ایک سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت تھی۔ جبکہ چند ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دنیا میں رہ گئے تھے۔ پورس نے میرے اور آمنہ کے بارے میں سوچا کہ ہم ایسا ادارہ قائم نہیں کریں گے کیونکہ بابا صاحب کے مشہور اور مضبوط ادارے کی موجودگی میں ہمیں دوسری پناہ گاہ بنانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

الپا اور مہاراج میں مستقل اتحاد نہیں تھا۔ وہ دونوں اپنی اپنی غرض کے لیے ٹیلی پیتھی کا علم استعمال کرتے تھے۔ نیلاں کا کوئی پتا ٹھکانا نہیں تھا۔ وہ اپنے پوتے کو تلاش کرنے کے لیے کبھی کبھی کسی سے رابطہ کرتی تھی۔ وہ ایسا ادارہ قائم نہیں کر سکتی تھی' جہاں ایک مسلمان بزرگ عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ وہاں بے شمار مسلمان بھی آتے تھے اور کلام پاک کی تلاوت بھی ہوتی تھی۔ لہٰذا نیلاں نے بھی وہ ادارہ قائم نہیں کیا تھا۔

ان تمام حقائق کے پیشِ نظر ایک ہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ الپا نے قدرتی طور پر عبادت اور ریاضت کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کیا تھا۔ وہ ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر آئی تھی۔ جب ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹانے والی دوا اسپرے کی گئی تو وہ چالاکی سے کسی ایسی جگہ چلی گئی جہاں دوا اسپرے نہیں کی گئی تھی۔ اس لیے اس کا یہ علم سلامت رہ گیا تھا۔ یہ ممکن تھا' الپا کی طرح دو چار مزید ٹیلی پیتھی جاننے والے دنیا کے ایسے حصے میں ہوں' جہاں دوا اسپرے کرنے سے رہ گئی تھی۔

یہ بات عقل تسلیم کرتی تھی کہ ایسا ہوا ہو گا۔ الپا کی طرح ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی حاصل کرنے والے دو چار افراد رہ

گئے ہوں اور انہوں نے متحد ہو کر یہ ادارہ قائم کیا ہو' جہاں ابھی پورس نیلاں کے ساتھ پہنچا ہوا تھا۔

دوسری قدرتی حقیقت یہ تھی کہ اس دنیا میں انسان مرتے ہیں لیکن علم کبھی نہیں مرتا۔ ٹیلی پیتھی بھی ایک قدرتی علم ہے۔ جس طرح میں نے' آمنہ نے' مہاراج اور اس کے تین بھائیوں نے' ٹی آر بھائیا اور نیلاں نے مسلسل دھیان گیان' عبادت و ریاضت سے یہ علم حاصل کیا تھا اسی طرح دنیا کے مختلف حصوں میں آج بھی نہ جانے کتنے لوگ عبادت و ریاضت سے یہ علم حاصل کر رہے ہوں۔ ایسے ہی قدرتی طور پر یہ علم حاصل کرنے والے دو چار افراد اس نئے ادارے میں ہوں گے جہاں ابھی نیلاں اور پورس تھے۔ پورس اسی مسئلے کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ بھارت کے ایک دور افتادہ حصے میں وہ منظم ادارہ کیسے قائم ہو گیا ہے؟ اور کن افراد نے اسے قائم کیا ہے؟

وہ ایک کرسی پر بیٹھا' ان مسائل پر غور کر رہا تھا۔ نیلاں ایک بیڈ پر گہری نیند میں تھی۔ اس کی نیند سے ظاہر ہو رہا تھا کہ کسی نے اسے اسی طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلایا ہے' جس طرح تھوڑی دیر پہلے پورس کو سلانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اگر ایسا عمل نہ کیا جاتا تو نیلاں اپنے پورس سے بچھڑنے کے بعد اس کوارٹر میں اس سے ملتے ہی اس کی آغوش میں سما کر رہتی۔ اسے اتنی محبتیں دیتی کہ رات سے صبح کر دیتی لیکن وہ اس کوارٹر میں آتے ہی تھوڑی دیر میں سو گئی تھی۔

وہ اسے دیکھتے دیکھتے اچانک کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ پہلے نیند میں ذرا کسمسائی تھی پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ پلکیں نہیں جھپک رہی تھی اور نہ ہی اس کمرے میں اسے پورس کی موجودگی کا احساس تھا۔

پھر وہ بستر سے اتر گئی اور نیند کی حالت میں چلتی ہوئی پورس کے سامنے سے گزر کر باہر جانے لگی۔

تھوڑی دیر پہلے پورس یہ سوچ رہا تھا کہ چپکے سے باہر جائے گا اور احاطے کے اندر جہاں جہاں تاریکی ہے' وہاں سے چھپ کر گزرتے ہوئے اس ادارے کے مختلف حصوں کو دیکھے گا۔ جو جاگ رہے ہوں گے ان کی باتیں سنے گا۔ یوں جاسوسی کر کے کچھ اہم معلومات حاصل کرے گا۔

نیلاں کے نیند میں چلنے کی عادت نے اس کا یہ مسئلہ حل کر دیا تھا۔ اگر کوئی اس سے پوچھتا کہ رات کے آخری پہر وہ ادارے کے اندر کہاں گھوم رہا ہے تو وہ کہہ سکتا تھا کہ اس کی محبوبہ نیند میں چل رہی ہے اور وہ اس کی نگرانی کر رہا ہے۔

وہ نیلاں کے پیچھے کوارٹر سے باہر آیا۔ وہاں حدِ نظر تک بالکل تاریکی نہیں تھی۔ کہیں کہیں روشنی بھی تھی۔ مسجد کے گنبد اور مندر کے کلس والی چار دیواریاں نظر آ رہی تھیں۔ وہ مسلمان بزرگ اور سادھو مہاراج شاید اب بھی عبادت میں مصروف ہوں گے۔ نیلاں ادھر نہیں گئی۔ وہ ان چار دیواریوں کی ایک جانب سے گزرتے ہوئے پچھلے حصے کی طرف جانے لگی۔

پچھلے حصے میں ایک پختہ خوب صورت دو منزلہ عمارت تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس عمارت میں داخل ہو گئی۔ ایک وسیع لاؤنج میں آ گئی۔ ایک طرف زینہ تھا۔ وہ زینے پر چڑھنے لگی۔ پورس اس کے ساتھ ہی تھا اور وہ بدستور پورس کی موجودگی سے بے خبر تھی۔

زینے کے اوپری حصے میں ایک کاریڈور تھا۔ وہ کاریڈور سے گزرتی ہوئی ایک کھلے ہوئے دروازے کے سامنے چند لمحوں کے لیے رک گئی۔ پورس نے کھلے ہوئے دروازے کے اندر دیکھا۔ ایک بہت بڑا ہال تھا۔ ہال کے فرش پر سفید چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ سامنے والی دیوار کے قریب وہی مسلمان بزرگ اور سادھو مہاراج نظر آئے۔ ان کے آس پاس ایک تیس بتیس برس کی خاتون اور ایک حسین نوجوان لڑکی تھی۔ وہ سب سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ کمرے میں اگربتی کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ نیلاں اس کمرے میں آ کر ان سے کچھ فاصلے پر دو زانو ہو کر بیٹھ گئی۔ پورس کو اپنے دماغ میں آواز سنائی دی "دروازے پر نہ رہو۔ اندر آ جاؤ۔"

وہ اندر آ گیا۔ دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ پورس ایک خاموش تماشائی کی طرح نیلاں کے پاس آ کر دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ وہاں چند لمحوں تک خاموشی چھائی رہی پھر مسلمان بزرگ نے کہا "میرا نام سید جلال الدین پاشا ہے۔ میں نے برسوں کی مسلسل عبادت اور ریاضت سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔ میرے ساتھ میری صاحب زادی ثنا پاشا ہے۔ میں نے اسے بھی دن رات کی محنت سے خیال خوانی کا ہنر سکھایا ہے۔"

سادھو مہاراج نے کہا "میرا نام مہلی دھریاندرے ہے۔ میں نے اٹھارہ برس کی عمر سے تپسیا شروع کی۔ دن رات گیان دھیان میں مصروف رہا۔ بائیس برس تک مسلسل ریاضت کے بعد میں نے ٹیلی پیتھی سیکھی ہے اور یوگا میں مہارت حاصل کی ہے۔ میرے ساتھ میری بہن درشا باندرے ہیں۔ میڈیکل سائنس میں غیر معمولی تجربہ رکھتی ہے۔ دنیا کے معروف اور نہایت تجربے کار ڈاکٹروں کے ساتھ کام کر چکی ہے۔ بچپن سے حیرت انگیز طور پر ذہین ہے۔ اپنی ذہانت سے بہترین منصوبے بناتی ہے۔ درشا کی پلاننگ کے مطابق تمہیں اور ناصرہ (نیلاں) کو یہاں بلایا گیا ہے۔"

سید جلال الدین پاشا نے کہا "ہم نے اپنا مختصر سا تعارف کرا دیا ہے۔ تمہارا تعارف حاصل کرنا ضروری نہیں ہے۔ ہم سب تمہاری غیر معمولی ذہانت اور مکارانہ صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔"

مہلی دھریاندرے نے کہا "لیکن تمہاری اس زہریلی محبوبہ نے ہمیں الجھا دیا ہے۔ جب ہمیں پتا چلا کہ یہ اغوا کی گئی تھی اور اغوا کیے جانے کے بارہ گھنٹوں کے اندر اسے تمہارے بنگلے میں واپس پہنچا دیا گیا تھا تو یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ اس پر تنویمی عمل کرنے کے بعد تمہارے پاس پہنچایا گیا ہے۔"

پورس نے پوچھا "آپ ہمارے بارے میں کب سے معلومات رکھتے ہیں؟"

مہلی دھریاندرے نے جواب دیا "یوں تو جب سے تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے چیلنج بن گئے تھے' تب سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے ہیں۔ میں بائیس برس سے تپسیا کر رہا تھا۔ پچھلے دو ماہ سے میرے اندر ایسی آتما شکتی پیدا ہوئی کہ میں کسی بھی یوگا جاننے والے کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں اور وہ مجھے محسوس نہیں کر پاتا تھا۔ اسی طرح تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر پاتے ہو لیکن بے شک ذہین ہو۔ ابھی چند گھنٹے پہلے تم یونہی بار بار سانس روکنے لگے جس کے باعث ناصرہ کی طرح تمہارے اندر رہ کر تمہیں گہری نیند سلا نہ سکا۔ یہاں بھی تم کبھی سانس روک رہے ہو اور کبھی لے رہے ہو۔"

"آپ درست کہہ رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی میری اجازت کے بغیر میرے اندر آ کر چور خیالات پڑھ سکے۔"

"ٹھیک ہے۔ آئندہ میں تمہیں اطلاع دے کر تمہارے اندر آیا کروں گا۔"

پورس نے پوچھا "آپ آتما شکتی کے ذریعے فرہاد اور اس کے بیٹوں اور بہوؤں کے دماغوں میں جاتے ہوں گے؟"

"میری آتما شکتی میں ابھی یہی ایک کمی رہ گئی ہے۔ فرہاد اور اس کی فیملی کے افراد پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ میں ایک بار پارس' ٹائی' منہی اور علی وغیرہ کو آزما چکا ہوں۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ بہرحال مجھے یقین ہے کہ میری تپسیا جاری رہے گی تو میں روحانی عمل کو کمزور بنا کر ان کے اندر جا سکوں گا۔"

"ابھی آپ نے کہا تھا کہ میری ناصرہ نے آپ کو الجھا دیا ہے وہ الجھن کیا ہے؟"

"میں پہلے دو بار ناصرہ کے دماغ میں جا کر تنویمی عمل کر چکا ہوں۔ اس عمل سے اس کی پچھلی زندگی کے حالات معلوم کرنے کی کوششیں کی ہیں لیکن دو بار ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی کے باوجود ناصرہ کو اپنی پچھلی زندگی کی ایک بات بھی یاد نہیں آ رہی ہے۔"

"آتما شکتی کے ذریعے کامیابی ہونی چاہیے۔"

"مجھے یہ فخر تھا کہ میں آتما شکتی کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر لوں گا لیکن اس کی رگوں میں لہو کے ساتھ جو زہر دوڑ رہا ہے' اس نے دماغ پر برا اثر کیا ہے۔ اگر یہ تمہاری دیوانی نہ ہوتی اور تمہارے قابو میں نہ رہتی تو ایک ناگن بن کر خونی انداز میں لوگوں کو ڈستی رہتی۔ ان حالات میں کوئی اسے گولی مار دیتا اور تم اس سے محروم ہو جاتے۔"

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سچی کہانیاں

مرزا امجد بیگ کی یادداشتیں

ریٹائرڈ ڈی ایس پی ملک صفیات کی ڈائری

شیطان صفت

سبز قدم

دستِ انتقام

اسیرِ ہوس

قانونی پیچیدگیاں' عدالتی کارروائی کے اہم موڑ و نکات

زن، زر اور زمین کے تنازعوں سے جنم لینے والے مقدمات

ایک ریٹائرڈ ڈی ایس پی کی پیشہ ورانہ زندگی کے پے چیدہ کیسوں کی روداد

جرم و سزا کی وہ کہانیاں جو انسانی حرص و ہوس کا آئینہ ہیں

قیمت فی کتاب ۵۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے، چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

پورس نے پوچھا "کیا آپ کو ناصرہ کی کسی اور غیر معمولی صلاحیت کا علم ہے؟"

"ہاں یہ خیال خوانی کرنا جانتی ہے لیکن شعوری طور پر اسے یاد نہیں رہتا کہ کس طرح کسی کے دماغ کے اندر پہنچا جاسکتا ہے۔ یہ بھی تمہاری محبت کا کرشمہ ہے کہ یہ تمہاری خاطر نیند کی حالت میں خیال خوانی کرتی ہے۔"

"ہاں یہ پہلی بار تل ابیب میں خیال خوانی کے ذریعے خواب کی حالت میں میرے اندر آئی تھی۔ دوسری بار اسرائیلی فوجیوں اور ان کے کتوں سے بچانے کے لیے خیال خوانی کی۔ پچھلی رات بھی اس نے شاید میرے ہی کام آنے کے لیے خیال خوانی کی ہوگی اور اتفاق سے پارس کے ہتھے چڑھ گئی ہوگی۔"

"تمہاری طرح ہمیں بھی یقین ہے کہ کسی نہ کسی حادثے یا کسی نفسیاتی عمل کے نتیجے میں اسے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں یاد آجائیں گی پھر یہ شعوری طور پر خیال خوانی کرنے لگے گی تو تمہارے اور ہمارے کام آئے گی۔"

پورس نے پوچھا "ناصرہ کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے امیدیں وابستہ کرکے ہمیں یہاں بلایا گیا ہے؟"

ورشا باندرے بڑی دیر سے پورس کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا "ہاں یہ میری پلاننگ ہے۔ اس پلاننگ میں پہلی اہمیت تمہاری ہے۔ تم اپنی ذہانت اور مکاریوں سے میرے ساتھ بڑے کارآمد منصوبے بناؤ گے۔ دوسری اہمیت ناصرہ کی ہے۔ کسی دن اس کی ٹیلی پیتھی ہمارے کام آئے گی۔"

پورس نے کہا "بہت عرصے سے میرے ذہن میں یہ بات پک رہی تھی کہ فرہاد اور اس کی فیملی کے تمام افراد آج تک صرف اس لیے محفوظ ہیں کہ انہیں بابا صاحب کے ادارے میں پناہ ملتی رہتی ہے۔ وہ دنیا کے جس حصے میں ہوں' وہاں چند منٹوں میں ان کے لیے مدد پہنچ جاتی ہے۔ اگر میں بھی ایسا مضبوط اور منظم ادارہ قائم کروں تو پھر پارس اور اس کے باپ جیسے سیکڑوں مخالفین میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور اب میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ لوگوں نے کچھ اسی قسم کا ادارہ قائم کیا ہے۔"

ورشا نے کہا "تم نے درست سمجھا ہے۔ ہم بابا صاحب کے ادارے سے بھی زیادہ مضبوط اور زبردست فعال ادارہ بنا رہے ہیں۔ جب اس ادارے کے کارنامے دنیا والوں کے سامنے آتے رہیں گے تو تمام ممالک اور تمام میڈیاز کے ذریعے یہ چرچے ہوں گے کہ یہ ہندو اور مسلمانوں کا مشترکہ ادارہ ہے۔ ہم بابا صاحب کے ادارے والوں کی طرح متعصب نہیں ہیں۔ وہاں ہندوؤں اور یہودیوں کا داخلہ ممنوع ہے لیکن ہم دنیا کی ہر قوم اور ہر مذہب کو گلے لگاتے ہیں۔ اس طرح یہ ثابت ہوگا کہ بابا صاحب کے ادارے کے مسلمان انتہا پسند ہیں اور دوسرے کسی مذہب کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔"

پورس نے کہا "ورشا! میں تمہاری ذہانت کی داد دیتا ہوں۔ میرا اور تمہارا ذہن ایک طرح سوچتا ہے۔ میری صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے مجھے یہاں بلایا گیا ہے۔ میرا وعدہ ہے کہ اس ادارے کو مضبوط قلعہ بنانے کے لیے میں دن رات کام کروں گا لیکن میرے مزاج سے تم سب کو واقف ہونا چاہیے۔"

سید جلال الدین پاشا نے کہا "ہم تمہارے مزاج اور فطرت سے بڑی حد تک واقف ہیں۔ پھر بھی تم اس ادارے میں رہنے کی شرائط منوا سکتے ہو۔ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ایک مضبوط محاذ بنانے کے لیے یہاں تمہاری صلاحیتوں کی بے حد ضرورت ہے۔"

"میں ایک شرط پر یہاں رہوں گا اور وہ یہ کہ میں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے زیر اثر نہیں رہوں گا۔ مہاراج مرلی دھر باندرے کو بھی میرے دماغ میں اجازت کے بغیر نہیں آنا چاہیے۔"

ورشا نے کہا "تم نے بہت معمولی سی شرط پیش کی ہے۔ ہم دونوں پلان میکر اس ادارے کے انچارج بن کر رہیں گے۔ میرا بھائی مرلی دھر اور سید جلال الدین پاشا اور ان کی صاحب زادی ثنا پاشا بھی کسی دشمن کے دماغ میں جانے اور کسی معاملے کو نمٹانے سے پہلے ہم سے مشورے کریں گے۔ ہم تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد انہیں خیال خوانی کی اجازت دیں گے۔"

"ایسا ہی ہونا چاہیے لیکن انسانی فطرت کے حوالے سے کہتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بعض اوقات خوش فہمی میں مبتلا ہو کر کسی سے مشورہ لینے میں اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ ورشا! تم بھی میری طرح ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو اس لیے ہم دونوں کبھی یہ سمجھ نہیں پائیں گے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے خود ہمارے اندر پہنچ کر ہمارے خیالات کس طرح اپنی مرضی سے بدل رہے ہیں۔"

مرلی دھر باندرے نے کہا "یہ بے اعتمادی والی باتیں ہیں۔ ہم سب کو ایک دوسرے پر اندھا اعتماد کرنا چاہیے۔ یہ یقین رکھنا چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کے خلاف کوئی کارروائی کرکے اپنے ادارے کو کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

پورس نے کہا "بے شک ہمیں اندھا اعتماد کرنے کے لیے ایک مضبوط طریقۂ کار پر عمل کرنا چاہیے اور وہ مضبوط طریقۂ کار یہ ہے۔"

اس نے یہ کہتے ہی لباس سے ایک ریوالور نکال کر مرلی دھر باندرے کو گولی ماری۔ سب ہی چونک کر اور سہم کر دور ہوگئے۔ نیلماں نیند کی حالت میں تھی' گولی چلنے کی آواز پر چونک کر بیدار ہوگئی۔ ان سب کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

ورشا نے غصے سے پوچھا "پورس! تم نے میرے بھائی کو زخمی کیوں کیا ہے؟ کیا دوستی کی ابتدا میں ہی دشمنی کررہے ہو؟"

پورس نے جواب دیا "میں دوستی مضبوط کررہا ہوں۔ تمہارے

بھائی کی آمنا شکتی کمزور رہے گی تو یہ چوری چھپے میرے اندر نہیں آئے گا۔ اس مضبوط طریقۂ کار سے اندھا اعتماد قائم رہے گا۔"

ورشا نے کہا "تم نے اپنے تحفظ کے لیے یہاں آتے ہی میرے بھائی سے دشمنی کی ہے۔"

"اپنے تحفظ کے لیے سب جائز ہے۔ اگر تم سب بابا صاحب کے ادارے کے خلاف اپنے اس ادارے کو مضبوط بنانا چاہتے ہو تو دوستی اور رشتے داری بھول جاؤ۔ فرہاد علی تیمور ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہلاتا ہے لیکن وہ بابا صاحب کے ادارے کے اصولوں اور قوانین کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ یہاں رشتوں کو نہیں' اصولوں کو مضبوط رکھو گے' تب ہی یہ ادارہ مضبوطی سے قائم رہے گا۔"

ورشا نے کہا "ہم تمہیں ذہین سمجھتے تھے مگر تم نے نادانی کی ہے۔ یہ نہیں سوچا کہ میرے بھائی کا زخم بھرے گا تو یہ چوری چھپے تمہارے دماغ میں آتا رہے گا۔"

"ورشا! تم ذہین اور اچھی پلان میکر ہو مگر میری پلاننگ کو سمجھنے کے لیے تمہیں خالص گھی کھانا اور خالص دودھ پینا ہوگا۔ آئندہ تم دیکھو گی کہ اس کے زخم بھرنے کے بعد بھی یہ میرے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

وہ نیلماں کا ہاتھ تھام کر ورشا سے بولا "اپنی کار کی چابی لے کر میرے ساتھ باہر تک چلو۔ میں تمہیں یا کسی کو بھی خواہ مخواہ نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ یہاں سے جانے کے بعد یہ ادارہ اصولوں کے مطابق قائم رکھا جائے گا تو میں ہمیشہ تم لوگوں کا ساتھ دوں گا۔"

"میرا بھائی بے ہوش ہوگیا ہے۔ پہلے اسے طبی امداد پہنچانے دو۔"

"مسٹر باشا اسے امداد پہنچائیں گے۔ تم میرے ساتھ چلو۔"

ورشا حکم کی تعمیل پر مجبور ہوگئی۔ گن پوائنٹ پر نیلماں اور پورس کے ساتھ کوارٹر میں آئی۔ دونوں نے وہاں سے اپنا سامان لیا پھر گیراج سے ایک کار نکالی گئی۔ پورس نے ورشا کو اپنے اور نیلماں کے درمیان بٹھا کر کہا "صرف ایک کلو میٹر کے فاصلے تک تمہیں لے جا کر کار سے اتار دوں گا۔ تم پیدل واپس آسکو گی۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا اس ادارے کے احاطے سے باہر آیا۔ ادارے میں مسلح افراد تھے لیکن وہ سمجھ نہ سکے کہ وہ ورشا کو گن پوائنٹ پر لے جا رہا ہے۔ اس نے پوچھا "میں نے گولی چلائی تھی۔ آواز سن کر تمہارا کوئی مسلح محافظ کیوں نہیں آیا؟"

وہ بولی "مسلح محافظوں اور دوسرے کارکنوں کو اس عمارت میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ انہیں بلایا جائے تب آتے ہیں۔ بائی دا وے' میں تمہاری صلاحیتوں اور تمہارے اسٹائل کو بہت پسند کرتی ہوں۔ کیا میرے بھائی سے دوستی کر کے ہمارے بن کر نہیں رہو گے؟"

"میں زبان کا دھنی ہوں۔ کہہ چکا ہوں کہ اگر تمہارا ادارہ اصولوں پر سختی سے عمل کرتا رہے گا تو ضرور تمہارے کام آتا رہوں گا۔ اب گاڑی سے اتر جاؤ۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ وہ کار سے اتر کر بولی "میں تمہاری ذہانت سے کچھ سیکھنا چاہتی ہوں۔ مجھے یہ بتا دو کہ تم نے کیا سوچ کر میرے بھائی کو زخمی کیا ہے؟ کیا وہ زخم بھرنے کے بعد تمہارے دماغ میں پہنچ کر تمہیں نقصان پہنچائے گا؟"

پورس نے ورشا کو ریوالور دکھا کر کہا "میں سوچے سمجھے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔ یہ ریوالور دیکھ رہی ہو؟ اس کے چیمبر میں چھ گولیاں ہوتی ہیں۔ میری یہ زہریلی محبوبہ ہر گولی کو منہ میں لے کر پھر اسے چوس کر دیتی ہے۔ اس طرح گولیاں کسی حد تک زہریلی ہوجاتی ہیں۔ تمہارا بھائی زہریلی گولی سے زخمی ہوا ہے۔ وہ زندہ تو رہے گا لیکن اس کا زخم کبھی نہیں بھرے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے کار اسٹارٹ کی پھر اپنے پیچھے ورشا پر دھول اڑاتا چلا گیا۔

○☆○

ازبکستان کے سرحدی شہر میں خفیہ ایجنسی کا جو دفتر تھا اس کا باس اپنے مسلح حواریوں کے ساتھ افغانستان کی سرحدی چوکی پر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ افغانستان کے متحارب گروہ کا سردار دلاور بھی تھا۔ اس چوکی میں سردار دلاور کا دوست ایک اعلیٰ افسر آفتاب خان تھا۔

آفتاب خان نے دلاور سے کہا "تم ابھی ایک ڈاکٹر اور نرس کے ساتھ ایک گاڑی میں گئے تھے۔ پھر اتنی جلدی واپس کیوں آگئے؟"

سردار دلاور نے کہا "میں جس کے ساتھ گیا تھا وہ ڈاکٹر نہیں' فرہاد علی تیمور تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے مجبور کیا کہ میں فون پر تم سے بات کروں اور یہ کہوں کہ ریڈ کراس کی پہلی گاڑی میں میں رہوں گا۔ اسے روکا نہ جائے۔ تم نے دوستی نباہی' اس گاڑی کو نہیں روکا۔ مجھے اس ڈاکٹر کے ساتھ دیکھ کر یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ وہ دشمن فوج ہے۔"

آفتاب خان نے کہا "دوست! خدا کا شکر ادا کرو کہ وہ تمہاری جان کا دشمن نہیں تھا۔ صرف چالاکی سے تمہیں آلۂ کار بنا کر سرحد پار کر گیا۔"

بیرونی خفیہ ایجنسی کا باس بولا "سردار دلاور! میں تمہاری ذہانت کچھ کچھ سمجھتا ہوں۔ فرہاد نے ہم سب کو بے وقوف بنایا ہے۔ ہمیں ازبکستان واپس جا کر اسے تلاش کرنا ہوگا۔"

اسی وقت سردار دلاور کے بھائی زور آور خان کے مسلح افراد اپنی گاڑیوں میں آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا "سردار! بری خبر ہے۔ آپ کے برادر زور آور خان آپ کی مدد کرنے آرہے تھے لیکن ان کی گاڑی تیز رفتاری سے فرہاد کو گولی مارنے کی وجہ سے ڈھلوان سے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہوئی ہے۔ باعث ہزاروں فٹ کی گہرائی میں گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہوئی ہے۔"

سردار دلاور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اعلیٰ افسر آفتاب خان سے کہا "دوست! ابھی تم نے کہا تھا کہ فرہاد میری جان کا دشمن نہیں تھا۔ اس نے صرف سرحد پار کرنے کے لیے مجھے آلۂ کار بنایا تھا مگر اس نے میرے بھائی کی جان لے لی۔ اسے میری مدد کے لیے یہاں تک پہنچنے نہیں دیا۔"

آفتاب خان نے کہا "میں نے فرہاد علی تیمور کا بہت نام سنا ہے اور اب اس کی چال بازیاں بھی دیکھ رہا ہوں۔ عرصۂ دراز سے بڑے بڑے ممالک کی سازشوں' خفیہ ایجنسیوں' عالمی سطح کے مجرموں اور سراغ رسانوں کی منظم کوششوں کے باوجود ایسا لگتا ہے جیسے فرہاد کا کوئی وجود نہیں ہے اور دنیا جہان کے دشمن اس کے سائے کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ آج تک کوئی سائے کو نہ پکڑ سکا۔ شاید وہ کبھی نہ پکڑا جاسکے۔"

غیر ملکی خفیہ ایجنسی کے باس کے فون کا بزر بجنے لگا۔ اس نے فون کو آن کر کے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے کوڈورڈز ادا کیے گئے پھر کہا گیا "میں کارل جیمس ہوں۔ کیا مسٹر رابرٹو نے بتایا ہے کہ میں کس مشن پر ہوں اور کہاں آنے والا ہوں۔"

خفیہ ایجنسی کے باس نے کہا "مجھے بتایا گیا ہے۔ تمہارے ساتھ میڈم سومنا بھی ہے۔ تمہیں معلوم ہوچکا ہوگا کہ فرہاد افغانستان میں نہیں ہے اس لیے اب تمہیں سومنا کے ساتھ ازبکستان میں میرے دفتر میں آنا ہے۔"

"میں آرہا ہوں۔ میں کسی کام میں دیر نہیں کرتا۔ آدھے گھنٹے میں افغانستان کی سرحد پار کرلوں گا۔"

"تو پھر سرحد پار کرنے کے لیے کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کرو۔ سیدھے سرحدی چوکی میں چلے آؤ۔ یہاں اعلیٰ افسر اور سردار دلاور سب اپنے ہی لوگ ہیں۔"

"آل رائٹ۔ ہم ابھی آرہے ہیں۔"

باس نے رابطہ ختم کر کے سردار دلاور سے کہا "دو خطرناک چال باز قاتل ابھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ وہ میرے ساتھ ازبکستان کے دفتر میں جائیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "رات ہورہی ہے۔ سردار دوست! میں چاہوں گا کہ میرے ساتھ رات کا کھانا کھاؤ۔ میں مسٹر ہیرالڈ (خفیہ ایجنسی کا باس) اور اس کے ماتحتوں کو بھی کھانے کی دعوت دیتا ہوں۔"

ہیرالڈ نے کہا "آپ کھانے کا تکلف نہ کریں۔ ابھی سومنا اور کارل پہنچنے والے ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ جانا ہے۔"

"بھئی سومنا اور کارل بھی میرے مہمان بنیں گے۔ آپ انگریزوں کو کبھی کبھی افغانی ڈشیں بھی کھانی چاہئیں۔"

اعلیٰ افسر آفتاب خان نے اپنے ماتحتوں کو فوراً کھانا تیار کرنے کا حکم دیا پھر وہ سب کھلی ہوا میں کرسیوں پر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

سومنا اور کارل رہ رہ کر ٹوٹتی ہوئی نظروں سے سردار دلاور کو کی گاڑی ایک جگہ چھوڑ دی تھی۔ اس کے بعد پبلک کوچ میں بیٹھ کر سرحدی شہر کی طرف جارہے تھے۔

ادھر ٹائی رابرٹو' ڈان ون اور ڈان ٹو پر تنویمی عمل کر چکی تھی۔ اب وہ تینوں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتے تھے۔ میں نے رابرٹو کے اندر پہنچ کر اسے فون کرنے پر مائل کیا۔ اس نے کارل کا موبائل نمبر ملایا پھر کوڈورڈز ادا کرنے کے بعد کہا "کارل! فرہاد نے پھر کوئی چال چلی ہے۔ وہ سردار دلاور کو اغوا کر کے افغانستان کی سرحد کے پار گیا تھا۔ سرحد پار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ ثمرینہ کو ازبکستان میں ایک محفوظ جگہ پہنچانا چاہتا تھا۔ اب وہ پھر افغانستان واپس آرہا ہے۔"

"کیا آپ کی یہ معلومات پکی ہے؟"

"ہاں۔ فرہاد کی واپسی کی بات سردار دلاور کا بھائی زور آور خان جانتا تھا۔ فرہاد نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے دلاور خان تک پہنچنے اور صحیح معلومات فراہم کرنے سے پہلے زور آور خان کو ایک پہاڑی سے گاڑی سمیت گرا کر ہلاک کردیا ہے۔ دوسری طرف وہ سردار دلاور کو ہلاک کر کے اس کا بہروپ بدل کر ہماری خفیہ ایجنسی کے باس ہیرالڈ کے ساتھ پھر افغانستان کی سرحدی چوکی تک پہنچ گیا ہے۔"

کارل نے کہا "میں بھی وہاں پہنچنے والا ہوں۔ ہیرالڈ بھی وہاں موجود ہے۔ کیا فرہاد اپنی زبان اور لہجے سے پکڑا نہیں جائے گا؟"

"نہیں۔ وہ افغانی زبان بڑی روانی سے بولتا ہے اور ثمرینہ نے اسے قبائلی سرداروں کے بہت سے طور طریقے بتائے ہیں۔ ابھی تم وہاں جاؤ گے تو تمہیں بھی یقین آئے گا کہ وہ ایک افغانی گروہ کا سردار دلاور ہے۔"

"پھر تو میں افغانستان کی سرحد میں ہی فرہاد کی قبر بنا دوں گا۔"

"ایسے معاملات میں سومنا تمہیں مناسب مشورے دیتی ہے۔ اس سے مشورہ لو کہ فرہاد کو سرحدی چوکی پر ختم کیا جائے یا اس کے ساتھ پھر افغانستان جانا مناسب ہوگا۔ ہم نے سنا ہے کہ طالبان نے ایک مسلمان دہشت گرد کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے اور امریکی حکومت اس دہشت گرد کو گرفتار کر کے اپنے ملک میں لا کر سزائے موت دینا چاہتی ہے۔ میرا خیال ہے فرہاد اس مسلمان دہشت گرد کی حفاظت کے لیے افغانستان واپس جارہا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سومنا سے مشورہ کر کے آئندہ کے لیے لائحۂ عمل تیار کروں گا لیکن سردار دلاور کے بھیس میں چھپے ہوئے فرہاد کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

رابرٹو نے میری مرضی کے مطابق فون بند کیا پھر بستر پر لیٹ کر سوگیا۔ تھوڑی دیر بعد سومنا اور کارل جیمس سرحدی چوکی پر پہنچے۔ ہیرالڈ' سردار دلاور اور اعلیٰ افسر آفتاب خان نے ان کا استقبال کیا پھر انہیں پروگرام بتایا کہ رات کا کھانا وہاں کھایا جائے گا۔

دیکھ رہے تھے۔ سومنا نے کہا "مسٹر ہیرالڈ! افسوس ہے کہ ہم ابھی آپ کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ سردار دلاور کے ساتھ واپس افغانستان جانا ضروری ہے۔ وہاں ہم اپنا ایک اہم کام ادھورا چھوڑ کر آئے ہیں۔"

ہیرالڈ نے کہا "لیکن فرہاد ازبکستان میں ہے۔ تم اسے کیوں نظرانداز کررہے ہو؟"

کارل نے کہا "ہم بعد میں ازبکستان آئیں گے۔ تب تک تمہارے جاسوس ثمرینہ اور فرہاد کو وہاں تلاش کرتے رہیں گے۔"

وہ رات کو خوب کھاتے پیتے رہے اور مجھے گفتگو کا موضوع بناتے رہے۔ ہیرالڈ اور اعلیٰ افسر نے خوب شراب پی۔ سردار دلاور بھی پینے کا عادی تھا لیکن میں اس کے دماغ میں تھا اور کہہ رہا تھا "میں نے پینا چھوڑ دیا ہے۔ اس لیے میں صرف کھانے میں ساتھ دیتا رہوں گا۔"

سومنا اور کارل کو اور زیادہ یقین ہوگیا کہ وہ سردار دلاور نہیں، فرہاد ہے اسی لیے شراب کو ہاتھ نہیں لگا رہا ہے۔ سومنا نے تنہائی میں کارل سے کہا "بھیس بدلنے میں فرہاد کا جواب نہیں ہے۔ برسوں کے تجربات نے اسے کتنی ہی زبانیں سکھا دی ہیں۔ بڑی روانی سے مقامی زبان بول رہا ہے۔"

کارل نے کہا "میرا خیال ہے اسے کسی طرح زخمی کیا جائے ورنہ یہ کسی وقت بھی ہمیں زخمی کرکے ہمارے خیالات پڑھ سکتا ہے۔"

"ہاں ایسا کرنا چاہیے تاکہ یہ خیال خوانی نہ کرسکے لیکن دوسرے پہلو پر بھی غور کرو۔ اگر یہ خیال خوانی کرکے اپنے لوگوں سے رابطہ نہیں کرے گا یا اس کی بیوی آمنہ اس کے اندر آکر اس کی دماغی کمزوری معلوم کرے گی تو پھر اس کی طاقت بننے کے لیے اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرے گی۔"

"ہوں۔ ٹھیک کہتی ہو۔ ہم اس کے ساتھ افغانستان چلیں گے پھر جب بھی خطرہ محسوس کریں گے، اسے گولی ماردیں گے۔"

"یوں تو شراب پینے سے انکار کرنے پر ہی یقین ہوگیا ہے۔ راستے میں مزید اسی کی باتوں اور حرکتوں سے اس کے فرہاد ہونے کا یقین کریں گے۔"

"بے شک ہمیں تو اس کے قتل کا باقی معاوضہ وصول کرنا ہے اس لیے اس کے فرہاد ہونے کی مکمل تصدیق کرتے ہی اسے ختم کردیا جائے گا۔"

وہاں کھانے پینے اور ناچنے گانے کی ایسی محفل جمی تھی کہ آدھی رات گزر گئی۔ اعلیٰ افسر آفتاب خان نے سردار دلاور سے کہا "یار! اتنی رات کو سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔ راستے میں کسی مخالف گروہ سے تمہارا سامنا ہوسکتا ہے۔ ابھی آرام سے نیند پوری کرو۔ صبح ہوتے ہی چلے جانا۔"

سردار دلاور نے میری مرضی کے مطابق کہا "اس میں تو شبہ نہیں کہ میرے ہی وطن میں میرے کئی جانی دشمن ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اپنی یہ داڑھی مونچھیں صاف کرلوں اور میک اپ کے ذریعے چہرے میں کچھ تبدیلیاں کرلوں پھر میرا کوئی دشمن مجھے پہچان نہیں سکے گا۔"

سومنا اور کارل نے ایک دوسرے کو معنی خیز انداز میں دیکھا۔ آفتاب خان نے کہا "یار! کیسی باتیں کررہے ہو۔ کسی مسلمان کو داڑھی رکھ کر مونڈنا نہیں چاہیے پھر تمہارے قبیلے کے بزرگ تمہاری اس حرکت پر اعتراض کریں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ میں پوری داڑھی صاف نہیں کروں گا۔ ہلکی کٹنگ کرکے داڑھی رکھوں گا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ چہرہ بدلنے کے لیے فی الحال میک اپ کا سامان نہیں ہے۔"

آفتاب خان نے پوچھا "تعجب ہے۔ تمہیں میک اپ کرنا بھی آتا ہے؟"

"کیا تم مجھے جاہل اور بیک ورڈ قسم کا سردار سمجھتے ہو۔ جب میں خفیہ ایجنسیوں سے معاملات طے کرنے مغربی ممالک جایا کرتا تھا تو وہاں سے بہت کچھ سیکھ کر آیا کرتا تھا۔"

کارل نے کہا "سردار! ہمارے پاس میک اپ کا سامان ہے۔ تمہارا یہ مسئلہ حل ہوجائے گا لیکن تمہاری باتوں سے اور ایسی تبدیلیوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تم بھیس بدل کر کسی زبردست دشمن سے نمٹنا چاہتے ہو یا طالبان کے خلاف کوئی بڑا قدم اٹھانے والے ہو۔"

سردار دلاور نے کہا "تمہاری دونوں باتیں درست ہیں۔ مجھے ایک دشمن سے نمٹنے کے لیے طالبان کے خلاف کچھ ایسا اقدام اٹھانا ہوگا کہ گروہ یا فوج کی صورت میں طالبان سے ٹکراؤ نہ ہو۔ میں طالبان کے خلاف تنہا بہت کچھ کرنے کا حوصلہ رکھتا ہوں۔"

کارل نے اسے میک اپ کا مکمل سامان دیا۔ وہ اسے لے کر ایک کمرے میں چلا گیا۔ کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ میں نے اس کے اندر رہ کر اس کی داڑھی اور مونچھیں تراش کر چھوٹی کیں اور چہرے کو میک اپ کے ذریعے ایسے تبدیل کیا جیسے کوئی ماہر میک اپ مین کرتا ہے۔ آفتاب خان اور ہیرالڈ وغیرہ نشے میں تھے۔ وہ جاکر سوگئے تھے۔ سومنا اور کارل تجسس میں تھے۔ سردار دلاور کی ایک ایک حرکت سے اس کے فرہاد ہونے کا ثبوت ملتا جارہا تھا۔ جب میک اپ کرتے کرتے رات کے تین بج گئے تو ان دونوں نے ایک میز پر چڑھ کر روشن دان کے ذریعے کمرے کے اندر دیکھا۔ اب انہیں وہاں سردار دلاور نہیں، کوئی دوسرا شخص نظر آرہا تھا۔ وہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر آنکھیں کھول کر خلا میں یوں تک رہا تھا جیسے خیال خوانی میں مصروف ہو۔

وہ دونوں روشن دان سے ہٹ گئے۔ میز کو بھی وہاں سے ہٹا کر اس کی پہلی جگہ رکھ دیا پھر کارل نے کہا "ایسا میک اپ کوئی ماہری کرسکتا ہے۔ اس نے چہرہ ایسی مہارت سے تبدیل کیا ہے کہ اس کے اپنے بھی اسے دیکھ کر نہیں پہچان سکیں گے۔"

سومنا نے کہا "اور ابھی وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ اب شبے کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے کہ یہی فرہاد علی تیمور ہے۔"

"یہ افغانستان جاکر اس مسلمان دہشت گرد کی حفاظت کرنا چاہتا ہے جسے دنیا کے تمام مسلمان مجاہد کہتے ہیں۔ فی الحال ہمیں اس دہشت گرد یا مجاہد سے کچھ نہیں لینا ہے۔ دانش مندی یہ ہے کہ فرہاد کو ہلاک کرنے کے لیے اب ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ہم رابرٹو سے باقی معاوضے کی رقم لے کر اس سے نیا سودا کریں گے۔"

سومنا نے پوچھا "کون سا نیا سودا؟"

"افغانستان میں جو دہشت گرد طالبان کی پناہ میں ہے، اس کا مطالبہ امریکا کررہا ہے۔ اس کی گرفتاری یا ہلاکت کی قیمت بھی لگائی ہے۔ ہم اسے بھی ہلاک کرنے کا بھاری معاوضہ حاصل کریں گے۔"

"تمہاری یہی عادت خراب ہے۔ ایک کام کو پوری طرح ختم کرنے سے پہلے دوسرے منصوبے بنانے لگتے ہو۔"

"میری جان! مزید آمدنی کے راستے نکالتے رہنے چاہئیں۔"

"کامیابی کا راز یہ ہے کہ صرف ایک کام پر پوری توجہ مرکوز رکھو۔ جب اس میں کامیابی ہوگی تو بڑے ممالک اور خفیہ ایجنسیاں خود ہی ہماری کامیابی کے پیش نظر آئندہ کام لینے کے لیے معاوضے کی رقم بڑھا چڑھا کر دیں گی۔"

"تم بڑے پتے کی بات کرتی ہو۔ اب بولو فرہاد کا کیا کیا جائے؟"

"تم ریوالور میں سائلنسر لگاؤ۔ یہاں کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ہم نے اسے ہلاک کیا ہے پھر ہم ابھی یہاں سے ازبکستان چلے جائیں گے۔"

وہ سائلنسر نکال کر ریوالور میں فٹ کرنے لگا۔ سومنا نے بھی احتیاطاً اپنے ریوالور کو ساؤنڈ پروف بنالیا پھر اس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ اندر سے سردار دلاور نے پوچھا "کون؟"

"میں ہوں سومنا۔"

پھر بند دروازے کے قریب دلاور خان کی آواز سنائی دی "تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟ تمہارا ساتھی کارل کہاں ہے؟"

"وہ سوگیا ہے۔ تم نے مجھے دیکھا ہے۔ ایسی بھری جوانی میں بنا مرد سوجائے تو نیند نہیں آتی۔ جوان عورت بھٹک کر دوسرے دروازے پر چلی آتی ہے۔ کیا مجھے مایوس کروگے؟"

سردار دلاور خان نے دروازہ کھول کر کہا "تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ اندر آجاؤ۔"

کارل دیوار سے لگا ہوا تھا۔ دروازہ پوری طرح کھلتے ہی دونوں نے تھوڑے سے ریوالور کو تھام کر اسے نشانے پر رکھ کر بولا "ہم شام سے اب تک تمہارے فرہاد ہونے کی تصدیق کرتے رہے ہیں۔ اب شبے کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔"

سومنا کے دونوں ہاتھ پیچھے تھے۔ وہ بھی ہاتھ آگے کرکے اس میں ریوالور لے کر بولی "تم غضب کی چالیں چلتے ہو مگر ہم بھی تم سے کم نہیں ہیں۔"

سردار دلاور نے پریشان ہوکر کہا "یہ کیا کررہے ہو؟ میں فرہاد نہیں ہوں۔ میں نے ابھی میک اپ کے ذریعے چہرہ بدلا ہے۔"

میں نے پہلے کارل کے اور پھر سومنا کے دماغ میں جانا چاہا۔ دونوں نے سانسیں روک لیں پھر کارل نے کہا "آخری کوشش بھی کرچکے ہو۔ میرے دماغ میں نہیں آسکو گے۔"

پیچھے میز پر کلاشنکوف رکھی ہوئی تھی۔ میں سردار دلاور کو الٹے قدموں ادھر لے جانے لگا۔ سومنا نے کہا "اس نے ابھی میرے اندر بھی آنے کی کوشش کی تھی۔"

سردار دلاور نے میری مرضی کے مطابق کلاشنکوف کی طرف چھلانگ لگائی۔ سومنا اور کارل نے بیک وقت اس پر گولیاں چلائیں۔ میں نے سردار دلاور کے منہ سے چیخ نکلنے نہیں دی۔ اس کے جسم کے کئی حصوں میں گولیاں پیوست ہوئیں۔ ایک گولی اس کے سر پر لگی پھر وہ فرش پر گر کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا۔

وہ دونوں اپنے ریوالوروں سے سائلنسر نکالتے ہوئے اپنے کمرے میں آئے۔ ان چیزوں کو اپنے سامان میں رکھا پھر کارل نے کہا "اب ہمیں یہاں ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رکنا چاہیے۔ یہاں کے افسران وغیرہ نشے میں مدہوش ہوکر سو رہے ہیں۔"

انہوں نے اپنا مختصر سا سامان اٹھالیا پھر باہر اپنی پجیرو کے پاس آئے۔ ذرا فاصلے پر دو چار مسلح پہرے دار ڈیوٹی پر تھے۔ انہوں نے ان دونوں کو دیکھ کر سلیوٹ کیا۔ کارل نے ایک پہرے دار سے کہا "تمہارے صاحب اور ہمارے ہیرالڈ صاحب گہری نیند میں ہیں۔ صبح ان سے کہنا ایک ضروری فون آیا تھا۔ ہمیں طلب کیا گیا ہے اس لیے ہم جارہے ہیں۔"

پہرے داروں نے ان دونوں کو اپنے افسران کے ساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ دیکھا تھا اس لیے ان کے جانے پر اعتراض نہیں کیا۔ کارل ڈرائیو کرتا ہوا ازبکستان کے سرحدی شہر کی طرف جانے لگا۔ سومنا اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے موبائل کے ذریعے رابرٹو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں وہ خوش خبری سنا رہی ہوں جسے سن کر تمہیں اور امریکا بہادر کو یقین نہیں آئے گا۔ میں نے اور کارل نے فرہاد علی تیمور کو جہنم میں پہنچا دیا ہے۔ اب اس دنیا میں صرف اس کی ایک قبر رہے گی۔"

"واقعی یہ خوش خبری ہے اور حقیقتاً مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

رابرٹو نے مورینا اور اس کے دونوں بھائیوں ڈان ون اور ڈان ٹو کو بلا کر کہا "یہ فون سنو۔ مجھے تو یقین نہیں آرہا ہے لیکن سومنا کا دعویٰ ہے کہ اس نے اور کارل نے فرہاد علی تیمور کو قتل کردیا ہے۔"

ڈان ون نے ریسیور کان سے لگا کر کہا "سومنا! فون کارل کو دو۔"

پھر کارل کی آواز آئی۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بول رہا تھا "تم لوگوں کو سومنا کی باتوں پر یقین نہیں آیا۔ ویسے تم تو کیا، کچھ عرصے تک ساری دنیا کو یقین نہیں آئے گا کہ ہم نے اتنا بڑا کارنامہ انجام

دیا ہے۔"

ڈان ون نے کہا "اگر یہ سچ ہے تو جرائم کی دنیا میں تم دونوں کا نام سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ میں تھوڑی دیر کے لیے یہ رابطہ منقطع کر رہا ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے سے اس کی موت کی تصدیق کرنے کے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔"

سومنا نے فون بند کر دیا۔ وہ اپنی بیکیرو میں اس سرحدی شہر کی سمت جا رہے تھے جہاں میں ثمرینہ کے ساتھ پچھلی شام پہنچ گیا تھا۔ ہم نے ایک ازبک میاں بیوی کو ٹریپ کر کے ان کا بہروپ اختیار کیا تھا۔ ان میاں بیوی کے عزیز و اقارب زیادہ نہیں تھے اور جو تھے' وہ تاجکستان میں رہتے تھے۔ وہ دونوں ایک چھوٹے سے بنگلے میں رہتے تھے۔ اس شہر میں ان کے چند واقف کار تھے۔ میں ان کے دماغوں میں بھی پہنچ کر بہت سی ضروری معلومات حاصل کر چکا تھا۔ اس طرح میں نے دشمنوں کے لیے شبے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔

رابرٹو اور دونوں ڈان نے امریکی حکام سے رابطہ کر کے انہیں میری ہلاکت کی خوش خبری سنائی۔ کسی کو بھی اتنی جلدی میری ہلاکت کا یقین نہیں آ سکتا تھا۔ امریکا اور دوسرے بڑے ممالک نے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرنا چاہا لیکن رابطہ نہیں ہوا۔ پتا چلا کہ اس ادارے کے تمام ٹیلی فون اور فیکس وغیرہ کے کنکشن کٹے ہوئے ہیں۔ اس ادارے کے انچارج اور جناب تمیرزی سے رابطے کے تمام سلسلے منقطع ہو چکے ہیں۔ فرانس کے کئی ہیلی کوپٹرز میں فوجی افسران نے پرواز کرتے ہوئے رپورٹ دی کہ احاطے میں داخل ہونے کے لیے جو بہت بڑا آہنی گیٹ ہے' وہ بند ہے۔ گیٹ کے باہر کوئی نہیں ہے لیکن اندر مسلح پہرے دار ہیں۔ پورے ادارے میں ایک ویرانی سی ہے۔ وہاں کی اہم عمارتوں کی کھڑکیاں اور دروازے بند ہیں اور وہاں اِکا دُکا لوگ نظر آ رہے ہیں۔

اسرائیلی اکابرین نے الپا اور امریکی اکابرین نے مہاراج سے کہا۔ "فرہاد علی تیمور کی موت کی تصدیق کسی حد تک ہو رہی ہے۔ بابا صاحب کا ادارہ ویران نظر آ رہا ہے۔ اس ادارے سے رابطے کے تمام ذرائع منقطع ہو چکے ہیں۔ ایسا لگتا ہے' فرہاد کی موت کا سوگ بڑی خاموشی اور رازداری سے منایا جا رہا ہے۔ لہٰذا اب الپا اور مہاراج ہی فرہاد سے دماغی رابطہ کر کے معلوم کر سکتے ہیں کہ اس کا دماغ انہیں مل سکتا ہے یا نہیں؟"

آمنہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ الپا اور مہاراج کی سوچ کی لہریں کئی بار میرے دماغ تک آنے سے پہلے بھٹک کر واپس چلی گئیں۔ الپا نے خوشی سے چیخ کر کہا۔ "ہی از نو مور ٹو رول اوور اس (وہ اب ہم پر حکومت کرنے کے لیے نہیں رہا ہے) وہ بے شک و شبہ مر چکا ہے۔ میں کئی بار خیال خوانی کر کے دیکھ چکی ہوں۔ اس کا دماغ مردہ ہو چکا ہے۔"

مہاراج نے بھی کہا "تمہاری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں

مل رہا ہے۔ میں کئی بار اس کے اندر پہنچنے کی کوششیں کر چکا ہوں۔"

میں نے پہلے ہی جناب تمیرزی اور آمنہ سے کہہ دیا تھا کہ اس بار امریکا اور دوسرے بدترین دشمنوں کو میری موت کی مکمل تصدیق کے ساتھ خوش فہمی میں مبتلا رکھنا ہے۔ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ جتنے دشمن مجھے قتل کرنے کے لیے میدانِ عمل میں آنے والے تھے' آئندہ انہیں خاموشی سے ٹھکانے لگایا جائے گا۔

اس سلسلے میں ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے رابرٹو اور دونوں ڈان کے دماغوں میں رہ کر تمام کرائے کے خطرناک قاتلوں کے نام اور پتے معلوم کر لیے تھے۔

دوسری صبح سرحدی چوکی کے اعلیٰ افسر اور خفیہ ایجنسی کے باس ہیرالڈ کو سردار دلاور کی لاش کمرے میں ملی۔ وہ اسے پہچان نہ سکے۔ سومنا اور کارمل کے اچانک ازبکستان جانے سے شبہ ہوا کہ وہ دونوں دوستی کے باوجود بڑی رازداری سے کسی کو قتل کر کے یہاں سے گئے ہیں۔

اس کمرے میں تراشی ہوئی داڑھی کے بال اور میک اپ کا سامان دیکھ کر مقتول کے چہرے کو صاف کیا گیا تو انہیں سردار دلاور نظر آیا۔ اعلیٰ افسر آفتاب خان نے کہا "مسٹر ہیرالڈ تمہارے دونوں ساتھی آستین کے سانپ نکلے۔ انہوں نے میرے یار کو ہلاک کر کے میرے لیے مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ مقتول سردار کے قبیلے والے اور ان کے دوسرے حمایتی قبیلوں کے سردار میری جان کے دشمن بن جائیں گے۔ یہاں میرے پاس مسلح افراد ہیں لیکن میں متحد ہو کر حملہ کرنے والے قبیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔"

ہیرالڈ نے کہا "فی الحال قبیلے والے جانتے ہیں کہ فرہاد سردار دلاور خان کو اغوا کر کے لے گیا ہے۔ اب یہی ثابت کرو کہ پتا نہیں فرہاد نے سردار کو کہاں لے جا کر قتل کر کے پھینک دیا ہے۔ اس کی لاش کو ہم ہزاروں فٹ کی گہرائی میں پھینک دیں گے۔ اس طرح تم زندہ سلامت رہو گے۔"

انہوں نے یہی کیا۔ اس کی لاش کو ایک بند گاڑی میں لے جا کر اتنی گہری کھائی میں پھینک دیا کہ اس کی ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو گئی ہوں گی۔

اسی وقت میں نے ہیرالڈ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے موبائل کے ذریعے رابرٹو سے کہا "سرحدی چوکی میں فرہاد علی تیمور کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ یہاں کے افسران اس کی موت کی ذمے داری اپنے سر لینا نہیں چاہتے ہیں۔ اس کی لاش کو پہاڑی بلندی سے ہزاروں فٹ نیچے پھینک کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فرہاد یہاں نہیں آیا تھا۔ وہ فرہاد کی موت کی ذمے داری قبول کرنے سے ڈر رہے ہیں۔"

رابرٹو نے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

"میں سرحدی چوکی سے فرہاد کی لاش لا کر امریکا پہنچانا چاہتا ہوں لیکن سرحدی چوکی والے مجھ پر فائرنگ کر رہے ہیں۔"

اعلیٰ افسر آفتاب خان نے ہیرالڈ کی یہ باتیں حیرانی سے سنیں۔ میں نے ہیرالڈ کے ذریعے اسے گولی ماردی۔ اس کے بعد دو اور ماتحت افسروں کو ہلاک کیا۔ آخر میں جو رہ گیا تھا اس نے ہیرالڈ کو گولی ماردی۔

دوسری طرف سے رابرٹو مسلسل فائرنگ کی آواز سن رہا تھا۔ رابرٹو کی چیخ سن کر وہ ہیلو ہیلو کہہ کر اسے مخاطب کرنے لگا۔ وہاں صرف ایک آخری مسلح جونیئر افسر رہ گیا تھا۔ اس نے ہیرالڈ کا زمین پر گرا ہوا فون اٹھا کر کہا "ہم نے فرہاد کی لاش کو ٹھکانے لگا کر تمہارے ہیرالڈ کو بھی ٹھکانے لگا دیا ہے۔ تم ہیلو ہیلو کرتے رہو۔"

اس آخری افسر نے موبائل فون کو آف کیا پھر اپنی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھ کر ٹریگر کو دبا دیا۔ سرحدی چوکی کا قصہ تمام ہو گیا۔ اب دشمنوں کو میری لاش نہیں مل سکتی تھی اور انہیں یہ یقین کرنا تھا کہ کن حالات میں میری لاش کو ہزاروں فٹ کی گہرائی میں پھینکا گیا ہے۔

رابرٹو فون کے ذریعے یہ خبر میرے تمام چھوٹے بڑے دشمنوں تک پہنچا رہا تھا۔ اس سلسلے میں دو اہم باتیں ایسی تھیں جن پر دشمنوں نے کسی شک و شبے کے بغیر میری موت کا یقین کیا۔ ایک اہم بات یہ کہ الپا اور مہاراج کی خیال خوانی کی لہروں کو میرا دماغ نہیں ملا پھر یہ کہ بابا صاحب کے ادارے کے انچارج نے فرانس کے حکام سے فون کے ذریعے صرف اتنا کہا "بابا صاحب کا ادارہ تین دنوں تک ساری دنیا سے کسی طرح کا بھی رابطہ نہیں رکھے گا اور چالیس دنوں تک بین الاقوامی معاملات میں حصہ نہیں لے گا۔ دیٹس آل۔"

یہ کہہ کر رابطہ ختم کر دیا گیا تھا۔ یہ تمام ایسی باتیں تھیں کہ میری ہلاکت کا مکمل یقین ہو گیا اور تمام دشمن اپنے اپنے طور پر خوشیاں منانے لگے تھے۔ میرے بعد ان کی گفتگو کا یہ موضوع تھا کہ اب بابا صاحب کے ادارے میں صرف دو روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ ایک جناب تمیرزی اور دوسری آمنہ فرہاد۔

جناب تمیرزی کے بارے میں سوچا جا رہا تھا کہ وہ بہت عمر رسیدہ ہو چکے ہیں۔ جلد ہی اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور آمنہ فرہاد کو ختم کرنے کے لیے بڑی رازداری سے منصوبے بنائے جا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں کامیابی کا یقین اس لیے تھا کہ آمنہ ایک طویل عرصے سے بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر پاکستان کے قبرلا ہور میں رہنے لگی تھی۔ وہاں میرے بیٹے اور پارس کے بیٹے کریا اور بابر کی پرورش کر رہی تھی تاکہ وہ میرے باپ دادا کی طرح پاکستانی تہذیب کے مطابق زندگی گزاریں۔

اس دنیا میں جہاں بھی میرے دشمنوں کی اکثریت تھی وہاں سب ہی بابا صاحب کے ادارے اور میری فیملی کے خلاف طرح طرح کی لذیذ کھچڑیاں پکا کر خوش ہو رہے تھے۔ امریکا اور اسرائیل میں جشن منایا جا رہا تھا۔ الپا نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کو مخاطب کیا۔ پارس نے گہری سنجیدگی سے کہا "چلی جاؤ پھر کبھی نہ آنا۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ الپا نے ہنستے ہوئے برین آدم سے کہا "بِگ برادر! میں نے پہلی بار پارس کو گہری سنجیدگی سے بولتے سنا ہے۔ اس نے زیادہ بات نہیں کی۔ سانس روک لی۔ مجھے بھگا دیا مگر اب وہ کب تک سانس روک کر بھگائے گا۔ میری پہلی کوشش یہی ہوگی کہ اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر کے اسے زخمی کروں۔ اس کے اندر پنجوں پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا غلام بنا لوں۔ میری برسوں کی خواہش پوری ہونے والی ہے۔"

برین آدم نے کہا "الپا! ہماری سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ امریکا اور دوسرے بڑے ممالک کے مقابلے میں صرف تم ایک ٹیلی پیتھی کا ہتھیار بن کر رہو گی۔ مہاراج ہندوستان میں ہے۔ ہندوستان کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔ امریکا وغیرہ بڑی سے بڑی قیمت پر مہاراج کی خدمات حاصل کرنا چاہیں گے۔ تم پارس کو ضرور اپنا غلام بناؤ مگر پہلے مہاراج کو کسی طرح اپنا دوست بنا لو اور نہ بنا سکو تو سوچو کہ اس کا قصہ بھی کس طرح تمام کیا جا سکتا ہے؟"

الپا نے مہاراج کو مخاطب کیا۔ مہاراج نے کہا "میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم کیوں آئی ہو۔"

"میں نے ہمیشہ دوست بن کر رہنا چاہا۔ آج بھی تم سے دوستی رکھنا چاہتی ہوں۔ اگر تم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا ہے تو پھر غور کرو کہ ہم دو ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ ہم متحد ہو کر تمام دنیا پر چھا جائیں گے۔"

"تم نیلماں کو بھول رہی ہو۔"

"وہ فی الحال نہ ہونے کے برابر ہے۔ جب وہ رابطہ کرے گی تو ہم اسے بھی اپنے اتحاد میں شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"ابھی میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ابھی بابا صاحب کے ادارے میں دو روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

"تم نہیں جانتے کہ مسلمانوں میں جو علما روحانیت کی معراج کو پہنچے لگتے ہیں وہ دنیاوی معاملات سے دور رہتے ہیں۔ آمنہ اور جناب تمیرزی نے آج تک شاید ایک آدھ بار اپنے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مدد کی پھر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ تم ان کی فکر نہ کرو۔ اگر کبھی وہ ہمارے مقابلے پر آئیں گے تو جنگ کے طریقہ کار کے مطابق شکست تسلیم کریں گے پھر اپنی روش پر آ جائیں گے۔ میں یقین دلاتی ہوں کہ وہ بار بار دنیاوی معاملات کی طرف نہیں آئیں گے۔"

"یہ باتیں میں جانتا ہوں۔ میں نے کبھی جناب تمیرزی اور آمنہ کو اپنے معاملات میں مداخلت کرتے نہیں دیکھا جبکہ میں فرہاد اور اس کی فیملی کے افراد کو نقصانات پہنچاتا رہا ہوں پھر بھی مجھے ہر پہلو پر اچھی طرح غور کر لینا چاہیے۔"

"تم ایک نہیں ہزار بار غور کرو مگر پہلے اپنے دماغ سے ان احسانات کو بھلا دو جو فرہاد نے تم پر کیے تھے۔ اس نے تمہارے بیٹے

کو ہلاک نہیں کیا' اسے زندہ رکھا۔ ایسا تو ہم بھی مصلحتاً بعض دشمنوں کو ہلاک نہیں کرتے ہیں۔ ان سے دوسرے کام نکالنے کے لیے انہیں زندہ رکھتے ہیں۔ فرہاد نے تمہیں اپنا احسان مند یا غلام بنائے رکھنے کے لیے ہی تمہارے بیٹے کو زندہ رہنے دیا تھا۔"

"میں تمہاری بات کو غلط نہیں کہوں گا۔ فرہاد بڑی حکمتِ عملی سے کام کرتا تھا۔ دراصل امریکی حکام سے میری بات چل رہی ہے۔ ان سے میری مرضی کے مطابق معاملات طے نہیں ہوں گے تو پھر تم سے بات کروں گا۔"

"تو پھر صاف کہو نا کہ بہت بڑا ہاتھ مارنے کی کوشش میں ہو۔ اس لیے ابھی مجھے ٹال رہے ہو۔ بہرحال امریکی حکام کی جو بھی آفر ہوگی' میں اس سے زیادہ آفر دوں گی۔ اس سلسلے میں کل بات کروں گی۔"

اسی کو کھچڑی پکانا کہتے ہیں۔ وہ سب اپنے طور پر آئندہ کے لیے لائحۂ عمل تیار کررہے تھے۔ یہ اب تک کسی کے علم میں نہیں تھا کہ ثانی بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اگر میں اس دنیا میں نہیں ہوں تو میری ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی بہو موجود ہے' جو بعض اوقات نیلماں بن کر مخالفین سے رابطے کرتی ہے۔

الپا' مہاراج' امریکا اور اسرائیل وغیرہ کو ایک اور نئی بات معلوم نہیں ہوئی تھی کہ ممبئی شہر سے ساڑھے چار کلو میٹر دور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ایک ادارہ قائم ہوا ہے جہاں سید جلال الدین پاشا' ثنا پاشا اور مرلی دھرباندرے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں' جن میں سے ایک مرلی دھرباندرے کو پورس نے زخمی کرکے ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی سے محروم کردیا ہے۔

پھر بھی اس نئے ادارے میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے اور ایک زہریلی نیلاں تھی جو اَب تک پراسرار بنی ہوئی تھی۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ کتنی مدتوں کے بعد ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے ظاہر ہوسکے گی اور مستقل پورس کے کام آیا کرے گی۔

پورس نے فون کے ذریعے سید جلال الدین پاشا کو مخاطب کرکے پوچھا "آپ فرہاد کی ہلاکت کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟"

جلال الدین پاشا نے کہا "پہلے تو مجھے یقین نہیں آیا تھا پھر میں امریکی حکام اور خفیہ ایجنسیوں کے ایجنٹوں کے خیالات پڑھتا رہا۔ افغانستان کی سرحدی چوکی پر نئے افسران آئے ہیں۔ ان کے خیالات سے بھی پتا چلا کہ چوکی والی عمارت کے ایک کمرے میں فرہاد کی لاش تھی۔ سابقہ افسران کسی جواب دہی سے بچنے کے لیے فرہاد کی لاش کو ضائع کرنا چاہتے تھے اور ہیرالڈ اس لاش کو ثبوت کے طور پر امریکا پہنچانا چاہتا تھا لیکن لاش کو ہزاروں فٹ کی گہرائی میں پھینک دیا گیا۔ ہیرالڈ اور سابقہ افسران کاؤنٹر فائرنگ میں مارے گئے۔"

"کیا آپ نے فرہاد کے دماغ میں پہنچنا چاہا تھا؟"

"میں نے سب سے پہلے یہی کیا۔ کئی بار کوشش کرنے کے باوجود میری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں ملا۔ ویسے میں تمہارے مزاج کو جانتا ہوں' تمہیں اس کی موت کا یقین نہیں ہورہا ہوگا۔"

"جب اتنے سارے ٹھوس ثبوت مل رہے ہوں تو یقین کرنا ہی پڑے گا۔"

"میں تمہارے لہجے میں کچھ اداسی محسوس کررہا ہوں۔"

"میری دشمنی ہمیشہ پارس سے رہی ہے۔ اب تک دشمنی کے دوران میں مقتول فرہاد نے کبھی مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔ ایک بزرگ کی طرح یوں نظرانداز کرتے رہے جیسے ان کے دو بیٹے لڑتے بھی رہے اور ایک دوسرے کو جانی نقصان پہنچانے سے بھی گریز کرتے رہے۔ بھگوان میرے دل کی بات سمجھتا ہے' آج مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میرے باپ کا دیہانت ہوگیا ہو۔"

پورس نے یہ کہہ کر فون بند کردیا۔ بڑی سنجیدگی اور اداسی سے اس کا سر جھکا ہوا تھا۔

کئی دنوں تک مختلف ذرائع سے میری ہلاکت کی تصدیق ہوتی رہی۔ سومنا اور کارل جیمس سے کہا گیا کہ وہ انتظار کریں۔ انہیں صرف معاوضہ نہیں دیا جائے گا بلکہ انعام میں لاکھوں ڈالرز اور جاگیریں بھی دی جائیں گی۔ وہ دونوں اسی سرحدی شہر میں تھے جہاں خفیہ ایجنسی کی عمارت اور دفاتر تھے۔ اس ایجنسی کا باس ہیرالڈ مرچکا تھا۔ کچھ دنوں تک وہاں کے انتظامات سنبھالنے کے لیے کارل کی تقرری کی گئی تھی۔ وہ سومنا کے ساتھ اسی عمارت کے ایک آرام دہ اپارٹمنٹ میں ایک فاتح کی شان سے آرام فرما رہا تھا۔

میں نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "ہیلو کون؟"

"میں علی تیمور بول رہا ہوں اور کارل سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا تو تم مقتول کے بیٹے ہو۔ بولو بیٹے! میں ہی کارل ہوں۔"

"میں اس امید پر یہاں آیا تھا کہ شاید پاپا کی لاش مل جائے۔ کافی بھاگ دوڑ اور چھان بین کے بعد یہ تصدیق ہوگئی کہ وہ لاش ہزاروں فٹ کی گہرائی میں پھینک دی گئی ہے۔"

"تم نے مجھے کیوں فون کیا ہے؟"

"یہ پوچھنے کے لیے کہ تمہیں کتنے ہزار فٹ کی بلندی سے پھینکا جائے۔"

وہ قہقہہ لگانے لگا پھر بولا "ایک بیٹے کا فرض ہوتا ہے کہ وہ باپ کے قتل کا بدلہ لے۔ میرے بچے! میں تمہیں بدلہ لینے کا موقع ابھی دوں گا۔ یہ بتاؤ' ہزاروں فٹ کی بلندی سے گرنے کے لیے کہاں آؤں؟"

"تم سمجھتے ہو۔ میں بلاؤں گا۔ تم پر حملے کروں گا یا تمہیں دیکھتے ہی گولی مار کر ختم کردوں گا۔"

"ہاں۔ اسی طرح انتقام لیا جاتا ہے۔ کیا تم کسی نئے طریقے پر چلنے والے ہو؟"

"ہاں۔ تم نے یہ تو سمجھ لیا کہ بیٹا اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لیتا ہے مگر یہ کیوں بھول گئے کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والی شریکِ حیات بھی انتقام ضرور لے گی۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "آں؟ روحانی ٹیلی پیتھی؟"

"کیا ہوا؟ ہوش اڑ رہے ہیں؟"

"نہیں۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ تم اپنی چھوٹی سی عقل کے مطابق مجھے پریشان کرنے کے لیے ایسی باتیں کررہے ہو۔ اگر آمنہ فرہاد کو انتقام لینا ہوتا تو وہ میرے دماغ میں آتی۔"

"روحانیت کا مرتبہ حاصل کرنے والے اور گوشہ نشینی اختیار کرنے والے دنیاوی معاملات میں براہِ راست ملوث نہیں ہوتے۔ میری ماما نے ان معاملات سے دور رہنے کے لیے مجھے ایسی توانائی دی ہے کہ تم جہاں بھی جاؤ گے' میری آنکھیں تمہیں دیکھتی رہیں گی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم ابھی مجھے دیکھ رہے ہو؟"

"بے شک۔ تمہیں انسانوں کی طرح صوفے پر بیٹھنا چاہیے مگر تم صوفے کے ہتھے پر بیٹھے ہوئے ہو۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ روحانیت کا علم ایسا ہوتا ہے کہ پلک جھپکنے سے پہلے اپنا اثر دکھا دیتا ہے۔ میں نے آمنہ سے کہا تھا کہ صرف چوبیس گھنٹے کے لیے میری ٹیلی پیتھی کے علم میں اتنی توانائی پیدا ہوجائے کہ میں سومنا اور کارل کے دماغوں میں پہنچوں تو وہ مجھے محسوس نہ کرسکیں۔

آمنہ نے جناب تمیرزی سے مشورہ کیا۔ انہوں نے اجازت دے دی کہ صرف چوبیس گھنٹوں تک مجھ میں میری مطلوبہ توانائی رہے گی۔ اب میں نے علی تیمور بن کر اسے بتایا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں تو وہ ایک دم سے گھبرا کر صوفے کے ہتھے پر سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ شدید حیرانی سے بولا "کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"احمقانہ سوال کررہے ہو۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے حاصل کی جانے والی خیال خوانی ختم ہوچکی ہے پھر تم یوگا کے ماہر ہو۔ کیا تم مجھے اپنے اندر محسوس کررہے ہو؟"

"نہیں۔ میں حیران ہوں۔ تمہیں محسوس نہیں کررہا ہوں۔ کچھ بھی نہیں ہوں۔ سانس روک کر خیال خوانی کی لہروں کو بھگتا ہوں لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہورہی ہے۔ میرے سانس لینے کے باوجود تم بول رہے ہو۔"

"تم نے ریسیور کان سے لگایا ہوا ہے۔ میں فون کے ذریعے بول رہا ہوں اور تم سے کہہ رہا ہوں کہ جہاں بھی جاؤ گے' وہاں میں اور تمہاری موت دونوں ہی تمہیں دیکھتے رہیں گے۔"

اس نے فوراً ہی فون بند کرکے سومنا کو آواز دی۔ وہ بیڈ روم میں لیٹی ہوئی تھی۔ وہ اس کے پاس آکر بتانے لگا کہ ابھی فرہاد کے بیٹے علی تیمور سے فون پر بات ہوئی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے لیکن اسے دیکھ رہا ہے۔

میں ان دونوں کے دماغوں میں جارہا تھا اور وہ مجھے محسوس نہیں کررہے تھے۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کارل نے آگے بڑھ کر بیڈ کے سرہانے والی میز پر سے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو؟"

میں نے فون پر کہا "تم سومنا کے پاس کیوں آئے ہو۔ یہ فون اس کے لیے ہے۔ اسے دو۔"

وہ چیخ کر بولا "تم دماغ میں نہیں آرہے ہو۔ فون پر بول رہے ہو اور ہمیں دیکھ رہے ہو مگر کہاں سے دیکھ رہے ہو؟ کیسے دیکھ رہے ہو؟"

"ریسیور سومنا کو دو۔"

اس نے ریسیور سومنا کو دیا۔ وہ اسے لے کر کان سے لگا کر بولی۔ "کیا تم علی تیمور ہو؟"

"ہاں۔ تمہارے بارے میں سنا ہے کہ بہت ذہین ہو۔ بڑے زبردست منصوبے بناتی ہو۔ اب خود کو اور کارل کو زندہ رکھنے کی پلاننگ کرو۔"

"میں ابھی پلاننگ کروں گی پھر تم ہمیں نہ کہیں دیکھ پاؤ گے اور نہ ہمیں ڈھونڈ سکو گے۔"

"اگر اپنی پلاننگ میں ناکام رہو تو میرے پاپا کے قتل کا معاوضہ اور انعام دینے والوں سے پوچھنا' کیا وہ دنیا کی تمام فوجیں یکجا کرکے اور تم دونوں کو فولادی قلعے میں چھپا کر میرے انتقام سے بچا سکیں گے؟ تم دونوں کی زندگی صرف پندرہ گھنٹے کی ہے۔ ان پندرہ گھنٹوں میں جہاں چھپنا چاہو' جا کر چھپ جاؤ۔ وہاں موت پہنچ جائے گی۔"

سومنا نے ریسیور رکھ دیا پھر کارل سے بولی "یہاں سے کہیں بھی چلو۔ ہم موبائل کے ذریعے مسٹر رابرٹو سے رابطہ کریں گے۔"

وہ دونوں بڑی پھرتی سے ضروری سامان لے کر اس عمارت سے نکلے پھر ایک کار میں آکر بیٹھ گئے۔ کارل ڈرائیو کرنے لگا۔ سومنا فون کے ذریعے رابرٹو سے بولی "فرہاد کا بیٹا علی تیمور یہاں پہنچا ہوا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے اور نہ ہی ہم اسے اپنے دماغوں میں محسوس کررہے ہیں۔ اس کے باوجود وہ جانتا ہے کہ ہم کہاں ہیں۔ اس نے ہمیں صرف پندرہ گھنٹے زندہ رہنے کے لیے دیے ہیں۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس دنیا کی کوئی طاقت ہمیں موت سے نہیں بچا سکے گی۔"

رابرٹو نے کہا "وہ ملک چھوڑ دو۔ جو بھی پہلی فلائٹ ملے اس کے ذریعے امریکا پہنچو۔ میں وہاں کے حکام سے باتیں کررہا ہوں۔ ایئرپورٹ پہنچتے ہی چھ مسلح باڈی گارڈز تمہاری حفاظت کے لیے پہنچ جائیں گے۔"

رابرٹو نے اس شہر میں رہنے والے جرائم پیشہ افراد سے رابطہ کرکے انہیں حکم دیا کہ ابھی ایئرپورٹ پہنچ کر وہ سومنا اور کارل کی حفاظت کریں۔

پھر اس نے امریکی حکام اور اعلیٰ فوجی افسران سے رابطہ کرکے انہیں سومنا اور کارل کے موجودہ حالات بتائے۔ ان سے کہا "اگر

ہم نے پندرہ گھنٹوں تک ان کی حفاظت نہ کی تو ہماری بڑی سبکی ہوگی۔ ان دونوں کو نہیں مرنا چاہیے۔"

امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران مختلف ذرائع سے ان دونوں کے لیے حفاظتی اقدامات کرنے لگے۔ وہ دونوں ائرپورٹ پہنچ گئے تھے۔ چھ مسلح افراد آگ کے اطراف کھڑے ہوگئے تھے اور محتاط نظروں سے کسی انجانے دشمن کو تاڑنے کی کوشش کررہے تھے۔

ایک گھنٹے کے اندر تمام خفیہ ایجنسیوں اور انٹرپول کے جاسوس الرٹ ہوگئے تھے۔ ان دونوں کو ازبکستان سے امریکا بحفاظت پہنچانے کے بڑے ٹھوس انتظامات کررہے تھے۔ ان کے لیے ایک خصوصی طیارے کا انتظام بھی کیا گیا۔ میں نے فون پر کہا۔ "ہیلو کارل! میں نے پندرہ گھنٹوں کی مہلت ازبکستان میں دی ہے۔ امریکا جاؤ گے تو موت زمین پر نہیں ہوسکے گی۔ آسمان کی بلندی پر ہی طیارے کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ پندرہ گھنٹوں سے پہلے مرنا چاہتے ہو تو پرواز کرو۔ ویسے اب ساڑھے تیرہ گھنٹے رہ گئے ہیں۔"

کارل نے گھڑی دیکھ کر کہا "سونا! اسی کا فون تھا۔ ہم ساڑھے تیرہ گھنٹے یہاں رہ کر جی سکتے ہیں اور آئندہ زندہ رہنے کی پلاننگ کرسکتے ہیں۔ وہ چیلنج کررہا ہے کہ ہم یہ ملک چھوڑ کر پرواز کریں گے تو طیارے کے پرخچے اڑ جائیں گے۔"

انٹرپول کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارے سراغ رسانوں نے تمہارے... طیارے کو اچھی طرح چیک کیا ہے۔ وہاں بم یا بلاسٹ ہونے والی کوئی چیز نہیں ہے۔"

سونا نے کہا "ٹیلی پیتھی سے بڑی بلاسٹ ہونے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ آنجہ فرہاد کی روحانی ٹیلی پیتھی کچھ بھی کرسکتی ہے۔ ہم امریکا نہیں جائیں گے۔ یہاں کم از کم سوا تیرہ گھنٹے زندہ رہ کر اپنی حفاظت کے لیے کوششیں تو کرسکتے ہیں۔ ہم نے فرہاد کو قتل کرکے جتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، آپ لوگوں کو اتنی ہی ذمے داری سے یہاں ہماری حفاظت کرنا چاہیے۔"

وہ پھر رابرٹو سے رابطہ کرنے لگے۔ رابرٹو نے امریکی حکام سے التجا کی "پلیز کچھ کریں۔ ایک سپرپاور اپنے دو وفاداروں کی حفاظت نہ کرسکے، یہ بڑے شرم کی بات ہوگی۔"

دوسری طرف سے جواب ملا "ہمیں شرم نہ دلاؤ۔ کسی معمولی شخص کو نہیں، ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہلانے والے کو قتل کیا گیا ہے، کتنی بڑی واردات کی گئی ہے اتنا ہی زبردست ردِعمل بھی ہوگا۔ ہم ان دونوں کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کررہے ہیں۔ نہ بچا سکے تو کوئی بات نہیں، ایک سپرپاور بن کر رہنے والے فرہاد سے تو نجات مل ہی گئی ہے۔"

رابرٹو حرف بہ حرف یہ باتیں کارل سے نہیں کہنا چاہتا تھا مگر اس نے میری مرضی کے مطابق سونا اور کارل سے کہہ دیا کہ امریکا بہادر کو ان کی موت کی فکر نہیں ہے۔ یہ اطمینان ہے کہ انہیں فرہاد سے نجات مل گئی ہے۔ یہ باتیں سن کر کارل نے بڑے دکھ سے سونا کو دیکھا۔ سونا نے کہا "ہم جیسے جرائم پیشہ افراد کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ کتنے ہی کرائے کے قاتل قربانی کا بکرا بن کر فرہاد کو قتل کرنے آئے اور مارے گئے۔ ہم نے فرہاد کو قتل کیا۔ اس کے باوجود ہم سے کام لینے والا امریکا ہمارے برے وقت میں ساتھ چھوڑ رہا ہے۔"

"مجھے چند دنوں کے لیے جینے کی مہلت مل جائے تو میں رابرٹو اور اس کے تمام آقاؤں کو چن چن کر قتل کروں گا۔"

وہ دونوں ائرپورٹ سے باہر آگئے۔ انٹرپول کے افسر نے کہا۔ "اس طرح کہیں نہ جاؤ۔ ہماری سیکیورٹی میں رہو۔ ہم کسی کو تمہارے قریب نہیں آنے دیں گے۔"

سونا نے کہا "بندوق کی گولی دور سے آتی ہے۔ دشمن قریب نہیں آئے گا۔ آپ لوگ کیسے روکیں گے۔"

ایک دس برس کا لڑکا دوڑتا ہوا ان کے قریب آیا۔ ایک افسر نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں ایک بچہ ہوں مگر ان دونوں کی موت بھی بن سکتا ہوں۔ تمہارا دعویٰ غلط ہوگا کہ تم کسی کو ان کے قریب نہیں آنے دو گے۔"

ایک ماتحت افسر فوراً ہی اس بچے کے لباس کی تلاشی لینے لگا۔ بچہ ہنستے ہوئے بولا "کیوں پریشان ہوتے ہو۔ یہ تو بارہ گھنٹے بیس منٹ کے بعد مریں گے۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر وہ دوڑتا ہوا چلا گیا۔ سونا نے کہا "آفیسر! وہ تو ایک بچہ تھا۔ جس نے چیلنج کیا ہے، وہ ایک چیونٹی کے ذریعے بھی ہمیں مار سکتا ہے۔ تم سب تماشا دیکھتے رہ جاؤ گے۔ تمہاری سیکیورٹی ہمارے کسی کام نہیں آئے گی۔ تم اپنی حسرت پوری کرنا چاہتے ہو تو ہمارے آگے پیچھے چلتے رہو۔"

وہ دونوں ائرپورٹ سے باہر آگئے۔ کارل نے فون کو آن کیا پھر فٹ پاتھ پر سونا کے ساتھ چلتے ہوئے کہا "ہیلو رابرٹو! ہم نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا ہے۔ دنیا کا کون سا ایسا ملک، کون سا ایسا سراغ رسانی کا ادارہ اور کون سی ایسی کمانڈو فوج ہے، جو ہمیں موت سے بچا سکے گی؟ امریکا مطمئن ہے کہ فرہاد مرچکا ہے۔ تم اس سلسلے میں بھاری معاوضہ وصول کرکے عیش کررہے ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ اب ہماری حفاظت کے لیے جو کچھ بھی کیا جارہا ہے، وہ سب رسمی طور پر کیا جارہا ہے۔"

ان کے آگے پیچھے انٹرپول کے افسران، اسکاٹ لینڈ یارڈ کے جاسوس اور کئی مسلح فوجی جوان فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔ ایک افسر نے پوچھا "تم دونوں اس طرح پیدل کہاں جارہے ہو؟"

سونا نے کہا "ہم وہاں تک جائیں گے، جہاں پہنچنے تک علی تیمور کی دی ہوئی مہلت ختم ہوجائے گی۔"

وہ کارل سے فون لے کر نمبر ملانے کے بعد بولی "میں سونا بول رہی ہوں۔ ہم سب ہی کرائے کے قاتل ہیں۔ رقم لے کر انہیں قتل کرتے ہیں، جن سے ہماری دشمنی نہیں ہوتی۔ ہم صرف

دولت حاصل کرنے کے لیے بڑی بے رحمی سے قتل کرتے وقت ایک عجیب سی مسرت اور تسکین محسوس کرتے ہیں۔ آج مجھے اور کارل کو قتل کیا جائے گا۔ ان لمحات میں دنیا کی تمام بڑی طاقتیں ہماری حفاظت کررہی ہیں۔ یہاں تک کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے جاسوس اور انٹرپول کے سراغ رساں بھی ہیں۔ اس کے باوجود فرہاد کا بیٹا ہمیں قتل کردے گا اور سب منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "ایسے وقت میری آخری خواہش ہے کہ تم عالمی سطح کے تمام کرائے کے قاتلوں سے رابطے کرو اور انہیں ہماری حالتِ زار بتاتے رہو۔ ہوسکتا ہے تم میں سے چند مجرم آئندہ جرائم سے باز آجائیں اور امریکا جیسی بڑی طاقتوں پر بھروسا کرنا چھوڑ دیں۔"

سونا نے فون بند کردیا۔ کارل نے پیدل چلتے چلتے دونوں ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے کہا "لوگو! زندگی اور دنیا کی خوب صورتی کا مزہ لوٹنے والو! سنو۔ ہم دنیا سے جارہے ہیں۔ موت سے ٹکرا کر حفاظت کرنے والے اتنے بڑے بڑے محافظ جو ہمارے آگے پیچھے چل رہے ہیں، یہ ہمارے لیے نام کے محافظ ہیں۔ ہمیں موت سے نہیں بچا سکیں گے۔ کیا تم میں سے کوئی ہے جو ہمیں موت سے بچا کر طبعی عمر تک جینے کا موقع دے؟"

لوگ سن رہے تھے۔ ان کے اطراف بھیڑ بڑھتی جارہی تھی۔ ٹریفک رک گیا تھا۔ دور تک مختلف گاڑیوں کی لمبی قطاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ انٹرپول کے افسر نے کہا "مسٹر کارل! خاموش ہوجائیں۔ یہ راستہ چھوڑ کر اس گلی سے چلیں۔"

"کیا اس گلی سے چلنے سے موت نہیں آئے گی؟ اگر تم ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو تو ہم چند گھنٹوں کی زندگی اپنے طور پر گزار لیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں افسوس ہے۔ ہم اپنی ڈیوٹی کے مطابق آپ کے ساتھ رہنے پر مجبور ہیں۔"

کارل نے اچانک اپنا ریوالور نکال کر اس افسر کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "ابھی ایک گولی چلے گی اور تمہاری ڈیوٹی ختم ہوجائے گی۔"

درجنوں مسلح گارڈز اور سراغ رسانوں نے اپنی گنیں سیدھی کیں اور کارل کو نشانے پر لے کر کہا "ریوالور پھینک دو ورنہ ہم گولی ماردیں گے۔"

سونا اور کارل قہقہے لگانے لگے پھر کارل بولا "لوگو! دیکھو ادھر دیکھو۔ یہ سب ہماری حفاظت پر مامور ہیں اور ہمیں مار ڈالنے کی باتیں کررہے ہیں جبکہ ہمیں مرنا ہی ہے پھر ان کی دھمکی کیا معنی رکھتی ہے۔"

کارل نے ریوالور کو اپنی جیب میں رکھ کر ایک ٹیکسی والے کو

فلسطین کی جنگ آزادی میں شامل ایک پاکستانی جاں باز کی ناقابل فراموش جدوجہد

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی

علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کتابی صورت (گیارہ حصوں میں مکمل) میں تیار ہے

قیمت فی حصہ -/50 روپے ..... ڈاک خرچ -/16 روپے

گیارہ حصے ایک ساتھ منگوانے پر رعایتی قیمت صرف /450 روپے

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23

رمضان چیمبرز۔ بلموریا اسٹریٹ (نزد دفتر اخبار جنگ) آئی آئی چندریگر روڈ کراچی۔ 74200

روکا پھر اس میں سومنا کے ساتھ بیٹھ کر جانے لگا۔ ان کی حفاظت کرنے والے کھڑے رہ گئے۔ کئی افسر موبائل فون کے ذریعے اپنے آقاؤں سے سومنا اور کارل کے سلسلے میں بول رہے تھے۔ انہیں جواب ملا "انہیں تماشا نہ بناؤ۔ امریکی حکام بدنام ہو رہے ہیں۔ انہیں جہنم میں جانے دو۔"

وہ دونوں ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سومنا نے کہا۔ "بہت دیر ہو چکی ہے۔ فرہاد کے بیٹے نے ہم سے کوئی بات نہیں کی ہے۔ شاید اب وہ مہلت ختم ہونے پر آئے گا۔"

کارل نے کہا "اس نے مہلت دے کر ہماری زندگی کو بوجھ بنا دیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ ہمیں ایک ایک گولی مارتا اور ہم مرجاتے۔"

"فرہاد کی ہلاکت سے اس کے بیٹوں اور رشتے داروں کو جو صدمہ پہنچ رہا ہے' وہ صدمہ ہمارے آرام سے مرجانے سے دور نہیں ہوگا۔ کچھ تو اپنے اندر کا غصہ اور غبار نکالا جاتا ہے۔ علی تیمور بھی یہی کر رہا ہے۔"

وہ خفیہ ایجنسی والی عمارت کے سامنے ٹیکسی سے اتر گئے۔ اسے کرایہ دے کر رخصت کر دیا پھر عمارت میں داخل ہو کر لفٹ میں آکر بولا "ہم کرائے کے قاتل ہیں۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور کرائے کا راہنما ہے۔ وہ کرایہ لے کر لوگوں کو ان کی منزل تک پہنچاتا ہے۔ ہم کرایہ لے کر لوگوں کو منزل سے دور کر دیتے ہیں۔ آخری وقت میں سمجھ میں آرہا ہے کہ ہم کتنی غلط زندگی گزارتے رہے ہیں۔"

وہ لفٹ سے باہر آکر ایک کوریڈور سے گزرتے ہوئے اپنے اپارٹمنٹ میں آگئے۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ سومنا نے کہا۔ "اسے کھلا رکھو۔ بعد میں ہماری لاشیں لے جانے والے آئیں گے۔"

اس نے دروازے کو کھول دیا۔ ایک کمرے میں آکر چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا "مقتول باپ کے بیٹے! تم ہمیں دیکھ رہے ہو' ہماری آوازیں سن رہے ہو؟ میں پوچھنا چاہتا ہوں' ہمیں مہلت کیوں دے رہے ہو؟"

میں نے کارل کی زبان سے کہا "تمہاری بات کا جواب تمہاری زبان سے دے رہا ہوں تاکہ سومنا بھی سن سکے۔ میں نے اس لیے مہلت دی ہے کہ تم ان چند گھنٹوں میں دنیا کا وہ روپ اور رنگ دیکھ لو' جو ساری زندگی نہ دیکھ سکے۔ تمام خفیہ ایجنسیاں ہوں' تمام بڑے ممالک ہوں' امریکا بہادر ہو یا جان نثار کرنے والے دوست ہوں' کسی نے تمہارا ساتھ نہیں دیا پھر تم کیسی فریب بھری زندگی گزارتے رہے' یہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔"

کارل نے کہا "ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔ یہ زندگی ناقابلِ برداشت ہوگئی۔ تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ ہمیں ابھی مار ڈالو۔"

"تم نے خدا کا واسطہ دیا ہے تو پھر ابھی مرو گے لیکن مرنے سے پہلے ایک بہت بڑا راز اپنے ساتھ اس دنیا سے لے جاؤ۔ وہ راز یہ ہے کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تم نے اور سومنا نے مجھے نہیں سردار دلاور کو ہلاک کیا تھا۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ "میری جگہ کوئی بھی مرا ہو مگر تم نے اور تمہارے آقاؤں نے اپنی دانست میں مجھے مار ڈالا ہے۔ آئندہ میں دشمنوں کو اسی خوش فہمی میں مبتلا رکھوں گا۔ تم دونوں کو نہ اس کمرے سے باہر جانا ہے اور نہ کسی کو اندر آنا ہے اس لیے یہ راز تمہارے ساتھ جا رہا ہے۔"

سومنا نے میری مرضی کے مطابق اپنے پرس میں سے ریوالور نکالا اور مسکرا کر بولی "میری جوانی کے پہلے دن سے تم میرے تھے' آج بھی میرے ہو۔ تمہیں گولی مارتے ہوئے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں اپنی ہی جان لے رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔ ایک فائر کیا پھر دوسرا فائر کیا۔ کارل گولیاں کھا کر ڈگمگاتا ہوا فرش پر گرا پھر ذرا دیر تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگیا۔

سومنا کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ اپنی محبت کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا آسان نہیں ہوتا۔ میں نے اس کے دماغ میں رہ کر یہ مرحلہ آسان بنا دیا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی آکر کارل کی لاش سے لپٹ کر رونے لگی۔

میں نے کہا "تمہیں رونے کا حق ہے۔ بتاؤ میں تمہیں ماتم کرنے کے لیے کتنی مہلت دوں؟"

"میں ابھی مرجانا چاہتی ہوں لیکن مرنے سے پہلے وہ ایک بات کہنا چاہتی ہوں جسے کارل سے نہ کہہ سکی۔ اگر کہہ دیتی تو اس کے لیے مرنا بہت مشکل ہو جاتا۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "میں ماں بننے والی ہوں۔ اسے باپ بننے کا بہت ارمان تھا۔ آج میں اسے یہ خوش خبری سنانے والی تھی۔ جب تم موت بن کر آگئے تو میرے ذہن نے سمجھایا کہ وہ اپنے بچے کی صورت دیکھنے اور اسے بازوؤں میں لے کر چومنے کے لیے تم سے تڑپ تڑپ کر زندگی کی بھیک مانگے گا مگر جو درندوں کی طرح انسانوں کو ہلاک کر دیتا ہے' اسے تم کبھی معاف نہ کرتے۔ اس لیے میں نے اسے خوش خبری نہ سنا کر اس کے لیے موت آسان بنا دی۔"

اس کی آنکھوں میں پھر آنسو آگئے۔ وہ بولی "آہ! میرے دل میں بھی ارمان ہیں کہ اپنی کوکھ سے اسے جنم دوں اور اسے سینے سے لگاؤں مگر میں زندگی کی بھیک مانگنے کے لیے تم سے یہ سب کچھ نہیں کہہ رہی ہوں۔ یہ تو صرف ایک عورت جانتی ہے کہ جب بچہ پیٹ میں آتا ہے تو زندگی کتنی خوب صورت ہو جاتی ہے۔"

اس نے روتے ہوئے' ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگا لیا لیکن وہ میری مرضی کے مطابق گولی نہیں چلا سکتی تھی۔

اس نے مجھے کشمکش میں مبتلا کر دیا تھا۔ اسے تو مارنا ہی تھا لیکن اسے مارنے کا مطلب یہ ہوتا کہ میں ایک معصوم بچے کی جان لے رہا ہوں اور اسے زندہ چھوڑنے سے دشمنوں پر یہ راز کھل سکتا تھا کہ فرہاد ابھی زندہ ہے۔

سوال اب ایک عورت کو نہیں' ایک ماں اور معصوم بچے کو ہلاک کرنے کا تھا۔ کیا میں بچے کو مار ڈالوں؟

وہ ریوالور کی نال سومنا کی کنپٹی سے اسی طرح لگی ہوئی تھی۔ اس کی ایک انگلی ٹریگر پر تھی لیکن میں اس کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ وہ میری مرضی کے بغیر نہ ٹریگر کو دبا سکتی تھی اور نہ ہی ایک گولی اپنے سر میں پیوست کر کے اپنے محبوب کی طرح موت کی نیند سو سکتی تھی۔

اس نے اور اس کے محبوب کارل جیمس نے نہ جانے کتنے انسانوں کو قتل کیا تھا۔ پچھلی بار ان دونوں نے سردار دلاور کو فرہاد علی تیمور سمجھ کر اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا۔ دونوں نے ہی جیسے مجھ پر گولیاں چلائی تھیں۔ کارل کی طرح سومنا بھی سفاک قاتلہ تھی۔ بھاری معاوضہ لے کر کسی کو بھی بے رحمی سے قتل کر دیتی تھی۔ دونوں ہی رحم کے مستحق نہیں تھے اسی لیے میں نے کارل کا کام تمام کر دیا تھا۔ اس کی لاش سامنے ہی فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اب میں سومنا کو قتل کروں یا نہ کروں۔ وہ خود ہی اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ کارل کے بغیر زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے خودکشی سے روک رکھا تھا۔

وہ جان دینے سے پہلے بتا چکی تھی کہ ایک بچے کی ماں بننے والی ہے۔ کارل سے اس کے برسوں کے تعلقات تھے اور وہ بار ہا باپ بننے کی خواہش ظاہر کر چکا تھا۔ سومنا نے وعدہ کیا تھا کہ جیسے ہی قدرت کو منظور ہوگا' وہ اس کی باپ بننے کی خواہش پوری کرے گی۔

اسے صبح لیڈی ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ یہ سن کر اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہی تھی۔ وہ یہ خوش خبری کارل کو سنانے والی تھی۔ جو انسانی زندگی کو کھیل سمجھ کر مٹی میں ملا دیتے ہیں ان کے اندر بھی اپنی اور اپنے بچوں کی زندگی کی قدر و قیمت ہوتی ہے۔ وہ اپنے محبوب کارل کو بہت بڑی خوش خبری سنا کر اس کی نظروں میں اور زیادہ اہم ہونا چاہتی تھی لیکن یہ خبر سنانے سے پہلے ہی میں موت بن کر ان کا پیچھا کرنے لگا تھا۔

انہیں میرے قتل کا معاوضہ دینے والے بڑے ممالک' دنیا کی کئی خطرناک ایجنسیاں' انٹرپول اور اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں اپنے تمام ذرائع اور وسائل اختیار کر کے ان دونوں کو ہلاکت سے بچانے کی ہر ممکن کوششیں کر رہے تھے۔ میں جس طرح ان کے دماغوں پر چھایا ہوا تھا' اس سے یقین ہو گیا تھا کہ دنیا کی تمام بڑی طاقتیں اور سیاسی چال بازیاں انہیں موت سے نہیں بچا سکیں گی۔

سیاسی سودے بازی اس لیے نہیں ہو سکتی تھی کہ میری ہلاکت کے باعث بابا صاحب کے ادارے میں چالیس دنوں تک سوگ منانے کا ڈراما پلے کیا جا رہا تھا۔ چالیس دنوں تک ادارے کے کسی فرد سے بھی فون یا فیکس کے ذریعے رابطہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ سب ہی یہ سمجھ رہے تھے کہ میری ہلاکت کے بعد میرا بیٹا علی تیمور انتقام لینے کے لیے ازبکستان پہنچا ہوا ہے اور آمنہ فرہاد کی روحانی ٹیلی پیتھی اس کی مدد کر رہی ہے۔

دنیا کے تمام محافظوں کی طرح سومنا اور کارل بھی یہ سمجھ گئے تھے کہ وہ اب زندہ نہیں بچیں گے۔ ان حالات میں سومنا کے دل نے کہا "میں کارل کو اس برے وقت میں باپ بننے کی خوش خبری نہ سناؤں۔ ابھی وہ ایک مجرم ہونے کی سزا پاتے ہوئے علی تیمور کے ہاتھوں مرجائے گا۔ لیکن باپ بننے کی خبر ملے گی تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہے گی۔ اپنے بچے کو بازوؤں میں لے کر سینے سے لگا کر چومنے کی خواہش اتنی شدت اختیار کرے گی کہ جو موت اس کے لیے آسان تھی' وہ مشکل ہو جائے گی۔ وہ مرنا نہیں چاہے گا اور علی تیمور اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

سومنا نے کارل کی موت کو آسان بنانے کے لیے اسے یہ خوش خبری نہیں سنائی۔ جس طرح تمام مجرم اپنا برا انجام سمجھتے ہیں' وہ بھی اپنا یہی انجام سمجھ کر مرگیا۔

میں نے اس دوران میں سومنا کے چور خیالات نہیں پڑھے تھے۔ جب اس نے خود بتایا کہ وہ ماں بننے والی ہے تو میری عجیب جذباتی حالت ہوگئی۔ اسے گولی مارنے کا مطلب یہی ہوتا کہ میں اس کے پیٹ میں پلنے والے بچے کو بھی قتل کر رہا ہوں۔

وہ بچہ معصوم تھا۔ اس کے ماں باپ درندے قاتل ہی سہی لیکن وہ انسان کا بچہ تھا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ بھی اپنے والدین کی طرح قاتل درندہ بن جاتا۔ شیطان کے گھر میں بھی ولی پیدا ہو سکتا ہے۔ فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے پرورش پائی تھی۔ آخری بات یہ تھی کہ کسی بھی بچے کو ہلاک کرنا درندگی اور دہشت گردی ہوتی ہے اور میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

میری مرضی کے مطابق اس کا ریوالور کنپٹی سے ہٹ گیا۔ وہ جس ہاتھ سے خود کو ہلاک کرنا چاہتی تھی وہ ہاتھ اس کی گود میں ایک بچے کی طرح آگیا۔ اب میں اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ اپنے بچے کو اپنی کوکھ میں محبوب کی امانت بنا کر رکھنا چاہتی تھی۔ اپنے بچے کو پیدا کرنے کے لیے تمام تکالیف سے گزرنا چاہتی تھی۔ یہ شدید خواہش تھی کہ اسے جنم دے کر اس کی صورت دیکھے' اسے خوب چومے اور اپنے سینے سے لگائے۔

ان تمام شدید خواہشات کے باوجود وہ کارل کی موت کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ "مرنا چاہتی ہو؟"

"ہاں ایک محبت کرنے والی ایک بچے کی صورت میں اپنے محبوب کو زندگی کا سب سے خوب صورت اور انمول تحفہ دینا چاہتی ہے۔ مجھ سے تحفہ لینے والا اور میری قدر کرنے والا اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ پھر میں جی کر کیا کروں گی؟"

"تم نے درجنوں قتل کیے ہیں۔ حتیٰ کہ سردار دلاور کو فرہاد سمجھ کر مجھ پر بھی گولیاں چلائی ہیں۔ کسی کو بھی ہلاک کرتے وقت

تمہارے اندر انسانیت کبھی نہیں جاگتی۔ کیا اس بچے کو بھی ہلاک کروگی جو تمہارے پیٹ میں ہے؟ ٹھیک ہے کہ تمہاری انسانیت نہیں جاگتی۔ کیا ممتا بھی نہیں تڑپ رہی ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔ کہنے لگی "مجھ سے ایسی بات نہ کرو۔ آج پہلی بار اپنے بچے کی ہلاکت کا سوچ کر میرا کلیجا کانپ رہا ہے۔ آج پہلی بار میرے اندر میرا بچہ مجھ سے پوچھ رہا ہے "ممی! کیا تمام انسانوں کے بچے میری طرح لاڈلے ہوتے ہیں؟"

وہ دہاڑیں مار مار کر روتے ہوئے بولی "میں خود کو گولی مارنا چاہتی ہوں لیکن اندر سے میرا بچہ میرا ہاتھ روک رہا ہے۔ مجھ سے زندگی اور ایک ماں کی محبت مانگ رہا ہے۔ میں کیا کروں؟ میں کیا کروں؟"

"زندہ رہو۔"

اس نے چونک کر چہرے سے دونوں ہاتھ ہٹا کر آنسو بھری آنکھوں سے خلا میں یوں دیکھا جیسے مجھے دیکھ رہی ہو۔ پھر وہ بے یقینی سے بولی "تم... تم مجھے ہلاک نہیں کروگے؟"

"نہیں۔ بچے کو دودھ پلانا دنیا کی ہر ماں کا حق ہے۔ میری ماں نے مجھے دودھ پلایا تھا۔ میں تمہارے بچے سے دودھ پینے کا حق چھیننا نہیں چاہتا۔"

"یہ..... یہ تم کہہ رہے ہو؟ میں نے سردار ولاور پر فرہاد سمجھ کر گولیاں چلائی ہیں۔ گویا میں نے تمہیں ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور تم کہتے ہو کہ اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے زندہ رہوں؟"

"تمہارے بچے نے مجھ پر گولیاں نہیں چلائی تھیں۔ یہ حقیقت ہے کہ سانپ کے بچے بھی زہریلے ہوتے ہیں لیکن تم سانپ نہیں ہو۔ میں نہیں جانتا' تم اسے کارمل اور اپنی طرح درندہ بناؤ گی یا ہماری طرح انسان؟ لیکن میں تمہارے بچے کی زندگی چاہتا ہوں۔"

وہ روتے ہوئے بولی "تم سامنے ہوتے تو میں تمہارے قدموں سے لپٹ کر خوب روتی۔ میں..... میں اسے جنم دینا چاہتی ہوں۔ میرے اندر کی ماتا مجھے انسان بنا رہی ہے۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اپنے بچے کو انسان بناؤں گی۔ تم میرے اندر ہو۔ میرے دل کی سچائی سمجھ سکتے ہو۔"

"ہاں۔ تم یہ باتیں دل کی گہرائی اور سچائی سے کہہ رہی ہو لیکن میرے لیے ایک مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔"

"کیسا مسئلہ؟"

"اب امریکا اور دوسرے دشمن خفیہ میں مبتلا ہوں گے کہ فرہاد کے بیٹے علی تیمور نے تمہیں زندہ کیوں چھوڑ دیا ہے۔ وہ تم سے طرح طرح کے سوالات کریں گے۔ تمہیں جواب دینے پر مجبور کریں گے۔"

"میں بہت مجبور ہوجاؤں گی تو جان دے دوں گی لیکن کسی کو نہیں بتاؤں گی کہ تم زندہ ہو۔"

"تم بے شک نہیں بتاؤ گی لیکن الپا تمہارے دماغ میں آکر حقیقت معلوم کرلے گی۔"

"تم جانتے ہو' میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوں۔"

"لیکن جب عورت ..... دردِ زہ میں مبتلا ہوتی ہے تو پھر اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرپاتی ہے۔ ان لمحات میں وہ بچے کو جنم دینے کے لیے موت سے لڑتی رہتی ہے۔"

"تم درست کہتے ہو۔ پھر تو مجھے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ تمہارے زندہ رہنے کا راز اپنے سینے میں چھپا کر مرجانا چاہیے۔"

"میرا فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔ تم زندہ رہوگی۔ میں تم پر تنویمی عمل کروں گا اور تمہارے دماغ کی تہ سے یہ بات مٹادوں گا کہ فرہاد زندہ ہے پھر دردِ زہ کے لمحات میں بھی تمہارے چور خیالات الپا وغیرہ کو یہی بتائیں گے کہ میں واقعی قتل کردیا گیا ہوں۔"

"فرہاد! تم واقعی دیوتا ہو۔ مجھے اور میرے بچے کو زندہ رکھنے کے لیے اتنی زحمتیں اٹھاؤ گے۔ میں شرم سے گڑی جارہی ہوں۔"

"جذباتی ہو کر نہ سوچو۔ جتنی جلدی ہوسکے' کارمل کی آخری رسومات ادا کرتے ہوئے سب کو یہی تاثر دو کہ تم صدمے سے نڈھال ہو اور کسی کے سوالات کے جواب نہیں دے سکو گی۔ طبیعت سنبھلنے کے بعد تم کل جواب دینے کے قابل ہوسکو گی۔ آج رات میں تم پر تنویمی عمل کروں گا۔"

میں نے اسے کوڈورڈز بتائے اور سمجھایا "ان کوڈورڈز کے بغیر جو بھی تمہارے دماغ میں آنا چاہے' تم سانس روک لیا کروگی۔ پھر آج رات کے بعد کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو تمہارے ذریعے نہیں معلوم ہوسکے گا کہ میں زندہ ہوں۔"

اب وہ کارمل کی موت کا ماتم کرنے' تمام محافظوں کو اطلاع دینے اور اپنے محبوب کی آخری رسومات ادا کرنے والی تھی اس لیے میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔

پچھلے کئی گھنٹوں سے جیسے دنیا کے تمام جرائم پیشہ افراد اور سراغ رساں سومنا اور کارمل کو علی تیمور سے بچانے کے لیے اپنے تمام وسائل اور تجربات کو کام میں لا رہے تھے۔ ان کے دماغ میں یہ سوئی پھنسی ہوئی تھی کہ میں تو قتل ہوچکا ہوں لیکن میرے ساتھ رہنے والی ثمرینہ کہاں چھپی ہوئی ہے؟

کتنے ہی سراغ رساں اسے تلاش کررہے تھے۔ ہم دونوں اس شہر کے ایک علاقے میں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔ اس علاقے کے کچھ لوگ ہمیں ازبک باشندوں کی حیثیت سے جانتے تھے۔ چند سراغ رساں اس علاقے میں بھی ثمرینہ کو تلاش کرتے ہوئے پہنچے تھے۔ وہ تلاش کرنے والے یہی سمجھ رہے تھے کہ میں دنیا میں نہیں رہا ہوں اس لیے ثمرینہ جہاں بھی ہوگی' تنہا

ہوگی یا اس کی حفاظت کے لیے میرا بیٹا علی تیمور ہوگا۔

کارمل کی تدفین کے بعد سراغ رساں ہماری طرف آئے تھے۔ اس علاقے میں انکوائری کے دوران میں ہم سب سے بھی گفتگو کی تھی۔ ان انگریز سراغ رسانوں کے ساتھ مقامی جاسوس بھی تھے لیکن وہ ہمیں پہچان نہیں پائے تھے۔

اس رات میں نے سومنا پر تنویمی عمل کرکے اس کے ذہن میں یہ نقش کردیا کہ میں واقعی اس کے اور کارمل کے ہاتھوں قتل ہوچکا ہوں۔ علی تیمور نے انتقاماً کارمل کو ہلاک کردیا ہے۔ صرف سومنا کو اس لیے زندہ چھوڑ دیا ہے کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ یہ باتیں نقش ہونے کے بعد آئندہ الپا اور مہاراج بھی اس کے چور خیالات پڑھ کر میری ہلاکت کا یقین کرلیتے۔

دوسرے دن کئی سراغ رساں اور امریکی نمائندے سومنا سے ملاقات کرتے رہے اور سوالات کرتے رہے کہ علی تیمور ان کے پاس کیسے پہنچا تھا؟ اس نے کارمل کو کیسے ہلاک کیا؟ اور اسے زندہ کیوں چھوڑ دیا؟ وہ سب کو جواب دیتی رہی کہ اس نے علی تیمور کو روبرو نہیں دیکھا ہے۔ وہ فون کے ذریعے بولتا تھا پھر اس نے کارمل پر کہاں سے گولی چلائی' اسے معلوم نہ ہوسکا۔ اس نے فون پر کہا تھا کہ وہ ماں بننے والی ہے اور ایک معصوم بچے کو ہلاک نہیں کیا جاسکتا اس لیے اسے زندہ چھوڑا جارہا ہے۔

امریکا میڈیا کے ذریعے یہ ظاہر کررہا تھا کہ فرہاد سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی۔ وہ افغانستان میں پناہ لینے والے ایک مسلمان دہشت گرد کی حفاظت کے لیے گیا تھا۔ وہ دہشت گرد امریکا کو مطلوب ہے لیکن فرہاد دوسرے انتہا پسند مسلمانوں کی طرح کہہ رہا تھا کہ وہ مسلمان دہشت گرد نہیں بلکہ مجاہد ہے۔ وہ اپنی جان دے کر بھی اس کی حفاظت کرے گا۔ آخر اس نے جان دے ہی دی۔ اس مجاہد کی حفاظت کی اور اس پر چلنے والی گولیاں اپنے سینے پر کھالیں۔

جس نے فرہاد پر گولیاں چلائیں اس کا نام کارمل ہے۔ اس کی معاون سومنا ہے۔ علی تیمور نے باپ کا انتقام لینے کے لیے کارمل کو مار ڈالا لیکن سومنا کو زندہ چھوڑ دیا ہے۔ سومنا کو جلد ہی ٹی وی اسکرین پر لاکر ساری دنیا کے سامنے حقیقت پیش کی جائے گی۔ یہ بتایا جائے گا کہ وہ مسلمان مجاہد نہیں' دہشت گرد ہے اور فرہاد نے خواہ مخواہ ان معاملات میں خود کو الجھا کر اپنی جان دی ہے۔

سومنا سے کہا گیا کہ اسے میڈیا کے ذریعے دنیا کے سامنے آکر یہ بیانات دینے ہیں۔ سومنا نے کہا "مقتول باپ کے بیٹے علی تیمور کی اتنی اعلیٰ ظرفی ہے کہ اس نے میرے بچے کو پیدا ہونے اور زندہ رکھنے کے لیے مجھے ہلاک نہیں کیا ہے۔ میں اس کے باپ کے خلاف بیانات دے کر تنگ ظرفی کا ثبوت نہیں دوں گی۔ ہم افغانستان کی کسی مسلمان دہشت گرد کو نہیں جانتے ہیں۔ مسٹر رابرٹو نے ہماری معاونہ دے کر فرہاد کو قتل کرنے کا ہم سے سودا کیا تھا اسی لیے ہم نے کسی دشمنی کے بغیر صرف معاوضے کے لالچ میں فرہاد کو قتل کیا ہے۔"

بڑے بڑے اہم افراد نے اسے سمجھایا کہ وہ فرہاد اور دہشت گرد کے خلاف بولے گی تو امریکا کے لیے افغانستان پر حملہ کرنے کا جواز پیدا ہوجائے گا۔ یہ بھی ثابت ہوجائے گا کہ فرہاد سے دشمنی نہیں کی گئی تھی بلکہ وہ خود جان پر کھیلنے کے لیے افغانستان چلا گیا تھا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے سومنا سے کہا "وہ لوگ جیسا کہہ رہے ہیں' تم ویسا ہی بیان دو۔ مسلمانوں سے امریکا اور اسرائیل کی دشمنی ساری دنیا پر ظاہر ہے۔ تمہارے مخالفانہ بیان سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

میں نے زبردستی اسے مائل کیا۔ ایسا بیان دینے کے لیے اسے امریکا بلایا گیا۔ سیکیورٹی فورس اسے اپنی حفاظت میں لے کر ائرپورٹ آئی۔ اسی دوران میں وقت کہیں سے ایک گولی آکر سومنا کے پیٹ میں لگی۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی پھر دوسری گولی لگتے ہی وہ فرش پر گر کر اپنے بچے سمیت تڑپ تڑپ کر مرگئی۔ سیکیورٹی والوں نے گولی چلانے والے ایک شخص کو دیکھا پھر تڑاتڑ فائرنگ کرتے ہوئے اسے ہلاک کردیا جبکہ اسے گرفتار کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اس کے زندہ رہنے اور گرفتار ہونے سے یہ راز کھل جاتا کہ سومنا کو باقاعدہ پلاننگ کے تحت ہلاک کیا گیا ہے۔

اس کی ہلاکت کے بعد پھر میڈیا کے ذریعے یہ پروپیگنڈا کیا گیا تھا کہ سومنا کو سچ بولنے سے روکنے کے لیے علی تیمور کے ایک آلۂ کار نے قتل کردیا ہے۔ میڈیا زکے ذریعے دنیا والوں کے سامنے یہ بات نہیں لائی گئی کہ سومنا ماں بننے والی تھی اور علی تیمور نے اسے زندہ چھوڑ دیا تھا۔ سومنا کی زندگی امریکا اور خفیہ ایجنسیوں کے لیے خطرہ بن گئی تھی۔

مجھے اس کی موت کا بہت افسوس ہوا۔ میں دشمن ہوکر اسے اور اس کے بچے کو زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ دوست ہوکر اپنا کام نکالنے کے بعد اسے ہلاک کرچکے تھے اور اس کی ہلاکت سے بھی فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کے خلاف زہر اگل رہے تھے۔

سراغ رسانوں کی ایک بہت بڑی ٹیم افغانستان کی سرحدی چوکی کے آس پاس کے علاقوں میں تھی۔ ان کا خیال تھا کہ میری ہلاکت کا بدلہ لینے علی تیمور سرحدی شہر میں آیا ہے تو سونیا اور پارس بھی میری لاش کو ڈھونڈنے کے لیے اس پہاڑی علاقے میں ضرور آئیں گے۔ ان کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کے چند افراد بھی ہوں گے۔

میں نے ثمرینہ سے کہا "میں افغانستان کی سرحدی چوکی کی طرف جارہا ہوں۔ دشمنوں کو یقین دلاؤں گا کہ بابا صاحب کے ادارے کے لوگ وہاں میری لاش کے ٹکڑے ڈھونڈنے آئے ہیں اور اس طرح میں ان دشمن سراغ رسانوں کو بھی ٹھکانے لگا دوں

گا۔"

ثمرینہ نے پوچھا "کیا تنہا جاؤ گے؟"

"ہاں۔ تم ساتھ رہو گی تو مجھے تمہاری حفاظت کی بھی فکر رہے گی۔"

"اور یہاں جو میں اکیلی رہوں گی؟"

"تم گھر کی چار دیواری میں محفوظ ہو۔ علاقے کے لوگ بھی ہماری عزت کرتے ہیں۔ میری عدم موجودگی میں تمہارا خیال رکھیں گے۔ میری کوشش ہوگی میں دو دن میں واپس آجاؤں۔ ویسے خیال خوانی کے ذریعے تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر افغانستان کی سرحد کی طرف گیا۔ راستے میں ایک سرائے تھی جہاں میں نے قیام کیا۔ وہاں ایک چھوٹا سا بازار تھا۔ میں نے بازار سے پرانے کپڑے خریدے۔ انہیں پہن کر ایک ڈھیلی سے پگڑی باندھ کر افغانی بن گیا۔ ایک استعمال شدہ بیلچہ اور کدال خرید لیا پھر ایک کوچ میں بیٹھ کر ایک مزدور کی حیثیت سے سرحدی چوکی پر پہنچ گیا۔

کتنے ہی افغانی بے روزگاری سے تنگ آکر سرحد پار ازبکستان آکر محنت مزدوری کرتے تھے پھر بیوی بچوں کے لیے افغانی یا ازبک کرنسی کپڑے' اور کھانے پینے کی چیزیں لے جاتے تھے۔ سرحدی چوکی کے مسلح پہرے دار ایسے مزدوروں کو روزگار کی خاطر ازبکستان جانے دیتے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا تو چوکی کی عمارت کے برآمدے میں کئی مزدور بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے بھی وہاں بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ پتا چلا یورپی ممالک سے دو ہیلی کوپٹروں میں سرچنگ ٹیم آئی ہوئی ہے۔ اس ٹیم کے افراد میری ٹوٹی پھوٹی لاش کو تلاش کرنے آئے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ مزدوروں کو مختلف پہاڑوں کے درمیان ہزاروں فٹ کی گہرائی میں لے جاتے ہیں تاکہ مزدور گہری پستیوں میں جا کر ناہموار اور خطرناک راستوں سے گزر کر لاش کو تلاش کر سکیں۔

میں برآمدے میں دوسرے مزدوروں کے ساتھ بیٹھا سر جھکائے خیال خوانی کر رہا تھا۔ وہاں کے ایک افسر کے دماغ سے دوسرے اہم افسران کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا۔ اس عمارت میں ایک چینی باشندہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ آیا تھا۔ اس چینی باشندے کا نام پوشی وان تھا۔ وہ بھی کرائے کا قاتل تھا۔ اس کے ریکارڈ میں یہ درج تھا کہ اس نے آج تک اپنے شکار کو کبھی کسی ہتھیار سے قتل نہیں کیا۔ کنگ فو کا اتنا خطرناک فائٹر ہے کہ بڑے سے بڑے بلیک بیلٹ کومنٹوں میں ناک آؤٹ کر کے دوسری دنیا میں بھیج دیتا ہے۔

جب یہ پتا چلا کہ علی تیمور اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے ازبکستان کے سرحدی شہر میں آیا ہوا ہے تو وہ علی تیمور کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اسے ہلاک کرنے چلا آیا۔ کارمل اور سومنا کی موت کے بعد وہ سرحدی چوکی میں پہنچا تاکہ وہاں سے افغانستان جا کر اس مسلمان مجاہد کو ہلاک کر سکے جسے مغربی میڈیا دہشت گرد کہہ رہا تھا۔

سرحدی چوکی میں اس لیے موجود تھا کہ اسے ایک یا دو افغانی باشندوں کی ضرورت تھی' جو اسے افغانستان پہنچ کر گائیڈ کر سکیں اور افغانی زبان کا ترجمہ انگریزی یا چینی زبان میں کر سکیں۔ اس کے علاوہ دو چار ملازم ان کی خدمت کرنے کے لیے مل جائیں۔

وہاں کا اعلیٰ افسر تمام مزدوروں سے کہہ رہا تھا کہ وان صاحب کی خدمت کے لیے ان کے ساتھ اپنے ملک میں رہو گے تو تمہیں روزانہ مزدوری سے کئی گنا زیادہ رقم ملے گی۔

مزدور کہہ رہے تھے کہ یہ غیر ملکی وان صاحب افغانستان میں ایسی جگہوں پر جائیں گے جہاں متحارب گروہ ایک دوسرے پر فائرنگ اور گولا باری کرتے رہتے ہیں۔ وہاں رقم تو زیادہ ملے گی مگر زندگی کو داؤ پر لگانا ہوگا۔

اعلیٰ افسر یقین دلا رہا تھا کہ پوشی وان صاحب کو بھی اپنی جان پیاری ہے اس لیے وہ متنازعہ اور خطرناک علاقوں میں نہیں جائیں گے۔ میں نے اٹھ کر کہا "صاحب! اگر خطرناک علاقوں میں ہمیں نہیں لے جایا جائے گا تو میں وان صاحب کی خدمت کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

مجھے تین افغانی مزدوروں کے ساتھ پوشی وان کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے ہم سب کو دیکھا پھر اس کی نظر مجھ پر ٹھہر گئی۔ اس نے بڑی تولتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے نظریں جھکا لیں۔ اس نے چینی زبان میں کہا "ادھر دیکھو۔ مجھ سے نظریں ملاؤ۔"

میں زبان سمجھتا تھا مگر انجان بنا رہا۔ ایک ترجمان نے مجھ سے کہا "وان صاحب تمہیں نظر ملانے کو کہہ رہے ہیں۔"

میں نے نظریں اٹھا کر پوشی وان کو دیکھا۔ وہ مجھے اسی طرح تولتی اور سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے ترجمان سے پوچھا "یہ صاحب مجھے ایسے کیوں دیکھ رہا ہے؟ کیا چین والے گھور گھور کر ملازموں کا انتخاب کرتے ہیں؟"

ترجمان نے میری بات اس سے کہی۔ وہ اپنے ایک چینی ساتھی سے اپنی زبان میں بولا "میں نے کوئی چھ سات برس پہلے ایک شخص کو انڈیا میں دیکھا تھا۔ اس نے "را" کے کئی افسروں کو ہلاک کیا تھا۔ ان دنوں میں "را" کی طرف سے ایک سیاسی لیڈر کو قتل کرنے گیا تھا۔ بہرحال وہاں میں نے جس شخص کو دیکھا اس کی آنکھیں بالکل اس مزدور جیسی تھیں۔"

میں نے دل ہی دل میں تسلیم کیا' پوشی وان کی یادداشت حیرت انگیز تھی۔ میں واقعی تقریباً چھ برس پہلے انڈیا میں تھا اور "را" کے چند اہم افسران کو قتل کیا تھا۔ "را" والوں نے پوشی وان کو میری تصویر دکھائی ہوگی۔ اس تصویر میں میرا اصلی چہرہ نہیں تھا۔ لیکن اس وقت بھی میں نے آنکھوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی اور نہ

ہی کنٹیکٹ لینس لگایا تھا۔ اس کم بخت پوشی وان کو میری آنکھیں ابھی تک یاد تھیں۔

اس کے چینی ساتھی نے پوچھا "را کے افسران کو قتل کرنے والا کوئی معمولی شخص نہیں ہوگا؟"

"ہاں۔ را والوں نے بتایا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور تھا مگر بہروپ میں تھا۔"

اس کے چینی ساتھی نے ہنستے ہوئے کہا "ابھی ہیلی کاپٹر سے فرہاد کی لاش کے ٹکڑے آنے والے ہیں۔ کیا تم اس مفلس مزدور کو فرہاد سمجھ رہے ہو؟"

پوشی وان نے مسکرا کر کہا "میں کیا پاگل ہوں کہ مردے کو زندہ سمجھ لوں مگر اس کی آنکھیں فرہاد کی آنکھوں سے مماثلت رکھتی ہیں۔ میں اسی لئے اس سے آنکھیں ملا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں فکر' پریشانی' مجبوری اور بے بسی ہے۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ میں اس دوران میں ایک فکر مند اور مجبور مزدور کی پریشانیاں آنکھوں سے ظاہر کرتا رہا تھا۔ میری آنکھوں نے اسے جو سمجھایا' وہی وہ سمجھتا رہا۔ اس نے میرے علاوہ اور تین مزدوروں کا انتخاب کیا۔ اسی وقت ایک ہیلی کاپٹر عمارت سے دور ایک کھلے میدان میں اترا۔ ہزاروں فٹ گہرائی میں جانے والی سرچنگ ٹیم تین مقامی مزدوروں کے ساتھ آئی تھی۔ مزدور ایک پلاسٹک کے تھیلے میں لاش لے کر آئے تھے۔

سب نے قریب جا کر دیکھا۔ اس تھیلے میں سے ٹوٹا پھوٹا انسانی ڈھانچا نکلا۔ ڈھانچے کی ایک ایک ہڈی ٹوٹ کر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ کسی کسی ٹکڑے پر گوشت اور کھال کا کچھ حصہ نظر آرہا تھا۔ سرچنگ ٹیم کے لیڈر نے کہا "ہم نے لاش کو وہاں سے لانے میں دیر کی ہے۔ پہاڑی گوشت خور جانور اسے کھا چکے ہیں۔ ہم یہ ہڈیاں لے آئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بون اسپیشلسٹ اسے جوڑ کر کچھ معلوم کر سکیں۔"

ایک سراغ رساں نے پوچھا "مقتول کے لباس میں ایسی کوئی چیز ہوگی' جو جانوروں کی خوراک نہیں بن پائی ہوگی۔ کیا ایسی کوئی چیزیں نہیں ملی؟"

"ہم نے بہت دور دور تک تلاش کیا ہے۔ پھٹے ہوئے لباس کے چند چیتھڑوں کے سوا اور کچھ نہیں ملا۔"

شام ہو چکی تھی۔ تمام افسران ایک کھلی جگہ کرسیاں ڈال کر باتیں کرنے لگے۔ میں ان کی گفتگو کا موضوع تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ میری موت بڑی عبرت ناک ہوئی ہے۔ میں مرنے کے بعد جانوروں کی خوراک بن گیا ہوں۔

میں مزدوروں کے ساتھ ان افسران سے ذرا دور زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ثمرینہ کی خیریت معلوم کی۔ اس نے کہا "میں خیریت سے ہوں مگر تمہارا دل نہیں لگ رہا ہے۔ کب آؤ گے؟"

"جب میں گھر سے نکلتا ہوں تو خود نہیں جانتا کہ واپسی کب تک ہوگی۔ بدلتے ہوئے حالات کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔ ویسے میری کوشش ہوگی کہ کل شام تک چلا آؤں۔ کیا محلے پڑوس والے تم سے ملنے آتے ہیں؟"

"تمہارے جانے کے بعد ایک عورت آئی تھی۔ میں اسے نہیں جانتی۔ وہ مجھے یاد دلا رہی تھی کہ ہمارے مکان کے پیچھے تیسری گلی میں رہتی ہے۔"

"جب وہ کہہ رہی ہے تو تیسری گلی میں رہتی ہوگی۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ اس علاقے کی عورتوں اور مردوں کو اچھی طرح پہچان کر اپنی یادداشت میں محفوظ رکھو۔ کیا وہ انگوٹھی کے انداز میں سوالات کر رہی تھی؟"

"اس نے کوئی سوال تو نہیں کیا۔ البتہ ایک ہزار ڈالر دے کر کہہ رہی تھی کہ چھ ماہ پہلے مجھ سے قرض لے کر گئی تھی۔ اس کے شوہر کے کاروباری حالات ٹھیک نہیں تھے اس لیے اتنی دیر سے قرض لوٹا رہی ہے۔"

میں نے کہا "ہم جن میاں بیوی کے بھیس میں وہاں ہیں' ہو سکتا ہے کہ اس نے چھ ماہ پہلے اس عورت سے قرض لیا ہو۔ تمہیں اس کا نام معلوم ہے؟"

"اس نے خود ہی کہا کہ میرا دماغ کمزور ہے۔ مجھے بادام کا حلوا کھانا چاہیے۔ اس نے اپنا نام زیتون بتایا تھا۔ اس کے شوہر کا نام شمشاد ہے اور وہ گلی گلی گھوم کر پرانے کپڑے' جوتے اور ٹوپیاں فروخت کرتا ہے۔"

"تم نے اس سے قرض کی رقم لی ہے؟"

"نہیں۔ میں نے کہا ابھی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ یہ قرض کی رقم اپنے میاں کے کاروبار میں لگاؤ۔ اللہ ترقی دے گا۔ وہ مجھے دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی۔"

"مجھے یاد نہیں آرہا کہ اس علاقے میں کوئی شمشاد نامی شخص پرانی چیزیں گلی گلی گھوم کر بیچتا ہے۔ میری یادداشت کمزور نہیں ہے۔ ہمارے پڑوس میں مولانا ظہیر الدین ہیں جو تمہیں بیٹی کہتے ہیں۔ ان کے پاس جا کر زیتون اور شمشاد کے بارے میں معلوم کرو۔"

"میں ابھی جا کر معلوم کروں گی۔"

میں سرحدی چوکی میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تمام افسران بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ پوشی وان نے اپنے ترجمان کے ذریعے کہا۔ "جب فرہاد کو پہاڑی سے نیچے پھینکا گیا تو اس کے لباس میں بھی کچھ چیزیں ہوں گی اور اس نے انگوٹھی وغیرہ بھی پہنی ہوگی اور یہ چیزیں وہاں آس پاس گڑھے میں ضرور ہوں گی' جہاں سے یہ ہڈیاں لائی گئی ہیں۔ کل میں ایک ہیلی کاپٹر میں ایک مزدور کے ساتھ وہاں جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہاں کوئی ایسی چیز مل سکے گی' جس کے ذریعے فرہاد کے ڈھانچے کی شناخت ہو سکے گی۔"

ایک افسر نے کہا "فرہاد کی موت کے بے شمار شواہد مل چکے ہیں۔ بابا صاحب کا ادارہ بھی چالیس دنوں تک سوگ منا رہا ہے۔ اب مسٹر وان وہاں جا کر اور کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟ یہ درست ہے کہ پہلے کئی بار فرہاد نے اپنی موت کا ڈراما رچا کیا تھا اور پوری دنیا کو اپنی موت کا یقین دلا دیا تھا لیکن اس بار وہ سچ مچ مارا جا چکا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں پہلے کبھی کسی کے لیے چالیس دنوں تک سوگ نہیں منایا گیا۔"

پوشی وان نے کہا "یوں تو سب کو اس کی موت کا یقین ہو چکا ہے۔ مجھے بھی یقین ہے۔ اس کے باوجود بڑے ممالک کے دو ہیلی کاپٹر اس کی لاش ڈھونڈ رہے ہیں۔ لاش ملی بھی ہے تو ناقابلِ شناخت۔ اس کے آس پاس کوئی چیز' کوئی چھوٹا بڑا ہتھیار بھی نہیں ملا۔"

دوسرے افسر نے کہا "دراصل بڑے بڑے ملکوں اور مجرموں کے دلوں میں اس کی دہشت ایسی سمائی ہوئی ہے کہ ان ہڈیوں کو دیکھنے کے بعد بھی کسی کو اطمینان نہیں ہوگا۔ آئندہ بھی اس کی موت کی تصدیق کے لیے پتا نہیں کیسے کیسے طریقۂ کار اختیار کیے جائیں گے۔"

پوشی وان نے اپنے ترجمان کے ذریعے کہا "یہی بات ہے۔ ہزاروں ثبوت ملنے کے بعد بھی وہ حواس پر چھایا رہے گا۔ میں بھی اپنے اطمینان کے لیے کل صبح ہیلی کاپٹر لے کر جاؤں گا۔"

ملازموں نے ایک بڑا سا دسترخوان بچھا کر سب کے لیے کھانا لگایا۔ ہم معمولی مزدور تھے۔ ان کے کھانے کے بعد ہمیں کھانے کے لیے دیا گیا۔ گویا ان کا بچا ہوا ہمیں کھانے کو ملا۔ یہ دنیا جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے باکمال بنا کر کتنی عزت اور شہرت دی ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رضا سے میں نے زمین پر بیٹھ کر دوسروں کا چھوڑا ہوا کھانا کھایا۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ پروردگار جسے چاہتا ہے' عزت دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ یوں دیکھا جائے تو میں حالات سے سمجھوتا کر کے دو کوڑی کا ملازم بنا ہوا تھا۔ لیکن یہ بات سمجھنے والوں کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی بہانے سے عرش سے فرش پر پہنچا کر دوسروں کا جھوٹا کھانے پر مجبور کر دیتا ہے۔

میں نے کھانے کے بعد ثمرینہ سے رابطہ کیا۔ وہ بولی "کتنی دیر بعد آئے ہو۔ میں کب سے انتظار کر رہی ہوں۔"

"تمہیں سمجھنا چاہیے کہ مجھے ہر وقت دشمنوں پر نظر رکھنی پڑتی ہے۔ میں موقع پا کر ابھی تم سے بات کر رہا ہوں۔ یہ بتاؤ تم نے زیتون اور شمشاد کے بارے میں کچھ معلوم کیا ہے؟"

"ہاں میں موسیو ناظمیر کے پاس گئی تھی۔ انہوں نے شمشاد کا نام سن کر بتایا پانچ ماہ پہلے وہ یہاں سے تیسری گلی میں رہتا تھا۔ اس عورت کا نام معلوم نہیں ہے۔ جب وہ کہہ رہی ہے تو اس کا نام زیتون ہی ہوگا۔"

میں نے پوچھا "اس کا مطلب کیا ہوا کہ وہ پانچ ماہ پہلے وہاں رہتا تھا؟"

ثمرینہ نے کہا "یہی بات تھی میں نے پوچھی تھی۔ مولانا نے کہا۔ میاں بیوی گھر میں تالا لگا کر کہیں چلے گئے تھے۔ شاید واپس یہاں رہنے کے لیے آ گئے ہوں۔ ویسے وہ اتنے بد حال نہیں تھے کہ مجھ سے قرض لیتے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جب وہ خوش حال تھے تو مجھ سے یعنی میری صورت شکل والی سے قرض کیوں لیا تھا؟"

میں نے کہا "یہ قرض والی بات کچھ گڑبڑ ہے۔ تمہیں تیسری گلی میں جا کر معلوم کرنا چاہیے تھا۔"

"تم نے منع کیا ہے کہ میں گھر سے باہر نہ جاؤں۔ میں نے مولانا ظمیر الدین سے کہا تھا کہ وہ وہاں جا کر شمشاد سے ملاقات کریں اور باتوں ہی باتوں میں قرض والی بات کا بھی کھوج لگائیں۔ مولانا نے وعدہ کیا تھا کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد شمشاد کے گھر جائیں گے۔ پھر میرے پاس آ کر مجھے ان میاں بیوی کے بارے میں بتائیں گے۔ اب وہ آتے ہی ہوں گے۔"

میں اسے اپنے حالات مختصر طور پر بتانے لگا اور کہا کہ کل پوشی وان کے ساتھ افغانستان جانا پڑا تو واپسی میں تین چار دن لگ سکتے ہیں۔ ہماری گفتگو کے دوران میں دروازے پر دستک سنائی دی۔ ثمرینہ نے کمرے سے نکل کر صحن میں آ کر دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا "کون ہے؟"

مولانا ظمیر الدین کی آواز سنائی دی "بیٹی! میں ہوں۔"

میں نے فوراً ہی ان کے دماغ میں پہنچ کر یقین کیا پھر ثمرینہ سے کہا "دروازہ کھول دو۔"

اس نے دروازہ کھولا۔ ان علاقوں میں سردی زیادہ ہوتی ہے۔ رات کو ہلکی بارش کی طرح برف بھی گرتی ہے۔ مولانا اونی کنٹوپ میں سر اور منہ چھپائے اوور کوٹ پہنے اندر آئے۔ انہوں نے کمرے میں آ کر اپنے کنٹوپ اور اوور کوٹ سے برف کو جھاڑتے ہوئے کہا "بیٹی! میں وہاں گیا تھا۔ کیا واقعی زیتون نامی کوئی عورت تمہارے پاس آئی تھی؟"

"جی ہاں۔ آپ بزرگ ہیں۔ میں آپ سے جھوٹ کیوں بولوں گی۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ وہ ایک ہزار امریکی ڈالر دے رہی تھی۔ مجھے بالکل یاد نہیں ہے کہ میں نے کب اسے یہ رقم قرض کے طور پر دی تھی۔"

مولانا نے کہا "تعجب ہے۔ تیسری گلی میں شمشاد کے مکان پر پہلے کی طرح تالا لگا ہوا ہے۔ میں نے پڑوسی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ پانچ ماہ پہلے یہاں سے جانے کے بعد وہ اب تک واپس نہیں آئے ہیں۔"

مولانا کی رپورٹ سنتے ہی میں کھٹک گیا۔ میں نے ثمرینہ سے کہا۔ "خطرہ ہے۔ غیر ملکی جاسوس مقامی باشندوں کو زیادہ سے زیادہ رقم دے کر ان سے جاسوسی کراتے ہیں۔ کسی نے ایک مقامی عورت

کے ذریعے یہ معلوم کیا ہے کہ تم ثمرینہ ہو یا نہیں۔ اگر نہیں ہوگی تو چھ ماہ پہلے دیے ہوئے قرض کی بات نہیں جانتی ہوگی۔ تمہیں یہ بھی یاد نہیں ہوگا کہ مکان کے پیچھے تیسری گلی کے کسی مکان پر کتنے عرصے سے تالا پڑا ہوا ہے۔"

وہ بولی "خدایا! رحم کر۔ لیکن وہ دن کو آئی تھی۔ تقریباً سات گھنٹے گزر گئے ہیں۔ دشمنوں کو اس عورت کی رپورٹ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں وہ نہیں ہوں جو ایک طویل عرصے سے اس محلے میں رہتی تھی۔ یہ معلوم ہونے کے بعد انہوں نے مجھے نقصان کیوں نہیں پہنچایا؟"

"شاید وہ تمہارے ساتھ رہنے والے مرد یعنی میرا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ سمجھنے کی کوششیں کر رہے ہوں گے کہ جب مجھے ہلاک کر دیا گیا ہے تو تم اس مکان میں کس مرد کے ساتھ رہتی ہو؟"

مولانا نے پوچھا "بیٹی! کیا سوچ رہی ہو؟"

"اس عورت کے متعلق سوچ رہی ہوں۔ جب وہ زیتون نہیں تھی اور مجھ سے قرض نہیں لیا تھا تو پھر یہاں کیوں آئی تھی؟"

مولانا نے ہنستے ہوئے کہا "تم پچھلے کئی دنوں سے دیکھ رہی ہو کہ غیر ملکی جاسوس ہمارے مقامی سپاہیوں کے ساتھ آتے ہیں۔ لیڈی کانسیبل وغیرہ ہر گھر میں گھس کر انکوائری کرتی ہیں کہ یہاں کون کتنے عرصے سے رہائش اختیار کیے ہوئے ہے۔ جو عورت خود کو زیتون کہہ رہی تھی وہ بھی جاسوسہ ہوگی۔ بہرحال فکر نہ کرو۔ ہم مٹنے والے تم میاں بیوی کو برسوں سے جانتے ہیں۔ وہ زیتون نامی عورت یہاں سے ناکام ہو کر گئی ہے۔"

اسی وقت اچانک چاروں طرف سے تیز روشنی محسوس ہوئی۔ دونوں نے کمرے سے نکل کر دیکھا تو اس مکان کے چاروں طرف آگ کے شعلے لپک رہے تھے۔ دشمنوں نے جگہ جگہ پٹرول چھڑکا ہوگا اس لیے آگ مکان کے اندر چلی آئی تھی۔ صحن سے گزر کر بیرونی دروازے تک وہ نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وہاں آگ کے شعلے بڑے خوف ناک انداز میں لپک رہے تھے۔

مولانا ظمیر الدین نے فوراً ہی اوور کوٹ اتار کر ثمرینہ پر ڈال کر کہا "بیٹی! حوصلہ کر کے دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل جاؤ۔ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ کپڑوں میں آگ لگے گی۔ باہر بجھا دی جائے گی۔"

میں ثمرینہ کے دماغ میں رہ کر بڑھتی ہوئی ہولناک آگ کے شعلوں کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا "ثمرینہ! کوئی راستہ نہیں ہے۔ تڑی سے دوڑتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر جاؤ۔"

باہر سے لوگوں کی چیخ پکار سنائی دے رہی تھی۔ وہ لوگ اندر سے آنے والی کی فوراً مدد کرتے اور اس کے کپڑوں سے آگ بجھا دیتے۔ اسی وقت گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی۔ مولانا کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ اچھل کر زمین پر گرے۔ میں نے ثمرینہ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ وہاں کھڑی رہتی تو مولانا کی طرح گولی کا نشانہ بن جاتی۔ میں نے بڑی تیزی سے اسے دروازے کی طرف دوڑایا۔ اسے بدقسمتی ہی کہہ سکتے ہیں۔ اسی وقت دروازہ پوری طرح جل کر گرا تو دوڑ کر آنے والی ثمرینہ اس دروازے کے نیچے آ گئی۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ اس کا دماغ میرے کنٹرول میں تھا اس لیے وہ مایوس اور خوف زدہ نہیں تھی۔ اپنے اوپر سے جلتے ہوئے دروازے کو پھینک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر پلٹ کر دوڑتی ہوئی باہر جانے لگی۔ اس وقت تک وہ پوری طرح آگ کی لپیٹ میں آ چکی تھی۔ باہر کھڑے ہوئے لوگ دور ہی دور سے اس پر پانی پھینک رہے تھے اور آگ کے خوف سے بھاگتے بھی جا رہے تھے۔ کسی نے کہا "ایسے وقت پانی نہیں پھینکنا چاہیے۔ اس پر کمبل ڈالو۔ آگ بجھ جائے گی۔"

آہ! اندر کی بات میں جانتا تھا۔ آگ ثمرینہ کی کھال سے.... گوشت تک پہنچ چکی تھی۔ اسے سر سے پاؤں تک جلا رہی تھی اور وہ چیختی ہوئی مجھے آوازیں دے رہی تھی۔ ایک شخص دوڑتا ہوا کمبل لے کر آیا۔ گولیاں پھر چلنے لگیں۔ کئی گولیاں کمبل لانے والے کو اور کئی ثمرینہ کو لگیں۔ وہ دوڑتے دوڑتے گر پڑی۔ ایک آخری سانس کے ساتھ "فرہاد" کہا پھر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔

میری خیال خوانی کی لہریں اس کے مردہ دماغ سے واپس آ گئیں۔ ان لمحات میں میری حالت عجیب سی تھی۔ میرے دانت پر دانت جمے ہوئے تھے۔ دونوں مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔ آس پاس زمین پر مزدور سو رہے تھے اور میں نامراد اور شکست خوردہ بیٹھا ہوا تھا۔

شکست خوردہ! جبکہ میں ناقابلِ شکست تسلیم کیا جاتا ہوں۔ زوال' شکستگی' ٹوٹ پھوٹ اور فنا شہ زور کے لیے بھی ہے کیونکہ موت سے زیادہ زور آور کوئی نہیں ہوتا۔ میں ثمرینہ کے ساتھ ہوتا تب بھی اسے بچا نہ پاتا بلکہ اس کے ساتھ فنا ہو جاتا۔

میرے لیے اپنے قبیلے' اپنے وطن' اپنی مٹی سے جدا ہونے والی! خدا تجھے پیار کا صلہ دے گا....

○☆○

پوری شہر کی داستان تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ وہاں کے دونوں مہاگرو پانڈے اور مانک جاتیو بری طرح زخمی ہو کر اسپتال میں پڑے ہوئے تھے۔ رابرٹو اپنے طریقۂ کار کے مطابق ان دونوں شہ زوروں کو میری ہلاکت کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ اب میری ہلاکت کا یقین ہونے کے بعد ان دونوں کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

میں نے مہاگرو پانڈے کو دودھ بھائی بنا کر اس کی بہن رتنا سے صلح کرا دی تھی۔ انہیں بھی کسی دن میری ہلاکت کا علم ہونے والا تھا اس لیے میں نے ان سے رابطہ ختم کر دیا تھا۔

الپا نے مہاگرو مانک جاتیو کو زخمی حالت میں ٹریپ کیا تھا' اس کے چور خیالات سے معلوم کیا تھا کہ وہ بظاہر جتنا نیک' عزت دار اور پُرامن شہری ہے' باطن میں اتنا ہی مکار ہے اور فرہاد کو ہلاک

کرنے کے لیے بڑی چالبازی سے غیر ملکی خفیہ ایجنسیوں سے رابطہ رکھتا ہے۔ الپا نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا تابعدار بنایا تھا لیکن میری ہلاکت کا یقین ہونے کے بعد اس نے بھی مہاگرو مانک جاتیو کو نظرانداز کردیا تھا۔

مہاراج اب تک میرا تابعدار بن کر رہنے کے لیے پوری شہر میں تھا۔ اب وہ بھی وہاں سے دہلی چلا آیا تھا۔ امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران اس سے رابطہ کرنا چاہتے تھے۔ دوسری طرف الپا نے پیشکش کی تھی کہ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے متحد ہو کر ساری دنیا پر حکومت کرسکتے ہیں۔ آئندہ کوئی ان کے مقابلے پر آنے کی جرات نہیں کرے گا۔

مہاراج نے الپا سے کہا تھا کہ ابھی وہ سوچ رہا ہے۔ خوب سوچ سمجھ کر آئندہ کے لیے کوئی ٹھوس منصوبہ بنا کر اس پر عمل کرے گا۔ اس طرح وہ چند روز گزار کر یقین کرنا چاہتا تھا کہ واقعی میں اس دنیا میں موجود ہوں یا نہیں؟

اگر موجود ہوا تو پھر اسے غداری کی سزا دوں گا۔ دوسرے تمام مخالفین کی طرح وہ بھی میری موت کے بعد اندر سے سما ہوا تھا۔ اندیشہ تھا کہ میں پھر اچانک زندہ نہ ہو جاؤں اس لیے وہ کوئی دوغلی چال چلنا چاہتا تھا۔ کوئی ایسا درمیانہ راستہ اختیار کرنا چاہتا تھا کہ بعد میں مجھے یا میرے بیٹوں کو اس سے کوئی شکایت نہ ہو اور وہ امریکا یا الپا کے ساتھ مل کر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے اپنا لوہا بھی منوا تا رہے۔

مہاراج کی اہمیت بہت بڑھ گئی تھی۔ اس کے اپنے دیس کے حکام اور فوج کے افسران اس سے درخواست کررہے تھے کہ وہ فون یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سے رابطہ رکھے اور اپنے بھارت دیس کو سپرپاور بنائے۔ وہ انہیں تسلیاں دے رہا تھا کہ ایسا ہی کرے گا جبکہ اسے اپنے دیس اور وہاں کے عوام سے زیادہ لگاؤ نہیں تھا۔ کالا جادو جاننے والے خود غرض اور مطلب پرست ہوتے ہیں۔ مہاراج کی خواہش تھی کہ وہ تمام بڑے ممالک کے اہم راز معلوم کرکے ان سب کو اپنے زیر اثر رکھے۔ وہ کسی ایک ملک کا حکمران نہ بنے بلکہ تمام ملکوں کے حکمران اس کی جی حضوری کرتے رہیں۔

امریکی نمائندے اور سیکرٹ سروس کے چند افسران دہلی پہنچے ہوئے تھے۔ ان سے بھی فون یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ رہتا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ مہاراج ٹیلی پیتھی کے ذریعے امریکا کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے گفتگو کرے۔ اس نے پہلے ہی دن الپا سے کہا تھا کہ وہ سوچ سمجھ کر اس سے متحد رہ کر کام کرنے کا فیصلہ کرے گا۔ اسی طرح وہ امریکی حکام کو ٹال رہا تھا۔

اس نے دوسرے دن امریکی نمائندے سے کہا "میں تمہارے ملک کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کل صبح دس بجے گفتگو کروں گا۔ وہاں میرا ایک آلۂ کار موجود ہوگا' جس کے دماغ میں رہ کر میں اس کی زبان سے گفتگو کروں گا۔"

اس کی یہ بات الپا اور بھارتی حکام کو معلوم ہوئی۔ الپا نے کہا "میری بات یاد رکھو' امریکا تمہیں جو آفر دے گا' میں اس سے دگنی آفر دوں گی پھر عقل سے سوچو کہ ہم دو ٹیلی پیتھی جاننے والے متحد ہو کر کتنی بڑی طاقت بن سکتے ہیں۔"

"میں نے تمہاری بات پر غور کیا ہے۔ بے شک فی الحال اتنی بڑی دنیا میں ہم دونوں متحد ہو کر اپنے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر بھی غالب آسکتے ہیں۔ ہم بڑے بڑے ممالک کو بھی اپنے زیر اثر رکھ سکتے ہیں لیکن کبھی کوئی آزمائش کی گھڑی آئے گی تو تم اپنے ملک اور یہودی قوم کو مجھ پر ترجیح دو گی۔"

"تم غلط نہ سمجھو۔ میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ کسی بھی آزمائشی مرحلے پر تمہیں ناراض کروں۔"

"اگر کبھی میرے بھارت دیس اور اسرائیل کے مفادات آپس میں ٹکرائیں گے تو ایسے وقت ہم کیا کریں گے؟"

"اول تو ہم ایسا وقت نہیں آنے دیں گے۔ اپنے ملکوں کے درمیان ہم کبھی اختلاف پیدا نہیں ہونے دیں گے۔ اپنے اپنے ملک کے سیاست دانوں کی ایسی کوئی بات نہیں مانیں گے' جس سے ہماری دوستی میں کوئی فرق آئے۔"

"ٹھیک ہے۔ کل صبح دس بجے امریکی حکام سے گفتگو ہونے والی ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود رہ کر معلوم کرسکو گی کہ وہ مجھ سے کیا کہہ رہے ہیں اور کیا آفر کررہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ کل میں وہاں خاموشی سے کسی کے دماغ میں موجود رہوں گی۔"

بھارت کے ایک فوجی افسر نے اس کے موبائل پر اسے مخاطب کیا اور کہا "مہاراج! ہم تو آپ کو پورے بھارت کا مہاراج کہتے ہیں اور آپ امریکی حکام سے نہ جانے کیا معاملات طے کرنے والے ہیں۔"

"میں دیس بھگت ہوں۔ امریکی حکام سے اپنے دیس کی بھلائی کے لیے معاملات طے کروں گا۔"

"آپ اپنے ساتھ دو چار بھارتی مشیر رکھیں گے تو وہ آپ کو بتاتے رہیں گے کہ بھارت کو سپرپاور بنانے کے لیے ان لوگوں سے کیسی شرائط منوانی چاہئیں۔"

"آپ میرے لیے چند مشیر مقرر کریں۔ ابھی تو میں امریکی حکام سے ابتدائی گفتگو کرکے یہ سمجھنا چاہوں گا کہ وہ مجھے اپنے لیے کتنا اہم سمجھتے ہیں اور مجھ سے کیسی کیسی توقعات وابستہ کررہے ہیں۔ جب ان سے دوسری بار گفتگو ہوگی تو میں مشیروں کو ساتھ رکھوں گا۔"

وہ اپنے طور پر بڑی چال بازی سے سب ہی کو تسلیاں دے کر ٹال رہا تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کس کے ساتھ کس حد تک تعلقات رکھ کر اپنا الّو سیدھا کرتے رہنا چاہیے۔ فی الوقت امریکا اور دوسرے بڑے ممالک اسے الپا سے زیادہ اہمیت دے رہے

تھے۔ یہ حقیقت سب جانتے تھے کہ الپا کسی بھی معاملے میں پہلے اپنے ملک اور یہودی قوم کو ترجیح دے گی۔

اس حقیقت کے پیش نظر اس کی عقل کہہ رہی تھی کہ اسے کسی ایک ملک کا وفادار بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ اس طرح تمام ممالک کے حکمرانوں کے لیے وہ ہمیشہ اہم رہے گا۔ الپا کی طرح ایک ہی ملک کا وفادار رہنا دانش مندی نہیں ہوگی۔

دوسرے دن الپا امریکی حکام اور فوج کے چند افسران کے دماغوں میں پہنچی تو ان کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ ایک بند کمرے میں ایک حاکم اور فوج کے چار اعلیٰ افسران بیٹھے ہیں۔ وہ یوگا کے ماہر ہیں۔ ان کے علاوہ فوج کا ایک جونیئر افسر ہے' جو مہاراج کا آلۂ کار بنا ہوا ہے۔ مہاراج اس کی زبان سے امریکی حکام اور فوجی افسران سے گفتگو کررہا تھا۔

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے مہاراج سے کہا "تم بند کمرے میں راز داری سے گفتگو کررہے ہو۔ مجھ سے کہا تھا کہ میں اس میٹنگ میں آکر تمہاری اور ان کی باتیں سن سکتی ہوں لیکن وہاں سب یوگا کے ماہر ہیں۔ مجھے اپنے آلۂ کار کے دماغ میں آنے دو۔"

مہاراج نے کہا "الپا! تمہاری یہاں موجودگی پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہ امریکی اپنی باتیں راز میں رکھنا چاہتے ہیں۔ تم ابھی جاؤ۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گا۔"

"وہ امریکی تو چاہیں گے کہ ان کے اہم راز مجھ تک نہ پہنچیں مگر میں تمہارے ذریعے آلۂ کار کے دماغ میں چھپ کر وہاں رہ سکتی ہوں۔"

"تمہیں یہاں اپنے ساتھ چھپائے رکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں ان امریکیوں کو دھوکا دے رہا ہوں' جو مجھ پر بھروسا کررہے ہیں۔ میں سب کے ساتھ دیانت دار رہنا چاہتا ہوں ورنہ ایک دن تم ہی کہو گی کہ جب میں تمہاری خاطر امریکیوں کو دھوکا دے سکتا ہوں تو کسی اور کی خاطر کبھی تمہیں بھی دھوکا دے سکتا ہوں۔"

"تم نے کل کچھ کہا تھا' آج کچھ کہہ رہے ہو۔ اپنی زبان بدل رہے ہو۔"

"ابھی تم مجھے یہی الزام دو گی لیکن جب میں امریکا' اسرائیل' روس اور بھارت سے باتیں کرنے کے بعد کسی ایک کے ساتھ دیانت دار رہوں گا تو تم ضرور میری سچائی اور دیانت داری کی تعریفیں کرو گی۔ پلیز! ابھی چلی جاؤ۔"

الپا کو غصہ تو بہت آیا لیکن وہ کوئی بحث کیے بغیر چلی آئی۔ اسے دوست بنا کر رکھنے میں فائدہ تھا اس لیے غصہ دکھا کر اختلافات پیدا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ویسے وہ بلا کی مکار تھی۔ میری ہلاکت کا یقین ہوتے ہی وہ ان فوجیوں کے دماغوں میں پہنچ گئی تھی' جو ٹرانسفارمر مشین کی حفاظت کے لیے ایک جزیرے میں رہے تھے۔ جب وہ پارس کے ساتھ شریک حیات کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھی تو اسے معلوم ہوا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین والے جزیرے میں جن فوجیوں کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی رہتی ہیں' میں ان کے دماغوں میں پہنچ کر اپنا معمول اور تابعدار بنالیتا ہوں۔ اس طرح کوئی امریکی اس مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کرتا تھا۔ میرے تابعدار فوجی اس مشین میں کوئی گڑبڑ پیدا کردیا کرتے تھے۔ اب یہی کام الپا کررہی تھی۔ اس کے ایسا کرنے سے ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ مجھے صرف اس بات کا خیال رکھنا تھا کہ وہ اپنے یہودیوں کو اس جزیرے میں رازداری سے پہنچا کر انہیں ٹیلی پیتھی نہ سکھائے۔

مہاراج پانچ امریکی اکابرین سے بند کمرے میں کہہ رہا تھا۔ "میں تم لوگوں کے لیے کام کرنے کو تیار ہوں لیکن دوسروں پر یہ ظاہر نہ ہونے پائے کہ میں امریکا کا پابند ہو کر رہ گیا ہوں۔"

"تم ہمارے لیے کام کرو گے تو خود ہی ظاہر ہو جائے گا کہ ہمارے مقاصد کے لیے ٹیلی پیتھی کا علم استعمال کرنے والے تم ہی ہو۔"

"جب ظاہر ہوگا تو یہ کہا جائے گا کہ میں نے تمہارا کام کرنے کا بھاری معاوضہ لیا ہے۔ ویسے میں کچھ ایسے طریقوں سے کام کروں گا کہ دوسروں کو اس معاملے میں ٹیلی پیتھی کا شبہ نہ ہو۔"

"ہم یہ فخر حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ تم صرف امریکا کے لیے وقف ہو چکے ہو۔ اگر تم صرف ہمارے لیے کام کرو گے تو ہم تمہاری بڑی سے بڑی شرائط پوری کرتے رہیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھے کسی کے بھی سامنے شرائط پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جب چاہوں گا' دماغوں میں گھس کر شرائط پوری کرالیا کروں گا۔"

"بے شک۔ تم جبراً بہت کچھ کرسکتے ہو مگر جو کرنا چاہو گے وہی کام دوستی اور محبت سے ہوگا تو ہم ایک دوسرے کے لیے ڈھال بن کر رہیں گے۔ ہم نے سیکڑوں بار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی مصیبتوں میں گرفتار ہوتے دیکھا ہے اور مصیبت زدہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے کام آتے رہے ہیں۔"

"ہاں امریکا نیکیاں کرنے میں بہت مشہور ہے۔ تم جس ملک کے ساتھ بھی نیکیاں کرتے ہو' وہ تمہارا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ جب کبھی میرے ساتھ نیکیاں کرو گے تو میں بھی تمہارا غلام بن جاؤں گا۔"

"مہاراج! یوں طعنے دینے سے بات نہیں بنے گی۔ پلیز ہم پر بھروسا کرو۔ صرف ہمارے ہو کر رہو۔ اگر کسی بھی مرحلے پر ہم سے کوئی شکایت ہو تو ہم تمہاری وہ شکایت فوراً دور کریں گے۔ ایک بار ہم سے دوستی کرکے ہمیں آزما کر دیکھ لو۔"

"میں اس طرح آزماؤں گا کہ ابتدا میں دور ہی دور رہ کر تمہارے اہم کام کرتا رہوں گا۔ جب رفتہ رفتہ اعتماد پختہ ہو جائے گا تو میں امریکا آکر رہائش اختیار کروں گا۔"

"یہ ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات ہوگی۔ تم ہمارے ملک میں

آکر رہنا چاہو گے تو جس علاقے میں کہو گے' وہاں کی زمین تمہارے نام کردیں گے اور ابھی سے تمہارے لیے وہاں ایک شاندار محل تعمیر کرائیں گے۔"

"میں کچھ عرصے بعد بتاؤں گا کہ امریکا میں مجھے کون سی جگہ پسند ہے مگر میں تقریباً ایک برس تک مسلمانوں کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا۔ میرے دل میں ایک اندیشہ ہے' میں اسے رفتہ رفتہ دور کرسکوں گا۔"

"مگر تم مسلمانوں کے خلاف اس طرح تو کام کرسکتے ہو کہ کبھی تمہارا نام ظاہر نہ ہو اور کوئی مسلمان ملک حتیٰ کہ بابا صاحب کا ادارہ بھی تمہیں کسی ثبوت کے بغیر الزام نہیں دے سکے۔"

"ہاں۔ میں چھپ چھپا کر کچھ کرسکتا ہوں۔ کیا مجھ سے کسی مسلمان ملک کے خلاف کام لینا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ جہاں فرہاد کو ہلاک کیا گیا ہے' وہیں ایک خطرناک مسلمان دہشت گرد کو ٹھکانے لگانا ہے یا اسے زندہ گرفتار کرکے ہمارے ملک میں لانا ہے۔"

وہ ایک مسلمان مجاہد کو دہشت گرد کہہ کر مہاراج کو اس کے متعلق بتانے لگے۔ مہاراج نے تمام باتیں سن کر کہا "جس سرحدی چوکی کے قریب فرہاد کو ہلاک کیا گیا تھا اس کے قریب ازبکستان کے ایک سرحدی شہر میں علی تیمور پہنچا ہوا تھا۔ تم لوگوں کی حفاظتی تدابیر کے باوجود اس نے کرائے کے قاتلوں سومنا اور کارل کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ میں صاف صاف کہتا ہوں' جہاں فرہاد کے دونوں بیٹے ہوں گے' وہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔"

"بڑے افسوس کی بات ہے۔ فرہاد مرچکا ہے تو اب اس کے دونوں بیٹوں سے خوف زدہ ہو۔"

"تم سپر پاور ہو۔ انٹرپول اور اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رسانوں کی دھاک تمام دنیا پر بیٹھی ہے۔ سب نے مل کر علی تیمور کا کچھ نہیں بگاڑا۔ جو کرائے کے قاتل تمہارے لیے جان جوکھم میں ڈال رہے تھے' ان کی حفاظت نہ کرسکے۔ میری بھی حفاظت نہیں کرسکو گے تو میں دنیا سے چلا جاؤں گا' تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"وہ کرائے کے قاتل تھے مگر تم تو ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

"یعنی میں وہاں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرکے خود کو تمہارا چچیرا ظاہر کردوں؟ میں پھر ایک بار کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے خلاف تمہارا کوئی کام کرتے وقت کبھی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کروں گا اور دوسری بات یہ کہ ابھی کچھ عرصے تک علی تیمور اور پارس کے مقابلے پر جانے کی حماقت نہیں کروں گا۔"

"ہم سمجھ رہے ہیں۔ تم ابتدا میں بہت محتاط رہنا چاہتے ہو اور یہ اچھی بات ہے۔ ہمارے لیے تم ہی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست رہ گئے ہو۔ ہم خود نہیں چاہیں گے کہ تمہیں کسی طرح کا نقصان پہنچے۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "فی الحال ہم تمہاری دوستی کا یقین کرنا چاہتے ہیں۔ کیا تم ہر روز کوئی ایک وقت مقرر کرکے ہم سے رابطہ رکھو گے یا اپنا موبائل نمبر دینا پسند کرو گے؟"

مہاراج نے اپنے ایک آلۂ کار کا موبائل نمبر نوٹ کرانے کے بعد کہا "میرے اس آلۂ کار کو پیغام دو گے تو میں تم لوگوں کے پاس پہنچ جایا کروں گا۔ اب میں جارہا ہوں۔ الپا بھی مجھ سے بات کرنا چاہتی ہے۔"

اعلیٰ حاکم نے چونک کر کہا "تم الپا سے رابطہ رکھو گے؟ ہم تمہارے بھگوان کا واسطہ دیتے ہیں۔ وہ اتنی مکار ہے کہ پارس جیسے مکار کو الو بناتی رہی اور اس طرح خود کو اپنی ٹیلی پیتھی دوا سے بچا کر آج تک خیال خوانی کررہی ہے۔"

"میں الپا کی پوری ہسٹری جانتا ہوں۔ اتنا نادان نہیں ہوں کہ وہ مجھے شیشے میں اتارے گی اور میں اتر جاؤں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں اس سے رابطہ کرکے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے اور جو چاہتی ہے' اس کے پیچھے کیسی چالیں چلنے والی ہے۔ آج کی پہلی میٹنگ اب ختم کی جائے۔ دوسری ملاقات میں ہم ایک دوسرے کے کچھ اور قریب آئیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کردیا۔ الپا نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو۔ ان سے مذاکرات ہوگئے؟"

وہ حیرانی سے بولا "میرے وہاں سے آتے ہی تم ایسے آگئی ہو جیسے وہاں موجود تھیں اور تمہیں میٹنگ کے اختتام کا بھی علم ہے۔"

"میں تمہاری حیرانی دور کردوں گی۔ پہلے یہ بتاؤ' ان سے کیا باتیں ہوئیں؟"

"تمہیں ضرور بتاؤں گا کیونکہ تم سے بھی وہی باتیں کرنے والا ہوں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ میں کچھ عرصے تک علی تیمور' پارس اور تمام اسلامی ممالک کے خلاف کوئی ایسا کام نہیں کروں گا' جس کے نتیجے میں میری ٹیلی پیتھی ظاہر ہوجائے۔"

الپا نے کہا "اور انہوں نے تمہاری تائید کی ہے کہ تمہیں ابتدا میں اسی طرح محتاط رہنا چاہیے۔"

"جب ہے۔ وہاں بند کمرے میں سب ہی یوگا کے ماہر تھے اور وہاں تم میرے آلۂ کار کے لب ولہجے سے واقف نہیں تھیں پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف میری ٹیلی پیتھی کو ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتے؟"

"میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ تمہیں مجھ سے رابطہ کرنے سے منع کررہے تھے اور تم دعوے سے کہہ رہے تھے کہ تم ایسے نادان نہیں ہو کہ میں تمہیں شیشے میں اتاروں گی اور تم اتر جاؤ گے۔"

"بے شک تم بہت چالاک ہو۔ کس طرح اس بند کمرے میں پہنچ گئی تھیں؟"

"میں ایک طویل عرصے سے ان امریکیوں کا طریقۂ کار جانتی ہوں۔ جب بھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بند کمرے میں گفتگو ہوتی ہے' آرمی ہیڈ کوارٹر کے ایک خفیہ ریکارڈنگ روم میں اس بند کمرے کی تمام گفتگو ریکارڈ ہوتی رہتی ہے۔ میں اس خفیہ ریکارڈنگ روم کے ریکارڈسٹ کے دماغ میں رہ کر سب کچھ سن رہی تھی۔"

"مانتا ہوں۔ تم چالاک بھی ہو اور امریکیوں کے بارے میں مجھ سے زیادہ تجربہ رکھتی ہو۔"

"جب میرے ساتھ رہو گے تو معلوم ہوگا کہ میں بابا صاحب کے ادارے اور مقتول فرہاد کی فیملی کے بارے میں بھی تم سے زیادہ جانتی ہوں۔ تم میری معلومات اور تجربات سے بہت فائدے اٹھاؤ گے۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ میں تمہارے تجربات سے فائدے اٹھا سکتا ہوں لیکن برا نہ ماننا' تم پر کوئی احمق ہی بھروسا کرسکتا ہے۔"

"تم میری انسلٹ کررہے ہو۔"

"سچائی کو تسلیم کرو۔ تم مقتول فرہاد کی فیملی میں بہو بن کر نہ رہ سکیں۔ تم پارس کی شریکِ حیات تھیں لیکن تمہیں فرہاد کے خاندان اور بابا صاحب کے ادارے میں کبھی نہیں بلایا گیا۔ انہوں نے تم پر اعتماد نہیں کیا اور تم نے اچانک پارس سے رشتہ توڑ کر ثابت کردیا کہ قابلِ اعتماد نہیں ہو۔"

"تم ان کا یہ تاریک پہلو نہیں دیکھ رہے ہو کہ انہوں نے میری بیٹی مجھ سے چھین لی ہے؟"

"یہ تو سب جانتے ہیں کہ پارس نے بڑی فراخ دلی سے تمہیں بیٹی کو لے جانے کی اجازت دی تھی اور تم اسے لے گئی تھیں۔ اس کے گم ہونے کے بعد تم انہیں الزام دے رہی ہو۔"

"کیا تم جھگڑا کرو گے؟ دوستی کا ارادہ نہیں ہے؟"

"تم سے ہمیشہ دوستی رکھوں گا مگر بہت محتاط رہ کر۔"

"امریکا کے کام بھی آؤ گے اور مجھ سے بھی دوستی کرو گے۔ کیا یہ دوغلی پالیسی نہیں ہے؟"

"میں حاتم طائی کی طرح سب کے لیے نیکیاں کرکے دریا میں ڈالنا چاہتا ہوں۔"

"اس بات کو سچائی سے کہو کہ سب ہی کو دوستی کا جھانسا دے کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہو۔"

"چلو یہی سمجھ لو۔ تمہارے کام آکر تمہیں بھی فائدہ پہنچاؤں گا اور خود بھی فائدہ اٹھاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی اپنی روش پر چلو۔ جب کبھی مصیبت میں پڑو تو میرے پاس آنا۔ میں کسی لاگ کے بغیر تمہارے کام آؤں گی۔"

وہ مہاراج کے دماغ سے نکل آئی۔ ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے لازمی ہوگیا تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ طاقت ور اور کارآمد بن کر بڑے ممالک کے حکمرانوں کے لیے اہمیت اختیار کرلیں اور ایسے خطرناک بھی بن جائیں جیسے میں برسوں سے خطرہ بن کر رہا کرتا تھا۔

صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے طاقت حاصل نہیں کی جاسکتی تھی۔ مہاراج کے پاس ٹیلی پیتھی کے علاوہ کالا جادو کا علم تھا۔ اس کے باوجود وہ کبھی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر برتری حاصل نہ کرسکا کیونکہ اس کے پاس بہت کچھ ہونے کے باوجود ذہانت نہیں تھی۔ وہ الجھا دینے والی چالیں چلنا نہیں جانتا تھا اسی لیے وہ کبھی کسی بڑے ملک کے لیے بہت زیادہ اہم نہیں رہا۔

اب اس لیے اہم ہوگیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے میدان میں کوئی شہ زور نہیں رہا تھا۔ صرف ایک الپا اس کے مقابلے پر تھی اور وہ ایک جاہل مرد کی طرح سوچتا تھا کہ ایک عورت اس سے کیا مقابلہ کرے گی۔ کبھی ہاتھ آگئی تو اس کی گردن مروڑ دے گا۔ اب اتنی بڑی دنیا میں ٹیلی پیتھی کی بادشاہت صرف اس ایک مرد کے لیے ہی ہے۔

مہاراج کی طرح الپا کی سوچ بھی یہی تھی کہ اب اس کی ٹیلی پیتھی کے سامنے مہاراج نہیں ٹھہر سکے گا۔ اس سے مات کھاتا رہے گا۔ کبھی کبھی نیلماں خیال خوانی کیا کرتی تھی۔ اب وہ خالی میدان میں آکر برتری حاصل کرنا چاہے گی تو اس سے بھی نمٹ لیا جائے گا۔

الپا اور مہاراج دونوں ہی اس بات سے بے خبر تھے کہ ان دونوں کے علاوہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ ثانی کی خیال خوانی کے بارے میں کسی کو علم نہیں تھا۔ وہ کئی بار خود کو نیلماں کہہ کر ضرورت کے وقت دوسروں سے رابطہ کرتی رہی تھی۔

اور اصل نیلماں اپنی پچھلی زندگی بھول کر خیال خوانی بھی بھولی ہوئی تھی۔ پورس کو یقین تھا کہ وہ کبھی نہ کبھی بھولے ہوئے ٹیلی پیتھی کے علم کو یاد کرے گی اور اس کے لیے ایک قوت بن جائے گی۔

ابھی دنیا والوں کو شاپاشا اور سید جلال الدین پاشا کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ ان دونوں کے علاوہ گرو مرلی دھراندرے ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی کا حامل تھا۔ فی الحال پورس نے زہریلی گولی سے اسے زخمی کرکے ناکارہ بنادیا تھا۔ مرلی دھراندرے زندہ تو رہتا لیکن زہریلی گولی کے نتیجے میں کبھی اس کا زخم نہ بھرتا اور وہ آتما شکتی اور ٹیلی پیتھی سے محروم رہتا۔

اگرچہ ٹیلی پیتھی سے محروم ہونے والوں کا ذکر اب نہیں ہونا چاہیے لیکن مرلی دھراندرے کا ذکر اس لیے ضروری ہے کہ اس نے بڑی تپسیا اور دھیان گیان کے بعد ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی کا علم حاصل کیا تھا۔ محنت اور ریاضت سے حاصل کیا ہوا قدرتی علم کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ البتہ وہ علم حالات کے تحت کمزور پڑجاتا ہے۔ مرلی دھراندرے کی بہن ورشا باندرے نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ بڑی بوٹیوں کے ذریعے اپنے بھائی کے زخم سے زہر کے اثرات ختم

کرے گی۔ پھر زخم بھرنے کے بعد وہ ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی کے ذریعے دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر حاوی رہا کرے گا۔

ویسے آئندہ کیا ہونے والا ہے' یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ ابھی تو صرف الپا اور مہاراج ہواؤں میں اڑ رہے تھے۔ الپا کی یہ برسوں سے خواہش تھی کہ وہ پارس کو اپنا تابعدار بنا کر رکھے۔ جب وہ تابعدار بن جائے تو اپنی تمام محبتیں اس کے قدموں میں نچھاور کرتی رہے۔ جہاں تک دل سے محبت کرنے کا تعلق ہے' الپا دل و جان سے پارس کو چاہتی تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں پارس کے سوا کسی مرد کو نہیں آنے دیا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے اندر ماں بننے کا جذبہ پیدا ہوا تو اس نے کسی دوسرے شخص سے شادی نہیں کی بلکہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے مطابق اس نے جو ٹیوب بے بی پیدا کی' اس کا باپ پارس تھا۔ اور یہ حقیقت پارس کو کئی ماہ بعد معلوم ہوئی تھی۔

وہ پارس کی دیوانی تھی مگر اس کی دیوانگی میں خود غرضی تھی۔ یہی سوچتی رہتی تھی کہ اپنے مذہب کے لیے' اپنی یہودی قوم کی خاطر پارس پر کسی طرح تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانے کے بعد اسے بھی یہودی بنا لے۔ اس نے کئی بار کوششیں کیں مگر ناکام رہی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ پارس سے ہونے والے بچے مسلمان ہوں۔ وہ بچے اسی صورت میں یہودی ہو سکتے تھے جب وہ پارس کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیتی۔ اپنی کوششوں میں ناکام ہونے کے بعد اس نے ٹیوب بے بی پیدا کی تھی اور وہ بھی اس کے پاس نہیں رہ پائی تھی۔

اب میری ہلاکت کا یقین آنے کے بعد الپا کے سامنے سے گویا پہاڑ ہٹ گیا تھا۔ اب اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ پارس کو آسانی سے نہ سہی مشکل سے سہی' ٹریپ کر سکے گی۔ کسی طرح اسے اپنے قابو میں لا کر اس پر تنویمی عمل کر سکے گی۔ اس بار ناکامی کا چانس نہیں تھا۔ وہ ذہانت اور چالاکی سے کام لے کر کامیاب ہو سکتی تھی۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے اس کے پاس آئی۔ وہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

الپا نے کہا "تم تو میرے آتے ہی مجھے پہچان لیا کرتے تھے۔"

"اچھا تم ہو الپا! میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ تم میری دماغی کمزوری کو محسوس کر سکتی ہو۔"

"ہاں محسوس کر رہی ہوں لیکن دماغی کمزوری کے باوجود تم نے سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیا۔"

"میرا دماغ اتنا بھی کمزور نہیں ہے کہ کوئی میرے اندر آ کر اپنی من مانی کر سکے۔"

"یہ تو میں جانتی ہوں تم غیر معمولی دماغی توانائی رکھتے ہو۔ ویسے تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیا بیماری ہے؟"

اس کے جواب دینے سے پہلے ہی ثانی کی آواز سنائی دی "یہ لو۔ گرم دودھ پی لو اور دماغ کو ہدایات دے کر سو جاؤ۔ صبح دس بجے تمہارا آپریشن ہونے والا ہے۔"

الپا نے پوچھا "کیا تم اسپتال میں ہو؟ تمہارا آپریشن ہونے والا ہے؟ کیا ہوا ہے تمہیں؟"

"پلیز چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ ثانی کو میرے دماغ میں تمہاری موجودگی کا علم ہو۔"

ثانی نے پوچھا "تم کہاں کھوئے ہوئے ہو۔ دودھ کا گلاس کیوں نہیں پکڑ رہے ہو؟"

پارس نے چونک کر کہا "کچھ نہیں آپریشن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

ثانی نے کہا "تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔ کیا تمہارے دماغ میں کوئی بول رہا ہے؟"

"نہیں۔ تم کبھی کبھی سوکن بن کر شبہ کرتی ہو کہ الپا تم سے چھپ کر میرے دماغ میں آ کر میرا دل لبھاتی ہے۔"

ثانی نے کہا "تم نے الپا سے علیحدگی اختیار کی ہے لیکن اسے طلاق نہیں دی۔ پھر کیا میں سوکن بن کر نہ بولا کروں۔"

پارس نے سوچ کے ذریعے کہا "پلیز الپا جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ تم میاں بیوی کے جھگڑے کا تماشا دیکھو۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ الپا کی سوچ کی لہروں کو واپس جانا پڑا۔ پارس نے مسکرا کر ثانی سے کہا "بے چاری چلی گئی۔"

ثانی نے مسکرا کر کہا "بے چاری کے لیے بے چین کیوں ہو رہے ہو۔ کل وہ آپریشن کے وقت آئے گی۔"

الپا دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی "پارس اسپتال میں ہے۔ شاید باپ کی ہلاکت سے شاک پہنچا ہے لیکن اس کا تو آپریشن ہونے والا ہے۔ شاک پہنچنا ایک الگ سی بات ہے۔ اسے کوئی اندرونی بیماری ہے جس کے باعث آپریشن ہونے والا ہے۔"

وہ تجسس میں تھی۔ کچھ دیر تک سوچتی رہی۔ اس کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کرنے کی بے چینی تھی لیکن دماغ نے سمجھایا۔ پارس دودھ پینے کے بعد اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا ہوگا۔ ایسے میں وہ جائے گی تو پارس پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی جاگ جائے گا۔ اس کے پاس رہنے والی ثانی کو شبہ ہوگا کہ الپا اس کے دماغ میں آئی ہوئی ہے۔

دانش مندی یہ تھی کہ وہ صبر کرتی۔ کل آپریشن کے بعد اس کا دماغ کمزور رہے گا تو وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکے گا۔ پھر وہ بہ آسانی اس پر تنویمی عمل کر سکے گی۔ اُس نے اس رات صبر کیا۔ دوسری صبح دس بجے اس کے دماغ میں پہنچی تو وہ بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپریشن ہو رہا ہے یا ہو چکا ہے۔

ایسے وقت اس کے خیالات پڑھے نہیں جا سکتے تھے اور نہ ہی اس کے اندر رہ کر آس پاس کی آوازیں سنی جا سکتی تھیں اس لیے

وہ واپس آ کر اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد اس کے پاس گئی تو وہ ہوش میں آ چکا تھا لیکن وہ غیر معمولی دماغ رکھنے والا اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ پتے کا آپریشن تھا۔ ثانی اس کے پاس رہ کر اس کی تیمارداری کر رہی تھی۔ اسے یہ معلوم کر کے حیرانی ہوئی کہ وہ اسرائیل میں یہودی میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے تھے اور اس وقت تل ابیب کے ایک اسپتال میں تھے۔

ایک یہودی کی حیثیت سے پارس کا نام جیمس رونالڈ اور ثانی کا نام اولیوا جیمس تھا۔ پارس پر تنویمی عمل کے دوران میں معلوم ہوا کہ وہ اپنی بیٹی مونا کی تلاش میں آیا ہے۔ اسے شبہ ہے کہ الپا نے بیٹی کو چھپا کر رکھا ہے اور دوسروں کے سامنے دکھاوے کے لیے واویلا کر رہی ہے کہ بیٹی گم ہو گئی ہے یا پارس نے اسے اپنے پاس چھپا کر رکھا ہے۔

اس نے تنویمی عمل کے ذریعے پارس کی مکاریوں کو سمجھا۔ پھر اپنے عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔ اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہی۔ اس کی ازلی خواہش پوری ہو گئی تھی۔ جس مسلمان کو اپنے جسم و جان کا مالک بنایا تھا' اب اسے یہودی بنا کر رکھ سکتی تھی۔

ثانی اور پارس ہندوستان میں تھے۔ وہ خیال خوانی کر رہی تھی۔ پارس نے پوچھا "وہ کیا کر رہی ہے؟"

ثانی نے کہا "اس بے چارے جیمس رونالڈ پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے اور خوشی سے پاگل ہو رہی ہے کہ اب تمہیں یہودی بنا کر رکھے گی۔"

پارس نے ناگواری سے کہا "پاگل کی بچی! کبھی سمجھ نہیں پائے گی کہ ماما (آمنہ) نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی ازلی خواہش پوری کر دی ہے۔ اب وہ ایک یہودی کو پارس سمجھ کر ملتی رہے گی۔"

○☆○

امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران مہاراج سے دوسری بار رابطہ کرنا چاہتے تھے۔ مہاراج نے اپنے ایک آلۂ کار کا موبائل نمبر دیا تھا۔ اس فون میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی تھی یا مہاراج نے آلۂ کار کے ذریعے کوئی خرابی پیدا کر دی تھی تاکہ ان سے فیصلہ کن معاملات طے کرنے میں ذرا تاخیر ہوتی رہے۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے فون کی گھنٹی سنی۔ فوراً ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون؟"

"میں کنگ کانو بول رہا ہوں۔"

رابرٹو' مورینا' ڈان ون اور ڈان ٹو کی طرح کنگ کانو کی بھی ایک خفیہ ایجنسی تھی' جو کارکردگی کے اعتبار سے رابرٹو کی خفیہ ایجنسی سے کم نہیں تھی۔ دونوں ہی ایجنسیاں بڑے ممالک کی بڑی خطرناک تنظیموں کے اہم خفیہ سیاسی مسائل حل کیا کرتی تھیں۔

کسی بھی ملک کے باغیوں کو یا اپوزیشن لیڈروں کو قتل کرنے اور کسی بھی ملک کے اہم راز چرا کر لانے کے لیے بھاری معاوضے حاصل کیا کرتی تھیں۔

وہ دونوں ایجنسیاں ایک دوسرے کی مخالف تھیں۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں بڑے ممالک سے کوئی بہت بڑا ٹھیکا حاصل کریں۔ اس بار رابرٹو نے مجھے قتل کرانے کا بہت بڑا ٹھیکا لیا تھا اور اپنی دانست میں اس کی ایجنسی مجھے قتل کرانے کے بعد تمام بڑے ممالک اور خطرناک تنظیموں کے لیے بہت اہم اور قابلِ اعتماد ہو گئی تھی۔

کنگ کانو نے فون کے ذریعے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا۔ "پہلے تو مبارک باد وصول کریں۔ آپ نے رابرٹو کی ایجنسی کو ٹھیکا دے کر بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہماری دنیا میں کرائے کا کوئی قاتل فرہاد جیسے پہاڑ کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ کیا آپ کو یقین تھا کہ رابرٹو کی ایجنسی اتنا بڑا کارنامہ انجام دے سکے گی؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "سچ تو یہ ہے کہ ہمیں یقین نہیں تھا۔ ہماری توقع کے خلاف رابرٹو نے کمال کر دکھایا ہے۔"

"آپ اپنے یہ الفاظ یاد رکھیں کہ رابرٹو کا کارنامہ توقع کے خلاف ہے کیونکہ جو بات توقع کے خلاف ہوتی ہے' وہ توقع پر پوری نہیں اترتی۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں جو کہنا چاہتا ہوں' وہ آنے والا وقت بتائے گا کیونکہ میں ابھی یقین اور بے یقینی کے درمیان ہوں۔ ہم درخت کاٹ کر گرا دیتے ہیں وہ گر جاتا ہے' مرتا نہیں ہے۔ اس کی جڑیں زمین کے اندر ہوتی ہیں۔ وہاں سے پھر ایک درخت نکل آتا ہے۔ جنہوں نے فرہاد کو قتل کرنے کا دعویٰ کیا ہے وہ بھی قتل کر دیے گئے ہیں۔ کرائے کے جو قاتل افغانستان جا رہے ہیں' وہ بھی قتل کیے جا رہے ہیں۔ فرہاد کی موت سے آپ کو فائدہ کیا پہنچا؟"

"کیا تم فائدہ پہنچانے آئے ہو؟"

"ہاں۔ عرض کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرہاد کو قتل کرنے کی ذمے داری رابرٹو کو دی تھی۔ اب جو مسلمان دہشت گرد افغانستان میں پناہ لے رہا ہے اس کے قتل کی ذمے داری آپ مجھے دیں۔ اگر یہ ذمے داری بھی آپ نے رابرٹو کو دی تو آپ ناکام رہیں گے۔"

"تم ناکامی کی پیش گوئی کس بنیاد پر کر رہے ہو؟"

"میرا اپنا حساب کتاب ہے۔ میں اپنے طور پر حالات کا جائزہ لے کر آپ سے عرض کر رہا ہوں' اس بار رابرٹو ناکام رہے گا۔ آپ کامیابی چاہتے ہیں تو مسلمان دہشت گرد کو ٹھکانے لگانے کی ذمے داری مجھے دیں۔"

"ہم مانتے ہیں کنگ کانو! تم بہت زبردست ہو۔ تم نے بھی بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں لیکن اصول کی بات ہے۔

جیتنے والے کو انعام بھی دیا جاتا ہے اور اس کا حوصلہ بڑھانے کے لیے اسے آئندہ بھی ٹھیکے دیے جاتے ہیں۔"

"آپ بھول رہے ہیں کہ میں نے بھی آپ کے لیے بڑے کارنامے انجام دیے تھے۔ کیا ان کا صلہ مجھے نہیں ملے گا؟"

"ملے گا۔ اگر رابرٹو ناکام ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں۔ رابرٹو کی ناکامی چند روز میں ثابت ہو جائے گی۔ پھر مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے ضرور یاد کریں گے۔"

کنگ کافو نے ریسیور رکھ کر اپنے خاص دستِ راست ہرمول بیکر کو دیکھا۔ ہرمول بیکر مخالف ایجنسی کے ڈان ون اور ڈان ٹو کی طرح قد آور باڈی بلڈر' ایک خطرناک فائٹر اور بے رحم قاتل تھا۔ اس نے کنگ کافو سے کہا "ماسٹر! میں ٹیلی فون کے..... اسپیکر سے ادھر کی باتیں سن رہا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ رابرٹو کی ایجنسی نے ایک ناقابلِ یقین کارنامہ انجام دے کر اپنی قدر و قیمت بڑھالی ہے لیکن ہم قیمت گرانا بھی جانتے ہیں۔"

کنگ کافو نے کہا "یہی میں چاہتا ہوں۔ رابرٹو اور دونوں ڈان کو اس طرح ٹھکانے لگاؤ کہ ان کی ہلاکت کا الزام مقتول فرہاد کے بیٹوں پر آئے۔"

"آئیڈیا اچھا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان معاملات میں ہمارے ہاتھ صاف ہیں۔ فرہاد کے بیٹے رابرٹو وغیرہ سے انتقام لے رہے ہیں۔"

اس رات مورینا دبکی بیٹھی تھی۔ رابرٹو کہہ رہا تھا "میں نہیں پیتا' تمہارے دونوں بھائی نہیں پیتے۔ اس طرح ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ کیا تم یہ فضول سی عادت نہیں چھوڑ سکتیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اس خوشی میں تم سب کو پینا چاہیے کہ ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ مٹی میں مل چکا ہے۔ جب وہ ہم تک نہیں پہنچ پایا تھا تو دوسرے کیا خاک پہنچیں گے؟"

"وہ ہم تک نہیں پہنچ پایا لیکن تم نے دیکھا ہے کہ دنیا کی تمام سیکیورٹی ایجنسیاں فرہاد کے قاتلوں کو نہ پکڑ سکیں۔ بابا صاحب کے ادارے والوں نے شاید اسی لیے چالیس دنوں تک سوگ منانے کے بہانے خاموشی اختیار کی ہے کہ وہ فرہاد کو قتل کرانے والوں کا بھی سراغ لگائیں۔ وہ ہمارا پتا ٹھکانا معلوم کرنے کی کوششیں کر رہے ہوں گے۔"

وہ پہلے جام کا آخری گھونٹ پی کر بولی "وہ تمام عمر کوششیں کرتے رہیں پھر بھی یہ راز معلوم نہیں کر سکیں گے کہ اس خفیہ ایجنسی کے اہم کردار ہم ہیں۔"

"وہ نہیں جانتے لیکن ہماری مخالف ایجنسی کا باس کنگ کافو اور اس کا وہ خطرناک ماتحت ہرمول بیکر ہمیں جانتا ہے۔"

"خطرناک ماتحت ہرمول بیکر؟" وہ حقارت سے بولی "میرے دونوں باڈی بلڈر بھائی اسے جوتوں تلے مسل دیں گے۔"

"میں ہرمول بیکر اور تمہارے پہلوان بھائیوں کے مقابلے کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ میری بات سمجھو۔ فرہاد کے بیٹے ہماری مخالف ایجنسی کے ذریعے ہم تک پہنچ سکتے ہیں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ دوسرا جام بناتے ہوئے اور ہنس کر بولی "گھنٹی بول رہی ہے کہ وہ ہم تک پہنچ گئے ہیں۔ خوف سے تمہاری جان نکل رہی ہوگی۔ ریسیور مت اٹھاؤ۔ خطرے کی گھنٹی آخر کب تک بجے گی؟"

رابرٹو نے اسے بے بسی سے دیکھا۔ اس کے پہلوان بھائیوں کے خوف سے وہ اسے برا بھلا بھی نہیں کہتا تھا۔ اس نے بیڈ کے سرے پر بیٹھ کر فون کا ریسیور اٹھایا پھر اسے کان سے لگا کر بولا۔ "ہیلو۔"

دوسری طرف سے فہمی نے کہا "میں بول رہی ہوں۔"

"میں کون؟! بتا نام بتاؤ؟"

"موت کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ وہ کسی بھی نام سے آجاتی ہے۔"

"تم کون ہو؟ اس طرح پُراسرار کیوں بن رہی ہو؟"

"جب تک موت نہیں آتی' پُراسرار لگتی ہے۔ آجائے تو اسرار ختم ہو جاتا ہے۔ میرے ریوالور میں چار گولیاں ہیں۔ پہلی گولی مورینا کے لیے ہے تاکہ ابھی تمہیں یقین آجائے کہ موت ان ہی لمحات میں اس کمرے کے اندر آسکتی ہے۔"

وہ مورینا سے بولا "فون پر کوئی عورت ہمیں دھمکی دے رہی ہے۔ کہہ رہی ہے ابھی تمہیں گولی ماردی جائے گی۔"

وہ ہنسنے لگی "رابرٹو! تم نہیں پیتے ہو مگر پینے والوں کی طرح بہکتے ہو۔ تم نے اپنے ہاتھوں سے تمام کھڑکیاں دروازے اندر سے بند کیے تھے۔ پھر گولی مارنے والی چڑیل کیا جادو سے یہاں آجائے گی؟"

فہمی نے فون پر کہا "رابرٹو! وہ یقین نہیں کرے گی اور تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا کہ موت بند دروازوں کے اندر کیسے چلی آتی ہے۔ جب مورینا کو گولی لگے اور وہ مرجائے تو پھر یاد رکھنا کہ میرے ریوالور کی دوسری گولی ڈان ون کے لیے ہے۔ تیسری ڈان ٹو کے لیے اور چوتھی اور آخری گولی تمہارے لیے ہے۔"

وہ بولا "موت کا نام ایک الگ بات ہے اور کسی گولی مارنے والی کا نام دوسری بات ہے۔ میں بھول گیا تھا کہ میں نے ہی اپنے بنگلے کے تمام دروازے اندر سے بند کیے ہیں۔ پھر تم اندر کیسے آؤ گی؟"

"یہ تمہیں پندرہ منٹ کے اندر معلوم ہوگا۔ اگر احتیاطی تدابیر کرنا چاہو تو دونوں ڈان کو فون کر کے بتاؤ کہ ابھی پندرہ منٹ کے اندر ان کی بہن کو قتل کیا جائے گا۔ اس کے بعد ڈان ون کو صبح تک دوڑایا جائے گا تاکہ وہ کہیں بھی بھاگ کر اپنی جان بچا سکے۔ پھر ڈان ٹو اور تمہاری باری کب آئے گی' یہ بعد میں بتاؤں گی۔ فون کا یہ رابطہ ختم ہوتے ہی مورینا کو بچانے کے لیے صرف پندرہ منٹ کا وقت رہے گا۔"

اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہوگیا۔ رابرٹو نے فوراً ہی ڈان ون سے رابطہ کر کے اسے بتایا کہ ایک دھمکی آمیز فون پر اسے کیا کہا گیا ہے؟ ڈان ون نے کہا "یہ دھمکی مضحکہ خیز لگتی ہے۔ پھر بھی تم اپنے بنگلے کی تمام کھڑکیاں اور دروازے چیک کرو۔ وہ اندر سے بند ہوں تب بھی تمام کمروں میں جا کر دیکھو۔ ہو سکتا ہے' تمہاری لاعلمی میں وہاں کوئی چھپا ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی دیکھ رہا ہوں۔ تم فون کو آن رکھو۔"

رابرٹو تیزی سے چلتا ہوا بنگلے کے ہر کمرے کے دروازے کو چیک کرنے لگا۔ اس نے وہاں کے ایک ایک گوشے کو دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے فون پر کہا "تمام دروازے بند ہیں اور اندر کوئی نہیں ہے۔ میں رسٹ واچ دیکھ رہا ہوں۔ پندرہ منٹ پورے ہونے....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی "ٹھائیں" سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ دوسری طرف سے ڈان ون نے چونک کر پوچھا۔ "یہ فائر کی آواز کہاں سے آئی ہے؟"

رابرٹو دوڑتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آیا پھر دروازے پر پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ مورینا صوفے سے نیچے گری ہوئی تھی۔ اس کی پیشانی میں موجود سوراخ سے خون ابل رہا تھا اور اس کے دیدے پھیل کر ساکت ہوگئے تھے۔

وہ فون پر لرزتی ہوئی آواز میں بولا "ڈان! ہم لٹ گئے۔ تمہاری بہن' میری جانِ حیات مر چکی ہے۔ اس کی پیشانی پر گولی لگی ہے۔ اور اس کا اپنا ہی پستول اس کے قریب قالین پر پڑا ہوا ہے۔"

ڈان ون نے گرج کر پوچھا "جب تمہارے سوا وہاں کوئی نہیں ہے تو پھر اسے کس نے گولی ماری ہے؟"

"میں کیا بتاؤں؟ تم خود آکر دیکھ لو۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔ میں تم سے فون پر مسلسل رابطہ رکھے ہوئے تھا اور دوسرے کمرے میں تھا۔ یہاں آکر دیکھا تو وہ خود کو موت کنے والی اپنے پندرہ منٹ پورے کر چکی تھی۔ مورینا کی لاش دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے جیسے اس نے خودکشی کی ہو۔"

"میں ابھی آرہا ہوں۔ تم ڈان ٹو کو اس ٹریجڈی کی اطلاع دو۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ ڈان ون اس وقت ایک ریستوران میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر فوراً ہی بل ادا کر کے تیزی سے چلتا ہوا سڑک کے کنارے اپنی کار کے اندر آیا۔ اسے اسٹارٹ ہی کر رہا تھا کہ فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے جیب سے موبائل نکال کر آن کیا پھر پوچھا "ہیلو کون؟ رابرٹو؟"

دوسری طرف سے علی نے کہا "تم رابرٹو کے گھر میں موت کی آواز اور اپنی بہن کی ابدی خاموشی کا ذکر سن چکے ہو۔ رابرٹو تمہیں یہ بھی بتا چکا ہے کہ ریوالور کی دوسری گولی تمہارے لیے ہے۔ کیا بہن کی موت کے بعد بھی تم ہماری باتوں کو دھمکی سمجھ رہے ہو؟"

"کون ہو تم؟"

"موت سونگھ لو۔ میں اس کا نمائندہ ہوں۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم کنگ کافو کے تلوے چاٹنے والے کتے ہرمول بیکر ہو۔"

"تم صرف دوسری گولی کو یاد رکھو اور صبح پانچ بجے تک اپنی سلامتی کے لیے بھاگتے رہو۔ اپنے آقاؤں سے سیکیورٹی طلب کرتے رہو۔ صبح ٹھیک پانچ بجے تمہاری سانسیں تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گی۔"

"مجھے بچوں کی طرح نہ ڈراؤ۔ سامنے آکر مقابلہ کرو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دھماکا سا ہوا۔ اس کی کار کا ایک پہیہ زوردار آواز کے ساتھ پھٹ گیا تھا۔ اب وہ کار میں نہیں جا سکتا تھا اور سوچے سمجھے بغیر کار سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ اتنا تو سمجھ میں آگیا تھا کہ اس پر گولیاں چلانے والا قریب ہے۔

کچھ لوگ جمع ہوگئے تھے۔ ایک پولیس والا آکر پوچھنے لگا "یہ وہیل کیسے برسٹ ہوگیا؟"

ڈان ون نے کہا "کسی نے گولی چلا کر اس کار کو بیکار کر دیا ہے۔ وہ مجھے فون پر دھمکیاں دے رہا ہے۔ آپ بھی سنیں۔"

اس نے موبائل فون پولیس والے کی طرف بڑھایا۔ وہ فون کو کان سے لگا کر بولا "کون ہے؟ کیا تم ایک شریف آدمی کو پریشان کر رہے ہو؟"

علی نے کہا "ہماری دنیا میں شریف آدمیوں کو ہی پریشان کیا جاتا ہے۔ میں تو اسے سمجھا رہا ہوں کہ کوئی دشمن اسے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اسے اپنے بچاؤ کی فکر کرنی چاہیے۔"

پولیس مین نے پوچھا "وہ دشمن کون ہے؟"

"اگر یہ معلوم ہوتا تو میں پولیس والا بن جاتا۔ یہ تمہارا فرض ہے۔ اسے حفاظت سے کہیں پہنچا دو لیکن ہوشیاری سے' کیوں اسے لگنے والی گولی غلطی سے تمہیں بھی لگ سکتی ہے۔"

اس نے فوراً ہی موبائل فون ڈان ون کو دے کر کہا "پتا نہیں تم نے کسے اپنا دشمن بنالیا ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے' اپنی سیکیورٹی کا انتظام کرو۔ میری ڈیوٹی کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ میں گھر جا رہا ہوں۔"

ڈان ون نے موبائل فون کان سے لگا کر کہا "چھپ کر حملہ کرنا بزدلی ہے۔ مرد ہو تو سامنے آؤ۔"

"تم کرائے کے قاتلوں سے بڑی اہم شخصیتوں کو ہلاک کراتے ہو۔ کبھی مرد کی طرح سامنے نہیں آتے۔ اپنی گھڑی دیکھو۔ گیارہ بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ تمہاری زندگی صرف پانچ گھنٹے چالیس منٹ کی رہ گئی ہے۔ تم کار سے نکل کر کہیں بھی پناہ لینے جا سکتے ہو۔ میں پانچ بجے سے پہلے تمہیں قتل نہیں کروں گا۔"

اس نے فون کو آف کر کے اپنے بھائی ڈان ٹو سے رابطہ کیا پھر پوچھا "تمہیں مورینا کی ہلاکت کے بارے میں معلوم ہو چکا ہو گا؟"

ڈان ٹو نے کہا "ہاں۔ میں رابرٹو کے بنگلے کی طرف جا رہا ہوں۔ تم کب تک پہنچ رہے ہو؟"

"میں کیسے پہنچوں۔ کیا رابرٹو نے تمہیں دشمن کا یہ چیلنج نہیں بتایا تھا کہ دوسری گولی مجھے' تیسری تمہیں اور چوتھی گولی رابرٹو کو ماری جائے گی؟"

"ہاں۔ رابرٹو نے مجھے یہ سب کچھ بتایا تھا۔ کیا تم خطرہ محسوس کر رہے ہو؟"

"محسوس کیا کرنا ہے۔ میں خطرے سے دوچار ہوں۔ وہ صبح ٹھیک پانچ بجے مجھے قتل کرنے کا چیلنج کر چکا ہے۔ اس سے پہلے مجھے دوڑتے بھاگتے ہوئے اپنے آقاؤں سے سیکیورٹی طلب کرنے کو کہہ رہا ہے۔ اس نے گولی مار کر میری کار کا پہیہ برسٹ کر دیا ہے۔ اس کا مطلب ہے' وہ مجھے گاڑی کے بغیر پیدل چلنے اور دوڑنے پر مجبور کر رہا ہے۔"

"مجھے بتاؤ۔ تم کہاں ہو۔ میں اپنی گاڑی لا رہا ہوں۔"

ڈان ون اسے ریستوران کا پتا بتا کر ان تمام کرائے کے قاتلوں سے رابطہ کرنے لگا جو اس کی ایجنسی سے معاوضہ لے کر مطلوبہ شخص کو قتل کیا کرتے تھے۔ اس نے ان قاتلوں کو اپنے موجودہ حالات بتائے۔ ان سب نے اسے یقین دلایا کہ وہ آدھے گھنٹے کے اندر اس کے آس پاس آ کر ڈھال بن جائیں گے اور جیسے ہی دشمن نظر آئے گا' اسے گولی مار دیں گے۔

ڈان ٹو نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے اپنے بھائی کی طرف جاتے ہوئے فون کے ذریعے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا کہ مورینا' دونوں ڈان اور رابرٹو کو ہلاک کرنے کا چیلنج کیا گیا تھا۔ اس چیلنج کے مطابق مورینا کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اب ڈان ون کو صبح پانچ بجے قتل کرنے کی دھمکی دی ہے اور ایسے حالات پیدا کیے جا رہے ہیں کہ ڈان ون غیر محفوظ ہو گیا ہے۔ ان کا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کے لیے اسپیشل سیکیورٹی فورس کا انتظام کریں۔

اعلیٰ افسر نے کہا "ابھی تم سب کی حفاظت کا انتظام کیا جا رہا ہے۔"

ڈان ٹو نے کہا "سیکیورٹی مضبوط نہیں ہو گی تو ہم سب سومنا اور کارمل کی طرح مارے جائیں گے۔"

"سومنا اور کارمل کا معاملہ دوسرا تھا۔ یہ نہ سمجھو کہ مقتول فرہاد کے بیٹے تم لوگوں سے انتقام لے رہے ہیں۔ وہ شاید تمہاری خفیہ ایجنسی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ دراصل کنگ کافو تم سب کو ختم کر کے ہم سے دوسرا بڑا ٹھیکا حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

ڈان ٹو نے حیرانی سے پوچھا "آپ کیسے جانتے ہیں کہ کنگ کافو ہم سے دشمنی کر رہا ہے؟"

"اس نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ افغانستان میں اس مسلمان دہشت گرد کو قتل کرنے کا کنٹریکٹ مجھ سے چاہتا تھا۔ میں نے کہہ دیا کہ یہ ذمے داری تم لوگوں کو دے دی گئی ہے۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ تم لوگ یہ کام نہیں کر پاؤ گے اور میں مجبور ہو کر اسے یہ کام سونپ دوں گا۔"

"میں سمجھ گیا۔ کنگ کافو ہم سب کو راستے سے ہٹا کر یہ دوسرا کنٹریکٹ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آپ کا شکریہ۔ آپ نے دشمن کی نشان دہی کی ہے۔ اب وہ زندہ نہیں رہے گا۔"

اس نے رابطہ ختم کر کے فون کے ذریعے ڈان ون کو امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کی باتیں بتائیں۔ اس سے کہا "دشمن کا پتا چل گیا ہے۔ میں آ رہا ہوں۔ ہم دونوں کنگ کافو سے نمٹنے جائیں گے۔"

پھر اس نے فون کے ذریعے رابرٹو سے کہا "مورینا کی لاش کا پوسٹ مارٹم ہو جائے تو اس کی تدفین کے انتظامات کرو۔ ہم اپنے دشمن سے نمٹ کر جلد سے جلد آئیں گے۔"

ڈان ون نے کنگ کافو سے فون پر کہا "ہمیں توقع نہیں تھی کہ تم اگلا کنٹریکٹ حاصل کرنے کے لیے اس حد تک آگے جاؤ گے اور میری بہن مورینا کو قتل کراؤ گے۔ اب تمہارے کرائے کے قاتل میرے پیچھے پڑے ہیں۔ مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ میں صبح کے بعد زندہ نہیں رہوں گا۔ کیا تم صبح تک زندہ رہ پاؤ گے؟"

کنگ کافو نے کہا "تمہاری کچھ باتیں سمجھ میں آ رہی ہیں اور کچھ باتیں سمجھ سے باہر ہیں۔ بے شک میرا دست راست درندہ تمہاری بہن مورینا اور رابرٹو کو قتل کرنے گیا تھا لیکن انہوں نے بنگلے کی کھڑکیوں اور دروازوں کو اندر سے بند کر رکھا تھا۔ میرا درندہ قاتل ہر مول بیکر بنگلے کے اندر نہ جا سکا۔ وہ مورینا اور رابرٹو کو دوسرے دن قتل کرنے کے لیے واپس آ گیا تھا۔ پھر یہ الزام کیوں دے رہے ہو کہ میں نے مورینا کو ہلاک کرایا ہے؟"

"جب تمہاری کھوپڑی اور سینے میں ہماری گولیاں اتریں گی تو تمہارے کرائے کے قاتلوں اور ہر مول بیکر کی سمجھ میں آ جائے گا کہ ہم اپنی ایک بہن کے بدلے تمہاری پوری ایجنسی کو نیست و نابود کر سکتے ہیں۔"

کنگ کافو نے ہنستے ہوئے کہا "میرے درندوں کرائے کے قاتل تم سب کی تاک میں ہیں۔ ان سے بچ پاؤ گے تو مجھ تک پہنچ سکو گے۔"

یہ کہہ کر وہ پھر قہقہے لگانے لگا۔ ڈان ون نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس وقت تک ڈان ٹو ریستوران کے قریب اپنے بھائی کی کار کے پیچھے پہنچ کر بولا "ڈان! میں آ گیا ہوں۔ میری گاڑی میں آ جاؤ۔"

ڈان ون اپنی ناکارہ گاڑی سے نکل کر دوڑتا ہوا ڈان ٹو کی کار کا دروازہ کھول کر اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کار اسٹارٹ ہوتی' پھر ایک دھماکا ہوا اور ڈان ٹو کی کار کا بھی ایک پہیہ برسٹ ہو گیا۔ دونوں بھائیوں نے خطرے سے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ ڈان ٹو کے موبائل کا بزر سنائی دیا۔ اس

نے اسے آن کر کے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے علی کی آواز سنائی دی "ایک پنجرے میں ایک ہی پرندے کو ہونا چاہیے۔ تم اپنے بھائی کے پاس کیوں چلے آئے۔ تمہاری باری اس کے بعد آئے گی۔"

ڈان ٹو نے گرج کر کہا "ہر مول بیکر! آواز بدل کر مت بولو۔ ہم دونوں بھائی یکجا ہو چکے ہیں۔ اب موت ہمارے پاس نہیں' تمہارے اور کنگ کافو کے پاس آئے گی۔"

"تو پھر آؤ۔ ہم انتظار کر رہے ہیں۔"

ڈان ون کے فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے فون کو آن کر کے کان سے لگا کر پوچھا "کون ہے؟"

"میں کنگ بول رہا ہوں۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ میرے دستِ راست ہر مول نے تمہیں صبح پانچ بجے قتل کرنے کی دھمکی دی ہے۔ کسی نے فون پر تمہیں گمراہ کیا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ ابھی ہر مول آواز بدل کر ڈان ٹو سے فون پر باتیں کر رہا ہے۔ تمہارے قاتلوں نے ڈان ٹو کی گاڑی کا پہیہ بھی بیکار کر دیا ہے۔"

"میں مانتا ہوں۔ میرے کرائے کے کسی قاتل نے تمہاری گاڑیاں بیکار کروی ہیں لیکن ہماری طرف سے تمہاری موت کا وقت مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ تم میں سے کوئی بھی' کسی وقت بھی مر سکتا ہے۔"

کنگ کافو موبائل پر باتیں کر رہا تھا۔ اسی وقت ہاٹ لائن کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے موبائل کو بند کر کے ہاٹ لائن کا ریسیور اٹھایا پھر کہا "یس سر! میں کنگ کافو بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "تم رابرٹو کی ایجنسی کو ختم کرنا چاہتے ہو۔ ان سب کو قتل کرانا چاہتے ہو۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ اپنے کرائے کے قاتلوں کو واپس بلاؤ۔"

"سر! آپ کو غلط اطلاع دی گئی ہے۔ ہم رابرٹو کے دشمن ضرور ہیں لیکن جان کے دشمن نہیں ہیں۔"

"تو پھر مورینا کو کس نے قتل کیا ہے؟"

"آپ ہم سے قسم لے لیں۔ ہم نے اسے قتل نہیں کیا ہے۔ آپ رابرٹو اور دونوں ڈان سے پوچھ لیں۔ وہ جس بنگلے میں تھی اس کے تمام دروازے بند تھے۔ بنگلے کے اندر ہم میں سے کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ آپ تحقیقات کریں گے تو معلوم ہو گا' مقتول فرہاد کے دونوں بیٹے علی تیمور اور پارس ان لوگوں سے انتقام لے رہے ہیں۔"

"میں حقیقت معلوم کروں گا لیکن رابرٹو اور دونوں ڈان کے لیے سخت سیکیورٹی کا انتظام ہو چکا ہے۔ تمہارے کرائے کے قاتلوں کی شامت آ جائے گی۔"

"یہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے قاتل کسی کے لیے موت کا وقت مقرر نہیں کرتے۔ انہیں جب بھی موقع ملتا ہے' وہ اپنے شکار کو گولی سے اڑا دیتے ہیں۔ فرہاد کے بیٹوں نے ڈان ون کی موت کا وقت مقرر کیا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ ٹھیک اسی وقت مارا جائے گا۔ بے شک آپ کو رابرٹو وغیرہ کی سیکیورٹی کا مکمل انتظام کرنا چاہیے۔"

دونوں ڈان کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے کرائے کے قاتل تین گاڑیوں میں وہاں پہنچ گئے۔ ایک نے گاڑی سے اتر کر کہا۔ "باس! ہم آ گئے ہیں۔ اب دیکھیں گے کہ وہ حملہ کرنے والے کون ہیں۔ ہمارے کچھ آدمی رابرٹو صاحب کی حفاظت کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ آپ ہماری گاڑی میں آ جائیں۔"

وہ دونوں کار سے نکل کر ان کی ایک گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی پھر ایک دھماکا ہوا' اس گاڑی کا بھی ایک پہیہ بیکار ہو گیا۔ دونوں ڈان کے تمام حواریوں نے اپنی اپنی گن لے کر گاڑیوں سے نکل کر چاروں طرف دور تک دیکھا۔ اس سڑک پر گاڑیوں کا ہجوم تھا۔ ایک طرف ریستوران اور دوسری طرف ایک چھوٹے سے پارک کے پیچھے کئی عمارتیں تھیں۔ ڈان ون نے کہا "کوئی ٹیلی اسکوپک گن کے ذریعے کسی اونچی بلڈنگ سے فائر کر رہا ہے۔"

"یہاں کئی عمارتیں ہیں۔ اسے کہاں کہاں تلاش کیا جائے گا؟"

فون کا بزر سنائی دیا۔ ڈان ون نے اسے آن کر کے کہا "میں جانتا ہوں۔ تم سامنے والی عمارت میں ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اب ہماری سیکیورٹی کا انتظام ہو چکا ہے۔ تم ہمیں گولی نہیں مار سکو گے۔"

علی نے کہا "زیادہ بولنے سے پہلے یہ سمجھو کہ تین گاڑیوں کے تین پہیوں پر صحیح نشانہ لگایا گیا۔ یہ نشانہ تم پر بھی لگایا جا سکتا تھا لیکن تم صبح پانچ بجے مرنے والے ہو۔ ان پہیوں کو بیکار کرنے کا ایک ہی مقصد ہے کہ تم اپنی آخری سانس تک پیدل چلو گے یا دوڑو گے۔ یقین نہ ہو تو پھر کسی گاڑی میں بیٹھ کر دیکھ لو۔"

ڈان ون نے فون بند کر کے کہا "وہ گاڑیوں کے پہیوں کو صرف اس لیے بیکار بنا رہا ہے کہ میں صبح اپنی موت تک پیدل چلتا رہوں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پناہ ڈھونڈتا رہوں۔"

تمام حواریوں نے ایک گاڑی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ان میں سے ایک نے کہا "آپ اس گاڑی میں آ کر بیٹھیں۔ اب وہ کسی پہیے پر گولی نہیں مار سکے گا۔"

دونوں بھائی اس گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔ اس بار گولی نہیں چلی۔ کوئی پہیہ برسٹ نہیں ہوا۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ آگے بڑھنے کا مطلب یہ ہوا کہ اس گاڑی کو چاروں طرف سے محفوظ رکھنے والے اپنی جگہ کھڑے رہ گئے۔ وہ آگے بڑھنے والی گاڑی کو گھیر کر نہیں رکھ سکتے ہیں۔ اس گاڑی کے آگے بڑھتے ہی پھر ایک دھماکا ہوا۔ اس کا پہیہ بھی برسٹ ہو گیا۔

دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ڈان ون نے کہا

"یہ کنگ کافو کی ایجنسی والے نہیں ہیں۔ ہم ایک گاڑی سے نکل کر دوسری گاڑیوں کی طرف جاتے رہے۔ اس دوران میں ہر مول بیکر اور دوسرے قاتل پہیوں کو نہیں، ہمیں گولیاں مار سکتے تھے۔"

ڈان ٹو نے کہا "ہاں۔ ازبکستان میں علی تیمور نے اپنے باپ کے قاتل کو بارہ گھنٹے تک زندہ رہنے اور اپنی حفاظت کرنے کی مہلت دی تھی۔ یہ طریقہ کار فرہاد کے بیٹوں کا ہے۔ جب انہوں نے تمہیں صبح پانچ بجے تک زندہ رہنے کی مہلت دی ہے تو وہ اس سے پہلے نہ تمہیں ہلاک کریں گے اور نہ مجھ پر گولی چلائیں گے۔"

ڈان ون نے کہا "تو پھر ہم پیدل تیزی سے اپنے خفیہ اڈے میں جائیں گے۔ وہ ایسی جگہ ہے، جہاں فرہاد کے بیٹے آنے کے بعد واپس نہیں جا سکیں گے۔ ان کی لاشیں جائیں گی۔"

حواریوں نے کہا "ہم بھی آپ دونوں کے ساتھ چلیں گے۔"

"نہیں۔ صبح پانچ بجے تک ہماری جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم سب ہم سے دور رہ کر نگرانی کرتے رہو۔"

وہ دونوں گاڑی سے نکل کر تیزی سے ایک طرف جانے لگے۔ پیدل چلنے کے دوران میں انہوں نے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کو بتایا کہ سومنا اور کارل کے ساتھ موت کا جو کھیل کھیلا گیا تھا وہی کھیل فرہاد کے بیٹے ان کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ ڈان ون نے کہا۔ "کہاں ہیں آپ کے بین الاقوامی شہرت رکھنے والے سراغ رساں اور مسلح محافظ؟ وہ بھی ہماری حفاظت کے لیے صرف کوششیں کرتے رہ جائیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اس بار فرہاد کا جو بیٹا تمہیں چیلنج کر رہا ہے وہ مارا جائے گا۔ اس بار سیکیورٹی گارڈز وردیوں میں نہیں ہیں۔ سول ڈریس میں تم سے بہت قریب ہیں مگر تم بھی انہیں دیکھ کر پہچان نہیں سکو گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم نے آپ کے لیے فرہاد کو قتل کرا کے ایک ناقابلِ یقین کارنامہ انجام دیا تھا۔ اب آپ کس طرح ہماری حفاظت کرنے کا فرض ادا کریں گے، یہ ہم دیکھیں گے۔"

اسی وقت ڈان ٹو کے موبائل کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے اپنے کان سے لگایا۔ "ہیلو! میں ڈان بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ایک حواری نے کہا "سر! بری خبر ہے۔ ہمارے پاس رابرٹو آپ کی سسٹر کی تدفین کے انتظامات کر رہے تھے کہ انہیں کسی نے گولی مار دی۔"

ڈان ٹو نے اپنے بھائی سے کہا "تم فون پر امریکی آقا سے حفاظت کی بات کر رہے ہو۔ ادھر رابرٹو کو گولی مار دی گئی ہے۔"

ڈان ون نے فون پر امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا "آپ نے میرے بھائی کی بات سنی؟ میری بہن مورینا کے بعد رابرٹو کو بھی گولی مار دی گئی ہے اور آپ ہماری حفاظت کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ آپ کے وہ خفیہ محافظ کہاں ہیں جو سول ڈریس میں ہماری حفاظت کر رہے ہیں؟ کیا آپ اسی طرح ہماری حفاظت میں ناکام رہیں گے، جس طرح ازبکستان میں ناکام رہے تھے؟ سومنا اور کارل کی طرح ہماری موت کی خبر پر افسوس ظاہر کر کے اس طرح ہمیں بھول جائیں گے جس طرح کیڑوں مکوڑوں کو قدموں تلے روند کر بھول جاتے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "میں تمہارے جذبات کو سمجھ رہا ہوں اس لیے تمہارا غصہ اور لہجہ برداشت کر رہا ہوں۔ جرائم کی دنیا میں سب ہی کسی نہ کسی دن ایسے ہی مارے جاتے ہیں جیسے تمہاری بہن اور رابرٹو مارے گئے ہیں۔ غصہ برداشت کرو اور ذرا صبر کرو۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ میرے سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود رابرٹو کیسے مارا گیا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ڈان ون نے ڈان ٹو سے کہا "برادر! فرہاد کے بیٹوں نے مجھے صبح تک جینے کی مہلت دی ہے۔ اس مہلت سے ہم صبح تک مطمئن ہو گئے لیکن کنگ کافو اور ہر مول بیکر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ انہوں نے رابرٹو کو قتل کیا ہے اور ان کے کرائے کے قاتل ہم پر بھی کہیں سے گولی چلا سکتے ہیں۔ ہمیں صبح تک کی مہلت سے مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ دونوں دوڑتے ہوئے ایک عمارت میں آ گئے۔ کھلی جگہ کے مقابلے میں عمارت کی چار دیواری میں وہ محفوظ رہ سکتے تھے۔ گولیاں چاروں طرف سے نہیں آ سکتی تھیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد فون کا بزر سنائی دیا۔ ڈان ون نے اپنے فون کو آن کر کے کان سے لگایا "ہیلو! میں ڈان بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے علی نے کہا "ہم زبان کے دھنی ہیں۔ جو کہتے ہیں اس کے خلاف نہیں کرتے۔ رابرٹو کو تمہاری مخالف ایجنسی والوں نے قتل کیا ہے۔ ہم اسے سب سے آخر میں ہلاک کرنا چاہتے تھے۔"

"کوئی پہلے ہلاک کرے یا آخر میں، ہلاک کرنے والا دشمن ہی ہوتا ہے۔ تمہاری دی ہوئی مہلت فضول ہے۔ ہم سمجھ رہے ہیں کہ ہم دو دشمنوں کے درمیان اپنی سلامتی کی کوششیں کر رہے ہیں۔"

"یہ تم دونوں نے اچھا کیا کہ اس عمارت میں آ گئے۔ اب مخالف ایجنسی والے آسانی سے تمہیں نشانہ نہیں بنا سکیں گے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "تم کیسے جانتے ہو کہ ہم اس عمارت میں آ کر چھپے ہوئے ہیں؟"

"تم کہیں بھی چھپتے رہو، صبح پانچ بجے تک موت کی آنکھیں تمہیں دیکھتی رہیں گی۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے دماغوں میں گھسے ہوئے ہو۔"

"عقل سے سوچو۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا تو دماغ میں آ کر بولتا۔ فون استعمال نہ کرتا۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ تم دونوں بھائی یوگا کے ماہر ہو۔"

"تو پھر تم کون ہو؟"

"میرے باپ نے قتل ہونے سے پہلے موت کا نام نہیں پوچھا تھا۔"

"پھر تو تم فرہاد علی تیمور کے بیٹے ہو۔"

"اور یہ سب جانتے ہیں کہ ان کے بیٹے ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں اسی لیے تم سے فون پر رابطہ ہو رہا ہے۔ بہرحال میں نے یہ کہنے کے لیے فون کیا ہے کہ تم میں سے جو بھی میری دی ہوئی مہلت سے پہلے مارا جائے گا، اس کا قاتل تمہاری مخالف ایجنسی کا کوئی آدمی ہو گا۔ میں تو ایک ڈان کو ہلاک کرنے کے بعد دوسرے ڈان کو اگلے بارہ گھنٹوں تک زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر میرے مقررہ وقت سے پہلے تم دونوں مارے جاؤ گے تو مجھے افسوس ہو گا کہ میں انتقام نہ لے سکا۔"

علی نے رابطہ ختم کر دیا۔ ادھر ڈان ٹو کان سے موبائل فون لگائے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ بتا رہا تھا کہ اس نے معلومات حاصل کی ہیں۔ اس نے کہا "رابرٹو کو قتل کرنے والا گرفتار ہو گیا ہے اور اس نے سچ اگل دیا ہے کہ اس نے کنگ کافو کے حکم پر رابرٹو کو قتل کیا ہے۔ کنگ کافو اس موقع سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اب تم دونوں بھائیوں کو بھی اس کے آدمی قتل کر دیں گے تو یہی سمجھا جائے گا کہ فرہاد کے بیٹوں نے انتقام لینے کے لیے تم سب کو قتل کر دیا ہے۔"

"ہاں۔ یہ صاف نظر آ رہا ہے کہ کنگ کافو اور ہر مول بیکر موقع سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم دو طرف سے دشمنوں میں گھر گئے ہیں۔ اگر ہمارے مقابلے پر فرہاد کے بیٹے نہ ہوتے تو ہم کنگ کافو اور اس کی ایجنسی کو نیست و نابود کر دیتے۔"

علی نے ڈان ون سے کہا "میں دوسرے فون پر ہونے والی تمہارے بھائی کی گفتگو سن رہا ہوں۔ اگر میں اپنا موجودہ ارادہ بدل دوں اور تم دونوں پر کچھ دنوں تک حملے نہ کروں، میری طرف سے تمہاری فکر اور پریشانیاں ختم ہو جائیں تو کیا اپنی مخالف ایجنسی کو کنگ کافو اور ہر مول بیکر سمیت ختم کر سکو گے۔"

ڈان ون نے اپنے بھائی کو بتایا کہ علی انہیں کسی شرط پر مزید جینے کی مہلت دے سکتا ہے۔ ڈان ٹو نے کہا "بائی گاڈ!..... آپ کی دی ہوئی مہلت ہم پر بہت بڑا احسان ہو گی۔ ہم آپ کی طرف سے بالکل محفوظ رہ کر کنگ کافو پر تباہی لے آئیں گے۔"

"جاؤ۔ ہم نے تین دن اور تین راتوں کے لیے تم دونوں کی جانیں بخش دیں۔ ہم چوتھے دن کی صبح موت بن کر آئیں گے۔ وش یُو گڈ لک ایگینسٹ کنگ کافو۔ اینڈ سو فار....."

علی نے فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ وہ فہمی کے ساتھ جھیل کے کنارے والے کاٹیج میں تھا۔ اب تک ثانی فہمی کے دماغ میں رہ کر دشمنوں کی چالوں کو سمجھ رہی تھی۔ وہ فہمی اور علی کو اور بابا صاحب کے ادارے کے جاں بازوں کو بتا رہی تھی کہ وہ دونوں ڈان جان بچانے کے لیے کہاں کہاں بھٹک رہے ہیں۔ جاں باز ان دونوں بھائیوں کو کسی گاڑی میں بیٹھنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ ان سے بہت دور چھپے ہوئے ٹیلی اسکوپ کے ذریعے فائرنگ کرتے ہوئے گاڑیوں کے پہیوں کو بیکار بنا رہے تھے۔ ثانی نے مورینا کے دماغ میں رہ کر اسے خودکشی پر مجبور کیا تھا۔

رابرٹو کو کنگ کافو کے ایک قاتل حواری نے مارا تھا اور اس کے دوسرے حواری ان دونوں ڈان کو بھی قتل کرنا چاہتے تھے۔ ثانی نے فہمی سے کہا "ہم تو صبح پانچ بجے تک صرف مورینا اور ڈان ون کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ رابرٹو اور ڈان ٹو کو آئندہ دو دنوں تک دہشت میں مبتلا رکھ کر ختم کرنا چاہتے تھے لیکن یہ کنگ کافو ہماری پلاننگ سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ بہرحال میں جا رہی ہوں۔ جب بھی موبائل فون یا بابا صاحب کے ادارے کے انچارج کے ذریعے بلاؤ گی، میں آ جاؤں گی۔ اللہ حافظ۔"

ثانی دماغی طور پر پارس کے پاس حاضر ہو گئی۔ وہ اس دوران میں بھی کبھار پارس کو بتاتی رہی تھی کہ پیرس میں رابرٹو کی خفیہ ایجنسی کے خلاف وہ کس طرح مصروف ہے۔ اب اس نے حاضر ہو کر پارس سے کہا "ڈان ون اور ڈان ٹو کو تین دن اور تین راتوں کی مہلت دی گئی ہے۔ اس عرصے میں وہ کنگ کافو کو اس کی خفیہ ایجنسی سمیت نابود کریں گے اور ہم سے بچنے کے منصوبوں پر بھی عمل کریں گے۔"

دونوں ڈان یہ نہیں جانتے تھے کہ جب وہ ایک بار جمنازیم کے کلب میں زخمی ہوئے تھے تو ثانی نے ان پر تنویمی عمل کیا تھا اور اب آسانی سے ان کے دماغوں میں پہنچ جاتی تھی۔ وہ دونوں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتے تھے۔

پارس نے کہا "ابھی دونوں ڈان ذہنی الجھنوں میں ہیں۔ ان کی بہن مورینا اور خفیہ ایجنسی کے باس رابرٹو کو قتل کر دیا گیا ہے۔ دونوں بھائی، کنگ کافو اور ہر مول بیکر کی پوری فورس کے مقابلے میں تنہا رہ گئے ہیں۔"

"یہی میں سوچ رہی ہوں کہ پہلے کنگ کافو کی طاقت کو کچل دینا چاہیے۔ ان دونوں بھائیوں کو تو کسی وقت بھی ٹھکانے لگایا جا سکتا ہے۔"

"تو پھر کنگ کافو اور ہر مول بیکر کی کھوپڑیوں میں جگہ بنانے کی کوشش کرو۔ اس مقصد کے لیے پہلے ان کے کسی حواری کو ٹریپ کرو۔"

ثانی نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ ایک ڈان کے دماغ میں پہنچی۔ وہ موبائل فون کو کان سے لگائے قہقہہ لگا کر کہہ رہا تھا۔ "کنگ! اب تمہاری شامت آ گئی ہے۔ فرہاد کے بیٹوں نے ہم دونوں بھائیوں کو اس وقت تک زندہ رہنے کی مہلت دی ہے جب تک ہم تمہیں ٹھکانے نہ لگا دیں۔"

دوسری طرف سے کنگ کافو نے کہا "مجھ سے جھوٹ بول کر نئی چالیں نہ چلو۔ فرہاد کے بیٹے اپنے باپ کو قتل کرانے والوں کو کبھی

کسی طرح کی مہلت نہیں دیں گے۔ مورینا اور رابرٹو کی لاشیں بنگلے میں پڑی ہیں۔ پولیس کارروائی کررہی ہے۔ اب تم دونوں بھائیوں کی لاشوں کو وہاں پہنچانے میں دیر نہیں لگے گی۔"

کنگ کانو کے سامنے دوسرے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے دوسرے فون کا ریسیور اٹھا کر پوچھا "کون ہے؟ کیا بات ہے؟ جلدی بولو؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "باس! وہ دونوں ڈان اس عمارت سے باہر آگئے ہیں۔ ان کے لیے چار گاڑیاں آئی تھیں۔ وہ دونوں جس گاڑی میں جا کر بیٹھے اس کے کسی پہیے پر اس بار گولی نہیں چلائی گئی۔ شاید فرہاد کے بیٹوں نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا ہے۔"

کنگ کانو نے کہا "تم میں سے کسی کو گولیاں چلانی تھیں۔ اس گاڑی کے پہیے کو بھی ناکارہ بنانا چاہیے تھا۔"

"باس! ہماری گنوں میں ٹیلی اسکوپ نہیں لگا ہوا ہے۔ ہم دور سے صحیح نشانہ لے کر اس گاڑی کو ناکارہ نہیں بنا سکتے تھے۔"

"تم لوگ ان کا پیچھا کررہے ہو یا نہیں؟ ان دونوں کو نظروں سے اوجھل ہو کر کہیں چھپنے کا موقع نہ دو۔ اگر وہ کسی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچیں گے تو پھر انہیں ڈھونڈ نکالنا مشکل ہوگا۔ مجھے ایک ایک منٹ کی رپورٹ دیتے رہو۔"

اس نے ریسیور رکھ کر دوسرے موبائل فون پر ڈان سے کہا۔ "تم نے ہماری گفتگو سنی ہوگی۔ میرے تمام حواری تم دونوں سے غافل نہیں ہیں۔ جاؤ کسی خفیہ پناہ گاہ میں جا کر چھپو، ہم وہاں بھی تمہاری موت بن کر پہنچیں گے۔"

ثانی اس حواری کے دماغ میں پہنچ گئی تھی، جو کنگ کانو کو رپورٹ سنا رہا تھا۔ اس نے اس حواری کے ذریعے دوسرے کئی حواریوں کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ وہ سب تین گاڑیوں میں اس گاڑی کا پیچھا کررہے تھے جس میں دونوں ڈان سفر کررہے تھے۔

اس نے ایک گاڑی کے حواری کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ گاڑی کو روک کر بولا "ابھی میں نے فون پر باس سے بات کی تھی۔ انہوں نے مجھے بلایا ہے۔ تم لوگ دوسری گاڑیوں میں جاؤ۔"

اس کے ساتھی گاڑی سے اتر گئے۔ آلۂ کار بننے والا حواری اس گاڑی کو موڑ کر تیز رفتاری سے چلاتے ہوئے کنگ کانو کے پاس جانے لگا۔ وہ اور ہرمول بیکر ایک چھوٹے سے بنگلے میں دوسرے ناموں سے رہائش پذیر تھے۔ وہاں انہیں کنگ کانو اور ہرمول بیکر کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس طرح وہ دونوں خود کو وہاں بالکل محفوظ سمجھ رہے تھے۔ صرف چند قابلِ اعتماد حواری اس بنگلے میں ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک ثانی کا آلۂ کار بھی تھا۔

اس نے گاڑی کو بنگلے کے سامنے روکا پھر وہاں سے اتر کر برآمدے میں آکر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ کال بیل سے ایکسٹی وی ....اور مائیکرو فون منسلک تھا۔ بٹن دباتے ہی کنگ کانو اور ہرمول بیکر نے اس حواری کو ٹی وی اسکرین پر دیکھ کر پوچھا "ایڈی! تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

ایڈی نے کہا "باس! صبح ہونے میں ابھی دو گھنٹے باقی ہیں۔ ہم نیم تاریکی میں دشمن کا صحیح نشانہ نہیں لے سکتے۔ مجھے فوراً دو ٹیلی اسکوپک گنوں کی ضرورت ہے۔ مورینا اور رابرٹو کی ہلاکت سے تمام پولیس والے الرٹ ہوگئے ہیں اور امریکن سیکیورٹی فورس بھی دونوں ڈان کی حفاظت کررہی ہے۔ اگر صبح سے پہلے ان دونوں کو ختم نہ کیا گیا تو وہ بچ نکلیں گے۔"

ہرمول بیکر نے آگے دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی ثانی نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے ہرمول بیکر کے بازو پر فائر کیا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ فائرنگ کی آواز پر کنگ کانو نے اپنی گن لے کر دوڑتے ہوئے دوسرے دروازے کی آڑ میں آکر ثانی کے آلۂ کار کو گولی ماری۔ وہ گولی کھا کر فرش پر گرا۔ ثانی ہرمول بیکر کے اندر آئی۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے کنگ کانو سے کہہ رہا تھا "شکر ہے تم نے فوراً ہی اسے گولی ماردی۔ ویسے زخمی ہونے کے باوجود میں نے یہ ریوالور نکال لیا تھا۔ تم نہ آتے تو میں اسے اس طرح گولی مارتا۔"

ہرمول نے کنگ کانو کی ٹانگ پر گولی مار کر بتایا کہ وہ کس طرح اس حواری کو گولی مارتا۔ کنگ کانو کے ہاتھ سے گن چھوٹ گئی۔ وہ زخمی ٹانگ کے باعث کھڑا نہ رہ سکا۔ فرش پر گر کر بولا "ہرمول! یہ.... یہ تم نے کیا کیا؟"

ہرمول اور کنگ کانو کی سمجھ میں اس وقت یہ بات نہیں آئی کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیے جاچکے ہیں۔ ایک عام سی بات یہ سمجھ میں آئی کہ دونوں ڈان نے اس حواری کو بھاری رقم دے کر خرید لیا تھا۔ اس لیے وہاں آکر نمک حرامی کرتے ہوئے اپنی جان دے دی۔ اصلی بات دیر سے سمجھ میں آنے والی تھی۔

○☆○

ورشا باندرے، مرلی دھر باندرے، ثنا پاشا اور سید جلال الدین پاشا نے بابا صاحب کے ادارے کے مقابلے میں جو نیا ادارہ قائم کیا تھا، پورس وہاں سے نیلاں کو نکال لایا تھا۔ اس نے مرلی دھر باندرے کو زہریلی گولی سے زخمی کیا تھا تاکہ وہ ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی کے ذریعے اس کے اور نیلاں کے دماغ میں نہ پہنچ سکے۔

پورس نے ان سب سے کہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف وہ اس نئے ادارے کے لیے کام کرے گا لیکن شرط یہ ہے کہ ٹھوس اصولوں کے مطابق اس ادارے کو قائم رکھا جائے۔ اصولوں کے سامنے رشتے داری کو اہمیت نہ دی جائے اور نہ کوئی ایک دوسرے سے برتر رہے۔

مرلی دھر باندرے آتما شکتی کے ذریعے پورس وغیرہ کے چور خیالات پڑھ سکتا تھا اس لیے پورس اسے زخمی کرکے چلا آیا تھا۔

مرلی دھر باندرے کی بہن ورشا نے اپنے ماتحتوں سے کہا "وہ اپنی محبوبہ کو ممبئی یا کسی دوسرے شہر میں لے جائے گا۔ وہ بھیس بدل کر ہم سے اور پارس جیسے دشمن سے چھپے رہنے کی کوششیں کرے گا۔ اس کا تعاقب کرو۔ دور ہی دور سے اس کی نگرانی کرو۔ وہ کہاں جاتا ہے اور کیا کرتا ہے، مجھے رپورٹ دیتے رہو۔"

پھر اس نے سید جلال الدین پاشا اور اس کی بیٹی ثنا پاشا سے کہا "آپ دونوں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کبھی کبھی ان دونوں کے دماغوں میں جا کر انہیں دوست بنا کر مخاطب کریں۔ انہیں یقین دلائیں کہ آپ دونوں ان کے دوست ہیں۔ مجھ سے اور بھائی باندرے سے آپ کو بھی اختلاف ہے۔"

جلال الدین پاشا نے پوچھا "ورشا! تم یہ کیوں چاہتی ہو کہ ہم دوست بن کر اسے دھوکا دیں؟"

"اس لیے کہ اس نے میرے بھائی کو زخمی کرکے اس کی ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی کو ختم کرکے دشمنی میں ہم سے پہل کی ہے۔ اب ہم اسے کہیں سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔"

جلال پاشا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پورس کار ڈرائیو کررہا تھا۔ نیلاں اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ پورس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا "کون ہو؟ فوراً بتاؤ ورنہ سانس روک لوں گا۔"

"میں سید جلال الدین پاشا ہوں۔"

"اچھا یہ دیکھنے آئے ہو کہ میں کہاں جا کر پناہ لینے والا ہوں۔ میں نے ورشا کے مزاج کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ وہ مجھ سے اپنے بھائی کا انتقام ضرور لے گی۔"

"اگر تم مجھ پر بھروسا کرو تو میں کہتا ہوں، ورشا واقعی تم سے انتقام لے گی۔ وہ میرے اور میری بیٹی کے ذریعے تمہارے حالات سے باخبر رہنا چاہتی ہے لیکن میں تمہارے پاس سے جا کر کہوں گا کہ تم مجھے دماغ میں نہیں آنے دے رہے ہو۔ بار بار سانس روک رہے ہو۔"

"تم میری خاطر ورشا سے جھوٹ کیوں بولو گے جبکہ ورشا اور اس کے بھائی مرلی دھر باندرے سے تمہاری برسوں کی شناسائی ہے؟"

"میں تمہارے سوال کا جواب بعد میں دوں گا۔ ابھی واپس جا کر ورشا کو یقین دلانا ضروری ہے کہ تم مجھے دماغ میں نہیں آنے دے رہے ہو۔"

جلال پاشا نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر آنکھیں کھولیں۔ سامنے بیٹھی ہوئی ورشا اور اپنی بیٹی ثنا کو دیکھا پھر کہا۔ "پورس بہت محتاط ہے۔ جب بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا ہے، سانس روک لیتا ہے۔ میں وقفے وقفے سے تین بار جا چکا ہوں اور ناکام ہو کر آگیا ہوں۔"

ورشا نے کہا "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ وہ یہی کرے گا۔ آپ تھوڑی دیر بعد پھر اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کریں۔"

جلال پاشا نے کہا "وہ پھر سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو بھگا دے گا۔ اس کا ایک ہی طریقہ ہے۔ تمہارا کوئی ماتحت کسی طرح اسے زخمی کردے تو میں اس کے دماغ پر قبضہ جمالوں گا۔"

"میرے تعاقب کرنے والے ماتحت فون پر رابطہ کریں گے تو میں ان سے یہی کہوں گی لیکن اسے زخمی کرنا بھی آسان نہ ہوگا۔ وہ بہت مکار ہے۔ اپنے بچاؤ کی تدابیر کرنا خوب جانتا ہے۔ کوئی بات نہیں، میں بھی دیکھوں گی کہ وہ کتنا مکار ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک پورس کے بارے میں باتیں کرتے رہے پھر سونے کے لیے اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے کیونکہ پچھلی تمام رات جاگتے رہے تھے۔ ثنا نے اپنے بیڈ روم میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر بستر کے سرے پر بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے اپنے باپ جلال پاشا سے کہا "ابو! کیا آپ واقعی پورس کو ورشا دیدی سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں بیٹی! تم دیکھتی آرہی ہو کہ مرلی دھر باندرے مجھ سے ٹیلی پیتھی میں برتر نہیں تھا لیکن آتما شکتی کے ذریعے مجھے اپنے زیر اثر رکھتا تھا۔ ہمیشہ اپنی ناجائز باتیں منواتا تھا۔ مجھے تمہاری فکر تھی کہ وہ تمہیں بھی آتما شکتی کے ذریعے اپنے قابو میں رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے پورس رحمت کا فرشتہ بن کر آگیا۔ اس کی وجہ سے ہمیں مرلی دھر باندرے کی آتما شکتی سے نجات مل گئی ہے۔ اب ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم پورس کے کام آئیں۔"

"میں بھی یہی سوچا کرتی تھی، کیا ہم باپ بیٹی اس ادارے میں مرلی دھر کے ماتحت بن کر رہیں گے؟ خدا کا شکر ہے، آپ برتری کا راستہ اختیار کررہے ہیں۔"

"بیٹی! میں نے تمہیں بڑی محنت سے ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا ہے لیکن تمہیں چالاکی اور مکاری نہ سکھا سکا۔ تم بچپن سے معصوم ہو۔ ناجائز باتوں کو سمجھتی ہو لیکن ان کے خلاف اقدامات کرنا نہیں جانتی ہو۔"

"جانتی ہوں ابو! میں بالکل ہی نادان نہیں ہوں البتہ آپ کی موجودگی میں خاموش رہتی ہوں۔ سوچتی ہوں، جو کرنا ہوگا، وہ آپ کریں گے۔"

"آئندہ مجھ سے مشورے کرکے خود بھی خیال خوانی کے ذریعے اقدامات کرو۔"

"میں پورس کو مزید خطرات سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں۔ کیا اس سے رابطہ کروں؟"

"ضرور رابطہ کرو اور اس سے گفتگو کے دوران میں یہ بھی سمجھنے کی کوشش کرو کہ وہ کتنا ذہین ہے۔ میں سونے جارہا ہوں۔"

ثنا نے باپ کے مشورے کے مطابق پورس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "بھائی! میں سید جلال الدین پاشا کی بیٹی ثنا ہوں۔"

"تم نے مجھے بھائی کہا ہے اس لیے سانس نہیں روکوں گا۔ بولو

کس لیے آئی ہو؟"

"آپ کو رحمت کا فرشتہ سمجھ کر آئی ہوں۔ آپ دل کی گہرائیوں سے مجھے اپنی بہن بنالیں۔ میں آپ کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے ایک ایسی راز کی بات بتا رہی ہوں جسے پہلے صرف آپ جانتے تھے لیکن اب مرلی دھر اور ورشا کو بھی معلوم ہے۔"

"ایسی کون سی راز کی بات ہے؟"

"مرلی دھر نے زخمی ہونے سے پہلے آتما شکتی کے ذریعے آپ کے چور خیالات پڑھے تھے اور یہ معلوم کیا تھا کہ ایک بہت ہی ذہین اور تجربے کار ڈاکٹر آپ کو اپنے بیٹے کی طرح چاہتا تھا۔ وہ ایک سو چھ برس تک زندہ رہا۔ اس ڈاکٹر نے آپ کو کئی غیر معمولی نسخے دیے ہیں۔ ان میں سے ایک فارمولے کے ذریعے آپ نے ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا تیار کرائی تھی۔ اور بھی کئی فارمولے آپ نے ایک خفیہ اڈے میں چھپائے ہیں۔ ان میں سے ایک غیر معمولی دوا کا فارمولا یہ ہے کہ اس دوا کو جس کے جسم پر اسپرے کیا جائے گا' وہ ایک آدھ گھنٹے کے لیے بالکل ساکت ہو جائے گا۔ اگر وہ کھڑا ہے تو کھڑا ہی رہ جائے گا۔ بیٹھا ہے تو بیٹھا ہی رہ جائے گا۔ جو قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیے ہوئے ہیں' ان پر بھی یہ دوا اثر کرے گی اور وہ بھی ایک آدھ گھنٹے تک خیال خوانی نہیں کر سکیں گے۔"

"تم بالکل درست کہہ رہی ہو۔ ایسے چند غیر معمولی دواؤں کے فارمولے میرے پاس ہیں۔ میں نے انہیں ایک جگہ چھپایا ہے۔ کسی کو اس جگہ کا علم نہیں ہے۔ کیا ورشا اور مرلی دھر نے میرے خیالات پڑھ کر وہ جگہ معلوم کی ہے؟"

"مرلی دھر نے جب آپ کی لاعلمی میں اس راز کو پڑھا ہے تو اس جگہ کے بارے میں بھی ضرور جانتا ہو گا اور اس نے اپنی بہن کو بھی بتایا ہو گا۔ وہ دونوں بہن بھائی ایسی کئی اہم باتیں مجھ سے اور میرے ابو سے چھپاتے رہتے ہیں۔ انہوں نے غیر معمولی دواؤں کا ذکر ہمارے سامنے کیا ہے لیکن وہ جگہ نہیں بتائی ہے۔"

"وہ راز جو اب تک میرے سینے میں دفن تھا' اسے وہ بہن بھائی جان گئے ہیں۔ تم نے یہ باتیں بتا کر واقعی بہن ہونے کا ثبوت دیا ہے۔"

وہ بولی "اگر آپ مرلی دھر یا ندرے کو زخمی نہ کرتے اور اپنی ناصرہ (نیلاں) کے ساتھ ہمارے اس ادارے کے کوارٹر میں رہتے تو مرلی دھر کسی دوسرے کام کے بہانے اس جگہ جا کر وہ فارمولے حاصل کرنے والا تھا۔ اب تو وہ بستر پر پڑا ہے اور ادارے کے تجربے کار ڈاکٹر اس کا علاج کر رہے ہیں۔"

پورس نے کہا "پھر تو ورشا وہاں ضرور جائے گی کیونکہ ان غیر معمولی دواؤں میں ایک ایسی دوا کا فارمولا ہے' جس کے ذریعے دنیا کے خطرناک زہر کا بھی توڑ کیا جا سکتا ہے۔ میں نے مرلی دھر کو زہریلی گولی سے زخمی کیا ہے۔ ورشا اس کا توڑ کرنے کے لیے ان تمام دواؤں کے فارمولے حاصل کرنے ضرور جائے گی۔ تم اس پر نظر رکھو۔ وہ اپنے ادارے سے باہر جائے تو فوراً مجھے اطلاع دو۔"

"میں ضرور آپ کو اطلاع دوں گی لیکن بھائی! اس کے چند ماتحت بڑے ذہین' خطرناک اور مہم جو ہیں۔ وہ اپنے ماتحتوں کو ایسی جگہ بھیجے گی تو معلوم نہیں ہو سکے گا۔ وہ یوگا کی ماہر ہے۔ ہم باپ بیٹی اس کے دماغ میں جا کر اس کے بدلتے ہوئے ارادوں کو سمجھ نہیں پائیں گے۔"

"پھر تو مجھے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ میں ان فارمولوں کو وہاں سے ہٹانے کے لیے آج ہی وہاں جاؤں گا۔"

"ہم سب پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ ابو اور ورشا سونے کے لیے اپنے اپنے کمروں میں گئے ہیں۔ میں بھی اب سونے والی ہوں۔ اور بھائی! آپ نے بھی تو نیند پوری نہیں کی ہے؟"

"میری بہن! میری فکر نہ کرو۔ میں اس خفیہ اڈے تک پہنچنے کے لیے سفر کے دوران میں نیند پوری کر لوں گا۔ کیا ورشا کے ماتحت یوگا کے ماہر ہیں؟"

"چار ماتحت یوگا کے ماہر بھی ہیں اور اس کے باڈی گارڈز بھی ہیں۔"

"ان چاروں کے علاوہ کوئی اور ورشا کی خدمت کرنے والا ملازم ہے؟"

"ایک داسی ورشا کے کوارٹر میں رہ کر اپنی مالکن کی خدمت کرتی ہے۔"

"اس کے ذریعے معلوم کرو' ورشا اپنے کوارٹر میں پہنچ کر کیا کر رہی ہے؟"

ثنا نے پورس کی ہدایت کے مطابق اس داسی کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا' وہ اپنے کوارٹر میں آئی تھی۔ اپنے چار خاص ماتحتوں کو بلایا تھا اور ان سے کہا تھا کہ ان میں سے دو باڈی گارڈز اسی ادارے میں رہ کر ثنا اور جلال پاشا کی نگرانی کریں گے اور باقی دو گارڈز ابھی اس کے ساتھ اجنتا کی طرف جائیں گے۔ چونکہ اسے نیند آ رہی ہے اس لیے سفر کے دوران میں وہ پچھلی سیٹ پر تین گھنٹوں تک سوتی رہے گی۔

ثنا نے یہ تمام باتیں پورس کو بتائیں اور کہا "بھائی! وہ بہت تیز طرار ہے۔ ایسے معاملات میں وقت ضائع نہیں کرتی ہے۔ وہ اپنے دونوں گارڈز کے ساتھ یہاں سے جا چکی ہے۔ اس کی خاص داسی کے خیالات یہی بتا رہے ہیں۔"

"بس میری بہن! میری جان! تم نے میرے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ اب آرام سے سو جاؤ۔ نیند پوری کرنے کے بعد ہر ایک گھنٹے یا آدھے گھنٹے کے بعد مجھ سے رابطہ کرنا اور ایک بات بتا دوں کہ میرے دماغ میں آتے ہی فوراً نہ بولنا۔ چند سیکنڈ تک خاموش رہنا کیونکہ الپا اور مہاراج کبھی کبھی میرے دماغ میں آ کر بولتے ہیں۔ تم میرے اندر بولو گی تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کے علاوہ بھی

کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تمہارے پیچھے لگ جائیں۔ جاؤ اب آرام کرو۔"

وہ ایک سڑک کے کنارے کار روک کر ثنا سے باتیں کر رہا تھا۔ باتیں اتنی اہم تھیں کہ وہ ثنا کی مسلسل خیال خوانی کے باعث کار نہیں چلا سکتا تھا۔ حادثہ ہو سکتا تھا۔ اس سے باتیں کرنے کے بعد اس نے نیلاں کو دیکھا۔ وہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر آدھی بیٹھی اور آدھی لیٹی ہوئی گہری نیند میں تھی۔ ویسے پچھلی رات بھی اسے سونے کا موقع ملا تھا۔ اب وہ جاگ کر کار ڈرائیو کر سکتی تھی۔

پورس نے اسے جگا کر پوچھا "بہت گہری نیند میں ہو؟ کیا خواب دیکھ رہی تھیں؟"

وہ بیدار ہونے کے بعد چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہی۔ جاگنے کے بعد سوچتی رہی کہ وہ کہاں ہے؟ پھر اس نے کہا "دو دن سے میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ پہلے تمہارے دشمن پارس نے مجھے اغوا کیا پھر مجھے تمہارے بنگلے میں پہنچا دیا۔ میں وہاں تمہارا انتظار کرتے سو گئی۔ جب آنکھ کھلی تو خود کو ایک سادھو مہاراج (مرلی دھر باندرے) کے قدموں میں پایا۔ وہاں تم مجھے مل گئے پھر تم نے اس سادھو کو زخمی کیا اور مجھے وہاں سے بھگا کر لے آئے۔ اب آنکھ کھول کر خود کو یہاں کار میں دیکھ رہی ہوں۔"

پورس نے کہا "ہم دشمنوں سے نمٹ رہے ہیں۔ تم میرے ساتھ جن حالات سے گزر رہی ہو' ان پر توجہ دیتی رہو اور دشمنوں کو سمجھتی رہو۔ جسے تم سادھو مہاراج کہہ رہی ہو' وہ ہمارا دشمن تھا۔ ہماری دنیا میں سادھو اور فرشتے کم ہی ہوتے ہیں۔ دشمنوں کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہو۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "آگے ایک بستی میں دھابا ہے' وہاں ناشتا کر کے چائے پی کر آگے جائیں گے۔ کیا تم کار ڈرائیو کرو گی یا سونا چاہو گی؟"

"میں کار چلاؤں گی۔ تم پچھلی رات سے جاگ رہے ہو۔ تمہیں سونا چاہیے۔ مجھے اتنا بتا دو' ہم کہاں جائیں گے؟"

وہ ایک بستی کے دھابے میں پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے ناشتا کیا۔ چائے پی پھر نیلاں اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گئی۔ پورس نے پچھلی سیٹ پر آ کر کہا۔ "میں یہاں سوتا رہوں گا۔ آگے ہائی وے ہے۔ تم دائیں طرف کار کو موڑ کر صرف ہائی وے پر چلتی رہو۔ کہیں مڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سڑک کے کنارے ہر ایک کلو میٹر پر سنگ میل ہے۔ ڈھائی تین گھنٹے بعد تمام سنگ میل پڑھتی جاؤ۔ جب احمد آباد پچیس کلو میٹر کے فاصلے پر رہے تو مجھے نیند سے جگا دینا۔"

وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بولی "تم بالکل مطمئن ہو کر سو جاؤ۔ میں بہت محتاط رہوں گی۔ اگر کوئی پریشانی ہو گی یا خطرہ محسوس کروں گی تو تمہیں آواز دے کر جگا دوں گی۔"

پورس نے آرام سے پچھلی سیٹ پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں پھر دماغ کو ضروری ہدایات دے کر سو گیا۔ جب وہ ورشا اور مرلی دھر باندرے کے ادارے سے نیلاں کے ساتھ فرار ہوا تو اس کے آدھے گھنٹے بعد ورشا اپنے دو باڈی گارڈز کے ساتھ اس کے تعاقب میں نکلی تھی۔ اس نے اندازہ کیا تھا کہ پورس کی کار کھیتوں اور ناہموار کچے راستوں سے گزرتے ہوئے پون گھنٹے سے پہلے مین روڈ تک نہیں پہنچے گی اور وہ اپنی جیپ میں آدھے گھنٹے سے پہلے پہنچ جائے گی۔ پھر پورس سے کترا کر دواؤں کے فارمولے حاصل کرنے کے لیے اجنتا کی طرف جائے گی۔

لیکن پورس کی مہارت کے باعث کار آگے جا رہی تھی۔ پھر نیلاں بھی تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہی تھی۔ ورشا کی جیپ ان سے بہت زیادہ نہیں' صرف دو کلو میٹر پیچھے تھی۔ ہائی وے پر کئی گاڑیوں کی طرح ان کی کار اور جیپ آگے پیچھے جا رہی تھیں۔ جیپ کی پچھلی سیٹ پر ورشا اور کار کی پچھلی سیٹ پر پورس سو رہا تھا۔

ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد دونوں گاڑیاں ایک دوسری کے قریب ہونے لگیں۔ جیپ کی اگلی سیٹوں پر دونوں گارڈز گن لیے بیٹھے تھے۔ نیلاں نے ڈرائیو کرتے ہوئے انہیں دیکھا۔ ان دونوں گارڈز نے بھی قریب سے گزرتے ہوئے اسے دیکھا لیکن وہ اسے نہیں پہچانتے تھے۔ نیلاں کو ورشا نظر نہیں آ رہی تھی کیونکہ وہ پچھلی سیٹ پر سو رہی تھی۔

وہ دونوں گاڑیاں ایک دوسرے سے کبھی آگے اور کبھی پیچھے ہو رہی تھیں۔ آخر ان دونوں کی رفتار سست ہونے لگی۔ آگے راستے کی مرمّت ہو رہی تھی۔ آنے جانے والی گاڑیوں کے لیے ایک تنگ راستہ رکھا گیا تھا اس لیے بے شمار گاڑیوں والے ایک لمبی قطار بنا کر اس تنگ راستے سے گزرنے کے لیے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ بڑی دیر ہو رہی تھی۔ نیلاں بے زار ہو کر کار سے باہر آئی۔ اس کی کار کے آگے تقریباً دو درجن گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے درمیان وہ جیپ بھی تھی۔ نیلاں نے آگے بڑھ کر ٹریفک کے سپاہی سے کہا "تم لوگ صرف ادھر سے آنے والی گاڑیوں کو راستہ دے رہے ہو۔ ادھر سے ہمارے جانے کی باری کب آئے گی؟"

سپاہی نے کہا "شری متی جی! آپ ناراض نہ ہوں۔ دو منٹ کے بعد ادھر والی گاڑیوں کو گزرنے کی اجازت دی جائے گی۔ آپ اپنی گاڑی میں جا کر بیٹھیں۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ جیپ کے قریب سے گزرتے ہی ٹھٹک کر رک گئی۔ اس کی نظر پچھلی سیٹ پر گئی تھی اور وہاں ورشا گہری نیند میں دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے مرلی دھر باندرے' سید جلال الدین پاشا اور ثنا کے ساتھ اس ادارے میں ورشا کو بھی اچھی طرح دیکھا تھا۔ پھر پورس نے ورشا کو یرغمال بنا کر اس ادارے سے ایک کلو میٹر دور لا کر اسے گاڑی سے اتار دیا تھا۔

نیلاں وہاں رک کر ورشا کو پچھلی سیٹ پر سوتے دیکھ رہی تھی

اور سوچ رہی تھی "میں اور پورس وہاں سے بھاگ کر آ رہے ہیں۔ کیا یہ عورت ہمارا پیچھا کرتے کرتے سو گئی ہے۔"

اس نے سر گھما کر دونوں گارڈز کو دیکھا۔ وہ آگے بڑھنے کے لیے ونڈ اسکرین کے پار بے چینی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آئی۔ اسی وقت ادھر سے گاڑیوں کو جانے کا سگنل مل گیا۔ وہ کار اسٹارٹ کر کے پورس کو جگا کر ورشا کے بارے میں بتانا چاہتی تھی لیکن پیچھے والی گاڑیاں ہارن بجا رہی تھیں۔ اسے قطار میں رہ کر آگے بڑھتے رہنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے اپنی گاڑی کو بڑھانے لگی۔ اس کے آگے دو گاڑیاں تھیں۔ ان گاڑیوں کے آگے جیپ کا کچھ حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس جیپ کی نمبر پلیٹ پڑھ لے اور ان نمبروں کو یاد رکھے لیکن اس کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

وہ پورس سے اتنی شدید محبت کرتی تھی کہ اس کے آس پاس کسی طرح کا خطرہ محسوس کرتے ہی اس کے اندر کے جذبات آتش فشاں کی طرح بھڑکنے لگتے تھے۔ اب سے پہلے بھی وہ خواب میں پورس کے دشمنوں اور کتوں کو دیکھ کر بے اختیار خیال خوانی کرنے لگی تھی۔ گاڑی ڈرائیو کرتے وقت بھی اسے پیچھے گھوم کر پورس کو جھنجوڑ کر جگانے کا موقع نہ ملا اور گاڑیوں کے شور میں اسے پکارنے سے اس کی آواز اس کے کانوں تک نہیں پہنچی تو اس کے دماغ کے آتش فشاں سے یکبارگی خیال خوانی کی لہریں ابھریں۔ ان لہروں نے دماغ میں پہنچتے ہی چیخ کر پکارا "پورس!"

پورس ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا پھر نیلاں کو دیکھ کر بولا۔ "ابھی.... ابھی تم نے میرے دماغ میں آ کر مجھے پکارا تھا۔"

وہ بولی "میں بڑی دیر تک تمہیں آوازیں دیتی رہی پھر ایسا لگا جیسے تمہارے دماغ کے اندر پہنچ کر واپس آ گئی ہوں۔ پورس! تمہارے لیے خطرہ ہے۔ ہمارے سامنے دو گاڑیوں سے آگے جو جیپ ہے۔ اس کی پچھلی سیٹ پر ورشا سو رہی ہے۔ اگلی سیٹ پر دو گن مین بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ چڑیل تمہیں قتل کرنے کے لیے ڈھونڈتی ہوئی ادھر آئی ہے۔"

پورس نے پیچھے سے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "اپنے دماغ سے ساری پریشانیاں ختم کر دو۔ ورشا مجھے قتل کرنے نہیں بلکہ مجھ پر برتری حاصل کرنے کے لئے فارمولے چرانے جا رہی ہے۔"

پورس نے اسے مختصر طور پر ان غیر معمولی دواؤں کے بارے میں بتایا پھر کہا "ہم اس جیپ کے پیچھے بہت دور رہیں گے۔ مجھے ورشا کی منزل معلوم ہے۔ موقع ملا تو منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کے دونوں گارڈز کو ختم کر دوں گا۔ پھر وہ تنہا ایک چیونٹی کی طرح ہمارے رحم و کرم پر رہے گی۔ چاہیں گے تو اسے مسل دیں گے ورنہ بھٹکنے اور ذلیل و خوار ہونے کے لیے اسے چھوڑ دیں گے۔"

"میں تو اس چڑیل کو نہیں چھوڑوں گی۔ جب سے تمہارے ساتھ ہوں' یہی دیکھ رہی ہوں کہ کوئی نہ کوئی تم سے دشمنی کرتا رہتا ہے۔ تم نے مجھے اپنی قسم دی ہے کہ میں ایک ناگن کی طرح اپنے دل سے دوسروں کو ڈسنے کی خواہش کبھی نہ کروں۔ جب خواہش سے مجبور ہو جاؤں تو کسی کو ڈسنے سے پہلے تمہیں بتا دوں اس لیے میں پہلے سے تمہیں بتا رہی ہوں کہ ورشا میرا شکار ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں ڈسنے کی خواہش پوری کرنے کا موقع دوں گا لیکن ضروری نہیں ہے کہ وہ ورشا ہو۔ میں حالات کے مطابق تم سے کام لوں گا۔ تم اطمینان سے ڈرائیو کرتی رہو۔ ان سے اتنی پیچھے رہو کہ ہم ان کی نظروں میں نہ آ سکیں۔ میں تھوڑی دیر اور سونا چاہتا ہوں۔"

وہ پھر پچھلی سیٹ پر سو گیا۔ نیلاں نے پہلی بار بیداری کی حالت میں دو تین سیکنڈ کی خیال خوانی کی تھی۔ پورس کے دماغ میں جا کر چیخ کر اسے پکار کر واپس آ گئی تھی۔ اب پورس دوبارہ سو گیا تھا۔ وہ تنہا ڈرائیو کرتے ہوئے سوچ رہی تھی "مجھے کیا ہو گیا تھا؟ جیسے میں خواب میں ایک بار پہلے پورس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ پھر ایک بار کتوں کے ساتھ آنے والے دشمنوں کے دماغوں میں پہنچ گئی تھی۔ اسی طرح آج میں بیداری کی حالت میں اس کے دماغ کے اندر کیسے پہنچ گئی؟"

وہ بڑے پیار سے سوچنے لگی "میں اپنے پورس کو جان سے زیادہ چاہتی ہوں۔ اسے مصیبت یا خطرے میں نہیں دیکھ سکتی۔ اس کے لیے جان کی بازی لگا کر اس کی حفاظت نہیں کر سکتی۔ شاید اسی

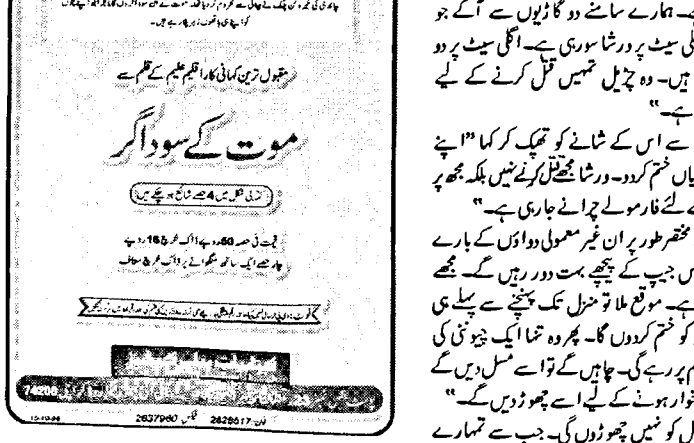

لیے قدرتی طور پر اسے بچانے کے لیے خیال خوانی کرنے لگتی ہوں۔"

اس نے کار کے اندر عقب نما آئینے کا زاویہ ذرا سا بدل کر پچھلی سیٹ پر سونے والے کو دیکھا پھر بڑے پیار سے مسکرانے لگی۔

تقریباً تین گھنٹے بعد اچانک پورس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا پھر جلال پاشا نے کہا "سوری۔ تمہاری نیند خراب کی۔ ابھی میری بیٹی ثنا نے بتایا ہے کہ اس نے تمہیں ان فارمولوں کے بارے میں بتایا ہے جنہیں تم نے بڑی راز داری سے چھپا رکھا ہے۔"

"ہاں۔ آپ کی بیٹی میری سگی بہن جیسی ہے۔ اس نے مجھے بروقت اطلاع دی ہے۔ میں اسی راستے پر ہوں' جس راستے پر ورشا سفر کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ دو باڈی گارڈز ہیں۔"

"اس کے چار گارڈز ہیں۔ چاروں بہت خطرناک ہیں۔ میں مشورہ دوں گا کہ ان دونوں سے مقابلہ نہ کرنا۔ انہیں فوراً گولیاں مارنے کی تدبیر کرو گے تو بہتر ہو گا۔"

"پیش آنے والے مصائب سے بچنے کی سب ہی تدابیر کرتے ہیں' میں بھی کرتا ہوں۔ آپ بھی اچھی تدبیر بتا رہے ہیں لیکن میں کچھ باتیں حالات پر چھوڑ دیتا ہوں۔ پھر بدلتے ہوئے حالات کے مطابق حاضر دماغی سے کام لینے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"تمہارا اپنا طریقۂ کار ہے۔ تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی کو سب ہی مانتے ہیں۔ میں ابھی ورشا کے پاس جا رہا ہوں۔ اس نے کہا تھا کہ جب وہ اجنتا کے قریب پہنچنے لگے تو میں اس کے دماغ میں جا کر رہوں۔ ان فارمولوں کو حاصل کرتے وقت اسے میری ٹیلی پیتھی کی ضرورت پڑے گی۔"

پورس نے چونک کر کہا "او گاڈ! میں تو بھول ہی گیا تھا۔ مجھے بھی آپ کی ضرورت پڑے گی۔ ہم اجنتا کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ پلیز آپ پہلے ورشا کے دماغ میں رہ کر اسے بھٹکا دیں۔ اسے ہنومان جی کے مندر نہ جانے دیں۔ وہاں سے دو کلو میٹر کے فاصلے پر ایک اور ہنومان جی کا مندر ہے۔ آپ ثنا سے کہیں کہ وہ ورشا کے اندر اس کی سوچ میں بولتی رہے اور یاد کرتی رہے کہ اسے اجنتا سے دو کلو میٹر دور جانا ہے۔ ثنا اس کے دماغ میں رہے گی اور آپ میرے پاس رہیں گے۔"

جلال پاشا اپنی بیٹی ثنا کے پاس دماغی طور پر حاضر ہو کر اسے سمجھانے لگا کہ اسے ورشا کے دماغ میں رہ کر ورشا کا لب و لہجہ اختیار کر کے اسے کس طرح اصل منزل سے بھٹکانا چاہیے۔

پورس نے ان اہم فارمولوں کو ہنومان جی کے ایک بہت بڑے مجسمے کی لمبی سی دم میں چھپا کر رکھا تھا۔ زمانۂ قدیم سے ہندوؤں میں یہ دستور رہا ہے کہ وہ سونا چاندی' ہیرے جواہرات اور دوسری اہم اور قیمتی دستاویزات بڑے بڑے مندروں کی بڑی بڑی مورتیوں میں چھپا کر رکھتے آئے ہیں۔ پورس نے بھی تمام اہم فارمولے ہنومان جی کی مورتی میں چھپائے تھے۔ ایسا کرنے سے پہلے اس نے وہاں کے بڑے پجاریوں اور پنڈتوں پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔

پورس ان دنوں ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ اس نے ان تمام پجاریوں اور پنڈتوں کے دماغوں پر یہ نقش کر دیا تھا کہ جب تک وہ ان کے دماغ میں آ کر حکم نہیں دے گا' تب تک وہ ان فارمولوں کا ذکر کسی سے نہیں کریں گے اور نہ ہی خود کبھی ان فارمولوں کو کھول کر دیکھیں گے۔ جب وہ ان کے دماغوں میں آ کر حکم دے گا کہ وہ فارمولے ہنومان جی کی دُم سے نکال کر کسی کے حوالے کیے جائیں' تب تک وہ ہنومان جی کی مورتی سے ہیرے جواہرات نکالیں گے۔ لیکن ان فارمولوں کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔

جب مرلی دھر باندرے زخمی نہیں ہوا تھا تب اس نے ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی کے ذریعے پورس کے دماغ میں پہنچ کر وہ تمام معلومات حاصل کی تھیں۔ اس کی آتما شکتی کے باعث پورس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ اس وقت مرلی دھر نے ورشا کو ان فارمولوں کی تفصیلات بتانے کے بعد کہا تھا "ان فارمولوں کو میرے سوا کوئی حاصل نہیں کر سکے گا۔ صرف میں ہی پورس کا لب و لہجہ اختیار کر کے وہاں کے پجاریوں اور پنڈتوں کے دماغوں میں جا سکتا ہوں۔ وہ لوگ مجھے اپنا عامل سمجھ کر وہ تمام فارمولے میرے حوالے کر دیں گے۔"

لیکن پچھلی رات بازی پلٹ گئی تھی۔ پورس نے مرلی دھر کو زخمی کر کے ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی سے محروم کر دیا تھا۔ تب سے ورشا تدبیر سوچ رہی تھی کہ وہ فارمولے کیسے حاصل کرے گی۔ اس کے ساتھ ثنا اور جلال پاشا دو ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے لیکن وہ فارمولے ایسے اہم تھے کہ وہ انہیں رازدار نہیں بنا سکتی تھی اس لیے اس نے جلال پاشا سے کہا تھا کہ وہ اپنی تین گھنٹے کی نیند پوری کر کے اس کے دماغ میں آئے۔ وہ اس کی ٹیلی پیتھی سے ایک اہم کام لینا چاہتی ہے۔

جلال پاشا نے اس سے اہم کام کی نوعیت معلوم نہیں کی۔ وہ جانتا تھا کہ دونوں بہن بھائی اہم اور خاص باتیں ان باپ بیٹی سے چھپاتے ہیں۔ مرلی دھر باندرے کے زخمی ہونے کے بعد جلال پاشا کے دماغ میں بار بار یہ خیال آ رہا تھا کہ اسے اپنے اور اپنی بیٹی کے تحفظ کے لیے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

ایک بار دل نے کہا "فرہاد علی تیمور سے رابطہ کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے بابا صاحب کے ادارے میں جگہ مل جائے۔ وہاں ہم باپ بیٹی کی قدر کی جائے گی اور ہم عزت سے رہ سکیں گے۔"

لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والے آزاد اور خود سر بن کر رہنا چاہتے ہیں یا طاقت ور کو اپنا احسان مند بنا کر انہیں دوست کا نام دے کر اپنا محافظ بنائے رکھنا چاہتے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے اصول بڑے سخت تھے۔ میں اور میری فیملی کے افراد ہی ایسے تھے' جو سخت اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ایک محفوظ اور مطمئن زندگی گزار رہے تھے۔

سید جلال الدین پاشا مستقل مزاجی سے فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اس ادارے میں پورس کی ذہانت' حاضر دماغی اور غیر معمولی صلاحیتوں کا ذکر ہونے لگا۔ مرلی دھر' پورس کی لاعلمی میں اس کے اندر جاتا تھا اور اس کی بہت سی باتیں چھپانے کے باوجود کہتا تھا کہ جس دن پورس ان کے ادارے میں آ جائے گا' اس دن وہ دنیا والوں کے سامنے اپنے ادارے کا اعلان کریں گے اور مسلمانوں کو یہ طعنہ بھی دیں گے کہ وہ متعصب اور انتہا پسند ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں ہندوؤں کا داخلہ ممنوع ہے لیکن مرلی دھر باندرے کے ادارے میں مسلمانوں کو خوش آمدید کہا جاتا ہے اور انہیں برابر کی حیثیت دی جاتی ہے۔

مرلی دھر باندرے کے ارادوں میں رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی اور ورشا کوششیں کر رہی تھی کہ اس کا زہریلا زخم بھر جائے۔ اس کی آتما شکتی لوٹ آئے تاکہ پورس کو تابعدار بنا کر رکھا جا سکے۔

اور جلال پاشا نے سوچ لیا تھا کہ پورس کے کام آئے گا تو پورس بھی اس کے مشکل وقت میں کام آتا رہے گا اس لیے وہ باپ بیٹی اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ ثنا منصوبے کے مطابق ورشا کا لب و لہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں پہنچی۔ اسے غائب دماغ بنا دیا۔ اس کی زبان سے ایک گارڈ کو کہا کہ اسے راستہ بدل کر اجنتا سے دو کلو میٹر دور جانا ہے۔

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی اور جیپ کو ڈرائیو کرنے والے گارڈ نے راستہ بدل دیا۔ ادھر پورس نیلمان کے ساتھ ہنومان جی کے مندر کے سامنے پہنچا۔ دونوں کار سے اتر کر مندر میں آئے۔ وہاں پوجا کرنے والوں کی خاصی بھیڑ تھی۔ جلال پاشا پورس کے دماغ میں تھا۔ وسیع و عریض مندر میں ایک چار دیواری تھی' جس میں ہنومان جی کا بہت بڑا مجسمہ تھا۔ اس چار دیواری کا دروازہ صرف پوجا کے اوقات میں کھلتا تھا پھر اس دروازے کو بند کر دیا جاتا تھا۔

پوجا کرنے والے روپے' سونا اور چاندی نذرانے کے طور پر مورتی کے قدموں میں رکھ کر جاتے تھے۔ اس کمرے کا دروازہ بند کرنے کے بعد پنڈت اور پجاری وغیرہ روپے' سونے اور چاندی کا حساب کر کے مندر کے خزانے میں جمع کرتے تھے۔ پورس نے دروازے کے پاس آ کر وہاں کھڑے ہوئے پجاریوں کو مخاطب کیا۔ چڑھاوے کے لیے انہیں کچھ رقم دیتے ہوئے باتیں کیں تو جلال پاشا ان کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ ان کے خیالات پڑھنے لگا پھر سوچ کے ذریعے پورس سے بولا "تم نے جن پنڈتوں اور پجاریوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا' یہ پنڈت اور پجاری ان میں سے نہیں ہیں۔"

پورس نے کہا "ہاں۔ میں ان کے چہرے دیکھ کر سمجھ رہا ہوں کہ چار برس پہلے والے پنڈت اور پجاری نہیں رہے ہیں۔ ان کی جگہ دوسرے آ گئے ہیں۔ اب آپ ان پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا تابعدار بنا کر وہ فارمولے پچھلے دروازے سے اس وقت حاصل کر سکتے ہیں جب یہ سامنے والا دروازہ بند ہو جائے گا اور تمام پوجا کرنے والے چلے جائیں گے۔"

جلال پاشا نے کہا "ایک پجاری کے خیالات سے پتا چلا ہے کہ یہ سامنے والا دروازہ شام کے چھ بجے بند ہوتا ہے میں نے اور بھی بہت کچھ معلوم کیا ہے لیکن ہمیں رات ہونے تک انتظار کرنا ہو گا۔"

"ہم انتظار کر سکتے ہیں لیکن ثنا کب تک ورشا کے دماغ پر قبضہ جمائے رہے گی؟ بہتر ہے ہم یہاں سے چلیں اور پہلے ورشا سے نمٹ لیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اپنی بیٹی ثنا کی مدد کے لیے جا رہا ہوں۔ تم ادھر جاؤ۔ ثنا نے پہلی بار کھلی دنیا میں قدم رکھا ہے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے ساتھ اتنا بڑا کام کر رہی ہے۔"

"یہ اچھی بات ہے۔ اس طرح میری بہن کو حالات سے نمٹنے کا تجربہ ہوتا رہے گا۔ آپ اس کے پاس جائیں۔ میں ادھر آ رہا ہوں۔"

جلال پاشا وہاں سے ورشا کے دماغ میں پہنچا۔ وہ جیپ سے باہر

آکر ایک مندر کو دیکھ کر اپنے گارڈ سے کہہ رہی تھی "یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟"

گارڈ نے کہا "میڈم! آپ نے جو راستہ بتایا تھا' میں اسی پر گاڑی ڈرائیو کرتا آیا ہوں۔"

"میں ہنومان جی کے مندر جانا چاہتی تھی۔"

"میڈم! یہ ہنومان جی کا مندر ہے۔"

"میں اس مندر کی نہیں' اس مندر کی بات کر رہی ہوں جو اجنتا کے پاس ہے۔"

"لیکن آپ نے اجنتا کا نہیں' یہاں کا راستہ بتایا تھا۔"

"یو شٹ اپ۔" وہ غصے میں بولی پھر ایک ہاتھ سے سر تھام کر سوچنے لگی "یہ گارڈ ٹھیک کہتا ہے۔ میں نے ہی یہ راستہ بتایا تھا مگر غلط راستہ کیوں بتایا تھا؟ کیا میرا دماغ چل گیا ہے؟ پتا نہیں یہ جلال پاشا کہاں مرگیا ہے؟! ابھی تک نہیں آیا۔ آرام سے سو رہا ہوگا۔"

اسی وقت جلال پاشا اس کے اندر آکر جماہی لیتے ہوئے بولا۔ "سوری میں ذرا دیر تک سوتا رہ گیا لیکن کوئی خاص دیر نہیں ہوئی ہے۔"

وہ غصے سے بولی "کیا خاص دیر نہیں ہوئی ہے؟ میں راستے سے بھٹک کر کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہوں۔ تم وقت پر آجاتے تو یہ پریشانی نہ ہوتی۔ تمہاری اتنی عمر ہوگئی ہے مگر اپنی ذمے داریوں کو نباہنا نہیں جانتے ہو۔"

"ورشا! تم بھی نادان بچی نہیں ہو۔ بزرگوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے۔ خواہ مخواہ غصہ دکھا رہی ہو۔"

"تم میرے غصے کے بارے... میں برسوں سے جانتے ہو۔ اگر آج میرا بھائی زخمی نہ ہوتا تو تم اس انداز میں گفتگو نہ کرتے۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔ تمہارا بھائی زخمی نہ ہوتا تو ہم اس کی دھونس میں رہتے اور جب اس کے زخم بھر جائیں گے تو ہم پھر اس کے دباؤ میں رہیں گے۔ سوری ورشا! ہم تمہارے بھائی کا زخم بھرنے نہیں دیں گے۔ اس کے ساتھ تمہاری غصہ بھری حکمرانی کا دور گزر چکا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ورشا کے دماغ میں ایک زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی زمین پر گر کر دماغی تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگی۔ دونوں گارڈز اس کے پاس آکر اسے زمین پر سے اٹھاتے ہوئے پوچھنے لگے کہ اسے اچانک کیا ہوگیا ہے؟ وہ کس تکلیف سے تڑپ رہی ہے؟ تکلیف اتنی شدید تھی کہ وہ منہ سے کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔ ثنا نے پورس کے پاس آکر بتایا کہ اس کا باپ ورشا کے ساتھ کیسا سلوک کر رہا ہے؟

پورس نے کہا "اپنے ابو سے کہو۔ کسی طرح پہلے ورشا کے ذریعے گارڈز کو ناکارہ بنائیں۔"

ثنا نے باپ کے پاس آکر پورس کا مشورہ سنایا۔ اس وقت تک ورشا کی دماغی تکلیف میں کچھ کمی ہو رہی تھی مگر وہ اس قابل نہیں تھی کہ سانس روک کر جلال پاشا کو اپنے اندر سے نکال سکتی۔ جلال پاشا نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ وہ گارڈز کے سہارے اٹھ کر کھڑی ہوئی پھر ایک گارڈ سے بولی "اپنی گن مجھے دو۔"

وہ حکم کا بندہ تھا۔ اس نے اپنی گن دی۔ ورشا دماغی تکلیف سے نڈھال ہو رہی تھی۔ اس نے ڈگمگاتے ہوئے دونوں گارڈز کو دیکھا پھر اچانک ٹریگر دباتی چلی گئی۔ کئی فائر کیے۔ کئی گولیاں چلیں پھر خاموشی چھا گئی۔ دونوں گارڈز اپنے لہو میں نہا کر ابدی نیند سو گئے۔ سڑک کے آس پاس لوگ دور بھاگنے کے بعد پلٹ کر لاشوں کو دیکھ رہے تھے۔

پورس کار ڈرائیو کرتا آرہا تھا۔ اس نے اپنی کار روک دی۔ پولیس کی گاڑی ورشا کے پاس پہنچ گئی تھی۔ وہ گن پھینک کر خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر رہی تھی۔ جلال پاشا نے پورس کے پاس آکر کہا "تم دیکھ رہے ہو۔ پولیس والے اسے لے جا رہے ہیں۔"

پورس نے کہا "ورشا کو پولیس والوں کے ہتھے نہیں چڑھانا چاہیے تھا۔"

جلال پاشا نے پوچھا "اس میں نقصان کیا ہے؟"

"نقصان یہ ہے کہ اس کا بھائی مرلی دھر اپنے ادارے میں ڈاکٹروں کے زیر علاج ہے۔ اسے بھائی کی فکر ہوگی۔ پھر آپ کی دشمن بن کر صاف کہہ سکتی ہے کہ آپ نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے گارڈز کو قتل کرایا ہے۔ آپ دونوں باپ بیٹی کو فوراً اس ادارے سے بھاگنا ہوگا۔"

"ہم اس کی نوبت کیوں آنے دیں۔ ورشا کو خودکشی پر مجبور کردیں گے۔ وہ پولیس والوں کو کوئی بیان نہیں دے سکے گی۔"

پورس نے کہا "میں نہیں چاہتا میری بہن ثنا پر کوئی مصیبت آئے۔ ابھی وہ آرام سے اس ادارے میں ہے۔ آپ بھی وہاں رہیں۔ مرلی دھر کا زخم اچھا نہ ہونے دیں۔ ورشا کا کام تمام کردیں۔ میں اجنتا کی طرف جا رہا ہوں۔ وہاں پہنچتے تک رات ہوجائے گی۔ آپ بھی وہاں چلے آئیں۔"

اس نے گاڑی موڑلی۔ نیلماں نے کہا "واپس جا رہے ہو؟ کیا ورشا کو میرے حوالے نہیں کرو گے؟"

"وہ پولیس کسٹڈی میں ہے۔ اسے وہیں ختم ہوجانے دو۔ یہ اس کا اور جلال پاشا کا معاملہ ہے۔ وہ آپس میں نمٹ لیں گے۔ ان کے ادارے میں دو گارڈز اور ہیں جن کا خاتمہ ضروری ہے۔ میں انہیں ڈسنے کے لیے تمہیں موقع دوں گا۔"

نیلماں خاموش رہی۔ وہ ڈرائیو کرتا رہا۔ جب وہ اجنتا پہنچے تو رات ہو رہی تھی۔ جلال پاشا نے آکر پورس سے کہا "ورشا تھانے میں ہمارے خلاف بیان دینے والی تھی۔ اس سے پہلے ہی میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ایک انسپکٹر کے ہولسٹر سے اچانک ہی ریوالور نکال لیا پھر اس سے پہلے کہ سپاہی اس سے

ریوالور چھینتے' اس نے خود کو گولی ماردی۔"

پورس نے کہا "اب آپ لوگوں کے قائم کیے ہوئے ادارے میں کسی کو شبہ نہیں ہوگا کہ آپ نے ورشا اور اس کے گارڈز کو ہلاک کیا ہے۔ اگر آپ اس ادارے میں سکون سے رہنا چاہتے ہیں تو مرلی دھر باندرے کو بھی ختم کرنا ہوگا۔ پھر وہاں سب ہی آپ کے اور ثنا کے تابع دار ہوں گے۔ میں بھی آپ کے کام آتا رہوں گا۔ اس طرح میری اور نیلماں کی وہاں موجودگی سے وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا مشترکہ ادارہ کہلائے گا۔"

ہنومان جی کے مندر کا وہ سامنے والا دروازہ بند ہوچکا تھا' جہاں عام ہندو آکر پوجا کیا کرتے تھے۔ اس دوران میں وقت مندر کے پچھلے دروازے کو پنڈت اور پجاری اندر سے بند رکھا کرتے تھے تاکہ روپے' سونا اور چاندی کا حساب کرکے انہیں تہ خانے میں چھپا کر رکھ سکیں۔

جلال پاشا نے ایک پجاری کے خیالات پڑھ کر پورس سے کہا "ہنومان جی کے کمرے میں ایک پنڈت اور دو پجاری ہیں۔ ایک پجاری کے خیالات بتا رہے ہیں کہ نندولال بھنڈاری ہنومان جی کا بھگت ہے۔ بھنڈاری کے تین چیلے ہیں۔ ہنومان کے بھگت اکثر کنوارے رہتے ہیں اور پہلوانی کی مشقیں کرکے ہنومان جی کی طرح بلوان (بہادر اور بے باک) بنتے ہیں۔ خود کو فولاد کی طرح سخت اور ناقابل شکست بناتے ہیں۔"

پورس نے کہا "میں جانتا ہوں کہ ہنومان جی کے اکثر بھگت پہلوانی ضرور کرتے ہیں۔ آپ نندولال بھنڈاری کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"بھنڈاری اپنے تین چیلوں کا گرو ہے اور خطرناک حد تک طاقت ور ہے۔ اس کا تعلق انڈر گراؤنڈ مافیا سے ہے۔ پندرہ برس پہلے ایک کروڑ پتی ہندو نے یہ مندر بنایا تھا۔ دو برس پہلے جب نندولال بھنڈاری کو معلوم ہوا کہ اس مندر کے تہ خانے اور... ہنومان جی کے مجسمے کے اندر سونا چاندی اور ہیرے جواہرات رکھے جاتے ہیں تو اس نے مندر تعمیر کروانے والے کروڑ پتی ہندو کے اکلوتے بیٹے کو اغوا کرلیا۔ پھر اس سے کہا' اگر وہ اسے مندر کی انتظامیہ کا سربراہ بنا کر مندر کے تمام معاملات سے دست بردار ہوجائے گا تو اس کے بیٹے کو زندہ چھوڑ دیا جائے گا۔ اس کروڑ پتی نے اپنے اکلوتے بیٹے کی سلامتی کے لیے مندر کے انتظامات اور دوسرے تمام حقوق نندولال بھنڈاری کے حوالے کردیے۔ اس نے اس کے بیٹے کو واپس تو کردیا مگر اس کروڑ پتی کو ایک حادثے میں ہلاک کرا دیا تاکہ وہ زندہ رہ کر دنیا والوں سے یہ نہ کہہ سکے کہ بھنڈاری اسے مجبور کرکے زبردستی مندر کی انتظامیہ کا سربراہ بن گیا ہے۔"

پورس نے کہا "اب سمجھ گیا۔ ان تمام پنڈتوں اور پجاریوں کو یہاں سے بھگا دیا گیا ہے' جن پر میں نے خویخی عمل کیا تھا۔ یہ جو نئے پنڈت اور پجاری آئے ہیں' یہ سب نندولال بھنڈاری کے چمچے ہیں۔"

"ہاں۔ یہاں کا سربراہ بننے کے بعد بھنڈاری نے تہ خانے میں چھپا ہوا خزانہ دیکھا تھا۔ پھر ہنومان جی کے مجسمے کو پیچھے سے کھول کر ہیرے جواہرات دیکھے تھے۔ ایسے ہی وقت ہنومان جی کی دم میں چھپائے گئی وہ تمام فارمولے برآمد ہوئے۔ نندولال بھنڈاری نے انہیں سرسری طور پر پڑھ کر اپنے چیلوں سے کہا' یہ بہترین اور غیر معمولی دواؤں کے فارمولے ہیں۔ انہیں تجربے کار ڈاکٹر بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ وہ چند تجربے کار ڈاکٹروں سے اس سلسلے میں بات کرے گا۔"

پورس نے پریشان ہو کر پوچھا "اس کا مطلب ہے کہ وہ تمام فارمولے نندولال بھنڈاری لے گیا ہے؟"

"ہاں۔ میں جن پنڈتوں اور پجاریوں کے خیالات پڑھ رہا ہوں' انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ بھنڈاری وہ فارمولے کہاں لے گیا ہے؟ اور ان سے کوئی فائدہ اٹھا رہا ہے یا نہیں؟"

"بھنڈاری اس وقت کہاں ہوگا؟"

"وہ کچھ دنوں کے لیے اٹلی گیا ہے۔ انڈر گراؤنڈ مافیا سے اس کا تعلق ہے۔ اسی سلسلے میں گیا ہوگا۔"

پورس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا "کیا مشکل ہے۔ ہم منزل تک پہنچ کر بھی منزل سے دور ہیں۔ ہمیں جلد سے جلد معلوم کرنا ہوگا کہ بھنڈاری نے وہ فارمولے کہاں رکھے ہیں۔ اگر اس نے ڈاکٹروں کو دکھایا ہوگا تو اس کے خاص ڈاکٹران فارمولوں کے مطابق دوائیں تیار کر رہے ہوں گے۔"

جلال پاشا نے کہا "ایک ہی صورت ہے۔ نندولال بھنڈاری کی کوئی تصویر حاصل کی جائے۔ پھر تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچ کر فارمولوں تک پہنچا جائے۔"

"آپ بھول رہے ہیں۔ بھنڈاری اور اس کے تمام چیلے پہلوان ہیں۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیں گے۔" پورس نے کہا۔ "البتہ بھنڈاری کے گھر والے اور رشتے دار پہلوان نہیں ہوں گے۔ ہمیں جلد سے جلد بھنڈاری

بدنام ترین مجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل
چارلس سوبھراج کی سرگزشت
میں ملاحظہ فرمائیں
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں
کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

کی تصویر حاصل کرنا چاہیے پھر اس شہر میں بہت سے لوگوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کی رہائش گاہ کہاں ہے اور وہ کب تک اٹلی سے واپس آئے گا۔"

نندو لال بھنڈاری کے بارے میں مطلوبہ معلومات حاصل کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ جلال پاشا خیال خوانی کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا لیکن پورس کی توقع کے مطابق فارمولے آسانی سے حاصل نہیں ہو رہے تھے۔ ابھی ایک نندو لال بھنڈاری رکاوٹ بنا تھا۔ آگے اور نہ جانے کتنی رکاوٹیں پیدا ہونے والی تھیں۔

○☆○

یہ طریقۂ کار شروع سے رہا ہے کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے سے چھپ کر رہتے ہیں۔ کوئی کسی کو معلوم نہیں ہونے دیتا کہ وہ کس ملک کے کس شہر میں کس علاقے میں اور کس رہائش گاہ میں قیام پذیر ہے۔

جو غلطی سے ظاہر ہو جاتا ہے یا اتفاقاً روبرو آجاتا ہے' اسے زخمی کر کے دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے اپنا معمول اور تابع دار بنا لیتا ہے۔ اب تو چند ہی خیال خوانی کرنے والے رہ گئے تھے۔ ان باقی رہنے والوں نے اپنے چہروں پر سرجری کرالی تھی۔ چہرے بدل لیے تھے۔ نام بدل لیے تھے۔ اس طرح ایک دوسرے کے سامنے سے گزرنے کے باوجود کوئی کسی کو پہچان نہیں پاتا تھا۔ الپا نے پارس سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد مختلف ممالک کے مختلف شہروں اور دیہاتوں میں رہائش اختیار کی تھی۔ پھر ایک عرصے سے ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا اسپرے نہیں کی گئی تھی۔ اس لیے وہ مطمئن ہو کر اپنے وطن اسرائیل آگئی تھی۔ یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ وہاں مستقل نہیں رہے گی۔ جلد ہی جگہ بدل دے گی اور کسی دوسرے ملک میں چلی جائے گی۔

میری ہلاکت کی تصدیق ہونے کے بعد اس نے جو سب سے بڑی کامیابی حاصل کی تھی' وہ یہ تھی کہ اس نے اپنی دانست میں پارس کو اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا تھا۔ اپنی ایک ازلی خواہش پوری کرلی تھی۔ وہ اتنی خوش تھی جیسے دنیا جہاں کا خزانہ اسے مل گیا ہو۔

اس نے اسپتال میں ڈی پارس کو اس کی کمزوری کے دوران میں اپنا تابع دار بنایا تھا۔ اس کے ساتھ ڈی ثانی اس کی بیوی کی حیثیت سے موجود تھی۔ وہ ثانی جیسی سوکن کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ لہٰذا ڈی پارس جب ذرا صحت مند اور چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو اس وقت الپا لندن پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے معمول اور تابع دار پارس نے اس کے حکم کے مطابق اپنی بیوی ثانی کو وہیں قتل

اہیب میں چھوڑ دیا اور اس کی لاعلمی میں الپا کے پاس لندن آگیا۔

الپا نے اپنی دانست میں بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی اور ڈی پارس کو اپنا تابع دار بنا کر زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی۔ اب ثانی اس ڈی کے دماغ میں جا کر معلوم کرتی رہتی کہ الپا اپنی رہائش گاہیں بدلنے کے لیے کس ملک اور کس شہر میں جاتی رہتی ہے۔ اسے یہ کبھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ایک یہودی جیمس رونالڈ کو پارس سمجھ کر اپنا تابع دار شوہر بنائے ہوئے ہے۔

ایک پہلو سے دیکھا جائے تو پارس نے الپا کے سچے پیار کی توہین کی تھی۔ اس نے پارس کے سوا کسی کو اپنے جسم کا مالک نہیں بنایا تھا۔ اب ڈی پارس یعنی ایک یہودی جیمس رونالڈ اس کے جسم کا مالک بن گیا تھا۔ الپا کی آبرو اب دوسرے کے ہاتھ میں آگئی تھی۔

لیکن ایمان کی آبرو نہ ہو تو جسم کی آبرو کیا معنی رکھتی ہے؟ ایمان کی آبرو لوٹنے کی ابتدا الپا نے کی تھی۔ ایک مسلمان باپ کی بیٹی کو یہودی بنانے کے لیے کئی طرح کی چالیں چلتی رہی تھی۔ اس مقصد کے لیے اس نے پارس سے بھی علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ لہٰذا پارس نے اس سے ہمیشہ کے لیے علیحدہ رہنے اور اپنی بیٹی کے ایمان کی آبرو رکھنے کے لیے الپا کی آبرو ایک یہودی مرد کے حوالے کردی تھی۔

پارس اور ثانی نے اپنی آواز اور لب ولہجہ ڈی پارس اور ثانی کے دماغوں میں نقش کردیا تھا۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا جب بھی رابطہ کرتا تو ان دونوں کے دماغوں میں پہنچ کر یقین کرلیتا کہ وہی ثانی اور پارس ہیں۔ اصل ثانی اور پارس ایک نئی آواز اور لب ولہجہ اختیار کر چکے تھے' جسے صرف بابا صاحب کے ادارے کے چند اہم افراد جانتے تھے۔

الپا نے مہاراج کے پاس آکر کہا "ہیلو کیا آرام فرما رہے ہو؟" مہاراج نے پوچھا "ایسے طنزیہ انداز میں کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"مہاراج! تم بڑی صلاحیتیں رکھنے کے باوجود ذہانت سے کام لینا نہیں جانتے ہو۔ تمہیں کسی سنہری موقع سے فائدہ اٹھانا نہیں آتا۔ فراد کی ہلاکت کے بعد تم بہت کچھ کر سکتے تھے لیکن کچھ نہیں کر رہے ہو۔"

"کیا تم بہت کچھ کر رہی ہو؟"

"بے شک۔ میں نے ایسا کارنامہ انجام دیا ہے کہ فراد کی ہلاکت کے بعد میں نے اس کی فیملی کو اور زیادہ توڑ دیا ہے۔ ایک سنہری موقع سے فائدہ اٹھا کر پارس کو اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا ہے۔ اب وہ تمام عمر میرا غلام شوہر اور اپنے خاندان کا دشمن بن کر رہے گا۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات (38) ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

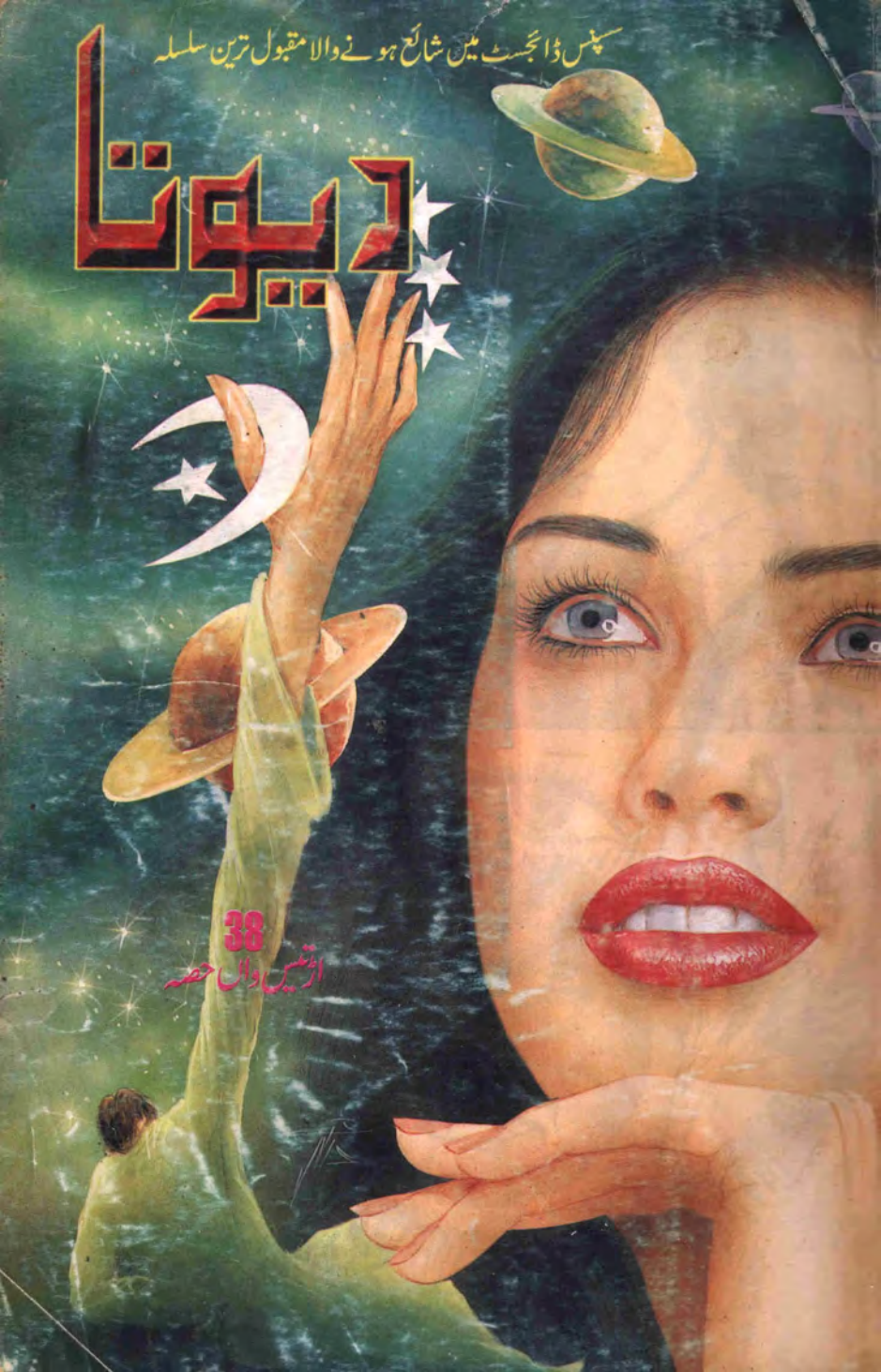

38

اڑتیسواں حصہ

"ایسی ناممکن بات کہہ رہی ہو' جسے ایک پاگل عورت ہی کہہ سکتی ہے۔ مانا کہ اب فرہاد اس دنیا میں نہیں رہا لیکن یہ سن پگلی ہو کہ اس کے بیٹے علی تیمور نے باپ کے قاتلوں سے کیسا انتقام لیا ہے؟ پارس کہیں گم ہو گا تو علی تیمور اسے تلاش کرنے کے لیے زمین آسمان ایک کردے گا۔"

"میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ فرہاد کی فیملی کے کسی بھی فرد کو اپنا دشمن بنالوں۔ میں نے اسے غلام بنالیا ہے لیکن اسے اپنی فیملی میں جانے کی آزادی دوں گی۔ وہ جسمانی طور پر آزاد رہے گا لیکن ذہنی طور پر میرا غلام رہے گا۔ اپنی فیملی کے بزرگوں سے کہے گا کہ مجھے بہو تسلیم کریں۔ اگر مجھے تسلیم نہیں کیا تو اپنے خاندان والوں سے بغاوت کرے گا۔ اپنے بھائی علی سے عداوت کرے گا۔ ذرا تماشا دیکھتے جاؤ کہ میں کیا کرتی ہوں۔"

مہاراج نے قائل ہو کر کہا "اس میں شبہ نہیں کہ تم بہت مکار ہو۔ جب پارس جیسا مکار تمہارے شکنجے میں آگیا ہے تو تم علی تیمور وغیرہ کے خلاف بھی کیسی چالیں چلو گی' یہ بھگوان ہی جانتا ہے۔ تم ہو بڑی خطرناک۔ تم کہتی ہو' میں ذہین ہوں۔ بس اتنی ہی عقل کافی ہے کہ میں تمہاری جیسی عورت سے دور رہوں۔"

"زیادہ عرصے تک دور نہیں رہ سکو گے۔ کیا یہ دانش مندی نہیں ہوگی کہ بہت ہی بے بس اور مجبور ہونے سے پہلے ہی میرے پاس آجاؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "جب تک آدمی بے بس اور مجبور نہ ہو' اسے بے بسی اور مجبوری محض سننے والے الفاظ لگتے ہیں۔ اس لیے تم مجھے ایسی باتیں نہ سناؤ۔ اب تم جاؤ۔ میں جلد ہی تمہارے پاس آکر یہ سناؤں گا کہ میں نے بھی تمہاری طرح ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔"

اس نے سانس روکی۔ وہ اس کے دماغ سے واپس آکر سوچنے لگی "یہ بالکل احمق نہیں ہے۔ ہماری طرح چالاکی سے کام لینا نہیں جانتا ہے مگر عقل رکھتا ہے اور اپنی زندگی کے تجربات سے کام لینا جانتا ہے۔ پتا نہیں یہ اپنے دعوے کے مطابق کون سا کارنامہ انجام دینے والا ہے۔"

وہ اپنی بہت سی مصروفیات کے دوران اس کوشش میں تھی کہ کسی طرح مہاراج کو ٹریپ کرے یا اس طرح کمزور بنادے کہ وہ اس کے سامنے سر نہ اٹھا سکے اور دشمنوں کا کوئی کام انجام دینے کیلئے اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی جرات نہ کرسکے۔

ٹیلی پیتھی کے حوالے سے ابھی صرف مہاراج اس کے مقابلے پر تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ جلد ہی اسے بے بس اور مجبور بنا

دے گی۔

مہاراج کے ایک آلۂ کار نے امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے فون پر کہا "سر! مہاراج آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں خوشی ہے کہ مہاراج ہم سے روابط رکھنا چاہتے ہیں۔ تم دو منٹ کے بعد فون کرو۔"

اعلیٰ افسر نے رابطہ ختم کیا پھر فون کے ذریعے ریکارڈنگ کے انچارج سے کہا "ڈیڑھ منٹ کے بعد مہاراج سے گفتگو ہوگی۔ اپنے تمام ریکارڈرز کو الرٹ کردو۔ ریکارڈنگ کے کنٹرول اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے پرائیویٹ اسپیکر سے منسلک کردو۔"

اس کے احکامات کی تعمیل ہونے لگی۔ آلۂ کار نے مقررہ وقت پر اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "میں حاضر ہوں اور مہاراج سے گفتگو کرنے کا شرف حاصل کررہا ہوں۔"

مہاراج نے کہا "میں پہلی میٹنگ میں یہ کہہ چکا ہوں کہ تمہارے تمام اہم مسائل ٹیلی پیتھی کے ذریعے حل کروں گا۔ لیکن کچھ عرصے تک محتاط رہنے کے لیے کسی اسلامی ملک کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "بے شک آپ کو محتاط رہنا چاہیے لیکن ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ آپ اسلامی ملکوں کے خلاف کام کریں اور آپ کی ٹیلی پیتھی ظاہر نہ ہو۔"

"آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے الپا کی چٹکی کو ٹھکرا دیا ہے۔ میں کسی بھی اسلامی ملک میں آپ کی طرف سے کام کروں گا تو وہ اتفاقیہ ثابت کردے گی کہ آپ لوگ رازداری سے مجھے میری ٹیلی پیتھی سمیت خرید چکے ہیں۔ آپ میری باتوں پر غور کریں۔ اگر میں کچھ عرصے تک اسلامی ممالک سے دور رہوں گا تو ہم دونوں کے لیے بہتر ہوگا۔ مثلاً ایران اور افغانستان میں مسلمانوں کے خلاف کوئی بڑی کارروائی ہوگی تو میں اس کا الزام الپا پر لگاؤں گا۔ علی تیمور اور فرہاد کی فیملی کے دوسرے افراد جانتے ہیں کہ میں فرہاد صاحب کا تابع دار تھا۔ میں اب بھی علی وغیرہ سے رابطہ کرکے اپنی خدمات پیش کرتا ہوں۔"

"تو پھر ایسی کوئی چال چلیں کہ علی وغیرہ الپا کا جینا محال کردیں۔"

"میں ایسی ایک چال چل چکا ہوں۔ الپا نے بڑی رازداری سے پارس کو ٹرپ کرنے کے بعد اسے اپنا معمول اور تابع دار بنالیا ہے۔ فرہاد کے بعد پارس جیسا اہم فرد اس فیملی میں نہیں رہا۔ الپا اس فیملی کو بڑی چالاکی سے ختم کررہی ہے۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے علی کو بتایا ہے کہ الپا اس کے بھائی پارس کو اپنا غلام بنا چکی ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "پھر تو الپا بہت بڑا کام کررہی ہے۔ فرہاد کی فیملی ٹوٹ کر، بکھر کر ختم ہوجائے گی تو ہمارا بھی فائدہ ہوگا۔ آپ نے علی تیمور کو الپا کی موجودہ دشمنی کی اطلاع دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ خود کو فرہاد کی فیملی سے برتر بنا کر بڑے ممالک کو اسرائیل سے کترنا چاہتی ہے۔ ہم الپا سے آپ کے ذریعے نمٹ سکتے ہیں مگر برسوں گزر گئے، ہم کبھی فرہاد اور اس کے بیٹوں کو خود سے کترنے نہ بنا سکے۔"

"آپ کی بات میری سمجھ میں آرہی ہے۔ الپا نے پارس کو غلام بنا کر ہم سب کے لیے بھی ایک بہتر کام کیا ہے۔ میں نے صرف الپا سے دشمنی کرنے کے لیے علی تیمور کو اپنے اعتماد میں لیا ہے۔"

"آپ نے بھی اپنے طور پر علی تیمور کو اعتماد میں لے کر اچھا کام کیا ہے۔ مقتول فرہاد کی طرح اس کے بیٹے اور دوسرے فیملی ممبرز آپ پر اعتماد کرتے رہیں گے۔"

مہاراج اپنی تعریف سن کر خوش ہوا۔ اس نے کہا "میں چالاکی میں الپا سے کم نہیں ہوں۔ فرہاد کی فیملی نے پہلے ہی اسے ہم تسلیم نہ کرکے دھتکار دیا تھا۔ اب میں ثابت کررہا ہوں کہ وہ پارس کو غلام بنا کر انتقام لے رہی ہے۔"

"واہ مہاراج! آپ واقعی الپا سے زیادہ چالاک ہیں۔ اس وقت اگر آپ افغانستان میں پہنچنے والے مسلمان دہشت گرد کو قتل کرادیں اور اس کا الزام الپا پر عائد کردیں تو علی تیمور، اس کی فیملی اور تمام اسلامی ممالک اس الزام کو درست تسلیم کرکے الپا اور اسرائیل کے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے لیکن میں اس مسلمان دہشت گرد کو کیسے قتل کروں گا؟"

"آپ اسے قتل نہیں کریں گے۔ ہمارے کرائے کے قاتل وہاں موجود ہیں۔ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے کام آئیں گے اور دنیا والوں پر یہی ظاہر کیا جائے گا کہ الپا ان کے کام آرہی ہے۔"

مہاراج نے قائل ہو کر کہا "ہاں۔ یہ زبردست سیاسی چال ہوگی۔ میں تو چاہتا ہوں کہ الپا کسی طرح ختم ہوجائے یا کمزور ہوجائے۔ پھر میں ہی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ جاؤں گا۔"

"ہم بھی صرف آپ کو ساری دنیا کا مہاراج بنانا چاہتے ہیں۔ اس سے بہتر موقع ہمیں نہیں ملے گا۔ الپا نے پارس کو غلام بنا کر فرہاد کی فیملی کے لیے مسئلہ پیدا کیا ہے۔ اس وقت افغانستان میں ہمارا مطلوبہ دہشت گرد مارا جائے گا تو اس کا الزام یقینی طور پر الپا اور اسرائیل کو دیا جائے گا۔ ہم سب ثابت کریں گے کہ اس دہشت گرد کے قتل کے پیچھے الپا کی ٹیلی پیتھی کام کررہی تھی۔"

مہاراج نے سوچا۔ بے شک الپا نے پارس کو غلام بلکہ یہودی بنا کر مسلمانوں کی غیرت کو للکارا ہے۔ ابھی لوہا گرم ہے۔ اس پر دوسرے ہتھوڑے کی چوٹ پڑے گی تو لوہا ٹوٹ جائے گا۔ فرہاد کی فیملی ختم ہوجائے گی۔ دوسری طرف الپا مصائب میں گھر جائے گی۔ علی تیمور اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

اس نے پوچھا "مجھے کیا کرنا چاہیے یہ بات میری سمجھ میں آگئی ہے کہ افغانستان میں موجود دہشت گرد جتنی جلدی مارا جائے اتنی ہی جلدی الپا کی شامت آئے گی۔ علی تیمور وغیرہ یہی سمجھیں گے کہ وہ ایک کے بعد دوسرے حملے کرتی جارہی ہے۔"

اعلیٰ افسر نے اس کی مزید تعریفیں کیں اور کہا "آپ پہلے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں جو سیاسی چالوں کو اتنی جلدی سمجھ لیتے ہیں۔ آپ نے مقتول فرہاد کے آخری دنوں میں اس کے ساتھ رہ کر اس کی ذہانت اور حاضر دماغی کو خوب سمجھ لیا ہے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ آپ الپا کو ہر معاملے میں منہ توڑ جواب دیں گے۔"

مہاراج خوشی سے پھول رہا تھا۔ اسے فرہاد علی تیمور کی طرح ذہین اور حاضر دماغ سمجھا جارہا تھا۔ اس نے کہا "افغانستان میں آپ کے کرائے کے جو قاتل ہیں، آپ مجھے ان کے دماغوں تک پہنچائیں۔ لیکن اس سے پہلے آپ کو میری وہ بات یاد ہے نا؟"

"کون سی بات؟"

"میں نے بتایا تھا کہ ہماری خفیہ گفتگو جہاں ریکارڈ ہوتی ہے وہاں کے افسران کے دماغوں میں الپا پہنچ کر تمام راز معلوم کرلیتی ہے۔"

"ہمیں اچھی طرح یاد ہے۔ ہم نے اسی دن ریکارڈنگ کے تمام اسٹاف کو بدل دیا تھا۔ اب وہاں نیا اسٹاف ہے۔ الپا ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکے گی۔"

"اب میں مطمئن ہوں۔ آپ کا کام شروع کرنے سے پہلے آپ کو ایک ضروری کام آپ سے لینا چاہتا ہوں اور وہ کام آپ کے لیے بہت آسان ہے۔"

"مہاراج! کام مشکل ہو تب بھی ہم کریں گے۔ آپ حکم دیں۔"

"میں اپنے جوان اور اکلوتے بیٹے کے لیے مکمل تحفظ چاہتا ہوں۔ اگر اس میں یوگا کی صلاحیت پیدا ہوجائے تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا۔ میں نے فی الحال اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ میں چاہتا ہوں، اسے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی جائے۔"

"یقیناً آپ کے بیٹے کو بھی ٹیلی پیتھی کا علم آنا چاہیے لیکن آپ نے دیکھا ہے کہ مشین کی کسی خرابی کی وجہ سے ہم آج تک کسی بھی امریکی کو ٹیلی پیتھی نہ سکھا سکے۔"

"آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مشین میں خرابی نہیں ہے۔ مقتول فرہاد ٹرانسفارمر مشین کے اطراف پہرا دینے والے فوجیوں کو ٹرپ کیا کرتا تھا۔ جو نوجوان اس مشین سے گزرتا تھا اس عمل کے دوران میں مشین میں خرابی پیدا کردیتا تھا۔ جس کے نتیجے میں وہ نوجوان ہوش میں آنے تک پاگل بنا ہو جاتا تھا۔ اب تو وہ اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔"

"ہاں۔ آپ کی بات سمجھ میں آرہی ہے۔ اب ہمیں پھر اپنی ٹرانسفارمر مشین کو آزمانا چاہیے۔"

"پہلے کسی جوان کو اس مشین سے گزارا جائے گا پھر میں اپنے بیٹے کو اس میں سے گزرنے دوں گا۔"

"یہی ہوگا۔ ہم پہلے آزمائش کے طور پر کسی جوان کو مشین سے گزاریں گے پھر آپ کے بیٹے میش کو یہ علم سکھائیں گے۔ آپ کسی بھی پہلی فلائٹ سے میش کو یہاں روانہ کردیں۔ وہ یہاں شاہی مہمان کے طور پر رہے گا۔"

"میں اپنے بیٹے کو روانہ کروں گا تو دنیا کی تمام معصومیات چھوڑ کر اس کے دماغ میں رہوں گا۔ آپ برا نہ مانیں، ہمارے درمیان رفتہ رفتہ اعتماد پختہ ہوگا۔ میں بیٹے کا محافظ بن کر اس کے مشین سے گزرنے تک اس کے اندر رہوں گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "مہاراج! آپ بہت دانش مند ہیں۔ آپ کا اندیشہ بھی غلط نہیں ہے۔ لوگ دوست بن کر پیٹھ میں چھرا گھونپ دیتے ہیں۔ ہم صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ آپ ہم پر بھی بھروسا نہ کریں۔ ایک فولادی قلعے کی طرح اپنے بیٹے کے اندر دن رات موجود رہیں۔ بلکہ میں ایک ایسا مشورہ دینا چاہتا ہوں، جس پر عمل کرنے سے آپ کے اندیشے بہت کم ہوجائیں گے۔"

"آپ کیا مشورہ دینا چاہتے ہیں؟"

"آپ اپنے بیٹے کے لیے چار گارڈز مقرر کریں اور ان تمام گارڈز پر خفیہ عمل کرکے اپنا تابع دار بنالیں۔ ان کے دماغوں میں یہ نقش کردیں کہ وہ ہمارے بھی کسی حکم کی تعمیل نہ کریں۔ صرف آپ کے احکامات پر عمل کریں۔ اس طرح ہمارے سیکیورٹی گارڈز آپ کے بیٹے سے دور رہ کر اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔"

مہاراج نے خوش ہو کر کہا "آپ نے میرے منہ کی بات چھین لی۔ ابھی میں یہی کہنے والا تھا۔ واقعی آپ لوگ میرے لیے مخلص ہیں۔ میں کل صبح کی فلائٹ سے اپنے بیٹے کو چار گارڈز کے ساتھ روانہ کروں گا اور بیٹے کے دماغ میں موجود رہا کروں گا۔"

ان کے درمیان یہ طے ہوگیا کہ میش دوسرے دن کی فلائٹ میں انڈیا سے روانہ ہوگا۔ تیسرے دن امریکا میں ہوگا پھر چوتھے دن اسے ٹرانسفارمر مشین والے جزیرے میں پہنچا دیا جائے گا۔

الپا اب مہاراج کی ناک میں رہنے لگی تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ مہاراج اور امریکا کس طرح کے معاملات طے کررہے ہیں۔ اور وہ لوگ مہاراج سے پہلے کون سا اہم کام کرانے والے ہیں؟

اسے معلوم تھا کہ ریکارڈنگ روم کا اسٹاف بدل دیا گیا ہے۔ اس لیے وہ کئی فوجی افسروں کے دماغوں میں جا کر معلوم کرنے کی کوششیں کرتی رہی کہ ریکارڈنگ روم کے نئے اسٹاف میں کون لوگ آئے ہوئے ہیں۔ وہاں سب ہی یوگا کے ماہر نہیں ہوسکتے تھے۔ الپا نے ایک افسر کے خیالات پڑھ کر معلوم کرلیا کہ مہاراج

کا بیٹا سلیش امریکا پہنچنے والا ہے۔ اسے جزیرے میں پہنچا کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جائے گا۔

الپا ہنسنے لگی۔ مہاراج بری طرح پھنسنے والا تھا۔ اس نے سوچ لیا کہ جب سلیش کو جزیرے میں لایا جائے گا تو وہاں کے تمام اہم فوجی افسران الپا کے احکامات کی تعمیل کریں گے۔ وہ ان سب کو اپنا تابع دار بنا چکی تھی اور آئندہ ان کے ذریعے سلیش کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر پاگل بنانے کا ارادہ کر رہی تھی۔

وہ اپنے بیڈ روم میں تھی۔ اس کے بیڈ کے پاس ڈی پارس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "تم اچانک کیوں ہنس رہی ہو؟"

اس نے بتایا کہ وہ سلیش کو مشین کے ذریعے پاگل بنا کر مہاراج کو اپنے سامنے جھکانے والی ہے۔

ڈی پارس نے اپنا سر تھام کر کہا "میری یادداشت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ مجھے یاد نہیں آ رہا ہے کہ یہ مہاراج اور سلیش کون ہیں۔"

"جب ضرورت سمجھوں گی تو یاد دلاؤں گی کہ وہ باپ بیٹے کون ہیں۔ ابھی تم اپنے مقتول باپ فرہاد اور اپنی فیملی کے تمام افراد کو یاد رکھو۔"

"وہ تو تم نے مجھے یاد کرایا تھا۔ مجھے سب یاد ہے۔"

"میں فرہاد کی فیملی اور بابا صاحب کے ادارے کی بہت سی باتیں تمہارے ذہن میں نقش کرتی رہوں گی۔ ابھی ادھر آؤ اور میرے پیروں کا مساج کرو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر آیا پھر بستر کے سرے پر بیٹھ کر الپا کے پاؤں دابنے لگا۔ وہ مسکرا کر بولی "کتنے فرماں بردار شوہر ہو۔ ہائے ٹیلی پیتھی کے شہنشاہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا اپنی بیوی کے پاؤں داب رہا ہے۔ تمہارے خاندان والے دیکھیں گے تو شرم سے ڈوب مریں گے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ اسی وقت موبائل فون کا بزر بولنے لگا۔ الپا نے اسے اٹھا کر آن کیا پھر اسے کان سے لگا کر بولی۔ "ہیلو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں الپا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے کہو میرا نام علی تیمور ہے۔"

وہ چونک کر بولی "او۔ علی! تم ہو۔ میں الپا بول رہی ہوں۔ کیا تمہیں بھائی کی یاد آ رہی ہے؟"

"مجھے پتا چلا ہے کہ تم نے پارس کو ٹریپ کیا ہے۔ اسے اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا ہے۔"

"میں جانتی ہوں' یہ آگ مہاراج نے لگائی ہوگی جبکہ میں نے تمہارے بھائی کو ٹریپ نہیں کیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں اس کی بیوی ہوں۔ ہمارے درمیان ملیٹجر کی ہوئی تھی لیکن طلاق نہیں ہوئی تھی۔ پارس کو اپنی غلطیوں کا احساس ہوا' وہ پھر میرے پاس چلا آیا۔ یقین نہ ہو تو خود اس سے پوچھ لو۔ میں اسے فون دے رہی ہوں۔"

اس نے فون بڑھاتے ہوئے کہا "پارس! یہ لو اپنے بھائی علی سے گفتگو کرو۔"

ڈی پارس نے اس سے فون لیا۔ الپا نے اسے علی سے گفتگو کرنے دی۔ لیکن اس کے دماغ پر چھائی رہی۔ ڈی اس کی مرضی کے مطابق بولنے لگا "ہیلو علی! کیسے ہو؟"

علی نے کہا "یہ مجھے پوچھنا چاہیے کہ عورت کی غلامی میں کیسے گزر رہی ہے۔"

"مجھے طعنے نہ دو۔ الپا کوئی پرائی عورت نہیں' میری بیوی ہے۔"

"ثانی بھی تمہاری بیوی ہے۔ کیا تمہیں اس کی کچھ خبر ہے؟"

"ثانی نادان بچی نہیں ہے۔ میری توجہ سے محروم ہو کر بابا صاحب کے ادارے میں پناہ حاصل کر لے گی۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ میری الپا کو نہ بابا صاحب کے ادارے میں کبھی بلایا گیا اور نہ ہی اپنے خاندان میں اسے بہو تسلیم کیا گیا جبکہ ہماری باقاعدہ شادی ہوئی تھی۔"

"زیادہ نہ بولو۔ تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں بلایا گیا ہے۔ تم جہاں بھی ہو' کل تک چلے آؤ۔"

"میرے ساتھ الپا کو اس ادارے میں آنے کی اجازت دی جائے گی تو میں آؤں گا۔"

"کیا تم جناب تیمری کی نافرمانی کرو گے؟"

"میں ان کا احترام کرتا ہوں۔ ان کو اور تم سب کو سوچنا چاہیے کہ الپا ماں بن کر اپنی بچی سے محروم ہو گئی ہے۔ جب تم لوگ ایک ماں کی ممتا اور اس کے صدمات سمجھ کر اسے قبول کرو گے تو میں آؤں گا۔"

"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جس کے دل میں کینہ اور فریب ہو' اسے بابا صاحب کے ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ وہ ہمیشہ یہودی رہنا چاہتی ہے۔ الپا بیٹی کو بھی یہودی بنانا چاہتی تھی۔ جب بیٹی نہیں مل رہی ہے تو اس نے تمہیں تخویفی عمل کے ذریعے یہودی بنا لیا ہے۔"

"کیا یہودی انسان نہیں ہوتے ہیں؟"

"بے شک انسان ہوتے ہیں لیکن ان پر کبھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ یہ آسمانی کتاب میں لکھا ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ یہودی جس کی آستین میں رہتے ہیں' اسی کو ڈستے ہیں۔"

"تم اپنی باتوں سے زہر اگلنا بند کرو ورنہ میں فون بند کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے پارس! ابھی میں پاپا کے قاتلوں سے انتقام لینے میں مصروف ہوں۔ جب یہاں سے فرصت ملے گی تو تمہیں الپا کے تخویفی عمل سے نجات دلاؤں گا اور الپا کو ایسا سبق سکھاؤں گا کہ وہ سبق اس کی پوری یہودی قوم یاد رکھے گی۔"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ الپا نے ڈی پارس سے فون لے کر کہا "ایک علی تو کیا' تمہارا پورا خاندان یہ سوچ کر انگاروں میں لوٹ رہا ہوگا کہ تم میرے غلام بن گئے ہو۔"

وہ بستر پر لیٹ گئی۔ وہ پھر اس کے پاؤں دابنے لگا۔

دوسری طرف پارس اپنا موبائل فون بند کر کے بولا "بھئی کیا کمال ہے۔ میں پارس ہوں اور فون پر پارس سے باتیں کر رہا تھا۔"

ثانی نے مسکرا کر کہا "میں اس کے دماغ میں تھی اور سمجھ رہی تھی کہ وہ ڈی اپنی مالکہ الپا کی مرضی کے مطابق باتیں کر رہا تھا۔"

"چلو بے چاری کی برسوں کی آرزو پوری ہو گئی ہے۔ مجھے غلام بنا کر فاتحانہ انداز میں زندگی گزار رہی ہے۔ دوسروں کو خوش کرنا بہت بڑی نیکی ہے اور میں نیکی کما رہا ہوں۔"

ثانی نے کہا "اے نیکی کے فرشتے! اپنی اوقات میں آ جاؤ۔"

اس نے ثانی کو اپنی آغوش میں بھر لیا۔ وہ خود کو چھڑاتے ہوئے بولی "میں نے اپنے پاس آنے کے لیے نہیں کہا ہے۔ آخر تم پورس کے بارے میں کیوں نہیں سوچ رہے ہو؟"

"میں کیا سوچوں؟ تم نے اس کی محبوبہ پر تخویفی عمل کر کے اسے دوبارہ پورس کے بنگلے میں پہنچا دیا تھا اور کہا تھا کہ اس کے دماغ میں رہ کر پورس کی مصروفیات معلوم کرتی رہو گی مگر تم مات کھا گئیں۔"

"جنگ میں ہار جیت ہوتی رہتی ہے۔ کیا تم کبھی سوچ سکتے تھے کہ کوئی اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ناصرہ کے دماغ میں سے میرے تخویفی عمل کو مٹا دے گا اور وہ پورس کے ساتھ کہیں گم ہو جائے گی۔"

ثانی اور پارس اس ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی والے سلی دھر باندرے اور اس کے قائم کیے ہوئے ادارے کو نہیں جانتے تھے۔ دوسروں کی طرح وہ دونوں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سلی دھر' ٹنا پاشا اور سید جلال الدین پاشا سے بے خبر تھے۔ انہوں نے اپنے طور پر نیلاں اور پورس کو تلاش کیا تھا۔ اگر وہ جناب تیمزی یا آمنہ کی روحانی ٹیلی پیتھی کا سہارا لیتے تو انہیں بہت کچھ معلوم ہو جاتا۔ لیکن بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں کو یہ ذہن نشین کرا دیا گیا تھا کہ جب کبھی جان پر بن آئے گی تو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد کی جائے گی ورنہ روحانیت کے علوم کے حامل دنیاوی معاملات میں نہیں پڑیں گے۔

ایسا کرنے سے یہ ہو رہا تھا کہ میں' میرے بیٹے اور بہوئیں خود انحصاری کے عادی ہو کر اپنی ذہانت اور حاضر دماغی سے کام لیتے تھے۔ اس وقت ثانی اور پارس' نیلاں کا سراغ لگانے میں ناکام رہے تھے۔ ویسے بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس مستعد تھے۔ انہوں نے دوسری صبح فون کے ذریعے پارس سے کہا "سر! میں تمام رات پورس کے بنگلے کی نگرانی کرتا رہا۔ رات دو بجے ایک جیپ اس بنگلے کے سامنے آئی تھی۔ اس میں ایک مسلح شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اسی وقت ناصرہ (نیلاں) بنگلے سے باہر آئی۔ اس کے چلنے کا انداز ایسا تھا جیسے سحر زدہ ہو کر چل رہی ہو۔"

پارس نے پوچھا "تم نے اسی وقت مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟"

"سر! میں نے فون کیا تھا لیکن آپ نے اپنا موبائل بند کر رکھا تھا۔ میں نے سوچا آپ سو رہے ہیں۔ مجھے اس جیپ کا تعاقب کرنا چاہیے۔"

"تم نے تعاقب کیا تھا؟"

"یس سر! جب ناصرہ جیپ میں بیٹھ گئی اور وہ اسٹارٹ ہو کر جانے لگی تو میں نے دور ہی دور رہ کر اس کا تعاقب کیا مگر میں کیا بتاؤں' شاید آپ یقین نہ کریں۔ وہ جیپ مجھ سے دور جاتے جاتے آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ جیسے جادو سے غائب ہو گئی ہو۔ جبکہ رات کے وقت راستہ صاف تھا۔ اسٹریٹ لیمپ کی روشنیاں تھیں۔ میں نے اپنی کھلی آنکھوں سے اسے غائب ہوتے دیکھا۔"

پارس نے کہا "جو بات سمجھ میں نہ آئے' اسے سمجھنے کے لیے ذہن کو نہ الجھاؤ۔ اپنی ڈیوٹی دوسرے کو دے کر سو جاؤ۔"

ثانی نے کہا "ہمارے جاسوس کے بیان سے ظاہر ہو رہا ہے جیسے واقعی نیلاں کو جیپ سمیت جادو سے غائب کر دیا گیا ہے۔"

پارس نے کہا "تم صرف جادو کے بارے میں کیوں سوچ رہی ہو۔ کیا آتما شکتی کے ذریعے ہمارے جاسوس کو بھٹکایا نہیں

جاسکتا؟"

"آتما شکتی؟" ثانی نے چونک کر کہا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ناصو نے ایسا کیا ہوگا؟"

"ہاں۔ ہمارا جاسوس بہت ذہین ہے۔ بے تکی رپورٹ نہیں دے گا۔ اس کی نظروں کے سامنے دور جانے والی جیپ غائب نہیں ہوئی۔ آتما شکتی کے ذریعے جاسوس کی نظروں کے سامنے پردہ ڈالا گیا ہوگا اور ایسا نیلاں ہی کر سکتی ہے۔"

ثانی نے تائید میں سر ہلا کر کہا "نیلاں نے آتما شکتی سے معلوم کیا ہوگا کہ ناصو ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ زہر کے اثر سے اس صلاحیت کو بھولی ہوئی ہے۔ اب شاید نیلاں اسے لے جا کر آتما شکتی کے ذریعے اس کا علاج کر سکے۔"

"پھر یہ کہ نیلاں اور پورس ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ اس لیے بھی نیلاں ناصو کو اس سے چھین کر لے گئی ہے۔"

ثانی اور پارس اپنے اپنے طور پر نیلاں اور پورس کے متعلق سوچ رہے تھے اور حقیقت سے دور بھٹک رہے تھے۔ دن کے گیارہ بجے دوسرے جاسوس نے فون پر کہا "سر! پچھلی رات میرے ساتھی جاسوس نے جس جیپ کا ذکر کیا تھا' اسے میں ابھی ہائی وے پر دیکھ رہا ہوں۔"

پارس نے پوچھا "تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ وہی جیپ ہے؟"

"سر! میرے ساتھی جاسوس نے پچھلی رات اس جیپ کی نمبر پلیٹ پڑھی تھی اور مجھے وہ نمبر بتائے تھے۔ اس کے مطابق یہ وہی جیپ ہے۔ میں اس کے پیچھے جا رہا ہوں۔ کیا میں تعاقب جاری رکھوں؟"

"ہاں۔ اس کا تعاقب کرو۔ ہم آ رہے ہیں۔"

ثانی اور پارس رات کو سونے سے پہلے تک ایسے لباس میں تیار رہتے تھے کہ فوراً کہیں جانا ہو تو باہر جانے کی تیاری میں دیر نہ لگے۔ انہوں نے جوتے پہنے۔ موبائل فون اور کار کی چابی لی پھر وہاں سے چل پڑے۔

جب وہ وہاں سے چلے تو اس جیپ اور جاسوس سے تقریباً اسی کلو میٹر دور تھے۔ پارس تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے فاصلہ کم کرنے کی کوشش کرتا رہا پھر حالات نے ساتھ دیا۔ ہائی وے پر جہاں راستے کی مرمت ہو رہی تھی وہاں گاڑیاں آکر ایک قطار میں رک گئی تھیں۔ ٹریفک کے لیے ایک تنگ راستہ تھا۔ ہر دس بارہ منٹ کے بعد ایک طرف کی گاڑیوں کو گزرنے کا سگنل دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد انہیں روک کر دوسری طرف کی گاڑیوں کو گزرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔

اس طریقہ کار کے باعث گاڑیوں کو آدھے گھنٹے تک اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ جاسوس وہاں گاڑیوں کی قطار میں پہنچا ہوا تھا۔ ثانی اور پارس بھی قریب سے قریب تر ہوتے ہوئے اسی جگہ پہنچ رہے تھے۔ اسی وقت نیلاں اپنی کار سے نکل کر ٹریفک پولیس والے کے پاس ناراض ہو کر پوچھ رہی تھی کہ ادھر والی گاڑیوں کو گزرنے کا موقع کب ملے گا؟

پولیس مین کہہ رہا تھا کہ ابھی گزرنے کا سگنل ملے گا۔ وہ اپنی گاڑی میں جا کر بیٹھے۔ جب وہ پلٹ کر جانے لگی تو اس نے جیپ کی پچھلی سیٹ پر سونے والی درشا کو دیکھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ پارس کا جاسوس اپنی کار کی کھڑکی سے جھانک کر اسے دیکھ رہا ہے۔

اس نے فون کے ذریعے پارس سے کہا "سر! ہمارا اتنا لمبا سفر رائگاں نہیں جا رہا ہے۔ اس جیپ کے پیچھے دو گاڑیاں ہیں۔ ان دو گاڑیوں کے پیچھے ایک کار میں ناصو (نیلاں) ہے۔ میں نے ٹیلے کے انداز میں ادھر جا کر دیکھا ہے۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی اور پچھلی سیٹ پر پورس لیٹا ہوا ہے۔ دونوں اسی میک اپ میں ہیں جس میں ہم انہیں پچھلے روز دیکھ چکے ہیں۔"

پارس نے کہا "تم اپنی کار میں چلے آؤ اور اب جیپ کو چھوڑ کر ناصو اور پارس کی کار کا تعاقب کرو۔ ہم بھی اس رکی ہوئی ٹریفک کی قطار میں آگئے ہیں مگر ذرا دور ہیں۔ راستہ صاف ہوگا تو قریب آجائیں گے۔"

راستہ صاف ہونے کے بعد وہ تمام گاڑیاں آگے بڑھنے لگیں۔ ٹوٹا ہوا مرمت کیا جانے والا راستہ پیچھے رہ گیا۔ کئی کلو میٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جاسوس نے فون پر کہا "سر! اگر آپ قریب آرہے ہیں تو دیکھ سکتے ہیں۔ جیپ دوسرے راستے پر جا رہی ہے اور ناصو اجنتا کے راستے پر مڑ گئی ہے۔"

"ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ تم جیپ کے پیچھے جاؤ۔ میں ناصو اور پارس کے پیچھے جا رہا ہوں۔"

ایسی جدوجہد کے نتیجے میں ثانی اور پارس ہنومان جی کے مندر سے دور رک گئے۔ کیونکہ مندر کے سامنے پورس کی گاڑی رکی ہوئی تھی۔ وہ ناصو کے ساتھ کار سے نکل کر مندر گئے۔ وہاں پوجا کرنے والوں کی خاصی بھیڑ تھی۔ ثانی اور پارس نے اس بھیڑ میں رہ کر انہیں دیکھا لیکن وہ دونوں یہ نہیں جانتے تھے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جلال پاشا' پورس کے اندر رہ کر پنڈتوں اور پجاریوں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ دونوں یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ پورس اس مندر سے بہت ہی غیر معمولی دو اوس کے فارمولے حاصل کرنے آیا ہے۔

ابھی وہ دونوں صرف پورس کی مصروفیات کو سمجھنے کی کوششیں کر رہے تھے اور یہ ابھی طرح جانتے تھے کہ پورس اتنا لمبا سفر کر کے اپنا وقت ضائع نہیں کر رہا ہے۔ ضرور کسی اہم اور لمبے چکر میں ہے۔

ثانی نے پارس سے کہا "یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ پورس ہنومان کی مورتی کے سامنے گیا۔ وہاں پنڈت اور پجاری سے باتیں کیں پھر واپس جا رہا ہے۔"

پارس نے کہا "ہاں۔ پورس پوجا پاٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہے۔ اس نے رسمی طور پر ہاتھ جوڑ کر ہنومان جی کے سامنے سر جھکایا تھا۔ پنڈت اور پجاری سے مختصر سی گفتگو کی تھی اور واپس جا رہا ہے۔"

ثانی نے کہا "اس مندر سے پورس کی اتنی خاص دلچسپی ہے کہ اس نے اس جیپ کا پیچھا نہیں کیا جو پچھلی رات ناصو کو لے کر گئی تھی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس مندر میں آکر واپس کیوں جا رہا ہے؟"

پارس نے کہا "فوراً اپنی کار کی طرف چلو۔ وہ اپنی کار میں جا رہا ہے۔ اس کا تعاقب کر کے معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا کرتا پھر رہا ہے۔"

"پارس! تم اس کا تعاقب کرو۔ میں تم سے دماغی رابطہ رکھوں گی۔ مجھے یہ مندر کھٹک رہا ہے۔"

پارس دوڑتا ہوا اپنی کار کی طرف چلا گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے ناصو اور پورس کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ ثانی جینز اور شرٹ پہنے ہوئے تھی جبکہ وہاں کی عورتیں مقامی لباس میں تھیں۔ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ کئی لوگ اسے ایک غیر ملکی عورت سمجھ کر نظرانداز کر رہے تھے۔

وہ باہر جوتے اتار کر اندر آئی۔ مندر کے وسیع و عریض حصے سے گزرتی ہوئی اس بڑے کمرے کے دروازے کے سامنے آئی' جہاں ہنومان جی کی بڑی سی مورتی تھی۔ ہندو عورتیں اور مرد پوجا کی مختصر سی رسم ادا کرتے ہوئے کچھ رقم یا سونے چاندی کی کوئی چیز چڑھاوے کے طور پر دے کر جا رہے تھے۔

ثانی نے دو ہزار ڈالر نکال کر ایک پجاری سے انگریزی میں پوچھا "میں ہندو نہیں ہوں مگر کیا یہ رقم دے سکتی ہوں؟"

پجاری نے پنڈت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "پنڈت مہاراج! یہ انگریزی میں بول رہی ہے۔ آپ تو مہانی ہیں۔ اس سے باتیں کریں۔"

پنڈت نے ثانی کے پاس آکر انگریزی میں پوچھا "تم پجاری سے کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں ہندو نہیں ہوں مگر یہ دو ہزار ڈالر دینا چاہتی ہوں۔ کیا آپ کے یہ دیوتا اسے قبول کریں گے؟"

پنڈت نے اس سے دو ہزار ڈالر کے نوٹ لے کر کہا "دولت کا کوئی دھرم نہیں ہوتا۔ بھگوان تمہارا کلیان کریں گے۔"

ثانی وہاں سے پلٹ کر مندر کے ایک حصے میں ایک ستون کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ وہ ہندی زبان بھی بڑی حد تک سمجھتی اور بولتی تھی۔ پنڈت انگریزی نہ بولتا تب بھی وہ پجاری کے خیالات پڑھ سکتی تھی۔

وہ پنڈت کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا جہاں ہنومان کا مجسمہ ہے اس کے نیچے ایک تہ خانہ ہے۔ وہاں چڑھاوے کے طور پر آنے والا سونا چاندی اور ہیرے جواہرات جمع کیے جاتے ہیں۔ ہنومان کے بڑے سے مجسمے کے اندر بھی بیش قیمت ہیرے جواہرات ہیں۔

ثانی کا ذہن کہہ رہا تھا کہ پورس صرف ہیرے جواہرات حاصل کرنے نہیں آئے گا۔ جب وہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا تو اس نے یہ معلومات حاصل کی ہوں گی کہ دنیا کے کتنے ملکوں کے کتنے علاقوں میں خفیہ خزانے ہیں۔

وہ ستون کے پاس سے چلتی ہوئی مندر کی سیڑھی پر آکر بیٹھ گئی۔ پنڈت کے اندر پہنچ کر اس کے دماغ کو کریدنے لگی۔ پتا چلا کہ اس سے پہلے دو سرے پنڈت اور پجاری تھے۔ اس مندر کو ایک کروڑ پتی ہندو نے تعمیر کرایا تھا۔ نندو لال بھنڈاری اس علاقے میں اتنا خطرناک شخص ہے کہ پولیس والے بھی اسے سلام کرتے ہیں۔ اس کے تیس پہلوان چیلے ہیں۔ بعض اوقات وہاں غیر ملکی آتے ہیں اور اس کے مہمان بن کر رہتے ہیں۔ جب بھنڈاری کو معلوم ہوا کہ ہنومان جی کے مندر میں بے حساب دولت ہے تو اس نے مندر تعمیر کرانے والے کروڑ پتی کے اکلوتے بیٹے کو اغوا کرا لیا اور اس کی واپسی کی شرط رکھی کہ نندو لال بھنڈاری کو اس مندر کی انتظامیہ کا خود مختار سربراہ بنایا جائے۔ اس طرح وہ تحریری معاہدے کے مطابق اس مندر کی دولت کا مالک بن گیا۔ اس کروڑ پتی کے بیٹے کو آزاد کر دیا لیکن جب وہ کروڑ پتی مندر کے سلسلے میں اوپر تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا تو اسے ایک حادثے میں ہلاک کر دیا۔

ثانی سوچنے لگی کہ نندو لال بھنڈاری پہلوان بھی ہے۔ خطرناک بھی ہے۔ تیس پہلوانوں کی فوج بھی رکھتا ہے۔ اس علاقے کے پولیس والے اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں اور غیر ملکی افراد اس کے مہمان بن کر رہتے ہیں۔ کیا اس خطرناک بھنڈاری سے پورس کا کوئی جھگڑا چل رہا ہے؟ کیا وہ اتنی دور بھنڈاری سے ٹکرانے آیا ہے؟

ثانی کے ذہن نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ پورس تو بھنڈاری جیسے خطرناک مجرموں کو اپنے پاس آکر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ پھر بھلا اتنی دور خود کیوں آئے گا؟ پچھلی رات کوئی ناصو کو جیپ میں لے گیا تھا۔ اسے چاہیے تھا کہ وہ جیپ والے کا گریبان پکڑتا۔ اس کا تعاقب کرتا لیکن وہ جیپ والوں کو چھوڑ کر ہنومان مندر میں آکر واپس گیا تھا۔

ثانی نے پارس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں کچھ معلومات حاصل کر رہی ہوں۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ پورس اتنی لمبی دوڑ کیوں لگا رہا ہے؟"

پارس نے کہا "اب میں تمہیں ایک حیران کرنے والی بات بتاتا ہوں۔ وہ جیپ ایک ہنومان مندر سے کچھ فاصلے پر رکی تھی' اس میں ایک جوان عورت دو مسلح گارڈز کے ساتھ تھی۔ جب وہ جیپ سے باہر آئی تو اچانک چیخیں مارتی ہوئی زمین پر گر کر تڑپنے لگی۔

صاف پتا چل رہا تھا کہ کسی نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا ہے۔ بعد میں تصدیق ہوگئی۔ جب وہ دونوں مسلح گارڈز اس عورت کو سنبھالنے لگے تو اس نے ایک گارڈ سے گن لے کر اپنے دونوں گارڈز کو گولیاں ماردیں۔ اس وقت تک پولیس والے آگئے تھے۔ اس عورت نے خود کو پولیس کے حوالے کردیا۔"

ثانی نے پوچھا "ناصرہ اور پورس وہاں تھے؟"

"ہاں۔ اس جیپ سے دور تھے اور میں بھی ان سے دور تھا۔ اب وہ ناصرہ کے ساتھ واپس جارہا ہے اور میں پھر اس کا تعاقب کررہا ہوں۔"

ثانی نے کہا "میں نے پچھلے دن ناصرہ پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ ایسے میں کوئی آتما شکتی جاننے والا ہی اس کے اندر آسکتا تھا۔ ناصرہ کے اندر میرے تنویمی عمل کو مٹا دیا گیا اور اس کے دماغ کو لاک کردیا گیا۔ میں بھی اس کے اندر نہیں جاسکتی۔ ہم دونوں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ نیلاں ہی ناصرہ کو ہم سے چھین کرلے گئی ہے۔"

پارس نے کہا "اب ہمیں اپنی رائے بدلنی ہوگی۔ پورس اتنی آسانی سے ناصرہ کو نیلاں سے چھین کر نہیں لاسکتا تھا۔ اگر لاتا تو جیپ کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک نہ آتا۔ اگر وہ نیلاں تھی تو اس نے اس جیپ والی کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیوں کیا۔ اس کے دونوں گارڈز کو ہلاک کیوں کیا؟ میرا ذہن کہتا ہے کہ پورس کے ساتھ کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی ہے۔"

ثانی نے کہا "اور وہ ہستی ناصرہ ہوسکتی ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ناصرہ کو اپنی پچھلی زندگی کے ساتھ ٹیلی پیتھی کا علم بھی یاد آگیا ہو۔"

"تمہاری بات درست ہوسکتی ہے لیکن اب دو باتیں سمجھنے کے لیے رہ گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ پورس اس جیپ کا تعاقب کیوں کررہا تھا؟ دوسری بات یہ کہ وہ ناصرہ کے ساتھ پھر اجنتا کی طرف جارہا ہے۔ وہاں سے صرف دو کلو میٹر کا فاصلہ ہے اور اب میں دیکھ رہا ہوں کہ اس بارہ دری ہنومان جی کے مندر کے پچھلے حصے میں آکر اپنی کار روک کر مندر کے پچھلے دروازے کو دیکھ رہا ہے۔"

ثانی نے کہا "اندھیرا ہوچکا ہے۔ مندر کے سامنے والا دروازہ بند ہوگیا ہے۔ پوجا کرنے والے جاچکے ہیں۔ میں مندر کی سیڑھی پر بیٹھی ہوئی ہوں۔ اب یہاں سے اٹھ کر مندر کے پیچھے آؤں گی لیکن ایک بار پھر پنڈت کے خیالات پڑھنا چاہتی ہوں۔"

وہ پنڈت کے اندر پہنچی تو اسے محسوس ہوا کہ اس کے دماغ میں کوئی اور بھی موجود ہے۔ دراصل اس وقت جلال پاشا ان غیر معمولی دواؤں کے فارمولوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے پنڈت کی سوچ میں کئی طرح کے سوالوں کے جواب حاصل کررہا تھا۔ پنڈت کے خیالات اسے بھی نندو لال بھنڈاری کے بارے میں بتا رہے تھے پھر یہ اصل بات بتائی کہ بھنڈاری نے جب ہنومان جی کی مورتی کے اندر سے ہیرے جواہرات نکالے تو ہنومان کی دُم سے بہت سے کاغذات برآمد ہوئے تھے۔ وہ کچھ دواؤں کے فارمولے تھے، جنہیں نندو لال بھنڈاری نے یہ کہہ کر اپنے پاس رکھ لیا تھا کہ کبھی فرصت سے کسی تجربے کار ڈاکٹر سے ان فارمولوں کی اہمیت معلوم کرے گا۔ یہ بات موٹی عقل سے بھی سمجھی جاسکتی تھی کہ جو فارمولے اتنی رازداری سے چھپا کر رکھے گئے ہیں وہ یقیناً اہم اور غیر معمولی ہوں گے۔

پنڈت کے خیالات جلال پاشا کو بتا رہے تھے کہ نندو لال بھنڈاری کچھ دنوں کے لیے اٹلی گیا ہے اور اس کا تعلق انڈر گراؤنڈ مافیا سے ہے۔ اس پنڈت کو ان کاغذات کے بارے میں اور کچھ معلوم نہیں تھا اور اب وہ پنڈت پریشان ہو کر سوچ رہا تھا "میں چڑھاوے کا حساب کرتے کرتے کیوں خواہ مخواہ ان کاغذات کے متعلق سوچنے لگا ہوں۔ مجھے ان کاغذات اور بھنڈاری صاحب کے ذاتی معاملات سے کیا لینا ہے۔"

ثانی مندر کی سیڑھیوں سے اٹھ کر پارس کی طرف جاتے ہوئے بولی "پورس کی مصروفیت اور اس مندر سے دلچسپی کی وجہ معلوم ہوگئی ہے۔ اس نے غیر معمولی دواؤں کے فارمولے ہنومان جی کی دُم میں چھپا کر رکھے تھے۔ اب وہ فارمولے نندو لال بھنڈاری کی تحویل میں ہیں۔"

وہ پارس کو بھنڈاری کے بارے میں بتانے لگی۔ اسی دوران میں اس کے پاس آکر کار میں بیٹھ گئی۔ پارس نے کہا "بھنڈاری کچھ دنوں کے لیے اٹلی گیا ہے لیکن وہ اپنے ساتھ فارمولے لے کر نہیں گیا ہوگا۔ ایسی اہم چیزیں اپنی خفیہ پناہ گاہ کے خفیہ سیف میں رکھی جاتی ہیں۔"

ثانی نے کہا "پورس ان کاغذات تک پہنچ جائے گا کیونکہ اس کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ مجھے بھی نندو لال بھنڈاری کی کوئی تصویر مل جائے تو میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتی ہوں۔"

"تم بھول رہی ہو۔ بھنڈاری ہنومان کا بھگت ہے۔ پہلوان ہے، یقیناً پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے وہ کر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گا تو یہ نہیں سمجھ پائے گا کہ ہم ہندوستان سے خیال خوانی کررہے ہیں۔ ویسے پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ بھنڈاری کی خاص رہائش گاہ یہاں ہے یا کسی دوسرے شہر میں ہے۔ اس کے بیوی بچے اور رشتے دار کہاں رہتے ہیں۔ انڈر گراؤنڈ سے تعلق رکھنے والوں کی داشتائیں بھی ہوتی ہیں۔ ہمیں کسی نہ کسی کے ذریعے بھنڈاری کے دماغ میں پہنچنے کی جگہ مل جائے گی۔"

"اور ایسی ہی کوششیں پورس بھی کرے گا۔"

"یہ میں سمجھتی ہوں لیکن ہمیں یہ بھی معلوم کرنا ہوگا کہ ناصرہ کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت واپس آگئی ہے یا پورس کے ساتھ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے؟"

"مہاراج ہوسکتا ہے۔ الپا یا نیلاں ہوسکتی ہے۔ نیلاں اور پورس کی دشمنی ختم ہوسکتی ہے۔ ان کے درمیان کوئی سمجھوتا ہوسکتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ ٹیلی پیتھی والا معاملہ الجھا ہوا ہے۔"

ان کے سامنے کچھ فاصلے پر ناصرہ اور پورس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ثانی اور پارس سوچ رہے تھے، دو اہم باتیں معلوم کرنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ فارمولے کہاں ہیں اور پورس کس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سہارا لے رہا ہے؟

پارس اور پورس، دونوں میں پھر زبردست ٹکر ہونے والی تھی۔

○☆○

افغانستان کی سرحدی چوکی کے قریب ایک کھلے میدان میں دو ہیلی کاپٹر کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے قریب ہی میں دوسرے مزدوروں کے ساتھ ایک قطار میں کھڑا ہوا تھا۔ وہاں چین سے آیا ہوا کرائے کا ایک قاتل پوشی وان اپنے دو شاگردوں کے ساتھ موجود تھا۔ میں اس کے متعلق بتا چکا ہوں کہ وہ کنگ فو کا خطرناک فائٹر تھا۔ اس کے ریکارڈ میں یہ درج تھا کہ وہ اپنے کسی بھی مقابل کو کبھی کسی ہتھیار سے نہیں بلکہ خالی ہاتھوں سے ہلاک کرتا تھا۔

وہ مجھے قتل کرنے آیا تھا لیکن وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ سومنا اور کارل نے مجھے ہلاک کرکے پہاڑ کی بلندی سے ہزاروں فٹ کی گہرائی میں پھینک دیا ہے۔ اس کے بعد میری موت کی تصدیق کرنے کے لیے مختلف ذرائع اختیار کیے گئے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی یقین دلایا گیا کہ میرا دماغ مردہ ہوچکا ہے۔ سرچنگ ٹیم دوبارہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہزاروں فٹ کی گہرائی میں گئی تھی۔ وہاں انہیں ٹوٹی پھوٹی ہڈیاں ملی تھیں۔ لباس کے چیتھڑے پائے گئے تھے لیکن ایسی کوئی چیز ہاتھ نہیں آئی تھی، جس سے یہ ثابت ہوتا کہ وہ میری لاش ہے۔

پوشی وان چینی زبان بولتا تھا۔ انگریزی نہیں جانتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک ترجمان رکھا گیا تھا، جو دوسروں کی باتیں پوشی وان کو چینی زبان میں سمجھاتا تھا اور پوشی وان کی باتوں کا ترجمہ ہمیں سنایا کرتا تھا۔ پوشی وان نے کہا تھا کہ فرہاد کی موت کی تصدیق ہوچکی ہے لیکن جہاں لاش کی ہڈیاں پائی گئی ہیں، وہاں کسی ٹھوس چیز کا ملنا بھی ضروری ہے۔ فرہاد کی انگلی میں انگوٹھی یا کلائی میں گھڑی بندھی ہوگی۔ پیروں کے جوتے بھی نہیں ملے۔ ان کے علاوہ بھی ایسی کوئی چیز مل سکتی ہے، جو فرہاد سے تعلق رکھتی تھی۔ پوشی وان نے کہا "آخری بار تصدیق کے لیے میں ہیلی کاپٹر لے کر جاؤں گا۔ میرے ساتھ میرے شاگرد بھی نہیں ہوں گے اور نہ ہی میرا کوئی ترجمان ہوگا۔ صرف ایک مزدور میرے ساتھ جائے گا اور وہ مزدور یہ ہے۔"

اس نے ایک انگلی سے میری طرف اشارہ کیا۔ مجھے یکبارگی ایسا لگا جیسے موت نے میری طرف انگلی اٹھائی ہو۔

وہ میرے ساتھ تنہا ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہزاروں فٹ کی گہرائی میں جانے کا فیصلہ سنا چکا تھا۔ اور موت ہے کہ ہمیشہ تنہا ہمارے ساتھ چلتی ہے۔

سرچنگ ٹیم کے افسران نے کہا کہ پہاڑوں کے درمیان پرواز خطرناک ہوگی۔ کم از کم ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو ساتھ لے جائیں مگر پوشی وان نے کہا "میں ہیلی کاپٹر اڑانا اور ایک مکینک کی طرح اسے ہینڈل کرنا بھی جانتا ہوں۔"

وہ سپر پاور امریکا اور خفیہ ایجنسی کے سربراہ رابرٹو کی طرف سے بھیجا ہوا ایک اہم شخص تھا۔ اس کے فیصلے سے کوئی انکار نہیں کرسکتا تھا۔ میں اس کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں آکر بیٹھ گیا۔ اس نے انجن کو اسٹارٹ کیا۔ پنکھا تیزی سے گردش کرنے لگا اور ہیلی کاپٹر آہستہ آہستہ بلند ہوکر پرواز کرتا ہوا اس سرحدی چوکی سے دور ہوتا چلا گیا۔

مجھے وہ جگہ معلوم تھی، جہاں قبیلے کے سردار کو فرہاد علی تیمور سمجھ کر ہلاک کیا گیا تھا۔ پھر اس سردار کو پہاڑی کے نیچے پھینک دیا گیا تھا۔ جب ہیلی کاپٹر وہاں سے گزرنے لگا تو میں نے سوچا، وہ ہیلی کاپٹر کو گرائی میں اتارے گا لیکن وہ پہاڑیوں پر سے پرواز کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ میں کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ کئی بلند پہاڑیاں تھیں، جن کے درمیان گہری پستی تھی۔ ہیلی کاپٹر کی مسلسل پرواز سے اندازہ ہو رہا تھا کہ پوشی وان گہری پستیوں میں جانا نہیں چاہتا یا پھر بھٹک رہا ہے۔ وہ اس جگہ کی تلاش میں ہے، جہاں مجھے ہلاک کرکے نیچے گرایا گیا تھا۔

اس نے میری طرف دیکھ کر اپنی زبان میں کہا "میں کسی سے پوچھنا ہی بھول گیا کہ فرہاد کو ہلاک کرکے کس پہاڑی سے نیچے گرایا گیا تھا۔ تم وہ جگہ تو جانتے ہی ہوگے؟"

میں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اس کی زبان نہیں سمجھ رہا ہوں۔ وہ مسکرا کر بولا "اچھا اچھا سمجھ گیا۔ تم میری زبان نہیں سمجھ رہے ہو۔ کوئی بات نہیں۔ اب تم کچھ بولو۔ میں بھی نہیں سمجھوں گا۔"

میں نادان تو نہیں تھا۔ اس کے اس انداز سے سمجھ چکا تھا کہ وہ مجھے کھلونا بنا کر کھیلنے کے لیے تنہا آیا ہے۔ یہ اس کی دلیری اور خود اعتمادی کا ثبوت تھا کہ وہ میرے ساتھ تنہا آیا تھا۔

پھر وہ ہیلی کاپٹر دو پہاڑیوں کے درمیان ہزاروں فٹ کی گہرائی میں اترنے لگا۔ نیچے چھوٹے بڑے پہاڑی ٹیلے بھی تھے اور ایک اتنی وسیع و عریض جگہ تھی جہاں اس نے ہیلی کاپٹر کو آسانی سے اتار لیا۔ انجن بند کرکے اس کی چابی لے کر نیچے اترنے لگا۔ میں بھی اپنی طرف کے سلائیڈنگ دروازے کو کھول کر نیچے اتر آیا۔ وہ دوسری طرف آکر ہیلی کاپٹر کی چابی دکھا کر بولا "اسے میں اندر کی جیب میں رکھ رہا ہوں۔ تم اس چابی کو جیب سے نکال کر اس ہیلی

کاپڑ کو لے جاؤ۔ اگر چابی نہ نکال سکے تو میں یہ بیلی کاپٹر لے جاؤں گا اور سرچنگ ٹیم کو خوش خبری سنادوں گا کہ وہ دوسرے بیلی کاپٹر میں یہاں آکر فرہاد علی تیمور کی لاش لے جاسکتے ہیں۔"

اس نے یہ کہہ کر اپنے لباس کی اندرونی جیب میں اس چابی کو رکھ لیا۔ میں نے بڑی معصومیت سے افغانی زبان میں کہا "بڑی مشکل ہے۔ اس کی زبان میں نہیں سمجھتا ہوں اور یہ میری زبان نہیں سمجھے گا۔ میں کس سے پوچھوں کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

میری بڑبڑاہٹ ختم ہوتے ہی اس نے فضا میں چھلانگ لگائی۔ میرا تجربہ مجھے سمجھا دیتا ہے۔ میں مقابل کی ابتدائی جنبش سے سمجھ لیتا ہوں کہ وہ کس طرح حملہ کرنے والا ہے۔ اس وقت میں انجان بن گیا۔ اس نے فضا میں چھلانگ لگاتے ہی میرے منہ پر ایک کک ماری۔ میرا منہ گھوم گیا۔ میں پلٹ کر ناہموار چٹریلی زمین پر گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنی ناک اور باچھوں سے رستے ہوئے لہو کی حرارت محسوس کی۔ پھر میں نے یوں ظاہر کیا جیسے مار کھا کر کمزوری اور خوف محسوس کررہا ہوں۔

میں نے اٹھتے ہوئے سہم کر پوچھا "صاحب! آپ نے مجھے کیوں مارا ہے؟ میرا قصور کیا ہے؟"

اس بار وہ انگریزی زبان میں بولا "میں کئی زبانیں جانتا ہوں۔ تم بھی مقامی زبان بولنے سے باز آؤ اور انگریزی میں باتیں کرو۔"

میں نے پھر افغانی زبان میں پوچھا "تم کیا بول رہے ہو؟ آخر کیا چاہتے ہو۔ مجھ غریب کو مار کر تمہیں کیا ملے گا؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ کئی پینترے بدلے پھر چشم زدن میں قریب آتے ہی یکے بعد دیگرے کراٹے کے دو ہاتھ مارے۔ میں مار کھا کر پیچھے ایک چٹان سے ٹکرا کر گرا رہ گیا۔ وہ پھر حملہ کرنے کے لیے پینترا بدل کر بولا "یہ ہاں کے لوگ پلاسٹک سرجری کی وجہ سے تمہیں نہیں پہچان سکیں گے لیکن تمہاری لاش یہاں سے جائے گی تو تمہاری کیلی کے ممبرز اور بابا صاحب کے ادارے کے لوگ تمہیں ضرور پہچانیں گے۔ اس بار پانچ چالیس دنوں تک سوگ منائیں گے۔"

وہ اس بار اچانک زمین پر لیٹ کر چک پھیری کی طرح گھومتا ہوا آیا۔ پھر مجھے ایسا لگا جیسے میرے پیروں پر لوہے کی سلاخیں پڑی ہوں۔ میں تکلیف سے کراہتا ہوا اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ وہ میری ٹانگ پر ٹانگ مارتے ہوئے چک پھیری کی طرح گھومتے ہوئے دور چلا گیا تھا۔ میرے پیروں کی ہڈیاں دُکھنے لگی تھیں۔ اس کے زبردست فائٹر ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ وہ مختلف انداز میں حملے کررہا تھا اور میں مار کھاتے ہوئے تکالیف برداشت کرتے ہوئے اس کے حملوں کے انداز کو سمجھتا جارہا تھا۔

اس نے پھر مقابلے پر آکر کہا "فرہاد! تم بری طرح پھنس گئے ہو۔ آج تک کوئی شکار مجھ سے بچ کر زندہ نہیں گیا۔ اگر میں فرض کروں کہ تم مجھے مار ڈالو گے تو تم تنہا واپس جاکر دنیا والوں سے کیا کہو گے کہ مجھے کیوں ہلاک کیا؟ ایک مزدور نے مجھ جیسے ناقابل شکست فائٹر کو بڑی مہارت سے کیسے مار ڈالا؟ اگر تم کسی کا سامنا نہیں کرو گے۔ بیلی کاپٹر لے کر دوسری طرف کہیں چلے جاؤ گے تو میری لاش اٹھانے والے تمہارے فرار ہونے پر ضرور یہ رائے قائم کریں گے کہ مجھ جیسے کنگ فو کے ماہر کو فرہاد جیسا مخلص ہی مار سکتا ہے۔ اس کے بعد تمہاری جھوٹی موت کا ڈراما ختم ہوجائے گا۔"

میں اس کی باتیں سن رہا تھا اور اس کی طرف سے محتاط تھا۔ اس نے پھر پہلے کی طرح فضا میں چھلانگ لگائی لیکن اس بار میرے منہ پر کک نہ مار سکا۔ میں ذرا جھک کر اس کی ٹانگ کو پکڑ کر ایک وائرے کی صورت میں گھما پھرا سے ایک چٹان پر ایسے دے مارا جیسے دھوبی کپڑے کو بھگو کر پتھر پر مارتا ہے۔

وہ چٹان سے ٹکرا کر نیچے ناہموار زمین پر لڑھکتا ہوا ایک جگہ پہنچ کر رک گیا۔ اس کے حلق سے کراہیں نکل رہی تھیں۔ اس کے جسم کے علاوہ اس کا چہرہ بھی چٹان سے ٹکرایا تھا جس کے نتیجے میں پورا چہرہ لہولہان ہوگیا تھا۔ اس نے زمین پر لیٹے ہی لیٹے سر گھما کر مجھے دیکھا پھر ہنسنے لگا۔ "فرہاد! ہاہاہا۔ فرہاد! آخر میں نے تمہاری فرضی قبر سے تمہیں نکال ہی لیا۔ آخر تم جوابی حملہ کرنے پر مجبور ہوگئے۔ آؤ۔ اب مزہ آئے گا۔"

وہ جم کر کھڑا ہوگیا۔ مجھے حملہ کرنے کی دعوت دینے لگا۔ مجھے حملہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ لڑنے کا شوق اسے تھا۔ وہ مجھے ہلاک کرکے بہت بڑا اعزاز حاصل کرنا چاہتا تھا۔

میں نے اس کی انا اور برتری کو تسکین پہنچانے کے لیے اسے حقارت سے مسکرا کر دیکھا۔ اس نے پینترے بدل کر مجھ سے قریب ہوتے ہوئے حملہ کیا۔ میں نے ابتدا میں خواہ مخواہ مار نہیں کھائی تھی۔ اس کے انداز کو سمجھتا رہا تھا۔ اس کا حملہ ناکام ہوا۔ اس نے دوسرا پھر تیسرا حملہ کیا۔ میں جوابی حملے نہیں کررہا تھا لیکن جب میں اچھل کر اس سے دور جاکر کھڑا ہوا تو اس کی سمجھ میں آیا کہ میں اپنے داؤ پیچ کیوں نہیں دکھا رہا تھا۔

اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ میں اس سے دور کھڑا اپنی ایک پنجنگ میں بیلی کاپٹر کی چابی ہلا کر اسے دکھا رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنے لباس میں ہاتھ ڈال کر جیب کو ٹٹول کر دیکھا پھر مجھے قابل سمجھ کر ایک دم سے اچھل کر کک مارنے آیا۔ اس کی شامت آئی۔ میں نے جھک کر پھر اس کی ایک ٹانگ پکڑی اور اسے گھمانے لگا۔ وہ دوسری لات چلا رہا تھا اور میں گھما رہا تھا۔ اس بار کئی چکر دینے کے بعد اسے پھینکا تو اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ نکیلے پتھر سے ٹکرایا تھا۔ پتھر کا ایک نکیلا حصہ اس کی پیشانی اور دوسرا نکیلا حصہ اس کے سینے میں پیوست ہوا تھا۔ وہ اپنے بوجھل جسم کے باعث زمین کی طرف لڑھکتا ہوا آیا پھر چاروں شانے چت ہوکر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اس کی پیشانی اور سینے میں ایسے

سوراخ ہوگئے تھے جیسے اسے بھالے سے چھید دیا گیا ہو۔ پیشانی اور سینے سے لہو ابل رہا تھا۔ وہ زندہ تھا۔ دیدے پھیلا کر مجھے دیکھ رہا تھا اور اٹھنے کی ناکام کوشش کررہا تھا۔

میں نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا پھر اسے گھسیٹ کر بیلی کاپٹر کے پاس لے آیا۔ پتھریلی زمین پر گھسٹنے کے باعث اس کا لباس پھٹ گیا۔ جسم پر جگہ جگہ سے خون نکلنے لگا۔ میں نے سلائیڈنگ دروازے کو کھول کر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر ایک سیٹ پر بٹھا دیا۔ وہ بہت سخت جان تھا اس لیے زندہ تھا ورنہ پیشانی اور سینے پر گزھا سا پڑ جانے اور تیزی سے لہو بہنے کے باعث اسے اب تک دم توڑ دینا چاہیے تھا۔

میں دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اس کے ساتھ والی سیٹ پر آیا۔ وہ ساکت بیٹھا ہوا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ میں نے انجن اسٹارٹ کیا۔ پنکھا گردش کرنے لگا پھر بیلی کاپٹر دو پہاڑوں کے درمیان بلند ہوکر پرواز کرنے لگا۔

چند منٹوں کے بعد ہی ہم پرواز کرتے ہوئے اس سرحدی چوکی کی طرف آئے۔ نیچے کھڑے ہوئے مسلح گارڈز' سرچنگ ٹیم کے افسران اور پوشی وان کے شاگرد سر اٹھائے بیلی کاپٹر کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے بہت بلندی سے سر جھکا کر انہیں دیکھا۔ دوسری طرف کا سلائیڈنگ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے پوشی وان کو ایک لات ماری۔ وہ بیلی کاپٹر سے باہر گیا۔ پھر نیچے جاتے ہوئے تمام سرحدی چوکی والوں کے درمیان زمین پر ایسے گرا کہ منہ سے آواز تک نہ نکل سکی۔ نیچے پہنچنے تک دم اوپر چلا گیا تھا۔ البتہ سرحدی چوکی والے حیرت سے چیخ پڑے تھے۔ انہیں آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ ناقابل شکست کہلانے والا پوشی وان سامنے مردہ پڑا ہے اور ایک جاہل گنوار مزدور بیلی کاپٹر اُڑا کر کہیں جارہا ہے۔

یہ خبر تمام بڑے ممالک تک پہنچ گئی کہ ایک افغانی مزدور نے پوشی وان جیسے ناقابل شکست فائٹر کو ہلاک کردیا ہے اور اس کی لاش سیکڑوں فٹ کی بلندی سے نیچے سرحدی چوکی پر پھینک کر اس بیلی کاپٹر کو کہیں لے گیا ہے۔

پہلا شبہ تو مجھ پر ہی ہوا کہ تبت کے عجیب و غریب فائٹر سنگ ملا کو میں نے ہی زخمی کرکے ناکارہ بنایا تھا اور میں ہی ناقابل شکست پوشی وان کو کسی ہتھیار کے بغیر ہلاک کرسکتا ہوں لیکن کسی کو میری زندگی کا ثبوت نہیں مل رہا تھا۔ بڑے بڑے اہم ذرائع استعمال کرنے کے بعد میری ہلاکت کی تصدیق ہورہی تھی اور یہی رائے قائم کی جارہی تھی کہ جس طرح سومنا اور کارمل کو علی تیمور نے قتل کیا ہے' اسی طرح علی ایک مزدور بن کر سرحدی چوکی میں آیا تھا پھر پوشی وان کے ساتھ پہاڑوں کے درمیان ہزاروں فٹ کی گہرائیوں میں جاکر اسے ہلاک کیا ہے۔ پوشی وان کے ریکارڈ میں یہ درج تھا کہ وہ اپنے مقابل کو کسی ہتھیار سے نہیں بلکہ خالی ہاتھوں سے مار ڈالتا ہے۔

پارس نے میری ہدایت کے مطابق امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا "تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ علی اپنی شریک حیات کے ساتھ پیرس میں موجود ہے اور تم رابرٹو اور کنگ کانو کی جن ایجنسیوں سے کام لیتے رہے ہو' ان ایجنسیوں کو نیست و نابود کررہا ہے۔ اب تمہاری سمجھ میں آجانا چاہیے کہ میرے پاپا کے ایک نہیں دو بیٹے ہیں۔ اگر علی پیرس میں ہے تو پھر پارس افغانستان کی سرحدی چوکی پر تھا۔ تمہارا کوئی کرائے کا قاتل افغانستان سے زندہ واپس نہیں جائے گا۔"

میرے لیے لازمی تھا کہ میں اس بیلی کاپٹر کو کہیں لے جاتا اور اپنے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ تلاش کرتا۔ دیر کرنے سے انٹرنیشنل انٹرکنٹونلنگ لائن اور سیٹلائٹ کے ذریعے میرے بیلی کاپٹر کا سراغ لگالیا جاتا پھر مجھ پر فضائی حملے کیے جاتے۔

جب میں ریڈ کراس کی ٹیم میں ایک ڈاکٹر بن کر افغانستان گیا تھا اور کابل میں طالبان کے ایک کمانڈر سے دوستانہ رابطہ رکھتا رہا تھا تو اس دوران ہی اسے بتایا تھا کہ طالبان میں چند افغان مجاہدین غیر ملکی آقاؤں کے لیے جاسوسی کررہے ہیں اور آستین کا سانپ بنے ہوئے ہیں۔ میں نے ان غداروں کو ثبوت کے ساتھ گرفتار کرایا تھا۔ اور ان طالبان کو ایک ایسے خفیہ اڈے تک پہنچایا تھا' جہاں ایک تہ خانے میں بڑی رازداری سے افغان کرنسی چھاپی جاتی تھی۔ اس طرح وہ تمام طالبان اور کمانڈر وغیرہ مجھ پر اعتماد کرنے لگے تھے۔

میں نے موبائل کے ذریعے اس کمانڈر سے رابطہ کرکے پوچھا۔ "کیا آپ کمانڈر رسہوز خان ہیں؟"

"ہاں۔ تم کون ہو؟"

"میں فرہاد علی تیمور کا ایک خاص ماتحت ہوں۔ آپ نے میرے استاد محترم فرہاد علی تیمور کی ہلاکت کے بارے میں سن لیا ہوگا۔"

"ہاں۔ مجھے تمہارے آقا کی ہلاکت کا بے حد صدمہ ہے۔ اس جاں باز نے آخری وقتوں میں ہمارے لیے بڑی خدمات انجام دی تھیں۔ کاش میں اس شہید جاں باز کے لیے کچھ کرسکتا۔"

"آپ میری مدد کرکے بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ میں نے ان کے قاتلوں کو چن چن کر قتل کیا ہے۔ اب ان کا ایک بیلی کاپٹر لے کر فرار ہورہا ہوں۔ مجھے پناہ کی ضرورت ہے۔ کیا یہ بیلی کاپٹر لے کر آپ کے پاس آسکتا ہوں؟"

"تم نے فرہاد کے قاتلوں سے انتقام لیا ہے۔ ہم دل و جان سے تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ یہاں تم محفوظ رہو گے۔"

"میں افغانستان کی سرحد میں داخل ہوچکا ہوں۔ آپ تمام طالبان کو ہدایات دیں کہ میرے بیلی کاپٹر پر کوئی فائرنگ کرے۔"

"میں اس وقت پروان شہر میں ہوں اور تمام طالبان کو ہدایت

دے رہا ہوں۔ تم بے خوف ہو کر چلے آؤ۔"

میں نے موبائل سے رابطہ ختم کیا پھر ہیلی کاپٹر میں پرواز کرتے ہوئے خیال خوانی کی اور کمانڈر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ فون کے ذریعے طالبان کو ضروری ہدایات دے رہا تھا۔ اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ وہ مجھ پر شبہ کر رہا ہے۔ شبہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ تقریباً چھ گھنٹے پہلے ایک شخص چغلوں' شرٹ اور جیکٹ پہن کر کہیں سے چھپتا ہوا آیا تھا۔ اس کے پاس ایک ٹی ٹی اور موبائل فون تھا۔ وہ غیر ملکی لگ رہا تھا مگر مقامی زبان اٹک اٹک کر بول رہا تھا' کہہ رہا تھا "میں آپ کی زبان ٹھیک طرح بول نہیں سکتا لیکن مقتول فرہاد کا خاص ماتحت بن کر رہتا تھا۔ ان سے یہ زبان سیکھی ہے۔ میں اپنے استاد فرہاد کے قاتلوں کو ہلاک کر کے چھپتا پھر رہا ہوں۔ ایک بار انہوں نے کہا تھا کہ پھر کبھی افغانستان آئیں گے تو کمانڈر بہروز خان کے پاس ضرور جائیں گے لیکن حالات نے مجھے مجبور کر دیا ہے۔ میں صرف آپ سے ملاقات کرنے نہیں' بلکہ پناہ لینے آیا ہوں۔"

کمانڈر بہروز خان نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا اور اسے اپنی رہائش گاہ کے قریب رہنے کی اجازت دے دی۔ اب بہروز خان سوچ رہا تھا "غیر ملکی جاسوس فرہاد کی ہلاکت سے فائدہ اٹھا کر ہمارے درمیان جاسوسی کرنے آ رہے ہیں۔ میں اس دوسرے کو بھی آنے دوں گا پھر معلوم کروں گا کہ دونوں میں فرہاد کا اصل ماتحت کون ہے؟"

اس نے چند طالبان سے کہا "شہید فرہاد کا جو ماتحت ہمارا مہمان ہے' اسے گن پوائنٹ پر رکھ کر اس سے ٹی ٹی اور موبائل فون لے لو اور اس سے معذرت چاہو کہ ایسا احتیاطاً کیا جا رہا ہے اور کیوں کیا جا رہا ہے' یہ تھوڑی دیر بعد بتا دیا جائے گا۔"

طالبان اس کی ہدایت پر عمل کرنے چلے گئے۔ میں نے بھی احتیاطاً خود کو فرہاد کا خاص ماتحت اس لیے کہا تھا کہ اول تو خود کو مردہ ظاہر کر رہا تھا دوسری بات یہ کہ غیر ملکی جاسوسوں سے یہی اندیشہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی طور طالبان کے درمیان رہ کر جاسوسی کریں گے اور جب انہیں معلوم ہو گا کہ میں فرہاد کے قاتلوں کو ہلاک کر کے ایک ہیلی کاپٹر لے آیا ہوں تو وہ میری خواہش کے مطابق میرے پیچھے پڑ جائیں گے پھر یہ بھی شبہ تھا کہ طالبان کے کمانڈر کو میری طرف سے کوئی غلط فہمی ہو سکتی ہے اور وہ تمام پناہ دینے والے میرے لیے پرابلم بن سکتے ہیں۔

میں آدھے گھنٹے میں کمانڈر بہروز خان کے پاس پہنچ سکتا تھا لیکن میں نے کچھ زیادہ دیر تک پرواز کی تاکہ اس جاسوس کے بارے میں کچھ معلوم کر سکوں..... چند طالبان اس جاسوس کے پاس گئے اور اسے گن پوائنٹ پر رکھ کر کہا "ہمیں مہمانوں کی عزت کرتے ہیں لیکن ہماری اس حرکت کا برا نہ منائیں۔ ہم احتیاطاً آپ سے ٹی ٹی اور موبائل فون مانگ رہے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ ٹی ٹی میں نے اپنی حفاظت کے لیے رکھی ہے اور موبائل فون کے ذریعے شہید فرہاد کے ماتحتوں سے معلوم کرتا رہتا ہوں کہ کرائے کے قاتل مجھے تلاش کر رہے ہیں یا نہیں؟ اگر کوئی میری تلاش میں نہیں ہو گا تو میں یہاں سے کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں گا۔"

طالبان کے ایک مجاہد نے اس سے ٹی ٹی لے کر کہا "آپ ہمارے درمیان محفوظ رہیں گے۔ ہمارے پاس اتنے ہتھیار ہیں کہ آپ کو کبھی ٹی ٹی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

دوسرے مجاہد نے اس سے موبائل فون لے کر کہا "آپ جب بھی شہید فرہاد کے ساتھیوں سے رابطہ کرنا چاہیں' ہمارے دفتر چلے آئیں۔ وہاں سے آپ کسی سے بھی گفتگو کر سکیں گے۔"

وہ طالبان اس سے دونوں چیزیں لے کر چلے گئے۔ اس نے ان کے جاتے ہی دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ واپس آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اپنا داہاں پیر اٹھا کر بائیں گھٹنے پر رکھ کر اس پیر کے جوتے کی ایڑی کو ذرا سا گھمایا۔ اس کے ساتھ ہی جوتے کے اگلے حصے سے ایک چھوٹا انٹینا نکل آیا پھر اس نے ایڑی کو پوری طرح گھمایا تو ایک چھوٹا سا مائیک اور اسپیکر نظر آنے لگا۔ اس نے بیٹری کا بٹن آن کیا پھر کہا "ہیلو ہیلو۔ کوڈ آر۔ ایچ فار مسلم ٹیررسٹ ہیلو۔ ہیلو۔ میں راک ہولڈر بول رہا ہوں۔"

اس نے پھر کوڈ ورڈز کو دہرایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "یس مسٹر راک! وی آر الرٹ فار مسلم ٹیررسٹ۔ کوئی پروگریس ہے؟"

"نہیں۔ میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ طالبان نے اچانک مجھ سے ٹی ٹی اور موبائل فون لے لیا ہے۔ شاید وہ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں۔"

"ہوں۔ تمہیں نہتا کرنے اور موبائل فون لینے کا مطلب ہے کہ واقعی وہ تم پر شبہ کر رہے ہیں۔ آخری حربہ استعمال کرو۔ کمانڈر سے ضروری باتیں کرنے کے بہانے اس سے ملاقات کرنے جاؤ اور اپنے دوسرے جوتے کے تلے سے منی پستول نکال کر کمانڈر کو یرغمال بنا کر وہاں سے نکلو۔ ہم ایک ہیلی کاپٹر بھیج رہے ہیں۔ اس میں کمانڈر کو لے کر چلے آؤ۔"

میں نے موبائل فون کے ذریعے کمانڈر سے کہا "آپ جانتے ہیں کہ شہید فرہاد کی فیملی میں دوسرے نمبر پر بیٹھنے والے ہیں۔ انہوں نے ابھی مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ کی رہائش گاہ کے قریب کوئی غیر ملکی مہمان ہے جس سے طالبان نے ٹی ٹی اور موبائل فون لے لیا ہے۔"

کمانڈر نے کہا "یہ درست ہے۔ ہمیں اس پر شبہ ہے۔"

"آپ کا شبہ درست ہے۔ اس کے دائیں جوتے کے تلے میں ایک جدید طرز کا فون ہے اور بائیں جوتے کے تلے میں دو انچ کا منی پستول ہے۔ وہ ابھی آپ سے ملاقات کرنے کے بہانے آ کر اس پستول کے ذریعے آپ کو یرغمال بنا کر لے جائے گا۔ آپ کو وہاں

سے اغوا کر کے لے جانے کے لیے ایک ہیلی کاپٹر آنے والا ہے۔"

"تم جو کچھ کہہ رہے ہو' میں ابھی اس کی تصدیق کرتا ہوں۔"

"جب تک دشمنوں کا ہیلی کاپٹر آپ کے علاقے میں نہیں آئے گا' میں اپنا ہیلی کاپٹر نہیں لاؤں گا۔ مجاہدین غلطی سے دشمنوں کا ہیلی کاپٹر سمجھ کر مجھے نشانہ بنا دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم بعد میں آؤ۔"

ایسے ہی وقت اسے اطلاع دی گئی کہ جس کو مہمان بنا کر رکھا گیا ہے' وہ اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ کمانڈر نے چار مجاہدین سے کہا "مہمان کے پاس جاؤ پھر اسے گن پوائنٹ پر رکھ کر اس کے دونوں جوتے اتار کر اسے کابلی سینڈل پہنا کر لاؤ۔ اگر وہ جوتے اتارنے پر اعتراض کرے تو اس کے دونوں پیروں میں گولیاں مار کر جوتے اتار لو۔ اور دونوں جوتے میرے پاس لے آؤ۔"

پھر اس نے فون پر کہا "ہمارے تمام مجاہدین سے کہہ دو جو بھی ہیلی کاپٹر ہماری اجازت کے بغیر پروان شہر میں داخل ہو' اسے مار گرائیں۔"

میں زیادہ دیر پرواز نہیں کر سکتا تھا۔ دشمنوں کے لڑاکا طیارے کسی وقت بھی آ سکتے تھے پھر ایندھن بھی تھوڑا سا رہ گیا تھا۔ میں نے ایک جنگل کے ذرا سے کھلے ہوئے حصے میں ہیلی کاپٹر کو اتار لیا۔ وہ جنگل برف سے ڈھکا ہوا تھا۔ دور دور جو درخت نظر آ رہے تھے ان کی شاخوں اور پتوں سے بھی برف کے موٹے موٹے قطرے ٹپکتے تھے اور نیچے گرنے تک ایک بڑے سے گولے کی صورت اختیار کر لیتے تھے۔

ہیلی کاپٹر کے پچھلے حصے میں بہت سا سامان رکھا ہوا تھا۔ ان میں اونی کٹوپ' دستانے' فر والے اوور کوٹ اور ایسے جوتے تھے' جن کے تلوں میں آہنی موٹی کیلیں تھیں۔ کئی ایرو شوز بھی تھے۔ یہ ایسی گنیں ہوتی ہیں جن کی نال پر کیلے تیر لگا کر ٹریگر دبا دیا جائے تو وہ سیدھا جا کر اپنے شکار کے جسم میں پیوست ہو جاتا ہے۔ سرد اور تیز ہواؤں سے آنکھوں کو محفوظ رکھنے والے چشمے بھی تھے۔ کئی سرنج ڈبوں میں کھانے کا سامان تھا۔ رات کو استعمال کرنے کے لیے فلیش لائٹس بھی تھیں۔ ان کے علاوہ ٹرینر گولیاں اور گنیں تھیں۔ یہ ٹرینر گولیاں ایسی ہوتی ہیں کہ انہیں توے ڈگری یعنی آسمان کی طرف رات کو فائر کیا جائے تو یہ اوپر جا کر پھٹ پڑتی ہیں پھر اس میں سے ایسی تیز روشنی پھیلتی ہے کہ دور تک دن کی طرح اجالا ہو جاتا ہے اور چھپے ہوئے دشمنوں کی پوزیشن معلوم ہو جاتی ہے۔

میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ پرواز کے دوران میں خیال خوانی کرتے ہوئے کس علاقے میں پہنچ گیا تھا۔ افغانستان' ایران' ازبکستان' تاجکستان وغیرہ کے درمیانی شمالی علاقوں میں ایسی ہی برف جمی رہتی تھی۔ میرے لیے یہ سمجھنا مشکل تھا کہ میں کس ملک کے کس علاقے میں ہوں۔

مجھے کسی ایسی جگہ پہنچنا تھا' جہاں میں آئندہ دشمنوں سے نمٹ سکوں۔ مجھے ہیلی کاپٹر میں پرواز کرتے ہوئے بہت دیر ہو چکی تھی اور میں سمجھ رہا تھا کہ اب تک کئی ممالک سے سراغ رساں طیارے اور ہیلی کاپٹرز میری تلاش میں نکل چکے ہوں گے۔ میں نے اس علاقے میں ایک دو منزلہ عمارت کو برف سے ڈھکا ہوا دیکھا تھا اور کچھ سوچ کر وہاں سے پانچ یا چھ کلو میٹر دور ہیلی کاپٹر کو ایک نشیب میں اتارا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ مجھے تلاش کرنے والے دس یا بارہ گھنٹے تک ادھر نہیں آئیں گے۔ اس وقت تک اس ہیلی کاپٹر پر اتنی برف جم جائے گی کہ وہ فضا میں پرواز کرنے والے سراغ رساں کو نظر نہیں آئے گا۔

میں نے تمام ضروری سامان ایک کٹ میں رکھ کر اسے پشت پر باندھ لیا۔ سہ پہر کا وقت تھا۔ دن کا اجالا پھیلا ہوا تھا۔ جب میں اس ہیلی کاپٹر کو چھوڑ کر اونچے ٹیلوں کی طرف جانے لگا تو سر سے پیر تک گرم لباس میں تھا۔ سر سے گردن تک اونی کٹوپ آنکھوں پر بڑا سا چشمہ' گرم چغلوں اور فر والا اوور کوٹ' اونی جرابیں اور آہنی کیل والے جوتے پہنے تھے۔

میرا رخ اس دو منزلہ عمارت کی طرف نہیں تھا کیونکہ پرواز کے دوران میں' میں نے دوربین سے دیکھا تھا۔ ایک عورت اور ایک مرد دوسری منزل پر سے سر اٹھا کر میرے ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اسی لیے میں وہاں سے تقریباً چھ کلو میٹر دور چلا آیا تھا۔ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ اگر انہوں نے فون کے ذریعے کسی سے بات کی ہو گی تو یہی کہا ہو گا کہ ایک ہیلی کاپٹر وہاں سے پرواز کرتا ہوا نہ جانے کہاں چلا گیا ہے۔

رات ہونے میں دیر تھی اس لیے میں ایک لمبا چکر کاٹ کر اس دو منزلہ عمارت کی سمت جا رہا تھا تاکہ وہاں کے مکینوں کے متعلق کچھ معلوم کر سکوں۔ راستے میں کہیں دور تک ہموار راستہ تھا۔ کہیں نشیب و فراز تھے اور کہیں اونچے نیچے پہاڑی ٹیلے تھے۔ مسطح زمین ہو یا پہاڑی ٹیلے' ہر جگہ برف ہی برف جمی ہوئی تھی۔ سورج کی شعاعوں کے عکس سے دن بہت اجلا اور چمکیلا لگ رہا تھا۔ اچھا خاصا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک طیارے کی آواز سنائی دی۔ میں ایک پہاڑی کے چٹانی سائے میں آ گیا۔ اس طرح کوئی مجھے طیارے سے دیکھ نہیں سکتا تھا۔

طیارے میں بیٹھنے والوں نے واقعی مجھے نہیں دیکھا ہو گا لیکن اس ہیلی کاپٹر کو ضرور دیکھ لیا ہو گا۔ کچھ دیر تک اس کی آواز سنائی دیتی رہی میرا اندازہ تھا کہ وہ طیارہ اس ہیلی کاپٹر کے اطراف چکر لگا رہا ہے پھر اس کی آواز دور ہوتی چلی گئی۔

میں نے سرحدی چوکی کی سرنگ ٹیم کے سراغ رسانوں کے خیالات پڑھے۔ وہ بھی پرواز کرتے ہوئے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ میں ان کا ایک ہیلی کاپٹر کہاں لے گیا ہوں؟ ان میں سے ایک

سراغ رساں موبائل فون پر باتیں کر رہا تھا۔ جو طیارہ ابھی ادھر سے گزرا تھا' اس میں بیٹھا ہوا ایک جاسوس کہہ رہا تھا "ہم نے اس ہیلی کاپٹر کو دیکھ لیا ہے۔ وہ کرغان کے جنوب میں تین سو کلو میٹر دور ایک ویرانے میں ہے۔"

"پھر تو آپ لوگوں نے وہاں ایک دو منزلہ عمارت دیکھی ہوگی۔"

"ہاں۔ اس ہیلی کاپٹر سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر دو منزلہ عمارت ہے۔ یہ حیرانی کی بات ہے' ویرانے میں وہاں کون رہتا ہوگا؟"

"وہاں جو رہتا ہے' اس کے ذریعے ہمیں سرحدی معلومات حاصل ہوتی ہیں اور وہ ہمارے بڑے کام آتا ہے۔ ہم اسے اپنی آمد کے بارے میں بتا رہے ہیں۔ وہ تمہاری ٹیم کو بھی خوش آمدید کہے گا۔ کیا وہاں آ رہے ہو؟"

"ہاں۔ رات کو برف باری ہوگی۔ ہمیں وہاں چار دیواری اور آتش دان کی گرمی بھی ملے گی۔ ہم وہاں آ رہے ہیں۔"

"ہم اپنے ہیلی کاپٹر کو اس عمارت سے دور اتاریں گے اور پوشی وان کے قاتل مزدور کو پہلے تلاش کریں گے پھر عمارت میں جائیں گے' آپ بھی اندھیرا ہونے سے پہلے اسے تلاش کرتے ہوئے آئیں۔"

"ہم یہی کریں گے۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں وہ کوئی مزدور نہیں' مقتول فرہاد کا بیٹا پارس ہے۔"

"لیکن اب تک یہ کہا جا رہا تھا کہ ازبکستان کے سرحدی شہر علی تیمور ہے۔ اسی نے سونما اور کارمل کو ہلاک کیا ہے۔"

"وہ علی تیمور ہوگا لیکن اب وہ پیرس میں ہے اور فرہاد کا دوسرا بیٹا پارس یہاں آ گیا ہے۔"

"یہ اطلاع ذرا پریشان کن ہے۔ علی تیمور تو ذرا شریف اور سنجیدہ ہے لیکن یہ پارس تو شیطان کا باپ ہے۔ اس سے تو بہت ہی محتاط رہنا ہوگا۔ کیا آپ لوگ اس کے طریقۂ کار کو جانتے ہیں کہ وہ کرتا کچھ ہے' کرتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔ ہم سوچ رہے ہیں' اسے اندھیرا ہونے تک باہر تلاش کریں گے اور وہ اس عمارت میں آتش دان کے پاس آرام فرما رہا ہوگا۔"

"ہم نے بھی سنا ہے کہ وہ اچانک ہی ایسا کوئی کام کر جاتا ہے' جو کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتا۔ کوئی بات نہیں' آپ ہم سے پہلے وہاں پہنچیں گے۔ اس لیے پہلے عمارت میں جائیں۔ میں ابھی اس عمارت کے مکیں کو آپ لوگوں کے بارے میں بتا رہا ہوں۔"

وہ طیارے والوں سے رابطہ ختم کر کے اس عمارت کے مکیں سے رابطہ کرنے لگا۔ میں اس کے اندر موجود تھا۔ اس نے رابطہ ہونے پر کہا "ہیلو مسٹر پیری برٹن! میں امریکی سرچنگ ٹیم کا لیڈر یحسن بول رہا ہوں۔"

ایک زنانہ آواز سنائی دی "ہیلو مسٹر یحسن! میں مسز برٹن بول رہی ہوں۔ یہاں سے ایک ہیلی کاپٹر اور پھر ایک طیارہ پرواز کرتا ہوا گیا ہے۔ ہم سمجھ گئے ہیں کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔"

"تم ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ مسٹر برٹن سے بات کراؤ۔ مقتول کا بیٹا پارس ادھر آیا ہوا ہے۔ وہ اسی ہیلی کاپٹر میں فرار ہو کر پہنچا ہے۔ ہمارے چند ساتھی طیارے میں تمہاری طرف آ رہے ہیں۔ انہیں خوش آمدید کہنا ہے۔ ہم بھی وہاں پہنچ رہے ہیں۔ مسٹر برٹن سے بات کراؤ۔"

"مسٹر برٹن صرف آقاؤں سے باتیں کرتے ہیں اور ان معاملات طے کرتے ہیں۔ تم اپنے طیارے والے ساتھیوں سے کہو۔ ہمارے ویران محل سے کم از کم دو کلو میٹر دور رہیں۔ مسٹر جب تمہارے آقا سے لین دین کی بات طے کر لیں گے تو تم سے صرف ایک رات کے لیے یہاں پناہ طلب گی۔ ہم یہاں کسی کو دوسرے دن برداشت نہیں کرتے ہیں۔ تم آدھے گھنٹے بعد رابطہ کرو۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں مسز برٹن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ فون بند کر کے پیری برٹن کو پارس کے وہاں پہنچنے کی بات بتا رہی تھی اور اسے یہ بھی بتایا کہ اس سلسلے میں بہت منافع بخش سودا ہو رہا ہے۔ وہ فوراً امریکی حکام سے معاملات طے کرے۔

میں نے روسی برٹن کے خیالات سے معلوم کر لیا تھا کہ ان کا شوہر اس قدر سرد علاقے میں رہ کر بھی وہسکی یا برانڈی وغیرہ نہیں پیتا ہے۔ وہ یوگا کا ماہر ہے اور اتنا چال باز مجرم ہے کہ اپنے آس پاس سرحدی علاقے سے کسی مجرم اور اسمگلر وغیرہ کو گزرنے نہیں دیتا ہے۔ اس نے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں کہ بڑے بڑے چالاک مجرم بھی اس کی لاعلمی میں... سرحد پار کرنا چاہیں تو اس کے بچھائے ہوئے آہنی شکنجوں میں پھنس جاتے ہیں۔

میرے لیے روسی برٹن اہم تھی۔ میں اس کے چور خیالات سے معلوم کرنے لگا کہ خطرناک جنگلوں میں ماہر شکاری کس طرح خونخوار جانوروں کے لیے آہنی شکنجے اور درختوں سے لگے ہوئے پھندے میں پھنستا ہے۔ اسی لیے روسی برٹن نے فون پر یحسن سے کہا تھا کہ وہ جب تک آنے کی اجازت نہ دے' تب تک وہ سب اس عمارت سے دو کلو میٹر دور رہیں۔ یعنی وہ تمام شکنجے اور پھندے دو کلو میٹر کے رقبے میں تھے اور میرے لیے بھی خطرے کا باعث ہو سکتے تھے۔

اس عمارت کے چاروں طرف لاؤڈ اسپیکر لگے ہوئے تھے تاکہ وہ معلومات ملے ہونے کے بعد جو مجرم اس کے گھر پناہ لینے آتے تھے' روسی انہیں مائیک اور اسپیکر سے گائیڈ کرتی تھی کہ انہیں دو منزلہ عمارت میں پہنچنے تک کہاں سے سنبھل کر چلنا

چاہیے اور کس راستے سے کترانا چاہیے۔

میں اس عمارت سے تقریباً تین کلو میٹر دور تھا۔ تب میں نے طیارے کی آواز سنی۔ وہ عمارت کے اوپر سے پرواز کرتا ہوا دور چلا گیا تھا۔ روسی کے خیالات نے مجھے بتایا کہ وہ لوگ ایک مسلح زمین پر طیارہ اتار رہے ہیں۔ فون پر کہہ دیا گیا ہے کہ جب تک لاؤڈ اسپیکر سے آنے کی اجازت نہ دی جائے' تب تک وہ دو کلو میٹر دور رہیں۔

میں نے روسی کے دماغ میں رہ کر پیری برٹن کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "کل صبح تمہارے لندن والے بینک اکاؤنٹ میں ایک لاکھ ڈالر جمع ہو جائیں گے۔ طیارے میں سات اور ہیلی کاپٹر میں چار سراغ رساں اور کرائے کے قاتل آ رہے ہیں۔ میں پرائیویٹ روم میں جا رہا ہوں تم آنے والوں کو یہاں تک پہنچنے کے لیے گائیڈ کرو۔"

"برٹن! میں تو ہمیشہ کی طرح گائیڈ کروں گی لیکن اسپیکر سے دور تک جانے والی آواز پارس بھی سنے گا پھر وہ بھی بحفاظت یہاں تک چلا آئے گا۔"

"آنے دو۔ میں پرائیویٹ روم میں جا کر گھاس نہیں کاٹتا ہوں۔ وہ آئے گا تو آج رات کی صبح نہیں دیکھ پائے گا۔"

پیری برٹن یہ کہہ کر اس کمرے سے چلا گیا۔ میں منصوبہ بنا چکا تھا کہ اب مجھے کیسی چالیں چلنی ہوں گی۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ سرچنگ ٹیم بھی بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر آ رہی تھی۔

○☆○

اس سے بڑی خوش فہمی اور کیا ہو سکتی تھی کہ مہاراج تو ٹیلی پیتھی جانتا ہی تھا' اب اس کا اکلوتا بیٹا عمیش بھی یہ علم سیکھ لیتا تو الپا پر اور تمام بڑے ممالک پر باپ بیٹے کی دھاک بیٹھ جاتی۔ مہاراج بہت خوش تھا اور بڑا محتاط تھا کہ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ کسی مرحلے پر دھوکا نہ کھائے۔

وہ بیٹے کے دماغ کو پہلے ہی لاک کر چکا تھا۔ اس کی آواز' لہجہ اور چہرہ بدل چکا تھا۔ جب وہ میرا احسان مند اور عقیدت مند بنا ہوا تھا تب ہی اس نے میرے مشورے کے مطابق بیٹے کی حفاظت کے لیے یہ سب کچھ کیا۔ یہ صرف مجھے اور مہاراج کو معلوم تھا کہ کس طرح ایک اجنبی لب و لہجے کو اختیار کر کے عمیش کے دماغ میں جا سکتے ہیں۔

میری ہلاکت کی تصدیق ہونے کے بعد مہاراج کو اطمینان ہو گیا تھا کہ عمیش کے دماغ میں جانے کا لب و لہجہ صرف وہی جانتا ہے۔ اس نے اپنے چھ جنگ جو ماتحتوں پر عمل کر کے ان کے دماغوں کو بھی لاک کر دیا تھا اور ان کے ذہنوں میں یہ نقش کر دیا تھا کہ وہ دن رات باری باری ڈیوٹی دیتے ہوئے عمیش کے قریب رہیں گے۔ کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ حتیٰ کہ امریکی

سوکھے گلاب

حکام اور فوج کے افسران کے پاس بھی عمیش کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔

ہر طرح سے حفاظتی انتظامات کرنے کے بعد مہاراج خود کسی ..... باڈی گارڈ کے دماغ میں رہ کر بیٹے کی نگرانی کرنے لگا تھا۔ بیٹے کے دماغ میں اس لیے نہیں جاتا تھا کہ وہاں اس کی موجودگی کے باعث کبھی الپا آئے گی تو عمیش اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکے گا۔

امریکی حکام عمیش کے لیے ایک مخصوص طیارہ بھیج سکتے تھے لیکن اس طرح عمیش کے متعلق یہ سوچنے لگتے کہ عمیش امریکی سرکار کے لیے بہت اہم ہے۔ وہ ایک عام طیارے سے واشنگٹن آیا تھا۔ اس کی رہائش کے لیے ایک عالی شان بنگلے کا انتظام کیا گیا تھا اور اس بنگلے کے اطراف خفیہ سیکیورٹی والے بھی موجود تھے۔ مہاراج سے یہ طے پایا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین سے پہلے ایک امریکی جوان کو گزارا جائے گا۔ جب تجربہ کامیاب ہوگا اور مشین میں کوئی خرابی نہیں ہوگی تو اسی دن عمیش کو بھی اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم سکھا دیا جائے گا۔

مہاراج نہیں جانتا تھا کہ الپا کو اس کے تمام منصوبوں کا علم ہے اور جس جزیرے میں وہ ٹرانسفارمر مشین رکھی گئی ہے' وہاں کے تمام فوجی افسران کو الپا اپنا معمول اور تابع دار بنا چکی ہے۔

وہ خوش اور مطمئن تھی۔ مہاراج اپنے بیٹے کی حفاظت کا ہر ممکن انتظام کر چکا تھا اور اس بات سے بے خبر تھا کہ الپا عین وقت پر بازی الٹنے والی ہے۔

سب ہی اپنے اپنے طور پر چالیں چل رہے تھے۔ مہاراج نے امریکی حکام کو یہ بتایا تھا کہ دراصل مشین میں خرابی نہیں ہے بلکہ فرہاد نے اپنی زندگی میں ٹرانسفارمر مشین کی نگرانی کرنے والے فوجی افسران کو اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا تھا۔ وہ افسران مشین میں کوئی خرابی پیدا کر دیتے تھے اور انہیں خود پتا نہیں چلتا تھا کہ اپنے کسی امریکی جوان کو ٹیلی پیتھی سکھانے کے دوران میں مشین میں خرابی پیدا کر رہے ہیں۔

اب امریکی حکام نے سوچا' فرہاد تو نہیں ہے لیکن الپا کوئی گڑبڑ

کرسکتی ہے۔ ہوسکتا ہے' اس نے بھی فرہاد کی طرح مشین کی نگرانی کرنے والے افسروں کو اپنا تابع دار بنالیا ہو۔ لہٰذا بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے تاکہ ان کے امریکی جوان بھی پہلے کی طرح کافی تعداد میں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرسکیں۔

میش سرکاری مہمان بنا ہوا تھا۔ پروگرام کے مطابق اسے اپنے محافظوں کے ساتھ اس جزیرے میں جانا تھا اور ٹرانسفارمر مشین سے گزرنا تھا۔ الپا جزیرے کے آلۂ کاروں کے ذریعے اس پروگرام کو سمجھ رہی تھی اور دوسرے دن مہاراج کی زندگی کا تمام سرمایہ اس کے بیٹے کی صورت میں لوٹ کرلے جانے والی تھی۔

آدھی رات کے بعد اچانک امریکی فوجیوں نے اس جزیرے کو چاروں طرف سے گھیرلیا۔ ان محاصرہ کرنے والے فوجیوں کو سختی سے حکم دیا گیا تھا کہ جب تک وہ جزیرے میں رہیں گے گونگے بن کر رہیں گے۔ تنہائی میں بھی دیواروں سے بھی باتیں نہیں کریں گے۔ انہوں نے جزیرے کے سابقہ فوجیوں کو فوج کے جنرل کا تحریری پیغام پیش کیا اور انہیں ہتھیار ڈال کر اس جزیرے سے واپس ہیڈ کوارٹر جانے پر مجبور کردیا۔ اگر الپا اس وقت کسی افسر کے دماغ میں ہوتی تو اپنے آلۂ کار افسروں کے اندر رہ کر بغاوت کرا دیتی۔ وہ امریکی فوجی آپس میں لڑنا شروع کردیتے۔

لیکن امریکی حکام نے بڑے صحیح منصوبے کے مطابق اس وقت جزیرے میں فوجی آپریشن کیا۔ جب انہیں اندازہ تھا کہ رات کے وقت الپا سو رہی ہوگی اور اگر جاگ رہی ہوگی تب بھی وہ امریکی جزیرے میں خیال خوانی کے ذریعے دوسری صبح آئے گی اور ان امریکی حکام کا یہ اندازہ درست تھا۔ وہ دوسری صبح جزیرے میں رہنے والے تابع دار فوجیوں کے پاس آنے والی تھی۔

ویسے وہ تمام دن کوششیں کرتی رہی تھی کہ کسی طرح مہاراج کے بیٹے میش تک پہنچے۔ پتا چلا کہ اسے سخت حفاظتی انتظامات میں رکھا گیا ہے۔ اسے شاہانہ طرز کے ایک بنگلے میں رکھا گیا ہے۔ اس کے چھ محافظ یوگا کے ماہر تھے۔ وہ انہیں آلۂ کار نہیں بنا سکتی تھی اور جو فوجی افسران اس کے روبرو آتے تھے' وہ بھی یوگا کے ماہر ہوتے تھے۔ آخر اس نے یہ سوچ کر اسے نظرانداز کیا کہ دوسرے دن میش کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے لیے لے جایا جائے گا تو وہ جزیرے کے فوجی تابع داروں کے ذریعے اسے ٹریپ کرلے گی۔

جب وہ دوسرے دن اپنے ایک آلۂ کار فوجی افسر کے دماغ میں پہنچی تو پتا چلا' وہ جزیرے میں نہیں بلکہ آرمی ہیڈ کوارٹر میں ہے۔ پچھلی رات اچانک فوجی آپریشن ہوا تھا اور جزیرے کے تمام فوجی افسروں اور سپاہیوں کو وہاں سے ہٹا کر اب نئے افسران اور سپاہیوں کی ڈیوٹیاں لگا دی ہیں اور وہ مہاراج کے بیٹے کو اپنے منصوبے کے مطابق ٹریپ نہیں کرسکے گی۔

وہ اپنے ایک بہت ہی اہم منصوبے میں ناکام ہورہی تھی۔

اس میں ناکامی برداشت کرنے کی عادت نہیں تھی۔ اس نے مہاراج کو مخاطب کیا۔ وہ بولا "اچھا تو تم آگئیں۔ تم کسی نہ کسی ذریعے سے میری مصروفیات پر نظر رکھتی ہو۔ اب کیا کہنے آئی ہو؟"

"یہی کہ تم نے اپنے بیٹے کی حفاظت کے لیے بڑے سخت انتظامات کرائے ہیں۔ جزیرے کے فوجیوں کو بھی تبدیل کرا دیا ہے۔ اس کے باوجود تم اپنے بیٹے کو ٹیلی پیتھی نہیں سکھا سکو گے۔"

مہاراج نے ہنستے ہوئے کہا "مکھیانی بلی کھمبا نوچے۔ جب ہر طرف سے ناکام ہورہی ہو تو چیلنج کررہی ہو کہ میرا بیٹا ٹیلی پیتھی نہیں سیکھ سکے گا۔ آج شام تک تمہیں اپنے چیلنج کا جواب مل جائے گا۔"

"مہاراج! تم نے کبھی اپنی ذہانت کا ثبوت نہیں دیا۔ میں تمہیں نادان کہتی تھی۔ آج بے وقوف کہہ رہی ہوں۔ یہ امریکی اپنے باپ کے نہیں ہوتے اور تم اپنے بیٹے کو ان کے ملک میں لائے ہو۔ کیا اسے واپس لے جاسکو گے؟"

"کیا تم میرے بیٹے کو یہاں سے واپس جانے سے روکو گی؟"

"بالکل عقل سے پیدل ہو۔ میں یہ زحمت نہیں اٹھاؤں گی۔ میری پیش گوئی یاد رکھو۔ تمہارے بیٹے کو قیدی بنا کر رکھا جائے گا اور تم اسے امریکا سے کبھی نہیں لے جاسکو گے۔"

"میں موٹی عقل والا ہوں پھر بھی سمجھتا ہوں کہ ان امریکیوں پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ میرے چھ یوگا کے ماہرین میش کے گارڈز ہیں اور میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی نگرانی کررہا ہوں۔ وہ میرے بیٹے کو اپنے پاس یرغمال بنا کر مجھ سے کوئی کام لینا چاہیں گے تو ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیا کروں گا لیکن ایسی نوبت نہیں آئے گی۔ میں اپنے بیٹے کو کسی برے وقت میں اپنے پاس واپس بلانے کی نحوس پلاننگ کرچکا ہوں۔"

"میں دیکھوں گی کہ تم اپنے بیٹے کو کیسے واپس اپنے پاس لاسکو گے۔ مجھے تو خوشی ہے کہ اب تم امریکا کے بے دام غلام بننے والے ہو۔"

وہ یہ کہہ کر اس کے دماغ سے چلی گئی۔ مہاراج نے دل میں کہا "بڑی ہمدرد بن کر آئی تھی۔ جب میں اپنے بیٹے کو یہاں لا ہی چکا ہوں تو کیا اس کی نصیحت سننے سے مجھے عقل آجائے گی۔ جتنی عقل میں بھگوان کے پاس سے لایا ہوں' اتنی ہی عقل سے کام کررہا ہوں اور اتنی ہی عقل آخری سانس تک رہے گی۔"

میش کو اس کے چھ باڈی گارڈز اور دو امریکی فوجی افسر اس جزیرے میں لے آئے۔ ایک امریکی جوان کو پہلے ہی لایا گیا تھا۔ وہاں جو کمینک تھے' وہ ٹرانسفارمر مشین کو اچھی طرح چیک کرچکے تھے۔ کسی طرح کا شبہ نہیں تھا کہ اس مشین سے گزرنے والے کو نقصان پہنچے گا۔

کسی کو بھلا شبہ کیسے ہوسکتا تھا۔ میں ان کا سب سے بڑا دشمن مارا جاچکا تھا۔ اب اس مشین میں کوئی خرابی پیدا کرنے والا نہیں

تھا۔ ایک الپا کی طرف سے اندیشہ تھا۔ انہوں نے پچھلی رات فوجی آپریشن کے ذریعے اس اندیشے کو بھی ختم کردیا تھا۔ اگر وہ لوگ الپا کو ناکام نہ بناتے تو میں اس معاملے میں مداخلت نہ کرتا۔ دور سے ان سب کا تماشا دیکھتا رہتا لیکن اب مداخلت پر مجبور ہوگیا تھا کیونکہ یہ منظور نہیں تھا کہ اب ہماری دنیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوں۔

اس جزیرے میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے راستے ہر طرف سے بند کردیے گئے تھے اور مہاراج تو پوری طرح مطمئن تھا کہ اس کے بیٹے کے دماغ میں کوئی نہیں آسکے گا۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے جو لب ولہجہ اپنے بیٹے کے دماغ میں نقش کیا تھا' اسی لب ولہجے کو میں اختیار کرکے اس کے اندر پہنچا ہوا تھا اور میش مجھے محسوس نہیں کررہا تھا۔ ویسے اس کے چور خیالات پڑھ کر میں بے اختیار مسکرانے لگا۔ مہاراج نے واقعی اپنے بیٹے کو مکمل طور پر محفوظ رکھنے کے بڑے ہی ٹھوس انتظامات کیے تھے۔

اس جزیرے میں تمام فوجیوں کو سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ وہ سب گونگے بنے رہیں لیکن ٹرانسفارمر مشین کو ہینڈل کرنے والے مکینک کا بولنا ضروری تھا۔ وہ امریکی جوان اور میش کو سمجھا رہا تھا کہ ان کے ساتھ کیسا ٹریٹمنٹ کیا جائے گا۔ اس مشین کے دو حصے تھے۔ ایک حصے میں اس شخص کو لٹایا جاتا تھا جو پہلے سے ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور مشین کے دوسرے حصے میں اس شخص کو لٹایا جاتا تھا جسے ٹیلی پیتھی سکھانا ہوتا تھا۔ اس طرح مشین کے ایک حصے سے ٹیلی پیتھی کا علم ٹرانسفر ہوکر مشین کے دوسرے حصے میں پہنچتا تھا۔

اس کے لیے لازمی تھا کہ پہلے سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں موجود ہو۔ جبکہ امریکا میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہا تھا لیکن یہ میری اور سب ہی کی لاعلمی تھی کہ جب ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا دنیا کے ہر حصے میں اسپرے کی جاری تھی تب یوگا کے ماہر چند امریکی فوجی افسران نے اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قطب شمالی کی طرف بھیج دیا تھا۔ بعد میں اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کا اثر ختم ہوگیا تو امریکی جوانوں کو یہ علم سکھانے کے لیے اس جزیرے میں لایا گیا تھا۔ ان دنوں میں اس جزیرے کے تمام اہم فوجی افسران کے دماغوں پر حاوی تھا۔ انہوں نے قطب شمالی سے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا کر مزید خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ کرنا چاہا۔ لیکن میں نے مشین آپریٹ کرنے والے کے دماغ پر قبضہ جما کر مشین میں خرابی پیدا کردی تھی۔

اس طرح قطب شمالی میں اب ان کا ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا تھا۔ اسے جزیرے میں لایا گیا۔ اب انہیں یقین تھا کہ ان کا امریکی جوان اور میش مشین کے ذریعے یہ علم سیکھ لیں گے تو پھر مزید ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی پیدا کیے جائیں گے۔

صبح دس بجے ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی جوان کو مشین کے ایک حصے کے بیڈ پر لٹایا گیا۔ دوسرے حصے کے بیڈ پر آزمائشی طور پر ایک امریکی جوان کو لٹا کر اس مشین کو آپریٹ کیا گیا۔ میں آپریٹ کرنے والے کے دماغ پر حاوی تھا۔ اسے پتا نہ چل سکا کہ وہ آپریٹ کرنے کے دوران ہی کہاں غلطی کررہا ہے؟

آپریشن کے اختتام پر ان دونوں کو اسٹریچر پر لے جاکر دو بستروں پر لٹایا گیا۔ آپریشن کے نتیجے میں دونوں بے ہوش تھے۔ ایسا سب ہی کے ساتھ ہوتا تھا پھر وہ ایک گھنٹے کے بعد ہوش میں آتے تھے۔ نارمل رہتے تھے پھر خیال خوانی کا مظاہرہ کرکے ثابت کرتے تھے کہ ٹرانسفارمر مشین کا تجربہ کامیاب رہا ہے۔

بہت عرصے کے بعد اس مشین کو پورے یقین کے ساتھ استعمال کیا گیا تھا۔ مہاراج بے چینی سے انتظار کررہا تھا۔ امریکی اکابرین بھی بے چین تھے..... ایک گھنٹا گزارنا مشکل ہوگیا تھا لیکن وقت کو تو گزرنا ہی تھا۔ ایک گھنٹے بعد دونوں رفتہ رفتہ ہوش میں آئے۔ انہیں پینے کے لیے پھلوں کا جوس دیا گیا۔ آپریٹ کرنے والے نے امریکی جوان سے کہا "خیال خوانی کی پرواز کرو۔ میرے لب ولہجے کو اپنی گرفت میں لے کر میرے دماغ میں آؤ۔"

وہ جوان اس مشین کے آپریٹر کو تکنے لگا۔ خیال خوانی کی پرواز کرنے کی کوششیں کرنے لگا پھر مایوس ہوکر بولا "میں آپ کے دماغ میں نہیں پہنچ پارہا ہوں۔"

اسی وقت قطب شمالی سے آنے والے جوان نے آپریٹر سے پوچھا "آپ نے مشین کو کیسے آپریٹ کیا ہے؟ میرے دماغ سے خیال خوانی کی صلاحیت ختم ہوگئی ہے۔ میں کئی بار آپ کے دماغ میں پہنچنے کی کوششیں کرچکا ہوں۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے آپریٹر سے پوچھا "یہ کیا غضب ہوگیا؟ ہمارے پاس ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا تھا۔ ہم نے اسے بڑی رازداری سے چھپا کر رکھا تھا۔ مگر ٹیلی پیتھی کا علم تو اس کے دماغ سے بھی مٹ گیا ہے۔ یہ تجربہ تو ہمیں بہت مہنگا پڑا ہے۔"

وہاں کے تجربے کار مکینک پھر سے مشین کو چیک کررہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ انہیں مشین میں کوئی خرابی نظر نہیں آرہی ہے۔" ہم نے دیکھا ہے۔ ہمارا یہ تجربے کار آپریٹر بڑی مہارت سے مشین کو آپریٹ کررہا تھا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں خرابی ہے یا کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا خرابی پیدا کررہا ہے۔"

دشمن کون ہوسکتا ہے۔ انہوں نے الپا کی چال کو ناکام بنا دیا تھا۔ مہاراج نے اپنے ایک آلۂ کار کی زبان سے کہا "میری سمجھ میں یہی بات آرہی ہے۔ مشین کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ناکارہ بنایا جارہا ہے۔ الپا نے نہ سہی' بلاں نے اسے ناکارہ بنایا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "آمنہ فرہاد اور جناب تیمرزی بھی ایسا کرسکتے ہیں۔"

مہاراج نے کہا "مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ دونوں دنیاوی معاملات میں مداخلت دینے آئیں گے۔ انہیں مزید نئے ٹیلی پیتھی

جاننے والوں کو ختم کرنا ہوگا تو وہ اپنی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کردیں گے۔ مجھے تو نیلماں پر پورا شبہ ہے۔"

"بہرحال ہم کسی پر بھی شبہ کریں' ناکامی ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ ہمارے پاس ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ ہم نے بڑی رازداری سے چھپا کر اسے رکھا تھا۔ اب اس کے دماغ سے بھی یہ علم مٹ گیا ہے۔"

اس ... ناکامی کی روداد امریکا کے دوسرے اکابرین کو سنائی گئی۔ سب نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ سنایا کہ اس ٹرانسفارمر مشین کو آج ہی کھول کر اس کے پرزے پرزے الگ کیے جائیں اور ان سب پرزوں کو آرمی ہیڈ کوارٹر کے گودام میں رکھ دیا جائے۔

آرمی کے جوان اس فیصلے کے مطابق عمل کرنے لگے۔ میش اپنے چھ باڈی گارڈز اور دوسرے افسران کے ساتھ واشنگٹن آگیا۔ الپا نے وہاں کے دوسرے اکابرین کے ذریعے معلوم کیا کہ مشین میں بظاہر کوئی خرابی نہیں تھی پھر بھی وہ ناکارہ ثابت ہوئی۔ اس نے مہاراج سے کہا "افسوس تمہاری حسرت پوری نہیں ہوئی۔ میش ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہ کرسکا۔ یوں تو کبھی کامیابی اور کبھی ناکامی ہوتی رہتی ہے لیکن تم مجھ سے اتحاد نہیں کروگے تو ہمیشہ ناکام ہوتے رہوگے۔"

مہاراج نے کہا "اگر تم بول چکی ہو تو جاؤ۔ ابھی میں بہت مصروف ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ مہاراج نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے کہا۔ "میری خواہش پوری نہ ہو سکی۔ میش اب وہاں رہ کر ٹیلی پیتھی نہیں سیکھ سکے گا۔ بہتر ہے کہ اسے پہلی فلائٹ سے میرے پاس بھیج دیں۔"

"آپ کا بیٹا جب چاہے واپس جاسکتا ہے لیکن اسے یہاں آئے ہوئے صرف دو دن ہوئے ہیں۔ وہ پہلی بار ہمارے ملک میں آیا ہے۔ اسے پورے امریکا کی سیر کرنے دیں۔"

"زندگی رہی تو وہ پھر کبھی پورے امریکا کی سیر کرلے گا۔ میں بہت مایوس ہوگیا ہوں۔ آپ اسے واپس بھیج دیں۔"

"مہاراج! آپ نے یہ کہاوت سنی ہے کہ مہمان اپنی مرضی سے آتا ہے لیکن میزبان کی مرضی سے واپس جاتا ہے۔ اب تو ہم دوست ہیں۔ پلیز ہمیں میزبانی کا موقع دیں۔"

"آپ نہیں جانتے' میں اپنے .... بیٹے کے بغیر نہیں رہ سکتا پھر یہ کہ الپا مجھے طعنے دے رہی ہے۔ پیش گوئی کررہی ہے کہ میرا بیٹا آپ کے ملک سے واپس نہیں آسکے گا۔ میں اس کے طعنوں اور پیش گوئی کو غلط ثابت کرنا چاہتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ ایک گھنٹے بعد رابطہ کریں۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ میش اور اس کے تمام گارڈز کو کس فلائٹ میں سیٹیں مل رہی ہیں۔"

مہاراج نے ایک گھنٹے بعد رابطہ کیا تو اس اعلیٰ افسر کے ساتھ یوگا کا ماہر ایک حاکم اور چند فوجی افسر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ ایک جونیئر افسر تھا' جس کے دماغ میں مہاراج جا کر ان اکابرین سے گفتگو کیا کرتا تھا۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مہاراج! ہم نے عرض کیا تھا کہ افغانستان میں ایک مسلمان دہشت گرد ہے۔ اسے جلد از جلد ہلاک کرنا ہے یا گرفتار کرا کے اسے یہاں پہنچانا ہے۔ آپ یہ کام کرنے کے لیے راضی ہوگئے تھے لیکن یہ شرط رکھی تھی کہ ہم آپ کے بیٹے کو ٹیلی پیتھی سکھائیں۔"

دوسرے افسر نے کہا "آپ نے دیکھ لیا کہ ہم نے آپ کی شرط کو تسلیم کیا اور میش کو ٹیلی پیتھی سکھانے کے لیے اس جزیرے میں لے گئے۔ یہ ہماری اور آپ کی بدقسمتی ہے کہ مشین ناکارہ ہوگئی ہے اور اب تو اس کے پرزے پرزے کردیے گئے ہیں۔ اتنی باتیں کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم آپ کی باتیں مان رہے ہیں لیکن آپ ہمارا ایک چھوٹا سا کام نہیں کررہے ہیں۔"

مہاراج نے کہا "میں نے آپ کا کام کرنے سے انکار نہیں کیا ہے۔ کل تک میرا بیٹا آجائے گا تو میں خیال خوانی کے ذریعے افغانستان آپ کے کرائے کے قاتلوں کے پاس پہنچ کر ان کی بھرپور مدد کروں گا۔"

ایک حاکم نے کہا "آپ نے پہلے بھی زبانی وعدہ کیا۔ اب بھی زبان سے کہہ رہے ہیں لیکن عمل نہیں کررہے ہیں۔ آپ ایک بات پوری سچائی سے کہہ دیں کہ آپ وہاں فرہاد کے بیٹوں کی موجودگی سے خوف زدہ ہیں۔"

"بالکل نہیں۔ اگر افغانستان میں ٹیلی پیتھی کا عمل ظاہر ہوگا تو ہم اس کا الزام الپا پر عائد کریں گے۔ بے شک پہلے وہاں علی تیمور تھا۔ اب پارس پہنچا ہوا ہے لیکن میں ان سے خوف زدہ نہیں ہوں۔"

"تو پھر اپنے بھگوان کا نام لے کر ہمارا کام شروع کردیں ہم کیسٹ کے ذریعے اپنے ایک جاسوس اور ایک کرائے کے قاتل کی آواز سنائیں گے۔ انہیں سن کر آپ ان کے دماغوں میں پہنچ جائیں گے۔ وہ افغانستان میں ہیں۔ ان کے ذریعے آپ دوسرے جاسوسوں اور کرائے کے قاتلوں کے دماغوں میں پہنچتے رہیں گے۔"

"آپ کیسٹ سے ان کی آوازیں سنائیں۔ میں ابھی ان سے رابطہ کروں گا پھر ان کی رہنمائی کرتا رہوں گا۔ اب یہ ایک دو دن کا کام تو نہیں ہے۔ پتا نہیں اس خطرناک دہشت گرد تک پہنچنے میں کیسی دشواریاں پیش آئیں گی۔ میرا بیٹا میرے پاس پہنچ جائے گا تو میں پورے ذہنی سکون اور اطمینان کے ساتھ آپ لوگوں کے کام آتا رہوں گا۔"

"آپ تو بیٹے کے لیے ایسے پریشان ہیں جیسے وہ دشمنوں کے درمیان ہے۔ بھئی ہم دوست ہیں۔ میش ہمارا مہمان ہے۔ جب تک آپ ہمارے کام آتے رہیں گے' ہم اسے یہاں سرکاری مہمان

بنا کر رکھیں گے۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟ کیا میں زندگی بھر تمہارے کام آتا رہوں گا اور میرا بیٹا زندگی بھر تمہارا مہمان بنا رہے گا؟"

"سرکاری مہمان ایسے ہی ہوتے ہیں۔ میزبان ان کی واپسی کا وقت نہیں جانتے۔ ویسے تمہارے لیے یہ فکر کی بات ہے کہ تمہارا بیٹا امریکا میں عیش و عشرت کی زندگی گزارتا رہے گا۔ تم جب چاہو تم یہاں آکر اس کے ساتھ رہ کر زیادہ سے زیادہ اسے باپ کی محبتیں دے سکو گے۔"

"تم لوگ جو سمجھانا چاہتے ہو' اسے میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ الپا کی پیش گوئی درست ہو رہی ہے۔ تم لوگ وہاں میرے بیٹے کے ساتھ کیسا بھی سلوک کرسکتے ہو۔ اس کے چھ گارڈز کو ہلاک کرسکتے ہو۔ صرف میرے بیٹے کو اس لیے زندہ رکھو گے کہ میں اس کی سلامتی اور طویل عمری کے لیے تمہارے ناجائز احکامات کی تعمیل کرنے پر مجبور ہوتا رہوں گا۔"

"بھئی تم جو بھی سمجھو۔ ہم تمہارے بیٹے کو اپنی اولاد کی طرح خوش رکھیں گے ـــــ تمہیں بھی ایک باپ کے فرائض کے مطابق اس کی خوشی کے لیے قربانیاں دینا چاہئیں۔"

ایک افسر نے کہا "مہاراج! تمہارے تمام بھائی مارے جاچکے ہیں۔ انہوں نے شادیاں نہیں کی تھیں۔ وہ بے اولاد مرگئے مگر تمہاری آئندہ نسل کو بڑھانے کے لیے ایک یہی بیٹا میش رہ گیا ہے۔ اگر تم اس کی سلامتی نہیں چاہو گے تو تمہاری نسل نہیں بڑھے گی۔ خاندان یہیں ختم ہوجائے گا۔ یہ باتیں تم ہم سے زیادہ سمجھ سکتے ہو۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "ایک اور نیک مشورہ ہے۔ جب میش کو تمام عمر یہاں رہنا ہے تو پھر یہیں اس کی شادی کرادی جائے۔ تمہاری بہو آئے گی تو بچے پیدا کرتی رہے گی۔ مہاراج سوریہ راج کی آئندہ نسلیں امریکا میں پھلتی پھولتی رہیں گی۔"

ایک حاکم نے کہا "تم بہت دیر سے خاموش ہو۔ کچھ بولو؟"

"کیا بولوں؟ اتنی دیر سے تم لوگوں کی باتیں سن رہا ہوں اور یہ سمجھ رہا ہوں کہ میری بہت بڑی کمزوری تمہارے ہاتھ آگئی ہے۔ تم لوگوں نے مجھے بری طرح جکڑ لیا ہے۔"

"پھر کیا کہتے ہو؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ مجھے اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے تم لوگوں پر بھروسا کرنا ہوگا۔ بس ایک بار اور کہہ دو کہ میرا بیٹا وہاں عیش و آرام سے سلامت رہے گا۔"

وہ حاکم اور دوسرے فوجی افسران باری باری کہنے لگے۔ اسے یقین دلانے لگے کہ میش وہاں شاہانہ زندگی گزارتا رہے گا پھر مہاراج نے کہا "ٹھیک ہے۔ جب تک میرے بیٹے کو ذہنی یا جسمانی طور پر ایک ذرا بھی آنچ نہیں پہنچے گی میں تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔"

محی الدین نواب کی کہانی جو کم سے کم وقت میں بہت کچھ حاصل کرنے کے لئے شارٹ کٹ اختیار کرتے ہیں

شارٹ کٹ

قیمت: ۱۲۵ روپے

جذبات کی دنیا میں زلزلے برپا کردینے والی داستان اس داستان میں آپکو محبت کا صحیح فلسفہ ملے گا

دل پارہ پارہ

قیمت: ۱۲۵ روپے

محی الدین نواب کا ایک بہترین ناول، دل میں اترنے کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی

اجازت

قیمت: ۱۵۰ روپے

محبت کی کھلتی کلیوں اور انتقام کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی کہانی

پتھر دو جلدیں

قیمت ۱۵۰ روپے فی جلد

محی الدین نواب کے قلم سے انگڑائیاں لیتی، تڑپتی اور پھول کھلاتی ہوئی ایک رومانی داستان

جرم وفا

قیمت: ۲۰۰ روپے

محی الدین نواب صاحب کے قلم سے چار بہترین اور شاہکار کہانیوں کا گلدستہ

کمبل

قیمت: ۱۸۰ روپے

محی الدین نواب کے قلم سے اجل نوجوانوں کے مختلف چار روپ، ایک منفرد تخلیق

اجل نامہ

قیمت: ۲۰۰ روپے

محی الدین نواب کے قلم سے پانچ بہترین طویل کہانیاں

ایمان والے

قیمت: ۲۰۰ روپے

اپنے بک کرپانے قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں۔

ڈاک خرچ فی کتاب ۲۰ روپے

علی سنز بک سیلرز

20۔ مزنگ روڈ، اردو بازار لاہور

Ph: 7247414

جب مہاراج نے گھنٹے ٹیک دیے تو اسے ایک کیسٹ سنایا گیا۔ اس میں سے ایک جاسوس کی آواز ابھرنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مہاراج! ہمیں یہ خوش خبری سنائی گئی ہے کہ تم ہمارے دماغ میں آکر ہماری مدد کرو گے۔ ہم اس دن اور اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔"

اس جاسوس کی باتوں سے پتا چلا کہ امریکی پلان میکرز بہت پہلے سے یہ منصوبہ بنا چکے تھے کہ مہاراج کو کس طرح آہنی شکنجے میں جکڑا جائے گا۔ اسی کیسٹ سے پھر ایک کرائے کے قاتل کی آواز ابھری۔ وہ بھی یہی کہہ رہا تھا کہ وہ اپنے دماغ میں مہاراج کی سوچ کی لہروں کا انتظار کر رہا ہے۔

مہاراج نے ان دونوں کی آوازیں سننے کے بعد کہا "میں ان کے دماغوں میں جا رہا ہوں۔ وہاں کے حالات معلوم کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ ویسے آپ کو اپنے سراغ رسانوں کے ذریعے میری کارکردگی کی رپورٹ ملتی رہے گی۔"

افغانستان میں غیر ملکی ٹی وی رپورٹرز' اخبارات کے رپورٹرز اور فوٹو گرافرز' ریڈ کراس ٹیم اور دوسری امدادی ٹیموں کے اسٹاف میں درجنوں لوگ کام کر رہے تھے۔ اس اسٹاف میں جاسوس اور کرائے کے قاتل چھپ کر رہتے تھے۔ مہاراج پہلے جاسوس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ اس کا نام کچھ اور تھا لیکن پاسپورٹ میں ایک اخباری فوٹو گرافر کی حیثیت سے اس کا نام ہڈسن تھا۔ کرائے کا ایک قاتل جیرالڈ ایک اخباری رپورٹر کی حیثیت سے ہڈسن کے ساتھ تھا۔ ان کے دو سرے ساتھی کچھ تو ان علاقوں میں تھے' جہاں طالبان کا قبضہ تھا اور کچھ سراغ رساں اور جرائم پیشہ افراد طالبان کے مخالف گروہ میں تھے۔ ان مخالف گروہوں میں اتحاد تھا۔ غیر ملکی سراغ رسانوں اور کرائے کے قاتلوں نے ان تمام گروہوں کے سرداروں کو یقین دلایا تھا کہ انہیں عین وقت پر اسلحہ سپلائی کیا جائے گا تو وہ موقع پاکر کبھی رات کی تاریکی میں طالبان کے علاقوں میں جایا کریں گے اور انہیں راز داری سے ہلاک کرکے واپس آجایا کریں گے۔ ان کا اصل ٹارگٹ وہ مسلمان دہشت گرد ہے جسے تمام مسلمان دہشت گرد نہیں بلکہ مجاہد اعظم کہتے ہیں۔

وہ سب یہ سراغ لگانے کی کوششیں کر رہے تھے کہ اس مسلمان مجاہد اعظم کو طالبان نے کہاں پناہ دے رکھی ہے۔ ان کی معلومات کے مطابق وہ مجاہد طالبان کے کسی ایک علاقے میں نہیں رہتا تھا۔ اچانک اپنی رہائش کی جگہ بدلتا رہتا تھا۔

ان سراغ رسانوں اور کرائے کے قاتلوں کے لیے ایک بڑا مسئلہ یہ تھا کہ وہ افغانی زبان نہیں جانتے تھے۔ ان کی باتیں سمجھنے کے لیے وہ اپنے ساتھ ایسے تعلیم یافتہ افغان ترجمان رکھتے تھے' جو مقامی باشندوں کی باتیں انہیں سمجھایا کرتے تھے۔

واشنگٹن' نیویارک' لندن اور اسکاٹ لینڈ میں ایسے اسکول قائم کیے گئے تھے' جہاں سراغ رسانوں کو دنیا کے تمام ممالک کی زبانیں سکھائی جاتی تھیں۔ ہڈسن اور دوسرے چند جاسوس افغانی زبان روانی سے بولتے تھے اور کسی بھی مناسب موقع پر افغانی باشندوں کا بھیس بدل کر طالبان کے درمیان کسی شک وشبے کے بغیر رہ سکتے تھے۔ ان میں ہڈسن اور دو جاسوس طالبان کے مختلف متعونہ علاقوں میں خالص افغانی بنے ہوئے تھے۔

مہاراج نے ہڈسن کے خیالات سے معلوم کیا کہ افغانی بن کر رہنے والے ایک جاسوس کا نام گیری پیکر اور دوسرے کا نام بیڈن تھا۔ مہاراج نے ہڈسن کو مائل کیا کہ وہ اپنے بند کمرے میں رہ کر موبائل فون کے ذریعے دوسرے سراغ رسانوں گیری پیکر اور بیڈن سے رابطہ کرکے اس مسلمان مجاہد کے بارے میں کچھ معلوم کرے۔

وہ اپنے کمرے کا دروازہ بند کرکے رابطہ کرنے لگا۔ فون پر پہلے گیری پیکر کی آواز سنائی دی۔ اس نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ ادھر سے ہڈسن نے کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا "کیا اس مسلمان دہشت گرد کا کوئی ٹھکانا معلوم ہوا ہے؟"

گیری پیکر نے کہا "ہاں اس علاقے کا کمانڈر کہہ رہا تھا کہ وہ دہشت گرد آج رات آٹھ بجے ان کا مہمان بنے گا۔ رات کا کھانا ان کے ساتھ کھائے گا پھر کل صبح دوسرے علاقے میں چلا جائے گا۔"

"یہ اچھی خبر ہے۔ جو کرائے کا قاتل یہاں ہے' میں اسے رپورٹنگ کے لیے دوسری جگہ جانے کا کہوں گا لیکن وہ راستہ بدل کر تمہارے پاس چلا آئے گا۔"

"ہمارے پاس قاتلوں کی تعداد زیادہ ہو تو بہتر ہے۔ میں نے دو قاتلوں کو یہاں راز داری سے آنے کے لیے کہہ دیا ہے۔ اب میں بیڈن سے کہوں گا کہ وہ اپنے ساتھ رہنے والے قاتلوں کو بھی میرے پاس بھیج دیں۔ آج رات طالبان کے اس علاقے میں اس دہشت گرد کا آخری کھانا ہوگا۔"

گیری پیکر نے اس سے رابطہ ختم کرکے بیڈن سے رابطہ کیا اور اس سے وہی باتیں کیں' جو ہڈسن سے کرچکا تھا۔ بیڈن نے کہا۔ "میرے کرائے کے قاتل اندھیرا ہوتے ہی تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔ یہاں مجھے سب ہی افغان باشندہ سمجھتے ہیں اور یہ میری بہت بڑی کامیابی ہے۔"

گیری پیکر نے کہا "مجھے بھی یہاں افغانی سمجھا جا رہا ہے۔ میں بہت محتاط رہتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ مجھ پر کوئی شبہ نہ کرے۔ بہرحال شام ہونے والی ہے۔ دو یا ڈھائی گھنٹے بعد رات ہوتے ہی وہ دہشت گرد یہاں ضرور پہنچے گا۔ اب ہم اس کا کام تمام کرنے کے بعد ہی رابطہ کریں گے۔"

انہوں نے فون کا رابطہ ختم کردیا۔ گیری پیکر نے فون بند کرکے اپنی شلوار کا ازار بند کھول کر موبائل فون کو اپنے انڈرویئر کے اندر چھپا لیا۔

مہاراج بیڈن کے ذریعے طالبان کے مخالف متحدہ گروہ میں رہنے والے سراغ رسانوں اور قاتلوں کے دماغوں میں پہنچتا رہا پھر اس نے گیری پیکر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اپنے کمرے سے نکل کر ایک گلی میں آیا۔ کچھ دور جاکر ایک مکان کے دروازے پر دستک دی۔ وہاں کرائے کا قاتل اخباری رپورٹر کی حیثیت سے دو طالبان کی نگرانی میں رہتا تھا۔ اس نے ان طالبان سے کہا "میں اس پریس رپورٹر کو لے کر کمانڈر کے پاس جا رہا ہوں۔ اسے میرے ساتھ جانے کی اجازت دیں۔"

وہ دونوں نگرانی کرنے والے طالبان بھی ان کے ساتھ وہاں سے چلتے ہوئے کمانڈر کی رہائش گاہ میں آئے۔ کمانڈر ایک وسیع صحن میں اپنے خاص ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا "آج رات ایک ایسا مجاہد اعظم ہمارا مہمان رہے گا' جس نے اپنے عزم اور حوصلوں سے ساری مغربی دنیا کو لرزتے رہنے پر مجبور کردیا۔ ہمارے مہمان کی حفاظت اور میزبانی میں کوئی کمی نہ ہو۔ ہم صبح تک آہنی قلعہ بن کر اپنے مہمان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔"

کمانڈر نے گیری پیکر اور اخباری رپورٹر کو دیکھ کر پوچھا "کیوں آئے ہو؟ کوئی خاص بات ہے؟"

گیری پیکر نے کہا "جی ہاں۔ میں آپ سے عرض کرنے آیا ہوں کہ میرا دماغ اب میرا نہیں رہا ہے۔ میرے اس دماغ پر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے قبضہ جمایا ہے۔"

کمانڈر نے پوچھا "تم افغانی ہو۔ اپنی زبان چھوڑ کر انگریزی کیوں بول رہے ہو؟"

"میرے اندر جو ٹیلی پیتھی جاننے والا گھسا ہوا ہے' وہ مقامی زبان نہیں جانتا ہے۔ اس لیے وہ میرے ذریعے انگریزی بول رہا ہے اور میں کوئی افغان باشندہ نہیں ہوں۔ ایک غیر ملکی جاسوس ہوں اور میرا نام گیری پیکر ہے۔"

اس کے ساتھ کھڑے ہوئے کرائے کے قاتل نے کہا "یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو؟ فار گاڈ سیک ہوش میں رہ کر باتیں کرو۔"

گیری پیکر نے کمانڈر سے کہا "یہ کسی اخبار کا رپورٹر نہیں ہے بلکہ کرائے کا قاتل ہے۔ آج آپ کے مجاہد مہمان کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں ثبوت پیش کر رہا ہوں۔ ہم دونوں کے کپڑے اتار کر دیکھیں' آپ کو میری باتوں کا یقین آجائے گا۔"

کمانڈر نے ان کے کپڑے اتارنے کا حکم دیا۔ جب لباس اتارا گیا تو اندر سے ایک منی پستول اور موبائل فون برآمد ہوا۔ دونوں کو فوراً حراست میں لیا گیا۔ گیری پیکر نے کہا "مزار شریف میں بھی طالبان کے درمیان جو جاسوس اور پریس رپورٹر ہے' ان کے نام ہڈسن اور جیرالڈ ہیں۔ آپ وہاں کے کمانڈر سے رابطہ کرکے انہیں اچانک حراست میں لینے کا مشورہ دیں۔ ان کے لباس کے اندر سے بھی ایسی ہی چیزیں نکلیں گی۔"

مہاراج نے گیری پیکر کے ذریعے جاسوس بیڈن کے بارے میں بھی بتایا۔ کمانڈر اور اس کے خاص ساتھی فوراً ہی ایک دوسرے کے علاقوں کے کمانڈروں سے رابطہ کرنے اور انہیں خطرات سے آگاہ کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ان کمانڈروں نے رابطہ کرکے کہا "آپ نے درست نشان دہی کی تھی ہم نے ان جاسوسوں اور کرائے کے قاتلوں کو گولیوں سے بھون دیا ہے۔ اب ہمارا بھی ایک مشورہ ہے۔ آج رات آپ مجاہد اعظم کی میزبانی کا شرف حاصل نہ کریں۔ پتا نہیں یہ خبر اور کتنے غیر ملکی جاسوسوں تک پہنچ گئی ہوگی۔"

کمانڈر نے کہا "آپ صحیح مشورہ دے رہے ہیں۔ ہم مجاہد اعظم کو یہاں آنے سے پہلے ہی دوسرے علاقے میں پہنچا دیں گے۔"

یہ کہہ کر کمانڈر نے فون بند کیا پھر طالبان کو حکم دیا کہ گیری پیکر اور اس کرائے کے جاسوس کو باہر لے جاکر جہنم میں پہنچا دیں۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ طالبان انہیں باہر لے گئے پھر کئی گولیاں چلنے کی آوازیں آئیں اور مہاراج گیری پیکر کے مردہ دماغ سے نکل آیا۔

پھر وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے ان جاسوسوں اور کرائے کے قاتلوں کے اندر پہنچا۔ اور ان کی کھوپڑیاں الٹنے لگا۔ وہ اپنے ہتھیار اٹھا کر مختلف گروہ کے لوگوں پر فائرنگ کرنے لگے۔ جواباً ان پر بھی فائرنگ ہونے لگی' وہ بھی حرام موت مرنے لگے۔ چند جاسوس اور کرائے کے قاتل پریشان ہو کر وہاں سے بھاگنے لگے لیکن متحدہ گروہ کے سرداروں کے حکم سے ان کا تعاقب کرکے انہیں بھی مار ڈالا گیا۔

مہاراج وہاں کئی گھنٹوں تک مصروف رہا۔ اس ملک میں جتنے سراغ رسانوں اور قاتلوں کے دماغوں میں پہنچا ہوا تھا' ان سب کو نیست و نابود کرتا رہا پھر وہ فوج کے ایک جونیئر آلۂ کار افسر کے ذریعے اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا۔ اعلیٰ افسر نے کہا "ہم نے دو گھنٹے پہلے کئی بار جاسوس ہڈسن اور قاتل جیرالڈ سے فون پر رابطہ کیا۔ وہ ہر بار یہی کہتے رہے کہ مہاراج ابھی تک ان کے دماغوں میں نہیں آئے۔ کیا تم کسی دوسری جگہ مصروف ہوگئے تھے؟"

"ہاں۔ آپ نے افغانستان میں اتنے سراغ رسانوں اور کرائے کے قاتلوں کو ہر علاقے میں پہنچا دیا ہے کہ مجھے ہر ایک کے دماغ میں پہنچنے کے لیے گھنٹوں لگ گئے۔ آپ میری کارکردگی کی رپورٹ ابھی جاسوس ہڈسن سے یا قاتل جیرالڈ سے لے سکتے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے ہڈسن سے رابطہ کیا۔ تھوڑی دیر تک دوسری طرف فون کا بزر بولتا رہا پھر کسی نے افغانی زبان میں کچھ کہا۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا "تم کون ہو؟ یہ موبائل فون تمہارے پاس کیسے آیا؟"

تھوڑی دیر بعد ایک افغانی نے انگریزی میں کہا "یہ فون ایک جاسوس ہڈسن کے پاس تھا۔ ہم نے اسے اور جیرالڈ کو جہنم میں پہنچا

دیا ہے۔ تم کون ہو؟"

اعلیٰ افسر نے اپنا فون بند کردیا پھر مہاراج کے آلۂ کار سے بولا۔ "ان طالبان نے پڈسن اور جیرالڈ کو مار ڈالا ہے۔"

مہاراج نے کہا "یہ بڑی تشویش کی بات ہے۔ تم تمام امریکی اکابرین سے کہو کہ وہ یہاں سے کنکٹڈ فون کے اسپیکر آن رکھیں تاکہ ہماری گفتگو سن سکیں۔"

آدھے گھنٹے کے اندر تمام اکابرین ایک ہی کنکٹڈ فون سے منسلک ہوگئے۔ انہیں بتایا گیا کہ جاسوس پڈسن اور قاتل جیرالڈ مارے گئے ہیں اور مہاراج سے ابھی گفتگو ہو رہی ہے۔

مہاراج نے کہا "میں پڈسن اور جیرالڈ کے ذریعے تمہارے تمام سراغ رسانوں اور کرائے کے قاتلوں کے ٹھکانوں میں گیا تھا مگر تم لوگوں کے لیے یہ بڑے صدمے کی بات ہے کہ میں جس کے بھی دماغ میں پہنچا رہا' وہ بے موت مرتا رہا۔ اب تم سب اپنے دوسرے فون کے ذریعے ان تمام سراغ رسانوں اور قاتلوں سے رابطہ کرو۔ اگر وہاں تمہارا کوئی کنکٹڈ پہنچ گیا ہو تو کیسٹ کے ذریعے اس کی آواز بھی سنا دو پھر اس کی آواز بھی بند ہو جائے گی۔"

"او۔ اب سمجھ میں آیا۔ اتنا بڑا نقصان تم نے پہنچایا ہے۔"

"اسے بڑا نقصان نہ کہو۔ آئندہ اس سے بھی بڑے نقصانات پہنچنے والے ہیں۔ ذرا دیکھتے جاؤ۔ تم لوگوں پر ابھی دل کے دورے پڑنے والے ہیں۔"

ایک حاکم نے پوچھا "کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ اپنے بیٹے کو بھول گئے ہو؟ کیا اس کی سلامتی نہیں چاہتے ہو؟"

"بے شک وہ میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ میں اس کی سلامتی اور واپسی چاہتا ہوں اور اس کی بخیریت واپسی کے لیے میں نے افغانستان میں یہ چھوٹا سا نقصان بھرا نمونہ پیش کیا ہے۔ اب اگر میرے بیٹے کے جسم پر ایک خراش بھی آئے گی یا اسے ایب نارمل بنایا جائے گا تو تمہارے آرمی ہیڈ کوارٹر میں ایسی تباہی آئے گی کہ ایک افسر اور ایک سپاہی بھی زندہ نہیں ملے گا اور یہ تو میں جانتا ہوں کہ تم لوگوں نے ایٹم بم کہاں اسٹور کیے ہیں۔ اس کے آگے اور کچھ نہیں بولوں گا۔ صرف چوبیس گھنٹے تک اپنے بیٹے کی واپسی کا انتظار کروں گا۔ اپنے اعمال درست کرنے کے لیے چوبیس گھنٹے بہت ہوتے ہیں۔"

اس نے یہ کہہ کر دماغی رابطہ ختم کردیا۔ تمام امریکی اکابرین اپنے اپنے فون کے اسپیکر کے سامنے گم صم بیٹھے ہوئے تھے۔ جب وہ لوگ میش کو جزیرے میں لے گئے تو میں نہیں چاہتا تھا کہ مزید ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوں۔ انہیں اس سلسلے میں ناکام بنانے کے لیے میں میش کے دماغ میں آیا اور اس کے چور خیالات پڑھے تو اس وقت مسکرا کر رہ گیا اور یہ تسلیم کیا کہ اب مہاراج کو بھی چالیں چلنے کا تجربہ ہو رہا ہے۔

وہ اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے کوئی بھی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے ایک نوجوان پر تنویمی عمل کرکے اسے میش بنایا تھا اور اس کے دماغ کو اس طرح لاک کیا تھا کہ الپا بھی اس کے اندر نہیں جاسکتی تھی یہ راز امریکی اکابرین بھی اب تک نہیں سمجھ پا رہے تھے کہ ان کے پاس امریکا میں ڈی میش پہنچا ہوا ہے اور اصلی میش ہندوستان میں اپنے باپ کے پاس محفوظ ہے۔

ایسی کامیاب چال چلنے کے باوجود مہاراج یہی ظاہر کر رہا تھا کہ امریکی اکابرین نے اس کے اپنے میش کو یرغمال بنا کر رکھا ہے اور ایسا کرکے وہ آئندہ بھی بڑے بڑے نقصانات اور صدمات برداشت کرنے والے ہیں۔

اس نے الپا کے دماغ پر دستک دی اور کہا "میں ہوں مہاراج"

وہ بولی "ٹھیک ہے۔ ابھی آرہی ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ مہاراج چلا گیا۔ وہ کبھی کسی کو اپنے دماغ میں ٹھہرنے نہیں دیتی تھی۔ اس نے مہاراج کے پاس آکر کہا۔ "لوگ اپنی کامیابی کے قصیدے پڑھنے آتے ہیں۔ کیا تم اپنی ناکامی کا مرثیہ سنانے آئے تھے۔"

"میں جانتا ہوں' تم نے مختلف ذرائع سے معلوم کیا ہوگا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین ہمیشہ کی طرح ناکارہ رہی۔ میرے بیٹے کو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہ ہوسکا۔"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ اب ایک نیک مشورہ دے رہی ہوں۔ اپنے بیٹے کو فوراً اپنے پاس بلالو۔"

"تمہارا نیک مشورہ کام نہیں آئے گا۔ تم نے درست پیش گوئی کی تھی کہ وہ میرے بیٹے کو قیدی بنالیں گے اور یہی ہو رہا ہے۔"

وہ قہقہے لگانے لگی "پھنس گئے مہاراج! آخر پھنس گئے۔ میں نے یہ بھی درست کہا تھا کہ پہلے تمہیں نادان سمجھتی تھی مگر تم بڑے بے وقوف ہو۔"

"مجھے گدھا بھی کہہ سکتی ہو۔ میں بہت ٹوٹ کر تمہارے پاس آیا ہوں۔"

"ہائے۔ آخر تمہیں میری ضرورت پڑ ہی گئی۔ کیا امیدیں لے کر میرے پاس آئے ہو؟"

"اتنی بڑی دنیا میں ایک ہی امید کا دیا ہے' میرا بیٹا میش۔ میں اسے ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ تم مجھ سے زیادہ ذہین اور چالاک ہو۔ بھگوان کے لیے میری آئندہ نسل کو مٹنے سے بچالو۔"

"یعنی تم چاہتے ہو' میں تمہارے بیٹے کو ان کی قید سے نجات دلاؤں۔ جبکہ یہ بات ناممکن سی ہے۔ جہاں میش کو رکھا گیا ہوگا' وہاں اندر اور باہر الیکٹرانک تلات کے ذریعے نگرانی ہو رہی ہوگی۔ جتنے مسلح گارڈز ہوں گے وہ سب یوگا کے ماہر ہوں گے اور اس رہائشی چار دیواری کے باہر شام سے صبح تک تربیت یافتہ خوں خوار کتے ٹہلتے رہیں گے۔ تمہارے بیٹے تک پہنچنا ناممکن ہوگا۔"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ ہماری توقع سے بھی زیادہ سخت نی میں میش کو رکھا جائے گا۔ وہاں انسان نہیں جاسکے گا لیکن کا ذہن تو جاسکتا ہے؟ بھئی پارس کے ساتھ رہ چکی ہو' کوئی ی دکھاؤ تو میں ہمیشہ کے لیے تم سے اتحاد کرلوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "مجھے تمہارے اتحاد کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے بیٹے کو امریکی قید سے نکال کر اسرائیل لے آؤں گی تو یٹے کی خاطر خود ہی میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔ تم کے کہ میں دو چار دنوں میں کس طرح میش کو وہاں سے لا کر یدی بنالوں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ مہاراج اپنی جگہ دماغی طور ضر ہو کر مسکرانے لگا۔ دل میں کہنے لگا "کچھ دنوں تک فراڈ کی داری کرنے سے یہ فائدہ ہوا کہ اب میں بھی دو ہری چالیں چلنے ں۔ اگر الپا کسی طرح مکاری سے ڈی میش کو امریکا سے کال لے آئے گی تو دونوں ملک اس ڈی کے لیے آپس میں ں کی طرح لڑتے رہیں گے۔"

اس نے آلۂ کار کے ذریعے امریکی اکابرین کے اعلیٰ افسر سے "تم لوگوں نے میرے بیٹے کو قیدی بنایا ہے۔ اس غصے میں میں تم لوگوں کا بہت بڑا نقصان کیا ہے لیکن اب میں ٹھنڈے دماغ سوچ رہا ہوں کہ ہندوستان میں بھی میرے کئی دشمن میرے بیٹے نقصان پہنچانے کی تاک میں رہتے ہیں۔ بہتر ہے کہ میش یہاں میں تم لوگوں کی نگرانی میں رہے لیکن قیدی بن کر نہ رہے۔ ش و آرام سے رکھو گے تو میں اپنا یہ چیلنج واپس لیتا ہوں کہ تم لوگوں کو کسی طرح کا بھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ جب نہ انداز میں کوئی کام کرنے کے لیے کہو گے تو اسے ضرور گا۔"

اعلیٰ افسر نے خوش ہو کر کہا "مہاراج! آپ نے بڑی دانش کی بات کی ہے۔ آپ دن رات میش کے دماغ میں جا کر ں گے کہ وہ یہاں ایک شہزادے کی طرح زندگی گزار رہا ہے

مہاراج اور امریکی اکابرین کے درمیان پھر مذاکرات ہوئے ران کی دشمنی' دوستی میں بدل گئی۔ مہاراج اپنے منصوبے میاب ہو رہا تھا۔ آئندہ الپا سے امریکی اکابرین کی دشمنی کی وار ہو چکی تھی۔

○☆○

نی اور علی نے پیرس میں حشر بپا کیا تھا۔ بڑے بڑے ممالک ی مسائل حل کرنے' خفیہ راز چرانے اور بڑی شخصیتوں کو رانے کا سودا طے کرنے اور ان سے بھاری معاوضہ لینے والی ایجنسیاں پیرس میں تھیں۔ ایک ایجنسی کا سربراہ رکن اور دوسری ایجنسی کا سربراہ رکن کنگ کانگ تھا۔ پچھلے باب ں کی تفصیلات بیان کی جاچکی ہیں اور اس اہم بات کا ذکر بھی ہو چکا ہے کہ علی نے کس طرح جمناز یم کلب میں ڈان ون اور ڈان ٹو کو آپس میں لڑا کر زخمی کرایا تھا اور ثانی کو ان کے دماغ میں پہنچایا تھا پھر ثانی نے کنگ کانگ فوا اور اس کے دست راست ہرمول بیکر کو بھی گولی مار کر زخمی کیا تھا۔

ایک طرف دو خفیہ اور خطرناک ایجنسیاں تھیں اور دوسری طرف ان کے مقابلے پر علی اور علی تھے۔ ثانی اپنا کام کرکے چلی گئی تھی۔ علی نے دونوں ڈان بھائیوں کے لیے موت کا ایسا سامان کیا تھا کہ انہیں اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا۔ امریکا اور اسکاٹ لینڈ کے سراغ رساں اور کرائے کے کئی قاتل علی تک نہیں پہنچ پا رہے تھے اور علی نے ڈان ون کی موت کا وقت مقرر کردیا تھا کہ وہ صبح پانچ بجے قتل کردیا جائے گا۔

اس سے پہلے خفیہ ایجنسی کے سربراہ رابرٹو اور اس کی محبوبہ مورینا کو قتل کیا گیا تھا۔ دوسری ایجنسی کا سربراہ کنگ کانگ فو چاہتا تھا کہ رابرٹو کی طرح دونوں ڈان بھائی بھی ہلاک کردیے جائیں کہ تو امریکا اور دوسرے بڑے ممالک کنگ کانگ فو کی ایجنسی کے محتاج ہو کر انہیں جرائم کے بڑے بڑے ٹھیکے دیں گے۔

جب علی کو معلوم ہوا کہ کنگ کانگ فو نے رابرٹو کو قتل کیا ہے تو اس نے اپنا منصوبہ بدل دیا۔ ڈان ون اور ڈان ٹو سے کہا "تم لوگوں نے کرائے کے قاتلوں کے ذریعے میرے پاپا کو قتل کرایا تھا۔ میں اس قتل کا بدلہ تم سے لوں گا۔ تمہارا سربراہ رابرٹو بھی میرا شکاری تھا لیکن کنگ کانگ فو نے اسے قتل کرکے میرے شکار کو چھین کر اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ لہٰذا اب میں ڈان ون کو صبح پانچ بجے قتل نہیں کروں گا۔ تم دونوں ڈان بھائیوں کو اس وقت تک زندہ رہنے دوں گا' جب تک کنگ کانگ فو اور اس کی خفیہ ایجنسی کو نیست و نابود نہیں کروں گا۔ جاؤ ابھی کچھ دن اور جی لو۔"

دونوں ڈان بھائیوں کو اطمینان ہوا کہ ابھی وہ دو چار روز علی کے انتقام سے محفوظ رہیں گے لیکن انہیں کنگ کانگ فو اور اس کے دست راست ہرمول بیکر سے خطرہ تھا۔ ان کے کئی کرائے کے قاتل دونوں کو قتل کرنے کے لیے انہیں کئی اطراف سے گھیرنے کی کوشش میں تھے۔ ایسے ہی وقت ثانی نے ایک کرائے کے قاتل کے دماغ میں رہ کر اسے ہرمول بیکر کے پاس پہنچا کر زخمی کردیا۔ ہرمول نے اس کرائے کے قاتل کو گولی ماردی۔ اس وقت تک ثانی زخمی ہرمول کے اندر جگہ بنا چکی تھی۔ اس نے ہرمول کے ذریعے کنگ کانگ فو کو بھی گولی مار کر زخمی کردیا۔

اس طرح دونوں خفیہ اور خطرناک ایجنسیوں کے اہم افراد یا تو ہلاک کردیے گئے یا پھر انہیں زخمی کردیا گیا۔ اس طرح ثانی جب چاہتی' ان کے دماغوں میں پہنچ جاتی۔ انہیں یہ معلوم ہی نہ ہوسکا کہ ثانی نے ان اہم زخمی افراد پر تنویمی عمل کیا ہے اور اب زخم بھر جانے کے بعد بھی وہ ثانی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکیں گے۔

امریکی اکابرین کو تشویش تھی کہ فرہاد علی تیمور کی ہلاکت کے بعد اس کے دونوں بیٹے ایسا خطرناک سیلاب بن گئے ہیں جن کے آگے کوئی بند نہیں باندھ سکے گا۔

ان کی معلومات کے مطابق علی نے اپنے باپ کے قاتل کارمل کو ہلاک کیا تھا اور تمام بڑے ممالک مل کر بھی کارمل کو ہلاکت سے نہیں بچا سکے تھے۔ اس کے بعد پارس نے وہاں پہنچ کر پوشی وان جیسے خطرناک فائٹر کو مار کر بیلی کاپٹر کی بلندی سے نیچے سرحدی چوکی میں پھینک دیا تھا اور اب کرغان سے کئی سو کلومیٹر دور ایک ویرانے میں پہنچا ہوا تھا۔

یہ سب کچھ وہ لوگ اپنے طور پر سوچ رہے تھے۔ جبکہ پارس اور ثانی ہندوستان میں تھے اور پورس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے کرغان سے کئی سو کلومیٹر دور میں ہیلی کاپٹر لے کر گیا تھا۔ میں نے پوشی وان کو ہلاک کیا تھا۔ چونکہ میں مردہ سمجھا جا رہا تھا۔ اس لیے دشمنوں کا خیال تھا کہ میرے بیٹے انتقامی کارروائی کر رہے ہیں۔ ضمی اور علی کی حد تک دشمنوں کا یہ خیال درست تھا۔ امریکی اکابرین کو یہ ثبوت مل چکا تھا کہ علی اپنے باپ کا انتقام لے رہا ہے۔ پہلے وہ رابرٹو اور اس کی خفیہ ایجنسی کے تمام اہم افراد کو ہلاک کرنے والا تھا۔ اب اس نے دونوں ڈان بھائیوں کو دو چار روز تک جینے کا موقع دیا تھا اور کنگ کانو کی خفیہ ایجنسی کے پیچھے پڑ گیا تھا۔

کنگ کانو نے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے ہاٹ لائن پر رابطہ کر کے بتایا تھا کہ وہ اور اس کا خاص ماتحت ہرمول بیکر زخمی ہو گئے ہیں۔ اگرچہ زخم گہرا نہیں ہے لیکن اب وہ صحت مند ہونے تک دونوں ڈان بھائیوں کے مقابلے پر نہیں رہے گا۔

اعلیٰ افسر نے کہا "تم سے پہلے ڈان ٹو سے رابطہ ہو چکا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ علی نے دونوں بھائیوں کو چند روز تک جینے کی مہلت اس لیے دی ہے کہ پہلے وہ تمہیں اور تمہاری ایجنسی کو خاک میں ملانا چاہتا ہے۔ یہ جو تم زخمی پڑے ہو تو یہ زخم دونوں ڈان کے کرائے کے قاتلوں نے نہیں دیے ہیں۔ یہ علی کا تحفہ ہیں۔"

"کیا واقعی ڈان نے ہمارے آدمی کو خرید کر ہم پر حملہ نہیں کرایا ہے؟"

"نہیں۔ تم دونوں زخمی ہو مگر اتنے اطمینان سے بستر پر نہ پڑے رہو۔ جب علی نے تم دونوں پر حملے کرائے ہیں تو یقیناً تمہاری خفیہ رہائش گاہ دیکھ چکا ہو گا۔ وہ کسی وقت بھی وہاں پہنچ سکتا ہے۔"

"سر! آپ ہم پر مہربان ہیں۔ ہمیں اپنے بچاؤ کی تدبیر بتا رہے ہیں۔ کیا ہماری اس غلطی کو معاف کر چکے ہیں کہ ہم نے رابرٹو کو قتل کیا ہے؟"

"تم تمام خفیہ ایجنسیوں والے ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوتے ہو۔ ہمیں اس سے کیا مطلب کہ کون کسے قتل کر رہا ہے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ خفیہ ایجنسیوں کی صورت میں ہمارا کام کرنے والے ایجنٹس زندہ رہیں۔ جس طرح ہم تمہیں زندہ رہنا چاہتے ہیں' اسی طرح ہم تمہارے جانی دشمن دونوں ڈان بھائیوں کی بھی حفاظت کر رہے ہیں۔"

رابطہ ختم ہونے پر کنگ کانو نے اپنے دست راست کو بتایا کہ انہیں ڈان کے کرائے کے قاتل نے نہیں' علی کے زر خرید قاتل نے زخمی کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے' علی ان کی اصل رہائش گاہ کو جانتا ہے اور وہ کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتا ہے۔

اس کے دست راست نے کہا "ہمیں بڑی دیر سے سوچ رہا ہے کہ ہم زخمی کس انداز میں ہوئے؟ ہمارے ہی ایک ماتحت نے آکر پہلے مجھ پر گولی چلائی۔ میں نے جواباً اسے گولی ماردی۔ اس کے بعد تم دروازے پر آئے اور میں نے بے اختیار تم پر فائر کر دیا۔ تمہیں زخمی کر دیا۔ تم نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ اس وقت میں جواب نہیں دے سکا۔ اب یہ سمجھتا ہوں کہ دماغ پر کوئی حاوی تھا۔ کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے تم پر چلانے پر مجبور کیا تھا۔"

"جو ہونا تھا' وہ ہو گیا۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں صرف زخمی کیوں کیا ہے۔ وہ اپنے آلۂ کار کے ذریعے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں ہلاک بھی کر سکتا تھا۔"

وہ دونوں سر جھکا کر سوچنے لگے پھر کنگ کانو نے کہا "ایک نے مجھ سے فون پر کہا تھا کہ علی نے ان دونوں ڈان بھائیوں کو چند روز تک جینے کی مہلت دی ہے۔ جب علی ہمیں اور ہماری اس تباہ کر دے گا تو پھر ان دونوں ڈان بھائیوں کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اب سوچو کہ علی ایسا کیوں کر رہا ہے؟ ان بھائیوں کو مہلت دے رہا ہے اور ہمیں جان سے نہیں مار رہا ہے۔ ادھ موا ہمیں صرف زخمی کر کے چھوڑ دیا ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ہرمول بیکر نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو؟"

"میں ہوں' صرف زخم دینے والا۔ تم دونوں کے زخم مرہم پٹی ہو چکی ہے۔ تم چل پھر سکتے ہو۔ کسی بھی ذریعے سے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اپنی جان بچانے جا سکتے ہو لیکن یہاں آرام سے اپنی موت کا انتظار کر رہے ہو۔"

ہرمول نے کہا "میں سمجھ گیا۔ تم علی تیمور ہو۔"

"جب آخری وقت آتا ہے تو دوسرے کی آواز بھی پہچان نہیں آتی۔ میں ڈان بول رہا ہوں۔ مجھے علی نے فون پر بتایا تھا تمہیں اور تمہارے باس کنگ کانو کو زخمی کر دیا گیا ہے۔ دو گھنٹے بعد مجھے بتائے گا کہ تم دونوں کس علاقے کے کس ہو۔ یہ معلوم ہوتے ہی ہم دونوں بھائی موت بن کر تمہارے پہنچیں گے۔"

ہرمول بیکر نے گرج کر کہا "میں ہرمول بیکر ہوں۔ کبھی نہ ٹلنے والا موت کا فرشتہ کہتے ہیں اور تم مجھے چیلنج کر

اگر میں زخمی نہ ہوتا تو یہاں ضرور تمہارا انتظار کرتا لیکن اب احتیاطی تدابیر کے ساتھ تم دونوں بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتاروں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کنگ کانو کو فون والی باتیں بتائیں۔ کنگ کانو نے کہا "بھلے ان دونوں بھائیوں کو ہمارا یہ ٹھکانا بتائے گا۔ جبکہ وہ خود ہماری بے بسی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جب زخمی کیا ہے تو ہلاک بھی کر سکتا تھا لیکن وہ ہم دونوں ایجنسیوں کے افراد کو ایک دوسرے سے لڑا کر پہلے کسی کے ختم ہونے کا تماشا دیکھے گا پھر جس ایجنسی کے افراد زندہ رہ جائیں گے' ان سے وہ خود نمٹنے آئے گا۔"

ہرمول نے کنگ کانو سے کہا "باس! یہاں سے انھیں۔ ان دونوں ڈان بھائیوں کو جہنم میں پہنچا کر علی سے ٹکرانا پڑے گا تو تمہارا یہ ہرمول بیکر اس پر بھی بھاری پڑے گا۔"

کنگ کانو نے اٹھتے ہوئے کہا "چلو۔ کیا میں ان سے کم ہوں۔ میں نے ایک زخم کھایا ہے۔ انہیں ہزار زخم دوں گا۔"

ثانی تھوڑی دیر کے لیے ضمی کے پاس آکر اس کے اور علی کے لیے کام کر رہی تھی۔ ڈان ون' ڈان ٹو' کنگ کانو اور ہرمول بیکر کے دماغوں میں جھانک کر ضمی اور علی کو بتا رہی تھی کہ ان میں سے کون کیا کر رہا ہے۔ ثانی نے پہلے علی کو بتایا کہ کنگ کانو اور ہرمول بیکر کی خفیہ رہائش گاہ کہاں ہے؟

علی نے ایسی معلومات کے مطابق ڈان ٹو بن کر ان سے کہا کہ وہ آدھے گھنٹے کے بعد علی کے ذریعے ان کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا معلوم کر لے گا۔ یہ سن کر کنگ کانو اور ہرمول بیکر اس رہائش گاہ سے نکلنے کے لیے اپنا ضروری سامان سمیٹنے لگے تاکہ وہاں سے جا سکیں۔

دونوں ڈان اپنی ایک ایسی رہائش گاہ میں آئے جس کا علم کسی کو نہیں تھا۔ وہاں پہنچتے ہی فون کی گھنٹی سنائی دی۔ دونوں بھائی نے ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھا۔ ایک نے کہا "اس فون کا نمبر ہم نے کسی کو نہیں دیا پھر کون ہمیں اس فون پر کال کر رہا ہے؟"

دوسرے ڈان نے کہا "رانگ کال ہو سکتی ہے۔"

ڈان ون نے کہا "کسی عاشق کی کال ہوئی تو محبوبہ کے انتظار میں یہ گھنٹی بجتی ہی رہے گی۔ بہتر ہے عاشق کو رانگ لائن پر سے ہٹا دیا جائے۔"

اس نے فون اٹھا کر کہا "آپ کوئی بھی ہوں۔ آپ نے غلط نمبر ڈائل کیا ہے۔"

"تم نے میرا نام پوچھے بغیر کیسے کہہ دیا کہ میں غلط کال کر رہا ہوں۔"

علی آواز بدل کر بول رہا تھا۔ ڈان ون نے کہا "تمہاری آواز میں پہچان رہا ہوں۔ کیا تم ہرمول بیکر ہو؟"

"پہچان لو کہ میں نے غلط نمبر ڈائل نہیں کیا ہے۔"

ڈان ون نے اسپیکر آن کر دیا تاکہ ڈان ٹو دوسری طرف کی آواز سن سکے پھر وہ گرج کر بولا "ہرمول! تمہیں یہ فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ تم دونوں بھائی کہاں کہاں بھاگتے رہے اور ہمارے کرائے کے قاتل تم دونوں کو کس طرح دوڑاتے رہے۔ آخر تم دونوں یہاں لاوبلا اپارٹمنٹ میں پھنسنے آگئے ہو۔"

"کیا تم اس اپارٹمنٹ کے بارے میں بھی جانتے ہو؟ کیسے جانتے ہو؟"

"بالکل اسی طرح جانتا ہوں' جیسے موت اپنے شکار کا پتا جانتی ہے۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ سچ بتاؤ ہمارا یہ پتا کیسے جانتے ہو؟"

"اتنے بے قرار کیوں ہو؟ میں اپنے چند خاص درندوں کے ساتھ آرہا ہوں۔ وہاں پہنچ کر تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔"

ڈان ون نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ ڈان ٹو نے امریکی سیکیورٹی ایجنسی سے رابطہ کر کے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے۔ امریکا بہادر یقین دلا رہا ہے کہ سراغ رساں اور سیکیورٹی گارڈز سول ڈریس میں ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔ کیا تم اور تمہارے گارڈز بتا سکتے ہیں کہ ابھی ہم کہاں ہیں؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "ابھی آدھے گھنٹے کے اندر تین سیکیورٹی گارڈز کے فون آچکے ہیں۔ وہ سب کہہ رہے ہیں کہ تم دونوں اچانک کہیں گم ہو گئے ہو۔ اپنا پتا بتاؤ۔ ہمارے گارڈز ابھی وہاں پہنچ جائیں گے۔"

"مسٹر ایجنٹ! بڑے شرم کی بات ہے۔ ہمارا دشمن ہرمول بیکر ہماری خفیہ رہائش گاہ کا پتا معلوم کر چکا ہے۔ اس کے تعاقب کرنے والے ماتحتوں نے ہمیں یہاں دیکھ لیا ہے لیکن ہماری حفاظت کرنے والوں نے ہمیں اپنی نظروں سے گم کر دیا ہے۔ لعنت ہے تم پر اور تمہارے امریکا پر۔ جب سے فرہاد کو قتل کیا گیا ہے' تب سے کتنے ہی کرائے کے قاتل کتوں کی طرح دوڑتے پھر رہے ہیں۔ دنیا کی تمام بڑی طاقتوں نے اپنے حفاظتی ذرائع استعمال کر کے پہلے سوما اور کارمل کو تحفظ دینا چاہا مگر ناکام رہے۔ پوشی وان جیسا فائٹر جو ہیشہ کسی ہتھیار کے بغیر اپنے شکار کو ہلاک کرتا رہا' وہ خود کسی ہتھیار کے بغیر ہلاک کر دیا گیا۔ اب کرائے کے قاتلوں سے کام لینے والی خفیہ ایجنسی کے سربراہ رابرٹو اور موریتا کو قتل کر دیا گیا۔ یہ بتاؤ کہ تم لوگوں نے کس کی حفاظت کی؟ کس کی جان بچائی؟ کیا اب ہماری موت کا تماشا دیکھنے کا انتظار کر رہے ہو؟ تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں کہ ابھی ہمیں قتل کرنے کے لیے علی تیمور نہیں بلکہ مخالف ایجنسی کا کنگ کانو اور ہرمول بیکر آرہے ہیں اور تم لوگ ان سے بھی ہماری جان نہیں بچا سکو گے؟"

انچارج نے پوچھا "مسٹر ڈان! آپ کو احساس ہے کہ غصے میں کتنی دیر سے بولتے جا رہے ہیں۔ میری ایک بات سن لیں اور مطمئن ہو جائیں۔ کنگ کانو اور ہرمول بیکر زخمی ہیں۔ ان کی کیا

مجال ہے کہ وہ زخمی ہو کر تم دونوں بھائیوں کے مقابلے میں آئیں۔"

"ابھی ہرمول نے فون پر کہا تھا کہ وہ آدھے گھنٹے تک یہاں آرہا ہے اور... اور تم سے باتیں کرنے میں پتا ہی نہیں چلا کہ آدھا گھنٹا گزر چکا ہے۔"

"ہمیں دعوے سے کہتا ہوں۔ وہ دونوں کبھی نہیں آئیں گے۔"

اسی لمحے... ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی اور ایک کھڑکی کا شیشہ ٹوٹ کر فرش پر آیا۔ دونوں بھائی فوراً ہی فرش پر لیٹ گئے۔ ایک فرش پر رینگتا ہوا گیا اور مین سوئچ آف کر کے تمام لائٹس بجھا دیں۔ ژان ٹو نے فون پر پوچھا "کیا یہ فائرنگ کی آواز سن رہے ہو۔ ابھی تم نے ہمارے تحفظ کا دعویٰ کیا اور ابھی گولیاں چلنے لگی ہیں۔ کیا تم نے گولی چلنے اور شیشہ ٹوٹنے کی آواز سنی ہے؟"

"ہاں سنی ہیں۔ فوراً اپنا پتا بتاؤ۔ میں تمام سیکیورٹی ٹیموں کو اطلاع دوں گا۔ وہ تم دونوں کی حفاظت کے لیے وہاں پہنچ جائیں گی۔"

"تمہارے اطلاع دینے اور ان کے یہاں پہنچنے تک ہماری لاشیں ملیں گی۔ تمہاری ہمدردیوں کا شکریہ۔ اگر آج ہم زندہ بچ گئے تو اپنی اولاد کو اور اولاد کی اولاد کو یہ نصیحت کر کے جائیں گے کہ شیطان پر بھروسا کرنا مگر امریکا پر کبھی نہ کرنا۔"

اس نے موبائل فون کو بند کیا پھر وہ دونوں بھائی پنسل ٹارچ کی روشنی میں اپارٹمنٹ کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے پچھلے حصے میں آئے۔ وہاں ٹارچ بجھا دی۔ پیچھے ایک زینہ تھا۔ وہ تیسرے فلور سے اتر کر وہاں سے فرار ہو سکتے تھے۔ انہوں نے دروازے کو ذرا سا کھول کر دیکھا۔ تھوڑی دیر میں صبح ہونے والی تھی۔ فی الوقت اندھیرا تھا مگر دوسرے کئی اپارٹمنٹ اور بنگلوں کی لائٹس آن ہو گئی تھیں۔ کئی لوگوں کے بیدار ہونے کا وقت ہو گیا تھا اور کئی لوگوں نے فائرنگ کی آواز سنی تھی۔ کوئی کسی سے پوچھ رہا تھا "یہ فائرنگ کی آواز کہاں سے آئی ہے؟"

کسی نے کہا "اس اپارٹمنٹ کے سامنے والے حصے میں کسی نے گولی چلائی تھی۔ وہ گولی چلانے والے کار میں تھے۔ کار جا چکی ہے۔"

دونوں بھائیوں کو اطمینان ہوا۔ وہ زینے سے اترتے ہوئے پچھلی گلی میں آئے۔ ژان ٹو نے موبائل کے ذریعے اپنے ماتحتوں کو بتایا کہ وہ کہاں ہیں۔ ان کے لیے فوراً گاڑی لائی جائے۔

انہوں نے گاڑی لانے کی جس جگہ کی نشان دہی کی تھی، وہاں ایک تاریک گوشے میں کھڑے ہو گئے۔

کنگ کانفو اور ہرمول بیکر کو پتا نہیں تھا کہ دونوں ژان کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ وہ دونوں بھائیوں سے اپنی جانیں بچانے اور ان پر جان لیوا حملہ کرنے کے لیے اپنے خفیہ اڈے سے نکل گئے تھے اور ایک کار میں جا رہے تھے۔

ژان ٹو نے علی کو بتایا کہ وہ دونوں کار میں کس جگہ سے گزر رہے ہیں۔ علی تیزی سے کار ڈرائیو کرتا ہوا ادھر لے جانے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد اس کار کے قریب پہنچ گیا۔ کنگ کانفو اور ہرمول آگے جا رہے تھے۔ علی نے کھڑکی سے ہاتھ نکال کر ایک فائر کیا۔ اگلی کار کا پہیا ایک دھماکے سے پھٹا۔ ہرمول کے ہاتھوں میں اسٹیئرنگ بہک گیا۔ اس نے کار کو قابو میں کرنے کی کوششیں کیں لیکن اس کا ایک بازو پہلے ہی زخمی تھا۔ کار بے قابو ہو کر فٹ پاتھ پر آئی۔ وہاں ایک دکان کا سامان بڑے ڈبوں میں پیک ہوا رکھا تھا۔ کار اس پر چڑھتے ہی ایک طرف الٹ گئی اور پھر سڑک پر آ کر چھت کی طرف سے گھسٹتی ہوئی جانے لگی۔

پولیس موبائل کے سائرن بجنے لگے۔ ان گاڑی والوں کی اطلاع سے پولیس والوں نے کنگ کانفو اور ہرمول بیکر کو الٹی ہوئی کار کے اندر سے کھینچ کر نکالا۔ وہ پہلے ہی زخمی تھے۔ اس واردات نے انہیں اور زیادہ زخمی بنا کر لہولہان کر دیا تھا۔ پولیس افسر نے کہا "انہیں فوراً قریبی اسپتال میں لے چلو۔"

کنگ کانفو نے سہم کر کہا "نہیں۔ ہم اسپتال نہیں جائیں گے۔ وہ قاتل وہاں بھی پہنچ جائیں گے۔"

افسر نے کہا "میرے ساتھ پولیس فورس ہے۔ کوئی قاتل تمہارے قریب نہیں آئے گا۔"

"آفیسر! ہمیں بچانا چاہتے ہو تو پولیس اسٹیشن لے چلو۔ ہمیں حوالات میں بند کر دو۔ ہم زخم سہنا جانتے ہیں۔ وہاں ہماری مرہم پٹی ہو جائے گی۔"

کنگ کانفو اور ژان بھائیوں جیسے بڑے مجرموں کو پولیس بڑے بڑے افسران جانتے تھے۔ وہ افسر بھی اسے جانتا تھا۔ اس کی خواہش کے مطابق ان دونوں کو پولیس اسٹیشن میں لے آیا۔ وہاں انہوں نے مرہم پٹی کے دوران بتایا کہ ژان ون اور ژان ٹو اسے اور ہرمول بیکر کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ ایک نے اپنے بازو پر اور دوسرے نے اپنی ٹانگ پر گولیوں کے زخم کے نشان دکھائے۔

ہرمول بیکر نے کہا "ہمیں بزدل نہیں ہونا لیکن اس حادثے میں اتنا زخمی ہو گیا ہوں کہ دونوں ژان کا مقابلہ فی الحال نہیں کر سکوں گا۔ آپ ہمیں صرف چوبیس گھنٹے کے لیے حوالات میں پناہ دے دیں۔ ذرا آرام آ جائے تو پھر دشمنوں سے نمٹ لوں گا۔"

وہاں کے افسران نے انہیں یقین دلایا کہ انہیں پوری طرح سیکیورٹی دی جائے گی اور ان کا علاج بھی ہوتا رہے گا۔ اس کے علاوہ دونوں ژان بھائیوں کو تلاش کر کے اس معاملے کو اعلیٰ حکام تک پہنچایا جائے گا کیونکہ وہ عام مجرم نہیں تھے۔ بڑے افسران جانتے تھے کہ وہ حکومتِ فرانس کے علاوہ امریکا کے لیے بھی نام سیکرٹ رکھنے والے کام کرتے ہیں۔

ژان نے علی کو بتایا کہ دونوں ژان ایک گاڑی میں کس علاقے سے گزر رہے ہیں۔ علی نے کہا "ڈرائیو کرنے والے ژان پر حملہ

کرا انہیں بھی اسی پولیس اسٹیشن کی طرف لے آؤ۔"

ژان نے ان کی گاڑی کا راستہ بدل دیا۔ علی پولیس اسٹیشن سے کچھ فاصلے پر تھا۔ جب ان کی گاڑی آنے لگی تو اس نے چھپ کر نشانہ لیا پھر ونڈ اسکرین پر گولی ماری۔ ژان ون کے ہاتھوں سے بھی اسٹیئرنگ بہکنے لگا۔ وہ گاڑی کو اپنے قابو میں کرتے کرتے پولیس اسٹیشن کے احاطے میں گھس کر اس وقت رکا جب گاڑی ایک دیوار سے ٹکرا گئی۔

کئی سپاہی دوڑتے ہوئے آئے۔ دونوں ژان بھائی اگلی سیٹوں پر تھے۔ گاڑی دیوار سے ٹکرائی تو وہ دونوں اپنی جگہ سے اچھل کر ونڈ اسکرین کے شیشے سے ٹکرا کر گاڑی کے بونٹ پر آ گئے تھے۔ سپاہیوں نے انہیں بھی کھینچ کر وہاں سے نکالا۔ وہ بھی لہولہان ہو گئے تھے۔ ان کی بھی وہاں مرہم پٹی کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ کنگ کانفو اور ہرمول بیکر نے ان کی کار پر گولی چلائی تھی۔

ایک افسر نے کہا "آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ کنگ کانفو اور ہرمول بیکر تمہاری دشمنی سے بچنے کے لیے یہاں حوالات میں پناہ لے رہے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا "ان کا بیان ہے کہ تم نے ان کی کار پر فائر کر کے ان کی کار الٹا دی تھی۔ وہ دونوں بھی بری طرح زخمی ہیں۔"

ہرمول نے کہا "وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ ہم نے ان کی کار پر گولی نہیں چلائی تھی۔ جس اپارٹمنٹ میں ہم رہتے ہیں، وہاں کے لوگ گواہ ہیں۔ آپ انکوائری کریں۔ ہمارے اپارٹمنٹ کی کھڑکی کے شیشے ٹوٹے ہوئے ملیں گے اور وہیں کسی جگہ فائر کی ہوئی گولی بھی مل سکتی ہے۔"

دونوں ژان کو اس آہنی سیل کے پاس لایا گیا، جہاں کنگ کانفو اور ہرمول بیکر آرام سے لیٹے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

افسران ان چاروں کو سمجھانے لگے۔ وہ چاروں ایک دوسرے کو غلط سمجھ رہے ہیں لیکن ژان کی ان چاروں کے دماغوں میں ہری باری جاری تھی اور انہیں یہ تسلیم نہیں کرنے دے رہی تھی کہ وہ غلطی پر ہیں اور چاروں بھی خوب سمجھتے تھے کہ ایک دوسرے کی خفیہ ایجنسی سے برتری حاصل کرنے کے لیے وہ ہمیشہ سے ایک دوسرے کے دشمن رہے ہیں اور پچھلی رات سے یہ دشمنی اتنی بڑھ گئی کہ وہ اپنی مخالف ایجنسی کو نیست و نابود کر دینے کے لیے خون کی ہولی کھیلتے کھیلتے صبح کر چکے تھے۔

ژان ون نے کہا "آفیسر! آپ لوگ ہمارے درمیان نہ آئیں۔ آج آخری فیصلہ ہو گا۔ اس پار یا اس پار۔ ہم میں سے کسی ایک کی ایجنسی باقی رہے گی اور دوسری ہمیشہ کے لیے اپنے سربراہ اور اس کے پچھلوں کے ساتھ نابود ہو جائے گی۔"

یہ کہتے ہی ژان ون نے ریوالور نکالا۔ ژان نے ایک افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس افسر نے ژان کی مرضی کے مطابق اپنا اور اپنے ساتھی افسر کا ریوالور ہولسٹر سے نکال کر آہنی سلاخوں کے پیچھے کنگ کانفو اور ہرمول بیکر کے پاس پھینک دیا۔ اس وقت تک دونوں ژان نے فائرنگ کی۔ کنگ کانفو اور ہرمول بیکر کو گولیاں لگیں لیکن ان میں اتنی جان تھی کہ انہوں نے بھی افسران کے ریوالور فرش پر سے اٹھا کر دونوں ژان بھائیوں پر تڑا تڑ گولیاں چلائیں۔ دونوں ژان بھی دم توڑتے توڑتے گولیاں چلاتے رہے پھر ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔ گولیاں چلانے والوں میں سے کوئی زندہ نہیں رہا تھا اور دوسرے افسران اپنی جانیں بچانے کے لیے ادھر اُدھر چھپتے پھر رہے تھے۔

علی نے ہاٹ لائن پر امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "میں علی تیمور بول رہا ہوں۔ حکومتِ فرانس سے رپورٹ حاصل کرو۔ رابرٹو اور کنگ کانفو دونوں کی ایجنسیاں نہیں رہیں کیونکہ تمہارے اشاروں پر ناچنے والے ایجنسیوں کے سربراہ بھی موت کے گھاٹ اتر گئے ہیں اور وہ سب قانون کے محافظوں کی آنکھوں کے سامنے پولیس اسٹیشن میں مارے گئے ہیں۔ تم خوش تھے کہ ہمارے پاپا کو قتل کروا دیا گیا ہے لیکن اس قتل کے بعد کتنے قاتل مارے گئے ہیں اور تمہارے کتنے کروڑوں ڈالر ان پر خرچ ہو رہے ہیں۔ ان کا حساب کرتے رہو کیونکہ آئندہ بھی حساب کا یہ کھاتہ کھلا رہے گا۔ کبھی بند نہیں ہو گا۔"

یہ کہہ کر علی نے ریسیور رکھ دیا۔

○☆○

حالات نے پھر پارس اور پورس کو ایک ہی جگہ پہنچا دیا تھا۔ پورس ابھی بے خبر تھا کہ پارس اس کے تعاقب میں ہے اور وہ اوس کے جن فارمولوں کو حاصل کرنے وہ ہنومان جی کے مندر میں آیا تھا، وہاں پارس نے بھی پہنچ کر ٹائی کی خیال خوانی کے ذریعے اُن فارمولوں کے متعلق معلوم کر لیا ہے۔

ادھر ٹائی اور پارس یہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ ایسا کون خیال خوانی کرنے والا ہے، جو پورس کی مدد کر رہا ہے۔ وہ اندازہ کر رہے تھے کہ شاید اس کے ساتھ رہنے والی زہریلی ناسواب خیال خوانی کرنے لگی ہے اور اسے اس کی پچھلی زندگی یاد آ گئی ہے۔

ان کا دوسرا اندازہ تھا کہ نیلاں اور پورس کے درمیان پہلے بہت دشمنی تھی۔ شاید اب صلح ہو گئی ہے اور وہ نیلی بیتھی کے ذریعے پورس کے کام آ رہی ہے۔

تیسرا اندازہ الپا کے سلسلے میں تھا مگر یہ اندازہ کمزور تھا۔ پارس نے کہا "پورس ان فارمولوں کا رازدار الپا کو کبھی نہیں بنائے گا۔ وہ اتنی مکار ہے کہ اس پر کوئی بھروسا نہیں کرے گا۔ ویسے ٹائی تم پورس پر نظر رکھو۔ جب بھی اسے خلا میں تکتے ہوئے اور سوچتے ہوئے دیکھو تو سمجھ لو کہ اس کے دماغ میں کوئی بول رہا ہے۔ ایسے وقت تم پارس کے دماغ میں جاؤ گی تو وہ تمہاری سوچ کی

لمحوں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

ٹانی نے کہا "ہاں پہلے بھی میں نے یہی کیا تھا۔ آئندہ بھی یہی کروں گی اس کے دماغ میں کوئی بوٹا رہے گا تو پتا چلے گا کہ وہ کون ہے۔ کبھی کبھی مہاراج کی طرف دھیان جاتا ہے مگر بات وہی ہے کہ پورس ان فارمولوں کے سلسلے میں مہاراج کو بھی اپنا رازدار نہیں بنائے گا۔"

پورس نے تقریباً تین برس پہلے ان فارمولوں کو ہنومان جی کے بڑے سے مجسمے کی دُم میں چھپا کر رکھا تھا اور وہاں کے پنڈتوں اور پجاریوں پر تنویمی عمل کیا تھا۔ ان کے دماغوں میں یہ بات نقش کی تھی کہ کبھی وہ مجسمے کے اندر سے سونا' چاندی' ہیرے جواہرات نکالیں گے تو ان فارمولوں کے بنڈل کو نظرانداز کریں گے اور اس بنڈل کو اسی دُم میں رہنے دیں گے۔

اس نے فارمولوں کو محفوظ رکھنے کا اچھا طریقہ اپنایا تھا لیکن اچانک مندر کی انتظامیہ بدل گئی۔ وہاں نندولال بھنڈاری نام کا ایک بڑا اثر رسوخ والا آدمی تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ بھنڈاری کے تعلقات انڈر گراؤنڈ مافیا سے ہیں۔ جب اسے معلوم ہوا کہ مندر کے تہ خانے میں اور ہنومان جی کے مجسمے کے اندر خزانہ بھرا ہوا ہے تو اس نے مجرمانہ انداز میں اس مندر پر قبضہ کرلیا تھا اور وہاں کی انتظامیہ کا سربراہ بن گیا تھا۔ اس نے مجسمے کے اندر ہیرے جواہرات کے علاوہ کاغذات کا ایک بنڈل دیکھا۔ اسے کھول کر ایک سرسری نظر اس پر ڈالی تو پتا چلا کہ وہ غیر معمولی ادویات کے بہت اہم فارمولے ہیں۔ اس نے سوچا اسے اپنے مجرمانہ معاملات سے جب بھی فرصت ملے گی تو وہ کسی بہت تجربے کار ڈاکٹر کو ٹریپ کرکے ان فارمولوں سے دوائیں تیار کرائے گا۔

پورس نے جن پنڈتوں اور پجاریوں کو اپنا معمول اور تابع دار بنایا تھا ان سب کو نندولال بھنڈاری نے وہاں سے ہٹا دیا تھا اور اپنے مطلب کے پنڈتوں اور پجاریوں کو وہاں کی ذمے داریاں سونپ دی تھیں۔ ان نئے آنے والوں نے بھنڈاری کو وہ فارمولے لے جانے سے نہیں روکا کیونکہ وہ بھنڈاری کے نمک خوار تھے اور فارمولوں کی اہمیت کو بھی نہیں سمجھتے تھے۔

پورس یہ سوچ کر آیا تھا کہ وہ فارمولے آسانی سے مل جائیں گے لیکن سید جلال الدین پاشا نے خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کرکے اسے بتایا کہ فارمولے بھنڈاری کے پاس ہیں اور وہ اٹلی گیا ہوا ہے۔

یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ بھنڈاری وہ فارمولے اٹلی لے کر نہیں گیا ہوگا۔ اپنے گھر کے کسی سیف میں حفاظت سے رکھا ہوگا۔ ٹانی نے بھی پنڈتوں اور پجاریوں کے خیالات پڑھ کر یہی باتیں معلوم کی تھیں۔ لہٰذا پارس اور پورس کے لیے لازمی ہوگیا تھا کہ بھنڈاری کی تصویر حاصل کریں پھر اس تصویر کی آنکھوں میں جلال پاشا اور ٹانی جھانک کر معلوم کریں کہ اس نے فارمولے کہاں رکھے ہیں۔ اس کے رشتے داروں کے خیالات پڑھنے بھی معلوم ہوسکتا تھا۔

ان پجاریوں کے خیالات سے معلوم ہوگیا کہ بھنڈاری حویلی کہاں ہے؟ اس حویلی میں اس کی ایک بیوی اور دو جوان ہیں۔ وہ اپنے دونوں بیٹوں کو بہت چاہتا تھا اور جتنی دولت کما ان دونوں میں تو ہی تو ہی تقسیم کردیا کرتا تھا۔ یہ کہتا تھا جیسی مجرمانہ زندگی گزار رہا ہے ایسی زندگی اچانک مختصر ہو جاتی کوئی بھی دشمن بے خبری میں گولی مار دیتا ہے۔ اس لیے وہ زندگی میں دولت اور جائداد دونوں بیٹوں میں تقسیم کرچکا تھا اب بھی جو کچھ حاصل کرتا تھا' وہ سب ان کے حوالے کر تا تھا۔

ٹانی اور پارس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ ان کے ی نیلماں اور پورس دوسرے ہوٹل میں تھے۔ ایک آدھ بار جاتے ان کا سامنا ہوا تھا لیکن پورس انھیں پہچان نہیں پا بھنڈاری کی حویلی میں ملازم اور مسلح پہرے دار تھے۔ ٹانی اور پاشا ان کے ذریعے بھنڈاری کی دھرم پتنی پشپا دیوی کے دما پہنچ گئے تھے۔

پشپا دیوی کے خیالات نے بتایا کہ بھنڈاری اگرچہ زندگی گزارتا ہے اور اپنے دشمنوں کے لیے نہایت خطرناک تاہم ایک محبت کرنے والا شوہر اور نہایت شفیق باپ ہے۔ شو اور شباب سے دور رہتا ہے۔ اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو بھی اور عورتوں سے دور رکھنے کی کوششیں کیں لیکن بے انتہا کے باعث ان کی عادتیں کچھ بگڑ گئی تھیں۔ فلمی ہیروئنوں کو لے فلم سازبن کر کروڑوں روپے خرچ کرتے تھے اور میں زیادہ رہتے تھے۔

پارس اور پورس کا طریقہ کار تقریباً ایک جیسا تھا۔ ان کے خیال خوانی کرنے والے جلال پاشا اور ٹانی نے دو ملازموں کے دماغوں پر قبضہ جمایا۔ انھیں مجبور کیا کہ پشپا دیو پاس تصاویر کی جو البم ہے اس میں سے ان کے دونوں جوا بچے آنند اور کشور کی تصویریں چرا کر لے آئیں۔

اس حویلی کے تمام ملازم وفادار تھے۔ پشپا دیوی اطمینان سے اور بے فکری سے رہتی تھی۔ کسی چور کی مجال تھی کہ اس حویلی کے احاطے میں قدم رکھتا لیکن اس رات آنکھ کھلی تو اس نے اپنے ایک ملازم کو دیکھا۔ وہ ایک شیلف سے البم لے کر کھول رہا تھا اور اس میں سے تصویریں نکال رہا وہ بستر سے اٹھ کر حیرانی سے بولی "رامو! تو میرے میں؟"

رامو ایک دم سے گھبرا کر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "ہاں ہوں مالکن! میں دل سے مجبور ہو کر آیا ہوں مگر روپے پیسے نہیں آیا ہوں۔"

"اس البم میں سے کیا نکال رہا ہے؟"

اس نے جے آنند اور کشور کی تصویریں دکھا کر کہا "میں دونوں چھوٹے سرکار کی تصویریں لینے آیا ہوں۔"

"تصویریں کیوں لینے آیا ہے؟ کیا میرے بچوں پر جادو ٹونہ کرائے گا؟"

وہ دونوں کانوں کو پکڑ کر پھر توبہ کے انداز میں اپنے گالوں پر تھپڑ مار کر بولا "رام رام! میں نے بچپن سے اس گھرانے کا نمک کھایا ہے۔ کبھی ایک پیسے کا لالچ نہیں کیا۔ جب سے چھوٹے سرکار کشور جی نے میرے بھائی کو بمبئی شہر میں نوکری دلائی ہے تب سے میں آپ کے دونوں بیٹوں کو بھگوان ماننے لگا ہوں۔ آج میرے دل نے مجبور کیا کہ میں یہ تصویریں لے جا کر رام لکشمن اور سیتا دیوی کی تصویروں کے ساتھ دیوار پر لگاؤں اور ان کی بھی پوجا کرتا رہوں۔"

"میں جانتی ہوں تو بہت وفادار ہے مگر تصویریں مانگ کر لے جا سکتا تھا۔"

"نا لکن! مجھے ڈر تھا' اگر میں آپ کے دیوتاؤں جیسے بیٹوں کی پوجا کی بات کروں گا تو آپ تصویریں دینے سے انکار کر دیں گی۔ آپ میرے دھارمک جذبات کو نہ سمجھ کر ان دیوتاؤں کی پوجا کرنے سے منع کریں گی۔ بس آپ یہ سمجھیں کہ میں ان دیوتاؤں کی محبت میں اندھا بن کر زندگی میں پہلی بار ایک چور کی طرح آپ کے کمرے میں آیا ہوں۔"

وہ آخر ایک ماں تھی۔ اپنے بیٹوں کو دیوتاؤں کا درجہ دینے پر بہت خوش ہوئی۔ اس نے رامو کے شانے کو تھپک کر کہا "جا۔ لے جا۔ دونوں کی تصویریں لے جا لیکن خبردار! پھر کبھی اجازت کے بغیر میرے کمرے میں نہ آنا۔"

وہ دونوں کی تصویریں لے کر جانے لگا۔ اسے اتنی باتیں بنانی نہیں آتی تھیں۔ اس کے اندر جلال پاشا رہ کر اس کی زبان سے پشپا دیوی کو قائل کر چکا تھا۔ جب وہ کمرے سے باہر چلا گیا تو پشپا دیوی نے دروازے کو بند کر دیا۔ جلال پاشا' اسی ملازم رامو کے دماغ میں رہا تاکہ وہ ابھی ہوٹل کی طرف آ کر دونوں تصویریں اس کے حوالے کر دے۔

پشپا دیوی دروازے کو بند کر کے بستر کی طرف جانے لگی پھر سینٹر ٹیبل پر رکھے ہوئے البم کو دیکھ کر رک گئی۔ وہاں سے گھوم کر البم کے پاس آئی۔ اسے اٹھا کر شیلف میں رکھنے سے پہلے بیٹوں کی تصویروں کو دیکھ کر مسکرانے لگی۔ اس البم میں صرف دونوں بیٹوں کی تصویریں تھیں۔ ان کی غیر موجودگی میں انہیں دن رات دیکھتی رہتی تھی۔ یعنی اتنی بار دیکھ چکی تھی کہ اسے بیٹوں کی ایک ایک تصویر یاد تھی۔ ابھی ان میں سے دو تصویریں رامو لے گیا تھا۔ اس نے البم کے دو چار اوراق الٹ کر دیکھے تو ایک جگہ مزید دو تصویروں کی جگہ خالی تھی۔

وہ حیرانی سے سوچنے لگی "اس میں سے ابھی مزید تصویریں نکالی گئی ہیں لیکن یہ اور دو تصویریں کہاں ہے؟ صبح پوجا کرنے کے بعد دیکھا تھا۔ یہاں وہ تصویریں تھیں ہے میں نے صرف دو تصویریں دیں اور یہاں چار تصویریں خالی ہو گئی۔"

وہ سوچتی رہتی' حیران ہوتی رہتی لیکن کبھی سمجھ نہیں دوپہر کو جب وہ سوری تھی تو ٹانی کے ایک آلٹ کار ملازم البم سے وہ دو تصویریں نکال لی تھیں۔ وہ تصویریں شام کو اور پارس کے پاس پہنچ گئی تھیں۔ ٹانی نے ان دونوں بھائیوں آنند اور کشور کے خیالات پڑھے پھر پارس سے کہا "دونوں مزاج نہیں ہیں۔ لیکن باپ کے ڈر سے مل جل کر رہتے ہیں کو باپ کی تمام دولت مل جائے تو وہ باغی ہو جاتی ہے۔ حسی کو بھی دھکے مار کر گھر سے نکال دیتی ہے لیکن وہ دونوں خوف زدہ رہتے ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ باپ نے اتنی دولت دھندوں سے کمائی ہے اور اپنی زندگی میں نہ جانے کتنے ہیں۔ اگر وہ بغاوت کریں گے تو وہ نافرمان بیٹوں کو بھی قتل ہے۔"

پارس نے پوچھا "وہ آج کل ممبئی میں کیا کر رہے ہیں؟"

"انہوں نے ایک نئی فلم بنانے کا اعلان کیا ہے۔ وہ اس میں دو ہیروئن ضرور رکھتے ہیں کیونکہ ایک بھائی اپنی پسند کی کو سائن کرتا ہے اور دوسرا بھائی اپنی پسند کی ہیروئن لیتا ہے اپنی فلم کی کہانی سنانے کے لیے ان دو ہیروئنوں کے ساتھ پہاڑی علاقے میں ایک آدھ ہفتے کے لیے چلے جاتے ہیں۔ اس بار دونوں میں اختلافات پیدا ہو رہے ہیں۔"

"کیا ہیروئنوں کی وجہ سے؟"

"ہاں اس بار ایک بھائی وجے آنند' مادھوری ڈکشت ہو رہا ہے اور دوسرا بھائی منیشا کوئرالہ کے لیے بے چین ہے۔"

"تو پھر پرابلم کیا ہے؟ وہ لاکھوں روپے لگا کر دونوں کر سکتے ہیں۔"

"ایسا کر سکتے ہیں مگر انڈین فلم انڈسٹری میں نمبر ون لے منیشا' مادھوری اور کرشمہ کپور میں بڑا زبردست مقا ہے۔ کرشمہ کپور تو ایک بار مادھوری کے ساتھ آ چکی ہے انکار کر رہی ہے۔ کہتی ہے' اس کا رول ذرا بھی مادھوری جائے گا تو اسے نقصان پہنچے گا۔"

پارس نے کہا "اوہ! لاحول ولا قوۃ ہم اپنے مقصد سے ہیروئنوں کے بکھیڑے میں کیوں پڑ رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ اس طرح دونوں بھائیوں کا مزاج معلو وہ اپنے چھچھورے پن کی وجہ سے ایک دوسرے کی مخالف رہتے ہیں۔ ان کا باپ نندو لال بھنڈاری ان کی عادتوں

طرح جانتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ اگر اس نے اپنی زندگی میں دونوں کے ساتھ برابر انصاف نہ کیا تو وہ دولت اور جائداد کے لیے ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔"

"ہوں۔ اسی لیے اس نے اپنی زندگی میں ہی دونوں کو اپنی ساری کمائی کے دو برابر حصے کر کے انہیں دے دیے ہیں۔"

"کیا وجے آنند اور کشور ان غیر معمولی ادویات کے فارمولے کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟"

"ہاں بھنڈاری نے وہ تمام کاغذات دونوں بیٹوں کو دکھائے ہیں۔ ان سے کہا کہ وہ ان فارمولوں کے ذریعے لاکھوں کروڑوں روپے کما سکتے ہیں۔ ان دیسی دواؤں کے فارمولے بھی ہیں جن کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خیال خوانی کی صلاحیتوں سے محروم کیا جا سکتا ہے اور ایسی دوا کے فارمولے بھی ہیں کہ وہ دوا جس پر اسپرے کر دی جائے وہ تقریباً ایک گھنٹے کے لیے ساکت ہو جاتا ہے۔ اگر وہ کھڑا ہے تو کھڑا ہی رہ جاتا ہے۔ اگر بیٹھا ہے تو بیٹھا ہی رہ جاتا ہے۔ ایسے وقت خیال خوانی بھی کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اس نے سمجھا دیا ہے کہ امریکا جیسا ملک ایسے فارمولوں کو حاصل کرنے کے لیے انہیں کروڑوں ڈالر زد سکتا ہے۔ ان فارمولوں کو بڑی احتیاط سے سنبھال کر رکھنا ہوگا۔ دونوں بیٹے دھوئی کرنے لگے کہ وہ اپنے لاکر میں انہیں چھپا کر رکھیں گے۔"

پارس نے پوچھا "کیا بھنڈاری نے وہ فارمولے اپنے کسی بیٹے کو دے دیے ہیں؟"

"وہ بیٹوں سے کبھی ناانصافی نہیں کرتا ہے۔ اگر وہ کسی ایک کو فارمولے دیتا تو دوسرا ناراض ہو جاتا اور ماں کے پاس جا کر شکایتیں کرنے لگتا۔ اس لیے بھنڈاری نے ان فارمولوں کے جو تین کاغذات ہیں' انہیں دونوں میں تقسیم کر دیے ہیں۔"

پارس نے پوچھا "یعنی فارمولوں کے پندرہ کاغذات وجے آنند کو اور پندرہ کاغذات کشور آنند کو دیے ہیں؟"

"نہیں۔ یہی تو گڑبڑ ہے۔ بھنڈاری نے تین کاغذات کو درمیان سے کاٹ کر ساٹھ کاغذات کر دیے پھر ان میں سے اوپر کے تین کاغذات کے حصے وجے آنند کو اور نیچے کے تین کاغذات کے حصے کشور آنند کو دے دیے ہیں۔"

"ارے۔ بھنڈاری نے یہ کیا حماقت کی؟"

"بھنڈاری نے اپنے طور پر سمجھ داری سے کام لیا ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھائی تنہا ان فارمولوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ انہیں دوائیں تیار کرنے کے لیے آپس میں تھوڑا رہنا پڑے گا پھر کوئی دشمن انہیں چرانا چاہے تو چرانے والے کو کبھی مکمل فارمولے نہیں ملیں گے۔"

"ہمیں تو مکمل چاہئیں۔ کیا وہ ممبئی کے بینکوں کے لاکروں میں ہیں؟"

"ہاں دونوں کے اکاؤنٹس الگ الگ بینکوں میں ہیں۔ میں دونوں کو باری باری ٹریپ کر کے ان کے بینک میں لے جا کر لاکر سے وہ فارمولے نکلوا لوں گی۔"

"تم پارس کو کیوں بھول رہی ہو؟ کیا وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرا بیٹھا ہوگا۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے بھی تمہاری طرح معلومات حاصل کی ہوں گی۔ ہمیں فوراً ممبئی کے لیے روانہ ہونا چاہیے۔"

ٹانی نے ہوٹل سے نکلنے سے پہلے اس ہوٹل کے کاؤنٹر مین کے خیالات پڑھے' جہاں پورس' نامصرہ کے ساتھ ایک کمرے میں تھا۔ پتا چلا کہ ان کے کمرے کی چابی کاؤنٹر کی بورڈ پر نہیں ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ پورس نامصرہ کے ساتھ کمرے میں ہے۔

وہاں سے ممبئی کی طرف روانہ ہوتے وقت رات ہو رہی تھی۔ ٹانی نے کہا "پورس بہت تیز طرار ہے۔ کسی معاملے میں دیر نہیں کرتا ہے لیکن ابھی وہ اس ہوٹل میں ہے۔ کیا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ابھی تک ان فارمولوں کا سراغ نہیں لگایا ہوگا؟"

"بات یہ ہے کہ پورس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں ہے کہ میں اس کے فارمولے لے جانا چاہتا ہوں۔ معلوم ہوتا تو وہ کسی نہ کسی طرح تیز بن کر مجھ سے پہلے اپنے ٹارگٹ تک پہنچنے کی کوشش کرتا۔"

"دوسری بات یہ ہے کہ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا کچھ سست رفتار ہے یا پھر اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔"

"ٹانی! ہم کل صبح بینک کھلنے سے پہلے ممبئی پہنچ جائیں گے لیکن ہمیں ہر لمحے پورس کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم کرتے رہنا چاہیے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں کہ اپنے مخالف سے بے خبر نہیں رہنا چاہیے۔ مشکل یہ ہے کہ پورس کی طرح نامصرہ بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ ان کا ٹیلی پیتھی جاننے والا کب ان کے دماغوں میں آتا ہے اور کب مجھے ان کے اندر جا کر ان کی معلومات معلوم کرنا چاہیے۔ بس ایک ہی صورت ہے کہ ان کا ٹیلی پیتھی جاننے والا وجے آنند اور کشور کے دماغ میں پہنچے تو اپنا راستہ بھی کھلے گا۔"

"وہ ضرور ان بھائیوں کے دماغوں میں جائے گا۔ تم بھی ان بھائیوں کے اندر جھانکتی رہو۔ جلدی کچھ معلوم ہو سکے گا۔"

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے ہائی وے پر پہنچ گئے۔ رات کے دس بجے ٹانی نے کہا "میں کئی بار وجے آنند اور کشور کے دماغوں میں جا چکی ہوں۔ وہاں کسی خیال خوانی کرنے والے کی موجودگی کا پتا نہیں چل رہا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ وہ ان بھائیوں کے اندر رہ کر ان کے خیالات پڑھ رہا ہو۔"

"ایسے وقت میں بھی ان کے خیالات سن سکتی ہوں' جو پہلے

ی فارمولوں کے سلسلے میں سن چکی ہوں۔ اب میں بار بار ان کے پاس نہیں جانا چاہتی۔"

"بار بار جانے میں کیا حرج ہے؟"

"سمجھا کرو۔ دونوں بچے عیاش ہیں۔ دو حسین لڑکیوں کو قلم میں چانس دینے کا جھانسا دے کر اپنے اپنے بیڈ روم میں لائے ہیں۔ کیا مجھے ایسے وقت جانا چاہیے۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "اچھا آرام کرو۔ دو گھنٹے کے لیے سو جاؤ۔ وہ دونوں تب تک مستیاں کرتے کرتے تھک جائیں گے۔"

ثانی پچھلی سیٹ پر جا کر لیٹ گئی پھر دماغ کو ہدایات دے کر سو گئی۔ پارس سوچنے لگا "یہ پورس ابھی تک ہوٹل میں کیوں ہے؟ کوئی چال ضرور چل رہا ہے۔ شاید وہ ممبئی شہر جانا ضروری نہ سمجھتا ہو۔ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور دوسرے ماتحتوں کے ذریعے وجے آنند اور کشور کو ٹریپ کرے گا۔ ان سے فارمولے حاصل کرنے والے ماتحت اور اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی' وہ فارمولے لے کر ممبئی سے واپس اسی ہوٹل میں آئیں گے' جہاں وہ ناصرہ کے ساتھ ہے۔"

وہ مختلف پہلوؤں سے سوچ رہا تھا "ثانی بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان دونوں بھائیوں کے لاکروں سے فارمولے نکلوا سکتی تھی۔ میں بھی اپنے ماتحتوں کے ذریعے ان کاغذات کو اپنے پاس ہوٹل میں منگوا سکتا تھا لیکن اس کے برعکس پورس ہوٹل میں آرام کر رہا ہے اور میں سیکڑوں میل دور ممبئی جا رہا ہوں۔"

وہ پورس کے مزاج پر اور چالیں چلنے کے انداز پر غور کرنے لگا تو یہ سوچ کر اطمینان ہوا کہ وہ اہم معاملات میں کامیابی حاصل کرنے تک مطمئن نہیں ہوتا۔ غیر معمولی فارمولوں کا معاملہ اتنا اہم تھا کہ وہ سکون سے ہوٹل میں نہیں رہ سکتا تھا۔ اس ہوٹل میں رہنے سے یہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ اسے مطلوبہ معلومات مکمل طور پر حاصل نہیں ہوئی ہیں اور وہ اس لیے ہوٹل میں مطمئن ہے کہ اسے اپنے اس اہم معاملے میں پارس کی مداخلت کی توقع نہیں ہے۔

ثانی رات کے ایک بجے بیدار ہوئی۔ وہ پچھلی سیٹ پر لیٹی ہوئی تھی۔ جاگتے ہی یاد آیا کہ وہ پارس کے ساتھ ممبئی جا رہی ہے۔ اس نے لیٹے ہی لیٹے خیال خوانی کی پرواز کی اور وجے آنند کے دماغ میں پہنچی۔ وہ پینے کے بعد ایک حسینہ کے ساتھ بڑی مدہوشی میں سو رہا تھا۔ اس کے دماغ میں خاموشی تھی۔ ایسی کوئی سوچ نہیں تھی' جس کا تعلق ان بھائیوں سے اور فارمولوں سے ہو۔

اس نے کشور کے پاس جا کر اس کے خیالات پڑھے تو وہ بھی سو رہا تھا مگر اس کے چور خیالات بول رہے تھے۔ ان فارمولوں کے بارے میں کہہ رہے تھے کہ ان کے باپ بھنڈاری نے ان تیس کاغذات کے ٹکڑے کر کے ساتھ کاغذات بنا دیے ہیں۔ ان فارمولوں کو درمیان سے دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے دونوں بیٹوں کو انصاف کے مطابق برابر حصہ دیا ہے۔

ثانی سمجھ رہی تھی کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کشور کے دماغی چور خانے سے یہ باتیں اگلوا رہا ہے۔ ایسے ہی وقت ثانی نے اس کے دماغ میں ایک لڑکی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی "ابو! میں وجے آنند کے دماغ میں گئی تھی۔ اس نے اتنی زیادہ پی ہے کہ بالکل مدہوش ہے۔ میں اس کے چور خیالات اگلوانا چاہتی ہوں تو اس کے خیالات ایسے بے ترتیب ہوتے ہیں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔"

اس کے جواب میں ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آواز سنائی دی "بیٹی! کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے کشور کے خیالات سے بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ آؤ ہم پورس کے پاس چلیں۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ وہ دونوں پورس کے پاس گئے ہیں۔ ثانی نے بھی وہاں پہنچ کر معلوم کیا' پورس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا کیونکہ اس کے دماغ میں ثنا پاشا اور جلال پاشا پہلے سے موجود تھے اور اسے ان فارمولوں کے بارے میں بتا رہے تھے۔

پورس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ناصرہ کو نیند سے جگایا پھر کہا۔ "اپنا سامان اٹیچی میں رکھو۔ ہم ابھی ممبئی چلیں گے۔"

پھر اس نے سوچ کے ذریعے کہا "پاشا انکل! آپ دونوں باپ بیٹی ہماری خاطر رات کو جاگ رہے ہیں اور شاید کل تک بھی سونے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔"

ثنا نے پورس سے کہا "بھیا! آپ ابو کو انکل اور مجھے بہن کہتے ہیں پھر غیروں کی طرح یہ کیوں سوچتے ہیں کہ ہم آپ کے لیے زحمت اٹھا رہے ہیں؟"

"ثنا! میری سگی بہن ہوتی تو میں اس سے بھی زیادہ تمہیں مان اور مرتبہ دیتا۔ تمہیں ایسے معاملات میں شامل ہو کر تجربات حاصل کرنا چاہیے لیکن ابھی تمہارے ابو کا ساتھ کافی ہے۔ تم جا کر سو جاؤ۔ کل تمہاری ضرورت پڑے گی۔"

جلال پاشا نے کہا "ہاں بیٹی! تم اب آرام کرو۔ میں پورس کے ساتھ رہوں گا۔ کل دونوں بھائیوں کے دماغوں میں جانے کے لیے تمہاری ضرورت ہوگی۔ ایک کے اندر میں اور دوسرے کے اندر تم رہو گی۔ ہم دونوں بھائیوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر ان کے لاکروں سے وہ فارمولے نکلوائیں گے۔"

پورس نے کہا "پاشا انکل! ممبئی پہنچنے تک آپ کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔ پلیز آپ بھی جا کر نیند پوری کر لیں۔ کل صبح سات بجے تک میرے پاس آ جائیں۔"

ثانی... دماغی طور پر پچھلی سیٹ پر حاضر ہو کر بیٹھ گئی۔ پارس نے ڈرائیو کرتے ہوئے اسے عقب نما آئینے میں دیکھ کر کہا "میں سوچ رہا تھا کہ تمہیں آواز دوں پھر کروٹیں۔"

"میں جاگ رہی تھی۔ لیٹی ہوئی خیال خوانی کر رہی تھی۔"

پورس کو ابھی تو ہوا گھنٹا پہلے ان فارمولوں کے متعلق معلوم ہوا ہے۔ وہ بھی ناصرہ کے ساتھ ممبئی کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔"

پارس نے کہا "وہ اتنی دیر سے روانہ ہوا ہے۔ کل بینک بند ہونے کے بعد ممبئی پہنچے گا۔ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا بینک کے اوقات میں ان دونوں بھائیوں کو باری باری ٹریپ کر کے ان کے لاکروں سے فارمولے نکلوائے گا۔"

"تمہارے لیے ایک نئی اطلاع ہے۔ پورس کے ساتھ ایک نہیں دو ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستیاں ہیں۔"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "یہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں سے پیدا ہو گئے ہیں؟ کیا وہ ہمارے جانے پہچانے ہیں؟"

"ہمارے لیے نئے ہیں۔ وہ خیال خوانی کرنے والے باپ بیٹی ہیں۔ بیٹی کا نام ثنا پاشا ہے۔ باپ کا پورا نام نہیں معلوم ہو سکا۔ پورس اسے پاشا انکل کہتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ پورس کا پلڑا بھاری ہو رہا ہے۔ کسی دن اس کی محبوبہ ناصرہ بھی خیال خوانی کرنے لگے گی۔"

"کل ان کی پلاننگ یہ ہوگی کہ وجے آنند اور کشور میں سے ایک کے دماغ پر پاشا قبضہ جمائے گا اور دوسرے بھائی کو ثنا ٹریپ کر کے بینک لے جائے گی۔"

"ہاں پورس بہت لکی ہے۔ موجودہ معاملے سے نمٹنے کے لیے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے اور اس کی ضرورت کے مطابق باپ بیٹی اس کا سہارا بن گئے ہیں۔"

"پورس کی خوش قسمتی کے ساتھ بدقسمتی بھی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"وہ کل دوپہر سے پہلے ممبئی نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ باپ بیٹی اس کے لیے کام کریں گے۔ ان میں سے ایک وجے آنند کو اور ایک کشور کو ٹریپ کرے گا یعنی ان کے دماغوں میں رہ کر بتا دوں گی کہ پاشا کس بھائی کے دماغ میں ہے۔ تم اس بھائی کا تعاقب بینک تک کرو گے اور ثنا جس بھائی کے دماغ میں رہے گی' اس کا تعاقب میں کروں گی۔ جب وہ دونوں بھائی اپنے اپنے بینک کے لاکر سے فارمولے نکال کر بینکوں سے باہر آئیں گے تو ہم اور ہمارے ماتحت ان سے فارمولے چھین کر لے جائیں گے۔"

"یہی کرنا ہوگا۔ پورس کو ممبئی پہنچنے سے پہلے ہی اپنی ناکامی کی اطلاع مل جائے گی۔"

ثانی نے کہا "گاڑی روکو۔ اب میں ڈرائیو کروں گی۔ تمہیں صبح تازہ دم رہنے کے لیے سونا چاہیے۔"

اس نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ وہ پچھلی سیٹ پر آ گیا۔ ثانی اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر ڈرائیو کرنے لگی۔

آدمی اپنی کامیابیوں کے لیے بہت کچھ سوچتا ہے اور ذہانت سے کام لے کر کامیاب بھی ہوتا ہے لیکن ہمیشہ کامیاب نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی ذہانت سے بھرپور تدابیر کے باوجود بدقسمتی رنگ لے آتی ہے۔

بے چارے پورس کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔ وہ دونوں باپ بیٹی اسی ملی دھریاندرے کے ادارے میں تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' پورس نے زہریلی گولی سے ملی دھریاندرے کو زخمی کر کے اسے ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی سے محروم کر دیا تھا۔ اس کی بہن ورشا زخمی بھائی کا علاج کرنے کے لیے ان غیر معمولی دواؤں کے فارمولے لانے گئی تھی لیکن جلال پاشا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ورشا کے دونوں گارڈز کو ہلاک کر دیا تھا اور ورشا کو خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ادھر زخمی بھائی ملی دھریاندرے اپنی بہن ورشا کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ بار بار جلال پاشا کو بلا کر پوچھتا تھا کہ اس کی بہن کس حال میں ہے؟

شام کو جلال پاشا نے کہا "بہت بری خبر ہے۔ میری سوچ کی لہروں کو ورشا اور اس کے باڈی گارڈز کے دماغ مردہ مل رہے ہیں۔ میری خیال خوانی کی لہریں بار بار واپس آ رہی ہیں۔"

ملی دھر کے لیے یہ ناقابلِ برداشت صدمے والی بات تھی۔ ایک تو پورس نے اسے زخمی کر کے اسے ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی سے محروم کر دیا تھا اور اب اس کا علاج کرانے والی بہن کہیں مر چکی تھی۔

ملی دھر کو شبہ تھا کہ جلال پاشا نے اس کی بہن کو ہلاک کیا ہے تاکہ اس کی بہن زہر کا توڑ کرنے والی دوا کا فارمولا نہ لا سکے اور وہ اپنی بیٹی ثنا کے ساتھ اس ادارے کا سربراہ بن کر رہ سکے۔

ویسے جب ملی دھر ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی کا علم رکھتا تھا۔ تب وہ بھی جلال پاشا اور ثنا کو اپنے سے کم تر سمجھا کرتا تھا اور اپنے اہم راز ان سے چھپایا کرتا تھا۔ اس نے آتما شکتی کے ذریعے پارس کے خیالات پڑھ کر ان غیر معمولی دواؤں کے فارمولوں کے متعلق معلوم کیا تھا اور یہ اہم راز ان باپ بیٹی سے چھپایا گیا تھا۔ جب وہ زخمی ہو کر بستر پر پہنچ گیا تو جلال پاشا نے موقع سے فائدہ اٹھا کر پورس سے دوستی کی تھی۔

جلال پاشا اب ٹیلی پیتھی کے ذریعے ادارے کے مسلح گارڈز کو اپنے قابو میں رکھتا تھا لیکن ان میں سے چار گارڈز یوگا کے ماہر تھے۔ ان میں سے دو ورشا کے ساتھ فارمولے لانے گئے تھے اور مارے گئے تھے۔ باقی دو گارڈز ملی دھر کے وفادار تھے۔ جلال پاشا پورس کے کام آنے کے دوران میں اپنی بیٹی ثنا کو سمجھایا کرتا تھا کہ ادارے کے تمام گارڈز کے دماغوں میں جاتی رہے تاکہ اسے دوستوں اور دشمنوں کی پہچان ہوتی رہے۔

جب جلال پاشا نے ملی دھر کو اس کی بہن ورشا کی موت کی خبر سنائی تو اس کے دماغ میں بھی جھانکتا رہا۔ آتما شکتی رکھنے والا ملی دھر زہریلی گولی کے زخم کے باعث پاشا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا اور اپنے منفی خیالات کو کسی طرح چھپا بھی

نہیں سکتا تھا۔ اس طرح پاشا نے اس کے چور خیالات سے معلوم کیا تھا کہ ملی دھر اندر ہی اندر جلال پاشا کو اپنی بہن کا قاتل سمجھ رہا ہے۔

اس ادارے میں باپ بیٹی کو خطرہ تھا۔ لہٰذا جس شام ورشا کی موت ہوئی' اس رات باپ نے بیٹی کو اس ادارے سے باہر پورس کے ممبئی والے بنگلے میں پناہ لینے کے لیے بھیج دیا۔ ثنا کے وہاں سے جانے کے آٹھ گھنٹے بعد ملی دھر یاندرے کو معلوم ہوا کہ پاشا کی بیٹی ادارے سے باہر گئی ہے۔ وہ زخمی حالت میں بستر پر پڑا تھا۔ اس ادارے کے ڈاکٹر اس کا علاج کر رہے تھے۔ رات کے دو بجے دونوں یوگا جاننے والے وفاداروں نے ملی دھر کو بتایا کہ ثنا پاشا رات کے آٹھ بجے کہیں گئی تھی۔ اب تک واپس نہیں آئی ہے۔ ملی دھر نے ان سے کہا "جب وہ جا رہی تھی' تب تم نے کیوں نہیں بتایا۔ اب رات کے دو بجے آگ بتا رہے ہو؟"

ایک مسلح گارڈ نے کہا "مالک! ہم دونوں ہی وفادار رہ گئے ہیں اور ہمیشہ آپ کے قریب رہتے ہیں۔ آپ ہی نے کہا تھا کہ کبھی جلال پاشا آپ کے دماغ میں آکر نقصان پہنچانا چاہے تو ہم فوراً یہاں سے جا کر اسے گولی مار دیں۔"

دوسرے گارڈ نے کہا "پاشا صاحب نے اب تک آپ کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ اس لیے ہم ان باپ بیٹی کی طرف سے مطمئن تھے۔ ابھی مین گیٹ پر نائٹ چوکی دار کی ڈیوٹی بدلی ہے۔ اس نے اپنے کوارٹر کی طرف جاتے وقت بتایا ہے کہ ثنا رات کے آٹھ بجے ایک کار میں کہیں گئی ہے۔"

ملی دھر نے کہا "میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ تم میں سے ایک میرے پاس رہے اور دوسرا جا کر جلال پاشا کو یہاں بلا کر لائے۔ اگر جلال پاشا کا انداز ذرا سا بھی مخالفانہ ہو تو فوراً اسے گولی مار دے۔ اگر وہ میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرے تو میری پروا نہ کرنا۔ ہر حال میں اس دشمن کو قتل کر دینا۔"

جلال پاشا نے پورس سے مشورہ کرنے کے بعد ہی ثنا کو اس ادارے سے باہر بھیج دیا تھا اور پورس نے اسے ایک ایسے ذاتی بنگلے کا پتا بتایا تھا جس کا علم پارس کو نہیں تھا۔ اس طرح جلال پاشا اپنی بیٹی کی سلامتی کی طرف سے مطمئن ہو گیا تھا۔

پھر رات کے دو بجے پورس نے جلال پاشا سے کہا کہ وہ بھی مزید خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس نہ رہے اور جا کر سو جائے اور صبح سات بجے پھر آجائے۔

جلال پاشا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا پھر اس نے احتیاطاً ملی دھر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو اس وقت وہ اپنے یوگا جاننے والے دو گارڈز سے یہی کہہ رہا تھا کہ ان میں سے ایک جلال پاشا کے پاس جائے' اگر اس کا انداز مخالفانہ ہو تو اسے گولی مار دے ورنہ اسے ملی دھر کے سامنے پیش کرے۔ یہ جواب طلب کیا جانے والا تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کو ادارے سے باہر کہاں بھیج دیا ہے۔

جلال پاشا ایک ٹی ٹی اور کئی کارتوس لے کر فوراً اپنے کمرے سے نکلا اور گیراج کی طرف جاتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے پورس سے بولا "بیٹے! میرے لیے جان کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ میں یہاں سے ثنا کے پاس تمہارے بنگلے میں جا رہا ہوں۔ کل وہیں تم سے ملاقات ہو گی۔"

اس نے گیراج میں پہنچ کر ایک جیپ اسٹارٹ کی۔ خیال خوانی کے ذریعے بیٹی سے بولا "میں ابھی ادارے سے نکل کر تمہارے پاس آرہا ہوں۔"

وہ اور بھی کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی چلی۔ اس کے منہ سے ایک چیخ نکل۔ گولی اس کی پسلیوں میں لگی تھی۔ اس نے یوگا جاننے والے گارڈ پر جوابی فائر کیا۔ وہ بھی چیخ مار کر گر پڑا۔ گولی اس کے سینے میں لگی تھی۔ فوراً ہی اس کا دم نکل گیا۔

جلال پاشا کی دائیں پسلیوں میں جلن ہو رہی تھی۔ گولی چھو کر ذرا سا گوشت ادھیڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔ پسلیاں سلامت تھیں۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا احاطے کے مین گیٹ کی طرف جانے لگا۔ وہاں کے پہرے دار اسے اس ادارے کا سربراہ سمجھتے تھے اس لیے گیٹ کھول دیا۔ اس سے پہلے کہ دوسرا یوگا جاننے والا گارڈ فائرنگ کی آوازیں سن کر ادھر آتا' وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اس ادارے سے دور ہوتا چلا گیا۔

اس کی دائیں پسلیوں کی طرف سے لہو بہہ رہا تھا اور وہ بڑی تکلیف محسوس کر رہا تھا۔ اس نے ایک جگہ جیپ روک کر اپنی شرٹ اتار کر اسے پسلیوں پر سختی سے باندھ لیا تاکہ خون کا بہاؤ رک جائے پھر وہ دوبارہ ڈرائیو کرتے ہوئے پورس کو اپنے حالات بتانا چاہتا تھا مگر بتا چلا کہ زخمی ہونے کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔ جسمانی کمزوری کے باعث دماغی توانائی میں بھی قدرے کمزوری پیدا ہو گئی تھی۔

ثنا بستر پر لیٹ کر سونے کے لیے اپنے دماغ کو ہدایات دینے والی تھی۔ ایسے ہی وقت باپ نے اس کے دماغ میں آکر کہا تھا کہ وہ ادارے سے نکل کر اس کے پاس آرہا ہے اور ایسا کہتے ہی اسے گولی چلنے اور باپ کے چیخنے کی آواز سنائی دی تھی اور وہ ہڑبڑا کر بستر پر اٹھ بیٹھی تھی۔

اس نے چند سیکنڈ تک باپ کے کچھ کہنے کا انتظار کیا پھر خود ہی خیال خوانی کی پرواز کر کے جلال پاشا کے دماغ میں پہنچی۔ پتا چلا کہ وہ یوگا جاننے والے ایک گارڈ کو گولی مار کر جیپ ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا ہے۔ وہ پریشان ہو کر بولی "ابو! میں آپ کے اندر رہ کر سمجھ رہی ہوں' آپ کو گولی لگی ہے۔"

"ہاں بیٹے! مگر تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ایسے وقت ذہانت اور حاضر دماغی سے کام لو۔ میرے پہنچنے تک مریم بیٹی کے لیے فرسٹ ایڈ کا سامان تیار رکھو۔"

ثنا نے پورس کو مخاطب کیا "بھیا! ابو کی پسلیوں میں گولی لگی ہے۔ وہ ادارے سے نکل کر میری طرف آرہے ہیں۔ کیا آپ کے اس بنگلے میں فرسٹ ایڈ کا سامان ہے؟"

پورس نے کہا "ایک اسٹور میں مریم بیٹی کا تمام سامان موجود ہے۔ میری نصیحت یاد رکھو' باپ کے زخمی ہونے پر جذباتی ہو کر ماتم نہ کرنا۔ ہم سب کو ایک دن مرنا ہے۔ تمہارے ابو کو کچھ نہیں ہو گا۔ میں لمبی پہنچتے ہی سیدھا تمہارے پاس آؤں گا۔"

وہ ایک بیڈ روم کے اسٹور میں آکر بولی "بھیا! میں حوصلے سے کام لوں گی لیکن مجھے ملی دھر پر غصہ آرہا ہے۔"

"یہ ایک فطری امر ہے۔ غصہ آنا چاہیے۔ تم بھی انتقامی کارروائی کر سکتی ہو مگر ایسے وقت ہر پہلو پر نظر رکھو۔ وہاں ایک اور یوگا کا ماہر گارڈ رہ گیا ہے۔ وہ اپنے کچھ مسلح افراد کے ساتھ تمہارے ابو کا تعاقب کر سکتا ہے۔ فوراً ملی دھر کے خیالات پڑھ کر وہاں کے حالات معلوم کرو۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے ملی دھر کے دماغ میں پہنچی۔ وہ یوگا کے ماہر گارڈ سے کہہ رہا تھا "تم جاؤ گے تو میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ دوسرے مسلح گارڈز کو اس کے تعاقب میں بھیجو۔"

اس وقت ایک ملازم ملی دھر کے پاؤں داب رہا تھا۔ ثنا اسے اچھی طرح جانتی تھی۔ اس کے دماغ پر قبضہ جماتے ہی وہ اچھل کر یوگا کے ماہر گارڈ کے پاس آیا۔ بڑی پھرتی سے اس کی گن کو جھپٹ کر اس سے چھینتے ہوئے ذرا دور گیا پھر تڑا تڑ گولیاں چلانے لگا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سر جھکا کر رہنے والا معمولی ملازم یوں باغیانہ انداز میں ایکشن دکھائے گا۔

اس نے ایکشن تو خوب دکھایا۔ یوگا کا ماہر آخری گارڈ بھی گولیاں کھا کر تڑپتا کراہتا ہوئے دروازے سے ٹکراتے ہوئے فرش پر گر کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ ملی دھر نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے آخری وفادار کو دیکھا پھر ملازم سے گرج کر بولا "نمک حرام! یہ تو نے کیا کیا؟ اسے کیوں مار ڈالا۔ کیا تیرے دماغ میں جلال پاشا ہے؟"

ثنا نے اس کے دماغ میں آکر کہا "تمہارے لیے جلال پاشا کی بیٹی کافی ہے۔ شیطان کے بچے! میرے ابو نے پوری ایمان داری کے ساتھ اس ادارے کو قائم کرنے میں تمہارا ساتھ دیا۔ ہم یہ ادارہ کی طرح ایک بہت بڑا ادارہ قائم کر سکتے ہیں لیکن تم اپنی حماقت سے ہم باپ بیٹی کو اپنے زہریلے اثر رکھتے تھے۔ آج دیکھو' تم ایک زخمی کتے کی طرح یہاں پڑے ہوئے ہو۔ تمہارے تمام وفادار مارے جا چکے ہیں۔ اب تمہاری باری ہے۔"

گولیاں چلنے کی آواز پر وہاں بہت سے مسلح گارڈز آگئے تھے۔ ملازم نے کہا "ان سب سے گڑگڑا کر کہو کہ تمہارے اندر موت گھسی ہوئی ہے۔ ان میں سے کوئی تمہاری جان بچا لے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "موت کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ مجھے مرنا ہے اور ابھی مرنا ہے۔"

اس نے اپنے کمرے میں آنے والے درجنوں مسلح گارڈز کو دیکھا پھر کہا "میں نے تم سب کو اپنی حفاظت کے لیے رکھا تھا لیکن اب حکم دیتا ہوں کہ مجھے گولی مار دو۔"

ایک نے کہا "مالک! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم آپ پر جان قربان کر دیں گے لیکن آپ پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔"

ثنا نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتے ہوئے بستر پر تڑپنے لگا۔ تمام حفاظت کرنے والے اسے حیرانی اور پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔ کچھ اسے سنبھالنے اور اس کی تکلیف معلوم کرنے کے لیے سوالات کر رہے تھے۔ جب دماغی تکلیف ذرا کم ہونے لگی تو وہ کراہتے ہوئے بولا "کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں موت سے پہلے ایسی تکلیفیں اٹھاتا رہوں؟ جب زندہ رہنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی اور تکالیف ناقابل برداشت ہو جاتی ہیں تو اس مریض کو زہر کا انجکشن دے دیا جاتا ہے۔ میں دونوں ہاتھ جوڑ کر تم سب سے التجا کرتا ہوں۔ مجھے گولی مار دو۔"

ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا کہ درجنوں محافظ اپنے ہی آقا کو گولی ماریں۔ وہ تمام محافظ بھی اسے نہیں مارنا چاہتے تھے۔ ثنا نے ملی دھر کے دماغ میں پھر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ایک ذبح ہونے والی بکری کی طرح حلق سے آوازیں نکالتے ہوئے بستر پر تڑپتے ہوئے نیچے فرش پر آگر پڑا۔ پہلے جو محافظ اسے سہارا دے رہے تھے' وہ پریشان ہو کر ذرا پیچھے ہٹ گئے تھے۔ ان کی سمجھ میں آرہا تھا کہ ان کے مالک کو کیسی موت آرہی ہے کہ اس کے حلق سے زندگی کی آخری چیخیں نکلنا چاہتی ہیں لیکن وہ مر نہیں رہا ہے۔

رفتہ رفتہ پھر اس کی دماغی تکلیف کم ہونے لگی تو وہ فرش پر لیٹے ہی لیٹے آگے رینگتے ہوئے اپنے ایک ایک محافظ کے پاؤں پکڑتے ہوئے گڑگڑانے لگا "مار ڈالو۔ بھگوان کے لیے مجھے گولیوں سے چھلنی کر کے مار ڈالو۔"

ثنا نے اس کے اندر کہا "اپنی نیلی چمکتی اور آتما شکتی کے غرور میں آسمان پر اڑتے رہتے تھے اور ابھی مٹی کے کیڑے کی طرح رینگ رہے ہو۔ موت کی بھیک مانگ رہے ہو اور تمہیں کوئی موت بھی نہیں دے رہا ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میں تم سے معافی نہیں مانگ رہا ہوں۔ موت مانگ رہا ہوں۔ میرے دماغ کو پھوڑا نہ بناؤ۔ تڑپا تڑپا کر نہ مارو۔ میں تمہارے ابو سید جلال الدین پاشا کی قسم دیتا ہوں' مجھے مار ڈالو۔"

باپ کی قسم دینے پر ثنا نے ایک گارڈ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اپنے مالک کو گولی مار دی۔ وہ ایک آخری چیخ کے ساتھ فرش پر تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا۔

وہاں کئی زندہ انسان تھے۔ اس کے باوجود موت کی سی خاموشی

چھا گئی تھی۔ کوئی کچھ نہیں بول رہا تھا۔ بولنے کے لیے کسی کے پاس کچھ تھا بھی نہیں۔ ثنا نے ایک گارڈ کی زبان سے کہا تھیں اس سیکیورٹی گارڈ کی زبان سے ثنا بول رہی ہوں۔ تم سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ورشا باندرے مر چکی ہے۔ میں نے اور ابو نے یہ ادارہ چھوڑ دیا ہے اور اس کا مالک کہلانے والا ملی دھر باندرے مردہ پڑا ہوا ہے۔ گویا یہاں کے تمام کرتا دھرتا اب نہیں رہے۔ ہم باپ بیٹی بھی واپس نہیں آئیں گے۔ لہٰذا تم سب ممبئی یا کسی دوسرے شہر جا کر اپنے روزگار کا انتظام کر لو۔ یہاں سے تم سب کا آب و دانہ اٹھ چکا ہے۔ اس ادارے کو جتنی نیک نیتی سے شروع کیا گیا تھا' اتنی ہی بدنیتی سے یہ ختم ہو چکا ہے۔ خدا حافظ۔"

وہ دماغی طور پر پورس کے ایک ذاتی بنگلے میں حاضر ہو گئی۔ اس بنگلے میں ایک چوکی دار رہا کرتا تھا۔ پورس نے ثنا کو سمجھایا تھا کہ چوکی دار اسے نہیں پہچانتا ہے۔ لہٰذا وہ چوکی دار کے دماغ پر قبضہ جما کر وہاں رہے پھر وہ خود دوسرے دن وہاں پہنچ جائے گا۔

ثنا نے یہی کیا تھا۔ رات کو سوتے وقت وہ چوکی دار کے دماغ کو قابو میں نہیں رکھ سکتی تھی۔ اس لیے اس نے ایک مختصر سا تخریبی عمل اس پر کیا تھا پھر اس کی طرف سے مطمئن ہو گئی تھی۔ رات کے سوا تین بجے جلال پاشا وہاں زخمی حالت میں آیا۔ چوکی دار نے ثنا کے حکم پر گیٹ کھول دیا۔ اس نے بنگلے کے باہر آ کر باپ کو سہارا دیا۔ اسے اندر ایک بیڈ روم میں لا کر لٹایا پھر اس کے زخم کی مرہم پٹی کرنے لگی۔ زخم زیادہ تشویش ناک نہیں تھا۔ پہلی طبی امداد کے طور پر اس نے خون کا بہاؤ روک دیا۔ دوائیں لگا کر پٹیاں باندھ دیں لیکن دوسرے دن کسی ڈاکٹر سے باقاعدہ علاج کرانا ضروری تھا۔ اسے جو گولی لگی تھی' وہ پسلیوں کی طرف تھوڑا سا گوشت اور کھال ادھیڑ کر گزر گئی تھی۔ جب تک وہ زخم نہ بھر تا یا آرام نہ آتا' تب تک وہ خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔

ثنا رہ کر پورس سے رابطہ کر رہی تھی اور اسے جلال پاشا کے بارے میں بتاتی جا رہی تھی۔ پورس نے کہا "فکر نہ کرو۔ میں جلد سے جلد تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

اس نے یہ بھی بتایا کہ کس طرح ملی دھر کا کام تمام کر دیا ہے اور اس ادارے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے لیکن کل صبح ان دونوں بھائیوں وجے آنند اور کشور کو ٹریپ کر کے بینک لے جانا ہے۔ اس معاملے کو کیسے نمٹایا جائے گا۔ پورس نے کہا "کل بینک کے اوقات تک پاشا انکل کا زخم زیادہ تکلیف دہ نہیں رہے گا اور تم اپنے ابو کی حالت سے مطمئن رہو گی تو خیال خوانی کے ذریعے پہلے کسی ایک بھائی کو ٹریپ کر کے بینک لے جاؤ گی۔ اس کے لاکر سے فارمولے نکلوا کر اس سے وہ فارمولے لینے کے بعد دوسرے بھائی کو ٹریپ کر کے بینک لے جاؤ گی پھر اس سے بھی اسی طرح فارمولے کا آدھا حصہ حاصل کرو گی۔"

"آپ جیسی ہدایات دیتے رہیں گے' میں اس پر عمل کرتی رہوں گی لیکن آپ کب تک یہاں پہنچ سکیں گے؟ میں خود کو تنہا اور بے یار و مددگار سمجھ رہی ہوں۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ تمہارا یہ بھائی تمہارے ساتھ ہے اور زندگی کے ایسے ہی حالات سے تم تنہا رہ کر بھی معاملات سے نمٹنے کے تجربات حاصل کرتی رہو گی۔ میں جلد سے جلد پہنچتے ہی پاشا انکل کو اسپتال لے جاؤں گا یا کسی ڈاکٹر کو بلاؤں گا۔ میری اچھی بہن! ایسے وقت پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ ذہانت سے مسائل کو حل کرنے کی تدابیر سوچنا چاہیے۔"

پورس اس کا حوصلہ بڑھاتا رہا۔ وہ رات اسی طرح جاگتے ہوئے گزر گئی۔ ثنا نے باپ کی مرہم پٹی کرنے کے بعد اسے دو خواب آور گولیاں کھلائی تھیں۔ وہ بے خبر سو گیا تھا۔ صبح سات بجے پورس کی ہدایات کے مطابق ثنا وجے آنند کے دماغ میں گئی اور اس کی سوچ کے لب و لہجے میں اسے قائل کرتی رہی کہ دو گھنٹے بعد بینک کھلے گا تو وہ بینک جائے گا اور اپنا لاکر کھول کر اس میں رکھی ہوئی تمام اہم چیزوں کو چیک کرے گا۔ اسے کبھی کبھی لاکر کھول کر اپنی اہم چیزوں کو دیکھ کر اطمینان حاصل کرنا چاہیے۔

وہ پورس کی پلاننگ کے مطابق وجے آنند کو ٹھیک بینک کھلنے کے وقت لے جانے والی تھی۔ لاکر سے فارمولوں کا آدھا حصہ حاصل کرنے میں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں لگتا۔ اس کے بعد وہ کشور کو ٹریپ کر کے اس کے بینک لے جانا چاہتی تھی۔ ابھی اس نے کشور کو نظر انداز کیا تھا۔ ایک کام ہو جانے کے بعد وہ کشور کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جماتی تو وہ اس کی مرضی کے مطابق لاکر سے فارمولوں کا باقی آدھا حصہ نکال کر لے آتا۔

ثنا اور پارس صبح آٹھ بجے ممبئی پہنچے۔ اس نے پورس سے کہا "وجے آنند کے خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ بینک جانے والا ہے لیکن کشور کے چور خیالات پڑھنے کے بعد پتا چل رہا ہے کہ اس نے ابھی تک بینک جانے کا ارادہ نہیں کیا ہے۔ جبکہ وہ دونوں باپ بیٹی خیال خوانی کے ذریعے ایک ایک بھائی کے اندر رہ کر انہیں بینک جانے پر مائل کر سکتے ہیں پھر کیا بات ہے کہ کشور بینک جانے کے متعلق کچھ نہیں سوچ رہا ہے؟ کیا ان باپ بیٹی میں سے کوئی ایک ابھی خیال خوانی نہیں کر رہا ہے؟"

"ہاں۔ یہ بات غور طلب ہے۔ پورس ایسی حکمتِ عملی کیوں اختیار کر رہا ہے۔ وہ اپنے دونوں خیال خوانی کرنے والوں سے کام کیوں نہیں لے رہا ہے؟"

ثنا نے کہا "یہ اتنا اہم معاملہ ہے کہ پورس کے بس میں ہوتا تو وہ دو کی جگہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کام لیتا۔ اگر وہ دو کے ہوتے ہوئے ایک سے کام لے رہا ہے تو اس کا مطلب یہ کہ ان دونوں میں سے کوئی اچانک بیمار پڑ گیا ہے اور خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔"

"ہوں۔ پورس کی ایسی ہی کوئی مجبوری ہے۔ اگر تم ان دو میں سے کسی ایک دماغ میں یہ معلوم کرنے جاؤ گی کہ کون بیمار ہے؟ تو وہ اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے پورس کو بتائے گا اور پورس چوکنا ہو جائے گا کہ اس کے پیچھے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ بہتر ہے پہلے ہم فارمولے حاصل کریں پھر پورس کے کسی بیمار خیال خوانی کرنے والے کے اندر پہنچنے کی کوشش کریں۔"

وجے آنند اپنے بینک کے ضروری کاغذات اور لاکر کی چابی لے کر ساڑھے آٹھ بجے بینک جانے کے لیے بنگلے سے نکلا۔ ثنا نے اس وقت کشور کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت وہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد باتھ روم جانے والا تھا۔ اس کے دماغ میں اس وقت بھی بینک کی طرف جانے کا خیال نہیں تھا۔

وجے آنند اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا بینک پہنچا۔ نو بج کر پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔ بینک کھل گیا تھا۔ اس وقت ثنا اور پارس بھی اس بینک کے سامنے پہنچ گئے تھے۔ ثنا کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھی وجے آنند کے اندر پہنچی ہوئی تھی اور پارس آہستہ آہستہ چلتا ہوا بینک کے اندر جا رہا تھا۔ اس وقت وجے آنند بینک منیجر کو اپنے شناختی کاغذات دکھانے کے بعد لاکر روم میں آ گیا تھا۔ اس نے اپنی چابی لاکر میں ڈالی پھر اسے گھما کر نکال لیا۔ بینک منیجر نے اپنی چابی ڈال کر اسے گھمایا۔ وہ لاکر کھل گیا۔ اس کے اندر اور کئی دستاویزات' قیمتی اور نایاب ہیرے تھے۔ اس نے صرف فارمولوں والے کاغذات کا بنڈل اٹھایا پھر لاکر کو بند کر دیا۔

ثنا پارس کو بتاتی جا رہی تھی کہ وجے آنند نے فارمولوں کے کاغذات نکال لیے ہیں اور اب لاکرز کے رجسٹر پر دستخط کر کے کاؤنٹر کی طرف آ رہا ہے جب وہ بینک منیجر کے کمرے سے نکل کر آیا تو پارس نے اسے پہچان لیا کیونکہ اس کی تصویر اچھی طرح دیکھ چکا تھا۔ جیسے ہی وہ قریب آیا۔ پارس نے کہا "میں پورس ہوں۔ مجھے میرے لب و لہجے سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اس کو مائل کرو کہ مجھے یہ کاغذات دے دے۔"

ثنا نے خوش ہو کر وجے آنند کی زبان سے کہا "بھیا! آپ اتنی جلدی ممبئی پہنچ گئے؟ چلیں اچھا ہوا۔ ہم اس کے دوسرے بھائی سے فوراً ہی فارمولے حاصل کر کے ابو کو اسپتال لے جائیں گے۔"

وجے آنند کا دماغ ثنا کے قبضے میں تھا۔ اس نے ثنا کی مرضی کے مطابق فارمولے کے کاغذات پارس کو دے دیے۔ ثنا نے کہا۔ "بھیا! آپ نے کہا تھا آپ کے دو خاص ماتحت اپنی گاڑی میں وجے آنند کا انتظار کریں گے اور اسے اس گاڑی تک پہنچائیں گی۔"

"جب میں یہاں موجود ہوں تو ماتحتوں کی کیا ضرورت ہے۔ تم وجے آنند کو اس کی کار میں پہنچا کر چند منٹ تک اس کے دماغ میں رہو۔ جب یہ بینک سے کچھ دور چلا جائے تو اس کے دماغ سے نکل آنا۔ میں ابھی تمہارے اور پاشا انکل کے پاس آ رہا ہوں۔"

ثنا اس کے دماغ میں رہ کر اسے اس کی کار کی طرف لے گئی۔ پارس تیزی سے چلتا ہوا اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا' اسے اسٹارٹ کیا۔ ثنا کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ آدھے فارمولے حاصل کر چکا ہے کیونکہ وہ اس دوران اس کے دماغ میں موجود رہی تھی' وہ بولی "ابھی تھوڑی دیر میں پورس کو معلوم ہو جائے گا کہ تم نے ثنا کو دھوکا دے کر یہ کاغذات حاصل کیے ہیں۔ اب وہ ثنا کو تاکید کرے گا کہ کشور کے دماغ پر قبضہ جما کر رہے اور اس کے ممبئی پہنچنے تک اس دوسرے بھائی کو کسی طرح بھی بینک کی طرف نہ جانے دے۔"

"ہاں۔ فارمولے کے باقی دوسرے حصے کو حاصل کرنا میرے لیے ناممکن تو نہیں ہو گا۔ مگر دشوار ضرور ہو گا۔ پورس میری چال بازی کا انتظام بھی لینا چاہے گا اور فارمولوں کے باقی حصے کو بھی حاصل کرنے کا موقع نہیں دے گا۔"

ثنا نے پوچھا "پھر کیا ارادہ ہے؟"

"ابھی ہم اپنی رہائش گاہ میں چل رہے ہیں۔ تم ثنا کے بیمار باپ جلال شاہ کے دماغ میں پہنچ کر ان باپ بیٹی کی ہسٹری معلوم کرو۔"

ثنا خیال خوانی کی پرواز کر کے جلال شاہ کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اس کے خیالات پڑھتی چلی گئی۔ دوسری طرف ثنا نے وجے آنند کے دماغ میں رہ کر اسے کار میں بٹھایا۔ بینک سے ذرا دور پہنچا کر پورس کے دماغ میں آئی پھر بولی "میں نے وجے آنند کو آپ کے کہنے کے مطابق بینک سے دور چھوڑ دیا ہے۔"

پورس نے چونک کر پوچھا "میرے کہنے کے مطابق؟ میں نے کب یہ کہا تھا کہ اسے بینک سے دور چھوڑ دو؟"

"ابھی آپ نے بینک میں کہا تھا کہ فارمولوں کے کاغذات تمہیں دے دوں اور وجے آنند کو یہاں سے....."

وہ بات کاٹ کر بولا "ثنا! یہ کیا کہہ رہی ہو۔ میرے اندر رہ کر دیکھ رہی ہو کہ میں کار ڈرائیو کر رہا ہوں۔ ممبئی سے ابھی پچاس کلو میٹر دور ہوں پھر تمہارے پاس بینک میں کیسے پہنچ....."

وہ کہتے کہتے رک گیا پھر چونک کر بولا "جس نے تم سے وہ فارمولے لیے ہیں' کیا وہ میری آواز اور لب و لہجے میں بول رہا تھا؟"

"جی ہاں۔ میں آپ کو ملی دھر کے ادارے میں دیکھ چکی ہوں دھوکا کیسے کھا سکتی ہوں۔ وہاں بینک میں آپ موجود تھے اور آپ کی یہ بات بھی جھوٹ نہیں مان سکتی کہ آپ ابھی ممبئی نہیں پہنچے ہیں۔ بھیا! یہ کیا ہو گیا ہے؟ آپ کی باتیں سن کر مجھے یاد آ رہا ہے۔ میں نے ابو سے سنا تھا کہ آپ اور پارس ہم شکل ہیں۔ ایک ہی طرح بولتے اور حرکتیں کرتے ہیں۔"

پورس نے شکست خوردہ آواز میں کہا "ہاں ثنا! پارس نے ہم

شکل ہونے کا فائدہ اٹھایا ہے۔ اب تم فوراً کشور کے دماغ میں جاؤ۔ میں جانتا ہوں' وہ مکار ابھی کشور کو ٹرپ نہیں کرے گا۔ یہ سمجھ گیا ہوگا کہ مجھے اس کی دھوکے بازی کا علم ہوچکا ہوگا۔ لیکن وہ کشور پر نظر رکھے گا۔ اب تمہاری کوشش یہ ہونا چاہیے کہ کشور بینک نہ جائے۔ اگر اپنے ضروری کام سے جائے تو لاکر سے فارمولوں کے باقی حصے نہ نکالے ورنہ وہ شیطان انہیں بھی چھین کر لے جائے گا۔"

"بھیا! میں کشور کے دماغ میں جارہی ہوں لیکن پارس آپ کی طرح ٹیلی پیتھی سے محروم ہوچکا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں جو روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' وہ ہمارے معاملات میں نہیں پڑیں گے پھر پارس کو ہماری مصروفیات کا علم کیسے ہورہا ہے؟"

"جس طرح میرے ساتھ تم باپ بیٹی ہو اسی طرح کوئی خیال خوانی کرنے والا ضرور اس کے ساتھ بھی ہے۔ میں اس مسئلے پر غور کرتا ہوں' تم کشور کے پاس جاؤ۔"

وہ کشور کے پاس گئی پھر واپس آکر بولی "بھیا! ایک اور بڑا دھوکا ہوا ہے۔ میں نے پارس کو بھائی سمجھ کر کہا تھا کہ آپ اتنی جلدی ممبئی پہنچ گئے ہیں تو ہم ابھی ابو کو اسپتال لے جائیں گے۔"

"او گاڈ! وہ کم بخت سمجھ گیا ہوگا کہ پاشا انکل بیمار ہیں۔ اس کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ضرور تمہارے ابو کے خیالات پڑھ چکا ہوگا۔ اسے تم باپ بیٹی کی رہائش گاہ کا علم ہوچکا ہے۔ میری ہدایت پر فوراً عمل کرو۔ اپنے ابو کو اس بنگلے میں چھوڑ کر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر وہاں سے نکلو اور ہائی وے کی طرف آؤ۔"

"بھیا! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں اپنے ابو کو ایسی حالت میں تنہا چھوڑ دوں؟"

"اگر تم بھائی سمجھ کر مجھ پر اعتماد کرتی ہو تو فوراً وہاں سے نکلو۔ پارس کے آلۂ کار کسی لمحے میں بھی وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ تمہارے وہاں سے نکلنے کے بعد میں پاشا انکل کی حفاظت کروں گا اور ان کا علاج کراؤں گا۔ فار گاڈ سیک دیر نہ کرو۔"

اس نے اپنے باپ کو پورس کی باتیں بتائیں۔ جلال پاشا نے کہا "وہ بالکل درست کہہ رہا ہے۔ تم یہاں وقت ضائع کررہی ہو۔ فوراً یہاں سے جاؤ۔ اللہ نے چاہا تو مجھے کچھ نہیں ہوگا۔"

وہ مجبور ہو کر وہاں سے نکلی مگر کار ڈرائیو کرتے وقت باپ کو ایسی حالت میں چھوڑنے کی وجہ سے روتی رہی اور آنسو پونچھتی رہی پھر اس نے ہائی وے پر کار ڈرائیو کرتے ہوئے پورس سے کہا "بھیا! میں آپ کا حکم مان کر ہائی وے پر آرہی ہوں مگر میں ابو کے لیے رو رہی ہوں۔ میرے آنسو نہیں رک رہے ہیں۔"

"زندگی کے زہریلے تجربات اسی طرح حاصل ہوتے ہیں۔ اب ذرا عقل سے سوچو۔ وہاں رہتیں تو پارس تمہیں ٹریپ کرتا۔ اب آزادی سے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ابو کی حفاظت کرسکو گی۔ میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا تو تمہارے حوصلے اور بڑھتے رہیں گے۔"

"مجھے آپ جیسے بھائی پر ناز ہے۔ آپ میری اور ابو کی حفاظت کے لیے ایسی تدبیریں کررہے ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی ڈاکٹر جلد سے جلد ابو کو اٹینڈ کرے اور ان کا باقاعدہ علاج شروع کرے؟"

"ایسا ہوسکتا ہے۔ پہلے مجھے اس شہر میں پارس کی موجودگی کا علم نہیں تھا۔ اس لیے سوچ رہا تھا کہ خود ہی انہیں کسی اسپتال میں لے جاؤں گا۔ اب حالات بدل گئے ہیں۔ میں ایک ڈاکٹر کو فون کررہا ہوں۔ تم سنو پھر اس کے دماغ میں رہ کر اسے اس بات پر مائل کرو کہ وہ تمہارے ابو کے علاج پر خصوصی توجہ دے۔"

پورس نے موبائل کے ذریعے ایک ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔ اسے اپنے بنگلے کا پتا بتا کر کہا کہ ایک زخمی شخص وہاں تنہا ہے اور اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔ یہ بھی بتایا کہ پسلیوں کی طرف تھوڑا سا گوشت اور کھال اوجھڑی ہے۔

ڈاکٹر نے کہا "مسٹر! یہ پولیس کیس ہے۔ میں اسے اٹینڈ نہیں کروں گا۔"

پورس نے فون بند کرکے ثنا سے کہا "ڈاکٹر کو مجبور کرو کہ وہ ابھی ضروری ادویات لے کر اس بنگلے میں جائے۔"

ثنا نے ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر اسے مجبور کیا۔ اس پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ وہ دواؤں کا بیگ لے کر اپنی کار میں بیٹھ کر اس بنگلے میں جلال پاشا کے پاس پہنچا تو وہاں پہلے سے ایک ڈاکٹر موجود تھا۔ وہ اس کے زخم کو اچھی طرح صاف کرکے مرہم لگانے اور پٹیاں باندھنے کے بعد اس کے بازو میں انجکشن لگا رہا تھا۔ وہ دونوں ڈاکٹر اس کے زخم کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ پہلے ڈاکٹر نے کہا "زخم گہرا نہیں ہے۔ مسلسل علاج ہوتا رہے تو ایک ہفتے میں زخم بھر جائے گا۔"

ثنا نے اس ڈاکٹر کے خیالات پڑھے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ کسی پارس نام کے شخص نے اسے فون کیا تھا پھر وہ بے اختیار وہاں آکر اپنا فرض ادا کرنے لگا تھا۔

ثنا جس ڈاکٹر کو لائی تھی' وہ واپس چلا گیا تھا۔ دوسرے ڈاکٹر نے کہا "ثنا! میں جانتا ہوں' تم میری آمد پر حیران ہو اور میرے خیالات پڑھ رہی ہو۔ یہ تو معلوم ہوچکا ہے کہ پارس تمہارے ابو کا علاج کرا رہا ہے۔ پورس سے جا کر کہو کہ تم صرف اس کی نہیں' میری بھی بہن ہو اور تمہارے ابو میرے بزرگ ہیں اور یہ ایک بھائی کا وعدہ ہے کہ پاشا انکل پر نہ کبھی تنویمی عمل کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں کسی کا معمول اور تابع دار بننے دیا جائے گا۔"

وہ ڈاکٹر بھی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا۔ ثنا نے پورس کے پاس آکر اسے بتایا کہ ان سے پہلے ہی پارس نے ایک ڈاکٹر کو اس کے ابو کے علاج کے لیے بھیج دیا تھا۔ اس ڈاکٹر کی سوچ کے ذریعے پارس نے کہا ہے کہ وہ صرف پورس کی نہیں' پارس کی بھی بہن ہے

نے دعوہ کیا ہے کہ اس کے ابو پر نہ تنویمی عمل کیا جائے گا
انہیں کسی کا تابع دار بننے دیا جائے گا۔
س نے تمام باتیں سن کر کہا "ثنا! تم اور تمہارے ابو خوش
یں۔ مجھے تم دونوں کی طرف سے اطمینان ہوگیا ہے کہ
ی تم باپ بیٹی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"
نے حیرانی سے پوچھا "جو پارس آپ سے دشمنی کررہا ہے'
ں کے بارے میں یقین سے کہہ رہے ہیں کہ وہ ہمیں نقصان
پہنچائے گا؟"
ہاں' دشمنوں میں بھی اعلیٰ قدریں ہوتی ہے۔ اس کی دشمنی مجھ
' تم باپ بیٹی سے نہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے کے دشمن
کے باوجود ایک دوسرے کی خوبیوں کو جانتے ہیں۔"
میں پہلی بار ایسے دو دشمن دیکھ رہی ہوں جو ایک دوسرے کی
پر اعتماد بھی کرتے ہیں۔"
میری بہن! ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے؟ آئندہ بہت کچھ دیکھو
ی الحال تمہیں اپنے ابو کی طرف سے اطمینان ہوگیا ہے۔
ب کشور کے دماغ میں جاؤ پھر میں جیسا کہوں' ویسا کرتی جاؤ۔"
پورس نے اسے ایک کوڈ ورڈ یاد رکھنے کو کہا اور تاکید کی۔
تک میں تمہارے دماغ میں یہ کوڈ ورڈ ادا نہ کروں تب تک تم
نہ کرنا کہ تمہارے سامنے آنے والا یا تمہارے دماغ میں کوئی
خوانی کرنے والا تمہارا بھائی پورس ہے۔"
"میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گی۔ ویسے آپ اس ہائی
پر کہاں ہیں؟ مجھ سے کتنی دور ہیں؟"
پورس نے جگہ کی نشان دہی کی۔ ثنا نے کہا "پھر تو ہم ایک
ے کے بالکل قریب آگئے ہیں۔"
دونوں نے ایک دوسرے کو اپنی اپنی کار کے نمبر بتائے پھر ایک
پہنچ کر مل گئے۔ ثنا کار سے اتر کر دوڑتی ہوئی آکر پورس کے گلے
گئی۔ ناصرو نے بھی اسے گلے لگا کر پیار کیا۔ پورس نے کہا۔
ناصرو تمہاری کار ڈرائیو کرے گی اور تم اس کے پاس بیٹھ کر
خوانی کے ذریعے کشور کو اس کے بینک لے جاؤ گی۔ میں
ھا اسی بینک کی طرف جارہا ہوں۔ دیر نہ کرو' ناصرو کے ساتھ
رنہ بینک کا وقت ختم ہوجائے گا۔"
وہ ناصرو کے ساتھ اپنی کار میں چلی گئی۔ پورس اپنی کار ڈرائیو
ا ہوا بینک کی طرف جانے لگا۔ اب وہ اپنے تازہ منصوبے کے
تحت پارس کو ٹرپ کرنا چاہتا تھا۔ یہ تو یقینی بات تھی کہ پارس کے
ذہن میں بھی خیال خوانی کرنے والا ہے' وہ ضرور کشور کے دماغ میں
اور پارس بھی یقین کے ساتھ سمجھ رہا ہوگا کہ فارمولوں کا باقی
حصہ حاصل کرنے کے لیے پورس ضرور کشور کو بینک پہنچائے گا۔
اور جب پہلے کی طرح پارس فارمولے لینے کے لیے بینک
ے گا تو اسے فارمولے نہیں ملیں گے۔ اس کے برعکس وہ زخمی
رہ جائے گا۔ ناصرو نے جو گولیاں اپنے منہ میں چوس کر دی ہیں'
ان ہی میں سے ایک زہریلی گولی کا زخم ایسے لگے گا کہ پارس پھر کبھی اس کے مقابلے پر نہ آسکے گا۔ ہمیشہ لاعلاج مریض کی طرح بستر پر پڑا رہے گا۔

وہ تیزی سے کار ڈرائیو کرتا ہوا اس بینک کے قریب پہنچ گیا۔ اپنی کار ایسی جگہ پارک کی جہاں سے وہ بہ آسانی پارس کو نشانے پر رکھ کر گولی مار سکے۔ یہ تو معلوم ہوچکا تھا کہ وہ اس کی اصلی شکل و صورت میں ہے۔ اسی لیے ثنا دھوکا کھا گئی تھی۔ اگر وہ دوسری بار بھیس بدل کر آتا تو فارمولے حاصل کرنے کے وقت ثنا فوراً ہی پورس کو اس کا نیا حلیہ بتا دیتی۔

ان فارمولوں کا وہ دوسرا حصہ بہت اہم تھا۔ اس کے بغیر پارس کا حاصل کردہ آدھا فارمولا آدھی کامیابی تھی۔ باقی آدھے حصے کے بغیر وہ فارمولے پارس کے کسی کام نہ آتے۔

پورس نے تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد ناصرو اور ثنا کو دیکھا۔ وہ اپنی کار میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ دوسری کار سے کشور نکل کر بینک کے اندر جا رہا تھا۔ پورس پوری طرح محتاط رہ کر اپنی کار میں بیٹھا بینک کے اندر جانے آنے والوں کو اور بینک کے باہر کھڑے رہنے والوں اور اپنی کاروں میں بیٹھنے والوں کو دیکھ رہا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ پارس نادان نہیں ہے۔ اس بار وہ بھیس بدل کر آئے گا یا اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی کو آلۂ کار بنا کر کشور سے فارمولوں کے ان کاغذات کو حاصل کرنا چاہے گا۔

ویسے پارس نے اسے ذہنی کرب میں مبتلا کردیا تھا۔ وہ کئی پہلوؤں سے سوچ رہا تھا کہ پارس اور کیسی مکاریوں سے چالیں چل سکتا ہے؟ شطرنج کے کھیل میں بڑے بڑے شاطروں کے ذہن اسی طرح الجھتے ہیں اور پارس اسے خوب الجھا رہا تھا۔

ثنا نے اس کے اندر آکر کہا "کشور نے لاکر سے وہ کاغذات نکالے ہیں اور اب منیجر کے کمرے سے نکلنے والا ہے۔ جیسے ہی کوئی کشور کو روکنے یا اسے باتوں میں الجھانے آئے گا' میں آپ کو فوراً اطلاع دوں گی۔"

وہ پھر کشور کے دماغ میں گئی۔ وہ ہاتھوں میں ایک فائل اٹھائے بینک سے باہر آیا۔ پورس اسے اپنی کار کی کھڑکی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سیدھا چلتا ہوا ثنا اور ناصرو کی کار کے پاس آیا۔ اس نے وہ فائل ثنا کو دی پھر پلٹ کر اپنی کار کی طرف جانے لگا۔ ناصرو نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی جانے لگی۔

پورس نے بھی اپنی کار اسٹارٹ کی پھر ثنا اور ناصرو سے دور رہ کر ان کی نگرانی کرتا ہوا جانے لگا۔ جب ثنا اس کے دماغ میں آئی تو اس نے کہا "میں دیکھ رہا تھا۔ کشور تمہیں فائل دے کر چلا گیا ہے۔ اب جو ہو کے ساحل کی طرف چلو۔ میں اپنے ایک اور ذاتی بنگلے کی طرف تمہاری راہنمائی کروں گا۔"

ابھی دن کے بارہ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ بینک ابھی بند نہیں ہوا تھا۔ کشور وہ فائل ثنا کو دے کر اپنی کار کے پاس آیا پھر

دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا لیکن کار اسٹارٹ نہیں کی۔ دور ثنا اور نامرہ کی کار کو جاتے دیکھتا رہا پھر ان کے پیچھے پورس کی کار جانے لگی تھی۔ ثانی اس کے دماغ میں بیٹھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی پھر اس کی مرضی کے مطابق کشور کار کا دروازہ کھول کر باہر آیا پھر بینک کے اندر جانے لگا۔

منیجر نے اسے دیکھ کر کہا "ارے کشور صاحب! آپ پھر آگئے۔ کوئی اور میرے لائق خدمت ہے؟"

کشور نے کہا "ہاں۔ چند اور ضروری کاغذات لاکر میں بھول گیا ہوں۔ آپ کو پھر زحمت دینے آیا ہوں۔"

"آپ کے لیے زحمت کیسی؟ آیئے لاکر روم میں چلیں۔"

وہ دونوں جانے لگے۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ جب ثنا کشور کے دماغ میں تھی تو وہاں ثانی بھی بالکل خاموش تھی۔ جب کشور ان فارمولوں کے کاغذات اٹھانے لگا تو ثانی نے بڑی خاموشی سے اس کے دماغ کو بہکا دیا۔ کشور نے ایک فائل اٹھالی تھی۔ اب ثنا یہ تو نہیں جانتی تھی کہ کس فائل میں اور کن کاغذات میں وہ فارمولے درج ہیں۔ کشور فائل کو اٹھاتے وقت ثانی کی مرضی کے مطابق سوچ رہا تھا "ہاں یہی وہ اصل کاغذات ہیں۔"

ثنا مطمئن ہو کر وہ فائل لے کر چلی گئی تھی۔ اب کشور اصل فارمولوں کے باقی کاغذات لے کر اپنی کار میں آیا پھر اسے اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے ایک چوراہے پر سرخ سگنل کی وجہ سے رک گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک کار آکر رک گئی۔ اسے پارس ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ثانی بیٹھی ہوئی تھی۔ ثانی نے اپنی کار کی کھڑکی سے باہر ہاتھ بڑھایا۔ کشور نے اپنی کار کی کھڑکی سے باہر ہاتھ نکال کر فارمولے کے باقی کاغذات اس کے حوالے کیے۔ ثانی نے اسے لے کر اپنے پاس رکھا لیکن کشور کے دماغ میں موجود رہی۔ سبز سگنل ہوتے ہی کشور کار آگے بڑھاتا چلا گیا۔ پارس نے چوراہے سے اپنی کار دوسرے راستے پر موڑ لی۔

تھوڑی دیر پہلے جب پورس بینک سے ذرا دور اپنی کار میں بیٹھ کر پوری ذہانت سے غور کر رہا تھا کہ پارس جیسا شاطر اب شطرنج کی بساط پر کون سی چال چلے گا؟ وہ کتنے ہی پہلوؤں سے اس کی مکاریوں کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ کار میں بیٹھ کر چاروں طرف دیکھتا رہا تھا۔ وہ پارس کے کسی بھی آلۂ کار کی ذرا سی لغزش سے اور ثنا کی خیال خوانی سے وہاں پارس کی موجودگی کو سمجھ سکتا تھا۔

لیکن نہ سمجھ سکا کیونکہ پارس نہ خود بینک کی طرف گیا تھا اور نہ ہی کسی آلۂ کار سے اس نے کام لیا تھا۔ وہ بینک سے تقریباً دو کلو میٹر دور ثانی کے ساتھ کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہیں جانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ثانی اپنے شکار کو چوراہے کے سرخ سگنل پر لے آئی تھی۔ دوسرے لفظوں میں پورس کو سرخ جھنڈی دکھا دی تھی کہ جہاں ہو اسی حد میں رہو۔

وہ نامرہ اور ثنا کے ساتھ اپنے ایک بنگلے میں آیا۔ اندر آتے ہی اس نے بڑی بے قراری سے وہ فائل ثنا سے لی پھر اسے پہلا صفحہ پڑھا۔ وہ زمین کے کاغذات تھے۔ اس نے جلدی جلدی کاغذات کو الٹ پلٹ کر سرسری سی نظر ڈالی پھر کھوم کر اپنا کودیو ارپر دے مارا۔

نامرہ نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"دھوکا ہوا ہے۔ یہ زمین کے کاغذات ہیں۔ ہمارے کاغذات نہیں ہیں۔"

نامرہ نے ثنا سے پوچھا "تم دوسری بار بھی دھوکا کھا گئیں؟"

پورس نے کہا "نہیں۔ ثنا کیا ہے؟ ابھی بچی ہے۔ اسے نہیں مجھے دھوکا دیا ہے۔ میں وہاں موجود تھا۔ تم بھی نے خیال خوانی کرنے میں غلطی نہیں کی ہے۔ پارس کے خیال خوانی کرنے والے نے بڑی چال بازی سے دھوکا دیا۔ ثنا کشور کے خیالات پڑھو۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ فارمولے لاکر میں ہیں یا نہیں؟"

وہ کشور کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ اپنے بنگلے میں پہنچ کر اس کے خیالات نے کہا "پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے۔ آج میں بینک گیا۔ پہلی بار لاکر سے فائل نکالی۔ مجھے یاد نہیں آرہا۔ فائل کسی کو دی ہے یا اسے کہیں پھینک دیا ہے۔ دوسری غیر معمولی دواؤں کے فارمولوں والے کاغذات نکالے۔"

ثنا نے کشور کی سوچ میں پوچھا "وہ فارمولے کہاں ہیں؟"

کشور کی اپنی سوچ نے پوچھا "ہاں۔ وہ فارمولے کہاں ہیں؟"

وہ اپنے ذہن پر زور دینے لگا لیکن اسے یاد نہیں فارمولے کس کے حوالے کیے ہیں۔ ثنا نے پورس کو یہ تمام باتیں بتائیں۔ وہ ایک صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھتے ہوئے "تعجب ہے۔ یہ بات میرے ذہن میں نہیں آئی کہ وہ ثنا کا آلۂ کار بننے کے بعد ہمارے جاتے ہی کسی دوسرے کا آلۂ کار بن جائے گا۔"

نامرہ غصے سے دانت پیسنے لگی پھر بولی "وہ شیطان اگر میرے سامنے آجائے تو میں اسے ڈس لوں گی۔"

پورس نے کہا "اس فائل کو دیکھ کر مجھے بھی تھوڑی دیر کے لیے غصہ آیا تھا مگر اب میں نارمل ہوں۔ تم بھی غصہ تھوک دو۔ نے غیر معمولی دواؤں کے فارمولوں کو کھو دیا ہے۔ بہت بڑا نقصان اٹھایا ہے لیکن غصہ کرنے سے وہ ہمیں واپس نہیں ملیں گے۔ دماغ ٹھنڈا رکھنے سے ہاری ہوئی بازی جیتی جاسکتی ہے۔"

"پتا نہیں تم کس دل اور دماغ کے تو ہی ہو۔ اتنی بڑی بات کر نرمی اور سکون سے بول رہے ہو۔"

پورس نے جواب نہیں دیا۔ وہ خلا میں تک رہا تھا۔ سوچ رہا تھا اور زیرِ لب مسکرا رہا تھا۔

○☆○

میں نہیں جانتا تھا کہ اسی برفانی علاقے میں مجھے ایک

ہی یادوں راتیں؟ یا پھر وہ میری زندگی کی آخری رات بھی تھی کیونکہ ایک طیارے میں سات اور ایک ہیلی کاپٹر میں سراغ رساں اور کرائے کے قاتل آرہے تھے۔ مجھے تلاش کرتے ہوئے اس دو منزلہ عمارت میں رات گزارنے والے تھے، ایک عالمی سطح کا مجرم اور امریکی ایجنٹ پیری برٹن اور اس کی روسی برٹن رہتے تھے۔

پیری برٹن اس سرد علاقے میں رہنے کے باوجود شراب اور سے پرہیز کرتا تھا۔ یعنی وہ یوگا کا ماہر تھا۔ اس نے ایک لاکھ میں میری ہلاکت کا سودا کیا تھا۔ اس لیے وہاں آنے والے سراغ رساں اور کرائے کے قاتلوں کو اپنی دو منزلہ عمارت میں کی اجازت دے رہا تھا۔

اس عمارت کے اطراف دو کلو میٹر کے رقبے سے کوئی فرار نے والا مجرم یا اسمگلر نہیں گزر سکتا تھا۔ ان حصوں میں اس نے ت کا جال بچھا رکھا تھا، اس کا ذکر میں پچھلے باب میں کر چکا ہوں۔ کے علاوہ پیری برٹن وہاں آنے والوں کا سامنا نہیں کرتا تھا۔ عمارت کے تہ خانے میں جا کر رہتا تھا۔ تہ خانے میں ایسے ٹراکٹ آلات تھے، جن کی موجودگی میں کوئی اس عمارت کے ب یا تہ خانے کی طرف آتا تو پیری برٹن اسے ٹی وی اسکرین پر لیا کرتا تھا۔ وہاں بجلی نہیں تھی لیکن ایک طاقت ور جنریٹر تھا شام سے صبح تک آن رکھا جاتا تھا۔

وہاں مجھے تلاش کرنے والا ایک طیارہ پہلے ہی آچکا تھا۔ جہاں نے اپنا ہیلی کاپٹر اتارا تھا اس سے کچھ فاصلے پر طیارے کو اتارا یا تھا۔ اس میں سے سات افراد پوری طرح مسلح ہو کر اور ضروری ان کی کٹس لے کر عمارت کی طرف جا رہے تھے۔ عمارت میں ہنے والی روسی برٹن ان سب کو فون پر کہہ چکی تھی کہ وہ سب ارت سے دو کلو میٹر دور رک جائیں۔ وہ مائک اور اسپیکر کے یے انہیں گائیڈ کرے گی کہ اس علاقے کے کس حصے سے گزر کر رخ کر کے گزرنا چاہیے کیونکہ وہاں برف میں چھپے ہوئے جان لیوا نی کھنچے تھے۔ جہاں اونچے درخت تھے، وہاں نائیلون کی رسیوں کے پھندے تھے۔ ان میں پھنسنے والا ایک جھٹکے سے درخت کی ندی پر جاتے ہوئے دم توڑ دیتا تھا۔ اس کے علاوہ کہیں کہیں روسی سرنگیں بچھی ہوئی تھیں۔

طیارے میں آنے والے جب فون پر روسی برٹن سے باتیں کر رہے تھے تب ہی ان کے دماغوں میں پہنچ گیا تھا۔ جو باتی رہ گئے تھے، ان کے اندر بھی پہنچتا جا رہا تھا۔ پھر ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ اس میں سرنگ لیم کے چار افراد آرہے تھے۔ میں ان کے دماغوں میں بہت پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ اس طرح پیری برٹن کو چھوڑ کر سب ہی میری ٹیلی پیتھی کے نشانے پر تھے۔

ہیلی کاپٹر سے ایک سراغ رساں نے روسی برٹن سے فون پر کہا۔ "طیارے والے عمارت کے اگلے حصے سے پارس کو تلاش کرتے آرہے ہیں۔ ہم عمارت کے پچھلے حصے میں ہیلی کاپٹر اتار رہے ہیں اور ادھر سے پارس کو تلاش کرتے ہوئے آئیں گے۔"

میں نے خود کو پارس ظاہر کیا تھا۔ اس لیے وہ سب مجھے پارس ہی کہہ رہے تھے۔ ابھی دن کی کچھ روشنی تھی۔ ایک آدھ گھنٹے بعد اندھیرا ہونے والا تھا۔ میں ان سب سے پہلے اس عمارت کے قریب پہنچ گیا تھا اور ایک ایسی چھوٹی سی پہاڑی کے غار میں تھا، جہاں دور سے مجھے دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ میں وہاں آرام سے بیٹھ کر روسی برٹن کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ طیارے میں آنے والا ایک سراغ رساں فون پر کہہ رہا تھا "ہم عمارت سے دو کلو میٹر دور ہیں۔ یہاں ایک درخت پر تختی لگی ہوئی ہے۔ اس پر لکھا ہوا ہے۔ خبردار یہاں سے گزرنا منع ہے۔"

روسی برٹن نے پوچھا "تختی کا نمبر بتاؤ؟"

اس نے کہا "اس پر بارہ نمبر ہے۔"

روسی نے کہا "اس تختی سے سیدھے چلے آؤ۔ سو گز کے فاصلے تک کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جہاں برف کا ایک پتلا بنا ہوا ہے اس کے قریب سے دائیں طرف مڑ کر ایک برفانی ٹیلے کے پاس آؤ۔ وہاں سے دائیں جانب ہماری عمارت کے سامنے گھوم جاؤ اور احاطے کے گیٹ کے سامنے آکر میری دوسری ہدایت کا انتظار کرو۔"

وہ ساتوں تختی سے آگے چلنے لگے۔ سو گز کے فاصلے پر ایک برفانی پتلا دونوں ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔ وہ سب وہاں رک گئے۔ اب انہیں دائیں طرف مڑ کر برفانی ٹیلے کی طرف جانا تھا۔ میں نے ایک سراغ رساں کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے دائیں طرف مڑنے نہیں دیا۔ برفانی ٹیلے سے آگے دو ڈیڑھ دو قدم آگے جاتے ہی ایک دھماکا ہوا۔ ادھر ہر روسی سرنگ تھی۔ وہ بھاگنے لگے۔ بھاگنے والے تین بچے باقی چار وہیں فنا ہو گئے۔

روسی نے مائیک اور لاؤڈ اسپیکر سے چیخ کر پوچھا "یہ تم لوگوں نے کیا حماقت کی ہے؟ کیا میری ہدایت سمجھ میں نہیں آئی تھیں؟"

زندہ بچنے والے تینوں افراد اپنے چار مردہ ساتھیوں کو دیکھ رہے تھے۔ ان مرنے والوں میں سے دو کے پاس موبائل فون تھے۔ زندہ رہنے والوں میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ ان مُردوں سے موبائل فون لینے کے لیے خود مرنے جاتے۔ اب وہ روسی برٹن سے فون پر باتیں نہیں کرسکتے تھے۔ وہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے پوچھ رہی تھی "میں موبائل سے رابطہ کر رہی ہوں لیکن تمہارے موبائل خاموش ہیں۔ کیا تم سب مر چکے ہو؟"

وہ تینوں جواب نہیں دے سکتے تھے۔ انہیں روسی کی ہدایات یاد تھیں۔ وہ برفانی ٹیلے کی طرف سہم سہم کر جانے لگے۔ اس ٹیلے کے پاس پہنچ کر انہیں بائیں جانب عمارت کے سامنے گھوم کر سیدھے گیٹ تک جانا تھا۔ فاصلہ بہت تھا مگر گیٹ کے پاس پہنچنے تک کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں نے کرائے کے ایک قاتل کو بائیں

جانب گھومنے نہیں دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پیچھے تھا۔ سید حائیلے کے اس پار چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی چیخ سنائی دی۔ اس کا پیر آہنی شکنجے میں پھنس گیا تھا۔ میں نے دوسرے کے دماغ میں پہنچ کر اسے ساتھی کی مدد کے لیے دوڑایا۔ برف میں چھپے ہوئے دوسرے آہنی شکنجے میں دوسرے کا پیر پھنس گیا۔ دونوں تکلیف کی شدت سے چیخ رہے تھے۔ تیسرے نے اپنی گن کا رخ ان کی طرف کرتے ہوئے کہا "لدھے کے بچو! ادھر جانے کی ضرورت کیا تھی۔ لو اب مرو۔"

اس نے فائر کیے۔ شکنجے میں پھنسے ہوئے دونوں ساتھیوں نے دم توڑ دیا۔ فائر کرنے والے نے اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچا "یہ میں نے کیا کیا؟ اپنے ہی دوستوں کو مار ڈالا۔ مجھ جیسے کمینے دوست کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

اس نے سوچا "فرہاد کی ہلاکت کے بعد میں نے کتنے ہی خطرناک کرائے کے قاتلوں کو مرتے دیکھا ہے۔ اس کے دونوں بیٹے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔ ہم یہاں پورے حفاظتی سامان کے ساتھ پارس کو قتل کرنے کے منحوس منصوبے بنا کر آئے ہیں۔ اس کے باوجود میری آنکھوں کے سامنے میرے چھ ساتھی مارے گئے۔ صرف میں بچا ہوا ہوں۔ آگے جاؤں گا تو ضرور مارا جاؤں گا۔ دانش مندی یہ ہے کہ یہاں سے واپس چلا جاؤں۔"

یہ سوچتے ہی وہ پلٹ کر جانے لگا۔ تیزی سے چلتا ہوا اس سختی کے پاس پہنچا، جس پر لکھا تھا "خبردار! یہاں سے گزرنا منع ہے۔"

وہ سختی کے پاس سے گھوم کر ادھر دوڑتے ہوئے جانے لگا، جہاں طیارے کو اتارا گیا تھا۔ وہ طیارہ تقریباً چار کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ میں نے روی برٹن کے خیالات پڑھے۔ وہ ہیلی کاپٹر میں آنے والی سرچنگ ٹیم کے سراغ رساں سے کہہ رہی تھی "ہماری بچھائی ہوئی ایک بارودی سرنگ پھٹ گئی ہے۔ تم لوگوں نے دھماکے اور رد فائروں کی آواز سنی ہوگی۔"

دوسری طرف سے سراغ رساں نے کہا "ہم نے دھماکے کی آواز سنی ہے لیکن فائرنگ کی آواز سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پارس ادھر ہے۔ اسی نے ہمارے آدمیوں پر گولیاں چلائی ہیں۔"

روی نے کہا "موبائل کے ذریعے ادھر کسی سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ گاڈ بلیس تل آف یو۔ معلوم ہوتا ہے، طیارے کے سب لوگ مارے گئے ہیں۔"

"ہمارا بھی یہی خیال ہے۔ اب پارس ہماری طرف آئے گا۔ اس نے ہمارے ہیلی کاپٹر کو عمارت کے پیچھے اترتے دیکھا ہوگا۔"

"تم لوگوں کو بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ رات کی تاریکی ہے اور تم لوگوں کو ادھر آنے کے لیے ٹارچ روشن رکھنا ہوگی۔ وہ تمہاری ہی ٹارچ کی روشنی سے تمہارا نشانہ لے سکتا ہے۔"

"ہم محتاط ہیں۔ ٹارچ کو جلا کر چند قدموں تک راستہ دیکھ کر اسے بجھاتے ہی برف پر لیٹ جاتے ہیں یا جگہ بدل دیتے ہیں۔"

میں نے اس شخص کو دیکھا، جو اپنی جان بچانے کے لیے ہوا طیارے کے پاس آیا تھا۔ اب اس میں سوار ہو کر وہاں سے چلا جانا چاہتا تھا۔ طیارے کے پچھلے حصے میں جہاں اسلحہ اور کھانے پینے کی چیزیں اسٹور کی گئی تھیں، وہاں سے اس نے ایک بھاری ٹوکری ٹائم بم نکالا۔ اسے آن کر کے پانچ منٹ کا وقت بلاسٹنگ کے لیے مقرر کیا۔ پھر پائلٹ سیٹ پر آکر طیارے کو برف کی سخت ہموار سطح پر دوڑانے لگا۔ بم کا مقررہ وقت گزر گیا۔ یک بارگی ایسا زوردار دھماکا ہوا کہ روی برٹن چیخیں مارتی ہوئی ادھر سے ادھر بھاگنے لگی۔ طیارہ عمارت سے ایک کلو میٹر دور تھا مگر عمارت کی دیواریں لرز اٹھی تھیں۔ دروازے اور کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے تھے۔ طیارے کے بھاری بھرکم بڑے ٹکڑے جہاں آکر گرے وہاں بارودی سرنگیں بچھی تھیں۔ ان کے باعث وہ سرنگیں دور تک مزید دھماکے کرتی چلی گئیں۔

وہاں تو جیسے قیامت آگئی تھی۔ مسلسل دھماکوں کے باعث برف پگھل کر سیلاب کی طرح نشیب کی طرف بہنے لگی۔ روی اپنے کام کے ذریعے پیری برٹن سے کہہ رہی تھی "تم تہ خانے میں ہو۔ اگر یہ عمارت کھنڈر بنے گی تو تم کبھی تہ خانے سے باہر نہیں نکل سکو گے۔ تم نے مجھے یہاں تنہا چھوڑ دیا ہے۔"

پیری برٹن نے کہا "حوصلہ کرو۔ کچھ نہیں ہوگا۔ میں اسکرین پر دیکھ رہا ہوں۔ وہ طیارہ ہماری عمارت سے دور بلاسٹ ہوا ہے۔ صرف یہ پریشانی ہے کہ ہماری بچھائی ہوئی بارودی سرنگیں پھٹ رہی ہیں اور یہ ہمارے گھر سے ایک کلو میٹر کے فاصلے پر ہیں۔ اگر پارس اس ہیلی کاپٹر کو ہماری عمارت پر لا کر بلاسٹ کرائے گا تو ہم بھی زندہ نہیں بچیں گے۔"

"یہ تو بتاؤ کہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

"تم لاؤڈ اسپیکر سے پارس کو مخاطب کر کے صلح کی بات کرو۔ اسے یقین دلاؤ کہ اس عمارت میں سرچنگ ٹیم کے سراغ رساں اور کرائے کے قاتلوں کو نہیں آنے دیا جائے گا۔ میں امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کر رہا ہوں۔ اسے یہاں کے حالات بتاؤں گا۔"

میں اس دوران میں اس پہاڑی غار سے نکل کر پنسل ٹارچ کی روشنی میں اس عمارت کے پیچھے جا رہا تھا۔ میں نے اس عمارت سے دو کلو میٹر دور کا فاصلہ رکھا ہوا تھا۔ ایسے وقت روی لاؤڈ اسپیکر سے پارس کو مخاطب کرنے لگی "ہیلو پارس! میں اس عمارت کی مالکہ بول رہی ہوں۔ تم سے سمجھوتا کرنا چاہتی ہوں۔ ہماری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ تم نے تو مجھ سے زیادہ دشمنوں کو ہلاک کیا ہے۔ اب تمہارے جو دشمن ہیلی کاپٹر سے آئے ہیں، میں انہیں اپنی عمارت میں داخل نہیں ہونے دوں گی۔ انہیں یہ نہیں بتاؤں گی کہ میں نے عمارت کے باہر کہاں کہاں موت کا جال بچھایا ہے۔

وہ ادھر آنے سے پہلے ہی بے موت مارے جائیں گے۔ میں تم سے درخواست کرتی ہوں کہ میری عمارت کے اطراف تباہی نہ پھیلاؤ۔ میں تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز میرے موبائل کا نمبر نوٹ کرو اور ابھی مجھ سے رابطہ کرو۔"

اس کے موبائل فون نمبر کو یاد رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں جب چاہتا اس کے دماغ سے معلوم کرلیتا۔ دوسری طرف سے سرچنگ ٹیم کے سراغ رساں نے فون پر کہا "میڈم! یہ آپ پارس سے کیا کہہ رہی ہیں؟ کیا آپ ہماری عمارت تک پہنچنے کے لیے راہنمائی نہیں کریں گی؟"

روی نے کہا "ذرا عقل سے سمجھا کرو۔ میں اس سے دوستی کرکے اسے یہاں کی چار دیواری میں بلاؤں گی تو تم سب آسانی سے اس کا خاتمہ کرسکو گے۔ اب فون پر مختصر گفتگو کرو کیونکہ وہ مجھ سے اسی فون پر رابطہ کرنے والا ہے۔"

اس نے فون بند کردیا۔ میرے جواب کا انتظار کرنے لگی لیکن میں نے اسے نظرانداز کیا۔ عمارت سے دو کلومیٹر دور رہ کر چلتا ہوا اس حصے میں پہنچا جہاں دوسری سرچنگ ٹیم کے چار افراد تھے۔ میں نے ایک بار ٹارچ کی روشنی دیکھی پھر وہ روشنی بجھ گئی۔ وہ چاروں آگے تک راستہ دیکھ کر پھر اندھیرے میں سنبھل سنبھل کر چل رہے تھے۔

لاؤڈ اسپیکر سے پھر روی کی آواز گونجنے لگی "ہیلو۔ ہیلو مسٹر پارس! میں تمہاری فون کال کا انتظار کررہی ہوں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم پارس ہو اور اپنے مقتول باپ کا انتقام لے رہے ہو۔ یہ تم اچھی طرح سمجھتے ہو کہ ان کی ہلاکت میں ہمارا ہاتھ نہیں ہے۔ ابھی میں عملی طور پر تم سے دوستی کا ثبوت دینے کے لیے تمہارے باقی دشمنوں کا راستہ روک رہی ہوں۔ وہ لوگ اس عمارت میں داخل ہونے سے پہلے ہی جگہ جگہ موت کے جال میں الجھ کر فنا ہوجائیں گے یا پھر یہاں سے بھاگ جائیں گے۔"

وہ ابھی کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی مگر ایک چیخ سن کر چپ ہوگئی۔ سرچنگ ٹیم کا سراغ رساں نائیلون کی رسی کے پھندے سے الجھ کر ایک درخت کی بلندی تک چڑھتا ہوا گیا تھا پھر ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا تھا۔ وہ لوگ جہاں سے گزرتے ہوئے عمارت کی طرف جارہے تھے وہاں خطرے سے آگاہ کرنے والی مخنتی نظر نہیں آئی۔ وہ مخنتی ان کے قریب ہی تھی لیکن تاریکی میں آگے بڑھنے کے باعث وہ اندازہ نہ کرسکے کہ کتنی دور آگئے ہیں۔ ایک شخص نے برف پر لیٹ کر درخت کی بلندی کی سمت ٹارچ روشن کی۔ انہیں بہت بلندی پر وہ مردہ سراغ رساں لٹکتا اور جھولتا ہوا نظر آیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ٹی ٹی اور دوسرے ہاتھ میں موبائل فون تھا۔ وہ دونوں چیزیں اس کے ہاتھوں سے نکل کر بلندی سے گرتی ہوئی نیچے برف پر آگئیں۔

ان کے لیے ٹی ٹی جیسا ہتھیار ضروری نہیں تھا۔ وہ سب پوری طرح مسلح تھے لیکن موبائل فون ایک ہی تھا۔ وہ سراغ رساں پاس رہتا تھا۔ باقی تین کرائے کے قاتل اس کی راہنمائی میں تک آئے تھے۔

فون برف پر آگرا تھا۔ اس میں سے بزر کی آواز ابھر رہی تھی۔ ایک نے کہا "میڈم روی ہم سے رابطہ کررہی ہیں۔"

دوسرے نے کہا "وہ فون ہمارے لیے ضروری ہے۔ ہم کے ذریعے میڈم سے راہنمائی حاصل کرکے عمارت تک پہنچ سکتے ہیں۔"

فون سے مسلسل بزر کی آواز ابھر رہی تھی۔ میں نے بے اختیار ادھر دوڑنے پر مجبور کیا۔ وہ دوڑتا ہوا فون کے پاس پہنچا پھر ایک چیخ مار کر گر پڑا۔ برف میں ذرا دھنستے ہوئے تڑپنے لگا۔ کا ایک پیر فولادی شکنجے میں پھنس گیا تھا۔ تیسرے نے کہا مارنے آئے تھے "اس کے سائے تک بھی نہ پہنچ سکے لیکن ہم کے سائے میں سانس لے رہے ہیں۔ ہماری بھی سانسیں کسی بھی پوری ہوسکتی ہیں۔"

چوتھے نے کہا "جب ہماری اور طیارے میں آنے والی اسے نہ مار سکیں تو ہم دونوں اس کا کیا بگاڑ لیں گے۔"

"ہم دو نہیں، تین ہیں۔ تیسرا فولادی شکنجے میں تڑپ رہا زندہ ہے۔ اسے کیسے بچایا جائے؟"

"اسے ایسے بچایا جاسکتا ہے۔"

ایک نے شکنجے میں تڑپنے والے کو گولی ماردی پھر کہا "ہم بچانے جاتے تو بے موت مارے جاتے۔ اب تو واپس میں ہے۔"

اس نے سامنے کھڑے ہوئے تیسرے ساتھی کو گولی مار وہاں سے دوڑتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگا۔ میں میں کھڑا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ میں نے آگے بڑھ اپنا موبائل فون دے کر کہا "یہ فون تمہارے کام آئے گا۔ موت ہے۔ جاؤ یہاں سے بھاگو۔"

وہ میرا موبائل فون لے کر دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر میں آیا میں سوار ہو کر فون کے ذریعے رابطہ کرتے ہوئے کہا "طیارے میں سات اور ہیلی کاپٹر میں چار آئے تھے۔ آپ لگائیں۔ دس مارے گئے ہیں۔ صرف میں رہ گیا ہوں۔ اس کہ وہ موت بن کر مجھ تک پہنچے میں یہاں سے جارہا ہوں۔ اب ایک منٹ نہیں رہوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فون کو آف کرکے ہیلی کاپٹر سے باہر پھینک دیا۔ انجن کو اسٹارٹ کیا۔ گردش کرتے ہوئے پنکھے روی برٹن سن رہی تھی پھر اس پرواز کرنے والے ہیلی کاپٹر دور ہوتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ وہ آواز معدوم ہوگئی۔ اس عمار روی برٹن اور اس کے تہ خانے میں پیری برٹن خاموش بیٹھے کررہے تھے۔ ان کا خیال تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر واپس آسکتا ہے

میں نے برف پر پڑے ہوئے اپنے موبائل فون کو اٹھالیا پھر ت کی طرف جانے لگا۔ برف میں پاؤں دھنس رہے تھے۔ میں پہنچا جہاں تین کرائے کے قاتل مردہ پڑے تھے اور سراغ درخت کی بلندی پر مردہ لٹک رہے تھے۔ میں نے ٹارچ روشنی سے دائیں بائیں دیکھا۔ وہاں ایک مخنتی نظر آئی۔ میں قریب جاکر پڑھا۔ اس پر وہی تاکیدی فقرہ لکھا ہوا تھا "خبردار! اس مخنتی سے گزرنا منع ہے۔"

اس مخنتی پر نمبر تین لکھا ہوا تھا۔ روی کے خیالات بتانے لگے کہ تین نمبر کی مخنتی سے آگے بڑھ کر کہاں دائیں اور کہاں مرنا ہے۔ کہاں موت ہے اور کہاں زندگی کی ضمانت ہے؟

وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے چور خیالات میری راہنمائی کررہے ہیں۔ وہ کافی دیر تک انتظار کرنے کے بعد انٹرکام کے لیے بولی "پیری! اب وہ ہیلی کاپٹر واپس نہیں آئے گا۔ جتنے لوگ آئے تھے، وہ سب مردہ پڑے ہیں۔ اب تم تہ خانے سے چلے

پیری برٹن کی آواز سنائی دی "کیا تمہاری عقل گھاس کھانے ہے؟ یہ کیوں بھول رہی ہو کہ پارس اس عمارت کے باہر کہیں موجود ہے۔ وہ یہاں آسکتا ہے۔"

"کیسے آسکتا ہے؟ اس نے اپنے دشمنوں کا انجام دیکھا ہے کہ میری راہنمائی کے بغیر آتا ہے، موت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔"

"روی! اس سے بھی آگے سوچا کرو۔ اس کے پاس ڈیٹیکٹو ات ہوسکتے ہیں۔ وہ ان آلات کے ذریعے آہنی شکنجوں اور دوی سرنگوں کا سراغ لگا سکتا ہے۔ میری ذہانت کہتی ہے کہ اسے صاحب کے ادارے سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سہارا رہا ہے اور وہ خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ میں آسکتا ہے۔ تمہارے چور خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کرسکتا ہے۔"

روی نے سہم کر کہا "تم مجھے ڈرا رہے ہو اور مجھے یہاں تنہا موڑ کر خود تہ خانے میں محفوظ ہوگئے ہو۔ پلیز مجھے بھی اپنے پاس الو۔"

"تم جانتی ہو کہ تم سے پہلے بھی میری جو بیویاں تھیں، وہ بھی تہ خانے کا راستہ نہیں جانتی تھیں اور نہ میں کسی کو یہاں لایا کرتا تھا۔ تم نے بھی آج تک اس تہ خانے کو نہیں دیکھا ہے اور نہ کبھی دیکھو ایک۔"

"پیری! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا مجھے خطرات سے بچانا تمہارا فرض نہیں ہے؟"

"میں تمہیں بچانے کے لیے یہاں چھپا ہوا ہوں۔ تم سوچ بھی سکتیں کہ اس تہ خانے میں کیسے کیسے آلات ہیں۔ میں یہاں سے بھی تمہاری حفاظت کرسکتا ہوں اور کسی بھی بڑے خطرے کا مقابلہ کرسکتا ہوں۔ اس عمارت میں داخل ہونے والے کو مرنے پر یا یہاں سے بھاگنے پر مجبور کرسکتا ہوں۔ تم خود کو تنہا نہ سمجھو۔ وہاں اطمینان سے رہو۔ چھت کی چاروں سرچ لائٹس کو آن کرو۔ اگر وہ کسی طرح چھپ کر آنا چاہے گا تو میں اسے ٹی وی اسکرین پر دیکھ لوں گا۔"

روی نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اس عمارت کے چاروں طرف چار عدد سرچ لائٹس دائیں سے بائیں گھومنے لگیں۔ دور تک روشنی جاتی رہی۔ اس روشنی میں کوئی برف پر لیٹ کر رینگتا ہوا آتا تب بھی دیکھ لیا جاتا لیکن انہوں نے سرچ لائٹس آن کرنے میں دیر کی تھی۔ میں اس وقت تک عمارت کے ایک نیم تاریک برآمدے میں پہنچ گیا تھا۔

روی کے خیالات نے بتایا کہ جنریٹر آن کرنے کے بعد کم سے کم روشنی کی جاتی ہے۔ عمارت کے اندر جہاں رہنا ہوتا تھا یا جہاں سے گزرنا ہوتا تھا، وہاں کی لائٹس آن کرکے واپسی میں بجھا دی جاتی تھیں۔ کچن اور بیڈ روم میں کبھی گیس لائٹ اور کبھی لالٹین روشن رکھی جاتی تھیں تاکہ جنریٹر پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔ خطرہ محسوس کرتے وقت سرچ لائٹس اور الیکٹرانک آلات استعمال کیے جاتے تھے۔

میرے لیے یہ معلومات ضروری تھیں۔ جب وہ جنریٹر خرید کر لایا گیا تھا تو آٹھ برس تک اس کی کارکردگی ٹھیک رہی تھی پھر اس میں کبھی کبھی خرابی پیدا ہونے لگی۔ پیری برٹن ایک اچھا مکینک تھا۔ اس کی خرابیاں دور کرلیا کرتا تھا۔ وہ جنریٹر پھر کام کرنے لگتا تھا۔ میں برآمدے کی نیم تاریکی میں کھڑا روی کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس عمارت کے گراؤنڈ فلور پر گیراج کے پاس وہ بہت بڑا جنریٹر تھا اور میں قریب ہی اس کی آواز سن رہا تھا۔

اگر اس میں اچانک خرابی پیدا ہوجاتی تو اس کی مرمت کرنے کے لیے پیری برٹن کو تہ خانے سے باہر اس جنریٹر روم میں آنا پڑتا۔ روی کچھ نہیں کرسکتی تھی۔ اس کی خرابی پیری برٹن ہی دور کرسکتا تھا۔ میں نیم تاریکی میں رہنے کی کوشش کرتے ہوئے جنریٹر روم میں آیا۔ اتنا تو سمجھتا تھا کہ پیری برٹن کے پاس ایک یا ایک سے زیادہ ٹی وی ہوں گے تب بھی اسے چینل بدل بدل کر دیکھنا پڑے گا کہ میں عمارت کے باہر کس سمت سے آرہا ہوں اور وہ عمارت اتنی بڑی تھی کہ اس کے اندر ایک ایک حصے کو دیکھنے کے لیے بھی بار بار چینل کو بدلنے کی ضرورت پڑتی رہتی۔

فی الحال ان کے خیال میں میں عمارت کے باہر تھا۔ اس لیے اسکرین پر باہر کے ہر حصے کو دیکھا جارہا تھا۔ میں نے جنریٹر روم میں پہنچتے ہی مین سوئچ کو آف کردیا۔ یک بارگی جنریٹر کا شور تھم گیا اور ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ پیری برٹن انٹرکام کو استعمال نہیں کرسکتا تھا کیونکہ وہ انٹرکام جنریٹر سے منسلک تھا۔ روی اچانک تاریکی سے سہم گئی تھی۔ اس نے موبائل کے ذریعے پیری سے کہا "جنریٹر میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ مجھے اندھیرے میں ڈر لگ رہا ہے۔ پلیز

فوراً آکر اس کی خرابی دور کرو۔"

وہ بولا "کیرو سین لیب جلاؤ۔ مجھے ذرا دیکھنے دو کہ جنریٹر میں خرابی پیدا ہوئی ہے یا پیدا کی گئی ہے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ پارس جنریٹر روم تک آسکتا ہے؟ جبکہ کوئی عمارت کے باہر دو کلو میٹر دور تک قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرسکتا پھر تم اسکرین پر سرچ لائٹس کی روشنیوں میں دیکھتے رہے ہو۔ کیا وہ تمہیں نظر آیا تھا؟"

"پلیز مجھے حالات کو سمجھنے دو۔ میں چینل بدل بدل کر عمارت کے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ باہر ایسے حصوں سے بھی گزر کر آسکتا ہے' جہاں کے چینل بدل کر میں دوسرے حصوں میں اسے تلاش کررہا تھا۔"

میں ان کی گفتگو کے دوران ہی اس کرائے کے قاتل کے پاس پہنچ گیا جو ہیلی کاپٹر لے جارہا تھا۔ وہ تقریباً پون گھنٹے تک پرواز کرتا رہا تھا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ افغانستان کی اسی سرحدی چوکی کے قریب پہنچ رہا ہے جہاں میں نے بلندی سے پوشی وان کی لاش پھینکی تھی۔

وہ کرائے کا قاتل میری مرضی کے مطابق ہیلی کاپٹر کو اور بلندی پر لے گیا پھر اس نے اچانک انجن کو بند کردیا۔ پنکھے کی گردش تھم گئی۔ وہ ہزاروں فٹ کی بلندی سے تیر کی طرح آتا ہوا سرحدی چوکی کے پاس گرا۔ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ بھڑکتے ہوئے شعلوں کی روشنی دور تک گئی اور وہاں کے مسلح گارڈز دور تک بھاگتے چلے گئے۔

میں نے دماغی طور پر واپس آکر ردی کے خیالات پڑھے۔ وہ ایک کے بعد دوسرا کیرو سین لیمپ روشن کررہی تھی۔ احتیاطاً ایک ٹارچ ..... اور پستول بھی لے لیا تھا۔ پیری برٹن نے اس سے کہا تھا کہ وہ ٹارچ اور پستول لے کر جنریٹر روم میں جائے اور یقین کرے کہ وہاں اندر یا باہر پارس موجود نہیں ہے۔

ردی جس طرح اس کی ہدایات پر عمل کررہی تھی اس سے مجھے شبہ ہوا جیسے وہ سحر زدہ ہو اور کسی اعتراض کے بغیر اس کی ہدایات پر عمل کرتی رہی ہو۔ میرے مقابلے پر آنے والے دس افراد وہاں مارے گئے تھے۔ دہشت زدہ تھی۔ اس کے باوجود ٹارچ اور پستول لے کر پیری برٹن کی ہدایت کے مطابق جنریٹر روم کی طرف آرہی تھی۔ یہ ممکن تھا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہو اور یہ عمل کرنے والا پیری برٹن ہو۔

میرے شبے کو اس طرح بھی تقویت مل رہی تھی کہ دن رات اس کے ساتھ رہنے والی کوتہ خانے کے چور دروازے کا علم نہیں تھا اور نہ ہی اس نے ضد کی تھی کہ وہ بھی اسے تہ خانے میں لے جائے یا اسے تہ خانے کا کوئی راز بتائے۔ اس نے جس حال میں اسے رکھا تھا' وہ اسی حال میں کوئی سوال کیے بغیر یا کوئی اعتراض کیے بغیر وہاں زندگی گزار رہی تھی۔

میں نے اس حد تک سمجھ لیا کہ عالمی سطح کا مجرم اپنی غیر معمولی صلاحیتیں بھی رکھتا ہے۔ مجھے اس عمارت میں رہنا ہوگا۔

وہ ٹارچ روشن کرتی ہوئی جنریٹر روم میں آئی۔ میرا دماغ پر حاوی تھا اور اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ وہ جنریٹر کی طرف تلاش کرنے کے بعد باہر آئی پھر موبائل کے ذریعے برٹن سے رابطہ کیا۔ اس بار وہ میری مرضی کے مطابق جنریٹر روم کے دروازے پر ہوں۔ اندر اچھی طرح دیکھ لیا کوئی نہیں ہے لیکن دروازے کے پاس آتے ہی سنسنی ہے جیسے کوئی دوڑتا ہوا ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا کوئی آواز نہیں ہے۔ میں ٹارچ کی روشنی میں دور تک ہوں۔"

پیری برٹن نے کہا "ٹارچ بجھا کر دس پندرہ منٹ کھڑی رہو۔ پوری توجہ سے کوئی آہٹ سننے کی کوشش کرلی میں نے ردی کی باتوں سے پیری برٹن کے دل میں شبہ تھا کہ وہاں کوئی ہے اور اسے جنریٹر کی مرمت کے لیے تہ باہر نہیں آنا چاہیے۔

ردی اس کی ہدایت کے مطابق وہاں کھڑی رہی۔ میں اس کے قریب سے گزر کر عمارت کے اندر گیا۔ چونکہ دماغ پر حاوی تھا اس لیے نہ مجھے دیکھ سکی اور نہ میرے آہٹ سن سکی۔ میں نے اندر آکر ایک کیرو سین لیمپ کچن میں آکر کیرو سین چولھا جلا کر کچھ کھانے کی چیزیں گرم کھانے کے دوران ہی چولھے پر گرما گرم کافی تیار کی پھر کافی کیرو سین لیمپ اٹھا کر بڑے سے ڈرائنگ روم میں آکر کے شعلوں کے قریب ایزی چیئر پر بیٹھ کر کافی پینے لگا۔

میں ردی سے غافل نہیں تھا۔ اس کے دماغ میں جھ تھا۔ وہ پیری برٹن کی ہدایات کے مطابق عمارت کے حصوں میں مجھے تلاش کرتی ہوئی اوپری منزل کی طرف چلی میں ہی دوران میں پیٹ بھر کر کھانے کے بعد کافی پی رہا تھا دان کی گرمی سے لطف اٹھا رہا تھا۔

پیری برٹن کے لیے بہت زیادہ تجسس پیدا ہوگیا تھا۔ یقیناً امریکی اکابرین سے رابطہ کیا ہوگا۔ یہ معلوم کرنا ضرور پیری برٹن کی حفاظت کے لیے آئندہ کس طرح کے اقدا جارہے ہیں۔

پہلے میں نے معلوم کیا کہ ردی اوپری منزل میں تلاش کرنے کے بعد گراؤنڈ فلور میں میری طرف آرہی اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ جب وہ اتر کر بڑے سے ڈرائنگ روم میں جانے لگی تو میں سیڑھیاں اوپر بڑے کمرے میں آیا۔ وہاں آتش دان میں سوکھی لکڑیاں رکھ کر جلانے کے دوران میں ردی کے دماغ میں بھی جاتا

ڈرائنگ روم میں پہنچ کر ٹھٹک گئی۔ فوراً موبائل کے ذریعے بولی۔ "پیری! یہاں کوئی ہے۔ میں کیرو سین لیمپ کارنس پر رکھ کر گئی تھی۔ اب وہ میز پر ہے اور ایک خالی مگ ہے جس میں تھوڑی سی کافی رہ گئی ہے۔"

پیری نے کہا "اگر کافی کا مگ ہے تو کچن میں جا کر دیکھو وہاں کافی تیار کی گئی ہوگی۔"

"پیری! تم مجھ جیسی تنہا عورت کو خطرے کا سامنا کرنے کہاں کہاں بھیجتے رہو گے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں مرجاؤں۔"

"فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ کچن میں جاؤ جیسے ہی کوئی نظر آئے' ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دو۔"

وہ نہ چاہنے کے باوجود کچن میں آئی پھر بولی "یہاں کھانے کی کچھ چیزیں یوں بچی ہوئی ہیں جیسے کسی نے کھانے کے بعد انہیں چھوڑ دیا ہو۔"

"بس۔ اب کسی شبے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہماری اس بڑی سی چار دیواری کے اندر پارس پہنچ گیا ہے۔ اسے آواز دو۔ اس سے دوستی کرو۔ میں ابھی امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے باتیں کرتا ہوں۔"

میں ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ان کا طریقۂ کار جانتا تھا کہ جب کوئی اہم بات ہوتی تھی تو ان تمام اکابرین کو خفیہ سگنل مل جاتا تھا اور وہ اپنے اس فون کا اسپیکر آن کردیتے تھے' جو فوج کے اعلیٰ افسر سے منسلک رہتے تھے۔

اس اعلیٰ حاکم نے بھی یہی کیا تھا اور فوج کے اعلیٰ افسر سے ہونے والی باتیں سن رہا تھا۔ دوسری طرف سے پیری برٹن کی آواز سنائی دی۔ وہ پریشان ہو کر بولا "میں بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ آپ نے کس قسم کے کرائے کے قاتلوں کو بھیجا تھا؟ سات طیارے میں اور چار ہیلی کاپٹر میں آئے تھے۔ ان میں سے دس مارے گئے ہیں اور گیارھواں ہیلی کاپٹر میں فرار ہوگیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں فرہاد کے دونوں بیٹوں کی رپورٹیں مل رہی ہیں۔ علی تیمور نے پیرس میں ہماری دو بڑی خفیہ ایجنسیوں کو بالکل ہی تباہ کردیا ہے۔ تمہاری طرف آنے والوں میں گیارھواں شخص فرار ہوا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر سمیت افغانستان کی سرحدی چوکی پراس جگہ آکر گرا ہے جہاں پوشی وان کی لاش کو بلندی سے پھینکا گیا تھا۔ تمہاری طرف آنے والے سب ہی مارے گئے ہیں پھر تمہیں کیا پریشانی ہے؟"

"پریشانی ہی پریشانی ہے۔ کیا آپ اتنی سی بات نہیں سمجھ رہے ہیں کہ یہاں آنے والے ہمارے آدمی مارے گئے ہیں اور انہیں مارنے والا دشمن میرے سر پر سوار ہوگیا ہے۔ میری عمارت میں گھس آیا ہے۔ میں تہ خانے میں چھپا ہوا ہوں۔ یہاں الیکٹرانک آلات کے ذریعے اس چھپنے والے کو دیکھ کر ایک خفیہ تکنیک سے ہلاک کرسکتا ہوں لیکن اس نے جنریٹر میں خرابی پیدا کردی ہے۔ میرے لیے بڑے مسائل پیدا کردیے ہیں۔ میں اس جنریٹر کی مرمت کرنے کے لیے تہ خانے سے باہر نہیں نکل سکوں گا۔"

"ہوں۔ میں مطمئن تھے کہ فرہاد مرچکا ہے لیکن وہ اپنے دونوں بیٹوں کی صورت میں زندہ ہے اور وہ دونوں اپنے باپ سے بھی زیادہ تباہی مچا رہے ہیں۔ فرانس' تاجکستان' ازبکستان اور افغانستان ہر ملک میں ہمارے لیے مسائل پیدا کررہے ہیں۔ اگر انہیں نہ روکا گیا تو یہ امریکا تک پہنچیں گے۔"

"پلیز آپ ابھی صرف میرا مسئلہ حل کریں۔ میرے گھر میں گھس آنے والے کو کسی طرح مار ڈالیں یا یہاں سے بھگا دیں۔"

"ایک طرح سے یہ اچھا ہے کہ وہ تمہاری چار دیواری میں چھپا ہوا ہے۔ ہم اسے چاروں طرف سے گھیر سکتے ہیں۔"

"میں چاروں طرف سے گھیرنے والوں کا انجام دیکھ چکا ہوں۔ آپ یہ کیوں نہیں سمجھ رہے ہیں کہ اس سے فوجی انداز کی لڑائی نہیں لڑی جاسکے گی۔ وہ گوریلا جنگ لڑتا ہے۔ پلیز آپ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خدمات حاصل کریں۔"

"ہم اس پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی حملہ کرائیں گے اور اس پر گوریلا فائٹرز اور کمانڈوز بھیجیں گے۔ ہمارے کمانڈوز خفیہ آلات اور تکنیک سے بارودی سرنگوں اور فولادی شکنجوں کو آسانی سے دریافت کرلیتے ہیں۔ اس وقت تمہاری گھڑی کے مطابق نو ساڑھے نو بجے ہوں گے۔ ہمارے گوریلے اور کمانڈوز رات کے تین بجے تک وہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"آپ کی مہربانی ہے۔ ویسے آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں اپنے لیے کیسی کیسی حفاظتی تدابیر کرتا ہوں۔ آپ شاید سمجھ رہے ہوں کہ امریکا' فرانس' روس اور جرمنی وغیرہ کے اہم راز دستاویزات کی صورت میں یہاں میرے تہ خانے میں ہوں گے۔ اگر آپ پارس کو ہلاک کرنے کے لیے میرے گھر کی چار دیواری کو کھنڈر بنا دیں گے تو میں بھی پارس کے ساتھ ہلاک ہوجاؤں گا پھر کبھی کھدائی کرنے کے بعد وہ تمام اہم اور خفیہ دستاویزات آپ کو مل جائیں گی تو آپ ایسی رائے قائم کرکے بہت بڑی غلطی کریں گے۔"

"تم خوا مخواہ ہم پر شبہ کررہے ہو۔"

"میں آپ کو ایسی کسی غلطی سے بچانا چاہتا ہوں کیونکہ اس عمارت کو کھنڈر بنایا جائے گا اور میری موت کی اطلاع میرے بھائی تک پہنچے گی تو وہ گھر کا بھیدی بن کر آپ کی لنکا ڈھا دے گا۔ بہرحال میں رات تین بجے تک اس تہ خانے میں قید رہ کر آپ کے گوریلوں اور کمانڈوز کا انتظار کروں گا۔"

"وہ اطلاع نہیں آئیں گے لیکن موبائل فون کے ذریعے تمہیں ان کی آمد کی اطلاع مل جائے گی۔"

پیری برٹن نے رابطہ ختم کردیا۔ میں اسی اعلیٰ حاکم کے دماغ میں رہ کر ان کی پلاننگ سننے لگا۔ فوج کے ایک افسر نے کہا "ہمیں

مہاراج سے کام لینا چاہیے۔ اس طرح دو فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ ایک تو مہاراج پیری برٹن کی بیوی رودی برٹن کے دماغ سے معلوم کرتا رہے گا کہ پارس اس عمارت میں کب تک رہے گا اور وہاں سے کہاں جانے کا ارادہ رکھتا ہے؟ اسے تو ہمارے کمانڈوز ہلاک کریں گے۔ مہاراج کمانڈوز کو بتائے گا کہ پارس اس عمارت کے کس حصے میں چھپتا پھر رہا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ مہاراج ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کو بھی آلۂ کار بنا کر پیری برٹن کو زخمی کرے گا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرے گا کہ تمام بڑے ممالک کے اہم خفیہ راز اس کے تہ خانے میں ہیں یا واقعی اس نے ان تمام خفیہ دستاویزات کو اپنے کسی بھائی کے پاس چھپا رکھا ہے۔ ہمیں اس کے بھائی کی پوری ہسٹری معلوم ہو جائے گی۔"

سب نے اس مشورے کی تائید کی۔ فوج کے اعلیٰ افسر نے ایک میجر سے کہا "ہمارے چالاک اور مستعد گوریلوں اور کمانڈوز کی ٹیمیں بنا کر ابھی انہیں کرغان کی طرف روانہ کرو۔ انہیں پیری برٹن کی دو منزلہ عمارت کے بارے میں تمام باتیں تفصیل سے سمجھا دو۔ یہاں سے روانگی میں دیر نہ ہو۔ انہیں وہاں کے وقت کے مطابق رات کے تین بجے پہنچنا چاہیے۔"

پھر اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے مہاراج کے آلۂ کار سے کہا۔ "ہم مہاراج سے ابھی ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں اطلاع دو۔ ہم سب یہاں ان کے منتظر ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد مہاراج نے ایک جونیئر فوجی افسر کی زبان سے کہا "میں یہاں موجود ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں خوشی ہے کہ آپ یاد کرتے ہی چلے آتے ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہوں گے کہ ہم نے آپ کے بیٹے کو ایک شہزادے کی طرح رکھا ہے۔ وہ یہاں بہت خوش ہے۔"

"ہاں میں بیٹے کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرتا رہتا ہوں۔ وہ خود کو یہاں قیدی نہیں سمجھ رہا ہے۔ خود کو مہمان سمجھ کر خوش رہتا ہے۔"

"پلیز آپ اپنے بیٹے کے لیے قیدی کا لفظ استعمال نہ کریں۔ جب تک آپ ہمارے کام آتے رہیں گے' آپ کا بیٹا امریکا کا ایک معزز شہری بن کر رہے گا۔"

"میں اس سلسلے میں بحث نہیں کروں گا۔ آپ فرمائیں' کس لیے مجھے یاد کیا ہے؟"

وہ مہاراج کو بتانے لگا کہ کرغان کے جنوب میں سیکڑوں میل دور برفانی علاقے میں ایک دو منزلہ عمارت ہے جہاں ایک میاں بیوی رہتے ہیں۔ وہاں پارس نے دس افراد کو قتل کیا ہے اور اس عمارت میں گھس کر ان میاں بیوی کے لیے پرابلم بنا ہوا ہے۔ شاید وہ ایک رات وہاں گزار کر کہیں چلا جائے گا لیکن ایسی ویران جگہ اسے ایک مکان کی چار دیواری میں گھیر کر ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ فرہاد کے بعد اس کے دونوں بیٹے درجنوں کرائے کے قاتلوں اور ان کے خفیہ ایجنٹوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔

اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے پیری برٹن سے کہا "اپنی بیوی مسز رودی برٹن کی آواز فون پر سناؤ۔ مہاراج' رودی کے دماغ میں رہ کر تمہارے تمام مسائل حل کریں گے۔"

کچھ دیر بعد رودی کی آواز فون پر سنائی دی۔ مہاراج نے کہا۔ "ٹھیک ہے' میں اس کے دماغ میں جا رہا ہوں لیکن آپ کی طرف سے بھی مجھے پوری معلومات حاصل ہونی چاہیے کہ آپ پارس کے خلاف کیا اقدامات کر رہے ہیں؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "وہاں کے وقت کے مطابق رات تین بجے تک ہمارے گوریلے اور کمانڈوز وہاں پہنچ جائیں گے۔ وہ پارس کو وہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے۔"

مہاراج خیال خوانی کی پرواز کر کے رودی کے دماغ میں آیا۔ اسے مخاطب نہیں کیا۔ خاموشی سے وہاں کے تمام حالات معلوم کرنے لگا۔ اسے وہ تمام واقعات معلوم ہوئے کہ ازبکستان' افغانستان کی سرحدی چوکی اور اس برفانی علاقے تک کتنے ہی کرائے کے قاتل' سراغ رساں اور خفیہ ایجنسیوں کے ایجنٹس پھیلے ہوئے ہیں۔ پہلے انہوں نے علی تیمور کو ہلاک کرنا چاہا۔ وہ پیرس جا کر وہاں کی خفیہ ایجنسیوں کے لیے موت کا فرشتہ بن گیا ہے اور اب پارس اس برفانی علاقے میں ہے اور وہ بھی یوشی دان جیسے نامی گرامی قاتلوں کو ہلاک کر رہا ہے۔ اب تک وہ کسی قاتل کے نشانے پر نہیں آیا ہے لیکن اب امریکی اکابرین کو یقین ہے کہ ان کے گوریلے اور کمانڈوز اور پھر مہاراج کی ٹیلی پیتھی پارس کو وہاں سے زندہ نہیں جانے دے گی۔

مہاراج نے پوری تفصیل سے وہاں کے حالات معلوم کیے پھر وہ پارس کے دماغ میں آ کر بولا "میں سوریہ راج عرف مہاراج ہوں۔"

"ہاں بولو۔ مجھ سے کوئی کام ہے؟ تم نے پاپا کے آخری دنوں میں ان سے وفاداری کی ہے۔ ہم تمہاری عزت کرتے ہیں۔"

"بیٹے! تمہارے پاپا کے لیے میرا دل روتا ہے۔ انہوں نے ایک بار میری جان بچائی اور کئی بار میرے اکلوتے بیٹے مہیش کو دشمنوں سے محفوظ رکھا ہے۔ اب میرا فرض ہے کہ میں ان کے بیٹوں کے کام آتا رہوں۔ ابھی تم پیری برٹن کے مکان میں ہو اور امریکی اکابرین تمہیں ہلاک کرانے کے لیے گوریلوں اور کمانڈوز کی ٹیمیں بھیج رہے ہیں۔ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں ٹریپ کروں۔"

پارس نے پوچھا "کیا وہ آپ پر بھروسا کرتے ہیں کہ آپ ان کے لیے کام کریں گے؟"

"ہاں میرا بیٹا مہیش ان کی قید میں ہے۔ انہیں پورا یقین ہے کہ میں اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے تمہارے خلاف ان کا ساتھ دوں گا۔"

"پھر تو آپ بیٹے کی سلامتی چاہیں گے۔"

"تم بھی میرے بیٹے ہو۔ اس لیے تمہارے پاس آ کر تمہیں پیش آنے والے حالات سے آگاہ کر رہا ہوں اور تمہیں ایک ایسی راز کی بات بتا رہا ہوں جسے امریکی اکابرین نہیں جانتے ہیں۔ میں نے ایک نوجوان پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا بیٹا مہیش بنا کر امریکا بھیجا تھا اور امریکی اکابرین بڑی خوش فہمی میں مبتلا رہ کر بہت خوش ہیں کہ انہوں نے مہیش کو قیدی بنا کر مجھے مجبور اور بے بس کر دیا۔"

"آپ نے ایک ڈمی مہیش کو امریکا میں قیدی بنا کر کیوں رکھا ہے اور ان کے سامنے مجبوری اور بے بسی کیوں ظاہر کر رہے ہیں؟"

"میں امریکا اور اسرائیل کے درمیان مخالفت پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ الپا بھی اس ڈمی کو میرا سگا بیٹا مہیش سمجھ کر اسے اغوا کرانا اور اسے اپنی قید میں رکھ کر مجھے اپنا تابع دار بنانا چاہتی ہے۔"

"پھر تو آپ بڑی زبردست چال چل رہے ہیں۔ کیا آپ مجھے ان تمام حالات پر غور کرنے کے لیے آدھے گھنٹے کا وقت دیں گے۔"

"ضرور... تم غور کرو۔ میں آدھے گھنٹے بعد آؤں گا۔"

وہ پارس کے دماغ سے چلا گیا۔ ٹانی خاموشی سے پارس کے اندر رہ کر تمام باتیں سن رہی تھی۔ اس نے میرے پاس آ کر مہاراج کی بیان کی ہوئی تمام باتیں بتائیں۔ میں نے کہا "میں مہاراج کے سلسلے میں بہت سی باتیں جانتا ہوں۔ میری ہلاکت کی خبر پھیلنے پر تمام دشمن خوش ہوتے رہے۔ صرف پورس کو صدمہ ہوا۔ مہاراج کو بھی افسوس ہوا لیکن وہ میری طرح ٹیلی پیتھی کی دنیا پر چھا جانے کے لیے امریکا سے گٹھ جوڑ کرنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اس کے بیٹے مہیش کو بھی ٹیلی پیتھی کا علم آ جائے۔ پھر اس کی عقل میں بات آئی کہ بیٹا امریکا جائے گا تو امریکی اکابرین اسے قیدی بنا کر اور ایک باپ کی کمزوری بنا کر اپنا ... تابع دار بنا لیں گے۔ لہٰذا اس نے ایک ڈمی مہیش کو امریکا بھیج دیا۔ اب وہ ڈمی مہیش امریکا میں قید ہے اور مہاراج یہ تماشا دیکھنے والا ہے کہ الپا بھی اس ڈمی کو اصلی مہیش سمجھ کر اغوا کرانے والی ہے تاکہ مہاراج کو اپنے قابو میں رکھ سکے۔"

ٹانی نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ مہاراج' الپا' امریکی اکابرین اور ہمارے ساتھ ڈبل گیم کھیل رہا ہے۔"

"ہاں۔ ابھی اس نے ہمیں اعتماد میں لینے کے لیے یہ راز بتایا ہے کہ امریکا کی قید میں ایک ڈمی مہیش ہے۔ اس کا خیال یہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مدد کرنے کے بہانے پارس کے اندر جاتے آتے رہنے کی آزادی رہے گی۔ اس برفانی علاقے میں کسی موقع پر پارس زخمی ہو گا تو مہاراج کو اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنا معمول اور تابع دار بنانے کا سنہری موقع مل جائے گا۔"

"یہ آستین کا سانپ بن کر رہنا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

"ابھی دس پندرہ منٹ کے اندر پارس کو ٹرانس میں لے کر اس کا لب و لہجہ بدل دو۔ میں ایسی تدبیر کرتا ہوں کہ اس کی سوچ کی لہریں میرے دماغ میں آیا کریں گی۔"

پارس نے مہاراج کو آدھے گھنٹے بعد آنے کے لیے کہا۔ ٹانی کے پاس اتنا وقت تھا کہ وہ پارس کا لب و لہجہ بدل سکتی تھی۔ میں نے آمنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "بہت اہم معاملہ ہے۔ اس لیے تمہاری عبادت میں مخل ہو رہا ہوں۔ پلیز فوراً پارس کی آواز اور لب و لہجے کو میرے دماغ میں منتقل کر دو۔"

آمنہ نے کہا "آنکھیں بند کر کے پارس کا تصور کرو پھر ایک منٹ کے بعد آنکھیں کھول دو۔ تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی۔"

میں نے یہی کیا۔ مہاراج آدھے گھنٹے بعد میرے دماغ میں آیا۔ اس کی سوچ کی لہروں نے پارس کے لب و لہجے کے مطابق اسے میرے اندر پہنچا دیا۔

اس نے کہا "میں تمہارے مقررہ وقت پر آ گیا ہوں اور تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ اس عمارت میں رہو گے تو دشمن تمہیں چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ یہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن یہاں سے باہر نہیں جا سکوں گا۔ چاروں طرف گہری تاریکی ہے۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہو گا۔ عمارت کے چاروں طرف بارودی سرنگیں اور فولادی شکنجے ہیں۔ میں ایک چنل ٹارچ کی روشنی میں ان کا سراغ نہیں لگا سکوں گا۔ ویسے تم میری مدد کر سکتے ہو۔"

"میری جان حاضر ہے۔ بتاؤ میں کیا کروں؟"

"ان میاں بیوی کے دماغوں میں جھانک کر معلوم کرتے رہو کہ موت کا جال کہاں کہاں بچھایا گیا ہے اور مجھے کن راستوں سے گزر کر اس عمارت سے دور چلا جانا چاہیے۔"

"میں ابھی ان کے دماغوں میں جھانک کر معلوم کرتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ کر بولا "بڑی مشکل ہے۔ دونوں میاں بیوی پیری برٹن اور رودی برٹن یوگا کے ماہر ہیں۔ ان دونوں نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔"

میں نے انجان بن کر کہا "مہاراج! میں تو سمجھ رہا تھا کہ رودی شراب پیتی ہے۔ اس کے دماغ میں جگہ مل جائے گی۔"

"یہاں جو شراب کی بوتلیں ہیں' وہ مہمانوں کے لیے رکھی گئی ہیں۔ رودی شراب نہیں پیتی ہے۔"

مہاراج کا دوغلا پن صاف ظاہر ہو گیا۔ اس کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ میں رودی کے دماغ میں جاتا رہتا ہوں۔ میں نے کہا "تم ابھی جاؤ۔ مجھے کچھ سوچنے سمجھنے دو کہ ان حالات میں مجھے

کیا کرنا چاہیے۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے ٹانی سے کہا "یہاں رات کے گیارہ بج رہے ہیں۔ مجھ پر حملہ کرنے والے رات کے تین بجے تک آئیں گے۔ تم میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں مہاراج کے بیٹے میش کے دماغ میں پہنچاؤں گا۔ تم اس کے دماغ پر قبضہ جما کر ایسی جگہ لے جاؤ جہاں مہاراج نہ پہنچ سکے پھر ایک نوجوان پر تنویمی عمل کر کے اسے میش بنا کر اسی جگہ پہنچا دو' جہاں سے تم اصل میش کو لے جاؤ گی۔ ان کاموں سے نمٹ کر میرے پاس آؤ۔"

ٹانی میرے پاس آئی۔ میں نے اسے اصل میش کے دماغ میں پہنچا دیا۔ مہاراج امریکا میں جس جونیئر افسر کو آلۂ کار بنا کر اس کے ذریعے دوسرے اکابرین سے گفتگو کرتا تھا' وہ آرمی ہیڈ کوارٹر میں رہتا تھا۔ میں مہاراج سے پہلے بھی ایک آدھ بار اس کے اندر جا چکا تھا۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر یہ معلوم کیا کہ وہ میجر کون ہے' جو گوریلوں اور کمانڈوز کی تیسیں کرغان کی طرف روانہ کر چکا ہے۔

میں جونیئر افسر کے ذریعے اس میجر کے دماغ میں پہنچا۔ وہ اکابرین سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ فرہاد کے بیٹے اس میجر تک پہنچ سکتے ہیں کیونکہ علی تیمور اور پارس ٹیلی پیتھی نہیں جانتے تھے۔

گوریلوں اور کمانڈوز کی تیسیں اپنے اپنے طور پر الگ ایکشن کے لیے الگ الگ طیاروں میں روانہ ہوئی تھیں۔ ان میں سے ہر ٹیم کا ایک کمانڈر تھا۔ ان تمام کمانڈوز کا رابطہ اس میجر سے تھا اور وہ وائرلیس کے ذریعے اسے بتا رہے تھے کہ وہ کتنا فاصلہ طے کر چکے ہیں اور منزل تک پہنچنے کے لیے کتنا فاصلہ رہ گیا ہے۔ فوجی امریکی ہوں یا کسی اور ملک سے تعلق رکھتے ہوں' ان میں سے اکثر شراب پینے کے عادی ہوتے ہیں پھر برفانی علاقوں میں تو شراب ان کے لیے لازمی ہو جاتی ہے۔ جتنے کمانڈر ابھی میجر سے رابطہ کر رہے تھے' میں ان سب کے دماغوں میں پہنچتا جا رہا تھا۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد ٹانی نے آ کر کہا "پاپا! کام ہو چکا ہے۔ میں نے اصل میش کا لب ولہجہ بدل دیا ہے۔ پارس نے اسے لے جا کر دوسری جگہ قید کر دیا ہے پھر میں نے دوسرے نوجوان پر تنویمی عمل کر کے اصل میش کا لب ولہجہ اس کے دماغ میں نقش کر کے اسے اصل میش کی جگہ پہنچا دیا ہے۔"

میں نے ٹانی کو سمجھایا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ نیلاں بن کر الپا کے پاس آئی۔ الپا نے ایک عورت کی آواز سن کر کہا۔ "نیلاں! تم اس عورت کے اندر رہ کر باتیں کر سکتی ہو۔"

"میں زیادہ باتیں نہیں کروں گی کیونکہ اپنی کھوئی ہوئی آتما شکتی کو حاصل کرنے کے لیے دن رات ریاضت اور پوجا پاٹ میں مصروف رہتی ہوں۔ آج اس لیے مجبور ہو کر آئی ہوں کہ پورس کی طرح مہاراج بھی میرا دشمن ہے۔ میں اس کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔ اس کا اصل بیٹا میش ہندوستان میں ہے۔ وہ ایک ڈی میش کے ذریعے امریکیوں کو دھوکا دے رہا ہے۔"

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ امریکا میں رہنے والا میش ڈی ہے؟"

"مہاراج نے اپنے بیٹے کا لب ولہجہ بدل دیا ہے تاکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں نہ جا سکے لیکن میرے پاس اس حد تک آتما شکتی ہے کہ میں کھرے اور کھوٹے کو پہچان لیتی ہوں۔ تم میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمہیں اصل میش کے اندر پہنچا دوں گی۔"

الپا' ٹانی کے دماغ میں آئی۔ اس نے اسے اپنے ڈی میش کے پاس پہنچا دیا۔ اس میں اور امریکا والے ڈی میش میں یہ فرق تھا کہ مہاراج نے جو لب ولہجہ اپنے بیٹے کے دماغ میں نقش کیا تھا' وہ ہندوستان میں رہنے والے میش کا لب ولہجہ بن گیا تھا۔

ٹانی نے کہا "تم اسے اغوا کر کے کہیں چھپا دو پھر مہاراج سے بولو کہ اس کا اصل بیٹا تمہارے پاس ہے تو تمہیں میری سچائی معلوم ہو جائے گی۔"

یہ کہہ کر ٹانی نے سانس روک لی۔ الپا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ امریکا میں جو میش تھا اس کا لہجہ ڈھکا چھپا نہیں تھا۔ وہاں کے تمام اکابرین اور اونچی سوسائٹی کی لڑکیاں اس سے ملتی رہتی تھیں لہٰذا اس کے دماغ میں آسانی سے پہنچا جا سکتا تھا۔

وہ میش ایک امریکی رئیس اعظم کی ایک کاک ٹیل پارٹی میں تھا۔ ایسے وقت میں نے دو افراد کو آلۂ کار بنایا۔ ایک کے ذریعے میں سوئچ کو آف کیا۔ دوسرے کے ذریعے ڈی میش کو گولی مار دی۔ اسے مردہ دیکھ کر امریکی اکابرین کے ہوش اڑ گئے۔ مہاراج جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا اب اپنے بیٹے کی موت کا انتقام ان سے لینے والا تھا۔

ٹانی نے نیلاں بن کر مہاراج کو مخاطب کیا "مہاراج ادھیراج! کن ہواؤں میں اڑ رہے ہو۔ میں نیلاں بول رہی ہوں۔"

وہ بولا "اب تو تم کئی کئی مہینوں کے بعد رابطہ کرتی ہو۔ آخر کہاں گم رہتی ہو؟ کیا کرتی پھر رہی ہو؟"

"اب میں ان کے پاس جاتی ہوں' جو خود کو خوش قسمت سمجھتے ہیں اور اپنی بدقسمتی سے بے خبر رہتے ہیں۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"اپنے امریکی میش کے پاس جاؤ۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

ٹانی اس کے دماغ سے چلی گئی۔ مہاراج نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ڈی میش کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اس نے امریکی اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کیا کہ وہاں ایک کاک ٹیل پارٹی میں کسی نے اس کے بیٹے کو گولی

ماردی ہے۔ اب وہ اپنا بیٹا تو نہیں تھا لیکن اسے باپ بن کر ماتم کرنا اور غصہ دکھانا تھا۔ وہ فوج کے جونیئر افسر کے اندر رہ کر اس کے ذریعے گرجنے لگا "میں نے تمہارے کسی کام سے انکار نہیں کیا۔ اس کے باوجود تم لوگوں نے میرے بیٹے کو مار ڈالا۔ میں تم لوگوں سے ایسا انتقام لوں گا کہ تمہاری آنکھ نسلیں بھی مہاراج کا نام سن کر کان پکڑیں گی اور توبہ کریں گی۔"

تمام اکابرین اپنے اپنے طور پر اسے سمجھانے کی کوششیں کرنے لگے لیکن اس نے ایک سگے باپ کی طرح چیخ چیخ کر کہا "تم لوگوں نے میری آئندہ نسل کو مار کر جو نقصان پہنچایا ہے' میں اس سے زیادہ نقصان تمہیں پہنچاؤں گا۔ تمہارے کسی مشن کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ میں جا رہا ہوں اور ابھی اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گا۔"

وہ غصہ دکھا کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا پھر اس نے دماغ کو لٹھ کیا۔ ویسے بھی نمائشی غصہ دکھا رہا تھا۔ اب وہ سوچنے لگا "دنیا کی نظروں میں وہ میرا بیٹا تھا۔ اسے میرا بیٹا سمجھ کر گولی مارنے والا میرا کوئی دشمن ہو گا۔ نہیں۔ ہو گا نہیں' ہو گی۔ الپا ہی ایسی دشمنی کر سکتی ہے۔"

وہ الپا کے دماغ میں آیا۔ وہ بولی "میری آلۂ کار کے پاس جاؤ۔ میں آ رہی ہوں۔"

وہ اس کی آلۂ کار کے پاس آیا۔ وہ بولی "اب تمہیں میری ضرورت پڑے گی اور تم دن رات میرے پاس آیا کرو گے۔"

وہ گرج کر بولا "تم نے میرے بیٹے کو کسی آلۂ کار کے ذریعے گولی ماری ہے۔ اب تم اسے مار کر کیا حاصل کرو گی؟"

وہ ہنس کر بولی "کیوں بناسپتی غصہ دکھا رہے ہو۔ تمہارا بیٹا زندہ ہے اور میرے پاس خیریت سے ہے۔"

مہاراج اس بات پر ذرا چونک سا گیا پھر بولا "کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"مہاراج! میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ تم عقل سے پیدل ہو۔ تمہارا بیٹا میرے پاس ہے یا نہیں؟ یہ تم چھ سیکنڈ میں معلوم کر سکتے ہو۔"

وہ فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کر کے اس ڈی کے اندر پہنچا' جسے ٹانی نے اصل میش کا لب ولہجہ دیا تھا۔ وہ ایک تاریک کمرے میں ایک کرسی پر رسیوں سے بندھا بیٹھا ہوا تھا۔ باپ نے تڑپ کر پوچھا "میرے بیٹے! تم کہاں ہو؟"

"آہ پتاجی! آپ آ گئے ہیں؟ بھگوان کے لیے مجھے یہاں سے لے جائیں۔"

"تم کہاں ہو؟ اس جگہ کی نشان دہی کرو۔"

"میں نہیں جانتا کہاں ہوں۔ پتا نہیں میں کتنی دیر کے لیے دماغی طور پر غائب ہو گیا تھا۔ جب دماغ حاضر ہوا تو میرے اندر ایک عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ خود کو الپا کہہ رہی تھی اور مجھے ہپناٹائز کر رہی تھی کہ مجھے یہاں سے میرا باپ بھی نہیں لے جا سکے گا۔"

اب یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ وہ آئندہ الپا کے سامنے گھٹنے ٹیک کر کیسے گڑگڑاتا رہے گا۔ الپا ہو' مہاراج ہو' پیری برٹن ہو یا امریکی اکابرین سب میری حکمت عملی کی ڈور پر کٹھ پتلیوں کی طرح ناچ رہے تھے۔ میری طرف آنے والے گوریلوں اور کمانڈوز کی ٹیموں کے تمام کمانڈر اپنے اپنے طیاروں میں تھے اور میری مرضی کے مطابق اسلحے کی رکس سے ہینڈ گرینیڈ نکال کر ان کی پنیں دانتوں سے دبا کر نکال رہے تھے۔ رات کی تاریکی میں زمین اور آسمان کے درمیان یکے بعد دیگرے طیاروں کے پرخچے زوردار دھماکوں سے اڑتے اور بکھرتے جا رہے تھے۔

اے موت! تو ازل سے آ رہی ہے مگر زندگی قیامت تک تجھ سے لڑتی رہے گی۔

کرغان کے ویران علاقے میں جہاں حدِ نظر تک برف ہی برف نظر آتی تھی' وہاں صرف ایک دو منزلہ عمارت تھی۔ میں نے بڑی دشواریوں سے وہاں تک پہنچ کر اس عمارت میں پناہ لی تھی۔ اس عمارت کے مکین پیری برٹن اور اس کی بیوی روبی برٹن تھے۔ وہاں پہنچتے ہی میں نے بڑی قوت والے جنریٹر کے سوئچ کو آف کر دیا تھا تاکہ تہ خانہ میں چھپا ہوا پیری برٹن وہاں کے ٹی وی اسکرین پر مجھے نہ دیکھ سکے۔

پوری عمارت میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس کی بیوی نے کیروسین لیمپ روشن کیا تھا۔ پیری برٹن اتنا پُراسرار تھا کہ اس نے اپنی بیوی کو اور بیوی سے پہلے ساتھ رہنے والی عورتوں کو بھی کبھی تہ خانے کا چور دروازہ نہیں دکھایا تھا اور نہ مہمانوں میں سے کسی نے اس سے یہ راز پوچھا تھا۔ وہ جو حکم دیتا تھا' اس پر اس کی بیوی روبی برٹن سحرزدہ سی ہو کر عمل کرتی تھی جس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ پیری برٹن اپنا نرم جانتا ہے اور اس نے اپنی بیوی پر تنویمی عمل کیا ہے۔

وہ سب مجھے پارس سمجھ رہے تھے۔ جب میں اس مکان کے اندر تک پہنچ نہیں پایا تھا تب پیری برٹن نے مجھے ہلاک کرنے کے لیے ایک لاکھ ڈالر میں سودا کیا تھا۔ اس کی تمام باتیں میں روبی برٹن کے دماغ میں رہ کر معلوم کرتا رہا تھا۔ مجھے ہلاک کرنے کے لیے پہلے سات کرائے کے قاتل اور سراغ رساں ایک طیارے میں اور چار ایک ہیلی کاپٹر میں آئے تھے۔ عمارت کے چاروں طرف موت کا سامان کیا گیا تھا اور بارودی سرنگ بچھائی گئی تھی۔ میں نے ان سب کو اسی بچھائے ہوئے موت کے جال میں ختم کر دیا تھا اور خود اس

مکان کے اندر پہنچ کر جنریٹر کو بند کرکے ان دونوں کے لیے بڑے مسائل پیدا کردیئے تھے۔

رومی برٹن زیادہ سہمی ہوئی تھی۔ پیری برٹن تہ خانے میں کسی حد تک مطمئن تھا۔ وہ بہت بڑا بلیک میلر تھا۔ امریکا اور دوسرے بڑے ممالک کے اہم راز اس کے پاس محفوظ تھے۔ اس نے موبائل کے ذریعے جو امداد طلب کی تھی' وہ ناکام رہی تھی۔ میں نے سب کو جہنم میں پہنچا دیا تھا۔ اب امریکی فوج کے کمانڈوز اچھی خاصی تعداد میں آرہے تھے۔ پیری برٹن نے فوج کے میجر سے کہا تھا کہ بمباری کے ذریعے اس کی دو منزلہ عمارت کو تباہ نہ کیا جائے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ بمباری کے نتیجے میں تہ خانے کے اندر مارا جائے گا تو تمام ممالک کے اور ان کے اہم راز بھی جل کر خاک ہوجائیں گے۔ وہ تمام راز اس کے بھائی جیری برٹن کے پاس محفوظ ہیں۔ اس کی موت امریکا اور دوسرے بڑے ممالک کو بڑی مہنگی پڑے گی۔

اس نے کہا تھا۔ "اپنے تمام کمانڈوز سے کہو میری عمارت سے دو کلو میٹر دور رہیں کیونکہ عمارت کے چاروں طرف موت کا جال بچھا ہوا ہے۔ کمانڈوز ڈیٹیکٹو آلات کے ذریعے بارودی سرنگ وغیرہ کا سراغ لگا کر میری عمارت میں آسکتے ہیں۔ وہاں میری بیوی' پارس کی موجودگی سے سہمی ہوئی ہے۔ پارس ایسے پُراسرار طریقے سے وہاں موجود ہے کہ میری بیوی نے اب تک اس کی صورت نہیں دیکھی ہے۔"

امریکی فوج کے میجر نے کہا۔ "ہوسکتا ہے وہاں پارس کی موجودگی کا شبہ ہو۔ پارس خود موجود نہ ہو۔"

"پارس ہو' یا کوئی بھی ہو۔ اس کی موجودگی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ اس نے عمارت کے ایک حصے میں پہنچ کر جنریٹر کو بند کرکے پورے مکان میں اندھیرا کردیا ہے۔ میں تہ خانے میں مانیٹرز کے ذریعے اوپر اپنے مکان کے اندرونی حصے اور مکان کے اطراف کے بیرونی حصے دیکھ سکتا تھا۔ اس طرح کوئی چھپ کر یہاں نہیں آسکتا تھا۔ پارس نے میرے مانیٹرز بیکار کردیئے ہیں۔"

میجر نے کہا۔ "ٹھیک ہے ہمارے کمانڈوز ڈیٹیکٹو آلات کے ذریعے بچتے ہوئے عمارت کے اندر پہنچ کر پارس کو فرار ہونے کا موقع نہیں دیں گے۔ فرہاد کے بیٹے کی موت ہمارے لیے بھی ضروری ہے۔"

میں اس امریکی فوج کے میجر کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ ان کے تمام منصوبوں کو سمجھ رہا تھا۔ جب کئی کمانڈوز مختلف طیاروں میں بیٹھ کر آنے لگے تو میں نے معلوم کیا' ہر طیارے کے کمانڈوز کا ایک ایک کمانڈر ہے۔ وہ کمانڈر عمارت کے اطراف پہنچنے کے بعد اپنے اپنے طور پر اپنے کمانڈوز کو لے کر اس عمارت میں مختلف راستوں سے داخل ہوں گے۔ ان کمانڈوز کا رابطہ فوج کے میجر سے تھا اور میجر کے ذریعے میں ان تمام کمانڈروں کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ میں یہ پچھلے باب میں بیان کرچکا ہوں کہ میں نے ہر طیارے کے کمانڈر کے دماغ میں گھس کر انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنی اپنی فوجی کٹ سے گرینیڈ نکال کر اس کی چابی دانتوں سے نکالیں اور وہ ایسا کرتے گئے اور اپنے ہی کمانڈوز کو طیارے سمیت تباہ کرتے گئے۔

دوسری طرف کا مختصر سا قصہ یہ ہے کہ مہاراج نے اپنے بیٹے مہیش کی ایک ڈمی بنا کر امریکا بھیجی تھی اور فرمائش کی تھی کہ اس کے بیٹے کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے نیلی پیتھی سکھائی جائے۔ میں نے اس مشین کو پھر ناکارہ بنا دیا تھا۔ امریکی اکابرین نے بیزار ہوکر اس مشین کے پرزے پرزے کرکے انہیں آرمی ہیڈ کوارٹر میں پہنچا دیا تھا۔ مہاراج کے بیٹے کو امریکا میں قیدی مہمان بنا کر مہاراج کی نیلی پیتھی سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

مہاراج نے انہیں افغانستان کے مشن میں نقصان پہنچایا۔ وہاں ان کے تمام جاسوس اور کرائے کے قاتلوں کو مار ڈالا۔ امریکی اکابرین کو دھمکی دی کہ اس کے بیٹے کو قیدی بنا کر نقصان پہنچایا گیا تو وہ پورے آرمی ہیڈ کوارٹر کو تباہ کردے گا۔

میری یہ داستان تیسری طرف یوں چل رہی تھی کہ ثانی نے میری ہدایات کے مطابق مہاراج کے اصل بیٹے پر تنویمی عمل کرکے اسے دوسری جگہ پہنچا دیا تھا اور ایک جوان کو تنویمی عمل کے ذریعے مہیش بنا کر الپا سے رابطہ کیا تھا۔ خود کو نیلماں ظاہر کرکے الپا کو ڈمی مہیش کے پاس پہنچایا تھا۔ الپا نے خوش ہوکر ڈمی مہیش پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا قیدی بنا لیا تھا۔

اب ہماری چالبازیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ اصل مہیش ثانی کی قید میں تھا۔ دوسرا ڈمی مہیش امریکا میں اور تیسرا مہیش الپا کی قید میں چلا گیا۔ میں نے ماضی میں مہاراج اور اس کے اکلوتے بیٹے کی جان بچائی تھی تب سے وہ میرا احسان مند ہوگیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ تمام عمر میرا وفادار ساتھی بن کر رہے گا۔

لیکن میری موت کی تصدیق ہونے کے بعد وہ اپنی قسم

بھول گیا۔ آمنہ نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پلک جھپکتے ہی میرے ذہن میں پارس کا لب ولہجہ نقش کردیا تھا۔ مہاراج نے میرے اندر آکر مجھے پارس سمجھا اور جب یہ دیکھا کہ پارس ایک دُرانے میں ہے اور وہاں سے بچ کر نہیں جاسکے گا اور اس کی موت کے بعد فرہاد کی فیملی اور زیادہ کمزور ہوجائے گی تو اس نے پارس کو وہیں ختم کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اس سے پہلے ہی میں نے امریکا میں اس کے ڈی بیٹے کو ایک کاک ٹیل پارٹی میں ہلاک کردیا۔

اگرچہ ڈی کو مارا گیا تھا لیکن مہاراج نے امریکی اکابرین پر گرجنا برسنا شروع کردیا۔ جب میں نے طیاروں میں آنے والے تمام کمانڈوز کو تباہ کردیا تو امریکی اکابرین نے یہی سمجھا کہ مہاراج نے اپنے بیٹے کی ہلاکت کا انتقام لیا ہے۔

لیکن مہاراج پر تو بجلی گر رہی تھی۔ جب وہ اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا کہ وہ کسی تاریک کمرے میں الپا کا قیدی بنا ہوا ہے اور الپا فاتحانہ انداز میں قہقہے لگا کر کہہ رہی تھی۔ "مہاراج! اب تم میرے سامنے گھٹنے ٹیکتے رہو گے۔ میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے ورنہ تمہاری آئندہ نسل پیدا کرنے والا اکلوتا بیٹا میری ٹیلی پیتھی کے ذریعے تڑپ تڑپ کر مرجائے گا۔"

مہاراج کا خیال تھا کہ اس نے ماضی میں کچھ عرصہ میری تابعداری کرکے چالبازیاں سیکھ لی ہیں اسی لیے وہ الپا پر غالب آنے کے لیے امریکی اکابرین تک پہنچا۔ انہیں اپنا ڈمی بیٹا دے کر ایک سپرپاور کی پشت پناہی حاصل کی۔ الپا کو چیلنج کیا کہ ایک دن اسے بھی اپنے قدموں پر جھکائے گا۔

الپا نے کہا تھا کہ وہ بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ ایک دن بہت بری طرح مات کھائے گا اور یہی ہوا۔ اس کی اپنی معلومات کے مطابق سگا بیٹا الپا کی قید میں پہنچ گیا تھا۔ دوسری طرف امریکی اکابرین کہہ رہے تھے کہ اس کا بیٹا امریکی مہمان بن کر ہلاک ہوا ہے۔ اس لیے مہاراج نے اس کے بدلے میں ان تمام کمانڈوز کو ہلاک کردیا ہے جو پیری برٹن کی مدد کرنے اور پارس کو ہلاک کرنے جارہے تھے۔

اس مرحلے پر مہاراج نے سوچا۔ "میں ان کمانڈوز میں سے کسی کے دماغ میں نہیں گیا تھا پھر وہ سب کے سب پرواز کے دوران میں طیاروں سمیت فضا میں کیسے تباہ ہوگئے؟"

یہی بات سمجھ میں آسکتی تھی کہ کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ان کمانڈوز اور طیاروں کو تباہ کیا ہے۔ اس نے الپا سے کہا۔ "میرا بیٹا تمہاری قید میں کیسے پہنچا؟ یہ میں بعد میں پوچھوں گا' اتنا بتا دو کہ کیا امریکی کمانڈوز کو تم نے ہلاک کرکے پارس کو بچایا ہے۔"

"میں نہیں جانتی کہ پارس کہاں ہے اور کمانڈوز کب اسے ہلاک کرنے جارہے تھے۔"

"وہ بے شمار کمانڈوز تھے' انہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے فضا میں ہلاک کیا گیا ہے۔ جب تم نے بھی ایسا نہیں کیا ہے تو تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟"

"پارس کی ماں آمنہ نے اپنے بیٹے کی جان بچائی ہوگی۔"

"تم نے میرے بیٹے کو کیسے قیدی بنایا؟ اس کا لب ولہجہ صرف میں جانتا تھا۔"

"مجھے نیلماں نے اس کے اندر پہنچایا تھا۔"

"یہ نیلماں آخر ہے کہاں؟ جب بھی ٹیلی پیتھی سے تعلق رکھنے والی کوئی نہ سمجھ میں آنے والی بات ہوتی ہے' وہاں نیلماں نہ جانے کہاں سے چلی آتی ہے۔ وہ میری دشمن نہیں تھی پھر اس نے میرے بیٹے تک تمہیں کیوں پہنچایا۔ اسے تمہارا قیدی بنا کر کیا حاصل کرنا چاہتی ہے؟"

"تم سے یقیناً دشمنی ہے اسی لیے تمہیں نقصان پہنچانے کے لیے مجھے فائدہ پہنچایا ہے۔"

"نہیں الپا! میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قسم کھا کر کہتا ہوں' نیلماں میری دشمن نہیں ہے۔ تم مجھ سے زیادہ ذہین ہو۔ ذرا غور کرو' شاید کوئی تیسری ہستی ہم سب سے چھپ کر خیال خوانی کررہی ہے اور ہم دونوں کو آپس میں لڑا رہی ہے۔"

"اگر کوئی تیسری خیال خوانی کرنے والی ہستی ہے تو وہ ہمیں آپس میں لڑا کر اپنا کیا فائدہ حاصل کررہی ہے؟ میں تو بہرحال کامیاب ہوں کہ تمہارا بیٹا میرے شکنجے میں ہے۔"

"میں بھی تمہارے شکنجے میں ہوں مگر یہ تو سوچو کہ وہ نیلماں ہو' یا کوئی اور ہو' وہ کن مقاصد کے لیے' کن ارادوں کی تکمیل کے لیے تمہیں فائدے پہنچا رہی ہے؟ وہ یکایک تم پر مہربان کیوں ہوگئی ہے؟"

الپا سوچنے لگی۔ "نیلماں کو مجھ سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ پہلے وہ کبھی میری دوست نہیں رہی۔ میں سمجھ رہی تھی کہ اسے مہاراج سے دشمنی ہے۔ اگر دشمنی ہوتی تو وہ خود مہیش کو اغوا کرکے مہاراج کو اپنا تابعدار بنا لیتی۔ اس نے مہیش کو میرے حوالے کیوں کیا ہے؟"

مہاراج نے کہا۔ "الپا! میں اپنے دماغ میں تمہیں محسوس کررہا ہوں مگر تم خاموش ہو۔ کیا میری باتوں پر غور کررہی ہو؟"

"ہاں۔ کچھ دوسرے پہلوؤں پر سوچ رہی ہوں۔ امریکی تم سے خوا مخواہ دشمنی مول لینے کے لیے تمہارے بیٹے کو ہلاک نہیں کریں گے۔ وہ تو یہی سمجھ رہے ہیں کہ ان کے پاس تمہارا اصلی بیٹا تھا۔ جب انہوں نے ہلاک نہیں کیا ہے اور میں نے بھی اسے ہلاک نہیں کیا ہے تو اسے مار ڈالنے والا کون ہے؟"

"تم صحیح ڈگر پر سوچ رہی ہو۔ جس نے بھی امریکا میں میرے ڈمی میش کو قتل کیا ہے' وہ چاہتا تھا کہ میں اس کا قاتل تمہیں سمجھوں اور مجھے یہ یقین دلانے کے لیے میرے اصل بیٹے میش کو تمہارے پاس پہنچا دیا۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے' میرے پاس کیوں پہنچایا؟ مجھے یہ فائدہ کیوں پہنچا رہا ہے کہ بیٹے کے ساتھ تم بھی میرے تابعدار بن جاؤ۔ اس نے میش کو خود اغوا کر کے تمہیں اپنا تابعدار کیوں نہیں بنایا؟"

"جیسا کہ میں مانتا ہوں' میرے پاس ٹیلی پیتھی اور کالے جادو کی صلاحیتیں ہیں لیکن دور تک سوچنے اور سمجھنے والی عقل نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں فرہاد کے بعد اگر کوئی طویل عرصے تک آزاد خیال خوانی کے ساتھ حکمرانی کر رہا ہے تو وہ تم ہو۔ بھگوان کے لیے اپنی ذہانت سے کام لو اور سمجھنے کی کوشش کرو کہ کوئی تیسری خیال خوانی کرنے والی ہستی ہم دونوں کے ساتھ ایسی چالیں کیوں چل رہی ہے۔"

"میں ابھی اس معاملے پر غور کر رہی ہوں۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے میں تمہارے پاس آؤں گی۔ اتنی دیر میں ضرور کچھ نہ کچھ معلومات حاصل کروں گی۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ مہاراج اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے پریشان تھا۔ سوچنے لگا۔ "یہ راز صرف فرہاد کو معلوم تھا کہ میں نے میش کے لب و لہجے کو بدل دیا ہے۔ کوئی تیسرا اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ اس کے باوجود نیلماں نے الپا کو اس کے اندر کیسے پہنچا دیا؟"

وہ بیٹے کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ میں آیا تو الپا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "اگر تم مہاراج کے بیٹے میش ہو تو اپنے دادا اور پردادا کا نام بتاؤ۔"

"میں نہیں بتا سکتا۔ پتا نہیں میرے دماغ کو کیا ہو گیا ہے؟ مجھے بہت سی باتیں یاد نہیں آتی ہیں۔ مجھے بس اتنا یاد ہے کہ میرے پتا جی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور وہی مجھے اس قید سے نکالیں گے۔"

"تم بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں ابھی تمہاری اصلیت معلوم کروں گی۔"

وہ بستر پر اکریلیٹ گیا۔ الپا اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ پہلے اس نے اسے گہری نیند سلایا پھر اس کے دماغ سے موجودہ میش والی باتیں مٹانے لگی۔ اس حد تک برین واش کرنے کے بعد اس نے کہا۔ "کوئی شریف نوجوان اپنے باپ کا نام نہیں بدلتا۔ ایسا کرنے سے ماں کو گالی پڑتی ہے۔ تم ماں کی توہین نہ کرو۔ اپنے باپ کا نام بتاؤ۔"

اس نے کہا۔ "میرے باپ کا نام کرم یوگی ہے۔"

"اور تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام دھرم یوگی ہے۔"

"تمہارا نام اور لب و لہجہ بھی بدل گیا ہے۔ ذرا سوچ کر بتاؤ' ایسا کیوں ہوا؟"

"میں سوچ رہا ہوں۔ ایسا لگتا ہے جیسے ابھی جو میرے ساتھ ہو رہا ہے' ویسا پہلے بھی ہو چکا ہے۔ اسی طرح ایک عورت کی آواز میرے اندر گونجتی رہی تھی پھر میں اپنے آپ سے غافل ہو گیا تھا۔ ابھی میں غافل نہیں ہوں۔ مجھے اپنا نام یاد آ گیا ہے۔ میں اپنے ماتا پتا کو جانتا ہوں۔ میری ایک چھوٹی بہن انیتا ہے۔ سروج نگر کی ایک گلی میں ہمارا ایک چھوٹا سا مکان ہے۔"

"تم کسی میش کو جانتے ہو' جس کے باپ کو سب ہی مہاراج کہتے ہیں؟"

"نہیں۔ میں ان باپ بیٹے کو نہیں جانتا ہوں۔"

"اچھا اب تم خاموش رہو اور آرام سے دو گھنٹے تک سوتے رہو۔"

الپا اس کے دماغ سے نکل آئی۔ گہری سنجیدگی سے سوچنے لگی "وہ تیسری خیال خوانی کرنے والی ہستی کون ہے؟ اس نے ایک نوجوان کو مہاراج کا بیٹا بنا کر میرے پاس کیوں بھیجا۔ وہ نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والی ایسی چال چل کر کیا حاصل کرنا چاہتی ہے؟"

ادھر مہاراج پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ "میرا بیٹا الپا کی قید میں نہیں ہے' پھر وہ کہاں ہے؟ کون اسے مجھ سے چھین کر لے گیا ہے؟"

الپا اس کے پاس آئی۔ وہ بولا۔ "تم دھرم یوگی کو میرا بیٹا سمجھ کر عمل کر رہی تھیں۔ میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ ہم دونوں کو حقیقت معلوم ہو گئی ہے مگر میں پریشان ہوں کہ میرے بیٹے کو کون لے گیا ہے؟ کہاں لے گیا ہے؟"

"کیا آج کل تمہاری کسی سے دشمنی ہے؟"

"فی الحال امریکی میرے دشمن ہیں۔ ایک ڈمی میش کو میرا بیٹا سمجھ کر انہوں نے مجھے اپنے دباؤ میں رکھنے کی

کوشش کی تھی۔"

"پارس کہاں ہے؟"

"ہاں یاد آیا' کرغان کے جنوب میں ایک ویران برفانی علاقے میں ایک دو منزلہ عمارت ہے۔ اس عمارت کا مالک پیری برٹن نامی ایک پُراسرار شخص ہے جس کی مدد امریکا اور دوسرے بڑے ممالک کرتے ہیں۔ پارس اسی پیری برٹن کی عمارت میں چھپا ہوا ہے اور پیری برٹن پارس سے چھٹکارے کے لیے وہاں ایک تہ خانے میں اس بات کا خطرہ ہے کہ بڑی طاقتیں وہاں پہنچ کر پارس کو ختم کریں گی تو وہ تہ خانے سے باہر آئے گا۔ اب تک بڑے پیمانے پر سراغ رساں' کرائے کے فوجی' امریکی کمانڈوز وہاں گئے لیکن سب کے سب فنا ہو گئے۔ اس میں حیرانی کی بات یہ ہے کہ کمانڈوز کے طیارے فضا میں بلاسٹ ہوئے تھے۔ ایسا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی کر سکتا ہے۔"

"صاف ظاہر ہے کہ پارس کی پشت پر کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی ہے اور وہی ہستی تمہارے بیٹے کے سلسلے میں ہم دونوں کو الجھا رہی ہے۔"

"کیا روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والی آمنہ اپنے بیٹے کی حفاظت کر رہی ہو گی؟"

"میں ایسا نہیں سمجھتی۔ آمنہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم دونوں کی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو ناکارہ بنا سکتی ہے۔ وہ ایسی الجھی ہوئی چالیں نہیں چلے گی۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ گوشہ نشینی اختیار کرنے والی کسی بُری وقت میں گھڑی دو گھڑی کے لیے گوشہ نشینی سے نکل کر اپنی اولاد کی حفاظت کر سکتی ہے مگر ہم لوگوں کو الجھانے کے لیے بنیادی ہتھکنڈے استعمال کر کے اپنی عبادت اور ریاضت کو میں چھوڑے گی۔"

"ہو سکتا ہے' جو ہم نہ جانتے ہوں' وہ پورس جانتا ہو۔ میرا خیال ہے' اس سے کچھ معلوم کیا جائے۔"

"تم اس سے رابطہ کرو۔ میں تمہارے دماغ میں رہوں گی۔"

مہاراج نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پورس کے پاس پہنچ کر بولا۔ "سانس نہ روکنا۔ میں مہاراج ہوں۔"

"میں سوچ رہا تھا' تم میرے پاس آؤ گے کیونکہ پہلے معلوم ہوا تمہارے بیٹے کو امریکا میں ہلاک کروا دیا گیا ہے پھر پتا لگا کہ تمہارا بیٹا زندہ ہے اور الپا کی قید میں ہے۔"

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا جبکہ میش کے قیدی بننے کی خبر ابھی تک صرف مجھے اور الپا کو معلوم ہے؟"

"جب الپا تمہارے دماغ میں پہنچ کر فاتحانہ انداز میں کہہ رہی تھی کہ اب تم اس کے سامنے گھٹنے ٹیکتے رہو گے اور اس کے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے تو اس وقت میری بہن تمہارے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔"

یہ الپا اور مہاراج کے لیے بڑی حیرانی کی بات تھی کہ پورس کی کوئی بہن ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ مہاراج نے تعجب سے پوچھا۔ "تمہاری کوئی بہن ہے؟ اور وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟ کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"یہ سچ ہے۔ میری ایک چھوٹی معصوم بہن ہے۔ اس کا نام ثنا ہے اور اس کے والد کا نام جلال پاشا ہے۔ دونوں باپ بیٹی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

اس بار الپا نے کہا۔ "پورس! میں مہاراج کے ساتھ موجود ہوں اور دو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ذکر سن کر حیران ہو رہی ہوں۔ بائی گاڈ! مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"تمہیں یقین دلانے کے لیے میں ان باپ بیٹی کو خیال خوانی کا مظاہرہ کرنے کی زحمت نہیں دوں گا کیونکہ میری پیاری بہن ابھی سو رہی ہے اور انکل جلال پاشا کچھ بیمار ہیں۔ کبھی ضرورت ہو گی تو ثنا خیال خوانی کے ذریعے میرے کام آئے گی۔"

"کوئی بات نہیں۔ وہ باپ بیٹی تمہارے کسی نہ کسی معاملے میں خیال خوانی کریں گے تو تمہاری سچائی ثابت ہو جائے گی۔ فی الحال یہ بتاؤ کیا پارس سے تمہاری دوستی ہو گئی ہے؟"

"یہ خیال تمہارے دماغ میں کیوں آیا؟ ہم دونوں ندی کے دو کنارے ہیں' جو شاید کبھی نہ مل سکیں۔"

"تو پھر یہ بتاؤ' پارس کے بارے میں تازہ ترین معلومات کیا ہیں؟ کیا اس کے ساتھ بھی کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی موجود ہے۔"

"ہوں۔ ابھی میں اس بارے میں سوچ رہا تھا۔ آج اس نے خیال خوانی کرنے والے کی مدد سے میری بہت اہم دستاویزات چرائی ہیں۔"

مہاراج نے حیرانی سے پوچھا۔ "آج چرائی ہیں؟ کہاں سے چرائی ہیں؟"

"ممبئی کے ایک بینک سے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو۔ پارس ممبئی میں نہیں کرغان کے جنوب میں ایک ویران برفانی علاقے میں ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا پارس سے دھوکا کھا رہے ہو۔ وہ اپنی کسی حکمتِ عملی کے باعث تم سے جھوٹ بول رہا ہو گا۔

وہ ثانی کے ساتھ یہاں ممبئی میں ہے۔"

"ہم دونوں میں سے کوئی دھوکا کھا رہا ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس نے کرغان کے علاقے میں کیسی قیامت مچا رکھی ہے۔"

وہ پورس کو اس برفانی علاقے کی دو منزلہ عمارت کے بارے میں اور درجنوں سراغرسانوں، کرائے کے قاتلوں اور امریکی کمانڈوز کے مارے جانے کی تفصیلات بتاتے ہوئے بولا۔ "تم خود ہی کہو۔ کیا وہ تنہا اتنا کچھ کر سکتا تھا؟ کیا طیارے میں سفر کرنے والے تمام کمانڈوز کو ٹیلی پیتھی کے بغیر فضا میں ہلاک کر سکتا تھا؟"

پورس نے کہا۔ "تعجب ہے۔ یہ تو صرف چکر نہیں، گھن چکر ہے۔ کھوپڑی الٹنے والی بات ہے۔ ایک ہی پارس بیک وقت دو جگہ کیسے رہ سکتا ہے؟"

الپا نے کہا۔ "تم اپنی بہن کے ذریعے تصدیق کر سکتے ہو۔ وہ پارس کے دماغ میں جا کر معلوم کر لے گی کہ وہ ممبئی میں ہے یا کرغان میں؟"

"معلوم تو کرنا ہی ہوگا۔ اب تک کی معلومات کے مطابق علی تیمور پیرس میں اپنے باپ کے قاتلوں کو ہلاک کر رہا تھا اور یہ کہا جا رہا تھا کہ افغانستان کے شمال میں پارس اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لے رہا ہے۔ اس وقت میں نے یہی سمجھا کہ اس شمالی علاقے میں پارس نہیں بلکہ بابا صاحب کے ادارے کا کوئی جانباز پارس کے نام سے سرگرم عمل ہے کیونکہ پچھلے تین دنوں میں پارس اچانک سے لے کر ممبئی تک میرے اہم کاغذات چرانے کے لیے میرا تعاقب کرتا رہا تھا۔ وہ آج ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہوا ہے۔ بہرحال میں ابھی ثنا سے کہوں گا کہ وہ پارس کے دماغ میں جائے۔"

الپا نے کہا۔ "جیسے ہی ثنا اس کے دماغ میں جائے ہمیں بھی بتاؤ۔ ٹھیک اس وقت ہم اس کے اندر جائیں گے تو وہ میری اور مہاراج کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکے گا۔"

"گھڑی دیکھو اور ٹھیک ایک منٹ کے بعد اس کے دماغ میں جاؤ۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ ثنا سو رہی تھی۔ ناصرہ (نیلماں) نے اسے جگایا۔ پورس نے کہا۔ "پارس کچھ الجھنیں پیدا کر رہا ہے۔ ابھی الپا اور مہاراج نے پورے یقین سے کہا ہے کہ وہ کرغان میں ہے جبکہ ہم نے آج ہی اسے ممبئی میں دیکھا ہے۔ تم ابھی اس کے دماغ میں جاؤ۔ میرا اور اس کا لب و لہجہ ایک ہے لیکن جو غیر محسوس سا فرق ہمارے گفتگو کے انداز میں ہے، وہ میں تمہیں سمجھا چکا ہوں۔ اس کے مطابق اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر جاؤ۔"

ایک منٹ گزرنے والا تھا۔ ثنا خیال خوانی کرتے ہوئے میرے دماغ میں پہنچ گئی۔ آمنہ نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پارس کی آواز اور لب و لہجے کو میرے دماغ میں منتقل کر دیا تھا۔ اب کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا پارس کے دماغ میں جانے کے لیے میرے ہی اندر آ سکتا تھا۔ ادھر ثنا نے اپنی خیال خوانی پر تنویمی عمل کر کے اس کے لب و لہجے میں ذرا سی تبدیلی کر دی تھی۔

ثنا نے میرے اندر پہنچتے ہی کہا۔ "سانس نہ روکنا۔ میں پورس بھائی جان کی بہن ثنا بول رہی ہوں۔"

"بولو۔ میں سانس نہیں روکوں گا۔ کیا تمہیں پورس نے بھیجا ہے؟"

اس وقت صبح ہو رہی تھی۔ میں ایک بند کھڑکی کے حدِ نظر تک دیکھ رہا تھا۔ برف ہی برف جمی ہوئی تھی۔ اور درخت بھی برف کے بنے ہوئے لگ رہے تھے۔ وہ میرے خیالات پڑھ کر بولی۔ "کیا آپ کسی شمالی برفانی علاقے میں ہیں؟"

"ہاں۔ تم تعجب سے کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"آپ کل رات تک ممبئی میں تھے۔"

"سائنسی ترقی نے دنیا کو بہت چھوٹا بنا دیا ہے۔ جو بڑی کہلاتی ہے، اسے ہماری مٹھی میں بند کر دیا ہے۔ میں چارٹرڈ طیارے سے یہاں آیا ہوں۔"

مجھے مہاراج کی آواز سنائی دی۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو پارس! تم رات کو یہاں نہیں آئے۔ کل دن کو آئے تھے۔ تم نے یہاں کتنے ہی مخالفین کو ہلاک کیا ہے۔ اس دو منزلہ مکان کا مالک پیری برٹن تمہارے خوف سے تہ خانے میں چھپا ہوا ہے۔ پچھلی رات کئی امریکی کمانڈوز تمہیں ہلاک کرنے یہاں آ رہے تھے لیکن وہ سب فضا میں پرواز کے دوران ہی مار ڈالے گئے۔ ایسا ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "ثنا! تم اپنے ساتھ ایسے جھوٹے اور مکار شخص کو لائی ہو۔ جو میرے پاپا کی زندگی میں ان کا وفادار بنا ہوا تھا۔ ان کے ہلاک ہوتے ہی اس نے ہم سے دغا شروع کر دی۔"

ثنا نے کہا۔ "میں کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ آپ یقین کریں، میں تنہا آپ کے پاس آئی ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے پیچھے یہ بھی چلا آیا ہے۔"

"یہ تو ایسا احمق مکار ہے کہ اپنے پیچھے بھی کسی کو لائے گا ہوگا اور بڑی ڈھٹائی سے جھوٹ بول کر خود کو مظلوم ظاہر کرے گا۔ خود کو مظلوم ظاہر کرنے کے لیے اس کے پاس ہمیشہ ایک ہی بات ہوتی ہے۔ اب سے پہلے اس نے کہا تھا کہ اس کے بیٹے کو نیلماں نے اغوا کیا ہے پھر دوسری بار کہا کہ الپا نے اس کے بیٹے کو اغوا کیا ہے۔ جبکہ اس نے بیٹے کو ایسی جگہ چھپا کر رکھا ہوا ہے کہ کوئی دشمن اس کے سائے تک نہیں پہنچ سکتا۔"

مہاراج نے ایک دم سے تڑپ کر کہا۔ "میں جھوٹ نہیں کہتا۔ میرے بیٹے کو اغوا کیا گیا ہے۔ اس کی گواہی الپا دے گی۔ الپا! بولو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"

میں نے کہا۔ "تو الپا بھی میرے اندر موجود ہے؟"

الپا نے کہا۔ "مہاراج! تم واقعی عقل سے پیدل ہو۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ یہاں میری موجودگی ظاہر نہ کرنا۔ میں خاموشی سے پارس کے سچ اور جھوٹ کو سمجھنا چاہتی تھی۔"

ثنا نے حیرانی سے کہا۔ "یہاں کتنے خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں؟"

"تمہارے پیچھے جھوٹوں اور مکاروں کی فوج آئی ہے۔ تم معصوم ہو۔ ان کی چالبازیوں کو سمجھ نہیں پاؤ گی۔ بہتر ہے ابھی جاؤ پھر کسی وقت آنا۔ میں ان چالبازوں کو ابھی بھگا رہا ہوں۔"

ثنا چلی گئی۔ میں نے سانس روک کر الپا اور مہاراج کو پکارا۔ وہ پورس کے پاس آ کر بولی۔ "بھائی جان! پارس کل رات کو ایک طیارے سے کرغان گیا تھا۔ میں اس سے زیادہ باتیں نہیں کر سکی۔ میرے پیچھے الپا اور مہاراج چلے آئے تھے۔ انہوں نے پارس کو دوسری باتوں میں الجھا لیا۔"

الپا اور مہاراج نے پورس کے پاس آ کر کہا۔ "وہ جھوٹا اور مکار ہے۔ وہ پچھلے دن سے وہاں ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ اس نے میرے بیٹے نعیش کو اغوا کیا ہے۔"

ثنا نے پوچھا۔ "تمہارے بیٹے میں ایسی کیا بات ہے کہ اسے کبھی نیلماں، کبھی الپا اور کبھی پارس وغیرہ اغوا کرتے رہتے ہیں۔ کیا وہ کوئی نور ہیرا ہے؟"

الپا نے کہا۔ "میں نہیں جانتی، پہلے یہ سچ کہتا تھا یا نہیں؟ لیکن اس بار سچ مچ اس کے بیٹے کو اغوا کیا گیا ہے۔"

ثنا نے کہا۔ "مجھے اس کا لب و لہجہ بتاؤ۔ میں اس کے اندر جا کر حقیقت معلوم کروں گی۔"

"اغوا کرنے والے نے اس کا لب و لہجہ بدل دیا ہے۔ اتنی عقل مجھ میں بھی ہے کہ بیٹے کے دماغ میں جھانک کر سراغ لگانا چاہیے۔"

"الپا کہہ چکی ہے کہ تم عقل سے پیدل ہو اور مجھے بھی تم ایسے ہی لگتے ہو یا تو تم نے بیٹے کے لب و لہجے کو گرفت میں لیتے وقت کوئی بھول کی ہوگی یا پھر اسے کہیں چھپا کر یہی ظاہر کرتے ہو کہ اسے اغوا کیا گیا ہے تاکہ کوئی تمہارے بیٹے کو اغوا کرنے کے لیے اسے خفیہ جگہ نہ پہنچے۔"

مہاراج نے غصے سے کہا۔ "اے لڑکی! ابھی تم بالشت بھر کی ہو اور مجھ سے ایسی باتیں کرتی ہو؟"

پورس نے کہا۔ "مہاراج! میری بہن کو حقارت سے اے لڑکی نہ کہنا۔ دوسری بار اسے بدتمیزی سے مخاطب کرو گے تو میری دشمنی منگنی پڑے گی۔ اگر دشمنی نہیں چاہتے ہو تو میری بہن کی فرمائش پوری کرو۔ اسے اپنے بیٹے کا لب و لہجہ

شناخت

۲۰۰ روپے

سات بہترین اور شاہکار کہانیوں کا مجموعہ یوں جیسے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہو

ناشر:
علی میاں پبلی کیشنز
۲۰۔ غزنی مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور ـــــ فون: ۷۲۴۷۴۱۴

مٹکٹ: علی بک سٹال۔ نسبت روڈ۔ چوک میو ہسپتال لاہور
فون: ۷۲۲۳۸۵۳

بتاؤ یا اسے اپنے دماغ میں آنے دو پھر اسے بیٹے کے پاس لے جاؤ۔"

مہاراج نے کہا۔ "میں اپنی سچائی ثابت کرنے کے لیے ثنا کو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دیتا ہوں۔"

ثنا اس کے اندر آئی۔ الپا بھی چپکے سے اس کے اندر پہنچ گئی۔ مہاراج نے بیٹے کے دماغ میں جو لب و لہجہ میری موجودگی میں نقش کیا تھا' ثانی نے اتنی دیر میں وہی لب و لہجہ پھر تھیش کے حافظے میں تازہ کردیا تھا۔ مہاراج نے خیال خوانی کی تو بیٹے کے دماغ میں پہنچ کر چونک گیا۔ ایک دم سے خوش ہو کر بولا۔ "بیٹے! تم کہاں گم ہو گئے تھے؟ میں نے خیال خوانی کے ذریعے تمہیں تلاش کیا مگر تم نہیں ملے۔"

تھیش نے ثانی کی مرضی کے مطابق کہا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ نے مجھے جس بنگلے میں چھپ کر رہنے کے لیے کہا تھا' میں وہیں ہوں اور آپ کا انتظار کر رہا ہوں آپ یہ کیسے کہتے ہیں کہ میرے دماغ میں آئے تھے؟ میں نے تو آپ کو اپنے اندر محسوس بھی نہیں کیا۔ آپ نے شاید خیال خوانی میں غلطی کی ہوگی۔"

مہاراج بیٹے کو دوبارہ پاکر اتنا خوش ہو رہا تھا کہ غلط خیال خوانی کے مسئلے کو ٹالنے کے لیے بولا۔ "ہو سکتا ہے مجھ سے غلطی ہو گئی ہو۔ خاک ڈالو غلطی پر۔ بس تم مل گئے ہو تو مجھے سارے جہان کی دولت مل گئی ہے۔"

ثنا نے کہا۔ "اے سارے جہاں کے دولت مند! بیٹا مل گیا ہے۔ کہیں نہیں جائے گا۔ تم ابھی میرے بھائی جان کے پاس چلو۔"

وہ پورس کے پاس آ کر بولا۔ "ہاں۔ مجھ سے شاید غلطی ہو گئی تھی۔ میرا بیٹا اسی بنگلے میں ہے' جہاں میں نے اسے چھپ کر رہنے کو کہا تھا۔"

الپا نے کہا۔ "تم ایک نمبر کے گدھے ہو۔ اپنے بیٹے کی ایک ڈمی امریکا والوں کو دی۔ دوسرے ڈمی تھیش سے میں دھوکا کھاتی رہی۔ پچھلی رات سے تم نے میرا وقت برباد کیا ہے۔"

مہاراج نے کہا۔ "ارے تم بھی چپ چاپ میرے اندر رہ کر میرے بیٹے تک گئی تھیں؟ اس کا مطلب ہے۔ تم نے میرے بیٹے کے چور خیالات پڑھ کر اس بنگلے کا پتا معلوم کیا ہوگا۔ میں ابھی جا کر بیٹے کو دوسری جگہ چھپا دوں گا۔"

ثنا نے کہا۔ "بھائی جان! پھر اس پر بیٹے کے اغوا ہونے کا دورہ پڑ رہا ہے۔ ابھی الپا پر شبہ کر رہا ہے پھر کبھی ہم پر بھی شبہ کرے گا۔ اس پاگل نے ٹیلی پیتھی کا علم کیسے سیکھ لیا؟"

پورس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ پاگلوں کا مہاراج ہے۔ غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہونے کے باوجود اس نے آج تک کبھی کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں کی۔ میں اسے اور الپا کو اپنے اندر محسوس نہیں کر رہا ہوں۔ وہ بیٹے کی حفاظت کے لیے گیا ہے۔ الپا شاید اس کے بیٹے کو شکنجے میں لینے کے لیے اس کے پیچھے گئی ہے۔ بہرحال ہمیں پارس کے بارے میں کچھ سمجھنا چاہیے۔"

"میں ابھی اس کے دماغ میں تھی۔ وہ کرغان میں ہے۔"

"مہاراج سے احمقانہ حرکتیں سرزد ہوتی ہیں لیکن وہ پاگل اور بالکل ہی احمق نہیں ہے۔ اس کا بیان ہے کہ پارس کل دن کے وقت بھی کرغان میں تھا۔ تم کسی امریکی حاکم کی فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں جا کر معلوم کرو کیا انہوں نے پارس کو ہلاک کرنے کے لیے اپنے سراغ رساں اور کمانڈوز کرغان بھیجے تھے؟"

ثنا خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی چلی گئی۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد آ کر بولی۔ "مہاراج کا بیان درست ہے۔ پارس کل سے کرغان میں ہے۔ اس نے دن کے وقت گیارہ امریکی سراغ رسانوں اور کرائے کے قاتلوں کو ہلاک کیا۔ جو کمانڈوز طیاروں کی پرواز کے دوران میں ہلاک ہوئے ان کے متعلق امریکی اکابرین کو یقین ہے کہ ان تمام کمانڈوز کو مہاراج نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ختم کیا ہے۔ پارس پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔"

پورس نے کہا۔ "ہم کل سے پارس کی چالبازیاں دیکھ رہے ہیں۔ اس نے بینک کے لاکرز سے غیر معمولی ادویات کے فارمولے جس طرح نکلوائے' اس میں کامیابی کے لیے ٹیلی پیتھی لازمی تھی۔ بے شک وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا لیکن مجھے شبہ ہے کہ ثانی جانتی ہے یا بابا صاحب کے ادارے کا کوئی خیال خوانی کرنے والا پارس اور ثانی کی پشت پر ہے۔"

زہریلی ناصرہ نے غصے اور نفرت سے کہا۔ "پارس نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ غیر معمولی دواؤں کے نسخے بہت اہم تھے۔ ہم وہ دوائیں تیار کرنے کے بعد دشمنوں کے مقابلے میں بڑی کامیابیاں حاصل کر سکتے تھے لیکن اس شیطان کے بچے نے ہم سے سب کچھ چھین لیا ہے۔"

پورس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "ناکامیوں پر کبھی جھنجلایا نہ کرو۔ میری طرح مسکرایا کرو۔ میں نے تمہیں پچھلے کئی واقعات ایسے بتائے ہیں' جن میں' میں پارس پر غالب آتا رہا۔ ہم دونوں کے

درمیان بھی ہو رہا ہے' کبھی وہ بازی لے جاتا ہے اور کبھی میں۔"

"لیکن اس بار تو ہم نے بہت بڑی بازی ہاری ہے۔"

"کیا دماغ گرم رکھنے سے ہاری ہوئی بازی جیتی جا سکتی ہے؟ ذرا صبر کرو۔ اس بات کا یقین کرنے دو کہ پارس کرغان میں نہیں' یہیں ممبئی میں ہے اور اس نے غیر معمولی دواؤں کے نسخے ابھی تک بابا صاحب کے ادارے میں نہیں پہنچائے ہیں۔ اگر وہ یہاں ہیں تو پھر میں ہر حال میں وہ نسخے اس سے چھین لاؤں گا۔"

"ہم اس کا پتا ٹھکانا نہیں جانتے ہیں۔ تم اس کے سائے تک بھی کیسے پہنچ پاؤ گے؟"

وہ بولا۔ "ناصرہ! ہم دونوں دشمنوں میں ایک خوبی مشترک ہے اور وہ یہ کہ ہم اعلیٰ ظرف ہیں۔ ہم میں سے کوئی بازی ہار جائے تو ہم ایک دوسرے کو ہاری ہوئی بازی جیتنے کا ایک موقع دیتے ہیں۔ تم دیکھ لینا۔ پارس کسی نہ کسی بہانے مجھے ان نسخوں کو حاصل کرنے کا موقع ضرور دے گا۔"

ثنا نے کہا۔ "بھائی جان! آپ دونوں کے درمیان یہ کیسی دشمنی ہے؟ دشمن کو تو پوری طرح کچلنے کی کوششیں کی جاتی ہیں تاکہ وہ آئندہ سر نہ اٹھا سکے۔"

"میکر ہم جوابی حملے کرنے کا موقع دے کر اپنی ذہانت' حاضر دماغی اور حکمت عملی کی گویا مشقیں کرتے ہیں۔ جب تک ہم یہ ثابت نہیں کریں گے کہ ہم میں سے کون سیر پر سوا سیر ہے' تب تک ہمارے درمیان دوستی نما دشمنی جاری رہے گی۔"

دوسرے کمرے میں فون کی گھنٹی سنائی دی۔ وہاں ثنا کا باپ جلال پاشا لیٹا ہوا تھا۔ وہ ایک گولی سے زخمی ہوا تھا۔ اب وہ زخم بھر رہا تھا۔ اسے امید تھی کہ آج کل میں وہ بھی خیال خوانی کے قابل ہو جائے گا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر سنا۔ پھر پورس کو آواز دی۔ "بیٹے! تمہارا فون ہے۔ کوئی خاتون تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔"

پورس نے چونک کر' زرا پریشان ہو کر ناصرہ اور ثنا کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "کسی کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں اس بنگلے میں رہتا ہوں؟"

وہ سوچتا ہوا جلال پاشا کے کمرے میں آیا۔ ناصرہ اور ثنا بھی اس کے ساتھ آئیں۔ اس نے ریسیور لے کر اس کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "ثنا! میرے اندر رہو۔ دوسری طرف سے جو بھی بول رہی ہو' اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھو۔"

اس نے یہ ہدایات دے کر ماؤتھ پیس پر سے ہاتھ اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو' آپ کون ہیں؟"

دوسری طرف سے ثانی نے کہا۔ "کسی کو میرے دماغ میں آنے کے لیے نہ کہو۔ اسے ناکامی ہوگی۔ کیا مجھے آواز سے پہچانتے ہو؟"

"ہاں تم ثانی ہو۔ تمہاری آواز پہچانتے ہی یہ سمجھ گیا ہوں کہ اس فون نمبر کے ذریعے اس بنگلے کا پتا بھی تمہیں اور پارس کو معلوم ہو چکا ہے اور اب پارس کی کوشش ہوگی کہ میں یہاں سے باہر نکلنے نہ پاؤں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تمہیں گھیر کر یا رنا ہوتا تو میں فون کر کے تمہیں احتیاطی تدابیر کرنے کا موقع نہ دیتی۔ تم اتنے زیرک اور زبردست ہو کہ تمہیں عام دشمنوں کی طرح گھیر کر بے بس کرنے اور ہلاک کرنے سے پارس کی بھی نمروی کی توہین ہوگی۔"

"میں تھوڑی دیر پہلے ناصرہ اور ثنا سے یہی کہہ رہا تھا کہ ہم بے شک ایک دوسرے کے دشمن ہیں لیکن ہم میں بھی ظرف ہے۔"

"کام کی بات سنو۔ غیر معمولی دواؤں کے نسخوں کے جتنے کاغذات تھے' انہیں کاٹ کر ان سب کے دو حصے کر دیے گئے تھے۔"

"یہ میں جانتا ہوں لیکن ان الگ الگ حصوں کو جوڑا جا سکتا ہے۔ کیا ان میں سے کوئی کاغذ گم ہو گیا ہے؟"

"نہیں' تمام کاغذات موجود ہیں۔ ہم نے انہیں ترتیب وار جوڑ کر مکمل کر لیا ہے اور ان سب کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں بنوالی ہیں۔"

"اتنی قیمتی چیز پارس کے ہاتھ آئی ہے۔ اسے ہمیشہ محفوظ رکھنے کے لیے تم دونوں بہت کچھ کر سکتے ہو۔ یہ باتیں مجھے کیوں بتا رہی ہو؟"

"اس لیے کہ پارس تمہاری امانت تمہیں واپس کر رہا ہے۔"

"کیا؟" پورس نے چونک کر بے یقینی سے پوچھا۔ "تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ جن غیر معمولی دواؤں کے نسخوں کو حاصل کرنے کے لیے پارس نے اتنی محنت کی' انہیں حاصل کرنے کے بعد مجھے واپس کرنا چاہتا ہے؟"

"چاہتا ہے نہیں' واپس کر چکا ہے۔ وہ تمام نسخے تمہارے پاس پہنچ چکے ہیں۔"

پورس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اب سمجھا۔ ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں میرے پاس بھیجی گئی ہیں۔ ان نسخوں میں جو

معمولی سی تبدیلیاں کی گئی ہوں گی' وہ کسی ماہر تجربے کار ڈاکٹر کی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ میں ان فوٹو اسٹیٹ کاپیوں کے ذریعے دوائیں بنانے میں وقت اور دولت صرف کرتا رہوں گا اور ناکام ہوتا رہوں گا۔"

"پورس! تم اصلی نسخوں کو یقیناً اچھی طرح پہچانتے ہو گے؟"

"بے شک۔ میرے آنجہانی استاد نے مجھ سے لکھوایا تھا۔ وہ نسخے میری اپنی تحریر میں ہیں۔ اس میں جو بھی تبدیلی کی جائے گی' فوراً پکڑی جائے گی۔ ان نسخوں کو ایسی روشنائی سے لکھا گیا ہے' جسے کسی بھی تدبیر سے نہ مٹایا جاسکتا ہے اور نہ ہی دوبارہ ویسی ہی روشنائی تیار کرکے اس میں ایک نقطے کا بھی ہیر پھیر کیا جاسکتا ہے۔"

"تو پھر مبارک ہو۔ تمہاری اپنی تحریر اور غیر معمولی روشنائی والے نسخے تمہیں واپس کردیے گئے ہیں۔ انکل جلال پاشا کے تکیے کو اٹھا کر دیکھو' وہاں ان نسخوں کا بڑا سا لفافہ ملے گا۔"

پورس نے ریسیور کو ایک طرف رکھ کر جلال پاشا کے تکیے کے نیچے ایک بڑے سے لفافے کو دیکھا۔ اسے جلدی سے کھول کر کاغذات نکالے پھر ایک ایک کاغذ کو دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "واقعی یہ اصلی نسخے ہیں۔ یہ میرے اپنے ہاتھ کی تحریر ہے۔ تحریر کی نقالی بھی ہوسکتی ہے لیکن جس کیمیکل سے یہ روشنائی تیار کی گئی ہے' اس کا فارمولا کوئی نہیں جانتا ہے۔ کاغذ بھی وہی چھ برس پرانا ہے۔"

وہ ایک ایک کاغذ کو دیکھ کر تسلیم کررہا تھا کہ پارس نے تمام نسخے واپس کرنے میں کوئی فراڈ نہیں کیا ہے۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر کہا۔ "ثانی! تم موجود ہو؟"

"ہاں۔ بولو سن رہی ہوں۔ کیا وہ تمہارے اپنے لکھے ہوئے اصلی نسخے نہیں ہیں؟"

"بے شک ہیں۔ کسی بھی شبے کی گنجائش نہیں ہے لیکن میں پارس سے بات کرنا اور پوچھنا چاہوں گا کہ یہ نسخے واپس کرکے وہ کیسی چال چل رہا ہے؟"

"پارس کرغان میں ہے اس لیے میں بات کررہی ہوں۔ تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گی۔"

پورس نے پوچھا۔ "کیا وہ ان نسخوں کو اپنے لیے غیر اہم سمجھتا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ بہت اہم ہیں۔ ہم نے ان سب کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں رکھی ہیں۔ اصل نسخے اس لیے تمہیں دیے گئے ہیں کہ تم ہماری اس مہربانی کو فراڈ نہ سمجھو۔"

"اس مہربانی کے پیچھے ارادے کیا ہیں؟"

"وہی جو ہمیشہ سے رہے ہیں۔ کبھی تم اسے ہاری ہوئی بازی جیتنے کا موقع دیتے ہو' کبھی وہ تمہیں یہ موقع دیتا ہے۔ ایک بار ہار چکے ہو۔ دوسری بار تمہیں جیتنے کا موقع دیا جارہا ہے۔ اس بار چیلنج ہے کہ پارس اصل نسخوں کی موجودگی کے باوجود تمہیں ایک بھی غیر معمولی دوا تیار نہیں کرنے دے گا۔ تم دنیا کی جس لیبارٹری میں جاؤ گے' پاتال میں اور سمندر میں بھی جاؤ گے تو وہاں کوئی دوا تیار نہیں کرسکو گے۔"

پورس نے مسکرا کر کہا۔ "تمہارا شوہر مرد کا بچہ ہے لیکن کچھ زیادہ ہی خوش فہمی میں مبتلا ہوگیا ہے۔ پچھلی بار ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوائیں بنا چکا تھا۔ لیکن اس دفعہ تمام دوائیں چرالی تھیں اور اس دوا کے فارمولے میں تبدیلی کرلی تھی۔ وہ سمجھتا ہے کہ آئندہ بھی ایسا کرسکے گا۔ یہ ٹھیک ہے۔ میں چیلنج قبول کررہا ہوں۔ یہ بہت بڑا چیلنج ہے لہٰذا میں کچھ زیادہ وقت لوں گا۔ تقریباً چھ ماہ میں یہ تمام دوائیں تیار کرلوں گا اور انہیں سب سے پہلے پارس پر آزماؤں گا۔"

ثانی نے کہا۔ "ایک اور بات۔ انکل جلال پاشا کے بیان کے مطابق وہ خفیہ کیمروں کے ذریعے مانیٹرز پر مجھے نہیں دیکھ سکتا ہوں گے' تم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ آگے تمہاری مرضی' یہاں رہو یا کہیں جاکر چھپ جاؤ۔ دیر آل۔"

ثانی نے فون بند کردیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے جارہے تھے۔ وہ پچھلی رات سے تہ خانے میں بھوکا پیاسا کبھی پاشا کے اندر رہ کر انہیں دیکھنے لگی۔ پارس نے اسے اور بار بار امریکی اکابرین سے غصے آغوش میں کھینچ کر پوچھا۔ "کیا فون پر بولنا کافی نہیں تھا۔ کیا کہہ رہا تھا۔ "تم لوگ کیسے سپر پاور کہلاتے ہو۔ میرے گھر خیال خوانی کرو گی اور میں تمہارا منہ تکتا رہوں گا۔"

وہ اس کے بازوؤں میں کسمسا کر بولی۔ "یہ تو صرف ایک شخص تھس آیا ہے اور اسے یہاں سے کرنے دو کہ پورس وہ جگہ چھوڑنے والا ہے یا نہیں؟"

"وہ ابھی وہاں سے نکل بھاگے گا۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ناصرو' ثنا اور جلال پاشا کو چھوڑ دے گا۔"

"وہ احمق نہیں ہے۔ ناصرو' ثنا اور پاشا تینوں اس لیے اہم ہیں۔ وہ سب کو ساتھ لے جائے گا۔"

"کیا اسے یہ اندیشہ نہیں رہے گا کہ تمہاری کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی پاشا کے دماغ میں چھپ کر رہے گی اس کی دوسری پناہ گاہ کا پتا بھی معلوم کرلے گی؟"

"میں پارس ہوں' وہ پورس ہے۔ ہم اکثر ایک چالیں چلتے ہیں۔ اتنی سی بات سمجھ میں آنی چاہیے کہ ہم ایک ہی ہیں۔ ہم ایک ہی ہیں۔ ہم ایک ہی ہیں۔

نہیں کھلتی ہے۔"

جب اس نے کافی پی لی تو میں نے کہا۔ "پچھلی رات سے جاگ رہی ہو۔ تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔"

وہ آرام سے لیٹ گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو تھپک کر سلایا۔ وہ سو گئی پھر میں اس کے دماغ سے پیری برٹن کے تنویمی عمل کو مٹانے لگا۔ اس نے عمل کے دوران میں بتایا کہ وہ اسمگلروں کے ایک گروہ میں کام کرتی تھی۔ ایک بار اسمگلنگ کا سامان اس دو منزلہ عمارت کے قریب سے لے جاتے وقت اس کے ساتھی بارودی سرنگوں کے باعث ہلاک ہو گئے۔ پیری برٹن اسے قیدی بنا کر عمارت کے اندر لے آیا پھر اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا تابعدار بنا لیا۔

میں نے اسے پیری برٹن کے تنویمی عمل سے نجات دلا کر سونے کے لیے چھوڑ دیا پھر اس کا موبائل فون لے کر پیری برٹن سے رابطہ کیا۔ اس کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو رومی! وہ دشمن کہاں ہے؟"

میں نے کہا۔ "تمہارے پاس ہے۔ فون بند کرو گے تو ابھی تہ خانے میں دفن ہو جاؤ گے۔ میں نے اس عمارت کو اندر سے اچھی طرح دیکھا ہے۔ ایک اسٹور روم میں بارود، بم، ٹائم بم، گرینیڈ اور کئی طرح کے ہتھیار رکھے ہوئے ہیں۔"

"میں سمجھ سکتا ہوں۔ تم نے کل سے آج تک بہت کچھ معلوم کیا ہوگا۔ میں تم سے سمجھوتا کرنا چاہتا ہوں۔"

"باہر آؤ گے تو سمجھوتا ہوگا۔"

"میری کچھ مجبوریاں ہیں۔ میں باہر نہیں آسکوں گا۔"

"پچھلی رات تین بجے تک آنے والے کمانڈوز جہنم میں پہنچ گئے۔ اس کے بعد نو گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اتنی دیر کا مطلب ہے کسی نئی پلاننگ پر عمل کرتے ہوئے مجھ پر منظم حملہ کیا جائے گا لہٰذا میں یہاں سے جا رہا ہوں۔"

"کیا واقعی تم یہاں سے جا رہے ہو؟ کیا ابھی جا رہے ہو؟"

"ہاں جانے سے پہلے دو باتیں کہہ دوں۔ ایک تو یہ کہ میں نے رومی کے دماغ سے تمہارے تنویمی عمل کو مٹا دیا ہے۔ میں اسے یہاں سے دور لے جاؤں گا پھر وہ جہاں جانا چاہے گی، چلی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ تمہیں رومی پسند ہے تو اسے لے جاؤ۔"

"لعنت ہے تم پر۔ میں اسے عیاشی کے لیے نہیں بلکہ یہاں ہونے والے بم دھماکوں سے بچانے کے لیے لے جا رہا ہوں۔"

"بم دھماکے؟ یہاں۔۔۔ یہاں کون بم بلاسٹ کرے گا؟"

"میں اس عمارت کے گراؤنڈ فلور پر ہر جگہ بم کی بلاسٹنگ کا ٹائم سیٹ کر کے رومی کے ساتھ چلا جاؤں گا۔"

"نہیں!" اس نے چیخ کر کہا۔ "تم ایسا نہیں کرو گے۔"

"ایسا نہ کرنے سے روکنے کے لیے تمہیں تہ خانے سے باہر آنا ہوگا۔ باہر نہیں آؤ گے تو اس عمارت کا جو حصہ وہ تہ خانے کی چھت ہے، ٹائم بم بلاسٹ ہوں گے، تہ خانے میں دب کر مر جاؤ گے۔"

"پلیز میری بات سن لو۔ مجھے تھوڑی سی مہلت دو۔"

"کتنی مہلت؟"

"میں دو گھنٹے کے بعد باہر آجاؤں گا۔"

"اس کا مطلب ہے، دو گھنٹے کے اندر یہاں زبردست حملہ ہونے والا ہے۔"

"نن۔۔۔ نہیں۔ تم غلط سمجھ رہے ہو۔"

"تم صحیح سمجھا دو۔ کیا تہ خانے سے باہر آنے پر مار دیے جاؤ گے؟"

"وہ۔۔۔ وہ دراصل میں ایک بہت ہی اہم کام میں مصروف ہوں۔ یہ کام دو گھنٹے میں مکمل ہو جائے گا۔"

"تم اپنا کام کرو۔ میں اپنا کام کر رہا ہوں۔ مجھے فرش پر دس ٹائم بم سیٹ کرنے میں صرف پندرہ منٹ لگیں گے۔"

"اچھا صرف ایک گھنٹے کی مہلت دے دو۔"

"میں تم سے باتیں کرتا جا رہا ہوں اور ایک ایک پیغام کر بم رکھ رہا ہوں۔ ٹھیک دو منٹ کے بعد تمام بلاسٹنگ کا ایک ہی وقت مقرر کر کے یہاں سے جا گا۔"

میں کسی جگہ بم نہیں رکھ رہا تھا۔ صرف دھمکی تھا۔ وہ خوف زدہ ہو کر بولا۔ "بم نہ رکھو۔ میں آرہا ہوں آرہا ہوں۔"

"باہر آنے سے پہلے بتاؤ۔ چور دروازہ کہاں ہے؟"

"میرے بیڈ روم میں بستر کے نیچے فرش پر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے بیڈ روم میں رہوں گا۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ میں اب تک اس عمارت کے ہر حصے کو دیکھ چکا تھا۔ بیڈ روم تھے ان کے بیڈ کے نیچے فرش وغیرہ کو بھی میں نے اچھی طرح دیکھ لیا تھا۔ اب دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے کس طرح دھوکا دے کر کہاں سے نکل کر قاتلانہ حملہ کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اپنی پشت پر ضروری سامان کی کٹ باندھ لی۔ سر پر چشمہ پہن لیا۔ برف پر تیزی سے پھسلنے کے لیے اسکیٹنگ

سامان ایک شانے پر رکھ لیا۔ اسی ہاتھ میں ایک ریوالور تھا اور دوسرے ہاتھ میں ڈیٹیکٹو آلہ لے کر عمارت سے باہر آیا پھر اس آلے سے خفیہ بموں اور بارودی سرنگوں کا سراغ لگاتا ہوا، ان سے بچتا ہوا عمارت سے بہت دور نکل آیا۔ وہ اپنی عمارت کو مجھ سے بہتر جانتا تھا۔ پتا نہیں کہاں کہاں سے چھپ کر حملے کرتا۔ میں نے اس کا موقع ہی نہیں دیا۔ اس عمارت سے دو کلو میٹر دور کھلی جگہ آگیا۔ وہاں چھپنے کے لیے برف سے ڈھکے ہوئے درخت اور چھوٹے بڑے برفانی ٹیلے تھے۔

وہ کسی چور دروازے سے نکل کر عمارت کے اندر آچکا ہوگا اور چھپ چھپ کر مجھے تلاش کر رہا ہوگا۔ میں ایک موٹے تنے والے درخت کے پیچھے سے دوربین کے ذریعے عمارت کو دیکھ رہا تھا۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد اس موبائل فون کا بزر بولنے لگا جسے میں رومی کے بیڈ روم سے لایا تھا۔

وہ مجھے عمارت کے اندر نہ پا کر فون کے ذریعے میری آواز سننا اور مجھ سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں کہاں ہوں؟

اگر میں اپنا فون آن کرتا تو سرد ہوا کے تھپیڑوں کی آواز سن کر اسے معلوم ہو جاتا کہ میں عمارت سے باہر دور کھلی جگہ پہنچا ہوا ہوں۔ فون کا بزر بڑی دیر تک بولتا رہا پھر خاموش ہو گیا۔

میں نے اس کی حالت کا اندازہ لگایا۔ وہ کل سے بھوکا پیاسا تھا لیکن میرے خوف سے کچن میں نہیں جا رہا ہوگا۔ پہلے میرا خاتمہ کرنا چاہتا ہوگا یا سمجھوتا کرنا چاہتا ہوگا اب میرے گم ہونے پر یہ سمجھ گیا ہوگا کہ میں سمجھوتا نہیں کروں گا۔ نشانے پر آتے ہی اسے گولی مار دوں گا۔ گویا موت عمارت کے اندر اس سے آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا۔ وہ ایک ہاتھ سے رومی کی گردن پکڑے، ہاتھ میں ریوالور لیے رومی کو اپنے سامنے ڈھال بنا کر باہر برآمدے میں آیا۔ اس کے پاس بھی اسکیٹنگ کا سامان تھا۔ اس نے رومی کو ڈیٹیکٹو آلہ دیا تھا تاکہ وہ بارودی سرنگ کا سراغ لگاتی ہوئی اسے بحفاظت عمارت سے دو کلو میٹر دور لے آئے۔

میں درخت کے پیچھے سے ٹیلی اسکوپک رائفل لے کر ٹارگٹ لینس پر پیری برٹن کو دیکھنے لگا۔ وہ بارودی سرنگوں کو پار کر چکے تھے۔ اب کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ایک میں ہی خطرہ تھا۔ اسے نظر نہیں آرہا تھا۔ کمبخت نے رومی کو اس طرح پکڑ رکھا تھا کہ وہی بار بار میرے نشانے پر آرہی تھی اور وہ انہی درختوں کی طرف آرہا تھا جن میں سے ایک کے پیچھے میں چھپا ہوا تھا۔

عین اس وقت اس کے فون کا بزر بولنے لگا۔ اس نے رومی کی گردن چھوڑ دی لیکن اسے نشانے پر رکھا۔ دوسرے ہاتھ سے موبائل کو آن کر کے اسے کان سے لگا کر بولا۔ "ہیلو! میں پیری برٹن بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "تمہاری آواز صاف نہیں ہے۔ تیز ہواؤں کا شور سنائی دے رہا ہے۔"

"میں اپنے مکان سے باہر آگیا ہوں۔ پتا نہیں پارس کہاں گم ہو گیا ہے۔ تمہارے کمانڈوز کہاں مر گئے ہیں؟"

"تم سمجھتے کیوں نہیں ہو۔ ہزاروں میل کا سفر طے کرنے میں دیر لگتی ہے۔ وہ ایک آدھ گھنٹے میں ضرور پہنچیں گے۔"

میں نے دیکھا۔ غصہ دکھانے اور باتیں کرنے کے دوران میں ریوالور رومی کی طرف سے ذرا ہٹ گیا تھا۔ میں نے اسی لمحے میں رائفل کا ٹریگر دبا دیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ ریوالور ہاتھ سے گرا۔ میں درخت کے پیچھے سے اچھل کر اس کے سر پر پہنچ گیا۔ وہ دوسرے ہاتھ سے ریوالور اٹھانا چاہتا تھا۔ میں نے ریوالور پر ایک پاؤں رکھ کر دوسرے پاؤں سے اسے ٹھوکر ماری۔ وہ الٹ کر دوسری طرف چلا گیا۔ اس کی پسلی کی طرف خون لباس کو بھگوتے ہی سردی کے باعث جم گیا تھا۔

وہ دوبارہ برف کی سطح سے نہ اٹھ سکا۔ بڑی بے بسی سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "کل سے تمہارے رشتے دار مجھے ہلاک کرنے آرہے ہیں۔ ایک آدھ گھنٹے میں دوسرے رشتے دار بھی آنے والے ہیں۔ جب تم نے اور تمہارے باپ امریکا نے مجھے مار ڈالنے کی قسم کھائی ہے تو میں تمہیں زندہ کیوں چھوڑوں؟"

میں نے یکے بعد دیگرے کئی گولیاں اس کے جسم میں پیوست کر دیں۔ اس برفانی علاقے میں اس کے جسم کے اندر جو گرمی تھی، وہ زندگی کی گرمی ہمیشہ کے لیے سرد پڑ گئی۔ میں نے رومی سے کہا۔ "اس کا ہیلمٹ اور چشمہ پہن لو۔ سامان کی کٹ بھی کام آئے گی۔"

اس نے وہ تمام چیزیں لے لیں۔ ہم دونوں نے اسکیٹنگ کے پیڈ پیروں میں باندھے پھر دو اسٹکس کے ذریعے وہاں سے پھسلتے ہوئے تیزی سے جانے لگے۔

رومی ایک اسمگلر کے گروہ میں رہ کر وہاں کے راستوں سے واقف تھی اس لیے وہ مجھ سے آگے جا رہی تھی۔ ہمیں پتا تھا کہ وہاں کمانڈوز آنے والے ہیں اس لیے ہم وہاں سے بہت دور نکل جانا چاہتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہی طیاروں کی

دھیمی دھیمی آواز سنائی دی۔ رومی نے رک کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "کسی برفانی چٹان کے نیچے چلو تاکہ فضائی پرواز کرنے والے ہمیں نہ دیکھ سکیں۔"

ہم راستہ بدل کر ایک پہاڑی کے دامن میں آگئے۔ وہاں برف کے اونچے نیچے ٹیلوں کے درمیان چھپ کر دیکھنے لگے۔ چھ فوجی طیارے پرواز کرتے ہوئے اس دو منزلہ عمارت کی طرف جارہے تھے۔ جب وہ دور جاتے ہوئے برف کی دھند میں نظروں سے اوجھل ہوگئے تو میں نے انجان بن کر پوچھا۔ "تم میرے آگے جانے لگتی ہو۔ کیا یہاں کے راستے جانتی ہو؟"

وہ نہیں جانتی تھی کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور اس کے چور خیالات کو پڑھ رہا ہوں۔ وہ بولی۔ "یہاں سے تقریباً ستر کلو میٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ وہاں پہنچ کر ہم دشمنوں سے محفوظ رہیں گے۔"

میں اس کے پیچھے چلنے لگا۔ وہ اسی اسمگلر کے گروہ میں جارہی تھی' جس کے ساتھ پہلے رہا کرتی تھی۔ وہ اسمگلر تو مارا گیا تھا مگر اس کا ایک بھائی زندہ تھا۔ رومی کو یقین تھا کہ اسمگلنگ کا دھندا ابھی جاری ہوگا۔

وہ بظاہر میری احسان مند تھی لیکن اندر سے خوفزدہ تھی۔ پچھلی رات سے دیکھتی آرہی تھی کہ میں نے تنہا درجنوں دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے پھر یہ کہ میں تنویمی عمل بھی جانتا ہوں۔ جب اسے پیری برٹن کے عمل سے نجات دلا سکتا ہوں تو اسے اپنی کنیز اور تابعدار بنا کر اس کی آئندہ زندگی برباد کرسکتا ہوں۔ وہ صرف اپنے پرانے ساتھیوں پر بھروسا کرتی تھی اس لیے مجھے انہی کے پاس لے جارہی تھی۔

میں نے رومی کو پیری برٹن کے تنویمی عمل سے نجات دلانے کے لیے اس کا برین واش کیا تھا۔ اس طرح پیری برٹن کا عمل مٹ گیا تھا لیکن میں اس وقت رومی کو اہمیت نہیں دے رہا تھا پھر یہ کہ اس پر باقاعدہ تنویمی عمل کرکے اس کے چور خیالات پڑھنے کا وقت نہیں تھا۔ میرا تجربہ کہہ رہا تھا کہ بہت جلد مجھ پر منظم حملہ ہونے والا ہے اس لیے میں پیری برٹن کو تہ خانے سے باہر آنے پر مجبور کرنے میں مصروف ہوگیا تھا۔

اب برف کی ناہموار سطح پر تیز رفتاری سے پھسلتے ہوئے ایک لمبا سفر طے کرنے کے دوران میں رومی کے خیالات مسلسل نہیں پڑھ سکتا تھا۔ فی الوقت اتنا معلوم کیا تھا کہ وہ مجھے اپنے اسمگلر ساتھیوں کے پاس لے جارہی ہے۔

ہم اسکیٹنگ پیڈ پر کھڑے رہ کر مسلسل پھسلتے ہوئے ایک ایسی جگہ آئے' جہاں دو چار سو افراد چند مکانوں میں رہتے تھے۔ وہاں کے لوگوں نے ہمارا استقبال کیا۔ ہمارے لیے کھانے اور کافی کا انتظام کیا۔ وہ سب روسی زبان بول رہے تھے۔ رومی نے پوچھا۔ "تم یہ زبان جانتے ہو؟"

میں جانتا تھا لیکن انکار میں سر ہلا کر بولا۔ "میں صرف انگریزی اور فرانسیسی زبان جانتا ہوں۔ یہ شخص ابھی تم سے کیا کہہ رہا تھا۔"

"مجھ سے پوچھ رہا تھا' ہم کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جارہے ہیں؟ میں نے کہا ہے کہ کرغان سے آرہے ہیں۔ اب کیکی ٹاؤن جارہے ہیں۔"

ہم آتش دان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ سرد علاقے میں ہلکی ہلکی گرمی اچھی لگ رہی تھی۔ رومی نے کہا۔ "میرا موبائل فون دے دو۔ میں کیکی ٹاؤن میں اپنے ایک عزیز کو اطلاع دوں گی کہ اپنے ایک فرینڈ کے ساتھ آرہی ہوں۔ وہ ہماری رہائش کا انتظام کرے گا۔"

میں نے اسے موبائل فون دیتے ہوئے کہا۔ "تم پہلے باتیں کرلو پھر مجھ سے بھی بات کراؤ تاکہ وہاں پہنچنے سے پہلے ہماری کچھ شناسائی ہوجائے۔"

"میرا وہ عزیز صرف روسی زبان جانتا ہے۔ تم سے انگریزی یا کسی بھی دوسری زبان میں گفتگو نہیں کرسکے گا۔"

میں نے مایوس ہوکر کہا۔ "پھر تو مجبوری ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہاں کے سب ہی لوگ صرف روسی زبان جانتے ہیں۔ میں تو وہاں گونگا بن کر رہ جاؤں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "ایسی بات نہیں ہے۔ وہاں کے بعض لوگ انگریزی بولتے ہیں۔ پھر میں جو تمہارے ساتھ بولتی رہوں گی۔ تمہیں گونگا نہیں بننے دوں گی۔"

اس نے فون پر رابطہ کیا پھر روسی زبان میں بولی۔ "میں رومی بول رہی ہوں۔ کیا اتنے عرصے بعد میری آواز سن کر حیران ہو؟"

میں نے اس کے دماغ میں رہ کر دوسری طرف کی آواز سنی۔ ایک شخص بول رہا تھا۔ "رومی؟ یہ تم ہو؟ اتنے عرصے تک کہاں رہی ہو؟ اور ابھی کہاں سے بول رہی ہو؟"

"میری داستان بہت لمبی ہے۔ فون پر اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ جس دو منزلہ عمارت کے قریب اسمگلنگ کا مال لے جاتے وقت تمہارا بھائی اور دوسرے ساتھی بارودی سرنگ کے ذریعے ہلاک ہوئے تھے' اسی عمارت کے مالک پیری برٹن نے مجھ پر تنویمی عمل کرکے قیدی بنایا ہوا تھا۔"

"پھر تم کیسے آزاد ہوگئیں؟"

"وہاں پیری برٹن کا ایک دشمن پہنچ گیا تھا۔ اس کا نام پارس ہے۔ میرے ساتھ وہاں آرہا ہے۔ اس کے سامنے صرف یہی زبان بولنا۔ یہ ہماری زبان نہیں جانتا ہے۔"

"کیا تم اسے لانا ضروری سمجھتی ہو؟"

"ہاں۔ یہ بہت چالاک اور دلیر ہے۔ میں چاہتی ہوں تم اسے اپنے طور پر آزماؤ۔ اگر یہ ہمارے اسمگلنگ کے دھندے میں ساتھ دے گا تو اس کی ذہانت اور دلیری سے ہمیں بہت فائدہ پہنچے گا۔"

دوسری طرف جو بول رہا تھا اس کا نام ایمون زونا تھا۔ میں رومی کو چھوڑ کر اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ معلوم ہوا کیکی ٹاؤن میں پہلے ایمون زونا کا بڑا بھائی ایک بے تاج بادشاہ تھا۔ اس کی موت کے بعد ایمون زونا اسمگلروں کا سرغنہ بن گیا ہے۔ وہ کوئی معمولی اسمگلر نہیں تھا۔ ایٹم بم بنانے کے لیے یورینیم لازمی ہوتا ہے۔ اسے لینن گراڈ میں بڑی حفاظت سے سخت پہرے میں رکھا جاتا ہے لیکن جرائم کی دنیا میں بڑے بڑے بازیگر ہوتے ہیں' لاکھ پہرے کے باوجود کسی حد تک وہاں سے یورینیم اسمگل کرتے ہیں۔

اگر یورینیم کی کمی ہو تو پلاٹینیم کی کچھ زیادہ مقدار سے بھی ایٹم بم تیار کیے جاسکتے ہیں۔ ایمون زونا اور اس کے بھائی نے کیکی ٹاؤن میں ایک انڈر گراؤنڈ ری پروسیسنگ پلانٹ قائم کیا تھا۔ دونوں بھائی سائنس داں تھے۔ یورینیم کے استعمال کے بعد جو اس کا فضلہ باقی رہ جاتا تھا' وہ دونوں بھائی اپنے پلانٹ میں اس فضلے سے پلاٹینیم تیار کرتے تھے اور اسے ایشیا کے کئی ممالک میں اسمگل کرتے تھے۔

ایشیا میں بھارت ایک ایسا ملک ہے جو ایٹمی دور میں سب سے آگے رہ کر اس خطے کا سپر پاور بننے کی کوشش میں رہتا ہے اور اپنی ان مصروفیات کے ذریعے پاکستان کو اپنے دباؤ میں رکھنا چاہتا ہے۔

ایٹمی طاقت بننے کے لیے خاصی مقدار میں یورینیم یا پلاٹینیم لازمی ہوتا ہے اور یہ ایسی نایاب چیزیں ہیں' جو عالمی مارکیٹ کے مجرموں سے اسمگلنگ کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے۔

ایمون زونا کے چور خیالات سے پتا چلا کہ اس کے ری پروسیسنگ پلانٹ میں جو پلاٹینیم تیار ہوتا ہے اسے آج کل اسمگل کرکے بھارت پہنچانے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

اسمگلنگ کے لیے وہی راستہ مختصر اور محفوظ تھا' جہاں پیری برٹن رہا کرتا تھا۔ ایمون زونا کے کئی آدمی وہاں بارودی سرنگ کے ذریعے ہلاک ہوگئے تھے تب سے عارضی طور پر اسمگلنگ رک گئی تھی۔ ان اسمگلروں کو کرغان کے بعد افغانستان سے گزرنا پڑتا تھا۔ وہاں طالبان جب سے فتوحات حاصل کررہے تھے تب سے اسمگلنگ کا مال وہاں سے لے کر گزرنا محال ہورہا تھا۔

ایک بار پاکستان کے شمالی علاقے سے کافی مقدار میں یورینیم اور پلاٹینیم کو اسمگل کرکے بھارت پہنچانے کے لیے بڑے ٹھوس انتظامات کیے گئے۔ کسٹم اور فوجی افسران کو بھاری رقمیں دے کر خریدا گیا لیکن جب وہ مال پاکستان میں داخل ہوا تو بازی پلٹ گئی۔ پتا چلا کہ جن کسٹم افسران اور پاکستان کے آرمی افسران نے بڑی رشوت لی تھی' وہ محض ایک ڈراما تھا۔ ان خریدے جانے والے فوجیوں نے ہی پاکستان میں تمام یورینیم اور پلاٹینیم ضبط کرلیا۔

کئی ماہ سے ایمون زونا اسمگلنگ کے سلسلے میں بھاری نقصان اٹھا رہا تھا۔ اب پلاٹنگ کی جارہی تھی کہ تبت کے راستے وہ مال بھارت پہنچایا جائے۔ اگرچہ وہ راستہ بہت لمبا اور دشوار گزار تھا لیکن پچھلے نقصانات کو پورا کرنے کے لیے فی الوقت وہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔

رومی نے اس سے باتیں کرنے کے بعد فون بند کرکے اپنے پاس رکھ لیا۔ میں نے کہا۔ "بڑی لمبی باتیں کررہی تھیں۔ تمہارا انداز بتا رہا تھا کہ وہ تمہارا عزیز ہی نہیں عزیز از جان بھی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ہاں وہ مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اگر وہ کمینہ پیری برٹن مجھے قیدی نہ بناتا تو اب تک میری شادی ایمون زونا سے ہوجاتی۔"

"اچھا تو تم جس سے باتیں کررہی تھیں' اس کا نام ایمون زونا ہے؟"

"ہاں یہ بتاؤ۔ کیا تم وہی پارس ہو' جس کے باپ فرہاد علی تیمور کو قتل کردیا گیا ہے؟"

"ہاں۔ وہ میرے والد تھے لیکن انہوں نے ہلاکت سے پہلے ہی مجھے عاق کردیا تھا۔ مجھ سے باپ کا نام چھین لیا تھا اور مجھے اپنے خاندان سے نکال دیا تھا لیکن خون کبھی جدا نہیں ہوتا۔ میں ان کے قاتلوں سے انتقام لیتا ہوا' بھٹکتا ہوا پیری برٹن کی اس رہائش گاہ تک پہنچ گیا تھا۔"

"کیا باپ کی موت کے بعد خاندان والے تمہیں قبول نہیں کریں گے؟"

"نہیں کریں گے۔ خاندان کا سربراہ اپنی زندگی میں جو فیصلہ کردیتا ہے اس کی موت کے بعد بھی اس فیصلے پر عمل

ہوتا رہتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' تم بے گھر اور بے در ہو۔"

"ہاں' مگر کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ اپنی عقل سے اور قوتِ بازو سے اپنی زندگی کو خوش حال بنا سکتا ہوں۔"

"بے شک تم بہت دلیر اور چالاک ہو۔ آئندہ کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا ہے۔ آئندہ جہاں دولت کمانے کا موقع ملے گا' وہیں ڈیرا ڈال دوں گا۔"

میزبان نے ہمارے سامنے کھانے کی ڈشیں لاکر رکھیں۔ روی نے میری بات پر مسکرا کر مجھے دیکھا پھر کھانے کی طرف متوجہ ہوگئی۔ میں بھی کھاتے ہوئے سوچنے لگا' تقدیر مجھے خوب بھٹکا رہی ہے۔ اب تک ایک مکان کے اندر رہ کر درجنوں حملہ آوروں کو ٹھکانے لگاتا رہا۔ اب ایسے ایک ٹاؤن میں جارہا ہوں' جہاں اسمگلروں کی حکمرانی ہے۔ وہ مجرم وہاں ہزاروں کی تعداد میں ہیں لیکن میں بھی اکیلا نہیں ہوں۔ خدا ہمیشہ میرے ساتھ رہا ہے۔

○☆○

پورس کا سامنا ایک بہت بڑے چیلنج سے تھا۔ اس نے ماضی میں ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوائیں بنائی تھیں۔ ان دواؤں کو پارس چرا کر لے گیا تھا۔ اس بار پارس نے پھر اسے چیلنج کیا تھا کہ وہ غیر معمولی دواؤں کے نسخوں کے ذریعے حیرت انگیز دوائیں تیار نہیں کرسکے گا۔

پورس کے لئے یہ ایک اطمینان اور خوشی کی بات تھی کہ پارس نے اس کے تمام اہم نسخے واپس کردیے تھے۔ اب اس نے دل ہی دل میں قسم کھائی کہ اس بار دواؤں کی تیاری کے دوران میں پارس کو مداخلت کا موقع نہیں دے گا اور ایسی چالیں چلے گا کہ پارس اس کی تیار شدہ دواؤں کے قریب بھی نہیں پھٹک سکے گا۔

ایسی ٹھوس تدابیر سوچنے اور چالیں چلنے سے پہلے اس نے اپنے چند ماتحتوں کو فون پر کہا۔ "میں اپنی رہائش گاہ تبدیل کررہا ہوں۔ اپنے تمام ساتھیوں کو ہدایات دو کہ وہ مختلف گاڑیوں میں میرے نزدیک اور دور رہیں۔ جس پر بھی شبہ ہو کہ وہ میرا تعاقب کررہا ہے تو مجھے فوراً اطلاع دیں پھر میں تعاقب کرنے والے سے خود نمٹ لوں گا۔"

اس نے پارس اور ثانی کی نظروں سے اوجھل ہوجانے کے لئے بڑی احتیاط سے اپنے انتظامات کئے کہ کوئی تعاقب کرتا ہوا ان کی ..... نئی رہائش گاہ تک نہ پہنچ سکا۔ اس نے جلال پاشا کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی پھر نئی رہائش گاہ پر پہنچ کر کہا۔ "انکل! ہم آپ سے گستاخی کررہے ہیں۔ آپ اسی طرح اپنے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے رہنے دیں۔ آپ کی آنکھوں کو بھی کچھ نظر نہیں آئے گا تو پارس اور ثانی کو ہماری نئی خفیہ پناہ گاہ کے بارے میں معلوم نہیں ہوسکے گا۔"

جلال پاشا نے کہا۔ "بیٹے! میں تمہاری' ناصرہ کی اور اس کی سلامتی کے لئے اسی طرح اندھا بن کر رہوں گا۔"

ثانی نے کہا۔ "ابو! ہم آپ کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کرکے جارہے ہیں۔ ایک جگہ خفیہ پلانگ کریں گے پارس کا کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا آپ کے دماغ پر قبضہ جما کر آپ کو اس کمرے سے باہر نہیں لے جاسکے گا۔"

"بیٹی! میری یہ توہین نہیں ہورہی ہے۔ تم مجھے یہاں چھوڑ دو' پورس اور ناصرہ کے ساتھ جاؤ۔ اس کمرے کے دروازے کو باہر سے بند کردو۔"

ان تینوں نے جلال پاشا کو وہاں چھوڑ کر باہر آکر دروازے کو بند کیا پھر اس بنگلے کے ایک آخری کمرے میں آکر بیٹھ گئے۔ ناصرہ نے کہا۔ "مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے وہ شیطان ہمیں چھپ کر دیکھ رہا ہے اور ہماری باتیں سننے کے لئے کہیں موجود ہے۔"

پورس نے کہا۔ "ہمارے آدمی جو ہماری نگرانی کررہے تھے' وہ بہت چالاک اور تجربے کار ہیں۔ تم اطمینان رکھو' ثانی یہاں تک نہیں پہنچ سکے گی اور پارس بھی یہاں نہیں' کرغان میں ہے۔"

ثانی نے پوچھا۔ "آپ کن ڈاکٹروں سے کام لیں گے؟ کیا ان کی لیبارٹری تک آپ کا کوئی مخالف نہیں پہنچ سکے گا؟"

"ابھی تو میں یہ سوچ رہا ہوں کہ پارس کی پشت پر بابا صاحب کا بہت بڑا ادارہ ہے۔ اس ادارے سے اسے ہر طرح کی امداد حاصل ہوتی ہے۔ برے وقت میں اسے مشکلات سے نکالنے والے درجنوں جانباز پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں' میں تنہا ہوں۔ میں اس سے کسی طرح کم نہیں ہوں۔ کمی صرف یہ ہے کہ میرا اپنا کوئی فعال ادارہ نہیں ہے۔ مجھے بھی اس کی طرح وسیع ذرائع اور بے حد اختیارات کا مالک بننا چاہیے۔"

ثانی نے کہا۔ "میرے ابو نے مرلی دھر باندرے اور اس کی بہن کے ساتھ ایسا ہی ایک مضبوط ادارہ بنانے کی کوشش کی تھی مگر ہم ناکام رہے۔"

"مرلی دھر باندرے اور اس کی بہن خود غرض تھے۔ کسی بہت بڑے ادارے کو قائم رکھنے کے لئے خود غرضی نہیں' کشادہ دلی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ثنا! تم مسلمان ہو مگر میں بھگوان کو حاضر و ناظر جان کر پوری فراخدلی سے تمہیں اپنی سگی بہن سمجھتا ہوں۔ میرے' تمہارے' ناصرہ کے اور انکل کے درمیان کوئی خود غرضی نہیں ہے۔"

"کیا آپ ایک بہت بڑا اور مضبوط ادارہ قائم کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں بے شمار وفاداروں کی فوج' وسیع ذرائع اور لامحدود اختیارات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہ کھلونے نہیں ہیں کہ ایک ہی دن میں بازار سے جاکر خرید لئے جائیں۔"

ناصرہ نے پوچھا۔ "پھر یہ کیسے بنے گی؟ تم ایک مضبوط ادارہ کیسے قائم کروگے؟"

"حکمتِ عملی سے بہت کچھ ہوسکتا ہے۔ میں نے ثانی سے کہا ہے کہ چھ ماہ کے اندر غیر معمولی دوائیں تیار کروں گا اور پارس کو ان دواؤں کے قریب پہنچنے نہیں دوں گا۔ میرا یہ چیلنج اس وقت پورا ہوسکتا ہے' جب میرے پاس فوجی یا غیر فوجی طاقت' وسیع ذرائع اور اختیارات ہوں اور میں یہ سب کچھ چند ہفتوں یا چند مہینوں میں حاصل کروں گا۔"

ناصرہ نے کہا۔ "پورس! تم جو کہتے ہو' وہ ضرور کرتے ہو مگر اتنا بڑا کام کیسے کروگے؟"

پورس نے کہا۔ "ہماری دنیا میں بڑے بڑے طاقتور ادارے ہیں۔ ایسے مضبوط ادارے ہیں جو مجرمانہ سرگرمیوں کے ذریعے اپنے ملکوں کے حکمرانوں کو بھی لاچار اور مجبور کردیتے ہیں اور ملکی قوانین کی جگہ اپنے قوانین نافذ کرتے ہیں۔ اگر ہم ایسی کسی بہت طاقتور مافیا کے گاڈ فادر کو ٹریپ کرکے انکل اور ثنا کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے اپنا تابعدار بنالیں تو وہ برائے نام گاڈ فادر رہے گا اور اس کے پیچھے ہماری حکمرانی ہوگی۔ اس ملک میں سیکڑوں ڈاکٹر اور لیبارٹریز ہوں گی۔ وہاں رازداری سے دوائیں تیار ہوں گی اور اس دوران میں ہم میں سے کوئی ثانی اور پارس کو نظر نہیں آئے گا۔"

"یہ تو بڑی ہی لاجواب حکمتِ عملی ہوگی۔ جب تمہارے بے شمار جان نثار کسی لیبارٹری کے اندر اور باہر مستعد رہیں گے تو پارس کا سایہ بھی لیبارٹری کے اندر نہیں جاسکے گا۔"

ثنا نے پوچھا۔ "کیا آپ کی نظروں میں ایسا کوئی مضبوط اور رعب اور دبدبے والا گاڈ فادر ہے جسے میں ٹریپ کرسکوں؟"

"ہاں' ہمیں اب بھارت سے بہت دور امریکا جانا چاہیے۔ میری معلومات کے دائرے میں کئی مافیا کے گاڈ فادر ہیں لیکن میں کولمبیا کے ایک گاڈ فادر کو شکنجے میں لینا چاہتا ہوں۔"

وہ انہیں بتانے لگا کہ کولمبیا لاطینی امریکا کا ایسا ملک ہے جہاں جمہوری نظام سے زیادہ ڈرگ مافیا مستحکم ہے۔ پولیس' عدلیہ' انتظامیہ اور سیاسی جماعتوں پر اس کا اثر رسوخ اتنا ہے کہ یہ مافیا ایک حکومت کا تختہ الٹ کر دوسری حکومت قائم کردیتی ہے۔ جس سیاست داں کو حکومت سے نکالنا ہو' اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال دیتی ہے۔

ڈرگ مافیا اس قدر طاقتور اس لئے ہے کہ منشیات کے بڑے بڑے کاروباریوں کی اپنی فوجیں ہیں۔ اس ملک میں سات سو... ٹن سے زیادہ منشیات کی پیداوار ہے۔ ایک امیر کبیر شخص کارسیلو نے رفتہ رفتہ منشیات کی تمام پیداوار پر قبضہ جمالیا ہے اور اس کے چھوٹے بیوپاریوں کو اپنا ماتحت بنا لیا ہے۔

یہ کارسیلو کتنا خطرناک اور موقع پرست ہے' یہ آئندہ کولمبیا پہنچ کر معلوم ہوگا۔ فی الحال پورس' ناصرہ اور ثنا فرضی ناموں سے پاسپورٹ وغیرہ بنوانے لگے۔ جلال پاشا نے کہا۔ "مجھے نہ بتاؤ کہ کہاں جارہے ہو۔ جب تک میں سانس روکنے اور خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں ہوجاؤں گا' اس وقت تک میں تم تینوں سے دور رہوں گا۔ پوری طرح دماغی توانائی حاصل کرنے کے بعد خود ہی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کروں گا اور تم لوگ جہاں رہو گے' وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

ثنا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے متعلقہ افسران کے دماغوں پر قبضہ جما کر فرضی ناموں سے پاسپورٹ اور دیگر اہم قانونی کاغذات بنوائے تھے اور وہاں رہنے کے لئے گرین کارڈ بھی حاصل کیا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں' پورس نے اپنے دو خاص ماتحتوں کے لئے بھی پاسپورٹ اور کاغذات تیار کرائے تھے۔ ان ماتحتوں کو تاکید کی تھی کہ ان کے ساتھ ایک ہی فلائٹ میں سفر کریں اور بڑی رازداری سے معلوم کریں کہ اس فلائٹ میں ثانی اور پارس بھیس بدل کر موجود ہیں یا نہیں؟ ان کے علاوہ ان کے جانباز بھی ہوسکتے ہیں' وہ اپنے جاسوسی طور طریقوں سے پہچانے جاسکتے ہیں۔

وہ بڑے محتاط انداز میں ایک فلائٹ کے ذریعے ممبئی سے روانہ ہوا۔ وہ فلائٹ انہیں لندن تک لے گئی۔ دو گھنٹے بعد وہ دوسری فلائٹ سے نیویارک اور پھر تیسری فلائٹ سے کولمبیا پہنچنے والے تھے۔ اس نے جان بوجھ کر فلائٹس تبدیل کرتے رہنے کا طریقہ اختیار کیا تھا۔ خیال تھا کہ ایسی

تبدیلیوں کے دوران میں ان کا کوئی نہ کوئی تعاقب کرنے والا نظروں میں آجائے گا۔

لندن پہنچنے تک انہیں کسی مسافر پر شبہ نہیں ہوا۔ وہاں سے آگے سفر کرنے والوں کو ہیتھرو ائرپورٹ کے ریستوران اور شاپنگ گیلری میں جانے کی اجازت تھی۔ وہ تینوں ایک ریستوران میں آئے۔ ایک میز کے اطراف بیٹھ کر کھانے کا آرڈر دیا۔ ثنا، پورس اور ناصرہ سے معذرت کرکے لیڈیز ٹائلٹ میں گئی۔ وہاں سے پانچ منٹ کے بعد دوسرے دروازے سے باہر آئی۔ ادھر شاپنگ کے لئے کئی خوبصورتی سے سجی ہوئی دکانیں تھیں۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے بے دھیانی میں دوسرے دروازے سے باہر آئی تھی۔ ان دکانوں کو دیکھ کر غلطی کا احساس ہوا۔ وہ واپس پلٹ کر دوسرے دروازے کی طرف جانا چاہتی تھی کہ اسی وقت پورس نے آواز دی۔ "ثنا! یہاں آؤ!"

اس نے پورس کو دیکھ کر قریب آکر پوچھا۔ "آپ یہاں ہیں؟"

"ہاں۔ ناصرہ کے لئے ایک نیکلس پسند کررہا ہوں۔ تم بتاؤ یہ نیکلس کیسا رہے گا؟"

وہ نیکلس کو ہاتھ میں لے کر دیکھتے ہوئے بولی "ونڈر فل! آپ کا انتخاب اچھا ہے۔ ناصرہ بھابی کو پسند آئے گا۔"

"عورتوں کی خریداری میں عورتیں ضرور کوئی خامی نکالتی ہیں۔ تم ایک نیکلس کا انتخاب کرو۔"

ثنا مختلف نیکلس دیکھنے لگی۔ پورس نے ایک نیکلس اٹھا کر پوچھا۔ "یہ کیسا رہے گا؟"

وہ اسے بھی ہاتھ میں لے کر بولی۔ "واہ بھائی جان! آپ کا انتخاب لاجواب ہوتا ہے۔"

"ایسا کرتا ہوں کہ دونوں نیکلس خرید لیتا ہوں۔ جو ناصرہ کو پسند آئے، وہ اسے پہن لے گی۔ دوسرا تم پہن لینا۔"

اس نے دکاندار سے کہا۔ "دونوں کو پیک کردو۔"

دکاندار نے انہیں پیک کردیا۔ پورس نے جیب سے پاؤنڈز کے بڑے نوٹ نکالتے ہوئے ثنا سے کہا۔ "تم نیکلس لے جاؤ۔ ناصرہ اکیلی ہوگی۔ میں ڈالرز میں کرنسی تبدیل کرکے ابھی آرہا ہوں۔"

وہ دونوں نیکلس کے خوبصورت ڈبے لے کر وہاں سے چلتے ہوئے باتھ روم کی طرف نہیں گئی۔ دوسری طرف سے گھوم کر ایک لمبا چکر کاٹ کر میز کے قریب آئی تو وہاں ناصرہ اور پورس بیٹھے سینڈوچز کھاتے ہوئے باتیں کررہے تھے۔ وہ حیرانی سے اپنی کرسی پر بیٹھ کر بولی۔ "بھائی جان! آپ اتنی جلدی مجھ سے پہلے پہنچ گئے؟"

ناصرہ نے پوچھا۔ "تمہارے بھائی جان کہاں گئے تھے کہ یہاں ان کے جلدی پہنچنے پر حیران ہورہی ہو؟"

"ابھی تو ہم جیولرز کی دکان پر تھے۔ کیوں بھائی جان؟"

پورس نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ ڈبے کھول کر دونوں نیکلس ناصرہ کو دکھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "اس میں سے آپ کو جو پسند ہے، اسے پہن لیں۔ وہ سرائیں پہن لوں گی۔"

پورس فوراً ہی اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا شاپنگ گیلری کی طرف جانے لگا۔ ثنا نے ناصرہ سے پوچھا۔ "یہ اچانک اٹھ کر کہاں جارہے ہیں؟"

"ثنا! تم چونکا دینے والی باتیں کررہی ہو۔ تمہارے بھائی جان ایک لمحے کے لئے بھی اٹھ کر میرے سامنے سے نہیں گئے اور تم کہہ رہی ہو کہ انہوں نے یہ دو نیکلس تمہیں خرید کردیئے ہیں؟"

ثنا نے حیرانی سے کہا۔ "اوہ خدایا! اب سمجھ میں آرہا ہے۔ وہ بھائی جان نہیں تھے، پارس تھا۔ وہ بدمعاش مجھے الو بنا کر گیا ہے۔"

وہ دونوں اٹھ کر ویٹر کو بل اور ٹپ دے کر اپنا مختصر سا سامان اٹھاتے ہوئے ایک دوسرے سے بولیں۔ "تم ادھر جاؤ، اور آپ ادھر جائیں، وہ دشمن ابھی یہیں کہیں ہوگا۔"

ایک تیزی سے باہر گئی۔ دوسری نے وہیں ریستوران کے اندر گھوم گھوم کر مطلوبہ شخص کو دیکھا۔ وہ نظر نہیں آیا۔ وہ بھی ریستوران سے باہر آئی۔ وہ تینوں مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے پارس کو تلاش کررہے تھے پھر ایک جگہ ثنا اس سے ٹکرا گئی۔ اسے دیکھتے ہی پرس سے چاقو نکال کر کہا۔ "یہ محض پھل کاٹنے کا چھوٹا سا چاقو ہے لیکن میں تمہیں زخمی کرکے تمہارے دماغ میں پہنچ کر زلزلے پیدا کرسکتی ہوں۔"

پورس نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر کہا۔ "میری بہن! ایسی غلطی نہ کرنا میں پارس نہیں، تمہارا بھائی پورس ہوں۔"

"تم دوسری بار مجھے دھوکا نہیں دے سکو گے۔ میں پہلی بار تمہاری آواز اور لب و لہجے سے دھوکا کھا گئی تھی۔"

"ثنا! میں چاہوں تو پلک جھپکتے ہی تمہارے ہاتھوں سے چاقو گرا سکتا ہوں۔ مجھے پہچانو۔ میں تمہارا بھائی ہوں۔"

پیچھے سے ناصرہ نے بالکل اس کے قریب آکر کہا۔ "تم اس کے ہاتھ سے چاقو گرا سکتے ہو لیکن میرے زہر سے کیسے بچو گے؟ ذرا سی بھی حرکت کرو گے تو اپنے دانت تمہاری گردن میں پیوست کردوں گی۔"

وہ پریشان ہوکر بولا۔ "تم بھی مجھ پر شبہ کررہی ہو۔ چلو چھوڑو سہی۔ میرے لباس سے پہچانو۔ یہ پارس کے لباس سے مختلف ہوگا۔"

ثنا نے کہا۔ "تمہیں ایسا دوسرا لباس پہننے میں کتنی دیر لگے گی؟ اگر تم میرے بھائی جان ہو اور ہمارے ساتھ سفر کررہے ہو تو اپنا پاسپورٹ دکھاؤ۔"

"ہاں یہ تم نے دانشمندی کی بات کی ہے۔"

پورس نے جیب سے پاسپورٹ نکال کر دکھایا۔ ثنا نے پورس کا نام، اس کی ولدیت اور سفر کرنے کی تاریخ کی مہر وغیرہ دیکھنے کے بعد مسکرا کر کہا۔ "سوری بھائی جان! اس شیطان کی وجہ سے ہم نے آپ پر شبہ کیا۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم دونوں ہوشیار رہو۔ وہ چالباز اسی طرح کھیل ہی کھیل میں کوئی بڑا نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

جہاز کی روانگی کا وقت ہورہا تھا۔ وہ تینوں شاپنگ گیلری اور ویٹنگ روم سے گزر کر جہاز میں آکر اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ ثنا نے پورس سے کہا۔ "میں نے پہلی بار دھوکا کھایا ہے۔ کیا اس میں اور آپ میں ذرا سا بھی فرق نہیں ہے؟"

"فرق ہے مگر وہ چالباز دھوکا دینے کے لئے اس فرق کو مٹا دیتا ہے۔ میں فی الحال یہ سمجھنے کی کوشش کررہا ہوں کہ وہ لندن کیسے پہنچ گیا؟ کیا وہ جانتا ہے کہ ہم کرائے جارہے ہیں؟ اور کیوں جارہے ہیں؟"

ثنا نے کہا۔ "بھائی جان! ایک بات اور سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ اس نے پرسوں ممبئی میں ہم سے وہ ٹکٹ چھین لئے تھے۔ صبح معلوم ہوا کہ وہ ایشیا کے شمالی علاقے میں ہے۔ یعنی وہ کل کرغان میں تھا۔ آج لندن پہنچ گیا۔ کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے۔ جبکہ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ایک امریکی آرمی آفیسر کے چور خیالات سے معلوم کیا تھا کہ وہ کرغان میں کمانڈو زوغیرہ سے جنگ میں مصروف ہے۔"

پورس نے کہا۔ "کوئی زبردست چالبازی ہے۔ وہ اتنی جلدی امریکی کمانڈوز سے نمٹ کر اس ویران برفانی علاقے سے لندن نہیں پہنچ سکتا۔ اگر ابھی ہم نے اسے لندن میں دیکھا ہے تو کرغان میں کوئی بہروپیا پارس، بابا صاحب کے ادارے سے جاکر وہاں سرگرمیاں دکھا رہا ہے۔"

"لیکن ایسا کیوں کیا جارہا ہے۔ جگہ جگہ پارس کی موجودگی کیوں ظاہر کی جارہی ہے؟ اس حکمت عملی کے پیچھے کوئی گہرا راز ہے۔"

ناصرہ نے کہا۔ "اس پہلو پر غور کرو کہ اس نے ہمیں لندن میں دیکھا ہے۔ کیا اسے ہماری اگلی منزل کا بھی پتا ہے؟"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ ہم تینوں کے سوا کسی کو ہمارے منصوبے کا علم نہیں ہے۔ ہمارے دو ماتحت جو ہمارے ہم سفر ہیں، انہیں اتنا معلوم ہے کہ ہم نیویارک جارہے ہیں۔ وہاں سے آگے کی منزل کا علم انہیں بھی نہیں ہے۔"

ثنا نے کہا۔ "پارس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہم تینوں میں سے کسی کے دماغ میں پہنچ کر ہمارے منصوبے کو معلوم نہیں کرسکتا اور ممبئی میں ابو کو ہمارے منصوبے کا علم نہیں ہے۔"

"میں بھی یقین سے یہی سمجھتا ہوں۔ پارس کسی اہم معاملے میں لندن آیا ہوگا پھر وہ اتفاقاً ہمیں ائرپورٹ پر دیکھ کر یہ تاثر دینے کی کوشش کررہا ہے کہ اسے ہماری منزل اور منصوبے کا علم ہے۔ بہرحال ابھی منزل دور ہے۔ میں دیکھوں گا کہ لندن میں اس کا نظر آنا محض اتفاق ہے یا وہ ہمارا تعاقب کررہا ہے؟"

ثنا نے کہا۔ "میں ابھی آپ کے دونوں ماتحتوں سے پوچھ رہی تھی کہ انہوں نے وہاں پارس کی موجودگی کا نوٹس کیوں نہیں لیا۔ ایک کہہ رہا ہے۔ وہ ریستوران میں دور موجود تھا اور آپ کو ناصرہ بھابی کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ دوسرا سگریٹ خریدنے گیا تھا۔ اس نے آپ کو میرے ساتھ جیولرز کی دکان میں دیکھا تھا۔ جب میں دونوں نیکلس لے کر آپ دونوں کے پاس آئی تو دوسرا ماتحت سگریٹ کے کش لگاتا ہوا آپ کے پیچھے یعنی پارس کے پیچھے جانے لگا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ آپ ہیں۔ ائرپورٹ کے اس حصے میں صرف مسافروں کو کھانے پینے اور شاپنگ کرنے کی اجازت تھی۔ جب پارس ممنوعہ دروازے سے باہر جانے لگا تو وہاں کھڑے ہوئے افسر نے اسے باہر جانے سے نہیں روکا۔ وہ بھی اس کے پیچھے جانے لگا تو افسر نے اسے روک کر کہا۔ "جہاز سے اترنے والے مسافروں کو اس حصے سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

ماتحت نے کہا۔ "لیکن ابھی میرے باس باہر گئے ہیں اور آپ نے انہیں جانے کی اجازت دے دی۔"

افسر نے گھور کر کہا۔ "کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ ابھی یہاں سے کوئی باہر نہیں گیا ہے۔ ہم قانون کے مطابق رائل فیملی کو بھی یہاں سے گزرنے نہیں دیتے۔"

ماتحت کی سمجھ میں آیا کہ میں نے آپ کے باہر جاتے وقت اس افسر کو نائب دماغ کیا ہوگا اور آپ کے باہر جانے میں کوئی مصلحت ہوگی۔ آپ ابھی واپس آجائیں گے۔ جب وہ گھومتا پھرتا ہوا واپس آیا تو ہم تینوں کو اس جگہ پایا جہاں ہم

آپ پر پارس ہونے کا شبہ کر رہے تھے۔ اس نے یہی سمجھا کہ آپ کسی خاص مقصد سے باہر جا کر واپس آگئے ہیں۔"

ثنا کی رپورٹ سن کر ناصرہ نے کہا۔ "جب ہم ان دونوں کے ہم شکل ہونے سے دھوکا کھا گئے تھے تو وہ بیچارہ کیسے دھوکا نہ کھاتا۔"

پورس نے کہا۔ "اس ماتحت کے تعاقب کرنے سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ پارس اس جہاز کا مسافر نہیں ہے اور نہ ہی ہماری اگلی منزل کو جانتا ہے۔ جب وہ ممنوعہ راستے سے باہر جا رہا تھا تو اس کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے وہاں کھڑے ہوئے افسر کو غائب دماغ بنا دیا تھا۔"

ناصرہ نے پوچھا۔ "یہ سوچو کہ وہاں وہ آیا کیوں تھا؟ کیا مجھے اور ثنا کو نیکلس دینے کے لئے؟"

ثنا نے کہا۔ "میں تو یہ نیکلس نہیں پہنوں گی۔"

"تمہارے نیکلس نہ پہننے سے پارس کے لئے کیا فرق پڑے گا؟ وہ بڑی خاموشی سے مجھے چٹیچ کر گیا ہے کہ جب چاہے میرے قریب سے گزر سکتا ہے۔"

"یہ بھی تو چٹیچ ہو سکتا ہے کہ جس گلے میں نیکلس پہنا سکتا ہے' اس گلے کو کاٹ بھی سکتا ہے۔"

"ایسی بات نہ سوچو۔ اس کی دشمنی مجھ سے ہے۔ وہ کبھی تم دونوں کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ تم دونوں کو نیکلس پہننا چاہیے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے دشمن کے تحفوں کو فراخدلی سے قبول کیا ہے۔"

"نیکلس پہننے سے کیا ہو گا؟ وہ یہاں دیکھنے کے لئے نہیں ہے۔"

"نیویارک پہنچنے کے بعد پہن لینا۔ میرے دماغ میں یہ بات چبھ رہی ہے کہ وہ امریکا میں ہمارے۔۔۔ قریب ہو گا۔"

سفر کے دوران میں پارس ان تینوں کے ذہنوں پر ایک آسیب کی طرح مسلط رہا اور تمام وقت ان کی گفتگو کا موضوع بنا رہا۔ نیویارک پہنچ کر وہ تینوں بڑی محتاط نظروں سے تمام مسافروں کو اور مسافروں کے استقبال کے لئے آنے والوں کو دیکھتے رہے لیکن کسی پر پارس ہونے کا شبہ نہ ہوا۔

پورس نے کہا۔ "ناصرہ! ہمیں نیویارک میں رہ کر دو چار روز خوب تفریح کرنے کے دوران میں اس کی طرف سے محتاط رہنا چاہیے۔ شاید ہم اسے کسی بہروپ میں پہچان لیں۔"

انہوں نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں دو سوئٹ لئے۔ ایک ثنا کے لئے دوسرا اپنے اور ناصرہ کے لئے۔ دونوں ماتحت بھی وہاں ایک ایک کمرے میں رہے۔ پورس نے کہا۔

"ثنا! تم نے ڈرگ مافیا کے گاڈ فادر کارسیلو کی تصویریں بھی دیکھی ہیں اور ٹی وی اسکرین پر اس کی تقریر بھی سنی ہے۔ وہ شراب پیتا ہے۔ تمہاری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ تم اپنے سوئٹ میں رہ کر بڑے اطمینان سے اس کی پوری ہسٹری' اس کے تمام کاروبار اور اس کی مختلف لائنز آف ایکشن کو سمجھتی رہو۔"

ناصرہ نے کہا۔ "مجھے امید ہے کہ اگلل پاشا آج کل میں دماغی توانائی حاصل کرتے ہی خیال خوانی کرنے لگیں گے پھر ہم سے رابطہ کر کے یہاں آجائیں گے۔"

ثنا پہلے دو بار گاڈ فادر کارسیلو کے دماغ میں جا کر کافی معلومات حاصل کر چکی تھی۔ کوئی حکومت دولت' فوج اور سیاسی حکمتِ عملی کے بغیر نہیں چلتی۔ کولمبیا میں تیل' کافی' سونا اور صنعتی اشیا برآمد کر کے دولت کمائی جاتی ہے لیکن منشیات کی تجارت کے ذریعے کارسیلو ان سے زیادہ دولت کماتا ہے۔

یہاں کے تقریباً تیرہ علاقوں میں دور دور تک افیون کی کاشت ہوتی ہے۔ کاشت والے ہر علاقے میں جدید قسم کی لیبارٹریاں ہیں جن میں ہیروئن اور کوکین تیار کی جاتی ہے۔ گاڈ فادر کارسیلو کی دولت کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ہر سال سات سو ٹن کوکین' پانچ ٹن ہیروئن اور پانچ ہزار ٹن چرس اسمگل کرتا ہے۔ درجنوں ججوں' پولیس' اخبارات کے صحافیوں کو خرید تا ہے۔ انتظامیہ پر حاوی رہ کر ریڈیو اور ٹی وی جیسے میڈیاز کے ذریعے خود کو محبِ وطن اور قوم کا ہمدرد ظاہر کرتا ہے۔ جو سیاست داں اقتدار میں آکر منشیات کے خلاف کارروائی کرنا چاہتا ہے' اسے یا تو سیاسی حکمتِ عملی سے اقتدار کی کرسی سے گرا دیتا ہے یا پھر اسے قتل کرا دیتا ہے۔

پورس کا خیال تھا کہ پارس یہ سوچ بھی نہیں سکے گا کہ اس کا حریف پورس ایسے ملک میں جا کر غیر معمولی دوائیں تیار کرے گا جہاں ڈرگ مافیا کے گاڈ فادر کی حکمرانی ہے اور اس کی اپنی فوج ہے۔ عدالتوں کے جج اس سے خوفزدہ رہتے ہیں۔

پورس کے منصوبے کے مطابق پورے کولمبیا پر وہ حکمرانی کر سکتا تھا۔ گاڈ فادر کارسیلو وہاں کا بے تاج بادشاہ تھا۔ ثنا اور جلال پاشا اس گاڈ فادر کارسیلو کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر پورے ملک میں اپنی من مانی کر سکتے تھے۔ دنیا کے دو چار بہترین اور تجربے کار ڈاکٹروں کو اغوا کر کے انہیں بھی اپنا تابعدار بنا کر کسی بھی لیبارٹری میں

غیر معمولی دوائیں تیار کر سکتے تھے۔

پورس بڑے اطمینان سے اپنی تدابیر پر عمل کر رہا تھا۔ ان تدابیر کے پہلے مرحلے میں ثنا کے ذریعے گاڈ فادر کارسیلو کے خیالات پڑھ کر اس کے اندرونی بے شمار راز معلوم کر رہا تھا۔

وہ ہوٹل میں ناصرہ کے ساتھ خوبصورت لمحات گزار کر کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر باہر سیر و تفریح کے لئے ناصرہ کے ساتھ ہوٹل سے چلا گیا۔ ثنا کو اس کے سوئٹ میں خیال خوانی کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ ایک ماتحت اس کی نگرانی کے لئے ہوٹل میں رہا۔ دوسرا پورس اور ناصرہ کی نگرانی کے لئے باہر چلا گیا۔

ناصرہ نے کہا۔ "اتنے بڑے شہر میں یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ کوئی دشمن ہمارا تعاقب کر رہا ہے یا نہیں؟"

پورس نے کہا۔ "ہاں مشکل تو ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔ اگر میں تمہیں کہیں تنہا چھوڑ دوں اور کسی کام کے بہانے دور چلا جاؤں تو پارس تمہیں ٹریپ کرنے ضرور تمہارے قریب آئے گا۔"

"اوہ نو پورس! مجھے تنہا نہ چھوڑنا۔"

"کیا ڈرتی ہو؟"

"اس دشمن سے نہیں ڈرتی ہوں۔ اسے تو پہچانتے ہی اپنے زہر سے ہلاک کر دوں گی لیکن یہ شہر میرے لئے انجانا ہے۔ کہیں میں بھٹک نہ جاؤں۔"

"تمہیں تنہا کر کہیں دور نہیں جانا ہو گا۔ یہاں ساحل ایک بوٹ کرائے پر لو اور تنہا اسے ڈرائیو کرتے ہوئے مجسمۂ آزادی کے اطراف ذرا دیر تک ایک چکر لگا کر واپس آؤ۔ تمہارے جانے کے بعد میں دوسری بوٹ کرائے پر لے کر تم سے دور ہی دور رہوں گا۔"

"پھر تو مجھے اطمینان رہے گا۔ میں جا رہی ہوں۔"

ناصرہ اس سے بغلگیر کر بکنگ کاؤنٹر پر آئی اور ایک بوٹ حاصل کرنے کا ٹوکن لیا۔ اس کا کرایہ ادا کیا۔ مجسمۂ آزادی کی طرف سمندر میں روانی جو لوگوں کی بڑی بھیڑ رہتی تھی۔ اور دوسری کشتیاں حاصل کرنے کے لئے اپنے نمبر کے آنے کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ پورس نے انتظار کی کوفت سے بچنے کے لئے ایک اور ٹوکن اپنے لئے حاصل کر لیا۔

آدھے گھنٹے بعد واپس آنے والی ایک بوٹ ناصرہ کو اس کے نمبر کے مطابق مل گئی۔ وہ اس میں بیٹھ کر خود اسے ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگی۔ پورس اسے دور سے دیکھ رہا تھا۔ اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ بیس منٹ کے بعد واپس آنے والی ایک بوٹ اسے مل گئی۔ وہ ٹوکن کلکٹر کو ٹوکن دے کر بوٹ کے قریب آیا تو وہاں کی انتظامیہ کچھ پریشان نظر آئی۔ پتا چلا کہ اس بوٹ میں سوراخ ہو گیا ہے اور اس سوراخ کے ذریعے پانی بوٹ میں بھر رہا ہے۔

پورس کو خطرے کا احساس ہوا۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے ناصرہ سے پوچھا۔ "تم خیریت سے ہو؟"

"ہاں۔ میں بہت انجوائے کر رہی ہوں۔ کیا تم بھی یہاں کسی بوٹ میں ہو؟"

"نہیں۔ جو بوٹ میرے حصے میں آنے والی تھی' پتا نہیں اس میں کیسے سوراخ ہو گیا۔ وہ بوٹ ناکارہ ہو گئی ہے۔ میں دوسری بوٹ کا انتظار کر رہا ہوں۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ اس بوٹ میں سوراخ خود بخود نہیں ہوا ہے۔ کسی نے کیا ہے۔ تم آس پاس نظر رکھو اور محتاط رہو۔ میرے ہم شکل کو دیکھ کر دھوکا نہ کھانا۔"

"یہ اچھا ہوا کہ تم نے اطلاع دے دی۔ وہ نظر آئے گا تو میں اسے قریب نہیں آنے دوں گی۔ میرے پاس پستول ہے۔"

پندرہ منٹ کے بعد پھر ایک بوٹ آئی۔ پورس اس میں سوار ہوا۔ بوٹ کے کلینر نے اس میں پٹرول ڈالا پھر پورس نے انجن اسٹارٹ کیا۔ انجن سے ایک ہلکا سا شور ابھرا۔ پھر وہ خاموش ہو گیا۔ پورس نے دو تین بار اسے اسٹارٹ کرنے کی کوششیں کیں لیکن انجن خاموش رہا۔ وہاں کے ایک مکینک نے آکر انجن کو چیک کیا پھر کہا۔ "اس کی خرابی دور کرنے میں وقت لگے گا۔ آپ دوسری بوٹ کا انتظار کریں۔"

پورس کے دماغ میں سنسناہٹ ہونے لگی۔ صرف ایک نہیں دو بوٹس کا ناکارہ ہو جانا محض اتفاق نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے ثنا کو مخاطب کیا۔ "ہیلو ثنا! فوراً ناصرہ کے دماغ میں پہنچو۔ حالات سے ظاہر ہو رہا ہے کہ پارس کچھ گڑبڑ کر رہا ہے۔ مجھے فوراً ناصرہ کی خیریت کی اطلاع دو۔"

وہ فون بند کر کے ساحل پر رکھے ہوئے ایک بڑے سے ٹیلی اسکوپ کے پاس آکر اس کے ذریعے سمندر میں مجسمۂ آزادی کی طرف دیکھنے لگا۔ وہاں بے شمار بوٹس اور مختلف ڈیزائن کی کشتیاں تھیں۔ اس بھیڑ میں ناصرہ نظر نہیں آئی۔ ثنا نے اس کے اندر آکر کہا۔ "بھائی جان! میں ناصرہ کے دماغ میں تین بار جا چکی ہوں۔ اسے یقین دلا رہی ہوں کہ میں ثنا ہوں لیکن وہ مجھے دشمن خیال خوانی کرنے والی سمجھ کر سانس روک رہی ہے۔"

"چند سیکنڈ انتظار کرو۔ میں اسے فون پر سمجھاتا ہوں۔"

اس نے اپنا فون آن کیا پھر کہا۔ "ناصرہ! تم سانس نہ روکو' ثنا تمہارے دماغ میں آرہی ہے۔"

ناصرہ نے کہا۔ "ہاں ابھی ثنا میرے اندر آئی ہے۔ میں اس سے باتیں کرتی ہوں۔ میری فکر نہ کرو۔ میں خیریت سے ہوں۔"

اسی وقت پورس کو اس کے موجودہ فرضی نام سے پکارا گیا۔ اس کے لئے ایک بوٹ آگئی تھی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا موبائل فون کو اوور کوٹ کی جیب میں رکھتا ہوا بوٹ کی طرف جانے لگا۔ ایسے ہی وقت ایک عمر رسیدہ خاتون اس سے ٹکرا کر گر پڑی۔ پورس نے اسے سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے معذرت چاہی۔ "معافی چاہتا ہوں خاتون میں جلدی میں تھا۔ غلطی میری ہے۔"

خاتون نے کہا۔ "کوئی بات نہیں بیٹے! غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے۔"

وہ پھر تیزی سے دوڑتا ہوا بوٹ میں آگیا۔ اس بار کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ وہ انجن اسٹارٹ کرکے بوٹ کو تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا مجسمۂ آزادی کی سمت جانے لگا۔ ثنا نے اُکر کہا۔ "ناصرہ بھائی خیریت سے ہیں۔ وہ مجسمۂ آزادی سے جنوب کی طرف تقریباً سو گز کے فاصلے پر ہیں۔ میں جارہی ہوں۔ ضرورت ہو تو مجھے کال کرلیں۔"

وہ دماغ سے چلی گئی۔ پورس ڈرائیو کرنے کے دوران میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑا رہا تھا۔ احتیاطاً دشمن کو بھی تلاش کررہا تھا۔ اس طرح وہ تیز رفتاری سے مجسمۂ آزادی کے قریب سے گزرتا ہوا جنوب کی سمت جانے لگا۔ ثنا نے اس سے کہا تھا کہ بھائی جان آرہے ہیں۔ وہ آگے نہ جائے۔ لہٰذا ناصرہ بوٹ کا انجن بند کرکے اس کا انتظار کررہی تھی لیکن اسے دور سے دیکھتے ہی چونک گئی۔ اسے پارس نظر آرہا تھا۔ اس نے فوراً انجن کو اسٹارٹ کرکے اپنا پستول نکال کر قریب آنے والے کو نشانے پر لیا۔ پورس نے کہا۔ "ناصرہ! میں ہوں۔ کیپ ڈاؤن یور پسٹل۔ دیکھو گولی نہ چلانا۔"

پورس نے جو بیٹ اور اوور کوٹ پہنا تھا' وہاں عام طور پر کئی لوگ پہنتے تھے۔ پارس بھی پہن کر اسے دھوکا دینے کے لئے آسکتا تھا بلکہ اس کا ذہن پڑھ کر کہہ رہا تھا کہ دشمن اس کا پورس بن کر آگیا ہے۔ اس نے ٹریگر کو دبا کر ایک فائر کیا۔ نشانہ چوک گیا۔ وہ اپنی بوٹ کو واپس موڑتے ہوئے چیخنے لگی۔ "ہیلپ۔ ہیلپ می۔ بوٹ نمبر ۳۶ والا مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔"

وہاں بے شمار بوٹس میں سیر کرنے والے ایک فائر ہوتے ہی چیخنے چلانے لگے۔ پورس نے فون کے ذریعے ثنا سے کہنا چاہا کہ وہ ناصرہ کو سمجھائے' اس کے قریب پارس نہیں پورس آرہا ہے لیکن موبائل فون اوور کوٹ کی جیب میں نہیں تھا۔ اسے یاد آیا کہ وہ ساحل پر ایک عمر رسیدہ خاتون سے ٹکرایا تھا۔ وہ ٹکر جان بوجھ کر ہوئی تھی یا محض اتفاقیہ ہوئی تھی۔ فون وہیں رہ گیا ہوگا۔ وہ اپنی بوٹ کو موڑ کر نامہ کو آواز دینے لگا تو اس نے تیزی سے جاتے جاتے دو کر گولی چلائی۔ تیز رفتاری کے باعث نشانہ چوک رہا تھا۔

پورس نے سوچا۔ "یہ مجھے پارس سمجھ کر خوفزدہ ہے دانش مندی یہ ہے کہ اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔ دور ہی دو سے اس کی نگرانی کی جائے۔"

اس نے بوٹ کی رفتار سست کرلی۔ وہاں انتظامیہ کی طرف سے کئی بوٹس پولیس والوں کے لئے مخصوص تھیں۔ جب انہوں نے ناصرہ کو دوبار ۳۶ نمبر والی بوٹ پر فائر کرتے ہوئے دیکھا تو دور سے پورس کو اپنی اپنی گن پوائنٹس پر لیے ہوئے قریب آگئے۔ اسے للکارا۔ "خبردار! خبردار! انجن بند کردو۔ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے گردن پر رکھو۔ کوئی ہتھیار نکالنے کی حماقت کروگے تو گولی ماردی جائے گی۔"

اس نے مجبور ہوکر پولیس والوں کے احکامات کی تعمیل کی۔ دو پولیس مین اس کی بوٹ میں آئے۔ اس کے لباس کی تلاشی لے کر ایک ریوالور نکالا۔ اس ریوالور کا لائسنس نہیں تھا۔ لندن میں پارس کو دیکھنے کے بعد پورس 'ناصرہ اور ثنا نے غیر قانونی طور پر اسلحہ خرید کر اپنے پاس چھپایا تھا تاکہ کم پارس کے خلاف انہیں استعمال کیا جاسکے اور تھوڑی دیر پہلے ناصرہ نے پورس کو پارس سمجھ کر اپنے پستول سے اس پر دو فائر کئے تھے اور وہاں سے دور ہوتی چلی گئی تھی۔ تیز رفتاری سے ساحل کی طرف جاتے ہوئے یاد آیا کہ اس نے غیر قانونی ہتھیار سے سرِعام دو فائر کئے ہیں۔ وہ پستول اس کے پاس نہیں رہنا چاہیے۔ اس نے اس پستول کو سمندر میں پھینک دیا۔

بوٹ سے اتر کر ساحل پر پہنچی۔ وہاں دو رفیلٹ سیکیورٹی اور اوور کوٹ میں پارس کھڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ اسے پورس سمجھ کر قریب آکر اس سے لپٹ گئی۔ پارس نے پوچھا۔ "خیریت سے ہو؟ کچھ پریشان لگ رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "پارس ایک بوٹ میں میری طرف آرہا تھا۔ میں نے پستول سے اس پر دو فائر کئے۔ وہ بچ گیا ہے لیکن اس نے دور سے پلٹ کر دیکھا ہے۔ پولیس والے اسے گھیرے ہوئے تھے۔ چلو یہاں سے نکل چلو۔"

"ڈرو نہیں۔ پولیس والے اسے نہیں چھوڑیں گے۔"

"ہمیں بھی نہیں چھوڑیں گے۔ ہم تینوں کے پاس غیر قانونی اسلحہ ہے۔ میں نے اپنا پستول سمندر میں پھینک دیا ہے۔"

پارس نے کہا۔ "پھر تو ہم پر بھی مصیبت آسکتی ہے۔ آؤ چلیں۔"

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے پارکنگ ایریا میں آئے۔ ناصرہ نے کار کا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اسے اسٹارٹ کیا۔ پارس نے اس کے برابر بیٹھ کر موبائل فون نکالا۔ ناصرہ نے کن انکھیوں سے دیکھا' وہ اپنے پورس کے فون کو اچھی طرح پہچانتی تھی اور پارس نے پورس ہی کا فون نکالا تھا۔ ثنا کے نمبر پنچ کررہا تھا۔

دوسری طرف ثنا نے ناصرہ کے دماغ میں آکر کہا۔ "ناصرہ بھائی! میں ثنا بول رہی ہوں۔ یہ پارس بہت گڑبڑ کررہا ہے۔ اس کی کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی بھی آپ کے دماغ میں آکر گڑبڑ کررہی ہے۔ اپنی اپنی شناخت کے لئے میں اپنے نام میں تھوڑی سی تبدیلی کررہی ہوں۔ آئندہ میں خود کو ثنا نہیں' انا کہوں گی۔ اگر خود کو انا نہ کہا تو سمجھ لیں آپ کو خیال خوانی کے ذریعے دھوکا دیا جارہا ہے۔"

ادھر پارس نے ٹھہر ٹھہر کر غلط نمبر پنچ کرنے کے بعد یونہی کہا۔ "ہیلو ثنا' کیا تم نے خیال خوانی کے ذریعے ناصرہ کو سمجھا دیا ہے کہ تم خود کو ثنا نہیں انا کہو گی؟ ہوں۔ ہوں۔ شاباش۔"

وہ فون بند کرکے ناصرہ سے بولا۔ "کیا ابھی ثنا آئی تھی؟"

ناصرہ نے کہا۔ "اب اسے ثنا نہیں انا کہو۔"

"نہیں ناصرہ! وہ صرف تمہارے دماغ میں آکر خود کو انا کہے گی۔ ہم روبرو اسے ثنا ہی کہا کریں گے۔ میرا خیال ہے ہمیں وہ ہوٹل چھوڑ دینا چاہیے۔ پولیس والے وہاں پہنچ کر معلوم کرسکتے ہیں کہ ہم یہاں فرضی ناموں سے پاسپورٹ بنوا کر آئے ہیں۔ میں ابھی ثنا سے کہتا ہوں۔"

اس نے اس بار صحیح نمبر پنچ کرکے کہا۔ "ثنا! میں تمہاری بھابی کو لے کر پرل ہوٹل میں جاؤں گا لیکن اس سے پہلے ہم دونوں اپنے چہروں پر عارضی تبدیلیاں کرلیں گے۔ تم بھی ایسا ہی کرکے پرل ہوٹل آؤ۔"

وہ ذرا دیر چپ ہوا۔ ناصرہ کی نظریں بچا کر فون کو بند کرکے بولا۔ "ہاں تمہارا چہرہ بھی تبدیل ہوجائے گا تو ہم تمہیں کیسے پہچانیں گے۔ بڑی معمولی سی بات ہے۔ تم میرے اور ناصرہ کے دماغ میں اپنا نام انا بتاؤ گی تو آسانی سے تمہیں پہچان لیں گے۔ ہم اپنے پاسپورٹ پھینک رہے ہیں۔ تم بھی پھینک دو۔ سامان کی پروا نہ کرو۔ سب وہیں چھوڑ دو۔ ہم دوسرا سامان خرید لیں گے۔ ہاں۔ ہاں۔ ہمارے موبائل فون کے ذریعے بھی ہمیں ٹریس کیا جاسکتا ہے۔ اسے بھی ہوٹل میں چھوڑ دو۔"

پارس نے فون کو آف کرکے کہا۔ "اگر تم پارس سے خوفزدہ ہوکر پستول سے فائر نہ کرتیں تو پولیس والوں کی نظروں میں نہ آتیں۔ اب ہمیں اپنے بہت سے پروگراموں میں تبدیلیاں کرنی ہوں گی۔ فی الحال اپنا موبائل فون پھینک دو۔"

پارس نے پورس کا وہ موبائل فون کار کی کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ ناصرہ نے بھی یہی کیا۔ پارس نے کہا۔ "ہم چہرے تبدیل کرنے کے بعد ثنا کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوسرے سرکاری کاغذات تیار کرائیں گے اور نئے موبائل فون خرید لیں گے۔"

ادھر پورس پولیس والوں کی حراست میں ساحل پر آیا۔ پولیس والوں نے وہاں کے عملے سے پوچھا۔ "۳۶ نمبر بوٹ پر جو خاتون آئی تھی' وہ کہاں گئی ہے؟"

ٹوکسن کلکٹر نے کہا۔ "وہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ پارکنگ ایریا کی طرف گئی ہے۔"

پورس نے کہا۔ "انسپکٹر! وہ میری وائف کا ساتھی نہیں' دشمن ہے۔ پلیز جلدی پارکنگ ایریا میں چلیں۔"

انہوں نے پارکنگ ایریا میں آکر دیکھا۔ پستول سے فائر کرنے والی عورت نظر نہیں آئی۔ انسپکٹر نے پوچھا۔ "اگر وہ تمہاری وائف تھی تو دوسرے کے ساتھ کیوں چلی گئی۔ تم پولیس اسٹیشن چلو۔ ہم اس عورت کو بھی ڈھونڈ نکالیں گے۔"

پورس بڑی شرافت کے ساتھ ان کی حراست میں جانے لگا۔ وہ بیکار کی آتش فشاں بن کر ان پولیس والوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح مار کر وہاں سے بچ سکتا تھا۔ نت نئے بہروپ بدل کر قانون کی گرفت سے بچ سکتا تھا لیکن اس کے فرار ہونے سے ثنا مصیبت میں گرفتار ہوجاتی۔ لہٰذا وہ پارس کی چالبازیوں پر خون کے گھونٹ پی کر ذرا صبر کررہا تھا۔

پولیس اسٹیشن کی طرف جاتے ہوئے اسے ثنا کی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "بھائی جان! میں نے آپ کی ہدایات پر عمل کیا ہے۔ اس ہوٹل کو چھوڑ دیا ہے۔ چہرے پر عارضی تبدیلی بھی کرلی ہے۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ میں نے تمہیں ہوٹل چھوڑنے اور چہرہ تبدیل کرنے کے لئے نہیں کہا

تھا۔"

"بھائی جان! کیا پھر پارس نے فون پر دھوکا دیا ہے؟"

"ہاں! اس نے دھوکا تو دیا ہے' ویسے یہ بات ہمارے حق میں ہے کہ تمہیں ہوٹل چھوڑنا اور چہرہ تبدیل کرنا چاہیے تھا۔ میں کچھ دیر پولیس کی حراست میں رہوں گا پھر تم سے ملوں گا۔ تم کہاں رہو گی؟"

"اس بہو بیٹے نے کہا تھا کہ وہ ناصرہ بھابی کے ساتھ پرل ہوٹل میں رہے گا۔ مجھے بھی وہاں جانا چاہیے۔"

"وہاں نہ جانا' وہ دھوکا دے رہا ہے۔ تم کسی دوسری جگہ رہ کر مجھ سے رابطہ رکھو۔ ابھی ناصرہ کے پاس جا کر حالات معلوم کرو۔"

ثنا نے پورس کے دماغ سے نکل کر ناصرہ کے دماغ میں جانا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ تھوڑے وقفے کے بعد پھر ثنا نے اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کہا۔ "ناصرہ بھابی! میں ثنا ہوں۔ سانس نہ روکیں۔"

ناصرہ نے سانس روک لی۔ وہ انا کا نام سن کر بھوسا کر سکتی تھی کہ اس سے ثنا بات کر رہی ہے۔ ثنا نے پھر پورس کے پاس آ کر کہا۔ "پتا نہیں اس شیطان نے بھائی کو کس طرح بہکایا ہے۔ وہ میرا نام سن کر بھی سانس روک کر مجھے اپنے دماغ سے بھگا دیتی ہیں۔"

"وہ بہت بڑا شیطان ہے۔ اس سے تو میں ہی نمٹ سکتا ہوں۔ تم کسی فور اسٹار ہوٹل میں رہ کر میرا انتظار کرو۔ مجھ سے رابطہ رکھو۔ میں جلد ہی تمہارے پاس پہنچوں گا۔"

وہ اب فرار ہونے کے لئے تیار ہو گیا۔ یہ پلاننگ کر لی کہ .... گاڑی کا پچھلا دروازہ کھلتے ہی وہ کس طرح کس سے گن چھین کر کسی بڑے افسر کو یرغمال بنا کر وہاں سے لے جائے گا۔ اس گاڑی کا پچھلا حصہ چاروں طرف سے ایک ڈبے کی طرح بند تھا۔ باہر کے مناظر دکھائی نہیں دیتے تھے۔ جب وہ ایک جگہ پہنچ کر رکی اور اس کا پچھلا دروازہ کھولا گیا تو پورس نے باہر نکل کر دیکھا۔ اسے کسی پولیس اسٹیشن میں لائے' ایک ملٹری بیرک میں پہنچایا گیا تھا۔ دور دور تک مسلح فوجی جوان الرٹ نظر آ رہے تھے۔ ایک فوجی افسر چند مسلح جوانوں کے ساتھ آ کر بولا۔ "پولیس والے تمہیں پہچان نہیں سکے لیکن ملٹری انٹیلی جنس کے دو سراغ رسانوں نے اسی ساحل پر پہچان لیا تھا۔ بھلا فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس ہمارے سراغ رسانوں سے چھپ سکتا ہے؟ نہیں کبھی نہیں۔"

پورس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا۔ "کیا مصیبت ہے۔ کہاں آ کر پھنس گیا ہوں۔"

"ہم نے ہائی کمان کو اطلاع دی ہے۔ فوج کے چند اعلیٰ افسران واشنگٹن سے آنے والے ہیں۔ وہ تمہاری قسمت کا فیصلہ کریں گے۔"

پورس نے اپنے چاروں طرف ..... مسلح فوجی جوانوں کو دیکھا پھر خلا میں تکتے ہوئے سوچنے لگا۔ "میں بالکل صحیح جگہ پہنچ گیا ہوں۔ اب پارس کو بتاؤں گا کہ ہارتے رہنے والی بازی کو کس طرح جیتا جا سکتا ہے۔"

کئی فوجی جوانوں نے اسے گھیر کر اس بیرک کے ایک کمرے میں بند کر دیا۔ پورس وہاں ایک کرسی پر بیٹھ کر ثنا سے رابطہ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ثنا نے اس کے پاس آ کر بتایا کہ وہ ایک فور اسٹار ہوٹل میں اس کا انتظار کر رہی ہے۔

پورس نے اسے اپنی روداد سنائی اور بتایا۔ "اب میں فوجیوں کی قید میں ہوں۔ تم ابھی منشیات کے گاڈ فادر کارسیلو کے دماغ میں جاؤ۔ اسے گہری نیند سلا کر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار بناؤ پھر میرے پاس آؤ۔"

تھوڑی دیر بعد اس کمرے کا دروازہ کھلا۔ مسلح فوجی جوان اس کے لئے ایک ٹرے میں ناشتا اور کافی لے کر آئے۔ ایک افسر نے کہا۔ "تم ایک بہت بڑے باپ کے بیٹے ہو اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہو۔ اس ناشتے اور کافی کو وی آئی پی ٹریٹ منٹ سمجھو۔"

پورس نے کہا۔ "آرمی کے جو اعلیٰ افسران آ رہے ہیں' ان سے میں فون پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"جتنے افسران آ رہے ہیں' وہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔ تمہارا کوئی خیال خوانی کرنے والا ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکے گا۔"

"یہ اچھی بات ہے کہ وہ یوگا کے ماہر ہیں۔ وہ کسی اندیشے کے بغیر میری باتیں سن لیں گے تو فائدے میں رہیں گے۔"

"سوری! ان سے گفتگو کرنے کے لئے ان کا انتظار کرو۔"

"کیا مہاراج اور الپا سے رابطہ کرا سکتے ہو؟"

"ہم ایسے احمق نہیں ہیں کہ وہ خیال خوانی کرنے والے یہاں آ کر ہنگامے کریں اور تمہیں یہاں سے نکال لے جائیں۔"

وہ افسر اپنے جوانوں کے ساتھ باہر گیا۔ اس کمرے کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا گیا۔ وہ ناشتا کرنے اور کافی پیتے وقت سوچنے لگا کہ امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کی

کون کون سی کمزوریوں سے کھیلا جا سکتا ہے۔ جب تک ان کی دکھتی رگوں پر ہاتھ نہ رکھا جائے' اسے رہائی نصیب نہیں ہو گی۔

دوسری طرف پارس نے اس کی دکھتی ہوئی رگ پر انگلی رکھی تھی۔ اس کی محبوبہ ناصرہ کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اس نے ایک غیر معروف ہوٹل میں کمرا لیا۔ ناصرہ سے کہا۔ "پارس ہمیں مشہور و معروف ہوٹلوں میں تلاش کرے گا۔ ہمیں یہاں رہنا چاہیے۔ ثنا کے آتے ہی ہمیں اس شہر سے چلا جانا چاہیے۔ ہم اپنی پلاننگ پر جتنی جلدی عمل کریں' اتنا ہی بہتر ہے۔"

پارس ان کی پلاننگ کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ اس نے ناصرہ سے پوچھا۔ "تمہیں یاد ہے کہ ہمیں پلاننگ کے کتنے مرحلوں سے گزرنا ہو گا؟"

"یاد کیوں نہیں ہے۔ تم نے کہا تھا کہ کولمبیا میں ڈرگ مافیا کے گاڈ فادر کارسیلو کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی جائیں گی پھر ثنا اس پر تنویمی عمل کر کے اپنا معمول اور تابعدار بنائے گی تو ہم کارسیلو جیسے ڈرگ مافیا کے بے تاج بادشاہ کے دماغ پر حکمرانی کریں گے۔"

"لیکن ثنا نے اب تک ہم سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ پتا نہیں وہ اب تک ہوٹل میں ہے یا ہوٹل سے نکلتے وقت کسی پرابلم میں پڑ گئی ہے۔"

ثنا مسلسل پارس کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اس سے پارس نے کہا۔ "ڈرگ مافیا کا گاڈ فادر جرائم کی دنیا میں بے انتہا مقبول ہے۔ اس کی تصویریں اخبارات میں آتی رہتی ہیں۔ شاید ناصرہ اس کی آواز اور لب و لہجے کو جانتی ہو گی۔ تم اس کے چور خیالات پڑھو۔"

ثنا نے اس کے دماغ میں آ کر کہا۔ "ناصرہ بھابی! میں آ رہی ہوں۔"

"تم کہاں رہ گئی ہو۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

"میں پرل ہوٹل گئی تھی۔ آپ دونوں نظر نہیں آئے تو میں نے سوچا۔ اتنے بڑے اور مہنگے ہوٹل میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ پارس یہاں بھی پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے اب میں میریٹ کے ایک کمرے میں آ گئی ہوں۔ یہاں کا ماحول اچھا ہے' سوچتی ہوں کہ یہاں بیٹھ کر گاڈ فادر کارسیلو کے دماغ میں جاؤں اور اطمینان سے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لوں۔ اس کے بعد آپ کے اور بھائی جان کے پاس آؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم تمہارا انتظار کریں گے۔"

پارس نے ناصرہ سے پوچھا۔ "تم بہت دیر سے خاموش ہو۔ کیا ثنا تمہارے پاس آئی ہے؟"

وہ بولی۔ "ہاں میرے دماغ میں ہے۔ کہہ رہی ہے پہلے گاڈ فادر کارسیلو کو اپنا تابعدار بنائے گی پھر ہمارے پاس آئے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ چلو اس کے معروف رہنے تک ہم ڈائننگ ہال میں چل کر ڈنر کریں؟"

"ہاں ضرور۔ میں چینج کر کے آتی ہوں۔"

پارس نے جتنی دیر اسے باتوں میں الجھایا' اتنی دیر میں ثنا نے ناصرہ کے چور دماغ سے گاڈ فادر کارسیلو کے لب و لہجے کو سن کر یاد کر لیا پھر اس کے دماغ سے نکل کر کارسیلو کے اندر پہنچی تو اسے ثنا کی آواز سنائی دی۔ کارسیلو شراب کے دو جام پی کر سو گیا تھا۔ اس کے سیکرٹری اور مشیر اسے بستر پر چھوڑ کر اس کے بیڈ روم کی تمام بتیاں بجھا کر زیرو پاور کا ایک بلب آن کر کے چلے گئے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ پورے کولمبیا پر حکمرانی کرنے والا خود نہیں سویا تھا' اسے نیلی پیتھی کے ذریعے سلایا گیا تھا اور اب ثنا اس پر تنویمی عمل کر رہی تھی اور انا وہاں پہنچ کر خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔

ثنا نے تنویمی عمل مکمل کرتے ہوئے آخر میں کہا۔ "میں حکم دیتی ہوں' جو آواز اور لب و لہجہ تمہارے ذہن میں نقش کر رہی ہوں' اسے سنتے ہی اس کے ہر حکم کی تعمیل کرو گے۔ جو حکم تمہاری مرضی اور مزاج کے خلاف ہو گا' اس پر بھی بے چون و چرا عمل کرو گے۔"

گاڈ فادر کارسیلو ٹرانس میں تھا۔ سحر زدہ تھا۔ اس پر عمل کرنے والی جو کہہ رہی تھی' اس بات کو دہرا رہا تھا' اس نے ایک معمول اور تابعدار کی طرح کہا۔ "جو آواز اور لب و لہجہ میرے ذہن میں نقش کر رہی ہو' اسے سنتے ہی اس کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ جو حکم میری مرضی کے خلاف ہو گا' اس پر بھی بے چون و چرا عمل کروں گا۔"

ثنا نے اس کے دماغ میں ایک نئے اجنبی لب و لہجے کو نقش کیا۔ اس نے اپنی اور اپنے باپ جلال پاشا کی آواز اور لب و لہجے کو اس لئے نقش نہیں کیا کہ کبھی پارس کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ان کا لب و لہجہ اختیار کر کے گاڈ فادر کارسیلو کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔

ثنا نے آخر میں حکم دیا کہ جو لب و لہجہ اس کے دماغ میں نقش ہو چکا ہے' وہ صرف اسی کا معمول اور تابعدار رہے گا۔ باقی آواز اور لب و لہجوں کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس کیا کرے گا اور دماغ کو حساس رکھنے کے لئے آئندہ کبھی شراب

یا کوئی بھی نشہ استعمال نہیں کرے گا۔

گاڈ فادر کارسیلو جو عالمی مارکیٹ میں منشیات کا سب سے بڑا اور طاقتور تاجر تھا' ساری دنیا والوں کے لئے نشہ سپلائی کیا کرتا تھا' اس نے ایک تابعدار کی حیثیت سے وعدہ کیا کہ کبھی کسی نشے کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔

ثنا نے تنویمی عمل کو ہر پہلو سے مکمل کیا پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر چلی گئی۔ ثانی موجود تھی۔ اس نے ثنا کے تنویمی عمل میں کوئی گڑبڑ نہیں کی۔ وہ پارس کے پاس واپس آگئی۔ وہ ایک عالی شان ہوٹل کے سوئٹ میں تھی۔ اتنی دیر تک گاڈ فادر کارسیلو کے دماغ میں رہ کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ اب وہ پارس کو بتانا چاہتی تھی کہ ثنا نے کارسیلو پر کس طرح عمل کیا ہے۔ ایسے ہی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے کھولا تو پارس نشے میں لڑکھڑاتا ہوا اندر آیا۔ وہ جلدی سے دروازے کو بند کرکے اسے سنبھال کر بستر پر لاتے ہوئے بولی۔ "یہ کیا دیکھ رہی ہوں' تم نشے میں ہو۔ جبکہ کسی حد تک زہریلے ہو اور تم پر کوئی نشہ اثر نہیں کرتا ہے۔"

پارس نے بستر پر گرتے ہوئے ایک انگلی سے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ ثانی فوراً ہی اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا' وہ ناصرہ کے ساتھ ہوٹل کے ایک کمرے میں تھا۔ ناصرہ اسے پورس سمجھ رہی تھی اور اس کے گلے کا ہار بننا چاہتی تھی۔

ثانی نے اس کے دماغ میں کہا۔ "تم جانتے ہو کہ وہ ناگن تم سے زیادہ زہریلی ہے۔"

پارس کی سوچ نے کہا۔ "میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے اسے طرح طرح سے بہلانے کی کوششیں کیں۔ یہ بھی کہا کہ ... کے دوران میں جب ہمارا دماغ ذرا کمزور جذبات سے مغلوب ہوتا ہے تو ایسے وقت دشمن میرے دماغ میں آکر ہم دونوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

ناصرہ نے اس سے کہا تھا۔ "میں تمہاری بات مانتی ہوں۔ ہمیں جذبات سے مغلوب نہیں ہونا چاہیے لیکن تم میرے ہونٹوں کو تو چوم سکتے ہو۔ اس کے بعد میں اور کچھ نہیں چاہوں گی۔"

"اسے ٹالنے کے لئے میں نے اس کی فرمائش پوری کی تو پہلے محسوس ہوا کہ میں اپنے بھولے ہوئے زہر سے متعارف ہو رہا ہوں۔ دنیا کا آخری نشہ زہر ہے۔ انسان اس کی مدہوشی کو برداشت نہیں کرپاتا اور مرجاتا ہے لیکن میں نے برداشت کرتے ہوئے محسوس کیا کہ وہ مجھ سے زیادہ زہریلی ہے۔ مجھ پر غالب آئے گی تو میں موت کی حد تک مدہوش ہوسکتا ہوں۔" پارس ثانی کو بتا رہا تھا۔

"میں نے جبڑا اس سے پیچھا چھڑا کر کہا۔ "تم تو مجھے مدہوش کر رہی ہو۔ جاؤ لباس چینج کرو۔ آج میں تمہارے پہلو میں مرجانا چاہتا ہوں۔"

"وہ چینج کرنے کے لئے باتھ روم میں گئی۔ میں اس کمرے سے فوراً ہی نکل کر دوڑتا ہوا اور لڑکھڑاتا ہوا اسٹریٹ پر آیا پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر یہاں آگیا۔"

ثانی نے کہا۔ "تم ابھی برداشت کر رہے ہو مگر اس کا زہر تمہیں ہلاک بھی کرسکتا ہے۔"

"نہیں۔ میں زہر کی مقدار کو سمجھتا ہوں۔ میں دیر تک مدہوش رہوں گا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔ ہاں مگر اس دوران میں میرا ذہن کمزور رہے گا۔ میرے دماغ میں ثنا اگر مجھ پر حاوی ہوسکتی ہے۔ میرا لب و لہجہ فوراً بدل دو۔"

ثانی نے اسے کھینچ کر بستر پر چاروں شانے چت لٹایا پھر اس کے کمزور ہونے والے ذہن کو اپنے تنویمی عمل کی گرفت میں لینے لگی۔

ادھر ثنا نے پورس کے دماغ میں آکر کہا۔ "میں یہاں کامیابی سے عمل کرچکی ہوں۔ منشیات کا گاڈ فادر کارسیلو اب ہمارے احکامات کی تعمیل کیا کرے گا۔"

"ثنا! تم بہت اچھی جارہی ہو۔ اب مجھے ناصرہ کی فکر ہے۔ پارس کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے اس کے دماغ میں کچھ ایسی گڑبڑ کی ہے کہ وہ تمہارا نام سن کر بھی سانس روک کر تمہیں بھگا دیتی ہے۔ پلیز کسی طرح اس کا سراغ لگاؤ۔"

"بھائی جان' آپ ہی کوئی تدبیر بتائیں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اسے پارس کے شکنجے سے کیسے نکالوں؟"

ایسے ہی وقت تقدیر پورس پر ذرا مہربان ہوگئی۔ جلال پاشا نے ثنا کے دماغ میں آکر کہا۔ "بیٹی! خدا کا شکر ہے۔ میری دماغی توانائی بحال ہوگئی ہے۔ دیکھو میں تمہارے پاس خیال خوانی کر رہا ہوں۔"

ثنا نے خوش ہوکر کہا۔ "بھائی جان! خوش خبری ہے کہ آپ کی دماغی توانائی بحال ہوگئی ہے۔ یہ ابھی میرے اندر رہ رہے ہیں۔"

پورس نے کہا۔ "بھگوان کا شکر ہے۔ انکل ہم کچھ برے حالات سے گزر رہے ہیں لیکن جلد ہی حالات پر قابو آجائیں گے۔ ہمیں فی الحال ناصرہ کی فکر ہے۔ پارس کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے کوئی گڑبڑ کی ہے۔ وہ ثنا کی

اور اس کا نام سنتے ہی سانس روک کر اسے بھگا دیتی ہے۔"

جلال پاشا نے کہا۔ "میں ابھی اس کے دماغ میں جاکر تمہارا نام لوں گا تو شاید وہ تھوڑی دیر تک سانس نہ روکے اور ذرا سا موقع ملتے ہی میں اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کردوں گا۔ جب وہ بے حال ہوجائے گی' سانس روکنے کے قابل نہیں رہے گی تب اسے سمجھاؤں گا کہ وہ اپنے دشمن کو پورس سمجھ رہی ہے۔"

ناصرہ ہوٹل کے کمرے میں تنہا پریشان تھی۔ سوچ رہی تھی۔ "پورس نے مجھے لباس چینج کرنے کے لئے کہا تھا۔ میں چینج کرنے باتھ روم میں گئی پھر واپس آکر دیکھا تو وہ کمرے میں نہیں ہے۔ آخر کہاں چلا گیا ہے؟"

پہلے اس کے لئے معمولی سی بے چینی تھی کہ کسی ضرورت کے لئے گیا ہے تو ابھی آجائے گا۔ جب وہ نہیں آیا تو اس کی بے چینی بڑھ گئی۔ پچھلے کئی باب میں یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ پورس قریب نہ رہے' اس کے لئے خطرہ محسوس کرے تو وہ بالکل ہی اچانک جنونی ہوکر آپ ہی آپ خیال خوانی کرنے لگتی ہے۔

اس وقت بھی یہی ہوا۔ اس کے خیالات ایک دم سے زپ کر پرواز کرتے ہوئے پورس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ وہ بولی۔ "تم کہاں ہو؟ ابھی تم نے مجھے چینج کرنے کے لئے کہا۔ میں چینج کرکے کمرے میں آئی تو تم نہیں تھے۔ یہاں اس نیم تاریک کمرے میں کیا کر رہے ہو؟ کہاں ہو تم؟"

ایسے وقت جلال پاشا پورس کے دماغ میں رہ کر وہی آخری فقرہ کہہ رہا تھا کہ وہ اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرے گا۔ جب وہ بے حال ہوجائے گی' سانس روکنے کے قابل نہیں رہے گی تب اسے سمجھائے گا کہ وہ دشمن کو پورس سمجھ رہی ہے۔

جلال پاشا یہ کہہ کر پورس کے دماغ سے جانے والا تھا تبھی ناصرہ کی سوچ کی لہروں کو سن کر حیرانی سے رک گیا اور اس کی باتیں سننے لگا۔

پورس نے خوش ہوکر کہا۔ "ناصرہ! تم میری محبت میں جنون کی حد تک تڑپتی ہوئی میرے دماغ میں آگئی ہو۔ ہوسکتا ہے' مجھے پاتے ہی تمہارا جنون ختم ہوجائے اور تم خیال خوانی نہ کرسکو لیکن تمہارے جنون کو قائم رہنا چاہیے کیونکہ میں دشمنوں کی قید میں ہوں۔ ویسے احتیاطاً تم ثنا کے پاس جاؤ۔"

ثنا نے ناصرہ کو اپنے ہوٹل کا پتا اور کمرے کا نمبر بتایا پھر کہا۔ "تم ابھی میرے بھائی جان کے پاس نہیں بلکہ اس شیطان کے پاس ہو۔ فوراً وہاں سے نکل آؤ۔"

"میں ابھی آرہی ہوں اور اگر وہ پارس ابھی میرا پورس بن کر آئے گا تو اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"جانے سے پہلے یہ بتادو۔ تم میرا نام سن کر سانس کیوں روک لیا کرتی تھیں؟"

"تم نے ہی میرے دماغ میں آکر کہا تھا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والا ثنا کے نام سے اور لب و لہجے سے دماغ میں آکر مجھے دھوکا دے سکتا ہے۔ لہٰذا آئندہ ثنا کے نام سے آؤ گی۔ اگر کوئی خود کو ثنا کہے تو سانس روک لینا۔"

وہ سب پورس کے دماغ میں باتیں کر رہے تھے۔ وہ بولا۔ "تم تینوں خیال خوانی کرنے والے آپس میں مخصوص کوڈ ورڈز مقرر کرلو پھر دشمن دھوکا نہیں دے سکیں گے۔"

ناصرہ نے کہا۔ "ہم یہی کریں گے۔ میں ابھی ثنا کے پاس جارہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ ثنا اور پورس' جلال پاشا کو بتانے لگے کہ وہ نیویارک کے ملٹری بیرک کے ایک کمرے میں قید ہے۔ اسے پارس سمجھا جارہا ہے۔ واشنگٹن سے چند یوگا کے ماہر آرمی افسران ابھی وہاں پہنچنے والے ہیں۔

جلال پاشا نے کہا۔ "انہیں آنے دو۔ ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ تم تینوں نے بند کمرے میں امریکا آنے کی پلاننگ کی تھی۔ مجھے بھی اس

مقبول عام مصنف ایم۔ اے راحت کے سدا بہار قلم سے شاہکار ناول

پارس

اُس شخص کا قصہ جو اپنی تلاش میں نکلا تھا۔ عشق، جرم اور جنون سے جنم لینے والا ہنگامہ خیز ناول۔

آغاز سے انجام تک ------- سطر سطر ہنگامہ

اول تا آخر ------- بیان سے باہر

علی خان پبلی کیشنز

20- عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور- 7247414

اسٹاکسٹ:- علی بک سٹال

نسبت روڈ چوک میو اسپتال لاہور- 7223853

پلانگ سے بے خبر رکھا تھا پھر پارس کو کیسے خبر ہوگئی۔ وہ تمہارے تعاقب میں یہاں تک کیسے چلا آیا ہے؟"

"یہ حیران کن بات ہے انکل! اس کے ذرائع اگرچہ بہت وسیع ہیں پھر بھی وہ بند کمرے میں ہونے والی پلانگ سے باخبر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے اتفاقاً ہمیں لندن ایئرپورٹ پر دیکھ لیا تھا۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے والوں کو ہمارے پیچھے لگایا ہوگا۔ بعد میں خود یہاں پہنچ گیا ہوگا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازہ کھلا۔ ایک افسر دو مسلح جوانوں کے ساتھ آکر بولا۔ "ہمارے آرمی کے اعلیٰ افسران آرہے ہیں۔ کھڑے ہوجاؤ۔"

پورس نے کہا۔ "میں ان کا ماتحت نہیں ہوں اور نہ ہی ملزم ہوں اس لئے بیٹھا رہوں گا۔"

"کیا ان جوانوں کی گولیوں سے مرنا چاہتے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میں مرجاؤں گا تو تمہارے اعلیٰ افسران کیا یہاں آکر ایک مردے سے باتیں کریں گے؟"

افسر اسے گھور کر دیکھنے لگا۔ اتنے میں چار اعلیٰ افسران وہاں آئے۔ پورس کو غور سے دیکھنے لگے۔ ایک نے ماتحت افسر سے پوچھا۔ "کیا اس کے چہرے کا معائنہ کیا گیا تھا۔ یہ میک اپ میں ہوسکتا ہے؟"

"نو سر! ہم نے معائنہ نہیں کیا ہے۔ آپ کا انتظار کررہے تھے۔"

"نان سنس! انتظار کے دوران میں کیا معائنہ کرنے کی پابندی ہے۔ جاؤ میک اپ کے ماہرین کو فوراً بلا کرلاؤ۔"

افسر چلا گیا۔ پورس نے کہا۔ "آپ لوگ ضرور چہرے کا معائنہ کریں اور اپنی تسلی کریں۔ ویسے میں پارس نہیں پورس ہوں۔ آپ جانتے ہوں گے کہ ہم قدرتی طور پر ہم شکل ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی میک اپ مین ہمارے چہروں کے معمولی فرق کو پہچان تو سکتا ہے لیکن یہ کبھی یقین سے نہیں کہہ سکے گا کہ ہم میک اپ میں ہیں۔"

ان چاروں نے ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر وہاں مسلح جوانوں کو چھوڑ کر دوسرے کمرے میں آئے۔ وہاں ایک میز کے اطراف بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "ہمیں پارس اور پورس کے فرق کو ضرور سمجھنا ہوگا۔ ویسے دونوں ہی ہمارے دشمن ہیں بلکہ پورس کو بدترین دشمن کہنا چاہیے۔"

دوسرے نے کہا۔ "بے شک اس کمبخت نے ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا بنوائی تھی۔ اس کے اس نسخے کے باعث درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی اس غیر معمولی علم سے محروم ہوچکے ہیں۔"

تیسرے نے کہا۔ "اگر یہ پورس نہ ہوا تو پارس سزائے موت دینا مشکل ہوگا۔ ہم دیکھتے آرہے ہیں۔ فراڈ ہلاکت کے بعد اس کے دونوں بیٹے پارس اور علی تیمور ہمارے نہایت خطرناک کرائے کے قاتلوں اور ایجنسیوں کے ایجنٹوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔"

"مالا فراد نے بھی اپنی زندگی میں برسہا برس ہمارے ملک کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے بیٹے بھی کررہے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بیٹا پارس یہاں قیدی ہے تو پھر باپ کی طرح مارا جائے گا۔ کسی دن علی بھی ہمارے نشانے پر آئے گا تو فراد کی نسلیں مٹ جائیں گی۔ ہم آنجہانی بابا صاحب کے ادارے کے دباؤ میں نہ رہیں گے۔"

وہ افسران خشکی، بحری اور فضائی فوج کے اعلیٰ افسران سے رابطے کرکے بتانے لگے کہ قیدی بننے والا پارس ہوسکتا ہے اور پورس بھی۔ کیا وہ اسے قیدی بنا کر اس سے فائدے اٹھائیں یا گولی ماردیں؟

یہی سوال چیف آف آرمی اسٹاف سے کیا گیا۔ اس نے کہا کہ پہلے یہ دیکھا جائے کہ اسے زندہ رکھنے سے ان نقصانات کی تلافی ہوسکتی ہے تو ایسی کال کوٹھری میں ڈالا جائے کہ اس کے خیال خوانی کرنے والے اسے رہائی نہ دلا سکیں۔ کوئی خاص فائدہ حاصل نہ ہو تو اسے گولی ماردی جائے۔

ان چاروں نے پورس کے کمرے میں آکر دیکھا۔ ماہرین اس کے چہرے کا معائنہ کررہے تھے اور یقین سے کہہ رہے تھے، نہ ماسک میک اپ ہے اور نہ ہی پلاسٹک سرجری کا شبہ ہورہا ہے۔ یہ پیدائشی چہرہ ہے۔

وہ تینوں ماہرین چلے گئے۔ ایک افسر نے پوچھا۔ "کس مقصد سے آئے ہو؟"

پورس نے کہا۔ "یہ دیکھنے آیا ہوں کہ یہاں کے مجھے گولی ماریں گے یا اپنے سر بٹھائیں گے۔"

"ایسا کیا کارنامہ کرنے آئے ہو کہ ہم خوش ہوکر سر بٹھائیں گے؟"

"کولمبیا تمہارے ملک میں ہے لیکن وہاں کے حکمران امریکی بالادستی پسند نہیں کرتے ہیں۔ تم وہاں حاوی رہنے کے لئے دو ہتھکنڈے استعمال کررہے ہو۔ یہ کہ کولمبیا کے مغرب میں پانامہ ہے، جہاں امریکی فوج ہے۔ وہاں امریکی فوج کی دہشت ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"سچ ہے۔ آگے بولو؟"

"تمہارا دوسرا ہتھکنڈا یہ ہے کہ ڈرگ مافیا کے گاڈ فادر کارسیلو کی پشت پناہی کرتے ہو اور کولمبیا پر اس کی ذاتی فوج قائم کرکے اور ٹیکسوں کے حساب سے منشیات کی اسمگلنگ کرکے وہاں کی معیشت کو کمزور کرتے رہتے ہو اور وہاں کی حکومت کے لیے مستقل عذاب بنے رہتے ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"سچ ہے۔ آگے بولو۔"

"بین الاقوامی قوانین اور اقوام متحدہ کے تحت ہونے والے معاہدے کے مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو.. رات کے بارہ بجے امریکا کو پانامہ سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ وہاں سے اپنی تمام فوجیں بھی لے جانی ہوں گی۔ کیا یہ سچ ہے؟"

چاروں افسران پورس کو گھور کر دیکھنے لگے پھر ایک نے کڑک کر پوچھا "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"تم آدمی ہو، بجلی نہیں ہو۔ کڑک کر نہ بولو۔ مغربی... کولمبیا سے تمہاری فوجی دہشت ختم ہوجائے گی۔ باقی کولمبیا سے میرے خیال خوانی کرنے والے گاڈ فادر کارسیلو کو تگنی کا ناچ نچا کر وہاں کی ڈرگ مافیا کو ختم کردیں گے۔ کیا کولمبیا کا استحصال کرنے کے لیے تمہاری کوئی سی بھی چال کامیاب ہوجائے گی؟"

ایک افسر نے کہا "ہم یہ نئی بات سن رہے ہیں کہ تمہارے پاس خیال خوانی کرنے والے ہیں۔"

"میں ابھی ثابت کروں گا۔ جاؤ اور گاڈ فادر کارسیلو سے کوئی کام لینے کی کوشش کرو۔ تم اس سے جو چاہو گے، وہ اس کے برعکس کرے گا۔"

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے پوچھا۔ "تمہارے پاس کتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں؟ اور وہ چالاک کہاں سے پیدا ہوگئے ہیں؟"

"یہ میرا ذاتی راز ہے۔ پہلے میرے اس راز کی تصدیق کرو۔"

وہ چاروں وہاں سے چلتے ہوئے دوسرے کمرے میں گئے۔ پورس نے سوچ کے ذریعے کہا "انکل! آپ ٹانا کو یہاں کے حالات بتا کر یہاں لے آئیں۔ اگر نامرہ کی ٹیلی پیتھی برقرار ہوگی تو میرا پلڑا اور بھاری رہے گا۔"

"میں ابھی انہیں بلا کرلاتا ہوں۔"

جلال پاشا چلا گیا۔ دوسرے کمرے میں وہ چاروں اپنے اعلیٰ افسران کو پورس کی باتیں تفصیل سے بتا رہے تھے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ابھی فون کے ذریعے کارسیلو سے رابطہ کرو۔ اس سے کہو کہ کولمبیا کا وزیر خارجہ منشیات کی اسمگلنگ کے خلاف سخت اقدامات کررہا ہے۔ اس وزیر خارجہ کو گولی ماردو۔"

ایک افسر نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ گاڈ فادر کارسیلو کے سیکریٹری نے کہا "باس! گہری نیند میں ہیں۔ آپ مناسب سمجھیں تو صبح ان سے بات کریں۔"

افسر نے کہا "میں فوج کا اعلیٰ افسر بول رہا ہوں۔ اپنے باس کو نیند سے جگاؤ ورنہ امریکی حکام اسے ہمیشہ کے لیے سلا کر اس کی جگہ دوسرا گاڈ فادر لے آئیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد کارسیلو کی نیند بھری آواز سنائی دی۔ "ہیلو۔ میں کارسیلو بول رہا ہوں لیکن میری زبان نہیں بول رہی ہے اور میرا دماغ کہہ رہا ہے کہ امریکی حکام کی طرف سے مجھے حکم دیا جائے گا کہ میں یہاں کے وزیر خارجہ کو قتل کرادوں۔ کیا یہ سچ ہے؟ پورس بھی ہر بات کے آخر میں پوچھتا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟"

افسر نے فون بند کردیا۔ اعلیٰ افسران کو فون کرکے بتانے لگا "سر! کوئی حکم دینے سے پہلے ہی کارسیلو وہی باتیں کرنے لگا جو پورس ہم سے کرچکا ہے۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ پورس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والے کارسیلو کو غائب دماغ بنا کر خود بول رہا تھا۔"

"ہوں۔ تو تصدیق ہوگئی کہ پورس کو ہم سے بچانے کے لیے اس کے پاس ایک یا ایک سے زیادہ خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔ اس سے پوچھو کہ وہ امریکا کیوں آیا ہے اور اس کے ارادے کیا ہیں؟"

وہ چاروں افسر پھر پورس کے کمرے میں آئے۔ پورس نے انہیں دیکھ کر کہا "تم چاروں آنے جانے میں خرچ ہوجاؤ گے۔ میری آخری بات سن لو۔ میری طرف سے امریکا کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں کولمبیا میں زیادہ سے زیادہ دو ماہ رہ کر انڈیا واپس چلا جاؤں گا۔ تم سب کی بہتری اسی میں ہے کہ مجھے ابھی یہاں سے جانے دیا جائے۔ اگر آدھے گھنٹے کے اندر مجھے رہا نہ کیا گیا تو قیامت واشنگٹن سے شروع ہوگی اور وارسانیو کلیئر سینٹر تک قیامت جاری رہے گی۔ اب یہاں کوئی دوسرا سوال کرنے نہ آنا۔ تمہارے اعلیٰ افسران کو لمبیا میں بھی ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔"

"شاید تمہیں رہا کردیا جائے گا لیکن رہائی کے لیے آدھے گھنٹے کی شرط ہے۔ ہائی کمان سے رابطہ کرنے اور باتیں کرنے میں بہت وقت لگتا ہے۔"

"اگر وقت لگتا ہے تو مجھے آرام دہ بنگلے میں پہنچایا

جائے۔ میں یہاں قیدی کی طرح نہیں رہوں گا۔"

اس کی یہ بات تسلیم کی گئی۔ اسے ایک بند گاڑی میں بٹھا کر ایک آرام دہ بنگلے میں مہمان کی حیثیت سے ٹھہرایا گیا۔ امریکی حکام کے لیے لاطینی امریکا کے کئی ملک دردِ سر بنے ہوئے تھے۔ ارجنٹائن سے لے کر میکسیکو تک مختلف جرائم پیشہ افراد اس قدر قوت حاصل کرتے جا رہے تھے کہ پولیس اور فوج ان پر غالب آنے میں ناکام رہتی تھی۔ کولمبیا تو جرائم کا گڑھ تھا۔ امریکی اکابرین پریشان ہو کر کہتے تھے کہ وہاں اپنی حکمرانی یا برتری قائم رکھنے کی ایک ہی صورت رہ گئی ہے کہ اچانک کوئی معجزہ ہو اور امریکا کا بول بالا ہو جائے۔

اب امریکی اکابرین کو معجزے کے آثار نظر آ رہے تھے۔ وہ آپس میں مشورے کرنے لگے کہ پورس سے دوستانہ مراسم رکھے جائیں اور اسے زیادہ سے زیادہ فائدے پہنچائے جائیں تو وہ اپنی ذہانت' مکاریوں اور اپنے خیال خوانی کرنے والوں کی مدد سے لاطینی امریکا کے کئی ممالک کو ان کے زیرِ اثر لا سکتا ہے۔ ناصرہ کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ پارس کو پورس سمجھ کر دھوکا کھا رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی وہ جگہ چھوڑ دی۔ ثنا کے بتائے ہوئے پتے پر اس کے پاس آ گئی۔ اس کی لاعلمی میں پورس نے ثنا اور جلال پاشا کو سمجھایا۔ "ایسا پہلے کئی بار ہو چکا ہے' جب میں خطرات میں گھر جاتا ہوں تو ناصرہ تڑپ کر بے اختیار خیال خوانی کرنے لگتی ہے۔ ابھی ناصرہ کو یہ نہ بتایا جائے کہ امریکی اکابرین مجھے قیدی سے مہمان بنا چکے ہیں۔ ناصرہ کو یہی معلوم ہونا چاہیے کہ پہلے وہ مجھ سے مذاکرات کریں گے پھر کسی معاملے میں میرے انکار کرنے پر مجھے سزائے موت دیں گے۔"

جلال پاشا نے کہا "یہ اچھی تدبیر ہے۔ وہ جب تک تمہیں سزائے موت سے نہیں بچائے گی' تب تک بے چین رہ کر تمہیں واپس پالینے کے جنون میں خیال خوانی کرتی رہے گی۔"

"ہاں۔ اس طرح ہو سکتا ہے کہ خیال خوانی کرتے رہنے سے اسے اپنی پچھلی زندگی بھی کچھ یاد آ جائے۔ اگر یاد نہ بھی آئے تو ہماری ٹیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو گا اور ہم مخالفین کو متاثر کر سکیں گے۔"

"میں تو دعا کروں گا اور کوشش بھی کروں گا کہ ناصرہ بیٹی کی خیال خوانی باقی رہے۔"

وہ اپنی بیٹی ثنا کے دماغ میں آ کر اس کی زبان سے بولا "ناصرہ بیٹی! انہوں نے پورس کو ہیرک کے اس کمرے سے ایک بنگلے میں منتقل کر دیا۔ یہ ان کی کوئی چال ہو سکتی ہے۔ پارس کو معلوم ہو گا کہ تمہارا پورس امریکا کے شکنجے میں ہے۔ وہ پورس کو سزائے موت دلانے کے لیے مکاری سے کام لے گا۔ امریکیوں سے دوستی کر کے پورس کو کبھی ان کی قید سے نکلنے نہیں دے گا۔"

وہ نفرت اور غصے سے بولی "اس سے پہلے ہی پارس موت آئے گی۔ اب میری سمجھ میں آ رہا ہے کہ میں اس پر چیخ کرنے ہاتھ روم مٹی تھی تو وہ مجھے وہاں چھوڑ کر کیوں چلا گیا؟"

"وہ کیوں بھاگا تھا؟"

"میں نے اسے پورس سمجھ کر پیار کیا تھا۔ میرا کچھ اس کے اندر پہنچ گیا ہے۔ وہ اس زہر کا توڑ کرنے کے ضرور کسی تجربے کار ڈاکٹر کے پاس گیا ہو گا۔"

جلال پاشا نے کہا "پھر تو وہ زندہ بھی ہو گا تو تمہارے کے باعث اس کا دماغ کمزور ہو گیا ہو گا۔ ہمیں ابھی اس دماغ میں جا کر انتقامی کارروائی کرنا چاہیے۔"

ان تینوں نے بیک وقت خیال خوانی کی پرواز کی۔ پہلے نے اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے پوچھا "ہے؟"

جلال پاشا نے حیرانی سے کہا "اوہ! ہم تمہارے میں آ گئے ہیں جبکہ ہمیں پارس کے دماغ میں پہنچنا چاہیے میرے ساتھ ناصرہ اور ثنا بھی ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ناصرہ کے زہر کے ذریعے پارس اب تک یا تو مر چکا ہے بروقت زہر کا توڑ کر کے زندہ ہو گا تو دماغی طور پر ضرور ہو گا۔ ہمیں اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکے گا۔"

پورس نے کہا "آپ کو اور ثنا کو میرے اور پارس لب و لہجے کا معمولی سا فرق معلوم ہے۔ اس کے باوجود تینوں میرے اندر پہنچ گئے۔ شاید آپ نہیں جانتے کہ میں پارس بہت زہریلا رہ چکا ہے۔ علاج کے ذریعے اس زہریلے پن کو بڑی حد تک ختم کیا گیا ہے لیکن وہ اب بھی کے اثرات کو برداشت کرنے کے قابل ہو گا اور زندہ ہو

ناصرہ نے کہا "تمہاری قسم اگر وہ زندہ ہے تو میں موت تک اسے ڈستی رہوں گی۔"

"نہیں ناصرہ! تم لوگوں نے اس کے دماغ تک پہنچنے دیر کی ہے۔ اس مکار نے خطرہ محسوس کرتے ہی اپنے خوانی کرنے والے کے ذریعے اپنا لب و لہجہ تبدیل کر لیا تم تینوں اب اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

وہ تینوں دماغی طور پر اپنی اپنی جگہ پہنچ گئے۔ جلال کسی فلائٹ سے وہاں آنے والا تھا۔ ناصرہ اور ثنا ہو

کمرے میں تھیں۔ ناصرہ کو غصہ آیا کہ دشمن ہاتھ آتے آتے نکل گیا ہے۔ اس نے جھنجلا کر اپنے گلے سے نیکلس کو نوچ کر سامنے والی دیوار پر دے مارا۔ وہ ٹوٹ کر فرش پر آ کر بکھر گیا۔ ناصرہ نے اپنی جوتی سے اسے بری طرح کچلتے ہوئے کہا "یہ نیکلس اسی شیطان کے بچے نے خرید کر دیا تھا۔ میں نے پورس کے کہنے سے پن لیا ورنہ میں اس پر تھوکنا بھی پسند نہیں کروں گی۔"

ثنا اس کے غصے کرنے کے انداز کو دیکھ رہی تھی پھر اس نے جھک کر نیکلس کے اس لاکٹ کو دیکھا جو ناصرہ کی جوتی کے نیچے آ کر ٹوٹ گیا تھا۔ اس نے ناصرہ کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا "بھابی! جسٹ اے منٹ۔ یہ دیکھیں۔ یہ کیا ہے؟"

اس نے جھک کر فرش پر سے ٹوٹے ہوئے لاکٹ کو اٹھایا۔ وہ لاکٹ دہرا تھا مگر جڑا ہوا تھا۔ یونہی کھل نہیں سکتا تھا۔ ٹھوکریں پڑنے کے باعث اس کا جوڑ کھل گیا۔ اس کے اندر ایک دائرہ نما آلہ نظر آ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی ثنا نے کہا۔ "بھابی! یہ ڈیٹیکٹو اینڈ یکٹیو ہے۔ یہ دوسرے منسلک رہنے والے الیکٹرونک آلے کو ایک روشن نقطے کے ذریعے ان مقامات کی نشان دہی کرتا ہے' جہاں اس ڈیٹیکٹو آلے کو لایا جاتا ہے۔ پارس نے ہمیں ایسا لاکٹ خرید کر دیا تھا۔ کچھ سمجھ رہی ہیں؟"

"ہاں۔ واقعی وہ شیطانوں کا شیطان ہے۔ اس آلے کے ذریعے وہ ہمارے پیچھے یہاں تک آیا ہے۔ اسی کے ذریعے اس نے معلوم کیا تھا کہ میں مجسمۂ آزادی کے پاس تفریح کے لیے گئی ہوں۔ وہیں سے وہ پورس بن کر دھوکا دے کر اپنے ساتھ لے گیا تھا۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر اسے گالیاں دینے لگی۔ ثنا نے نیکلس کے لاکٹ کو بھی توڑا تو اس میں سے بھی ویسا ہی ننھا سا ڈیٹیکٹو آلہ برآمد ہوا۔ وہ دل میں بولی "واقعی بہت ہے۔ میں اب تک اس کے بارے میں جتنا سنتی رہی ہوں' وہ اس سے بھی زیادہ مکار اور چال باز ہے۔"

اس نے اور ناصرہ نے پورس کے پاس آ کر اسے دونوں ڈیٹیکٹو آلات کے متعلق بتایا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "ان نے مجھے جتنی ذہانت اور ہوشیاری دے کر پیدا کیا میرے مخالف کو بھی اتنا ہی لاجواب بنایا ہے۔"

ناصرہ نے کہا "تم مسکرا رہے ہو اور مجھے غصہ آ رہا

"میری جان! اپنے زہریلے دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی عمل کیا کرو۔ میں اس بات پر مسکرا رہا ہوں کہ پارس کو ہمارے منصوبے کا علم نہیں ہے۔ اسی لیے وہ ایسے جاسوس آلے کی مدد سے ہمارا تعاقب کر رہا تھا۔ آئندہ وہ ہمارے پیچھے نہیں آئے گا۔"

ناصرہ نے کہا "ہاں میں اس پہلو کو بھول گئی تھی۔ واقعی اب وہ بدمعاش یہ نہیں جان سکے گا کہ آئندہ ہم کہاں جا رہے ہیں اور کیا کرنے والے ہیں۔"

"آئندہ کے لیے یہ بھی یاد رکھو کہ یہ امریکی فوجی مجھے گولی مار سکتے ہیں۔ ابھی میں ایک قیدی ہوں۔"

"میں تم پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔ مجھے کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ میں ان فوجیوں کو تمہارے سامنے جھکنے پر مجبور کر دوں۔"

"ایسا تب ہو سکتا ہے' جب تم اسی طرح خیال خوانی کرتی رہو گی۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا' میں کس طرح بے اختیار خیال خوانی کر رہی ہوں۔"

"ذہانت سے کام لو۔ ابھی غور کرو کہ اپنی سوچ کی لہروں کو کس طرح ہمارے دماغوں میں پہنچا رہی ہو۔ ٹیلی پیتھی کی تکنیک یاد رکھو گی تو آئندہ ہمیشہ میرے لیے ایک قوت بن کر رہو گی۔"

"میں تمہارے مشوروں پر عمل کروں گی مگر تم کب تک یہاں قید رہو گے؟ کیا مجھے فوج کے کسی اعلیٰ افسر کی آواز سنا سکتے ہو؟"

"کل صبح کئی اعلیٰ افسران سے میری گفتگو ہو گی۔ تم ذرا صبر کرو۔ رات کا کھانا کھا کر سو جاؤ۔"

پورس نے اسے اور ثنا کو سمجھایا کہ وہ فکر اور پریشانی کو دماغ سے نکال کر گہری نیند سوئیں۔ تاکہ کل فوجیوں سے مذاکرات کے وقت بالکل تازہ دم رہیں اور ان سے اپنے مفادات کے مطابق سودے بازی کر سکیں۔ آئندہ پارس اور علی تیمور وغیرہ سے نمٹنے کے لیے اسے بہت بڑی طاقت کی ضرورت ہو گی۔

○☆○

جب پورس' ناصرہ' ثنا اور جلال پاشا ممبئی میں تھے تب مہاراج اپنے اکلوتے بیٹے مہیش کے لیے ماتم کر رہا تھا۔ اپنے گمشدہ بیٹے کو تلاش کر رہا تھا لیکن اصل بیٹے مہیش کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ الپا نے بھی مہیش کے سلسلے میں دھوکا کھایا تھا۔ ایک ڈمی مہیش کو اصل سمجھ کر اپنا قیدی بنایا تھا۔ بعد میں وہ مہاراج کے ساتھ پورس کے پاس آئی تھی۔ وہاں بڑی دیر بعد پتا چلا کہ اس کے بیٹے کو کسی نے اغوا نہیں کیا ہے۔ اس

نے اپنے اصل بیٹے میش کو جس بنگلے میں چھپا رکھا تھا' وہ وہیں موجود تھا۔ ٹنا اور پورس وغیرہ اسے الزام دے رہے تھے کہ اس نے خیال خوانی کرنے میں کوئی غلطی کی تھی' جس کے نتیجے میں وہ اپنے ہی بیٹے تک پہنچ نہیں پا رہا تھا۔

میں نے کئی بار مہاراج اور اس کے بیٹے کو دشمنوں سے بچایا تھا۔ اس کے بعد وہ میرا احسان مند اور فرماں بردار ہو گیا تھا لیکن یہ فرماں برداری میرے زندہ رہنے تک تھی۔ میری ہلاکت کی تصدیق ہونے کے بعد مہاراج نے گرگٹ کی طرح رنگ بدل لیا تھا۔ کرغان کی اس دو منزلہ عمارت میں وہ مجھے پارس سمجھ کر آیا تھا۔ وہاں مجھ سے جھوٹ بول رہا تھا کہ رومی برٹن شراب نہیں پیتی ہے اور یوگا کی ماہر ہے۔ وہ اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔ میں نے اس کی دھوکے بازی کے جواب میں ثانی سے کہا تھا کہ اس کے بیٹے میش کا لب و لہجہ بدل کر اسے کسی دوسری جگہ پہنچا دے اور ثانی نے یہی کیا تھا۔ اصل میش کو اغوا کرا کے ایک ڈمی میش کے دماغ میں اصل میش کے لب و لہجے کو نقش کر دیا تھا۔

بعد میں جو کچھ ہوا' اسے بیان کیا جا چکا ہے۔ پورس اور ٹنا سے اس سلسلے میں گفتگو کرتے وقت اصل میش کا سراغ مل گیا۔ مہاراج نے فوراً ہی اس بنگلے کی طرف دوڑ لگائی' جہاں میش موجود تھا۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ اس سے پہلے الپا وہاں پہنچ کر اس کے بیٹے کو پھر اغوا کر سکتی ہے۔

اس کا اندیشہ غلط نہیں تھا۔ الپا دوسری بار میش کے اندر جا کر مہاراج کے وہاں پہنچنے سے پہلے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے دوسری جگہ منتقل کرنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ دوسری بار اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکی۔ اس نے دوسری بار اس کے لب و لہجے کو اچھی طرح گرفت میں لے کر کوشش کی اور پھر ناکام رہی۔ یہ سمجھ میں آیا کہ مہاراج سے کوئی دشمنی کر رہا ہے۔ عارضی طور پر انہیں میش کے دماغ میں پہنچا کر پھر اس کے لب و لہجے کو تبدیل کر دیا گیا ہے اور ایسا پارس کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ہی کر رہا ہے۔

اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے مہاراج کی دیوانگی کا یہ عالم تھا کہ وہ کار میں بیٹھنا بھول گیا تھا۔ پاگلوں کی طرح دوڑتا جا رہا تھا۔ جب اس کی سانس پھولنے لگی تو وہ رک کر ہانپتے ہوئے سوچنے لگا "ہے بھگوان! میں تو گاڑی پیچھے بھول آیا ہوں۔ ہائے اس بیٹے نے تو مجھے پاگل بنا دیا ہے۔"

وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس بنگلے میں پہنچا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ میش کو آوازیں دیتا ہوا اندر آیا۔ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں پہنچا۔ پیچھے سے آواز آئی "کیوں مجھے پکار رہے ہو؟ کون ہو تم؟"

مہاراج نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ ایک قد آ
کھڑا اس سے پوچھ رہا تھا "میری اجازت کے بغیر
میں کیوں آئے ہو؟"

"یہ تمہارا نہیں' میرا بنگلا ہے۔ اسے میں۔
میش کے لیے خریدا تھا۔"

"یعنی میرے لیے خریدا تھا۔ میرا نام میش۔

"میں اپنے بیٹے میش کی بات کر رہا ہوں۔
پہلے میں نے اس کے دماغ کے اندر پہنچ کر اس
تھیں۔"

"اچھا تو وہ تم ہی ہو جو میرے دماغ میں
رہے تھے۔ معلوم ہوتا ہے' خاندانی ڈاکو ہو۔
گھس آتے ہو اور دماغ میں بھی۔"

مہاراج نے اسے غصے سے دیکھا پھر اس
جانا چاہا تو اس نے سانس روک کر کہا "تم پہلے بد
میرے دماغ میں گھس رہے تھے۔"

یہ کہتے ہی اس نے مہاراج کو ایک گھونسا
ایسا گھونسا تھا کہ مہاراج کا ایک جبڑا ہل گیا۔ دو
میں دوسرا جبڑا ہلنے لگا۔ مہاراج صحت مند تھا۔
کالا جادو جانتا تھا لیکن فائٹر نہیں تھا۔ وہ اپنے
ہاتھ بھی نہ مار سکا۔ مار کھاتا گیا۔ مارنے والا
اسے مارتے مارتے بے ہوش کر دیا۔

جب ہوش آیا تو وہ ایک اسپتال کے بستر
دونوں جبڑے ایسے ٹوٹ گئے تھے کہ وہ بول نہ
رہا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ میونسپلٹی والوں نے
گھر سے اٹھا کر اسپتال پہنچایا تھا۔ اس کے دو
انگلیاں توڑ دی گئی تھیں۔ اسے اس قابل نہیں
کہ وہ کاغذ پر لکھ کر اپنے رشتے داروں کا پتا بتا
دو دنوں کے بعد اس کے جبڑے کچھ
انکوائری کرنے والے افسر نے پوچھا "تم کو کس
کیا ہے؟ کس نے تم سے دشمنی کی ہے؟"

وہ بڑی مشکل سے منہ کھول کر بولا "مـ
مـ۔ را را جج جج۔ سو۔ ور۔ یا مارا راج جج۔
ول۔"

انسپکٹر نے اپنے سپاہی اور ڈاکٹر سے
بھارت میں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ میں ا
سمجھ سکا۔ کیا آپ لوگ سمجھتے ہیں؟"

سب نے انکار میں سر ہلایا۔ مہاراج

انسپکٹر کے سوال کے جواب میں کہا تھا "میں مہاراج۔ سوریہ مہاراج ہوں۔"

جب اس نے دیکھا کہ کوئی اس کی بات نہیں سمجھ رہا ہے تو اس نے کہنا چاہا "میں ہندی بول رہا ہوں۔"

لیکن اس کے منہ سے آواز نکلی "مے۔ ندی اول رہا وں وں۔"

سپاہی نے کہا "سر! یہ ندی کہہ رہا ہے۔ شاید ندی کے کنارے رہتا ہے۔ وہاں کے بستی والوں سے کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔"

مہاراج غصے میں حلق پھاڑ کر چیخ پڑا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "زیادہ بولنے سے جبڑے دکھ رہے ہیں۔ پلیز آپ کسی اور دن آکر بیان لیں۔"

انسپکٹر اور سپاہی وغیرہ چلے گئے۔ اتنا بڑا مہاراج ٹیلی پیتھی اور کالا جادو جاننے والا ایک مجبور اور لاوارث کی طرح وہاں پڑا ہوا تھا۔ ایسی حالت میں خیال خوانی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کسی اپنے کو بلا نہیں سکتا تھا۔

مزید تین دنوں میں اس کی حالت بہتر ہونے لگی۔ اس نے سوچا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام بھائی مر چکے ہیں۔ بیوی بھی نہیں رہی۔ ایک ہی بیٹا میش رہ گیا ہے۔ ایسے برے وقت میں اپنے بیٹے کو کہیں سے بلا نہیں سکتا۔ دوسرے رشتے دار دشمنی کر سکتے ہیں۔ اس کی دولت اور جائداد حاصل کرنے کے لیے اسے قتل کر سکتے ہیں۔ اس نے اپنے ایک وفادار ملازم کو اسپتال بلا کر کہا "میرے رشتے داروں کو میرے بارے میں کچھ نہ بتاؤ۔ ڈاکٹروں کو زیادہ سے زیادہ رقم دے کر اسپیشل وارڈ میں اس طرح علاج کراؤ کہ میں جلد ہی چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں۔"

اس کا وفادار ملازم اس کے احکامات کی تعمیل کرنے لگا۔ اس طرح وہ دو ہی دن میں چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ ڈاکٹر نے اسے تیسرے دن چھٹی دے دی۔ جب وہ گھر آیا تو میش کو دیکھ کر چونک گیا۔ وہ دروازے پر پھولوں کا ہار لیے کھڑا تھا۔ اسے ہار پہنانے کے لیے آگے بڑھا تو مہاراج نے پیچھے ہٹ کر پوچھا "تم میش ہو؟ سچ سچ میرے بیٹے ہو؟"

"ہاں پتا جی! آپ باپ ہو کر اپنے بیٹے کو نہیں پہچان رہے ہیں؟"

"میں کئی بار دھوکا کھا چکا ہوں۔ آخری بار دشمن نے مجھے توڑ پھوڑ کر اسپتال پہنچا دیا۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ اس کی خاطر میں اسپتال تو کیا اپنی چتا میں بھی جا کر جل سکتا ہوں مگر تم کسی طرح میرے بیٹے ہونے کا ثبوت دو۔"

"میں کیا ثبوت دوں؟ آپ مجھے بچپن سے دیکھتے آ رہے ہیں پھر بھی نہیں پہچان رہے ہیں۔" اس نے ہار پہنا کر کہا "دیکھیے۔ یہ میری پیٹھ پر پیدائشی نشان ہے۔"

اس نے قمیص اٹھا کر پیدائشی نشان دکھایا۔ مہاراج نے اسے گلے سے لگا کر بولا "ہاں تم ہی میرے میش ہو۔ آؤ اندر چلو اور مجھے بتاؤ اتنے دنوں سے تم کہاں تھے؟"

وہ بولا "آپ نے مجھے پہلے اس شہر میں ایک بنگلا خرید دیا۔ بعد میں میرے دماغ میں آکر کہا کہ مجھے دہلی جا کر پرانی حویلی میں رہنا چاہیے۔ تب سے میں وہیں تھا۔"

"اوہ بیٹے! میں نے تم سے ایسا نہیں کہا تھا۔ کوئی دشمن ہے جو میری آواز میں تمہیں بھٹکا رہا تھا۔"

"پتا جی! اسے بھٹکانا تو نہیں کہتے۔ میں اپنی ہی پرانی حویلی میں بڑے آرام سے تھا۔ آپ کبھی کبھی میرے دماغ میں آکر میری خیریت معلوم کرتے رہتے تھے۔ دشمن تو ایسا نہیں کرتے۔"

"بیٹے! کوئی دشمنی کر رہا ہے مگر دوستی کے انداز میں کر رہا ہے۔ اس نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا لیکن مجھے پریشان کرتا رہا۔ ادھر سے ادھر بھٹکاتا رہا پھر اسپتال پہنچا دیا۔"

"مجھے تو تھوڑی دیر پہلے آپ نے خیال خوانی کے ذریعے بتایا کہ آپ اسپتال میں تھے۔ مجھے پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے اپنی پریشانیاں نہیں بتائیں۔ اب آپ گھر آرہے ہیں لہٰذا مجھے پھولوں کا ہار لے کر دروازے پر سواگت کے لیے کھڑا رہنا چاہیے۔ جیسا آپ دماغ میں آکر کہتے تھے ویسا ہی ہوتا آرہا ہے۔"

"میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔ بابا صاحب کے اوتار میں ابھی کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے۔ وہ مجھے دے رہے ہیں۔"

"انہیں آپ سے کیا دشمنی ہے؟"

"میں نے فرہاد کے بیٹے پارس کو کرغان کے ایک علاقے میں دھوکا دیا تھا۔ اسے چالاکی سے ٹریپ کر کے اپنا جانشین بنانے کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن اس سے پہلے ہی تمہارے اغوا ہونے کی بات معلوم ہوئی تو میں وہ سازش بھول کر تمہارے لیے پریشان ہو کر بھٹکنے لگا۔ امر کی کمانڈوز نے بارس کو ہلاک کرنے جا رہے تھے۔ وہ سب پرواز کے دوران ہی خود ہلاک ہو گئے۔ اب مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ پارس کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ اسی نے تمام کمانڈوز کو ہلاک کیا ہے اور اسی نے تمہیں اغوا کرا کے مجھے ذہنی عذاب

میں مبتلا کرتے کرتے اسپتال پہنچایا ہے۔"

اسی وقت مہاراج کے دماغ میں آواز آئی "ابھی سزا ختم نہیں ہوئی ہے۔"

اس نے چونک کر پوچھا "کون ہے؟"

کوئی جواب نہیں ملا۔ میش نے اِدھر اُدھر دیکھ کر پوچھا "آپ کس سے پوچھ رہے ہیں کہ کون ہے؟"

"بیٹے! میں نے اپنے دماغ میں کسی کی آواز سنی ہے؟"

"پتا جی! آپ کے دماغ میں تو کوئی نہیں آسکتا۔"

"میں پوری طرح صحت مند نہیں ہوں۔ مجھ میں پہلے جیسی دماغی توانائی نہیں ہے۔ کوئی میرے اندر آئے تو میں محسوس بھی نہیں روک سکتا۔"

"کیا اب بھی آپ کے دماغ میں کوئی ہے؟"

"نہیں۔ کوئی نہیں ہے۔ بس وہی ایک آواز سنائی دی تھی۔"

"آپ کا وہم بھی ہو سکتا ہے۔ بہتر ہے، آپ اپنے کمرے میں جا کر آرام کریں۔ میں آپ کے لیے گرم دودھ لے کر آتا ہوں۔"

وہ سوچتا ہوا اپنے کمرے میں آیا پھر بستر پر لیٹ کر سوچ کے ذریعے کہنے لگا "کوئی میرے اندر ہے تو میں بھگوان کا واسطہ دیتا ہوں۔ مجھ سے بات کرو۔ میں اپنی غلطیوں کی معافی مانگ رہا ہوں۔ مجھے ایک بار معاف کر دو۔ میں زندگی بھر تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔"

پھر وہ سوچنے لگا "میں نے ایک نہیں کئی غلطیاں کی ہیں۔ فرہاد نے دوبار میرے بیٹے کی جان بچائی۔ ایک بار مجھے حملہ آوروں سے ایسے وقت بچایا جب میں پوری شہر میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کئی دشمنوں سے اپنی جان نہیں بچا سکتا تھا۔ میں نے فرہاد کا وفادار رہنے کی قسم کھائی تھی۔ اب یہاں بستر پر لیٹ کر پھر کسی کو مخاطب کر کے معافی مانگ رہا ہوں اور زندگی بھر اس کا غلام بن کر رہنے کی بات کر رہا ہوں۔"

ایسا سوچتے وقت اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ خود تحریر کیا ہوا ایسی باتیں سوچ رہا ہے یا اس کی اپنی سوچ میں کوئی اس کے جھوٹ اور فریب کو یاد دلا رہا ہے؟

اس نے سوچا "ٹیلی پیتھی کی دنیا میں برتری یا اپنا رعب دبدبہ قائم رکھنے کے لیے سیاست کرنی پڑتی ہے۔ پرانے رشتے اور قسمیں بھول کر وفاداری بدلنے کے لیے نئی قسمیں کھانی پڑتی ہیں۔ پہلے میں نہیں جانتا تھا کہ پارس کے ساتھ بھی کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی ہے۔ میں نے سوچا تھا فرہاد کی ہلاکت کے بعد صرف ایک الپا ٹیلی پیتھی جاننے والی رہ گئی ہے۔ میں کسی طرح اسے اپنے اثر میں لے آؤں گا۔ فرہاد کے دونوں بیٹوں کو بھی ٹریپ کر لوں گا تو سب ہی میرے تابعدار بن جائیں گے پھر سپر پاور اور دوسرے بڑے ممالک بھی میرے رحم و کرم پر رہا کریں گے۔"

پھر اس کے دماغ میں سوچ آئی "آج تک پوری دنیا میں کسی ایک شخص کی حکومت نہیں رہی اور میں ساری دنیا کا تنہا حکمران بننے کی کوششیں کر رہا تھا لیکن میرا انجام کیا ہو رہا ہے۔ میو نسپلٹی والے مجھے کسی کچرا گھر سے اٹھا کر اسپتال لے گئے تھے۔"

اس نے پھر سوچا "کیا یہ میں خود سوچ رہا ہوں یا کوئی مجھے اپنی ہی حماقتوں کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر رہا ہے؟"

اسے یاد آیا کہ بیٹا اس کے لیے گرم دودھ لانے گیا تھا۔ ابھی تک نہیں آیا ہے۔ اس نے ملازم کو آواز دی۔ وہ دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا "میش سے کہو، میرے پاس آئے۔ دودھ تم لے آؤ۔"

ملازم نے کہا "مالک! میش بابو اپنی کار میں کہیں گئے ہیں۔ میں دودھ لے آتا ہوں۔"

وہ چونک کر بولا "کیا بکتے ہو۔ میرا بیٹا میرے لیے گرم دودھ لانے خود ہی گیا تھا۔ وہ محبت کرنے والا فرماں بردار بیٹا ہے۔ مجھے دودھ پلائے بغیر کہیں نہیں جا سکتا۔"

ملازم نے ایک تہ کیا ہوا کاغذ اسے دیتے ہوئے کہا۔ "میش بابو نے کہا تھا آپ کے کمرے میں نہ جاؤں۔ آپ بلائیں گے تب آپ کو یہ چٹھی دوں۔"

مہاراج نے فوراً ہی تہ کیے ہوئے کاغذ کو کھول کر پڑھا۔ "ابھی تم نے اپنے اصل بیٹے میش سے ملاقات کی تھی۔ وہ ایک خائل کا معمول بنا ہوا ہے۔ تمہارا یہ اصل بیٹا اسی طرح اچانک کبھی نہ کبھی تم سے تین بار ملے گا۔ آج پہلی بار مل چکا ہے پھر کبھی دوسری بار مل کر تم سے دور ہو جائے گا۔ اس کے بعد تیسری اور آخری بار ملے گا۔ آخری بار اچھی طرح جی بھر کے دیکھ لینا کیونکہ چوتھی بار پھر کبھی اس دنیا میں نظر نہیں آئے گا۔"

مہاراج وہ مختصر سی تحریر پڑھتے ہی چیخ پڑا۔ بیٹے کو آوازیں دیتا ہوا بستر سے اٹھ کر بیٹھک سے باہر آیا۔ وہاں بیٹے کی کار نہیں تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کے پاس پہنچنا چاہا تو ناکامی ہوئی۔ اسے یاد آیا کہ ابھی دماغی توانائی بحال نہیں ہوئی ہے۔ نہ وہ بیٹے کے پاس پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو مدد کے لئے فوراً بلا سکتا ہے۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ ریسیور اٹھا

کر بابا صاحب کے ادارے کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ ہونے پر اس نے کہا۔ "میں سوریہ راج عرف مہاراج بول رہا ہوں۔ ادارے کے انچارج صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کس ادارے کی بات کر رہے ہو۔ یہ پیرس کے ایک قبرستان کا دفتر ہے۔"

اس نے فون بند کر کے دوبارہ نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ ہونے پر کہا۔ "میں سوریہ راج عرف مہاراج بول رہا ہوں۔ ادارے کے انچارج۔۔۔"

اس کی بات کاٹ کر کہا گیا۔ "ابھی تم سے کہا گیا ہے کہ یہ ایک قبرستان کا دفتر ہے۔ تم صحیح نمبر ڈائل کرو۔"

وہ فون بند کر کے سوچنے لگا۔ بابا صاحب کے ادارے کے کئی فون نمبر تھے۔ اس نے بڑی توجہ سے یاد کرتے کرتے نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ ہوتے ہی بولا۔ "میں سوریہ راج عرف مہاراج بول رہا۔۔۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "پاگل کے بچے! تیرا کوئی مر گیا ہے تو اسے یہاں لے آ۔ کتنی بار کہا جائے کہ یہ قبرستان کا ایک آفس ہے۔ شٹ اَپ۔"

فون بند کر دیا گیا۔ مہاراج کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے دماغ میں کوئی ہے جو نمبر ڈائل کرتے وقت ایک ساعت کے لئے اسے غائب دماغ بنا دیتا ہے۔ اس نے بڑی بے بسی سے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں' سر جھکاتا ہوں۔ آپ کو اپنے ماں باپ اور اپنے بچوں کا واسطہ دیتا ہوں۔ بھگوان کے لئے مجھ سے بات کریں۔ میں اپنی غلطیوں کی معافیاں مانگ کر آپ کا غلام بن کر رہنا چاہتا ہوں۔"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ بار بار گڑگڑاتا اور معافیاں مانگتا رہا لیکن جواباً خاموشی بتا رہی تھی کہ جو کوئی بھی تھا' اب نہیں ہے۔ چلا گیا ہے۔ اور جانے والا نہیں چاہتا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرے۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا۔ "میں کیا کروں؟ کس سے توقع کروں کہ وہ میرے مہیش کو ایک عامل کی گرفت سے چھڑا کر لائے گا۔ پورن میری مدد کر سکتا ہے۔ الپا سے بھی امید کی جا سکتی ہے لیکن جب انہیں معلوم ہو گا کہ میں ابھی دماغی طور پر کمزور ہوں' فی الحال خیال خوانی نہیں کر سکتا اور انہیں اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکتا تو وہ موقع سے فائدہ اٹھائیں گے۔ الپا یا پورس کی طرف سے شاید مجھ پر تنویمی عمل کر کے اپنا تابعدار بنا لے گی۔"

یہ تو اس کی سب سے بڑی بدقسمتی ہوتی کہ بیٹے کے بعد وہ بھی کسی کا غلام بن کر رہ جاتا۔ اس نے اس پہلو پر اب غور کیا تھا اور اب یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ کہیں خاموشی سے چھپ کر رہنے کے باوجود شاید الپا اور پارس کی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی اچانک کسی ضرورت سے اس کے پاس آ گئی تو وہ کسی کو روک نہیں سکے گا۔ اس کے دماغ کا کھلا ہوا دروازہ کسے گا۔ "آؤ صنم' جاؤ صنم یا رہ جاؤ صنم۔ یہ گھر تمہارا ہے۔"

اچانک فون کی گھنٹی سن کر وہ خوف سے اچھل پڑا۔ یوں لگا بالکل قریب سے بندوق چلی ہے اور اسے گولی لگنے والی ہے۔ وہ سہم کر ٹیلی فون کو دیکھنے لگا۔ گھنٹی بجتی جا رہی تھی۔ اس نے ملازم کو بلا کر کہا۔ "دیکھو کس کا فون ہے۔ کوئی بھی مجھے پوچھے تو کہہ دینا میں نہیں ہوں۔"

ملازم نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف کی آواز سنی پھر کہا۔ "جی ہاں! مالک تو ہیں مگر انہوں نے کہا ہے کوئی بھی انہیں پوچھے تو کہہ دینا وہ نہیں ہیں۔"

مہاراج نے غصے سے کہا۔ "ابے گدھے کے بچے! یہ کیا کہہ رہا ہے۔ جب میں یہاں نہیں ہوں تو یہ کیسے کہہ رہا ہے کہ میں یہاں ہوں اور نہیں بھی ہوں۔"

اس نے ملازم سے ریسیور چھین کر کان سے لگا کر کہا۔ "آپ جو بھی ہیں اس گدھے کی بات پر نہ جائیں۔ میں یہاں موجود نہیں ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔ واپس آ کر صوفے پر بیٹھا تو خیال آیا کہ اس نے فون پر احمقانہ گفتگو کی ہے۔ یعنی فون پر گفتگو کرتے وقت اس کا اپنا دماغ قابو میں نہیں تھا پھر یاد آیا کہ بابا صاحب کے ادارے کے فون نمبر ڈائل کرتے وقت بھی وہ دماغی طور پر غائب ہو جاتا تھا۔ ایسی باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کا دماغ کسی کے شکنجے میں ہے۔

یہ سوچ کر پریشان ہونا فضول تھا کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنا غلام بنا لے گی۔ اس کے دماغ پر تو پہلے ہی قبضہ جمایا جا چکا تھا۔ وہ نڈھال سا ہو کر گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا پھر سوچنے کے ذریعے بولا۔ "اے میرے عامل! میرے جیسا احمق کوئی نہیں ہو گا۔ میں اسپتال میں زیر علاج رہا' جسمانی اور دماغی طور پر کمزور رہا اور اتنی سی بات نہ سمجھ سکا کہ اٹھنے والوں میں کوئی میرے اندر آ کر مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہو گا۔ اب میں ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر دل سے کہتا ہوں' آپ میرے مالک و مختار ہیں۔ میرے دیوتا ہیں۔ آپ سے پرارتھنا

کرتا ہوں کہ میرے دماغ میں خاموش نہ رہیں۔ میں آپ سے اپنے بیٹے کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اسے پہلی بار اپنے دماغ میں آواز سنائی دی۔ "میں اتنی دیر سے تمہارے اندر بول رہا تھا اور تم سمجھ رہے تھے کہ تمہاری اپنی سوچ بول رہی ہے۔ میرے تابعدار ہو۔ مجھے پہچانو۔ میں سوریہ راج عرف مہاراج بول رہا ہوں۔"

"آپ مجھ سے مذاق نہ کریں۔ سوریہ راج عرف مہاراج تو میں ہوں۔"

"نہیں بالک! تم میرے بیٹے مہیش ہو۔ آج سے میں تمہارا باپ ہوں۔ تمہیں اس طرح یقین نہیں آئے گا۔ پہلے میری بات غور سے سنو۔ تم نے اپنے ساتھ دوستی کرنے والوں سے دشمنی کی۔ فرہاد علی تیمور جیسے دیوتا کو دھوکا دیا۔ اس دھوکے کے نتیجے میں وہ مہیش کو مار ڈالتے لیکن مہیش نے فرہاد دیوتا کی پتنی آمنہ فرہاد سے التجا کی کہ اسے جان سے نہ ماریں۔ اگر اسے زندہ رہنے کا موقع دیا جائے گا تو وہ اپنے باپ کے پاپوں کا پرائشچت کرنے کے لئے تمام عمر انسانیت کی بھلائی کے لئے کام کرے گا اور اپنے باپ کو بھی سزائیں دیتے ہوئے ایک اچھا انسان بنانے کی کوشش کرے گا۔"

"ہاں۔۔۔ ہاں بیٹے! مجھے خوب سزائیں دو مگر میری آئندہ نسلوں کی خاطر زندہ رہو۔"

مہیش کی کڑکدار آواز سنائی دی۔ "خاموش رہو۔ جب باپ بول رہا ہو تو بیٹے کو بیچ میں نہیں بولنا چاہیے۔ تم صرف بیٹے اور آئندہ نسل کی بات کرتے ہو۔ یہ نہیں کہتے کہ اچھا انسان بننے کی کوشش کرو گے۔"

"میں کہتا ہوں' کہہ رہا ہوں بلکہ کہتا رہوں گا۔ ایک اچھا انسان بنوں گا مگر تم میرے بیٹے ہی رہو۔ میرے باپ نہ بنو۔ یہ مذاق نہ کرو۔"

"شٹ اَپ۔ تم روحانی ٹیلی پیتھی کو مذاق کہہ رہے ہو؟ کیا پھر تمہیں کچرا گھر میں پھینکا جائے؟"

"نن۔۔۔ نہیں۔ میں روحانیت یا آتما شکتی کا مذاق اڑانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اگر نصیب میں یہی لکھا ہوا ہے تو تم میرے باپ بن جاؤ۔"

"میں تمہارے کہنے سے نہیں' روحانی ٹیلی پیتھی کی قوت سے باپ بن چکا ہوں۔ میں سوریہ راج عرف مہاراج ہوں اور میرے بیٹے مہیش ہو اور بیٹے رہ کر میری آئندہ نسل پیدا کرو گے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"تم نہیں آپ کہو۔ میں تمہارا باپ ہوں' پتا جی کہو۔"

"پتا جی! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں اس عمر میں اولاد کیسے پیدا کر سکتا ہوں۔"

"یہ میں نہیں جانتا۔ تم آئندہ نسل کے لئے دوستوں کو دشمن بنایا کرتے تھے۔ انہیں فریب دیا کرتے تھے۔ میں مہاراج ہوں۔ میرے بیٹے ہو کر آئندہ نسل پیدا نہیں کرو گے تو جوتے ماروں گا۔"

"تم باپ بننے کے بعد کچھ بھی کر سکتے ہو مگر وہ چٹھی کیسی تھی۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ میرا بیٹا مہیش صرف تین بار میرے پاس آئے گا۔ آج آ چکا ہے۔ آئندہ دو بار نظر آنے کے بعد پھر دنیا میں نظر نہیں آئے گا۔"

"ہاں تم مہیش ہو۔ آج ایک بار آ کر میں نے تمہیں دیکھا ہے۔ اگر تم اچھے انسان بننے لگو گے تو دوسری بار آ کر تمہیں دیکھوں گا۔ اگر تیسری بار کسی معاملے میں تمہاری جھوٹ اور مکاری ثابت ہو گی تو تم شمشان گھاٹ پہنچ جاؤ گے۔ میں باپ ہو کر اپنے بیٹے کی چتا کو آگ لگاؤں گا۔"

"نہیں۔۔۔ نہیں۔ میں کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔ کسی سے مکاری نہیں کروں گا اور دوسروں کی بھلائی کے لئے کام کرتا رہوں گا۔"

"اگر اتنے اچھے بن جاؤ گے تو اپنی صحیح عمر تک زندہ رہو گے۔"

"میں زندہ رہنے کے لئے دن رات نیکیاں کرتا رہوں گا مگر بیٹے! نن۔۔۔ نہیں۔ پتا جی! ہماری آئندہ نسل کا کیا بنے گا؟"

"بچوں کی آئندہ زندگی بنانے کی ذمے داری باپ پر ہوتی ہے۔ تم صحیح راستے پر چلتے رہے تو میں کسی شریف گھرانے میں کوئی اچھی سی بڑھیا دیکھ کر اس سے تمہاری شادی کر دوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔ "ہے بھگوان! یہ کیا چمتکار ہو گیا۔ باپ بیٹا اور بیٹا باپ بن گیا۔ اس عمر میں کسی بوڑھی سے شادی کروں گا۔ پتا نہیں وہ بڑھیا کیا رزلٹ دے گی۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

"جو تم نے بویا ہے' وہی کاٹنے جا رہے ہو۔ اب جا کر سو جاؤ۔ ٹھیک دو گھنٹے بعد تمہاری آنکھ کھلے گی تو تمہاری دماغی توانائی بحال ہو جائے گی۔ تم سانس روک کر دشمنوں کو اپنے اندر سے بھگا سکو گے اور خیال خوانی بھی کر سکو گے۔"

وہ خوشی سے اچھل کر بولا۔ "کیا سچ کہہ رہے ہو۔ میں پھر سے خیال خوانی کرنے والا بن سکتا ہوں مہاراج۔۔۔"

"بڑے نہیں چھوٹے۔ تم بیٹے ہو۔ اپنی اوقات میں رہو

اور دھوتی سے باہر نہ آؤ۔ تم اکثر میرے ساتھ رہو گے۔ اگر تمہاری میں تہذیب اور انسانیت کے خلاف خیال خوانی کرو گے تو پھر پچھتاؤ گے۔"

"نن۔۔۔ نہیں پتا جی! میں آپ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا۔"

وہ دوڑتا ہوا اپنے بیڈ روم میں گیا پھر بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرکے دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا۔

دو گھنٹے بعد امریکا میں آرمی کانفرنس ہال میں میٹنگ ہو رہی تھی۔ وہاں پورس ایک قیدی مہمان کی حیثیت سے موجود تھا۔ اس کی حفاظت کے لئے ناصرہ، ثنا اور جلال پاشا خیال خوانی کے ذریعے موجود تھے۔ ایک افسر نے کھڑے ہو کر کہا۔ "مسٹر پورس! تم نے ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا تیار کرکے ہمارے ملک کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ناکارہ بنا دیا۔ کیا تمہیں اندازہ ہے کہ تم نے ہمیں کتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے؟"

پورس نے کہا۔ "میں نے جو دوا تیار کرائی تھی' وہ صرف بارہ گھنٹے کے لئے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹاتی تھی لیکن بابا صاحب کے ادارے کے ڈاکٹروں نے اس دوا میں اتنی شدت پیدا کر دی کہ مصنوعی طریقوں سے حاصل کیا جانے والا یہ علم ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ میری ٹیلی پیتھی بھی ختم ہو چکی ہے۔ تم اپنے نقصان کی بات کرتے ہو۔ یہاں تو میرا بھی نقصان ہو چکا ہے۔"

"ہمیں تمہارے نقصان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم ٹیلی پیتھی سے محروم ہو کر ہمارے ملک میں کس ارادے سے آئے ہو؟ ہم مانتے ہیں کہ تمہاری پشت پر ایک یا ایک سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ تم اس کا مظاہرہ بھی کر چکے ہو اور یہ دھمکی بھی دے چکے ہو کہ کولمبیا میں ڈرگ مافیا کے گاڈ فادر کارسیلو کو ہمارے سیاسی مقاصد کے لئے کام نہیں کرنے دو گے۔ کیا تمہارے ارادے یہیں تک ہیں یا آگے بھی کچھ پلاننگ ہے؟"

"پلاننگ کو ہمیشہ راز میں رکھا جاتا ہے۔ مجھ سے راز نہ پوچھو۔ زبردستی اگلوا سکتے ہو تو پھر میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے کمالات بھی دیکھو۔"

"ہم صرف تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موجودگی کا ثبوت اس طرح چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں کسی طرح کا نقصان نہ پہنچائیں۔"

پورس نے کہا۔ "انکل پاشا! انہیں سلامتی کے ساتھ ثبوت دیں۔"

تھوڑی دیر بعد تین جونیئر افسران اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ ان تینوں نے ایک ساتھ کہا۔ "ہم اس وقت اپنے اختیار میں نہیں ہیں۔ ہم تینوں بیک وقت یہ ثابت کرنے کے لئے بول رہے ہیں کہ یہاں پورس کے تین خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔"

پھر ایک نے کہا۔ "میرا نام جلال پاشا ہے۔"

دوسرے نے کہا۔ "میں جلال پاشا کی بیٹی ثنا پاشا ہوں۔"

تیسرے نے کہا۔ "میں پورس کے دل کی دھڑکن' جانِ جگر ناصرہ ہوں۔ اگر میرے پورس کے ساتھ ذرا سی بھی بدتمیزی کی گئی تو میں اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گی۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مسٹر پورس! ہم دوستانہ ماحول میں گفتگو کر رہے ہیں۔ میڈم ناصرہ کو دھمکی دینے کا انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے۔"

پورس نے کہا۔ "میں آپ حضرات کو یہ بتا دوں کہ میری ناصرہ زہریلی ہے اور زہریلے انداز میں بولتی ہے۔ میرے کسی مخالف کو برداشت نہیں کرتی۔ اگر یہ کسی کے جسم پر دانت لگا دے یا اپنا جھوٹا پانی یا مشروب کسی کو پلا دے تو فوراً مر جائے گا۔"

"تعجب ہے مسٹر پورس! آپ اس کے محبوب ہیں پھر بھی زندہ ہیں؟"

"اس کی محبت اور قربت نے رفتہ رفتہ مجھے بھی کسی حد تک زہریلا بنا دیا ہے۔ میرے سامنے جو گلاس رکھا ہوا ہے' اس میں سے میں نے دو گھونٹ پانی پیا ہے۔ آپ اس پانی کو لیبارٹری میں ٹیسٹ کے لئے بھیج دیں۔ یہ زہریلا ثابت ہو گا۔"

ایک اعلیٰ افسر کے حکم سے ایک فوجی جوان پورس کے سامنے سے گلاس اٹھا کر لے گیا۔ اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اب ہم سیاسی رازداری کی باتیں کریں گے۔ کل تم نے درست کہا تھا کہ ہم لاطینی امریکا کے کئی ملکوں میں اپنی برتری قائم رکھنے کے لئے دہشت گردی کے ذریعے وہاں کا امن و سکون برباد کر رہے ہیں۔ اس طرح وہاں کے حکمران پریشان ہو کر ہماری سیاسی شرائط تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے لیکن تم نے گاڈ فادر کارسیلو کو کس مقصد کے لئے اپنا تابعدار بنایا ہے؟ ہم نے اپنا سیاسی راز تمہیں بتا دیا۔ تم اپنا راز بتاؤ؟"

"تمہاری سیاست اب راز نہیں رہی۔ دنیا جان چکی

ہے کہ امریکی حکام لاطینی امریکا میں اپنے مفادات کی خاطر کس طرح دہشت گردوں اور دوسرے جرائم پیشہ افراد کی پشت پناہی کرتی آ رہی ہے۔ اب جو میرا راز ہے' وہ میرے اندر رہے گا۔ اس وعدے کے ساتھ کہ لاطینی امریکا میں میری اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موجودگی سے تمہارے ملک کو نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"ہمارے درمیان دوستی کا معاہدہ ہو جائے۔ تم ہمارے مفادات کا تحفظ کرو اور ہم تمہارے مفادات کا تحفظ کرتے رہیں اور تمہارے راز کو اپنا راز سمجھ کر ہمیشہ دشمنوں سے چھپا کر رکھیں تو ہمارا ایک دوسرے پر اعتماد مستحکم ہو گا۔"

"راز بتایا نہیں جاتا' وہ اپنی غلطیوں سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ تم لوگ کچھ سیاسی غلطیوں کے باعث اور کچھ طاقت کے نشے میں اپنی رازدارانہ پالیسیوں کو ظاہر ہونے سے نہ روک سکے لہٰذا مجھ سے بھی ہونے والی غلطیوں کا انتظار کرو۔ کسی سے اس کا راز پوچھنا دانش مندی نہیں ہے۔"

اعلیٰ افسران ایک دوسرے کے قریب جھک کر آپس میں مشورے کرنے لگے پھر ایک نے پوچھا۔ "کیا کسی طرح اس بات کی ضمانت دے سکتے ہو کہ کولمبیا میں رہ کر ہمارے سیاسی مفادات کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے؟"

"ہم بھلا کیا ضمانت دے سکتے ہیں۔ یہ تو آنے والا وقت بتائے گا کہ ہم اپنی زبان پر قائم رہیں گے اور تمہارے معاملات میں دخل نہیں دیں گے۔"

اسی وقت ایک افسر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ مہاراج نے اس کی زبان سے کہا۔ "تم لوگ آپس میں کھچڑی پکا رہے ہو اور ہم کو بھول گئے ہو۔"

پورس نے چونک کر پوچھا۔ "مہاراج! تم یہاں موجود ہو؟"

دوسرے امریکی افسران نے کہا۔ "ہاں۔ یہ مہاراج کی آواز اور لب و لہجہ ہے۔"

مہاراج نے کہا۔ "بھیا! ہم تین گھنٹے پہلے مہاراج تھے۔ اپنے بیٹے مہیش کے باپ تھے۔ اب کایا پلٹ گئی ہے۔ جو ہمارا بیٹا تھا' وہ ہمارا باپ بن گیا ہے اور ہم اس کے بیٹے ہیں۔"

ثنا نے ناصرہ سے کہا۔ "یہ پاگل کا بچہ یہاں کیسے پہنچ گیا اور یہ باپ بیٹے والی کیا بکواس کر رہا ہے؟"

پورس نے کہا۔ "مہاراج! تم اتنے اہم اجلاس میں آ کر یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"ہم کو مہاراج مت بولو۔ ہم مہیش ہیں۔ ہمارے پتا مہاراج ہمارے پاس بیٹھے ہیں۔"

اس کے پاس بیٹھے ہوئے افسر نے کہا۔ "پورس! تم آواز سے پہچان سکتے ہو' میں مہیش ہوں مگر مہیش نہیں ہوں۔ تین گھنٹے پہلے جو میرا باپ تھا' وہ مہیش بن گیا ہے اور میں اس کا باپ مہاراج بن گیا ہوں۔"

پورس نے کہا۔ "یہ یقیناً پارس کی شرارت ہے۔ اس نے ہمارے خفیہ اجلاس سے آگاہ ہو کر پتا نہیں کن دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھیجا ہے۔ یہ دونوں ان باپ بیٹے مہاراج اور مہیش کی آواز میں بول رہے ہیں۔"

مہاراج نے کہا۔ "تم جانتے ہو۔ پارس سے ہماری نہ پہلے دوستی تھی نہ اب ہے۔ تم اصلی باپ بیٹے کو نقلی کہہ رہے ہو۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو کہ ہم دونوں کے دماغوں میں آ کر چور خیالات پڑھیں۔ ابھی سچائی معلوم ہو جائے گی۔"

ناصرہ' ثنا اور جلال پاشا ان دونوں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ ان کے چور خیالات پڑھنے لگے پھر جلال پاشا نے ایک افسر کی زبان سے کہا۔ "بیٹے پورس! دونوں کے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ یہ فراڈ نہیں ہیں اور نہ ہی پارس سے ان کا کوئی تعلق ہے لیکن ایک عجیب سی بات ہے۔ جو پہلے بیٹا تھا' وہ بیٹا نہیں رہا' اپنے باپ کا باپ مہاراج بن گیا ہے۔ جبکہ چور خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ جوان ہے اور جو بوڑھا ہے' وہ اپنے بیٹے کا بیٹا مہیش بن گیا ہے۔"

پورس نے کہا۔ "یہ کوئی چال ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے بیٹے کو باپ اور باپ کو بیٹا بنا دیا گیا ہے۔"

مہاراج نے کہا۔ "ارے عقل کی بات کرو۔ ہم پر تنویمی عمل ہوتا تو ہماری آواز بھی بدل جاتی۔ اب ہم مہیش ہیں مگر ہماری آواز مہیش کی نہیں ہے۔"

پورس نے کہا۔ "یہ تو سوچو' مہیش ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ اب ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہاں کیسے پہنچا ہوا ہے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مسٹر پورس! ہم فی الحال تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ دونوں مہاراج اور مہیش ہیں اور یہ بھی تسلیم کر لیتے ہیں کہ جو باپ تھا' وہ بیٹا بن گیا ہے اور بیٹا اپنے باپ کا باپ بن گیا ہے۔ ہمیں ان کی تبدیلیوں سے کیا لینا ہے؟ ہم ان سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہاں کس مقصد سے آئے ہیں؟"

مہاراج نے کہا۔ "جس مقصد سے تم لوگ یہاں آئے ہو۔"

مہیش نے کہا۔ "چپ نالائق! باپ سے پہلے بولتا ہے۔ آئندہ اجازت کے بغیر بیٹوں کے بیچ میں نہ بولنا۔ ہاں تو پورس

بھیا! یہ میرا بیٹا ساری دنیا گھوم کر اور اتنی عمر گزار کر بھی کہتا ہے کہ اس نے کولمبیا نہیں دیکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں یہ وہاں نہ جائے۔ وہاں منشیات کی تجارت ہوتی ہے' یہ نشے کا عادی ہو جائے گا مگر یہ کمبخت مانتا ہی نہیں۔ تب میں نے دھمکی دی' اچھی بات ہے' میں تمہارے پورس چاچا سے شکایت کروں گا۔ تمہارے پورس چاچا کسی بھی آگے بڑھنے والے کا راستہ روکنے کے ماہر ہیں۔ وہ تمہیں کولمبیا نہیں جانے دیں گے۔ کیوں پورس بھیا! کیا میں جھوٹ کہتا ہوں؟"

پورس اس بولنے والے افسر کو گھور کر دیکھنے لگا۔ ناصرہ اور ثنا اس کے دماغ میں آئیں۔ ناصرہ نے کہا۔ "پورس! ابھی میں ثنا کے ساتھ پارس کے دماغ میں گئی تھی۔ وہ کار ڈرائیو..کرتا ہوا ثنا کے ساتھ کہیں جا رہا ہے۔ اس نے ہمیں محسوس کرتے ہوئے پوچھا کہ ہم کون ہیں۔ ثنا نے اس سے پوچھا۔ "تم باپ بیٹے کا کیا ناٹک کر رہے ہو؟ یہ مہاراج کے ساتھ میش بن کر کون خیال خوانی کر رہا ہے؟"

پارس نے کہا۔ "بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر تم مہاراج اور میش کی بات کر رہی ہو تو واقعی میش ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے لیکن تم مجھے یہ الزام کیوں دے رہی ہو کہ میں کوئی ناٹک کر رہا ہوں؟"

"تو پھر تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسا کر رہا ہے۔"

"یہ تو وہی بات ہوئی کہ آ بیل مجھے مار۔ ایک تو ناصرہ کے زہر نے مجھے محتاط کر دیا ہے پھر شاید تم لوگوں کو نیکلس میں چھپے ہوئے ڈیٹیکٹو آلات کا پتا چل گیا ہے۔ ان آلات کو کہیں پھینک دیا گیا ہے۔ تب سے تم لوگوں کا سراغ نہیں مل رہا ہے کہ کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو؟ چلو اتنا تو بتا دو کہ وہ باپ بیٹے تم لوگوں کے پاس کہاں پہنچے ہوئے ہیں؟"

"کیا ہمیں بے وقوف سمجھتے ہو کہ ہم جگہ بتا دیں گے؟"

"بے وقوفی تو تم یہ بتا کے کر چکی ہو کہ مہاراج اپنے بیٹے کے ساتھ تم لوگوں کے پاس آیا ہے۔ میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہوں گا کہ وہ مہاراج یا میش کے دماغ میں پہنچ کر صورتِ حال معلوم کریں۔"

پورس نے ناصرہ اور ثنا کی باتیں سنتے ہی ایک افسر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "میش! تم خیال خوانی کر رہے ہو۔ یقیناً تم نے یوگا میں مہارت حاصل کی ہوگی؟"

"ہاں۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا ہوں۔"

"میں تم سے اور مہاراج سے دوستانہ انداز میں التجا کرتا ہوں کہ ابھی کوئی بھی دماغ میں آنا چاہے تو اسے ایک سیکنڈ کے لئے بھی نہ آنے دینا۔ فوراً سانس روک لینا۔"

میش نے پوچھا۔ "آخر بات کیا ہے؟"

پورس نے کہا۔ "مہاراج اور پارس کی آپس میں دشمنی ہے۔ وہ ابھی مہاراج یا تمہارے دماغ میں آ کر معلوم کرنا چاہے گا کہ تم کہاں ہو؟ اسے نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم سب یہاں ایک اہم اجلاس میں ہیں۔"

"اچھا کیا تم نے بتا دیا۔ ہم باپ بیٹے کبھی اسے دماغ میں نہیں آنے دیں گے۔ نیلماں نے مجھے آتما شکتی کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھاتے ہوئے تاکید کی تھی کہ پارس سے نہ کبھی دوستی کرنا اور نہ ہی کسی معاملے میں اس پر اعتماد کرنا۔"

پورس نے حیرانی سے کہا۔ "اوہ! تو تمہیں نیلماں نے خیال خوانی سکھائی ہے؟"

"تم اس بات پر حیران ہو کہ نیلماں نے آتما شکتی کے ذریعے مجھے یہ علم سکھایا ہے۔ تم یہ بھی تو یاد کرو کہ تم اور نیلماں ایک دوسرے کے کتنے بدترین دشمن تھے۔ اس نے پارس کے علاوہ تمہارے بارے میں مجھے کہا ہے کہ ہم تم سے کبھی دوستی نہ کریں لیکن کوئی بہت بڑا مسئلہ درپیش ہو اور دونوں میں سے کسی ایک پر بھروسا کرنا پڑے تو پورس پر مجبوراً بھروسا کر لینا لیکن پارس جیسے مکار کو کبھی قابلِ اعتماد نہ سمجھنا۔"

مہاراج نے میش سے کہا۔ "پتا جی! یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ ہم تو امریکی اکابرین سے ضروری باتیں کرنے آئے تھے۔ ایک افسر کے چور خیالات سے پتا چلا یہاں ایک خفیہ اجلاس جاری ہے۔ ویسے ہمیں اس اجلاس سے کیا لینا ہے۔ ہم بعد میں آئیں گے۔"

میش نے کہا۔ "بیٹے! تم مجھ سے چھوٹے ہو۔ چھوٹی عقل سے باتیں کرتے ہو۔ بے شک ہم اپنی باتیں نہیں کریں گے لیکن اس اجلاس میں خاموش رہ کر یہ تو معلوم کریں گے کہ پورس اور امریکا کبھی آگ اور پانی تھے۔ کبھی ایک نہیں ہو سکتے تھے۔ اب یہ جاننا چاہیے کہ آگ اور پانی ایک جگہ ہو کر کیا کھچڑی پکا رہے ہیں؟"

"ہاں پتا جی! ہم دماغوں میں گھس کر سب کے راز معلوم کرتے ہیں پھر اس اجلاس میں گھس کر کیوں نہ معلوم کریں؟"

میش نے کہا۔ "ہوتا ہی چلا جاتا ہے۔ بس اب خاموش رہنا۔ کچھ نہ بولنا۔"

وہ دونوں خاموش ہوئے تو اجلاس میں بھی ذرا دیر خاموشی رہی پھر پورس نے کہا۔ "مسٹر میش! میں تم سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

جواب میں خاموشی رہی۔ پورس نے اسے دوسری بار مخاطب کیا۔ مہاراج نے کہا "میرا باپ بہت سخت ہے' جب اس نے کہہ دیا کہ خاموش رہے گا تو پھر..."

میش نے ڈانٹ کر کہا "گدھے کے بچے! میں نے خاموش رہنے کو کہا تھا اور تو بول رہا ہے۔"

پورس نے کہا "پلیز مسٹر میش! ایک بار کہہ دو۔ اس اجلاس کے بعد تنہائی میں ملو گے؟"

"افسوس ہمارے ساتھ تنہائی نہیں ہوگی۔ میرا بیٹا مہاراج ہمیشہ میرے ساتھ رہتا ہے۔ تم چاہو تو اپنے بھی خیال خوانی کرنے والوں کو ساتھ رکھ سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم یہاں سے فارغ ہو کر ایک گھنٹے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے ملیں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مہاراج! ہم بھی آپ سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

"سوری' میں اپنے باپ کے بغیر آپ سے کوئی بات نہیں کروں گا۔"

"آپ سے کہنے کا مطلب ہے کہ میں مسٹر میش سے بھی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ دراصل ہم ابھی تک اس الجھن میں ہیں کہ آپ میں سے کون باپ اور کون بیٹا ہے؟"

"الجھن دور ہو جائے گی۔ یہ بتائیں کب ملنا چاہتے ہیں؟"

"پندرہ منٹ بعد آپ اس فوجی افسر کے دماغ میں چلے جائیں جس کے اندر رہ کر آپ پہلے ہم سے رابطہ کیا کرتے تھے۔ وہاں چار یوگا کے ماہر فوجی افسران بیٹھے ہوں گے وہ آپ سے ضروری گفتگو کریں گے۔"

پورس نے اعلیٰ افسر سے کہا "یہ آپ سیاسی چال چل رہے ہیں۔ پہلے میں ان باپ بیٹے سے ملاقات کرنا چاہتا تھا لیکن آپ مجھ سے پہلے انہیں شیشے میں اتار کر ان کی بڑی بڑی شرائط مان کر انہیں اپنا دوست بنا لینا چاہتے ہیں۔"

"مسٹر پورس! دوستی کرنا اچھی بات ہے۔ تم بھی ایک گھنٹے بعد ان سے دوستی کرنا چاہتے ہو۔ ہم تو اعتراض نہیں کر رہے ہیں۔"

پورس نے کہا "آپ نے یہ بھی سن لیا ہے کہ نیلماں نے میش کو مجھ سے اور پارس سے دوستی کرنے کو منع کیا ہے۔ نیلماں نے میش کو ٹیلی پیتھی سکھا کر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ وہ میش سے یہ علم چھین بھی سکتی ہے۔ آپ میش کو یہی سمجھائیں گے کہ یہ نیلماں کو ناراض نہ کرے اور اپنے اس علم کو برقرار رکھنے کے لیے ہم سے دوستی نہ رکھے۔ آپ کبھی نہیں چاہیں گے کہ ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والے متحد ہو کر دنیا کی بہت بڑی طاقت بن جائیں۔"

"مسٹر پورس! آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں' یہ ہمارے اجلاس کے ایجنڈے میں شامل نہیں ہے پھر بھی ہم یقین دلاتے ہیں کہ فرہاد کے دونوں بیٹوں کو ختم کرنے اور بابا صاحب کے ادارے کو کمزور بنانے کے لیے ہمیں تمہارے اور میش کے اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ تم ہماری نیت پر شبہ نہ کرو' ہم سب متحد رہیں گے۔"

جلال پاشا نے کہا "ہمارا متحد رہنا ضروری ہے تو پھر ابھی ہم سب موجود ہیں۔ ابھی کار آمد باتیں ہو سکتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ ایک اجلاس یہاں ہمارے ساتھ جاری رکھیں اور دوسری جگہ مسٹر میش اور مہاراج سے رازدارانہ گفتگو کریں۔"

پورس نے کہا "بے شک ہم سب مل کر گفتگو کریں گے یا پھر اس اجلاس کو ابھی ختم کیا جائے۔ جب ہم اپنے اپنے طور پر مسٹر میش اور مہاراج سے باتیں کر لیں گے تو پھر ہم سب متحد ہو کر ایک جگہ بیٹھ کر اپنے اتحاد کو مضبوط بنا سکیں گے۔"

اس بات پر بحث طول پکڑنے لگی کہ پہلے میش اور مہاراج سے پورس اور امریکی اکابرین الگ الگ باتیں کر لیں یا ابھی سب مل کر اتحاد کا راستہ نکالیں یا موجودہ اجلاس کو آئندہ کے لیے ملتوی کر دیں۔

دونوں باپ بیٹے کی آمد نے وہاں ایسی گڑبڑ پیدا کی کہ اجلاس کو آئندہ کے لیے ملتوی کرنا پڑا۔

جب اجلاس ملتوی ہو گیا تو پورس نے میش سے کہا۔ "پہلے ہم نے ملاقات کی فرمائش کی تھی اس لیے دس منٹ بعد میرے دماغ میں آ جاؤ۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر پورس نے ایک گھنٹے بعد ملاقات کا وقت رکھا تھا اور ہم نے پندرہ منٹ کے بعد ملاقات کا اہتمام کیا تھا۔ لہٰذا پہلے میش اور مہاراج کو ان سے گفتگو کرنی چاہیے۔"

پورس نے کہا "پندرہ منٹ کا جو وقت مقرر تھا' وہ گزر چکا ہے۔ گزرا ہوا وقت واپس نہیں آتا لہٰذا پہلے ہماری ملاقات ہوگی۔"

اب پہلے اور بعد میں ملاقاتیں کرنے کی بات پر تکرار ہونے لگی۔ میش نے پورس کے دماغ میں آ کر کہا "میں میش بول رہا ہوں۔ ہمیں امریکی اکابرین سے پہلے باتیں کرنے

دیں۔ آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دس منٹ بعد مہاراج کے دماغ میں آجائیں اور خاموشی سے سنتے رہیں کہ وہاں کیا معاملات طے ہوتے ہیں۔"

پورس نے کہا "مسٹر میش! آپ نے تو دل خوش کردیا۔ ٹھیک ہے۔ میں ابھی تھوڑی بحث کرکے ان فوجی افسران کی بات مان لیتا ہوں۔"

پورس نے یہی کیا۔ تھوڑی دیر تک ان سے بحث کرتا رہا پھر ان کی بات مان کر اس اجلاس سے چلا گیا۔ ناصرہ، ثنا اور جلال پاشا سے کہا کہ ان امریکیوں کے مقابلے میں میش انہیں ترجیح دے رہا ہے۔ وہ تینوں دس منٹ کے بعد مہاراج کے دماغ میں جائیں گے اور خاموش رہ کر دیکھیں گے کہ وہ امریکی اکابرین، میش اور مہاراج سے کیسی حکمتِ عملی اختیار کریں گے اور بعد میں پورس کے کتنے تضادات کے ساتھ حکمتِ عملی اختیارات کرنے والے ہیں۔

امریکی سیاست کے پیشِ نظر یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والی پارٹیوں کو خوش بھی رکھیں گے اور درپردہ انہیں ایک دوسرے سے لڑانے کی بھی کوشش کریں گے تاکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپس میں کبھی متحد نہ رہ سکیں۔

○☆○

جو لوگ جنوبی ایشیا اور یورپ سے شمالی برفانی علاقوں میں جاتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ وہاں زندگی گزارنا کتنا دشوار ہوتا ہے۔ خصوصاً کھلی فضا میں رہنا موت سے لڑتے رہنے کے مترادف ہوتا ہے۔ میں حالات سے لڑتا ہوا ایسے علاقے میں پہنچا ہوا تھا، جہاں حدِ نظر تک برف سے ڈھکی ہوئی دنیا دکھائی دیتی تھی۔

پیری برٹن سے نمٹنے، اسے اور وہاں آنے والے کمانڈوز کو ختم کرنے کے بعد مجھے اس برفانی علاقے سے واپس آجانا چاہیے تھا لیکن روبی برٹن کے چور خیالات سے پتا چلا کہ وہاں یکی ٹاؤن سے ایٹم بم بنانے کے لیے یورینیم اور پلاٹینیم اسمگل ہوکر بھارت جانے والا ہے۔ اس سے پہلے بھی یہ اہم چیزیں کئی راستوں سے اسمگل کرنے کی کوششیں کی گئی تھیں۔ پاکستان کا راستہ بھی اختیار کیا گیا تھا لیکن پاکستانی آرمی اور کسٹم والوں نے اس اسمگلنگ کو ناکام بنادیا تھا۔

اب وہ تبت کے دشوار گزار راستوں سے یورینیم اور پلاٹینیم بھارت پہنچانے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ ایسے منصوبے کا علم ہونے کے بعد بھلا میں اس برفانی علاقے سے کیسے جاسکتا تھا؟ میں روبی کے ساتھ یکی ٹاؤن پہنچ گیا۔

جیسا کہ پہلے بیان کرچکا ہوں۔ روبی یکی ٹاؤن کے ایک بہت بڑے اسمگلر کی محبوبہ تھی۔ ایک بار اسمگلنگ کا مال لے جاتے وقت پیری برٹن کی دو منزلہ عمارت کے اطراف اس کے ساتھی بارودی سرنگ کی زد میں آکر مارے گئے تھے۔ پیری برٹن نے روبی کو قیدی بنا کر اس پر تنویمی عمل کرکے اپنی داشتہ بنالیا تھا۔ میں اسے پیری برٹن سے نجات دلا کر اس سرد علاقے میں ایک طویل فاصلہ طے کرتے ہوئے یکی ٹاؤن پہنچا تھا۔

روبی نے موبائل فون کے ذریعے اپنے اسمگلر محبوب ایمون زونا کو اطلاع دے دی تھی کہ وہ پارس نامی ایک شخص کے ساتھ آرہی ہے۔ روبی کے استقبال کے لیے اس ٹاؤن سے باہر کئی گاڑیوں میں اس گینگ کے لوگ آئے تھے۔ وہاں پکی سڑکوں پر سے روز صبح و شام برف ہٹا کر ٹریفک جاری رکھی جاتی تھی۔

ایک بات اور یاد دلادوں کہ روبی نے پہلی بار اپنے عاشق سے فون پر گفتگو کرنے سے پہلے مجھ سے روسی زبان میں پوچھا تھا "کیا میں یہ زبان جانتا ہوں۔ میں جانتے ہوئے بھی انجان بن گیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ میں روسی زبان نہیں جانتا ہوں۔ اس نے بتایا تھا کہ اس کا محبوب ایمون زونا اور گینگ کے اکثر یا شندے صرف روسی زبان جانتے ہیں۔

اس نے فون پر ایمون زونا سے کہا تھا کہ وہ ایک ایسے غیر معمولی دلیر شخص کو لے کر آرہی ہے جس کا نام پارس ہے۔ اس کی پشت پر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے جس کی مدد سے اس نے بے شمار امریکی کمانڈوز کو ہلاک کیا ہے لہٰذا اس کے سامنے انگریزی نہ بولی جائے، یہی ظاہر کیا جائے کہ وہ سب صرف روسی زبان جانتے ہیں۔ پارس اگر ان کے گینگ میں شامل ہونے پر راضی ہوجائے گا تو انہیں اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بھی اسمگلنگ کے سلسلے میں مدد ملتی رہے گی۔

اب میں یکی ٹاؤن پہنچ گیا تھا جہاں اسمگلروں کی حکمرانی تھی۔ ہمارے استقبال کے لیے آنے والی گاڑیوں میں سے قد آور مخنجر روسیوں کے علاوہ ایک حسین عورت بھی باہر آئی۔ اس نے روبی سے مصافحہ کیا پھر مجھ سے مصافحہ کرنے کے دوران میں روبی نے تعارف کرایا "اس کا نام ڈمپل زونا ہے۔ یہ ایمون زونا کی بہن ہے۔ جتنی حسین دکھائی دے رہی ہے، اتنی ہی خطرناک اور بے رحم ہے۔ دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کرتی۔ انہیں تڑپا تڑپا کر مزے لے لے کر ہلاک

کرتی ہے۔ اس سے ذرا ہوشیار رہنا۔"

روبی انگریزی میں مجھ سے بات کرکے یہ ثابت کررہی تھی کہ ڈمپل زونا بھی انگریزی نہیں جانتی ہے پھر اس نے روسی زبان میں ڈمپل سے کہا "یہ وہی دلیر شخص پارس ہے۔ یہ ہماری زبان نہیں جانتا۔ تم اسے اپنی اداؤں سے اپنے گینگ میں شامل کرسکتی ہو۔"

ہم سب گاڑیوں میں سوار ہوگئے۔ میرے، روبی اور ڈمپل زونا کے لیے الگ کار تھی۔ میں ان دونوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اس سرد علاقے میں دو آتش دانوں کے درمیان ہی بیٹھنا مناسب تھا۔ میں نے پوچھا "مسٹر ایمون زونا کیوں نہیں آئے؟"

روبی نے کہا "ابھی ڈمپل مجھ سے یہی کہہ رہی تھی۔ وہ نئے مال کی کھیپ لانے کے لیے لینن گراڈ گئے ہیں۔ کل تک آئیں گے۔"

ڈمپل نے روسی زبان میں روبی سے کہا "کیا یہ شخص پتھر ہے۔ میں اس سے لگ کر بیٹھی ہوں مگر اس کی طرف سے کوئی ردِعمل نہیں ہے۔ ذرا بھی مائل نہیں ہو رہا ہے۔"

روبی نے کہا "میں دو دنوں سے اس کے ساتھ ہوں لیکن اس نے ایک بار بھی مجھے للچائی ہوئی نظروں سے نہیں دیکھا۔ یہ عورتوں سے بے نیاز رہتا ہے۔ اب تمہارا کمال دیکھا جائے گا کہ تم اسے کس طرح اپنی طرف مائل کروگی۔"

ڈمپل نے کہا "مائل تو کرنا ہوگا۔ کئی مہینوں سے ہماری اسمگلنگ رکی ہوئی ہے۔ ہمیں ہر حال میں اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دوست بنا کر کام شروع کرنا ہوگا۔"

میں نے کہا "تم دونوں اپنی زبان بول رہی ہو اور میں گونگا بہرا بنا بیٹھا ہوں۔ یا تو مجھے اس علاقے سے جلد بھاگنا ہوگا یا پھر یہاں رہنے کے لیے اس زبان کو سیکھنا ہوگا۔"

روبی نے کہا "ہم تمہیں بھاگنے نہیں دیں گے۔ یہاں کی زبان سکھائیں گے۔ ابھی ڈمپل کہہ رہی تھی کہ تم خوبرو اور پُرکشش ہو۔ میرا خیال ہے یہ تم پر مرمٹی ہے لیکن انگریزی نہیں جانتی اسی لیے دل کی بات نہیں کہہ رہی ہے۔"

میں نے کہا "چلو اچھا ہے۔ میں اس سے دور رہوں گا۔ تم نے محسوس کیا ہوگا کہ میں عورتوں کے معاملے میں بہت بے حس ہوں۔"

ڈمپل انگریزی سمجھ رہی تھی۔ میں نے اسے خوش کرنے کے لیے کہا "ویسے میں صرف تم سے کہتا ہوں۔ ڈمپل سے نہ کہنا۔ یہ بہت حسین اور پُرکشش ہے۔ مرد دنیا میں بے شمار حسین عورتوں کو دیکھ کر گزر جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک ایسی ہے، جو اسے متاثر کرتی ہے۔ یہ بھی ایسی ہی ہے۔ میری کوشش ہوگی کہ اس کے معاملے میں بھی اپنے اصولوں کے مطابق پتھر بنا رہوں۔"

ڈمپل میری باتیں سن کر دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی اور زیرِ لب مسکرا رہی تھی۔ ہماری کار ایک خوب صورت بنگلے کے احاطے میں داخل ہوئی۔ دوسرے مسلح گارڈز کی گاڑیاں بھی وہاں رک گئیں۔ دو گارڈز نے آکر کار کے دروازے کھولے۔ بالکل شاہانہ طرز پر میرا استقبال ہو رہا تھا۔ ہر طرف مسلح گارڈز کی موجودگی یہ خطرہ ظاہر کررہی تھی کہ کسی برے وقت میں فرار ہونا پڑا تو بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔ جدھر کا رخ کروں گا، ادھر سے گولیاں برسنے لگیں گی۔

ہم بنگلے کے اندر آئے تو جیسے موسم بدل گیا۔ اس کے تمام اندرونی حصوں میں ہلکی ہلکی سی حرارت پیدا کرنے کے انتظامات کیے گئے تھے۔ ایک ملازم نے آکر میرے اوور کوٹ کو اتارا۔ میں نے اسے ہیٹ اور مفلر دیا۔ اب وہاں برائے نام سردی تھی۔ ڈمپل زونا نے اپنی زبان میں کہا "آؤ میں تمہیں اپنا کمرا دکھاؤں۔"

میں نے جیسے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ روبی نے کہا "یہ تمہارے کمرے میں تمہیں پہنچائے گی۔"

میں اس کے ساتھ بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ایک بہت ہی آراستہ بیڈ روم میں آیا۔ وہ ڈمپل کا بیڈ روم تھا۔ اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کمرے کی دیواروں پر شیشے لگے ہوئے تھے۔ وہ ایک باتھ روم میں گئی۔ وہاں بھی شیشے تھے۔ ان شیشوں کے پیچھے وہ باتھ روم کے اندر دھندلی سی نظر آرہی تھی اور جسم سے ایک ایک لباس ایسے انداز میں اتار رہی تھی کہ نہ دیکھنے والا بھی دیکھنے پر مجبور ہوجائے۔

اس نے پوچھا "مسٹر پارس! کیا میں نظر آرہی ہوں؟"

میں خاموش رہا۔ اس نے پوچھا "کیا تم میری آواز نہیں سن رہے ہو؟"

میں نے انگریزی میں پوچھا "کیا تم مجھ سے مخاطب ہو۔ یا کسی اور سے باتھ روم کے مائیک کے ذریعے بات کررہی ہو؟"

وہ ناگواری سے بڑبڑانے لگی "بڑی مشکل ہے۔ یہ ہماری زبان نہیں سمجھتا ہے اور ایمون زونا نے مجھے انگریزی

بولنے سے منع کیا ہے۔"

میں جب سے کمرے میں آیا تھا' بڑی حیرانی اور شوق سے ہر طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے اس قدر خوبصورتی سے سجا ہوا کمرا پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ دراصل میری نظریں چھپی ہوئی چیزوں کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ وہاں ایک نیم برہنہ مجسمہ تھا۔ اس مجسمے کی آنکھوں میں وڈیو کیمرے کے لینس کی جھلک میں نے دیکھ لی تھی۔

وہ باتھ روم سے باہر آئی تو اتنے مختصر سے لباس میں تھی جسے لباس نہیں رومال کہا جاسکتا تھا۔ میں نے کہا "کمرے میں حرارت ہے لیکن اتنی بھی نہیں ہے کہ لباس اتار دیا جائے۔"

اس نے جیسے میری بات نہ سمجھتے ہوئے اشارے سے کہا "لباس اتار دو' میں مساج کروں گی' تم لمبے سفر سے تھک گئے ہوگے۔"

گونگے اشاروں کی زبان کو بین الاقوامی زبان کہا جاتا ہے۔ آنکھوں سے' ہاتھوں سے اور انگلیوں کے اشاروں سے بڑی حد تک باتیں سمجھائی جاسکتی ہیں۔

میں نے اشارے سے کہا' لباس نہیں اتاروں گا۔ وہ قریب آگئی۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس کو ایسی حالت میں دیکھ کر فرشتے بھی بہک جاتے لیکن میں ایسی عشوہ طرازی کے پس پردہ ہونے والے مقاصد کو اس کی کھوپڑی کے اندر بیٹھ کر سمجھ رہا تھا۔ جہاں موت آسکتی ہو' وہاں جذبات ٹھنڈے پڑجاتے ہیں۔ فکر یہ ہوتی ہے کہ اپنی اگلی سانسوں کو کس طرح برقرار رکھنا ہے۔

اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا پھر اس مجسمے کے سامنے لاکر میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "کیا تم انسان نہیں ہو۔ میرے بدن کی گرمی چٹانوں کو پگھلا دیتی ہے۔ تم انسان نہ سہی' کیا چٹان بھی نہیں ہو۔"

میں نے کہا "مجھے افسوس ہے کہ تمہاری زبان سمجھ میں نہیں آرہی ہے اور بے لباس بدن کی زبان اسی وقت سمجھ میں آتی ہے جب عورت پاس آئے مگر حیا سے آئے۔ تمہارے جیسی کنیا کو صرف کتے ہی چاٹ سکتے ہیں۔"

یہ آخری فقرہ ایک عورت کے لیے اتنا توہین آمیز تھا کہ وہ بے اختیار غصے سے بھر کر بولی "یو شٹ اپ! آئی ول شوٹ یو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "انگریزی زبان کی خوبی یہ ہے کہ یہ غصے کے وقت منہ سے نکلتی ہے۔"

وہ ایک دم سے پریشان ہوکر پیچھے ہٹ گئی۔ اسی وقت بیڈ روم کا دروازہ کھلا۔ رومی دو مسلح گارڈز کے ساتھ آئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک پستول تھا۔ اس نے اندر آتے ہی ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ڈمپل کو کئی گولیاں ماریں۔ اس نے تڑکھڑاتے ہوئے پیچھے جاتے ہوئے فرش پر گر کر دم توڑ دیا۔

میں نے مسکرا کر رومی کو دیکھا' وہ بولی "اسے کہا گیا کہ انگریزی الفاظ زبان پر نہ لائے۔ یہ ایمون زونا کی بہن نہیں تھی۔ اس ٹاؤن میں حسن کا شاہکار کہلاتی تھی۔ خاص طور پر تمہارے لیے لائی گئی تھی۔"

میں نے کہا "تم انگریزی بولتی ہو۔ کیا میرا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں نہیں آتا ہوگا؟"

"آتا ہے۔ میرے خیالات پڑھتا ہے۔ یہ میں جانتی ہوں لیکن میں ایمون زونا اور اسمگلنگ کے بارے میں جس حد تک جانتی ہوں اسی حد تک وہ میرے خیالات پڑھ سکتا ہے۔ اس سے آگے وہ ایمون زونا کی گہری شخصیت کو کبھی سمجھ نہیں پائے گا۔"

دور سے بیل کوپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ہم سب نے بے اختیار چھت کی طرف یوں دیکھا جیسے وہ بیل کوپٹر نظر آجائے گا پھر رومی نے مسکرا کر کہا "ایمون زونا آرہا ہے۔ دیکھو پارس! تم نے مجھے پیری برٹن کی قید سے رہائی دلائی۔ میں اس احسان کے بدلے میں تمہیں زندہ سلامت دیکھنا چاہتی ہوں۔ تمہاری سلامتی کا ایک ہی راستہ ہے۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہو کہ وہ ہمارے گینگ میں شامل ہوجائے۔ تم سے اس کا کوئی گہرا رشتہ ہوگا اسی لیے وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہتا ہے۔"

"ہاں وہ میرے ساتھ رہتا ہے۔ اس نے تمہارے خیالات پڑھ کر بتائے ہیں کہ تم جرائم سے بھرپور زندگی گزار رہی ہو لیکن میری قدر کرتی ہو اسی لیے میں تمہارے ساتھ یہاں تک چلا آیا ہوں۔"

بیل کوپٹر کی آواز بالکل قریب آگئی تھی۔ کھڑکی کے پار وہ سامنے ایک میدان میں اتر رہا تھا۔ رومی نے کہا "پارس! ایمون زونا آرہا ہے۔ اس سے پہلے مجھے یقین دلاؤ کہ تم میری خاطر ہمارے گینگ میں رہو گے۔"

"میں نے اس برفانی علاقے کا نقشہ نہیں دیکھا ہے۔ یہاں کے راستے نہیں جانتا ہوں۔ تمہاری راہنمائی میں یہاں تک آیا ہوں اور تمہاری راہنمائی کے بغیر یہاں سے نہیں جاسکوں گا۔ یہاں اچھی زندگی گزرے گی تو ضرور یہیں

رہ جاؤں گا۔"

وہ خوش ہوکر بولی "ڈرائنگ روم میں چلو۔ وہیں ایمون زونا سے ملاقات ہوگی۔"

میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے پلٹ کر مجسمے کو دیکھا پھر رومی سے کہا "کیا تم اس مجسمے کی آنکھ میں لگے ہوئے کیمرے کے ذریعے مجھے اور ڈمپل کو دیکھ رہی تھیں اور ہماری باتیں سن رہی تھیں۔"

"ہاں۔ تمہاری نظریں بہت تیز ہیں' آؤ۔"

دو مسلح گارڈز ہمارے ساتھ تھے۔ میں رومی کے ساتھ بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ اسی وقت ایمون زونا دروازے سے داخل ہو رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر رک گیا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اس نے گہرے سبز رنگ کا چشمہ پہنا ہوا تھا۔ میں اس کی آنکھوں میں نہیں جھانک سکتا تھا۔ یوں تو وہ قد آور پہلوان جیسا تھا لیکن رومی کے خیالات سے معلوم ہوگیا تھا کہ شراب پیتا ہے اس لیے سانس نہیں روک سکتا اور اسی لیے رومی نے فون پر اسے سمجھایا تھا کہ میں روسی زبان نہیں جانتا ہوں لہٰذا وہ صرف روسی زبان بولے۔ میرے سامنے کوئی اور زبان کبھی نہ بولے۔

وہ مجھے تھوڑی دیر تک دیکھنے کے بعد رومی سے روسی زبان میں بولا "کیا یہ وہی پارس ہے' جس کا تم نے ذکر کیا تھا؟"

رومی نے کہا "ہاں۔ میں اس کی خوبیاں بیان کرچکی ہوں اسی لیے اپنے ساتھ لائی ہوں۔"

"پھر تو میں تم سے بھی زیادہ اس کی خوبیاں جانتا ہوں۔ اس کی پہلی خوبی یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ یہ خود ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"کیا واقعی؟" رومی نے حیرانی سے میری طرف دیکھا۔

ایمون زونا نے کہا "رومی! تم نے دیکھا ہے کہ میں دشمنوں کو کبھی زندہ نہیں چھوڑتا۔ انہیں جان سے مار ڈالتا ہوں مگر تم میری ایک خوبی نہیں جانتی ہو۔ میں کسی زندہ کو صرف مردہ نہیں کرتا بلکہ مردے کو زندہ بھی کردیتا ہوں۔"

وہ بولی "ایمون زونا! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"جو تم سن رہی ہو' اسے میں ثابت کروں گا۔ جو فرہاد علی تیمور دنیا والوں کی نظروں میں مرچکا ہے' وہ میرے سامنے زندہ کھڑا ہے۔"

وہ بے یقینی سے بولی "کیا یہ فرہاد علی تیمور ہے؟"

"ہاں۔ میں تم سے اسی لیے پیار کرتا ہوں کہ تم مجھے پہلے سے خطرے کا احساس دلا دیتی ہو۔ میں تمہارے مشورے کے مطابق روسی زبان نہ بولتا تو یہ اب تک میرے دماغ میں پہنچ چکا ہوتا۔"

"لیکن تم اسے فرہاد کیسے کہہ رہے ہو؟"

"ایسے کہ میری آنکھوں پر اس وقت اینٹی میک اپ چشمہ ہے۔ اس کے شیشوں کے ذریعے میک اپ کے پیچھے چھپا ہوا اصل چہرہ نظر آجاتا ہے اور میں اس چشمے کے ذریعے فرہاد علی تیمور کو صاف طور پر دیکھ رہا ہوں۔ رومی! میری جان! تم ایک ایسا خطرہ ساتھ لائی ہو' جو ہمارا تختہ پلٹ کرے گا۔"

ایمون زونا نے ریوالور نکال کر مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "اور میں اپنا تختہ نہیں ہونے دوں گا۔ بیشہ کی طرح تخت نشین رہوں گا۔"

ریوالور کی نال کا رخ میری طرف تھا۔ میں دنیا والوں کے لیے مردہ تھا اور اب سچ مچ میرے مردہ ہونے کا سامان ہوچکا تھا۔

مقبول عام مصنف ایم۔ اے راحت کے سدا بہار
قلم سے شاہکار ناول

سامون

مستقبل کو فتح کرنے کے ارادے سے
نکلنے والے نوجوان کا احوال

★

وہ شاندار ماضی سے منہ موڑ کے
آگ اور خون کے راستے پر چل نکلا۔

سامون

نہایت منفرد پراسرار سلسلہ

★

مکمل تین حصوں میں شائع ہوگیا ہے

فی حصہ ـــــ/۵۰ روپے

علی خان پبلی کیشنز

کسی کی زندگی چھیننے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ ایک انگلی کو ذرا سا ٹریگر پر دبایا اور ٹھائیں کی آواز کے ساتھ زندگی ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جاتی ہے۔

میرے سامنے کھڑا ہوا ایمون زونا بھی یہی کر سکتا تھا۔ میں اس کے ریوالور کے نشانے پر تھا۔ اس کی انگلی ٹریگر پر تھی۔ وہ ٹریگر دبا کے چشم زدن میں میرا کام تمام کر سکتا تھا۔

لیکن وہ ایسا نہیں کر رہا تھا۔ زندگی کی بازی جیتنے کے لیے ایک زبردست چال چلنی پڑتی ہے اور اس چال کو بارجیت کے آخری مرحلے تک چھپا کر رکھنا لازمی ہوتا ہے۔ میں نے ابتدا سے یہ بات چھپائی تھی اور سب ہی کو یہ یقین دلایا تھا کہ میں روسی زبان نہیں جانتا ہوں۔

روسی، ایمون زونا اور اس کے گینگ کے تمام لوگ مطمئن تھے کہ ان کی زبان اور لب و لہجہ سن کر میں یا میرا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں میں نہیں آسکے گا۔ میرے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے اور میری کچھ کمزوریاں جاننے کے لیے ڈیمپل: نی حسینہ مجھے ... رجھانے کے لیے ایک بیڈ روم میں لائی تھی.... اپنے مقصد میں ناکام ہو کر وہ روسی زبان بولتے بولتے بے اختیار انگریزی بول پڑی تھی۔ اسے اس غلطی کی سزا ملی۔ روسی نے کمرے میں آکر اسے گولی ماردی۔

بہرحال اب میں ایمون زونا کے ریوالور کے نشانے پر تھا اور وہاں کھڑے ہوئے کئی مسلح گارڈز بھی میری طرف اپنی گنیں اٹھائے ہوئے تھے مگر یہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ ان کا گینگ لیڈر ایمون زونا میری ٹیلی پیتھی کے نشانے پر ہے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا اور وہ میری مرضی کے بغیر گولی نہیں چلا سکتا تھا۔ اس کے برعکس اس نے پہلے ٹریگر سے انگلی ہٹائی پھر ریوالور کی نال نیچے کردی۔

روسی نے روسی زبان میں کہا۔ "ایمون زونا! تم اسے گولی نہ مار کر حماقتمندی کا ثبوت دو گے۔ یہ اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارا مال بڑی آسانی سے اسمگل کراتا رہے گا۔"

وہ بولا۔ "روسی! تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہو۔ یہ اپنے سامنے بڑے بڑے ممالک کو جھکائے رکھتا ہے۔ ہم اور تم کیا چیز ہیں؟ یہ بات دماغ سے نکال دو کہ یہ ہمارے اسمگلنگ کے معمولی دھندے میں شریک ہو جائے گا۔"

"جب یہ اتنا زبردست ہے تو میرے ساتھ یہاں کیوں آیا ہے؟"

"یہی معلوم کرنا ہے۔ ہمارے گینگ میں صرف تم اس کے سامنے انگریزی بول رہی ہو۔ اس سے یہاں آنے کی اصل وجہ معلوم کرو۔"

روسی نے مجھ سے کہا۔ "تم مجھ سے جھوٹ بولتے رہے۔ تمہارا نام پارس نہیں فرہاد علی تیمور ہے۔"

"میں ساری دنیا سے جھوٹ بول کر اپنی اصل شخصیت کو چھپا رہا ہوں۔"

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟"

"تم پچھلے دو دنوں سے دیکھ رہی ہو کہ بڑے بڑے ممالک کے سرفراز اور کرائے کے قاتل مجھے ہلاک کرنے آئے پھر امریکی کمانڈوز بھی آئے۔ میں نے ان سب کو ختم کردیا۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ امریکا اور بڑے ممالک مجھے کسی طرح بھی قتل کرنا چاہتے ہیں اسی لیے میں نے خود کو دنیا والوں پر مردہ ظاہر کیا ہے۔ ان سب سے چھپنے کے لیے ہی میں تمہارے ساتھ یہاں آیا ہوں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایمون زونا اپنی میک اپ چشمے کے ذریعے میرے میک اپ زدہ چہرے کے پیچھے چھپے ہوئے اصل چہرے کو دیکھ لے گا۔"

ایمون زونا اپنی کامیابی پر خوش ہو رہا تھا۔ اس نے روسی سے کہا۔ "اس سے پوچھو۔ اصلیت ظاہر ہونے کے بعد اب کہاں جائے گا۔ اگر یہاں سے فرار ہو گا تو ہم بڑے ممالک تک یہ خبر پہنچا دیں گے کہ فرہاد علی تیمور زندہ ہے۔ اس کے علاوہ ایمون زونا کی گرفت میں آنے والا مر سکتا ہے مگر اپنی مرضی سے دو قدم چل نہیں سکتا۔"

روسی نے مجھ سے یہی کہا۔ میں نے جواباً کہا۔ "بے شک میں تمہارے گینگ لیڈر کے رحم و کرم پر ہوں۔ ویسے مجھ پر اعتبار کیا جائے گا تو میں یہاں رہ کر ایمون زونا کو فائدے پہنچاتا رہوں گا۔"

وہ روسی سے بولا۔ "اس میں شبہ نہیں ہے کہ اس کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارا اسمگل ہونے والا مال کبھی پکڑا نہیں جائے گا لیکن ہم اس پر بھروسا کیسے کر سکتے ہیں۔ اسے جب بھی موقع ملے گا، یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم پر حاوی ہو جائے گا۔"

روسی نے کہا۔ "جب یہ ہماری زبان نہیں جانتا ہے تو تمہارے یا گینگ کے کسی بھی شخص کے دماغ میں کیسے پہنچے گا۔"

"یہ چالاک ہے۔ کچھ عرصے میں ہماری زبان سیکھ لے گا۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک خاص ماتحت نے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف کی باتیں سنیں پھر ریسیور ایمون زونا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"باس! ایٹین آرمی کا ایک افسر بات کرنا چاہتا ہے۔"

اس نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو میں ایمون زونا بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "میں ایٹین آرمی کا میجر دھن راج ہوں۔ ہماری ایٹمی ٹیکنالوجی کے ماہرین یورینیم کی کمی کی

شکایتیں کر رہے ہیں۔ آپ پچھلے تین ماہ سے ہمیں امید دلا رہے ہیں کہ آپ کافی مقدار میں یہ مال بھیجنے والے ہیں۔ آپ بتائیں آخر کب تک انتظار کیا جائے؟"

ایمون زونا نے کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ ہماری اسمگلنگ کے دو راستے بند ہو چکے ہیں۔ آپ نے کہا تھا تبت کے راستے سے مال بھیجا جائے تو آپ کی فوج ہمارے راستے کی رکاوٹیں دور کرے گی لیکن ابھی تک آپ کی طرف سے لائن کلیئر ہونے کا سگنل نہیں ملا ہے۔"

"ہاں۔ یہ دشواری ہے۔ آپ اپنا مال کل تک تبت کی سرحد تک پہنچا دیں۔ ہم کل یا پرسوں تک ضرور لائن کلیئر ہونے کا سگنل دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ کل شام تک ہمارے آدمی مال لے کر تبت کی سرحد تک پہنچ جائیں گے۔ بہتر ہوگا کہ آپ سرحد پر ہی مال وصول کرلیں۔ ہم آگے مال لے جانے کی ذمے داری قبول نہیں کریں گے۔ پہلے ہی ہم دو بار کافی نقصان اٹھا چکے ہیں۔"

"تل رائٹ۔ کل شام کو تبت کی سرحد پر مخصوص کوڈ ورڈز کے مطابق ملاقات ہوگی۔"

انہوں نے فون بند کردیا۔ دوسری طرف سے بولنے والا ایٹین آرمی کا میجر بھی روسی زبان بول رہا تھا لہٰذا ایمون زونا مطمئن تھا کہ میں ان کے معاملات سمجھ نہیں سکتا۔ یہ تو میں بہت پہلے ہی معلوم کر چکا تھا کہ ایمون زونا یورینیم کی اسمگلنگ کے سلسلے میں دو مختلف راستوں سے نقصان اٹھا چکا ہے۔ اب تیسری بار تبت کے راستے مال بھیجا جائے گا۔ میں اسی مقصد کے لیے آیا تھا کہ یورینیم اور پلوٹونیم کسی طرح بھی بھارت نہ پہنچنے پائے۔

مجھے اسی وقت کا انتظار تھا اسی لیے میں وہاں مجبور اور بے بس بنا ہوا تھا۔ ایمون زونا نے روسی اور اپنے خاص ماتحت سے کہا۔ "کل صبح ہیلی کاپٹر کے ذریعے تم دونوں سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ مال لے کر شام سے پہلے ہی تبت کی سرحدی سرحد تک پہنچ جاؤ۔ ہمارا تمام کام پلاننگ کے مطابق ہوگا لیکن اس مصیبت کو پہلے دور کرنا ہوگا ورنہ اس کی ٹیلی پیتھی ہمیں نقصان پہنچائے گی۔"

خاص ماتحت نے کہا کہ.... انہیں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے ختم کرنا چاہیے۔

دوسرے گن مین بھی یہی کہنے لگے۔ ایمون زونا نے پوچھا۔ "روسی! تم اپنی رائے نہیں دے رہی ہو؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں؟ اکثریت کا فیصلہ قابلِ قبول ہوتا ہے لیکن مجھے اس کی موت کا افسوس ضرور ہوگا۔ اس نے مجھے پیری برٹن کی قید سے رہائی دلائی ہے اور ان دو دنوں میں اس نے کبھی مجھے میلی نظروں سے نہیں دیکھا۔"

"میں تمہیں بہت چاہتا ہوں۔ فرہاد نے تمہیں ایک امانت کی طرح میرے پاس پہنچایا ہے۔ مجھے اس کی قدر کرنا چاہیے لیکن اس کی زندگی ہم سب کی موت ہوگی۔"

خاص ماتحت نے کہا۔ "اس کی قدر اس طرح بھی کی جاسکتی ہے کہ اس کا ایک مجسمہ شہر کے بڑے چوک پر بنوایا جائے۔ اسے گولی مارنے کے بعد ہم مجسمے کو ہار پہنائیں گے اور ہمیشہ اس کی عزت کرتے رہیں گے۔"

میں نے ایمون زونا کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اس نے کہا۔ "یہ بہت اچھا آئیڈیا ہے۔ میں اسے گن پوائنٹ پر اپنی کار میں لے جا رہا ہوں۔ اسے شہر میں گھماؤں گا۔ یہ اپنے مجسمے کے لیے شہر کے کسی چوک کو خود پسند کرے گا۔"

روسی نے کہا۔ "میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

وہ بولا۔ "نہیں۔ کوئی سیکیورٹی گارڈ بھی نہیں جائے گا۔ صرف ہم دونوں جائیں گے اور ایک گھنٹے میں واپس آجائیں گے۔"

اس نے مجھے ریوالور سے اشارہ کیا۔ میں اس کے آگے چلتا ہوا بنگلے سے باہر آیا۔ روسی نے پیچھے آتے ہوئے کہا۔ "تم فرہاد کو اکیلے کیوں لے جا رہے ہو؟ مجھے نہ سہی، سیکیورٹی افسر کو ساتھ لے جاؤ۔"

وہ بولا۔ "روسی! تم میرے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرتی ہو۔ آج بھی نہ کرو۔ اندر جاؤ۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے بنگلے کے احاطے کے باہر آیا پھر اس راستے پر کار ڈرائیو کرنے لگا جہاں شہر سے دور .... ایک بڑی سی عمارت میں یورینیم کے فضلے کو ری پروسیسنگ پلانٹ کے ذریعے پلوٹونیم میں تبدیل کیا جاتا تھا۔ بنگلے کے سامنے کچھ فاصلے پر اس کا ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ اس نے کار روک کر پائلٹ سے کہا۔ "یہاں ہمارا انتظار کرو۔ ہم ابھی واپس آئیں گے۔"

وہ کار ایک بڑی سی عمارت کے سامنے پہنچ گئی۔ وہاں بھی کچھ گن مین تھے۔ انہوں نے ایمون زونا کو دیکھ کر سیلوٹ کیا۔ اس نے پوچھا۔ "پلوٹونیم کے پلانٹ میں کوئی ہے؟"

ایک نے کہا۔ "جو باس! آج چھٹی ہے۔ ہم باہر ڈیوٹی دے رہے ہیں۔"

اس نے اندر آکر پلانٹ کا دروازہ کھلوایا پھر ان سب کو حکم دیا کہ باہر رہیں۔ عمارت میں کوئی نہ آئے۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ ہم دونوں راہداریوں سے گزرتے ہوئے پلانٹ والے حصے میں آئے۔ میں اس کے چور خیالات سے معلوم کر چکا تھا کہ اسی عمارت کے ایک حصے میں اسلحہ خانہ ہے۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اس اسلحہ خانے میں پہنچ کر چھ ٹائم بم اٹھائے پھر میرے ساتھ چلتا ہوا اس پلانٹ کے مختلف

حصوں میں ان بموں کو رکھ کر ان سب میں تو مے گننے کا وقت مقرر کر کے عمارت سے نکل آیا۔ تمام گن مین کو اس نے سختی سے ہدایت کی کہ کوئی عمارت میں نہ جائے۔

ہم پھر کار میں آکر بیٹھ گئے۔ وہ میری مرضی کے مطابق تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا ہیلی کاپٹر کے پاس آکر مجھ سے بولا۔ "پچھلی سیٹ پر بیٹھو۔"

میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ پائلٹ کے برابر والی سیٹ پر آکر اس سے بولا۔ "چلو..... لینن گراڈ جانا ہے۔"

روی دوسرے گارڈز کے ساتھ بنگلے کے برآمدے سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے چیخ کر پوچھا۔ "ایمون زونا! تم فرہاد کو کہاں لے جا رہے ہو؟"

وہ مجھے نہیں، میں اسے لے جا رہا تھا۔ روی کی آواز ہیلی کاپٹر کے گردش کرتے ہوئے پنکھے کے شور میں گم ہو گئی۔ وہ مسلح گارڈز کے ساتھ دوڑتی ہوئی احاطے سے نکل کر آنے لگی لیکن قریب آنے سے پہلے ہی ہیلی کاپٹر زمین سے بلند ہو کر پرواز کرنے لگا۔ وہ نیچے سے ہاتھ ہلا ہلا کر اسے واپس بلانے کے انداز میں کچھ کہہ رہی تھی۔

ایمون زونا نے پائلٹ سے پوچھا۔ "تمہارا پستول کہاں ہے؟ مجھے دو۔"

پائلٹ نے اپنے لباس سے اپنا ہتھیار نکال کر اسے دیا۔ اس نے اپنا ریوالور اور پستول پچھلی سیٹ کی طرف کیا۔ میں نے دونوں ہتھیار لے کر ایمون زونا کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر خود کو ہیلی کاپٹر میں دیکھ کر پوچھا۔ "میں..... میں یہاں کیسے آگیا؟" اس نے پائلٹ سے پوچھا۔ "تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

میں نے پچھلی سیٹ سے کہا۔ "یہ نہیں، میں لے جا رہا ہوں۔"

اس نے گھبرا کر پیچھے گھوم کر دیکھا۔ میرے ایک ہاتھ میں اس کا ریوالور اور دوسرے ہاتھ میں پائلٹ کا پستول تھا۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "نہیں۔ اسے نیچے اتارو۔" پائلٹ نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ پہلے سر جھکا کر اپنے ری پروسیسنگ پلانٹ کا منظر دیکھو۔"

ایمون زونا نے نیچے دیکھا۔ بہت بلندی سے بنگلے کے باہر روی اور کئی گن مین نظر آرہے تھے۔ وہ ری پروسیسنگ پلانٹ ان سے تقریباً ایک کلو میٹر دور تھا۔ اچانک وہاں دھماکے ہونے لگے۔ برقلی زمین کی تہ سے آگ کے گولے بلند ہونے لگے۔ روی اور گن مین وغیرہ دور تھے پھر بھی دہشت زدہ ہو کر بھاگنے لگے۔

ایمون زونا پلٹ کر مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ "یہ کیسے ہوا؟ میں یہاں کیسے آیا؟ ہمارے ہتھیار تمہارے پاس کیسے پہنچ گئے؟"

میں نے کہا۔ "کوئی سوال نہ کرو۔ عقل سے سوچو۔ بھارت پہنچانے کے لیے اب اس علاقے میں ایک پنکی یورینیم اور پلوٹونیم نہیں رہا۔ نیچے اپنی محبوبہ کو دیکھو۔ آخری بار دوری سے دیکھ سکو گے۔"

روی سر اٹھائے ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے روسی زبان میں کہا۔ "ہیلو روی! میں روسی زبان بول رہا ہوں۔ یہ ایک اہم بات میں نے چھپائی تھی۔ ایمون زونا کے خاص ماتحت سے کہو، شہر کے کسی چوک میں اپنے باس کا مجسمہ بنائے۔"

وہ بولی۔ "فرہاد! پلیز میرے ایمون زونا کو واپس لے آؤ۔"

میں نے تمہیں امانت کے طور پر زندہ ایمون زونا کے پاس پہنچایا مگر افسوس یہ دوسری امانت تمہارے پاس زندہ نہیں پہنچے گی۔"

میں نے ایمون زونا کی کنپٹی پر گولی ماری۔ پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمایا تو اس نے اپنے مردہ باس کو ایک لات ماری۔ وہ ہیلی کاپٹر سے باہر بلندی سے نیچے جاتے ہوئے روی کے قریب گر پڑا۔ اب روی کو ماتم کرتے ہوئے دیکھنا ضروری نہیں تھا۔ پائلٹ میری مرضی کے مطابق ہیلی کاپٹر کو وہاں سے لے جانے لگا۔

○☆○

پورس اور امریکی اکابرین کے درمیان کولمبیا کے بارے میں اپنے اپنے مفادات حاصل کرنے اور ایک دوسرے کے مفادات کو تحفظ دینے کے سلسلے میں ہونے والا اجلاس میش اور مہاراج کی آمد سے التوا میں پڑ گیا۔ پورس اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جلال پاشا، ثمرہ اور ثنا بھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کے خفیہ معاملے میں وہ باپ بیٹے مداخلت کریں گے۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ان کا خفیہ معاملہ یہ تھا کہ وہ کولمبیا جیسے جرائم سے بھرپور ملک میں رہیں گے۔ وہاں کے گاڈ فادر کارسیلو کو اپنا تابعدار بنا کر نہایت خفیہ طور سے کسی انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں تجربہ کار ڈاکٹروں سے غیر معمولی دوائیں تیار کرائیں گے۔

ثانی نے پارس کی طرف سے چیلنج کیا تھا کہ پہلے کی طرح پورس اس بار بھی اپنے ہی حاصل کردہ نسخوں کے ذریعے دوائیں تیار نہیں کر سکے گا۔ اگر کر بھی لے گا تو پارس اس کی تیار شدہ دوائیں پہلے کی طرح چرا کر لے جائے گا۔

پورس نے کہا تھا کہ بار بار اس کے منہ سے لقمہ چھین کر لے جانا کھیل نہیں ہے۔ اس بار وہ دوائیں نہیں چھین سکتا۔ اس نے خوب سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ کسی جنگلی ویرانے میں، یا کسی پُرامن ملک میں وہ کسی خفیہ لیبارٹری میں تجربہ کار ڈاکٹروں کو ٹریپ کر کے لے جائے گا تو پارس یا اس کے جانباز سراغرسانوں کی نظروں میں آجائے گا۔ پہلے بھی ایسا ہو چکا تھا۔

لیکن اب ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ کولمبیا کے دارالحکومت بوگوٹا میں جرائم پیشہ افراد کی بہتات تھی، وہ سب ڈرگ مافیا کے گاڈ فادر کارسیلو کے ماتحت تھے۔ وہاں دن رات قتل و غارت گری، اغوا وغیرہ کی وارداتیں ہوتی تھیں۔ پولیس اور انتظامیہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی سلامتی کے لیے اور کچھ انعام پانے کے لیے گاڈ فادر کارسیلو کے لیے درپردہ کام کرتے تھے۔

وہاں پورس بسوپ میں رہے گا۔ اس کے خیال خوانی کرنے والے ٹیلی پیتھی کے ذریعے پورس کے اندر رہا کریں گے۔ کسی انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں بڑی رازداری سے وہ غیر معمولی دوائیں تیار کرتے رہیں گے تو ثانی اور پارس کبھی سمجھ نہیں پائیں گے کہ ایک ایسے شہر میں جہاں لاقانونیت ہے، جہاں دن رات آگ اور خون کی ہولی کھیلی جاتی ہے، وہاں پورس اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے جائے گا۔

لیکن بھارت سے لندن پہنچنے پر پتا چلا کہ پارس شاید ان کا تعاقب کر رہا ہے پھر امریکا پہنچ کر ثمرہ اور ثنا کے لاکٹوں سے ڈیٹیکٹو آلات برآمد ہوئے تو یقین ہو گیا کہ پارس نے ان کی امریکا تک کی منزل کو سمجھ لیا ہے۔ وہ شاید یہ نہ سمجھ پائے کہ وہ ہنگاموں اور خطرات سے بھرپور ملک کولمبیا جا رہا ہے۔ اگر پارس کو شبہ ہو گا تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پورس اپنے اصلی چہرے کے ساتھ نہیں رہے گا۔ وہ کبھی ثانی اور پارس کو وہاں نظر نہیں آئے گا تو وہ دونوں اسے ڈھونڈتے رہ جائیں گے۔

وہ اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ جب ثنا گاڈ فادر کارسیلو پر نوٹی عمل کر رہی تھی تو ثانی بھی بڑی خاموشی سے کارسیلو کے دماغ میں تھی۔ اس طرح یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آگئی تھی کہ آئندہ پورس اسی ہنگامہ خیز ملک میں رہ کر دوائیں تیار کرے گا۔

ویسے یہ بعد کی باتیں ہوں گی۔ آگے چل کر پارس اور پورس نے جو ڑ توڑ میں الجھتے رہیں گے۔ پارس اپنے حریف پورس کو دوائیں تیار کرنے کا موقع دے گا یا نہیں؟ یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔

پورس نے امریکی اکابرین کو نہیں بتایا تھا کہ وہ کولمبیا جیسے ہنگامہ پرور ملک میں رہ کر چند غیر معمولی دوائیں تیار کرنے والا ہے۔ اس ملک میں امریکا کی سیاسی گرفت کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ اس لیے امریکی حکام پورس سے معاملات طے کر رہے تھے کہ پورس وہاں کے گاڈ فادر کارسیلو کو تابعدار بنا کر امریکی مفادات کا تحفظ کرے گا اور امریکی حکام وہاں پورس کی موجودگی پر اعتراضات نہیں کریں گے بلکہ اسے ضروری سہولتیں پہنچائیں گے۔

ایک اجلاس میں وہ ایسے معاملات طے کر رہے تھے، تب ہی وہ باپ بیٹے میش اور مہاراج خیال خوانی کے ذریعے وہاں پہنچ گئے۔ پہلے تو وہ دونوں اجلاس کے حاضرین کو اس بات پر الجھاتے رہے کہ جو پہلے باپ تھا، وہ بیٹا بن گیا ہے اور جو پہلے بیٹا تھا اب باپ بن گیا ہے۔ یعنی میش باپ بن گیا تھا اور مہاراج اس کا بیٹا۔

پورس نے شبہ ظاہر کیا۔ اسے یقین نہیں آیا کہ میش خیال خوانی کے ذریعے وہاں پہنچا ہوا ہے کیونکہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ میش نے کہا تھا کہ اسے نیلاں نے آتما شکتی کے ذریعے یہ علم سکھایا ہے۔ اب اسے جو علم حاصل ہو چکا ہے، وہ پورس کے یقین کرنے یا نہ کرنے سے ختم نہیں ہو گا۔

اسی وقت امریکی اکابرین کو دو نئی سیاسی چالیں چلنے کا موقع مل گیا۔ پہلے ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں ان پر پورس کی دھونس تھی کیونکہ مہاراج اور الپا کے مقابلے میں امریکا کو پورس کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے مل رہے تھے پھر اس اجلاس میں میش اور مہاراج جیسے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی حمایت حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ انہوں نے میش اور مہاراج سے تنہائی میں گفتگو کرنے کا ارادہ کیا۔

پورس خوب سمجھتا تھا کہ امریکی حکام کو دوسری طرف سے بھی ٹیلی پیتھی کی قوت حاصل ہو گی تو پورس اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کرنی دھونس ان امریکی حکام پر نہیں رہے گی۔ وہ لوگ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیموں کو برابر اہمیت دیں گے جس کے نتیجے میں پورس اپنے منصوبے کے مطابق کولمبیا میں اپنی برتری قائم نہیں رکھ سکے گا۔

آخر میش نے پورس کے دماغ میں آکر رازداری سے کہا۔ "میں میش بول رہا ہوں۔ ہمیں امریکی اکابرین سے پہلے باتیں کرنے دیں۔ آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دس منٹ بعد مہاراج کے دماغ میں آجائیں اور خاموشی سے سنتے رہیں کہ وہاں کیا معاملات طے ہوتے ہیں۔"

پورس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ "مسٹر میش! آپ نے تو دل خوش کر دیا۔ ٹھیک ہے۔ میں ابھی تھوڑی بحث کر کے ان فوجی... افسران کی بات مان لیتا ہوں۔"

اس طرح پورس کے ساتھ ہونے والا اجلاس ملتوی ہو گیا۔ ایک دوسرا خفیہ اجلاس اس طرح ہوا کہ ایک بند کمرے میں چھ ایسے فوجی اعلیٰ افسران آئے جو یوگا کے ماہر تھے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں میں نہیں آسکتا تھا۔ میش سے کہا گیا کہ وہ آری کے بے شمار افسران میں سے کسی ایک کے دماغ میں جا کر اسے آلۂ کار بنائے۔ اس طرح پورس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پتا نہیں چلے گا کہ بند کمرے میں میش اور مہاراج کا آلۂ کار کون ہے، جس کے ذریعے وہ باپ بیٹے آری افسران سے باتیں کر رہے

ہیں۔

جب اجلاس والے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرلیا گیا تو پلاٹنک کے مطابق ناصرہ ٹنا اور جلال پاشا نے سارلوج کے دماغ میں آنا چاہا لیکن اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار بھی مہاراج نے یہی کیا۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مسٹر میش! پہلے ہم دو الجھنیں دور کرنا چاہتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ اچانک کیسے خیال خوانی کرنے لگے ہیں؟ دوسری یہ معمّہ خیزیات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ اپنے باپ کے باپ کیسے بن گئے؟ اور مہاراج نے خود کو آپ کا بیٹا کیسے تسلیم کیا ہے؟"

"مہاراج نے بے حساب گناہ کیے ہیں۔ کتنے ہی خیال خوانی کرنے والوں کو دوستی کا یقین دلا کر ان سے دشمنی کی ہے۔ نیلماں دیوی کے ساتھ بھی مہاراج نے دھوکا کیا تھا۔ اب وہ مہاراج کو مار ڈالنا چاہتی تھی۔ میں نے دیوی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑا کر رحم کی بھیک مانگی۔ ان سے کہا... میرا ایک ہی باپ ہے۔ یہ تڑپ تڑپ کر جان دے گا تو میں دنیا میں تنہا رہ جاؤں گا۔ کسی دوسرے کو باپ کہوں گا تو ماں کی توہین ہوگی۔ اگر آپ اسے معاف کردیں گی تو میں جب تک زندہ رہوں گا' اپنے باپ کی غلطیوں کی تلافی کرتا رہوں گا اور آپ کا سیوک بن کر رہوں گا۔"

ایک افسر نے پوچھا۔ "اگر تم نیلماں کے تابعدار اور وفادار بن کر رہو گے تو ہمیشہ ہمارا ساتھ نہیں دو گے۔ وہ تمہیں ہم سے دشمنی کرنے کا حکم دے گی تو تم ہمارے بھی دشمن بن جاؤ گے۔"

میش نے کہا۔ "آپ لوگ نیلماں دیوی کی لائف ہسٹری سے بڑی حد تک واقفیت رکھتے ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ وہ پہلے بہت مہا شکتی مان تھیں۔ جب پورس سے دشمنی کی ابتدا ہوئی اور پورس ان کے لیے خطرہ بن گیا تو نیلماں دیوی نے آتما شکتی سے جسم تبدیل کرلیا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا۔ پورس کی دشمنی کے باعث وہ بار بار ایک کنواری لڑکی کے جسم سے نکل کر دوسری کے جسموں میں جانے لگیں۔ بار بار جسم بدلنے کے باعث آتما شکتی کمزور ہوگئی جس کے نتیجے میں دیوی جی کو گوشہ نشینی اختیار کرکے پھر سے آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے دھیان گیان میں مصروف رہنا پڑا۔ اسی لیے وہ اتنے عرصے تک ٹیلی پیتھی کی دنیا سے دور رہیں۔"

ایک افسر نے پوچھا۔ "آپ سے کیسے رابطہ ہوا؟ کیا وہ گوشہ نشینی سے نکل آئی ہے؟"

"بات یہ ہے کہ وہ اپنے پوتے کی گمشدگی سے بہت پریشان ہیں۔ اسے ڈھونڈ نکالنے کی دن رات کوششیں کرتی ہیں۔ اسے تلاش کرنے کے لیے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھٹکتی رہتی ہیں۔ اس طرح جو آتما شکتی حاصل کرتی ہیں' اسے ضائع کرتی رہتی ہیں۔ آپ نے گوشہ نشینی سے نکلنے کی بات کی ہے تو اب ان کی سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ انہیں کسی ایک ہی گوشے میں رہ کر اپنی شکتی کسی دوسرے کو دے کر اپنے پوتے کی تلاش جاری رکھنی چاہیے۔"

وہ ذرا توقف سے بولا۔ "اب دیوی جی کی آتما کسی جوان لڑکی کے جسم میں نہیں ہے۔ اگر آتما شکتی حاصل کرتی رہیں گی تو ایک نیا جسم حاصل کرسکیں گی لیکن خیال خوانی کرتی رہیں گی تو وہ آتما شکتی خیال خوانی میں ضائع ہوتی رہے گی۔ ایسی صورت میں ایک راستہ ان کے سامنے رہا کہ وہ ٹیلی پیتھی کی شکتی کسی بھروسے والے کو دے کر صرف جوان جسم حاصل کرنے والی شکتی کے لیے گیان دھیان میں رہا کریں۔ وہ جوان جسم حاصل کرنے کے بعد اتنی شکتی مان ہوجائیں گی کہ پھر گیان دھیان کے ذریعے مجھ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیت چھین لیں گی۔"

ایک افسر نے کہا۔ "یہ دنیا ہر لمحے سائنسی ترقی کررہی ہے۔ اب آتما اور روحانیت والی باتیں مضحکہ خیز لگتی ہیں لیکن ماضی میں ہم نے نیلماں کی آتما شکتی بھی دیکھی ہے۔ اور بابا صاحب کے ادارے میں جناب کھمبڑی اور آمنہ فرہاد کی روحانی قوتوں کو بھی دیکھا ہے۔ یہ ایسے حوالے ہیں' جن سے تمہاری بات پر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "تم نے نیلماں دیوی سے وعدہ کیا ہے کہ اپنے باپ کی غلطیوں کی تلافی کرتے رہو گے۔ یہ وضاحت کردو کہ کیسے تلافی کرو گے؟"

"یہ مہاراج جب تک میرا باپ رہا' اپنی من مانی کرتا رہا۔ اب میں باپ بن کر اسے لگام دے رہا ہوں۔ اس نے جن لوگوں کو دھوکا دیا ہے' میں انہیں فائدے پہنچا کر تلافی کروں گا۔ مثلاً اس نے ایک ڈی میش آپ کے پاس بھیج کر آپ کو دھوکا دیا۔ جب اسے کسی نے گولی ماردی تو اس نے آپ لوگوں پر اس کے قتل کا الزام لگایا اور انتقام لینے کے لیے ان کمانڈوز کو موت کے گھاٹ اتار دیا جو پارس کو ہلاک کرنے جارہے تھے۔"

"آپ بالکل درست کہہ رہے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ مہاراج کے ذریعے ہمیں جو نقصانات پہنچے ہیں' آپ اس کی تلافی کریں گے۔ اسی طرح ہم سے دوستی بھی نبھائیں گے اور ہمارا اعتماد بھی حاصل کریں گے لیکن مہاراج نے پورس اور پارس کو بھی نقصان پہنچایا۔ الپا سے بھی دشمنی کی ہے پھر تو آپ ان کے نقصانات بھی پورے کرکے انہیں دوست بنائیں گے۔"

میش نے کہا۔ "میں اس معاملے میں کچھ الجھا ہوا ہوں لیکن پھر سوچتا ہوں کہ پورس نے نیلماں دیوی جی کو سب سے زیادہ پریشان کیا ہے۔ پارس اور الپا سے بھی چھوٹی بڑی دشمنی ہوتی رہی

ہے۔ ہر پورنماشی کی رات کو دیوی جی گوشہ نشینی اور گیان دھیان سے باہر آتی ہیں۔ میں اس وقت ان کے پاس جاکر پورس' پارس اور الپا کے سلسلے میں مشورہ کروں گا۔ صرف امریکا کے بارے میں مطمئن ہوں۔ آپ کی حکومت نے نیلماں دیوی اور ان کے پوتے کے لیے یہاں ایک بہت بڑا آشرم بنوایا تھا اور ابتدا ہی سے وہ دونوں ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کے کام آتے رہے تھے۔ آپ خود میری باتوں کی سچائی کو سمجھ سکتے ہیں۔"

"بے شک۔ ہم نے ان کے پوتے کی موت پر بھی شمشان گھاٹ میں حاضری دی تھی اور وہ دونوں ہمیشہ ہمارے اچھے اور سچے دوست بن کر رہے تھے۔ ہم یقین کرسکتے ہیں کہ نیلماں دیوی نے ہماری ہی بھلائی کے لیے آپ کو یہ ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔"

"بے شک۔ دیوی جی نے پارس اور پورس کی خرابیاں بیان کرکے کہا تھا کہ میں یہ علم حاصل کرنے کے بعد آپ لوگوں کا اعتماد حاصل کروں۔ اگر آپ میری باتوں کا یقین نہ کریں تو میں ان کے احکامات کی تعمیل کرکے اپنے عمل سے آپ کا اعتماد حاصل کروں۔"

"واقعی نیلماں دیوی ایسی ہی تھیں۔ اپنے عمل سے دوستی کا ثبوت دیا کرتی تھیں۔ آپ بھی یہی کریں گے تو ہم آپ پر اندھا اعتماد کرنے لگیں گے۔"

"میں یہاں تنہائی میں ایک بات کہنے آیا ہوں کہ اپنی خدمت گزاری کے سلسلے میں کوئی شرط پیش نہیں کروں گا۔ صرف آپ کا حکم سنوں گا اور تعمیل کرتا رہوں گا لیکن ایک بات ہے۔"

"ہاں بولیں۔"

"میں اس میدان میں نیا ہوں۔ اگر کبھی مجھ سے کوئی غلطی ہوجائے تو آپ اس غلطی کو درست کریں اور مجھے گائیڈ کرتے رہیں کہ کس معاملے میں کیسی حکمتِ عملی اختیار کرنا چاہیے۔"

"آپ اس سلسلے میں مطمئن رہیں۔ ہم... ایسا لائن آف ایکشن بتائیں گے کہ آپ سے کبھی غلطی نہیں ہوگی۔ اگر ہوگی تو اس کی ذمے داری ہم پر ہوگی۔"

ایک اور افسر نے کہا۔ "جب ہمارے درمیان اتنا گہرا تعلق قائم ہوچکا ہے تو آپ باپ بیٹے کو ہمارے ملک میں آکر رہنا چاہیے۔"

میش نے کہا۔ "آپ کی بات ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ دیوی جی نے بھی کہا تھا کہ امریکا میں ہمارا جو سب سے بڑا آشرم بنا ہوا ہے' ہم اسے ویران نہ ہونے دیں۔ ہم باپ بیٹے کو وہاں رہائش اختیار کرنا چاہیے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "نیلماں دیوی نے ہم سے دوستی اور وفاداری کا حق ادا کردیا ہے۔ آپ باپ بیٹے کی آمد سے ہمیں اتنی قوت حاصل ہورہی ہے جیسے آپ اس آشرم کو بابا صاحب کے ادارے سے بھی زیادہ مضبوط ادارہ بنادیں گے۔"

"ایک بات اور ہے۔ جب اجلاس میں اس بات پر بحث ہورہی تھی کہ امریکی اکابرین پہلے ہم سے تنہائی میں بات کریں گے یا پورس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تو میں نے اس بحث کو ختم کرنے کے لیے پورس کے دماغ میں جاکر کہا کہ پہلے مجھے امریکی اکابرین سے باتیں کرنے دو۔ جب مذاکرات کے کمرے کا دروازہ بند ہوگا تو تم اپنے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سارلوج کے دماغ میں بھیج دینا۔ اسی لیے پورس نے راضی ہوکر پہلے ہم باپ بیٹے کو آپ لوگوں سے گفتگو کرنے کا موقع دیا ہے۔"

مہاراج نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ میش میرا باپ بننے کے بعد مجھ سے زیادہ چالاک ہوگیا ہے۔ اس کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی وہ تینوں ہمارے دماغوں میں کئی بار آنے کی کوشش کرتے رہے اور ناکام ہوتے رہے۔"

میش نے کہا۔ "اب پورس جہاں بھی ہوگا' میرے فریب پر کڑھ رہا ہوگا لیکن میں خوش ہوں کہ اس نے میری دیوی کو جس طرح پریشان کیا ہے اس کا پہلا انتقام میں نے لے لیا ہے۔ ایسا کرنا اس لیے بھی ضروری تھا کہ پہلے آپ کو دیوی جی کے حوالے سے ہم پر اعتماد حاصل ہوجائے۔ آپ ٹیلی پیتھی کے حوالے سے خود کو مضبوط سمجھیں اور آئندہ پورس کے دباؤ میں آکر اس کی ناجائز شرائط تسلیم نہ کریں۔"

"میش! تم نے دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔ ابھی دشمنوں کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ نیلماں دیوی کے حوالے سے ہمارے گہرے مراسم ہیں۔ ابھی ہم یہی ظاہر کریں گے کہ تم سے دوستانہ معاملات طے ہورہے ہیں مگر تم کوئی فراڈ لگ رہے ہو اس لیے ہم ابھی تمہیں آزمائیں گے۔"

پھر وہ افسران لاطینی امریکا کے سیاسی حالات بتاتے ہوئے کولمبیا کا ذکر کرنے لگے۔ انہوں نے بتایا کہ پورس وہاں کسی خاص مقصد کے لیے جارہا ہے۔ وہاں کی حکومت پر ڈرگ مافیا کا گاڈ فادر کارسیلو چھایا ہوا ہے۔ پورس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کارسیلو کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اب وہاں پورس کی حکمرانی ہوگی اور وہ امریکی مفادات کو نقصان پہنچاتا رہے گا۔

دوسرے افسر نے کہا۔ "پورس یہ راز نہیں بتا رہا ہے کہ وہ کولمبیا کیوں جارہا ہے۔ انہوں نے گاڈ فادر کارسیلو کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ تم کارسیلو کے اندر نہیں پہنچ سکو گے اور پورس کے وہاں جانے کی وجہ سمجھ نہیں پاؤ گے۔"

میش نے کہا۔ "یہ کام ذرا مشکل ہے۔ آپ مجھے کارسیلو کے

خاص باڈی گارڈ اور پرسنل سیکریٹری کی آوازیں سنائیں۔ میں ان پر تنویمی عمل کرکے انہیں اپنا تابعدار بنا کر ہمیشہ کارسیلو کے قریب رہوں گا تو کسی حد تک پورس کی چالبازی معلوم ہوتی رہے گی۔"

"یہ بہت اچھا آئیڈیا ہے۔ میں ابھی فون پر اس کے خاص باڈی گارڈ اور پرسنل سیکریٹری سے باتیں کروں گا۔ تم میرے دماغ میں رہ کر ان کی آوازیں سن کر ان کے اندر جاسکو گے۔"

ایک افسر فون کا ریسیور اٹھا کر کسی کے فون نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دوسری طرف پورس ایک ہوٹل کے کمرے میں ایک ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں تھے۔ اب وہ اس ملک میں قیدی نہیں تھا لیکن اسے رہا کرتے وقت کہا گیا تھا کہ ابھی وہ نیویارک میں رہے' شام کو آرمی افسران اسے مذاکرات کے لیے بلائیں گے۔ ایک اندازے کے مطابق وہ مذاکرات تین گھنٹے بعد ہونے والے تھے۔

فی الحال ناصرہ' ثنا اور جلال پاشا کو میش کے فراڈ پر غصہ آرہا تھا۔ اس نے پورس سے کہا تھا کہ اپنی خفیہ میٹنگ میں ان تینوں کو مہاراج کے دماغ میں آنے دیا جائے گا لیکن عین وقت پر ان باپ بیٹے نے بار بار سانسیں روک کر اپنے اندر آنے سے روک دیا تھا۔

پورس نے کہا۔ "میش نے جس طرح مجھے فریب دیا ہے' اس سے مجھے یقین ہو رہا ہے کہ وہ میش نہیں پارس ہے اور مہاراج سے مل کر اس کے بیٹے میش کا رول ادا کر رہا ہے۔"

ثنا نے کہا۔ "جس وقت میش اور مہاراج اجلاس میں بول رہے تھے' ٹھیک انہی لمحات میں' میں اور ناصرہ بھابی پارس کے دماغ میں گئی تھیں۔ ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ پارس کار ڈرائیو کر رہا تھا اور اس کے ساتھ ثانی بیٹھی ہوئی تھی۔"

جلال پاشا نے کہا۔ "اجلاس میں پارس نہیں تھا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ پارس کا کوئی تابعدار ماتحت ہو اور اس نے پارس کے مشورے کے مطابق تمہیں دھوکا دیا ہو۔"

"انکل! آپ درست کہہ رہے ہیں۔ وہ مکار چاہتا تھا کہ امریکی اکابرین مجھ سے پہلے اس سے مذاکرات کریں۔ وہ ہمارے امریکا آنے کا مقصد سمجھ رہا ہے کہ ہم یہاں کیسں چھپ کر کسی لیبارٹری میں غیر معمولی دوائیں تیار کریں گے۔ اس چالباز نے میش کے ذریعے معلوم کر لیا ہوگا کہ ہم کولمبیا جانا چاہتے ہیں۔ اب مجھے براہ راست ان امریکی اکابرین سے مذاکرات کے لیے نہیں جانا چاہیے۔"

جلال پاشا نے کہا۔ "یہ تم پہلے بھی کہہ چکے ہو۔ میں تمہارے یہاں سے چھپ کر جانے کے انتظامات کر چکا ہوں۔ اس ہوٹل کے اندر اور باہر امریکی جاسوس تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔ تم پچھلے راستے سے پارکنگ ایریا کی طرف آؤ گے۔ وہاں ناصرہ ایک بلیک ہنڈا کار میں تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

"انکل! یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ہم امریکی سراغ رسانوں کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن پارس ہم سے غافل نہیں ہوگا۔"

جلال پاشا نے کہا۔ "میں نے اس چالباز کو کسی حد تک سمجھ لیا ہے۔ وہ توقع کے خلاف کوئی کام کر گزرتا ہے۔ میں اس سے ہوشیار رہوں گا۔"

جلال پاشا نے اس ہوٹل کے ایک ایسے ویٹر کو اپنا آلۂ کار بنایا تھا جس کی داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ چہرے پر مصنوعی تبدیلی کے ذریعے پورس ویٹر بن سکتا تھا۔ ایک انسٹنٹ کیمرے کے ذریعے اس ویٹر کی تصویر اتار کر پورس کے پاس پہنچا دی گئی۔ میک اپ کا سامان بھی پہنچایا گیا۔ پورس نے آئینے کے سامنے بیٹھ کر اس تصویر کے مطابق اپنے چہرے پر تبدیلی کی۔ اسی طرح داڑھی مونچھیں لگائیں۔ ہوٹل کا وہ ویٹر آرڈر کے مطابق چائے کی ایک ٹرے اس کے کمرے میں لایا تب جلال پاشا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔

اس ویٹر نے ہوٹل کی وردی اتار کر پورس کو دی اور اس کے کپڑے خود پہن لیے۔ صرف پندرہ منٹ کے اندر وہ ایک ویٹر بن کر کمرے سے نکلا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا پھر کچن کی طرف جاتے جاتے راستہ بدل کر دوسرے راستے سے پارکنگ ایریا میں آیا۔ وہاں ناصرہ بلیک ہنڈا میں اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی اپنے ساتھ والا دروازہ کھول دیا۔

ایک سراغرساں نے چونک کر ایک قیمتی ہنڈا کار میں ایک بیرے کو بیٹھتے دیکھا تو اپنی موٹر سائیکل کی طرف جاتے ہوئے جیب سے موبائل فون نکال کر نمبر ملانے لگا۔ اسی پارکنگ ایریا میں ثنا دوسری کار میں بیٹھی' امریکی سراغ رسانوں کو پہچاننے کی کوشش میں ہر ایک کو توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک شخص کو دیکھا۔ وہ ناصرہ اور پورس کی کار کو چونک کر دیکھنے کے بعد تیزی سے اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جیب سے موبائل فون نکال رہا تھا۔ اچانک ثنا نے اپنی کار کا دروازہ کھولا تو وہ آگے بڑھنے والا سراغ رساں کار کے دروازے سے ٹکرا کر گرتے گرتے سنبھل گیا۔ ثنا نے بڑی معذرت سے کہا۔ "سوری۔ میں نے دیکھے بغیر دروازہ کھولا ہے۔"

وہ بولا۔ "اٹس آل رائٹ۔ کوئی بات نہیں۔"

ثنا دروازہ بند کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ سراغ رساں نے پوری طرح نمبر پنچ نہیں کیے تھے۔ اس نے باقی نمبر ملائے۔ پتا چلا رانگ نمبر ہے۔ وہ دوسری بار نمبر ملا کر اپنے ساتھی سراغ رسانوں کو بلیک ہنڈا کی نمبر پلیٹ وغیرہ بتانا چاہتا تھا۔ ثنا وہاں

سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے اور اس سراغ رساں کے دماغ کو بھٹکاتے ہوئے ہوٹل کے احاطے سے باہر جانے لگی۔

پھر اس نے ناصرہ سے کہا۔ "اپنی گاڑی روک دو۔ میں آرہی ہوں۔"

کچھ دور جاکر بلیک ہنڈا نظر آئی۔ ثنا نے اپنی کار روکی۔ ناصرہ اور پورس کار سے اتر کر ثنا کی کار میں آئے پھر وہاں سے جانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد جب سراغ رساں کی ٹیم ادھر آئی تو انہوں نے بلیک ہنڈا کو خالی پایا۔ جس کی سختی سے نگرانی کی جارہی تھی' وہ نکل چکا تھا۔

جلال پاشا نے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر سے کہا۔ "پورس نے کہا ہے' مزید مذاکرات ضروری نہیں ہیں۔ ہم کولمبیا جارہے ہیں۔ آئندہ پورس کی نگرانی کے لیے جتنے جاسوس لگائے جائیں گے' وہ مردہ پائے جائیں گے۔ بہتر ہے اپنے قابل سراغرسانوں کی سلامتی چاہو۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مذاکرات نہ سہی' لیکن ہم ایک دوسرے سے تھوڑی سی گفتگو کرسکتے ہیں۔"

"گفتگو مجھ سے ہی ہوگی۔ میں پورس کا نمائندہ ہوں۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"سب سے اہم اور بنیادی بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ناراض نہیں کرنا چاہتے۔ آپ خود گواہ ہیں۔ ہم عمیش اور مہاراج سے پہلے پورس سے مذاکرات کررہے تھے۔ خود پورس نے ہم سے کہا کہ پہلے ہم عمیش سے تنہائی میں باتیں کرسکتے ہیں۔ ہمیں خود اجازت دینے کے بعد کیا پورس کی ناراضگی جائز ہے؟"

"بات ناراضگی کی نہیں ہے۔ جس طرح ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں' اسی طرح ایک ملک میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والی نہیں نہیں رہیں گی۔ تم عمیش اور مہاراج سے دوستی کرو۔ ہم کولمبیا میں رہ کر دوستی کا تماشا دیکھیں گے۔"

"تم سمجھتے ہو' ہم عمیش اور مہاراج کو کولمبیا میں تمہارے خلاف استعمال کریں گے اور پورس کے کسی منصوبے کو نقصان پہنچائیں گے تو تم ہمیں غلط سمجھ رہے ہو۔ ہم تو ابتدا سے کہہ رہے ہیں کہ پورس کولمبیا میں ہمارے سیاسی مفادات کا تحفظ کرے' ہم وہاں پورس کے لیے ضروری سہولتیں مہیا کرتے رہیں گے۔"

"ایک دوسرے سے تعاون کرنے کے لیے تمہارے لیے عمیش کافی ہے۔ بہت جلد تم لوگوں پر یہ راز کھلے گا کہ عمیش کے پیچھے پارس تم لوگوں کو الّو بنا رہا ہے۔"

"اب تک کی معلومات کے مطابق پارس کرنان میں ہے۔"

"یہ کیوں بھولتے ہو کہ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا کرنان سے پلک جھپکتے ہی امریکا پہنچ سکتا ہے۔ تمہاری اطلاع کے لیے ہے کہ اصل پارس اپنی جائے ولادت کے ساتھ یہیں نیویارک میں ہے۔ اس کے دماغ میں جاکر اسے اس شہر کی ایک شاہراہ پر کار حادثہ کرتے دیکھ چکے ہیں۔"

"یہ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ پورس یہاں ہے تو پارس بھی یہاں ہوگا۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ دھوپ ہوگی تو سایہ ہوگا۔ آگ ہوگی تو پانی بھی ہوگا۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے کیمپ میں کوئی آگ لگائے اور کوئی پانی بن کر اسے بجھائے۔ اس سے بہتر ہی دونوں کو ٹھنڈا رکھنا ہم سب کا فرض ہے۔"

"میں پورس کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ یہاں ہم کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ بہتر ہے آپ پارس کو سمجھائیں کہ یہاں سے چلا جائے۔ وہ خوامخواہ ہمارے تعاقب میں آیا ہے۔"

"پارس اس شہر میں کہاں ہے' کس بہروپ میں ہے' ہم نہیں جانتے۔"

"پہلے نہیں جان سکتے تھے۔ اب اس کا سراغ لگانا آپ کے لیے آسان ہے کیونکہ عمیش اور مہاراج آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ پارس کے دماغ تک پہنچ سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے اب آپ کے پاس کہنے کے لیے کوئی بات نہیں رہی ہے۔ مجھے جانا چاہیے۔"

جلال پاشا نے اس کے دماغ سے واپس آکر پورس کو اس سے ہونے والی باتیں بتائیں۔ وہ چائنا ٹاؤن کے ایک اپارٹمنٹ میں آگئے تھے۔ پورس نے کہا۔ "انکل! آپ نے اچھے انداز میں گفتگو کی ہے۔ آئندہ بھی سنگین معاملات میں آپ ہی میری طرف سے گفتگو کیا کریں گے۔ اب ہمیں موجودہ حالات کے مطابق قدم اٹھانا ہے۔"

ثنا نے کہا۔ "بھائی جان! پارس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ آپ کو غیر معمولی دوائیں پلائے بغیر نہیں دے گا اسی لیے وہ کمبخت یہاں تک آپہنچا ہے۔ ہم نے اس کے دیے ہوئے نیکلس اپنے پاس رکھ کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

"کوئی غلطی ہوجائے تو میں اس غلطی سے بھی کامیابی کا راستہ نکال لیتا ہوں۔ پارس یہاں تک آچکا ہے تو ہمارے پیچھے کولمبیا بھی جائے گا۔ میں ایسی چالیں چلوں گا کہ وہ وہاں ہمارے پیچھے پیچھے بھاگتا رہے گا اور انکل ہم سے دور رہ کر وہ دوائیں تیار کراتے رہیں گے۔"

"بیٹے! میں کتنی بھی دور رہوں' آخر کولمبیا میں رہوں گا۔ وہاں شاطر کسی نہ کسی طرح مجھے بھی ڈھونڈ نکالے گا۔"

"نہیں انکل! میں اسے خوب سمجھتا ہوں۔ جب میں' ناصرہ اور ثنا کولمبیا میں نظر آتے رہیں گے یا کسی ہنگامے وغیرہ میں ان کی موجودگی کا ثبوت ملتا رہے گا اور آپ اس سے تعلق رکھنے والی کسی فرد سے یا امریکی اکابرین اور عمیش سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرتے رہیں گے تو اسے پورا یقین ہوجائے گا کہ ہماری ٹیم کولمبیا میں ہے۔ درحقیقت آپ ہم سے ہزاروں میل دور کسی ملک میں دوائیں تیار کراتے رہیں گے۔"

جلال پاشا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "یہ تمہاری زبردست عملی ہوگی۔ میں ہزاروں میل دور رہ کر دوائیں تیار کرتا رہوں گا اور خیال خوانی کے ذریعے ضرورت کے وقت کولمبیا میں بھی رہا کروں گا تو پارس یقیناً دھوکا کھاتا رہے گا۔ وہ بڑی چالاکی سے ہمارا تعاقب کرتا ہوا آیا ہے۔ اپنی چالبازی اب اسے منگنی پڑے گی۔"

ناصرہ' پورس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اچانک دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ پورس نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ سر میں درد ہورہا ہے؟"

"نہیں۔۔۔ ابھی مجھے پارس پر غصہ آرہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں جانا چاہتی تھی۔ مگر نہ جاسکی۔ میں خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتی ہوں مگر ناکام ہورہی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ تمہیں اس طرح پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ آج نہیں تو کل پھر خیال خوانی کرنے لگو گی۔"

"لیکن میرے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ تمہارے لیے خطرہ محسوس کرتے ہی تڑپ کر بے اختیار تمہاری سلامتی کے لیے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار خود بخود استعمال کرنے لگتی ہوں۔ اب تمہیں خطرے سے باہر دیکھ کر مطمئن ہوکر ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگئی ہوں۔"

ثنا نے پوچھا۔ "بھابی! کئی گھنٹوں تک یہ علم آپ کے پاس رہا۔ کیا اس دوران میں کبھی آپ کو گزرے ہوئے دنوں کی کوئی بات یاد آئی؟ آپ نے یاد کرنے کی کوشش کی؟"

"نہیں۔ میرے دماغ میں ایک ہی بات سمائی رہی کہ کسی طرح بھی پورس کو خطرے سے نکالنا ہے۔"

"میں بھی بھائی جان کے لیے بہت پریشان تھی ورنہ آپ کے ماضی کو کرید کے آپ کی پچھلی زندگی کے بارے میں کچھ معلوم کرلیتی۔"

جلال پاشا نے کہا۔ "آئندہ ہم یاد رکھیں گے۔ جب کبھی ناصرہ پارس کے لیے جنون میں آکر خیال خوانی کرے گی تو ہم ناصرہ کے خیالات پڑھیں گے۔ میرا مشورہ ہے بیٹی! تم بیڈ روم میں جاکر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

پورس اس کا بازو تھام کر اسے ایک بیڈ روم کی طرف لے جانے لگا۔

جلال پاشا نے کہا۔ "پورس! اسے بستر پر لٹا کر تم ٹائلٹ جانے کے بہانے اس سے دور ہوجاؤ۔ ابھی اس کے سر میں تکلیف ہے۔ یہ مجھے محسوس نہیں کرے گی۔ میں اسے گہری نیند سلا کر اس کے گمشدہ ماضی کے متعلق کچھ معلوم کروں گا۔"

پورس نے یہی کیا۔ بیڈ روم میں آکر اس سے کہا۔ "تم یہاں لیٹ جاؤ۔ میں ابھی ٹائلٹ سے آتا ہوں۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ "جلدی آؤ۔ میں دماغی طور پر تھکن محسوس کررہی ہوں۔"

"پہلی بار کئی گھنٹوں تک ٹیلی پیتھی کا علم تمہارے دماغ میں رہا' اچانک پھر اس علم سے محروم ہوکر کچھ کمزوری محسوس کررہی ہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ اسی بیڈ روم کے اٹیچڈ باتھ روم میں جانے لگا۔ وہ اسے پیار سے دیکھتی رہی۔ باتھ روم کا دروازہ بند ہوا اور وہ نقاہت سے نڈھال ہوا تو آنکھیں بند کرکے اسے تصور میں دیکھنے لگی۔

جلال پاشا نے اس کے اندر آکر دیکھا۔ وہ تصور میں پورس کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے تصوراتی پورس کے ذریعے کہا۔ "میں بالکل تمہارے پاس ہوں۔ اسی طرح آنکھیں بند رکھو۔ میں بند آنکھوں کے پیچھے بھی نظر آتا رہوں گا۔ تم آہستہ آہستہ سو رہی ہو۔ یہ اور اچھی بات ہے۔ میں تمہارے خواب میں آؤں گا۔ ہاں تم سو رہی ہو۔ نیند تم پر غالب آرہی ہے اور یہ نیند پورس کو تمہارے پاس لانے والی ہے۔"

پاشا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ کو تھپک کر سلا دیا پھر اس سے کہا۔ "تم گہری نیند میں ہو اور کوئی خواب نہیں دیکھ رہی ہو۔ صرف میری سوچ کی لہروں کو محسوس کررہی ہو۔ میں تمہارا عامل ہوں اور تمہارے اندر خیال خوانی کی لہروں کے ذریعے بول رہا ہوں۔ بولو کیا تم میرے سوالوں کے جواب دو گی؟"

ناصرہ کی سوچ کی لہروں نے جواب دیا۔ "میں سوالوں کے جواب دوں گی۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

اس سوال پر وہ الجھ گئی پھر بولی۔ "ناصرہ!"

"میں حکم دیتا ہوں۔ اچھی طرح سوچ کر صحیح نام بتاؤ۔"

وہ تھوڑی دیر الجھن میں رہی پھر بولی۔ "میں سوچ رہی ہوں' مجھے یہی نام یاد آرہا ہے۔"

"تمہارے ماں باپ کا نام کیا ہے؟"

"مجھے یاد نہیں ہے۔"

"سوچنے کی کوشش کرو۔ تم چھوٹی سی بچی ہو۔ تمہارے ماں باپ تمہیں پیار سے آوازیں دے رہے ہیں۔ سنو' غور سے سنو' وہ آوازیں دے رہے ہیں اور تم وہ نام سنتے سنتے ایک بچی سے جوان ہوگئی ہو۔"

"ہاں وہ مجھے پکار رہے ہیں۔ ناصرہ کہ کر پکار رہے ہیں۔"

"اور سوچو تم ماں باپ کے پاس جاتی ہو اور کیا کرتی ہو؟ اسکول جاتی ہو۔ کالج جاتی ہو۔ کن راستوں سے گزرتی ہو۔ وہ جگہ' وہ شہر کیسا ہے؟"

"میں دوڑتی جارہی ہوں۔ بچی ہوں' جوان ہوگئی ہوں۔ بہت سے لوگوں کی بھیڑ ہے۔ سب دیکھ رہے ہیں۔ میں بھی دیکھ رہی ہوں۔ ایک شخص اپنے ہاتھ میں بڑا سا سرخ رومال لئے ایک بپھرے ہوئے سانڈ کو حملہ کرنے پر اکسا رہا ہے پھر ایک بار سانڈ نے اس شخص کو دونوں سینگوں پر اٹھا کر پھینک دیا ہے۔"

جلال پاشا نے کہا۔ "تم بل فائٹنگ کی باتیں کررہی ہو۔ کیا تم اسپین کی رہنے والی ہو؟ اس ملک میں سانڈ کی لڑائی ایک قومی کھیل ہے۔"

"ہاں مجھے یاد آرہا ہے۔ میں وہاں کے شہر میڈرڈ میں رہتی تھی۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ اسی طرح یاد کرتی رہو' یاد کرتے رہنے کے دوران میں تمہیں کہیں رکنا نہیں چاہیے۔"

"میں کچھ بھول رہی ہوں۔ کچھ یاد آرہا ہے۔ ایک عیاش دولت مند میری عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ وہ مجھے اغوا کرکے میرے شہر سے دور ایک چھوٹے سے ہوائی جہاز میں یا شاید ہیلی کاپٹر میں کہیں دور ایک فارم میں لے گیا تھا پھر ایک گودام میں بند کردیا تھا۔"

وہ چپ ہوگئی۔ پاشا نے کہا۔ "خاموش نہ رہو۔ باتیں بے ترتیبی سے یاد آئیں تب بھی بولتی رہو۔"

"مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے' وہ مجھے گودام میں بند کرکے کیوں چلا گیا تھا۔ شاید پھر واپس آنے والا تھا۔ میں اپنی عزت دینے سے پہلے جان دینا چاہتی تھی' پھر میں نے جان دے دی۔"

"جان دینے کے بعد کوئی زندہ نہیں رہتا' اور تم زندہ ہو۔ تم اب تک سوچتی آرہی ہو۔ سمجھتی آرہی ہو۔ میں حکم دیتا ہوں کہ خود کو گودام میں محسوس کرو اور سوچو تمہارے ساتھ کیا ہوا؟"

"کیا ہوا؟ میرے ساتھ کیا ہوا؟ ہاں۔۔۔ ہاں میں نے زہر کھالیا تھا۔ اس کے بعد شاید میں مرگئی تھی۔"

"مرنے کی بات نہ کرو۔ تم زندہ ہو۔ بتاؤ کیسے زندہ ہو؟"

"کیسے زندہ ہوں؟ میں کیسے زندہ ہوں؟ زہر تو مار ڈالتا ہے مگر۔ مگر دماغ زہریلا ہورہا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے میرے اندر دوسری زندگی آرہی ہے۔ ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ میں مررہی تھی اور زندگی بھی پارہی تھی۔"

"میں حکم دیتا ہوں' ناقابل یقین بات نہ کرو۔ اچھی طرح یاد کرو۔ زہر کے باوجود تمہیں زندگی کیسے مل رہی تھی؟"

وہ سوچنے لگی۔ "آگ۔۔۔ انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے۔ ایک جگہ جل رہی ہے۔ منظر بدلتا ہے۔ کہیں دوسری چتا جل رہی ہے۔ انسان مرجائے تو اسے مٹی میں دفن کیا جاتا ہے یا اس کی چتا جلادی جاتی ہے۔ ایسا کرنے سے جسم فنا ہوجاتا ہے۔ روح کبھی فنا نہیں ہوتی۔ وہ کوئی آتما تھی۔ ہاں کوئی آتما زہر سے مردہ ہونے والے میرے جسم میں زندگی ڈال رہی تھی۔ میرے مردہ جسم میں داخل ہورہی تھی۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہارے مردہ جسم میں کسی کی آتما داخل ہوگئی تھی؟ تم خود کو ناصرہ کہتی ہو اور اب کہتی ہو' ناصرہ مرگئی تھی اور کوئی دوسری آتما تمہارے اندر آگئی تھی؟"

"ہاں۔ ایسا ہی کچھ ہوا تھا۔ میں محسوس کررہی تھی کہ میں تڑپ رہی ہوں اور میرا دماغ سوچ رہا تھا کہ میں کس زہریلے جسم میں آکر پھنس گئی ہوں۔ یہاں سے نکل کر کہاں جاؤں؟ نیا جسم تلاش کرنے تک میری آتما شکتی کی مدت ختم ہوجائے گی۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہارے جسم میں پھیلنے والا زہر اس آتما کو بھی متاثر کررہا تھا اور وہ تمہارے اندر سے نکل نہیں پارہی تھی۔"

"شاید ایسی ہی کوئی بات ہوگی۔ اس کے بعد میں غافل ہوگئی تھی۔ پتا نہیں کب تک سوتی رہی یا بے ہوش پڑی رہی۔ وہ آنے والی آتما زہر پر کچھ غالب آگئی تھی اور زہر بھی کچھ اس پر غالب آگیا تھا۔ اس زہر نے دماغ پر اثر کیا ہے۔ مجھے پچھلی زندگی یاد آتی ہے اور نہ اس آتما کو یاد آتی ہے۔"

"تم نے چتا کی آگ دیکھی تھی۔ بار بار دیکھی تھی۔ ہوسکتا ہے کسی آتما شکتی والی کے جسم کو جلایا جارہا ہو اور وہ پچھلا جلتا ہوا جسم چتا میں چھوڑ کر تمہارے پاس آئی ہو۔ اس نے اپنے بارے میں کچھ بتایا ہوگا۔"

"وہ کچھ نہ بتا سکی۔ زہر نے اس پر اثر کیا تھا۔ میرے اندر آکر وہ میری طرح خود کو بھول گئی تھی۔ اپنا نام بھی نہ بتا سکی۔"

"تم پورس کو اپنی آتما کی گہرائیوں سے چاہتی ہو۔ اے خطرات میں دیکھ کر بے اختیار خیال خوانی کرنے لگتی ہو۔ اس کا مطلب ہے' تمہارے اندر آنے والی ہستی پہلے ٹیلی پیتھی جانتی تھی۔ زہر کے اثر سے وہ ٹیلی پیتھی کے علم کو بھولی رہتی ہے۔ اچانک جوش اور جنون میں آکر یہ علم تمہارے اندر سے ابھرا ہے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ اس علم پر توجہ دو۔ پورس کی محبت اور سلامتی کی خاطر اس چھپے ہوئے علم کو اپنے اندر سے ڈھونڈ نکالو۔"

"میں اس چھپے ہوئے علم کو ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کرتی رہوں گی۔"

"میں ایک اجنبی آواز اور لب و لہجہ تمہارے دماغ میں نقش

کررہا ہوں۔ میں اس لب و لہجے میں تمہارے دماغ کے اندر آہوں گا تو تم مجھے محسوس نہیں کروگی۔ یہ لب و لہجہ تمہارے اندر کی خوابیدہ خیال خوانی کو رفتہ رفتہ بیدار کرنے کی کوشش کرے گا اور تم اس لب و لہجے کے ساتھ تعاون کرتی رہوگی۔"

اس نے ایک معمولہ اور تابعدار کی حیثیت سے تعاون کرنے کا وعدہ کیا۔ پاشا نے اس کے اندر ایک اجنبی آواز اور لب و لہجے کو نقش کرنے کے بعد اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دیا پھر اس کے دماغ سے نکل آیا۔

ثنا اور پورس ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کررہے تھے۔ پاشا نے اپنی بیٹی کے دماغ میں آکر اس کی زبان سے تنویمی عمل کی پوری تفصیلات سنائیں تاکہ ثنا اور پورس دونوں کو ناصرہ کے ماضی کے بارے میں معلوم ہوسکے۔ پورس نے تمام باتیں سننے کے بعد حیرانی سے کہا۔ "انکل! ٹیلی پیتھی کی دنیا سے تعلق رکھنے والے سبھی جانتے ہیں کہ صرف نیلاں آتما شکتی کے ذریعے ایک جسم سے دوسرے جسم میں جایا کرتی تھی اور ایسا کرنے کے باعث اس کی آتما شکتی کمزور ہوتی جارہی تھی۔ کیا آپ یہ رائے قائم کریں گے کہ میری ناصرہ کے اندر نیلاں سمائی ہوئی ہے؟"

"بیٹے! فی الحال تو کچھ ایسی ہی رائے قائم کی جاسکتی ہے لیکن یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ ہماری اتنی بڑی دنیا میں روحانیت کے عالم اور آتما شکتی والے گنی ہیں۔ ایک آمنہ فہاد کی مثال ہمارے سامنے ہے اور نہ جانے ایسی کتنی ہستیاں ہوں گی۔ لہٰذا ہمیں صرف نیلاں کے بارے میں آخری رائے قائم نہیں کرنی چاہیے۔"

ثنا نے کہا۔ "بھائی جان! آپ کو یاد ہے آج صبح اجلاس میں لیلیٰ نے کہا تھا کہ نیلاں نے اسے آتما شکتی سے ٹیلی پیتھی سکھائی ہے۔ اس کا مطلب ہے نیلاں جسمانی طور پر گوشہ نشین رہ کر اپنی آتما شکتی واپس حاصل کرنے کی کوششیں کررہی ہے۔ اس طرح میں سمجھتی ہوں' میری بھابی کے اندر نیلاں نہیں کوئی دوسری آتما شکتی والی ہے۔"

پورس نے کہا۔ "تمہاری بات میں وزن ہے لیکن یہ سمجھنا چاہیے کہ صمیش کس حد تک سچ بول رہا ہے؟ تم رفتہ رفتہ سمجھوگی کہ پارس سمندر کی طرح گہرا ہے۔ وہ اپنی ماں کی روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے صمیش کو خیال خوانی سکھا کر اسے ہمارے راستے کی دیوار بنا رہا ہے۔ ہمیں یہ سمجھا چکا ہے کہ وہ باپ بیٹے ہماری طرح کو لمبا نہیں رہ سکتے ہیں اور ہمارے لیے مشکلات پیدا کرسکتے ہیں۔"

جلال پاشا نے کہا۔ "یہ ایک اہم نکتہ ہے کہ صمیش نے اچانک ٹیلی پیتھی کیسے سیکھ لی؟ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ جو نیلاں اپنی کھوئی ہوئی آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے دن رات گیان دھیان میں مصروف رہتی ہو وہ اپنی کمزور آتما شکتی سے صمیش کو ٹیلی پیتھی کیسے سکھائے گی؟"

"ابو! صمیش کہتا ہے کہ نیلاں نے اپنے گم شدہ پوتے کو تلاش کرنے کے لیے اسے یہ علم سکھایا ہے۔"

"تو پھر صمیش کا فرض ہے کہ اس کے گم شدہ پوتے کو تلاش کرے لیکن وہ ایسا کرنے کے بجائے ہمارے راستے کی رکاوٹ بننے چلا آیا ہے۔ ہمارے خلاف پارس کو جو کچھ کرنا چاہیے' وہ صمیش کرنے آیا ہے اور پارس پس پردہ چلا گیا ہے۔"

پورس نے کہا۔ "کوئی مادر پارس کو۔ میرے اندر ایک بے چینی سی پیدا ہوگئی ہے۔ میری ناصرہ کے اندر نیلاں ہوگی تو وہ آئندہ کبھی میری غفلت میں میری جان لے سکتی ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ بھابی تو آپ کی محبت میں خود جان دے سکتی ہیں۔"

"یہ تم نہیں جانتی ہو۔ انکل بھی نہیں جانتے ہیں۔ نیلاں میری بدترین دشمن ہے۔ اسے میری وجہ سے بار بار جسم بدلنا پڑتا تھا۔ میں اسے مار ڈالنا چاہتا تھا' وہ مجھے مار ڈالنے کی کوششیں بھی کرتی رہی۔ ایسا کرنے کے باعث اس کی آتما شکتی کمزور ہوگئی۔ اس کمزوری کے باعث وہ اپنے گمشدہ پوتے کو تلاش نہ کرسکی پھر اچانک کہاں گم ہوگئی؟ کچھ پتا نہ چلا۔ اگر وہ ناصرہ کے اندر ہی ہے اور اس کے زہر نے اس کی رہی سہی آتما شکتی کو بھی کمزور کردیا ہے تو پھر وہ اسی طرح ناصرہ رہے گی۔ مجھ پر جان دیتی رہے گی اور جس طرح میری محبت کے جنون میں خیال خوانی کرنے لگی ہے اسی طرح کبھی پوتے کو دیکھ لے گی تو ممتا کے جنون میں میری جان کی دشمن بن جائے گی۔"

"لیکن وہ تو اپنی آتما شکتی کھو چکی ہے۔"

"وہ ناصرہ کے زہریلے جسم میں آکر جس طرح ٹیلی پیتھی بھول گئی ہے اسی طرح شکتی کو بھلا بیٹھی ہے۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس کی آتما شکتی بالکل ختم ہوچکی ہے۔"

جلال پاشا نے کہا۔ "یہ تو بہت ہی عجیب اور تشویش ناک صورت حال ہے۔ ہمیں سب سے پہلے کسی نہ کسی طرح تصدیق کرنا چاہیے کہ ہماری ناصرہ کے اندر روحی نیلاں سمائی ہوئی ہے۔"

پورس نے کہا "یہ صرف صمیش بتا سکتا ہے اور وہ کبھی نہیں بتائے گا کہ نیلاں کہاں ہے۔"

"فی الحال تمہیں ناصرہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جب کبھی گمشدہ پوتا نظر آئے گا اور اس کی ممتا تڑپ کر ناصرہ کے اندر سے ابھرے گی تو دیکھا جائے گا۔ ہم اس سے پہلے ہی یہ حقیقت معلوم کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ میں پھر ایک بار ناصرہ پر تنویمی عمل کروں گا۔ کچھ نئی باتیں معلوم ہوسکتی ہیں۔"

"آپ دوسرا تنویمی عمل دوبارہ گھنٹے بعد ہی کرسکیں گے۔۔۔۔

فی الحال اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھیں کیا وہ سکون سے سو رہی ہے؟"

جلال پاشا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ناصرہ کے خوابیدہ دماغ میں پہنچا۔ وہ یک بیک سانس روک کر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ خالی خالی نظروں سے کمرے کو دیکھنے لگی۔ جلال پاشا نے کہا۔ "پورس! فوراً ناصرہ کے پاس جاؤ۔ میرے دماغ میں جاتے ہی وہ سانس روک کر اٹھ بیٹھی ہے۔"

پورس نے کمرے میں جاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ نے عمل کے آخر میں اسے تنویمی نیند نہیں سلایا تھا؟"

"میں نے تنویمی نیند سلایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے' زہریلے دماغ میں عارضی طور پر تنویمی عمل نے اثر کیا تھا۔ ابھی ایک گھنٹا بھی نہیں گزرا ہے اور وہ میرے عمل کے اثر سے نکل آئی ہے۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے کے دروازے پر آکر رک گیا۔ ناصرہ سر جھکا کر خالی کمرے کو دیکھ رہی تھی پھر اس کی نظریں پورس پر رک گئیں۔ وہ پورس کے بغیر نہیں رہتی تھی۔ ہر صبح آنکھ کھلتے ہی پہلے دوسرے کمرے میں جا کر اسے دیکھتی تھی۔ اگر کبھی وہ نظر نہ آئے' باتھ روم میں ہو یا چہل پہل پر ورزش کرنے جائے تو اسے آواز دیتی ہوئی اس کے پاس پہنچ جاتی تھی۔

اب پورس کمرے میں آیا تو ایسی نظروں سے دیکھنے لگی جیسے اسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ پورس اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں کی اجنبیت کو کسی حد تک سمجھ رہا تھا۔ دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے مل رہی تھیں۔

جلال پاشا نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "پورس! اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نفرت کے علاوہ ... محبت بھی ہے۔ دیکھنے کے انداز سے پتا چلتا ہے کہ یہ کشمکش میں ہے۔ اس کے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے' اسے یہ سمجھ نہیں پا رہی ہے۔"

اسی وقت ناصرہ نے اپنے دونوں ہاتھوں پہ سر کو تھام لیا۔ آگے پیچھے جھومتی ہوئی تکیے پر گر پڑی۔ پورس نے بستر کے پاس آکر آواز دی۔ "ناصرہ! کیا ہوا؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر سر کو سہلانے لگا۔ اس نے آہستگی سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر کمزور سی آواز میں بولی۔ "ابھی مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

"کچھ نہیں۔ تم نیند سے اٹھ کر بیٹھیں۔ مجھے دیکھا اور پھر لیٹ گئیں۔"

"نہیں کچھ ہوا تھا۔ تم کمرے میں آکر رک گئے تھے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے تمہیں پہچان نہ سکی۔" پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ بولی۔ "پہلے مجھے ایسا لگا تم میرے جانی دشمن ہو۔ میری جان لینے آئے پھر دوسرے ہی لمحے میں' میں نے تمہیں پہچان لیا' تم میرے پورس ہو۔ میری جان ہو۔"

وہ اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا۔ "تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تم پہلی بار کئی گھنٹوں تک ٹیلی پیتھی کے علم کو اندر سمجھتی رہی ہو۔ خیال خوانی بھی کرتی رہی ہو۔ میں نے پہلے کہا تھا۔ تم تھکی ہوئی ہو۔ تمہیں آرام سے سونا چاہیے۔"

"میں تو سو رہی تھی۔ کسی نے مجھے اٹھا دیا۔"

"کس نے؟"

"پتا نہیں؟ کوئی میرے دماغ میں آیا تھا۔"

"کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا آیا ہو گا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ "نہیں پورس کچھ اور باتیں ہیں۔ جب میں سو رہی تھی تو اپنے آپ سے کہہ رہی تھی۔"

"کیا کہہ رہی تھیں؟"

"اچھی طرح یاد نہیں ہے۔ مجھے ماں باپ یاد آرہے تھے۔ میں نے خود کو اسپین میں دیکھا جہاں بل فائٹنگ ہو رہی تھی پھر ایک شخص مجھے اغوا کر کے کہیں لے گیا۔ اس نے مجھے ایک کو دا بند کر دیا پھر میں نے دیکھا کہ میں نے زہر کھا لیا ہے اور میں مر رہی ہوں۔"

اسے تنویمی عمل کی باتیں یاد آرہی تھیں اور وہ گزری ہوئی باتیں تھیں۔ پورس نے کہا۔ "کبھی کبھی الٹے سیدھے خواب دکھائی دیتے ہیں۔ اب یہی دیکھو کہ تم نے زہر کھا لیا۔ تم مر گئیں ابھی میرے سامنے زندہ ہو۔"

"یہی تو میں تم سے کہنا چاہتی ہوں کہ میں زندہ نہیں ہوں۔"

"کیا؟" پورس نے حیرانی سے کہا۔ ثنا اور جلال پاشا بھی کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہے تھے۔ پورس نے کہا۔ میرے سامنے لیٹی ہوئی مجھ سے کہہ رہی ہو کہ تم زندہ نہیں ہو۔"

"ہاں یہ بات ایسی ہے جیسے خواب نہ ہو۔ دیکھو میں ہوں۔ میرے ساتھ ایسا ہوا ہو گا۔"

"کیا ہوا ہو گا؟"

"میں نے زہر کھایا تھا میں دم توڑ رہی تھی۔ ایسے میں کوئی اندر آئی تھی۔ اس کے آنے سے میں سانسیں لینے لگی۔ وہ اندر ہے۔ وہ میرے اندر زندہ ہے اور میں مر چکی ہوں۔"

"او گاڈ! تم تعلیم یافتہ ہو کر ایسی باتیں کر رہی ہو۔ کیا سمجھ سکتیں کہ دماغی پریشانی کے باعث ایسی بے سروپا باتیں ہو؟"

"کیا میں ایب نارمل نظر آرہی ہوں؟ تم یقین نہیں کرو میرے اندر بول رہی تھی۔"

"کون بول رہی تھی؟"

"میں کیسے بتاؤں کہ وہ کون تھی؟ میں نے صاف طور سے سنا وہ کہہ رہی تھی۔ جسم میرا ہے اور آتما اس کی ہے۔ دو ہستیوں کا ملاپ ہے میری یہ زندگی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ جلال پاشا نے کہا۔ "میرے عمل کے باعث اس کی سوئی ہوئی یادیں بھڑک گئی ہیں۔"

ثنا نے پوچھا۔ "لیکن ابو! تنویمی عمل آپ کر رہے تھے پھر بھابی کے اندر کوئی دوسری ہستی کیسے بول رہی تھی۔"

"میری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ تنویمی عمل کے باعث ناصرہ کو کچھ پچھلی زندگی یاد آئی ہے۔ اسی طرح اس آتما کی سوئی ہوئی یادیں بھی بیدار ہو گئی ہیں۔ ناصرہ اور اس آتما کی یادداشت زہر کے اثر سے متاثر ہوئی تھی اور کمزور پڑ گئی تھی' اسے میرے تنویمی عمل سے تقویت پہنچائی ہے۔"

ناصرہ نے کہا۔ "پورس! تم خاموش کیوں ہو گئے؟ دیکھو مجھے ایب نارمل سمجھو گے تو میں ذہنی طور پر پریشان رہوں گی۔"

پورس نے اسے تھپک کر کہا۔ "اب تو وہ آتما نہیں بول رہی ہے۔ ایک بار تم نے نیند کی حالت میں اس کی آواز سن لی۔ بار بار ایسا نہیں ہو گا۔ تم میری ہدایات مانتی ہو۔ چلو ابھی آنکھیں بند کرو۔ اپنے دماغ کو ہدایات دو اور سو جاؤ۔ جاگنے کے بعد تمام پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔"

اس نے ہدایات کے مطابق آنکھیں بند کر لیں۔ پورس اس کے پاس بیٹھا رہا۔ جب وہ گہری نیند سو گئی تو وہ آہستگی سے اٹھ کر کمرے سے باہر ثنا کے پاس آگیا۔ جلال پاشا نے کہا۔ "بیٹے! ایک دن یا دو دن ناصرہ کی حقیقت معلوم ہونی ہے مگر میں سوچ نہیں سکتا تھا کہ میرے تنویمی عمل سے صرف ناصرہ کی ہی نہیں اس آتما کی شکتی والی نیلماں کی بھی کچھ یادیں تازہ ہو جائیں گی۔"

"ابو! میں یہ سوچ کر پریشان ہوں کہ وہ آتما شکتی والی نیلماں کی تو وہ ناصرہ کے ذریعے میرے لیے بڑے مسائل پیدا کرنے لگے۔"

"بیٹے! خدا پر بھروسا رکھو۔ وہ نیلماں نہیں ہو گی اور اگر ہو گی تو انشاء اللہ ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

ثنا نے کہا۔ "یہ ایک ایسا تشویش ناک مسئلہ پیدا ہو گیا ہے کہ ہم غیر معمولی دوائیں تیار کرانے والا کام کچھ عرصے کے لیے ملتوی کرنا ہو گا۔"

"نہیں ثنا! مسائل تو پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ہم جس مقصد کے لیے آئے ہیں اسے ضرور پورا کریں گے۔" پورس نے کہا۔ پھر جلال پاشا سے مخاطب ہوا۔ "انکل! آپ بھارت میں رہیں۔ پارس ہمارے تعاقب میں یہاں آیا ہے۔ ہم اسے کولمبیا میں بھٹکاتے رہیں گے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکے گا کہ آپ وہاں رہ کر دوائیں تیار کرا رہے ہیں۔ پارس کے علاوہ میش اور امریکی اکابرین بھی یہی سمجھتے رہیں گے کہ ہم سب کولمبیا میں ہیں۔"

یہ اتنا مکمل اور جامع منصوبہ تھا کہ ثانی اور پارس ضرور ان سے دھوکا کھاتے رہتے۔ لیکن وہ سری طرف سے پورس کی ٹیم بھی دھوکا کھا رہی تھی۔ پورس مطمئن تھا کہ ثنا نے کولمبیا میں ڈرگ مافیا کے گاڈ فادر کارسیلو کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔ ثنا نے تنویمی عمل کے ذریعے جو اجنبی آواز اور لب و لہجہ کارسیلو کے دماغ میں نقش کیا ہے' اس لب و لہجے کو صرف ثنا اور جلال پاشا جانتے ہیں جبکہ ثانی تنویمی عمل کے وقت کارسیلو کے دماغ میں چھپی ہوئی تھی اور اس نے بھی اس لب و لہجے کو یاد کر لیا تھا۔

پورس کے پلان کے مطابق ثنا نے ایک ہندوستانی عمر رسیدہ شخص پر تنویمی عمل کر کے اس کی شخصیت تبدیل کر دی تھی۔ اسے اپنا باپ جلال پاشا بنا لیا۔ کولمبیا پہنچ کر ناصرہ اور پورس نے الگ رہائش اختیار کی۔ ثنا ڈی جلال پاشا کے ساتھ دوسری جگہ رہنے لگی۔ اس طرح ثانی اور پورس یقین کر سکتے تھے کہ وہ چاروں کولمبیا میں موجود ہیں جبکہ جلال پاشا نے بھارت میں دوائیں تیار کرانے کے لیے معقول اور نہایت تجربے کار ڈاکٹروں کو تلاش کرنا شروع کر دیا تھا۔

وہ سب کولمبیا کے دارالحکومت بوگوٹا میں تھے۔ ثانی نے کہا۔ "یہاں انسانی زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ محنت مزدوری کرنے اور کاروبار کرنے والے اپنے گھروں سے جان ہتھیلی پر لے کر نکلتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ شام کو اپنے گھر زندہ واپس جا سکے گا یا نہیں۔"

پارس نے کہا۔ "پورس نے بڑی چالاکی سے یہ منصوبہ بنایا ہے۔ ایسی جگہ آکر رہائش اختیار کی ہے' جہاں ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ غیر معمولی دوائیں تیار کرانے آئے گا۔"

"ویسے میش اور مہاراج پر وہ شبہ کر رہا ہو گا اور سمجھ رہا ہو گا کہ وہ باپ بیٹے ہمارے آلۂ کار ہیں اور ان کے ذریعے ہمیں ان کے کولمبیا میں آنے کا علم ہو چکا ہے۔"

پارس نے پوچھا۔ "کیا تم اس بات پر حیران نہیں ہو کہ ناصرہ خیال خوانی کرنے لگی ہے؟"

"ٹھیک اسی طرح پورس حیران ہو گا کہ میش خیال خوانی کرنے لگا ہے۔ اس نے اجلاس میں کہا ہے کہ اسے نیلماں کی آتما شکتی نے ٹیلی پیتھی سکھائی ہے۔"

"ہمیں کسی طرح معلوم کرنا ہو گا کہ ناصرہ اچانک کیسے خیال خوانی کرنے لگی ہے۔"

"ہم نے تو ضرورت سے مجبور ہو کر آتما کی روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے میش کو یہ علم سکھایا ہے لیکن ناصرہ کو کون یہ علم سکھا

سکتا ہے؟"

ثانی میش کے دماغ میں آئی۔ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت وہ خیال خوانی کے ذریعے گاڈ فادر کارسیلو کے پرسنل سیکریٹری کے دماغ میں موجود تھا۔ کارسیلو کے محل کے ایک بڑے ہال میں امریکن آرمی کے تین بڑے افسران اور کولمبیا کی حکمران پارٹی کا ایک حاکم اپنے دو فوجی افسران کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

کولمبیا کا حاکم کہہ رہا تھا۔ "کارسیلو! تم آباواجداد کے زمانے سے کولمبیا کے ایک معزز شہری کہلانے کا فخر حاصل کر سکتے ہو لیکن یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم امریکا کے سیاسی مفادات کے لیے اپنے ہی ملک کے امن و امان کو تباہ کر رہے ہو۔ منشیات کی تجارت کو اتنا پھیلا دیا ہے کہ تمہیں اپنی قوم پر ناز کرنا چاہیے تھا لیکن تم اس قوم کو نشے کا عادی بناتے جا رہے ہو!"

ایک امریکی فوجی افسر نے کہا۔ "تم کولمبیا کے حاکم ہو۔ تمہارے ہاتھوں میں اقتدار ہے۔ فوج ہے اور اسلحہ ہے مگر تمہاری حکومت اور فوجی طاقت مسٹر کارسیلو کی فوج کے مقابلے میں کمزور ہے۔"

"تم امریکیوں نے کارسیلو کی فوج کو جدید ہتھیار دیے ہیں تاکہ ہماری حکومت اور انتظامیہ اس فوج کے آگے ناکام رہے۔"

کارسیلو نے کولمبیا کے حاکم سے پوچھا۔ "آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"ہم چاہتے ہیں' اس ملک کے تمام الفون کے کھیتوں کو جلا دو۔ جن فیکٹریوں میں ہیروئن' کوکین اور چرس تیار کراتے ہو' انہیں بند کر دو۔ وہاں دوسری صنعتیں قائم کرو۔ الفون کی جگہ اناج اگاؤ۔"

امریکی افسر نے کہا۔ "واہ۔ اس طرح ارب پتی کارسیلو کو کنگال بنا دینا چاہتے ہو۔"

ثنا کارسیلو کے دماغ میں تھی۔ وہ ثنا کی مرضی کے مطابق کہنے لگا۔ "میں نے اس مسئلے پر بہت غور کیا ہے کہ مجھے اپنے ملک اور قوم کی بھلائی کرنی ہے یا اپنی قوم اور نسلوں کو تباہ کرنے والے امریکا کا ساتھ دینا چاہیے۔ آخر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ میں منشیات کی تجارت اور اسمگلنگ بند کر دوں گا۔"

ایک امریکی افسر نے کہا۔ "مسٹر کارسیلو! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میو پلیز شٹ اپ۔ جب کارسیلو بولتا ہے تو اس کی باتوں میں کوئی مداخلت نہیں کرتا۔ میں آج سے اپنے ملک کے قوانین کا پابند رہوں گا۔ اگر میرے ملک کے حکمران چاہتے ہیں کہ الفون کی کاشت نہ ہو اور کھیت جلا دیے جائیں تو پھر آج رات

دارالحکومت بوگوٹا کے مضافات کا پہلا کھیت جلے گا۔ جن فیکٹریوں میں ہیروئن' کوکین اور چرس تیار کی جاتی ہیں' وہاں دوسری صنعتیں قائم کی جائیں گی۔"

کولمبیا کے حاکم اور فوجی افسران نے خوش ہو کر کہا۔ "مسٹر کارسیلو زندہ باد۔"

امریکی افسر نے کہا۔ "مسٹر کارسیلو! آپ کو یہ حقیقت معلوم نہیں ہے کہ ہمارے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے آپ کے دماغ پر قبضہ کر رکھا ہے۔ ابھی یہ سب کچھ آپ اپنے دماغ سے نہیں بلکہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی زبان سے کہہ رہے ہیں۔"

میش نے امریکا کی حمایت میں پرسنل سیکریٹری کی زبان سے کہا۔ "باس! ہمارے یہ امریکی افسر درست کہہ رہے ہیں۔ دوست صرف امریکا کے نہیں' آپ کے بھی ہیں۔ وہ آپ کے کھیتوں کو جلا کر' فیکٹریاں بند کر کے اور اسمگلنگ کو روک کر آپ کو بالکل کنگال اور کنگال بنا دینا چاہتے ہیں۔"

ثنا نے کارسیلو کے ذریعے کہا۔ "میو شٹ اپ۔ تم محض ایک سیکریٹری ہو۔ مجھے مشورے دینے والے مشیر نہیں ہیں۔ تمہیں میری غلامی پسند ہے تو میری ملازمت چھوڑ کر ان امریکی افسران کے ساتھ چلے جاؤ۔"

ثانی چاہتی تو ثنا کے خلاف وہاں بہت کچھ بول کر کارسیلو کا ارادہ بدل سکتی تھی۔ لیکن پورس' امریکا اور میش کی دوستی کی وجہ بن کر قدم اٹھا رہا تھا' وہ لاکھوں' کروموں اور پوری انسانیت کی بھلائی کے لیے تھا۔ اس نے واپس آ کر پارس کو تمام باتیں بتائیں تو وہ بولا۔ "یہ اچھی بات ہے۔ پورس امریکیوں سے دشمنی کے باوجود نیک کام کر رہا ہے تو اسے کرنے دو۔ تم میرے دماغ سے یہ باتیں نکالو کہ ناصرہ نے ٹیلی پیتھی کیسے سیکھ لی۔"

"تم جانتے ہو' ناصرہ' ثنا' پورس اور جلال پاشا سے متعلق نہیں کیا جا سکے گا۔ میں ان کے دماغ میں پہنچوں گی تو وہ سائیکل روک لیں گے۔"

"تم پورس کے پاس جاؤ۔ اس سے کہو میش نے صاف بتایا ہے کہ اسے نیلاں نے ٹیلی پیتھی سکھائی ہے۔ کیا وہ بھی صاف گوئی سے کام لے کر ناصرہ کے بارے میں بتائے گا۔ شاید دوستانہ انداز اختیار کرنے سے وہ بتا دے۔"

جس وقت پارس' ثانی کو یہ مشورہ دے رہا تھا' اس وقت پورس ایک مسئلے میں الجھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ ناصرہ کے ساتھ بیڈ روم میں تھا۔ دونوں رومانس کے موڈ میں تھے۔ یہ بتایا جا چکا ہے کہ جب پہلی بار وہ دونوں جذباتی انداز میں ایک دوسرے کے قریب آئے تھے تو پورس نے ناصرہ کے منہ پر ٹیپ چپکا دی

میرے پورس نے تجھ سے دشمنی کرتے کرتے تیری آتما شکتی ختم کر دی ہے اور تو اس سے انتقام لے رہی ہے۔ میں تجھے مار ڈالوں گی۔ میں تجھے اپنے جسم کے اندر کچل ڈالوں گی۔"

ثانی پورس کے اندر رہ کر اس کی جسمانی اور دماغی کمزوریوں کو سمجھ رہی تھی۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو مر چکا ہوتا یا زہر کے اثر سے پاگل ہو جاتا لیکن وہ اپنے اندر جنگ لڑ رہا تھا۔ خود کو پاگل پن کی حد سے گزرنے سے بچا رہا تھا۔

ثانی' ناصرہ کے اندر پہنچی تو وہ سانس روکنے والی تھی۔ وہ جلدی سے بولی۔ "بھابی میں ثنا ہوں۔ جتنی جلدی ہو سکے' پورس کو زہر سے بچائیں۔ جلدی کریں۔" اس نے ناصرہ کو زہر نکالنے کا طریقہ بھی بتایا۔

ناصرہ فوراً ہی اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ اس نے اس بات پر توجہ نہیں دی کہ اس نے پورس کو بھائی جان نہیں کہا تھا۔ ناصرہ اپنے محبوب کی موت سے لڑ رہی تھی۔ اسے اور کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔

زہر چوس چوس کر باہر تھوکتے رہنے سے وہ اس حد تک خطرے سے باہر ہو گیا کہ اب زہر دماغ پر صرف نشے کی حد تک اثر کر سکتا تھا۔ ثانی اس کے اندر رہ کر اس کی دماغی حالت کو سمجھ رہی تھی۔ پھر پارس کے پاس آ گئی۔

پارس حیرانی سے ناصرہ اور پورس کے بارے میں سننے لگا۔ سب کچھ سننے کے بعد اس نے ثانی کو سینے سے لگا کر کہا۔ "اگرچہ پورس پر مصیبت آئی ہے لیکن میں اس بات پر خوش ہوں کہ تم نے پورس سے دشمنی نہیں کی جبکہ پلک جھپکتے ہی اسے ہلاک کر سکتی تھیں۔"

"تم نیلاں اور ناصرہ کے علم پر حیران نہیں ہو؟"

"یہ پورس کی بدقسمتی کی بات ہے کہ جس ناصرہ کو وہ جان دینے کی حد تک چاہتا ہے' اسی ناصرہ کے اندر جان لینے والی دشمن نیلاں کی آتما گھسی ہوئی ہے۔ وہ ناصرہ کے قریب محبت سے گیا تھا۔ اسے نیلاں کی نفرت ملی۔ آئندہ بھی ایسا ہو گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیسی ذہانت اور حکمت عملی سے کام لے گا۔"

"اگر وہ کچھ نہیں کر سکے گا تو ناصرہ اس کی اتنی دیوانی ہے کہ اپنی جان پر کھیل جائے گی۔ خود کو ہلاک کر لے گی تو نیلاں کی آتما اس کے اندر سے نکل جائے گی پھر کسی دوسرے جسم میں داخل نہیں ہو سکے گی۔ اس کی آتما شکتی ختم ہو چکی ہے۔"

"ویسے ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ نیلاں کی آتما اندر ہے اسی لیے ناصرہ خیال خوانی کرتی ہے۔"

"اب پورس کے سامنے میش کی یہ بات جھوٹی پڑ جائے گی کہ نیلاں نے اسے ٹیلی پیتھی سکھائی ہے۔ وہاں گاڈ فادر کارسیلو کے

محل میں ثنا نے کارسیلو کے دماغ کو خوب کنٹرول کیا تھا۔ اس کے مقابلے میں میش کمزور پڑ رہا تھا۔"

"اسے تو کمزور پڑنا ہی چاہیے۔ وہ باپ بیٹے ہمارے آلۂ کار ہیں۔ ہم انہیں سمجھا دیں گے کہ پورس جیسا مخالف بھی انسانیت کی بھلائی کا کام کرے تو وہ اس کی مخالفت نہ کریں۔"

"اس طرح امریکی اکابرین کے سامنے ان باپ بیٹے کی اہمیت کم ہو جائے گی۔"

"امریکی سیاسی چال چلیں گے۔ میش کے مقابلے میں پورس کو زیادہ اہمیت دیں گے۔ اس کے ذریعے کارسیلو کو اپنے شکنجے میں لینا چاہیں گے۔"

گاڈفادر کارسیلو کے محل سے کولمبیا کے حکمران خوش ہو کر گئے تھے اور امریکی حکام ناراض ہو گئے تھے۔ کارسیلو نے ان کے سامنے ہی اپنے ماتحتوں کو بلا کر حکم دیا تھا کہ آج رات کو پوگوٹا کے اطراف ان تمام کھیتوں کو جلا دیا جائے جہاں افیون کی کاشت ہوتی ہے۔

میش نے امریکی حکام سے کہا۔ "میں نے کئی بار کارسیلو کے دماغ میں جانے کی کوششیں کیں لیکن وہ سانس روک لیتا تھا۔ پورس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ پر حاوی نہ ہوتے تو میں کارسیلو کو اپنے شکنجے میں لے لیتا۔"

ایک امریکی افسر نے کہا۔ "ہم پہلے سے جانتے ہیں کہ انہوں نے کارسیلو کو اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ اب ہمیں دوسری چال چلنی ہوگی۔"

میش نے پوچھا۔ "کولمبیا میں کارسیلو کا کوئی مخالف ڈرگ اسمگلر ضرور ہوگا؟"

"ہو سکتا ہے، لیکن ہم اس کے کسی مخالف کو نہیں جانتے ہیں۔ کارسیلو اتنا خطرناک ہے کہ اپنے خلاف سر اٹھانے والوں کو فوراً ہی کچل دیتا ہے۔ تم ایک کام کرو۔ پورس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو۔ ہم اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"وہ کارسیلو کو آپ لوگوں کے خلاف باغی بنا چکا ہے اور آپ اسے منہ لگانا چاہتے ہیں۔"

"پورس پہلے ہماری حمایت پر تیار تھا۔ تم باپ بیٹوں سے ہماری دوستی ہونے کے بعد اس نے یہ انتقامی کارروائی کی ہے۔ ہم اس کی شرائط مان کر اسے دشمنی سے باز رکھیں گے۔ پلیز تم اسے کسی طرح ہمارے پاس لے آؤ۔"

میش نہیں چاہتا تھا کہ پورس امریکی اکابرین کو اپنی طرف جھکائے لیکن مجبوراً اسے پورس کے پاس جانا پڑا۔ اس کا خیال تھا کہ پہلے وہ سانس روک کر اسے بھگا دے گا لیکن وہ کسی رکاوٹ کے بغیر پورس کے اندر پہنچ کر حیران رہ گیا۔ اس وقت وہ گہری نیند میں تھا۔ میش نہیں جانتا تھا کہ وہ زہر کے اثر سے مدہوشی کی نیند سو رہا ہے۔

اس نے پورس کے خوابیدہ خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ وہ ناصرہ کے زہر کے اثر سے سو رہا ہے اور ایسی حالت میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہے۔ وہ خوش ہو کر پارس کے پاس آ کر بولا۔ "میں میش بول رہا ہوں۔ ایک بہت بڑی خوش خبری سنانے آیا ہوں۔"

"خوش خبری تو یہی ہو سکتی ہے کہ تم نے گاڈفادر کارسیلو کو اپنے قابو میں کر لیا ہوگا۔"

"اس سے بھی بڑی خوش خبری ہے۔ آپ کا جانی دشمن نشے کی حالت میں سو رہا ہے۔ ہم اس پر خوبی عمل کر کے اسے اپنا تابعدار بنا سکتے ہیں۔"

"دشمن کو بے خبری میں زیر کرنا موا آگی نہیں ہے۔ برابر کی ٹکر ہو تو مردانہ جوہر نمایاں ہوتے ہیں۔"

"آپ شرافت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ یہ تو سوچیں، اگر آپ دماغی طور پر کمزور ہوتے تو کیا وہ آپ کو چھوڑ دیتا؟ کبھی نہیں! وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ضرور آپ کو اپنا تابعدار بنا لیتا۔"

"میں اپنے دشمن کے مزاج کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ اگر میں اس کی طرح ابھی کمزور ہوتا تو وہ بھی خوبی عمل کے ذریعے کبھی اپنا تابعدار نہ بناتا۔ وہ دشمن ہے مگر میری طرح عالی ظرف ہے۔"

"آپ نے تو مجھے مایوس کر دیا۔ جیتنے والی بازی یونہی چھوڑ رہے ہیں۔"

"میری بات چھوڑو اور یہ یاد رکھو کہ ہماری لاعلمی میں پورس کو کوئی نقصان نہ پہنچانا ورنہ ساری عمر نقصان اٹھاتے رہو گے۔"

وہ مایوس ہو کر مہاراج کے پاس آیا۔ مہاراج نے پوچھا۔ "پتا جی! کیا ہوا؟ آپ کا منہ کیوں لٹکا ہوا ہے؟"

اس نے مہاراج کو پورس اور پارس کے بارے میں بتایا۔ وہ میش سے بولا۔ "پتا جی! میں برسوں سے ان کی مخالفتیں دیکھتا آ رہا ہوں۔ یہ بے شک ایک دوسرے کی جی بھر کے نقصان پہنچاتے ہیں، ایک دوسرے کے بڑے بڑے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی پیچھے سے آ کر کسی کی پیٹھ میں چھرا نہیں گھونپتا۔ اب آپ دیکھیں گے کہ جب تک پورس کی دماغی توانائی بحال نہیں ہو گی، پارس اس پر حملے نہیں کرے گا۔ اس سے دور ہی رہے گا۔"

"یہ تو سراسر نادانی ہے۔ تو میں یا تو دشمنی کرے یا پھر نہ کرے۔"

"ان کی کوئی خاندانی دشمنی نہیں ہے۔ صرف پورس کو یہ

گمان ہے کہ وہ پارس سے کسی طرح کمتر نہیں ہے۔ دیکھا جائے تو وہ اپنی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانے کے لیے ایک دوسرے سے ٹکراتے رہتے ہیں۔"

"بات تو وہی ہے۔ اپنے مخالف کو یا تو مار ڈالو یا اسے نیچے دکھا کر اس کا سر جھکا ڈالو۔ اپنی برتری اور اس کی کمتری ثابت ہو جائے ہی مگر پارس ابھی ایسا نہیں کرے گا۔ آج اس کے معمول اور تابعدار کارسیلو نے امریکا سے بغاوت کر کے پورس اور اس کے خیال خوانی کرنے والوں کے مقابلے میں مجھے کمتر بنا دیا ہے۔ اب امریکی اکابرین پورس کے خیال خوانی کرنے والوں سے دوستی کریں گے تو ان کے مقابلے میں میری حیثیت دوکوڑی کی رہ جائے گی۔"

"ہاں پورس کے خیال خوانی کرنے والے گاڈفادر کارسیلو کو پھر سے امریکا کا وفادار بنا دیں گے تو ہم امریکی اکابرین کی نظروں میں دو نمبر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے رہیں گے اور وہ ہم سے بہتر اور برتر کہلائیں گے۔"

میش نے کہا "میں ایک باپ کی حیثیت سے پوچھ رہا ہوں، کیا تم بیٹے ہو کر میری کمتری اور ان کی برتری برداشت کر لو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ کسی نیچ اور کمتر باپ کا بیٹا بننے سے بہتر ہے کہ میں خود کو گولی مار لوں یا آپ کو گولی مار دوں۔"

"ابے کیا بکواس کرتا ہے؟ نیچا دکھانے والے دشمن کو گولی مارنا چاہیے یا پھر اسے اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہیے۔"

"یہ دوسرا آئیڈیا بہترین ہے۔ پورس ہمارا غلام بن کر رہے گا تو اس کے خیال خوانی کرنے والے بھی یہ سمجھ کر ہمارے احکامات کی تعمیل کرتے رہیں گے کہ وہ احکامات ہم نہیں، پورس دے رہا ہے۔"

"یہ ہوئی نا عقل کی بات! جس عمل سے کامیابیاں حاصل ہونے والی ہوں اس میں دیر نہیں کرنا چاہیے۔"

"جلدی بھی نہیں کرنا چاہیے۔ یہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ پارس ہمارے اس عمل سے ناراض ہو جائے گا اور حکم دے گا کہ ہم اسے اپنے خوبی عمل سے نجات دیں۔"

"بیٹے! تو مہاراج کہلاتے ہوئے بھی عقل سے پیدل رہے گا۔ ہم پارس اور ثانی بی بی کو پتا نہیں چلنے دیں گے کہ ہم نے پورس جیسے زہریلے ناگ کو اپنے پٹارے میں بند کر لیا ہے۔"

"پتا جی! آپ مجھ سے زیادہ سمجھ دار ہیں۔ اگر یہ راز ہم باپ بیٹوں کے درمیان رہے گا اور کسی تیسرے تک نہیں پہنچے گا تو پھر ٹھیک ہے۔ چلیں اس کے دماغ میں پھر آپ رام کا نام لے کر خوبی عمل شروع کر دیں۔"

دونوں باپ بیٹے خیال خوانی کی پرواز کر کے پورس کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گئے۔ وہ نشے کی حالت میں گہری نیند سو رہا تھا۔ ناصرہ اس کے پاس بیٹھی ثنا سے کہہ رہی تھی۔ "تم اس وقت کارسیلو کے دماغ میں تھیں تو پھر میرے دماغ میں کون آئی تھی؟ میرے تو حواس بجا نہیں تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرا زہر میرے ہی پورس کی جان لے رہا ہے، میں اسے کس طرح بچا سکتی ہوں۔ ایسے وقت تم نے میرے اندر آ کر کہا کہ تم ثنا ہو اور مجھے جلد از جلد پورس کو زہر سے کس طرح بچانا چاہیے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ بھائی جان کی جان بچ گئی لیکن یہ حیرانی کیسے دور ہو گی کہ وہ میرا نام لے کر آپ کے پاس کیوں آئی تھی؟"

"شاید اس لیے کہ میں تمہارے سوا کسی دوسری کو اپنے اندر نہ آنے دیتی۔"

"تعجب ہے۔ الپا کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ بھائی جان کے ساتھ اور ہمارے ساتھ مہربانی کرے گی۔ وہ بھائی جان کو صرف اس وجہ سے بچاتی کہ انہیں ہمیشہ اپنا تابعدار بنا کر رکھے۔"

ناصرہ نے کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں کئی بار پورس کے خوابیدہ دماغ میں جا کر معلوم کر چکی ہوں۔ تم بھی بار بار دماغ میں جاری ہو۔ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی یہاں نہیں آ رہی ہے اور نہ ہی کسی طرح کا خوبی عمل کر رہی ہے۔"

"بھابی! یہ کتنی عجیب سی بات ہے کہ آپ بھائی جان کو جان دینے کی حد تک چاہتی ہیں اور آپ کے اندر رہنے والی نیلاں کی آتما ان کی جان لینا چاہتی ہے۔ یہ چڑیل آپ کے اندر رہے گی تو آئندہ بھی بھائی جان کی جان کو نقصان پہنچاتی رہے گی۔"

"اگر آئندہ نیلاں ایسی دشمنی کرے گی تو میں اپنی جان دے دوں گی۔ اس طرح نیلاں کو بھی نقصان پہنچے گا۔ میرا جسم مردہ ہو گا تو وہ پھر کسی کے جسم میں نہیں جا سکے گی۔ اس کی آتما اس دنیا میں بھٹکتی رہے گی۔"

"پلیز آپ اپنی جان دینے کی بات نہ کریں۔ ذرا حوصلے سے کام لیں۔ بھائی جان مدہوشی کی نیند سے بیدار ہوں گے تو اپنی ذہانت سے نیلاں کو آپ کے اندر قابو میں کر لیں گے۔ آخر اسے بھی تو اندیشہ ہے کہ آپ کا جسم مردہ ہو گا تو پھر اسے کسی جسم میں پناہ نہیں ملے گی۔"

وہ باپ بیٹے پورس کے خوابیدہ دماغ میں رہ کر تمام باتیں سن رہے تھے پھر وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ مہاراج نے کہا۔ "پتا جی! یہ ہم کیا سن رہے تھے؟ نیلاں کی آتما ناصرہ کے اندر ہے؟"

"ہاں میں نے اجلاس میں پورس سے جھوٹ کہا تھا کہ مجھے نیلاں نے ٹیلی پیتھی سکھائی ہے۔ میرا جھوٹ ظاہر ہو رہا ہے۔"

"ہم یہ سنتے آ رہے ہیں کہ نیلاں کہیں گوشہ نشین ہے اور

اپنے گم شدہ پوتے سوامی تک رام بھائیا کو تلاش کرتی پھر رہی ہے لیکن نامرہ اور ثنا کہہ رہی ہیں کہ نیلاں کی آتما شکتی ختم ہو چکی ہے۔ اگر نامرہ کا جسم مردہ ہو گا تو پھر نیلاں کسی دوسرے جسم میں نہیں جا سکے گی۔"

"یہ معاملہ بڑا پیچیدہ ہے۔ نیلاں نے اتنے عرصے تک خود کو نامرہ کے اندر ظاہر کیوں نہیں کیا؟ اب اچانک ظاہر ہو کر نامرہ کے ذریعے پورس کو مارڈالنا چاہتی ہے۔ ایسا وہ بہت پہلے کر سکتی تھی۔"

"یہ معاملہ پیچیدہ ضرور ہے مگر پورس اور نامرہ کے قریب جاتے رہنے سے اصل بات معلوم ہو سکے گی۔"

"پورس کے قریب کیسے جائیں؟ کیسے اس پر تنویمی عمل کریں۔ نامرہ اور ثنا اس کے پاس ہیں۔ ان کی باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ دونوں کبھی کبھی پورس کے دماغ میں جاتی رہتی ہیں۔ وہ پورس کے سونے تک اس کے پاس جاتی رہیں گی تو ہم اس پر تنویمی عمل نہیں کر سکیں گے۔"

"پورس زہر کے اثر سے مدہوش ہو کر سو رہا ہے اور بڑی دیر تک سوتا رہے گا۔ شاید نامرہ اور ثنا تھک کر اس کے قریب ہی سو جائیں تب ہمیں موقع مل سکے گا۔"

"ہوں۔ ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کرنے کے لیے بیزار کر دینے والا انتظار کرنا ہی ہو گا۔"

وہ نیٹش سے بولا۔ "چاچی! میں آپ سے چھوٹا ہوں۔ کم عقل ہوں مگر ایک مشورہ دیتا ہوں۔ ہم پھر پورس کے اندر جائیں۔ یہ معلوم کریں کہ وہ کہاں مقیم ہیں۔ ان کی رہائش گاہ میں پہنچ کر نامرہ اور ثنا کو زخمی کریں گے تو وہ دونوں خیال خوانی نہیں کر سکیں گی۔ پورس کے دماغ میں آ کر ہمارے تنویمی عمل میں مداخلت نہیں کر سکیں گی۔"

"واہ کیا آئیڈیا ہے۔ میرا دھیان نہیں گیا تھا کہ نامرہ اور ثنا کو زخمی کر کے ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔"

"پھر کیا خیال ہے؟"

"ابھی چلتے ہیں۔"

وہ دونوں خیال خوانی کی پرواز کر کے جانے لگے۔ پہلے وہ پورس، نامرہ اور ثنا کا ٹھکانہ پتا معلوم کرنا چاہتے تھے پھر وہاں جا کر جانے والیوں کو زخمی کرنے کا ارادہ تھا۔

○☆○

فہمی اور علی نے امریکی اکابرین اور دوسرے بڑے ممالک کو یہ پیغام بھیجا۔ "اپنے پاپا کے قاتل کو تو پہلے ہی جہنم میں پہنچایا گیا تھا۔ اس کے بعد تم لوگوں کی مختلف خفیہ ایجنسیوں سے قاتل، سراغ رساں اور کمانڈوز آتے رہے۔ ان کا عبرت ناک انجام بھی تم لوگوں نے دیکھ لیا ہے۔ فرانس میں مجرمانہ سرگرمیاں جاری رکھنے والی جتنی ایجنسیاں تھیں، انہیں بھی ہم نے نیست و نابود کر دیا ہے۔ آگے بولو کیا چاہتے ہو؟"

اس پیغام کے جواب میں ہر بڑے ملک نے کہا کہ فرہاد علی تیمور کو قتل کرانے کی سازش کرنے والوں میں وہ نہیں تھے۔ انہوں نے اپنے باپ کی ہلاکت کا انتقام لینے کی انتہا کر دی۔ کتنے ہی ہولناک زمانہ خطرناک قاتلوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اب انتقام کی آگ کو سرد ہو جانا چاہیے۔

"یہ آگ دو شرائط پر سرد ہو گی۔ ایک تو اس ملک کی نشاندہی کی جائے جو ہمارے پاپا کی ہلاکت کی سازش میں سب سے آگے تھا اور ان کے بعد ہماری ہلاکت کے لیے بھی کروڑوں ڈالر خرچ کر رہا ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ پراسرار شخص کون ہے، جو جرائم کی دنیا میں تمام خفیہ ایجنسیوں کو کنٹرول کر رہا ہے۔ وہ دعوے سے کہتا ہے کہ پراسرار ہے اور پراسرار رہے گا۔ ہی نے ہمارے پاپا کو قتل کرانے کے لیے کئی بڑے ملکوں سے بہت بڑی رقم لی تھی۔"

"ہم سے جیسی چاہے قسم لے لو۔ ہم ایسے کسی پراسرار شخص کو نہیں جانتے۔ اس کے بارے میں خفیہ ایجنسیاں ہی کچھ بتا سکتی ہیں۔ آپ کے پاپا کی ہلاکت کی سازش میں کون سا ملک پیش پیش رہا، یہ ہم نہیں جانتے۔ ایسی سازش میں شریک ہونے والے ممالک ہی بتا سکتے ہیں۔"

علی نے پھر ٹیلکس کے ذریعے پیغامات بھیجے۔ "وہ تمام ممالک جو ماضی میں میرے پاپا سے عداوت رکھتے رہے، انہیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ وہ سچ اگل دیں اور دیگر اہم معلومات فراہم کریں۔ چوبیس گھنٹے گزرنے کے بعد میری لسٹ میں جتنے ممالک ہیں، ان کی اہم شخصیات پراسرار موت مرتی رہیں گی اور جو ملک اس پراسرار شخص کے بارے میں معلومات فراہم کرے گا، جو تمام جرائم پیشہ ایجنسیوں کو کنٹرول کر رہا ہے تو میں اس ملک کا نام دشمن ممالک کی فہرست سے خارج کر دوں گا۔ یہ دعوتِ عام ہے، چوبیس گھنٹے کے اندر میری مطلوبہ معلومات فراہم کرو۔ دوست بنو اور زندہ رہو۔ آئندہ چوبیس گھنٹوں کے بعد میں صرف معلومات فراہم کرنے والے ٹیلکس کا جواب دوں گا۔"

امریکا اور تمام بڑے ممالک نے پاپا صاحب کے ادارے کے انچارج سے رابطہ کیا اور کہا۔ "مسٹر علی تیمور کی طرف سے یہ تمام پیغامات آپ کے ادارے سے ٹیلکس کیے جا رہے ہیں اور تمام ممالک کی اہم شخصیات کو قتل کرنے کی کھلی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ پہلی بار بابا صاحب کے ادارے سے مجرمانہ دھمکیاں موصول ہو رہی ہیں۔ ہم اس سلسلے میں جناب علی اسد اللہ تیمزی سے براہِ راست ٹیلی فون پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

جواب دیا گیا۔ "آپ حضرات آدھے گھنٹے بعد ان سے براہِ

گفتگو کر سکتے ہیں۔ ہر ملک کے نمائندے کو گفتگو کے لیے دس منٹ دیے جائیں گے۔"

جناب تیمزی آمنہ اور سونیا کے ساتھ اپنے حجرے میں بیٹھے تھے۔ وہاں کا انچارج تمام گفتگو ریکارڈ کرنے کے انتظامات کر رہا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد سب سے پہلے فرانس کی آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "پچھلے ہفتے علی اور اس کی وائف نے پورے فرانس میں دہشت پھیلا دی۔ جنہوں نے انسانی فلاح و بہبود کی ایجنسیاں چلائی تھیں، ان نیک شخصیات کو ہلاک کر کے ان کی ایجنسیوں کو تباہ کر دیا۔ آپ بابا صاحب کے ادارے کے سب سے اہم بزرگ کی حیثیت سے علی اور اس کی وائف فہمی کی مجرمانہ حرکتوں کے ذمہ دار ہیں۔"

جناب تیمزی نے کہا۔ "آپ جن افراد کی ہلاکت اور ایجنسیوں کی تباہیوں کی شکایات کر رہے ہیں، ان کے نام اور تصاویر اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔ جنہیں آپ نیک کہہ رہے ہیں، وہ مجرم خانہ تھے۔ ان سب کے دستاویزی ریکارڈز، ان کی فون کالز ہمارے ادارے میں محفوظ ہیں۔ آپ قانونی چارہ جوئی کریں۔ عدالت میں جواب دیں گے۔ سات منٹ گزر چکے ہیں فقط تین منٹ میں مجھے یہ کہنا ہے کہ آمنہ فرہاد، سونیا فرہاد اور ان کے بیٹوں کی طرف سے فرہاد علی تیمور کی ہلاکت پر تمام بڑے ممالک سے لے کر اقوامِ تھرڈ تک فریاد کی گئی۔ ہر جگہ سے جواب ملا۔ قاتل کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ چالیس دن گزر گئے ہیں، اس سلسلے میں کسی ملک کی طرف سے کوئی نمایاں کارروائی نہیں کی گئی۔ اگر اسرائیل کا کوئی یہودی کسی فٹ پاتھ پر قتل کر دیا جاتا تو تمام ممالک کے تمام... ذرائع ابلاغ چیخنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ انسان دہشت گرد ہیں۔ انہوں نے ایک فرشتہ صفت یہودی کو قتل کر دیا ہے۔ اب آخری منٹ ختم ہونے سے پہلے ایک بات سن لیں، ابھی ابھی فرہاد علی تیمور نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا ہے کہ وہ زندہ ہے۔ اب وہ کیسے زندہ رہ گیا، اس کے قاتلوں کو پتا چلے گا۔ فرہاد چالیس دنوں تک کیوں خاموش رہا، یہ اس پراسرار شخص سے پوچھیں جس کا دعویٰ ہے کہ وہ دنیا کی تمام جرائم پیشہ ایجنسیوں کو کنٹرول کرتا ہے اور اس نے اعلانیہ کہا تھا کہ میں نے فرہاد علی تیمور کو قتل کرایا ہے۔ دس منٹ پورے ہو گئے۔ آپ کا خیر اندیش خدا حافظ۔"

انہوں نے فون بند کر دیا پھر انچارج سے کہا۔ "یہ فون وغیرہ اٹھا لے جاؤ۔ اب کوئی فریاد کرنے یا شکایات کرنے والی کال نہیں آئیں گی۔ ابھی کئی گھنٹوں تک سب پر سکتہ طاری رہے گا کہ فرہاد زندہ ہے۔"

ان کی پیش گوئی درست تھی۔ فرانس کے حاکم نے ٹیلکس کے ذریعے ایک منٹ کے اندر تمام بڑے ممالک تک میرے زندہ رہنے کی خبر سنا دی تھی۔ اب جناب تیمزی سے کوئی ملک یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے ملک کی خفیہ ایجنسی کے کسی قاتل نے فرہاد کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی کیونکہ قتل کرنے کی کوشش کرنے والا کوئی ایک نہیں تھا۔ کئی تھے اور وہ کئی ممالک سے تعلق رکھتے تھے۔ مجھے مقتول سمجھا جا رہا تھا اور اب میں زندہ ہو کر ہر ملک کے پیشہ ور قاتل اور خفیہ ایجنسیوں کے افراد کو اچھی طرح پہچان سکتا تھا۔

ایک گھنٹے بعد تمام ممالک سے میرے زندہ ہونے کے سلسلے میں مبارک باد کی فون کالز، ٹیلکس اور ٹیلی گرام آنے لگے۔ بابا صاحب کے ادارے کا مواصلاتی شعبہ ان سب کا ایک ہی جواب دیتا رہا۔ "مبارک باد کا شکریہ۔ آئندہ صرف علی تیمور کے ٹیلکس کا جواب دیا جائے۔"

کئی گھنٹوں تک کہیں سے کوئی جواب نہیں آیا۔ تمام ممالک آپس میں رابطہ کر کے ایک دوسرے کو سمجھا رہے تھے کہ مجھے یا علی کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میرے قتل کی سازش میں امریکا پیش پیش تھا۔ وہ تمام ممالک اس پراسرار شخص کا موبائل فون نمبر جانتے تھے یا پھر اس کے پرسنل سیکریٹری اور مشیروں سے رابطہ رکھتے تھے۔ وہ پرسنل سیکریٹری اور تمام مشیر بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا پراسرار باس کہاں رہتا ہے۔ کسی نے اس کی صورت بھی نہیں دیکھی تھی۔

ویسے میں اپنی داستان کے اس حصے میں نہیں ہوں۔ علی نے ان سب کو چیلنج کیا تھا لہٰذا انتظار تھا اور علی ان ممالک سے اور اس پراسرار باس سے نمٹنے والے تھے۔ چوبیس گھنٹے پورے ہونے سے پہلے نامعلوم فون کالیں آنے لگیں۔ بیشتر کال کرنے والوں نے یہی بتایا کہ میرے قتل کی سازش میں امریکا بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا تھا۔ ان فون کرنے والوں نے یہ نہیں بتایا کہ ان کا تعلق کس ملک سے ہے بلکہ یہ گزارش کرتے رہے کہ علی کو ان کے ملک کا نام کسی طرح معلوم ہو بھی جائے تو وہ کسی پر ظاہر نہ کرے۔

اس پراسرار شخص کا نام کسی نے مسٹر اَن نون بتایا۔ کسی نے کہا اس کا نام مسٹر شیڈو ہے اور کسی نے اسے مسٹر ہائیڈ اینڈ سیک کہا تھا۔ مسٹر اَن نون کے معنی گمنام۔ مسٹر شیڈو کے معنی سایہ اور مسٹر ہائیڈ اینڈ سیک کا مطلب آنکھ مچولی ہوتا ہے۔ اس پراسرار شخص نے مختلف ممالک کو مختلف نام بتائے تھے کہ وہ اتنا پراسرار ہے کہ گمنام بھی ہے۔ ایک سایہ بھی ہے اور ساری دنیا سے آنکھ مچولی کھیل رہا ہے۔ کوئی اس گمنام کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔

مختلف ممالک نے اس کے چھ موبائل نمبر بتائے تھے اور مختلف ممالک میں چھ سیکریٹری اور چھ مشیر تھے جن سے رابطہ کیا

جا سکتا تھا اور یہ معلوم کیا جا سکتا تھا کہ کس ملک کے سیکریٹری یا مشیر کے ذریعے مسٹر اَن نون سے معاملات طے کیے جا سکتے ہیں۔

فہمی نے فون کے ذریعے ثانی سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "جناب تیمرزی نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ ہمارے پاپا زندہ ہیں اور وہ پراسرار شخص کچھ زیادہ ہی پراسرار بنا ہوا ہے۔ کسی ملک میں مسٹر اَن نون' کسی ملک میں مسٹر شیڈو اور کسی ملک میں مسٹر ہائیڈ اینڈ سیک کہلاتا ہے۔"

"یعنی وہ کسی ایک نام سے کسی ایک ملک میں نہیں رہتا ہے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ایک شخص نہ ہو۔ تین نام ہیں تو تین پارٹنر ہوں۔"

"یہ تو تم خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر سکتی ہو۔ اس کے چھ موبائل نمبر' چھ سیکریٹریوں اور چھ مشیروں کے نام نوٹ کرلو پھر دیکھو کہ ان کا طریقہ کار کیا ہے اور اس پراسرار شخص تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔"

فہمی نے ثانی کو تمام نام اور تمام موبائل فون کے نمبر نوٹ کرائے۔ ثانی نے کہا۔ "میں جلد ہی معلومات حاصل کر کے تم سے رابطہ کروں گی۔"

اس نے فون بند کر کے پارس کو اس پراسرار شخص کے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ پاپا کے زندہ رہنے کا اعلان کیا جا چکا ہے پھر کہا۔ "میں فون کروں گی تو انہیں شبہ ہوگا کہ ایک عورت کیوں کسی طرح کی مجرمانہ سودے بازی کر رہی ہے۔ وہ میرے متعلق خفیہ معلومات حاصل کرتے پھریں گے۔ تم ان سے کسی کو قتل کرانے کا سودا کرو۔ میں ان کی آوازیں اور لب و لہجہ ذہن نشین کرتی رہوں گی۔"

پارس نے ایک فون نمبر ملایا۔ رابطہ ہونے پر بولا۔ "کیا تم مسٹر اَن نون کے سیکریٹری ہو؟"

"ہاں۔۔۔ پہلے اپنا نام بولو پھر کام بولو۔"

پارس نے غصے سے کہا۔ "کام کیا بولوں؟ ہمیں چالیس دن سے دھوکا دیا جا رہا ہے کہ فرہاد علی تیمور کو قتل کر دیا گیا ہے۔ آج مستند ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ وہ زندہ ہے۔ اس کے زندہ رہنے کا مطلب جانتے ہو؟ وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "دیکھئے مسٹر! اب تک اس سلسلے میں چار فون آ چکے ہیں۔ پانچویں آپ ہیں۔ سب ہی یہ شکایت کر رہے ہیں۔ سب ہی کو اپنی جان کا خطرہ ہے۔ میں آپ کی شکایت باس تک پہنچا رہا ہوں۔"

"شکایت پہنچانے سے کیا ہوتا ہے۔ مجھ سے بات کراؤ۔ میں اپنے لیے بہت خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔"

"آپ جانتے ہیں کہ باس کبھی کسی سے براہِ راست گفتگو نہیں کرتے ہیں۔"

"سودے کے لاکھوں ڈالر لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور براہِ راست گفتگو نہیں کرتے۔ کیا مسٹر اَن نون نے چالیس دنوں تک ہمیں دھوکے میں نہیں رکھا ہے۔ کیا اتنا بڑا دھوکا دینے کے بعد بھی وہ ہم سے بات نہیں کریں گے۔"

"سوری مسٹر! آپ اپنا کوڈ نمبر اور کوڈ نام بتا دیں پھر ایک گھنٹے بعد فون کریں۔ میں ان کا جواب آپ کو سنا دوں گا۔"

پارس نے غصے میں "شٹ اپ" کہہ کر فون بند کر دیا۔ ثانی نے مسکرا کر کہا۔ "کمال کے اداکار ہو۔ اسے کوڈ نمبر اور نام بھی نہیں بتایا اور دھونس بھی جما دی۔ اب میں اس کی کھوپڑی میں جا رہی ہوں۔"

وہ اسے پکڑ کر بولا۔ "میرے پہلو میں رہ کر بھی وہاں جا سکتی ہو۔"

ثانی نے مسکرا کر اپنا سر اس کے شانے پر رکھا پھر اس سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ فون پر کہہ رہا تھا۔ "میں کوڈ نمبر اور نام کیا پوچھتا۔ وہ تو بہت غصے میں بھی تھا اور خوفزدہ بھی تھا۔ کہہ رہا تھا' فرہاد اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

دوسری طرف سے کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ "ہُوں۔ سمجھ گئی۔ میں اَن نون کے ایک ایک کسٹمر کے مزاج کو سمجھتی ہوں۔ وہ مورین ہوگا۔ بہت بزدل ہے۔ فرہاد کے قتل کا سودا کرتے وقت بھی گھبرا رہا تھا۔ بار بار پوچھ رہا تھا' کہیں وہ زندہ تو نہیں بچے گا؟"

پھر وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "کوئی بات نہیں۔ میں ابھی اسے فون پر تسلی دوں گی۔"

اس نے فون بند کیا پھر ایک فون نمبر ڈائل کیا۔ رابطہ ہونے پر دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ریکارڈر آن ہے۔ بولو۔"

وہ بولی۔ "باس! فرہاد کے زندہ ثابت ہو جانے کے سلسلے میں پانچواں فون آیا تھا۔ سب ہی سے کہا جا رہا ہے کہ آپ کی طرف سے شام کو جواب دیا جائے گا۔ ویٹس آل۔"

اس نے فون بند کیا۔ اس فون پر آواز سنائی دی تھی کہ "ریکارڈر آن ہے۔ بولو۔"

ثانی نے اس آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی لیکن اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آ گئیں۔ اس سے ثابت ہوا' کسی ایسے شخص کی آواز ریکارڈ کی گئی ہے' جسے ریکارڈنگ کے بعد قتل کرا دیا گیا ہے یا وہ طبعی موت مر چکا ہے۔

ثانی پھر اس عورت کے دماغ میں آئی۔ وہ فون پر کہہ رہی تھی۔ "ہائے مسٹر مورین! تمہیں بھی اطلاع مل گئی کہ مردہ زندہ ہو گیا ہے؟"

مورین نے میز پر گھونسا مار کر کہا۔ "یہ کیا مذاق ہے۔ مردہ زندہ

کیسے ہو گیا۔ میں ابھی۔۔۔"

ثانی نے اسے کھانسنے پر مجبور کر دیا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ ابھی فون کرنے والا ہے مگر بات بدل گئی۔ اس نے ثانی کی مرضی کے مطابق کہا۔ "میں ابھی اس سیکریٹری کو کھری کھری سنا چکا ہوں۔ تم اپنے باس کو بھی سنا دو۔ ایک تو اس نے قتل کرانے کا معاوضہ لیا اور اب ہمیں فرہاد کے سامنے قربانی کے بکرے کی طرح ڈال چکا ہے۔ اپنے باس سے کہو مجھ سے بات کرے ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کچھ نہیں ہوگا۔ میں نے دو برس اس محل میں رہ کر بھی باس کی صورت نہیں دیکھی۔ اس کی آواز نہیں سنی۔ کیا تم ہوا سے لڑو گے؟ بہتر ہے صبر کرو۔ شام تک وہ کوئی تسلی بخش جواب دے گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ ثانی اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ اس کا نام ڈکی سوائے تھا۔ وہ اٹلی کے شہر روم کے ایک بہت بڑے پیلس میں دو برس سے ٹیلی فون آپریٹر کی ملازمت کر رہی تھی۔ اس کے کھنگو کرنے کے انداز اور حاضر جوابی کے باعث مسٹر اَن نون نے اسے اتنی آزادی دی تھی کہ وہ تمام متعلقہ کسٹمرز سے اپنے طور پر گفتگو کر سکتی تھی۔ چالیس برس کی ادھیڑ عمر عورت تھی۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکی تھی۔ پولیس' انتظامیہ اور فوج کے افسران کی اندرونی کمزوریوں یعنی دولت' عورت' زمین حاصل کرنے کی خواہشات پوری کرتے وقت ان کے تحریری' ویڈیو اور آڈیو ثبوت ضرور رکھتی تھی۔ اس طرح مسٹر اَن نون ان لوگوں کو بعد میں بلیک میل کرتا تھا۔

وہ اَن نون کے لیے بڑے بڑے کام کرتی تھی۔ بہت قابلِ اعتماد تھی اس کے باوجود ان نون کبھی اس کے روبرو نہیں آیا تھا اور نہ ہی اسے اپنی اصل آواز کبھی سنائی تھی۔ وہ اس پیلس کے چند حصوں میں جا سکتی تھی۔ باقی اندرونی حصوں میں اس نے آج تک کسی کو جاتے نہیں دیکھا تھا۔ وہاں مسلح گارڈز کے علاوہ دور تک پھیلی ہوئی آہنی سلاخوں کے پیچھے شیر اور چیتے آزادی سے گھومتے رہتے تھے اور ادھر جانے والی کسی بھی ہستی کو چیر پھاڑ کر اپنی خوراک بنا لیتے تھے۔

ڈکی سوائے نے بڑے بڑے ممالک کے سربراہوں کو اس سے فون پر باتیں کرتے سنا تھا۔ ایسے وقت اَن نون کی آواز کسی بیمار بوڑھے کی طرح ہوتی تھی۔ وہ کھانستے ہوئے' ہانپتے ہوئے ایسے اٹک اٹک کر بولتا تھا جیسے کتاب کا سبق اٹک اٹک کر پڑھ رہا ہو۔

ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے فہمی کو وہ تمام باتیں زبانی سنائیں۔ تاکہ پارس بھی سنتا رہے پھر وہ بولی۔ "اب میں دوسرا نمبر ملا رہی ہوں۔ اس کے بعد تم سے رابطہ کروں گی۔"

اس نے دوسرا فون نمبر ڈائل کیا۔ اسے سیکریٹری کی آواز سنائی دی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا تعلق اسی اَن نون اور ڈکی سوائے سے ہے۔

ثانی نے تیسرا نمبر ڈائل کیا۔ جواب میں کہا گیا۔ "سیکریٹری فار مسٹر شیڈو۔ اپنا کوڈ نمبر اور نام بتائیں؟"

اس سیکریٹری کا تعلق کسی مسٹر شیڈو سے تھا۔ وہ ثانی سے کوڈ نمبر اور نام پوچھ رہا تھا۔ وہ رونے کے انداز میں بولی۔ "کوڈ نمبر اور نام میرے شوہر کو معلوم تھا۔ معاوضہ لے کر فرہاد کو قتل کرنے گیا تھا۔ اس کے ساتھ خود بھی ہلاک ہو گیا تھا۔ اب میں سن رہی ہوں کہ فرہاد زندہ ہے۔ اگر فرہاد زندہ ہے تو میرا شوہر کہاں ہے۔ پلیز مجھے بتایا جائے۔ میرا دل کہتا ہے فرہاد کی طرح وہ بھی زندہ ہوگا اور میں ابھی بیوہ نہیں ہوئی ہوں۔"

"دیکھیں محترمہ! ہم کسی کرائے کے قاتل کو یا کسی اور کسٹمر کو اس کے نام سے نہیں جانتے ہیں۔ آپ اپنے شوہر کا کوڈ نمبر اور کوڈ نیم بتائیں۔ ویسے آپ اپنے شوہر کے لیے صبر کر لیں کیونکہ فرہاد کو جو بھی قتل کرنے گیا تھا' واپس نہیں آیا' اس کی لاش آئی تھی۔"

فون بند کر دیا گیا۔ ثانی اس سیکریٹری کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ بھی فون کے ذریعے ایک لیڈی سیکریٹری سے کہہ رہا تھا کہ فرہاد کے دوبارہ زندہ ہونے کے سلسلے میں اس کے پاس یہ ساتواں فون آیا ہے۔

لیڈی سیکریٹری نے کہا۔ "آل رائٹ' میں باس کو انفارم کرتی ہوں۔"

اس نے فون بند کر کے دوسرا فون استعمال کیا۔ دوسری طرف سے وہی فقرہ بولا گیا۔ "ریکارڈر آن ہے۔ بولو۔"

وہ ساتویں فون کے بارے میں بتانے لگی۔ ثانی اس کے خیالات پڑھتی رہی۔ پتا چلا اس کے باس کو مسٹر اَن نون نہیں مسٹر شیڈو کہتے ہیں۔ وہ بھی برسلز کے ایک وسیع و عریض پیلس میں مسٹر اَن نون کی طرح پراسرار انداز میں رہتا ہے۔ کسی کے سامنے نہیں آتا' کسی کو اپنی آواز نہیں سناتا۔ کسی بڑے ملک کے سربراہ سے گفتگو کرنی ہو تو فون پر کسی بوڑھے کی کھانستی اور ہانپتی ہوئی آواز سنائی دیتی ہے اور وہ اٹک اٹک کر باتیں کرتا ہے۔

ثانی نے ایک اور نمبر پر رابطہ کیا۔ اسی طرح پہلے ایک مرد سیکریٹری اور پھر خیال خوانی کے ذریعے لیڈی سیکریٹری کی آواز سنی۔ وہ دونوں مسٹر ہائیڈ اینڈ سیک کے ملازم تھے اور اس کا طریقہ کار بھی مسٹر اَن نون اور مسٹر شیڈو کی طرح تھا۔

فہمی نے ثانی سے تمام باتیں سننے کے بعد پوچھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟ ان تینوں نام اور مقام کا تعلق ایک ہی پراسرار شخص سے ہے یا وہ تینوں مختلف ممالک میں ہیں اور علیحدہ شخصیات کے مالک ہیں؟"

"ان تینوں کی لیڈی سیکریٹریز کے خیالات نے بتایا ہے کہ ان تینوں کے اتنے وسیع و عریض پیلس ہیں کہ ایک چھوٹا سا ہیلی کاپٹر اس محل کے درمیانی حصے کے اندر جا کر نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ ان تینوں کے ہیلی کاپٹر کبھی کسی ضرورت سے پرواز کرتے ہیں اور پھر محل کے اندر چلے آتے ہیں۔ میں نے تینوں لیڈی سیکریٹریز کے خیالات پڑھے' تینوں نے یہی بتایا کہ ان کے باس کے ہیلی کاپٹر ابھی تک واپس نہیں آئے ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک نہیں تین ہیں کیونکہ تینوں ہیلی کاپٹر ابھی آدھے گھنٹے پہلے دو چار منٹ کے فرق سے بیک وقت وہاں سے گئے ہیں۔"

علی نے کہا۔ "تم کسی ایک لیڈی سیکریٹری کے دماغ پر قبضہ جما کر اس سے ٹیلی فون آپریٹ کراؤ۔ کسی ملک کے سربراہ سے باتیں کرنے کے لیے جو مخصوص فون نمبر ہیں' انہی نمبروں پر بات کراؤ۔"

ثانی علی کے دماغ میں آ گئی۔ اس کی ہدایت کے مطابق ڈی سوائے سے رابطہ کرایا۔ وہ ٹیلی فون آپریٹ کرنے لگی پھر مخصوص نمبر پر کہا۔ "باس! امریکی ہائی کمان سے فون ہے۔ آپ بات کریں۔"

دوسری طرف سے فون کی گھنٹی سنائی دی۔ کسی نے ریسیور اٹھا کر کھانستے اور ہانپتے ہوئے کہا۔ "ہیلو اُن نون اسپیکنگ۔ مجھے افسوس ہے۔ ابھی میں فرہاد کے زندہ ہونے کی تصدیق کرنے میں مصروف ہوں۔ آج شام کے بعد کسی وقت بھی مجھ سے رابطہ کریں۔ شکریہ۔"

فون بند ہو گیا۔ ثانی نے کہا۔ "میں اس شخص کے دماغ میں گئی تھی۔ وہ ایک میز کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں ایک ٹیلی فون رکھا ہوا ہے۔ اس کے سامنے ایک بڑی سی اسکرین پر دو ہی باتیں لکھی ہوئی ہیں' جنہیں ابھی وہ ریسیور اٹھا کر کہہ رہا تھا۔ اس طرح یہ معلوم ہو گیا کہ مسٹر اُن نون' مسٹر شیذو اور مسٹر ہائیڈ اینڈ سیک کسی بڑے ملک کے سربراہ سے بھی براہِ راست گفتگو نہیں کرتے ہیں۔ گفتگو کرنے کے لیے انہوں نے ڈمی رکھا ہوا ہے۔"

"ثانی! ایک اور زحمت کرو۔ تینوں ڈمی بننے والے اشخاص کے خیالات پڑھ کر ان کی اصلیت معلوم کرو۔ شاید وہاں تک پہنچنے کے لیے ان میں سے کسی کے ذریعے ہمیں کوئی راستہ مل سکے۔"

وہ معلومات حاصل کرنے لگی۔ پتا چلا کھانس کھانس کر ہانپتے ہوئے انداز میں بولنے والے آٹھ افراد ہیں۔ ان میں سے ہر ایک آٹھ گھنٹے ایک بند کمرے میں فون کے سامنے رہتا ہے پھر اسے فون پر کسی بھی سربراہ یا بڑی اہم شخصیت کے جواب میں کیا کہنا ہے' وہ ایک کمپیوٹر کے ذریعے فوراً سامنے والی اسکرین پر تحریر کی صورت میں ابھر آتا ہے پھر وہ اس تحریر کے مطابق بولتا رہتا ہے۔

ثانی نے اس حد تک معلومات فراہم کرنے کے بعد کہا کہ ان آٹھوں کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ وہ معلومات حاصل کرنے کے بعد رابطہ کرے گی۔

علی نے تمام مخالفین کو چوبیس گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ اس عرصے میں یہ اہم معلومات حاصل ہو گئیں کہ تینوں سیکریٹریز اور لیڈی سیکریٹریز اور آٹھ عدد کھانسنے اور ہانپ کر بولنے والوں سے کتنے بڑے ممالک کے سربراہ' فوج کے اعلیٰ افسر' خطرناک خفیہ ایجنسیاں فون پر رابطہ کرتی ہیں۔ ان سب کے نام اور پتے نوٹ کر لیے گئے تھے۔

اس پراسرار شخص نے جو خود کو تنہا ظاہر کرتا تھا (لیکن درپردہ تین تھے) اس نے وعدے کے مطابق شام کے بعد انہی کھانسنے والوں اور ہانپنے والوں کے ذریعے رابطہ کیا۔ جس نے بھی فون کیا' اسے جواب دیا۔ "فرہاد کے زندہ رہنے کی تصدیق ہو گئی ہے۔ وہ اب تک افغانستان اور ایشیا کے دوسرے ممالک کے شمالی علاقوں میں تھا۔ آخری بار کرغان کی طرف اس نے کئی درجن امریکی کمانڈوز کو طیارے میں پرواز کرنے کے دوران میں ہلاک کیا تھا پھر اور آگے شمال کی طرف کیکی ٹاؤن میں ایمون زونا نامی اسمگلر نے اسے اپنی میک اپ چشمے کے ذریعے پہچان لیا۔ فرہاد میک اپ کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ ایمون زونا کے ساتھ رہنے والی روسی اور کئی اسمگلرز نے یہ بیان دیا ہے کہ فرہاد نے ان کی ایک صنعتی فیکٹری کو تباہ کر کے ایمون زونا کو گولی مار کر ہیلی کاپٹر کی بلندی سے پھینک دیا تھا پھر وہ ہیلی کاپٹر لے کر جنوب مغربی سمت گیا تھا یعنی وہ یورپ کے کسی شہر میں پہنچا ہوا ہے۔"

سوال کیا گیا۔ "اب کیا ہو گا؟ وہ کئی قاتلوں کو ہلاک کرنے سے پہلے ان کے دماغوں کو کمزور کر کے ہمارے نام اور پتے معلوم کر چکا ہو گا۔"

اسکرین پر تحریر ابھری۔ کھانسنے اور ہانپنے والے نے اسے پڑھتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ حضرات کے ساتھ سیکیورٹی ہوتی ہے۔ اپنی سیکیورٹی فورس اور بڑھا دیں۔"

"ہم اپنی حفاظت کریں گے۔ تم ہمارے لیے کیا کرو گے؟"

"میں نے آپ لوگوں سے فرہاد کو قتل کرنے کا معاوضہ لیا ہے۔ آپ لوگوں کی حفاظت کی ذمے داری نہیں لی ہے۔ فرہاد ایک بار بچ گیا ہے۔ بار بار نہیں بچے گا۔ میں نے جو معاوضہ لیا ہے' اس کے مطابق اسے ضرور قتل کراؤں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ وہ زندہ نہیں رہے گا۔ ایک بار کسی ملک یا کسی شہر میں اس کی موجودگی کا سراغ ملنا چاہیے۔ اس کے بعد میں آپ حضرات کو اس کی موت کی خوشخبری سناؤں گا لیکن یہ ایک دن کا کھیل نہیں ہے۔ اسے

نکالنے میں ہفتے اور مہینے بھی لگ سکتے ہیں۔ تب تک آپ اپنی ڈمی کو آزمائیں۔ آپ درجنوں مسلح گارڈز کو مفت تنخواہ نہیں دیتے ہیں۔"

"ہم نے اپنے گارڈز سے زیادہ تم پر بھروسا کیا۔ جرائم کی دنیا کے خونخوار اور خطرناک مجرم بھی کہتے ہیں کہ تم جسے قتل کرنے کا معاوضہ لے لیتے ہو وہ پھر زندہ دکھائی نہیں دیتا۔ تمہاری درندگی اور قتل کرنے کے کافی طریقے دیکھنے کے بعد ہم نے تم پر بھروسا کیا تھا۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ فرہاد علی تیمور ایک تو ویسے ہی خطرناک کھلاڑی ہے پھر ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔"

"فرہاد کو کون نہیں جانتا۔ میں بھی جانتا ہوں اور میں نے ایک مجھ کر اسے قتل کرنے کے لیے بہت کچھ کیا تھا۔ زندگی میں بار ایک شکار میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ میں مایوس نہیں ہوں۔ نجات میں اضافہ ہوا ہے۔ میں نئے نجات کی روشنی میں بھجواؤں گا' بھئی مر جاؤ۔ دنیا میں سب مرنے کے لیے آئے تم نے بہت زندگی گزار لی۔ تمہاری لمبی زندگی سے لوگ ان ہو گئے ہیں۔ پوچھتے رہتے ہیں' آخر یہ دیوتا کب ختم ہو گا۔ دا کے واسطے مر جاؤ۔ یہ میرا وعدہ ہے' وہ مر جائے گا۔ ویٹس

رات کے نو بجے امریکن آرمی کا ایک افسر اپنے بیوی بچوں ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر کھانے کے لیے آیا۔ اسی وقت ٹیلی فون لنے بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو کون؟"

پارس کی آواز آئی۔ "موت مؤنث ہے' بولتی ہے مگر میں بول ہوں۔ میرے پاپا کے قتل کی سازش کرنے والوں کو علی زندہ نہ چھوڑے گا۔"

وہ خوفزدہ ہو کر بولا۔ "مسٹر علی! مم۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ میرے پاپا نے بھی کسی کا کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں پارس ہوں۔ اتفاق سے امریکا میں ہوں۔ علی کے یہاں آنے تک تمہیں زندہ رکھوں گا۔ تمہیں کسی طرح مرنے نہیں دوں گا جبکہ موت کسی بھی بہانے سے آ رہی ہے۔"

"مسٹر پارس! آپ میری بات سن لیں۔"

"نہیں۔ تم سنو۔ وہ کھانا جو تم کھانے جا رہے ہو' زہریلا ہو سکتا ہے۔ علی کے آنے تک پانی کے کسی گلاس کو ہاتھ نہ لگانا۔ مجھے تمہاری عزیز ہے۔"

افسر کی بیوی اور بچے حیرانی اور پریشانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ بولا۔ "مم۔ میں ایک بار علی صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"علی مسٹر اُن نون کی خیریت دریافت کرنے کے لیے اٹلی گیا ہے۔ وہاں سے جرمنی کے شہر برسلز جا کر مسٹر شیذو کی خیریت معلوم کرے گا۔ اس نے مجھ سے کہا ہے کہ اس کی آمد تک میں تمہارا خیال رکھوں۔"

"مم۔ میں اپنی غلطی مانتا ہوں مگر میری بیوی اور بچوں کے لیے یہاں زہریلا کھانا کیوں رکھا گیا ہے؟"

"یہ کھانا زہریلا نہیں ہے۔ سب کھا سکتے ہیں لیکن تم کھاؤ گے تو مر جاؤ گے۔ کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں غائب دماغ بنا کر کھانے کے ساتھ زہر دیا جا سکتا ہے۔"

"تم بھی فرہاد علی تیمور کے بیٹے ہو۔ کیا یہ تمہارا انتقام نہیں ہے؟"

"نہیں۔ صرف علی تیمور انتقام لے گا۔ میں تو تمہیں تینوں وقت تھوڑا تھوڑا زندہ رکھوں گا۔"

"وہ۔۔۔ وہ کب آئے گا؟"

"جتنی جلدی آئے گا' تمہیں بھوک پیاس سے نجات ملے گی۔ دعا کرو کہ وہ اٹلی میں مسٹر اُن نون اور برسلز میں مسٹر شیذو کا کام تمام کرنے میں جلدی کرے یا تم اُن نون اور شیذو کو فون کرو کہ بھئی جلدی علی کے ہاتھوں مر جاؤ۔ اس طرح تمہیں بھی نجات ملے گی۔"

"تم شاید نہیں جانتے' تمہارے پاپا کی ہلاکت کی سازش میں' میں تنہا نہیں تھا۔ ایک حاکم اور سات فوجی افسران اور تھے۔ مجھ اکیلے کو کیوں سزا دے رہے ہو؟"

"میں فون بند کر رہا ہوں۔ تم اس حاکم اور مزید سات افسروں سے فون پر بات کرو۔ ان کے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔ تم نو افراد کا کھانا پانی آج سے علی کے آنے تک بند ہے۔"

پارس نے فون بند کر دیا۔ افسر کی بیوی اور بچے کہنے لگے۔ "ہم یہ کھانا نہیں کھائیں گے۔"

افسر نے کہا۔ "یہ تم لوگوں کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ تم سب کھا سکتے ہو۔"

لیکن کسی نے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ افسر نے سازش میں شریک ہونے والے حاکم اور دوسرے سات افسروں سے باری باری رابطہ کیا۔ ان میں سے ایک افسر کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس نے فون پر دی جانے والی دھمکی کی پروا نہیں کی تھی۔ اپنی فیملی کے ساتھ کھانے بیٹھ گیا تھا۔ پہلا لقمہ منہ میں ڈالتے وقت وہ غائب دماغ تھا پھر حاضر دماغ ہوا تو اس کی حالت بگڑنے لگی۔ سر چکرانے لگا۔ وہ بے ہوش ہو کر ڈائننگ ٹیبل کی کرسی سے نیچے گر پڑا۔ اسے اسپتال پہنچایا گیا ہے۔ حالت تشویش ناک بتائی جاتی ہے۔

تمام سازش میں شریک ہونے والے ایک دوسرے سے فون پر رابطہ کررہے تھے۔ وہ اس اسپتال میں بھی گئے' جہاں ان کا ساتھی افسر زندگی اور موت کی کشمکش میں تھا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "انہوں نے ایسا زہر کھایا تھا' جو دیر سے اثر کرتا ہے۔ اسی لیے ہم انہیں بچانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔"

ان سب نے معلوم کرنے کی کوششیں کیں کہ اس افسر کے پاس پہلے ہی تھے میں زہر کہاں سے آگیا تھا۔ انہوں نے اپنی جیبوں اور گھر کے کئی حصوں کی تلاشی لی لیکن کسی کے پاس زہر نہیں تھا۔ ثانی نے شام سے پہلے ہی ان سب کو باری باری غائب دماغ کرکے ان کے گھروں میں ایسی جگہ تھوڑا تھوڑا زہر خود ان سے رکھوا دیا تھا اور ان کے دماغوں میں یہ نقش کردیا تھا کہ وہ دھمکی کے خلاف بضد ہوکر کھانا پینا چاہیں گے تو وہ خود غائب دماغ ہوکر چٹکی بھر زہر اپنے کھانے یا پانی میں ملا لیا کریں گے۔

ماضی میں حکومتِ فرانس نے بابا صاحب کے ادارے پر قبضہ جمانے کی ناکام کوششیں کی تھیں۔ امریکا اور دوسرے بڑے ممالک بھی یہی چاہتے تھے کہ حکومتِ فرانس کو کم از کم بابا صاحب کے ادارے کی انتظامیہ میں شریک کیا جائے۔ اس ادارے میں ہندوؤں اور یہودیوں کا داخلہ ممنوع تھا۔ وہ انتظامیہ میں شریک ہوکر ہندوؤں اور یہودیوں کو داخل ہونے کی اجازت دینا چاہتے تھے لیکن اپنے مطالبات میں ناکام رہے۔ ان مخالفین کا متفقہ فیصلہ تھا کہ فرہاد اور اس کی ٹیلی پیتھی کی قوت کو ختم کردیا جائے تو بابا صاحب کا ادارہ بڑی حد تک کمزور ہوجائے گا۔

ایسے وقت وہ بھول گئے تھے کہ روحانیت پر بابا صاحب کے ادارے کا وجود ہے۔ جناب تبریزی اور آمنہ فرہاد کی روحانی ٹیلی پیتھی کے باعث وہ قائم رہے گا۔ ان کے علاوہ دوسرے بھی روحانیت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی تربیت حاصل کررہے ہیں۔

پھر اس دوران میں جب ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے کی دوائیں اسپرے کرنے کا سلسلہ شروع ہوا تو مخالفین کو یقین تھا کہ بابا صاحب کے ادارے سے بھی ٹیلی پیتھی ختم ہوجائے گی اور ایسا بڑی حد تک ہوا۔ صرف قدرتی طور پر محنت اور لگن سے یہ علم حاصل کرنے والوں کا۔ علم باقی رہا۔ فی الحال میں اور ثانی ٹیلی پیتھی کے میدان میں تھے۔ ویسے حساب کیا جائے تو سلمان (ثانی کا باپ) اور سلطانہ بھی یہ علم جانتے تھے لیکن ان سے کام لینا ضروری نہیں سمجھا جارہا تھا۔

بابا صاحب کا ادارہ فرانس میں ہے۔ پہلے فرانس سے بڑے اچھے اور دوستانہ مراسم تھے پھر مخالفین کی سازشوں میں الجھ کر حکومتِ فرانس ہماری مخالف ہوگئی۔ اتنی وضاحت کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مجھے ہلاک کرانے کی سازش میں فرانس کا حاکم اور آرمی کے دو اعلیٰ افسران بھی شامل تھے۔

اس بار میں نے سلمان اور سلطانہ کو تمام حالات بتا کر ان دو اعلیٰ افسران پر تنویمی عمل کرکے ان کے دماغوں میں کر باتیں نقش کی جائیں۔ وہاں کے حاکم کے دماغ پر میں نے تنویمی کیا۔

جب رات کو سونے کا وقت ہوا تو فون پر ان سے کہا گیا۔ لوگوں نے فرہاد کو قتل کرانے کی جو سازشیں کیں' اب ان کا سامنے آرہا ہے۔ آج سے تمہیں زندگی کی تمام نعمتیں ملتی رہیں صرف نیند نہیں ملے گی۔ سونا چاہو گے تو بستر پر نہیں جاسکو کرسی پر بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر بھی آنکھیں کھلی رہیں گی ورنہ آنکھ کرتے ہی دماغ کو بجلی کا جھٹکا لگے گا اور تم پھر جاگتے رہنے پر ہو جاؤ گے۔"

انہوں نے اس دھمکی کو نظرانداز کیا۔ وہ سونے کے لیے کی طرف آئے پھر اس کے سرے پر بیٹھتے ہی یوں اچھل کر کھڑے ہوگئے جیسے بجلی کا شاک پہنچا ہو جبکہ اس بستر پر بجلی کا کوئی تار دو نہیں تھا۔ تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغوں میں یہ نقش کردیا تھا کہ وہ بستر پر جائیں گے یا کسی جگہ بھی رہ کر سونے کے لیے آنکھیں بند کریں گے تو دماغ کو بجلی کا شاک پہنچے گا۔ دماغ جو عمل کا تابع ہوتا ہے اس لیے اب ان تینوں کے دماغ انہیں آنکھ بند کرنے نہیں دے رہے تھے۔

ان کے مشیر' باڈی گارڈز اور ساتھی افسران ان کی ایسی حالت پر پریشان تھے۔ بڑے بڑے دماغی امراض کے ڈاکٹر ان معائنہ کررہے تھے۔ ان کی بیماری کسی کی سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ آدھی رات کو علی نے فون کے ذریعے کہا۔ "میں علی بول رہا ہوں۔ ان تینوں نے میرے باپ کو ہلاک کرانے کی سازش کی تھی۔ جس پراسرار شخص کو انہوں نے قتل کا معاوضہ دیا میں اس سے نمٹنے کے بعد آؤں گا۔ اگر یہ میرے آنے تک نیند بغیر زندہ رہے تو میں انہیں ہمیشہ کی نیند سلا دوں گا۔ تم لوگ ان علاج کرتے رہو اور عبرت حاصل کرتے رہو۔"

جرمنی اور اسرائیل میں بھی یہی ہو رہا تھا۔ مجھے قتل کرا کی سازش کرنے والے جو اکابرین وہاں تھے' ان کے ساتھ بھی ہو رہا تھا۔ کسی کا کھانا پینا اور کسی کا سونا حرام ہوگیا تھا۔ تمام ممالک کے اکابرین دہشت زدہ ہوگئے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے میں فون کررہے تھے۔ فیکس کے ذریعے جناب تبریزی کہہ رہے تھے کہ ان کے ملکوں کے اکابرین طرح ہیں تو ان مقدمات چلائے جائیں' عدالت سے سزائیں دلائی جائیں۔ اگر جرم ثابت کیے بغیر انہیں سزائیں دینے کا سلسلہ ترک نہ کیا

تمام بڑے ممالک بابا صاحب کے ادارے کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔

جناب تیمرزی کی طرف سے جواب دیا گیا۔ "اپنی دھمکیاں اپنے پاس محفوظ رکھو۔ آزمائش کے طور پر ہمارے ادارے پر صرف ایک حملہ کرو مگر پہلے اپنے ملکوں کے تمام سربراہوں کے تابوت بنوالو۔ حملے سے پہلے تابوت تمہارے کام آئیں گے۔"

آخر میں نرمی سے کہا گیا۔ "فرہاد علی تیمور کو قتل کرانے کے سلسلے میں جنہوں نے غلطیاں کی ہیں، انہیں معاف کرنے کی کوئی راہ نکالی جائے۔"

"ایک ہی راستہ ہے۔ اٹلی سے اُن نون، جرمنی سے شیڈو اور امریکا سے ہائیڈ اینڈ سیک کو علی تیمور کے حوالے کردو۔ تمام ممالک کے ملزم اکابرین کو معاف کردیا جائے گا۔"

"ہم ان تینوں پر اسرار اشخاص کو علی تیمور کے حوالے کردیں گے لیکن وہ روپوش رہتے ہیں۔ انہیں تلاش کرنے کی مہلت دی جائے۔ اس وقت تک سزا پانے والے اکابرین کو کھانے پینے اور سونے کی اجازت دی جائے۔"

"ان تینوں کو تلاش کرنے میں سو سال بھی لگ سکتے ہیں۔ ہم سے سیاست نہ کرو۔ ہم صرف دو دن اور دو راتوں کے لیے ان سزا پانے والوں کو معاف کررہے ہیں۔ اس کے بعد وہ تینوں طلبان پیش نہ کیے گئے تو تمام ملزم اکابرین سزائیں پاتے پاتے مرجائیں گے۔"

وہ سب زیادہ سے زیادہ مہلت حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن بابا صاحب کے ادارے کا مواصلاتی نظام بند کردیا گیا۔ اب کسی بھی ذریعے سے جناب تیمرزی یا وہاں کے انچارج سے کوئی رابطہ نہیں ہوسکتا تھا۔

اب یہی آخری راستہ تھا کہ مسٹر اُن نون، مسٹر شیڈو اور مسٹر ہائیڈ اینڈ سیک کو علی تیمور کے حوالے کیا جائے لیکن وہ تینوں اپنے اپنے پیلس کو چھوڑ کر روپوش ہوگئے تھے۔ کمانڈوز ایکشن کے ذریعے تینوں کے ٹھکانوں پر حملے کیے گئے۔ وہاں ان تینوں کے خلاف بہت سی دستاویزات ملیں لیکن وہ لاپتا ہوگئے۔ تمام ممالک نے اپنے اپنے میڈیاز کے ذریعے ان تینوں کو وارننگ دی۔ خود سے گرفتاری پیش کرنے پر سزاؤں میں نرمی کرنے کا یقین بھی دلایا گیا لیکن ان تینوں کی طرف سے ایسی خاموشی رہی جیسے وہ یہ دنیا چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہوں۔

وہ تمام ممالک ایک طرف ان تینوں کو گرفتار کرنے اور ان کا سراغ لگانے کی کوششیں کررہے تھے۔ دوسری طرف یہ فکر تھی کہ مہلت کی میعاد ختم ہونے کے بعد تیسرے دن بارہ بجے سے ان کے ملکوں کے ملزم کملانے والے اکابرین کو پھر سے مسلسل سزائیں ملیں گی۔ لہٰذا وہ اپنے اکابرین کو ایسی سزاؤں سے بچانے کے لیے

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خدمات حاصل کرنے کی تگ و دو میں تھے۔

امریکی اکابرین نے میش اور مہاراج سے کہا تھا کہ وہ ملزم اکابرین کے دماغوں میں جاکر تنویمی عمل کا توڑ کریں اور انہیں کھانے پینے کے قابل بنائیں۔ ثانی نے دونوں کو سختی سے منع کیا تھا اس لیے وہ پس و پیش میں تھے کہ کیا کریں؟

میش نے بڑی رازداری سے پورس پر اس وقت تنویمی عمل کیا تھا جب وہ ناصرہ کے زہر کی مقدار زیادہ ہونے کے باعث دماغی طور پر کمزور ہوگیا تھا۔ ثانی دوسری طرف بڑے ممالک کے ملزم اکابرین پر تنویمی عمل کرنے میں مصروف تھی۔

میش نے مہاراج سے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ ہم امریکیوں کو خوش کرنے کے لیے یہ تاثر دیں گے کہ یہاں کے اکابرین کو سزا سے بچا رہے ہیں لیکن ہم نہیں، پورس ہمارے حکم کے مطابق اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے امریکی اکابرین کی حفاظت کرے گا۔"

اس نے یہی کیا۔ پورس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پورس نے ناصرہ اور ثنا سے کہا۔ "علی جن امریکی اکابرین کو سزائیں دے رہا ہے، تم دونوں ان اکابرین کے دماغوں میں جاکر تنویمی عمل کا توڑ کرو۔"

ثنا نے کہا۔ "بھائی جان! ہم نے یہاں امریکیوں کے خلاف محاذ بنایا ہے۔ اگر انہیں علی تیمور کی طرف سے سزائیں مل رہی ہیں تو انہیں سزا پانے دیں۔ انہیں آپ کیوں بچانا چاہتے ہیں؟"

"تم میری چھوٹی بہن ہو۔ مجھ سے بحث نہ کرو۔ جو کہتا ہوں، اس پر عمل کرو۔"

ناصرہ نے کہا۔ "تم بڑے بھائی بن کر بے چاری پر رعب جما رہے ہو۔ یہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے۔ جنہوں نے ہمارے مقابلے میں میش اور مہاراج کو اہمیت دی، تم ان طوطا چشم امریکیوں کی مدد کرنا چاہتے ہو؟"

جلال پاشا نے کہا۔ "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کے پاس دو باپ بیٹے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ ان کی حفاظت کیوں نہیں کرپارہے ہیں۔ یہی موقع ہے جب ہم ان کی حفاظت کرکے امریکیوں کی نظروں میں باپ بیٹے کو گرادیں گے۔"

وہ تینوں پورس کے حکم سے ان ملزم اکابرین کے دماغوں میں جاکر تنویمی عمل کا توڑ کرنے والے تھے۔ اسی دوران میں بابا صاحب کے ادارے سے ان کی سزائیں دو دن اور دو راتوں کے لیے ختم کردی گئیں۔ اس طرح انہیں ان ملزم اکابرین کے دماغوں میں جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔

فرانس کے حکمران الپا اور پورس سے مدد مانگ رہے تھے۔

الپا تو اپنے ملک کے اکابرین کے دماغوں میں جاکر تنویمی عمل کا توڑ کررہی تھی۔ اسرائیل میں چھ اکابرین میرے قتل کے منصوبے بنانے میں شریک تھے۔ الپا نے دوہی کے دماغوں میں جاکر تنویمی عمل کا توڑ کیا تھا کہ اسی وقت اعلان ہوا کہ دو دن اور دو راتوں کے لیے سزائیں معاف کردی گئی ہیں۔ لہٰذا وہ باقی اکابرین کے دماغوں میں نہیں گئی۔

فرانس کے حکمران دوسرے بڑے ممالک سے پوچھ رہے تھے کہ اُن نون، شیڈو اور ہائیڈ اینڈ سیک کو علی تیمور کے حوالے نہ کیا گیا تو کیا ہوگا۔ ان کے تمام اکابرین کو پھر وہی سزائیں دی جائیں گی۔ فرانس اور جرمنی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مدد مانگتے پھر رہے تھے۔

تمام بڑے ممالک میں افراتفری تھی۔ سب یہی سوچ کر پریشان ہورہے تھے کہ کیا ہونے والا ہے۔ ثانی کی اپنی معمولیات ذرا کم ہوئیں۔ تو وہ پورن کی خیریت معلوم کرنے اس کے دماغ میں گئی تو میش کی آواز سن کر وہ چونک گئی۔ وہ پورس سے کہہ رہا تھا۔ "وہ تینوں اُن نون، شیڈو اور ہائیڈ اینڈ سیک گرفتار نہیں ہوں گے۔ علی تیمور تمام بڑے ممالک کے ملزم اکابرین کو پھر وہی سزائیں دے گا لہٰذا امریکی ملزم اکابرین پر تنویمی عمل کرکے ان کے دماغوں کو لاک کردیا جائے۔"

پورس اس کا تابعدار تھا۔ اس نے پھر جلال پاشا، ثنا اور ناصرہ کو حکم دیا کہ ان امریکی ملزم اکابرین کے دماغوں کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کردیا جائے۔ وہ تینوں پورس کی ذہانت اور حکمت عملی پر بھروسا کرتے تھے اس لیے پہلے تین امریکی اکابرین کے دماغوں میں گئے۔ وہاں دماغوں کو لاک کرنے کا مختصر سا عمل کیا پھر دوسرے ملزم اکابرین کے دماغوں میں گئے۔ ثانی ان کے ساتھ ساتھ تھی اور خاموشی سے ان کے عمل کو ناکام بناتی جارہی تھی۔

میش اور مہاراج نے بڑے فخر سے دوسرے امریکی اکابرین سے کہا۔ "آپ حضرات اطمینان رکھیں۔ ہم نے اپنے ملزم کہلانے والے اکابرین کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔ آئندہ کوئی دشمن انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

ثانی نے یہ تمام باتیں پارس کو بتائیں۔ وہ بولا۔ "باپ کی طرح بیٹا بھی خود غرض اور دھوکے باز نکلا۔ پاپا نے دو بار میش کو ہلاکت سے بچایا۔ ہم نے مہاراج پر ترس کھا کر بیٹا اس کے حوالے کیا اور ماما (آمنہ) سے کہہ کر اسے ٹیلی پیتھی سکھادی۔ اس کے مسلسل وہ ہم نے ہزار مخالفتوں کے باوجود پورس کو نیلاں کے انتقام سے بچایا۔ ہم پورس کے سامنے احسان نہیں جتانا چاہتے مگر یہ بھی نہیں چاہتے کہ ہماری نیکی برباد ہو۔ تم جاؤ اور میش کو سزا دو۔"

ثانی نے میش کے دماغ میں آکر کہا۔ "تمہارے اندر صرف اپنے باپ کا خون نہیں دوڑ رہا ہے، اس کا جھوٹ اور بے ایمانی بھی تمہارے اندر رچی بسی ہوئی ہے۔"

وہ انجان بن کر بولا۔ "میڈم! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"ابھی کہہ رہی ہوں پھر کچھ کرنے والی ہوں۔ کیا تم سانس روک کر مجھے دماغ سے نکال سکتے ہو؟"

اس نے فوراً سانس روکی۔ ذرا دیر تک روکی لیکن اپنے اندر ثانی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا رہا پھر سانس لیتے ہوئے بولا۔ "میں آپ کو اپنے اندر محسوس کررہا ہوں۔ اس کا مطلب ہے، میں آپ کا معمول اور تابعدار ہوں۔"

"تم کیا سمجھ رہے تھے؟ کیا تم پر اندھا اعتماد کرکے یہ علم تمہیں دیا گیا ہے؟"

وہ باپ بیٹے بوگوٹا کے ایک بنگلے میں تھے۔ میش نے مجبوری اور بے بسی سے مہاراج کو مخاطب کیا۔ "پاپا جی!"

مہاراج نے چونک کر بیٹے کو دیکھا پھر حیرانی سے پوچھا۔ "آپ مجھے پاپا جی کیوں کہہ رہے ہیں۔ میں تو آپ کا لالا نہیں بنا ہوں۔"

"لالا نہیں آپ نہیں، میں ہوں۔ میں سمجھ رہا تھا کہ میں ایک آزاد خیال خوانی کرنے والا ہوں۔ میں کچھ بھی کرسکتا ہوں۔ مجھے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ بھلا آپ کو کچھ بھی کرنے سے کون روک سکتا ہے؟"

"میڈم ثانی ابھی میرے دماغ میں ہیں۔ اس بات پر ناراض ہیں کہ ہم نے پورس پر تنویمی عمل کیوں کیا ہے۔"

مہاراج نے کہا۔ "کوئی نادانی نہیں کی ہے۔ موقع سے فائدہ اٹھایا ہے۔ پورس کوئی معمولی دشمن نہیں ہے۔ پہاڑ سے پہاڑ، ہم نے اسے ٹکر لگاڈالا ہے۔"

ثانی نے کہا۔ "بکواس مت کرو۔ ہم نے یہ نہیں سوچا تھا مہاراج کہ تمہارا بیٹا بھی تمہاری طرح خود غرض نکلے گا۔ میں نے اسے پورس کو تابعدار بنانے سے منع کیا تھا۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ ایسا نہیں کرے گا لیکن میری غیر موجودگی میں مجھے دھوکا دے کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔ تم نے بھی مہاراج! ہمارے پاپا کو کئی بار دھوکا دیا ہے۔"

"میڈم! ہم نے دھوکا نہیں دیا ہے۔ دراصل فرہاد صاحب کے زندہ رہنے کی بات سن کر ہم باپ بیٹے خوشی سے پاگل ہوگئے تھے۔ ہم نے سوچا کہ ان کے بیٹے پارس کے اندر دشمن کو ظالم بنا کر فرہاد صاحب کو نئی زندگی کی مبارک باد دیتے ہوئے انہیں پورس کی غلامی کا تحفہ پیش کریں گے کہ جب تک ہم باپ بیٹے زندہ ہیں، فرہاد صاحب کے بیٹوں پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔"

"ہمت زیادہ نہ بولو۔ پورس کا بنگلا یہاں سے زیادہ دور نہیں

ہے۔ تم دونوں وہاں جاؤ۔ اس سے اپنی غلطی کی معافی مانگو اور اس کے دماغ سے اپنا تنویمی عمل مٹا دو۔"

میش نے کہا۔ "آپ اس وقت عقل کی بات نہیں کر رہی ہیں۔ جیتی ہوئی بازی کو ہارنے کا مشورہ دے رہی ہیں۔"

"میں مشورہ نہیں حکم دے رہی ہوں۔ اگر تم لوگوں نے حکم کی تعمیل نہیں کی تو قدم قدم پر ذلیل و خوار ہوتے رہو گے۔ تم لوگوں نے جتنے امریکی ملزم اکابرین کے دماغوں کو لاک کیا تھا' ان سب کے لاک میں نے کھول دیے ہیں۔ تمہاری ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کو بیکار بنا دیا ہے۔"

مہاراج نے کہا۔ "میڈم! آپ میش کے دماغ سے نہیں جا رہی ہیں۔ ہم پورس جیسے دشمن کو غلام بنا کر آپ سے بھلائی کر رہے ہیں۔ آپ امریکی اکابرین کے دماغ کے لاک توڑ کر ہم سے دشمنی کر رہی ہیں۔ بیٹے میش! آج سے ہم پھر پڑی بدل رہے ہیں۔ میں تمہارا باپ ہوں اور تم میرے بیٹے ہو۔ ہم جیتی ہوئی بازی نہیں ہاریں گے۔ میں ابھی تمہارے دماغ میں آ گیا ہوں۔ چلو سانس روکو۔ میں میڈم کے دماغ میں جاؤں گا تو وہ خود سانس روک کر مجھے بھگانے کے لیے تمہارے دماغ سے نکل آئیں گی۔"

دونوں باپ بیٹوں نے یہی کیا۔ میش نے سانس روکی۔ مہاراج نے ثانی کے اندر جانا چاہا مگر نہ جا سکا۔ چند سیکنڈ کے بعد میش نے کہا۔ "پتا جی! اب بھی میرے اندر کوئی ہے؟"

"بیٹے! میں ہوں' گھبراؤ نہیں۔ میڈم کے دماغ میں جانے ہی والا ہوں۔"

اسی وقت میش نے اپنے لباس سے ایک ریوالور نکال کر سامنے کھڑے ہوئے باپ کے ایک بازو میں گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر پیچھے صوفے پر گر گیا۔ ثانی نے کہا۔ "میش' تم نے باپ کو صرف زخمی کیا ہے لیکن میں تمہارے دماغ پر قبضہ جماؤں گی تو تم ابھی خود کو گولی مارو گے۔"

اس نے یہ کہتے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ ریوالور کو اپنی کنپٹی سے لگا کر خوف سے کانپتے ہوئے بولا۔ "نن... نہیں۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے معاف کر دیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ کے زیر اثر ہوں۔ آپ کا غلام ہوں' جو حکم دیں گی وہی کروں گا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ایک کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر اس کا باپ اپنے زخمی بازو کو تھامے ہوئے کراہ رہا تھا۔ اس نے پورس کے بنگلے کے احاطے میں کار روکی۔ باپ کے ساتھ باہر آ کر دروازے کی کال بیل کا بٹن دبایا۔ اندر سے ناصرہ نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

"میں سوریہ راج یعنی کہ مہاراج ہوں۔ زخمی ہوں۔ تم میرے دماغ میں آ کر سچائی معلوم کر سکتی ہو۔"

ناصرہ اور ثنا نے اس کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ اپنے بیٹے میش کے ساتھ آیا تھا۔ زخمی تھا اور ان دونوں کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ثنا نے اپنا پستول نکال کر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ ناصرہ نے دروازہ کھولا۔ ثنا نے کہا۔ "ہم نے پوری طرح تمہارے خیالات نہیں پڑھے ہیں۔ دروازہ بند کرنے کے بعد پڑھیں گے۔ اگر کوئی چالاکی دکھاؤ گے تو باپ کی طرح بیٹا بھی زخمی ہو جائے گا۔"

وہ دونوں اندر آئے۔ ناصرہ نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پورس اپنے کمرے سے اٹھ کر وہاں آ گیا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "تم دونوں ہمارے مقابلے پر تھے۔ یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟"

"زخمی ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ سمجھ سکتے ہو کہ دشمنی نہیں کروں گا۔ طبی امداد چاہوں گا۔"

ثنا فرسٹ ایڈ بکس لا کر مہاراج کے زخم کی مرہم پٹی کرنے لگی۔ میش نے کہا۔ "میں اس وقت اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہوں اس لیے دوست بن کر ایک سچائی بتانے آیا ہوں۔ جس وقت تمہارے زہر سے پورس دماغی طور پر کمزور ہو گیا تھا اس وقت ثانی نے موقع سے فائدہ اٹھا کر پورس کی تنویمی عمل کر کے اسے اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔"

ثنا' ناصرہ اور پورس ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھنے لگے۔ ثانی مہاراج کے دماغ میں تھی۔ وہ دماغی کمزوری کے باعث اسے محسوس نہیں کر رہا تھا اور میش سمجھ رہا تھا کہ ثانی کسی معمولیت یا مجبوری کے باعث وہاں موجود نہیں ہے۔

پورس اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلتے ہوئے بولا۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ بے شک پارس میرا دشمن ہے لیکن ہم ایک دوسرے کی دشمنی کے انداز کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ وہ کسی بھی مجبوری اور لاچاری میں دشمن کو کبھی اپنے زیر اثر نہیں لائے گا۔"

میش نے کہا۔ "ہم جھوٹ نہیں کہہ رہے ہیں۔ پارس چاہتا ہے کہ تم امریکی ملزم اکابرین کی حفاظت کرو کیوں... امریکیوں کی نظروں سے گرا دو... خود سوچو کیا تم نہیں چاہتے ہو کہ جو امریکا تمہارا دشمن ہے' تمہارے خیال خوانی کرنے والے اسی کی مدد کریں۔ ان کے دماغوں میں جا کر ان کی حفاظت کریں۔"

ناصرہ نے کہا۔ "ہاں یہ درست ہے۔ پورس! تم اپنے مزاج اور منصوبے کے خلاف ہمیں ان امریکیوں کی حفاظت کرنے کو کہہ رہے تھے۔"

اس دوران میں ثنا نے اپنے باپ جلال پاشا کو خیال خوانی کے ذریعے وہاں بلا لیا تھا۔ وہ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ ثانی بڑی خاموشی سے ان باپ بیٹوں کے جھوٹ اور فریب کو دیکھ رہی تھی۔ اپنی اور پارس کی نیکیوں اور صحیح انسانی طرز عمل کے سلسلے میں کچھ نہیں کہہ

رہی تھی۔ وہ پُراعتماد تھی کہ جلد یا بدیر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

ثنا نے پوچھا۔ "میش! تم ہماری مخالفت میں امریکا کے لیے کام کر رہے تھے۔ تمہارے باپ کی طبی امداد کوئی بھی امریکی ڈاکٹر کر سکتا تھا پھر یہاں کیوں آئے ہو؟"

"ثانی اور پارس وغیرہ نہیں چاہتے کہ ہم یہاں رہیں اور امریکا کے لیے کام کریں۔ آپ لوگوں نے گاڈ فادر کارسیلو کے ذریعے [illegible] کے کھیتوں کو جلانے اور ڈرگ مافیا کو ختم کرنے کا حکم دیا۔ یہ [illegible] امریکا کے مفادات کے خلاف تھی۔ اسی لیے ثانی نے موقع سے فائدہ اٹھا کر پورس پر تنویمی عمل کیا تاکہ پورس اس کی اور [illegible] کی تابعداری کرے۔ ایک طرف کولمبیا میں کارسیلو کے [illegible] امریکی مفادات کو نقصان پہنچائے اور دوسری طرف [illegible] ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے ملزم امریکی اکابرین کی [illegible] کر کے ان کا بھی اعتماد حاصل کر لے۔"

ناصرہ نے کہا "ہاں بات کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔ پارس بڑی [illegible] کاری سے دہری چالیں چل رہا ہے۔"

میش نے کہا "آپ سب جانتے ہیں کہ میں ٹیلی پیتھی کے میدان میں نیا ہوں۔ پارس جیسے مکار سے مقابلہ نہیں کر سکوں گا اس لیے آپ لوگوں کی پناہ میں آیا ہوں۔ یہاں آتے وقت کسی نے میرے چاچی کو گولی مارنے کی کوشش کی تھی مگر ہم کسی طرح جان بچا کر یہاں آ گئے۔"

مہاراج کی مرہم پٹی کرنے کے بعد اسے نیند کی دوا دے کر سلا دیا گیا۔ شام کے لیے کافی بنا کر لائی۔ ناصرہ کافی پیتے ہوئے بولی۔ "میش! تم ہم پر بھروسا کر کے آئے ہو۔ ہم تمہیں پناہ بھی دیں گے۔ تم باپ بیٹے کی حفاظت بھی کریں گے اور تمہارے دشمنوں سے بھی نمٹ لیں گے۔"

جلال پاشا نے کہا۔ "میش! تم نے اجلاس میں کہا تھا کہ نیلماں نے تمہیں ٹیلی پیتھی سکھائی ہے۔ کیا تم جانتے ہو' نیلماں کہاں ہے؟"

"ہاں۔ اس نے آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔ جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو گی' کسی کے سامنے نہیں آئے گی۔"

"لیکن وہ ہمارے سامنے ہے۔" جلال پاشا نے ناصرہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "یہ ناصرہ بھی ہے اور نیلماں بھی۔ یعنی کہ نیلماں [illegible] کی آتما اس کے اندر ہے۔"

"اللہ؟" میش کا سر چکرانے لگا۔

پاشا نے اس کے ہاتھ سے پیالی میز پر رکھواتے ہوئے کہا۔ [illegible] نے کہا تھا کہ تمہاری پیالی میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی ہے۔ میرا خیال ہے' دوا اثر کر رہی ہے۔"

میش بے حد کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر ایک ایک کو بے بسی سے دیکھنے لگا۔ جلال پاشا نے پورس سے کہا۔ "تم لوگوں کی گفتگو کے دوران میں میں زخمی مہاراج کا دماغ پڑھ رہا تھا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ ثانی تمہارے دماغ میں آئی تھی مگر اس نے تم پر تنویمی عمل کر کے تابعدار نہیں بنایا۔ وہ ثنا کی آواز اور لب و لہجہ اختیار کر کے ناصرہ کے دماغ میں آئی تھی اور اسے مشورہ دیا تھا کہ یہ کس طرح سے زہر کو کم کر کے تمہاری جان بچا سکتی ہے اور ناصرہ نے اس کے مشورے پر فوراً عمل کر کے تمہیں بچا لیا۔"

ناصرہ نے کہا۔ "واقعی میں بھول گئی تھی کہ کوئی خیال خوانی کرنے والی ثانین کر میرے پاس آئی تھی۔"

ثنا نے کہا۔ "بھابی نے مجھ سے بھی یہی کہا تھا اور ہمیں حیرانی تھی کہ کس نے بھائی جان کی جان بچانے کے لیے میرا لب و لہجہ اختیار کیا تھا۔"

پورس نے خوش ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں نے پہلے ہی کہا تھا میرا دشمن بہت عالی ظرف ہے۔ پیٹھ میں چھرا نہیں گھونپے گا۔"

جلال پاشا نے کہا۔ "مہاراج کے چور خیالات سے معلوم ہوا ہے کہ میش نے تم پر تنویمی عمل کر کے اپنا تابعدار بنایا تھا۔ بیٹے! پہلے تم جا کر آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں تمہارے دماغ سے میش کے تنویمی عمل کا توڑ کروں گا۔ اس کے بعد ہم ان باپ بیٹوں سے نمٹ لیں گے۔"

ثانی ان کی باتیں سن کر مسکراتی ہوئی چلی گئی۔

میں نے' ثانی نے' سلمان اور سلطانہ نے پلاننگ کی کہ جتنے بھی عالمی سطح کے جرائم پیشہ افراد ہیں ان کا تعلق آن نون' شیڈو اور ہائیڈ اینڈ سیک سے رہتا ہو گا۔ کچھ ایسے خطرناک سفاک قاتل بھی ہوں گے جو ان تینوں سے زیادہ قریب ہوں گے اور موجودہ حالات میں ان تینوں نے کہیں چھپنے کے لیے اپنے ہی جیسے مجرموں کے ہاں ہی رازداری سے پناہ لی ہو گی۔ اگر ہم دن رات مختصر سی خیال خوانی کرتے ہوئے عالمی سطح کے ہر مجرم کے دماغ میں پہنچیں گے تو کسی نہ کسی کے چور خیالات پڑھ کر ان تینوں کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔

ہم بڑے ممالک کے ملزم اکابرین کو عبرت دلانے کے لیے دہشت زدہ کر رہے تھے تاکہ وہ کبھی مجھے نقصان پہنچانے کا تصور بھی نہ کریں۔ دو دن اور دو راتوں تک انہیں معافی دی تھی۔ ہم چاہتے تھے کہ اتنی مدت میں ان تینوں مجرموں کا سراغ مل جائے اور بڑے ممالک بابا صاحب کے ادارے کے احسان مند رہیں۔ اس لیے چار

خیال خوانی کرنے والے ان تینوں کی تلاش میں مصروف ہو گئے تھے۔

وقت کبھی کاٹو تو نہیں کٹتا اور کبھی پلک جھپکتے گزر جاتا ہے۔ یہ دو دن اور دو راتیں اس لیے دیر سے گزر رہی تھیں کہ ان تین پراسرار مجرموں کو تلاش کرنے کے دوران میں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اپنے طور پر موجودہ حالات سے فائدے اٹھانے کی کوششیں کر رہے تھے۔

اسرائیلی حکام نے الپا سے کہا تھا۔ "تم ہمارے اکابرین کے دماغوں سے تنویمی عمل مٹا کر ان کی حفاظت کر رہی ہو لیکن امریکی اکابرین کو محفوظ نہ رہنے دو۔ فرانس اور جرمنی کے اکابرین کو تحفظ دینے کے لیے ان سے بڑی بڑی سیاسی شرائط تسلیم کراؤ۔ اس وقت وہ ہماری بڑی سے بڑی شرائط تسلیم کر لیں گے۔"

الپا اپنے اکابرین میں سے برین آدم کی ہدایات پر عمل کرتی تھی۔ برین آدم نے اس سے کہا۔ "کوئی بھی چال چلنے سے پہلے سوچا کرو کہ ہمارے مقابل کیسی چالیں چل رہے ہوں گے۔ ابھی ہم یہ نہیں جانتے کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کیا کر رہے ہوں گے۔ میرے ذہن میں یہ بات آ رہی ہے کہ ہمیں ایک بالکل الٹی چال چلنی چاہیے۔"

"بگ برادر! میں تو آپ کی تمام ہدایات پر عمل کرتی ہوں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بالکل الٹی چال کیا ہو سکتی ہے؟"

"بڑے بڑے ممالک ان تین پراسرار مجرموں اُن نون، شیڈو اور ہائیڈ اینڈ سیک کو تلاش کر رہے ہیں۔ انہیں علی تیمور کے سامنے پیش کر کے اپنے اپنے ملک کے اکابرین کی سزائیں معاف کرائیں گے۔ میں چاہتا ہوں تم بھی عالمی سطح کے تمام خطرناک مجرموں کے دماغوں میں جھانکتی رہو۔ ان تینوں کا رابطہ کسی نہ کسی بڑے مجرم سے ہو گا۔ کسی مجرم کے ذریعے تینوں کا سراغ ملے گا تو تم ان تینوں کو اپنے اعتماد میں لے کر یقین دلاؤ گی کہ انہیں اسرائیل میں پناہ اور حفاظت ملے گی۔ یہ راز کسی کو معلوم نہیں ہو گا کہ وہ تینوں اسرائیل کے کسی علاقے میں اپنی مجرمانہ سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں اور یہ سرگرمیاں فرہاد، اس کی فیملی اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ہوں گی۔"

"بگ برادر! یہ ہمت ہی زبردست آئیڈیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے جو صلاحیت دی گئی ہے، اس میں اب چھتیس گھنٹے رہ گئے ہیں۔ میں ان چھتیس گھنٹوں میں دن رات خیال خوانی کر کے عالمی سطح کے مجرموں کے دماغوں میں پہنچوں گی اور ان کے چور خیالات پڑھوں گی۔ کوئی نہ کوئی خاطر خواہ نتیجہ نکلے گا۔"

ہم نے جو طریقہ کار اختیار کیا تھا، الپا نے بھی وہی کیا۔ انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ کے ریکارڈ روم سے دنیا بھر کے مجرموں کے ریکارڈز اور ان کی تصویریں نکال کر ان کے اندر پہنچتی رہی۔ وہ بڑے ممالک سے بھی سودے بازی کرتی رہی کہ وہ ان سزا یافتہ اکابرین کی حفاظت کرے گی۔ ان سب کو فرہاد کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مرنے نہیں دے گی۔ اس نے امریکی اکابرین کے دماغوں میں بھی جھانک کر دیکھا۔ پتا چلا ان کے دماغ لاکڈ نہیں ہیں۔ چند گھنٹے پورے ہونے کے بعد فرہاد پھر انہیں سزائیں دے گا۔ یہ حیرانی سے سوچا۔ جب ان کے پاس مہاراج اور میش دو ایسے جاننے والے ہیں تو پھر انہوں نے ان اکابرین کے تحفظ کے دماغوں کو لاکڈ کیوں نہیں کیا ہے؟

وہ کچھ معلوم کرنے کے لیے میش کے دماغ میں پہنچی تو اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار اس نے دماغ میں آ کر کہا۔ "الپا ہوں۔ سانس نہ روکو۔"

وہ بولا۔ "سوری، میں کسی کا معمول اور تابعدار ہوں۔"

الپا نے مہاراج سے رابطہ کرنا چاہا۔ اس نے بھی منع کر دیا۔ وہ دونوں جب تنویمی نیند سو کر اٹھے تو خود کو پورس کے پاس پایا تھا۔ وہ اپنے بیڈ روم سے نکل کر ڈائننگ روم میں آئے۔ ناصرہ، ثنا اور پورس ناشتا کر رہے تھے۔ میش نے کہا۔ "ہمیں کراچی جانا چاہیے مگر دیر تک سوتے رہے۔"

ثنا نے کہا۔ "تم دونوں اب تک سو رہے ہو اور اللہ نے مرتے دم تک سوتے رہو گے۔"

وہ جھینپ کر بولا۔ "می ی ی ی۔۔۔ آپ تو مذاق کر رہی ہیں۔"

"شٹ اپ! تمہارے جیسے کمینے اور کم ظرف اس قابل ہوتے کہ ان سے مذاق کیا جائے۔"

ناصرہ نے مہاراج کو دیکھ کر پوچھا۔ "کل رات ہمارے کو کیوں گھس آئے تھے؟ اگر سرد موسم نہ ہوتا تو رات ہی کو نکال دیتے۔ یہ ہمارے ناشتے کو گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو؟"

"ایسی بھوک لگ رہی ہے جیسے پیدا ہونے کے بعد سے تک نہیں کھایا ہو۔ کھمن، توس، جام اور تازہ پھلوں کے اور۔۔۔ اور۔۔۔"

"گھر سے باہر جا کر کھڑے رہو۔ ہم بچا ہوا پھینکتے ہیں۔"

"آپ اِدھر سے پھینکتی رہیں گی، اُدھر کتے ہم سے لڑنے لگ جائیں گے۔ میونسپلٹی والے ہمیں بھی کتوں کے ساتھ پکڑ کر لے جائیں گے۔"

ثنا نے کہا۔ "میش! میں حکم دیتی ہوں۔ جاؤ اور باہر یہاں سے لے جاؤ۔ باہر جاتے ہی بھول جاؤ کہ ہم اس جگہ رہتے ہیں۔"

میش باپ کا ہاتھ پکڑ کر باہر جانے لگا۔ پچھلی رات ثنا نے اس اور جلال پاشا نے مہاراج پر تنویمی عمل کر کے ان سے سارا سچ اگلوا کر ان کے جھوٹ اور فریب کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ انہوں نے ان کے دماغوں میں یہ بات نقش کر دی کہ تنویمی نیند سے بیدار ہو کر وہاں سے جانے کے بعد یہ بھول جائیں کہ وہ پچھلی رات کس بنگلے میں کن لوگوں کے ساتھ تھے۔

انہوں نے باپ بیٹے کو اس قابل نہیں سمجھا تھا کہ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بناتیں۔ پورس نے کہا تھا۔ "احمق کی دوستی بھی کاہنجال ہوتی ہے۔ وہ کسی مصیبت کی گھڑی میں اپنے ساتھ دوسروں کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ مہاراج کی احمقانہ ٹیلی پیتھی آج ہی اسے نقصان ہی پہنچاتی رہی ہے۔ اب بیٹا بھی باپ کے نقش قدم پر چلنے لگا ہے۔ وہ دونوں ماچس کی ڈبیا کی طرح اوپر سے بالکل بے ضرر ہیں لیکن اندر سے ٹیلی پیتھی کی ایک تیلی نکال کر جلاتے ہی اپنے ساتھ دوسروں کو بھی جلا دیتے ہیں۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔"

ان کے جانے کے بعد ناصرہ نے کہا۔ "کل رات انکل پاشا نے مجھے مہاراج پر تنویمی عمل کرنے نہیں دیا۔ انہوں نے کہا، میرے اندر نیلاں کی آتما تنویمی عمل کے دوران میں کچھ بھی گڑبڑ کر سکتی ہے۔ انکل درست کہتے ہیں مگر پورس! ایسا کب تک ہو گا؟ میں یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتی رہتی ہوں کہ پتا نہیں کب اور کسی اچھے موقع پر ہمارے لیے برا کر بیٹھے گی۔"

"ناصرہ! اس کے بارے میں زیادہ نہ سوچا کرو۔ وہ تمہیں کبھی نقصان نہیں پہنچائے گی کیونکہ تمہارا جسم اس کی زندگی کا آخری انسٹالمنٹ ہے۔ وہ تو تمہیں ہر طرح کی مصیبت سے بچا کر رکھے گی۔ اسے صرف مجھ سے دشمنی ہے۔ اس نے ایک بار غفلت میں مجھ پر حملہ کیا۔ آئندہ ایسا نہیں کر سکے گی۔"

"بھابی! کیا آتما کبھی دل اور دماغ کو بھڑکاتی ہے کہ اسے ایسا کرنا چاہیے، ویسا کرنا چاہیے۔ اسے زخمی کرنا چاہیے۔ اسے مار ڈالنا چاہیے۔ کیا آپ کے اندر آپ کے مزاج کے خلاف کوئی تحریک پیدا ہوتی ہے؟"

"نہیں ثنا! ابھی تک ایسا نہیں ہوا ہے۔ پتا نہیں آگے کیا ہو سکتا ہے۔"

پورس نے کہا۔ "نیلاں اچھی طرح جانتی ہے کہ تم میرے لیے جان دے دو گی مگر جان نہیں لو گی۔ تمہارے جیسی محبت کرنے والی کے ذریعے وہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ کسی موقع کی تاک میں ہو گی۔ مجھے یہ اطمینان ہے کہ وہ کسی دوسرے کو میرے خلاف آلۂ کار بنانے کے لیے تمہارے جسم سے نہیں نکلے گی۔ نکلے گی تو وہ اس مردہ جسم میں نہیں آ سکے گی۔"

ثنا نے پوچھا۔ "کیا وہ آپ کے اندر کبھی بولتی ہے؟"

"جب پورس کو ہلاک کرنے کے لیے اس نے میرے زہر کی مقدار زیادہ کی تھی تب جوش اور جنون میں بول رہی تھی۔ اس کے بعد آج تک خاموش ہے۔"

پورس نے کہا۔ "آگ اور پانی، دوستی اور دشمنی ایک جسم کے اندر ہو گئی ہیں۔ نیلاں ناصرہ کے بغیر رہ سکتی ہے اور نہ ناصرہ اس آتما کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے۔ یہ معاملہ بہت پیچیدہ ہے۔ تم دونوں زیادہ نہ سوچا کرو۔ میں جلد ہی اس کا کوئی مناسب حل تلاش کروں گا۔"

وہ کچھ سوچتے ہوئے جوس پینے لگا پھر بولا۔ "جب میں نے فرہاد صاحب کی ہلاکت کی خبر سنی تھی تو بہت صدمہ ہوا تھا لیکن وہ زندہ ہیں۔ مجھے خوشی ہے۔ کیا تم دونوں نہیں چاہو گی کہ ثانی نے میری زندگی بچائی ہے اور مجھے اپنا تابعدار بنانے کا سنہری موقع چھوڑ دیا ہے تو ہم بھی ان کے لیے کچھ کریں؟"

ثنا خوش ہو کر بولی۔ "بھائی جان! آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔"

ناصرہ نے کہا۔ "تم میری زندگی ہو۔ جو تمہارے کام آئے، میں ہزار بار اس کے کام آؤں گی۔ میں تو پارس کے دماغ میں جا کر اس کا اور ثانی کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔"

پورس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "وہ اور ثانی بھول چکے ہوں گے۔ تمہیں بھی پہچاننے سے انکار کر دیں گے۔"

ثنا نے کہا۔ "واہ کیسے انکار کریں گے۔ میں ابھی جاتی ہوں۔"

وہ اور ناصرہ خیال خوانی کے ذریعے پارس کے دماغ میں آئیں۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں ثنا۔"

"کون ثنا؟"

"اپنے پورس بھائی جان کی بہن۔"

پارس نے ثانی سے کہا۔ "میرے دماغ میں آؤ۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی خود کو میرے دشمن کی بہن کہہ رہی ہے جبکہ پورس کی کوئی بہن نہیں ہے۔"

"میں ماں جائی بہن نہیں ہوں۔ میں منہ بولی بہن ہوں۔"

ناصرہ نے کہا۔ "مجھے تو پہچانتے ہو۔ میں پورس کی ہونے والی بیوی ناصرہ ہوں۔"

ثانی نے کہا۔ "عجیب بات ہے۔ ایک مسلمان لڑکی پورس کی بہن اور دوسری مسلمان لڑکی پورس کی بیوی بن کر آئی ہے۔ پارس! ہوشیار رہنا، یہ پورس کی کوئی چال ہے۔"

ناصرہ نے کہا۔ "ثانی! تم جان بوجھ کر ہمیں رہی ہو۔ میرے اندر کی آتما نیلاں نے پورس سے دشمنی کی تھی تو تم ثنا بن کر آئی تھیں

اور پورس کی جان بچانے کا طریقہ بتایا تھا۔"

پارس نے کہا۔ "نھمو! نھمو! ابھی تم نے کہا ہے کہ تمہارے اندر نیلاں کی آتما ہے یعنی کہ تم مسلمان ہو اور تمہارے اندر ایک ہندو نیلاں کی آتما ہے۔ یہ کیا مذاق ہے۔ اگر تم دونوں واقعی پورس کی طرف سے آئی ہو تو اس سے کہو۔ یہ ہندو بھائی 'مسلمان بہن' مسلمان بیوی اور ہندو شوہر اور مسلمان جسم اور ہندو آتما والی پیچیدگیاں پیدا کر کے کوئی الو کھی چال میرے خلاف نہ چلے۔ وہ بھی مرد ہے' میں بھی مرد ہوں۔ بیچ میں تم عورتوں کو نہ لائے۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ پورس نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

ناصرہ نے پوچھا۔ "تم نے پہلے سے کیسے سمجھ لیا تھا کہ وہ ہمیں نہیں پہچانے گا؟ ثانی بھی نہیں پہچان رہی تھی۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولا۔ "یعنی کہ اس نے شکریہ ادا کرنے کا موقع بھی نہیں دیا؟"

ناصرہ اور ثانا نے ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھ کر کہا۔ "ہائے ہم تو بھول ہی گئے۔ پہلے ہمیں شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا۔"

"میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ ابھی میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ثانی اور پارس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔"

"پھر کیا کہا تھا؟"

"میں نے کہا تھا۔ ان کے احسان کے بدلے ہمیں بھی کچھ کرنا چاہیے۔ ہمیں شکریہ زبان سے نہیں' عمل سے ادا کرنا چاہیے۔"

"بھائی جان آپ بتائیں' کیا کرنا چاہیے؟"

"ہم ان تین پراسرار اشخاص کو تلاش کریں گے جنہوں نے فرہاد صاحب کو قتل کرانے کا معاوضہ لیا تھا۔"

"ہاں۔ بڑے بڑے ممالک بھی انہیں تلاش کر رہے ہیں۔ بھائی جان! میں ابو کو بلاتی ہوں۔ ہم ابھی ان تینوں جلادوں تک پہنچنے کا منصوبہ بنائیں گے۔"

"تمہارے ابو میرے اندر موجود ہیں۔ کیوں انکل؟ آپ کیا کہتے ہیں؟"

پاشا نے کہا۔ "بیٹے! اگر ہم ان تین مجرموں تک پہلے پہنچ جائیں گے تو کمال ہو جائے گا۔"

انہوں نے غیر معمولی دوائیں بنانے کا مشن عارضی طور پر ملتوی کر دیا اور ان تین مجرموں تک پہنچنے کے منصوبے بنانے لگے۔

مہاراج اور میش ایک فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے سوچ رہے تھے کہ وہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ اب امریکی اکابرین کے پاس جائیں گے تو وہ اپنے ظرم اکابرین کی حفاظت کے لیے کہیں گے لیکن ثانی اور پورس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے تخریبی عمل کا توڑ کریں گے۔

مہاراج نے کہا۔ "بیٹے! الپا کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ امریکا میں ہماری کوئی سیاسی اہمیت نہیں رہی ہے۔"

میش نے کہا۔ "اب ہمیں کوئی ایسا کارنامہ انجام دینا چاہیے کہ ہماری قدر نہ کرنے والے پھر ہماری جی حضوری کرنے لگیں۔"

"پورس کی ٹیلی پیتھی جاننے والیوں نے آج ہماری بڑی بے عزتی کی ہے۔ ہمیں کتا کہا تھا۔ ہم ان سے انتقام ضرور لیں گے۔"

"پتا جی! مجھے یقین نہیں آتا کہ انہوں نے تخریبی عمل کے ذریعے ہمیں اپنا تابعدار نہیں بنایا ہے۔"

"یقین کرنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ ہم ابھی ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اور والیوں کو گالیاں دیں گے۔ اگر وہ ہمارے حال ہوں گے تو جواب میں وہ بھی گالیاں دینے لگیں گے۔"

وہ باپ بیٹے باری باری ایک ایک کو گالیاں دینے لگے۔ ان کے گالیاں دینے کا انداز ایسا تھا جیسے دونوں میں مقابلہ ہو رہا ہو کہ کون کتنی گندی گالیاں جانتا ہے۔ تھوڑی دور جانے کے بعد انہیں پتا چلا کہ ان کے پیچھے اور دائیں بائیں لوگوں کی بھیڑ بڑھتی جا رہی ہے۔ لوگ انہیں حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا۔ "آپس میں کوئی جھگڑا ہے تو ایک جگہ کھڑے ہو کر نمٹا لو۔"

دوسرے شخص نے کہا۔ "کوئی مجھے ایک بھی گالی دے تو میں اس کا منہ توڑ دیتا ہوں... مگر یہ دونوں ایک دوسرے کی گالیاں برداشت کرتے جا رہے ہیں۔"

تیسرے نے کہا۔ "برداشت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ان کے لیے گالیاں نہیں ہیں' ماتری زبان ہے۔"

وہ دونوں ہنستے رہے تھے۔ لوگوں کے درمیان سے راستہ بناتے ہوئے تیزی سے ایک طرف جانے لگے۔ ایک شخص اخبار ہاتھوں میں لیے اس اخبار کی آڑ سے مہاراج کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ان کے پیچھے جانے لگا۔ اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ اس نے اپنی آنکھوں کے اصل رنگ کو چھپانے کے لیے بھورے رنگ کے لینس لگائے ہوئے تھے۔ وہ باپ بیٹے آگے جا کر فٹ پاتھ پر رک گئے۔ وہ انجانے ان کے پیچھے کچھ فاصلے پر آ کر رکا۔ میش نے کہا۔ "ان میں سے کوئی ہمارے دماغ میں نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو اتنی گندی گالیاں سن کر غصے سے ہمارے دماغ میں زلزلے پیدا کر دیتا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری گالیاں برداشت نہ کرتا۔ میرا خیال ہے' ہمیں ان کے دماغوں میں گالیاں دے کر عارضی طور پر حاضر ہو کر سانس روکنا چاہیے۔ اس طرح معلوم ہو گا کہ ہم ان کے تابعدار ہوں گے۔ سانس روکنے کے باوجود وہ ہمارے دماغوں میں آ جائیں گے۔"

یہ فیصلہ کر کے دونوں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ایک نے ناصرہ کے اندر دوسرے نے ثانا کے اندر پہنچتے ہی گالیاں دے کر کہا۔ "ہمارے پاس آؤ۔"

دونوں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر محسوس کیا کہ ان کے دماغوں میں وہ دونوں آ رہی ہیں۔ انہوں نے سانس روک لی۔ تھوڑی دیر بعد سانس لی پھر سانس روک لی۔ اس کے بعد دونوں نے خوش ہو کر کہا۔ "ہم دونوں آزاد ہیں۔ ہم پر کسی نے تخریبی عمل نہیں کیا ہے۔"

ان کے قریب کھڑے ہوئے شخص نے اخبار کو فضا میں لہرایا۔ چند سیکنڈ کے بعد ایک وین آ کر باپ بیٹے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اس کا ایک سلائیڈنگ دروازہ کھلا۔ اندر دو گن مین بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے دونوں باپ بیٹوں کی طرف گن کا رخ کیا۔ اخبار والے نے کہا۔ "دونوں گن مین گونگے ہیں۔ ان کے بجائے میں بول رہا ہوں۔ چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ زندہ سلامت رہو گے۔ اگر میں تم سے پہلے جا کر بیٹھوں گا تو یہ تم دونوں کے لیے دو گولیاں ضائع کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

باپ بیٹے نے حیرانی اور پریشانی سے پہلے اخبار والے شخص کو اور پھر گاڑی میں بیٹھے ہوئے گن مین کو دیکھا۔ وہ خاموشی سے گاڑی کے اندر آ کر بیٹھ گئے۔ ان کے بعد وہ اخبار کو ایک طرف پھینک کر ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ سلائیڈنگ دروازہ بند ہو گیا۔ پھر وہ گاڑی اسٹارٹ ہو کر ایک طرف جانے لگی۔

○☆○

فہمی اور علی اٹلی میں تھے۔ وہاں کے شہر روم میں مسٹر اَن نون کے وسیع و عریض پیلس پر فوج نے چھاپا مارا تھا۔ اس محل میں رہنے اور ملازمت کرنے والوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ پورے محل کی تلاشی لی گئی لیکن اَن نون آرمی ایکشن سے پہلے ہی فرار ہو گیا تھا۔ ایک کمرے سے کئی تحریری دستاویزات' آڈیو کیسٹس اور وڈیو فلمیں پائی گئی تھیں' جو اَن نون کی مجرمانہ سرگرمیوں کے خلاف ٹھوس ثبوت تھیں۔

کئی تصویریں اور وڈیو فلمیں دیکھنے کے بعد یہ پتا نہ چل سکا کہ فلموں میں جتنے افراد نظر آ رہے ہیں ان میں اَن نون کون ہے۔ اس محل میں کام کرنے والوں نے بھی اس کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ میں ان تصویروں اور وڈیو فلموں میں نظر آنے والے تمام کرداروں کی آنکھوں میں جھانک کر ان کے دماغوں میں پہنچتا رہا۔ ان میں سے بیشتر مر چکے تھے' جو زندہ تھے' ان کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ بھی مسٹر اَن نون کا نام سنتے رہے ہیں۔ لیکن اسے کبھی روبرو نہیں دیکھا ہے۔

اکثر محلوں میں تہ خانے ضرور ہوتے ہیں لیکن اس پیلس کے فرش کے تمام حصوں کو ٹھونک بجا کر دیکھا گیا' کہیں بھی تہ خانے کا شبہ نہیں ہوا اور نہ ہی کہیں کوئی چور دروازہ نظر آیا۔ اگر کوئی چور دروازہ ہوتا تو اس دروازے سے تہ خانے میں نہ سہی' کسی چور خفیہ کمرے میں پہنچا جا سکتا تھا۔

وہاں کئی جگہ بہت ہی قیمتی اور خوبصورت مجسمے تھے۔ انہیں وہاں سے ہٹانے یا ہلانے کی کوششیں کی گئیں لیکن وہ دیگر آرائشی سامان کی طرح اپنی جگہ فرش پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے۔ انہیں کسی بھی تیکنیک سے متحرک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان مجسموں کی آنکھیں اور دوسرے حصے بھی ٹھوس سنگ مرمر یا پلاسٹک آف پیرس کے بنے ہوئے تھے۔ سراغ رسانوں کو کہیں بھی خفیہ مائیک اور وڈیو کیمرے نظر نہیں آئے۔

دن رات بڑی مہارت سے تلاشی لینے کے بعد اس خالی پیلس کے تمام دروازوں کو لاک کر کے اس کے دوسرے بیرونی دروازوں کو سیل کر دیا گیا۔ پیلس کے اطراف آرمی کے گارڈز متعین کر دیے گئے۔

اتنی محنت اور ماہرانہ سرگرمیوں کے بعد یقین کر لیا گیا کہ مسٹر اَن نون فرار ہو گیا ہے اور اپنے پیچھے اہم دستاویزات اور کافی دولت چھوڑ گیا ہے۔ اس آرمی ایکشن کے دوران میں فہمی اور علی بھی موجود تھے۔ پورا ایک دن گزرنے اور اندھیرا ہونے کے بعد اس پیلس کے تمام بیرونی دروازوں کو بند کر کے سیل کیا گیا تو پہلے سے کی ہوئی پلاننگ کے مطابق وہ دونوں محل کے اندر تاریکی میں رہ گئے۔

ان کے پاس پنسل ٹارچ' گیس ماسک اور گن وغیرہ جیسی ضروری چیزیں تھیں۔ اس محل کے کئی حصوں میں ایک درجن سے زیادہ قیمتی مجسمے تھے۔ ان دونوں نے مجسموں کو پہلی اہمیت دی۔ ایک دوسرے سے الگ ہو کر دو مجسموں کے قریب جا کر بیٹھ گئے۔ آدھی رات کے بعد ان مجسموں سے ہلکی سرسراہٹ کی آواز سنائی دی۔ دونوں نے اپنی اپنی جگہ اپنے پاس والے مجسمے کو غور سے دیکھا۔ مجسموں کے چہرے سلائیڈنگ دروازے کی طرح اپنی جگہ سے سرکتے ہوئے سر کے پچھلے حصے کی طرف چلے گئے۔ وہاں چہروں کی جگہ وڈیو کیمرا نظر آیا۔ اس کے ساتھ منسلک رہنے والی دو لائٹس آن ہو گئیں۔ اس ہال میں دور تک ہلکی نیلی روشنی پھیل گئی پھر اس مجسمے کی گردن آہستہ آہستہ ہلتی ہوئی چاروں طرف گھومنے لگی۔ کیمرے کی آنکھ اس ہال کے ایک ایک حصے کو گھوم گھوم کر دیکھنے لگی۔ فہمی مجسمے کے بالکل قریب تھی اور اس کی گھومتی ہوئی گردن کے پیچھے خود گھوم رہی تھی تاکہ کیمرے کے سامنے نہ آ سکے۔

اس طرح یہ بات سمجھ میں آئی کہ کہیں فرش پر ہی کوئی خفیہ کمرا ہے یا پھر تہ خانہ ہے۔ وہاں ایسی مشینیں اور الیکٹرونک آلات

ہیں جو پلیس کے تمام مجسموں سے منسلک ہیں۔ ان آلات کو آپریٹ کیے بغیر وہ مجسمے کسی اور تیکنیک کے ذریعے حرکت نہیں کر سکتے تھے۔

فہمی اور علی ایک دوسرے سے دور اپنی اپنی جگہ ان مجسموں کو دیکھ رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ پلیس کے تمام حصوں میں جتنے مجسمے ہیں' ان کے سلائیڈنگ چہرے اپنی جگہ سے ہٹ گئے ہوں گے اور اس پلیس کے کئی حصوں کو مختلف کیمروں کی آنکھوں سے مانیٹر کے ذریعے دیکھا جا رہا ہوگا۔

رات کے دو بجے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ روشنی دھیمی تھی۔ تمام دروازے بند تھے اس لیے پلیس کے باہر روشنی کی ہلکی سی جھلک بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی پھر جہاں فہمی تھی' اس ہال کا بڑا سا خوبصورت آتش دان دو برابر حصوں میں تقسیم ہو کر سلائیڈنگ دروازے کی طرح کھلنے لگا۔ فہمی فوراً ہی ایک الماری کی آڑ میں چلی گئی۔ وہاں کیمرے کی روشنی پہنچ سکتی تھی لیکن الماری کے سائے میں وہ نظر نہ آتی۔

اس نے ایک الیکٹرونک ٹیلی گرافک آلے کے بٹن کو دبا کر سگنل دیا۔ اس کے اور علی کے کانوں میں ائرفون تھے۔ اس آلے سے علی نے سگنل کی دھیمی سی آواز سنی اور سمجھ گیا کہ جہاں فہمی ہے' وہاں کچھ ہو رہا ہے۔ یا ہونے والا ہے۔ وہ اپنی جگہ سے ایک کیمرے کی آنکھ سے پتا ہوا' فہمی کی طرف جانے لگا۔

فہمی اس آتش دان کی طرف دیکھ رہی تھی جو سلائیڈنگ دروازے کی طرح کھل گیا تھا۔ صرف کھل کر رہ گیا تھا۔ کوئی باہر نہیں آ رہا تھا۔ شاید آنے والا پہلے کسی اور آلے سے اس کمرے کا جائزہ لے رہا ہوگا۔ آخر ایک انسانی سایہ نظر آیا پھر وہ سائے والا آتش دان کے باہر دکھائی دیا۔ ایک ادھیڑ عمر کا شخص ہاتھ میں گن لیے اس ہال کو چاروں طرف سے گھوم کر دیکھنے لگا پھر وہ اپنی جیب سے ایک موبائل فون نکال کر کسی سے رابطہ کرتے ہوئے بولا۔

"میری گھڑی میں تین بج کر پانچ منٹ ہوئے ہیں۔ میری گھڑی سے ٹائم ملا لو۔ ٹھیک تین بج کر بیس منٹ پر ہیلی کاپٹر کو پلیس کی چھت پر پہنچنا چاہیے.... کوئی مسئلہ تو نہیں ہے؟"

"تو باس! میں ٹھیک تین بج کر بیس منٹ پر پہنچ رہا ہوں۔"

اَن نون نے فون کو بند کیا.... اسی وقت فہمی نے اس کے ہاتھ پر گولی ماری۔ اس کے ہاتھ سے موبائل فون چھوٹ کر گر پڑا۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ دوسری بار کسی سے مدد کے لیے رابطہ نہ کرے۔ ہاتھ میں گولی لگتے ہی اَن نون فرش پر گر کر لڑھکتا ہوا ذرا دور گیا پھر اس نے اپنی گن سے وڈیو کیمرے کی طرف فائر کیا۔ گولی لگتے ہی کیمرے سے منسلک لائٹس بجھ گئیں۔ ہال میں اندھیرا چھا گیا۔ اَن نون کا ایک ہاتھ زخمی تھا۔ اس نے گن کو فرش پر رکھ کر جیب سے اپنی ڈارک لینس کا چشمہ نکالا۔ اسے پہننے سے تاریکی میں کسی حد تک دیکھا جا سکتا تھا۔ اس نے چشمہ پہن کر فرش پر سے اپنی گن اٹھانا چاہی تو اس گن پر علی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے بھی اپنی ڈارک لینس کا چشمہ پہن رکھا تھا اور اس کی گن کی نال اَن نون کی کھوپڑی کی طرف تھی۔

علی نے کہا۔ "تمہارا ایک ہی ہاتھ رہ گیا ہے۔ تم جیب سے چاقو وغیرہ بھی نکال سکتے ہو۔ میں خوامخواہ یہ زحمت کرنے نہیں دوں گا۔" اس نے دوسرے بازو پر گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر فرش پر تڑپنے لگا۔

فہمی نے کہا۔ "علی! پانچ منٹ کے بعد ایک ہیلی کاپٹر پلیس کی چھت پر آنے والا ہے۔"

علی نے موبائل کے ذریعے باہر کھڑی ہوئی آرمی کے کمانڈر سے کہا۔ "ہیلو کمانڈر! علی اسپیکنگ۔ ابھی ایک ہیلی کاپٹر پلیس کی چھت پر آ رہا ہے۔ اس کے پائلٹ کو حراست میں لیا جائے۔ معاہدے کے مطابق ہمیں تین میں سے ایک مجرم مل گیا ہے۔ اسے ہم اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

اَن نون کی آواز سننے کے بعد میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس پیس میں وہ تنہا چھپا ہوا تھا۔ اس رات فرار ہونے کا منصوبہ بنا چکا تھا' جسے ناکام بنا دیا گیا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو! جسے تم نے قتل کرایا تھا' وہ مقتول بول رہا ہے۔ تم نے پراسرار رہ کر دنیا کی بڑی بڑی شخصیتوں کو قتل کرایا ہے۔ بڑی دولت جمع کی ہے۔ اس محل کے تہ خانے میں تمہارے من پسند ہیرے جواہرات ہیں۔ کیا اتنی دولت کافی نہیں تھی؟ لالچ بڑھتا ہے تو بڑھتے بڑھتے موت کی طرف لے جاتا ہے۔ نہ تم مجھے قتل کرانے کا معاوضہ لیتے' نہ اپنی موت کا سامان کرتے۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا۔ "ہاں۔ تمہارے قتل کا معاوضہ لینے کی غلطی نہ کرتا تو بہتر رہتا۔ میری کامیابیوں نے مجھ میں اتنا اعتماد پیدا کر دیا تھا کہ ہم تینوں ساتھی یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ ہمیشہ کی طرح تمہاری لاش پر سے بھی گزر جائیں گے۔"

"میں خیالات پڑھ رہا ہوں۔ وہ دونوں شیڈو اور ہائیڈ اینڈ سیک بھی تمہارے طریقۂ کار کے مطابق زندگی گزار رہے تھے۔ تم نے ان سے رابطہ کر کے معلوم کیا تھا کہ وہ دونوں اپنے اپنے پلیس کے تہ خانے میں نہیں ہیں۔ اپنے ضروری سامان کے ساتھ جگہ بدل چکے ہیں۔"

"ہاں وہ دونوں خوش نصیب ہیں۔ تمہارے ہاتھوں سے بچل چکے ہیں۔ اب کبھی تمہارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔"

"تم زندہ رہو گے تو ان کا انجام دیکھو گے۔ پتا نہیں علی تیمور نے تمہارے بارے میں کیا سوچ رکھا ہے۔"

اَن نون نے علی اور فہمی کو دیکھا پھر کہا۔ "مجھے ابھی گولی مار دو۔ میں دونوں ہاتھوں سے اپاہج ہونے کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتا۔"

فہمی نے کہا۔ "مایوس کیوں ہوتے ہو؟ دونوں ہاتھ صرف زخمی ہوئے ہیں۔ ان کا علاج ہو سکتا ہے اور تم زندہ بھی رہو گے۔"

"اس مہربانی کے پیچھے تمہارا کوئی خطرناک منصوبہ ہوگا۔"

"جو بھی منصوبہ ہوگا' اس میں تمہاری بہتری ہوگی۔ تم نے اپنی زندگی میں کئی خطرناک مجرموں اور سفاک قاتلوں سے معاوضہ لے کر ان کی جانیں بچائی ہوں گی۔ اب یہ دیکھا جائے گا کہ وہ تمہاری جان بچا پائیں گے یا نہیں؟"

فہمی نے کہا۔ "علی! اسے اپنا منصوبہ بتا دو۔"

علی نے کہا۔ "تم عالمی شہرت رکھنے والے پراسرار شخص ہو۔ صرف ایک گولی سے تمہاری موت آسان ہوگی۔ ہم تمہاری موت اور زندگی دونوں کو مشکل بنا دیں گے۔ تمہاری رہائش کے لیے ایک چھوٹے سے جزیرے کا انتظام کیا گیا ہے۔ وہاں صرف ایک کاٹیج ہے۔ تم وہاں تنہا رہو گے۔ تمہارے بیش قیمت ہیرے جواہرات تمہارے ساتھ رہیں گے۔ تمام بدنام زمانہ مجرموں تک یہ خبر پہنچائی جائے گی کہ جو تمہیں اس جزیرے سے زندہ سلامت لے جائے گا' اسے وہ تمام ہیرے جواہرات مل جائیں گے۔"

فہمی نے کہا۔ "جزیرے کے چاروں طرف کھلے سمندر میں کہیں پولیس یا بحری فوج کا پہرا نہیں ہوگا۔ تمہارے کسی بھی مددگار کو یا ہیرے جواہرات کے لالچ میں آنے والے کو روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اب ذرا سوچو کوئی تمہارا دوست مجرم یا لالچی مجرم تمہیں کتنی آسانی سے بچانے کے لیے اس جزیرے میں جا سکے گا۔"

اَن نون نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں سمجھ رہا ہوں۔ تم دونوں میرے زندہ رہنے کا روشن پہلو بتا رہے ہو اور تاریک پہلو چھپا رہے ہو۔"

"تم سے کچھ نہیں چھپایا جائے گا۔ تاریک پہلو یہ ہے کہ جزیرے کے اس کاٹیج میں صرف ایک ہفتے کا راشن ہوگا۔ تمہیں ایک ہفتے تک کوئی بچانے نہیں آئے گا تو تم فاقے کرتے کرتے مر جاؤ گے۔"

فہمی نے کہا۔ "کاٹیج کے احاطے کے باہر کبھی ایک قدم بھی نہ نکالنا۔ وہاں کاٹیج سے لے کر ساحل تک قدم قدم پر بارودی سرنگیں بچھی ہوں گی جو نظر نہیں آئیں گی۔ پتا نہیں کس بارودی سرنگ پر تمہارا یا تمہارے بچانے والوں کا پاؤں پڑ جائے اور اس کے جسم کے چیتھڑے اڑ جائیں۔"

علی نے کہا۔ "صرف فضائی راستہ ہمارا ہوگا۔ بابا صاحب کے ادارے کے ایک مخصوص ہیلی کاپٹر کے سوا کسی ملک کا یا کسی مجرم کا ہیلی کاپٹر اس جزیرے کے قریب سے گزرے گا تو اسے تباہ کر دیا جائے گا۔"

فہمی نے کہا۔ "اس جزیرے کے ساحل پر ایک موٹر بوٹ ہمیشہ موجود رہے گی۔ اگر تم کاٹیج سے نکل کر ساحل تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو اس موٹر بوٹ میں دنیا کے کسی بھی حصے میں جان بچانے کے لیے بارہ گھنٹے تک سفر کر سکو گے۔ اب یہ تمہاری چالبازی پر ہے کہ بارہ گھنٹے کے اندر کہاں جاؤ گے اور کیسے جان بچاؤ گے۔ بارہواں گھنٹا ختم ہوتے ہی ہم تمہاری موت بن جائیں گے۔"

"اب یہاں سے چلو۔ پہلے تمہارے زخموں کی مرہم پٹی کی جائے گی۔ زخم سوکھ جانے کے بعد تمہیں اس جزیرے میں پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ زخمی ہاتھ ٹیک کر اٹھنا چاہتا تھا۔ علی نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کھڑا کر دیا پھر وہاں سے لے جانے لگا۔ اسے ہتھکڑیاں نہیں پہنائی گئیں کیونکہ وہ خیال خوانی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔

باقی دو مجرموں کو فرار ہونے کے بعد یہ اندیشہ نہیں تھا کہ دنیا کا کوئی سراغ رساں انہیں پہچان سکے گا کیونکہ آج تک کسی قانون کے محافظ یا مجرم نے ان کا چہرہ نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی وہ اصل نام سے ساری دنیا میں جانے جاتے تھے۔ ان دونوں کی سلامتی صرف اسی میں تھی کہ ان کا سامنا کبھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے نہ ہو ورنہ وہ دماغ میں پہنچ کر ان ناموں کو معلوم کر لے گا' جن سے وہ سارے زمانے میں بدنام تھے۔ یعنی مسٹر شیڈو اور ہائیڈ اینڈ سیک۔

ہائیڈ اینڈ سیک امریکا میں تھا۔ اپنے پلیس سے فرار ہونے کے بعد وہ شمال' جنوبی یا وسطی امریکا میں رہ سکتا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے کچھ لوگ موجود ہیں لہٰذا ایسے ملک میں نہیں رہنا چاہیے۔ اس کے لیے افریقہ میں ایسی سو جگہیں تھیں جہاں رہ کر وہ نئے سرے سے اپنا کام شروع کر سکتا تھا۔ اس لیے اس نے افریقہ جانے کے لیے ایک ایسی فلائٹ کا انتخاب کیا' جو اسرائیل کے راستے سے نہ گزرتی ہو۔ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا تھی۔ وہ اس کے خیالات سے بھی دور رہنا چاہتا تھا۔

وہ جس فلائٹ میں سوار ہوا' وہ امریکا سے لندن اور لندن سے قاہرہ جاتی تھی۔ پرواز کے دوران میں مسافروں کو اخبارات پڑھنے کے لیے دیے گئے۔ ہائیڈ اینڈ سیک کا اصل نام تھارن آوین تھا۔ اس نے پڑھنے کے لیے اخبار لیا لیکن اس کی نظریں ایک بہت ہی حسین ائرہوسٹس سے چپک کر رہ گئی تھیں۔ وہ بہت ذہین' چالباز

اور پینا نرم کا ماہر تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسی مقناطیسی کشش تھی کہ لڑکیاں بے اختیار اس کی طرف کھنچی چلی آتی تھیں لیکن وہ بہت ریزرو رہتا تھا۔ ہر آنے والی کو لفٹ نہیں دیتا تھا۔ جو اس کے دل و دماغ پر چھا جائے' اسی سے عارضی طور پر دوستی کر لیتا تھا۔

اس حسینہ نے کولڈ ڈرنک' جوس اور شراب کی ٹرالی چلاتے ہوئے آکر پوچھا۔ "آپ کیا پسند کریں گے؟"

یوں پوچھتے وقت نظروں سے نظریں ملیں تو ایسا لگا اس کی آنکھوں کی طرف کھنچی جا رہی ہے۔ وہ جلدی سے نظریں جھکا کر بولی۔ "جی فرمائیے! کیا پسند فرمائیں گے؟"

وہ بڑے رومانی انداز میں بولا۔ "میں نے تو تمہیں پسند کیا ہے۔ سنرا چھا رہے گا۔ اگر سفر کے اختتام پر ملنا چاہو تو کوئی بھی بلیک لیبل پلا دو۔"

اس نے بلیک لیبل وہسکی کا ایک ڈبل پیگ بنایا تو اس کے ہاتھ ہولے ہولے لرز رہے تھے۔ دل دھڑک رہا تھا۔ وہ فوراً اسے پیگ پیش کر کے آگے بڑھ گئی۔

تھارن آوین نے مسکرا کر ایک گھونٹ پیا۔ اس کا تجربہ کہہ رہا تھا کہ وہ پھنس گئی ہے۔ قاہرہ میں اس حسینہ کے ساتھ رنگین راتیں گزریں گی۔ وہ شراب کی چسکیاں لے کر اخبار پڑھنے لگا۔ اسے یہ معلوم تھا کہ اس کا ساتھی ان نون گرفتار ہو گیا ہے لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ اسے ابھی تک زندہ رکھا گیا ہے۔ تمام اخبارات میں یہ تفصیل شائع ہوئی تھی کہ اسے ایک ویران جزیرے میں تنہا چھوڑ دیا جائے گا۔ اس جزیرے کے کانچ میں اس کی کمائی ہوئی دولت' ہیرے اور جواہرات بھی ہوں گے۔ اَن نون کو جو بھی زندہ بچا کر اس جزیرے سے لے جائے گا' اسے انعام کے طور پر تمام ہیرے جواہرات مل جائیں گے۔

اخبارات میں وہاں کے بارے میں پوری تفصیل لکھی گئی تھی۔ اس جزیرے کا نقشہ بھی شائع کیا گیا تھا۔ تھارن آوین اپنے گرفتار ہونے والے ساتھی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ اسے کس طرح بچایا جا سکتا ہے۔

مجرمانہ ذہن رکھنے والے کے لیے یہ بات حوصلہ افزا تھی کہ اَن نون کے فرار ہونے کے بارہ گھنٹے تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مداخلت نہیں کرے گا۔ اَن نون کے فرار ہونے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرے گا لہٰذا ٹیلی پیتھی سے بے خوف ہو کر اَن نون کو بچانے کی کوششیں کی جا سکتی تھیں۔

وہ ائر ہوسٹس ٹرالی دھکیلتی ہوئی واپس جا رہی تھی۔ تھارن آوین نے پوچھا۔ "اور ایک پیگ مل سکتا ہے؟"

وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔ "پوری بوتل مل سکتی ہے لیکن لمبے سفر میں وقفے وقفے سے پینا چاہیے۔"

"اگر تم میری بہتری کے لیے یہ مشورہ دے رہی ہو تو میری آنکھوں میں دیکھ کر اپنا نام بتاؤ۔"

اس نے اپنا نام ڈائنا بتاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو آنکھیں جیسے شکنجہ بن گئیں۔ وہ رومانی لہجے میں بولا۔ "تم میری نظروں سے نظریں ملائے رکھو گی جب تک میری بات پوری نہ ہو جائے۔ تمہارا نام ڈائنا ہے مگر تم لیڈی ڈائنا سے بھی زیادہ حسین ہو۔ قاہرہ میں اپنی ڈیوٹی ختم ہوتے ہی تم میرے پاس چلی آؤ گی ... فی الحال میں تمہاری ڈیوٹی میں مخل نہیں ہونا چاہتا۔ تم جا سکتی ہو۔"

اس کی نظریں جھک گئیں۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل سے ٹرالی کو آہستہ آہستہ لے جانے لگی۔ چلنے کا انداز ایسا تھا جیسے خیالوں کی حسین وادیوں میں خراماں خراماں جا رہی ہو۔

جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو تھارن آوین پھر اخبار میں اپنے ساتھی اَن نون کی تصویر دیکھ کر اس جزیرے کے نقشے کو دیکھنے لگا' جہاں اَن نون کو تنہا رکھا جانا تھا۔ فی الحال اس کے زخمی بازوؤں کا علاج ہو رہا تھا اور یہ ہمارے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ علاج ہونے تک اَن نون کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔

تھارن کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔ "بہت خوبصورت ہے۔"

تھارن نے اخبار سے نظریں ہٹا کر اپنے ہم سفر کو دیکھا۔ وہ ایک عمر رسیدہ صحت مند شخص تھا۔ اس کا چہرہ سنجیدہ اور باوقار تھا اور آنکھوں سے بلا کی ذہانت نمایاں تھی۔ تھارن نے حیرانی سے پہلے اسے پھر اخبار میں اَن نون کی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم اس مجرم کو خوبصورت کہہ رہے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "اس نے ابھی تھوڑی دیر پہلے تمہیں اپنا نام بتایا تھا۔ اب میں اتنا دور نہیں ہوں کہ اس کی سُریلی آواز بھی نہ سن سکوں۔"

"اوہ۔ اس وقت تم نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ میں سمجھ رہا تھا' سو رہے ہو۔"

"میں آنکھیں بند کیے سوچ رہا تھا' تمہاری آنکھیں خوبصورت بھی ہیں اور خطرناک بھی۔"

"تمہیں خطرناک کیوں لگ رہی ہیں؟"

"تم نے اس سے کہا تھا۔ میری نظروں سے نظریں ملائے رکھو گی' جب تک میری بات پوری نہ ہو جائے' اور واقعی وہ تمہاری بات پوری ہونے تک تمہاری نظروں میں جکڑی رہی۔ تم نے اسے قاہرہ میں ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد بلایا ہے۔ اس نے انکار بھی نہیں کیا' اقرار بھی نہیں کیا۔ اگر وہ تمہاری فرمائش کے مطابق آئے گی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ تم ہپناٹائز کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہو۔ صرف چند سیکنڈ میں کسی کو بھی اپنی نظروں میں جکڑ لیتے

ہو۔"

"کیا تم کوئی جاسوس ہو؟ اگر ہو تو ایک ناکام جاسوس ہو۔ ایک حسین ائر ہوسٹس میری شخصیت سے متاثر ہو گئی ہے تو تم مجھے پینا ٹائز کا ماہر کہہ کر شرلاک ہومز بن رہے ہو۔ یا پھر حسد کر رہے ہو کہ تمہاری طرح میں بھی عمر رسیدہ ہوں۔ ہم بوڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ رہے ہیں لیکن حسینہ تم سے نہیں' مجھ سے متاثر ہو گئی ہے۔"

"یہ تو عام سی بات ہے کہ باوقار' بہترین شخصیت سبھی کو متاثر کرتی ہے لیکن برا نہ ماننا' ہم دونوں کی شخصیت متاثر کرنے والی نہیں ہے۔ ہم اپنی کسی صلاحیت سے ہی کسی کو اپنی طرف مائل کر سکتے ہیں۔ جیسے تم نے آنکھوں سے کیا ہے' ویسے ہی میں جادو سے کر سکتا ہوں۔ کیا تم جادو کو مانتے ہو؟"

"میں نہ مانوں تو تم اسے اپنی طرف مائل کر کے منوا لو۔"

"مجھ سے تعاون کرو گے تو ابھی اپنا کمال دکھاؤں گا۔"

"کیسا تعاون چاہتے ہو؟"

"اب وہ تمہارے پاس آئے تو تم اس کے سر کا صرف ایک بال مانگ لینا۔ وہ جیسے ہی اپنا ایک بال توڑے گی' ویسے ہی بازی پلٹ جائے گی۔ وہ تمہیں چھوڑ کر میری طرف مائل ہو جائے گی۔"

تھارن نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "پھر تو یہ کمال دیکھنا چاہیے۔ میں نے ایسے جادو کے متعلق نہ پڑھا ہے' نہ سنا ہے کہ تم ڈائنا سے کچھ نہیں کہو گے اور وہ اپنے سر کا ایک بال توڑتے ہی تمہاری طرف مائل ہو جائے گی۔"

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ میں کچھ نہیں کروں گا۔ بھئی اب میں خاموش رہ کر منتر پڑھتا رہوں گا۔ اپنی گھڑی دیکھو۔ میرے پڑھتے رہنے کے ایک منٹ کے اندر ہی وہ ہماری طرف آئے گی تو تم اسے روک کر ایک بال کی فرمائش کر دو گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں نے گھڑی دیکھ لی۔ اب تمہارا کمال دیکھوں گا۔"

اس کا ہم سفر خاموش رہ کر ہونٹوں کو یوں ہلانے لگا جیسے بے آواز منتر پڑھ رہا ہو۔ تھارن نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ اس کے آدھے منٹ بعد گھڑی دیکھی پھر سامنے دیکھتے ہی حیران رہ گیا۔ وہ دور سے چلی آ رہی تھی۔ جب وہ قریب پہنچی تو تھارن نے اس سے کہا۔ "بمشکل ایک منٹ!"

وہ قریب ہو کر رک گئی۔ وہ بولا۔ "میں ایک عجیب سی فرمائش کر رہا ہوں۔ کیا تم اپنے سر کا ایک بال' صرف ایک بال توڑ کر دے سکتی ہو؟"

وہ حیرانی سے بولی۔ "آپ میرے سر کا ایک بال لے کر کیا کریں گے؟"

"میں چاہتا ہوں' تم کوئی سوال نہ کرو۔ میری فرمائش پوری کر دو۔"

اس نے مسکراتے ہوئے ایک ہاتھ اٹھا کر بالوں کو ٹٹولتے ہوئے ایک بال کو توڑا۔ اسی لمحے میں اس نے پلکیں جھپکائیں پھر چونک کر تھارن کے ہم سفر کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "آپ؟ آپ یہاں بیٹھے ہیں؟ اوہ سوسوری۔ میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔"

تھارن نے حیرانی سے دونوں کو دیکھا۔ اس کے ہم سفر نے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ اب تو دھیان دے رہی ہو۔"

"میں ڈرنک کے لیے ٹرالی لے کر آئی تھی۔ شاید آپ نے کچھ نہیں پیا ہے۔ بائی دا وے آپ کیا پسند فرمائیں گے؟"

ہم سفر نے بالکل تھارن کے انداز میں کہا۔ "میں نے تو تمہیں پسند کیا ہے۔ کیا قاہرہ میں اپنی ڈیوٹی ختم کرنے کے بعد ملو گی؟"

"ضرور۔ مجھے قاہرہ میں آپ کے ساتھ وقت گزار کر خوشی ملے گی۔"

"شکریہ۔ اب جاؤ۔"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ ہم سفر نے تھارن کو دیکھا۔ وہ جسے چانس پکا تھا' وہ دوسرے سے پھنس کر چلی گئی تھی۔ ہم سفر نے کہا۔ "مسٹر! وہ بال تمہاری چٹکی میں ہے۔ اب اسے پھینک دو۔"

وہ بال اس کی چٹکی سے آپ ہی آپ گر گیا۔ وہ سوچنے لگا۔ "یہ تو بہت ہی لاجواب جادوگر ہے۔ اگر میں اسے اپنا ساتھ دینے پر آمادہ کر لوں تو یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کے سر کے بال توڑ کر انہیں میرا تابعدار بنا سکتا ہے۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "میرا نام تھارن آوین ہے۔ تم سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔"

"مجھ سے مل کر آئندہ بھی خوشیاں ملتی رہیں گی۔ میرا نام برین آوم ہے۔"

سفر کے دوران میں الپا نے کسی ضرورت کے تحت برین آوم سے رابطہ کیا تھا۔ اس نے الپا کو بتایا تھا کہ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا ہم سفر تنویمی عامل معلوم ہوتا ہے۔ شراب پی رہا ہے۔ ذرا اس کا جغرافیہ معلوم کرو۔

الپا نے اس کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھے تو خوش ہو کر برین آوم سے بولی۔ "بک برادر! جس کی ہمیں تلاش تھی' وہ خود ہی آپ کے پاس آ گیا ہے۔ یہ ان تین پراسرار اشخاص میں سے ایک ہے۔ جرائم کی دنیا میں ہائیڈ اینڈ سیک کھلاتا ہے۔ اصل نام تھارن آوین ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی اسے اپنے پاس بلاؤ۔ میں اس سے ذرا دلچسپی لیتا ہوں۔"

برین آوم نے الپا کے ذریعے خیال خوانی کا تماشا رکھا کر ڈائنا

کو اپنی طرف مائل کیا تھا۔ تھارن نے برین آدم میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا "تم کیا کرتے ہو؟"

برین آدم نے اس کی طرف جھک کر رازداری سے کہا۔ "ایسا زبردست جادو جاننے کے بعد بھی کوئی کام کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔"

دونوں نے ہنستے ہوئے ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارا پھر تھارن نے کہا۔ "ویسے تو میں بھی کچھ نہیں کرتا مگر کروڑ پتی ہوں۔ اگر تم دوست بن جاؤ تو ہم ارب پتی اور کھرب پتی بن جائیں گے۔"

"ہوں۔ تمہاری بات معقول ہے۔ اگر مناسب سمجھو تو پہلے میرے محل میں چلو۔ وہاں ہم اطمینان سے معاملات طے کریں گے۔ کیا میرے گھر چلو گے؟"

"ضرور۔ آج ہی معاملات طے ہوں گے۔"

"تو پھر اپنے سر کا ایک بال توڑ کر دو۔"

"میرے سر کے بال کا کیا کرو گے؟"

"اپنا اطمینان کروں گا کہ تم میرے گھر جانے سے انکار نہیں کرو گے۔"

اس نے مسکراتے ہوئے اپنے سر کا ایک بال توڑا۔ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ بولا۔ "بس توڑنا ہی کافی ہے۔ یہ بال پھینک دو۔ اب یہ جہاز میرے گھر جا رہا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "جہاز کسی کے گھر نہیں' ائرپورٹ جاتا ہے۔"

"ہاں مگر جس ملک میں میرا گھر ہے' وہاں کے ائرپورٹ جائے گا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میرے ایک بال توڑنے سے جہاز اپنا روٹ بدل کر اس ملک کے ائرپورٹ جائے گا' جہاں تمہارا گھر ہے۔"

"بے شک۔ تم ڈائنا کے بال توڑنے کا تماشا دیکھ چکے ہو۔ اب اپنے بال توڑنے کا تماشا دیکھ لینا۔"

وہ ہنستے ہوئے اپنی سیٹ کے ہتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "چلو۔ تمہارا یہ تماشا بھی دیکھ لیں گے۔ ویسے تمہارا گھر کس ملک میں ہے؟"

"اسرائیل میں۔"

وہ ذرا مسکرایا پھر ایک دم سے گھبرا کر بولا۔ "کیا مذاق کر رہے ہو؟ یہ قابو ہو جانے والا جہاز اسرائیل کیسے جائے گا؟"

"سر کا بال توڑنے کی وجہ سے۔"

"مجھ سے بچکانا باتیں نہ کرو۔"

اسی وقت طیارے کے اندر اناؤنس ہونے لگا۔ "خواتین و حضرات! قابرہ اور اسکندریہ کے موسم کی خرابی کے باعث ہم نے جہاز کا رخ موڑ دیا ہے۔ اب یہ جہاز تل ابیب کے ائرپورٹ پر اترے گا۔ موسم کے موافق ہوتے ہی ہم آپ کو قابرہ لے چلیں گے۔ ہمیں افسوس ہے کہ موسم کی خرابی کے باعث آپ زحمت اٹھائیں گے۔"

تھارن آوین حیران بھی تھا' پریشان بھی تھا اور خوفزدہ بھی پھر وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "ہم۔ میرے ایک بال... صرف ایک بال توڑنے سے ایسا ہوا ہے۔ بھئی پھر ایک بار جادو کرو۔ میں ایک بال توڑتا ہوں۔ جہاز کو قابرہ کی طرف گھما دو۔"

تب اسے اپنے دماغ میں ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مسٹر ہائیڈ اینڈ سیک! خوب نام رکھا ہے۔ آنکھ مچولی کھیلنے والا نام۔ اگر ساری دنیا سے اور فرہاد اور اس کے خونخوار بیٹوں سے آنکھ مچولی کھیلنا چاہتے ہو' کبھی ان کے ہاتھ نہیں آنا چاہتے تو میرے پاس چلے آؤ۔ میرا نام الپا ہے۔"

تھارن آوین سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ اور جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

○☆○

وہ باپ بیٹے مہاراج اور مہیش ایک وین کی درمیانی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دو آدمی ان دونوں کو نشانے پر رکھے ہوئے تھے۔ وہ داڑھی مونچھوں والا شخص ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں اصل میں نیلی تھیں لیکن اس نے بھورے رنگ کے لینس لگائے تھے۔

وین تیز رفتاری سے ہائی وے پر جا رہی تھی جس کا مطلب تھا' وہ شہر کے باہر جا رہے ہیں۔

ان دونوں کو یہ گمان تھا کہ گن مین ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے۔ راستے میں جب بھی ان سے بولیں گے یا آپس میں باتیں کریں گے تو وہ ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے ہاتھوں سے گن چھین لیں گے۔ اسی خیال سے وہ بڑی دیر تک اس وین میں خاموشی سے سفر کرتے رہے۔

آخر مہاراج نے اس داڑھی والے سے پوچھا۔ "بھیا! چپ کیوں ہو؟ یہ دونوں گن مین بھی چپ ہیں۔ آگے بیٹھا ہوا ڈرائیور بھی خاموش ہے۔ کیا تمہارا پورا خاندان گونگا پیدا ہوا ہے؟"

داڑھی والے نے کہا۔ "میں نے انہیں گونگا بن کر رہنے کے لیے کہا ہے۔ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک سکتا ہوں۔ اس لیے اپنی آواز سنا رہا ہوں۔ تم دونوں میرے دماغ میں نہیں آسکو گے۔"

مہیش نے پوچھا۔ "داڑھی والے انکل! یہ دماغ کے اندر کیسے آتے ہیں؟"

"میرا نام داڑھی والا نہیں' جان رابرٹ ہے۔ تم دونوں ٹیلی

پیتھی جانتے ہو۔ میں بہت دیر سے فٹ پاتھ پر تمہارا پیچھا کر رہا تھا۔ تم دونوں نے کسی کے دماغ میں پہنچ کر اسے گالیاں دی تھیں پھر اپنی سانس روک لی تھی اور جو اباً گالیاں دینے والے کو اپنے دماغوں میں نہیں آنے دیا تھا۔"

مہیش نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "پتاجی! انہیں معلوم ہے کہ ہم دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

مہاراج نے کہا۔ "برے پھنس گئے۔ نہ یہ بولیں گے۔ نہ ہم ان سے ہتھیار چھین سکیں گے۔ یہ ہمیں قیدی بنا کر لے جا رہے ہیں۔"

"پتاجی! میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے' کبھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوتے نہیں دیکھا ہے۔ وہ اپنے دشمنوں پر غالب آتے ہیں۔ انہیں کبھی کبھی ناکامی ہوتی ہے لیکن آپ تو ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔ دشمنوں کو پھانسنا چاہتے ہیں اور خود پھنس جاتے ہیں۔"

"صرف مجھے... الزام کیوں دیتے ہو؟ تم بھی تو ناکام ہو رہے ہو۔"

"آپ کے ساتھ رہتا ہوں۔ ناکامی تو ہو گی۔"

"ارے تو طعنہ کیوں دیتے ہو۔ مجھ سے الگ ہو جاؤ۔"

"کیسے الگ ہو جائیں۔ خون سے کبھی خون الگ ہوتا ہے؟"

"ہاں یہی تو ہماری شان ہے' ہماری آن ہے۔ اپنے خون سے خون پیدا کیا ہے۔ تمہاری باری آئے گی تو تم اپنے خون سے خون پیدا کرو گے۔"

"یہ سب ہو جائے گا' اگر یہ گن مین ہمارے خون کا ایک قطرہ بھی بہنے دیں گے۔"

"فکر نہ کرو۔ ایک بات میں ہم بدقسمت ہیں۔ دوسرے میں خوش قسمت۔"

"یہ دونوں باتیں کیا ہیں؟"

"بدقسمتی یہ کہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار جب بھی استعمال کرتے ہیں' منہ کی کھاتے ہیں۔ کبھی کبھی تو موت کے منہ میں جانے لگتے ہیں۔ خوش قسمتی یہ ہے کہ ہمیشہ مرتے مرتے بچ جاتے ہیں... اور لگتا ہے کہ اب بھی ان دشمنوں سے بھی بچیں گے۔ کیا لات ہے کہ بھی زندہ رہنا خوش قسمتی نہیں ہے۔ موت ہمارا منہ دیکھتی رہ جاتی ہے۔ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ پاتی۔"

جان رابرٹ انہیں گھور کر دیکھتے ہوئے بولا۔ "تمہیں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ تم دونوں خیال خوانی کے ذریعے آپس میں باتیں کرتے ہو اور ہم سے بچ نکلنے کی تدبیر کر رہے ہو مگر یاد رکھو رابرٹ سمتھ سے کوئی زندہ بچ کر نہیں جاتا۔"

دونوں ہنسنے لگے۔ مہاراج نے کہا۔ "ہم دونوں کیا بات کر رہے تھے اور یہ کیا سمجھ رہا ہے۔"

"تم کیا بات کر رہے تھے؟"

"تم نہیں سمجھو گے' ہم اپنی قسمت کی باتیں کر رہے تھے۔ ابھی آگے جا کے کیا ہونے والا ہے' یہ تم نہیں جانتے۔"

"اور کیسے جانو گے۔ آگے قسمت میں کیا لکھا ہے' یہ صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے جانتے ہیں۔ اسی لیے تو ہم آرام سے بیٹھے ہیں۔"

جان رابرٹ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ "ان کمبختوں نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے لوگوں کو اطلاع دی ہو گی کہ ہم ہائی وے پر جا رہے ہیں۔ آگے جا کر ان کے لوگ کہیں منظم حملے کریں گے۔"

اس نے ڈرائیور سے کہا۔ "گاڑی ایک سائیڈ پر روکو۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ رابرٹ نے حکم دیا۔ "ان دونوں کی آنکھوں پر پٹیاں باندھو۔ انہوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو بتا دیا ہے کہ ہم ہائی وے پر جا رہے ہیں۔"

ان دونوں کی آنکھوں پر پٹیاں باندھی جانے لگیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اب ہم ہائی وے چھوڑ کر دوسرے راستے پر جائیں گے۔ ان کی پلاننگ چوپٹ ہو جائے گی۔"

وہ وین شاہراہ کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ پیچھے آنے والی گاڑیاں تیزی سے گزرتی جا رہی تھیں۔ رابرٹ نے کہا۔ "جلدی کرو۔ ہائی وے پٹرولنگ پولیس ادھر سے گزرتی رہتی ہے۔"

مہیش نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیا حماقت ہے' آنکھوں پر پٹیاں باندھ رہے ہیں جبکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دماغ کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور دماغ کی زبان سے بولتے ہیں۔"

"ان کمبختوں کے منہ پر ٹیپ چپکا دو۔"

دونوں کے منہ پر ٹیپ چپکائے جانے لگے تو مہاراج نے کہا۔ "یہ گدھے ہیں۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ ہمارے آدمی چہرہ دیکھ کر ہمیں پہچان لیں گے۔"

جان رابرٹ نے انہیں غصے سے دیکھا پھر کہا۔ "مجھے تم دونوں کی سخت ضرورت ہے ورنہ ابھی گولی مار کر تمہاری لاشیں پھینک کر چلا جاتا۔"

پھر اس نے اپنے ماتحتوں سے کہا۔ "دونوں کے چہروں کو کپڑوں سے لپیٹ دو۔ جلدی کرو۔"

پیچھے سے آنے والی کئی گاڑیوں میں سے ایک کار قریب سے گزرتی چلی گئی پھر اس کی رفتار سست ہونے لگی۔ اسے پورس ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ ناصرہ اور ثنا اپنا ضروری سامان لے کر کولمبیا چھوڑ رہے تھے۔ پورس کی تیز نظروں نے صورت اتنا دیکھا کہ ایک وین کے اندر دو آدمیوں کے چہروں پر کپڑے لپیٹے جا رہے ہیں

پھر اس کی کار تیزی سے گزر گئی تھی۔ اب کار رکنے پر نا صرہ نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ بولا۔ "پیچھے ایک وین کھڑی ہے۔ وہاں کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے۔"

وہ اپنی کار ریورس گیئر پر ڈرائیو کرنے لگا۔ جان رابرٹ نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہی پریشان ہو کر کہا۔ "کوئی اپنی کار ہماری طرف لا رہا ہے۔ ان کے چہروں سے فوراً کپڑے ہٹاؤ۔ آنکھوں سے پٹیاں کھولو۔"

اس کے حکم پر تیزی سے عمل کیا گیا۔ دونوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ رابرٹ نے کہا۔ "یہ میری جیب دیکھو۔ اس میں پستول ہے۔ یہاں آنے والوں کے سامنے ہمیں اپنا دشمن کہو گے تو ہم گولی مار دیں گے۔"

اس کے دونوں ماتحتوں نے اپنی گنوں کو نیچے چھپا لیا تھا۔ کوئی گڑبڑ ہوتے ہی فوراً انہیں نکال کر فائرنگ شروع کر سکتے تھے۔

کار ریورس گیئر میں چلتی ہوئی قریب آ کر رک گئی۔ ثانی اور نا صرہ اور پورس کار سے اتر کر محتاط انداز میں چلتے ہوئے وین کے سلائیڈنگ دروازے پر آئے۔ دروازے کو کھولا تو تین اجنبیوں کے ساتھ مہاراج اور مہیش بیٹھے ہوئے تھے۔ مہیش نے خیال خوانی کے ذریعے ثانی سے اور مہاراج نے نا صرہ سے کہا۔ "داڑھی والے کی جیب میں پستول ہے۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے دو آدمیوں نے اپنے نیچے گنیں دبا رکھی ہیں۔"

پورس داڑھی والے سے پوچھنے ہی والا تھا کہ ان دونوں کے چہروں پر کپڑے کیوں باندھے جا رہے تھے۔ اس سے پہلے ہی نا صرہ نے تیزی سے ریوالور نکال کر دونوں ماتحتوں کو گولی مار دی۔ ثانی نے داڑھی والے کی کنپٹی پر پستول رکھ کر کہا۔ "کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ تمہاری جیب میں پستول ہے۔ اس کے چلنے سے پہلے میرا پستول چلے گا۔ جیب سے خالی ہاتھ نکالو۔"

اسے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ اس نے جیب سے خالی ہاتھ نکالا۔ پورس نے اس کی جیب سے پستول نکال لیا پھر بولا۔ "پرزننگ پولیس کے آنے سے پہلے بتا دو۔ انہیں کہاں لے جا رہے تھے اور تم کون ہو؟"

"میرا نام جان رابرٹ ہے۔ ان دونوں نے میرے ساتھ فراڈ کیا تھا۔ میں انہیں پکڑ کر لے جا رہا تھا۔"

مہاراج نے کہا۔ "یہ جھوٹ بول رہا ہے پورس بھیا! تم تو جانتے ہو ہم کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ بات یہ ہے کہ۔۔۔"

پورس نے کہا۔ "میو شٹ اپ۔" پھر نا صرہ سے کہا۔ "چاقو سے اسے زخمی کر دو اور سچ معلوم کرو۔"

نا صرہ نے ایک چھوٹا سا چاقو نکالا۔ رابرٹ نے سہم کر کہا۔ "نن۔۔۔ نہیں۔ میں سچ بتاتا ہوں۔ مجھے زخمی نہ کرنا۔"

نا صرہ نے اس کے بازو میں چاقو کی نوک چبھو کر اس کی [illegible] سے ایک لکیر کھینچ دی۔ اس کے بازو سے خون رسنے لگا۔ ایک [illegible] کے بعد ہی نا صرہ اور ثانی نے خوش ہو کر پورس کو دیکھا پھر ثانی [illegible] "بھائی جان! یہ تو کمال ہو گیا۔ فرہاد صاحب اور ان کے بیٹے [illegible] جن پراسرار مجرموں کی تلاش ہے یہ ان میں سے ایک ہے۔ [illegible] سے بھاگ کر آیا ہے۔ یہ مسٹر شیڈو کے نام سے مشہور ہے۔"

پورس نے ان باپ بیٹوں کو دیکھ کر کہا۔ "یہ جھلے [illegible] نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔ پہلی بار فائدہ پہنچایا ہے۔ چلو گاڑی [illegible] اترو اور جتنی تیزی سے بھاگ سکتے ہو، بھاگتے چلے جاؤ۔ پھر کبھی [illegible] صورت نہ دکھانا۔"

ثانی نے اچانک فائر کیا۔ ڈرائیور اپنی گن نکال کر پورس [illegible] کرنا چاہتا تھا۔ دونوں باپ بیٹے گاڑی سے اتر کر ہوائی دے [illegible] دوسری طرف بھاگنے لگے۔ پورس نے کہا۔ "تمہارا اصل [illegible] رابرٹ ہے۔ اگر اپنے آدمیوں کی طرح مرنا نہیں چاہتے تو [illegible] جاؤ میری کار کی اگلی سیٹ پر آ کر بیٹھ جاؤ۔"

وہ تینوں اسے اپنے پیچھے چھوڑ کر کار میں آئے۔ نا صرہ نے کہا۔ "رابرٹ مکاری کی کوئی بات نہ سوچو۔ ہم تمہارے دا[illegible] رہیں گے۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں چلتا ہوا کار کی اگلی سیٹ پر [illegible] کے برابر آ کر بیٹھ گیا۔ پورس کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے [illegible] کرتا ہوا جانے لگا۔ نا صرہ اور ثانا پچھلی سیٹ پر بیٹھی جان را[illegible] عرف شیڈو کے خیالات پڑھ کر اس کی اور اس کے دونوں ساتھ[illegible] اُن نون اور ہائیڈ اینڈ سیک کی لائف ہسٹری معلوم کرتی رہیں۔

پورس اسی بنگلے میں آیا جسے ابھی چھوڑ کر وہ تینوں کو [illegible] جا رہے تھے۔ وہاں کے ایک کمرے میں رابرٹ کو کرسی پر [illegible] رسیوں سے اچھی طرح باندھ دیا۔ اس کے منہ پر ٹیپ چپکا [illegible]

پورس نے نا صرہ اور ثانا سے کہا۔ "ہم پارس اور ثانی کے [illegible] بدلہ چکانے کے لیے اپنے مشن کو چھوڑ کر جا رہے تھے۔ [illegible] شکر ہے کہ ہمیں جلد ہی یہ موقع مل گیا۔ ہم یہ بنگلا خالی چھو[illegible] جا رہے ہیں۔ ثانی سے کہو اپنے پاپا کو قتل کرانے کا منصو[illegible] والے ایک مجرم کو یہاں آ کر وصول کر لے۔"

ثانا نے نا صرہ سے کہا۔ "بھابی! پہلی بار ثانی اور پار[illegible] ہمیں پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔ اس بار بھی کوئی بات [illegible] دیں گے۔ کیوں نہ ہم فرہاد صاحب کے پاس چلیں۔"

دونوں خیال خوانی کی پرواز کر کے میرے پاس آئیں [illegible] نے کہا "انکل السلام علیکم۔"

میں نے کہا۔ "وعلیکم السلام۔ میں دو آوازیں سن رہا [illegible]

"کون ہو؟"

"میرا نام ثانا ہے۔"

"اور میرا نام نا صرہ ہے۔"

"اچھا۔ سمجھ گیا۔ بولو کیسے آنا ہوا؟"

"انکل! یہاں بوگوٹا شہر میں پارس آپ سے زیادہ ہم سے [illegible] ہے لیکن ایک بار ہم اس کے پاس گئے تھے۔ ثانی اور پارس [illegible] نے ہمیں پہچاننے سے انکار کر دیا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہمیں وہ واقعہ سن چکا ہوں۔ بیٹے! میں [illegible] کا باپ ہوں۔ مگر میں بھی پارس اور پورس کے کسی بھی [illegible] میں مداخلت نہیں کرتا ہوں۔ ان دونوں کو سمجھتے سمجھتے تم [illegible] زخمی ہو جاؤ گی۔ کیا یہی شکایت کرنے آئی ہو؟"

"جی نہیں۔ ایک خوش خبری ہے۔ آپ کو قتل کرانے کا [illegible] لینے والا دوسرا مجرم شیڈو ہماری حراست میں ہے۔ اس کا [illegible] جان رابرٹ ہے۔ پلیز آپ ہمارے دماغ میں آ کر اس کے [illegible]"

میں ان کے اندر آیا۔ انہوں نے مجھے رابرٹ کے دماغ میں [illegible] دیا۔ اس کے مختصر سے چور خیالات پڑھ کر یقین ہو گیا کہ وہ [illegible]

وہ دونوں میرے دماغ میں تھیں۔ میں نے کہا۔ "شاباش! تم [illegible] کمال کیا ہے۔ میں ابھی جا کر ثانی اور پارس کو اطلاع دے [illegible]"

ثانا نے کہا۔ "انکل! پارس سے ایک بات کہہ دیں۔ میرے [illegible] بھی اس کی طرح نیکی کر کے دریا میں ڈال دیتے ہیں۔"

میں ہنستے ہوئے کہا۔ "ایسا کہنے کی ضرورت تو نہیں ہے [illegible] تسلی کے لیے کہہ دوں گا۔ میرا مشورہ ہے کہ آئندہ ان [illegible] کے معاملات میں کچھ نہ کہا کرو۔ تماشے دیکھتی رہو۔ ان کی [illegible] سے ہمدردی اور ایک دوسرے سے دشمنی دنیا سے [illegible]"

انہوں نے کہا۔ "اچھا پاپا! اب ہم جاتے ہیں۔"

"ایسے ہی کیسے چلی جاؤ گی۔ پہلی بار میرے پاس بیٹیاں بن کر [illegible] میں تمہیں ایک خوشخبری سنا کر رخصت کر رہا ہوں۔ ثانی [illegible] کے بارے میں بتایا ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔ [illegible] کی آئندہ پورس کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ آئندہ [illegible] کہ میں کیسی چال چلتا ہوں۔"

دونوں خوش ہو کر شکریہ ادا کرتی ہوئی چلی گئیں۔ میں نے [illegible] ثانی جس بنگلے میں نا صرہ اور پورس کی مدد کے لیے گئی [illegible] دوسرا مجرم جان رابرٹ عرف شیڈو ایک کمرے میں [illegible] ہے۔ تم اور ثانی شیڈو کو علی کے پاس اس خفیہ اڈے میں پہنچا دو، جہاں اُن نون کے زخمی بازو کا علاج ہو رہا ہے۔"

پارس نے پوچھا۔ "کیا شیڈو کو بھی اُن نون کی طرح کسی جزیرے میں مرنے کے لیے چھوڑا جائے گا؟"

"بیٹے! یہ علی کا معاملہ ہے۔ اسی پر چھوڑ دو۔"

میں فوراً دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا کیونکہ میں نے اپنے قریب کسی کی آمد کا احساس کیا تھا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک دم سے چونک گیا۔ میرے سامنے ڈائننگ ٹیبل کے دوسری طرف شنگریلا کھڑا ہوا تھا۔

کون شنگریلا؟

قارئین اسے بھول نہیں پائے ہوں گے۔ ماضی میں مجھے قتل کرنے کے لیے جتنے بھی خطرناک اور بے رحم قاتل آئے تھے، ان میں سے شنگریلا اتنا زبردست اور ایسے ناقابلِ انداز میں لڑنے والا فائٹر تھا کہ کوئی اس کے مقابل آ کر زندہ رہنا بھول جاتا تھا۔ میرے ہاتھوں سے بھی بچ نکلنے والا وہ زبردست انوکھا فائٹر تھا جو ازبکستان کے ایک شہر میں مجھ سے مقابلہ کرتے ہوئے صرف اس لیے فرار ہو گیا تھا کہ اس پر فائرنگ ہو رہی تھی ورنہ وہ میدان چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھا۔

ایک فائٹر کے اعتبار سے شنگریلا میں چند خطرناک صلاحیتیں تھیں۔ دیکھنے میں وہ اتنا دبلا پتلا تھا جیسے انسانی ہڈیوں کا ڈھانچا ہو اور اس ڈھانچے پر کھال منڈھی گئی ہو۔ اس کھال کے اندر گوشت بھی ہو گا مگر صرف ہڈیاں نظر آتی تھیں۔

مقابل پہلی ملاقات میں یہی سمجھتے تھے کہ اس سے لڑنا اپنی توہین ہے۔ وہ تو ایک پھونک مارتے ہی ہوا میں اڑ جائے گا۔ میں نے بھی اسے دور سے دیکھ کر یہی سوچا تھا کہ میری جان کا دشمن اور ایسا مچھر؟ لیکن وہ مچھر وہاں کے سرد برفانی علاقے میں ہاف آستین کی بنیان اور ایک نیکر پہن کر رہتا تھا۔ گرم کھولتا ہوا سوپ کا باؤل اٹھا کر یوں غٹاغٹ پی جاتا تھا جیسے ٹھنڈا شربت پی رہا ہو اس طرح پتا چلتا تھا کہ اس میں اتنی زیادہ قوتِ برداشت ہے کہ اس پر گرمی سردی، کوئی بھی موسم اثر نہیں کرتا ہے۔

اسے ہتھکڑی پہنائی جائے تو اس میں سے ہاتھ نکال لیتا تھا۔ آہنی سلاخوں کے پیچھے بند کیا جائے تو وہ سلاخوں کے درمیان سے نکل آتا تھا۔ کوئی پہلوان بھی اس کی کلائی پکڑے تو اس کی مٹھی سے اپنی کلائی کھینچ کر نکال لیتا تھا اور جب وہ کسی کی کلائی پکڑتا تھا تو یوں لگتا تھا، وہ ہڈیوں کا نہیں فولاد کا بنا ہوا ہے۔ اس کی گرفت آہنی شکنجے کی طرح ہوتی تھی۔

لڑنے کا انداز انوکھا تھا۔ ایک یا ایک سے زیادہ دشمن ہوں تو ان کے درمیان بجلی کی طرح لپک کر ادھر سے ادھر، دائیں سے

بائیں، آگے سے پیچھے یوں جاتا تھا کہ اس پر آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی۔ اس پر حملہ کرنے سے پہلے ہی وہ حملے کی زد سے نکل جاتا تھا۔ فضا میں کئی سیکنڈ تک گردش کرتے ہوئے پنکھے کی طرح گھومتا ہوا مسلسل ایسی فلائنگ کِک مارتا تھا کہ سنبھلنے والا بے ہوش ہونے کے بعد ہی زمین پر گر کر اس کے حملے سے نجات پاتا تھا۔ اس مچھر میں ایسی قوت تھی کہ مقابل کی گردن ہاتھ میں آئے تو ایک جھٹکے سے گردن کی ہڈی توڑ دیتا تھا۔

میں نے ایک طویل زندگی جنگ و جدل میں گزاری ہے لیکن پہلی بار ایسا کمزور نظر آنے والا خطرناک اور جان نکال لینے والا فائٹر دیکھا تھا۔ میری خیریت اسی میں تھی کہ میں پہلے اس سے دور رہ کر خیال خوانی کے ذریعے اس کے لڑنے کے مختلف طریقوں کی اسٹڈی کرتا رہوں۔ پہلی بار میں نے یہی کیا تھا۔ دوسرے مقابلہ کرنے والوں کے دماغوں میں رہ کر اس کے ایکشن اور انداز کو سمجھتا رہا تھا۔

ایک آلۂ کار کے ذریعے اس پر فائرنگ کرکے بھی دیکھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں گولیاں لگی تھیں۔ ایک گولی اس کی پشت پر لگی تھی۔ آخری بار میں اپنے آلۂ کار کے ذریعے اس کی کھوپڑی کو نشانہ لے رہا تھا۔ اس سے پہلے ہی وہ فضا میں اچھل کر پنکھے کی طرح گردش کرتا ہوا ہوٹل کے باہر گیا۔ اس کے گردش کرتے ہوئے جانے کے باعث پھر کوئی گولی اسے نہیں لگی۔ وہ سڑک پر سے گزرنے والی ایک گاڑی کی چھت پر پہنچ گیا۔

تین گولیاں لگنے کے بعد اسے مر جانا یا بے ہوش ہو جانا چاہیے تھا مگر وہ زندہ تھا۔ ایسی حالت میں دماغ کمزور ہوتا ہے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا تو حیرانی ہوئی۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "ہیو فرہاد! میرے زخم بھرنے تک جیو۔ پہلے مقابلے میں سمجھ گیا ہوں کہ تم لوہے کے چنے ہو۔ آئندہ دوسرے انداز سے نمٹنے آؤں گا۔ تم زندہ رہو گے۔ صرف میرے ہاتھوں سے مرنے کے لیے زندہ رہو گے۔"

میں نے قارئین کے ذہن میں سنگریلا کی کچھ یادیں تازہ کی ہیں۔ وہی سنگریلا اب اچانک میرے سامنے آگیا تھا۔

مقدر کبھی مہربان ہوتا ہے اور کبھی نامہربان۔ پتا نہیں اس وقت مقدر نے میرے ماتھے کے کھاتے میں کیا لکھ رکھا تھا؟

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہمیں جس بات کی توقع بھی نہیں ہوتی وہی بات سامنے آجاتی ہے۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ سنگریلا یوں اچانک میرے سامنے آجائے گا۔ ایسے وقت مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں نے اسے چونک کر دیکھا۔ میرے چونکنے کے باعث وہ شبہ کر سکتا تھا کہ میں ہی فرہاد علی تیمور ہوں۔

غلطی کا احساس ہوتے ہی میں نے اپنے چونکنے کا تاثر دبا دیا۔ چونکنے کے علاوہ حیرانی سے اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا۔ کہا۔ "او گاڈ! مجھے دیکھ کر بھی یقین نہیں آرہا ہے۔ میں اپنی پہلی بار اتنے دبلے پتلے شخص کو دیکھ رہا ہوں۔ میری باتیں نہ مانو، تم تو بالکل ہڈیوں کا ڈھانچا لگتے ہو۔"

میرا چہرہ بدلا ہوا تھا۔ میں نے آواز اور لہجہ تبدیل کر لیا تھا۔ مجھے پہچان نہ سکا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "سب یہی کہتے ہیں۔ ہڈیوں کے ڈھانچے پر انسانی کھال منڈھ دی گئی ہے۔ میرے جسم میں شاید ایک کلو گوشت بھی نہیں ہوگا۔" پھر اس نے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں ایک بھی میز خالی نہیں ہے۔ تم کہاں تھے؟ میں نے سوچا شاید تم مجھے اپنے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دے دو۔"

میں نے کہا۔ "او شیور۔ تم یہاں بیٹھو گے تو میری خوش قسمتی ہوگی۔"

وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔ "میری ایک بری عادت ہے۔ میں مدد کرنے والوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔"

"بری عادت بدل سکتی ہے لیکن جو عادت کے غلام ہوتے ہیں وہ اپنی برائیوں کو چھوڑ نہیں پاتے۔"

وہ میز پر رکھے ہوئے مینیو پر نظر ڈالتے ہوئے بولا۔ "ہوتے ہیں، ان کی برائیوں کے بھی قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔ طاقتور کے خوف سے منہ پر قصیدے اور پیٹھ پیچھے گالی ہوتی ہیں۔"

"کیا تم مجھے کمزور سمجھ کر ایسا کہہ رہے ہو؟"

"نہیں۔ میں ایک سیدھا سادہ سا آدمی ہوں۔ ایسا کہتا ہوں کہ پھر کاٹ کر بھاگ جاتے ہیں اور میں انہیں مار نہیں سکتا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تم بہت دلچسپ باتیں کرتے ہو۔ تسلیم کرتا ہوں کہ لوگ طاقتور ہو کر بھی مچھر کو بار بار نہیں مارنے سے پہلے وہ اڑ جاتے ہیں۔ میں بھی مچھر سے زیادہ زور بھی مجھے نہیں مار سکتا ہے۔"

"اپنی توہین نہ کرو۔ میٹ استعمال کیا جائے تو مچھر کو کوائل جلائے جائیں تو اس کے دھوئیں سے مچھر مر جاتے ہیں۔"

"تمہاری باتوں میں دلچسپی ہے مگر ظرف بھی ہے۔ میں ہوں مگر دھوئیں سے نہیں بھاگتا۔ دشمنوں کو دھواں دھواں کر دیتا ہوں۔"

ویٹر نے آکر سلام کیا۔ سنگریلا مجھے کھاتے ہوئے دیکھ کر اس نے اپنے کھانے کا آرڈر دیا پھر ویٹر سے کہا۔ "میں بعد میں ہی ادا کروں گا۔"

ویٹر چلا گیا۔ میں نے پوچھا۔ "یہ مہربانی کیوں کر رہے ہو؟"

"جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں، کسی کی مہربانی کا شکریہ ادا نہیں کرتا لیکن مہربانی کے بدلے مہربانی ضرور کرتا ہوں۔"

میں قاہرہ کے الحدید ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں تھا۔ یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ میرا جانی دشمن سنگریلا بھی قاہرہ میں ہوگا اور میں اچانک تمہارے سامنے آکر میری ہی میز پر بیٹھے گا۔

اس نے پوچھا۔ "تم کیا بزنس مین ہو؟"

"پاکستان میں ایک مل اونر ہوں۔ تفریح کی نیت سے نکلا ہوں۔ یہاں پہلی بار آیا ہوں۔ میرا نام فیصل درانی ہے۔ تم کیا کرتے ہو؟"

"میں کرائے کا قاتل ہوں۔ میرا نام سنگریلا ہے۔ تبت سے آیا ہوں۔"

میں نے حیرانی سے کہا۔ "تم یہ بات کتنی آسانی سے کہہ رہے ہو کرائے کے قاتل ہو۔ تمہیں ڈر نہیں لگتا کہ قانون کے محافظ یہ کہتے ہوئے سن لیں گے تو گرفتار کر لیں گے؟"

"زبانی کہنے پر کوئی گرفتار نہیں کرتا۔ جب قتل کرتے ہوئے پکڑے جائیں گے تو گرفتار کریں گے۔ میں اپنے خلاف کبھی کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا۔"

"لیکن یہ جو خود اپنی زبان سے اعتراف کر رہے ہو؟"

"میری اس بات پر سب ہنسیں گے کہ ایک مچھر دھمکیاں مار رہا ہے۔"

"واقعی تمہیں دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے ایک پھونک میں اڑ جاؤ گے۔"

وہ مسکرانے لگا۔ دو ویٹر چار بڑے اٹھائے ہوئے آئے۔ انہیں میز کے سامنے رکھنے لگے۔ ایک ٹرے میں دنبے کی بھنی ہوئی رانوں والی مسلم ران تھی۔ دوسری ٹرے میں چار چرغے تھے۔ تیسری میں گرما گرم روٹیاں اور چوتھی ٹرے میں سلاد، دہی اور چٹنیوں کی ایک ڈش تھی۔ میں نے حیرانی سے دیکھا۔ میں ہی کیا، آس پاس کی میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگ سر اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے تھے۔ دنبے کی بڑی سی ران کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر اس کا گوشت دانتوں سے نوچ نوچ کر کھا رہا تھا۔

سنگریلا نے مجھ سے کہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے میں رہتے ہوئے بہت عرصہ گزر گیا ہے۔ بچے یہاں محفوظ ہیں اور بڑی توجہ سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ لہٰذا وہ تفریح کے لئے ادارے سے باہر جانا چاہتی ہے۔

میں نے کہا۔ "بے شک ایک ہی جگہ محدود نہیں رہنا چاہیے۔ میں دو دن کے بعد قاہرہ پہنچوں گا۔ تم وہاں چلی آؤ۔"

اب سنگریلا کو دیکھ کر عقل کہہ رہی تھی کہ کسی دن یا کسی وقت ملاقات کے لیے اس سے جنگ ہو سکتی ہے۔ سونیا آئے گی تو وہ اس کی جان کا بھی دشمن بن سکتا ہے۔

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے اندر پہنچ کر مخاطب کیا۔ "سونیا! میری جان! تم فی الحال قاہرہ نہ آؤ تو بہتر ہوگا۔ تفریح کے لیے کسی دوسرے شہر چلی جاؤ۔"

اس نے پوچھا "بات کیا ہے؟ مجھے اپنے پاس آنے سے کیوں منع کر رہے ہو؟"

"یہ کم بخت سنگریلا یہاں پہنچا ہوا ہے۔ اس نے ابھی تک مجھے نہیں پہچانا ہے۔ میری ہی میز پر سامنے بیٹھا کھانے میں مصروف ہے۔"

"اور تم میرے اندر رہ کر دیکھ رہے ہو کہ میں بھی طیارے میں سفر کے دوران میں کھانے میں مصروف ہوں۔ یہ طیارہ مجھے قاہرہ پہنچانے والا ہے۔"

"یہ شیطان عجیب و غریب قسم کا فائٹر ہے۔ اپنے مقابل آنے والوں کے ہوش اڑا دیتا ہے۔"

"کیا ایسا کہہ کر تم سونیا کے ہوش اڑانے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"میری جان! تم نے بھی بڑے بڑے شہ زوروں کے ہوش اڑائے ہیں لیکن تم ایک عرصے سے ایکشن میں نہیں ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں صبح و شام ہیلتھ کلب میں باڈی بلڈنگ کے علاوہ یوگا کی مشقیں کرتی رہی ہوں اور اپنے ادارے کے نمبرون کہلانے والے فائٹروں سے لڑتی رہی ہوں۔"

"میں نہیں چاہتا کہ تم سنگریلا کے مقابلے پر آؤ۔"

"تم سنگریلا کو سمجھاؤ کہ وہ میرے مقابلے پر نہ آئے۔ ویسے تم میرے طریقۂ کار کو سمجھتے ہو، کوئی مقصد حاصل کرنا ہو یا کسی سے مقابلہ کرنا ہو تو میں شارٹ کٹ اختیار کرتی ہوں۔ وقت ضائع نہیں کرتی۔ چند منٹوں میں تخت یا تختہ کر دیتی ہوں۔"

"مگر سونیا! یہ ایسا خطرناک اور انوکھا فائٹر ہے کہ۔۔۔"

"کہ اس کے جیسا کوئی دوسرا فائٹر نہیں ہے۔ مقابلے سے پہلے ہر فائٹر خطرناک اور انوکھے اسٹائل والا کہلاتا ہے۔ فرہاد! ایک مشورہ دوں؟"

"خدا تمہارے مشوروں سے بچائے۔ فرہاد کیا فرماتی ہو۔"

"تم بوڑھے ہو گئے ہو۔ بچوں کے دادا بھی بن گئے ہو۔ اب مجھے نہیں، بچوں کو ذرا کر سلانے والی کہانیاں سنایا کرو۔"

"میں سمجھ گیا، تم ضرور آؤ گی۔"

"میرا ایک کام کرو گے؟"

"اس سے بڑا کام کیا ہوگا کہ تم تشریف لا رہی ہو۔ فرہاد کیا کروں؟"

"ٹائی سے کہو، میرے پاس آئے۔"

"ابھی اس سے کہتا ہوں۔ وہ کسی اہم معاملے میں مصروف

نہیں ہوگی تو ابھی تمہارے پاس آجائے گی۔"

میں نے ٹانی کے پاس آکر کہا "تمہاری مما تمہیں یاد کررہی ہیں۔ اگر معصوف نہیں ہو تو چلی جاؤ۔"

"ابھی جارہی ہوں پاپا!"

میں دائمی طور پر حاضر ہوگیا۔ میرے سامنے سنگریلا بیٹھا کھا رہا تھا۔ میں سونیا کے دماغ میں جاکر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس نے ٹانی کو کس مقصد کے لیے بلایا ہے۔ عین اس وقت سنگریلا نے مجھ سے کہا "تم نے کھانے کے لیے ایک ڈش منگائی۔ ایک چڑیا بھی تم سے زیادہ کھاتی ہوگی۔ کم آن میری ڈشوں سے لے کر کچھ کھاؤ۔"

میں نے کہا "معمولی بھوک تھی۔ جتنا کھالیا' وہی کافی ہے۔"

"کیا تم کسی ہوٹل میں ٹھہرے ہو؟"

"ہاں پردیس میں اور کہاں رہ سکتا ہوں۔"

"یہاں میرا ایک بنگلا ہے۔ میرے ساتھ رہو۔ ہم دونوں اکیلے ہیں پھر اکیلے نہیں رہیں گے۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "کیا تم اسی شہر میں رہتے ہو؟ یہاں تمہارا ذاتی بنگلا ہے؟"

"میں جس ملک کے جس شہر میں جاتا ہوں' وہاں میری رہائش کے لیے آرام دہ بنگلے کا انتظام کردیا جاتا ہے۔"

"یعنی تمہارے سیکریٹری اور دوسرے ملازم پہلے سے انتظار کرتے ہیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں ایک نیکر اور بنیان پہن کر گھومتا ہوں۔ مجھ جیسے آدمی کا سیکریٹری کون بنے گا؟ بھئی کسی کو قتل کرنے کے لیے جو مجھے کرائے پر حاصل کرتا ہے' وہی میرے رہنے سہنے اور کھانے پینے کے انتظامات ہر ملک کے ہر شہر میں کرتا ہے۔"

"اچھا تو تم یہاں کسی کو قتل کرنے آئے ہو؟"

"یہاں نہیں' اسے تو کہیں دوسرے ملک میں قتل کرنا تھا مگر وہ میرے ہاتھ آنے سے پہلے ہی بچ نکلا۔ وہ کم بخت ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے دوسرے کو آلۂ کار بنا کر مجھے زخمی کردیا تھا۔ میرے زخم بھرنے تک پتا چلا کہ اسے کسی نے ہلاک کردیا تھا۔ میں مایوس ہو کر یہاں آیا تو کل کے اخبار میں پڑھا کہ میرا شکار زندہ ہے۔ یہ میری پہلی اور آخری خواہش ہے کہ میں اس خطرناک اور چال باز کو اپنے ان خالی ہاتھوں سے ہلاک کروں۔ کل اس کی زندگی کا پیغام ملا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ خوشی کے مارے کل سے بھوک بڑھ گئی ہے۔ دیکھو کتنا کھا رہا ہوں۔"

"ابھی تم نے کہا ہے کہ تمہارا شکار خطرناک بھی ہے اور چالاک بھی لیکن مسٹر سنگریلا! ہوسکتا ہے' وہ شکار اب بھی چالاکی دکھا رہا ہو۔"

"میں اناڑی نہیں ہوں۔ اس کی چالاکیوں کو سمجھ سکتا ہوں۔"

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ تمہارے سامنے آنے سے پہلے تمہیں اپنے زندہ رہنے کی خبر سنا کر تمہیں خوشی کے مارے کھانے پر مائل کررہا ہو اور تم اپنی بھوک سے زیادہ اور بھی زیادہ کھاتے جارہے ہو۔"

وہ لقمہ چباتے چباتے رک کر سوچنے لگا پھر پریشان ہو کر بولا "وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے' یاور میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرسکتا ہوں لیکن وہ چال باز ہے۔ کسی چالاکی سے میرے اندر موجود ہے اور مجھے زیادہ سے زیادہ کھلا کر بلکہ کھانے میں زہر ملا کر مجھے ہلاک کرسکتا ہے۔"

اس نے فوراً ہی منہ کے لقمے کو بھی پلیٹ میں اگل دیا اور خلا میں گھورنے لگا جیسے اپنے دماغ میں کسی کی بات سن رہا ہو۔ پھر پوچھا "مسٹر سنگریلا! کیا بات ہے؟"

وہ بولا "میں جنے شکار کرنے والا ہوں اس کی وائس دماغ میں بول رہی ہے۔ تم ذرا خاموش رہو۔ مجھے مخاطب نہ کرو۔"

میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ کر پوچھ رہا تھا "تم فرہاد کی وائف سونیا نہیں ہوسکتیں۔ مجھے ہے کہ سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔"

دوسری طرف سے ٹانی نے کہا "میں نے کب کہا ہے سونیا ہوں۔ میں نے تو یہ کہا ہے کہ سونیا ایک فلائٹ کے ذریعے تمہیں تلاش کرکے سونیا کو بتایا ہے۔ اب وہ یہاں آرہی ہے۔"

"فرہاد کو آنا چاہیے تھا مگر سونیا آرہی ہے۔ کیا چوڑیاں پہن لی ہیں؟"

"نہیں تمہارا زائچہ (جنم کنڈلی) دیکھا گیا ہے۔ تمہارے میں لکھا ہے کہ تمہارے جیسا ناقابلِ شکست انوکھا عورت کے ہاتھوں مرے گا۔"

وہ ہنسنے لگا "اچھا تو میرا زائچہ شوہر سے پہلے بیوی کو مرنے کے لیے لارہا ہے۔" پھر گھڑی دیکھ کر بولا "ابھی ہیں۔ وہ تین گھنٹے بعد ائرپورٹ پہنچے گی۔ میں یہاں سے پہنچوں گا۔ تم بابا صاحب کے ادارے میں جاکر کہہ دو کے کفن دفن کا انتظام کرلیں۔"

"لیکن تم سونیا کو کیسے پہچانو گے؟ وہ اصلی چہرے نہیں ہوگی۔ وہ بڑی مکاری سے آنکھ مچولی کھیلتے کھیلتے پہنچائے گی۔"

"سنا ہے' وہ اس عمر میں بھی جوان' صحت مند اور ہے۔ اس طیارے میں ایسی دو چار عورتیں ہی ہوں گی۔"

"تمہیں پتا ہے کہ کل سے قاہرہ کے اسٹیڈیم میں ریسلنگ ہورہی ہے۔ وہاں مردوں کے علاوہ لیڈیز ریسلرز بھی آئی ہیں گی۔ اس لیے اس فلائٹ سے گیارہ جوان' صحت مند اور خوبصورت عورتیں ریسلنگ رنگ میں لڑنے کے لیے آرہی ہیں۔ کیا ان گیارہ عورتوں میں سے انہیں پہچان سکو گے؟"

"کوشش کروں گا۔ اب تم میرے دماغ سے جاؤ۔ مجھے سوچنے دو کہ اس مکار عورت کو کیسے پہچانوں گا۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ میرے سامنے بیٹھا سانس درست کرکے ٹانی کو دماغ سے نکالنے کے بعد گہری سانسیں لے رہا تھا۔ میں نے پوچھا "فرہاد کی وائف کیا کہہ رہی ہے؟"

"وہ سونیا نہیں ٹانی نام کی ایک عورت تھی۔ مجھے بتا رہی تھی کہ کل ریسلنگ کے مقابلے میں حصہ لینے کے لیے گیارہ جوان' صحت مند اور اسمارٹ عورتیں آرہی ہیں۔ میں ان میں سے سونیا کو پہچان سکوں گا۔"

میں نے کہا "ان گیارہ عورتوں میں چینی اور جاپانی عورتیں بھی ہوں گی۔ ان کے چہرے میک اپ کے باوجود دوسری عورتوں سے مختلف ہوں گے۔ تمہیں پوری گیارہ عورتوں کو پہچاننے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

وہ خوش ہو کر بولا "واقعی ان میں چینی اور جاپانی ریسلرز بھی ہوں گی۔ تم بڑی دانش مندی سے سوچتے ہو۔ کیا میرے ساتھ ائرپورٹ چلو گے' وہاں اس مکار عورت کو پہچاننے میں میری مدد کرسکو گے؟"

"تم مجھے اپنے ساتھ بنگلے میں رہنے کی دعوت دے چکے ہو' میرے ہوٹل کے اخراجات بچا رہے ہو۔ اب تم جہاں کہو گے' وہاں چلوں گا۔"

اس نے اپنے اور میرے کھانے کا بل ادا کیا پھر کاؤنٹر پر آکر فون پر کسی سے رابطہ کرکے تیز زبان میں کہنے لگا "گیارہ بجے آنے والی فرانس کی فلائٹ میں گیارہ لیڈیز ریسلرز آرہی ہیں۔ تم ہمارے گیارہ آدمیوں کو ہر لیڈی ریسلر کے پیچھے لگا دو۔ وہ ان کی رہائش گاہوں کا پتا چلا سکیں گے۔ تم اپنے چھ سات آدمیوں کے ساتھ ان لیڈی ریسلرز پر خاص نظر رکھو جو اپنے پہلوان یاروں کے ساتھ آئیں گی۔ ان میں سونیا بھی فرہاد کے ساتھ ریسلر کی حیثیت سے آسکتی ہے۔"

اس نے اپنے خاص ماتحت کو اچھی طرح ہدایات دے کر فون بند کیا۔ ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں اس کی ایک رینٹڈ کار تھی۔ اسے ڈرائیو کرنے کے لیے اس کا اپنا آدمی تھا۔ ہم دونوں پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ ایسے وقت ٹانی نے میرے دماغ میں آکر کہا۔ "آپ جب تک سنگریلا کے دماغ میں رہی' آپ بھی رہے ہوں گی۔ آپ نے تمام باتیں سنی ہوں گی؟"

"ہاں بیٹی! میں نے تمام باتیں سنی ہیں۔ ریسلنگ کی انتظامیہ نے لیڈی ریسلرز کی رہائش کے لیے خاص انتظامات کیے ہوں گے۔ تمہاری مما ریسلرز ٹیم میں نہیں ہیں۔ اگر وہ ائرپورٹ میں باقی ریسلرز خواتین سے الگ رہیں گی تو سنگریلا انہیں آسانی سے پہچان لے گا۔"

"میں نے فرانس کی ایک لیڈی ریسلر کے تمام اہم شناختی کاغذات لے کر مما کو دے دیے ہیں۔ اب میں فرانس کی اس لیڈی ریسلر پر تنویمی عمل کرنے جارہی ہوں۔ اس کے پروموٹر کو بھی اپنا تابع بناؤں گی۔ وقت کم ہے۔ میں ان کے دماغوں میں جارہی ہوں۔"

"تم اطمینان سے اپنا کام کرو۔ میں سنگریلا کے ساتھ ائرپورٹ پر موجود رہوں گا۔"

وہ چلی گئی۔ سنگریلا میرے ساتھ بیٹھا کھڑکی کے پار دیکھ رہا تھا اور کچھ سوچ رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "ہیلو سنگریلا! کیا میری آواز اور لہجے سے مجھے پہچان رہے ہو؟"

"میں تمہیں لاکھوں اور کروڑوں کی بھیڑ میں پہچان سکتا ہوں۔"

"ابھی ٹانی نے آکر مجھے بتایا ہے کہ میری وائف سونیا قاہرہ پہنچنے والی ہے اور تم اسے نقصان پہنچانا چاہتے ہو۔"

وہ بولا "نقصان کیا چیز ہوتی ہے؟ میں تو اس کا کام تمام کرنا چاہتا ہوں۔ بیوی سے محبت ہے تو اسے بچانے کے لیے آجاؤ۔"

میں نے اس کے پاس بیٹھے بیٹھے کہا "میں تم سے اتنی دور ہوں کہ کل تک ہی وہاں پہنچ سکوں گا۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ سونیا سے دور رہو' میرے ہاتھوں سے مرنے کے لیے زندہ رہو۔

ایک عورت کے ہاتھوں سے مرو گے تو جرائم کی دنیا کے تمام شہ زور تمہاری لاش پر تھوکیں گے۔"

"ایسی باتوں سے مجھے قائل کرنا چاہتے ہو کہ مجھے تمہاری وائف کے ہاتھوں مر کر ذلت نہیں اٹھانا چاہیے۔ بے شک سونیا بہت خطرناک ہے لیکن دنیا کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ میں سونیا سے زیادہ خطرناک ہوں۔ تم مرد ہو کر بھی چھپے رہے اور اپنی عورت کو میرے ہاتھوں مرنے کے لیے آگے بڑھا دیا۔"

"یہ دنیا دیکھ چکی ہے کہ تم میرے ہاتھوں مار کھا کر چالیس دنوں تک ہسپتال میں پڑے رہے۔ بہرحال تم اگر کل تک زندہ رہے تو میں وہاں تمہاری موت بن کر پہنچوں گا۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ دھوکا کھا رہا تھا۔ میرے شانہ بشانہ بیٹھا ہوا یہی سمجھ رہا تھا کہ میں دور کسی ملک سے بول رہا ہوں۔ اس نے مجھے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا قاہرہ شہر دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں اس شہر کو دیکھ رہا ہوں اور اخباروں میں شائع ہونے

والی اس خبر کے متعلق سوچ رہا ہوں کہ فرہاد کا بیٹا علی تیمور ایک بہت ہی پراسرار مجرم مسٹر اَن نون کو گولیاں مار کر اس کے دونوں بازوؤں کو زخمی کر چکا ہے۔ اس کا علاج کرنے کے بعد وہ اسے ایک چھوٹے سے جزیرے میں زندہ چھوڑ دے گا۔ اس جزیرے پر اَن نون کے ساتھ اس کے بیش قیمت ہیرے جواہرات بھی ہوں گے۔ جرائم کی دنیا کا کوئی بھی مجرم وہاں جا کر اسے قید سے رہائی دلا سکتا ہے اور تمام ہیرے جواہرات لے سکتا ہے۔"

شنگریلا نے کہا "معلوم ہوتا ہے تم اَن ہیرے جواہرات کے لیے للچا رہے ہو اسی لیے اس اخباری خبر کے بارے میں سوچ رہے ہو۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "سوچنے سے کیا ہوتا ہے؟ اَن نون اور ہیرے جواہرات کو جس کانچ میں رکھا جائے گا' جزیرے کے ساحل سے وہاں تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ قدم قدم پر بارودی سرنگیں بچھی ہوئی ہیں۔ اگر اس بارودی پوشیدہ آلے پر ایک قدم بھی پڑے گا تو وہاں جانے والا ایک دھماکے سے قیمہ قیمہ ہو جائے گا۔"

وہ بولا "مجھے ایسا چیلنج اچھا لگتا ہے۔ میں بارودی سرنگوں سے بچتا ہوا مسٹر اَن نون سمیت قیمتی ہیرے جواہرات لا سکتا ہوں لیکن پہلے سونیا اور فرہاد سے نمٹنا ہوگا۔ ان کا کام تمام ہونے کے بعد میں اس جزیرے میں جاؤں گا۔"

میں نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "تم جزیرے کے ساحل سے کئی سو گز دور کانچ میں کیسے پہنچو گے؟"

"میں سرکس کے کرتب جانتا ہوں۔ ساحل کے کسی درخت سے رسا باندھ کر اس کا دوسرا سرا راکٹ شوٹر کے ذریعے اس کانچ تک پہنچا سکتا ہوں پھر اس رسے سے کانچ میں پہنچ کر اَن نون کو ہلاک کر کے تمام ہیرے جواہرات وہاں سے لا سکتا ہوں۔"

"تعجب ہے۔ جب تم اتنے باکمال ہو تو تمہیں پہلے اس جزیرے میں جا کر لاکھوں ڈالرز کے ہیرے جواہرات حاصل کرنا چاہئیں۔ تم وہاں سے واپس آ کر بھی فرہاد اور سونیا کو ہلاک کر سکتے ہو۔"

"ابھی سونیا میرے مقابلے پر آ رہی ہے۔ میں تمہاری طرح بزدل نہیں ہوں کہ مقابلہ چھوڑ کر ہیرے جواہرات حاصل کرنے چلا جاؤں۔"

"میں مانتا ہوں تم باکمال ہو اور میری طرح بزدل نہیں ہو مگر تمہیں دولت مند بننے کی ہوس ہے۔ ہزاروں لاکھوں ڈالرز لے کر کسی بھی بے گناہ کو قتل کر دیتے ہو۔"

"ہاں مجھے مشکلات اور خطرات سے کھیلنے میں مزہ آتا ہے۔ اس کے بعد جو دولت ملتی ہے' اس دولت مندی کا نشہ ہی کچھ اور ہے۔"

"کسی کو قتل کرنے سے زیادہ خطرات اور مشکلات اس جزیرے میں ہیں۔ اس کانچ سے ہیرے جواہرات لا کر فرہاد کے بیٹے علی تیمور اور فرہاد کی تمام فیملی پر یہ ثابت کر سکو گے کہ تم نا قابل کو ممکن بنا سکتے ہو۔ میری عقل کہتی ہے کہ ایسا کارنامہ دکھا ہیرے جواہرات حاصل کر سکتے ہو اور فرہاد پر دہشت بھی طا کر سکتے ہو۔ تم ٹھہر ٹھہر کر فرہاد تک موت بن کر پہنچو گے تو اس راتوں کی نیندیں اڑ جائیں گی۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو' اپنے شکار کو دن رات دہشت میں مبتلا کر کے مارنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ اَن نون کو جس جزیرے پر رکھا جائے گا' اس جزیرے کا نام اور اس کی تفصیلات کل اخبارات میں شائع ہوں گی۔ انہیں پڑھنے کے بعد ادھر جاؤں گا ابھی سونیا آ رہی ہے۔ آج اس کا کام تمام کرنے کے بعد یہاں سے جاؤں گا تو فرہاد مجھے تلاش کرتا رہے گا اور اس دہشت میں اندیشے میں رہے گا کہ میں کسی وقت بھی اس کی موت بن کر آ ہوں۔"

ہم ائرپورٹ پہنچ گئے۔ اس کے ساتھ رہنے اور باتیں کر کے دوران میں' میں سونیا کے دماغ میں جا کر یہ معلوم نہ کر سکا یہاں پہنچ کر شنگریلا سے کس طرح نمٹنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ میں کے ساتھ رہ کر خیال خوانی کرتا' سونیا یا ثانی سے رابطہ کرتا تو پر شبہ کر سکتا تھا۔ ویسے یہ اطمینان تھا کہ میں شنگریلا کے ہوں۔ بات بگڑے گی تو سونیا کی مدد کر سکوں گا۔

ائرپورٹ پر کافی بھیڑ تھی۔ ریسلنگ سے شوق رکھنے والے اپنے پسندیدہ مرد اور لیڈیز ریسلرز کو دیکھنے کے لیے کافی تعداد آئے تھے۔ ریسلنگ کی انتظامیہ کے ممبران اور عہدے دار بھی آئے ہوئے تھے۔ شنگریلا اپنے چند خاص ماتحتوں سے ملاقات کر کے انہیں تاکید کر رہا تھا کہ وہ جہاز سے اترنے والی تمام خواتین کو توجہ سے دیکھیں۔ سونیا کسی عمر رسیدہ عورت کے بھیس میں آ سکتی ہے۔

اس کے دو ماتحت عمارت کی دوسری منزل پر تھے۔ دور آنکھوں سے لگائے' اس جہاز کی سمت دیکھ رہے تھے جس سیڑھیوں سے مسافر اتر رہے تھے۔ ان میں جوان اور صحت عورتوں کی تعداد زیادہ تھی۔ ایک دوربین والے نے کہا "وہ بدل کر آ رہی ہے لیکن میں ایک جوان عورت کو دیکھ رہا ہوں شاید سونیا کو پہچان رہا ہوں۔"

دوسرے نے کہا "تمہیں جس پر شبہ ہوگا' تم اس کے قریب میں رہو گے۔ مجھے جس پر شبہ ہوگا' میں اس کا۔۔۔"

بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس کے حلق سے کراہ نکلی دوسرا تو کراہ بھی نہ سکا۔ دونوں کی کنپٹیوں میں کسی بے آواز سے چلائی گئی گولیاں پیوست ہو چکی تھیں۔ دونوں کے ہاتھوں دوربینیں چھوٹ کر گرنوں سے لٹک گئیں۔ وہ دونوں آگے طرف رینگ پر آدھے سے زیادہ جھکے پھر اس بلندی سے ہوئے نیچے زمین پر آ کر چاروں شانے چت ہو گئے۔

ان کے اس طرح گرنے سے وہاں کھڑی ہوئی کئی خواتین چیخ پڑے۔ نیچے سیکیورٹی والوں نے ان لاشوں کو دیکھا۔ عمارت کے نچلے حصے میں لوگوں کی چیخ پکار سے ہنگامہ مچ گیا۔ وہاں اتنی بھیڑ تھی کہ کسی کو لاشوں کے بارے میں فوری طور پر کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ سب ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔ لگیج ہال کی طرف والے افراد گیٹ کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ سونیا دوسرے مسافروں کے ساتھ اسی گیٹ سے باہر آنے والی تھی۔ وہ چھ افراد شنگریلا سے وہاں ملاقات کر چکے تھے اس لیے بابا صاحب کے ادارے کے سراغ رسانوں کی نقلوں میں آ چکے تھے۔

ان سراغ رسانوں کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے اسپرے کین تھے۔ ان میں پیٹرول بھرا ہوا تھا۔ وہ لوگوں کی بھیڑ میں ان چھ آزاد کے لباسوں پر تھوڑا تھوڑا پیٹرول اسپرے کرتے ہوئے گزر گئے۔ ان افراد نے اپنے لباس کے کچھ حصوں کو بھیگا ہوا سا محسوس کیا۔ پیٹرول کی بُو محسوس کی لیکن اس سے پہلے کہ وہ پوری طرح سمجھتے اور سنبھلتے' یک بارگی ان کے لباسوں میں آگ لگ گئی۔ سراغ رساں ذرا دور سے جلتی ہوئی تیلیاں ان پر پھینک کر وہاں سے جا رہے تھے۔ چھ افراد کے لباسوں سے آگ بھڑکنے لگی تو وہاں قیامت کا شور بلند ہوا۔ وہ اپنے اپنے لباس کی آگ سے بچنے کے لیے انہیں اتارنے اور وہاں سے بھاگنے لگے تو دوسرے تمام لوگ آگ سے محفوظ رہنے کے لیے چیختے ہوئے اور اپنوں کو پکارتے ہوئے عمارت کے باہر بھاگنے لگے۔ ائرپورٹ سیکیورٹی کا عملہ اتنا تعداد میں اتنا نہیں تھا کہ ہزاروں بھاگنے دوڑنے والوں کو کنٹرول کر سکتا۔

میں شنگریلا کے ساتھ دوڑتا ہوا دور ایک دیوار کے پاس آیا۔ انسان بن کر اس سے پوچھا "کیا اس ملک میں بھی دہشت گردی ہوتی ہے؟"

وہ بولا "تم نہیں سمجھ رہے ہو۔ سونیا اور فرہاد سے تعلق رکھنے والے افراد میرے خاص آدمیوں پر حملے کر رہے ہیں۔"

"وہ تمہارے خاص آدمیوں کو کیسے پہچانتے ہیں؟"

"ذرا عقل سے سوچو۔ تھوڑی دیر پہلے میں انہیں ہدایات دے رہا تھا۔ دشمن میری جسامت اور حلیے سے مجھے پہچانتے ہوں گے۔ قاہرہ میں بھی یہ مشہور ہو چکا ہے کہ تبت کا ایک لانبے قد کا شخص جھاڑو کے تنکے کی طرح دبلا پتلا سا ہے۔"

میں نے کہا "جب دشمن تمہارے ذریعے تمہارے آدمیوں کو نشان کر کے حملے کر رہے ہیں تو تم پر بھی کہیں سے گولی چلا سکتے ہیں۔"

"وہ مجھے ہلاک کرنا چاہتے تو پہلے مجھ پر ہی گولیاں چلاتے۔"

"یہ ان کا طریقۂ کار ہوگا کہ پہلے پوری طرح افراتفری پیدا کی جائے پھر اس بھگدڑ میں تم پر گولی چلا دی جائے۔ ان بھاگنے والوں میں کوئی گولی چلانے والا نظر نہیں آئے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی شنگریلا کے قریب پیچھے دیوار پر ہلکی سی

محی الدین نواب کے قلم سے ایک
دل گداز داستان

قیمت: ۱۲۵ روپے

ان لوگوں کی کہانی جو کم سے کم وقت میں بہت کچھ حاصل کرنے کے لئے شارٹ کٹ اختیار کرتے ہیں۔

ایک ایسا ناول جسے آپ شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

اپنے ہاکر یا قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں

براہِ راست منگوانے کا پتہ:

ناشر: علی میاں پبلی کیشنز
۲۰۔ عزیز مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔
فون:۔ ۷۲۴۷۴۱۴

اسٹاکسٹ: علی بکسٹال
نسبت روڈ چوک میو ہسپتال، لاہور۔
فون:۔ ۷۲۲۳۸۵۳

آواز سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ دیوار میں اس جگہ سوراخ ہوگیا تھا۔ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولا "یہاں سے نکل چلو۔ دشمن اس بھگدڑ سے فائدہ اٹھا کر تم پر حملے کرتے رہیں گے۔ اگر ایک بھی گولی لگے گی تو فرہاد کو ہلاک کرنے کی حسرت تمہارے دل میں ہی رہ جائے گی۔"

وہ میرے ساتھ دوڑتے ہوئے سونیا کے بارے میں بولا "وہ کتیا بہت مکار ہے۔ اس نے مجھے اور میرے آدمیوں کو یہ موقع نہیں دیا کہ ہم اسے ائرپورٹ پر پہچان سکیں۔ اس سے پہلے ہی ہمیں یہاں سے بھاگنے پر مجبور کررہی ہے۔"

ہم دونوں بھیڑ میں دھکے کھاتے ہوئے ائرپورٹ کی عمارت کے باہر آئے تاکہ پارکنگ ایریا سے اپنی رینٹڈ کار میں بیٹھ جائیں۔ عمارت کے باہر اور زیادہ بھیڑ تھی۔ ایک تو لوگ بھاگنے کے دوران میں ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے پھر پارکنگ ایریا سے نکلنے والی گاڑیاں ایک دوسرے کے آگے پیچھے' دائیں بائیں اس طرح پھنسی ہوئی تھیں کہ پیدل بھاگنے والوں کے علاوہ ان گاڑیوں کو بھی آگے بڑھنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔

میں نے کہا "فی الحال ہم اپنی کار نہیں نکال سکیں گے۔ اسے یہیں چھوڑ کر آگے سڑک پر چلو۔ اپنی حفاظت کے لیے کسی ٹیکسی میں جانا مناسب ہوگا۔"

اس نے پارکنگ ایریا سے دور جاتے ہوئے ایک اونچی جگہ سے اپنی رینٹڈ کار کو دیکھا۔ اسی وقت اس کار میں جیسے بم کا دھماکا ہوا۔ اس کے چیتھڑے اڑنے لگے۔ آس پاس کی گاڑیوں میں آگ لگتی گئی۔ آگ کا گولہ ایسی تباہ کاری سے پھیل رہا تھا کہ دوسری گاڑیاں بھی یکے بعد دیگرے دھماکے پیدا کرتی ہوئی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضا کی بلندیوں کی طرف جارہی تھیں۔ میں نے شنگریلا سے کہا۔ "ایک ملک کا سربراہ یا بادشاہ دوسرے ملک میں جاتا ہے تو ان کے استقبال کے لیے اکیس توپوں کی سلامی دی جاتی ہے۔ یہ سونیا پتا نہیں' کتنے دھماکوں کی سلامی لیتی ہوئی معرکی زمین پر قدم رکھ رہی ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "میرے سامنے اس کا نام نہ لو۔ اس نے یہاں آتے ہی پتا نہیں میرے کتنے ہی لاجواب فائٹروں کو ہلاک کیا ہے؟ میری کار تباہ کرنے کے لیے بے شمار گاڑیوں کو تباہ کررہی ہے۔ بے شک وہ بڑی کامیابی سے دہشت زدہ کررہی ہے۔ مجھ پر اپنی دھاک بٹھا رہی ہے لیکن وہ مجھے نہیں جانتی ہے۔ میں اسے تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔"

ہم وہاں سے دوڑتے ہوئے فٹ پاتھ پر لوگوں سے ٹکراتے ہوئے دور تک گئے پھر ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔ ہم پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ شنگریلا نے ڈرائیور سے کہا "ریسلنگ اسٹیڈیم کے دفتر لے چلو۔"

وہ راستے بھر غصے میں سونیا کی مکاری اور دہشت گردی کو کوستا رہا۔ مجھے اس کی ہاں میں ہاں ملانے کے لیے دماغی طور پر حاضر رہنا تھا اسی لیے سونیا کے دماغ میں جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ حالانکہ وہ بھی میرے دماغ میں نہیں آرہی تھی۔ وہ یقیناً سونیا کی ہدایات پر عمل کرنے میں مسلسل مصروف ہوگی۔

ائرپورٹ کے قریبی راستوں پر پولیس اور فوج کی کئی گاڑیاں آگئی تھیں۔ وہ ان راستوں کی ناکا بندی کرکے ائرپورٹ سے آنے والے پیدل افراد کو' پرائیویٹ گاڑیوں اور ٹیکسیوں کو چیک کررہے تھے۔ ہماری ٹیکسی کو بھی روکا گیا۔ ہم نے اپنے پاسپورٹ اور ضروری متعلقہ کاغذات دکھائے۔ ہم سے پوچھا گیا' قاہرہ کیوں آئے ہو؟ میں نے جواب دیا "سیاحت اور تفریح کی غرض سے آیا ہوں اور میرا قیام ہوٹل الریاض میں ہے۔"

شنگریلا نے جواب دیا "میں امریکی سفیر کا مہمان ہوں۔ تحریر اسکوائر میں میرے لیے ایک بنگلا مخصوص کیا گیا ہے۔ سفارت خانے میں فون کرکے میری باتوں کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔"

ہمیں آگے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ میں نے انجان بن کر حیرانی سے پوچھا "تم امریکی سفیر کے مہمان ہو اور نیکر بنیان پہن کر گھومتے ہو۔ وہ چیک کرنے والے فوجی تمہیں عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ کیا تم ہمیشہ نیکر بنیان پہنتے ہو؟"

"ہاں کم سے کم کپڑوں میں گزارہ ہوجاتا ہے پھر زیادہ کپڑے پہننے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"یہاں رات کو دریائے نیل سے سرد ہوائیں چلتی ہیں۔ کیا تمہیں سردی نہیں لگتی؟"

"تبت میں ہر طرف برف ہی برف ہوتی ہے۔ وہاں کے چھوٹے بڑے مکانات بھی برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔ میں وہیں پیدا ہوا اور وہیں آدھی جوانی گزاری ہے۔ مجھ جیسے برفانی علاقے میں رہنے والے کو یہاں کیا خاک سردی لگے گی۔"

ہم دو گھنٹے بعد اسٹیڈیم کے ریسلنگ والے دفتر کے سامنے پہنچے۔ ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر رخصت کیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا "تمہارے پاس موبائل فون ہے؟"

میں نے اسے فون دیا۔ اس نے امریکن سفیر سے رابطہ کرنے کے بعد کہا "میں شنگریلا بول رہا ہوں۔ کیا تمہیں ائرپورٹ پر تخریب کاری اور دہشت گردی کی خبر ملی ہے؟"

"ہاں ابھی پندرہ منٹ پہلے ہمارے ایک آدمی نے اطلاع دی ہے۔ انتظامیہ اب تک یہ معلوم نہ کرسکی کہ ایسی تخریب کاری کن لوگوں نے کی ہے؟"

"یہ سب کچھ فرہاد کی وائف سونیا کررہی ہے تاکہ میں اور میرے آدمی اسے ائرپورٹ پر نہ پہچان سکیں۔ اس سے پہلے کہ میں فرہاد تک پہنچوں' وہ مجھے ہلاک کرنے یہاں آئی ہے۔ ائرپورٹ پر مجھ پر حملہ کیا گیا ہے۔ میرے کئی آدمی مارے گئے ہیں۔ ہم کے ذریعے میری رینٹڈ کار کے پرخچے اڑا دیے ہیں۔"

"او گاڈ! مجھے وہاں کی تباہی کے بارے میں اطلاع دینے والے نے کہا ہے کہ ایسا لگتا ہے جیسے کسی دشمن ملک کے بمبار طیاروں نے ائرپورٹ پر بمباری کی ہے۔ پلیز شنگریلا! بہت ہوشیار رہو۔ وہ عورت بہت مکار ہے۔ تم ایک ناقابل شکست فائٹر اور سفاک قاتل کی حیثیت سے اس سے مقابلہ کرنے کے لیے اسے ڈھونڈتے رہو گے اور وہ تمہیں اسی طرح دوڑاتے دوڑاتے ہلاک کرے گی جیسا کہ ابھی ائرپورٹ سے تمہیں بھاگنے پر مجبور کیا ہے۔"

وہ غصے سے بولا "وہ عورت ایک بار کامیاب ہوئی ہے تو تم مجھے اس سے کم تر سمجھ رہے ہو۔ میں چوبیس گھنٹے کے اندر اسے ڈھونڈ کر اس کی لاش کے ٹکڑوں کی تصویریں اتار کر تمہارے پاس بھیجوں گا۔"

"ہم نے تمہیں لاکھوں ڈالرز دیے ہیں۔ اب دعائیں بھی دے رہے ہیں کہ جیسا کہہ رہے ہو' ویسا کرسکو۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ریسلنگ کے دفتر کے سامنے کئی بڑی بڑی کاریں آکر رک رہی تھیں۔ ان میں کئی موٹے پہلوان اور لیڈیز ریسلر کو دیکھ کر شنگریلا نے فون بند کرکے مجھے دیا۔ وہ گاڑیوں سے اترنے والی جوان اور صحت مند پہلوان عورتوں کو توجہ سے دیکھتے ہوئے مجھ سے کہنے لگا "تم بھی پہچاننے کی کوشش کرو' وہ رازقد کی بڑی اسمارٹ عورت ہوگی۔ اس کے چلنے کا انداز شاہانہ ہوگا۔ بظاہر بے پروا سی دکھائی دے گی مگر اپنے اطراف کے لوگوں سے باخبر رہ کر چلتی ہے۔ وہ دیکھو' وہ ایک عورت سیاہ لباس میں ہے۔ مجھے اس پر شبہ ہورہا ہے۔ وہ دوسری جینز اور بنیان پہنے ہوئے ہے۔ کیسے غرور سے سینہ تان کر چل رہی ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران میں ٹائی نے آکر کہا "پاپا! میں مما کے ساتھ بہت مصروف ہوں۔ صرف اتنا کہنے آئی ہوں کہ وہ ائرپورٹ کے ہنگاموں سے فائدہ اٹھا کر ہوٹل ستام الولید کے کمرا نمبر چار سو چار میں بالکل محفوظ ہیں۔ آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟"

"کچھ زیادہ نہیں کہہ سکوں گا۔ یہ خبیث میرے ساتھ ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ مجھ پر شبہ کرے۔ بہرحال تم نے اور سونیا نے شنگریلا کو تو کیا پورے شہر کو دہلا دیا ہے۔ شنگریلا نے قسم کھائی ہے کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر تمہاری مما کو ڈھونڈ کر ہلاک کردے گا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ آج رات نہیں سوئے گا۔ مما کی تلاش میں بھٹکے گا۔"

"میں چاہوں گا کہ تم دونوں اسے بھٹکاتے بھٹکاتے نیم مردہ کردو۔"

میں آگے نہ بول سکا۔ شنگریلا مجھے کہنی مار کر کہہ رہا تھا "وہ دیکھو' وہ جو اورنج کلر کے بلاؤز اور بلیک اسکرٹ میں ہے' سب سے لمبا وہ رازقد ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں' وہی سونیا ہوگی۔"

میں نے کہا "تم اب تک تین عورتوں پر شبہ کرچکے ہو۔ اب تصدیق کیسے کرو گے؟"

"آؤ ہم اس دفتر میں جائیں گے۔"

وہ آگے بڑھتا ہوا اس دفتر میں آیا۔ میں اس کے ساتھ تھا۔ وہاں انتظامیہ کے عہدے دار مختلف صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بڑی میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر ان کا باس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا نام تھامس جیرالڈ تھا۔ وہ مختلف ممالک میں ریسلنگ کے مقابلے کراتا تھا۔ ان پہلوانوں پر ہار جیت کی بازی لگاتا تھا۔ گویا کہ پہلوانوں کے ذریعے سٹہ کھیلتا تھا۔ اس کے چند خاص ایجنٹ ہزاروں لاکھوں ڈالرز مختلف پہلوانوں پر لگا کر کہتے تھے کہ فلاں پہلوان جیتنے والا ہے۔ امیر و کبیر لوگ بھی اپنے یقین اور خواہش کے مطابق مختلف پہلوانوں پر بڑی بڑی رقمیں لگاتے تھے۔ کشتی شروع ہونے سے پہلے جس پہلوان پر زیادہ رقم لگائی جاتی تھی اس زبردست پہلوان کو ان کا باس تھامس جیرالڈ خفیہ طور سے کہلوا دیتا کہ وہ زبردست انداز میں اپنے مقابل پہلوان سے لڑتے لڑتے ہار جائے۔ اس ہارنے والے پر زیادہ رقم لگائی جاچکی ہوتی تھی۔ اس طرح لاکھوں ڈالرز لگانے والے بھی اپنی اپنی رقم ہار جاتے تھے۔

ایسی سٹے بازی کے باعث وہ اتنی دولت کما رہا تھا کہ اب دنیا کے امیر ترین لوگوں میں اس کا شمار ہونے لگا تھا۔ امریکا کے بے شمار پہلوان اس کے وفادار تھے۔ یہ پہلوان اس کے حکم کے مطابق جان بوجھ کر ہار جانے کے باوجود اس سے لاکھوں ڈالرز انعام کے طور پر حاصل کرتے تھے۔ بڑے بڑے مجرم بھی جیرالڈ کے تابع تھے کیونکہ وہ اپنی دولت کے بل پر عدالتوں کے فیصلے بدل کر انہیں سزائے موت سے بچاتا تھا۔

میں شنگریلا کے ساتھ اس آفس میں داخل ہوا تو وہ سب ائرپورٹ پر ہونے والی تخریب کاری پر باتیں کررہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر چپ ہوگئے۔ تھامس جیرالڈ نے مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کس کی اجازت سے اندر آئے ہو؟ کیا مسلح گارڈز نے تمہیں نہیں روکا؟"

شنگریلا نے کہا "روکا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر دور پھینک دیا۔ وہ ایک لوہے کی ریلنگ پر ایسے گرا کہ ہمیں روکنے کے لیے دوبارہ نہ اٹھ سکا۔"

سب نے مسکرا کر ہڈیوں کے ڈھانچے کو دیکھا۔ جیرالڈ نے طنزیہ انداز میں پوچھا "اچھا۔ تم نے دو من وزنی گارڈ کو اٹھا کر پھینک دیا؟"

"ہاں۔ وہ باہر پڑا ہے۔ میں یہاں ایک پہلوان کی حیثیت سے اپنا نام درج کرانے آیا ہوں۔"

یہ بات سنتے ہی سب کے سب قہقہے لگانے لگے۔ ایک عہدے دار نے کہا "ہائے مسٹر مچھر پہلوان! کس سے لڑو گے؟"

"اپنے جس پہلوان سے چاہو مجھے ٹکرا کر آزما لو۔"

ایک عہدے دار نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "پاگل کے بچے! ہم سب عہدے دار سابقہ پہلوان رہ چکے ہیں۔ اب ہم نے

ریسلنگ چھوڑ دی ہے اس کے باوجود ایک مچھر سے لڑنا میری توہین ہے۔ یہ بتاؤ تم جاتے ہو یا میں تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دوں۔"

پھر اس نے مجھ سے پوچھا "اور تم؟ تم تو نارمل دکھائی دیتے ہو۔ اس پاگل کے ساتھ کیوں آئے ہو؟"

میں نے پیچھے ہٹ کر کہا "میں لڑائی جھگڑے والا آدمی نہیں ہوں مگر ابھی آفس کے باہر اس کی طاقت کا مظاہرہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے واقعی تمہارے گارڈ کو اٹھا کر دور پھینک دیا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ یہاں پہلوانوں سے کشتی لڑنے آیا ہے۔ میں دیکھنے آیا ہوں کہ واقعی یہ تمہارے کسی پہلوان سے لڑ سکے گا یا نہیں؟"

اس عہدے دار نے ہنستے ہوئے سنگرلا کی گردن ایک مٹھی میں جکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ سنگرلا نے اس کی کلائی پکڑلی اور کہا "مجھ سے لڑنے میں اپنی توہین.... سمجھتے ہو تو نہ لڑو۔ صرف اپنی کلائی چھڑالو۔"

اس نے محسوس کیا جیسے لوہے کی ہتھکڑی نے اس کی کلائی جکڑلی ہے۔ اس نے کلائی کو اس کی گرفت سے نکالنے کے لیے پہلے معمولی سا زور لگایا پھر پوری قوت آزمانے لگا۔ اس کی مضبوط گرفت کے باعث کلائی میں درد ہونے لگا تھا۔ وہ دوسرے ہاتھ سے سنگرلا کی انگلیوں کو پکڑنے اور گرفت کو ڈھیلی کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ سب ہی حیرانی سے دیکھ رہے تھے وہ سابقہ پہلوان دوسرے ہاتھ کی قوت سے بھی اپنی کلائی چھڑانے میں ناکام ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے جتنے پہلوان ائرپورٹ سے آئے تھے' وہ سب آفس کے عقبی حصے کے بڑے ہال میں بیٹھے بیئر و فیبو پی رہے تھے۔ ان میں سے دراز قد والی لیڈی ریسلر' جیرالڈ سے کچھ ضروری باتیں کرنے کے لیے دفتر میں آئی۔ جیرالڈ نے اسے دیکھ کر کہا "مس ولڈ کیٹ یہ تماشا دیکھو ہمارا سابقہ ریسلر اس مچھر پہلوان سے اپنی کلائی نہیں چھڑا پا رہا ہے۔ تم اس بے چارے کو اس مچھر سے نجات دلاؤ۔"

وہ سنگرلا کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "تعجب ہے۔ یہ تو ہڈیوں کا ڈھانچا ہے اور مسٹر جان وڈ دونوں ہاتھوں کی طاقت سے بھی اپنی کلائی چھڑا نہیں پا رہے ہیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے سنگرلا کی کلائی پر کراٹے کا ایک ہاتھ مارا۔ ولڈ کیٹ کی کمزور ہتھیلی کی مار سے لکڑی کے تختے اور اینٹیں ٹوٹ جایا کرتی تھیں۔ اس سے مقابلہ کرنے والے ایسی مار کھا کر چکرا جاتے تھے لیکن کراٹے کا ہاتھ مارتے ہی ولڈ کیٹ کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ ایسا ہی لگا جیسے اس نے سنگرلا کی کلائی پر نہیں لوہے کی سلاخ پر کمزور ہتھیلی ماری ہو۔ اس جگہ کی ہڈیاں اتنی شدت سے دکھنے لگی تھیں جیسے وہ ہڈی ٹوٹ گئی ہو یا چٹخ گئی ہو۔

وہ چند سیکنڈ تک تکلیف برداشت کرتی رہی پھر اس نے گھوم کر سنگرلا کے سر پر لگ ماری۔ وہ فوراً بیٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی لگ سابقہ پہلوان جان وڈ کے منہ پر لگی۔ وہ کراہتا ہوا کرسی پر گر پڑا۔ ولڈ کیٹ نے غصے اور پریشانی سے سوچا۔ ہم اسے مچھر سمجھ رہے ہیں اور یہ بیک وقت دو ریسلرز سے مقابلہ کر رہا ہے اور ہمارے حملوں سے بچ رہا ہے۔ کم بخت کی ہڈیاں اسٹیل راڈ کی طرح ہیں۔"

اس نے گھورتے ہوئے اچانک اچھل کر اس کے سینے پر لات مارنے کی کوشش کی۔ وہ اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کی لات سامنے دیوار پر لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرتی' سنگرلا نے اس کی پشت پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ چیخ مار کر نیچے گر کر تڑپنے لگی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس مچھر نے ٹھوکر نہیں بلکہ ریڑھ کی ہڈی پر ہتھوڑا مارا ہو۔

اس کی چیخیں سن کر ہال میں بیٹھے ہوئے کئی پہلوان تیزی سے چلتے ہوئے دفتر میں آئے۔ دو پہلوان دوڑتے ہوئے ولڈ کیٹ کے پاس آکر اسے فرش سے اٹھانے لگے۔ وہ بری طرح چیخیں مارنے لگی۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی شاید ٹوٹ گئی تھی یا چٹخ گئی تھی۔

پہلوانوں کو مقابلے کے دوران میں اکثر زبردست چوٹیں لگتی ہیں اس لیے وہاں اسٹریچر اور فرسٹ ایڈ کا سامان رہتا ہے۔ انتظامیہ میں ایک ڈاکٹر بھی تھا۔ اس نے ولڈ کیٹ کا معائنہ کیا۔ ریڑھ کی ہڈی کو ہاتھ لگاتے ہی وہ چیخنے لگی تھی۔ ڈاکٹر نے کہا "اس کی بیک بون کا ایکسرے کرانا ہوگا۔ اسے فوراً اسپتال پہنچانا چاہیے۔"

دو پہلوان اور وہاں کے چار ملازم اسے اسٹریچر پر ڈال کر ایک گاڑی میں لے گئے۔ ایک ریسلر نے پوچھا "ولڈ کیٹ کو چوٹ کیسے لگی؟"

جیرالڈ نے ریوالونگ چیئر پر گھومتے ہوئے سنگرلا کی طرف اشارہ کیا پھر کہا "ہڈیوں کے اس ڈھانچے نے مسٹر جان وڈ اور ولڈ کیٹ دونوں سے بیک وقت مقابلہ کیا۔ ایک کو بے بس اور مجبور سا کر یہاں بٹھا دیا اور دوسری کو اسپتال کا راستہ دکھا دیا ہے۔ کیا اسے دیکھ کر یقین کر سکتے ہو کہ یہ اتنا طاقت ور اور باکمال فائٹر ہے۔"

سب اسے حیرانی اور بے یقینی سے دیکھنے لگے۔ ایک ریسلر نے کہا "مسٹر جیرالڈ! تم ہمارے باس ہو اور ہم تمام ریسلرز تمہارے وفادار ہیں پھر تم نے ایک باہر کے آدمی سے اپنی ایک لیڈی ریسلر کو کیوں لڑایا۔ کل سے یہاں اہم مقابلے شروع ہو رہے ہیں اور تم نے مقابلے سے پہلے اپنی ایک لیڈی ریسلر کو ناکارہ بنا دیا ہے۔"

جیرالڈ نے کہا "تم سب جانتے ہو' یہ میرا بزنس ہے اور میں نہایت طاقت ور' ناقابلِ شکست فائٹروں کی تلاش میں رہتا ہوں۔ آج میرے سامنے ایک ایسا زبردست فائٹر ہے جو باڈی بلڈر کے بجائے ہڈیوں کا ڈھانچا دکھائی دیتا ہے۔ اگر میں اس پر ایک لاکھ ڈالر کی شرط لگاؤں تو دوسرے سٹہ کھیلنے والے اسے کچھ سمجھ کر نہیں لگے اور وہ سب اس کے مقابلے پر آنے والے پہلوان پر لاکھوں ڈالرز کی بولی دیں گے۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ کل میں اسے ریسلنگ رنگ میں پیش کر کے صرف چند گھنٹوں میں کروڑوں ڈالر کما لوں گا۔"

پھر اس نے سنگرلا سے پوچھا "کیوں مسٹر! تمہارا نام کیا ہے؟ میں تمہیں آفر دیتا ہوں۔ میری طرف سے ریسلنگ رنگ میں آؤ۔ مجھ سے معاہدہ کرو۔ تم جب بھی رنگ میں مقابلے کے لیے اتروگے' میں تمہیں پانچ لاکھ ڈالر ادا کیا کروں گا۔"

سنگرلا نے کہا "میں دولت حاصل کرنے کے لیے کسی کو بھی قتل کر دیتا ہوں۔ میرا پیشہ یہی ہے۔ میں پانچ لاکھ کی خاطر ریسلنگ کے لیے تم سے معاہدہ کر سکتا ہوں لیکن ابھی میں ایک دشمن عورت کی تلاش میں آیا ہوں۔ وہ چھپ کر مجھ پر حملے کر رہی ہے۔ ابھی ائرپورٹ پر جو کچھ بھی ہوا' وہ اسی عورت نے مجھے مار ڈالنے کے لیے کیا تھا۔"

جیرالڈ نے پوچھا "ایسی زبردست اور دہشت گرد عورت کون ہے؟"

"اس کا نام سونیا ہے۔ فرہاد علی تیمور کی وائف سونیا لیڈی ریسلر کے بھیس میں یہاں آئی ہے۔"

"یہاں آئی ہے؟" جیرالڈ نے حیرانی سے اپنے سامنے کھڑے ہوئے پہلوانوں میں سے ایک ایک لیڈی ریسلر کو دیکھا۔ وہ بھی ایک دوسرے کو شبے کی نظروں سے دیکھنے لگیں پھر ایک نے کہا "یہاں جتنی ہیں' میں ان میں اچھی طرح جانتی ہوں۔"

سب یہی کہنے لگیں کہ وہ ایک دوسرے کو کئی مہینوں سے اور کئی برسوں سے جانتی ہیں۔ سنگرلا نے کہا "تم سب ایک دوسرے کو چہروں سے' ان کی آوازوں اور لب و لہجے سے پہچانتی ہو لیکن یہ نہیں جانتیں کہ سونیا کو میک اپ کر کے اور لب و لہجہ بدلنے میں مہارت حاصل ہے۔ اس نے تم میں سے کسی ایک کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا ہے۔ اسے مار ڈالا ہے یا کہیں قید کیا ہے پھر میک اپ کے ذریعے بالکل وہی بن گئی ہے۔ تم میں سے کوئی اسے لب و لہجے سے بھی نہیں پہچان سکے گا۔ اگر اس کا کوئی بوائے فرینڈ یا شوہر ہے تو وہ بھی اسے شناخت نہیں کر سکے گا۔"

جیرالڈ نے کہا "جب تم نے سونیا اور فرہاد کا نام لیا تھا' تب ہی میں چونک گیا تھا۔ تم تمام دونوں سے ٹکرانا چاہتے ہو جبکہ میں ہمت ہتھیار رہتا ہوں۔ جرائم کی دنیا کے بڑے بڑے مجرم میری مٹھی میں رہتے ہیں' بڑے بڑے نامور پہلوان میرے وفادار ہیں۔ اس کے باوجود میں اپنی حفاظت کے لیے کبھی کوئی نشہ نہیں کرتا۔ یوگا کی مشقیں کرتا رہتا ہوں تاکہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں نہ آسکیں۔ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

"یعنی تم بھی اس کے دشمن ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔ اس نے مجھے براہِ راست نقصان پہنچایا نہیں ہے۔ وہ ایسے بڑے مجرموں کو افغانستان اور کرغستان میں ہلاک کیا ہے' جو میرے لیے بڑی بڑی واردات کرتے تھے۔ ان کے ذریعے میں بڑی دولت کمایا کرتا تھا۔"

"جب تم بھی اس کے دشمن ہو تو میں تمہاری ریسلنگ ٹیم میں رہنا چاہوں گا لیکن یہاں سونیا آئی ہوئی ہے۔ اس نے ائرپورٹ پر مجھ پر حملہ کیا تھا۔ میں وہاں بھیڑ میں بچ گیا۔ اب اس سے پہلے کہ وہ پھر چھپ کر حملہ کرے' مجھے اسے ڈھونڈ کر ہلاک کر دینا چاہیے۔"

جیرالڈ نے کہا "میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک لیتا ہوں۔ میں ان تمام لیڈی ریسلرز کو پیچھے ہال میں لے جاتا ہوں۔ وہاں ان سے سوالات کرتا ہوں۔ میں ان تمام لیڈیز کی پوری ہسٹری جانتا ہوں۔ مجھے ان کی کچھ پرائیویٹ باتیں بھی معلوم ہیں۔ اگر یہ سب اصلی ہیں تو اپنے وہ اہم راز مجھے بتائیں گی' جنہیں میں جانتا ہوں۔ جو نہیں بتا سکے گی' وہی مکار سونیا ہوگی۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جیرالڈ نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے سونیا نے کہا "میں سونیا بول رہی ہوں۔ اپنے ٹیلی فون کا اسپیکر آن کرو تاکہ وہاں موجود تمام افراد میری باتیں سن سکیں۔"

جیرالڈ نے اسپیکر کا بٹن دباتے ہوئے سنگرلا سے کہا "فون پر سونیا بول رہی ہے۔ اس کی باتیں سنو۔"

سونیا نے کہا "تم لوگ میری تلاش میں وقت ضائع نہ کرو۔ میں نے ائرپورٹ پر اتنا بڑا ہنگامہ اس لیے کیا تھا تاکہ میں آسانی سے نکل جاؤں اور سنگرلا مجھے پہچان نہ سکے۔ اس احمق سے کہو میں نے کسی لیڈی ریسلر کا بھیس نہیں بدلا ہے بلکہ اس احمق کے اس بنگلے میں ہوں جہاں وہ امریکی سفیر کا مہمان بن کر رہتا ہے۔ یقین نہ ہو تو میں ریسیور رکھ رہی ہوں۔ سنگرلا اپنے اس بنگلے کا فون نمبر ڈائل کر کے مجھ سے بات کرے یا خود آجائے۔ یہاں ہماری ملاقات زبردست رہے گی۔"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ جیرالڈ نے کریڈل پر ہاتھ رکھ کر سنگرلا کی طرف ریسیور بڑھاتے ہوئے کہا "وہ بے شک دلیر ہے۔ خطرات سے کھیلنے کے لیے کسی بھی مخالف کے گھر میں گھس جاتی ہے۔ ابھی وہ تمہاری رہائش گاہ میں ہے یا نہیں' فون پر تصدیق کر سکتے ہو۔"

سنگرلا نے آگے بڑھ کر ریسیور لیا پھر اپنے بنگلے کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے سونیا کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو! کیا تم سنگرلا ہو؟"

"ہاں۔ تم میرے بنگلے میں کیا کر رہی ہو؟"

"بنگلا اچھا ہے۔ آرام دہ ہے۔ اپنے رہائشی اخراجات بچا رہی ہوں۔ اگر تم یہاں آؤ گے تو تمہارے انتظار میں جاگنا پڑے گا۔ نہ آنے کا وعدہ کرو گے تو آرام اور اطمینان سے سو جاؤں گی۔"

"زیادہ دلیری نہ دکھاؤ۔ مو کی بچی ہو تو انتظار کرو۔ میں آرہا ہوں۔"

"دنیا میں کوئی مرد کا بچہ یا بچی نہیں ہوتی۔ اگر تم مرد کے بچے ہو تو بتاؤ' تمہارے باپ نے تمہیں کس طرح نو ماہ تک پیٹ میں رکھا تھا؟"

"میں شٹ اپ۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر جانا چاہتا تھا۔ جیرالڈ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے ایک بازو کو پکڑ کر کہا "جسٹ اے منٹ! ٹیٹیش میں نہ آؤ۔ غصہ تھوک کر موٹی عقل سے سوچو' اس مکار عورت نے پہلے زبردست جال بچھایا ہے۔ اس کے بعد تمہارے بنگلے میں رہ کر تمہیں بلا رہی ہے۔ وہ اتنی دلیر ہوتی تو ائرپورٹ پر تمہارا سامنا کرتی۔"

شگرلا نے کہا "اس نے وہاں سامنا نہیں کیا لیکن میرے بنگلے میں مجھے بلا کر دلیری کا ثبوت دے رہی ہے۔"

"یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ تمہاری موت کا سامان کرنے کے بعد تمہیں بلا رہی ہے۔"

"میں اتنا ناداں نہیں ہوں کہ وہاں پہنچتے ہی سیدھا بنگلے میں گھستا چلا جاؤں گا۔ میں پہلے دور ہی دور سے اس کی چال بازی کو سمجھوں گا۔"

"کیسے سمجھو گے کہ رات کے وقت اس کے کتنے آدمی تمہیں گولی مارنے کے لیے کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں؟ جب انسانوں سے بھرے ہوئے ائرپورٹ پر' پولیس اور سیکیورٹی گارڈز کی موجودگی میں اس کے گن مین تمہارے دو آدمیوں کو گولیاں مار سکتے ہیں' تمہارے چھ آدمیوں کو زندہ جلا سکتے ہیں' تم پر بھی فائر کر سکتے ہیں' تمہاری گاڑی کے ساتھ کئی گاڑیوں کو بم کے دھماکے سے تباہ کر سکتے ہیں تو تمہارے بنگلے کے اندر اور باہر کیا کچھ نہیں کریں گے۔ پلیز عقل سے کام لو۔ وہ تمہیں اشتعال دلا کر وہاں بلا رہی ہے۔"

وہ غصے سے ہونٹوں کو بھینچ کر سوچنے لگا پھر بولا "ہاں۔ وہ چالباز ہے۔ دلیری دکھانے کے لیے میرے بنگلے میں تنہا نہیں ہوگی۔ اپنی حفاظت کا اور میری موت کا سامان کر چکی ہوگی لیکن مجھ سے یہ بے عزتی برداشت نہیں ہو رہی ہے کہ وہ میرے ہی گھر میں بیٹھ کر مجھے چیلنج کر رہی ہے۔"

"وہ تمہیں اپنی موت کی طرف آنے کے لیے بھڑکا رہی ہے۔"

وہ بولا "مسٹر جیرالڈ! میں تمہاری مخالف پارٹی کے پہلوانوں سے کل مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا ہوں۔ تم مجھے اس ذلت کے احساس سے نجات دلاؤ کہ وہ میرے گھر میں گھس آئی ہے اور میں کچھ نہیں کر پا رہا ہوں۔ تم کسی طرح اسے میرے گھر سے ابھی نکالو۔"

جیرالڈ نے اپنے پہلوانوں سے کہا "بہت رات ہو چکی ہے۔ تم سب کو کم از کم چھ گھنٹے آرام سے سونا چاہیے لہٰذا سونے کے لیے جاؤ۔ صرف چار ریسلرز بیہری' کوئی مارکوس اور تم دونوں ٹوئین برادرز یہاں رہو اور میری ہدایات پر عمل کرو۔"

چار پہلوان وہاں رہ گئے۔ باقی سونے کے لیے چلے گئے۔ جیرالڈ نے کہا "تم چاروں مسٹر شگرلا کے ساتھ جاؤ اور شگرلا! میں تمہیں ایک بہترین دوست کی حیثیت سے سمجھاتا ہوں۔ تم دور سے ان چاروں کو اپنا بنگلا دکھاؤ اور دور ہی رہ کر ان چاروں کی واپسی کا انتظار کرو۔"

اس نے شگرلا کو ایک موبائل فون دیا اور کہا "خطرہ محسوس کرتے ہی تم وہاں سے اور زیادہ دور جا کر فون پر مجھ سے رابطہ کرو۔ میں اپنے چاروں ریسلرز سے بھی رابطہ رکھوں گا۔"

شگرلا نے میری طرف اشارہ کر کے کہا "میرے دوست کے پاس فون ہے۔ میں تم سے رابطہ کروں گا۔"

ہم ان چاروں پہلوانوں کے ساتھ دو گاڑیوں میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ میں اور شگرلا ایک گاڑی میں تھے۔ دوسری گاڑی میں چاروں پہلوان اپنی اپنی گن لوڈ کر کے جا رہے تھے۔ اس دوران میں دفتر میں ٹائی میرے اندر آئی تھی اور سونیا کی آئندہ پلاننگ مجھے بتا کر چلی گئی تھی۔

شگرلا نے اپنے بنگلے سے دور گاڑی روک دی۔ ان چار پہلوانوں کو ہاتھ کے اشارے سے بتایا "یہ سامنے دو بنگلوں کے بعد تیسرا بنگلا میرا ہے۔ ہوشیاری سے جاؤ بلکہ یہ کہتے ہوئے جاؤ کہ تم میں سے کوئی شگرلا نہیں ہے۔ تم لوگ میڈم سونیا سے سمجھوتا کرنے آئے ہو۔"

وہ چاروں اپنی گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے شگرلا کے بنگلے کی طرف گئے۔ میں شگرلا کے ساتھ دور گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا رہا۔ ان چاروں نے بنگلے کے گیٹ کے باہر گاڑی روکی۔ وہاں ایک چوکی دار تھا۔ ان چاروں نے گاڑی سے اتر کر چوکی دار سے پوچھا۔ "اس بنگلے میں کون رہتا ہے؟"

اس نے جواب دیا "ہمارے صاحب کے مہمان شگرلا صاحب رہتے ہیں۔"

"کوئی عورت بھی یہاں رہتی ہے؟"

"نہیں۔ وہ بالکل تنہا رہتے ہیں۔"

"جھوٹ مت بولو۔ ایک گھنٹا پہلے اس بنگلے سے ایک عورت نے فون پر ہم سے بات کی تھی۔"

چوکی دار نے کہا "یہ سچ ہے۔ ایک عورت کار میں آئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اس کے موبائل فون کی بیٹری ناکارہ ہو گئی ہے۔ وہ ایک ضروری فون کرنا چاہتی ہے۔ میں نے انکار کیا تو اس نے ریوالور نکال لیا۔ میں مجبور ہو کر اس کے ساتھ بنگلے کے اندر گیا۔ وہ آدھے گھنٹے تک ڈرائنگ روم میں فون کے پاس رہی پھر کسی سے فون پر باتیں کرنے کے بعد چلی گئی۔ اس کے جانے کے

بعد میں نے سفیر صاحب کے سیکریٹری کو فون پر اس عورت کے بارے میں بتا دیا۔"

ایک پہلوان نے پوچھا "ابھی بنگلے کے اندر کون ہے؟"

"کوئی نہیں ہے۔"

دوسرے پہلوان نے موبائل فون کے ذریعے اپنے باس جیرالڈ کو بتایا "باس! سونیا یہاں صرف آدھے گھنٹے کے لیے آئی تھی۔ چوکی دار کو گن پوائنٹ پر رکھ کر بنگلے کے اندر جا کر آپ سے اور شگرلا سے بات کی تھی پھر یہاں سے چلی گئی تھی۔"

جیرالڈ نے کہا "وہ صرف وہاں سے فون کر کے شگرلا کو چیلنج کرنے نہیں آئی ہوگی۔ تم چاروں بنگلے میں جا کر اندر ایک ایک کمرے کو دیکھو۔ ہو سکتا ہے اس نے ریموٹ کنٹرولر سے بلاسٹ ہونے والا بم کہیں چھپا کر رکھا ہو۔"

"باس! اس طرح تو ہمارے لیے خطرہ ہے۔"

"سونیا سے تمہاری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ وہ بنگلے کے اندر شگرلا کے آنے کا انتظار کر رہی ہوگی۔ کہیں چھپی ہوگی لیکن تم لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ بنگلے میں جاؤ۔ بزدل نہ بنو۔"

وہ چاروں چوکی دار کو ساتھ لے کر بنگلے کے اندر جانے لگے۔ سونیا چوکی دار کے کیبن کے پیچھے چھپی تھی۔ ان کے جاتے ہی اس نے گاڑی کے پاس آ کر پیٹرول کی ٹنکی میں اطمینان سے اتنا بڑا سوراخ کیا کہ پیٹرول تیزی سے نکل کر بہنے لگا۔ شگرلا کے بنگلے کی طرف جانے والا راستہ ذرا اونچائی پر تھا۔ پیٹرول سڑک پر بہتا ہوا ڈھلان پر ہماری گاڑی کی طرف آنے لگا۔ اسٹریٹ لائٹ ذرا دور تھی۔ رات کے وقت سڑک پر بہنے والا پیٹرول نظر نہیں آ سکتا تھا۔

جب وہ پیٹرول ہماری گاڑی کے بالکل قریب آ گیا تو شگرلا نے سر اٹھا کر سونگھتے ہوئے کہا "پیٹرول کی بُو آ رہی ہے۔"

میں نے تائید کی "ہاں ابھی میں کہنے ہی والا تھا۔ مجھے بھی کچھ ایسی ہی بُو محسوس ہو رہی ہے۔"

شگرلا کے بنگلے کے گیٹ کے سامنے کھڑی ہوئی گاڑی کے نیچے اچانک دھماکا ہوا۔ اس گاڑی کے تو پرخچے اڑنے لگے لیکن وہ آگ پکڑے ہوئے پیٹرول کے ساتھ بھڑکتی ہوئی ہماری گاڑی کی طرف آنے لگی۔ شگرلا پہلی گاڑی کے دھماکے کے ساتھ ہی میرا ہاتھ پکڑ کر دور بھاگنا چاہتا تھا۔ میں نے دوڑتے ہوئے پلٹ کر دیکھا پھر اس سے کہا۔ "آگ بہتے ہوئے پیٹرول کے ساتھ ہماری گاڑی کی طرف آ رہی ہے۔"

ہم اور تیزی سے بھاگنے لگے۔ چند سیکنڈ کے اندر ہی ہماری گاڑی میں بھی زوردار دھماکا ہوا۔ آس پاس کے بنگلوں سے عورتوں بچوں اور بچوں کے چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ان کے بنگلوں تک آگ نہیں پھیلی تھی لیکن دل ہلا دینے والے دو دھماکے ایسے تھے کہ آس پاس رہنے والے اپنے اپنے بنگلوں سے نکل کر بھاگ رہے تھے۔ ایک جگہ تاریکی میں شگرلا ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گرا۔ شدید غصے سے جھنجلا کر بولا "کتے کی بچی۔ میں ازبکستان میں زخمی ہوا تھا تو فرہاد نے میرا پیچھا چھوڑ دیا تھا مگر یہ تو آدم خور بلا کی طرح میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

میں تاریکی میں مسکرانے لگا۔ اسے سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے بولا "سونیا جیسی عورتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ محبت کرتی ہیں تو ساری زندگی اپنے محبوب کا پیچھا نہیں چھوڑتیں اور عداوت کرتی ہیں تو ناقابلِ نجات بلا کی طرح قبر تک پیچھا کرتی رہتی ہیں۔"

○☆○

تین پراسرار اور کبھی گرفت میں نہ آنے والے مجرم اَن نون' شیڈو اور ہائیڈ اینڈ سیک اب گرفت میں آ رہے تھے۔ ٹمی اور علی نے بڑی حکمتِ عملی سے اَن نون کو زخمی کر کے گرفتار کیا تھا پھر ناصرہ نے پہلی بار مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے "پاپا" کہہ کر مخاطب کیا اور یہ خوش خبری سنائی کہ دوسرا پراسرار مجرم شیڈو جرمنی سے بھاگ کر کولمبیا آیا تھا۔ اسے پورس' ناصرہ اور ثنا نے گرفتار کر کے ایک بنگلے میں قید کر دیا تھا۔ ناصرہ نے مجھ سے کہا کہ میں پارس کو اطلاع دوں کہ وہ اس بنگلے میں جا کر اس خطرناک مجرم کو اپنی تحویل میں لے لے۔ میں نے پارس سے کہہ دیا کہ وہ شیڈو کو اپنا قیدی بنائے پھر اسے علی کے پاس پہنچا دے۔

میں نے ناصرہ سے کہا تھا "..... پہلی بار میرے پاس بیٹیاں بن کر آئی ہو۔ میں تمہیں ایک خوش خبری سنا کر رخصت کر رہا ہوں۔ ٹائی نے نیلاں کے بارے میں بتایا ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔ اس چڑیل کی آئندہ پورس کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ آئندہ تم دیکھو... کہ میں کیسی چال چلتا ہوں۔"

ناصرہ میری اس بات سے خوش ہو گئی تھی۔ وہ اور ثنا چاہتی تھیں کہ میں پارس اور پورس میں صلح کرا دوں۔ میں نے کہا "میرا مشورہ ہے کہ آئندہ ان دونوں کے معاملات میں کچھ نہ کہا کرو۔ تماشے دیکھتی رہو۔ ان کی ایک دوسرے سے ہمدردی اور ایک دوسرے سے دشمنی دنیا سے نرالی ہے۔"

میں نے آمنہ کے پاس پہنچ کر ناصرہ کے متعلق بتایا کہ جسم اس کا ہے لیکن اس کے اندر نیلاں کی آتما ہے۔ وہ اب اپنی آتما شکتی کھو چکی ہے لیکن ناصرہ کے اندر رہ کر پرانی دشمنی کے باعث پورس کو جانی نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔ ایک بار پورس کو ہلاک کرنے کی تقریباً کامیاب کوشش کر چکی تھی مگر ناصرہ نے اپنا زہر پورس کے جسم سے چوس کر اسے بچا لیا۔

آمنہ نے کہا "میں ناصرہ کی مجبوری سمجھ رہی ہوں۔ وہ پورس کو محفوظ رکھنے کے لیے خود کشی کرے گی تو نیلاں کی آتما اس کے جسم سے نکل جائے گی پھر اس میں اتنی شکتی نہیں رہے گی کہ وہ کسی دوسری عورت کا جسم حاصل کر سکے اور پورس' ناصرہ کو خود کشی

کرنے سے باز رکھ رہا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ فی الحال نیلاں کی آتما اسی اندیشے سے پارس پر دوبارہ جان لیوا حملہ نہیں کر رہی ہے کہ پارس کے ساتھ ناصو بھی اپنی جان پر کھیل جائے گی تو اس کی آتما بھی بھٹکتی رہ جائے گی۔"

"تم چاہتے ہو کہ نیلاں کبھی پارس سے دشمنی نہ کرے اور ناصو خوش رہا کرے یہ روحانیت یا آتما شکتی کا معاملہ ہے۔ ہمیں تمیرزی صاحب سے ہدایت حاصل کرنی چاہیے۔"

"وہ ہمہ وقت عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کی عبادت میں مداخلت نہ کرو۔ تم بھی روحانی ٹیلی پیتھی کا علم راصل کر چکی ہو۔ اپنے ہی طور پر کچھ کرو۔"

آمنہ نے کہا "دنیاوی علم بہت وسیع ہے اور دینی یا روحانی علم تو کائنات کی طرح لامحدود ہے۔ دانائی یہ ہے کہ جب بہت کچھ حاصل ہونے لگے تو یہی سمجھنا چاہیے کہ ابھی کچھ کچھ حاصل کیا ہے۔ ویسے تمیرزی صاحب نے مجھے بلایا ہے۔ میں وہیں جا رہی ہوں۔ تم دس منٹ کے بعد میرے دماغ میں آؤ۔"

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ میرا خیال تھا "آمنہ اور تمیرزی صاحب جیسی روحانی شخصیات کے لیے یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ نیلاں کی آتما شکتی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی انتقامی کارروائیوں کو ختم کر دیا جائے گا۔

میں دس منٹ کے بعد آمنہ کے دماغ میں آیا۔ وہ حجرے میں تمیرزی صاحب کے سامنے دوزانو بیٹھی سر جھکائے ناصو اور نیلاں کے حالات بتا رہی تھی پھر اس نے کہا "اعلیٰ حضرت! میرے مجازی خدا میرے پاس آئے ہیں۔"

میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا "یہ بات یقینی ہے کہ ناصو کی طبعی عمر تک نیلاں اس کا جسم چھوڑ کر نہیں جائے گی کیونکہ ناصو کی وفات کے بعد اس کی آتما بھٹکتی رہے گی۔"

میں نے کہا "اعلیٰ حضرت! میں چاہتا ہوں کہ آپ نیلاں کی آتما کو انتقامی کارروائیوں سے باز رکھیں۔"

"پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ مسلمان کی روح ہو یا ہندو کی آتما یہ پاکیزہ ہوتی ہیں۔ نیلاں نے آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے کالے جادو کا بھی سہارا لیا تھا اور کالے جادو کے شیطانی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے غلاظت اور گناہوں سے گزرتی رہی تھی۔ ہم اپنے پاکیزہ روحانی علوم کو اس سے دور رکھیں گے۔ اگر ہم اس کی ناپاکیوں کو دور کرنے کے لیے ناصو کو کلام پاک کی چند آیات پڑھنے کو دیں گے تو اس کی آتما کلام پاک کی پاکیزگی برداشت نہیں کر پائے گی۔ ناصو کے جسم کو چھوڑ کر بھاگ جائے گی۔ اس طرح ناصو کی بھی موت واقع ہو گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک زیر لب پڑھتے رہے پھر انہوں نے کہا "میں بھی میں روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ناصو کے پاس گیا تھا۔ ناصو جسمانی طور پر سکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ نیلاں کی آتما سہم کر اسے مجبور کر رہی تھی کہ وہ سانس روک لے۔ میں سانس روکنے کے باوجود وہاں موجود رہا تو وہ تھر تھر کانپتی ہوئی سکڑتی رہی۔ میرے اس عمل سے اندازہ کرو کہ میری اور آمنہ کی موجودگی سے نیلاں کی آتما سہم کر انتقامی کارروائی سے باز رہے گی لیکن ناصو بھی مشکلات میں رہے گی۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "بے چاری ناصو نے مجھے پاپا کہا تھا اور میں نے اسے بیٹی بنا کر وعدہ کیا تھا کہ اسے نیلاں کی انتقامی کارروائیوں سے نجات دلاؤں گا۔"

تمیرزی صاحب نے کہا "ناصو کے اندر ناپاک روح ہے لیکن اس کے ساتھ رہنے والے جلال پاشا اور ثنا نمازیں پڑھتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ اگر وہ باپ بیٹی وقتاً فوقتاً ناصو کے سامنے دعائیہ آیات پڑھتے رہیں گے تو نیلاں کی آتما سہمی ہوئی ہی ناصو کی مرضی کے مطابق رہا کرے گی۔ فی الحال ناصو اور پارس کو اسی طرح نیلاں کی ناپاک آتما سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔"

میں نے وہاں سے آ کر ناصو سے کہا کہ وہ جلال پاشا اور ثنا کو اپنے دماغ میں بلائے۔ جب وہ دونوں آ گئے تو میں نے تمیرزی صاحب سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتائی پھر کہا "ناصو کے اندر ایک ناپاک آتما ہے۔ ثنا یا جلال پاشا صاحب کبھی کبھی ناصو کے سامنے یا اس کے دماغ میں یہ کردہ دعائیہ آیات پڑھتے رہیں گے تو وہ ناپاک آتما سہمی رہے گی اور کبھی پارس کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کرے گی۔"

جلال پاشا نے کہا "فرہاد صاحب! ہم عبادت کرنے والے پاکیزگی کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ تمیرزی صاحب نے درست فرمایا ہے۔ اس ناپاک آتما کو دشمنی اور پارس کے خلاف کارروائیوں سے روکنے کے لیے یہی ایک راستہ رہ گیا ہے کہ ہم باپ بیٹی ناصو کے سامنے دعائیہ آیات پڑھتے رہیں۔ آپ ناصو اور پارس کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ہم آپ کے بے حد شکر گزار ہیں۔"

میں نے ناصو سے کہا "بیٹی ناصو! تم نے مجھے باپ کہہ دیا ہے۔ انشاء اللہ میں کبھی تم پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ جب بھی تمہارا کوئی مشکل مسئلہ ہو مجھے فوراً آواز دینا۔ میں آ جاؤں گا۔"

وہ خوشی سے نہال ہو کر میرا شکریہ ادا کرنے لگی۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ اس وقت ہماری گفتگو کے دوران میں پارس موجود نہیں تھا۔ جب وہ آیا تو ناصو نے پوچھا "کہاں گئے تھے؟"

اس نے کہا "تم نے خیال خوانی کے ذریعے یہ کیوں نہیں معلوم کیا کہ میں کہاں تھا؟"

"تھوڑی دیر پہلے میرے پاپا فرہاد علی تیمور آئے تھے۔ ثنا اور پاشا انکل بھی موجود تھے۔ وہ مجھے اور تمہیں نیلاں کی ناپاک آتما

سے محفوظ رہنے کی تدبیر بتا رہے تھے۔"

ناصو نے اسے تفصیل سے تمیرزی صاحب کے مشوروں کے متعلق بتایا پھر کہا "میرے پاپا پانچ پانچ وقت دونوں کے تحفظ کے لیے ایک باپ کی طرح ذمے داری ادا کر رہے ہیں۔ تم اور پارس ایک دوسرے کے عجیب دشمن ہو لیکن تمہیں میرے پاپا کی فرض شناسی اور نیک نیتی پر اعتماد کرنا پڑے گا۔"

میں نے ابتدا ہی سے فرہاد صاحب کی غیر جانبداری کا اعتراف کیا ہوں۔ انہوں نے اپنے بیٹے پارس کی حمایت میں کبھی مجھے نقصان نہیں پہنچایا۔ جب میں نے ان کی ہلاکت کی خبر سنی تھی تو یقین کرو مجھے ایسا صدمہ پہنچا تھا جیسے میرے باپ کو ہلاک کیا گیا ہو۔"

"جب تمہیں ایک بیٹے کی طرح صدمہ پہنچا تھا تو تم انہیں فرہاد صاحب کیوں کہتے ہو؟ پاپا کیوں نہیں کہتے ہو؟"

"میں سوچتا تھا شاید وہ میری زبان سے پاپا کہنا گوارا نہ کریں لیکن اب تم نے پاپا کہا ہے اور انہوں نے تمہیں بیٹی بنا لیا ہے تو آج سے میں بھی انہیں پاپا کہہ کر مخاطب کروں گا۔"

جلال پاشا نے کہا "سچے دل سے پاپا کہنے کا مطلب یہ ہو گا کہ پارس تمہارا بھائی ہے۔ لہٰذا دو بھائیوں میں جو عداوت ہوتی ہے' اسے ختم ہونا چاہیے۔"

"اگر پارس میرے معاملات میں مداخلت نہ کرے تو ہم دونوں ایک جان دو قالب بن کر رہیں گے۔"

"ایک بھائی کے معاملات کا تعلق دوسرے بھائی سے ہوتا ہے۔ کسی بھی معاملے کا نقصان یا فائدہ دونوں بھائیوں کو پہنچتا ہے۔ تم دونوں کے دل صاف ہوں گے تو پھر ایک دوسرے کی کسی بات پر اعتراض نہیں ہو گا۔"

"اعتراض وہ کرے گا۔ آپ آزما کر دیکھ لیں۔ پارس سے اس بات کی ضمانت لیں کہ میں جو غیر معمولی دوائیں تیار کرا رہا ہوں اس سلسلے میں وہ کوئی رکاوٹ پیدا نہ کرے۔"

"ہم اس سلسلے میں ابھی پارس سے بات کریں گے۔"

"وہ پہلے کی طرح آپ سب کو پچھاڑنے سے انکار کر دے گا۔"

"ہم فرہاد صاحب کے ذریعے اسے گفتگو پر مجبور کریں گے۔"

جلال پاشا نے مجھے مخاطب کیا اور کہا "آپ کی دانائی سے ہمارے آپس کے تعلقات بہتر ہوتے جا رہے ہیں۔ اب ہم پارس اور پارس کے آپس کے اختلافات دور کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔"

میں نے کہا "میری ہدایت کے مطابق پارس اختلافات ختم کر دے گا۔ آپ بتائیں کہ پارس کیا چاہتا ہے؟"

"پارس چاہتا ہے کہ پارس اس کے معاملات میں مداخلت نہ کرے۔"

"پارس کو بتائیں کہ میں اس کے دماغ میں آ رہا ہوں۔ آپ تمام بھی اس کے اندر موجود رہیں۔ خدا کرے کہ ان کی عداوتیں ختم ہو جائیں۔"

جلال پاشا چلا گیا۔ میں نے ایک منٹ کے بعد پارس کے دماغ میں آ کر اسے مخاطب کیا۔ اس نے کہا "پاپا! تو اب۔ ناصو نے مجھ سے کہا ہے کہ جب آپ نے اسے بیٹی بنا لیا ہے تو آپ مجھے بھی بیٹا بنا لیں گے۔"

"ناصو نے درست کہا ہے۔ پارس کی طرح تم بھی میرے بیٹے ہو۔ اکثر دو بھائیوں میں جھگڑے ہوتے ہیں۔ اگر تم دونوں کے جھگڑے ختم ہو جائیں تو ہمیں بہت خوشی ہو گی۔"

"آپ کو تو خوشی ہو گی لیکن میں خود کو خوش قسمت سمجھوں گا کیونکہ دنیا والے مجھے آپ کا فیملی ممبر کہیں گے۔"

"تو پھر بتاؤ' تمہیں پارس سے کیا شکایت ہے؟"

"وہ میرے کئی معاملات میں مداخلت کرتا ہے۔ اس نے کئی بار میری کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدل دیا ہے۔"

"اپنا اپنا دل صاف کرنے کے لیے لازمی ہے کہ پچھلی عداوتیں بھلا دی جائیں اور موجودہ حالات اور مستقبل میں اپنے اپنے تحفظ اور دوستانہ تعلقات کی باتیں طے کر کے ان پر عمل کیا جائے۔"

"موجودہ معاملہ یہ ہے کہ میں کچھ غیر معمولی دوائیں تیار کرنا چاہتا ہوں لیکن پارس نے چیلنج کیا ہے کہ وہ مجھے ایسا نہیں کرنے دے گا۔"

"اسی چیلنج کرنے والے پارس نے ان غیر معمولی دواؤں کے نسخے تم سے چھین لیے تھے۔ وہ چاہتا تو تمہیں ان نسخوں سے محروم رکھ سکتا تھا۔ ایسے میں تم وہ غیر معمولی دوائیں کیسے تیار کرتے؟"

"اس وقت میں صبر کرتا اور ان نسخوں کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوششیں کرتا۔"

"اگر تم یہ فرض کر لو کہ پارس نے دیانت داری سے نسخے واپس نہیں کیے ہیں۔ مہینے دو مہینے' سال دو سال میں انہیں دوبارہ حاصل کر سکو گے تو پھر کم از کم ایک برس تک وہ غیر معمولی دوائیں تیار نہ کرو۔ میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ پارس بھی وہ دوائیں تیار نہیں کرے گا۔ وہ تمام نسخے تم دونوں کے پاس ہیں۔"

"غیر معمولی دوائیں تیار کرنے پر اعتراض کیا ہے؟"

"وہ شیطانی نسخے ہیں۔ ان کے ذریعے دشمنوں کو زیر کیا جا سکتا ہے لیکن جب بھی کوئی چیز ایجاد ہوتی ہے' وہ دشمنوں اور جرائم پیشہ افراد کے ہاتھوں میں بھی پہنچتی ہے۔ ایک سوئی سے لے کر ایٹم بم کی ایجادات تک کسی بھی ایجاد کو آج تک کوئی چھپا کر نہیں رکھ سکا۔ تم نے عارضی طور پر ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے کی دوا تیار کی۔ ہم نے اس کے جواب میں ہمیشہ کے لیے ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے کی دوا تیار کر لی۔ اس دوا سے صرف تمہیں نہیں' میرے بیٹوں کو بھی نقصان پہنچا ہے۔ میرے بیٹے اور ہمارے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت اس علم سے محروم ہو گئے۔ کیا تم میری اس بات پر

بھروسا کروگے کہ پارس ان شیطانی قسموں سے دوائیں تیار نہیں کرے گا؟"

"میں آنکھیں بند کرکے' کسی شک وشبے کے بغیر آپ پر بھروسا کرتا ہوں اور ایک بیٹے کی زبان سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک آپ حکم نہیں دیں گے' میں وہ دوائیں تیار نہیں کروں گا۔"

"شاباش بیٹے! تم نے دل خوش کردیا ہے۔ اب تم سمجھ سکتے ہو کہ ہم سب کتنے طاقت ور ہوگئے ہیں۔ اب ہمارے اتحاد سے دشمنوں کو پسینہ آئے گا۔"

وہ سب خوش ہو کر ایک دوسرے کو ایک نئے اور مستحکم اتحاد کے سلسلے میں مبارک باد دینے لگے۔ میں نے کہا "پارس پراسرار بن کر رہنے والے شیڈو کو پورس کے تعاون سے گرفت میں لے کر ثانی کے ساتھ علی کے پاس گیا ہے۔ کل تک پیرس آئے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ پورس بھی کل یا پرسوں تک پیرس آئے' پارس اسے گلے لگائے گا۔"

وہ سب خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ میں اپنی معصومیات کے باعث وہاں سے چلا گیا۔ جلال پاشا نے کہا "بیٹے پورس! اتحاد میں بڑی طاقت ہے۔ تم نامعہ اور ثنا کے ساتھ پیرس جاؤ۔ میں بھی آؤں گا۔"

جلال پاشا پیرس میں ملاقات کرنے کا وعدہ کرکے چلا گیا۔ نامعہ' ثنا اور پورس نے رات کا کھانا کھایا۔ کھانے کے دوران میں وہ نئے اتحاد کے سلسلے میں دلی مسرتوں کا اظہار کرتے رہے۔ وہ تینوں سمجھ رہے تھے کہ ہم سے اتحاد کرکے وہ کتنے طاقت ور ہوگئے ہیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر ثنا نامعہ کے ساتھ اس کے بیڈ روم میں آئی پھر اس کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ کر اس کے روبرو ہو کر دعائیہ آیات پڑھنے لگی۔ پورس ان سے ذرا دور ایک صوفے پر بیٹھا سوچتا رہا۔ مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد وہ مطمئن تھا اور سوچ رہا تھا کہ پاپا کے سائے میں ایک نئی زندگی کا آغاز ہوگا۔

دعاؤں کے اختتام پر نامعہ نے کہا "بے شک اللہ تعالیٰ کے کلام میں تاثیر ہے۔ میں خود کو بہت ہلکا پھلکا سا محسوس کررہی ہوں اور آج تو پاپا نے اتنا مطمئن کیا ہے کہ مجھے بہت گہری نیند آئے گی۔"

ثنا وہاں سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ پورس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ باہر کے دروازے اور کھڑکیاں پہلے ہی اندر سے بند کردی گئی تھیں۔ غیر ضروری بتیاں بجھادی گئی تھیں۔ دیوار پر لگی ہوئی گھڑی کے کانٹے ایک ایک سیکنڈ میں حرکت کرتے ہوئے ہر گزرتے ہوئے لمحے کو قتل کررہے تھے تاکہ قتل ہونے والا وقت واپس نہ آسکے۔ وقت ہم انسانوں کی طرح مرتا ہے اس لیے کبھی واپس نہیں آتا۔

رات کے دو بج گئے۔ نامعہ اور پورس ایک دوسرے کے ساتھ بھرپور محبت کے فرائض ادا کرکے بڑے مطمئن ہو کر سو رہے تھے۔ ایسے ہی وقت نامعہ نیند میں کسمسانے لگی۔ اسے خواب میں ایک ایسی بوڑھی عورت دکھائی دے رہی تھی جس کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی۔ وہ نیلاں تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی "مجھے دیکھ' میں کبھی جسمانی طور پر ایسی تھی پھر آتما شکتی سے کئی بار نوجوان لڑکیوں کے جسموں میں داخل ہو کر حسین دوشیزہ بنتی رہی۔ اب تو میرا آخری جسم ہے۔ تیرے اندر سے نکلوں گی تو پھر کسی کے جسم میں داخل نہیں ہوسکوں گی۔ میری آتما بھٹکتی رہ جائے گی۔"

نامعہ نیند میں پوچھا "تو میرے جسم سے باہر کیسے آئے گی؟"

"میں جسم سے باہر آؤں گی تو تو مرجائے گی۔ میں تیرے خواب میں خیال خوانی کے ذریعے آئی ہوں۔ پہلے یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ روح کے بغیر جس طرح جسم مردہ ہوجاتا ہے اسی طرح دماغ بھی مرجاتا ہے۔ تجھے اس کا مطلب سمجھ لینا چاہیے کہ میری روح کی بدولت تیرا جسم اور تیرا دماغ کام کررہا ہے اور میری روح کو باہر تیرے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم تیا ہے۔"

نامعہ نے کہا "میں مانتی ہوں' پہلے ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔ تیرے آنے سے خیال خوانی کرنے لگی ہوں۔"

"تو احسان فراموش ہے۔ مجھ سے ایک غیر معمولی اور زبردست علم حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کی آسمانی مقدس کتاب کی آیات کے ذریعے مجھے بے بس اور تابع بنا رہی ہے۔"

"کیا قرآن مجید کی آیتوں کا تجھ پر اثر نہیں ہوا تھا؟"

"بہت اثر ہوا تھا۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے بہت بڑے پہاڑ تلے دب گئی ہوں اور کبھی اس کے نیچے سے نکل نہیں پاؤں گی لیکن تمہاری اور پورس کی جذباتی غلطی سے آزاد ہوگئی ہوں۔ تم دونوں نے ناپاک ہو کر اس پاکیزگی کو ختم کردیا ہے جسے ثنا تمہارے تحفظ کے لیے ڈھال بنا کر گئی تھی۔"

"اوخدایا! میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ واقعی جب تک تجھے پوری طرح بے بس اور تابع نہ بنا دیا جاتا' تب تک مجھے پورس سے دور رہنا چاہیے تھا۔"

"آج میں نے طہارت اور پاکیزگی کے حوالے سے اس آسمانی کتاب کی قوت کو سمجھا ہے۔ آئندہ میں پہاڑ جیسا بوجھ برداشت نہیں کرسکوں گی۔ ثنا اور پاشا روز دعائیہ آیات پڑھتے رہیں گے تو میں چند دنوں میں بالکل ہی بے بس اور کمزور ہوجاؤں گی۔ یہ فیصلے کی آخری رات ہے۔ اگر تو میری باتوں پر عمل نہیں کرے گی تو میں تیرے جسم سے نکل جاؤں گی۔ اپنا بھی نقصان کروں گی اور تیرا بھی لیکن اس سے پہلے تجھ پر غالب رہنے کی کوشش کررہی ہوں۔"

"تو کیا کرنا چاہتی ہے؟ میں اپنے پورس کو نقصان پہنچانے نہیں دوں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "نقصان پہنچانے کی ابتدا کرچکی ہوں۔ تم دونوں نے ناپاک ہو کر ہمیشہ کی طرح سرہانے رکھا ہوا دودھ پی لیا تھا۔ تب میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جمالیا اور تم نے میری مرتی

ہوئی روح کو دودھ میں اعصابی کمزوری کی دوا ملادی تھی۔ اس دودھ نے تم دونوں کو پیا اور سوگئے۔ ان لمحات میں پورس دماغی طور پر کمزور ہوا ہے اور میں تمہارے ذریعے خیال خوانی کرکے تمہارے دماغ میں جاؤں گی۔"

"میں ہرگز اپنے پورس کے دماغ میں نہیں جاؤں گی۔"

انکار کرنے کے باوجود انکار کرچکی ہے۔ اس کا بھی دماغ کمزور ہوں کی ٹیلی پیتھی کی گرفت میں تھا۔ وہ اپنے محبوب پورس پر دماغ میں جاکر اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ اس کے ہ باتیں نقش کرنے لگی کہ وہ فرہاد کو اپنا باپ نہیں سمجھے اتحاد کرنے والی باتیں بھول جائے گا۔ ثنا اور پاشا سے ہوجائے گا اور آئندہ کسی بھی پرانی سوچ کی لہروں کو اپنے نہیں آنے دے گا۔ وہ ایک محبوبہ کی حیثیت سے جو کچھ ں پر عمل کرے گا۔

سو اس پر تنویمی عمل کرکے پھر پورس کے پاس لیٹ گئی۔ کرکے نیلاں کی آتما کی مرضی کے مطابق اپنے ہی دماغ عمل کرنے لگی۔ عمل یہ تھا "میں آئندہ مسلمانوں کی آسمانی کی کوئی آیت نہیں سنوں گی۔ فرہاد کے ساتھ قائم ہونے پ بیٹی کے رشتے کو بھول جاؤں گی اور کسی کی بھی سوچ کی اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ نیلاں کی آتما کی نے مجھے ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔ میں اس آتما کی مرضی کے خیال خوانی کرتی رہوں گی۔"

عمل کرنے کے بعد وہ پورس کی طرح دو گھنٹے کے لیے ہوگئی۔ اولادِ آدمؑ ازل سے شیطان کے زیر اثر آکر گمراہ ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ صرف وہ اللہ کی پختگی کے باعث شر سے محفوظ رہتے آئے ہیں وہ ان کے زیر اثر آکر گمراہ نہیں ہوتے۔

اذان کے وقت نامعہ اور پورس کی آنکھیں کھلیں تو ان کا دماغ بدل چکے تھے۔ نامعہ نے کہا "ہم اپنے ایک بیگ کا سامان لے کر ابھی یہاں سے جائیں گے۔"

کے عمل کے مطابق پورس اس کا تابع بن چکا تھا۔ اس کی انکار نہیں کرسکتا تھا۔ دونوں نے ایک بیگ میں سامان رکھا۔ نامعہ نے نیلاں کی مرضی کے مطابق پورس کا اور دشمن جتنے کم ہوں' اتنا ہی اچھا ہے۔ تم اس دعائیہ والے دشمن کو ہلاک کردو پھر ہم یہاں سے چلیں گے۔"

نے کہا "اسے تو میں گلا دبوچ کر مار ڈالوں گا۔"

دونوں دبے قدموں چلتے ہوئے ثنا کے کمرے کی طرف گہری نیند سونے والوں کو ہلاک کرنا کچھ زیادہ مشکل دونوں ثنا کے کمرے کے پاس آئے۔ اس کا دروازہ تھا۔ وہ ثنا کو آواز دیتے تو بے چاری دروازہ کھول کر خود سینے چلی آتی۔ آواز دینے سے پہلے دونوں نے کھڑکی کے پاس آکر اس کا پردہ ہٹا کر دیکھا۔ وہ جائے نماز پر فجر کی نماز پڑھ رہی تھی۔ وہ دونوں فوراً ہی کھڑکی کا پردہ چھوڑ کر ذرا پیچھے چلے گئے۔

نامعہ نے نیلاں کی مرضی کے مطابق کہا "وہ پاک صاف رہتی ہے۔ ابھی نماز پڑھ رہی ہے۔ اس کے بعد آسمانی کتاب کی تلاوت کرے گی تو تلاوت کی آواز میرے کانوں تک پہنچے گی۔ اس سے پہلے ہی یہاں سے چلو۔"

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے بنگلے کے باہر آئے پھر کار اسٹارٹ کرکے بنگلے سے باہر نکل گئے۔ نامعہ مجبور تھی۔ اس کے اندر کی ناپاک آتما نے اسے جکڑ لیا تھا اور اس کے ذریعے پورس کو بھی پھانس لیا تھا۔ وہ سچے دل سے مجھے باپ کی جگہ دے کر پارس کا ... بھائی اور دوست بننا چاہتا تھا لیکن شیطانی قوت بھی تو ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے' پلک جھپکتے ہی دوست کو پھر سے دشمن بنا دیتی ہے۔

پورس قریب ہوتے ہوتے پھر دور ہوتا جارہا تھا۔

○☆○

ہزاروں لاکھوں ڈالرز لے کر دنیا کی اہم سماجی اور سیاسی شخصیات کو قتل کرانے والے تین پراسرار مجرموں میں سے مسٹر اَن نون اور مسٹر شیڈو کے حالات میں بیان کرچکا ہوں۔ تیسرا پراسرار مجرم ہائیڈ اینڈ سیک ہمارے ہاتھ آنے سے پہلے الپا اور برین آدم کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔

ہائیڈ اینڈ سیک اسرائیل نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہ قاہرہ جانے والی ایک فلائٹ میں سفر کررہا تھا لیکن الپا پائلٹ کے دماغ پر قبضہ کرکے اس طیارے کو تل ابیب لے آئی تھی۔ الپا کی ٹیلی پیتھی سے دور رہنے کے لیے ہی وہ اسرائیل نہیں جانا چاہتا تھا اور جو نہیں چاہتا تھا' وہی اس کے ساتھ ہونے لگا۔ تل ابیب کے ائرپورٹ پر طیارے سے اترتے ہی اسرائیلی فوج کے جوانوں نے اسے حراست میں لے لیا پھر اسے ایک خفیہ قید خانے میں لے آئے۔

اس نے انجان بن کر پوچھا "مجھے گرفتار کیا گیا ہے؟ یہاں کیوں لایا گیا ہے؟ کیا میں نے بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کی ہے؟"

ایک فوجی افسر نے کہا "اگر تم مجرم نہیں ہو تو کہو' ہم تمہیں فرہاد علی تیمور یا اس کے بیٹے علی تیمور کے پاس پہنچادیں؟ ان کے سامنے تم سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔ تم خود ہی اپنے بے شمار جرائم کی فہرست پیش کردو گے۔"

وہ کچھ بول نہ سکا۔ سوچنے لگا۔ برین آدم نے کہا تھا میں نے طیارے میں جادو کا کمال دکھایا تھا۔ اس جادو کے ذریعے میں تمہاری پوری ہسٹری بیان کرسکتا ہوں۔"

"تم جادوگر نہیں ہو۔ میڈم الپا کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے قاہرہ جانے والے طیارے کو یہاں لے آئے ہو۔"

"میڈم الپا کے ذریعے ہی سہی، تم ایک قیدی بن کر آگئے ہو۔ ٹیلی پیتھی بھی ایک جادو ہے اور یہ جادو بول رہا ہے کہ بڑے بڑے ممالک کے سربراہ تمہیں ایک فرضی نام ہائیڈ اینڈ سیک کے طور پر جانتے ہیں جبکہ تمہارا اصل نام تھارن آوین ہے۔ امریکا، یورپ، فرانس اور اٹلی کے بینکوں میں تمہارے لاکھوں ڈالرز اور پاؤنڈز ہیں۔ شاگرد کے ایک ذاتی بنگلے کے تہ خانے میں تقریباً ڈیڑھ سو کروڑ کے ہیرے جواہرات اور بڑے ممالک کو بلیک میل کرنے والی کئی اہم دستاویزات ہیں۔ کہو تو ہم تمہاری پرسنل لائف کی بہت سی شرمناک باتیں بتا سکتے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "مانتا ہوں۔ یہاں میرا کوئی راز چھپا نہیں رہے گا۔ میں اپنی تدبیر سے بہت دولت مند بنتا رہا ہوں لیکن اب تقدیر سے نہیں لڑ سکوں گا۔ میں میڈم الپا کے شکنجے میں آگیا ہوں۔ کیا وہ مجھ سے باتیں کرنا اور مجھ سے ملاقات کرنا پسند کریں گی۔"

الپا نے اس قید خانے میں داخل ہو کر کہا "تم ملاقات کرنے کی فرمائش نہ کرتے، تب بھی میں تمہیں دیکھنے آجاتی۔ میرے بگ برادر نے بتایا ہے کہ تمہاری آنکھیں خطرناک حد تک پُرکشش ہیں۔ تم سے آنکھیں ملانے والا پہلا نوم کے سحر میں جکڑ جاتا ہے۔ ویسے میں دور سے دیکھ رہی ہوں، تم بہت خوب رو ہو اور ایک باوقار شخصیت کے مالک ہو۔ حسین عورتیں تم پر مرتی ہوں گی۔ وہ حسین ائر ہوسٹس بھی تمہارے سحر میں جکڑ گئی تھی۔ اسے میں نے تمہارے سحر سے نکالا تھا۔"

"میں یہ مانتا ہوں کہ میں پراسرار رہ کر تمہاری حکومت کے چند اکابرین کو بلیک میل کرتا رہا ہوں لیکن ان سے بھاری معاوضہ لے کر ان کے سیاسی دشمنوں کو قتل کراتا رہا ہوں۔ اب میں انہیں بلیک میل نہیں کر سکوں گا۔ تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ جگہ معلوم کرلی ہے جہاں وہ اہم دستاویزات اور ڈیڑھ سو کروڑ سے زیادہ مالیت کے ہیرے جواہرات رکھے ہوئے ہیں۔"

الپا نے کہا "ہاں اب وہ خزانہ اور تمام اہم دستاویزات ہم حاصل کریں گے۔"

"اور وہ سب کچھ حاصل کرنے کے بعد مجھے مار ڈالا جائے گا۔"

"تمہیں زندہ رکھا جائے گا۔ تم سے آئندہ بھی فائدے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔"

وہ بولتی ہوئی اس کے روبرو آگئی۔ تھارن آوین نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس سے نظریں ملتے ہی الپا جیسے ان غیر معمولی آنکھوں کی کشش سے نکلنے کے لیے اپنی آنکھیں ہٹا کر دوسری طرف دیکھنا چاہتی تھی لیکن اس کی نگاہوں کی کشش اپنی طرف کھینچتی رہی۔ وہ کشش کہتی رہی "نظریں نہ پھیرو۔ یہ کشش تمہارے لیے ہے۔ اپنے خیال خوانی کرنے والے دماغ کو یہ اچھی طرح سمجھنے دو کہ میری یہ آنکھیں تمہارے دل و دماغ میں نقش رہیں گی۔ ان آنکھوں کو دوبارہ دیکھے بغیر تمہیں نیند نہیں آئے گی، تمہیں بھوک نہیں لگے گی اور انہیں بار بار دیکھنے کے لیے۔۔۔"

تھارن کی بات پوری نہیں ہوئی تھی لیکن اس کی شیطانی آنکھوں نے اس سے جتنا کہا تھا، اتنی باتیں اس کے دماغ پر نقش ہوگئی تھیں اور اس کا اثر ہی ہو رہا تھا کہ وہ لنچ کے وقت نہیں کھا رہی تھی۔ بھوک کے باوجود وہ کھانا نہیں چاہتی تھی۔

اس نے سوچا "کیا ان لمحات میں اس کی بے زبان آنکھیں اپنا اثر دکھا رہی ہیں؟ کیا میں ان آنکھوں کو دوبارہ دیکھے بغیر کھانے کی طرف مائل نہیں ہو سکوں گی؟"

اس نے آنکھیں بند کر کے تھارن آوین کی آنکھوں کو تصور میں دیکھا۔ بند آنکھوں کی تاریکی میں وہ مقناطیسی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ نہایت واضح طور پر وہ نظریں اس کے دماغ میں پیوست ہوگئیں تب اس نے محسوس کیا کہ ان آنکھوں کو دوبارہ دیکھنے کے بعد کھانے کو جی کر رہا ہے۔

اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ کچن میں جا کر سیل بند ڈبوں سے کھانا نکال کر انہیں گرم کرنے کے بعد کھانے لگی اور سوچنے لگی۔

"وہ مقناطیسی آنکھیں مجھے گرفت میں لے چکی ہیں۔ ان آنکھوں نے کہا تھا کہ میں انہیں دوبارہ دیکھے بغیر نہ کھا سکوں گی اور نہ سو سکوں گی۔ ابھی میں تصور میں دوبارہ ان کو دیکھنے کے بعد کھانے کی طرف مائل ہوئی ہوں۔ شاید رات کو بھی انہیں دوبارہ دیکھے بغیر مجھے نیند نہیں آئے گی۔ یہ اچھا ہی ہے کہ رات سے پہلے شام ہی کو اسے چائے وغیرہ پلا کر اعصابی کمزوری میں مبتلا کردیا جائے گا۔ میں اس پر تنویمی عمل کر کے اپنے ذہن سے اس کی نقش ہونے والی آنکھوں کو معدوم کروں گی پھر اسے اپنا غلام بنا کر حکم دوں گی کہ آئندہ وہ اپنی آنکھوں سے مجھے شکار کرنے کی کوشش نہ کرے۔"

شام پانچ بجے اس نے خیال خوانی کے ذریعے برین آوم سے پوچھا "بگ برادر! کیا اسے چائے یا کافی میں اعصابی کمزوری کی دوا پلائی گئی ہے؟"

"ہاں اس نے خود ہی شام کی چائے طلب کی تھی۔ ایک مسلح

رہیں گی۔ ان آنکھوں کو دوبارہ دیکھے بغیر تمہیں نیند نہیں آئے گی، تمہیں بھوک نہیں لگے گی اور انہیں بار بار دیکھنے کے لیے۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی دماغی قوتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ الپا نے اپنی پوری دماغی توانائیوں سے کام لیتے ہوئے اس کی طرف سے اپنی نظریں ہٹالیں پھر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس کی زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اب تک پارس کے سوا کسی نے اس پر اتنا متاثر نہیں کیا تھا۔ اس نے ماضی میں پارس سے ایک طویل عرصہ گزارا تھا۔ وہ کسی کے باوجود کسی مرد کو اپنی تمنائی میں نہیں آنے دیتا تھا۔ وہ کسی بھی پارس سے دشمنی مول لینے کے باوجود اس نے کسی دوسرے مرد کو اپنا جیون ساتھی نہیں بنایا تھا لیکن اس ہائیڈ اینڈ سیک یعنی تھارن آوین کی آنکھوں میں ایسی غیر معمولی اور شیطانی کشش تھی کہ صرف ایک بار کسی سے بھی نظریں ملاتے ہی اس کے دل و دماغ اور اس کے تمام وجود کو اپنی طرف کھینچ کر اپنی مقناطیسی قوت کے سحر میں جکڑ لیتا۔ وہ منہ پھیر کر فوراً ہی وہاں سے جاتے ہوئے برین آوم سے بولی "بگ برادر! اسے یہیں لاک اپ میں رکھ کر ہم اس کے بارے میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں گے۔"

اس نے جاتے وقت برین آوم کو بھی نہیں دیکھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے چہرے کی بدلی ہوئی رنگت سے کوئی اس کی ذہنی کیفیات کا اندازہ کرسکے۔ وہ خفیہ قید خانے کے ایک افسر کے آفس میں آکر شکست خوردہ انداز میں ایک صوفے پر گر پڑی۔ آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے دل کی بے ہنگم دھڑکنوں پر قابو پانے لگی۔

تھوڑی دیر بعد برین آوم آفس میں آیا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اسے اپنا بڑا بھائی سمجھتی آئی تھی اور ہمیشہ اس کے ہر عمل پر عمل کر کے کامیاب ہوتی رہی تھی۔ برین آوم نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "بیٹھ جاؤ۔ تم وہاں سے اچانک کیوں چلی آئیں؟"

"میں تھارن آوین کے بارے میں سوچ رہی ہوں اور سوچ کے مطابق ہمیشہ کی طرح آپ سے مشورہ لینا چاہتی ہوں۔"

"کیا اس کی آنکھوں نے تمہیں متاثر کیا ہے؟"

"جی ہاں۔ میں آپ سے کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ میرا سامنے سے یہ سوچ کر چلی آئی کہ جب اس کی آنکھیں مجھے متاثر کرسکتی ہیں تو عام لوگوں سے نظریں ملاتے ہی فوراً اپنے جکڑ لیتی ہوں گی۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے دو سروں کے مقابلے میں زیادہ قوت ارادی کے مالک ہوتے ہیں۔ اس کی آنکھیں متاثر کررہی تھیں۔ میں نے دماغی قوت سے اپنے آپ کو بچا لیا ہے۔ میری اس چالاکی سے اندازہ کریں کہ ہم اس کی جادو والی آنکھوں سے کئی طرح کے فائدے اٹھا سکتے ہیں۔"

"درست کہتی ہو۔ میں نے بھی اتنی لمبی زندگی میں دوسروں کو اپنا غلام بنانے کی کوشش کرنے والا دیکھا ہے جو آنکھیں ملاتے ہی شیطانی طور پر اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ میں بھی اس کی نظروں سے بچتا رہا ہوں۔ ہپناٹائز کر رہا تھا۔ ہم اسے اپنی گرفت میں رکھیں گے تو یہ ہماری مدد کرنے والی بڑی بڑی شخصیات پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنی طاقت سے باز رکھ سکتا ہے۔"

"اب یہ سوچا جائے کہ ہم اسے کس طرح ہمیشہ کے لیے اپنا غلام بنا کر رکھ سکتے ہیں۔"

"علی تیمور نے تمام بڑے ممالک کے اکابرین کو سزائیں دی تھیں۔ ان سزا پانے والوں میں ہمارے اکابرین بھی تھے۔ سزائیں دلوانے والی تھیں کہ تمام بڑے ممالک کے اکابرین نے علی کے فرزند علی تیمور کو قتل کرانے کے لیے اُن نون، شیڈو اور ہائیڈ اینڈ سیک کی خدمات حاصل کی تھیں پھر اس نے اُن نون کو گرفتار کرانے کے بعد یہ کہہ کر سزائیں ختم کردیں کہ تمام بڑے ممالک باقی تین کی طرح ذوہنڈ کر ان دونوں کو یعنی شیڈو اور ہائیڈ اینڈ سیک کو پکڑنے والے کریں۔"

الپا نے کہا "اطلاع ملی ہے کہ علی نے شیڈو کو بھی گرفتار کرالیا ہے۔"

"ہاں اب یہ ہائیڈ اینڈ سیک یعنی تھارن آوین رہ گیا ہے۔ فرہاد خان کی فیملی کے علاوہ تمام ممالک بھی اسے تلاش کررہے ہیں۔ گرفتار ہونے اور موت کی سزا پانے سے محفوظ رہنے کے لیے اپنی پناہ کے یہاں سے دوسری جگہ نہیں جائے گا لیکن ہمارا تابع بھی پسند نہیں کرے گا۔ ہم اسے اپنا غلام رکھنے کے لیے اس کا ہاتھ پاؤں توڑ کر اپاہج بنا کر رکھ سکتے ہیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں اس پر تنویمی عمل کرلوں گی۔"

"کیسے کرو گی؟ تمہاری طرح یہ بھی غیر معمولی دماغی قوتوں کا مالک ہے۔ جو آنکھیں ملاتے ہی دوسروں کو اپنے زیر اثر لے آتا ہے وہ تمہارے تنویمی عمل کے اثر میں نہیں آئے گا۔"

"آئے گا۔ آپ اسے کسی آرام دہ بنگلے میں ٹرانسفر کردیں۔ بنگلے میں وہ تنہا رہے گا۔ باہر سے کھڑکیاں اور دروازے بند کرکے باہر مسلح فوجی جوان پہرا دیں گے۔ وہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس سے کہا جائے کہ میں اس کے لیے ضرورت کا کھانا کھاؤں گی پھر میں کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دوں گی۔ اس کے اثر سے وہ دماغی طور پر کمزور ہو جائے گا۔ ایسے وقت اس کی آنکھیں بھی غیر معمولی کشش سے محروم ہو جائیں گی۔ اس طرح وہ میرے تنویمی عمل کے اثر میں آجائے گا۔"

"یہ طریقہ مناسب ہے لیکن میں تمہارا تحفظ چاہتا ہوں۔ تم اس کے پاس رات کے کھانے کے لیے جاؤ گی تو اس وقت وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا نہیں رہے گا۔ جب وہ شام کو چائے یا کافی پیتا ہے گا تو ہمارا ایک مسلح گارڈ اس میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دے گا جب وہ کمزوری میں مبتلا ہوگا تب تم بنگلے میں اس کے

فوجی جوان بنگلے کے اندر جا کر اس کے لیے چائے تیار کر رہا ہے۔ تم چلی آؤ۔"

"آل رائٹ۔ میں ابھی آ رہی ہوں۔"

وہ لباس تبدیل کر کے آئینے کے سامنے بن سنور کر بنگلے سے نکل کر اپنی کار میں آئی پھر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی جانے لگی۔ اس دوران میں کئی بار اس کے تصور میں تھارن کی آنکھیں جھلکتی رہیں اور وہ اپنے تصور سے انہیں مٹاتی رہی۔ جس بنگلے میں تھارن کو رکھا گیا تھا' اس بنگلے کے احاطے میں برین آدم دو فوجی افسروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ الپا نے وہاں آ کر کار سے اتر کر پوچھا "بگ برادر! آپ لوگ باہر کیوں بیٹھے ہیں؟"

برین آدم نے کہا "ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ اندر جا کر تھارن آوین سے باتیں کریں۔ اس سے نظریں ملتے ہی ایک عجیب طرح کی بے چینی پیدا ہوتی ہے۔"

"کیا اس نے چائے نہیں پی ہے؟"

"پی چکا ہے۔ ایک فوجی جوان چائے پینے تک وہاں موجود تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ وہ چائے پینے کے بعد کمزوری محسوس کرنے لگا تھا۔ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر بیڈ روم میں جا کر بستر پر لیٹ گیا تھا۔ اس کے بعد وہ فوجی باہر آ گیا۔ تم جاؤ۔ یہ اچھا موقع ہے۔ کمزوری کے باعث اسے نیند آئے گی اور نیند کے باعث اس کی آنکھیں بند ہوں گی۔ وہ تمہیں دیکھ بھی نہیں سکے گا اور تم بہ آسانی اپنا کام کر سکو گی۔"

الپا اندر جانے سے پہلے تھارن کے دماغ میں پہنچی۔ پتا چلا کہ وہ بستر پر آنکھیں بند کیے سونے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس نے مطمئن ہو کر برین آدم سے کہا "میں نے اس کے دماغ میں جا کر دیکھا ہے۔ وہ کمزوری محسوس کر رہا ہے اور اب سونے والا ہے۔ اس پر تنویمی عمل کرنے کے بعد میں ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سو کر بیدار ہونے کا حکم دوں گی پھر اسے آزاد کروں گی کہ وہ میرا تابع بن چکا ہے یا نہیں؟ اس کام میں دو گھنٹے لگیں گے۔ کیا آپ اس وقت تک یہاں رہیں گے؟"

برین آدم نے کہا "میں ضروری کام سے جا رہا ہوں لیکن یہ دونوں فوجی افسر اور کئی مسلح جوان موجود رہیں گے۔"

الپا نے دونوں افسروں سے کہا "آپ دونوں مستعد رہیں گے۔ اگر میں کوئی خطرہ محسوس کروں گی تو دماغ میں پہنچ کر پکاروں گی۔ آپ فوراً مسلح جوانوں کے ساتھ آ کر اسے قابو میں کریں گے۔"

وہ تمام احتیاطی تدابیر کے بعد دروازے کے پاس آئی۔ وہاں کھڑے ہوئے ایک فوجی پہرے دار نے دروازہ کھولا پھر اس کے اندر جانے کے بعد اسے باہر سے بند کر دیا۔ وہ اندر آ کر ڈرائنگ روم سے گزرتی ہوئی ایک بیڈ روم کے دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولنے سے پہلے آواز دی "مسٹر تھارن!"

پھر اس نے دستک دیتے ہوئے آواز دی "مسٹر تھارن!"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے تھارن کے دماغ میں دیکھا۔ اس کے خیالات نے بتایا۔ وہ کمزوری کے باعث دی والی کو جواب نہیں دے پا رہا ہے۔ اس کے منہ سے آواز نہیں رہی ہے۔ پکارنے والی کو اندر آنا چاہیے۔ دروازہ اندر سے نہیں ہے۔

اس نے مطمئن ہو کر دروازے کو کھولا۔ کمرے کی جانب بڑی سی کھڑکی کے پاس وہ بیڈ پر آنکھیں بند کیے تھا۔ اس کے چہرے سے ایسی پریشانی ظاہر ہو رہی تھی جسمانی اور دماغی کمزوری سے لڑ رہا ہو۔ اس نے قریب آ "تھارن!"

اس نے بڑی تکلیف سے اندر کی سانس چھوڑی "آہ" کی آواز نکالی۔ الپا نے اس کے چہرے پر جھک کر تمہاری کمزوری اور پریشانی دور ہو جائے گی۔ میں ذریعے تمہیں گہری نیند سلا دوں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تھارن نے پٹ سے آنکھیں دیں۔ وہ اس پر جھکی ہوئی تھی۔ اس کی متناطیسی نظروں سے ملتے ہی اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ دل تیزی سے دھڑکنے کی آنکھوں میں ایسی بلا کی کشش تھی کہ وہ نظریں ہٹا نے ہو رہی تھی۔ وہ بھاری گمبھیر سی آواز میں بولا "تم ہو۔ بہت حسین ہو۔ یوں جھکی نہ رہو۔ میرے پاس بیٹھ جاؤ۔"

وہ بستر کے سرہانے پر یوں بیٹھی کہ نظروں سے نظریں سکیں کیونکہ تھارن اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں سے پیوست ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا پھر اس کے چہرے کو دونوں ہتھیلیوں اس طرح جکڑ لیا کہ اب وہ ہزار کوششوں کے باوجود اس سے نہیں چرا سکتی تھی۔

وہ اپنی شیطانی آنکھوں سے چند سیکنڈ میں کئی کی بھی جکڑ لیتا تھا اور الپا اس بار بڑی دیر سے جکڑی ہوئی تھی۔ دل اور دماغ کہہ رہا تھا کہ اپنے پورے وجود کے ساتھ آنکھوں میں سما جائے۔ وہ حکم دے تو اس کے قدموں میں ہو جائے۔

اس نے حکم دیا "میری نظروں سے نظریں ہٹانے کی میری آنکھیں تمہارے دل اور دماغ میں رہیں گی۔ تم جدھر ادھر صرف میری آنکھیں دکھائی دیں گی۔ اب نظریں ہٹا بھی دیکھ کرتا۔ تمہیں کیا نظر آ رہا ہے؟"

اس نے نظریں ہٹائیں۔ دروازے کو دیکھا' دیوار کے پردے کو' سر اٹھا کر چھت کو' سر جھکا کر بستر کو دیکھا صرف اس کی طلسمی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں تھارن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا "تم ہو' جہاں وہاں تم ہی تم ہو۔ اتنی بڑی دنیا میں تمہاری آنکھوں کے

نہیں ہے۔ اگر کچھ ہوگا تب بھی میں کچھ نہیں دیکھوں گی۔ تمہاری آنکھوں میں ڈوبتی رہوں گی۔"

تھارن نے اسے دونوں بانہوں میں لے کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا "آؤ اور ہمیشہ کے لیے میری آنکھوں میں ڈوب جاؤ۔"

وہ چٹان جیسے سینے سے لگ کر دل کی دھڑکنوں کو آرام پہنچانے لگی۔ اس کی آنکھیں جہاں دیکھ رہی تھیں' وہاں طلسمی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اسے تھارن کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "وہ فوجی جوان احمق تھا۔ کچن میں چائے بناتے وقت اس نے یہ خیال نہیں رکھا کہ میں سامنے والے آئینے میں اسے کوئی دوا ملاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ وہ کیسی دوا تھی؟"

وہ سحر زدہ سی آواز میں بولی "وہ اعصاب کو کمزور کرنے والی دوا تھی۔ میں تمہیں کمزور کرکے تم پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی۔ کیا اس دوا نے تم پر اثر نہیں کیا؟"

"اگر چائے پی لیتا تو وہ دوا ضرور مجھے نقصان پہنچاتی۔ اس فوجی جوان نے میرے سامنے پیالی رکھتے ہوئے مجھے دیکھا تو میری نظروں نے اسے جکڑ لیا۔ میں نے حکم دیا "میری آنکھوں میں دیکھتے رہو۔"

وہ کئی منٹ تک دیکھتا رہا پھر میں نے حکم دیا "اب اپنی آنکھیں بند کرو۔ میں چائے پینے کے بعد تمہیں آنکھیں کھولنے کا حکم دوں گا۔ اس وقت تک تم اپنی بند آنکھوں کے پیچھے تصور میں میری آنکھیں دیکھتے رہو گے اور میری آنکھوں میں ہمیشہ ڈوب جانے کی خواہش کرتے رہو گے۔"

اس نے میرے حکم کے مطابق آنکھیں بند کیں۔ میں چائے کی پیالی اٹھا کر باتھ روم میں آیا۔ تمام چائے واش بیسن میں ڈال کر نلکا کھول دیا۔ چائے پانی کے ساتھ بہہ گئی۔ میں نلکا بند کرکے واپس کمرے میں آگیا۔ پیالی کو سامنے رکھ کر بولا "آنکھیں کھولو۔"

اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ میری اجازت کے بغیر وہ مجھ پر سے نظریں نہیں ہٹا سکتا تھا۔ میں نے پوچھا "تم نے چائے میں کون سی دوا ملائی تھی؟"

وہ سحر زدہ ہو کر بولا "اعصاب کو کمزور کرنے والی دوا۔ جب آپ کمزوری محسوس کرنے لگیں گے تو میڈم آکر آپ پر تنویمی عمل کریں گی اور اپنا تابع بنالیں گی۔"

"تم باہر جا کر رپورٹ دو گے کہ میں نے تمہاری آنکھوں کے سامنے تمام چائے پی لی اور تمہارے باہر جاتے وقت کمزوری محسوس کررہا تھا اور اپنے بیڈ روم کی طرف ڈگمگاتے ہوئے جارہا تھا۔"

"میں باہر جا کر آپ کے حکم کے مطابق افسران کو رپورٹ دوں گا۔"

"اب تم جاسکتے ہو۔"

وہ پلٹ کر اس کمرے سے چلا گیا۔ میں یہاں آکر کمزوری محسوس کرنے لگا۔ بستر پر آکر لیٹ گیا۔ یہ جاننا تھا کہ تم میرے بارے میں آکر میری کیفیت معلوم کروگی۔ کیا تم میرے دماغ میں تھیں؟"

"ہاں آئی تھی اور تمہارے خیالات پڑھ کر مطمئن ہوگئی کہ تم کمزوری میں مبتلا ہوگئے ہو۔"

"تم مجھ پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھیں۔ کیا تم نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی میری جیسی آنکھیں دیکھی ہیں؟"

"نہیں' پہلی بار دیکھی ہیں اور ان آنکھوں کی اسیر ہوگئی ہوں۔"

"میں چند سیکنڈ میں کسی کو بھی عارضی طور پر اپنا معمول بنالیتا ہوں لیکن ہمیشہ کے لیے تمہیں اپنا تابع بنانے کے لیے مجھے باقاعدہ مہارت سے عمل کرنا ہوگا۔ آؤ آرام سے لیٹ جاؤ۔"

اس نے الپا کو دونوں بانہوں میں اٹھا کر بستر پر لٹایا پھر اس کے پاس بیٹھ کر اس کے چہرے پر جھک کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تنویمی عمل کرنے لگا۔

باہر بیٹھے ہوئے افسران سوچ رہے تھے کہ ان کی میڈم اس قیدی تھارن پر تنویمی عمل کرکے اسے تابع... بنا رہی ہوں گی۔

اور تھارن اس کے دماغ میں یہ احکامات نقش کررہا تھا کہ ہمیشہ اس کی تابع رہے گی لیکن دنیا والوں کو دکھانے کے لیے غلام بنا کر اپنے ساتھ رکھا کرے گی۔ وہ سب کے سامنے بظاہر اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا لیکن دراصل وہ اس کے مطیع پر بے چون و چرا عمل کیا کرے گی۔ وہ اپنی کسی بھی حرکت سے ظاہر نہیں کرے گی کہ وہ اس پر حاوی ہوگیا ہے اور وہ اس کے اثر رہنے لگی ہے۔

تھارن نے تمام ضروری احکامات اس کے دماغ پر نقش کردیے۔ وہ اپنی شیطانی فطرت اور شیطانی آنکھوں کی تاثیر کے ذریعے ایسا زبردست اور خطرناک ہپناٹائز کا ماہر بن گیا تھا کہ عمل کے ذریعے اپنے کسی بھی معمول کے دماغ کے چور خانے کھول کر دیتا تھا۔ اس نے الپا کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔ کوئی اس کے خیالات کو پڑھ نہیں سکتا تھا۔

وہ صحیح معنوں میں تنویمی عمل کی گہرائیوں تک پہنچا ہوا تھا۔ جو حکم صادر کرتا تھا' اسی پر اس کا معمول عمل کرتا تھا۔ نے الپا کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ کبھی زخمی ہوجانے کی صورت میں دماغ کمزور ہونے کے باوجود نہ تو پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ سکے گا اور نہ ہی الپا کے دماغ کے چور خانے میں داخل ہوسکے گا۔ حال میں صرف اس کی معمول اور تابع رہے گی۔

عام حالات میں وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک کر ان سوچ کی لہروں کو بھگا دے گی لیکن ایک آواز اور لب و لہجے کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گی۔

نے وہ مخصوص لب و لہجہ اس کے دماغ میں نقش کرکے اسے آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ وہ آدھے گھنٹے تک سوتی رہ گئی۔

جب آدھا گھنٹا ختم ہونے میں ایک منٹ رہ گیا تو اس نے بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے بند کیا اور اس کے پاس آکر لیٹ گیا۔ اس کے سر کو اپنے ایک بازو پر رکھ لیا۔ اس کی زلفوں کو اپنی انگلیوں سے سہلانے لگا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا' اسے تھارن کی آنکھیں اپنے اوپر جھکی ہوئی نظر آئیں۔ وہ بڑے پیار سے ان آنکھوں کو دیکھنے لگی۔ اس نے پوچھا "کیا میری آنکھوں سے ڈر لگتا ہے؟"

وہ اس کی گردن میں بانہہ ڈال کر بولی "نہیں۔ پہلے تمہاری آنکھیں پرائی تھیں۔ خوف ناک انداز میں اپنی طرف کھینچتی تھیں۔ اب تو یہ آنکھیں میری آنکھوں میں اتر آئی ہیں' میرے دل و دماغ میں سما گئی ہیں۔ اب یہ تمہاری نہیں' میری آنکھیں ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ تن من سے اس پر نچھاور ہونے لگی۔ تھارن نے کہا "تم نے باہر بیٹھے ہوئے افسران سے کہا تھا کہ دو گھنٹے کے بعد ان سے دماغی رابطہ کروگی۔ دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔ یہاں مزید میرا دل خوش کرنے کے لیے ان سے کہو کہ ایک گھنٹے بعد انہیں بنگلے کے اندر ڈرائنگ روم میں بلاؤ گی۔"

الپا نے اس کے حکم کے مطابق بنگلے کے باہر بیٹھے ہوئے ایک افسر کے دماغ میں پہنچ کر کہا "تھارن آوبن مزید ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سوتا رہے گا۔ اس کے بیدار ہونے کے بعد تم دونوں افسران کو اندر بلاؤں گی۔"

دوسرے افسر نے پوچھا "میڈم! دیر کیوں ہورہی ہے؟ آپ خیریت سے ہیں؟"

"میں بالکل خیریت سے ہوں۔ تھارن آوبن زبردست قوتِ ارادی کا مالک تھا۔ اگرچہ اسے دوا کے ذریعے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کردیا گیا تھا' اس کے باوجود اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے گہری نیند سلانے اور ٹرانس میں لاکر تنویمی عمل کرنے میں کافی وقت لگا۔ بہرحال کامیابی ہوئی ہے۔ میں نے اسے اپنا معمول اور تابع بنالیا ہے اور دو گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا ہے تاکہ میرا عمل اس کے پُرسکون دماغ میں گہرائیوں تک نقش ہوتا رہے۔"

"میڈم! آپ کے بگ برادر برین آدم نے فون کے ذریعے آپ کی خیریت پوچھی تھی۔"

"بگ برادر سے کہو' میں خیریت سے ہوں۔ تھارن کے بیدار ہونے تک اس کے دوسرے ساتھیوں مسٹر اَن نون اور مسٹر شیڈو کے بارے میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کررہی ہوں کہ علی تیمور انہیں کہاں لے گیا ہے اور ان کے ساتھ کیا سلوک کررہا ہے؟ مجھے امید ہے کہ تھارن کی طرح اس کے دونوں ساتھیوں کو بھی ٹریپ کرکے یہاں لاسکوں گی۔"

وہ خیال خوانی ختم کرکے پھر تھارن کے گلے کا ہار بن گئی۔ آئندہ کبھی بیت کی کوئی منزل آنے تک ہار نے والی تھی کہ اس کے گلے کا ہار بن کر رہتا تھا۔ اس کی زندگی میں پہلی بار ایسا ہورہا تھا۔ پارس کو اپنی بے وفائی سے بار بار ہارنے کے بعد اس نے تھارن کو جیتنے کا موقع دے دیا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ کھلونا بنتی رہی پھر تھارن نے کہا "میں اپنے ساتھی شیڈو کی آواز اور لب و لہجے کی نقل سنا رہا ہوں۔ تم اسے ذہن نشین کرکے اس کے پاس پہنچو اور اس کے اندر رہ کر خاموشی سے معلوم کرو کہ علی تیمور نے اسے اور اَن نون کو کہاں چھپا کر رکھا ہے؟"

تھارن اپنے ساتھی شیڈو کی آواز اور لب و لہجے میں بولنے لگا۔ وہ توجہ سے سنتی رہی پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی شیڈو کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ الپا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکا۔ وہ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ علی نے اَن نون کو حکومتِ فرانس کے حوالے کرکے یہ تاکید کی ہے کہ اَن نون کے دونوں بازوؤں کا زخم بھرنے تک جیل کے ڈاکٹر سے اس کا علاج کرایا جائے اور جیل کے اس حصے میں جیلر اور فوج کے اعلیٰ افسران کے سوا کسی اور کو جانے کی اجازت نہ دی جائے۔

اگر اَن نون کسی کے بھی تعاون سے فرار ہوگا تو فرانس کے اکابرین کو پہلے کی طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعے سزا دی جائے گی۔ وہ اکابرین پہلے کی طرح سونے کے وقت نہیں سو سکیں گے۔ دن ہو یا رات' جب بھی سونا چاہیں گے تو ان کے دماغوں کو بجلی جیسے جھٹکے پہنچیں گے۔ اس طرح وہ دن رات جاگنے کے عذاب میں مبتلا رہ کر مرجائیں گے۔

فرانس کے اکابرین اور فوجی افسران آئندہ ایسی بدترین سزا سے محفوظ رہنے کے لیے اَن نون کی کڑی نگرانی کررہے تھے۔ اَن نون کے لیے علی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اسے ایک ویران جزیرے کے ایک کانیج میں ایک ہفتے کا راشن اور پانی دے کر چھوڑ دیا جائے گا۔ دوسرا کوئی اس جزیرے میں آکر اس کانیج تک پہنچ کر اَن نون کو اس کے ہیرے جواہرات کے ساتھ نکال کر نہیں لے جاسکے گا کیونکہ جزیرے میں قدم قدم پر بارودی سرنگیں بچھی ہوں گی جو نظر نہیں آئیں گی۔ کانیج تک پہنچنے والوں کا ایک بھی قدم غلط پڑے گا تو دھماکے سے ان کے جسموں کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔

شیڈو کے خیالات نے مزید بتایا کہ علی تیمور نے اسے اٹلی کے ایک جنوبی وسیع و عریض جزیرے سسلی میں قیدی بنا کر رکھا ہے۔ اس سمندر میں کارسیکا' سارڈینیا اور طورما کا نامی کئی چھوٹے جزیروں کے علاوہ اور دو چار بے نام اور غیر آباد جزیرے ہیں۔ ان میں سے ایک گمنام اور غیر آباد جزیرے میں اَن نون کو پہنچانے کے لیے ایک چھوٹا سا کانیج وہاں بنوایا گیا۔ ایک ہفتے کے لیے اس کے کھانے پینے کا انتظام کیا گیا تھا اور بابا صاحب کے بیس ماہرین کانیج سے ساحل

تک بارودی سرنگیں بچھا رہے تھے۔ یہ کام بڑی رازداری سے ہو رہا تھا۔

چونکہ اُن نون ابھی زیرِ علاج تھا اس لیے علی نے فیصلہ کیا تھا کہ اس جزیرے کا تمام ضروری کام دوسرے دن شام تک ختم ہو جائے گا۔ تب تیسرے دن اُن نون کی جگہ شیڈو کو وہاں پہنچایا جائے گا۔ کانیج سے لے کر چاروں طرف ساحل تک بارودی سرنگیں ہوں گی لہٰذا ایک ہیلی کاپٹر شیڈو کو اس کانیج تک لے جائے گا۔ بلندی سے ایک سیڑھی لٹکا کر شیڈو کو کانیج کی چھت پر اتارنے کے بعد وہ ہیلی کاپٹر وہاں سے چلا جائے گا۔ اس کے بعد کسی ہیلی کاپٹر کو اس کانیج کی طرف نہیں جانے دیا جائے گا۔ اس جزیرے کے آس پاس کے ممالک اٹلی، فرانس، اسپین اور جنوب میں الجزائر، لیبیا، مصر اور اسرائیل کے حکام سے کہہ دیا گیا تھا کہ جس ملک سے کوئی ہیلی کاپٹر اس گمنام جزیرے کی طرف جائے گا، اس ملک کے خلاف ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑی عبرت ناک انتقامی کارروائی کی جائے گی۔ شیڈو بھی اپنی مدد کے لیے آنے والے کسی ہیلی کاپٹر کے ذریعے فرار نہیں ہو سکے گا۔ اس سے پہلے کہ شیڈو کسی ہیلی کاپٹر کی لٹکائی ہوئی سیڑھی تک پہنچے، اسے خیال خوانی کے ذریعے کانیج کے باہر دور اڑایا جائے گا۔ اس طرح وہ بارودی سرنگوں کی زد میں آ کر حرام موت مرے گا۔

ویسے اس پر علی تیمور کو اعتراض نہیں تھا کہ کوئی بھی سمندری راستے سے جزیرے کے ساحل تک پہنچ کر بارودی سرنگوں سے گزر کر کانیج سے شیڈو کو نکال لے جانے کا خطرہ مول لے یا شیڈو کسی تدبیر سے فرار ہو جائے۔ کانیج کے چاروں طرف موت کا ایسا جال بچھایا گیا تھا کہ جرائم کی دنیا کا مکار سے مکار مجرم بھی یہ خطرہ مول لینا پسند نہ کرتا۔ البتہ اُن نون اور شیڈو کے پاس جتنے ہیرے جواہرات تھے، ان سب کو اس کانیج میں پہنچا دیا گیا تھا۔ کروڑوں ڈالرز کے ہیرے جواہرات کا لالچ ایسا تھا کہ پتا نہیں کتنے چال باز مجرم وہاں تک پہنچنے کے منصوبے بنا رہے ہوں گے۔

الپا یہ تمام معلومات حاصل کر کے تھارن کو بتا رہی تھی۔ معلومات حاصل کرنے میں کافی وقت گزر گیا تھا۔ بیرونی دروازے پر ایک افسر دستک دے کر پوچھ رہا تھا "میڈم! بہت دیر ہو چکی ہے۔ آپ خیریت سے ہیں؟"

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ تھارن آوین نیوی نیند سے بیدار ہو چکا ہے۔ میں اسے آزما رہی ہوں کہ میرا نیوی عمل کس حد تک اس پر کامیاب رہا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ وہ پوری طرح میرا غلام بن چکا ہے۔ میں دروازہ کھول رہی ہوں۔"

الپا وہاں سے اٹھ کر دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولا تو باہر دو فوجی افسران کے ساتھ برین آدم بھی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا "تم نے کہا تھا، دو گھنٹے بعد آؤ گی مگر ساڑھے تین گھنٹے گزر چکے ہیں۔ میں پریشان ہو کر پھر یہاں آیا ہوں۔"

"بگ برادر! یہ آپ کی محبت ہے۔ ذرا سی کوئی بات ہو جائے تو آپ میرے لیے پریشان ہو جاتے ہیں۔"

وہ سب باتیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئے۔ وہاں تھارن... صوفوں کے پیچھے ایک تابع کی طرح سر جھکائے کھڑا ہوا تھا۔ سب نے اسے دیکھا۔ الپا نے کہا "اب یہ قید خانے میں نہیں رہے گا۔ اس کی مقناطیسی آنکھیں میری حفاظت کے لیے بہت ہیں۔ یہ ہمیشہ میرا باڈی گارڈ بن کر میرے ساتھ رہے گا۔"

برین آدم نے پوچھا "تم بالکل مطمئن ہو؟ ایسا نہ ہو کہ بعد میں اس کی چالاکی اور فریب کا انکشاف ہو اور ہمیں پچھتانے کا بھی موقع نہ ملے۔"

"ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ مجھے دروازہ کھولنے میں اسی لیے دیر ہوئی کہ میں اسے طرح طرح سے آزما رہی تھی۔ اس نے شیڈو کے لب و لہجے کی نقل سنا کر مجھے اس کے دماغ میں پہنچایا تھا۔ میں نے شیڈو کے خیالات پڑھ کر بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔"

وہ بتانے لگی کہ علی تیمور نے اُن نون اور شیڈو کو کہاں کہاں قیدی بنا کر رکھا ہے اور پرسوں شیڈو کو ایک گمنام جزیرے کے کانیج میں پہنچانے والا ہے۔ اس جزیرے کے بارے میں سب ہی اخبارات میں پڑھ چکے ہیں۔

ایک فوجی افسر نے کہا "تھارن آوین مقناطیسی آنکھوں کے ذریعے کسی سے بھی نظریں ملا کر اسے عارضی طور پر اپنا مطیع و فرماں بردار بنا لیتا ہے۔ یہ ہمارے دشمنوں کو ہماری طرف مائل کر سکے گا اور آپ کا محافظ بنا رہے گا۔ کیا اس کی طرح شیڈو بھی کسی غیر معمولی صلاحیت کا مالک ہے؟"

"شیڈو در اصل بلان میکر ہے۔ پچھلے بارہ برسوں سے اُن نون اور تھارن آوین اس کی پلاننگ کے مطابق عمل کرتے اور بے انتہا دولت کماتے رہے ہیں۔ اس بار اُن نون اور تھارن نے کروڑوں ڈالر کمانے کے لالچ میں فرہاد کو قتل کرانے کی ذمے داری لی۔ شیڈو نے اعتراض کیا۔ ان کو سمجھایا کہ یہ لالچ انہیں لے ڈوبے گا۔ آج تک اس کی پلاننگ کے مطابق عمل کر کے کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ اس پر ان دونوں نے کہا کہ اس کی پلاننگ حرفِ آخر نہیں ہے اور فرہاد نے قیامت تک زندہ رہنے کے لیے اپنی تقدیر نہیں لکھوائی ہے۔ ایک دن اسے مرنا ہے۔ ممکن ہے اسے ان کے ہی کرائے کے قاتل ہلاک کریں لیکن وہ ہلاک نہیں ہوا۔ کتنے ہی کرائے کے قاتل اس کے اور علی تیمور کے ہاتھوں مارے گئے۔ وہ آج بھی زندہ ہے اور اس کا بیٹا علی ان تینوں کو عبرت ناک سزائیں دے کر ہلاک کرنے والا ہے۔ بارہ برس سے مسلسل کامیابیاں حاصل کرنے والے صرف اس لیے ناکام رہے کہ انہوں نے شیڈو کی مرضی کے خلاف کام کیا۔ اسے جو علمِ نجوم میں مہارت حاصل ہے، اس سے انکار کیا۔"

دوسرے فوجی افسر نے پوچھا "کیا شیڈو کو علمِ نجوم میں مہارت حاصل ہے؟"

"ہاں اس علم میں وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے۔ وہ اپنے دونوں ساتھیوں اُن نون اور تھارن کا زائچہ اور ان کے ستاروں کی چال دیکھ کر پیش گوئی کیا کرتا تھا کہ انہیں کسی بڑی شخصیت کو قتل کرانے میں خطرات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ اس بار اس نے پیش گوئی کی تھی کہ وہ ناکام رہیں گے اور ان دونوں کے ساتھ وہ بھی مصیبتوں میں پھنسے گا۔ فرہاد اور اس کے بیٹے ان کا جینا حال کر دیں گے حتیٰ کہ ان میں سے کوئی ایک موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔"

برین آدم نے کہا "یہاں اس کے علمِ نجوم نے غلط کہا ہے۔ علی نے ان میں سے دو کو گرفتار کیا ہے۔ دونوں کو موت کے گھاٹ اتارے گا۔ صرف تھارن کو ہم اپنے مقصد کے لیے زندہ رکھیں گے۔"

"شیڈو کی پیش گوئی غلط نہیں ہو گی۔ اس کی دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ جتنا معصوم اور شریف انسان دکھائی دیتا ہے، اندر سے اتنا ہی مکار ہے۔ اسے یقین ہے کہ وہ موت کے اس جزیرے سے صحیح سلامت نکل آئے گا۔"

برین آدم نے کہا "علی نے اخبارات کے ذریعے اعلان کیا تھا کہ جو بھی قیدی اس جزیرے سے نکل کر فرار ہو گا، اسے بیس کلو میٹر دور تک کہیں بھی جا کر چھپنے کا موقع دیا جائے گا۔ اس کے بعد علی اسے آگے کہیں بھاگنے اور روپوش ہونے کا موقع نہیں دے گا۔ شیڈو اپنی مکاری سے اس کانیج کے باہر آئے گا۔ کسی طرح بارودی سرنگوں سے بچ کر ساحل تک پہنچے گا تو وہاں سے فرار ہونے کے لیے ایک موٹر بوٹ موجود رہے گی۔ وہ اس میں بیٹھ کر فرار ہو گا لیکن اس جزیرے کے چاروں طرف جتنے جزیرے اور جتنے ممالک ہیں، انہیں وارننگ دی گئی ہے کہ جو اس کی مدد کرے گا یا اسے پناہ دے گا، اس ملک کے خلاف ٹیلی پیتھی کے ذریعے کارروائی کی جائے گی۔"

ایک افسر نے کہا "وہ موت کے جزیرے سے نکل کر بیس کلو میٹر تک سمندر میں بھٹکتا رہے گا۔ کوئی ملک اسے اپنے ساحل تک پہنچنے نہیں دے گا۔ ایسی صورت میں وہ زندہ کیسے بچے گا؟ اس کی موت لازمی ہو گی۔"

الپا نے کہا "نہیں ہو گی۔ اس کی پیش گوئی ہمیشہ درست ہوتی ہے۔ جب وہ بارودی سرنگوں سے بچ کر جزیرے کے ساحل تک پہنچے گا تو موٹر بوٹ پر سمندر میں صرف چند کلو میٹر تک جائے گا۔ اس کے بعد ہمارا ایک ہیلی کاپٹر اسے موٹر بوٹ سے اٹھا کر لے جائے گا۔"

دوسرے افسر نے کہا "علی تیمور ہمارے خلاف کارروائیاں شروع کر دے گا۔"

"ہماری طرف سے جانے والا ہیلی کاپٹر سیاہ رنگ کا ہو گا۔ کسی ملک کی نشان دہی نہیں کرے گا کہ کہاں سے آئے گا۔ وہاں سے قریب جنوب میں لیبیا کے ایک ویران حصے میں ہمارا ایک چھوٹا طیارہ موجود ہو گا۔ شیڈو کو اس طیارے میں منتقل کیا جائے گا۔ وہ طیارہ شیڈو کو ہمارے پاس لائے گا اور اس سیاہ ہیلی کاپٹر کو بم سے تباہ کر دیا جائے گا۔"

برین آدم نے تائید میں سر ہلا کر کہا "یہ اچھی تدبیر ہے۔ فرہاد اور علی تیمور وغیرہ اس تباہ ہونے والے ہیلی کاپٹر کو لیبیا کی زمین پر دیکھ کر تسلیم کریں گے کہ ایک مسلمان ملک نے ان کے مجرم کو فرار ہو کر زندہ سلامت رہنے کا موقع دیا ہے۔ وہ لیبیا اور کرنل قذافی کے دشمن بن جائیں گے۔ ہم پر کبھی شبہ نہیں کریں گے۔"

ایک افسر نے کہا "لیکن اس بات کا خیال رکھا جائے کہ فرہاد یا ثانی مفرور شیڈو کے دماغ میں رہیں گے اور معلوم کرتے رہیں گے کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔"

"شیڈو موٹر بوٹ سے سیڑھی پر چڑھ کر جیسے ہی سیاہ ہیلی کاپٹر میں آئے گا، اسے ایک انجکشن کے ذریعے بے ہوش کر دیا جائے گا۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ سے کچھ نہیں معلوم کر سکے گا۔"

"بیٹر اف از ڈن۔۔۔"

سب نے اس طریقۂ کار کی تائید کی پھر تھارن آوین کی طرف متوجہ ہو کر اس کے بارہ برس تک پراسرار رہنے کے سلسلے میں کئی رازوں کے متعلق سوالات کرتے رہے اور وہ صحیح جواب دے کر ثابت کرتا رہا کہ وہ بے شک و شبہ الپا کا تابع بن چکا ہے۔

وہ سب مطمئن ہو کر الپا سے رخصت ہو کر چلے گئے۔ تھارن نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا پھر الپا کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ روم کی طرف جانے لگا۔

○☆○

ثنا فجر کی نماز پڑھنے اور کلام پاک کی تلاوت کرنے کے بعد کچن کی طرف جانے کے لیے ناصو اور پورس کے بیڈ روم کے سامنے سے گزرنے لگی۔ اس کمرے کا کھلا ہوا دروازہ دیکھ کر رک گئی۔ یہ روز کا معمول تھا کہ وہ دروازہ بند رہتا تھا۔ ثنا ناشتا تیار کرنے کے بعد دروازے پر آ کر دستک دیتی تھی۔ تب ناصو دروازہ کھولتی تھی لیکن اس روز خلافِ معمول کھلا ہوا دروازہ دیکھ کر اس نے باہر ہی سے ناصو کو آواز دی۔ اسے جواب نہیں ملا پھر اس نے پورس کو آواز دے کر پوچھا "بھائی جان! کیا بھابی واش روم میں ہیں؟"

اسے پورس کی طرف سے بھی جواب نہیں ملا۔ کمرے میں خاموشی رہی۔ وہ حیرانی سے سوچتی ہوئی کھلے ہوئے دروازے پر آئی۔ کمرا خالی نظر آ رہا تھا۔ اس نے کمرے کے اندر آ کر دونوں کو پکارا۔ باتھ روم کا دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا۔ اگر وہ دونوں باتھ روم

میں ہوتے تو ثنا کی آواز ان تک ضرور پہنچتی اور وہ دونوں ضرور جواب دیتے۔

وہ دونوں کو آوازیں دیتی ہوئی ہاتھ روم کے آدھے کھلے ہوئے دروازے پر آئی۔ وہاں بھی اندر کوئی نہیں تھا۔ وہ دونوں ناشتا کیے بغیر باہر نہیں جاتے تھے۔ صبح چہل قدمی نہیں کرتے تھے۔ اس نے باتھ روم سے پلٹ کر پھر کمرے کا جائزہ لیا۔ ایک الماری کا پٹ کھلا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دونوں پٹ کھول کر دیکھے۔ وہاں ناصرہ کی اٹیچی نہیں تھی۔ اس کے کچھ ملبوسات اور میک اپ کا سامان بھی دکھائی نہیں دیا۔ تب اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ناصرہ کے دماغ میں پہنچی مگر سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ اس نے ایک ذرا وقفے کے بعد پھر اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کہا "بھابی! میں ثنا۔۔۔"

بات پوری ہونے سے پہلے ہی ناصرہ نے سانس روک لی۔ ثنا نے پورس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے بھی سانس روک کر اس کی سوچ کی لہروں کو باہر کردیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایک سگے بھائی کی طرح محبت کرنے والا اور اس کے ہاتھ سے اپنی کلائی پر راکھی بندھوانے والا بھی بے مروتی سے بہن کی سوچ کی لہروں کو واپس کردے گا۔

اس نے پھر ذرا وقفے سے دماغ میں پہنچتے ہی کہا "میں آپ کی بہن ثنا ہوں۔۔۔"

پورس نے پھر سانس روک لی۔ چار بار ناصرہ اور پورس کے دماغوں میں جا کر واپس آتے رہنے سے اتنا معلوم ہوا کہ وہ کار میں جارہے ہیں۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی بنگلے کے بیرونی دروازے کی طرف آئی۔ وہ دروازہ کھلا ہوا تھا اور باہر پورچ میں ان کی رینٹڈ کار نہیں تھی۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کرکے جلال پاشا کو مخاطب کیا۔ "ابو! ناصرہ بھابی اور بھائی جان کہیں چلے گئے ہیں۔ میں ان کے دماغوں میں جاتی ہوں تو وہ سانس روک لیتے ہیں۔ پتا نہیں ایسی کیا شکایت مجھ سے ہوسکتی ہے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے بھی مجھ سے بات کرنا گوارا نہیں کررہے ہیں۔"

جلال پاشا نے کہا "تمہاری باتیں سن کر حیرت ہورہی ہے۔ ابھی سات بجنے سے پہلے رات کو فرہاد صاحب سے اتحاد ہوا تھا۔ پارس اور پورس کی دوستی ہونے والی تھی۔ دوسروں کے مقابلے میں ہماری نیم مضبوط ہوگئی تھی پھر وہ دونوں اچانک ہم سے دور کیوں ہورہے ہیں۔ ٹھہرو، میں ان سے رابطہ کرتا ہوں۔"

اس نے ان دونوں سے باری باری رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی۔ انہوں نے اپنے بزرگ ساتھی جلال پاشا کا نام سننے کے باوجود سانسیں روک کر اس کی بات نہیں سنی، اپنے دماغوں سے نکال دیا۔ اس نے ثنا کے پاس آکر کہا "بیٹی! کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کسی دشمن نیلماں پیتھی جاننے والے نے ان دونوں کو ٹریپ کرلیا ہے۔"

"ابو! ہم سب کتنی محبت اور اعتماد سے متحد ہو کر ایک اچھے اور کامیاب زندگی کا آغاز کرنے والے تھے لیکن کوئی دشمن اتحاد اتحاد کو اپنے لیے خطرہ سمجھ رہا تھا۔ اس نے صبح ہونے سے پہلے ان دونوں کو ہم سے دور کردیا اور میں سمجھتی ہوں، نیلماں نے ایسا کیا ہے۔ پچھلی رات وہ بھابی کے اندر رہ کر ہماری باتیں سن رہی تھی۔"

"بے شک نیلماں ہی یہ دشمنی کررہی ہے۔ میں فرہاد صاحب کو اطلاع دینے جارہا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا اور ان دونوں کے اچانک جانے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی گفتگو نہ کرنے والی باتیں بتائیں۔ میں نے تمام باتیں سن کر کہا "آپ کا شبہ درست ہے۔ ایسا نیلماں ہی کرسکتی ہے۔ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ان دونوں کو ٹریپ نہیں کرسکتا کیونکہ پورس یوگا کا ماہر ہے اور مضبوط قوتِ ارادی رکھتا ہے۔ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ ناصرہ کے دماغ پر بھی کوئی قابو نہیں پاسکتا لیکن آتما کے بغیر زندگی قائم نہیں رہ سکتی اور زندہ رہنے تک ہی دماغ سوچ سکتا اور کام کرسکتا ہے۔ اس حساب سے انسانی دماغ آتما کا محتاج ہوتا ہے۔ نیلماں کی آتما نے ناصرہ کو مجبور کیا ہوگا کہ وہ پورس کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے۔ ناصرہ نے مجبوراً ایسا کیا ہوگا پھر پورس پر تنویمی عمل کرکے خود پر نیلماں کی مرضی کے مطابق تنویمی عمل کیا ہوگا۔ اس طرح وہ دونوں نیلماں کے زیرِ اثر آگئے ہیں۔"

"لیکن آپ نے فرمایا تھا کہ روزانہ ناصرہ کے سامنے دعائیہ آیتیں پڑھی جائیں تو نیلماں کی ناپاک آتما قرآن شریف کی آیتوں اور اس کے تقدس کے زیرِ اثر رہا کرے گی۔ وہ کبھی ناصرہ اور پورس کو کسی طرح کا بھی نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

"کیا پچھلی رات ناصرہ کے سامنے کلام پاک کی تلاوت کی گئی تھی؟"

"جی ہاں۔ ثنا نے دعائیہ آیتیں پڑھی تھیں۔"

"ہوں۔" میں سوچ میں پڑگیا پھر بات سمجھ میں آگئی۔ میں نے کہا "ثنا درست کہہ رہی تھی۔ آیتیں پڑھی گئی ہوں گی لیکن وہ دونوں ایک ہی بیڈ روم میں رہتے ہیں۔ انہوں نے پہلے کی طرح جسمانی تعلق قائم کیا ہوگا۔ اس طرح نیلماں کی آتما نے ان کی ناپاکی سے فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ دونوں ناپاک آتما کو اپنے زیرِ اثر رکھنے کے لیے پاک وصاف نہ رہ سکے۔ یوں ناپاکی اور شیطانیت کو غالب آنے کا موقع دیا ہے۔"

"فرہاد صاحب! یہ تو بہت برا ہوا۔ ناصرہ اور پورس میرے بچوں کی طرح ہیں۔ پورس آپ کو بھی سچے دل سے ایک باپ کی جگہ دے رہا تھا اور آپ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے پارس کو

بھائی کہہ کر گلے لگانے کا ارادہ رکھتا تھا۔"

میں نے پاشا سے گفتگو کے دوران میں ناصرہ کو بیٹی اور پورس کو بیٹا کہہ کر مخاطب کیا۔ لیکن انہوں نے بے اختیار سانس روک لی۔ مجھ سے بھی بات نہیں کی۔ نیلماں کی آتما نے ان دونوں کو بری طرح جکڑ لیا تھا۔

میں نے آمنہ کے پاس آکر ان کے حالات بتائے۔ آمنہ نے کہا "میں ان دونوں کے حالات پر افسوس کرسکتی ہوں لیکن تم چاہو تو میں ایسا کچھ نہیں کروں گی۔ تمیزی صاحب نے پہلی بار جو کچھ کہا تھا اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس ناپاک آتما کو صرف قرآنی آیات سے زیر کرتے کرتے اسے بالکل بے اثر کیا جائے گا پھر ناصرہ اپنے اندر اس کی موجودگی کے باوجود محفوظ رہے گی۔"

میں نے پاشا کو گفتگو کا لبِ لباب بتا کر کہا "ناصرہ اور پورس کی طرح تلاش کرکے انہیں علیحدہ رہنے کا مشورہ دینا چاہیے۔ اگر وہ مشوروں پر عمل نہیں کریں گے اور ایک دوسرے کے عشق میں ایک جگہ ایک ساتھ رہیں گے تو پھر ناپاک آتما کی کٹھ پتلیاں بن کر رہیں گے۔"

"ہم انہیں تلاش کریں گے اور سمجھائیں گے۔"

"میں ثانی اور پارس سے کہتا ہوں۔ وہ ان دونوں کو ضرور تلاش کریں گے۔ وہ جہاں بھی پائے جائیں گے، ہم وہاں پہنچ کر انہیں ہر ممکن طور سے سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ آمنہ اور تمیزی صاحب کے لیے یہ معمولی سی بات ہے۔ وہ ناصرہ کے جسم کو ناپاک آتما سے نجات دلا سکتے ہیں لیکن اس طرح ناصرہ کا جسم مرجائے گا۔ پورس اگر دل و جان سے ناصرہ کی بہتری چاہتا ہے تو وہ اس سے علیحدگی اختیار کرلے گا۔"

"فرہاد صاحب! آپ سے ایک عرض ہے۔ جب تک وہ دونوں ہمیں کم رہیں گے، میری بیٹی ثنا تمہارے ہی گی۔ کیا آپ اسے اپنی فیملی کے ساتھ رکھ سکتے ہیں؟"

"بے شک۔ پورس نے اسے بہن بنایا تھا، پارس بھی اسے اپنے بھائی کا پیار دے گا۔ آپ ثنا سے کہہ دیں کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرکے ثانی اور پارس کے پاس چلی جائے۔ اسے ہر ایک بھائی اور بھابی کی محبت ملے گی۔"

ٹکرس میں جھیل کے کنارے جتنے کاٹیج تھے، وہ سب بابا صاحب کے ادارے کی ملکیت تھے۔ میں اور میری فیملی کے افراد فرصت کے دنوں میں وہاں جاتے تھے اور کچھ عرصہ آرام اور تفریح کرکے گزارتے تھے۔ ثانی اور پارس، شیڈو کو علی تیمور کے حوالے کرکے وہیں ایک کاٹیج میں چند روز آرام کرنے آئے تھے۔ میں نے ناصرہ اور پورس کے حالات بتائے پھر پارس سے کہا "ثنا تم دونوں کے پاس رہائش کے لیے آرہی ہے۔ تم پورس کی طرح ثنا کو بڑے بھائی کا پیار دو اور کسی طرح ناصرہ اور پورس کو تلاش کرو۔ یہ معلوم کرو کہ وہ کہاں ہیں اور اپنے اصلی چہرے کے ساتھ ہیں یا نقلی؟"

دوسری طرف نیلماں کی مرضی کے مطابق ناصرہ اور پورس اسرائیل جارہے تھے۔ ناصرہ نے کہا "قتلِ ادیب میں رہ کر الپا کو کسی طرح خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کیا جائے گا۔ ثنا اور جلال پاشا سے دور رہ کر ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک مضبوط ٹیم بنائیں گے۔"

پورس نے کہا "الپا کتنی چال باز ہے، یہ تم نہیں جانتیں لیکن تمہارے اندر سمائی ہوئی نیلماں کی آتما جانتی ہے۔ ثنا اور جلال پاشا ہم سے محبت بھی کرتے ہیں اور ہمارے وفادار بھی تھے۔ ان کے ساتھ ہم بالکل رشتے داروں کی طرح رہتے تھے۔"

ناصرہ نے ناگواری سے کہا "ان مسلمانوں کا نام نہ لو۔ وہ دونوں آسمانی کتاب پڑھ کر میری نیلماں کو مجھ سے دور کرنا چاہتے تھے۔"

پورس نے کہا "تمہیں کیا ہوگیا ہے ناصرہ! پہلے ہر بات محبت اور سہولت سے کرتی تھیں۔ اب ناگواری سے حکم دینے کے انداز میں بولتی ہو۔"

"اگر میرا لہجہ اور میرا انداز بدل گیا ہے تو کیا تم مجھے چھوڑ کے چلے جاؤ گے؟ مگر جاؤ گے کہاں؟ نیلماں نے میری محبت کی وجہ سے تمہیں زندہ رکھا ہے۔ وہ جانتی ہے کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہوں گی لیکن تم میرے بغیر زندہ رہنے کے لیے مجھ سے دور ہو جاؤ گے تو وہ میرے ذریعے معلوم کرلے گی کہ تم کہاں ہو؟ پھر تم جہاں بھی ہوگے، وہاں تمہیں مٹی میں ملادے گی۔"

پورس کو وہ پہلا تجربہ یاد تھا جب نیلماں کی آتما نے ناصرہ کے ذریعے اس کے اندر زہر کی مقدار زیادہ پہنچادی تھی۔ پہلی بار ناصرہ نے زہر چوس کر اسے بچالیا تھا۔ لیکن اب ناصرہ اپنے محبوب کی نہیں، نیلماں کی حمایتی تھی۔ وہ علیحدگی چاہے گا تو نیلماں اسے ناصرہ کے ہی زہر سے مارے گی اور ناصرہ، نیلماں کے زیرِ اثر رہ کر اسے نہیں بچاسکے گی۔

وہ چپ چاپ ناصرہ اور نیلماں کو دھوکا دے کر بھاگ نہیں سکتا تھا۔ ناصرہ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرلے گی کہ وہ کہاں جارہا ہے۔ وہ ایسا مجبور ہوگیا تھا کہ ایک معمول اور تابع بننے کے بعد ناصرہ کو اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکتا تھا اور اس کے خلاف سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ تنویمی عمل کے ذریعے بننے والا غلام ناریدہ زنجیریں توڑنے کا منصوبہ نہیں بنا سکتا جب دماغ میں تابع بننے کا عمل نقش کردیا گیا ہو تو وہ تابعِ غدار نہیں بن سکتا۔

پورس کسی حد تک نیلماں کے خلاف اس لیے سوچ لیتا تھا کہ وہ بہت مضبوط ارادوں کا مالک تھا۔ جو مستقل مزاج اور مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہوتے ہیں، ان پر تنویمی عمل کرنا تقریباً ناممکن

ہوتا ہے۔ اس لیے پورس کو پہلے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ کئی گھنٹے گزرنے کے بعد اعصابی کمزوریاں دور ہو چکی تھیں۔ وہ پہلے کی طرح فولادی پورس بن چکا تھا۔ جو باتیں تنویمی عمل کے ذریعے دماغ پر نقش کردی گئی تھیں ان سے وہ فولادی طور پر عزم و ارادوں کے ساتھ کبھی کبھی لڑتا تھا پھر بے بس ہو جاتا تھا۔ انسان دماغ کے تابع رہتا ہے۔ عزم و ارادے بھی دماغ کے ذریعے مضبوط ہوتے ہیں اور شیطانی عمل سے دماغ کے ذریعے ہی کمزور بنا دیے جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ پورس تابع ہونے کے باوجود بڑے عزم سے دماغ پر نقش کیے جانے والے ناپسندیدہ احکامات سے لڑ رہا تھا۔ اس نے کبھی شیطانی قوتوں سے مات نہیں کھائی تھی۔ اس لیے اپنے اندر جنگ جاری رکھے ہوئے تھا۔

ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے ثنا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "پاپا نے بتایا ہے کہ تم ہمارے پاس آرہی ہو۔ ہمارے لیے یہ بڑی خوشی کی بات ہے لیکن وہاں سے روانگی سے پہلے کچھ اہم معلومات حاصل کرلو۔"

ثنا نے کہا "آپ بتائیں' کس قسم کی معلومات حاصل کرنا ہیں۔"

"ناصرہ اور پورس کے پاس جن فرضی ناموں کے پاسپورٹ اور شناختی کارڈز وغیرہ ہیں' وہ انہی کے ذریعے امریکا سے کسی دوسرے ملک میں جائیں گے۔ نئے فرضی نام اختیار کرنے' پاسپورٹ اور ویزا کے لیے تصویریں اتروانے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے متعلقہ افسران کے دماغوں میں گھس کر پاسپورٹ' ویزا اور شناختی کارڈز وغیرہ بنوانے کے لیے انہیں کم از کم دو گھنٹے لگیں گے۔ تم فون کے ذریعے ائرپورٹ کے کسی بھی ایسے شخص سے بات کرو جو بورڈنگ کارڈز جاری کرنے والے کاؤنٹر پر ڈیوٹی دے رہا ہو۔ اس کی آواز سن کر ہم دونوں ان تمام کاؤنٹرز پر کام کرنے والوں کے دماغوں میں جائیں گے جو مسافروں کو بورڈنگ کارڈز جاری کرتے ہیں۔ اس طرح ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ناصرہ اور پورس فرضی ناموں کے ذریعے کس فلائٹ سے کس ملک کی طرف جا رہے ہیں۔"

ثنا نے ثانی کو ناصرہ اور پورس کے فرضی نام اور ولدیت بتائی۔ ثانی نے کہا "ائرپورٹ پر بابا صاحب کے چند جاسوس موجود ہیں۔ ان کا سراغ ملتے ہی وہ ایکشن میں آجائیں گے۔"

ثانی اور ثنا نے پہلے یہی کیا۔ فون کے ذریعے ایک شخص کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں جا کر اس کے ذریعے دوسرے کاؤنٹرز کے ملازمین کے دماغوں میں پہنچ گئیں۔ وہ دونوں جن دو کاؤنٹرز پر کام کرنے والوں کے دماغوں میں جاتی تھیں وہ کمپیوٹر کے ذریعے معلوم کرتے تھے کہ ٹینا ولسن اور جیری ہیرالڈ (ناصرہ اور پورس) کس ملک کی فلائٹ میں کس ملک کے شہر تک جانے والے ہیں۔

آخر ایک کاؤنٹر کے کمپیوٹر کے ذریعے معلوم ہوا کہ وہ دونوں اسرائیل جانے والے ہیں اور اسرائیل کی فلائٹ اپنے شیڈول ٹائم سے دو گھنٹے لیٹ ہے۔ دونوں مسافر ابھی بورڈنگ کارڈز حاصل کرنے نہیں آئے۔ جب اسپیکر کے ذریعے اسرائیل جانے والے مسافروں کو کال کیا جائے گا تو وہ بورڈنگ کارڈز حاصل کرنے جائیں گے۔

خیال خوانی کے دوران میں ثنا ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ائرپورٹ پہنچ گئی تھی۔ ثانی نے کہا "وہیں ٹیکسی کے پاس ٹھہرو۔ اس کا نمبر بتاؤ۔ ہمارے جاسوس تمہارے پاس آرہے ہیں۔ ان میں سے ایک پاس ورڈز ادا کرے گا۔ وی آر فار پارس اینڈ پورس۔"

ثنا نے ٹیکسی کا نمبر بتایا۔ وہ تمام جاسوس پارکنگ ایریا میں تھے۔ ایک منٹ کے اندر ثنا کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک نے مخصوص پاس ورڈز ادا کیے۔ ثنا ان کے ساتھ ائرپورٹ کی عمارت کی طرف جاتے ہوئے بولی "وہ دونوں ویٹنگ ہال میں یا ریستوران میں ہوں گے۔ میں کوشش کروں گی کہ ان کی نظروں میں نہ آؤں اور دور ہی سے ان کی نشان دہی کردوں۔"

وہ ویٹنگ ہال میں پہنچ کر چھپنے کے انداز میں ایک دیوار کے قریب چلتی دوسری طرف جانے لگی۔ وہ دونوں آرام دہ صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور اس سے بہت دور تھے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک جاسوس سے کہا "میرے بھائی جان لائٹ گرے سوٹ اور گرے کلر کی نکٹائی میں ہیں۔ بھابی اورنج کلر کا بلاؤز اور بلیک اسکرٹ پہنے ہوئے ہیں۔ ان کی گردن کے گرد بلیک اسکارف ہے۔ جس ستون پر ٹی وی نصب ہے اس کے سامنے والے صوفے پر ہیں۔ ان کے بائیں طرف ٹیلی فون کاؤنٹرز ہیں۔"

ان کی نشان دہی کے دوران میں وہ دونوں اٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔ ثانی نے کہا "ٹھیک ہے ثنا! ہمارے آدمیوں نے انہیں دیکھ لیا ہے۔ تم ویٹنگ ہال سے باہر چلی جاؤ۔"

وہ باہر جانے لگی۔ ناصرہ اور پورس واش روم کی طرف جا رہے تھے۔ ایک کاریڈور سے گزرتے وقت دو جاسوسوں نے سانس روک کر بے ہوشی کی دوا اسپرے کی۔ دونوں نے چونک کر انہیں دیکھا لیکن کچھ کہنے سے پہلے ہی بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ فرش پر گرتے' دونوں جاسوسوں نے انہیں سنبھال لیا۔ باقی دو جاسوس پھرتی سے دو اسٹریچر لے کر آئے۔ انہی دونوں کو لٹایا گیا۔ ان پر چادر ڈالی گئی پھر وہ اسٹریچر کو دھکیلتے ہوئے عمارت کے باہر آئے۔ وہاں دو ایمبولینسیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک ایمبولینس کے پیچھے ناصرہ کو اور دوسری کے پیچھے پورس کو پہنچایا گیا۔ انہوں نے یہ تمام کام اتنی برق رفتاری سے کیا کہ کسی کو دیکھ کر سمجھنے اور پوچھنے کا موقع نہیں ملا کہ وہ مریض کون ہیں اور انہیں کہاں لے جایا جا رہا ہے؟

دونوں ایمبولینسیں وہاں سے آگے بڑھ کر دو مختلف راستوں

جانے لگیں۔ ثنا اس ایمبولینس میں تھی جس میں پورس کو لے جایا جا رہا تھا۔ ثانی نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر پارس کو تمام حالات بتائے۔ پارس نے کہا "اس بات کا خاص خیال رکھو کہ پورس کے ہوش میں آنے کے ایک دو گھنٹے بعد ناصرہ کو ہوش آئے۔ اگر وہ پہلے ہوش میں آئے گی تو نیلماں اس کے ذریعے پورس پر کیے ہوئے تنویمی عمل کو مٹانے نہیں دے گی۔ جب تک پورس پر ہمارا تنویمی عمل مکمل نہ ہو' تب تک ناصرہ ہوش میں آئے تو اسے دوبارہ بے ہوش کردو۔"

ایمبولینس ایک بنگلے کے احاطے میں پہنچ گئی۔ دو افراد اس کا اسٹریچر اٹھا کر اندر گئے پھر ایک کمرے کے بیڈ پر اسے لٹا دیا۔ ثانی نے ثنا سے کہا "تم پورس کے پاس رہو۔ اپنے ابو سے کہو کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود رہیں۔ پورس کو ہوش آنے لگے تو اس کے دماغ کو ٹرانس میں لیں۔ دماغی کمزوری کے باعث اس پر تنویمی عمل کیا جا سکے گا۔ تمہارے ابو اس کے دماغ سے ناصرہ کے تنویمی عمل کو مٹا دیں گے۔ ان سے کہنا کہ وہ پورس کو صرف ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کی ہدایت دیں۔"

"صرف ایک گھنٹے تک کیوں؟"

"ہم اس وقت تک ناصرہ اور نیلماں کو کنٹرول کریں گے ورنہ وہ نیلماں کے زیر اثر رہ کر پورس کے دماغ میں آکر تمہارے ابو کے تنویمی عمل کو ناکام بنا دے گی۔"

"میں سمجھ گئی۔ ابھی ابو کو یہاں بلاتی ہوں۔"

"تم باپ بیٹی کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے۔ وہاں تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ اس کے باوجود دو مسلح گارڈز بنگلے کے باہر ہیں۔ اس کے علاوہ پاپا اپنی ضروری معروفیات سے نمٹ کر تمہارے پاس آئیں گے۔ میں ناصرہ کے پاس جا رہی ہوں۔"

ثانی چلی گئی۔ ثنا نے اپنے باپ سے رابطہ کرکے ناصرہ اور پورس کے بارے میں بتایا۔ جلال پاشا نے خوش ہو کر کہا "فرہاد صاحب اور ان کی فیملی کے افراد زبان کے دھنی ہیں اور جب کہتے ہیں تو دوستی نباہتے ہیں اور دلوں کو جیت لیتے ہیں۔ نیلماں جیسی چڑیل سے پورس کو نجات دلانا ممکن نہیں تھا لیکن انہوں نے چند گھنٹوں کے اندر اس چڑیل کی تمام چالوں کو ناکام بنا دیا ہے۔ میں تمہارے پاس آرہا ہوں مگر پہلے پورس کے دماغ میں جھانک کر دیکھ لوں۔"

اس وقت پورس کو ہوش آرہا تھا۔ جلال پاشا نے کہا "ثنا! یہ ہوش میں آرہا ہے۔ اس وقت دماغ ذرا کمزور رہتا ہے۔ میں تنویمی عمل کر رہا ہوں۔ تم اس کمرے میں دماغی طور پر حاضر رہو۔"

جلال پاشا نے کہا "پورس! بیٹے پورس! میں تمہارا انکل پاشا بول رہا ہوں۔ ناصرہ یا نیلماں نے تمہارے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اس سے پہلے کہ تمہارا دماغ پوری طرح توانائی حاصل کرے اور پھر تنویمی عمل کے مطابق لاکڈ ہو جائے' اس کے تنویمی عمل کا توڑ کرنے کے لیے مجھ سے تعاون کرو۔ اپنے دماغ کو صرف میری آواز اور لب و لہجے پر مرکوز کردو۔"

پورس نے یہی کیا۔ جلال پاشا اس کے دماغ پر غالب آکر ناصرہ کے تنویمی عمل کا توڑ کرنے لگا پھر اسے ہدایات دیں "فرہاد اور اس کی فیملی کی محبت اور ان کے خلوص اور سچائی کی قدر کرو اور ان سے پایدار محبت کا رشتہ رکھو۔ ان الفاظ کے ساتھ اپنا عمل کر رہا ہوں۔ تم ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے بعد بیدار ہو جاؤ گے۔ اب سو جاؤ۔"

جلال پاشا نے بیٹی کے پاس آکر کہا "خدا کا شکر ہے۔ میں نے کسی شیطانی مداخلت کے بغیر ناصرہ کے تنویمی عمل کا توڑ کیا ہے۔ پورس اب نیلماں کے سحر سے نکل چکا ہے۔ میں ناصرہ کے پاس جا کر دیکھنا چاہتا ہوں' وہاں کیا حال ہے؟"

ثنا نے ثانی کے پاس آکر کہا "ابو نے بھائی جان پر تنویمی عمل کا توڑ کردیا ہے۔ اس وقت میرے ساتھ ہیں۔"

ثانی نے کہا "السلام علیکم انکل!"

"وعلیکم السلام بیٹی! خدا تم سب کو خوش رکھے اور دشمنوں سے بھی محفوظ رکھے۔ تم سب ہمارے لیے باعث رحمت بن گئے ہو۔"

"انکل! ہم آپ کے ہی ہیں اور ہمیشہ آپ کے رہیں گے۔ ابھی پون گھنٹے پہلے ناصرہ کو ہوش آرہا تھا۔ ہم نے پھر اسے بے ہوش کردیا ہے۔ ثنا تم جاؤ اور پورس کے پاس دماغی طور پر حاضر رہو۔ انکل! آپ سے رابطہ ہوتا ہی رہے گا۔ ابھی بہتر یہ ہوگا کہ آپ وہاں ثانی کو تنہا نہ رہنے دیں۔ خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود رہیں۔"

وہ دونوں باپ بیٹی اس کا شکریہ ادا کرکے پورس کے پاس چلے گئے۔ ناصرہ کے کمرے میں ایک مسلح گارڈ تھا۔ اس بنگلے کے باہر بھی ایک گارڈ موجود تھا۔ ثانی وہاں خیال خوانی کے ذریعے ناصرہ کے حالات معلوم کرتی جا رہی تھی۔

اس کمرے میں رہنے والے گارڈ نے کہا "میڈم! یہ کیسا ہے' کراہ رہی ہے۔ شاید ہوش میں آرہی ہے۔"

اس کی بات پوری ہونے تک ناصرہ نے آنکھ کھول دی۔ اس دوران میں نیلماں کی آتما اس کے اندر توانائی بحال کر رہی تھی۔ وہ کئی گھنٹوں سے پریشان تھی۔ اپنے مخالف کی چالوں کو ناکام بنانے کے لیے یہ سمجھ رہی تھی کہ ناصرہ کی بے ہوشی کے دوران میں مخالفین نے پورس کو اس کے تنویمی عمل سے نجات دلا دی ہوگی۔ اب وہ ناصرہ کو اپنے شکنجے سے نکلنے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔

ناصرہ نے نیلماں کی ہدایت کے مطابق اپنے گلے پر ہاتھ پھیر کر کہا "میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔ بلیز پانی پلاؤ۔"

ثانی نے گارڈ سے کہا "اسے پانی پلاؤ۔ میں اس کے دماغ میں رہوں گی۔"

گارڈ پانی لینے گیا۔ ثانی نے ناصرہ کے خیالات پڑھے۔ اس کے چور خیالات پڑھے نہیں جاسکتے تھے کیونکہ وہ خود نہیں جانتی تھی کہ آئندہ کیا کرنے والی ہے۔ آئندہ کی شیطانی حرکتوں کے بارے میں صرف نیلاں کو معلوم تھا کہ اسے کیا کرنا ہے؟

گارڈ نے اسے گلاس میں پانی دے کر کہا "یہ لو۔ پانی پی لو۔"

ناصرہ بستر پر ایک کہنی ٹیک کر کمزوری سے اٹھ کر بیٹھ گئی پھر گلاس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہی اچانک چھلانگ لگا کر گارڈ کی گردن میں بانہیں ڈال کر لیٹ گئی۔ اس سے پہلے کہ ثانی اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچا کر اسے گارڈ سے الگ کرتی، گارڈ کے حلق سے چیخ نکلی۔ ناصرہ نے اس کی گردن میں دانتوں کو پیوست کر کے اس کے جسم میں زہر پہنچا دیا تھا۔

نیلاں کی آتما کی شیطانی قوت اور خود اپنی کوششوں سے ناصرہ نے سانس روکی تو ثانی کی سوچ کی لہریں باہر نکل گئیں۔ ثانی نے فوراً ہی باہر کھڑے ہوئے گارڈز کے اندر آکر کہا "کمرے میں جاؤ اور راحیل سے ناصرہ کو صرف زخمی کرو۔"

وہ دوڑتا ہوا کمرے میں آیا لیکن وہ نظر نہیں آئی۔ ثانی نے کہا۔ "بیڈ کے نیچے اور دروازے کے پردے کے پیچھے دیکھو۔"

وہ بیڈ کے نیچے تلاش کرنے کے لیے ذرا سا جھکا۔ اسی لمحے میں ناصرہ دروازے کے پردے کے پیچھے سے چھلانگ لگا کر اس پر آئی اور آتے ہی اپنے دانت اس کے جسم میں پیوست کر دیے۔ وہ چیخیں مارتا ہوا زمین پر گرا اور تڑپنے لگا۔

ثانی اس دم توڑنے والے کے دماغ سے نکل کر پھر ناصرہ کے اندر آئی۔ اس نے سانس روک لی۔ ثانی نے فوراً ہی جلال پاشا سے کہا "انکل! ناصرہ ہاتھ سے نکلی جارہی ہے۔ نیلاں کی مدد سے سانس روک کر ہمارا راستہ روک رہی ہے۔"

جلال پاشا فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ناصرہ کے پاس گیا۔ ثانی نے مجھے مخاطب کیا "پاپا! ناصرہ پر نیلاں کی آتما غالب آگئی ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم اس پر ہونے والے تخویفی عمل کا توڑ کرتے، وہ نیلاں کے زیر اثر رہ کر نکل گئی ہے۔ ہم اس کے دماغ میں نہیں جاسکتے۔ وہ سانس روک لیتی ہے۔"

میں نے کہا "فی الحال اس کا پیچھا چھوڑ دو۔ اس کی ایک کمزوری پورس ہمارے ساتھ ہے۔ اسے دل و جان سے چاہنے والی آئندہ اس تک پہنچنے کے لیے نیلاں سے لڑے گی۔ ابھی ہم سے دور بھاگ رہی ہے۔ بعد میں نیلاں سے بغاوت کرتی رہے گی اور پورس کو حاصل کرنے کے لیے ہمارے تعاون کی محتاج رہے گی۔"

جلال پاشا بھی ناصرہ کے دماغ میں نہ جاسکا۔ اس نے واپس ثانی کے پاس آکر میری باتیں سنیں اور میری تائید کی۔ اس نے تسلیم کیا کہ ناصرہ دیوانگی کی حد تک پورس کو چاہتی ہے۔ فی الوقت نیلاں کے زیر اثر فرار ہوگئی ہے لیکن اپنے عاشق کے لیے آئندہ نیلاں سے بغاوت کرے گی۔

○☆○

ایک ہیلی کاپٹر اس گنام جزیرے کے چاروں طرف پرواز کررہا تھا۔ چار مسلح گارڈز کے درمیان شیڈو قیدی بنا ہوا بلندی سے اس جزیرے کو دیکھ رہا تھا۔ وہاں کی ویران زمین پر ایک درخت بھی نہیں تھا اور نہ ہی کوئی انسان نظر آرہا تھا۔ جزیرے کے وسط میں ایک بڑا سا کاٹیج تھا۔ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا اس کاٹیج کی چھت کے اوپر بلندی پر آیا۔ وہاں سے رسیوں کی ایک سیڑھی لٹکائی گئی پھر شیڈو کو گن پوائنٹ پر اترنے کے لیے کہا گیا۔ اس کی پشت پر ایک کٹ بندھی ہوئی تھی۔ اس کٹ میں اس کی ضرورت کا کچھ سامان تھا۔ باقی کھانے پینے کا تمام ضروری سامان پہلے ہی کاٹیج میں پہنچا دیا گیا تھا۔

وہ سیڑھی سے اترتا ہوا چھت پر آگیا۔ سیڑھی کو اوپر کھینچ لیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا وہاں سے دور جانے لگا۔ شیڈو دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر چھت پر کھڑا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ نقطوں سے اوجھل ہوگیا تو وہ مسکرانے لگا۔ ایک ویران جزیرے میں تنہا قیدی بن کر رہنا تھا لیکن اس عادی مجرم کو کسی بات کی فکر نہیں تھی۔ اس کے لیے تنہائی فائدہ مند تھی۔ اگر اس کے ساتھ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ اسے قتل کر کے اس کے حصے کا راشن استعمال کرتا۔ اس کے لیے ایک ہفتے کا راشن اور پانی تھا۔ وہ دوسرے کو قتل کرتا تو دو ہفتے کا راشن اور پانی اس اکیلے کو مل جاتا۔

وہ چھت سے اتر کر برآمدے میں آیا پھر اس کاٹیج کو اندر اور باہر سے اچھی طرح دیکھنے لگا۔ علی نے اسے ایک موبائل فون دیا تھا تاکہ وہ عالمی شہرت رکھنے والے مجرموں کو اپنی مدد کے لیے بلا سکے۔ اخبارات، ریڈیو، ٹی وی و فیمو کو انٹرویو دے سکے۔ اپنے بے شمار جرائم کا احوال سنا سکے اور یہ کہتا رہے کہ اس جیسے سفاک اور درندہ صفت مجرموں کو پھانسی نہ دی جائے۔ الیکٹرک چیئر پر بٹھایا جائے اور نہ انہیں گولیوں سے چھلنی کیا جائے بلکہ ان کے ساتھ وہ ظالمانہ سلوک کیا جائے جیسے شیڈو کے ساتھ کیا جارہا تھا۔ ایک ہفتے کے بعد اسے بھوکا پیاسا رہنا پڑتا۔ وہاں سے فرار ہونے کی کوششیں ناکام رہتیں کیونکہ کاٹیج کے چاروں طرف بارودی سرنگیں بچھی ہوئی تھیں۔ ان کے درمیان سے گزرتے وقت جہاں بھی ایک غلط قدم پڑتا، بارودی دھماکے سے اس کے جسم کے چیتھڑے اڑ جاتے۔

اگر فی الحال اس کا پیچھا چھوڑ دو۔ اس کی ایک کمزوری پورس ہمارے ساتھ ہے۔ اسے دل و جان سے چاہنے والی آئندہ اس تک پہنچنے کے لیے نیلاں سے لڑے گی۔ ابھی ہم سے دور بھاگ رہی ہے۔ بعد میں نیلاں سے بغاوت کرتی رہے گی اور پورس کو حاصل کرنے کے لیے ہمارے تعاون کی محتاج رہے گی۔"

جلال پاشا بھی ناصرہ کے دماغ میں نہ جاسکا۔ اس نے واپس ثانی کے پاس آکر میری باتیں سنیں اور میری تائید کی۔ اس نے تسلیم کیا کہ ناصرہ دیوانگی کی حد تک پورس کو چاہتی ہے۔ فی الوقت نیلاں کے زیر اثر فرار ہوگئی ہے لیکن اپنے عاشق کے لیے آئندہ نیلاں سے بغاوت کرے گی۔

اور آہیں اور دھوئیں کے ساتھ اس کے جسم کے ٹکڑے فضا میں اڑیں گے تو بڑے بڑے خطرناک مجرم یہ منظر دیکھ کر عبرت حاصل کریں گے۔"

شیڈو نے کاٹیج کے باہر آکر دیکھا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ کاٹیج کے ہر طرف چھ گز تک یعنی اٹھارہ فٹ تک کوئی بارودی سرنگ نہیں ہے۔ اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ جب چاہے کاٹیج کے چاروں طرف اٹھارہ فٹ تک چہل قدمی کرسکتا ہے۔ وہ واش کے طور پر آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا ٹہلنے لگا۔ وہاں ہر طرف اٹھارہ فٹ تک زمین صاف تھی۔ اس کے بعد کہیں جھاڑیوں کو کاٹ کر اور کہیں ریت اور بجری بچھا کر جزیرے کی ساری زمین کو ڈھانپ دیا گیا تھا۔ اس طرح یہ معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کہاں کہاں جھاڑیاں، ریت اور بجریوں کے نیچے کہاں کہاں بارودی سرنگ بچھی ہوئی ہے۔

اسے جو موبائل فون دیا گیا تھا اس کے ساتھ دو فاضل بیٹریاں دی گئی تھیں۔ وہ صبح نو بجے سے شام چار بجے یعنی سات گھنٹے روزانہ فون کا پاور آن رکھ سکتا تھا۔ وہاں سے کسی کو بھی کال کرسکتا تھا اور کسی کی بھی کال ریسیو کرسکتا تھا۔ اس نے علی سے رابطہ کیا اور کہا "تمہیں معلوم ہوچکا ہوگا کہ مجھے یہاں پہنچا دیا گیا ہے۔ میں نے کاٹیج کے چاروں طرف اٹھارہ فٹ کے فاصلے تک چہل قدمی کی ہے۔ کھانے پینے کا سامان بھی چیک کیا ہے۔ مجھے ایک ہفتے کے بعد بھوکا پیاسا رہ کر یہاں مرنا ہے یا جان ہتھیلی پر رکھ کر بارودی سرنگوں کے درمیان سے گزرنا ہے۔ اگر میں آدھا چوتھائی ہوجاؤں تو یہاں دو ہفتوں سے زیادہ زندہ رہ سکتا ہوں لیکن دو ہفتے زندہ رہوں یا تین ہفتے، اس کے بعد تو مرنا ہی ہے۔"

علی نے کہا "میں نے عبرت ناک موت کی سزا دی ہے اور تمہیں بچ نکلنے کا بھی موقع دیا ہے۔ اپنی مدد کے لیے بے شمار مجرموں کو بلانے کے لیے موبائل فون کی سہولت بھی دی ہے۔ بڑے بڑے ملک کے حکمران تمہارے ذریعے بڑی بڑی اہم سماجی اور سیاسی شخصیات کو قتل کراتے تھے۔ ان سب کے فون نمبرز تمہاری ڈائری میں درج ہیں۔"

"میں مانتا ہوں، تم نے میری موت سے پہلے بڑی سہولیات بہم کی ہیں لیکن تم نے ایک اہم اور قانونی بات مجھ سے نہیں پوچھی۔"

"کون سی بات؟"

"کسی کو پھانسی دینے یا گولی مارنے سے پہلے اس کی آخری خواہش پوچھی جاتی ہے۔"

"بے شک۔ میں نے تمہاری آخری خواہش نہیں پوچھی۔ جلال اب پوچھ رہا ہوں۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں، تم ایسے انتظامات کرو کہ اس جزیرے کے چاروں طرف ساحل پر کوئی میری مدد کے لیے نہ آئے۔"

"تعجب ہے، تم کسی کو بھی مدد کے لیے نہیں بلاؤ گے؟"

"کسی کو نہیں بلاؤں گا۔ میری مدد کو آنے والوں میں میرا کوئی دشمن بھی ہوسکتا ہے۔ میرے فرار ہونے کے لیے جو موٹر بوٹ ساحل پر ہے، میرا کوئی دشمن اس بوٹ میں کوئی خرابی پیدا کرسکتا ہے۔"

"یعنی تمہیں یقین ہے کہ تم بارودی سرنگوں سے گزر کر زندہ سلامت اس موٹر بوٹ تک پہنچ سکو گے؟"

"یہ بعد کی بات ہے کہ میں ساحل پر موٹر بوٹ تک پہنچ سکوں گا یا نہیں، لیکن تم میری آخری خواہش پوری کرو۔ کسی انسان کو تو کیا، کسی کتے کو بھی اس جزیرے کے ساحل تک نہ آنے دو۔"

"میں تمہاری دلیری کی داد دیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ وہاں ساحل تک کوئی نہیں جاسکے گا اور تم وہاں سے موٹر بوٹ لے جاؤ گے تو تمہیں کوئی نہیں روکے گا۔ اس ساحل سے بیس کلو میٹر تک تم آزاد رہو گے، یعنی بیس کلو میٹر کے اندر ساری زندگی رہو گے تو تم پر ایک گولی بھی نہیں چلائی جائے گی اور نہ ہی کسی کو کھانے پینے کی امداد کی اجازت دی جائے گی۔ ہم دیکھیں گے کہ کھلے سمندر پر تم موٹر بوٹ میں بھوکے پیاسے کب تک زندہ رہ سکو گے۔"

"بے شک تم دیکھو، میں تماشے دکھاؤں گا اور ہاں تمہارے اس موبائل فون کا شکریہ۔ میں اسے بند کررہا ہوں۔ آئندہ یہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی آن نہیں رہے گا۔ نہ میں کسی سے رابطہ کروں گا اور نہ ہی کوئی اس بند رہنے والے فون پر مجھ سے رابطہ کرسکے گا۔ وشس آل۔"

اس نے موبائل کو آف کیا پھر اس کی بیٹری بھی نکال کر باہر پھینک دی۔ علی نے فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کو پیغام دیا کہ میں اس سے رابطہ کروں۔ جب مجھے اس کا پیغام ملا تو میں نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا "کیا بات ہے بیٹے؟ کوئی پرابلم ہے؟"

"نو پاپا! میں نے شیڈو کو اس جزیرے میں پہنچا دیا ہے۔ اسے پیش آنے والی موت سے خوف زدہ ہونا اور فکر مند ہونا چاہیے تھا لیکن وہ بہت مطمئن ہے۔ اس نے آخری خواہش بیان کی ہے کہ جزیرے کے ساحل تک کسی کو بھی مدد کے لیے آنے نہ دیا جائے کیونکہ مدد کو آنے والوں میں کوئی دشمن بھی ہوسکتا ہے اور اس موٹر بوٹ میں کوئی خرابی پیدا کرسکتا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے کہا "شیڈو بہت پُراعتماد ہے۔ اسے یقین ہے کہ وہ بارودی سرنگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اس ساحلی موٹر بوٹ تک پہنچ جائے گا۔"

"پاپا! کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے؟"

"میں نے اس کے خیالات پڑھے تھے۔ پتا چلا، وہ بہت چال باز ہے اور بہترین منصوبہ ساز ہے۔ اُن نون اور ہائیڈ اینڈ سیک یعنی تھارن آوین تقریباً یارہ برس سے اس کے منصوبوں پر عمل کرتے ہوئے بے انتہا دولت مند بنتے رہے۔ آخری بار انہوں نے شیڈو

مرشی کے خلاف مجھے قتل کرانے کا بھاری معاوضہ کئی ممالک سے وصول کیا۔ شیڈو... علم نجوم کا ماہر ہے۔ اس نے مجھے قتل کرانے کے نقصانات کی پیش گوئی کی اور صاف کہہ دیا کہ وہ مجھے قتل کرانے کے معاوضے میں حصے دار نہیں بنے گا۔"

"پھر تو وہ آپ کا اور ہمارا مجرم نہیں ہے۔ اسے صرف اس بات کی سزا دی جاسکتی ہے کہ وہ اَن نون اور تھارن آوین کے ساتھ مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث رہا ہے۔"

"ہاں ہمیں چاہیے کہ اسے موت کی سزا نہ دیں اور اس ویران جزیرے میں مرنے کے لیے نہ چھوڑیں۔ اس کے باوجود میں نے تمہیں ایسا کرنے سے نہیں روکا۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ چال باز اس جزیرے سے کس طرح زندہ سلامت نکلے گا۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ وہ بم ڈسپوزل کا ماہر ہے۔ کسی قسم کا بھی بم ہو' وہ اسے ناکارہ بنا دیتا ہے لیکن جزیرے کے چپے چپے پر بارودی سرنگیں بچھائی گئی ہیں جو نظر نہیں آتیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ آخر کتنے چھپے ہوئے بموں کو تلاش کرسکے گا؟ کتنے بموں کو ناکارہ بنا سکے گا؟ ایسا کرنے کے لیے ہفتوں گزر جائیں گے اور اسے تو دوسرے ہفتے میں ہی بھوک پیاس سے مرجانا ہے۔"

"پاپا! پھر تو یہ بڑا ہی دلچسپ تماشا ہوگا۔ اگر وہ کانیج سے زندہ سلامت ساحل تک آجائے گا تو میں اسے ایک خطرناک چال باز تسلیم کرلوں گا۔"

"صرف چال باز تسلیم کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ ایک تو وہ مجھے قتل کرانے والوں کا ساتھ نہیں دے رہا تھا اور نہ ہی اس سلسلے میں معاوضے کی کوئی رقم لے رہا تھا۔ میرے نقطۂ نظر سے اس نے ماضی میں جتنے جرائم کیے ہیں' اس کی سزا ابھی اسے دی جارہی ہے۔ اگر وہ موت سے لڑتا ہوا ساحل تک پہنچ گیا تو اسے ناممکن کو ممکن بنانے کا انعام دیا جائے گا۔ اگر وہ جرائم سے توبہ کرے گا تو اسے آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔"

"آپ کہتے ہیں پاپا تو یہی ہوگا۔ اگر وہ کانیج سے ساحل تک پہنچنے میں کامیاب ہوجائے گا تو میں ہیلی کاپٹر میں خود جاکر اسے لے آؤں گا۔"

"میں ٹانی سے کہوں گا کہ خیال خوانی کے ذریعے اس کی چالبازیوں پر نظر رکھے لیکن اس کے کسی معاملے میں مداخلت نہ کرے۔ مجھے موقع ملتا رہے گا تو میں بھی شیڈو کے دماغ میں جھانکتا رہوں گا۔"

"جی ہاں مجھے اور فہمی کو معلوم رہنا چاہیے کہ وہ وہاں سے نکلنے کے لیے کیا کررہا ہے۔"

"کیا وہ جزیرے میں ضروریات کا بہت سامان لے گیا ہے؟"

"جی نہیں۔ اس کی کٹ میں بہت مختصر سا سامان تھا۔ آپ سامان کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"بیٹے! ابھی میں کہہ چکا ہوں' وہ بم ڈسپوزل کا ماہر ہے۔ وہ اپنے سامان میں ڈی ٹیکشو آلہ لے کر گیا ہوگا۔"

"نہیں پاپا! میں نے اس کا سامان چیک کیا تھا۔ سرحدوں کے دھماکا خیز بارود پلاسٹک کے خول میں ہوتے ہیں۔ انہیں تلاش کرنے کے لیے مختلف ڈی ٹیکشو آلات ہوتے ہیں۔ آلات میں سے ایک آلہ بھی اس کے ساتھ نہیں تھا۔"

"پھر تو وہ کمال کا چال باز ہوگا۔ ہم دیکھیں گے کہ وہ ساحل تک آئے گا۔ میں جارہا ہوں۔ کسی وقت اس کے دماغ میں جاؤں گا۔"

میں علی کے دماغ سے چلا آیا۔ میں نے الپا پر شبہ ظاہر کیا کیونکہ علی آسرائیلی اکابرین کو بھی سزائیں دے چکا تھا۔ مجھے تھا کہ وہ اپنے اکابرین کی سلامتی کے لیے شیڈو کی زندگی کو ہم سے کوئی لگاؤ نہیں رکھے گی۔

لیکن وہ اپنی فطرت سے مجبور تھی۔ غیر معمولی صلاحیتوں والے افراد کو اپنا معمول اور تابع بنالیتی تھی۔ اس نے تھارن آوین جیسے خطرناک پیمانہ ئز کرنے والے اور مقناطیسی آنکھ رکھنے والے کو غلام بنانے کی کوشش کی تھی مگر خود اس کی کمزوری اب شیڈو جیسے علم نجوم کے ماہر' مکار منصوبہ ساز اور بم کے ماہر کو اپنا تابع بنانے کے منصوبے پر عمل کررہی تھی۔ تھارن اس کے ذریعے اپنے ساتھی شیڈو کو اپنے پاس لانا چاہتا تھا۔ میں اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھتی رہتی تھی کہ وہ کانیج سے کب تک ساحل پر پہنچنے والا ہے۔

شیڈو پہلے دن نہایت اطمینان سے کانیج کی چھت پر چہل قدمی ٹہلتا رہا اور ساحل تک دیکھتا رہا۔ جزیرہ چھوٹا تھا۔ ساحل دور تھا۔ کانیج سے اس کا فاصلہ ایک کلومیٹر سے کم ہوگا۔ چھت پر سمندر اور ساحل نظر آرہے تھے۔ شام کو سردی کا احساس ہوا۔ چھت سے اتر آیا۔ کچن میں جاکر اپنے لیے دو کپ چائے بنائی۔ برآمدے میں چائے لے آیا۔ وہاں ایک چھوٹا سا ریڈیو اور کئی ریکارڈ تھا۔ وہ ریکارڈ کو آن کرکے گیت اور سنگیت سننے لگا۔

اس وقت اس کے دماغ میں ٹانی اور الپا تھیں۔ وہ خاموش تھیں اس لیے انہیں ایک دوسرے کی موجودگی کا علم نہ تھا۔ وہ دونوں حیران تھیں کہ وہ موت کے جزیرے میں گیت گائے پیتے ہوئے موسیقی سے لطف اندوز ہورہا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے ایک پکنک منائے گا اور موت ٹل جائے گی۔

وہ چائے پینے کے بعد برآمدے سے باہر آکر کانیج کے ہال کی طرف ٹہلنے لگا۔ جب شام کے سائے گہرے ہوگئے اور تاریکی چھانے لگی تو اس نے ماچس کی تیلی سے کیروسین لیمپ جلایا۔ وہاں گیس لائٹ اور لالٹین بھی تھی لیکن ایک تنہا شخص کے لیے لیمپ کی روشنی کافی تھی۔ اسے تو کھانے پینے کے بعد سو جانا تھا۔ لیے کیروسین لیمپ کی بھی زیادہ ضرورت نہیں تھی۔

رات ہوتے ہی ٹانی اور الپا اس کے دماغ سے چلی گئیں

بڑی خطرناک وارداتیں رات ہی کو ہوا کرتی ہیں لیکن جزیرے قرار ہونے کے لیے دن کی روشنی لازمی تھی۔ وہ بارودی تھیں دن ہی کو تلاش کرنے سے دکھائی دے سکتی تھیں۔ رات کو دکھائی دیتیں اور کچھ آنکھ مچولی کھیل کر اس کی موت کا سبب جاتیں۔

رات کو ٹانی ایک بار پھر اس کے دماغ میں آئی۔ اس وقت وہ ہی شراب واڈکا پی رہا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ پینے کے بعد رات کا کھانا کھائے گا پھر سوجائے گا۔ ٹانی نے اسے مخاطب کیا "ہیلو مسٹر شیڈو! میں علی کا پیغام لے کر آئی ہوں۔"

وہ ایک گھونٹ پی کر بولا "اس جزیرے میں دنیا بھر کے خیالات آئیں گے۔ صرف طبعی عمر تک زندہ رہنے کا پیغام نہیں ہے' اسی لیے میں نے موبائل فون بند رکھا ہے۔"

وہ بولی "انسان جیتا ہے بڑی احتیاط سے اور مرتا ہے بے احتیاطی سے۔ تم بہت محتاط' بہت چالاک ہو۔ یہ بتاؤ خود کو ذہانت یا چالاکی سے بچا کر ساحل تک پہنچ گئے اور پھر سمندر پار کرکے کسی ملک میں روپوش بھی ہوگئے تو اس کے بعد کیسی زندگی گزارو گے؟"

"تمہاری جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستیاں مجھے کہیں روپوش ہونے نہیں دیں گی۔ دنیا کے جس گوشے میں جاکر چھپنا چاہوں گا' وہاں سے نکال لائیں گی۔"

"بارودی سرنگوں کے درمیان سے گزرنا ممکن نہیں ہے اور تم ناممکن کو ممکن بنانے والے ہو۔ کیا ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں کرسکو گے۔"

اس نے واڈکا کی بوتل اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا "شاید بچاؤ کی تدبیر کرلیتا... مگر چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔"

"کیا شراب زندگی سے زیادہ قیمتی ہے؟"

"شراب لاکھ قیمتی ہو' لیکن زندگی نہیں رہے گی تو اسے پیے گا کون؟ اب میں زندہ رہنے کے لیے اسے چھوڑ دوں تو ایک ہفتے میں ہوگا کی مشقیں کرکے اپنے دماغ میں آنے والوں کو نہیں روک سکوں گا۔"

"اگر ہم تمہیں اتنے عرصے تک زندہ رہنے کا موقع دیں کہ تم نشہ چھوڑ کر یوگا کرتے رہو اور اپنے دماغ سے پرائی سوچ کی لہروں کو بھگانے کے قابل ہوجاؤ تو کیسی رہے گی؟"

"علی تیمور نے مجھے موت کی سزا دی ہے اور تم زندگی دینے کی بات کررہی ہو؟"

"فیصلے بدلے جاسکتے ہیں۔ تمہارے خیالات کو اچھی طرح پڑھنے کے بعد ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ ہمارے پاپا کے قتل کی سازش میں تم شریک نہیں تھے بلکہ اَن نون اور تھارن آوین کو بھی اتنا بڑا قدم اٹھانے سے منع کرتے رہے تھے۔ دوسری بات یہ کہ تم علم نجوم کے ماہر ہو۔ تم نے جو پیش گوئی کی تھی کہ پاپا کو قتل کرانے کی سازش کرنے والے آئندہ مصائب میں گرفتار ہوں گے۔ تمہاری پیش گوئی درست ثابت ہورہی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ تم بم ڈسپوزل کے ماہر ہو۔ تمہارے جیسے قابل اور چالاک شخص کو مرنا نہیں چاہیے۔"

"تو پھر جینا چاہیے؟"

"ہاں لیکن اسی شرط پر کہ آئندہ مجرمانہ زندگی نہیں گزارو گے۔ اگرچہ تم پاپا کو قتل کرانے کی سازش کے خلاف تھے تاہم ماضی میں قتل اور ڈکیتی جیسے بڑے بڑے جرم کرتے رہے ہو۔ آئندہ زندہ رہ کر ان جرائم کی تلافی کرو گے اور اپنی بہترین صلاحیتوں کو انسانیت کی بہتری کے لیے استعمال کرو گے تو تمہاری موت کی سزا ختم کردی جائے گی۔"

اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے شیشے کے جام کو سامنے دیوار پر مار کر پھینکا چور کرتے ہوئے کہا "یہ دیکھو بارودی سرنگ سے میرے جسم کے جتنے ٹکڑے ہوتے' اس سے زیادہ میں نے جام کے ٹکڑے کردیے اور شراب بہادی۔" اس نے کھلی ہوئی بوتل کو الٹ کر شراب کو بہاتے ہوئے کہا "اس سے اچھی بات کوئی نہیں ہوسکتی کہ میں زندہ رہ کر اپنی پچھلی تمام برائیوں سے زیادہ نیکیاں کرتا رہوں اور تمام انسانوں کی بہتری کے لیے کچھ نہ کچھ کرتا رہوں۔ یوگا کی مشقیں کرتے کرتے ایک دن دماغی طور پر اس قدر مستحکم ہوجاؤں کہ دشمنوں کی سوچ کی لہریں میرے دماغ میں نہ آسکیں۔"

"میں تمہاری باتوں سے اور تمہارے چور خیالات سے سمجھ رہی ہوں کہ تم سچے دل سے توبہ کررہے ہو۔ تمہیں زندہ رہنے کا موقع ملے گا تو ایک اچھے کردار کے مالک بنو گے۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ کل دن میں گیارہ بجے ہمارا ایک ہیلی کاپٹر کانیج کی چھت پر آئے گا۔ تم رسیوں کی سیڑھی سے چڑھ کر اس ہیلی کاپٹر میں علی تیمور کے پاس جاؤ گے۔ اگر ہماری پناہ میں محفوظ رہنا چاہو گے تو تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ ورنہ تم جہاں جانا چاہو گے' تمہیں آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔"

"فرہاد صاحب اور علی صاحب کے سائے میں یقینی طور پر تحفظ حاصل ہوگا۔ علی صاحب جو کہیں گے' میں اس پر عمل کروں گا۔"

"تم اب تک ایک مجرم کی طرح زندگی گزار رہے تھے۔ انشاء اللہ آئندہ ایک اچھے اور سچے انسان کی طرح نمایاں مقام حاصل کرو گے۔ اب رات کا کھانا کھا کر آرام سے دن چڑھے تک سوتے رہو۔ کل گیارہ بجے تمہیں یہاں سے لے جانے کے لیے ہیلی کاپٹر آئے گا۔ میں جارہی ہوں۔"

ٹانی "شب بخیر" کہہ کر چلی گئی لیکن وہ شب محفوظ اور بخیر نہیں تھی۔ ان کی گفتگو کے دوران میں الپا' شیڈو کے دماغ میں پہنچی تھی اور خاموشی سے اس کی اور ٹانی کی باتیں سنتی رہی تھی۔ ٹانی کے جانے کے بعد وہ کچھ دیر تک خاموش رہ کر اس کے خیالات پڑھتی رہی۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ سچ مچ مجرمانہ زندگی نہیں گزارے گا اور علی تیمور کی ہدایات کے مطابق باعزت طور پر

ایک نئی زندگی گزار تا رہے گا۔

وہ اپنے نئے مستقبل کے بارے میں سوچتا ہوا وہاں سے اٹھ کر کچن میں جا کر سیل بند ڈبے کا کھانا گرم کر کے کھانا چاہتا تھا۔ الپا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے دوسرے کمرے کے بیڈ پر لے گئی۔ وہاں اسے چاروں شانے چت لیٹنے پر مائل کیا۔ اس نے اس کی مرضی کے مطابق بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں پھر ٹیلی پیتھی کی لوری سنتے سنتے گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

تھارن آوین نے الپا کو اپنی تابع کنیز بنا رکھا تھا۔ وہ تھارن کے پاس آ کر اسے شیڈو اور جزیرے کے حالات بتا چکی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ ثانی بھی شیڈو کے دماغ میں آتی ہے۔ علی تیمور نے اپنا فیصلہ بدل دیا ہے۔ اب وہ اسے سزائے موت نہیں دے گا بلکہ دوسرے دن گیارہ بجے کانچ کی چھت کے اوپر ایک ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا آئے گا اور شیڈو کو اس جزیرے سے بخیریت لے جائے گا۔

تھارن نے کہا "وہ وقت آنے میں ابھی انیس گھنٹے باقی ہیں۔ تم اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کر دو... تاکہ ثانی اور فرہاد وغیرہ اس کے اندر نہ آ سکیں پھر اسے حکم دو' جس چالاکی سے وہ بارودی سرنگوں کو ناکارہ بنا کر ساحل تک پہنچنے والا تھا' وہی حکمتِ عملی رات کو اختیار کرے اور تنویمی نیند سے بیدار ہوتے ہی وہاں سے نکل کر ساحل تک چلا جائے۔"

الپا نے کہا "وہ رات کے وقت بارودی سرنگوں کو ناکارہ کیسے بنائے گا؟ اگر ایک بھی بارودی سرنگ کہیں چھپی رہ گئی... تو شیڈو یا تو ہلاک ہو جائے گا یا ہاتھ پاؤں سے اپاہج بن کر رہ جائے گا۔"

"علی تیمور کے زیرِ سایہ جانے سے بہتر ہے کہ وہ مر جائے۔ اگر صرف زخمی اور اپاہج بن جائے تو تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ہلاک کر دینا۔ وہ زندہ ثابت و سالم رہے گا تو ہمارے کام آ سکے گا۔ جاؤ' ابھی اسے اپنا معمول اور تابع بناؤ۔"

اس کے حکم کے مطابق وہ شیڈو کے خوابیدہ دماغ میں آ کر عمل کرنے لگی۔ جتنی ضروری باتیں تھیں' وہ سب اس کے دماغ میں نقش کرنے کے بعد حکم دیا کہ وہ ایک گھنٹے تک تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد کانچ سے ساحل تک جانے کی اپنی حکمتِ عملی کے مطابق کام شروع کر دے گا۔

وہ تنویمی عمل مکمل کر کے دماغی طور پر تھارن آوین کے پاس حاضر ہوئی۔ اسے بتایا کہ اس نے شیڈو کے دماغ میں کیسے کیسے احکامات نقش کیے ہیں۔ تھارن نے پوچھا "وہ ہیلی کاپٹر کہاں ہے' جو شیڈو کو وہاں سے لیجانے جائے گا؟"

"ہمارے اس ہیلی کاپٹر پر کالا رنگ کر دیا گیا ہے۔ وہ سسلی کے ایک ویران علاقے میں ہے۔ اس کا پائلٹ اور گن مین ہمارے حکم کے منتظر ہیں۔"

"ابھی دیکھتے ہی دیکھتے ایک گھنٹا پورا ہو جائے گا۔ پائلٹ اور گن مین سے کہو' وہ تیار رہیں۔ شاید دو گھنٹے کے اندر انہیں پرواز کرنا ہو گا۔ جب تک ہمارا مقصد پورا نہ ہو' تمہیں خیال خوانی کے ذریعے ان سب کے پاس جاتے رہنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے ثانی یا فرہاد پھر کسی کام سے شیڈو کے دماغ میں آئیں۔ اس طرح انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کسی نے شیڈو کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ اب شیڈو اپنے دماغ میں انہیں نہیں آنے دے گا۔ اپنا مقصد پورا ہونے تک دشمنوں کو غافل رہنا چاہیے۔"

وہ تھارن کی کنیز اور حکم کی بندی بن چکی تھی پھر خیال خوانی کرتے ہوئے کبھی شیڈو کے خوابیدہ دماغ میں اور کبھی ہیلی کاپٹر کے پائلٹ اور چار گن مین کے پاس جا کر انہیں ہدایات دیتی رہی کہ وہ اس جزیرے کے ساحل سے کس طرح شیڈو کو سیڑھی کے ذریعے ہیلی کاپٹر پر لانا ہے۔ اس کے دماغ کو لاک کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود علی تیمور کی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس پر غالب آنا چاہے تو ایک انجکشن کے ذریعے اسے بے ہوش کر دیا جائے۔

شیڈو ایک گھنٹے بعد بیدار ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک یونہی لیٹا سوچتا رہا پھر اس نے الپا کے تنویمی عمل کے مطابق فیصلہ کیا کہ وہ اس جزیرے میں قیدی بن کر نہیں رہے گا۔ ابھی یہاں سے نکل کر ساحل پر کھڑی ہوئی موٹر بوٹ تک جائے گا۔

وہ بستر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے سامان کی کٹ کھول کر اس میں سے ایک بڑی سی ٹارچ' ایک لانبے پھل والا چاقو اور ایک ڈیڑھ فٹ لانبا اور مونا لوہے کا کیلا سریا نکالا۔ کمرے میں لیمپ کی روشنی تھی۔ اس نے ٹارچ کو پتلون کی بیلٹ میں اڑس لیا۔ چاقو اور لوہے کے سریے کو ایک ہاتھ میں اور دوسرے ہاتھ میں لیمپ کو اٹھا کر باہر آیا۔ روشنی میں جہاں تک نظر آتا تھا' وہاں تک سوئمنگ پول کی سطح پر ہلکی ہلکی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ پانی کی سطح پر ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے رقص کر رہے تھے۔ ان کی وجہ سے پانی کی سطح پر ہلکی ہلکی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ پانی کی سطح پر ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے رقص کر رہے تھے۔ ان کی وجہ سے پانی کی سطح پر ہلکی ہلکی لہریں اٹھ رہی تھیں۔

وہ پہلے سے سوچی ہوئی اسکیم ذہن میں دہرا رہا تھا۔ اس نے دن کو چھت پر سے بہت دور ساحل پر کھڑی ہوئی موٹر بوٹ کو دیکھا تھا۔ اب وہ کانچ سے ایک سیدھا راستہ ساحل بوٹ تک بنانا چاہتا تھا۔ صرف دو یا تین فٹ چوڑا راستہ بنانے کے لیے اسے اتنی بارودی سرنگوں کو ناکارہ بنانا تھا جو موٹر بوٹ تک پہنچنے کی راہ میں حائل تھیں۔

ٹائم بم وغیرہ کو ناکارہ بنانے کے لیے بم سے منسلک تاروں کو سمجھ کر انہیں کاٹ کر الگ کرنا پڑتا ہے لیکن بارودی سرنگ میں کوئی تار نہیں ہوتا۔ یہ ایک چھوٹی سی پلاسٹک کی ڈبیا کی طرح ہوتی ہے۔ بعض اتنی چھوٹی کہ اس ڈبیا کو ایک مٹھی میں چھپایا جا سکتا ہے لیکن اس ننھی سی ڈبیا میں خطرناک جان لیوا بارود بھرا ہوتا ہے جس پر دباؤ پڑتے ہی وہ پلاسٹک کی ڈبیا یا بارودی سرنگ ایک دھماکے سے پھٹ پڑتی ہے۔ کسی کے چیتھڑے اڑا دیتی ہے اور کسی کو اپاہج بنا دیتی ہے۔ یہ دنیا کا سب سے خطرناک اور سب سے سستا ہتھیار ہے۔ صرف تین ڈالر میں تیار ہو جاتا ہے۔

شیڈو ہر قسم کے بموں کی کارکردگی کو سمجھتا تھا۔ بارودی سرنگوں کے متعلق یہ جانتا تھا کہ یہ پھٹ پڑنے کے بعد اپنے اطراف صرف تین یا چار فٹ تک تباہی پھیلاتی ہے۔ یعنی اس کی بریک کرتی ہے جو لاعلمی میں اس پر پیر رکھتا ہے۔ وہ کسی بم کی طرح پوری بستی کو یا پورے ایک محلے کو تباہ کرنے کے لیے نہیں پھٹتی ہے۔

اس نے برآمدے میں ایک طرف لیمپ رکھ کر دیوار پر ہاتھ پھیر کر دیکھا۔ وہ سرخ اینٹوں سے تعمیر کی ہوئی دیوار تھی۔ وہ چاقو کو ایک طرف رکھ کر لوہے کے نکیلے سریے سے دیوار کو کھود کھود کر ایک ایک اینٹ نکالنے لگا۔ اس طرح تقریباً بیس اینٹیں نکالنے کے بعد وہ ہاتھوں میں چار چھ اینٹیں اٹھا کر کانچ سے اٹھارہ فٹ دور تک آیا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ کانچ سے اٹھارہ فٹ کی دوری تک کوئی بارودی سرنگ نہیں ہے۔ اس حساب سے شیڈو بارودی سرنگوں سے چھ فٹ دور تھا۔ اس نے تمام اینٹیں زمین پر رکھ دیں پھر ایک اینٹ کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چھ فٹ کی دوری پر پھینکا۔ جہاں وہ اینٹ جا کر گری' وہاں یک بارگی دھماکا ہوا۔ شیڈو بھاگ کر پیچھے چلا گیا۔ جبکہ بھاگنے کی ضرورت نہیں تھی۔ جہاں وہ اینٹ گر کر دھماکے سے ٹوٹی ہوئی تھی' وہیں تین چار فٹ تک آگ کے شعلے بھڑک گئے تھے اور ایک ہی منٹ کے اندر دھجے پتے جا رہے تھے۔ اس نے پھر آگے بڑھ کر دوسری اینٹ کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر اس جگہ کا نشانہ لیا جہاں دھماکے سے چھوٹا سا گڑھا بن گیا تھا۔ اس نے گڑھے کے ساتھ والی زمین پر دوسری اینٹ کو پھینکا پھر ایک دھماکا ہوا' ایک گڑھے کے ساتھ دوسرا گڑھا بن گیا۔ دونوں مل کر چار فٹ چوڑے گڑھے بن گئے۔ وہ باقی اینٹیں بھی اسی حساب سے پھینکتا رہا۔ ہر دھماکے کے ساتھ زمین پر گڑھے بنتے گئے اور آگے دور تک چار فٹ چوڑے گڑھوں کا راستہ بنتا گیا۔ وہ ان گڑھوں سے گزر کر جاتا تو کسی بارودی سرنگ پر پاؤں نہ پڑتا۔

وہ لوہے کے نکیلے سریے سے دیواروں کو کھود کر اینٹیں نکالتا ہوا اور گڑھوں میں سے گزر کر آگے کی سمت ایک ایک اینٹ پھینکتا ہوا ساحل کی طرف چار فٹ چوڑا راستہ بناتا رہا۔ الپا اس کے ساتھ ساتھ رہ کر اس کی چال بازی کی معترف ہو رہی تھی۔ جب ساحل تک بارودی سرنگیں ناکارہ ہونے لگیں تو اس نے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے کہا "کم آن۔ وہ ساحل تک پہنچنے والا ہے۔ پرواز کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

وہ سب تیار تھے۔ ایک منٹ کے اندر ہی ہیلی کاپٹر کا پنکھا گردش کرنے لگا۔ دوسری طرف جزیرے سے مسلسل دھماکوں کی آوازیں گونجتی رہیں۔ سسلی اور اٹلی کے جنوبی حصوں کی طرف جاری تھے۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس موجود تھے۔ انہوں نے فون پر علی تیمور کو اطلاع دی کہ شیڈو کو جہاں قید کیا گیا تھا' اس جزیرے سے مسلسل دھماکوں کی آوازیں آ رہی ہیں۔

علی تیمور نے مجھے فون پر مخاطب کیا۔ میں قاہرہ میں تنگ حال اور سونیا کی معرکہ آرائیوں میں الجھا ہوا تھا۔ میں نے ثانی سے کہا "بیٹی! میں بہت مصروف ہوں۔ تم فوراً شیڈو کے پاس جاؤ۔ اس جزیرے میں مسلسل دھماکے ہو رہے ہیں۔"

ثانی نے اسی وقت خیال خوانی کی پرواز کی۔ شیڈو کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ خیرانی سے دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس سے بولی "میں وہاں کے وقت کے مطابق رات کے آٹھ بجے کے اس کے دماغ میں گئی تھی۔ اس نے سچے دل سے تمام جرائم سے توبہ کی تھی۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ دل و جان سے تمام غلطیوں کی تلافی کرنے کے لیے آئندہ انسانیت کی بھلائی کے لیے کام کرتا رہے گا لیکن اب وہ اچانک دشمن کی طرح سانس روک کر مجھے اپنے دماغ میں کچھ بولنے کا موقع نہیں دے رہا ہے۔"

پارس نے کہا "اس نے تمہارے سامنے شراب کا جام توڑا۔ آئندہ نشہ نہ کرنے اور یوگا میں مہارت حاصل کرنے کا عہد کیا لیکن یہ ناممکن ہے کہ نشہ چھوڑتے ہی کوئی یوگا کا ماہر ہو جائے۔ کسی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔"

"فکر یہ معلوم کرنا ہو گا کہ کس نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے اور اس جزیرے میں مسلسل دھماکے کیوں ہو رہے ہیں؟"

"جب تک ہمارے جاسوس اس جزیرے کے ساحل تک نہیں جائیں گے' ہمیں اصل واقعے کا پتا نہیں چلے گا۔"

ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے اٹلی میں رہنے والے اپنے ایک جاسوس سے کہا "اپنے ساتھیوں کی ایک ٹیم لے کر جتنی جلدی ہو سکے' ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس جزیرے پر جا کر پرواز کرو۔ ان دھماکوں کے باوجود شیڈو زندہ نظر آئے تو اسے اٹھا کر لے جاؤ۔"

اس کی ہدایات کے مطابق تعمیل ہونے لگی لیکن اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ شیڈو اپنے بنائے ہوئے گڑھوں میں سے گزرتا ہوا ساحل تک پہنچ گیا تھا۔ وہ موٹر بوٹ کو استعمال کرنا چاہتا تھا لیکن ایک سیاہ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا آیا تھا جس میں سے رسیوں کی ایک سیڑھی لٹک رہی تھی۔ وہ ایک معمول اور تابع کی طرح اس سیڑھی پر چڑھتا ہوا ہیلی کاپٹر میں آ گیا۔

ثانی نے پھر ایک بار اس کے دماغ میں آنے کی کوشش کی۔ اس کے سانس روکنے تک اس نے ہیلی کاپٹر کے گردش کرتے ہوئے پنکھوں کی آوازیں سنیں پھر اپنے جاسوس کے دماغ میں پہنچی۔ پتا چلا اس جاسوس کی ٹیم کا ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا جزیرے کی طرف جا رہا ہے۔ وہ بولی "شیڈو اب جزیرے میں نہیں ملے گا۔ اسے کوئی دوسرا ہیلی کاپٹر لے جا رہا ہے۔ اسے تلاش کرو۔"

اس جزیرے کے اطراف کے ممالک میں بابا صاحب کے ادارے

سے تعلق رکھنے والے جاسوس ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے موجود تھے۔ ثانی ان سب کے پاس جا کر کہنے لگی "فوراً ہیلی کاپٹر میں جاؤ۔ کوئی دشمن شیڈو کو ایک ہیلی کاپٹر میں اغوا کر کے لے جا رہا ہے۔ اسے کسی ملک کی بحری سرحد تک پہنچنے سے پہلے ہی سمندر میں گھیر لو۔"

اس کی ہدایات کے مطابق کئی ممالک سے ہیلی کاپٹرز پرواز کرنے لگے۔ دیر تک اور بہت دور تک دشمن ہیلی کاپٹر کو تلاش کرتے رہے لیکن وہ سیاہ رنگ کا ہیلی کاپٹر رات کی سیاہی میں کہیں جا کر گم ہو گیا تھا۔

○☆○

میں سنگریلا کے ساتھ ریسلنگ آفس میں پہنچا تو تھامس جیرالڈ نے سنگریلا کو دیکھا۔ اس کے نیکر بنیان، چہرے اور جسم پر کیچڑ لگی ہوئی تھی۔ دو گاڑیاں پیٹرول کی آگ سے بلاسٹ ہوئی تھیں۔ ہم وہاں سے اپنی سلامتی کے لیے بھاگ رہے تھے۔ بھاگنے کے دوران میں سنگریلا اوندھے منہ کیچڑ میں گر پڑا تھا۔ اب اس کا حلیہ قابلِ دید تھا۔

ہمارے ساتھ جانے والے چار پہلوانوں میں سے ایک بری طرح زخمی ہوا تھا۔ وہ دھماکے سے چند سیکنڈ پہلے گاڑی کی طرف جا رہا تھا۔ اگر قریب پہنچ چکا ہوتا تو ضرور ہلاک ہو جاتا۔ دوری کے باعث صرف زخمی ہوا تھا۔ اس کے تین ساتھی پہلوان اسے اسپتال لے گئے تھے۔ انہوں نے فون کے ذریعے اپنے باس جیرالڈ کو تفصیل سے بتا دیا تھا کہ سونیا نے انہیں وہاں بلا کر کس طرح ان کی دو گاڑیاں تباہ کی ہیں اور ان کا ایک پہلوان بری طرح زخمی ہو گیا ہے۔ وہ اسے اسپتال میں لے آئے ہیں اور وہیں سے اطلاع دے رہے ہیں۔

جیرالڈ نے سنگریلا کو دیکھا۔ وہ میرے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا اور غصے سے تلملا کر کہہ رہا تھا "میں اس کمینی کتیا کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اسے اس طرح تڑپا تڑپا کر اور دوڑا دوڑا کر ہلاک کروں گا۔۔۔"

جیرالڈ نے کہا "ابھی تو وہ تمہیں دوڑا دوڑا کر بے حال کر رہی ہے۔ آئینہ دیکھو گے تو اپنا حلیہ دکھائی دے گا۔ واش روم میں جاؤ اور غسل کر کے آؤ۔ میں اپنے ملازم سے ایک نئی نیکر اور بنیان منگوا دیتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر بولا "میں اسی گیلی نیکر اور بنیان میں رہوں گا۔ میرے سائز کا کپڑا کہیں ملتا نہیں ہے۔ مجھے سلوانا پڑتا ہے۔"

وہ واش روم میں چلا گیا۔ جیرالڈ نے مجھ سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے، سنگریلا کے ساتھ کب سے ہو؟"

"میرا نام فیصل درانی ہے۔ میں پاکستان میں ایک ٹیکسٹائل مل کا مالک ہوں۔ میرا قیام ہوٹل الحمید میں ہے۔ وہیں ڈانسنگ ہال میں سنگریلا سے پہلی بار ملاقات ہوئی۔ باتوں ہی باتوں میں ہم ایک دوسرے میں دلچسپی لینے لگے۔ یہ ائرپورٹ پر سونیا کو پہنچانے کے لیے مجھے بھی ساتھ لے گیا تب سے میں دشمنی کے شعلے اور خون ہولی دیکھتا آ رہا ہوں۔"

"تم سنگریلا کے ساتھ اس کے بنگلے کی طرف گئے تھے۔ دونوں کی گاڑی اس بنگلے سے دور ہو گی۔ ہمارے پہلوانوں کی گاڑی اس بنگلے کے سامنے تھی۔ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ ہماری گاڑی ریموٹ کنٹرولر بم سے تباہ کر کے بھاگی ہو گی مگر تمہاری گاڑی فاصلہ دور تھی۔"

میں نے کہا "اس نے ریموٹ کنٹرولر بم سے گاڑیوں کو نشانہ نہیں کیا ہے۔ اس نے پہلوانوں کی گاڑی کی ٹنکی میں سوراخ کر کے پیٹرول کو بہایا ہو گا۔ وہ پیٹرول ڈھلان کی طرف بہتا ہوا ہماری گاڑی کی طرف آنے لگا۔ ہم نے اندھیرے میں بہتے ہوئے پیٹرول کو نہیں دیکھا۔ جب وہ ہماری گاڑی کے قریب آیا تو ہم نے اس کی بُو محسوس کی۔ اسی وقت پہلوانوں کی گاڑی کے نیچے آگ بھڑک اٹھی۔ وہ آگ پیٹرول کے ذریعے بہتی ہوئی ہماری گاڑی کی طرف آنے لگی۔ اسی وقت پہلوانوں کی گاڑی دھماکے سے پھٹ پڑی۔ اپنی گاڑی چھوڑ کر تیزی سے بھاگتے ہوئے دور جانے لگے۔ اگر نہ جاتے تو اپنی گاڑی کے ساتھ ہمارے جسموں کے چیتھڑے بھی چکے ہوتے۔"

جیرالڈ نے سر ہلا کر کہا "ہُوں۔ اس عورت نے بڑی ذہانت سے کام لیا ہے۔ پہلے اس راستے کو دیکھا تھا اور حساب کیا تھا کہ گاڑی کی ٹنکی سے پیٹرول بہے گا تو ڈھلان کے باعث وہ ہماری دوسری گاڑی تک جائے گا۔ اس نے ماچس کی ایک تیلی سے گاڑیاں تباہ کی ہیں۔ بہت باکمال عورت ہے۔"

میں نے کہا "سونیا نے پانچ گھنٹوں کے اندر سنگریلا کو زبردست جھٹکے دیے ہیں مگر یہ مضبوط اعصاب کا مالک ہے، ردِعمل نہیں ہو رہا ہے۔"

"ہو رہا ہے مگر یہ ظاہر نہیں کر رہا ہے۔ اس کے لاشعور میں بھنبھلا رہا ہے۔ غصہ دکھا کر اپنے اس خوف کو ہے کہ پتا نہیں اب سونیا تیسرا حملہ کب اور کیسے کرے گی دماغ میں اتھل پتھل سی مچی ہوئی ہے۔ میں نے اسی لیے ا بھیجا ہے کہ غسل کرے گا تو دماغ کچھ ٹھنڈا ہو گا۔"

وہ غسل سے فارغ ہو کر آیا۔ سر سے پیر تک کپڑوں میں بھیگا ہوا تھا۔ جیرالڈ نے کہا "تولیے سے بدن پونچھ لو۔ گیلی بنیان نہ پہنو۔ سردی سے بیمار ہو جاؤ گے۔ کوئی بڑا سا تولیا ملازم آدھے گھنٹے میں یہ کپڑے دھو کر اور سکھا کر لے آئے گا۔"

"سردی، گرمی اور برسات، کوئی موسم مجھ پر اثر نہیں آپ میری فکر نہ کریں۔ میرے کام آئیں۔ کسی طرح وہ۔۔۔ کہاں چھپی ہوئی ہے؟"

"مسٹر سنگریلا! وہ کہیں چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ کھلے

ہماری موجودگی میں وہاں سے گزر گئی۔ اگر اسے چھپنا ہوتا تو وہ ہمارے ہی بنگلے میں جا کر تمہیں نہ بلاتی۔ تمہیں اپنی ناکامی پر غصہ آ رہا ہے۔ مجھے بھی اس بات کا غصہ ہے کہ تمہاری مدد کرنے کے لیے میرے دو پہلوان اسپتال پہنچ گئے ہیں۔ میں کل کی ریسلنگ میں لاکھوں ڈالر ہارنے والا ہوں۔ اتنے بڑے نقصانات کے باوجود غصہ برداشت کر رہا ہوں۔ جانتے ہو کس لیے؟"

"ہاں جانتا ہوں۔ میں تمہاری طرف سے کل ریسلنگ رنگ جاؤں گا تو تمہیں لاکھوں کروڑوں ڈالرز کا فائدہ پہنچاؤں گا۔"

"اگر ذہنی طور پر نارمل نہیں رہو گے تو اپنے مخالف پہلوان کیسے جیت پاؤ گے؟ کیسے میرے نقصانات کی تلافی کرو گے؟ کیسے فائدہ پہنچاؤ گے؟"

"میں اس لمحے میں بھی کسی بھی مخالف پہلوان کو توڑ پھوڑ کر سکتا ہوں۔ تم مجھے ایب نارمل نہ سمجھو۔"

"اگر نارمل ہو تو اپنے اندر سے غصہ نکالو اور کل رات ریسلنگ کے اختتام تک سونیا کو بھول جاؤ۔ اسے معلوم نہ ہونے دو کہ ابھی کہاں ہو اور آئندہ کس جگہ رہو گے۔"

"ایک تو میں یہ توہین برداشت کر رہا ہوں کہ ایک عورت مجھے جگہ سے دوسری جگہ دوڑا دوڑا کر بے وقوف بنا رہی ہے۔ پر تم کہہ رہے ہو کہ اسے میرا پتا ٹھکانا معلوم نہ ہو اور میں ایک سے چھپ کر رہوں۔ اس سے بڑی توہین کیا ہو گی۔ کیا تم مجھے سکھا رہے ہو؟"

"بزدل نہیں ہو، ایب نارمل نہیں ہو تو ذہانت سے کام لے کر سونیا مکاری سے اپنے پیچھے دوڑا کر تمہیں ہر بار ناکام بنا کر ہٹ میں مبتلا کر رہی ہے۔ جو جھنجلاہٹ اور غصے میں رہتا ہے دشمن کی چال بازی کو نہیں سمجھتا، اسے ایب نارمل کہتے ہیں۔ بری بات پر غور کرو، کیا نارمل لوگ تمہاری طرح سائے کے ڈرتے ہیں یا اپنے مخالف کی چالوں کو سمجھتے ہیں؟"

"تمہاری بات پر غور کرنے سے یہی بات سمجھ میں آئے گی کہ رات ریسلنگ کے اختتام تک تقریباً بیس گھنٹے تک ایک جگہ سے چھپ کر رہنا اور ایسی توہین برداشت کرتے رہنا ہو گا۔"

"برداشت کرنے کی کوشش کرنے سے ہی اپنا غصہ اپنی بے چینی برداشت کرنے کی عادت پڑتی ہے پھر یہ عادت پڑ جائے تو یہ توہین کا انتظام کل کتنی زبردست حکمتِ عملی سے لیا جا سکتا ہے۔"

میں نے کہا "سنگریلا! ہماری ایک رات کی ملاقات ہے لیکن اسے بہت لگاؤ محسوس کر رہا ہوں۔ میری بات کو ایک ذرا سوچو کہ نہ تمہاری توہین ہوئی ہے نہ شکست ہوئی ہے تم نے اس سے مقابلہ نہیں کیا ہے۔ جب وہ روبرو آئی اور مقابلہ کرتی تو ہار جیت کا فیصلہ ہوتا۔"

جیرالڈ نے خوش ہو کر کہا "واہ مسٹر درانی! تم نے بہت ہی معقول اور آسانی سے سمجھ میں آنے والی بات سمجھائی ہے۔ مسٹر سنگریلا! اب اپنی عقل سے سمجھ کر بولو۔ تم نے اب تک اپنی جسمانی قوت اور فائٹنگ کا انداز اس پر آزمایا نہیں ہے۔ وہ تمہارے مقابلے میں آتی تو ایک چھپکلی کی طرح سر جاتی۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ وہ تمہارے خوف سے سامنا نہیں کر رہی ہے۔ بزدل دشمن کی طرح دور ہی سے نقصان پہنچا کر بھاگ جاتی ہے۔"

بہت دیر بعد سنگریلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ مار کر کہا "تم واقعی اچھے دوست ثابت ہو رہے ہو۔ تم نے میرے دماغ سے سارا غصہ اور نامعلوم سا بوجھ اتار دیا ہے۔ بے شک وہ میری نہیں، اپنی توہین کر رہی ہے۔ آئندہ وہ جب تک روبرو مقابلے کے لیے نہیں آئے گی، میں خواہ مخواہ اس کے پیچھے نہیں جاؤں گا۔"

جیرالڈ نے اپنی ریوالونگ چیئر سے اٹھ کر ہمارے پاس آ کر پہلے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر درانی! میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ تم نے مسٹر سنگریلا کے ذہن کو پُرسکون بنا کر اسے کل ریسلنگ رنگ میں مقابلے کے قابل بنا دیا ہے۔"

پھر اس نے سنگریلا کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں نے یہاں تمہاری معمولی سی فائٹ دیکھی ہے اور اپنے تجربات سے سمجھ لیا ہے کہ تم ایک ناقابلِ شکست ریسلر ہو۔ صرف کل رات تک اس بزدل سونیا کو بھول جاؤ اور پوری حاضر دماغی سے کل مخالف پہلوانوں سے مقابلے کرو پھر ہم سب مل کر سونیا کو کسی نہ کسی طرح تمہارے روبرو مقابلے کے لیے لے آئیں گے۔"

سنگریلا نے کہا "تم اطمینان رکھو۔ میں اپنے مقابلے میں آنے والے تمام پہلوانوں کو اپاہج بنا دوں گا۔"

غم و غصہ دھل گیا۔ جیرالڈ کی یہ تشویش ختم ہو گئی کہ سنگریلا ایب نارمل رہ کر مخالف پہلوانوں سے کیسے مقابلہ کرے گا؟ اب یقین ہو گیا تھا کہ وہ پوری حاضر دماغی سے مقابلہ کر کے اسے کروڑوں ڈالر کا فائدہ پہنچاتا رہے گا۔

وہ خوش ہو کر اپنی ریوالونگ چیئر پر جا کر بیٹھ گیا۔ گھڑی دیکھ کر بولا "صبح کے پانچ بج رہے ہیں۔ تم دونوں کو جا کر اطمینان سے سونا چاہیے۔ میں چاہوں گا کہ میں نے اپنے پہلوانوں کے لیے جو بنگلوز رہائش کے لیے حاصل کیے ہیں، ان میں سے ایک بنگلے میں تم دونوں رہو۔ اس چال باز عورت کو مسٹر سنگریلا کا پتا اور فون نمبر معلوم نہیں ہو گا۔ وہ خواہ مخواہ پریشان نہیں کرے گی۔"

میں نے کہا "میرا قیام ہوٹل الحمید میں ہے۔ میں وہاں جا کر سو جاؤں گا۔"

سنگریلا نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "نہیں دوست! جب ائرپورٹ پر گولی چلائی گئی تو تم ہی مجھے وہاں سے کھینچتے ہوئے میری جان بچاتے ہوئے باہر لے آئے۔ دوسری بار پیٹرول کے ذریعے آگ ہماری طرف آ رہی تھی، اس وقت بھی تم مجھے کھینچتے

ہوئے دور لے گئے۔ تم ذہین ہو' حاضر دماغی سے کام لیتے ہو۔ اب بھی میرے دماغ سے بہت بڑا بوجھ اتار دو۔ پلیز میرا ساتھ نہ چھوڑو۔ ہوٹل میں اپنا سامان رہنے دو۔ میرے ساتھ چلو۔"

جیرالڈ نے کہا "مسٹر درانی! میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ تم اپنی ذہانت سے مسٹر سنگریلا کو کبھی جوش اور جنون میں مبتلا نہیں ہونے دو گے۔ پلیز کل رات ریسلنگ کے اختتام تک اس کے ساتھ رہو۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جیرالڈ نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو میں تھامس جیرالڈ بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے امریکی سفیر کی آواز سنائی دی "ہیلو میں امریکی سفیر بول رہا ہوں اور سنگریلا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

جیرالڈ نے سنگریلا کی طرف ریسیور بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تمہارے میزبان' امریکی سفیر بات کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے ریسیور لے کر کان سے لگا کر کہا "سنگریلا بول رہا ہوں۔"

سفیر نے کہا "سنگریلا! ہم نے تمہیں اپنا محافظ بنایا تھا مگر تم ہمارے لیے بہت بڑی مصیبت بن گئے ہو۔"

"میں تمہارے لیے کیسے مصیبت بن سکتا ہوں؟"

"اپنے فون کا اسپیکر آن کرو تاکہ تمہارے ساتھی بھی ہماری گفتگو سن سکیں۔"

اس نے فون کا.... اسپیکر آن کر کے ریسیور رکھ دیا پھر کہا۔ "ہاں اب بولو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں بول رہی ہوں۔ میری آواز سنتے ہی سہم کر فون نہ بند کرنا۔"

وہ سونیا کی آواز سن کر چونکا پھر بولا "تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ میں تم سے خوفزدہ ہوں۔"

"میں انسانی نفسیات کو سمجھتی ہوں۔ میں نے تمہارے بنگلے میں صرف تمہیں بلایا تھا... لیکن تم اتنے خوف زدہ تھے کہ اپنے ساتھ چار پہلوان لے کر آئے تھے۔ کیا اسے خوف اور دہشت نہیں کہتے؟ میری دہشت؟"

"ہو شٹ اپ! میں تمہارے جیسی چھپکلی کو اپنے پاؤں تلے کچل دوں گا۔ تم مجھ سے مقابلہ نہیں کر رہی ہو۔ اگر تم واقعی فرہاد علی تیمور کی وائف ہو تو ایک بار میرے روبرو آجاؤ پھر میں دکھاؤں گا کہ یہ ہڈیوں کا ڈھانچا کتنا طاقت ور اور ناقابلِ شکست ہے۔"

"سنگریلا! کیا تمہارے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے؟ کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ درندے جانور اپنی جسمانی قوت سے آپس میں لڑتے ہیں کیونکہ جانور ذہانت سے خالی ہوتے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی قوت بھی دی ہے اور ذہانت بھی۔ لہٰذا ہم انسانوں میں کوئی جسمانی طاقت سے مقابلہ کرتا ہے' کوئی ذہانت سے مدِمقابل کو شکست دیتا ہے۔ کوئی اپنے ہتھیاروں سے مارتا ہے' اپنے وسیع ذرائع اور اختیارات سے مقابل کو کچل دیتا ہے۔ انسانوں نے مقابلہ کرنے اور فتح حاصل کرنے کے کئی طریقے ایجاد کیے ہیں۔ اگر تم انسانوں سے کہو گے کہ اپنی ذہانت سے کام لینے کے طریقے اختیار نہ کریں اور بالکل جانور بن کر صرف جسمانی مقابلہ کریں تو ساری دنیا تم سے پوچھے گی 'کیا تم جانور ہو؟ عقل سے خالی ہو؟'"

وہ گرج کر بولا "تم مجھے جانور کہہ رہی ہو؟ میں..."

"میں نہیں' ساری دنیا کہے گی۔ جنگ کبھی ایک شخص نہیں لڑی جاتی۔ دنیا کا سب سے بڑا طاقت ور ملک امریکا کے پاس سب سے زیادہ فوجی طاقت ہے' سب سے زیادہ ایٹم بم ہیں ہے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلے ہوئے ذرائع اور بڑے زبردست اختیارات کا مالک ہے۔ اس کے باوجود میں اسامہ بن لادن کے پاس جہاد کرنے کے لیے صرف ایک ہوائی جہاز بھیجنے کی دھمکی دے رہی ہوں' ویسے اسامہ بن لادن سے کہے کہ بھی امریکا کو چھوڑ کر سامنے آکر لڑو۔ نہیں تو ہم لڑائی نہیں کھیلیں گے' تو ایسا کہنے والا کتنا بڑا گدھا ہوگا؟ کیا تم گدھے ہو؟"

گدھا کہنے پر وہ طیش پھاڑ کر اسے گالیاں دینے لگا۔ جیرالڈ نے ٹیلی فون سیٹ اپنی طرف کھینچ لیا اور کہا "میڈم مسٹر..."

دوسری طرف سے آواز آئی "میں سونیا نہیں امریکی ڈولسن بول رہا ہوں۔"

"ابھی ہم سونیا کی آواز سن رہے تھے۔"

"ہاں۔ وہ بول رہی تھیں' اب میں بول رہا ہوں۔ کیا آواز سنگریلا سن رہا ہے؟"

جیرالڈ نے کہا "ہاں سن رہا ہے۔"

جان ڈولسن نے کہا "ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے کہا تھا کہ وہ ہمارے لیے بہت بڑی مصیبت بن گیا ہے۔ مصیبت ہے' میڈم سونیا۔ اس وقت سونیا نے مجھے گالی رکھا ہے اور کہہ رہی ہے' جب تک میری جان بچا سنگریلا یہاں نہیں آئے گا تب تک وہ میری پٹائی کرتی اتنا مجبور ہوں کہ سنگریلا کے سوا کسی اور کو مدد کے لیے سکتا... ورنہ مجھے بچانے کے لیے پورا امریکا آسکتا ہے۔ سنیں یہ کیا کہہ رہی ہیں۔"

چند سیکنڈ کے بعد سونیا کی آواز آئی "امریکا کی طاقت پہچاننے والے بھی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک پہنچ سکتے ہیں۔ میرے خیال خوانی کرنے والے مجھے لمحے کی خبر دیتے رہیں گے کہ اس سفیر کے لیے امریکی ہے یا صرف سنگریلا آرہا ہے۔ اگر وہ بزدل ہے پہلوانوں کو لے کر آئے گا یا خفیہ امریکی امداد پہنچنے

کر اس کے پورے خاندان کے ساتھ جہنم میں پہنچا دوں گی۔ اس بنیاد پر پورے خاندان کے ساتھ صرف دو گھنٹے تک سانس لینے کی اجازت دے رہی ہوں۔ انہیں بچانے کے لیے صرف سنگریلا آئے اور یہاں صرف میں اس کے روبرو رہوں گی۔ وہ جسمانی قوت سے لڑے گا' میں ذہانت سے اسے مات دوں گی۔ اس کے فرشتے بھی نہیں سوچ سکیں گے کہ میں نے یہاں کس طرح ذہانت کا جال بچھایا ہے۔ آثارِ قدیمہ سے نکلے ہوئے ہڈیوں کے ڈھانچے! اگر ڈھیلے اور بزدل نہیں ہے تو دو گھنٹے سے پہلے چلا آ۔ وِتھ آل۔"

جیسے بجلی کڑکتی ہے' ویسی ہی کڑک دار آواز کے ساتھ سنگریلا نے چیختے ہوئے میز پر ہاتھ مارا..... میز کی سطح شیشے کی تھی۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

"میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ وہ پہلی بار روبرو آئے گی۔"

جیرالڈ نے دوڑتے ہوئے جا کر باہر جانے والے دروازے کو بند کرتے ہوئے مجھ سے کہا "مسٹر درانی! اسے روکو! سونیا نے اپنی مکاری سے پھر اسے جنون میں مبتلا کر دیا ہے۔"

شیشہ ٹوٹنے کے باعث اس کا ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔ میں نے اس کا زخمی ہاتھ پکڑ کر کہا "جاؤ۔ سونیا کے روبرو جاؤ مگر اس کے چیلنج پر غور کرو کہ اس نے اپنی ذہانت سے کیسا جال بچھایا ہوگا۔ پہلے اپنی ذہانت سے سوچو کہ وہ تم جیسے خوں خوار شیر کو پنجرے میں بند کرنے کے لیے کیسی چالیں چل چکی ہوگی۔ سوچے سمجھے بغیر وہاں جانا گویا خودکشی کرنا ہے۔"

اس کا سر چکرا رہا تھا۔ دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے کیسی جوابی کارروائی کرے؟

جیرالڈ فرسٹ ایڈ بکس لا کر اس کے زخمی ہاتھ کی مرہم پٹی کرنے لگا۔ ذہانت اور مکاری اسی کو کہتے ہیں۔ میری جان نے اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا مگر اس کا ہاتھ زخمی کر دیا تھا۔ اسے روبرو بلانے سے پہلے اس کی ذہانت کو ناکارہ بنا دیا تھا۔ آئندہ وہ میری یا جیرالڈ کی ذہانت پر انحصار کر سکتا تھا۔

سونیا نے میرے لیے ایسا راستہ ہموار کیا تھا کہ میری ذہانت اسے بری طرح لے ڈوبتی۔ وہ صرف امریکی آقاؤں کی ذہانت سے خود کو بچا سکتا تھا۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟

سنگریلا نے میز کا شیشہ توڑ دیا جس کے نتیجے میں ایک ہاتھ زخمی کر لیا۔ ٹیلی فون اور دوسری اہم فائلیں اور کاغذات جو سجی ہوئی میز سے گر کر دور تک بکھر گئے تھے۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی تو پتا چلا کہ وہ گرنے کے باوجود سلامت ہے۔ جیرالڈ نے فرش پر سے ٹیلی فون اٹھایا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ گرنے کے باوجود ریسیور کریڈل پر ہی رکھا رہ گیا تھا۔

اس نے ریسیور کان سے لگا کر کہا "ہیلو میں تھامس جیرالڈ بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "میں امریکی وزارتِ خارجہ کا سیکریٹری بول رہا ہوں۔ سنگریلا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

جیرالڈ نے فون کا اسپیکر آن کر کے سنگریلا کی طرف ریسیور بڑھاتے ہوئے کہا "امریکی وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری بات کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے ریسیور لے کر کان سے لگا کر کہا "ہیلو میں سنگریلا بول رہا ہوں۔"

سیکریٹری نے کہا "دردِ سر بول رہے ہو۔ تھوڑی دیر پہلے ہمارے سفیر کے فون پر تمہاری اور سونیا کی جو باتیں ہوتی رہیں' اس گفتگو کی ریکارڈنگ ہم تک پہنچ گئی ہے۔ ہمارے سفیر جان ڈولسن اور اس کی فیملی اس وقت بارود کے ڈھیر پر ہے۔ وہ کہہ چکی ہے کہ تمہارے وہاں جانے سے ان کی جانیں بچ سکتی ہیں۔ تمہیں فوراً وہاں جانا ہوگا۔"

سنگریلا نے کہا "آپ نے یہ بھی سنا ہوگا کہ اس مکار نے مجھے ٹریپ کرنے اور ہلاک کرنے کے لیے جال بچھا رکھا ہے۔"

"یہ تمہارا اور سونیا کا معاملہ ہے۔ تمہارے جھگڑوں میں ہمارے سفیر اور اس کے بیوی بچوں پر آنچ نہیں آنی چاہیے۔"

علیم الحق حقی کے قلم سے ایک اچھوتی کہانی

اچھوت

قیمت فی جلد:-/80 ڈاک خرچ:-/20

* اس بلائے بے درماں کی کہانی جس کا نام عالمی دہشت گردی کی علامت ہے۔
* ان بھٹکے ہوؤں کی داستان جو اپنے ہاتھوں دنیا میں اپنے لئے جہنم تعمیر کرتے ہیں

اپنے ہاکر یا قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں

فون 7247414 فون 7223853

"یہ صرف میرا اور سونیا کا معاملہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے فرہاد کو قتل کرنے کے لیے آپ سے معاوضہ لیا ہے۔ یہ آپ کی حکومت کا بھی معاملہ ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ ہم نے فرہاد کو قتل کرانے کا معاوضہ نہیں دیا ہے۔ فرہاد سے ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے۔"

"تم امریکی کیسے ٹوٹا چشم ہو۔ پہلے فرہاد کو قتل کرانا چاہا۔ اب اپنا سفیر خطرے میں ہے تو مجھے قتل ہونے کے لیے وہاں جانے کو کہہ رہے ہو۔"

"غیر ضروری باتیں نہ کرو۔ سونیا نے دو گھنٹے کا وقت دیا ہے۔ آدھا گھنٹا گزر گیا ہے۔ ابھی اسے فون پر کہو کہ دو گھنٹے کے اندر آرہے ہو۔ تم اس سے جو کہو گے اس کی ریکارڈنگ ہم سن لیں گے۔"

فون بند کردیا گیا۔ جیرالڈ نے کہا "یہ کیا نئی مصیبت آگئی ہے۔ میں تمہیں آج رات ریسلنگ رنگ میں لانے والا ہوں مگر سونیا کے علاوہ امریکی حکومت بھی تمہارے خلاف ہوگئی ہے۔"

شگریلا نے غصے سے کہا "امریکی حکومت میرا کیا بگاڑ لے گی۔ یہ امریکی تو برسوں سے فرہاد کے دشمن ہیں مگر سب سے طاقت ور ہونے کے باوجود آج تک فرہاد کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ وہ آج بھی زندہ سلامت ہے۔ میں بھی ان کی دشمنی کے باوجود زندہ سلامت رہوں گا۔"

میں نے کہا "فرہاد کو بابا صاحب کے ادارے کی قوت حاصل ہے۔ تم اکیلے ہو۔ تمہیں تحفظ دینے والا کوئی مضبوط ادارہ نہیں ہے۔"

جیرالڈ نے کہا "میری ریسلنگ پارٹی کے پیچھے عالمی سطح کے خطرناک مجرم پناہ لیتے ہیں۔ شگریلا کو بھی میں پناہ دوں گا۔"

میں نے کہا "مسٹر جیرالڈ! برا نہ ماننا۔ تم شگریلا کے ذریعے لاکھوں کروڑوں ڈالر کمانا چاہتے ہو لیکن آج رات اسے مقابلے کے لیے رنگ میں کیسے بھیجو گے؟ قاہرہ میں سی آئی اے اور موساد کے کئی سراغ رساں ہیں۔ وہ شگریلا کو جہاں دیکھیں گے، گولی ماردیں گے اور ریسلنگ کے دوران میں لاکھوں افراد کے درمیان چھپ کر اسے مار ڈالنا ان کے لیے آسان ہوگا۔"

شگریلا نے کہا "اب دو طرف سے میری جان کو خطرہ ہے۔ ایک تو سی آئی اے والے مجھے قتل کرنا چاہیں گے۔ دوسری طرف سونیا بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔"

میں نے کہا "تیسرے کو بھول رہے ہو۔ تیسرا فرہاد ہے۔"

شگریلا نے ناگواری سے کہا "وہ مرد نہیں ہے۔ اگر تو اپنی بیوی کو میرے پیچھے نہ لگاتا۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "فرہاد بوڑھا اور ہوگیا ہے یا پھر ہو سکتا ہے کہ تم سے نمٹنے کے لیے اپنی ہی کافی سمجھتا ہو۔ یہ تو ہم سب دیکھ رہے ہیں کہ وہ رات بھر دوڑاتی رہی۔ اس کے علاوہ تمہارا معاملہ وزارتِ خارجہ تک پہنچا دیا ہے۔"

جیرالڈ نے کہا "میں شگریلا کو سی آئی اے کے ہاتھ نہیں دوں گا۔ جہاں تک آج کی ریسلنگ کا تعلق ہے، فرہاد مخالف پہلوانوں سے مقابلے کرے گا۔ میں ابھی اس سے سمجھوتا کروں گا۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر امریکی سفیر جان ڈولسن کے ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر ایک چھوٹی سی بچی کی آواز سنائی دی "ہیلو کون بول رہا ہے۔"

جیرالڈ نے پوچھا "بیٹی! تم کون ہو؟ میڈم سونیا کو دو۔"

"وہ میڈم جا چکی ہیں۔"

"اپنے ڈیڈ کو فون دو۔"

تھوڑی دیر بعد سفیر کی آواز سنائی دی "ہیلو شگریلا؟"

"میں تھامس جیرالڈ بول رہا ہوں۔ فون کے اسپیکر پر شگریلا تمہاری آواز سن رہا ہے۔ میڈم سونیا کہاں ہیں؟"

"وہ مجھے اور میری بیوی اور جوان بچوں کو اس کمرے میں باندھ کر گئی ہے کہ نہ ہم خود اس بندش سے نجات حاصل کرسکتے ہیں اور نہ ہی یہ میری پانچ برس کی بیٹی ہمیں نجات دلا سکتی ہے۔ سونیا نے میری صرف پانچ برس کی بیٹی کو آزاد کیا ہے تاکہ وہ فون اٹینڈ کرلے اور اس کا ریسیور میرے کان سے لگائے۔ میرے ہاتھ بھی اس طرح باندھے گئے ہیں کہ میں کسی کو فون نہیں کرسکتا۔"

"کیا آپ کو پورا یقین ہے کہ میڈم سونیا جا چکی ہیں؟"

"وہ جا چکی ہے لیکن ہمیں بچانے کے لیے کوئی کمرے میں نہیں آسکے گا۔ اس نے دروازے کے ہینڈل سے ایک پتلا سا تار باندھ رکھا ہے۔ اس تار کے دوسرے سرے سے ایک ہینڈ گرینیڈ اس طرح باندھا ہے کہ کوئی دروازے کو کھولے گا تو اس کے ساتھ تار کے کھنچنے سے گرینیڈ کی چابی ایک جھٹکے سے نکلے گی پھر میں اپنے پورے خاندان سمیت گرینیڈ کے پھٹ پڑنے سے ہلاک ہوجاؤں گا۔ شگریلا! یہاں آجاؤ۔ سونیا نے کہا ہے کہ تم اس کی دی ہوئی مدت کے اندر یعنی ساڑھے سات بجے تک آجاؤ

ہیں مرنے نہیں دے گی۔ اس کمرے کے دروازے کو کھولے بغیر ایک تدبیر سے تار کاٹ کر گرینیڈ کو الگ کرکے ہمیں بچالے گی۔"

جیرالڈ نے پوچھا "کیا کمرے کی کھڑکی سے بھی بم منسلک ہے؟"

"نہیں مگر کھڑکی کے اندر کوئی نہیں آسکتا۔ اس کی بریکٹ میں لوہے کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔"

"پھر تو فکر نہ کرو۔ ہم جالیوں کو کاٹ کر اندر آئیں گے پھر تار کو بھی کاٹ کر گرینیڈ کو الگ کردیں گے۔"

"آپ لوگوں کو جو کرنا ہے، جلد کریں۔ ہمیں کسی طرح بچائیں۔"

"آپ حوصلہ رکھیں۔ ہم ابھی آرہے ہیں۔"

جیرالڈ نے فون بند کرکے شگریلا سے کہا "میں تمہیں وہاں نہیں جانے دوں گا۔ تمہیں ہلاک تو کیا زخمی بھی نہیں ہونے دوں گا۔ تم نے غصے اور جنون میں اپنا ایک ہاتھ زخمی کرلیا ہے۔ ویسے یہ گہرا زخم نہیں ہے۔ بہرحال میں اپنے کچھ آدمیوں کو لے کر وہاں جاؤں گا۔"

میں نے کہا "مسٹر جیرالڈ، آپ کے لیے شگریلا جتنا قیمتی اور ضروری ہے اسی طرح شگریلا کے لیے آپ قیمتی اور ضروری ہیں۔ آپ دونوں کو وہاں نہیں جانا چاہیے۔"

"پھر کسے جانا چاہیے؟"

"وہ سفیر امریکا کے لیے ضروری ہے۔ لہٰذا شگریلا وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری کو فون کرے کہ سفیر کو کسی طرح بچایا جاسکتا ہے۔ اگرچہ وہاں سونیا موجود ہے لیکن کہیں پھنس کر شگریلا کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ لہٰذا سی آئی اے والوں کو وہاں جا کر سفیر اور اس کی پوری فیملی کو بچانا چاہیے۔"

جیرالڈ نے خوش ہو کر مجھ سے کہا "تم نے بہت اچھا مشورہ دیا ہے۔ شگریلا! تم سیکریٹری کو فون کرو۔"

اس نے وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری سے رابطہ کیا۔ سیکریٹری نے کہا "میں سیٹلائٹ کنکشن سے سن چکا ہوں کہ سونیا جا چکی ہے اور سفیر اپنی فیملی کے ساتھ ہینڈ گرینیڈ کے ایکٹو ہونے سے کسی وقت بھی مر سکتا ہے۔ اب تو تم وہاں جا سکتے ہو۔"

"کیا آپ سونیا کی مکاری کو نہیں سمجھ سکتے۔ وہ کہیں چھپی ہوئی میری تاک میں لگی ہوگی۔ مجھے ضرور ہلاک یا زخمی کرنا چاہے گی۔ آپ کو تمام حالات کا علم ہو چکا ہے۔ آئندہ کے آپ کے بہت کام آسکتا ہوں۔ آپ اپنے سی آئی اے کے ایجنٹوں کو وہاں بھیج کر آسانی سے سفیر کو بچا سکتے ہیں۔"

دیوتا ٹھیک ہے۔ میں اپنے لوگوں کو بھیج رہا ہوں مگر آئندہ تمہاری طرف سے کوئی پرابلم پیدا نہیں ہونا چاہیے۔ تم سونیا سے دور چلے جاؤ۔ چوبیس گھنٹے کے اندر قاہرہ چھوڑ دو۔"

جیرالڈ نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا "آج اور کل رات ریسلنگ ہے۔ تم پچاس گھنٹوں کا وقت لو۔"

جیرالڈ نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹایا۔ شگریلا نے کہا۔ "آپ جانتے ہیں۔ میں کبھی آپ کا حکم نہیں ٹالتا لیکن قاہرہ چھوڑنے کے لیے مجھے پچاس گھنٹے کا وقت دیں۔ مجھے ایک ضروری کام نمٹانا ہے۔ یہ وعدہ کرتا ہوں کہ یہاں سونیا سے دور رہوں گا۔"

"آل رائٹ۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم کوئی پرابلم پیدا نہ کرو۔ پچاس گھنٹے کے بعد یہ ملک چھوڑ دو۔ دیٹس آل۔"

ادھر سے فون بند ہوگیا۔ شگریلا نے ریسیور کو غصے سے رکھتے ہوئے مجھ سے اور جیرالڈ سے کہا "میں تم دونوں کی بات مان کر ابھی سونیا کے مقابلے پر نہیں جا رہا ہوں اور وہ سیکریٹری مجھے بزدل سمجھ کر کہہ رہا ہے کہ میں سونیا سے دور چلا جاؤں۔ آخر کیوں جاؤں؟ کیا میں ایک عورت کے مقابلے میں کمزور ہوں؟"

"بات کمزوری کی نہیں۔ مصلحت اندیشی کی ہے۔ تم کسی دوسرے ملک میں بھی جا کر سونیا اور فرہاد کو للکار سکتے ہو۔"

جیرالڈ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "مسٹر رانی ہمیشہ تمہاری اور میرے فائدے کی بات سمجھاتے ہیں۔ غصہ تھوک دو۔ ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ اگر تم بزدل اور کمزور ہوتے تو میں عالمی شہرت یافتہ پہلوانوں کے مقابلے میں تمہیں کبھی لانا نہ چاہتا۔"

میں نے کہا "شگریلا! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔ تم مسٹر جیرالڈ کی بات مان کر یہاں پچاس گھنٹے گزار لو۔ تم میری ذہانت پر بھروسا کرتے ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں، ایسی تدبیر سوچوں گا کہ سونیا تمہارے روبرو آنے پر مجبور ہوجائے گی۔"

شگریلا نے میرا ہاتھ تھام کر کہا "جب سے ہماری ملاقات ہوئی ہے، میں تم پر اندھا اعتماد کرنے لگا ہوں۔ تم نے دو بار میری جان بچائی ہے اور ہمیشہ بڑی دانائی سے مشورے دیتے ہو۔ چلو میں تمہارے ساتھ چل کر آرام سے نیند پوری کروں گا اور شام تک مسٹر جیرالڈ کے لیے ریسلنگ رنگ میں جانے کے لیے بالکل فریش ہوجاؤں گا۔"

جیرالڈ مجھ سے بہت خوش تھا۔ وہ ہمیں اپنی کار میں بٹھا کر ایک بنگلے میں لے آیا۔ اس بنگلے میں ایک ڈرائنگ روم اور دو بیڈ روم تھے۔ اس نے کہا "دوپہر یا شام کو جب بھی آنکھ کھلے، مجھ سے فون پر رابطہ کرنا۔"

وہ اپنا موبائل فون نمبر لکھ کر دے گیا۔ میں نے سنگریلا سے کہا "کل رات سے دوڑتے دوڑتے اور دماغی توانائیاں صرف کرتے کرتے میں تو تھک گیا ہوں۔ تم بھی جا کر آرام اور اطمینان سے شام تک سوتے رہو۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں چلا گیا۔ میں نے اپنے بیڈ روم میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس پہنچا۔ اس نے بتایا کہ سفیر کے بنگلے کے احاطے میں تین اجنبی آئے تھے۔ میں نے کہا "وہ سی آئی اے کے ایجنٹ ہوں گے۔"

بہرحال جو بھی ہوں۔ انہوں نے بڑے محتاط انداز میں ایک کمرے کی کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔ اندر وہ سفیر اپنے بچوں کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ اب اس کی چھوٹی بیٹی بھی بندھی ہوئی تھی جس نے جیرالڈ اور سنگریلا کا فون ریسیو کیا تھا۔ اس فون کا ریسیور کریڈل سے الگ رکھا ہوا تھا۔ ایک ایجنٹ نے کھڑکی کے باہر سے کہا "مسٹر ڈولسن! ہم آپ کو بچانے آئے ہیں لیکن ہمیں بتایا گیا تھا کہ آپ کی چھوٹی پانچ سالہ بیٹی کو باندھا نہیں گیا ہے۔"

سفیر جان ڈولسن نے کہا "ہاں پہلے یہ آزاد تھی۔ میں نے سنگریلا سے فون پر بات کی اور میری بیٹی نے ریسیور فون کے کریڈل پر رکھ دیا تو اچانک یہ دروازہ کھلا۔ وہاں سونیا نظر آئی۔ اس نے کہا تھا کہ دروازہ کھلتے ہی گرینیڈ کا دھماکا ہوگا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اس نے اس گرینیڈ کو اٹھا کر کہا کہ یہ صرف پلاسٹک کا خول ہے۔ اس میں کچھ نہیں ہے۔ اس نے گرینیڈ کی چابی کھینچ کر نکالی۔ واقعی دھماکا نہیں ہوا۔ اس نے میری چھوٹی بیٹی کو ہمارے ساتھ باندھتے ہوئے کہا "اے مجھ سے اور ان معصوم بچوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ وہ صرف شکار پھانسنے کے لیے ایسا کر رہی ہے۔ اس نے میری بیٹی کو باندھ کر ریسیور کو کریڈل سے الگ رکھ کر جاتے ہوئے کہا "تم لوگوں کی رسیاں کھولنے کے لیے میرا شکار آئے گا۔ وہ تمہیں آزاد کرے گا اور خود زندگی کی قید سے آزاد ہو جائے گا۔"

خوش قسمتی سے سنگریلا وہاں نہیں گیا۔ بدبختی سے سی آئی اے کے تین ایجنٹ وہاں پہنچے۔ جب سفیر نے انہیں بتایا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے اور دھماکے کا کوئی خطرہ نہیں ہے تو وہ بڑے مستعد اور محتاط رہ کر بنگلے کے اندر آئے کیونکہ وہ کہہ چکی تھی 'جو شکار وہاں آئے گا' پھر زندہ نہیں جائے گا۔

وہ تینوں ایک دوسرے کے لیے ڈھال بنتے ہوئے بنگلے کے اندر آئے اور ایک ایک کمرے اور باتھ روم وغیرہ میں جا کر سونیا کو تلاش کرتے رہے۔ ایک نے کہا "وہ باہر ہماری تاک میں ہوگی۔ آؤ پہلے سفیر صاحب کو رہائی دلائیں۔"

وہ تینوں اس کمرے میں آئے۔ انہوں نے ان بچوں کی رسیاں کھولیں۔ سفیر کی ایک بیوی' دو بیٹے اور ایک چھوٹی بیٹی تھی۔ ان تینوں میں سے دو ایجنٹس رسیاں کھولتے وقت دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ سفیر سے بھی سوال کر رہے تھے۔ تیسرا ایجنٹ فون پر کہہ رہا تھا "سر! ہم نے ڈولسن اور ان کی فیملی کو بچا لیا ہے۔ سونیا بنگلے کے باہر چھپی ہوئی ہے۔ آپ دوسرے ایجنٹس کو بھیج کر اسے گرفتار کرائیں۔ وہ گرفتار ہوگی یا ماری جائے گی تو ہم بنگلے سے جائیں گے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر اپنے ریوالور کی تمام گولیاں نکال کر سفیر کی بیوی کے ہاتھوں میں دیں۔ اس سے پہلے دو ایجنٹ بھی سفیر سے سوالات کے دوران میں چند سیکنڈ کے لیے غائب دماغ ہو کر اپنے اپنے ریوالور کی گولیاں اس کی بیوی کو دے چکے تھے۔ وہ تمام گولیاں لے کر چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ اسے اندر سے بند کیا پھر ایک کرسی کھینچ کر دروازے سے لگا کر بیٹھتے ہوئے بولی "سونیا بنگلے کے باہر نہیں اندر ہے۔ تمہارے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔"

تینوں ایجنٹس نے پہلے اسے حیرانی سے دیکھا پھر ڈولسن کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ جان ڈولسن نے کہا "میں بہت مجبور ہوں۔ یہ میری وائف نہیں میڈم سونیا ہیں۔ اس نے میری وائف کو کہیں دوسری جگہ بھیج دیا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ میں اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا اور مجھے جو کہنے کے لیے کہا جائے گا' وہی کہتا رہوں گا۔ شکار پھنسنے کے بعد میری وائف کو زندہ سلامت یہاں پہنچا دے گی۔"

یہ سنتے ہی تینوں نے اپنے اپنے ریوالور کا رخ سونیا کی طرف کیا۔ سونیا نے اپنی دونوں مٹھیاں کھولیں۔ ان ہتھیلیوں پر اٹھارہ گولیاں تھیں جو اس کی گود میں اور پاس فرش پر گرتی جا رہی تھیں۔ اس نے اپنی ایک ہتھیلی پر صرف تین گولیاں رہنے دیں۔

انہوں نے سونیا کو پہلے صرف نشانے پر لیا تھا۔ گولیوں کو دیکھ کر یقین نہیں آیا کہ وہ ان کے ہی ریوالور کی ہیں۔ انہوں نے ٹریگر کو دبایا۔ تینوں ریوالور کھٹ کھٹ آوازیں پیدا کر کے رہ گئے۔

وہ بولی "میں نے وارننگ دی تھی کہ سنگریلا یہاں نہیں آئے گا تو مدد کے لیے دوسرے آنے والے مارے جائیں گے۔ میں تم تینوں میں سے کسی ایک کو زندہ جانے کا موقع دوں گی۔"

اس نے ذرا دور ایک گولی کو فرش پر پھینک کر کہا "تینوں میں سے جو پہلے اس گولی کو اٹھا کر اپنے ریوالور کے

چیمبر میں ڈالے گا' وہ زندہ جائے گا۔"

تینوں نے سوچتی ہوئی نظروں سے پہلے فرش پر پڑی ہوئی گولی کو دیکھا پھر مکاری سے سونیا کو دیکھا پھر تینوں ایک دوسرے کی طرف لپکے لگا کہ اس گولی کو اٹھانے آئے۔ ایک دوسرے کے ساتھی نے ایک دوسرے کو گولی اٹھانے سے روکتے ہوئے خود گولی اٹھانے کے لیے لڑتے رہے پھر ایک نے گولی کو اٹھا لیا اور اپنے چیمبر میں اسے ڈالا۔ وہ سوچ چکا تھا کہ گولی ہاتھ آتے ہی سونیا کو گولی مار دے گا لیکن اس کے ریوالور کا رخ اپنے ساتھی کی طرف ہوا پھر ٹریگر دب گیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ کراہتا ہوا فرش پر گر کر تڑپتے ہوئے ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا۔

سونیا نے گولی چلانے والے سے کہا "میں نے کہا تھا۔ جو گولی اٹھائے گا' وہ یہاں سے زندہ جائے گا مگر وہ نہیں گیا۔ اس نے اپنے ساتھی کو مار ڈالا۔ میں زبان کی پکی ہوں۔ یہاں صرف ایک زندہ جائے گا اور تم دو ہو۔"

اس نے دوسری گولی فرش پر پھینکتے ہوئے کہا "تم دونوں میں سے جو پہلے اسے اٹھا کر اپنے ریوالور کے چیمبر میں ڈالے گا' وہ باہر زندہ جائے گا۔ جو ناکام رہے گا' وہ زندہ رہنے والے کے ہاتھوں مرے گا۔"

ان دونوں نے فرش پر پڑی ہوئی گولی کو دیکھ کر ہچکچاتے ہوئے کہا "ہم دونوں ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہیں۔"

"میرے دشمن تو ہو۔ بات میری چلے گی۔ کیا میں یہ کھیل کر تمہارے ہاتھوں مر جاؤں؟"

"میڈم! ہم آپ کی بھلائی کے لیے کہتے ہیں۔ فوراً یہاں سے چلی جائیں۔ ہمارے اس مرنے والے ساتھی نے فون پر کہا تھا کہ مزید مسلح افراد بھیجیں۔ وہ آچکے ہوں گے یا آ رہے ہوں گے۔ آپ کو بنگلے کے چاروں طرف تلاش کریں گے۔ مل جائیں گے۔"

"جب تمہارا ساتھی فون کر رہا تھا تو غائب دماغ تھا۔ اس کا نمبر بول رہا تھا۔ یہاں تمہارا اور کوئی ساتھی نہیں ہے۔"

دونوں ایک دوسرے کو بے بسی سے دیکھنے لگے۔ ان کو سمجھ میں آگیا کہ ان میں سے کسی ایک کو مرنا ہے اور سونیا کے مطابق ایک کو زندہ جانا ہے۔ اب تو ان کو سونیا کی اس کھیل کا اختتام کرنا تھا۔

ایک نے اچانک چھلانگ لگا کر فرش پر گولی کے پاس آکر جھکنا چاہا۔ دوسرے نے اس کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ ہاتھ لگی ہوئی گولی نکل کر دور چلی گئی۔ دونوں نے ادھر دوڑ لگائی۔ ایک نے فرش پر پھسل کر دوسرے کی ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ وہ اوندھے منہ گرا۔ اگرچہ ٹانگ پر ٹانگ مارنے

آسیب
آسیب، خوف، دہشت اور اسرار میں ڈوبی ایک خوفناک داستان۔
آسیب، ایک سرکٹی بدروح کا قصہ۔
نیکی اور بدی کی اس کشمکش کی داستان سحر طراز جو ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔
قیمت: ۱۷۰ روپے
ناشر: علی میاں پبلیکیشنز
۲۰۔ عزیز مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔
فون: ۷۲۴۷۴۱۴
اسٹاکسٹ: علی بکسٹال
نسبت روڈ، چوک میو ہسپتال، لاہور۔
فون: ۷۲۲۳۸۵۳
اپنے اخبار فروش سے بکسٹال سے طلب فرمائیں

والے نے بڑی چالاکی سے کام لیا تھا لیکن اوندھے منہ گرنے والے کا ہاتھ گولی تک پہنچ گیا۔ اس نے فوراً ہی اسے اٹھا کر ریوالور کے چیمبر میں ڈالا۔ دوسرے نے اس پر جمپ لگا کر ریوالور والے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اب ایک کی کوشش تھی کہ ٹریگر پر انگلی لے جا کر گولی چلائے۔ دوسرے کی کوشش یہ تھی کہ انگلی ٹریگر تک پہنچنے سے پہلے اس کا ریوالور چھین لے۔ زندگی کسی ایک کو حاصل کرنی تھی۔ اس جدوجہد کے دوران میں ریوالور کی نال کبھی ایک کی طرف ہو رہی تھی اور کبھی دوسرے کی طرف۔ اگر ایسے وقت گولی چلتی تو اس کمرے میں موجود دوسرا کوئی فرد بھی اس کی زد میں آکر مر سکتا تھا۔ اس لیے سفیر اپنے بچوں سمیت فرش پر لیٹ گیا۔ آخر گولی کو تو چلنا ہی تھا۔ سو چل گئی۔

فائر کی آواز کے ساتھ کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ سفیر اور اس کے بچے اٹھ کر حیرانی سے دیکھنے لگے۔ ان سب کی توقع کے خلاف ایک کے بجائے دونوں مر گئے تھے۔ وہ اس طرح کہ ایک نے ریوالور والے کو پیچھے سے دبوچ رکھا تھا۔ اس کے ریوالور والے ہاتھ کو اس کے سینے کی طرف گھما کر ٹریگر دبایا تھا۔ گولی اس کے سینے کے آر پار ہوتی ہوئی پیچھے والے کے سینے میں پیوست ہو گئی تھی۔

سونیا نے کرسی سے اٹھ کر دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے وعدے کے مطابق ایک کو زندہ چھوڑنا چاہتی تھی لیکن دونوں کے مقدر میں موت تھی۔ ویل مسٹر ڈولسن! تمہاری وائف بنگلے کے پیچھے باؤنڈری وال سے لگی بیٹھی ہے۔ جا کر اسے لے آؤ۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلی آئی۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر اس کے یہ تمام حالات معلوم کیے۔ ہم دونوں تھکے ہوئے تھے۔ لہٰذا ہم اپنی اپنی جگہ سو گئے۔

○☆○

یہ میں راوی کی حیثیت سے اور محی الدین نواب مصنف کی حیثیت سے خوب جانتے ہیں کہ ابتدا سے لے کر اب تک میری داستان میں تمام قارئین سونیا کو سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہر قسط میں اس کے نت نئے کارنامے پیش کیے جاتے رہیں۔ ہم قارئین کی پسند کے مطابق یہ داستان آگے بڑھاتے جا رہے ہیں لیکن انسانی نفسیات کو پیش نظر رکھنا لازمی ہے۔

اور نفسیاتی پہلو یہ ہے کہ ہم ہر روز چکن بریانی کھاتے رہیں گے تو اس کی بے انتہا لذت کے باوجود جلد ہی اکتا جائیں گے۔ چکن بریانی اپنی کشش کھو دے گی جس طرح اللہ تعالیٰ نے بے شمار مختلف لذت سے بھرپور رزق ہمیں دیا ہے اسی طرح پارس اور پورس کی ڈشوں کا ذائقہ بھی کچھ ایسا ہے۔ تھارن آوین اور شیڈو کو ٹرپ کرنے والی الپا خود ہی ہو کر ایک نئی ڈش کا ذائقہ پیش کر رہی ہے۔ ثنا اور جلال پاشا ایک ایسی نئی ڈش تیار کر رہے ہیں جس کا ذائقہ ان دوسروں سے مختلف ہوگا۔ اتنے ذائقوں کے بعد آپ پھر لوٹ کر چکن بریانی یعنی اپنی سونیا کی طرف آئیں گے تو ایک ہی لطف حاصل کریں گے۔ بہرحال ابھی سونیا ایکشن میں ہے اور سنگریلا کا کام تمام ہونے تک ایکشن سے بھرپور رہے گی۔ آپ دعا کریں کہ سنگریلا زندہ رہے تاکہ سونیا بلائے جان بن کر ہر قسط میں آتی رہے۔

فی الحال پورس کے پاس چلتے ہیں۔ اسے ناصرہ کی دوستی اور نیلماں کی دشمنی کے درمیان سے نکال لانے میں بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ چونکہ جسم سے زیادہ آتما طاقتور ہوتا ہے اس لیے ناصرہ کا جسم نیلماں کی آتما کے باعث ہی زندہ اور وہ کسی نہ کسی دن نیلماں کے شکنجے میں آنے والی تھی۔ آخر وہ ناقابل نجات گرفت میں آگئی تھی اور اپنے ساتھ پورس کو بھی اس کا تابع بنا دیا تھا۔

پورس کے مقدر میں گمراہی سے نکل آنا تھا۔ لہٰذا ثنا، ثانی اور جلال پاشا اسے تنویمی عمل کے سحر سے نکال لانے تھے۔ اس نے تنویمی نیند سے بیدار ہو کر خود کو ایک انجانے کمرے کے بستر پر پایا۔ تب اسے یاد آنے لگا کہ وہ کن حالات سے گزرتا رہا ہے۔ آخری بار اتنا ہی یاد رہا کہ وہ ناصرہ کے ساتھ ائرپورٹ کے واش روم کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔ اس کے بعد وہ خود کو ایک انجانے کمرے کے بستر پر پا رہا تھا۔

ناصرہ یا نیلماں کے تنویمی عمل سے نکل آنے کے بعد اسے بہت کچھ یاد آ رہا تھا۔ ان یادوں میں سب سے تکلیف دہ بات یہ تھی کہ ناصرہ ہزار کوششوں کے باوجود نیلماں کی شیطانی چالوں سے بچ نہیں پاتی تھی۔ اس کے زیر اثر آ کر وہ اس نے اپنے محبوب کو بھی اس کا غلام بنا دیا تھا۔

اس نے آہٹ سن کر سر گھما کر دیکھا۔ ثنا کمرے کا دروازہ کھول کر مسکراتی ہوئی اس کے پاس آئی پھر دونوں ہاتھوں سے اس کے ہاتھ کو تھام کر بولی "خدا کا شکر ہے آپ شیطانی چکروں سے بچ گئے ہیں۔"

اس نے پوچھا "ناصرہ کہاں ہے؟"

"ہمیں افسوس ہے، ہم بھابی کو اس چڑیل کے شیطانی اثر سے نہ نکال سکے۔ وہ ہوش میں آتے ہی دو مسلح گارڈز کو اپنے زہر سے ہلاک کر کے فرار ہو گئیں۔۔۔۔ دوسرے لفظوں میں نیلماں انہیں کہیں لے گئی ہے۔"

"او گاڈ! پتا نہیں وہ چڑیل اس کے ساتھ کیسا سلوک کر رہی ہوگی۔ میری پیاری بہن! اس کے دماغ میں جاؤ۔ اس کے حالات معلوم کرو۔"

"میں، ثانی اور ابو کئی بار بھابی کے دماغ میں جانے کی کوششیں کرتے رہے لیکن وہ سانس روک کر ہم سے بات توڑ لیتی ہیں۔ وہ کم بخت آتما جب تک بھابی کے اندر رہے گی، ہماری کوششوں کو ناکام بناتی رہے گی۔"

"اور میری بے چینی بڑھاتی رہے گی۔ اسے مجھ سے دور کر کے تڑپاتی رہے گی اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ بھی مجھے بغیر تڑپتی رہے گی۔"

ثنا نے خیال خوانی کے ذریعے جلال پاشا کو بلایا۔ پاشا نے آ کر کہا "پورس! تمہیں ایک بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ نیلماں تم سے لاکھ دشمنی کرے لیکن ناصرہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اپنی سلامتی کے لیے ناصرہ کو بھی جسمانی طور پر صحیح سلامت رکھے گی۔"

"لیکن ذہنی طور پر نقصان پہنچاتی رہے گی۔ جیسے اب ذہنی طور پر اپنی تابع بنا کر اسے مجھ سے جدا کر دیا ہے۔"

"صرف اس لیے تم سے جدا کیا ہے کہ ہم تمہارے ساتھی بن کر رہتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ہم باپ بیٹی کی آیات پڑھ کر اس کی شیطنت کو ختم کر دیں اور وہ ناصرہ کے جسم کے اندر بالکل بے بس ہو کر رہ جائے۔"

ثنا نے کہا "بھائی جان! آپ دیکھ چکے ہیں کہ اس چڑیل نے پہلی بار آپ کو بھابی کے زہر سے ہلاک کرنا چاہا۔ دوسری بار بھابی پر غالب آ کر آپ کو تابع بنا لیا تھا۔ اگرچہ یہ سچ بہت کڑوا ہے لیکن آپ کو آئندہ بھابی سے دور رہنا چاہیے۔"

"میری بہن! ایسی بات نہ کہو۔"

جلال پاشا نے کہا "سچ کو تسلیم کرنا ہوگا۔ تمہیں ناصرہ مل تو اس کے ساتھ وہ چڑیل بھی ملے گی۔ اگر اس چڑیل کو نہ کیا جائے گا تو ناصرہ کا جسم بھی مردہ ہو جائے گا اور وہ چڑیل نیلماں تو اب بھی اسے تمہارے قریب نہیں آنے دے گی۔ کیونکہ اسے پتا ہے کہ تم اس سے ملو گے تو ہم اس کے سامنے پھر آیات پڑھنے لگیں گے۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ ثنا نے کہا "ثانی بھائی اور پاپا نے ہماری بڑی مدد کی ہے۔ اگر وہ ہمارے ساتھ ہوتے تو نیلماں کی آتما رفتہ رفتہ بھابی کے دماغ پر پوری طرح غالب آ کر انہیں بھی آپ کا دشمن بنا دیتی۔ آپ کو فی الحال ان سے دور رہنا چاہیے۔"

"میں سمجھتا ہوں، مجھے اپنی بہتری کے لیے فی الحال ناصرہ سے دور رہنا چاہیے لیکن یہ ضرور معلوم کرنا چاہیے کہ نیلماں اسے کہاں لے گئی ہے۔ میں کم از کم دور ہی دور سے ناصرہ کی نگرانی کرتا رہوں گا تو میرے دل کو اطمینان حاصل ہوتا رہے گا۔"

"جب بھابی آپ کو ہم سے دور لے جا رہی تھیں تو ثانی نے کہا تھا کہ موجودہ فرضی ناموں اور پاسپورٹ کے مطابق وہ آپ کو یہاں سے لے جائے گی کیونکہ دوسرے پاسپورٹ اور شناختی کارڈز بنوانے کا وقت نہیں تھا۔ ثانی بھائی کے مشورے کے مطابق عمل کر کے ہم نے آپ کو نیلماں کی سازش سے بچا لیا۔"

پورس نے کہا "نیلماں دوسری بار ائرپورٹ جانے کی غلطی نہیں کرے گی۔ وہ ہائی وے سے بائی کار دوسرے شہر جائے گی۔ ناصرہ اس کی مرضی کے مطابق اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرے گی تاکہ ہم اسے پہچان نہ سکیں پھر وہ نام بدل کر خیال خوانی کے ذریعے متعلقہ افسران کے دماغوں پر قبضہ جما کر نیا پاسپورٹ اور شناختی کارڈ بنوا لے گی۔"

جلال پاشا نے کہا "یہ سب کچھ کرتے وقت وہ تنہا رہے گی۔ نیلماں کی آتما اس کے اندر رہے گی۔ باہر کسی کو نظر نہیں آئے گی۔ لہٰذا ناصرہ کی ایک پہچان یہی ہوگی کہ وہ اکیلی ہے۔ ہمیں جو بھی تنہا عورت نظر آئے، ہم اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر سکتے ہیں۔ وہ دماغ میں نہیں آنے دے گی تو پھر وہی ناصرہ ہوگی۔"

"جی ہاں۔ یہ ایک خاص پہچان ہوگی لیکن معلوم کرنا ہوگا کہ وہ یہیں بوگوٹا میں نیا پاسپورٹ بنوا رہی ہے یا کسی دوسرے شہر جا کر ایسا کرے گی۔ وہ ہائی وے سے کار کے ذریعے میڈاسن یا پنامہ جا سکتی ہے۔ زیادہ دور جائے گی تو اسے اندیشہ رہے گا کہ آپ لوگ خیال خوانی کے ذریعے ہائی وے ٹریفک پولیس کے افسران کے دماغوں میں پہنچ کر فرضی نام سے ہائی وے پر تنہا کار چلانے والی ناصرہ کا سراغ لگائیں گے۔"

ثنا نے خیال خوانی کے ذریعے ثانی کو بتایا کہ پورس تنویمی نیند سے بیدار ہو گیا ہے اور اب ناصرہ کو ڈھونڈنے کا مسئلہ ہے۔ ثانی نے کہا "پورس سے کہو، مجھے دماغ میں آنے دے۔"

ثنا نے پورس سے کہا پھر ثانی نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "ہیلو پورس! کیسے ہو؟"

وہ بولا "جیسے پاپا کی سرپرستی' تمہارے اور پارس جیسے محبت کرنے والے کا تعاون حاصل ہو' وہ بامراد ہوتا ہے اور دشمن نامراد رہ جاتے ہیں۔ اب تو بس ایک ناصرہ کی فکر ہے۔"

"ہم تمام خیال خوانی کرنے والے کولمبیا کے تمام بڑے شہروں کے پاسپورٹ آفس اور شناختی کارڈز کے دفاتر میں جا کر معلوم کریں گے کہ کہاں کہاں کتنی تنہا عورتیں اپنے لیے نیا پاسپورٹ اور شناختی کارڈز بنوا رہی ہیں۔"

پھر اس نے کہا "انکل' آپ میڈلسن شہر کے دفاتر میں جائیں۔ ثنا ہم بوگوٹا کے دفاتر کو چیک کرو۔ میں پنامہ جا رہی ہوں۔ ان مقامات پر ناکامی ہوگی تو پھر ہم دوسرے شہروں یا دوسری اسٹیٹس میں جائیں گے۔"

جلال پاشا نے کہا "پورس! ہم جا رہے ہیں۔ جلد ہی واپس آئیں گے لیکن تم سے ایک ضروری تعاون چاہتے ہیں۔"

"آپ میرے بزرگ ہیں۔ تعاون کی بات نہ کریں۔ حکم دیں۔"

"میں ہدایت کرتا ہوں کہ کچھ عرصے کے لیے اپنا دل ناصرہ کی طرف سے پتھر کرلو۔ اس سے ساری عمر محبت کرو لیکن محبت اور جذبات سے مغلوب ہو کر اسے دماغ میں چند سیکنڈ کے لیے بھی آنے دو گے تو وہ محبت جتانے کے دوران میں تمہاری رہائش گاہ کا پتا معلوم کرلے گی۔ ویسے میں نے خوبی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ تم پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گے۔ ابھی صرف اس لیے ہدایت دے رہا ہوں کہ ناصرہ کی سوچ کی لہریں شاید تمہارے دل کو موم کردیں۔"

"نہیں انکل! میں حالات کو سمجھ رہا ہوں۔ ویسے ثانی بھی یہاں موجود ہے۔ اسے معلوم ہے کہ میں اس کی اور پارس کی طرح پہلے سے کیسی پلاننگ کرتا ہوں۔ مجھے بڑی حد تک یقین ہے کہ ناصرہ بھی میرے لیے بے قرار ہوگی اور نیلماں اسے اس حد تک ڈھیل دے گی کہ وہ میرے دماغ میں آکر مجھے اپنے پاس بلائے۔ ایسے وقت میں بے وقوف بن کر جانا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ آپ میں سے کوئی میرے دماغ میں آتا جاتا رہے۔"

ثانی نے کہا "اچھی پلاننگ ہے۔ ہم اس طرح بھی ناصرہ اور نیلماں تک پہنچ سکیں گے۔ تم اپنی پلاننگ پر عمل کرو۔ ہم ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد تمہارے پاس آتے رہیں گے۔"

وہ تینوں خیال خوانی کے ذریعے تین مختلف شہروں کے پاسپورٹ کے دفاتر کی طرف چلے گئے۔ پورس اس بنگلے میں تنہا رہ گیا۔ بستر سے اتر کر بنگلے کے مختلف حصوں میں جا کر دیکھنے لگا۔ وہ پوچھنا بھول گیا تھا کہ وہ بنگلا بوگوٹا کے کس علاقے میں ہے۔ چھت پر آکر دور تک دیکھنے کے باوجود معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کس علاقے میں ہے۔

ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد ثانی' ثنا اور جلال پاشا اس کے پاس آرہے تھے۔ اس کے پوچھنے پر ثنا نے بتایا کہ وہ بوگوٹا شہر کے باہر اس علاقے میں ہے جہاں ڈرگ مافیا کے گاڈ فادر کارسیلو نے خود ہی اپنے پوست کے کھیتوں کو جلانے کا حکم دیا تھا تاکہ افیون کی کاشت نہ ہو اور آئندہ منشیات کی تجارت فروغ نہ پائے۔

وہ چھت سے اتر کر پھر اپنے بیڈ روم میں آیا۔ جب ناصرہ اس کے ساتھ تھی تو اس نے ثنا اور جلال پاشا نے گاڈ فادر کارسیلو پر تنویمی عمل کیا تھا۔ پورے کولمبیا پر ڈرگ مافیا کے گاڈ فادر کی حیثیت سے کارسیلو کی حکمرانی تھی۔ اس کی طاقت کے آگے وہاں کے حکمران کمزور پڑ گئے تھے کیونکہ امریکا بھی کولمبیا پر مسلط ہونے کے لیے کارسیلو کی پشت پناہی کرتا تھا۔

اب امریکی اکابرین کو معلوم ہو چکا تھا کہ پورس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کارسیلو کے دماغ کو اپنے شکنجے میں لے لیا ہے۔ اس طرح وہاں امریکی سیاست کمزور پڑتی جارہی تھی۔ پورس گاڈ فادر کارسیلو کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ وہاں اس کا کوئی جاننے والا یا ملاقات کے لیے آنے والا کوئی نہیں تھا۔ پورس نے سوچا کون دروازے پر آسکتا ہے؟

اس نے تکیے کے نیچے سے ریوالور نکال کر اسے لباس میں چھپایا پھر بیرونی دروازے کے کی ہول سے جھانک کر دیکھا۔ ایک دبلا پتلا سا بوڑھا میلا لباس پہنے کھڑا تھا۔ سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ایسے جوان اور بوڑھے منشیات کے فروغ کے باعث نشے کے عادی ہوتے ہیں۔ ان کی جیبیں خالی ہوتی ہیں اور نشہ کرنے کے لیے بدن ٹوٹنے لگتا ہے تو وہ دروازے دروازے آکر بھیک مانگتے ہیں اور بھیک میں ملنے والی رقم سے نشہ خریدتے ہیں۔ پورس نے دروازہ کھول کر کہا "سوری اولڈ مین! میں اپنے گھر میں روٹی کھلا سکتا ہوں لیکن نقد رقم نہیں دوں گا۔ میں تمہیں دیکھ کر سمجھ گیا ہوں کہ تم نشے کے عادی ہو۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آیا تو دائیں بائیں دو افراد ریوالور لیے کھڑے تھے۔ ایک نے کاغذ کی پرچی اس کی طرف بڑھائی۔ اس میں لکھا ہوا تھا "ہم مجبوراً گونگے بن کر رہیں گے ورنہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہاتھوں سے ریوالور گرا دیں گے۔ اگر تم اپاہج نہیں بننا چاہتے ہو تو ہم گولی نہیں چلائیں گے' چپ چاپ گونگی سوال کیے بغیر چلو۔"

پورس نے پرچی پڑھ کر دائیں بائیں دو ریوالوروں کا رخ اپنی طرف دیکھا۔ ان کی انگلیاں ٹریگر پر تھیں۔ ان میں سے ایک نے بوڑھے نشہ کرنے والے کو پچاس ڈالر دیے۔ پورس ان دونوں کے درمیان چلتا ہوا بنگلے کے پیچھے احاطے کے باہر آیا۔ وہاں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ ایک نے اسے اگلی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ دوسرا پچھلی سیٹ پر بیٹھ رہا تھا۔ پورس نے دروازہ کھول کر سیٹ پر بیٹھنے کے لیے جھکتے ہوئے اپنے لباس کے اندر سے ریوالور نکال لیا۔ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ریوالور کو اپنے نیچے چھپالیا۔ دوسرا شخص ایک اور پرچی دیتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

پرچی میں لکھا تھا۔ "میں اپنا ریوالور اپنی ایک ران کے نیچے رکھوں گا۔ میرا ساتھی ٹھیک تمہارے پیچھے تمہیں نشانے پر رکھ کر بیٹھا رہے گا۔ کوئی بھی چالاکی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔"

کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی۔ اسی وقت ثانی اس کے دماغ میں آئی پھر چند سیکنڈ کے بعد بولی "ارے یہ کیا؟ پورس کہاں جا رہے ہو؟"

وہ بولا "کچھ نہ پوچھو۔ میرے خیالات پڑھ لو۔"

ثانی نے ثنا اور جلال پاشا کو بلا کر اس کے خیالات پڑھے۔ ثنا نے پریشان ہو کر پوچھا "بھائی جان! کیا آپ کسی طرح ان گونگے بننے والوں کو بولنے پر مجبور نہیں کرسکتے؟ یہ آپ کو کہاں لے جا رہے ہیں؟ کیا یہ نیلماں کی کوئی چال ہے؟"

"اوہو میری بہنا! ذرا سی بات پر درجنوں سوال پوچھنے لگتی ہو۔ دیکھو میں عقب نما آئینے میں پیچھے بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھ رہا ہوں اور میں نے ایک ہاتھ سے اپنے نیچے دبا ہوا ریوالور نکال کر اس کی ٹال کو اپنی سیٹ کی پشت سے لگالیا ہے۔ ڈرائیو کرنے والا مطمئن ہے کہ میں پیچھے گن والے کی دھونس میں ہوں۔"

"بھائی جان! آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں عقب نما آئینے میں پیچھے والے کی گن کا رخ دیکھ رہا ہوں۔ یہ دیکھو' وہ اپنے ریوالور کی نال میں پوٹنی پھونک مار رہا ہے۔ وہ نال ذرا ادھر سے اُدھر ہوئی اور گیا کام سے۔"

یہ کہتے ہی پورس نے متواتر تین فائر کیے۔ وہ گولیاں اس کی سیٹ کی پشت سے گزرتی ہوئی پیچھے بیٹھے ہوئے شخص کے جسم میں پیوست ہوتی گئیں۔ فائرنگ کے دوران میں ہی ڈرائیو کرنے والے نے اپنے نیچے سے ریوالور نکالا۔ پورس کا ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ گاڑی کو زوردار بریک لگا اور اس کا ریوالور ہاتھ سے نکل کر کھڑکی کے باہر چلا گیا۔ ڈرائیو کرنے والے نے سہم کر پورس کے ریوالور کو دیکھا۔ پورس نے کہا "پیچھے والا تو گیا۔ اب وہ کبھی نہیں بول سکے گا۔ اب تم بتاؤ' تمہاری کس ماں یا باپ نے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے؟"

وہ خوف سے لرزتے ہوئے بولا "میں آپ کا دشمن نہیں ہوں۔ مجھے اور میرے ساتھی کو گاڈ فادر کارسیلو نے بھیجا ہے۔"

پورس نے جلال پاشا سے کہا "انکل' آپ تصدیق کریں۔ یہ کس حد تک سچ بول رہا ہے؟"

جلال پاشا خیال خوانی کے ذریعے کارسیلو کے پاس گیا۔ پورس نے ڈرائیو کرنے والے سے کہا "کار سے اترو۔ پچھلی سیٹ سے اپنے ساتھی کی لاش نکال کر باہر پھینکو اور اپنے کپڑے اتار کر پچھلے حصے سے خون کے تمام دھبے صاف کرو۔"

وہ کار سے اتر کر حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ پاشا نے واپس آکر پورس سے کہا "بیٹے! کارسیلو تمہارا دشمن نہیں ہے۔ دراصل ہمیں یہ خیال نہیں رہا تھا کہ کارسیلو کو اپنا معمول اور تابع بناتے وقت ناصرہ بھی ہمارے ساتھ تھی۔ وہ بھی ہماری طرح کارسیلو کے دماغ میں پہنچ سکتی ہے۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے مجبور کیا تو اس نے بتایا کہ تمہیں اس کے جلے ہوئے پوست کے کھیتوں کے قریب ایک بنگلا رہائش کے لیے دیا گیا ہے۔"

ثانی نے کہا "میں نے بھی کارسیلو کے خیالات پڑھے ہیں۔ ناصرہ نے اسے مجبور کیا تھا کہ وہ اپنے دو مسلح کارندوں کو حکم دے کہ وہ تمہیں اس بنگلے سے اغوا کر کے لے جائیں لیکن کہاں لے جائیں؟ یہ کارسیلو کو نہیں بتایا تھا۔ وہ ان دو مسلح کارندوں کو آگے چل کر شاید بتانے والی تھی۔"

"اوگاڈ! سارا الزام میری ناصرہ پر آرہا ہے جبکہ اس کے اندر سمائی ہوئی نیلماں مجھے ٹریپ کر کے ختم کرنا چاہتی تھی۔ یا اپاہج کر کے غلام بنائے رکھنا چاہتی تھی۔"

جلال پاشا نے کہا "میں نے سمجھایا تھا کہ تمہیں جذباتی نہیں ہونا چاہیے۔ اسے میری ناصرہ نہ کہو۔ یہ کیوں نہیں سمجھ رہے ہو کہ ناصرہ ایک مردہ جسم کا نام ہے' جو نیلماں کی

بیساکھی پر حرکتیں کر رہا ہے۔ دیکھو میں ایک بزرگ کی حیثیت سے کہتا ہوں۔ اگر ناصرہ کبھی ہمارے ہاتھ لگے گی تو ہم اسے تمہارے قریب لانے سے پہلے ایک خاص مدت تک اس کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کریں گے۔ اس ناپاک آتما کی شیطنت کو ختم کریں گے۔ شیطان کو کوئی فرشتہ نہیں بنا سکتا لیکن ایمان والے شیطانی عزائم کو ناکام بنا سکتے ہیں۔ ہم ایک دن نیلماں کی ناپاکی دور کر کے اسے شیطانیت سے باز رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"سوری انکل! میں جذباتی ہو کر بھول جاتا ہوں کہ ناصرہ میری ہوتے ہوئے بھی میری نہیں ہے۔ یہ کتنی زہریلی حقیقت ہے کہ وہ مرچکی ہے۔ نیلماں نے اس کے جسم کو اپنے لیے ایک ہتھیار بنایا ہے۔"

ڈرائیور لاش کو باہر نکالنے کے بعد کار کے پچھلے حصے کو اچھی طرح صاف کر چکا تھا۔ پورس نے اس سے کہا "تم چپ چاپ کھڑے رہو۔ میں کوئی بات کروں تو جواب نہ دو بلکہ اپنی آنکھیں بند کر لو۔"

وہ سمجھا تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ پورس نے کہا "ناصرہ! میں جانتا ہوں تمہارے دو آلۂ کاروں میں سے ایک مر چکا ہے۔ دوسرا میرے سامنے کھڑا ہے اور تم اس کے دماغ میں ہو۔ اب تک خاموشی سے اس کے اندر چھپی ہوئی تھیں مگر ہم نے کارسیلو کے خیالات پڑھ کر تمہاری موجودگی کو سمجھ لیا ہے۔ اب خاموش نہ رہو۔ بولو کیا چاہتی ہو؟"

ناصرہ نے اس ڈرائیور کی زبان سے کہا "میں تمہاری دشمن ہوتی تو تم نے جیسے ہی بنگلے کا دروازہ کھولا تھا' اسی لمحے میں میرے دونوں آلۂ کار تمہیں گولیوں سے چھلنی کر دیتے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو' نیلماں اگر میری آتما ہے تو تم میری جان ہو۔ میں تمہیں زندہ سلامت حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ ان مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تمہیں مجھ سے دور کر دیا ہے۔"

"تمہاری زبان سے نیلماں بول رہی ہے۔ اگر تم اس کی معمولہ اور تابع نہ ہوتیں تو اپنی عقل سے یہ سمجھ لیتیں کہ ان مسلمانوں نے مجھے نیلماں کی شیطانی چالوں سے بچا رکھا ہے ورنہ میں بھی نیلماں کا غلام رہ کر ابھی تمہاری طرح اس چڑیل کی زبان سے بولتا۔ میرے لیے یہ بڑے شرم کی بات ہوتی کہ میں نیلماں کا تابع بن کر رہتا۔ میں تم سے کہتا ہوں' اگر مجھے دل و جان سے چاہتی ہو تو بتاؤ' ابھی کہاں ہو' میں تمہارے پاس آؤں گا۔"

"تم میرے پاس آؤ گے تو تمہارے ساتھ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمان بھی آئیں گے۔ میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ انہیں اپنے قریب آنے دوں۔"

جلال پاشا نے کہا "پورس! تم اس وقت ناصرہ سے نہیں نیلماں سے باتیں کر رہے ہو۔ ناصرہ نے پہلے کبھی ہماری قہرت سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ مجھے انکل اور ثنا کو بہن کہتی رہی ہے۔ ہمارے مسلمان ہونے کا خوف صرف نیلماں کو ہے۔"

"آپ درست کہتے ہیں انکل! میں ابھی ناصرہ یا نیلماں سے ایک فیصلہ کن بات کہہ دیتا ہوں کہ وہ کبھی میرے دماغ میں آنا چاہے گی تو میں اسے آنے نہیں دوں گا۔ جسمانی طور پر میرے سامنے آئے گی تو ہم سب پہلے کی طرح اسے سر پر بٹھائیں گے۔"

پھر پورس نے ثانی کی باتیں اپنی زبان سے کیں "اور ایک بات یاد رکھو' نیلماں کبھی ناصرہ کا جسم لے کر کولمبیا سے باہر نہیں جا سکے گی۔ ہم ناصرہ کو کہیں نہ کہیں پکڑ ہی لیں گے۔ بہتر ہے کہ وہ خود ہی آ جائے ورنہ بھاگتے بھاگتے تھک ہار جائے گی۔"

پورس نے اپنے طور پر کہا "اب کہنے کے لیے کچھ نہیں رہا۔ تم اپنا پتا نہ بتانا چاہو تو اپنے اس آلۂ کار ڈرائیور کو یہاں سے دوڑاتے ہوئے لے جاؤ۔ میں یہ کار لے جاؤں گا۔"

ڈرائیور نے آنکھیں کھول دیں۔ وہاں سے پلٹ کر دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ نیلماں' ناصرہ کو موجودہ پتا بتانے کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔ ڈرائیور کو دور لے جا رہی تھی تاکہ ناصرہ کو پورس سے باتیں کرنے کے لیے کسی اور شخص کا دماغ نہ ملے۔ خود پورس کے دماغ میں مسلمانوں کے خوف سے نہیں جانا چاہتی تھی۔

ثانی' ثنا اور جلال پاشا مختلف شہروں کے پاسپورٹ کے دفاتر میں یہ معلوم کرنے گئے تھے کہ ناصرہ نام وغیرہ بدل کر پاسپورٹ اور شناختی کارڈ بنوائے گی تو ان تینوں سے چھپ نہیں پائے گی۔ جب پورس کو اغوا کیا جا رہا تھا تو وہ تینوں فوراً ہی اس کے دماغ میں آ گئے تھے۔

ثانی نے کہا "پورس! تمہیں اغوا کرانے کا منصوبہ ناکام رہا ہے۔ اب نیلماں جلد سے جلد ناصرہ کو دور لے جانے کی کوششیں کرے گی۔ وہ جلد بازی میں کوئی غلطی بھی کر سکتی ہے۔ ہم ہائی وے پر جانے والی ایسی کاروں کو بھی چیک کریں گے جسے کوئی عورت چلا رہی ہو۔"

پورس نے ثنا سے کہا "تم بوگوٹا کے پاسپورٹ آفس گئی

ہو۔ وہیں میرا انتظار کرو۔ میں کار لے کر آ رہا ہوں۔"

وہ سب اپنے منصوبے پر عمل کر رہے تھے لیکن نیلماں کی چال کو سمجھ نہیں پائے تھے۔ وہ تنہا ناصرہ کے جسم کے ساتھ وہاں سے جانا چاہتی تھی لیکن ناصرہ بے چین سی تھی۔ وہ بار بار پورس کے پاس جانے یا اسے اپنے پاس بلانے کی ضد کر رہی تھی۔ نیلماں نے اس کا دل رکھنے کے لیے پورس کو اغوا کرانا چاہا تھا۔ اغوا کرانے والوں کو بھی نہیں بتایا تھا کہ پورس کو کہاں لانا ہے جبکہ وہ فرار ہونے کی جگہ کا تعین کر چکی تھی۔

اسے اندیشہ تھا کہ پورس کو اغوا کرنے کے دوران میں اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی مدد کو پہنچ جائیں گے اور یہی ہوا تھا۔ نیلماں نے ڈرائیور کو واپس دوڑاتے ہوئے ناصرہ کو سمجھایا "دیکھ لو۔ میں تمہاری ضد پوری کرتی ہوں مگر ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پورس کے دماغ سے تمہارے تنویمی عمل کو واش کر دیا ہے۔ وہ اسے تمہارے پاس آنے نہیں دیں گے بلکہ تمہیں پکڑ کر تمہارے سامنے آسمانی مقدس کتاب کی آیات پڑھ کر مجھے تم سے الگ کر دیں گے پھر تم مر جاؤ گی۔ کبھی پورس کو حاصل نہیں کر سکو گی۔ میری ہدایات پر عمل کرتی رہو گی تو خود زندہ رہو گی اور جلد ہی پورس کو بھی حاصل کر لو گی۔"

ایسی خیال خوانی کے وقت ناصرہ جسمانی طور پر ایک ہوٹل کے کمرے میں تھی پھر نیلماں کے حکم کے مطابق ہوٹل سے نکل کر گاڈ فادر کارسیلو کے محل میں پہنچ گئی۔ کارسیلو' ناصرہ کا بھی تابع تھا۔ نیلماں اس کے ذریعے کارسیلو کو محل کی چھت پر لے کر آئی۔ چھت پر گاڈ فادر کا ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پائلٹ سے کہا "میڈم ناصرہ کو لمبیا سے باہر جانا چاہتی ہیں۔ انہیں ابھی لے جاؤ۔"

ناصرہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئی۔ پائلٹ اسے وہاں سے لے جانے لگا۔ نیلماں نے ناصرہ سے کہا "جب تک کسی محفوظ جگہ نہ پہنچ جاؤ تب تک پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر رکھو ورنہ مخالفین خیال خوانی کے ذریعے اس ہیلی کاپٹر کو واپس اس محل کی چھت پر لے آئیں گے۔ بہت محتاط رہو۔ کی کو پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمانے کا موقع نہ دو۔"

پورس کار ڈرائیو کرتا ہوا' پاسپورٹ آفس کے پاس آیا۔ وہاں ثنا انتظار کر رہی تھی۔ وہ کار میں بیٹھ کر بولی "بھائی جان! میں نے یہاں کے متعلقہ ملازمین اور افسران کے خیالات پڑھے ہیں۔ اب تک کوئی تنہا عورت یہاں نیا پاسپورٹ بنوانے نہیں آئی ہے اور نہ ہی کسی افسر کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والی اسے غائب دماغ بنا کر اس کے ذریعے کوئی پاسپورٹ لے گئی ہے۔"

پورس ناگواری سے بڑبڑایا "پتا نہیں نیلماں سے کب نجات ملے۔ مجھے زندگی میں کسی سے اتنی محبت نہیں ہوئی' جتنی تمہاری بھابی سے ہے۔ یہ سوچ کر دماغ پر بوجھ سا پڑتا ہے کہ ناصرہ کو ہم اس ناپاک آتما سے کبھی نجات نہیں دلا سکیں گے۔ میں بڑے بڑے پیچیدہ مسائل حل کر لیتا ہوں۔ آگ اور خون کے دریا سے گزر جاتا ہوں لیکن یہ ایسا قدرتی معاملہ ہے کہ اس ناپاک روح کو ختم کیا جائے گا تو میری ناصرہ بھی مر جائے گی۔"

ثنا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "انسان کی ذہانت اور جدوجہد کی ایک حد ہوتی ہے۔ جب اس حد کے آگے وہ کچھ کر نہیں پاتا' اس کا وہ کام اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہو جاتا ہے۔ آپ صبر کریں۔ میں اور ابو اپنے ایمان' طہارت اور کلام پاک کی پُراثر آیات سے نیلماں کو زیر کریں گے۔ وہ بھابی کے جسم میں بالکل نارمل ہو جائے گی۔ ہمیں یہ کوشش کرنا ہے کہ بھابی کسی طرح ہمارے سامنے آ جائیں اور ہم انہیں پھر کہیں جانے نہ دیں۔ تب نیلماں بے بس ہو جائے گی۔"

پورس نے تائید کی "ہاں ہمارے مقصد کے حصول کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ایک بار کسی طرح ناصرہ ہماری گرفت میں آ جائے۔ تم ایسا کرو کہ گاڈ فادر کارسیلو کے خیالات پڑھ کر معلوم کرو جس طرح اس نے ہمارا تابع بن کر ایک خفیہ بنگلا ہمیں رہائش کے لیے دیا تھا' کیا ناصرہ نے بھی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر کہیں چھپنے کی جگہ حاصل کی ہے؟"

ثنا خیال خوانی کی پرواز کر کے اس کے دماغ میں گئی پھر اس کے مختصر سے خیالات پڑھتے ہی واپس آ کر بولی "بھائی جان! ہم نیا پاسپورٹ بنوانے والی ایک تنہا عورت کو تلاش کر رہے ہیں اور نیلماں ہم سے زیادہ چالاکی دکھا چکی ہے۔ اس نے ناصرہ کے ذریعے کارسیلو کا ہیلی کاپٹر حاصل کیا تھا۔ ناصرہ اس ہیلی کاپٹر میں نہ جانے کہاں چلی گئی ہے۔"

"تم ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ میں جاؤ۔"

ثنا نے کارسیلو کے دماغ میں آ کر اسے پائلٹ سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کرنے پر مجبور کیا۔ دوسری طرف رابطہ ہوا لیکن پائلٹ کی آواز سنائی نہیں دی۔ فون بند کر دیا گیا۔ ثنا نے ایسا تین بار کیا۔ فون کے ذریعے رابطہ ہوتا تھا مگر دوسری طرف کا فون بند ہو جاتا تھا۔ آخر تک رابطہ نہ ہو سکا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ پائلٹ کے فون کا پاور بند کر دیا گیا تھا۔

پورس نے ثنا سے یہ باتیں سنیں تو کار کی اسٹیئرنگ پر ہاتھ مار کر کہا "اب کیسے معلوم کیا جائے کہ وہ چڑیل میری ناصرہ کو کہاں لے گئی ہے؟"

ابھی مقدر میں ناکامی لکھی ہوئی تھی۔ ایسے وقت انسان کو صبر کرنا پڑتا ہے۔ انسان جب کچھ نہیں کرپاتا تو صبر کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا لیکن اس کی مجبوری کو کہا جاتا ہے' دیکھو کیسا صابر انسان ہے؟

○☆○

فہمی اور علی حیرانی سے سوچ رہے تھے کہ وہ ہیلی کاپٹر کس کا تھا جو شیڈو کو ان سے چھین کر لے گیا تھا۔ انہوں نے ثانی سے کہا تھا کہ شیڈو کے دماغ میں جا کر معلوم کرے لیکن ان کی لاعلمی میں الپا اس پر تنویمی عمل کر چکی تھی اور اس کے دماغ کو بھی لاک کر چکی تھی۔ ایسا کرنے کے باعث ثانی' شیڈو کے دماغ میں نہ جا سکی اور معلوم نہ کر سکی کہ اسے لے جانے والے کون ہیں؟ اور کہاں لے جا رہے ہیں؟

انہوں نے آس پاس کے تمام ممالک کی فلائنگ کمپنیوں سے رابطہ کیا۔ لیبیا سے جواب ملا کہ ٹریپولی شہر کے قریب سے ایک سیاہ رنگ کا ہیلی کاپٹر گزرتا ہوا دیکھا گیا ہے۔ وائرلیس کے ذریعے اس کے پائلٹ سے رابطہ کرنے کی کوششیں کی گئیں لیکن پائلٹ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب دو جاسوس طیارے پرواز کرتے ہوئے گئے۔ آگے پانچ سو کلو میٹر کے فاصلے پر دور تک پھیلے ہوئے ریگستان ... پر ایک کشادہ سڑک تھی۔ وہاں سڑک کو رن وے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے جاسوس طیارے اتارے گئے۔ وہاں ریت کے وسیع و عریض میدان میں اس سیاہ ہیلی کاپٹر کے اتنے بے شمار ٹکڑے دور تک بکھرے ہوئے تھے جیسے بم کے دھماکے سے اسے تباہ کیا گیا ہو۔ آگے کشادہ سڑک پر ایک طیارے کے پہیوں اور کچھ پھیلے ہوئے پٹرول کے نشانات ملے۔ یہ واضح ہو گیا کہ ہیلی کاپٹر میں آنے والے کسی طیارے میں فرار ہو گئے ہیں۔

عالمی سطح پر دنیا کے تمام ممالک کے طیاروں کی پرواز کے لیے جو مقررہ روٹس ہیں' ان کی نگرانی کرنے والے کئی ممالک نے کہا کہ ان کی طرف سے کوئی نامعلوم طیارہ نہیں گزرا ہے۔ کسی بھی راڈار کے ذریعے ان کی نشان دہی نہ ہو سکی۔ ثانی نے فہمی اور علی سے کہا "بظاہر یہ ناممکن ہے کہ کسی نامعلوم طیارے کی نشان دہی نہ ہو سکے لیکن یہ اس طرح ممکن ہے کہ اسے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی نے اغوا کرایا ہے۔ اس طیارے کو جن ممالک سے ہو کر گزرنا تھا ان ممالک کے متعلقہ افسران کو چند منٹ کے لیے غائب دماغ رکھا گیا تھا یا ان افسران کو اس رات بہت زیادہ شراب پینے پر مجبور کر کے مدہوش کر دیا گیا تھا۔ بہرحال سانپ گزر چکا ہے' اب لکیر نہیں پیٹنا ہے۔ یہ معلوم کرنا ہے کہ سانپ کس بل میں گیا ہے۔"

ثانی قاہرہ میں سونیا کے ساتھ مصروف تھی اور کبھی پورس کے کام آ رہی تھی اس لیے چلی گئی۔ فہمی نے علی سے کہا "جیسا کہ ہمیں بتایا گیا ہے' ثنا اور جلال پاشا سے دوستی ہو چکی ہے اور نیلماں اپنی شیطانی حرکتوں سے ناصرہ کو پورس سے جدا کر چکی ہے۔ اس حساب سے عورتوں میں دو ہی ٹیلی پیتھی جاننے والیاں ناصرہ اور الپا ہیں۔"

علی نے کہا "صرف خواتین کا حساب نہ کرو۔ مہاراج اور میش بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ اگرچہ وہ غیر معمولی ذہانت کے حامل نہیں ہیں لیکن امریکی چال باز انہیں گائیڈ کر کے شیڈو کو جزیرے سے لے جا سکتے ہیں۔"

"ہاں۔ یہ ممکن ہے۔ ان چاروں میں سے فی الحال ناصرہ یا نیلماں کو نظر انداز کر دیا جائے کیونکہ وہ خود پورس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے یعنی ثنا اور جلال پاشا سے دور بھاگتی پھر رہی ہے۔ ہم امریکا اور اسرائیل پر شبہ کر سکتے ہیں۔"

"یہ چال ان دو ملکوں میں سے کسی ایک کی ہو سکتی ہے۔ دونوں ملک لیبیا کے دشمن ہیں اور لیبیا کے ایک ریگستانی علاقے میں سیاہ ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں۔ وہ لیبیا کی حکومت کو بدنام کرنا چاہتے ہیں کہ ایک اسلامی ملک نے ہی ہمارے قیدی شیڈو کو اغوا کرایا ہے۔"

"شیڈو کی غیر معمولی صلاحیتوں کے باعث پاپا اور ہم نے بھی اسے پسند کیا۔ اس وعدے پر کہ وہ آئندہ اپنی غلطیوں کی تلافی کرے گا اور انسانوں کی بھلائی کے لیے کام کرے گا' ہم نے اس کی سزائے موت معاف کر دی تھی لیکن کسی مخالف خیال خوانی کرنے والے نے شیڈو کے دماغ میں رہ کر ہمارا فیصلہ سن لیا تھا۔ امریکا اور اسرائیل یہ نہیں چاہتے تھے کہ شیڈو ہمارا عقیدت مند بن جائے۔ وہ بہترین منصوبہ ساز ہے' علم نجوم کا ماہر اور بارود اور بموں کی کارکردگی کو سمجھنے والا شخص ہے۔ امریکا اور اسرائیل نے اسے اپنے مقاصد کے لیے اغوا کیا ہے۔"

علی نے فون کے ذریعے امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا اور کہا "میں علی تیمور بول رہا ہوں اور کیوں بول رہا ہوں' یہ تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو گے۔"

"ہاں مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمہارے قیدی شیڈو کو بڑی رازداری سے اغوا کیا گیا ہے۔ اور ایک سیاہ رنگ کے ہیلی

کاپٹر کے بلاسٹ ہونے والے ٹکڑے لیبیا کے ریگستانی علاقے میں پائے گئے ہیں۔"

علی نے کہا "اغوا کرنے والے نے یہی سب سے بڑی بھول کی ہے۔ کرنل قذافی سے ہمارے دوستانہ تعلقات ہیں۔ ہمارے دشمن کو چاہیے تھا کہ ہم سے دشمنی کرنے والے کسی ملک میں اس ہیلی کاپٹر کو لے جا کر تباہ کرتا۔"

"ہم مانتے ہیں۔ کرنل قذافی سے تم لوگوں کے دوستانہ تعلقات ہیں۔ کبھی ہم سے بھی دوستی تھی لیکن وہ میٹھی چھری ہے۔ دوست بن کر درپردہ دشمنی کرتا ہے۔ تم میری بات کو ابھی درست نہ سمجھو مگر جلد ہی اس کی دوستی کے پیچھے چھپی ہوئی دشمنی ظاہر ہو جائے گی۔"

"حقیقت معلوم کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ تمہیں صرف یہ سمجھانے کے لیے فون کیا ہے کہ حقیقت معلوم کرنے سے پہلے شیڈو کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ تمہارے اکابرین کو پہلے جو سزائیں دے کر ختم کی تھیں' انہیں پھر سے شروع کر دیا جائے گا۔"

"اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو' ہم سب کے دماغوں میں گھس کر ہمارے چور خیالات پڑھیں۔ انہیں یقین ہو جائے گا کہ ہم نے شیڈو کو اغوا نہیں کیا ہے۔"

"ہم ایسا ضرور کریں گے۔"

علی نے فون بند کر کے فہمی سے کہا "انہوں نے شیڈو کو اغوا کرنے کے جرم سے انکار کیا۔ انہوں نے سچ اور جھوٹ سمجھانے کے لیے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے دماغ میں آنے اور چور خیالات پڑھنے کی دعوت دی ہے۔"

"پاپا اور ثانی ان کے چور خیالات ضرور پڑھیں گے۔ اب الپا سے رابطہ کرو۔"

علی نے فون پر برین آدم سے رابطہ کیا "میں علی تیمور بول رہا ہوں اور کیوں بول رہا ہوں' یہ تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو گے؟"

"میں تمہارے دل کی باتیں کیسے سمجھ سکتا ہوں جبکہ تمہاری طرح ٹیلی پیتھی بھی نہیں جانتا۔"

"تم ریسیور نہ رکھو۔ میں دوسرے فون کے ذریعے الپا کو کال کر رہا ہوں۔"

علی نے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ الپا کی آواز سنائی دی "اگر مجھے دماغ میں رہ کر بولنے دو گے تو فون پر باتیں کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

علی نے ریسیور رکھ کر پوچھا "کیا تم سکون سے نہیں رہ سکتیں؟ ہم سب تم سے لاتعلق ہو گئے تھے۔ تم نے پھر ہمیں للکارا ہے۔"

"صاف اور سیدھی بات کرو علی! تمہیں ہم سے کیا شکایت ہے؟"

"آں۔ ہاں۔ نہیں الپا! میرے دماغ کے چور خانے میں نہ آؤ۔ وہ لاکڈ ہے۔ تم میرے چور خیالات نہیں پڑھ سکو گی۔"

"میں بھول گئی تھی کہ فرہاد صاحب کی فیملی کے کسی فرد کے خیالات چپکے سے نہیں پڑھے جا سکتے۔ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم سب کے دماغوں کے چور خانوں کو لاک کر دیا گیا ہے۔"

"تمہیں بھولنے کی نہیں' دوسروں کی کمزوریاں معلوم کرنے کی عادت ہے۔ تم نے سوچا ہو گا کہ شاید کسی وجہ سے میرا دماغ کچھ کمزور ہو گیا ہو۔ تم مکاریوں سے باز نہیں آؤ گی۔"

"میرا خیال ہے' فضول باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"تمہارا وقت قیمتی ہے تو فوراً چلی جاؤ۔ میں اسرائیل پہنچ جاؤں گا۔ وہاں قدم رکھتے ہی تم سب کی نیندیں اڑ جائیں گی۔"

"تمہارا انداز گفتگو بتا رہا ہے کہ مجھ سے یا میرے اکابرین سے تمہیں کوئی شکایت ہے۔"

"اتنی معصوم ہو کہ بڑی دیر بعد میرے انداز گفتگو کو سمجھ رہی ہو۔ اب یہ بھی بتا دو کہ میری شکایت درست ہے یا نہیں؟ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دینا۔ میرے پاپا نے اچھی طرح تصدیق کرنے کے بعد مجھے برین آدم یا تم سے بات کرنے کو کہا ہے۔"

"تم پہیلیاں بجھوا رہے ہو۔ سیدھے صاف طریقے سے کیوں نہیں بول رہے ہو؟"

"پاپا نے کہا ہے' جب پہیلیاں بوجھنے سے انکار کیا جائے تو سیدھے اور صاف راستے سے اسرائیل پہنچ جاؤ۔"

"ذرا ٹھہرو۔ میں اپنے بگ براور سے پوچھتی ہوں کہ تم ہم سے کون سی پہیلی بجھوانا چاہتے ہو؟"

"واہ کیا بات ہے؟ پہلے میں نے برین آدم سے بات کی تو وہ تمہیں بلا لایا۔ اب تم اس کے پاس جا رہی ہو۔ بہرحال جاؤ' مجھے انتظار کرنے کی فرصت ہے۔"

وہ چلی گئی۔ علی نے فہمی کو الپا سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا۔ فہمی نے کہا "خود کو بہت چالاک سمجھتی ہے۔

یہ جانتے ہوئے بھی کہ شیڈو کے اغوا کیے جانے اور ایک سیاہ رنگ کے ہیلی کاپٹر کے تباہ ہونے کی خبر عام ہو چکی ہے' وہ انجان بن رہی ہے۔"

وہ تھوڑی دیر بعد علی کے پاس آکر بولی "بگ برادر نے آج صبح کا اخبار نہیں پڑھا تھا۔ اخبارات میں تمہارے قیدی شیڈو کے اغوا کیے جانے کی خبر شائع ہوئی ہے۔ اغوا کرنے والے نامعلوم افراد ہیں۔ ان کا سراغ لگایا جا رہا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ تم لوگوں کے منہ سے لقمے چھین کر لے جانے والے جیالے کون ہو سکتے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ تم ہم پر شبہ کر کے اس بات کو ہمارے لیے پہیلی بنا رہے ہو؟"

"اس میں شبہ نہیں کہ تم بڑی چال باز ہو۔ تمہیں چال بازی سکھانے والا پارس اب تمہارے ساتھ نہیں رہا پھر بھی' ہم تمہیں بہت کچھ سکھاتے رہیں گے۔ ہم نے تم سے رابطہ کرنے سے پہلے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ شیڈو کے اغوا پر وہ خود حیران ہیں۔ انہوں نے برین آدم سے بھی اس سلسلے میں تبادلۂ خیال کیا تھا۔ تمہارے بگ برادر یعنی برین آدم نے بھی حیران ہو کر کہا تھا کہ وہ تمہاری ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان اغوا کرنے والوں کا سراغ لگائے گا۔"

الپا نے کہا "تم یقین کرو' میں نے بگ برادر کے کہتے ہی سراغ لگانا شروع کیا ہے۔ لیکن امریکی اکابرین کی چال بازیوں کو سمجھ رہی ہوں۔ انہوں نے مہاراج اور رمیش کے دماغوں کو اپنے کسی ہپناٹائز کے ماہر سے لاک کروا دیا ہے تاکہ میں اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر جا کر ان کے چور خیالات کے ذریعے حقیقت معلوم نہ کر سکیں۔"

"ذہانت وہ ہوتی ہے' جو دوسروں کی چال بازیوں کو سمجھ لیتی ہے۔ میں نے اس مسئلے کو اسی لیے پہیلی بنا کر تمہیں الجھایا تھا۔ تم نے پہلے بگ برادر کے پاس جانے کی بات کی پھر واپس آکر کہا چونکہ بگ برادر نے آج کا اخبار نہیں پڑھا تھا اس لیے تم دونوں شیڈو کے معاملے سے بے خبر تھے اور جب میں نے کہا کہ امریکی اکابرین تم دونوں سے اس سلسلے میں تبادلۂ خیال کر چکے ہیں تو تم اپنی پہلی بات کو بھول کر کہہ رہی ہو کہ تم نے اغوا کرنے والوں کا سراغ لگانا شروع کر دیا ہے اور تمہارا شبہ امریکا پر ہے' انہوں نے ہی شیڈو کو اغوا کرایا ہے۔"

الپا نے کہا "خود کو بہت چالاک سمجھنا محض خوش فہمی ہے۔ ہمیں شیڈو کے بارے میں اخبارات سے معلوم ہوا ہو یا امریکی اکابرین سے' تمہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"جھوٹا اپنے جھوٹ سے پہچانا جاتا ہے۔ ہم نے پہچان لیا ہے۔ اب جھوٹوں کو ہماری جوابی کارروائی کا انتظار کرنا چاہیے۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ الپا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اپنے سامنے صوفے پر بیٹھے ہوئے تھارن آوین (ہائیڈ اینڈ سیک) کو دیکھا۔ وہ ہپناٹزم کے ذریعے اسے اپنا تابع بنا چکا تھا۔ وہاں بظاہر اس کے مسلح باڈی گارڈ کی حیثیت سے رہتا تھا لیکن درپردہ وہ اس کی کنیز اور داشتہ بن کر رہتی تھی۔

اس وقت بھی وہ دونوں ایک بنگلے کے بند دروازوں کے پیچھے ایک ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اگر کوئی دروازے پر دستک دیتا تو تھارن آوین اٹھ کر دروازہ کھولتا پھر الپا کے پیچھے ایک مستعد باڈی گارڈ کی حیثیت سے الرٹ کھڑا رہتا۔

اسرائیلی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران الپا کی ہر بات کو حرفِ آخر سمجھتے تھے اور اس کی ہدایات پر اس لیے عمل کرتے تھے کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلومات حاصل کر کے انہیں کارروائی کی ہدایات دیتی رہتی تھی۔

تھارن نے الپا کو مشورہ دیا تھا کہ شیڈو کو اغوا کر کے یہاں لایا جائے۔ برین آدم نے اعتراض کیا تھا "ایک شیڈو کی خاطر علی تیمور سے مخالفت مول لینا دانش مندی نہیں ہے۔"

الپا نے کہا تھا "شیڈو ایک لاجواب پلان میکر ہے۔ بموں اور بارود کی اقسام کو سمجھتا ہے۔ انہیں اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنا اور کسی بھی بم کو ناکارہ بنانا جانتا ہے۔ ہمارے پاس دوسرا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ اس کا متبادل غضب کا ہپناٹائز کرنے والا تھارن اور غیر معمولی چال باز شیڈو ہے۔ یہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے ہمارے بہت کام آتے رہیں گے۔"

الپا اور تھارن نے ایسی پلاننگ کی تھی کہ شیڈو کے اغوا کا الزام ان پر نہ آسکے لیکن علی نے اس کے جھوٹ کو پکڑ لیا تھا۔ تھارن اپنی جگہ سے اٹھ کر الپا کے پاس صوفے پر آبیٹھا۔ اس کی تمام باتیں سننے کے بعد پوچھا "تم نے مجھ سے ہدایات حاصل کیے بغیر یہ کیوں کہہ دیا کہ تمہیں شیڈو کے اغوا کیے جانے کا علم نہیں ہے کیونکہ تمہارے بگ برادر نے صبح کے اخبارات نہیں پڑھے تھے۔ وہ پڑھنے کے بعد تمہیں دنیا کی حالات بتاتے ہیں۔"

وہ بولی "میں نے یہ سوچ کر جھوٹ کہا تھا کہ علی ابھی امریکی اکابرین کے پاس نہیں گیا ہوگا۔ اگر گیا بھی ہوگا تو انہوں نے یہ نہیں بتایا ہوگا کہ اس سلسلے میں مجھ سے باتیں

ہو چکی ہیں۔"

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ تم نے جھوٹ کیوں کہہ دیا۔ اگر سچ کہہ دیتیں کہ تمہاری اور بگ برادر کی باتیں امریکی اکابرین سے ہو چکی ہیں تو کون سی مصیبت آجاتی؟"

"میں نے سوچا تھا کہ شیڈو کے معاملے میں لاعلمی ظاہر کروں گی تو علی کو یقین ہو جائے گا کہ امریکی اکابرین نے مہاراج اور رمیش کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے شیڈو کو جزیرے سے نکالا ہے۔"

"ایسی چالاکی دکھانے سے پہلے تمہیں معلوم کر لینا چاہیے تھا کہ علی نے امریکی اکابرین سے اس سلسلے میں رابطہ کیا ہے یا نہیں؟"

"میں مانتی ہوں' مجھ سے یہ غلطی ہو گئی۔"

تھارن نے ایک زوردار تھپڑ اسے مارتے ہوئے کہا۔ "کتے کی بچی! آئندہ مجھ سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام کرے گی تو جان سے مار ڈالوں گا۔"

وہ اپنے گال پر ہاتھ رکھ کر روتے ہوئے بولی "میں پارس کے ساتھ برسوں رہی ہوں' اس نے عورت پر ہاتھ اٹھانے والی مردانگی کبھی نہیں دکھائی اور آج تم نے مجھے تھپڑ مارا ہے۔"

"وہ تمہارا شوہر تھا۔ میں تمہارا یار ہوں۔ اس نے تمہیں اپنی عزت بنا کر رکھا تھا۔ میں تمہیں پاؤں کی جوتی بنا کر رکھتا ہوں۔ اس نے تم پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا پھر بھی تم اسے دھوکا دے کر چلی آئیں۔ میں تمہیں لات جوتے مارتا رہوں گا' تب بھی تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکو گی۔ ہمیشہ میری تابع بن کر رہو گی۔ چلو میرے قدموں میں بیٹھو۔"

وہ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ صوفے سے کھسک کر فرش پر آکر اس کے قدموں سے لگ کر بیٹھ گئی۔ تھارن نے کہا "شیڈو کو یہاں لا کر ایک خفیہ تہ خانے میں رکھا گیا ہے۔ اسے وہاں رازداری سے رکھنے والے چند یوگا کے ماہر فوجی افسران ہیں۔ علی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں نہیں جا سکیں گے لیکن یہاں کے دوسرے اکابرین کو عبرتناک سزائیں دے کر معلوم کریں گے کہ وہ چند یوگا کے ماہر فوجی افسران کون ہیں پھر ان افسران کے ذریعے انہیں زخمی کر کے ان کے دماغوں میں پہنچ کر شیڈو کو تہ خانے سے نکال لے جائیں گے۔"

"ہاں علی کو یقین ہو گیا ہے کہ وہ یہاں ہے۔ وہ ہماری توقع سے بھی زیادہ زبردست کارروائی کرے گا۔"

"اس کی جوابی کارروائی سے پہلے شیڈو کے پاس جاؤ۔ پہلے اسے یہ خوش خبری سناؤ کہ اس کے دوست اور پارٹنر تھارن آوین نے تمہیں اپنی تابع اور داشتہ بنا لیا ہے۔ علی یہاں زبردست کارروائی کرنے والا ہے۔ ہمیں اپنے تحفظ کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ کوئی ایسا منصوبہ بناؤ کہ وہ میرے' تمہارے اور شیڈو تک نہ پہنچ سکے۔"

اس نے تھارن کے حکم کے مطابق خیال خوانی کی پرواز کی پھر شیڈو کے دماغ میں پہنچ کر بولی "میں تمہاری مالکہ ہوں اور تم میرے تابع ہو۔ کیا میرے لب و لہجے سے پہچان رہے ہو؟"

"پہچان رہا ہوں لیکن مجھے تہ خانے میں کیوں قید کیا گیا ہے؟ میرا قصور کیا ہے؟"

"تمہاری حفاظت کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔ علی تیمور تمہیں دوبارہ گرفتار کرنے اور موت کی سزا دینے یہاں آنے والا ہے۔ وہ آج یا کل کسی دن میں یہاں پہنچ سکتا ہے۔ تم کوئی ایسا منصوبہ بناؤ کہ وہ تمہارے سائے تک بھی نہ پہنچ سکے۔"

شیڈو نے کہا "یہ بہت آسان سی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ میرے دماغ میں تمہارے سوا کوئی دوسرا نہیں آسکتا۔ تم مجھے کسی دوسرے ملک میں لے جاؤ۔ میرا چہرہ تبدیل کرا دو پھر فیرباد کا پورا خاندان بھی میرے سائے تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"پہلے تم ایک خوش خبری سن لو جس طرح تم میرے معمول اور تابع ہو۔ اسی طرح میں تھارن آوین یعنی تمہارے دوست اور پارٹنر ہائیڈ اینڈ سیک کی تابع اور داشتہ ہوں۔ اسی کے حکم پر میں تمہیں اس جزیرے سے نکال کر یہاں لائی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "کیا میرا دوست تھارن آوین یہاں ہے اور تم اس کی تابع ہو؟"

"ہاں میں سچ کہہ رہی ہوں۔"

"میں تمہارے سچ کو مانتا ہوں۔ تھارن نے اپنی مقناطیسی آنکھوں سے سحرزدہ کر لیا ہوگا۔ مجھے بتاؤ اس نے میرے لیے کیا کہا ہے؟"

"یہی کہ ہم تینوں کس طرح علی کی جوابی کارروائی سے بچ سکتے ہیں۔ تمہیں فوراً کوئی ٹھوس منصوبہ بنانا چاہیے۔"

"فی الحال اسی تدبیر پر عمل کرنا ہوگا۔ تمہیں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے چہرے سے نہیں پہچانتے ہیں۔ تھارن نے بھی یقیناً چہرہ بدل لیا ہوگا۔ میں بھی ایسا کروں گا۔ ہم تینوں کو کسی دوسرے ملک میں جا کر رہنا ہوگا۔"

"یہاں اسرائیل میں بھی چھپنے کے لیے کئی چھوٹے بڑے شہر ہیں۔ میں اپنے وطن کو چھوڑنا نہیں چاہتی۔"

"تو تم یہاں رہ جاؤ لیکن مجھے اور تھارن کو یہاں سے جانا ہوگا۔"

"میں تھارن کی کنیز ہوں۔ وہ مجھے نہیں چھوڑے گا۔ جہاں بھی جائے گا' ساتھ لے جائے گا۔"

"یہ تمہارا اور تھارن کا معاملہ ہے۔ اسے میرا منصوبہ بتاؤ۔ فوری طور پر ہمارے بچاؤ کا یہی ایک راستہ ہے۔ تم چند ہفتوں یا چند مہینوں کے لیے دوسرے ملک میں رہ کر یہاں واپس آسکتی ہو۔"

اس نے تھارن کے قدموں میں دماغی طور پر حاضر ہو کر شیڈو کا منصوبہ اسے بتایا۔ وہ بولا "فوراً اس کے منصوبے پر عمل کرو۔"

"کیا ہمیں اس منصوبے پر اچھی طرح غور کر کے عمل نہیں کرنا چاہیے؟ کیا ہم اسرائیل کے کسی بڑے یا چھوٹے شہر میں چھپ کر نہیں رہ سکیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔ میں اور اَن نون ہمیشہ شیڈو کے منصوبوں پر عمل کر کے کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ ایک بار اس کی پلاننگ کے خلاف عمل کر کے اب تک پچھتاتے رہتے اگر میں تمہیں اپنی تابع نہ بناتا۔ تم آج رات تک جو بھی فلائٹ ہمیں اسرائیل سے باہر لے جاتی ہے' اس میں ہمیں لے چلو۔"

"اتنی جلدی کیسے ہوگا؟ پہلے تو ہمیں فرضی ناموں سے پاسپورٹ وغیرہ بنوانے ہوں گے۔"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس ملک کی بے تاج ملکہ ہو۔ تم جب چاہتی ہو یہاں سے کسی ملک میں جاسکتی ہو۔ آج بھی تمہیں کوئی نہیں روکے گا۔ میں تمہارے باڈی گارڈ کی حیثیت سے جاؤں گا۔"

"اور شیڈو؟"

"برین آدم اور دوسرے اکابرین کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ علی تیمور یہاں ہنگامہ آرائی کے لیے آنے والا ہے۔ تم شیڈو کا چہرہ بدل کر اسے دوسرے ملک میں چھپانے لے جا رہی ہو۔ تمہارے فیصلے سے یہاں کے حکمراں اور فوج کے اعلیٰ افسران بھی انکار نہیں کریں گے۔"

"مگر تھارن! میری یہ بات سمجھو کہ میں اپنے وطن کو۔۔۔"

"شٹ اپ! آگے بولو گی تو ایک لات ماروں گا' ادھر جا کر گرو گی۔ شیڈو جو کہہ چکا ہے اس پر ابھی عمل کرو۔ ہم یہاں سے چند گھنٹوں میں نکل جائیں گے۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا' دو گھنٹے بعد ایک فلائٹ فرانس کے شہر پیرس اور پھر وہاں سے لندن جانے والی تھی۔ وہ برین آدم کے دماغ میں آئی۔ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے پوچھا "ہیلو کون الپا؟"

"یس بگ برادر! میں بول رہی ہوں۔"

"پہلے تم دماغ میں آکر اپنا نام بتاتی تھیں۔ آج کل تمہیں ہوا کیا ہے؟ سچ پوچھو تو کچھ پریشان لگتی ہو۔"

"پریشانی کی تو بات ہی ہے۔ علی کسی دن بھی یہاں پہنچ کر بڑی مصیبتیں کھڑی کرے گا۔"

"میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ اب تو جو کچھ بھی ہوگا اس کا سامنا کرنا ہی پڑے گا۔"

"بگ برادر! وہ ہمارے اکابرین میں سے کسی کو آلۂ کار بنا کر یوگا جاننے والوں کو زخمی کر کے شیڈو کو تہ خانے سے لے جاسکتا ہے۔ میں ابھی پہلی فلائٹ سے لندن جا کر اسے چھپاؤں گی۔"

"تم پھر ایک بہت بڑا خطرہ مول لینا چاہتی ہو۔"

"میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تھارن آوین میرا باڈی گارڈ میرے ساتھ رہے گا اور آپ ہمیشہ دیکھتے آئے ہیں کہ میں تنہا بھی اپنی حفاظت کرتی آئی ہوں۔"

"کیا تم یہاں سے جانے والی فلائٹس کے بارے میں معلوم کر چکی ہو؟"

"جی ہاں۔ دو گھنٹے بعد ایک فلائٹ لندن جائے گی۔"

"ہُوں یاد آیا۔ وہ جہاز پیرس میں بھی رکے گا۔"

"جی ہاں۔ میں شیڈو کو لے کر تھارن کے ساتھ جاؤں گی۔ آپ ابھی تین سیٹیں ریزرو کرا دیں۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ فرہاد کی فیملی کا کوئی نہ کوئی فرد پیرس میں رہتا ہے؟"

"رہنے دیں۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جہاز پیرس میں ایک گھنٹے کے لیے رکے گا۔ ہم جہاز سے نہیں اتریں گے۔ اگر فرہاد کی فیملی کا کوئی فرد بھی جہاز میں آئے گا تو ہمیں چہروں سے نہیں پہچانے گا۔"

"ٹھیک ہے' تم تھارن کے ساتھ ائرپورٹ جاؤ۔ میں شیڈو کے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کر کے ایسے فوجیوں کی نگرانی میں بھیج رہا ہوں جو وردی میں نہیں' عام سے لباس میں ہوں گے۔"

الپا اپنے عامل تھارن کے پاس چلی گئی۔ برین آدم تھوڑی دیر گہری سنجیدگی سے سوچتا رہا پھر اس نے فون کے ذریعے فوج کے ایک یوگا جاننے والے افسر سے کہا "آپ

ابھی چہرے پر ریڈی میڈ میک اپ کریں۔ ایک سفری بیگ لیں اور جتنی جلدی ہو سکے میرے پاس آئیں۔"

پھر اس نے یوگا کے ماہر دوسرے فوجی افسر سے کہا۔ "آپ ابھی شیڈو کے چہرے کو ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے تبدیل کریں اور اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ سادے لباس میں شیڈو کو ائرپورٹ لے جائیں۔ وہاں اسے میڈم الپا کے حوالے کر دیں۔ وہ بھی چہرے سے پہچانی نہیں جائے گی لیکن آپ کے دماغ میں آکر اپنی شناخت کرائے گی اور شیڈو کو اپنے ساتھ لے جائے گی۔"

پھر برین آدم نے فون کے ذریعے ائرپورٹ کے فلائٹ انچارج سے کہا "لندن جانے والی چار سیٹیں ریزرو کریں۔"

"سر! سیٹیں نہیں ہیں۔ چانس پر ایک دو سیٹیں مل سکتی ہیں۔"

"چانس نہیں' سیٹیں کنفرم کرو۔ چار سیٹیں ایک ساتھ نہیں ہوں گی۔ جہاں تین سیٹیں ہوں گی اس کے پیچھے ایک اور سیٹ ریزرو ہوگی۔ یہ ٹاپ سیکرٹ معاملہ ہے۔ فلائٹ کو مزید ایک گھنٹے کسی بہانے سے لیٹ کیا جاسکتا ہے۔ آرڈر از آرڈر۔ فوراً تعمیل کرو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد یوگا کا ماہر فوجی افسر اپنا چہرہ تبدیل کر کے آیا۔ برین آدم نے کوڈ ورڈز کے ذریعے اسے پہچان کر کہا "آؤ بیٹھو۔ تمہیں دشمن تو کیا الپا بھی نہیں پہچان سکے گی۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ افسر نے پوچھا "سر! معاملہ کیا ہے؟"

برین آدم نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا "تم تھارن آوین کی مقناطیسی آنکھیں دیکھ چکے ہو۔"

"یس سر! بڑی خطرناک ہیں مگر پُرکشش ہیں۔"

"عورتیں ان آنکھوں کی طرف کھنچی جاتی ہوں گی؟"

"یس سر!"

"پہلی بار جب وہ میرے ساتھ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا تب میں نے دیکھا تھا۔ اس نے ایک خوب صورت ائرہوسٹس کو چند سیکنڈ میں اپنی آنکھوں کے ذریعے اپنی طرف مائل کر لیا تھا۔ میں نے سوچا اپنے دشمنوں کو پہنا ٹائز کرانے کے لیے تھارن آوین ہمارے بہت کام آئے گا۔ میری ہدایت پر الپا اسے ٹریپ کر کے یہاں لے آئی مگر اب بازی پلٹ گئی ہے۔"

"وہ کیسے سر!"

"مجھے یقین کی حد تک شبہ ہے کہ اس نے اپنی شیطانی آنکھوں کے ذریعے الپا کو اپنی معمولہ اور تابع بنا لیا ہے۔"

"سر! مجھے اس بات پر حیران ہونا چاہیے لیکن میں بھی دو دنوں سے جاسوسی کر رہا ہوں۔ میڈم الپا اپنے بنگلے کے دروازے پہلے بھی بند رکھتی تھیں لیکن کھڑکیاں کھلی رہتی تھیں اور اب وہ تمام کھڑکیاں مستقل بند رہتی ہیں۔ میڈم کبھی کسی پرائے مرد سے تنہائی میں نہیں ملتی تھیں۔ اب تک صرف ایک پارس ہی ان کی زندگی میں آتا رہا ہے۔ تھارن دوسرا مرد ہے جس کی موجودگی میں وہ کھڑکی دروازے بند رکھتی ہیں۔"

"الپا ہمارا قومی سرمایہ ہے۔ اس نے اسرائیل اور یہودی قوم کی بہتری کے لیے پارس کو چھوڑ دیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اسے تھارن کے شکنجے سے۔۔۔ نجات دلائی جائے۔ اس کام کے لیے میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔"

"تھینک یو سر! آپ جیسا چاہیں گے' ویسا ہی کروں گا۔"

"میں چاہتا ہوں تم ان کا تعاقب کرو۔ یہ دیکھو کہ وہ لندن کے کس علاقے میں رہیں گے۔ میں موساد کے ڈی جی کو اطلاع دے رہا ہوں۔ تمہیں ضرورت کے وقت موساد کے درجنوں ایجنٹس مل جائیں گے۔"

"سر! میں لندن پہنچ کر ان تینوں کو چھپنے نہیں دوں گا۔ اگر وہ تعاقب کے سلسلے میں مجھ پر شبہ کریں گے تو میں تھارن اور شیڈو کو گولی مار کر میڈم الپا کو جبراً یہاں لے آؤں گا۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔ انہیں لندن تک پہنچنے کی ڈھیل دی جائے اور دیکھا جائے کہ وہ وہاں کس جگہ چھپیں گے اور کیا کریں گے؟ تھارن اسے اپنی معمولہ اور تابع بنا چکا ہے۔ اس کی نیچی پستی اور اپنی ہیپناٹزم کی صلاحیتوں سے ہمارے ملک کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لہٰذا یاد رکھو جب تھارن ایسا کوئی قدم اٹھائے تو اسے قدم اٹھاتے ہی ہلاک کر دو۔"

برین آدم اور وہ فوجی افسر ایسے تھے کہ تھارن کے حکم کے باوجود الپا ان کے دماغوں میں آکر ان کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔ لہٰذا انہیں اطمینان تھا کہ تھارن اور شیڈو کو الپا کے ذریعے اس فوجی افسر کے تعاقب کا پتا نہیں چلے گا۔

آخر اپنے اپنے منصوبوں کے مطابق وہ طیارے میں سوار ہو گئے۔ الپا' تھارن اور شیڈو کی سیٹیں ایک ساتھ تھیں۔ ان کے پیچھے وہ تعاقب کرنے والا فوجی افسر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر تھا اور اس ریکارڈر سے منسلک انٹر فون تھا' جو ہیڈ فون کی طرح دونوں کانوں سے سنا جاسکتا تھا۔ ایسے ہیڈ فون کے باعث

صرف ایک ہی شخص ریکارڈر کی میوزک سن سکتا تھا۔ اس میوزک کی آواز پاس بیٹھے ہوئے شخص تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ ایسا ریکارڈر اور ہیڈ فون اسی لیے ہوتا ہے کہ آس پاس بیٹھے ہوئے لوگ مسلسل موسیقی کے باعث بیزار نہ ہوں۔

اس فوجی افسر کے پاس یوں تو دیکھنے میں عام سا ریکارڈر تھا لیکن اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کا ایک مائیک پیچھے بھی تھا۔ یعنی اس کے مائیک کا رخ سامنے والی سیٹوں پر بیٹھنے والے تھارن' الپا اور شیڈو کی طرف تھا۔ وہ جتنی باتیں کر رہے تھے' فوجی افسر اس پچھلے مائیک کے ذریعے کانوں میں لگے ہوئے ہیڈ فون سے ان تینوں کی باتیں سن رہا تھا۔

وہ تینوں بڑی دیر تک خاموش رہے تھے۔ جاسوس افسر نے سوچا۔ شاید الپا خیال خوانی کے ذریعے ان دونوں سے باتیں کر رہی ہے۔

لیکن ایسی بات نہیں تھی۔ وہ تینوں اپنے اپنے طور پر سوچ رہے تھے کہ پیرس اور لندن ایک دوسرے سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہیں۔ فرہاد کی فیملی یا بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس صبح و شام لندن آتے رہتے ہوں گے۔ لہٰذا بھیس بدلنے کے باوجود لندن میں مستقل قیام کرنا مناسب نہیں ہوگا۔

تھارن نے کہا "میں اسی نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ ہمیں لندن میں نہیں رہنا چاہیے۔"

الپا نے کہا "میں بھی یہی کہتی ہوں۔ وہ لوگ بڑے چالاک ہیں۔ بھیس بدلنے کے باوجود ہمیں پہچان سکتے ہیں۔"

تھارن نے کہا "شیڈو! تم ہی آئندہ کے لیے کوئی بہترین منصوبہ بنا سکتے ہو۔"

شیڈو نے کہا "میں ہر پہلو سے جائزہ لے رہا ہوں۔ لندن میں بابا صاحب کے ادارے اور فرہاد کی فیملی کے ممبر آتے جاتے ہیں۔ پیرس (فرانس) کے قریب جرمنی' یونان اور اٹلی ہیں۔ ہمیں ان ملکوں میں بھی نہیں جانا چاہیے۔"

تھارن نے کہا "یورپی ممالک کا خیال چھوڑ دو۔ ہم لندن پہنچ کر کسی دوسری فلائٹ سے امریکا جا سکتے ہیں۔"

الپا نے کہا "امریکا میں پورس' ناصرہ اور ثنا ہیں پھر امریکی غلام مہاراج اور رمیش ہیں۔ اگرچہ وہ زیادہ ذہین اور چالاک نہیں ہیں مگر امریکی چال بازوں کی مدد سے ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

شیڈو نے کہا "میں ان کم بخت باپ بیٹوں کو امریکا سے پکڑ کر لا رہا تھا۔ ان کی وجہ سے پورس نے مجھے کولمبیا کے ہائی وے پر گرفتار کر کے علی تیمور کے حوالے کر دیا تھا۔"

"کیا ہمیں ایشیا کی طرف جانا چاہیے؟"

"وہاں ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہیں گے لیکن اپنی گوری رنگت' قد اور جسامت اور رہنے سہنے کے اسٹائل سے وہاں کے کالے پیلے باشندوں سے مختلف نظر آئیں گے۔ سی آئی اے' موساد اور انٹرپول کے جاسوس ہم پر شبہ کر سکتے ہیں۔"

شیڈو نے کہا "امریکا کے اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کیا جائے کہ ناصرہ' ثنا' پورس' مہاراج اور رمیش کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ پورس اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مہاراج اور رمیش کے مخالف ہیں۔ میں نے ان کا قیدی بن کر رہنے کے دوران میں سنا تھا کہ پورس کولمبیا کے حکمران اور گاڈ فادر کارسیلو سے کسی معاملے میں دلچسپی لے رہا ہے۔ الپا ٹیلی پیتھی کے ذریعے کچھ نہ کچھ معلومات حاصل کر سکتی ہے۔"

تھارن نے حکم دیا "الپا! بڑی ذہانت سے خیال خوانی کر کے معلوم کرو کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں کہاں ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟"

الپا امریکا کے کئی اکابرین کے لب و لہجوں سے واقف تھی۔ اس نے ایک حاکم کے دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھے۔ یہ معلوم کیا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مہاراج اور رمیش کو واشنگٹن کے قریب آرمی ہیڈ کوارٹر میں رکھا گیا ہے اور بڑی رازداری سے کسی سلسلے میں ان دونوں کو ٹریننگ دی جا رہی ہے۔

الپا نے کئی بار کولمبیا کے حکمران کو ٹی وی اسکرین پر دیکھا تھا۔ اس کی تقریریں بھی سنی تھیں۔ وہ آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے خیالات سے معلوم ہوا کہ امریکا گاڈ فادر کارسیلو کی پشت پناہی کر کے کولمبیا کو اپنی کٹھ پتلی حکومت بنانا چاہتا تھا لیکن پورس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے گاڈ فادر کارسیلو کو اپنا تابع بنایا ہے اور وہاں امریکی سیاسی اثرات کو ختم کر رہے ہیں۔

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ گاڈ فادر کارسیلو اور اس کے سیکریٹری کے دماغوں میں نہیں جا سکے گی۔ اس نے کولمبیا کے حکمران کے ذریعے کارسیلو کے ایک مشیر سے فون پر رابطہ کرایا پھر اس مشیر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس مشیر کے خیالات نے بتایا کہ پچھلے روز پتا نہیں گاڈ فادر کارسیلو کو کیا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے دو آدمیوں کو پورس کی خفیہ رہائش گاہ کی طرف بھیجا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ پورس کو اغوا کر کے کہیں لے جائے۔ اس کے ایک گھنٹے بعد ناصرہ' کارسیلو

کے پاس آئی تھی اور اس کے محل کی چھت پر کھڑے ہوئے ہیلی کاپٹر کے ذریعے کہیں چلی گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد کارسیلو بہت پریشان ہوا تھا۔ اپنے سیکریٹری اور مشیروں سے کہہ رہا تھا کہ پورس اور اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ثنا اس بات پر ناراض ہو رہے تھے کہ کارسیلو نے اپنے ذاتی ہیلی کاپٹر میں ناصرہ کو تنہا جانے کیوں دیا۔ جبکہ وہ صرف ثنا کا ہی نہیں ناصرہ کا بھی معمول اور تابع تھا۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آئی کہ ناصرہ نے پورس اور ثنا وغیرہ سے علیحدگی اختیار کرلی ہے۔

الپا یہ تمام باتیں تھارن اور شیڈو کو بتاتی جارہی تھی۔ شیڈو نے کہا "تم نے ایک ہی امریکی حاکم کے خیالات پڑھے ہیں۔ تمہیں آرمی ہیڈ کوارٹر کے کسی بڑے افسر کے دماغ میں پہنچنا چاہیے۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ بیٹوں کو کس اہم معاملے میں ٹریننگ دی جارہی ہے؟"

الپا نے اس بار ایک فوجی افسر کے خیالات پڑھے۔ آرمی ہیڈ کوارٹر میں دونوں باپ بیٹوں کو ایسے چند فوجیوں کی نگرانی میں رکھا گیا تھا جو یوگا کے ماہر تھے۔ ان کے دماغوں میں پہنچ کر مہاراج اور رمیش کے بارے میں اس اہم معاملے کو نہیں سمجھا جاسکتا تھا۔

البتہ تمام فوجی افسروں کو مہاراج نے بتایا تھا کہ نیلماں زندہ ہے اور وہ ناصرہ کے جسم میں سمائی ہوئی ہے۔ تھارن نے یہ بات سن کر کہا "اب ہمیں یہ حقیقت معلوم ہوئی ہے کہ ناصرہ نے پورس اور ثنا وغیرہ سے علیحدگی کیوں اختیار کی ہے۔ نیلماں نے ناصرہ کو ان سے دور ہونے پر مجبور کیا ہوگا۔"

شیڈو نے کہا "اب یہ نیا سوال پیدا ہوتا ہے کہ نیلماں ناصرہ کو کہاں لے گئی ہے؟ عقل یہ کہتی ہے کہ وہ ناصرہ کو امریکا میں رہنے نہیں دے گی۔ یورپ یا ایشیا کی طرف لے جائے گی۔ اتنی معلومات کے بعد یہ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ کینیڈا میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن نہیں ہے۔ ہمیں کینیڈا جانا چاہیے۔ وہاں کے کئی بڑے شہروں اوٹاوا، ٹورنٹو اور مونٹریال وغیرہ میں رہ سکتے ہیں۔"

تھارن نے کہا "شیڈو دور تک سوچتا ہے اور تمام پہلوؤں پر غور کرکے مشورہ دیتا ہے۔ ہمیں کینیڈا کے کسی شہر میں جانا چاہیے۔ وہاں رہ کر الپا خیال خوانی کے ذریعے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہے گی۔ اگر ان میں سے کوئی کینیڈا کی طرف آئے گا تو ہم وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہوجائیں گے۔"

دشمن دو ہوں تو دو جگہ اور چار ہوں تو چار جگہوں پر مختلف منصوبے بنتے رہتے ہیں کہ ایک دوسرے سے کس طرح محفوظ رہ کر دوسروں کو نقصان پہنچایا جائے۔ دوسروں کو فنا کرکے اپنی زندگی بڑھائی جائے۔ مہاراج اور رمیش نے اپنی زندگی بڑھانے کے لیے امریکا کی غلامی قبول کی تھی۔ ناصرہ اپنے جسم کو زندہ رکھنے کے لیے نیلماں کی آتما کی محتاج ہوگئی تھی۔ الپا ایک کٹھ پتلی بن کر تھارن اور شیڈو کے ساتھ سفر کررہی تھی۔ پورس اور ثنا کا اب کوئی کام امریکا میں نہیں رہا تھا۔ لہٰذا ثنا نے کہا "بھائی جان! ہمیں پیرس جانا چاہیے۔ وہاں ثانی اور پارس ہیں۔ پاپا (فرہاد) اور ثانی کے ذریعے ہمارے گہرے مراسم ہوگئے ہیں۔ ہم سب ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔ صرف آپ نے اب تک پارس بھائی سے روبرو ملاقات نہیں کی ہے۔ اس ملاقات کے بعد آپ دونوں گہرے دوست بن جائیں گے۔"

اس فیصلے کے بعد ثنا اور پورس پیرس کے لیے روانہ ہوگئے تھے۔ ثنا نے خیال خوانی کے ذریعے ثانی اور پارس سے کہہ دیا تھا کہ وہ اور پورس ان کے ساتھ پیرس میں رہنے کے لیے آرہے ہیں۔ ثانی اور پارس نے بہت خوشی اور محبت کا اظہار کیا تھا اور کہا تھا کہ ان کا استقبال کرنے کے لیے وہ دونوں ائرپورٹ آئیں گے اور ان کے ساتھ پیرس میں جھیل کنارے والے کاٹیج میں رہیں گے۔

حالات ایسے ہی بنتے ہیں۔ کوئی اپنے حالات سے مجبور ہوکر الپا کی طرح اپنا وطن چھوڑتا ہے۔ کوئی پورس کی طرح پارس سے دوستانہ تعلقات بڑھانے کے لیے سفر کرتا ہے اور کوئی پارس کی طرح پورس کا استقبال کرنے کے لیے ائرپورٹ آتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ دنیا کے مختلف علاقوں کے لوگ ایک دوسرے سے انجان رہ کر کس مقام پر ایک دوسرے کے قریب سے گزرنے والے یا ٹکرانے والے ہیں۔

ثانی نے پارس سے کہا "ہم ثنا اور پورس کو سرپرائز دیں گے۔ ان کی فلائٹ پہلے لندن پہنچے گی پھر پیرس آئے گی۔ وہ دونوں پیرس کے ائرپورٹ میں ہم سے ملنے کی توقع کریں گے۔ ہم ان کی توقع کے خلاف لندن جائیں گے اور وہاں ان کا استقبال کریں گے تو وہ حیران بھی ہوں گے اور خوش بھی ہوں گے۔"

پارس نے کہا "اچھا آئیڈیا ہے۔ ہم ان کے ساتھ لندن میں دو چار دن رہ کر تفریح کریں گے پھر انہیں اپنے ساتھ پیرس لے آئیں گے۔"

وہ ثنا اور پورس کو سرپرائز دینے کے لیے لندن آگئے۔ اسی ائرپورٹ پر پہلے اسرائیل سے آنے والی فلائٹ پہنچنے والی تھی اور امریکی فلائٹ بھی ایک گھنٹا بعد آنے والی تھی۔ ویسے ایک مقام پر جمع ہونے کے باوجود کوئی کسی کو پہچان نہیں سکتا تھا کیونکہ سبھی نے اپنے اپنے چہرے اور لب ولہجے بدلے ہوئے تھے۔

پہلے اسرائیل کی فلائٹ آئی۔ الپا، تھارن اور شیڈو کے پاس زیادہ سامان نہیں تھا۔ ایک ایک سفری بیگ تھا انہوں نے اپنے بیگ اپنے ساتھ رکھے تھے۔ لہٰذا انہیں لگیج ہال کی طرف نہیں جانا پڑا۔ ان کا تعاقب کرنے والا جاسوس فوجی افسر بھی ایک بیگ کے ساتھ ان کے پیچھے کچھ فاصلے پر تھا۔ وہ سب اپنے پاسپورٹ وغیرہ پر مہر لگوا کر اس ہال میں آئے جہاں مختلف ائرویز کمپنیوں کے کاؤنٹرز تھے جہاں سے ٹکٹ خریدے جاسکتے تھے۔

تھارن کو معلوم کرنا تھا کہ لندن سے کینیڈا جانے والی فلائٹ کب وہاں سے روانہ ہوگی۔ وہ تینوں ایک جگہ خاموش کھڑے تھے۔ الپا خیال خوانی کے ذریعے تھارن سے کہہ رہی تھی "میں کاؤنٹر پر جاکر کینیڈا جانے والی فلائٹ کے بارے میں معلوم کروں گی۔ تم یہاں سے نیویارک جانے والی فلائٹ کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے دوسرے کاؤنٹر پر جاؤ۔ اگر ہمیں براہِ راست کینیڈا کی فلائٹ نہ ملی تو ہم پہلے نیویارک جائیں گے، وہاں سے کینیڈا جانے کے لیے دوسری فلائٹس بھی مل سکتی ہیں اور پرائیویٹ فلائنگ کلبس سے کرائے پر ہیلی کاپٹر اور طیارے بھی مل سکتے ہیں۔"

ان تینوں کے آس پاس بھی آنے جانے والے اور انہیں رخصت کرنے والے کتنے ہی لوگ کھڑے ہوئے ایک دوسرے سے گفتگو کررہے تھے۔ صرف الپا اس لیے خیال خوانی کے ذریعے بول رہی تھی کہ کوئی بہروپیا دشمن ان کا پروگرام سننے نہ پائے۔ محتاط رہنا ضروری تھا۔ وہاں کسی دشمن کی توقع نہیں تھی پھر بھی وہ تھارن کے دماغ میں بول رہی تھی۔

تھارن نے الپا سے کہا "میرا حلق خشک ہورہا ہے۔ میں ادھر ایک اسنیک بار میں جاکر بیئر پیوں گا۔ تم شیڈو سے کہو، وہ دوسرے کاؤنٹر پر جاکر نیویارک جانے والی فلائٹ کے بارے میں معلوم کرے گا۔"

اس بھیڑ میں الپا کے پیچھے پارس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ثانی کا ہاتھ دبا کر خاموشی سے اپنی طرف متوجہ کیا۔ ثانی نے اسے دیکھا۔ وہ ایک انگلی سے اپنی پیشانی کی طرف اشارہ کررہا تھا۔ ثانی فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں، یہ تو تم جانتی ہو کہ جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو، میں نے حسین عورتوں کی طرف لڑھکنا چھوڑ دیا ہے۔"

ثانی نے پوچھا "یہ اپنی پارسائی جتانے کا کون سا موقع ہے؟"

"پہلے پوری بات سنو۔ تم جانتی ہو کہ میں جس حسینہ کے ساتھ ایک رات گزار لیتا ہوں اس کے بدن کی مخصوص بو کو ایک ہاتھ کے فاصلے سے بھی پہچان لیتا ہوں۔"

"کیا تم کسی کو اس کی بُو سے پہچان رہے ہو؟"

"ہاں۔ تم میرے سامنے ہو اور میرے پیچھے جس عورت کو دیکھ رہی ہو وہ الپا ہے۔"

ثانی نے حیرانی سے الپا کی طرف دیکھا پھر کہا "اس کے ساتھ کھڑا ہوا شخص کہیں جارہا ہے۔ الپا مجھے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔ یہ سمجھ لے گی کہ یہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔"

پھر وہ تھارن کو دیکھ کر بولی "الپا کا ساتھی اسنیک بار کے کاؤنٹر پر گیا ہے اور وہ بیئر کا ایک کین لے رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے نشہ کرتا ہے۔ تم ٹھہرو میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ آرام سے ٹہلنے کے انداز میں چلتی ہوئی اسنیک بار کے کاؤنٹر پر تھارن کے قریب جانے لگی۔ وہ کین کھول کر پی رہا تھا۔ ثانی اس کے قریب پہنچتے ہی ٹھوکر کھانے کے انداز میں گرتی ہوئی تھارن سے ٹکرائی۔ کین سے بیئر چھلک کر اس کے سوٹ پر تھوڑی سی گری۔ وہ شرمندہ سی ہوکر بولی "سوری۔ میں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکی۔"

وہ بولا "کوئی بات نہیں۔ کسی حسینہ سے ٹکرانا خوش قسمتی ہوتی ہے۔"

ثانی نے پہلی بار اس کی مقناطیسی آنکھوں کو دیکھا پھر اس سے نظریں چرا کر بولی "مائی گاڈ! تمہاری آنکھیں عجیب سی ہیں۔ دوسروں سے بالکل مختلف ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف جانے لگی۔ کوئی اور موقع ہوتا تو تھارن اسے پھانسنے کی کوشش کرتا لیکن اسے کینیڈا پہنچنے تک محتاط رہنا تھا۔ اس لیے وہ بیئر پیتے ہوئے دور ایک ائرویز کمپنی کے کاؤنٹر پر الپا کو دیکھ رہا تھا۔

ثانی اس سے دور ہوکر اس کے دماغ میں پہنچ چکی تھی اور اس کے خیالات پڑھتی جارہی تھی پھر وہ ثنا کے پاس آئی۔ ثنا اور پورس طیارے میں سفر کررہے تھے اور ایک گھنٹے کے

ندر لندن پہنچنے والے تھے۔ اس نے ثنا سے کہا "میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمہیں تھارن آوین کے دماغ میں پہنچاؤں گی جو کبھی مسٹر ہائیڈ اینڈ سیک کہلاتا تھا۔ تم اس کے خیالات پڑھو اور پورس کو بتاؤ۔"

ثنا اس کے پاس آئی۔ اس نے اسے تھارن کے دماغ میں پہنچا دیا۔ پارس ویٹنگ ہال کی ایک سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ ثانی اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ اسے الپا' تھارن اور شیڈو کے بارے میں پوری تفصیل سے بتانے لگی۔ پارس نے ان کے تمام واقعات سننے کے بعد کہا "یہ بھی خوب ہے کہ تھارن نے الپا کو اپنا معمولہ اور تابع بنایا ہے اور الپا نے شیڈو کو اپنا تابع بنا لیا ہے۔ اس میں عجیب سی بات یہ ہے کہ تھارن جو نشے کا عادی ہے اس نے الپا کو تابع بنا کر اس کے ذریعے شیڈو کو بھی اپنا فرماں بردار بنا لیا ہے۔"

ثانی نے کہا "یہ صرف اس لیے کہ تھارن کی مقناطیسی آنکھیں بہت خطرناک ہیں۔ وہ نظریں ملاتے ہی سامنے والوں کو موم کر دیتا ہے۔ میری نظریں صرف ایک ہی بار اس سے ملی تھیں پھر میں نے بڑی قوتِ ارادی سے منہ موڑ لیا تھا۔ اس نے الپا کو بڑی آسانی سے اپنی مقناطیسی آنکھوں کے ذریعے زیر کیا ہے۔ اب تم سوچو کہ ہمیں ان کے سلسلے میں کیا کرنا ہے؟ ادھر پورس بھی کچھ سوچ رہا ہوگا۔ میں ابھی علی سے دو باتیں کر کے آتی ہوں۔"

اس نے علی کے پاس پہنچ کر کہا "میں بہت زیادہ مصروف رہنے کے باعث یہ تم سے پوچھ نہ سکی کہ شیڈو اس جزیرے سے کیسے نکلا تھا۔"

علی نے کہا "وہ بہت ذہین اور چالاک ہے۔ بہترین پلان میکر ہے اور ہر قسم کی بارود اور بموں کو استعمال کرنا اور بموں کو ناکارہ بنانے کا ماہر ہے۔"

پھر اس نے بتایا "شیڈو بڑی چالاکی سے بارودی سرنگوں کو ناکارہ بنا کر جزیرے کے ساحل پر پہنچا تھا۔ اس نے تم سے سچے دل سے کہا تھا کہ وہ آئندہ مجرمانہ زندگی نہیں گزارے گا۔ پچھلے جرائم کی تلافی کرنے کے لیے دوسروں کے کام آتا رہے گا۔"

"ہاں میں نے اس کے دماغ میں رہ کر اس کے چور خیالات سے معلوم کیا تھا کہ وہ سچے دل سے توبہ کر رہا ہے اور واقعی آئندہ ایک شریفانہ زندگی گزارے گا لیکن اسی رات الپا اسے اپنا معمول اور تابع بنا کر لے گئی تھی لیکن اب وہ خود بری طرح پھنس گئی ہے۔"

ثانی نے اسے بھی الپا' تھارن اور شیڈو کے اسرائیل سے فرار ہونے کے تمام واقعات بتائے۔ علی نے کہا "الپا اور تھارن کے ساتھ کس طرح پیش آتا ہے' یہ تم اور پارس سمجھو مگر شیڈو کے دماغ سے الپا کے تنویمی عمل کو داش کر کے اسے ایک اچھی زندگی گزارنے کا موقع دو اور اسے سمجھاؤ کہ نشہ کرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ جس طرح اس نے نہ پینے کا وعدہ کر کے جزیرے میں شراب کی بوتل توڑی تھی' آئندہ بھی اسے نشہ کرنے سے توبہ کر لینا چاہیے۔"

وہ علی سے باتیں کرنے کے بعد تھارن کے دماغ میں آ گئی۔ شیڈو نے اسے بتایا کہ نیویارک والی فلائٹ یہاں سے جا چکی ہے۔ الپا نے کہا "ہم یہاں سے جلد نکل جانا چاہتے تھے لیکن کینیڈا والی فلائٹ کل صبح آٹھ بجے جائے گی۔ ہمیں آج کی رات کسی ہوٹل میں گزارنا ہوگی۔"

تھارن نے کہا "پھر تو مجبوری ہے۔ چلو کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں کل صبح کا انتظار کریں گے۔ شیڈو، تم کل کی فلائٹ کے لیے تین ٹکٹ لے آؤ۔"

ثانی نے پارس سے کہا "یہ تینوں کل صبح آٹھ بجے کی فلائٹ سے کینیڈا جائیں گے۔ ابھی کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں جانے والے ہیں۔"

"جانے دو۔ تم تھارن کے ذریعے معلوم کرتی رہو گی کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔"

ائیر پورٹ کے اسپیکروں سے اناؤنس کیا جا رہا تھا کہ امریکا سے فلائٹ آ چکی ہے۔ ثانی خیال خوانی کے ذریعے ثنا سے بولی "میرے اور پارس کی طرف سے تم دونوں کو خوش آمدید۔"

اس نے مسکرا کر پورس سے کہا "ثانی اور پارس ہمیں خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔"

پورس نے مسکرا کر کہا "ان سے کہو' آج میں اپنی زندگی کی سچی خوشی حاصل کر رہا ہوں۔"

ثنا یہ بات کہنا چاہتی تھی۔ ثانی نے کہا "میں نے سن لیا ہے۔ بے شک پارس اور پورس کے ملاپ سے ہم سب دل کی گہرائیوں سے خوش ہیں۔ کیا تمہارے ساتھ زیادہ سامان ہے؟ لگیج ہال سے ہو کر آؤ گی؟"

"نہیں صرف سفری بیگ ہے۔ ہم امیگریشن کاؤنٹر سے گزرنے کے بعد آ رہے ہیں۔ میں نے پنک کلر کی ساڑی پہنی ہے اور بھائی جان نیوی بلیو کلر کے سوٹ میں ہیں۔"

ثانی نے کہا "عجیب اتفاق ہے' پارس نے بھی نیوی بلیو کلر کا سوٹ پہنا ہے اور میں زرد کلر کے بلاؤز اور براؤن کلر کے اسکرٹ میں ہوں۔ ہم دونوں ایگزٹ ڈور کے سامنے

آ رہے ہیں۔"

وہ پارس کے ساتھ اس دروازے پر آئی جہاں سے مسافر باہر آ رہے تھے اور اپنے استقبال کرنے والوں سے گلے مل رہے تھے۔ مصافحہ کر رہے تھے۔ تب ادھر ثانی اور پارس اور ادھر ثنا اور پورس نے ایک دوسرے کو لباس سے اور خیال خوانی کے ذریعے پہچانا۔ اب انہیں آگے بڑھ کر بڑی گرم جوشی سے ایک دوسرے کے گلے لگ جانا چاہیے تھا لیکن ثانی نے پورس کو اور ثنا نے حیرانی سے پارس کو دیکھا۔ صرف اتنا ہی نہیں' پارس اور پورس نے بھی ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھا کیونکہ ان کے صرف لباس کا کلر ایک نہیں تھا بلکہ انہوں نے اپنے چہرے جو میک اپ کے ذریعے تبدیل کیے تھے' وہ بھی ایک جیسے تھے۔ ان کے میک اپ میں کچھ انیس بیس کا فرق تھا جو توجہ سے دیکھنے پر ظاہر ہوتا۔ یوں لگتا تھا جیسے دونوں نے آئینے کے سامنے بیٹھ کر ایک جیسا میک اپ کیا ہے اور ایک دوسرے کے مشورے کے مطابق ایک جیسا لباس پہنا ہو۔

پہلے تو وہ سب حیران ہوئے پھر ہنسنے لگے۔ پارس اور پورس آگے بڑھ کر گلے لگ گئے۔ پورس نے کہا "مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں اب تک آدھا تھا۔ تم سے مل کر مکمل ہو گیا ہوں۔"

پارس نے کہا "میں بھی تم سے مل کر اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں مگر یہ دونوں بہت ہنس رہی ہیں۔ بہت خوش ہیں۔ انہیں ذرا الو بنایا جائے۔"

وہ دونوں گلے مل کر ایک دوسرے کے کان کے پاس سرگوشی کر رہے تھے۔ اچانک الگ ہو گئے۔ پارس نے ناگواری سے کہا "کیا بکواس کر رہے ہو؟ میں پرانی دشمنی بھول کر گلے لگا رہا ہوں تو تم سر پر چڑھ کر بول رہے ہو۔"

پورس نے کہا "پرانی دشمنی میں بھی بھول کر آیا ہوں۔ دشمنی بھول کر تم نے احسان نہیں کیا ہے۔ یہ میرا احسان ہے کہ میں یہاں آیا ہوں۔"

ثانی اور ثنا کی ہنسی تشویش میں بدل گئی۔ وہ دونوں ان کے قریب آئیں۔ ثانی نے پوچھا "پارس! یہ کیا؟ ناراض کیوں ہو رہے ہو؟"

ثنا نے پوچھا "بھائی جان! آپ نے پارس بھائی سے کیا کہہ دیا ہے؟"

"میں کیا کہوں گا؟ یہ تو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا۔ دنیا والوں نے واہ پارس! واہ واہ پارس! کہہ کر اس کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ میری اتنی ذرا سی بات برداشت نہیں کرے گا۔"

ثانی نے پوچھا "وہ اتنی سی بات آخر کیا تھی؟ یہ تو بتاؤ؟"

"مجھ سے کیا پوچھتی ہو؟ اپنے شوہر سے پوچھو۔"

ثنا نے پارس کا ہاتھ تھام کر کہا "پارس بھائی! میں آپ کی بہن ہوں۔ پہلی بار آپ سے ملنے آئی ہوں۔ خدا کے واسطے بنتی ہوئی بات کو نہ بگاڑیں۔"

پورس نے ثنا کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا "تم اس کی نہیں' میری بہن ہو۔ اس سے التجا کرو گی تو یہ اور مغرور ہو جائے گا۔"

ثانی نے ان دونوں کے درمیان آ کر کہا "بس بہت ہو گیا۔ میں دونوں سے کہتی ہوں۔ اب ایک لفظ بھی ایک دوسرے سے نہ کہنا۔"

پارس نے کہا "تم ایک لفظ نہ کہنے کی بات کر رہی ہو۔ ارے میں تو اسے منہ لگانا پسند نہیں کرتا۔"

پورس نے کہا "کیا میں تجھے منہ لگانے آیا ہوں۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تیرے جیسے مکار نے مجھے گلے لگانے کے بہانے' گلا کاٹنے کے لیے یہاں بلایا ہے۔ کیا مجھ سے کشتی لڑے گا؟"

"ضرور لڑوں گا مگر یہاں لنگوٹ باندھ کر نہیں آیا ہوں۔ میں جانتا تھا کہ تیرے جیسے بدمعاش کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے میں نے ثانی سے کہا تھا کہ ہم لندن نہیں جائیں گے کیونکہ میری لنگوٹ پیرس میں ہے۔"

پورس نے کہا "ویسے تو لنگوٹ میرے پاس بھی نہیں ہے۔ ویسے ہم یہاں بھی ایک گھنٹے میں لنگوٹ سلوا سکتے ہیں۔"

پارس نے پوچھا "کیسے سلوا سکتے ہیں؟ یہاں کے انگریز درزیوں کو لنگوٹ کا مطلب سمجھانا ہوگا۔ کیا تمہیں پتا ہے لنگوٹ کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں؟"

"ہاں ویسٹ (VEST) کہتے ہیں۔"

"ویسٹ' انڈرویئر کو کہتے ہیں۔ لنگوٹ دوسری چیز ہے۔ یہاں لندن میں ملتان یا لاہور کا کوئی درزی ہوگا تو وہ سمجھ کر فوراً سلائی کر دے گا۔"

ثانی نے بیزار ہو کر پوچھا "میری سمجھ میں نہیں آتا' تم دونوں لنگوٹ کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"تمہاری سمجھ میں کیسے آئے گا۔ یہ مردوں کا سب سے مختصر لباس ہے اور یہ لباس اس سے زیادہ مختصر نہیں ہو سکتا۔"

پارس کی یہ بات سنتے ہی پورس کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔ اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ پارس نے اس کے شانے پر ہاتھ مار

کر کہا "گھپلا کردیا۔ تجھ سے اتنی سی ہنسی برداشت نہیں ہوتی۔"

پورس ہنستے ہوئے اس کے گلے لگ گیا۔ تب پارس بھی ہنسنے لگا۔ ثانی نے ثنا کے پاس آکر کہا "پہلی ملاقات میں ان دو بدمعاشوں کو سمجھ لو۔ یہ ہم دونوں کو اُلو بنا رہے تھے۔"

ثنا اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اطمینان کی سانس لے کر بولی۔ "خدا کا شکر ہے یہ مذاق تھا۔ میں تو دوستی کی ناکامی پر رونے والی تھی۔"

یہ کہتے ہی وہ ثانی سے لپٹ کر رونے لگی۔ ثانی نے کہا۔ "تم دونوں کو شرم آنی چاہیے۔ اپنی معصوم بہن کو رلا دیا۔"

پارس نے ثنا کے سر پر ہاتھ مار کر کہا "اے رونے والی! بھائی کے گلے نہیں لگو گی؟"

وہ ثانی سے الگ ہو کر پارس کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگی۔ وہ اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا "ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آنسو کام نہیں آتے۔ تمہیں پتھر بننا پڑے گا اور ہم تمہیں پتھر بنائیں گے۔"

ثانی نے کہا "اب چلو یہاں سے۔ ہمارے تین شکار یہاں سے جا چکے ہیں۔"

وہ چاروں وہاں سے چلتے ہوئے پارکنگ ایریا میں آئے۔ وہاں پارس کی ذاتی کار موجود تھی۔ پارس اور پورس اگلی سیٹوں پر، ثانی اور ثنا پچھلی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ پارس نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے پارکنگ ایریا سے نکل کر پورس سے کہا۔ "پیرس کی طرح یہاں بھی ہمارے کئی بنگلوز ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں بنگلوز میں نہیں جانا چاہیے۔ ہم سب نے اپنے چہرے بدلے ہوئے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

پورس نے کہا "جہاں الپا گئی ہے، اسی ہوٹل میں رہنا مناسب ہوگا۔ دشمنوں کے قریب رہنے سے ذہن جاگتا رہتا ہے۔"

ثانی نے کہا "درست کہتے ہو مگر یہ تو بتاؤ، ان تینوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

پارس نے کہا "ثانی! یہ بات پورس سے نہ پوچھو۔ میں جانتا ہوں جو کچھ پورس ان کے ساتھ کرنا چاہتا ہے، وہی بات میرے بھی دماغ میں ہے۔"

ثانی نے کہا "یہ کئی بار آزمایا گیا ہے کہ تم دونوں ایک جیسی پلاننگ کرتے ہو۔ آج تو ایک جیسے لباس اور ایک جیسے بھیس بدلے ہوئے چہرے دیکھ کر حیرانی اور بڑھ گئی ہے۔ ویسے میں یہ بتا سکتی ہوں کہ تم دونوں ان کے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔"

پارس نے کہا "بتاؤ ہم کیا کریں گے؟"

وہ بولی "ثنا کی ذہانت کو پہلے آزمایا جائے۔ بولو ثنا؟"

ثنا نے کہا "میں نے جو تعلیم حاصل کی ہے اس کے مطابق کہتی ہوں، جو صراطِ مستقیم پر سچائی سے چلنا چاہتا ہو اسے گمراہی اور شیطانوں کی صحبت سے ضرور نکالنا چاہیے۔ شیڈو راہِ راست پر آنا چاہتا تھا لیکن الپا اسے ٹریپ کر کے لے گئی۔ ہمیں سب سے پہلے شیڈو کو الپا کے تنویمی عمل سے آزاد کرانا چاہیے۔"

اس کی باتیں سن کر پارس نے کہا "اب تم بولو ثانی!"

ثانی نے کہا "شیڈو، الپا کا معمول اور تابع ہے۔ اگر ہم الپا پر تنویمی عمل کر کے اس کا برین واش کردیں اور اسے تھارن کے مینانزم سے آزاد کرا کے اپنا معمولہ اور تابع بنالیں تو شیڈو خود بخود الپا کے تنویمی عمل سے آزاد ہو جائے گا اور تھارن بھی الپا کا حاکم بن کر نہیں رہ سکے گا۔"

"پھر تو کھیل ختم اور پیسہ ہضم۔"

ثانی نے پارس سے کہا "اے! مجھے طعنہ نہ دو۔ کیا ان تینوں کو ختم کردینا چاہتے ہو؟ اسی لیے کھیل ختم کہہ رہے ہو۔"

"وہ تینوں معمولی دشمن نہیں ہیں۔ تینوں غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ انہیں اپنے ہاتھوں سے کیوں ختم کیا جائے۔ خود ہی انہیں ختم ہونے دو۔"

ثانی نے پوچھا "تم کیا کہتے ہو پورس؟"

"وہی جو پارس کہہ رہا ہے۔ ہم دونوں ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دماغ میں پہنچ کر اور ایک دوسرے سے مشورہ کر کے ایک ہی بات نہیں بولتے ہیں۔ تم اور ثنا ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ تم دونوں باری باری ہمارے دماغوں میں آکر خیالات پڑھو۔ معلوم ہوگا کہ ہمارا لائن آف ایکشن ایک ہی ہے۔"

ثانی اور ثنا خیال خوانی کی پرواز کر کے پہلے پورس کے دماغ میں پہنچیں۔ وہ ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے بولا "الپا آج تک یہودیوں کی بہت بڑی خفیہ کار رہی رہی۔ اس نے اپنے ملک اور قوم کی خاطر پارس کو بھی چھوڑ دیا۔ زندگی میں پہلی بار وہ اپنے ملک اور قوم سے غداری کر کے اپنے عامل تھارن کے ساتھ اسرائیل چھوڑ کر آئی۔ اپنی ہی قوم کو اور اپنے ہی ملک کے اکابرین کو دھوکا دیا ہے۔ کیا ہم ابھی یہ تماشا نہ دیکھیں کہ الپا کے بغیر اسرائیل کے اکابرین کن مشکلات سے دوچار ہوتے رہیں گے۔"

ثانی نے کہا "بے شک وہ لوگ الپا کے بل پر شیطانی

حرکتیں کرتے رہے ہیں۔ اب ان کی بے بسی کا تماشا دیکھنا چاہیے۔ لہٰذا الپا کے دماغ پر تنویمی عمل کے جو اثرات ہیں، انہیں قائم رکھنا چاہیے۔"

پورس نے کہا "تم اور ثنا آج رات تھارن کے خوابیدہ دماغ میں جاؤ گی۔ وہ نشہ کرتا ہے۔ اس پر آسانی سے تنویمی عمل کر کے اپنا معمول اور تابع بنالوگی اور الپا کو بدستور اس کی معمولہ اور تابع رہنے دو گی کیونکہ تھارن آئندہ الپا کو جو بھی حکم دے گا، وہ ہماری مرضی سے دے گا۔ اس طرح ہمارا تابع تھارن اور تھارن کی تابع الپا رہے گی۔"

"اور شیڈو؟"

"ہم شیڈو کے لیے کوئی زحمت نہیں کریں گے۔ تھارن ہماری مرضی کے مطابق الپا کو حکم دے گا کہ وہ شیڈو کو اپنے تنویمی عمل سے آزاد کردے اور تابع الپا کو ایسا کرنا پڑے گا۔"

"یہ پلان اچھا ہے۔ صرف تھارن کی لگام ہاتھ میں لے کر تینوں کو اپنے قابو میں رکھا جاسکتا ہے۔"

"تینوں کو نہیں، دونوں کو کیونکہ کل تک شیڈو الپا کی گرفت سے نکل جائے گا اور اپنے وعدے کے مطابق راہِ راست پر چلنا چاہے گا تو اسے علی بھائی کے پاس بھیج دیا جائے گا۔"

ثانی اور ثنا نے پارس کے دماغ میں آکر پوچھا "تم کیا کہتے ہو؟"

"وہی جو پورس نے کہا ہے۔"

"تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے۔ اس کے دماغ میں نہیں گئے پھر کیسے جانتے ہو کہ پورس نے کیا کہا ہے؟"

"دو دماغ ایک جیسے ہوں اور ایک ہی طرح تمام حالات کا تجزیہ کرتے ہوں تو پھر دونوں ایک ہی نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ چونکہ کار ڈرائیو کر رہا ہوں اس لیے تفصیل سے نہیں بتاؤں گا۔ مختصراً کہتا ہوں۔ یہودی اکابرین کے غباروں سے ہوا نکلنے لگی۔ یعنی الپا کو تھارن کی تابع بن کر رہنے دو۔ شیڈو خود بخود ان کے دام سے نکل آئے گا۔ اب جاؤ میرے دماغ سے۔"

وہ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھا پھر ثانی نے پارس اور پورس کی طرف دیکھ کر کہا "اللہ رحم کرے۔ پتا نہیں، تم دونوں کی جوڑی کیا رنگ لائے گی؟"

○☆○

امریکا دور دراز کے ممالک کو اپنے زیرِ اثر رکھتا تھا لیکن اپنے ساتھ ہی جڑے ہوئے ملک کولمبیا کی حکومت کو کٹھ پتلی حکومت بنانے میں ناکام رہا تھا۔ اس ناکامی کے باعث امریکی، کولمبیا میں دہشت گردی، تخریب کاری اور منشیات فروشی کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ وہاں ڈرگ مافیا کے گاڈ فادر کارسیلو نے امریکا کی مدد سے اتنی طاقت اور اپنی ذاتی فوج تیار کرلی تھی کہ اس طاقت کے بل پر وہاں کی حکومت پر حاوی رہتا تھا۔

پچھلے دنوں ناصرہ، ثنا اور ثانی نے گاڈ فادر کارسیلو کو اپنا معمول اور تابع بنالیا تھا۔ اس گاڈ فادر نے ان کی مرضی کے مطابق سب سے پہلے اپنے پوست کے کھیتوں کو جلا دیا تھا تاکہ افیون، چرس اور ہیروئن کا دھندا فروغ نہ پاسکے۔ اس نے امریکی نمائندوں سے بھی کہا تھا کہ وہ کولمبیا کے حکومتی معاملات میں مداخلت نہ کریں۔

جب گاڈ فادر کارسیلو ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر آگیا تو وہاں امریکا کی برتری ختم ہونے لگی لیکن ایسا عارضی طور پر ہوا تھا کیونکہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ذاتی معاملات میں الجھ گئے تھے۔ نیلماں نے ناصرہ کے ذریعے ایسی شیطانی حرکتیں کی تھیں کہ وہ ناصرہ کو بچانے کی خاطر کولمبیا کی حکومت اور گاڈ فادر کارسیلو سے غافل ہو گئے تھے۔ ناصرہ وہاں سے فرار ہوئی تو ثنا اور پورس نے بھی کولمبیا چھوڑ دیا۔ امریکا سے لندن چلے گئے۔

اس دوران میں مہاراج اور مہیش کو ایسے دس فوجی جوانوں اور چار افسروں کے حوالے کیا گیا تھا جو یوگا کے ماہر تھے۔ امریکی اکابرین اس بات پر رضامند ہو گئے تھے کہ ان میں سے کسی کا رابطہ مہاراج اور مہیش سے نہیں رہے گا اور نہ کوئی یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے گا کہ ان دونوں کو کہاں رکھا گیا ہے اور انہیں کس قسم کی ٹریننگ دی جارہی ہے۔

پہلے امریکن آرمی کے دو سراغ رسانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ کسی طرح کولمبیا کے حکمران اور ڈرگ مافیا کے گاڈ فادر کارسیلو اور ان کے سیکریٹری اور مشیروں کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کریں۔ اس کام میں دو چار دن لگے۔ مہاراج کو حکم دیا گیا کہ وہ آواز اور لہجہ بدل کر باری باری ان سب کے دماغوں پر تنویمی عمل کرے اور اس اجنبی لب و لہجے کو ان کے ذہن پر نقش کردے۔ آئندہ پھر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں میں نہیں آسکے گا۔

امریکی اکابرین یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ باپ بیٹے کبھی کسی کے دوست یا وفادار بن کر نہیں رہتے اس لیے انہوں نے اپنے ایک بہت ہی ماہر اور تجربے کار ہپناٹائز کرنے

والے کے ذریعے اپنی موجودگی میں باری باری دونوں باپ بیٹوں پر تنویمی عمل کرایا۔ ان کے دماغوں میں یہ نقش کیا کہ وہ اپنی آخری سانس تک امریکا کے وفادار رہیں گے۔ ان کے دماغوں کو لاک کروایا گیا تاکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر کبھی نہ آسکے۔ انہیں تنویمی عمل کے ذریعے اتنی مضبوطی سے جکڑ دیا گیا تھا کہ آئندہ کوئی دشمن انہیں ٹریپ کرکے کبھی امریکا کے خلاف استعمال نہیں کرسکتا تھا۔

ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے کہ یوگا کے ماہر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پھانسنے کے لیے انہیں اعصابی طور پر کمزور کیا جاتا ہے یا انہیں زخمی کرکے ان کی دماغی توانائی کو کمزور بنا کر ان کے دماغوں تک پہنچا جاتا ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر باپ بیٹوں کے دماغوں میں یہ بات نقش کی گئی کہ وہ کچھ کھانے پینے سے پہلے اپنے خاص ڈاکٹر سے ان چیزوں کا معائنہ کرائیں گے اور کسی وجہ سے خاص ڈاکٹر موجود نہ ہو تو کسی دوسرے ڈاکٹر کے دماغ پر قبضہ جما کر ان سے کھانے پینے کی چیزیں چیک کرائیں پھر انہیں استعمال کریں۔

پھر یہ طے کیا گیا کہ نامعلوم دشمن چھپ کر باپ بیٹوں کو زخمی نہ کرسکیں۔ اس مقصد کے لیے یوگا جاننے والے دو مسلح گارڈز باپ کے ساتھ اور دو مسلح گارڈز بیٹے کے ساتھ رہیں گے۔ ان کے علاوہ چھ مسلح گارڈز سادے لباس میں خفیہ طور پر ان کی نگرانی کرتے رہیں گے۔

انہیں جس خفیہ رہائش گاہ میں رکھا گیا تھا وہاں مہاراج کو کولمبیا کی مقامی زبان سکھائی جارہی تھی۔ اگرچہ عام طور پر انگریزی بولی جاتی تھی لیکن انگریزی کے تلفظ اور لہجے میں فرق ہوتا ہے۔ وہ فرق بھی مہاراج کو بتایا جارہا تھا۔ دشمنوں سے کسی بھی معاملے میں نمٹنے کے طریقے سکھانے کے باوجود یہ اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ کوئی مشکل پیش آئے اور وہ کسی دشمن سے نمٹنے میں دشواری محسوس کریں تو فوراً اپنے نگراں افسران سے مشورہ لیں یا کہیں روپوش ہوجائیں۔

امریکا کو سب سے بڑا خطرہ جمہوریہ چین سے تھا۔ وہ طاقت ور ملک آئندہ رفتہ رفتہ پورے ایشیا پر غالب آکر امریکی اثرات کو وہاں سے ختم کرسکتا تھا۔ اس خطرے سے بچنے کے لیے امریکا، ایشیا کے کئی ترقی پذیر اور پس ماندہ ممالک کو مالی قرضے اور دیگر امداد پہنچا کر انہیں اپنا محتاج بنا رہا تھا۔ اب اس کی نظر کوریا پر تھی۔ شمالی کوریا جمہوریہ چین کی سرحد کے ساتھ تھا۔ اگر کوریا کی حکومت کو امریکا اپنی کٹھ پتلی حکومت بنانے میں کامیاب ہوجاتا تو آئندہ جمہوریہ چین کو اس راستے پیش قدمی کا موقع نہ ملتا۔ میش کو کوریا کی زبان سکھائی جارہی تھی تاکہ وہ ان کی زبان سمجھ کر کسی بھی کوریا کے حکمران اور وہاں کے اہم اکابرین کے دماغوں تک پہنچ سکے۔ باپ کی طرح بیٹے کو بھی ہر طرح سے مکمل ٹریننگ دی جارہی تھی لیکن ایک اٹل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ذہن دیا ہے مگر ذہانت سب کو نہیں دی۔ ایسے بھی لوگ ہیں، جنہیں محنت اور لگن سے ذہانت سے کام لینے کی توفیق دی گئی ہے وہ باپ بیٹے محنت اور لگن سے ذہین بن سکتے تھے اور ہیشہ کی طرح چیمنیس کے گوبر کی طرح گوبر ہی رہتے۔

یہ ان باپ بیٹے کی مختصر روداد تھی کہ امریکی اکابرین انہیں کتنی محنت سے پالش کرکے چمکانے کی کوششیں کررہے تھے اور یہ طے کیا تھا کہ اگر وہ غلطیاں کریں گے تو ایسے وقت ان کی کڑی نگرانی کی جائے گی۔ ان سے کبھی نقصان پہنچ سکتا تھا لیکن ان کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہزاروں لاکھوں میل دور اپنے ٹارگٹ تک پہنچ سکتے تھے۔

دوسری طرف ناصرہ تھی جو..... نیلماں کے زیر اثر دو بھارت پہنچ گئی تھی اور وہاں ایک ویران علاقے کے ایک کھنڈر میں رہ کر دن رات پوجا اور تپسیا کرنے لگی تھی۔ نیلماں اپنی کھوئی ہوئی آتما شکتی پھر سے حاصل کرسکے۔

اس کھنڈر سے تین کلو میٹر دور ایک بہت بڑے جاگیردار دھنی رام پنچ دھاری کی ایک شان دار حویلی تھی۔ حویلی سے دو کلو میٹر دور ایک بستی تھی۔ وہاں جاگیردار کے کسان مزدور اور ضروریات کی چیزیں فروخت کرنے والے دکان دار رہتے تھے۔ ان میں سے ایک دکان دار بہت منافع حاصل کرتا تھا۔ چونکہ وہ دکان جاگیردار دھنی رام پنچ دھاری کی زمین پر تھی اس لیے اس کے کارندے اس دکان سے مفت سامان لے جاتے تھے۔ دھنی رام پنچ دھاری نے اپنے کارندوں کو چھوٹ دے رکھی تھی۔ وہ تمام دکان داروں سے نقدی یا اناج ٹیکس کے طور پر وصول کیا کرتے تھے۔

پہلے دن ناصرہ نے اس کھنڈر میں آکر وہاں کے ایک اندرونی حصے کی صفائی کی تاکہ وہاں بیٹھ کر یوگا کا کوئی آسن اختیار کرکے تپسیا کرسکے اور نیند آئے تو وہیں سو جایا کرے۔ قریب ہی ایک چھوٹا سا دریا بہتا تھا جہاں جاکر وہ پانی پی سکتی تھی اور اشنان کرسکتی تھی۔ تپسیا کے دوران میں وہ چوبیس گھنٹوں میں ایک بار کھاتی تھی۔ اس نے کھانے کا انتظام اس طرح کیا تھا کہ وہ زیادہ منافع کمانے والا مظلوم دکان دار ایک بیل گاڑی میں بڑے شہر سے ہزاروں روپے کا سامان خرید کر دکان داری کے لیے بستی کی دکان میں لے جارہا تھا۔ جب وہ کھنڈر کے سامنے سے گزرنے لگا تو ناصرہ اس نے آکر بولی "کون ہے تو؟ کہاں جارہا ہے؟"

وہ حیرانی سے بولا "بیٹی! تم جوان ہو۔ اس ویرانے میں کیا کررہی ہو؟ کہیں جانا ہو تو آؤ میری گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں گھر پہنچا دوں گا۔"

وہ بولی "تم نے مجھے بیٹی کہا ہے۔ بولو کیا چاہتے ہو؟ جو مانگو گے، ملے گا۔"

اس کا عقیدہ تھا کہ لکشمی دیوی کسی پر مہربان ہوتی ہے تو وہ بوڑھا عورت کا روپ دھار کر آتی ہے۔ وہ گاڑی سے اتر کر ہاتھ جوڑ کر بولا "دیوی جی! آپ انتر گیانی (اندر کی بات جاننے والی) ہیں۔ میری بپتا (مصیبت) کو سمجھ سکتی ہیں۔"

نیلماں نے ناصرہ کے ذریعے اتنی دیر میں اس کے کچھ خیالات معلوم کرلیے تھے۔ وہ بولی "تمہارا نام جگت نارائن اور جاگیردار دھنی رام پنچ دھاری کے کارندے تم پر ظلم ڈھاتے ہیں۔ آج سے نہیں کریں گے۔ تم یہ مال اپنے گھر میں رکھ کر جاگیردار کی حویلی میں جاؤ۔ اس جاگیردار سے کہو۔ آج تمہارا جو بھی کارندہ حرام کھانے تمہارے پاس آئے گا، نقصان اٹھائے گا یا جان سے مارا جائے گا۔"

وہ بولا "دیوی جی! یہ آپ کی کرپا ہے مگر وہ جاگیردار۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی "جاگیردار ظالم ہے۔ حویلی میں آنے والوں کو جوتے مارتا ہے۔ اپنے کارندوں سے ان کی پٹائی کراتا ہے۔ تم وہاں جانے کی ہمت نہیں کرسکتے مگر جاؤ گے۔ تمہارے اندر شکتی پیدا کروں گی۔"

"اس سے بڑی بات اور کیا ہوگی کہ آپ مجھے شکتی دیں گی۔"

"میں تمہارے لیے بہت کچھ کروں گی لیکن یہ بات یاد رکھو کسی کے سامنے کبھی میرا ذکر نہ کرنا۔ اپنی دھرم پتنی اور بچوں سے بھی بھول کر یہ نہ کہنا کہ اس کھنڈر میں کوئی تنہا رہتا ہے۔"

"میں وچن دیتا ہوں۔ اپنی پرچھائیں سے بھی آپ کی بات نہیں کہوں گا۔"

"میں تمہارے کام آؤں گی۔ تم میرے کام آؤ گے۔ ہر روز میرے لیے کھانا لاؤ گے۔"

"ضرور لاؤں گا۔ اچھے سے اچھا کھانا لاؤں گا۔"

"مچھلی، مچھلی اور انڈا نہیں کھاتی۔ کبھی چاول اور روٹی کے ساتھ ساگ سبزی کھاتی ہوں۔ ایک لوٹا اور ایک سادی سی ساڑی بھی لے آنا۔ اب جاؤ۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے سر بیل گاڑی میں بیٹھ کر اسے ہانکتا ہوا اپنی بستی میں آیا۔

دو ملازموں سے بولا "گاڑی کا مال اتار کر گودام میں رکھو۔ میں حویلی سے آتا ہوں۔"

وہ وہاں سے پیدل چلتا ہوا دو کلو میٹر دور حویلی کے بڑے دروازے پر پہنچا۔ وہاں دربان لاٹھیاں لیے کھڑے تھے۔ اس نے ایک دربان سے کہا "جا۔ اپنے مالک دھنی رام پنچ دھاری سے بول سیٹھ جگت نارائن ملنے آیا ہے۔"

دربان نے کہا "کیا تو گھاس کھا گیا ہے؟ ہمارے مالک کا نام لے رہا ہے؟"

نیلماں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا "اچھا سیٹھ جی! میں مالک کو جاگر بولتا ہوں۔"

وہ دوڑتا ہوا چلا گیا۔ جگت نارائن پریشان ہو کر سوچ رہا تھا "مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ وہ دیوی جی میرے اندر شکتی پیدا کررہی ہے۔ وہ دربان بھی پہلے اکڑ دکھا رہا تھا پھر میرے سامنے ہاتھ جوڑ کر دوڑتا ہوا گیا ہے۔"

حویلی کے اندر جب دھنی رام پنچ دھاری نے سنا کہ جگت نارائن باغی بن کر آیا ہے تو اس نے اپنے دو گن مین سے کہا "جاؤ جگت نارائن کی پٹائی کرو۔ وہ بغاوت سے باز نہ آئے تو اسے گولی مار کر اس کی لاش کہیں چھپا دو۔"

وہ دونوں گن مین حویلی کے باہر بڑے گیٹ کے پاس آئے پھر ایک گن مین نے جگت نارائن کو دیکھ کر کہا "کیوں بے سیٹھ! تجھے زیادہ چربی چڑھ گئی ہے؟"

پھر اس نے اپنے گن مین ساتھی سے کہا "ہریا! تو بھی کچھ بول؟"

ہریا نے کہا "بولنا کیا ہے۔ اس کتے سیٹھ کی پٹائی کرو۔"

نیلماں نے ہریا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اپنے ساتھی سے بولا "ابے میں اتنے مہان سیٹھ کو کتا کہہ رہا ہوں اور تو خاموشی سے سن رہا ہے۔ تجھ جیسے کتے کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

یہ کہتے ہی ہریا نے اپنے ساتھی گن مین کے سنبھلنے سے پہلے ہی اسے گولی ماردی پھر گیٹ پر کھڑے ہوئے دو دربانوں سے بولا "تم لوگوں نے سیٹھ جگت نارائن کو حویلی کے اندر کیوں نہیں جانے دیا۔ تم نے سیٹھ صاحب کا اپمان (توہین) کیا ہے۔"

اس نے ان دونوں کو بھی گولیوں سے ہلاک کردیا پھر ہاتھ جوڑ کر بولا "آؤ سیٹھ جی! ہمرے ہوتے ہوئے کوئی آپ کو نہیں روکے گا۔"

جاگیردار دھنی رام پنچ دھاری نے تین بار فائرنگ کی آواز سنی۔ ایسے وقت نیلماں اس کے دماغ میں آگئی۔

دوسرے مسلح کارندے باہر جانا چاہتے تھے۔ پنچ دھاری نے کہا "رک جاؤ۔ سیٹھ جگت نارائن آرہا ہے۔ تم میں سے کوئی اس سے بدتمیزی نہیں کرے گا بلکہ ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر اسے مان دے گا۔"

جگت نارائن کا حوصلہ اب بڑھ گیا تھا۔ وہ "جے دیوی کی جے دیوی کی" بولتا ہوا ہرا کے ساتھ حویلی کے اندر آیا۔ پنچ دھاری ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اٹھ کر اور ہاتھ جوڑ کر بولا "آیئے مہاراج جگت نارائن! یہ آپ ہی کی حویلی ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

جگت نارائن نے کہا "اپنے تمام کارندوں سے کہہ دو... وہ کبھی میرے گھر اور میری دکان کے قریب نہ آئیں۔ نہ میری دکان سے کوئی چیز اٹھا کر لے جائیں۔ اس راستے سے گزرنا ہو تو میری دکان سے دور رہ کر گزریں۔"

"ٹھیک ہے۔ میرا کوئی کارندہ کبھی آپ کو پریشان کرنے نہیں آئے گا۔"

"آج تک میرا جو نقصان ہوا ہے' اسے تم پورا کرو۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آکر اس کے سامنے ایک بڑی سی گٹھڑی کھولی۔ اس میں ڈھیر سارے سونے کے زیورات اور بڑے نوٹوں کی کئی گڈیاں تھیں۔ سیٹھ جگت نارائن کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ جاگیردار پنچ دھاری نے کہا "مہاراج! میں آپ کا نقصان پورا کررہا ہوں۔ یہ دو لاکھ روپے نقد اور ڈیڑھ لاکھ روپے کے زیورات ہیں۔ انہیں لے جائیں۔ یہ آپ کے ہیں۔"

جگت نارائن حیرت اور خوشی سے دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ "جے دیوی کی۔ جے لکشمی دیوی کی۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ لکشمی دیوی روپ دھار کر کے میرے بھاگ جگانے آگئی ہیں۔"

جاگیردار کے حکم سے اس کے گن مین جگت نارائن کو ایک جیپ میں گھر تک چھوڑنے آئے پھر اسے پرنام کہہ کر چلے گئے۔ اس کی دھرم پتنی نے پوچھا "کیا بات ہے؟ جاگیردار کے کارندے تمہیں یہاں تک گاڑی میں لائے ہیں؟"

اس نے گھر کے اندر آکر دروازے کو اندر سے بند کرکے پہلے تجوری کھولی پھر گٹھڑی کھولی تو اس کی بیوی کھڑے کھڑے فرش پر گر پڑی۔ حیرانی سے پوچھنے لگی "ہائے رام! اتنا خزانہ کہاں سے لائے ہو؟"

وہ بولا "لکشمی دیوی ہم پر مہربان ہوگئی ہے۔ اس کے بعد اور تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ بار بار پوچھو گی تو لات مار کر گھر سے نکال دوں گا۔ بچوں کو بھی سمجھا دو۔ وہ گھر کے اندر کی کوئی بات باہر کسی سے نہ بولیں۔ اگر دولت آیا کرے گی اور بات باہر کسی کو معلوم ہوگی تو ہر لوگوں کو گولی مار دوں گا۔"

اس نے دھمکیاں دے کر بیوی اور بچوں کی زبان بند کردی۔ نیلماں (ناصرہ) کے لیے سادی سی ساڑی کے ساتھ شام کا کھانا بھی لے گیا۔ وہ دریا سے اشنان کرنے کے بعد لباس بدل کر آئی اور کھانے کے لیے بیٹھ گئی۔ وہ ہاتھ دھو کر بولا "دھندے ہو دیوی جی! آپ نے ایک ہی دن میں میری قسمت پلٹ دی۔ میرے پاس اتنی دولت ہوگئی ہے کہ میں اسے اپنے اور تین کی چاردیواری سے بنے ہوئے گھر میں چھپا کر نہیں رکھ سکوں گا اور جاگیردار نے آج تک کسی کو پکا مکان بنانے کی اجازت نہیں دی ہے۔"

نیلماں نے کہا "تمہارے پاس اس سے بھی زیادہ دولت آتی رہے گی۔ تمہیں جتنی زمین کی ضرورت ہے' اپنے لیے عالیشان محل بناؤ۔ جاگیردار پنچ دھاری اور زمینیں تمہارے نام لکھ دے گا۔"

وہ خوش ہو کر اس کے قدموں میں جھک گیا۔ پھر نے کہا "میرے حکم پر سختی سے عمل کرتے رہو۔ جب تک یہاں رہوں گی' تم بڑے شہروں میں رہنے اور بچوں کو دلانے کی خواہش نہیں کرو گے۔ صرف تم اپنی دکان کے مال خریدنے کے لیے بڑی سی موٹر گاڑی میں جاؤ گے۔ گاڑی کے پیچھے مال رکھ کر لاؤ گے۔"

"دیوی جی کی جے ہو۔ میں کنگو تیلی جیسا تھا۔ آپ نے مجھے راجا بھوج بنا دیا ہے۔"

"ہر شام ٹھیک چھ بجے میرے لیے کھانا لے کر آؤ گے نکلو۔ میں تمہاری نگرانی کروں گی۔ وہاں کا جو بھی شخص میں مبتلا ہو کر تمہارا پیچھا کرے گا' میں اسے راستے دیا کروں گی۔ یہاں تمہارے سوا دوسرا نہیں آئے گا۔ آئے گا تو جان سے مارا جائے گا۔"

اس کے کھانے کے بعد وہ برتن لے کر واپس گیا۔ نیلماں رازداری چاہتی تھی۔ اسی لیے جگت نارائن کو بچوں کے ساتھ کسی شہر میں رہنے سے منع کررہی تھی۔ وہ بھی جانتی تھی کہ اس کی گوشہ نشینی اور روپوشی بہتر رہے گی کیونکہ جگت نارائن مال خریدنے شہر جائے گا تو ٹیلی پیتھی جاننے والا اتفاقاً اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی روپوشی کی جگہ معلوم کرلے گا۔

پھر جاگیردار دھنی رام پنچ دھاری اس بات پر حیران تھا کہ وہ سیٹھ جگت نارائن کے سامنے بے بس کیوں ہوا ہے۔ یہ بات اس کی سمجھ میں کبھی نہ آتی لیکن وہ بھی بڑے شہروں میں جاتا رہتا تھا۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا اتفاقاً اس کے دماغ میں بھی پہنچ کر جگت نارائن کے مالدار ہونے کی باتیں معلوم کرکے نیلماں تک پہنچ سکتا تھا۔

خود کو راز میں رکھنا اور پراسرار بن کر رہنا ممکن نہیں تھا کبھی کسی وجہ سے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے نیلماں کا پتا لگا سکتے تھے۔ ویسے فی الحال وہ مطمئن تھی کہ ان کی کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا بھارت میں نہیں ہے اور بھارت کی انتہائی جنوب مغربی بندرگاہ کالی کٹ سے پانچ سو کلومیٹر دور تھی۔ وہ ایسا علاقہ تھا' جہاں نہ کوئی تفریح کے لیے جاتا تھا اور نہ ہی کوئی بس وغیرہ وہاں سے گزرتی تھی۔ لوگ گاڑیوں میں سفر کرتے تھے۔

اگر پورس بھی اپنے بھارت دیس میں آتا تو اتنی دور پرس جانے میں بور ہونے کے لیے کبھی نہ آتا۔ اس حساب سے نیلماں کو یقین تھا کہ سال یا چھ ماہ تک اس کھنڈر کی طرف کوئی نہیں آئے گا اور وہ چار یا چھ ماہ میں مسلسل تپسیا کرتے ہوئے بڑی حد تک آتما شکتی حاصل کرلے گی۔ اس کے بعد جگہ بدل بدل کر بھرپور شکتی حاصل کرتی رہے گی۔

○☆○

الپا' تھارن اور شیڈو نے دوسری صبح کی فلائٹ سے جانے کے لیے تین ٹکٹ حاصل کرلیے تھے اور ایک گزارنے کے لیے شیرٹن ہوٹل میں آگئے تھے۔ تھارن کے کھانے سے پہلے خوب پینے کا عادی تھا۔ اس لیے بار میں آگیا۔ الپا اور شیڈو نے اسے سمجھایا کہ آج زیادہ نہیں پینا چاہیے۔ اگر وہ مدہوش ہونے کے بعد سوگیا تو دوسرے دن دیر تک سوتا رہے گا جبکہ صبح آٹھ بجے روانہ ہونا ہوگی اور انہیں چھ بجے تک ائرپورٹ پہنچنا

اس نے وعدہ کیا' وہ بہت کم پیے گا اور رات کو جلدی سوجائے گا۔ الپا نے کہا "میں شیڈو کے ساتھ بیس منٹ کے بعد بال میں جاؤں گی۔ تم آدھے گھنٹے میں صرف دو آجاؤ۔"

نگ ہال میں شیڈو کے ساتھ گئی۔ تھارن نے پہلا پینا شروع کیا۔ وہ وہسکی میں سوڈا ملا کر پینے کا عادی جانے اس کے دماغ میں رہ کر عادت بدل دی۔ اس پیگ میں وہسکی زیادہ اور سوڈا کم ملایا۔ دوسرے پیگ میں سوڈا ملانا بھول گیا۔ خالص وہسکی حلق سے اتارنے لگا۔ دو ہی پیگ میں در و دیوار گھومنے لگے۔ سر ذرا چکرانے لگا۔ الپا اور شیڈو نے آکر کہا "ڈانسنگ ہال میں چلو۔"

وہ تیسرا پیگ منہ تک لا کر بولا "ابھی چلتا ہوں۔"

الپا نے حیرانی سے پوچھا "تم خالص وہسکی کیوں پی رہے ہو؟ سوڈا ملاؤ۔"

اس کے سمجھانے تک اس نے ایک ہی سانس میں غٹاغٹ گلاس خالی کردیا پھر گلاس میز پر زور سے رکھتے ہوئے کہا "ایک اور لارج پیگ۔"

الپا نے گلاس ہٹا کر کہا "نہیں۔ اب تم نہیں پیو گے۔"

اس نے اٹھتے ہوئے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر مارا۔ وہ لڑکھڑا کر گرنے والی تھی۔ شیڈو نے اسے سنبھال لیا۔ آس پاس کی عورتیں اور مرد چونک کر دیکھنے لگے۔ وہ اپنی توہین محسوس کررہی تھی مگر اس کی معمولہ تھی۔ کچھ کہہ نہیں سکتی تھی اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے پینے سے نہیں روک سکتی تھی۔

شیڈو نے کہا "تھارن کوئی بات نہیں۔ تم اور پینا چاہتے ہو ضرور پیو۔ میں تمہارے لیے بوتل لیتا ہوں۔ اپنے کمرے میں چل کر پینا مناسب رہے گا۔ یہاں تماشا نہ بنو۔"

وہ ایک بوتل خرید کر تھارن کو سہارا دیتے ہوئے لفٹ کے ذریعے کمرے میں آیا۔ الپا بستر کے سرے پر آکر سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ اسے اپنی توہین کا شدت سے احساس ہورہا تھا لیکن تھپڑ مارنے والے تھارن سے نفرت نہیں ہورہی تھی۔ اس کے دماغ میں یہ نقش تھا کہ تھارن اس کے جسم و جان اور دماغ کا مالک و مختار ہے۔ وہ جیسا چاہے' ویسا سلوک کرسکتا ہے۔

تھارن کو اتنا نشہ ہوگیا تھا کہ جام اٹھاتے وقت اس کا ہاتھ ادھر اُدھر بھٹک رہا تھا۔ ذرا بھٹکنے کے بعد اسے اٹھا کر پینے لگا تو جام ناک اور ہونٹوں سے ٹکرانے لگا۔ کچھ وہسکی منہ میں جانے لگی اور زیادہ لباس میں گرنے لگی۔ شیڈو نے اس کے ہاتھ سے جام لے کر اسے سہارا دے کر اٹھایا پھر بستر پر لا کر لٹا دیا۔

الپا نے کہا "شکریہ شیڈو! تم نہ ہوتے تو اسے سنبھالنا مشکل ہوجاتا۔"

شیڈو گڈ نائٹ کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ الپا نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر تھارن کے پاس بستر پر آکر دوسری طرف منہ پھیر کر سوگئی۔

ثانی' ثنا' پارس اور پورس ایک کار میں لندن کی سیر

کر رہے تھے۔ انہوں نے رات کا کھانا ایک ریستوران میں کھایا۔ پورس نے پوچھا "دشمنوں کا کیا حال ہے؟"

ثانی نے کہا "میں وقفے وقفے سے تھارن کے دماغ میں جاتی رہتی ہوں۔ اسے کچھ زیادہ پلا دیا ہے۔ وہ مدہوش ہے۔ میں اور ثنا آدھی رات کے بعد اس کے اندر جا کر تنویمی عمل کریں گے۔"

پارس نے کہا "ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ الپا کے چلے آنے سے حکومتِ اسرائیل کے اکابرین پر کیا گزر رہی ہے۔"

ثانی نے کہا "ثنا! ہم دونوں ان اکابرین کے دماغوں میں جائیں گے۔"

وہ بولی "مجھے کسی ایک کے دماغ میں پہنچا دو پھر میں ایک کے ذریعے دوسرے تیسرے کے پاس جاتی رہوں گی۔"

ثانی نے اسے ایک حاکم کے اندر پہنچا دیا۔ خود فوج کے اعلیٰ افسران کے خیالات باری باری پڑھنے لگی۔ پتا چلا' وہ سب ابھی مطمئن ہیں کیونکہ الپا ان کی موجودگی میں تھارن اور شیڈو کے ساتھ روانہ ہوئی تھی۔ صرف برین آدم کچھ بے چین سا تھا۔ الپا کہیں باہر جاتی تھی تو دن میں دو بار اس سے رابطہ ضرور کرتی تھی۔ برین آدم کے حساب سے اسے لندن پہنچے ہوئے چھ گھنٹے ہو چکے تھے۔ اتنی دیر تک الپا کبھی اپنے غیر برادر سے لاتعلق نہیں رہی۔ ایسی کیا بات ہو گئی ہے کہ جسے برسوں سے بڑا بھائی سمجھ کر اس کے مشوروں پر عمل کرتی آئی ہے اس سے اس بار غافل ہو گئی ہے؟

الپا نے پارس اور پورس سے کہا "ابھی وہاں کے اکابرین مطمئن ہیں کیونکہ الپا ان سے کہہ کر یہاں آئی ہے۔ صرف برین آدم اس بات پر پریشان ہے کہ اس نے اس سے رابطہ کیوں نہیں کیا ہے؟"

پورس نے کہا "میرا خیال ہے' ان کی نیندیں اڑا دو۔ الپا بن کر انہیں بتا دو کہ وہ سونے کی چڑیا ہمیشہ کے لیے اسرائیل سے اڑ کر کسی دوسرے ملک میں چلی گئی ہے۔"

پارس نے کہا "وہ دوسروں کی نیندیں اڑاتے ہیں۔ آج ان کے بستروں پر کانٹے بچھا دو۔"

ثانی نے الپا کی آواز اور لب ولہجہ اختیار کیا پھر برین آدم کے پاس آ کر بولی "بگ برادر! آپ تمام اکابرین سے ابھی کہہ دیں کہ وہ اپنے اپنے سیکرٹ فون کے اسپیکر ایک دوسرے سے منسلک کر لیں۔ میں ایک اہم بات کہنے والی ہوں۔"

برین آدم نے ٹاپ سیکرٹ فون کا ریسیور اٹھا کر تمام اکابرین کو باری باری فون کیا کہ وہ اپنے اپنے سیکرٹ اپ آن کر لیں۔ الپا ایک اہم پیغام دینے والی ہے۔

تھوڑی دیر بعد ثانی نے پوچھا "کیا آپ تمام اکا میری آواز سن رہے ہیں؟"

برین آدم نے اسے الپا سمجھ کر اس کی بات اپنے پر دہرائی۔ تمام اکابرین نے باری باری کہا "ہم الپا کی تمہاری زبان سے سن سکیں گے۔ وہ کیا کہنا چاہتی ہے؟"

ثانی نے کہا "ایک دن ہر لڑکی کو میکے سے سسرال پڑتا ہے۔ آخر میں کتنے عرصے تک اسرائیل میں رہتی تھارن کے ساتھ سسرال چلی آئی ہوں اور اب اسرائیل واپس نہیں آؤں گی۔"

برین آدم نے پریشان ہو کر کہا "الپا! یہ کیا مذاق ہم کبھی یقین نہیں کر سکتے کہ تم تھارن کے ساتھ یہاں جانے کے بعد اب کبھی واپس نہیں آؤ گی۔ ہم تمام ملک اور قوم سے وفادار رہنے اور محبت کرنے کی تمہارے نام سے دیا کرتے ہیں۔"

"میں جانتی ہوں مگر آپ نہیں جانتے کہ تھارن مقناطیسی آنکھوں کے ذریعے مجھے اپنی معمولہ اور ہے۔ پہلے اس نے کہا تھا کہ ہم لندن تک جائیں گے لندن پہنچنے کے بعد دوسری فلائٹ سے دوسرے ملک آئے ہیں۔"

"تم ابھی کس ملک سے بول رہی ہو؟"

"سوری۔ تھارن نے حکم دیا ہے کہ میں اس ملک نہ بتاؤں۔ میں اس کی محکوم ہوں۔ اس کے حکم کے صرف اتنا بتا رہی ہوں کہ آپ سب میری واپسی کا انت کریں۔ تھارن مجھے یہاں سے بھی کہیں تیسرے ملک جانے والا ہے اور شاید آئندہ مجھے آپ لوگوں سے کرنے کی بھی اجازت نہیں دے گا۔ اوکے۔ سوفار۔"

ثانی دماغی طور پر پارس' پورس اور ثنا کے سامنے ہو گئی پھر مسکرا کر بتانے لگی کہ اب وہاں کے اکا اطمینان ختم ہو چکا ہے۔ موساد کے جاسوس الپا کو تلاش نہیں کریں گے کیونکہ اس نے ان اکابرین کو کہ تھارن' الپا کو دوسرے ملک لے گیا ہے پھر وہاں تیسرے ملک میں لے جائے گا۔

پارس نے کہا "آج اسرائیلی حکام اور دو سب رت جگا منائیں گے۔"

ثنا نے کہا "میں خیال خوانی کرتی ہوں۔ بھائی مشورے کے مطابق دشمنوں کے خلاف کچھ چالیں

ہیں لیکن آپ سب کے درمیان بیٹھ کر یوں لگتا ہے جیسے محفل میں مکتب ہوں۔ آپ لوگوں کی طرح حاضر دماغی اور ہلا کیاں سیکھتے سیکھتے عمر گزر جائے گی۔"

ثانی نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم برس دو برس ٹریننگ حاصل کر کے اتنی زبانیں اور اتنے ہنر سیکھ لو گی کہ فرج کی طرح احساس کمتری کو بھول جاؤ گی۔"

پارس نے کہا "اگر پورس کو اعتراض نہ ہو تو ہم ثنا کو ٹریننگ کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں بھیج سکتے ہیں۔"

پورس نے کہا "میں تمہاری بات پر اس لیے اعتراض نہیں کروں گا کہ ثنا کو دل کی گہرائیوں سے بہن مانتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ یہ بھی بڑے بڑے شہ زوروں کے مقابلے میں قابلِ شکست بن جائے۔"

ثانی نے اسی وقت آمنہ فرہاد سے رابطہ کیا۔ وہ جناب تمیزی کے سامنے حجرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ جناب تمیزی نے کہا "آمنہ! تمہارے پاس ثانی آئی ہے۔ اس سے کہو' اس ادارے کے دروازے صرف ثنا کے لیے ہی نہیں' پورس کے لیے بھی کھلے ہوئے ہیں۔"

آمنہ نے حیرانی سے کہا "ابتدا سے اب تک یہاں کے دروازے یہودیوں اور ہندوؤں کے لیے بند رکھے جاتے ہیں۔ آج تک کسی یہودی اور ہندو نے یہاں قدم نہیں رکھا۔"

انہوں نے فرمایا "درست کہتی ہو۔ ہم نے پارس کی شریکِ حیات بننے والی الپا کو بھی یہاں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ ہمیں انسانوں کو مذہب سے نہیں' ان کی نیتوں سے پہچاننا چاہیے۔ اگر ایک مسلمان صرف زبان سے کلمہ پڑھتا ہے لیکن نیت کا کھوٹا ہے اور اس کا ایمان کمزور ہے تو وہ ایک کافر کی طرح ناقابلِ اعتماد ہے۔ ہم جانتے تھے کہ الپا بھی ناقابلِ اعتبار ہے۔ اس کے ارادے اور نیت بدلتی رہتی ہے لیکن پورس نہیں بدلے گا۔ ہمارے اداروں میں ہمارا بیٹا ہیں کیونکہ ہم ان پر بھروسا کرتے ہیں۔ لہٰذا پورس پر بھروسا کرتے ہیں۔ وہ جب چاہے آ سکتا ہے۔"

ثانی شکریہ ادا کر کے دماغی طور پر حاضر ہوئی پھر خوشی سے پارس کا ہاتھ تھام کر بولی "ابھی ایسی خلافِ توقع خوشی کی بات سنو گے جسے سن کر تم اور پارس دونوں ہی حیران ہو جاؤ گے۔"

پارس نے پوچھا "ایسی کیا بات ہے؟"

"میں ادارے میں ثنا کی ٹریننگ کی اجازت لینے گئی تھی تو وہاں ماما (آمنہ) اور جناب تمیزی تھے۔ انہوں نے کچھ کہنے سے پہلے ہی کہہ دیا کہ میں ثنا کے لیے یہاں داخلے کی اجازت لینے آئی ہوں لیکن بابا صاحب کے ادارے کے دروازے صرف ثنا کے لیے نہیں' پورس کے لیے بھی کھلے ہیں۔ یہ جب چاہے آ سکتا ہے۔"

پورس خوشی سے کھل گیا۔ پارس نے حیرانی سے کہا۔ "آج تک کسی یہودی اور ہندو نے وہاں قدم نہیں رکھا ہے۔ جناب تمیزی نے پورس کو آنے کی اجازت دی ہے۔ اس کے پیچھے ضرور کوئی بات ہے۔"

"وہ کہہ رہے تھے کہ انسان اپنی نیک نیتی سے دین دار بنتا ہے خواہ وہ کسی بھی مذہب کا ہو۔ الپا تمہاری شریکِ حیات تھی لیکن انہوں نے اس یہودی عورت کو بھی ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ انہیں پورس کی نیت پر بھروسا ہے۔"

پورس اپنی ہتھیلی کی لکیریں دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں جناب تمیزی کا بے حد شکر گزار ہوں۔ بھارت کے ایک بہت بڑے دست شناس نے میرے ہاتھ کی ان لکیروں کو دیکھ کر کہا تھا کہ میں ہندو ہوں لیکن جوانی سے لے کر بڑھاپے میں مرتے دم تک مسلمانوں کے ساتھ زندگی گزاروں گا۔ اب دیکھ رہا ہوں کہ دست شناس کی پیش گوئی درست ثابت ہو رہی ہے۔"

پارس گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پورس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ بولا "جناب تمیزی نے بابا صاحب کے ادارے کے دروازے تم پر کھول دیے۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ وہ بہت گہرے ہیں۔ تمہیں ادارے میں خوش آمدید کہنے کے پیچھے کوئی بہت گہری بات ہے۔ تمہاری آمد ہم سب کے لیے انتہائی خوشی کی بات ہے لیکن جب کوئی بات بہت گہری ہو اور سمجھ میں نہ آتی ہو تو میں الجھ کر رہ جاتا ہوں۔"

پورس نے کہا "اگر ہم ان کے سامنے سر جھکا کر عرض کریں کہ وہ ہمیں الجھن سے نکالیں تو کیا وہ اپنے موجودہ فیصلے کی گہرائی تک ہمیں نہیں پہنچائیں گے؟"

"وہ روحانیت کے ذریعے موجودہ راز اور مستقبل کے اسرار جانتے ہیں لیکن روحانیت کے حامل پر یہ قدرتی پابندی ہوتی ہے کہ وہ ہم جیسے عام انسانوں کے سامنے محدود پیش گوئی کرتے ہیں یا محدود فیصلے سناتے ہیں۔ جس حقیقت کو راز میں رکھنا ہو' اسے زبان پر کبھی نہیں لاتے۔"

"ہم دونوں ان سے التجا کریں گے تو شاید وہ ہماری الجھنیں دور کر دیں۔ فی الحال تم اپنے ذہن کو نہ الجھاؤ۔"

وہ چاروں ریستوران سے نکل کر اپنی کار میں آئے پھر

تفریح کے انداز میں گھومتے ہوئے ہوٹل شیرٹن پہنچے۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ انہوں نے بھی اسی ہوٹل میں دو کمرے لیے تھے۔ ایک پارس اور پورس کے لیے اور دوسرا ثانی اور ثنا کے لیے لیکن وہ چاروں پہلے ایک ہی کمرے میں آئے۔ ہوٹل کے اسی کوریڈور میں الپا' تھارن اور شیڈو دو مختلف کمروں میں تھے۔ الپا سو گئی تھی اور تھارن تو چار گھنٹے پہلے ہی بدہوش ہو گیا تھا۔ ویسے تو وہ نیند میں تھا لیکن مدہوشی کم ہو گئی تھی۔ دماغ پر نشے کا غلبہ نہیں تھا۔ ایسے میں ثانی اور ثنا اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھنے لگیں۔

تھوڑی دیر بعد ثانی نے پارس اور پورس سے کہا "اس نے بہت پی لی ہے۔ نشے کے باعث اس کے خیالات ذرا ذرا سے بھٹک رہے ہیں۔ ایک آدھ گھنٹے میں اس کے خیالات ترتیب وار ہو جائیں گے پھر اس پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔ ثنا! کافی کا آرڈر دو۔ ابھی ہمیں جاگنا ہو گا۔"

پارس نے پوچھا "اس کے بے ترتیب خیالات کیا ہیں؟"

"اس کے دماغ میں ہیرے جواہرات سائے ہوئے ہیں۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے۔ سب لے گیا۔ وہ سب لے گیا ہے۔ الپا۔ ٹیلی پیتھی۔ وہ جزیرے میں رہے گا۔ ہیرے جواہرات الپا۔ ٹیلی پیتھی۔ وہ جزیرے میں رہے گا۔ ہیرے جواہرات الپا۔ ٹیلی پیتھی لائے گی۔"

پورس نے کہا "خیالات بے ترتیب ہیں مگر بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ تھارن اور شیڈو کے حصے کے بھی ہیرے جواہرات اَن نون کے پاس ہیں۔ جب شیڈو کی طرح اَن نون کو بھی ہیرے جواہرات کے ساتھ جزیرے میں قید کیا جائے گا تو الپا ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان ہیرے جواہرات کو لا سکے گی۔"

"علی اب اَن نون کو جزیرے میں نہیں پہنچائے گا۔ شیڈو وہاں کی قید سے نکل بھاگا ہے۔ اَن نون کو کوئی دوسری سزا دی جائے گی۔"

"اسی لیے اس نے الپا کو اپنی معمولہ بنایا ہے کہ علی جہاں بھی اَن نون کو ان ہیرے جواہرات کے ساتھ لے جائے گا' الپا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اَن نون کے دماغ میں رہ کر بتاتی رہے گی کہ اَن نون کو کہاں لے جایا جا رہا ہے اور ہیرے جواہرات کہاں چھپائے جا رہے ہیں۔"

ایک ٹرے میں کافی آ گئی۔ وہ سب پیتے ہوئے باتیں کرنے لگے۔

پورس نے کہا "تقدیر کے آگے ٹیلی پیتھی بھی کام نہیں آتی۔ اگلی الپا کی ٹیلی پیتھی کیا کام آئے گی؟ ثانی' ثنا اور انکل پاشا نے ٹیلی پیتھی کا زور لگایا۔ تدبیریں آزمائیں مگر تقدیر ناصرہ کو لے گئی۔"

پارس نے کہا "تقدیر صرف لے جاتی نہیں ہے' کبھی دے کر بھی جاتی ہے۔ جب پارس اور پورس مل گئے نیلمیں ہماری بھی مکاریاں دیکھے گی۔ بس اتنا معلوم ہو جائے کہ وہ کس ملک میں ہے۔"

ثانی نے کہا "ہم الپا کے معاملے سے نمٹ کر نیلمیں سراغ لگائیں گے لیکن تمہیں صبر کرنا ہو گا پورس! اگر بازی کی جائے گی اور نیلمیں کی آمنا قرآنی آنکھوں سے کر نکل بھاگے گی تو ناصرہ کا جسم مردہ ہو جائے گا۔"

پارس نے پوچھا "یار! کبھی تم یہ سوچتے ہو کہ جس سے ٹوٹ کر پیار کرتے ہو' وہ زندہ نہیں ہے؟ ایک ناپاک تمہارے سامنے ایک مردہ جسم پیش کرتی رہتی ہے۔"

"ہاں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے۔ میں جانتا ہوں کہ زندہ نہیں ہے لیکن جس طرح مرجانے والوں کی تصویریں میں لگا کر ہم اپنی تسلی کرتے ہیں اسی طرح مرجانے والی کو چلتے پھرتے دیکھ کر محبت بھی کرتا ہوں اور ماتم بھی۔"

"بھائی جان! آپ کے ساتھ بہت بڑی ٹریجڈی ہوا ہے۔"

ثانی نے کہا "میں پورس کو صبر کرنے کو کہہ رہا لیکن یہ بھی سمجھتی ہوں کہ اسے جلد تلاش نہ کیا گیا تو نیلم کی آمنا ناصرہ کے اندر رہ کر تپسیا کرتی رہے گی اور آمنا حاصل کرتی رہے گی۔"

پارس نے کہا "آج تم تھارن' الپا اور شیڈو سے لو۔ کل سے ہم ناصرہ کا سراغ لگانے کے لیے اپنی آزمائیں گے۔"

وہ دونوں کافی پینے کے بعد اس کمرے سے چلے ثانی اور ثنا خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی تھارن کے دماغ میں پہنچ گئیں۔ وہاں ثنا خاموش رہی اور ثانی نوٹ کرنے لگی۔

○☆○

جب میں عملی زندگی گزارنے لگتا ہوں یعنی ایکٹو رہتا ہوں تو مجھے اچھی طرح نہ بھوک لگتی ہے' نہ پوری نیند آتی ہے۔ جیرالڈ مجھے اور سنگریلا کو پچھلی رات کی پوری کرنے کے لیے ایک بنگلے میں چھوڑ گیا تھا۔ اس ایک کمرے میں سنگریلا سو رہا تھا اور میں دوسرے کمرے سونیا سے کچھ باتیں کرنے کے بعد سو گیا تھا۔

لیکن آدھے گھنٹے بعد ہی آنکھ کھل گئی۔ دماغ کہ

کہ جہاں تک روبرو مقابلے کا تعلق ہے' سنگریلا کے فائٹ کا انداز ہی سب سے مختلف اور انوکھا ہے۔ ایک تو اس کی ہڈیاں فولاد کی طرح سخت تھیں۔ دوسرا یہ کہ فلائنگ کک مارنے کا انداز عجیب و غریب تھا۔ وہ فضا میں اچھل کر گردش کرتے ہوئے پنکھے کی طرح بیک وقت لاتوں سے کئی ضربیں لگاتا ہوا دوسری طرف چلا جاتا تھا۔ اپنے مقابل کے ہاتھ نہیں آتا تھا۔

اسی لیے سونیا اس پر نفسیاتی حملے کر رہی تھی۔ اسے دوڑا رہی تھی۔ اسے غصے اور جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔ اسے دہشت زدہ کرنے کے لیے ائرپورٹ پر اس پر گولی چلائی تھی۔ اس کے بنگلے کے سامنے دو کاروں کو آگ لگا کر ان کے پرخچے اڑا دیے تھے۔ اس سے مقابلہ کرنے کے لیے اسے سفیر کے بنگلے میں آنے کے لیے للکار چکی تھی۔ وہ مردانگی کے جوش میں جانا چاہتا تھا لیکن میں نے اور جیرالڈ نے اسے جانے سے روک دیا تھا۔ ویسے لاشعوری طور پر وہ بھی یہ سمجھ کر سہما ہوا تھا کہ سونیا کسی لمحے میں بھی موت بن کر آ سکتی ہے۔

ایک کہاوت ہے کہ شیطان جان سے نہیں مارتا' صرف جان مصیبت میں ڈالتا رہتا ہے۔ یوں آدمی مصیبتوں سے لڑتے لڑتے جان دے دیتا ہے۔ سونیا حالات کے پیش نظر اقدامات کرتی تھی۔ وہ بھی شیطان کو جان سے نہیں مار رہی تھی۔ صرف اس کی جان مصیبتوں میں ڈال رہی تھی۔

آدھے گھنٹے کی نیند کے بعد میری آنکھ کھلی تو یہی بات ذہن میں آئی کہ شیطان کو جان سے مارنا نہیں ہے' ہلکان کرنا ہے۔ یہ سوچ کر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے خوابیدہ دماغ میں پہنچا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا تھا۔ اس نے تھکن سے نیند کے خمار میں رہ کر خلا میں تکتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟"

میں نے کہا "تمہارا باپ۔ پہلے میں نے اسپتال پہنچایا تھا۔ اب قبرستان پہنچاؤں گا اور جب قبر میں سونا ہی ہے تو ابھی کیوں سو رہا ہے؟"

وہ گہری نیند سے جاگنے کے باعث جھنجلا کر بولا "فرہاد؟ تم؟ میں نے تمہارے جیسا نامرد نہیں دیکھا۔ شرم نہیں آتی؟ مجھ سے چھپ کر اپنی بیوی کو میرے مقابلے پر بھیج رہے ہو۔"

"تم تو مجھ سے زیادہ نامرد نکلے۔ ایک عورت تمہیں نقصان پہنچا رہی ہے۔ روبرو مقابلے کے لیے بھی سفیر کے بنگلے میں بلایا مگر تم اس سے چھپ کر اپنی ماں کی گود میں سو رہے ہو۔"

"میں اس سے چھپ نہیں رہا ہوں۔ ابھی نیند پوری کر رہا ہوں پھر اس سے انتقام لوں گا۔"

"ابے خسرے! جوتے آج کھا رہا ہے اور انتقام کل لے گا۔ مجھے تیری اور سونیا کی آنکھ مچولی پسند نہیں ہے۔ میں قاہرہ پہنچ گیا ہوں۔ بول تو کہاں ہے؟ میں تنہا تجھ سے مقابلہ کرنے ابھی آؤں گا۔"

"آ۔ مرد کا بچہ ہے تو ابھی آ۔ میں شاہراہِ قصر العینی کی اسٹریٹ نمبر ۴ میں بنگلا نمبر بیس میں ہوں۔ تو یہاں آئے گا اور تیرا کام تمام ہو گا۔"

"سونیا نے بھی تجھے بلایا تھا مگر تو ایک عورت سے ڈر کر نہیں گیا مگر میں ابھی آ رہا ہوں۔ یوں اچانک پہنچوں گا تو بدحواس ہو جائے گا۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ میں نے اچانک پہنچنے کی بات کی تاکہ وہ سوچتا رہ جائے کہ میں کس طرح چالاکی سے اس کے سر پر آ پہنچوں گا۔ اب وہ تدبیریں سوچتا رہے گا کہ میری چالاکیوں سے بچنے کے لیے اسے کیا کرنا چاہیے۔ میں نے اس کی نیند اڑا کر اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ دو گھنٹے تک گہری نیند سوتا رہوں۔ اس ہدایت کے مطابق میں ایک منٹ کے اندر سو گیا۔

اِدھر میں سو رہا تھا۔ اُدھر سونیا نیند کے مزے لے رہی تھی اور وہ انتظار میں جاگ رہا تھا۔ دو گھنٹے کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ میں بستر سے اتر کر دروازہ کھول کر کوریڈور میں آیا۔ اگر سامنا ہوتا تو اس سے کہتا کہ پیاس لگی ہے۔ پانی پی کر پھر جا کر سو جاؤں گا۔

اس کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے دروازے پر آ کر دیکھا' وہ کمرے میں نہیں تھا۔ ڈرائنگ روم میں بھی نظر نہیں آیا۔ میں نے چھت پر جانے والی سیڑھی پر دبے قدموں چڑھتے ہوئے دیوار کی آڑ سے دیکھا۔ وہ چھت کی منڈیر کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ بات سمجھ میں آ گئی۔ میں نے وہاں اچانک پہنچنے کی بات کہی تھی۔ اس نے سوچا' اچانک حملے سے بچنے کی تدبیر یہی ہے کہ چھت پر رہ کر چاروں طرف نظر رکھے۔ میں جہاں سے بھی آؤں گا' اسے نظر آ جاؤں گا۔

دوپہر کے دو بجے تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ وہ قاہرہ کی چلچلاتی ہوئی دھوپ میں چھت پر چاروں طرف ٹہل رہا تھا۔ میں دبے پاؤں سیڑھی سے اتر کر کچن میں آیا۔ فریج کھول کر دیکھا۔ اس میں کچھ پھل اور کھانے کے سیل بند ڈبوں کے علاوہ تین بوتلوں میں پانی بھرا ہوا تھا۔ میں نے دو بوتلوں کا پانی کچن کے سنک میں انڈیل دیا۔ کمرے میں آ کر اپنے بیگ

سے اعصابی کمزوری کی دوا کی شیشی نکالی پھر کچن میں آکر فریج کھول کر تیسری پانی سے بھری ہوئی بوتل میں وہ دوا تھوڑی سی مقدار میں ڈال دی۔ اس کے بعد فریج کو بند کرکے اپنے کمرے میں آگیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرکے بستر پر لیٹ گیا پھر دماغ کو دو گھنٹے تک سونے کی ہدایت کرکے نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

دو گھنٹے گزر گئے۔ ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ میں اسی وقت اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ چونک کر بولا "کون فرہاد؟"

میں نے کہا "بزدل! کمینے! مجھے غلط پتا بتا کر بھٹکا رہا ہے اور خود کہیں ائرکنڈیشنڈ کمرے میں آرام کر رہا ہے۔"

وہ بولا "جھوٹ مت بول۔ میں نے صحیح پتا بتایا تھا۔ تیرے انتظار میں دوپہر دو بجے سے ابھی ساڑھے چار بجے تک دھوپ میں کھڑا رہا۔"

"ابے او ڈرامے باز! اسٹریٹ نمبر ۳۰ میں کوئی بنگلا نمبر ۲۰ نہیں ہے۔"

"میں نے اسٹریٹ ۳۰ نہیں ۳ کہا تھا۔ اونچا سنتا ہے۔"

"میں تیری چال کو خوب سمجھ رہا ہوں۔ میرے مقابلے پر آنے سے بچنے کے لیے اب اسٹریٹ کا نمبر بدل رہا ہے۔ کوئی بات نہیں، میں ابھی اسٹریٹ نمبر ۳ میں آرہا ہوں۔ تیرے جھوٹے منہ پر جوتے ماروں گا۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ سو نہیں پا رہا تھا۔ اس کا دماغ بوجھل ہو رہا تھا لیکن وہ کمزوری محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے دوا ملی ہوئی بوتل کا پانی نہیں پیا ہے۔ ویسے وہ پچھلی رات سے دوڑنے بھاگنے اور ہماری چال بازیوں سے بھٹکنے کے باعث نڈھال ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر سونے کے بعد ہی کچھ فریش ہو سکتا تھا لیکن میں نے کہہ دیا تھا کہ آرہا ہوں۔ لہٰذا وہ پھر میرے انتظار میں جاگنے پر مجبور تھا۔

حالات ایسے تھے کہ مجھے آرام کرنے کا موقع مل رہا تھا۔ میں پھر اپنے دماغ کو شام چھ بجے تک مزید نیند کے مزے لینے کی ہدایت دے کر سو گیا۔ مجرموں کو کئی طرح کی سزائیں دی جاتی ہیں۔ ہم اپنے مجرم کو جاگنے کی سزا دے رہے تھے۔ انسان مرنا نہیں چاہتا۔ مرنے سے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں مگر اس کے لیے سونا بھی ضروری ہے۔ سونے سے بھی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ آدمی زندہ رہنے کے لیے مسلسل آنکھیں کھلی نہیں رکھ سکتا۔ اسے چند گھنٹوں کے لیے آنکھیں بند کرنی پڑتی ہیں۔ وہ ایسا نہیں کرے گا تو جاگتے جاگتے مر جائے گا۔ یا اگر کرے بے ہوش ہو جائے گا۔

سنگریلا ابھی ایک رات اور ایک دن سے جاگ رہا تھا۔ اب دوسری رات آنے والی تھی اور میں نے طے کر لیا تھا کہ اسے دوسری رات بھی سونے نہیں دوں گا۔ میں اپنے دماغ کو چھ بجے شام تک سوتے رہنے کی ہدایت دے چکا تھا لیکن آدھا گھنٹے پہلے ہی یعنی ساڑھے پانچ بجے میری آنکھ کھل گئی۔ دروازہ کھولا۔ وہ چوکھٹ سے لگا ہوا گہری گہری سانس لے رہا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ مجھ پر آگرا۔ میرا سہارا لیتے لیتے فرش پر گرنے لگا۔ میں نے اسے اٹھا کر بستر پر لٹا دیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس نے تھوڑی دیر پہلے فریج کو کھول کر بوتل سے پانی پیا تھا۔ اس کے بعد وہ کمزوری محسوس کرنے لگا۔ ایک تو رات اور دن بھر کی بیداری تھی۔ اوپر سے اعصابی کمزوری کی دوا اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔ ان حالات میں اس کی قوتِ برداشت جواب دے رہی تھی۔ وہ بے ہوش ہونے والا تھا۔ اس نے بڑی کمزور سی آواز میں کہا "جی... جیرالڈ۔ اس... اسپتال۔"

میں نے موبائل فون کے ذریعے جیرالڈ کو مخاطب کیا۔ "مسٹر تھامس جیرالڈ! فوراً آئیں، سنگریلا کی حالت بہت نازک ہے۔ پتا نہیں اسے کیا ہو گیا۔ فوراً اسپتال پہنچانا ہوگا۔"

جیرالڈ نے کہا "اس بنگلے کے قریب ہی ہولی کراس اسپتال ہے۔ تم اسے وہاں لے چلو۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔"

"اسپتال کیسے لے جاؤں؟ آپ ہمیں یہاں چھوڑ کر گاڑی لے گئے تھے۔ یہ بنگلا کسی مین روڈ پر نہیں ہے۔ گلی میں ٹیکسی لینے تک پتا نہیں اس کی حالت اور کتنی تشویش ناک ہو جائے گی۔"

"میں ابھی گاڑی لا رہا ہوں۔"

میں نے فون بند کرکے خیال خوانی کے ذریعے سلمان کو قاہرہ میں ہونے والے سونیا اور سنگریلا کے درمیان جوڑ توڑ کے مختصر واقعات بتائے۔ یہ بھی بتایا کہ میں یہاں کیا رول ادا کر رہا ہوں پھر اس سے کہا "اب تم میری آواز اور لب و لہجے میں میرا رول ادا کرو۔ سنگریلا کے دماغ میں آؤ۔"

میں نے اسے سنگریلا کے دماغ میں پہنچایا۔ وہ بولا "ہائے سنگریلا! چار گھنٹے بعد یہاں کے اسٹیڈیم میں ریسلنگ شروع ہونے والی ہے۔ بستر سے اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ اپنی جسمانی کمزوری سے لڑتے لڑتے گہری سانسیں لے رہا تھا۔ وہ اپنے اندر سلمان کی آواز سن رہا تھا لیکن اس کی سوچ کی لہریں کچھ بول نہیں پا رہی تھیں۔ اس پر نیم بے

ہوشی طاری ہو رہی تھی۔ ویسے وہ بڑا جی دار تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو بے ہوش ہو جاتا۔

سلمان نے کہا "تم بے ہوش نہیں ہونا چاہتے۔ اپنی کمزوریوں سے لڑ رہے ہو۔ میرا مشورہ ہے، بے ہوش ہو جاؤ۔ اس طرح کمزوریوں کے احساس سے محفوظ رہو گے۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہا ہوں اور تم اتنے بے بس ہو گئے ہو کہ یہ خیالات پڑھنے سے مجھے روک نہیں پاؤ گے۔"

اس کی آنکھیں آدھی کھلی ہوئی تھیں، وہ مجھے دیکھ رہا تھا اور اس کے سامنے زبان سے بول رہا تھا تاکہ اسے مجھ پر شبہ نہ ہو۔ میں نے اسے تسلی دی "سنگریلا! حوصلے سے کام لو۔ اگر نہیں بولتے تو خاموش رہو۔ میں نے ابھی تمہارے سامنے فون کیا ہے۔ مسٹر جیرالڈ گاڑی لے کر آرہے ہیں۔"

سلمان نے اس کے اندر کہا "یہ تمہارا دوست فیصل درانی تمہیں بچانے کی کوششیں کر رہا ہے۔ ویسے ہم بھی چاہتے ہیں کہ تم زندہ رہو مگر ایک کمزور اور لاچار کی طرح۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "کیا تم اتنا بتا سکو گے کہ اچانک اتنے کمزور کیسے ہو گئے ہو؟ کیا سونیا یہاں آئی تھی؟ یا اس نے تمہیں زندگی کی بھیک مانگنے کے لیے کسی ہتھکنڈے سے کمزور بنا دیا ہے؟"

وہ مجبور تھا۔ زبان سے اور سوچ کی لہروں سے بھی کچھ کہہ نہیں پا رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں جیرالڈ دو پہلوانوں کے ساتھ وہاں آگیا۔ وہ پہلوان سنگریلا کو اٹھا کر بنگلے کے باہر گاڑی میں لے جانے لگے۔ جیرالڈ نے پیسنہ پونچھتے ہوئے پوچھا "اس پر اچانک نیم بے ہوشی کیسے طاری ہو رہی ہے؟"

"میں نے اس سے پوچھا تھا مگر یہ کچھ بول نہیں پا رہا ہے۔"

ہم کمرے سے نکل کر جانے لگے۔ جیرالڈ نے کہا "او گاڈ! قاہرہ میں کتنی گرمی ہے۔"

وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے اچانک الگ ہو گیا۔ رومال سے پیسنہ پونچھتے ہوئے کچن میں گھس گیا پھر فریج کو کھول کر پانی کی بوتل منہ سے لگا کر پینے لگا۔ میں نے دل میں کہا "بے چارہ۔"

وہ ایک ہی سانس میں بوتل خالی کرکے فریج کو بند کرکے کچن کے باہر آیا پھر ہم دونوں بنگلے کے باہر ایک بڑی سی وین میں آئے۔ وہ وین اسٹارٹ ہو کر احاطے کے باہر جانے لگی۔ جیرالڈ پریشان ہو کر اپنے سینے پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ "یہاں کی آب و ہوا ٹھیک نہیں ہے۔ میرا بھی دل گھبرا رہا ہے۔"

اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ دوسرے ہاتھ سے ٹائی ڈھیلی کرنے لگا۔ میں نے کہا "آپ تو بڑے مضبوط اعصاب کے مالک ہیں۔ شراب بھی نہیں پیتے ہیں۔ کوئی نشہ نہیں کرتے ہیں۔ آپ کو پریشانی کیا ہے؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ سیٹ کی پشت سے سر ٹیکنے کے بعد اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ اسپتال میں ایک نہیں، دو مریضوں کو پہنچایا گیا۔ ڈاکٹروں نے انہیں فوراً اٹینڈ کیا۔ جیرالڈ اسپتال پہنچنے تک بے ہوش ہو گیا تھا۔ سنگریلا بھی کمزوریوں سے لڑتے لڑتے تھک گیا تھا۔ جب ڈاکٹر اس کا معائنہ کر رہا تھا تب وہ بھی بے ہوش ہو گیا۔

ڈاکٹروں نے انہیں توانائی پہنچانے کے لیے انجکشن لگائے۔ میں نے سلمان سے کہا "سنگریلا غیر معمولی قوتِ ارادی کا مالک ہے۔ میں نے پچھلی رات سے اس کے ساتھ دوڑتے دوڑتے اب اسے بے بس کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ میں اس کے دماغ میں ہی رہوں گا۔ جیسے ہی یہ ہوش میں آئے گا میں اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا تابع بناؤں گا۔"

سلمان نے پوچھا "جیرالڈ کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"یہ کسی قسم کا نشہ نہیں کرتا ہے۔ اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لیتا ہے۔ یہ ہوش میں آئے تو اس پر عمل کرو۔ اسے اپنا تابع بنا لو۔ یہ صرف ریسلنگ کا کاروبار نہیں کرتا ہے۔ عالمی سطح کے مجرموں کی پشت پناہی بھی کرتا ہے۔ یہ آئندہ سنگریلا کو اپنی سرپرستی میں رکھے گا۔"

پھر میں نے سونیا کے پاس آکر اسے سنگریلا اور جیرالڈ کے موجودہ حالات بتائے اور کہا "اب تم آرام کرو۔ میں سنگریلا سے نمٹ لوں گا۔"

وہ اعتراض کرتے ہوئے بولی "یہ تم نے اچھا نہیں کیا فرہاد! جب میں سنگریلا سے نمٹ رہی ہوں تو تمہیں مداخلت نہیں کرنا چاہیے تھی۔"

"میری جان! تم اس ناقابلِ شکست فائٹر کی ایک ایک رگ ڈھیلی کر چکی ہو۔ اب اعتراض کیوں کر رہی ہو۔ اصل میں وہ میرا شکار ہے۔ وہ مجھے قتل کرنا چاہتا تھا۔"

"وہ میرے ساگ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ میرے سر سے میرا آنچل، میرا آسمان چھین لینا چاہتا تھا۔ اگر اب تم درمیان میں آؤ گے تو میں تم سے بات نہیں کروں گی۔ کبھی اپنے سامنے تمہیں آنے نہیں دوں گی۔"

"اچھا بھئی ناراض نہ ہو۔ میں اب مداخلت نہیں کروں گا لیکن میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تو تمہارے کام آسکتا ہوں؟"

"تم کل رات سے خیال خوانی کے ذریعے میرے مخبر بنے رہے۔ یہ اطلاعات دیتے رہے کہ شکریلا کہاں ہے؟ اور کیا کرنے والا ہے؟ بس میں کبھی کبھی تمہارا اتنا ہی تعاون چاہوں گی۔"

"ٹھیک ہے مجھ ہی سے تعاون حاصل کرو۔ فی الحال ثانی سے کوئی کام نہ لو۔ وہ کئی معاملات میں مصروف ہے۔ شکریلا اور جیرالڈ ہولی کراس اسپتال میں ہیں۔ کیا تم یہاں آؤ گی؟"

"میں ایک بے بس دشمن کے لیے پھول بھیج دوں گی۔ جب وہ صحت مند ہوگا تو پھر اس سے پوچھوں گی کہ وہ مجھ سے نمٹنے کے لیے تیار ہے یا نہیں؟"

"ٹھیک ہے۔ میں اس کے حالات سے تمہیں باخبر رکھوں گا۔"

میں سونیا کے پاس سے آکر دماغی طور پر اسپتال میں حاضر ہوگیا۔ رات ہو چکی تھی۔ اسٹیڈیم میں تین گھنٹے بعد ریسلنگ شروع ہونے والی تھی۔ تھامس جیرالڈ اسپتال میں تھا۔ اس کے سیکریٹری اور پہلوانوں کے پروموٹر نے فیصلہ کیا تھا کہ مخالف ٹیم کے پہلوانوں سے مقابلہ کیا جائے گا۔ ان سے ہونے والے مقابلوں کو اس لیے بھی نہیں روکا جاسکتا تھا کہ لاکھوں ڈالرز کے ٹکٹ فروخت ہو چکے تھے۔

شکریلا غیر معمولی قوتِ ارادی کا مالک تھا اس لیے جیرالڈ سے پہلے ہوش میں آنے لگا۔ ایسے وقت میں نے اس کی دماغ پر تنویمی عمل کیا۔ ہوش میں آنے کے باوجود دماغ اس حد تک کمزور تھا کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ وہ مجھے محسوس نہ کرسکا۔ اس کا کمزور دماغ مجھے ایک عامل کی حیثیت سے قبول کرتا رہا اور وہ میرا معمول اور تابع بنتا رہا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ اس کے معمول اور تابع بننے کی بات سونیا کو نہیں بتاؤں گا۔ وہ میرے اس عمل کو پسند نہیں کرے گی۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھے بھی پسند نہیں تھا کیونکہ جب دشمن کو تابع بنا ہی لیا جائے تو پھر وہ دشمن نہیں ایک غلام رہتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ میں نے احتیاطاً ایسا کیا تھا اور یہ عہد کیا تھا کہ اگر شکریلا ہمارے خلاف غیر معمولی صلاحیتیں استعمال نہیں کرے گا تو میں بھی اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کو کبھی استعمال نہیں کروں گا۔ وہ سونیا کی طرح ذہانت، مکاری اور فائٹ کرنے کے رائج طریقوں سے مقابلہ کرے گا تو میں سونیا اور شکریلا کے درمیان مداخلت نہیں کروں گا اور یہ عہد کیا تھا کہ کبھی شکریلا کے دماغ میں جاکر اسے کمزور بنانے کی کوشش نہیں کروں گا۔

چونکہ وہ عالمی سطح کے مجرموں کی سرپرستی کرنے والے تھامس جیرالڈ کے گینگ میں شامل ہوگیا تھا اس لیے میرے لیے بھی لازمی ہوگیا تھا کہ میں ان کے آئندہ مجرمانہ منصوبوں سے واقف رہوں۔ ابھی تو میں ایک پاکستانی تاجر فیصل درانی اور اس کے دوست کی حیثیت سے قاہرہ میں تھا۔ ہمیشہ ان مجرموں کے ساتھ نہیں رہ سکتا تھا۔

وہ ایک گھنٹے کے بعد خوبی فینڈ سے بیدار ہوگیا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا "وہ ہوش میں آچکا ہے۔ تم اس اسپتال کے فون پر اس سے باتیں کرسکتی ہو۔"

سونیا نے ایک گلدستہ خرید کر اسپتال میں آکر ایک وارڈ بوائے کو پانچ ڈالر بخشش کے طور پر دیے اور کہا کہ اس گلدستے کو ۱۴ نمبر کے کمرے میں مسٹر شکریلا کو پہنچا دے پھر وہ وہاں سے چلی گئی۔

شکریلا بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ایک پہلوان اسے بتا رہا تھا کہ مسٹر جیرالڈ بھی اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو کر وہاں اسپتال کے دوسرے کمرے میں ہیں۔ اب ہوش میں آگئے ہیں اور کسی حد تک توانائی محسوس کررہے ہیں۔

شکریلا نے کہا "میں تو بالکل نارمل ہوں۔ مجھے یہاں سے جانا چاہیے۔ فرہاد بھی اس شہر میں آچکا ہے۔ وہ سونیا کے ساتھ یہاں آسکتا ہے۔"

اسی وقت وارڈ بوائے نے وہ پھول لاکر دیے اور کہا کہ وہ پھول ایک میڈم نے دیے ہیں۔ شکریلا نے چونک کر پوچھا "وہ کون تھی؟"

وارڈ بوائے نے لاعلمی ظاہر کی۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے پہلوان نے اس گلدستے کو لیا۔ پھولوں کے درمیان ایک تحریر شدہ کارڈ تھا۔ اس نے کارڈ کو نکال کر پڑھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا "اسپتال میں زخم نہیں دیے جاتے۔ زخم بھرے جاتے ہیں۔ تم جب تک یہاں رہو گے، تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

تحریر کے نیچے سونیا کا نام لکھا ہوا تھا۔ شکریلا پھولوں کو ایک طرف پھینک کر بستر پر بیٹھ گیا پھر غصے سے بولا "میں زخمی نہیں ہوں۔ بیمار نہیں ہوں۔ وہ مجھ پر ترس کھا رہی ہے۔ مجھے ذلیل کررہی ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پہلوان ریسیور اٹھانے جارہا تھا۔ شکریلا نے اسے روک کر ریسیور کان سے لگایا "ہیلو کون؟"

دوسری طرف سے سونیا نے پوچھا "پھول مل گئے؟"

وہ بولا "میں نے پھولوں پر تھوک دیا ہے۔ کیا تم مجھے کمزور سمجھتی ہو؟ تمہارے اس بزدل شوہر نے مجھے دھوکے سے اعصابی کمزوری کی دوا پلائی ہے۔ ایسی نقصان پہنچانے والی دوائیاں مجھ پر عارضی طور پر اثر کرتی ہیں۔ بولو تم کہاں ہو؟ میں ابھی تمہیں کچلنے کے لیے آسکتا ہوں۔"

"اسٹریچر پر لیٹ کر اسپتال جانے والے کو اتنا نہیں بولنا چاہیے۔ میں نے اسپتال کے اندر پھول بھیجے ہیں۔ باہر کانٹے ہیں۔ اگر دیکھ لے پھر اسٹریچر پر اندر جائے گا۔"

"مجھے یاد ہے تم نے امریکی سفیر کے بنگلے میں کیسا جال بچھایا تھا۔ تین امریکی سراغ رساں گئے تھے۔ ان میں سے کوئی زندہ نہیں آیا۔ تم نے اسپتال کے باہر بھی ضرور کچھ کیا ہے۔ یہ مردانگی نہیں ہے۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولی "عورت سے مردانگی کی بات کررہا ہے! اب تیرے پاگل ہونے میں دیر نہیں ہے۔"

فون بند ہوگیا۔ اس نے ہیلو ہیلو کہہ کر ریسیور کو پٹخ کر دروازے کی طرف یوں دیکھا جیسے باہر سونیا کے بچھائے ہوئے جال کو دیکھ رہا ہو۔ وہ تین سراغ رسانوں کا انجام دیکھ چکا تھا۔ فون پر اس قدر گرجنے کے باوجود اسپتال سے باہر جانے کو سراسر نادانی سمجھنے لگا۔

وہ دل ہی دل میں یہ تسلیم کرنے لگا، بے شک مکاری سے چالیں چلنے میں اس عورت کا جواب نہیں ہے۔ باہر خطرہ ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہوسکتا ہے لیکن باہر جانے کا حوصلہ نہیں ہوسکتا۔ وہ عورت اب سے پہلے مثالیں پیش کرچکی تھی کہ وہ جو کہہ دیتی ہے، وہی ہو کر رہتا ہے۔

میں نے اس کے کمرے میں آکر فرش پر بکھرے ہوئے پھولوں کو دیکھا پھر پوچھا "یہ تم نے پھول کیوں پھینکے ہیں؟"

وہ بولا "اس چال باز عورت نے عیادت کے طور پر بھیجے تھے۔ اس کے مرد نے اسپتال بھیجا اور وہ عیادت کررہی تھی۔ اس نے فون بھی کیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، کیا کروں؟ وہ مقابلے کے لیے بلاتی ہے مگر پہلے سے جال بچھا دیتی ہے۔"

"کیا اب بھی مقابلے کے لیے للکار رہی تھی؟"

"ہاں۔ کہہ رہی تھی کہ اسپتال کے باہر اس نے کچھ ایسے انتظامات کیے ہیں کہ پھر مجھے اسٹریچر پر یہاں لایا جائے گا۔ یہ بھی کوئی مقابلے کا طریقہ ہے کہ مقابل کے آنے سے پہلے دہشت پیدا کرتی ہے؟"

"لیکن تمہارے جیسے ناقابلِ شکست فائٹر کو دہشت زدہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں اس سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ میں بزدل نہیں ہوں۔"

"سونیا کو جاننے والے سب ہی یہ جانتے ہیں کہ وہ بہت کم لڑنے میں وقت ضائع کرتی ہے۔ وہ آج تک بڑے بڑے شہ زوروں کو مکاریوں سے مات دیتی آئی ہے۔"

"اگر کسی طرح مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ وہ اس شہر میں کہاں رہتی ہے تو پھر میں اچانک ہی وہاں اس پر حملہ کرکے اس کی ہڈیاں اور پسلیاں توڑ دوں گا۔"

وہ میرے ساتھ کمرے سے نکل کر جیرالڈ کے کمرے میں آیا۔ وہ بستر پر بیٹھا اپنی توانائی بحال کرنے کے لیے پھلوں کا جوس پی رہا تھا۔ اس نے شکریلا سے کہا "ابھی مجھے پہلوان نے بتایا ہے کہ سونیا پھر تمہیں غصے اور جھنجلاہٹ میں مبتلا کررہی تھی۔"

شکریلا نے کہا "اسے صرف یہی تکنیک آتی ہے۔ میری زندگی کی اب یہی آخری خواہش رہ گئی ہے کہ ایک بار وہ تنہا میرے مقابل آجائے۔"

جیرالڈ نے کہا "اب آگے نہ بولو۔ میں جانتا ہوں تم اسے زندہ نہیں چھوڑو گے۔ اب تو میں بھی سونیا اور فرہاد کو بدترین موت ماروں گا۔ میں تم سے تعاون کررہا ہوں، جس کی سزا انہوں نے مجھے بھی دی ہے۔ مجھے بھی اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرکے یہاں بھیج دیا ہے جبکہ آج میں ریسلنگ کے نام پر لاکھوں بلکہ کروڑوں کا جوا کھیلنے والا تھا۔ آج تو بس یوں ہی سی آمدنی ہوگی۔"

میں نے کہا "کوئی بات نہیں۔ کبھی نقصان بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔"

جیرالڈ نے کہا "مجھ میں اتنی توانائی ہے کہ میں اسٹیڈیم میں جاکر اپنے پہلوانوں کا حوصلہ بڑھا سکتا ہوں۔"

شکریلا نے کہا "ریسلنگ شروع ہونے میں ایک گھنٹا رہ گیا ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

جیرالڈ نے پہلوان سے کہا "ذرا ٹیوٹر اور باڈی گارڈز سے کہو۔ گاڑیاں دروازے پر لائیں۔ ہم ابھی چل رہے ہیں۔"

وہ پہلوان چلا گیا پھر اس نے اپنے سیکریٹری سے کہا "جاؤ اسپتال کے تمام بل ادا کردو۔ اسٹیڈیم میں فون کرکے ہمارے تمام پہلوانوں کو حوصلہ دو کہ ہم ابھی آرہے ہیں۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے کہا "شکریلا میرے اور جیرالڈ کے ساتھ ریسلنگ اسٹیڈیم میں جارہا ہے۔ شکریلا حیرت انگیز طور پر نارمل ہے۔ بے شک وہ ایک غیر معمولی اور خطرناک شیطان ہے۔"

سونیا نے کہا "وہ جیرالڈ کے لیے منافع بخش ثابت ہوتا

رہے گا۔ کیا وہ آج سنگریلا کو ریسلنگ رنگ میں جانے دے گا۔"

"شاید نہ جانے دے۔ اگرچہ وہ بظاہر نارمل اور مقابلے کے لیے فٹ نظر آرہا ہے لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اندر کی تھوڑی بہت کمزوریوں کو چھپا رہا ہو۔ یہ ہم دیکھتے آئے ہیں کہ وہ دوسروں کے سامنے کسی پہلو سے بھی خود کو کمتر ظاہر نہیں کرتا ہے۔ ہمیشہ ایسی باتیں کرتا ہے' ایسی حرکتیں کرتا ہے جن سے اس کی برتری ظاہر ہوتی رہتی ہے۔"

"وہ نارمل اور مقابلے کے لیے فٹ ہے یا نہیں؟ یہ میں معلوم کرلوں گی۔ تم سلمان کو میرے پاس بھیج دو۔"

میں نے سلمان سے کہا "سونیا تمہیں یاد کررہی ہے۔ ہوسکے تو اسے سمجھانا کہ وہ اسٹیڈیم نہ جائے۔ اگرچہ وہاں سب پر اسلحہ لے جانے کی پابندی ہوگی۔ کوئی دشمن اس پر گولی نہیں چلا سکے گا پھر بھی کوئی چال بازی سے اسلحہ چھپا کر لاسکتا ہے۔"

میں سلمان کے پاس سے آیا۔ جیرالڈ نے مجھ سے پوچھا۔ "مسٹر ورانی! سر جھکائے کیا سوچ رہے ہو؟"

میں نے کہا "مسٹر جیرالڈ! آئندہ سنگریلا آپ کے بہت فائدہ مند ثابت ہوتا رہے گا اور آپ یہ دیکھتے آئے ہیں کہ میں اسے سونیا سے دور رکھنے کے لیے بہت کچھ کرتا آیا ہوں لیکن آپ ابھی اسے اسٹیڈیم لے جاکر غلطی کررہے ہیں۔ اگر اس نے وہاں سونیا کو دیکھ لیا یا اس کی آواز بھی سن لی تو جنون میں مبتلا ہوجائے گا۔"

اس نے تائید کی "تم درست کہہ رہے ہو لیکن ہم کیا کریں؟ اسے یہاں روکنا چاہیں گے تو وہ بظاہر رک جائے گا مگر ہماری لاعلمی میں وہاں پہنچ جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اسے اپنی نگرانی میں لے چلیں۔ اگر کسی وجہ سے جوش و جنون میں آئے گا تو ہم سب اسے اپنے قابو میں رکھ سکیں گے۔"

ہم سب دو گاڑیوں میں بیٹھ کر اسٹیڈیم کی طرف جانے لگے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے امریکی سفیر جان ڈولسن کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ اپنی بیوی بچوں کے ساتھ ائرپورٹ جارہا تھا۔ اس کی جگہ ایک ایسا سفیر آرہا تھا جس کی بیوی اور بچے نہیں تھے۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ اور اس کی بیوی' سونیا کے شکر گزار ہیں کہ اس نے انہیں اور ان کے بچوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا لیکن سی آئی اے کے اعلیٰ افسران سونیا کے خلاف پُرزور احتجاج کررہے تھے کیونکہ اس نے ان کے تین سراغ رسانوں کو ہلاک کردیا تھا۔ وہ سب قاہرہ میں سنگریلا کی موجودگی پر بھی اعتراض کررہے تھے جس کی وجہ سے قاہرہ ائرپورٹ میں قیامت کے دھماکے ہوئے تھے۔ ان میں بھی کئی امریکی ہلاک ہوگئے تھے۔ لہٰذا فیصلہ کیا گیا تھا کہ سونیا کو کسی بھی طرح تلاش کرکے اسے گولی ماری جائے اور اس کی ہلاکت کا الزام امریکا پر نہ آئے۔ سنگریلا کو ہی قاتل ثابت کیا جائے لیکن اسے گرفتار نہ کیا جائے۔ کسی دوسرے ملک فرار ہونے کی سہولتیں دی جائیں۔

میں نے امریکی سفیر جان ڈولسن کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

وہ پہلے پریشان ہوا پھر مسکرا کر بولا "آپ لوگ انسان نہیں فرشتہ ہیں۔ کل رات میڈم سونیا نے مجھے اور میری بیوی بچوں کو ایک ذرا نقصان نہیں پہنچایا۔ ہم آپ سب کے شکر گزار ہیں۔"

"لیکن سونیا نے تمہاری مدد کو آنے والے تین امریکی سراغ رسانوں کو ہلاک کیا ہے۔ تم اپنی فیملی کے ساتھ اس لیے قاہرہ سے جارہے ہو کہ تین سراغ رسانوں کی ہلاکت کا انتقام سونیا سے لیا جائے گا۔ تم لوگ ساری دنیا میں دوغلے مشہور ہوچکے ہو۔ ایک طرف سونیا کا شکریہ ادا کررہے ہو۔ دوسری طرف اسی سونیا کی ہلاکت کے الزام اور ہماری جوابی کارروائی سے بچنے کے لیے اپنی فیملی کو لے کر امریکا واپس جارہے ہو۔"

وہ گھبرا کر بولا "نن۔۔۔ نہیں۔ ہم کچھ نہیں جانتے کہ ہماری حکومت کی پالیسی کیا ہے؟ مجھے واپس بلایا گیا ہے اس لیے میں اپنی فیملی کے ساتھ۔۔۔"

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "نہیں جاسکو گے۔ امریکا پہنچو گے تو وہاں بھی ہماری خیال خوانی کے ذریعے بارے جاؤ گے۔ لہٰذا ہزاروں کلو میٹر کا سفر نہ کرو۔ ائرپورٹ سے اپنے بنگلے میں واپس جاؤ۔ تمہاری جگہ کوئی نیا سفیر یہاں آئے گا تو اس کی لاش واپس جائے گی۔ یہ باتیں ابھی اپنے اکابرین سے کرو۔"

وہ فوراً ہی موبائل فون کے ذریعے امریکی وزارت خارجہ کے سیکریٹری سے رابطہ کرکے مجھ سے ہونے والی باتیں بتانے لگا۔ سیکریٹری نے یہ باتیں وزیر خارجہ کو بتائیں۔ وہ پریشان ہوکر بولا "تم گونگے بن کر تحریر کے ذریعے یہ باتیں مجھے بتا سکتے تھے۔ اب تو فرہاد تمہارے دماغ سے میرے دماغ میں آگیا ہوگا۔"

میں نے کہا "زیادہ خوش فہمی میں نہ رہو۔ میں صرف

تمہارے ہی نہیں' تمام امریکی اکابرین کے دماغوں میں پہنچ سکتا ہوں۔ اب تم تمام اکابرین سے صرف ایک بات کہہ دو۔ سونیا کی طرف جو بھی گولی آئے گی' اسے امریکی بلٹ سمجھا جائے گا۔ خواہ کوئی بھی دشمن ہلاک کرنا چاہے' ہم اس کے قاتل کو امریکا کے روانہ کردہ قاتل سمجھیں گے۔ اگر یہ چاہتے ہو کہ تمہارے اکابرین کو جانی نقصان نہ پہنچے' امریکی سائنس داں اور دیگر شعبے کے ماہرین سلامت رہیں تو ابھی اسی لمحے سے سونیا کی مکمل حفاظت کے انتظامات کرو۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ تمام اکابرین کو میرا چیلنج سنایا۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے سی آئی اے کے اعلیٰ افسر سے کہا "یہ ملک کی اور ہم سب کی سلامتی کا معاملہ ہے۔ فرہاد نے وارننگ دی ہے کہ سونیا کو کسی بھی دشمن سے نقصان پہنچے گا تو وہ ہم سب سے انتقام لے گا۔ اس نے سفیر جان ڈولسن کو اس کی فیملی سمیت قاہرہ میں روک دیا ہے۔ لہٰذا اپنے ارادے بدل دو۔ قاہرہ میں اپنے تمام ایجنٹس سے کہہ دو کہ وہ سونیا پر ذرا بھی آنچ نہ آنے دیں۔ اس کے برعکس اس کی حفاظت کے مکمل انتظامات کیے جائیں۔"

سی آئی اے کے اعلیٰ افسر نے کہا "آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ بے شک فرہاد علی تیمور خطرناک ہے۔ اپنے چیلنج پر عمل کرے گا لیکن ہماری انٹیلی جنس اور ہماری فوج کیا دشمنوں کے دباؤ میں آنے کے لیے ہے۔ میں اپنے شعبے کا انچارج ہوں۔ پہلے سونیا سے نمٹنے کی بات تھی۔ اب مجھے فرہاد سے بھی نمٹنے کا موقع دیں۔ میں ان کی دہشت کو ختم کرکے دکھاؤں گا۔"

"تم جب تک اپنی کارکردگی دکھاتے رہو گے' ہمارے تمام اکابرین کی شامت آتی رہے گی۔"

میں نے فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا "سی آئی اے کے اعلیٰ افسر کو اپنے طور پر ہم سے نمٹنے کی اجازت دے دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں' اس سے نمٹنے تک میں امریکا کے کسی حاکم یا فوج کے افسران کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

اس نے سی آئی اے کے اعلیٰ افسر سے کہا "مسٹر فرہاد! میرے اندر موجود ہیں۔ انہوں نے فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہم آپ کو سونیا اور فرہاد سے نمٹنے کی کھلی چھٹی دے دیں۔ آپ جب تک ان سے نمٹتے رہیں گے' وہ ہمارے ملک کے حکام اور فوج کے افسران کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"مسٹر فرہاد! آپ کے اندر رہ کر بول رہے ہیں۔ ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں بھی ان کی طرح فراخ دل ہوں۔ اگر وہ سونیا کے ساتھ قاہرہ سے چلے جائیں۔ بشرطیکہ وہ میرے سراغ رسانوں سے بچ کر نکل جائیں تو پھر کبھی امریکی انٹیلی جنس والے ان دونوں کو کبھی کسی ملک میں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے سی آئی اے کے اعلیٰ افسر سے کہا۔ "مسٹر فرہاد نے فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے کوئی شرط پیش نہیں کی۔ آپ شرط پیش کررہے ہیں۔ اسے فراخ دلی نہیں کہتے۔ اسے کہتے ہیں۔ آ بیل مجھے مار۔ ہم ایسا نہیں چاہتے لیکن مسٹر فرہاد ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ لہٰذا ہم الگ رہ کر تماشا دیکھیں گے۔"

ریسلنگ اسٹیڈیم جاتے وقت جیرالڈ اپنے طور پر سنگریلا کو ہر حال میں دماغ ٹھنڈا رکھنے کے لیے طرح طرح سے سمجھانے میں مصروف تھا اور مجھے خیال خوانی کا موقع مل رہا تھا۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر اسے تفصیل سے بتایا کہ امریکی اکابرین اور امریکی سی آئی اے کے شعبے کے درمیان ہمارے سلسلے میں اختلافات پیدا ہوگئے ہیں۔ سی آئی اے کا اعلیٰ افسر اپنے تین اہم سراغ رسانوں کی ہلاکت کا انتقام ہم دونوں سے لینا چاہتا ہے۔

سونیا نے کہا "کیا تمہیں یقین ہے کہ اختلافات کے باوجود امریکی اکابرین درپردہ سی آئی اے والوں کی مدد نہیں کریں گے؟"

"ہم امریکا کو ٹھیک اسی طرح سمجھتے ہیں جیسے شیطان کی رگ رگ کو سمجھنا چاہیے۔ وہ اکابرین سی آئی اے والوں کو بے یارومددگار نہیں چھوڑیں گے۔ انہوں نے مجھے ایک بچے کی طرح سمجھانا چاہا ہے کہ وہ ہمارے اور سی آئی اے والوں کے معاملات سے دور رہ کر محض تماشائی بنے رہیں گے۔"

"اب یہاں دو طرفہ خطرات ہیں۔ ایک طرف سنگریلا ہے اور دوسری طرف سی آئی اے کے درجنوں سراغ رساں ہیں۔"

"ان میں سے کئی سراغ رساں ابھی اسٹیڈیم میں جگہ جگہ ہوں گے۔ میرا مشورہ مان لو۔ تم اسٹیڈیم میں نہ آؤ۔ میں وہاں جارہا ہوں۔"

"میں تمہارے مشورے سے پہلے ہی پلان کرچکی ہوں اسی لیے تمہارے ذریعے سلمان کو بلایا تھا۔"

"تم سلمان سے کیا کام لے رہی ہو؟"

"ثانی کئی معاملات میں مصروف ہے۔ میں نے سلمان سے کہا ہے کہ وہ اپنی بیٹی ثانی کی مصروفیات کو اچھی طرح سمجھ

کروہاں پارس، پورس اور ثنا کے پاس رہے اور ثانی کو میرے پاس بھیج دے۔ اس منصوبے کے مطابق ثانی میرے پاس ہے اور ابھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں سونیا بن کر پہنچنے والی ہے۔"

"ثانی سے کہو۔ سونیا بن کر وہاں خود کو ظاہر نہ کرے۔ پہلے سی آئی اے کے سراغ رسانوں کو لاکھوں تماشائیوں کے درمیان پہچاننے کی کوشش کرے۔ ریسلنگ صبح تک جاری رہ سکتی ہے۔ پہلے ہمیں سراغ رسانوں سے نمٹنا چاہیے۔"

"تم سی آئی اے کے اعلیٰ افسر کی باتیں سن چکے ہو مگر اس کے دماغ میں نہیں گئے۔ اس کا مطلب ہے، وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہے۔"

"ہاں۔ وہ یوگا کا ماہر ہے اسی لیے ہمارے مقابلے پر ڈٹا ہوا ہے۔ بہرحال میں یہاں کے سراغ رسانوں تک پہنچنے کی کوشش کررہا ہوں۔ ثانی سے کہو۔ میرے دماغ میں آئے۔"

ثانی میرے پاس آئی۔ میں امریکی سفیر جان ڈولسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ہم سے خوف زدہ ہوکر ائرپورٹ سے اپنی فیملی کے ساتھ بنگلے میں واپس آگیا تھا۔ وہ میری اور ثانی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ ہم نے خود کو اس پر ظاہر نہیں کیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق سوچنے لگا "میرے بنگلے کے باہر صرف ایک سیکیورٹی گارڈ ہے۔ وہ اکیلا کیا کرسکے گا۔ مجھے سی آئی اے والوں سے بھی سیکیورٹی کا مطالبہ کرنا چاہیے۔"

سفیر جان ڈولسن کی بیوی اور بچے سہمے ہوئے تھے۔ اس کی بیوی کئی بار اس سے کہہ چکی تھی کہ بنگلے کے چاروں طرف مسلح محافظوں کو ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہوا تو وہ بچوں کو لے کر کسی دوسری جگہ چلی جائے گی۔

ہر ملک میں امریکی سفیروں کا تعلق سی آئی اے اور انٹرپول سے ہوتا ہے۔ ان دونوں اداروں کے زونل افسران ہر ملک میں اپنے اپنے سراغ رسانوں کی ٹیم کے ساتھ موجود رہتے ہیں۔ سفیر جان ڈولسن نے قاہرہ میں سی آئی اے کے زونل افسر سے فون پر رابطہ کیا پھر اس سے کہا "تمہیں معلوم ہوچکا ہے کہ فرہاد نے مجھے یہ شہر چھوڑنے سے روک دیا ہے۔ میں اپنی فیملی کے ساتھ بنگلے میں ہوں اور ہماری حفاظت کے لیے یہاں صرف ایک سیکیورٹی گارڈ ہے۔ مجھے کم از کم چھ مسلح گارڈز کی ضرورت ہے۔ وہ سب بنگلے کے چاروں طرف رہیں گے۔"

زونل افسر نے کہا "ابھی ابھی ہیڈ آفس سے ہدایات ملی ہیں کہ ہم آپ سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ ہمیں فون پر باتیں کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا آئندہ آپ فون نہ کریں۔ اپنا پرابلم وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری کے سامنے پیش کریں۔"

دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ میں نے ثانی سے کہا "زونل افسر کے دماغ میں جاؤ۔ معلوم کرو کہ اس نے اپنے کتنے سراغ رسانوں کو اسٹیڈیم کے اندر اور باہر سونیا کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ تلاش کرنے والے کہاں کہاں ہیں؟"

میں پھر سفیر جان ڈولسن کے پاس آیا۔ وہ پریشان ہوکر سوچ رہا تھا "کیا سی آئی اے والے بھی سونیا اور فرہاد سے خوف زدہ ہیں؟ کیا اسی لیے وہ اپنے مسلح گارڈز میری حفاظت کے لیے نہیں بھیج رہے ہیں؟ مجھے وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری سے پوچھنا چاہیے۔"

اس نے ریسیور اٹھایا مگر میں نے اسے انٹرپول کے زونل افسر سے رابطہ کرنے کی طرف مائل کیا۔ رابطہ ہونے پر اس نے کہا "میں جان ڈولسن بول رہا ہوں۔"

"میں انٹرپول کا زونل افسر ہوں۔ مجھے معلوم ہوچکا ہے کہ فرہاد نے آپ کو قاہرہ جانے سے روک دیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ سی آئی اے والے آپ سے کوئی رابطہ نہیں رکھیں گے۔ ہیڈ آفس سے ہمیں یقین دلایا گیا ہے کہ فرہاد اور ہمارے ملک کے اکابرین سے کوئی سمجھوتا ہوچکا ہے۔ سونیا اور فرہاد آپ کو اور آپ کی فیملی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"پھر بھی میرے بیوی بچے سہمے ہوئے ہیں۔ ان کی تسلی کے لیے کم سے کم یہاں چھ مسلح گارڈز کا پہرا رکھیں۔"

"بے شک آپ کی فیملی سہمی ہوئی ہوگی۔ میں ابھی مسلح گارڈ بھیج رہا ہوں۔"

اس زونل افسر نے فون بند کرکے اپنے ماتحت افسر کو حکم دیا کہ سفیر جان ڈولسن کے بنگلے میں چھ مسلح محافظوں کا اضافہ کردیا جائے۔

میں اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ امریکی اکابرین نے اسے ہدایات دی تھیں کہ انٹرپول والے بظاہر سی آئی اے سے کوئی تعلق نہ رکھیں لیکن درپردہ سی آئی اے کے سراغ رسانوں کی مدد کرتے رہیں۔

امریکی اکابرین کے ایک اعلیٰ فوجی افسر نے انٹرپول کے زونل افسر کو اس اعتماد سے یہ سب کچھ کہا تھا کہ وہ زونل افسر یوگا کا ماہر تھا۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا تھا۔

لیکن فوج کے اعلیٰ افسر کا اعتماد غلط تھا۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ زونل افسر کئی ہفتوں پہلے ایک مصری حسینہ کی محبت میں گرفتار ہوگیا تھا۔ پہلے تو وہ اس کی طرف مائل نہیں ہورہی تھی۔ اس کا دل جیتنے کے لیے وہ حسینہ کی باتیں ماننے لگا۔ وہ پینے کی عادی تھی۔ اس نے بھی پہلی رات اس کے ساتھ بڑی مشکل سے پی پھر جب بھی اس کے ساتھ راتیں گزارنے کے معاملے طے ہوتے رہے تو وہ اس کے ساتھ پیتا رہا۔ اس رات بھی اس نے ریسلنگ اسٹیڈیم میں اپنے چار سراغ رسانوں کو وہاں بھیج دیا تھا۔ ان سے کہا تھا کہ اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اس لیے وہ سونے جارہا ہے۔

اس نے اپنے ماتحتوں سے اس لیے ایسا کہا تھا کہ وہ صبح تک کسی ضرورت سے فون نہ کریں۔ یہ خیال تھا کہ وہ نشے کی حالت میں ماتحتوں سے باتیں کرے گا تو ہیڈ آفس تک اس کے نشہ کرنے والی بات پہنچ جائے گی۔

میں اس کے ذریعے اس کے ان چار سراغ رسانوں کے دماغوں میں پہنچ گیا تھا جو اسٹیڈیم میں موجود تھے۔ جو سراغ رساں رات کو سونے گئے تھے، میں احتیاطاً ان میں سے بھی دو کے دماغوں میں پہنچ گیا تاکہ وہ آئندہ کام آسکیں۔ دوسری طرف ثانی کے بعد دیگرے سی آئی اے کے سراغ رسانوں تک پہنچ رہی تھی۔ مجھے اس سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ ہماری کار اسٹیڈیم میں جیرالڈ کے دفتر کے سامنے پہنچ گئی تھی۔

ہم سب گاڑیوں سے اتر کر آئے۔ جیرالڈ کے دفتر کے اندر سے اسٹیڈیم میں پہنچنے کا راستہ تھا۔ تمام پہلوان اپنے باس کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ جیرالڈ نے ان سب سے مصافحہ کرکے ان کے شانوں کو تھپکتے ہوئے کہا "مجھے خوشی ہے کہ میرے لیٹ ہونے کے باوجود تم سب ریسلنگ کے لیے مستعد اور چاق وچوبند ہو۔"

پہلوانوں کو وہاں سے باری باری ریسلنگ رنگ میں بھیجنے کی ذمے داری پرموٹر پر تھی اس لیے میں، سنگریلا اور جیرالڈ کے ساتھ اسٹیڈیم میں آیا، جہاں تقریباً ایک لاکھ تماشائی موجود تھے۔ ہمارے لیے خاص سیٹیں ریزرو تھیں۔ ہم وہاں آکر بیٹھ گئے۔

اس وقت چاروں طرف لگے ہوئے لاؤڈ اسپیکرز سے دو ٹیموں کے ان پہلوانوں کے نام تماشائیوں کو سنائے جارہے تھے، جو مقابلے میں حصہ لینے والے تھے۔ پچھلی رات سنگریلا سے جب جیرالڈ کا تعارف ہورہا تھا تو اس وقت سنگریلا نے جیرالڈ کے دو پہلوانوں کو زخمی کردیا تھا۔ وہ مقابلے کے قابل نہیں رہے تھے۔ یہ واقعہ پچھلے باب میں بیان کیا جاچکا ہے۔ اب اسی حوالے سے اسٹیڈیم میں اناؤنسر کہہ رہا تھا کہ مسٹر تھامس جیرالڈ کے دو پہلوان زخمی ہوچکے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے انتظامیہ کو تحریری طور پر اطلاع دی تھی کہ وہ آج یا دوسری رات کی ریسلنگ میں دو نئے پہلوان رنگ میں لائیں گے۔ ان کے جواب میں مخالف ٹیم کے پرموٹر اور مالک نے بھی تحریری اطلاع دی ہے کہ وہ بھی ایک نئی لیڈی ریسلر کو پیش کررہے ہیں، جس کا نام سونیا فرہاد ہے۔

سونیا کا نام سنتے ہی سنگریلا اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ وہ میرے اور جیرالڈ کے درمیان تھا۔ ہم دونوں نے اسے دبوچ لیا۔ جیرالڈ نے کہا "دیکھو سنگریلا، تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم جوش اور جنون میں نہیں آؤ گے۔"

سنگریلا نے کہا "میں تمہاری ہر بات مانتا رہوں گا۔ تم میری صرف ایک بات مان لو۔ ابھی میرا نام اناؤنس کراؤ کہ تمہاری طرف سے سنگریلا نامی ریسلر رنگ میں آنے والا ہے۔"

"تم آرام سے بیٹھو۔ میں ابھی اناؤنس کراؤں گا۔"

ہم نے اسے جبراً پکڑ کر بٹھایا۔ جیرالڈ اس کی تسلی کے لیے وہاں سے اٹھ کر پرموٹر کے پاس چلا گیا۔ سنگریلا بڑی بے چینی سے زیرلب قسمیں کھا رہا تھا کہ سونیا رنگ میں آئے گی تو وہ اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ دے گا۔

ثانی میرے دماغ میں آکر کہنے لگی "پاپا! میں نے ایک سی آئی اے کے سراغ رساں کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ اس نے اپنے تین ساتھی سراغ رسانوں کو بلا کر کہا، ابھی ان کے زونل افسر نے موبائل پر حکم دیا ہے کہ وہ چاروں فوراً آفس میں آئیں۔ فرہاد علی تیمور کا سراغ لگایا گیا ہے۔ ابھی اس پر اچانک حملے کیے جائیں گے۔ وہ چاروں ایک کار میں بیٹھ کر اسٹیڈیم سے بہت دور گئے پھر میرے آلۂ کار سراغ رساں نے کار روک لی۔ اس کے بعد آپ سمجھ سکتے ہیں۔ میں ان چاروں کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو گولی ماری۔ آخری سراغ رساں نے خودکشی کرلی۔"

میں نے پوچھا "کیا وہاں صرف چار سراغ رساں تھے؟"

"نہیں دس تھے۔ چار ختم ہوگئے۔ چھ باقی ہیں۔ وہ مما (سونیا) کو ہلاک کرنے خاصی تعداد میں آئے ہیں۔"

"تم باقی چھ سے نمٹ لو پھر میں تمہیں انٹرپول کے سراغ رسانوں تک پہنچاؤں گا۔"

"پاپا! اب میرا مما کے پاس رہنا ضروری ہے۔ پلیز آپ ان سراغ رسانوں سے نمٹ لیں۔"

"یہ تمہاری مما کیا حرکتیں کر رہی ہیں؟"

"یہ تو آپ مجھ سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں۔ میں تو وہی کرتی جاتی ہوں' جو وہ کہتی ہیں..... پلیز آپ میرے پاس آکر ان چھ سراغ رسانوں کے دماغوں میں پہنچیں۔"

میں ثانی کے ذریعے ان چھ افراد کے اندر پہنچ گیا۔ اسی وقت جیرالڈ نے آکر سنگریلا سے کہا "ابھی تمہارا نام اناؤنس کیا جائے گا لیکن سنگریلا! یہ کیوں بھول رہے ہو کہ فرہاد بھی یہاں پہنچا ہوا ہے۔ وہ سونیا کی حفاظت کرے گا۔"

"مسٹر جیرالڈ! تم نے میری فائٹ کا انداز نہیں دیکھا ہے۔ میں بیک وقت سونیا اور فرہاد دونوں کی گردنیں توڑ سکتا ہوں۔"

"میں تو تمہیں سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا ہوں۔ تم جو چاہو کرو۔ تمہاری وجہ سے میں یہ نہیں معلوم کرپا رہا ہوں کہ سٹے کا بازار گرم ہے یا نہیں؟"

جیرالڈ نے موبائل آن کرکے اپنے سیکریٹری سے رابطہ کیا۔ اسٹیڈیم کے ایک پرائیویٹ آفس میں سٹہ چل رہا تھا۔ دونوں ٹیموں کے مالک اور ان کے سیکریٹری وہاں موجود تھے اور یہ حساب ہو رہا تھا کہ پہلے دو پہلوانوں کی ریسلنگ پر ہار جیت کا اندازہ کرکے کتنے لوگ کتنی رقمیں لگا رہے ہیں۔

سیکریٹری نے بتایا۔ "دونوں ٹیموں کے ایسے پہلوان رنگ میں جا رہے ہیں جو بہت زیادہ معروف نہیں ہیں۔ اسی لیے صرف شوقین رئیسوں نے مشغلے کے طور پر تھوڑی رقم لگائی ہے۔"

جیرالڈ نے کہا "ان دو پہلوانوں کے بعد مسٹر سنگریلا کے نام کا اعلان کرو۔ ایک بڈی کے ڈھانچے کو دیکھ کر سب ہنسیں گے۔ کوئی اس پر رقم نہیں لگائے گا۔ تم میری طرف سے ایک لاکھ ڈالر لگاؤ۔ جب سونیا مقابلے پر آئے گی تو ہم دوسری پالیسی اختیار کریں گے۔"

اسی وقت اناؤنسر اسپیکرز کے ذریعے کہہ رہا تھا کہ مسٹر تھامس جیرالڈ کی طرف سے ایک نیا ریسلر آنے والا ہے جس کا نام سنگریلا ہے۔ وہ کوئی باڈی بلڈر نہیں ہے۔ اسے دیکھ کر سب ہی اسے مچھر پہلوان کہتے ہیں۔ مخالف پہلوان اس سے مقابلہ کرنے میں اپنی توہین محسوس کریں گے لیکن ریسلنگ کے اصولوں کے مطابق مخالف ٹیم کے پہلوانوں کو اس سے مقابلہ کرنا ہی پڑے گا۔

سنگریلا اپنے بارے میں وہ باتیں سن کر مسکرا رہا تھا۔ جیرالڈ نے مجھ سے کہا "مسٹر درانی! تم یہیں بیٹھو۔ میں سنگریلا کو پرموٹر کے پاس پہنچا کر اپنے سیکریٹری کے پاس جاؤں گا۔"

وہ سنگریلا کے ساتھ چلا گیا۔ میں سمجھ گیا کہ جیرالڈ کھیلنے گیا ہے۔ ان دونوں کے جانے سے مجھے خیال خوانی کرنے کا موقع مل گیا۔ میں سی آئی اے کے زونل ڈائریکٹر کے دماغ میں پہنچا۔ پتا چلا' وہ بھی اسٹیڈیم میں موجود ہے وہاں ریسلنگ دیکھنے کے دوران میں وہ اپنے ماتحت سراغ رسانوں کی کارکردگی بھی دیکھنا چاہتا تھا۔ اسپیکروں کے ذریعے جب سونیا کے نام کا اعلان ہوا تو اس کی دلچسپی بڑھ گئی تھی۔

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنے ایک سراغ رساں سے رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ اس نے موبائل پر کہا "مجھے فرہاد کا سراغ مل گیا ہے۔ تم چھ ساتھیوں کو لے کر اسٹیڈیم کے باہر پارکنگ ایریا کے پاس آؤ۔ باقی چار ساتھی کو یہاں رہنے دو۔"

اسے تو چھ ماتحت سراغ رساں ہی ملنے والے تھے۔ ثانی کو ثانی ختم کر چکی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹیڈیم سے باہر آیا۔ پارکنگ ایریا سے باہر آیا۔ تھوڑی دیر میں اس کے چھ ماتحت آکر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ وہ اسے تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک طرف جاتے ہوئے بولا "ہمیں جلد از جلد پرل ہوٹل میں پہنچنا ہے۔ وہ روم نمبر چھ سو چھ میں ہے۔ وہاں پہنچ کر پہلے تصدیق کریں گے۔ پھر گولی چلانے کی باری اس کی ہلاکت کی خبر عام ہوگی ہے۔ بعد میں پتا چلتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔ پوری طرح یقین کر لینے کے بعد اسے موت کے گھاٹ اتاریں گے۔"

وہ میری مرضی کے مطابق بولتا جا رہا تھا اور گاڑی کی رفتار خطرناک حد تک بڑھاتا جا رہا تھا۔ ایک ماتحت نے کہا "سر! آپ کبھی اتنی تیز رفتاری سے ڈرائیو نہیں کرتے ہیں جب فرہاد اس ہوٹل میں ہے تو پھر۔"

وہ اپنی بات پوری نہ کرسکا۔ میرے آلۂ کار ڈرائیور نے یک بارگی بائیں طرف گاڑی کو موڑا۔ ادھر ایک پٹرول پمپ تھا۔ گاڑی پوری تیز رفتاری سے مڑ کر پٹرول بھرے ہوئے پمپ سے ٹکرائی۔ ایک زوردار دھماکا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی آگ بھڑک گئی۔ ماتحتوں کی چیخیں سنائی دیں۔ انہیں دروازہ کھول کر باہر چھلانگیں لگانے کا موقع نہیں ملا۔ آگ بہت بڑے دائرے میں پھیلتی ہوئی بلندی کی طرف جاتی ہوئی دھواں دھواں سی ہونے لگی۔ گاڑی کے اندر بیٹھنے والے زندہ جل رہے تھے۔ آخری دشمن کے مرنے تک میں وہاں کا منظر دیکھتا رہا پھر میری خیال خوانی لہریں واپس آگئیں۔ ان لمحوں کو کسی کے بھی مردہ دماغ میں نہیں مل سکتی تھی۔

اسٹیڈیم میں کشتی شروع ہو چکی تھی۔ رنگ کے اندر دو پہلوان اپنی اپنی جسمانی قوت اور داؤ پیچ کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ان کی ہار جیت کا فیصلہ ہونے کے بعد سنگریلا' سونیا کو للکارنے کے لیے رنگ میں آنے والا تھا۔ اس دوران میں میں نے پھر خیال خوانی کی۔ امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ کر بولا "ابھی دو گھنٹے پہلے تمہارے پاس آیا تھا۔ تم گواہ ہو کہ تمہاری سی آئی اے کے شعبے کے اعلیٰ افسر نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اپنے سراغ رسانوں کی ہلاکت کا انتقام مجھ سے اور سونیا سے لے گا۔ قاہرہ میں سی آئی اے کا جو عملہ ہے' وہ زونل ڈائریکٹر کو ملا کر تعداد میں چودہ ہے۔ سونیا نے پچھلی رات تین کو ہلاک کیا۔ باقی گیارہ کو میں نے ابھی جہنم میں پہنچا دیا ہے۔ یہ خوش خبری سی آئی اے کے اعلیٰ افسر کو سنا دو۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پہلی کشتی کا فیصلہ بہت جلد ہو گیا تھا۔ جیرالڈ کے پہلوان کو شکست ہوئی تھی۔ مخالف ٹیم کا پہلوان جیت گیا تھا۔ ویسے جیرالڈ بہت تجربے کار تھا۔ اس نے مخالف ٹیم کے پہلوان پر رقم لگائی تھی۔ اسے بڑی حد تک یقین تھا کہ اس کا اپنا پہلوان ہار جائے گا۔ اس طرح ہارنے کے باوجود اس نے اسی ہزار ڈالرز جیت لیے تھے۔

مخالف ٹیم کے مالک ڈونر جیک نے کہا "مسٹر جیرالڈ! بہت چالاکی دکھا رہے ہو۔ میرے پہلوان پر رقم لگا کر اپنے پہلوان کو پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ وہ ہار جائے۔ تم نے مالی منافع حاصل کرنے کے لیے اپنے پہلوان کی انسلٹ کی ہے۔"

جیرالڈ نے کہا "تمہیں اعتراض ہے تو اس بار تمہارے پہلوان پر رقم نہیں لگاؤں گا۔ یہ ایک لاکھ ڈالرز کا ٹوکن لو۔ میں اپنے پہلوان سنگریلا پر یہ رقم لگا رہا ہوں۔"

اسٹیڈیم میں اناؤنس کیا جا رہا تھا کہ مسٹر ڈونر جیک کے ریسلر چیمپئن دی بوچر مقابلے کے لیے آرہا ہے۔ اس کمرے میں لگی ہوئی... بڑی بڑی ٹی وی اسکرینوں پر ایک لحیم شحیم پہلوان نظر آرہا تھا۔ اس باڈی بلڈر قد آور پہلوان کو دیکھ کر اکثر تماشائی یہی اندازہ کر رہے تھے کہ وہ اپنے مقابل پہلوان کو کچل کر رکھ دے گا۔

جب اناؤنسر نے سنگریلا کا نام لیا اور وہ تماشائیوں کے درمیان سے گزر کر جانے لگا تو کوئی یہ سمجھ نہ سکا کہ ٹیکر اور نیلن پہننے والا وہ مڈیوں کا ڈھانچا ہی پہلوان ہے۔ وہ سیڑھی چڑھ کر ریسلنگ رنگ کے اندر آیا تو اسپیکروں سے آواز ابھرنے لگی۔ "یہ ہے آپ کے سامنے دی ریسلر سنگریلا۔ اسے آپ مچھر پہلوان بھی کہہ سکتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی تمام تماشائی قہقہے لگانے لگے۔ پورا اسٹیڈیم قہقہوں سے گونج رہا تھا۔ سٹے بازی کے دفتر میں کھڑے ہوئے ڈونر جیک نے ناگواری سے کہا "مسٹر جیرالڈ! یہ کیا مذاق ہے۔ جو پھونک مارنے سے اڑ جائے گا' اسے ریسلنگ کے لیے لائے ہو۔"

جیرالڈ نے کہا "صرف لایا نہیں ہوں۔ میں نے ابھی سنگریلا پہلوان پر ایک لاکھ ڈالرز لگائے ہیں۔ جس طرح میں نے تمہارے پہلوان پر رقم لگائی تھی' تم بھی میرے پہلوان پر لگاؤ۔ میں اعتراض نہیں کروں گا۔"

ڈونر جیک نے کہا "میں پاگل نہیں ہوں کہ ایک مچھر پر ایک ڈالر بھی خرچ کروں۔"

رنگ میں کھڑا ہوا قد آور باڈی بلڈر اپنے ہاتھ میں مائیک لے کر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "میں چیمپئن ہوں۔ یہ دیکھو چیمپئن شپ کی بیلٹ۔ کیا ایک چیمپئن کا مذاق اڑانے کے لیے ہڈیوں کے اس ڈھانچے کو میرے مقابلے پر بھیجا گیا ہے؟"

تماشائی ہنس رہے تھے۔ سنگریلا پر کچھ نہ کچھ پھینک رہے تھے۔ کچرے پر کچرا پھینکو۔ یہ تو جھاڑوں دینے سے کٹر

عشق کا عین

یہ ایک ایسی کتاب ہے جسے آپ اپنے گھر میں رکھنا اور دوستوں کو تحفہ میں دینا پسند کریں گے

خوبصورت گرد و پیش اور عمدہ طباعت کیساتھ

اپنے گھر کیلئے فرنیچر بکسٹال سے طلب فرمائیں

قیمت ۱۳۵ روپے

بمعہ راہ داست منگوانے کا پتہ:

ناشر: علی میاں پبلی کیشنز

۲۰۔ عزیز مارکیٹ اردو بازار۔ لاہور۔ فون:۔ ۷۲۴۲۴۱۳

اسٹاکسٹ: علی بک سٹال

نسبت روڈ۔ چوک میو ہسپتال۔ لاہور۔ فون:۔ ۷۲۲۳۸۵۳

میں چلا جائے گا۔
سنگریلا سنجیدگی سے چاروں طرف گھوم گھوم کر ہنسنے والوں اور کچھ نہ کچھ کہہ کر مذاق اڑانے والوں کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے ریفری سے کہا "مجھے بھی کچھ کہنے کے لیے مائیک دو۔"
ریفری نے باڈی بلڈر سے درخواست کی "پلیز مائیک دو۔ اس مچھر کو بھی کچھ کہنے دو۔"
اس نے مائیک لے کر سنگریلا کو دیا۔ اس نے چاروں طرف گھوم کر تماشائیوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ شور کچھ کم ہوگیا پھر اس نے کہا "میری صرف ایک بات سنو۔ میں مچھر ہوں مگر دنیا کے تمام طاقت ور پہلوانوں پر لعنت ہے کہ وہ فولادی قوت رکھنے کے باوجود ایک ہاتھ سے مچھر کو نہیں مار سکتے۔ وہ بے انتہا طاقت ور ہونے کے باوجود ایک کمزور سے مچھر کو دو ہاتھوں سے مارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ باڈی بلڈر پہلوان جو چیمپئن کہلاتا ہے اس سے پوچھو کیا یہ ایک ہاتھ سے مچھر کو مار سکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر یہ یہاں سے ایک مچھر سے مات کھا کر جائے گا۔"
سٹہ کھیلنے والوں کو یقین ہوگیا تھا کہ اسی مچھر سے باڈی بلڈر کا مقابلہ ہوگا۔ اس لیے سب ہی اس باڈی بلڈر پر رقم لگا رہے تھے۔ کوئی یقین ہی نہیں کر سکتا تھا کہ سنگریلا جیت سکے گا۔ سب یہی کہہ رہے تھے کہ وہ ہڈیوں کا ڈھانچا ٹوٹ پھوٹ کر رنگ سے باہر جائے گا بلکہ جانے کے قابل بھی نہیں رہے گا۔ اسے اسٹریچر پر لے جایا جائے گا۔
صرف بیس منٹ کے اندر اس باڈی بلڈر پر اٹھائیس لاکھ روپے لگائے جا چکے تھے۔ ڈونر جیک نے اپنے آدمی کے ذریعے باڈی بلڈر تک یہ بات پہنچا دی کہ وہ ریسلنگ شروع کرنے میں ذرا دیر کرے اور تماشائیوں کے سامنے سنگریلا کا مذاق اڑاتا رہے۔ ایسا کرنے سے باڈی بلڈر کو اس کے معاوضے کے علاوہ بونس بھی دیا جائے گا۔
باڈی بلڈر اپنے باس ڈونر جیک کی ہدایت کے مطابق رنگ کے رسوں پر کبھی اِدھر، کبھی اُدھر چڑھ کر کہہ رہا تھا۔ "مچھر یہ نہیں جانتا کہ اسے مارنے کے لیے ایک ہاتھ کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ ایک پھونک مارنے سے ہوا ہو جاتا ہے۔"
لوگ اس بات پر قہقہے لگانے لگے۔ سنگریلا رنگ کے رسے سے لگا اس کی باتیں سنتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ مقابلہ شروع کرنے میں دیر کیوں کی جا رہی ہے۔ سٹہ کھیلنے والے اندھا دھند اس باڈی بلڈر پر رقم لگا رہے ہوں گے۔ جیرالڈ نے اسے سمجھا دیا تھا کہ مقابلہ شروع ہو تو وہ زیادہ دیر مقابلہ نہ کرے کیونکہ وہ دیر کرے گا تو سٹہ کھیلنے والوں کو اندازہ ہو پھر یقین ہوگا کہ جسے وہ مچھر سمجھ رہے ہیں، وہی مقابلہ جیتنے والا ہے پھر وہ مچھر پر ہی رقم لگانے لگیں گے۔ جیرالڈ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی جیت میں کوئی دوسرا سٹے باز حصے دار بنے۔
آخر مقابلہ شروع ہوا۔ باڈی بلڈر پہلوان نے کہا "میں نے کہا تھا کہ مچھر ایک پھونک مارنے سے اڑ جاتا ہے، دیکھو۔"
وہ پھونک مارنے کے لیے اس پر جھکا تو ایک الٹا ہاتھ پڑا۔ باڈی بلڈر تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے رسے سے جا کر لگ گیا۔ اسے محسوس ہوا تھا جیسے ہاتھ سے نہیں ہتھوڑے سے منہ پر مارا گیا ہو۔ اس کی آنکھوں کے سامنے قمقمے سے جلنے بجھنے لگے تھے۔ کئی سیکنڈ تک اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا رہا۔
پورے اسٹیڈیم میں خاموشی چھا گئی۔ سب ہی کم سمجھ رہ کر حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ آنکھوں سے دیکھ کر یقین نہیں آیا۔ جبکہ یقین آنا چاہیے کیونکہ مچھر طاقت پہلوانوں کو بھی کاٹتا ہے۔
سنگریلا اپنے مقابل سے دور جا کر کھڑا ہوگیا تھا۔ جب باڈی بلڈر نے سنبھل کر اسے دیکھا تو اپنی تکلیف بھول گیا۔ اسے اپنی توہین کا احساس ہوا۔ اس بار وہ محتاط ہو کر آگے بڑھا۔ ایسے وقت سنگریلا فضا میں اچھل کر پنکھے کی طرح گھوما ہوا اس کے منہ پر کئی لاتیں مارتا ہوا الٹی قلابازی کھا کر رنگ کے فرش پر کھڑا ہوگیا۔ باڈی بلڈر کے منہ پر صرف ایک لات نہیں پڑی تھی بلکہ لوہے کی کئی سلاخیں پڑی تھیں۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ سنگریلا نے آگر اس کے سینے پر ایک پیر رکھا۔ پھر اس نے جھک کر تین بار فرش پر ہاتھ مارا۔ وہ باڈی بلڈر اٹھ نہ سکا۔ جیرالڈ کی ہدایت کے مطابق سنگریلا صرف دو منٹ میں مقابلہ جیت گیا تھا۔ ریفری نے اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے اس کی جیت کا اعلان کیا۔
سنگریلا نے ہاتھ جھٹک کر مائیک اٹھا کر کہا "میں چند بعد بھی رنگ سے باہر نہیں جاؤں گا۔ یہاں ایک ایک ریسلر آتا جائے اور مقابلہ کرتا جائے۔ میں صرف ایک مقابلے لے آیا ہوں۔ یہاں اعلان کیا گیا تھا کہ ایک لیڈی ریسلر سونیا فرہاد مقابلے کے لیے آئی ہے۔ میں سب کے سا اسے چیلنج کرتا ہوں، وہ آئی ہے تو ابھی آجائے۔ اور اگر آگے گی تو فرہاد علی تیمور کو شرم سے ڈوب مرنا چاہیے آجا! تو میرے ہاتھوں سے مرنے کے لیے اور فرہاد سے کفن پہننے کے لیے پیدا ہوئی تھی۔ آجا۔"

ریسلنگ رنگ کے اندر سنگریلا ہاتھ میں مائیک لئے اردگرد طرف گھوم گھوم کر سونیا کو چیلنج کر رہا تھا۔ ریسلنگ کی ظالمانہ سے کہہ رہا تھا، جس لیڈی ریسلر سونیا کے بارے میں مان کیا گیا تھا اسے مقابلے پر بھیجا جائے۔
میں اپنی جگہ بیٹھا اس کا چیلنج سن رہا تھا۔ اسٹیڈیم میں لاکھوں تماشائیوں کے درمیان وہ میری مردانگی کو چیلنج کر رہا تھا کہ اگر سونیا مقابلے پر نہ آئے تو مجھ جیسے مرد کو ڈوب مرنا چاہیے۔
اکثر مخالفین اپنے مقابلے پر آنے کے لئے گالیاں دے ر للکارتے ہیں۔ ایسی انتہا کر دیتے ہیں کہ غیرت کے مارے میدان میں آنا ہی پڑتا ہے۔ وہ کمبخت میری غیرت کو للکار رہا تھا۔ لیکن میں برداشت کر رہا تھا۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ ایک میں پچھلی رات سے اب تک اسے الّو بنا رہا تھا۔ سونیا اسے کم از تیس گھنٹوں سے دوڑا رہی تھی۔ اسے سونے بھی نہیں دیا۔ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا گیا تھا۔ وہ جیرالڈ اور اس کے پہلوانوں کے تعاون کے باوجود مات کھا رہا تھا۔ وہ صرف ایک بات کہہ رہا تھا کہ سونیا اس کے روبرو آئے۔
سونیا اپنی زندگی میں بے شمار انوکھے مجرموں اور شہ زور انسانوں سے مقابلے کر چکی تھی۔ اب بھی وہ سنگریلا کے روبرو آسکتی تھی لیکن فی الحال نہ آنے کی ایک اور خاص وجہ تھی۔ امریکی حکام خفیہ حرکتیں کر رہے تھے۔ ایک طرف انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ سنگریلا کی پشت پناہی نہیں کریں گے۔ دوسری طرف امریکی سی آئی اے اور انٹرپول کے سراغ رسانوں کو درپردہ حکم دیا تھا کہ سونیا جہاں نظر آئیں، ہمیں گولیوں سے بھون ڈالا جائے۔
میں اور فانی ان سراغ رسانوں کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں ہلاک کر چکے تھے۔ ہمارے حساب سے سی آئی اے اور انٹرپول کے تمام سراغ رساں ہلاک ہو چکے تھے لیکن ہمارا حساب غلط ہو سکتا تھا۔ ہمارے کچھ ایسے دشمن ہو سکتے تھے، جو ہمارے علم میں نہیں تھے۔ اگر سونیا ریسلنگ رنگ میں جاتی تو سنگریلا سے مقابلہ کرنے سے پہلے ہی اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا جاتا۔
پہلوانوں کی ایک ٹیم کا باس جیرالڈ تھا اور دوسری ٹیم کا باس ڈونر جیک تھا۔ ڈونر جیک کے پہلوانوں کو اس بات پر غصہ آرہا تھا کہ ان کے ایک پہلوان کو سنگریلا نے دو منٹوں کے اندر شکست دی تھی۔ یہ توہین ان سے برداشت نہیں ہو سکی۔ مخالف ڈونر جیک کے پہلوان غصے میں دوڑتے ہوئے رنگ کے اندر آگئے۔ ایک نے کہا۔ "مچھر کاٹنے آئے اور اسے پہلے ایک دو بار مارنے کی کوشش کرو تو وہ بچ جاتا ہے لیکن دو ہتھیلیوں کے درمیان آرہے اسے اب تو یہاں سے زندہ نہیں جائے گا۔"
سنگریلا نے کہا۔ "میں تم سب سے مقابلہ کروں گا مگر میری یہ بات مان لو۔ پہلے لیڈی ریسلر سونیا کو میرے مقابلے پر بھیج
ایک اور پہلوان نے کہا۔ "ایک شرط پر وہ لیڈی ریسلر ضرور آئے گی مگر شرط یہ ہے کہ پہلے تم ہم سے مقابلہ کرو۔"
"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری یہ شرط پوری کرتا ہوں۔"
وہ رنگ کے کارنر سے آگے بڑھ کر ایک پہلوان کے پاس آیا۔ دوسرے پہلوان نے اس کے منہ پر ایک گھونسا مارا۔ وہ اچانک گھونسا کھا کر پیچھے ایک رسے سے ٹکرا کر واپس آیا۔ چاروں پہلوانوں نے اسے اٹھا کر دوسرے رسے پر پھینکا۔ وہ رسے سے ٹکرا کر اچھلا۔ چاروں نے اسے پکڑ کر نیچے پٹخ دیا۔
سٹہ کھیلنے والے ایک کمرے میں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ اب یقین سے سمجھ رہے تھے کہ چاروں پہلوان اس مچھر کو بری طرح توڑ پھوڑ کر رکھ دیں گے۔ اس لئے وہ سب ڈونر جیک کے چاروں پہلوانوں پر ۲۵ ہزار، ۵۰ ہزار اور ایک لاکھ تک داؤ لگا رہے تھے۔ ڈونر جیک نے مسکرا کر کہا۔ "کیوں مسٹر جیرالڈ! اب اپنے مچھر پر رقم نہیں لگاؤ گے۔"
جیرالڈ نے پہلی بار سنگریلا پر ایک لاکھ ڈالر لگائے تھے اور ایک کروڑ ڈالر تک جیت چکا تھا۔ اس بار اس نے سنگریلا پر دس لاکھ ڈالر لگائے۔ کتنے ہی گھاگ سٹے بازوں نے حیرانی سے کہا۔ "مسٹر جیرالڈ! ذرا ٹی وی اسکرین دیکھو۔ وہ مچھر بری طرح مار کھا رہا ہے اور تم دس لاکھ ڈالر لگا رہے ہو۔"
جیرالڈ نے کاؤنٹر سے دس لاکھ کا ٹوکن لے کر کہا۔ "یہ اِدھر میں نے دس لاکھ کا ٹوکن لیا ہے۔ اب اُدھر اسکرین پر تماشا دیکھو۔"
سب نے اسکرین پر دیکھا، ایک پہلوان رنگ کے باہر گر کر بے ہوش ہوگیا تھا۔ دوسرا پہلوان دو رسوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا۔ باقی دو پہلوانوں کی گردنیں سنگریلا کے دونوں بازوؤں کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھیں۔
جب اس نے گردنیں چھوڑیں تو دونوں بے دم ہو کر فرش پر گر پڑے۔ ریفری رسے کے درمیان پھنسے ہوئے پہلوانوں کو نکالنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ سنگریلا نے اس پہلوان کی پسلیوں میں لگاتار لاتیں ماریں پھر دونوں رسوں کو کھینچا۔ وہ چوتھا پہلوان بھی رسوں سے نجات پا کر رنگ کے اندر گر کر چاروں شانے چت ہوگیا پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ سنگریلا نے اس کے سینے پر ایک پیر رکھا۔ ریفری نے تین بار فرش پر ہاتھ مارا مگر وہ اٹھ نہ سکا۔ ریفری نے سنگریلا کا ہاتھ اٹھا کر اس کی جیت کا اعلان کیا۔
سنگریلا نے اس بار بھی ریفری سے ہاتھ چھڑا کر اس کا مائیک لے کر کہا۔ "کہاں ہے وہ لیڈی ریسلر جس کے نام کا اعلان کیا گیا تھا۔ میں اس سے مقابلہ کرنے یہاں آیا تو ایک پہلوان کو بھیجا گیا۔ اس کے بعد ان چار پہلوانوں نے آکر وعدہ کیا کہ ان سے مقابلے کے بعد وہ آئے گی۔ سب نے مقابلہ دیکھ لیا۔ اب اسے آنا چاہیے۔"

پورے اسٹیڈیم میں جیسے سناٹا چھا گیا تھا۔ تماشائیوں کو آنکھوں سے دیکھ کر یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک مچھر نے چار پہلوانوں کو مار گرایا ہے۔ ان پہلوانوں کو چار اسٹریچروں پر ڈال کر لے جایا جارہا تھا۔ ایسے میں اعلان ہوا۔ "آرہی ہے..... وہ خطرناک لیڈی ریسلر، جس سے مقابلہ کرنے کے لئے یہ شنگریلا بے چین ہے۔ وہی لیڈی ریسلر سونیا آرہی ہے....."

ایک بڑے آرائشی گیٹ کے پاس آتش بازی ہوئی۔ رنگ برنگی آتش بازیوں کے درمیان ایک قد آور صحت مند حسینہ نظر آئی۔ جس قدر زور شور سے اس کی آمد کا اعلان کیا گیا، تماشائیوں نے اتنے ہی زور شور سے تالیاں بجا کر اس کا استقبال نہیں کیا۔ کسی کو یقین نہیں تھا کہ سونیا اپنے پیروں سے چل کر واپس جائے گی۔ جس مچھر کے مقابلے میں پانچ مرد پہلوان ٹوٹ پھوٹ گئے تھے وہاں ایک عورت کی کیا اہمیت ہو سکتی تھی۔

وہ چست پتلون اور بنیان پہنے ہوئے تھی۔ رنگ کے اندر آکر ریفری سے مائیک لے کر بولی۔ "کتنا بہت دیر سے بھونک رہا ہے۔ اس کے کاٹنے کے باعث پانچ پہلوان چودہ چودہ انجکشن لگوانے لگے ہیں۔ آپ سب خاموش ہیں، یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں ایک عورت ہوں۔ اس کا ایک ہاتھ کھاتے ہی بھاگ جاؤں گی..... لیکن نہیں ابھی یہ ایک منٹ کے اندر بھاگنے والا ہے۔ آپ تماشا دیکھیں۔"

شنگریلا ایک کارنر پر کھڑا اس کی باتیں سن کر مسکرا رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "ابے دانت اندر کر۔ گدھے اس طرح نہیں مسکراتے۔"

وہ بولا۔ "اچھا تو دونوں میاں بیوی میرے مقابلے پر آئے ہیں؟"

"نہیں۔ پانچ پہلوانوں سے مقابلہ کرتے وقت تیری بنیان پھٹ گئی۔ صرف نیکر رہ گئی ہے۔ میں یہ کہنے آیا ہوں، اپنی نیکر بچانے کی فکر کر۔ میں جارہا ہوں۔"

اس نے مائیک واپس کردیا پھر اسے ایک کتے کی طرح پچکارتے ہوئے بولی۔ "آ..... تو تو تو..... آ..... آ..... آ....."

وہ جوگنگ کے انداز میں اچھلنے لگا۔ اب ہم اس کے اسٹائل کو سمجھ گئے تھے۔ یوں جوگنگ کرتے کرتے وہ فضا میں قد آدم کی بلندی تک اچھل کر پنکھے کی طرح گردش کرتا تھا اور مقابل کے چہرے پر اتنی ٹھوکریں مارتا تھا کہ چہرہ لہولہان ہو جاتا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا تھا پھر وہ مقابل اپنے پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل نہیں رہتا تھا۔

اس نے یہی کیا۔ اچانک فضا میں اچھل کر پنکھے کی طرح گردش کرتا ہوا آیا۔ اسی لمحے میں وہ فرش پر پھسلتی ہوئی اس کے نیچے سے نکل کر ایک ننھی شیشی سے کچھ اسپرے کرتی ہوئی دوسری طرف جا کر کھڑی ہو گئی۔

شنگریلا چیخیں مارتا ہوا دھم سے نیچے گر پڑا پھر تکلیف سے کراہتے اور اٹھتے ہوئے دیکھا۔ اس کی نیکر نیچے سے اور پیچھے سے پھٹتی جارہی تھی۔ اس حصے کا گوشت اور کھال تھوڑی سی جلی ہوئی یوں گل گئی تھی کہ اندرونی گوشت اور خون نظر آرہا تھا۔ اس مقابل نے ننھی شیشی کے ذریعے تھوڑا سا تیزاب اسپرے کیا تھا وہ شیشی اتنی چھوٹی سی تھی کہ اسے گھنی زلفوں کے اندر چھپا کر گیا تھا۔

شنگریلا دونوں پیر اٹھا کر کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ ادھر کا گوشت اور کھال جلنے کے باعث وہ ٹانگیں پھیلا کر اچھلتے ہوئے کراہ رہا تھا۔ اس کی نیکر اس حد تک جل گئی تھی کہ وہ نیچے سے ہوگیا تھا۔ صرف نیکر کی بیلٹ کے نیچے کچھ کپڑا جھولتا رہ گیا تھا۔

اسٹیڈیم میں جتنی عورتیں تھیں، وہ ہنستی ہوئی منہ پھیر تھیں۔ وہ چٹکی بجاتے ہوئے بولی۔ "آ..... کتے! تو تو تو..... آ....."

وہ فضا میں قلابازی کھا کر رنگ کے باہر گیا پھر دونوں ہاتھ پھیلا کر دوڑتا ہوا چیخنے لگا۔ "جبرائیل! مسٹر جبرائیل! مجھے فوراً ہسپتال لے چلو۔ میں واپس آکر اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ رنگ میں اکیلی تھی۔ ریفری ذرا دور تھا۔ اسی وقت تماشائیوں کے ہجوم سے چھ افراد ریوالورلئے دوڑتے ہوئے چاروں طرف آئے پھر ریوالوروں سے چلنے والی گولیاں کے جسم کے مختلف حصوں میں پیوست ہونے لگیں۔ وہ چیخیں ہوئی فرش پر گر کر ہمیشہ کے لئے ساکت ہوگئی۔

فائرنگ کے باعث بھگدڑ شروع ہوگئی تھی۔ وہ سب ریوالوروں کے مقابلے میں نہتے نہیں رہ سکتے تھے۔ اسٹیڈیم موجود پولیس والوں نے بھی اپنا اسلحہ نہیں نکالا۔ وہ چھ فائر والے اطمینان سے جارہے تھے۔ وہ ایسے وقت ایک دوسرے لئے ڈھال بنے ہوئے تھے تاکہ کوئی فائر کرے تو وہ بھی ہو کرتے ہوئے وہاں سے باہر چلے جائیں۔

میں اور ثانی اسٹیڈیم کے دو مسلح سپاہیوں کے دماغوں میں انہوں نے سر اٹھا کر اسٹیڈیم کی بلندی پر بھاری بھرکم لائٹس دیکھا۔ وہ لائٹیں جن تاروں سے بندھی ہوئی تھیں، ان کرکے تاروں کو توڑ دیا۔ ایسے وقت نشانہ لے کر توڑا جب کرنے والے اس کے نیچے سے گزر رہے تھے۔ اس بلندی بھاری بھرکم لائٹس آکر ان پر گریں تو وہ چیخیں مارتے ہوئے گرے کہ دوبارہ فرش سے نہ اٹھ سکے۔

ان میں سے ایک ذرا زخمی ہوا تھا اور لنگڑاتے ہوئے چاہتا تھا لیکن سونیا اپنی موت کا تماشا دیکھنے کے لیے اس موجود تھی۔ اس نے ایک مرنے والے کا ریوالور اٹھا کر والے کو گولی ماردی۔ میں نے اور ثانی نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے دوسرے سپاہیوں سے پوچھا۔ "وہ چھ قاتل آرام جارہے تھے۔ انہیں گرفتار کیوں نہیں کیا گیا؟"

ایک افسر نے کہا۔ "تم دونوں پاگل کے بچے ہو۔ تم سب کو گیا تھا کہ وہ سی آئی اے والے سونیا کو ہلاک کر کے جائیں نہیں روکا نہ جائے لیکن تم دونوں نے انہیں ہلاک کردیا۔"

ہمارے ایک آلۂ کار نے کہا۔ "ہمیں پاگل کے بچے کہہ رہے دیکھو پاگل ایسے ہوتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی دونوں نے تڑاتڑ فائر کرتے ہوئے کئی سپاہیوں کو کیا۔ دوسری طرف سے جوابی فائرنگ کے باعث وہ دونوں بھی ہوگئے۔ میں افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ موبائل فون کے رابطہ کر کے کہہ رہا تھا۔ "سر! اچھی خبر بھی ہے اور بری بھی سونیا کو رنگ کے اندر گولیوں سے چھلنی کردیا گیا ہے لیکن ٹیلی جاننے والوں نے آپ کے چھ ماتحتوں اور ہمارے کئی سپاہیوں مار ڈالا ہے۔"

"کیا پورے یقین سے کہہ رہے ہو کہ سونیا کو ہلاک کردیا گیا

"جی سر! آپ نے کہا تھا کہ وہ میک اپ میں ہوگی، پہچانی جائے گی۔ صرف اپنی چالبازی اور فائٹنگ کے اسٹائل سے پہچانی جاسکتی ہے اور ہم سب نے دیکھا کہ شنگریلا جیسا فائٹر اسے بھی نہیں لگا پایا تھا۔ اس نے ایک منٹ کے اندر شنگریلا کو کر کے بھاگنے پر مجبور کردیا تھا۔ ایسی چالباز عورت ہم نے پہلے نہیں دیکھی۔ آپ کے ماتحتوں نے بھی پوری طرح اطمینان کرنے کے بعد اسے گولیوں سے چھلنی کیا تھا مگر افسوس وہ بھی مارے گئے اور ہمارے کئی سپاہی بھی۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "سپاہی اور جاسوس مرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ یہ بہت بڑی اور اہم خبر ہے کہ سونیا ماری گئی ہے۔ ہمارے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سونیا اور فرہاد سے شکست کھا کر مجھے ان کے خلاف کارروائی سے روک رہے تھے لیکن میں اعتماد پر ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ میں تنہا اپنے ماتحتوں کے ذریعے سے نمٹ لوں گا۔ آج میرا سر اونچا ہوگیا ہے۔ میں نے جو کہا وہ کر دکھایا۔"

"سر! واقعی آپ نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے لیکن فرہاد خلاف انتقامی کارروائی کررہا ہے۔ اسے کس طرح قابو میں کیا جائے؟"

"تم سونیا کی لاش کے قریب رہو۔ اسے پوسٹ مارٹم کے لئے لے جایا جائے گا۔ وہ فرہاد کی جان ہے۔ لہٰذا وہ کسی بہروپ میں کے قریب رہے گا۔ بابا صاحب کے ادارے سے بھی اس لاش کا مطالبہ کیا جائے گا۔ پوسٹ مارٹم اور تفتیشی کارروائی کے بعد بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں کو سونیا کی لاش دے جائے گی۔ اس کی لاش لے جانے والوں میں فرہاد ضرور ہوگا۔"

"وہ تو ابھی اسٹیڈیم میں کہیں ہے اور ایک سونیا کے بدلے سراغ رسانوں اور پولیس والوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے۔"

"وہ جوش اور جنون میں ایسا کررہا ہے لیکن سونیا کی لاش کو لے جاتے وقت وہ بھی بابا صاحب کے ادارے والوں کے درمیان ضرور رہے گا۔ تم وہاں انتظامیہ کے ایک کارکن افسر کی حیثیت سے ہو۔ میں جو کہتا ہوں، وہ کرو۔ لاش کے ساتھ اسپتال جاؤ۔"

میں نے اس افسر کے دماغ سے سی آئی اے کے یوگا جاننے والے افسر کا پتا معلوم کر کے سونیا کو بتایا پھر بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے کہا۔ "اللہ تعالیٰ سونیا کو لمبی عمر دے۔ وہ بخیریت ہے لیکن یہاں ایک ڈمی سونیا کو ہلاک کیا گیا ہے۔ آپ امریکی حکام کو دھمکیاں دیں اور سونیا کی لاش کا مطالبہ کریں۔ ابھی اس ڈمی کا پوسٹ مارٹم کیا جائے گا۔ اس کے چہرے کا اچھی طرح معائنہ کیا جائے گا۔ یہ یقین کیا جائے گا کہ وہ سونیا ہے یا نہیں۔"

انچارج نے کہا۔ "آج کل پلاسٹک سرجری اتنی ایڈوانس ہو چکی ہے کہ انسانی گوشت اور پلاسٹک کے ذرات کے مرکب سے چہرہ تبدیل کیا جاتا ہے۔ ہم دعویٰ کریں گے کہ ہلاک ہونے والی سونیا ہے اور کسی بھی تیکنیک سے اس کے اصلی سابقہ چہرے کو نہیں دیکھا جاسکے گا۔"

"بس ٹھیک ہے۔ آپ امریکی اکابرین کو دباؤ میں رکھیں، میں بھی یہاں کے معاملات سے نمٹ کر ان سے رابطہ کروں گا۔"

سی آئی اے کے اعلیٰ افسر نے امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے فون پر رابطہ کر کے کہا۔ "مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں سونیا اور فرہاد سے نہ ٹکراؤں۔ شنگریلا کو قابو سے واپس جانے کا حکم دوں لیکن میں نے کہا تھا کہ میرے علاقے میں سونیا اور فرہاد ہیں۔ میں انہیں ٹھکانے لگاؤں گا۔ خواہ اس کے لئے میری ملازمت چلی جائے۔ اب آپ تمام اکابرین کو خوش خبری سنا دیں کہ سونیا کو لاکھوں تماشائیوں کے درمیان ہلاک کردیا گیا ہے اور صبح تک میں فرہاد کی زندگی کا بھی THE END لگادوں گا۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے بے یقینی سے کہا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا سونیا اتنی احمق تھی کہ وہ لاکھوں تماشائیوں کے درمیان تمہاری گولیاں کھا کر مرگئی۔ کیا یہاں کے اکابرین اس احمقانہ خوش خبری پر یقین کریں گے؟"

"اس کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے اسپتال لے جایا جائے گا۔ وہیں ہمارے ایکسپرٹ سراغ رساں اس لاش کے چہرے سے میک اپ اتاریں گے۔ خواہ اس نے عارضی میک اپ کیا ہو، ماسک میک اپ یا چہرے کی سرجری کرائی ہو۔ ہمارے اکابرین کل صبح تک اس کی موت کا یقین کرلیں گے۔"

دوسرے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ فوج کے اعلیٰ افسر نے وہ ریسیور رکھ کر دوسرا ریسیور اٹھایا۔ بابا صاحب کے ادارے کے انچارج نے کہا۔ "جب تم لوگوں کو یہ معلوم ہوگیا کہ فرہاد مارا نہیں گیا تھا، وہ زندہ ہے تو تم لوگوں نے سونیا کو قتل کردیا۔ ابھی قابو

سے اطلاع ملی ہے کہ ریسلنگ اسٹیڈیم میں سونیا کو گولیوں سے چھلنی کردیا گیا ہے۔ اگر اس خبر کی تصدیق ہوجائے گی تو پھر ہماری طرف سے جوابی کارروائی میں دیر نہیں لگے گی۔ ہماری اگلی کال کا انتظار کرو۔"

اس اعلیٰ افسر کو کچھ کہنے کا موقع نہیں ملا۔ فون بند ہوگیا۔ وہ فون کے ذریعے تمام اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو قاہرہ میں بدلتی ہوئی صورتِ حال کے بارے میں بتانے لگا۔

دوسری طرف سی آئی اے کا اعلیٰ افسر اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا اس خبر کا منتظر تھا کہ لاش کے چہرے کا میک اپ اتارا گیا ہے یا نہیں؟ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ اس نے دروازے پر لگے ہوئے اسپیکر کے ذریعے پوچھا۔ "کون ہے؟"

آواز آئی۔ "سر! میں انسپکٹر جوزف بول رہا ہوں۔ سونیا کی لاش کے فوٹو گرافس لایا ہوں۔"

سی آئی اے کے افسر نے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے دروازے کا لاک کھول کر کہا۔ "آجاؤ۔"

دروازہ کھلا۔ پہلے اس کا ماتحت انسپکٹر جوزف آیا پھر اس کے پیچھے سونیا کو دیکھتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ جوزف کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ بولا "سوری سر!..... باہر جو سیکیورٹی گارڈز تھے' وہ آرام سے سو رہے ہیں۔ اپنے ریوالور کی طرف ہاتھ نہ لے جائیں' ورنہ آپ بھی سو جائیں گے۔ آخر میں کتوں کو لوری دیتا پھروں گا۔"

اعلیٰ افسر نے پریشان ہوکر کہا۔ "سونیا کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے اور تم اپنے ہتھیار سے میرے ماتحت ہوکر مجھے مار ڈالنے کی دھمکی دے رہے ہو؟"

"سر! یہ جو میڈم سونیا ہیں' ان کے پاس نہ اسلحہ ہے نہ یہ بول سکتی ہیں۔ کیونکہ آپ کے حسنِ کارکردگی سے مر چکی ہیں۔ ابھی اسپتال میں ان کا پوسٹ مارٹم ہو رہا ہے۔ رہی میری بات تو میں آپ کا وفادار ہوں لیکن میرے دماغ کے اندر جو موجود ہے وہ مجھے یہاں لے کر آئی ہے تاکہ آپ کی یوگا میں مہارت حاصل کرنے کی خوش فہمی ختم ہوجائے۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنے اعلیٰ افسر کے ایک بازو اور ایک ٹانگ پر گولیاں ماریں۔ ریوالور میں سائلنسر لگا ہوا تھا۔ صرف اعلیٰ افسر کی چیخیں سنائی دیں۔ جوزف نے کہا۔ "منہ بند کرو ورنہ تیسری گولی تمہیں ہلاک کردے گی۔"

وہ دونوں ہونٹوں کو سختی سے بند کرکے تکلیف کی شدت برداشت کرنے لگا۔ جوزف نے ریوالور سونیا کو دے کر کہا۔ "آپ اسے رکھیں۔ میرے دماغ میں جو ہستی ہے' وہ میرے اعلیٰ افسر کی کھوپڑی میں جاری ہے۔"

ثانی نے اعلیٰ افسر کے اندر آکر کہا۔ "تم یوگا کے ماہر ہو۔ مجھے اپنے دماغ سے نکالو۔"

وہ بولا۔ "میں بہت تکلیف برداشت کر رہا ہوں۔ میں نے اپنے انجام کو سامنے رکھ کر چیلنج کیا تھا کہ مجھے سونیا اور فرہاد کو ڈالنا ہے یا مرجانا ہے۔ مجھے مار ڈالو۔"

"اتنی آسانی سے کیسے مرو گے؟ کیا تم نے کوئی معمولی چیلنج تھا؟ جتنا بڑا چیلنج اتنی ہی اذیت ناک موت۔ تمہارے بازو سے ایک گولی پار ہوگئی ہے۔ دوسری گولی ران میں دھنس گئی ہے۔ جب تک اسے نکالا نہیں جائے گا' جسم میں آہستہ آہستہ زہر پھیلتا جائے گا۔ تم آہستہ آہستہ مرتے رہو گے۔"

ثانی نے سونیا کے پاس آکر پوچھا۔ "اسے تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے چھوڑا جائے؟"

"اس کی سزا تو بڑی عبرت ناک ہونی چاہیے' لیکن تم کب تک اس کے دماغ میں رہو گی۔ یہ موقع ملتے ہی اپنے اعلیٰ افسران کو دے گا کہ میں زندہ ہوں جبکہ مجھے اپنی نمائشی موت سے فائدہ اٹھانا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے سی آئی اے کے افسر اور اس کے ماتحت جوزف پر فائر کئے۔ ان کی موت کا یقین کیا پھر ریموٹ کنٹرول سے دروازہ کھول کر چلی گئی۔ سائنس کتنی ترقی کرچکی ہے؟ ریموٹ کنٹرول کے بغیر دشمن دروازے کو کھول کر نہیں آسکتا لیکن سائنس موت کو آنے سے نہیں روک پاتی۔

اسپتال کے ایک بیڈ پر شنگریلا اوندھا اور ننگا پڑا ہوا تھا۔ سونیا سے تیزاب نے اس کی ٹیکر کے ساتھ اندر کے کچھ گوشت کو جھلس دیا تھا۔ وہ ایسا زخم تھا' جس پر دوائیں تو لگائی جاسکتی تھیں لیکن نہیں باندھی جاسکتی تھی اور نہ ہی اس پر کپڑا ڈالا جاسکتا تھا۔ اس زخم کو کھلا رکھنا لازمی تھا اس لئے وہ اوندھے منہ ننگا پڑا ہوا تھا۔

جیرالڈ نے اپنے دونوں پہلوانوں سے کہا تھا۔ "شنگریلا کو یا رودگار چھوڑ دو۔ وہ مرتا ہے تو مرنے دو۔ کمبخت ایسا ضدی جنونی ہے کہ اس نے خود بھی نقصان اٹھایا اور ہمیں بھی نقصان پہنچایا۔"

جیرالڈ نے اس کے ذریعے سٹہ کھیل کر گھنٹوں میں کروڑ ڈالر جیت لئے تھے۔ ریسلنگ جاری رہتی اور شنگریلا ہدایات پر عمل کرتا رہتا تو وہ دو راتوں میں ارب پتی بن جاتا۔ اب شنگریلا کی بدحالی بتا رہی تھی کہ وہ لڑنے کے قابل نہیں ہے پھر یہ کہ سونیا نے مرنے سے پہلے اسے نیم مردہ کیا تھا۔ فرہاد کے میں پہنچا دیتا۔

جیرالڈ نے اسے چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا تھا لیکن تقدیر کو نہیں تھا۔ اسٹیڈیم میں جو گولیاں چل رہی تھیں ان میں گولی جیرالڈ کو آکر لگی تھی۔ وہ بھی زخمی ہوکر اسپتال پر ائیویٹ وارڈ کوئی خالی نہیں تھا۔ لہٰذا اسے بھی شنگریلا میں پہنچا دیا گیا تھا۔

ڈاکٹر اس کی مرہم پٹی کرکے چلا گیا تو میں ان دونوں درمیان ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ جیرالڈ غصے میں مجھ سے بولا

فیصل درانی! یہ ذلیل کمینہ ہمارے بار بار سمجھانے کے باوجود سونیا سے مقابلہ کرنے کی ضد کرتا رہا۔ ایک عورت نے اسے اسپتال کے بستر پر پہنچا دیا۔ اسے تو شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔"

شنگریلا نے کہا۔ "مسٹر جیرالڈ! مجھے ذلیل اور کمینہ کہو گے تو ابھی ایک ہی ہاتھ مار کر تمہیں جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

"ابے تو کیا بستر سے اٹھنے کے قابل رہ گیا ہے۔ چل آ..... آ میرے پاس۔"

اس نے غصے سے اٹھنا چاہا لیکن کمر سے نیچے کے حصے میں درد کی ایسی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں کہ وہ پھر اوندھا گر پڑا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "میں فولاد ہوں۔ چند گھنٹوں میں اٹھنے کے قابل ہوجاؤں گا۔"

"لیکن بیٹھنے کی جگہ کا گوشت گل گیا ہے۔ اٹھے گا تو بیٹھے گا کیسے؟ انسان تو صرف اس وقت ننگا ہوتا ہے جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ تجھے دیکھ کر ایسا لگتا ہے' ابھی تیری ماں تجھے پیدا کرکے باہر نکلنے لگی ہے۔"

"خبردار! میری ماں کی بات نہ کرنا ورنہ.....!"

"ورنہ کیا کرے گا۔ ابھی تجھ پر تھوک دوں گا۔ تب بھی کچھ نہیں کرسکے گا۔"

میں نے کہا۔ "نہیں مسٹر جیرالڈ! اپنا تھوک ضائع نہ کرنا۔ شنگریلا میرا دوست ہے۔ میں پرسوں رات سے اس کے ساتھ ہوں اور پرسوں رات سے فرہاد بھی اس کے اور تمہارے ساتھ ہے مگر تم دونوں گدھے کے بچے اسے پہچان نہیں پا رہے ہو۔"

جیرالڈ نے غصے سے اٹھ کر بیٹھنا چاہا پھر زخم کی تکلیف سے کراہتے ہوئے بستر پر لیٹ کر بولا۔ "تم..... تم شنگریلا کے ساتھ مجھے بھی گدھے کا بچہ کہہ رہے ہو؟ کیا تمہارے بھی پر نکل آئے ہیں۔"

"اگر پر نکالنا چاہتا تو پرسوں ہی تم دونوں کو ختم کردیتا۔"

وہ دونوں غور سے اور سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگے۔ اسی وقت سونیا نے کمرے میں آکر کہا۔ "ہائے فرہاد! تم یہاں کتوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ہو۔"

"میری جان سونیا! میں تمہاری لاش کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا انتظار کر رہا تھا۔ اب یہ دونوں اپنی آنکھوں سے زندہ رپورٹ دیکھ رہے ہیں۔"

دونوں کے منہ حیرت سے کھل گئے تھے۔ وہ سونیا کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ سونیا نے کہا۔ "یہ کتا ریسلنگ رنگ میں بھونک بھونک کر مجھے پکار رہا تھا۔ میں نے سچ مچ کا کتا بنا دیا ہے..... دیکھو ننگا پڑا ہے۔ کتے لنگوٹ بھی نہیں پہنتے۔"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ تم نے بڑا ظلم کیا ہے۔ بے چارہ ٹائلٹ کیسے جایا کرے گا۔"

وہ اٹھ نہیں سکتا تھا مگر گالیاں دینا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مار کر تڑپنے لگا۔ میں نے کہا۔ "ایک بار ازبکستان میں تجھے اسپتال بھیجا تھا۔ دوسری بار سونیا نے تجھے اسپتال پہنچا دیا۔ جاہم نے تجھے زندگی دی۔ زخم بھر جائے تو پھر کہیں ٹکرانے کے لئے چلے آنا۔"

میں سونیا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کمرے سے باہر چلا گیا۔

○☆○

اس بات پر سب حیران تھے کہ تیرزی صاحب نے ثنا اور اس کے باپ جلال پاشا کے علاوہ پورس کو بھی بابا صاحب کے ادارے میں آنے کی اجازت دی تھی۔ اس ادارے کی ابتدا سے اب تک کسی ہندو اور یہودی کو وہاں قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ تیرزی صاحب ایسے محترم اور پہنچے ہوئے بزرگ تھے کہ پورس کے سلسلے میں ان سے کوئی سوال نہیں کرسکتا تھا اور نہ ہی ان کے فیصلے پر کوئی اعتراض کرسکتا تھا۔

آمنہ بھی روحانی علوم کی حامل تھی۔ دن رات عبادت کرکے روحانیت کے کئی مرحلے طے کرچکی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ علمِ روحانیت سے ماضی اور مستقبل کے اہم اور خفیہ راز معلوم ہوں تو ایسے راز عام لوگوں کو اس وقت تک بتائے نہیں جاسکتے' جب تک رضائے خداوندی نہ ہو۔ خود آمنہ روحانیت کی اس منزل کو ابھی تک پہنچ نہیں پائی تھی' جہاں تیرزی صاحب پہنچے ہوئے تھے۔

وہ بھی جاننا چاہتی تھی کہ انہوں نے خلافِ توقع پورس کو ادارے میں آنے کی اجازت کیوں دی ہے لیکن وہ بھی ان سے اس سلسلے میں پوچھ نہیں سکتی تھی۔ یہ یقین تھا کہ جب وہ مناسب سمجھیں گے تو اسے ضرور بتائیں گے۔

پورس خود کو بہت خوش نصیب سمجھ رہا تھا۔ جلد سے جلد لندن سے پیرس جاکر تیرزی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا۔ پارس اور ثانی نے وعدہ کیا تھا کہ الپا اور تھارن آوین سے نمٹ کر جلد ہی بابا صاحب کے ادارے میں جائیں گے۔ الپا اور تھارن آوین کے ساتھ شیڈو بھی تھا۔

جب علی نے شیڈو کو جزیرے میں قید کیا تو ثانی نے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ شیڈو اندر سے ایک اچھا انسان ہے اور مجرمانہ زندگی سے باز آنا چاہتا ہے۔ اس نے ثانی سے وعدہ کیا تھا۔ شراب کی بوتل توڑی تھی اور کبھی شراب نہ پینے کی قسم کھائی تھی۔ بعد میں الپا نے تھارن آوین کی معمولہ اور داشتہ بن کر شیڈو پر بھی تنویمی عمل کرکے اسے اپنا اور تھارن کا معمول بنا لیا تھا۔

پچھلی بار لندن کے ائرپورٹ پر پارس اور پورس کی ملاقات ہوئی تھی۔ وہاں پتا چلا کہ تھارن نے اپنی مقناطیسی آنکھوں کے ذریعے الپا پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنی معمولہ اور داشتہ بنایا ہے اور تھارن کے حکم پر شیڈو کو بھی اپنا تابع بنا لیا ہے۔

انہوں نے لندن کے جس ہوٹل میں قیام کیا تھا' وہاں ثانی' ثنا' پارس اور پورس بھی تھے۔ وہ چاہتے تو الپا کو تھارن کے تنویمی

عمل کے شکنجے سے نکال سکتے تھے لیکن یہ طے پایا کہ الپا کو اس کے غرور کی سزا ملتی رہے اور اسرائیلی اکابرین اپنی سب سے زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والی سے محروم ہو کر اس کی تلاش میں بھٹکتے رہیں۔ البتہ تھارن آوین پر تنویمی عمل کیا گیا تاکہ وہ جہاں بھی جائے' الپا کو جو بھی حکم دے' اس کے بارے میں ہمیں معلوم ہوتا رہے۔

اس طرح الپا کو معمولہ اور تابع نہ بنانے کے باوجود وہ تھارن کی گرفت میں رہے گی اور تھارن ہمارے شکنجے میں رہے گا۔ شیڈو کو الپا کے تنویمی عمل سے نجات دلائی گئی۔ اس سے کہا گیا کہ وہ آزاد ہے اور کہیں بھی جا کر شریفانہ زندگی گزار کر اپنے پچھلے جرائم کی تلافی کر سکتا ہے۔ شیڈو صبح ہوتے ہی اس ہوٹل سے چلا گیا اور ثانی سے کہہ دیا کہ وہ علی اور فہمی کے ساتھ رہنے کے لئے پیرس جا رہا ہے۔

الپا نے صبح بیدار ہونے کے بعد تھارن آوین کو دیکھا۔ وہ گہری نیند میں خراٹے لے رہا تھا۔ اگر وہ تنویمی عمل کے اثر میں نہ رہتی تو تھارن کو گہری نیند کی حالت میں ہی قتل کر دیتی لیکن وہ معمولہ تھی۔ اپنے عامل کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے واش روم سے آ کر شیڈو کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو شیڈو نے سانس روک لی۔ الپا دوسری بار اس کے دماغ میں گئی تو وہ بولا۔ "الپا! تمہارا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ تھارن بھی مجھ پر حاوی نہیں ہو سکے گا اور نہ ہی اپنی ملعونہ آنکھوں سے مجھے زیر کر سکے گا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم میرے عمل سے کیسے آزاد ہو گئے؟"

"میں جیسے بھی آزاد ہوا' تم اپنی فکر کرو۔ ساری زندگی اپنے ملک اسرائیل اور یہودی قوم کی خدمت کرتی رہیں۔ اب تھارن تمہاری عزت سے کھیل رہا ہے۔ کیا اب تمہارے دل میں اپنے وطن اور قوم کے لئے جذبہ نہیں رہا؟"

"میں عجیب کشمکش میں رہتی ہوں۔ میرے اندر وطن اور یہودی قوم کی بہتری کے لئے جذبہ رہتا ہے اور مجھے اندر سے بے چین کرتا ہے لیکن میں کچھ سمجھ نہیں پاتی ہوں۔ کیا تم میرے لئے کچھ کر سکتے ہو؟"

"افسوس میں اپنے لئے کچھ نہیں کر پا رہا تھا لیکن گاڈ نے میری نیک نیتی کا انعام مجھے آزادی کی صورت میں دیا ہے۔ اب تم جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ الپا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر تھارن کو بستر پر دیکھا۔ وہ ایسی تابع بن چکی تھی کہ اس سے پوچھے بغیر کمرے سے باہر نہیں جا سکتی تھی۔ اس نے بستر کے پاس آ کر اسے نیند سے جگایا۔ وہ جماہی لیتے ہوئے بولا۔ "کیوں جگا رہی ہو؟ بھاگو یہاں سے۔"

"ضروری بات سنو۔ شیڈو میرے عمل سے آزاد ہو گیا ہے اور ہمیں چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے۔"

"جانے دو۔ شیڈو کی ایسی کی۔۔۔" وہ بولتے بولتے چونک گیا۔ ہڑبڑا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا کہا تم نے؟"

"کسی دشمن نے شیڈو کو میرے تنویمی عمل سے آزاد کرا دیا ہے۔"

"کیسے آزاد کرا دیا ہے؟ تم شیڈو سے غافل کیوں رہیں؟"

"ہماری نیند کے دوران میں کسی دشمن نے یہ چال چلی ہے۔"

"ایسا دشمن کون ہے؟ اس نے تمہاری جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی پر عمل کیوں نہیں کیا۔ اس نے مجھے ٹریپ کیوں نہیں کیا؟"

"یہی غور کرنے کی بات ہے۔ ہو سکتا ہے اسے موقع نہ ملا ہو۔ وہ آئندہ ہماری نیند کے وقت ہم پر بھی عمل کر سکتا ہے۔ ہمیں یہ جگہ فوراً چھوڑ کر دوسری جگہ جانا چاہیے۔ اس طرح یہ معلوم ہو سکے گا کہ کوئی ہمیں ٹریپ کر رہا ہے یا نہیں؟"

اس نے الپا کی زلفوں کو مٹھی میں جکڑ کر کہا۔ "تیرا یہ مشورہ دوست ہے۔ ہمیں ابھی یہاں سے جانا چاہیے لیکن یاد رکھ! تو میری معمولہ ہے۔ مجھے دھوکا دینے کی کوشش کرے گی تو تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ دونوں جلدی جلدی اپنا سامان پیک کر کے وہاں سے جانے لگے۔ پچھلی رات ثانی' تھارن آوین پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا اور ثنا کا معمول اور تابع بنا کر خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس قاہرہ چلی گئی تھی' اس کی جگہ سلمان آ گیا تھا۔ پارس نے سلمان کا تعارف پورس اور ثنا سے کرایا اور انہیں بتایا کہ سلمان' ثانی کے والد اور اس کے سسر ہیں پھر سلمان کو بتایا کہ لندن میں الپا اور تھارن کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کیا جا رہا ہے۔

سلمان نے پوچھا۔ "اب الپا اور تھارن کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟"

پورس نے کہا۔ "انکل! اسرائیلی اکابرین الپا کی ٹیلی پیتھی پر تکیہ کرتے تھے۔ خود کو ناقابل شکست سمجھتے تھے۔ ہم چاہتے ہیں' اب وہ اس کی تلاش میں بھٹکتے رہیں اور تھارن آوین بھی الپا کو اپنی ملکیت بنائے رکھنے کے لئے ان یہودیوں سے بھاگتا پھرے۔ اسے بھی کہیں سکون سے رہنا نصیب نہ ہو۔"

سلمان نے پوچھا۔ "کیا وہ دونوں اسی ہوٹل میں ہیں؟"

ثنا نے کہا۔ "وہ پندرہ منٹ پہلے ہوٹل چھوڑ چکے ہیں۔ تھارن کے چور خیالات سے پتا چلا ہے کہ وہ ایک ٹیکسی میں الپا کے ساتھ لندن ایسٹ بورن کے علاقے میں جائے گا۔ وہاں سے کسی موٹر بوٹ یا لانچ کے ذریعے جرمنی یا فرانس کے کسی شہر میں پہنچے گا۔"

سلمان نے کہا۔ "اسرائیلی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آوم کا فون نمبر بتاؤ؟"

ثنا نے کہا۔ "تھارن نے الپا سے برین آوم کے موبائل فون کا نمبر پوچھا تھا۔ وہی مجھے یاد ہے۔"

اس نے نمبر بتائے۔ سلمان نے اس نمبر کے ذریعے برین آوم

سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "میں انٹیلیجنس کے ڈی جی برین آوم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں ہی برین آوم ہوں۔ فرمایئے؟"

"تمہاری حکومت نے ایک معتبر اطلاع کے مطابق دو سو ایٹم بم کا ذخیرہ کیا ہے۔ اتنی بڑی طاقت رکھنے کے باوجود الپا کے بغیر کس حد تک خود کو کمزور سمجھ رہے ہو؟"

برین آوم نے چونک کر پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

"ایک اجنبی ہوں۔ نام پوچھ کر کیا کرو گے؟ کام پر چھو؟"

"تم الپا کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"یہی کہ وہ ابھی تھارن آوین کے ساتھ لندن چھوڑ کر جرمنی یا فرانس کی طرف جا رہی ہے۔ میرا اندازہ ہے' تھارن اسے فرانس نہیں لے جائے گا۔ کیونکہ وہاں کے بڑے شہروں میں بابا صاحب کے ادارے کے اہم افراد آتے جاتے رہتے ہیں۔"

"اگر تمہاری یہ اطلاع درست ہوئی تو میں ہمیشہ تمہارا احسان مند رہوں گا۔ اگر تم اپنا تعارف نہیں کرانا چاہتے تو نہ کراؤ لیکن میری التجا ہے کہ جب بھی تمہیں الپا کے متعلق نئی اطلاع ملے' مجھے ضرور اطلاع دو۔ اس کے عوض میں بڑی سے بڑی خدمات تمہارے لئے انجام دے سکتا ہوں۔"

"بات ختم کرو۔ وہ دونوں ایسٹ بورن پہنچنے والے ہوں گے۔"

سلمان نے رابطہ ختم کر دیا۔ برین آوم نے ان سراغرسانوں سے فون پر رابطہ کیا جو الپا' تھارن اور شیڈو کو لندن میں تلاش کر رہے تھے۔ اس نے ان سے کہا۔ "فوراً ایسٹ بورن کے اپنے سراغرسانوں سے رابطہ کرو۔ انہیں بتاؤ کہ تھارن ہماری الپا کو بحری راستے سے جرمنی یا فرانس کی طرف لے جانے والا ہے۔ انہیں موٹر بوٹ حاصل کرنے یا لانچ وغیرہ پر جانے سے روکو۔ مجھ سے ہر دس پندرہ منٹ میں رابطہ کر کے وہاں کے حالات بتاتے رہو۔ میں جرمنی اور فرانس میں اپنے سراغرسانوں کو الرٹ کر رہا ہوں۔"

اس وقت پارس اور پورس اپنی پلاننگ کے مطابق ثنا کو سکھا رہے تھے کہ اسے الپا کی آواز اور لہجے میں برین آوم کے پاس جا کر کیا کہنا چاہیے۔

برین آوم جرمنی کے یہودی سراغرسانوں سے باتیں کر رہا تھا کہ اسے اپنے دماغ میں الپا کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو بگ برادر! میں الپا بول رہی ہوں۔"

وہ فوراً ہی ریسیور رکھ کر بولا۔ "الپا! تم کہاں ہو؟ مجھے اپنا پتا بتاؤ۔"

"میں کیا کہوں بگ برادر! آپ سمجھ سکتے ہیں کہ تنویمی عمل نے مجھے کس قدر بے بس اور مجبور کر دیا ہے۔ میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتی۔ اس وقت بھی تھارن کے حکم کے مطابق آپ سے رابطہ کر رہی ہوں۔"

"اس نے مجھ سے رابطہ کرنے کی اجازت کیوں دی ہے؟"

"وہ کہتا ہے' آپ اپنے سراغ رسانوں کو تعاقب سے روک دیں' اگر ان سے کہیں سامنا ہو گا اور انہوں نے تھارن کو گولی مار دی تب بھی مجھے زندہ آپ تک نہیں پہنچا سکیں گے۔"

"کیا اس کی موت کے بعد تم تنویمی عمل سے آزاد نہیں ہو سکو گی؟"

"نہیں۔ اس نے مجھے ایک کیپسول دیا ہے۔ میرے ذہن میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ جیسے ہی وہ دم توڑنے لگے' میں وہ کیپسول نگل لوں۔ وہ بہت زود اثر زہریلا کیپسول ہے۔ حلق سے اترتے ہی مجھے ہلاک کر دے گا۔"

"اوہ گاڈ! وہ بہت چالاک دکھا رہا ہے۔ ابھی تم کہاں ہو؟"

"یہ مجھے ایسٹ بورن لے جا رہا تھا پھر بحری راستے سے جرمنی جانے والا تھا لیکن میں نے اس کے حکم کے مطابق آپ کے ایک سراغ رساں کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ آپ نے لندن سے جرمنی اور فرانس تک ناکا بندی کی ہے۔ آپ کے جاسوس اسے گرفتار کر لیں گے یا مار ڈالیں گے۔ اس کے ساتھ کیپسول کے ذریعے میں بھی مر جاؤں گی۔ کیا آپ میری موت چاہیں گے؟"

"نہیں الپا! تم ہمارے ملک اور قوم کا سرمایہ ہو۔ تمہاری زندگی ہمارے لئے بہت قیمتی ہے۔"

"میں بھی مرنا نہیں چاہتی۔ میں نے ایک تابع کی حیثیت سے تھارن کو بتا دیا ہے کہ ہمارے راستوں کی کہاں کہاں ناکا بندی کی گئی ہے۔ اب تھارن نے راستہ بدل دیا ہے۔ ہم جرمنی یا فرانس نہیں جائیں گے۔ میں اپنے عامل کی مرضی کے خلاف یہ نہیں بتا سکتی کہ اب ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

"الپا! آئندہ کوئی سراغ رساں تمہارا اور تھارن کا تعاقب نہیں کرے گا لیکن تھارن سے کہو' ہم سے فون کے ذریعے رابطہ رکھے۔ ہم تمہیں اسی کے پاس رہنے دیں گے لیکن وہ ہم سے دوستانہ رویہ رکھے۔"

پورس نے تھارن کی آواز اور لہجے میں ثنا سے کہا۔ "بس کرو۔ تم کتنی دیر سے خیال خوانی کر رہی ہو۔ میرے خلاف ضرور کوئی منصوبہ بنا رہی ہو۔ بتاؤ وہ تمہارا بگ برادر کیا کیا اس کر رہا ہے۔"

ثنا نے کہا۔ "آہ! میرے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر یوں نہ کھینچو۔ مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ میں تمہاری تابع ہوں۔ تمہارے خلاف ایک لفظ نہیں بول سکتی۔ بگ برادر کو میرا اور تمہارا ساتھ منظور ہے۔ کوئی سراغ رساں آئندہ ہمارا تعاقب نہیں کرے گا۔ وہ تم سے دوستی کرنا چاہتا ہے۔"

پورس نے غصے سے کہا۔ "میں نے بغل میں چھری رکھ کر

دوستی کرنے والے بہت دیکھے ہیں۔ بس خیال خوانی ختم کرو۔"

ثنا' برین آدم کے دماغ سے واپس آگئی۔ وہ اسے پکارتا رہا۔

"الپا! الپا! ابھی نہ جاؤ۔ میری ایک بات سن لو۔"

لیکن اس نے محسوس کیا کہ اس کے دماغ میں الپا کی خیال خوانی کی لہریں موجود نہیں ہیں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پریشانی سے ٹہلنے لگا۔ ایک تو پورے ملک کو سنبھالنے والی اغوا کی گئی تھی۔ اس پر وہ ظالم تھارن اس کے ساتھ ظلم کر رہا تھا۔

وہ فون کے ذریعے جرمنی اور فرانس کے سراغ رسانوں سے کہنے لگا کہ وہ دونوں ادھر نہیں آئیں گے۔ انہوں نے رستہ بدل دیا ہے پھر باری باری تمام ممالک کے یہودی سراغ رسانوں سے کہنے لگا کہ تھارن نظر آئے تو نہ اسے گرفتار کیا جائے اور نہ اسے گولی ماری جائے۔ کوشش یہ کی جائے کہ پہلے الپا کو گرفت میں لے کر اس کے پرس یا لباس میں سے کیپسول تلاش کر کے اپنے قبضے میں لیا جائے پھر تھارن کو گولی ماری جائے۔

ادھر وہ الپا کی حفاظت کے لئے مصروف رہا۔ ادھر سلمان نے امریکی اکابرین کو بھی فون کے ذریعے بتا دیا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کو اغوا کیا گیا ہے۔ اسرائیلی حکام اس بات کو دنیا والوں سے چھپا رہے ہیں۔ سلمان نے اغوا کی تفصیلات بتا کر فون بند کر دیا۔

اس وقت امریکی اکابرین اس مسئلے میں الجھے ہوئے تھے کہ سنگر یلا اور سی آئی اے کے یوگا جاننے والے کی حماقتوں سے ہم آئندہ سونیا کی ہلاکت کا الزام امریکا کو دیں گے اور اپنا کوئی مفاد حاصل کریں گے۔

میک اپ کے عالمی ماہرین قاہرہ پہنچ گئے تھے اور یہ رپورٹ دے رہے تھے کہ سونیا کی لاش کا چہرہ بھاری میک اپ زدہ نہیں ہے لیکن اس نے جدید تکنیک کے مطابق پلاسٹک سرجری کرائی تھی تو اس کا اصلی چہرہ کبھی نہیں دیکھا جا سکے گا اور یہی بات بابا صاحب کے ادارے کا انچارج کہہ رہا تھا۔ اس نے کہا تھا۔ "ابھی مسٹر فرہاد قاہرہ میں مصروف ہیں۔ وہاں سے فرصت ملتے ہی وہ آپ لوگوں کا محاسبہ کریں گے۔"

اسی دوران میں سلمان نے ان امریکی اکابرین کو الپا کے اغوا ہونے کی خبر سنائی۔ یہ ان کے لئے خوش خبری تھی کہ اب اسرائیل میں کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی نہیں رہی ہے۔ اگرچہ وہ اسرائیل کو سیاسی معاملات میں خوش رکھتے تھے اور اسے اسلامی ممالک کے مقابلے میں طاقتور بناتے رہتے تھے لیکن اسرائیلی حکام ضدی اور گستاخ بچے کی طرح اپنے باپ امریکا کو بھی نقصان پہنچاتے تھے۔ کسی نہ کسی سیاسی معاملے میں اور خصوصاً اسلامی ممالک کے مقابلے میں امریکا کو بلیک میل کر کے زیادہ سے زیادہ مالی امداد' جدید اسلحہ اور دیگر سیاسی سہولتیں حاصل کرتے رہتے تھے۔

اب انہیں اطمینان ہوا کہ اسرائیل میں الپا نہیں ہے تو پھر امریکی اہم رازوں تک خیال خوانی کے ذریعے پہنچنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ ایک حاکم نے اسرائیلی حاکم سے رابطہ کر کے کہا۔ "ہم الپا سے ایک اہم معاملے میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز ہم سے بات کرائیں۔"

اسرائیلی حاکم نے کہا۔ "الپا ایک ٹاپ سیکرٹ معاملے میں مصروف ہے۔ آپ اپنے اہم معاملے پر ہم سے بات کریں۔"

"جب الپا ہمارے دماغوں میں آئے گی تو آپ کو وہ اہم معاملہ معلوم ہو جائے گا۔ ابھی وہ بہت مصروف ہے تو اتنا ہی ہمارے دماغوں میں آ کر کہہ دے کہ وہ آئندہ کس وقت رابطہ کرے گی۔"

"میں بتا دیتا ہوں جب بھی الپا کو فرصت....."

"سوری! میں بات کاٹ رہا ہوں۔ یہی بات الپا ہم سے کہہ دے۔"

"آخر آپ الپا سے ہی کیوں بات کرنا چاہتے ہیں؟"

"آپ کے اس سوال کا جواب بھی الپا دے دے گی۔"

"سوری ابھی وہ کسی سے بات نہیں کرے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ یہ تو جانتے ہیں کہ مہاراج اور نیتش ہمارے شکنجے میں ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیں گے کہ الپا کس حال میں ہے۔"

"بات سمجھ میں آگئی ہے۔ آپ کو الپا کے اغوا کئے جانے کا علم ہو چکا ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ ابھی یہ بات کسی کو معلوم نہ ہو۔ اب آپ جان گئے ہیں تو کیا ہماری کچھ مدد کر سکیں گے؟"

"امریکا نے قدم قدم پر تمہارا ساتھ دیا ہے لیکن تم ہی لوگ ضرورت سے زیادہ سر چڑھتے رہے ہو۔"

"پلیز مہاراج اور نیتش سے کہو' وہ کسی طرح الپا کا سراغ لگائیں۔"

"وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ بیٹے ایسی جگہ ہیں' جہاں صرف ہمارے چند یوگا کے ماہر فوجی افسران پہنچ سکتے ہیں۔ ہم ابھی مسلمان سے کوئی کام نہیں لے رہے ہیں۔ سو سوری۔"

فون کا رابطہ ختم کر دیا گیا۔ اس حاکم نے دوسرے اکابرین سے کہا۔ "یہ اطلاع درست ہے اب اسرائیل میں کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی نہیں رہی ہے۔ آئندہ یہ معلوم کیا جائے گا کہ اسے کس نے اغوا کیا ہے۔"

"فرہاد اور اس کی فیملی کے افراد ایسا نہیں کریں گے۔ برسوں سے ان کا ریکارڈ رہا ہے کہ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا تابع نہیں بناتے ہیں۔ الپا پارس سے شادی کرنے کے بعد بھی اسرائیل سے دور جا کر اپنے ملک اور قوم کے لئے خدمات انجام دیتی رہی تھی۔"

دوسرے نے کہا۔ "الپا جیسی چالاک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو پورس جیسا مکار ہی اغوا کر سکتا ہے۔ موجودہ معلومات کے مطابق اس کے پاس دو یا تین ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہیں۔"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "آپ پچھلی میٹنگ میں نہیں تھے۔ ہمیں مہاراج کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ پورس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی محبوبہ نامرہ کے اندر نیلماں کی روح سمائی ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے' نیلماں نے الپا کو اغوا کیا ہو۔"

وہ تمام اکابرین اپنی اپنی رہائش گاہ کے ٹی وی اسکرین پر ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے اس معاملے پر یوں بحث کر رہے تھے جیسے ایک جگہ کسی ہال میں بیٹھے ایک اجلاس میں شریک ہوں۔ وہ اپنے اپنے ٹی وی اسکرین کے ذریعے جس حاکم یا جس فوجی اعلیٰ افسر کو دیکھنا چاہتے تھے اسے دیکھ کر جیسے روبرو گفتگو کر رہے تھے۔

ایسے وقت ایک افسر نے کہا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور اس وقت میرے دماغ میں ہیں اور میرے ذریعے آپ سے مخاطب ہیں۔"

یہ سنتے ہی سب اپنی اپنی جگہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔ "تم لوگوں نے اپنے ماہرین کے ذریعے یہ رپورٹ سن لی ہو گی کہ جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے مقتول سونیا کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی گئی تھی۔ تمہارے خفیہ قاتلوں نے پوری طرح یقین کر لینے کے بعد کہ وہ سونیا ہے' اس پر گولیوں کی بارش کی تھی۔ قاہرہ اسٹیڈیم کے لاکھوں تماشائی اور وہاں کے ہنگلین گواہ ہیں کہ لیڈی ریسلر سونیا فرہاد کو گولیوں سے چھلنی کیا گیا ہے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ایسا ضرور ہوا ہے لیکن آپ انصاف سے کہیں' اس قتل کے ذمے دار ہم نہیں ہیں۔"

"میں بہت پہلے کہہ چکا تھا' سونیا پر کوئی بھی گولی چلائے گا اسے امریکن بلٹ سمجھا جائے گا۔ تم لوگوں نے مجھے مطمئن کرنے کے لئے سی آئی اے کو اسٹیڈیم جانے سے منع کیا لیکن سی آئی اے کے یوگا جاننے والے افسر نے اپنی من مانی کی اور تم لوگوں نے انٹرپول والوں سے کہہ دیا کہ درپردہ سی آئی اے والوں کی مدد کریں۔"

"ہم نے ایسا نہیں کیا اور آپ ہمیں الزام دے رہے ہیں۔"

"خفیہ احکامات کو کوئی غیر ضروری شخص نہیں سن سکتا لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والے سن لیتے ہیں۔ عدالت میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کہی جانے والی باتوں کی گواہی تسلیم نہیں کی جائے گی۔ لہٰذا ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی اپنی ایک عدالت ہے۔ اس عدالت میں جو فیصلہ ہوتا ہے اسی کے مطابق مجرموں کو سزا دی جاتی ہے۔"

"کیا آپ سچائی سے تسلیم کریں گے کہ ٹیلی پیتھی کی عدالت نے آپ کو مقتول کہا تھا جبکہ آپ زندہ ہیں۔"

"ہم بھی سچائی سے تسلیم کرو۔ تم لوگوں نے مجھے قتل کرنے والوں کی فوج بھیجی تھی جس کے گواہ تھارن آوین' شیڈو اور ان لوگوں نے بھی تسلیم کیا تھا کہ وہ تینوں عالمی سطح کے خطرناک قاتلوں کے پلائر ہیں۔"

"بے شک ہم یہ تسلیم کرتے ہیں اور آپ بھی مقتول نہیں' زندہ ہیں ٹھیک اسی طرح میڈم سونیا بھی زندہ ہیں۔ جس طرح آپ کی مرتبہ اپنی موت کا یقین دوسروں کو دلاتے رہے اسی طرح اب میڈم سونیا کی ہلاکت کا یقین دلا رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "درست کہہ رہے ہو۔ اگر سونیا کو ایک گولی چھو کر بھی گزرتی تو تم سب یہاں بیٹھے بیٹھے الٹ کر اپنی قبروں میں پہنچ چکے ہوتے لیکن یہ تو ہماری خفیہ بات ہے۔ لاکھوں تماشائیوں کی گواہیوں کے مطابق سونیا تمہاری سازشوں سے ہلاک ہو چکی ہے۔ خواہ وہ سونیا کی ڈمی کیوں نہ ہو' آخر تمہارے بھیجے ہوئے قاتلوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کیوں؟ تم نے کیا پایا؟ بازی جیت کر بھی ہار گئے۔ ہم کیا پانے والے ہیں؟ بازی ہار کر بھی جیت چکے ہیں۔"

"جیتنے والا اپنی شرائط تسلیم کراتا ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"تم عالمی میڈیا کے ذریعے جن مسلمان مجاہدین کو دہشت گرد کے طور پر مشہور کر رہے ہو' اس جھوٹ اور مکاری کو ختم کرو۔ جن مجاہدین کو گرفتار کر کے تم نے جس بے جا میں رکھا ہے اور دنیا والوں کو اس سے بے خبر رکھا ہے' انہیں دو گھنٹے کے اندر رہا کرو اور عالمی نشریاتی اداروں سے ان کی باعزت رہائی کا اعلان کرو۔"

"لیکن فرہاد صاحب! ٹھوس ثبوت اور معتبر گواہوں کے پیش نظر ان کی دہشت گردی ثابت ہو چکی ہے۔"

"تم لوگوں نے جس طرح اپنے قاتلوں کے ذریعے مجھے اور سونیا کو ہلاک کرنا چاہا اس طرح اپنے دہشت گردوں کے ذریعے مختلف ممالک میں تخریبی کارروائیاں کرائیں پھر جھوٹے گواہ پیش کر کے مسلمان مجاہدین کو دہشت گرد قرار دیا ہے۔ ہم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تم بچ نہیں سکو گے۔ وہ سب دو گھنٹے کے اندر رہا نہ کئے گئے تو سونیا کی ہلاکت کے الزام میں تم جیسے تمام ایکابرین ہر دس منٹ کے بعد ٹیلی پیتھی کے ذریعے جہنم میں پہنچتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے جتنے مسلمان حبس بے جا میں رکھے گئے ہیں ابھی انہیں آزاد کیا جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "اور تم لوگوں نے جن مجاہدین کی موت اور گمشدگی ظاہر کی ہے' ان سب کو اسرائیل کے خفیہ قید خانوں میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ ان کے برین واش کئے جا رہے ہیں تاکہ وہ اپنے ہی اسلامی ملک میں پہنچ کر تمہارے مفادات کے لئے کام کریں۔ ہمارے پاس جو فہرست ہے اس میں ایک ایک مجاہد کی روداد موجود ہے۔ میں انہیں خفیہ قید خانوں سے نکال لاؤں گا۔"

وہ سب خاموشی سے سن رہے تھے۔ میری معلومات کا ذریعہ خیال خوانی تھی' اس سے وہ انکار نہیں کر سکتے تھے۔ اگر انکار کرتے تو میں خود ہی ان مجاہدین کو خفیہ قید خانوں سے نکال لاتا لیکن ان کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ میرے سامنے کوئی جھوٹ اور فریب نہیں چلے گا۔ دو گھنٹے کے اندر میرے مطالبات پورے کرنے ہوں گے۔

○☆○

ثانی جسمانی طور پر پارس' پورس اور ثنا کے ساتھ موجود تھی۔ صرف دماغی طور پر غائب رہ کر سونیا کے لئے قاہرہ میں کام کر رہی تھی۔ اس کی عدم موجودگی میں سلمان لندن میں پارس' پورس اور ثنا کے کام آتا رہا۔ دوسری صبح ثانی نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا۔ "میرا کام قاہرہ میں ختم ہو چکا ہے۔ اب وہاں مما اور پاپا رہ گئے ہیں۔"

پھر اس نے سلمان سے کہا۔ "ڈیڈی! آپ چاہیں تو جا سکتے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "انکل تو پیرس میں رہتے ہیں۔ ہم سب ساتھ چلیں گے۔ شیڈو دہی علی اور نہی کے پاس گیا ہے۔"

"اور الپا اور تھارن کہاں ہیں؟"

ثنا نے کہا۔ "پیرس اور جرمنی کی طرف گئے ہیں۔ برین آدم اور اسرائیلی اکابرین الپا کے اغوا کئے جانے سے پریشان ہیں۔ ہم نے انہیں تلاش کرنے والے سراغ رسانوں کو بھٹکا دیا ہے۔"

پورس نے کہا۔ "آئندہ بھی وہ اکابرین الپا کے لئے بھٹکتے اور پریشان ہوتے رہیں گے۔ ہم پیرس پہنچتے ہی بابا صاحب کے ادارے میں جائیں گے۔ میں' ثنا اور انکل پاشا جناب تبریزی کے قدموں میں حاضری دیں گے۔ میں وہاں پہنچنے کے لئے بے چین ہوں۔ میرا دل کہتا ہے کہ ان کی روحانی قوتوں سے میری ناصرہ مجھے مل جائے گی اور نیلاں کی ناپاک آتما پاکیزگی کی طرف مائل ہو کر شیطانی حرکات سے باز آجائے گی۔"

پارس نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "تم تو ناصرہ کے ایسے دیوانے ہو گئے ہو کہ لیلیٰ مجنوں اور ہیر رانجھا کی طرح تمہاری بھی محبت کی ایک لازوال داستان لکھی جائے گی۔"

پورس نے کہا۔ "وہ سب ناکام عاشق تھے۔ آخر میں اپنی محبوبہ کو نہ پا سکے۔ کیا تم مجھے ناکام عاشقوں کی فہرست میں شامل کر رہے ہو۔"

پارس نے کہا۔ "شادی سے پہلے جو عشق ہوتا ہے اس میں ناکامی کے چانس زیادہ ہوتے ہیں۔ مجھے دیکھو' میں ثانی کا ناکام عاشق نہیں رہا۔ ثانی کے ساتھ کامیاب عاشق کی زندگی گزار رہا ہوں۔ ویسے ایک بات کان میں سنو۔"

وہ پورس کے کان میں بولا۔ "سچ تو یہ ہے کہ عشق کی تکمیل نہ ہو تو عاشق ہائے ہائے کرتا ہے۔ شادی کے بعد میاں بن کر میاؤں میاؤں کرتا رہ جاتا ہے۔ مجھ جیسے دانشور کا قول ہے کہ عشق کی موت ہمیشہ رات کو ہوتی ہے۔ پہلی سہاگ رات کو۔"

پورس نے تائید میں سر ہلا کر اونچی آواز میں کہا۔ "بے شک جو محبوبہ ساری زندگی نہ ملے' وہ محبوب کے لئے آخری سانس تک انمول اور دنیا کی حسین ترین چیز بن کر رہتی ہے۔ اگر حاصل ہو جائے اور بیوی بن جائے تو اپنی قدر کھو دیتی ہے۔"

ثانی نے پارس کے سامنے آکر تن کر کہا۔ "اچھا تو جناب کے خیال سے میں اپنی قدر کھو چکی ہوں۔ اب میں بتاؤں گی کہ میری قدر و قیمت کیا ہے۔"

پارس نے پورس کو گھونسا دکھا کر کہا۔ "ابے آستین کے سانپ! دوستی کر کے دشمنی کر رہا ہے۔ میں کان میں بول رہا ہوں اور تو لاؤڈ اسپیکر بن رہا ہے؟"

پورس نے معصومیت سے کہا۔ "تو نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ میں بھی کان میں جواب دوں۔"

"ابے! میں تیری بدمعاشی جانتا ہوں۔ تو میاں بیوی کے درمیان آگ لگا کر تماشا دیکھے گا۔ میری ثانی تیری چال میں نہیں آئے گی۔ یہ مجھ سے سچی محبت کرتی ہے۔ میں تیرے کان میں بیوی کی خوبیاں بیان کر رہا تھا اور تو ہمیں لڑانے کے لئے....."

ثانی نے کہا۔ "بس... بس... میرے پیارے مجازی خدا! جب تم کان میں بول رہے تھے تو پورس نے مجھے اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دی تھی۔"

پارس نے پیچھے ہٹ کر کہا۔ "پھنس گیا۔ پہلی بار اس مکار نے مجھے پھنسایا ہے۔ اچھا بیٹے! میں نے بھی تجھے خون کے آنسو نہ رلایا تو میرا نام پارس نہیں۔"

پورس نے سینہ ٹھونک کر کہا۔ "اب تیری نہیں چلے گی۔ میری حمایت اور مدد کرنے کے لئے ٹیلی پیتھی جاننے والی ثنا بہن اور ثانی بھابی ہیں۔"

ثانی نے کہا۔ "میں ایسے مکار شوہر کو نچلی کا ناچ نچا دلاؤں گی۔"

اسی وقت میز پر رکھے ہوئے موبائل فون کا بزر بولنے لگا۔ پارس نے اسے اٹھا کر آن کیا' پھر کان سے لگا کر بولا۔ "ہیلو کون؟"

اس کے دماغ میں ثانی آئی۔ وہ سانس روک کر اسے دماغ سے نکالتے ہوئے بولا۔ "خبردار! میں کبھی تمہیں دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔"

ثانی کی خیال خوانی کی لہریں باہر آگئی تھیں۔ وہ غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ دوبارہ فون کو کان سے لگا کر بولا۔ "سوری۔ میں دوسرے معاملے میں مصروف تھا۔ آپ کون ہیں؟ اچھا خلیل بن مکرم ہیں۔ آپ کچھ کہنے سے پہلے سن لیں کہ الپا نے ثانی کا لب لہجہ اختیار کیا ہے لیکن ہمیں فریب دینے میں ناکام رہی ہے۔ اگر آپ کے پاس آئے تو آپ کوئی بات سنے بغیر اسے دماغ سے نکال دیں۔"

بابا صاحب کے ادارے کے انچارج کا نام خلیل بن مکرم تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کے انچارج کا نام خلیل بن مکرم تھا۔ بابا صاحب نے اہمیت نہیں دی۔ کیونکہ ادارے کی کوئی اہم بات اسے بعد میں معلوم ہو سکتی تھی۔ ادھر سے انچارج خلیل بن مکرم نے کہا۔ "آپ کل تک ثنا' جلال پاشا اور پورس کو ادارے میں لانے والے ہیں لیکن تبریزی صاحب تین دنوں تک مسلسل عبادت میں مصروف رہیں گے۔ لہٰذا آپ انہیں تین دنوں کے بعد یہاں لا سکتے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "ٹھیک ہے' میں سمجھ گیا۔"

دوسری طرف سے فون بند ہو گیا لیکن پارس نے بکواس شروع کی۔ "دیکھیے چالیس دنوں کی کوئی بات نہیں ہے۔ انہوں نے خود پورس کو ادارے میں آنے کی اجازت دی تھی۔ ہماری طرف سے ان سے صرف اتنا کہہ دیں کہ وہ چلے میں بیٹھنے سے پہلے صرف ایک چھوٹا سا کام کر دیں۔ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کر چکے ہوں گے کہ پورس اپنی ناصرہ کے لئے کس قدر بے چین ہے۔ وہ صرف اتنی سی تسلی دے دیں کہ اس کے اندر کی ناپاک نیلاں کی روح کو وہ پاکیزگی میں بدل دیں گے۔ ہمیں اتنا اطمینان ہو جائے تو پورس چالیس دنوں تو کیا چالیس برس تک انتظار کر لے گا۔ جی... جی ہاں... اوہ اچھا... پھر تو مجبوری ہے... ہیلو... ہیلو... ہاں آواز آرہی ہے۔ آپ کے فون میں کچھ گڑبڑ ہو گئی ہو گی۔ ہاں' دوسری بات کیا ہے؟"

پورس تو مایوس ہو رہا تھا۔ ثانی اور ثنا بھی پورس کو دیکھ کر اداس ہو رہی تھیں۔ ادھر پارس کہہ رہا تھا۔ "اچھا اب آواز صاف آرہی ہے۔ جی... اچھا اچھا ہماری ماما (آمنہ) بھی ان کے ساتھ چلے میں بیٹھی ہیں... اوہ میں تو ان کی روحانی ٹیلی پیتھی سے کام لینے والا تھا۔ نہیں... ایسی مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے۔ انتظار تو کرنا ہی ہو گا... اچھا... اللہ حافظ۔"

پارس نے بڑی مایوسی ظاہر کرتے ہوئے فون کو بند کیا۔ "ہم ابھی دل کھول کر ہنسی مذاق کر رہے تھے مگر خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں۔ ویسے مایوسی کی بات نہیں ہے۔ جو کام آج نہ ہو سکا' وہ چالیس دنوں کے بعد ہو سکتا ہے۔"

ثانی نے کہا۔ "ایسا اکثر ہوتا ہے۔ تبریزی صاحب اچانک عبادت کے لئے گوشہ نشینی اختیار کر لیتے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "میں سمجھ رہا تھا۔ وہ چلہ شروع کرنے والے ہیں۔ اس سے پہلے ناصرہ کے سلسلے میں وہ صرف ایک اطمینان بخش فقرہ کہہ دیں گے لیکن وہ تو چلے میں بیٹھ گئے ہیں۔ میں نے سوچا' ماما بھی روحانی ٹیلی پیتھی جانتی ہیں ان سے کچھ تسلی حاصل کی جا سکتی ہے لیکن وہ گوشہ نشینی اختیار کر چکی ہیں۔"

پورس نے اٹھ کر کہا۔ "میں معذرت چاہتا ہوں۔ دوسرے کمرے میں ذرا تنہا رہوں گا۔"

پارس نے اس کے سامنے دیوار بن کر کہا۔ "کیوں تنہا رہے گا۔ یعنی ہنسی خوشی میں ساتھ دے گا' کوئی دکھ ہو تو تنہا کمرے میں جا کر روئے گا۔ ہائے ناصرہ! ہائے ناصرہ!"

"یار! تو جانتا ہے۔ میں پتھر ہوں اور پتھر نہیں روتے۔ میں حالات کا تجزیہ کرنے جا رہا ہوں۔ تبریزی صاحب چالیس دنوں تک عبادت میں مصروف رہیں گے۔ اتنے دنوں میں نیلاں بڑی حد تک آتما شانتی حاصل کر لے گی۔ یہ معلوم کر لے گی کہ تبریزی صاحب اس پر روحانیت کے ذریعے غالب آنے والے ہیں۔ وہ چالیس دنوں میں شکتی حاصل کر کے ناصرہ کے جسم کو چھوڑ کر کسی دوسری دوشیزہ کے جسم میں چلی جائے گی اور ناصرہ ایک لاش بن کر رہ جائے گی۔"

یہ سنتے ہی ثنا رونے لگی۔ ثانی نے ڈانٹ کر کہا۔ "ثنا! کتنی بار سمجھایا ہے' خود کو فولاد بناؤ۔ تلخ تجربات کے زہر پیتی رہو مگر آنکھ میں آنسو نہ آنے دو۔"

وہ روتے ہوئے بولی۔ "اس تصور سے ہی دل کانپ جاتا ہے کہ میری ناصرہ بھائی کا جسم بے جان ہو جائے گا۔ میرے بھائی جان ٹوٹ کر رہ جائیں گے۔"

پورس نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "کیا میں ٹوٹتا ہوا نظر آرہا ہوں۔ کیا میری آنکھ میں ایک بھی آنسو ہے۔ تمہارے لئے یہ صحیح فیصلہ کیا گیا ہے کہ آئندہ تم بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر تربیت حاصل کرو گی۔ ایک آدھ سال میں وہاں فولاد بن جاؤ گی۔"

پارس نے کہا۔ "تم اس کے فولاد بننے کی اور ایک ڈیڑھ سال کی بات کیا کر رہے ہو۔ پہلے جو ناصرہ کا مسئلہ ہے اس کے لئے کوئی تدبیر سوچو۔"

وہ سنجیدہ ہو کر اپنے اپنے طور پر سوچنے لگے۔ پارس نے کہا۔ "ایک تدبیر ہے۔ یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ نیلاں تمہاری ناصرہ کو کہاں لے گئی ہے۔"

پورس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔ "کیا تدبیر ہے؟"

پارس نے اپنے شانے سے اس کے ہاتھ کو جھٹک کر کہا۔ "کیا میں تجھے بتاؤں گا۔ بدمعاش! لفنگا! میری عورت کو میرے خلاف بھکاتا ہے اور مجھ سے دوستی اور ہمدردی کی توقع رکھتا ہے۔"

پورس نے کہا۔ "ابے! اکڑ کیا دکھاتا ہے؟ جو دماغ تیرے پاس ہے' وہ میرے پاس بھی ہے۔ جیسا تو سوچتا ہے' ویسا ہی میں سوچتا ہوں۔ انتظار کر' میں ابھی تدبیر سوچ کر بتاتا ہوں۔"

ثنا نے پارس کے پاس آکر اس کے سینے پر سر رکھ کر کہا۔ "کیا آپ میرے بھائی جان نہیں ہیں۔ کیا آپ میرے آنسو دیکھنا چاہتے ہیں؟"

ثانی نے ثنا کو اپنی طرف کھینچ کر کہا۔ "کیوں دو شیطانوں کے چکر میں پڑ رہی ہو۔ پہلے پورس نے میرے صاحب کی ٹانگ کھینچی تھی اب یہ صاحب اس کی ٹانگ کھینچ رہے ہیں۔"

"ثانی! میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ ایسی تدبیر دماغ میں آئی ہے کہ ہم چار چھ دنوں میں ناصرہ تک پہنچ جائیں گے۔"

پورس نے کہا۔ "میری طرف دیکھ کر بول رہا ہے مکار! باتوں میں الجھا رہا ہے تاکہ میں تیری طرح تدبیر نہ سوچ سکوں۔"

ثانی نے کہا۔ "تو یہ ہے پارس! یہ پورس ٹھیک کہہ رہا ہے۔ تم پکے شیطان ہو۔ ہم سب کو الجھا رہے ہو۔ خاص طور پر یہ چاہتے ہو

کہ پورس کو اپنی ذہانت سے سوچنے کا موقع نہ ملے۔ ثنا! تم ذرا دور جاؤ۔ پورس! تم میرا ساتھ دو۔ ابھی میں اس کی بیوی نہیں' ایک فائٹر ہوں۔ ہم دونوں مل کر اس کی پٹائی کریں گے تو یہ شیطان انسان بنے گا۔"

ثنا اور پورس پینترے بدل کر اس پر حملے کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ وہ بولا۔ "دیکھو ثنا! دیکھو پورس! ہاتھا پائی کی بات نہیں ہے۔ تم دونوں کو شرم سے ڈوب مرجانا چاہیے۔ جب ذہانت کام نہیں آ رہی ہے تو مار پیٹ پر اتر آئے ہو۔"

"ابے شیطان! تو ہمیں سوچنے کا موقع دے گا تو ہم اپنی ذہانت سے تجھے مات دیں گے۔"

ثنا نے کہا۔ "میں آخری بار پوچھ رہی ہوں۔ اگر تم نے تدبیر نہیں بتائی یا ہمیں ذہانت سے کام لینے کا موقع نہ دیا تو میں سچ مچ حملہ کروں گی اور پورس بھی میرا ساتھ دے گا۔"

پارس نے اپنے دونوں کان پکڑ کر کہا۔ "ابھی بتاتا ہوں لیکن پہلے تم وعدہ کرو' پورس نے میرے خلاف تمہیں بھڑکایا تو تم مجھ سے ناراض نہیں رہو گی۔"

"جاؤ تمہیں معاف کیا۔ میں ناراض نہیں رہوں گی۔"

"خدا کا شکر ہے۔ کڑی مان گئی۔ میں ابھی تدبیر بتاؤں گا لیکن اس سے پہلے یہ بتا دوں کہ میں کسی کا قرض اپنے سر پر نہیں رکھتا۔ فوراً اتار دیتا ہوں۔ پورس نے میری بیوی کو میرے خلاف بھڑکایا۔ میں نے اس کی محبوبہ کو چالیس دنوں کے لئے دور کروا دیا جبکہ جناب تمیرزی نے صرف تین دنوں کے لئے گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔"

پورس نے اطمینان کی گہری سانس لے کر کہا۔ "میرے باپ! تو نے تو میری جان نکال دی تھی۔ باپ کہنے سے خوش نہ ہونا۔ مجبوراً گدھے کو بھی باپ کہنا پڑتا ہے۔"

سب ہنسنے لگے۔ ثنا نے پوچھا۔ "تدبیر کیا ہے؟"

وہ بولا۔ "یہ ہم جانتے ہیں کہ جناب تمیرزی روحانیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہی بتاتے ہیں ورنہ مستقبل کے بارے میں کوئی نہیں جان سکتا۔ ہو سکتا ہے' وہ ناصرہ کے بارے میں خاموشی اختیار کر لیں۔ ہو سکتا ہے' اب کشائی کریں۔ لہٰذا ہمیں اپنے طور پر بھی ناصرہ تک پہنچنے کی کوشش کرنا چاہیے۔"

ثنا نے کہا۔ "پورس! یہ درست ہے۔ تمہاری مراد پوری ہو یا نہ ہو' وہ تمہارے اندر اتنا حوصلہ پیدا کر دیں گے کہ تم مقدر کے فیصلے کو جوانمردی سے برداشت کر لو گے۔ اب ان سے چوتھے دن ملاقات ہو گی۔ تب تک ہم اپنے طور پر کچھ کریں گے۔"

پارس نے کہا۔ "تدبیر یہ ہے کہ تم اور ثنا بیک وقت ناصرہ کے دماغ میں جاؤ۔ وہ یقیناً سانس روک کر تم دونوں کو دماغ سے باہر کر دے گی لیکن یہ ٹیلی پیتھی کا تجربہ ہے کہ پرائی سوچ کی لہروں کو دماغ سے فوراً ہی نہیں نکالا جا سکتا۔ پہلے سوچ کی لہریں محسوس ہوتی ہیں۔ انہیں محسوس کرنے اور نکالنے میں کم از کم دو سیکنڈ ضرور لگتے ہیں۔"

وہ سب پارس کی باتوں کو توجہ سے سن رہے تھے۔ وہ بولا۔ "نیلاں بہت چالاک ہے۔ وہ پرائی سوچ سے یہ نہیں پوچھے گی کہ وہ کون ہے؟ اگر پوچھنے کی حماقت کرے تو ناصرہ کے دماغ میں اور چند سیکنڈ رہنے کا موقع مل جائے گا۔"

پورس نے کہا۔ "وہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بہت خوفزدہ ہے۔ کوئی بات نہیں کرے گی' فوراً سانس روک لے گی۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم صرف دو سیکنڈ کا حساب رکھتے ہیں۔ اتنی سی دیر میں ثنا صرف یہ معلوم کرے کہ وہ کہاں ہے؟ اس کے آس پاس یا درکھنے والی کوئی خاص بات ہے؟ مثلاً وہ مکان میں ہے' آبادی میں یا ویرانے میں ہے۔"

"بھلا دو سیکنڈ میں کیا معلوم ہو سکے گا؟"

"ہم میں سے کوئی مایوسی کی بات نہ کرے۔ جو کہہ رہا ہوں' وہ کرو۔ دوسری تدبیر یہ ہے کہ عبادت کرنی ہو' تپسیا کرنی ہو یا پھر کسی طرح کا جنتر منتر پڑھنا ہو تو ان اعمال کے لئے تسلسل قائم رکھنا پڑتا ہے۔ یہ تسلسل تنہائی میں یا کسی ویرانے میں قائم رکھا جا سکتا ہے۔ ثنا اور تم دونوں کسی ویرانے کو ذہن میں رکھ کر جاؤ۔"

وہ دونوں خیال خوانی کرنا چاہتی تھیں۔ پارس نے کہا۔ "ایک منٹ ٹھہرو اور یہ بات ذہن میں رکھو کہ پہلی تدبیر ناکام ہو تو ہر بندہ بیس منٹ کے بعد باری باری اس کے دماغ میں جاتی رہو۔ وہ سانس روکے گی تو اس کے شیطانی عمل کا تسلسل ٹوٹتا رہے گا اور وہ آتما شکتی کے آخری مرحلے تک کبھی نہیں پہنچ پائے گی۔"

ثنا نے بڑی محبت سے پارس کو دیکھا پھر ثنا سے کہا۔ "کم آن ثنا!"

دونوں نے بیک وقت خیال خوانی کی پرواز کی۔ ایک ساتھ ناصرہ کے دماغ میں پہنچیں۔ ایک مرد کی آواز سنائی دی۔ "دیوی ماں....."

اسی لمحے میں دونوں دماغ سے باہر آ گئیں۔ اس نے سانس روک لی۔ ثنا نے ثنا سے کہا۔ "میرے دماغ میں آؤ۔"

ثنا اس کے دماغ میں پہنچی تو ثنا نے ایک مرد کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ ناصرہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے شخص سے بولی۔ "میں تپسیا میں گم تھی۔ کوئی میری تپسیا بھنگ کرنا چاہتا ہے۔ میں اسے بھگا رہی تھی۔ تم نے ایسے وقت کچھ کہا تو نہیں تھا؟"

وہ کہنا چاہتا تھا کہ اس نے دیوی ماں کہہ کر اسے مخاطب کیا تھا لیکن ثنا کی اس کے دماغ پر حاوی ہو گئی تھی۔ وہ ثنا کی مرضی کے مطابق بولا۔ "میں آپ کو آواز دینے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی آپ نے آنکھیں کھول دیں۔"

تپسیا کی گہرائی یہ ہے کہ اس میں گم ہو جانے والے کو بنیادی آوازیں سنائی نہیں دیتیں لیکن دماغ میں کسی کی آمد سے تپسیا بھنگ

ہو جاتی ہے۔ نیلاں نے کہا۔ "تم تھوڑی دیر یہیں خاموش بیٹھے رہو۔"

ثنا سمجھ گئی کہ وہ اس شخص کے چور خیالات پڑھ رہی ہے۔ اس سے پہلے ہی ثنا چور خیالات کے خانے میں پہنچ گئی۔ اب جو وہ کہہ رہی تھی اس شخص کے خیالات بھی وہی کہہ رہے تھے۔ نیلاں نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ کھانا یہاں رکھ دو اور جاؤ۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کے سر جھکاتے ہوئے الٹے قدموں جانے لگی۔ ثنا اس کے اندر موجود تھی اور محسوس کر رہی تھی کہ اس شخص کو رخصت کرنے کے باوجود نیلاں موجود ہے اور مختلف انداز سے سوالات کر رہی ہے اور وہ شخص ثنا کی مرضی کے مطابق جواب دے رہا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ نیلاں آسانی سے مطمئن نہیں ہو گی۔

ثنا کو اچانک چھینکیں آنے لگیں۔ وہ فوراً ہی دماغی طور پر پارس اور پورس کے سامنے حاضر ہو کر چھینکنے لگی پھر پارس سے بولی۔ "بھائی جان! آپ نے تو کمال کر دیا۔ آپ کی تدبیر ایسی کامیاب ہو رہی ہے جس کی ہم توقع نہیں کر سکتے تھے۔"

پارس نے پوچھا۔ "کیا ثنا' ناصرہ کے دماغ میں ابھی تک ہے؟"

"نہیں' وہ چڑیل نیلاں کبھی ہماری موجودگی برداشت نہیں کرے گی۔ اس نے تو سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی لیکن یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ان لمحات میں کوئی شخص اسے دیوی ماں کہہ رہا تھا۔ بس اسی وقت ثنا مجھے اپنے دماغ میں بلا کر اس شخص کے دماغ میں پہنچ گئی۔ نیلاں کو شبہ ہو رہا ہے کہ اس شخص نے اسے مخاطب کیا تھا تو ہم اس کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچے ہوئے ہیں۔ اس شخص کا نام جگت نارائن ہے۔ ثنا اس کے دماغ کے چور خانے پر بھی قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ نیلاں تپسیا میں گم تھی۔ ہماری آمد سے وہ چونک پڑی تھی اس لئے یہ معلوم نہ کر سکی کہ جگت نارائن نے اسے دیوی ماں کہہ کر مخاطب کیا تھا۔"

پورس نے پوچھا۔ "یہ جگت نارائن کون ہے؟"

"اس علاقے میں اس کی بہت بڑی پرچون کی دکان ہے۔ دکان اور گاؤں کی آبادی سے تین کلو میٹر دور نیلاں ایک کھنڈر میں تپسیا بھی کرتی ہے اور جادو ٹونے کے لئے کالی مائی کی پوجا کرتی ہے۔ اس کھنڈر میں صرف جگت نارائن چوبیس گھنٹے میں ایک بار اس کے لئے کھانا لاتا ہے۔ وہاں سیکڑوں کلو میٹر کے رقبے کا مالک جاگیردار دھنی رام بشن دھاری ہے۔ نیلاں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس ظالم جاگیردار کو خوفزدہ کر کے اپنے سیوک جگت نارائن کو خوب مالی فائدہ پہنچا رہی ہے۔"

پورس نے پوچھا۔ "وہ علاقہ بھارت میں کہاں ہے؟"

"میں اچانک چھینکنے کے لئے واپس پلٹی تھی۔ ابھی جا کر معلوم کرتی ہوں۔"

وہ جگت نارائن کے دماغ میں پہنچی۔ اس کے اندر نیلاں کہہ رہی تھی۔ "مجھے یقین ہے تم نے مجھے مخاطب کیا تھا؟"

وہ اپنے گاؤں کی طرف جاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "دیوی ماں! آپ کی کرپا سے میں لکھ پتی بن گیا ہوں۔ بھلا آپ سے جھوٹ کیوں بولوں گا۔ میں روز شام کو روٹی یا چاول' ساگ سبزی لا کر آپ کو مخاطب کرتا تھا۔ آج بھی مخاطب کرنے والا تھا لیکن اس سے پہلے ہی آپ نے آنکھیں کھول دیں۔"

وہ مسلسل جھوٹ بول کر اپنی ایک ہی بات پر قائم تھا۔ اس طرح ثنا نے سمجھ لیا کہ نیلاں نے اب تک اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہے اور اسے سچ اگلنے کا موقع نہیں دے رہی ہے۔

ثنا واپس آ کر پارس اور پورس سے بولی۔ "بھارت کے انتہائی جنوب مغرب میں واقع بندرگاہ کالی کٹ سے پانچ سو کلو میٹر دور وہ گاؤں پنچ دھاری نگر کے نام سے جانا جاتا ہے لیکن نیلاں نے اب تک جگت نارائن کا پیچھا نہیں چھوڑا ہے۔ اس سے برابر پوچھتی جا رہی ہے کہ اس نے ہماری آمد کے وقت اسے مخاطب کیا تھا یا نہیں؟ ثنا اس کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے ہے اس لئے وہ مسلسل یہی جواب دے رہا ہے کہ اس نے اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔"

پورس نے کہا۔ "نیلاں شبے کی بنا پر ناصرہ کو وہاں سے کسی دوسری جگہ لے جائے گی۔ تم انکل پاشا کو فوراً بلاؤ۔"

پارس دوسرے کمرے میں جا کر سلمان کو بلا لایا۔ ادھر جلال پاشا آ گیا۔ انہوں نے ان دونوں کو ناصرہ کے حالات بتائے پھر پارس نے کہا۔ "بہتر ہے آپ تھوڑی دیر کے لئے ثنا کے ساتھ جگت نارائن کے دماغ میں رہ کر ضروری معلومات حاصل کر کے آئیں۔"

وہ دونوں ثنا کے دماغ میں رہ کر چلے گئے۔ پورس نے کہا۔ "پارس! وہ چڑیل مطمئن نہیں ہو گی۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ ناصرہ کو لے کر کسی دوسری جگہ چلی جائے گی۔ اس سے پہلے ہی ہمیں اس کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنا چاہیے۔"

"بے شک ہم ابھی سے اس کے پیروں میں زنجیریں ڈالیں گے۔ ایک ذرا صبر کرو۔ ہمارے بزرگوں کو آنے دو۔"

پندرہ منٹ بعد سلمان اور جلال پاشا دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ سلمان نے کہا۔ "ثنا مسلسل جگت نارائن کے دماغ میں ہے لیکن وہ کب تک رہے گی۔ نیلاں کسی دوسرے موقع پر جگت نارائن سے سچ اگلوا لے گی۔ ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے ناصرہ کو کسی دوسری جگہ لے جائے گی۔"

جلال پاشا نے کہا۔ "اب ہم وہاں کے جاگیردار دھنی رام بشن دھاری کو اپنا آلۂ کار بنا کر نیلاں کو اسی کھنڈر میں قیدی بنا کر رکھیں گے۔"

پارس نے سلمان سے کہا۔ "انکل! کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ثانی سے معلوم کیا جائے کہ وہ اب تک وہاں رہ کر حالات کو کس طرح سمجھ رہی ہے۔ آپ جگت نارائن کے دماغ میں جاکر ثانی کو یہاں بھیج دیں۔"

تھوڑی دیر بعد ثانی دماغی طور پر ہمارے درمیان حاضر ہوگئی۔ اس نے کہا۔ "نیلاں بہت ضدی اور چالاک ہے۔ بار بار جگت نارائن کے دماغ میں جاکر پوچھتی رہی اور میں جگت نارائن کو یہی کہنے پر مجبور کرتی رہی کہ اس نے دیوی ماں کہہ کر اسے مخاطب نہیں کیا تھا لیکن نیلاں شبے میں مبتلا ہے کہ اس نے شاید جگت نارائن کی آواز سنی تھی۔ ایک بار اس نے غصے میں آکر جگت نارائن کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ میں زلزلے سے اس کے دماغ کو محفوظ رکھ سکتی تھی لیکن اس کا شبہ یقین میں بدل جاتا۔ میں نے اسے یقین نہیں کرنے دیا۔ جگت نارائن زلزلے کی تکلیف سے اپنے گھر کے آنگن میں گر کر تڑپنے لگا۔

"ایسے وقت چور خیالات اپنے قابو میں نہیں رہتے۔ تکلیف کی شدت سے نکلتے چلے جاتے ہیں مگر وہ چور خیالات سے جو پوچھتی گئی وہ تکلیف کے باوجود میری مرضی کے مطابق انکار کرتا رہا کہ اس نے دیوی ماں کہہ کر اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔

"وہ آنگن میں چیخ مار کر گر پڑا تھا اور تڑپ رہا تھا۔ اس کے بیوی بچے دوڑتے ہوئے سنبھالنے آگئے تھے۔ اس کی بیوی اپنے پتی کی حالت دیکھ کر رونے لگی تھی۔ اس کے نوجوان لڑکے نے کہا' میں ابھی وید جی کو بلا کر لاتا ہوں۔ اسی وقت ڈیڈی میرے پاس آئے۔ میں انہیں جگت نارائن کے دماغ میں چھوڑ کر آئی ہوں۔ ثنا تم میرے دماغ میں آؤ۔ ایسی افراتفری میں شاید نیلاں نے جگت نارائن کے بیٹے پر دھیان نہیں دیا ہوگا۔ وہ وید جی کو بلانے کا کہتا ہوا گیا تھا۔ اب ثنا اس لڑکے کے اندر رہے گی۔"

ثانی نے ثنا کو اس لڑکے کے اندر پہنچا دیا۔ وہ لڑکا اتنی دیر میں وید کو بلا کر لے آیا تھا۔ وہ جگت نارائن کی نبض دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ شاید ان کو دماغی صدمہ پہنچا ہے۔ میری دو تین پڑیاں کھا کر ٹھیک ہو جائیں گے۔"

محلے پڑوس والے بھی آگئے تھے۔ کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ وہ روز شام کو کھنڈر کی طرف جاتا تھا۔ اس پر کوئی بھوت یا چڑیل سوار ہے۔ کسی نے کہا' اندھیرا ہو چکا ہے' انہیں لالٹینیں لے کر ادھر جانا چاہیے۔ اگر کوئی بھوت یا چڑیل ہے تو وہ اپنے منتر سے قابو میں کرے گا۔

ثنا نے ایک نوجوان کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کھنڈر کی طرف چلنے سے دوڑایا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ گاؤں والے کھنڈر کی طرف آئیں گے۔ وہ تمام لوگوں کے دماغوں میں بیک وقت جما کر انہیں نہ سزا دے سکے گی اور نہ مرعوب کر سکے گی۔ لہٰذا وہ کھنڈر چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلی جائے گی۔

ادھر وہ جوان لال بہادر دوڑتا ہوا گیا۔ ادھر نیلاں نے گاؤں والوں کو اپنی طرف آنے سے روکنے کے لئے اس شخص کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا جو منتروں کے ذریعے اسے قابو میں کرنے کا اور اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ وہ بے چارہ بھی چیخیں مار کر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کی حالت دیکھ کر سب ہی سہم گئے۔ کسی میں پھر اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ کھنڈر کی طرف جانے کی بات کرتا۔

ثانی نے ثنا کے پاس آکر دیکھا۔ وہ ایک دیہاتی جوان لال بہادر کو دوڑاتی ہوئی کھنڈر کے قریب لے آئی تھی۔ نیلاں وہاں سے ناصرہ کو دوسری جگہ لے جانے کے لئے اپنے کپڑے لتے اور کھانے کا سامان اٹھا کر اس کی گٹھڑی بنا کر جا رہی تھی۔

ثانی نے کہا۔ "ثنا! اس لال بہادر کو منہ سے آواز نہ نکالنے دینا۔ اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمائے رکھو اور بڑی احتیاط سے چھپ کر اس کے ذریعے نیلاں کا پیچھا کرتی رہو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ سلمان کے پاس آکر بولی۔ "ڈیڈی! جگت نارائن کے دماغ سے چلیں۔ نیلاں بھاگ رہی ہے اور ثنا ایک جوان لال بہادر کے دماغ میں رہ کر اس کا پیچھا کر رہی ہے۔"

ثانی نے اپنے باپ سلمان کو لال بہادر کے دماغ میں پہنچایا پھر پارس اور پورس کے پاس آکر وہاں کے حالات بتانے لگی۔ تمام باتیں سن کر پورس نے کہا۔ "وہ چڑیل میری ناصرہ کو نہ جانے کہاں کہاں بھٹکائے گی۔ اسے صرف خیال خوانی کے ذریعے کنٹرول کرنا ممکن نہیں ہوگا۔"

پارس نے کہا۔ "وہاں جسمانی طور پر صرف ایک گنوار دیہاتی لال بہادر نیلاں کا تعاقب کر رہا ہے۔ نیلاں کسی وقت بھی اڑ کر کہیں گم ہو سکتی ہے۔ ثانی! تم جاؤ۔ لال بہادر کے علاوہ بھی کسی تعلیم یافتہ جوان کو آلۂ کار بنا کر اسے نیلاں کے پیچھے لگاؤ۔ میرا خیال ہے پارس اڑنا جانے والی پہلی فلائٹ سے کالی کٹ کی بندرگاہ جائیں گے۔ اس دوران میں تم نیلاں کی نشاندہی کرتی رہو۔"

"ثنا کو بھی بابا صاحب کے ادارے میں چھوڑ دو۔ ڈیڈی اس ادارے میں پہنچا دیں گے۔ انکل جلال پاشا دماغی طور پر تم دونوں کے ساتھ رہیں گے۔ میں نیلاں کا تعاقب کرتی رہوں گی۔"

ثانی نے لال بہادر کے دماغ میں پہنچ کر ثنا اور سلمان کو جانے کے لیے کہا۔ وہ دونوں چلے گئے۔ رات کی تاریکی میں نیلاں ایک جنگل سے گزر رہی تھی اور بار بار رک کر چاروں طرف اندھیرے میں دیکھنے کی ناکام کوششیں کر رہی تھی۔ اسے شبہ تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ درختوں کے سوکھے پتے زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔ ان پر پاؤں رکھتے ہوئے آگے جانا ضروری تھا۔ وہ چلتے وقت چرچراہٹ کی آوازیں پیدا کرتے تھے۔

جب نیلاں رکتی تھی تو ثانی لال بہادر کو بھی روک دیتی تھی۔ اس کے باوجود وہ جانتی تھی کہ چلتے وقت صرف اس کے قدموں

کی آواز نہیں بلکہ پیچھے یا آس پاس بھی ایسی آوازیں آتی ہیں پھر اس کے رکتے ہی دوسری طرف کی آوازیں بھی رک جاتی ہیں۔

ایسے تاریک جنگل میں نیلاں کو دبوچ لینا آسان تھا۔ لال بہادر مجرا جوان تھا۔ نیلاں اس کی مدافعانہ قوت کے آگے بے بس ہو جاتی لیکن دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو لال بہادر کے ذریعے ناصرہ کو جسمانی طور پر نقصان پہنچتا اور جب نیلاں دیکھتی کہ ناصرہ جسمانی طور پر جکڑی گئی ہے اور جکڑنے والے مسلمان اسے مقدس آیات کے ذریعے زیر کریں گے تو وہ اپنی شیطانی فطرت کے باعث ناصرہ کے جسم سے نکل کر اسے مردہ بنا دیتی۔

وہ پہلے بھی دھمکی دے چکی تھی کہ ناصرہ کے جسم کو جبڑا اس سے چھینا گیا تو اس کا آخری راستہ یہی ہوگا کہ اس کی آتما ناصرہ کو مردہ بنا کر کہیں بھٹکتی رہنا منظور کرے گی لیکن مقدس آیات پڑھنے والوں کے قابو میں نہیں آئے گی۔

اسے قابو میں کرنے کے لئے بڑی حکمتِ عملی کی ضرورت تھی۔ پارس اور پورس وہاں جسمانی طور پر موجود رہتے تو کوئی مکاری دکھا سکتے تھے۔ ابھی وہ دونوں لندن میں تھے اور دوسرے دن سے پہلے انڈیا جانے والی کوئی فلائٹ نہیں تھی۔ پورس نے کہا۔ "پارس! فرض کرو' میں نیلاں کی بات مان لوں اور ناصرہ کو حاصل کرلوں تو تم مجھے کس طرح نیلاں سے نجات دلا کر ناصرہ کو ہمیشہ میرے پاس رہنے دو گے؟"

پارس نے کہا۔ "میں ابھی ایسی ہی ایک الٹی چال سوچ رہا تھا کہ نیلاں کو خوش کرنے کے لئے تمہیں پہلے اس کے زیرِ اثر پہنچایا جائے۔ اس کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ وہ خوبیٔ عمل کے ذریعے تمہیں اپنا تابع بنائے۔ اس دوران میں ثانی اور انکل پاشا وغیرہ تمہارے دماغ میں موجود رہیں گے۔ اسے پتا نہیں چلے گا کہ اس کا عمل ناکام ہو رہا ہے۔ اور تم اس کے معمول اور تابع ہونے کی ایکٹنگ کامیابی سے کرتے رہو گے۔ وہ تمہارے اصل چور خیالات پڑھنے میں بھی ناکام رہے گی۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری ایکٹنگ کو کامیاب بناتے رہیں گے۔"

"کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اسے کسی طرح کا شبہ نہ ہو اور وہ ناصرہ کا جسم چھوڑ کر نہ جائے۔"

"یار! ہم دو مکار ملے ہیں تو پھر نیلاں ہمارے درمیان ایک گھٹیا مکار رہ جائے گی۔"

ثنا نے کہا۔ "میں نیلاں سے پھر ایک بار رابطہ کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ وہ بات کرنے پر آمادہ ہو گئی تو اس سے کہوں گی کہ میرے بھائی جان ناصرہ بھابی کے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ بھائی جان نے پارس اور ثانی سے جھگڑا کر لیا ہے۔ ان سے مقابلہ ہو کر اس کے پاس آکر ناصرہ بھابی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔"

اس میں شبہ نہیں تھا کہ پارس اور پورس ناممکن کو ممکن بنانے کی لیکن قدرت کچھ اور چاہے تو ذہانت اور مکاری کام نہیں آتی۔ ثنا ثانی کے پاس پہنچ کر اسے یہ تدبیر بتانا چاہتی تھی لیکن وہاں حالات اچانک بدل گئے تھے۔ جنگل کے درمیان سے گزرنے والے ایک راستے پر ایک بڑی سی وین آرہی تھی۔ ناصرہ نے نیلاں کی مرضی کے مطابق اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ بھلا ایک حسین اور جوان عورت کو دیکھ کر کون گاڑی نہ روکتا؟ اس کے رکتے ہی ناصرہ اس میں بیٹھی پھر وہ گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

ثانی' لال بہادر کو دوڑاتی ہوئی اس سڑک تک آئی تو وہ گاڑی بہت دور نکل چکی تھی۔ ثنا نے آکر یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے کہا۔ "ابھی میرے دونوں بھائیوں نے نیلاں کو قابو میں کرنے کی بہت اچھی تدبیر سوچی تھی مگر وہ تو اب نہ جانے کہاں جا رہی ہوگی؟ کیا ہم اس کے دماغ میں چلیں؟"

ثانی نے کہا۔ "ہم کسی وقت بھی اس کے دماغ میں جا سکتے ہیں لیکن ضروری نہیں ہے کہ جو سنہری موقع پہلے ہاتھ آیا تھا' وہ موقع پھر مل سکے۔ وہ دیکھو ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آرہی ہیں۔"

ثانی نے لال بہادر کو سڑک پر لا کر کھڑا کر دیا۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر گاڑی کو رکنے کا اشارہ کرنے لگا۔ وہ پولیس فورس کی ایک بڑی سی گاڑی تھی۔ اس کے قریب آکر رک گئی۔ لال بہادر نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "صاب! آپ یہیں نہیں کریں گے۔ ہمرے گاؤں میں ایک بلا آئی تھی۔ وہ ابھی اگلی گاڑی میں بیٹھ کر بھاگ رہی ہے۔ ہمرا رمائی باپ ہم کو ادھر لے چلو۔"

ایک انسپکٹر نے کہا۔ "تعجب ہے۔ ہم بھی اس گاڑی کا پیچھا کر رہے ہیں۔ چلو پیچھے بیٹھ جاؤ۔"

لال بہادر پیچھے مسلح سپاہیوں کے قدموں میں آکر بیٹھ گیا۔ گاڑی تیز رفتاری سے جانے لگی۔ اس کی رفتار سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اگلی گاڑی تک پہنچ جائیں گے۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور ایک عورت سڑک پر پڑی ہوئی نظر آئی۔ ڈرائیور نے قریب پہنچ کر گاڑی روک دی۔ ثانی اور ثنا نے لال بہادر کے ذریعے دیکھا۔ سڑک پر ناصرہ کا مردہ جسم پڑا ہوا تھا۔ اگلی گاڑی والے اس کی لاش پھینک کر چلے گئے تھے۔

لال بہادر نے پہلے کبھی کھنڈر میں رہنے والی ناصرہ کو نہیں دیکھا تھا۔ انسپکٹر نے پوچھا۔ "کیا یہ وہی بلا ہے؟"

"ہم نہیں جانتے مائی باپ! وہ ہم کو دوڑاتے ہوئے اپنے پیچھے لا رہی تھی۔ ہم نے اس کی صورت تا نہیں دیکھی تھی۔"

ایک پولیس افسر نے کہا۔ "تلاش کو جلدی سے گاڑی میں رکھو۔ اس کالے جادو کرنے والے گرو گھنتال کو ہم بچ کر جانے نہیں دیں گے۔"

ثانی اور ثنا اس افسر کی بات پر چونک گئیں پھر دماغی طور پر پارس پورس اور سلمان کے پاس آکر بتایا۔ ثانی اپنی جگہ سے اٹھ کر پورس کے پاس بیٹھ گئی۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "حوصلہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ ناصرہ کو بھول جاؤ۔ وہ اب اس دنیا میں

نہیں رہی۔ ہم سب کو چھوڑ گئی ہے۔"

پورس نے سر جھکا کر آنکھیں بند کرلیں۔ اس کمرے میں سب کو چپ لگ گئی تھی۔ کمرے کا ماحول سوگوار ہوگیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد پورس نے کہا۔ "میں اس کے لئے کچھ نہ کرسکا۔ کیا اس کا آخری دیدار بھی نہیں کرسکوں گا؟"

ثانی نے کہا۔ "میں ابھی معلوم کرتی ہوں کہ اسے کس شہر کے کس اسپتال کے مردہ خانے میں رکھا جائے گا پھر ہم وہاں چلیں گے۔"

ثانی نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس پولیس افسر کے دماغ میں پہنچی تو اس کے خیالات پڑھ کر حیران رہ گئی۔ ناصرہ کی لاش کو گاڑی کے پچھلے حصے کے فرش پر رکھا گیا تھا۔ دو طرفہ سیٹوں پر مسلح سپاہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک انہیں بدبو کا احساس ہوا۔ انہوں نے گاڑی کی اندرونی لائٹ جلا کر دیکھا تو اس لاش کی کھال اور گوشت گل رہا تھا۔ لیس دار پانی بہتا جارہا تھا۔ سب نے اپنے منہ اور ناک پر کپڑا باندھ لیا۔ آگے بیٹھے ہوئے افسران نے بھی بُو محسوس کی۔ انہیں بتایا گیا کہ لاش گل رہی ہے۔ لیس دار پانی بہہ رہا ہے مگر خون کی سرخی نظر نہیں آرہی ہے۔

وہ کالی کٹ کے اسپتال پہنچے تو کچھ لیس دار پانی رہ گیا تھا۔ باقی گاڑی سے نیچے گر تا آیا تھا۔ اب وہاں لاش کی جگہ ہڈیوں کا ڈھانچا رہ گیا تھا۔ اسپتال کا عملہ بھی منہ اور ناک پر کپڑا باندھ کر اس ڈھانچے کو ایک کمرے میں لے گیا۔ وہاں ہڈیوں کا ایک اسپیشلسٹ تھا۔ اس نے ڈھانچے کا معائنہ کیا پھر پولیس افسران کو حیرانی سے دیکھ کر کہا۔ "مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ میں بھارت کے دوسرے بون اسپیشلسٹس کو بھی بلاؤں گا مگر میرا تجربہ کہہ رہا ہے کہ یہ جس عورت کا ڈھانچا ہے' وہ دو برس پہلے مرچکی تھی۔ یہ بات سمجھ سے باہر ہے کہ یہ دو برس تک گوشت اور پوست کے جسم میں کیسے رہی؟"

ثانی نے دماغی طور پر حاضر ہو کر پوچھا۔ "پورس! تمہیں ناصرہ کب ملی تھی' یعنی اس سے پہلی ملاقات سے اب تک کتنا عرصہ گزر چکا ہے؟"

"یہی کوئی دو یا پونے دو برس مگر تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"سوری پورس! اب دل پر پتھر رکھ لو۔ اس کا آخری دیدار بھی نہیں کرسکو گے۔ وہ اپنی موت کے بعد ہڈیوں کا ڈھانچا بن چکی ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"یہ کالی کٹ اسپتال کا ایک بون اسپیشلسٹ کہہ رہا ہے کہ وہ دو برس پہلے وفات پا چکی تھی۔ بھارت کے دوسرے بون اسپیشلسٹس بھی اس ڈھانچے کا معائنہ کرنے والے ہیں۔ مگر ہم حقیقت جانتے ہیں۔ ناصرہ کی موت دو برس پہلے واقع ہو چکی تھی۔ اس کے جسم کو نیلاں کی آتما نے سنبھالا ہوا تھا۔ چونکہ روح اندر تھی اس لئے جسم گلنے سے محفوظ رہا تھا۔"

پارس نے ایک سرد آہ بھر کر پورس سے کہا۔ "میرے دوست! ہم قدرتی حالات کو بھول گئے تھے کہ انسان مرنے کے بعد گوشت پوست سے محروم ہو جاتا ہے۔ تقدیر تمہیں گوشت پوست کا ایک کھلونا دے کر دوبرس سے بہلا رہی تھی۔"

ناصرہ کی موت پر ثنا کی آنکھوں میں آنسو آرہے تھے اور وہ سب سے چھپ کر آنکھیں پونچھ رہی تھی پھر اس نے کہا۔ "مجھے ہو نیلاں پر۔ اللہ کرے وہ بھی فنا ہوگئی ہو۔"

اس کی بات پر سب ہی چونک گئے۔ جب وہ ناصرہ کے جسم کے ساتھ کامیابی سے فرار ہو چکی تھی تو پھر اس نے ناصرہ کا جسم کیوں چھوڑ دیا تھا؟ جبکہ اس نے آتما شکتی پوری طرح حاصل نہیں کی تھی اور نہ ہی وہ ناصرہ کو خود کسی شکتی کے بغیر چھوڑ سکتی تھی اور نہ اپنی آتما کو بھٹکانا چاہتی تھی؟

کیا اسے ایسا کوئی ذریعہ حاصل ہوگیا تھا کہ اس کی آتما جسم بدلنے میں کامیاب ہوگئی؟ اور اس طرح نیلاں کیا ابھی زندہ ہے؟

سلمان' ثانی اور ثنا نے بیک وقت خیال خوانی کی پرواز کی۔ نیلاں تک پہنچنا چاہا مگر ناکام ہو کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئے۔ نیلاں کا سراغ نہیں ملا۔

ثانی نے کہا۔ "وہ دنیا میں موجود ہے۔ جب تک ناصرہ کے جسم میں رہی' ناصرہ کی آواز اور لب و لہجے میں بولتی رہی۔ اب جس عورت کے جسم میں بھی گئی ہوگی تو اسی عورت کے لب و لہجے میں بولے گی اور ہم اس نئے لب و لہجے کو نہیں جانتے ہیں۔ اسی لئے نیلاں تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔"

وہ سب اپنے اپنے طور پر سوچنے لگے کہ پوری طرح آتما شکتی حاصل نہ کرنے کے باوجود نیلاں نے جسم کیسے تبدیل کیا ہے؟

میں نے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج خلیل بن حکیم سے کہہ دیا کہ امریکی اکابرین دو گھنٹے کے اندر ان تمام مسلمان مجاہدین کو رہا کرنے والے ہیں جنہیں خفیہ قید خانوں میں رکھا گیا تھا۔ اسرائیل میں بھی ایک انڈر گراؤنڈ قید خانے میں ایسے مجاہدین کو رکھا گیا تھا جو امریکا اور یورپ والوں کے لیے بہت ہی خطرناک تھے۔ ایسے فولادی دماغوں کے حامل تھے کہ ان پر تنویمی عمل عارضی طور پر اثر کرتا تھا پھر وہ دو چار گھنٹوں میں نارمل ہو کر تنویمی عمل سے نجات حاصل کرلیتے تھے۔

ان میں سے تین مجاہدین سے مغربی ممالک بہت خوف زدہ تھے۔ ایک مجاہد کا نام قاسم بن حشام' دوسرے کا نام مرحبا توصیف اور تیسرے کا نام فرہاد گیلانی تھا یعنی وہ میرا ہم نام تھا اور اس کا تعلق ایران سے تھا۔

بابا صاحب کے ادارے میں تمام قیدی مجاہدین کی فہرست اور ان کا مکمل ریکارڈ موجود تھا۔ ان میں سے مرحبا توصیف کا تعلق سعودی عرب کے شہر جدہ سے تھا۔ وہ نہایت ذہین اور سیاسی چالوں

کو سمجھنے والا تھا اور بڑی زبردست چالیں چل کر انڈر گراؤنڈ قید خانے سے فرار ہوگیا تھا۔ اب ایک اسلامی ملک میں پناہ لیے ہوئے تھا۔ امریکی ہر حال میں اسے گرفتار کرنے اور مار ڈالنے پر تلے ہوئے تھے۔

ان مجاہدین کی رہائی کے وقت ثانی' ثنا' جلال پاشا اور سلمان کو بلایا گیا۔ میں بھی موجود رہا۔ ہم سب ایک بہت بڑے ٹی وی اسکرین پر ان کے ریکارڈ کے مطابق ان کی تصدیق کرتے رہے۔ ان سب کو ان کے ملکوں تک پہنچانے کے لیے خصوصی طیاروں کے انتظامات کیے گئے تھے۔

ہم سب نے ایک ایک بات ایک نکتے کو اہمیت دے کر اطمینان حاصل کیا کہ تمام مطلوبہ مجاہدین کو رہا کردیا گیا ہے۔ ویسے اتنی احتیاط کے باوجود ہم کہیں کہیں دھوکا کھا گئے۔ جب نارجر سیلوں میں یہ دیکھا گیا کہ قاسم بن حشام اور فرہاد گیلانی فولادی دماغ کے حامل ہیں اور ان کا برین واش نہیں کیا جاسکے گا تو ان دونوں کو بڑی رازداری سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا اور پلاسٹک سرجری کے ذریعے ان کی ڈپی تیار کی گئی تھی۔ ان کی آواز اور لب و لہجے کی کامیاب نقل کرائی گئی تھی اور ان کے ماضی کے بارے میں بہت کچھ بتا کر دو سرے قاسم بن حشام اور فرہاد گیلانی تیار کیے گئے تھے۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی دھوکا کھا گئے تھے۔ ان پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ لہٰذا ان کے چور خیالات بھی یہی ثابت کرتے رہے کہ وہی ہمارے مطلوبہ قاسم بن حشام اور فرہاد گیلانی ہیں اور چند ایسے مجاہدین تھے جن کے برین واش کردیے گئے تھے' تنویمی عمل کے باعث بظاہر مسلمان جان نثار تھے لیکن درپردہ امریکی ایجنٹ بن چکے تھے۔

صرف ایک مرحبا توصیف اصلی تھا جسے امریکی مار ڈالنے کے لیے بے چین ہو رہے تھے۔ اس کے لیے ہم نے امریکی اکابرین سے کہہ دیا تھا کہ وہ مرحبا کو ہلاک کرنے کے لیے جتنے خفیہ ہتھکنڈے استعمال کریں گے' ان کے جواب میں ہماری طرف سے بھی کارروائیاں ہوتی رہیں گی۔

ایک طرح سے دیکھا جائے تو ہم ان تمام مجاہدین کو رہائی دلا کر کئی حد تک امریکی فریب میں آچکے تھے۔ مجاہدین کے درمیان چھپے ہوئے امریکی ایجنٹوں کو پہچاننا ممکن نہیں تھا۔ خاص طور پر قاسم بن حشام اور فرہاد گیلانی ایسے زبردست امریکی ایجنٹ تھے جن کی رہائی کے بعد ان کے ممالک کے اکابرین اور عوام انہیں پھولوں کے ہار پہنانے والے تھے۔ کوئی انہیں نقلی اور جعلی مجاہدین تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوتا۔

ثانی' پارس' پورس' ثنا' جلال پاشا اور سلمان پیرس آگئے تھے۔ علی نے بڑی گرم جوشی سے پورس کو گلے لگا کر استقبال کیا پھر تمہارے ساتھ جو ٹریجڈی ہوئی' اس کا مجھے بہت افسوس ہے۔ دیکھیے نیلاں اگر زندہ ہے تو ہم اسے سکون سے رہنے نہیں

فہمی نے کہا "پورس! تم پارس کی کارین کاپی ہو۔ بدترین حالات سے نمٹنے یا کوئی صدمہ اٹھانے کے بعد جلد ہی دوسرے معاملات میں مصروف ہو کر گزری ہوئی باتوں کو بھول جاتے ہو۔ ایم آئی رائٹ؟"

پورس نے مسکرا کر کہا "میں دیکھ رہا ہوں کہ میں اپنے بارے میں اتنا نہیں جانتا' جتنا تم سب میرے بارے میں جانتے ہو۔"

وہ سب قہقہے لگانے لگے۔ شیڈو بھی ان کے ساتھ تھا۔ علی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "ہماری ٹیم میں شیڈو جیسے ذہین ساتھی کا اضافہ ہوا ہے۔ کیوں شیڈو! ہم نے سنا ہے کہ تم زبردست پلان میکر ہو؟"

"میں اپنے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ ایک گھنٹا پہلے میڈم سونیا اور فرہاد صاحب نے مجھ سے مجاہدین کی رہائی کے سلسلے میں میری رائے طلب کی تھی۔ میں نے شبہ ظاہر کیا ہے کہ ان مجاہدین میں آٹے میں نمک کے برابر ہی سہی' امریکی ایجنٹ ضرور ہوں گے۔"

علی نے کہا "پھر تو تمہیں ایسے خفیہ ایجنٹوں کو ڈھونڈ نکالنا چاہیے۔ ہم تمہارے ساتھ رہیں گے۔"

شیڈو نے کہا "میں نے آپ کے پاپا سے کہا ہے کہ سب سے پہلے ایسے دو اہم مجاہدین پر توجہ دی جائے جو امریکی دماغ کے پھوڑے ہیں۔ میرا ذہن نہیں مانتا کہ ہمارے سامنے زہریلا سانپ آئے اور ہم اسے مارے بغیر چھوڑ دیں۔ لہٰذا قاسم بن حشام اور فرہاد گیلانی اگر چھوڑے گئے ہیں تو اب وہ امریکا کے لیے زہریلے

سیمافورز کا ایک ناقابل فراموش ناول
کوری آنکھیں
(دو جلدیں)
قیمت فی جلد:-/150 ڈاک خرچ:-/20
● ایک نوجوان کی داستانِ الم جس نے خواب دیکھے اور انہیں اپنی کوری آنکھوں میں سجالیا۔
● ایثار اور بے لوث محبت کی ایسی داستان جو آپ کی جذباتی دنیا میں ہلچل مچادے گی۔
اپنے ہاکر یا قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں

نہیں رہیں گے۔ ان دونوں پر گہری نظر رکھنی چاہیے۔"

"بابا تم سے متفق ضرور ہوں گے۔"

"ایسے متفق ہوئے ہیں کہ آپ کی مما (سونیا) اور بابا دونوں لیبیا گئے ہیں کیونکہ قاسم بن حشام لیبیا کے شہر طرابلس کا باشندہ ہے۔"

بے شک شیڈو غیر معمولی ذہانت کا حامل تھا۔ اس کی یہ بات میرے اور سونیا کے دل کو لگی تھی کہ امریکا کی نظروں میں تین زہریلے مجاہد تھے جن میں سے مرحبا توصیف بہت پہلے ہی فرار ہو گیا تھا۔ باقی دو میں قاسم بن حشام اور فرہاد گیلانی تھے جنہیں امریکا کسی حال میں زندہ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ ہم ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کی ایک ایک تکنیک کو سمجھنے کے باوجود دھوکا کھا سکتے تھے۔

ہم اس میں سے قاسم بن حشام کی اصلیت معلوم کرنے اور اگر وہ اصلی نہیں ہے تو اسے بے نقاب کرنے کے لیے طرابلس پہنچ گئے تھے۔ اسے امریکا کے ایک خصوصی طیارے سے پہنچایا گیا تھا۔ وہاں کے حکام کو بتایا گیا تھا کہ فرہاد علی تیمور کے مطالبے کے مطابق اسے رہا کیا جا رہا ہے۔ لیبیا کے حکام نے بابا صاحب کے ادارے سے تصدیق کی تھی پھر عام اعلان کیا تھا کہ مجاہد اعظم قاسم بن حشام رہائی پا کر وطن واپس آ رہا ہے۔

ائرپورٹ سے ایک کھلے میدان تک عوام کا ہجوم تھا۔ اس میدان میں ایک اونچا شان دار اسٹیج بنایا گیا تھا۔ قاسم بن حشام کو پھولوں کے ہاروں سے لاد کر زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے اسٹیج پر لایا گیا تھا۔ وہاں اس نے وطن کے لیے اپنا خون نچوڑنے، عوام کے لیے جان کی بازی لگانے کے علاوہ اسلامی حوالوں سے بڑی ایمان افروز تقریر کی تھی۔ عوام کا جوش و جنون قابلِ دید تھا۔ ایک نہیں کئی اسلامی ممالک میں کٹھ پتلی بن کر رہنے والے سیاست داں ایسی ہی جوش دلانے والی تقریروں کے ماہر ہوتے ہیں۔

وہ صبح دس بجے وہاں پہنچا تھا اور شام تک اپنے لیے زندہ باد کے نعرے لگوا رہا تھا۔ اس شہر میں بڑی چہل پہل رہی۔ لوگ اس کی رہائی سے بہت خوش تھے۔ اسی دوران میں اور سونیا ایک فلائٹ کے ذریعے طرابلس جا رہے تھے۔ سفر کے دوران میں سونیا ایک بار واش روم میں گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ کر میرے پاس بیٹھ کر ایک انگلی سے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "کوئی خاص بات؟"

"ہاں۔ یہاں سے دو قطار آگے ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ میری نظریں اچانک اس سے ملیں تو میں نظریں چراتی ہوئی آگئی۔ اس کی آنکھیں مقناطیسی ہیں۔ فوراً میرے دماغ میں بات آئی کہ تھارن آوین کی آنکھیں بھی ایسی ہی ہیں۔"

"تم تو بڑی قوتِ ارادی کی مالک ہو۔ تمہاری بہت ساری خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے انجان بن جاتی ہو۔ ان لہروں کو خیالات پڑھنے دیتی ہو اور ان خیالات کو بھٹکاتی رہتی ہو پھر تم نے اس کی مقناطیسی آنکھیں دیکھ کر نظریں کیوں پھیر لیں؟"

"بھئی تم مرد ہو۔ سچ بولوں گی تو حسد اور رقابت سے جلنے لگو گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "تم نے اسے پہچاننے کے لیے نظریں پھیر لیں۔ مرد ادھر جاتا ہے، جدھر عورت نہیں پہنچتی۔ تم نے نظریں پھیر کر یہ تاثر دیا ہے کہ اس کی مقناطیسی آنکھوں سے متاثر ہو گئی ہو مگر نظریں چرا رہی ہو۔"

"ہاں اب تو پڑھا پا آگیا ہے۔ اب کیا رقابت سے جلو گے؟"

"کیا میں بوڑھا دکھائی دیتا ہوں؟"

"تمہاری طرح میں بھی بوڑھی دکھائی نہیں دیتی لیکن یہ بھی نہیں بھولتی کہ ہم دادا دادی بن چکے ہیں۔"

"میری جان! جوانی کے احساس کو باقی رہنے دو۔ کام کی بات کرو۔"

"اس کے ساتھ جوان عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ کیا وہ الپا ہو سکتی ہے؟"

"ہمارے بچوں نے بتایا تھا کہ تھارن، الپا کو لے کر جرمنی فرانس گیا ہے۔"

"اور یہ روسی طیارہ ہے۔ پیرس سے ہو کر طرابلس جا رہا ہے۔"

"پھر تو وہ الپا اور تھارن ہو سکتے ہیں۔ شیڈو تھارن اور مسز نون کے ساتھ مجرمانہ زندگی گزار چکا ہے۔ وہ ہمیں گائیڈ کر سکتا ہے۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر شیڈو سے پوچھا "تھارن کے بارے میں تمہارا کیا کہنا ہے؟ وہ الپا کے ساتھ آزادی سے رہنے کے لیے کن ممالک میں جا سکتا ہے۔"

وہ ذرا سوچ کر بولا "امریکا اور اسرائیل جن ممالک سے دشمنی رکھتے ہیں اور جن سے سفارتی تعلقات بھی نہیں رکھتے وہاں جا سکتا ہے۔"

"درست کہہ رہے ہو۔ لیبیا میں تو کوئی امریکی اور اسرائیلی ملٹی نیشنل کمپنیاں بھی نہیں ہیں۔ ہم لیبیا جانے والے طیارے میں ایک مقناطیسی آنکھوں والے شخص کو دیکھ رہے ہیں۔"

"سر! اس کے ساتھ الپا ہو گی مگر دونوں چہرے سے پہچانے نہیں جائیں گے۔ ان کی ظاہری پہچان یہ ہے کہ الپا ہپناٹزم کی عامل تھارن سے سہمی رہتی ہے اور تھارن فلائٹ میں ضرور پیتا ہو گا۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کی باتیں سونیا کو بتائیں۔ اسی وقت ایک ائرہوسٹس شراب کی ٹرالی لے جا رہی تھی۔ تھارن نے اسے روک کر وہسکی کا ڈبل پیگ لیا۔ سونیا نے کہا "یہ ہوسکتا ہے۔ وہ پی رہا ہے تم اس کی کھوپڑی کے بارہ بجا سکتے ہو۔"

میں نے اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ وہ دونوں واقعی الپا اور تھارن آوین تھے۔ وہ اس لیے طرابلس جا رہا

تھا کہ وہاں امریکی اور اسرائیلی سراغ رسانوں سے زیادہ خطرہ نہیں تھا۔ وہاں کئی بار دشمن سراغ رساں پکڑے گئے تھے اور انہیں گولی ماری گئی تھی۔

سونیا نے کہا "پارس چاہتا ہے کہ الپا زندہ رہے مگر محمر محمر کی اور ذلیل و خوار ہوتی پھرے۔"

"ہاں اس نے ہمارے بیٹے کو کئی بار فریب دیا ہے۔ اس کی بیٹی ہاں بن کر بھی اسے چھوڑ کر چلی گئی۔ اب اپنی بیٹی کو بھی بھول گئی۔"

"انسان ایسے بھی ہوتے ہیں۔ ذلیل و خوار ہونے کے باوجود سمجھ نہیں پاتے کہ اپنی کرنی کا پھل پا رہے ہیں۔ خود کو یہ کہہ کر بہلا دیتے ہیں کہ تقدیر میں یہی لکھا تھا۔ وہ ذلیل عورت تھارن مجرم شرابی کی داشتہ بنی ہوئی ہے۔ مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔"

"کیا اچھا نہیں لگتا؟"

"یہی کہ دھوکے سے ہی سہی، جو کچھ عرصہ ہماری بہو رہ چکی وہ اس طرح داشتہ بنی رہی۔ اسے تھارن سے الگ کر دو۔"

"ٹھیک ہے۔ طرابلس پہنچنے کے بعد دونوں الگ ہو جائیں گے۔"

"اور میری شاگرد اور میری بہو ثانی کہہ رہی تھی کہ اسرائیلی ایجنٹ کو اس ٹیلی پیتھی جاننے والی سے محروم رہنا چاہیے۔"

"ہماری بہو کی بھی خواہش پوری ہو جائے گی۔"

ہم رات کے آٹھ بجے طرابلس پہنچ گئے۔ امیگریشن کاؤنٹر پر انتظار میں کھڑے تھے۔ اسی قطار میں الپا اور تھارن تھے۔ وہ اپنے آگے کھڑی ہوئی الپا کو زیرِ لب گالیاں دے رہا تھا۔ میں نے سونیا کے خیال خوانی کے ذریعے کہا "تھارن خر دماغ ہے۔ الپا جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی پر قبضہ کر کے خود کو بہت محفوظ اور طاقت ور سمجھنے لگا ہے۔ ذرا سا غصہ آئے تو اسے گالیاں دینے لگتا ہے۔"

ہم امیگریشن کاؤنٹر سے کلیئر ہال میں آئے۔ ہمارے پاس زیادہ سامان نہیں تھا۔ صرف سفری بیگ تھے۔ کلیئر ہال سے باہر نکل کر ہوٹل پہنچنے کے لیے رک گئے۔ ان کا بھی انتظار تھا۔ وہ دونوں سامان کی ٹرالی لے کر ہماری طرف آئے۔ الپا نے ایک بوتل لی پھر کہا کر بولی "یہ لو۔ تم پیو گے؟"

وہ بولا "کتے کی بچی۔ میں نے وہسکی پی ہے۔ لیمن اسکواش پلا کر شرارت اتارنا چاہتی ہے؟"

الپا نے شرمندہ سی ہو کر ہمیں اور آس پاس کے لوگوں کو دیکھا پھر کہا "سب کے سامنے گالیاں تو نہ دیا کرو۔"

"تو گالیوں کی بات کرتی ہے۔ میں تو سب کے سامنے...."

اس نے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ سونیا نے اس کی کلائی پکڑ لی پھر بولی "کتے کے بچے! مرد ہے تو کلائی چھڑا لے۔"

اس نے کلائی چھڑانے کی کوشش کی۔ سونیا نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ کو گھمایا تو پورے کا پورا دوسری طرف گھوم گیا۔

سونیا نے اس کے بیٹھنے کی جگہ ایک لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے جا کر ڈسٹ بن کے پاس ایسے گرا کہ منہ کچرے کے اندر چلا گیا۔

الپا نے سونیا کے سامنے آ کر کہا "پلیز ایسا نہ کرو۔ یہ میرا ماسٹر، میرا مطلب ہے، میرا شوہر ہے۔"

وہ رومال سے اپنا منہ پونچھتے ہوئے الپا سے بولا "یہاں مناسب نہیں ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد حکم دوں گا پھر تم اس عورت کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دو گی۔"

الپا خیال خوانی کے ذریعے بولی "ہوش میں رہو۔ دماغ اور زلزلے والی بات نہ کرو۔ کوئی بھی ہم پر شبہ کر سکتا ہے۔ پلیز یہاں سے چلو۔"

الپا بوتل لیے بغیر بل ادا کر کے اسے لے گئی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "ثانی! تم نے اور ثانے تھارن آوین کو اپنا معمول اور تابع بنایا ہے۔ تم میں سے کوئی اس کے دماغ میں رہے۔ اسے حکم دے کہ وہ الپا پر کوئی ظلم نہ کرے۔ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر پہلے الپا کو سونے کا حکم دے اور یہ کہہ دے کہ الپا اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو آنے دے۔ اس کے بعد تھارن کو سونے کا حکم دیا جائے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ سونیا نے کہا "اس کم بخت کے ساتھ چلو۔ یہ اپنی ذلت کا غصہ الپا پر اتارے گا۔"

"ایسا کچھ نہیں کرے گا۔ میں نے ابھی ثانی سے کہہ دیا۔ وہ الپا پر دوبارہ تنویمی عمل کرنے کی خاطر میرے لیے راستہ ہموار کرے گی۔"

ہم نے باہر آ کر ٹیکسی لی۔ میں نے ڈرائیور کو فائیو اسٹار ہوٹل چلنے کے لیے کہا۔ تھارن کے خیالات کہہ رہے تھے کہ اسی ہوٹل میں جا رہا ہے۔ ہوٹل پہنچ کر کاؤنٹر پر اس نے سونیا کو غراتے ہوئے دیکھا۔ اس کی آنکھیں واقعی بہت خطرناک تھیں مگر خطرات سے کھیلنے والی سونیا کے لیے کچھ بھی نہیں تھیں۔ سونیا نے کہا "ذرا اور خوں خوار نظروں سے دیکھو۔ شاید میں ڈر کے مارے ماں کی گود میں چھپ جاؤں۔"

وہ الپا سے بولا "یہاں سے چلو۔ ہم دوسرے ہوٹل میں جائیں گے۔"

سونیا نے مجھ سے کہا "ڈیئر! ہم بھی اسی ہوٹل میں جائیں گے۔"

اس نے غصے میں الپا کو حکم دیا کہ سونیا کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرے۔ وہ حکم کی بندی تھی۔ سونیا کے دماغ میں آ کر زلزلہ پیدا کرنے کی کوششیں کیں پھر بولی "اس پر اثر نہیں ہو رہا ہے۔"

وہ الپا کو گالیاں دینا چاہتا تھا۔ اسی وقت ثانی نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "اسٹاپ یو ڈاگ! ہوٹل کا کمرا لے کر جاؤ۔ الپا کو حکم دو کہ فوراً سو جائے اور پرائی سوچ کی لہروں کو دماغ میں آنے

دے۔"

وہ بولا "جو حکم مگر یہ..... یہ مناسب نہیں....."

"شٹ اپ! حکم کی تعمیل کرو۔ جیسے ہی الپا سو جائے، تم بھی صبح تک گہری نیند سوتے رہو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ایک کمرا کرائے پر لے کر الپا کے ساتھ چلا گیا۔ ہم نے اس کے ساتھ والا کمرا لے لیا۔ سونیا نے کہا۔ "آدھے گھنٹے بعد جانا۔ کیا چائے پیو گے؟"

"ابھی نہیں۔ پہلے کام کریں گے پھر رات کا کھانا ہوگا۔ اس کے بعد چائے پی جائے گی۔"

"مجاہدین کی رہائی پر اسلامی ممالک کا ردِعمل کیا ہے؟"

"عوامی جوش و خروش کل کے اخبارات سے معلوم ہوگا لیکن کئی اسلامی ممالک کے سربراہ ناخوش ہیں۔ امریکی اکابرین سے شکایات کررہے ہیں۔ کہہ رہے ہیں، اسلامی انقلابی مہم چلتی رہے گی تو ان کی بادشاہت خطرے میں پڑجائے گی۔ امریکی اکابرین انہیں تسلی دے رہے ہیں کہ پتنگ کو اونچا اڑانے کے لیے ذرا ڈھیل دینی چاہیے۔ ڈھیل دے کر ڈور کھینچنے سے ان کی بادشاہت کی اڑان اور اونچی ہوگی۔"

"بڑے افسوس کی بات ہے۔ مسلم ممالک کے حکمرانوں کو اسلامی نظام حکومت منظور نہیں ہے۔ وہ اپنی بادشاہت اور برتری قائم رکھنے کے لیے امریکا کے سائے میں رہ کر پڑوسی اسلامی ممالک کے ہی دشمن بنے رہتے ہیں۔"

"یہ پوری صدی تو مسلمانوں کے بکھرنے اور ٹوٹنے میں ہی گزر رہی ہے بلکہ گزر چکی سمجھو۔ آثار بتا رہے ہیں کہ غلامی مسلمانوں کی دین و ایمان بن جائے گی۔"

میں نے تھارن کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ الپا بھی گہری نیند میں تھی۔ اس نے ثانی کے حکم کے مطابق میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ میں نے اس کے دماغ سے تھارن آوین کے تنویمی عمل کو مٹایا پھر اپنے طور پر عمل کرنے لگا۔ میں نے اسے اپنی معمولہ بنا کر اس سے پوچھا "کیا تم ثانی اور ثنا کے لب و لہجے کو یاد رکھتی ہو؟"

"ہاں انہیں یاد رکھتی ہوں۔"

"اب انہیں بھول جاؤ اور ایک مردانہ اور ایک زنانہ لہجوں کو یاد رکھو۔ جب یہ لہجے اور آوازیں سنائی دیں تو انہیں اپنے دماغ میں آنے دینا۔ بلکہ انہیں محسوس نہ کرنا۔ باقی کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر بھگا دینا۔"

میں نے پہلے ایک مردانہ آواز اور لب و لہجہ سنایا پھر ایک زنانہ آواز اور لب و لہجہ سنا کر حکم دیا کہ انہیں ذہن نشین کرلو۔ اس کے بعد میں نے پوچھا "کیا تمہیں مملکتِ اسرائیل اور یہودیوں سے لگاؤ ہے؟"

"ہاں مجھے ان سے لگاؤ ہے۔"

"میں حکم دیتا ہوں، تم اسرائیل اور یہودی قوم کے مفاد کی خاطر کبھی کوئی کام نہ کرو۔"

وہ بولی "میں اسرائیل اور یہودیوں کے مفادات کے لیے کوئی کام نہیں کروں گی۔"

"تم ان اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں جا کر معلوم کرو کہ وہاں اور کتنے خفیہ قید خانے ہیں جہاں مسلمانوں کو قیدی بنا کر رکھا جاتا ہے۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ میں نے کچھ اور باتیں اس کے دماغ میں نقش کرنے کے بعد کہا "تم دو گھنٹے کی تنویمی نیند پوری کرو گی، پھر جاگنے کے بعد تھارن آوین پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا کتا بناؤ گی۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کرو گی کہ وہ اپنی آنکھوں کی مقناطیسیت سے کسی کو زیر نہیں کرے گا اور نہ تنویمی عمل کرے گا۔"

وہ تنویمی نیند سونے لگی۔ میں نے ثانی سے کہا "الپا پر تنویمی عمل کرچکا ہوں۔ وہ ایک مردانہ اور ایک زنانہ آوازوں اور لہجوں کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گی۔ باقی سوچ کی لہروں کو دماغ میں نہیں آنے دے گی۔"

میں نے وہ مردانہ اور زنانہ آواز اور لہجے سنائے تو وہ ہنستے ہوئے بولی "پاپا! آپ اتنی کامیابی سے زنانہ آواز کیسے نکال لیتے ہیں؟"

"پریکٹس کرنے سے بہت کچھ سیکھا جاسکتا ہے۔ تمہیں بھی سیکھنا چاہیے۔ فی الحال ان دو آوازوں کی پریکٹس کرو۔"

میں دائمی طور پر حاضر ہوا۔ سونیا نے کہا "تھینکس گاڈ! انہیں فرصت ملی۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

ہم دونوں ڈائننگ ہال میں جانے کے لیے تیار ہو کر باہر آئے۔ میں نے اپنے کمرے سے "ڈونٹ ڈسٹرب" کا کارڈ نکال کر الپا اور تھارن کے کمرے کے دروازے پر لٹکا دیا تاکہ ہوٹل کا کوئی ملازم آکر دستک نہ دے اور ان کی تنویمی نیند میں خلل نہ پڑے پھر ہم اپنے دروازے کو لاک کردیا۔

اس رات شہر میں چراغاں کیا گیا تھا۔ ان کا مجاہد اعظم قاسم بن حشام رہائی پاکر آیا تھا اس لیے جشن منایا جارہا تھا۔ میں ڈائننگ ہال میں پہنچ کر سونیا سے کہا "یہاں کے لوگ قاسم کی رہائی کی خوشی میں رات تک جشن منائیں گے۔ ہم کھانے کے بعد آرام کے لیے جائیں گے۔ اس طرح شہر بھی دیکھ لیں گے اور اس وقت تک الپا کے بارے میں معلوم کرتے رہیں گے کہ اس پر تنویمی عمل کس حد تک کامیاب رہا ہے اور الپا نے تھارن کو اپنا غلام بنایا یا نہیں؟"

وہ بولی "اس شہر کو اچھی طرح دیکھ لینا اور اہم مقامات کو یاد رکھ لینا ضروری ہے۔ پتا نہیں ہمیں یہاں کتنے دنوں تک رکنا پڑے۔"

"شیڈو بہت ذہین ہے۔ اس کی یہ بات ذہن میں چبھ رہی ہے

کہ قاسم بن حشام اور فرہاد گیلانی امریکا کے دماغ کے پھوڑے تھے۔ انہیں اتنی آسانی سے کیسے رہا کردیا گیا۔ ان کی رہائی کے پیچھے ضرور کوئی امریکی چال ہے۔"

"تم قاسم بن حشام کے دماغ میں جا کر دیکھو۔ اس کی رہائی کے وقت تم اس کے اندر جا چکے ہو۔"

"رہائی کے وقت اس نے مجھ سے کہا تھا۔ فرہاد صاحب! آپ ہماری رہائی کے لیے اچھی طرح چھان بین کررہے ہیں اس لیے میں نے آپ کو اپنے دماغ میں آنے دیا ہے۔ بے شک آپ میرے چور خیالات بھی پڑھ لیں۔ ویسے میں کبھی کوئی نشہ نہیں کرتا ہوں۔ اپنی جوانی سے عبادت اور ریاضت میں مصروف رہا ہوں اس لیے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہوں۔"

سونیا نے کہا "اس کا مطلب ہے۔ تم جاؤ گے تو وہ سانس روک لے گا۔ اگر کوئی امریکی چال ہے تو کسی ماہر کے ذریعے اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو حساس بنا دیا گیا ہے اور اس کے چور خیالات کے خانے کو لاک کردیا گیا ہے۔"

"ہوسکتا ہے۔ ایسی چالیں چلی گئی ہوں۔ قاسم نے اب تک شادی نہیں کی۔ جہاد میں مصروف رہا۔ اس کے بیوی بچے ہوتے تو ان کے دماغوں میں جا کر....."

میں کہتے کہتے رک گیا پھر بولا "اس کی ماں موجود ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ رہائی کے بعد وہ اپنے بیٹے قاسم میں کوئی چھوٹی بڑی تبدیلی محسوس کررہی ہے۔"

"بے شک مائیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ ایک ہلکی آہٹ سے پہچان لیتی ہیں کہ ان کی اولاد آرہی ہے۔ ان کے بدن کی مہک سے اور ان کے رویے سے فرق کو بھی محسوس کرلیتی ہیں۔"

ہم کھانے کے دوران میں ہی باتیں کررہے تھے۔ سونیا نے کہا۔ "قاسم کی ماں کے دماغ تک اس طرح پہنچو کہ قاسم کو اس کا علم نہ ہو۔"

"میں یہی کروں گا۔ ہم کھانے کے بعد قاسم کی رہائش گاہ کی طرف جائیں گے۔"

ہم نے کھانے کے بعد چائے پی پھر ہوٹل کے باہر آئے تو ٹیکسی کھڑی تھی۔ میں نے کاؤنٹر کلرک کے پاس آکر پوچھا "ہم نے سنا ہے کہ یہاں جشن منایا جائے گا۔ جلتے بجھتے قمقموں سے عمارتوں کو سجایا گیا ہے کیا؟"

کاؤنٹر کلرک نے کہا "سوگ منایا جارہا ہے۔ آج شام چھ بجے مجاہد اعظم قاسم بن حشام کی والدہ فوت ہوگئی ہیں۔"

"کیا وہ بیمار تھیں؟"

"پتا نہیں۔ وہ یہاں سے سیکڑوں میل دور صباح نامی ایک شہر میں رہتی تھیں۔ شاید بیمار ہوں۔"

میں نے فوراً ہی قاسم کے دماغ میں پہنچ کر کہا "سانس نہ لینا میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ یہ الم ناک خبر سن کر بھی یقین

نہیں آرہا ہے کہ آپ کی والدہ اللہ کو پیاری ہوگئی ہیں۔ میرے بھائی! میں بہت دور ہوں اس کے باوجود جنازے کو کاندھا دینے آسکتا ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں میرے بے شمار انجانے دشمن میری تاک میں رہتے ہیں۔"

اس نے کہا "فرہاد صاحب! آپ میرے محسن ہیں۔ آپ آنا چاہیں گے تب بھی آپ کو خطرات سے کھیلنے کے لیے یہاں آنے سے منع کروں گا۔ ہماری اور آپ کی زندگی کانٹوں پر چلتے ہوئے گزر رہی ہے۔ پلیز آپ نہ آئیں۔"

"کیا وہ بیمار تھیں؟"

"جی ہاں۔ صباح نامی شہر میں تھیں۔ انہیں میرے آنے کی اطلاع نہیں دی گئی کیونکہ وہ دل کی مریضہ تھیں۔ میں نے کہا تھا، میں رفتہ رفتہ پہلے فون پر ان سے کہوں گا کہ مجھے رہائی ملنے والی ہے۔ اگر اچانک رہائی پانے کی بات معلوم ہوتی تو ان کا کمزور دل اتنی بڑی خوشی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔"

"اللہ تعالیٰ آپ کو صبر کی توفیق عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ کیا انہیں صباح سے یہاں لایا گیا ہے؟"

"جی ہاں۔ یہاں کے قذافی اسپتال میں ان کا پوسٹ مارٹم ہورہا ہے۔ صبح آخری رسوم ادا کی جائیں گی۔"

میں پھر دلی ہمدردی ظاہر کرکے دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سونیا سے کہا "یہاں کے قذافی اسپتال میں مرحومہ کا پوسٹ مارٹم ہورہا ہے۔ تم ایک عام شہری کی طرح اسپتال فون کرکے کسی کا بھی نام لے کر ایسی بات کرو کہ ادھر سے کوئی بول پڑے پھر رانگ نمبر کہہ کر فون رکھ دو۔"

سونیا نے کاؤنٹر کے ایک فون کا ریسیور اٹھا کر کاؤنٹر کلرک سے اسپتال کا نمبر پوچھا پھر ڈائل کرنے لگی۔ میں اس کے دماغ میں تھا۔ اس نے رابطہ ہونے پر پوچھا "ہیلو۔ میں رازق الخیری سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "کیا وہ یہاں کے مریض ہیں؟ ان کا روم نمبر بتائیں۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ میں بولنے والے کے اندر پہنچ چکا تھا۔ وہ جوان اسپتال کے کاؤنٹر پر تھا۔ اسے بھی اس بات کا صدمہ تھا کہ ایک مجاہد اعظم کی والدہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ میں نے اسی کی سوچ میں سوال کیا "جب وہ دل کی مریضہ ہیں تو پوسٹ مارٹم کیوں کیا جارہا ہے؟ کیا ہارٹ فیل ہونے پر بھی پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا "پتا نہیں۔ یہ تو ڈاکٹر حشمت کبریا بہتر جانتے ہوں گے۔"

اس وقت ایک نرس فون پر کسی سے باتیں کررہی تھی۔ اس نے ریسیور رکھا۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ڈاکٹر حشمت کبریا کے چیمبر میں لے گیا۔ وہاں بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ چیمبر کے اندر ڈاکٹر کے سامنے قاسم بن حشام اور اس کے دو باڈی گارڈ موجود

تھے۔ میں نے نرس کو اندر جانے نہیں دیا۔ دروازے سے ہی ڈاکٹر حشمت کبریا کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں نے نرس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

میں ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ لکھ کر اس کی ایک کاپی قاسم بن حشام کو دے چکا تھا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ امریکی ایجنٹ ہے۔ قاسم کی رہائی سے پہلے ہی اسے خفیہ طور سے اطلاع دی گئی تھی کہ ان کا ایک ایجنٹ قاسم بن کر آرہا ہے۔ اسے صرف قاسم کی والدہ سے خطرہ ہے کہ ایک ماں اپنے بیٹے میں ہونے والی تبدیلیاں پہچان لے گی۔ لہٰذا ڈی قاسم کے پہنچنے تک اسے ختم کردیا جائے اور شادی مرگ کا بہانہ کیا جائے۔ میڈیکل رپورٹ میں یہی لکھا جائے کہ وہ دل کی مریضہ تھی، بیٹے کی رہائی کی خوشی برداشت نہ کرسکی۔

ڈاکٹر حشمت نے صباح شہر کے امریکی ایجنٹ سے کہا "قاسم کی ماں کو دل کمزور کرنے والی دوا زیادہ مقدار میں کھلا دو۔"

میں نے سونیا کو یہ باتیں بتائیں۔ ہم دونوں ہوٹل کے باہر گارڈن میں آئے۔ سونیا کو میں نے ڈاکٹر حشمت کا ذاتی فون نمبر بتایا۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے کہا "ہیلو حشمت! میڈیکل رپورٹ مکمل نہیں ہے۔ تم ابھی اپنے ہاتھ سے لکھو کہ موت سے پہلے دل کمزور کرنے والی دوا زیادہ مقدار میں کھلائی گئی تھی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کون ہو تم؟ یہ کیا کھوا س کررہی ہو؟"

"جب میں حاکم وقت کے پرسنل ڈاکٹر کو یہاں بھیجوں گی تو میری بکواس حقیقت بن جائے گی۔"

قاسم بن حشام نے پوچھا "کس کا فون ہے؟ آپ پریشان ہورہے ہیں؟"

"پریشانی کی بات ہے۔ کسی عورت کو ہماری سازش معلوم ہوگئی ہے۔ وہ دھمکی دے رہی ہے کہ میں نے مکمل رپورٹ اور سازش والی بات اپنے ہاتھ سے نہ لکھی تو وہ دوبارہ پوسٹ مارٹم کے لیے حاکم وقت کے پرسنل ڈاکٹر کو یہاں بھیج دے گی۔"

قاسم نے اس سے ریسیور لے کر پوچھا "کون ہو تم؟ اور کیا چاہتی ہو؟"

"مجھے بلیک میلر کہہ سکتے ہو۔ ڈاکٹر حشمت اور تمہارے بھی ہاتھ کی تحریر کے ساتھ پانچ لاکھ ڈالر مل جائیں تو میری زبان بند رہے گی۔"

"دیکھو۔ کسی نے تمہیں غلط اطلاع دی ہے۔ ذرا موقع عقل سے سوچو۔ میں اپنی محبت کرنے والی ماں کی موت کا سبب کیوں بنوں گا۔ میں تو اپنی ماں سے ملنے کے لیے تڑپ رہا تھا۔"

"زیادہ ڈائیلاگ بول کر وقت ضائع نہ کرو۔ صرف ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ بیٹا اپنی ماں کا دشمن کیوں بنے گا۔ ہوسکتا ہے، تمہیں بھی اس سازش کا علم نہ ہو لیکن ایسا لگتا ہے کہ ڈاکٹر حشمت نے سازش کی ہے۔ اگر تم سچے بیٹے ہو تو اس کی مکمل رپورٹ حاصل کرو۔ یہ ضرور اس سے لکھوایا جائے کہ تمہاری والدہ کو دل کمزور کرنے والی دوا زیادہ مقدار میں دی گئی تھی اور وہی دوا ان کی موت کا سبب بن گئی۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ اگر یہ سازش ہوگی تو میں تمہارا احسان مند رہوں گا۔ میں ابھی ڈاکٹر سے بات کرتا ہوں۔ تم پندرہ منٹ بعد فون کرو۔"

وہ ریسیور رکھ کر ڈاکٹر حشمت سے بولا "مجھے یہ اطمینان ہے کہ اسے مجھ پر شبہ نہیں ہے۔ وہ سمجھ رہی ہے کہ میں تمہاری سازش سے بے خبر ہوں۔ تم مکمل رپورٹ لکھ دو۔ سازش کا بھی اعتراف کرو۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہوش میں تو ہیں؟"

"میں یہاں ہمت بڑے مشن پر آیا ہوں۔ ابھی خفیہ رابطہ کرکے یہاں کے حالات بتاؤں گا تو تمہیں وہاں سے یہی حکم ملے گا۔ میری بات مان لو اور تمام سازشوں کے ساتھ مکمل رپورٹ لکھو۔ تم پر الزام نہیں آئے گا۔ تم تو محض ایک ڈاکٹر ہو اور قاسم کی ماں کی موت صباح شہر میں ہوئی ہے۔ تم وہاں تھے۔ میں کہہ سکوں گا کہ میری رہائی کا انتقام لینے کے لیے دشمنوں نے میری والدہ کو ہلاک کیا ہے۔"

"ہاں اس طرح اس سازش میں مجھے ملوث نہیں کیا جائے گا۔ میری وہ پہلی رپورٹ مجھے دیں۔"

قاسم نے وہ رپورٹ دی۔ میں اس کے دماغ میں تھا۔ وہ ڈاکٹر رپورٹ کو فائلوں کے نیچے دبا کر رکھتے ہوئے بولا "میں اسے بعد میں ضائع کردوں گا۔"

وہ دوسری رپورٹ لکھنے لگا۔ سونیا نے پھر فون کیا۔ قاسم نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو میں قاسم بن حشام بول رہا ہوں۔"

سونیا نے کہا "جب تک میرا مطالبہ پورا نہیں ہوگا، لافانی کی تجہیز و تکفین نہیں ہوگی۔ مجھے پڑھ کر سناؤ۔ رپورٹ کس طرح لکھی گئی ہے؟"

قاسم نے دوسری لکھی ہوئی رپورٹ سنائی۔ وہ بولی "اس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے، قتل صباح شہر میں ہوا تھا اور تمہاری طرح ڈاکٹر حشمت بھی بے قصور ہے۔ اس ڈاکٹر کو بچا رہے ہو، صاف ظاہر ہوچکا ہے کہ تم بھی کینے ہو۔ یا تو اپنی ماں کی موت کی سازش میں شریک ہو یا پھر تم اس ماں کے بیٹے قاسم بن حشام نہیں ہو۔"

"تم غلط رائے قائم کررہی ہو۔ سچ یہی ہے کہ میری ماں کی ہلاکت کے وقت نہ تو میں وہاں موجود تھا اور نہ ڈاکٹر حشمت۔"

وہ بولی "ہزاروں کلو میٹر دور بیٹھ کر بھی سازشیں کی جاتی ہیں۔ باتیں نہ بناؤ۔ اب میں اپنے پہلے مطالبے پر آتی ہوں۔ حشمت کے علاوہ تم بھی اپنے ہاتھ سے اعتراف نامہ لکھو کہ بن حشام کی والدہ کی موت تم دونوں کی سازشوں کے نتیجے میں

سازش کی تفصیل لکھو۔ لاش کو سرد خانے میں رکھو۔ آدھے گھنٹے بعد میں فون کروں گی۔ تم دونوں اپنی مطلوبہ تحریر نمبر دو گے فوراً۔"

"کیا تم یہ تحریر لینے آؤ گی؟"

"کیا تم نے مجھے پاگل سمجھا ہے؟ آدھے گھنٹے بعد ڈاکٹر حشمت دونوں تحریریں لے کر اپنی کار میں تنہا بیٹھ کر شہر کی چھوٹی بڑی سڑکوں پر ڈرائیو کرتا رہے گا۔ میں جہاں مناسب سمجھوں گی وہاں اس کا راستہ روک کر وہ تحریریں لے لوں گی۔ اگر کوئی چالاکی دکھائی گئی یا مجھے تنہا سمجھ کر فریب دیا گیا تو پتا چلے گا کہ میری پشت پر کتنی بڑی طاقت ہے۔ فریب دہی کی صورت میں صرف پندرہ منٹ کے اندر چند سرکاری ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کے لیے آئیں گے اور انٹیلی جنس والے یہ فون آڈیو ٹیپ لے کر تمہیں گرفتار کرنے چلے آئیں گے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم یہ تمام گفتگو ریکارڈ کررہی ہو؟"

"نہیں۔ تم اسے دھمکی سمجھو اور اپنی مکاری دیکھو۔ انجام تمہارے سامنے آجائے گا۔"

"پلیز فون بند نہ کرنا۔ ایک درخواست ہے۔ دوست بن جاؤ۔ بہت فائدے میں رہو گی۔"

"میں نے پانچ لاکھ ڈالر کا مطالبہ کیا پھر بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ میرا تعلق کسی سرکاری ایجنسی سے نہیں ہے۔ میں صرف رقم حاصل کرتے رہنے کے لیے تم دونوں کے ہاتھوں کی تحریر چاہتی ہوں۔"

"تمہیں کیسے یقین ہوگا کہ وہ تحریریں ہمارے ہاتھ کی ہیں۔"

"بہت بڑے گدھے ہو۔ ڈاکٹر حشمت کی ایک ہفتے پہلے کی ایک میڈیکل رپورٹ میرے پاس ہے اور تمہاری تحریر ائرپورٹ امیگریشن کاؤنٹر پر تمہارے دستخط کے ساتھ ہے۔ اس کی نقل میرے پاس موجود ہے پھر یہ ریکارڈنگ کس دن کام آئے گا جس میں تمہاری گفتگو کی ریکارڈنگ جاری ہے۔"

"اوہ گاڈ! تم بڑے انتظامات کے ساتھ بلیک میل کررہی ہو جن فوری طور پر ہم پانچ لاکھ ڈالر کا انتظام نہیں کرسکیں گے۔ کل تک کی مہلت دو۔"

"مہلت دی۔ اس وقت گھڑی میں گیارہ بجنے میں پندرہ منٹ زیادہ ٹھیک سوا گیارہ بجے ڈاکٹر کو تحریریں ایک لفافے میں بند کرکے ہسپتال سے روانہ ہوجانا چاہیے۔"

فون بند ہوگیا۔ میں ڈاکٹر کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا۔ دونوں نے ایک ایک کاغذ لے کر لکھنا شروع کیا۔ ڈاکٹر میری مرضی کے مطابق قاسم کی ماں کی موت کی سازش کے سلسلے میں ہر بات تحریر سے لکھنے لگا۔ پندرہ منٹ بعد ڈی قاسم نے پوچھا "کب تک کررہے ہو گے۔ میں تو لکھ بھی چکا ہوں۔"

وہ ڈاکٹر کی تحریر لے کر پڑھنے لگا پھر بولا "تم نے اتنی تفصیل سے لکھا ہے۔ میری تحریر پڑھو۔ میں نے اپنے بچاؤ کی گنجائش رکھتے ہوئے لکھا ہے۔"

ڈاکٹر نے اس کی تحریر پڑھ کر کہا "آپ اس بلیک میلر سے باتیں کرکے بھی نہ سمجھ سکے کہ وہ کتنی چالاکی سے ہمیں گھیر چکی ہے۔ آپ اسے نادان بچی سمجھ کر یہ تحریر دے رہے ہیں۔"

"میں اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ راستے میں اسے کہیں ٹریپ کروں گا۔"

"آپ اپنے ساتھ مجھے بھی پھنسانا چاہتے ہیں لیکن یہ نہ بھولیں کہ میری اس تفصیلی تحریر کے بعد آپ کسی طرح بھی اپنا بچاؤ نہیں کرپائیں گے۔"

ڈی قاسم نے مجبور ہو کر دوسری تفصیلی تحریر لکھی۔ سازش میں شریک ہونے کا اعتراف کیا۔ ڈاکٹر دونوں تحریروں کو ایک لفافے میں بند کرکے جانے لگا۔ قاسم اس کے ساتھ اسپتال کے باہر تک آتے ہوئے بولا "اسے لفافہ دے کر اور زیادہ لالچ دینا۔ اس سے کہنا، ہم پانچ لاکھ ڈالر سے بھی زیادہ دیں گے۔"

ڈاکٹر اپنی کار میں تنہا بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوا۔ میں نے اور سونیا نے ہوٹل سے رینٹڈ کار لی۔ وہ ڈرائیو کرنے لگی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتا رہا کہ وہ کہاں کہاں سے گزر رہا ہے؟ ایک میوزیم کے قریب میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے جیب سے لفافہ نکال کر کھڑکی کے باہر سڑک کے کنارے پھینک دیا پھر رکے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔ میں نے سونیا کو بتایا کہ اس نے لفافہ میوزیم کے پچھلے حصے والی سڑک پر پھینکا ہے۔ سونیا نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے یونہی پندرہ منٹ گزارے۔ اس میوزیم کے پچھلے حصے سے گزری۔ کوئی تعاقب کرنے والا پہلے بھی نظر نہیں آیا تھا۔ اب بھی نظر نہیں آیا۔ وہ ایک چکر کاٹ کر پھر اسی جگہ آکر رک گئی۔ میں نے کار سے اتر کر تیزی سے آگے بڑھ کر اس لفافے کو اٹھایا پھر کار میں آکر بیٹھ گیا۔

بابا صاحب کے ادارے کی جانب سے لیبیا کی حکومت کو یہ اطلاع دی گئی تھی کہ ادارے کی جانب سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص ایک عورت کے ساتھ آئے گا اور غیر ملکی چھپے ہوئے دشمن سراغ رسانوں کا پتا ٹھکانا معلوم کرکے انہیں لیبیا کی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کے حوالے کرے گا۔ اس وقت تک ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ امریکی اکابرین قاسم بن حشام اور فرہاد گیلانی کے سلسلے میں اتنا بڑا فراڈ کریں گے۔

اتنے بڑے فراڈ کے بارے میں اس لیے نہیں سوچا کہ امریکی اور اسرائیلی اکابرین کو بڑی زبردست کارروائی کی دھمکی دی گئی تھی۔ انہیں خوف زدہ رہنا چاہیے تھا کہ اتنا بڑا فراڈ ظاہر ہوگا تو فرہاد اصلی قاسم بن حشام اور اصلی فرہاد گیلانی کا مطالبہ کرے گا۔ اگر ان دونوں کو مار ڈالا گیا ہوگا تو ان اکابرین کی موت بھی لازمی

ہو جائے گی۔

ہم ایک بنگلے میں پہنچے۔ وہ انٹیلی جنس کے ڈی جی کی رہائش گاہ تھی۔ وہ ڈرائنگ روم میں ہمارا منتظر تھا۔ اس نے ہم سے مصافحہ کیا اور بیٹھنے کے لیے کہا۔ میں نے وہ لفافہ اسے دیتے ہوئے کہا "ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہاں کے مجاہد اعظم قاسم بن حشام کے سلسلے میں بھی فراڈ کیا جائے گا اور ایک بے چاری بوڑھی عورت کو ہلاک کر دیا جائے گا۔"

ڈی جی نے وہ دونوں تحریریں پڑھ کر کہا "آپ لوگوں نے ہماری حکومت کو بہت بڑے فریب سے بچایا ہے۔ یہاں آنے سے پہلے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں چھپے ہوئے جن امریکی گماشتوں کی سراغ رسانوں کی نشان دہی کی تھی ان سب کو گرفتار کر لیا ہے۔"

سونیا نے کہا "میں نے ایک بلیک میلر کی حیثیت سے ڈی قاسم اور ڈاکٹر حشمت کو بے نقاب کیا ہے۔ آپ ابھی اس معاملے کو راز میں رکھیں۔ یہاں حکومت کے کئی شعبوں میں امریکا اور اسرائیل کے مقامی زر خرید ندار موجود ہیں۔ ہم ان سب کو بڑی رازداری سے بے نقاب کریں گے۔"

میں نے کہا "یہ ڈی قاسم رہا ہو کر آیا ہے۔ آپ اپنا ایک جاسوس اس کے پیچھے لگائے رکھیں۔ وہ کسی طرح اس ڈی قاسم کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اور بہت کچھ معلوم کروں گا۔"

ڈائریکٹر جنرل نے ہمارے لیے کھانے کا انتظام کیا تھا لیکن ہم ہوٹل میں کھا چکے تھے لہٰذا صرف چائے پی۔ میں نے کہا "قاسم بن حشام کے بارے میں یقین ہو چکا ہے کہ اسے اسرائیلی انڈر گراؤنڈ قید خانے میں رکھا گیا ہے یا اسے ہلاک کر دیا گیا۔ ایران کے فرہاد گیلانی کو بھی اسرائیلی قید خانے میں رکھا گیا تھا۔ ہم فرہاد گیلانی کے سلسلے میں بھی تصدیق کریں گے۔ اب ان سے انتقام لینے کی صورت یہ ہے کہ ان کی واحد ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا ہمارے قبضے میں ہے۔ آپ سراغ رسانی کے لیے الپا کو اپنی دست راست بنالیں۔ وہ دن رات آپ کے ساتھ رہے گی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کے بہت کام آتی رہے گی۔"

ڈی جی نے خوش ہو کر کہا "ہماری حکومت آپ اور بابا صاحب کے ادارے کی ہمیشہ احسان مند رہے گی۔"

"یہ کبھی کسی پر ظاہر نہ ہو کہ الپا یہاں ہے ورنہ امریکا اور اسرائیل الپا کے اغوا کا بہانہ لے کر جارحانہ فوجی کارروائی کریں گے۔"

"وہ اور اس کی ٹیلی پیتھی کسی پر ظاہر نہیں ہوگی۔ میں بہت احتیاط کے ساتھ الپا سے کام لوں گا۔"

ہم اس سے رخصت ہو کر جانے لگے تو اس نے کہا "آپ دونوں ہوٹل میں قیام کر رہے ہیں۔ یہ نامناسب سی بات ہے۔"

میں نے کہا "یہی مناسب ہے۔ ہمارا ایک دوسرے سے تعلق ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں ایسی رہائش گاہ کا انتظام کر دوں گا کہ وہاں بھی آپ ہمارے لیے اجنبی رہیں گے۔"

ہم اس سے مصافحہ کر کے ہوٹل کی طرف جانے لگے۔ اتنی دیر تک ان معاملات میں مصروف رہنے کے باعث میں نے الپا اور تھارن آوین کی خبر نہیں لی تھی۔ اب الپا کے دماغ میں پہنچا تو معلوم ہوا وہ میرے تنویمی عمل کے مطابق دو گھنٹے کے بعد بیدار ہو گئی تھی پھر اس نے تھارن آوین کے دماغ میں جا کر اپنے عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابع بنا لیا تھا۔

وہ تنویمی عمل سے آزاد ہونے کے بعد تھارن کو دیکھ کر غصے سے اس پر تھوکنا چاہتی تھی' اپنی ذلتوں کا انتقام لینے کے لیے اس کے دماغ میں وقتاً فوقتاً سے زلزلے پیدا کرنا چاہتی تھی لیکن ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ میرے تنویمی عمل میں جکڑی ہوئی تھی۔ اس کے دماغ میں یہ نقش تھا کہ وہ تھارن پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا گرویدہ کر رکھے گی لہٰذا اس نے یہی کیا تھا۔

میں نے ایک اجنبی عامل کی آواز اور لہجے میں اس سے کہا "تم چاہو تو تھارن کو سزائیں دے کر دل کی بھڑاس نکال کر اسے ختم کر سکتی ہو۔ اس کے بعد کل یہاں کی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کے پاس جا کر اس کی دست راست بن کر رہو گی۔ اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرو گی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اس کے کام آتی رہو گی۔"

میرے حکم کے مطابق اس نے تھارن کو تنویمی نیند سوتے دیکھا۔ وہ منہ کھول کر سو رہا تھا۔ الپا نے اس کے منہ میں ایک رومال ٹھونس کر اوپر سے کپڑا باندھ دیا پھر اس کے دماغ میں ہلکا سا جھٹکا پہنچایا' وہ چیخ مار کر اٹھنا چاہتا تھا۔ وہ اٹھ تو گیا لیکن منہ سے چیخ نہ نکل سکی۔ وہ منہ پر سے کپڑا ہٹانا چاہتا تھا۔ الپا نے "تیرا منہ بند رہے گا۔ کپڑا نہ ہٹانا۔ ذلیل! کتے تو مجھے گالیاں دیتا رہا۔ مجھے سب کے سامنے مارتا رہا۔"

وہ اس پر تھوک کر بولی "اب تجھے کون بچائے گا۔ تو مرتا ہے اور کتے کی موت مرے گا۔"

وہ اٹھ کر اس پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن دماغ میں زلزلہ پیدا ہوتے ہی تکلیف کی شدت سے گر کر تڑپنے لگا۔ تکلیف میں کچھ کمی سی محسوس ہوتی ہے لیکن کپڑا اس طرح ٹھنسا ہوا تھا حلق سے چیخیں نہیں نکل سکتی تھیں۔ وہ فرش پر تڑپ تڑپ کر جوڑ رہا تھا۔

"تو مجھے کنیز بنا کر بھول گیا تھا کہ کبھی میں تجھ پر بھاری ہوں۔ سؤر کے بچے! پارس کے سوا کوئی میرے بدن کو ہاتھ لگا اور تو نے مجھے کچرا بنا دیا۔ اب اٹھ کر کھڑا ہو جا۔"

اس کی تکلیف میں کچھ کمی ہو رہی تھی۔ وہ ہاتھ جوڑ کر

بے بسی سے دیکھنے لگا۔ وہ بولی "منہ سے کپڑا نکال۔ اپنا لباس ٹھیک کر اور جتنی دور جا سکتا ہے' چلا جا۔"

وہ سمجھ رہا تھا نجات مل رہی ہے۔ اس نے منہ سے کپڑا نکال کر اپنا حلیہ درست کیا پھر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے چلا گیا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے پہنچا پھر ہوٹل کے باہر نکلتے ہی دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ اسے الپا کی سوچ سنائی دی "کیا میرا جسم اتنا سستا ہے کہ تجھے موت سے نجات مل جائے گی۔"

وہ دوڑتے ہوئے بولا "مجھے معاف کر دو۔ ایک بار معاف کر دو۔ میں تمام زندگی تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔"

"مجھے غلام کی نہیں' تمہاری لاش کی ضرورت ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہارا مڈر ہوٹل میں ہو۔ تمہیں کہیں سڑک پر کتے کی طرح مرنا چاہیے۔ دوڑتے رہو اور دیکھتے رہو کہ موت سے زیادہ تیز نہیں دوڑ سکو گے۔"

"نہیں الپا! مجھے اپنا کتا بنا لو۔ میرے گلے میں پٹا ڈالو۔ میری زنجیر اپنے ہاتھ میں رکھو' مجھے بتاؤ' میں کس طرح تمہیں اپنی وفاداری کا یقین دلاؤں۔"

"اپنے لباس میں سے ریوالور نکالو۔"

الپا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ انکار نہ کر سکا۔ ریوالور نکال کر بولا "میں..... میں ریوالور پکڑنا نہیں چاہتا' کیا اسے پھینک دوں؟"

"ریوالور تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے۔ تم اپنے بائیں بازو پر گولی مارو۔"

وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا مگر مجبور تھا۔ اپنے بائیں بازو پر گولی مارتے ہی وہ تکلیف سے لڑکھڑا کر فرش پاتھ پر گر پڑا۔ رات کے وقت زیادہ لوگ نہیں تھے۔ وہاں جتنے بھی تھے' وہ سہم کر ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔

وہ بولی "بازو میں گولی لگنے سے کوئی نہیں مرتا' چلو اٹھو اور دوڑنا شروع کرو۔"

وہ اٹھ کر دوڑنے لگا۔ وہ بولی "اپنی بائیں پسلیوں کی طرف اس طرح گولی مارو کہ وہ گولی پسلیوں کے آر پار چلی جائے۔ اس طرح تم نہیں مرو گے۔ ابھی زندہ رہو گے۔"

اس نے دوڑتے دوڑتے حکم کی تعمیل کی۔ گولی ایک آدھ پسلی کو توڑتی ہوئی نکل گئی۔ وہ پھر گر پڑا۔ تکلیف سے کراہنے لگا۔ دوڑتے رہنے کے باعث ہانپنے لگا۔ اسی وقت پٹرولنگ کی موبائل گاڑی اس سے دو گز آ کر رکی۔ پولیس والے گاڑی سے اتر کر اس کی طرف رائفلیں تان کر کھڑے ہو گئے۔ ایک افسر نے پوچھا "اے تم کون ہو؟ ہم نے گولی چلنے کی آواز سنی ہے۔ کیا تم کسی سے فائرنگ کا تبادلہ کر رہے ہو؟"

وہ الپا کی مرضی کے مطابق زمین سے اٹھتے ہوئے بولا "ہاں شراب میرے دماغ میں چڑھ گئی ہے۔ میں تمہارے سامنے کاؤنٹر فائرنگ کے لیے آیا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے پولیس افسر پر گولی چلائی۔ افسر چیخ مار کر لڑکھڑاتا ہوا اپنی گاڑی سے ٹکرایا۔ تمام سپاہیوں نے اپنی رائفلوں سے کئی گولیاں چلائیں۔ جسم کے کتنے ہی حصوں میں گولیاں پیوست ہو گئیں پھر وہ زمین پر گر کے بے دم ہو گیا۔

اسی وقت ہماری کار وہاں آ کر رکی۔ ہم نے تھارن آوین کی لاش دیکھی پھر سونیا راستہ بدل کر ڈرائیو کرتے ہوئے ہوٹل کی طرف جانے لگی۔

○☆○

پونم نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ اپنے خوب صورت بیڈ روم میں تھی لیکن آرام دہ فوم کے بستر پر نہیں قالین پر لیٹی ہوئی تھی۔ کھلی ہوئی آنکھوں نے پہلے چھت کو دیکھا۔ کمرا ائرکنڈیشنڈ تھا۔ چھت کا پنکھا گردش نہیں کر رہا تھا پھر اس نے سامنے دیکھا۔ اس کے پیروں کے پاس گرو بجرنگ تلک دھاری قالین پر پلتھی مارے بیٹھا ہوا تھا..... گرو بجرنگ تلک دھاری کے پیچھے پونم کے ماں باپ' چچا اور چچا زاد بھائی نظر آئے۔ اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کر ان سب نے خوش ہو کر بیک آواز کہا "جے ہو گرو بجرنگ مہاراج کی' جے ہو گرو بجرنگ مہاراج کی۔ آپ بڑے شکتی مان ہیں۔ آپ ناممکن کو بھی ممکن بنا دیتے ہیں۔"

باپ نے اٹھ کر کہا "بیٹی پونم! اٹھو اور گرو مہاراج کے چرنوں پر سر رکھ دو۔ تم مر چکی تھیں۔ انہوں نے نئی زندگی دی ہے۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر دو زانو ہو کر گرو مہاراج کے سامنے جھکتے ہوئے اپنا سر اس کے قدموں میں رکھ دیا۔ گرو بجرنگ تلک دھاری نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "اٹھو اور میری طرح پلتھی مار کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دل ہی دل میں ان منتروں کا جاپ کرتی رہو' جنہیں اپنی موت سے پہلے پڑھا کرتی تھیں۔ میں بھی تمہارے ساتھ پڑھتا رہوں گا۔ باقی لوگوں نے پونم کے نئے جیون کا یقین کر لیا ہے۔ وہ کمرے سے باہر جا کر دروازہ بند کر دیں۔ جب تک بلایا نہ جائے' کوئی ادھر نہ آئے۔"

پونم کے ماں باپ اور دوسرے رشتے دار وہاں سے اٹھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کمرے سے باہر آ گئے اور دروازے کو بند کر دیا۔ بجرنگ تلک دھاری نے پونم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔ "تیرا نام کیا ہے؟"

وہ سحر زدہ سی آواز میں بولی "پونم دشوانا تھا اور میرے ڈیڈی کا نام وشوانا تھ ہے۔ میری ممی آپ کے گیان دھیان کو مانتی تھیں اور آپ کی سیوا کرتی تھیں۔ آپ جو کہتے تھے' وہ ہو جایا کرتا تھا۔ میرے ڈیڈی آپ کی بات مان کر جس کاروبار میں رقم لگاتے تھے' لاکھوں کروڑوں روپے کا منافع حاصل کرتے تھے۔ آپ جو پیش گوئی کرتے تھے' وہ درست ہوا کرتی تھی۔"

"تو ہمیشہ یہ یاد رہا کرتی تھی۔ تیرے ڈیڈی تجھے یورپ اور امریکا

لے جاکر تیرا علاج کراتے تھے اور میں کہتا تھا' وہ بڑے بڑے ڈاکٹر تیرا علاج نہیں کر سکیں گے۔"

"ہاں ان کے علاج سے کچھ دنوں کے لیے بیماری سے نجات حاصل کرتی تھی پھر بیمار ہو جایا کرتی تھی۔"

"میں نے گیان شکتی سے معلوم کیا تھا کہ تیری آتما تیرے جسم کا ساتھ چھوڑنے والی ہے۔ تیری تقدیر کہتی تھی کہ تیری آتما کو جتنے عرصے تک تیرے جسم کے اندر رہنا تھا' وہ عرصہ پورا ہو رہا ہے اور روی وار کی شام کو آتما تیرا ساتھ چھوڑ دے گی اور تو مر جائے گی۔"

"ہاں' آپ نے مجھ سے اور میرے ڈیڈی ممی سے بھی کہا تھا پھر یہ بھی کہا تھا کہ آپ مجھے موت سے چھین کر دوسرا جیون دے سکتے ہیں۔"

"میں نے اپنی گیان شکتی سے معلوم کیا تھا کہ پنج دھاری نگر کے قریب ایک کھنڈر میں ایک سندر ناری آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے گیان دھیان میں مصروف رہتی ہے۔ اپنے موجودہ جسم کو چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں جانا چاہتی ہے۔ اگر میں اپنی آتما شکتی سے کام لے کر اس کی مدد کروں تو اسے موجودہ جسم سے نکال کر تیرے مردہ جسم میں پہنچا سکتا ہوں۔"

"کیا آپ کسی دوسری لڑکی کے جسم سے آتما نکال کر میرے مردہ جسم میں نہیں پہنچا سکتے تھے؟"

"نہیں میرے پاس وہ شکتی نہیں ہے کہ کسی کی آتما کو اس کے جسم سے زبردستی نکال سکوں لیکن اتنی شکتی ہے کہ جو آتما خود جسم بدلنا چاہے اور شکتی کی کمی کے باعث نہ نکل سکے تو میں اس آتما کی مرضی سے اسے ایک جسم سے نکال کر دوسرے مردہ جسم میں پہنچا سکتا ہوں اور تو دیکھ رہی ہے کہ میں ایسا کر چکا ہوں۔"

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میرے اندر کس کی آتما ہے؟"

"اس کی آتما کے بارے میں مجھے اتنا ہی معلوم ہو سکا ہے کہ وہ بھی شکتی مان تھی اور اب پھر شکتی حاصل کرنے کے لیے اس کھنڈر میں بیٹھ کر تپسیا کر رہی تھی۔ مجھے اپنے گیان سے پتا چلا کہ میں تیرا مردہ جسم لے کر ادھر سے گزروں گا تو وہ کسی مجبوری سے کھنڈر چھوڑ کر دوڑتی ہوئی ہمیں راستے میں ملے گی۔ میں خاص منتر پڑھ کر جسم بدلنے کے لیے اس کی مدد کروں گا تو وہ راضی خوشی تیرے جسم میں آجائے گی۔"

"میں تو اس وقت مر چکی تھی۔ کیا وہ خود ہماری گاڑی میں آگئی تھی؟"

"ہاں وہ کہیں سے بھاگتی ہوئی آئی تھی۔ ہم نے گاڑی روکی تو وہ گاڑی میں سوار ہو گئی۔ اس نے بتایا کہ کچھ مسلمان اس کے دشمن بن گئے ہیں اور اسے گھیر کر مقدس آیتیں پڑھتے ہیں تاکہ اس کی رہی سہی آتما شکتی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ اس نے مجھ سے ہاتھ جوڑ کر التجا کی۔ میں نے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر اسے تیرے مردہ جسم کے اوپر لیٹنے کو کہا۔ وہ میرے ہر حکم کی تعمیل کرتی گئی۔ میرے بتائے ہوئے منتر پڑھتی گئی۔ اس کے بعد مردہ ہو کر تیرے اوپر سے ڈھلک کر سیٹ کے نیچے گر پڑی۔ میں نے تیری نبض دیکھی۔ دل کی دھڑکنوں نے بھی کہا کہ تو زندہ ہو چکی ہے مگر ابھی بے ہوش رہے گی۔"

پونم نے پوچھا "وہ مردہ جسم کہاں ہے؟"

"اسے ہم نے چلتی گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر پھینک دیا تھا۔"

"گرو دیو! آپ مہاگیانی ہیں۔ اپنے گیان سے آئندہ ہونے والی باتیں معلوم کر لیتے ہیں۔ پہلے آپ نے معلوم کیا' کس کاروبار سے ڈیڈی کو منافع ہو گا۔ اب ڈیڈی کروڑ پتی سے ارب پتی بن رہے ہیں۔ آپ نے میری موت کا وقت معلوم کیا اور یہ بھی معلوم کیا کہ کس بے چین آتما کو میرے اندر پہنچا کر مجھے نئی زندگی دے سکیں گے پھر تو آپ اس آتما کے بارے میں بھی جانتے ہوں گے کہ وہ کون ہے؟ پہلے وہ کس کے جسم میں تھی اور کیا کرتی رہی تھی؟"

گرو دیو بجرنگ تلک دھاری تھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا پھر بولا "قدرت کی طرف سے آئندہ ہونے والی باتوں کے اشارے ملتے ہیں۔ جو ذہین لوگ ہوتے ہیں اور جو تلاش و دیا جانتے ہیں' وہ ان اشاروں کو سمجھ کر پیش گوئی کرتے ہیں اور آئندہ ہونے والی بات کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کوشش میں وہ کبھی کامیاب ہوتے ہیں اور کبھی ناکام لیکن آتما شکتی حاصل کرنے والی پوری معلومات رکھتے ہیں اور بعض اوقات انہونی کو ہونی بنا دیتے ہیں۔"

پھر وہ ذرا توقف سے بولا "لیکن پوری دنیا اور پوری کائنات پر قدرت رکھنے والا وہ مالک جسے مسلمان اللہ اور ہم ہندو پرمیشور (بھگوان) کہتے ہیں' وہ کائنات کا مالک اجازت نہیں دیتا کہ ہم آتما شکتی یا روحانیت کی معراج تک پہنچ کر عام انسانوں کے سامنے زبان کھولیں۔ انہیں آئندہ کے بھید بتائیں اور کاتبِ تقدیر کی مرضی سے جو ہونے والا ہے' اسے نہ ہونے دیں اور جو نہیں کرنا چاہیے' وہ کریں۔"

پونم نے کہا "میں مر چکی تھی' کیا مجھے زندہ نہیں کرنا چاہیے تھا؟"

"ہاں' یہ بھگوان کی اِچھا کے خلاف ہے اور جو اس کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے' اس کے برے نتائج سامنے آتے رہتے ہیں۔"

"کیا میرا انجام برا ہو گا؟"

"انجام میرا برا ہو گا کیونکہ بھگوان کی مرضی تھی کہ کل شام تیری زندگی پوری ہو جائے تو مر جائے لیکن میں نے آتما شکتی سے تجھے مرتے ہی دوبارہ زندہ کر دیا۔ کئی بار تیرے ڈیڈی کو کاروبار میں نقصان پہنچا تھا مگر میں نے انہیں نقصان پہنچنے سے پہلے فائدہ پہنچا دیا۔ ایسا کرنے سے میرا نقصان ہوتا رہتا ہے۔"

"آپ کو کیا نقصان پہنچ رہا ہے؟"

"میں چالیس برس سے آتما شکتی کی انتا کو پہنچنے کی تپسیا کر رہا ہوں۔ پوجا پاٹ اور گیان دھیان میں ڈوبا رہتا ہوں لیکن جسے روحانیت کی معراج اور آتما شکتی کی آخری منزل کہتے ہیں' اس منزل تک نہیں پہنچ پایا ہوں۔"

"کیا آپ قدرت کے خلاف ایسا کرتے ہیں اس لیے پوری آتما شکتی حاصل نہیں کر پاتے ہیں؟"

"ہاں' میں سندر تا کا پجاری ہوں۔ حسن و شباب میں کشش ہو تو میں کھنچا چلا جاتا ہوں۔ اسے حاصل کرنے کے لیے قدرت کے خلاف کام کرتا ہوں تو میری آتما شکتی کم ہونے لگتی ہے۔ اب کی بار میں نے سوچا ہے کہ تجھ جیسی سندر لڑکی کو حاصل کرنے کے بعد اب کبھی نہیں بھٹکوں گا اور اب باقی زندگی آتما شکتی کی آخری منزل تک پہنچنے میں گزاروں گا تو پھر مجھے کبھی موت نہیں آئے گی۔ میں اپنی آتما کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں لے جاکر نئی زندگی حاصل کرتا رہوں گا۔"

"آپ نے مجھے نیا جیون دیا ہے۔ کیا آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ کی آتما شکتی کچھ کمزور ہو گئی ہے؟"

"ہاں میں نے اپنے گیان سے معلوم کیا تھا کہ جس آتما کو تیرے اندر پہنچاؤں گا' وہ بھی آتما شکتی حاصل کرنے کی تپسیا کرتی ہے اور موجودہ جسم سے چھٹکارا پانا چاہتی ہے۔ میں اسے تیرے جسم میں پہنچاؤں گا اور تیری نئی آتما سے معلوم کروں گا کہ وہ کون ہے؟ کن مسلمانوں سے خوف زدہ ہو کر بھاگتی ہوئی آرہی تھی؟ میری آتما اور گیان کی شکتی اتنی کمزور ہو گئی ہے کہ میں ابھی تیرے اندر کی آتما کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جان سکتا ہوں۔ اب تیری موجودہ آتما سے تیرے دماغ کو زندگی کی شکتی مل رہی ہے اور تیرے دماغ سے تیری پوری زندگی کو شکتی حاصل ہوتی رہے گی۔ تو نئی آتما کی مرضی کے مطابق سوچے گی اور اسی کی مرضی کے مطابق عمل کرتے ہوئے زندگی گزار دے گی۔ اس طرح مجھے اپنے بارے میں بتائے گی پھر ہم دونوں کسی ویرانے میں جاکر زندگی کے مزے بھی اڑائیں گے اور دن رات تپسیا میں ڈوب کر آتما شکتی حاصل کرتے رہیں گے۔"

"میں اٹھارہ برس کی کنواری ہوں اور تم پچپن برس کے بوڑھے ہو۔ میں تمہاری بیٹی جیسی ہوں۔"

"ایسی فضول باتیں نہ کر۔ جسم کا بچپن' جوانی اور بڑھاپا ہوتا ہے۔ آتما کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ پتا نہیں تیری آتما کب سے اس دنیا میں ہے۔"

"ڈیڑھ سو سال سے زیادہ ہو گئے۔ میں اس دنیا میں مرنے سے پہلے دوسرا جسم حاصل کر لیتی ہوں۔"

وہ بے یقینی سے چونک کر بولا "ڈیڑھ سو سال؟ کیا تو مذاق کر رہی ہے؟"

"تو اسے مذاق ہی سمجھے گا۔ آخری بار میں مسلمانوں کے شکنجے میں آکر اپنی آتما کے ساتھ ختم ہونے والی تھی مگر تو نے مجھے پونم کے جسم میں پہنچا کر ایک نئی شکتی دی ہے۔ میں اس شکتی کے ذریعے کھوئی ہوئی آتما شکتی کی آخری منزل تک پہنچ جاؤں گی۔"

"یہ میرے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔ تو ڈیڑھ سو برس کے تجربات رکھتی ہے۔ میں تیرے تجربات سے فائدے اٹھاؤں گا اور ایک مرد کی طرح تیری حفاظت کرتا رہوں گا۔"

"کیا تو چاہتا ہے کہ میں اپنے ماں باپ اور رشتے داروں کو چھوڑ کر کسی ویرانے میں چلی جاؤں؟"

"اب وہ تیرے ماں باپ کہاں رہے؟ تو ان کے لیے مر چکی ہے۔ میں نے اپنے لیے تجھے زندہ کیا ہے۔ یہ جسم صرف پونم کا ہے جسے وہ اپنی بیٹی سمجھ کر دھوکا کھا رہے ہیں۔ اصل تو آتما ہے جو میرے ساتھ رہے گی۔"

"لیکن میں تو یہاں رہ کر ایک بہت بڑی رئیس زادی کی طرح زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

"ہم آتما شکتی کی آخری منزل پر پہنچ کر دنیا کے سب سے زیادہ دولت مند پتی پتنی کہلائیں گے۔"

"میرے اس خوب صورت بدن کو اب تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا پھر تمہارے جیسے بوڑھے کو کیسے ہاتھ لگانے دوں؟"

"یہ بدن ہیرے سے زیادہ قیمتی ہے۔ تجھے حاصل کرنے کے لیے میں نے اس بات کی پروا نہیں کی کہ میری آتما شکتی میں کمی آجائے گی۔ تجھے میری قدر کرنا چاہیے اور میری خواہش پوری کرنے کے لیے میرے ساتھ چلنا چاہیے۔"

"مجھے تیری بات ماننی ہو گی۔ نہیں مانوں گی تو نقصان اٹھاؤں گی۔ تو بڑا گیانی اور شکتی مان ہے۔"

اس کی بات ختم ہونے کے بعد بجرنگ تلک دھاری نے اپنے دماغ میں بے چینی محسوس کی پھر سانس روک لی۔ پونم نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔"

"میں تیرے دماغ میں آکر ایک راز کی بات کہنا چاہتی ہوں۔ وہ بات زبان سے نہیں کروں گی۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

وہ بولا "یہ جان کر خوشی ہو رہی ہے کہ تو ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے۔ واہ بھگوان واہ! اب تو ہم ساری دنیا میں راج کریں گے۔ آ میرے دماغ میں آجا۔"

وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "کیا مجھے محسوس کر رہے ہو؟"

"ہاں تمہاری بات سن رہا ہوں۔"

یکبارگی اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ شدید دماغی اذیت سے چیخیں مار کر فرش پر تڑپنے لگا۔ پونم اٹھ کر کھڑی ہو گئی' پیچھے ہٹ گئی۔ اس کی چیخیں سن کر پونم کے ماں باپ اور رشتے دار

دوڑتے ہوئے دروازہ کھول کر اندر آئے۔

پونم بہت زیادہ خوف زدہ ہونے کی ایکٹنگ کرتی ہوئی دوڑتے ہوئے آکر ماں باپ سے لپٹ کر بولی "دیکھو ممی! اگر مہاراج کو کیا ہوگیا ہے؟ بے چارے کسی تکلیف میں ہیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے دماغ میں پہنچ کر دوسری بار زلزلہ پیدا کیا۔ بجرنگ تلک دھاری پھر حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ دماغ کی چولیں اس طرح ہل کر رہ گئی تھیں جیسے کھوپڑی کے اندر دماغ نام کی کوئی چیز نہ رہی ہو۔

پونم کا باپ وشوانا تھ اور پونم کے چچا کا جوان بیٹا پرکاش آگے بڑھ کر فرش پر جھک کر بجرنگ تلک دھاری کو سنبھالنے اور پوچھنے لگے کہ اسے کیا ہو رہا ہے؟ کیا کسی ڈاکٹر کو بلایا جائے یا وہ اپنے منتر سے سنبھل سکتا ہے۔

پونم نہیں چاہتی تھی کہ وہ منہ سے کچھ بولے اور یہ ظاہر کردے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور اس کے جسم کے اندر ایک خطرناک آتما سمائی ہے۔ دوبارہ زبردست زلزلے کے باعث گیان حاصل کرنے والے بجرنگ کی دماغی قوت کمزور پڑ گئی تھی۔ اس کے دیدے ایسے پھیل گئے تھے جیسے اسے کچھ نظر نہ آرہا ہو اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس دنیا کو دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ جب دماغ ناکارہ ہوجائے تو آنکھیں دیکھنے، کان سننے اور جسم حرکت کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

وہ بڑی مشکلوں سے گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ پونم نے کہا "ڈیڈی! تھوڑی دیر پہلے گرو مہاراج نے کہا تھا کہ وہ اگر کسی مصیبت میں پڑ جائیں تو میں اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھ کر ان کے لیے منتر پڑھتی رہوں۔ پھر وہ یہاں سے باہر جاکر ٹھیک ہوجائیں گے۔"

اس کے باپ وشوانا تھ نے کہا "بیٹی! ہم دوسرے کمرے میں جارہے ہیں۔ تم گرو مہاراج کے بتائے ہوئے منتر پڑھتی رہو۔ انہوں نے ہم پر بہت احسانات کیے ہیں۔"

وہ سب کمرے سے چلے گئے۔ پونم نے بجرنگ کے دماغ میں پہنچ کر کہا "تیری دماغی تکلیف دور ہو رہی ہے۔ تو نے دیکھا، یہ ماں باپ نہیں جانتے کہ تو ان کی بیٹی کی عزت سے کھیلنے کے لیے مجھے ان سے دور لے جانا چاہتا ہے۔ یہ تیرے احسانات مان رہے ہیں۔ اب یہاں سے اپنا جنتر منتر کا تمام سامان اٹھا کر تیزی سے یہ بنگلا چھوڑ کر چلا جا۔"

وہ پونم کی ٹیلی پیتھی سے بچنے کے لیے اپنا مختصر سا سامان اٹھا کر بھاگتا ہوا، دروازہ کھول کر جانے لگا۔ وشوانا تھ، اس کی پتنی اور پرکاش نے اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے پوچھا "گرو مہاراج! آپ اس طرح کیوں بھاگ رہے ہیں؟"

وہ پونم کی مرضی کے مطابق بولا "رک جاؤ۔ سب اپنی جگہ رک جاؤ۔ میرے پیچھے آؤ گے تو میں تمہاری بیٹی کے جسم سے آتما کو نکال دوں گا۔ وہ پھر مرجائے گی۔"

وہ سب سہم کر رک گئے۔ بجرنگ بھاگتا ہوا بنگلے سے باہر آیا۔ تیزی سے ایک گلی میں دوڑتا ہوا ایک شاہراہ پر پہنچا۔ وہ بڑی مصروف شاہراہ تھی۔ تیزی سے مختلف گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ پاگلوں کی طرح دوڑتا ہوا تیز رفتار گاڑیوں کی پروا کیے بغیر اس شاہراہ کو پار کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک گاڑی سے ٹکرا کر فضا میں اچھل کر پھر سڑک پر آیا۔ پونم نے اسے اٹھنے نہیں دیا۔ ایک بیوی ٹرک اسے کچلتا ہوا گزر گیا۔ پونم کی سوچ کی لہریں وا آگئیں۔ بجرنگ کے مردہ دماغ میں سوچ کی لہروں کے لیے جگہ نہیں رہی تھی۔

وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر ایک کاریڈور سے گزر ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہاں وشوانا تھ نے پوچھا "بیٹی! کیا مہاراج ناراض ہوکر گئے ہیں؟"

"ڈیڈی! مجھے تو ایسا نہیں لگتا۔ وہ جاتے وقت کہہ رہے تھے میری بھلائی کے لیے ابھی انہیں جانا ہے۔ میں نے انہیں جانے سے روکا تو کہنے لگے انہیں جانے دیا جائے ورنہ پھر میرے اندر سے آتما نکال کر مجھے مردہ بنادیں گے۔ میں نے ڈر کے مارے انہیں جانے دیا۔"

ماں نے کہا "ہاں، ہم نے انہیں روکا تو انہوں نے ہمیں یہ دھمکی دی۔ ہم نے تمہیں زندہ رکھنے کی خاطر انہیں جانے سے نہیں روکا۔"

پرکاش نے کہا "وہ مہاگیانی ہیں۔ کچھ سوچ سمجھ کر ہی گئے ہوں گے۔"

وہ بولی "ان کی بات چھوڑیں۔ مجھے بھوک لگی ہے، مجھے کچھ کھلائیے اور میرے بیڈ روم کی صفائی کرائیے۔ میں تھوڑی دیر یہاں خاموش بیٹھنا چاہتی ہوں۔"

وہ سب چلے گئے۔ وہ اپنی ممی شانتی اور ڈیڈی کے خیالات پڑھنے لگی۔ اپنے اور ان کے بارے میں اہم معلومات حاصل کرنے لگی۔ اس گھر کے ملازموں سے یہ چھپایا گیا تھا کہ وہ پچھلی شام کلکٹ شہر سے کوئی آٹھ سو کلومیٹر دور مرچکی تھی۔ اسے ایک بڑی کار وین میں لایا جارہا تھا۔ اس وین کو پرکاش ڈرائیو کررہا تھا۔ پیچھے سیٹوں پر بجرنگ، شانتی دیوی اور وشوانا تھ تھے۔ اس کے پیچھے سیٹ پر پونم کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ گرو مہاراج بجرنگ کے حکم کے مطابق اسے لے جایا جارہا تھا۔

ایک چیک پوسٹ پر چیکنگ کے دوران میں پولیس والوں کو شبہ ہوا کہ اس طرح لاش کو لے جانے کے پیچھے کوئی راز ہے۔ بجرنگ تلک دھاری کو پولیس والے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے۔ وہ ان اطراف میں جادو ٹونے کے سلسلے میں سب کو دہشت زدہ کرتا رہا تھا۔ اس نے پرکاش سے کہا "یہاں بات بگڑ جائے گی، گاڑی کو بھگاتے چلو۔ وہ ہمارا تعاقب کریں گے لیکن میں جانتا ہوں، وہ ہماری گاڑی تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

دین میں یہاں لائی گئی ہے؟ وہ کس کی لاش تھی؟"

وشوانا تھ نے کہا "ہم کسی لاش کے بارے میں نہیں جانتے۔ ہماری تو ایک ہی جوان بیٹی ہے۔"

"کالی کٹ سے آنے والی پولیس ٹیم اور افسران ان سب کو چہرے سے پہچانتے ہیں جو کل رات اس وین میں تھے۔"

پونم سوچنے لگی "یہ راز تو ایسے پھیل رہا ہے جیسے جنگل کی آگ پھیلتی ہے۔ اگر ایک دو رازدار ہوتے تو میں انہیں ٹھکانے لگا دیتی مگر اپنے گھر والوں کو، پرکاش کو اور پولیس والوں کو کب تک ٹھکانے لگا کر اپنا وقت ضائع کرتی رہوں گی؟"

پرکاش نے ایک شاپنگ پلازا کے قریب کار روکی۔ وہ دونوں کار سے اتر کر پلازا کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آئے۔ بے شمار دکانیں گراؤنڈ سے ٹاپ فلور تک تھیں۔ وہ لفٹ کے ذریعے چھٹے اور آخری فلور پر گئے۔ پرکاش نے کہا "آج میں تمہیں نئی زندگی کا تحفہ دینے کے لیے قیمتی زیورات کا سیٹ خریدنا چاہتا ہوں۔ تم ایک سیٹ پسند کرلو۔"

وہ بولی "میں تمہارا پسند کیا ہوا سیٹ پہنوں گی۔ ایسا کرو، تم جیولر کی دکان میں جاؤ۔ میں اپنی ضرورت کے کچھ کپڑے خرید کر آتی ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ آج تمام شاپنگ میں کراؤں گا۔ کپڑے خریدنے میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔"

"تم ساری دنیا کی شاپنگ کرادو لیکن میں تمہارے ساتھ وہ کپڑے خریدنے نہیں جاؤں گی۔ سمجھا کرو، مجھے شرم آئے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "او۔ اچھا، اب سمجھا۔ پھر تو تم جاؤ۔ مگر کہاں ملوگی؟"

"سیکنڈ فلور پر۔"

یہ کہہ کر وہ لفٹ کے پاس آئی۔ اسے مسکرا کر دیکھا پھر لفٹ کے اندر جاکر نظروں سے گم ہوگئی۔ بے چارہ ایک جیولر کی دکان میں چلا گیا۔ وہ لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور پر آئی۔ شاپنگ پلازا کے باہر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر بولی "شیوا جی اسپتال چلو۔"

اس نے اسپتال پہنچ کر کاؤنٹر پر پوچھا "سرجن بلدیو سنگھ کس چیمبر میں ہیں؟"

کاؤنٹر کلرک نے کہا "آج وہ اسپتال نہیں آئیں گے۔"

پونم نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے ڈاکٹر کو فون کرنے پر مائل کیا۔ رابطہ ہونے پر کاؤنٹر کلرک نے کہا "سر! میں اسپتال سے بول رہی ہوں۔ ایک مس آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔"

ڈاکٹر نے پوچھا "کیسی ہے؟ کتنی عمر ہوگی؟"

"سر! میں فون پر کیسے بتاؤں؟ آپ کو ضرور ملنا چاہیے۔"

کاؤنٹر کلرک نے ریسیور رکھ کر اسے ڈاکٹر کے بنگلے کا پتا بتایا۔ وہ نہ بھی بتاتی تو پونم اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ اس نے سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ اس کے گھر میں پلاسٹک سرجری کے آلات وغیرہ موجود ہیں یا نہیں؟ مطمئن ہوکر وہ ایک ٹیکسی کے ذریعے اس کے بنگلے میں پہنچ گئی۔

ڈاکٹر شوقین تھا۔ حسن و شباب کو دیکھ کر رال ٹپکنے لگتی تھی۔ پونم کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس نے کہا "آؤ۔ اندر آؤ۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔ میں نے آج تک تمہاری جیسی سندر لڑکی نہیں دیکھی۔ دل کہتا ہے تم سامنے بیٹھی رہو اور میں تمہیں دیکھتا رہوں۔"

"مجھے سہارا دوگے تو میں ساری زندگی تمہارے سامنے بیٹھی رہوں گی۔"

وہ خوش ہوکر بولا "میں ساری زندگی سہارا دوں گا لیکن اس بنگلے میں نہیں، میں ایک مشہور عزت دار ڈاکٹر ہوں۔ بدنام نہیں ہونا چاہتا۔ ایک الگ اپارٹمنٹ تمہارے لیے کرائے پر لے سکتا ہوں۔"

"میں اپارٹمنٹ نہیں چاہتی۔ میرا اپنا بنگلا ہے۔ میں وہاں اکیلی رہتی ہوں۔"

"اکیلی رہتی ہو؟ پھر تو کیا بات ہے۔ مگر تم مجھ سے ابھی کس بات کا سہارا مانگ رہی تھیں؟"

"میں پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا چہرہ بدلنا چاہتی ہوں۔"

"تم تو بے حد حسین ہو پھر چہرہ کیوں بدلنا چاہتی ہو؟"

"میری کچھ مجبوریاں ہیں۔ تم میرا چہرہ اور زیادہ خوب صورت بناؤ گے تو میں تمہارا دل خوش کردوں گی۔"

"تم اس کمرے میں دیکھو، سرجری کا تمام سامان موجود ہے۔ زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے میں چہرہ ایسے تبدیل کروں گا کہ تمہیں کوئی پہچان نہیں سکے گا۔ میرے پاس عام طور پر مجرم یا ایسے بے قصور لوگ آتے ہیں جو پولیس یا اپنے دشمنوں سے ہمیشہ چھپ کر رہنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھ چکا ہوں، تم بھی ان میں سے ایک ہو۔"

"زیادہ نہ سمجھو صرف یہ دیکھو کہ میرا یہ حسن و شباب تمہیں نصیب ہونے والا ہے۔ میں منہ مانگی فیس دوں گی۔"

"امیر ترین ڈاکٹروں میں میرا شمار ہوتا ہے۔ فیس کے طور پر صرف تمہارا حسن و شباب لوں گا۔"

"منظور ہے۔ پہلے چہرہ تبدیل کرو۔"

"نہیں پہلے فیس ادا کرو۔"

وہ بولی "دنیا کے ہر بازار میں پہلے اپنی پسند کی چیز خریدی جاتی ہے... پھر بل ادا کیا جاتا ہے۔ پہلے چہرہ تبدیل کرو، پھر اپنا مطالبہ کرو۔ طوائف اور وکیل کی طرح پہلے فیس نہ مانگو۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پونم نے اس کے دماغ پر قبضہ جماکر کہا۔ "مجھے حسین ترین عورتوں کا ایم کٹ دو۔"

وہ ایم کٹ لا کر دکھانے لگا۔ اس میں حسین ترین عورتوں کی تصویریں تھیں۔ ڈاکٹر اسے بتا رہا تھا کہ ان میں سے کون سی مرچکی ہے، کون زندہ ہے اور کون اب بوڑھی ہوچکی ہے۔

پونم کو ایک نہایت ہی حسین و جمیل لڑکی کی تصویر پسند آئی۔

پھر پرکاش اس گاڑی کو تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا لے آیا تھا۔ گھر کے ملازموں کو بتایا گیا کہ پونم بے ہوش ہو گئی تھی' اسے ایک اسپتال سے لائے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ہوش میں آئے گی تو گرو مہاراج اسے اپنی دواؤں سے بالکل ٹھیک کر دیں گے۔

انہوں نے ملازموں کو اس روز چھٹی دے دی تھی۔ انہیں دوسرے دن کام پر آنے کے لیے کہا تھا۔ اس طرح پونم کی نئی زندگی پانے والی بات صرف اس کی ممی' ڈیڈی اور پرکاش کو معلوم تھی اور کوئی چوتھا رازدار نہیں تھا۔ پونم نہیں چاہتی تھی کہ یہ راز گھر سے باہر جائے ورنہ یہ ہوا کی طرح باہر سیکڑوں' ہزاروں کلومیٹر دور پورس' ٹٹا' جلال پاشا' ٹانی اور پارس کو معلوم ہو سکتی تھی اور وہ اتنے چالاک تھے کہ ایک گھر میں ہونے والی کوئی غیر معمولی بات معلوم ہوتی تو وہ کڑی سے کڑی ملاتے ہوئے پونم کے اندر چھپی ہوئی نیلماں کو ڈھونڈ نکالتے۔

پونم نے پرکاش کے خیالات پڑھے۔ وہ اس کے چچا کا بیٹا تھا۔ اس کے ماں باپ دہلی میں تھے۔ پرکاش کو یہ سوچ کر وہاں چھوڑا تھا کہ پونم کروڑ پتی بلکہ ارب پتی باپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔ اگر پرکاش سے اس کی شادی ہو جائے گی تو ان کا بیٹا گھر بیٹھے ارب پتی بن جائے گا۔ پرکاش بھی پونم کا دل جیتنے کے لیے اس کے باپ وشواناتھ کا ہر کام ایک پرسنل سیکریٹری کی طرح کرتا تھا۔ گھر کے اس راز میں بھی شریک تھا کہ پونم نے کس طرح آتما کے تبادلے سے نئی زندگی پائی ہے۔

وہ اس راز میں شریک رہ کر بہت خوش تھا۔ سوچ رہا تھا' اپنے ماں باپ کو دہلی فون کر کے بتائے کہ وہ پونم کے ایک اہم راز میں شریک ہو کر ان کا معتبر خاص ہو گیا ہے۔ اب وشواناتھ اسے راز دار بنائے رکھنے کے لیے ضرور اپنا داماد بنائے گا۔

پونم نے پرکاش کے دماغ میں جا کر اس کی سوچ میں کہا "آج آدھی رات کے بعد جب سب ہی گہری نیند میں ہوں گے تو وہ اپنا کمرا بند کر کے اپنے ماں باپ کو فون پر کہے گا کہ وہ جلد ممبئی آ جائیں اور پونم سے اس کی شادی کی بات کریں۔ وہ وشواناتھ اور پونم کے ایسے عجیب و غریب راز سے واقف ہے کہ وہ رشتہ کرنے سے انکار نہیں کریں گے۔"

پرکاش کے خیالات نے کہا "ٹھیک ہے' آدھی رات کے بعد دہلی فون کروں گا۔ ابھی کسی شاپنگ سینٹر میں جا کر پونم کے لیے بہت ہی قیمتی زیورات' ساڑی اور پرفیوم خرید کر لاؤں گا اور اسے نئی زندگی کا تحفہ دوں گا۔"

وہ باہر جانے کے لیے تیار ہونے لگا تو پونم بھی اچھی سی ساڑی پہن کر ذرا میناؤ سنگھار کر کے ڈریسنگ روم میں آئی۔ اپنے ماں باپ سے کہنے لگی "میں ذرا گھوم پھر کر آنا چاہتی ہوں۔ جب سے گرو مہاراج کچھ نیم پاگل سے ہو کر گئے ہیں' میرا دل ان کے لیے بہت پریشان ہے۔"

اسی وقت پرکاش وہاں آیا۔ باپ نے کہا "ٹھیک ہے بیٹی! ڈرائیور سے کہتا ہوں۔ وہ تمہیں تفریح کے لیے لے جائے گا۔"

وہ پرکاش کو دیکھ کر مسکرا کر بولی "ڈرائیور کے ساتھ نہیں پرکاش کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔"

ماں نے کہا "تعجب ہے' تم تو پرکاش سے دور دور رہا تھیں۔ آج اس کے ساتھ جانا چاہتی ہو؟"

"ممی! یہ نئی زندگی پانے کے بعد میں نے پرکاش کو آزما لیا ہے۔ اگر یہ ہمارا ساتھ نہ دیتا تو میں آپ دونوں کے ساتھ زندہ نہ آتی۔ میں پرکاش کے ساتھ جاؤں گی۔"

پرکاش خوشی سے کھل گیا۔ اس کے ساتھ ہی باہر آیا۔ دو کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "آج میں بہت خوش ہوں۔ آج مجھے دو دو خوشیاں رہی ہیں۔"

"وہ کون سی دو دو خوشیاں ہیں؟"

"سب سے پہلی خوشی تو یہ کہ تمہیں نیا جیون ملا ہے۔ اس بڑی خوشی تو ہو نہیں سکتی اور میرے اپنے لیے دوسری خوشی یہ کہ تم مجھے آزمانے کے بعد مجھ پر بھروسا کر رہی ہو۔ آئندہ بھی آ گی تو میں زندگی کی کٹھن گھڑیوں میں تمہارے لیے جان کی بازی کروں گا۔"

پونم نے اس کے بولنے کے دوران میں اپنے باپ ماں دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ معلوم ہوا' وہاں بنگلے کے احاطے پولیس کی دو گاڑیاں آئی ہیں۔ ایک سب انسپکٹر اس کے باپ کہہ رہا تھا "ایک پاکھنڈی گرو مہاراج بن کر رہنے والے بھگ تلک دھاری کی لاش سڑک پر پائی گئی ہے۔ ہمیں کالی کٹ پو اسٹیشن سے اطلاع دی گئی تھی کہ کل رات بھرنگ تلک دھا ایک جوان لڑکی کی لاش لے کر پولیس کو دھوکا دے کر بھا رہا تھا۔"

پونم کی خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ پرکاش پوچھ رہا تھا اچانک سر جھکا کر خاموش کیوں ہو گئی ہو۔"

وہ شرما کر بولی "میں نہیں بتا سکتی کہ تمہارے بارے میں سوچ رہی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "اچھا سمجھ رہا ہوں۔ پھر تو میں ڈسٹرب نہیں کروں گا۔ تم سوچتی رہو۔"

وہ پھر خیال خوانی کے ذریعے وشواناتھ کے دماغ میں پہنچی پولیس والے بنگلے میں گھس کر تلاشی لے رہے تھے۔ ایک حوالدار نے دوڑتے ہوئے آ کر اپنے افسر سے کہا "سر! ادھر گیراج میں ایک بڑی سی دین ہے۔ اس کا نمبر وہی ہے جو ہمیں کل رات بتایا گیا تھا۔"

افسر تیزی سے چلتا ہوا گیراج کی طرف جانے لگا۔ دوسرے افسر نے وشواناتھ سے کہا "اچھا تو اس جوان لڑکی کی لاش آپ کی

ڈاکٹر نے کہا "میرے بڑے بھائی بھی پلاسٹک سرجری کے ماہر تھے۔ وہ مر چکے ہیں۔ ان کے پاس ۲۵ برس پہلے یہ لڑکی سرجری کے لیے آئی تھی۔ ان دنوں پلاسٹک سرجری اتنی ایڈوانس نہیں تھی۔ بڑے مسائل پیش آتے تھے۔ بہرحال اگر وہ بیس برس کی عمر میں بھائی کے پاس سرجری کے لیے آئی ہو گی تو اب اس کی عمر ۴۵ برس کی ہو گی۔"

پونم نے کہا "اس کے چہرے پر مشرقی اور مغربی حسن کا امتزاج ہے۔ کچھ ہندوستانی بھی لگتی ہے اور کچھ انگریز بھی۔"

"اس کی ماں انگریز تھی اور باپ ہندوستانی تھا۔"

وہ آئینے کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر سرجری کی تیاری کرنے لگا۔ وہ احتیاطاً اس کے خیالات پڑھتی رہی تاکہ ڈاکٹر کوئی مکاری نہ کرے۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ حسن و شباب کا رسیا ہے۔ اس کے ساتھ دن رات رنگین کرنا چاہتا ہے اس لیے اسے دھوکا نہیں دے گا۔

اس سے مطمئن ہو کر وہ وشواناتھ کے دماغ میں پہنچی۔ پولیس والے وشواناتھ کو تھانے لے گئے تھے۔ وہاں حراست میں رکھا تھا اور کہا تھا کہ پچھلی رات چیک پوسٹ پر جو افسران اور پولیس والے پونم کی لاش کے ساتھ گاڑی میں بیٹھنے والوں کو دیکھ چکے تھے' وہ سب وشواناتھ' شانتی دیوی' پونم اور پرکاش کی شناخت کے لیے آ رہے ہیں۔

بنگلے میں شانتی دیوی تنہا پریشان تھی۔ بنگلے کے چاروں طرف پولیس کا پہرا تھا۔ شانتی دیوی کے خیالات بتا رہے تھے کہ پولیس والوں کو پونم اور پرکاش کا بھی انتظار ہے۔ انہیں کہا گیا تھا کہ وہ کسی کی لاش نہیں لا رہے تھے۔ ان کی بیٹی پونم زندہ ہے۔ وہ پرکاش کے ساتھ کہیں گھومنے گئی ہے۔ دوپہر تک واپس آ جائے گی۔

پونم نے ماں کی سوچ میں سوال پیدا کیا "پولیس والے کیا پونم کی کوئی تصویر لے گئے ہیں؟"

ماں کی سوچ نے کہا "دیوار پر کوئی تصویر دیکھتے تو شاید لے جاتے۔ تمام تصویریں البم میں ہیں۔"

اس نے ماں کے دماغ پر قبضہ جما کر البم میں سے اپنی تمام تصویریں نکالیں۔ کسی بھی تقریب کے موقع پر عورتوں اور مردوں کے ہجوم میں جو دھندلی سی تصویریں تھیں' انہیں بھی نکال لیا۔ اپنی الماری اور وشواناتھ کے سیف اور میز کی درازیں چیک کیں پھر جتنی تصویریں تھیں' جلا ڈالیں۔

اب بھی کوئی بات اسے کھٹک رہی تھی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ ماں نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے پرکاش نے کہا "ماں جی' میں پرکاش بول رہا ہوں۔ کیا وہاں پونم آئی ہے؟"

"وہ تو تمہارے ساتھ گئی تھی۔ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو؟"

"میں یہاں پورے شاپنگ پلازا میں اسے ڈھونڈ رہا ہوں۔ پتا نہیں' وہ مجھے بتائے بغیر کہاں چلی گئی ہے۔ میں اپنی کار کے پاس ہوں۔ شاید وہ ادھر آ جائے۔"

"پرکاش! ہم پر اچانک مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ پولیس والے تمہارے تایا کو تھانے لے گئے ہیں۔ ہماری کل رات والی دین پکڑی گئی ہے۔ چیک پوسٹ پر ہمیں پہچاننے والے پولیس والے آئیں گے۔ وہ پونم کو زندہ دیکھ لیں گے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ لاش نہیں تھی بلکہ پچھلی سیٹ پر پونم سو رہی تھی۔ صرف پونم کے زندہ مل جانے سے وہ سب اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں۔"

لیکن ایک گھنٹے کے اندر پونم کا چہرہ بڑی حد تک تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔ دو گھنٹے بعد وہ بالکل تبدیل ہو گئی۔ آئینے کے سامنے خود کو ایک نہایت حسین و جمیل دوشیزہ کے روپ میں دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر مشرقی حسن بھی تھا اور ہالینڈ کے دودھ کھمن والی چکناہٹ بھی تھی۔

ڈاکٹر نے فخر سے کہا "دیکھا میرا کمال' کوئی کاغذ پر حسین تصویر بناتا ہے۔ کوئی پتھر تراش کر اجنتا کی مورت بناتا ہے۔ میں نے جیتی جاگتی' چلتی پھرتی ایک زندہ حسن کی دیوی بنائی ہے۔"

"ماتی ہوں' تم باکمال ہو مگر پوری طرح اطمینان کرنے دو۔ اس چہرے کا فنشنگ ٹچ FINISHING TOUCH پوری توجہ سے کرو۔ مجھے حاصل کرنے کی جلدی کرو گے تو میں ہاتھ نہیں آؤں گی۔"

"یہ دونوں ہاتھ دیکھ رہی ہو' کتنے مضبوط ہیں۔ جکڑلوں گا تو نکل نہیں سکو گی۔"

"میں چیخنے چلانے لگوں گی تو تمہاری عزت خاک میں مل جائے گی۔"

"بہت چالاک ہو۔"

"بہت نادان ہو۔ جب محبت سے ملنے والی ہوں تو زبردستی والی بات کیوں کرتے ہو؟"

"ہاں' میں جلد بازی میں نادانی کر رہا تھا۔ اب دیکھو' ایک گھنٹا اور صرف کر کے اسی حسن کو چار چاند لگا دوں گا۔"

وہ پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ پونم پرکاش کے دماغ میں پہنچی۔ وہ اسے تلاش کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا' جب تک پونم گھر نہیں پہنچے گی تب تک وہ بھی نہیں جائے گا۔ ورنہ پولیس والے اسے بھی گرفتار کر کے پوچھیں گے کہ وہ پچھلی رات پونم کی لاش کو دین میں کہاں سے لا رہا تھا۔ اب اسے زندہ ثابت کرنے کے لیے پونم کو ڈھونڈ کر گھر لانا ضروری تھا۔

وہ کار میں بیٹھ کر اسے تلاش کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ پونم نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اور آگے بڑھاتے بڑھاتے پولیس اسٹیشن پہنچا دیا۔ وہ تھانے کے اندر آیا۔ وشواناتھ نے پوچھا۔ "پرکاش! ہماری پونم کہاں ہے؟"

پونم نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر وشواناتھ اور تھانے کو دیکھتے ہوئے بولا "میں..... میں یہاں کیسے آ گیا؟"

پولیس افسر نے کہا "آنا ہی پڑتا ہے۔ مجرموں کا پسلا گھر حوالات اور آخری گھر پھانسی گھاٹ ہوتا ہے۔"

"ہم مجرم نہیں ہیں۔ میں ابھی پونم کو تلاش کر رہا تھا۔ مجھے ایسا لگتا ہے' اسے کسی نے اغوا کرلیا ہے۔"

"لاش کو کل رات تم لوگوں نے اغوا کیا پھر دوسرے اغوا کرنے والوں کے لیے کیا بچا ہوگا؟"

پونم دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وہ وشوانا تھ' شانتی دیوی اور پرکاش کے معاملات میں پڑ کر اپنے لیے کوئی مصیبت مول لینا نہیں چاہتی تھی۔ وہ آئینے میں اپنے حسن وجمال کی پرچھائیں دیکھ کر خوش ہوگئی۔ اس سے بولی "واقعی تم باکمال ہو۔ البم والی اس حسین لڑکی کا نام اور اس کے ماں باپ کا نام کیا تھا؟"

"اس کا نام رجنی تھا لیکن ان ناموں سے تمہیں کیا لینا ہے۔ وہ حسین رجنی ۲۵ برس پہلے آئی تھی' اب بوڑھی ہوچکی ہوگی۔ چہرہ بھی خاصا بدل گیا ہوگا۔ تم اس چمکتے دمکتے حسن وشباب کے مطابق کوئی خوب صورت سا نام رکھ لو۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔ کوئی اچھا سا نام سوچ کر رکھوں گی۔ اب تم میری کرسی پر بیٹھو۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر ایک طرف کھڑی ہوگئی۔ ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا "اس کرسی پر بیٹھنے کے لیے نہیں' بیڈ روم میں چلنے کے لیے کہو۔"

"کہوں گی' پہلے کرسی پر بیٹھو۔ تمہاری طرح میں بھی آئینے کے سامنے تمہاری سرجری کروں گی۔"

وہ اس کی طرف بڑھ کر اپنی آغوش میں اسے لینا چاہتا تھا مگر آپ ہی آپ گھوم کر آئینے کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ وہاں سرجری کے تیز دھار والے آلات رکھے ہوئے تھے۔ نیلاں نے ایک آلہ اٹھایا۔ اب وہ پونم نہیں رہی تھی۔ ناصرہ تو پہلے ختم ہوچکی تھی۔ اس نے ڈاکٹر کو دماغی طور پر غائب کردیا۔ اس آلے سے اس کے چہرے کو کاٹنے لگی۔ وہ ساکت بیٹھا رہا۔ تیز آلے سے کٹنے کی تکلیف کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ غائب دماغ ہونے کا مطلب یہ تھا کہ دماغ بے حس ہوچکا تھا۔ نہ سن سکتا تھا' نہ دیکھ سکتا تھا اور نہ کوئی تکلیف محسوس کرسکتا تھا۔ وہ جیسے مریض کو بے ہوش کرکے آپریشن کر رہی تھی۔ پھر اس نے حلق پر آلہ پھیر کر سانس کی نالی کاٹ دی۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

شکار نے شور نہیں مچایا۔ آہ تک نہ کی۔ بڑی خاموشی سے حسن وشباب کے ہاتھوں سے کھیلتے کھیلتے جہنم تک پہنچ گیا۔

نیلاں نے اپنے ہاتھ صاف کیے۔ ساڑی سے خون کے چھینٹے دھوئے۔ پھر خیال آیا۔ مرنے والا حسن پرست تھا۔ پتا نہیں وہاں کتنی حسینائیں آتی جاتی ہوں گی۔ اس نے ایک کمرے میں آکر الماری کھولی تو اس میں زنانہ کپڑے تھے۔ یہ ملبوسات نیلاں کے لیے لازمی تھے۔ اس نے اپنا لباس اتار کر نیا لباس پہن لیا اور بڑے اطمینان سے چلتے ہوئے باہر آگئی۔ ہاتھ اٹھا کر ایک ٹیکسی والے کو روکا پھر اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر جانے لگی۔

○☆○

بابا صاحب کے ادارے سے کال آئی تھی۔ مجھ سے اور سونیا سے کہا گیا تھا کہ طرابلس میں ہمارا کام کس حد تک ہوچکا ہے۔ ڈاکٹر قاسم بن حشام جیسے فراڈ مجاہد اور دوسرے امریکی سیکرٹ ایجنٹوں کے اطراف جال بچھایا جارہا تھا۔ لیبیا کی حکومت ان سب سے جان بوجھ کر انجان بن رہی تھی۔ تمام دشمن سراغ رسانوں تک رسائی حاصل کرنے کے بعد ان کے خلاف کارروائی کی جانے والی تھی تاکہ ٹھوس ثبوت کے ساتھ دنیا والوں کو بتایا جاسکے کہ امریکی اور اسرائیلی' اسلامی ممالک کے خلاف کس طرح تخریبی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔

الپا میری تابع تھی۔ میرے حکم کے مطابق وہاں کی انچارج جنس کے ڈائریکٹر جنرل کی پرسنل اسسٹنٹ بن گئی تھی اور اس کے ساتھ دن رات رہ کر اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ڈائریکٹر جنرل کے کام آنے والی تھی۔

مجھ سے اور سونیا سے بابا صاحب کے ادارے میں حاضر ہونے کے لیے کہا گیا تھا۔ سونیا ایک دن ادارے میں قیام کرکے ایران جانے والی تھی تاکہ مجاہد فرہاد گیلانی کے بارے میں بھی تصدیق کرسکے کہ وہ اصلی ہے یا قاسم بن حشام کی طرح نقلی ہے۔ سونیا پہلے بھی ایران میں کچھ عرصہ رہ چکی تھی۔ وہاں کے چھوٹے بڑے شہروں کے اہم علاقوں سے اچھی طرح واقف تھی اور فارسی روانی سے بولتی تھی۔

ہم صبح چھ بجے ائرپورٹ پہنچے۔ جب ہم پیرس جانے کے لیے بورڈنگ کارڈز لے رہے تھے' ہمارے پیچھے ایک بوڑھی افغانی عورت کھڑی ہوئی تھی۔ ہم نے قطار میں اسے آگے کردیا۔ وہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بولی "تھینک یو۔ تمہارے جیسا میرا ایک بیٹا تھا۔ ایک راکٹ لانچر نے ماں کا کلیجا پھاڑ کر بیٹے کو مار ڈالا۔ معلوم نہیں میرے وطن میں کتنے بیٹے کب تک مرتے رہیں گے۔"

سونیا نے پوچھا "افغانستان میں اور کتنے عزیز رشتے دار ہیں؟"

"سب شہید ہوگئے۔ کوئی نہیں رہا.... مگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ہلاک کرے تو کیا مارنے والا غازی اور مرنے والا شہید کہلا سکتا ہے؟ میرے وطن میں تو مسلمان' مسلمان کو مار رہا ہے۔ یہ لوگ اپنی الگ الگ جماعتیں بنا کر یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ اپنی اپنی جماعت سے زیادہ دین اسلام اہم ہے۔ اس کے باوجود ایک جماعت کا مسلمان' دوسری جماعت کے مسلمان کو مارتا ہے۔ کوئی فتویٰ کیوں نہیں دیتا کہ وہ غازی ہیں نہ شہید' صرف سیاسی کافر ہیں۔"

وہ اپنے آنسو پونچھنے لگی جبکہ آنسو نہیں تھے۔ آنکھیں خشک ہوچکی تھیں۔ ایک ماں کے اندر آنسوؤں کا جو سمندر رہتا ہے' وہ

سمندر ریسہ چکا تھا۔ سونیا نے پوچھا "تمہارا وہاں کوئی نہیں ہے۔ پھر ایسے ملک میں کیوں جارہی ہو جو برسوں سے میدانِ جنگ بنا ہوا ہے۔ جہاں آگ' دھواں لاشیں اور کھنڈرات نظر آتے ہیں؟"

بوڑھی خاتون نے کہا "میرا وطن قبرستان بن جائے گا تب بھی وہاں جاؤں گی۔ میری عمر بھی قبرستان جانے کی ہوچکی ہے۔ میں اپنے وطن کی مٹی میں ملنا چاہتی ہوں۔"

میں نے اسے سارا دے کر طیارے کی سیڑھی پر چڑھایا۔ اگرچہ وہ بوڑھی تھی لیکن سارا دیتے وقت پکڑنے سے خاصی صحت مند لگ رہی تھی۔ بعض بُرے حالات میں انسان ٹوٹتا نہیں ہے اور بھی پتھر بن جاتا ہے۔ اسی بات پر کہا گیا ہے۔ مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

اندر پہنچ کر سونیا نے اس کی سیٹ پر اسے بٹھاتے ہوئے کہا۔ "ہیو آر لا تک مائی مدر۔ آپ کی عمر کیا ہوگی؟"

"بیٹی! لاشیں گنتے گنتے عمر کی گنتی بھول گئی ہوں۔"

ہماری سیٹیں پیچھے تھیں۔ سونیا اسے بٹھا کر میرے ساتھ والی سیٹ پر آگئی۔ میں نے کہا "افغانستان کی حالت پر افسوس ہوتا ہے۔ وہ خاتون دل پر اثر کرنے والی باتیں کر رہی تھی۔ کیسا حوصلہ ہے' اس بڑھاپے میں گولیاں کھا کر شہید ہونے جارہی ہے۔"

سونیا نے کہا "یہ شہید نہیں ہوگی۔ حرام موت مرے گی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"تم نے اسے ایک طرف سے سارا دیا تھا۔ دوسری طرف سے میں نے سارا دیا تھا۔ میرا ہاتھ اس کے سینے سے ٹکراتا رہا۔ وہ ۲۵ برس کی بھرپور اور رس بھری جوان عورت ہے۔ بڑی مہارت سے میک اپ کیا ہے اور بڑی زبردست ایکٹنگ کر رہی ہے۔"

یہ سنتے ہی میں اس بوڑھی خاتون کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ افغانستان میں رہتی تھی۔ امریکا جن سیاسی جماعتوں کو خرید رہا تھا ان جماعتوں کے کچھ کارندے جاسوسی کی تربیت حاصل کرنے کے لیے امریکا یا کسی دوسرے یورپی ملک کے خفیہ کیمپوں میں بھیجے جاتے تھے۔ دلیر اور چالاک افغانی عورتیں بھی جاتی تھیں۔ ان میں ایک وہ بوڑھی بن کر جانے والی جوان عورت بھی تھی۔ اس کا نام مہروز تھا۔ اس نے دو برس تک اٹلی کے ایک کیمپ میں جاسوسی کی تربیت حاصل کرنے کے علاوہ تمام جدید ہتھیاروں کو بھی استعمال کرنا سیکھا تھا۔

میں سونیا کو بوڑھی نظر آنے والی جوان مہروز کے بارے میں بتانے لگا۔ وہ بولی "اب یہ بھی معلوم کرو کہ یہ وہاں کیوں جارہی ہے؟"

میں نے کہا "امریکا کو اپنے سراغ رسانوں سے یہ معتبر اطلاع ملی ہے کہ مجاہد اعظم مرجبا توصیف افغانستان میں پناہ لے رہا ہے۔ یہ مہروز خالص افغانی ہے۔ یہ سوچا گیا کہ جوان مہروز کے رشتے دار اگر وہاں زندہ ہوں گے تو اسے پہچان لیں گے اور اس کے دو برس تک کہیں لاپتا رہنے کے سلسلے میں دو رخنوں سوال بھی کریں گے اور اس پر شبہ بھی کریں گے لہٰذا پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے ایک بوڑھی خاتون بنا دیا گیا ہے۔ افغانستان کی جس اسلامی جماعت نے مجاہد اعظم مرجبا توصیف کو پناہ دی ہے' اس جماعت کے مفتوحہ علاقوں میں کوئی مہروز پر شبہ نہیں کرسکے گا۔"

"ہوں' زبردست چال ہے۔ جوان بیٹے کا ماتم کرنے والی ایک بدنصیب مظلوم خاتون کا سب ہی احترام کریں گے۔ اسے کسی علاقے میں جانے سے نہیں روکا جائے گا۔ وہ کسی ایسے قصبے یا کیمپ تک بھی جاسکے گی جہاں مجاہد اعظم کو مہمان بنا کر عزت سے رکھا گیا ہوگا۔ وہاں پہنچتے ہی اس معزز مہمان مرجبا توصیف کو گولی مار دینا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔"

"اس کے افغانستان پہنچنے تک اس کی خاص نگرانی کرنی ہوگی۔ یہ معلوم کرنے کا موقع ہمیں ملے گا کہ مہروز کے ذریعے اور کیسی کیسی چالیں چلی جارہی ہیں۔"

میں نے ثانی' ثنا' جلال پاشا اور سلمان کو اپنے دماغ میں بلایا۔ انہیں مہروز کے بارے میں تفصیل سے بتا کر کہا "تم سب وقت مقرر کرلو اور اس وقت کے مطابق مہروز کے دماغ میں جاکر اس کے چور خیالات پڑھتے رہو۔ ایک بات کا خاص خیال رکھو۔ اس کے پاس اپنوں سے رابطہ رکھنے کا کوئی جدید آلہ نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے' مہاراج یا سمیش اس کے دماغ میں جاکر معلومات حاصل کرکے امریکی متعلقہ افسران کو بہت کچھ بتاتے ہوں گے۔ لہٰذا مہروز کے دماغ میں جاکر ہمیشہ خاموش رہا کرو۔ میں بھی اس کے دماغ میں جاتا رہوں گا اور تم سب مجھے رپورٹ دیتے رہو گے۔"

یہ تمام باتیں سمجھا کر میں نے انہیں مہروز کے دماغ میں پہنچا دیا۔ ثانی نے کہا "پاپا! ہم سب پورس کو لے کر ادارے میں پہنچ گئے ہیں۔ آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔"

"بیٹی! ہم سیٹ بیلٹ باندھ رہے ہیں۔ پیرس پہنچ چکے ہیں۔ ابھی ادارے کے ذاتی ہیلی کاپٹر سے وہاں پہنچ جائیں گے۔"

پیرس کی ایک پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے ہیلی پیڈ پر ہمارے لیے ایک ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ ہم پیرس کے ائرپورٹ سے اتر کر ایک کار میں وہاں گئے۔ بابا صاحب کے ادارے کے دو ماہرین نے اس ہیلی کاپٹر کو اچھی طرح چیک کرلیا تھا۔ ہم اس میں سوار ہوگئے۔ سونیا نے پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی تاکہ میں اطمینان سے خیال خوانی کرسکوں۔

اس بار میری اور سونیا کی جان کو قدم قدم پر خطرہ تھا۔ پتا نہیں دشمنوں تک یہ خبر کیسے پہنچ گئی تھی کہ پہلی بار ایک ہندو پورس کو بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی۔ پورس کے ساتھ دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں' جلال پاشا اور ثنا کا اضافہ ہوچکا ہے۔ ان کے استقبال کے لیے ادارے کے تمام افراد کو وہاں بلایا گیا ہے لہٰذا سونیا اور فرہاد بھی وہاں جارہے ہیں۔

دنیا کے بڑے ممالک خاص طور پر امریکا نے سیٹلائٹ کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے اندرونی منا ظر اور وہاں کے حالات کے متعلق جاسوسی کرنے اور وہاں کی تصاویر اتارنے کی کوششیں کی تھیں مگر جناب تیمرزی کی روحانیت آڑے آتی رہی تھی۔ وہ کبھی ہمارے ادارے کی ایک تصویر بھی نہ اتار پائے تھے۔

اس بار بھی یہ عجیب وغریب معاملہ تھا کہ ایک ہندو بابا فرید واسطی کے ادارے میں داخل ہو چکا تھا۔ اسے خصوصی اجازت کیوں دی گئی؟ اس خصوصی اجازت کے پیچھے مسلمانوں کی کیا حکمتِ عملی ہے' یہ جاننے کے لیے سب بے چین تھے۔

دنیا کے تمام بڑے ممالک کے سربراہوں نے ادارے کے انچارج خلیل بن مکرم سے کہا تھا کہ وہ جناب تیمرزی سے مختصر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ خلیل بن مکرم نے تمام ممالک سے کہا تھا۔ "ایسے وائرلیس اور جدید آلات لگائے گئے ہیں جن کے ذریعے تمام ممالک جناب تیمرزی کی اہم گفتگو سن سکیں گے۔ ہمارے ادارے کے کانفرنس ہال میں کئی وڈیو کیمرے ہیں۔ اس کانفرنس ہال کی تقریب کی وڈیو فلمیں تمام ممالک کے سربراہوں کو بھیج دی جائیں گی۔ پروگرام کا آغاز پیرس کے وقت کے مطابق ٹھیک گیارہ بجے ہوگا۔"

میں اور سونیا ساڑھے دس بجے ہیلی کاپٹر کے ذریعے ادارے کے اندر ہیلی پیڈ پر پہنچ گئے۔ وہاں ثانی' پارس' پورس' ثنا' جلال پاشا' سلمان اور ادارے کے اہم ماہرین نے ہمارا استقبال کیا۔ میں نے اور سونیا نے پورس' ثنا اور جلال پاشا کو پہلی بار ادارے میں آنے کی مبارک باد دی۔ پھر ہم سب چھوٹی چھوٹی ٹوسیٹر موٹر ٹرالی میں بیٹھ کر کانفرنس ہال تک پہنچے۔

ہال کے اندر بھی ادارے کے اہم افراد اور مختلف شعبوں کے ماہرین تشریف رکھتے تھے۔ ہم بھی اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ گیارہ بجنے میں پانچ منٹ رہ گئے تو آمنہ اور جناب تیمرزی تشریف لائے۔ سب نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔ وہ دونوں چلتے ہوئے اسٹیج پر آئے پھر اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

گیارہ بجنے سے پہلے خلیل بن مکرم نے تمام مائیکروفون آن کر دیے۔ مختلف زاویوں پر رکھے ہوئے وڈیو کیمرے بھی آن ہو گئے۔ خلیل بن مکرم نے سلام کرنے کے بعد کہا "معزز حاضرین اور تمام دنیا کے سامعین حضرات! اب آپ جناب بابا فرید واسطی کے ادارے کے موجودہ معتمدِ اعلیٰ بزرگ جناب علی اسد اللہ تیمرزی کی گفتگو سننے کی سعادت حاصل کریں گے۔"

جناب تیمرزی اٹھ کر مائیک کے سامنے آئے۔ پھر کلام پاک کی تلاوت کرنے کے بعد کہا "معزز حاضرین و سامعین کرام السلام علیکم! جیسا کہ دنیا جانتی ہے کہ اس ادارے کی ابتدا مرحوم بابا فرید واسطی نے کی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ جس طرح قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی دنیائے اسلام میں منفرد و مستند ہے اسی طرح ان کا یہ ادارہ مذہب کے علاوہ سیاست کے اعتبار سے بھی منفرد ہو' مستند ہو۔ امریکا کے وائٹ ہاؤس میں کسی ملک کا سربراہ بھی اجازت کے بغیر قدم نہیں رکھ سکتا لیکن ہماری مسجدوں میں غیر مسلم فوجی جوتے پہن کر گھس جاتے ہیں۔ اس لیے کہ امریکا کی ہیبت طاری ہے اور ہم اپنی مقدس عبادت گاہ کی حفاظت کرنے سے قاصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج بابا فرید واسطی فردوس نشیں کے اس ادارے میں امریکا جیسا سپر پاور بھی قدم نہیں رکھ سکتا اور قدم رکھنا چاہے تو اسے قدم رکھنے کی اجازت بھی نہیں دی جاتی۔

"تمام دنیا کے اسلامی ممالک کے مسلمان سربراہ پہلے اپنی مملکت کی برتری پر فخر کرتے ہیں بعد میں دینِ اسلام کی برتری کو ثانوی طور پر مانتے ہیں اس لیے کبھی اسلام کے نام پر متحد نہیں ہو پائے۔ ہمارے ادارے میں داخل ہونے کے بعد یہاں کوئی سنی ہوتا ہے نہ شیعہ' نہ دیوبندی اور نہ بریلوی۔ اگر کوئی بھولے سے بھی خود کو سنی یا شیعہ کہے' خود کو کبھی عربی یا افریقی مسلمان کہہ دے تو اسے ادارے سے نکال دیا جاتا ہے۔

"ایسے نکالے ہوئے مسلمان غیر مسلم دشمنوں کے جاسوس بن سکتے ہیں اور یہاں کے اندرونی اہم معاملات بتا سکتے ہیں۔ اسی خرابی کو ختم کرنے کے لیے بابا فرید واسطی نے کامل روحانیت کا سہارا لیا۔ وہ اس ادارے کے پہلے بزرگ تھے جنہوں نے روحانی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا اور سونیا' فرہاد' سامی' منجانی' اعلیٰ بی بی اور اپنے داماد سلمان کی بھی تربیت کی تاکہ یہ سب اس ادارے کو قائم و دائم رکھیں۔ انہوں نے یہ وصیت کی کہ ان کے بعد اس ادارے کا معتمدِ اعلیٰ بزرگ وہی ہوگا' جو دن رات عبادت کے ذریعے روحانیت میں کمال حاصل کرلے۔ یہ روحانیت کی قوت ہے کہ عظیم سائنسی ترقی کے باوجود سیٹلائٹ کے ذریعے بھی اس ادارے کے اندرونی حالات کی جاسوسی نہیں کی جاسکتی۔ اس ادارے میں رہنے والے کسی عام فرد کے دل میں ذرا سی بے ایمانی آجائے یا وہ یہاں کے اصولوں کے خلاف کوئی قدم اٹھائے تو یہاں بیٹھے روحانیت کے حامل ہیں' انہیں چشمِ زدن میں معلوم ہو جاتا ہے کہ کس بندے کے دل میں میل پیدا ہو رہا ہے۔ اس ادارے کے احاطے کے باہر والی چار دیواری کے قریب دنیا کا کوئی جاسوسی سائنس کا اعلیٰ ترین آلہ لے آئے' تب بھی ہمیں خبر ہو جاتی ہے۔ روحانیت کا حامل صرف میں نہیں ہوں' آمنہ بھی ہے اور ہمارے علاوہ دس افراد ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی میرے بعد یہاں کا معتمدِ اعلیٰ بزرگ کہلائے گا۔

"اب میں اس موضوع پر آتا ہوں کہ پورس ایک ہندو ہے' اسے یہاں آنے کی اجازت کیوں دی گئی ہے؟"

کئی حاضرین سوالیہ نظروں سے کبھی جناب تیمرزی اور کبھی پورس کو دیکھنے لگے۔ انہوں نے کہا "ان لمحات میں دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے سربراہان اور دوسرے تمام اکابرین میرا جواب سننے کے لیے بے قرار ہوں گے۔

"جواب دینے سے پہلے میں ان سے پوچھتا ہوں' جب کئی برس تک سونیا' آمنہ' منجانی' اعلیٰ بی بی اور تمام افراد کو یہاں آنے اور رہنے کی اجازت ملتی رہی' تو فرہاد علی تیمور کو یہاں قدم رکھنے کی اجازت کیوں نہیں دی گئی تھی؟ فرہاد کی پوری فیملی یہاں آتی تھی۔ اس فیملی کے سربراہ فرہاد علی تیمور کے لیے بابا فرید واسطی فردوس نشین نے حکم دیا تھا کہ جب تک یہ گرہی ہے نہ نکلے' تب تک اس ادارے میں اسے قدم رکھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ جب فرہاد نے شراب اور سگریٹ چھوڑ دی' ہمارے ادارے کے نیک مقاصد کو تسلیم کرتے ہوئے رفتہ رفتہ راہِ راست پر آنے لگا تو اسے یہاں آنے کی اجازت دے دی گئی۔ اس مثال سے یہ واضح ہو جانا چاہیے کہ ہمارے ادارے کے کام آنے والوں کے سربراہ فرہاد سے رعایت نہیں کی گئی تو یہاں آئندہ کسی سے بھی رعایت نہیں کی جائے گی۔ یہ بھی واضح ہو جانا چاہیے کہ ہم کسی کی ٹیلی پیتھی جیسی غیر معمولی صلاحیتوں کو نہیں' اس کی نیت کو دیکھتے ہیں۔ ہم نے بھی پورس کی کسی غیر معمولی صلاحیت کو نہیں' روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی نیت کو سمجھا ہے۔

"پورس کے سلسلے میں کچھ کہنے سے پہلے یہ کہنا چاہوں گا کہ بابا صاحب کا یہ ادارہ تنگ نظر مسلمانوں کو کچھ ماڈرن نظر آتا ہوگا۔ کیونکہ یہاں روحانیت کا درس دینے اور عام دینی تعلیمات دینے کے علاوہ سائنس اور ٹیکنالوجی' یوگا' ٹیلی پیتھی' باڈی بلڈنگ' اسلحے اور اسلحے کے بغیر اپنے دفاع کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے' کلام پاک کے احکامات اور آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق ہوتا ہے۔ یہاں موسیقی اور رقص و سرود کی محفلیں نہیں ہوتیں۔ گرل فرینڈز اور بوائے فرینڈز تو دور کی بات ہے۔ یہاں میاں بیوی کو بھی کسی چار دیواری میں تنہا رہنے کی اجازت نہیں ہے۔"

انہوں نے کانفرنس ہال کے دروازے کی طرف دیکھ کر کہا "لیڈی ڈاکٹر روزا کو یہاں لے آؤ۔"

یہ نام سن کر آمنہ چونک گئی۔ میرے ذہن نے بھی کہا کہ یہ نام سنا ہوا ہے۔

ایک آیا ایک بہت ہی بوڑھی انگریز خاتون کو وہیل چیئر پر دھکیلتا ہال میں لائی۔ آمنہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آئی پھر اس کے ایک ہاتھ کو چومنا چاہتی تھی' وہ خاتون جلدی سے ہاتھ کھینچ کر بولی۔ "نہیں' میں اس قابل نہیں ہوں' آپ کی مجرم ہوں۔"

جناب تیمرزی نے کہا "ڈاکٹر روزا! آمنہ اور ہم نے تمہاری غلطی معاف کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی غفور الرحیم ہے۔ وہ بھی تمہیں معاف کرے گا۔"

تب مجھے یاد آگیا۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تم نے اسے (آمنہ) پہچان لیا' کیا مجھے پہچان رہی ہو؟"

طاہر جاوید مغل کے جادو اثر قلم سے ایک نیا ناول

تابان

قیمت:-/200 ڈاک خرچ:-/20

+ فاتح عالم سکندر اعظم کے دور کے ایک یونانی غلام کی سرگزشت۔
+ ایک شوریدہ سر غلام کی داستان جس نے غلامی کا طوق گلے سے اتار پھینکا۔
+ ایک ایسے سرکش انسان کی داستان جو ایک حسین یونانی شہزادی کی خاطر دیوانہ وار آگ اور خون کے سمندر میں کود پڑا۔

ڈاکٹر روزا نے آنسو بھری آنکھوں سے ہم دونوں کو دیکھا پھر اثبات میں سر ہلایا۔ آمنہ نے اس کے ہاتھ کو چوما۔ میں اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر اسٹیج پر آیا اور ایک کرسی پر بٹھایا۔

جناب تیمرزی نے مائیک پر کہا "آپ حضرات یہ جاننے کے لیے بے تاب ہوں گے کہ یہ خاتون کون ہیں؟ یہ ایک لیڈی ڈاکٹر اور نرسنگ مدر ہیں۔ یعنی پارس کی دائی ماں ہیں۔"

پارس خوشی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا اسٹیج پر آیا پھر جھک کر ڈاکٹر روزا کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے۔ میں نے کہا۔ "ڈاکٹر! یہ وہی بچہ ہے جس نے تمہارے ہاتھوں سے جنم لیا ہے۔"

روزا نے ایک چیخ ماری "نہیں۔ نہیں۔۔۔ تمہارے ایک بیٹے نے نہیں' دو بیٹوں نے میرے ہاتھوں جنم لیا تھا۔ تمہارا دوسرا بیٹا وہ ہے۔۔۔"

ڈاکٹر روزا نے پورس کی طرف انگلی اٹھائی۔

پورس شدید حیرانی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ڈاکٹر روزا رو رو کر کہہ رہی تھی "دوسرے بیٹے میں نے قلم کیا تھا۔ اسے چھپا کر ایک بہت ہی دولت مند شخص کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔"

میرے ذہن کو ایک جھٹکا لگا۔ جہاں آمنہ کی زچگی ہوئی تھی' وہ جگہ یاد آئی۔ جزیرہ الدرا کی ایک عمارت۔ وہاں آمنہ دردِ زہ میں مبتلا تھی۔ خیال خوانی نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے باپ بننے کی خوشی میں بڑی دیر تک خیال خوانی نہیں کی تھی۔ ہم دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی یہ معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ ہمیں ایک بیٹے کے سلسلے میں دھوکا دیا جا رہا ہے۔ ہم نے تو ایک ہی بیٹے کو پا لینے کی خوشی میں ڈاکٹر روزا کو بھلا دیا تھا۔

پورس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ کبھی جناب تیمرزی کو' کبھی ڈاکٹر روزا کو اور کبھی مجھے اور آمنہ کو دیکھ رہا تھا۔

"میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا؟

میں روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والی آمنہ کا بیٹا؟

میں پارس کا بھائی؟"

وہ چکرا کر ثنا اور جلال پاشا کے درمیان کرسی پر بیٹھ گیا۔

بابا صاحب کے ادارے میں بیٹھے ہوئے سیکڑوں افراد دنگ رہ گئے تھے۔ وہاں ایک ایسے راز کا انکشاف ہوا تھا جس کی توقع کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ حتیٰ کہ مجھ جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا اور آمنہ جیسی روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والی نہیں جانتی تھی کہ ہم میاں بیوی کا تقریباً پچیس برس پرانا راز جو صرف ہماری ذات سے وابستہ تھا' اس سے ہم اتنے عرصے تک بے خبر رہیں گے جتنے عرصے تک قدرت کو ہماری بے خبری منظور رہے گی۔

اس انکشاف سے پورس تو مکمل صم رہ گیا تھا۔ دماغ ایسا سن ہو گیا تھا جیسے سوچنے سمجھنے کے قابل نہ رہا ہو۔ وہ بے اختیار دھپ سے جلال پاشا اور ثنا کے درمیان بیٹھ گیا تھا۔ روحانیت کے مراحل سے گزرنے سے پہلے آدمی کو دنیاوی معاملات اور رشتے داریوں سے تعلق رکھنے والے جذبات سے پرہیز کرنا پڑتا ہے۔ دین اسلام میں اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ مسلمان دنیا داری ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لے۔

روحانیت کے حامل بھی دنیا داری ترک نہیں کرتے لیکن دنیا والوں اور احباب و اقارب سے ایک محدود تعلق رکھتے ہیں۔

آمنہ نے بھی مجھ سے دوری اختیار کی تھی۔ وہ اب بھی میری شریکِ حیات تھی لیکن ہمارا ازدواجی رشتہ نہیں تھا۔ بیٹوں سے بھی گہرا رشتہ تھا لیکن اس قدر جذباتی نہیں تھا جو روحانیت کے منافی ہوتا ہے۔ پارس اور علی پر بڑی سے بڑی مصیبت آئے تو وہ ممتا کی شدت سے تڑپتی نہیں تھی۔ اسے روحانیت سے معلوم ہو جاتا تھا کہ بیٹے راستے میں آئے ہوئے پہاڑوں کو چیر کر نکل جائیں گے۔

(قارئین کرام! علی تیمور کے سلسلے میں بھی ایک اہم انکشاف ہونے والا ہے۔ آپ نہایت صبر و اطمینان سے میری داستان پڑھیں)

روحانیت کے مراحل سے گزرنے والی آمنہ نہایت عزم و استقلال سے عبادت و ریاضت میں مصروف رہا کرتی تھی۔ کبھی کسی معاملے میں جذباتی نہیں ہوتی تھی لیکن یہ نہایت چونکا دینے اور ممتا کا کلیجا لرزا دینے والی بات تھی کہ اس نے ایک نہیں' دو بیٹوں کو جنم دیا تھا اور پارس کا دوسرا ہم شکل پورس ذرا دور اس کی نگاہوں کے سامنے موجود ہے۔

اس نے حیران ہو کر ڈاکٹر روزا کو دیکھا پھر پورس کو دیکھا۔ اپنے پیٹ میں نو ماہ تک پلنے والا بیٹا پیدا ہوتے ہی دربدر ہوتا رہا تھا۔ وہ اندر سے تڑپ گئی۔ قریب بیٹھے ہوئے جناب تمیرزی کو دیکھا جن کی ہمیشہ سے یہ ہدایات رہی تھیں کہ اسے کبھی جوش اور جذبے میں نہیں آنا چاہیے۔

ثنا نے آہستگی سے پورس کی طرف جھک کر کہا "بھائی جان! آپ کی ممی آپ کو بڑی بے چینی سے دیکھ رہی ہیں۔"

پورس نے سر اٹھا کر آمنہ کو دیکھا پھر یک بارگی کھڑا ہو گیا۔ تیزی سے چلتے ہوئے اسٹیج پر آنے لگا۔ بیٹے کو قریب آتے دیکھ کر اس سے رہا نہ گیا۔ وہ اٹھ کر دونوں بانہیں پھیلاتی ہوئی پورس سے لپٹ گئی۔ اس کا سر سہلانے لگی۔ دونوں ہاتھوں میں اس کے چہرے کو لے کر چومنے لگی۔ ایک بار چومنے کے دوران میں پارس اپنا چہرہ ان کے درمیان لے آیا۔ پورس کے حصے کا پیار لیا تو ماں نے دونوں کو گلے سے لگا لیا۔

پھر پورس نے مجھے دیکھا۔ آمنہ کے پاس سے دوڑتا ہوا آکر مجھ سے لپٹ گیا' کہنے لگا "پاپا! کتنی ہی بار میرے اور پارس کے درمیان جان لیوا دشمنی رہی لیکن آپ نے پارس کی حمایت میں میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ ایسا لگتا ہے جیسے آپ مجھے اپنے بیٹے کی حیثیت سے جانتے تھے۔"

میں نے کہا "نہیں بیٹے! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم میرے اپنے بیٹے ہو۔ پارس کے سگے بھائی ہو۔ جناب تمیرزی نے پہلے ہی دن سے مجھے یہ تاکید کی تھی کہ مجھے دونوں کے درمیان کسی بھی معاملے میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔"

ایسا کہتے وقت میں لیڈی ڈاکٹر روزا کو دیکھ رہا تھا پھر کچھ یاد آتے ہی میں نے پورس سے الگ ہو کر کہا "ڈاکٹر روزا! اب مجھے یاد آ رہا ہے۔ والٹر نامی ایک دشمن نے تمہیں گولی ماردی تھی اور تم مر چکی تھیں۔"

لیڈی ڈاکٹر روزا نے کہا "اس ہال میں آتے ہی میں نے ایک اہم راز کا انکشاف کیا۔ اس کے بعد میں اپنی مختصر سرگزشت بیان کرنا چاہتی تھی لیکن تم سب جذبات کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں ڈوب رہے تھے اس لیے میں خاموش رہی۔"

وہ مائیک کے سامنے آ کر بولی "میں کوئی مستند ڈاکٹر نہیں ہوں۔ مجھے دائی ماں کہا جا سکتا تھا مگر میں ویچ ڈاکٹر رہ چکی ہوں۔ ایک نیگرو ویچ ڈاکٹر (جادوگر) کی پجارن رہ چکی ہوں۔ پہلی بار جب میں نے فرہاد علی تیمور کو دیکھا تو اسے اپنا بوائے فرینڈ بنانے کے لیے پھانسنا چاہا۔ یہ اپنی ٹیلی پیتھی کے باعث میرے دام میں نہ آ سکا۔ اس نے ایک ڈمی فرہاد کے ذریعے مجھے بے وقوف بنایا۔ بعد میں پتا چلا کہ ڈمی کھلونا دے کے بہلائی گئی ہوں۔ تب مجھے غصہ آیا۔ میں نے طے کر لیا کہ اس سے ضرور انتقام لوں گی۔

"دیر سویر موقع تو مل ہی جاتا ہے۔ اس جزیرہ الدرا میں ایک ہندو میاں بیوی آئے ہوئے تھے۔ ان کی شادی کو آٹھ برس ہوئے تھے اور وہ اولاد سے محروم تھے۔ ایک بچے کی خاطر وہ دنیا کے ہر ملک اور علاقے میں جایا کرتے تھے۔ انہوں نے نیگرو ویچ ڈاکٹر گزگز کا اکرا سے ایک بچے کی بھیک مانگنے لگے۔

وہ کسی یتیم خانے یا بچوں کے دھرم شالہ سے بھی ایک بچہ حاصل کر سکتے تھے لیکن وہ کہتے تھے' ایسی جگہ بچے جائز بھی ہوتے ہیں اور ناجائز بھی اور وہ دھوکے میں آ کر کسی ناجائز بچے کو گود لینا نہیں چاہتے تھے۔ نیگرو ویچ ڈاکٹر نے مجھ سے کہا "ڈاکٹر روزا! یہ ایک بچے کے لیے ترسنے والے جس عمارت میں ہیں' وہاں فرہاد بھی ہے' جس نے تم سے فریب کیا تھا۔ کل اس کی بیوی دو بچوں کو جنم دے گی۔ ان میں سے ایک بچہ لے کر تم اس ماں کی ویران گود بھر دو۔"

میں نے کہا "دونوں میاں بیوی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔"

"وہ ماں بننے والی دردزہ میں مبتلا رہے گی۔ خیال خوانی نہیں کر سکے گی۔ اپنے ہوش و حواس میں بھی نہیں رہے گی۔ اس کے ساتھ فرہاد اور شنالی ہیں۔ میں اپنے عمل سے اس زہریلی شنالی کو اس طرح کنٹرول کروں گا کہ وہ زچگی کے وقت فرہاد کا دھیان بٹائے رکھے گی۔ اس طرح باتوں میں الجھائے گی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی بیوی کے دماغ میں نہیں جائے گا۔ ویسے بھی فرہاد کی عادت ہے' وہ بیوی ہو یا کوئی دوسری عورت' وہ کسی کی تنہائی میں نہیں جاتا ہے۔ ماں بنتے وقت' غسل کرتے وقت یا لباس تبدیل کرتے وقت کبھی خیال خوانی کے ذریعے کسی کی تنہائی میں جانا تہذیب کے خلاف سمجھتا ہے۔"

"میں نے اپنے ماسٹر نیگرو ویچ ڈاکٹر کی مدد سے یہ مرحلہ طے کیا۔ ایک بچے کو اس کی ماں کے پاس رہنے دیا۔ دوسرے بچے کو لے کر اس کمرے کے دوسرے دروازے سے کوریڈور میں آئی۔ وہ بانجھ ماں باپ میرے منتظر تھے۔ میں نے اس دوسرے بچے کو ان کے حوالے کر دیا۔ ڈالروں سے بھرا ہوا بریف کیس ان سے لے کر ایک جگہ چھپا دیا۔ وہ دونوں بچے کو لے کر ایسے گئے کہ پھر میں نے انہیں نہیں دیکھا۔ آج اس دوسرے بچے کو دیکھ کر اس لیے پہچان رہی ہوں کہ دونوں چند سیکنڈ کے وقفے سے پیدا ہوئے تھے اور ایک دوسرے کے ہم شکل تھے بلکہ ہیں۔"

میں نے پوچھا "اس واقعے کے کچھ دنوں بعد والٹر نے تمہیں گولی ماری تھی اور تم مر چکی تھیں پھر زندہ کیسے ہو؟"

وہ بولی "نیگرو ویچ ڈاکٹر جسم میں پیوست ہونے والی کوئی بھی چیز اپنے عمل سے نکال دیتا ہے۔ اس نے ہدایت کی تھی۔ کبھی مجھے گولی لگے تو میں فوراً سانس روک کر اس طرح زور لگاؤں جیسے جسم سے کوئی بھی چیز خارج کر رہی ہوں۔ میں نے یہی کیا تھا' گولی لگتے ہی اوندھے منہ فرش پر گرتے ہی سانس روک کر باہر کی طرف زور لگایا۔ وہ گولی میرے بائیں شانے کے نیچے سے نکلی۔ میں نے اس گولی کو فوراً اٹھا کر اپنے گریبان میں چھپا لیا پھر چاروں شانے چت ہو کر ایک لاش بن گئی۔ ایسے وقت نیگرو ویچ ڈاکٹر اپنے عمل سے میرے اندر توانائیاں پیدا کر رہا تھا۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بولی "میں بہت بیمار رہتی ہوں۔ شاید یہ بیماریاں مجھے مار ڈالتیں۔ شاید اس لیے زندہ ہوں کہ ایک چشم دید گواہ کی حیثیت سے مجھے ایک بڑے اہم راز کی سچائی کی گواہی دینی تھی۔ میں جناب تمیرزی کی ممنون و مشکور ہوں' انہوں نے مجھے اس ادارے میں آنے کی اجازت دی۔ اب میں رخصتی کی اجازت چاہوں گی۔"

جناب تمیرزی نے اجازت دی۔ میں نے ڈاکٹر روزا کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر اسٹیج سے اتر کر اسے وہیل چیئر پر بٹھایا پھر ایک عورت اسے وہیل چیئر دھکیل کر وہاں سے لے گئی۔ جناب تمیرزی نے کہا "معزز حاضرین! یہ نہایت مسرت کا مقام ہے کہ آمنہ اور فرہاد کو ان کا ایک بچھڑا ہوا بیٹا مل گیا ہے لیکن یہ بات ابھی یہیں ختم نہیں ہوئی ہے۔ آمنہ اور فرہاد کے پہلے بھی دو بیٹے تھے۔ پارس اور علی تیمور۔ لہٰذا یہ سوال سب ہی کے ذہن میں پیدا ہو گا کہ اب علی تیمور کون ہے؟ کس کا بیٹا ہے؟ کہاں سے اس ادارے میں آیا ہے؟"

وہ ایک ذرا توقف کے بعد بولے "اس ادارے میں کبھی کوئی غیر اہم شخص نہیں آیا ہے اور نہ کبھی آئے گا۔ اگر علی تیمور آیا ہے تو پھر یہ بہت ہی اہم شخصیت کا حامل ہے۔"

اسی وقت ظہر کی اذان ہونے لگی۔ سب نے اپنے سر جھکا لیے پھر جناب تمیرزی نے کہا "میں اس اجلاس کو عارضی طور پر ملتوی کرتا ہوں۔ ہم نماز ادا کرنے کے بعد یہاں یک جا ہوں گے پھر اہم معاملات پر بات ہو گی۔"

کانفرنس ہال کے تمام اہم افراد اٹھ کر نماز کے لیے جانے لگے۔ علی اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اسٹیج پر آیا۔ اس نے بڑی حسرت سے پہلے آمنہ کو پھر مجھے دیکھا۔ میں نے اسے کھینچ کر سینے سے لگا کر دبوچ لیا۔ آمنہ پیچھے سے آ کر اس سے لپٹ گئی۔ علی تڑپ کر مجھ سے الگ ہوا پھر آمنہ سے لپٹ گیا۔

میں' پارس اور پورس علی کو چاروں طرف سے گھیر کر اس سے لپٹ گئے۔ آمنہ نے اس سے کہا "میرے بیٹے! تمہیں یاد نہیں ہے۔ مجھے یاد ہے۔ میں نے تمہیں اپنا دودھ بھی پلایا تھا اور اپنی گود میں بھی کھلایا تھا۔ کیا ایک ماں کے تین بیٹے نہیں ہو سکتے؟"

علی نے کہا "ہاں ماما! بچپن کی کچھ اہم باتیں مجھے بتائی گئی تھیں۔ ان اہم باتوں کے پیشِ نظر کہتا ہوں کہ پارس اور پورس نے کبھی آپ کا دودھ نہیں پیا۔ یہ دونوں آپ کی کوکھ میں پلنے والے بیٹے ہیں تو میں آپ کا دودھ پینے والا بیٹا ہوں۔"

آمنہ نے اس کا سر جھکا کر اس کی پیشانی چوم لی۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔ یہ سوال مجھے بھی چبھ رہا تھا کہ وہ کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟

○☆○

دو گھنٹے کے لیے اجلاس ملتوی ہوا تھا۔ اس کے بعد تمام حضرات کانفرنس ہال میں یک جا ہونے والے تھے لیکن نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگنے سے پہلے جناب تمیرزی نے فرمایا "آپ حضرات یہاں سے اپنی اپنی ڈیوٹی پر جائیں گے۔ ہنگامی حالات کے باعث آج کا اجلاس ملتوی کیا جاتا ہے۔ ابھی علی تیمور اور ثنا کو فوراً یہاں

کا پٹر کے ذریعے پیرس جانا ہے۔ وہاں سے یہ دونوں افغانستان جائیں گے۔ عظیم مجاہد مرحبا توصیف نے افغانستان میں پناہ لی ہے۔ دشمنوں کو اس کے خفیہ اڈے کا سراغ مل گیا ہے۔ یہ پلاننگ کی جارہی ہے کہ کس طرح اس خفیہ اڈے تک پہنچ کر مرحبا توصیف کا کام تمام کیا جائے۔ لہٰذا شام ہونے سے پہلے علی تیمور کو افغانستان میں طالبان کا مہمان بن کر پہنچنا ہوگا۔"

پھر انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا "حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ ان لمحات میں بڑے بڑے ممالک کے فوجی اکابرین کی ایک خفیہ میٹنگ سوئٹزرلینڈ میں ہورہی ہے۔ ان کے اجلاس کا متن یہ ہے کہ جب وہ طاقت ور ممالک اقوام متحدہ کے قوانین کے خلاف کئی اسلامی ممالک پر بمباری کراتے ہیں۔ میزائلوں کے ذریعے آباد شہروں کو تباہ و برباد کرکے مسلمانوں کو ان کے ملکوں سے نکال کر دربدر کرسکتے ہیں تو بابا صاحب کا ادارہ بھی ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست کی طرح ہے۔ تمام مخالف ممالک بیک وقت ہمارے ادارے پر فضائی اور زمینی حملے کریں گے تو خدانہ کرے' یہ ادارہ بھی ایک ہی بھرپور حملے سے نیست و نابود ہوجائے گا۔

"وہ اس اجلاس کو ہر ممکن طریقے سے خفیہ رکھنے کی کوشش کررہے ہیں۔ اس طرح خفیہ تیاریوں کے بعد اچانک حملہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ان کی اس جارحانہ کارروائی سے بے خبر رہیں اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوجائیں۔ خدانخواستہ یہ ادارہ تباہ ہوجائے گا تو جو چند ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے باقی بچیں گے وہ دربدر ہوجائیں گے۔"

انہوں نے تمام نمازیوں کے ساتھ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ سب نے بیک آواز اپنے رب العزت سے بابا صاحب کے ادارے کی سلامتی کے لیے دعا مانگی۔ جب تمام نمازی رخصت ہونے لگے تو انہوں نے مجھے' جلال پاشا کو' سلمان' پارس' پورس اور علی تیمور کے علاوہ چند ذہین سراغ رسانوں کو روک لیا۔ ہم سب بیٹھ گئے۔ انہوں نے فرمایا "ہم چاہتے تھے' ہماری دنیا سے رفتہ رفتہ ٹیلی پیتھی ختم ہوجائے کیونکہ ٹیلی پیتھی سے جتنے فائدے پہنچتے ہیں' اس سے زیادہ لوگ ایک دوسرے کو نقصانات پہنچاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے امریکا کی ٹرانسفارمر مشین کو ناکارہ بنا دیا ہے۔ ایک ٹرانسفارمر مشین ہمارے ادارے میں ہے جسے ہم نے انڈر گراؤنڈ محفوظ رکھا ہے۔ جب سے دوسروں پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں' ہم نے بھی اپنی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے کسی فرد کو ٹیلی پیتھی کا علم نہیں سکھایا ہے۔ حتیٰ کہ اپنی ٹیلی پیتھی دوا کے ذریعے ہم نے پارس اور علی کو بھی خیال خوانی کے علم سے محروم کردیا لیکن اب دشمن اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے ہیں۔ انہوں نے چند اسلامی ممالک میں جارحانہ حملے کرکے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے ہیں۔ ان کے شہر اور بستیاں اجاڑ دی ہیں۔ لاکھوں مسلمانوں کو شہید کرچکے ہیں۔ ایسا کام وہ بڑی سیاست سے قسطوں میں کرتے ہیں۔ کبھی کشمیر میں' کبھی لیبیا اور ایران میں اور کبھی کوسوو اور الجزائر میں مسلمانوں کا قتل عام جاری رکھتے ہیں۔ انہیں ان کے ملکوں سے نکال کر دنیا کو دکھاتے ہیں کہ کس طرح مسلمانوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح کچلنا چاہیے اور انہیں ان کے ہی ملکوں سے ٹھوکریں مار کر نکالنا چاہیے۔

"یہ تماشا صرف غیر مسلم ہی نہیں' کروڑوں اور اربوں مسلمان بھی دیکھتے ہیں اور اسلامی ممالک کے سربراہ رسمی احتجاج کرتے ہیں یا بے غیرتی سے خاموشی اختیار کرلیتے ہیں۔ خدانخواستہ دشمن ہمارے بابا فرید واسطی کے ادارے پر کسی طرح حملے کرنے میں کامیاب ہوں گے تو ہماری مسلم دنیا اسی طرح بے حسی اور بے غیرتی سے تماشا دیکھ کر رہ جائے گی۔ دشمن جدید ترین اسلحے اور الیکٹرونک آلات ہمارے خلاف استعمال کریں گے۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ ہم دشمنوں سے کم تر نہیں ہیں۔ اس کے باوجود ہمیں اپنی بقا کی جنگ لڑنے کے لیے ٹیلی پیتھی جیسے ہتھیار کی سخت ضرورت ہے اور اب ضرورت سے مجبور ہوکر ہمیں اپنی ٹرانسفارمر مشین کو محدود پیمانے پر استعمال کرنا ہی ہوگا۔

"محدود پیمانے سے مراد یہ ہے کہ پارس' پورس' علی' فہمی اور یہ تمام ذہین سراغ رساں جو یہاں موجود ہیں' ان سب کو باری باری ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا حامل بنایا جائے گا۔ عام کے لیے وقت نہیں ہے۔ یہ ابھی افغانستان کے لیے روانہ ہوجائے گا۔ فہمی ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد آج آدھی رات صبح تک علی کے پاس پہنچ جائے گی۔"

پھر انہوں نے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے کہا "جناب خلیل بن مکرم آپ فوراً انہیں اس مشین سے گزاریں اس کے بعد جو منصوبے بنائے جائیں گے' ان کے مطابق جلال پاشا' ثنا اور ثانی وغیرہ بھی اس مشن میں شامل ہوجائیں گے۔"

میری اور سلمان کی' جلال پاشا' ثنا اور ثانی کی ٹیلی پیتھی صلاحیت بحال تھی۔ لہٰذا ہم نے ایک دوسرے سے مشورے اور بڑے بڑے ممالک کے فوجی سربراہوں کے دماغوں میں جاکر ان کے خیالات پڑھنے لگے۔ ان میں سے کئی ایسے تھے جو مسلمانوں عالم کے خلاف ہونے والی خفیہ میٹنگ میں شریک نہیں تھے اور ہی اس سلسلے میں کچھ جانتے تھے مگر ہم سب خیالات پڑھتے پڑھتے اصل ٹارگٹ تک پہنچ گئے۔ امریکا' روس' جرمنی اور فرانس فوج کے جو اعلیٰ افسران اس خفیہ میٹنگ میں شریک تھے ان کے خیالات نے بتایا کہ ان کے منصوبے بے ترتیب ہیں۔ انہیں ترتیب دینے کے لیے دو دنوں کے بعد پھر ایک خفیہ میٹنگ وسوئٹزرلینڈ میں ہوگی۔

میں نے ثنا اور جلال پاشا سے کہا "ہم نے آپ دونوں کو دشمن کے دماغ میں پہنچایا تھا جو جعلی مجاہد اعظم فرہاد گیلانی بن ایران پہنچا ہوا تھا۔ اب آپ اس کے اندر رہ کر معلومات حاصل

کرتے رہیں کہ وہ حکومت ایران کے خلاف کیسے اقدامات کرنے والا ہے۔"

وہ باپ بیٹی جعلی فرہاد گیلانی کی طرف چلے گئے۔ علی ابھی سفر کررہا تھا۔ جلد ہی افغانستان پہنچنے والا تھا۔ اس کے پہنچنے تک ثانی خیال خوانی کے ذریعے اصل مجاہد اعظم مرحبا توصیف کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ مرحبا توصیف سے ملاقات کرنے والوں اور اس کی میزبانی کرنے والوں کے خیالات بھی پڑھ رہی تھی۔ جب فہمی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھ کر علی کے پاس پہنچ جاتی تو ثانی وہاں سے چلی آتی۔

سونیا ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنے کے حق میں نہیں تھی۔ اس نے کبھی اس علم کو اہمیت نہیں دی لیکن اس بار جناب تیمور نے اسے ہدایت کی کہ وہ عارضی طور پر یہ علم سیکھ لے۔ آئندہ دشمن کئی محاذوں سے حملے کرتے رہیں گے۔ ان کے مقابلے میں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار لازمی ہے۔ بہرحال وہ جناب تیمور کی ہدایت سے انکار نہیں کرسکتی تھی' اس لیے ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں رہ گئی تھی۔

میں وہاں سے پیرس آکر خیال خوانی کے ذریعے لیبیا کے شہر طرابلس پہنچا ہوا تھا۔ پچھلی بار الپا کو اپنی معمولہ بنا کر اسے وہاں کی انٹیلی جنس کے ڈی جی کی ماتحت اور تابع بنا دیا تھا۔

پچھلی بار جو اہم واقعہ ہوا تھا وہ یہ تھا کہ اصلی مجاہد اعظم قاسم بن حشام کی والدہ کو دواؤں کے ذریعے بلاک کردیا گیا تھا تاکہ وہ وہاں جب اپنے بیٹے سے ملنے آئے تو اپنی ممتا کے قدرتی احساسات سے جعلی قاسم بن حشام کو نہ پہچان سکے لیکن سونیا نے بلیک میلر بن کر جعلی قاسم بن حشام اور پوسٹ مارٹم کرنے والے ڈاکٹر کو یہ تحریری بیان دینے پر مجبور کیا تھا کہ انہوں نے اور ان کے ماتحتوں نے مجاہد اعظم قاسم بن حشام کی والدہ کو ہلاک کیا ہے۔

ہم نے وہ تحریری بیان انٹیلی جنس کے ڈی جی کو دے کر کہا تھا کہ ابھی جعلی قاسم بن حشام کو بے نقاب نہ کیا جائے۔ لیبیا کے کئی شہروں اور خاص شعبوں میں امریکی اور اسرائیلی جاسوس مقامی باشندے بن کر رہتے ہیں۔ پہلے انہیں بے نقاب کیا جائے گا۔

لیکن ہمارے منصوبے کے مطابق یہ بات چھپی نہ رہ سکی۔ جعلی قاسم بن حشام نے پوسٹ مارٹم کرنے والے ڈاکٹر حشمت سے پوچھا "کیا تم نے وہ تحریری بیان اس بلیک میلر عورت کو دے دیا ہے؟"

وہ پریشان ہوکر بولا "میں وہ بیان ایک لفافے میں لے کر گیا تھا شہر کی بڑی سڑکوں پر کار چلا رہا تھا۔ مجھے انتظار تھا کہ وہ بلیک میل کرنے والی کہیں راستہ روک کر ہمارا تحریری بیان حاصل کرنا چاہے لیکن کسی نے میرا راستہ نہیں روکا۔ میں ابھی تمہارے پاس آیا ہوں لیکن وہ تحریری بیان والا لفافہ میرے پاس نہیں

قاسم نے کہا "یہ کیا بکواس ہے۔ وہ لفافہ تم سے کسی نے نہیں لیا پھر وہ تمہارے پاس کیوں نہیں ہے؟"

"میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ میری جیب سے غائب کیسے ہوگیا؟"

قاسم بڑی تشویش سے سوچنے لگا پھر بولا "ایسا تو جادو سے ہوسکتا ہے یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے....."

دونوں نے گھبرا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ اسی دوران میں سونیا کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کی طرف روانہ ہوچکا تھا اور تحریری بیان حاصل کرنے کے بعد انہیں وقتی طور پر نظرانداز کرچکا تھا۔ اگر ان کے دماغوں میں موجود رہتا تو انہیں ٹیلی پیتھی کے بارے میں سوچنے کا موقع نہ دیتا۔

قاسم نے خوف زدہ ہوکر فوراً ہی امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "سر! یہاں ایک ایسی بات ہوگئی ہے جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی ہوسکتی ہے۔"

اس نے تفصیل سے بتایا کہ ایک اجنبی عورت نے اسے اور ڈاکٹر حشمت کو بلیک میل کرکے تحریری بیان لیا تھا۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے قاسم بن حشام کی والدہ کو ہلاک کیا ہے۔ ڈاکٹر حشمت وہ تحریری بیان والا لفافہ اس بلیک میلر عورت کو دینے گیا تھا لیکن وہ لفافہ اس کی جیب سے غائب ہوگیا۔ وہ کہاں گیا؟ کس نے اس کی جیب سے کب نکالا؟ اس کی خبر اسے نہ ہوئی۔

اعلیٰ افسر نے پوچھا "اس واقعے کو کتنی دیر ہوئی ہے؟"

"ڈاکٹر حشمت ابھی واپس آیا ہے۔ لفافے کو گم ہوئے کم از کم آدھا گھنٹا گزرا ہوگا۔"

"جتنی جلدی ہوسکے اس مجاہد قاسم کی ماں کی لاش کو اس طرح ٹھکانے لگا دو کہ دوبارہ پوسٹ مارٹم نہ ہوسکے۔ بہتر ہے اس لاش کو جلا دیا جائے۔ میں وہاں دوسرے ماتحتوں کو ایسا کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ تم پوسٹ مارٹم کی رپورٹ لکھنے والے ڈاکٹر حشمت کو گولی مار دو۔"

"میں نے جو تحریری بیان دیا ہے' اس کا کیا بنے گا؟"

"اس بیان کے لیے ہم ابھی کچھ کررہے ہیں۔ ابھی جو کہا جارہا ہے' وہ کرو۔"

رابطہ ختم ہونے پر قاسم نے کہا "مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں آج کی رات تمہاری رہائش گاہ میں گزاروں۔ صبح تک ہماری غلطیوں پر پردہ ڈال دیا جائے گا۔"

وہ دونوں کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ اچانک کار میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی۔ ڈاکٹر حشمت نے قریب ہی ایک موٹر مکینک کو کار درست کرنے کو کہا پھر وہ ایک ریستوران میں چائے پینے چلے گئے۔ اس وقت تک ہم الپا کو وہاں کی انٹیلی جنس کے ڈی جی کے پاس پہنچا چکے تھے۔ اسے کچھ دیر بعد رپورٹ ملی کہ ایک شخص شاید پاگل

تھا۔ اپنے بازو وغیرہ پر خودہی گولیاں مارتا ہوا راستے سے گزر رہا تھا۔ پولیس کی ایک گشتی ٹیم نے اسے ایسی حرکتوں سے باز رکھنا چاہا تو اس نے ایک پولیس افسر پر گولی چلائی جس کے جواب میں اس پاگل کو گولیوں سے چھلنی کردیا گیا۔

وہ پاگل نہیں تھا۔ الپا کو داشتہ بنا کر رکھنے والا تھارن آوین تھا۔ الپا نے اس کے توہین عمل سے نجات حاصل کرنے کے بعد اسے پاگلوں جیسی حرکتیں کرتے ہوئے مرنے پر مجبور کیا تھا۔ اب پولیس والے معلوم کرنے کی کوششیں کررہے تھے کہ وہ پاگل کون تھا؟

انٹیلی جنس کے ڈی جی کو الپا کا نام نہیں بتایا گیا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ وہ ڈی جی کی پرسنل اسسٹنٹ بن کر رہے گی۔ لہٰذا اسے پی اے کہہ کر مخاطب کرے۔ ہم نے لیبیا کے اکابرین کو بھی الپا کا نام نہیں بتایا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ امریکا کی غلامی کرنے والے مہاراج اور میش وہاں کسی کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرلیں گے کہ وہ اغوا کی جانے والی الپا ہے اور اب امریکا کے دشمن ملک لیبیا کے لیے کام کررہی ہے۔

ڈی جی نے جعلی مجاہد قاسم اور ڈاکٹر حشمت کے تحریری بیان کو پڑھنے کے بعد الپا سے کہا "یہ بیانات دینے کے بعد وہ دونوں سمجھے ہوئے ہوں گے اور خود کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے کوئی چال چل رہے ہوں گے۔ میں ڈاکٹر حشمت کا موبائل نمبر پنچ کررہا ہوں، تم اس کی آواز سن کر اس کے خیالات پڑھو۔"

ڈی جی نے اس سے رابطہ کیا۔ اس وقت قاسم اور ڈاکٹر رہائش گاہ میں پہنچے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نے موبائل پر پوچھا "ہیلو کون؟"

"میں انٹیلی جنس کا ڈی جی بول رہا ہوں۔ آپ سے کچھ ضروری گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"اتنی رات کو؟"

"ہاں رات زیادہ ہوچکی ہے۔ آپ کل صبح دس بجے آجائیں۔"

"اوکے رائٹ۔ ضرور حاضر ہوجاؤں گا۔"

اس نے فون بند کرکے قاسم سے کہا "انٹیلی جنس کا ڈی جی مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ اس نے کل صبح دس بجے بلایا ہے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ یہ ڈی جی اچانک مجھے کیوں بلا رہا ہے؟"

قاسم نے ریوالور نکال کر کہا "کل صبح دس بجنے میں بہت دیر ہے۔ تم وہاں نہیں جاؤ گے۔ وہ تمہاری لاش دیکھنے یہاں آئے گا۔"

وہ خوف سے پیچھے ہٹ کر بولا "نہیں۔ یہ کیا کررہے ہو؟ ماسٹر کو معلوم ہوگا تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"میں ماسٹر کے حکم کے مطابق تمہیں گولی مار رہا ہوں تاکہ تم کسی کے سامنے کچھ بولنے کے قابل نہ رہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائر کیا۔ ڈاکٹر کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ فرش پر گر کر ایک ذرا تڑپ کر ختم ہوگیا۔ اسی وقت دو افراد ڈرائنگ روم میں آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا "تمہیں مجاہد اعظم قاسم بن حشام اس لیے بنایا گیا تھا کہ تم ہماری طرح یوگا کے ماہر ہو۔ سانس روک کر برائی سوچ کی لہروں کو دماغ میں نہیں آنے دیتے لیکن تم یہاں آکر نشہ کرنے لگے۔"

"یہ غلط ہے۔ میں نشہ نہیں کرتا ہوں۔"

"پھر دشمن خیال خوانی کرنے والے تمہارے دماغ میں کیسے پہنچ جاتے ہیں۔ انہوں نے کیسے تم سے وہ بیان لکھوایا تھا؟"

"اس اجنبی عورت نے ٹیلی فون کے ذریعے مجھے مجبور کیا تھا۔"

"اور تم مجبور ہوگئے تھے جبکہ قاسم کی ماں کی ہلاکت کا کوئی ثبوت تمہارے خلاف نہیں تھا۔"

"وہ جان گئی تھی کہ میں اصلی قاسم بن حشام نہیں ہوں۔"

"تم زندہ رہو گے تو پتا نہیں کتنے لوگ تمہاری اصلیت جانتے رہیں گے۔ مرجاؤ گے تو تمہیں مجاہد اعظم سمجھ کر دھوم دھام سے دفن کیا جائے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی قاسم نے فائر کیا۔ گولی اس کے بازو پر لگی۔ الپا نے فوراً ہی زخمی ہونے والے کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ہاتھ سے اس کے ساتھی پر گولی چلائی۔ وہ بھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اپنا ہی ساتھی اسے زخمی کرے گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تمام یوگا کی مہارت کا دعویٰ کرنے والے الپا کے زیر اثر آگئے۔

وہ قاسم کے دماغ میں آکر بولی "تم بھی خود کو زخمی کرلو۔ میں نہیں چاہتی کہ بعد میں تم دماغی توانائی حاصل کرو۔"

وہ "نہیں نہیں" کہہ کر انکار کرنے لگا لیکن الپا نے اسے خود کو زخمی کرنے پر مجبور کردیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر ڈی جی کو تمام واقعات بتائے۔ ڈی جی نے کہا "یہ اچھا ہوا۔ اب ہم کل صبح جعلی قاسم کا جلوس نکالیں گے، وہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اپنی اصلیت اور مجاہد اعظم کی والدہ کی ہلاکت کی تمام روداد خود اپنی زبان سے سنائے پھرے گا۔"

میں دوسرے دن دوپہر کو الپا کے دماغ میں پہنچا تو جعلی مجاہد اعظم کا جلوس نکل چکا تھا۔ تمام لوگ اسے پتھر مارتے رہے۔ دوپہر تک وہ پتھر کھاتے کھاتے مرگیا۔ وہاں کے عوام امریکا کے خلاف نعرے لگا رہے تھے جس نے ایک جعلی قاسم بن حشام کو دھوکا دینے کے لیے وہاں بھیجا تھا۔ میں نے امریکی افسر کے خیالات پڑھے۔ وہی افسر تھا جس نے مجھے دھوکا دے کر ڈی قاسم بن کر حشام کو لیبیا بھیجا تھا اور وہی افسر اس خفیہ میٹنگ میں بھی شریک تھا، جہاں مسلمانان عالم کے خلاف تباہ کن منصوبے بنائے جارہے تھے۔

میں نے اسے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولا "آ..... آپ؟ فرہاد صاحب؟"

"ہاں لیبیا کے عوام تمہارے ملک کے خلاف نعرے لگا رہے ہیں کیا ان نعروں کی گونج تمہیں سنائی دے رہی ہے؟"

"آپ تو جانتے ہیں، وہ ملک ہمیشہ سے ہمارے خلاف رہا ہے۔ جبکہ ہم نے آپ کے حکم کے مطابق مجاہد اعظم قاسم بن حشام کو لیبیا روانہ کردیا تھا۔"

"کتنی ڈھٹائی سے جھوٹ بول رہے ہو۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہماری ایک خیال خوانی کرنے والی پچھلی رات سے اسے اور ڈاکٹر حشمت کو ٹریپ کررہی ہے۔"

"آپ یقین کریں، یہ لیبیا حکام کی سیاسی پالیسی ہے۔ انہوں نے امریکا کے خلاف بے انتہا نفرت پیدا کرنے کے لیے اپنے مجاہد اعظم کو مار ڈالا ہے۔ ہم پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ ہم نے مجاہد اعظم کی ڈی بھیجی تھی۔ آپ گواہ ہیں۔ اس مجاہد قاسم بن حشام کی رہائی کے وقت آپ نے اس کے خیالات پڑھ کر اطمینان ظاہر کیا تھا؟"

"ہم جیسے جہاں دیدہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی دھوکا کھا جاتے ہیں۔ تمہارے کسی پیٹا ٹائز کرنے والے نے اس ڈی قاسم کا برین واش کردیا تھا اس لیے وہ ماضی بھولا ہوا تھا۔ اس لیے اس کے چور خیالات مشکوک نہیں تھے لیکن لیبیا پہنچتے ہی مجاہد اعظم کی والدہ کی ہلاکت کے سلسلے میں اس نے ڈاکٹر حشمت سے ملاقات کی تو سارا بھانڈا پھوٹ گیا۔ ایک ماں نے اپنی جان دے کر تمہاری تمام سازشوں کو اس طرح بے نقاب کیا ہے کہ اب لیبیا میں تمہارے روپوش رہنے والے تمام جاسوس پکڑے جارہے ہیں۔ وہ تمہارے تمام عداوتی منصوبے بیان کررہے ہیں۔"

اب اس کے پاس اپنی صفائی پیش کرنے کا جواز تھا اور نہ کوئی بہانہ۔ وہ بے بسی سے بولا "آپ تو سمجھتے ہیں۔ تمام ممالک کے درمیان ہمیشہ سیاسی سرد جنگ جاری رہتی ہے اور یہ ممالک کبھی ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے ہیں، کبھی فائدے اٹھاتے ہیں۔"

"مجھے تم لوگوں کی سیاسی سرد جنگ سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ میں اس جنگ کی بات کررہا ہوں جو قاہرہ میں سونیا کے خلاف کی گئی تھی۔ ایک طرف شکر بلا دشمن بنا ہوا تھا اور دوسری طرف تمہاری سی آئی اے پھر اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آگیا۔ میں نے کہا تھا کہ سونیا کو ہلاک کرنے کی سازش کی سزا تم سب کو ملے گی۔ کیا میں نے ایسا کہا تھا؟"

"جی ہاں۔ آپ ہمیں سزا دینا چاہتے تھے لیکن سزا کا انداز بدل دیا تھا اور یہ شرائط رکھی تھیں کہ تمام قیدی مسلمان مجاہدین کو نہرو گیلانی اور قاسم بن حشام سمیت رہا کیا جائے۔"

"اور تمام امریکی اکابرین نے اپنی جان کی سلامتی کے لیے میری شرائط تسلیم کرلی تھیں۔"

"جی ہاں اور ہم نے تمام مسلمان قیدی مجاہدین کو رہا کردیا تھا۔"

"میں تمہارے دماغ میں بھی گھسا ہوا ہوں۔ چور خیالات بھی پڑھ رہا ہوں۔ کوئی بات بنائے بغیر صاف لفظوں میں بتاؤ۔ دو بڑے مجاہدین اعظم فرہاد گیلانی اور قاسم بن حشام کہاں ہیں؟"

"دیکھیے آپ میرے چور خیالات سے یہ بھی معلوم کرسکتے ہیں کہ بڑے اور خطرناک مجاہدین کملانے والے ہماری معلومات کے دائرے سے باہر رکھے جاتے ہیں۔ ہماری آرمی کے پانچ یوگا جاننے والے اعلیٰ افسران ایسے مجاہدین کو ٹاپ سیکرٹ کسٹڈی میں رکھتے ہیں۔ ہمارے اعلیٰ حکمران بھی ان مجاہدین کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں۔"

میں تھوڑی دیر خاموش رہا۔ اس کے چور خیالات سے ان یوگا جاننے والے پانچ افسران کے نام پتے اور فون نمبر وغیرہ معلوم کرتا رہا۔ اس نے پوچھا "کیا..... کیا آپ جاچکے ہیں یا میرے خیالات پڑھ رہے ہیں؟"

"سوچ رہا ہوں، سونیا کو ہلاک کرنے کی سازش کے سلسلے میں امریکی اکابرین کو سزا دینا چاہتا تھا لیکن انہیں زندہ چھوڑنے کے لیے مسلمان مجاہدین کی شرط رکھی تھی شاید یہ اکابرین زندہ رہنا نہیں چاہتے۔"

"چاہتے ہیں۔ زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ زندگی سب کو عزیز ہوتی ہے مگر آپ یہ مجبوری سمجھیں کہ آرمی کے صرف پانچ یوگا جاننے والے افسران ان مجاہدین کے ذمے دار ہیں۔"

"ان ذمے داروں کا تعلق حکومت امریکا سے ہے۔ لہٰذا دو گھنٹے بعد وہاں کے اکابرین میں سے ایک ایک مارا جائے گا۔ ہر ایک کی موت ایک ایک گھنٹے بعد ہوگی۔"

"یہ..... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میری آخری وارننگ کے وقت کچھ نہ بولو۔ ایک گھنٹے بعد مجاہدین اعظم فرہاد گیلانی اور قاسم بن حشام کو رہا نہ کیا گیا تو یہی سمجھا جائے گا کہ جو بزدل سپر پاور سونیا جیسی ایک عورت کو ہلاک نہ کرسکا، وہ ان دونوں مجاہدین اعظم کو ہلاک کرچکا ہے۔ میں ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔ تم تمام اکابرین کی آخری فریادیں سنوں گا۔ اس کے ایک گھنٹے کے بعد سزائے موت کا سلسلہ شروع ہوگا۔ دیٹس آل۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ پیرس میں ایک خوب صورت جھیل کے کنارے ہمارے کئی کا ٹیجز تھے۔ ان میں سے ایک کاٹیج میں میں وقت گزار رہا تھا۔ ایک کھڑکی کے پاس بیٹھا دور تک جھیل کا نظارہ بھی کررہا تھا۔ وہاں ساحل کی طرف مردوں، عورتوں اور بچوں کی چہل پہل تھی۔ میں انہیں دیکھتا رہا پھر کچھ سوچ کر خیال خوانی کے ذریعے اسرائیل کی آرمی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی جلدی سے پوچھا "کون؟ الپا؟"

میں نے کہا "وہ تو تمہارے لیے خواب ہوگئی۔"

"اوہ۔ آپ فرہاد صاحب ہیں۔ آپ ہمارے تعاون سے خوش

ہوں گے۔ ہم نے آپ کے حکم کے مطابق فرہاد گیلانی اور قاسم بن حشام کو رہا کردیا تھا۔"

"تم نے میرے حکم سے نہیں' امریکی اکابرین سے گٹھ جوڑ کرکے مسلمان ڈی مجاہدین کو رہا کیا تھا۔ جو دھوکا امریکی اکابرین نے ہمیں دیا' وہی تم نے بھی دیا۔ اب انہیں دو گھنٹے بعد جو سزائیں میری طرف سے دی گئی تھیں' وہی سزائیں تمہیں بھی دی جائیں گی۔"

"پلیز مجھے غلط نہ سمجھیں۔ میں پہلے ہی الپا کی گمشدگی سے پریشان ہوں۔ آپ میرے چور خیالات پڑھ سکتے ہیں۔"

"ہاں۔ میں پڑھ رہا ہوں۔ امریکی سیکرٹ ایجنسی نے فرہاد گیلانی اور قاسم بن حشام کو تمہارے خفیہ انڈر گراؤنڈ سیل میں چھپانے کے لیے دیا تھا' تم نے انہی دونوں کو رہائی دی تھی۔ اس کا مطلب ہے امریکیوں نے تمہیں بھی ڈی مجاہدین دے کر دھوکا دیا تھا۔"

"تھینکس گاڈ! تم نے میری سچائی معلوم کرلی۔"

"یہ بھی معلوم کرلیا کہ ان مجاہدین کو چھپا کر رکھنے میں تم نے امریکیوں کا ساتھ دیا ہے۔ میں مانتا ہوں وہ دونوں ڈی تھے لیکن تم نہیں جانتے تھے۔ تمہارے لیے تو اتنا ہی جاننا کافی تھا کہ وہ مسلمان قیدی ہیں اور مسلمانوں سے دشمنی یہودیوں کی گھٹی میں پڑی ہے۔"

"آں..... نن..... نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ امریکی حکومت سے ہمارا معاہدہ ہے' خواہ کسی بھی مذہب یا قوم کے قیدی ہوں' ہم انہیں ایک دوسرے کے ملک ٹرانسفر کرکے انہیں چھپا کر رکھیں گے۔"

"ناک ادھر سے پکڑو یا ادھر سے بات ایک ہی ہے کہ تم نے دو مسلمان قیدیوں کو انڈر گراؤنڈ سیل میں رکھا تھا۔ جبکہ کسی مسلمان نے تمہارے ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ اس کے برعکس ایک امریکی باشندہ تھارن آوین تمہاری ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کو لے بھاگا۔ تم سے کتنی بڑی دشمنی کی جارہی ہے اور تم گدھے کے بچے مسلمانوں کے خلاف ان کا ساتھ دے رہے ہو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "آپ میری غلطی کی کوئی بھی سزا دیں۔ میں موت سے نہیں ڈرتا۔ صرف میں ہی نہیں' میری پوری قوم الپا کو تلاش کرنے اور اسے واپس لانے کے لیے پریشان ہے۔"

"وہ تو نہیں ملے گی۔ البتہ طرابلس کے ایک اسپتال کے مردہ خانے میں اس تھارن آوین کی لاش ملے گی' جو الپا کو لے گیا تھا۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا پھر بولا "پھر تو الپا طرابلس میں ملے گی۔"

"وہ کہاں ملے گی' یہ تھارن آوین کی لاش نہیں بتا سکے گی۔ اپنی خفیہ ایجنسیوں سے کہو' اپنی الپا کو طرابلس میں تلاش کریں۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "مسٹر فرہاد! آپ ہمیں بتا سکتے ہیں۔"

"کس خوشی میں بتاؤں؟"

"دیکھیے ہمارے درمیان دشمنی رہتی ہے لیکن حالات کے مطابق سمجھوتے بھی ہوتے رہتے ہیں۔ ہم آپ کے کام آئیں گے۔ پلیز آپ ہمارے کام آئیں۔"

"تو پہلے تم ہمارے کام آؤ۔ اصل مجاہدین فرہاد گیلانی اور قاسم بن حشام کا مطالبہ امریکی حکام سے کرو۔ تم جب بھی ان مجاہدین کو ہمارے حوالے کروگے' اسی وقت الپا تمہیں مل جائے گی۔"

"آ..... آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ ہاں ہمیں یقین ہے۔ آپ زبان کے دھنی ہیں۔ جو کہتے ہیں' وہ کر دکھاتے ہیں۔ ہم الپا کو حاصل کرنے کے لیے امریکی حکام سے ٹکرا جائیں گے۔"

"اور ایک بات سن لو۔ الپا جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے بغیر تمہاری قوت آدھی رہ گئی ہے۔ تمہارے پاس صرف ایٹم بم اور میزائل وغیرہ رہ گئے ہیں۔ ان سے تم کسی بھی ملک پر ظاہری حملے کرسکتے ہو۔ اُن دیکھے اور اندرونی حملے صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیے جاسکتے ہیں۔ میری ان باتوں کے پیشِ نظر سمجھو کہ امریکی تمہاری دھونس میں نہیں آئیں گے۔"

"آپ درست فرماتے ہیں۔ ہم الپا کے بغیر انہیں اپنے دباؤ میں نہیں رکھ سکیں گے۔ پلیز ایسے برے وقت میں آپ ہی ہمارے کام آسکتے ہیں۔"

"بے شک میں کام آؤں گا۔ عارضی طور پر میری بہو ثانی تمہارے کام آئے گی۔ تم اعلان کردو کہ الپا واپس آگئی ہے۔ ثانی تمہاری طرف سے الپا کا رول ادا کرے گی۔"

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ ہماری الپا کو ہی واپس کردیں۔"

"بالکل ہوسکتا ہے۔ ہمارے دو مجاہدین اعظم پہلے واپس کرو۔"

"وہ ہمارے پاس نہیں تھے۔"

"رہائی کے وقت وہ دونوں تمہارے انڈر گراؤنڈ سیل سے نکالے گئے تھے۔ اب وہ ڈی کیوں تھے؟ یہ سوال امریکا سے کرو۔ میرا وقت ضائع کروگے تو میں تم سے کوئی سمجھوتا نہیں کروں گا۔"

"آپ سمجھوتا کریں۔ پلیز اپنی بہو کو بھیج دیں۔ ہم الپا کی واپسی کا اعلان کرتے ہی امریکی حکام سے نمٹنا شروع کردیں گے۔"

جلال پاشا اور ثنا ایران میں تھے۔ میں نے انہیں لیبیا' امریکا اور اسرائیل کے حالات بتائے۔ انہیں فی الحال آرام کرنے کو کہا۔ ثانی کو ہدایت کی کہ وہ ابھی افغانستان میں خیال خوانی نہ کرے۔ وہ برین آدم کے پاس جاکر الپا کا رول ادا کرے۔ میں ایران میں ڈی فرہاد گیلانی کے معاملات سنبھال لوں گا۔ ثانی دراصل جسمانی طور پر بابا صاحب کے ادارے میں تھی کیونکہ اس کا پارس اپنے بھائی پورس کے ساتھ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے والا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے افغانستان میں ڈی مرحبا توصیف کے سلسلے میں معلومات حاصل کرتی رہتی تھی۔

اس نے مجھے مرحبا توصیف کی موجودہ مصروفیات کے بارے میں کچھ باتیں بتائیں پھر خیال خوانی کے ذریعے اسرائیل میں برین آدم کے پاس چلی آئی۔ اسے مخاطب کیا "ہیلو بگ برادر!"

وہ چونک کر بولا "تم؟ الپا تم آگئیں؟"

ثانی نے الپا کے انداز میں ہنستے ہوئے کہا "کیا یہ ہنسی بھی الپا جیسی نہیں؟ اگر ہے تو میرا لب ولہجہ اور آواز الپا جیسی کیوں نہیں ہوگی؟"

وہ زرا مایوس ہوکر بولا "اوہ! تم ثانی ہو۔"

"میں کوئی بھی ہوسکتی ہوں۔ تم وہی کرو' جو پاپا کہہ چکے ہیں۔"

میں نے ڈی فرہاد گیلانی کے خیالات پڑھے۔ وہ تہران میں تھا۔ اسے خفیہ طور سے اطلاع پہنچا دی گئی تھی کہ ڈی قاسم بن حشام طرابلس میں مارا گیا ہے۔ یہ بھید کھل چکا ہے کہ تہران پہنچنے والا فرہاد گیلانی بھی اصلی نہیں ہے۔ لہٰذا وہ ڈی ایک جگہ روپوش ہوگیا تھا۔ میں نے ایرانی اکابرین کو بتایا کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے لیکن اسے گرفتار نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔

مجھ سے پوچھا گیا "آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"اسے دوڑایا جائے۔ کہیں ایک جگہ چھپنے نہ دیا جائے۔ وہ مجبور ہوکر ایران سے باہر عاجز و پریشان ہوکر عالمی میڈیا کے ذریعے بتائے کہ نقلی مجاہد بن کر ایران میں تخریبی کارروائی کرنے آیا تھا لیکن اب اسے کہیں پناہ نہیں مل رہی ہے۔"

"یہ امریکی چال بازیوں کو بے نقاب کرنے کا بہترین طریقہ ہے لیکن ایران کے باہر کسی بھی ملک میں خفیہ امریکن ایجنسی والے اسے کچھ کہنے کا موقع نہیں دیں گے۔ اس سے پہلے ہی اسے گولی مار دیں گے۔"

"میں اس دشمن ڈی فرہاد کی حفاظت کروں گا۔ اس طرح امریکن خفیہ ایجنسی والے میری نظروں میں آتے رہیں گے۔"

ایرانی اکابرین نے مجھ سے متفق ہوکر میرے منصوبے کے مطابق اس جگہ کا محاصرہ شروع کرایا جہاں وہ چھپا ہوا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "فرہاد گیلانی! فرہاد علی تیمور تم سے بات کررہا ہے۔"

اسے پہلے ہی خفیہ طور سے معلوم ہوچکا تھا کہ بھید کھل گیا ہے۔ وہ ایران چھوڑ جانے کی تیاریاں کررہا تھا۔ رات ہی رات رازداری سے ایک کار کے ذریعے سرحد پار کرکے پاکستان جانا چاہتا تھا۔ اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے خوف زدہ ہوکر بولا "آپ؟"

"صرف میں نہیں ہوں۔ ایرانی پولیس تمہاری اس رہائش گاہ کا محاصرہ کرچکی ہے۔"

اس نے فوراً ہی ریوالور نکال لیا۔ میں نے کہا "تمہارے خیالات بتا رہے ہیں کہ تم محاصرہ کرنے والوں سے مقابلہ نہیں کرو گے بلکہ ان کے ہاتھ آنے سے پہلے خودکشی کرلو گے۔"

"ہاں۔ ہاں میں یہی کروں گا۔ میری موت کے بعد مسلمانوں پر ہی الزام آئے گا کہ انہوں نے اپنے ایک مجاہد فرہاد گیلانی کی جدوجہد اور قربانیوں کی قدر نہیں کی۔ اسے ایک سیاسی پالیسی کے مطابق مار ڈالا۔ میں مرتے مرتے بھی ان ایرانی مسلمانوں کو بدنام کرجاؤں گا۔"

"بڑے زبردست امریکی بچے ہو۔ چلو خودکشی کرو اور ایرانی مسلمانوں کو بدنام کرو۔ کم آن۔ شوٹ یور سلف۔"

اس نے ریوالور کی نال کو اپنے سینے پر دل کی جگہ رکھا پھر ٹریگر کو دبایا۔ کھٹ کی آواز آئی لیکن گولی نہیں چلی۔ میں نے کہا "میں نے تمہاری گفتگو کے دوران میں تمہیں غائب دماغ رکھ کر ریوالور خالی کرا دیا تھا۔ تمام گولیوں کو تم نے خود ہی کھڑکی کے باہر پھینک دیا تھا۔ چلو پھر سے اسے لوڈ کرو۔"

وہ پریشان ہوکر خلا میں تکتے ہوئے بولا "تم پھر غائب دماغ بنا کر میرا ریوالور خالی کرا دو گے۔"

"میں ایک کھیل دوبارہ نہیں کھیلتا۔ تمہارے پاس ریوالور ہوگا تو اسے لوڈ کرو گے۔"

اس نے چونک کر اپنے دونوں ہاتھوں کو دیکھا۔ اسے پتا ہی نہ چلا کہ کب اس نے غائب دماغ ہوکر ریوالور کو دور کھڑکی کے باہر پھینک دیا تھا۔ باہر سے ایک پولیس افسر وارننگ دے رہا تھا کہ فرہاد گیلانی ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر چلا آئے۔ میں نے کہا "کیسی مجبوری ہے۔ آدمی مرنا بھی چاہے تو خودکشی نہیں کرسکتا۔ اب تو تمہیں باہر جانا ہی ہوگا۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر جانے لگا۔ میں نے پولیس افسر سے کہا۔ "اپنی پوری ٹیم کو یہ بتا دو کہ یہ امریکا کے خلاف کچھ اگلنے سے پہلے خودکشی کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اسے مرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اسے ابھی ٹی وی اسٹوڈیو لے چلو۔"

میں نے وہاں کے اکابرین سے کہا "وہ مجرم کسی وقت بھی موقع پاکر اپنی جان دے دے گا۔ لہٰذا ہمیں سیٹلائٹ کے ذریعے اسے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اور اس کی وڈیو فلم تیار کی جائے۔"

میرے اس مشورے پر فوراً عمل کیا گیا۔ وہ ڈی فرہاد گیلانی کیمروں کے درمیان مائیک کے سامنے کبھی اصل بات نہ کہتا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ تمام سچائیاں اگلنے لگا۔

اس سلسلے میں جو وڈیو فلمیں تیار کی گئیں' انہیں امریکا اور اسرائیل کے اکابرین کے پاس بھیجا گیا۔ اس سے پہلے اسرائیلی وزیرِ خارجہ اور انفارمیشن سروس کے ذریعے یہ اعلان کردیا گیا کہ الپا اسرائیل واپس آگئی ہے۔

الپا نے تمام امریکی اکابرین سے رابطہ کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا "تم اچانک کہاں گئی تھیں پھر واپس کیسے آگئیں؟"

"اگر اچانک گئی تھی تو اچانک آگئی ہوں۔ اگر دشمنوں نے

اغوا کیا تھا تو پھر دشمنوں سے اچھی طرح نمٹ کر آئی ہوں۔"

"ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے حمایتی اسرائیل کی طاقت لوٹ آئی ہے۔"

الپا نے کہا "یہ طاقت آپ حضرات سے اصل مجاہدینِ اعظم فرہاد گیلانی اور قاسم بن حشام کا مطالبہ کر رہی ہے۔"

"تم ان کا مطالبہ کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ انہیں اصلی کہہ کر آپ لوگوں نے دونوں مجاہدین کو ہمارے حوالے کیا تھا پھر آپ کی ہدایت کے مطابق انہیں اسرائیل کے انڈر گراؤنڈ سیل سے رہا کیا گیا۔ لیکن دونوں نقلی ثابت ہو چکے ہیں۔ فرہاد نے وارننگ دی ہے۔ وہ نقلی اسرائیل سے بھیجے گئے تھے اسی لیے اصلی بھی ہم سے طلب کیے جا رہے ہیں۔ ورنہ دو گھنٹوں کے بعد بھیانک انتقامی انجام سامنے آئے گا۔ ہم آپ کے حمایتی ہیں۔ ہمیں مصیبت میں نہ ڈالیں۔ دونوں مجاہدین کو ہمارے حوالے کر دیں۔"

اسی وقت میں نے متعلقہ امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا "میں ہوں فرہاد۔ ایک گھنٹا گزر چکا ہے۔ اگلے ایک گھنٹے کے بعد سزاؤں کا سلسلہ شروع ہو گا۔"

ایک حاکم نے کہا "مسٹر فرہاد! ہم تمام اکابرین انٹرکنکشن کے ذریعے آپ کی باتیں اس فوجی افسر کی زبان سے سن رہے ہیں۔ آپ یقین کریں۔ بلکہ ہم سب کے چور خیالات پڑھ لیں۔ ہماری آرمی کے وہ پانچ اعلیٰ افسران یوگا کے ماہر ہیں اور جنہوں نے دونوں مجاہدین کو کیس قید کر رکھا ہے' وہ پانچوں افسران بھی اچانک روپوش ہو گئے ہیں۔ ہم فون کے ذریعے مسلسل رابطہ کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ جیسے ہی رابطہ ہو گا' ہم انہیں حکم دیں گے کہ دونوں مجاہدین کو آپ کے حوالے کر دیا جائے۔"

میں نے کہا "اوہو۔ ان پانچ یوگا جاننے والے افسروں نے تو تمام اکابرین کو زندہ رکھنے کے لیے بڑی چالاکی دکھائی ہے۔ جب تک انہیں تلاش کیا جائے گا اور وہ مجاہدین میرے حوالے کیے جائیں گے اس وقت تک تم تمام اکابرین زندہ رہو گے۔ کیوں رہو گے نا؟"

"دیکھیے جناب! صورتِ حال آپ کے سامنے ہے۔ وہ مجاہدین ہماری کسٹڈی میں ہوتے تو ابھی آپ کے پاس پہنچا دیتے۔"

"ہاں یہ مجبوری ہے۔ پہلے ان پانچ افسروں کو تلاش کرنا ہو گا۔ وہ ایک دن میں بھی ہاتھ آ سکتے ہیں۔ ایک برس میں بھی۔ دس برس میں بھی اور سو برس میں بھی تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ اس وقت تک آپ سب بیش و عشرت سے زندہ رہیں گے۔"

"آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ ان پانچوں کو تلاش کرنے میں برسوں نہیں لگیں گے۔"

"میرے پاس ایسا نسخہ ہے کہ وہ چند گھنٹوں میں سامنے آ جائیں گے۔"

وہ سب پریشان ہو گئے۔ ایک نے پوچھا "وہ خود سامنے کیسے آئیں گے؟"

"میں نے دو گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ ڈیڑھ گھنٹا گزر چکا ہے۔ اب آدھے گھنٹے میں تم سب اپنے ناموں کی پرچی نکالو کہ پہلے کون مرے گا؟ ویسے تو سب ہی اکابرین کو دو دو گھنٹے کے وقفے سے مرنا ہے لیکن آگے پیچھے کی بات ہے۔ پہلے کون؟ بعد میں کون؟ اور اس کے بعد کون؟ اپنی قرعہ اندازی کر لو۔ یا ان پانچوں سے پوچھ لو کہ کیا وہ تمہاری موت چاہتے ہیں۔"

"لیکن ان پانچوں سے رابطہ۔۔۔"

"شٹ اپ۔ رابطہ تمہاری زندگی میں نہیں تو موت کے بعد ہو جائے گا۔ تمہارے مرنے کے بعد دوسرے اکابرین عہدے سنبھالنے آئیں گے۔ وہ بھی اسی طرح مرتے رہیں گے۔ ویئس آل۔"

وہ مجھے پکارنے لگے۔ میں خاموشی سے سنتا رہا پھر انہوں نے سمجھ لیا کہ میں جا چکا ہوں۔ ایک نے کہا "وہ چلا گیا ہے۔ آدھے گھنٹے بعد آئے گا۔"

دوسرے نے پوچھا "کیا ہم ان دو مجاہدین کی خاطر اپنی موت کی پرچیاں نکالیں؟"

"میں تو نہیں مروں گا۔ اس سرکاری عہدے سے استعفا دے دوں گا۔"

"ہم سب ہی موت کے خوف سے استعفے دے دیں گے تو امریکی حکومت کہاں رہے گی؟ حکومت کی داخلہ پالیسی سب ختم ہو جائے گی۔ دنیا کے تمام ممالک سے ٹیلی فون اور فیکس آتے رہیں گے اور جواب دینے والا یہاں کوئی نہیں رہے گا۔"

"نہیں۔ دنیا کے سامنے سپر پاور کی کمزوری ظاہر ہو جائے گی۔"

انہوں نے انٹرکنکشن سے ٹائی کی باتیں سنیں "میں بڑی دیر سے فرہاد علی تیمور اور تم سب کی باتیں سن رہی ہوں۔ پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ وہ لوگ ہم یہودیوں سے ان دو مجاہدین کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اب سمجھ میں آیا کہ جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔"

"پلیز الپا! کچھ کرو۔ اب تو آدھا گھنٹا بھی نہیں رہا۔ صرف بیس منٹ رہ گئے ہیں۔"

"زندہ سلامت رہ سکتے ہو۔ ان پانچوں یوگا جاننے والے افسران کو بلاؤ۔"

"بائی گاڈ! فرہاد بھی ہمارے چور خیالات پڑھ چکا ہے' تم بھی پڑھ چکی ہو گی۔ ہم واقعی نہیں جانتے کہ وہ پانچوں افسران کہاں روپوش ہو چکے ہیں۔ ہم ان سے کیسے رابطہ کریں؟"

"تم صرف انہیں مخاطب کرو۔ جس طرح میں ابھی تمہارے درمیان چھپی ہوئی تھی اس طرح ان پانچوں کے زیرِ تربیت رہنے والے مہاراج اور مہیش ابھی تم سب کے درمیان ہیں اور تمہاری

تمام باتیں ان پانچوں تک پہنچا رہے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "بے شک وہ پانچوں ہماری باتیں سن کر بھی خاموش ہیں۔ ہم ان سے درخواست کرتے ہیں کہ صرف دو مسلمان مجاہدین کی خاطر امریکا کے تمام اکابرین کو موت کے حوالے نہ کریں۔"

تھوڑی دیر بعد موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ ایک حاکم نے اسے آن کر کے پوچھا "ہیلو کون؟"

ان پانچوں میں سے ایک کی آواز سنائی دی "میں بول رہا ہوں۔ ہم آپ لوگوں کو موت کے حوالے نہیں کریں گے۔ فرہاد آئے تو اس سے تھوڑی سی مہلت لیں۔ ہم پہنچ رہے ہیں۔"

تمام اکابرین نے خوش ہو کر اطمینان کا سانس لیا۔ میں نے سلمان' جلال پاشا' ٹینا کو بلا لیا۔ ٹائی کو بھی سمجھا دیا کہ ہمارا اگلا قدم کیا ہو گا؟ انہیں سمجھانے کے بعد میں ایک اعلیٰ افسر کے ذریعے پھر ان سے مخاطب ہوا۔ انہوں نے کہا "ان پانچوں سے رابطہ ہو چکا ہے۔ وہ آ رہے ہیں۔ پلیز آپ تھوڑی سی مہلت دے دیں۔"

"تم تمام اکابرین ایک دوسرے سے دور رہو۔ انٹرکنکشن کے ذریعے ٹی وی اسکرین پر ایک دوسرے کو دیکھ کر باتیں کر رہے ہو۔ میں اسی شرط پر مہلت دیتا ہوں کہ تم سب ابھی آرمی ہیڈ کوارٹر میں چلے آؤ۔ وہ آرمی کے پانچوں یوگا جاننے والے بھی وہیں آئیں گے۔"

ان سے گفتگو کرنے کے دوران میں میں نے سلمان' جلال پاشا اور ٹینا کو چار فوجی اعلیٰ افسران کے دماغ میں پہنچا دیا تھا۔ ٹائی تو پہلے ہی سب کے دماغوں میں پہنچی ہوئی تھی۔

وہ تمام اکابرین اپنی اپنی رہائش گاہ سے نکل کر آرمی ہیڈ کوارٹر کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ ہم نے ان کا انتظار کیا۔ جب وہ پہنچ گئے اور وہ پانچوں افسران بھی آ گئے تو میں نے ایک جونیئر افسر کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور موجود ہوں۔ مجھے یقین ہو چکا ہے کہ یہاں کے اکابرین زندہ نہیں رہنا چاہتے اس لیے پھر دھوکا دے رہے ہیں۔"

ان پانچوں میں سے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "کیسا دھوکا؟ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ آپ میرے دماغ میں آ کر دیکھ لیں۔ میں سانس روک کر سوچ کی لہروں کو باہر کر دوں گا۔"

میں نے کہا "تمہارے ساتھ آنے والے باقی چار افسران جعلی ہیں۔ سانس نہیں روک سکیں گے۔ یہاں صرف پانچ کی گنتی پوری کرنے آئے ہیں۔ یہ جتنے اکابرین ہیں ان کے چور خیالات سے پتا چل گیا ہے کہ پانچوں میں سے ایک اصلی ہے۔ باقی مجھے ہلاک کرنے کے لیے ہیں۔"

ایک حاکم نے یوگا جاننے والے افسر سے کہا "یہ کیا مذاق ہے؟ ہماری زندگی ایک کھلونا ہے؟ تم اپنے ساتھ چار ڈمی افسران کو لے کر وقت یہ کیوں بھول گئے کہ مسٹر فرہاد خیالات پڑھ کر تمہارے فراڈ کو سمجھ لیں گے۔"

میں نے کہا "اس یوگا جاننے والے کو ابھی تک یقین نہیں آیا۔ میں یہاں کے اکابرین کو ایک ایک کر کے موت کی سزا دے سکتا ہوں۔ دو گھنٹے پورے ہو چکے ہیں۔ یہ سزا کا وقت ہے۔ لہٰذا ایک مرجائے اور یقین دلائے کہ میری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔"

سلمان نے ایک سرکاری اعلیٰ عہدے دار کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہوا۔ اپنے لباس میں سے ریوالور نکال کر بولا "تم میں سے کون مرے گا؟ کسی کو تو میرے ہاتھ سے مرنا ہی ہو گا۔ تم لوگوں نے اپنی موت کی پرچیاں کیوں نہیں نکالیں؟ کیا اس طرح موت سے بچ جاؤ گے؟"

وہ سرکاری عہدے دار ریوالور لیے چاروں طرف گھوم گھوم کر تمام اکابرین کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولتا جا رہا تھا۔ فوج کے دوسرے مسلح سپاہی اپنی اپنی گن سیدھی کر کے اس عہدے دار سے کہہ رہے تھے کہ وہ ریوالور پھینک دے۔ عہدے دار نے جواباً ایک سپاہی کی طرف اس طرح گولی چلائی کہ وہ مر نہ سکے۔ اس کے گولی چلاتے ہی کئی طرف سے گولیاں چلنے لگیں۔ وہ عہدے دار زمین پر گرتے گرتے گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔

اس کے دم توڑتے ہی خاموشی چھا گئی۔ میں جونیئر افسر کی زبان سے بولا "تمام اکابرین میں سے ایک بے چارہ تمہاری ہی گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔ اب میں اپنے منصوبے کے مطابق دو گھنٹے بعد آ کر دوسرے کی موت بن جاؤں گا۔ ویسے وعدہ کرتا ہوں۔ پانچوں یوگا جاننے والے یہاں آرمی ہیڈ کوارٹر میں آ جائیں گے تو اکابرین میں سے دوسرا کوئی ہلاک نہیں ہو گا۔ جسٹ آفٹر ٹو آورز۔ ویئس آل۔"

آرمی ہیڈ کوارٹر میں ایک سرکاری عہدے دار مارا گیا اور پوری آرمی تماشا دیکھتی رہی۔ باقی اکابرین کے دلوں میں ایسی وحشت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں پا رہے تھے۔ بار بار گھڑی دیکھ رہے تھے اور یوگا جاننے والے افسر سے غصے سے کہہ رہے تھے "تمہاری وجہ سے ہمارے ملک کا ایک اہم عہدے دار مر گیا۔ تم اس کی ہلاکت کے ذمے دار ہو۔ تم نے خود کو بہت زیادہ ذہین سمجھ کر خیال خوانی کرنے والے کو دھوکا دینے کی حماقت کی ہے۔"

فضائی' بحری اور بری افواج کے سربراہان نے اس یوگا جاننے والے افسر سے کہا "تم نے بہت ہی غیر ذمے داری کا ثبوت دیا ہے۔ ہم حکم دیتے ہیں کہ تمہیں حراست میں رکھا جائے۔ تم یہاں سے فون کے ذریعے یا مہاراج اور مہیش کے ذریعے اپنے چار یوگا جاننے والے ساتھی افسران کو ابھی یہاں بلاؤ۔"

یہ حکم سنتے ہی دو اعلیٰ افسران نے یوگا جاننے والے سے ہتھیار اور گولیاں لے لیں۔ اس کے لباس کی تلاشی لی گئی۔ جو چیزیں برآمد ہوئیں' انہیں تحویل میں لے لیا۔ پھر ایک افسر نے

اسے موبائل فون دے کر کہا "تم ان چار ساتھی افسران سے رابطہ کرو۔"

اس نے کہا "فون کی ضرورت نہیں ہے۔ مہاراج میرا پیغام لے کر گیا ہے۔"

"تم ان چاروں کے پتے اور فون نمبر بتاؤ۔"

"سوری سر! اپنے پیغام کا جواب آنے کے بعد بتاؤں گا۔"

پھر اس نے تھوڑی دیر بعد آکر کہا "مجھے پیغام کا جواب مل چکا ہے۔ وہ چاروں کہہ رہے ہیں کہ آپ تینوں سپر پاور کہلانے والے ملک کی فضائی، بحری اور بری افواج کے سربراہ ہیں اور ایک فرہاد کے سامنے ہتھیار ڈال رہے ہیں لیکن وہ نہیں جھکیں گے۔ آپ فرہاد سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کے مجرم ہم ہیں۔ وہ اصولاً ہم سے انتقام لے۔ امریکی اکابرین کو مار ڈالنے سے نہ ہم اس کے ہاتھ لگیں گے اور نہ اس کے دونوں مطلوبہ مجاہدین ملیں گے۔ وہ مرد کا بچہ ہے تو بے گناہ امریکی اکابرین کو ہلاک نہ کرے۔ ہمیں ہلاک کرنے آئے اور اپنے مجاہدین کو لے جائے۔"

میں نے سلمان، جلال پاشا، ثنا اور ثانی کو اس لیے بلایا تھا کہ وہ پانچوں آرمی ہیڈ کوارٹر میں آئیں گے تو میرے یہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے اکابرین کو آلۂ کار بنا کر ان پانچوں پر گولیاں چلا کر انہیں زخمی کرتے ہی ان کے دماغوں میں پہنچ جائیں گے۔ لیکن وہ بڑی چالاکی دکھا رہے تھے۔ انہوں نے صرف ایک یوگا جاننے والے ساتھی کو وہاں بھیجا۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ دوسرے اکابرین کو ہلاک کرنا سراسر ناانصافی تھی۔ وہ چاروں اپنے ملک کی تینوں افواج کے سربراہان سے بغاوت کر رہے تھے۔ ذاتی طور پر اپنی جنگ مجھ سے لڑنا چاہتے تھے۔ میں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا "ابھی اس یوگا جاننے والے کو زخمی کرتے ہی ہم سب بیک وقت اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے چاروں ساتھیوں کے موجودہ پتے معلوم کریں گے۔ ثانی اور سلمان اس کے دماغ سے مہاراج اور مہیش کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہیں گے۔"

یہ پلان کرتے ہی ایک فوجی افسر کے ذریعے یوگا جاننے والے کو گولی مار کر زخمی کیا۔ اس کے ساتھ ہی ہم سب اس کے خیالات پڑھنے کے لیے دماغ میں پہنچ گئے۔

وہاں کے اعلیٰ افسران اس گولی مارنے والے افسر کو حراست میں لے کر پوچھ رہے تھے کہ اس نے گولی کیوں چلائی؟ اس نے کہا۔ "میں نے غائب دماغ رہ کر ایسا کیا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے درمیان موجود ہیں۔"

میں نے ایک جونیئر افسر کی زبان سے کہا "ہاں ہم موجود ہیں۔ اگر آپ فوجی سربراہان اپنے اکابرین کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو فوراً ایکشن میں آئیں۔ وہ چاروں یوگا جاننے والے واشنگٹن میں موجود ہیں۔"

میں نے ان چاروں کے پتے بتا کر کہا "فوراً فون سے رابطہ کر کے واشنگٹن آرمی اور پولیس کو حکم دیں کہ ان کا محاصرہ کیا جائے اور واشنگٹن سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکا بندی کی جائے۔ پلیز ہری اپ۔"

فوج کے وہ تینوں سربراہان فون کے ذریعے میری ہدایات پر عمل کرنے لگے۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسری طرف سے فون پر بات کرنے والے انٹیلی جنس اور پولیس والوں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ ہمیں یہ معلوم تھا کہ مہاراج اور مہیش نے ان چاروں کو یہ بتا دیا ہوگا کہ ایک یوگا جاننے والے افسر کو زخمی کر کے اس کے خیالات پڑھے جا رہے ہیں اور فرہاد کسی وقت بھی وہاں پہنچ سکتا ہے۔

ادھر تمام اکابرین بھی اپنی سلامتی چاہتے تھے اس لیے وہ بھی فون وغیرہ کے ذریعے پولیس اور سراغ رسانوں کا جال بچھا رہے تھے۔ ہم سب نے وہاں کے ایک ایک پولیس افسر کو آلۂ کار بنا کر انہیں ان چاروں کی خفیہ رہائش گاہ تک دوڑایا۔ وہ دو گاڑیوں میں بیٹھ کر وہاں پہنچے لیکن اتنی جلد بازی کے باوجود دیر ہو گئی۔ آس پاس کے بنگلوز میں رہنے والوں نے بتایا کہ تھوڑی دیر پہلے سامنے والے پلے گراؤنڈ میں ایک ہیلی کاپٹر آیا تھا۔ اس میں چھ افراد بیٹھ کر گئے ہیں۔

چھ کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ چار یوگا جاننے والے افسران تھے اور باقی دو مہاراج اور مہیش تھے۔ پولیس افسران وائرلیس اور فون وغیرہ کے ذریعے تمام فلائنگ کمپنیز سے رابطہ کر کے معلوم کرنا چاہتے تھے کہ فلاں وقت فلاں جگہ کس فلائنگ کلب سے ہیلی کاپٹر وہاں آیا تھا اور وہ کہاں گیا ہے؟

جواب میں تمام فلائنگ کلبس والے لاعلمی ظاہر کر رہے تھے۔ مہاراج اور مہیش نے کسی فلائنگ کلب والوں کو پہلے سے ٹریپ کیا ہوگا اور وہ ان کے تنویمی عمل سے مجبور ہو گئے ہوں گے۔

ویسے پورے امریکا کی پولیس کو الرٹ کر دیا گیا تھا کہ جہاں بھی کوئی ہیلی کاپٹر اترے، وہاں گولی بن کر چھ افراد کو حراست میں لے کر فوراً اطلاع دیں۔ تھوڑی دیر بعد فلاڈلفیا کی پولیس نے اطلاع دی کہ وہاں ہائی وے سے دور ایک میدانی علاقے میں ایک ہیلی کاپٹر ہے مگر اس میں کوئی نہیں ہے۔ تین کاروں کے پہیوں کے نشانات پائے گئے ہیں۔ وہ نشانات ہائی وے تک پہنچ کر ناقابلِ شناخت ہو گئے کیونکہ ہائی وے پر بے شمار گاڑیاں چلتی رہتی ہیں۔ آگے ہائی وے تین مختلف سمتوں میں جاتا ہے۔ نیویارک، ٹورنٹو اور شکاگو کی طرف پھر یہ کہ تین کاریں گئی تھیں۔ یعنی اب وہ دو دو کی ٹیم بنا کر ایک ایک کار لے گئے تھے تاکہ چھ کی تعداد میں پہچانے نہ جا سکیں۔

میں نے اپنے آلۂ کار افسر کو مجبور کیا کہ اس خفیہ بنگلے کے آس پاس رہنے والوں سے ان چھ افراد کا حلیہ معلوم کرے۔ وہ

میری مرضی کے مطابق ان سے معلومات حاصل کرنے لگا۔ تقریباً سب ہی نے کہا، ان میں سے چار امریکن تھے اور دو غیر ملکی تھے۔

افسر نے پوچھا "کیا وہ دونوں ایشیائی تھے؟"

جواب ملا "وہ ایشیائی سے زیادہ مڈل ایسٹ کے رہنے والے لگتے تھے۔ ان کی داڑھی مونچھیں تھیں۔ وہ دونوں کبھی بنگلے میں نظر نہیں آئے۔ جب ہیلی کاپٹر آیا تب وہ امریکیوں کے ساتھ نظر آئے تھے۔"

مہاراج اور مہیش کی داڑھی مونچھیں نہیں تھیں اور وہ اپنے رنگ اور چہرے وغیرہ سے مڈل ایسٹ کے نہیں لگتے تھے۔ میرا دل کہنے لگا کہ وہ ہمارے مطلوبہ مجاہدین فرہاد گیلانی اور قاسم بن ہشام ہوں گے۔ ان چاروں نے انہیں خفیہ بنگلے میں قید کر رکھا ہوگا۔ مہاراج اور مہیش کے ذریعے ان پر تنویمی عمل کر دیا ہوگا اسی لیے وہ دونوں تابع کی طرح ان چاروں کے ساتھ چلے گئے تھے۔

تمام اکابرین اور فوجی افسران آرمی ہیڈ کوارٹر میں بیٹھے ان کاروں کی گرفتاری کی اطلاع سننے کے منتظر تھے۔ میں نے جونیئر افسر کی زبان سے کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ تینوں افواج کے سربراہان کو میرا مشورہ ہے کہ ان چاروں کو گرفتار نہ کیا جائے۔ پولیس اور سراغ رسانوں کو اس زحمت سے باز رکھا جائے۔ وہ چاروں اب میرا شکار ہیں۔ میں ان سے نمٹ لوں گا اور یہاں کے اکابرین کو اب میری طرف سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں نے ان کی سزا ختم کر دی ہے۔"

تمام اکابرین خوش ہو کر میرا شکریہ ادا کرنے لگے۔ سلمان نے مجھے کہا "آپ نے ان کی پولیس اور سراغ رسانوں کو چاروں کی تلاش کرنے سے باز کیوں رکھا ہے؟"

"بھئی سلمان! تمہاری بیٹی یعنی میری بہو ثانی تم سے زیادہ ذہین ہے۔ کیوں ثانی! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں تو اپنے باپ کو جواب دو۔"

ثانی نے کہا "ان چاروں کے ساتھ ہمارے مطلوبہ مجاہدین ہیں۔ وہ پولیس اور سراغ رسانوں کو دھمکی دینے کے لیے ان اکابرین کو کسی طرح کا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

سلمان نے تائید میں سر ہلا کر کہا "بے شک انہیں تلاش نہیں کیا جائے گا تو وہ ہمارے مطلوبہ مجاہدین کو زندہ سلامت رکھیں گے۔"

جلال پاشا نے کہا "ماشاء اللہ ثانی بہت ذہین ہے۔ مجھے آپ کے ساتھ رہ کر بے حد خوشی ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ میری بیٹی بھی آپ حضرات سے ذہانت اور تجربات حاصل کرتی رہے گی۔"

سلمان نے پوچھا "ان چاروں کو کیسے ٹریپ کیا جائے گا؟"

میں نے کہا "ہم ان چاروں کو بھول جائیں تو بہتر ہے۔"

جلال پاشا نے حیرانی سے پوچھا "ان چاروں کو بھول جائیں؟ اس میں تمہاری کوئی مصلحت ہے۔"

"جی ہاں۔ ان چاروں کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے بڑی مکاری کی ضرورت ہے اور یہ کھیل زمانے بھر کی مکار عورت سونیا ہی کھیلے گی۔"

○☆○

پارس اور پورس کے بارے میں سیدھی زبان سے کہا جائے تو وہ چاند تھے۔ ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد ان میں چار چاند لگ گئے تھے۔ لیکن وہ دونوں کون سے سیدھے اور شریف تھے کہ ان کے لیے چاند کی مثال دی جاتی۔ وہ پکے بدمعاش تھے۔ پہلے جلیبی کی طرح پیچ در پیچ تھے، اب امرتی کی طرح پیچیدہ تر ہو گئے۔ شیطان تھے، شیطان کے باپ بن چکے تھے۔

وہ دوبارہ یہ علم حاصل کرنے کے بعد سونیا کو سلام کرنے اس کے کوارٹر میں آئے۔ اس نے دونوں کو گلے لگا کر پیار کیا پھر کہا۔ "مجھے تھوڑی دیر پہلے اطلاع ملی ہے کہ شیطان استعفا دے کر اس دنیا سے جا چکا ہے۔"

وہ دونوں ہنستے ہوئے بیٹھ گئے۔ سونیا کی بیٹی اعلیٰ بی بی نے پورس کے پاس آکر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر اسے پیار کیا۔ پورس نے بھی اسے پیار کر کے سینے سے لگاتے ہوئے کہا "مجھے پتا ہے۔ میری بہن نے چھوٹی سی عمر میں کیسے زبردست کارنامے انجام دیے ہیں۔ کیا اب ادارے سے باہر نہیں جاتی ہو؟"

"اب تو تعلیم و تربیت سے فرصت نہیں مل رہی ہے۔ یہاں بہت کچھ سیکھ رہی ہوں لیکن ایک بات کسی نے نہیں بتائی؟"

پورس نے پوچھا "کون سی بات؟"

اعلیٰ بی بی نے اسے آنکھ مار کر کہا "اگر میرے دونوں بھائی شیطان ہیں تو ان کی ماں کو کیا کہا جائے گا؟"

سونیا نے گھور کر بیٹی کو دیکھا۔ دونوں نے زوردار قہقہہ لگایا۔ پارس نے کہا "مما! بچے اپنا حق استعمال کرتے ہوئے ہر طرح کا سوال کر سکتے ہیں۔ بڑوں کو ان کا جواب دینا چاہیے۔"

سونیا نے اعلیٰ بی بی کا کان پکڑ کر کہا "یہ بچی ہوتی تو جواب دیتی۔ جناب تمیزی اسے دادی اماں کہتے ہیں۔ چل بھاگ یہاں سے۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "آخر بہن کس کی ہے؟"

پورس نے کہا "دو شیطانوں کی۔"

سونیا نے کہا "پورس تھپڑ کھا جاؤ گے۔ مجھے شیطانوں کی ماں بننا منظور نہیں ہے۔"

پورس نے اٹھ کر اس کے سامنے آکر کہا "میں نے آج تک ماں کے ہاتھ کا تھپڑ نہیں کھایا۔ جو مجھے پیدا ہوتے ہی اپنی گود میں کھلانے اور اپنی ممتا کے ارمان پورے کرنے لے گئی تھی، وہ دو برس کے بعد ہی اپنے بھگوان کے پاس چلی گئی۔ زندگی نے مجھے بہت سی ٹھوکریں ماری ہیں لیکن ماں کا ایک تھپڑ نہیں مارا۔ پلیز مما! میری یہ حسرت پوری کر دیں۔ مجھے ایک زور کا تھپڑ ماریں۔"

پارس نے کہا "اے بھائی! تیری شامت آئی ہے؟ مما کا ہاتھ

پڑے گا تو چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔"

سونیا نے کہا "ماں اپنے بیٹے کی حسرت دشمن بن کر پوری نہیں کرتی' وہ مارتی بھی ہے تو پیار سے لیکن پورس! ایک شرط پر ماروں گی۔"

"شرط کیا ہے؟"

"جیسے ہی مارنے کے لیے ہاتھ چلاؤں' تم میرا ہاتھ پکڑ لینا۔"

"جب ہاتھ پکڑلوں گا تو حسرت کیسے پوری ہوگی۔"

"ہو جائے گی بیٹے! تم ہاتھ پکڑنے کے باوجود تھپڑ کھاؤ گے۔ اپنی مما کے پاس آئے ہو تو مکاری سیکھتے جاؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مکاری سمجھتا ہوں۔ مارنے کے لیے ایک ہاتھ بڑھائیں گی لیکن دوسرے ہاتھ سے ماریں گی۔"

سونیا نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھا کر کہا "میں اس ہاتھ سے ماروں گی دوسرا استعمال نہیں کروں گی۔ بس تم اس ہاتھ کو پکڑلو۔ آر یو ریڈی؟"

پورس نے "یس" کہہ کر اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن اس کی مٹھی خالی رہ گئی۔ سونیا کا ہاتھ بڑی پھرتی سے اس کی خالی مٹھی کے اوپر آگیا۔ ایسے وقت وہ آسانی سے طمانچہ مار سکتی تھی لیکن اس نے کہا "تم بہترین فائٹر ہو مگر تمہیں یہ نہیں سکھایا گیا ہوگا کہ ایک ایک پل کی رفتار کا کس طرح حساب رکھتے ہوئے مقابل کی گرفت سے بچا جا سکتا ہے۔ لو پھر پکڑو۔ بار بار پکڑو۔ ناکام رہو گے تو سزا کے طور پر طمانچہ کھاؤ گے۔"

اس بار پورس نے محتاط ہو کر مکاری سے نظریں ملائیں تاکہ نظریں ملتے ہی ایک پل میں اس کا ہاتھ پکڑ لے مگر یہ مکاری بھی نہیں چلی۔ سونیا کے ہاتھ کو گرفت میں لینے والی مٹھی پھر خالی رہ گئی۔ پارس نے کہا "پورس! فائٹ کے وقت مما سے نظریں ملانے کی حماقت نہ کرنا۔ یہ مما کا بنیادی داؤ ہے۔ اوّل تو یہ لڑتی نہیں ہیں۔ ذہانت سے مات دیتی ہیں اور انہیں لڑنے پر مجبور کر دیا جائے تو وہ مقابل کی نظروں سے نظریں نہیں ہٹاتیں۔ اس کی آنکھوں سے اس کے ارادوں کو بھانپتی ہیں۔"

پورس اس کی باتیں سن رہا تھا اور سونیا کا ہاتھ پکڑنے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کر رہا تھا۔ جب ایک ہاتھ سے پکڑنے میں ناکام ہونے لگا تو اس نے دونوں ہاتھوں سے پکڑنا چاہا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کے حلق سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ سونیا نے اس کے پیٹ میں گھٹنا مارا تھا۔ وہ تکلیف سے جھکا تو ایک گال پر زوردار طمانچہ مارا۔ وہ دوسری طرف گھوم گیا۔

وہ بولی "ہمارے درمیان صرف ایک ہاتھ کا کھیل تھا۔ میں کھیلتی رہتی' تمہیں تھکا ڈالتی مگر تم نے دونوں ہاتھوں سے پکڑنے کی کوشش کی اس لیے میں نے بھی دوسرا داؤ استعمال کیا۔ بولو کیا حسرت پوری ہو گئی۔"

وہ تیزی سے پلٹ کر مسکراتے ہوئے سونیا سے لپٹ کر بولا۔

"مما! آپ کیا چیز ہیں؟ آج تک آپ کے متعلق سنتا ہی آیا تھا۔ آج ایک ہی طمانچے میں بہت کچھ سیکھ گیا ہوں۔"

سونیا نے اسے الگ کیا پھر جہاں طمانچہ مارا تھا اس حصے کو چوم کر کہا "میں کہہ چکی ہوں تم اچھے فائٹر ہو مگر گزرتے ہوئے لمحات کی تیز رفتاری کی کاؤنٹنگ نہیں سمجھ پاتے ہو۔"

وہ میز کے پاس آکر انٹر کام کا بٹن دبا کر ذرا انتظار کرکے بولا "مسٹر خلیل! ٹائم مشین کے انسٹرکٹر سے کہیں کہ پورس کو وہاں کی مشینیں ہینڈل کرنا سکھائے۔ یہ ذہین ہے۔ ایک دو روز میں مشینوں کی مار کھاتے کھاتے ایک ایک لمحے اور ایک ایک پل کی کاؤنٹنگ سیکھ لے گا۔"

پارس نے مسکراتے ہوئے پورس سے کہا "آگئی شامت' یا تو ذہانت سے سیکھ لو گے یا ادارے کے اسپتال میں پہنچا دیے جاؤ گے۔ میں نے' ثانی' علی اور فہمی نے ایسے مرحلوں میں بڑی مار کھائی ہے۔"

پورس نے کہا "آرٹس آف ایکشن کتنا ہی جان لیوا ہو' میں سیکھوں گا لیکن مما! ایک گزارش ہے۔ کیا ایک آدھ ہفتے بعد میں ٹائم مشینوں کو ہینڈل کرنے جاؤں تو کوئی حرج ہے؟"

"سوری۔ میں حکم دے چکی ہوں۔ یہاں میرے حکم کو صرف جناب تیمرزی اور آمنہ بیگم بدل سکتے ہیں۔ تم آمنہ بیگم سے گزارش کرو۔"

وہ دونوں سونیا سے رخصت ہو کر آمنہ کے کوارٹر میں آئے۔ اسے سلام کیا۔ ماں نے دونوں بیٹوں کو گلے لگا کر پیار کیا پھر کہا "کھانے کا وقت ہو چکا ہے۔ یہاں سے کھا کر جاؤ۔"

پورس نے کہا "ماما! میرے تو ہار کھانے کا وقت ہو چکا ہے۔ مما نے مجھے ٹائم مشینوں کے مرحلے سے گزرنے کا حکم دیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں بیٹے! میرے ساتھ لنچ کرو۔ شام سے ٹائم مشینوں کو ہینڈل کرنے جاؤ۔"

"کیا یہ کام ایک ہفتے بعد نہیں ہو سکتا ہے؟"

"تمہاری مما بہت عظیم ہے۔ میرا بہت احترام کرتی ہے۔ کبھی کوئی غلط فیصلہ نہیں کرتی ہے۔ ثانی' فہمی' پارس اور علی کے مقابلے میں تمہارے اندر جو کمی رہ گئی ہے' پہلے اسے پورا کرو۔"

پورس نے سر جھکا لیا۔ آمنہ نے انٹر کام کے ذریعے کھانے کا آرڈر دیا پھر پورس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "میرا بیٹا برسوں کے بعد مجھے ملا ہے۔ میں تمہاری ہر خواہش پوری کروں گی لیکن ابھی نیلماں سے انتقام لینے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

پورس نے چونک کر ماں کو دیکھا پھر کہا "اوہ میں بھول گیا تھا کہ آپ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اندر کی بہت سی باتیں معلوم کر لیتی ہیں۔ ہم جیسے یوگا جاننے والے آپ کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر سکتے۔"

"بیٹے! تم ناصرہ کو بہت چاہتے تھے۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں

رہی لیکن نیلماں رہے گی۔ اس کی آتما کو ایک جسم کا سہارا مل چکا ہے۔ لہٰذا جلدی نہ کرو۔ جو کام پہلے کرنے کا ہے' اسے کرو۔"

"آپ جو حکم دیں گی' وہی کروں گا لیکن نیلماں کو جتنی ڈھیل دی جائے گی' جیسے جیسے دن گزرتے جائیں گے' وہ تپسیا کرتی رہے گی اور پہلے کی طرح آتما شکتی حاصل کرتی رہے گی۔"

آمنہ نے کہا "ہم سب قدرت کے تابع ہیں۔ ہم اپنی کوششوں سے تقدیر بدل سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کو نہیں بدل سکتے۔ قدرت کو منظور ہوگا تو وہ پہلے کی طرح آتما شکتی حاصل کر لے گی۔ ایسا ہوگا تو ہونے دو۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت ہوگی۔ یہ اطمینان رکھو کہ وقت آنے پر تمہیں جو کرنا ہے' وہ کر گزرو گے۔ اس سے آگے میں کچھ نہیں کہوں گی۔"

قدرت کے کارخانے میں اچھے اعمال اچھے نتائج پیدا کرتے ہیں اور برے اعمال برے اور بھیانک نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ اسی بات کو مختصر انداز میں یوں کہا جاتا ہے کہ جیسا کرو گے' ویسا بھرو گے۔

کسی بھی بات کا کسی... بھی کام کا ردِعمل ضروری ہوتا ہے۔ یہ ردِعمل اپنی ذات سے اور اپنے آس پاس رہنے والوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً نیلماں' ناصرہ کے جسم کو چھوڑنا چاہتی تھی۔ دوسری طرف پونم کی موت کا وقت آگیا تھا۔ ایک گرو دیو بجرنگ تلک دھاری نے پونم کے ماں باپ سے کہا تھا کہ وہ ایک عورت (ناصرہ) کے جسم سے آتما نکال کر پونم کو ایک نئی زندگی دے گا۔ اس کے ماں باپ اپنی بیٹی کی زندگی چاہتے تھے۔ یہ خود غرضی تھی کہ کسی کے جسم کی آتما نکال کر ان کی بیٹی پونم کو نئی زندگی دی جائے۔ خود غرضی ایک برا عمل ہے۔ اس کے برے نتائج سامنے آئے۔ نیلماں کو ایک آتما شکتی جاننے والے گرو کی مدد سے ناصرہ کا جسم چھوڑ کر پونم کے جسم میں آنے کا موقع ملا تو اس چنچل خصلت نیلماں نے سب سے پہلے اس اوھوری آتما شکتی جاننے والے گرو دیو بجرنگ تلک دھاری کو مار ڈالا۔ پونم کے گھر سے بھاگ کر پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا چہرہ بدل لیا۔ خود غرضی دکھائی اس کے باپ اور پونم سے شادی کرنے کی خواہش کرنے والا پرکاش سب ہی کو پولیس گرفتار کر کے تھانے لے آئی۔

یہاں تک کی داستان پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ اب آگے پولیس کے لیے کچھ مسائل پیدا ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے ناصرہ کے مردہ جسم کو سڑتے گلتے اور ہڈیوں کا ڈھانچا بنتے دیکھا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ ناصرہ دو سال پہلے مر چکی تھی۔ اس کے گوشت پوست کے جسم کو نیلماں کی آتما نے متحرک رکھا تھا۔ اس آتما کے جاتے ہی قدرت کے قانون کے مطابق ناصرہ ہڈیوں کا ڈھانچا بن گئی تھی۔

اگرچہ پولیس والے اس سائنسی عہد کے دور میں یہ تسلیم کرتے تھے کہ جادو ہزاروں سال سے ہے اور ہر دور میں رہے گا۔

ایم اے راحت کا ناول
دہشت کدہ
ڈیٹ:-/120 ڈاک خرچ:-/20
اپنے ہاکر یا قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں

اس کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ جادوگروں کو گرفتار کر کے ان کے جادو کو خاک میں ملایا جا سکتا ہے۔ ناصرہ کے ڈھانچے کے متعلق یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ اسی گرو دیو نے اس بے چاری کو جادو سے ڈھانچا بنایا ہے۔

گرو دیو ان کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی نیلماں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ پولیس والوں کو ایک شاہراہ پر اس کی لاش ملی تھی جو کسی بھاری ٹرک سے کچلی ہوئی تھی۔

پولیس افسر کے سامنے تھانے میں پونم کی ماں شانتی دیوی' باپ وشوا ناتھ اور پونم کا عاشق پرکاش بیٹھا ہوا تھا۔ افسر نے ان سے کہا "دو باتیں عجیب ہیں۔ ایک تو جس عورت کی لاش کو ہم لا رہے تھے' وہ ہڈیوں کا ڈھانچا بن گئی اور جو جادوگر ایسا کر رہا تھا' وہ بھی سڑک پر مردہ پایا گیا ہے۔"

وشوا ناتھ نے کہا "سر! یہ بھی سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ میری بیٹی پونم اچانک کہاں غائب ہو گئی ہے؟"

پرکاش نے کہا "میں بیان دے چکا ہوں کہ وہ میرے ساتھ شاپنگ پلازا گئی تھی پھر نئی استعمال کی چیزیں خریدنے تھا تیسری منزل پر گئی تھی۔ ابھی ہماری شادی نہیں ہوئی ہے۔ اس لیے میں اس کے ساتھ نہیں جا سکتا تھا لیکن وہ ایسے گئی کہ اپنے پیچھے کوئی سراغ نہیں چھوڑا ہے۔"

"ہم پولیس والے سراغ لگانا اچھی طرح جانتے ہیں۔ کیوں مسٹر وشوا ناتھ! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ کے اس ہونے والے داماد نے کوئی بہت بڑا مقصد حاصل کرنے کے لیے پونم کو کہیں ٹھکانے لگا دیا ہو؟"

"تو سر! میری بیٹی سے شادی کے بعد یہی میرے کاروبار کا' دولت اور جائیداد کا رکھوالا بننے والا تھا۔ میری بیٹی کے گم ہونے سے تو اسے نقصان پہنچ رہا ہے۔ یہ ایسی غلطی کیوں کرے گا؟"

اسی وقت میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ افسر نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "میں باندرہ پولیس اسٹیشن سے انسپکٹر کشن بول رہا ہوں۔ یہ خبر ہمیں مل چکی ہے کہ آپ دو مرڈر کیسز میں الجھے ہوئے ہیں۔ میرے علاقے میں پلاسٹک سرجری کے مشہور ماہر ڈاکٹر مرڈر ہو چکا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کیس کا تعلق بھی

آپ کے ان دو کیسز سے ہو سکتا ہے۔"

"کیا آپ کو ایسا کوئی سراغ ملا ہے؟"

"یہاں ڈاکٹر کے ایک کمرے میں ایک الماری ہے جس میں زنانہ کپڑے ہیں۔ کسی نے لباس تبدیل کیا ہے اور اپنا لباس وہاں چھوڑ گئی ہے۔"

"پلیز جسٹ اے منٹ۔"

افسر نے شانتی اور وشوا ناتھ سے پوچھا "آپ کی بیٹی کون سا لباس پہن کر گئی تھی؟"

پرکاش نے کہا "سر! وہ میرے ساتھ یلو کلر کی بنارسی ساڑی پہن کر گئی تھی۔ ساڑی کا آنچل براؤن اور گولڈن کلر کا تھا۔"

دوسری طرف سے انسپکٹر نے کہا "میں آپ کے فون سے سن رہا ہوں۔ وہ درست کہہ رہا ہے۔ یہی ساڑی یہاں فرش پر پڑی ہے۔"

"تھینک یو انسپکٹر! میں ابھی آرہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر پونم کے ماں باپ اور پرکاش سے کہا۔ "میرے ساتھ چلیں۔ آپ کی بیٹی کا سراغ مل سکتا ہے۔"

وہ سب پولیس پارٹی کے ساتھ مختلف گاڑیوں میں پلاسٹک سرجری کے ماہر کے بنگلے میں پہنچے۔ انسپکٹر انہیں ایک کمرے میں لے گیا۔ وہاں ایک کھلی ہوئی الماری کے پاس ساڑی' بلاؤز اور پیٹی کوٹ پڑا ہوا تھا۔ پرکاش اور پونم کے ماں باپ نے لباس پہچان لیا۔ پونم نے یہی ساڑی پہنی ہوئی تھی۔

انسپکٹر ان سب کو اس کمرے میں لایا' جہاں ڈاکٹر کی لاش تھی۔ اس کے چہرے کو ایک تیز دھار آلے سے بڑی بے دردی کے ساتھ کاٹنے کے بعد اس کے گلے کو کاٹ دیا گیا تھا۔ شانتی دیوی نے دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر کہا "یہ میری بیٹی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کوئی قاتل اس ڈاکٹر کو قتل کر کے پونم کو ڈرا دھمکا کر لے گیا ہے۔"

انسپکٹر نے کہا "اور اسے لے جانے سے پہلے اس نے ساڑی سے خون پونچھنے اور اسے لباس تبدیل کرنے کا موقع دیا ہے۔ یعنی آپ کی بیٹی بڑے آرام سے کسی قاتل کے ساتھ گئی ہے؟"

وشوا ناتھ نے کہا "انسپکٹر! ہماری بیٹی تو مہاتما بدھ کو مانتی تھی کبھی ایک چیونٹی کو بھی نہیں مارتی تھی۔ آپ تو ایسا کہہ رہے ہیں جیسے اس نے یہ بھیانک جرم کرنے کے لیے کسی قاتل کا ساتھ دیا ہے۔"

انسپکٹر نے کہا "ابھی یہ لاش پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے لیے لے جائی جا رہی ہے۔ فنگر پرنٹس کے ماہرین کی رپورٹ دو گھنٹے کے اندر آجائے گی۔ ابھی ہم آپ کے گھر چلیں گے۔ پونم کے بیڈ روم کے کئی حصوں کی تصاویر لی جائیں گی۔ آپ فیملی کے ساتھ ڈیس سے باہر جاتے ہوں گے۔"

"جی ہاں۔ جاتا رہتا ہوں۔"

"پاسپورٹ میں دستخط کے علاوہ انگوٹھے کے نشانات بھی لیے جاتے ہیں۔ آپ ہمیں پونم کا پاسپورٹ دیں گے پھر ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ آلۂ قتل پر کس کی انگلیوں کے نشانات ہیں۔"

تفتیش کرنے والی نیم وشوا ناتھ کے بنگلے میں آئی۔ وہاں اپنے طور پر تفتیش کار روائیوں میں مصروف رہی۔ پونم کا پاسپورٹ اور اس کے بیڈ روم کی مختلف چیزوں پر سے اس کی انگلیوں کے نشانات فنگر پرنٹ ایکسپرٹ کو بھیج دیے گئے۔ شام تک رپورٹ آگئی۔ آلۂ قتل پر پونم کی انگلیوں کے نشانات تھے۔

اس کے بعد پولیس والے تمام واردات کی بکھری ہوئی کڑیاں جوڑنے لگے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا چہرہ اپنی شناخت تبدیل کرنے گئی تھی۔ اس تبدیلی کا گواہ وہی ایک ڈاکٹر تھا اس لیے اس نے بڑی بے دردی سے ڈاکٹر کو ہلاک کر دیا اور لباس تبدیل کر کے وہاں سے کہیں چلی گئی ہے۔ اب اسے پہچاننا دشوار ہو گا۔

شانتی دیوی روتے ہوئے بولی "ہم نے اس پاکھنڈی گرو دیوی کی باتوں میں آ کر اپنی بیٹی کو کیسا سے کیا بنا دیا ہے۔"

وشوا ناتھ نے کہا "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ اس گرو بجرنگ تلک دھاری نے ہمارے ساتھ چھل کپٹ کیا ہے۔ ہماری بیٹی کے اندر کسی پریت آتما کو پہنچا دیا ہے۔ وہ پریتنی ہماری پونم سے بھیانک جرم کرا رہی ہے۔"

افسر نے کہا "بات کچھ سمجھ میں آتی ہے۔ ایک اٹھارہ برس کی لڑکی چالیس برس کے صحت مند ڈاکٹر کو کیسے قتل کر سکتی ہے؟ جبکہ اس کی مدد کے لیے وہاں کوئی نہیں تھا۔ کسی تیسرے کی انگلیوں کے نشانات وہاں نہیں ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا "یہ تمام باتیں اپنی جگہ درست ہو سکتی ہیں لیکن قانوناً عدالت میں یہ باتیں تسلیم نہیں کی جائیں گی۔ ہمیں کسی نہ کسی طرح پونم کو تلاش کرنا چاہیے۔"

ایک افسر نے کہا "میں نے پونم کی گمشدگی کی اطلاع ملنے کے بعد ہی ائرپورٹ' بندرگاہ اور ہائی وے وغیرہ جیسے اہم مقامات کی ناکا بندی کرا دی ہے لیکن کوئی اسے کیسے پہچانے گا؟ وہ تو اپنا روپ بدل چکی ہے۔ جسم پر کوئی پیدائشی نشان ہو گا تو اسے بھی پلاسٹک سرجری کے ذریعے مٹا چکی ہو گی۔ اس کی چالاکیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیچھے کوئی سراغ نہیں چھوڑے گی۔"

ایک عمر رسیدہ افسر نے کہا "ہم نے اپنی سروس میں ایسے مجرموں کو بھی نہیں چھوڑا' جو اپنے قدموں کے نشان بھی نہیں چھوڑتے۔ اگر واقعی وہ ایک پریت آتما ہے تو اس سے بھی کوئی بھول ہوئی ہو گی۔ انسان کے جسم میں آنے کے بعد آتما بھی انسانوں کی طرح کوئی نہ کوئی غلطی کرتی ہے۔"

پونم نے یعنی نیلاں نے اپنا نام ادا رکھا تھا۔ وہ بڑی خاموشی سے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر رہی تھی کہ اسے گھیرنے اور

پکڑنے کے لیے کیا کچھ کیا جا رہا ہے۔ وہ تمام تفتیشی کارروائیاں دیکھ رہی تھی۔ کئی افسران کی باتیں سن رہی تھی۔ جب عمر رسیدہ افسر نے کہا کہ وہ آتما انسانی جسم میں آ کر بحیثیت انسان ضرور کوئی غلطی کر چکی ہو گی یا آئندہ غلطی کرے گی تو یہ بات ادا (نیلاں) کے دل کو لگی۔ وہ پہلے بھی' کئی جسم بدل کر کوئی نہ کوئی غلطی کرتی رہی تھی۔ اسے اب تک صرف یہی خطرہ تھا کہ پونم کی کوئی تصویر کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ہاتھ نہ لگے۔ ورنہ وہ تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ تک پہنچے گا۔ ویسے تو وہ سانس روک لیتی ہے لیکن اتفاقاً کبھی زخمی ہو جائے یا بیمار پڑ جائے تو دماغ میں آنے والے کو روک نہیں سکے گی۔

اس لیے اس نے پونم کی ماں شانتی دیوی کے ذریعے گھر کی دیواروں کی اور البم کی تمام تصویریں... ضائع کروا دی تھیں۔ پاسپورٹ کی تصویر بھی نہیں رہنے دی۔ انگلیوں کے نشانات سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ لیکن اس عمر رسیدہ افسر کی بات سن کر خیال آیا کہ اپنی انگلیوں کے نشانات کو مٹا دینا بہتر ہوتا۔ شاید یہ غلطی اس افسر کو اس کے قریب پہنچا دے۔

دوسرے افسران کے دماغوں میں جا کر معلوم ہوا تھا کہ اس عمر رسیدہ افسر کا نام عباس مہدی ہے۔ دماغ نے کہا' عباس مہدی کے اندر پہنچ کر معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس طرح اس کی کسی غلطی تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر وہ توقع سے زیادہ چالاک ہو گا تو اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنے زیر اثر رکھے گی۔

یہ سوچتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچی۔ وہ فوراً ہی سانس روک کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سینئر افسر تھا۔ اس کے ساتھ دوسرے افسران بھی کھڑے ہو گئے۔ اس نے خلا میں تکتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟ اب میں سانس نہیں روکوں گا۔ دماغ میں آتے ہی اپنا تعارف کراؤ۔"

ایک افسر نے پوچھا "سر! کیا بات ہے؟"

"کسی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ شاید وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے۔"

ادا نے کہا "ہاں جانتی ہوں۔ اس وقت تمہارے چاروں طرف موت ہے۔ میں کسی بھی افسر یا سپاہی کے دماغ میں گھس کر اس کے ذریعے تمہیں گولیوں سے چھلنی کر سکتی ہوں۔"

"ایسا کرنے سے پہلے سن لو۔ میں کلام پاک کا حافظ ہوں۔ اللہ نے مجھے توفیق دی ہے کہ میں پانچوں وقت عبادت بھی کروں اور اپنے سرکاری فرائض بھی ادا کرتا رہوں۔ لو سنو اور جتنی دور جا سکتی ہو' بھاگو۔"

عباس مہدی قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کرنے لگا۔ وہ تو اللہ کے الفاظ سنتے ہی وہاں سے بھاگی اور دماغی طور پر اپنی جگہ گم ہو گئی۔ وہ ایک فیملی کو ٹریپ کر کے ان کی فیملی ممبر بن کر گرو دیوتا

پہنچی ہوئی تھی اور کرائے کے ایک کاٹیج کے ایک کمرے میں تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس فیملی کے دوسرے ممبران دوسرے کمروں میں تھے۔

وہ سوچنے لگی "میں نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ عباس مہدی مسلمان ہے' اس کے دماغ میں راستہ بنانا چاہا۔ آخر ایک غلطی ہو ہی گئی لیکن نادانستہ ہوئی۔ یہ ضروری تو نہیں ہے کہ تمام مسلمان عبادت گزار اور کلام پاک کی تلاوت کرتے ہوں۔ مجھے اس واقعے سے سبق سیکھنا چاہیے۔ آئندہ کوئی بھی مسلمان ہو' مجھے اس سے دور رہنا چاہیے۔"

پھر وہ سوچنے لگی "یہ مسلمان پاکی اور ناپاکی کی باتیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں آسمانی کتاب کی باتیں سن کر ناپاک آتما بھاگ جاتی ہے لیکن میں تو روز غسل کرتی ہوں۔ مجھے گندگی پسند نہیں ہے۔ سر سے پاؤں تک صاف ستھری رہتی ہوں اور دھلا ہوا نیا لباس پہنتی ہوں پھر مجھ سے آسمانی کتاب کے الفاظ برداشت کیوں نہیں ہوتے؟"

وہ غور کرنے لگی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ پاکیزگی صرف جسم اور لباس کی نہیں ہوتی۔ اصل پاکیزگی دل کی اور اپنے اعمال کی ہوتی ہے اور کالے جادو کا عمل نہایت ہی ناپاک ہوا کرتا ہے۔ اس نے طے کیا کہ آئندہ بہت محتاط رہ کر کسی ایسے مولوی کو ٹریپ کرے گی جو اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس نہ روکتا ہو پھر اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرے گی کہ اس کے پاک و صاف رہنے میں کیا کمی رہ گئی ہے یا وہ مقدس آسمانی کتاب کے اثرات کا توڑ کیسے کر سکتی ہے؟

اس کی اصل پریشانی یہ تھی کہ اس کی ٹیلی پیتھی عباس مہدی کے ذریعے ظاہر ہو گئی تھی۔ آئندہ یہ بات چھپنے والی نہیں تھی کہ ایک ایسی لڑکی جو مرنے والی تھی' اس کے جسم میں دوسری آتما سما گئی ہے' اسے پھر ایک نئی زندگی مل گئی ہے اور وہ نئی زندگی حاصل کرنے والی ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے۔ یہ بات پورس' جلال پاشا اور ثنا کو معلوم ہو گی تو وہ سمجھ لیں گے کہ وہی لڑکی نیلاں ہے پھر تو پورس اس سے ناصرہ کی موت کا انتقام لینے کے لیے ایک چالاک شکاری کی طرح اسے تلاش کرتا ہوا اس کی شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔

اب اس کی بھلائی اسی میں تھی کہ جلد از جلد کسی سنسان اور ویران علاقے میں پہنچ کر پوری طرح آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے تپسیا شروع کر دے۔ جتنی دیر ہو گی' اتنا ہی پولیس اور پورس وغیرہ کا گھیرا اس کے اطراف تنگ ہوتا جائے گا۔

اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بیگ میں اپنا کچھ ضروری سامان رکھا پھر دوسرا دروازہ کھول کر کاٹیج سے باہر آ گئی۔ گوا ایک ایسا سمندری ساحلی علاقہ ہے جہاں دنیا بھر کے ٹورسٹ تفریح کے لیے آیا کرتے ہیں۔ گلیوں' سڑکوں اور بازاروں میں بڑی رونق رہتی

ہے۔ سمندر کے ساحل پہ، حسن و شباب کی رونق قابلِ دید ہوتی ہے۔ کبھی سمندر اور کبھی ساحل پر مختصر سے مختصر لباس میں جل پریاں تھرکتی نظر آتی ہیں۔ اوما (نیلماں) اتنی عورتوں اور مردوں میں اپنے لیے ایک نیا شکار ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔

یوں گھومتے پھرتے اسے ایک شخص نظر آیا۔ وہ صرف انڈرویئر پہنے ہوئے تھا۔ ایسا خوب صورت قد آور باڈی بلڈر تھا کہ اس کے کسرتی بدن کو دیکھنے والیاں لپلپاتی ہوں گی۔ وہ ساحل پر ایک ٹھیلے کے پاس کھڑا ناریل پانی پی رہا تھا۔ اس نے دور سے آتی ہوئی اوما کو دیکھا۔ دور دور تک حسینوں کا میلہ لگا ہوا تھا۔ ان ہزاروں حسیناؤں میں اوما سب سے الگ اور پُرکشش لگ رہی تھی۔

وہ قریب آکر ناریل والے سے بولی "مجھے بھی ایک ناریل پانی دو۔"

ٹھیلے والے نے ناریل کے اوپری کٹے ہوئے حصے میں ایک اسٹرا (STRAW) ڈال کر اسے دیا۔ وہ خوب رو جوان سے بظاہر بے نیاز رہ کر پینے لگی۔ وہ جیسے سحر زدہ سا ہو کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے خود کو اس قدر حسین اور پُرکشش بنایا تھا کہ دیکھنے والے اسے دیکھتے ہی رہ جاتے تھے۔

وہ بولا "ہائے بیوٹی! میرا نام شیواجی سادھرن ہے۔"

اوما نے پوچھا "کیا وہی شیواجی جو اپنی فوج کے ساتھ پہاڑوں میں چھپ کر رہتا تھا اور اچانک مغل فوجوں پر حملے کیا کرتا تھا۔"

"ہاں۔ وہ ہمارا ہیرو تھا۔ میرے ڈیڈی اس کے عقیدت مند تھے۔ اسی کے نام پر میرا نام رکھا ہے۔"

"لیکن پہاڑوں میں چھپ کر حملے کرنا بزدلی ہے۔ مسلمان اس شیواجی کو پہاڑی چوہا کہتے ہیں۔"

"جو مسلمان فوجی ہیں وہ ایسا نہیں کہتے۔ کیونکہ اس زمانے میں شیواجی جس فوج کے کمانڈر تھے آج اسے ہم گوریلا جنگ کہتے ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں ہمارے شیواجی کے انداز کی جنگ لڑی جاتی ہے۔"

"مانتی ہوں۔ دنیا کی ہر فوج میں گوریلا اور کمانڈوز ضرور ہوتے ہیں۔"

"حسن ہے۔ شباب ہے۔ رنگین ماحول ہے اور ہم خشک باتیں کر رہے ہیں۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"اوما! میرا نام اوما جادیو ہے۔"

شیواجی نے اچانک ہی چونک کر ماتھے میں دیکھا پھر اوما سے کہا "سوری میں ابھی آتا ہوں۔ کیا انتظار کرو گی؟"

"کوئی بات نہیں، تم جا سکتے ہو۔"

وہ خالی ناریل کو ایک طرف پھینک کر جیب سے رقم نکالنے لگا۔ اوما نے کہا "بل ادا کرنے کا مطلب ہے واپس نہیں آؤ گے۔"

"اوہ نو۔ میں ابھی واپس آؤں گا۔"

ناریل والے نے کہا "کوئی بات نہیں شاب۔ بعد میں دے دو۔"

شیواجی نے اسے مسکرا کر دیکھا پھر پلٹ کر بہت آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا جانے لگا۔ جیسے سوچتا ہوا چل رہا ہو یا کسی کی بات غور سے سنتا جا رہا ہو۔ اوما فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئی پھر اس نے حیرانی سے مہاراج کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا "میں کیا بتاؤں کہ ہم باپ بیٹے کس طرح پھنس گئے ہیں؟ بتانے میں بہت وقت لگے گا۔ جس نے ہم پر تنویمی عمل کیا ہے، وہ کسی وقت بھی آسکتا ہے کیونکہ اس کے تنویمی عمل کے اثرات کی مدت ختم ہو گئی ہے۔ اسی لیے میں نے تمہیں سب سے پہلے مخاطب کیا ہے۔ ہم پانچوں کو جانے والے فوجی افسران کے لب و لہجے کے غلام ہیں۔ اب ہم ہار گئے ہیں۔ پتا نہیں ایک کہاں چلا گیا ہے۔"

"آپ اور میش کہاں ہیں؟"

"ہم میکسیکو کے کسی پہاڑی علاقے میں ایک بہت بڑے بنگلے میں قید کیے گئے ہیں۔ کھڑکیاں باہر سے بند کی گئی ہیں۔ باہر کا منظر دکھائی نہیں دیتا ہے۔ تمام اندرونی دروازے کھلے ہیں۔ ہم بنگلے کے اندر آزادی سے ہیں۔ ہماری تمام ضروریات پوری کی جاتی ہیں۔ شیواجی! تم میرے چیلے ہو۔ میں تم سے گرو دکشنا مانگتا ہوں۔ کسی بھی طرح ہم باپ بیٹے کو یہاں سے نکالو۔"

اسی وقت اوما نے کہا "وہ امریکا ہے۔ بچوں کے کھیلنے کا پلے گراؤنڈ نہیں ہے۔ صرف میں ہی تمہیں وہاں سے نکال سکتی ہوں۔"

وہ دونوں حیرانی سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ مہاراج نے پوچھا "کون ہو تم؟ میں تمہارے لب و لہجے سے نہیں پہچان پایا ہوں۔"

"میں کوئی بھی ہوں۔ دشمن نہیں ہوں۔ آزادی حاصل کرنے اپنے دیس میں آکر رہنا چاہتے ہو تو مجھ پر بھروسا کرو۔ ورنہ امریکیوں کے شکنجے میں غلامی کی زندگی گزارتے رہو۔"

شیواجی نے کہا "اگر ہم تم پر بھروسا کریں تو تم مہاراج اور میش کو کیسے بچاؤ گی؟"

"بہت آسانی سے میں اب مہاراج کے دماغ میں آتی جاتی رہوں گی۔ جب وہ تنویمی عمل کرنے والا آئے گا تو مہاراج اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے اس کے معمول اور چار فوجیوں کے تابع ... بنتے رہیں گے۔ یہ سب کچھ انہیں دھوکا دینے کے لیے ہوگا۔ حقیقتاً میں مہاراج کے دماغ پر اس طرح حاوی رہوں گی اس کا تنویمی عمل بے اثر رہے گا۔ اس کے بعد بھی جب تک میں ان باپ بیٹوں کو وہاں سے نہیں نکالیں گے، تب تک وہ دکھاوے کے طور پر ان کے تابع رہیں گے۔"

شیواجی نے کہا "بہت زبردست پلان ہے۔ مہاراج تم کیا کہتے ہیں؟"

"پلان زبردست ہے مگر ہماری ہمدرد اور دوست بننے والی کو ہم سے اپنی اصلیت نہیں چھپانا چاہیے۔ کیا ہم یہ بھول جائیں کہ دوست کے بھیس میں دشمن بھی ہو سکتی ہے؟"

"تمہیں اندیشہ کرنا چاہیے لیکن ایک طرح سے ہماری دوستی مضبوط ہو سکتی ہے۔ میں شیواجی پر دل و جان سے فدا ہوں۔ اگر یہ مجھے اپنی دھرم پتنی بنا لے تو پھر دشمنی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا پھر تو میں پتی دیو سے اپنا کوئی راز نہیں چھپاؤں گی۔"

شیواجی نے خوش ہو کر کہا "مہاراج! اس سے زیادہ بھروسے والی بات کیا ہو سکتی ہے؟"

"یہ سچ مچ بھروسے والی بات ہے مگر تم اچھی طرح سوچ لو۔ اگر وہ تمہیں پسند نہیں آئے گی۔ تمہارے درمیان لڑائی ہوگی تو ہم باپ بیٹے کو بھی نقصان پہنچے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اس کی فکر نہ کرو۔ شیواجی کی نظروں سے میں نے پہچان لیا ہے کہ یہ مجھے چاہتا ہے۔ مجھے دیکھ چکا ہے۔ مجھ سے باتیں کر چکا ہے اور ابھی میرے ساتھ ناریل پانی پی چکا ہے۔"

شیواجی نے حیرت اور مسرت سے پلٹ کر دور کھڑی ہوئی اوما کو دیکھا "تم؟ اوما! تم میرے دماغ میں بول رہی ہو؟"

وہ دور سے ہاتھ ہلا کر دماغ میں بولی "کیا میں اچھی لگتی ہوں؟"

"میں کیا کہوں تم کیسی لگتی ہو۔ مجھے تو جیسے حسن کا خزانہ مل گیا ہے اور تمہاری مدد سے میں گرو دکشنا بھی دے سکتا ہوں۔"

اوما نے کہا "تو پھر جائیں مہاراج! میرا لب و لہجہ یاد رکھیں۔ مجھے کبھی دماغ میں آنے سے نہ روکیں۔ میں آپ کو اور میش کو تنویمی عمل سے بچاؤں گی۔"

مہاراج چلا گیا۔ شیواجی دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے جیب سے ایک ہزار روپے کا نوٹ نکال کر ناریل والے کو دیتے ہوئے کہا "یہ نوٹ تمہارا ہے۔ رکھو اور موج کرو۔"

پھر وہ اوما کا ہاتھ تھام کر تیزی سے جانے لگا۔ ناریل والا ایک ہزار کا نوٹ لے کر شدید حیرانی سے ریت پر گر پڑا تھا۔ شیواجی نے کہا "بھگوان کی سوگند! میں تو پہلی بار تم پر نظر پڑتے ہی تمہارا دیوانہ ہو گیا تھا۔ پلیز پھر ایک بار میرے دماغ میں آکر بولو۔"

وہ اس کے اندر آکر بولی "اچھی طرح تسلی کر لو کہ میں اوما تمہارے ساتھ چلتے ہوئے بول رہی ہوں۔"

"او گاڈ! آج تو میرے جیسا خوش نصیب کوئی نہیں ہے۔"

"لیکن پوری خوش قسمتی تب حاصل ہوگی، جب مجھ سے بیاہ کرو گے میں نے آج تک اپنا بدن کسی کو چھونے نہیں دیا۔ یہ بدن صرف میرے ہونے والے پتی دیو کے لیے ہے۔ ویسے گوا میں کہاں رہتے ہو؟"

"یہاں ایک ہوٹل میں ہوں۔ دہلی میں میرا بنگلا ہے۔ اکثر گرمی کے موسم میں تفریح کے لیے ساحلی علاقوں میں جاتا ہوں۔ اس بار یہاں آنے کے لیے سوچا۔ ویسے میری خوش قسمتی مجھے یہاں لے آئی ہے۔"

وہ سکار اپنی حقیقت نہیں بتانا چاہتی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا مہاراج کو بھول گئے؟ انہیں گرو دکشنا نہیں دو گے؟ مجھے تھوڑی دیر میں ان کے پاس جا کر ان کے حالات معلوم کرنے ہوں گے۔"

"کبھی خیال خوانی کرنے وہاں جاتی رہو اور کبھی یہاں مجھ سے بولتی رہو۔"

"خیال خوانی کے وقت چلنا پھرنا مناسب نہیں ہے۔ چلے ہوٹل چلو، وہاں کچھ گھنٹے اکیلے گے اور باتیں کریں گے۔ ویسے میں تمہارے گرو کے پاس جا کر ابھی آتی ہوں۔"

وہ مہاراج کے دماغ میں پہنچی پھر بولی "میں ہوں اوما، شیواجی کی ہونے والی پتنی۔"

"خوش رہو بیٹی۔ اپنے ساگ کے ساتھ سلامت رہو۔"

اسی وقت بنگلے کا دروازہ کھلا۔ ایک گن مین نے آکر کہا "پتنا نائر کرنے والے جان کا فون آیا تھا۔ انہوں نے کہا ہے۔ دو گھنٹے کے بعد یہاں آنے والے ہیں۔ انہوں نے تمہاری دماغی کیفیت پوچھی ہے۔"

اوما نے سوچا۔ ادھر مہاراج کو اور ادھر شیواجی کو سنبھالنا مشکل ہوگا۔ لہٰذا ایک سے وقتی طور پر نجات حاصل کی جائے۔

مہاراج اس گن مین سے کہہ رہا تھا "ہم جیسے قیدیوں کی دماغی حالت کیا ہوگی۔ جی چاہتا ہے اس قید خانے سے اڑ کر چلا جاؤں۔"

اوما نے گن مین کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے رائفل کے دستے سے مہاراج کے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ وہ مار کھاتے ہی چکرا کر فرش پر گر پڑا۔ گن مین بڑبڑایا "او نسیبڑا آیا اڑ کر جانے والا۔"

وہ پلٹ کر باہر آکر دروازے کو لاک کرنے لگا۔ اوما نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا "مہاراج کہہ رہے ہیں، وہ پتنا نائر کرنے والا ایک گھنٹے کے اندر کسی وقت بھی پہنچے گا۔ مجھے پانچ دس منٹ کے وقفے سے ان کے دماغ میں جاتے رہنا چاہیے۔"

وہ قائل ہو کر بولا "ہاں یہ کام پہلے ہونا چاہیے۔"

وہ ہوٹل میں آگئے۔ لاؤنج میں بیٹھ کر دو اورنج جوس کا آرڈر دیا۔ آرڈر لینے والا ویٹر شیواجی کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اوما نے ایک چھوٹی سی پڑیا ویٹر کی جیب میں ڈال دی۔ وہ جوس لانے چلا گیا۔ شیواجی نے کہا "تمہیں پھر مہاراج کی خبر لینا چاہیے۔"

وہ بولی "ہاں میں جا رہی ہوں۔"

وہ ویٹر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے ذریعے ایک جوس کے گلاس میں اس پڑیا کا سفوف ڈال دیا۔ وہ دو گلاس بھر کر ایک ٹرے میں رکھ کر ان کے سامنے لایا۔ ایک گلاس لیڈیز فرسٹ کے طور پر اوما کو دیا۔ دوسرا گلاس شیواجی کے سامنے رکھا پھر چلا گیا۔

وہ ایک ایک گھونٹ پی کر یوں سوچ میں گم رہی جیسے مہاراج

کے حالات معلوم کر رہی ہو۔ شیوا جی اس کی خاموشی کی وجہ سے جوس پیتا چلا گیا۔ ادما نے پوچھا "تمہارا روم نمبر کیا ہے؟"

"چار سو چار۔ یہ ادھر دائیں طرف لفٹ۔ لفٹ۔۔۔"

اس نے سر کو تھام لیا۔ ادما نے انجان بن کر پوچھا "کیا ہوا؟"

"طبیعت کچھ عجیب سی ہو رہی ہے۔ ہمیں کمرے میں چلنا چاہیے۔"

وہ لفٹ تک اس کے ساتھ آیا پھر چوتھے فلور پر پہنچا۔ ادما نے چابی سے دروازہ کھولا۔ وہ نڈھال ہوتا جا رہا تھا۔ کمرے کے اندر پہنچتے ہی بستر پر گر پڑا۔ اس نے اس کے جوتے اتارے۔ اس بھاری بھرکم ہاڈی ہلڈر کو کھینچ کر سیدھی طرح لٹایا پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا تھا۔ کسی طرح سکون اور آرام چاہتا تھا۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے تھپک تھپک کر سلانے لگی۔ وہ ایک منٹ کے اندر سو گیا۔

اس پر تنویمی عمل کرنے سے پہلے اس نے مہاراج کی خبر لی۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ ہوش میں آنے کے بعد اگر خیال خوانی کے قابل رہا تو شیوا جی کے دماغ میں پہنچ کر ادما کو تنویمی عمل کرنے نہیں دے گا۔

مہاراج اب تک بے ہوش پڑا تھا۔ وہ کافی عمر رسیدہ ہو چکا تھا۔ گن مین کے زوردار حملے کے بعد جلدی ہوش میں نہیں آ سکتا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد بھی زخمی ہونے کے باعث خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ اُدھر گن مین نے رپورٹ دی تھی کہ مہاراج تنویمی عمل کے اثر سے نکل چکا تھا۔ دروازہ کھولتے ہی فرار ہونے کے لیے گن مین سے الجھ پڑا تھا۔ اس نے قابو میں کرنے کے لیے رائفل کے دستے سے اسے مارا تو وہ بے ہوش ہو گیا۔

ادما نے مطمئن ہو کر شیوا جی پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کیا کہ وہ اس کی پچھلی زندگی کے بارے میں نہ کبھی سوچے گا اور نہ پوچھے گا کہ وہ کون ہے؟ اور کہاں سے آئی ہے۔

اس نے برسوں پہلے والی نیلاں کی آواز اور لب و لہجے کو اس کے دماغ میں نقش کر کے حکم دیا کہ اس آواز اور لب و لہجے کے بغیر جو بھی سوچ کی لہر آئے اسے فوراً دماغ سے نکال دیا کرے۔

اس کے بعد وہ مہاراج کے دماغ میں پہنچی تو پتا چلا۔ رائفل کے دستے سے مار کھانے کے بعد اس کے دماغ پر برا اثر پڑا تھا۔ ایک تو نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا۔ دوسرا یہ کہ وہ اپنی پچھلی زندگی بھول گیا تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں زندگی گزار رہا ہے؟ ادما کو ان باپ بیٹے سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ وہ بعد میں اس کی دماغی حالت معلوم کرنے کے خیال سے واپس چلی گئی۔

○☆○

جناب تیمرزی نے سب ہی خیال خوانی کرنے والوں کو ہدایات دی تھیں کہ سوئٹزرلینڈ میں بڑے ممالک کے فوجی افسران کا جو خفیہ اجلاس ہو چکا ہے اور دو دنوں کے بعد جو آخری اجلاس ہونے والا ہے اس کی مکمل رپورٹ ہم حاصل کریں۔ میں پیرس میں تھا۔ اپنے بستر پر آرام سے لیٹا ہوا اس خفیہ اجلاس کے افسران کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔

اس اجلاس میں صرف مسلم ممالک کے خلاف سازشیں ہو رہی تھیں اور یہ طے کیا جا رہا تھا کہ ان کی سازشوں کی تکمیل میں صرف بابا صاحب کا ادارہ رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ اگر بڑے ممالک متحد ہو کر اچانک بابا صاحب کے ادارے پر بھرپور حملے کرتے رہیں گے۔ تو وہ ادارہ ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو جائے گا۔

اس سازش کی اہم بات یہ تھی کہ بھرپور حملے ایسے وقت کیے جائیں جب تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود ہوں اور اچانک حملوں کے باعث انہیں بھی ادارے سے فرار ہونے کا موقع نہ ملے۔ یوں تو دین اسلام کے آغاز سے عیسائیوں اور یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی تھی۔ ہر صدی میں' ہر دور میں مسلمانوں کے خلاف بے پناہ طاقت کے مظاہرے کیے گئے۔ صدیوں کے تجربات نے دشمنانِ اسلام کو یہ سمجھا دیا کہ مسلمانوں کے اتحاد کو بکھیر دینے کے بعد ہی انہیں کمزور کر کے اپنا تابع اور محتاج بنا کر رکھا جا سکتا ہے۔

بیسویں صدی کے اختتام تک یہی ہو رہا ہے۔ کئی مسلم ممالک امریکا اور روس وغیرہ کے زیرِ اثر رہ کر صرف اپنے تخت و تاج کی سلامتی کے لیے کوشاں ہیں۔ لبنان اور بوسنیا اور کوسووجیسے ملکوں میں لاکھوں مسلمانوں کے قتلِ عام پر مسلم ممالک کے سربراہ رسمی طور پر احتجاج کر کے خاموشی سے تماشا دیکھ رہے ہیں۔

بابا فرید واسطی کے قائم کردہ مستحکم اور ناقابلِ شکست ادارے پر بھی حملے ہوں گے تو کسی سے صرف ہمدردی کی توقع کی جائے گی لیکن عملی کارروائیوں کی کبھی توقع نہیں کی جا سکے گی۔ ہمیں اپنا دفاع خود کرنا تھا۔ اس لیے ہم تیاریاں شروع کر چکے تھے۔

خیال خوانی کرنے کے دوران میں میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا "کون؟"

جواب میں ایک نسوانی سرد آہ سنائی دی۔ وہ آہ کرے۔۔۔یا آہا کرے۔ میں اسے لاکھوں کروڑوں میں پہچان سکتا تھا۔ میں نے خوشی سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "سونیا! میری جان! تم پہلی بار خیال خوانی کر رہی ہو۔ تم میرے خیالات سے خوشی کا اندازہ کر سکتی ہو۔"

"ہاں تم سے زیادہ خوشی اور بھلا کسے ہو سکتی ہے؟ میں یہ علم سیکھنے سے ہمیشہ انکار کرتی رہی۔ دو دو چار چار دشمن سامنے آئیں تو ان سے تنہا نمٹ لیتی ہوں لیکن اب تو دشمنوں کے ارادے تباہ کن ہو گئے ہیں۔ وہ سب متحد ہو کر میرے بابا صاحب کے ادارے کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ بابا فرید واسطی نے اپنے آخری لمحات میں کہا تھا کہ اس ادارے کو قائم رکھنے کے لیے اپنے مزاج کے خلاف بھی

کچھ کرنا پڑے تو کبھی گریز نہ کرنا۔"

"اسی لیے تم نے ٹیلی پیتھی سیکھ لی۔"

"ہاں۔ اب بتاؤ۔ بنیادی معلومات کیا ہیں؟"

"وہ ادارے پر حملے کریں گے لیکن صحیح وقت کے انتظار میں ہیں۔ انہوں نے یہ معلوم کرنے کے لیے کئی سراغ رساں چھوڑ رکھے ہیں کہ کسی خاص دن یا کسی خاص تقریب میں ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس ادارے میں یک جا ہوں تو ایسے ہی وقت منظم حملے کیے جائیں گے۔"

"پچھلے تین دنوں سے تمام خیال خوانی کرنے والے ادارے میں موجود تھے اور اب خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ ہو چکا ہے اور ان کے فرشتوں کو پتا نہیں ہے کہ ہم کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟"

"ان کے پاس چار دن پہلے کی رپورٹ ہے کہ علی اور فہمی پیرس میں ہیں۔ جلال پاشا' ثانی' پارس اور پورس لندن میں کہیں ہیں۔ میں اور تم قاہرہ میں سگمٹا کو اسپتال پہنچا کر امریکن سی آئی اے کی پوری ٹیم کو تباہ کر چکے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ چار دنوں میں وہ تمام رپورٹ پرانی ہو چکی ہے۔"

"اب تمہارے کیا ارادے ہیں؟"

"انہیں ادارے پر حملے کرنے کے خواب دیکھنے دو۔ ہم انہیں مختلف معاملات میں شاک پہنچاتے رہیں گے۔ میں نے دو مجاہدینِ اعظم کا مطالبہ کیا ہے۔ وہ مجاہدین چار ایسے فوجی افسران کی قید میں ہیں جو یوگا جانتے ہیں اور انہوں نے اپنی حکومت کے اس حکم سے انکار کیا ہے کہ مجاہدین کو رہا کریں گے۔"

"فرہاد! یہ امریکن ڈراما ہے۔"

"ڈراما ہونے دو۔ ان چار روپوش افسران کو ڈھونڈ کر نکالنا ہے۔ انہوں نے دو مجاہدین کے علاوہ مہاراج اور مہیش کو بھی کہیں چھپا کر رکھا ہے۔"

"یعنی وہ تعداد میں آٹھ ہیں۔"

"ہاں لیکن ایک خفیہ اڈے سے فرار ہوتے وقت وہ تعداد میں چھ تھے۔ ان چار افسران کے ساتھ یا تو مہاراج اور مہیش تھے یا پھر وہ دو مجاہدین ہوں گے۔ میں نے امریکی اکابرین کو سختی سے منع کیا ہے کہ وہ انہیں تلاش نہ کریں۔ ورنہ وہ گرفتار ہونے سے پہلے دونوں مجاہدین کو ہلاک کر دیں گے۔"

"یعنی ہم خاموشی سے انہیں تلاش کریں گے؟"

"ہاں کوئی ایسی چال چلو کہ انہیں خبر نہ ہو اور ہم ان کی شہ رگ تک پہنچ جائیں۔"

"مجھے ذرا غور کرنے دو۔ یا تو ہم ان کے خفیہ اڈے تک پہنچیں گے یا پھر انہیں ظاہر ہونے پر مجبور کریں گے۔"

وہ چلی گئی۔ آدھے گھنٹے بعد واپس آ کر بولی "پردیس میں رہنے والوں کو اپنے دیس کی کوئی چیز مل جائے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں' ایک بنگالی کو امریکا میں رس گلا مل جائے تو وہ اسے ایک نعمت سمجھ کر کھائے گا۔ ایک پنجابی ریڈیو سے پنجابی موسیقی سن لے تو مست ہو کر بھنگڑا ڈالنے لگتا ہے۔ اسی طرح مہاراج اور مہیش کو بھی بھارت کی کسی چیز سے لگاؤ ہو گا۔"

"درست کہتی ہو۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ بیٹے کی ہر ضرورت پوری کی جاتی ہے۔ ان میں ایسی ضرورت کی چیز کیا ہو گی جو بھارت سے منگوا کر انہیں دی جاتی ہو گی؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں منسٹری آف انفارمیشن اور پریس اینڈ پبلی کیشنز والے تمام ممالک کے اخبارات منگواتے ہیں تاکہ ان ممالک کے اندرونی سیاسی حالات معلوم ہو سکیں اور ان کے ایڈیٹوریل سے دوسرے ملکوں کے متعلق اپنے طور پر اپنی رائے قائم کر سکیں۔ امریکا کے تمام بڑے شہروں میں ہر ملک اور ہر زبان کے اخبارات آتے ہیں۔ کیا وہ باپ بیٹے ہندی اخبارات پڑھنے کا مطالبہ نہیں کرتے ہوں گے؟"

"بے شک وہ چاروں افسران بھی یہ چاہتے ہوں گے کہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہندی اخبارات کے ذریعے وہاں کے سیاست دانوں کے بیانات پڑھ کر ان کے اندر چھپی ہوئی دوغلی پالیسیوں کے متعلق معلومات حاصل ہوتی رہیں۔ واہ میری جان! تم نے کیا نکتہ نکالا ہے۔"

"پہنچنے کا راستہ تو مل رہا ہے لیکن امریکی ریاست کی منسٹری آف انفارمیشن پہنچ کر معلوم کرنا ہو گا کہ مختلف زبانوں کے اخبارات کے تقسیم کنندہ کون کون ہیں اور ان کے ہاکر ہندی اخبارات کہاں کہاں پہنچاتے ہیں؟"

"ہمارے پاس اب ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں رہی ہے۔ ابھی ان سب سے کہتے ہیں کہ وہ امریکا کی ایک ایک اسٹیٹ میں جائیں اور معلومات حاصل کریں۔"

ہم دونوں اپنے مختلف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس جا کر انہیں ہدایات دینے لگے کہ وہ امریکا کی ہر ریاست میں جا کر ہندی اخبارات کے تقسیم کنندگان کے خیالات پڑھیں اور جہاں جہاں ہندی اخبارات پہنچتے ہوں' وہاں کے نام پتے اور فون نمبر معلوم کریں۔

میں' سونیا' سلمان' جلال پاشا' ثنا' ثانی' پارس اور ادارے سے تعلق رکھنے والے کئی ٹیلی پیتھی سیکھنے والے سراغ رساں اس کام میں لگ گئے۔ صرف فہمی کو چھوڑ دیا گیا۔ وہ افغانستان میں علی کے ساتھ مصروف تھی۔ اس ایک کی کمی سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ہمارے پاس تو جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تھی۔ شام سے پہلے ہی کئی مشکوک نام' پتے اور فون نمبر معلوم ہوئے۔ ان مشکوک پتوں میں سے ایک بنگلا میکسیکو کے ایک پہاڑی علاقے میں تھا۔ وہاں ریٹائرڈ فوجی افسران نے زیادہ تعداد میں رہائش اختیار کی ہوئی تھی۔ ثانی نے آ کر کہا "پاپا! میں مہاراج کے دماغ میں پہنچ گئی

ہوں۔ ایک گن مین نے اس کے سر پر رائفل کے دستے سے ضرب لگائی تھی۔ وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔ اپنی پچھلی زندگی بھول گیا ہے۔"

"جب وہ پچھلے واقعات بھول چکا ہے تو تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ کسی گن مین نے اسے بے ہوش کیا تھا؟"

"وہاں مہاراج کے بیڈ کے پاس سیکیورٹی افسر گارڈز اور ایک ہپناٹائز کرنے والا موجود ہے۔ وہ آپس میں مہاراج کی موجودہ حالت کے بارے میں باتیں کررہے ہیں۔ آپ ان سب کے دماغوں میں جاسکتے ہیں۔"

میں' سونیا اور کئی خیال خوانی کرنے والے ثانی کے ذریعے وہاں موجود رہنے والوں کے دماغوں میں پہنچ گئے پھر ان کے ذریعے بنگلے کے باہر ڈیوٹی پر رہنے والے گارڈز کے اندر پہنچے۔ اس بنگلے کے دوسرے حصے میں نمیش تھا۔ اسے اپنے باپ کے بارے میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر احتجاج کررہا تھا کہ اس کے باپ کو کیوں زخمی کیا گیا تھا اور اس کی بے ہوشی کے بارے میں بیٹے کو کیوں نہیں بتایا گیا تھا؟

میں مستقل مہاراج کے دماغ میں تھا۔ اس کے چور خیالات بھی الجھے ہوئے تھے۔ اسی وقت ہپناٹائز کرنے والے ثانی نے کہا۔ "میرے پچھلے تنویمی عمل کے اثرات کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ نمیش پر فوراً عمل کرنا ضروری ہے۔ اس پر عمل کیے جانے تک کسی تجربہ کار ڈاکٹر کو بلا کر مہاراج کا معائنہ کرایا جائے۔"

میں نے ادارے کے ایک سراغ رساں سے کہا "تم ہپناٹائز کرنے والے کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھو گے اور نمیش کے دماغ میں اپنی آواز اور لب ولہجہ گھس کر دو گے۔ میں اور سونیا اس ہپناٹائز کرنے والے اور نمیش کے دماغ میں رہیں گے۔ سونیا جیسا کہے گی' تم ویسا ہی کرو گے۔"

میں ابھی نمیش کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ سانس روک لیتا اور یہ ظاہر ہوجاتا کہ وہاں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی موجود ہیں۔ سونیا نے کہا "اے ٹیلی پیتھی کے شہنشاہ! میرے پیارے سرتاج! کچھ میرے دماغ سے بھی کام کرو۔"

"تم پھر دور کی کوڑی لائی ہو؟"

اس نے مجھے دور کی کوڑی سمجھائی۔ حالانکہ یہ بات میں خود سوچ سکتا تھا مگر اس کا ذہن بیک وقت کئی معاملات پر توجہ دیتا رہتا تھا۔ بہرحال میں نے مہاراج کا لب ولہجہ اختیار کیا اور نمیش کے دماغ میں آکر بولا "بیٹے! میں ہوں۔"

نمیش نے سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو نہیں بھگایا۔ حیرانی سے بولا "یہ لوگ کہہ رہے تھے اور میں بھی تھوڑی دیر کے لیے آپ کے پاس گیا تھا مگر آپ سب کچھ بھولے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھے بھی نہیں پہچانا۔"

"بیٹے! اس لئے نہیں پہچانا کہ اس وقت وہ لوگ میرے قریب تھے' میری کسی غلطی سے سمجھ لینے کہ میں خیال خوانی کررہا ہوں۔"

"آپ پچھلی زندگی بھول جانے کی ایکٹنگ کیوں کررہے ہیں؟"

"میں یہ چال اس لئے چل رہا ہوں کہ یہ ہپناٹائز کرنے والا تم پر عمل کرتا رہے گا تو میں تمہارے دماغ میں رہ کر اس کے عمل کو ناکام بناتا رہوں گا اور تم یوں ظاہر کرنا جیسے سچ مچ تنویمی عمل کے زیر اثر آگئے ہو؟"

"واہ ڈیڈی! آپ کیا زبردست چال چل رہے ہیں۔ جب یہ کمبخت آپ پر عمل کرے گا تو میں آپ کے دماغ میں چھپ کر اس کے تنویمی عمل کو ناکام بناؤں گا۔ اس طرح ہم آئندہ کسی کے تابع نہیں رہیں گے۔"

اسی وقت ہپناٹائز کرنے والے نے نمیش کے پاس آکر کہا۔ "اٹھو اور اپنے بیڈ پر لیٹ جاؤ۔"

نمیش نے حکم سے انکار نہیں کیا۔ وہ مطمئن تھا کہ اسے تنویمی عمل سے بچانے والا اس کا باپ دماغ میں موجود ہے۔ وہ بستر پر آکر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ ہپناٹائز کرنے والے کا دماغ ہمارے سراغرساں جبار ہاشمی کے قبضے میں تھا۔ وہ سونیا کی ہدایات کے مطابق عمل کرنے لگا۔

اس عمل کے وقت میں نمیش کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ وہ باپ بیٹے ان چاروں یوگا جاننے والے افسران کی رہائش گاہ سے واقف نہیں تھے۔ ان کے تابع تھے۔ اس لئے پوچھ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کی خفیہ رہائش گاہ کہاں ہے؟ البتہ ایک ایسی بات معلوم ہوگئی جس کی ہم توقع نہیں کرسکتے تھے۔

دو یا تین گھنٹے پہلے مہاراج نے خیال خوانی کے ذریعے نمیش سے کہا تھا کہ اس کا ایک چیلا شیوا جی سادھرن گوا میں ہے۔ اس کی ہونے والی پتنی اوما ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ جب وہ ہپناٹائز کرنے والا آئے گا تو اوما مہاراج کے دماغ میں رہ کر اس کے عمل کو ناکام بنا دے گی۔ اس طرح اس کے بیٹے پر بھی ہپناٹائز کرنے والے کا عمل کامیاب نہیں ہوسکے گا اور وہ چاروں یوگا جاننے والے افسران دھوکا کھاتے رہیں گے کہ وہ باپ بیٹے ان کے تابع ہیں۔

ہمارے لئے یہ سوال اہم تھا کہ اوما کون ہے؟ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں یہ نام پہلے کبھی نہیں سنا گیا تھا۔ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے زیادہ سر کھپانے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ خیال سیدھا نیلاں کی طرف جاتا تھا۔ وہ ناصرہ کا جسم چھوڑ چکی تھی۔ اب اسے اوما نامی کسی عورت کا جسم مل گیا ہوگا۔

اب یہ معلوم کرنا تھا کہ ادھوری آتما شکتی کے باوجود اس نے جسم کیسے تبدیل کیا؟ یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ جب پورس اس کے پیچھے پڑے گا تو اسے پاتال سے اور سمندر کی تہ سے بھی نکال لائے گا۔

میں اس بنگلے کے سیکیورٹی افسر کے دماغ میں پہنچا۔ وہ موبائل فون پر یوگا جاننے والے ایک افسر کو مہاراج کی حالت بتا رہا تھا۔

افسر کہہ رہا تھا۔ "اس کی یادداشت گم ہونے سے کیا ہوتا ہے؟ اس پر پھر تنویمی عمل کراؤ۔"

"سر! یہ مہاراج فی الحال آپ کے کام کا نہیں ہے کیونکہ اپنی پچھلی زندگی کے ساتھ ساتھ ٹیلی پیتھی کا علم بھی بھول گیا ہے۔ پہلے اس کی یادداشت واپس لانی ہوگی۔"

افسر نے ناگواری سے "شٹ" کہہ کر فون بند کردیا۔ جب نمیش پر تنویمی عمل ہماری مرضی کے مطابق مکمل ہوگیا اور وہ تنویمی نیند سو گیا تو سونیا نے مجھ سے کہا۔ "عمل ہمارا سراغ رساں جبار ہاشمی کررہا تھا۔ میں کبھی کبھی ضروری ہدایات دے رہی تھی اور ہپناٹائز کرنے والے کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ پتا چلا اس نے سیکیورٹی افسر پر بھی ایک مختصر سا تنویمی عمل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یوں تو وہ سیکیورٹی افسر عام حالات میں نارمل رہے گا لیکن جب چاروں یوگا جاننے والے افسران میں سے کوئی فون پر یہ کوڈ ورڈز ادا کرے گا۔ "کم بلاکنڈلی ٹو مائی ڈور (میرے دروازے پر ایک اندھے کی طرح آؤ) یہ سن کر سیکیورٹی افسر کو یاد آجائے گا کہ وہ چاروں افسر کس بنگلے میں رہتے ہیں۔ وہ ان کے پاس حاضری دے کر ضروری معاملات طے کرکے واپس آجائے گا۔ اسے پھر موبائل پر کہا جائے گا۔ "آئی ڈونٹ ریمیمبر اینی تھنگ اباؤٹ مائی ماسٹرز۔" (مجھے اپنے مالکان کے بارے میں کچھ یاد نہیں ہے) یہ کوڈ ورڈز سنتے ہی اپنے چاروں افسر آقاؤں کی رہائش گاہ بھول جائے گا۔"

ہمیں رفتہ رفتہ اپنی منزل مل رہی تھی۔ میں نے سونیا کو بتایا کہ بھارت میں ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے جو خود کو اوما کہتی ہے۔ ایک بھرپور اندازے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیلاں ہے اور ناصرہ کا جسم چھوڑ کر کسی اوما کے جسم میں سما گئی ہے۔ آئندہ پورس معلوم کرے گا کہ وہ کون ہے؟ اور کہاں اس کی گرفت میں آسکتی ہے؟

ثانی نے مسکرا کر کہا۔ "پاپا! آپ کا بیٹا پورس زخمی ہے۔ وہ بڑی ذہانت کے ساتھ ٹائم مشین سے گزر رہا تھا اور سو فیصد مارکس حاصل کرتا جارہا تھا لیکن آخری مرحلے میں ٹائم مشین سے مار کھا گیا۔"

سونیا نے کہا۔ "میں نے پہلے ہی اسے سمجھا دیا تھا کہ آخری مرحلہ بہت ہی دشوار ہے۔ وہاں سے گزرتے وقت ایک سیکنڈ کے سوویں حصے کا حساب رکھنا پڑتا ہے۔ یقیناً اس کا ذہن بھٹک گیا ہوگا۔"

میں نے بیٹے کے زخمی ہونے کی بات سنی تو دل مچل گیا۔ فوراً اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا۔ "بیٹے! کیا بہت زیادہ زخمی ہو؟"

وہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اٹھ کر جوگنگ کرتے ہوئے بولا۔ "نو پاپا! دیکھ لیں۔ تمام زخم بھر چکے ہیں۔"

"اچھا! تو آمنہ بھی تمہارے زخم دیکھ نہ سکی۔ روحانی عمل سے علاج وچھو بند نہ دیا ہے۔"

"یس پاپا! مجھے ماں باپ کا ایسا پیار مل رہا ہے کہ یہی جگہ میرے لئے جنت بن گئی ہے۔"

"بیٹے! تم تو غیر معمولی ذہانت رکھتے ہو پھر آخری مرحلے میں مشین سے مار کیسے کھا گئے؟"

"مار نہیں کھائی۔ دھوکا کھا گیا۔ ٹھیک آخری مرحلے پر میں نے اپنے دماغ میں نیلاں کی آواز سنی۔ بس اسی وقت ذہن بھٹک گیا۔ میں اس بری طرح زخمی ہوا تھا کہ نیلاں مجھ پر تنویمی عمل کرسکتی تھی لیکن مانے کہا۔ وہ کچھ نہیں کرسکتی تھی کیونکہ جیسے ہی میرے دماغ میں آکر اسے معلوم ہوا کہ میں بابا صاحب کے ادارے میں ہوں وہ فوراً بھاگ گئی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ آخری مرحلے سے گزر کر اپنے مارکس پورے کرو پھر نیلاں تک پہنچنے کا راستہ مل جائے گا۔"

ادھر نمیش تنویمی نیند پوری کرچکا تھا۔ پارس سراغ رساں جبار ہاشمی کی آواز اور اس کے لب ولہجے میں بولا۔ "اس عورت اوما کا لب ولہجہ یاد کرو اور اسے زبان سے ادا کرو۔"

نمیش نے کہا۔ "اوما میرے دماغ میں نہیں ڈیڈی کے دماغ میں آئی تھی۔ ڈیڈی نے کہا تھا کہ وہ میرے پاس بھی آئے گی لیکن پتا نہیں کیوں وہ ابھی تک نہیں آئی۔"

پارس نے کہا۔ "کیا مصیبت ہے۔ تیرے بڈھے باپ کی کھوپڑی الٹ گئی ہے۔ پتا نہیں وہ کب نارمل ہوگا۔ مجھے اپنے بھائی کو کسی طرح بھی اوما تک پہنچانا ہے۔"

پھر وہ مہاراج کے دماغ میں آیا۔ اس کے بیڈ کے پاس وہی ہپناٹائز کرنے والا کھڑا ہوا تھا۔ اس کے دماغ میں جلال پاشا اسے یاد دلا رہا تھا۔ "مہاراج! یاد کرو۔ پرانی دلی' وہاں سے تین میل کے بعد تمہاری ایک پرانی حویلی ہے۔ میں جو کہہ رہا ہوں اسے تصور میں دیکھتے جاؤ جیسے فلم دیکھ رہے ہو۔ سمندر کا ساحلی شہر پوری' وہاں فرہاد نے تمہاری جان بچائی تھی۔ تم اس کے فرماں بردار بن گئے تھے لیکن اپنی عادت کے مطابق کچھ عرصے بعد اپنے محسن فرہاد سے عداوت شروع کردی تھی۔"

جلال پاشا اسے ایک ایک بات یاد دلا رہا تھا۔ وہ تصور میں دیکھ رہا تھا کہ امریکا میں بھی اس نے کس طرح پارس اور ثانی وغیرہ کو دھوکا دیا تھا پھر اپنے بیٹے نمیش کے ساتھ حکومتِ امریکا کا غلام بن گیا تھا۔

مہاراج تصور میں دیکھ رہا تھا۔ اسے کچھ کچھ یاد آرہا تھا۔ پارس نے جلال پاشا سے کہا۔ "انکل! آپ اس ہپناٹائز کرنے والے کو یہاں سے لے جائیں۔ میں اس بڈھے کو ماضی کی فلم دکھا رہا ہوں۔"

جلال پاشا ہپناٹائز کرنے والے کے دماغ میں پہنچ کر اسے وہاں سے لے گیا۔ پارس نے مہاراج سے کہا۔ "ابے او بڈھے! مجھے

اس عمر میں تیری گزری ہوئی جوانی کی قسم کیسے دکھاؤں۔ ذرا حساب کر کے بتا تو نے کہاں کہاں اپنا منہ کالا کیا ہے۔ تیری کتنی بیویاں تھیں؟ اگر میں ایک بولوں تو تُو ایک انگلی اٹھانا... ایک۔"

مہاراج نے ایک انگلی اٹھائی۔ پارس نے کہا۔ "دو۔"

مہاراج نے کہا۔ "ہمارے دھرم میں دو بیویاں نہیں رکھتے ہیں۔"

"اپنے شراب خانوں میں دو سو بیویاں تو رکھتے ہیں۔"

"نہیں وہ بیویاں نہیں ہوتیں۔ آنی جانی چیزیں ہوتی ہیں۔"

"تیری بیوی نے کتنے آنے جانے والے رکھے ہیں۔"

"خبردار! میری بیوی ستی ساوتری ہے۔ اس کے دامن میں دھبا نہ لگانا۔"

"اس کا مطلب ہے، تجھے پچھلی باتیں یاد آگئی ہیں؟"

"کیا میں پچھلی باتیں بھول گیا تھا؟"

"بالکل نہیں۔ تجھے تو یہ بھی یاد ہے کہ شیواجی کی ہونے والی بیوی کس آواز اور لب و لہجے میں بولتی تھی۔"

"ہاں۔ وہ آنے والی تھی۔ پتا نہیں کہاں رہ گئی ہے؟"

"وہ شادی کر رہی ہے۔ مجھے تیرے پاس یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا ہے کہ تو نے اس کا لب و لہجہ یاد رکھا ہے یا نہیں؟ چل جلدی سے سنا۔"

مہاراج چند لمحوں تک سوچنے کے بعد اوما کے لب و لہجے میں بولنے لگا۔ پارس نے اسے توجہ سے سن کر کہا۔ "ابے ذرا اور اچھی طرح یاد کر کے بول۔"

وہ اچھی طرح یاد کر کے بولنے لگا لیکن پہلے کی طرح بول رہا تھا۔ پارس کو اطمینان ہو گیا کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔ اس نے جلال پاشا کے پاس آ کر کہا۔ "آپ ٹٹا کے ساتھ اسے سنبھالیں اور مہاراج پر تنویمی عمل کرائیں۔ میں جا رہا ہوں۔"

وہ پورس کے پاس آ کر اوما کے لب و لہجے میں بولا۔ "ارے ہرجائی! کب آ رہا ہے میرے پاس؟"

پورس نے پوچھا۔ "یہ تیری جنس کیسے بدل گئی؟"

"ہم دونوں کا مقدر ایک ہے۔ اب تیری بھی جنس بدلنے والی ہے۔ تجھے بھی اسی طرح بولنا ہو گا۔"

"میں کبھی نہیں بولوں گا۔"

"چل قسم کھا لے کہ نہیں بولے گا۔"

پورس نے اسے گھور کر دیکھا۔ "ابے او چکرباز! تو عورت نہیں بنے گا؟"

"اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے کبھی کبھی عورت بھی بننا پڑتا ہے۔"

"او گاڈ! اب سمجھا۔ کیا تو نے میری منزل کا پتا معلوم کر لیا ہے؟"

"معلوم کرنے کا فائدہ کیا ہے؟ تو اپنی جنس نہیں بدلے گا۔"

"یار! تو میرا بھائی ہے۔ تیرے لئے جان دے سکتا ہوں تو کیا جنس نہیں بدل سکتا۔ ویسے میں سمجھ گیا ہوں، تو اس کی آواز اور لب و لہجے میں بول رہا تھا جس کے اندر میری دشمن چھپی ہوئی ہے۔"

"اپنے مطلب کی بات سمجھ گیا ہے۔ اب تو عورت بن کر ناچے گا۔ اب غور سے سن۔ میں پھر اسی لب و لہجے میں بول رہا ہوں۔"

وہ دو تین بار اوما کی آواز اور لب و لہجے میں بولنے لگا۔ پورس نے توجہ سے سننے کے بعد اس لب و لہجے کو دہرایا۔ پارس نے کہا۔ "اس عورت کا نام اوما ہے۔ اس نے اب تک صرف مہاراج سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کی ہے۔ عیش کے خیالات کہہ رہے تھے کہ اس کے پاس بھی آنے والی تھی لیکن اب تک نہیں آئی۔ بعد میں پتا چلے گا کہ وہ ان کے پاس دوبارہ کیوں نہیں آئی؟"

"بعد میں کیوں پتا چلے گا؟ ہم ابھی اوما کے دماغ میں چلتے ہیں۔"

"ابھی نہیں جا سکتے۔ جلال انکل مہاراج پر تنویمی عمل کر رہے ہیں۔ تم مہاراج کی سوچ کی لہروں میں اوما کے پاس جاؤ گے تو وہ مہاراج کے دماغ میں آئے گی۔ اس طرح اسے معلوم ہو جائے گا کہ انکل اس پر عمل کر رہے ہیں۔"

"کیا مشکل ہے؟ ابھی تنویمی عمل ہو رہا ہے پھر وہ دو گھنٹے تک تنویمی نیند سوئے گا۔ اس کے بعد ہم کچھ کر سکیں گے۔"

"اس کے بعد بھی کچھ نہیں کریں گے۔ آج کا دن اور رات یہیں رہ کر صبر کرو کیونکہ پہلے تمہیں ٹائم مشین کے آخری مرحلے سے گزرنا ہے اور مطلوبہ مارکس حاصل کرنے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں ادارے سے جانے کی اجازت ملے گی۔"

"ہاں۔ یہ تو ضروری ہے۔ میں جب تک یہاں مصروف رہوں، تمہیں یہ معلوم کرتے رہنا چاہیے کہ اوما کہاں ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے؟"

"میں پوری کوشش کروں گا۔ ویسے اوما کے ساتھ بھی کوئی گڑبڑ ہے۔ وہ اب تک مہاراج کو پہنا ٹائر والے سے محفوظ رکھنے نہیں آئی ہے۔ یا تو وہ کسی دوسرے مسئلے میں پھنس گئی ہے یا پھر مہاراج اور شیواجی وغیرہ کو اُلو بنا رہی ہے۔"

پورس نے قائل ہو کر سر ہلایا۔ وہ دونوں اوما کے معاملے میں غور کرنے لگے۔

میں اور سونیا پلان کر رہے تھے کہ ان چاروں یوگا جاننے والے افسران تک کیسے پہنچیں۔ بظاہر پہنچنا آسان ہو گیا تھا۔ میں سیکیورٹی افسر کے موبائل فون پر کوڈ ورڈز ادا کرتا تو وہ تنویمی عمل کے زیر اثر ان چاروں کی رہائش گاہ تک پہنچ جاتا اور اس کا تعاقب کرتے ہوئے ہم پہنچ جاتے لیکن وہ چاروں اسے دور سے دیکھ کر ہی محتاط ہو جاتے کہ انہوں نے کوڈ ورڈز ادا نہیں کئے پھر وہ سیکیورٹی

افسر کیوں آ رہا ہے؟ انہیں فرار ہونے کا موقع مل جائے گا۔

سونیا میری بات توجہ سے سنتی رہی پھر بولی۔ "جب سیکیورٹی افسر کوڈ ورڈز کے ذریعے سحرزدہ ہو جائے گا تو کیا ہم اس کے دماغ میں رہ سکیں گے؟"

"یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ کوڈ ورڈز کے ذریعے اسے زیر اثر رکھنے کے دوران میں شاید اس کا دماغ لاک ہو جاتا ہو۔"

وہ بولی۔ "آزمانے میں کیا حرج ہے۔"

میں نے آزمائش کے طور پر اس کے موبائل نمبر پنچ کئے۔ رابطہ ہونے پر اس نے اپنے فون کو کان سے لگایا۔ میں نے آواز بدل کر کہا۔ "کم بلاؤ نڈلی ٹوٹالی ڈوبر۔"

یہ سنتے ہی وہ تنویمی عمل کے زیر اثر آ گیا۔ فون بند کر کے مہاراج کے بنگلے سے نکل کر ایک سمت پیدل جانے لگا۔ میرے فون کرتے وقت سونیا اس کے دماغ میں تھی۔ میں بھی چلا آیا۔ یعنی اس کا دماغ لاک نہیں ہوا تھا۔ سونیا نے اس کے چور خیالات سے معلوم کیا، وہ کہاں جا رہا ہے؟ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہاں سے دو کلو میٹر دور اس پہاڑی ٹاؤن میں ایک بنگلا ہے۔ وہ چاروں افسران وہاں رہتے ہیں۔ اس نے بنگلے کا نمبر اور پتا بتایا۔

سونیا نے پوچھا۔ "کیا اس بنگلے میں دو مجاہدین کو قیدی بنا کر رکھا گیا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "میں نے چاروں کے سوا کسی پانچویں کو اس بنگلے میں نہیں دیکھا ہے۔"

ہمارے لئے اتنی معلومات کافی تھیں۔ میں نے پھر اس کے موبائل فون پر رابطہ کیا اور کہا۔ "آئی ڈونٹ رپیمبر اِیٹی تھنگ باؤٹ مائی ماسٹرز۔"

یہ سنتے ہی وہ چلتے چلتے رک گیا۔ اپنے موبائل فون کو بند کر کے مہاراج کے بنگلے کی طرف واپس جانے لگا۔ وہ ہمیں اپنے آقاؤں کا پتا بتانے کے بعد خود بھول گیا تھا۔

بابا صاحب کے ادارے کے دو سراغ رساں جسمانی طور پر میکسیکو میں موجود تھے۔ میں نے ان چار افسروں کے بارے میں انہیں تفصیل سے بتایا پھر سمجھایا۔ "پہلے دو ری دور سے اس بنگلے کا جائزہ لیتے رہو۔ صبح کے وقت ان کے دروازے پر دودھ کی بوتلیں سپلائی کرنے والا آتا ہو گا۔ یا ان چاروں میں سے کوئی کھانے پینے کی ضروریات کا سامان لینے مارکیٹ جاتا ہو گا۔ وہ قیدی مجاہدین کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی کہیں جاتے ہوں گے۔ اگر نہیں جاتے ہیں تو اس کا مطلب ہے وہ مجاہدین انہی چاروں کے بنگلے میں کہیں چھپا کر رکھے گئے ہیں۔"

میں نے اپنے سراغ رسانوں کو تفصیل سے ہر بات سمجھا دی پھر ایک سیکیورٹی گارڈ کے ذریعے میں اور سونیا اس پہاڑی ٹاؤن کے ایک مرد اور عورت کے دماغ میں پہنچ گئے۔ انہیں آلۂ کار بنا کر اس خفیہ بنگلے کا جائزہ لینے لگے جو ہمارے لئے اب خفیہ نہیں رہا تھا۔

رات کے آٹھ بجے اس بنگلے سے ایک افسر اپنی کار میں بیٹھ کر کہیں جانا چاہتا تھا۔ اس وقت اس نے تھوڑی سی پی ہوئی تھی۔ جب ہم نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے اسے ایک ذرا لڑکھڑاتے ہوئے دیکھا تو ہمارا سارا مسئلہ ہی حل ہو گیا۔ میں اور سونیا اس کی آواز سنتے ہی دماغ میں پہنچ گئے۔

وہ کہیں جانے کے لئے کار میں بیٹھ گیا تھا۔ سونیا کی مرضی سے پھر کار سے باہر آ گیا۔ میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا دونوں مجاہدین اسی بنگلے میں قید کئے گئے ہیں لیکن دوستانہ انداز میں ان کے ساتھ رہتے ہیں کیونکہ پہنا ٹائر کرنے والے نے اپنے عمل کے ذریعے ان کے برین واش کئے تھے اور ان کی پچھلی زندگی بھلا دی تھی۔ میں نے میکسیکو کے دونوں سراغ رسانوں سے کہا۔ "بنگلے کے احاطے میں آ جاؤ۔ تمہیں کسی وقت بھی اندر جانے کے لئے کہا جائے گا۔"

وہ افسر سونیا کی مرضی کے مطابق بنگلے کے اندر آیا۔ تین افسران ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "مسٹر والٹن! تم پینے سے باز نہیں آتے ہو۔ کسی دن ہمیں پھنسواؤ گے۔ ابھی تم دوسری بوتل لانے جا رہے تھے پھر واپس کیوں آ گئے؟"

والٹن نے کہا۔ "ایسا بھی کیا ڈرنا؟ یہاں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا باپ بھی نہیں آ سکے گا۔ میں یہ سوچ کر واپس آیا ہوں کہ تمہارے جیسے ساتھیوں کو چھوڑ سکتا ہوں... مگر پینا نہیں چھوڑ سکتا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے ریوالور نکال لیا۔ ایک نے سہم کر کہا۔ "یہ کیا حرکت ہے۔ کیا تم دو پیگ پی کر ہی آؤٹ ہو گئے ہو؟"

اس نے جواب میں گولی چلائی۔ ایک ساتھی کو زخمی کیا۔ دوسرے کے پاس ہتھیار تھا۔ وہ اسے اپنے لباس سے نہ نکال سکا۔ سونیا نے بڑی پھرتی سے فائرنگ کرائی تھی اور تینوں کو زخمی کرنے کے بعد والٹن کو بھی مجبور کیا کہ وہ خود کو زخمی کرے تاکہ پھر کوئی ہماری خیال خوانی کی لہروں کو اپنے دماغوں میں نہ روک سکے۔

میں نے اپنے دونوں سراغ رسانوں سے کہا۔ "اندر جاؤ۔ وہاں دو مجاہدین ہیں۔ ان کے برین واش کئے گئے ہیں۔ انہیں جبراً اپنے اڈے پر لے جاؤ۔"

پھر میں نے سونیا سے کہا "اس پہنا ٹائر کرنے والے کو اپنے سراغ رسانوں کے اڈے پر لے جاؤ۔ وہ پھر ان پر تنویمی عمل کر کے ان مجاہدین کی یادداشت واپس لائے گا۔"

سونیا خیال خوانی کے ذریعے چلی گئی۔ ہمارے سراغ رساں ان مجاہدین کو جبراً پکڑ کر اپنی گاڑی میں لے گئے۔ فائرنگ کے باعث آس پاس کے بنگلوں سے کچھ لوگ نکل آئے تھے مگر ہمارا کام اتنی پھرتی سے ہوا تھا کہ کوئی ہمارے سراغ رسانوں کا راستہ بھی نہ روک سکا۔ کئی ریٹائرڈ فوجی افسران اپنے ہتھیاروں کے ساتھ اس بنگلے میں آئے۔ ان چار زخمی افسران سے پوچھنے لگے۔ وہ کون تھے؟

ہے۔"

"یہ تم باتیں بنا رہی ہو۔"

"آپ اپنے طور پر کچھ بھی سوچ سکتے ہیں۔"

"کیا تم نہیں چاہتیں کہ ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک رہیں گے تو دشمنوں پر بھاری پڑیں گے۔"

"میں یہ ضرور چاہتی ہوں لیکن آپ مجھ پر بھروسا نہیں کر رہے ہیں۔ آپ میری بات سمجھیں۔ میں بھی آپ کے اور میش کے دماغوں میں آنا چاہوں تو میرا راستہ روک دیا کریں۔ جب کوئی اہم معاملہ ہو تو ہم خیال خوانی کے ذریعے باتیں کریں۔ کیا یہ اصولی باتیں نہیں ہیں؟"

مہاراج کو تو اپنے پیلے سے دور ہو جانے پر غصہ آ رہا تھا لیکن پارس نے اسے قابو میں رکھا۔ وہ بولا۔ "ہاں تم اصولاً درست کہہ رہی ہو۔ ہم باپ بیٹے تمہاری مرضی کے مطابق بھارت آ رہے ہیں۔ تم کہاں ملو گی۔"

"آپ دہلی پہنچتے ہی مجھ سے دماغی رابطہ کریں۔ میں اور شیوا جی آپ کو ریسیو کرنے ایئرپورٹ آئیں گے۔"

اوما نے سانس روک لی۔ مہاراج نے بیٹے سے کہا۔ "تم میرے اندر رہ کر اس کی باتیں سن رہے تھے۔ ویسے تو وہ اصولی باتیں کر رہی ہے۔ ہمارا بھی فائدہ ہے کہ وہ وقت بے وقت ہمارے دماغوں میں آ کر باتیں کرنے کے بہانے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گی۔ ضروری بات کہہ کر چلی جایا کرے گی تمرہ ہے چالباز۔"

میش نے کہا۔ "یہ کھلی چالبازی ہے کہ اس نے شیوا جی کو کسی طرح کمزور بنا کر اس پر تنویمی عمل کیا۔ آپ گرو ہیں۔ اس نے شیوا جی کو آپ کا تابع نہیں رہنے دیا۔ اپنا تابع بنا لیا ہے۔"

پارس نے دونوں باپ بیٹے اور اوما اور شیوا جی سے تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد پورس کا انتظار کیا۔ جب وہ ٹائم مشین کے آخری مرحلے سے کامیاب ہو کر آیا تو اسے یہ تمام باتیں بتائیں۔ وہ بولا۔ "نیلماں کی سب سے پہلی کوشش یہی ہوگی کہ کسی ویرانے میں جا کر یا کسی خفیہ مکان میں رہ کر اپنی ادھوری آتما شکتی کو مکمل کرے۔ جبکہ اس نے مہاراج اور میش کو دہلی آنے کے لئے کہا ہے۔ وہ فراڈ کر رہی ہے۔ بھارت میں انہیں اِدھر سے اُدھر دوڑاتی رہے گی۔"

پورس نے کہا۔ "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ بیٹے کو دشمن نہیں بنائے گی۔ دوستی کا جھانسا دیتی رہے گی اور ان کی ٹیلی پیتھی سے بھی کام لیتی رہے گی۔ یہ اچھی بات ہے۔ ان سے رابطہ رکھنے کے دوران میں اس سے کوئی غلطی ہو سکتی ہے۔ ہمیں بھی بھارت جانا ہوگا۔"

ٹائی نے پارس سے کہا۔ "یہ پورس کہہ رہا ہے۔ ہمیں بھی بھارت جانا ہوگا۔ باقی دو اے ہماری تعداد کیا ہوگی؟"

پارس نے کہا۔ "بھئی تم تو میرا سایہ ہو۔ آدمیوں کی گنتی ہو ہے۔ سائے کی گنتی نہیں ہوتی۔"

وہ بولی۔ "مگر ایسے سائے کی گنتی ہوتی ہے جو سورج ڈوبنے کے بعد بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے باوجود ساتھ رہتا ہے۔ پورس تم بھی کچھ بولو؟"

"کیا بولوں؟ تم میری بھابی ہو اور میں تمہاری انسلٹ نہیں کرنا چاہتا۔ دیکھو نا' شیطان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ سائے کی طرح پیچھے پڑا رہتا ہے۔ اندھیرے میں تو اور پیچھے پڑ جاتا ہے۔ میں اپنی پیاری بھابی جان کو سایہ نہیں کہوں گا۔"

ٹائی اور پورس نے ہنستے ہوئے ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ پارس نے کہا۔ "بچو! بہت ہنس رہے ہو۔ میں تمہارے لئے بھی ایسی ہی ایک مذاق اڑانے والی کا بندوبست کروں گا۔"

ٹائی نے کہا۔ "افسوس جناب تیمرزی نے میرے صاحب کو میرا مجازی خدا بنا کر ساری آزادی ختم کر دی ہے۔"

پورس نے پارس سے کہا۔ "تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے میں تم سے عمر میں چند سیکنڈ چھوٹا ہوں۔ ابھی میری شادی کی عمر نہیں ہوئی ہے۔"

"تو پھر چند سیکنڈ کے بعد بالغ ہو جاؤ گے۔"

ٹائی نے کہا۔ "یہ کیا تم دونوں نے فضول باتیں شروع کر دی ہیں؟ کام کی بات کرو۔ مہاراج اور میش اتنے ذہین نہیں ہیں کہ کسی چالبازی سے بھارت پہنچ جائیں۔ انہیں ہم ہی امریکا سے نکال سکتے ہیں۔"

پورس نے تائید کی۔ "وہ کوئی حماقت کریں گے تو پھر دشمنوں کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔"

انہوں نے اس سلسلے میں مجھ سے مشورہ کیا۔ میں نے کہا۔ "تم تینوں بھارت جاؤ۔ میں ان باپ بیٹے کو دہلی پہنچا دوں گا۔"

میں نے ان سے وعدہ کر کے ایک امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا۔ "تم اکابرین سے انٹرکنکشن کے ذریعے رابطہ کرو۔ میں پندرہ منٹ کے بعد آؤں گا۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ سونیا نے میرے دماغ میں آ کر کہا۔ "ٹائی اب اسرائیل میں الپا کا رول ادا نہیں کر رہی ہے۔ ہمارے دونوں مجاہدین ہمیں مل چکے ہیں۔ الپا جیسی بے وفا اور دوغلی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو کسی اسلامی ملک میں نہیں رہنا چاہیے۔ اگر ہماری توقع کے خلاف وہ کسی وجہ سے تنویمی عمل کے اثر سے نکل جائے گی تو لیبیا میں تخریبی کارروائیاں ضرور کرے گی۔ اسے اسرائیل واپس بھیج دو۔"

"ٹھیک ہے۔ تم الپا کے لب و لہجے میں برین آدم سے رابطہ کر کے کہہ دو کہ وہ کل تل ابیب پہنچنے والی ہے۔ لیبیا کے اکابرین سے بھی کہہ دو کہ وہ الپا کو وہاں سے جانے کی اجازت دے دیں۔"

سونیا چلی گئی۔ میں نے فوج کے اعلیٰ افسر کے پاس آ کر اس سے

خیالات پڑھے پھر اس کی زبان سے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تم لوگوں نے یہ خوش خبری سن لی ہوگی کہ وہ چاروں چالباز یوگا جاننے والے افسران کیسے عذاب میں مبتلا ہیں۔ وہ اپنے زخموں کی خود مرہم پٹی کر سکتے ہیں اور نہ کسی ڈاکٹر سے کرا سکتے ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "ہم جانتے تھے کہ وہ آپ سے نہ خود چھپ سکیں گے اور نہ مجاہدین کو چھپا سکیں گے لیکن انہیں اپنی یوگا کی صلاحیتوں اور ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ بیٹے پر بڑا بھروسا تھا۔"

"مسٹر فرہاد! کیا آپ نے ان مجاہدین کے علاوہ ان باپ بیٹے کو بھی ڈھونڈ نکالا ہے؟"

میں نے پوچھا۔ "کیوں پوچھ رہے ہو؟ کیا اب تمہارے ملک میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہا؟"

"آپ ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ ان باپ بیٹوں کے دماغوں میں جوسا بھرا ہوا ہے۔ آپ ان گدھوں کو قیدی بنا کر کیا کریں گے۔ انہیں بھیک کے طور پر ہمیں دے دیجئے۔"

"تم لوگوں نے یہ کہاوت سنی ہوگی نا؟ کھوٹا سکہ بھی کسی وقت کام آ جاتا ہے۔"

"جی ہاں۔ کھوٹا سکہ اندھوں کو خیرات دینے کے کام آتا ہے اور ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہم بالکل اندھے ہیں۔"

"غریب اور مکاری کو تم لوگوں سے زیادہ کون جانتا ہے؟ ثواب کمانے اور خیرات دینے میں دھوکا کرتے ہو۔ میں نے یہ اعتراف نہیں کیا ہے کہ ان باپ بیٹوں پر قابو پا چکا ہوں لیکن یہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہیں اور اب بھارت جانے والے ہیں۔"

"پلیز آپ ان کی نشاندہی کریں؟"

"کیوں کروں؟ تم لوگوں نے کبھی کوئی نیکی کی ہے؟ مجھ سے توقع نہ رکھو۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ مجاہدین کے سلسلے میں ہمیں دھوکا دینے کی سزا تمہیں نہیں دی گئی۔ وہ صرف چار افسران عبرتناک سزا پاتے رہیں گے۔ میں نے انہیں غائب دماغ رکھ کر ان کے ہی ہاتھوں سے زخموں پر ایسی دوا لگوا دی ہے کہ اب ان کے زخم بڑھتے اور پھیلتے ہوئے پورے جسم کو سڑاتے اور گلاتے رہیں گے۔"

میری باتیں سن کر وہ سہم گئے تھے اور سوچ رہے تھے۔ وہی سزا انہیں ملتی تو وہ سب ان چار افسروں کی طرح اپنے بنگلے میں بے یار و مددگار پڑے رہتے۔ میں پہلے ہی دھمکی دے چکا تھا کہ ان گداروں کے قریب جانے والا زندہ واپس نہیں آئے گا۔

میں نے کہا۔ "مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ بیٹوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن یہ بتا دوں کہ وہ تینوں افواج کے سربراہوں کے دماغوں میں ہیں۔ اگر امریکا سے باہر جاتے ہوئے انہیں گرفتار کرنے کی حماقت کی جائے گی تو وہ ان تینوں کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں خودکشی کرنے پر مجبور کر دیں گے۔"

ٹائی' پارس اور پورس کو میں نے بتایا کہ اب انہیں کیا کرنا ہے؟ انہوں نے ان باپ بیٹوں کو نیویارک جانے پر مائل کیا۔ ادھر میں نے' سلمان اور جلال پاشا نے تینوں افواج کے سربراہان کے دماغوں پر غالب آ کر انہیں اپنے ملک کے تمام اکابرین سے رابطہ کرنے پر مجبور کیا۔ ان تینوں نے ان سے کہا۔ "آپ حضرات ہمارے یوگا جاننے والے افسران کا انجام دیکھ رہے ہیں۔ اب وہ مہاراج اور میش ہمارے دماغوں میں آ کر دھمکیاں دے رہے ہیں کہ نیویارک سے ایشیائی ممالک کو جانے والی کسی بھی فلائٹ کے مسافر کی تصویر اینٹی میک اپ کیمروں سے نہ لی جائے اور نہ انہیں یہاں سے جانے سے روکا جائے ورنہ ہم مجبور ہو کر اپنے ہی ہتھیاروں سے خودکشی کر لیں گے۔"

وہ اکابرین بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ تینوں افواج کے سربراہان کو خواہ مخواہ سزائے موت ملے۔ انہوں نے نیویارک کی پولیس اور انٹیلیجنس کو سمجھا دیا کہ ایشیائی ممالک کی طرف جانے والے کسی بھی مسافر کو نہ روکا جائے۔ اس طرح ان باپ بیٹوں کے علاوہ مجاہدین اعظم فرہاد گیلانی اور قاسم بن حشام بھی بہ آسانی ملک سے باہر چلے گئے۔

○☆○

میں پچھلے باب میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ جب میں سونیا کے ساتھ لیبیا سے پیرس جا رہا تھا تو ہمیں ایک بوڑھی افغانی عورت ملی تھی۔ اس نے ہمیں بتایا تھا کہ افغانستان کی خانہ جنگی میں اس کا جوان بیٹا اور خاندان کے کئی عزیز و اقارب ہلاک کر دیے گئے ہیں۔ ان کے مکانات کو بمباری کے ذریعے کھنڈر بنا دیا گیا ہے۔

اب وہ بھی اپنی آخری سانسیں پوری کرنے اور اپنے وطن کی مٹی میں دفن ہونے جا رہی تھی۔ میں نے اور سونیا نے اسے سہارا دے کر طیارے کی ہیٹھی پر چڑھایا تھا پھر اس کی سیٹ پر اسے آرام سے بٹھا کر ہم اپنی سیٹوں پر آ کر بیٹھ گئے تھے۔ تب سونیا نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مظلوم افغانی عورت بوڑھی نہیں بلکہ بھرپور جوان ہے۔ اس نے اپنی مہارت سے میک اَپ اور گیٹ اَپ کیا تھا کہ سچ مچ بوڑھی لگتی تھی۔

میں نے اس کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ وہ اٹلی کے ایک کیمپ میں سراغ رسانی اور جدید ترین ہتھیار استعمال کرنے کی تربیت حاصل کر چکی تھی۔ اس کی طرح اور کئی افغانی عورتیں اور مرد بڑی بڑی رقم حاصل کرنے کے لالچ میں غیر ملکی دشمنوں کے آلۂ کار بنے ہوئے تھے جو بوڑھی بنی ہوئی تھی اس کا نام مہوز تھا۔ وہ کیمپ میں تربیت مکمل کر چکی تھی اور اب مجاہد اعظم مرحبا توصیف کو قتل کرنے یا کرانے کے لئے افغانستان جا رہی تھی۔

میں نے ٹائی' ٹشا اور جلال پاشا وغیرہ کو مہوز کے دماغ میں پہنچا دیا تھا پھر میرا اور سونیا کا سفر پیرس پہنچ کر ختم ہو گیا تھا لیکن خیال خوانی کے ذریعے مہوز کے بارے میں معلومات حاصل کی جا رہی تھیں۔ اسی دن ظہر کی نماز کے بعد جناب تیمرزی نے کہا تھا کہ

عارضی طور پر کانفرنس ملتوی کی جارہی ہے کیونکہ دشمنانِ اسلام بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرنے کی ناپاک سازشیں کررہے ہیں۔ انہوں نے علی کو ہدایت دی تھی کہ وہ فوراً افغانستان چلا جائے۔ فہمی ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرکے آدھی رات یا دوسری صبح تک علی کے پاس پہنچ جائے گی۔

ثانی اور ثنا نے علی سے کہا تھا جب تک فہمی اس کے پاس نہیں پہنچے گی' وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے علی کے پاس جاتی آتی رہیں گی اور افغانستان میں اسے بتائیں گی کہ مہروز کس علاقے میں کن لوگوں کے ساتھ ہے۔

اگرچہ مہروز ایک بوڑھی بن کر تنہا گئی تھی لیکن افغانستان میں اس کے کئی ایسے ساتھی تھے جو مخالف کیمپ میں ٹریننگ حاصل کرچکے تھے۔ ان میں سے پانچ ساتھیوں نے مہروز کا استقبال کیا پھر اسے اپنے ساتھ فرح کے علاقے میں لے آئے۔ یہ علاقہ مشرقی ایران کے قریب ہے۔ طالبان اور ایران کے درمیان کچھ اسی قسم کی کشیدگی تھی جیسا کہ عام مسلم ممالک کے درمیان ہے۔ ایران کی یہ بنیادی پالیسی ہے کہ وہ اپنے اطراف ایشیائی ممالک سے دوستی رکھے تاکہ یورپ اور امریکا کی برتری قائم نہ رہ سکے۔ اس کے برعکس طالبان' مجاہدین کی ایک ایسی جماعت تھی جو کم سے کم عرصے میں اچانک فوجی قوت بن کر افغانستان کے بیشتر علاقوں میں فتوحات حاصل کررہی تھی۔ یہ ایک راز تھا کہ اس جماعت کو مہنگے اور جدید ترین ہتھیار اور جنگی طیارے کہاں سے حاصل ہورہے ہیں اور مدرسوں میں پڑھنے والے طالبان کو جدید ہتھیار کا استعمال اور جنگی حکمتِ عملی کون سکھا رہا ہے؟

ویسے طالبان مذہبی اعتبار سے اور محبانِ وطن کی حیثیت سے کوئی منفی کارروائیاں نہیں کررہے تھے۔ ہم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی کچھ جاننے کے باوجود ان کے بارے میں بہت کچھ جاننے سے قاصر رہے تھے۔

مہروز نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "پورے افغانستان کا نقشہ میرے ذہن میں ہے۔ تم لوگ اس علاقے فرح میں اس لئے آئے ہو کہ یہاں طالبان کا قبضہ ہے اور سرحد پار ایران ہے۔ ہمارا دشمن مرحبا توصیف یا تو طالبان کی پناہ میں رہے گا یا پھر پناہ لینے ایران چلا جائے گا۔"

ایک ساتھی نے کہا۔ "درست سمجھ رہی ہو۔ مرحبا کے لئے پاکستان یہاں سے دور اور ایران نزدیک ہے۔ مرحبا کو یہاں خطرہ محسوس ہوگا تو وہ ایران جائے گا۔"

دوسرے ساتھی نے کہا۔ "طالبان کے کیمپ میں بڑا سخت پہرا ہے۔ انہوں نے ہمیں افغانی تسلیم کرکے یہاں قیام کرنے کی اجازت دی ہے لیکن کیمپ کے اندر جانے کی اجازت نہیں دیتے۔"

تیسرے ساتھی نے کہا۔ "یہاں کسی طرح مرحبا کے لئے خطرہ پیدا کیا جائے تو وہ ایرانی سرحد کی طرف بھاگے گا۔ ایسے وقت ہم اسے گولیوں سے چھلنی کردیں گے۔"

مہروز نے کہا۔ "ہم سب افغانی ہیں لیکن افغانی روایات کو بھول رہے ہیں۔ یہاں مرحبا کے لئے خطرہ پیدا کیا جائے گا تو طالبان اسے سخت پہرے میں رکھ کر کسی دوسرے علاقے کے کیمپ میں چلے جائیں گے لیکن اسے ایران نہیں جانے دیں گے کیونکہ افغانی اپنے مہمانوں کی خود حفاظت کرتے ہیں۔ مہمان پناہ کے لئے دوسرے قبیلے میں چلا جائے تو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ وہ مرحبا توصیف کو ایران نہیں جانے دیں گے۔"

چوتھے ساتھی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہم خوامخواہ بحث کررہے ہیں۔ ابھی تک یہ تصدیق نہیں ہوسکی ہے کہ مرحبا توصیف یہاں طالبان کے کیمپ میں ہے یا نہیں؟ پھر ہم میں سے کسی نے مرحبا توصیف کو دیکھا نہیں ہے۔ صرف اس کی تصویریں دیکھی ہیں۔ بہتر ہے پہلے اس کی یہاں موجودگی کی تصدیق کی جائے۔"

شام سے پہلے علی کوئٹہ پہنچ گیا۔ وہاں سے ایک پجیرو خرید کر افغانستان کی سرحد میں داخل ہوگیا۔ کوئٹہ میں پجیرو اور لینڈ کروزر جیسی چوری کی ہوئی گاڑیاں سستے داموں مل جاتی تھیں۔ علی کے پاس پاکستان کا پاسپورٹ اور دیگر اہم شناختی کاغذات تھے۔ وہ پہلے بھی ایک طویل عرصے تک لاہور میں رہ چکا تھا۔ اس نے افغانستان کی چیک پوسٹ پر اپنے کاغذات دکھائے۔ خود کو ایک صحافی ثابت کیا اور کہا کہ وہ ایسے علاقوں سے گزرے گا' جہاں طالبان غالب آچکے ہیں۔ دوسری کسی سیاسی جماعت کی مسلح پارٹیوں کے علاقوں سے نہیں جائے گا۔

ثانی اور ثنا نے خیال خوانی کے ذریعے اسے بتا دیا تھا کہ مہروز اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ فرح کے علاقے میں ہے اور جو بھی مختلف تربیتی کیمپوں سے آتے ہیں اور اتفاقاً کہیں ملتے ہیں تو ایک خاص کوڈ ورڈز سے پہچانے جاتے ہیں۔ مہروز کے چور خیالات نے بتایا تھا کہ کوڈ ورڈز کے طور پر پہلا شخص کہتا ہے۔ "وی آر ان دی تھارن وے (ہم کانٹوں کی راہ پر ہیں)"

دوسرا شخص جواباً کہتا ہے۔ "وی ہیو ٹو ڈو اور ڈائی (ہمیں مر جانا ہے یا کر جانا ہے)"

علی نے ایک افغانی گائیڈ کو اچھی خاصی رقم دے کر اس سے کہا تھا۔ "نمروز کے علاقے سے گزرنے والے راستے سے لے چلو۔ آج رات وہیں قیام کریں گے۔"

ثنا نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ "بھائی جان! آپ اتنی روانی سے پشتو کیسے بول لیتے ہیں؟"

"میں نے اور فہمی نے بہت عرصے تک لاہور میں رہ کر افغانی زبان سیکھی ہے۔ افغانستان میں پشتو کے علاوہ دوسری فارسی ملی جلی زبان اور شمالی حصے میں ازبکستان کی ملی جلی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جناب تیمرزی نے اسی لئے افغانستان جانے کے لئے میرا اور فہمی کا انتخاب کیا ہے۔"

"کیا ضروری ہے کہ فہمی آپ کے پاس افغانستان آئے؟ وہاں ہمیشہ گولیاں چلتی رہتی ہیں۔ بموں کے دھماکے ہوتے رہتے ہیں۔"

"میں نہیں چاہتا۔ وہ ادارے میں ہی رہ کر خیال خوانی کے ذریعے میرے کام آسکتی ہے۔ یہ بات تم اسے سمجھاؤ۔"

"فہمی ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد نیم بے ہوشی کی حالت میں ہے۔ وہ ہوش میں آئے گی تو اسے سمجھاؤں گی۔"

گاڑی آگے بڑھتے بڑھتے اچانک رک گئی۔ بیچ سڑک پر ایک عورت اوندھے منہ پڑی ہوئی تھی۔ علی نے کہا۔ "ثنا! تم ابھی میرے پاس موجود رہو۔"

ثانی نے کہا۔ "میں بھی موجود ہوں۔ ضرورت پڑی تو اور آجائیں گے۔"

گائیڈ بن کر ڈرائیو کرنے والا... دروازہ کھول کر باہر آیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سڑک پر پڑی ہوئی عورت کے قریب پہنچا۔ مسافروں کو لوٹنے والوں نے پرانا طریقہ اختیار کیا تھا۔ ڈرائیور نے جیسے ہی جھک کر اس عورت کو سیدھا کیا تو وہ زندہ تھی بلکہ زندہ تھا۔ وہ ریوالور اس کے سینے پر رکھ کر بولا۔ "گاڑی میں مال کیا ہے؟"

سڑک کے دونوں کناروں والی جھاڑیوں سے چھ افغانی کلاشن کوف لئے نمودار ہوئے۔ اتنی دیر میں ثانی مجھے اور سلمان کو بلا لائی تھی کیونکہ اس کے علاوہ ہم بھی وہاں کی زبانیں جانتے تھے۔

جھاڑیوں سے نکلنے والے ڈاکوؤں کے لیڈر نے اونچی آواز میں کہا۔ "جتنے مسافر گاڑی کے اندر ہیں وہ خالی ہاتھ باہر آجائیں۔"

میں نے اس کے ذریعے دوسرے ڈاکو ساتھیوں کو مخاطب کرنے پر مائل کیا۔ وہ ایک دوسرے سے محتاط رہنے کے لئے بولتے رہے۔ یہ بھی کہتے رہے کہ یہ طالبان میں سے کسی کی گاڑی ہوگی تو اس میں ہتھیار اور ہم بلا سٹنگ کا سامان بھی ہوگا۔

لیڈر نے پھر للکار کر کہا۔ "باہر آؤ۔ ورنہ ہم گرنیڈ کے ذریعے تمہاری گاڑی کے پرخچے اڑا دیں گے۔"

اندھیرے میں صرف دو ہیڈ لائٹس روشن تھیں۔ گاڑی کے اندر کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ علی نے کہا۔ "میں باہر نہیں آسکتا۔ مجبور ہوں۔ مجھے یہاں رسیوں سے باندھا گیا ہے۔ میری مدد کرو۔"

لیڈر نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ گاڑی کے دونوں طرف جاکر گاڑی کے اندر دیکھیں۔ عورت بن کر سڑک پر رہنے والے نے اپنا ریوالور علی کے گائیڈ کو دے کر کہا۔ "اس کی ضرورت تجھے ہے کیونکہ اب گولیاں چلنے والی ہیں۔"

میں نے اسے مجبور کیا تھا کہ وہ اپنا ریوالور گائیڈ کو دے۔ ادھر گاڑی کے قریب آنے والوں کو علی نے نشانے پر رکھ کر گولیاں چلائیں۔ قریب آنے والے وہیں ڈھیر ہوگئے۔ دونوں طرف جھاڑیوں کے پاس بھی مسلسل فائرنگ ہورہی تھی۔ ثانی' سلمان اور میں مختلف دماغوں میں جاکر دشمنوں کے ہتھیاروں سے دشمنوں کو ہی ہلاک کررہے تھے۔

چند منٹ کے بعد ہی خاموشی چھا گئی۔ ان دشمنوں میں سے کوئی ایک دوسرے پر گولیاں چلانے والا نہیں رہا تھا۔ صرف وہ عورت کا لباس پہننے والا زندہ رہ گیا تھا۔ گائیڈ اسے پکڑ کر علی کے پاس لایا۔ علی نے پوچھا۔ "تم لوگ مسافروں کو لوٹتے ہو اور خود کو مجاہدین کہتے ہو۔"

وہ سہم کر بولا۔ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ ہم مجاہدین ہیں اور مسافروں سے مال لوٹ کر اس رقم سے اسلحہ خریدتے ہیں۔"

"یہ جہاد نہیں ڈکیتی ہے اور تم لوگ ایسی حرکتیں کرکے طالبان جیسے مجاہدین کو بدنام کرتے ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے اسے بھی گولی مار دی۔ گائیڈ ڈرائیور نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کی پھر وہ آگے چل پڑے۔ ہم سب واپس چلے گئے۔ صرف ثنا علی کے پاس رہ گئی۔

مہروز اور اس کے پانچ ساتھی فرح کے ایک مکان میں تھے۔ طالبان کے کمانڈر کو بتایا گیا تھا کہ وہ سب پیدائشی افغانی ہیں۔ روزگار کے لئے پاکستان کے شہر کوئٹہ گئے تھے۔ ان پانچوں کے ساتھ ایک ضعیف خاتون ہے جس کا جوان بیٹا اور کئی رشتے دار اس ملک میں خانہ جنگی کے باعث ہلاک ہوچکے ہیں۔

ان کے بارے میں مطمئن ہوکر کمانڈر نے انہیں ایک رات اور ایک دن قیام کرنے کی اجازت دی اور رات کو اپنے ساتھ کھانے کی دعوت بھی دی۔ مہروز نے کہا۔ "یہی موقع ہے اپنے میزبان کمانڈر کو تحفہ دیا جائے۔ ملکی حالات کے پیشِ نظر یہاں سب سے قیمتی تحفہ اسلحہ ہوتا ہے۔ کمانڈر کو جدید طرز کی شاٹ گن دی جائے جس کے بلٹ کیسٹ میں ننھا سا جاسوس آلہ چھپا ہوا ہے۔"

سب نے تائید کی۔ وہ سب دعوت سے واپس آکر اس جاسوس آلے کے ذریعے ہیڈ فون سے کمانڈر وغیرہ کی باتیں سن سکتے تھے۔ وہ جدید طرز کی شاٹ گن ایک چھوٹے سے خوبصورت بریف کیس میں رکھی ہوئی تھی۔ ثانی نے ایک شخص کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ جب وہ کمرے میں تنہا تھا' تب اس نے بلٹ کیسٹ میں سے اس آلے کو نکال کر کھڑکی کے باہر دور پھینک دیا تھا۔

وہاں رات کا کھانا نمازِ عشاء کے بعد ہوا کرتا تھا۔ اس وقت تک علی وہاں پہنچ گیا۔ کئی طالبان نے اس کی اور گاڑی کی تلاشی لی۔ علی کے پاس سے صرف ایک ریوالور برآمد ہوا۔ اس نے پشتو زبان میں کہا۔ "میں کراچی میں پھلوں کا تاجر ہوں۔ افغانستان کی طرح کراچی میں بھی گولیاں اور گولے برستے ہیں۔ میں نے سوچا جب مرنا ہی ہے تو پھر میں اپنے وطن میں جاکر جان دوں گا۔ میرے رشتے دار اور عزیز کابل سے سو کلو میٹر دور پرویز آباد میں رہتے ہیں۔"

انہوں نے اس کے کاغذات وغیرہ بھی دیکھے پھر مطمئن ہو کر کمانڈر کو اطلاع دی کہ ایک ہی مسافر ہے اور وہ آباؤ اجداد کے زمانے سے افغانی ہے۔ اس نے صرف اپنی حفاظت کے لئے ایک ریوالور رکھا ہے۔ وہ ریوالور ضبط کرلیا گیا ہے۔ دوسری صبح وہ کابل کی طرف جائے گا تو اس کا ریوالور اسے واپس کردیا جائے۔

علی کو بھی اس بڑے مکان میں قیام کے لئے ایک کمرا دیا گیا' جہاں مہروز اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ تھی۔ وہ سب اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے رہے اور طرح طرح کے سوالات کرتے رہے۔ علی انہیں جوابات دے کر مطمئن کرتا رہا۔ ثنا نے اس سے کہا۔ "بھائی جان! میں باری باری ان کے دماغوں میں جارہی ہوں۔ پہلے یہ آپ پر شبہ کررہے تھے کہ آپ مجاہد اعظم مرحبا توصیف کے جاسوس ہوسکتے ہیں لیکن اب یہ کسی حد تک مطمئن ہوگئے ہیں۔"

"یہ کبھی شبہ نہیں کرسکیں گے۔ میں انہیں جھانسا دیتا رہوں گا۔"

طالبان کے کمانڈر کی طرف سے رات کے کھانے میں علی کو بھی شریک کیا گیا۔ وہ پانچوں بھی تھے۔ مہروز کو خواتین کے پاس بھیج دیا گیا تھا۔ ان پانچوں میں سے ایک نے کمانڈر سے کہا "میں اس شاٹ گن کو تحفے کے طور پر خود اپنے ہاتھوں سے پیش کرنا چاہتا تھا لیکن طالبان نے ہم سے تمام ہتھیار لے لیے تھے۔"

کمانڈر نے کہا "کوئی بات نہیں۔ آپ کا وہ تحفہ مجھے مل گیا ہے اور مجھے بے حد پسند آیا ہے۔ آپ کے تحفے کا بہت بہت شکریہ۔"

کھانے کے دوران میں کمانڈر اور اس کے مشیر ہم سے طرح طرح کے سوالات کرتے رہے۔ ہم بھی ان سے افغانستان کے حالات حاضرہ پر گفتگو کرتے رہے پھر کھانے کے بعد ان سے رخصت ہو کر اپنی قیام گاہ پر واپس آگئے۔ مہروز اپنے بڑھاپے اور بیماری کا بہانہ کرکے پہلے ہی چلی آئی تھی اور ایک کمرے میں کانوں سے ہیڈ فون لگائے' کمانڈر وغیرہ کی باتیں سننے کی کوشش کررہی تھی۔

ہماری آمد پر اس نے دروازہ کھولا۔ میں نے کہا "آپ تو ہم جواں مردوں سے زیادہ پھرتیلی ہیں۔ ہم سے پہلے ہی واپس آگئیں۔ ویسے آپ کچھ پریشان نظر آرہی ہیں۔"

وہ بولی "میں کچھ بیمار ہوں۔ یہ سب میری دیکھ بھال کرنے والے ہیں۔ آپ پریشان نہ ہو۔ اپنے کمرے میں جا کر آرام کریں۔"

میں اپنے کمرے میں آگیا۔ مہروز نے اپنے کمرے کے دروازے کو بند کرکے دھیمی آواز میں ساتھیوں سے کہا "اس آلے سے کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ تم لوگوں نے اس شاٹ گن کو چیک کیا تھا؟ کیا اس میں جاسوس آلہ تھا؟"

ایک نے کہا "بالکل تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس آلے کو سیٹ کیا تھا۔ ان تینوں نے دیکھا ہے پھر ہم نے سفر کے دوران میں آزمایا تھا۔ ہمیں اس کے ذریعے اپنے ایک ساتھی کی آوازیں سنائی دی تھیں۔"

مہروز نے پوچھا "کیا وہ آلہ کسی وجہ سے الگ ہو کر کہیں گر سکتا ہے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آلے کو گلیو سے چپکایا گیا تھا' وہ کبھی نکل نہیں سکتا تھا۔"

"پھر آواز کیوں نہیں آرہی ہے؟"

وہ سب باری باری ہیڈ فون کو کان سے لگا کر سننے کی ناکام کوششیں کرنے لگے اور حیران ہونے لگے کہ جاسوس آلہ کام کیوں نہیں کررہا ہے۔ ایک اندیشہ یہ تھا کہ کمانڈر ہلاک ہوگا اور جدید سائنسی آلات کو سمجھتا ہوگا تو اس نے شاٹ گن میں لگے ہوئے آلے کو پہچان کر ناکارہ بنا دیا ہوگا اور ان پانچوں کی دشمنی اس پر ظاہر ہوگئی ہوگی۔ ہوسکتا ہے رات کی تاریکی میں طالبان نے اس مکان کو گھیر لیا ہو اور صبح انہیں گولی مارنے والے ہوں۔

وہ سب ایک کمرے میں پریشان تھے۔ علی اس مکان سے باہر آکر ایک کھڑکی سے ذرا دور اس ننھے سے جاسوس آلے کو اٹھا کر لے آیا۔ اس نے بیرونی دروازے کو اندر سے بند کیا پھر ان کے بڑے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ وہ لوگ اندر پریشان ہو کر باتیں کررہے تھے۔ دستک سن کر سہم گئے۔ علی نے پھر دستک دے کر کہا "دروازہ کھولو۔ میں فلک ناز خان ہوں۔"

دروازہ کھل گیا۔ کھولنے والے نے پیچھے ہٹ کر پوچھا "کیا بات ہے؟ کیوں آئے ہو؟"

علی نے کہا "میں ٹائلٹ جانا چاہتا ہوں مگر ٹائلٹ جانے کا راستہ اس بڑے کمرے سے جاتا ہے۔ میں نے سوچا شاید تم لوگ سوگئے ہو اس لیے میں باہر اندھیرے میں چلا گیا۔ جب واپس آنے لگا تو میں نے دو طالبان کو گن لے ایک درخت کے پیچھے دیکھا۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا۔ یہاں پہلے آنے والے وہ پانچوں جاسوس ہیں۔ انہوں نے شاٹ گن میں جاسوسی آلہ لگا کر دیا تھا۔ یہ بات وہ کمانڈر سے کہنا چاہتے تھے لیکن کمانڈر کچھ ساتھیوں کے ساتھ کسی مورچے پر گیا ہے۔ صبح واپس آئے گا تو وہ جاسوسی آلہ اس کے سامنے پیش کیا جائے گا پھر تم پانچوں کو گولیوں سے چھلنی کردیا جائے گا۔"

وہ سہم کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ علی نے کہا "گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ان دو طالبان کو بڑی خاموشی سے ہلاک کردیا ہے۔ یہ دیکھو۔ یہ وہی جاسوس آلہ ہے نا؟"

علی نے وہ آلہ دکھایا تو سب ہی تائید میں سر ہلانے لگے۔ علی نے کہا "مجھے یقین ہوگیا ہے کہ ہم سب ایک ہیں۔ غیر ملکی جاسوس ہیں۔ میں کوڈ ورڈز کہہ کر اور تمہارا جواب سن کر مطمئن ہونا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے کوڈ ورڈز ادا کیے "وی آر آن دی فارتھ

دے۔"

وہ سب خوش ہوگئے۔ ایک نے جواباً کہا "وی ہیوٹو ڈو اور ڈائی۔"

پھر وہ پانچوں خوشی سے مصافحہ کرنے لگے۔ علی نے کہا "وقت برباد نہ کرو۔ تم پانچوں کے خلاف دوسرے طالبان کو بھی یہ بات معلوم ہوگی۔ یہاں ان کی تعداد کم ہے اس لیے انہوں نے صرف دو طالبان کو یہاں تمہاری نگرانی کے لیے بھیجا تھا۔ میں نے انہیں ہلاک کرکے پہاڑی کے نیچے پھینک دیا ہے۔ ابھی راستہ صاف ہے۔ جتنی جلدی ہوسکے' یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

مہروز نے پوچھا "اور تم؟"

"مجھ پر کسی کو شبہ نہیں ہوگا کیونکہ میں بعد میں آیا ہوں۔ میرے پاس پکے کاغذات اور پکے ثبوت ہیں۔ وہ مجھے پھلوں کا بیوپاری ہی سمجھیں گے۔"

وہ سب اپنا مختصر سا سامان سمیٹنے لگے۔ مہروز نے کہا "ہم گاڑی چلا کر جائیں گے تو اس کی آواز دوسرے طالبان تک پہنچے گی پھر وہ ہمیں فرار ہونے کا موقع نہیں دیں گے۔"

علی نے کہا "تم بوڑھی ہو مگر حالات سے مجبور ہو۔ یہاں سے دبے پاؤں جانا ہوگا۔ رات ہی رات جتنی دور یہاں سے جاسکو' اتنی ہی زندگی کی ضمانت مل سکے گی۔"

ایک نے کہا "ہم سب جائیں گے۔ تم یہاں تنہا رہ کر اپنے لیے جان کا خطرہ مول لوگے۔"

"میری تنہائی اور خطرے کی بات نہ کرو۔ کیا تم سب خطرات سے کھیلنے نہیں آئے ہو؟"

انہوں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ علی نے کہا "ابھی تک یہ تصدیق نہیں ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے مجاہد مرحبا توصیف کو اسی کیمپ میں چھپا کر رکھا ہے۔ یا وہ کسی دوسرے کیمپ میں ہے۔ میں جان ہتھیلی پر لے کر آیا ہوں۔ تصدیق کیے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اگر وہ مرحبا یہاں ہوگا تو اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم سب فوراً یہاں سے جاؤ۔"

علی کے کمرے کو چھوڑ کر تمام کمروں کی بتیاں بجھا دی گئیں۔ ایک نے بیرونی دروازے کو کھول کر باہر دور دور تک دیکھا۔ اندھیرے میں بھلا کیا دکھائی دیتا۔ ان سب نے کان لگا کر آہٹیں سننے کی کوششیں کیں پھر سب ہی دبے قدموں وہاں سے جانے لگے۔ ثنا نے کہا "بھائی جان آپ کے خیالات بتا رہے ہیں کہ آپ' پاپا سے باتیں کریں گے۔ میں ابھی بلاتی ہوں۔"

چند لمحوں کے بعد میں علی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے مختصر حالات بتائے۔ میں کمانڈر کے دماغ میں پہنچا۔ وہ سو رہا تھا۔ میں نے اسے جگا کر پوچھا "کیا تم نے فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہے؟"

وہ بولا "یہ نام تمام طالبان اور تمام کمانڈرز جانتے ہیں اور ان کے احسانات مانتے ہیں۔"

"ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے کام آئے تو یہ احسان نہیں ہوتا' دینی فریضہ ہوتا ہے۔ اس وقت بھی اہم فرض ادا کرنے کے لیے آپ کو زحمت دی ہے۔ آج آپ نے چھ مسلمانوں کی تواضع کی۔ ان میں سے صرف ایک مہمان فلک ناز خان سچا اور دیانت دار ہے۔ باقی پانچ مرد اور ایک بوڑھی عورت مہمان غیر ملکی جاسوس ہیں۔"

وہ بولا "یا خدا! میری آستین میں سانپ ہیں؟"

میں نے کہا "آگے سنیں۔ وہ دعوت کے بہانے آپ کے کیمپ میں آئے اور یہ معلوم کرلیا کہ مجاہد اعظم مرحبا توصیف آپ کے کیمپ میں نہیں ہے۔ کسی دوسرے کیمپ میں چھپا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ پانچوں اس بوڑھی کے ساتھ ابھی آپ کا مہمان خانہ چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔ رات کو گاڑیوں کا شور ہوگا اس لیے وہ پیدل فرار ہورہے ہیں۔ آپ فوراً طالبان کو ان کے تعاقب میں بھیجیں وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔"

وہ طالبان کو بلا کر ہدایات دینے لگا۔ انہیں بتایا کہ مہمان خانے سے ایک بوڑھی اور پانچ مرد فرار ہوگئے ہیں۔ وہ سب غیر ملکی جاسوس ہیں۔ فلک ناز خان نامی مہمان معزز ہے۔ اس کا محاسبہ نہ کیا جائے۔ وہ فرار ہونے والے پیدل جارہے ہیں۔ فوراً ان کا تعاقب کرو۔ اگر وہ گرفتاری پیش نہ کریں تو انہیں گولیاں مارو۔

میں نے کہا "ان کے ساتھ وہ عورت دراصل بوڑھی نہیں ہے۔ وہ پچیس برس کی ایک جوان عورت ہے۔ چہرے پر' ہاتھوں اور پیروں پر ماسک میک اپ ہے۔ آپ میک اپ اتاریں۔ پردہ اٹھ جائے گا۔"

میں نے علی کے پاس آکر کہا "میں نے طالبان کو ان کے پیچھے دوڑا دیا ہے۔ تمہارے بارے میں یقین دلایا ہے کہ فلک ناز خان دشمن نہیں ہے۔ پھلوں کا بیوپاری ہے' وہ تمہارا محاسبہ نہیں کریں گے۔ اچھا میں مصروف ہوں۔ مجبوراً جارہا ہوں۔ ضرورت پڑتے ہی بلا لینا۔ اب آرام سے سو جاؤ۔"

میں اس کے دماغ سے چلا گیا۔ علی نے کہا "ثنا! اب تم بھی آرام کرو۔ جاؤ سو جاؤ۔"

ثنا نے ہنستے ہوئے کہا "بھائی جان! کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ افغانستان میں ابھی رات ہے۔ بابا صاحب (پیرس) کے ادارے میں تو ابھی شام ہوئی ہے اور آپ مجھے سونے کو کہہ رہے ہیں۔ آپ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ چلیں بستر پر جائیں۔ میں آپ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلاؤں گی۔ آپ کے دماغ کو ہدایات دوں گی کہ آپ سونے کے دوران میں اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کریں۔ ورنہ آپ دماغ میں کسی کو بھی محسوس کرتے ہی جاگ جائیں گے۔"

"تم نے پاپا کی باتیں نہیں سنیں کہ طالبان میرا محاسبہ نہیں کریں گے پھر کیوں خوا مخواہ میرے دماغ میں رہ کر پہرا دیتی رہو

گی۔" "پاپا نے بھی درست کہا۔ آپ بھی درست کہہ رہے ہیں لیکن مہروز ان پانچوں کے ساتھ فرار ہوتے وقت سوچ رہی تھی کہ رات کے اندھیرے میں فرار ہوتے وقت ان پانچوں سے چپ چاپ الگ ہو جائے گی۔ وہ افغانستان کے ایک ایک علاقے سے واقف ہے۔"

علی نے کہا "وہ حرام موت مرے گی۔ کھیتوں میں اور سیدانی علاقوں میں پتا نہیں کہاں کہاں ہزاروں بارودی سرنگیں بچھائی گئی ہیں کسی بھی بارودی سرنگ پر پاؤں رکھے گی تو اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

"وہ بہت چالاک ہے۔ اس کے لباس کے اندر اسلحہ اور بارود چیک کرنے والا آلہ ہے۔ آلے سے ہلکا سا الارم سنائی دیتے ہی پتا چل جاتا ہے کہ دو چار قدم کے فاصلے پر بارودی سرنگ ہے۔"

"وہ جہنم میں جائے۔ مجھے تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"میں کہتی ہوں۔ آپ سو جائیں۔ بحث نہ کریں۔ جو بات کہنا نہیں چاہتی' اسے آپ اگلوانا چاہتے ہیں۔"

"اچھا تو مجھ سے کوئی بات چھپا رہی ہو۔ چلو بتاؤ کیا بات ہے۔ ورنہ بستر پر نہیں جاؤں گا۔"

"آپ اچھے بھائی جان نہیں ہیں۔ اپنی بہن کی ایک بات نہیں مانتے ہیں۔ میں آپ سے بات نہیں کروں گی۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ تمہاری بات مان لوں گا اور سو جاؤں گا لیکن یہ بتا دو کیا چھپا رہی ہو؟"

"آپ زبان کے سچے ہیں۔ سو جائیں گے نا؟"

"ہاں ہاں سو جاؤں گا۔"

"بھائی جان! بات یہ ہے کہ مہروز بہت چالاک ہے۔ وہ فرار ہونے اور تعاقب کرنے والوں کو فریب دینے کے ہتھکنڈے جانتی ہے۔ وہ سوچ رہی تھی۔ اگر فرار ہونے کی جگہ سے آگے نہ جائے۔ اسی فرار ہونے کی جگہ کہیں چھپ جائے تو دو فائدے ہوں گے' ایک تو طالبان تعاقب میں ان پانچوں کے پیچھے جائیں گے۔ دوسری اہم بات یہ کہ اس کیمپ کے قریب رہ کر وہ مرحبا توصیف کی موجودگی کی تصدیق کرتے ہی اسے گولی مار دے گی۔ کیا اس طرح وہ آپ کے لیے بھی خطرہ نہیں بنے گی۔ خوا مخواہ بحث کر رہے ہیں۔ میں یہاں آپ کے دماغ میں موجود رہوں گی۔ خدا کے لیے سو جائیں۔"

علی نے کہا "بہن کا پیار بھی کیا پیار ہوتا ہے۔ میں زبان ہار چکا ہوں' لو بستر پر آ گیا۔ آنکھیں بند کر چکا ہوں لیکن مجھے سلانے کے بعد مہروز والی بات پاپا' یا ثانی سے ضرور کہہ دینا۔"

وہ آنکھیں بند کر چکا تھا۔ ثانیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ کو ضروری ہدایات دے کر سلانے لگی۔ وہ تھوڑی دیر بعد گہری نیند سو گیا۔ ثنا اپنے وعدے کے مطابق مجھے اور ثانی کو مہروز کے متعلق ضروری باتیں بتا کر پھر علی کے خوابیدہ دماغ میں آ گئی۔ اس کی آمد کے باوجود اس کی ہدایات کے مطابق علی نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ بڑے سکون سے سوتا رہا۔

باہر رات کی تاریکی میں واقعی مہروز نے ان پانچوں ساتھیوں کو چھوڑ دیا تھا۔ بھاگتے رہنے کے دوران میں وہ سب سے پیچھے تھی۔ راستہ بدل کر کب الگ ہو گئی' اس کے ساتھیوں کو پتا نہیں چلا۔ پہلے وہ ایک سڑک کے کنارے بھاگ رہے تھے۔ ایک گاڑی کو آتے دیکھ کر انہوں نے سڑک چھوڑ دی۔ ایک کھیت میں جا کر چھپ گئے۔ وہ طالبان کا علاقہ تھا۔ طالبان کی ہی گاڑیاں آتی جاتی رہتی تھیں۔ وہ کسی سے لفٹ لیتے تو پھر چوہے دان میں جا کر پھنس جاتے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا "مہروز کہاں ہے؟"

وہ نظر نہیں آئی۔ سب کو اپنی جان کی پڑی تھی۔ وہ اسے تلاش کرنے میں وقت ضائع نہیں کر سکتے تھے۔ اس کھیت سے گزرنے لگے۔ کھیت بھی کیا تھے۔ کہیں کہیں تھوڑی سی فصل نظر آتی تھی۔ باقی فصل اگانے والے مارے جا چکے تھے۔ سوکھے کھیت پڑے ہوئے تھے۔ وہ بے تحاشا دوڑتے جا رہے تھے ... اسی وقت ایک زوردار دھماکا ہوا۔ ان میں سے تین کے پیر بارودی سرنگ پر پڑے تھے۔ رات کے سناٹے میں ان کی چیخیں اور دھماکے سنائی دیئے۔ بارودی سرنگیں مختلف طاقت کی ہوتی ہیں۔ وہاں کم طاقت کی بارود بچھی ہوئی تھی۔ ان تینوں میں سے کسی کے پیر اور کسی کے ہاتھ جسم سے الگ ہو گئے۔ وہ اپاہج ہو گئے۔ وہ اپاہج بن کر تکلیف کی شدت سے تڑپنے اور چیخنے لگے۔ باقی ساتھی بچ گئے تھے اور اپنے ساتھیوں کا انجام دیکھ کر سکتے میں رہ گئے تھے۔

ان کا تعاقب کرنے والے طالبان دھماکے کی آواز سن کر ادھر آئے۔ انہوں نے صحیح سلامت رہ جانے والے دو شمنوں سے کہا۔ "موت سے کوئی کہیں بھاگ سکا۔ تم دونوں سلامت کیوں نظر آ رہے ہو۔"

ایک نے پوچھا "ہماری گولیوں سے مرو گے یا بارودی سرنگ پر پیر رکھو گے؟"

دوسرے نے کہا "ہماری گولیاں ضائع نہ ہونے دو۔ اپنے ساتھیوں کی طرح اپاہج بن کر آدھے زندہ رہو اور آدھے مر جاؤ۔"

اچانک ایک لے ٹین جاسوس کو لات ماری۔ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ لڑکھڑاتا ہوا بارودی سرنگ پر جا کر گرا۔ دھماکے کے ساتھ اس کے بدن کے چیتھڑے اڑ گئے۔ آخری جاسوس وہاں سے بھاگتے ہوئے بولا "نہیں۔ میں ایسی موت ... نہیں چاہتا۔" ثنا میں کی آواز کے ساتھ ایک گولی چلی اور بھاگنے والا اچھل کر زمین پر گرا پھر پھڑپھڑا تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ طالبان میں سے ایک نے اپاہج ہونے والوں سے پوچھا "ایک مسلمان مجاہد اعظم کو ہلاک کرنے آئے تھے۔ ہم سے پہلے قدرت نے تمہیں سزا دے دی۔"

ایک نے گڑگڑا کر کہا "تمہیں خدا کا واسطہ ہمیں گولی مار دو۔ یہ عذاب برداشت نہیں ہو رہا ہے۔"

"یہ عذاب قدرتی ہے۔ ہم مداخلت نہیں کریں گے۔ یہ بتاؤ۔ وہ بڑھیا کہاں ہے؟"

"ہم نہیں جانتے۔ وہ تاریکی میں ہم سے بچھڑ کر کسی دوسری طرف چلی گئی ہے۔"

وہ طالبان اپنے اسلحے کو شانوں سے لٹکا کر وہاں سے جانے لگے۔ اپاہج ہونے والے چیخ چیخ کر التجائیں کرنے لگے کہ انہیں گولی مار دی جائے لیکن اب انہیں آدھی زندگی اور آدھی موت مل رہی تھی۔ نہ وہ جی سکتے تھے اور نہ ہی مر سکتے تھے۔

میں اس وقت میکسیکو میں دونوں مجاہدین فرہاد گیلانی اور قاسم بن ہشام اور ان چار یوگا جاننے والے افسران سے نمٹ رہا تھا۔ اسی وقت جناب تھریزی نے مجھے مخاطب کیا "فرہاد! مجاہد اعظم مرحبا توصیف فریاب کے علاقے میں تھا۔ وہاں اس کے لیے خطرہ ہے۔ وہ افغانستان کے وقت کے مطابق رات کے ایک بجے فرح کیمپ پہنچنے والا ہے۔ یہ بات فرح کا کمانڈر اور چند خاص طالبان جانتے ہیں۔ تم کمانڈر سے رابطہ کرو۔ صرف اتنا کہہ کر چلے آؤ کہ وہ اپنے مہمان فلک ناز خان (علی) کو اپنا معتبر خاص کے طور پر کیمپ میں بلائے اور اسے ہر جگہ جانے کی آزادی دے۔ تمہیں وہاں زیادہ مصروف رہنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

میں نے ثنا کے دماغ میں آ کر کہا "تم اپنے بھائی جان کو بڑے آرام اور سکون سے سلا رہی تھیں۔ اب اسے جگاؤ۔"

"پاپا! بھائی جان تھکے ہوئے ہیں۔ کیا جگانا ضروری ہے۔"

"ہماری خاندانی لغت میں تھکن نامی کوئی لفظ نہیں ہے۔ اسے اٹھاؤ۔ میں بات کروں گا۔"

ثنا نے اسے جگایا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "بیٹے! میں بول رہا ہوں' ہنگامی حالات ہیں۔ نیند کو بھول جاؤ۔ ابھی جا کر غسل کرو۔ لباس تبدیل کرو۔ میں دس پندرہ منٹ میں آ رہا ہوں۔"

پھر میں نے کمانڈر سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا "کیا فرار ہونے والے گرفتار ہوئے؟"

"دو مارے گئے۔ تین اپاہج ہو گئے۔ وہ بوڑھی جسے آپ جوان کہتے ہیں' کہیں روپوش ہو گئی ہے۔"

"ہم اس سے بعد میں نمٹ لیں گے۔ ابھی رات کے ایک بجے تک مجاہد اعظم مرحبا توصیف آپ کے پاس پناہ لینے آ رہے ہیں۔"

"خدا کی قسم آپ باکمال ہیں۔ ہم نے ان کی آمد کو بہت راز میں رکھا ہے' لیکن کوئی راز آپ کے لیے راز نہیں رہتا۔ اگر آپ جیسا ناقابل شکست محافظ میرے دماغ میں رہے تو ہمارے مجاہد اعظم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"میں آپ کے پاس ایک نہایت ذہین' حاضر دماغ اور دلیر لڑکا پیش کرنے آیا ہوں۔ اس کی موجودگی میں میری ضرورت نہیں ہوگی۔"

"آپ کو اس پر اتنا اعتماد ہے تو پھر ہم بھی اعتماد کریں گے۔ وہ کون ہے جناب؟" "میرا بیٹا علی تیمور۔"

"سبحان اللہ۔ اب تو شک و شبے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ کیا وہ ہمارے کیمپ میں آنے والا ہے؟"

"وہ آپ کا مہمان بن کر آپ کے مہمان خانے میں موجود ہے اور آپ کے ساتھ رات کا کھانا کھا چکا ہے۔"

"او میرے خدا! کیا آپ فلک ناز خان کی بات کر رہے ہیں؟"

"جی ہاں۔ وہ بھیس بدل کر خاص طور پر مرحبا توصیف کی حفاظت کے لیے وہاں پہنچا ہوا ہے۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں ابھی خود مہمان خانے جاؤں گا۔ وہ میرا بھی بیٹا ہے۔"

"اچھا میں بہت مصروف ہوں۔ مجھے اجازت دیں۔ اللہ حافظ۔"

میں نے علی کے پاس آ کر کہا "میں نے کمانڈر کو بتا دیا ہے کہ تم میرے بیٹے علی تیمور ہو۔ وہ ابھی آ کر تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا اور ثنا اب تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔ چلو جاؤ اور آرام کرو۔ علی کے ساتھ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا رہے گا۔ تم کوئی بحث نہ کرنا۔ میں بہت مصروف ہوں۔ جا رہا ہوں۔ اللہ حافظ۔"

میں وہاں سے چلا گیا۔ کمانڈر مہمان خانے جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ ایک ماتحت نے آ کر اطلاع دی "آپ کی ہمشیرہ تشریف لائی ہیں۔"

کمانڈر نے حیرانی سے پوچھا "ہمشیرہ! کون سی ہمشیرہ؟"

"وہ آپ کی چچا زاد ہیں۔ ایک کار میں آئی ہیں۔"

کمانڈر نے باہر برآمدے میں آ کر دیکھا۔ ایک عمر رسیدہ خاتون کار سے باہر آ رہی تھی۔ اس کی عمر پینتالیس اور پچاس کے درمیان ہوگی۔ کمانڈر نے چھوٹے بھائی کے طور پر اسے سلام کیا پھر پوچھا "آپ اتنی رات کو تنہا کار ڈرائیو کرتی ہوئی آئی ہیں۔ خیریت تو ہے؟"

وہ اندر آتے ہوئے بولی "خیریت ہی ہے۔ وہ جو تمہاری چھوٹی ہمشیرہ ہے' وہ بات بات پر جھگڑنے لگتی ہے۔"

"ایسا بھی کیا جھگڑا ہے کہ آدھی رات کو آئی ہیں جبکہ آپ یہاں کے بدترین حالات سے اچھی طرح واقف ہیں۔"

"اس سے بدتر حالات اور کیا ہوں گے کہ اپنے سگے ہی مجھ سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ کیا میں کسی پر بوجھ بنی ہوئی ہوں۔ یورپ کے بینکوں میں میری اتنی دولت ہے کہ یہاں تم لوگوں نے کبھی اتنے ڈالرز اور پاؤنڈز نہیں دیکھے ہوں گے۔ میں ذرا محبت سے ملنے چلی آئی ہوں تو سارے رشتے دار سمجھے ہیں' میں ان کے منہ سے روٹیاں چھیننے آئی ہوں۔"

کمانڈر نے کہا "ہم جانتے ہیں۔ آپ ڈالرز کے حساب سے کروڑ پتی ہیں لیکن آپ کے بعد یہ دولت کس کے کام آئے گی؟"

"سب میرے بیٹے کے لیے ہے۔"

"بہت سنا ہے۔ آپ کے بیٹے کا ذکر مگر کبھی دیکھا نہیں ہے۔ آپ تو نیم پاگل ہیں۔ کیا آپ نے اپنے بیٹے کو دیکھا ہے۔"

"دیکھا۔ جب چاہتی ہوں' اسے چھپ چھپ کر دیکھ لیتی ہوں۔"

"ہمشیرہ! بس کریں۔ ہم بہت سن چکے ہیں۔ اس وقت میں بہت مصروف ہوں۔ میرے مہمان آنے والے ہیں۔ آپ اندر جائیں۔"

وہ اونہہ کہتے ہوئے مکان کے اندرونی حصے میں چلی گئی۔ ایک ماتحت نے آکر کہا "مہمان خانے سے پتا نہیں کیوں اتنی رات کو وہ مہمان ملنے آیا ہے۔"

یہ سنتے ہی کمانڈر تیزی سے چلتا ہوا برآمدے میں آیا پھر علی کو دیکھتے ہی گلے سے لگا کر کہا۔ "فرہاد صاحب کا بیٹا' ہمارا بیٹا ہے۔ آؤ اندر آؤ۔"

وہ دونوں اندر آئے۔ موبائل فون سے بزر کی آواز ابھری۔

کمانڈر نے اسے آن کرکے کان سے لگا کر کہا "ہیلو کیمپ نمبر سات۔"

پھر وہ دوسری طرف کی باتیں سن کر بولا "بسم اللہ۔ خوش آمدید یہاں تمام حفاظتی انتظامات مکمل ہیں۔"

اس نے فون کو بند کرکے علی سے کہا "میرے ساتھ آؤ اور ادھر کے تین کمرے اچھی طرح دیکھ لو۔ محب اہلِ اعظم کو ایک کمرا رہائش کے لیے دیا جائے گا اور اس کے ساتھ والے کمرے میں تم رہو گے۔ باقی کمروں میں مرحبا توصیف کے مجاہد ساتھی اور ہمارے مسلح محافظ رہیں گے۔"

علی نے ان تمام کمروں کو دیکھنے کے بعد کہا "اندرونی انتظامات مکمل ہیں۔ آپ آس پاس کے اور سامنے والے گھروں کے متعلق بتائیں۔"

"ان تمام گھروں میں مسلح طالبان رہتے ہیں۔ کوئی اجنبی یہاں کی ایک گلی سے بھی نہیں گزر سکتا۔"

زنان خانے سے ہمشیرہ کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ غصے سے چیخ کر کسی خاتون سے بول رہی تھی۔ کمانڈر نے اندر جاکر کہا "ہمشیرہ! میری عزت کا کچھ خیال کریں۔ آپ میرے معزز مہمانوں کی موجودگی میں بلند آواز میں بولیں گی تو شرم سے میرا سر جھک جائے گا۔"

"میں آہستہ بھی بولوں تو زور سے سنائی دیتا ہے۔ میں تو یہاں آکر پچھتا رہی ہوں۔ کل صبح ہوتے ہی مجھے کوئٹہ پہنچا دو۔ میں کراچی جاکر کسی فلائٹ سے لندن چلی جاؤں گی۔"

باہر سے اطلاع آئی کہ مجاہد اعظم اور ان کے مجاہدین کی گاڑیاں آرہی ہیں۔ کمانڈر اور علی نے باہر آکر ان کا استقبال کیا پھر مجاہد اعظم مرحبا توصیف کو عزت و احترام کے ساتھ مکان کے اندر لائے۔ مرحبا توصیف نے اپنے کمرے میں پہنچ کر ادھر ادھر دیکھا پھر کہا "یہ دشمنانِ اسلام سمجھتے ہیں کہ ایک مرحبا توصیف کو مار ڈالنے سے خدانخواستہ مسلمان کمزور ہو جائیں گے اور مجاہد لیڈران سے محروم ہو جائیں گے۔ میں دیکھوں گا کہ وہ مجھے کہاں تک دوڑائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا سے میں انہیں اکیسویں صدی میں بھی دوڑا دوڑا کر ہلکان کرتا رہوں گا۔"

حفاظتی انتظامات کے مطابق مکان کے پہلے کمرے میں مسلح مجاہدین اور طالبان تھے۔ دوسرے کمرے میں خصوصی باڈی گارڈز تھے۔ تیسرے کمرے میں کمانڈر اور علی کے درمیان مرحبا توصیف کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ ٹھیک اسی وقت ایسا واقعہ پیش آیا' جس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ بے شمار مسلح گارڈز کے درمیان سے کوئی دشمن گزر کر نہیں آسکتا تھا اور مرحبا توصیف کے کمرے کا ایک ہی دروازہ تھا۔ کسی دشمن کے آنے کے لیے کوئی دوسرا دروازہ اور کھڑکی نہیں تھی۔ ہم نے پلنگ کے نیچے بھی دیکھا تھا۔ الماری کھول کر بھی دیکھی تھی۔ اس کے باوجود یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ مرحبا توصیف کے استقبال کے لیے باہر جانے کے بعد کمرا چند منٹوں کے لیے خالی ہو گیا تھا اور گھر کا بھیدی لنکا ڈھانے چلا آرہا تھا۔ بلکہ چلی آئی تھی۔

یکبارگی پلنگ کے نیچے سے ہمشیرہ لڑھکتی ہوئی نکلی۔ نکلتے ہی ایک فائر کیا۔ گولی نارگٹ سے ہٹ کر کمانڈر کو لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ دوسری گولی چلاتی' علی مرحبا توصیف کے سامنے آکر ڈھال بن گیا۔ پیچھے ہی پیچھے مرحبا توصیف کو دھکیل کر دروازے سے لگاتے ہوئے بولا "میں ریوالور کی ساری گولیاں اپنے سینے پر کھاؤں گا پھر بتا۔ تیرے ناکام مشن کا اور تیرا انجام کیا ہو گا؟"

وہ بولی "ایک ماں کے انجام کی پروا بیٹے کو کرنا چاہیے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ تیری ماں ناکام ہو اور یہ لوگ تجھ جیسے دلیر بیٹے کے ہوتے ہوئے تیری ماں کو حرام موت مار ڈالیں؟"

علی نے حیرانی سے پوچھا "کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"یہ بکواس ہوتی تو میں اتنے اعتماد سے جان ہتھیلی پر رکھ کر نہ آتی۔ میں نے تجھے نو ماہ تک اپنے پیٹ میں رکھا ہے۔ تجھے اپنا دودھ پلایا ہے۔ تو میرا بیٹا ہے۔ ایسا بیٹا کہ تیرا زبردست' باکمال اور مشہورِ عالم باپ بھی نہیں جانتا کہ تو نے میری کوکھ سے جنم لیا ہے۔ میں کلمہ پڑھ کر خدا اور رسولؐ کی قسم کھا کر کہتی ہوں تو میرا بیٹا ہے۔"

علی حیران پریشان سا ہو کر اسے تک رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا اور وہ دوسرا ہاتھ بھیک مانگنے کے انداز میں آگے بڑھا کر کہہ رہی تھی "دے۔ علی! میرے دودھ کا حق مجھے دے۔ میں نے تجھے دودھ دیا۔ تو اس مجاہد کہلانے والے کا خون دے۔ دے میرے دودھ کا حق دے۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات (39) ویں حصہ میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ ساتھ ہی شائع ہو گیا ہے

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

39

انتالیس واں حصہ

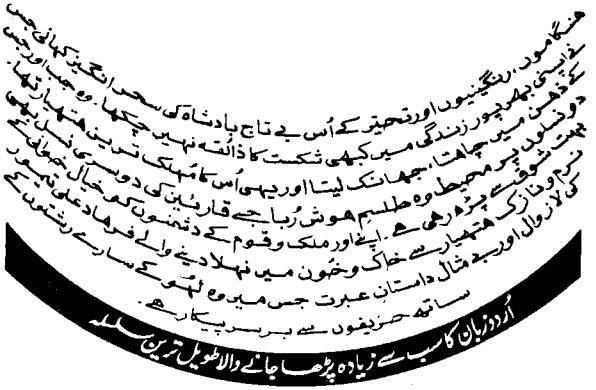

عجیب جذباتی لمحات تھے' ایک مجرم عورت جو مجاہد اعظم مرحبا توصیف کو قتل کرنے آئی تھی' وہ خود کو علی تیمور کی ماں کہہ رہی تھی۔

یہ دعویٰ کررہی تھی کہ اس نے علی تیمور کو نو ماہ تک اپنے پیٹ میں رکھا تھا' علی کو اپنا دودھ پلایا ہے۔ اب وہ اپنے بیٹے علی سے دودھ کا حق مانگ رہی تھی۔

اور وہ علی جو ہمیشہ فریاد علی تیمور یعنی میرا بیٹا کہلاتا رہا ہے' اس وقت مجاہد اعظم مرحبا توصیف کے سامنے ڈھال بن کر کھڑا ہوا تھا۔ جب اس عورت نے پنگ کے نیچے سے لڑھکتے ہوئے باہر آکر مرحبا پر پہلی گولی چلائی تو لڑھک کر باہر آنے کے باعث فائرنگ کا توازن برقرار نہ رکھ سکی۔ مرحبا توصیف کو لگنے والی گولی مجاہدوں کے لیڈر کو لگی۔ اس لمحے میں علی' مجاہد اعظم مرحبا توصیف کے آگے آکر دونوں ہاتھ پھیلا کر سینہ سپر ہوگیا۔ ایک ڈھال بن گیا تاکہ اس عورت کے ریوالور کی باقی پانچ گولیاں بھی مجاہد اعظم کو نہ لگیں۔ ساری گولیاں اپنے سینے پر کھالے اور عظیم مجاہد کے جسم پر ایک خراش بھی نہ آنے دے۔

کمانڈر نے گولی کھا کر گرتے ہوئے کہا "آہ! شیریں! تو بہن ہو کر تمام مجاہدوں کے سامنے میرا سر جھکا رہی ہو۔"

وہ زخمی ہوا تھا۔ علی کی طرح دوسرے مجاہد بھی مرحبا توصیف کے سامنے آکر ڈھال بن کر شیریں کو گولیوں سے چھلنی کرسکتے تھے اور وہ ایسا کرنے والے تھے لیکن فرش پر گرے ہوئے زخمی کمانڈر نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا "رک جاؤ۔ شیریں کو گولی نہ مارنا۔ پہلے اس سے بہت سے راز اگلوانے ہیں۔"

مجاہدوں نے اپنے کمانڈر کا حکم اس لئے بھی مان لیا تھا کہ علی نے ڈھال بنتے ہوئے مرحبا توصیف کو پیچھے دھکیلتے ہوئے دروازے سے لگادیا تھا۔ سب کو اطمینان ہوگیا تھا کہ مجاہد اعظم مرحبا توصیف اب محفوظ رہے گا۔

ادھر شیریں علی سے کہہ رہی تھی کہ وہ اس کی ماں ہے اور اسی لئے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آئی ہے کہ علی جیسا دلیر بیٹا اپنی ماں کو حرام موت مرنے نہیں دے گا۔

اور وہ کلمہ پڑھ کر' خدا اور رسول' کی قسمیں کھا کر خود کو ماں اور اسے بیٹا کہہ رہی تھی۔ ایک ہاتھ میں ریوالور پکڑے دوسرا ہاتھ بھیک مانگنے کے انداز میں علی کی طرف پھیلا کر کہہ رہی تھی "دے علی! میرے دودھ کا حق مجھے دے۔ میں نے تجھے دودھ پلایا ہے۔

اس مجاہد اعظم کا خون دے کر میرے دودھ کا حق ادا کردے....."

وہ ایسے جذباتی لمحات میں الجھ گیا۔ مجاہدین ... اپنے کمانڈر کو مرہم پٹی کے لیے اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گئے تھے۔ اس کے باوجود علی اور مرحبا توصیف کے قریب ان کے پیچھے دروازے کی چوکھٹ کے پار بے شمار مجاہدین اسلحہ لیے کھڑے تھے۔

یہ چند لمحات کی بات تھی پھر علی جذبات کو بالائے طاق رکھ کر بولا "تم نے کلمہ پڑھا' خدا اور رسول کی قسمیں کھائیں' مجھے ایک مسلمان کی حیثیت سے تمہارے اس دعویٰ کا یقین کرلینا چاہیے کہ تم میری ماں ہو لیکن مسلمان اس قدر گمراہ ہوگئے ہیں کہ وہ خدا اور رسولؐ کے پاک نام کو' کلمہ طیبہ کو اور قرآن مجید کو اپنی جان بچانے یا بے شمار فائدے اٹھانے کا حربہ بنا لیتے ہیں۔ اگر تم خدا اور رسولؐ کے حوالے سے میرے دینی جذبات کو بھڑکا رہی ہو تو دین کی خاطر جہاد کرنے والے مجاہد اعظم کو قتل کرنے کیوں آئی ہو؟"

وہ بولی "جس طرح بعض مسلمان جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں' کیا اسی طرح یہ مجاہد فریب دینے والا بہروپیا نہیں ہوسکتا۔"

"خدانخواستہ مرحبا صاحب بہروپیے ہیں تو انہیں قتل کرنے کی وجہ بتاؤ؟"

"دینی نقطہ نظر سے دین کو نقصان پہنچانے والے بہروپئے کو قتل کرنا فرض ہے۔"

"پہلے بہروپیا ثابت کرو۔"

کمانڈر کے زخم کی مرہم پٹی ہوچکی تھی۔ اس نے دوسرے کمرے سے آکر شیریں سے کہا "میں اب تک تمہیں اپنی چچا زاد بہشیرہ ہی سمجھتا رہا۔ یہ کبھی خیال بھی نہیں آیا کہ میری بہن نے تین برس تک یورپ میں رہ کر ریوالور چلانا اور مسلم مجاہدین کو ہلاک کرنا سیکھ لیا ہوگا۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ یورپ کے بنکوں میں تمہارے اتنے ڈالرز اور پونڈز ہیں کہ اتنے میں نے کبھی دیکھے نہیں ہوں گے۔ تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آگئی؟ پہلے تم ثابت کرو کہ تم دشمنان اسلام کی ایک آلۂ کار نہیں ہو۔"

"میں ثابت کردوں گی کہ لندن کے ایک بہت بڑے رئیس مسلمان سے میں نے شادی کی تھی۔ جب علی کے باپ نے مجھے طلاق دے دی تھی اور میرے بیٹے کو مجھ سے چھین کر لے گیا تھا تب تم تمام رشتے داروں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں دوسری شادی کرلوں لیکن میں پچھلے ظلم کو نہ بھول سکی۔ اپنے اس بیٹے کو نہ بھول سکی جو آج قد آور جوان ہو کر میرے سامنے کھڑا میرے ہی دشمن کو بچا رہا ہے۔"

مرحبا توصیف نے پوچھا "میں تمہیں پہلی بار دیکھ رہا ہوں اور تم مجھے دشمن کہہ رہی ہو۔ آخر میں نے تم سے کیا دشمنی کی ہے۔"

وہ بولی "یہی بتانے جارہی ہوں۔ اٹھارہ برس تک دوسری شادی نہ کرنے کے فیصلے پر اٹل رہی پھر میں نے سلطان ابن مامون سے شادی کرلی۔ کیا اب تمہیں یہ نام یاد آرہا ہے؟"

"ہاں میں نے اخبارات میں اس کی تصویر بھی دیکھی اور نام بھی پڑھا۔ اس کے ساتھ یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ مرحبا توصیف خطرناک دہشت گرد ہے۔ مسلمان اسے مجاہد اعظم کہتے ہیں لیکن اس مجاہد کہلانے والے بہروپئے نے تین یہودیوں کو ہی نہیں' بلکہ لندن کے ایک رئیس مسلمان تاجر سلطان بن مامون کو بھی گولی مار دی ہے لیکن یہ دیکھو کہ یہ خبر شائع کرنے والے وہ دشمنان اسلام ہیں' جو صرف اخبارات پر ہی نہیں دنیا کی تمام انفارمیشن میڈیا پر چھائے ہوئے ہیں۔"

وہ بولی "تو پھر تم تسلیم کرتے ہو کہ تم نے اسے ہلاک کیا تھا؟"

"ہاں' اگر میرے سامنے ڈھال بننے والا یہ تمہارا بیٹا اور میری حفاظت کرنے والا یہ کمانڈر بھی مجھے ان یہودیوں کو قتل کرنے سے روک سکتے تو میں انہیں بھی قتل کردیتا۔ کیونکہ وہ تینوں یہودی الجزائر کے بے شمار مسلمانوں کے قتل کے ذمے دار تھے۔ وہ نیو ورلڈ آرڈر کے سوچ بورڈ کا ایک بٹن دباتے تھے اور ان کے حکم سے مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوجاتا تھا۔"

وہ چیخ کر بولی "میرے شوہر نے کیا قصور کیا تھا؟"

مرحبا توصیف نے کہا "میں اپنا لباس اتاروں تو میرے جسم پر سترہ گولیوں کے نتیجے میں لگنے والے زخموں کے نشانات نظر آئیں گے اور ایک بم دھماکے کا یہ تمام زخم بھر چکے ہیں لیکن ان میں سے ایک زخم سلطان بن مامون کی شاٹ گن کا ہے۔ اس نے تینوں یہودیوں کو بچانے کے لیے مجھ پر گولی چلائی تھی۔ میں بہت سخت جان ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر نہیں مروں گا۔ کتے کی موت مرگیا' وہ تمہارا شوہر جو امریکا اور اسرائیل کا پالتو کتا بن کر دولت حاصل کررہا تھا۔"

"تم میرے مرحوم شوہر کو دشمن اسلام کہہ رہے ہو۔"

"جب ہم جہاد کے لیے نکلتے ہیں تو اپنے ایک ایک دشمن کی پوری ہسٹری معلوم کرلیتے ہیں۔ وہ تینوں یہودی بہت بڑے عہدے دار تھے۔ وہ اسرائیل سے نہیں امریکا سے تعلق رکھتے تھے۔ امریکا میں یہودیوں کے مرکزی شہر نیویارک سے آئے تھے۔ بظاہر عام شہریوں کی طرح اپنے ساتھ کوئی باڈی گارڈ نہیں رکھتے تھے لیکن خفیہ طور پر ان کا ایک باڈی گارڈ تھا اور وہ باڈی گارڈ تمہارا مسلمان شوہر تھا۔"

وہ علی سے بولی "بیٹے! یہ الزام تراشی سن رہے ہو۔ میں نے اسے بہروپیا کہا۔ اس نے جواباً سلطان بن مامون کو دشمن اسلام کہہ دیا۔ اس طرح کبھی ثابت نہیں ہوگا کہ کون من گھڑت باتیں کررہا ہے۔ تم صرف اس چھوٹی سی سچائی پر غور کرو کہ میرے ہاتھ میں ریوالور ہوتے ہوئے بھی یہ اب تک زندہ ہے۔ میں ایک گولی تمہیں مار کر سامنے سے ڈھال گرا کر باقی تمام گولیاں اس کے جسم میں اتار سکتی ہوں مگر یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ میں تمہاری ماں ہوں۔ ماں یہاں چاروں طرف سے گھر کر گولیوں سے چھلنی ہوجائے

گی لیکن بیٹے پر گولی نہیں چلائے گی۔"

"میں مانتا ہوں' آپ میری والدہ ہیں۔ آپ مجھ سے اپنے دودھ کا حق مانگنے کی مستحق ہیں لیکن دودھ کا حق ادا کرنے کے لیے بیٹا اپنا خون آپ کو دے سکتا۔ اپنی پناہ میں آئے ہوئے مہمان کے خون کی ایک بوند بھی نہیں دے گا۔"

"پھر تو میں یہ ریوالور پھینک دوں گی اور تمہاری آنکھوں کے سامنے گولیوں سے چھلنی کردی جاؤں گی۔"

"آپ کا بیٹا علی تیور ہے۔ آپ کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آنے دے گا۔ آپ ریوالور پھینک دیں۔"

شیریں نے اپنے کمانڈر بھائی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ کمانڈر نے کہا "جناب فرہاد علی تیمور نے مجاہدوں کے لیے بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ میں بھائی کی حیثیت سے تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا لیکن فرہاد صاحب کے طفیل تمہیں بیٹے کے ساتھ جانے کی اجازت دوں گا۔ تم سامنے سے جاؤ گی۔"

شیریں نے علی کو دیکھا پھر ریوالور کو علی قدموں کے پاس پھینک دیا۔ علی نے چار مجاہدوں کو بلایا۔ ان سے کہا "یہ میری والدہ نہ بھی ہوں تو والدہ کے برابر ہیں۔ تم میں سے کوئی انہیں ہاتھ نہ لگائے دور سے نشانے پر رکھے۔ میں ابھی مجاہد اعظم کو دوسرے کمرے میں چھوڑ کر آتا ہوں۔"

شیریں نے کہا "بیٹے! ریوالور تمہیں دیا ہے۔ تمہارے قدموں میں پڑا ہے۔ اسے تو اٹھالو۔"

"سوری مدر! اسے اٹھانے کے لیے مجھے جھکنا ہوگا۔ میرے جھکتے ہی آپ آستین میں چھپے ہوئے پستول سے مجاہد اعظم پر گولیاں برسائیں گی۔"

علی آہستہ آہستہ چلتا ہوا شیریں کے قریب آیا۔ جھک کر بولا "آپ میری مدر ہیں۔ بیٹا آپ کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔"

اس نے دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کی آستین میں ہاتھ ڈال کر ایک پستول کو محسوس کیا۔ وہ کہنی سے نیچے ایک پتلے چرمی بیلٹ سے بندھا ہوا تھا۔ بندھی ہوئی جگہ ایک بٹن تھا۔ اس بٹن کو دباتے ہی چرمی بیلٹ کھل گیا۔ پستول ہاتھ کے ڈھلان سے پھسلتا ہوا شیریں کی ہتھیلی پر آگیا۔ اس نے اس کی ہتھیلی سے پستول لے لیا۔

وہ بولی "میں نہیں جانتی کہ تم دشمنی کررہے ہو یا نہیں؟ میں تو ایک ماں کا فرض ادا کررہی ہوں۔"

اسی لمحے میں مرحبا توصیف نے جھک کر فرش پر سے ریوالور کو اٹھایا پھر ٹھائیں ٹھائیں کی آوازوں کے ساتھ علی پر دو فائر کیے۔ اس کا خیال تھا کہ پہلی گولی کھا کر علی گرے گا تو دوسری گولی شیریں کو لگے گی لیکن دونوں گولیاں ان کے دائیں بائیں چلی گئیں۔ کیونکہ اس کے دماغ میں پورس بیٹھا ہوا تھا اور شیریں کے دماغ میں پارس۔

اس سے پہلے کہ وہ تیسرا فائر کرتا۔ کمانڈر نے اس کے ہاتھ پر گولی چلائی۔ ریوالور چھوٹ کر پھر فرش پر گر گیا۔ کمانڈر نے غصے سے کہا "یہ جوان تمہاری حفاظت کے لیے اپنے سینے پر گولیاں کھا رہا تھا اور تم اسے مار ڈالنا چاہتے تھے؟"

مرحبا توصیف نے کہا "میں اپنی جان کے دشمنوں کو زندہ نہیں چھوڑتا ہوں۔ جب تک اس جوان کو گولی نہ مارتا۔ اس وقت تک اس دشمن عورت کو ہلاک نہیں کرسکتا تھا۔"

پارس نے کمانڈر کے دماغ میں آکر میرے لب ولہجے میں کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ آپ ابھی دوسرے کمرے میں جائیں۔ مرحبا توصیف کے ساتھ جو چھ باڈی گارڈز آئے ہیں۔ انہیں فوراً حراست میں لے کر ان سے تمام اسلحہ چھین لیں۔"

کمانڈر نے حیرانی سے پوچھا "کیا یہ مجاہد اعظم نہیں ہے؟"

"یہ مجاہد ہے لیکن اس کے علاوہ کچھ اور کھیل بھی کھیلا جارہا ہے۔ ابھی آپ کو بہت کچھ معلوم ہوگا۔ مرحبا اور شیریں سے میرے تین بیٹے نمٹ رہے ہیں۔ آپ فوراً ان چھ مسلح باڈی گارڈز کو قابو میں کریں۔"

کمانڈر چلا گیا۔ شیریں نے مسکرا کر کہا "تم مرحبا کے خلاف بھی ایکشن لے کر اپنی ماں سے انصاف کررہے ہو۔"

"آپ دیکھ رہی ہیں کہ میں اپنا فرض ادا کررہا ہوں۔ لہٰذا آپ بھی میرے ساتھ تعاون کرتی رہیں۔ مجھے اپنی کار کی چابی دیں۔"

وہ ہچکچانے لگی۔ اس نے کہا "پلیز مدر!"

اس نے بے بسی سے کار کی چابیاں نکال کر علی کو دیں۔ علی نے اٹھ کر دوسرے مجاہدوں کو بلا کر ان میں سے ایک کو چابیاں دے کر کہا "خاتون کی کار کی ڈکی میں ٹائم بم اور گرینیڈ کے علاوہ دوسرے بارودی اسلحے کا ایک بکس ہے۔ کار کے اندر ڈیش بورڈ اور اسٹیئرنگ سیٹ کے نیچے کچھ اہم کاغذات' ویڈیو کیمرا اور ویڈیو کیسٹس ہیں۔ یہ تمام سامان لے جاکر کہیں حفاظت سے رکھو۔"

پھر اس نے مرحبا توصیف کے پاس آکر ہاتھ بڑھا کر کہا "تم چھ باڈی گارڈز کے ساتھ تین گاڑیوں میں آئے ہو۔ ان کی چابیاں دے دو۔ وہ ریموٹ کنٹرولرز بھی دو۔ جن کے ذریعے بم بلاسٹ ہوتے ہیں۔"

وہ تعجب سے بولا "میں حیران ہوں کہ تمہیں چھپی ہوئی چیزیں کیسے نظر آجاتی ہیں۔ کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

علی نے کہا "پورس! اسے وقت ضائع نہ کرنے دو۔"

دوسرے ہی لمحے میں وہ ریموٹ کنٹرول اور ایک گاڑی کی چابی دیتے ہوئے بولا "باقی دو گاڑیوں کی چابیاں میرے باڈی گارڈز کے پاس ہیں۔"

اس نے پارس اور پورس سے کہا کہ وہ شیریں اور مرحبا کی کھوپڑیوں میں رہیں پھر وہاں سے چلتا ہوا اس کمرے میں آیا جہاں چھ باڈی گارڈز کو قابو میں کرلیا گیا تھا۔ ان سے اسلحہ چھین لیا گیا

تھا۔ اس نے کمانڈر کو ایک چابی دے کر کہا "مرحبا توصیف تین گاڑیوں میں آیا تھا۔ دو گاڑیوں کی چابیاں ان گارڈز کے پاس ہیں۔ ان کے لباس کے اندر بھی تلاشی لیں۔ ان تین گاڑیوں کی ڈیکوں سے اور سیٹوں کے نیچے سے اسلحہ اور بہت سی اہم چیزیں برآمد ہوں گی۔ ایسی ہی چیزیں میری مدر کی گاڑی سے برآمد کرنے آپ کے دوسرے مجاہدین گئے ہیں۔"

کمانڈر نے کہا "اللہ تعالیٰ آپ کے والد کو لمبی حیات دے۔ وہ مجاہدوں کے لیے مجاہدانہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔"

علی نے کہا "آپ ان چھ گارڈز کو صرف گن پوائنٹ پر نہ رکھیں۔ یہ کوئی گڑبڑ کرسکتے ہیں۔ انہیں اچھی طرح باندھ کر رکھا جائے۔"

کمانڈر نے مجاہدین کو حکم دیا۔ وہ انہیں رسیوں سے باندھنے لگے۔ علی نے کہا "اب میری مدر کو ایک خالی کمرے میں اور مرحبا کو دوسرے خالی کمرے میں بٹھائیں پھر آپ اپنے مشیر حضرات اور معتمد خاص کو لے کر باری باری میرے ساتھ ان سے گفتگو کرنے کے لیے ان کے کمروں میں چلیں۔"

علی کی ہدایات پر عمل ہونے لگا۔ پہلے وہ سب اس کمرے میں آئے' جہاں شیریں ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کردیا گیا۔ وہ تمام افراد چارپائیوں پر بیٹھ گئے۔ علی نے کمانڈر کے پاس بیٹھ کر شیریں سے کہا "آپ کے چور خیالات سے تصدیق ہوگئی ہے کہ آپ میری والدہ ہیں لیکن آپ کو میرے والد کا نام یاد نہیں آرہا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کے دماغ کو اچھی طرح کھنگالا گیا ہے۔ کیا واقعی آپ میرے والد کا نام مجھے نہیں بتاسکیں گی۔"

شیریں نے کہا "یہ اچھی بات ہے کہ تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تصدیق کرلی۔ ورنہ میری بات کا یقین نہ کرتے۔ جس دن اس نے مجھے طلاق دی۔ اسی دن سے میں اس کا نام اور اس کا چہرہ بھولی ہوئی ہوں۔ صرف اتنا یاد رہ گیا ہے کہ میں نے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے۔ وہ صرف تین ماہ تک میرے پاس رہا۔ میں نے اسے دودھ پلایا پھر ایک صبح اٹھ کر دیکھا تو وہ بچہ میرے پاس نہیں تھا۔ میں نے اسے تلاش کیا۔ پولیس والوں سے مدد لی۔ لیکن وہ نہ ملا۔"

علی نے کہا "آپ نے مرحبا اور مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا تھا کہ میں آپ کا بیٹا ہوں اور میرا مشہور عالم باپ بھی نہیں جانتا کہ میں ان کا بیٹا ہوں۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں مجھے پتا نہیں ہے کہ میں نے ایسا کیوں کہا تھا۔ بیٹے! پھر میرے چور خیالات پڑھو۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ تمہارا باپ بہت ہی پراسرار تھا۔ وہ تمہیں بیٹے کی حیثیت سے جانتا ہوگا۔"

علی نے کمانڈر سے کہا "آپ میری مدر کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ کے اور بھی رشتے دار ہوں گے۔ وہ ضرور ان کے پہلے شوہر یعنی میرے والد کا نام جانتے ہوں گے۔"

کمانڈر نے کہا "برخوردار! میرا بڑا بھائی بے انتہا دولت مند تھا۔ شیریں اکلوتی بیٹی تھی۔ بھائی نے اسے امریکا میں تعلیم دلائی۔ میرے بھائی کی زندگی میں یہ دوبار تمام رشتے داروں سے ملنے افغانستان آئی۔ بھائی کی موت کے بعد یہ آزاد ہوگئی۔ ایک بار فون پر کہا تھا کہ اب یہ پس میں رہتی ہے اور اس نے شادی کرلی ہے۔ کبھی ہم سے ملنے آئے گی لیکن شادی ہوئی' بیٹا پیدا ہوا۔ طلاق ہوگئی پھر بھی یہاں نہیں آئی۔ ہم نے تمہارے والد کا نہ تو نام سنا اور نہ ہی صورت دیکھی ہے۔ البتہ پندرہ برس کے بعد سلطان بن مامون سے شادی کرنے کے بعد کئی بار یہاں آئی۔ ایک دو ہفتہ افغانستان کے مختلف شہروں کی سیر کرکے چلی گئی۔"

علی نے پوچھا "مدر! آپ نے آج مجھے کیسے پہچانا؟"

وہ بولی "میں کہہ چکی ہوں۔ تمہارا باپ بہت پراسرار تھا۔ میرے خوابوں میں ہر برس ایک بار میرے بچے کے ساتھ آتا تھا اور کہتا تھا' ماں سے بچے کو محروم نہیں کرنا چاہیے۔ میں اسے تمہارے پاس لے گیا' یہ میرا فرض تھا کہ اپنے بچے کو تمہاری بداعمالیوں سے محفوظ رکھوں۔ میں ہر برس اسے تمہارے سامنے لاتا ہوں تاکہ تم رات سے صبح تک اس کے ساتھ رہو' اس سے باتیں کرو اور بچپن سے جوانی تک بیٹے کے بدلتے ہوئے چہرے کو پہچانتی رہو۔ ہم اللہ تعالیٰ کی مشیت کو نہیں جانتے۔ ہوسکتا ہے کبھی یہ بیٹا تمہارے پاس پہنچ جائے۔"

"عجیب بات ہے کہ آپ مجھے صرف خوابوں میں دیکھتی تھیں۔"

"ہاں۔ میں دن کو کبھی نہیں سوتی۔ پچھلے دن دوپہر کو میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں تمہیں دیکھا۔ اس بار تمہارا باپ تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ تم نے کہا' مدر! میں افغانستان کے علاقے میں ہوں۔ کیونکہ آپ مرحبا توصیف کو قتل کرنے یہاں ایک کیمپ میں آنے والی ہیں پھر میری آنکھ کھل گئی۔ خواب مختصر سا تھا مگر تم دیکھ رہے ہو کہ کتنا سچا تھا۔ جو دیکھا' وہی ہو رہا ہے مگر میری توقع کے خلاف ہو رہا ہے۔ تم میرے بیٹے ہو کر میرے ساتھ قیدیوں جیسا سلوک کررہے ہو۔"

"میں آپ کا احترام کررہا ہوں۔ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر یہاں سے لے جاؤں گا۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس لیے ہو رہا ہے کہ آپ ماں ہونے کے علاوہ مجرمہ بھی ہیں۔"

"دشمن سے انتقام لینا جرم نہیں ہے۔"

"آپ یہ سوچ کر آئی تھیں کہ مرحبا کو ہلاک کرتے وقت مجاہدین رکاوٹ بنیں گے تو انہیں بھی ہلاک کریں گی۔ آپ کے چور خیالات نے بتایا ہے کہ اس سے پہلے بھی کئی جرم کرچکی ہیں۔"

وہ چپ رہی۔ علی نے کہا "آپ تنہا نہیں آئی ہیں۔ آپ کی حفاظت کے لیے دس مسلح افراد ہیں۔ آپ بتائیں وہ اس کیمپ کے

چاروں طرف کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

وہ ناگواری سے بولی "جب تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کرسکتے ہو تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"آپ کے چور خیالات نے بتایا ہے کہ جب مرحبا توصیف کی یہاں آمد کو ایک گھنٹا گزر جائے گا تو آپ کے دس محافظ سمجھ لیں گے کہ ابھی آپ کو واردات کا موقع نہیں ملا ہے اور آپ موبائل فون کے ذریعے انہیں اپنے موجودہ حالات بتائیں گی۔"

وہ پریشان ہوگئی۔ علی نے کہا "پلیز آپ باتھ روم میں جائیں اور لباس کے اندر سے فون نکال کر یہاں لائیں پھر ہمارے سامنے ان سے رابطہ کریں۔"

وہ مجبور ہو کر باتھ روم میں گئیں۔ کمانڈر نے کہا "بہ خدا آپ کمال کررہے ہیں۔ کیا یہ باتھ روم میں بند ہو کر اپنے آدمیوں کو اپنی ناکامی کی باتیں نہیں بتائے گی؟"

"نہیں۔ میری مدر کا دماغ' میرے ایک بھائی پورس کے قابو میں ہے۔ وہ ہماری مرضی کے خلاف کچھ نہیں کریں گی۔"

وہ کافی دیر بعد واپس آکر کرسی پر بیٹھ گئیں۔ پورس نے علی سے کہا "مدر نے چالاکی دکھائی ہے۔ وہ باتھ روم کا دروازہ بند کرکے کموڈ میں جاکر بیٹھنے والی تھیں۔ ایسے وقت میں ان کے دماغ میں نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لیے وہاں سے نکل آیا۔ اب ذرا انتظار کریں۔ مجھے ان کے خیالات پڑھنے دیں۔"

اس نے کہا "میں آپ کو اب تک نہ امی کہہ رہا تھا' نہ ممی کہہ رہا تھا۔ مدر کسی بھی بزرگ خاتون کو کہا جاسکتا ہے۔ اس لیے مدر کہہ کر آپ کو مخاطب کررہا تھا۔ اب تو مدر کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ آپ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرا ایک بھائی آپ کے دماغ میں ہے۔ آپ نے ایک نامناسب حرکت کی۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ کیا انسان قدرتی تقاضوں سے مجبور نہیں ہوتا۔"

"میں آپ سے بحث نہیں کروں گا۔ ابھی معلوم ہوجائے گا کہ آپ نے کیا چال بازی دکھائی ہے۔"

پھر اس نے کمانڈر اور اس کے ساتھیوں سے کہا "ابھی یہ تھوڑی دیر بعد فون پر گفتگو کریں گی۔ اس وقت آپ حضرات ایسے خاموش رہیں جیسے اس کمرے میں کوئی نہ ہو۔"

سب نے ہاں کے انداز میں سرہلایا۔ وہ سب علی کے تعقید سے متاثر ہوگئے تھے۔ کمانڈر سے زیادہ علی کے احکامات کی تعمیل کررہے تھے پھر علی نے شیریں سے کہا "مجھے رپورٹ مل گئی ہے۔ آپ دس مسلح ساتھیوں کے ساتھ آئی تھیں۔ ان میں آپ کا ایک پارٹی لیڈر شباز خان ہے۔ آپ نے اس کی جان بچانے کے لیے ابھی فون پر کہہ دیا کہ آپ مجاہدوں کی گرفت میں آگئی ہیں۔ یہ بھی بتایا ہے کہ مرحبا توصیف کا مجاہد اعظم ہونا مشکوک ہے۔ شاید تم لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے نقلی مجاہد اعظم کو اس کیمپ میں بھیج کر اصلی مجاہد اعظم کو کسی دوسری جگہ پہنچا دیا ہے۔ لہٰذا پارٹی لیڈر شباز خان باقی ساتھیوں کے ساتھ اپنے بیس BASE کیمپ میں جاکر خفیہ رابطے کے ذریعے اصل معلومات حاصل کرے۔"

اس نے اٹھ کر ماں کے ہاتھ سے موبائل فون لے لیا۔ کمانڈر نے کہا "برخوردار علی! خدا کی قسم یہ تمہاری ماں نہ ہوتی تو ہم لوگ اس کا قیمہ بنا دیتے۔"

علی نے کہا "آپ غصہ ضبط کریں۔ مدر کی چال بازی سے مجاہدوں کو فائدہ پہنچنے والا ہے۔"

ایک مشیر نے پوچھا "کیسا فائدہ؟"

"ہمیں دشمنانِ اسلام کے بیس کیمپ کا پتا اس کی پارٹی انچارج کے دماغ سے مل گیا ہے۔ میرا بھائی پورس اب اس انچارج شباز خان کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔ انشاء اللہ ہم کل تک اس خطرناک بیس کیمپ کو تباہ کردیں گے۔ وہیں سے ہمارے دشمنوں کو اہم معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔"

ان سب نے خوشی سے اٹھ کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ شیریں پریشان ہو کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچ رہی تھی "صرف ایک بیٹا میری ممتا سے پگھل جائے اور میرے لیے کام کرے تو ہم ہاری ہوئی بازی جیت لیں گے لیکن یہ تو بہت ہی سخت مزاج اور اصول پسند ہے۔ میں کس طرح اسے اپنی طرف مائل کروں؟"

علی کی فرمائش پر ایک دسی لائی گئی۔ اس نے شیریں کو اسی طرح کرسی پر بٹھائے رسیوں سے باندھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "کیا تم مجھے مجاہدوں کی قید میں رکھو گے؟"

"آپ یہ دیکھیں کہ رسیوں سے باندھتے وقت بھی میں کسی کو اجازت نہیں دے رہا ہوں کہ وہ قریب آکر باندھنے کے بہانے ہی میری ماں کو ہاتھ لگائے۔ آپ یہاں آرام سے بیٹھیں۔ میں آپ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

اسے باندھنے کے بعد وہاں دروازے پر ایک مسلح شخص کو چھوڑ کر علی' کمانڈر اور اس کے اہم ساتھیوں کے ساتھ مرحبا توصیف کے پاس دوسرے کمرے میں آیا پھر اس سے بولا "مرحبا! تم اپنی ہسٹری خود سناؤ گے یا مجھے زحمت دو گے۔"

وہ بے بسی سے بولا "میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے شکنجے میں آجاؤں گا۔ بہرحال میں کسی حد تک خود غرض ہونے کے باوجود امریکا اور اسرائیل کا دشمن ہوں یہ تم جانتے ہو۔ یہ بھی جانتے ہو کہ ان دشمنوں کے اہم عہدے داروں کو قتل کرتا رہتا ہوں۔"

"یہ بھی بتا دو' ایسا کیوں کرتے ہو؟ دینِ اسلام کی خاطر یا امریکی اور اسرائیلی پالیسیوں کو ناکام بنانے کے' ان کے اہم افراد کو قتل کرکے انہیں اپنے دباؤ میں لارہے ہو۔ ایک امریکی نمائندے سے

تمہارے خفیہ مذاکرات ہورہے ہیں۔ وہ تسلیم کرچکے ہیں کہ تم اسلامی ممالک میں ایک مجاہد اعظم بن کر چند اسلامی ممالک کی بھرپور حمایت حاصل کرچکے ہو۔ لہٰذا اگر تم افغانیوں کی حمایت میں برسوں سے مذاکرات کرتے رہو اور امریکا اور اسرائیلی نمائندوں سے بھی گٹھ جوڑ کرتے رہو تو تمہاری چاندی ہوتی رہے گی۔"

مرحبا توصیف نے کہا "جب آپ اندر کی دلچسپی باتوں کو سمجھ رہے ہیں تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"کہنے کی بات تو یہ ہے کہ تم افغانستان کو دو حصوں میں تقسیم کرانا چاہتے ہو۔ امریکی نمائندے کو یقین دلا رہے ہو کہ اگر جنوبی افغانستان کا حکمران تمہیں بننے دیا جائے تو تم وہاں امریکی فوجی اڈا بننے دو گے۔ اس طرح ایک طرف پاکستان' دوسری طرف ایران اور شمال میں ازبکستان اور تاجکستان جیسی اسلامی ریاستیں ہمیشہ امریکی دباؤ میں رہا کریں۔"

کمانڈر نے کہا "او خدایا! تم کافر کے بچے اتنی دور تک سازشیں کررہے ہو۔ آئندہ ہم کسی مجاہد اعظم کہلانے والے کو یہاں پناہ نہیں دیں گے۔"

علی نے کہا "نہیں' ہم مجاہد اعظم مرحبا توصیف کو بڑی عزت اور احترام سے پناہ دے رہے ہیں۔ یہ آپ کے سامنے مرحبا توصیف نہیں ہے۔ یہ لوگ ایسی چالیں چل رہے ہیں کہ ہم مسلمانوں کو تمام مجاہدین پر شبہ ہونے لگے۔"

کمانڈر نے حیرانی سے پوچھا "کیا اصلی مرحبا توصیف موجود ہے پھر اس کا نام کیا ہے؟"

ایک معتمد خاص نے کہا "ظاہر ہے۔ یہ کافروں کا چمچہ ہے۔"

مجاہد اعظم بننے والے کے دماغ میں پارس تھا۔ وہ پارس کی مرضی کے مطابق بولنے لگا "میرا نام جمال خان ہے۔ کوئی پانچ دن پہلے ایک خفیہ ایجنسی نے اطلاع دی کہ انہوں نے مجاہد اعظم مرحبا توصیف کو بڑی رازداری سے ہلاک کردیا ہے۔ اس کی لاش بھی خفیہ طور سے امریکا پہنچائی گئی۔ میں قد اور جسامت کے علاوہ مرحبا توصیف سے مشابہت رکھتا تھا۔ میرے چہرے پر معمولی سی تبدیلی کرکے مجھے مجاہد اعظم کا رول ادا کرنے کے لیے یہاں بھیج دیا گیا اور عالمی میڈیا سے اس بات کو شہرت دی گئی کہ مرحبا توصیف نے افغانستان میں پناہ لی ہے۔"

دشمن اس بات سے بے خبر تھے کہ اصلی مرحبا توصیف زندہ ہے۔ اس کا ایک ہم شکل بھائی تھا۔ دشمنوں نے ایک کیمپ میں اسے گھیر لیا تھا۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے اطلاع دی "برادر! ہمارے ہم شکل ہونے کا آج بہت بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ دشمن مجھے مرحبا توصیف سمجھ کر گھیر چکے ہیں۔ میں ان سے آخری سانس تک لڑتا رہوں گا۔ میری موت کی خبر عام ہوگی تو آپ روپوش ہوجائیں۔ مسلمانوں کے خلاف بڑی بڑی طاقتیں ہیں۔ آپ جب تک پوری طرح متحدہ مسلمانوں کی ایک طاقت نہ بنالیں' تب تک منظرعام پر نہ آئیں۔"

وہ بے چارہ بھائی مارا گیا لیکن مرحبا توصیف کے روپوش رہنے کا مقصد پورا نہ ہوا۔ دشمنوں نے دوسری چال چلی۔ جمال خان کہہ مرحبا توصیف بنا کر یہاں بھیج دیا۔ تاکہ یہ مجاہد اعظم بن کر مجاہدین کے تمام کیمپوں میں جاکر ان کے اہم راز چرائے پھر آخر میں ایسی حرکتیں کرے کہ مسلمانوں کو صرف ایک مجاہد اعظم سے نہیں' سب ہی مجاہدین سے نفرت ہوتی جائے۔ مسلمان ممالک ایک دوسرے کے ملکوں کے مجاہدین پر اعتراض کریں اور وہ سب کبھی متحد نہ ہوپائیں۔

جمال خان نقلی مجاہد اعظم نے کہا "میں نے خفیہ ایجنسی والوں سے یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ فرہاد علی تیمور ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری اصلیت معلوم کرلے گا۔ انہوں نے کہا کہ فرہاد' سونیا اور ان کے دوسرے اہم خطرناک افراد کو انہوں نے نقلی مجاہدین فرہاد گیلانی اور قاسم بن حسام کے ایک طویل چکر میں الجھا رکھا ہے۔ فرہاد کے پاس بھی اب زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں رہے ہیں۔ لہٰذا افغانستان میں وہ نہیں آسکیں گے اور میں ہفتے دو ہفتے کے اندر مجاہدوں کے اہم کیمپوں میں پناہ گزین مہمان بن کر ان کے اہم راز اور ان کے آئندہ کے منصوبے معلوم کرکے چلا آؤں گا۔"

علی نے پارس سے معلومات حاصل کرکے کہا "اور یہ بہت سے راز چرا کر یہاں آیا۔ یہاں سے بلوچستان اور عرب امارات ہوتا ہوا امریکی دربار میں پہنچنے والا تھا اور اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ ہیڈ کوارٹر کے مجاہد اور کمانڈر حضرات اصل مجاہد اعظم مرحبا توصیف کو خفیہ طور پر پناہ دیئے ہوئے ہیں اور یہ نقلی چمچہ یہاں سے نقلی راز چرا کر لے جارہا ہے۔"

کمانڈر نے کہا "ہم اس خنزیر کے بچے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے اور اس کے چھ باڈی گارڈز کو بھی اس کے ساتھ جہنم میں پہنچائیں گے۔"

"یہاں کام کرنے والی امریکی خفیہ ایجنسیاں ہر جگہ اس کی اور اس کے چھ آدمیوں کی منتظر ہیں تاکہ انہیں آسانی سے ایک ملک کی سرحد سے دوسرے ملک پہنچا سکیں۔ لہٰذا انہیں بڑی رازداری سے ہلاک کرکے ان کی لاشوں کو اس طرح چھپا دیا جائے کہ جاسوس کتے بھی ان کی لاشوں تک نہ پہنچ سکیں۔"

کمانڈر کے حکم پر کئی مجاہد جمال خان اور اس کے چھ آدمیوں کو رسیوں سے باندھ کر وہاں سے لے گئے۔ پارس نے علی کے پاس آکر پوچھا "اب تو تم اس مدر کو اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔ ویسے یار! یہ تمہاری ماں کہاں سے پیدا ہو کر آگئی؟"

علی نے کہا "جہاں سے بھی آئی ہوں' اگر وہ پیدا نہ ہوتیں تو میں کیسے پیدا ہوتا؟"

"ہاں میں بھول گیا تھا کہ ہم ماں کے بغیر کسی انڈے سے نہیں

نکل سکتے۔ اب اپنا پروگرام بتاؤ اور ہمیں جلد سے جلد چھٹی دو۔ میں اور پورس بھارت جانے والے ہیں۔"

"بھئی دشمنوں کی چال، دشمنوں پر ہی آزمائی جائے گی" اصلی مجاہد اعظم مرحبا تو صیف کی حفاظت کے لیے ابھی سزائے موت پانے والے جمال خان کو زندہ ظاہر کیا جائے گا۔ جمال خان اور خفیہ ایجنسیوں کے کوڈ ورڈز خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہو چکے ہیں۔ ہم اپنے ڈی جمال خان کے ساتھ ڈی چھ باڈی گارڈز رکھیں گے" علی نے سوچتے ہوئے کہا "وہ ڈی جمال خان خفیہ ایجنسیوں سے کہے گا کہ وہ فرح کیمپ سے گزر کر کوئٹہ جانے والا تھا مگر پتا چلا کہ وہاں فرہاد کا بیٹا علی تیمور پہنچا ہوا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے خاندان سے بچنے کے لیے پھر افغانستان کے شمال کی طرف مجاہدوں کے ایک کیمپ میں جا کر چھپ گیا ہے اور معلوم کر رہا ہے کہ علی تیمور یہاں کیوں آیا ہے؟ کیا آگے شمال کی طرف آئے گا یا واپس چلا جائے گا۔"

"ڈی جمال خان کا رول کون ادا کرے گا؟"

"تم پاپا کی آواز اور لب و لہجے میں مجاہدوں کے ہیڈ کوارٹر کے کمانڈر کو یہاں کے تمام حالات بتا کر اس سے کہو کہ آئندہ انکل سلمان اس کے دماغ میں رہ کر جمال خان کے لب و لہجے میں بولیں گے انہیں ان کے کوڈ ورڈز وغیرہ سب سے معلوم ہیں۔"

"میں ابھی یہ کام کردوں گا۔ انکل سلمان کو بھی یہاں کے تمام حالات بتا دوں گا۔ وہ ہیڈ کوارٹر کے کمانڈر کے دماغ میں چلے جائیں گے مگر تم مدر کو لے کر کہاں جاؤ گے؟"

"مدر کا پارٹی لیڈر شہباز خان اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ اپنے BASE کیمپ گیا ہے۔ پورس میری مدر کے چور خیالات پڑھتا رہا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ مدر اور لیڈر شہباز خان بھی امریکا اور اس کی خفیہ ایجنسیوں کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ایک پارٹی کا شہباز خان اور دوسری پارٹی کا جعلی مجاہد اعظم جمال خان ایک دوسرے کے دشمن کیوں بن کر یہاں آئے تھے۔ مدر اور شہباز کے چور خیالات یہی بتاتے ہیں کہ اسے اور شیریں یعنی میری مدر کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نقلی مجاہد اعظم جمال خان کو ہلاک کر دیں۔"

اسی وقت فہمی کی سوچ کی لہریں سنائی دیں "ہائے علی! کیا میری سوچ کی لہروں کو پہچان رہے ہو؟"

پارس نے کہا "یہ لو پہنچ گئی آدھی نصف بہتر آگئیں۔"

علی نے کہا "ایسے میں نصف کہتر کی کیا ضرورت ہے، تم جاؤ۔"

"فہمی! یہ تمہیں نصف کہتر کہہ رہا ہے۔ چلی جاؤ۔"

"میرے علی نے کباب میں ہڈی کو کہا ہے۔"

"تمہیں شرم آنی چاہیے۔ کتنی گھنٹوں سے تمہارے میاں کے کام آ رہا ہوں اور اب میاؤں میاؤں کرنے آ گئی ہو۔ اگر میں ہڈی ہوں تو تم دو بھائیوں کے درمیان دیوار۔ ویسے خوش رہو، تمہارے آنے سے ہمیں چھٹی تو ملی۔"

پارس مجاہدوں کے ہیڈ کوارٹر کے کمانڈر کے دماغ میں پہنچ کر دیوتا

میرے لب و لہجے میں بولنے لگا۔ علی نے فہمی سے کہا "میں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کی مبارک باد دیتا ہوں۔ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد کمزوری محسوس کر "صرف اتنا چاہتا ہوں کہ مجاہد میری حفاظت کے لیے مہمان ہوگی۔"

"کمزور ہو گئی تھی۔ مجھے آرام کرنے کے لیے کہا گیا۔ تمہارے اور میری مدر کی کار کی چابیاں واپس کردیں۔"

ساتھ دو شیطان تھے اس لیے میں بھی مطمئن تھی۔" اس نے کار کی چابیاں دیں۔ وہ دوسرے کمرے کی طرف

"یہ اچھا ہوا کہ تم نے آرام کرلیا۔ اب مسلسل کام کرتے ہوئے فہمی سے بولا "یہاں پچھلی رات ایک جوان عورت ہے۔" کے بھیس میں آئی تھی، اس کا نام مہوز ہے۔ تم ممایا ثانی

"میرے آرام سے بڑے مطمئن ہو اور خود چوہیں گھنٹے پاس جاگ رہے ہو۔ کیا ذرا سونے کے بعد کام نہیں ہو سکتا؟" جاؤ۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرار ہوتے وقت رات کے

علی وہاں کے تفصیلی حالات بتاتے وقت اپنی مدر شیریں کے بارے میں جان بوجھ کر ان سے الگ ہو گئی تھی پھر اس چالاکی متعلق بھی بتانے لگا۔ وہ حیرانی سے بولی "تمہاری والدہ کہاں اسی کیمپ کی طرف آئی تھی کہ فرار ہونے والوں کو تلاش آگئیں؟ حقیقت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ پارس نے کے لیے مجاہد آگے جائیں یہ کبھی نہیں سوچیں گے کہ ایک کے چور خیالات پڑھے ہیں لیکن یہ سوچ کر دکھ ہو رہا ہے کہ وار ہونے والی اس کیمپ کی طرف واپس آئی ہے۔"

مجرم ہیں۔" "ہوں اگر وہ ان اطراف میں کہیں چھپی ہوئی ہے تو ہمارے

"ایک تو میں ان کے ساتھ ابھی رہ کر معلوم کرنا چاہتا ہوں، خطرہ بن سکتی ہے۔ میں ابھی جا رہی ہوں۔"

وہ مجرمانہ زندگی کیوں گزار رہی ہیں؟ پھر ان کے ساتھ فہمی چلی گئی۔ علی نے دوسرے کمرے میں آ کر کرسی پر بیٹھی ایجنسیوں کے ہیڈ کوارٹر کے بیس کیمپ جانا ہے۔" ہاں کی رسیاں کھولیں۔ وہ ناراض ہو کر بولیں "تم نے میرے

"وہاں جانے سے زیادہ تمہاری نیند اور تمہارا آرام ضروری ہے۔ ہو کر مجھے اس طرح باندھ کر میری توہین کی ہے۔ میں تم سے ہے۔ میں ابھی پورس اور پارس سے کہتی ہوں کہ وہ تمہاری مدد کریں بولوں گی۔"

ان کی ٹیم کے انچارج شہباز خان کے بیس کیمپ تک پہنچنے کے "یہاں آپ جیسے جتنے بہروپئے اور مجرم آئے تھے، انہیں مجھے شہباز خان کے دماغ میں پہنچا دیں۔ تم آرام سے سہما سے دور لے جا کے گولیاں ماری گئی ہیں۔ ان کی لاشوں کو رہو گے۔ میں اہم معلومات حاصل کرتی رہوں گی۔" ھے میں ڈال کر مٹی برابر کردی گئی ہے۔ آپ میری ماں ہونے کی

"بس تم نے آتے ہی پابندیاں عائد کرنی شروع کردیں۔ ہے زندہ ہیں۔ یوں قیدیوں کی طرح رہنے والی توہین بھول نہیں جانتیں ہمیں کئی راتیں جاگنے اور کام کرتے رہنے کی عادت۔"

اس نے رسیاں کھول کر کار کی چابیاں اسے دیتے ہوئے کہا ہے۔"

"ایسا ہم بہت مجبوری کے وقت کرتے ہیں۔ ابھی کوئی وجہ آرام کرنے کے لیے یہاں سے ذرا دور مہمان خانے میں جا رہا نہیں ہے۔ نہ کوئی مجرم بھاگا جا رہا ہے اور نہ ہی کوئی ہم پر حملہ کرے۔ آپ بھی میرے ساتھ چلیں گی نا؟"

والا ہے۔ میں تمہارے دماغ میں موجود رہوں گی۔" "یہ تمہارے خیال خوانی کرنے والے جانتے ہوں گے کہ میں

علی کو اس کی جائز محبت بھری بات تسلیم کرنی پڑی۔ چاہتی ہوں۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس جاؤں گی۔ تم بھی کمانڈر سے کہا "اب میں اپنی مدر کو یہاں سے لے جاؤں گا اپنے ساتھ چلو۔ جس طرح تمہاری موجودگی میں یہاں مجھے کوئی مجھے کل سے سونے کا موقع نہیں ملا ہے اس لیے آپ کے مہمان نہیں پہنچا، اسی طرح میری موجودگی میں میرا کوئی ساتھی خانے میں جا کر ذرا نیند پوری کروں گا۔" میں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

کمانڈر نے کہا "برخوردار! تم ہمارے مہمان نہیں، ہو۔ "میں بیٹا ہوں، آپ کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اگر آپ مجھے چھوڑ ہو۔ تم مہمان خانے میں نہیں، یہاں میرے گھر میں رہو گے۔" جائیں گی تو مجاہدوں میں سے کسی کی بھی گولی کا نشانہ بن جائیں

"یہاں چاروں طرف مجاہد ہیں۔ میں مدر کو مہمان خانے "ٹھیک ہے۔ میں بھی اپنے بیٹے کو نہیں چھوڑوں گی۔ تم میرا جا کر آزمانا چاہتا ہوں کہ وہ میرے سونے کے درمیان کوئی فون واپس دلا دو۔ میں اپنے ساتھیوں کی خیریت معلوم کرتی چلیں گی یا نہیں؟ میری نیند کے وقت میرے ٹیلی پیتھی جاننے ل گی۔"

میری حفاظت کریں گے۔"

"جناب فرہاد کا پورا خاندان سونے کے وقت بھی جاگتا آپ کے ساتھی مجرم ہیں۔ بیٹے کے ساتھ رہنے کے لیے ہے۔ ٹھیک تم مہمان خانے میں جاؤ اور جو چاہتے ہو ہمیں بتاؤ، کو چھوڑنا پڑے گا۔"

"وہ سب میرے برے وقت کے ساتھی ہیں اور تم میری جان

جادو نگار

ایم۔اے راحت

کے قلم کی جادوگری

باغی

ایک بیٹے کی کہانی جس نے ماں کی توہین کرنے والے باپ کو انوکھا سبق دیا۔ آنسوؤں اور قہقہوں کی آغوش میں رقصاں دلچسپ داستان۔ جسے شروع کر کے آپ آخری سطر تک پڑھے بغیر نہ رہ سکیں گے

دو حصوں میں مکمل فی حصہ ۴۰/-

پارس

اپنی تلاش میں سرگرداں ایک سرپھرے کا فسانۂ عجیب

عشق، جرم اور جنون کی ہنگامہ خیزیاں

ایم اے راحت

مکمل ۵۰/-

کے قلم سے دونوں ناول شائع ہو چکے ہیں

ڈاک خرچ فی کتاب ۱۶/- روپے۔ تینوں کتب اکٹھی منگوانے پر ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا۔ (نوٹ) رقم پیشگی ارسال کریں

ناشر

علی میاں پبلی کیشنز ۲۰۔ عزیز مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور فون ۷۲۴۷۴۱۴

اسٹاکسٹ

علی بک سٹال چوک میو ہسپتال۔ نسبت روڈ لاہور فون: ۷۲۲۳۸۵۳

ہو۔ میں کسی کو نہیں چھوڑوں گی۔"

"میں نے کار کی چابیاں دے دی ہیں۔ زیادہ بحث نہیں کروں گا۔ میں اپنے راستے جارہا ہوں۔ آپ جس سمت جانا چاہیں' جاسکتی ہیں۔"

وہ اس گھر سے نکل کر باہر برآمدے میں آیا۔ شیریں اس کے پیچھے چلتی ہوئی آئی۔ پھر کمانڈر سے بولی "براور! میرا فون واپس کردو۔"

"مجھ کو براور مت بولو۔ تم کو بمن بولتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جاؤ اس نوجوان کے طفیل تمہیں زندہ چھوڑ دیا۔"

وہ غصے سے پلٹ کر اپنی کار کے پاس جانے لگی۔ علی نے کمانڈر سے رخصت ہو کر کار کے پاس آکر پوچھا "آپ کس انتظار میں ہیں۔ اپنے راستے پر نہیں جائیں گے؟"

"میں نادان نہیں ہوں۔ تمہارے خیال خوانی کرنے والے مجھے رازداری سے کہیں جانے نہیں دیں گے۔ میں تمہارے ساتھ مہمان خانے جاؤں گی۔"

علی اس کے پاس دوسری طرف سے آکر اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ فہمی جلد ہی واپس آکر علی کو محمود کے بارے میں اہم اطلاع دینے والی تھی۔

○☆○

پارس اور پورس کے چہروں پر کچھ تبدیلیاں کی گئی تھیں۔ اب دونوں ہم شکل نہیں تھے۔ ان دونوں کے علاوہ سونیا' فہمی اور دوسرے اہم سراغرساں جنہیں ٹیلی پیتھی سکھائی گئی تھی' ان سب پر روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا عمل کیا گیا تھا کہ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا ان کے صحیح خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ وہ جس موقع پر جس بھیس میں رہتے' اسی بھیس کے مطابق ان کے خیالات ڈھل جاتے۔ دشمنوں کو چہرہ خیالات پڑھنے کے باوجود ان کی اصلیت معلوم نہ ہوتی۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دشمن ان کے دماغوں میں آسانی سے آجاسکتا تھا۔ اسے کبھی شبہ نہ ہوتا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے افراد ہیں۔ یہ تمام ضرورت کے وقت پندرہ بیس اور تیس منٹ تک سانس روک سکتے تھے۔

اتنی حفاظتی تدابیر پر عمل کئے جانے کے بعد پارس اور پورس نے بھارت جانے سے پہلے مہاراج اور مہیش کے دماغوں میں رہ کر انہیں ایک ایسے طیارے سے سفر کرایا جو پیرس میں ایک گھنٹا ٹھہر کر آگے بھارت جانے والا تھا۔ وہ باپ بیٹے یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ ہمارے معمول اور تابع ہیں۔ وہ اس خوش فہمی میں تھے کہ ان پر تنویمی عمل کرنے والا ایک حادثے میں اسپتال پہنچا ہوا ہے اور وہ ان چاروں یوگا جاننے والے افسران کو دھوکا دے کر ان کی قید سے آزاد ہو گئے ہیں۔

میں نے امریکی اکابرین کو دھمکی دی تھی کہ مہاراج اور مہیش کسی دن بھی نیویارک سے بھارت جائیں گے۔ انہیں روکنے کی خفیہ سازش بھی کی جائے گی تو سزا کے طور پر ان تمام اکابرین چاروں یوگا جاننے والے افسران جیسا حال ہوگا۔ ان چار نے زخمی کیا تھا اور اس بات کی اجازت نہیں دی تھی زخموں کی مرہم پٹی کرا سکیں۔

بعد میں ایک افسر زخم کی تکلیف سے مجبور ہو کر اسپتال میں گیا تھا۔ جب اس نے مرہم پٹی کرانے کے بعد چاہا تو نہ تکلیف کم ہوئی اور نہ ہی انجکشن دینے سے نیند نے اس سے کہا "میں نے انجکشن تبدیل کردیا تھا۔ وہ نیند نہیں جگائے رکھنے کا انجکشن تھا اور زخم پر جو مرہم لگایا گیا سپنک نہیں تھا بلکہ سپنک یعنی زخم کو خراب کرنے والا

وہ وہاں سے دوڑتا ہوا اپنے تین زخمی ساتھیوں کے میں آیا' انہیں بتانے لگا کہ میری مرضی کے خلاف مرہم کا انجام برا ہو رہا ہے۔ باقی اکابرین نے ان کی مدد کرنے کردیا تھا لیکن دل ہی دل میں وہ ان چاروں کے لیے بہو تھے۔ ان میں سے ایک نے بڑی رازداری سے اسرائیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم سے فون پر رابطہ سے درخواست کی "آپ کی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپاوا ہے۔ پلیز ہمارے چار زخمی افسران کی مدد کریں۔ ہم امداد پہنچائیں گے۔ تو ہمیں بھی فرہاد صاحب کی طرف سزائیں ملیں گی۔"

برین آدم نے کہا "فرہاد صاحب کی مہربانی سے ہمیں ملی ہے لہٰذا ہم ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرکے دشمنی مول نہیں لیں گے۔"

"آپ یہ تو نہ بھولیں کہ ہم تمام اسلامی ممالک آپ کے ایک چھوٹے سے ملک کو کتنا طاقت ور بنا ہیں۔"

"فرہاد ہماری تمام طاقت کو ایک ہی جھٹکے میں ختم کر الپا کو اغوا کرادے گا تو کیا ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی کو لائیں گے؟"

برین آدم نے انہیں کھرا سا جواب دیا لیکن ا "ہمیں ان چار افسران کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ ا مفادات کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ تم کو انسانیت کا حوالہ دے کر راضی کرو۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آئی۔ میں بات تمہاری سمجھ میں آگئی ہوگی کہ پارس نے تمہیں شہ بنایا تھا لیکن ہم نے تمہیں ہپو تسلیم نہیں کیا تھا اور بابا ادارے میں تمہیں قدم رکھنے نہیں دیا تھا۔"

"میں نے مانتی ہوں آپ میرے مزاج کو بلکہ خوب سمجھتے ہیں۔ آپ نے پارس کو اس لیے شادی کر روکا کہ میں اس کی ایک بیٹی کو جنم دینے والی تھی۔ آ

آپ کے پاس پہنچ گئی اور میری گود خالی ہوگئی۔ ایک ماں کو خواہ وہ چالباز ہی سہی آپ نے سزا دے دی۔"

"تمہاری سزا ختم ہو چکی ہے اس لیے تمہیں اسرائیل واپس بھیج دیا گیا۔ اب کیا چاہتی ہو؟"

"میں اپنے لیے نہیں' آپ کو انسانیت کا واسطہ دے کر دوسروں کی مدد کرنا چاہتی ہوں۔"

"دوسروں کے کام آنا اچھی بات ہے لیکن مجھے انسانیت کا واسطہ کیوں دے رہی ہو؟"

"آپ انہیں سزائیں دے رہے ہیں۔ ان کے لیے معافی کی درخواست کر رہی ہوں۔"

"اچھا سمجھ گیا۔ امریکی اسرائیلی دوستانہ اور امدادی معاہدے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ ان چار زخمی افسران کی امداد کے لیے ان سے دوستی کے تقاضے پورے کرنا چاہتی ہو۔"

"نہیں' میں تو انسانیت۔۔۔"

"بس آگے نہ بولو۔ تم لوگوں کے سامنے انسانیت یہ ہے کہ عالم اسلام سے دشمنی کرتے وقت مسلمانوں کو انسان نہ سمجھو۔ میں برسوں سے تم لوگوں کو ناکامی کے جوتے مارتا آرہا ہوں مگر تمہیں عقل نہیں آرہی ہے۔ ٹھیک ہے جاؤ' انسانیت کے حوالے سے ان چاروں کے کام آؤ۔ ان کا علاج کراؤ لیکن یہ کبھی نہ بتانا کہ میں نے اجازت دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ امریکا پر تمہارا احسان رہے' یہ میری پالیسی ہے۔"

"اگر آپ کی ایسی کوئی پالیسی ہے کہ ان چاروں کا علاج کرانے سے مجھے یا میرے ملک کو نقصان پہنچے گا تو میں ان چاروں کی طرف رخ بھی نہیں کروں گی۔"

"کیوں نہیں کروگی؟ انسانیت کی بھلائی کا جذبہ کیا ہوگیا؟ تم لوگوں سے گرگٹ بھی شرمندہ ہے کہ اتنے رنگ نہیں بدلتا ہے۔ جاؤ یہ میرا وعدہ ہے کہ ان چاروں کا علاج کراؤ گی تو میں تمہیں اور تمہارے ملک کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہمارے اصلی مجاہدین فرہاد گیلانی اور قاسم بن حسام ہمیں واپس مل گئے ہیں لیکن یاد رکھنا' آئندہ امریکی سازشوں میں ہمارے خلاف حصہ لوگی تو تمہیں بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔"

میں نے سانس روک لی۔ اس نے خوش ہو کر برین آوم کو تمام باتیں بتائیں۔ اس نے الپا سے کہا "اب امریکی اکابرین سے رابطہ کرو اور پوچھو' تم خطرہ مول لے کر ان چاروں کا علاج کراؤ گی' اس کے عوض اسرائیل کو کیا ملے گا؟"

میں خاموشی سے الپا کے دماغ میں تھا۔ وہ مجھے محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ میں صرف یہ دیکھنے کے لیے رک گیا تھا کہ یہ یہودی اپنے مددگار باپ کے بھی نہیں ہوتے ہیں۔ اسرائیل کی ابتدا سے اب تک امریکی باپ کی امداد سے منی سپر پاور بننے کے باوجود امریکا کا معمولی سا کام کرنے سے پہلے اس سے اپنے مفادات حاصل کرنے کی بات کرتے ہیں۔

میں وہاں سے چلا آیا۔ مجھے اس کی پروا نہیں تھی کہ وہ دونوں اسلام دشمن ممالک ایک دوسرے سے کیسے لین دین کرتے ہیں۔ مجھے یہ اطمینان تھا کہ وہ دونوں آئندہ ہمیں دھوکا نہیں دے سکیں گے۔ ہم الپا کے دماغ میں گھس کر بڑے بڑے اہم راز معلوم کر لیا کریں گے۔

مثلاً یہ معلوم ہو چکا تھا کہ کسی ایسے دن جب ہم جیسے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے میں موجود ہوں تو اچانک ہوائی حملوں سے اور میزائلوں سے بابا صاحب کے ادارے میں ایسی تباہی لائی جائے کہ وہاں سے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور روحانیت کے حامل جناب تبریزی اور آمنہ بھی زندہ بچ کر نہ جا سکیں۔

اس سلسلے میں امریکا' اسرائیل' فرانس' جرمنی اور روس کے خاص نمائندوں کی جو خفیہ کانفرنس ہو رہی تھی' اس کانفرنس میں کس ملک کے کون کون سے چار نمائندے شریک ہو رہے ہیں۔ ان سب کے نام اور پتے ہمیں الپا کے ذریعے معلوم ہو چکے تھے۔

وہ سب پہلے خفیہ اجلاس میں اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے پر تباہ کن حملے ایک ہی دن اور ایک ہی رات میں اتنی تیزی اور تسلسل سے ہونے چاہئیں کہ ہمیں جوابی حملہ کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔ ہم صرف اپنی جانیں بچانے کی فکر کریں اور جانیں بھی نہ بچا سکیں۔

ایک نے کہا "اس کے لیے لازمی ہے کہ یہاں کے خ اجلاس کی بات باہر نہ جائے۔ اس کا کامیاب طریقہ یہ ہوگا کہ سب اپنے اپنے ملکوں کے ہینا ٹائز کرنے والوں کی خدمات حا کریں۔ خود پر تنویمی عمل کے ذریعے اپنے دماغوں کو اس قدر حسا بنائیں کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیا کریں اور سانس رو کر انہیں اپنے خیالات پڑھنے کا موقع نہ دیا کریں۔"

دوسرے نے کہا "صرف اتنا ہی نہیں' ہم یہاں سے جا کر اپنے متعلقہ افسران کو اجلاس کی کارروائی کا حال سناتے ہیں۔ افسران کو بھی ہر طرح کا نشہ چھوڑ کر تنویمی عمل کے ذریعے اپنے دماغوں کو لاک کرانا چاہیے ورنہ یہ راز' پھر راز نہیں رہے گا۔ جو بہت بڑی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں' وہ ایسی ناکامی ہوگی۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے پیچھا چھڑانا ممکن رہے گا۔"

تنویمی عمل کے ذریعے اپنے دماغوں کو لاک کرانا سب کے تھا۔ اس فیصلے کو سب نے تسلیم کیا۔ اپنے اپنے ملک کے پناہ کرنے والوں کی خدمات حاصل کیں۔ ایسے وقت میں' سونیا ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے سرانزسان ان تمام نمائندوں

ان کے متعلقہ افسروں کے دماغوں میں رہ کر ان پر کیے جانے والے عمل کو ناکام بناتے رہے اور انہیں اس خوش فہمی میں مبتلا رہنے دیا کہ اب وہ سب یوگا کے ماہر ہو چکے ہیں۔ ہم میں سے کوئی ان کے دماغوں میں کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔

وہ اپنے طور پر ہر طرح سے مطمئن ہونا چاہتے تھے۔ لہٰذا الپا سے کہا گیا کہ وہ ان میں سے ہر ایک کے دماغ میں آئے۔ تب عملی طور پر معلوم ہو گا کہ وہ آئندہ اپنے دشمن خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روکنے کے قابل ہو گئے ہیں۔

میں اور سونیا' الپا کے دماغ میں تھے۔ الپا نے جس شخص کے لب و لہجے کے متعلق سوچ کر خیال خوانی کی پرواز کی ایسے وقت ہم میں سے ایک اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا پھر وہاں الپا کو محسوس کرتے ہی اس شخص کو اچانک سانس روکنے پر مائل کیا۔ اس طرح الپا اس خفیہ مشن سے تعلق رکھنے والے نمائندوں اور افسروں کے دماغوں میں جاتی رہی اور ہم ثابت کرتے رہے کہ وہ سب یوگا کے ماہرین بن چکے ہیں۔ ان سب کو پورا یقین ہو گیا کہ ان کے خفیہ مشن کی بات ہم میں سے کسی کے پاس نہیں پہنچے گی۔

آئندہ الپا کسی ضرورت کے تحت ان میں سے کسی کے پاس جا سکتی تھی لہٰذا ہم نے اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغرسانوں کو یہ ذمے داری دی کہ وہ ہر چھ گھنٹے تک الپا کے دماغ میں جاتے آتے رہیں۔ اس طریقہ کار سے یہ فائدہ پہنچا کہ واقعی الپا کو کئی بار ضروری معاملات میں بلایا گیا۔ وہ دوسرے افسران کے دماغوں میں جاتی رہی لیکن جن پر تنویمی عمل کیا گیا تھا وہ سانس روک کر الپا کا نام سننے کے بعد اسے اپنے دماغ میں آنے دیتے رہے۔ وہ اپنی حکمت عملی پر خوش ہوتے رہے اور ہم اپنی حکمت عملی پر مطمئن ہو گئے تھے۔

امریکی اکابرین نے اسرائیلی اکابرین کا شکریہ ادا کیا۔ ان کے احسانات تسلیم کرتے رہے۔ الپا کی وجہ سے چاروں زخمی افسران کا علاج ہو رہا تھا اور خفیہ مشن کے معاملہ میں الپا بہت کام آ رہی تھی۔ انہوں نے الپا سے کہا "ایک مہربانی اور کرو گی تو ہمارے پاس بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے دو کھوٹے سکے رہا کریں گے۔"

الپا نے کہا "آپ لوگ مہاراج اور عمیش کو کھوٹے سکے کہہ رہے ہیں لیکن فرہاد کھوٹے سکوں سے بھی کام لینا جانتا ہے۔ اس نے آپ لوگوں کو وارننگ دی ہے کہ وہ باپ بیٹے نیویارک سے بھارت جائیں تو ائرپورٹ پر انہیں نہ روکا جائے۔ اگر میں انہیں روکوں گی تو الزام آپ ہی لوگوں پر آئے گا پھر وہ کیسی سزائیں دیتا ہے۔ یہ آپ دیکھ چکے ہیں۔"

"تم درست کہتی ہو لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ انہیں نیویارک کے ائرپورٹ پر جانے سے روکو۔ انہیں امریکا سے دور چلے جانے دو۔ علیارہ یورپ کے کسی شہر میں ایک آدھ گھنٹے کے لیے رکے گا۔ وہاں تم ان کے لیے رکاوٹ بن سکتی ہو۔ یا ان کے بھارت پہنچنے کے بعد انہیں ٹریپ کر سکتی ہو پھر ہم پر الزام نہیں آئے گا۔"

"ہاں ان کے بھارت پہنچنے کے بعد انہیں ٹریپ کر سکتی ہوں لیکن میری معروفیات بہت زیادہ ہیں۔ آپ حضرات مہینے انتظار کریں۔ جب بھی موقع ملے گا۔ میں ان دونوں کو آپ کے حوالے کر دوں گی لیکن ان دونوں کے لیے ہمارا مطالبہ پہلے پورا کرنا ہو گا۔"

"بولو کیا مطالبہ ہے؟"

"میں جب برادر (برین آدم) سے مشورہ کرنے کے بعد بتاؤں گی۔"

اس نے برین آدم کے پاس آ کر یہ باتیں بتائیں۔ اس نے کہا "الپا! وہ باپ بیٹے احمق ہی سہی لیکن ہمارے بھی کام آ سکتے ہیں۔"

"بے شک کام آ سکتے ہیں۔ میں ان دونوں کو ٹریپ کر کے پہلے اپنا معمول اور تابع بناؤں گی۔ ان کے دماغوں میں یہ نقش کروں گی کہ امریکا جانے کے بعد کوئی بھی پہنا ٹائز جاننے والا ان پر عمل کرے تو یہی ظاہر کرنا کہ وہ اس کے تنویمی عمل کے زیر اثر آ چکے ہیں اور ان کے دماغ لاکڈ ہو چکے ہیں۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا دشمن ان کے اندر نہیں آ سکے گا۔ جبکہ صرف میں ان دونوں پر حاوی رہا کروں گی۔"

"شاباش! اچھی تدبیر ہے۔"

"میں موقع دیکھ کر انہیں بھارت میں ٹریپ کروں گی۔ آپ سیاسی طور پر سوچیں کہ اس بار امریکا سے کون سا منافع بخش مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔"

ہمارے دشمن اس سچائی کو برسوں سے جانتے تھے کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے قابو میں آتا تھا تو ہم اسے غلام بنا کر نہیں رکھتے تھے۔ اسے آزاد چھوڑ دیتے تھے اور درپردہ کبھی اسے معمول یا تابع بنا کر نہیں رکھتے تھے۔ الپا بھی اس سے پہلے کئی بار ہماری گرفت میں آئی تھی اور ہم نے اسے بھی آزاد چھوڑ دیا تھا لیکن اس بار صرف اس لیے اس کے دماغ میں جگہ بنا رکھی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے کی سلامتی ہمارے اصولوں سے بھی زیادہ ضروری تھی۔ لہٰذا اصول کے خلاف الپا کو آلہ کار بنا کر ہم دشمنوں کے ارادوں کو بخوبی سمجھ سکتے تھے اور الپا کے ذریعے خفیہ مشن کے اراکین کو یقین دلا چکے تھے کہ ہم ان کے ناپاک عزائم سے غافل ہیں۔

دوستوں کو خوش رکھنا اچھی بات ہے۔ ہم دشمنوں کو خوش کر رہے تھے۔

○☆○

پیرس کے ائرپورٹ پر بڑی رونق تھی۔ مرد' عورتیں بوڑھے اور بچے سب ہی آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہاں صرف گوری چٹی عورتیں ہی نہیں' کالی پیلی اور دلکش سانولی سلونی لڑکیاں

بھی تھیں۔ کئی ملکوں کے افراد مختلف رنگ و نسل کے ساتھ دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں میری نسل بھی تھی یعنی پارس اور پورس۔ اس نسل نے رنگ بدل لیا تھا۔ بھارتی بن گئے تھے۔

پارس نے ایک کرتا اور سیدھی کاٹ کا پاجامہ' واسکٹ اور سر پر نہرو ٹوپی پہنی تھی۔ پورس سوٹ اور نکٹائی میں تھا لیکن سر پر وہی نہرو ٹوپی پہنی تھی۔ ایسا لباس پہنتے وقت پارس نے پوچھا تھا "جب سوٹ پہنا ہے تو یہ بھارتی چھاپ ٹوپی پہننے کی کیا ضرورت ہے؟"

پورس نے کہا "تیری شادی ہو چکی ہے تو ایسا الکھنڈ بھارتی بن کر رہ سکتا ہے۔ مجھے تو تیرے لیے ایک بھابی کا بندوبست کرنا ہے۔ اگر کوئی بھارتی حسینہ نظر آئے گی تو سر پر یہ ٹوپی رہے گی۔ اگر کوئی گوری میم صاحب ملے گی تو ٹوپی جیب میں رکھ لوں گا۔"

ثانی نے پوچھا "یعنی تم کسی کو اپنا بنانے کے لیے فراڈ کرو گے۔ شادی زندگی بھر کا اٹوٹ رشتہ ہوتا ہے۔ تم یہاں بھی بدمعاشی سے باز نہیں آؤ گے؟"

پارس نے کہا "میری شرافت دیکھو۔ ثانی کو شریک حیات بنانے کے بعد میں نے دنیا کی ہر عورت کو ماں بہن سمجھا ہے۔"

ثانی نے طنزیہ انداز میں کہا "وہ تو سمجھنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ یہ بیوی ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ تمہارے اندر کا چور پکڑ سکتی ہے۔ اس لیے شریف بن گئے ہو۔"

پورس نے کہا "ثانی! چور چوری سے جاتا ہے۔ ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ ابھی اس نے کہا ہے' دنیا کی ہر عورت کو ماں بہن سمجھتا ہے لیکن یہ نہیں کہا کہ ہر لڑکی کو بہن سمجھتا ہے۔ کیونکہ لڑکیاں تو کنواری ہوتی ہیں۔"

ثانی نے کہا "بے چارہ پارس! ایسا کہہ کر صرف منہ کا مزہ بدلتا ہے۔ میرے جیتے جی آگے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں تو دعا کرتی ہوں' دنیا کی تمام بیویوں کے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو جائے پھر ہر شوہر حضرات سر جھکائے تسبیح پڑھتے نظر آئیں گے۔"

پورس نے کہا "تمہاری دعا بڑی شرفانہ ہے مگر قبول نہیں ہو گی۔ یہ تو ناممکن ہے کہ تمام بیویاں خیال خوانی کرنا سیکھ کر شوہروں کے لیے وبال جان بن جائیں۔"

"سب کے لیے نہ سہی۔ میری دعا تمہارے لیے قبول ہو گی۔ تمہاری زندگی میں وہی لڑکی شریک حیات بن کر آئے گی' جو ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

پورس نے کہا "ثانی! تم میری نہیں اپنے میاں کی فکر کرتی رہو۔ کیا تم سمجھتی ہو' تمہاری مرضی سے میری زندگی میں ایک شریک حیات آئے گی۔"

"شریک حیات تمہاری اپنی مرضی سے آئے گی لیکن تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

"دیکھو ثانی! یہ بات اتنی سنجیدگی سے چیلنج کے انداز میں نہ کہو۔"

"میں جس بات کا چیلنج کرتی ہوں' اسے کر دکھاتی ہوں۔"

"سوچ لو۔ اب میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ اپنی زندگی میں آنے والی کے چور خیالات پہلے پڑھوں گا۔ تمام پہلوؤں سے مطمئن ہو جاؤں گا کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے' تب اس سے شادی کروں گا۔"

ثانی قہقہہ لگانے لگی۔ پورس نے پارس سے کہا "یار! یہ تیری والی بڑی خطرناک ہے۔ بھئی جیسے چال باز کو اندیشے میں مبتلا کر رہی ہے۔"

ایم اے راحت
کے قلم سے طویل
کہانیوں کے شوقین حضرات
کے لئے خاص ناول
سوکھے گلاب
قیمت -/۱۸۰ روپے
ڈاک خرچ -/۳۰ روپے
ناشر
علی میاں پبلی کیشنز
۲۰۔ عزیز مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
فون: ۷۲۴۷۴۱۴

پارس نے کہا "ہم دونوں بڑے چال باز اور مکار سمجھے جاتے ہیں لیکن جب سے یہ دنیا آباد ہوئی ہے' تب سے تریا چلتر یعنی عورت کی مکاری تسلیم شدہ ہے۔ ہائے پورس! میں تیرے لیے دعا ہی کر سکتا ہوں۔"

اچانک پورس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ثانی سے کہا "دیوی جی! دھنتے ہو۔ آپ نے یہاں ایک سے بڑھ کر ایک ناری دکھائی لیکن میں نے بھارت ماتا کو وچن دیا ہے کہ بھارت کی کسی سندری اور وشال سوچ رکھنے والی سے شادی کروں گا۔"

ثانی نے حیرانی سے پوچھا "تم انگریزی بولتے بولتے اچانک ہندی بھاشا کیوں بول رہے ہو؟"

پارس نے کہا "ثانی! یہ بڑا دیس بھگت ہے۔ ابھی تمہارے پیچھے سے ایک خوب صورت لڑکی ساڑی پہنے گزر رہی تھی۔ یہ پانسا پھینک رہا تھا۔"

"خدا کا شکر ہے کہ جناب تمیزی نے مجھے تم دونوں کے ساتھ جانے سے منع کیا ہے۔ ورنہ ساتھ رہتی تو تمہیں مچھلیوں کا شکار کرنا بھلا دیتی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پورس نے ایک طرف حیرانی سے دیکھا پھر جلدی سے نمرو کیپ اتار کر جیب میں رکھتے ہوئے انگریزی بولنے لگا۔

"O MADAM AS YOU KNOW I DON'T LIKE ASIAN GIRLS. I HAVE BEEN IN SEARCH OF SUCH BEAUTIFUL GIRL WHO BELONGS TO A EUROPIAN COUNTRY."

(میڈم! جیسا کہ آپ مجھے جانتی ہیں۔ میں ایشیائی لڑکیوں کو ناپسند کرتا ہوں اور ہمیشہ یورپ کے کسی ملک سے تعلق رکھنے والی حسینہ کی تلاش میں رہتا ہوں۔"

اس بار ایک حسین دوشیزہ اسکرٹ اور بلاؤز میں نظر آرہی تھی۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ جو لڑکی تھوڑی دیر پہلے ساڑی پہن کر نظروں کے سامنے سے گئی تھی۔ اس بار وہی لڑکی یا اس کی ہم شکل لڑکی اسکرٹ اور بلاؤز میں نظر آرہی تھی۔ وہ متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھتی ہوئی ثانی کے پاس آئی پھر بولی "ایکسکیوزمی! آپ نے میری ایک ہم شکل لڑکی کو دیکھا ہے۔ وہ پنگ کلر کی ساڑی پہنی ہوئی تھی۔"

ایسا پوچھنے والی انگریزی بول رہی تھی۔ پورس نے بھی اسی زبان میں کہا "یس۔ میں نے دیکھا ہے۔ وہ ادھر واش روم کی طرف گئی ہے۔ میں تو تمہیں دیکھ کر حیران ہوں۔ تم دونوں بالکل ایک جیسی ہو۔ دونوں ایک ساتھ ہوں تو پہچاننا ممکن نہیں ہوگا کہ کس کا نام کیا ہے؟ بائی دا وے تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ جلدی میں تھی۔ نام بتائے بغیر چلی گئی۔ ثانی نے پارس سے پوچھا "کیا واقعی دونوں بالکل ہم شکل ہیں؟"

پارس نے کہا "حیرت انگیز طور پر میرے اور پورس کی طرح ہم شکل ہیں۔ ہمارے تو خیر چہرے بدلے گئے ہیں۔ ان دونوں میں اتنا ہی فرق ہے کہ پہلے والی بالکل ہندوستانی لگ رہی تھی اور یہ دوسری اپنی بول چال اور لباس سے بالکل انگریز۔۔۔"

اتنا سنتے ہی ثانی بے اختیار ہنسنے لگی۔ پارس نے پوچھا "اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

ثانی نے بدستور ہنستے ہوئے کہا "تم ابھی تک نہیں سمجھے؟ ارے اس عاشق نے ایک کے سامنے نمرو کیپ پہن کر خود کو آدرش بھارتی بنایا۔ دوسری کے سامنے کیپ جیب میں رکھ کر انگریزی جھاڑنے لگا۔ اب اگر وہ دونوں ہم سفر رہیں گی تو یہ عاشق ایک کے سامنے کیپ پہنتا رہے گا اور دوسری کے سامنے کیپ چھپاتا رہے گا۔ اب یہ دوپاٹوں کے بیچ پستا رہے گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "واقعی پورس! اب تیرا کیا بنے گا؟"

پورس نے سر کھجاتے ہوئے کہا "ہاں یار! یہ تو مسئلہ ہوگیا۔ اگر میں طیارے میں کیپ پہن کر نہیں رہوں گا اور وہ ساڑی والی گھاس نہیں ڈالے گی تو دوسری مجھے اس لیے لفٹ نہیں دے گی کہ مجھے کیپ پہنے دیکھ چکی ہوگی۔"

پھر وہ ثانی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "ثانی! میری پیاری بھابی! میں تو تمہارا چھوٹا دیور ہوں۔ دو سیکنڈ بعد پیدا ہوا تھا۔ بھلا تم مجھ سے زیادہ کس سے پیار کروگی؟"

ثانی نے اپنے شانے سے اس کا ہاتھ جھٹک کر کہا "مطلب کی بات کرو؟"

"ایسے بگڑے ہوئے تیور سے بولوگی تو مجھ سے بولا نہیں جائے گا۔ ذرا پیار سے بولو نا بھابی جان!"

وہ طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولی۔ "بولو دیور جی؟"

"نہیں' جانے دو۔ میں تمہارا انداز سمجھ رہا ہوں۔ تم بھی مجھے بھابی کا پیار نہیں دوگی۔ میں کنوارا ہی مرجاؤں گا۔"

ثانی نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ایک تھپڑ ماروں گی۔ سفر شروع کرنے سے پہلے مرنے کی بات کررہے ہو۔ مریں تمہارے دشمن مجھے اچھی طرح اندازہ ہے کہ تم دونوں سفر کے دوران کیسی شیطانی حرکتیں کروگے۔ مجھ سے چاہتے ہو کہ میں خیال خوانی کے ذریعے مداخلت نہ کروں؟"

"ہائے ثانی! ہم دونوں بھائی تم پر قربان۔ بس یہی چھوٹی سی درخواست ہے۔ مداخلت نہ کرنا۔ میں تمہارے پارس کو جیسے کنوارا لے جارہا ہوں۔ ویسا ہی کنوارا واپس لاؤں گا۔ بس تھوڑا سا ڈراما کرنا ہے۔ تم کبھی اعتراض نہ کرنا۔"

"نہیں کروں گی۔ میں اپنے میاں کو قابو میں رکھنا جانتی ہوں۔"

اناؤنس ہونے لگا کہ ان کا طیارہ پرواز کے لئے تیار ہے۔

مسافر خواتین و حضرات تشریف لے آئیں۔ ثانی نے کہا۔ "روانگی کا وقت ہوگیا ہے اور تم دونوں نے اتنا وقت فضول باتوں میں گزار دیا۔ مہاراج اور مہیش کی خبر لینی چاہیے تھی۔"

پارس نے ثانی کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ "ہم معلوم کرتے رہے ہیں۔ وہ دونوں اسی طیارے میں ہیں۔"

ثانی نے خود کو چھڑا کر کہا۔ "یہ کیا حرکت ہے؟ یہ یورپ ہے تو کیا ہوا' ہمیں اپنی تہذیب نہیں بھولنا چاہیے۔"

وہ مایوس ہوکر بولا۔ "چلو کوئی بات نہیں' میں خیال خوانی کے ذریعے روحانی انداز میں الوداع کہوں گا۔"

پورس نے کہا۔ "مگر ثانی یاد رکھنا۔ تم ہمارے دماغوں میں نہ آنا۔ ہم خود تمہارے پاس آجایا کریں گے۔ پلیز مجھ سے تعاون کرو گی نا؟"

"ہاں کروں گی۔ اب جاؤ۔ دوسری بار اناؤنسمنٹ ہورہی ہے۔"

وہ دونوں رخصت ہوکر بورڈنگ کارڈز وغیرہ لے کر طیارے میں آگئے۔ اپنا اپنا بیگ لے کر سر جھکائے اور منہ چھپائے سیٹوں پر بیٹھے مہاراج اور مہیش کی موجودگی سے مطمئن ہو کر اس انگریزی بولنے والی کے دماغ میں پہنچ گئے جو ثانی سے اپنی ہم شکل کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے دور بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک سامنے کی طرف دوسری قطار میں اپنے سامنے ایک اخبار کو رکھے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے مسافر سے منہ چھپائے کہہ رہی تھی۔ "مینا! تم نے ان دونوں کو دیکھا؟ اگرچہ وہ میک اپ میں ہیں لیکن تم نے انہیں دیکھا ہے تو پہلے تم بتاؤ۔ وہ کون ہوسکتے ہیں۔"

"جینا! تم خوامخواہ میرا امتحان لے رہی ہو۔ ہم دونوں نے ڈھائی برس تک اسکاٹ لینڈیارڈ میں سراغ رسانی کی تربیت حاصل کی ہے اور میں نے سراغ رسانی کے کئی شعبوں میں تم سے زیادہ مارکس حاصل کیے ہیں لہٰذا مجھے تمہارا امتحان لینا چاہیے۔"

"دو چار مارکس زیادہ لے کر ذہانت میں مجھ سے آگے نہیں ہوگئی ہو۔ صاف بولو کہ انہیں دیکھا ہے مگر پہچان نہیں پائی ہو۔"

جینا کے گلے میں ایک لاکٹ تھا جو دراصل ایک مائیک تھا۔ اس کی گود میں ایک چھوٹا سا واک مین تھا اور کانوں میں ایک ہیڈ فون لگا ہوا تھا جس کے ذریعے وہ مینا کی آواز سن رہی تھی۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے مسافر نے پہلے یہ سمجھا تھا کہ وہ اسے مخاطب کرنے کے لئے کچھ کہہ رہی ہے پھر کانوں میں ہیڈ فون اور واک مین دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ پاپ میوزک سنتے ہوئے پیڑانے کے انداز میں ہندی اخبار پڑھ رہی ہے۔ وہ محض ہندی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ اس لئے اس کی بات نہیں سمجھ رہا تھا۔

مینا نے اس سے کہا۔ "انہیں پہچاننا کچھ مشکل نہیں ہے لیکن ان کے پاس جاکر اور مسکرا کر گفتگو کرنے سے یہ اندیشہ ہے کہ وہ میرے دماغ میں آجائیں گے۔ آئندہ تم مجھ سے گفتگو کروگی تو وہ تمہارے اندر بھی ہیلو کہیں گے۔"

پورس نے کہا۔ "یار! ان دونوں کو ہم پر شبہ ہے اور شبہ درست ہے۔ انہیں اندیشہ بھی ہے جب کہ یہ نہیں جانتیں کہ ہم ان کے اندر پہنچ چکے ہیں۔"

پارس نے پوچھا۔ "پہلے یہ بتا' تجھے دیسی رنگ ڈھنگ والی پسند ہے یا بدیسی اسٹائل والی؟"

"یار! چہرہ' حسن و شباب' رنگ و روپ اور قدوقامت سب ایک جیسا ہے۔ ایک کو چھپاؤ' دوسری کو نکالو۔ دونوں ایک ہی لگیں گی۔ تو ہی بتا دے تجھے کیسی بھالی چاہیے؟"

"بھئی اپنی ایشیائی تہذیب بہتر ہوتی ہے۔ اس ساڑھی والی کا نام مینا ہے۔ وہی بہتر ہے۔ وہ ایک شعر ہے۔ ٹھیک طرح سے یاد نہیں ہے۔ اس میں شاعر نے بھی تجھے مشورہ دیا ہے رہنے دو ابھی ساغر و مینا میرے آگے۔ بس تو اپنے آگے مینا ہی کو رکھ لے۔"

"مجھے بھی وہی پسند ہے۔ ایسا کرتا ہوں۔ مینا کو اپنے آگے رکھوں گا اور ہنگامی حالت کے لئے جینا کو پیچھے۔ ادھر سے لفٹ نہیں ملے گی تو ادھر گھوم جاؤں گا۔"

"دوسری کے آگے نمرو کیپ اتارے گا تو وہ بھی لفٹ نہیں دے گی یہاں سے باتھ روم چل۔ اب ہم بھی ہم شکل بن کر بیک وقت دونوں سے لفٹ لیں گے۔ جہاں کامیابی ہوگی وہاں تو جانا' جہاں ناکامی ہوگی وہاں سے میں پھر باتھ روم جاکر موجودہ روپ میں آجاؤں گا۔"

وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر باتھ روم جاتے ہوئے باپ بیٹے کے دماغوں میں پہنچے اور ان کے عامل کی آواز اور لب و لہجے میں حکم دیا کہ مینا اور جینا نام کی دو ہم شکل لڑکیاں ان سے گفتگو کریں گی تو ان کے دماغوں میں ہرگز نہ جانا۔

ان دونوں نے ایک باتھ روم میں آکر اپنے چہرے کے ریڈی میڈ میک اپ کو آئینے میں دیکھا۔ پورس نے کہا۔ "میں اپنے موجودہ میک اپ میں جواہر لال نمرو کیپ پہن کر رہوں گا۔ تو میرا ہم شکل بن جا۔"

ان دونوں کے بیگ میں ریڈی میڈ میک اپ کے کئی سامان تھے۔ پارس اپنے پہلے میک اپ میں تھوڑی تھوڑی تبدیلی کرنے لگا۔ آدھے گھنٹے میں پورس کی شکل کا ہم شکل بن گیا۔ ایسے وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ پورس نے ذرا سا دروازہ کھول کر دیکھا۔ ایک سکھ نے کہا۔ "میں پندرہ منٹ سے کھڑا ہوا ہوں۔ پلیز جلدی باہر آئیں۔"

پورس نے کہا۔ "بات یہ ہے کہ میرے بھائی کو کچھ تکلیف ہے۔ جب تک میں اس کے پاس کھڑا رہ کر شوشو شو نہیں کرتا' اس وقت تک وہ فارغ نہیں ہوتا۔ آپ سامنے والے ٹائلٹ میں چلے جائیں۔"

سکھ نے کہا۔ "کیسے جاؤں؟ یہاں دو بھائی اندر ہیں اور سامنے

والے ٹائلٹ میں دو بہنیں گئی ہیں۔ کمال ہے' دونوں ہم شکل ہیں۔"

پارس کا میک اپ مکمل ہو چکا تھا۔ پورس نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "کمال تو اوپر والے کا ہے۔ یہاں دو بھائی بھی ہم شکل ہیں۔"

وہ دونوں سکھ کے سامنے سے گزرتے ہوئے گئے۔ وہ بے چارہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہ گیا۔ ٹائلٹ جانا بھول گیا پھر اسے یاد آیا۔ وہ دروازہ کھول کر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت سامنے کے باتھ روم سے دو ہم شکل بہنیں باہر آئیں۔ اس نے سر کھجاتے ہوئے ایک اسٹیوارڈ کو بلا کر پوچھا۔ "میں باتھ روم میں اکیلا جانا چاہتا ہوں۔ کیا جا سکتا ہوں؟"

اسٹیوارڈ نے کہا۔ "آپ عجیب بات کر رہے ہیں۔ دنیا کا ہر انسان ٹائلٹ میں اکیلے جاتا ہے۔"

"اکیلے نہیں جاتا۔ اس ٹائلٹ سے دو ہم شکل بھائی نکل کر گئے اور اس ٹائلٹ سے دو ہم شکل بہنیں نکل کر گئی ہیں۔ میں سب سمجھ گیا ہوں۔"

"کیا سمجھ گئے ہیں؟"

"اس طیارے میں ایک آدمی نہیں جاتا ہے۔ آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔"

"سوری مسٹر! میں پاگل نہیں ہوں۔"

سکھ تیزی سے چلتا ہوا اپنی بیوی کے پاس آیا اور بولا "اوے نکے دی ماں! چل میرے نال۔"

"بیوی نے پوچھا۔ "کتھے جانا ہے....."

"ٹائلٹ جانا اے۔ نئیں تے میں اتھے ای۔ میں کی آکھاں تو ..... آپے ای سمجھدی اے نا؟"

بیوی نے کہا۔ "اوے تینوں شرم نئی آوندی۔ ساڈے کارویچ بیڈ روم اے۔ میں ٹائلٹ نئیں جاواں گی۔"

ایک مسافر ٹائلٹ کی طرف جا رہا تھا۔ سکھ دوڑتا ہوا گیا۔ جیسے ہی وہ مسافر دروازہ کھول کر اندر گیا سکھ بھی اس کے پیچھے ٹائلٹ میں گھس گیا۔ دروازہ بند ہو گیا پھر بند دروازے کے پیچھے سے دونوں کی ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے سکھ نے اسے پوری قوت سے پکڑ رکھا ہو اور ساتھ ہی اپنی مشکل آسان کر رہا ہو۔"

پارس نے کہا۔ "ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ دونوں ایک ساتھ ٹائلٹ میں کیوں گئی تھیں؟"

پورس نے کہا۔ "تو بھارتی لباس میں ہے۔ ساڑھی والی مینا کے پاس جا میں جینا کے پاس جا رہا ہوں۔"

انہوں نے ان دونوں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھے دونوں نے موبائل فون کے ذریعے اپنے باپ سے کہا تھا۔ ہم نے مہاراج مہیش کو دیکھا ہے۔ وہ اگرچہ بھیس بدلے ہوئے ہیں لیکن عارضی ریڈی میڈ میک اپ کو مہارت سے استعمال نہیں کیا ہے۔ اس لئے ہمیں ان پر شبہ ہوا ہے۔ ان کے قریب جانے سے یہ اندیشہ ہے کہ وہ ہمارے دماغوں میں پہنچ جائیں گے۔"

دوسری طرف سے باپ نے کہا۔ "میں نے کئی بار سمجھایا ہے کہ تم دونوں کو یوگا کی مشقیں کرنی چاہئیں۔ اگر یوگا میں مہارت حاصل کر لیتیں تو ان باپ بیٹے کو آسانی سے بے وقوف بنا کر اپنے ساتھ لا سکتی تھیں۔"

"پتا جی! اسکاٹ لینڈ یارڈ کی ٹریننگ بہت سخت تھی۔ دن رات جسمانی اور ذہنی آزمائشوں سے گزرنے سے پہلے بہت سی اسٹڈیز کرنا پڑتی تھیں۔ تھکن سے برا حال ہوتا تھا۔ اب ہم بھارت پہنچ کر یوگا میں مہارت حاصل کریں گی۔"

"بہرحال ان سے دور دور رہو۔ میں ممبئی ائرپورٹ پر اپنے ماتحت سراغ رسانوں کے ساتھ رہوں گا پھر دیکھوں گا کہ وہ باپ بیٹے کہاں جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟"

مینا اور جینا کے خیالات سے پتا چلا کہ ان کے باپ کا نام دھرم راج سکسینہ ہے اور وہ بھارتی انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ کا ڈائریکٹر جنرل ہے۔ اس کی دونوں بیٹیاں بچپن سے ذہین اور ایکشن فل لائف گزارنے کی طرف مائل تھیں۔ اس نے پہلے ان دونوں کو اپنے ڈپارٹمنٹ میں سراغ رساں کی حیثیت سے ملازمتیں دیں۔ وہ دونوں بڑے بڑے اہم کیسوں میں کامیاب ہوتی رہیں تو انہیں سرکاری اخراجات پر ٹریننگ کے لئے اسکاٹ لینڈ یارڈ بھیج دیا تھا۔

پورس نے کہا۔ "اپنی ہی برادری کی لڑکیاں ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "ان سے دوستی کرو گے تو باپ اس کھوج میں رہے گا کہ ہم کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور بھارت کس مقصد سے آئے ہیں؟"

"یار! ابھی ہم نے سر نہیں منڈوایا ہے اور تم اولے پڑنے کی دھمکی دے رہے ہو۔ تم ساڑھی والی کے ساتھ بیٹھنے والی کو وہاں سے اٹھا کر جاؤ میں جینا کے پاس جاؤں گا۔"

پارس نے مینا کے دماغ میں رہ کر اس کے ساتھ بیٹھنے والی ایک بدمزاج عورت کے دماغ میں آیا۔ وہ مینا کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ "اونہہ! حسین ہے تو کیا ہوا؟ میں اس سے زیادہ حسین ہوں لیکن یہ ایسی خاموش بیٹھی ہے جیسے مجھ سے باتیں کرنا بھی گوارا نہ ہو۔"

پھر وہ پارس کی مرضی کے مطابق سخت لہجے میں مینا سے بولی۔ "اے! تم کھڑکی کے پاس جمی بیٹھی ہو۔ تمہیں اخلاقاً مجھے بھی وہاں بیٹھنے کے لئے کہنا چاہیے۔"

مینا نے اس کے سخت لہجے کے جواب میں کہا۔ "مجھے اس کھڑکی سے باہر کی تازہ ہوا مل رہی ہے۔ تم کسی دوسری کھڑکی کے پاس چلی جاؤ۔"

"کیا تم مجھے احمق سمجھتی ہو؟ ہوائی جہاز پرواز کے دوران چاروں طرف سے بند رہتا ہے۔ کھڑکیاں کبھی کھلتی ہی نہیں ہیں پھر تمہیں باہر کی تازہ ہوا کیسے مل رہی ہے؟"

"جب باہر سے ہوا نہیں آتی ہے اور رات کے وقت کوئی منظر دکھائی نہیں دیتا ہے تو پھر میری سیٹ پر کیوں آنا چاہتی ہو؟"

"اونہہ۔ میں تمہیں منہ نہیں لگانا پسند نہیں کرتی۔"

"میں خود تمہیں منہ نہیں لگاؤں گی۔ ورنہ ایڈز کی بیماری مجھے لگے گی۔"

وہ غصے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ کر تیزی سے چلتی ہوئی پارس کے پاس آئی۔ وہ اٹھ کر بولا۔ "او گاڈ! اتنی خوبصورت لیڈی کو کھڑکی کے پاس بیٹھنا چاہیے۔ آپ میری سیٹ پر بیٹھیں۔"

وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے بیٹھ گئی۔ پارس نے وہاں سے چلتے ہوئے مینا کے پاس آ کر کہا۔ "ایکس کیوزمی! میرا مطلب ہے نمستے! جے ہند' میرا مطلب ہے کہ وہ جو تمہاری ہم سفر تھی' وہ بڑی بدمزاج ہے۔ میرے پاس آ کر حکم دینے کے انداز میں بولی۔ اٹھو یہاں سے' میں کھڑکی کے پاس بیٹھوں گی۔ اب ایک عورت کو کیا ناراض کرتا۔ میں نے اپنی سیٹ اسے دے دی۔ تم اجازت دو تو یہاں بیٹھ جاؤں۔"

"ضرور بیٹھو' لیکن مجھے خاموش رہنے کی عادت ہے۔ مجھ سے غیر ضروری گفتگو نہ کرنا۔"

وہ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "ہم دونوں کا ایک ہی مزاج ہے۔ میں بھی خاموش رہتا ہوں۔ صرف سویرے اٹھ کر رام نام کی مالا جپتا ہوں پھر دوسری صبح تک خاموش رہتا ہوں۔"

مینا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بھی خاموش رہا لیکن اس کے ذہن کو اپنے ہم سفر کے بارے میں سوچنے پر مائل کیا۔ اس نے کن انکھیوں سے پارس کو دیکھا تو وہ سامنے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے بے اختیار سامنے دیکھا' حیران کرنے والی کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ اس نے پھر پارس کو دیکھا۔ وہ اس بار اسی سمت ذرا تیور بدل کر دیکھ رہا تھا جیسے کوئی دشمن اسے نظر آ رہا ہو۔ اس نے دونوں مٹھیاں بھینچ لی تھیں پھر وہ طنزیہ انداز میں یوں مسکرانے لگا جیسے دشمن کو مچھر سمجھ رہا ہو پھر اس نے مٹھیاں کھول کر دونوں ہتھیلیوں کو تالی بجانے کے انداز میں مارا۔ یعنی اس نے دشمن کو مچھر سمجھ کر مار دیا تھا اور اب فاتحانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

مینا نے اسے گھور کر پوچھا۔ "یہ کیسی حرکتیں کر رہے ہو؟"

وہ اپنی دونوں ہتھیلیاں دکھا کر بولا۔ "میں اسے مچھر کی طرح مار رہا تھا۔"

"کسے مار رہے تھے؟"

"جو بھی میرے مقابلے پر آتا ہے۔ اب تم پوچھو گی یہاں میرے مقابلے پر کوئی نہیں تھا۔ لیکن تھا۔ جب ہم خاموش رہتے ہیں تو نہ چاہنے کے باوجود کچھ نہ کچھ سوچتے ہیں۔ میں جاسوسی ناولیں پڑھتا ہوں اور ایکشن فلمیں بہت زیادہ دیکھتا ہوں۔"

"ہوں۔ اس لئے خاموش رہ کر سوچتے ہو اور خیالی دشمنوں

محی الدین نواب کی دیگر کتابیں

ان لوگوں کی کہانی جو کم سے کم وقت میں بہت کچھ حاصل کرنے کے لئے شارٹ کٹ اختیار کرتے ہیں

شارٹ کٹ
قیمت: ۱۲۵ روپے

جذبات کی دنیا میں زلزلے برپا کر دینے والی داستان اس داستان میں آپ کو محبت کا صحیح فلسفہ ملے گا

دل پارہ پارہ
قیمت: ۱۲۵ روپے

محی الدین نواب کا ایک بہترین ناول، دل میں اترنے کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی

اجازت
قیمت: ۱۵۰ روپے

محبت کی کھلتی کلیوں اور انتقام کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی کہانی

پتھر
دو جلدیں
قیمت: ۱۵۰ روپے فی جلد

محی الدین نواب کے قلم سے اٹھکیلیاں لیتی، تڑپتی اور پھول کھلاتی ہوئی ایک رومانی داستان

جرم وفا
قیمت: ۲۰۰ روپے

محی الدین نواب صاحب کے قلم سے چار بہترین اور شاہکار کہانیوں کا گلدستہ

کمبل
قیمت: ۱۸۰ روپے

محی الدین نواب کے قلم سے اجل ناولز کے مختلف چار روپ، ایک منفرد تخلیق

اجل نامہ
قیمت: ۲۰۰ روپے

محی الدین نواب کے قلم سے پانچ بہترین طویل کہانیاں

ایمان والے
قیمت: ۲۰۰ روپے

اپنا ہاکر یا قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں۔

ڈاک خرچ فی کتاب ۲۰ روپے

20 کرشن گلی، اردو بازار، لاہور
Ph: 7247414

سے لڑتے ہو؟"

"اور کیا؟ مرد اور عورت کی سوچوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ عورت نازک ہوتی ہے' وہ نہ جاسوسہ بن سکتی ہے اور نہ مجرموں سے فائٹ کرسکتی ہے۔ بس اپنے حسن و جمال کی نوک پلک درست کرتی رہتی ہے۔"

بھلا اسکاٹ لینڈ یارڈ سے مکمل سراغ رسانی کی تربیت حاصل کرنے والی اس بات کو کیسے تسلیم کرتی۔ پارس نے بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے اس کے اندر کی جاسوسہ کو للکارا تھا۔ وہ ایک دم سے ابل پڑی۔ "عورت نازک نہیں ہوتی' تمہارے جیسے جوان مردوں کے منہ ہاتھ توڑ دیتی ہے۔"

"تم ان عورتوں کی باتیں کررہی ہو' جن کے پتی اپنی پتنیوں سے ڈرتے ہیں اور مار کھاتے ہیں۔"

"میرا کوئی پتی نہیں ہے۔ میں اپنی بات کرتی ہوں۔ مجھے نازک سمجھ کر ہاتھ بھی نہ لگانا۔ ورنہ ہڈیاں پسلیاں توڑ کر رکھ دوں گی۔ میں تمہاری طرح کسی خیالی دشمن سے نہیں لڑتی ہوں۔"

"میرے دشمن خیالی نہیں ہیں۔ اگر وہ مجھ سے فائٹ کریں تو میں انہیں شکست دے سکتا ہوں لیکن افسوس' وہ دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

وہ چونک کر بولی۔ "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کون ہیں؟"

"وہ باپ بیٹے ہیں۔ تم جو اتنے دعوے کررہی ہو تو وہ تمہاری بھی ہڈیاں پسلیاں توڑ دیں گے۔"

"کیا تمہیں پتا ہے' وہ باپ بیٹے کہاں ہیں؟"

"اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ ہمیں خبر ملی ہے کہ وہ کسی طیارے سے بھارت جارہے ہیں۔ ہم نے سوچا کہ ہم بھی بھارت جاکر انہیں دور ہی دور سے پہچان کر گولی ماردیں گے۔"

"پہلے تم' میں کہہ کر بول رہے تھے۔ اب ہم کیوں کہہ رہے ہو؟"

"دراصل میں ایک نہیں ہوں۔ دو ہوں۔ میرا ایک ہم شکل بھائی ہے۔ وہ میری طرح سوچتا نہیں ہے۔ بہت دلیر ہے۔ بہت ہی خطرناک فائٹر ہے۔ اس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے بڑی زبردست ٹریننگ حاصل کی ہے۔"

"ہم نے بھی....."

وہ کہتی کہتی رک گئی۔ عقل نے سمجھایا۔ اپنی اور جینا کی ٹریننگ کے بارے میں بتانا نہیں چاہیے۔ اس نے پوچھا۔ "تمہارا بھائی کہاں ہے؟"

"میں ابھی جاکر اسے بھیجتا ہوں۔"

"میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"تمہارا کوئی بھی مطلب ہو۔ میں یہاں بیٹھنا نہیں چاہتا۔ تم نے کہا تھا کہ تم خاموش رہنے کی عادی ہو مگر بڑی دیر سے انڈا دینے والی مرغی کی طرح بولتی جارہی ہو۔"

وہ اٹھ کر چلا گیا۔ مینا نے حیرانی سے سوچا۔ "واقعی میں نے ریزرو رہنے کے لئے بڑی سنجیدگی اور وقار سے خاموش رہنے کا دعویٰ کیا تھا لیکن خود اس سے اتنی دیر تک باتیں کیسے کرتی رہی؟"

پورس اب تک پارس کے دماغ میں رہ کر ان دونوں کی باتیں سنتا رہا تھا جب وہ مینا کے پاس سے اٹھ گیا تو پورس نے جینا کے پاس بیٹھے ہوئے مسافر کو اٹھا کر اپنی سیٹ پر آنے کے لئے مائل کیا۔ پارس جینا کے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ پورس' مینا کے پاس آکر بیٹھا تو مینا نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ وہ بولا۔ "ابھی میرا ہم شکل بھائی یہاں سے گیا ہے۔ تم مجھے حیرانی سے دیکھ رہی ہو۔ سوچ رہی ہوگی کہ میں گنگا پر سادھو' اتنا جلدی سوٹ اور نکٹائی پہن کر کیسے آگیا۔ دراصل میں اس کا چھوٹا بھائی جمنا پر سادھو۔ یعنی کہ صرف دو چار سیکنڈ چھوٹا ہوں۔"

وہ بولی۔ "بھگوان کی کیا لیلا ہے۔ میری بھی ہم شکل بہن ہے اور وہ بھی مجھ سے دو چار سیکنڈ بڑی ہے۔"

"شاید تم دونوں بہنیں ممبئی کے شیوا جی اسپتال میں پیدا ہوئی ہو؟"

"ہاں ہم وہیں پیدا ہوئی تھیں۔ تم کیسے جانتے ہو؟"

"اس لئے کہ ہم دونوں بھائی بھی وہیں پیدا ہوئے تھے۔ وہاں جمعرات کو ڈبل بچے پیدا ہوتے ہیں اور ہم شکل ہوتے ہیں۔"

مینا نے پوچھا۔ "اوہ۔ تو ہماری طرح تم دونوں بھی جمعرات کو پیدا ہوئے تھے۔ میں ممبئی پہنچ کر کسی دن شیوا جی اسپتال جاکر وہاں کی انتظامیہ سے معلوم کروں گی۔ آخر کیا بات ہے کہ وہاں جمعرات کو ڈبل ہم شکل بچے پیدا ہوتے ہیں۔"

"وہاں کی انتظامیہ سچ نہیں بولے گی۔"

"کیوں سچ نہیں بولے گی۔"

"اگر یہ حقیقت ظاہر ہوگئی تو جمعرات کو ماں بننے والی عورتیں اس ڈر سے نہیں آئیں گی کہ انہیں دو بچے پیدا کرنے کی تکالیف سے گزرنا ہوگا۔ اگر تم جاسوسہ ہوتیں تو بڑی چالاکی سے وہاں کا راز معلوم کرلیتیں۔"

"میں جاسوسہ ہوں....."

مینا کو غلطی کا احساس ہوا کہ جاسوسہ بننے والی بات کو چھپایا جاتا ہے۔ وہ جلدی سے بولی۔ "میرا مطلب ہے۔ میں جاسوسہ نہیں ہوں مگر جاسوسی کرنا کوئی بڑی بات تو نہیں ہے۔"

"بہت بڑی بات ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تم اسپتال والوں کی چھپائی بات کیسے معلوم کروگی؟"

"بہت آسانی سے۔ کل جمعرات ہے۔ میں کسی وقت میک اپ کرکے ایک نقلی ابھرا ہوا پیٹ بنا کر اسپتال جاؤں گی۔ اسی طرح میٹرنٹی وارڈ تک پہنچ کر معلوم کروں گی کسی نے ڈبل بچے پیدا کئے ہیں یا نہیں؟"

"آئیڈیا اچھا ہے لیکن ایسی جگہ ماں بننے والی عورت اپنے پتی

کے ساتھ نام اور پتا لکھوانے جاتی ہے۔ میں اس راز تک پہنچنے کے لئے تمہارا پتی بننے کے لئے تیار ہوں۔"

"کیا بکواس کررہے ہو؟ میں ابھی کنواری ہوں۔ تمہیں پتی کیسے بنا سکتی ہوں؟"

"نہ بناؤ۔ اسپتال والے پوچھیں گے کہ پتی کے بغیر ماں کیسے بننے والی ہو؟"

اس نے پورس کو دیکھا پھر کہا۔ "ویسے تم بہت ہینڈسم ہو لیکن کسی ہینڈسم سے بیاہ کیا جاتا ہے۔ ڈراما کرنے کے لئے پتی نہیں بنایا جاتا۔"

"تم اتنی سندر ہو کہ میں بیاہ کرسکتا ہوں۔ تمہیں دیکھتے ہی میرے دل کی دھڑکنیں پکارنے لگتی ہیں۔ مینا..... مینا..... مینا....."

وہ حیرانی سے بولی۔ "تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"

وہ روانی میں اس کا نام لے چکا تھا پھر فوراً ہی بات بناتے ہوئے بولا۔ "کیا تمہارا نام بھی مینا ہے؟ آہ! میری سورگ باشی پریمیکا کا نام بھی مینا تھا وہ تمہاری طرح خوبصورت تھی۔ تمہاری طرح دھیمی آواز میں بولتی تھی۔ اس کی موت کے بعد میں نے دل پر پتھر رکھ لیا۔ پتھر بہت بھاری تھا۔ آج تمہیں دیکھ کر دل ہلکا ہورہا ہے۔ کیا مجھے ہلکا رہنے دوگی۔"

"پلیز! پہلی ملاقات میں ایسی باتیں نہ کرو۔"

"تو پھر دوسری ملاقات کہاں ہوگی؟"

"میں سوچوں گی۔"

"سوچنے کے بعد جواب دوگی۔ جواب دینے کے لئے اپنا فون نمبر دے دو۔"

"میں کل شام چھ بجے شیوا جی اسپتال میں ملوں گی۔ میرے ڈیڈی بہت بڑے سرکاری افسر ہیں۔ ان کے حکم سے میں میٹرنٹی ہوم کا رجسٹر چیک کروں گی تو پتا چل جائے گا کہ وہاں ہر جمعرات کو ڈبل بچے پیدا ہوتے ہیں یا نہیں؟"

"ٹھیک ہے۔ میں کل چھ بجے وہاں تمہارا انتظار کروں گا۔"

وہاں سے ذرا فاصلے پر جینا اپنی سیٹ پر کچھ بیٹھی اور کچھ لیٹی ہوئی سونا چاہتی تھی۔ پارس کو دیکھ کر بولی۔ "یہ دوسرے مسافر کی سیٹ ہے۔ تم اپنی سیٹ پر جاؤ۔"

"کیسے جاؤں؟ یہاں بیٹھنے والا میری سیٹ پر گیا ہے۔ کہہ رہا تھا اسے ایک جوان لڑکی کے ساتھ سوتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

"کیا بکواس ہے؟ کیا میں اسے اپنے ساتھ سونے کو کہہ رہی تھی۔"

"تمہارے نہ کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ یہ دونوں سیٹیں ملی ہوئی ہیں۔ جب دونوں سیٹوں کے مسافر سوئیں گے تو ایک ساتھ سوتے ہوئے دکھائی دیں گے۔"

"جب تک میں سوتی رہوں گی تم بیٹھے رہو گے۔"

"میں تمہارے بھلے کے لئے سمجھا رہا ہوں۔ لیٹا رہوں گا تو تم صرف سر سے کمر تک دکھائی دوگی۔ بیٹھا رہوں گا تو یہ حسن و شباب سر سے پیر تک نظر آئے گا۔ ایسے میں کسی بھی مرد کا دل وہ وہ ہوسکتا ہے۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ غصہ سے بولی۔ "وہ وہ کا کیا مطلب ہوتا ہے؟"

"تمہارا غصہ بتا رہا ہے کہ مطلب سمجھ گئی ہو۔"

وہ اپنی سیٹ سیدھی کرتی ہوئی بولی۔ "غصہ اس لئے آرہا ہے کہ تمہاری موجودگی سے نیند حرام ہوگئی ہے۔"

"اور وہ شخص جو پہلے یہاں بیٹھا ہوا تھا' اس نے نیند حرام نہیں کی۔ اس کی موجودگی میں قلوپطرہ کے اسٹائل میں لیٹی ہوئی تھیں۔"

"میں اپنی مرضی کی مالک ہوں' کسی کے بھی سامنے لیٹ سکتی ہوں۔"

"کیا یہ بات تم اپنے باپ سے کہہ سکتی ہو؟"

"یو شٹ اپ۔ تم میرے باپ نہیں ہو۔"

"بھگوان کسی بدنصیب کو تمہارا باپ نہ بنائے۔"

"تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے' میرا ایک باپ ہے۔"

"اچھا ہوا تم نے بتادیا کہ تمہارا ایک ہی باپ ہے۔"

"کیا؟ کیا؟ تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہوا؟"

"تم تو پیچھے پڑ جاتی ہو۔ دیکھو' تمہارا ایک ہی باپ ہے۔ میرا بھی ایک ہی باپ ہے۔ یہ آس پاس جتنے مسافر بیٹھے ہیں' ان کے بھی ایک ایک باپ ہیں بولو ہاں؟"

"ہاں۔ بے شک سب کا ایک ہی باپ ہوتا ہے۔"

"وہ جو سامنے والی سیٹ پر تمہاری ہم شکل بیٹھی ہے۔ اس کا بھی ایک ہی باپ ہے۔ یعنی اس کا ایک باپ ہے' تمہارا ایک باپ ہے۔ یعنی دو باپ ہوگئے۔"

وہ اچانک اچھل کر کراٹے کا ہاتھ مارنے کی پوزیشن میں کھڑی ہوگئی پھر طیارے کے سونے اور جاگنے والے مسافروں کو دیکھ کر بولی۔ "تمہاری قسمت اچھی ہے۔ اگر کوئی دوسری جگہ ہوتی تو تمہیں زندہ نہ چھوڑتی۔ اگر اپنی بھلائی چاہتے ہو تو اپنی سیٹ پر واپس چلے جاؤ۔"

"نہیں۔ اپنی سیٹ پر جاتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے۔ وہ جو میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ وہ پتا نہیں کیسے میرے اندر کی بات جان لیتا تھا اور مجھ سے کہتا تھا' میں کوئی بات سوچوں اور میں سوچتا تھا اور وہی بات وہ بتا دیتا تھا۔ کوئی جادوگر ہے۔"

جینا سہم کر بیٹھ گئی پھر بولی۔ "کیا تم جو سوچتے تھے' وہ بتا دیتا تھا۔"

"ہاں۔ تم خود جاکر اس کے پاس سوچو' وہ بتا دے گا کہ کیا سوچ رہی ہو۔"

"مجھے ایسے شخص کے پاس جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیا

وہ باتوں سے ہندوستانی لگتا ہے؟"

"ہاں ہم ہندوستانی بھلا دوسرے ہندوستانیوں کو کیسے نہیں پہچانیں گے۔ کسی نہ کسی بات پر منہ سے رام نام آ ہی جاتا ہے۔ ٹھیک ہے تم آرام سے لیٹ جاؤ میں جارہا ہوں۔"

"نہیں تم اس کے پاس نہ جاؤ۔"

"کیوں؟"

"وہ تمہاری سوچ معلوم کرکے میرے دماغ میں بھی آجائے گا۔"

"سوری۔ میں ایسی جگہ نہیں بیٹھ سکتا' جہاں مجھے نفرت ملے۔"

"میں۔ میں تم سے نفرت نہیں کررہی ہوں؟"

"لیکن تمہارا انداز محبت والا بھی نہیں ہے۔ میں صاف صاف کہتا ہوں مجھ سے محبت کروگی تو یہاں بیٹھا رہوں گا۔"

"کیا زبردستی محبت کروں؟"

"کیا زبردستی یہاں بیٹھا رہوں؟"

وہ جانے کے لئے اٹھنے لگا تو جینا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے کہا۔ "بھارتی ناری ایک بار کسی کا ہاتھ پکڑتی ہے تو زندگی بھر کسی دوسرے کا ہاتھ نہیں پکڑتی۔"

"میرے ہاتھ پکڑنے کا مطلب یہ نہیں ہے۔"

"تو پھر مجھے جانے دو۔"

"پلیز بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں سمجھاتی ہوں۔"

وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔ "تم کیا سمجھاؤ گی؟ کیا میں گبرو جوان نہیں ہوں' کیا میں سندر نہیں ہوں؟ میرے چہرے میں کوئی خرابی ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل کسی پر دل آنے کی بات ہے۔"

"میں اس سوچ پڑھنے والے سے کہوں گا تو وہ تمہارا دل مجھ پر مائل کردے گا۔"

وہ پارس کا ہاتھ کھینچ کر بولی۔ "نہیں۔ نہ جاؤ۔ میرا دل تم پر آگیا ہے۔"

"میں کیسے یقین کرلوں؟"

"دیکھو۔ میں تمہارے کتنے قریب ہو کر بیٹھی ہوئے ہوں۔"

"قریب ایسے نہیں ہوتے۔ یوں میرے ایک بازو میں آؤ اور میرے دوسرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر پیار بھری باتیں کرو۔"

وہ جینا کو اپنے ایک بازو میں کھینچ کر اس کے خیالات پڑھ رہا تھا وہ اندر ہی اندر خود کو سمجھا رہی تھی۔ "ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ بیٹے سے بچنے کے لئے اس کم بخت ہم سفر کو برداشت کرنا ہی ہوگا۔ میں ممبئی پہنچ کر اس جبری محبت کرنے والے کو حوالات میں پہنچادوں گی۔"

پارس نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مگر ممبئی پہنچنے تک پتا نہیں یہ کیا کیا کرے گا' کہاں کہاں ہاتھ لگائے گا۔ ویسے پتا نہیں کیوں اس کی آغوش میں آکر میرا دل اس پر مائل ہورہا ہے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا۔ "میں اسی لئے کسی گبرو جوان کے قریب نہیں جاتی۔ آج مجبوراً قریب آئی ہوں تو پھسل رہی ہوں۔"

کچھ پارس اسے مائل کرتا رہا اور کچھ سے زیادہ وہ خود اس کی قربت سے محرزدہ ہوتی رہی۔ پتا ہی نہ چلا کہ وقت کیسے گزر گیا۔ ایک گھنٹے بعد ممبئی پہنچنے والے تھے۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے سلا دیا پھر اپنا بیگ لے کر ٹائلٹ میں آیا اور پاسپورٹ کی تصاویر کے مطابق پھر ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے اپنا چہرہ تبدیل کرلیا۔

ممبئی پہنچنے سے پہلے سونے والے مسافروں کو جگایا گیا۔ انہیں سیٹ کی پشت سیدھی رکھ کر سیفٹی بیلٹ باندھنے کی ہدایات کی گئیں۔ جینا نے آنکھیں کھول کر دیکھا جس کے پہلو میں وہ سو رہی تھی اب وہ نہیں تھا۔ اس نے سوچا' شاید منہ ہاتھ دھونے کے لئے ٹائلٹ کی طرف گیا ہے۔ وہ ٹائلٹ میں آئی۔ خود منہ ہاتھ دھو کر تولئے سے پونچھ کر میک اپ درست کیا۔ بالوں کو برش کرکے واپس آتے ہوئی کئی مسافروں پر نظر ڈالتی ہوئی آئی لیکن اسے آغوش میں سلانے والا نظر نہیں آیا۔

وہ جینا کے پاس جاکر اس کے ہم شکل بھائی جمنا پرساد (پورس) سے پوچھ سکتی تھی۔ لیکن جہاز اترنے والا تھا۔ بیلٹ باندھ کر بیٹھ گئی اور سر گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔ پارس قریب ہی ایک سیٹ پر موجود تھا لیکن اسے پہچان نہیں پارہی تھی۔

جہاز سے اترتے وقت اس نے پورس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جینا سے پوچھا۔ "ان کا ہم شکل بھائی میرے پاس بیٹھا ہوا تھا' وہ نظر نہیں آرہا ہے۔"

پورس نے کہا۔ "یہاں مسافروں کی بھیڑ میں ہوگا۔ امیگریشن کاؤنٹر پر ملے گا۔"

ایئرپورٹ پر جینا اور جینا کا افسر باپ یوگا جاننے والے چھ سراغ رسانوں کو لے کر آیا تھا تاکہ مہاراج اور مہیش کو گرفتار کرسکے اور اوما (نیلماں) نے اپنے قد آور باڈی بلڈر تابعدار شیوا جی سادھرن کو بھیجا تھا کہ وہ مہاراج اور مہیش کو ایک بنگلے میں لے آئے۔

جینا نے امیگریشن کاؤنٹر کی قطار میں کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر مینا سے کہا۔ "وہ یہاں بھی نظر نہیں آرہا ہے۔"

پورس نے کہا۔ "شاید ہمارے یہاں آنے سے پہلے وہ امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر چلا گیا ہے۔ اسے صبح ہوتے ہی ناشتا کرنے کی عادت ہے۔ وہ لیگیج ہال سے سامان لے کر ریستوران گیا ہوگا۔"

پارس جینا سے دور ہو کر ان باپ بیٹے کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا تاکہ انٹیلی جنس والے انہیں کسی طرح نہ پہچانیں۔ اس نے باپ بیٹے کو مجبور کیا تھا کہ وہ سب سے پہلے امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر وزیٹرز لابی میں آئیں۔ وہاں مہاراج نے شیوا جی سادھرن کو

دیکھتے ہی پہچان لیا۔ دونوں باپ بیٹے نے پوچھا کہ اس کی پتنی اوما دیوی بھی آئی ہے یا نہیں؟ شیوا جی نے کہا۔ "وہ کچھ دنوں کے لئے پونا گئی ہے۔ جلد ہی آجائے گی۔ ہمیں یہاں سے فوراً چلنا چاہیے۔ میں نے یہاں انٹیلی جنس والوں کو دیکھا ہے۔"

وہ تینوں ایئرپورٹ سے باہر آئے اور ایک کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ پارس مہاراج کے دماغ میں موجود تھا۔ ادھر جینا اسے ریستوران میں دیکھ آئی تھی۔ پورس نے دونوں بہنوں کے سامنے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "اب میری سمجھ میں آرہا ہے کہ میرا بھائی مصیبت میں پھنس گیا ہے۔"

"کیسی مصیبت؟"

"ان ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ بیٹے نے اسے ٹریپ کیا ہوگا اور اسے غائب دماغ بنا کر اپنے ساتھ لے گئے ہوں گے۔"

جینا نے تائید کی۔ "ہاں کل رات سفر کرتے وقت ایک شخص کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ اوگاڈ! وہ بے چارہ دشمنوں کے چنگل میں چلا گیا ہے۔"

وزیٹرز لابی میں انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل دھرم راج سکسینہ نے اپنی دونوں بیٹیوں سے کہا۔ "ان ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ بیٹے کو پہچانو اور ان کے سامنے گونگی بنی رہو۔ ہمارے یوگا جاننے والے جاسوس انہیں پکڑ کرلے جائیں گے۔"

جینا نے کہا۔ "پتا جی! وہ دونوں باپ بیٹے میرے ایک ہم سفر کو ٹیپ کرکے لے گئے ہیں۔"

مینا نے کہا۔ "پتا جی! ان سے ملیں۔ یہ میرے ہم سفر تھے۔ ان کا نام گنگا پرساد ہے۔ وہ باپ بیٹے جسے لے گئے ہیں۔ اس کا نام جمنا پرساد ہے اور ہم بہنوں کی طرح یہ دونوں بھائی بھی ہم شکل ہیں۔"

پورس نے کہا۔ "مینا! تم بھول رہی ہو۔ میں چھوٹا بھائی ہوں۔ ہمارا نام جمنا پرساد اور اس کا نام گنگا پرساد ہے۔"

دھرم راج سکسینہ نے موبائل فون پر اپنے سراغ رسانوں سے کہا۔ "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ بیٹے ایک نوجوان جمنا پرساد کو....."

پورس نے کہا۔ "جمنا پرساد میں ہوں۔"

وہ فون پر بولا۔ "جمنا پرساد نہیں' گنگا پرساد کو ٹریپ کرکے لے گئے ہیں۔ تم لوگوں نے پارکنگ ایریا میں کھڑی ہوئی گاڑیوں کے نمبر نوٹ کئے تھے۔ پتا چلاؤ' کس نمبر کی گاڑی کہاں گئی ہے؟"

اس نے فون بند کرکے دونوں بیٹیوں سے کہا۔ "انڈر گراؤنڈ بلاک کے مجرموں نے باندرا کے علاقے میں بڑی واردات کے ذریعے دہشت پھیلا دی ہے۔ مجھے وہاں فوراً جانا ہوگا۔ میرے مسلح ماتحت ہیں۔ یہ حفاظت بنگلے تک پہنچادیں گے اور جمنا پرساد! تمہیں کہاں جانا ہے؟"

پورس نے کہا۔ "ہم کئی برس کے بعد اپنے بھارت دیش کو لوٹے آئے ہیں۔ یہاں ہمارا کوئی نہیں ہے۔ تمام رشتے دار جرمنی' پیرس اور لندن میں رہتے ہیں۔ میں یہاں کسی ہوٹل میں چلا جاؤں گا۔"

مینا نے کہا۔ "پتا جی! ایک تو مسٹر جمنا کے بھائی کو یہاں آتے ہی ٹریپ کیا گیا ہے۔ دوسرے یہ تنہا ہوٹل میں بھائی کے لئے پریشان ہوتے رہیں گے۔ کیا آپ انہیں مہمان نہیں بنا سکتے۔"

پورس نے کہا۔ "نہیں۔ آپ میزبانی کی زحمت نہ کریں۔ میں اکیلا ہوں۔ کسی بھی ہوٹل میں گزارہ ہوجائے گا۔"

دھرم راج سکسینہ نے کہا۔ "جب میری بیٹی نے کہہ دیا ہے تو تم ہمارے ہی مہمان بن کر رہو گے۔ ان کے ساتھ جاؤ۔"

وہ سب مسلح محافظوں کے ساتھ چلے گئے۔ پارس خیال خوانی کے ذریعے ان باپ بیٹے کے ساتھ تھا۔ وہ دونوں شیوا جی سادھرن کے ساتھ ایک کار میں جارہے تھے۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے مہاراج نے اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ اوما (نیلماں) نے کہا۔ "مہاراج مجھے خوشی ہے کہ تم امریکیوں کی قید سے نکل آئے ہو اور اب ہمارے ساتھ رہو گے۔"

مہاراج نے کہا۔ "ہمارے نصیب اچھے تھے کہ ہمیں ہپناٹائز کرنے والا ایک حادثے میں اسپتال پہنچ گیا۔ اس کے تنویمی عمل کی مدت ختم ہوگئی تھی۔ میں نے اور مہیش نے اس موقع سے فائدہ اٹھالیا۔ ویسے اس بات کا افسوس ہے کہ ہم یہاں آئے ہیں اور تم پونا چلی گئی ہو۔"

"تم تو جانتے ہو' ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بے شمار دشمن ہوتے ہیں۔ میں ایک دشمن سے نمٹنے آئی ہوں۔ کل تک واپس آجاؤں گی۔"

پارس اور پورس کو یقین کی حد تک شبہ تھا کہ اوما دراصل نیلماں ہے۔ مکمل طور پر آتما شکتی حاصل نہ ہونے کے باوجود اسے کوئی ایسا موقع مل گیا ہے کہ وہ ناصرہ کے جسم کو چھوڑ کر کسی اوما کے جسم میں سما گئی ہے۔ مہاراج اور مہیش کے دماغوں میں رہ کر آئندہ اس کی اصلیت معلوم ہوسکے گی۔

وہ دونوں شیوا جی کے ساتھ بنگلے میں پہنچ گئے۔ شیوا جی نے ملازمہ سے کہا۔ "فوراً میز پر ناشتا لگاؤ۔ میرے گرو اور مہیش بھائی پہلے پیٹ پوجا کریں گے پھر میں انہیں دکھاؤں گا کہ یہ بنگلہ کتنا خوبصورت ہے۔"

پندرہ منٹ بعد وہ ناشتے کی میز پر تھے۔ مہاراج نے ناشتا کرنے کے دوران میں کہا۔ "شیوا جی! تم میرے چیلے ہو۔ مجھے گرو دیو کہتے ہو مگر میری بہو اوما نے تمہارے دماغ کو لاکڈ کرکے اچھا نہیں کیا۔ گرو اور چیلے کے درمیان پردہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"گرو دیو! اگر جیہ اوما نے ایسا کیا ہے لیکن وہ دل کی بہت اچھی ہے۔ آپ کی بہت عزت کرتی ہے۔ جب آپ اس سے ملیں گے تو آپ کی ساری شکایتیں دور ہوجائیں گی۔"

وہ باپ بیٹے اوما سے ملنے والے تھے لیکن شیوا جی سادھرن کی

طرح معمول اور تابعدار بن کر' انہوں نے ناشتا کرنے کے دوران ہی اپنے اندر کمزوریاں محسوس کیں۔ مہاراج نے کہا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے۔ شیوا جی تم اپنے گرو دیو اور اس کے بیٹے کو دھوکا دے رہے ہو۔ ہم اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔"

شیوا جی نے کہا۔ "گرو دیو! آپ غلط نہ سمجھیں میں بھی آپ کے ساتھ کھا رہا ہوں لیکن مجھے کسی طرح کی کمزوری محسوس نہیں ہو رہی ہے۔"

"تم تو اس کے غلام بن چکے ہو۔ تم اس کی چالبازی نہیں سمجھو گے۔ اب وہ ہمیں بھی اپنا غلام بنائے گی۔"

نوجوان اور خوبصورت ملازمہ نے آکر کہا۔ "مہاراج! تم نے میری سوچ کی لہریں سنی ہیں۔ مجھے چہرے سے نہیں پہچانتے ہو۔ میرے تابعدار شیوا جی نے مجھے ایک ملازمہ کی طرح میز پر ناشتا لگانے کا حکم دیا تو تم دونوں نے مجھے ملازمہ سمجھ لیا۔ ایسے وقت میں شیوا جی کو غائب دماغ رکھا تھا۔ ناشتا بالکل ٹھیک ہے۔ میں بھی کھا سکتی ہوں۔ تم باپ بیٹے نے جوس کے دو گلاس پیے اور کمزور ہونے لگے۔ جاؤ' اب الگ الگ بیڈ روم میں جا کر لیٹ جاؤ۔"

پارس نے پورس کے پاس آکر ان باپ بیٹے کے حالات بتائے پھر کہا۔ "اوہا! اب کسی ایک پر پہلے تنویمی عمل کرے گی پھر دوسرے پر' میں دیکھ رہا ہوں کہ تم مینا اور جینا کے ساتھ ناشتے کی میز پر ہو۔"

پورس نے کہا۔ "ہم سب پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ مینا اور جینا ابھی سونے کے لئے اپنے بیڈ روم میں چلی جائیں گی۔ میں ابھی ان باپ بیٹے کے دماغوں میں آؤں گا۔"

"ویسے ہم دونوں کو بھی سونا چاہیے۔ تم مما (سونیا) کے پاس جاؤ۔ میں ثانی سے کہتا ہوں کہ ہمیں ریلیف دیں اور ان باپ بیٹے کے اندر رہ کر اوہا کے تنویمی عمل کو ناکام نہ بنائیں۔ صرف اتنا معلوم کرلیں کہ اوہا ان دونوں کے دماغوں کو لاکڈ کرنے کے لئے کیسی آواز اور لب و لہجہ ان کے ذہنوں پر نقش کرتی ہے۔"

اس پلاننگ کے مطابق دونوں سونیا اور ثانی کے پاس گئے۔ انہیں وہاں کے حالات بتائے پھر انہیں باپ بیٹے کے دماغوں میں پہنچا کر دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ پورس ایک بیڈ روم میں تھا اور پارس ابھی تک ایئرپورٹ کی ویٹنگ لابی کے ایک صوفہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر کسی ہوٹل میں قیام کرنے کے لئے جانے لگا۔

اس نے فائیو اسٹارز کے بجائے ایک درمیانے درجے کے ہوٹل کو ترجیح دی۔ ایک ہوٹل میں چھوٹے سے کاؤنٹر کے قریب آکر اپنا سامان رکھوایا پھر کاؤنٹر کیپر سے کسی اچھے کمرے کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک پولیس پارٹی نے ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ وہ دل میں بولا۔ "آؤ بیٹے ایسے ہوٹلوں میں' یہ کیوں بھول گئے تھے کہ ایسی جگہ شراب و شباب کی سپلائی کھل کر ہوتی ہے۔"

کئی سپاہی رائفلیں لئے اوپر کے رہائشی کمروں کی طرف جا رہے تھے۔ ایک انسپکٹر دوڑتا ہوا منیجر کے پاس آیا۔ منیجر نے کہا۔ "سر! ہم تو جنتا دینے میں کمی نہیں کرتے۔ پھر یہ کیا ہے؟"

"فکر نہ کرو۔ فوراً پینے والوں کے کمروں سے بوتل اور گلاس غائب کرو۔ دھندا کرنے والیوں کو پچھلے دروازے سے بھگا دو۔ ہمارے ڈی آئی جی صاحب ابھی آنے والے ہیں۔ جلدی کرو۔ ہوٹل کو ایک دم سے پوتر (پاک) کردو۔"

انسپکٹر کی انفارمیشن کے مطابق وہاں تیزی سے عمل ہونے لگا۔ تمام عملہ زینے کے نیچے اوپر دوڑتا ہوا شراب کی بوتلیں اور گلاس وغیرہ ہوٹل سے باہر لے جانے لگا۔ دھندا کرنے والی عورتوں کو وہاں سے بھگایا جانے لگا پھر پورے ہوٹل میں جگہ جگہ اگربتیاں سلگائی گئیں تاکہ دیسی دارو کی تھوڑی بہت مہک ہو تو وہ اگربتیوں کی خوشبوؤں میں تحلیل ہو جائے۔

انسپکٹر نے پارس سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"ایک تماشائی ہوں۔"

وہ انگلی اٹھا کر بولا۔ "اے سیدھی طرح جواب دے۔ میں انسپکٹر کالی چرن کا علاقہ ہے۔ کیا تو نیا آیا ہے؟"

"کیا تجھے یہ سامان دکھائی نہیں دیتا۔ کھوپڑی میں اتنا بھیجا ہوا کہ سامان کے ساتھ ہوٹل میں آنے والا مسافر ہوتا ہے اور مسافر ایک کمرا لینے یہاں آیا ہے۔"

وہ غصے سے بولا۔ "آج تک کسی نے مجھ سے ایسی بات نہیں کی۔ بات کرنے سے پہلے ہی اس کی ہڈیاں توڑ ڈالتا ہوں مگر مجبور ہوں۔ ابھی میرا سینئر افسر آنے والا ہے۔"

اس نے منیجر سے کہا۔ "یہ یہاں مرنے آیا ہے اسے ایک کمرا دو۔ میں صاحب کے جانے کے بعد اس کے مزاج ٹھکانے لگاؤں گا۔"

پارس نے منیجر سے کہا۔ "اسپیشل بڑا ہوا دار کمرا اور رجسٹر لاؤ۔ کھو' وہ کمرا مجھے انسپکٹر کالی چرن نے اپنی ضمانت پر دلایا ہے۔ کمرا کرایہ نہیں لیا جائے گا۔"

انسپکٹر کالی چرن نے کہا۔ "ابے کیا صاحب کے آنے سے پہلے مرنا چاہتا ہے۔"

"نہیں انسپکٹر! مجھے مارنا چاہو گے تو ایک نئے لفڑے میں پڑ جاؤ گے۔ کیا پتا مجھ پر ہاتھ اٹھاتے ہی تمہارا ڈی آئی جی صاحب یہاں پہنچ جائے۔۔۔ چونکہ تم یہاں مجھے مفت میں کمرا دلا رہے ہو اس لئے صاحب کو نہیں بتاؤں گا کہ تم اس ہوٹل سے شراب اور طوائفوں کی دلالی کرتے ہو۔"

وہ طنز بھاڑ کر چیخا۔ "یو شٹ اپ نان سینس! آئی ول۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ ہوٹل کے دروازے کے سامنے ڈی آئی جی کی گاڑی آکر رکی۔ وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ گاڑی سے اتر کر اندر آیا۔ انسپکٹر اور تمام سپاہی سلیوٹ کرنے لگے۔ ڈی آئی جی نے انسپکٹر سے پوچھا۔ "اس ہوٹل کا گھیراؤ کرتے وقت کوئی شخص ہوٹل سے باہر تو نہیں گیا؟"

"سر! ہم نے کسی کو باہر جانے کی اجازت نہیں دی ہے۔"

پارس نے کہا۔ "یہ ٹھیک کہتے ہیں' سر! انہوں نے کسی مرد کو باہر نہیں جانے دیا۔ صرف شریف اور پاک دامن عورتوں کو پچھلے دروازے سے بھگا دیا۔ کمرے میں جو لوگ پی رہے تھے ان سے گلاس اور بوتلیں یہ کہہ کر چھین لیں کہ ڈی آئی جی صاحب کو گنگا جل پسند نہیں ہے۔"

ڈی آئی جی نے پارس کو زیرلب مسکرا کر دیکھا پھر انسپکٹر سے کہا۔ "کالی چرن! کیا اتنا نہیں جانتے کہ میرے رینک کا کوئی افسر شراب اور شبم فروشی کے کیس میں چھاپے نہیں مارتا۔ ہاں اگر شراب اور شباب کے پیچھے کوئی اہم معاملہ ہوتا ہے' تب ہمیں آنا پڑتا ہے۔"

"یس سر! آپ ایک اہم معاملہ میں آئے ہیں۔"

"اور تم نے کشور آنند کو فون پر ہی بتا دیا ہوگا کہ میں اسے گرفتار کرنے کے لیے آنے والا ہوں۔"

"یس سر!۔۔۔ نو سر! میں تو جانتا بھی نہیں کہ اتنے بڑے سیاست دان کشور آنند صاحب ایسے مڈل کلاس ہوٹل میں ہو سکتے ہیں۔"

"چلو آؤ۔ ہم کمرا نمبر چھبیس میں دیکھتے ہیں۔"

ڈی آئی جی اپنے دو ماتحتوں اور انسپکٹر کالی چرن کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتا ہوا جانے لگا۔ پارس' کالی چرن کے دماغ میں تھا۔ چھبیس نمبر کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندر کشور آنند ایک صوفہ پر ایک ہاتھ میں گلاس لئے بیٹھا تھا۔ سامنے سینٹر ٹیبل پر اسکاٹ لینڈ کی اسکاچ وہسکی کی بوتل اور چاندی کے پیالوں میں خشک میوے رکھے تھے۔ اس کے دو گن مین صوفہ کے پیچھے کھڑے تھے۔

کشور آنند نے تمام پولیس والوں کو دیکھ کر کہا۔ "آؤ آؤ ڈی آئی جی عباس مہدی صاحب! میں اپنا دروازہ کھلا رکھتا ہوں۔ جب عیاشی کرنی ہی ہے تو دروازہ کیوں بند کیا جائے؟ ہاں آج ایک بہت ہی سندر چھوکری آئی تھی مگر تمہاری وجہ سے اسے واپس کرنا پڑا۔ رہی یہ شراب تو ہمارے دیس میں یہ حرام نہیں ہے۔ چار دیواری کے اندر پینا جرم نہیں ہے اور جب یہاں کوئی جرم نہیں ہو رہا ہے تو تم نے آنے کی تکلیف کیوں کی ہے؟"

عباس مہدی نے کہا۔ "ابھی دو گھنٹے پہلے تم نے اپنے ہی علاقے باندرہ میں فائرنگ کرائی اور پولیس کو فون کیا کہ تمہارا مخالف سیاست داں اپنے تخریب کاروں کے ذریعے تمہارے علاقے میں دہشت پھیلا رہا ہے۔"

"ابھی میرے علاقے میں دہشت گردی ہوئی' میں نے فریاد کی۔ پولیس والوں کو میرے دشمن سیاست دان ٹھوتا کے پاس جانا چاہیے۔ اسے یا اس کے دہشت گردوں کو گرفتار کرنا چاہیے۔"

"میں کہہ چکا ہوں مسٹر ٹھوترا نے فائرنگ نہیں کرائی ہے۔ تم اسے سیاسی طور پر بدنام کرنا چاہتے ہو۔ فائرنگ تم نے کرائی ہے۔"

کشور آنند نے ہنستے ہوئے کہا "میں نے تمہارے بارے میں بہت سنا ہے۔ بہت عیار اور ہوشیار ہو۔ رشوت نہیں لیتے۔ پانچوں وقت کے نمازی ہو اور وہ جو تمہاری آسمانی کتاب ہے نا' وہ بہت موٹی وہ پوری کی پوری تمہیں زبانی یاد ہے اور اور۔۔۔"

کشور آنند نے اپنے پیشانی پر ایک انگلی مارتے ہوئے اور سوچتے ہوئے کہا "ہاں یاد آیا۔ یہاں کے افسران کہتے ہیں کہ تم کالے جادو کا توڑ کر لیتے ہو۔ کلا مندر کے پیچھے ایک بنگلے میں آتما بدل جانے کا ایک کیس ہوا تھا۔ کوئی جادو جاننے والی تمہیں نقصان پہنچانے تمہارے دماغ میں آئی تھی لیکن تم نے منتر پڑھ کر۔۔۔"

"منتر نہیں' قرآن مجید کی مقدس آیات پڑھ کر اسے بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔"

پارس خیال خوانی کے ذریعے یہ باتیں سن کر چونک گیا۔ سمجھ گیا کہ وہ بطلاں ہی ہو سکتی ہے۔

ادھر کشور آنند نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا "اچھا تو تم کوئی آیت پڑھ کر مجھے مجرم ثابت کرو گے۔"

عباس مہدی نے کہا "اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم کل آدھی رات سے اس کمرے میں ہو۔ تم نے یہاں سے جتنے فون کیے' وہ سب ریکارڈ کیے گئے ہیں۔ تم نے صاف طور پر اپنے دہشت گردوں کو حکم دیا تھا کہ اپنے ہی علاقے میں دہشت پھیلاتے ہوئے یہ ظاہر کرتے رہنا ہے کہ وہ سب ٹھوترا کے کرائے کے غنڈے ہیں۔"

"اچھا فون کالیں ریکارڈ کر کے مجھے مجرم ثابت کرو گے؟ کیا یہ نہیں جانتے کہ عدالت میں ریکارڈنگ کو ٹھوس ثبوت نہیں مانا جاتا ہے۔ کیونکہ آوازوں کی نقالی کرنے والے بہت مل جاتے ہیں۔"

"میرا فرض ہے ایک ثبوت کی بنا پر تمہیں گرفتار کر کے عدالت میں پہنچاؤں۔ اس کے بعد میں نہیں جانتا' تم چھوٹ دیے جاؤ گے یا سزا پاؤ گے۔"

پارس' کشور آنند کے دماغ میں آگیا۔ تاکہ عباس مہدی کو ٹھوس ثبوت مل جائے کشور آنند نے فوراً ہی ریوالور نکال کر نشانہ لیتے ہوئے کہا "ڈی آئی جی صاحب! میں اتنا بڑا سیاست داں ہوں کہ آج تک کسی نے میرا ہاتھ پکڑنے کی ہمت نہیں کی اور تم مجھے یہاں سے ہتھکڑی پہنا کر لے جاؤ گے؟ کبھی نہیں۔"

عباس مہدی کے ماتحتوں نے کشور آنند کا نشانہ لے کر کہا۔ "ریوالور پھینک دو۔ ورنہ ہم فائر کردیں گے۔"

"مجھے گولی لگتے ہی تمہارے ڈی آئی جی کو بھی گولی لگے گی۔ پہلے اپنے صاحب کی خیر مناؤ اور ہتھیار پھینک دو۔"

عباس مہدی نے اپنے ماتحتوں سے ہتھیار پھینکنے کو کہا۔ انہوں نے مجبوراً حکم کی تعمیل کی۔ ہتھیار پھینک دیے۔ کشور آنند

نے کہا "آپ جو انسپکٹر کالی چرن اور سپاہی ہیں' یہ سب میرے ہی آدمی ہیں۔ اگر مجھے ہتھکڑی پہنانا چاہو گے تو میں تمہیں اس طرح گولی ماروں گا۔ یہ دیکھو۔"

اس نے پلٹ کر اپنے پیچھے کھڑے ہوئے دونوں گن مین پر فائرنگ کی۔ دونوں ہی چیخنے کے بعد فرش پر گر کر خاموش ہو گئے۔ انسپکٹر کالی چرن کے دو سپاہیوں کو بھی اس نے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ انسپکٹر نے حیرانی سے پوچھا "آنند صاحب! یہ آپ نے کیا کیا؟"

وہ بولا "ریکارڈنگ ٹھوس ثبوت نہیں ہوتی اس لیے تم دو افسروں کے سامنے قاتل بن گیا ہوں۔ بولو کالی چرن! عدالت میں میرے قاتل ہونے کی گواہی دو گے؟"

انسپکٹر کالی چرن نے کہا "آنند صاحب! میں تو سرکار سے صرف وردی پہننے کی تنخواہ لیتا ہوں مگر آپ کی دولت پر عیش کرتا ہوں۔ میں آپ کے خلاف گواہی نہیں دوں گا۔"

کشور آنند نے ایک فائر کیا۔ انسپکٹر نے کراہتے ہوئے اپنا بازو تھام لیا۔ کشور آنند نے کہا "ابھی میں نے زخمی کیا ہے۔ اگر میرے خلاف گواہی دینے سے انکار کرو گے تو دوسری گولی سینے میں اتار دوں گا۔"

وہ کراہتے ہوئے بولا "نہیں۔ میں آپ کے خلاف گواہی دوں گا۔"

"شاباش! میرے خلاف کیس کو اور پختہ کرو۔ میرے جسم کے کسی ایسے حصے پر گولی مارو کہ میں صرف زخمی ہو سکوں اور میرے اس ریوالور پر میری انگلیوں کے نشانات ہیں۔ انہیں محفوظ کر لو۔"

کشور آنند نے اپنا ریوالور عباس مہدی کے سامنے پھینک دیا۔ انسپکٹر نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر کہا "کشور آنند! پاگل کے بچے! میں مرتے مرتے بچ گیا مگر تم عدالت سے سزائے موت پاؤ گے۔"

اس نے گولی چلا کر کشور آنند کو زخمی کیا پھر ایک رومال نکال کر اس کے پھینکے ہوئے ریوالور کو اٹھا لیا۔ عباس مہدی کے حکم سے اسے ہتھکڑی پہنا دی پھر اس نے انسپکٹر سے کہا "کالی چرن! رشوت خوری تمہیں نرک میں پہنچانے والی تھی۔ اب اسے عدالت پہنچاؤ گے تو تمہاری ترقی بھی ہو گی اور ڈیری کا چرچا بھی ہو گا کہ تم نے گولی کھا کر بھی ایک مجرم سیاست داں کو زندہ گرفتار کیا ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "سر! یہ آپ کا بڑا پن ہے۔ آپ اتنے بڑے کیس کا کریڈٹ مجھے دے رہے ہیں۔ میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

عباس مہدی اسے کوئی جواب دیے بغیر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے نکل کر دوڑتا ہوا' سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آیا۔ پارس اپنا سامان اٹھا کر جا رہا تھا۔ عباس مہدی نے کہا "جسٹ اے منٹ۔"

پارس نے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ قریب آتے ہوئے بولا "میں اس ہوٹل کے پورے عملے کو جانتا ہوں۔ ادھر کوئی ٹیلی پیتھی فرد جانتا ہے۔ تم مجھ پر اتنا بڑا احسان کر کے خاموشی سے جا رہے ہو؟"

"میں جا نہیں رہا تھا۔ یہ سامان آپ کی گاڑی میں رکھنے تھا۔"

عباس مہدی نے خوش ہو کر پوچھا "واقعی؟ تو پھر سامان نیچے چھوڑو۔ میرے ماتحت لے آئیں گے۔ آؤ میرے ساتھ۔"

پارس نے ہوٹل سے باہر جاتے ہوئے کہا "گاڑی میں آپ کے ماتحت ہوں گے۔ لہٰذا میں آپ کے دماغ میں آ کر بولوں گا' آپ سوچ کے ذریعے جواب دیں گے۔"

جب وہ گاڑی میں بیٹھ کر جانے لگے تو پارس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "آپ میرے بزرگ ہیں۔ میں آپ کو انکل کہوں گا۔"

"مجھے خوشی ہوئی بیٹے! تم انکل کہا کرو۔"

"پہلی بار جب میں نے سنا کہ آپ عبادت گزار ہیں اور کلام پاک کے حافظ ہیں تو بہت متاثر ہوا پھر ایک آتما کے جسم بدلنے والی بات ہوئی تو میں چونک گیا۔ کیونکہ آپ کے دماغ آنے والی کا نیلاں ہے۔ ہم دو بھائی اسی چڑیل کی تلاش میں آئے ہیں۔"

پارس' ناصرہ کی زندگی سے نیلاں کے بارے میں تفصیل سے تمام واقعات بتانے لگا۔ پھر بولا "یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کی آتما شکتی مکمل نہیں تھی پھر وہ ناصرہ کا جسم چھوڑ کر کسی کے جسم میں کیسے چلی گئی؟"

عباس مہدی نے کہا "یہاں..... کالا جادو جاننے والا ایک گرو دیو تھا۔ اس نے ایک جوان لڑکی کے جسم سے آتما نکال کر پونم نامی ایک لڑکی کے جسم میں پہنچایا تھا پھر اس کے بعد عجیب واقعات ہونے لگے۔ جس لڑکی (ناصرہ) کے جسم سے آتما نکالی گئی اس کا پورا جسم چند منٹوں میں سڑ گل کر پانی کی طرح بہہ گیا تھا۔ ہڈیوں کا ڈھانچا رہ گیا تھا۔ ہڈیوں کے ماہرین نے بتایا کہ وہ دو برس پہلے مر چکی تھی۔ اس آتما کی وجہ سے اس کا گوشت پوست سلامت تھا۔"

پارس نے کہا "یہ درست ہے۔ ہم سمجھتے تھے کہ ناصرہ پہلے مر چکی ہے۔ اگر ہم اپنی ایمانی قوت سے اس ناپاک آتما کو نکالیں گے تو ناصرہ مر جائے گی۔ اسے زندہ رکھنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ ناصرہ کے سامنے صبح و شام کلام پاک کی تلاوت کی جائے لیکن نیلاں ہمارے ارادوں کو سمجھتے ہی ناصرہ کو لے کر بھاگ آئی۔"

"بیٹے! وہ بہت ہی خبیث روح ہے۔ اس نے گرو دیو کو بھی ہلاک کر دیا۔ اب تم اس کا نام اڑاتا رہے ہو۔"

"جی ہاں نیلاں کی آتما شکتی ادھوری ہے۔ وہ پونم کا جسم چھوڑ کر کسی دوسری لڑکی کے جسم میں نہیں جا سکتی تھی۔ شاید اسی لیے اس نے پونم کا چہرہ سرجری کے ذریعے بدل کر اس کا نام اور رکھا ہے۔"

"ہم نہیں' وہ قاتل آتما کہاں ہو گی اور کیا کر رہی ہو گی۔"

"انکل! یہاں پہنچتے ہی ہم نے اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر لیا ہے۔ ابھی میرا بھائی سو رہا ہے۔ میں بھی چند گھنٹے سونا چاہتا ہوں۔ اوایا نیلاں کی طرف سے مطمئن رہیں۔ اس نے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابع ... بنا کر اطمینان حاصل کر لیا ہے کہ اب اس کے بنگلے میں اس کا کوئی مخالف نہیں آئے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم میرے گھر میں رہو گے۔ وہاں نیند پوری کرو۔"

"آپ کے گھر والوں کو زحمت ہو گی۔"

"جب بیٹے بن گئے ہو تو زحمت کیسی؟ ویسے اتنی باتیں ہو گئیں۔ تم نے اپنا نام نہیں بتایا؟ کہاں سے آئے ہو؟"

"میں آپ کو اس اعتماد سے بتا رہا ہوں کہ آپ ہمارے بارے میں اپنے گھر والوں کو بھی نہیں بتائیں گے۔"

"مجھ پر اعتماد کرو اور بتاؤ۔"

"میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس علی ہوں۔"

عباس مہدی نے چونک کر خوش ہو کر اسے دیکھا۔ اس نے کہا "انکل! خوشی کا اظہار نہ کریں۔ یہاں آپ کے ماتحت ہیں۔"

اس نے خوشی ظاہر نہیں کی لیکن بڑی عقیدت اور گرم جوشی سے پارس کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا پھر پوچھا "تمہارا بھائی کہاں ہے؟"

پارس بتانے لگا کہ وہاں کی انٹیلی جنس کے ڈی جی دھرم راج سکسینہ کے گھر میں مہمان کی حیثیت سے ہے۔ عباس مہدی نے کہا "بیٹے! اس کا وہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ اس کی دونوں بیٹیاں اسکاٹ لینڈ یارڈ سے ٹریننگ لے کر آئی ہے۔ باپ بیٹیاں سب ہی جاسوس ہیں۔"

"آپ درست فرماتے ہیں۔ ہم آج رات چہروں کو تبدیل کر کے آپ کے سائے میں رہیں گے۔"

"تم نے کہا تھا' اپنے گھر والوں کو بھی تمہاری اصلیت نہ بتاؤں۔ ابھی تم یہ چہرہ لے کر جاؤ گے۔ رات کو ایک کی جگہ دو بھائی ہوں گے اور چہرے بھی بدلے ہوں گے تو بار بار باتیں بنانے میں دشواری ہو گی۔ فی الحال شام تک کسی ہوٹل میں رہ کر نیند پوری کرو۔ میں شام کو تمہارے پاس آؤں گا۔"

ایک اچھے سے ہوٹل کے سامنے گاڑی روکی گئی۔ عباس مہدی نے منیجر سے کہا "انہیں ایک اچھا سا کمرا رہنے کو دو۔ کمرے کا کرایہ بتاؤ۔"

منیجر نے کہا "جناب! آپ مائی باپ ہیں۔ کوئی کرایہ نہیں ہو گا۔ یہ ہمارے مہمان رہیں گے۔"

عباس مہدی نے پانچ سو کے نوٹ اس کے سامنے رکھ کر کہا۔ "رشوت دینے کے بے شمار طریقے ہوتے ہیں۔ مجھے رشوت لینے کا کوئی طریقہ نہ سکھانا۔"

وہ کرایہ ادا کر کے چلا گیا۔ پارس ایک کمرے میں آیا۔ کمرے کا اچھی طرح جائزہ لیا پھر ائرکنڈیشنر آن کر کے بستر پر آ گیا۔ اپنے دماغ کو ہدایات دیں۔ اس کے بعد گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

شام کو چار بجے پورس کی آنکھ کھلی۔ وہ بستر پر لیٹا ہوا چھت کو تکتے ہوئے سوچنے لگا؟ ایک انٹیلی جنس کے ڈی جی دھرم راج سکسینہ کے گھر میں رہنا مناسب ہے یا نہیں؟ اس کی سوچ سے معلوم ہوا تھا کہ وہ بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کا حامی ہے اور مسلمانوں کو بہت کمتر سمجھتا ہے اور جو ایسا سمجھتا ہے' اس کے گھر میں تو کیا اس کے سائے میں رہنا بھی مناسب نہیں ہے۔

اس نے بینا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ خواب میں اسے دیکھ رہی تھی۔ اس سے متاثر ہو گئی تھی۔ پورس نے اس کے خواب میں پوچھا "تم سوتے وقت لباس کیوں اتار دیتی ہو؟"

وہ بولی "سوتے وقت ہلکی پھلکی رہنے سے نیند اچھی آتی ہے۔"

"ایسے میں کوئی حسن کا چور آ جائے تو؟"

"میرے چور تو تم ہی ہو' آ جاؤ۔"

پورس جا سکتا تھا لیکن خیال خوانی کے ذریعے سحر زدہ کر کے اسے حاصل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے مزاج میں بڑی تبدیلی آ گئی تھی۔ اس نے کہا "میں ابھی تمہارے بیڈ پر آ سکتا ہوں لیکن تمہاری پیاس بڑھتی رہے گی تو میری جدائی کے بعد بھی میرے لیے ترستی رہو گی۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ باتھ روم میں آ کر غسل کرنے کے دوران میں پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "میں ابھی سو کر اٹھا ہوں۔ تم سے رابطہ کرنے ہی والا تھا۔ نیلاں کا پتا ٹھکانا معلوم ہو گیا ہے۔ تم اس ڈی جی کے گھر سے کسی کو کچھ بتائے بغیر چلے آؤ۔ میں اندھیری کی ایک مارکیٹ کے پیچھے بی کلاس سادوتری ہوٹل کے کمرا نمبر ۱۰ میں ہوں۔"

"میں آدھے گھنٹے میں یہاں سے نکل رہا ہوں۔"

وہ لباس تبدیل کر کے بیگ شانے سے لٹکا کر کمرے سے باہر آیا۔ ڈرائنگ روم میں جینا تھی۔ اس نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

پورس نے کہا "تم جہاں تک کار میں پہنچا دو۔"

یہ کہتے ہی وہ اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ کار کی چابی لے کر اس کے ساتھ بنگلے کے باہر آئی۔ وہاں مسلح گارڈز کھڑے ہوئے تھے۔ وہ تنہا بنگلے سے ایک بیگ لے کر جاتا تو اسے گارڈز روک سکتے تھے لیکن جینا کے ساتھ کار میں بیٹھ کر وہ اندھیری تک گیا پھر کار

رکوا کر اتر گیا۔ فٹ پاتھ پر کھڑا رہا۔

جینا کار چلاتی ہوئی واپس آئی۔ کار سے اتر کر ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ کار کی چابی کو ایک طرف رکھا پھر صوفہ پر بیٹھ کر اس کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کیں تو پورس نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر سوچنے لگی "میں اتنی دیر تک یہاں آنکھیں بند کئے کیوں بیٹھی ہوں؟"

پورس فٹ پاتھ پر چلتا ہوا ساوتری ہوٹل کے کمرا نمبر بارہ میں آگیا۔ پارس اسے بتانے لگا کہ نیلاں، مہاراج او ہمیش کو تابع ... بنا چکی ہے لیکن مما اور ٹانی نے اس کی آواز اور لب و لہجہ ... کرلیا ہے جس کے ذریعے اس نے باپ بیٹے اور شیواجی سادھرن کے دماغوں کو لاک کیا ہے۔

پھر وہ ڈی آئی جی عباس مہدی کے بارے میں بتانے کے بعد بولا "ہمیں اب اپنے چہروں کو بدلنا ہوگا۔ اس کے بعد ہم انکل عباس کے گھر جا کر رہیں گے۔"

وہ دونوں دروازے کو اندر سے بند کر کے بڑے سے آئینے کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ اپنے اپنے بیگ سے عارضی میک اپ کا سامان نکال کر اپنے چہروں پر تبدیلیاں کرنے لگے۔

ادھر مینا بیدار ہو کر آئینے کے سامنے بالوں کو برش کر کے کمرے سے باہر آئی پھر پورس کے بیڈ روم میں گئی۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ وہ جینا کے بیڈ روم میں آئی۔ اس سے پوچھا "جمنا پرساد کہاں ہے؟"

وہ بولی "اپنے کمرے میں ہوگا۔"

"وہاں نہیں ہے۔"

اس نے بنگلے کے باہر آکر ایک گارڈ سے پوچھا "تم نے ہمارے مہمان کو دیکھا ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ جینا بے بی کے ساتھ گئے تھے پھر نہیں آئے، جینا بے بی اکیلی واپس آئیں۔"

مینا نے بمن کے پاس آکر کہا "تم اتنا جھوٹ کیوں بولتی ہو۔ جمنا کو اپنے ساتھ کار میں لے گئی تھیں اور مجھ سے یہ بات چھپا رہی ہو؟"

جینا نے کہا "غصہ مت دکھاؤ۔ میں بھلا جمنا کو کار میں کیوں لے جاؤں گی؟"

"اس لیے کہ وہ تمہارے گنگا پرساد کا ہم شکل ہے۔ تم تمہیں دھوکا دے کر چلا گیا۔ تمہیں تو اس کی شکل صورت چوبیس۔ اس لیے میرے جمنا پر نیت خراب ہوگئی۔"

"تم بکواس کر رہی ہو۔ میں سو کر اٹھنے کے بعد بنگلے کے باہر نہیں گئی۔ میرے گنگا کی طرح تمہارا جمنا بھی بھگوڑا ہے۔ بھاگ گیا ت۔"

مینا اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بنگلے کے باہر آئی پھر تمام گارڈز کو بلا کر بولی "کیا جینا ہمارے مہمان کو کار میں بٹھا کر لے گئی تھی؟"

سب نے ہاں کہا۔ جینا غصے سے چیخ کر بولی "تم سب جھوٹے ہو۔ پتا جی آئیں گے تو سب کو نوکری سے نکال دوں گی۔"

مینا نے کہا "تمہاری چالبازی کا بھانڈا پھوٹ رہا ہے تو ان چاروں کو نوکری سے نکالنے کی دھمکی دے رہی ہو۔"

"میں نے کیا چالبازی کی ہے۔ میں ہر ہر مہادیو کی قسم کھا کتی ہوں، اس بنگلے سے باہر نہیں گئی تھی۔"

"اتنی بڑی قسم کھا رہی ہو تو مان لوں گی لیکن یہ چاروں گارڈ کیا جھوٹ بول رہے ہیں؟"

"ایسے ہی وقت ان کا باپ سرکاری گاڑی میں بیٹھ کر آیا، گاڑی سے اتر کر بولا "یہ تم دونوں نے تمام گارڈز کو یہاں کیوں کیا ہے؟"

مینا نے کہا "پتا جی! یہ تمام گارڈز کہہ رہے ہیں کہ جینا ہمارے مہمان جمنا پرساد کو کار میں بٹھا کر کہیں چھوڑ آئی ہے اور جینا ہر مہادیو کی قسم کھا رہی ہے کہ یہ بنگلے سے باہر نہیں گئی تھی۔"

ڈی جی دھرم راج مکسینہ نے چاروں گارڈز سے پوچھا "سب نے اپنی آنکھوں سے جینا اور جمنا کو کار میں جاتے دیکھا ہے؟"

سب نے سر جھکا کر ہاں کہا۔ دھرم راج مکسینہ نے جینا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "تعجب ہے۔ میری دونوں بیٹیاں کم از کم میرے سامنے جھوٹ نہیں بولتی ہیں کیوں جینا! تم جمنا کے ساتھ نہیں گئی تھیں نا؟"

"نہیں پتا جی! مجھے اس بات کا مان ہے کہ آپ میری سچائی پر بھروسا کرتے ہیں۔ میں سچ کہتی ہوں جب سے سو کر اٹھی ہوں، اس بنگلے سے باہر ابھی آئی ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولا "تعجب ہے۔ تم کبھی جھوٹ نہیں بولتیں اور یہ گارڈز میرے سامنے جھوٹ بولنے کی جرات نہیں کر سکتے پھر یہ پرساد یہاں سے کیسے گیا؟"

ڈرائنگ روم میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ان باپ بیٹیوں نے اندر آکر فون کو اٹھا کر اسے سینٹر ٹیبل پر رکھا۔ باپ نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف کی آواز سن کر پوچھا "جمنا پرساد کہاں ہے؟"

جمنا کا نام سنتے ہی مینا نے فون کا وائڈ اسپیکر آن کیا۔ پورس کی آواز سنائی دی "انکل! میں یہاں ویران سمندر کے کنارے ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہاں کیسے پہنچ گیا؟"

ڈی جی نے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی تمہیں بے ہوش کر کے لے گیا تھا؟"

"کون بے ہوش کر کے لے جا سکتا ہے؟ بنگلے کے باہر آپ کے گارڈز رہتے ہیں۔ کیا انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہوگا؟"

"وہ کہتے ہیں کہ تم جینا کے ساتھ کار میں بیٹھ کر گئے تھے؟"

"او نو انکل! میں جینا کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ اپنے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا تو وہاں چائے تھی۔ شاید اس سے کوئی بات کی تھی۔ اس کے بعد یاد نہیں ہے کہ

میں غائب دماغ کیسے ہوگیا۔ اب دماغی طور پر حاضر ہو کر خود کو سمندر کے کنارے پا رہا ہوں۔"

ڈی جی نے کہا "تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے کسی نے تم پر جادو کیا ہو۔"

"جسٹ اے منٹ انکل! جادو کے نام پر یاد آیا۔ میرے دماغ کے اندر ایک عورت بول رہی تھی کہ مجھے آپ کے گھر سے جانا ہے۔ آپ اس عورت کے خلاف کوئی کارروائی کر رہے ہیں۔ اسے گرفتار کرنے کے لیے آپ نے اس کی تلاش میں جاسوس چھوڑ رکھے ہیں۔"

"او گاڈ! اب سمجھ میں آیا۔ یہ پونم کا کیس ہے۔ پونم نامی ایک لڑکی کے اندر ایک پریت آتما سمائی ہوئی ہے۔ اسی پونم نے ہم سے چھپنے کے لیے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا چہرہ تبدیل کیا ہے وہ سرجری کرنے والا مردہ پایا گیا تھا۔ پونم کے جسم میں آتما بدلنے والا ایک گرو دیو بھی مارا گیا۔ وہ ایک قاتل آتما ہے۔"

"مگر انکل! وہ آتما یا وہ پونم مجھ سے کیوں دشمنی کر رہی ہے۔ کیا وہ جانتی ہے کہ مینا مجھ سے پریم کرتی ہے۔ اس لیے مجھے مینا سے دور کر دیا ہے۔"

مینا نے باپ سے ریسیور لے کر کہا "ہیلو جمنا! میں تمہاری مینا بول رہی ہوں۔ وہ پریت آتما تو کیا، موت بھی ہمیں الگ نہیں کر سکے گی۔"

پورس نے ایک سچے عاشق کی طرح کہا "آہ مینا! میں تم سے ملنے آؤں گا تو وہ تمہاری دشمن بن جائے گی۔ میں تمہیں زندہ سلامت رکھنے کے لیے تمہاری جدائی برداشت کرتا رہوں گا۔"

باپ نے فون لے کر کہا "جمنا! میں نہیں جانتا تھا کہ تم میری بیٹی سے اتنا سچا پیار کرتے ہو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس چڑیل کو جلد سے جلد گرفتار کر کے پھر تمہیں اپنے گھر لے آؤں گا۔ بائی دا وے تم کس ویران سمندر کے کنارے سے بول رہے ہو۔ کیا تمہارے پاس موبائل فون ہے؟"

"جی ہاں، مینا نے اپنا فون مجھے دیا تھا۔"

مینا نے کہا "یس پتا جی! وہ میرے فون سے بول رہا ہے۔ اسے اس ویران علاقے سے شہر میں پہنچانے کا بندوبست کریں۔"

"تم اس جگہ کی نشانیاں بتاؤ۔ میں اپنے ماتحتوں کو گاڑی میں بھیجوں گا۔"

پورس نے ہوائی جہاز کی کھڑکی سے ایک ویران ساحل پر ایک چھوٹا سا مندر دیکھا تھا۔ اس نے کہا "یہاں دور ایک چھوٹا سا مندر دکھائی دے رہا ہے۔ میں اس مندر کی طرف جا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں معلوم کرتا ہوں، وہ مندر کہاں ہے؟ تمہارے لیے ایک گاڑی آجائے گی۔"

ڈی جی نے فون بند کر کے کہا "اب سمجھ گیا۔ اس چڑیل نے صرف جمنا کے ہی نہیں، جینا کے دماغ پر بھی قبضہ جمایا تھا۔ اس لیے جینا اسے کار میں لے جاتے وقت بھی یہ نہ جان سکی کہ اپنے ہی مہمان کو کہاں لے جا رہی ہے۔ اس طرح تمام گارڈز بھی سچ بول رہے ہیں۔"

پورس نے فون بند کیا۔ پارس نے پوچھا "جب وہاں سے نکل آیا ہے تو پھر یہ چکر کیوں چلا آرہا ہے؟"

"بس چکر چلا رہا ہوں۔ شادی کا ارادہ ہوتا تو اسے آج ہی حاصل کر سکتا تھا لیکن اسے ہاتھ لگائے بغیر چلا آیا۔"

"اچھا تو شغل فرما رہے ہو؟"

"وقت گزارنے کے لیے کچھ تو کرنا چاہیے۔"

پارس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا "میں بھی کچھ وقت گزار لوں۔"

وہ باپ بیٹیاں فون کے پاس بیٹھ کر اسی سلسلے میں باتیں کر رہے تھے۔ گھنٹی بجنے لگی۔ باپ نے اسپیکر آن کر کے ہیلو کہا۔ پارس نے پوچھا "کیا مس جینا کے فون کا یہی نمبر ہے؟"

جینا نے کہا "یہ تو گونگا پرساد کی آواز ہے۔"

اس نے فون کے قریب آکر کہا..... "ہیلو میں جینا بول رہی ہوں۔ تم کہاں گم ہوگئے تھے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا، میں کیسے غائب دماغ ہوگیا تھا۔ کتنے گھنٹے گزر گئے، کچھ معلوم نہیں ہے۔"

"ابھی تم کہاں ہو؟"

"پتا نہیں یہ کس کا گھر ہے۔ کھڑکیاں دروازے باہر سے بند ہیں۔ ابھی میرے دماغ میں کسی عورت کی آواز آئی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اس کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کروں گا تو اپنی جینا سے بات ہونے لگے گی۔ یہ تو کمال ہوگیا۔ سچ مچ تم سے باتیں ہو رہی ہیں۔ جینا! میری جان جینا! میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ تم سے ملنے کے بعد کون مجھ سے دشمنی کر رہا ہے بلکہ کر رہی ہے۔ میں نے تو کسی عورت کا کچھ نہیں بگاڑا ہے۔"

"ہائے گنگا! تم ملتے ہی بچھڑ گئے۔ میں تمہاری مصیبتوں کو سمجھ رہی ہوں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی چڑیل کو میرے پتا جی گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے وہ ہمیں پریشان کرنے کے لیے تمہیں اور جمنا کو نہ جانے کہاں کہاں بھٹکا رہی ہے۔ تم ہمت سے کام لو۔ پتا جی اسے جلد ہی گرفتار کر لیں گے۔"

"پھر تو وہ چڑیل ضرور تمہارے پتا جی کی بہادری سے ڈرتی ہوگی اس لیے دور ہی دور سے پریشان کر رہی ہے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ تمہارے پتا جی کا مقابلہ کر سکے۔"

ڈی جی دھرم راج مکسینہ اپنی تعریفیں سن کر اپنی مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا "یہ جوان گنگا پرساد بھی بڑا سمجھ دار ہے۔ تم دونوں نے اچھے جیون ساتھی چنے ہیں۔ میں اس چڑیل کو آج ہی گرفتار کروں گا۔"

پورس نے کہا "میں تمہارے پتا جی کی باتیں سن رہا ہوں۔ وہ آج ہی اس کو بلا کو گرفتار کرنے والے ہیں پھر تو اس بلا نے انہیں اپنا پتا ٹھکانا بتا کر دعوت دی ہوگی لیکن میں کہتا ہوں، وہ دعوت پر نہ

نہیں چاہوں گا کہ تمہارے پتاجی پر کوئی آنچ آئے۔"

ڈی جی نے کہا "دھنے ہو۔ میں ایسے ہی داماد چاہتا تھا۔ میں ابھی اس چڑیل کی تلاش میں جارہا ہوں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پارس نے فون بند کرکے کہا "بڈھا جوش میں آگیا ہے۔ ہمیں وقت ملا تو اس کے ہوش اڑاتے رہیں گے۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔ پارس نے آگے بڑھ کر عباس مہدی کے دماغ میں جاکر پوچھا "انکل! آپ ہیں۔"

"ہاں بیٹے! دروازہ کھولو۔"

"دروازہ کھلنے سے پہلے یہ سن لیں۔ مجھے نہیں پہچان سکیں گے میں نے میک اپ کے ذریعے چہرہ بدل لیا ہے۔ یہاں میرا بھائی پورس بھی ہے۔"

اس نے دروازہ کھول دیا۔ عباس مہدی نے اندر آکر دونوں کو دیکھا۔ پورس نے آگے بڑھ کر سلام کرتے ہوئے کہا "میرا نام پورس ہے۔"

اس نے شانہ تھپک کر کہا "بہت عرصہ پہلے تمہارے والد کو دیکھا تھا۔ تم دونوں باپ کی طرح قد آور اور چٹان جیسے ہو۔ اب یہ بتاؤ' نیلاں کو گھیرنے کے لیے کتنے ماتحتوں کو لے چلوں؟"

پورس نے کہا "کسی کو نہیں۔ ہم تینوں کافی ہیں۔ آپ اس کے بنگلے میں کلام پاک تلاوت کرتے ہوئے داخل ہوں گے تو وہ وہاں سے بھاگے گی۔ بنگلے سے نکلنے کا ایک راستہ سامنے سے ہے اور دوسرا پیچھے سے' ہم دونوں بھائی آگے پیچھے کھڑے رہیں گے۔"

عباس مہدی ان کے ساتھ ہوٹل سے باہر آیا پھر گاڑی میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے بولا "وہاں پہنچنے سے پہلے تصدیق کرلو کہ وہ بنگلے میں موجود ہے یا نہیں؟"

پارس نے ثانی سے کہا "ہم نیلاں کو گھیرنے جارہے ہیں۔ اس کے معمول اور تابعداروں کے خیالات سے معلوم کرو کہ وہ بنگلے میں موجود ہے یا نہیں؟"

وہ چلی گئی پھر واپس آکر بولی "وہ باپ بیٹے ڈرائنگ روم میں بیٹھے شیوا جی سادھرن سے باتیں کررہے ہیں۔ ان کے خیالات بتارہے ہیں کہ اوما (نیلاں) اپنے کمرے میں ہے۔ اس نے دوپہر کھانے کے بعد اپنے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کرلیا ہے۔ جب تک وہ خود باہر نہیں آئے گی' تب تک تینوں میں سے کوئی اس کے دروازے پر دستک نہیں دے سکے گا۔"

پارس نے کہا "یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ مکمل آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے منتروں کا جاپ کررہی ہے۔"

"یہی بات ہے۔ شیوا جی کے خیالات نے بتایا ہے کہ رات سے صبح تک کمرے کے اندر سے اوما کی دھیمی دھیمی سی آوازیں سنائی دیتی ہیں پھر وہ صبح جل پان کرکے دو چار گھنٹوں کے لیے سوجاتی ہے۔ اب تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"یہ بزرگ جو گاڑی ڈرائیو کررہے ہیں' یہاں کے ڈی آئی جی

کے چھوٹے بڑے ممالک کے سربراہان اور فوج کے اعلیٰ افسران کو دعوت نامے بھیجے گئے تھے۔ جس میں لکھا ہوا تھا "اللہ تعالیٰ جل جلالہ وجلِ شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بابا فرید واسطی نے جس ادارے کو مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لیے اور دین اسلام کے فروغ کے لیے قائم کیا تھا' وہ بیس برسوں میں پھل پھول کر مسلمانانِ اسلام کے لیے ایک سایہ دار درخت بن گیا ہے۔ یہ بیس برس گواہ ہیں کہ ہم ساری دنیا کے انسانوں کے لیے امن وامان کی راہیں ہموار کرتے رہے ہیں اور انسانیت کے دشمنوں کو عبرت ناک انجام تک پہنچاتے رہے ہیں۔

یہاں مختلف علوم حاصل کرنے کی کیسی مغز ریونیورسٹی ہے اور کتنی بڑی سائنسی درس گاہ اور مختلف شعبوں میں کیسی کیسی جدید مشینیں' آلات اور ماہرین ہیں' ان کی تفصیل اس مختصر سے دعوت نامے میں سما نہیں سکتی۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں' یہاں ادارے کے افراد کے سوا کسی کو داخل نہیں ہونے دیا جاتا ہے۔ تاہم بیسویں سالگرہ کے دوسرے دن پیرس کے ایک علیٰ شان ہوٹل میں آپ حضرات کے لیے عشائیے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ ہفتہ سات جنوری کو آپ عشائیے میں تشریف لاکر ہمیں شکریہ کا موقع دیں۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی مدتوں بعد ادارے سے نکل کر پیرس آئیں گے اور آپ کی میزبانی فرمائیں گے۔ شکریہ' آپ کے لیے نیک تمناؤں کا خواہش مند۔ انچارج ادارہ خلیل بن مکرم۔"

یہ دعوت نامہ سب کے پاس پہنچ رہا تھا۔ وہ چند ممالک جو بابا صاحب کے ادارے کو نیست ونابود کرنے کے لیے خفیہ اجلاس کرتے رہے تھے۔ ان ممالک کے سراغ رساں اپنے اپنے متعلقہ افسران کو رپورٹ دے رہے تھے کہ سونیا اور فرہاد پیرس میں ہیں۔ جمعہ چھ جنوری کو سالگرہ کے دن ادارے میں جائیں گے۔ آمنہ اور جناب تبریزی تو وہاں ہمیشہ رہتے ہیں۔ ثانی' فہمی' علی' پارس اور پورس سب ہی اس ادارے میں موجود رہیں گے لہٰذا اچانک زمینی اور فضائی حملوں سے وہاں کے تمام افراد کو فنا کیا جاسکتا ہے' ان کے ساتھ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی خاک میں مل جائیں گے۔

یہ پلاننگ ہورہی تھی کہ پانچ جنوری اور سالگرہ کے دن چھ جنوری کو اہم افراد وہاں پہنچ رہے ہیں یا نہیں؟ اس کی مصدقہ رپورٹ حاصل ہونی چاہیے۔ کسی شک وشبے کی گنجائش نہ رکھنے کے لیے اور پوری طرح یقین کرنے کے لیے الپا نے ادارے کے انچارج خلیل بن مکرم سے رابطہ کرکے کہا "ادارے کی بیسویں سالگرہ کا دن بھرپور مسرتوں کا دن ہے۔ میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس دن صبح خیالی خوانی کے ذریعے مبارک باد دینا چاہتی ہوں۔ کیا مجھے مبارک باد دینے کی اجازت ملے گی۔"

خلیل بن مکرم نے کہا "تم تو صرف خیال خوانی کے ذریعے ہمارے ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں جاکر مبارک باد دو گی۔ اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ بے شک تمہیں اجازت ہے۔"

اب اس سے زیادہ یقین کرنے والی بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ وہ مبارک باد دینے کے بہانے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی وہاں موجودگی معلوم کرلیتی پھر کوئی شبہ باقی نہ رہتا۔

پھر دنیا کے تمام صحافیوں...اور الیکٹرونک میڈیا کو یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ سالگرہ کے دن بابا صاحب کے ادارے میں آسکتے ہیں۔ صرف اسرائیل اور بھارتی میڈیا سے تعلق رکھنے والوں پر پابندی عائد کی گئی۔ ایسی پابندی کے باوجود امریکا' روس' فرانس اور جرمنی کے حق میں یہ بات تھی کہ وہ اپنے اخباری اور دیگر میڈیا کے نمائندوں کے ذریعے بھی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی وہاں موجودگی معلوم کرسکتے تھے۔

پھر وہ معلومات فراہم کرنے والی سالگرہ کا دن آگیا۔ سالگرہ میں شریک ہونے والوں کو صبح آٹھ بجے سے شام پانچ بجے تک بابا صاحب کے ادارے میں رہنے کی اجازت تھی۔ دشمن ممالک نے اپنے ایسے اخباری نمائندوں اور ایسے ویڈیو ریکارڈنگ کرنے والوں کو بھیجا تھا کہ وہاں بمباری کی جاتی اور وہ مرجاتے تو کوئی فرق نہ پڑتا۔ پہلے تو الپا نے میرے دماغ میں آکر سالگرہ کی مبارک باد دی۔ میں نے کہا "پہلے کبھی تمہیں خیال خوانی کے ذریعے بھی اس ادارے میں نہیں آنے دیا گیا لیکن آج تم ہماری خوشیوں کا اندازہ کرسکتی ہو کہ ہم نے تمہیں آنے کی اجازت دے دی۔ تمہاری مبارک باد کا شکریہ۔"

الپا پھر سونیا' ثانی' فہمی' علی اور پورس کے پاس آئی۔ انہیں مبارک باد دے کر پارس کے پاس آئی تو پارس نے مبارک باد وصول کرنے کے بعد اس سے کہا "تم میری زندگی سے نکل چکی ہو پھر نہیں آئیں اور نہ میں چاہتا تھا کہ تم آؤ لیکن آج ہمارے لیے بہت ہی مبارک دن ہے۔ مبارک باد دینے کے لیے اور کوئی رہ گیا ہو تو اس کے پاس بھی جاکر جتنی جلدی ہوسکے اس ادارے کے ماحول سے رخصت ہوجاؤ۔"

پارس نے سانس روکی۔ وہ وہاں سے چلی آئی۔ تمام مخالف بڑے ممالک کو بتایا "میں ابھی وہاں کے ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں جاکر آرہی ہوں۔ اس ادارے کے ایک وسیع میدان میں ہزاروں افراد ہیں۔ وہاں قرآن خوانی ہورہی ہے۔ میں نے وہاں امریکی' روسی' فرانسیسی اور جرمنی وغیرہ کے اخباری نمائندوں اور ٹی وی ریکارڈنگ کرنے والوں کو بھی دیکھا ہے۔"

یہ تصدیق شدہ رپورٹ خفیہ اجلاس کے افسران کو پہنچائی گئی۔ تمام دشمن ممالک کے افسران نے حملے کی تیاری مکمل کی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے اپنے حملہ آوروں کو حکم دیا اور تمام مخالف ممالک سے بیک وقت حملے کرنے کے لیے حکم دیا گیا۔ حکم

ملتے ہی' ہر فوجی ہوائی اڈے سے بمبار طیاروں نے پرواز کی اور زمین سے بھی میزائل داغے گئے۔

پھر تو جیسے قیامت آگئی۔ چار میزائل واشنگٹن اور میامی میں آرمی بحریہ کے ہیڈ کوارٹر میں آکر گرے جن میں سے تین میزائل روس نے اور ایک اسرائیل نے داغے تھے پھر امریکن آرمی ہیڈ کوارٹر کے اسلحے کے ذخائر پر روس اور اسرائیل کے طیاروں نے بمباری کی۔

اسی طرح امریکی طیاروں نے اسرائیل اور روس کے کئی اہم فوجی مقامات پر میزائل پھینکے اور بمبار طیاروں کے ذریعے ہوائی حملے کیے۔ دوسری طرف فرانس نے جرمنی پر اور جرمنی نے فرانس کے حساس علاقوں پر متواتر حملے کیے۔

بابا صاحب کے ادارے میں امن وامان سے قرآن خوانی ہوتی رہی۔ جناب تبریزی نے باہر سے آنے والے ہزاروں مہمانوں کے سامنے کہا "آپ حضرات! پہلی بار یہاں تشریف لائے ہیں۔ آپ میں سے کئی صحافی ہیں۔ کئی ویڈیو ریکارڈنگ کرنے والے ماہرین ہیں۔ کئی ممالک کے نامور وکلا اور دانشور ہیں اور آپ ہی حضرات کے درمیان سراغ رساں بھی ہیں۔

"میں چاہتا ہوں جو سراغ رساں نہیں ہیں' وہ بھی سراغ رسانی کریں اور یہاں کے اندرونی حالات کا جائزہ لیں اس لیے ہم نے آپ کو صبح آٹھ بجے سے پانچ بجے تک یہاں رہنے اور ہر جگہ گھومنے پھرنے کی آزادی دی ہے۔ ہماری بے شمار موٹر ٹرالیاں ہیں جس میں بیٹھ کر آپ اس ادارے کے اندر میلوں دور تک جاسکتے ہیں۔

"یہاں کئی جگہ 8 X 12 فٹ اسکرین لگائی گئی ہیں تاکہ آپ اپنے اپنے ملک کی خبریں سن سکیں۔ ہر اسکرین کے پاس ٹیلیفون بوتھ ہیں۔ آپ وہاں جاکر اپنے اپنے ملک کے اکابرین سے بھی رابطہ کرسکتے ہیں۔"

جناب تبریزی کی تقریر کے دوران میں ہی بڑی بڑی اسکرین پر جنگی مناظر دکھائی دینے لگے۔ تمام ممالک کے وزرائے خارجہ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ اس کے ملک کے اہم اور حساس مقامات پر اچانک ہوائی حملے ہورہے ہیں اور میزائل بھی پھینکے جارہے ہیں۔

سیٹلائٹ کے ذریعے جو تصویری رپورٹس آرہی تھیں' ان کے مطابق امریکا' روس' اسرائیل' فرانس اور جرمنی ایک دوسرے پر حملے کررہے تھے۔ ان سب کے فوجی ہوائی اڈوں اور میزائل پیڈس پر یہ حملے کیے جارہے تھے پھر جلد ہی سیٹلائٹ سے آنے والی تصاویر کو اسکرین پر دکھانے سے روک دیا گیا۔ بابا صاحب کے ادارے میں آنے والے صحافی' ویڈیو کیمرا مین' وکلا اور دانشور فون کے ذریعے اپنے اپنے ملک کی وزارتِ خارجہ سے پوچھ رہے تھے۔ "ایسا کیوں ہورہا ہے۔ آپس میں دوستی اور دشمنی کی دوغلی سفارتی پالیسیوں کا بھی یہ تقاضا نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ملک کو ایسے جان لیوا حملوں سے نقصان پہنچائیں۔"

ادارے کے انچارج خلیل بن مکرم نے آنے والے تمام اہم مہمانوں سے ویڈیو کیسٹوں کے ذریعے انٹرویو لیا۔ ایسے تمام انٹرویوز کا مشترکہ متن یہ تھا کہ وہ سب بابا فرید واسطی مرحوم کے ادارے سے بول رہے ہیں۔ یہاں امن وامان ہے۔ کسی ملک کو نقصان پہنچانے والے میزائل اور بمبار طیارے نہیں ہیں۔ وہ سب حیران ہیں کہ دوسرے بڑے ممالک میں تخریبی کارروائیاں کیوں کی جارہی ہیں؟ انہوں نے پہلی بار اس ادارے میں آکر ایمان افروز باتیں بھی سنی ہیں اور یہاں کے تمام افراد کے ایمان پرور اعمال دیکھے ہیں۔

مخالف ممالک نے اپنے ان نمائندوں کو پورے ادارے کے ساتھ نیست ونابود ہوجانے کے لیے بھیجا تھا۔ اب وہی لوگ بابا صاحب کے ادارے کو امن وسلامتی کا محافظ قرار دے رہے تھے۔ سیٹلائٹس کی تصویری رپورٹس بھی گواہ تھیں کہ ان ممالک نے اچانک ایک دوسرے پر ایسے متواتر حملے کیے ہیں جیسے تیسری جنگِ عظیم شروع ہوچکی ہو۔

دوسری طرف وہ تمام ممالک ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ ان کے حملہ آوروں نے بابا صاحب کے ادارے کا رخ کیوں نہیں کیا۔ خود ہی ایک دوسرے کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ الپا نے کہا "بات صاف ہے' جناب تبریزی اور آمنہ کو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری سازشوں کا علم ہوگیا ہوگا ان کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ایک حملہ آور کو پہلے سے اپنا معمول اور تابع بنا چکے تھے۔ تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغوں پر جو نقش کردیا گیا تھا' انہوں نے وہی کیا ہے۔ تباہی ہماری طرف آئی ہے اور وہ پورے امن وامان سے سالگرہ مناتے رہے ہیں۔"

میں نے ہر ایک ملک کے اکابرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم لوگوں نے الپا کی پہلی رپورٹ سنی کہ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے میں اپنی موت سے بے خبر سالگرہ کی خوشیاں منارہے ہیں۔ جبکہ موت سے تم بھی بے خبر تھے۔ کوئی نہیں جانتا' کس کی موت یا کس کی شامت آنے والی ہے۔ یہی الپا جو اب کہہ رہی ہے' پہلے بھی کہہ سکتی تھی کہ جناب تبریزی اور آمنہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم سب کی سازشوں سے آگاہ ہوچکے ہیں لیکن الپا کو اور تم سب کو یہ حقیقت اس وقت یاد نہیں آئی کیونکہ کئی ممالک کی مشترکہ طاقت کا غرور حواس پر چھایا ہوا تھا اور مغرور کو اپنی نہیں' ہمیشہ سامنے والے کی موت نظر آتی ہے۔"

سب ہی نے میری باتیں خاموشی سے سنیں۔ میں نے کہا "آج ہم ادارے کی کامیابیوں کی سالگرہ منارہے ہیں۔ آج ہمارے لیے بڑی مسرتوں کا دن ہے اس لیے تم سب کے لیے خوش خبری ہے کہ ہم جواباً انتقامی کارروائی نہیں کریں گے۔ ضرورت ہی کیا ہے؟ تم سب خود ہی ایک دوسرے کو دل بھر کے سزائیں دے چکے ہو۔"

میں دائمی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس وقت میں' سونیا' سلمان' ثانی اور فہمی بابا صاحب کے ادارے میں تھے۔ الپا خیال خوانی کے ذریعے پارس' پورس اور علی کی ڈی کے دماغوں میں آکر مطمئن ہو کر چلی گئی تھی۔

میں نے الپا کے پاس جاکر کہا "ہم نے سانگرہ کے دوسرے دن پیرس کے ایک بڑے ہوٹل میں شاندار دعوت کا اہتمام کیا تھا۔ تمام ممالک کے اکابرین کو مدعو کیا تھا لیکن اب تو وہ سب صدمات سے نڈھال ہیں۔ ان حالات میں ان سب کو اپنی خوشیوں میں شریک کرنا مناسب نہیں ہے لہٰذا ہم دعوت ملتوی کرتے ہیں۔ تم ان سب کی چچی ہو' انہیں مطلع کردو۔"

اس نے سر جھکالیا بلکہ سر خود ہی جھک گیا۔ ناکامی ہو اور شرمندگی ہو تو سر خود بہ خود جھک جاتا ہے۔

○☆○

علی اپنی مدر شپ کے ساتھ ایک کار میں مجاہدوں کے مہمان خانے کی طرف جارہا تھا۔ وہ اب تک آمنہ جیسی آئیڈیل ماں کے متعلق سوچتا رہا تھا لیکن جب ایسی ماں سامنے آگئی' جس کا دعویٰ تھا کہ اس نے اسے جنم دیا ہے اور اسے اپنا دودھ پلایا ہے تو علی کو اندر ہی اندر صدمہ پہنچا۔ کیونکہ وہ جنم دینے والی اور اسے دودھ پلانے والی ماں ایک مجرم تھی۔ ایک خفیہ ایجنسی کی آلۂ کار تھی۔

علی نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا "آپ ایسی زندگی کیوں گزار رہی ہیں؟"

"تمہارے باپ کی وجہ سے۔ اس نے مجھے طلاق دی۔ عورت سہارے کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ زندگی گزارنے کے لیے کچھ تو کرنا ہی تھا۔"

"کیا جن عورتوں کو طلاق دی جاتی ہے' وہ سب مجرمانہ زندگی گزارتی ہیں۔ آپ کے والد دولت مند تھے۔ آپ امریکا میں رہتی تھیں۔ مفلس اور محتاج نہیں تھیں پھر غلط راستہ اختیار کیوں کیا؟"

"دولت خرچ کرنے سے کم ہوتی ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ بڑھانے کی کوششیں کی جائیں تو ہمیشہ اعلیٰ معیارِ زندگی قائم رہتا ہے۔"

"میرے والد آپ کے ہم خیال نہیں ہوں گے۔"

"ان کا مزاج مجھ سے بالکل نہیں ملتا تھا۔ وہ حضرت چاہتے تو ہم دنیا کے امیر ترین لوگوں میں شمار کیے جاتے۔ وہ تو بہت بڑے جادوگر تھے۔ ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ میرے سامنے دولت کا انبار لگا سکتے تھے لیکن ایک کرتا پاجامہ اور چپل پہن کر رہا کرتے تھے۔ سال کے بارہ مہینے روزے رکھتے تھے۔ میں کہتی تھی' آپ ہائی لیول پر زندگی نہیں گزارنا چاہتے لیکن مجھے تو گزارنے دیں۔ خیال خوانی کے ذریعے چاہتے تو چھپے ہوئے خزانوں کا پتا لگا سکتے ہیں لیکن وہ اپنے دروازے پر ایک پیسہ بھی ضرورت سے زیادہ آنے نہیں دیتے تھے۔"

"آپ کی باتوں سے پتا چلا ہے کہ وہ جادوگر نہیں' اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے تھے۔"

"تم کچھ بھی کہو' مجھے ان سے خوف آنے لگا تھا۔"

"انہیں معلوم ہوجاتا تھا کہ میں گھر سے باہر کلبوں اور دوسری تفریح گاہوں میں جایا کرتی ہوں۔ انہوں نے منع کیا کہ میں غیر مردوں سے نہ ملا کروں؟ یہ بھی کوئی بات ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ میں نے امریکا میں پرورش پائی ہے؟ ان میں اتنی سوجھ بوجھ نہیں تھی کہ مجھ سے سمجھوتا کرکے زندگی گزارتے۔"

"میں حیران ہوں کہ آپ دونوں میں اتنا تضاد ہے پھر شادی کیسے ہوگئی؟"

"میری عقل پر پتھر پڑ گئے تھے۔ میں نے پہلی بار انہیں دیکھا تو یہ کم بخت دل ان کی طرف کھنچنے لگا۔ معمولی لباس پہننے کے باوجود وہ دل و دماغ پر چھا گئے۔ میں نے سوچا' شادی کے بعد انہیں اپنے رنگ میں رنگ لوں گی۔ جب میرے ڈیڈی نے رشتے کی بات کی تو انہوں نے کہا کہ میں ان کے مزاج کی لڑکی نہیں ہوں۔ شادی کے بعد ہم دونوں خوش نہیں رہیں گے لیکن میرے ڈیڈی مجھے مشرقی تہذیب میں ڈھالنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ وہ چاہیں گے تو شادی کے بعد مجھے اپنے مزاج' اپنے رسم و رواج کے مطابق ڈھال لیں گے۔"

علی نے پوچھا "میرے نانا کے اصرار پر یہ شادی ہوئی؟"

"ہاں مگر جب تم پیدا ہوئے اور چار ماہ کے ہوئے تو انہوں نے مجھ پر بدچلنی کا الزام لگایا اور طلاق دے دی۔ طلاق کے بعد میں تمہیں اپنے پاس رکھنا چاہتی تھی لیکن وہ ایک رات چپکے سے تمہیں اٹھا کر لے گئے۔ میں نے تمہیں بہت تلاش کیا مگر تم نہ ملے اور نہ ہی تمہارا باپ دکھائی دیا۔"

"آپ کہتی ہیں' شادی سے پہلے ان کی شخصیت سے متاثر ہوگئی تھیں۔ وہ دیکھنے میں کیسے تھے؟ ان کا کچھ حلیہ بتائیں۔"

"مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ میں ان کی شخصیت سے متاثر ہوگئی تھی مگر وہ دیکھنے سننے میں کیسے تھے؟ یہ مجھے یاد نہیں ہے۔ میرا خیال ہے' انہوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دماغ سے اپنے بارے میں سب کچھ بھلا دیا ہے۔ کوئی ایسا عمل کیا ہے کہ میں ہر سال تمہیں خوابوں میں دیکھتی رہی۔ تم مجھ سے بچھڑے تو پانچ ماہ کے تھے۔ میں نے سات ماہ بعد یعنی تم ایک سال کے ہوگئے تو پہلی بار تمہیں خواب میں دیکھا۔"

"آپ نے میرے والد کو نہیں دیکھا پھر کیسے سمجھتی رہیں کہ جب میں چار چھ برس کا ہوگیا۔ میرا چہرہ تبدیل ہونے لگا تو خواب میں نظر آنے والا وہ بچہ آپ ہی کا بیٹا ہے؟"

"جب تم اچھی طرح بولنے لگے تو مجھ سے کہا کرتے تھے' میں ہی آپ کا بیٹا ہوں۔ ہر برس اپنی پیدائش کی تاریخ کو آپ کے پاس آتا ہوں تاکہ میں جوان ہوجاؤں تو آپ مجھے پہلی نظر میں پہچان

لیں۔"

"آپ نے بتایا ہے کہ کل دوپہر تو آپ تھوڑی دیر کے لیے سو گئی تھیں اور خواب میں مجھے دیکھا تھا۔"

"ہاں تم نے کہا تھا "مدر! میں اکثر آپ کو سمجھاتا ہوں۔ آپ کی یہ عادات میرے والد کو پسند نہیں تھیں' ان سے آپ باز آجائیں اور ایک شریفانہ زندگی گزاریں۔" کل رات تم نے خواب میں کہا "جب میں مجاہد مرحبا توصیف کو قتل کرنے آؤں گی تو تم وہاں موجود رہو گے اور ہم ماں بیٹے پہلی بار روبرو ہوں گے۔" اسی لیے میں نے کمانڈر کے گھر میں تمہیں دیکھتے ہی پہچان لیا۔"

"آپ کے بیان کے مطابق میں خوابوں میں آکر سمجھایا کرتا تھا۔ آج آپ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوں اور پوچھ رہا ہوں' برسوں سے سمجھانے کا اثر کیوں نہیں ہوا؟"

وہ مہمان خانے کے سامنے پہنچ گئے۔ علی گاڑی سے اتر کر دروازے کا تالا کھولنے لگا۔ فہمی نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "تم نے کمانڈر سے کہا تھا کہ وہ بوڑھی عورت بن کر آنے والی مہروز بہت مکار ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرار نہیں ہوئی تھی۔ راستے میں اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور اسی طرف واپس آنے لگی تھی۔ تمہیں اس سے محتاط رہنا چاہیے۔"

علی نے کہا "اگر تمہیں مہروز کا لب و لہجہ یاد نہیں ہے تو مما (سونیا) کے پاس جاکر معلوم کرو پھر مہروز کے دماغ میں جاؤ۔ اس طرح اس کا سراغ ملے گا۔"

فہمی چلی گئی۔ علی اپنی مدر کے ساتھ اندر آیا پھر دروازے کو اندر سے بند کرکے بولا "میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ برسوں سے سمجھانے کا اثر آپ پر کیوں نہیں ہوا؟"

"ایک تمہارا باپ سمجھایا کرتا تھا۔ دوسرے تم سمجھانے لگے۔ اس سلسلے میں اتنا سا جواب کافی ہوگا کہ ہر انسان اپنے مزاج اور مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا حق رکھتا ہے۔"

"لیکن ایسی زندگی جس سے پہلے شوہر کا سر جھک گیا۔ آج بیٹے کو صدمہ پہنچ رہا ہے تو کیا آپ کو ایسی ہی راہوں پر چلنا چاہیے؟"

"تمہاری باتوں کو میں اب تک خواب سمجھتی رہی۔ آج ملاقات ہونے پر بھی تم وہی کہہ رہے ہو لیکن تم میرے بیٹے ہو۔ میرے لیے ایک بچے ہی رہو گے۔ میں عمر میں تم سے بہت بڑی ہوں۔ میں نے تم سے زیادہ دنیا دیکھی ہے۔ جیسے لوہے کو لوہا کاٹتا ہے' ویسے ہی خود غرض بن کر اس خود غرض دنیا کو کاٹنا چاہیے۔"

"میں خود غرض نہیں ہوں' اس کے باوجود عیش و آرام سے عزت کی زندگی گزار رہا ہوں۔ میری طرح بے شمار لوگ عزت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ کوئی جرم نہیں کرتے ہیں۔"

"یہ دنیا اسی لیے بنی ہے کوئی جرم کرتا ہے' کوئی نہیں کرتا اس لیے نہیں کرتا کہ یہ بہت دھیلا اور ریلو کا کام ہے۔"

"میں جرم نہیں کرتا یعنی کہ دلیر نہیں بزدل ہوں اور بڑی بزدلی سے آپ کے مخالفین کے درمیان سے آپ کو زندہ سلامت لے آیا ہوں۔"

"ارے تم کیسے بزدل ہوسکتے ہو؟ مجھ جیسی دلیر ماں کے بیٹے ہو۔"

"مجرموں کے نصیب میں قانون کے جوتے لکھے رہتے ہیں۔ ایک مجرم ماں اپنے بیٹے کو جوتے کھاتے ہوئے دیکھے گی۔"

"کس کی مجال ہے کہ میرے بیٹے کو ہاتھ بھی لگا سکے؟ میرا تعلق اتنی بڑی خفیہ ایجنسی سے ہے کہ قانون کے محافظ اس ایجنسی کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔"

"یہاں اس خفیہ ایجنسی والے جلال آباد میں ہیں' آپ کے ساتھ آنے والے یہاں سے بھاگ کر وہاں گئے ہیں۔"

"کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو یا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہیں ایسی خفیہ معلومات فراہم کرتا ہے۔"

"گرتی ہے۔ میری شریکِ حیات فہمیدہ عرف فہمی یہ علم جانتی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اچھا میری بہو بھی ہے اور تم نے اس سے ملایا نہیں۔"

"جب ماں بیٹے ہم مزاج ہوجائیں گے اور آپ باعزت زندگی گزارنے لگیں گی تو میں اپنی بیوی کو فخر سے بتاؤں گا کہ یہ میری والدہ اور تمہاری.... ساس ہیں۔ ابھی ایسا کہتے ہوئے شرم آرہی ہے۔ بائی دا وے' بہت رات گزر چکی ہے بلکہ صبح ہونے والی ہے آپ اس کمرے میں جاکر سو جائیں۔"

فہمی نے آکر کہا "میں مہروز کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ واقعی اس نے تاریکی میں اپنے ساتھیوں کو چھوڑ دیا تھا۔ چپ چاپ یہاں واپس آکر حالات کو سمجھ رہی تھی۔ اسے معلوم ہوگیا ہے کہ مرحبا توصیف کو قتل کرنے کا ارادہ کرنے والی ایک عورت ناکام ہوگئی ہے اور وہ مرحبا توصیف بھی اصلی مجاہد اعظم نہیں ہے۔ اس نے چھپ کر دیکھا ہے' مجاہد اعظم بن کر آنے والے نقلی مرحبا توصیف اور اس کے چھ باڈی گارڈز کو اس کیمپ سے دور لے جاکر گولیاں ماری گئیں۔"

علی نے پوچھا۔ "پھر تو مہروز خوفزدہ ہو کر یہاں سے بھاگ گئی ہوگی؟"

"رات کی تاریکی میں بھاگ کر کہاں جائے گی۔ وہ اسی مہمان خانے میں ہے۔"

"ہاں۔ وہ واقعی مکار ہے۔ اس مہمان خانے سے فرار ہوتے وقت اپنے ایک کمرے کے پچھلے دروازے کی چٹخنی گرا دی تھی۔ تاکہ واپس یہیں آکر چھپ سکے اور اب پچھلے دروازے سے اسی کمرے میں آکر چارپائی کے نیچے سو رہی ہے۔"

علی چارپائی سے اٹھ کر اس کمرے میں جانا چاہتا تھا۔ فہمی نے کہا۔ "ذرا ٹھہرو۔ وہ دروازہ اندر سے بند ہے۔"

"تم اس کے دماغ پر حاوی ہو کر دروازہ کھلوا دو۔"

"میں نے اسے جگا دیا ہے۔ وہ اپنے چہرے ہاتھوں اور پیروں سے بڑھاپے کا میک اپ اتار رہی ہے۔ اسے اصل روپ میں آنے دو اور تب تک اس کی اصلیت سنو۔"

"نما اور بابا نے طرابلس سے آتے وقت طیارے میں اس کی اصلیت معلوم کی تھی۔ وہ بوڑھی نہیں جوان ہے اور خفیہ ایجنسی کی طرف سے اس نے اٹلی کے ایک کیمپ میں جدید اسلحے کا استعمال اور دہشت گردی سیکھی ہے۔ وہ بھی مجاہد اعظم مرحبا توصیف کو قتل کرنے آئی ہے۔"

"لیکن بابا نے اس کے خیالات اس سے آگے نہیں پڑھے کہ مہوز کا خاندانی پس منظر کیا ہے۔ افغانستان میں سیکڑوں ہزاروں خاندان نیست و نابود ہو رہے ہیں۔ انہوں نے اسی لئے صرف مجاہد اعظم کے حوالے سے معلومات حاصل کیں۔"

"کیا تم نے اس کا خاندانی پس منظر معلوم کیا ہے؟"

"ہاں۔ معلوم کیا ہے....."

"رک کیوں گئیں۔ آگے بولو۔"

"سننے سے پہلے کلیجا مضبوط کرلو۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو تم؟"

"اس بند دروازے کے پیچھے جو لڑکی بڑھاپے کا میک اپ اتار رہی ہے، وہ تمہاری چھوٹی بہن ہے۔"

علی کے دماغ کو جیسے بجلی جیسا جھٹکا لگا۔ دانت پیس کر بولا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں نہیں، مہوز کے خیالات بتا رہے ہیں کہ اس کی ایک دشمن ماں ہے جس کا نام شیریں ہے۔"

"کیا اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ میری مدر کو ہی دشمن ماں کہہ رہی ہے۔ شیریں کئی عورتوں کے نام ہو سکتے ہیں۔"

"وہ تمہاری مدر کو چہرے سے پہچانتی ہے۔ ایک بار انہیں دور سے دیکھا ہے اور کئی بار ان کی تصویریں دیکھی ہیں۔ اس کے خیالات تمہاری مدر کا حلیہ اور ماضی کے حالات بتا رہے ہیں۔ میں مہوز کے پاس جا رہی ہوں۔ تم اپنی مدر سے اس کا سامنا کراؤ۔ حقیقت سامنے آجائے گی۔"

"فہمی" مہوز کے دماغ میں گئی۔ وہ بوڑھی سے جوان ہو چکی تھی۔ منہ ہاتھ دھونے کے بعد بالوں کو برش کر رہی تھی۔ اس نے خیال خوانی سے مغلوب ہو کر برش کو ایک طرف رکھ کر دروازے کو اندر سے کھولا پھر اس بڑے کمرے میں آئی جہاں دوسرے کمرے کا دروازہ کھول کر شیریں آرہی تھی۔

شیریں نے مہوز کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ مہوز نے اسے دیکھتے ہی غصہ سے پوچھا۔ "تم؟ تم شیریں ہو۔ میں .... میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ میں نے تمہاری تصویریں دیکھی ہیں۔"

شیریں نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ مجھے کیسے جانتی ہو؟"

"یہ پوچھو، ہم دونوں کون ہیں؟ تم وہ ماندی ہو جو نہیں جانتی کہ اس نے اپنے اندر کس کا مال مسالا پکایا ہے۔ پکوان تیار ہوتے ہی تم نے وہ پکوان ایک عیسائی مشنری میں دے دیا۔"

مہوز نے نفرت سے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "یاد آیا تجھے، میں کون ہوں؟ اگر مجھ سے پہلے اور میرے بعد بھی تو اپنے پکوان..... عیسائی مشنریوں اور یتیم خانوں میں بھیجتی رہی ہے تو تجھے یاد نہیں آئے گا کہ میرا ڈش نمبر ایک ہے یا ایک درجن؟ آئی ہیٹ یو مائی ڈرٹی مدر۔" (میری غلیظ ماں میں تجھ سے نفرت کرتی ہوں۔)

شیریں نے کہا۔ "اے تو ہے کون؟ کیوں مجھے بدنام کر رہی ہو؟"

"تم یہ سوچ کر پارسا بن رہی ہو کہ عیسائی مشنری والے کسی بھی لاوارث یا ناجائز بچے کے ماں باپ کا نام نہیں لکھتے ہیں۔ اس لئے تمہارے دامن پر داغ نہیں لگے گا لیکن یہ کیوں بھول رہی ہو کہ ہم دونوں کا تعلق خفیہ ایجنسیوں سے ہے اور تمام ایجنسیوں میں اپنے سراغ رسانوں اور سیکرٹ ایجنٹوں کی پوری ہسٹری کا ریکارڈ ان کی پیدائش سے لے کر موت تک موجود رہتا ہے۔ تم نے ایک مشنری اسپتال میں مجھے جنم دیا اور وہیں چھوڑ کر چلی گئیں۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ تم مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی۔ اس لئے اسپتال کے رجسٹر میں تمہارے اور تمہارے عاشق کے نام اور پتے لکھے ہوئے تھے۔"

شیریں نے گھور کر پوچھا۔ "تم نے کس خفیہ ایجنسی میں میرا اور اپنا ریکارڈ دیکھا ہے؟"

"ایسے ریکارڈ چوری اور چالاکی سے دیکھے جاتے ہیں۔ کسی خفیہ ایجنسی کے انچارج کو معلوم ہو جائے گا تو وہ مجھے گولی مار دے گا اور میں مرنا نہیں چاہتی۔ پہلے ایسی ماں کی بدترین موت دیکھنا چاہتی ہوں۔ جو اولاد کو کچرا سمجھ کر، پیدا کرتے ہی پھینک کر چلی جاتی ہے۔"

شیریں نے علی کو دیکھا پھر غصے میں مہوز سے بولی۔ "اگر میں اس جوان کو بیٹا تسلیم کر رہی ہوں تو تمہیں بھی بیٹی تسلیم کر لینی لیکن اس کی پیدائش کے چار ماہ بعد مجھے طلاق دے دی گئی تھی تو تم کہاں سے پیدا ہو جاؤ گی؟"

مہوز نے علی کو دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا تم اس کے وہی بیٹے ہو، جو طلاق سے پہلے پیدا ہوئے تھے؟"

علی اندر ہی اندر صدمات سے ٹوٹ رہا تھا۔ وہ منہ سے کچھ نہ بول سکا۔ اس نے صرف ہاں کے انداز میں سر ہلا دیا۔ مہوز نے کہا۔ "پھر ہم نے ایک عورت کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ یہ تمہیں اس لئے بیٹا تسلیم کر رہی ہے کہ اس وقت شادی شدہ تھی۔ میں تو اس وقت پیدا ہوئی جب طلاق ہو چکی تھی۔ اس کے لئے پارسا بننے کا ایک ہی راستہ ہے کہ یہ مجھے بیٹی ماننے سے انکار کر دے۔"

علی ایک دم سے پھٹ پڑا۔ چیخ کر بولا۔ "فہمی! تم چپ کیوں ہو؟ تم نے مجھے تنہا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ مجھے بتاؤ، میں کس زبان سے اسے ماں کہوں، اور اسے بہن کہوں؟ اس بہن کا باپ کوئی بھی ہو؟ مگر یہ میری ماں جائی ہے۔ میری بہن ہے مگر ان دونوں رشتوں کو

تسلیم کرنے کے لئے اعلیٰ اقدار سے نیچے گرنا ہوگا۔ کہاں ہو تم فہمی! کہاں ہو؟"

فہمی نے پوچھا۔ "تم چیخ کیوں رہے ہو؟ صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ رہا ہے؟ تم وہی علی ہو، جسے دیکھ کر موت کے ہر کارے اپنا راستہ بدل دیتے ہیں؟ تم نے جناب تیمرزی کی اس ہدایت کو بھلا دیا کہ کبھی ناقابل برداشت مراحل سے گزرو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتے ہوئے سمجھ لو کہ وہ معبود حقیقی تمہاری ایمانی قوتوں کو آزما رہا ہے۔ تم آزمائش پر پورے اترو گے تو وہ قادر مطلق تمہیں ذلتیں دیتے دیتے، عزت و احترام کے بلند مقام تک پہنچائے گا۔"

وہ کچھ نرم پڑ گیا۔ چارپائی پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا پھر بولا۔ "مہوز کے بارے میں بتاؤ۔ وہ تو عیسائی مشنری میں تھی۔ وہاں لڑکیوں کو مذہبی تعلیم دے کر نن بنایا جاتا ہے۔ یہ دہشت گرد کیسے بن گئی؟"

"جب یہ آٹھ برس کی تھی تو ایک بہت بڑے کیتھولک چرچ میں کئی ممالک کی عیسائی مشنریوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبا و طالبات کا اجتماع ہو رہا تھا۔ وہاں لاکھوں اسٹوڈنٹس یکجا ہوئے تھے۔ اسی بھیڑ میں وہ گم ہو گئی۔ ایک تعلیم یافتہ ایشیائی نے اسے اپنی بیٹی بنا لیا۔ بڑے خوبصورت مستقبل کے سپنے دے کر اسے بہلایا۔ اسے ایک گڑیا بہت پسند تھی جسے [illegible] کو بھی اپنے پاس بیڈ پر سلاتی تھی پھر [illegible] مجاہدین لے گیا۔ مہوز نادان بچی تھی۔ جب وہ اس کی حویلی میں [illegible] تو اسے پہلی بار جرم کرنے کا طریقہ معلوم ہوا۔ وہ جس گڑیا کو اپنے سینے سے لگائے رکھتی تھی، اس میں لاکھوں روپے کے ہیرے چھپے ہوئے تھے۔ وہ شخص اسے سچ مچ بیٹی مانتا تھا اس نے پھر اس کے ذریعے ہیرے اسمگل نہیں کئے لیکن جوان ہونے تک وہ منہ بولے باپ کے جرائم کو شعوری طور پر سمجھتی گئی۔"

علی نے اپنا سر تھام کر کہا۔ "میرا سر درد کر رہا ہے۔ تفصیل نہ بتاؤ۔ اتنا بتا دو یہ خفیہ ایجنسی تک کیسے پہنچی؟"

"مہوز کی شادی جس دولت مند شخص سے ہوئی، وہ ایک خفیہ ایجنسی کا سراغ رساں تھا۔ یہ اپنے شوہر کے ذریعے جرائم کی دنیا میں پہنچ گئی۔ شوہر مر گیا ہے۔ یہ بھٹک رہی ہے۔ یہ اہم بات بتا دوں کہ اسی سراغ رساں شوہر نے یہ سراغ لگایا تھا کہ مہوز کہاں پیدا ہوئی؟ اور اسے کس نے پیدا کیا؟ پھر پیدا کرنے والی شیریں کی تصاویر بھی اسے دیں۔ بہتر ہے تم زیادہ نہ الجھو۔ تین چار گھنٹے سو جاؤ گے تو ذہن کچھ ہلکا ہو جائے گا۔"

"ہاں میں ایک کمرے میں جا کر سو رہا ہوں۔ تم ان دونوں کو سنبھالو۔ ایک بات اور بتا دو۔ مہوز مجرم تو ہے لیکن ایک عورت کی حیثیت سے چال چلن کیسا ہے؟"

"اپنی ماں سے یکسر مختلف ہے۔ بہت پر عزم اور ٹھوس کردار کی مالکہ ہے۔ شوہر کی وفات کے بعد کسی کو اپنی زندگی میں آنے کی اجازت نہیں دی۔"

علی چارپائی سے اٹھ کر مہوز کے پاس آیا پھر بولا۔ "ابھی تم نے سنا ہے۔ میں نے کہا تھا۔ تم میری ماں جائی ہو۔ میری بہن ہو۔"

"ہاں۔ آپ نے ایسا کہا تو میرا دل جذبوں سے بھر گیا تھا۔ ایسا لگا تھا کہ اتنی بڑی دنیا میں اب اکیلی نہیں ہوں۔"

"اگر تم بھائی کا سر اونچا رکھو گی تو اکیلی نہیں رہو گی۔ میرے سائے میں رہنے کے لئے تمہیں جرائم کی دنیا چھوڑنی پڑے گی۔"

مہوز نے دوسری طرف گھوم کر اپنے لباس سے پستول نکالا پھر علی کا سامنا کرتے ہوئے کہا۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے میں فیصلہ کر چکی تھی کہ اس ماں کہلانے والی عورت کو گولی مار کر زمین کا بوجھ ہلکا کروں گی۔"

اس نے پستول کو علی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "میں اس عورت کو قتل کروں گی تو جرم ہوگا۔ میں آپ کے سائے میں رہنے کے لئے جرائم سے باز رہنے کی ابتدا کر رہی ہوں۔"

علی نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر جھکتے ہوئے اس کی پیشانی کو چوم لیا پھر کہا۔ "اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔ چند گھنٹے سونے کے بعد غم پھر ملیں گے۔"

وہ بولی۔ "برادر! آج تو خوشی سے نیند نہیں آئے گی۔"

"آجائے گی۔ میری وائف یعنی تمہاری بھابی فہمی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے دماغ میں ہے۔ وہ تمہیں سلا دے گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "میری بھابی ٹیلی پیتھی جانتی ہیں؟"

فہمی نے کہا۔ "ہاں۔ میں تمہارے اندر بول رہی ہوں۔ تم کمرے میں جاؤ۔ میں ابھی تمہارے پاس آؤں گی۔"

وہ کمرے میں چلی گئی۔ علی نے پلٹ کر شیریں کو دیکھا پھر کہا۔ "پیار بھرے سچے رشتے ایسے ہوتے ہیں۔ میں نے ایک بار اسے اپنے پیار کا سہارا دیا اور وہ جرائم سے باز آگئی۔"

"وہ تمہاری حمایت حاصل کرنے کے لئے دکھاوا کر رہی ہے۔"

"یہ نہ بھولو کہ میں دھوکا کھا سکتا ہوں۔ میری ٹیلی پیتھی جاننے والی شریک حیات چور خیالات پڑھ لیتی ہے اور تمہاری بھی پوری ہسٹری معلوم کر چکی ہے لیکن وہ شرم والی ہے۔ تمہاری شرم رکھ رہی ہے۔ مجھے بہت سی باتیں نہیں بتا رہی ہے اور نہ ہی میں تمہارے بارے میں کچھ جاننا گوارا کرتا ہوں۔ جاؤ اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔"

یہ کہہ کر علی دوسرے کمرے میں آیا پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے بستر پر لیٹ گیا۔ اس وقت میں نے اس کے پاس آکر کہا۔ "کل بابا صاحب کے ادارے کی سالگرہ کے لئے ہم سب ادارے میں آئے ہوئے ہیں۔ تمہاری، پارس اور پورس کی ذی یہاں رہیں گی۔ مجھے کچھ فرصت ہے۔ اس لئے تمہارے پاس چلا آیا۔ تمہارے دماغ میں فہمی تھی۔ اس لئے تم نے میری موجودگی محسوس نہیں کی۔ اس کے بعد میں مہوز کے دماغ میں چلا گیا۔ اس طرح وہاں کے حالات معلوم ہوئے۔ تم ماں اور بہن کے مسئلے میں الجھ

گئے ہو دیکھو بیٹے جس کے جیسے اعمال ہوں گے' ویسے ہی نتائج اس کے سامنے آئیں گے۔"

"پاپا! فی الحال الجھن کچھ کم ہوئی ہے۔ موروُ اگرچہ مجرمانہ زندگی گزارتی رہی ہے۔ لیکن میرے اطمینان کے لئے یہ بہت ہے کہ وہ بے حیا نہیں ہے اور میری ایک بات پر وہ جرائم سے بھی باز آگئی ہے۔ میں فخر سے اسے بہن کہہ سکتا ہوں لیکن اس عورت کو فخر سے ماں کیسے کہوں جبکہ مجھے شرم آرہی ہے۔"

"ماں بہن کے معاملے میں ہر بیٹا ہر بھائی غیرت مند ہوتا ہے۔ یہ تو سوچو اس ماں سے آج ہی سامنا ہوا ہے۔ ابھی وہ غیرت کا مسئلہ بن گئی ہے لیکن تم کیا آنے والے لمحات کے بارے میں کچھ جان سکتے ہو؟ کیا یہ کہہ سکتے ہو کہ ابھی جو ذلت محسوس کر رہے ہو' وہ ذلت اگلے کسی لمحہ میں عزت کے خزانے لے آئے۔"

"بے شک ہمیں خدا پر بھروسا کرنا چاہیے اور میں بھروسا کر رہا ہوں۔"

"آنکھیں بند کرو' میں تمہیں سلاؤں گا۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ میں اس کے دماغ کو ہدایات دے کر سلانے لگا۔ وہ جلد ہی گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا پھر میں شیریں کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "صبح ہو چکی ہے۔ پچھلی رات بہت دھوکا ہوا۔ میں اصلی مجاہد اعظم مرحبا توصیف کو ہلاک کرنے کے لئے آئی تھی۔ یہاں وہ مجاہد نقلی ثابت ہوا۔ جلال آباد کی خفیہ ایجنسی والوں کو میرے گارڈز کے ذریعے یہ معلوم ہو چکا ہوگا۔ مجھے بھی رات ہی کو جلال آباد کا سفر کرنا چاہیے تھا۔ اب دن نکل آیا ہے۔ اپنے بیٹے علی کی وجہ سے یہاں دیر ہو گئی اور بیٹے کی وجہ سے ہی میری جان بچ گئی۔ سمجھ میں نہیں آرہا ہے' کیا کروں؟"

وہ علی کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتی تھی اور جلال آباد بھی پہنچنا چاہتی تھی۔ یہ بات اسے کھٹک رہی تھی کہ اس نے موروُ کو بہن مان کر اس کی پیشانی چوم لی تھی اور اپنی ماں سے غیروں کی طرح پیش آرہا تھا۔ حتیٰ کہ امی یا ممی وغیرہ کہہ کر مخاطب نہیں کر رہا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ بیٹے کو چھوڑ کر جائے گی تو پتا نہیں ایسا گبھرو جوان بیٹا پھر کبھی ملے گا یا نہیں؟

میں نے علی کو ماں کے سلسلے میں سمجھا دیا تھا کہ اسے اپنی توہین نہیں سمجھنا چاہیے۔ خدا نیک بندوں کو مصیبتوں میں مبتلا کرے تو ان مصائب کے پیچھے بھی بھلائی ہوتی ہے۔ مصلحتِ خداوندی بعد میں سمجھ میں آتی ہے۔

علی کو تو میں نے سمجھا دیا تھا مگر یہ بات کھٹک رہی تھی کہ اس کا باپ کون ہے۔ شیریں کے بیان سے اتنا پتا چلا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور نہایت سادگی سے زندگی گزارتا تھا۔ میں نے شیریں کے چور خیالات کو کرید کر کچھ معلوم کرنا چاہا لیکن اس کے چور خیالات یہی کہتے رہے کہ جس شوہر نے اسے طلاق دی ہے اس کا

نام بھول گئی ہے۔ اس کی صورت شکل بھی یاد نہیں آرہی ہے۔

یہ حیرانی کی بات تھی کہ جو اپنے بیٹے کو شیریں سے چھین کر لے گیا تھا' وہ کہاں گم ہو گیا ہے۔ جب پارس چند ماہ کا تھا اور بار بار انوا کیا جا رہا تھا ایسے ہی وقت پارس کی جگہ آمنہ کے پاس علی آیا تھا پھر ایسا وقت بھی آیا کہ ہمارے ایک بیٹے کی جگہ دو بیٹے آگئے۔ ایک پارس اور دوسرا علی۔ ہم میں سے کوئی یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ پارس اور علی میں سے کون میرا اپنا خون ہے۔

یہ ایک ایسا سوال تھا جس کا جواب برسوں نہ مل سکا پھر یہ معما حل ہوا کہ پارس اور پورس دونوں ہی میرا خون ہیں۔

پھر علی کس کا بیٹا ہے؟

اب یہ نیا سوال سامنے آیا تھا۔ شاید روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والی آمنہ اور جناب تیمرزی حقیقت جانتے ہوں۔ یہ ایک امید ہی تھی کہ جس طرح پارس اور پورس کے بارے میں جناب تیمرزی نے اچانک انکشاف کیا تھا۔ اسی طرح وہ شاید پھر اچانک علی کی ولدیت کا انکشاف کریں۔

دیکھا جائے تو رفتہ رفتہ گرہ کھلا کے باپ کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے تھا لیکن پہلے ماں کے متعلق معلوم ہوا تھا اور اتنے صدمہ سے اسوا تھا کہ وہ ماں کو ماں نہیں کہہ رہا تھا۔

میں نے کچھ سوچ کر اپنے ذہن کے دریچے کو بدل کر شیریں سے پوچھا۔ "کیا نیند نہیں آرہی؟"

وہ چونک کر بولی۔ "کون ہو تم؟"

"وہی ہوں' جس کی آواز' جس کا نام اور جس کی صورت بھول چکی ہو۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بولی۔ "تم؟ تم علی کے باپ ہو؟"

"وہ تو ہوں۔ تمہارا کوئی نہیں ہوں۔"

"بیٹا نام پوچھ رہا ہے۔ پتا پوچھ رہا ہے۔ میں اسے بتاؤں گی۔ کیا جوان بیٹے کو گلے سے نہیں لگاؤ گے۔"

"میں اس کے خوابوں میں آکر اسے گلے لگا لیتا ہوں۔"

"تم اس سے روبرو ملاقات کیوں نہیں کرتے؟"

"جب تم جرائم کی دنیا سے نکل آؤ گی اور بیٹا فخر سے تمہیں ماں کہے گا تو میں اپنا نام اور پتا اسے بتاؤں گا۔"

"اب میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔ پہلے کی طرح میرے چال چلن پر تنقید نہ کرو۔ میں جرائم کی دنیا سے نکلوں یا رہوں' تم مجھے نصیحت کرنے کا حق نہیں رکھتے ہو۔"

"بیٹے کو اپنے سے قریب اور تم سے دور رکھنے کا حق رکھتا ہوں۔ تم عورت نہیں کتے کی دم ہو۔ ٹیڑھی تھیں اور ٹیڑھی ہی رہو گی۔"

"تمہیں ٹیلی پیتھی جاننے کا غرور ہے۔ اس لئے بیٹے کو مجھ سے

ایم اے راحت

کی

ایک خوبصورت تحریر

★

ایک ایسی داستان جو ایک بار شروع کر کے مکمل کیے بغیر نہیں چھوڑی جا سکتی —— ایک نوجوان جس کے اندازِ زندگی کا ہر ڈھنگ نرالا تھا۔ کیونکہ وہ ماں کی آغوش کی بجائے سمندر کی گود میں پلا تھا

سمندر کا بیٹا

سمندر کے اندر کی داستان جو کہ اپنے سینے میں اَن گنت رازہ داستانیں اور خزانے چھپائے ہوئے ہے

قیمت -/۱۵۰
ڈاک خرچ -/۲۰

ناشر علی میاں پبلی کیشنز

عزیز مارکیٹ اُردو بازار لاہور فون-۷۲۴۷۴۱۴

ر نے کی دھمکی دے رہے ہو لیکن اب میں اپنے علی کا پیچھا چھوڑوں گی۔"

"میں تمہارے دماغ میں رہ کر تمہیں پاگل بنا دوں گا تو بیٹے کو دیکھ کر بھی پہچان نہیں سکو گی۔"

"تم کیوں میری زندگی برباد کر رہے ہو؟"

"پہلے تم نے میری زندگی برباد کی۔ اب بیٹے کی زندگی برباد کرنا چاہتی ہو۔ وہ تمہاری بدچلنی کی وجہ سے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔"

ایسے ہی وقت مسلسل فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں پھر بموں کے دھماکے سنائی دیئے۔ میں نے فہمی سے کہا۔ "تم علی کو نہ جگاؤ۔ گہری نیند میں مداخلت ہوگی تو وہ خود بیدار ہو گا۔ تم اس کے پاس رہو۔"

میں نے پارس' پورس' ٹائی اور سونیا کو بلایا۔ ان سے کہا۔ "یہاں سے دور مجاہدوں کے کیمپ میں فائرنگ اور بموں کے دھماکے ہو رہے ہیں۔ ٹائی' پارس اور پورس تم تینوں پچھلی رات تھے۔ تم نے شیریں کی ٹیم کے لیڈر شہباز خان کے دماغ میں آئی تھی۔ ان سب کے دماغوں میں جھانک کر دیکھو کہ کتنے ہماری ٹیلی پیتھی کی رینج میں ہیں۔"

میں کمانڈر کے دماغ میں آیا۔ وہ مجاہدین کے ساتھ حملہ آور جوابی حملے کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "آپ فکر نہ کریں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے آگئے ہیں۔ ابھی حملوں کا رخ بدل جائے۔"

تھوڑی دیر بعد ہی ایک مورچے سے فون پر کمانڈر سے کہا گیا۔ "کچھ عجیب حالات ہو گئے ہیں۔ حملہ کرنے والے اب خود ہی دوسرے پر فائر کر رہے ہیں اور اپنے ہی لوگوں پر ہینڈ گرینیڈ پھینک رہے ہیں۔ ان کے چیتھڑے اڑا رہے ہیں۔"

کمانڈر نے خوش ہو کر کہا۔ "برادر فرہاد! زندہ باد۔ ویسے برادر! آپ کون ہیں؟"

جو پچھلی رات ناکام ہو کر بھاگ گئے تھے' وہ نئی تیاریوں کے ساتھ آئے ہیں۔ آپ کے مہمان خانے میں میرا بیٹا ہے' میں اس کی نجات کے لئے جا رہا ہوں۔"

ان شیریں کے دماغ میں آیا تو پتا چلا' شہباز خان اور اس کے ساتھی مہمان خانے کا محاصرہ کیا ہے۔ شیریں ایک کمزکی زبان سے کہنے لگی۔ "ادھر گولی نہ چلانا۔ یہاں میں ہوں' میرا بیٹا اور ایک دشمن نوجوان عورت ہے۔ خوامخواہ خود ہی گھر کر مجھے بدنام کر رہی ہے۔"

شہباز خان نے کہا۔ "تم تینوں باہر آجاؤ۔ ہم اس دشمن کو گولی مار دیں گے۔ تم بیٹے کو لے کر ہمارے ساتھ چلو۔"

بیدار ہو گیا تھا۔ فہمی نے اسے بتا دیا تھا کہ شیریں کے مسلح ساتھی مہمان خانے کا محاصرہ کیا ہے۔ اس کے بعد وہ شہباز نواز سن کر اس کے ذریعے دوسرے محاصرہ کرنے والوں

کے دماغوں میں جاری تھی۔ میں بھی یہی کر رہا تھا۔

کیمپ کی طرف دشمن خاصی تعداد میں مارے گئے تھے اور کچھ بھاگ گئے تھے۔ ثانی' پارس اور پورس ہمارے پاس آگئے تھے۔ میں نے سب سے کہہ دیا کہ وہ شہباز خان کو آخر وقت تک زندہ رکھیں۔

اس کے بعد وہاں بھی اچانک فائرنگ شروع ہوگئی۔ وہ سب اپنے ہی ساتھیوں پر گولیاں چلانے لگے۔ شہباز خان چیخ چیخ کر فائرنگ روکنے کا حکم دیتا رہا لیکن حکم کی تعمیل کرنے والے ایک دوسرے کی لاشیں گراتے رہے پھر خاموشی چھا گئی۔ وہاں شہباز خان ایک شخص کے ساتھ رہ گیا۔ وہ دوسرا شخص جلال آباد خفیہ ایجنسی کا انچارج تھا۔

شیریں دروازہ کھول کر علی اور مہروز کے ساتھ باہر آئی۔ شہباز خان اور خفیہ ایجنسی کا انچارج اپنے مسلح ساتھیوں کی موت کے باعث حیران اور پریشان کھڑے تھے۔ شیریں نے کہا۔ "میں نے کل رات کمانڈر کے ایک ٹائٹ میں جاکر تمہیں فون پر بتایا تھا کہ وہ نقلی مجاہد ہے۔ ہمیں دھوکا ہوا ہے۔ تم سب کو بھاگ جانا چاہیے لیکن میں یہ بتانا بھول گئی کہ میرے پیٹے کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہیں۔"

علی نے کہا۔ "یہ اپنے جتنے ساتھیوں کی لاشیں دیکھ رہے ہو' یہ اسی ٹیلی پیتھی کا کرشمہ ہیں۔ تم دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور اور رائفلیں ہیں لیکن یہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے لئے ہیں' ہمیں کھانے کے لئے نہیں ہیں۔"

فہمی نے مہروز کے ذریعے کہا۔ "مسٹر انچارج ایک مجاہد اعظم کو ہلاک کرنے کے لئے تم نے کئی طرف سے حملہ آور بھیجے۔ جس مہروز کو بوڑھی عورت بنا کر بھیجا گیا تھا' وہ میں ہوں۔ میرے تمام ساتھی مارے گئے۔ دوسری طرف شہباز خان اور شیریں کے ذریعے حملہ کرایا۔ اس کا بھی انجام دیکھ لیا لیکن ایک اہم سوال کا جواب دو کہ تم نے نقلی مجاہد اعظم کا ڈراما کیوں کیا؟"

انچارج جھوٹ بولنا چاہتا تھا لیکن پورس نے سچ بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بولا۔ "نقلی مرحبا توصیف اپنی اوقات سے زیادہ خفیہ ایجنسی سے مطالبات کر رہا تھا۔ ہم نے کل رات اسی کے تحفظ کا منصوبہ بنایا تھا۔ وہ مارا جاتا تو اصلی مجاہد اعظم مرحبا توصیف کو چھپانے اور اس کی میزبانی کرنے والے مطمئن ہو جاتے کہ ہم نے اسے اصلی مرحبا توصیف سمجھ کر ہلاک کیا ہے۔ وہ ذرا بے پروا ہوتے تو ہمارے جاسوس معلوم کر لیتے کہ اصلی مجاہد اعظم کو کہاں چھپایا گیا ہے؟ پھر اس اصلی کو ٹھکانے لگا دیا جاتا۔"

"کیا تم نہیں جانتے تھے کہ نقلی مرحبا توصیف اور اس کے چھ گارڈز کو ہلاک کر دیا گیا ہے؟"

"ہمیں شیریں کی طرف سے اس کی ہلاکت کی اطلاع نہیں ملی تھی۔ ہم نے سوچا' وہ نقلی مہو مجاہدوں کی قید میں رہے گا تو اربوں ڈالر کی نقلی ہونے کا بھید کھل سکتا ہے۔ ہم نے اسے قید سے رہائی کے لئے ابھی مجاہدوں کے کیمپ میں حملے کرائے تھے اور یرغمالی شیریں کو لے جانے آئے تھے۔"

پارس' شہباز خان کے دماغ میں تھا۔ فہمی نے اس سے کہا۔ "پارس! یہ عورت شیریں اتنے گھناؤنے چال چلن والی ہے کہ دنیا کی بنیادی حالات سے باخبر رہیں۔ طب' سائنس اور جدید تک زندہ رہے گی' تب تک میرا علی اندر ہی اندر غیرت کے ذہنی کرب میں مبتلا رہے گا۔ پلیز تم اسے ایسی عورت سے دلاؤ' جو ماں نہیں مکار اور بدکردار ہے۔"

پارس نے کہا۔ "میں سمجھ گیا۔ ماں جتنی بھی بری ہو' نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

پھر شہباز نے پارس کی مرضی کے مطابق کہا۔ تمہاری وجہ سے ہمارے اٹھائیس مسلح ساتھی مارے گئے شیریں نے پوچھا۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ یہ لوگ میرے نہیں مارے گئے۔ تمہاری پلاننگ غلط تھی۔"

"شٹ اپ۔ تمہارے بیٹے کے ساتھ اگر ٹیلی پیتھی والے نہ ہوتے تو ہمارے آدمی خود ہی ایک دوسرے کو ہلاک کرتے۔ وہ مجاہدوں پر غالب آجاتے۔ میری زبان سمجھ آئے گی۔ گولی کی زبان سمجھ لوگی۔"

یہ کہتے ہی شہباز خان نے تڑا تڑ دو فائر کئے۔ دونوں شیریں کو لگیں۔ وہ زمین پر گرنے لگی۔ علی نے اسے زمین پر تو نہیں گرنے دیا لیکن موت کی پستیوں میں چلی گئی۔ علی نے سر اٹھا کر شہباز خان سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اسی وقت اور انچارج نے ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں پھر ٹھنڈے پڑ گئے۔

شیریں زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کا سر علی کے دم توڑتی ہوئی بیٹے کو دیکھ رہی تھی۔ ایسے وقت مخاطب کیا۔ "علی! میں نے سب ہی کو تمہارے سب ہی میری باتیں سن رہے ہیں۔ بیٹے! اولاد ہمیشہ سے پچھانی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے' چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ ذلت کا ذریعہ تمہاری ماں ہوگئی۔ اس کے ساتھ تمہاری ذہنی اذیت بھی ختم ہو گئی۔ سے تمہیں نیک نامی تمہارے باپ کے نام سے ملے گی۔ شیریں کا مجازی خدا تھا اور ہمیشہ سے تمہارا باپ رہا گا۔ اس کا نام علی اسد اللہ تمیرزی ہے۔ خدا گواہ ہے بیٹے ہو۔ میرا خون ہو' میری آئندہ نسل ہو۔"

اے لوگو! اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرو۔

وہ تمہیں آزمائشوں سے گزرنے کا صلہ دینے والا ہے

یہ تقریباً تیس برس پہلے کی بات ہے' جب جناب علی اسد اللہ تعلیم حاصل کرتے تھے اور وہیں مدرسے کے ہوسٹل میں رہ رہے تھے۔ وہاں کے بزرگ اساتذہ اور طلبہ انہیں ہوسٹل صرف اس وقت دیکھتے تھے جب وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے لئے آتے تھے۔ ورنہ ان کا وقت درس گاہ یا مسجد میں گزرتا تھا۔ ظہر کی نماز سے ظہر کی نماز تک ایک طویل وقفہ ہوتا ہے۔ وہ وقفے میں ایک بڑی لائبریری میں جاکر اخبارات پڑھتے تھے دنیا کی بنیادی حالات سے باخبر رہیں۔ طب' سائنس اور جدید کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ نماز ظہر کے بعد وہ مسجد کے میں سو جاتے تھے۔ عصر' مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد قرآن کریم کی تلاوت کرتے پھر کھانے کے بعد رات کے بجے تک سوتے تھے۔ ڈیڑھ گھنٹے تک دو زانو ہو کر بیٹھتے تھے ذہن کے تمام خیالات کو اللہ تعالیٰ پر مرکوز کیے رہتے تھے پھر نماز پڑھ کر دوبارہ دو زانو ہو کر اللہ تعالیٰ سے لو لگائے بیٹھے تھے پھر فجر کی اذان سے ایک گھنٹا پہلے ہوسٹل میں آکر غسل اور لباس تبدیل کرنے کے بعد پھر نماز ادا کرنے مسجد چلے آتے تھے۔

ابتدا میں وہ اسی معمول کے مطابق زندگی گزار رہے تھے۔ نماز کے بعد وہ جیسے اپنے تمام خیالات کو اللہ تعالیٰ پر مرکوز کرتے۔ وہ مجاہدوں پر غالب آجاتے۔ میری زبان سمجھ آئے گی۔ گولی کی زبان سمجھ لوگی۔" ایسے مسلسل عمل سے اللہ تعالیٰ کا نور ان کے ذہن میں داخل ہونے لگا۔ انہوں نے رفتہ رفتہ محسوس کیا کہ ان کے اندر آتا' اس کے اندر وہ پہنچ جاتے ہیں۔ اپنے سامنے وہ لے جذبات' احساسات اور جذبات کو سمجھ لیتے ہیں۔

علی نے اسے سمجھانے بھائی کی علالت سے پریشان کیوں ہیں؟"

استاد گرامی نے حیرانی سے پوچھا "میں اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہوں اور صبر سے کام لیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہوں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ بھائی صاحب نے مجھے اندر سے کچھ کمزور کر دیا ہے۔"

علی نے فرمایا "آپ نے صبح بھائی کو دوا پلائی تھی۔ طبیب نے ظاہر کی تھی۔ اس لئے آپ صبر و ضبط کے باوجود پریشان ہیں۔ جماعتوں میں درس دیتے رہنے کے باعث آپ بیمار پڑ جائیں گے۔"

استاد گرامی نے کہا۔ "میں مغرب کی نماز کے بعد گھر جاکر اس کی عیادت کروں گا۔"

علی نے کہا۔ "ابھی عشا کی نماز باقی ہے۔ آپ دل جمعی سے مغرب کی نماز ادا کریں' اور اس کے بعد گھر جائیں۔"

استاد گرامی نے کہا۔ "میں عشا کی نماز کے بعد گھر جاؤں گا۔ علی! تم نے بھائی صاحب سے ملنے گئے تھے؟"

"افسوس میں نہ جاسکا۔ اپنے دن رات کے معمولات میں مصروف رہا لیکن مصروفیات کے دوران میں ایک بار آپ کے برادر کے بارے میں سوچا۔ اس کی کچھ باتیں یاد آئیں تو ایسا لگا میں اس کے پاس پہنچ گیا ہوں اور اسے صحن میں بیٹھا دیکھ رہا ہوں۔"

استاد گرامی سر جھکا کر چلے گئے۔ وہ اپنے شاگرد کی باتوں کو ایک دلاسا سمجھ رہے تھے۔ عشا کی نماز کے بعد انہوں نے مسجد کے صحن میں آکر مخاطب کیا "اے علی اسد اللہ! تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔ میں مغرب کے بعد گھر گیا تھا۔ میرا بھائی تقریباً صحت یاب ہو چکا ہے۔ کچھ جسمانی کمزوری رہ گئی ہے۔ انشاء اللہ وہ بھی جاتی رہے گی۔"

"محترم معلم! میں آپ کے برادر کے لیے مزید دعا کروں گا۔"

"میں حیران ہوں۔ میرا بھائی کہہ رہا تھا' تم اس سے ملنے نہیں گئے اور تم نے بھی یہی کہا تھا پھر تمہیں اس کی صحت یابی کا علم کیسے ہوا؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ صبح طبیب نے تشویش ظاہر کی تھی؟"

انہوں نے فرمایا "محترم معلم! میں خود اچھی طرح سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔ آپ کو دیکھ کر اور آپ کے برادر کی کچھ باتیں یاد کر کے میں جیسے آپ دونوں کے اندر پہنچ گیا۔ جیسے اپنے اندر کی باتیں جانتا ہوں' ویسے ہی آپ دونوں بھائیوں کے اندر کی باتیں معلوم ہو رہی تھیں۔"

"وہ معبود بڑا جلال والا اور بڑی شان والا ہے۔ اس کے کرم سے تجھے کشف و کمال حاصل ہو رہا ہے۔"

پہلے جو بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ وہ رفتہ رفتہ اس طرح سمجھ میں آگئی کہ وہ کسی کی بھی آواز اور لب و لہجہ سن کر اور اس کی آنکھوں کو دیکھ کر اس کے دماغ میں پہنچنے لگے اور یقین ہو گیا تھا کہ مسلسل تین برس تک اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رکھنے کے باعث انہیں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو گیا ہے۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد وہاں کے اساتذہ کے ساتھ وہ تبلیغ اسلام کے لیے یورپ کے دورے پر گئے۔ ایک برس تک یورپ کے مختلف ممالک میں تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے پھر اسپین کی مسجد قرطبہ میں پہنچ کر تبلیغی جماعت سے رخصت ہو کر اعتکاف میں بیٹھ گئے۔ اسپین میں چند ماہ رہ کر مزید دو برس تک مگر مگر گھومتے ہوئے بزرگان دین کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے رہے۔

یوں وقت گزرتا گیا۔ جب لندن پہنچے تو ایک اسپتال کے سامنے سے گزرتے وقت انہوں نے شیریں کو دیکھا۔ وہ اپنی ایک گرل فرینڈ اور دو بوائے فرینڈز کے ساتھ مغموم تھی۔ ایک اسٹریچر پر اس کے باپ نوروز خان کی لاش لائی جا رہی تھی۔ ایک گاڑی

کے پچھلے حصے میں اس لاش کو رکھا جارہا تھا۔ تب ہی لاش کے چہرے پر سے چادر ہٹ گئی۔ اس مرنے والے کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ علی اسد اللہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ پھر اسپتال کے ملازمین سے کہا "اسے اسپتال کے اندر لے جانا چاہیے۔ باہر کہاں لے جارہے ہو؟"

ایک ملازم نے کہا "دیکھتے نہیں ہو۔ یہ مرچکا ہے۔"

انہوں نے کہا "یہ زندہ ہے۔ اسے نیچے رکھو۔"

شیریں نے کہا "ڈاکٹر نے اس کی موت کا سرٹیفکیٹ دیا ہے اور تم کہہ رہے ہو' میرے ڈیڈی زندہ ہیں؟"

لاش کو گاڑی کے پچھلے حصے میں رکھ دیا تھا۔ علی اسد اللہ گاڑی کے اندر آگئے۔ اس پر جھکتے ہوئے اس کے سینے پر دونوں ہاتھ کا دباؤ ڈالتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے بولے "تم زندہ ہو۔ عارضی طور پر سانس رک گیا تھا۔ ڈاکٹر دھوکا کھا گئے۔ جو سانسیں تمہارے اندر ابھی ہوئی تھیں' وہ بحال ہوسکتی ہیں۔ سانس لو۔"

وہ اسے سانس لینے کی ہدایت کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے سینے کو دباتے رہے۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی نوروز خان کے جسم میں جنبش ہوئی۔ وہ اٹک اٹک کر سانسیں لینے لگا۔ سب حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ رفتہ رفتہ سانسیں بحال ہورہی تھیں۔ ایک ملازم دوڑتا ہوا اسپتال کے اندر گیا پھر دو ڈاکٹر اور نرسیں تیزی سے چلتے ہوئے آئے۔ انہوں نے ڈاکٹروں سے کہا۔

"HE IS ALIVE AND NEED'S MEDICAL TREATMENT AT ONCE" (یہ زندہ ہے۔ اسے فوری میڈیکل ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے۔)

اسے اسٹریچر پر اسپتال واپس لے جایا گیا۔ شیریں بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسپتال کے اندر گئی۔ علی اسد اللہ فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے نوروز خان کے دماغ کو توانائی پہنچا رہے تھے اور کہہ رہے تھے "انسان موت کے بعد زندہ نہیں ہوسکتا اور موت سے پہلے کبھی مر نہیں سکتا۔ کاتب تقدیر نے تمہاری موت کا جو وقت مقرر کیا ہے۔ اس وقت تک جینے کے لیے حوصلے سے کام لو۔ تمہارے دماغ کو توانائی مل رہی ہے اور کئی ڈاکٹر تمہیں طبی امداد پہنچا رہے ہیں۔ تم مسلمان ہو' اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور حوصلہ کرتے رہو۔"

ایک گھنٹے کے اندر ہی نوروز خان پورے ہوش و حواس کے ساتھ زندگی کی طرف لوٹ آیا۔ ایک ڈاکٹر نے حیرانی سے کہا "IT IS A MIRACLE" (یہ تو معجزہ ہوگیا) "اس کی تو سانس رک گئی تھی' دل کی دھڑکنیں بند ہوگئی تھیں اور نبض تھم گئی تھی۔"

دوسرے ڈاکٹر نے کہا "میری لائف میں یہ پہلا کیس ہے۔ اس کی زندگی کا سراغ لگانے والا وہ کون ہے؟ کہاں ہے؟"

تب شیریں کو اور دوسرے تمام لوگوں کو اس اجنبی کا خیال آیا۔ شیریں کمرے سے نکل کر اسپتال کے اندر ادھر ادھر ہوئی باہر آئی۔ اس کے فرینڈز بھی احاطے کے باہر فٹ پاتھ پر کھڑے ہو کر ہر طرف دیکھنے لگے۔ اس کی سہیلی نے کہا "وہ اتنا بڑا کام کیا اور کچھ کہے سنے بغیر چلا گیا۔"

ایک فرینڈ نے کہا "اس داڑھی والے جوان کو پولیس کے حوالے کریں گے۔ اس لیے چلا گیا۔"

گرل فرینڈ نے کہا "اچھا ہینڈسم تھا۔ اس کے چہرے پر کتنی اچھی لگ رہی تھی۔"

شیریں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ اس نے گرل فرینڈ سے کہا "جمہیں تو ہر جوان خوب رو دکھائی دیتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ جاکر اسے تلاش کرو۔"

وہ بولی "اس نے تمہارے ڈیڈی کو نئی زندگی دی ہے۔ اس کے پیچھے دوڑنا چاہیے۔"

مگر وہ سب دوڑ کر کہاں جاتے؟ یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ وہ اجنبی کس سمت گیا ہے؟ شیریں اپنے باپ کے پاس آئی۔ انہوں نے کہا "ابھی یہاں سے جانے والے ڈاکٹر کہہ رہے تھے۔"

"ہاں۔ یہ دیکھیں انہوں نے آپ کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ پھاڑ دیا تھا۔"

اس نے پرس سے وہ میڈیکل سرٹیفکیٹ نکال کر دکھایا۔

میں نوروز خان کی موت کی تصدیق کردی گئی تھی۔ یہ سرٹیفکیٹ کو پڑھ کر کہا "مجھے تو ایسا لگ رہا تھا جیسے میں بے ہوش تھا۔ کسی فرشتے نے آکر میرے سینے پر ہاتھ کہا۔ اٹھو! بڑی دیر تک غافل رہ چکے ہو۔"

شیریں نے بتایا کہ ایک نوجوان نے آکر کہا تھا۔

ہیں۔ تعجب ہے' اس جوان نے میڈیکل سائنس کو جھٹلا دیا۔

"بیٹی! میں یہی سمجھتا ہوں' تم دین ایمان کو سمجھتی ہو۔ یورپی تہذیب نے تمہارے دماغ میں یہ بات ٹھونس دی ہے کہ انسان کی عقل سے آگے کوئی نادیدہ قوت نہیں ہے۔ تم اس نادیدہ قوت کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہی ہو۔"

"اوہ ڈیڈی! آپ پھر مولوی بن کر مجھے نصیحت نہ کریں۔ لیکن آج میں آپ سے بحث نہیں کروں گی۔ میرے لیے بہت ہے کہ آپ کو ایک نئی زندگی مل گئی ہے۔"

"میں بھی بحث نہیں کروں گا۔ مجھے اس فرشتے سے تو ملاؤ۔"

"وہ تو پتا نہیں کہاں چلا گیا؟"

"چلا گیا؟ تم کیسی بیٹی ہو؟ جس کی زندگی دی' تم نے اسے جانے دیا۔ تمہارے باپ کو زندگی دی' تم نے اسے جانے نہیں' اسے جانے دیا۔"

"میں پریشان تھی۔ آپ کو زندگی اور موت کی کشمکش میں دیکھ رہی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ آپ کی زندگی کا ایک اشارہ دے کر چلا جائے گا۔"

"قادر مطلق کی قسم' وہ ضرور کوئی فرشتہ ہوگا۔ خداوند کریم کے حکم سے آیا اور اپنا فرض ادا کرکے چلا گیا۔"

علی اسد اللہ تیس برس کے جوان تھے۔ ان کے سینے میں بھی دل تھا۔ انہیں ایک دن کسی شریف زادی کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا تھا۔ کیونکہ اسلام میں شادی اور نسل کا سلسلہ برقرار رکھنا لازمی ہے۔ ان کے دل میں کسی شریف زادی کا خیال تھا لیکن ہر کام اپنے سوچنے سے نہیں ہوتا۔ شیریں کو دیکھ کر انہوں نے کشش محسوس کی تھی پھر جلد ہی اس سے نظریں چرالی تھیں۔ کیونکہ اس نے اسکرٹ اور بلاؤز پہنا ہوا تھا۔ گھٹنے سے نیچے گورے گورے پاؤں اور چکنی پنڈلیاں اور بغیر دوپٹے چادر کے دھاکا خیز سینہ بے حیائی کا اشتہار بنا ہوا تھا۔

وہ لندن کی ایک مسجد میں آئے۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد دو زانو ہو کر اپنے تمام خیالات اللہ تعالیٰ پر مرکوز کرنے لگے۔ ایک آدھ بار تصور میں شیریں نظر آئی۔ لیکن برسوں سے اللہ تعالیٰ پر تمام خیالات کو مرتکز کرنے کی پختگی آگئی تھی۔ اس پختگی نے شیریں کو دھوئیں کی طرح اڑا دیا۔

شیریں نے بھی کئی بار تصور میں انہیں دیکھا۔ یہ تسلیم کیا "اس جوان میں عجیب سی کشش ہے لیکن کشش ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ تو بالکل ہی مولوی لگتا ہے۔ لندن کی سردی میں گرم سوٹ تو پہننا چاہیے لیکن وہ موٹے کھدر کا ایرانی تراش کا سادہ سا لباس پہنتا ہے۔ غریب مسکین ہوگا۔ اس لیے مہنگا گرم لباس نہیں پہنتا ہے۔ میں کیوں خوا مخواہ اس کے بارے میں سوچتی ہوں۔ وہ تو کبھی میرے معیار کا آدمی بن ہی نہیں پائے گا۔"

نوروز خان کو دو دن کے بعد اسپتال سے چھٹی ملی۔ اس نے اپنے بچے میں آکر غسل کرکے پاک صاف ہو کر کہا "بیٹی! کار نکالو۔ میں کچھ دیر جا کر سجدہ شکر ادا کروں گا۔ اور چونکہ مسجد جانا ہے۔ اس لیے ڈھنگ کا لباس پہنو۔ پورا بدن ڈھانپ کر چلو۔"

اس نے باپ کی ہدایت کے مطابق لباس پہنا پھر اسے کار میں لے کر روانہ ہوئی۔ کرتی ہوئی مسجد کے سامنے آئی۔ باپ نے کہا "میں گھر میں بھی سجدہ شکر ادا کرسکتا تھا۔ یہاں اس لیے آیا ہوں کہ فرشتے گھر نہیں آتے ہیں۔ شاید وہ فرشتہ بھی نظر آجائے۔ تم کار میں رہ کر آنے جانے والے نمازیوں کو دیکھتی رہو۔ وہ نظر آئے تو مجھے ضرور بتانا۔"

نوروز خان نماز ادا کرنے گیا۔ شیریں نے تھوڑی دیر بعد علی اسد اللہ کو دیکھا۔ وہ ایک سادہ سے لباس میں ویسٹ کوٹ پہنے مسجد کے اندر جارہے تھے۔ وہ بڑی محویت سے انہیں دیکھتی رہی۔ وہ دو چار بار ایران اور افغانستان اپنے باپ کے ساتھ جاچکی تھی۔ وہاں مشرقی ملبوسات دیکھ چکی تھی۔ وہ اچھے لگتے تھے لیکن یورپ کے ماحول میں ایسا لباس پہننے والے پس ماندہ لگتے تھے۔

اس وقت یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ اپنے ترقی یافتہ اور ان کے پس ماندہ ہونے کے درمیان کشمکش میں مبتلا ہوگئی ہے اور ایک نامعلوم سی کشش محسوس کرتی ہوئی غیر شعوری طور پر ان کی طرف مائل ہوتی جارہی ہے۔ جب اس کے ڈیڈی نماز ادا کرکے آئے تو اسے احساس ہوا کہ وہ اتنی دیر سے اس پس ماندہ شخصیت کے سحر میں گم تھی۔ باپ نے کار کی کھڑکی پر جھک کر پوچھا "وہ نظر آیا؟"

"نہیں ڈیڈی! وہ مسجد کے اندر گیا تھا۔ ابھی تک باہر نہیں آیا ہے۔"

"تم اس کا حلیہ بتا چکی ہو۔ یہ بتاؤ اس نے کیسا لباس پہنا ہے۔"

"یہاں نماز ادا کرنے والے سب ہی جرسی اور کوٹ میں ہیں۔ اس نے سادہ سے لباس میں ایک ویسٹ کوٹ پہنا ہوا ہے شاید انگارے چبا تا ہے۔ اسی لیے اسے سردی نہیں لگتی۔"

"تم نہیں سمجھو گی۔ اس کے اندر ایمان کی حرارت ہے۔"

نوروز تیزی سے چلتا ہوا مسجد میں آیا۔ نماز پہلے ہی ہوچکی تھی۔ چند نمازی ادھر ادھر بیٹھے باتیں کررہے تھے۔ علی اسد اللہ ایک جگہ دو زانو بیٹھے اللہ تعالیٰ سے لو لگائے مراقبے میں تھے۔ نوروز نے اس کے ویسٹ کوٹ' اس کے حلیے اور اس کی عبادت گزاری سے اسے پہچانا پھر اس کے دائیں طرف دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔

جو اللہ تعالیٰ کی وحدت میں ڈوبا ہوا ہو' اسے اپنے آس پاس کی اور دنیا کی کوئی خبر نہیں ہوتی لیکن انہیں قدرتی طور پر آگہی ملی کہ کوئی ضرورت مند آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے' دین کے ساتھ دنیاوی فرائض بھی ادا کرو۔ لہٰذا وہ مراقبے سے نکل آئے۔ انہوں نے دائیں طرف سر گھما کر دیکھا پھر پہچان کر پوچھا "آپ؟ آپ اسپتال سے آگئے؟ اب کیسی طبیعت ہے؟"

"اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اس پروردگار نے آپ کو وسیلہ بنا کر مجھے نئی زندگی' صحت اور توانائی دی ہے۔"

"خدا کا شکر ادا کرنا آپ پر فرض تھا' آپ مسجد میں آگئے لیکن نماز کی ادائیگی کے بعد میرے پاس آبیٹھے ہیں کیا مجھ سے کوئی کام ہے؟"

"پہلے تو معذرت خواہ ہوں' آپ کی عبادت میں مخل ہوا پھر آپ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"اللہ تعالیٰ کا ناچیز بندہ ہوں۔ میرا نام علی اسد اللہ ہے۔ ایرانی ہوں' تبریز میں پیدا ہوا تھا۔ میرے والد مرحوم بہت دولت مند سوداگر تھے۔ ان کے بعد میرے رشتے دار مجھے تجارت کرنے

اور اپنے والد مرحوم کی دولت میں اضافہ کرنے کا مشورہ دیتے رہے۔ لیکن والدہ مرحوم نے بچپن سے دینی تعلیم و تربیت دی تھی۔ میں نے زیادہ سے زیادہ دینی علوم حاصل کرنے کے لیے والد مرحوم کی دولت کو محفوظ رکھا ہے۔ دینی مدرسے سے نکل کر دنیاوی تجربات کی یونیورسٹی میں آیا ہوں۔ ملک ملک' شہر شہر' قصبہ قصبہ گھومتا ہوں اور اس دنیا کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھ رہا ہوں تو یہ شعور پیدا ہو رہا ہے کہ ہمارا دین عام مسلمانوں کے لیے بالکل آسان ہے لیکن اس کی گہرائیوں تک جانے کے لیے یہ دین ایک ایسا سمندر ہے' جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔ اس سمندر میں تیرتے جاؤ تو علم و آگہی کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں اور زندگی کی آخری سانس کے بعد بھی نہ جانے کتنے دروازے کھلنے کو رہ جاتے ہیں۔"

"سبحان اللہ! اس جواں عمری میں آپ نے اپنی عمر سے زیادہ دینی علوم حاصل کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہے۔ اسی لیے اس معبود حقیقی نے آپ کو ہمارے لیے فرشتہ بنا کر بھیجا ہے۔"

"لفظ ہمارے سے مراد آپ اور آپ کی صاحب زادی ہیں؟"

"ماشاء اللہ! کچھ کہنے سے پہلے آپ بہت کچھ سمجھ لیتے ہیں۔"

"ماں کی گود بچے کا پہلا مدرسہ ہوتی ہے۔ ماں اللہ کو پیاری ہو جائے تو باپ اپنی اولاد کی بہترین تعلیم و تربیت کے فرائض ادا کرتا ہے لیکن جب بیٹی چھوٹی تھی تو آپ اسے ایک گورنس کی نگرانی میں رکھ کر دولت کمانے کی دھن میں لگے رہے۔ بیٹی نے کچھ ہوش سنبھالا تو دولت کے نشے میں آپ کی کچھ بے اعتدالیاں دیکھیں پھر وہ بھی گمراہ ہوتی گئی۔"

نوروز خان نے سر جھکا کر کہا "میں شرمندہ ہوں۔ اب جوان بیٹی کے باعث غیرت بیدار ہوئی ہے تو اسے راہِ راست پر لانا چاہتا ہوں۔"

"میرے اور آپ کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ چاہتا تو وہ رب العزت ہے۔ ہم تو کسی کو بھی راہِ راست پر چلنے کی ہدایات کر سکتے ہیں اور راستی پر رہنے کی توفیق اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔"

"یہ میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ میری غیرت کو بھی سلامت رکھنے کے لیے آپ کو ہم سے ملایا ہے۔ اگر وہ آپ کی ہدایت پر عمل کرنے لگے گی تو میں ایک غیرت مند مسلمان کی طرح عزت سے جی سکوں گا۔"

"میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا اور اپنے طور پر کوشش کروں گا لیکن آپ اپنی صاحب زادی کو یہ نہ بتائیں۔ بتانے سے یا عیب جوئی کرنے سے انسان مشتعل ہوتا ہے۔ خود کو دانش مند اور ہدایات دینے والے کو پرانے خیالات کا حامل سمجھتا ہے۔"

"میں اسے کچھ نہیں بتاؤں گا لیکن میں آپ کو اپنی بیٹی سے متعارف کرانا چاہتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ آپ خدا کے گھر سے مطمئن ہو کر جائیں۔"

"میں آپ کی میزبانی کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"انشاء اللہ! میں کسی دن خود ہی آپ کے در پر حاضر ہو جاؤں گا۔"

نوروز خان شکریہ ادا کرتے ہوئے اٹھ کر ان سے معانقہ کر کے چلا گیا۔ اس نے راستے میں بیٹی سے پوچھا "مجھے گھر پہنچا کر کہیں جانے کا پروگرام ہے؟ ویسے میں تمہارے دن رات کے بے مقصد پروگراموں کو بڑی حد تک سمجھتا ہوں۔"

"ڈیڈی! اب آپ نصیحتیں شروع کریں گے۔"

"سوری بیٹی! میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

پھر بیٹی کے دماغ میں یہ بات آئی۔ اس نے کہا "آپ اسپتال سے آئے ہیں۔ میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

وہ باپ کے ساتھ گھر آئی۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو شیریں ہیر۔"

"ہیلو ڈارلنگ میں جیری بول رہا ہوں۔"

"پلیز جیری! مائنڈ نہ کرنا۔ آئندہ مجھے ڈارلنگ نہ کہا کرو۔"

"کیا تم ناراض ہو؟"

"بالکل نہیں لیکن ہمارے مذہب میں اور ہمارے خاندان میں کوئی غیر شخص جوان لڑکیوں کو ڈارلنگ نہیں کہتا ہے۔"

"تمہیں ہماری سوسائٹی میں اپنا مذہب اور خاندان کیوں یاد آرہا ہے؟"

"آں۔۔۔؟" وہ چونک گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس وہ اپنے ماحول اور مزاج کے خلاف کیوں بول رہی تھی؟ اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پلٹ کر باپ کو دیکھا۔

وہ مسکرا کر بولا "شاباش بیٹی! تم بہت اچھی اور ذہین ہو تمہیں خود ہی سنبھلنا آتا ہے۔"

وہ جواباً کچھ نہ کہہ سکی۔ تیزی سے چلتی ہوئی اپنے کمرے آئی پھر بیڈ کے سرے پر بیٹھ کر علی اسد اللہ کو تصور میں دیکھ سوچنے لگی "میں اس کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی پھر بھی خیالوں میں چلا آتا ہے۔ ٹھیک ہے کہ میرا دل اس کی طرف ہو رہا ہے لیکن وہ میرے قابل نہیں ہے۔ میرے ساتھ وہ کسی میں جائے گا تو میں سب کے سامنے مذاق بن جاؤں گی۔"

پھر وہ جھنجلا کر بیڈ سے اٹھ کر سوچنے لگی "یہ کیا؟ میں کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ مجھے تو سوچنا چاہیے کہ خیالات میں تبدیلی کیسی آرہی ہے۔ جیری اور دوسرے فرینڈ ڈارلنگ اور سویٹی کہتے ہیں لیکن ابھی میں نے بے اختیار جیری کر دیا۔ میری مذہبی اور خاندانی روایات مجھ پر حاوی کیسے ہو گئیں۔"

اس کے ذہن میں اس کی ہی سوچ ابھری "کیا مذہب خاندان کے بغیر اپنی شناخت ممکن ہے۔ جیری وغیرہ لندن اور لارڈز کے خاندانوں سے تعلق رکھنے پر فخر کرتے ہیں

پاس فخر کرنے کے لیے کیا ہے؟"

وہ شکستہ ہوئی سوچنے لگی "عورت اپنے مرد کی شخصیت سے پہچانی جاتی ہے۔ اگر میں شادی کر کے لارڈز کے خاندان میں جاؤں گی تو آنریبل لیڈی کہلاؤں گی۔"

"کوا مور کے پنکھ لگا کر مور نہیں بن جاتا۔ جو عورت اپنے بھرپور شخصیت کردار اور خاندانی وقار کی شناخت لے کر نہیں جاتی' وہ سسرال میں ہمیشہ کم تر سمجھی جاتی ہے۔ خدا کو چھوڑنے والی خودی کو خاک میں ملا دیتی ہے۔"

حقائق سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی گمراہی کی حمایت میں جتنے دلائل دے رہی تھی' اتنی ہی حقائق کے شکنجے میں پھنسی جا رہی تھی۔ آخر تھک ہار کر بستر پر گر پڑی۔

اس نے سوچا "مجھے اس اجنبی سے ملنا ہوگا۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کسی بڑے خاندان کا امیر کبیر جوان ہے یا نہیں؟ آخر اس میں کیا بات ہے کہ اس کے آگے میرے تمام فرینڈز کم تر سے لگنے لگے ہیں۔"

وہ دوسری صبح فجر کی نماز کے وقت مسجد کے سامنے جا کر ان سے ملنا چاہتی تھی۔ لیکن صبح دیر تک سوتی رہ گئی۔ اس نے خواب میں اس اجنبی کو دیکھا وہ کہہ رہا تھا۔ "فجر کی نماز ہو چکی ہے۔ تم نہیں آئیں۔ میں آگیا ہوں' آنکھیں کھول دو۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں پھر ایک انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھی۔ دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ بوڑھی گورنس نے کہا "بے بی! ایک اسٹرینجر آپ سے ملنے کو آیا ہے۔ ہم اس کو اندر نہیں آنے دیتا۔ وہ آپ کا لیول کا آدمی نہیں ہے۔ کوئی غریب لوئر کلاس کا لگتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ سے کچھ مدد مانگنے کو آیا ہے۔ ہم نے ترس کھا کے اس کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔"

شیریں کو اپنا خواب یاد آیا۔ وہ اجنبی اس سے کہہ رہا تھا کہ یہاں آگیا ہے۔ وہ گورنس سے بولی "آل رائٹ! اسے بیٹھنے دو۔ میں شاور لے کر آؤں گی۔"

شیریں نے دروازہ بند کیا۔ باتھ روم میں آکر دانتوں کو برش کرتے ہوئے سوچا "اسے گھنٹوں انتظار کرنے دوں گی اور خوب بن سنور کر مختصر سا لباس پہن کر جاؤں گی۔"

لیکن منہ دھونے کے بعد وہ پورا لباس پہن کر پندرہ منٹ میں کمرے سے نکلی۔ ڈرائنگ روم میں آکر علی اسد اللہ کو دیکھتے ہوئے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ انہوں نے کہا "لڑکیاں پورے لباس میں میک اپ کے بغیر قدرتی حسن میں اچھی لگتی ہیں۔"

اس نے چونک کر دوسری طرف گھوم کر ایک قد آدم آئینے میں دیکھا۔ اس نے مختصر لباس نہیں پہنا تھا۔ میک اپ بھی نہیں کیا تھا اور وال کلاک بتا رہا تھا کہ اس نے انہیں گھنٹوں انتظار نہیں کرایا ہے۔ پندرہ بیس منٹوں میں چلی آئی ہے۔

اب آئی تو کیا کہہ کر جاتی؟ یہی کہ اپنے حسن میں چار چاند لگانے جا رہی ہے؟ وہ آئینے کی طرف سے پلٹ کر پریشان ہو کر بولی "آپ کون ہیں؟ میں نے ابھی خواب میں آپ کو دیکھا تھا۔"

"اچھا۔ آپ میرے خواب دیکھتی ہیں؟"

"میں کیوں دیکھوں گی آپ کے خواب؟ کیا آپ بڑے گھنام

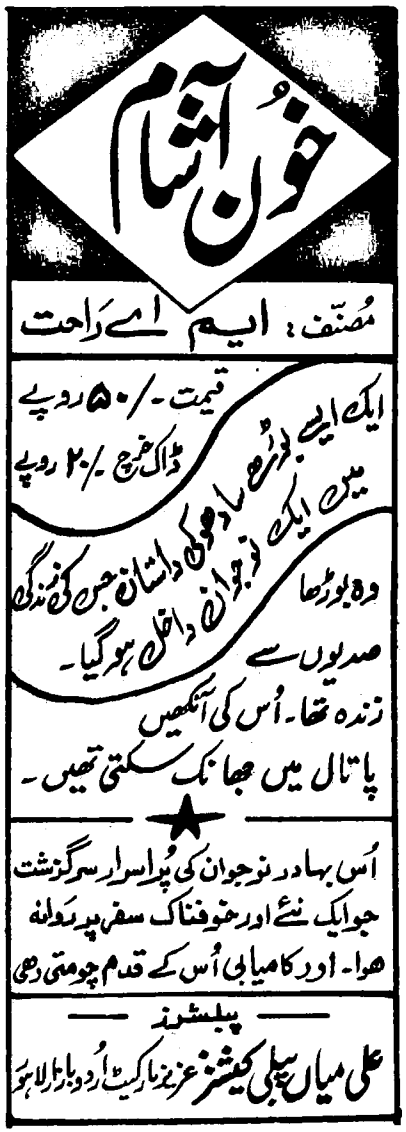

ہیں؟ میں نے تو پتا نہیں کیوں آپ کو دیکھا۔ آپ کہہ رہے تھے کہ یہاں آگئے ہیں اور... اور واقعی آپ آئے ہوئے ہیں۔"

"کیا چلا جاؤں؟"

"مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟ کیا میں نے آپ کو بلایا تھا؟"

وہ اٹھ کر کھڑے ہوگئے پھر بولے "مسجد کے پاس آکر ملاقات کرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ وہاں آئیں گی تو میں پہچاننے سے انکار کردوں گا۔"

وہ جانے لگے۔ شیریں نے کہا "جسٹ اے منٹ۔ آپ کو یہ گمان کیوں ہے کہ میں آپ سے ملنے آؤں گی۔"

"میرا گمان ہو یا خوش فہمی۔ آئندہ میں مسجد نہیں جاؤں گا۔ گھر میں عبادت کیا کروں گا۔"

شیریں نے چونک کر سوچا "یہ اجنبی مسجد نہیں آئے گا تو میں اس سے کیسے ملوں گی؟ کیسے اس کے بارے میں کچھ معلوم کروں گی؟"

وہ بولی "آپ پہلی بار آئے ہیں۔ آپ کی وجہ سے میرے ڈیڈی کو ایک نئی زندگی ملی ہے۔ میرے ساتھ ایک کپ کافی پئیں۔"

"میں چائے کافی اور دیگر مشروبات نہیں پیتا۔ ناشتا کرچکا ہوں۔ پیاس بھی نہیں ہے۔ ایک گلاس پانی بھی نہیں پی سکتا۔"

"میں آپ کے احسان کا بدلہ چکانا چاہتی ہوں۔"

"احسان کا بدلہ صرف یہی ہوسکتا ہے کہ آپ دین اسلام اور اپنی تہذیب کی طرف لوٹ آئیں۔"

"آپ میرے ڈیڈی کی طرح نصیحت کررہے ہیں۔"

"وہ نصیحت کرتے ہوں گے۔ میں تو احسان کا بدلہ چاہتا ہوں۔"

"میں آپ کی خواہش کے مطابق اپنی زندگی کے طور طریقے بدل دوں گی تو آپ کو کیا حاصل ہوجائے گا؟"

"مجھے ایک خوب سیرت اور باحیا شریکِ حیات مل جائے گی؟"

وہ اس صاف گوئی پر حیران رہ گئی۔ علی اسد اللہ نے اس کے ذہن کو اس بات پر مائل کیا کہ جو اس کے دل اور دماغ میں چھپی ہوئی محبت اور کشش ہے۔ اس سے انکار نہ کرے۔

"آپ عجیب آدمی ہیں۔ پہلی ملاقات میں شادی کی بات کررہے ہیں؟"

"دوسری ملاقات میں خوب سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں۔"

"آپ ایک رئیس زادی سے شادی کرکے اپنی مفلسی دور کرنا چاہتے ہیں۔"

"اتنی بڑی دنیا میں کوئی مجھ سے زیادہ دولت مند نہیں ہے۔"

وہ ان کا حلیہ دیکھ کر بولی "آپ اور دولت مند؟ اپنی دولت کہاں چھپا کر رکھی ہے؟"

"یہیں تمہارے گھر میں تمہارے آس پاس ہے۔ ایک بار آنکھیں بند کرو پھر کھول کر دیکھو۔"

اس نے بے یقینی سے دیکھا پھر آنکھیں بند کیں۔ وہ اس کے ذہن پر حاوی ہوگئے۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو حیران رہ گئی۔ وہ ایک عالیشان محل میں تھی۔ اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا' وہ کمرا ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔ دوسرا کمرا کھلا۔ وہ سونے کی اینٹوں سے بھرا ہوا دکھائی دیا۔ تیسرے کمرے میں برٹش پونڈز کے اور چوتھے کمرے میں امریکی ڈالرز کے نوٹوں کی گڈیوں کا انبار لگا ہوا تھا۔

محل کے باہر رولز رائس جیسی مہنگی کاروں کی قطاریں تھیں۔ وہ کار میں بیٹھ کر اپنے فرینڈز سے ملنے گئی۔ سب اس کی بے انتہا دولت سے حسد کرنے لگے۔ چور ڈاکو اس کے پیچھے پڑ گئے۔ پولیس اور سراغ رساں انکوائری کرنے لگے کہ وہ اچانک دولت مند کیسے بن گئی۔ ٹیلی فون پر پراسرار لوگ اسے اغوا کرنے کی دھمکیاں دینے لگے۔ اس کی راتوں کی نیندیں اڑ گئیں۔ دن کا سکون برباد ہوگیا۔

پھر مجرموں کے ایک گروہ نے اسے اغوا کیا۔ ان کے ایک عامل نے اس پر تنویمی عامل کیا۔ اسے تابع بنا کر اس کی دولت بھی حاصل کرتے رہے اور اس کی عزت سے بھی کھیلتے رہے پھر تمام دولت حاصل کرنے کے بعد اسے بے کار اور بدکار کہہ کر اسے گولی ماردی۔

گولی لگتے ہی اس نے چیخ مار کر دیکھا۔ علی اسد اللہ صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے اور وہ اپنے ڈرائنگ روم میں کھڑی ہوئی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک سکتے کی حالت میں رہی۔ پھر چاروں طرف گھوم کر اپنے ڈرائنگ روم کو دیکھنے لگی۔ اس کے بعد غصے سے پاؤں پٹخ کر بولی "یہ سب کیا تھا؟"

"تمہاری آنے والی دولت سے بھرپور زندگی کا ایک نمونہ تھا۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ ایک تنہا عورت بے انتہا دولت مند رہے گی تو اس کا انجام کتنا عبرتناک ہوگا۔"

"آپ کوئی جادوگر ہیں۔ جاگتی آنکھوں کو خواب دکھاتے ہیں۔"

"تم آج تک جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھتی آئی ہو۔ میں نے تو صرف ایسے خوابوں کی تعبیر دکھائی ہے۔"

"آپ کی ایسی حرکتوں سے میرا ماحول اور مزاج نہیں بدلے گا۔ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ میں آپ سے شادی کروں گی۔ اب آپ یہاں سے جاسکتے ہیں۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر بولے "میں نے تمہارا زائچہ دیکھا ہے تمہارے مقدر میں ایک ہی شادی ہے' مجھ سے۔ تم صرف میرے ساتھ ہی ایک باعزت زندگی گزار سکتی ہو۔ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھاؤ گی تو بڑی ہی گھناؤنی زندگی گزارتی ہوئی بے موت مروگی۔"

یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ وہ بولی "او نو! جس طرح ہاتھی کے

دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں' کھانے کے اور ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ جادوئی دولت دکھاتا ہے لیکن حقیقتاً کنگال ہے۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں آئی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر اسکرٹ اور بلاؤز پہننا چاہا۔ مگر پہلی بار وہ لباس پسند نہیں آیا۔ ان دنوں لمبی میکسی کا رواج تھا۔ اس نے میکسی پہنی پھر چادر کو شانے اور سینے پر ڈال کر بنگلے سے باہر آئی پھر کار میں بیٹھ کر اس ریستوران میں آئی' جہاں گرل فرینڈز اور بوائے فرینڈز سے ملاقات کا وقت مقرر تھا۔

ان تمام دوستوں نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ ایک فرینڈ ٹونی نے پوچھا "یہ تم نے کیسا لباس پہنا ہے؟"

ایک فرینڈ جولی نے کہا "میکسی تو غنیمت ہے۔ یہ چادر کیوں لپیٹی ہے؟"

شیریں نے کہا "جو کیا بدن دکھانے سے خوب صورت لگتی ہیں۔ بدن چھپانے سے اور زیادہ خوب صورت دکھائی دینے لگتی ہے۔"

جیری نے کہا "میں پہلے ہی تم سب کو بتا چکا ہوں۔ یہ بدلتی جارہی ہے۔ میں نے فون پر ڈارلنگ کہا تو اعتراض کرنے لگی۔"

شیریں نے کہا "سوری جیری! یہ میری زندگی ہے۔ میں اپنے طور پر جینا چاہتی ہوں۔ جسے میرا انداز پسند نہ ہو' وہ مجھ سے دور ہوجائے۔ میں دوستوں کو خوش کرنے کے لیے اپنی تہذیب روایات سے بغاوت نہیں کروں گی۔"

اس دن وہ دوستوں کے ساتھ شام تک گھومتی پھرتی رہی اور دوست اس کی تبدیلیوں سے بے زار ہوتے رہے۔ اس نے رات کو کلب میں آکر ڈانس کرنے سے بھی انکار کردیا۔ جب گھر آئی تو اپنے بیڈ پر چاروں شانے چت ہو کر سوچنے لگی "مجھے کیا ہوگیا ہے۔ آج میں نے اپنے تمام فرینڈز کو مایوس کیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ میں ان کے سوالوں کے ٹھوس اور مدلل جواب دیتی رہی۔ کل میں چادر سے بدن چھپا کر نہیں جاؤں گی۔ ضرورت ہی کیا ہے۔ لباس تو پہنتی ہی ہوں اور کیا چھپانا باقی رہ جاتا ہے؟"

وہ دوسرے دن دوسرا لباس پہن کر نکلی مگر چادر اس کے شانے اور سینے پر تھی۔ اس روز آدھے دوست کم ہوگئے تھے۔ کیونکہ وہ کلبوں میں جانے سے بھی انکار کرنے لگی تھی۔ چند دنوں میں تمام دوستوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ اس نے نئے دوست بنائے۔ وہاں دوستی کسی سے بھی ہوسکتی لیکن دوستی کے لیے بے تکلفی لازمی ہوتی ہے۔

وہ رفتہ رفتہ محدود زندگی گزارنے لگی اور علی اسد اللہ کی طرف مائل ہوتی رہی۔

پھر ایک دن علی اسد اللہ نے نوروز خان سے ملاقات کی اور شیریں کا رشتہ مانگا۔ نوروز خان نے کہا "جہاں تک دینی علوم کا اور عبادت گزاری کا تعلق ہے' آپ مجھ سے افضل ہیں لیکن اپنی بیٹی کے حوالے سے آپ کو بیٹا مان کر کہتا ہوں۔ میری بیٹی کو اپنے نکاح میں لے کر اس کی زندگی سنوارتے رہیں گے۔"

انہوں نے کہا "پچھلے کئی ہفتوں سے میں نے اپنے دن رات کا بہت سا وقت شیریں کو راہِ راست پر لانے میں گزارا ہے۔ میرے مزید علوم حاصل کرنے میں رکاوٹیں پیدا ہورہی ہیں۔ پھر بھی شادی کے بعد شاید اس کی زیادہ نگرانی نہ کرنی پڑے اور وہ خود ہی میری مرضی کے مطابق زندگی گزارنے لگے۔ ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔"

آخر دونوں کا نکاح پڑھا دیا گیا۔ شیریں ان کے ساتھ ایک سیدھی سادی سی زندگی گزارنے لگی۔ ایسے ہی وقت بابا فرید واسطی نے ان سے کہا "آپ پیرس میں ازدواجی گھریلو زندگی گزاریں لیکن ادارے میں ہفتے میں دو چار دنوں کے لیے عبادت اور ریاضت کے لیے تشریف لایا کریں۔ یہاں نئے نئے بزرگان دین بھی ہیں جو میرے بعد اس ادارے کی ترقی کے لیے بزرگ اعلیٰ کے طور پر تمام ذمے داریاں سنبھالیں گے۔ ان کے بعد آپ کی بھی باری آئے گی۔ آپ بھی یہاں کے بزرگ اعلیٰ مقرر کیے جائیں گے۔"

بابا صاحب کے ادارے میں ابتدا ہی سے میاں بیوی کے ساتھ رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس لیے علی اسد اللہ نے اس ادارے کے باہر کچھ فاصلے پر ایک مکان خرید لیا۔ وہاں شیریں کے ساتھ رہنے لگے۔ جس طرح ہر اچھا انسان کبھی بہکتے اور سنبھلنے لگتا ہے۔ اسی طرح شیریں بھی خیر و شر کے درمیان الجھتی رہتی تھی۔ علی اسد اللہ عبادت سے فارغ ہو کر اس کے خیالات پڑھتے تھے پھر اس کے شر پر غالب آکر خیر کے راستے پر چلنے کے لیے مائل کردیتے تھے۔

ایک برس بعد اس کے والد نوروز خان کا انتقال ہوگیا' اسی دوران میں شیریں کے پاؤں بھاری ہوگئے۔ اس نے علی اسد اللہ سے کہا "اتنی جلدی مجھے ماں نہیں بننا چاہیے۔ ابھی میری عمر ہی کیا ہوئی ہے؟"

"عمر ہوچکی ہے۔ اسی لیے ماں بننے والی ہو۔ بچے کو ضائع کرنے والی غیر اسلامی اور غیر اخلاقی بات بھی نہ سوچنا۔ تم میرے بچے کو جنم دینے والی ہو۔ میں اپنے بچے کی حفاظت کروں گا۔"

مختصر یہ کہ دوسرا سال گزرنے لگا تو اس نے ایک بیٹے کو جنم دیا۔ وہ آخر ماں تھی۔ اسے بیٹے سے پیار تھا لیکن ایک بچے کی ماں کہلانا پسند نہیں تھا۔ اکثر عورتوں کی طرح اسے کم عمر کہلانے کا شوق تھا۔ وہ اپنا فگر بنائے رکھنے کے لیے بچے کو اپنا دودھ نہیں پلانا چاہتی تھی لیکن علی اسد اللہ خیال خوانی کے ذریعے اسے مجبور کردیتے تھے۔

وہ دودھ پلانے کے بعد سوچتی تھی "کس جادوگر کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہوں۔ اس نے مجھے ہائی سوسائٹی سے نیچے لا کر سادگی سے زندگی گزارنے پر مجبور کردیا۔ اب یہ میرے حسن و شباب کو اور میرے جسمانی فگر کو وقت سے پہلے بڑھاپے کی طرف لے جارہا

ہے۔"

علی اسد اللہ دن رات اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتے تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ گزارہ نہیں کرے گی۔ ایک شام وہ بابا فرید صاحب کے ادارے سے واپس آئے تو گھر میں بچہ تنہا رو رہا تھا۔ وہ اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ ساتھ لے جاتی تو بچے والی کہلاتی۔

علی اسد اللہ نے اسے فیڈر سے دودھ پلایا۔ خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوگیا' وہ ایک ایسے شخص کے ساتھ گھر سے فرار ہوئی تھی۔ جس کا تعلق جرائم کی دنیا سے تھا۔ انہوں نے اس کے دماغ میں کہا "شیریں! آخر تم نے وہی غلطی کی' جو تمہیں بہت ہی برے انجام تک پہنچائے گی۔ چونکہ تم غیر مرد کے ساتھ گئی ہو اس لیے میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔"

وہ بولی "میں خوشی سے طلاق قبول کرتی ہوں۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

انہوں نے اسے چھوڑ دیا پھر اس کی خبر نہیں لی۔ تقریباً دس ماہ تک بیٹے کی پرورش کرتے رہے۔ یہ وہی دور تھا۔ جب میرے اور رسونتی (آمنہ) کے درمیان اختلافات شدت اختیار کر گئے تھے۔ کبھی میں پارس کو اس کی گود سے لے گیا۔ کبھی دشمنوں نے پارس کو اغوا کیا پھر ایک وقت ایسا آیا' جب آمنہ سے اختلافات ختم ہونے لگے اور ایسے ہی وقت آمنہ کے پاس دو بچے پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک پارس تھا اور دوسرا علی تیمور' علی اسد اللہ نے اپنے بیٹے کو رازداری سے میرے اور آمنہ کے پاس اس طرح پہنچایا تھا کہ ایک طویل عرصے تک ہم یہ نہ سمجھ سکے کہ پارس اور علی میں سے کون میرا خون ہے اور آمنہ نے ان میں سے کس بچے کو جنم دیا ہے۔

علی اسد اللہ نے ایسا اس لیے کیا کہ انہوں نے اپنے بیٹے علی' آمنہ اور میرا زائچہ بنا کر یہ معلوم کیا تھا کہ ان کا بیٹا علی' ہمارے سائے میں بہت قابل اور باکمال ہوگا۔ آمنہ کو عروج حاصل ہوگا اور یہ عروج ان کے ہی سائے میں حاصل ہوتا رہے گا۔

علی اسد اللہ کے سامنے مستقبل کی جو دھندلی سی تصویریں سامنے آئی تھیں' وہ اب واضح ہو چکی تھیں۔ آمنہ رفتہ رفتہ روحانیت کے مراحل طے کر رہی تھی اور اپنے کارناموں سے عزت اور شہرت حاصل کرنے والے علی تیمور کو ایک مجرم ماں کے باعث جو ذلت حاصل ہو رہی تھی وہ ذلت اس انکشاف سے عزت میں بدل گئی تھی کہ روحانیت کی معراج کو پہنچنے والے جناب علی اسد اللہ تبریزی اس کے والد محترم ہیں۔

○☆○

پچھلے دروازے پر پارس' نہیں پورس کھڑا تھا۔ نیلاں فرار ہونے کے لیے جیسے ہی پچھلے دروازے سے نکلی' پورس نے اسے دبوچ لیا۔ وہ روما کے خوب صورت جسم میں تھی۔ اس نے پوچھا "کہاں جا رہی ہو میری جان! ٹیرریسٹ اپ میں ہوں۔ میری آواز سے مجھے پہچانو۔"

وہ گھبرا کر بولی "پارس؟ تم!"

"ہاں سچا عاشق ہوں۔ قبر تک تمہارا پیچھا کروں گا۔ پہلے ناصرہ کے جسم میں رہ کر دھمکیاں دیا کرتی تھیں کہ ناصرہ کے ذریعے مجھے ڈس لوگی لیکن اب تم پونم یا روما کے جسم میں ہو۔ زہریلی نہیں ہو۔ مجھے ڈسنے سے محروم ہو چکی ہو۔ ویسے میں پارس نہیں پورس ہوں۔ اپنی زہریلی محبوبہ ناصرہ کا عاشق۔ میری اور پورس کی آواز ایک جیسی ہے۔ اس لیے مجھے پارس سمجھ رہی ہو۔ میری جان! مجھے اپنا عاشق پورس کہو۔"

"ہاں ہاں تم میرے سچے عاشق پورس ہو۔ میں پریشانی میں تمہیں پارس کہہ رہی تھی۔ تم ہی مجھے پریشانی سے بچا سکتے ہو؟"

"تمہاری آتما شکتی حاصل کرنے والی تیمپا بھنگ ہوگئی ہے۔ ایک صاحب ایمان بزرگ تمہارے بنگلے میں آگئے ہیں۔"

"تم کیسے جانتے ہو؟"

"میں اور پارس اس بزرگ ہستی کو لائے ہیں۔ تاکہ تمہیں آسانی سے قابو میں کیا جا سکے۔"

وہ پورس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "دیکھو میں تو تمہارے قابو میں ہوں۔ تم تنہا آتے' تب بھی مجھے اپنے قدموں میں دیکھتے۔ میں نے ناصرہ کے جسم میں رہ رہ کر دو برس تک دن رات تمہارے ساتھ گزارے ہیں۔ مجھے تمہارے جیسا مرد نہیں ملے گا۔ تمہاری قربتیں حاصل کرنے کے بعد میں نے پھر کسی کو منہ نہیں لگایا۔ جبکہ میں پہلے سے زیادہ پرکشش حسینہ بن گئی ہوں۔"

"یہ سن کر خوشی ہوئی کہ میرے لیے تم نئے جسم میں کنواری بیٹھی ہو۔"

"ابھی تو کھڑی ہوں۔ یہاں سے بھاگنا چاہتی ہوں۔ میری مدد کرو۔ ہم دونوں یہاں سے بہت دور' بہت دور چلے جائیں گے۔"

"یعنی دنیا دے اس نکڑے' جتے بندہ نہ بندے دی ذات ہووے۔"

"کہیں بھی لے چلو مگر فوراً یہاں سے چلو۔"

"تم اس دنیا کے باہر چاند' ستاروں اور سیاروں میں اور پوری کائنات میں جہاں بھی جاؤ گی وہاں تمہیں مقدس کلام پاک کی تلاوت سنائی دے گی۔"

"تمہیں مسلمانوں کی مقدس کتاب سے کیا لینا ہے۔ تم تو ہندو ہو۔"

"نیلاں! تم بھی ہندو ہو اور ہندو عقیدے کے مطابق انسان مرنے کے بعد پھر اس دنیا میں جنم لیتا ہے۔"

وہ بولی "ہاں سات بار جنم لیتا ہے۔"

"میں بھی مر چکا تھا۔ اب فرہاد علی تیمور کے بیٹے کی حیثیت سے دوسرا جنم لیا ہے۔ سمجھ رہی ہو کہ اب میں مسلمان ہوں اور اس دنیا کی آخری مقدس کتاب کی عظمت کو سمجھ رہا ہوں اور سمجھا ہوں۔"

"عشق' دین دھرم سے الگ ہوتا ہے۔ ہم ایک دوسرے کے عاشق ہیں۔ پہلے یہاں سے چلو۔ ہم دور جاتے ہوئے باتیں کرتے رہیں گے۔"

"تمہاری ناپاک آتما کو کلام پاک کی کسی بھی آیت سے خوف آتا ہے۔ وہ بزرگ جو تلاوت فرما رہے تھے' وہ خاموش ہو چکے ہیں۔ اب تمہیں خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ میرے ساتھ بنگلے کے اندر چلو۔"

وہ جانے سے انکار کرنے لگی۔ پورس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر کہا "تمہاری آتما کو بھی کمل کے پھول میں ہوتی تو اسے بھی اٹھا لیتا۔ تم تو میرے عاشق کا پھول ہو۔"

وہ ایسے مضبوط بازوؤں میں تھی کہ تڑپنے' زور لگانے کے بعد بھی نہ نکل سکی۔ پورس اسے اٹھائے بنگلے کے اندر ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں عباس مہدی اور پارس صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ شیوا جی سادرن اور دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ بیٹے ایک طرف دیوار سے لگے کھڑے تھے۔ پورس نے اسے بازوؤں میں لے کر ایک صوفے پر پٹخ دیا۔ نیلاں نے پارس اور عباس مہدی کو دیکھا پھر اپنے تینوں ساتھیوں کو دیکھ کر پورس سے کہا "تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے میرے معمول اور تابع شیواجی' مہاراج اور مہیش کو مجھ سے چھین لیا ہے۔"

پارس نے کہا "ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایسے پیدل مہروں کو بساط سے باہر پھینکنے میں دیر نہیں لگتی۔ ہمیں ان باپ بیٹے کی ٹیلی پیتھی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔"

پھر پارس نے ان تینوں سے کہا "اے تم سب آزاد ہو۔ یہاں سے کہیں بھی جا سکتے ہو۔ فوراً جاؤ اور ہمیں اپنا کام کرنے دو۔"

وہ تینوں تیزی سے چلتے ہوئے بنگلے سے باہر چلے گئے۔ عباس مہدی نے نیلاں سے پوچھا "کیا تم مجھے پہچان رہی ہو؟"

نیلاں نے انہیں توجہ سے دیکھتے ہوئے سوچا پھر کہا "نہیں۔ میں نے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا ہے۔"

"دیکھا نہیں ہے۔ اندھیری پولیس اسٹیشن میں پونم کی گمشدگی اور اس کے گرو دیو کی موت کے بعد پلاسٹک سرجری کرانے والے کی موت پر بحث ہو رہی تھی۔ تم مجھے نقصان پہنچانے میرے دماغ میں آئی تھیں۔ میں نے تلاوت شروع کرنے کے لیے بسم اللہ پڑھی تو تم فوراً ہی میرے اندر سے بھاگ گئی تھیں۔"

"اب یاد آیا۔ آپ ڈی آئی جی پولیس ہیں۔ آپ کا نام عباس مہدی ہے۔ ابھی آپ ہی کی آواز سن کر میں بھاگ رہی تھی۔"

"آواز سن کر نہیں' تلاوت سن کر۔ آواز تو ان لمحات میں بھی سن رہی ہو۔ مجھے پارس اور پورس سے معلوم ہوا کہ تمہارا اصل نام نیلاں ہے۔ جس جوان عورت کا جسم مکمل کرنے کے لیے تم نے ناصرہ کی کوکھ اجاڑی تھی۔ اس کا نام ناصرہ تھا۔ اس حساب سے پہلے تم ناصرہ کی قاتل ہو' اس کا جسم چھوڑ کر پونم کے جسم میں آئیں۔ کسی طرح گرو دیو کو ہلاک کر ڈالا۔ یعنی دوسرا قتل کیا۔ تیسرا قتل پلاسٹک سرجری کرنے والے کا کیا۔ چہرہ بدل کر تم پونم سے روما بن گئیں۔"

پورس نے پوچھا "انکل! آپ قانون کے محافظ ہیں۔ اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں؟"

"سیدھا سا قانونی تقاضا ہے کہ اسے تین قتل کے الزامات میں عدالت پہنچایا جائے۔ یہ سزائے موت پائے گی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم ایک آتما کو سزائے موت کیسے دلا سکتے ہیں؟ یہ آتما تو پتا نہیں کتنے عرصے سے اپنا جسم چھوڑ کر دوسری جوان لڑکیوں کے جسموں پر قبضہ کرتی رہی ہے۔ یہ نہیں مرتی' جس کے جسم سے نکلتی ہے' وہ بے چاری مر جاتی ہے۔"

پورس نے کہا "اسے آپ سزائے موت دلائیں گے تو دراصل پونم کو موت آئے گی۔ اس کی آتما کہیں بھٹک جائے گی۔ یا اتفاق سے پھر اسے گرو دیو جیسا آتما شکتی جاننے والا مل جائے گا۔ اسے کسی دوسری حسینہ کے جسم میں پہنچا دے گا اور اسے کوئی دوسرا جسم نہ ملا تو کیا فرق پڑے گا۔ یہ تو برسوں پہلے مر چکی ہے۔"

پارس نے کہا "انکل! آپ کا قانون نیلاں کو نہیں پونم کو سزائے موت دے گا۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی کوششوں سے پونم کی حفاظت کریں اور نیلاں کو پونم کے ذریعے آئندہ کوئی جرم نہ کرنے دیں۔"

"تم دونوں بھائی درست کہہ رہے ہو۔ یہ ایک اہم نکتہ ہے کہ ہم نیلاں کو سزا دیں گے اور بے چاری پونم ماری جائے گی۔"

پارس نے کہا "اس کا ایک ہی راستہ ہے۔ جسے ہم نے پہلے آزمایا تھا۔ ہم دن رات نیلاں پر توجہ دیتے ہوئے اس کی آتما کی ناپاکی کو ختم کرتے رہیں۔ اس کی روح کو اس قدر پاکیزہ بنا دیں کہ پھر یہ کالے جادو اور منتروں کے ذریعے مکمل آتما شکتی حاصل نہ کر سکیں۔"

نیلاں ان کی گفتگو کے دوران میں شیواجی اور ان باپ بیٹے کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کر چکی تھی کہ وہ تینوں دراصل اسی کے معمول اور تابع ہیں لیکن پورس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے صرف اتنا معلوم کر لیا تھا کہ کس آواز اور لب و لہجے کے ذریعے ان تینوں کے دماغوں کو لاک کیا گیا تھا۔

اس بار نیلاں نے ایک مختلف آواز اور لب و لہجہ ان تینوں کو سنایا اور حکم دیا کہ وہ اسے ذہنوں میں نقش کریں اور پچھلے لب و لہجے کو بھول جائیں۔ وہ ان پر پھر ایک بار حاوی ہو کر دماغی طور پر پارس' پورس اور عباس مہدی کے درمیان حاضر ہوگئی۔ اپنے سر کو یوں تھام لیا جیسے سر میں درد ہو یا بے حد پریشان ہو۔

پارس اور پورس کو اطمینان تھا کہ وہ ان کی گرفت سے نکل کر کہیں جا نہیں سکے گی۔ اس لیے وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے' سونیا سے' کانی' سلمان اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے

والے سراغ رسانوں سے کہہ رہے تھے کہ نیلاں قابو میں آگئی ہے۔ لیکن اس کی آمد کی ناپاکی کو ختم کرنے کے لیے ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو باری باری اس کے دماغ میں رہنا ہوگا۔"

میں نے کہا "بیٹے! ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں رہنے کے لیے باری باری وقت مقرر کرلیں گے۔ تم پونم کے دماغ کو کمزور رہنا دو تاکہ نیلاں اس کے ذریعے نہ خیال خوانی کرسکے اور نہ ہی ہماری سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس کرسکے۔"

پارس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "انکل! میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ اس علاقے کے کسی ڈرگ اسٹور سے اعصابی دوا لانے چلا گیا۔ نیلاں نے پوچھا "یہ کہاں گیا ہے؟"

پورس نے کہا "تم اس کی گھر والی نہیں ہو کہ میاں کے باہر جانے پر سوال کرو' کیوں جی! کس موٹی سوکن کے پاس جارہے ہو؟"

وہ عباس مہدی سے بولی "ڈی آئی جی صاحب! آپ تینوں نے دانش مندی سے میرے بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہوگا؟"

"کیا تم نے ابھی ہمارا فیصلہ نہیں سنا ہے؟"

"آپ تینوں میری حالت نہیں دیکھ رہے تھے۔ میں سر تھامے بیٹھی ہوئی تھی۔ اندر سے ٹوٹ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی کب تک ایک جسم سے دوسرے جسم میں چھپتی پھروں گی۔ یہ پورس میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ اگر میں اپنی روداد لکھوں تو اس میں یہی یکسانیت ہوگی کہ میں ایک سے دوسرا جسم بدلتی رہتی ہوں لیکن مخالفین سے دور رہ کر اطمینان اور مکمل آتما شکتی حاصل نہیں کرپاتی۔ میری روداد سننے والے کیا بے زار ہوں گے' میں خود بے زار ہوگئی ہوں۔"

پورس نے پوچھا "بے زار ہو کر کیا کروگی؟"

"مجھے پونم کا یہ آخری جسم ملا ہے۔ میں اسے چھوڑ دوں گی تو تم سے ہمیشہ کے لیے پیچھا چھوٹ جائے گا۔"

پورس نے ہنستے ہوئے کہا "تم ڈیڑھ سو برس کی بڑھیا تھیں۔ اب حسین اور نوجوان چھوکری بن کر زندگی کے مزے لوٹنے میں جو مزہ آرہا ہے' ایسی حسین اور رنگین زندگی سے تم کبھی بے زار نہیں ہوگی۔ تمہاری بھرپور کوشش ہوگی کہ ہزاروں مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے بھی تم کسی طرح مکمل آتما شکتی حاصل کرلو۔"

"تم دیکھ لینا۔ جب میں ناکام ہونے لگوں گی تو پونم کے جسم کو مردہ چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔"

"تمہارے جانے کا تماشا ضرور دیکھوں گا۔"

پارس اعصابی کمزوری کی دوا لے کر پچھلے دروازے سے کچن میں آیا۔ اس نے فریج کھول کر ٹھنڈے مشروب کی ایک بوتل نکال لی۔ اس میں دوا ملا کر اسے اچھی طرح ہلایا پھر اس بوتل کو لے کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ پورس نے پونم کے جسم کو دونوں ہاتھوں سمیت ایسے جکڑ لیا کہ وہ خود کو چھڑا نہ سکی۔ پارس نے اس کی ناک دبائی تو وہ سانس لینے کے لیے منہ کھولنے پر مجبور ہوگئی۔ پارس نے بوتل گردن تک اس کے منہ میں ٹھونس دی۔ اس کے سر کو مضبوطی سے تھام لیا۔ وہ ہل نہ سکی۔ مشروب کو نگلنے لگی۔ اگلنے کی کوششیں کیں لیکن بوتل حلق تک ٹھنسی ہوئی تھی۔ تھوڑا سا مشروب باچھوں سے باہر آیا۔ باقی تمام پیٹ میں پہنچ گیا۔

بوتل خالی ہوگئی۔ پارس نے اسے اس کے منہ سے نکال کر کہا "ہم تمہارے گھر آئے۔ ایک گلاس پانی کے لیے نہیں پوچھا۔ ہمیں ہی میزبانی کا فرض ادا کرنا پڑا۔"

وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی اور اسے گھور کر دیکھ رہی تھی مگر زیادہ دیر تک نہ دیکھ سکی۔ پہلے معمولی سی کمزوری محسوس کی۔ اس نے سوچا۔ شیواجی اور دونوں باپ بیٹے کو مدد کے لیے بلائے۔ پتا چلا کہ پونم کا دماغ خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ رفتہ رفتہ کمزوری بڑھنے لگی۔ وہ پورس کی گرفت میں ڈھیلی پڑگئی۔ وہ اسے دوبارہ بازوؤں میں اٹھا کر ایک کمرے میں لایا پھر اسے ایک بیڈ پر لٹا دیا۔

دوا کے اثر کا اندازہ تھا۔ وہ چوبیس گھنٹے سے پہلے ذرا سی بھی توانائی حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ میں نے دونوں بیٹوں سے کہا "اب تم دونوں عباس مہدی کے ساتھ جاسکتے ہو۔ ہم میں سے کوئی دو چار گھنٹوں کے وقفوں سے اس کے اندر جاکر اس کی ذہنی حالت معلوم کرتا رہے گا۔ جیسے ہی وہ کسی حد تک توانائی حاصل کرے گی۔ میں اس پر تنویمی عمل کروں گا۔ اس کے بعد اس کی مسلسل نگرانی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

پارس اور پورس مطمئن ہو کر عباس مہدی کے ساتھ چلے گئے۔ ویسے انسان اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے بہترین تدابیر پر عمل کرتا ہے' اکثر کامیاب ہوتا ہے اور بعض اوقات ناکامی کا بھی منہ دیکھتا ہے۔ ابھی ہم نہیں جانتے تھے کہ ہمیں ناکامی کیسے ہوگی۔

مہاراج اپنے بیٹے میش اور شیواجی کے ساتھ اس بنگلے سے باہر آکر دور تک چلتا ہوا ایک گارڈن میں آکر بیٹھ گیا۔ ایسے وقت نیلاں نے ان تینوں کے دماغوں میں آکر مختلف لب ولہجہ نقش کردیا تھا اور پچھلے لب ولہجے کو بھول جانے کا حکم دے کر چلی گئی تھی۔

اس نے پہلی بار ان تینوں پر تنویمی عمل کرتے وقت کئی طرح کی ہدایات ان کے دماغوں میں نقش کی تھیں لیکن یہ پابندی عائد نہیں کی تھی کہ وہ خیال خوانی نہ کریں۔ اس نے انہیں خیال خوانی کی آزادی اس لیے دی تھی کہ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں میں نہیں آسکتا تھا اور وہ باپ بیٹے نیلاں کے حکم سے یہ بھول گئے تھے کہ وہ کس تبدیل شدہ لب ولہجے سے ان کے اندر آتی ہے۔

لیکن غلطی یہ ہوئی تھی کہ اس نے باپ بیٹے پر خیال خوانی کی

پابندی نہیں لگائی تھی۔ وہ تینوں گارڈن کی گھاس پر بیٹھے ہوئے سوچ رہے تھے کہ انہیں کہیں اپنا ٹھکانا بنانا چاہیے یا پھر نیلاں آکر انہیں کہیں قیام کرنے کا حکم دے گی۔

شیواجی نے کہا "اگر وہ کوئی حکم نہیں دیں گی تو تم دونوں میرے ایک مکان میں رہو گے۔ وہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

میش نے کہا "ہماری بھی کیا زندگی ہے؟ کہیں ایک جگہ رہ نہیں پائے۔ کتوں کی طرح گلی گلی بھٹکتے رہتے ہیں۔"

مہاراج نے کہا "کیوں خود کو اور ہم کو کوستا کھسہ رہے ہو۔ ہم یہاں سے امریکا اور امریکا سے یہاں بھٹکتے آئے ہیں۔ کیا بھارتی گلی کا کوئی کتا امریکا جاکر آسکتا ہے؟"

"امریکا جانے والے کچھ سیکھے یا کچھ نہ کچھ حاصل کرکے آتے ہیں۔ کتے کچھ حاصل کرکے نہیں آتے۔ اسی لیے میں نے یہ مثال دی ہے۔"

"اچھا بکواس نہ کر۔ مجھے کوئی تدبیر سوچنے دے۔"

میش نے کہا "آپ؟ آپ کوئی تدبیر سوچیں گے؟ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے آپ کو ڈوبنے والی تدبیریں سوچتے اور عمل کرتے دیکھا ہے۔"

شیواجی نے کہا "میش! تم میرے گرو مہاراج کے بیٹے ہو مگر میرے سامنے میرے گرو کا مذاق نہ اڑاؤ۔"

مہاراج نے کہا "شیواجی! اگر ہمیں قیدی اور غلام بن کر ہی رہنا ہے تو کسی انسان کے تابع بن کر رہیں۔ اس میں کم از کم انسانیت تو ہوگی۔ نیلاں جیسی چڑیل اور پریت آتما کے غلام بن کر رہنا دانش مندی نہیں ہے۔"

"گرو مہاراج آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے انسان سے رابطہ کرنے سے پہلے نیلاں سے نجات حاصل کرنی ہوگی۔"

"ہمیں ایک سہولت حاصل ہے۔ ہم اپنی مرضی سے خیال خوانی کرسکتے ہیں۔ نیلاں کو یہ اطمینان ہے کہ ہماری خیال خوانی کے جواب میں کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا ہمارے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

میش نے کہا "پتا جی! آپ پہلی بار عقل کی بات کررہے ہیں۔ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغوں میں نہ آسکے لیکن ہم اس کے پاس پہنچ کر نجات حاصل کرنے کا کوئی راستہ تو نکال سکتے ہیں۔"

مہاراج نے کہا "میں نے فرہاد کو اتنی بار دھوکا دیا ہے کہ وہ ہماری کوئی مدد نہیں کرے گا۔ ہمیں پھر ایک بار امریکی اکابرین سے مدد حاصل کرنا چاہیے۔"

میش نے کہا "ہرگز نہیں۔ انہوں نے پچھلی بار ہم دونوں پر تنویمی عمل کرایا تھا۔ اپنا غلام بنالیا تھا۔ ہمیں قیدی بنا کر رکھا تھا۔ آپ کو جانا ہے تو جائیں' میں ادھر کا رخ نہیں کروں گا۔"

شیواجی نے کہا "میرا دماغ کہتا ہے۔ آئندہ آپ باپ بیٹے کو ایک ساتھ کسی ایک جگہ نہیں جانا چاہیے۔ دونوں ایک دوسرے سے دور رہیں گے تو ایک دوسرے کی معیت میں کام آسکیں گے۔"

"ایسے کہتے ہیں عقل کی بات۔ پتا جی! آپ کسی سے بھی مدد مانگیں' میں تو الپا سے دوستی کروں گا۔ وہ اپنے ملک میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ کرنے کے لیے ضرور دوست بنا کر رکھے گی۔"

مہاراج نے کہا "ٹھیک ہے پہلے تم الپا سے رابطہ کرو۔ یہ دیکھا جائے کہ وہ جواباً کیا کہتی ہے؟"

شیواجی نے کہا "جو کرنا ہے' جلد کریں۔ نیلاں کسی وقت بھی آئے گی تو آپ کے خیالات پڑھ کر آپ کی خیال خوانی پر بھی پابندی لگادے گی۔"

میش نے برین آدم سے رابطہ کرکے کہا "میں میش بول رہا ہوں۔ الپا جی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

برین آدم نے کہا "ایک منٹ کے بعد آؤ۔ ابھی الپا سے بات ہوجائے گی۔"

میش اس کے دماغ سے چلا گیا۔ برین آدم نے ایک خفیہ ٹیلی فون پر رابطہ کرکے کہا "الپا! فوراً میرے دماغ میں آؤ۔ ابھی میش آکر تم سے کچھ باتیں کرے گا۔"

وہ برین آدم کے پاس آئی میش بھی آگیا۔ اس نے کہا "ہم نیلاں کے معمول اور تابع ہیں۔ ہمیں صرف خیال خوانی کی آزادی ہے۔ اس لیے تم سے مدد چاہتا ہوں۔ مجھے دوست بنا کر رکھنا چاہتی ہو تو کسی طرح نیلاں سے نجات دلاؤ۔"

"تم کہاں ہو؟"

"بھارت کے شہر ممبئی میں۔"

"رہائش گاہ کا پتا بتاؤ۔"

میش نے شیواجی سے اس کے مکان کا پتا پوچھ کر بتایا پھر کہا "ابھی ہم وہیں جارہے ہیں۔"

"وہاں فوراً جاؤ۔ میں مدد کے لیے آرہی ہوں۔"

الپا نے رابطہ ختم کرکے بھارت میں اسرائیلی ایجنٹوں کو میش کا پتا بتایا اور انہیں تدبیر بتائی کہ کس طرح میش اور اس کے باپ کو نیلاں سے نجات دلائی جاسکتی ہے۔

وہ باپ بیٹے نہیں جانتے تھے کہ ان پر تنویمی عمل کرنے والی نیلاں بذاتِ خود مصیبت میں پھنسی ہوئی ہے اور اب کئی گھنٹوں تک ان سے رابطہ نہیں کرسکے گی۔ نیلاں پر آنے والی مصیبت نے الپا کے لیے سہولتیں فراہم کردی تھیں۔ بھارت میں رہنے والے اس کے جاسوسوں نے پہلے یہ بھی معلوم کیا کہ اس مکان میں مہاراج اور میش کے علاوہ ایک باڈی بلڈر شیواجی بھی ہے۔

شیواجی ان کے راستے کا پتھر بن سکتا تھا۔ لہٰذا انہوں نے مکان کے اندر پہنچتے ہی سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے شیواجی کو ہلاک کیا پھر باپ بیٹے کو گن پوائنٹ پر رکھ کر انہیں ایک ایک کیپسول کھانے کے لیے دیا۔ انہوں نے اپنی سلامتی کی خاطر وہ کیپسول کھائے پھر ان جاسوسوں کے ساتھ باہر آکر ایک گاڑی میں بیٹھے تو کمزوری محسوس کرنے لگے۔

وہ گاڑی انہیں ایک خفیہ پناہ گاہ کی طرف لے جارہی تھی۔ الپا' مہاراج کے دماغ میں پہنچ کر ان کے اور نیلاں کے حالات معلوم کرنے لگی۔ وہ پارس اور پورس کو ان کے بہروپ کے باعث نہیں پہچان پایا تھا۔ اس کے خیالات نے الپا کو بتایا کہ دو نوجوان ایک بزرگ کے ساتھ بنگلے میں آئے تھے۔ وہ بزرگ مسلمانوں کی مذہبی کتاب کی کچھ باتیں بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ نیلاں چیختی ہوئی بھاگنا چاہتی تھی لیکن انہوں نے اسے پکڑ لیا تھا۔ اس کے بعد باپ بیٹے کچھ نہیں جانتے۔ کیونکہ انہیں اس بنگلے سے جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ مہاراج نے اس بنگلے کا پتا بھی بتایا۔

الپا نے برین آدم کے پاس آکر ان کے تمام حالات بتائے۔ برین آدم نے کہا "اگر مسلمانوں کی مقدس کتاب کی آیتیں پڑھی گئی ہیں تو نیلاں کو ٹریپ کرنے والے یقیناً فرہاد کے ٹیلی چیتی جاننے والے ہوں گے۔ وہ نیلاں کو اچھی طرح جکڑ کر رکھنے کے لیے اس عورت کو دماغی طور سے کمزور کریں گے جس کے اندر اس کی آتما سمائی ہوئی ہے پھر اس عورت پر تنویمی عمل کرکے اسے قابو میں رکھیں گے تو نیلاں اس عورت کے دماغ کو خیال خوانی کے لیے استعمال نہیں کرسکے گی۔

الپا نے کہا "تب برادر! وہ یہی طریقہ کار اختیار کریں گے۔ اگر ہم درست سوچ رہے ہیں تو وہ عورت ابھی دماغی اور جسمانی طور پر کمزور ہوگئی ہوگی اور نیلاں کی آتما اس کے اندر بے بس ہوچکی ہوگی۔ میں ابھی جاکر دیکھتی ہوں۔"

ان باپ بیٹے کی روداد سننے۔ اس کے جاسوسوں کو انہیں ٹریپ کرنے میں کئی گھنٹے لگے پھر مہاراج کے خیالات پڑھ کر میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں قیاس آرائی کی گئی۔ اس طرح وقت گزرتا ہی گیا۔ میں نے بھی سوچا تھا کہ دو چار گھنٹے کے وقفے سے پونم کے اندر جاکر اس کی دماغی حالت معلوم کی جائے گی۔

میں نے دو گھنٹے بعد معلوم کیا۔ وہ کمزوری کے باعث گہری نیند میں تھی۔ اس کی کمزوریاں کچھ اور کم ہوتیں تو اس پر تنویمی عمل کیا جاسکتا تھا۔ میں نے سوچا "اب تین گھنٹے بعد آؤں گا۔

ایسے وقت ہم سب اپنے اہم تجربات کو بھول گئے تھے اور وہ یہ کہ پہلی بار منجالی کے زہر نے مجھے رفتہ رفتہ زہریلا بنایا تھا۔ علاج کے بعد میری زبان کا' دانتوں کا اور لعاب دہن کا زہر ختم ہوگیا تھا لیکن طویل عرصہ گزرنے کے بعد میرے اندر اس حد تک زہریلے اثرات تھے کہ شراب سے بھی زیادہ کوئی نشیلی چیز ہو یا ضرر رساں دوا ہو تو مجھ پر اثر نہیں ہوتا تھا۔

پارس کی زندگی میں بھی ایک زہریلی لڑکی آئی تھی۔ اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ تھا۔ وہ زہریلا تو نہ بن سکا لیکن اس پر منشیات اور مضر دوائیں اثر نہیں کرتی تھیں۔

اسے عجیب اتفاق کہا جائے یا قدرت کا انوکھا تماشا کہ میرے دوسرے بیٹے پورس کو بھی زہریلی ناصرہ ملی تھی اور اس کے اندر بھی زہر کے اثرات اس حد تک تھے کہ اسے کوئی زہریلی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔

ماضی کی ان باتوں کو یاد دلانے کا مقصد یہ ہے کہ نیلاں کی آتما بھی زہریلی ناصرہ کے اندر آکر پہلی بار بہت پریشان ہوگئی تھی پھر اس کے جسمانی زہر کی عادی ہوگئی تھی۔ ان تمام حالات کے پیش نظر یونم کے دماغ میں مضر دوا کا اثر زیادہ دیر نہ رہ سکا۔ نیلاں کے اندر جس حد تک آتما شکتی تھی۔ اس شکتی سے اس نے تین گھنٹے کے اندر اعصابی کمزوری پیدا کرنے والی دوا کے اثر کو ختم کردیا تھا۔

یونم بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ نیلاں نے وہاں ایک لمحے کی دیر نہیں کی۔ یونم کے جسم کو لے کر پچھلے دروازے سے فرار ہوگئی۔ وہ ممبئی شہر چھوڑ کر کہیں دور جانا چاہتی تھی۔ اس وقت الپا ان باپ بیٹے کے پاس مصروف تھی۔ اس نے نیلاں کے پاس جانے سے پہلے مہاراج اور مہیش کے دماغوں کو اجنبی لب ولہجے میں لاک کردیا تھا۔

یہ الپا کی عقل مندی تھی کہ وہ پہلے ایک بازی جیت لینا چاہتی تھی اور اس نے مہاراج اور مہیش کے دماغ کو لاک کرکے یہ بازی جیت لی تھی۔ ایسی مصروفیات میں اور زیادہ وقت گزر گیا۔ جب وہ نیلاں کے دماغ میں پہنچی تو اس نے سانس روک لی۔ یہ خیال آیا کہ میں نے اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔

پھر اس نے دوسری بار رابطہ کیا۔ دماغ میں پہنچتے ہی بولی "میں الپا ہوں۔ مجھ سے بات کرو۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ بولی "الپا ہو تو جاؤ اور مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

الپا دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس نے نیلاں کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی "تم میری کیا مدد کرنا چاہتی ہو؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ کیسا لب ولہجہ اختیار کرکے میرے دماغ میں آسکتی ہو؟"

"ایسے سوالات نہ کرو۔ جس کے جوابات دینا میں مناسب نہ سمجھوں ورنہ میں بھی ایسے سوالات کروں گی' جن کے جوابات دینے سے تم انکار کروگی۔"

"میں چند سیکنڈ کے بعد آؤں گی۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ تھوڑی دیر بعد پھر آکر بولی "مہاراج اور مہیش کے دماغ لاک ہوچکے ہیں۔ مجھے وہاں جگہ نہ مل سکی۔ پتا نہیں تم نے کس طرح ان کے دماغ میں پہنچ کر میرا لب ولہجہ معلوم کیا ہے؟"

"ایسے کئی سوالات کے جوابات نہیں ملیں گے۔ بے اعتمادی نقصان پہنچاتی ہے۔ دوستانہ راہیں ہموار کرو۔"

"کیوں دوستی کرنا چاہتی ہو؟"

"صرف اس لیے کہ ہم دونوں کے دشمن مشترک ہیں۔"

"یہ معقول جواب ہے۔ پورس نے میرا جینا دشوار کردیا ہے۔"

"اور پارس میرے لیے مصیبت بنا رہتا ہے۔ ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ ہمارے دشمن ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ سب مسلمان ہیں۔"

نیلاں نے کہا "ان کا مسلمان ہونا ہی میرے لیے عذاب بن گیا ہے۔ یہ لازمی ہے کہ ہمارے درمیان دوستی رہے اور ایک دوسرے کا اعتماد بحال رکھنے کے لیے ہم دوری دور سے خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے کے کام آتے رہیں۔ کیا یہ تمہیں منظور ہے؟"

"منظور ہے۔ بولو ابھی میں تمہارے کیا کام آسکتی ہوں۔"

"ممبئی شہر کا ایک ڈی آئی جی مسلمان ہے۔ اس کا نام عباس مہدی ہے۔ پارس اور پورس اس کے ساتھ میری خفیہ پناہ گاہ میں پہنچ گئے تھے۔ وہ دونوں بھائی بہروپ میں ہیں۔ اسی طرح ان کے پاسپورٹ اور دیگر اہم کاغذات بھی جعلی ہوں گے۔ وہاں کی پولیس اور کرائم برانچ والوں کو ان کے پیچھے لگا سکتی ہو۔ "را" والے ڈی آئی جی پولیس عباس مہدی کو اس الزام میں گرفتار کرسکتے ہیں کہ اس نے دو مسلمان بہروپے دہشت گردوں کو پناہ دی ہے۔"

"کیا عباس مہدی کے دماغ میں جاسکتی ہوں؟"

"نہیں۔ وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہے۔ اگر تم کسی وجہ سے بھی ناپاک رہوگی تو اس کی ایمانی قوت کے آگے ٹھہر نہیں سکو گی۔"

"میری تو یہی کوشش ہوگی کہ میں پارس اور پورس کو اس شہر میں سکون سے نہ رہنے دوں۔ انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتے رہنے پر مجبور کرتی رہوں۔ آل رائٹ' کوئی کامیابی ہوگی تو تم سے رابطہ کروں گی۔"

ان کا دماغی رابطہ ختم ہوگیا۔ نیلاں نے ناگواری سے دل میں کہا "بڑی چالاک بنتی ہے۔ میرے تابع باپ بیٹے کو مجھ سے چھین لیا اور مجھے دوستی کا جھانسا بھی دے رہی ہے۔"

وہ فٹ پاتھ پر دھیمی رفتار سے سر جھکائے یوں چل رہی تھی جیسے سوچ میں گم ہو۔ الپا سے رابطہ ختم ہونے کے بعد وہ سڑک پار کرنے کے لیے فٹ پاتھ سے اتری تو ایک کار اس کے سامنے رک گئی۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ ایک بہت ہی قیمتی کار کی پچھلی سیٹ پر ایک صحت مند ادھیڑ عمر کا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے والی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ ایک گن مین تھا۔ اس شخص نے گاندھی ٹوپی اتار کر سر کھجاتے ہوئے کہا "میری کار بہت دور سے تمہارے ساتھ

آسیب، خوف، دہشت اور اسرار میں ڈوبی ایک خوفناک داستان۔
آسیب، ایک سرکش بدروح کا قصہ۔
نیکی اور بدی کی اس کشمکش کی داستان سحر طراز جو ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔

قیمت: ۱۷۵ روپے

براہ راست حصول کا پتہ

ناشر: علی میاں پبلیکیشنز
۲۰۔ عزیز مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔
فون: ۷۲۴۷۴۱۴

اسٹاکسٹ: علی بکسٹال
نسبت روڈ، چوک میو ہسپتال، لاہور۔
فون: ۷۲۲۳۸۵۳

اپنے اکرباء تک کرشماتی سحر سے کتاب متعارف کرائیں

ساتھ چلی آرہی ہے لیکن تم کسی الجھن میں سوچتی چلی جارہی ہو۔ تمہیں آس پاس کی کوئی کھبر نہیں ہے؟"

اس کی ان باتوں کے درمیان میں اس نے خیالات پڑھے۔ وہ حکمران پارٹی کا ایک ایم این اے تھا۔ مہاراشٹر کے کھ منتری سے مل کر اپنے عالی شان بنگلے کی طرف جارہا تھا۔ وہ بولا "چپ کیوں ہو؟ اپنی پریشانی مجھے بتاؤ۔ کیا اکیلی ہو؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سرہلایا۔ وہ بولا "کہیں دور جانا ہو تو کار میں آجاؤ۔ میں پہنچادوں گا۔"

"آپ کی کرپا ہے مگر یہ اچھا نہیں لگتا کہ آپ میرے لیے کشٹ اٹھائیں گے۔"

وہ دروازہ کھولتے ہوئے بولا "ارے کشٹ کیسا؟ ہم تو جنتا کے سیوک ہیں۔ آؤ یہاں بیٹھو۔"

اس نے پچھلی سیٹ پر کھسک کر نیلاں کو بیٹھنے کی جگہ دی۔ نیلاں نے اس کے ساتھ بیٹھ کر دروازہ بند کیا۔ کار آگے چل پڑی۔ وہ بولا "میرا نام گوتم ادھیکاری ہے۔ دلی کی لوک سبھا میں ایم این اے ہوں۔ یوں سمجھو یہاں سے دلی تک راج کرتا ہوں۔ تم کون ہو؟"

وہ پریشانی اور بھولے پن کی ایکٹنگ کرتی ہوئی بولی "جی..... میں..... میں ایک لڑکی ہوں۔"

گوتم ادھیکاری نے قہقہہ لگایا پھر کہا "بہت کھوب' لڑکی تو ہو مگر بہت بھولی ہو۔ مگر میں نام پوچھ رہا ہوں؟ کہاں رہتی ہو؟"

"جی۔ کہیں نہیں۔ مجھے کسی آشرم میں پہنچادیں؟"

"آشرم؟ یعنی کہ تمہارا آگے پیچھے کوئی نہیں ہے؟"

اس نے نہیں کے انداز میں سرہلایا۔ اس نے پوچھا "کہاں سے آرہی ہو؟"

وہ دھیمی آواز میں بولی "مجھے شما کریں۔ آپ اکیلے ہوتے تو کچھ کہہ پاتی۔ ابھی۔ یہ..... یہ لوگ....."

وہ اپنے ڈرائیور اور باڈی گارڈ کو دیکھ کر بولا "ارے یہ میرے بھروسے کے ملازم ہیں۔ مگر کوئی بات نہیں' اکیلے میں سہی۔"

پھر وہ ڈرائیور سے بولا "گاڑی موڑ دو۔ ہمرے پرائیوٹ کانچ لے چلو....."

وہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔ اس نے پرائیوٹ کانچ میں جانے سے انکار نہیں کیا۔ خاموشی سے اس کے خیالات پڑھتی رہی۔ وہ اس کے حسن و شباب پر مرمٹا تھا اور بہت خوش تھا کہ راہ چلتے کو ور ہیرا مل گیا ہے۔

نیلاں کو یہ معلوم کرکے اطمینان ہوا تھا کہ وہ حکمران پارٹی کے ایک سیاسی لیڈر کی پناہ میں پہنچ گئی ہے۔ ڈی آئی جی عباس مہدی پولیس والوں کو اس کی تلاش میں نہیں لگا سکے گا۔ ادھر الپا نے اپنی ایک ایجنٹ کے ذریعے انٹیلی جنس کے ڈی جی دھرم راج سکسینہ سے فون پر رابطہ کیا اور کہا "وہ مسلمان ڈی آئی جی رو بہروپئے دہشت گرد مسلمانوں کو رازداری سے پناہ دے رہا ہے۔ ان دونوں کے چہروں سے میک اپ اتار کر ان کی اصلیت معلوم کرسکتے ہو۔"

دھرم راج نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولی "آم کھاؤ۔ پیڑ نہ گنو۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ دھرم راج سکسینہ نے فون پر عباس مہدی کو مخاطب کیا "ہیلو مسٹر مہدی! آپ جسم بدلنے والی اک پراسرار عورت کو تلاش کررہے تھے۔ اس معاملے کا کیا بنا؟"

عباس مہدی' پارس اور پورس نے فیصلہ کیا تھا کہ نیلاں قانون کے حوالے نہیں کریں گے بلکہ اس آتما کی ناپاکی دور کرکے پونم کی جان بچائیں گے؟

عباس مہدی نے کہا "اس پریت آتما کی تلاش جاری ہے۔"

"میں نے سنا ہے کہ آپ دو نوجوانوں کے ساتھ اس آتما کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ وہ دو جوان کون ہیں؟"

پارس اور پورس اس وقت عباس مہدی کے دماغ میں تھے۔ پورس کی مرضی کے مطابق عباس مہدی نے کہا "میرے ساتھ جوان سپاہی کبھی کبھی رہتے ہیں۔ میں انہیں سادے لباس میں ساتھ رکھتا ہوں تاکہ پونم کے جسم میں چھپی ہوئی آتما انہیں سپاہی نہ سمجھے۔"

"میرے جاسوسوں نے آپ کے ان دو سپاہیوں کے بارے میں کچھ اور رپورٹ دی ہے۔ آپ ان دونوں سپاہیوں کے ساتھ ابھی میرے بنگلے میں تشریف لے آئیں۔ میں ایک گھنٹے کے اندر ہوں۔ تینوں کی حاضری چاہتا ہوں۔"

دھرم راج سکسینہ نے فون بند کردیا۔ اس کی بیٹی جینا نے کہا "ڈیڈی! میں کیلنڈر میں دو تاریخ دیکھتی ہوں۔ گھڑی میں دو بجتے ہیں اور ابھی آپ نے دو سپاہی کہا ہے تو پھر مجھے وہ دونوں بھائی گنگا پر سادھو اور جمنا پر سادھو یاد آجاتے ہیں۔"

دوسری بیٹی جینا نے کہا "آپ برسوں سے چوروں بدمعاشوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پکڑتے ہیں لیکن دو شریف جوانوں کو تلاش کرنے میں ناکام ہورہے ہیں۔"

ڈی جی سکسینہ نے کہا "تم دونوں بھی اسکاٹ لینڈ یارڈ کے جاسوس بن کر آئی ہو۔ وہ پریت آتما تم دونوں کے لیے بھی چیلنج ہے۔ تم دونوں اسے ڈھونڈ لوگی تو گنگا پرساد اور جمنا پرساد بھی مل جائیں گے۔"

"ڈیڈی! ہم پہلی بار جمنا کو سمندر کے ایک ویران ساحل سے واپس لانے گئی تھیں۔ لیکن اس چڑیل آتما کو معلوم ہوگیا کہ انٹیلی جنس والے بھی آرہے ہیں۔ اس لیے وہ جمنا کو سمندر کے اس ویران ساحل سے پتا نہیں کہاں لے گئی۔"

جینا نے کہا "اب ہم بہنیں خود ہی رازداری سے ایسی ایسی جگہ جاتی ہیں' جہاں جادو ٹونا کرنے والوں کا پتا ملتا ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جینا نے ریسیور اٹھایا "ہیلو' میں جینا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے پورس نے کہا "ہائے جینا! میں تمہارا جمنا ہوں۔"

سنتے ہی ایک دم سے سیدھی ہو کر بیٹھ کر بولی "جمنا! تم کہاں ہو؟ جلدی بتاؤ۔ میں آؤں گی۔"

پورس نے جمنا کا نام سن کر فون کے اسپیکر کو آن کیا۔ پورس کانپتے ہوئے کہا "آہ! میرا نام جمنا ہے مگر میں کہیں جم نہیں پا رہا ہوں۔"

جینا نے پوچھا "یہ تمہاری آواز ایسی کیوں ہے؟"

"میں ناک اور منہ پر رومال رکھ کر بات کررہا ہوں۔ اس نے مجھے اور گنگا کو ممبئی سے دور ایسی جگہ پہنچایا ہے' جہاں ممبئی کے جانوروں اور انسانوں کی غلاظتیں پھینکی جاتی ہیں اور غلاظتوں سے کھاد بنانے والی فیکٹری ہے۔ بدبو سے ہمارا دماغ پھٹا جارہا ہے۔ اس لیے ناک اور منہ پر رومال رکھا ہے۔"

جینا نے ریسیور لے کر کہا "پلیز جمنا! میرے گنگا سے بات کراؤ۔ میں اس کے لیے تڑپ رہی ہوں۔"

پارس کی آواز سنائی دی "آہ جینا! میں تمہارا گنگا بول رہا ہوں۔ بھگوان جانے ہمارے ساتھ کب تک ایسا ہوگا۔ گنگا کا پانی (ناپاک) ہوتا ہے مگر مجھ گنگا کو ناپاک جگہ پہنچادیا گیا ہے۔"

"میری جینا! میرے جینے کی فکر نہ کرو۔ ایسی بدبودار فیکٹری میں میرے ساتھ بنگلے میں تشریف لے آئیں۔ میں ایک گھنٹے کے اندر ہوں۔"

ڈی جی سکسینہ نے کہا "تو ڈیڈی۔ صرف ہم دونوں جائیں گے۔ پچھلی بار آپ کی انٹیلی جنس والے گئے تھے تو اس چڑیل نے سمندر کے ویران ساحل سے جمنا کو دوسری جگہ کہیں پہنچادیا تھا۔ ہم اپنے ساتھ جاسوسوں کی بھیڑ لے کر نہیں جائیں گے۔"

دونوں بہنیں اٹھ کر اپنے اپنے بیڈ روم سے اٹیچی لینے گئیں۔ تاکہ باز ار سے دو اٹیچی بھر کر پرفیوم لے جائیں۔

ان کے جانے کے بعد عباس مہدی دو سپاہیوں کے ساتھ بنگلے کے ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہ تینوں وردی میں نہیں تھے۔ ڈی جی سکسینہ کے حکم سے تین مسلح گارڈز نے ان دونوں سپاہیوں کو گن پوائنٹ پر رکھا۔ چوتھے گارڈ نے ان دونوں کی تلاشی لی۔ عباس مہدی نے پوچھا "سر! آپ ان کی تلاشی کیوں لے رہیں؟"

وہ بولا "مسٹر مہدی! ہم کرائم برانچ والے نوٹری کی مکاری اور بازی کی آنکھیں رکھتے ہیں۔ یہ دونوں مسلمان دہشت گرد ہیں اور تم انہیں پناہ دے رہے ہو۔"

گارڈز نے ان سپاہیوں کے لباس سے ایسے کاغذات نکالے' جن سے یہ ثابت ہورہا تھا کہ وہ دونوں کلامندر کے تھانے کے سپاہی جواب دیا' میں جینا کے شریر (بدن) سے نہیں' اس محبت کرنے والی کے بہترین کردار سے محبت کرتا ہوں۔ تم مجھے جان سے مار سکتی ہو تم مجھ سے پاپ نہیں کرا سکتیں۔"

ڈی جی سکسینہ نے کہا "شاباش جمنا! تم بے شک اونچے کرتو (کردار) کی مالک ہو۔"

"انکل! وہ دراصل آپ کو بدنام کرنے کے لیے چاہتی تھی کہ جینا کنواری ماں بنے گی تو آپ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

"ہوں' اب سمجھ میں آیا کہ وہ تمہارے ساتھ' تمہارے بھائی کو بھی اسی لیے سزا دے رہی ہے اور تم دونوں بھائی میری خاطر مصیبتیں اٹھا رہے ہو۔"

"انکل! ہم نے اندازہ کیا ہے کہ وہ دور ہی دور سے ہمیں غائب دماغ بنا کر بھٹکاتی رہتی ہے مگر اس کی ٹیلی پیتھی میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ زبردستی ہم سے اپنے احکامات پر عمل کرائے۔ اسی لیے جینا کی عزت آبرو سلامت رہ گئی۔ وہ زبردستی مجھ سے پاپ نہ کرا سکی۔"

جینا نے ریسیور لے کر کہا "جمنا! میں کیا بتاؤں کہ خود کو کتنا خوش نصیب سمجھ رہی ہوں۔ تم دونوں بھائی پوجا کی حد تک ہم دونوں بہنوں سے محبت کرتے ہو۔ اب ہم بھی ساری زندگی تم دونوں کی پوجا کریں گی۔"

"فیکٹری میں اتنی بدبو ہے کہ پوجا نہیں کرسکو گی۔"

"ہم ابھی آرہی ہیں اور اٹیچی بھر کے پرفیوم لارہی ہیں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ باپ نے کہا "میں بہترین جاسوسوں کو تمہارے ساتھ بھیجوں گا۔"

جینا نے کہا "نو ڈیڈی۔ صرف ہم دونوں جائیں گے۔ پچھلی بار آپ کی انٹیلی جنس والے گئے تھے تو اس چڑیل نے سمندر کے ویران ساحل سے جمنا کو دوسری جگہ کہیں پہنچادیا تھا۔ ہم اپنے ساتھ جاسوسوں کی بھیڑ لے کر نہیں جائیں گے۔"

دونوں بہنیں اٹھ کر اپنے اپنے بیڈ روم سے اٹیچی لینے گئیں۔ تاکہ باز ار سے دو اٹیچی بھر کر پرفیوم لے جائیں۔

ان کے جانے کے بعد عباس مہدی دو سپاہیوں کے ساتھ بنگلے کے ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہ تینوں وردی میں نہیں تھے۔ ڈی جی سکسینہ کے حکم سے تین مسلح گارڈز نے ان دونوں سپاہیوں کو گن پوائنٹ پر رکھا۔ چوتھے گارڈ نے ان دونوں کی تلاشی لی۔ عباس مہدی نے پوچھا "سر! آپ ان کی تلاشی کیوں لے رہیں؟"

وہ بولا "مسٹر مہدی! ہم کرائم برانچ والے نوٹری کی مکاری اور بازی کی آنکھیں رکھتے ہیں۔ یہ دونوں مسلمان دہشت گرد ہیں اور تم انہیں پناہ دے رہے ہو۔"

گارڈز نے ان سپاہیوں کے لباس سے ایسے کاغذات نکالے' جن سے یہ ثابت ہورہا تھا کہ وہ دونوں کلامندر کے تھانے کے سپاہی

ہیں۔ ڈی جی سکسینہ نے ان دونوں کے قریب آکر باری باری ان کی ٹھوڑی کے نیچے اور گردن کے پیچھے دیکھا [illegible] میک اپ کا جوڑ نظر آجائے پھر اس نے دو گارڈز کو ویٹنگ کریم سے ان کے چہروں کو صاف کرنے کا حکم دیا تاکہ عارضی میک اپ ہو تو صاف ہوجائے اور اصلی چہرے ظاہر ہوجائیں پھر وہ اپنے کمرے سے اینٹی میک اپ کیمرا لاکر اس کے لینس کے ذریعے دیکھنے لگا۔ اتنی کوششوں کے بعد ثابت ہوگیا کہ وہ دونوں بہروپئے نہیں ہیں۔

اس نے کلامندر کے تھانہ انچارج کو فون کرکے پوچھا "کیا تمہارے تھانے کے دو سپاہی ہری داس اور برج موہن ڈی آئی جی عباس مہدی کے ساتھ کام کررہے ہیں؟"

تھانے دار کے دماغ میں پورس تھا۔ اس نے کہا "جی ہاں۔ ابھی ڈی آئی جی عباس مہدی ان کے ساتھ آپ کے پاس پہنچنے والے ہیں۔"

"وہ یہاں پہنچ گئے ہیں۔ مجھے ایک عورت نے فون پر اطلاع دی تھی کہ مسٹر مہدی کے ساتھ دو مسلمان دہشت گرد ہیں۔"

تھانے دار نے پورس کی مرضی کے مطابق کہا "سر! کسی عورت نے آپ سے فون پر ایسا کہا تھا۔ کیا آپ کو بھٹکانے والی وہ پریت آتما نہیں ہوسکتی؟"

"اوگاڈ! میں تو اس چڑیل کے چھل کپٹ کو بھول ہی گیا تھا۔"

تھانے دار نے کہا "سر! آپ بھولے نہیں تھے اس نے جادو یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھلا دیا تھا ورنہ آپ جیسا قابل افسر اتنی بڑی دشمن کو بھلا نہیں سکتا۔"

وہ فخر سے بولا "ہاں مجھے بھولنے کی بیماری نہیں ہے۔ سب ہی میری ذہانت اور یادداشت کی تعریفیں کرتے ہیں۔ اس کم بخت نے میرے دماغ سے اپنا خیال بھلا دیا تھا۔"

اس نے فون رکھ کر عباس مہدی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "سوری مسٹر مہدی! اس چڑیل نے مجھے آپ کے خلاف بھڑکا دیا۔"

"اِٹس آل رائٹ سر! آپ نے تو اپنا فرض ادا کیا ہے۔"

عباس مہدی دو سپاہیوں کے ساتھ وہاں سے چلا آیا۔ پارس اور پورس نے پہلے ہی ڈی جی سکسینہ کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ کسی عورت نے دونوں بھائیوں کے خلاف کہا تھا کہ وہ مسلمان دہشت گرد ہیں' انہیں نیلاں پر شبہ ہوا۔ وہ دونوں اس کے دماغ میں گئے تو اس نے سانس روک لی۔ پورس نے حیرانی سے کہا "تعجب ہے' نیلاں کو کم از کم چوبیس گھنٹوں تک اعصابی کمزوری میں مبتلا رہنا چاہیے تھا پھر اس نے دماغی توانائی کیسے حاصل کرلی؟"

پارس نے کہا "یہ بعد میں سوچا جائے گا۔ انکل! آپ اپنے ساتھ دو سپاہی لے جائیں۔ ہم ان دونوں کے دماغوں میں رہیں گے اور کلامندر کے تھانے دار کو بھی اپنے قابو میں رکھیں گے۔"

پورس نے کہا "انکل! اب ہم آپ کے گھر نہیں جائیں گے اور دور ہی سے رابطہ رکھیں گے۔ نیز آئندہ بھی ہمیں قانونی

شکنجے میں لانے کی کوششیں کرتی رہے گی۔"

عباس مہدی کی روانگی کے بعد انہوں نے فون [illegible] کی دونوں بیٹیوں کو الوینا یا پھر ام [illegible] جہاں ممبئی شہر اور اس کے مضافات میں رہنے [illegible] یہاں سے تین کلومیٹر دور کھاد فیکٹری کا دفتر ہے۔ وہاں سے پہنچائی جاتی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے رابطہ کرکے [illegible] بارے میں بتایا۔ اس بات پر حیران تھے کہ اعصابی [illegible] نے اس پر اثر کیوں نہیں کیا؟

میں نے کہا "یہ قدرت کا کھیل ہے کہ ہم باپ [illegible] اس حد تک زہریلے ہوگئے کہ ہم پر منشیات اور [illegible] ادویات کا اثر نہیں ہوتا ہے۔ نیلاں بھی دو برس تک [illegible] کے جسم میں سمائی رہی اور زہر کی عادی ہوتی رہی۔ [illegible] تک اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا پایا تھا پھر اس کے [illegible] بعد جانے والا تھا لیکن وہ کمزوریوں سے نجات پاکر فر[illegible] شاید نہ کہو۔ وہ ضرور دیکھ رہے ہیں۔ اسی لیے ہمیں پکار [illegible]"

میں نے اپنے بیٹوں کی حیرانی دور کرکے رابطہ [illegible]

مینا اور بینا اپنی اپنی اچھیوں میں پرفیوم لے کر [illegible] ہیں واپس جانے سے وہ ہمیں بے وفا سمجھیں گے۔"

قریب پہنچیں تو بدبو کے باعث ناک اور منہ پر اسکارف [illegible] آگے بڑھاتے ہوئے بولی "جب کئی بھگتی انہیں اٹھا کر [illegible] پریشان ہو کر بولی "یہاں اتنی بو ہے۔ فیکٹری میں [illegible] گے تو ہم اپنی اداؤں سے ان کی ناراضگی دور کردیں بھی نہیں لے سکوں گی۔"

مینا نے کہا "یہی میں بھی سوچ رہی ہوں۔ کیا یہاں [illegible] اور فیکٹری کے ایک دفتر میں پہنچ گئیں۔ سینیٹری انسپکٹر کو [illegible] رے کر کہا "ادھر فیکٹری میں ہمارے دو جوان رشتے دار [illegible] کرانہیں پکارا جائے۔"

انہوں نے اسکارف ہٹا کر تھوڑی سی بدبو [illegible] کی گاڑی میں بھگتیوں کو بھیج دیں۔ وہ ان دونوں کو لے ہوئے چیخ چیخ کر گنگا اور جمنا کو آوازیں دیں۔ کوئی جواب [illegible]

مینا نے کہا "وہ دونوں بدبو کی شدت سے بے ہوش [illegible] سینیٹری انسپکٹر کے لیے پانچ ہزار بہت تھے۔ اس نے چار [illegible] کو ایک گاڑی میں بھیجا۔ پارس اور پورس ان سب کے [illegible] تھے۔ ڈرائیور نے آدھا راستہ طے کرکے گاڑی روک [illegible] رہے ہیں۔ انہیں کسی طرح وہاں سے لانا چاہیے۔" [illegible] سے کہا "وہ انسپکٹر بڑا سیانا ہے۔ ان لڑکیوں سے پانچ [illegible]

مینا نے کہا "محبت کا جواب محبت سے دینا چاہیے۔ مجھے صرف سو روپے دیئے اور تم چاروں کو پچاس پچاس [illegible] کی داستانوں میں کسی بھی محبت کرنے والی کو ٹا [illegible] دیکھا ہے۔ یہ ضروری تو نہیں کہ انہیں لانے [illegible] بھگتی نے کہا "ہم ان کے دو آدمیوں کو نہیں لائیں گے تو جائیں۔" [illegible] کی جگہ دو سرے بھگتی لے آئے گا۔"

مینا نے کہا "ہاں محبت کے جوش میں یہ یاد [illegible] ڈرائیور نے کہا "تم دونوں یہاں سے دوڑتے ہوئے فیکٹری کو روپے دے کر ان دونوں کو وہاں سے اٹھوا [illegible] ان لڑکیوں کے رشتے داروں کو کاندھے پر اٹھا کر لے آؤ۔ ہے۔"

مینا نے کہا "ہاں مگر محبت کی کسی داستان میں [illegible] نہیں ہے۔ جب انہیں معلوم ہوگا کہ ہم نے [illegible] ہونے کے بعد بھگتیوں سے اٹھوایا تھا تو ان کے [illegible] اور مینا کے ساتھ طیارے سفر کیا تھا۔ وہ دونوں لباس بھی محبت بھی اٹھ جائے گی۔"

"بھئی میں ان کے لیے جان دے سکتی ہوں [illegible] بھی ایسی فیکٹری کے اندر نہیں جاسکتی۔"

دونوں بھگتی غائب دماغ تھے۔ وہ لباس لے کر دوڑتے ہوئے "یہاں کام کرنے والے ماسک پہن کر کام [illegible] کے پاس آئے اور کہا "پتا نہیں وہ رشتے دار کہاں چلے گئے؟ فیکٹری میں یہ لباس زمین پر پڑے ہوئے تھے۔"

ان سب نے مینا اور بینا کے پاس آکر وہ لباس دیتے ہوئے یہی باتیں بتائیں۔ مینا نے کہا "تعجب ہے۔ ان دونوں کے لباس مل گئے۔ وہ نہیں ملے۔"

بینا نے کہا "شاید اس چڑیل نے ہمیں یہاں دیکھ لیا ہے۔"

مینا نے کہا "ہاں۔ وہ بہت کمینی ہے۔ اس بار ان کے لباس اتار کر انہیں ننگا کرکے لے گئی ہے۔"

وہ کار میں بیٹھ کر جانے لگیں۔ بینا نے کہا "آہ! بے چارے ہمیں پکار رہے تھے۔"

"اب افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ ویسے محبت کی داستانوں میں کبھی یہ نہیں پڑھا کہ عاشق اپنی محبوباؤں کو اپنا لباس دے کر جدائی میں ننگے چلے گئے ہوں۔"

وہ ممبئی شہر کی حدود میں داخل ہوئیں۔ ایک جگہ بی جے پی کا جلسہ ہورہا تھا۔ وہاں کے چند مقامی لیڈر تقریر کررہے تھے اور وہ تقریر ممبئی میں' بلکہ پورے بھارت میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے خلاف تھی۔

ایک لیڈر کہہ رہا تھا "ممبئی کے جتنے مسلمان ہیں' وہ ہماری مخالف سیاسی پارٹی کو ووٹ دیتے ہیں۔ اس طرح مہاراشٹر کے اتنے بڑے شہر ممبئی میں ہمارا ووٹ بنک کم ہوجاتا ہے۔

"اگرچہ ہم الیکشن میں جیت جاتے ہیں لیکن مسلمانوں کی مدد سے یہاں کی اپوزیشن پارٹی لوک سبھا میں جاکر مضبوط ہوجاتی ہے۔ ہماری سدا کی جیت اسی میں ہوگی کہ ہم مہاراشٹر کے صوبے میں مسلمانوں کو نہ رہنے دیں۔ اگرچہ یہ ناممکن ہے کہ صرف ممبئی شہر کے لاکھوں مسلمانوں کو ختم کردیا جائے لیکن چند تدابیر پر عمل کرکے انہیں نہ ہونے کے برابر کردیں گے۔

"پہلی تدبیر یہ ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات کے ذریعے مسلمانوں کا قتل عام کیا جائے۔ اس تدبیر پر ہم اکثر عمل کرتے رہتے ہیں لیکن ہم ہندو بھی ہزاروں کی تعداد میں مارے جاتے ہیں۔

"دوسری تدبیر کے مطابق ہم مسلمانوں پر زندگی گزارنے کے ذرائع محدود کردیتے ہیں۔ انہیں سرکاری ملازمتیں نہیں دیتے' پرائیویٹ کمپنیوں میں انہیں نوکری نہیں ملتی۔ اپنی سوسائٹی میں انہیں کبھی سر اٹھا کر باتیں کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ان پر عرصۂ حیات اس طرح تنگ کرتے ہیں کہ ان کے کتنے ہی خاندان مجبور ہو کر یہ صوبہ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں لیکن ان کے جانے سے یہ نقصان ہوتا ہے کہ دوسرے صوبوں میں ان کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ ہمیں اس شہر میں مسلمانوں جیسے سستے اور محنتی مزدور نہیں ملتے۔ ہمارے ہندو مزدوروں کو چربی چڑھ جاتی ہے اور وہ اپنا ریٹ بڑھا دیتے ہیں۔

"تیسری تدبیر بچے کم خوش حال گھرانا ہے۔ ہندو مسلمان سب ہی کو دو سے زیادہ بچے پیدا نہ کرنے کی ہدایات دی جاتی ہیں۔ اس

کے باوجود مسلمانوں کی آبادی بڑھتی جارہی ہے۔"

مینا اور جینا راستہ بند ہونے کی وجہ سے وہاں کا رروک کر تقریر سن رہی تھیں بلکہ پارس اور پورس نے انہیں وہاں روک رکھا تھا پھر وہ دونوں ان لیڈروں کے دماغوں میں جانے لگے۔ پارس تقریر کرنے والے کے دماغ میں پہنچا۔ اس لیڈر نے اپنا ریوالور نکال کر کہا "مسلمانوں کی آبادی کم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ جس مسلمان کے گھر میں بچہ پیدا ہو' اس بچے کے باپ کی کنپٹی پر اس طرح ریوالور رکھ دیا جائے۔"

اس تقریر کرنے والے نے اپنی کنپٹی پر ریوالور رکھ کر کہا "جب اسے اس طرح گولی ماری جائے گی تو مسلمان خوف زدہ ہو کر آئندہ بچے پیدا نہیں کریں گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں سے گولی چلتے ہی مردہ ہو کر پیچھے اپنی کرسی سمیت نیچے گر پڑا۔ پورے جلسے میں ہلچل پیدا ہوگئی۔ کچھ لیڈر مرنے والے پر جھکے۔ ایک لیڈر اس کا ریوالور لے کر مائیک کے پاس آیا۔ اس کے اندر پورس تھا۔ وہ بولا "بھائیو! شانت ہو جاؤ۔ آرام سے بیٹھ جاؤ۔ ہمارے ساتھی لیڈر نے غلطی سے غلط جگہ گولی ماری ہے۔ ایسی غلطیاں کی جائیں گی تو بھارت میں تو کیا' ساری دنیا میں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جائے گی۔

"آرام سے بیٹھو اور میری بات دھیان سے سنو۔ انسان کے پورے شریر (جسم) میں دماغ بہت چھوٹا ہے لیکن پورا شریر اس چھوٹے سے دماغ کا محتاج رہتا ہے۔ پورے بھارت میں مسلمانوں کی تعداد بھی چھوٹی یعنی تھوڑی سی ہے۔ اس نے دماغ کو گولی مار کر غلطی کی ہے۔ دراصل کسی بھی مسلمان کے دل کی جگہ یہاں ریوالور رکھ کر گولی مارنی چاہیے۔"

یہ کہتے ہی اس دوسرے لیڈر نے ریوالور کی نال کو اپنے سینے پر دل کی جگہ رکھ کر گولی چلا دی پھر لڑکھڑاتا ہوا اسٹیج کے نیچے آکر گر پڑا۔ جلسے میں پھر ایک بار کھلبلی پیدا ہوئی۔ لوگ اپنے مردہ لیڈروں کو دیکھنے کے لیے آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ درجنوں سپاہی انہیں روک رہے تھے۔ پولیس کے دو افسران دوسرے لیڈروں سے کہہ رہے تھے کہ وہ لاشوں کو ہاتھ نہ لگائیں۔ ابھی وہ کرائم برانچ والوں کو کال کررہے ہیں۔

ریوالور اسٹیج پر پڑا ہوا تھا۔ تیسرے لیڈر نے اسے اٹھا لیا۔ انسپکٹر نے اس سے کہا "ریوالور کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے تھا۔ انگلیوں کے نشانات مٹ گئے ہوں گے۔ پلیز یہ ریوالور مجھے دیں۔"

لیڈر نے کہا "انسپکٹر! اطمینان رکھو۔ میں ان دو لیڈروں کی طرح آتما ہتیا نہیں کروں گا۔ اپنی جتنا سے کچھ کہوں گا۔" اس کے دماغ میں پارس تھا وہ مائیک کے پاس آکر بولا "بھائیو! یہاں ایسی گھٹنائیں ہورہی ہیں' جس کے بارے میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ یہاں کسی مسلمان نے گولیاں نہیں چلائی ہیں پھر بھی ہمارے دو لیڈر مرگئے لیکن میں نہیں مروں گا۔"

اس نے ریوالور کے چیمبر سے باقی گولیاں نکال کر ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا "اب یہ ریوالور خالی ہے۔ اب میرے زندہ رہنے کا یقین کرکے میری باتیں غور سے سنیے۔"

جلسے کے تمام لوگ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔ وہ بولا "یہ خالی ہے لیکن جو اسے خالی نہیں سمجھتا' اس کے لیے دھمکی ہے۔ یہ ہتھیار جس کے ہاتھ میں آجاتا ہے' ہتھیار بن جاتا ہے اور جس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے' اس کا اتا ہے۔

"یہ ہتھیار نہ ہندو ہے' نہ مسلمان ہے۔ موت نہ مسلمان ہے۔ یہ سب کو باری باری مارتی ہے لیکن رہتا ہے' اسے بے موت نہیں مارتی۔ جو نفرت کرتا ہے موت مارتی ہے۔ تقدیر میں جتنی زندگی لکھی ہے۔ اسے زندہ رہنے کے لیے ہتھیار پھینکنا ہوگا۔"

اس نے ریوالور کو لوگوں کے سامنے پھینک دیا۔ بجانے لگے۔ اس لیڈر نے کہا "سنو بھائیو! ایک بات پارٹی لیڈروں سے اور اپنے ہندو بھائیوں سے چھپائی سب کے سامنے کہتا ہوں کہ پچھلے ہندو مسلم فسادات جوان بیٹی کو اغوا کرلیا گیا۔ میں نے اور میری پتنی نے والوں سے جھوٹ کہہ دیا کہ ہماری بیٹی نھیال گئی ہے۔ ہم جھوٹ نہیں کہیں گے اور بیٹی کبھی واپس ملے گی تو کہیں سے نہیں آئے گا۔ جب فسادات کی آگ ٹھنڈی ایک رات چپکے سے ہماری بیٹی گھر واپس آگئی۔ دوسروں یہی سمجھا کہ وہ اپنے ننھیال سے واپس آئی ہے۔

میں اپنے بھگوان کی اور تمام دیوی دیوتاؤں کی قسم ہوں کہ میری بیٹی پوری پوتر تا (پاکدامنی) سے واپس فسادات کے دوران میں جس مسلمان نے اسے اپنے دی تھی اسے اپنے گھر کے اندر لاتے ہی اپنی کلائی پر راکھی بندھوائی تھی۔ میری بیٹی نے واپس آکر مجھے ایک چٹھی میں اس مسلمان نے لکھا تھا "میری یہ بات مر کے باپ کے لیے نہیں' سب کے لیے ہے۔ اگر ہم ایک دل نہ توڑیں' تو مندر اور مسجد کبھی نہیں ٹوٹیں گے۔ شہید کی گئی' رام مندر بنایا جارہا ہے۔ کوئی بات نہیں ہے۔ بابری مسجد زمین کے کسی حصے میں دوبارہ بن جائے کی شیشے جیسی عزت ٹوٹ جاتی تو اسے بھارت کا کوئی نہیں جوڑ سکتا تھا۔

"دنیا میں جتنے ہتھیار بن رہے ہیں اور بنتے رہیں گے سب سے مضبوط ہتھیار راکھی ہے' جسے ایک بہن بھائی کی کلائی میں باندھ کر آپ کے گھر میں پاک دامن

اس لیڈر نے کہا "میں یہ بات پہلے بھی کہہ دیتا نہیں ہوئی۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے غضب ناک ہندو

کرنے کہ میری بیٹی ایک مسلمان کے گھر سے پاک دامن رہ کر آئی لیکن آج ان دو لیڈروں کو آتما ہتیا کرتے دیکھ کر میرے اندر بھگوان نے کہا' سچ کو کبھی نہیں چھپانا چاہیے۔ میری بیٹی کا رشتہ کہیں سے نہیں آئے گا تو بدنامی صرف ایک بیٹی کی ہوگی۔ میں سچ کہوں گا تو یہ سچ سو میں سے دس ہندوؤں کو متاثر کرے گا۔

"میں نے یہ سوچے بغیر سچ کہہ دیا ہے کہ یہاں کتنے میرے دشمن ہوں گے اور کتنے سچ سے متاثر ہوں گے۔ میں اس پارٹی سے استعفیٰ دے کر اپنی پتنی اور بیٹی کے ساتھ ممبئی سے چلا جاؤں گا۔"

اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر بلند کرتے ہوئے جنتا کو پرنام کیا پھر اسٹیج سے اتر کر آنے لگا۔ مینا اپنی کار اسٹارٹ کرکے دوسرے راستے پر موڑ کر جانے لگی۔ جینا نے کہا "ہمارے ڈیڈی بھی بھارتیہ جنتا پارٹی کے کٹر حمایتی ہیں۔ آج اس لیڈر کی بات نے میرے دل پر اثر کیا ہے۔"

مینا نے کہا "وہ مسلمان نیک اور حیا والا تھا۔ ہندوؤں میں بھی نیک اور شرم والے ہوتے ہیں۔ اس پریت آتما نے جنتا کو بہت مجبور کیا تھا کہ وہ میرے بیڈ روم میں آکر میری عزت لوٹ لے لیکن جنتا داس نے میری عزت رکھی اور میری عزت کی سلامتی کی خاطر مجھ سے دور ہوگیا ہے۔"

وہ دونوں اپنے بنگلے میں پہنچ گئیں۔ اپنے ڈیڈی کو بتایا کہ وہ دونوں کھاد بنانے والی فیکٹری کی طرف گئی تھیں لیکن ایسی ناقابلِ برداشت بدبو تھی کہ فیکٹری کے اندر نہ جاسکیں۔ انہوں نے چند بھگتیوں کو وہاں بھیجا تھا تاکہ وہ گنگا اور جمنا کو وہاں سے اٹھا کر لے آئیں لیکن اس پریت آتما کو پتا چل گیا تھا۔ جب بھگتی فیکٹری میں پہنچے تو انہیں گنگا اور جمنا کے صرف کپڑے ملے۔ وہ چڑیل ان بے چاروں کو نگا کرکے لے گئی تھی۔

ان کے باپ ڈی جی سکسینہ نے کہا "تم فکر نہ کرو۔ اس چڑیل کا آخری وقت آگیا ہے۔ ہمارے ایک جاسوس نے ایک حسین اور جوان لڑکی کو ایک فٹ پاتھ پر تنہا جاتے دیکھ لیا تھا اور دور ہی دور سے اس کا پیچھا کررہا تھا۔"

جینا نے پوچھا "کیا وہ چڑیل کسی حسین لڑکی کا روپ دھارن کیے رہتی ہے۔"

باپ نے کہا "رپورٹ کے مطابق اس نے پلاسٹک سرجری کے ماہر سے خود کو بہت خوب صورت بنوایا تھا پھر خود کو پولیس والوں سے بچائے رکھنے کے لیے پلاسٹک سرجری کے ماہر کو قتل کروا دیا تھا۔"

مینا نے کہا "آپ بتا رہے تھے کہ ایک جاسوس اس اکیلی حسین لڑکی کا پیچھا کررہا تھا پھر کیا ہوا؟"

"ہمارے جاسوس کو شبہ تھا کہ پریت آتما اسی کے اندر ہے۔ دو اپنا موٹر سائیکل سے اتر کر اسے دھکیلتا ہوا پیچھا کررہا تھا۔ ایسے میں اس نے دیکھا ایک بہت ہی قیمتی کار اس لڑکی کے پاس آکر رکی۔ اس میں ہمارا شتر سے کامیاب ہونے والا ایم این اے گوتم ادھیکاری بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس لڑکی کو اپنی کار میں بٹھا کرلے جانے لگا۔ جاسوس نے اپنی موٹر سائیکل پر پیچھا کیا۔ وہ ایم این اے شرابی اور عیاش ہے۔ وہ اسے اپنے ایک پرائیویٹ کانیچ میں لے گیا تھا۔ اب ہمارے چار جاسوس اس کانیچ کی نگرانی کررہے ہیں۔"

"ڈیڈی! اس پریت آتما کو پتا چل جائے گا کہ اس کی نگرانی کی جارہی ہے۔"

"نہیں بیٹے! بڑی رازداری سے یہ کام ہورہا ہے۔ آج کل میں نتیجہ سامنے آجائے گا۔"

بیشہ سے نیلاں کا یہی طریقہ کار رہا تھا کہ وہ اپنے حسن و شباب اور اداؤں سے کسی کام کے آدمی کو متاثر کرتی تھی پھر اس کے گھر جاکر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابع بنالیتی تھی۔ پہلے اس نے شیوا جی سادھرن کے ساتھ جا کر یہی کیا تھا اور اب ایم این اے گوتم ادھیکاری کو اپنا غلام بنالیا تھا۔

اس طرح اسے ایک بہت بڑے سیاسی لیڈر کے پرائیویٹ کانیچ میں پناہ مل گئی تھی۔ اس لیڈر کے ذریعے وہ پولیس والوں پر بھی غالب آسکتی تھی۔ اس نے گوتم ادھیکاری کو اپنے جسم پر ہاتھ بھی نہیں رکھنے دیا تھا۔ حقارت سے کہا تھا "یہ حسن اور یہ جوانی تجھے جیسے آدھے جوان اور آدھے بوڑھے کے لیے نہیں ہے۔ تو اپنے بنگلے میں بیوی بچوں کے ساتھ رہے گا۔ جب میں بلاؤں گی تو آجایا کرے گا۔ کانیچ کے آگے اور پیچھے دو مسلح گارڈز رہا کریں گے۔ تاکہ کوئی پولیس والا اچانک اندر نہ آئے۔"

بے چارہ ایم این اے گوتم ادھیکاری اس رات نہ شراب پی سکا۔ نہ اپنا بستر گرم کرسکا۔ دوسری صبح سیاسی طور پر مصروف رہنے کے لیے چلا گیا۔ نیلاں نے خیال خوانی کے ذریعے الپا سے پوچھا "کیا تم نے پارس اور پورس کے لیے پرابلم پیدا کیے تھے؟"

"ہاں میں نے ڈی جی سکسینہ کو اپنی ایجنٹ سے فون پر یہ اطلاع دلوادی تھی کہ عباس مہدی کے ساتھ دو بہروپنے جوان ہیں۔ وہ فوراً ایکشن لینے والا تھا پھر میں اس کے دماغ میں نہ جاسکی۔ اب بھی بہت مصروف ہوں' تم اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرلو۔"

نیلاں خیال خوانی کے ذریعے ڈی جی سکسینہ کے اندر پہنچی اس کے خیالات نے بتایا کہ عورت کی دی ہوئی اطلاع کہ عباس مہدی کے ساتھ دو بہروپنے ہیں' جھوٹی تھی۔ عباس مہدی کے ساتھ دو بہروپنے نہیں' بلکہ دو جوان سپاہی تھے اور وہ جھوٹی اطلاع دینے والی وہی پریت آتما ہے' جسے تلاش کیا جارہا ہے۔

نیلاں نے اس کے چور خیالات پڑھے تو معلوم ہوا اس کے ایک جاسوس نے ایک حسینہ کا تعاقب ایم این اے گوتم ادھیکاری کے پرائیویٹ کانیچ تک کیا تھا اور اب چار جاسوس بڑی رازداری سے وہاں کی نگرانی کررہے ہیں۔ یہ شبہ کیا جارہا ہے کہ اسی حسینہ کے اندر پریت آتما سمائی ہوئی ہے۔

اس بات نے نیلاں کو پریشان کردیا۔ وہ اپنے بچاؤ کی تدبیر سوچنے لگی پھر اس نے گوتم ادھیکاری سے فون پر کہا "انٹیلی جنس کا ڈی جی دھرم راج سکسینہ مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔ تم چوبیس گھنٹے کے اندر ممبئی سے بہت دور کسی شہر میں اس کا تبادلہ کرادو۔"

ایم این گوتم ادھیکاری نے کہا "وہ انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا سب سے بڑا افسر ہے۔۔۔ اس کے خلاف ایکشن لینے میں بہت وقت لگے گا۔"

"کوئی وقت نہیں لگے گا۔ تم حکمران پارٹی کے ایک اہم لیڈر ہو۔ ابھی فون پر پردھان منتری سے بات کرو اور ڈی جی سکسینہ کے تبادلے کا مطالبہ کرو۔ یہ دھمکی دو کہ مطالبہ فوراً تسلیم نہ کیا گیا تو تم اپنی وفاداری بدل کر اپوزیشن پارٹی میں چلے جاؤ گے۔"

وہ تابع بن چکا تھا۔ اس کے حکم سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے اسی وقت پردھان منتری سے رابطہ کرنے کے بعد ڈی جی سکسینہ کے تبادلے کا مطالبہ کیا۔ نیلاں پردھان منتری کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے اسے مطالبے سے انکار نہیں کرنے دیا۔ پردھان منتری نے کہا "میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ ایک ٹاپ سیکرٹ کیس کے سلسلے میں ڈی جی سکسینہ کو آج ہی دہلی بھیجا جائے۔ وہ یہاں آجائے گا تو اسے ایک کیس میں الجھا دیا جائے گا۔"

گوتم ادھیکاری نے شکریہ ادا کرکے ریسیور رکھ دیا پھر فون کے ذریعے نیلاں کو یہ خوش خبری سنائی۔ جب کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے خود ہی پردھان منتری کو مطالبہ منظور کرنے پر مائل کرچکی تھی۔ اس نے فون کے ذریعے ڈی جی سکسینہ سے کہا "میں نے تمہیں ایک اہم اطلاع دی تھی۔ عباس مہدی نے ان دو بہروپیوں کی جگہ تمہارے سامنے دو سپاہیوں کو پیش کرکے تمہیں دھوکا دیا ہے۔"

"دھوکا تم دے رہی ہو۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ تم وہی پریت آتما ہو۔ مجھ سے اس لیے دشمنی کررہی ہو کہ میں تمہیں جلد ہی گرفتار کرنے والا ہوں۔"

"پتا نہیں تمہارے جیسے گدھے کو کس نے انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا ڈی جی بنا دیا ہے۔ میں قانون کی مدد کررہی ہوں۔ دو بہروپئے مسلمان دہشت گردوں کو گرفتار کرانا چاہتی ہوں اور تم مجھے پریت آتما کہہ رہے ہو۔"

"تم میرے ہونے والے دو دامادوں کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کرتی جارہی ہو۔ مجھے دو بہروپیوں کی طرف بھٹکا رہی ہو۔ تم نے میرے ایک داماد کو مجبور کرنے کی کوشش کی کہ وہ میری ایک بیٹی کو شادی سے پہلے ماں بنا دے تاکہ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں۔ مگر میرا داماد اتنا نیک اور شریف ہے کہ تمہارے بہکانے کے باوجود اس نے پاپ نہیں کیا۔"

"یہ کیا بکواس کررہے ہو؟"

"بکواس تم کررہی ہو۔ کیا ابھی چند گھنٹے پہلے تم کھاد فیکٹری سے میرے دونوں داماد وں کو ننگا کرکے نہیں لے گئی تھیں؟"

نیلاں نے فون بند کرکے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھا... وہ چکرا گئی کہ ڈی جی سکسینہ کے دو داماد وں کو مصیبتوں میں... کرنے والی دوسری کوئی پریت آتما کہاں سے آگئی ہے؟

اس نے سوچا' پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ دو دا... ہیں۔ اگر ان دونوں کی آوازیں سن لے گی تو ان کے دماغوں... جاکر کسی دوسری پریت آتما کے بارے میں معلوم کرسکے گی۔

وہ پھر ڈی جی سکسینہ کے دماغ میں آکر اس کے خیالات پڑھ... گی۔ پتا چلا کہ اس کی دو بیٹیوں مینا اور جینا نے طیارے میں... کرنے کے دوران میں گنگا داس اور جمنا داس سے دوستی کی... ممبئی ائرپورٹ پہنچتے ہی اس پریت آتما نے گنگا داس کو اس... محبوبہ جینا سے جدا کردیا تھا۔ جمنا داس کو مینا کے ساتھ جانے دیا... اس کے گھر میں مینا کی عزت لوٹنے پر مجبور کیا لیکن جمنا داس... بہکانے کے باوجود پاپ نہیں کیا۔

نیلاں کو دوسری حیرانی کی یہ بات معلوم ہوئی کہ ادھر دو... مینا اور جمنا ہم شکل ہیں اور ادھر گنگا اور جینا بھی ہم شکل ہیں۔ ڈی جی سکسینہ اور اس کی بیٹیوں نے گنگا اور جمنا کو بہت پسند کیا ہے۔ ان کی شادیاں کرنا چاہتا ہے لیکن ایک پریت آتما دونوں کو... طرح بھٹکا رہی ہے کہ انہیں اپنی ہونے والی دلہنوں کے گھر تک... نصیب نہیں ہورہا ہے۔

مینا اور جینا کے دماغوں میں پہنچ کر بھی یہی باتیں معلوم ہوئیں۔ وہ بہنیں بھی گنگا اور جمنا کے بارے میں ایسی کوئی خاص... بات نہیں جانتی تھیں' جس سے نیلاں کی معلومات میں اضافہ ہوتا۔ اس نے سوچا میری طرح کوئی ایسی پریت آتما ہے' جو مجھ سے بھی زیادہ سنگ دل ہے۔ اس نے ان دونوں کو غلاظتوں کے ڈھیر میں پہنچا دیا تھا۔

اس نے دماغی طور پر حاضر ہوکر یہ طے کیا کہ پہلے وہ... آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے ایم این اے گوتم ادھیکاری... ذریعے کسی اور محفوظ جگہ پہنچے گی۔ موجودہ کانپج بھی انٹیلی جنس... والوں کی نظروں میں آگیا تھا۔ ڈی جی سکسینہ کا تبادلہ ہوگیا... بھی یہ اندیشہ رہے گا کہ پولیس اور انٹیلی جنس والے کسی وقت... اس کانپج کا گھیراؤ کرسکتے ہیں۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ڈی جی سکسینہ نے ریسیور اٹھا کر... "ہیلو! میں سکسینہ بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "مسٹر سکسینہ! آپ میری آواز... پہچان رہے ہیں۔ میں دہلی سے وزیر داخلہ بول رہا ہوں۔ ایک... ہی ٹاپ سیکرٹ کیس میں آپ کی ضرورت ہے۔ پردھان منتری... کہا ہے کہ یہ کیس صرف آپ جیسے ذہین افسر کے حوالے کیا جا... ہے۔"

وہ خوش ہوکر بولا "یہ آپ کا اور پردھان منتری جی کا بڑا...

ہے کہ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں۔"

"آج رات آٹھ بجے کی فلائٹ میں آپ کی سیٹ ریزرو کرادی گئی ہے۔ آپ اپنے اور پرائے سب سے یہی کہیں گے کہ وہاں کے دفتر سے چھٹی لے کر کہیں جارہے ہیں۔ کسی کو ٹاپ سیکرٹ کے بارے میں معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ اس وقت شام کے پانچ بج رہے ہیں آپ سفر کی تیاری کریں۔"

دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ وہ خوشی سے ریسیور رکھ کر بیٹیوں سے بولا "جانتی ہو۔ دہلی سے فون آیا۔ وزیر داخلہ نے۔"

وہ کتنے چپ ہوا پھر سوچ کر بولا "مجھے سختی سے کہا گیا ہے کہ میں کسی کو نہ بتاؤں۔ اپنے سائے کو بھی نہیں مگر ایک تو تم میری بیٹیاں بھی ہو اور اسکاٹ لینڈ یارڈ کی لائسنس ہولڈر جاسوسہ ہو۔ میں ایک راز کی بات بتا رہا ہوں۔ یہ بات اپنے سائے سے بھی نہ کہنا۔"

"ہم سائے سے کیا بولیں گی؟ سایہ تو سنتا بھی نہیں ہے۔"

"ارے وہ کم بخت چڑیل تو سن لے گی۔ تم دونوں اپنے کان میرے پاس لاؤ۔"

"ڈیڈی! آپ کو کیا ہوا ہے۔ کان آپ کے پاس کیسے لائے جاسکتے ہیں۔ ہمیں پورا کا پورا آپ کے پاس آنا ہوگا۔"

"بیٹے! پتا نہیں' میں خوشی کے مارے کیا بول رہا ہوں؟ پردھان منتری جی نے حکم دیا ہے کہ ایک ٹاپ سیکرٹ کیس کو صرف ڈی جی دھرم راج سکسینہ جیسے ذہین اعلیٰ افسر کے حوالے کیا جائے۔ اس کا مطلب سمجھتی ہو؟ اگر میں ٹاپ سیکرٹ کیس کو SOLVE کرلوں گا تو میری ترقی ہوگی۔ اونچا اور اونچا عہدہ ملے گا۔ میری پگار (تنخواہ) شاید ڈبل ہوجائے گی۔"

"ڈیڈی! یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ آپ دہلی کب جارہے ہیں؟"

"بس ابھی ایک اٹیچی میں کپڑے اور ضروری سامان رکھ کر جاؤں گا۔"

وہ تینوں بیڈ روم میں آئے۔ بیٹیاں باپ کا سامان رکھنے لگیں۔ ایک نے کہا "ہم آپ کے ساتھ ائرپورٹ جائیں گی۔"

"ہرگز نہیں۔ کیا اتنی جلدی بھول گئیں' میں ٹاپ سیکرٹ مشن پر جارہا ہوں۔ یہ راز اپنی بیٹیوں کو بھی بتانے سے منع کیا گیا ہے۔ اس لیے میں اکیلا جاؤں گا۔"

وہ تنہا کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ڈرائیور کے ساتھ چلا گیا۔ وہ بنگلے کے اندر آئیں۔ جینا نے کہا "یہ خوشی کی بات ہے' ڈیڈی کامیاب ہوں گے تو ان کی ترقی ہوگی۔"

مینا نے کہا "ضرور کامیاب ہوں گے۔ ہم نے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے زبردست ٹریننگ حاصل کی ہے۔ اگر ہم چپ چاپ دہلی جاکر ڈیڈی کے کام آئیں گی تو کامیابی ضروری ہوگی۔"

جینا نے کہا "ڈیڈی نے وعدہ کیا ہے۔ دہلی پہنچ کر اپنا پتا اور فون نمبر بتائیں گے اور ان کا موبائل فون نمبر تو ہمیں معلوم ہی ہے۔"

مینا نے کہا "آہ! ایک آس تھی کہ میرا جنما اور تمہارا گنگا یہاں کسی وقت بھی لوٹ کر آسکتے ہیں۔ اگر آئیں گے تو ہمارے اس بنگلے کو لاکڈ پائیں گے۔ بے چارے پھر بھٹکنے لگیں گے۔"

"جب فیکٹری سے ان کی آوازیں آرہی تھیں تو شدید بدبو کی وجہ سے نہ میں گئی اور نہ تم گئیں۔ یہ ہم نے اچھا نہیں کیا ہے۔"

"ہم سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ ہمیں ان سے اچھا جیون ساتھی کبھی نہیں ملے گا لیکن اب پچھتانے سے کیا ہوتا ہے۔ فون کرکے معلوم کرو۔ کل دہلی کے لیے کس وقت کی فلائٹ ہے۔ اپنے لیے سیٹیں ریزرو کرالو۔"

جینا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنا چاہتی تھی۔ اس وقت ایک گارڈ نے دروازے پر آکر کہا "بے بی! گیٹ کا باہر دو جوان کھڑا ہے۔ ان میں سے ایک جنما صاحب ہے مگر دوسرا صاحب بھی جنما صاحب کا جیسا ہے۔ جیسا آپ دونوں کا صورت ایک جیسا ہے۔ ویسا وہ دونوں بھی ہے۔"

وہ دونوں خوشی سے اچھل کر کھڑی ہوگئیں۔ مینا نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا "انہیں گیٹ کے باہر کیوں روک رکھا ہے۔ اندر آنے دو۔"

"کیسا آنے دے گا بے بی! وہ دونوں ننگا ہے۔"

دونوں بہنوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر گارڈ سے پوچھا "کیا؟ کیا بالکل۔۔۔۔"

"بالکل نمبر ۔۔۔۔ بے بی! وہ جیسا ہمارا بھارت ویس کا عورت لوگ فلم میں لنگوٹ پہن کے ڈانس کرتا ہے نا' وہ دونوں ویسا ہی لنگوٹ پہن کے ہے۔"

وہ دونوں دوڑتی ہوئی بنگلے سے باہر آئیں پھر احاطے سے گزرتی ہوئی بڑے آہنی گیٹ کے پاس پہنچیں۔ وہ دونوں صرف انڈرویئر پہنے ہوئے تھے۔ سر سے پیر تک یوں بھیگے ہوئے تھے جیسے خوب نہایا ہو۔ ان کے جسموں سے لگا پرفیوم دور تک مہک رہا تھا۔

وہ دونوں آگے بڑھ کر اپنے اپنے محبوب سے لپٹ گئیں۔ ان کے عاشق ننگے آئے تھے تو کیا ہوا؟ آخر لوٹ آئے تھے۔

○☆○

ایک ماں کے جنازے کو کاندھا دیتے وقت علی کو محسوس ہوا جیسے وہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا بوجھ اٹھا کر لے جارہا ہو۔ ایسے وقت سب کلمۂ شہادت پڑھ رہے تھے۔ علی نے ہونٹوں کو بھینچ رکھا تھا۔ وہ تو بچپن سے کلمے پڑھتا آرہا تھا اور مرتے دم تک پڑھتا رہے گا لیکن ایک مجرم ماں کا جنازہ لے جاتے وقت کلمے کی پاکیزگی زبان پر اور ہونٹوں پر نہیں آرہی تھی۔

یہی وجہ تھی کہ وہ جنازہ اسے ایسا بوجھ لگ رہا تھا جیسے وہ ماں

کے تمام اعمال کا طوق گردن میں اور پیروں میں بیڑیاں پہن کر قدم قدم زخمی ہوتا جارہا ہے۔

اسے آمنہ کی آواز سنائی دی "علی! کس کا جنازہ لے جارہے ہو؟"

"ماما! آپ جانتی ہیں۔"

"میں تمہارے دماغ سے سننا چاہتی ہوں۔"

وہ بولا "ماں کا جنازہ لے جارہا ہوں۔"

"میں ابھی زندہ ہوں پھر یہ ماں کا جنازہ کیسے ہوگیا؟"

"ہاں صدمے کی شدت سے بھول گیا تھا کہ میری ماں' میری ماما زندہ ہیں۔ میں تو ایک ایسی عورت کی میت لے جارہا ہوں' جس نے میرے بابا جانی علی اسد اللہ کے بیٹے کو نو ماہ کوکھ میں رکھنے کا جرم کیا ہے۔"

"تم اس کے پیٹ پر ہی نہیں' دل اور دماغ پر بھی بوجھ تھے۔

"آپ بجا فرماتی ہیں۔ پہلے میں اس کے پیٹ پر اور دل و دماغ پر بوجھ تھا۔ آج میں اس کے دودھ کا بوجھ کاندھے پر لیے جارہا ہوں۔"

"بیٹے! میں ماں ہوں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ شام کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے تمہارے پاس آجاؤں گی۔"

"خدا آپ کو سلامت رکھے۔ آپ یہاں آکر مجھے دوبارہ جنم دینے والی ہیں۔ میں دکھ بھول رہا ہوں ماما! آپ کی آمد یہ ثابت کررہی ہے کہ میں صرف ایک ماں کو دفن کروں گا۔ اس کی ممتا نہ کبھی مرے گی' نہ کبھی دفن ہوگی۔ وہ ساری کی ساری ممتا تو آپ سے ملتی رہی ہے اور ملتی رہے گی۔"

"جاؤ اور اس بدنصیب عورت کی آخری رسومات ادا کرکے آؤ۔ میں تمہیں اور مہوز کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ آج مجھے مہوز جیسی ایک بیٹی بھی ملے گی۔"

"کیا بابا جانی نے میری بہن کو قبول کیا ہے؟"

"ہاں آئندہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں رہے گی۔ طلاق کے بعد عورت نامحرم ہوجاتی ہے۔ اسی لیے جناب تمیزی وہاں نہیں آئے۔ انہوں نے کہا ہے' تم کم از کم چالیس دنوں تک ان کے ساتھ ادارے میں رہو گے اور فہمی میرے ساتھ رہا کرے گی۔ وہ کہاں ہے؟"

"مہوز اسی ماں کی وجہ سے ذہنی اذیتوں میں مبتلا ہے۔ فہمی اس کے دماغ میں رہ کر اذیتوں کو کم کرنے کی کوششیں کررہی ہے۔"

"اچھا بیٹے! تم تدفین کے بعد آؤ۔ میں مہوز کے پاس جارہی ہوں۔ افغانستان میں مجاہدین کے جتنے کمانڈر مختلف علاقوں میں ہیں' ان سب کو اطلاع دی گئی ہے کہ میں فرح کے علاقے میں پہنچنے والی ہوں لیکن میری آمد پر کسی طرح کا بھی حفاظتی انتظام نہ کیا جائے۔"

فہمی خیال خوانی کے ذریعے مہوز کے پاس تھی۔ آمنہ نے آکر کہا "کل رات سے جاگ رہی ہو۔ اپنے کمرے میں جاؤ اور آرام سے لیٹی رہو۔ نیند آئے گی۔ ضرور سو جانا۔"

فہمی بابا صاحب کے ادارے میں تھی۔ مہوز کے دماغ میں جانے سے پہلے بولی "مہوز ادب سے بیٹھو۔ تمہارے بھائی علی کو دودھ پلانے والی ماں محترمہ آمنہ خاتون زوجہ فرہاد علی تیمور تمہارے پاس آئی ہیں۔"

مہوز سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ سر پر آنچل رکھ لیا پھر کہا "آداب ماما!"

یہ کہتے ہی وہ رونے لگی۔ آمنہ نے کہا "ماں سے مل کر خوش ہوتے ہیں۔ تم رو رہی ہو؟"

"اس بات سے دل بھر آیا ہے کہ زندگی میں پہلی بار اتنے ادب سے سر پر آنچل رکھ کر آپ کو ماں کہہ کر مخاطب کررہی ہوں۔ اب سے پہلے مجھے یہ تہذیب اور محبتیں نہیں ملیں۔"

"اب ملتی رہا کریں گی۔ میں ابھی آرہی ہوں۔ تم میرے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں رہا کرو گی۔"

وہ خوش ہو کر اپنے آنسو پونچھتی ہوئی بولی "آپ آئیں گی' میں آپ کو دیکھوں گی۔ اللہ! پہلی بار دیکھوں گی کہ ماں آپ جیسی ہوتی ہیں۔"

"بیٹی! ابھی ہم سوچ کے ذریعے محوِ گفتگو کررہی ہیں۔ اس لیے کوئی نہیں سن رہا ہے۔"

"ماما! اس مہمان خانے کے اندر کوئی سننے والا نہیں ہے۔ میں زبان سے بھی بول سکتی ہوں۔"

"نہیں بیٹی! ایک لفظ بھی زبان سے ادا نہ کرنا۔ تمہارے گلے میں جو لاکٹ ہے' وہ چاروں طرف سے بند ہے۔ تم سمجھتی آرہی ہو کہ اس کی بناوٹ ایسی ہی ہے لیکن اس کے اندر نہایت ہی باریک پرزے اور آلات ہیں۔ یہ جدید طرز کا ڈیجٹیٹو مائیک ہے۔ تمہارے آس پاس ہونے والی باتوں کو پچاس کلومیٹر کے فاصلے تک پہنچاتا ہے۔ اس فاصلے کے اندر کچھ لوگ مختلف جگہ ہیں۔ تم سے مخاطب ہونے والوں کی باتیں سن کر معلومات حاصل کررہے ہیں کہ یہاں کیا ہورہا ہے اور کیا ہونے والا ہے۔"

"یا خدا! میں جرائم کی دنیا سے نکل آنے کے باوجود لاعلمی میں ان سے منسلک ہوں۔ میں ابھی اسے اتار کر پھینک دیتی ہوں۔"

"اسے نہ پھینکنا۔ پہنے رہو۔ بابا صاحب کے ادارے کے ماہرین اس نئی ایجاد کو کھول کر دیکھیں گے پھر ایسے کتنے ہی ڈیجٹیٹو آلات بنا ڈالیں گے۔"

"لیکن اس وقت تک وہ دشمن بہت سی معلومات حاصل کرچکے ہوں گے۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ ہمیں مخالفین سے نمٹنا آتا ہے۔"

"آپ یہاں کب تک آئیں گی؟"

"میں بابا صاحب کے ادارے کے ہیلی کاپٹر میں سفر کررہی ہوں۔ ایک گھنٹے میں اپنے بیٹے بیٹی کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ اب تم اپنی زبان سے ماما آمنہ کہہ کر مخاطب کرو۔ حیران ہو کر اور خوش ہو کر پوچھو' کیا میں ہیلی کاپٹر میں آرہی ہوں؟"

مہوز نے اس کی ہدایت کے مطابق یہ بات پوچھی پھر خاموش ہوگئی۔ آمنہ نے کہا "اب پوچھو میرا ہیلی کاپٹر کہاں اتارا جائے گا۔"

مہوز نے یہی بات پوچھی۔ آمنہ نے کہا "اب بولو کہ اچھا آپ فرح میں مجاہدین کے کیمپ سے چھ کلومیٹر دور ایک میدان میں اتریں گی۔ وہاں ایک گاڑی پہلے سے موجود رہے گی آپ اس گاڑی میں اپنے بیٹے علی سے ملنے آئیں گی۔"

مہوز نے اس کی باتوں کو زبان سے دہرایا پھر کہا "اچھا آپ میرے دماغ سے جارہی ہیں۔ یہاں کب تک پہنچیں گی۔"

پھر ایک ذرا وقفے سے کہا "اچھا ٹھیک ہے ایک گھنٹے میں..... مجھے بہت خوشی ہورہی ہے۔ میں بے چینی سے آپ کا انتظار کرتی رہوں گی۔"

پھر وہ سوچ کے ذریعے بولی "ماما! آپ نے دشمنوں کو اپنے یہاں آنے کی اطلاع کیوں دی ہے پھر وقت اور جگہ بھی بتا دی ہے۔"

"مخالفین کے ساتھ کھیلنے میں مزہ آتا ہے۔ تم بھی یہ کھیل تماشا دیکھو گی۔ اچھا اب میں علی کے پاس جارہی ہوں۔"

تدفین ہوچکی تھی۔ اس آخری رسومات میں کئی مجاہدین اور کمانڈر موجود تھے۔ آمنہ نے اس سے کہا "بیٹے! تم یہاں کا فرض ادا کرچکے ہو۔ کمانڈر سے ایک گاڑی اور گن لے کر تنہا جاؤ۔ جہاں جانا ہے' میں وہاں تک تمہاری رہنمائی کروں گی۔"

علی نے کمانڈر سے کہا "مجھے ایک گاڑی' ریوالور اور کارتوس کی ضرورت ہے۔ میں ایک ضروری کام سے بالکل تنہا جاؤں گا۔"

"برخوردار! یہاں سب کچھ تمہارا ہے۔ جو چاہو لے جاؤ مگر تنہا جاؤ گے' ہمارا دل نہیں مانتا۔"

"آپ تو سمجھتے ہیں۔ میں تنہا رہ کر بھی تنہا نہیں رہتا ہوں۔ کتنے ہی خیال خوانی کرنے والے میرے اندر موجود رہتے ہیں۔"

"سبحان اللہ! تم باکمال خاندان کے فرزند ہو۔ میری گاڑی لے جاؤ۔ اس میں ہتھیار اور کارتوس وغیرہ سب کچھ ہے۔ میں مجاہدین کے ساتھ تمہاری والدہ محترمہ کا یہاں انتظار کروں گا۔"

علی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوا۔ آمنہ نے اسے اس لاکٹ کے بارے میں بتایا' جسے مہوز نے پہن رکھا تھا پھر کہا "ہمارے مخالفین دو گروہ میں دو مختلف مقامات پر ہیں لیکن لاکٹ ڈیجٹیٹو آلے کی رینج کے مطابق دونوں گروہ پچاس کلومیٹر کے اندر ہی ہیں۔ تم شمال کی طرف جارہے ہو۔ سنگ میل پڑھتے جاؤ۔ پینتالیس کلومیٹر سے کچھ آگے جا کر گاڑی کو سڑک سے اتار کر' کہیں چھپا دو پھر پیدل آگے بڑھو۔"

"ماما! آپ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مخالفین کی آواز اور لب ولہجہ سنے بغیر ان کے پاس پہنچ کر تمام معلومات حاصل کرکے آئی ہیں۔ کیا آپ انہیں نیست و نابود نہیں کرسکتی تھیں۔"

"میں بہت کچھ کرسکتی ہوں۔ ابھی میں نے نئی طرز کے ڈیٹیکٹیو لاکٹ کے بارے میں بتایا ہے۔ اسی طرح مخالفین کے پاس نئی طرز کے دو ڈیٹیکٹیو ریسیور ہیں۔ تم انہیں صحیح سلامت لاؤ گے۔ یہ نئی ایجاد ہے۔ ہم اسے اپنے ادارے میں پہنچائیں گے۔"

علی نے پانچ کلومیٹر سے ذرا آگے جا کر گاڑی کو سڑک سے اتار کر اسے ایک ٹیلے کے پیچھے چھپا دیا۔ گاڑی کے اندر سے ایک پستول اور اضافی میگزین لے کر پتھروں اور چٹانوں کے پیچھے چھپتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے بولا "ماما! نصف کلومیٹر آگے وہی میدانی علاقہ ہے' جہاں آپ کا ہیلی کاپٹر اترنے والا ہے۔"

"ہاں اور میں نے مہوز اور لاکٹ کے ذریعے مخالفین تک یہ اطلاع پہنچائی ہے۔ وہ سب ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنے اور مجھے ہلاک کرنے یہاں آئیں گے۔ تم صحیح سمت جارہے ہو۔ مخالفین بھی تمہاری طرح بڑے بڑے پتھروں' چٹانوں اور پہاڑی نیلوں کے پیچھے چھپے ہوئے ہیں۔"

علی نے پوچھا "ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنے کے لیے ان کے پاس راکٹ لانچر ہوں گے۔"

"سامنے پہاڑی کو دیکھو۔ اس کی بلندی پر ایک بڑی چٹان کے پیچھے چار افراد ایک راکٹ لانچر لیے بیٹھے ہیں۔ ان میں سے ایک ان کا لیڈر ہے۔ اس کی جیب میں وی ریسیور ہے' جسے تم حاصل کرو گے۔"

"ماما! میرا ذہن نہیں مانتا کہ آپ ہیلی کاپٹر سے آرہی ہیں۔"

"درست کہہ رہے ہو۔ میں ایران کے راستے آرہی ہوں۔ افغانستان کے بارڈر پر ہیلی کاپٹر سے اتر جاؤں گی پھر ایک کار کے ذریعے فرح پہنچ جاؤں گی۔"

"بات سمجھ میں آگئی۔ آپ کسی دشمن کے ہیلی کاپٹر کو یہاں اتارنے والی ہیں اور مجھے راکٹ لانچر چلانے والوں کو روکنا نہیں چاہیے۔ انہیں آپس میں تباہ و برباد ہونے کا تماشا دیکھنا چاہیے۔"

"ہاں جب ہیلی کاپٹر تباہ ہوجائے تب ان پر تم حملے کرو۔ لیڈر کو فرار نہ ہونے دینا۔ ریسیور ضرور حاصل کرنا ہے۔"

وہ پہاڑی کے اطراف ایک لمبا چکر کاٹ کر پچھلے حصے میں آیا۔ دن کے آخری اجالے میں چار افراد راکٹ لانچر کے ساتھ نظر آرہے تھے۔ پہاڑی زیادہ اونچی نہیں تھی۔ ضرورت کے وقت علی دوڑتا ہوا پانچ منٹ میں اس بلندی تک پہنچ سکتا تھا۔ ابھی پہاڑی پر چڑھنا چاہتا تو چھوٹے بڑے پتھر اس کے قدموں تلے آکر نیچے لڑھکتے جاتے اور دشمن آواز سن کر اسے پیچھے آتا ہوا دیکھ لیتے۔

آمنہ نے جو وقت مقرر کیا تھا ٹھیک اسی وقت دور سے آتا ہوا ہیلی کاپٹر نظر آیا۔ اس کا پائلٹ آمنہ کے کنٹرول میں تھا۔ وہ کھلے میدان میں اسے اتارنے لگا۔ پہاڑی کی بلندی پر کھڑے ہوئے ایک شخص نے بھاری بھرکم لانچر کو اٹھا کر اپنے کاندھے پر رکھا۔ ہیلی کاپٹر کا گردش کرتا ہوا پنکھا رکنے لگا تو اس نے لانچر سے ایک راکٹ پھینکا۔ نشانہ خطا ہوگیا۔ اس نے دوسرا راکٹ پھینکا۔ اس بار زوردار دھماکا ہوا۔ دھماکے کی آواز ایسی گونجتی ہوئی تھی کہ علی تیزی سے پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ اس کے قدموں کے نیچے آنے والے پتھر پستی کی طرف گرنے لگے تو اس کی آواز دھماکے سے چیختے ہوئے ہیلی کاپٹر کی آوازوں میں دب گئی۔

علی نے قریب پہنچتے ہی تڑاتڑ فائرنگ کی۔ دو افراد ہلاک ہو کر پہاڑی سے گرنے لگے۔ تیسرے نے پلٹ کر علی کا نشانہ لینا چاہا پھر خود ہی نشانہ بن گیا۔ چوتھا بھاگتے بھاگتے رک گیا۔ آمنہ نے اسے روک دیا تھا۔ اس نے اپنی ایک انگلی سے انگوٹھی نکال کر ایک پتھر پر رکھتے ہوئے کہا "اسی انگوٹھی میں وہ ریسیور چھپا ہوا ہے۔ اب مجھے فوراً گولی مار دو۔"

علی نے اسے گولی ماردی۔ پتھر کے پاس آکر انگوٹھی کو اٹھایا۔ آمنہ نے کہا "یہی ریسیور ہے۔ تم فوراً واپس جاؤ۔"

"دوسرے مخالفین کو چھوڑ دیا جائے؟"

"کسی بھی ملک کے خلاف سازشیں کرنے والے قابلِ معافی نہیں ہوتے۔"

دور سے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ آمنہ نے کہا "ثانی انہیں جہنم میں پہنچا رہی ہے۔ تم جاؤ۔"

علی پہاڑی سے اتر کر دوڑتا ہوا کمانڈر کی گاڑی کے پاس آیا۔ دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر وہاں سے واپس آنے لگا۔ جب وہ مہمان خانے کے قریب پہنچا تو آمنہ ایک کار میں آرہی تھی۔ کمانڈر اور مجاہدین نے بڑی عزت اور احترام سے آمنہ کا استقبال کیا پھر کمانڈر نے کہا "جب یہ معلوم ہوا کہ ہیلی کاپٹر کو تباہ کردیا گیا ہے تو ہماری جان ہی نکل گئی تھی لیکن آپ سب ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا جواب نہیں ہے۔ دشمنوں کو خوب بے وقوف بنایا ہے۔"

علی نے کہا "کوئی دشمن زندہ نہیں رہا ہے۔ جو ہیلی کاپٹر تباہ ہوا، وہ بھی دشمنوں کا تھا۔"

کمانڈر نے کہا "زندہ باد فرہاد صاحب اور زندہ باد آپ کے خاندان کا بچہ بچہ۔ اب ہم اپنا ہمشیرہ سے درخواست کرتا ہے۔ ہمارا کیمپ میں چلو اور ہم کو میزبانی کرنے دو۔"

آمنہ نے کہا "ہم آپ کو پھر کبھی میزبانی کا موقع دیں گے لیکن ابھی ہم دوسری جگہ بہت مصروف رہیں گے، ویسے ہماری ایک درخواست آپ قبول کریں۔"

"ہمشیرہ! جان حاضر ہے۔ درخواست نہیں، حکم کرو۔"

"ہم بہت تھکے ہوئے ہیں۔ آرام سے واپس جانا چاہتے ہیں۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے اپنی اور ایران کی کشیدگی کو بھول جائیں تو ایرانی ہیلی کاپٹر ہمیں لینے کے لیے پانچ منٹ میں آجائے گا وہ قریب ہی بارڈر لائن کے پاس ہے۔"

کمانڈر نے کہا "آپ کا خاطر ہم اختلافات کو بھول گیا۔ آپ ان کو بولو، ادھر ہیلی کاپٹر لے کر آئے۔"

آمنہ نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا۔ ہیلی کاپٹر وہاں آگیا۔ علی نے کمانڈر اور مجاہدین سے مصافحہ کیا پھر آمنہ اور مہروز کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہوگیا۔ آمنہ نے کمانڈر کے دماغ میں کہا "یہاں کے تمام اسلامی ممالک ایک دوسرے سے کسی نہ کسی معاملے میں اختلافات رکھتے ہیں۔ جب تک اختلافات دور نہ ہوں، تب تک ایسا نہیں ہوسکتا کہ امریکا، اسرائیل اور دوسرے دشمن یورپی ممالک سے طرح طرح کی امداد لینے کے بجائے مسلم ممالک ایک دوسرے کو امداد بھی پہنچاتے رہیں اور مذاکرات کی میز پر اپنے اختلافات ختم کرنے کی کوششیں بھی کرتے رہیں۔ ہم بابا صاحب کے ادارے والے صرف آپ کو نہیں تمام اسلامی ممالک کے سربراہوں کو یہی مشورہ دیتے رہتے ہیں۔ باقی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مسلمانوں کو کب تھم رہنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔"

آمنہ مختصر سا مشورہ دے کر خاموش ہوگئی۔ ہیلی کاپٹر فضا کی بلندی پر پرواز کرتا ہوا جانے لگا۔

○☆○

یہ بات تمام دشمن جانتے تھے کہ پیرس کی ایک خوب صورت وسیع و عریض جھیل کے کنارے بیس کا نیچ بابا صاحب کے ادارے کی ملکیت ہیں، جہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے اور ادارے کے دیگر اہم افراد آکر رہا کرتے تھے۔ دوسرے کئی کا نیچ دوسروں کی ملکیت بھی تھے اور کرائے پر بھی دیے جاتے تھے۔ گویا وہ ایک کھلی جگہ تھی۔ کسی کے لیے وہ ممنوعہ علاقہ نہیں تھا۔ ایسے میں دشمن آسانی سے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر یا ادارے کے دیگر ماہرین پر ہماری لاعلمی پر حملے کرسکتے تھے۔

لیکن ایسا ایک آدھ بار ہوا تھا پھر مخالفین کی سمجھ میں آگیا تھا کہ ہم ان کا نیچوں میں گہری نیند سونے کے باوجود محتاط رہتے ہیں۔ ہم اور ادارے کے دوسرے ماہرین سب ہی دماغوں کو ہدایات دے کر سونے کے عادی تھے۔ کوئی بھی غیر ضروری شخص کا نیچ کے احاطے کے باہر گیٹ کو ہاتھ بھی لگاتا تھا تو ہماری آنکھیں کھل جاتی تھیں۔

اس کے علاوہ دیگر ماہرین کے لیے خود کار حفاظتی انتظامات تھے۔ ایسے الیکٹرونک آلات تھے، جو بن بلائے مہمانوں کو اندر آنے سے روکتے تھے۔ ان ماہرین کی حفاظت کے لیے مسلح گارڈز بھی رہا کرتے تھے۔

ہیلے کا نیچ کے چاروں طرف متحرک وڈیو کیمرے خفیہ طور پر

نصب کیے گئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ دائیں بائیں گھومتے رہتے تھے۔ ان کے ذریعے ہم ٹی وی اسکرین پر ان تمام افراد کو دیکھتے تھے، جو جھیل کی سیر کے لیے آیا کرتے تھے۔ ان میں چھپے ہوئے دشمن ہماری ناک میں ہوتے اور خنجر نگاہوں سے کیمروں کو دیکھتے تو ہم ٹی وی کے ذریعے لوگوں کی آوازیں سن کر کسی کو آلۂ کار بنا کر ناک میں رہنے والوں کے دماغوں میں پہنچ جایا کرتے تھے۔

میں کچھ دنوں سے سونیا کے ساتھ ایک کاٹیج میں تھا۔ جناب تیمرزی نے کہا "ہم صرف دشمنانِ اسلام کو منہ توڑ جواب دیتے رہیں گے تو بات نہیں بنے گی۔ ہمارے تمام دشمن برسوں سے صرف ہمارے بابا صاحب کے ادارے کو طاقت ور مانتے ہیں اور پچھلی سازشوں کے نتیجے میں ہمارے ادارے کو تباہ کرنے کے زعم میں ایک دوسرے کے ملکوں میں تباہی لے آئے تو اب ہمارے ادارے کو ایک مضبوط قلعہ تسلیم کرلیا ہے۔

لیکن ہمیں صرف اپنی طاقت کا لوہا نہیں منوانا ہے بلکہ کئی اسلامی ممالک کو مخالفین کی سیاسی چال بازیوں سے محفوظ رکھنا ہے۔"

میں نے کہا "جناب! بیشتر ممالک کے سربراہ اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے امریکا اور روس کے زیرِ اثر رہتے ہیں۔ ایسے حکمرانوں کی حکومتیں قائم رہتی ہیں۔ سپر پاور کہلانے والے ممالک بادشاہوں کی سرزمین پر دہشت گردی اور سیاسی سازشیں نہیں ہونے دیتے۔"

سونیا نے کہا "اور جو اسلامی ممالک پوری طرح سپر پاور کے زیرِ اثر نہیں آتے یا انہیں گھاس ہی نہیں ڈالتے، وہاں عالمی سازشوں کے ذریعے دہشت گردی کرائی جاتی ہے۔ امن و امان کو تباہ کرکے ان اسلامی ممالک کو ترقی کی سمت جانے سے روکا جاتا ہے۔"

جناب تیمرزی نے کہا "جو سپر پاورز کے سائے میں بادشاہ صفت بنے ہوئے ہیں، انہیں فی الحال نظر انداز کرو۔ جن اسلامی ممالک پر سپر پاورز کا عتاب نازل ہوتا رہتا ہے، ان ممالک میں جاؤ۔ خود کو بابا صاحب کے ادارے کا نمائندہ کہو۔ پہلے تم دونوں دو مختلف ممالک میں جاؤ۔ انہیں یقین دلاؤ کہ ہمارا ادارہ ان کی پشت پر ہے۔ مخالف ممالک کی سازشیں ناکام بنا دی جائیں گی۔ انہیں مالی امداد اور فوجی ساز و سامان بھی دیا جائے گا۔"

"ہم کل صبح ہی روانہ ہوجائیں گے۔ یہ تدبیر آزما کر دیکھیں گے۔ پہلے دو اسلامی ملک ہمارے دوستانہ عمل سے ایران اور لیبیا کی طرح سپر پاورز کو ٹھکرا دیں گے یا نہیں؟"

"یہ ہمارا ایمان ہے کہ ہم دونوں کو اپنے طور پر بھرپور کوششیں کرنی چاہئیں۔ باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور بہتر کرتا ہے۔ اگر ہمیں ناکامی ہوگی تو اس میں بھی مصلحتِ خدا وندی ہوگی۔"

جناب تیمرزی چلے گئے۔ میں نے سونیا سے پوچھا "کیا خیال ہے؟ کن ممالک کی طرف جانا چاہیے؟"

وہ بولی "ویسے تو کہیں سے بھی ٹیل کی جاسکتی ہے لیکن اینٹ کا جواب پتھر سے دینا چاہیے۔ امریکا نے ایک بالشت بھر کے ملک اسرائیل کو اسلامی ممالک کے خلاف ایٹمی قوت بنا کر رکھا ہے۔ ہمیں اسرائیل کے اطراف والے اسلامی ممالک میں جانا چاہیے۔"

میں نے کہا "اسرائیل کے شمال میں لبنان، شمال مشرق میں شام اور مشرق میں اردن ہے۔"

"لبنان، اسرائیل کے سر پر ہے۔ میں سر پر سوار رہنے کے لیے جاؤں گی۔ تم بولو؟"

"تم سے دور نہیں جانا ہے۔ لبنان کے پڑوسی ملک شام میں رہوں گا۔"

"میں تنہا جاؤں گی تو دشمن جلد ہی سراغ لگالیں گے کہ میں سونیا ہوں۔ جسٹ اے منٹ۔"

اس نے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج خلیل بن مکرم سے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "لبنان میں ہمارے ادارے کا ایسا کوئی جاسوس ہے، جو وہاں فیملی لائف گزار رہا ہو۔ ملک شام کے اپنے سراغ رسانوں کے مطابق بھی بتائیں۔"

خلیل بن مکرم نے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر لبنان میں موجود سراغ رسانوں کی شارٹ ہسٹری نے بتایا۔ وہاں دو جاسوس ہیں۔ ایک اپنی جوان بیوی کے ساتھ رہتا ہے۔ دوسرے کی ایک موٹی صحت مند بیوی اور چار بچے ہیں۔ جس کی ایک جوان بیوی ہے، اس کا نام جمشید اور بیوی کا نام حسنہ ہے۔

ملک شام میں ادارے کے تین جاسوس تھے۔ وہ تینوں وہاں کے شہریوں کی حیثیت سے فیملی لائف گزار رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام جلال فارسی تھا۔ اس کی بیوی بھی ہمارے ادارے کی جاسوسہ تھی۔ اس نے چار ماہ پہلے جلال کی شریکِ حیات بن کر وہاں کی شہریت حاصل کی تھی۔ اس کا نام صفیہ تھا۔ تین ماہ بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ جلال فارسی کو پیرس بلا کر اس کا علاج کرایا جائے کیونکہ اس کا ایک گردہ ناکارہ ہو رہا تھا۔

اس فیصلے کے مطابق وہ پیرس کے ایک اسپتال میں تھا۔ میں نے انچارج خلیل بن مکرم سے کہا "مجھے جلال فارسی کے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات دیے جائیں۔"

سونیا نے کہا "لبنان سے جمشید کی بیوی حسنہ کو کل شام تک ادارے میں آنے کے لیے کہا جائے۔ میں اس کے پاسپورٹ اور کاغذات لے کر جاؤں گی۔ آپ فرہاد کے لیے جلال فارسی کی تصویر اور میرے لیے حسنہ کی تصویروں کے ساتھ ادارے کے میک اپ مین کو ابھی ہمارے پاس بھیج دیں۔"

بابا صاحب کے ادارے میں تدابیر اور منصوبوں پر تیز رفتار

مشینوں کی طرح عمل کیا جاتا تھا۔ چونکہ جلال فارسی سپیرس میں تھا۔ اس لیے اس کا پاسپورٹ' ملک شام کی شہریت کے اور دوسرے اہم کاغذات میرے پاس پہنچ گئے۔ میں اس رات اس کے دستخط اور عربی طرز تحریر کی نقل کرنے کی مشق کرتا رہا۔

فیکس کے ذریعے سونیا کے پاس بھی حسنہ کے دستخط اور طرز تحریر پہنچ گئی۔ رات دس بجے تک میک اپ مین آگیا۔ میں نے جلال فارسی اور سونیا نے حسنہ کے دماغ میں پہنچ کر ان کی آوازوں' لب ولہجوں' ان کی عادات اور ان کی سوسائٹی کے خاص دوستوں کے نام معلوم کیے۔ ویسے وہاں مجھے صفیہ گائیڈ کرنے والی تھی اور لبنان میں جمشید سونیا کی راہنمائی کرنے والا تھا۔

سونیا کو حسنہ کی آمد کا انتظار تھا۔ میرے لیے دوسرے دن ایک بجے ایک طیارے میں سیٹ ریزرو کرا دی گئی تھی۔ میری روانگی سے چار گھنٹے قبل دوسرے کانیج میں ہمارے دو سراغ رساں ٹی وی پر توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ سیرو تفریح کرنے والوں کے درمیان ہمارے دشمن ہماری تاک میں ہو سکتے تھے۔

ایک سراغ رساں نے خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے کہا "سر! برگر اینڈ بار اوپن ریستوران کی پہلی منزل میں ایک شخص کئی بار کھڑکی کے پاس آکر آپ کے کانیج کو دیکھتا رہا۔ میں نے اس ریستوران کے ویٹر کے ذریعے اس کی آواز سنی پھر اپنے ساتھی کے ساتھ پہلی منزل پر گیا۔ ہمارا خیال تھا کہ میں اس کے دماغ میں جاؤں گا اور وہ محسوس کر کے خطرے کو بھانپتے ہوئے بھاگنا چاہے گا تو ہم اسے گولی مار دیں گے لیکن میں اس کے دماغ میں پہنچ چکا ہوں۔ آپ حکم دیں' اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔"

میں نے کہا "اسے زندہ رہنے دو۔ میں یہاں سے ساڑھے آٹھ بجے ائرپورٹ جاؤں گا۔ ایسے وقت تم اسے غائب دماغ رکھو۔ میرے جانے کے بعد دماغ کو آزادی دو۔ یہ تاثر دو کہ اس نے صبح بہت زیادہ پی لی تھی۔"

"یس سر! میں یہی کروں گا۔"

"دوسرے دن تمہاری میڈم سونیا کانیج سے جائیں گی۔ اس وقت بھی اسے غائب دماغ رکھنا۔ پھر چھوڑ دینا۔ اس کے بعد وہ دن رات کھڑکی سے ہمارے کانیج کو دیکھتا رہے گا۔"

میری روانگی کے وقت اس نے یہی کیا۔ اس دشمن کو پہلے ہی بہت زیادہ پلا دی۔ حکومت فرانس سے اب ہماری پہلے جیسی دوستی نہیں تھی۔ وہاں کے اکابرین ہم سے خوف زدہ رہ کر ہم سے دوستانہ رویہ اختیار کرتے تھے۔ درپردہ بدترین دشمن تھے۔

جیسا کہ ماضی میں بیان کر چکا ہوں' انہوں نے بابا صاحب کے ادارے کو اپنی تحویل میں لینا چاہا تھا پھر دیوی شی تارا کے ذریعے فرانس میں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے تھے اور پچھلی بار ہمارے ادارے کو نیست ونابود کرنے کے لیے امریکا اور روس کی سازشوں میں شریک رہے تھے۔ اس کے نتیجے میں انہوں نے ناقابل تلافی نقصان اٹھایا تھا۔

ہمارے کانیج کے قریب جو دشمن ہماری تاک میں تھا۔ وہ بھی فرانسیسی جاسوس تھا۔ میری روانگی کے بعد سونیا نے فرانس کی فوج کے سب سے اعلیٰ افسر کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "میڈم! تم کون ہو؟"

وہ بولی "تم موت کو میڈم کہہ رہے ہو۔ تمہارے ہیڈ کوارٹر کے دو سو جوان اور کئی افسران مارے گئے۔ وہاں کا اسلحہ ڈپو تباہ ہو گیا۔ ایٹمی پلانٹ زمین بوس ہو گیا۔ امریکا تو چند ماہ میں سنبھل جائے گا۔ تمہارے ملک کو طاقت ور بننے میں کتنے برس لگیں گے اتنا کچھ ہونے کے باوجود شیطانی حرکتوں سے باز نہیں آرہے ہو؟"

وہ بولا "آپ شاید آمنہ خاتون ہیں۔ آپ میرے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیں۔ اب ہم آپ سے دشمنی مول لینا نہیں چاہتے ہیں۔"

"میں تمہارے نہ سہی' دوسرے فوجی اور سول افسران کے خیالات پڑھنے کے بعد ہی' اس ملک پر ایک اور زبردست تباہی لانے سے پہلے سمجھ رہی ہوں۔ اپنے سراغ رساں کتوں کو باندھ کر رکھو۔ وہ ہمارے ادارے اور ہمارے کسی بھی فرد کے خلاف جاسوسی کر رہے ہوں تو انہیں آج شام تک واپس بلا لو ورنہ کچھ کہوں گی نہیں' کر دکھاؤں گی۔"

سونیا دائمی طور پر حاضر ہو گئی۔ وہ اسے آمنہ اس لیے سمجھ رہی تھا کہ سونیا کے خیال خوانی کرنے کی بات ابھی تک کسی دشمن کو معلوم نہیں ہوئی تھی۔

ایک گھنٹے بعد سراغ رساں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے کہا "میڈم! وہ آپ کے کانیج کی تاک میں رہنے والا دشمن واپس جا رہا ہے۔ کیا اسے جانے دیا جائے؟"

"ہاں جانے دو۔ فرانس کی آرمی انٹیلی جنس اور سول انٹیلی جنس کے افسران کے دماغوں میں جاتے آتے رہو۔ اگر وہ پھر کوئی حماقت کریں تو ان کے شعبوں کو کھنڈر بنا دینا۔"

سونیا نے ادارے کے دو سراغ رسانوں سے کہا "تم سب امریکا' روس' کینیڈا اور جرمنی کے سراغ رسانوں کی خبر رکھو۔ ان میں سے کچھ یہاں فرانس میں ہو سکتے ہیں۔ ہمیں ایک ہی نہیں ہر پہلو پر نظر رکھنی چاہیے۔"

سونیا کو میری فکر تھی۔ میں تنہا گیا تھا۔ اس نے خود ہی امریکی روسی اور جرمنی کی آرمی انٹیلی جنس اور سول انٹیلی جنس کے افسران کے خیالات پڑھے۔ صرف آدھے گھنٹے میں یہ معلوم ہوا کہ ان ممالک کے کئی سراغ رساں پیرس میں اس لیے موجود ہیں کہ وہاں سے شاید بابا صاحب کے ادارے کی کمزوری جاننے کا موقع مل سکے گا پھر اس ادارے کے تمام افراد پیرس ائرپورٹ سے دوسرے ممالک کی طرف جاتے تھے۔ ایسے جانے والے ان کی نظروں میں آسکتے تھے۔

ایسے وقت ایک سراغ رساں نے کہا "میڈم! ہمارے دشمن ممالک کے چار سراغ رساں ائرپورٹ پر ہیں۔ ان میں سے ایک اسی طیارے میں جائے گا' جس میں فرہاد صاحب سفر کرنے والے ہیں۔ باقی تین مالک کے سراغ رسانوں کی ڈیوٹی ائرپورٹ پر بدلتی رہتی ہے۔"

سونیا نے کہا "تم اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ائرپورٹ پر رہو۔ میں فرہاد کے پاس رہوں گی مگر پہلے اس جاسوس کے دماغ میں فرہاد کو پہنچاؤ جو اس کا ہم سفر بننے والا ہے۔"

اس نے میرے پاس آکر دشمن سراغ رسانوں کے بارے میں رپورٹ دی پھر میرے ساتھ سفر کرنے والے جاسوس کے دماغ میں مجھے پہنچایا۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے۔ اس کا نام ٹیری جانسن تھا۔ امریکا اپنے زیر اثر رہنے والے تمام ممالک کے سلسلے میں یہ خاص خیال رکھتا تھا کہ ان میں سے کوئی اسلامی ملک ایٹمی طاقت نہ بنے۔ یہ اطلاع ملی تھی کہ شام اور ایران میں بظاہر کوئی خاص دوستانہ تعلقات نہیں تھے لیکن ایران اس سے ایٹمی پلانٹ لگانے کے لیے درپردہ معاہدہ کررہا ہے۔ اسے یورینیم اور پلوٹونیم دینے والا ہے۔

یوں تو شام میں امریکا کے کئی جاسوس اور خفیہ ایجنسیاں تھیں لیکن سراغ رسانی میں ٹیری جانسن نے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے۔ اس لیے اسے شام بھیجا جارہا تھا۔ بڑے بڑے کارنامے انجام دینے والوں کو نیلی پیشتی جاننے والوں سے محتاط رہنا چاہیے لیکن یورپ اور امریکا میں شراب اور شباب معمول کی چیزیں ہیں۔ ناچتے گاتے' کھاتے اور سوتے وقت شراب پانی کی طرح پی جاتی ہے۔ سو میں سے دو سراغ رساں یوگا کے ماہر ہوتے ہیں' باقی سب کامیابیوں کے نشے میں چور رہتے ہیں۔

میں نے سونیا سے کہا "میری جان! تمہیں میری بڑی فکر رہتی ہے۔ اپنا خیال رکھو۔ وہ ہمارے کانیج پر نظر رکھنے والا اس لیے چلا گیا ہے کہ تم نے اس کے بڑوں کو دھمکیاں دی تھیں لیکن امریکی' روسی' جرمن جاسوس تمہاری ناک میں رہیں گے تو حکومت فرانس پر اس کی ذمے داری نہیں ہوگی۔ ان سے تمہیں ہی نمٹنا ہوگا۔"

"نمٹ رہی ہوں۔ ہمارے تمام جاسوس پہلے ان دشمن ممالک کے سراغ رسانوں کی گنتی کررہے ہیں اور معلوم کررہے ہیں کہ کون کہاں ہے۔ اس کے بعد ایک ایک کی شامت آجائے گی۔"

میں سونیا کی طرف سے مطمئن ہوگیا۔ یہ تو سب ہی جانتے تھے کہ وہ ایک چالاک لومڑی تھی۔ سب سے پہلے اپنے آس پاس کی خبر رکھتی تھی۔ اپنے لیے حفاظتی تدابیر کرتی تھی اور دشمنوں کی حفاظتی تدابیر خاک میں ملا کر پھر انہیں تدبیر سوچنے کے قابل نہیں رہنے دیتی تھی۔

میں نے طیارے میں سفر کرتے وقت دشمن جاسوس ٹیری جانسن کو دیکھا۔ وہ مجھے چہرے سے نہیں پہچان سکتا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا کہ وہ کس نشست پر بیٹھا ہے۔ اس طرح میں نے اسے اچھی طرح دیکھ لیا۔ دوران سفر اس سے چھیڑ چھاڑ کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بھی شام کے دارالسلطنت دمشق جارہا تھا۔ وہیں پہنچنے کے بعد اس سے نمٹنا تھا۔

میں صفیہ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی ائرپورٹ کی طرف جارہی تھی۔ اسے بتا دیا گیا تھا کہ میں جلال فارسی بن کر اس کے پاس آرہا ہوں۔ پہلے اس کا شوہر جلال فارسی علاج کے لیے اٹیا طاپیرس کے اسپتال میں داخل ہوا تھا تاکہ کوئی اس کا ماما صاحب کے ادارے کے جاسوس ہونے کا شبہ نہ کرے۔ پچھلی رات میرے دمشق جانے کا پروگرام بن گیا تو جلال فارسی یہ کہہ کر اسپتال سے نکل آیا کہ وہ دمشق جاکر اپنا علاج کرائے گا۔ اسپتال سے نکلتے ہی ادارے کے چند افراد اسے رازداری سے بابا صاحب کے ادارے میں لے آئے۔ وہاں ایک بڑے اسپتال میں جدید مشین' آلات اور نہایت تجربے کار ڈاکٹر تھے۔ پیرس میں دل' آنکھیں اور گردے کے عطیات دینے والے ادارے کو ایک بھاری رقم کی پیشگی ادائیگی کردی گئی تھی۔ تاکہ گردے کا عطیہ ملتے ہی ٹرانسپلانٹیشن کے لیے جلال فارسی کا آپریشن کیا جاسکے۔

صفیہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے فون کے ذریعے جلال فارسی سے اس کی خیریت معلوم کررہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "ادویات کے اثر سے چند گھنٹوں تک آرام رہتا ہے پھر گردے کی تکلیف ناقابل برداشت ہوجاتی ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے ایک گردہ ناکارہ ہوگیا ہے اگر اڑتالیس گھنٹوں میں گردے کا عطیہ نہ ملا تو آپریشن کے ذریعے میرا وہ گردہ نکال دیا جائے گا۔ انسان ایک گردے سے بھی زندہ رہتا ہے۔ میں بھی زندہ رہوں گا۔ لیکن ایک جاسوس کی طرح ہمیشہ ایکشن میں نہیں رہ سکوں گا۔"

"اوہ جلال! یہ کیا ہورہا ہے۔ اگر تمہاری زندگی کا انحصار ایک ہی گردے پر رہے گا تو یہاں فرائض کی ادائیگی کے لیے نہیں آسکو گے۔ بابا صاحب کے ادارے میں تمہیں کسی اور فرض کی ادائیگی پر مامور کیا جائے گا پھر میں یہاں اکیلی نہیں رہوں گی۔"

"فکر نہ کرو۔ یہ ایسا ادارہ ہے کہ یہاں انسانی رشتوں کے باہمی تعلقات' جذبات اور احساسات کا خیال رکھا جاتا ہے۔ یہاں کتنے ہی ایسے میاں بیوی ہیں جو ایک دوسرے سے جدا رہ کر ادارے کے مطلوبہ فرائض ادا کرتے ہیں پھر چھٹیاں لے کر ازدواجی زندگی گزارتے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ تم فرہاد صاحب کی سرپرستی میں کام کروگی اور زیادہ سے زیادہ تجربات حاصل کرتی رہو گی۔"

پھر وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "سوری صفیہ! میں کچھ تکلیف محسوس کررہا ہوں۔ ٹریٹمنٹ کے بعد تم سے بات کروں گا۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ ائرپورٹ پہنچ گئی۔ میں بھی طیارے

سے ائرپورٹ کی عمارت میں آکر امیگریشن کاؤنٹر تک پہنچ گیا۔ وہ کیچ ہال کے سامنے میری منتظر تھی۔ مسافر باہر آرہے تھے۔ ان میں مقامی باشندوں کے علاوہ یورپ اور امریکا سے آنے والے سوٹ میں اور آنے والیاں اسکرٹ بلاؤز اور دوسرے مختصر لباس میں تھیں۔ چونکہ وہ ملک سپر پاور کے زیر اثر تھا اس لیے وہاں نصف مشرقی اور نصف مغربی تہذیب تھی۔

ایک انگریز جوان نے صفیہ کے پاس آکر کہا "ہائے بیوٹی! کیا تم ہماری انگریزی زبان سمجھتی ہو؟"

صفیہ نے اسے ایسے دیکھا جیسے انگریزی زبان نہ جانتی ہو۔ وہ عربی میں بولی "تم کیا بول رہے ہو۔ میری زبان میں بولو۔"

وہ انگریزی میں بولا "میں تمہاری زبان سمجھتا ہوں۔ یہ اچھا ہے کہ تم میری زبان نہیں سمجھتی ہو۔ ایسے وقت حسن و شباب کی تعریف ذرا نگلے پن سے کرتے ہوئے بڑا لطف حاصل ہوتا ہے۔ میری طرح دوسرے بھی تمہیں دیکھ کر اندر تک سوچتے ہوں گے مگر تمہارے سامنے میری طرح دلیری سے نہیں بولتے ہوں گی۔"

اچانک اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ پڑا۔ ٹیری جانسن نے اس کا گریبان پکڑ کر کہا "یو بلڈی فول! دلیر ہے تو اس خاتون کی زبان میں حسن و شباب کی تعریف کر۔ ابھی یہاں تیرے باپ تیری پٹائی شروع کردیں گے۔"

میں ذرا دور کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کے آس پاس کچھ مقامی لوگ آگئے کیونکہ صفیہ مقامی پورے لباس میں نصف چہرے کو نقاب سے چھپائے ہوئے تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "صفیہ! معاملہ رفع دفع کردو۔ یہ مقامی لوگ تمہیں اپنی غیرت کا مسئلہ بنالیں گے تو خوامخواہ پولیس کیس بن جائے گا۔"

وہ مقامی زبان میں انہیں سمجھانے لگی کہ اس سرپھرے انگریز جوان سے غلطی ہوگئی تھی۔ یہ مجھے استقبال کرنے والی اپنی میزبان سمجھ رہا تھا خدا کے واسطے بات نہ بڑھائیں۔

میں نے اس کے سامنے آکر عربی زبان میں کہا "اے میری شریکۂ حیات کیا معاملہ ہے؟ یہ بھیڑ کیوں ہے؟"

صفیہ نے خوش ہو کر مجھے دیکھا پھر مقامی باشندوں سے کہا "یہ میرے مجازی خدا ہیں۔ میں ہر طرح سے محفوظ ہوں۔ آپ تشریف جائیں بہت بہت شکریہ۔"

بھیڑ چھٹنے لگی۔ مار کھانے والے انگریز نے ٹیری جانسن سے کہا "تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔ میرا گریبان پکڑا۔ میں تمہیں آج ہی اس ملک سے نکال دوں گا۔ تم مجھے نہیں جانتے۔ میرا نام جیری ہاکنز ہے۔ میرا باپ کارنر یسن یہاں کے شاہ کا خاص مشیر ہے۔ میرے باپ کے مشورے کے بغیر شاہ ایک دن بھی حکومت نہیں کرسکتا۔"

جاسوس نے کہا "اپنے باپ سے کہنا' میرا نام ٹیری جانسن ہے رسمل محل کے پیچھے سرکاری گیسٹ ہاؤس میں قیام کرنے آیا ہوں۔"

میں نے ٹیری سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "یہ مسٹر جیری بہت بڑے باپ کے بیٹے ہیں۔ آپ نے میری وائف کی حمایت میں مردانگی دکھائی ہے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

وہ رسمی طور پر بولا "شکریہ کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ میرا فرض تھا۔"

میں نے کہا "آپ نے فرض ادا کیا اور میرا کام بن گیا۔ یہ مسٹر جیری بہت بڑے سرکاری باپ کے بیٹے ہیں۔ آپ بھی کوئی سرکاری افسر ہوں گے کیونکہ سرکاری گیسٹ ہاؤس میں قیام کرنے جارہے ہیں۔"

ٹیری جانسن نے پوچھا "ہمارے سرکاری ہونے سے آپ کا کام کیسے بن گیا ہے؟"

"بھئی زندگی گزر جاتی ہے مگر ہم جیسے لوگ بادشاہوں تک نہیں پہنچ پاتے۔ کبھی شاہ کے دربار میں کوئی کام آپڑا تو آپ دونوں سے مدد لے سکے گی۔"

جیری نے حقارت سے کہا "یہ سرکاری گیسٹ ہاؤس میں رہنے والا کیا مدد کرے گا۔ ارے کوئی ضرورت ہو تو میرے پاس آؤ۔ میں تم دونوں میاں بیوی کو شاہ کے دربار میں لے جاؤں گا۔ ہم گاڈ کو حاضر و ناظر جان کر بولتا ہے' تمہارا وائف سپر بیوٹی فل ہے۔ مگر یہ تمہارا مقدر کیسا ہے۔ جب کسی حسین لڑکی سے لفٹ لینا مانگتا ہے' کوئی نہ کوئی ہماری پٹائی کرنے آجاتا ہے۔"

ہم سب ہنسنے لگے۔ ٹیری مین چلا گیا۔ میں نے پوچھا "مسٹر جیری میری وائف پردے میں ہے۔ صرف پیشانی اور آنکھیں دکھائی دے رہی ہیں پھر تم نے کیسے سمجھ لیا کہ یہ بہت حسین ہے؟"

"مسٹر! یہی تو اصلی ATTRACTION (کشش) ہے۔ حسین اور قیمتی چیز کو چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ تجسس پیدا ہوتا ہے کہ پتا نہیں پردے کے اندر کتنا جادو بھرا ہے۔ ہمارے یورپ میں حسین لڑکیاں جسموں کی نمائش کرتی ہیں تو ان میں کشش نہیں رہتی۔ صرف ہوس رہ جاتی ہے۔"

"تم اب تک کتنی بار مار کھا چکے ہو؟"

"کوئی گنتی نہیں ہے۔ ہمارا عجیب نیچر ہے۔ ہم کو لڑکی کے ساتھ رہنا ہمیں اتنا مزہ نہیں آتا' جتنا لڑکی کے لیے مار کھانے میں مزہ آتا ہے۔ جتنے عشق کرنے والے ہیں' وہ دعوے کرتے ہیں کہ اپنی محبوبہ کے لیے جان دے دیں گے۔ ہم زبان سے دعوے نہیں کرتا' مار کھا کے ثابت کرتا ہے کہ ہم سچا عاشق ہے۔"

میں نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "بے شک سچے عاشق ہو۔ تمہارے باپ نے بڑی دلچسپ چیز پیدا کی ہے۔"

"باپ نے نہیں' ماں نے پھر ہماری ماں بھی ہمارے جیسا کوئی دوسرا پیس پیدا نہیں کرسکی۔"

پھر اس نے موبائل فون نکال کر رابطہ کرنے کے بعد کہا

"ہائے ڈیڈ! جیری اسپیکنگ....."

دوسری طرف سے اس کے باپ کارنر مین کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا "ہیلو جیری تم؟ کہاں سے بول رہے ہو؟"

"جہاں سے سب بولتے ہیں۔ آپ اتنے بڑے ہو کر کیسے فضول سوال کرتے ہیں۔ میں آپ کے پاس آگیا ہوں۔ ائرپورٹ سے بول رہا ہوں۔"

"اوہ نو۔ کیوں مجھے پریشان کرنے آگئے ہو؟ تمہاری ماں نے تمہیں نہیں روکا؟"

"ممی کیسے روکتیں؟ وہ چاہتی تھیں' میں آپ کے پاس آجاؤں۔ وہاں رہنے سے ممی اپنے نئے نئے بوائے فرینڈز سے نہیں مل سکتی تھیں۔ مجھے کباب میں ہڈی کہتی تھیں۔"

"یو شٹ اپ۔ ایسی باتیں فون پر کررہے ہو۔ کوئی سنے گا تو میرا کیریئر' میرا اونچا عہدہ خاک میں مل جائے گا۔ تم وہیں انتظار کرو۔ میں آرہا ہوں۔"

جیری نے فون بند کرتے ہوئے فخر سے کہا "میری ممی اور ڈیڈی دونوں مجھ سے ڈرتے ہیں۔ مگر مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ کیونکہ میں ان کا ایک ہی شان دار بیٹا ہوں۔ وہ دوسرا پیدا ہی نہیں کرسکتے؟"

"فیکٹری کی دونوں مشینوں میں خرابی ہوگی۔ مزید پیداوار نہیں ہوسکتی۔"

صفیہ نے جھینپ کر کہا "پلیز جلال! یہاں سے چلو۔"

میں نے جیری سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "تم بہت دلچسپ ہو۔ پھر کسی دن تم سے ملاقات ہوگی۔"

میں سامان کی ٹرالی لے کر صفیہ کے ساتھ ایک کار کے پاس آیا۔ سامان ڈکی میں رکھا۔ وہ اسٹیئرنگ پر بیٹھ گئی۔ میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر آگیا۔ اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا "وہاں کچھ ایسا معاملہ ہوگیا تھا کہ میں آپ کی آمد پر خوشی کا اظہار نہ کرسکی۔"

"آپ نہیں تم کہو۔ جس طرح جلال کے ساتھ بے تکلفی سے باتیں کرتی ہو۔ وہی بے تکلفی نہیں رکھو گی تو تنہائی میں بھی کوئی دشمن ہماری لاعلمی میں ہمیں دیکھ کر اور سن کر شبہ کرسکتا ہے۔"

"ہاں مجھ سے غلطی ہوگئی۔ دراصل ابھی فون پر جلال سے بات کی تھی۔ وہ بہت تکلیف میں ہے۔ میں دعا کررہی ہوں کہ اڑتالیس گھنٹے کے اندر اسے گردے کا عطیہ مل جائے۔ یا اس کا ناکارہ گردہ نکال دیا جائے اسے تکلیف سے نجات تو ملے گی۔"

"کیا ادارے سے حاصل کیا ہوا سبق بھول گئی ہو۔ پریشانی اور بدحواسی سے نہ کوئی مسئلہ حل ہوتا ہے' نہ کسی کی بیماری دور ہوتی ہے۔ ہمیں پورے ہوش و حواس میں رہ کر مسائل کو اپنی ذہانت اور عمل سے حل کرنا چاہیے۔ تم نے دیکھا ہے' بابا صاحب کے ادارے کے اسپتال میں ڈاکٹر سے لے کر نرس اور وارڈ بوائز تک سب ہی ذمے داریوں سے فرائض ادا کرتے ہیں۔"

"آپ کی باتوں سے مجھے حوصلہ مل رہا ہے۔"

"جلال کے سلسلے میں بار بار حوصلہ نہیں دوں گا۔ اسے اعتماد کے ساتھ بھلا دو کہ انشاء اللہ وہ پوری طرح صحت یاب ہو آئے گا۔"

"آپ کو میرے ساتھ کام کرتے ہوئے دشواری ہوگی۔ میڈم سونیا اور ثانی وغیرہ کی طرح تجربے کار نہیں ہوں۔"

"زیادہ سے زیادہ تجربات اس طرح حاصل کرسکتی ہو کہ سب سے زیادہ سینئر فرہاد علی تیمور نہ سمجھو۔ میں جب تک یہاں ہوں صرف جلال فارسی ہوں۔ تم پورے اعتماد سے اپنی رائے کرو۔ کبھی چھوٹا سا معمولی سا مشورہ دو گی تو وہ بھی کسی مرحلے پر آئے گا۔"

"آپ بہت گریٹ ہیں۔"

"پھر آپ؟ میں خیال خوانی کے ذریعے سمجھ رہا ہوں کہ میری بہت عزت کرتی ہو۔ مگر تمہارے دماغ میں ایک پھانس رہ ہے۔ اسے میں نکال دیتا ہوں۔ تمہارے بنگلے میں دو بیڈ روم ا ہیں' جن کے درمیان ایک دروازہ ہے۔ ہم میاں بیوی کی حیثیت سے ایک بیڈ روم میں جائیں گے۔ پھر دروازے کو بند کرنے کے میں درمیانی دروازے سے دوسرے بیڈ روم میں چلا جایا کروں تم درمیانی دروازے کو اپنی طرف اندر سے لاک کرلیا کرنا۔ میرے ساتھ اپنے شوہر جلال فارسی کی امانت بن کر رہا کرو گی۔"

اس نے ایک جگہ سڑک کے کنارے کار کو روک کر جھکاتے ہوئے کہا "آپ نے مجھے شرمندہ کردیا ہے۔ آپ خیالات پڑھ لیا کرتے ہیں میرے اندر یہ بات کھٹک رہی تھی۔ آپ نے....."

میں نے غصے سے کہا "یہ تم نے کیا آپ' آپ لگا رکھی ہے میں ایک غلطی کو ایک بار معاف کروں گا۔ دوسری بار ادارے واپس بھیج دوں گا۔ کیا تم سمجھ سکتی ہو کہ ایک معمولی سی غلطی اپنے ساتھ مجھے بھی مصائب میں مبتلا کرو گی؟ گاڑی چلاؤ۔"

وہ سہم کر فوراً ہی کار اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرنے لگی۔ نے کہا "بڑی مشکل ہے۔ اب تم سمجھ سکتی ہو کہ ایک معمولی سی غلطی ایجنٹ اور خفیہ ایجنسی والے اناڑی ہوتے ہیں؟ کیا تمہارے چہ اور آنکھوں سے تمہارے اندر کی کیفیت کو سمجھ نہیں پائیں گے؟"

"آ.... نن فائن تم درست کہتے ہو۔ مجھے ذرا سی مہلت میں خود کو تمہارے ساتھ ایڈجسٹ کرلوں گی۔ ہم آج کی شام رات بنگلے میں ہی گزاریں گے۔ کل صبح تک کسی شناسا سے ملاقات نہیں کریں گے۔"

ہم ایک بنگلے میں پہنچ گئے۔ اس نے چابی سے دروازہ کھ میں اندر ایک ایک کمرے اور کوریڈور وغیرہ کو دیکھنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے پہلے ہی اس بنگلے اور چند اہم شناسا

معلوم کرچکا تھا۔ میں نے صفیہ سے کہا "تم دیکھ رہی ہو۔ نے بیک اپ کے ذریعے اپنے چہرے پر ہلکی سی زردی اور ہونٹوں کے نیچے ہلکا سا سیاہ حلقہ بنایا ہے تاکہ معلوم ہو کہ بیمار رہ کر پریشانی کے ذریعے گردہ تبدیل کرکے آیا ہوں۔ چلنے پھرنے کے لیے چھڑی لیے ہوں۔ لیکن ڈاکٹر نے آرام کرنے کے لیے کہا ہے۔ کہیں باہر جانا ہو اور کوئی شناسا مل جائے تو کہنا تم مجھے باہر کی ہوا کھلانے کار میں لائی ہو۔"

وہ بولی "یہاں صرف چار فیملی سے مراسم ہیں۔ کیا تم انہیں خیالی عمل کے ذریعے اپنے اثر رکھ سکو گے۔"

"یہی سوچ رہا ہوں۔ ایسا کرنا ہی ہوگا۔ تمہیں بتایا گیا ہے کہ کسی مشن پر آیا ہوں۔ کیا تم نے سوچا ہے کہ کام کس طرح کیا جاسکے گا؟"

"جن سے ہمارے مراسم ہیں۔ ان میں سے ایک فیملی کا سربراہ شاہی کچن کا سپروائزر ہے۔ آپ اس کے دماغ میں رہ کر محل کے اندر جاسکتے ہیں۔"

"ہمیں محل کے اندر جانے کے لیے اتفاق سے جیری جیسا اتنی جوان مل گیا ہے۔ میں ابھی اس کے باپ کارنر مین کے خیالات پڑھوں گا۔"

"میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"پوچھنا نہ کرو۔ کہہ دیا کرو۔"

"تم یہاں بھیس بدل کر جلال فارسی کے چہرے کو چھپا کر بابا صاحب کے ادارے کے نمائندے کی حیثیت سے شاہ کو بڑی بڑی آفرز دے کر امریکا کے اثرات کو یہاں سے ختم کرنا چاہو گے۔ میرا ذہن کہتا ہے۔ تم براہ راست شاہ سے رابطہ نہ کرو۔"

"تم چاہتی ہو۔ میں کسی دوسرے کو ٹریپ کرکے اسے نمائندہ بناؤں؟"

"ہاں۔ شاہ کے مشیروں میں صرف ایک امریکی مشیر کارنر مین اور اس کی ایک امریکی حسین سیکریٹری ہے۔ باقی چار ریاستی کے مقامی اکابرین ہیں۔ ان میں سے ایک فوج کا اعلیٰ افسر بھی ہے۔"

میں نے کہا "وہ فوج کا اعلیٰ افسر بھی درپردہ امریکا کا وفادار ہوگا۔"

"ایسا ہو سکتا ہے۔ تم اسے ٹریپ کرسکتے ہو۔ اسے اپنا تابع بنا کر اس کے ذریعے شاہ کو رفتہ رفتہ امریکی تسلط کے خلاف دانش مندانہ مشورے دے سکتے ہو۔"

"شاباش! اسی طرح ذہانت سے مشورے دیا کرو۔ ویسے میں پہلے سوچ کر یہی کھیل کھیلنے آیا ہوں۔"

وہ میری تعریف کرنے سے خوش ہوگئی۔ اندھیرا ہوچکا تھا۔ وہ رات کا کھانا پکانے چلی گئی۔ میں بستر پر آرام سے لیٹ کر کارنر مین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے بیٹے جیری کو ایک دوسری امریکن فیملی کے گھر لے گیا تھا۔ اس فیملی کا سربراہ خفیہ ایجنسی کا انچارج

تھا۔ اس نے انچارج سے جیری کے بارے میں کہا "یہ نالائق کسی اطلاع کے بغیر یہاں آگیا ہے۔ اپنے آدمیوں سے کہو۔ اسے اپنے کنٹرول میں رکھیں اور اسے میرے بنگلے اور محل کی طرف نہ آنے دیں۔ اس گدھے کو کبھی بے لگام نہ چھوڑنا۔"

جیری اپنے باپ کو کبھی نہ چھوڑتا۔ لیکن خفیہ ایجنسی کے انچارج کی ایک حسین جوان بیٹی تھی۔ اسے دیکھتے ہی باپ کو بھول کر پھسل گیا۔ اس کے باپ کارنر مین کے خیالات سے پتا چلا کہ اس کی حسین سیکریٹری بہت صحت مند اور ذہین ہے۔ صبح اٹھ کر یوگا کی مشق کرتی ہے۔ بظاہر وہ سیکریٹری ہے لیکن امریکا کی سیکرٹ ایجنٹ ہے۔

اتنی معلومات سے پتا چلا کہ یوگا کی مشقیں کرنے والی سیکریٹری جولی کے دماغ میں نہیں جاسکوں گا۔ بعد میں دوسرے ہتھکنڈوں سے اسے زیر کرنا ہوگا۔ کارنر مین کے خیالات نے بتایا کہ جو امریکا کا وفادار ہوتا ہے' اسے فوج کا سب سے اعلیٰ افسر اور شاہ کا مشیر بنایا جاتا ہے۔ میں اس کے ذریعے اس اعلیٰ افسر اور دوسرے تین مقامی مشیروں کے دماغوں میں پہنچتا رہا۔ اور ان تمام کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرتا رہا۔

رات کو کھانے کے بعد صفیہ کے ساتھ چہل قدمی کے لیے نکلا۔ اس نے پوچھا "کچھ معلومات حاصل ہوئیں؟"

"بہت کچھ معلوم ہوا ہے۔ کل شام چار بجے شاہ اپنے مشیروں کے ساتھ بیٹھ کر حکومتی معاملات پر گفتگو کرے گا۔ اکثر ایک گھنٹے کی میٹنگ کے بعد وہ اپنے کمرے میں ایک ایک مشیر کو بلا کر پوچھتا ہے' کیا وہ میٹنگ میں ہونے والی گفتگو کے علاوہ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟ ایسے وقت میں ان مشیروں کے دماغوں میں جا کر اپنے ادارے کی نمائندگی کروں گا۔"

"کیا اس احمق جیری سے کام لے سکتے ہو؟"

"وہ تو بہت کام آرہا ہے۔ اس کے باپ نے اس کی آمد سے پریشان ہو کر اسے ایک امریکی خفیہ ایجنسی کے انچارج کی فیملی میں پہنچا دیا ہے۔ جیری اپنی عادت کے مطابق اس انچارج کی جوان بیٹی پر عاشق ہوگیا ہے۔"

ہم واپس بنگلے کی طرف جانے لگے۔ ہمارے قریب سے ایک کار گزرتی ہوئی دور گئی۔ پھر فائرنگ کی دو آوازیں آئیں۔ صفیہ نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کار کے دونوں طرف سے دو لاشیں باہر آکر گریں۔ اور وہ کار پہلے جیسی تیز رفتاری سے جاتی رہی۔ صفیہ نے پلٹ کر دیکھا۔ میں آگے جارہا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی میرے پاس آکر بولی "پیچھے تو دیکھو۔ بہت دور کار سے لاشیں باہر آکر گری ہیں اور وہ کار چلی گئی ہے۔"

"میں نے فائرنگ کی آوازیں سنی ہیں۔ تم پیچھے نہ دیکھو۔ آگے چلتی رہو۔"

وہ ساتھ چلتی ہوئی بولی "اس کا مطلب ہے' تم کچھ کررہے

"ہاں سمجھانے سے پہلے خود ہی سمجھ لیا کرو۔"

"پلیز یہ تو سمجھاؤ۔ تم میرے ساتھ چل رہے ہو پھر ادھر دو دشمن کیسے مارے گئے؟"

"تم گولہ ہو کہ میں نے کسی کو ہلاک نہیں کیا اور خفیہ ایجنسی کے دو جاسوس مارے گئے۔"

"اب سمجھی ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے خفیہ ایجنسی کی جڑوں میں پہنچ گئے ہیں۔"

"ہاں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کئی سراغ رساں آج رات شکار کھیلتے رہیں گے۔ صبح شاہ سوچے گا کہ امریکی حفاظتی انتظامات کے باوجود چند غیر ملکی مارے گئے۔ صرف کارنر مین اور اس کی سیکریٹری جولی کو معلوم ہوگا کہ خفیہ ایجنسی کے انچارج سمیت تمام جاسوس مارے گئے ہیں۔"

یہ ایک حکمت عملی تھی۔ کل شام سے پہلے شاہ کے دماغ میں یہ خیال پیدا کرنا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے مقابلے میں وہاں امریکی حفاظتی انتظامات ناکام ہوتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ شاہ کا محل بھی محفوظ نہیں رہے گا۔

ہم بنگلے میں آگئے۔ میں نے بیڈ روم میں آکر کہا "دروازے کو اندر سے بند کرو۔ میں دوسرے بیڈ روم میں جا رہا ہوں۔ اس درمیانی دروازے کو بھی اپنی طرف سے لاک کر لو۔ صبح ملاقات ہوگی۔"

وہ بولی "کیا تمہیں نیند آجائے گی؟"

"کیوں نہیں آئے گی؟"

"تم نے یہاں آتے ہی اتنا زبردست ایکشن شروع کرا دیا ہے ان کی خفیہ ایجنسی کے تمام اہم افراد مارے جائیں گے۔ بلکہ مارے جا رہے ہیں۔ میرے اندر ایسی تحریک پیدا ہو رہی ہے کہ میں بھی جاؤں اور ایک ایک دشمن کو ٹھکانے لگاتی جاؤں۔"

"تمہارے اندر جو تحریک پیدا ہو رہی ہے' اسے کچل دو۔ میں تمہیں بھی ایکشن میں رہنے کا موقع دوں گا۔ مگر ابھی نہیں۔ آرام سے سو جاؤ۔"

میں نے درمیانی دروازہ کھول کر دوسرے بیڈ روم میں آکر اسے اپنی طرف بند کر دیا۔ اسی وقت اس نے بھی اپنی طرف سے دروازے کو لاک کر دیا۔ میں نے ایک صوفے پر بیٹھ کر جوتے اتارے۔ لباس تبدیل کیا۔ پھر بیڈ پر آکر لیٹ گیا۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کے پاس پہنچنے لگا۔

ان سے پتا چلا۔ پہلے انہوں نے انچارج کے دماغ میں رہ کر وہاں کے ایک ایک جاسوس کے دماغ میں جگہ بنائی۔ پھر پہلے انچارج کو ہلاک کیا۔ تاکہ تمام جاسوس انچارج کے ذریعے ایک دوسرے کو خطرے سے آگاہ نہ کر سکیں اور وہ انچارج کارنر مین اور جولی سے رابطہ نہ کر سکے۔ وہ دونوں اعلیٰ عہدے دار تھے سے صرف انچارج ہی رابطہ کر سکتا تھا۔

آدھی رات تک پندرہ جاسوس اور ایک انچارج کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ دمشق سے خفیہ ایجنسی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ میں نے اٹھ کر اپنے کمرے کی لائٹس بجھا دیں۔ ڈرائنگ روم سے فون کی گھنٹی سنائی دے رہی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ صفیہ اٹھ کر اٹینڈ کرنے جائے تو میرے کمرے میں تاریکی دیکھ کر سمجھ لے سو چکا ہوں۔

وہ اپنے بیڈ روم سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر بولی "ہیلو کون؟"

دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی "میں گیارہ' ہوش میں آ میری مہ پارہ۔"

یہ سنتے ہی صفیہ کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ایسے چونک گئی جیسے نیند سے بیدار ہو گئی ہو۔ میں سمجھ گیا' تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ کوڈ ورڈز نقش کیے گئے تھے اور حکم دیا گیا تھا کہ جب تک وہ بھاری بھرکم آواز کوڈ ورڈز ادا نہ کرے اس وقت تک وہ اپنے عامل کو بھول کر خود کو جلال فارسی کی بیوی سمجھتی رہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہماری خفیہ ایجنسی کو بالکل ہی بتاتے رہیں کہ وہ صفیہ ہے۔ جبکہ اصل صفیہ کو دو ماہ پہلے ہی ختم کر دیا گیا ہے۔"

میں اس کی باتوں کے دوران میں بیڈ روم کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس دروازے کو آہستگی سے بند کیا۔ مورینا کے بیڈ روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے تیزی سے بستر کے سرہانے آکر تکیہ کرا سے اپنی طرف رجوع کیا تو اصلی شخصیت کے مطابق اس نے ریوالور اور سائیلنسر کو اٹھایا۔ درمیانی دروازہ پہلے کی طرح خیالات بھی بدل گئے۔ اس کا نام مورینا ڈی سوزا تھا۔ میں نے کھلے ہوئے دروازے کے پیچھے آکر سائیلنسر کو جنس بیریو آف امریکا سے اس کا تعلق تھا۔ اس سے کہا گیا تھا دمشق میں صفیہ نامی ایک عورت کی غلطی سے انکشاف ہوا ہے وہ اور اس کا شوہر جلال فارسی بابا صاحب کے ادارے سے رکھتے ہیں۔ جلال فارسی وہاں کئی برسوں سے ادارے کے جاسوسی کر رہا ہے۔ لیکن صفیہ دو ماہ پہلے اس کی شریک حیات بن آئی ہے۔ جلال فارسی یوگا کا ماہر تھا۔ لیکن گردے کی تکلیف باعث پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

وہ علاج کے لیے پیرس گیا تو دمشق میں بڑی رازداری صفیہ کو ہلاک کر کے اس کی لاش غائب کر دی گئی۔ اس کی مورینا ڈی سوزا کو صفیہ بنا کر اس بنگلے میں بھیج دیا گیا تھا۔

اب وہ بھاری بھرکم آواز پوچھ رہی تھی "ہیلو مورینا تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ اب تمہیں یاد نہیں آرہا ہے کہ صفیہ کا رول ادا کرتی ہو۔"

"ٹیں باس! مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔"

"کوئی بات نہیں' میں تمہارے دماغ میں خاموش رہا ابھی تمہارے ذریعے دیکھا ہے کہ اس کے بیڈ روم میں تاریکی ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی عادت ہے۔ کمرے میں اندھیرا

بستر پر لیٹتے ہی دماغ کو ہدایات دے کر سو جاتے ہیں۔ میں بعد ذہنی شش و پنج میں رہا کہ فون پر تم سے رابطہ کرنا چاہیے یا نہیں۔"

وہ بولی "ہاں فون کی گھنٹی سن کر اس کی آنکھ کھل سکتی ہے۔"

"اب جو بھی ہو۔ اس کا قصہ تمام کرنا ہے۔ میں نے تمہارے ذہن میں یہ نقش کیا تھا کہ صرف فون کے ذریعے کوڈ ورڈز ادا کروں گا اور ٹھیک رات کے بارہ بج کر پانچ منٹ پر ایسا کروں گا تاکہ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا فون کرنے کے مقررہ وقت کو سمجھ جائے۔"

وہ بولی "کیا میں دیکھ کر آؤں کہ سو رہا ہے یا نہیں؟"

"تم نے ریسیور کو پکڑا ہوا ہے۔ اسے رکھ دو۔ بیڈ روم میں جو ہو رہا ہے' یہ ضروری نہیں کہ وہ فراد ہو۔ وہ کئی بار اپنی ڈی کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ کوڈ ورڈز نقش کیے گئے تھے اور حکم دیا گیا تھا کہ جب تک وہ بھاری بھرکم آواز کوڈ ورڈز ادا نہ کرے اس وقت تک وہ اپنے عامل کو بھول کر خود کو جلال فارسی کی بیوی سمجھتی رہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہماری خفیہ ایجنسی کو بالکل ہی ختم کر دیا ہے۔"

عامل کے کوڈ ورڈز نے اسے اپنے تنویمی عمل کے سحر سے آزاد کرا دیا ہے۔ ان کی خفیہ ایجنسی کے تمام اہم افراد مارے جائیں گے۔ بلکہ مارے جا رہے ہیں۔ میرے اندر ایسی تحریک پیدا ہو رہی ہے کہ میں بھی جاؤں اور ایک ایک دشمن کو ٹھکانے لگاتی جاؤں۔"

"تمہارے اندر جو تحریک پیدا ہو رہی ہے' اسے کچل دو۔ میں تمہیں بھی ایکشن میں رہنے کا موقع دوں گا۔ مگر ابھی نہیں۔ آرام سے سو جاؤ۔"

میں نے درمیانی دروازہ کھول کر دوسرے بیڈ روم میں آکر اسے اپنی طرف بند کر دیا۔ اسی وقت اس نے بھی اپنی طرف سے دروازے کو لاک کر دیا۔ میں نے ایک صوفے پر بیٹھ کر جوتے اتارے۔ لباس تبدیل کیا۔ پھر بیڈ پر آکر لیٹ گیا۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کے پاس پہنچنے لگا۔

ان سے پتا چلا۔ پہلے انہوں نے انچارج کے دماغ میں رہ کر وہاں کے ایک ایک جاسوس کے دماغ میں جگہ بنائی۔ پھر پہلے انچارج کو ہلاک کیا۔ تاکہ تمام جاسوس انچارج کے ذریعے ایک دوسرے کو خطرے سے آگاہ نہ کر سکیں اور وہ انچارج کارنر مین اور جولی سے رابطہ نہ کر سکے۔ وہ دونوں اعلیٰ عہدے دار تھے سے صرف انچارج ہی رابطہ کر سکتا تھا۔

آدھی رات تک پندرہ جاسوس اور ایک انچارج کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ دمشق سے خفیہ ایجنسی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ میں نے اٹھ کر اپنے کمرے کی لائٹس بجھا دیں۔ ڈرائنگ روم سے فون کی گھنٹی سنائی دے رہی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ صفیہ اٹھ کر اٹینڈ کرنے جائے تو میرے کمرے میں تاریکی دیکھ کر سمجھ لے سو چکا ہوں۔

وہ اپنے بیڈ روم سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر بولی "ہیلو کون؟"

دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی "میں گیارہ' ہوش میں آ میری مہ پارہ۔"

یہ سنتے ہی صفیہ کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ایسے چونک گئی جیسے نیند سے بیدار ہو گئی ہو۔ میں سمجھ گیا' تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ کوڈ ورڈز نقش کیے گئے تھے اور حکم دیا گیا تھا کہ جب تک وہ بھاری بھرکم آواز کوڈ ورڈز ادا نہ کرے اس وقت تک وہ اپنے عامل کو بھول کر خود کو جلال فارسی کی بیوی سمجھتی رہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہماری خفیہ ایجنسی کو بالکل ہی ختم کر دیا ہے۔"

میں اس کی باتوں کے دوران میں بیڈ روم کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس دروازے کو آہستگی سے بند کیا۔ مورینا کے بیڈ روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے تیزی سے بستر کے سرہانے آکر تکیہ کرا سے اپنی طرف رجوع کیا تو اصلی شخصیت کے مطابق اس نے ریوالور اور سائیلنسر کو اٹھایا۔ درمیانی دروازہ پہلے کی طرح خیالات بھی بدل گئے۔ اس کا نام مورینا ڈی سوزا تھا۔ میں نے کھلے ہوئے دروازے کے پیچھے آکر سائیلنسر کو جنس بیریو آف امریکا سے اس کا تعلق تھا۔ اس سے کہا گیا تھا دمشق میں صفیہ نامی ایک عورت کی غلطی سے انکشاف ہوا ہے وہ اور اس کا شوہر جلال فارسی بابا صاحب کے ادارے سے رکھتے ہیں۔ جلال فارسی وہاں کئی برسوں سے ادارے کے جاسوسی کر رہا ہے۔ لیکن صفیہ دو ماہ پہلے اس کی شریک حیات بن آئی ہے۔ جلال فارسی یوگا کا ماہر تھا۔ لیکن گردے کی تکلیف باعث پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

وہ علاج کے لیے پیرس گیا تو دمشق میں بڑی رازداری صفیہ کو ہلاک کر کے اس کی لاش غائب کر دی گئی۔ اس کی مورینا ڈی سوزا کو صفیہ بنا کر اس بنگلے میں بھیج دیا گیا تھا۔

اب وہ بھاری بھرکم آواز پوچھ رہی تھی "ہیلو مورینا تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ اب تمہیں یاد نہیں آرہا ہے کہ صفیہ کا رول ادا کرتی ہو۔"

"ٹیں باس! مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔"

"کوئی بات نہیں' میں تمہارے دماغ میں خاموش رہا ابھی تمہارے ذریعے دیکھا ہے کہ اس کے بیڈ روم میں تاریکی ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی عادت ہے۔ کمرے میں اندھیرا

لائٹس کو بجھا دیا۔ اسی وقت ایک گاڑی کے رکنے کی آواز آئی۔ میں نے دوڑتے ہوئے کھڑکی کے پاس آکر پردے کو ذرا سا ہٹا کر دیکھا۔ میرے ساتھ طیارے میں سفر کرنے والا جاسوس ٹیری جانسن کار سے باہر آکر رک گیا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر سنا۔ وہ بھاری بھرکم آواز کہہ رہی تھی "فورا احاطے کی دیوار کے پیچھے جاؤ۔ وہ میری ایک معمولہ کو گولی مار کر ابھی بنگلے سے باہر آرہا ہے۔"

وہ احاطے کی دیوار کے پاس گیا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر کہا "ابے او امریکی قربان گاہ کے بکرے! اتنے برسوں تک روپوش رہ کر زندگی کے مزے لوٹتا رہا۔ اب حرام موت مرنے کے لیے اپنے بل سے نکل آیا ہے۔ اچھا پھر کبھی بات ہوگی۔"

میں نے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے ٹیری جانسن کا نشانہ لے کر کہا "میں تمہارے اس آلۂ کار کو گولی مار کر کسی محفوظ جگہ جا کر اپنا چہرہ بدل لوں گا۔ اب تمہارے کتے مجھے ڈھونڈتے ہی رہ جائیں گے۔"

یہ کہہ کر میں نے ٹیری جانسن کو گولی مار دی۔ وہ خیال خوانی کرنے والا دشمن اس مردہ دماغ میں نہیں رہ سکتا تھا اور نہ ہی دیکھ سکتا تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ میں نے ٹیری جانسن کی لاش کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اسے اس کی کار کے پیچھے والی سیٹ پر ڈال کر وہاں سے ذرا دور ڈرائیو کرتا ہوا گیا۔ اس کار کو ایک بنگلے کے پیچھے چھوڑ کر تیزی سے پیدل چلتا ہوا پچھواڑے بنگلے میں آگیا۔ جہاں مورینا کی لاش بیڈ روم میں پڑی ہوئی تھی۔

میں اس بنگلے کا پچھلا دروازہ کھول کر ایک طرف سے گھوم کر بنگلے کے سامنے آکر اس کے دروازے کو لاک کیا تاکہ کوئی آئے تو یہی سمجھے کہ وہاں کے مکین نہیں ہیں۔ میں وہاں سے دوبارہ گھوم کر پچھلے دروازے سے باہر آکر اسے اندر سے بند کر دیا۔ وہاں پہلے ہی تمام لائٹس بجھا چکا تھا۔ ایک درمیانی کمرے میں آکر ایک لائٹ آئینے کے سامنے روشن کی دروازے اور کھڑکیوں کے پردے برابر تھے۔ باہر روشنی نہیں جا سکتی تھی۔ میں اپنے بیگ میں میک اپ کا سامان نکال کر آئینے کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرنے لگا۔

ایک سراغ رساں نے آکر کہا "سر! جلال فارسی کے وقت سے ہمارے دو جاسوس اور تھے' بلکہ ہیں۔ ہم نے ابھی تک ان سے کوئی کام نہیں لیا ہے۔"

دوسرے سراغ رساں نے کہا "آج ایک امریکی آخری ٹیلی پیتھی جاننے والے کا انکشاف ہوا ہے۔ جب جلال فارسی گردے کی تکلیف میں مبتلا تھا تو اس دشمن خیال خوانی کرنے والے نے اس کے خیالات پڑھ کر ہمارے ان دو جاسوسوں کے نام اور پتے معلوم کیے ہوں گے۔ اس لیے ہم اپنے ان دو جاسوسوں کو نظر انداز کر رہے ہیں۔"

میں نے اپنے ریوالور کو بیگ میں رکھا۔ بیگ کو شانے سے لٹکایا۔ پھر اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرتا ہوا تمام لائٹس بجھاتا ہوا ڈرائنگ روم میں بھی آکر

"شاباش! تم سب دانش مندی سے کام کررہے ہو۔ میری رہائش کا انتظام ہوا؟"

"سر! آپ ہوٹل میں جائیں گے یا کوئی مکان کرائے پر لیں گے تو اس علاقے کے پولیس والوں کو کسی اجنبی کی آمد کا علم ہوجائے گا۔ ہم نے یہی سوچا کہ آپ کو دشمن کے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"یعنی مجھے شاہ کے مشیر کارنر میسن کو اپنا معمول اور تابع... بنا کر اس کے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"نو سر! یہاں ہمارے دشمنوں میں اور شاہ کے قریب رہنے والوں میں سب سے اہم کارنر میسن کی سکریٹری جولی ہے۔ ہم نے اسے ٹریپ کیا ہے۔ وہ آپ کی معمولہ اور تابع بن کر آپ کی موجودگی پر شبہ نہیں کرے گی۔ کارنر میسن اور امریکی اکابرین سے کہے گی کہ آپ اس کے بوائے فرینڈ ہیں اور وہ آپ سے شادی کرنے والی ہے۔"

"کیا اس بوگا جاننے والی سیکریٹری جولی کو دماغی طور پر کمزور بنانے کے لیے زنگی کیا گیا ہے؟"

"نو سر! ہم نے کارنر میسن کے ذریعے ان ملازمین کے دماغوں میں جگہ بنائی جو سیکریٹری جولی کے خدمت گار تھے۔ محل کے احاطے میں دو چھوٹے بنگلے ہیں۔ ایک میں کارنر میسن اور دوسرے میں جولی رہتی ہے۔ ان دونوں کے الگ الگ باورچی ہیں۔ ہم میں سے ایک نے خفیہ ایجنسی کے انچارج کو ہلاک کیا تھا اور میں نے جولی کی چائے میں اس کی ملازم کے ذریعے اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی تھی۔ اس نے چائے پینے کے بعد نائٹ ڈیوٹی کرنے والے ملازموں سے کہہ دیا تھا کہ وہ سونے جارہی ہے۔ اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

"پھر تم نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے معمولہ اور تابع بنالیا ہے؟"

"یس سر! اس کے دماغ میں یہ نقش کیا ہے کہ وہ اپنے ایک امریکی دوست سے خفیہ طور سے ملا کرتی تھی اور ذاتی طور پر اس سے جاسوسی کراتی تھی۔ خفیہ ایجنسی کے جاسوس ہلاک ہونے لگے تو اس نے اپنے دوست مارک سائن کو اپنے پاس بلا کر بنگلے میں رکھا ہے۔"

"میں کس لب ولہجے میں اس کے اندر جاسکوں گا؟"

"خفیہ ایجنسی کا انچارج جو ہلاک ہوگیا ہے۔ اس کی آواز اور لب ولہجے کو اس کے دماغ میں نقش کیا گیا ہے۔ امریکا کا آخری ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی سوچ نہیں سکے گا کہ اسے جولی کے دماغ میں جانے کے لیے ایک مردہ انچارج کے لب ولہجے کو اختیار کرنا ہوگا۔"

"مجھے تم لوگوں پر فخر ہے۔ بڑی ذہانت سے کام کررہے ہو۔ کیا جولی تنویمی نیند سو رہی ہے؟"

"یس سر! تنویمی نیند کے لیے دو گھنٹے کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد بیدار ہوجائے گی۔ آپ انچارج کے لب ولہجے میں جاکر اس کے چور خیالات پڑھیں گے وہ آپ کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکے گی۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ آدھا گھنٹا گزرتے ہی میں نے اپنے لب ولہجہ اختیار کیا اور خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آنکھیں کھول کر دال کلاک کو دیکھ رہی تھی۔ رات کے تین بجے تھے۔ میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"میں ہمیشہ گہری نیند سوتی ہوں صبح پانچ بجے بیدار ہوکر ورزش کرتی ہوں۔ آج دو گھنٹے پہلے آنکھ کھل گئی ہے۔ شاید اس لیے کہ طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔ میں وقت سے پہلے سونے کی وجہ سے اس لیے وقت سے پہلے بیدار ہوگئی ہوں۔"

میں نے اس کا فون نمبر معلوم کرکے اپنے موبائل کے کیے۔ اس کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر "ہیلو؟"

میں نے کہا "تمہارا محبوب مارک سائن بول رہا ہوں۔"

اسے تنویمی عمل کے مطابق یاد آیا کہ اس کا ایک دوست ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ میرا مارک سائن نامی ایک شہر دیرالزور میں رہتا ہے۔ اتنی رات کو اس نے کیوں فون کیا ہے؟"

جولی نے یہی سوال مجھ سے کیا۔ میں نے کہا "تم سے ملنے کے لیے سات بجے دیرالزور سے چلا تھا۔ دمشق پہنچتے ہی کار خراب ہوگئی۔ میں نے اسے گیراج میں دیا ہے۔ لیکن پچھلے کئی گھنٹے سے تمہارے پاس نہیں پہنچ پارہا ہوں۔ یہاں شہر میں بڑی دہشت گردی ہورہی ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "دہشت گردی؟ اس ملک میں کبھی نہیں ہوا۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ ابھی تم کہاں ہو؟"

"میں ابھی تک ایک مکان کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ یہاں سے ہی الکبریٰ ہوٹل ہے۔ وہاں جارہا ہوں۔ میں نے مدد کے لیے خفیہ ایجنسی کے انچارج کو فون کیا تھا۔ اس کے گھر میں دہشت گردوں نے انچارج کو بھی گولی ماردی ہے۔"

"او گاڈ! مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ خفیہ ایجنسی کے انچارج کو ہلاک کرنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ تم ہوٹل میں انتظار میں ایک آدھ گھنٹے میں آؤں گی۔"

اس نے فون بند کرکے ملازم کو بلانے کے لیے بیل بجائی۔ ملازم فوراً حاضر ہوا۔ اس نے پوچھا "کیا مسٹر کارنر جاگ رہے ہیں؟"

"جی ہاں دو یا ڈھائی گھنٹے پہلے وہ آپ کو بگھانے کے لیے آرہے تھے۔ میں نے کہا' آپ نے ڈسٹرب کرنے سے منع کیا ہے۔"

"مسٹر کارنر سے کہو' میں نے فوراً بلایا ہے۔"

ملازم چلا گیا۔ وہ لباس تبدیل کرکے آئینے کے سامنے بالوں کو برش کرنے لگی۔ کارنر میسن نے تیزی سے چلتے ہوئے آکر کہا "ہیلو میں ٹائن اوٹائن جولی ڈی سوزا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے سی آئی بی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "وہاں ہماری پوری خفیہ ایجنسی نابود ہوگئی ہے۔ تمہیں براہ راست ہم سے بات کرنا چاہیے۔"

"جب آتی بڑی واردات ہو تو میں ٹینشن سے بچنے کے لیے دیر تک شاور کے ٹھنڈے پانی میں بھیگتی رہتی ہوں۔ آپ تصدیق کریں' کیا واقعی فرہاد دمشق میں ہے۔"

"ٹاپ سیکرٹ یہی ہے کہ ہمارے آخری ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بارے میں تم جانتی ہو۔ اس نے تصدیق کی ہے۔ وہ فرہاد کو ہلاک کرنے کے لیے دیر تک ٹریپ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کے ساتھ رہنے والی مویرنا ہلاک ہوچکی ہے۔ وہ بچ کر نکل گیا ہے۔"

جولی نے کہا "آپ اچھی طرح سمجھ رہے ہوں گے کہ یہ بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے انتقامی کارروائی ہے۔"

"ہاں۔ اب وہ دوسری چال چل رہے ہیں۔ ہمارے زیر اثر رہنے والے مسلم ممالک کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ وہ سپر پاور کے زیر سایہ اپنے ملکوں میں امن وامان قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ یہ ہمارے لیے بڑا چیلنج ہے۔"

"ہم حکومت کو تسلی دیں گے۔ ہمارا سفیر بھی امن وامان کی ذمے داری لے گا۔ لیکن انہوں نے انتقامی کارروائی کی ابتدا یہاں سے کیوں کی ہے؟"

"یہ ان کی مرضی ہے۔ انتقامی کارروائی کہیں سے بھی شروع کرسکتے ہیں۔"

"نو سر! یہ سیاسی انتقامی کارروائی ہے۔ اس میں اپنی مرضی نہیں' سیاسی اور جغرافیائی حالات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ ان کی سیاست یہ ہے کہ وہ ہمارے مقابلے میں بابا صاحب کی طاقت کی برتری ثابت کریں گے۔ جغرافیائی حقیقت یہ ہے کہ ملک شام' اسرائیل کا پڑوسی ہے ہم باغی مسلم ممالک کو اپنی طاقت رکھنے والے اسرائیل کی دھونس دیتے ہیں۔ اب اسرائیلی اکابرین کو معلوم ہوگا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے حملے کررہے ہیں اور فرہاد بذات خود پڑوس میں موجود ہے تو ملک شام کے معاملے میں اسرائیل ہماری حمایت نہیں کرے گا۔"

"مس جولی ٹائن اوٹائن! تم نے ان کی انتقامی کارروائی کا بڑی ذہانت سے تجزیہ کیا ہے۔ اسی لیے ہم تمہاری قدر کرتے ہیں۔"

"سر! اب چونکہ فرہاد یہاں موجود ہے۔ اس لیے میں آپ کو بتادوں کہ میرا ایک پرائیوٹ باڈی گارڈ بھی ہے اور میرے لیے جاسوس کے طور پر اہم کام کرتا ہے۔ فرہاد کی موجودگی میں اسے بھی سیکرٹ ہے۔ وہ صرف تمہیں بتا سکتے ہیں۔"

جولی نے تیزی سے قریب آکر ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو میں ٹائن اوٹائن جولی ڈی سوزا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے سی آئی بی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "وہاں ہماری پوری خفیہ ایجنسی نابود ہوگئی ہے۔ تمہیں براہ راست ہم سے بات کرنا چاہیے۔"

"جب آتی بڑی واردات ہو تو میں ٹینشن سے بچنے کے لیے دیر تک شاور کے ٹھنڈے پانی میں بھیگتی رہتی ہوں۔ آپ تصدیق کریں' کیا واقعی فرہاد دمشق میں ہے۔"

"ٹاپ سیکرٹ یہی ہے کہ ہمارے آخری ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بارے میں تم جانتی ہو۔ اس نے تصدیق کی ہے۔ وہ فرہاد کو ہلاک کرنے کے لیے دیر تک ٹریپ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کے ساتھ رہنے والی مویرنا ہلاک ہوچکی ہے۔ وہ بچ کر نکل گیا ہے۔"

جولی نے کہا "آپ اچھی طرح سمجھ رہے ہوں گے کہ یہ بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے انتقامی کارروائی ہے۔"

"ہاں۔ اب وہ دوسری چال چل رہے ہیں۔ ہمارے زیر اثر رہنے والے مسلم ممالک کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ وہ سپر پاور کے زیر سایہ اپنے ملکوں میں امن وامان قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ یہ ہمارے لیے بڑا چیلنج ہے۔"

"ہم حکومت کو تسلی دیں گے۔ ہمارا سفیر بھی امن وامان کی ذمے داری لے گا۔ لیکن انہوں نے انتقامی کارروائی کی ابتدا یہاں سے کیوں کی ہے؟"

"یہ ان کی مرضی ہے۔ انتقامی کارروائی کہیں سے بھی شروع کرسکتے ہیں۔"

"نو سر! یہ سیاسی انتقامی کارروائی ہے۔ اس میں اپنی مرضی نہیں' سیاسی اور جغرافیائی حالات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ ان کی سیاست یہ ہے کہ وہ ہمارے مقابلے میں بابا صاحب کی طاقت کی برتری ثابت کریں گے۔ جغرافیائی حقیقت یہ ہے کہ ملک شام' اسرائیل کا پڑوسی ہے ہم باغی مسلم ممالک کو اپنی طاقت رکھنے والے اسرائیل کی دھونس دیتے ہیں۔ اب اسرائیلی اکابرین کو معلوم ہوگا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے حملے کررہے ہیں اور فرہاد بذات خود پڑوس میں موجود ہے تو ملک شام کے معاملے میں اسرائیل ہماری حمایت نہیں کرے گا۔"

"مس جولی ٹائن اوٹائن! تم نے ان کی انتقامی کارروائی کا بڑی ذہانت سے تجزیہ کیا ہے۔ اسی لیے ہم تمہاری قدر کرتے ہیں۔"

"سر! اب چونکہ فرہاد یہاں موجود ہے۔ اس لیے میں آپ کو بتادوں کہ میرا ایک پرائیوٹ باڈی گارڈ بھی ہے اور میرے لیے جاسوس کے طور پر اہم کام کرتا ہے۔ فرہاد کی موجودگی میں اسے بھی

خطرہ ہے اور مجھے بھی اس لیے خطرہ ہے کہ وہ میرے دماغ تک پہنچنے کے لیے یوگا کی مہارت کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"کیا تم اور زیادہ سیکیورٹی چاہتی ہو؟"

"نہیں صرف اپنے باڈی گارڈ کو اپنے ساتھ یہاں رکھنا چاہتی ہوں۔ وہ بھی امریکن ہے۔ اس کا نام مارک سائن ہے۔"

"اگر مارک سائن کی موجودگی میں محفوظ رہ سکتی ہو تو اسے ساتھ رکھ لو۔"

"تھینک یو سر! آپ کل تک دوسری خفیہ ایجنسی یہاں قائم کریں۔ اگر ان میں یوگا کے ماہر ہوں گے تو آئندہ فرہاد یہاں امن و امان کو تباہ نہیں کرے گا۔"

"میں ابھی معلومات حاصل کر رہا ہوں۔ جتنے جاسوس یوگا کے ماہر ہوں گے انہیں وہاں بھیجا جائے گا۔"

وہ ریسیور رکھ کر کارنر مین سے بولی "میں اپنے فرینڈ کے پاس جا رہی ہوں۔ اسے یہاں لاؤں گی۔ میری کار کے آگے پیچھے سیکیورٹی گارڈز کی دو گاڑیوں کا فوراً انتظام کرو۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ وہ اس محل میں شاہ کا مشیر اعلیٰ تھا اور جولی اس کی سیکریٹری تھی۔ لیکن درپردہ اس سے برتر تھی۔ یہ بات راز میں رکھی گئی تھی کہ ایک امریکی سیکرٹ ایجنٹ وہاں سیکریٹری کی حیثیت رکھتی ہے۔

جولی پورے حفاظتی انتظامات کے ساتھ الکبریٰ ہوٹل کے اس کمرے میں آئی جہاں میں اس کا منتظر تھا۔ اس پر تنویمی عمل کرنے والا ہمارا سراغ رساں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے جولی کو یہ سمجھنے کا موقع نہیں دیا کہ میں اجنبی ہوں۔ میں نے دونوں بازو اس کی طرف بڑھا کر کہا "ہائے جولی! ہم کتنے ماہ بعد مل رہے ہیں۔"

وہ آگے بڑھ کر میرے گلے کا ہار بن گئی۔ پھر بولی "محل میں مصروفیات کے باعث تم سے رابطہ بھی نہیں کر سکی۔ اب میں نے اعلیٰ افسر سے اجازت لے لی ہے۔ تم دن رات میرے ساتھ رہا کرو گے۔ چلو میرے ساتھ۔"

اندھا کیا چاہے؟ دو آنکھیں۔ میں اس کی دو شرابی آنکھوں کے ساتھ ہوٹل سے نکل کر اس کے برابر کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ صبح ہونے والی تھی۔ ویسے رات ہی سے پولیس، انٹیلی جنس اور انتظامیہ میں کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔ خفیہ ایجنسی کے پندرہ جاسوس، ایک انچارج، ایک اور جاسوس ٹیری جانسن اور صفیہ (سورینا) کو ملا کر کل اٹھارہ افراد مارے گئے تھے۔ امریکا کا یہ دعویٰ کمزور پڑ گیا تھا کہ اس کے زیر اثر رہنے والے ملکوں میں دہشت گردی نہیں ہوتی ہے۔ یہ بہت بڑی کمینگی ہے کہ جو ممالک پوری طرح اس کے شکنجے میں نہیں رہتے ہیں۔ وہاں وہ دہشت گردی کراتا رہتا ہے۔

پولیس، انٹیلی جنس اور انتظامیہ والوں کو وفادار کے سامنے جواب دہ ہونا تھا۔ اس سے پہلے وہ قاتلوں کو تلاش کرتے پھرتے تھے۔ وہاں جرائم کم ہوتے تھے۔ مجرموں میں چور، ڈاکو یا اسمگلنگ کرتے تھے۔ کبھی کوئی قاتل بھی پکڑا جاتا تھا۔ لیکن اتنی بڑی تعداد میں خون خرابا نہیں ہوا تھا۔ ان کے سامنے قتل ہونے والوں کی تعداد تھی۔ لیکن یہ نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ قاتل کتنی تعداد میں ہوں گے۔

امریکی سفیر نے کہا "یہ سب کچھ ہماری توقع کے خلاف ہے۔ دشمنوں نے اچانک ایسی دہشت گردی کی ہے اور یہاں کا امن و امان کو چیلنج کیا ہے۔"

وفادار نے کہا "ہمیں امریکا کی طرف سے یقین دلایا گیا تھا اور ضمانت دی گئی تھی کہ کبھی کوئی دشمن ہماری طرف انگلی بھی نہیں اٹھائے گا۔ پھر ایک رات میں اٹھارہ افراد کیسے مارے گئے؟ اور ایک قاتل کیوں نہیں پکڑا گیا؟"

کارنر مین نے کہا "جہاں ہمیشہ امن و امان رہتا ہو، وہاں اچانک دہشت گرد آ کر آناً فاناً واردات کر کے فرار ہو جائیں۔ قانون کے محافظوں کو ان کے قدموں کے نشانات بھی نہیں ملتے۔"

"لیکن یہ دہشت گرد ہیں کون؟"

"یہ وہی دہشت گرد مرحبا توصیف، قاسم بن حسام اور نورالدین گیلانی ہیں جو مجاہدین اعظم کہلاتے ہیں۔ یہ امریکا جیسے ہم دوست ملک کے دشمن ہیں۔ انہوں نے پہلی مرتبہ اس اسلامی ملک میں اس لیے دہشت گردی کی کہ آپ امریکا کے دوست ہیں۔"

ایک مشیر نے کہا "صرف کہنے سے کوئی بات نہیں بنتی۔ یہ ایک اندازہ ہے، ثبوت اور گواہ کوئی نہیں ہے۔"

ایک اور مشیر نے کہا "ثبوت اور گواہی کے ساتھ میں کہتا ہوں کہ بابا صاحب کے ادارے سے پچھلی رات صرف وہ اٹھارہ افراد مارے گئے ہیں جو درپردہ امریکی جاسوس تھے۔"

امریکی سفیر اور کارنر مین نے چونک کر اس مشیر کو دیکھا۔ یہ بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ مردوں کے اجلاس میں عورتوں کو آنے کی اجازت نہیں تھی اس لیے جولی ایک دروازے کے پیچھے ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

میں نے اس مشیر سے پوچھا "آپ کسی ثبوت کے بغیر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ پچھلی رات بابا صاحب کے ادارے کی طرف حملہ کیا گیا تھا؟"

مشیر نے کہا "ثبوت یہ ہے کہ اس ادارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی میرے دماغ کے اندر ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ امریکا اب سپر پاور نہیں رہا۔ پچھلے دنوں اس کے آرمی ہیڈ کوارٹر راکٹوں سے، میزائلوں سے اور بمبار طیاروں سے حملے ہوئے وہاں جس قدر تباہی ہوئی۔ اسے دنیا والوں سے چھپانے کی کوشش

کی گئیں۔ پھر یہی بڑی حد تک یہ عجیب و غریب بات سامنے آئی کہ روس، جرمن، فرانس اور اسرائیل پر ایسے تباہ کن حملے کیے گئے اور یہ تمام بڑے ایٹمی قوت کہلانے والے ممالک پراسرار خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔"

وفادار نے کہا "یہ خبریں مختصر طور پر اخبارات اور رسائل میں شائع ہوئی ہیں۔ جس طرح اہم رازوں کو چھپایا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بات چھپائی گئی ہے کہ یہ حملے کس نے کیے۔"

مشیر نے کہا "یہ تمام ممالک ایک بہت بڑی سازش کے تحت متحد ہو کر بیک وقت بابا صاحب کے ادارے پر زبردست حملے کر کے اسے نیست و نابود کرنا چاہتے تھے۔ اس کے برعکس وہی حملے ان کے اپنے ملکوں میں ہوئے۔ یہ تمام ممالک بابا صاحب کے ادارے کو الزام نہیں دے سکتے۔ کیونکہ حملے کے دن دنیا کے نامور سائنسداں، ولماء، دانشور اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ادارے میں موجود تھے۔ سب ہی گواہ ہیں کہ اس ادارے سے ایک بھی میزائل نہیں پھینکا گیا اور نہ ہی ہوائی حملہ کیا گیا۔"

کارنر مین نے کہا "بات کو دوسری طرف موڑا جا رہا ہے۔ ہمیں صرف اس بات کا جواب دیا جائے کہ شام ایک پرامن ملک ہے۔ یہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دہشت گردی کیوں کی؟"

آلۂ کار مشیر نے کہا "دوستوں کو اور یہاں کی مسلمان رعایا کو یہ بتانے کے لیے کہ وہ اب امریکا کے سائے میں محفوظ نہیں رہیں گے۔ کل رات صرف اٹھارہ امریکی جاسوس مارے گئے۔ آئندہ اس سے بھی بڑے بڑے حملے ہوں گے تو جو سپر پاور اپنے آرمی ہیڈ کوارٹر کو نہ بچا سکا، وہ آپ کے ملک کو تباہی سے کیسے بچائے گا؟"

ایک مشیر نے کہا "بابا صاحب کا ادارہ تمام بڑے ممالک کی مخالفت کرتا رہتا ہے۔ لیکن ہم سے مخالفت کی وجہ کیا ہے؟"

"وجہ یہ ہے کہ یہ اسلامی ملک ہے۔ لیکن مسلم ممالک سے آپ کا اتحاد نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ دو تین اسلامی ملک ایٹمی قوت رکھتے ہیں۔ باقی تمام غیر اسلامی ممالک بڑی ایٹمی قوتوں کے مالک ہیں۔ آپ ان ممالک کے دوست اس لیے ہیں کہ ان سے خوف زدہ ہیں۔ اسلامی ممالک میں ان کی طرح سیکڑوں ایٹم بم نہیں ہیں۔ لہٰذا اسلامی ممالک کے مسلمانوں کا قتل عام کیا جاتا ہے۔ انہیں ان ملکوں سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو آپ خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی سلامتی کا ٹھیکا امریکا نے لے رکھا ہے۔"

"دنیا کا ہر شخص، ہر ملک پہلے اپنی سلامتی کے ذرائع مضبوط کرتا ہے۔"

"اب ہم یہی ثابت کریں گے کہ آپ کو سلامتی کے ذرائع امریکا سے حاصل ہوں گے یا بابا صاحب کے ادارے سے؟ ہم اس بات پر غور کرنے کا موقع دیں گے اور جب ہم موقع دیتے رہیں گے۔ اس وقت تک کسی امریکی یا بڑے ممالک کے افراد یہاں نہیں رہیں گے۔ جس طرح کوسوا سے ہزاروں مسلمانوں کو بے گھر ہو کر اپنا ملک چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ اسی طرح اڑتالیس گھنٹوں کے اندر یہاں سے تمام غیر ملکیوں کو نکالیں۔"

"ان ممالک سے ہمارے سفارتی تعلقات ہیں۔"

"پہلے تمام اسلامی ممالک سے اتحاد کریں۔ مضبوط سفارتی تعلقات قائم کریں۔ بیرونی حملوں سے ایک دوسرے کو محفوظ رکھنے کے فوجی انتظامات کریں۔ جب تک آپ متحد ہوتے رہیں گے اور مضبوط ہوتے رہیں گے تب تک بابا صاحب کا ادارہ آپ تمام اسلامی ممالک کی حفاظت کرتا رہے گا۔ سپر پاور اور بڑے ممالک متحد ہو کر آپ پر حملہ کریں گے تو ان کا انجام اس سے بھی برا ہو گا، جو پچھلے دنوں ہو چکا ہے۔ اب میں اس مشیر کے دماغ سے جا رہا ہوں۔ آپ امریکا اور دوسرے بڑے ممالک سے سر جوڑ کر سوچیں کہ آپ کی بھلائی اور سلامتی کس حکمت عملی سے قائم رہے گی۔ خدا حافظ۔"

وفادار کے طلب کیے ہوئے اجلاس میں خاموشی چھا گئی۔ سب لوگ امریکی سفیر اور کارنر مین کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

○☆○

پیرس کے ایک اپارٹمنٹ میں تین غیر ملکی سراغ رساں بیٹھے پی رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا، "یہاں اب تک کئی نامور اور تجربے کار جاسوس آ چکے ہیں۔ لیکن یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی نظروں میں نہیں آتے۔ یہاں کے ائرپورٹ سے وہ دوسرے ملکوں میں تو جاتے ہوں گے۔"

دوسرے نے کہا "میرے پاس ٹیلی اسکوپک اینٹی میک اپ لینس ہے۔ دور سے دیکھو تو دشمن کا اصل چہرہ ان کے میک اپ کے پیچھے چھپا رہنے کے باوجود نظر آ جاتا ہے۔ لیکن آج تک کسی کا میک اپ زدہ چہرہ نظر نہیں آیا۔"

"کیسے نظر آئے گا؟ وہ پہلے ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کر لیتے ہیں کہ کون انہیں کس طرح دیکھ رہا ہے۔ وہ تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر چند لمحات کے لیے غائب دماغ بنا دیتے ہوں گے۔ پھر تم انہیں دیکھ کر بھی نہیں دیکھ پاتے۔"

تیسرے نے کہا "کل رات کی فلائٹ سے ایک مسلمان عورت لبنان سے آئی تھی۔ اس کا نام مسز حسنہ جمشید تھا۔ وہ ائرپورٹ سے ایک کار میں بیٹھ کر گئی۔ میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کا پیچھا کیا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے جانے والے راستے پر جا رہی تھی۔ جب ہم نے یقین کر لیا کہ وہ ادارے میں جا رہی ہے تو ہم نے اس کی کار کو اوورٹیک کرتے ہوئے اسے گولی مار دی۔ اس کے ڈرائیور نے کار روک دی۔ پھر ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لے کر اس کا پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات نکال لیے۔"

اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک دراز کھول کر حسنہ کی وہ

تمام چیزیں اپنے ساتھیوں کے سامنے رکھتے ہوئے بولا "کئی دنوں کی جاسوسی کے بعد آخر ادارے کی ایک عورت اور ڈرائیور کو ٹھکانے لگایا ہے۔"

ایک نے کہا "پھر تو تمہیں یہ شہر چھوڑ کر کسی دوسری جگہ ڈیوٹی پر رہنا چاہیے۔ یہاں تم اور تمہارے ساتھی زندہ رہیں گے؟"

"کیوں نہیں رہیں گے؟ ہم نے واردات کی جگہ کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے۔ کسی نے ہمیں دیکھا بھی نہیں ہے۔"

"اس حسنہ نامی عورت سے یا اس کے ڈرائیور سے کوئی بات تو کی ہوگی؟"

"صرف ڈرائیور کو کار سے باہر آنے کے لیے کہا تھا۔"

"تم نے کہا تھا یا تمہارے ساتھی نے؟"

"میرے ساتھی نے۔"

"تم محفوظ ہو یا نہیں؟ یہ معلوم کرنے کے لیے اپنے ساتھی کو فون کرو۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولا "ہم لوگ... خوامخواہ ان ادارے والوں سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ کوئی جادوگر تو نہیں ہیں۔"

رابطہ ہوگیا۔ کسی عورت کی آواز سنائی دی "ہیلو گارسن! مجھے کس لیے فون کیا ہے؟"

گارسن نے حیرانی سے پوچھا "تم کون ہو؟ میں نے اپنے ساتھی ڈربی کو فون کیا تھا۔"

"تمہارے دونوں ساتھی ڈربن اور گارسن اس دنیا میں نہیں رہے۔ تم نے بے خیالی میں میرا موبائل نمبر ڈائل کیا ہے۔"

"کیا ڈربی اور گارسن مر چکے ہیں؟ تم کیسے جانتی ہو؟"

"مجھے گولی ماری گئی۔ میں نہیں جانوں گی تو اور کون جانے گا میرا نام حسنہ ہے۔ تمہارے ساتھی نے ڈرائیور کو مخاطب کرکے بڑی غلطی کی تھی۔ اب تم میرے نشانے پر ہو۔ میں اس ایک ساتھی کے ذریعے تم سب کے ٹھکانوں میں پہنچ چکی ہوں۔"

"نہیں۔ میں یہاں نہیں رہوں گا۔ کہیں دور چلا جاؤں گا۔"

"باہر جانے کا ایک ہی دروازہ ہے۔ اسے نہ کھولنا۔ میں بند دروازے کے سامنے موبائل فون کان سے لگائے کھڑی ہوں۔ اب فون بند کرکے رکھ رہی ہوں۔"

فون بند ہوگیا۔ وہ ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر بولا "وہ ہمارے اس بند دروازے کے سامنے کھڑی ہے۔"

ایک نے پوچھا "کون کھڑی ہے؟ تم کس سے باتیں کررہے تھے؟"

"حسنہ ہے۔"

"حسنہ سے؟ تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ تم تو... اسے گولی مار چکے ہو۔"

"ہاں۔ وہ تو مرگئی تھی۔ وہ زندہ نہیں ہوسکتی۔ وہ مرچکی ہے۔ وہ بند دروازے کے باہر نہیں ہے۔"

"تو نے تو اپنے ساتھیوں کو فون کیا تھا؟"

"ہاں مگر حسنہ سے لائن مل گئی۔"

"پھر وہی حسنہ؟ ابے وہ مرچکی ہے۔ کیا تو نے اس کی لاش نہیں دیکھی تھی؟"

اس کے دماغ میں بات آئی "لاش باہر کھڑی ہے۔" اس نے ساتھیوں سے یہی کہا۔ ایک اٹھتے ہوئے بولا "گارسن! ایک ہی میگ میں مجھے چڑھ گئی۔ لے دیکھ میں دروازہ کھول رہا ہوں۔"

اس نے تیزی سے چلتے ہوئے آکر دروازہ کھولا۔ پھر ٹھٹک گیا۔ گارسن اچھل کر کھڑا ہو کر بولا "حسنہ؟ تم؟ تم تو مرچکی تھیں؟"

وہ دروازہ کھولنے والے کے منہ پر ایک گھونسا مارتی ہوئی اندر آئی۔ گھونسا کھانے والا پیچھے لڑکھڑاتا ہوا گیا۔ وہ نفرت سے بولی "گارسن! حسنہ نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟ اسے اور ڈرائیور کو قتل کرکے تم لوگوں نے کیا حاصل کیا؟"

وہ تینوں فوراً ریوالور اور شاٹ گن وغیرہ نکال کر اپنی حفاظت کے لیے کھڑے ہوگئے۔ وہ بولی "میں سونیا ہوں۔ حسنہ بن کر لبنان جانے سے پہلے انتقام لینے آئی ہوں۔ اس ایک بے چاری کے بدلے تمہارے دو ساتھی مارے گئے۔ یہاں تم تین مارے جاؤ گے۔ ابھی ائرپورٹ پر جتنے جاسوس ہوں گے۔ وہ بھی حرام موت مریں گے۔"

وہ باری باری ایک ایک کے دماغ میں گئی۔ تینوں نے اپنے ہتھیار دور پھینک دیے۔ پھر گھبرا کر دور پھینکے ہوئے ہتھیاروں کو دیکھنے لگے وہ ایک کرسی پر آکر بیٹھتی ہوئی بولی "آؤ اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ تینوں اس پر اچانک جھپٹنا چاہتے تھے۔ انہوں نے پھر یہی کیا۔ لیکن ان میں سے ایک مڑے دوسرے کی ٹانگ پر ٹانگ ماری اور تیسرے کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ مار کر خود دوڑتے ہوئے جاکر سامنے والی دیوار سے اپنے سر کو ٹکرا دیا۔ پھر تکلیف سے چیخ مار کر گر پڑا۔

جس کے منہ پر الٹا ہاتھ پڑا تھا۔ اس نے فوراً سنبھل کر اپنی جیب سے چاقو نکال کر کھولتے ہوئے سونیا کی طرف چھلانگ لگائی لیکن زمین پر گرے ہوئے دو ساتھیوں میں سے ایک پر گرتے ہوئے چاقو اس کے سینے میں اتار دیا۔

"میں آرام سے بیٹھنے کا بول رہی ہوں اور تم مستیاں کررہے ہو۔ آخر ایک کی جان لے لی۔ کم آن اس چاقو سے لہو صاف کرو اور مجھے دو۔"

وہ جس کے دماغ میں تھی اس نے لہو صاف کرکے کھلے ہوئے چاقو کو اپنی دونوں ہتھیلیوں پر رکھ کر سر جھکاتے ہوئے پیش کیا۔ پھر اپنے زندہ ساتھی کی گردن پکڑ کر بولا "میڈم نے کرسی پر بیٹھنے کے لیے کہا ہے۔ آؤ بیٹھو۔"

وہ دونوں میز کے دوسری طرف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ سونیا نے کھلے ہوئے چاقو کو ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "تمہارے ساتھی فون رکھا ہوا ہے۔ گارسن تمہارا تعلق روس سے ہے اپنے اعلیٰ افسر سے فون پر بات کرو۔"

"وہ۔ وہ یہاں نہیں ماسکو میں ہے۔"

"میں تمہیں ماسکو جانے نہیں' فون پر بات کرنے کو کہہ رہی ہوں۔ ہری اپ۔ دیر نہ کرو۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ سونیا نے دوسرے سے کہا "فرانس میں جتنے جاسوس ہیں۔ ان کے نام اور پتے یاد کرو۔"

وہ یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ثانی اس کے دماغ میں تھی۔ اس دوسرے کا تعلق امریکا سے تھا۔ اس نے سونیا سے موبائل فون لے کر اپنے ایک ایک ساتھی جاسوس سے رابطہ کیا اور کہا "موت سر پر منڈلا رہی ہے۔ بہتر ہے خود کشی کرلو۔ ہمارے بروں کو وارننگ دی گئی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے کے آس پاس اور پورے فرانس میں کسی جاسوس کا وجود نہیں ہونا چاہیے۔ اب ہمارے بڑے ہمیں نہیں بچا سکیں گے۔"

وہ موبائل کے ذریعے جس سے بھی رابطہ کرتا رہا۔ ثانی اس دشمن جاسوس کو خودکشی پر مجبور کرتی رہی۔

گارسن ریسیور کان سے لگائے اپنے ایک ایک ساتھ جاسوس سے باری باری رابطہ کرتا رہا۔ اور سونیا انہیں خودکشی پر مجبور کرتی رہی۔ پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے فرانس کی فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا "ہم نے کہا تھا کہ کسی فرانسیسی جاسوس کو ہماری ناک میں نہیں رہنا چاہیے۔ تم نے بات مان لی۔ لیکن رازداری سے امریکی اور روسی سراغ رسانوں کا یہاں جال پھیلا دیا۔"

"میڈم! امریکا اور روس نے اپنے مقاصد کے لیے بھیجا ہوگا۔ ہم ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔"

"تم انجان بنے رہو۔ مگر ہماری طرف سے ان دونوں ممالک تک یہ خوش خبری پہنچا دو کہ اب ان کا کوئی جاسوس فرانس میں زندہ نہیں ہے۔ اگر کوئی کسی طرح بچ گیا ہوگا تو وہ فرار ہوجائے گا۔ یا مارا جائے گا۔"

"میں ابھی انہیں یہ بتا رہا ہوں۔ مگر ہم سے تو کوئی شکایت نہیں ہے؟"

"یہ سوال نہ کرو۔ اس بات پر غور کرو کہ امریکا کو سٹیلائٹ کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے اندرونی حصوں کی جاسوسی کرنے میں ناکامی ہورہی ہے۔ تو تم سب زمین پر رہ کر کس طرح ہمارے خلاف جاسوسی کرو گے؟ آج صرف آج امریکا اور روس کے بتیس جاسوس مارے گئے ہیں۔ وہ مرنے والے باہر سے آئے تھے۔ مگر تمہاری میونسپلٹی والے ان کی لاشیں اٹھائیں گے۔"

سونیا کی خیال خوانی کے دوران گارسن اور اس کے ساتھی نے کئی بار سامنے رکھے ہوئے چاقو کو اٹھانے کی کوششیں کیں۔ لیکن ثانی نے ان کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ پھر اچانک ہی گارسن نے جھپٹ کر چاقو کو اٹھایا۔ پھر باہر چاقو باز کے انداز میں ہاتھ گھما کر اپنے ساتھی کے سینے میں پیوست کردیا۔

سونیا نے کہا "کتے کی دم ہو' کبھی سیدھے نہیں ہوگے۔ میں حسنہ کا یہ پاسپورٹ اور ضرورکاغذات لینے آئی تھی۔"

اس نے میز پر سے اپنی ضرورت کی چیزیں اٹھا کر کہا "تم اپنی ضرورت کا چاقو پکڑے رہو۔ تمہارے کام آئے گا۔ میں جارہی ہوں۔"

وہ جانے لگی۔ گارسن نے چیخ کر کہا "نہیں' میں یہ چاقو نہیں پکڑوں گا۔ اسے پھینک دوں گا۔ میں اسے پھینک رہا ہوں۔ تم سن رہی ہو؟"

سونیا اپارٹمنٹ سے باہر آگئی۔ اس نے باہر سے گارسن کی چیخ سنی۔ پھر اپنی کار میں بیٹھ کر ڈرائیو کرتی ہوئی بولی "ثانی! میں ائرپورٹ جارہی ہوں۔ میرے ضروری سامان کا بیگ وہاں پہنچا دو۔"

امریکا' روس اور فرانس کے درمیان ہاٹ لائن پر گفتگو ہورہی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ان سب کے سراغ رسانوں کو بڑی تعداد میں ایسے ہلاک کیا گیا ہے' جیسے قتل عام کیا گیا ہو۔ ہم نے بابا صاحب کے ادارے پر متحد ہو کر حملے کرنے کی سازش کی۔ یہی ہم سے ایک بڑی غلطی ہوئی۔ اب وہ فرانس اور آس پاس کے ملکوں میں ہمارے جاسوس اداروں کو قائم نہیں رہنے دیں گے۔"

انہوں نے ادارے کے انچارج خلیل بن کرم سے رابطہ کیا اور کہا "ہمارے جاسوس فرانس میں تھے۔ بابا صاحب کے ادارے سے تقریباً اتنی کلو میٹر دور تھے۔ لیکن میڈم سونیا نے انہیں اتنی بڑی تعداد میں ہلاک کیا ہے' جیسے قتل عام کیا ہو۔"

خلیل بن کرم نے کہا "یعنی آپ تسلیم کررہے ہیں کہ فرانس میں آپ کے جاسوس بڑی تعداد میں رہتے ہیں۔"

"آپ ہماری بات پکڑ رہے ہیں۔ ہمارے نہایت اہم سراغ رسانوں کی ہلاکت پر گفتگو کریں۔"

پچھلی بار ہمارے ادارے پر تباہ کن حملے کرنے کی حماقت آپ لوگوں نے کی اور اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری۔ اس کے بعد آپ لوگوں سے گفتگو یا مذاکرات کے مواقع ختم ہوچکے ہیں۔ اب ہماری طرف سے انتقامی کارروائی شروع ہوچکی ہے۔ نتائج کا انتظار کریں۔"

خلیل بن کرم نے فون بند کردیا۔ امریکی آرمی انٹیلی جنس کے چیف نے دوبارہ رابطہ کرنا چاہا۔ پتا چلا' ان کے خصوصی رابطے والے فون کو کاٹ دیا گیا ہے۔ چیف نے فون کے ذریعے برین آدم سے پوچھا "پتا ہے' آپ کے اور لبنان کے پڑوسی ملک شام میں کیا ہورہا ہے؟"

"کیا ہورہا ہے؟"

"فرہاد علی تیمور دمشق پہنچا ہوا ہے۔ اس نے ایک رات میں ہمارے اٹھارہ جاسوس ہلاک کردیے ہماری خفیہ ایجنسی کو بالکل ہی ختم کردیا۔ شاہ کو اور وہاں کے عوام کو یہ سمجھنے کی راہ دکھا رہا ہے کہ اس ملک میں امریکا کے حفاظتی انتظامات کے باوجود امن و امان

قائم نہیں رہے گا۔ صرف اسلامی ممالک کے اتحاد سے اور بابا صاحب کے ادارے سے ملنے والی ضمانت سے وہ ملک اتنا محفوظ رہے گا کہ نہ امریکا اسے نقصان پہنچا سکے گا اور نہ ایٹمی طاقت رکھنے والا اسرائیل اسے خوف زدہ کر سکے گا۔"

برین آدم نے کہا "یہ تو ہونا ہی تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہم نے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف جو سازشیں کی تھیں' اس کے جواب میں انہوں نے ہمارے ہی ہاتھوں ایک دوسرے کے فوجی اڈوں کو تباہ کر کے انتقام لیا ہے۔ لیکن اب ہمیں مان لینا چاہیے کہ انہوں نے انتقامی کارروائی نہیں کی تھی' ہماری مرضی کے مطابق ہمیں حملے کرنے کا موقع دیا تھا۔ کارروائی تو اب شروع ہوئی ہے۔"

"یہ ہم سب کے لیے تشویش کی بات ہے۔"

"سب کے لیے نہیں' صرف ہمارے لیے' فرہاد علی تیمور دمشق میں نہیں' ہمارے سر پر آ بیٹھا ہے۔"

"مسٹر آدم! آپ تنہا نہیں ہیں۔ تمام بڑے ممالک آپ کے ساتھ ہیں۔ میں آج ہی شام کو تمام ممالک کا اجلاس طلب کرتا ہوں۔"

"طلب کریں۔ اگر ہماری سلامتی کی ٹھوس تدابیر ہوں گی تو ٹھیک ہے۔ ورنہ کل ہم اردن کے جنوب مغربی حصے سے اپنی فوجیں واپس بلا کر شام کے شاہ کو یہ یقین دلائیں گے کہ اسرائیل اپنے پڑوسی اسلامی ممالک کا دوست ہے۔"

"مسٹر آدم! آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ ہم نے اسرائیل کو ایٹمی قوت بنایا ہے اور آپ ہمارے خلاف قدم اٹھانے کی دھمکی دے رہے ہیں۔"

"گولی جب تک بندوق میں ہے' دھمکی ہے۔ بندوق سے نکل جائے تو موت بن جاتی ہے۔ ہم اپنی سلامتی کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج سے نہیں ڈرائیں گے۔ بہتر ہے آپ تمام بڑے ممالک کے ساتھ ہماری سلامتی کی ضمانت دیں۔"

امریکا کے کئی اکابرین بڑے ممالک سے فرداً فرداً رابطہ کر کے کہنے لگے "فرہاد اسرائیل کے پڑوسی ملک میں تخریبی کارروائی شروع کر کے ہماری طاقت کی نفی کر رہا ہے۔

ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ فرہاد صرف ایک ملک میں نہیں آیا ہے۔ سونیا' ثانی' سلمان' پارس اور پورس ہمارے زیر اثر رہنے والے ممالک میں آئندہ ہمارے خلاف عملی طور پر کارروائیاں کریں گے۔ ہمارے تمام سفیروں کو واشنگٹن میں آج شام یک جا ہو کر جلد سے جلد ایسی تدابیر کرنا چاہئیں۔ جن پر عمل کر کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسلامی ممالک سے جانے پر مجبور کر دیا جائے۔ ہماری انٹیلی جنس اور تمام پلان میکرز اس سلسلے میں مصروف ہیں۔"

امریکا اور تمام بڑے ممالک کے لیے ہم چیلنج بن گئے تھے۔ وہ تشویش میں مبتلا بھی تھے اور یہ خود اعتمادی بھی تھی کہ وہ ہماری انتقامی کارروائیوں کا توڑ کر سکیں گے۔

سونیا ائرپورٹ پر تھی۔ ثانی اس کے ضروری سامان کا بیگ لے آئی۔ سونیا نے پوچھا "علی' ماما کے ساتھ آیا ہے؟"

"جی ہاں وہ دونوں میوز کو لے کر ادارے میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے آئے ہیں۔"

"تم ادارے میں جاؤ گی۔ یا یہاں کاؤچ میں رہو گی؟"

"علی اور فہمی یہاں آ رہے ہیں۔ میں یہاں ایک دن ایک رات رہوں گی۔ کل ادارے میں چلی جاؤں گی۔"

سونیا نے مسکرا کر پوچھا "پارس کے بغیر دل کہیں نہیں لگ رہا ہے؟"

وہ بھی مسکرا کر بولی "ہاں یہ تو حقیقت ہے۔ ویسے جناب تبریزی کی بھی ہدایت ہے۔"

"ہوں تو پھر کوئی خاص بات ہے۔"

"آپ کے لیے بھی ایک ہدایت ہے۔ اپنا یہ بیگ لے کر واش روم میں جائیں اور اسے کھولیں۔"

سونیا بیگ لے کر کھڑی ہو گئی۔ ثانی نے کہا "جب تک آپ واپس آئیں گی تو میں یہاں نہیں رہوں گی۔ دور سے آپ کو دیکھ کر چلی جاؤں گی۔ وش یو اے گڈ اینڈ فنٹاسٹک جرنی۔"

سونیا اس سے مصافحہ کر کے واش روم کی طرف چلی گئی۔ ثانی دور ایک میگزین اسٹال کے پاس آ کر ایک رسالہ کھول کر دیکھتی ہوئی بولی "مما! آپ بیگ کھول کر دیکھ چکی ہیں۔ اس سامان کو کیسے ایڈجسٹ کریں گی؟"

"یہ تو میں کر ہی لوں گی۔ مگر میری جگہ تم ہوتیں تو کیا کرتیں؟"

"میں اسی لباس اور میک اپ میں رہتی۔ مگر کبڑی بن جاتی۔"

"میں بھی یہی کر رہی ہوں۔"

ثانی نے رسالہ رکھ کر ایک اخبار کو اٹھا کر پڑھا۔ اس کے پہلے صفحے پر ایک سب ہیڈ لائن لکھی ہوئی تھی "دمشق میں پہلی بار بڑے پیمانے پر دہشت گردی۔"

مختصر سی خبر یہ تھی کہ ایک رات میں اٹھارہ افراد کو قتل کیا گیا۔ قتل ہونے والوں میں تیرہ امریکی تھے اور پانچ مقامی باشندے' جو مختلف امریکی کمپنیوں میں ملازمتیں کرتے تھے۔

اتنی بڑی خبر کو سیٹلائٹ اور ٹی وی کے ذریعے نشر نہیں کیا گیا بڑے ممالک کے بیشتر اخبارات نے بھی اس خبر کو شائع نہیں کیا ہے۔ اس رازداری کی وجہ صرف یہی ہو سکتی تھی کہ امریکا کے زیر اثر رہنے والے ممالک میں کبھی دہشت گردی اور تخریب کاری نہیں ہوئی۔ دمشق میں ہونے والی دہشت گردی کے باعث امریکا کی برتری اور حفاظتی انتظامات پر حرف آئے گا۔

یاد رہے کہ اب سے پہلے امریکا' روس' جرمنی اور فرانس وغیرہ کے فوجی اڈوں پر زبردست حملے ہوئے تھے۔ بڑے ممالک ایسی

تخریب کاری کو چھپانے کے باوجود نہ چھپا پائے تھے۔ ہمارے اخبار نے دمشق میں ہونے والی دہشت گردی کی خبر سب سے پہلے شائع کی ہے۔ آئندہ دو چار دنوں میں ہماری شائع کردہ خبر کی تصدیق ہو جائے گی۔

ثانی اخبار پڑھنے میں وقت گزار رہی تھی۔ اس نے اخبار کی قیمت ادا کر کے ایک طرف دیکھا۔ سونیا کبڑی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا لباس اور میک اپ وہی تھا۔ وہ اپنے ہاتھ میں بیگ پکڑے ہوئے تھی۔ ثانی نے کہا "مما! آپ کا کبڑا پن پرفیکٹ ہے۔ آپ چیکنگ کے مرحلے سے گزریں میں موجود رہوں گی۔"

سونیا اندر گئی۔ اپنا بیگ چیک کرایا۔ بورڈنگ کارڈ حاصل کیا۔ پاسپورٹ کو چیک کرنے کے لیے ایک کیبن تھا۔ اس کیبن میں دو خاتون اہل کاروں نے سونیا کے لباس کو چیک کیا۔ دونوں کے دماغوں میں سونیا اور ثانی تھیں۔ انہوں نے چیک کرنے والیوں کو یہ سمجھنے کا موقع نہیں دیا کہ وہ کوبڑ مصنوعی ہے۔ اس طرح وہ چیکنگ کے مرحلے سے گزر گئی۔

جب فلائٹ کی پرواز کا اعلان ہوا تو وہ ویٹنگ روم سے نکل کر ایک کوریڈور سے گزرتی ہوئی طیارے میں آ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پرواز کے وقت مسافر بہت کم تھے۔ مسافروں میں اس کے علاوہ دو عورتیں اور دس مرد تھے۔ اس کی چھٹی حس نے کہا' خطرہ ہے۔ طیارے میں ایک بھی ائرہوسٹس نظر نہیں آ رہی تھی۔

اس نے اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی ایک صحت مند جوان عورت سے پوچھا "آج کیا بات ہے کہ جہاز تقریباً خالی خالی ہی نظر آ رہا ہے۔"

وہ مسافر عورت بولی "جہاز کی پرواز ہموار ہو چکی ہے۔ سیٹ بیلٹ کھول لینا چاہیے۔"

سونیا نے سیٹ بیلٹ کھول کر کہا "ایک بھی ہوسٹس نظر نہیں آ رہی ہے۔"

اس نے ہوسٹس کو بلانے کے لیے اوپر لگے ہوئے بٹن کو دبایا۔ اسی وقت اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی "ہیلو سونیا! میں تمہارے ساتھ بیٹھی ہوں۔ اور میری آواز کاپی چل رہا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس طیارے میں تم صرف میری آواز سنو۔ تاکہ تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والی صرف میرے دماغ میں آ سکیں۔ ثانی یہاں ایک عورت اور دس مرد سب گونگے رہیں گے۔ تم میں سے کوئی ہمارے آدمیوں کے دماغوں میں نہیں آ سکے گا۔ حتیٰ کہ جہاز کا پائلٹ اور کوپائلٹ بھی گونگے رہیں گے۔

"تم سوچنے اور اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو اپنی مدد کے لیے بلانے کی کتنی مہلت چاہتی ہو؟ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ سب تمہارے دماغ میں آ کر تمہاری عبرت ناک موت کا تماشا دیکھیں۔"

"تم نے اور فرہاد نے حد کر دی۔ تقریباً پچیس برسوں سے جب بھی تم دونوں پر جان لیوا حملے ہوئے' تم بچتے رہے۔ لہٰذا تمہارے لیے ایسا پنجرہ تیار کیا ہے' جو زمین پر ہے' نہ آسمان پر' نہ کوئی جسمانی طور پر اڑ کر یہاں آ سکتا ہے' نہ خیال خوانی کے ذریعے تمہیں بچا سکتا ہے۔ اب تم کچھ کہنا چاہو تو کہہ سکتی ہو۔"

سونیا اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولی "ایک سوال کا جواب دو۔ یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں سونیا ہوں؟ کیا تم سب اس وقت دھوکا نہیں کھا رہے ہو؟"

وہ بولتی ہوئی قطاروں کی درمیانی راہداری میں آ گئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک عورت اور دس مردوں نے ریوالور' ٹی ٹی اور شاٹ گن ہاتھوں میں لے کر اسے نشانے پر رکھا۔ اس کے پاس بیٹھی ہوئی عورت نے اٹھ کر کہا "ہم نے پوری طرح تصدیق کی ہے۔ پتا

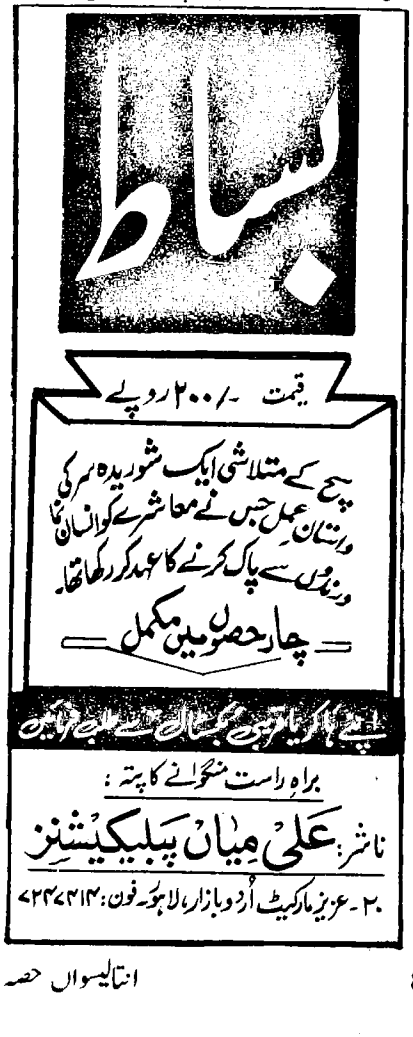

نہیں تمہیں فرہاد نے بتایا ہے یا نہیں کہ ہمارے پاس ایک آخری ٹیلی پیتھی جاننے والا بڑی رازداری سے روپوش رہتا ہے۔ پچھلی رات اسے پورا یقین تھا کہ وہ صفیہ (مورینا) کے ذریعے فرہاد کو ہلاک کرسکے گا۔ لیکن ہمیشہ کی طرح وہ بچ نکلا۔"

"میرے بارے میں بولو۔"

"تم نے گارسن سے حسنہ کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لیے تھے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو معلوم ہوا کہ تم نے یہ لباس پہنا ہے اور اس میک اپ میں تمہاری ٹھوڑی پر حسنہ کی طرح ایک تل ہے۔"

"جب تم اپارٹمنٹ سے باہر آئیں تو گارسن نے برآمدے میں آکر خود کو چاقو سے ہلاک کیا۔ اس نے دم توڑنے سے پہلے سنا تم کہہ رہی تھیں کہ تمہارا سفری بیگ ائرپورٹ لایا جائے۔ مرنے والے گارسن کی آخری سانسوں میں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے یہ بات سن لی تھی۔ اسی کے مطابق ہم تمہیں اس پرواز کرتے ہوئے پنجرے میں لے آئے ہیں۔"

"اور ہاں جب ائرپورٹ پہنچیں تو بالکل سیدھی اور اسمارٹ تھیں۔ جب واش روم سے واپس آئیں تو کبڑی بن گئیں۔ لباس اور میک اپ تبدیل نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے' تم نے مصنوعی کوبڑ میں اپنے بچاؤ کا ضروری سامان چھپا کر رکھا ہے۔"

سونیا نے کہا "میں تسلیم کرتی ہوں۔ تم لوگوں نے بہت محتاط رہ کر بڑی ٹھوس معلومات حاصل کی ہیں۔ اور اس کوبڑ میں واقعی میرے بچاؤ کا سامان ہے۔ لیکن میں اتنے گن والوں کے نرغے میں ہوں کہ اپنے کوبڑ سے بچاؤ کا کوئی سامان نہیں نکال سکوں گی۔"

"تم ہم سے باتیں کررہی ہو۔ لیکن اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو نہیں بلا رہی ہو۔ کم از کم اپنے فرہاد کو تو بلالو۔ اس کے ساتھ تمام عمر گزاری ہے۔ وہ تمہیں دم توڑتا دیکھ لے گا۔"

"میرے ذہن میں جو سوالات ابھر رہے ہیں۔ پہلے میں اس کے جوابات معلوم کرلوں۔ یہ مسافر بردار جہاز ہے۔ اس کے تمام مسافر کہاں چلے گئے۔"

"ایسے ہی ایک مسافر بردار جہاز میں ان تمام مسافروں کو بڑی رازداری سے ٹرانسفر کردیا گیا ہے۔"

"واقعی ایسی رازداری سے ہم بے خبر رہے۔ اب تم سب کے سوچنے کی باری ہے' مجھ پر فائرنگ کرتے وقت کتنی گولیاں ضائع ہوں گی۔ کیونکہ میں کسی بے جان پتلے کی طرح گولیاں کھانے کے لیے ایک جگہ کھڑی نہیں رہوں گی۔ جتنی گولیاں ضائع ہوں گی وہ جہاز میں سوراخ کریں گی اور جہاز کا توازن برقرار نہیں رہے گا۔ پرواز ناہموار ہوگی۔"

"تم یہ سننا چاہتی ہو کہ ایسی حالت میں جہاز تباہ ہوگا اور ہم بھی مارے جائیں گے۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے ہم سب فوجی ہیں۔ حکومت سے ہمارا معاہدہ ہوا ہے کہ ہم جان پر کھیل جائیں گے تو ہمارے بال بچوں کو ہرماہ پچاس ہزار ڈالر ادا کیے جائیں گے۔ مختصر یہ کہ تمہارے ساتھ ہم بھی مرنے آئے ہیں۔"

سونیا اس بولنے والی کے دماغ میں تھی۔ وہ بولتی ہوئی سونیا کے سامنے آئی۔ اس نے اسے کھینچ کر اپنے سامنے ڈھال بنا کر کہا "کم آن میں دیکھوں گی۔' جس کا معاہدہ تم نے اپنی حکومت سے کیا ہے۔"

وہ شکنجے میں آنے والی بولی "سونیا! تم حماقت کررہی ہو۔ جب ہمیں مرنا ہی ہے تو میرے یہ ساتھی پہلے مجھے گولیاں ماریں گے۔ پھر کسے ڈھال بناؤ گی۔"

اس کی باتوں کے دوران میں سونیا پیچھے چلتی ہوئی ایمرجنسی ایگزٹ دروازے پر آئی۔ ہنگامی حالت میں وہاں لکھی ہوئی ہدایات کے مطابق کوئی بھی دروازہ کھول سکتا ہے۔ سونیا نے ایک ہاتھ سے اس عورت کو دبوچ رکھا تھا۔ اس نے دوسرے ہاتھ کا زور لگا کر ایک بڑے دائرہ نما ہینڈل کو گھمایا۔ سب ہنسنے لگے۔ اس کے شکنجے میں رہنے والی نے کہا "یہ کیا حماقت کررہی ہو۔ یہ جہاز چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کررہا ہے۔ کیا باہر چھلانگ لگا کر خودکشی کرنا چاہتی ہو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سب ہی نے تڑاتڑ گولیاں چلائیں۔ وہ گولیاں ڈھال بننے والی کو لگ رہی تھیں۔ دوسری طرف ایمرجنسی ایگزٹ ڈور کھل گیا تھا۔ سونیا نے بیگ سے ریوالور نکالتے ہوئے باہر چھلانگ لگائی۔ باہر گرتے ہی اس نے متواتر چھ گولیاں جہاز کے فیول ٹینک کی طرف چلائیں۔ جہاز کی طوفانی رفتار اور سونیا کے گرنے کی رفتار ایسی تھی کہ فیول ٹینک میں ایک ہی گولی لگی۔ ان چند لمحات میں جہاز اس سے دو چار کلو میٹر دور ہوگیا۔ لیکن ٹنکی میں سوراخ ہوگیا تھا۔ دشمنوں نے زور لگا کر ایمرجنسی ایگزٹ ڈور کو بند کردیا تھا۔

اس نے چالیس ہزار فٹ کی بلندی سے نیچے جاتے ہوئے جیکٹ کو اتار کر پھینکا تو کوبڑ کی جگہ پیراشوٹ فولڈ کیا ہوا تھا۔ اس کی پٹیاں شانے اور کمر سے بندھی ہوئی تھیں۔ اس نے سینے پر سے ایک ہک کو کھینچا تو یک بارگی پیراشوٹ کھلتا چلا گیا۔ وہ گرنے سے محفوظ ہوگئی۔ زمین کی طرف جانے کی رفتار بھی نارمل ہوگئی۔

اس نے دیکھا' دور وہ جہاز ڈگمگا رہا تھا۔ ایندھن کی کمی کے باعث کہیں جہاز کو اتارنے کی جگہ نہیں تھی۔ وہ تقاضے سے باہر ہوتے ہوئے ایک پہاڑی سے ٹکرا کر زبردست دھماکے سے پاش پاش ہوگیا۔

وہ آسمان سے اترتی ہوئی' زمین کی طرف یوں آرہی تھی جیسے ماں کی گود میں پہنچنے والی ہو۔

اسرائیل کے شمال میں سمندر کے ساحل پر کئی پہاڑ ہیں جنہیں جبل لبنان کہتے ہیں۔ ان پہاڑوں کا حامل وہ چھوٹا سا ملک اسی مناسبت سے لبنان کہلاتا ہے۔ دشمنوں نے سونیا کو لبنان جانے سے روکنے اور ہلاک کردینے کے لیے ایک طیارے میں یا ہوائی پنجرے میں ٹریپ کیا تھا۔ تاکہ اس کے بچ نکلنے کے لیے اسے کوئی زمین نہ ملے لیکن حقیقت تو اسی ایک مصرع میں ہے کہ وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔

سونیا تو بچ نکلی اور وہ تمام دشمن اس طیارے سمیت جبل لبنان سے ٹکرا کر فنا ہوگئے۔ طیارے کے حادثے کی خبر ساری دنیا میں پھیلی لیکن امریکی اکابرین نے یہ خوش خبری پہلے سنی کہ طیارے کا ایک مسافر بھی زندہ نہ بچ سکا۔ ان کی لاشوں کے اتنے ٹکڑے ہوئے کہ مرنے والوں کو پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔ ویسے یقین ہوگیا کہ مرنے والوں میں سونیا بھی ہوگی۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "فرہاد اور سونیا نے جیسے قیامت تک زندہ رہنے کے لیے جنم لیا ہے۔ ہم کئی بار ان دونوں کی موت کا جشن منا چکے ہیں۔ اس بار جشن منانے سے پہلے سونیا کی موت کی تصدیق کرلینا چاہیے۔"

ایک حاتم نے کہا "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بتا سکتا ہے کہ اس کا دماغ مردہ ہے یا زندہ ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارا آخری سرمایہ ہے۔ اسے صرف خاص موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مورینا دمشق میں صفیہ بن کر فرہاد کو اپنے بہت قریب لے آئی تھی۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہر پہلو سے تصدیق کی تھی کہ وہی اصلی فرہاد ہے۔ تب اس نے مورینا (صفیہ) کے ذریعے اسے قتل کرنا چاہا۔ اس سے پہلے ہی فرہاد نے اسے قتل کردیا۔"

دوسرے نے کہا "فرہاد اور سونیا انسان نہیں شیطان ہیں۔ یہ سوچنے کے لیے ہمارا دماغ کام نہیں کرتا کہ انہیں کس طرح موت کی آہٹ سنائی دیتی ہے اور وہ بچ نکلتے ہیں۔ اگر مورینا کی جگہ ہمارا آخری ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد کے کسی داؤ میں آجاتا تو ہمارے لیے یہ نقصان ناقابلِ برداشت ہوتا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے تائید کی "اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو آئندہ اس ملک میں بھی نہیں جانے دیا جائے گا جہاں وہ دونوں موجود رہا کریں گے۔"

"ابھی کس طرح سونیا کی موت کی تصدیق کی جائے؟"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ الپا خیال خوانی کے ذریعے تصدیق کرسکتی ہے۔"

انہوں نے فون کے ذریعے برین آدم سے کہا "ہم الپا سے ایک تعاون چاہتے ہیں۔"

"کیسا تعاون؟"

"پہلے آپ الپا کو اپنے دماغ میں بلائیں پھر ہم اس طیارے کے بارے میں بتائیں گے جس کا حادثہ جبل لبنان پر ہوا ہے۔"

"اتفاق سے الپا میرے پاس ہے۔ یہ آپ کے پاس پہنچ رہی ہے۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ برین آدم نے الپا سے کہا "طیارے کا وہ حادثہ ان امریکیوں کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہوگا اس لیے وہ تمہارا تعاون چاہتے ہیں۔"

"میں ابھی جاکر اصل بات معلوم کرتی ہوں۔"

وہ امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ کر بولی "میں حاضر ہوں' فرمایئے؟"

وہ بولا "جو طیارہ حادثے کا شکار ہوا ہے' اس میں سونیا بھی تھی۔"

"کیا آپ پورے یقین سے کہہ رہے ہیں کہ سونیا اس میں سفر کررہی تھی؟"

"ہاں' وہ ایک لبنانی عورت کے بہروپ میں لبنان جارہی تھی۔ پہلے ہم نے بڑے ٹھوس ذرائع سے اور بڑی باریک بینی سے تصدیق کی اس کے بعد بڑی رازداری سے اس طیارے میں سفر کرنے والے مسافروں کو دوسرے طیارے میں ٹرانسفر کرایا پھر اپنے فوجی مردوں اور عورتوں کو سادے لباس میں اس طیارے کا مسافر بنایا جس میں سونیا سفر کرنے آئی تھی۔"

"کیا وہ اتنی نادان ہے کہ اسے سیکڑوں مسافروں کے دوسرے طیارے میں منتقل ہونے کا علم نہیں ہوا ہوگا؟"

"ہمارے پلاننگ بڑی ٹھوس اور زبردست تھی۔ اس طیارے میں سونیا کو ٹریپ کرلیا گیا تھا۔ سیدھی سی بات ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ابھی معلوم کرسکتی ہو کہ وہ مردہ ہے یا زندہ؟"

"ہوں۔ اس معاملے سے ہم بھی پریشان ہیں کہ فرہاد ہمارے پڑوسی ملک میں آگیا ہے اور سونیا دوسرے پڑوسی ملک لبنان آئی تھی۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سونیا نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی پوچھا "کون ہے؟"

"میں الپا ہوں۔"

"اچھا' تمہارے ذریعے میری زندگی کی نبض ٹٹولی جارہی ہے۔ انہیں یہ خوشخبری سنادو کہ میں نے ہی اس طیارے کے فیول ٹینک میں اس وقت سوراخ کیا جب وہ چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کررہا تھا۔"

"او... نو... یہ ناممکن ہے' جو طیارہ چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر تھا' اس کے فیول ٹینک میں سوراخ کرنے کے بعد آپ کیسے بچ گئیں؟"

"یہ معمّا سمجھنے کا ہے۔ سمجھانے کا نہیں ہے۔ اب جاؤ۔"

"میں آپ سے ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"سوری۔ ابھی میں ایک انجانی جگہ پر ہوں اور یہاں دماغی طور

پر حاضر رہنا چاہتی ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ الپا نے امریکی فوجی افسر کے پاس آکر کہا "آپ حضرات نے سونیا کو کامیابی سے ٹریپ کیا تھا لیکن وہ چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرنے والے طیارے کے فیول ٹینک میں سوراخ کرکے فرار ہوگئی اور آپ کے تمام سول ڈریس میں رہنے والے کمانڈوز فنا ہوگئے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"یہ سوال میں نے سونیا سے کیا تھا اس نے جواب میں صرف یہ کہا کہ یہ معمہ خود حل کرو اور میری سمجھ میں ایک ہی بات آتی ہے کہ وہ پیراشوٹ کے ذریعے فرار ہوئی ہے۔"

"کیا ہمارے تمام کمانڈوز اندھے تھے؟ کیا انہوں نے سونیا کے پاس پیراشوٹ نہیں دیکھا ہوگا؟"

"آپ جنگی پیراشوٹ کے بارے میں نہ سوچیں۔ یورپ اور امریکا میں اسکائی فلائنگ کائٹس کمپنیاں SKY FLYING KITES COMPANIES بلندی پر پرواز کرنے والے طیاروں سے باہر غوطہ لگا کر فضا میں تیرتا' پھر زمین پر پہنچنے سے پہلے کائٹس کو کھول کر حفاظت سے اترنا سکھاتی ہیں۔ وہ کائٹس' پیراشوٹ کی طرح پھیلی ہوئی وزنی نہیں ہوتیں' انہیں تہ کرکے پشت پر باندھا جاتا ہے۔"

"پھر بھی ہمارے کمانڈوز نے اس کی پشت دیکھی ہوگی اس کے لباس اور سامان کی تلاشی لی ہوگی۔"

"ایسی تفصیلات لبنان کے پہاڑ... پر جاکر مرنے والے کمانڈوز سے پوچھی جاسکتی ہیں۔ یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ سونیا کہیں لبنان کے قریب ہے۔ فرہاد کی طرح وہ بھی ہمارے ایک پڑوسی ملک میں آگئی ہے۔ میں جارہی ہوں۔"

وہ برین آدم کے پاس آکر بولی "بگ برادر! ہماری دنیا میں ایسی ہستیاں ہیں' جو سمجھ میں نہیں آتیں۔ ان میں سونیا اور فرہاد ہیں۔"

"معاملہ کیا ہے؟"

الپا اس طیارے میں سونیا کو ٹریپ کرکے لے جانے والی اتنی ہی باتیں بتاپائی' جتنی اس نے امریکی اکابرین اور سونیا سے سنی تھیں لیکن حادثے سے پہلے طیارے میں کیا ہوا؟ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

برین آدم نے کہا "یہی بات سمجھ میں آتی ہے' سونیا ان کمانڈوز پر بھاری پڑ کر اسکائی فلائنگ کائٹ کے ذریعے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئی۔"

"بگ برادر! وہ جیسے بھی بچ نکلی ہو۔ مصیبتیں ہم پر آرہی ہیں۔ طیارہ لبنان کے ایک پہاڑ سے ٹکرایا ہے۔ اس کا مطلب ہے سونیا لبنان پہنچنے والی ہے یا پہنچ چکی ہے۔ ادھر دمشق میں فرہاد ہے۔ ان کے بعد ٹائی' پاریں' پورس' فہمی اور علی ہیں۔ یہ لوگ اردن اور مصر وغیرہ میں پہنچ کر تین اطراف سے ہمیں گھیر لیں گے۔ ہماری چوتھی طرف سمندر ہے۔"

برین آدم نے کہا "میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنی بڑی غلطی نہیں کی۔ ہمیں بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کی جانے والی سازشوں میں شریک نہیں ہونا چاہیے تھا۔ جناب تیمرزی کی حکمت عملی دیکھو' انہوں نے سب سے پہلے ہمیں ٹارگٹ بنایا ہے تاکہ تمام اسلامی ممالک عملی طور پر ہماری بے بسی کو' ہمارے کمزور پہلوؤں کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ان ممالک پر ہمارا جو رعب اور دبدبہ ہے' وہ ختم ہوجائے۔"

الپا نے کہا "فرہاد کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے تمام بڑے ممالک کی اور ہماری ایٹمی قوت کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ چند کلومیٹر تک پھیلے ہوئے بابا صاحب کے چھوٹے سے ادارے کو ہم مٹا نہ سکے۔ ہمارے حملوں نے ہمیں ہی بری طرح نقصان پہنچایا۔"

"الپا! ذرا غور کرو۔ امریکا' اسرائیل' روس' جرمنی اور فرانس کے سیکڑوں فوجیوں نے اپنے اپنے ملک سے زمینی اور فضائی حملے کیے اور ایسے وقت سیکڑوں کے دماغوں کو الٹ دیا گیا۔ انہوں نے اپنے ہی دوست ممالک کے فوجی اڈوں کو تباہ کیا۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ بابا صاحب کے ادارے میں بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟"

"بے شک۔ روحانی ٹیلی پیتھی کے علاوہ عام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد اتنی ہے جس کی ہم توقع نہیں کرسکتے۔ یہ ماننا ہوگا کہ بابا صاحب کا ادارہ سپر پاور بن چکا ہے اور ہمیں ہر حال میں اس سے دوستانہ تعلقات رکھنے پڑیں گے۔"

"ان کی طرف دوستانہ ہاتھ بڑھانے سے وہ قبول نہیں کریں گے۔ مسلمان زہریلے سانپ سے دوستی کرسکتے ہیں' یہودی سے کبھی نہیں کریں گے۔ ہمیں عملی طور پر ایسے اقدامات کرنے ہوں گے جن سے یہ ثابت ہوتا رہے کہ ہم اگر دوستی کے قابل نہیں ہیں تو ہمارے مثبت عمل کے پیش نظر ہم سے دشمنی بھی نہ کی جائے۔"

"مثلاً آپ کیسے اقدامات کریں گے؟"

"فرہاد نے دمشق میں الٹی میٹم دیا ہے کہ اڑتالیس گھنٹوں کے اندر وہاں سے غیر ملکی چلے جائیں' اٹھارہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ وہاں امریکی سفارت خانہ موجود ہے۔ مختلف شعبوں میں امریکی ماہرین کام کررہے ہیں۔ ہم کل صبح سے پہلے اپنے یہودی تاجروں اور انجینئرز وغیرہ کو واپس بلالیں گے۔"

وہ ایک لمحہ توقف سے بولا "یہ ہماری دہری چال ہوگی۔ امریکا اور روس وغیرہ ہم سے ناراض ہوں گے۔ ہم کہیں گے پہلے ہماری سلامتی کی ضمانت دو۔ ورنہ ہم دوسرے مرحلے میں لبنان کے مشرقی حصے سے اور اردن کے جنوب مغربی حصوں سے اپنی فوج واپس بلالیں گے۔ ایک طرف ہم بابا صاحب کے ادارے والوں کی تارانضگی کم کرتے جائیں گے۔ دوسری طرف اپنی سلامتی کے لیے امریکا وغیرہ سے مکمل یقینی ٹھوس ضمانت حاصل کریں گے۔"

الپا نے کہا "اپنی یہ حکمت عملی پہلے یہودی اکابرین میں کسی کو نہ بتائی جائے۔ ورنہ مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں سے ہماری دہری پالیسیوں کو سمجھ لیں گے۔"

"تم ہماری ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو۔ اپنے یہودی اکابرین سے سختی سے پیش آؤ۔ اگر تمہارے کسی فیصلے پر کوئی اعتراض کرے تو صاف کہہ دو کہ اعتراض کرنے والے کو اس کے عہدے سے ہٹادیا جائے۔ ورنہ تم اسرائیل کو ٹیلی پیتھی کے بغیر یتیم چھوڑ کر چلی جاؤ گی۔"

دونوں نے اس فیصلے کے مطابق اسرائیلی اکابرین سے مشورے کیے پھر الپا نے شامی وفادار سے کہا "میں بھی فرہاد علی کی بہو کی بہو تھی' اب نہیں رہی لیکن ہمیشہ ان کی عزت اور احترام کرتی رہوں گی۔ ان کا کوئی حکم ہو یا ہدایت میں سرجھکا کر عمل کروں گی۔ کل صبح تک وہاں جتنے یہودی تاجر' انجینئرز اور ماہرین ہیں' انہیں کل صبح تک واپس بلالیا جائے گا۔ آئندہ بھی ایک پڑوسی ملک کے سربراہ کی حیثیت سے آپ جب بھی ہماری خدمات چاہیں گے' ہم فوراً تعاون کریں گے۔"

چند امریکی جاسوس بڑی رازداری سے دمشق میں آگئے تھے اور وہ خفیہ ایجنسی... لیے راہیں ہموار کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے اکابرین کو رپورٹ دی کہ اسرائیل صلح جوئی کی طرف مائل ہے۔ اس نے صبح ہونے سے پہلے ہی تمام یہودیوں کو پورے شام سے واپس بلالیا ہے۔

امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے برین آدم سے فون پر کہا۔ "تم یہودی چڑھتے سورج کے پجاری ہو تم نے فرہاد کے خلاف ہماری جوابی کارروائی کا انتظار نہیں کیا اور اپنے تمام یہودیوں کو واپس بلالیا۔ فرہاد کو یہ تاثر دے رہے ہو کہ صلح اور امن قائم کرنے کے سلسلے میں تم ان کا ساتھ دیتے رہو گے۔"

برین آدم نے کہا "آپ چڑھتے ہوئے سورج تھے۔ ڈوب کیوں گئے؟ اور ڈوبنے کے بعد یہ کیوں توقع کرتے ہو کہ دوسرے تاریکی میں بھٹکتے رہیں۔ یہ تو انسانی ضرورت ہے' جہاں روشنی دیکھتا ہے' وہیں اپنا چراغ جلانے جاتا ہے۔"

"فرہاد نے وہاں سے غیر ملکیوں کو جانے کے لیے اڑتالیس گھنٹے کی مہلت دی ہے۔ ابھی یہ مہلت ختم نہیں ہوئی ہے۔ تمہیں یہ تو دیکھنا چاہیے کہ ہم کتنی سہولت سے جوابی کارروائی کرنے والے ہیں۔"

"جب آپ جوابی کارروائی کرلیں گے اور اس کے نتیجے میں فرہاد وہاں غیر ملکیوں کی رہائش پر اعتراض نہیں کرے گا تو ہم وہاں سے آنے والے یہودیوں کو واپس بھیج دیں گے۔ قصور آپ کا ہے' آپ نے ہمیں نہیں بتایا کہ کوئی جوابی کارروائی کرنے والے ہیں۔"

"ہم فرہاد سے مذاکرات کرنے والے ہیں کہ کوسود میں مسلمانوں پر جو ظلم ہوا ہے' ان پر ظلم کرنے والوں سے سفارتی تعلقات ختم کیے جائیں گے اور جلد سے جلد کوسود کے تمام مسلمانوں کو ان کے وطن واپس بلاکر انہیں دوبارہ آباد کرنے کے لیے ان کی مالی امداد کی جائے گی۔"

"کوسود کے ہزاروں باشندوں کو دوبارہ اپنا گھر اور وطن مل جائے گا تو فرہاد کے فیصلے میں بھی لچک آجائے گی پھر ہم بھی کہیں گے کہ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لیے اپنے یہودیوں کو واپس بلایا تھا۔ اب ہمارے یہودیوں کو بھی..... شام میں ان کی پہلی جگہ انہیں دی جائے۔"

"لیکن تم نے مذاکرات سے پہلے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔ اب تو فرہاد یہی کہے گا کہ ہم بھی یہودیوں کی طرح اپنے لوگوں کو واپس بلائیں۔ اس کے بعد مذاکرات ہوں گے۔"

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پہلے اپنے آدمیوں کو واپس بلاکر مذاکرات کریں۔ سیدھی اور سچی بات یہ ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف تم لوگوں کی سازشوں میں شریک ہوکر جو غلطی کی تھی' وہ غلطی ہم دوبارہ نہیں کریں گے۔"

امریکا اور دوسرے بڑے ممالک کے درمیان اسی پہلو پر بحث ہورہی تھی کہ کتنی نرمی اور سہولت سے بابا صاحب کے ادارے کو صلح پر مائل کیا جاسکتا ہے۔ میں اپنے بارے میں بیان کرچکا ہوں کہ میں شامی... وفادار کے امریکی مشیر کارنر میسن کی سیکریٹری جولی کا ایک محبوب اور پرائیویٹ جاسوس مارک سائن بن کر اس کے محل کے احاطے میں پہنچ گیا تھا۔

جولی بظاہر مشیر کارنر میسن کی سیکریٹری تھی اور درپردہ امریکی سیکرٹ ایجنٹ تھی۔ اسے یوگا میں مہارت حاصل تھی۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اسے میری محبوبہ بنادیا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کردیا تھا کہ مارک سائن اس کا محبوب ہونے کے علاوہ اس کا باڈی گارڈ اور پرائیویٹ جاسوس بھی ہے۔

وفادار کے محل کے احاطے میں دو بنگلے تھے۔ ایک میں اس کا مشیر کارنر میسن اور دوسرے بنگلے میں جولی رہتی تھی۔ اب میں اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہ تمام رات بڑی مصروفیات میں گزری تھی۔ میں اور جولی صبح بنگلے میں آتے ہی سوگئے۔ ہم ایک ہی بیڈ پر سوئے تھے۔ وہ حسین تھی' جوان تھی' پرکشش تھی اس کے باوجود ایسی تنہائی کا موقع ملتا تو سب سے پہلے دماغ میں یہ بات آتی کہ اب میں بیٹی اور بہوؤں والا ہوگیا ہوں۔ دادا بھی بن گیا ہوں۔ اب یہ زیب نہیں دیتا کہ میں عیاشیاں کرتا پھروں۔ اب تو خود کو قابو میں رکھنے کا دور تھا۔ کبھی حسن وشباب اپنے پہلو میں بھی ہو تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا ذہن کنٹرول میں رکھنے کی کوششیں کرتا رہوں۔

بہرحال وفادار کے پاس دن کے ایک بجے طلبی ہوئی۔ میں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے دماغ میں بلالیا۔ وہاں امریکی

سفیر نے کہا "عزت مآب! مسٹر فرہاد علی تیمور نے اڑتالیس گھنٹے کی مہلت دی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ امریکا خود کو سپر پاور ثابت کرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے اور مسٹر فرہاد کو چیلنج کرے۔ ایسا کرنے سے آپ کے ملک کا امن وامان تباہ ہوتا رہے گا اور امریکا یہاں ہمیشہ سلامتی چاہتا رہا ہے اور چاہتا رہے گا۔"

وہ ایک لمحہ توقف سے بولا "مسٹر فرہاد نے کوسوو سے بے دخل کیے جانے والے مسلمانوں کا حوالہ دیا تھا۔ ہم نے ان مسلمانوں پر ظلم ڈھانے والوں کے خلاف کارروائی شروع کردی ہے۔ ہم نے صاف کہہ دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کی دشمنی سے باز نہیں آئیں گے تو ان سے سفارتی تعلقات ختم کردیے جائیں گے۔

اور ہمیں ایک ہفتے کی مہلت دی جائے۔ ہم ہجرت کرنے والے تمام مسلمانوں کو دوبارہ ان کے وطن میں آباد کریں گے اور انہیں بھرپور مالی امداد دیں گے۔ جناب عالی! جب ہزاروں کی تعداد میں بے گھر کیے جانے والے مسلمانوں کو پورے عزت ووقار سے آباد کررہے ہیں تو آپ سے دست بستہ عرض ہے کہ آپ اپنے ملک سے ہمارے آدمیوں کو بے گھر نہ کریں۔ ہم نے آپ کے ملک میں امن وسلامتی رکھنے اور مسٹر فرہاد کو مطمئن کرنے کے لیے یہ امن وامان کا راستہ نکالا ہے۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔"

وفادار نے کہا "یہ نہایت ہی معقول اور تعمیری حکمتِ عملی ہے۔ ہم نے ابتدا ہی سے امریکا کی برتری اس لیے تسلیم کی ہے کہ اس سپر پاور کے سائے میں امن وسلامتی کی ضمانت ملتی ہے۔ یہ کتنی بڑی بات ہے کہ امریکا ہماری ترقی کے لیے اپنے ماہرین کو یہاں رکھنے کی خاطر کوسوو کے ہزاروں مسلمانوں کو ان کے وطن واپس لاکر ان کی آبادکاری کے سلسلے میں پوری طرح مالی امداد دیتا رہے گا۔ اس سلسلے میں مسٹر فرہاد علی تیمور کیا فرماتے ہیں؟"

ایک مشیر نے کہا "فرہاد علی تیمور میرے دماغ میں ہیں اور میری زبان سے بول رہے ہیں۔"

پھر میں نے اس کی زبان سے کہا "وفادار محترم! اگر ہماری آمد سے قبل امریکا کوسوو کے باشندوں کو تحفظ فراہم کرتا تو انصاف پرور اور امن پسند کہلاتا۔ جب یہاں کے امریکی باشندوں کو میں نے بے گھر کرنے کا الٹی میٹم دیا تب یہ امن پسندی کی حکمت عملی اختیار کررہے ہیں۔ جب آپ ان کی حکمت عملی پسند فرمارہے ہیں تو کوئی بات نہیں، دیر آید درست آید۔ لیکن ایک عرض ہے۔ بابا صاحب کا ادارہ زبانی وعدوں سے نہیں بہلتا کیونکہ بیشتر سیاسی وعدے اکثر تشنۂ تکمیل رہ جاتے ہیں۔ دانش مندی کا تقاضا ہے کہ امریکی حکام جب تک کوسوو کے تمام مسلمانوں سے عملی طور پر انصاف نہ کریں۔ جب تک ہزاروں مسلمان بے گھر رہیں۔ تب تک کے لیے یہاں کے بھی تمام امریکی بے گھر ہوجائیں۔

"آپ کا اقبال بلند ہو۔ آپ کے سامنے اسرائیل کی مثال موجود ہے۔ اس ملک کے اکابرین نے اپنے یہودی ماہرین کو یہاں

رکھنے کے لیے کسی طرح لین دین کا سودا نہیں کیا۔ آپ کی خوش اور اس ملک کی سلامتی کے لیے اپنے تمام ماہرین کو واپس بلا ہے۔ آپ سے گزارش ہے، آپ وعدہ کرنے والوں کی لن ترانی سنیں۔ ان کی نیت دیکھیں۔ اگر وہ سچے ہیں اور ایک ہفتے میں کو کے مسلمانوں کو آباد کرنا چاہتے ہیں تو میں بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے وعدہ کرتا ہوں کہ یہاں سے بے گھر ہونے والے امریکیوں کو واپس بلاکر آباد کروں گا۔"

سفیر نے کہا "ہم مسٹر فرہاد کے اطمینان کے لیے اپنے ماہرین اور سفارتی عملے کو بھی یہاں سے لے جائیں گے اور کوسوو میں وعدہ پورا کرنے کے بعد یہاں واپس آئیں گے لیکن مسٹر فرہاد آپ کے سامنے وعدہ کریں کہ اس کے بعد آپ کے وطن عزیز میں دہشت گردی نہیں پھیلائیں گے۔"

میں نے کہا "دہشت گردی ایک الزام ہے۔ ہم نے یہاں خفیہ ایجنسی کے دفتر اور قتل ہونے والے امریکی سراغ رسانوں کا ثبوت پیش کیا ہے۔ جب آپ شام کے دوست ہیں تو اس دوست ملک میں آپ کی خفیہ ایجنسی اور سراغ رساں کیوں ہیں؟ کیا اس ملک کی انٹیلی جنس کے مسلمان جاسوس یہاں کام نہیں ہیں؟"

"اگر یہاں کے حکومتی عہدیدار انکار کریں گے تو یہاں امریکی جاسوس نہیں رہیں گے۔ آپ بھی وعدہ کریں کہ آپ یا آپ کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں نہیں رہے گا۔"

میں نے کہا "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں نہیں رہے گا لیکن حکومت کے مشیروں میں ایک امریکی رہے گا تو ہمارے ادارے کا بھی ایک مشیر یہاں رہے گا۔ ہم شامی مسلمانوں سے برادرانہ تعلقات رکھنے کے لیے اپنے ماہرین بھی یہاں خدمات کے لیے بھیجتے رہیں گے۔"

وفادار نے کہا "آج ہم اس نتیجے پر پہنچ گئے ہیں کہ ایک ہفتے میں کوسوو کے تمام مسلمان اپنے وطن میں آباد ہوجائیں گے۔ اس وقت تک امریکی باشندے اس ملک سے چلے جائیں گے۔ وعدے کی تکمیل کے بعد واپس آجائیں گے۔ بابا صاحب کا ادارہ ہمارے لیے معزز ہے۔ ہم اس ادارے سے کس حد تک برادرانہ تعلقات رکھیں گے۔ اس سلسلے میں کسی دوسرے دن اجلاس طلب کیا جائے گا۔"

اجلاس برخاست ہوگیا۔ میں سمجھ رہا تھا، امریکا یہ کبھی نہیں چاہے گا کہ بابا صاحب کے ادارے سے کوئی مشیر آئے۔ مشیر آئے گا تو اس کے دماغ میں خیال خوانی کرنے والا بھی آئے گا اور محل کے اندر جو امریکی سازشیں ہوں گی، ان سے ہم باخبر رہا کریں گے۔

ہم نے ان کے گلے میں ہڈی اٹکادی تھی۔ اب دیکھنا تھا کہ وہ ہڈی کو اگل سکیں گے یا نگلنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

○☆○

سونیا نے زمین پر اترتے ہی اسکائی فلائنگ کائٹ کو تہ کرکے بیگ میں رکھ لیا۔ اگرچہ اب وہ غیر ضروری ہوگئی تھی لیکن ویرانے میں اتری تھی، وہاں کبھی سونے کے وقت اس فلائنگ بیگ کو بستر کے طور پر استعمال کرسکتی تھی۔

جب وہ بلندی سے اتر رہی تھی تو اس نے دور ایک چھوٹا سا گاؤں دیکھا تھا اور اس ٹاؤن کے بھی کتنے ہی لوگ اسے دور اترتے دیکھ رہے تھے۔ ظاہر تھا کہ وہاں کے لوگ اور پولیس والے اسے تلاش کرتے ہوئے ضرور آئیں گے۔

طیارے کے فیول ٹینک پر فائر کرنے کے بعد ریوالور خالی ہوگیا تھا اس نے اسے پھینک دیا تھا کیونکہ اسے جلد سے جلد جیکٹ اور اسکائی فلائنگ کائٹ کو کھولنا تھا۔ وہ سفری بیگ اس لیے رہ گیا کہ بلندی سے زمین پر آتے وقت وہ اس کی گردن سے اٹک کر لٹکا رہ گیا تھا۔

اس نے وہیں بیٹھ کر بیگ سے ویسٹنگ کریم اور بے بی مرر نکال کر چہرے سے میک اپ کو صاف کیا۔ حسنہ کے پاسپورٹ، دوسرے کاغذات اور تصویروں کے اتنے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے جنہیں کوئی جوڑنا چاہے تو جوڑ نہ سکے پھر وہاں سے اٹھ کر ان ٹکڑوں کو فضا میں اچھالتی ہوئی جانے لگی۔

جس ٹاؤن کو اس نے اوپر سے دیکھا تھا، وہ اس طرف جارہی تھی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد وہ رک گئی۔ کچھ لوگوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ فوراً ہی ایک اونچے سے گھنے درخت پر چڑھ گئی۔ اپنے بڑے پتوں کے درمیان چھپ گئی۔

تھوڑی دیر بعد کئی مقامی لوگ ہاتھوں میں بڑے بڑے چمڑے کے ٹکڑیاں لیے نظر آئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پرانی بندوق تھی۔ وہ عربی اور ترکی ملی ہوئی زبان بول رہے تھے۔ سونیا ان زبانیں جانتی تھی۔ لہٰذا کسی حد تک ان کی باتیں سمجھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے "وہ آدمی اسی طرف آیا ہے۔"

دوسرے نے کہا "مجھے تو وہ عورت لگ رہی تھی۔"

"تم نے دور سے کیسے سمجھ لیا کہ وہ عورت تھی؟"

"اور تم نے دور سے کیسے سمجھ لیا کہ وہ مرد تھا؟"

بندوق والے نے ڈانٹ کر کہا "شٹ اپ۔ ادھر ادھر الگ الگ ہوکر یہاں پہنچنے کے بعد کہیں چھپ بھی سکتا ہے یا سکتی ہے۔"

وہ سب منتشر ہوکر دور دور جانے لگے۔ بندوق والا پتلون اور شرٹ میں تھا۔ ایک مقامی شخص کے ساتھ اسی درخت کے نیچے کھڑا ہوا تھا، جس پر سونیا چڑھی ہوئی تھی۔ مقامی شخص کہہ رہا تھا "صاحب! یہ بندوق چلتی ہے؟"

صاحب نے کہا "گدھے! بندوق کو بھی چلتے دیکھا ہے؟ کیا اس کے پیر ہوتے ہیں؟ اور کتنی بار سمجھایا ہے، صاحب نہ بول۔ میں کمانڈر ہوں کمانڈر۔"

"تو تم غریب لوگوں کے کمانڈر رہو۔ میں تو چار برس سے اس جنگل کو دیکھتا رہتا ہوں۔ پتا نہیں اس میں گولی ہے بھی یا نہیں؟"

"ابے بندوق کو مذاق سمجھتا ہے۔ چل ادھر جا کے کھڑا ہوجا۔ میں تجھے گولی مار کر دکھاؤں گا کہ یہ کھلونا نہیں ہے۔"

وہ آدمی چند قدم چل کر اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ کمانڈر نے کہا "ابے مرنا چاہتا ہے؟"

"میں چار برس سے سوچ سوچ کر مر رہا ہوں کہ یہ بندوق کبھی چلتی کیوں نہیں۔ آج مجھے مار ہی دو۔ یقین تو ہوجائے گا۔"

"نہیں نہیں۔ تو وفادار ہے۔ تجھے نہیں ماروں گا۔"

"تو پھر بندوق مجھے دیں۔ میں آپ کو ماروں گا پھر آپ کو یقین ہوگا کہ میں وفادار نہیں ہوں۔ مجھے بھی یقین ہوجائے گا کہ یہ بندوق ہاتھی کا دانت نہیں ہے۔"

"ابے کیوں میرا منہ کھلواتا ہے۔ میرے ہاتھوں میں بندوق رہتی ہے نا؟ تو ڈرتے تو ہیں نا؟ اوگاؤ! آج تو جان پر کھیلے۔ بندوق کے سامنے آ۔ دیکھ کسی اور سے مت بولنا۔ میں تجھ کو ایک وقت کی روٹی دیا کروں گا؟"

ایک گاڑی کی آواز سنائی دی پھر ایک پرانی کھٹارا جیپ نظر آئی۔ اس کی اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ ایک عمر رسیدہ عیسائی پادری بیٹھا ہوا تھا۔ جیپ کے پیچھے چھ گن مین بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جیپ کمانڈر کے سامنے آکر رک گئی۔ کمانڈر نے پادری کو سیلیوٹ کرتے ہوئے کہا "فادر! وہ اوپر سے آنے والا نیچے نہیں آیا۔"

اس کے ساتھ کھڑے ہوئے شخص نے کہا "کمانڈر کی بندوق دیکھ کر پھر اوپر چلا گیا۔"

ایک مقامی شخص دوڑتا ہوا پادری کے پاس آکر اپنی مٹھی کھول کر بولا "فادر! یہ کاغذ کے ٹکڑے ادھر بہت سے ہیں۔ وہ یہاں آکر کہیں بھاگ گیا ہے۔"

پادری ان کاغذ کے ٹکڑوں کو دیکھنے لگا۔ دوسرے تین چار مقامی باشندے دوڑتے آئے۔ ایک نے کہا "فادر! یہ پھٹا ہوا پاسپورٹ ہے۔"

پادری نے کہا "آنے والا شخص ضرور کسی جعلی پاسپورٹ پر سفر کررہا تھا۔ طیارے سے چھلانگ لگانے والا وہ کوئی جاسوس ہی ہوگا یا پھر مجرم ہوسکتا ہے۔"

موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ پادری نے اسے اپنے سفید جبے سے نکال کر بٹن دبانے کے بعد کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو۔"

سونیا پادری کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے ذریعے سن رہی تھی۔ ادھر سے کوئی کہہ رہا تھا "بنجامن! ایک طیارہ جبل لبنان سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے۔ ہم اپنے پہاڑ کی چوٹی سے ٹیلی اسکوپ کے ذریعے دیکھ رہے تھے۔ حادثے سے پہلے کسی نے اس طیارے سے چھلانگ لگائی تھی۔ اسکائی فلائنگ کائٹ کے ذریعے تمہارے علاقے کے قریب اتر رہا تھا؟"

"یس۔ ہم نے اور ٹاؤن والوں اسے دیکھا ہے اور اب اسے قریبی جنگل میں تلاش کررہے ہیں۔ اس نامعلوم شخص نے یہاں

پہنچتے ہی پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات کے اتنے ٹکڑے بکھیر دیے ہیں کہ وہ ہوا سے نہ جانے کہاں کہاں چلے گئے ہیں۔ جو ہمیں مل رہے ہیں' ان ادھورے ٹکڑوں کو جوڑ کر اس کی اصلیت معلوم نہیں کی جاسکے گی۔"

"ایسا جاسوس یا مجرم ہی کرتے ہیں۔ اسے کسی طرح گھیر لو۔"

"اطمینان رکھو۔ ہم اسے یہاں سے فرار ہونے نہیں دیں گے۔"

سونیا کو تلاش کرنے والے مقامی باشندے ایک گھنٹے بعد واپس آگئے۔ سب نے کہا کہ وہ کہیں نظر نہیں آرہا ہے۔ آگے مشرق اور جنوب کی طرف دور دور تک دلدل ہے۔ وہ آگے نہیں جاسکے گا۔ مشرق اور جنوب کی طرف اسے ٹاؤن سے گزرنا ہوگا اور ادھر کا چپہ چپہ دیکھا جاچکا ہے۔

پادری نے کہا "پھر تو بڑا چالاک ہے۔ وہ ٹاؤن کے کسی ایسے گھر میں گھس گیا ہے جہاں زیادہ فیملی ممبر نہیں ہیں۔ اس نے انہیں گن پوائنٹ پر رکھ کر وہاں پناہ لی ہوگی۔ چلو اتنی احتیاط اور خاموشی سے ایک ایک گھر کے اندر جاؤ کہ وہ کسی فیملی کو نقصان نہ پہنچاسکے۔"

پادری جیپ میں بیٹھ کر جانے لگا۔ مقامی باشندے اس جیپ کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگے۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئے تو سونیا درخت سے اتر آئی۔ اس پادری کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ عیسائی تو ہے مگر پادری نہیں ہے۔ اس ٹاؤن میں ایک چھوٹی سی مسجد اور ایک چرچ ہے۔ وہاں مسلمانوں اور عیسائیوں کی ملی جلی آبادی ہے' اور یہ چھوٹی آبادی کاقصبہ سرحد کے قریب ہے۔

جب اسرائیل نے پہلی بار لبنان پر حملہ کیا تھا' تب اس سے پہلے لبنان کے دوسرے شہر اور بیروت سونے کی مارکیٹ کے بہت بڑے مراکز تھے۔ وہاں سونے کا اتنا ذخیرہ تھا کہ اسرائیلی حملے سے فائدہ اٹھاکر چند یہودی اور عیسائی اسمگلر وہاں سے سونا لے جانے لگے۔

ٹاؤن کے چرچ کا..... پادری بوڑھا تھا۔ اسے غائب کرکے وہاں ایک عیسائی پادری بن گیا تھا۔ اس طرح وہ اسمگل کیا ہوا سونا چرچ کے ایک تہ خانے میں چھپایا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ سونے کے ساتھ منشیات کی بھی اسمگلنگ کرنے لگے۔ اسے بظاہر چرچ رہنے دیا لیکن خفیہ طور پر اسمگلنگ کا اڈا بنادیا اور اپنے تحفظ کے لیے مسلح افراد کی تعداد بڑھاتے ہوئے انہوں نے ایک چھوٹی سے فوج بنالی اور ٹاؤن کے مقامی لوگوں کو اپنا غلام بنالیا۔

لبنان میں برسوں سے اسرائیلی حملے بھی ہوتے رہے' خانہ جنگی بھی جاری رہی۔ وہاں کا..... سرحدی علاقہ بھی پہاڑوں اور جنگلات سے بھرا تھا اس لیے..... سرحدی فوج بھی وہاں سے تقریباً پچاس کلومیٹر دور رہتی تھی۔ اس طرح ان اسمگلروں کو یہ ٹاؤن اور آس پاس کا محفوظ علاقہ اسمگلنگ کے لیے میسر آگیا تھا۔

عیسائی پادری بنجامن وہاں کا بے تاج بادشاہ تھا۔ اس نے دونوں مسلح افراد یہاں کے لوگوں کو اپنے کنٹرول میں رکھنے اور وہاں کے باشندوں سے محنت و مشقت کرانے کے بعد انہیں وقت کی روٹیاں دیتے تھے۔

پادری بنجامن نے ٹاؤن میں آکر حکم دیا کہ ہر گھر میں گھر تلاشی لی جائے۔ طیارے سے اترنے والا اسی ٹاؤن کے کسی گھر میں چھپا ہوا ہے۔

اس کے حکم کے مطابق ایک ایک گھر کے مکینوں کو باہر نکال کر اندر تلاشی لی گئی۔ تلاشی میں اتنا وقت گزر گیا کہ رات کا اندھیرا پھیل گیا لیکن سونیا انہیں نظر نہیں آئی۔ وہاں ایک بڑا جزیرہ تھا جس کے ذریعے پادری بنجامن اور دونوں مسلح افراد کے گھر والے رہتے تھے۔ سڑکوں اور گلیوں میں روشنی کا انتظام تھا لیکن عام افراد کے گھروں میں لالٹین کی روشنی ہوا کرتی تھی۔

پادری نے اپنے تمام مسلح فوجیوں کو چرچ میں بلا کر کہا "سب سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی انجانی یہاں آکر گم ہوجائے۔ ایک نے کہا "ہم اس بات سے مطمئن ہیں کہ وہ ہمارے علاقے میں نہیں آیا ہے۔ یہاں سے دور رہ کر ہی لبنان یا شام کی طرف چلا گیا ہے۔"

سونیا نے ایسے وقت ٹائی اور چند ٹیلی پیتھی جاننے والے سرا غرسانوں کو بلالیا تھا اور بولنے والے ہر مسلح فرد کے دماغوں میں انہیں پیغام دیتی تھی۔

ایک اور مسلح شخص نے کہا "ہمیں مطمئن نہیں رہنا چاہیے۔ وہاں سرحدوں کی گشتی فوج جب ادھر سے گزرتی ہے تو ہم چھپاکر یہاں کے مقامی باشندوں کے ساتھ پرامن شہری بن جاتے ہیں۔ عورتیں اور مرد چرچ میں آتے ہیں اور مسلمان مسجد جاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے اس بار وہاں کی حکومت نے یہاں کوئی جاسوس بھیجا ہو۔ وہ دن کے اجالے میں کہیں چھپا ہوا ہو۔ رات کو یہاں سے معلومات حاصل کرنے رازداری سے آئے۔ ہمیں رات کو مستعد رہنا چاہیے۔"

اچانک تاریکی چھاگئی۔ بھاری بھرکم جنریٹر کی آواز بند ہوگئی۔ وہ سب حیرانی سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ بنجامن نے کہا "جیری جاؤ دیکھو جنریٹر میں کیا خرابی ہوگئی ہے۔"

جیری نے کہا "میں جنریٹر کو ہینڈل کرتا رہتا ہوں۔ اس میں خرابی ہوتی تو یہ پہلے جھٹکے کھاتا۔ دو لٹیو آہستہ آہستہ کم ہوتا۔ اچانک بند کیا گیا ہے۔"

"تم کہنا چاہتے ہو کہ کسی نے اسے بند کیا ہے؟"

"یس باس! میرے ساتھ چار چھ ساتھیوں کو وہاں جانا چاہیے۔"

جیری کے ساتھ چھ مسلح افراد دو ٹارچ روشن کرکے چرچ کے پیچھے چلے گئے۔ باقی تاریکی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بنجامن نے موم بتی کو سلگانے کے لیے ایک لائٹر کو سلگایا پھر فائرنگ کی آواز

شارٹ کٹ

قیمت: ۱۲۵ روپے
ڈاک خرچ: ۲۰ روپے

ایک نے کہا "میری ٹھیک کہہ رہا تھا' کسی نے جنریٹر کو بند کیا تھا یا تاریکی میں کاؤنٹر فائرنگ نہ ہوسکے۔"

دوسرے نے کہا "اس جاسوس کی شامت آگئی ہے۔ ہم اسے گرفتار کریں گے۔"

"اندھیرے میں کہاں جاکر گھیرو گے۔ کیا وہ فائرنگ سے بچنے کے بعد اس جنریٹر کے پاس کھڑا رہے گا؟ یا کسی دوسری جگہ مورچہ بنالے گا؟"

اسی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کے ساتھ جیری کی آواز سنائی دی "کوئی گولی نہ چلائے۔ میں جیری ہوں۔"

ٹارچ روشن کرتا ہوا بنجامن کے پاس آکر بولا "میرے چھ ساتھی مارے گئے۔ پورے چھ مارے گئے۔ وہ ہمارے ایک ٹارچ لے گئی ہے۔"

"چھ مگر ہے؟"

"کیا وہ عورت ہے؟"

"ہاں میں نے اسے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا ہے۔"

ایک نے غصے سے کہا "بڑے شرم کی بات ہے۔ ایک عورت ہمارے چھ آدمی مار دے۔"

اسی وقت پچھلی قطار میں بیٹھے ہوئے دو افراد نے ایک دوسرے کو گولی ماردی۔ تاریکی میں کوئی دیکھ نہ سکا کہ انہوں نے کس پر فائرنگ کا تبادلہ کیا ہے۔ تیسرے شخص نے تڑاتڑ مسلسل گولی چلائی۔ تاریکی میں یہ بھی نہ دیکھا جاسکا کہ کسی نے فائرنگ کی اور کتنی لاشیں گر گئیں۔ بنجامن' جیری سے ٹارچ چھین کر بھاگتے ہوئے بولا "اس عورت کو کسی طرح مار ڈالو۔ ٹارچ کم پڑیں تو اپنے لوگوں سے لالٹینیں لے لو۔ اگر اسے زندہ گرفتار کیا جائے گا تو تم سب کو انعامات دوں گا۔"

وہ چرچ کے بڑے ہال کے ایک دروازے سے کوریڈور میں داخل ہوا۔ وہاں سے دوسرے کوریڈور میں مڑ کر بھاگنے لگا پھر پہلی منزل کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آگیا۔ سونیا بھی دروازے پر تھی اس کے دماغ پر حاوی تھی۔ وہ اس کی موجودگی سمجھ نہ سکا کہ کب اس کے ساتھ کمرے میں آیا ہے۔ اس نے دروازے کو اندر باہر کردیا پھر ایک کرسی اور میز کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

اس کے خاص ماتحت کے پاس ایک موبائل فون تھا۔ اس فون کے ذریعے ماتحت سے پوچھا "تحسین! کیا وہ پکڑی گئی؟"

"جی باس! معلوم ہوتا ہے۔ وہ اکیلی نہیں ہے۔ اس کے بھی کئی ساتھی ہوں گے۔ وہ اکیلی ہمارے پینتالیس فوجیوں کو نہیں مار سکتی۔"

"کیا کہا پینتالیس؟ میرے تمام مسلح افراد مارے گئے؟"

"ابھی چار باقی ہیں۔ ایک میں ہوں۔ باقی میرے تین ساتھی

"تم سب کہاں ہو؟"

"ہم سب چرچ ٹاور پر چڑھ کر بڑے گھنٹے کے پاس چھپے ہوئے ہیں۔"

"یو ٹان سنس! تم چاروں چھپ گئے ہو تو میری حفاظت کون کرے گا؟"

"باس! اب تو ہم سب کو بھاگنے کا راستہ دیکھنا چاہیے۔ ہمارے تمام ہتھیار بے کار ہوگئے ہیں۔ تمام ساتھی مارے گئے ہیں۔ اتنے سارے مارے گئے ہیں تو ہم چاروں آپ کی کیسے حفاظت کریں گے؟"

"یہاں میرے کمرے میں آؤ۔"

"باس! بچنے کا ایک ہی راستہ ہے۔"

"کون سا راستہ ہے' جلدی بتاؤ؟"

"آپ پہلے تین آوازیں سنیں۔"

پادری بنجامن کو تین بار فائرنگ کی آواز سنائی۔ اس نے پوچھا "یہ کس نے فائرنگ کی ہے؟"

"میں نے اپنے باقی تینوں ساتھیوں کو جہنم میں پہنچادیا ہے۔"

وہ غصے سے دہاڑا "کیا بکتے ہو؟"

"بچنے کا یہی ایک راستہ ہے اور وہ جہنم کا راستہ ہے۔ میں آرہا ہوں۔ اب ہم ایک دوسرے کو گولی ماریں گے تو اس اکیلی عورت سے نجات پاکر سیدھے جہنم میں آرام سے پہنچ جائیں گے۔"

وہ سہم کر بولا "اے خبردار! میرے سامنے نہ آنا۔"

"اندھیرے میں نہیں آؤں گا۔ جنریٹر آن کروں گا۔ ہم دنیا سے جاتے جاتے روشنی تو دیکھتے جائیں۔"

بنجامن نے فون بند کردیا۔ کمرے میں اس کی ایک ٹارچ روشن تھی۔ اس نے اپنے لباس سے ریوالور نکال کر چیک کیا۔ وہ پوری طرح لوڈ تھا۔ سونیا نے اسے غائب دماغ کیا۔ ریوالور کا چیمبر خالی کیا۔ وہ ریوالور اور ٹارچ لے کر وہاں سے اٹھ گیا۔ سونیا اس کے ساتھ باہر آگئی۔ اس کے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی۔ اس نے حیرانی سے خود کو کمرے کے باہر دیکھا۔ یہ سوچنا چاہتا تھا کہ کیسے باہر آیا' اسی وقت جنریٹر کی آواز کے ساتھ روشنی ہوگئی۔

وہ ٹارچ کو بجھاکر چرچ کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا باہر سڑک پر آکر بلند آواز سے بولا "بستی والو! تم بڑی دیر سے فائرنگ کی آوازیں سن رہے ہو۔ اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میرے جتنے مسلح

افراد تھے' وہ سب مارے جاچکے ہیں۔ تم سب باہر آؤ۔ جو گھر کے اندر رہ جائے اسے بھی باہر لے آؤ۔ ابھی تمہیں بہت بڑی خوشخبری سنائی جائے گی۔"

ثانی دوسری طرف بنجامن کے خاص ماتحت تحسین کے دماغ پر حاوی تھی۔ وہ دوسری سڑک پر چلتا ہوا اسی طرح بلند آواز سے کہہ رہا تھا "اے بستی والو! خطرہ ٹل گیا ہے۔ یہاں چند عیسائیوں اور چند مسلمانوں نے اپنا ایمان بیچ دیا تھا۔ تم سب کو ہتھیار کے زور پر غلام بنالیا تھا۔ اب وہ تمام ہتھیار چلانے والے مرچکے ہیں۔ آج آدھی رات سے پہلے ہی تمہاری غلامی کا دور ختم ہوچکا ہے۔ ہم اس ٹاؤن کو اور یہاں کی تمام چھپی ہوئی دولت کو تمہارے حوالے کرکے جارہے ہیں۔"

بستی کے تمام لوگ اپنے گھروں سے نکل کر ایک طرف سے بنجامن کے پیچھے اور دوسری طرف سے تحسین کے پیچھے ہزاروں کی تعداد میں اس سڑک پر پہنچ رہے تھے' جہاں بنجامن اور تحسین دور سے ایک دوسرے کے روبرو آرہے تھے۔ سونیا بنجامن کے پیچھے تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے دس گز کے فاصلے پر رک گئے۔ ان دونوں کے پیچھے تمام بستی والے بھی رک گئے۔ بنجامن نے سونیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ ہے وہ دیوی! جو تم سب کو ہم اسٹکروں سے نجات دلا رہی ہے۔"

تحسین نے کہا "یہ وہی دیوی ہے جسے تم لوگوں نے اسکائی فلائنگ کائٹ سے اترتے دیکھا تھا۔ یہ تمہاری نجات دہندہ بن کر آئی ہے۔ اس تنہا خاتون نے ہمارے تمام مسلح ساتھیوں کو مار ڈالا ہے۔"

بنجامن نے کہا "اب میں اور تحسین رہ گئے ہیں اور ہم دونوں ابھی تمہارے سامنے مرجائیں گے۔ ہماری موت کے بعد یہ ٹاؤن تمہارا ہوجائے گا۔"

یہ کہہ کر بنجامن نے اپنے لبادے سے ریوالور نکال کر تحسین کا نشانہ لیا۔ تحسین نے بھی اپنی شاٹ گن کا رخ بنجامن کی طرف کیا پھر انہوں نے ایک ساتھ اپنی اپنی گن کا ٹریگر دبایا لیکن گولی نہیں چلی۔ سونیا کی طرح ثانی نے بھی تحسین کی شاٹ گن کو خالی کردیا تھا۔

وہ دونوں حیرانی سے اپنے اپنے ہتھیاروں کو دیکھنے لگے۔ سونیا نے بیچ سڑک پر آکر کہا "لوگو! کیا تم نہیں جانتے کہ ایک شیطان دوسرے شیطان کو نہیں مارتا بلکہ شیطانی نسل بڑھاتا ہے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ نہیں مریں گے۔ ضرور مریں گے اور انہیں تمہاری بستی کا ایک ہی شخص مارے گا۔"

سب ایک دوسرے سے پوچھنے لگے "ہم میں سے کون ہے' جو خالی ہاتھ انہیں مارے گا۔"

ایسے وقت بھیڑ کو چیرتا ہوا اپنی پرانی بندوق ہاتھوں میں لیے کمانڈر آہستہ آہستہ چلتا ہوا بنجامن اور تحسین کے درمیان آیا۔ "اے بستی والو! تم سب میرا مذاق اڑاتے تھے کہ یہ دو کالی والی پرانے زمانے کی بندوق لیے پھرتا ہے اور ایک چڑیا بھی نہیں مارتا۔ سب کہتے تھے کہ میری بندوق خالی ہے اور میں سوچتا تھا میں اپنی .... بستی پر قبضہ جمانے والے ہاتھیوں کو نہیں مار سکتا کسی چڑیا کو مار کر چڑیمار نہیں کہلاؤں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں طرف گھوم کر دو فائر کیے۔ بنجامن اور تحسین اپنا اپنا سینہ پکڑ کراتے ہوئے' لڑکھڑاتے ہوئے' ایسے گرے جیسے کتوں کو مار کر گرایا گیا ہو۔ ویسے کمانڈر کے محفوظ رہنے والے دو کارتوسوں نے ہاتھیوں کو مار گرایا تھا۔

وہاں تھوڑی دیر کے لیے بالکل سناٹا چھا گیا تھا۔ برسوں غلام بن کر رہنے والوں کو یقین کرنے میں دیر لگ رہی تھی کہ ظالموں سے نجات پاچکے ہیں پھر ان سب نے ایک ایک کرکے کمانڈر کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ سونیا نے سخت لہجے میں کہا "اپنے پیروں پر کھڑے ہوجاؤ۔ اگر تم سر جھکانے اور گھٹنے ٹیکنے کے عادی رہو گے تو آزادی حاصل کرکے بھی پھر کسی کے غلام بن جاؤ گے۔ میں جانتی ہوں' یہ کمانڈر تم سب کی بزدلی کے باعث ہی دل میں کڑھتا رہتا تھا۔ تم لوگ اسے نیم پاگل یا سرپھرا کہتے تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ اس کے اندر غلامی سے نجات پانے کے لیے لاوا دہک رہا ہے۔ یہ کچھ نہیں کرپاتا تھا۔ ایک پرانی بندوق اپنی جیب میں دو کارتوس رکھے پھرتا تھا۔

میں کل صبح چلی جاؤں گی۔ اس سے پہلے کہہ دوں کہ تم جیسے آزادی کے متوالے کو اپنا راہنما بناؤ۔ یہ اپنی ذہانت سے ٹاؤن میں بچے اور کھرے افراد کی انتظامیہ اور مسلح فوج تیار کرے گا۔ تمہیں کسی سے مالی امداد لینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ چرچ کے تہ خانے میں کروڑوں ڈالر کا سونا اور جدید ہتھیار منشیات کا بھی ذخیرہ ہے لیکن منشیات کو جلا کر خاک کردو۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تہ خانے کا چور دروازہ بتاؤں گی۔"

وہ سب خوش ہوکر سونیا کو دعائیں دینے لگے۔ کمانڈر دو دس سمجھ دار لوگوں کو ساتھ لے کر سونیا کے ساتھ چرچ کے تہ خانے کا چور دروازہ دیکھنے چلا گیا۔

○☆○

پارس اور پورس کسی مقصد کے بغیر بھارت میں نہیں ناصرہ کی ہلاکت کے بعد پورس نے عہد کیا تھا کہ نیلاں کو نکالے گا اور کبھی اسے آتما شکتی حاصل نہیں کرنے دے گا۔

وہ بھارت میں عباس مہدی کے تعاون سے نیلاں تک تھا۔ وہ پونم کے جسم میں سمائی ہوئی تھی۔ اسے اپنے شکنجے کے باوجود عباس مہدی ایک پولیس افسر کی حیثیت سے عدالت پہنچا کر سزائے موت نہیں دلانا چاہتا تھا۔ کیونکہ موت نیلاں کو نہیں' پونم کو ملتی اور پونم بے قصور ماری جاتی۔

پورس نے بھی کہا "جس طرح بے قصور ناصرہ' نیلاں کی چاپلوسی سے ماری گئی تھی' اسی طرح بے قصور پونم کو نہیں مرنا چاہیے۔ اسے زندہ رکھنے کا یہی ایک راستہ تھا کہ نیلاں کی آتما کو پونم کے جسم میں قید رکھا جائے اور اس چڑیل کو اپنی من مانی نہ کرنے دی جائے۔"

اسے قابو میں رکھنے کا ایک بہترین طریقہ یہ تھا کہ اسے اپنی معمولہ اور تابع بنایا جائے۔ اس طرح نیلاں اپنی ٹیلی پیتھی کو اپنے حامل پورس کی مرضی کے بغیر کام میں لاکر کسی روپوش نہیں ہوسکے گی۔

انہوں نے پونم کو اعصابی کمزوری کی دوا دے کر سلادیا۔ نیلاں اس کے اندر دو ڈھائی گھنٹے تک بے بس رہی۔ چونکہ وہ ناصرہ کے زہر کی عادی ہوچکی تھی اس لیے اعصابی کمزوری کی دوا کا اثر ناکامل ہوگیا۔ وہ پھر فرار ہوگئی۔ پورس کے ہاتھ سے نکل گئی۔

یہی وجہ تھی کہ پارس اور پورس اسے دوبارہ تلاش کرنے کے لیے وہاں رہ گئے اور وہ ایسے تھے کہ کہیں بھی سکون سے نہیں رہ سکتے تھے۔ وقت گزارنے کے لیے مشغلے کے طور پر کچھ نہ کچھ کرتے رہتے تھے۔ لہٰذا ڈی جی سکسینہ کی دو بیٹیوں سے عشق کرنے کے لیے گنگا اور جمنا داس بنے ہوئے تھے۔

ان کے عشق کی داستان تفصیل سے بیان کی جاچکی ہے۔ آخری بار ان دونوں نے مینا اور رینا کو یہ بتایا تھا کہ وہ ان کی محبت میں غلاظتوں سے بھری ہوئی کھاد فیکٹری میں پہنچ گئے ہیں اور وہ چڑیل انہیں فیکٹری سے ننگا کرکے کہیں لے گئی ہے۔

مینا اور رینا کو ان کے سچے عشق کا یقین ہوگیا تھا۔ ایسے وقت نیلاں نے اپنے تابع اور ایم این اے گوتم ادھیکاری کے ذریعے مینا اور رینا کے باپ ڈائریکٹر جنرل آف انٹیلی جنس دھرم راج سکسینہ کو ممبئی سے دہلی بھیج دیا تھا۔

دونوں بیٹیاں بنگلے میں رہ کر سوچ رہی تھیں کہ ان کا باپ ایک اہم سیکرٹ مشن پر دہلی گیا ہے۔ دوسرے دن وہ دونوں بھی جاسوسہ کی حیثیت سے دہلی جاکر باپ کے کام آئیں گی۔

ایسے ہی وقت سیکیورٹی گارڈ نے آکر اطلاع دی کہ گنگا اور جمنا آئے ہیں۔ باہر اس لیے کھڑے ہیں کہ ننگے ہیں۔ صرف ایک ایک نیکر پہنی ہوئی ہے۔ وہ دونوں دوڑتی ہوئی آکر اپنے عاشقوں سے لپٹ گئیں۔ ان کی واپسی پر بے انتہا خوشی کا اظہار کرتی ہوئی انہیں بنگلے کے اندر لے آئیں۔

پارس نے کہا "غلاظت والی کھاد فیکٹری سے اس چڑیل نے ہمیں اس حالت میں نکالا تھا۔ ہم نے کئی بار غسل کیا۔ اپنے جسم پر پرفیوم اسپرے کرتے رہے۔ ہمیں سونگھ کر دیکھو' ہم تمہارے ہونگے ہیں یا نہیں؟"

پارس نے کہا "اگر پرفیوم ہمیں تمہارے قابل نہ بنا سکا تو ہم گنگا میں اشنان کرنے کے لیے بنارس جائیں گے۔"

انہوں نے ان کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "تم دونوں اتنے قابل ہو کہ ہم بنگلے کے باہر ہی تم سے لپٹ گئے تھے۔ ہم نے دنیا والوں کا خیال نہیں کیا تھا۔"

"مگر ہماری نیکر کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔ اتنی جذباتی ہوکر لپٹنے کے بعد نیکر بھی ساتھ چھوڑنے والی تھی۔"

وہ سب ہنسنے لگے۔ مینا نے کہا "اپنی پتلون اور شرٹ کا ناپ دو۔ میں ریڈی میڈ لے آؤں گی پھر انہیں پہن کر ہمارے ساتھ شاپنگ کے لیے چلو گے۔"

انہوں نے اپنا ناپ بتا کر کہا "ہمیں یہاں چھوڑ کر نہ جاؤ۔ کسی ملازم سے کپڑے منگوالو۔"

انہوں نے ملازم کو بازار بھیج دیا۔ پورس نے پوچھا "انکل کہاں ہیں؟"

"وہ دہلی گئے ہیں۔ اب ہم چاروں بھی دہلی جائیں گے ایک کیس کے سلسلے میں جاسوسی کریں گے۔"

پارس نے کہا "آہ! جس طرح زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا' موت کسی وقت بھی لے جاتی ہے۔ اسی طرح وہ چڑیل بھی ہمیں کسی وقت لے جائے گی۔"

پورس نے کہا "ہم اس سے التجا کریں گے کہ ہمیں دہلی لے جائے یا پھر جہاں لے جانا چاہتی ہے' ہمارے ساتھ تم دونوں کو بھی لے چلے۔"

ان دونوں نے سہم کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر مینا بولی "نن.... نہیں' ہمیں ساتھ لے جانے کے لیے نہ کہنا۔"

جمنا نے کہا "ہمیں چڑیلوں سے بہت ڈر لگتا ہے۔"

"ڈرنے کی کیا بات ہے؟ ہم دونوں تمہارے ساتھ چڑیل کے سائے میں پریم کرتے رہیں گے۔"

"پریم تو کہیں بھی کرسکتے ہیں مگر یہ تو سوچو' تم دونوں مرد ہو۔ اس نے تمہیں ننگا کیا تھا۔ اگر ہمارے ساتھ بھی یہی سلوک کیا تو ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

پارس اور پورس' نیلاں کو تلاش کرنے کے لیے ممبئی چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے تھے۔ پارس نے کہا "ہم دہلی جائیں گے تو وہ کم بخت بھی وہاں پہنچ گی اور ہماری وجہ سے تمہارے ڈیڈی کے ٹاپ سیکرٹ مشن کو ناکام بنادے گی۔"

مینا نے کہا "ٹھیک کہتے ہو۔ یہ ہمیں یاد نہیں رہا تھا کہ وہ چڑیل تم دونوں کے پیچھے دہلی پہنچ جائے گی۔"

پھر اس نے کہا "جب تم دونوں یہاں نہیں تھے تو اس چڑیل نے فون پر ڈیڈی سے کہا تھا کہ اس نے تم دونوں کو اغوا نہیں کیا ہے۔ کسی دوسری نے ایسا کیا ہوگا۔"

"وہ جھوٹ کہتی ہے۔"

پورس نے کہا "نہیں' وہ سچ کہتی ہوگی۔ ایک اور چڑیل تمہارا پیچھا کررہی ہے۔ شاید اس وقت بھی تمہارے دماغ میں ہو۔"

ثانی نے پارس کے دماغ سے پورس کے دماغ میں آکر پوچھا۔ "ہوں تو اپنے میاں کی نگرانی کرنے والی چڑیل ہوتی ہے۔ ابھی بینا اور رجینا کے سامنے تم دونوں کا بھانڈا پھوڑوں؟"

پورس نے کہا "ارے نہیں' میں نے تمہیں چڑیل نہیں کہا تھا۔ اگر بھول سے کہہ دیا ہو تو توبہ۔ توبہ۔ کان پکڑتا ہوں۔"

بینا نے پوچھا "جمنا! تم کان کیوں پکڑ رہے ہو؟"

وہ بے بسی سے بولا "میرے اندر خالہ جان آئی ہیں۔ خبردار! آئندہ کوئی میری خالہ جان کو چڑیل نہ کہنا۔ یہ دھمکی دے رہی ہیں کہ پھر ہمیں یہاں سے لے جائیں گی۔"

بینا نے کہا "نہیں' نہیں۔ وہ چڑیل نہیں ہے۔ ہم سب کی خالہ جان ہیں۔ گنگا! تم بھی خالہ جان کہو۔"

پارس نے کہا "میں صرف جان کہہ سکوں گا۔ کیونکہ تم سب کی خالہ جان مجھ پر عاشق ہے۔"

بینا نے کہا "ہائے رام! خالہ جان تمہیں اپنا بنالیں گی تو میرا کیا بنے گا؟"

"مجبوری ہے۔ تم مجھ سے عشق کرتی ہو لیکن خالہ جان کے رشتے سے تم مجھے خالو جان کہا کرو گی۔"

ایسے وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ بینا نے اسپیکر فون آن کرکے کہا "ہیلو' میں ڈی جی سکسینہ کی بیٹی بینا بول رہی ہوں۔"

"اور میں پونم بول رہی ہوں۔ تم دونوں بہنوں کا لب ولہجہ بھول گئی تھی۔ اس لیے فون پر بتا رہی ہوں کہ تمہارا باپ دہلی پہنچ گیا ہے۔ تمہارے باپ کو معلوم ہوگیا تھا کہ میں ایک ایم این اے کو تم ادھیکاری کے پرائیویٹ بنگلے میں ہوں۔ اس نے میرے پیچھے جاسوس لگادیے تھے۔ اس لیے میں نے چالاکی سے اسے دہلی بھیج دیا ہے۔ وہاں کوئی ٹاپ سیکرٹ مشن نہیں ہے۔ جب تک وہ میرے پیچھے پڑا رہے گا تب تک میں اسے تم دونوں بیٹیوں سے ملنے نہیں دوں گی بلکہ تم دونوں کو بھی نقصان پہنچاتی رہوں گی۔"

پارس نے کہا "میں گنگا داس بول رہا ہوں۔ وائڈ اسپیکر سے تمہاری آواز سن رہا ہوں لیکن آواز سے تم وہ نہیں لگ رہی ہو جو ہم دونوں بھائیوں گنگا داس اور جمنا داس کو اغوا کرکے لے جایا کرتی ہو۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ ہمیں بار بار غائب دماغ بنا کر لے جانے والی کون ہے؟"

نیلاں نے کہا "اچھا تم دونوں بھائی یہاں موجود ہو۔ میں تھوڑی دیر کے لیے فون بند کررہی ہوں پھر اس لیے دوبارہ فون کروں گی کہ تم چاروں بیک وقت میری باتیں سن سکو۔"

فون بند ہوگیا۔ پارس اور پورس اپنی محبوباؤں سے موجودہ حالات پر باتیں کررہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ وہ گنگا داس اور جمنا داس کے چور خیالات پڑھ رہی ہوگی اور روحانی ٹیلی پیتھی کے عمل کے باعث نیلاں کو یہ معلوم ہورہا ہوگا کہ وہ سچ مچ گنگا اور جمنا دو بھائی ہیں اور کوئی بلا انہیں غائب دماغ بنا کر بھٹکاتی رہتی ہے۔

پارس کے دماغ میں اس نے سوال کیا "وہ تم دونوں میں کیا دلچسپی لے رہی ہے؟"

پارس کی سوچ نے گنگا کے لب ولہجے میں کہا "میں اس کے اندر کی بات نہیں جانتا لیکن وہ کہتی ہے میں محفوظ فولادی جوان ہوں' اس کا دل مجھ پر آگیا ہے۔ آہ! میں کس منہ سے کہوں کہ میری آبرو لوٹ لیتی ہے اور میں فریاد نہیں کرسکتا۔ وہ خوب صورت بلا عمر میں مجھ سے بڑی ہے لیکن تنہائی میں ہمیشہ ایک نئی جوان لڑکی کے جسم میں آتی ہے۔"

نیلاں نے سوال کیا "کیا وہ جسم بدلتی ہے؟"

"میں حقیقت نہیں جانتا مگر وہ دعویٰ کرتی ہے کہ بہت جلد آتما شکتی والی ہے۔ جو حسینہ اسے پسند آجاتی ہے' وہ اس کے جسم میں داخل ہوجاتی ہے۔"

ایسے ہی وقت ثانی نے بدلے ہوئے لب ولہجے میں کڑک کر پوچھا "اے گنگا! یہ تو کس سے باتیں کررہا ہے؟ یہ تیرے دماغ میں آکر بولنے والی کون ہے؟ کیا تو چاہتا ہے پھر تجھے اور تیرے بھائی کو اغوا کرکے لے جاؤں؟"

نیلاں نے کہا "اے بہن بھگوان کے لیے ناراض نہ ہو۔ تم پوری طرح آتما شکتی جانتی ہو۔ میں تم سے دشمنی نہیں' دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ میں تمہاری بہن بننا چاہتی ہوں۔ میں تمہارے گنگا جیجاجی کیوں گی۔"

ثانی نے پوچھا "پہلے یہ بتاؤ' تم کون ہو؟"

"میرا نام نیلاں ہے۔ میں بھی تمہاری طرح مہا آتما شکتی مان تھی لیکن بار بار جسم بدلنے سے میری شکتی کمزور پڑتی گئی۔ اب آخری بار پونم نامی ایک لڑکی کے جسم میں ہوں۔"

ثانی نے کہا "کیا تم نہیں جانتی تھیں کہ ایک بار جسم بدلنے سے آتما شکتی جتنی کمزور ہوتی ہے' پہلے اس کمزوری کو دور کرکے پھر پوری شکتی حاصل کرنے کے بعد دوسرا جسم بدلنا چاہیے۔"

"یہ میں جانتی ہوں لیکن پورس نامی ایک نوجوان میرا ایسا دشمن بن گیا تھا کہ جسم بدلنے کے بعد مجھے دوبارہ تپسیا کرکے اپنی شکتی کی کمزوری دور کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اب بھی وہ مجھے تلاش کرتا ہوا ممبئی پہنچا ہوا ہے۔"

ثانی نے کہا "تم تو بری طرح پھنسی ہوئی ہو۔ اب دوسرا جسم بھی بدل نہیں پاؤ گی۔ تعجب ہے' تم کس طرح دشمن سے بچ رہی ہو؟"

"بس یہ ایک ٹیلی پیتھی ہے جو مجھے بچا رہی ہے۔ میری بہن! کیا تم میری بہن نہیں بنو گی؟ مجھے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔"

ثانی نے کہا "تم نے کالے جادو کے مہا شکتی مان بھیرو بھوت ناتھ کا نام سنا ہوگا۔ جواب مرگیا ہے' نرک واس ہوگیا ہے۔"

"ہاں' میں نے اس مہا شکتی مان کا نام سنا ہے۔"

"میں اس کی بہن ہوں۔ میں نے اس کی تمام شکتی حاصل کی

کسی بھی کالے جادو جاننے والے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مجال نہیں ہے کہ مجھ سے مقابلہ کرسکے۔ میرے بھائی بھیرو بھوت ناتھ نے سمجھایا تھا کہ میں کبھی خود کو ظاہر نہ کروں۔ پوری رازداری سے دنیا کی تمام خوشیاں حاصل کرتی رہوں لیکن گنگا اور جمنا جوان پر ایسے مرمٹی کہ بھائی کے منع کرنے کے باوجود ظاہر ہونے لگی ہوں۔"

نیلاں نے کہا "تمہارا ظاہر ہونا' میرے لیے سوبھاگیہ ہے۔ تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ کر قدموں میں گر کر اپنی مکمل شکتی حاصل کروں گی۔"

"میرے قدموں میں کیسے گروگی؟ میں کبھی اصل روپ میں ظاہر نہیں ہوتی۔ تمہیں بھی سمجھاتی ہوں کبھی میرے یا کسی کے سامنے نہ آنا۔ میں سوچ کر بتاؤں گی کہ کس طرح دور ہی دور رہ کر تمہیں ایسی جگہ پہنچادوں' جہاں انسان کا سایہ تک نہ پہنچتا ہو۔ وہاں تم کسی اندیشے کے بغیر تپسیا کرتی رہو گی۔"

"دھنے ہو دیوی! آج آپ سے مل کر میری منو کامنا پوری ہورہی ہے۔"

"میں دیوی نہیں ہوں۔ میرا نام اکال بھیروی ہے۔ کبھی کوئی براوقت آئے تو فوراً میرے دماغ میں آجانا۔ اب میرے گنگا کے دماغ سے جاؤ۔ اگر تمہیں ایسا گبھرو جوان پسند ہے تو اس کے بھائی جمنا کو اپنا تابع بنالو۔ ایک بھائی میرے پاس' دوسرا بھائی تمہارے پاس ہوگا تو ہم دونوں رشتے دار بن جائیں گے۔"

"تم سے رشتے داری کے لیے میں ضرور ایسا کروں گی۔"

ثانی نے کہا "پھر تو سمجھو' پریشانیوں سے تمہاری چھٹی ہونے والی ہے۔ اب جاؤ' مجھے میرے گنگا سے عشق کرنے دو۔"

نیلاں پورس کے دماغ میں آئی۔ اس وقت نیلاں کے لیے وہ پورس نہیں' جمنا داس تھا۔ اس کے چور خیالات بھی اسے جمنا کہہ رہے تھے۔ وہ اپنی بینا کا ہاتھ پکڑ کر صوفے سے اٹھ کر اس کے بیڈ روم میں جارہا تھا۔ ایسے وقت نیلاں نے ایک جھٹکے سے بینا کا ہاتھ اس سے چھڑادیا۔

بینا حیرانی سے بولی "کیا ہوا؟"

وہ بولا "پتا نہیں' مجھے ایسا لگا جیسے کسی غیبی طاقت نے ہم دونوں کو الگ کردیا ہو۔"

ایسے وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔ میں گنگا داس بول رہا ہوں۔"

نیلاں کی آواز سنائی دی "جیجاجی! نمستے' میں جمنا سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

پارس نے فون کے وائڈ اسپیکر آن کرکے پورس سے بولا "وہ سالی مجھے بلا رہی ہے۔"

پورس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "تو کسے گالی دے رہا ہے؟"

"یہ گالی نہیں' رشتہ ہے۔ لے' بات کر۔"

پورس نے فون کے قریب آکر پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ شرماتی ہوئی بولی "میں تمہارے گنگا بھائی کی سالی ہوں۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میرے بھائی نے شادی نہیں کی۔ تم سالی کیسے بن گئیں؟"

"بھیرو بھوت ناتھ کے خاندان میں لڑکیاں شادی نہیں کرتیں' باقی سب کرلیتی ہیں۔ میں بھی تم سے شادی نہیں کروں گی لیکن کسی سوکن کو بھی برداشت نہیں کروں گی۔ ابھی میں نے ہی تمہارا ہاتھ چھڑایا تھا؟"

"کیا کہا؟ تم نے میری بینا سے میرا ہاتھ چھڑایا تھا؟ کیا تم نہیں جانتیں.... بینا کا ہاتھ صرف میرے لیے پیدا ہوا ہے۔ پہلے وہ ہاتھ پیدا ہوا پھر وہ پیدا ہوئی تھی۔ میں وہ ہاتھ نہیں چھوڑوں گا۔"

فون کے وائڈ اسپیکر سے آواز آئی "اے جی۔ میرا دل توڑنے والی باتیں نہ کرو۔ اس کا ہاتھ اتنا ہی پسند ہے تو میں وہ ہاتھ توڑ کر تمہیں دے دوں گی۔"

بینا خوف سے چیختی ہوئی بولی "نہیں' یہ کون ہے؟ کون میرا ہاتھ توڑنا چاہتی ہے؟"

"میں بھیروی دیدی کی چھوٹی بہن ہوں۔ آج کے بعد میری دیدی صرف میرے گنگا جیجاجی کو اغوا کریں گی اور میں جمنا کو اغوا کیا کروں گی۔"

بینا نے کہا "ڈیڈی ٹھیک کہتے تھے کہ پونم کے علاوہ ہمیں اغوا کرنے والی ایک اور چڑیل...."

بینا اتنا کہہ کر سہم گئی پھر جلدی سے بولی "نن.... نہیں چڑیل نہیں ایک اور خالہ جان ہے۔ وہ گنگا کو لے جائے گی اور یہ خالہ جان میرے جمنا کو لے جائے گی۔"

پورس نے کہا "اوہ نو بینا! مجھے لے جانے والی کو خالہ جان نہ کہو ورنہ میں تمہارا خالو جان بن جاؤں گا۔"

بینا نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا "ہے بھگوان! ہم کس مصیبت میں پھنس گئی ہیں؟"

"مصیبت میں ہم دونوں بھائی پھنس گئے ہیں۔ تم دونوں بہنیں ہمیں مقناطیس کی طرح کھینچتی ہو اور وہ بھیروی اور پونم ہماری ٹانگیں پکڑ کر کھینچنے لگتی ہیں۔ ہم نہ ادھر کے رہے' نہ ادھر کے رہے۔"

نیلاں نے فون کے ذریعے پوچھا "تم بہنوں کو اپنے ڈیڈی سے پیار ہے یا اپنے عاشقوں سے؟"

بینا نے کہا "یہ کیا بات ہوئی؟ پیار تو سب سے ہوتا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ باپ سے زیادہ پیار ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اب میں دہلی میں تمہارے ڈیڈی کو غلاظتوں سے بھری کھاد فیکٹری میں پہنچادوں گی۔"

"نہیں' نہیں۔ ایسا نہ کرنا۔ ہم اپنے ڈیڈی کو کسی گندگی میں بھی

دیکھنا نہیں چاہیں گے۔"

"تو پھر گنگا اور جمنا کو صرف مہمان بنا کر اپنے بنگلے میں رکھو۔ ان سے دور رہا کرو۔ کبھی اپنا ہاتھ نہ پکڑنے دو۔"

مینا نے کہا "ہائے جمنا!"

جمینا نے کہا "ہائے گنگا! ہم کیا کریں' کچھ مشورہ دو؟"

پورس نے کہا "تمہارے ڈیڈی کو مصیبتوں سے بچانے کے لیے ہم یہاں صرف مہمان بن کر رہیں گے۔ ہو سکتا ہے آئندہ ہمارے ملن کی کوئی راہ نکل آئے۔"

"تم دونوں بھائی کتنے اچھے ہو۔ ہمارے ڈیڈی کے لیے قربانیاں دے رہے ہو۔"

نیلماں نے کہا "میں سمندر کے کنارے ایک کاٹیج میں بڑے آرام سے پناہ لے رہی تھی۔ تمہارے باپ نے جاسوسوں کو ادھر بھیج دیا۔ اب میں نے اس کاٹیج کو چھوڑ دیا ہے۔ کسی محفوظ جگہ پہنچ کر تم لوگوں سے رابطہ کروں گی۔"

پھر اس نے فون بند کر کے خیال خوانی کے ذریعے ٹانی سے کہا "بھیروی دیدی! میں کسی محفوظ جگہ پہنچ کر تم سے رابطہ کروں گی۔"

ٹانی نے کہا "میں کہہ چکی ہوں' کوئی برا وقت آئے تب مجھ سے رابطہ کرو۔ اور میں بھارت میں یا بھارت سے باہر کوئی ویران اور محفوظ جگہ تلاش کرنے کے بعد تمہیں وہ جگہ بتاؤں گی لیکن کسی ویرانے میں تمہارا رہنا مناسب نہیں رہے گا۔"

"تم مشورہ دو' مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"تم جمنا داس کو اس وقت تک اپنے قریب نہ آنے دینا' جب تک اسے اپنا معمول اور تابع نہ بنالو۔ پہلے ہم دونوں یقین کریں گی کہ تمہارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں ہو رہا ہے۔ اس کے بعد تم اسے اپنے ساتھ ویرانے میں لے جا کر تپسیا کرو گی اور وہ تمہاری خدمت کرتا رہے گا۔"

"او میری پیاری دیدی! تم مجھے فریب سے بچانے کے لیے بہت دانش مندانہ مشورہ دے رہی ہو' میں کسی محفوظ جگہ پہنچ کر سب سے پہلے جمنا داس کو اپنا معمول اور تابع بناؤں گی۔"

"اچھا اب تم جاؤ۔ میں تپسیا کرنے جا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر ٹانی نے سانس روک لی۔ نیلماں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے پونم کے جسم کو اور زیادہ حسین اور پرکشش بنایا تھا۔ ایسا کرنے سے نقصان صرف اتنا سا تھا کہ وہ ہر ایک نگاہ کا مرکز بنتی رہتی تھی۔ ایسے میں اندیشہ تھا کہ دشمن بھی اس کی طرف متوجہ ہو سکتے تھے لیکن فائدہ یہ تھا کہ دل پھینک جوانوں اور بوڑھوں کی تعداد زیادہ تھی' اسے کسی کی بھی گاڑی میں یا گھر میں فوراً لفٹ مل جاتی تھی۔

اس بار وہ کاٹیج سے نکلنے کے بعد ایم این اے گوتم ادھیکاری کے ساتھ بیٹھ کر ممبئی سے باہر چلی آئی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ جاسوس اس کے تعاقب میں ہیں۔ اس نے ایک بڑے شاپنگ سینٹر کے پاس گاڑی رکوائی۔ گوتم ادھیکاری سے کہا "تم جیجو' میں ابھی آ رہی ہوں۔"

وہ شاپنگ سینٹر میں گئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی ایک بڑے جنرل اسٹور سے گزرتی ہوئی پچھلے دروازے سے نکل کر دوسری سڑک پر آئی۔ ایک شخص کار اسٹارٹ کر رہا تھا۔ وہ دروازہ کھول اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اس نے پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ اس کے دماغ پر حاوی ہو گئی۔ اس نے جواب سنے بغیر کار آگے بڑھا دی۔ پھر نیلماں کی مرضی کے مطابق ہائی وے پر پہنچ کر شہر سے باہر جانے لگا۔ اس نے آگے جا کر ہائی وے کو چھوڑ دیا۔ یہ اندیشہ تھا کہ جاسوس ہائی وے پر دوڑے چلے آئیں گے۔ اس لیے اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور ایک پہاڑی علاقے مہابلیشور پہنچ گئی۔

وہ اس کار کو کھا ہوا مل اسٹیشن تھا۔ اس نے پارگھاٹ کے ایک جا کر کار رکوائی پھر کار سے اترنے کے بعد ایک چھوٹے سے مندر میں بھگوان کی مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گئی تاکہ یہی سمجھا جائے کہ وہ پوجا میں مصروف ہے۔ حقیقتاً وہ کار والے کے دماغ پر حاوی تھی۔ وہ بے چارہ اس کی مرضی کے مطابق کار ڈرائیو کرتا ممبئی واپس جا رہا تھا۔ جب وہ ممبئی کے قریب پہنچا تو اس نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

اب وہ اپنے بارے میں سوچنے لگی۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے جو نیا اور پرکشش چہرہ بنایا تھا' وہ پولیس اور سراغ رساں ایجنسیوں کی نظروں میں آ چکا تھا۔ اب یا تو چہرے کو بدلنا تھا یا پھر ہمیشہ کے لیے ممبئی سے باہر نکل جانا چاہیے تھا۔

فی الحال دونوں باتیں ناقابلِ عمل تھیں۔ اس شہر میں رہ کر اپنے کا سامان تلاش کرتے وقت یا ہائی روڈ اور ہوائی اڈے پر صورتِ حال جاتے وقت قانون کے محافظوں کی نظریں آ سکتی تھیں۔

اس مندر میں ایک پنڈت جی اسے توجہ اور للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور پجاری سے پرساد مانگ رہے تھے۔ اس کی آواز سنتے ہی نیلماں نے اس کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ پنڈت جی نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ وہ جلدی سے آنکھیں بند کر کے پھر پوجا میں مصروف ہو گئی۔ اس نے تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ پنڈت نظر نہیں آیا۔ وہ فوراً ہی مندر کے باہر آئی۔

مندر کی سیڑھی پر دو ہٹے کٹے پہلوان بیٹھے تھے۔ وہ نیلماں کے پیچھے چلنے لگے۔ سیڑھیاں اترنے کے بعد دو اور پہلوان اس کے ساتھ چلنے لگے۔ وہ رک کر غصے سے بولی "تم چاروں میرے ساتھ کیوں چل رہے ہو؟"

پنڈت جی نے ایک طرف سے آ کر کہا "یہ میرے چیلے ہیں۔ تم اکیلی ہو' تمہاری رکھشا کے لیے ساتھ ہیں۔"

"مجھے رکھشا کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اکیلی گھر چلی جاؤں گی۔"

"تم جس کی کار سے اتر کر گئی تھیں وہ تو بہت دیر ہوئی چلا گیا۔ ایسا کرتے ہیں' تھانے چل کر رپورٹ لکھواتے ہیں کہ تمہارا آدمی تمہیں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"

تھانے کا ذکر کر کے پنڈت نے اس کی دکھتی رگ پر انگلی رکھی تھی۔ وہ بولی "میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ تم تھانے کی بات کیوں کر رہے ہو؟"

"تھانے دار یوگا نہیں جانتا ہے۔ میں نے سانس روک لی تھی وہ نہیں روک سکے گا۔ تم اس کے دماغ پر قبضہ جما کر کہیں بھی جا سکو گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "تم کیا چاہتے ہو؟"

"میرے پاس بڑی سی وین ہے۔ اس میں چلو۔ جہاں کہو گی پہنچا دوں گا۔"

وہ سر جھکا کر اس کے ساتھ چلتی ہوئی وین کی ایک درمیانی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پنڈت بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔ باقی دو چیلے پیچھے اور دو آگے بیٹھ گئے پھر وہ وین وہاں سے چل پڑی۔ وہ بولا "میرے کو پنڈت برج موہن بولتے ہیں۔ تیرے کو کیا بولتے ہیں؟"

وہ بولی "مجھے ابلا ناری (مظلوم عورت) کہتے ہیں جس کا جی چاہتا ہے' مجھے پکڑ کر لے جاتا ہے۔"

"کیلے کا چھلکا بن کر راستے میں پڑی رہو گی تو سب ہی پھسلیں گے۔"

وہ منہ پھیر کر کھڑکی کے باہر دیکھتی ہوئی خیال خوانی کے ذریعے بولی "بھیروی دیدی! میں مصیبت میں پڑ گئی ہوں۔ ایک پنڈت اور اس کے چار چیلے مجھے ایک وین میں لے جا رہے ہیں۔ وہ سب پہلوان ہیں۔ یوگا کے ماہر ہیں۔ تم میرے دماغ میں آؤ۔ میں اس سے بات کرتی ہوں۔"

ٹانی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے پنڈت سے پوچھا۔ "اتنا تو بتا دو' مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"بہت لمبا سفر ہے۔ ہم حیدر آباد دکن جا رہے ہیں۔"

وہ ٹانی سے بولی "دیدی! میں خود ممبئی سے دور جانا چاہتی تھی۔ حیدر آباد میں مجھے پولیس اور جاسوس نہیں جانتے ہیں لیکن یہ پنڈت برج موہن کون ہے' اس کے بارے میں کیسے معلوم کیا جائے' اس کی کوئی کمزوری معلوم ہونا چاہیے۔"

"فکر نہ کرو۔ ہر انسان کی ایک یا ایک سے زیادہ کمزوریاں ہوتی ہیں۔ لمبا سفر ہے' نجات پانے کے راستے نکل آئیں گے۔ کیا تمہارے پاس اعصابی کمزوری کی کوئی دوا ہے؟"

"نہیں ہے دیدی!"

"کوئی بات نہیں' اس سے بے تکلف ہو جاؤ لیکن وہ شبہ نہ کرے کہ تم کوئی چال چلنے والی ہو۔ ذرا گفتگو کرنے کے بعد بولو۔ تمہیں بھوک لگ رہی ہے۔ وہ جس گاؤں یا چھوٹے شہر میں کھانے کے لیے گاڑی روکے' تم ایسی چیز کھانے کے لیے نخرے کرو جو وہاں دستیاب نہ ہو۔ مقصد یہ کہ تمہیں وہاں کچھ دیر رکنے کا کوئی بہانہ کرنا چاہیے۔ باقی کام میں کر لوں گی۔"

"شکریہ دیدی! میں ابھی ناٹک شروع کرتی ہوں۔"

نیلماں نے کھڑکی سے سر گھما کر پنڈت کو دیکھا' وہ بولا "تیری آنکھیں بہت خوب صورت ہیں۔ تو تو نظریں ملتے ہی لوٹ لیتی ہے۔"

وہ بولی "یہ سندرتا' یہ جوانی میرے لیے مصیبت بن گئی ہے۔ بھگوان جانتا ہے' اب تک کیسے کیسے عزت بچاتی آئی ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے' بال بال کنواری ہو؟"

"تمہیں یقین نہیں آئے گا۔"

"میرے کو یقین ہے۔ تو ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ میں یوگا نہ جانتا تو میرے سے بھی بچ کے نکل جاتی۔"

"اگر تو مجھ سے شادی کرے گا تو میری ٹیلی پیتھی سے بہت فائدہ اٹھائے گا۔"

"تیری سندرتا بھی ملے گی' رس بھری جوانی بھی ملے گی' ٹیلی پیتھی بھی میرے کام آئے گی۔ میرے کو اور کیا چاہیے؟ میں تیرے سے بیاہ رچاؤں گا۔"

"سچ؟" نیلماں نے خوش ہو کر اس کے کاندھے پر سر رکھ دیا پھر بولی "میں صبح سے بھوکی ہوں۔ تم نے ایک گلاس پانی کے لیے بھی نہیں پوچھا۔"

"تیرے کو دیکھ کر اپنے آپ کو بھول گیا ہوں۔ آگے ایک چھوٹا ٹاؤن ترنا ناک ہے۔ وہاں جو چاہے گی کھلاؤں گا۔"

وہ ایک گھنٹے سے پہلے ہی ترنا ناک پہنچ گئے۔ اس نے ایک دھابے (ہوٹل) کے سامنے گاڑی روک کر ملازم کو بلا کر پوچھا "کھانے کے لیے کیا ہے؟"

ملازم کھانے کی چیزیں بتانے لگا۔ نیلماں نے کہا "میں اٹلی دوسا کھانا چاہتی ہوں۔ ماس مچھلی انڈا نہیں کھاؤں گی۔ برہمن ہوں۔"

ملازم نے کہا "اٹلی دوسا صبح ناشتے میں ختم ہو گیا۔"

پنڈت نے کہا "ابے دوبارہ تیار کرنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ جا ابھی تیار کر کے لے آ۔"

ملازم چلا گیا۔ ایک لڑکے نے آ کر پوچھا "بابو جی! ٹھنڈی بوتل' ناریل پانی' پان اور سگریٹ لاؤں؟"

"کھاتے سے لے آنا۔ ابھی پھوٹ یہاں سے۔"

ہوٹل کے ملازم نے مالک سے کہا "گراہک (گاہک) بہت ہیں۔ اٹلی دوسا مانگتے ہیں۔"

مالک نے کہا "جلدی سے تیار کر کے دے دے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر ہوٹل کے پچھلے دروازے سے چلا گیا۔ پنڈت نے

کہا "یہ تو بہت ہی اچھا ہے کہ تو ہماری طرح برہمن ہے۔ اب شادی کروں گا تو میرا بڑا بھائی پنڈت مہی موہن انکار نہیں کرے گا۔"

"تمہارا بڑا بھائی بھی ہے؟"

"ہاں میں بس ایک پنڈت ہوں۔ وہ پنڈت بھی ہے' بڑا گیانی بھی ہے۔ اگلی پچھلی باتیں بتاتا ہے۔ اس نے کہا تھا' میرے جیون میں ایک سندر ناری آئے گی اور دیکھو' تم آگئی ہو۔"

"تمہارے بھائی نے یہ نہیں بتایا کہ ایک لاوارث سندر ناری ملے گی۔ جس کا آگے پیچھے کوئی نہیں ہوگا؟"

پنڈت کے کچھ کہنے سے پہلے کئی سپاہی رائفلیں لیے دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے چاروں طرف سے اس وین کو گھیر لیا۔ پنڈت نے سلائڈنگ دروازہ کھول کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

انسپکٹر نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا "تم سب باہر آؤ۔ ہمیں رپورٹ ملی ہے کہ اس گاڑی میں اسمگلنگ کا مال چھپا ہوا ہے۔"

وہ غصے سے باہر آکر بولا "ہم تم کو اسمگلر دکھائی دیتے ہیں؟ جانتے ہو' میرا نام پنڈت..."

پورا نام بتانے سے پہلے ہی انسپکٹر نے ٹھائیں سے گولی چلا کر اس کے بازو کو زخمی کیا پھر کہا "تمہارے آدمی باہر نہیں آئیں گے تو انہیں بھی گولی مار دوں گا۔"

وہ چاروں پیچھے گاڑی سے باہر نکلنے لگے۔ نیلاں نے پنڈت کے دماغ میں آکر پوچھا "پنڈت مہاراج! اب سانس روکو۔"

وہ بولا "ہے بھگوان! تیری سندرتا کے آگے تریا چلتر (عورت کی مکاری) کو بھول گیا تھا۔"

نیلاں بھی باہر آئی۔ سیاہی گاڑی کے اندر جاکر تلاشی لینے لگے۔ ثانی نے ہوٹل کے مالک کو تھانے دوڑا کر یہ خبر کہ دیا تھا کہ چار اسمگلر ایک عورت کو زبردستی لے کر جارہے ہیں لیکن پنڈت بچ بچ کا اسمگلر نکلا۔ وہ ممبئی پورٹ سے دور ایک بلیک پورٹ سے سونے کے بسکٹ لے جارہا تھا اور وہ تمام سوناسیٹوں کی گدیوں کے نیچے چھپایا ہوا تھا۔

نیلاں نے خوش ہو کر کہا "دھنے ہو دیدی! تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ لوگ اسمگلر ہیں؟"

"کیا تم نہیں جانتیں کہ پوری آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچا جاسکتا ہے۔"

"ہائے' میں برسوں سے مکمل آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے ترس رہی ہوں مگر میرے حالات مجھے موقع نہیں دیتے ہیں۔"

انسپکٹر نے نیلاں سے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں ایک بس میں بیٹھ کر حیدر آباد جانا چاہتی تھی۔ اس پنڈت نے مجھ سے کہا۔ میں اس کی چھوٹی بہن جیسی ہوں۔ یہ بھی حیدر آباد جارہا ہے۔ مجھے آرام سے اس گاڑی میں لے جائے گا۔"

ثانی اور نیلاں نے زیادہ سوالات کا موقع نہیں دیا۔ انسپکٹر نے ایک بس ڈرائیور سے کہا "اسے لے جاؤ اور حیدر آباد پہنچادو۔"

وہ بس میں بیٹھ کر جانے لگی۔ ثانی نے کہا "اس پنڈت اور اس کے چیلوں کے خلاف قانونی کارروائی ہوگی لیکن ہوسکتا ہے پنڈت ابھی مدد کے لیے بڑے بھائی پنڈت مہی موہن کو مدد کے لیے بلائے اور یہ بھی بتائے کہ تم اس بس سے حیدر آباد آرہی ہو۔"

"ہاں دیدی' ایسا ہوسکتا ہے۔"

"تم آگے جاکر بس سے اتر جاؤ۔ راستہ بدل کر اجنتا یا ایلورا کی طرف جاؤ۔ وہاں قریب ہی جنگلات ہیں۔ ان جنگلوں میں فارسٹ افسر اور دوسرے جنگلوں میں کام کرنے والے رہتے ہیں۔ وہاں تم کسی کو ٹریپ کرکے اس کے مکان میں رہ کر تپسیا کرسکو گی۔"

"میں یہی کروں گی مگر اکیلی سندر عورت کے لیے جنگل میں بھی خطرہ رہتا ہے۔ میرے ساتھ کسی کو رہنا چاہیے۔"

"کیا تم میرے پارگنگا کے بھائی کو اپنا معمول اور تابع بناکر اپنے ساتھ رکھنا چاہو گی۔"

"دیدی! اب تو میں آپ کی داسی بن گئی ہوں۔ آپ حکم کریں' میں جمنا کو اپنا غلام بناکر رکھوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ پہلے اجنتا یا ایلورا پہنچو پھر کہیں اطمینان سے رہ کر جمنا کو اپنا معمول اور تابع بنالو۔"

"دیدی! میں چاہتی ہوں' آپ جمنا پر عمل کرکے اسے میرا تابع بنادیں۔ مجھے پتا نہیں' کب اطمینان سے تنویمی عمل کرنے کا موقع ملے گا۔"

"نیلاں! مجھے اس دنیا کے گورکھ دھندے میں زیادہ نہ الجھاؤ۔ میرے نرک واسی بھائی بھیرو بھوت ناتھ نے آکید کی تھی' دنیا کے معاملے میں کبھی بھی دلچسپی لو۔ باقی تمام وقت تپسیا میں گزارا کرو۔ تم نے مجھے دیدی کہا ہے پھر میں سمجھتی ہوں کہ تمہیں مکمل آتما شکتی ملے گی تو ہم دونوں بہنوں کی شکتی اتنی بڑھ جائے گی کہ سب ہمارے سامنے سر جھکانے لگیں گے۔"

"ایسا ضرور ہوگا۔ ہم دونوں اس دنیا پر راج کریں گے۔ آپ کی کرپا ہے کہ اپنی تپسیا سے وقت نکال کر میرے کام آرہی ہیں۔"

"اب میں جارہی ہوں۔ صرف برے وقت پر میرے پاس آنا۔ بار بار میری تپسیا کا بھنگ نہ کرنا۔"

ثانی پارس کے پاس آئی۔ پارس اور پورس نے جمنا اور جینا کو ان کے کمروں میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلادیا تھا۔ ثانی انہیں نیلاں کے حالات بتانے لگی۔ پورس نے کہا "ثانی! تم بہت لمبا کھیل رہی ہو۔"

وہ بولی "اس سے پہلے تم دونوں بھائیوں نے شارٹ کٹ اختیار کیا۔ اسے قابو میں بھی کیا لیکن وہ تمہارے ہاتھوں سے پھسل گئی۔ اب میرا کھیل دیکھو۔ وہ مجھ پر اندھا اعتماد کررہی ہے۔ اس کے اعتماد کو اور زیادہ مضبوط کرنے کے لیے پورس اس کا معمول

اور تابع بنے گا۔"

وہ بولا "اے ثانی! اپنے میاں کو تابع بنادو۔ تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں تمہاری بات مان لوں گا؟"

"اس لیے کہ تم مجھے بہت چاہتے ہو۔ اعتماد بھی کرتے ہو کہ میں تمہیں گڑھے میں نہیں گراؤں گی۔"

"تم بہت مکار ہو۔ ایسی باتوں سے ٹھنڈا کردیتی ہو۔"

پارس نے کہا "ابے میں تیری نفسیات سمجھتا ہوں۔ مینا کے حسن و شباب کے قریب رہ کر بھی پیاسا ہے۔ لہٰذا یہاں رہنے کے لیے ثانی کی باتیں پوری طرح نہیں سمجھ رہا ہے۔"

"سب سمجھ رہا ہوں۔ تم میاں بیوی مجھے قربانی کا بکرا بنارہے ہو۔ جب نیلاں مجھ پر تنویمی عمل کرے گی تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ میں جمنا داس نہیں پورس ہوں۔"

"آگے بھی بول۔ جب اسے معلوم ہوگا کہ تو پورس ہے تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ تیرے ساتھ رہنے والا گنگا ضرور پارس ہے۔"

"بے شک پھر ثانی پر سے نیلاں کا اعتماد اٹھ جائے گا۔"

"اعتماد اور پختہ ہوگا۔ میں نے نیلاں سے یہ نہیں کہا ہے کہ میں گنگا پر تنویمی عمل کرچکی ہوں۔ وہ سمجھتی ہے' مکمل آتما شکتی جاننے والی کو کسی عمل کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو کسی بھی یوگا جاننے والے کو دماغی طور پر غائب بناکر کہیں بھی لے جاسکتی ہوں اس سے کوئی بھی کام کرا سکتی ہوں۔"

پورس نے سر ہلاتے ہوئے کہا "ایسی بات ہے تو میں تم بے چارے میاں بیوی کے کام آؤں گا۔"

"ابے ہم پر احسان نہ جتا' نیلاں سے تو انتقام لینا چاہتا ہے۔ یہ ہمارا احسان ہے کہ تیرے کام آرہے ہیں۔"

پورس نے کہا "ثانی! کیا ضروری ہے کہ وہ مجھ پر کامیاب تنویمی عمل کرے؟ کیا رازداری سے اس عمل کو ناکام نہیں بنایا جاسکتا؟"

"ہم یہی کریں گے' تم بظاہر اس کے تابع بن کر رہو گے۔ اسے تم پر اس لیے تنویمی عمل کا موقع دیا جائے گا کہ تمہارے پورس ہونے کا راز اس پر کھل جائے اور نیلاں کا اعتماد مجھ پر اور مستحکم ہوجائے کہ میں کسی پورس اور پارس کو نہیں جانتی ہوں۔ اتفاق سے تم دونوں کا راز کھل گیا ہے۔"

پورس نے کہا "خدا ایسی ذہین اور چالباز بیویوں سے بچائے۔"

ثانی نے کہا "خدا نہیں بچائے گا۔ میری تمہاری شرط لگ چکی ہے۔ تمہاری زندگی میں بیوی بن کر آنے والی ذہین' چالباز اور خیال خوانی کرنے والی ہوگی تاکہ اپنے ہاتھوں میں تمہاری لگام پکڑ سکے۔"

"ابھی تو کوئی نہیں آئی ہے اور تم اپنے میاں کے ساتھ مجھے بھی گام دے رہی ہو۔ میں بے چاری مینا کو سورگ کی سیر کرا کے لے آتا تو تمہارا کیا جاتا۔"

"بے ہودہ باتیں نہ کرو۔ چلو اٹھو' تم دونوں کو اجنتا کی طرف جانا ہے۔ باہر چار مسلح گارڈز ہیں۔ دو ابھی ڈیوٹی پر ہیں۔ دو اپنے کوارٹرز میں آرام کررہے ہیں۔ ان دونوں کے دماغوں پر قبضہ جماکر یہاں سے نکلو۔"

پورس نے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا "آہ مینا! تیرا یہ عاشق یہاں سے کنوارا جارہا ہے..."

ثانی مسکراتی ہوئی چلی گئی کیونکہ اسے وقتاً فوقتاً سونیا کے ساتھ بھی رہنا پڑتا تھا۔

○☆○

علی نے کئی بار ایک نئی حیثیت سے یعنی جناب علی اسد اللہ تیموری کے فرزند کی حیثیت سے بابا صاحب کے ادارے میں قدم رکھا۔ سب نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا پھر جناب تیموری نے آگے بڑھ کر بیٹے کو اپنے سینے سے لگالیا۔

علی نے کہا "بابا! اپنی لوگ اپنی اولاد کو وربدر کی ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ نے مجھے ایک باکمال اور بہترین انسان بنانے کے لیے خود سے دور کردیا تھا لیکن ایک بات پر حیران ہوں' ایک عرصہ دراز سے مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ کر بھی پدرانہ جذبے سے گلے نہیں لگایا۔"

"بیٹے! تم بھول رہے ہو' روحانیت کے مراحل سے گزرنے والے دنیاوی اور خونی رشتوں سے ایک ذرا فاصلہ رکھتے ہیں۔ جذبات میں بہہ کر روحانیت کے منافی کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔

"چونکہ دین اسلام میں دنیا داری بھی لازمی ہے اس لیے ہم صرف سگے بیٹے کے نہیں تمام مسلمانوں کے کام آتے ہیں۔ تمہارے ذہن پر اپنی والدہ مرحومہ کی طرف سے ایک بوجھ تھا۔ اس لیے آمنہ تمہیں ایک ماں کی حیثیت سے خود لینے گئی تھی اور میں نے بھی تمہارے ذہن سے بوجھ کم کرنے کے لیے آج پہلی بار سینے سے لگایا ہے۔"

وہ علی سے چند باتیں کرکے اس کے اور محمود کے سر پر ہاتھ رکھ کر اپنے حجرے میں چلے گئے۔ آمنہ ان دونوں بھائی بہن کو لے کر اپنے کوارٹرز میں آئی۔ وہاں فہمی موجود تھی۔ آمنہ نے کہا "میں چاہتی تھی' تم کم از کم چالیس دنوں تک میرے ساتھ رہو لیکن حالات کا تقاضا ہے کہ تم فہمی کے ساتھ اردن جاؤ۔ وہاں کے ایک پڑوسی ملک شام میں تمہارے پاپا ہیں اور لبنان میں تمہاری مما۔ وہاں کیوں جانا ہے اور کیا کرنا ہے؟ یہ ساری تفصیلات معلوم ہوجائیں گی۔ اس سے پہلے کل صبح تمہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔"

علی نے کہا "ہم سب کے علاوہ بے شمار سنراغ رسانوں کو بھی نیلی پیتھی کا علم سکھایا گیا ہے۔ یہاں تو خیال خوانی کرنے والوں کی فوج بن رہی ہے۔"

"سپر پاور اور دوسرے تمام بڑے ممالک ایٹمی قوت بننے

جارہے ہیں۔ اس لیے جوابی کارروائی کے لیے اپنے ادارے کے تمام بااعتماد افراد کو یہ علم سکھایا جارہا ہے۔"

"ہاں اسلامی ممالک کے سیاسی حالات رفتہ رفتہ مسلمانانِ عالم کو غلامی اور ذلت کی طرف لے جائیں گے۔ اب ہمیں ایٹمی قوتوں کے مقابلے میں کھل کر آنا چاہیے۔"

منصوبے کے مطابق دوسری صبح علی کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا۔ اس مشین سے گزرنے والوں کو میڈیکل آبزرویشن اور ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ طے کیا گیا کہ وہ دو دنوں کے بعد تیسرے دن فہمی کے ساتھ اردن جائے گا۔

فہمی نے خیال خوانی کے ذریعے اردن کے اعلیٰ عہدے دار کو مخاطب کیا۔ وہ اپنے دماغ میں ایک خاتون کی آواز سن کر چونک گیا۔ سوچنے لگا "کیا یہ آواز ہے؟ کیا یونہی دماغ میں کوئی آواز ابھر گئی ہے؟"

فہمی نے کہا "نہیں' میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بول رہی ہوں۔ اپنا تعارف کرادوں کہ میں فرہاد علی تیمور کی بہو اور علی تیمور کی شریکِ حیات فہمیدہ عرف فہمی بول رہی ہوں۔"

اعلیٰ عہدے دار نے کہا "اللہ تعالیٰ خیر کرے۔ آپ میرے پاس کیوں آئی ہیں؟"

"آپ کے کلمۂ خیر کے مطابق آئی ہوں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے دینی اعمال کے مطابق آپ پر خیر کرے۔"

"میں اپنی دانست میں اپنے دین پر پوری طرح عمل کرتا ہوں۔"

"آپ مسلمان ہیں۔ اسلامی ممالک کے خلاف اسرائیل اور امریکا کو کیوں اہمیت دیتے ہیں؟ آپ کو علم ہوگا کہ پچھلے تین دنوں سے آپ کے پڑوسی ملک شام میں کیا ہو رہا ہے؟"

"ہاں مسٹر فرہاد علی تیمور نے اس ملک سے تمام غیر ملکیوں کو نکلوا دیا ہے۔"

"آپ بھی کل شام تک غیر ملکی افراد کو نکال دیں۔"

"آپ ایک خاتون ہو کر اتنے اہم معاملے میں بات کرنے آئی ہیں۔ آپ کے شوہر کو بات کرنا چاہیے۔"

"میرے مجازی خدا بات نہیں کریں۔ اگر یہاں سے غیر ملکی افراد نہیں جائیں گے تو وہ کل شام تک عملی طور پر ایسی کارروائی کریں گے کہ آپ اور آپ کے مددگار سرپرست ممالک صرف تماشائی بن کر رہ جائیں گے۔"

"تم ہمیں دھمکی دے رہی ہو؟"

"ابھی یہ دھمکی ہے' کل شام کو دھماکا ہوگا۔"

فہمی اس کے دماغ سے نکل کر اس کے خاص مشیروں اور محل کے دیگر اہم افراد کے دماغوں میں پہنچنے لگی۔ اعلیٰ عہدے دار نے فون کی ہاٹ لائن پر اسرائیل کے برین آدم سے رابطہ کیا اور اسے فہمی سے ہونے والی باتیں بتائیں۔ برین آدم نے کہا "جب ہم نے اور امریکا نے شام سے اپنے تمام لوگوں کو واپس بلا لیا ہے تو آپ کے ملک سے بھی غیر ملکی افراد کو جانا ہوگا۔"

"آپ جیسے اور امریکا جیسی ایٹمی قوتوں کے مالک ایسا کر رہے ہیں؟"

"کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نظر آئے گا تو ہم اسے ایٹم بم سے ماریں گے۔ کوئی نظر نہ آئے تو ایٹم بم کس کے سر پر پھوڑیں؟ ہم الپا کے ذریعے اپنے تمام لوگوں کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ اسرائیل واپس آجائیں۔"

اعلیٰ عہدے دار نے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا۔ انہوں نے بھی یہی کہا لیکن یہ حوصلہ دیا کہ ایک ہفتے کے اندر کوئی زبردست چال چلیں گے۔ ویسے امریکا اور اسرائیل کو اس بات پر حیرانی ہوئی کہ علی تیمور کی شریکِ حیات فہمی نے اعلیٰ عہدے دار سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا تھا۔

ایک عرصے سے یہ یقین ہو چلا تھا کہ صرف قدرتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا یہ علم سلامت ہے۔ باقی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا یہ علم ایٹمی ٹیلی پیتھی دوا کے اثرات سے ختم ہو چکا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں بھی پارس' علی اور مشین کے ذریعے یہ علم سیکھنے والے بھی خیال خوانی سے محروم ہو چکے ہیں۔

جب علی بھی محروم ہو چکا تھا تو اس کی شریکِ حیات کیسے خیال خوانی کر رہی تھی۔ امریکی اور اسرائیلی اکابرین نے الپا سے کہا کہ وہ حقیقت معلوم کرے۔ الپا نے مجھے مخاطب کیا اور بولی "مداخلت کی معافی چاہتی ہوں۔ کیا آپ سے ایک ضروری بات کر سکتی ہوں؟"

"آگئی ہو تو بات کر کے ہی جاؤ۔"

"کیا آپ کی بہو فہمی ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟"

"جانتی ہے۔ یہ تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی حاصل کرنے والے اس علم سے محروم ہو چکے تھے پھر آپ کی بہو کیسے خیال خوانی کرتی ہے؟"

"کیا ہم نے کبھی یہ پوچھا کہ تمام اسلامی ممالک پر ایٹمی قوت بننے کی پابندی کیوں لگائی جاتی ہے؟ اور خود مغربی ممالک ایٹمی قوت کیوں بن چکے ہیں؟"

"ایٹمی قوت اور چیز ہے۔ ٹیلی پیتھی اور چیز ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم تھا۔ یہ بھی بتا دو' دونوں میں خطرناک کون ہے؟"

"دونوں ہی خطرناک ہیں۔"

"تو پھر دونوں "اور چیز" اور چیز" کیسے ہو گئیں؟"

"دراصل میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ صرف جنگ کے وقت ایٹم بم استعمال ہوتا ہے جبکہ جنگ نہ ہو تب بھی ٹیلی پیتھی نقصان پہنچاتی ہے۔"

"امن و امان کے زمانے میں بڑے ملکوں کے ایٹم بم چھوٹے

ملکوں اور اسلامی ملکوں کو خاموش وارننگ دیتے ہیں' خبردار! سر اٹھاؤ گے تو کچل دیے جاؤ گے۔ یہی وارننگ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دی جارہی ہے کہ اے ایٹمی قوت والو! سر اٹھاؤ گے تو تمہارے ایٹم بم تمہارے ہی ملکوں کو تباہ کریں گے۔ جس کا ایک نمونہ پچھلے دنوں پیش کیا جا چکا ہے۔"

الپا سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ وہ ذرا دیر چپ رہی پھر بولی "دراصل میں دوسری بات پوچھنے آئی ہوں۔"

"شرما شرما کر نہ پوچھو۔"

"بابا کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ وہ بابا فرید اسطی کی نواسی ہے' اس کا معاملہ سب سے مختلف ہوگا۔ پلیز آپ یہ بتا دیں فہمی کے علاوہ کتنے افراد ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟"

"پلیز' تم یہ بتا دو' تمہارے ملک میں کتنے ایٹم بم بنائے گئے ہیں۔ امریکا اور دوسرے ممالک کیسی کیسی ایٹمی قوتیں حاصل کر رہے ہیں؟"

"میں ان سب کا حساب کیسے بتا سکتی ہوں؟"

"اسی طرح میں بے حساب ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا حساب کیسے بتا سکتا ہوں؟ بات سمجھ میں آگئی ہو تو جاؤ۔"

وہ اسرائیلی اور امریکی اکابرین کے پاس باری باری جا کر بولی "بابا صاحب کا ادارہ ہماری توقع سے زیادہ طاقتور اور خطرناک ہے۔ فہمی نے اعتراف کیا ہے کہ اس ادارے میں بے حساب ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "بچوں کی سی باتیں ہیں۔ ان کے پاس بے حساب ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں سے آجائیں گے۔"

دوسرے نے کہا "اس ادارے میں ہر شعبے کے ماہرین ہیں۔ آپ یہ بھول رہے ہیں کہ بہت عرصہ پہلے وہ ہمارے سیکرٹ ریکارڈ روم سے ٹرانسفارمر مشین کا بلیو پرنٹ لے گئے تھے۔ کچھ عرصہ پہلے پارس اور علی وغیرہ نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ وہ ایسے معمولی لوگ تو نہیں ہیں کہ سامنے بلیو پرنٹ موجود ہو اور وہ ٹرانسفارمر مشین نہ بنا سکیں۔"

وہ سب تھوڑی دیر تک خاموشی سے سوچتے رہے۔ ایک نے کہا "جب سے اس دنیا میں لڑنا مرنا سیکھا گیا ہے تب سے ایک دشمن دوسرے دشمن کی اندرونی طاقت معلوم کرنے کے لیے جاسوسی کراتا رہتا ہے۔ ہمیں کسی بھی ذریعے سے بابا صاحب کے ادارے کے راز معلوم نہیں ہوتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "حد یہ ہے کہ اس ادارے کے کچھ لوگوں کو خریدنے میں کامیابی ہوئی لیکن وہ کچھ بتانے سے پہلے پاگل ہو گئے یا مر گئے۔"

"دراصل وہ ٹیلی پیتھی اور روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دشمنوں کے ہاتھوں بک جانے والوں کے خیالات پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔"

الپا نے کہا

"سیدھی سی بات ہے۔ جب ہم ان کے اندرونی رازوں کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے ہیں تو پھر ان کے خلاف کوئی بھی کارروائی موثر نہیں ہوگی۔"

"اگر ہم نے وعدے کے مطابق ایک ہفتے کے اندر کوسوو کے باشندوں کو ان کے وطن واپس لا کر انہیں آباد نہ کیا' انہیں مالی امداد نہ دی تو فرہاد ہمارے سفیر کو' مشیر کو اور دوسرے ماہرین کو وہاں قدم رکھنے نہیں دے گا۔ ایسے وقت ہمارے زیرِ سایہ رہنے والے ممالک میں ہماری کیا اہمیت رہ جائے گی۔"

"ان مسلمانوں کو آباد کیا جائے گا۔ نیٹو اور اقوام متحدہ کے ذریعے قانونی کارروائی شروع ہو چکی ہے۔ ایک آئیڈیا یہ ہے کہ بابا صاحب کے ادارے سے کہا جا سکتا ہے کہ اس ادارے کو میلوں دور تک مزید زمینیں دی جائیں۔ وہ اپنے ادارے کو ایک چھوٹی سی ریاست بنائیں اور اقوام متحدہ کے رکن بن جائیں۔ وہ اقوام متحدہ میں رہیں گے تو قانونی طور پر انہیں دوسرے تمام ممالک کے فیصلوں کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔ وہ اپنی من مانی نہیں کر سکیں گے۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "ذرا سوچ سمجھ کر بولو۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے مخالفت کرنے والے ملکوں کے نمائندوں کو بھی اپنے زیرِ اثر لا کر ہمیشہ اپنے فیصلے منوائیں گے۔ ہمیں اقوام متحدہ سے باہر ہونا پڑے گا۔"

ایک حاکم نے جھنجلا کر کہا "جتنی تدابیر سوچی جارہی ہیں' ان کے نتائج ہمارے خلاف نظر آتے ہیں۔ دنیا میں ذہین افراد کے لیے کوئی بات ناممکن نہیں ہے پھر کیا ایک ناخن برابر ادارے کو اپنے دباؤ میں لانا ناممکن نہیں ہو سکتا؟"

دوسرے نے کہا "حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کی جوابی کارروائی سے کچھ پریشان ہو گئے ہیں۔ ہمارے زیرِ اثر رہنے والے اسلامی ممالک کے سامنے اپنی کمتری اور ذلت کا احساس بھی ہے۔"

ایک فوجی افسر نے ایک کاغذ پر لکھا "میں نے اب تک اپنی زبان نہیں کھولی ہے۔ کوئی میرے دماغ میں نہیں آسکتا۔ میں جوابی کارروائی کر سکتا ہوں۔ میں اس سلسلے میں ایسے افراد سے ایک سیکرٹ میٹنگ کروں گا جو یوگا کے ماہر ہیں۔ آپ حضرات صرف چار دنوں کے اندر میری حکمتِ عملی دیکھیں گے۔"

اس نے لکھا ہوا کاغذ تمام اکابرین کو پڑھنے کے لیے دیا۔ سب نے پڑھ کر اس لکھنے والے افسر کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک نے اعتراض کیا "ہم نے پہلے ہی بابا صاحب کے ادارے کے خلاف سازشیں کر کے بھاری نقصان اٹھایا ہے۔ اب ہم اس ایک افسر کی حکمتِ عملی پر کیسے بھروسا کریں؟"

ایک نے کہا "یہ ایک افسر کی حکمتِ عملی نہیں ہوگی کیونکہ یہ زیادہ سے زیادہ یوگا جاننے والوں کو طلب کر رہا ہے پھر اس کا کوئی مشن شروع ہوتے وقت ہم سب کو معلوم ہوگا کہ یہ کیا کرنے والا ہے۔ کچھ نہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اس افسر کو کچھ کرنے دیا

جائے۔"

سب خاموشی سے سوچنے لگے کہ دیکھیں ان چار دنوں میں کیا ہونے والا ہے؟

○☆○

سرحدی ٹاؤن کے تمام باشندے اس بات پر حیران تھے کہ سونیا نے ایک عورت ہو کر درجنوں مسلح اسمگلروں کا خاتمہ کیا تھا اور وہاں کے تمام رہنے والوں کو ان ظالموں کی غلامی سے نجات دلائی تھی۔

وہاں کی عورتیں اپنے مردوں کو طعنے دے رہی تھیں کہ وہ مرد ہو کر برسوں غلامی سے نجات حاصل نہ کر سکے اور ایک عورت نے نہ صرف انہیں آزادی دلائی بلکہ چرچ کے تہ خانے سے ڈھیر سارا سونا اور کچھ ہیرے جواہرات نکال کر دیے۔ وہاں منشیات کا جو ذخیرہ تھا اسے جلا دیا گیا۔

وہاں کے کچھ تجربہ کار بوڑھوں اور کچھ ذہین جوانوں نے کمانڈر کو اپنا رہنما تسلیم کر کے سونیا سے وعدہ کیا کہ وہاں کے مسلمان اور عیسائی مل کر اس ٹاؤن کی حفاظت کریں گے اور وہاں کے باشندوں کو زندگی کی تمام سہولتیں فراہم کریں گے۔ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے اب ان کے پاس بے انتہا دولت تھی۔

اس ٹاؤن سے پچیس کلومیٹر دور ایک پختہ اور کشادہ راستہ ... ترپیبی سرحد سے لبنان کے اندرونی شہروں سے گزرتا ہوا' وہاں کے سب سے بڑے شہر بیروت تک جاتا تھا۔ اس طویل راستے پر کاروں' ٹرکوں کے علاوہ بسیں بھی چلتی تھیں۔ وہ رخصت ہو کر جانے لگی تو وہاں کی عورتیں اور بوڑھے رونے لگے۔ کمانڈر اور چند جوان اسے پرانی کھٹارا جیپ میں بٹھا کر لبنان جانے والی سڑک پر لے آئے۔

کمانڈر نے کہا "میڈم! آپ یہ جیپ لے جائیں۔ چرچ کے تہ خانے سے جو خزانہ برآمد ہوا ہے' آپ نے اس میں سے بھی کچھ نہیں لیا ہے۔"

"یہ جیپ اپنے پاس رکھو' کسی وقت کام آئے گی۔ جب میں کسی ہتھیار کے بغیر درجنوں دشمنوں کا خاتمہ کر سکتی ہوں تو جیپ کے بغیر بیروت پہنچ سکتی ہوں اور خزانے کے بغیر زندگی گزار سکتی ہوں۔ اب تم سب واپس جاؤ اور جلد سے جلد اپنے ٹاؤن کے انتظامات سنبھالو۔"

وہ سب اس سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گئے۔ وہ پختہ سڑک کے کنارے چلنے لگی۔ کئی طرح کی گاڑیاں آ رہی تھیں اور جا رہی تھیں۔ عام مسافر بسوں میں بھیڑ زیادہ تھی۔ وہ جانتی تھی کہ ایک اکیلی عورت کو تنہا دیکھ کر کوئی نہ کوئی ضرور گاڑی روکے گا۔ کسی سے لفٹ مانگنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔

ساری دنیا میں یہی ہوتا ہے۔ مرد حضرات کو کہیں عورت اکیلی نظر آنا چاہیے' پھر وہ گھر' بیوی بچوں اور لاکھوں کروڑوں کا کاروبار بھول کر اس اکیلی عورت کے پاس آ کر گاڑیاں روک دیتے ہیں۔

"کم آن مس! میں اس گاڑی میں نہیں اپنے کلیجے پر بٹھا کر لے جاؤں گا۔ بس ایک موقع دو۔" (گھر والی تو روز موقع دیتی ہے)

سونیا کے پاس بھی کئی گاڑیاں رکتی رہیں لیکن وہ انکار کر کے آگے بڑھتی رہی پھر ایک کار اس کے پاس آ کر رک گئی۔ وہ کار کا دروازہ کھول کر بولا "میڈم! کار کا اور دماغ کا دروازہ کھلا ہے۔"

پہلے وہ دماغ کے دروازے سے گزری پھر کار کے دروازے سے گزر کر اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ کر دروازے کو بند کر دیا۔ وہ کار آگے بڑھ گئی۔ اس نے پوچھا "بھروز! تمہیں خاص دیر ہو گئی۔"

"میڈم! آفٹر میں آپ کے اور اپنے اہم کاغذات بنوانے میں دیر لگی پھر کار کو ہیلی کاپٹر میں اس کار سمیت بارڈر تک لایا۔ وہاں چیک پوسٹ پر ایک افسر کو شبہ ہو رہا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رہا۔ اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ وہ افسر رشوت خور نہیں ہے ورنہ جلد ہی کام بن جاتا۔"

"ہوں۔ ان کاغذات کے مطابق ہم لبنانی باشندے بن گئے ہیں؟"

"یس میڈم! ان کاغذات کے مطابق میں آپ کا چھوٹا بھائی ہوں۔"

"مجھے سسٹر کہا کرو ورنہ کہیں بھول سے کسی کے سامنے میڈم کہہ دو گے۔"

"تھینک یو سسٹر۔ پیچھے ایک اٹیچی میں کاغذات کے علاوہ میک اپ کا سامان ہے۔ کاغذات اور شناختی کارڈ کی تصاویر میں آپ کا اصلی چہرہ ہے۔ آپ اپنے چہرے کا یہ میک اپ صاف کر لیں۔"

سونیا نے پیچھے کی طرف جھک کر چھوٹی سی اٹیچی اٹھائی پھر اسے کھول کر اپنے ضروری کام میں مصروف ہو گئی۔ اس نے خاموشی کے دوران میں خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے کہا "میں لبنان میں داخل ہو گئی ہوں۔ سیدھی بیروت جاؤں گی۔ میرے ساتھ بھروز ہے۔ اپنی سناؤ۔"

میں نے کہا "انہوں نے وعدہ کیا ہے' ایک ہفتے کے اندر سوڈان کے تمام مسلمانوں کو ان کے وطن واپس لائیں گے۔ انہیں بھرپور مالی امداد دیں گے۔ اس کے بعد وہ اپنے بے دخل کیے جانے والے امریکیوں کو اس ملک میں بھیجیں گے۔"

"آثار کیا کہتے ہیں؟"

"وہی کتے کی دم ٹیڑھی کی ٹیڑھی۔ میں نے ایک ہفتے کی مہلت دی تھی۔ چار دن گزر چکے ہیں۔ اس عرصے میں وہ عالمی میڈیا کے ذریعے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ نیٹو اور اقوام متحدہ کے ذریعے ان تمام مظلوم مسلمانوں کو سوڈان جلد سے جلد واپس لا کر آباد کیا جائے گا۔"

"یہ سیاسی چالیں ہیں۔ ایک ہفتے کی مہلت گزرتے ہی کہا جائے گا کہ سوڈان کے مسلمانوں پر مظالم ڈھانے والوں کا مقدمہ اقوام متحدہ میں ہے اور جلد ہی فیصلہ ہونے والا ہے۔"

"ہاں وہ ایسا کریں گے لیکن کوئی دوسری چال بھی چلنے والے ہیں۔ ہمارا ایک سراغ رساں ان کی ایک خفیہ میٹنگ میں تھا۔ وہاں ایک افسر نے ایک کاغذ پر لکھا "میں نے اب تک اپنی زبان نہیں کھولی ہے۔ کوئی میرے دماغ میں نہیں آ سکتا۔ میں جوابی کارروائی کر سکتا ہوں۔ میں اس سلسلے میں ایسے افراد سے ایک میٹنگ کروں گا جو یورپ کا ہی باشندہ ہے۔ آپ حضرات صرف چار دنوں میں میری حکمت عملی دیکھیں گے۔"

سونیا نے کہا "ایسا لکھنے والے کے دماغ میں کوئی غیر معمولی تدبیر آئی ہو گی۔ تمہاری دی ہوئی مہلت کے تین دن رہ گئے ہیں۔ ان تین دنوں میں وہ اپنی تدبیر پر عمل کریں گے۔"

"وہ جو کرنا چاہتے ہیں' کرنے دو۔ ان لوگوں کی یادداشت بہت کمزور ہے۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ ہماری طرف سے انہیں کیسی کیسی سزائیں مل چکی ہیں۔"

"آئندہ وہ نہیں بھولیں گے' اچھا اب جاتی ہوں۔"

اس نے مجھ سے رابطہ ختم کر کے علی کو مخاطب کیا "بیٹے علی! کیسے ہو' کہاں ہو؟"

"مما! آپ کی دعاؤں سے پورے فارم میں ہوں' اس لیے مجھے اردن بھیجا گیا ہے۔"

"تم نے وہاں سے بھی غیر ملکیوں کو نکال دیا ہو گا؟"

"فی مجھ سے پہلے اس ملک میں پہنچ گئی تھی۔ یہ نیک کام اسی نے کیا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں' یہاں کے تمام اہم افراد کے دماغوں میں جگہ بنا لی ہے۔ امریکا اور اسرائیل سے اردن کے اکابرین خفیہ رابطے کرتے ہیں تو ہمیں ان کا ہر راز معلوم ہو جاتا ہے۔"

"فی اپنے کاموں میں بڑی مستعد رہتی ہے۔ میں اسے بہت چاہتی ہوں۔ میری طرف سے اسے پیار کہنا۔"

"مما! کہنے میں اور کرنے میں فرق ہوتا ہے۔"

"چل بھاگ یہاں سے..."

سونیا دماغی طور پر حاضر ہو کر مسکرانے لگی۔ چہرے کا میک اپ صاف ہو گیا تھا۔ اب وہ اپنے اصلی روپ میں نظر آ رہی تھی۔ اس نے کہا "بھروز! اپنے دائیں طرف دیکھو' ایک پہاڑی پر تفریح گاہ بنائی گئی ہے۔ کار اس راستے پر موڑ کر روک لو۔"

بھروز نے کار اس راستے پر موڑ کر روک لی۔ سونیا نے کہا "ہم ایک گھنٹے میں بیروت پہنچیں گے لیکن میں خود دیر کرنا چاہتی ہوں۔ امریکی اور اسرائیلی اکابرین سے کہو' میں شام تک بیروت پہنچنے والی ہوں۔ اس سے پہلے لبنان سے تمام غیر ملکی اپنے ضروری سامان لے کر اپنے گھروں' دکانوں اور دفتروں کو تالا لگا کر چلے جائیں۔ انہیں لے جانے کے لیے امریکی طیاروں کو آنے میں دس بارہ گھنٹے لگ سکتے ہیں۔ لہٰذا اسرائیلی طیارے آ کر انہیں اپنے ملک لے جائیں پھر امریکی طیارے کل تک اسرائیل پہنچ کر بے ضل کیے جانے والے امریکیوں کو وہاں سے لے جائیں گے۔ اگر میرے پہنچنے تک کوئی غیر ملکی نظر آیا تو اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جائے گی۔"

سونیا نے کار اس لیے روکنے کے لیے کہا تھا کہ بھروز اطمینان سے خیال خوانی کر سکے۔ اس نے پہلے اسرائیلی عہدے دار سے کہا "میڈم سونیا شام تک لبنان پہنچ رہی ہیں۔ آپ ایمرجنسی طیارے بھیج کر اسرائیلی اور امریکی باشندوں کو اپنے ملک میں لے آئیں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "یہ اتنی جلدی کیسے ہو سکتا ہے؟ شام ہونے میں صرف چھ گھنٹے باقی ہیں۔"

"تل ابیب سے لبنان کے کسی بھی علاقے میں طیارہ آدھے یا پون گھنٹے میں پہنچ جاتا ہے۔ اپنے لوگوں سے کہو' لبنان میں ان کی جائیدادیں محفوظ رہیں گی۔ وہ انہیں لاک کر کے جائیں لیکن وہ خود نظر آئیں گے تو محفوظ نہیں رہیں گے۔"

"ہم اپنے اسرائیلی باشندوں کو لے آئیں گے لیکن امریکی باشندوں کا بوجھ ہم پر کیوں ڈالا جا رہا ہے؟"

"کل تک امریکی طیارے آ کر اپنے باشندوں کو تمہارے ملک سے لے جائیں گے۔ جو کہا جا رہا ہے' اس پر فوراً عمل کرو۔"

پھر بھروز نے امریکی ذمے داروں سے بھی یہی کہا کہ وہ لبنان میں اہم افراد کے ذریعے تمام امریکی باشندوں کو اسرائیلی طیارے میں جانے کا فوراً حکم دیں۔ شام کے بعد جو بھی امریکی باشندہ نظر آئے گا' وہ بے موت مارا جائے گا۔"

اس کے بعد وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا پہاڑی تفریح گاہ کی طرف جاتے ہوئے بولا "اب شام تک پورے لبنان میں بڑی افراتفری اور بھاگ دوڑ مچی رہے گی۔"

"میں اس لیے پہاڑوں سے دور تفریح گاہ میں جا رہی ہوں۔"

پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں امریکی اور اسرائیلی باشندوں کے ساتھ کبھی ایسا نہ کرتی مگر تصور میں دیکھتی ہوں کہ سوڈان کے بے قصور اور نہتے مسلمانوں پر اس سے زیادہ مظالم ڈھائے گئے۔ ان کے مردوں کو گھروں سے نکال کر قطاروں میں کھڑا کر کے گولیاں ماردی گئیں۔ جوان عورتوں کی بے حرمتی ان کے بچوں کے سامنے کی گئی۔ انہیں گھروں سے اور ان کے وطن سے جبراً نکالا گیا۔ یہ کتے! کیسے طاقت کے غرور میں بھول جاتے ہیں کہ اوپر خدا ہے اور ہر فرعون کے لیے موسیٰ پیدا کرتا رہتا ہے۔"

سونیا نے خاموش ہو کر سیٹ کی پشت سے سر ٹکا لیا۔ بھروز کو بھی مسلمانوں کی مظلومیت کا صدمہ تھا اور اسلامی اکابرین کی بے حسی اور بے غیرتی پر غصہ آتا تھا کہ آخر وہ کیوں نہیں سمجھتے ہیں کہ متحد ہونے کے بعد پھر کوئی ان سے زیادہ طاقتور نہیں رہے گا۔

اس نے سونیا کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار نہیں کیا۔ ادب اور ڈسپلن کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے بڑوں کے سامنے صرف اپنی ڈیوٹی کے مطابق ضروری گفتگو کرے۔

امریکا اور اسرائیل کے عہدے داروں میں کھلبلی پیدا ہوگئی تھی۔ ان کے تمام اکابرین کہہ رہے تھے کہ پچھلے دنوں بابا صاحب کے ادارے کے خلاف جو سازشیں کی گئی تھیں' ان کے نتائج بھگتنے ہی پڑیں گے۔ پہلے لبنان سے اپنے آدمیوں کو واپس لایا جائے پھر فراد اور سونیا سے گفتگو کی جائے گی۔

دونوں ملکوں کی سول اور آرمی انٹیلی جنس بڑی رازداری سے اپنے ان سراغ رسانوں سے رابطہ کررہے تھے' جو مقامی اور مسلمان تھے۔ انہیں اور زیادہ بڑی رقمیں اور سہولتیں دے کر ہدایات دے رہی تھیں کہ شام کو سونیا آنے والی ہے۔ وہ تمام راستوں پر اور تمام اہم مقامات پر رہ کر اسے پہچاننے کی کوششیں کریں کیونکہ وہ میک اپ میں رہے گی۔ اسے پہچانتے ہی گولی ماردی جائے۔ اس طرح الزام کسی غیر ملکی پر نہیں آئے گا کیونکہ وہاں سے تمام غیر ملکی جاچکے ہوں گے۔

وہ سونیا کے حکم کے مطابق اپنے لوگوں کو واپس بلا رہے تھے مگر سازشوں سے باز نہیں آرہے تھے۔ بیروت کے ائرپورٹ پر غیر ملکی عورتوں' مردوں' بچوں اور بوڑھوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھیں۔ اپنا تمام اثاثہ چھوڑ کر جاتے وقت عورتیں رو رہی تھیں۔ مرد اداس تھے۔ دیکھا جائے تو ان پر ظلم ہو رہا تھا لیکن یہی رونے والیاں اور صدمہ برداشت کرنے والے مرد اس وقت قہقہے لگا رہے تھے اور کلبوں میں رقص کررہے تھے' جب مسلمانوں کو بے گھر اور بے وطن کیا جارہا تھا۔

لوہا خواہ کتنا ہی ناقابلِ شکست ہو' اسے لوہا ہی کاٹتا ہے۔ ہر قوم کی آنکھیں ایک جیسی ہوتی ہیں لیکن ہنسنے والی آنکھوں کو رلا کر احساس دلانا پڑتا ہے کہ آنسو کتنے درد و کرب سے آنکھوں میں آتے ہیں۔

لبنان میں جو خفیہ ایجنسی تھی' اس سے تعلق رکھنے والے غیر ملکی سراغ رساں بھی جارہے تھے۔ اب وہ امریکن خفیہ ایجنسی مقامی سراغ رسانوں کے ذریعے قائم رہنے والی تھی۔ اس کا انچارج انہیں سونیا کے خلاف ہدایات دے رہا تھا اور یہ سمجھا رہا تھا کہ سونیا کو ہلاک کرنے میں ذرا سی بھی غلطی ہوگی تو لبنان سے امریکا تک تمام خفیہ ایجنسیوں کی شامت آجائے گی۔

ان مقامی سراغ رسانوں میں انہیں ترجیح دی جارہی تھی' جو یوگا کے ماہر تھے تاکہ وہ نیلی چھتری کے حملوں سے اپنا بچاؤ کرسکیں۔ اس خفیہ ایجنسی کا مقامی انچارج فون کے ذریعے پورے لبنان میں پھیلے ہوئے اپنے جاسوسوں کو ہدایات دے رہا تھا۔ ایسے وقت عقابہ نامی ایک جاسوس نے اپنے انچارج سے کہا "ماسٹر! آپ کہہ رہے ہیں' سونیا نے بہروپ بدلا ہوگا لیکن وہ تو اپنے اصلی چہرے کے ساتھ ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم نے سونیا کو کہاں دیکھ لیا ہے؟"

"وہ سیدا سٹی کے ہل گارڈن میں ابھی میری آنکھوں کے سامنے کوئی تیس فٹ کے فاصلے پر ہے۔"

"تم سونیا کو پہچاننے میں دھوکا تو نہیں کھا رہے ہو؟"

"ماسٹر! شاید ہی کسی امریکن خفیہ ایجنسی کا کوئی سراغ رساں ایسا ہوگا جس نے سونیا اور فرہاد کی تصویریں مختلف زاویوں سے نہ دیکھی ہوں۔ آپ یقین کریں' میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا رہی ہیں۔"

"ہوں' سمجھ گیا۔ تمہاری آنکھیں سونیا کی ڈی کو دیکھ رہی ہیں۔ یہ سونیا اور فرہاد کی پرانی اور خمسی پٹی چال ہے۔ تم اس ڈی کو نقصان پہنچاؤ گے تو تمہاری لاعلمی میں اصل سونیا موت بن کر آجائے گی۔ بلکہ تمہارا تعاقب کرتے ہوئے خفیہ ایجنسی کے دفتر میں میرے سر پر آپہنچے گی۔"

"کیا میں دور ہی دور سے اس کی نگرانی کروں؟"

"یہی بہتر ہے۔ اس کا تعاقب اس طرح کرو کہ اسے شبہ نہ ہو۔ اگر تم کامیابی سے تعاقب کرتے رہو گے تو ہم اصل سونیا تک پہنچ جائیں گے۔"

پہاڑی کی بلندی پر اس ہل گارڈن میں ایک اوپن ائر ریستوران تھا۔ سونیا ایک میز کے پاس تنہا بیٹھی جوس پی رہی تھی۔ بہروز اس سے دور رہ کر اس کی نگرانی کررہا تھا۔ سونیا اصلی چہرے کے ساتھ اس لیے تھی کہ غیر ملکیوں کے جانے کے باوجود ان کے زرخرید مقامی جاسوس وہاں رہیں گے۔ ان غلام جاسوسوں کو تلاش کرنے کی بجائے بہتر یہی سمجھا گیا کہ اپنے اصل روپ میں رہ کر انہیں اپنے پیچھے لگایا جائے اور توقع کے مطابق یہی کھیل شروع ہوگیا تھا۔

عقابہ کی غلطی یہ تھی کہ اس نے سونیا کو اچھی طرح پہچاننے کے لیے اس ریستوران سے ذرا دور رہ کر کئی بار جگہ تبدیل کی تھی۔ تاکہ اسے ہر زاویے سے دیکھ کر اس کے سونیا ہونے کا یقین کرلے اور اس نے یقین کرنے کے بعد ہی خفیہ ایجنسی کے نئے مقامی انچارج سے گفتگو کی تھی۔

یوں جگہ بدلتے رہنے کے باعث وہ بہروز کی نظروں میں آگیا تھا پھر عقابہ موبائل فون پر گفتگو کرتے وقت کئی بار سونیا کو دیکھتا رہا تھا۔ بہروز نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو عقابہ کا حلیہ بتا کر کہا "وہ خاصا صحت مند ہے۔ ہوسکتا ہے' سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہو۔"

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر چلتی ہوئی عقابہ کی میز کے پاس آئی تو وہ بوکھلا کر کھڑا ہوگیا۔ وہ بولی "بیٹھو' کھڑے کیوں ہوگئے؟ موت کسی کا بیٹھنا پسند کرتی ہے نہ کھڑا ہونا' وہ ہمیشہ لٹا دیا کرتی ہے۔"

وہ فوراً ہی جیب کی طرف ہاتھ لے گیا۔ سونیا کے ہاتھ میں

ساتھ ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم نے سونیا کو کہاں دیکھ لیا ہے؟"

"وہ سیدا سٹی کے ہل گارڈن میں ابھی میری آنکھوں کے سامنے کوئی تیس فٹ کے فاصلے پر ہے۔"

"تم سونیا کو پہچاننے میں دھوکا تو نہیں کھا رہے ہو؟"

"ماسٹر! شاید ہی کسی امریکن خفیہ ایجنسی کا کوئی سراغ رساں ایسا ہوگا جس نے سونیا اور فرہاد کی تصویریں مختلف زاویوں سے نہ دیکھی ہوں۔ آپ یقین کریں' میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا رہی ہیں۔"

"ہوں' سمجھ گیا۔ تمہاری آنکھیں سونیا کی ڈی کو دیکھ رہی ہیں۔ یہ سونیا اور فرہاد کی پرانی اور خمسی پٹی چال ہے۔ تم اس ڈی کو نقصان پہنچاؤ گے تو تمہاری لاعلمی میں اصل سونیا موت بن کر آجائے گی۔ بلکہ تمہارا تعاقب کرتے ہوئے خفیہ ایجنسی کے دفتر میں میرے سر پر آپہنچے گی۔"

"کیا میں دور ہی دور سے اس کی نگرانی کروں؟"

"یہی بہتر ہے۔ اس کا تعاقب اس طرح کرو کہ اسے شبہ نہ ہو۔ اگر تم کامیابی سے تعاقب کرتے رہو گے تو ہم اصل سونیا تک پہنچ جائیں گے۔"

پہاڑی کی بلندی پر اس ہل گارڈن میں ایک اوپن ائر ریستوران تھا۔ سونیا ایک میز کے پاس تنہا بیٹھی جوس پی رہی تھی۔ بہروز اس سے دور رہ کر اس کی نگرانی کررہا تھا۔ سونیا اصلی چہرے کے ساتھ اس لیے تھی کہ غیر ملکیوں کے جانے کے باوجود ان کے زرخرید مقامی جاسوس وہاں رہیں گے۔ ان غلام جاسوسوں کو تلاش کرنے کی بجائے بہتر یہی سمجھا گیا کہ اپنے اصل روپ میں رہ کر انہیں اپنے پیچھے لگایا جائے اور توقع کے مطابق یہی کھیل شروع ہوگیا تھا۔

عقابہ کی غلطی یہ تھی کہ اس نے سونیا کو اچھی طرح پہچاننے کے لیے اس ریستوران سے ذرا دور رہ کر کئی بار جگہ تبدیل کی تھی۔ تاکہ اسے ہر زاویے سے دیکھ کر اس کے سونیا ہونے کا یقین کرلے اور اس نے یقین کرنے کے بعد ہی خفیہ ایجنسی کے نئے مقامی انچارج سے گفتگو کی تھی۔

یوں جگہ بدلتے رہنے کے باعث وہ بہروز کی نظروں میں آگیا تھا پھر عقابہ موبائل فون پر گفتگو کرتے وقت کئی بار سونیا کو دیکھتا رہا تھا۔ بہروز نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو عقابہ کا حلیہ بتا کر کہا "وہ خاصا صحت مند ہے۔ ہوسکتا ہے' سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہو۔"

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر چلتی ہوئی عقابہ کی میز کے پاس آئی تو وہ بوکھلا کر کھڑا ہوگیا۔ وہ بولی "بیٹھو' کھڑے کیوں ہوگئے؟ موت کسی کا بیٹھنا پسند کرتی ہے نہ کھڑا ہونا' وہ ہمیشہ لٹا دیا کرتی ہے۔"

وہ فوراً ہی جیب کی طرف ہاتھ لے گیا۔ سونیا کے ہاتھ میں

ایک گلاس تھا۔ اس نے بچا ہوا جوس اس کی آنکھوں پر پھینکا۔ [illegible] ذرا سی دیر کے لیے دیکھنے کے قابل نہیں رہا۔ وہ ذرا سی دیر کافی تھی۔ سونیا نے شیشے کے گلاس کو اس کے سر پر یوں مارا کہ گلاس [illegible] ہوا اور سر اور پیشانی سے خون بہنے لگا۔

بہروز ایک درخت کی آڑ میں ریوالور لیے کھڑا تھا تاکہ عقابہ کا [illegible] جاتی ہو تو اسے گولی سے اڑادے۔ عقابہ تکلیف برداشت [illegible] ہوئے جیب سے ریوالور نکال رہا تھا۔ سونیا نے ٹوٹا ہوا گلاس [illegible] ہاتھ پر مارا۔ ریوالور جیب سے نکلنے سے پہلے ہی چل پڑا۔ [illegible] کی آواز کے ساتھ وہ چیخ مارتا ہوا پیچھے کرسی سمیت گر پڑا۔

[illegible] بچاؤ کے لیے آرہے تھے' وہ گولی کی آواز سنتے ہی [illegible] لگے۔ گولی عقابہ کی ران میں دھنسی تھی۔ اس کے گرنے [illegible] ریوالور بھی جیب سے باہر گر پڑا تھا۔ سونیا نے اس کی زبان [illegible] کے لیے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ تکلیف کی [illegible] بولا "ڈونٹ ہٹ می۔ میں دشمن نہیں ہوں۔"

"تو یہ ریوالور اپنی ماں کے لیے نکال رہے تھے؟"

ایک پولیس افسر چند سپاہیوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا مگران [illegible] کر بولا "خبردار! تم کون ہو' تم نے گولی کیوں چلائی؟"

تمام سپاہیوں کی رائفلوں کا رخ سونیا کی طرف تھا۔ وہ انسپکٹر [illegible] "ارے او! اندھے باپ کی اندھی اولاد! ریوالور اس کی [illegible] نکلا ہے۔ اس نے خود کو زخمی کیا ہے۔ ریوالور پر اس کی [illegible] کے نشانات ہیں اور کہہ رہا ہے۔ میں نے گولی چلائی ہے۔ [illegible] سپاہیوں سے بول رائفلیں پھینک دیں۔"

بہروز اس افسر کے دماغ پر حاوی ہوا۔ افسر نے حکم دیا [illegible] پھینک دو۔"

[illegible] نے حکم کی تعمیل کی' اپنے افسر کو دیکھا۔ وہ اپنے دونوں [illegible] کر الحمتا اور ہنستا جارہا تھا۔ ہل گارڈن پر آنے والے دور [illegible] حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ عقابہ نے سونیا کی مرضی [illegible] موبائل فون کے ری ڈائل کا بٹن پنچ کیا۔ دوسری طرف [illegible] گھنٹی بجنے لگی پھر خفیہ ایجنسی کے انچارج کی آواز سنائی دی۔ [illegible] زیدا سپیکنگ۔"

[illegible] نے فون بند کرکے سونیا کو دے دیا۔ وہ خالد بن زید کے [illegible] گئی۔ اس سے بعد میں سننے والی تھی۔ وہ افسر کان پکڑ [illegible] رہا تھا۔ سونیا نے کہا "بس' سیدھی طرح کھڑے رہو۔ [illegible] سپاہیوں کو ہتھیار پھینکنے کے لیے کہا اور خود اسکول کے [illegible] ٹھک۔ ہینھک کرتے رہے۔ کیا اب تم یقین کروگے کہ [illegible] اور تمہارے ملک سے غیر ملکیوں کو بھگا رہی ہوں۔"

اس افسر کے ساتھ تمام سپاہیوں نے گھٹنے ٹیک دیے۔ افسر [illegible] یقین آگیا ہے۔ ہم نے نیلی چھتری جاننے والوں کے [illegible] سنا ہے۔ آپ ہمارے لیے نجات دہندہ بن کر [illegible] آپ کے فرمانبردار ہیں' آپ حکم کریں۔"

"حکم یہی ہے کہ آزادی مل رہی ہے تو دیانت داری سے اپنے فرائض انجام دو اور یہاں دور تک جتنے لبنانی باشندے میری آواز سن رہے ہیں' ان سے بھی کہتی ہوں' خود دار مسلمانوں کی طرح اپنے ملک کو پہلے کی طرح ترقی یافتہ اور خوش حال بنانے کے لیے دن رات محنت کرو۔ تفریح ضروری ہے' لیکن تفریح کم اور محنت زیادہ کرو۔"

پھر وہ عقابہ سے بولی "اپنا ریوالور اٹھاؤ اور ان سب کو بتاؤ کہ مجھ سے دشمنی کرنے والے کس طرح حرام موت مرتے ہیں۔"

عقابہ نے ریوالور اٹھا کر سونیا کا نشانہ لیا' وہ بولی "تمہاری کھوپڑی تمہارے شانے پر ہے' ریوالور واپس ہولسٹر میں جاؤ۔"

اس نے رخ بدل کر اس کی ٹانگ اپنی کہنی سے لگائی پھر ٹریگر دبادیا۔ اس کے حلق سے آواز بھی نہ نکل سکی۔ تمام مرد' عورتیں' بچے اور بوڑھے سہمے ہوئے سونیا کو دیکھنے لگے۔ بہروز پارکنگ ایریا سے کار لے آیا تھا۔ وہ آرام سے چلتی ہوئی اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ کار اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئی۔ پہاڑی راستے سے نیچے اترتے وقت وہ خفیہ ایجنسی کے انچارج خالد بن زید کے خیالات پڑھنے لگی پھر بولی "بہروز! تمام امریکی ماہرین اور سراغ رسانوں کے جانے کے باوجود ان کے زرخرید جاسوس موجود ہیں۔ خفیہ ایجنسی کے انچارج کا نام خالد بن زید ہے اور پورے لبنان میں مقامی زرخرید سراغ رسانوں کی تعداد ستائیس ہے۔"

بہروز نے کہا "یہ خود کو فروخت کرنے والے محب وطن کبھی نہیں بنیں گے۔"

"میں تمہیں خالد بن زید کے دماغ میں پہنچا رہی ہوں۔ یہاں ایک جگہ سڑک کے کنارے کار روک دو۔ ہم دونوں تمام زرخرید غلاموں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد بیروت جائیں گے۔"

سونیا نے بہروز کو اس انچارج کے دماغ میں پہنچادیا پھر وہ دونوں ان دشمن ایجنسی والوں کو مختلف غیر ملکی سراغ رسانوں کے گھروں میں پہنچا کر انہیں ہلاک کرنے لگے تاکہ ان کی ہلاکت کا الزام لبنان چھوڑنے والے غیر ملکیوں پر آئے۔ اگرچہ انہوں نے اپنے مکانوں' دکانوں اور فیکٹریوں کو تالے لگا دیے تھے لیکن تالے کھولنا دشوار نہیں تھا۔ دشمنوں کو اندر پہنچا کر انہیں ہلاک کرنے کے بعد دوبارہ تالے بند کرنا بھی آسان تھا۔

وہ ہلاک ہونے والے جن کے غلام تھے' انہیں کے گھروں اور مکانوں میں پہنچ کر ان کے نمک کا حق ادا کرتے جارہے تھے۔

○☆○

علی نے اردن پہنچنے سے پہلے حکمتِ عملی میں کچھ تبدیلیاں کیں۔ فہمی نے ان تبدیلیوں کے مطابق اعلیٰ عہدے دار کے مقامی مشیروں سے کہا "ہم یہودیوں کے لیے اپنے منصوبوں میں ذرا سی لچک پیدا کررہے ہیں۔ کیونکہ امریکا کے مقابلے میں اسرائیلی ہم سے تعاون کرنے میں پہل کرتے جارہے ہیں۔"

اعلیٰ عہدے دار کے مشیروں میں مقامی افراد کے علاوہ امریکی اور اسرائیلی مشیر بھی تھے۔ فہمی کی بات سن کر امریکی مشیر نے کہا "ہم بھی ہر طرح سے تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ ہمیں آزما کر تو دیکھیں۔"

ایک مشیر نے فہمی کی مرضی کے مطابق کہا "آپ کو شام میں آزمایا جارہا ہے۔ ایک ہفتے کی مہلت دی گئی ہے جس میں سے چار دن گزر چکے ہیں۔ تین دن بعد نتیجہ سامنے آئے گا کہ آپ لوگ آزمائش میں پورے اتر چکے ہیں یا اپنی عادت کے مطابق اچانک کوئی کارروائی کرنے والے ہیں۔"

ایک یہودی مشیر نے کہا "پلیز! ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

فہمی نے کہا "ہمارا نصف فیصلہ تمہارے حق میں ہے اور نصف تمہارے خلاف ہے۔ اس ملک کے مختلف شعبوں میں جو یہودی ماہرین اور تاجر ہیں' وہ بدستور یہاں اپنے فرائض ادا کریں گے۔ ہم ان سب کو اسرائیل واپس بھیجنے کا فیصلہ بدل چکے ہیں لیکن اعلیٰ سطح پر جہاں کوئی یہودی مشیر یا دوسرا عہدے دار نہیں رہے گا۔"

یہودی مشیر نے کہا "یہ دوسرا فیصلہ مایوس کن ہے۔ اس کے باوجود ہم امید کرتے ہیں کہ بابا صاحب کے ادارے کے اصولوں کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے تو ہمیں مزید رعایتیں ملتی رہیں گی۔"

اعلیٰ عہدے دار نے کہا "ہم اس ملک کے حاکموں میں سے ہیں لیکن یہاں بابا صاحب کے ادارے کے احکامات صادر کئے جارہے ہیں اور ہم سے مشورہ تک نہیں لیا جارہا ہے۔ کیا یہ خلاف قانون نہیں ہے؟"

"جناب عالی! آپ کا قانون کہاں ہے؟ اگر اسلامی قانون ہے تو اس میں امریکی اور اسرائیلی قوانین کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ دنیا کا ہر ملک طاقت سے قائم رہتا ہے۔ آپ کے ملک کے جنوب مغربی حصے میں اسرائیلی فوج ہے۔ آپ اس فوج کو آج تک نہ ہٹا سکے۔ آپ نام کے حاکم ہیں۔ حکومت تو غیر مسلموں کی ہے۔ اب ہم مسلمان آئے ہیں تو دیکھتے جائیں کہ آئندہ آپ کس طرح صحیح معنوں میں حاکم کہلائیں گے۔"

امریکی مشیر نے کہا "محل کے تمام عہدے دار یہاں سے چلے جائیں گے' آپ یہودیوں کی طرح ہمارے ماہرین اور تاجروں کو یہاں رہنے دیں۔"

"وہ تین دنوں کے بعد ہمارے مطالبات پورے کرکے یہاں رہ سکیں گے۔ یہودی ملک میں تمہاری خفیہ ایجنسی اور اس کے سراغ رسانوں کا جو انجام ہوا ہے' اسے یاد رکھنا۔ یہاں تمہارا ایک سراغ رساں بھی ہم سے چھپ کر نہیں رہ سکے گا۔"

"ہمارے لیے یہ بات حیران کن ہے کہ بابا صاحب کے ادارے سے کوئی مرد کیوں نہیں بول رہا ہے؟ کیا اس میں بھی کوئی حکمت عملی ہے؟"

"ہمارے ادارے کے مرد تمہارے امریکا میں معروف ہیں۔ بھی تین دن رہ گئے ہیں۔ اپنے اکابرین سے کہہ دو' ہم نافرمانی ہیں۔ میں نے کل شام تک تم سب کو یہاں سے جانے کا حکم تھا۔ اگر اس حکم پر عمل نہ کیا گیا تو کل شام کے بعد یہاں سے ملکیوں کی لاشیں جائیں گی۔ میں جاری ہوں۔ کل سے ہر مجازی خدا اعلیٰ تیمور آپ حضرات کو مخاطب کیا کریں گے۔"

امریکی مشیر نے فہمی کو مخاطب کیا لیکن جواب نہیں دوسرے مشیر حضرات نے مشورہ دیا کہ پہلے امریکی باشندوں سے بھیج رہنا دانش مندی ہے۔ بعد میں آپ لوگ بابا صاحب ادارے سے مذاکرات کریں یا جوابی کارروائی کریں۔ یہ کہ اکابرین کی صوابدید پر ہے۔

اسی دن ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ذریعے امریکی سفیر ملک کے تمام باشندوں کے نام پیغام میں کہا "جو بڑی طاقت میں ہو چکا ہے' اب یہاں بھی ہو رہا ہے۔ آپ سب کو کل شام پہلے اس ملک کو چھوڑنا ہے۔ امریکی حکام آپ کو یہاں سے جانے کے انتظامات کررہے ہیں۔ آج رات سے آپ ہجرت لیے تیار رہیں۔"

خفیہ ایجنسی کے انچارج نے سفیر سے پوچھا "کیا ہمیں کچھ چاہیے؟"

سفیر نے کہا "آپ سب جاسوس ہیں۔ بھیس بدل کر طریقوں سے چھپ کر رہنا جانتے ہیں۔ اس کے باوجود پورے میں ہماری خفیہ ایجنسی کا کوئی جاسوس زندہ نہیں رہ سکا۔"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ میں رہ کر میرے دماغ میں آجاتے ہیں اور میرے ذریعے تمام سراغ رسانوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ اب بھی ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والا سن رہا ہوگا۔"

سفیر نے کہا "بہتر ہے آپ کسی سراغ رساں سے کریں۔ یہاں جس سراغ رساں کو رہنا ہوگا' وہ اپنی جان رہے گا۔ جسے جانا ہوگا' وہ چلا جائے گا۔"

ویسے ہر ملک میں یہی ہوتا ہے۔ ایک ملک کا جاسوس میں چھپ کر رہی جاتا ہے اور چھپ کر ہی رہتا ہے فقط وہاں ملکی خاندان ہجرت کرنے لگے لیکن وہاں ایسے جاسوس عربی زبان روانی سے بولتے تھے اور وہاں کے رسم و مطابق زندگی گزار رہے تھے۔ انہیں شناخت کرنا بڑی مشکل تھا۔

لیکن ٹیلی پیتھی بہت ہی ناممکن باتوں کو ممکن بنا

دوسرے دن علی تیمور وہاں پہنچ گیا۔ فہمی ایک عمر رسیدہ اپنی معمولہ بنا کر اس کی بہو بن کر اس بیوہ کے ذریعے پڑوس میں کہہ چکی تھی کہ بیٹا اور بہو اس کی تیمارداری کے لیے اسرائیل سے آئے ہیں۔

خفیہ ایجنسی کا انچارج وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس نے ایجنسی کے کسی سراغ رساں سے نہ فون کے ذریعے رابطہ کیا اور نہ ہی جانے وقت ان سے ملاقات کی تھی۔ ان سراغ رسانوں کو بڑی رازداری سے دوسرے ملک کی امریکن ایجنسی نے ہدایات دی تھیں کہ انہیں وہیں مسلمان کی حیثیت سے رہ کر فہمی اور علی کو تلاش کرنا ہے اور انہیں اس طرح ہلاک کرنا ہے کہ ان کی لاشوں کو بھی فہرواد کا خاندان نہ پہنچ سکے۔

انہوں نے اپنی دانست میں بہت محتاط رہ کر اپنا فرض ادا کیا تھا لیکن فہمی پہلے ہی وہاں پہنچ کر غیر ملکی اہم افراد کے دماغوں میں پہنچ چکی تھی۔ خفیہ ایجنسی کے انچارج نے اس ملک کو چھوڑنے سے پہلے تمام اہم ریکارڈز تلف کردیے تھے لیکن اس کی یادداشت میں جو کچھ تھا' اسے نہیں مٹا سکتا تھا۔ اس کے خیالات سے پتا چل گیا تھا کہ ان کے گیارہ جاسوس باقاعدہ مسلمانوں کی طرح روانی سے بولتے ہیں۔ وہ کیا کرتے ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ یہ فہمی اور علی نے معلوم کرلیا تھا۔

علی نے وہاں پہنچنے کے بعد اعلیٰ عہدے دار اور اس کے مشیروں کو مخاطب کیا۔ "جناب عالی! آپ کو اور غیر ملکی مشیروں کو اطلاع ہو کہ کل سے میری شریک حیات آپ حضرات سے کہاں مخاطب ہورہی ہے؟ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے مرد کہاں ہیں؟ اب آپ حضرات مرد کی آواز سن رہے ہیں۔ میں علی تیمور بول رہا ہوں۔"

ایک مشیر نے کہا "آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس محل سے تمام امریکی اور یہودی عہدے دار جاچکے ہیں۔ ہمارے ملک میں صرف ہندی رہ گئے ہیں لیکن ہم اندیشوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ سپرپاور رہے ممالک سے ہمارے سفارتی تعلقات ختم ہوچکے ہیں۔ اب کسی بھی بہانے ہمارے ملک پر حملے کرسکتے ہیں۔"

علی نے کہا "ہم رفتہ رفتہ تمام ممالک کو یقین دلا رہے ہیں کہ بابا صاحب کا ادارہ ان کی پشت پر ہے۔ دشمن حملے کرسکتے ہیں لیکن انہیں پسپا کریں گے اور دشمن ہماری طاقت کو سمجھتے ہیں اس لیے انہوں نے ہم سے مقابلہ نہیں کیا۔ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔"

"جنگ کرنے والے ایسی حکمت عملی اختیار کرتے ہیں۔ پہلے ہمیں ہٹ کریہ دھوکا دیتے ہیں کہ وہ شکست کھا رہے ہیں لیکن وہ ہمارے لیے دوسرے حربے آزماتے ہیں۔ پھر سب سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ ہمارا ملک میدان جنگ بنے گا۔ ان کے جنگجو اور انجنیئر بم وغیرہ لے کے ہمارے لوگ مارے جائیں گے۔ ہمارا ملک کھنڈر بن جائے گا۔"

"غلامی سے نجات حاصل کرکے عزت اور وقار سے حکومت کرنے کے لیے تھوڑا بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ کسی حادثے میں مرنے کے لیے تو کفن میں جاتا ہے۔ ملک کے لیے خون بہایا جائے تو پوری دنیا طاقت کا لوہا منوا کر بہرحال سے زندہ اور پائندہ رہتی ہے۔ ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتے ہیں کہ دشمن اچانک حملہ کرے تو یہاں صرف چند گھنٹوں تک خون خرابا کرسکے گا۔ اس کے بعد اسے اس ملک سے تو کیا' خود اپنے ملک سے بھی بھاگنا پڑے گا۔ اس کے لیے زمین تنگ ہوجائے گی۔"

"شام میں بھی مسٹر فرہاد نے جان و مال کی سلامتی کی ضمانت لی ہے۔ یہاں آپ ضمانت لے رہے ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ آپ کی ضمانت میں کتنا استحکام ہے۔"

"تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ دونوں ہاتھوں سے بجانے کے لیے آپ کا دینی اور اخلاقی تعاون لازمی ہے لیکن آپ تعاون نہیں کررہے ہیں۔ آپ نے غیر ملکیوں کی بھیڑ میں اپنے پورے خاندان کو امریکا بھیج دیا کیونکہ وہاں کے بینکوں میں آپ کا خزانہ ہے۔ آپ کے دونوں ملکوں کے سفیر بھی وہاں سے واپس نہیں آئے تاکہ وہاں رہ کر آپ کی مظلومیت اور ہماری جارحیت کی گواہی دے سکیں جب کہ یہ جارحیت نہیں ہے۔ اسلام دوستی ہے لیکن آپ اپنے دین کی نہیں' اپنے عہدے کی سلامتی چاہتے ہیں۔ بہرحال اگلے تین دنوں میں جو ہوگا' دیکھا جائے گا۔"

فہمی نے علی کے پاس آکر کہا "نصیحتیں کرنے سے کوئی اپنا تاج و تخت نہیں چھوڑتا۔ ہم یہ جانتے ہوئے بھی پہلی اور آخری بار کوشش کررہے ہیں تاکہ اسلامی ممالک متحد ہوجائیں تو پھر یہ اللہ کی مرضی ہوگی کہ وہ ٹھوکر کھانے والوں کو ٹھوکروں میں ہی رہنے دے گا۔"

علی نے کہا "ہاں میں گونگوں اور بہروں کے سامنے بول رہا تھا۔ آؤ چلیں' اپنے ان دشمنوں سے نمٹیں جو خفیہ ایجنسی کے جاسوس ہیں اور ہمیں تلاش کررہے ہیں۔"

فہمی نے کہا "انہوں نے اندرون ملک آنے والی تمام فلائٹوں کے مسافروں کے نام اور پتے چیک کیے ہیں۔ ائرپورٹ کے کمپیوٹر سے پتا چلا کہ پہلے ایک تنہا خاتون اسرائیل سے آئی تھی۔ دوسرے دن دوپہر کی فلائٹ سے ایک مرد یعنی تم بھی اسرائیلی پاسپورٹ پر آئے ہو۔"

علی نے کہا "پھر تو انہیں یہ بھی پتا چلا ہوگا کہ ہم یہاں ایک عمر رسیدہ خاتون کے بہو اور بیٹے بنے ہوئے ہیں۔"

"ہاں اس خاتون کے گھر کے اطراف وہ مختلف اپارٹمنٹس اور ہوٹلوں میں ہیں۔ ان کی تعداد سات ہے۔ باقی چار جاسوس آرام کررہے ہیں۔"

علی نے ادارے کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلایا پھر فہمی نے ان سات جاسوسوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر انہیں محکمۂ خارجہ کے دفتر پہنچایا۔ ان میں سے ایک جاسوس نے افسران سے کہا "ہم ساتوں امریکی خفیہ ایجنسی کے جاسوس ہیں۔ ہمیں بھی یہ ملک چھوڑ کر جانا چاہیے تھا لیکن ہم یہاں چھپ کر رہ گئے۔ ہمارے علاوہ چار جاسوس ہیں۔ ان کا انجام بھی ہم سے مختلف نہیں ہوگا۔"

ان سے پوچھا گیا "تم سب یہاں کیوں رہ گئے تھے؟ اب یہاں کیوں آئے ہو؟"

"آپ امریکا کے اکابرین سے ابھی رابطہ کریں اور انہیں بتائیں کہ ہم فہمی اور علی کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اب ہمیں اس سازش کی سزا مل رہی ہے۔"

وہ اس سلسلے میں رابطہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ علی نے انہیں مجبور کیا۔ اس نے رابطہ کرنے کے بعد کہا "یہاں آپ کے گیارہ جاسوس عربی مسلمان بن کر چھپے ہوئے تھے۔ فہمی اور علی کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ ان میں سے سات یہاں ہمارے دفتر میں آئے ہیں۔ کیا آپ انہیں موت سے بچا سکتے ہیں؟ یہ ساتوں ٹیلی پیتھی کے زیر اثر ہیں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "ہم نے ان سے نہیں کہا تھا کہ وہ وہاں چھپ کر رہیں اور ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کردیں۔"

"لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا حکم ہے کہ آپ وفادار سے براہ راست رابطہ کرکے یہ اعتراف کریں کہ اس ملک میں ہلاک ہونے والے گیارہ افراد اس ملک کے باشندے نہیں بلکہ آپ کے جاسوس تھے۔"

"ہم خوامخواہ کیوں اعتراف کریں؟"

"بات سچ ہے تو سچ کہنا ہوگا ورنہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے دماغ میں بھی پہنچے ہوئے ہیں' آپ اپنا انجام سوچ لیں۔"

امریکی اکابرین میں سے ایک نے وفادار سے رابطہ کرکے اعتراف کیا کہ ان کے گیارہ جاسوس فہمی اور علی کو ہلاک کرنے کے لیے وہاں چھپے ہوئے تھے۔ اب وہ ہلاک کیے جائیں گے تو آپ ایسی واردات کو دہشت گردی نہ سمجھیں۔ آپ ابھی فوراً اپنے محکمہ خارجہ سے فون پر رابطہ کریں۔

وفادار نے رابطہ کیا تو وہاں سے کہا گیا "وفادار محترم آپ ہی کا انتظار تھا۔ اب آپ آوازیں سنیں۔"

بات ختم ہوتے ہی سات بار فائرنگ کی آواز سنائی دی "وفادار محترم! ان سات جاسوسوں نے ایک دوسرے کو گولیاں ماردیں۔ وہ مرچکے ہیں۔ اب آپ ریسیور رکھ دیں۔ ابھی چار باقی ہیں۔ وہ بھی اپنے برے انجام کو پہنچیں گے۔"

وہاں کے محکمہ خارجہ کا تمام عملہ گم صم کھڑا سات لاشوں کو دیکھ رہا تھا۔ جب انہیں لینے کے لیے امریکا کا ایک خاص طیارہ آیا تو ان لاشوں کی تعداد گیارہ ہوچکی تھی۔

○☆○

ویسے تو کوسوو کے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جانے پر' انہیں بے گھر اور بے وطن کرنے پر کئی ممالک احتجاج کررہے تھے۔ ان ظالموں کو نیٹو بھی جوابی کارروائی کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کے اراکین بھی قانونی چارہ جوئی کرنے والے تھے لیکن ہم جانتے تھے کہ ان مسلمانوں کے زخموں پر نمک لگایا جائے گا۔ ان کے زخم مندمل ہونے تک دوسرے کسی اور ملک کے مسلمانوں کا قتل عام کیا جائے گا۔ جیسا کہ الجزائر میں ہوتا آرہا ہے۔ مسلمانوں کے بچے بچے کو ذبح کیا جارہا ہے۔

یہ دو اہم باتوں کی سزا ہے ایک دشمنان اسلام کے خلاف سے مسلمانوں کی تعداد بڑھتی کیوں جارہی ہے اور ہمارے خلاف سے اسلامی ممالک متحد ہوکر ناقابل شکست کیوں نہیں بنتے؟

ہم ان دو باتوں کی بنیاد پر میدان عمل میں آئے تھے۔ پہلی پر امن کوشش یہی تھی کہ کسی طرح کے خون خرابے کے تمام اسلامی ممالک تمام ایٹمی طاقتوں سے بے خوف ہوکر ہو جائیں۔ آئندہ تین دن میں معلوم ہونے والا تھا کہ ہماری اس کوشش کا نتیجہ کیا نکلنے والا ہے؟

یہ معلوم ہوچکا تھا کہ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھپ کر اس بار صرف یوگا جاننے والے اہم افسران کی پڑ ہورہی ہے اور ہمیں منہ توڑ جواب دینے کے لیے کوئی زبردست منصوبہ بنایا جارہا ہے۔ ہمیں یقین تھا کہ اس منصوبے میں اسرا ضرور شریک ہوگا۔ اس نے بظاہر ہمارا اعتماد حاصل کرنے کے سب سے پہلے پڑوسی ملکوں سے اپنے یہودیوں کو واپس بلالیا تا یہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں تھی کہ وہ ہمیشہ دوغلی چالیں چلتا تھا

کچھ عرصہ پہلے الپا ہمارے زیر اثر آگئی تھی۔ ہم نے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کو غلام نہیں بنایا۔ کئی بار الپا گرفت میں لے کر آزاد چھوڑ دیا تھا لیکن اس بار اسے آ دینے سے پہلے اپنی معمولہ اور فرمانبردار بنالیا تھا اور وہ نہیں تھی کہ اس کی لاعلمی میں ہم اس کے دماغ میں جاکر چور خیا پڑھ لیتے ہیں۔

اسرائیلی آرمی انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل برین آدم کی کو چھوٹی بہن کی طرح چاہتا تھا۔ اس بار اس نے الپا میں کچھ تبدیلیاں دیکھیں جو ایک چالباز یہودی میں نہیں ہونا چاہئیں۔ مثلاً اس نے امریکی حکمت عملی کے خلاف' ہماری حمایت اپنے یہودیوں کو واپس بلایا تھا۔ اگرچہ بعد میں امریکا نے بھی تھا لیکن اس نے ہمارے مقابلے میں امریکا کو ثانوی حیثیت تھی۔

برین آدم کے شبے کو تقویت پہنچنے لگی۔ اس نے راز سے ایک مینٹلزم کے ماہر کو بلا کر الپا پر یہ عمل کرایا۔ الپا برادر یعنی برین آدم کی کسی بات سے انکار نہیں کرتی تھی عمل کے نتیجے میں پہلے اتنا ہی معلوم ہوا کہ وہ فرہاد علی شخصیت سے متاثر ہے۔

عامل نے اس تاثر کو ختم کیا اور اس کے ذہن میں ایک لب دلہجے کو نقش کیا تاکہ ہم میں سے کوئی اس کی لاعلمی کے دماغ کے اندر نہ آسکے۔ الپا نے تنویمی نیند سے بیدار ہو

بعد برین آدم کو دیکھا "بھائی برادر! میں ایک نئی تازگی محسوس کررہی ہوں۔ ذہن ہلکا پھلکا سا ہوگیا ہے۔"

"تم لاشعوری طور پر فرہاد وغیرہ کی دماغ میں آمد سے دباؤ محسوس کرتی تھیں لیکن اس دباؤ کو سمجھنے سے قاصر رہتی تھیں۔ اب ان میں سے کوئی تمہارے دماغ میں آئے گا اور تم سانس روکو گی تو یہ ثابت ہوجائے گا کہ انہوں نے اب تک تمہیں اپنی معمولہ اور تابع بنا رکھا تھا۔"

"اس طرح بھی ثابت ہورہا ہے کہ اب میں اس اقدام کے خلاف سوچ رہی ہوں کہ ہم نے پڑوسی ملکوں سے اپنے یہودیوں کو بلانے میں پہل کیوں کی؟ اپنے سرپرست امریکا کی کسی حکمت عملی کا انتظار کیوں نہیں کیا؟"

"یہی بات مجھے کھٹک رہی تھی۔ انہوں نے ہی ہمیں امریکا کی مرضی کے خلاف ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔"

"جو ہونا تھا' وہ ہوگیا۔ اب تو ہمیں وہی سیاسی چالیں چلنی ہوں گی جن سے پڑوس کے اسلامی ممالک ہمارے دباؤ میں رہا کریں۔"

"اپنا! اسہارا اور عیش کھوٹے سکے ہی سہی لیکن ایسے وقت ہم ذہب سوچ سمجھ کر ان کی ٹیلی پیتھی سے کام لے سکتے ہیں۔"

"اوگاڈ! میں نے انہیں اپنا تابع بنایا تھا۔ ان دونوں کے دماغوں میں جو لب ولہجہ نقش کیا تھا' اسے فرہاد یا اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں نے ضرور سنا ہوگا۔ کیونکہ اس وقت خود میں ان کی معمولہ تھی۔"

"پھر تو دیر نہ کرو۔ فوراً ان باپ بیٹے کے دماغوں میں جاؤ۔ انہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا کر ایک نئی آواز اور لب ولہجہ نقش کرو۔ بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔ فرہاد وغیرہ سہارا اور عیش کی طرف توجہ نہیں دیں گے۔"

الپا خیال خوانی کرتی ہوئی باپ بیٹے کی طرف چل پڑی۔ برین آدم نے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "آپ نے بڑی جلدی فرہاد کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ ہم پر بھروسا نہیں کیا۔ اب کون سی ضرورت لے آئی ہے؟"

برین آدم نے کہا "آپ یقین کریں یا نہ کریں۔ آج ہم پر انکشاف ہوا ہے کہ پچھلے دنوں لارنس ڈیوزا عرف ہائیڈ اینڈ سیک نے الپا کو پیتھا ٹائز کیا تھا اور اگلے اغوا کرکے لے گیا تھا۔ بعد میں فرہاد نے الپا کو یہاں پہنچایا تھا۔ ہمیں شبہ تھا کہ فرہاد نے بھی الپا کو اپنا معمولہ بنایا ہوگا۔ آج یہ شبہ یقین میں بدل گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الپا نے فرہاد کے زیر اثر رہ کر آپ کی پالیسیوں کے خلاف اپنے یہودیوں کو یہاں واپس بلالیا تھا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم یقین کرسکتے ہیں کہ فرہاد نے الپا کو معمولہ بنایا ہوگا لیکن آپ لوگوں نے پڑوسی ملکوں سے پسپا ہوکر توہین کی ہے۔"

"ہم نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ ہم ابھی یہ نہیں جانتے کہ آپ کیسی زبردست کارروائی کرنے والے ہیں لیکن آپ کی حمایت کرنے آگئے ہیں اور آپ ہمیں اپنا حمایتی سمجھیں یا نہ سمجھیں' ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم اپنے ملک کا دفاع کرنا بھی جانتے ہیں اور پڑوس کے اسلامی ملکوں سے بھی ہمیں نمٹنا آتا ہے۔"

"ہم نے ہی آپ کو اتنی زبردست ایٹمی قوت بنایا ہے کہ آپ تمام اسلامی ممالک کے لیے ہوا بن گئے ہیں۔"

"اور ہمارے جیسے چھوٹے ملک نے ہوا بن کر آپ کو سپر پاور بنایا ہے۔ اگر آپ کو یہ خوش فہمی ہے کہ ہم آپ کے سامنے جھکنے آئے ہیں تو یہ خوش فہمی دماغ سے نکال دیں۔ کبھی ضرورت ہو تو ہمارے پاس آئیں۔ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ ہم لاعلمی میں ہونے والی غلطی کی معافی مانگنے آئے ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا "فون بند نہ کریں۔ غلطیاں سب سے ہوتی ہیں اور آپ نے تو جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ ہمارے تعلقات ہمیشہ کی طرح دوستانہ رہیں گے۔ ہم سب کو بابا صاحب کے ادارے کے خلاف متحد رہنا چاہیے۔"

اس سلسلے میں تھوڑی دیر گفتگو ہوئی پھر فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ امریکی اکابرین کے پاس ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا تھا جسے بڑی رازداری سے چھپا کر رکھا جاتا تھا اور نہایت اہم موقع پر اس طرح اسے استعمال کیا جاتا تھا کہ وہ ہمارے ہتھے نہ چڑھ جائے۔ ایسے میں امریکا کو الپا جیسی خیال خوانی کرنے والی کی بھی ضرورت تھی۔ الپا صرف اسرائیل کے لیے نہیں امریکا کے لیے بھی ایک ایٹمی قوت کی طرح لازمی ہوگئی تھی۔

اس دنیا میں انسان اپنا کھیل کھیلتا ہے۔ تقدیر اپنا تماشا دکھاتی رہتی ہے۔ بھارت میں نیلاں کا اپنا کھیل تھا۔ وہ ایک عرصے سے مکمل آتما شکتی حاصل کرنے کی کامیاب کوششیں کرتے کرتے ناکام ہوجایا کرتی تھی۔

اس بار وہ ثانی کے قریب میں آگئی تھی۔ ثانی نے خود کو مکمل آتما شکتی والی بن کر اعتراف کیا تھا کہ وہی گنگا داس اور جمنا داس کو اغوا کرکے انہیں جگہ جگہ بھٹکاتی رہتی ہے۔ نیلاں' ثانی سے متاثر ہوکر اسے بھیروی دیدی کہتی تھی اور اس کے مشوروں پر عمل کرتی تھی۔

اس بار وہ ثانی کے مشورے کے مطابق اجنتا یا ایلورا کی طرف جارہی تھی۔ ثانی نے کہا تھا کہ وہ اجنتا ایلورا کے قریب ایک جنگل میں تپسیا کرکے مکمل آتما شکتی حاصل کرے گی اور جمنا (پورس) اس کا معمول اور فرمانبردار بن کر اس کی خدمت کرتا رہے گا۔

نیلاں ایک بس میں بیٹھی اجنتا کی طرف جارہی تھی۔ اسے بھیروی دیدی (ثانی) پر پورا بھروسا تھا کہ اس بار وہ اس کی مدد سے مکمل آتما شکتی حاصل کرلے گی اور جو جمنا داس کی حفاظت اور

خدمت کے لیے اجنتا پہنچنے والا ہے' وہ اسے ہمیشہ اپنا معمول اور تابع بنا کر رکھ سکے گی۔

ایسا سوچتے وقت اسے مہاراج اور مہیش یاد آئے۔ اگرچہ وہ دونوں عقل سے بےبدل تھے۔ لیکن انہیں کہیں چھپا کر ان کی ٹیلی پیتھی سے کام لیا جاسکتا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ الپا نے بھی یہی سوچ کر ان دونوں کو اپنا معمول بنا کر کہیں چھپا دیا ہے اور ایک نئے لب ولہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔

نیلاں ان کے اندر نہیں جاسکتی تھی پھر خیال آیا۔ وہ باپ بیٹے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی گرفت میں آکر ان کے معمول اور تابع بنتے رہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے' اس بار بھی کسی نے انہیں الپا کی گرفت سے چھین لینے کی کوشش کی ہو۔ فلذا کیوں نہ ان باپ بیٹے کی خبر لی جائے؟

یہ سوچ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مہاراج کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو توقع کے خلاف آسانی سے پہنچ گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت الپا اس کے دماغ پر تنویمی عمل کررہی تھی اور ایک نئی آواز اور لب ولہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کررہی تھی۔

چونکہ الپا وہاں پہلے سے موجود تھی۔ فلذا نیلاں کو کسی رکاوٹ کے بغیر مہاراج کے اندر جگہ مل گئی تھی۔ الپا تنویمی عمل کے اختتام پر اس کے دماغ کو لاک کررہی تھی پھر اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دے کر چلی گئی۔

نیلاں نے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر الپا کے نئے لب ولہجے میں کہا "مہاراج! ابھی تم نہیں سو رہے ہو۔"

وہ معمول کی طرح بولا "میں ابھی نہیں سو رہا ہوں۔"

وہ بولی "ابھی میں نے جو لب ولہجہ یاد کرایا تھا اسے بھول جاؤ۔"

وہ بولا "میں آپ کے ابھی بتائے ہوئے لب ولہجے کو بھول رہا ہوں۔"

اس کے بعد اس نے ایک نئی آواز اور نیا لب ولہجہ اس کے دماغ میں نقش کیا پھر حکم دیا کہ وہ ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سوتا رہے۔

وہ مہاراج سے نمٹ کر مہیش کے دماغ میں آئی' وہاں الپا اس کے دماغ سے بھی پہلے لب ولہجے کو مٹا کر نئی آواز اور نئے لب ولہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کررہی تھی۔ جب وہ تنویمی عمل مکمل کرکے اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دے کر چلی گئی تو نیلاں نے مہیش کے ساتھ بھی وہی عمل کیا' جو اس کے باپ کے ساتھ کرچکی تھی۔

وہ اجنتا جانے کے لیے جس بس میں سفر کررہی تھی' وہ بہت آرام دہ تھی۔ نیلاں سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کئے ہوئے تھی۔ آس پاس بیٹھے ہوئے مسافر سمجھ رہے تھے کہ وہ سو رہی ہے۔ ذرا آگے جاکر ایک نوجوان کو اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھنے کی جگہ مل گئی۔ وہ بڑی دیر سے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے پاس بیٹھنے کا موقع ملا تو اس نے کان کے قریب منہ لے جاکر کہا "مس آپ کب تک سوتی رہیں گی؟"

اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اسے غصہ آیا لیکن ایک خوبرو جوان کو دیکھ کر وہ ایک دم سے نرم پڑ گئی۔ اگرچہ وہ اپنے حسن وشباب کو سلامت رکھنے کے لیے کسی بھی شکاری مرد کو تنہائی میں نہیں جانے دیتی تھی۔ اس نے شیوا جی جیسے بازو بلند کرکے انگڑائی لی تو نوجوان کی رال ٹپکنے لگ

سچ کہہ دوں؟"

"سچ کہنے سے ڈرتی ہوں؟"

"ہاں سچ زہریلا ہوتا ہے۔ زہریلا نہ ہو تو ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ تم مجھ سے متاثر ہو کر مل رہے ہو۔ سچ جاننے کے بعد ہو سکتا ہے مجھ سے نفرت کرنے لگو۔"

"سچ جاننے کے بعد میں اور زیادہ تمہاری عزت کروں گا۔"

"میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں اور تمہارے خیالات پڑھ کر اس قدر متاثر ہوئی ہوں کہ زندگی میں پہلی بار سچ بولنے والی ہوں۔"

"میں بس میں تمہارے پاس بیٹھنے کے بعد اپنے دماغ میں بے چینی سی محسوس کر رہا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ تم میرے خیالات پڑھ رہی تھیں اور کیا سچ بولنے والی ہو؟"

"میں کبھی آتما شکتی جانتی تھی۔ ایک جسم کو چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں سما جاتی تھی۔ ایسا مجبور ہو کر کرتی تھی۔ دشمن مجھے مار ڈالنا چاہتے تھے لیکن اب اور زیادہ مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔"

"کیسی مصیبت؟"

"بار بار جسم بدلنے سے میری آتما شکتی کمزور ہو گئی ہے۔ اب یہ آخری جسم رہ گیا ہے۔ اس جسم سے میری آتما نکل گئی تو میں کسی اور جسم میں سما نہیں سکوں گی۔ یہ بات دشمنوں کو معلوم ہے۔ وہ مجھے موقع نہیں دے رہے ہیں کہ میں کسی ویران اور پرسکون جگہ رہ کر تپسیا کرتی رہوں اور اپنی کھوئی ہوئی آتما شکتی پوری طرح حاصل کر لوں۔"

ویٹر کھانے کی ڈشیں لا کر رکھنے لگا۔ جب وہ چلا گیا تو تیج پال نے کہا "تم نے بار بار جسم بدلنے کے لیے کئی جسموں کو ہلاک کیا۔"

"میں اس دنیا میں رہنے کے لیے ایسا کرنے پر مجبور تھی ورنہ دشمن مجھے ہلاک کر ڈالتے۔"

"کون ہیں تمہارے دشمن؟"

"اس دنیا میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' سب ہی میرے دشمن ہیں۔ ان میں مسلمان زیادہ ہیں۔ تم نے فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہوگا۔"

"سنا ہے۔ اس کا اور اس کے فیملی ممبرز کے ریکارڈ بھی پڑھے ہیں۔ ان کی تصویریں اور ویڈیو فلموں میں انہیں متحرک بھی دیکھا ہے۔ وہ سب بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ تم نے ان سے کیوں دشمنی مول لی۔ وہ تو اپنے ہر مخالف کو قبر میں پہنچا کر ہی دم لیتے ہیں۔"

"میں نے جان بوجھ کر ان سے دشمنی نہیں کی ہے۔ یہاں بھارت میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بہت ہی عیار' مکار جوان پورس تھا۔ اس سے دشمنی ہو گئی تھی۔ بعد میں پتا چلا وہ ہندو نہیں ہے بلکہ پیدائش کے وقت سے اغوا کیا ہوا فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ اس طرح اس فیملی کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دشمن ہو گئے ہیں۔"

"تم ان سے چھپتی پھر رہی ہو؟"

"ان سے بھی اور پولیس اور جاسوسوں سے بھی کیونکہ ان کو موجودہ جسم کو حاصل کرنے کے لیے میں نے ناصر دانی ایک کے جسم کو چھوڑ دیا تھا۔ وہ مر گئی۔ پورس اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ وہ اپنے ہم شکل بھائی پارس کے ساتھ یہاں مجھے تلاش کرتا آیا ہے۔ کمبھی میں انہوں نے مجھے پکڑ لیا تھا۔ میں بڑی مشکل سے جان بچا کر آئی ہوں۔"

"اب کہاں چھپنے جا رہی ہو؟"

"ایک مکمل آتما شکتی جاننے والی بھیروی دیدی نے مجھ سے رابطہ کیا ہے اور مجھے یقین دلایا ہے کہ میں اجنتا کے قریب بنگلہ میں جاؤں۔ وہ میری حفاظت کے لیے جنتا داس کو بھیجے گی۔"

"یہ جنتا داس کون ہے؟"

"یہ گنگا داس کا ہم شکل بھائی ہے۔ بھیروی دیدی گنگا داس کی عاشق ہے۔"

"یہ بھیروی دیدی تمہیں کب ملی تھی؟"

"ہماری ملاقات نہیں ہوئی۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کل ہی رابطہ ہوا تھا۔"

"ایک دن کی ملاقات میں تم نے اس کی دوستی پر کیسے بھروسہ کر لیا؟ کیا اس نے آتما شکتی کا کوئی کرشمہ دکھایا تھا؟"

"مجھے تو کرشمہ نہیں دکھایا تھا لیکن وہ گنگا داس اور جنتا داس کو غائب دماغ بنا کر ادھر سے ادھر بھٹکایا کرتی تھی۔"

"تم نے ان دونوں کو کبھی بھٹکتے دیکھا تھا؟"

"نہیں۔ تم ایسے سوالات کر رہے ہو کہ میرے دل میں شک پیدا ہونے لگا ہے۔"

"تم نے گنگا داس اور جنتا داس کو نہیں دیکھا۔ صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی باتیں سنی ہوں گی۔ کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟"

"ہاں' میں تو اب الجھنے لگی ہوں۔ نہ گنگا داس کو' نہ جنتا داس کو اور نہ بھیروی دیدی کو دیکھا ہے۔"

"اور جس طرح پارس اور پورس ہم شکل ہیں' اسی طرح گنگا داس اور جنتا داس بھی ہم شکل ہیں۔"

"ہے بھگوان! کیا میں دھوکا کھا رہی ہوں؟"

"اجنتا جا کر دیکھ لو' یقین آ جائے گا۔"

"نہیں۔ میں وہاں نہیں جاؤں گی۔" وہ تیج پال کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی "میں اچھی ہوں یا بری' جیسی بھی ہوں کیا تم ساتھ دو گے؟"

"ایک شرط پر ساتھ دوں گا۔ میری جائز باتوں کو تم تسلیم کرو گی اور تمہاری جائز باتوں کو میں تسلیم کیا کروں گا۔ ہم میں سے کوئی کسی کی ناجائز بات کو تسلیم نہیں کیا کرے گا۔"

"مجھے یہ شرط منظور ہے۔ میں جیسا ساتھی چاہتی تھی' تم ویسے ہی ہو۔"

بس کی روانگی کا وقت ہو رہا تھا۔ وہ بولا "میں اپنا سفری بیگ لے کر آتا ہوں۔ تمہارا کیا سامان ہے؟"

"میرا کوئی سامان نہیں ہے۔ یہ ایک بیگ میرے ساتھ ہے۔"

وہ ہوٹل سے باہر گیا۔ نیلاں نے بھیروی دیدی کے لب و لہجے کو یاد کر کے رابطہ کیا اور کہا "میں نیلاں ہوں۔"

ثانی نے کہا "ہاں میری چھوٹی بہن! میں نے گنگا اور جمنا دونوں کو اجنتا بھیج دیا ہے۔"

"میری پیاری دیدی! تم نے پارس اور پورس کا نام کیوں بدل دیا ہے؟"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"جب وہ ممبئی سے روانہ ہو رہے تھے تو عباس مہدی سے ایک تھانے میں باتیں کر رہے تھے۔ میں نے ایک سپاہی کے دماغ میں رہ کر یہ سن لیا ہے کہ مجھے کس طرح ٹریپ کیا جانے والا ہے۔"

نیلاں نے سراسر جھوٹ کہا تھا۔ ثانی ہمارے ساتھ بہت اہم معاملات میں مصروف تھی۔ اس نے سمجھا۔ پارس اور پورس نے روانگی سے پہلے ضرور عباس مہدی سے ملاقات کی ہوگی۔ اس نے کہا "جاؤ نیلاں! خوش ہو جاؤ پھر ایک بار بچ نکلیں۔ آئندہ محتاط رہنا۔ آئندہ کا مطلب ہے آنے والا کوئی پل تمہیں پھر ہمارے شکنجے میں کس لے گا۔"

ثانی نے سانس روک لی۔ پارس کے پاس آ کر کہا "اجنتا نہ جاؤ۔ دونوں گھر کے بدھو گھر کو لوٹ آؤ۔ نیلاں ہماری چال کو سمجھ گئی ہے۔"

پورس نے کہا "ہم خوامخواہ یہاں سے وہاں دوڑ لگا رہے ہیں۔ وہ تو بہت چالاک بنتی ہو' وہ تمہارے ہاتھ سے کیسے نکل گئی؟"

"بابا صاحب کے ادارے کے تمام سراغ رساں ایسے مرحلے میں ہیں کہ خدانخواستہ ناکامی ہوئی تو ساری دنیا ہمارے ادارے کو کمزور اور کمتر سمجھے گی مگر تم پر تو عشق کا بھوت سوار ہے۔ اپنے ساتھ پارس کو بھی آوارہ گردی کرا رہے ہو۔"

پورس نے کہا "ہائے بھابی جان! ہمیں جوش نہ دلاؤ ورنہ دشمنوں کے ہوش اڑ جائیں گے۔"

"بس رہنے دو۔ کیا کر لو گے تم؟ جب کہ ہم خود نہیں جانتے کہ دشمن کیسی جوابی کارروائیاں کرنے والے ہیں۔"

"دشمن بھی نہیں جانتے کہ ہم جوابی کارروائی کے جواب میں کیسی کارروائی کریں گے؟"

"اتنی دور سے زبان چلانا بہت آسان ہے۔"

پارس نے کہا "ثانی! جب میرا بھائی کہہ رہا ہے تو مان لو کہ یہیں سے ٹیلی پیتھی کا میزائل پھینکے گا۔"

"مجھے معلوم تو ہو یہ لفنگا عاشق کرے گا کیا؟"

پورس نے کہا "تم میرا اور پارس کا ساتھ دو۔ ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

"میں ساتھ دوں گی' بولو کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"تم نیلاں بن جاؤ۔ امریکی اکابرین کو یقین دلاؤ کہ تم صرف ان کی مدد کرنے کے لیے نہیں بلکہ پورس اور اس کے سارے خاندان سے انتقام لینے کے لیے ان کا ساتھ دینا چاہتی ہو اور تمہارے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والے مہاراج اور نیش بھی ہیں۔ ان کے پاس بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔"

"ان باپ بیٹے کو الپا یا نیلاں لے گئی ہے۔"

"انہیں کوئی بھی لے جائے۔ اصل باپ بیٹے یہاں ہیں۔ پارس باپ اور میں بیٹا بن جاؤں گا پھر دیکھو گی کہ ہم کس طرح ان کی خفیہ کارروائیوں کا راز معلوم کریں گے۔"

ثانی نے کہا "ہوں۔ ہمیں کامیابی ہو یا نہ ہو' ہم دشمنوں کو الجھا کر رکھ دیں گے لیکن اپنی چال چلنے سے پہلے اس بات پر غور کرو کہ اسرائیل میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے اور امریکا میں ایک روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ وہ دونوں ممالک خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد بڑھانا چاہتے ہوں گے لہٰذا ان میں سے کسی نے مہاراج اور نیش کو اپنا تابع بنایا ہوگا۔"

پارس نے کہا "امریکا میں جو منہ چھپا کر خیال خوانی کرنے والا ہے' وہ کبھی الپا سے' نیلاں سے یا ہم سے ٹکرا کر ان باپ بیٹے کو معمول اور تابع بنانے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

پورس نے کہا "وہ باپ بیٹے الپا یا نیلاں کے قبضے میں ہیں۔"

پارس اور پورس ایک کرائے کی کار میں اجنتا جانا چاہتے تھے۔ ثانی کی رپورٹ سن کر سڑک کے کنارے والی ایک دکان کے پاس رک گئے تھے اور ٹھنڈی بوتلیں پی رہے تھے۔ ثانی نے الپا کے سے رابطہ کر کے کہا "ہیلو الپا! میں ثانی بول رہی ہوں۔"

الپا نے سانس روک لی۔ ثانی نے اسے دوبارہ مخاطب کر کے پوچھا "تم نے میرا نام سن کر بھی سانس روک لی تھی۔ کیا کسی اور معاملے میں مصروف تھیں؟"

الپا نے کہا "تم سب بہت خوش ہو کہ میں فرہاد علی تیمور کی معمولہ اور تابع بن کر امریکا کے خلاف تمہاری حمایت کر رہی ہوں۔"

"کون کہتا ہے کہ تم ہماری معمولہ اور تابع ہو؟"

"انجان نہ بنو۔ بھید کھل گیا ہے۔ اب ہمارا ملک' تمہارا نہیں' امریکا کا حمایتی ہے۔"

"تم ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ بیٹے پر قبضہ جما کر سمجھ رہی ہو کہ تمہاری قوت میں اضافہ ہو گیا ہے؟"

"اچھا تو ان باپ بیٹے کو میرے قبضے میں کہہ رہی ہو۔ مکاری کی حد ہوتی ہے۔ یوں انجان بن کر کیا معلوم کرنا چاہتی ہو۔ بہتر ہے

یہاں سے چلی جاؤ۔ پتا نہیں کیسی چال چلنے آئی ہو۔"

الپا نے سانس روکی۔ ثانی دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی پھر پارس کے پاس آ کر بولی "یہ معلوم کر چکی ہوں کہ وہ باپ بیٹے الپا کے قبضے میں نہیں ہیں۔ نیلاں نے ہی انہیں ٹریپ کیا ہے۔"

دوسری طرف نیلاں اور تیج پال ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اجنتا اس لیے جا رہے تھے کہ وہاں سے ڈومیسٹک فلائٹ کے ذریعے حیدر آباد اور پھر دوسری فلائٹ سے دہلی جائیں گے۔ نیلاں نے ان باپ بیٹے کو حکم دیا تھا کہ وہ ممبئی سے دہلی جائیں۔ وہ معمول تھے' یہ نہیں پوچھ سکتے تھے کہ دہلی کیوں جائیں اور وہاں پہنچ کر کہاں رہیں؟"

نیلاں ٹیکسی ڈرائیور کی موجودگی کے باعث خیال خوانی کے ذریعے تیج پال کو اپنے باقی حالات بتا رہی تھی۔ تیج پال نے کہا "تم نے میرے جائز مشوروں پر عمل کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ میں تمہاری بھلائی کے لیے کہتا ہوں۔ اگر ایک جگہ روپوش رہ کر تپسیا کرنا اور مکمل آتما شکتی حاصل کرنا چاہتی ہو تو تمہیں کسی اور مسئلے میں نہیں الجھنا چاہیے۔"

"درست کہتے ہو۔ میں آئندہ کسی دوسرے مسئلے میں دلچسپی نہیں لوں گی۔"

"میں مہاراج اور مہیش کو میک اپ کے ذریعے چھپا کر دہلی میں کسی دوسری جگہ رکھوں گا۔ ہم انہیں اپنے سے دور رکھیں گے۔ جب تک تم مکمل آتما شکتی حاصل نہیں کرو گی' اس وقت تک انہیں ٹیلی پیتھی بھول جانے کا حکم دو گی ورنہ وہ اپنی حماقت سے دشمنوں کی نظروں میں آ جائیں گے۔"

"تم بڑی ذہانت سے مشورہ دے رہے ہو' میں یہی عمل کروں گی۔"

"الپا سے بھی کہہ دو کہ تم بابا صاحب کے ادارے اور ایٹمی قوت رکھنے والے ممالک کے معاملات سے دور رہو گی۔"

"بے شک مسلسل تپسیا کرنے کے لیے میں تمام دنیاوی معاملات سے دور رہوں گی۔ میں ابھی الپا سے صاف صاف کہہ دیتی ہوں۔"

وہ الپا سے رابطہ کر کے بولی "میں نیلاں ہوں۔"

وہ بولی "تھوڑی دیر پہلے ثانی آئی تھی۔ وہ نیلاں بن کر دھوکا دے سکتی ہے۔ مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

نیلاں واپس آئی۔ الپا نے اس کے اندر پہنچ کر پوچھا "ابھی تم آئی تھیں؟"

"ہاں' میں ہی تھی۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم لوگوں کے معاملات سے دور رہوں گی۔"

"ایسا نہ کہو۔ مجھے تمہاری جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی بہت ضرورت ہے۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مسائل سے کنارہ کشی کر رہی ہوں۔"

"دیکھو تم کہیں چھپ کر تپسیا بھی کر سکتی ہو اور میرے کام بھی آ سکتی ہو۔"

"صرف تپسیا کی بات نہیں ہے۔ میں ایک خوبرو جوان سے شادی کر کے گھر گرہستی والی زندگی گزاروں گی۔ آگے بحث نہ کرو' جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دونوں سڑک کے کنارے کھڑے ٹھنڈی بوتلیں پی رہے تھے۔ اچانک پارس کو زور کا ٹھکا لگا۔ وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کھانسنے لگا۔ پورس نے کہا "آرام سے نہیں پی سکتا۔ بوتل کہیں بھاگی جا رہی ہے یا ٹرین چھوٹنے والی ہے۔"

پارس نے جیب سے پچاس کا نوٹ نکال کر دکان دار کے پاس پھینکا۔ پورس سے بوتل چھین کر اسے بھی دکان میں پھینکا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھانستا ہوا دوڑتا ہوا کار کے پاس آیا۔ پورس سمجھ گیا کہ کوئی خاص بات ہے۔ دونوں اگلی سیٹ پر آئے۔ پورس نے پوچھا "کہاں چلنا ہے؟"

پارس نے رومال سے منہ پونچھتے ہوئے ایک راستے کی طرف اشارہ کیا۔ پورس نے کار ادھر بڑھاتے ہوئے کہا "یہ راستہ ائرپورٹ جاتا ہے۔"

پارس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا "ہاں۔ وہ ادھر گئی ہے۔ ماں' ماں گئی ہے۔"

"کس کی ماں گئی ہے؟"

"تیری گئی ہے۔ نیلاں!" وہ کسی کے ساتھ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر تھی۔ اسے ہماری چال معلوم ہو چکی ہے۔ وہ کسی فلائٹ سے فرار ہونے والی ہے۔"

پورس نے کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے چیخ کر کہا "ماں! میں آ رہا ہوں۔"

ثانی نے پارس کے پاس آ کر پوچھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ بدمعاش کسے اپنی ماں کہہ رہا ہے؟"

"یہ شریف بدمعاش ہے۔ حسین دوشیزہ کو ماں کہہ کر پیچھا کر رہا ہے۔ ثانی! میرے بھائی کی قدر کرو' آج تک کسی نے جوان لڑکی کو ماں نہیں کہا ہو گا۔"

ثانی نے پورس سے پوچھا "اے لفنگے! کسے ماں کہہ رہے ہو؟"

"اپنے کان کا میل صاف کرو۔ میں نیلاں کہہ رہا تھا۔ وہ ائرپورٹ جا رہی ہے۔ وہاں سے کہیں فرار ہو گی۔"

"تم دونوں سنجیدگی سے منصوبے پر عمل کرو گے یا نہیں؟ میں نیلاں بن کر امریکی اکابرین سے گفتگو کرنے والی ہوں۔"

پورس نے کہا "تم کام شروع کرو۔ پارس تمہارے دماغ میں آتا جاتا رہے گا۔ ہمیں نیلاں کا اگلا ٹھکانا بھی معلوم کرنا چاہیے۔"

"ہاں اس کا تو پیچھا نہیں چھوڑنا ہے اور نہ ہی اسے پوری آتما شکتی حاصل کرنے کا موقع دینا چاہیے۔ تم دونوں اسے شبہ یہ نہ ہونے دو کہ اس کی تاک میں ہو۔ ہم جب تک بڑے ممالک سے نمٹ نہ لیں' اس وقت تک کسی اور مسئلے میں نہیں الجھیں گے۔"

پارس نے کہا "نیلاں نے ہمیں گنگا داس اور جمنا داس کے سروپ میں نہیں دیکھا ہے۔ ہم دہلی تک تعاقب کریں گے' تب بھی اسے شبہ نہیں ہو گا۔ اگر ڈومیسٹک فلائٹ کسی جگہ ایک آدھ گھنٹے رکے گی تو ہم اپنا حلیہ تبدیل کر لیں گے۔ اس طرح وہ ہمیں دہلی تک ایک ہی چہروں کے ساتھ نہیں دیکھ سکے گی۔"

"فی الحال تم دونوں ہم شکل ہو۔ تم میں سے کسی ایک کو ابھی حلیہ تبدیل کرنا چاہیے۔"

پورس ڈرائیو کر رہا تھا۔ پارس اپنے بیگ سے سامان نکال کر چہرہ تبدیل کرنے لگا۔ ثانی نے کہا "میں امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کر رہی ہوں۔ میرے ساتھ رہو۔"

"پہلے میں مخاطب کروں گا۔ اس کے مطابق تم بات آگے بڑھاؤ گی۔"

پارس نے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا "سر! میں مہاراج بول رہا ہوں۔"

وہ بے یقینی سے بولا "مہاراج؟ تم..... یہ تم بول رہے ہو؟"

"کیا آپ کو یقین نہیں آ رہا ہے۔ میرا بیٹا بھی میرے ساتھ ہے۔ بیٹا مہیش! جنرل صاحب سے بات کرو۔"

پورس نے کہا "سر! نمستے' میرا مطلب ہے گڈ ڈے۔ میں کار ڈرائیو کر رہا ہوں۔ آپ ڈیڈی سے بات کریں' میری ضرورت ہو تو بلا سکتے ہیں۔"

"اچھا تم جاؤ میں تمہارے ڈیڈی سے بات کر رہا ہوں۔ ہاں مہاراج! یہ بتاؤ' تم ہمیں چھوڑ کر کیوں چلے گئے؟"

"سر! انصاف کی بات کریں۔ ہمیں آپ کے ملک میں غلام بنا کر رکھا گیا تھا۔ ہم نے بڑی مشکل سے نجات حاصل کی۔ یہ ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں تنہا رہنے والا ہمیشہ مصیبت میں پھنستا رہتا ہے۔"

"یہ عقل کی بات کر رہے ہو۔"

"ایک اور عقل کی بات پر ہم عمل کر رہے ہیں۔"

"وہ عقل کی بات کیا ہے؟"

"کہ ہم جس سے بھی دوستی کریں' دور سے کریں۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے ضروری نہیں ہے کہ دوستوں کے روبرو رہیں۔ ہم نے نیلاں سے بھی کہا ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بہت مضبوط ٹیم بنائیں گے لیکن ایک دوسرے کے سامنے آ کر دوستی کی راہ ہموار نہیں کریں گے۔"

"کیا نیلاں سے تمہارا رابطہ ہے؟"

"ہاں' ہم ایک دیس کے' ایک دھرم کے ہیں۔ آخر ہم میں دوستی ہو گئی۔ اب آپ کے پاس آنے کا بھی یہی مقصد ہے۔ مسلمانوں سے ہماری دوستی نہیں ہو سکتی۔ یہودیوں کی مکاریاں سب جانتے ہیں۔ تمہارے پانچ یوگا جاننے والے افسروں نے بھی ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا لیکن ہم جانتے ہیں' تمام امریکی فریبی نہیں ہوتے۔ اگر ہم دور رہ کر آپ کے کام آئیں گے تو آپ بھی ہمارے کام آیا کریں گے۔"

"کیا نیلاں اس بات پر راضی ہے؟"

"ہم نے نیلاں سے مل کر ہی یہ ٹیم بنائی ہے۔ میں ابھی اس سے کہتا ہوں۔ وہ آپ سے گفتگو کرے گی۔ بہتر ہے اس کی آمد تک آپ دوسرے اکابرین کو بھی مذاکرات کے لیے بلا لیں۔"

پارس' ثانی اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں تمام اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھنے لگے کہ وہ نیلاں' مہاراج اور مہیش کی ٹیم پر کس حد تک بھروسا کریں گے؟

وہ سب دو طرح سے سوچ رہے تھے ایک تو یہ کہ موجودہ حالات میں انہیں زیادہ سے زیادہ خیال خوانی کرنے والوں کی ضرورت ہے لہٰذا نیلاں کی ٹیم کو خوش آمدید کہا جائے۔

دوسری سوچ یہ تھی کہ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نیلاں' مہاراج اور مہیش بن کر دھوکا دے سکتے ہیں۔ یا تو اس حد تک ان سے تعاون حاصل کیا جائے کہ دھوکا نہ ہو یا پھر پہلے انہیں کسی طرح آزمایا جائے۔

ان اکابرین میں دو یوگا کے جاننے والے افسران تھے۔ انہوں نے کہا "ہم دو افسران پہلے اپنے طور پر فیصلہ کر کے کسی اچھے نتیجے پر پہنچیں گے۔ آپ نیلاں سے آدھے گھنٹے بعد مذاکرات کریں۔"

ان دونوں افسران نے برین آدم کے ذریعے الپا سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا کہ نیلاں نے مہاراج اور مہیش کے ساتھ ایک ٹیم بنائی ہے اور وہ مسلمانوں کے خلاف ہم سے تعاون کرنا چاہتی ہے۔

الپا نے کہا "میں ابھی حقیقت معلوم کرتی ہوں۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے نیلاں کے پاس پہنچی۔ نیلاں نے سانس روک لی۔ اس نے دوسری بار پھر اس کے دماغ کو چھو کر کہا "میں الپا ہوں' ضروری بات کرو۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ الپا نے غصے میں برین آدم کے پاس آ کر ان افسروں سے کہا "نیلاں' مجھے اپنے اندر آنے سے روک رہی ہے۔ میں ابھی تم تمام اکابرین کے اجلاس میں رہ کر اس سے باتیں کروں گی۔"

وہاں اجلاس شروع ہوا تو پہلے فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "اس وقت میڈم نیلاں میرے دماغ میں ہیں اور وہ باپ بیٹے مہاراج اور مہیش یہاں کے دو افسران کے اندر ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ میڈم الپا نے بھی ہمارے لیے وقت نکالا ہے۔"

"میں تمام اکابرین سے کہہ چکا ہوں کہ نیلاں اپنی ایک ٹیم کے ساتھ ہم سے تعاون کرنے آئی ہے۔ اس کی آمد سے ہمارے

پاس تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہو جائے گا لیکن جیسا کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مکاریوں سے ہم کئی بار دھوکا کھا چکے ہیں۔ لہٰذا اس بار پوری طرح محتاط رہنا چاہتے ہیں۔ صاف الفاظ میں یہ کہا جائے کہ پہلے یہ تصدیق کرنا چاہتے ہیں کہ ہم سے تعاون کرنے والی نیلاں' مہاراج اور ہمیش پوری سچائی سے ہمارے پاس آئے ہیں اور یہ تینوں ہمدرد ہی نہیں ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "میڈم نیلاں کئی برسوں سے لاپتا رہیں۔ اب اچانک مہاراج اور ہمیش کے ساتھ ہم سے کیوں تعاون کرنا چاہتی ہیں؟"

ٹانی نے کہا "میری آتما شکتی کمزور ہو چکی تھی۔ میں دوبارہ تکمیل شکتی حاصل کرنے کے لیے کہیں سکون سے تپسیا کرنا چاہتی تھی لیکن پورس ہمیشہ میرے راستے کا پتھر بن جاتا ہے۔ آپ کا سوال ہے کہ میں اچانک کیوں آئی ہوں؟ آپ بھول رہے ہیں کہ میں پچھلے تیس برس سے امریکی شہری ہوں اور آپ کی حکومت نے کئی میل کے رقبے میں مجھے ایک عالی شان آشرم بنا کر دیا ہے۔ کیا آپ یہاں میری شہریت کو اور آشرم کی ملکیت کو تسلیم کرتے ہیں؟"

کئی اکابرین نے تسلیم کیا' ٹانی نے کہا "اب میں یہ سمجھ کر آئی ہوں کہ آپ کی حکومت پہلے کی طرح میری اور آشرم کی حفاظت کی ذمے داری لے گی تو میں بھی پہلے کی طرح حکومت کے کام آتی رہوں گی۔ دوسری بات یہ کہ یہاں آشرم میں آپ کی سیکیورٹی فورس ہوگی تو پورس مجھے آتما شکتی پوری طرح حاصل کرنے سے روکنے کے لیے نہیں آسکے گا۔"

کئی اکابرین نے کہا کہ نیلاں نے امریکا آکر یہاں کی حکومت سے تعاون کرنے کے ٹھوس دلائل دیے ہیں۔ الپا نے کہا "نیلاں! میں نے آج ہی تم سے کہا تھا کہ ہمیں تمہاری جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی سخت ضرورت ہے اور تم نے کہا تھا کہ تم تمام جھگڑوں سے دور ایک جوان سے شادی کرکے گھر گرہستی والی زندگی گزارو گی۔ مجھ سے یہ جھوٹ کہہ کر تم یہاں کیوں آئی ہو؟"

ٹانی نے کہا "میں تمام اکابرین سے گزارش کرتی ہوں کہ الپا کے الفاظ پر غور کریں۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ انہیں اپنے لیے یعنی اسرائیل کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کی سخت ضرورت ہے۔ مجھ سے یہ نہیں کہا کہ ہمیں امریکا کے کام آنا چاہیے۔ الپا بھی یہ کہتے وقت بھول گئی کہ جب میرا جوان بیٹا زندہ تھا تو ہم ماں بیٹے کس طرح امریکی حکومت کے کام آتے تھے اور آج بھی ہمارا آشرم یہاں موجود ہے۔ لہٰذا میری پہلی وفاداری امریکا سے ہوگی۔ اسرائیل سے نہیں ہو سکتی۔"

تمام اکابرین ڈیسک پر ہاتھ مار کر گویا تالیاں بجانے لگے۔ ٹانی نے کہا "الپا کی باتوں سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ میں نیلاں ہوں۔ جس سے یہ باتیں کر چکی ہے۔ ٹھیک ہے کہ میں نے اس کی بات نہیں مانی لیکن اس کے لیے ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ ہم سب کو مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر عارضی طور پر آپس کی ناراضگی کو بھول جانا چاہیے۔"

سب ہی تائید کرنے لگے۔ الپا سے گزارش کرنے لگے کہ وہ نیلاں سے اپنی ناراضگی ختم کردے۔ الپا نے کہا "مہاراج اور ہمیش میرے معمول اور تابع تھے۔ نیلاں نے بڑی چالاکی سے ان دونوں کو مجھ سے چھین لیا۔ کوئی بات نہیں' وہ دونوں بھی ہم ایٹمی قوت رکھنے والوں کے کام آئیں گے۔ جب تک ہم بابا صاحب کے ادارے کو شکست نہیں دیں گے' تب تک نیلاں سے میری ناراضگی نہیں رہے گی۔"

اس بات پر پھر تمام اکابرین تالیاں بجانے لگے۔ الپا نے کہا "میں اپنے ملک میں بہت مصروف ہوں۔ اس لیے جانے کی اجازت چاہتی ہوں۔ جب بھی مجھے بلایا جائے گا' میں آجاؤں گی۔"

اس نے دوستانہ وعدہ کیا لیکن ناراض ہو کر گئی۔ ٹانی نے کہا "فرہاد نے جو مہلت دی تھی' اس میں اب دو دن رہ گئے ہیں۔ میں یہ نہیں پوچھنا چاہتی کہ آپ تمام بڑے ممالک کیسی جوابی کارروائی کرنے والے ہیں۔ میں تین دن کے بعد مہاراج اور ہمیش کے ساتھ یہاں آشرم میں رہوں گی۔ تب پوری طرح اعتماد حاصل کرکے یہاں کے اہم رازوں میں شریک رہوں گی۔ فی الحال یہ بتایا جائے کہ جب آپ کی طرف سے جوابی کارروائی ہوگی تو ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیا کرنا چاہیے۔ ہمیں بھی کوئی ذمے داری دی جائے۔"

ایک حاکم نے کہا "ابھی عالمی میڈیا کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ کسی بھی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کریں اور وہاں کے رہنے والے ملکی اور غیر ملکی افراد پر اپنے احکامات صادر نہ کریں۔ جہاں تک کوسود کے مسلمانوں کو دوبارہ ان کے وطن میں لاکر آباد کرنے کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کو دو چار دنوں میں یا ایک آدھ ہفتے میں حل نہیں کیا جا سکے گا۔ تمام دنیا کے لوگ کوسود کے مسلمانوں سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ ان کا مسئلہ جلد ہی حل کیا جائے گا لیکن اس کے لیے وقت کی پابندی نہ لگائی جائے۔"

پوری دنیا میں ٹی وی' ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے یقین دلایا جا رہا تھا کہ نئی فوجی کارروائی کرکے کوسود کے مسلمانوں کو ان کے وطن واپس لائے گا۔ اقوام متحدہ کی طرف سے بابا صاحب کے ادارے سے کہا جا رہا تھا کہ وہ شام' اردن اور لبنان کے امریکی اور اسرائیلی باشندوں کو واپس ان کے گھروں میں جانے دیں۔

اور بابا صاحب کے ادارے سے جواب دیا جا رہا تھا کہ یہ ادارہ نہ کوئی ملک ہے اور نہ اقوام متحدہ کا رکن ہے۔ سلامتی کونسل جس دن سے کوسود کے مسلمانوں کو ان کے وطن اور گھر میں آباد کرائے گی' اسی دن سے امریکی اور اسرائیلی باشندے شام' اردن اور لبنان میں جاکر آباد ہو سکیں گے۔

ان تمام تنازع معاملات کو "اونٹ" کہا جا سکتا تھا اور ابھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھنے والا ہے؟

○☆○

تیج پال اسکاٹ لینڈ یارڈ سے تربیت حاصل کرنے کے بعد "را" سے منسلک ہو گیا تھا۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے' وہ صرف ذہین اور چالباز جاسوس نہیں تھا۔ قدرتی طور پر اس میں دیکھنے' سننے' سونگھنے' چکھنے اور چھو کر کسی ان دیکھی چیز کے بارے میں جاننے کی غیر معمولی صلاحیتیں تھیں۔

کسی بھی بڑے ملک کی خفیہ تنظیم کو کسی اہم معاملے میں کسی دوسرے ملک کی خفیہ تنظیم کے جاسوس کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ تعاون کرنے کے طور پر ایک دوسرے کے سراغ رسانوں کا تبادلہ کرتے ہیں۔ کئی بار تیج پال کو تبادلے کے طور پر اسرائیل کی موساد' امریکا کی سی آئی اے اور روس کی کے جی بی کے لیے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کا موقع ملا اور اس نے ہر ملک میں سراغ رسانی کا اور غیر معمولی صلاحیتوں کا ایسا سکہ جمایا کہ تمام بڑے ممالک نے بھارتی حکومت سے گزارش کی کہ تیج پال کو صرف "را" کے لیے مخصوص نہ کیا جائے۔ اسے عالمی خفیہ تنظیموں کا انٹرنیشنل ایمبرآن اسپیشل ڈیوٹیز بنایا جائے۔

"را" کے لیے یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ بھارتی حکمراں جانتے تھے کہ تیج پال کی وفاداریاں اپنے ہی دیس کے لیے رہیں گی۔ فائدہ یہ ہوگا کہ اس کے ذریعے بڑے ممالک کی خفیہ تنظیموں کے راز معلوم ہوتے رہیں گے۔

اب تمام بڑے ممالک کے سامنے سب سے اہم اور پیچیدہ مسئلہ تھا۔ انہیں اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے شام' اردن اور لبنان کی سرحدوں کو ہمیشہ کے لیے بابا صاحب کے ادارے کے خیال خوانی کرنے والوں کے لیے بند کرکے پہلے کی طرح وہاں اپنا تسلط قائم رکھنا تھا۔

بڑے ممالک کی خفیہ تنظیموں کے تمام ڈائریکٹر جنرلز نے تیج پال کو اس سلسلے میں کمانڈ سونپی تھی اور وہ جو احکامات صادر کر رہا تھا۔ ان پر بڑی رازداری سے عمل ہو رہا تھا۔ کسی بھی بڑے ملک کے اکابرین کو نہیں بتایا گیا تھا کہ میری دی ہوئی مہلت کے گزارنے کے دوسرے دن کسی نوعیت کا آپریشن کیا جائے گا۔

ایسے وقت تیج پال بھارت میں تھا اور وہیں سے تمام معاملات کو آپریٹ کر رہا تھا۔ اس سے کہا گیا تھا۔ "آپ کو شام' لبنان اور اردن کے قریب اسرائیل میں رہنا چاہیے۔ کسی بھی وقت اسے ان پڑوسی اسلامی ممالک میں جانے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔"

تیج پال نے کہا "میں خود چاہتا ہوں کہ جہاں سونیا اور فرہاد وہاں جاؤں اور اپنے پانچوں غیر معمولی حواس کے ذریعے ان کو کسی بھی بہروپ میں پہچان کر وہیں گولی مار دوں لیکن لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اور ٹیلی پیتھی کو کاٹنے کے لیے ہمارے پاس کوئی مضبوط خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔"

"مسٹر تیج پال! آپ الپا کو اس آپریشن میں ساتھ رکھ سکتے ہیں۔"

وہ بولا "سوری' اس نے اعتراف کیا ہے کہ وہ فرہاد کی معمولہ اور تابع بنی ہوئی تھی اور اسے اپنی حیثیت کی خبر تک نہ ہوئی۔ اس ادارے کے افراد روحانی ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہیں۔ ہو سکتا ہے الپا اب روحانی ٹیلی پیتھی کے زیر اثر ہو۔ میں کہہ چکا ہوں' ہمارے آپریشن کے بارے میں کسی بڑے ملک کے سربراہ کو بھی اپنا ہم راز نہ بنایا جائے۔ جب کہ الپا تو ہماری نظروں میں مشکوک بھی ہے۔"

وہ بہت محتاط رہ کر اس آپریشن کو کامیاب بنا کر ساری دنیا میں غیر معمولی شہرت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ اسی سلسلے میں بمبئی سے حیدر آباد اپنی کار میں جا رہا تھا۔ راستے میں کار خراب ہو گئی۔ اس نے کار کو مرمت کے لیے ایک گیراج میں دیا پھر ایک بس میں سوار ہو گیا۔ سوچا آگے کہیں ٹیکسی ملے گی تو بس سے اتر جائے گا۔

لیکن اس میں نیلاں کو دیکھ کر اس کی چھٹی حس نے کہا' اس حسینہ میں کوئی غیر معمولی بات ہے۔ اتنی حسین اور پرکشش ہو کر تنہا سفر کر رہی ہے۔ اس پر ضرور کوئی مصیبت آسکتی ہے۔

اس نے سفر کے دوران نیلاں کو اس طرح شیشے میں اتارا کہ اس نے تیج پال کو اپنا دوست اور محافظ سمجھ کر اپنے بارے میں سب کچھ سچ بتا دیا۔ وہ پہلے ہی نیلاں کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی اس نیلاں کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ پارس اور پورس جیسے مکاروں کی گرفت سے بھی کئی بار فرار ہو چکی ہے۔

تیج پال نے بہت پہلے ہی سمجھ لیا تھا' کبھی نہ کبھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔ ان سے محفوظ رہنے کے لیے اس نے اس نے خود پر ایک بہت بڑے عامل کے ذریعے تنویمی عمل کرایا تھا۔ جس نے اس کے چور خانے کے خیالات کو لاک کر دیا تھا۔ نیلاں نے اس کے جو خیالات پڑھے تھے' اس سے زیادہ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا نہیں پڑھ سکتا اور یہی سمجھ سکتا تھا کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ سے تربیت حاصل کرنے کے باوجود وہ بھارت یا کسی ملک کی انٹیلی جنس میں اس لیے کام نہیں کرتا ہے کہ تمام ممالک ایک دوسرے کے خلاف جاسوسی کراتے ہیں۔ ان کے اہم راز چرانے کا کام دیتے ہیں۔ اس طرح تمام ملکوں کے درمیان نفرت اور عداوت پیدا ہوتی ہے۔

اس کے خیالات بتاتے تھے کہ وہ ایک انسان دوست ہے۔ اب کسی ملک کے خلاف کام نہیں کرتا ہے۔ اپنے غیر معمولی پانچوں حواس کے ذریعے ایسے مجرموں کو سزا دیتا ہے جو انسانیت کے خلاف گھناؤنا جرم کرتے ہیں۔

نیلاں کو اس نے یہ کہہ کر اپنی طرف مائل کیا تھا کہ اس نے بار بار جسم بدل کر پچھلے جسموں کو مردہ چھوڑ کر جرم کرنے کے باوجود

اس لیے جرم نہیں کیا ہے کہ وہ اپنی سلامتی چاہتی تھی۔ مجرم تو پورس ہے' جو اسے جرم کرنے پر مجبور کرتا تھا۔

وہ نیلاں کو دہلی لے جا رہا تھا۔ وہاں وہ اس کی کوٹھی میں محفوظ رہ کر آتما شکتی مکمل کرنے کے لیے کسی روک ٹوک کے بغیر تپسیا کر سکتی تھی لیکن ائرپورٹ پہنچنے سے پہلے اس نے نیلاں سے پوچھا "ذرا پیچھے گھوم کر دیکھو۔ تین کاریں آ رہی ہیں۔ ان میں ایک سفید کار ہے کیا اس کار کو پہچانتی ہو؟"

اس نے سر گھما کر دیکھا پھر کہا "ایسی سفید کاریں بہت ہوتی ہیں اور مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کسی دشمن کے پاس ایسی کار دیکھی ہو۔"

"وہ بہت دیر سے ہمارے پیچھے آ رہی ہے۔ شاید اس کار والے بھی ائرپورٹ جا رہے ہوں۔ دیکھیں گے کہ یہ کہاں تک پیچھے آئیں گے۔"

پارس اور پورس ان کا تعاقب کر رہے تھے۔ پارس نے اپنے چہرے سے میک اپ اتار لیا تھا تاکہ وہ دونوں ہم شکل نظر نہ آئیں۔ ائرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں تیج پال نے عقب نما آئینے میں ان دونوں کی کار کو رکتے دیکھا۔ پارس موبائل فون کے ذریعے رینٹڈ کار والی کمپنی سے بولتا جا رہا تھا کہ وہ کار کی چابی ائرپورٹ میں اس کمپنی کے برانچ کاؤنٹر پر دے کر جا رہا ہے۔

پورس بھی کار لاک کر کے پارس کے ساتھ جا رہا تھا۔ تیج پال نے نیلاں سے پوچھا "کیا انہیں پہچانتی ہو؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں' میں نے پہلے کبھی انہیں نہیں دیکھا ہے۔"

اس نے کہا "تم کاؤنٹر پر جاؤ۔ حیدر آباد کے دو ٹکٹ لو۔ میں آ رہا ہوں۔"

نیلاں چلی گئی۔ وہ دور ہی دور سے پارس اور پورس کو دیکھ رہا تھا۔ اپنے لباس سے موبائل فون نکال کر کہہ رہا تھا۔ میں ایک حسین لڑکی کے ساتھ حیدر آباد آ رہا ہوں۔ تمہارے دو چار آدمیوں کو دو افراد پر نظر رکھنی ہے۔ ایک نے سیدھی کاٹ کا پاجامہ' گیروے رنگ کی قمیص اور سفید ویسٹ کوٹ پہنا ہے اور سر پر سفید کیپ ہے۔ دوسرے نے جینز اور ریڈ اینڈ بلیک چیک دار شرٹ پہنی ہوئی ہے۔ میں حیدر آباد پہنچ کر مزید راہنمائی کروں گا۔"

نیلاں کاؤنٹر سے ٹکٹ لے کر گئی تو پورس نے کاؤنٹر پر آ کر پہلے کاؤنٹر گرل کی آواز سنی پھر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا' نیلاں نے وہاں سے حیدر آباد اور اس سے منسلک فلائٹ سے دہلی تک جانے کے ٹکٹ لیے ہیں۔ پورس نے بھی اس طرح کے دو ٹکٹ لیے۔

نیلاں نے طیارے میں پہنچ کر تیج پال سے کہا "ان دونوں نے اپنی کار ائرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں چھوڑ دی اور ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔"

"وہ کار ان کی نہیں تھی۔ کرائے کی کار تھی۔ تم ان کی طرف نہ دیکھو۔"

پارس نے کہا "یار! وہ مجھے ائرپورٹ پر ایک بار اور اس فلائٹ میں دو بار دیکھ چکی ہے۔"

"تجھے دیکھنے کا مطلب ہے کہ مجھے بھی دیکھ چکی ہے۔ اسے کسی طرح شبہ ہو سکتا ہے۔"

"ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ اس نے کسی صحت مند اسمارٹ جوان کو پھانس لیا ہے۔ ایک بات کھٹک رہی ہے۔ اسے نیلاں کے ساتھ ٹکٹ لینے جانا چاہیے تھا لیکن وہ نیلاں کو کاؤنٹر پر بھیج کر اس سے دور جا کر کسی سے فون پر باتیں کر رہا تھا پھر فون بند کر کے اسے پتلون کے اندر پیچھے بیلٹ سے اٹکا کر یوں چھپا لیا جیسے نیلاں کو بھی اس فون کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ نیلاں اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے' اس کے خیالات نہ پڑھ سکتی ہو۔ مبہمی سے روانہ ہوئے سات گھنٹے سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ کیا وہ جوان ہپناٹزم کا ماہر نہیں ہو سکتا؟ وہ ہمارے ہاتھ لگنے والی تھی۔ اس نے نیلاں کو ٹریپ کر لیا ہو اور اسے تابع بنا کر یہ بھی معلوم کیا ہو کہ ہم دونوں اس سے اچنبا میں ملنے والے ہیں۔ اسی لیے نیلاں نے صاف طور سے ٹانی کو کہہ دیا تھا کہ اس کا اور ہمارا فراڈ کھل چکا ہے۔"

"ہاں حالات کا تجزیہ کرنے سے یہی باتیں سمجھ میں آ رہی ہیں۔ ہمیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ وہ جوان معمولی نہیں غیر معمولی ہے۔"

پارس نے ٹانی کو موجودہ حالات بتائے۔ وہ سن کر بولی "تمہاری باتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نیلاں کا موجود ساتھی کوئی خاص اہمیت کا حامل ہے۔ نیلاں اتنی جلدی کسی پر بھروسا نہیں کرے گی۔ ہو سکتا ہے تم دونوں سے بچنے کے لیے اس نے اس شخص کا عارضی سہارا لیا ہو۔"

"ٹانی! اس وقت وہ ہونٹوں کی سرخی درست کرنے کے بہانے چھوٹے سے آئینے میں میری طرف دیکھ رہی ہے اور میں ایک میگزین پڑھنے کی مصروفیت ظاہر کر رہا ہوں۔"

"میرا خیال ہے۔ حیدر آباد پہنچ کر تم دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو جاؤ۔ پورس کو اس سیٹ پر رہنے دو۔ تم حیدر آباد ائرپورٹ کے ٹائلٹ میں جا کر ریڈی میڈ میک اپ کرو۔ لباس تبدیل کرو۔ دہلی جانے کے لیے دوسرا ٹکٹ خریدو۔ کسی دوسری جگہ بیٹھ کر پورس سے اجنبی بنے رہو۔"

"ٹھیک ہے۔ یہی کروں گا۔"

وہ پورس کو بتانے لگا کہ حیدر آباد پہنچ کر دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے لیکن اجنبی بن کر ایک ہی فلائٹ میں سفر کریں گے۔

حیدر آباد میں تیج پال کے چار جاسوس تھے۔ انہوں نے دیکھا' پارس اور پورس نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا تھا پھر پارس رخصت ہو کر ائرپورٹ کی عمارت کے باہر چلا گیا۔ نیلاں ایک سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ تیج پال ایک کتابوں کی دکان کے پاس کھڑا اپنے جاسوسوں سے کہہ رہا تھا "جو جا رہا ہے' اسے جانے دو۔ وہ جو رہ گیا ہے' اس پر نظر رکھو۔ کیا دہلی کے ٹکٹ لے چکے ہو؟"

"یس سر!"

"اب ایک ہی شخص ہمارے ساتھ چلے۔ باقی تین اپنے ٹکٹ واپس کر دیں۔ دہلی میں دوسرے جاسوس اس نمبر و کیپ والے کے پیچھے لگائے جائیں گے۔"

پارس ائرپورٹ کے باہر ایک ٹائلٹ میں جا کر پوری طرح اپنا حلیہ بدل چکا تھا پھر دہلی جانے کا دوسرا ٹکٹ خرید کر واپس آ گیا۔ اس کا یہ فائدہ ہوا کہ دہلی پہنچنے کے بعد وہاں کے تین چار جاسوس پورس کے تعاقب میں پورس کے تعاقب میں لگ گئے۔ پارس دور سے دیکھ رہا تھا۔ اب یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ پورس کے پیچھے جاسوس لگانے والا نیلاں کا ساتھی کوئی بہت ہی اہم شخص ہے۔ اس نے نیلاں خوانی کے ذریعے پورس کو خطرے سے آگاہ کر دیا۔ پورس نے کہا "میں اگلے موڑ پر راستہ بدل دوں گا۔ تم ان کا پیچھا کرو گے۔ وہ نیلاں کے ساتھ دور تک جائے گا تو تم اس کا تعاقب چھوڑ دینا۔ تب تک میں سراغ رسانوں کو ڈاج دے کر تمہارے راستے پر آ جاؤں گا۔"

ایک جاسوس نے فون کے ذریعے تیج پال سے کہا "سر! وہ آپ کا تعاقب نہیں کر رہا ہے۔ وہ تو اسٹیشن روڈ کی طرف جا رہا ہے۔"

تیج پال نے کہا "ہوں۔ میرا شبہ غلط نکلا۔ ان میں سے ایک حیدر آباد میں رہ گیا اور دوسرا بھی ہمارے کسی مخالفین میں سے کوئی ہے۔ تم لوگ تھوڑی دور پیچھا کر کے دیکھو۔ جب میں کہوں تو اس کا پیچھا چھوڑ دینا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ نیلاں نے پوچھا "تمہارے پاس موبائل فون کہاں سے آ گیا؟"

"میرے آدمی جو دشمن کا پیچھا کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ فون دیا ہے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں پرائیویٹ جاسوس ہوں۔ میرے چند ماتحت کام کرتے ہیں۔"

وہ ڈرائیو کرتا رہا اور عقب نما آئینے میں دیکھتا رہا۔ کتنی ہی گاڑیاں آتی جاتی دکھائی دیں۔ پارس ٹیکسی میں تھا۔ لہٰذا یہ سمجھنا دشوار تھا کہ کوئی تعاقب میں ہے۔ تیج پال کی کار ایک کوٹھی کے احاطے میں جا کر رک گئی۔ پارس ٹیکسی میں بیٹھا اسے دیکھتا ہوا گزر گیا۔ آگے جا کر اس نے ٹیکسی رکوائی۔ اس کا کرایہ دے کر رخصت کیا پھر پورس سے کہا "وہ گاندھی پارک کے قریب اجنبی دو سو گیارہ میں گئے ہیں۔ میں پارک کے سامنے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

تیج پال بنگلے کے اندر مختلف کمروں میں جا کر کھڑکیوں کے پردے ہٹا کر باہر دور دور تک دیکھ رہا تھا۔ کوئی مشکوک شخص دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ نیلاں نے کہا "تم میرے لیے بہت فکرمند ہو۔"

"میں چاہتا ہوں' کسی بھی دشمن کو یہاں تمہاری موجودگی کا علم نہ ہو۔ اس طرح تم حفاظت اور سکون سے تپسیا کرتی رہو گی۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "میں ایسا ہی جیون ساتھی چاہتی ہوں' جو ہر قدم پر اپنی جان کی طرح میری بھی حفاظت کرے۔"

"ہوں سمجھو۔ اب تو تم میری زندگی کا ایک اہم حصہ بن گئی ہو۔ میں کبھی تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔"

جہاں پارس ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہوا تھا' وہاں ایک وین آ کر رکی۔ اس میں سے ایک شخص نے دوسرے سے کہا "تم پچھلا دروازے پر رہو۔ وہ بھاگنا چاہے گی تو پکڑ لینا۔ اور تم بنگلے کے ادھر انیکسی کے پاس رہو۔"

وہ دونوں وین سے اتر کر چلے گئے۔ گاڑی آگے بڑھتی ہوئی بنگلے کی طرف جانے لگی۔ پارس نے کہا "پورس! یہ نیلاں کا ساتھی ہماری سوچ سے زیادہ غلط ہے۔ یہ بھی نیلاں کو ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ میرے دماغ میں آؤ۔ میں ان کی کھوپڑیوں میں پہنچنے والا ہوں۔"

وہ وین آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بنگلے کے احاطے میں پہنچی۔ اس میں سے تین شخص باہر آئے۔ ایک نے دروازے کے پاس آ کر کال بیل کا بٹن دبایا۔ پارس اس کے دماغ میں تھا۔ اب پورس بھی اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ اپنے ساتھ ہپناٹزم کے ایک ماہر کو لائے تھے اور اس کے ذریعے نیلاں کو تابع بنانا چاہتے تھے۔

دوسری بار کال بیل کا بٹن دبانے سے دروازہ کھلا۔ تیج پال نے آ کر انہیں دیکھا پھر پوچھا "کیا وہ دونوں اپنی پوزیشن میں ہیں۔"

"یس سر! وہ یہاں سے بھاگ نہیں سکے گی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے اندر آئے۔ تیج پال نے کہا "میں نے اسے اپنے بیڈ روم میں بھیج دیا ہے۔ جاؤ اپنا کام کرو۔"

پاس کے آلۂ کار نے ریوالور نکال کر کہا "کام ابھی شروع ہو گا۔"

تیج پال نے کہا "یو ایڈیٹ! اسے ریوالور سے زخمی نہ کرو۔ کیپسول کے ذریعے لمبور کرو۔ اس کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا جا سکے گا۔"

"تو سر! تنویمی عمل یہاں سے شروع ہو گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ تیج پال نے کراہتے ہوئے اپنا زخمی بازو تھام لیا۔ پارس کے آلۂ کار نے اپنے دوسرے ساتھی کو گولی ماری۔ ہپناٹائز کرنے والے کو وہیں چھوڑ کر دوڑتا ہوا بنگلے کے پیچھے جانے لگا۔

فائرنگ کی پہلی آواز سے ہی نیلاں نے چونک کر کھڑکی سے

دیکھا۔ اس کا نیا محبوب زخمی ہوگیا تھا اور دوسرا شخص مارا گیا تھا۔ اس کے ذہن میں فوراً یہ بات آئی کہ پارس اور پورس اسے پکڑنے اور اپنی معمول بنانے آپہنچے ہیں۔ وہ فوراً ہی دوسرا دروازہ کھول کر بھاگتی ہوئی بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی پچھلے دروازے سے باہر آگئی۔

پچھلے دروازے پر ایک شخص کو کھڑا کیا گیا تھا کہ وہ نیلماں کو بھاگنے نہ دے لیکن وہ شخص بھی مردہ پڑا ہوا تھا۔ نیلماں نے پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھا' کوئی نظر نہیں آیا۔ وہ وہاں سے بھاگتی ہوئی بنگلے کی پچھلی گلی سے دوڑتی ہوئی مین روڈ کی طرف جانے لگی۔

پورس نے پارس سے کہا "تجھے تو معلوم ہو چکا ہوگا کہ اس کے پہلے عاشق کا نام جج پال ہے تو اس کے دماغ کے چھپے ہوئے صفحات پڑھتا رہ میں جا رہا ہوں۔"

"تو کہاں جا رہا ہے؟"

"اماں کے پیچھے....."

○☆○

جب تک وفادار کے دربار میں امریکی مشیر اور دوسرے عہدے دار تھے۔ میں مشیر کی سیکریٹری جولی کو اپنی معمولہ بنا کر اس کے دوست اور باڈی گارڈ کی حیثیت سے رہتا تھا۔ جب وہاں سے سب ہی جانے لگے تو میں نے جولی سے پوچھا "یہاں تم نے کوئی ایسا خفیہ اڈا بنایا ہے' جہاں کبھی ضرورت کے وقت چھپ سکو؟"

میرا اس نے خیالات پڑھ کر پہلے ہی معلوم کر لیا تھا۔ اس نے کہا "یہاں ایک مقامی میاں بیوی چار بیڈ رومز کے ایک مکان میں رہتے ہیں۔ انہیں ہماری طرف سے اچھی خاصی رقمیں ملتی رہتی ہیں۔ وہاں ہم مقامی لباس پہن کر مقامی زبان بول کر رہ سکتے ہیں۔"

میں رازداری سے جولی کے ساتھ اس مکان میں چلا آیا۔ ہم نے اپنی دانست میں وہاں کے تمام غیر ملکی سراغ رسانوں کو یا تو ہلاک کر دیا تھا' یا پھر ملک چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن کچھ ایسے تخریب پسند غیر ملکی ہوں گے جنہوں نے جولی کی طرح خفیہ اڈے بنا کر رکھے ہوں گے۔

میں نے کہا "ہمیں کسی خاص موقع پر کچھ مددگار ساتھیوں کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ یہاں کم از کم کسی امریکی سیکرٹ ایجنٹ کو چھپ کر رہنا چاہیے۔"

جولی نے فون کے ذریعے ان سے رابطہ کیا۔ انہیں بتایا کہ وہ میرے ساتھ کہاں چھپی ہوئی ہے۔ میں نے بھی جولی کے ذریعے معلوم کیا کہ دو سیکرٹ ایجنٹ نے اپنی روپوشی کے لیے کہاں جگہ بنائی ہے؟ وہ دونوں ایجنٹ صحت مند تھے اس لیے میں نے فی الحال ان کے دماغوں کو نہیں چھیڑا۔

دن گزرتے گئے تھے اور میری دی ہوئی مہلت کا صرف ایک دن رہ گیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے اور بڑے ممالک سے ہاٹ لائن پر بار بار گفتگو ہو رہی تھی۔ وہ یقین دلا رہے تھے کہ سوو کے مسلمانوں کو ان کے وطن ضرور واپس لایا جائے گا لیکن تو انہیں حدود میں ضابطے کی کارروائی ہو رہی ہے۔ اس کے لیے وقت کی پابندی نہ لگائی جائے۔"

بابا صاحب کے ادارے سے کہا جا رہا تھا "آج کا ایک دن اور ایک رات رہ گئی ہے۔ مہلت کا ایک ہفتہ کل صبح ختم ہو جائے گا۔ کل' شام میں جتنے امریکی اور اسرائیلی باشندوں کے کاروبار' جائداد اور بینک بیلنس ہیں' وہ سب مقامی باشندوں کو دے دیے جائیں گے۔"

پھر یہی عمل.... اردن اور لبنان میں دہرایا جائے گا۔ جس طرح فرہاد شام میں رہ کر کوسوو کے مسلمانوں کی آبادکاری کے لیے مسئلہ پیش کر رہا ہے۔ اسی طرح اردن میں علی تیمور اور لبنان میں سونیا رہ کر الجزائر کے مسلمانوں کی آزادی اور غیر مسلموں کی جلاوطنی کا مسئلہ پیش کریں گے۔ مختصر یہ کہ اسلامی ممالک کی آزادی کے لیے.... شام سے ہماری ایسی کارروائی کی ابتدا کی جا رہی ہے۔ کل صبح ہوتے ہی غیر ملکیوں کے لیے.... شام کے دروازے بند کر دیے جائیں گے۔

میں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کو بتا دیا تھا کہ وہ دو سیکرٹ ایجنٹ کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ جولی میری نگاہوں کے سامنے دن رات رہا کرتی تھی۔ اس نے ایک بار کہا تھا "میں کچھ عجیب سی بے چینی محسوس کرتی رہتی ہوں۔"

میں نے پوچھا "کیسی بے چینی؟"

وہ کچھ پریشان ہو کر بولی "میں رات کو تمہارے ساتھ سوتی ہوں۔ مجھے پتا نہیں چلتا کہ کب نیند آگئی ہے۔ صبح اٹھتی ہوں تو تم مجھ سے پہلے باتھ روم میں شاور لے رہے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' ہمارے درمیان عسل کرنے والی کوئی بات کب ہوتی ہے؟"

میں نے کہا "تعجب ہے' ہم اتنی محبت سے راتیں گزارتے ہیں اور تمہیں یاد نہیں رہتا۔"

"اگر رات کی باتیں یاد رہتی ہیں تو دن کی کوئی بات یاد رہنی چاہیے۔ کبھی تم دن کے وقت بھی تنہائی میں میرے قریب نہیں آئے۔"

"کیا تم میرے قریب آتی ہو؟ کیا تمہیں اپنی بے رخی یاد آتی ہے؟"

"میں سچ کہتی ہوں' کئی بار میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں تمہارے قریب آکر تمہاری گردن میں بانہیں ڈالوں اور خوب پیار بھری باتیں کروں مگر میں ایسا کر نہیں پاتی۔"

"ذرا غور کرو' تم ایسا کیوں نہیں کرتی ہو؟"

"موجودہ حالات ہمارے لیے مسائل پیدا کر رہے ہیں۔ فرہاد علی تیمور نے ایسی مشکلات پیدا کر دی ہیں کہ پیار و محبت کی کوئی بات یاد آتی ہے تو کسی نہ کسی مسئلے میں ذہن ایسے الجھ جاتا ہے جیسے کسی

زبردستی میری جسمانی خواہش کو پیچیدہ مسئلے کی طرف موڑ دیا ہو۔"

ایسا میں ہی کرتا تھا۔ اسے اپنے سے دور رکھنے کے لیے اس کے ذہن کو دوسری طرف مائل کرتا رہتا تھا پھر..... شام چھوڑنے کا کہا تو وہ اس معاملے میں الجھ کر رہ گئی۔ ہم وہاں سے دوسرے میں رازداری سے آگئے۔ اس مکان میں صرف ایک میاں بیوی تھے۔ انہوں نے ہمیں رہنے کے لیے ایک کمرا دیا۔ وہاں اس کو "اب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے لیے مسئلہ نہیں بنے گا۔ زیادہ سے زیادہ دنوں کی مہلت دی ہے۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ دیکھا کیا ہے' ہماری جیت ہوگی۔ فرہاد اور بابا صاحب کے ساتھ کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو اس ملک سے جانا ہوگا۔"

میں نے کہا "اپنے مخالفین کو کبھی کمزور نہ سمجھا کرو۔"

"اچھا بس کرو۔ آج ہم سارے مسائل بھول کر بند کمرے میں کچھ اور وقت گزارتے رہیں گے۔"

میں نے سوچا' آج کیسے بچ پاؤں گا؟ لیکن انسان گناہ سے بچنا کی قدرت بھی اس کا ساتھ دیتی ہے۔ اس رات بڑی تیز ہوا چل رہی تھیں جیسے طوفان آنے والا ہو۔ جولی نے کھڑکی کو بند کر کے پردہ برابر کرنا چاہا تو بے خیالی میں اس کا ایک دروازے کی چوکھٹ پر رہ گیا۔ اس نے پردے کو ہٹایا تو ہوا کی سے دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند ہوا۔ جولی کے حلق سے نکل گئی۔ میں نے دوڑتے ہوئے آکر دروازے کو کھولا۔

دروازے اور چوکھٹ کے درمیان اس کی چار انگلیاں کچل گئی تھیں۔ چاروں انگلیوں سے خون رس رہا تھا۔ اس مالک مکان نے فرسٹ ایڈ بکس لا کر اس کی مرہم پٹی کی۔

جولی بڑی ذہین' دلیر اور قوت برداشت رکھنے والی سراغ رساں تھی۔ انگلیاں چوٹ لگنے کے باعث میں خیال خوانی کے ذریعے اسے اٹھا لیکن بات کچھ سے کچھ ہو گئی۔ اس نے مرہم پٹی کے بعد مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر پوچھا "تم؟ تم کون ہو؟"

اس سوال نے مجھے چونکا دیا۔ فوراً سمجھ میں آگیا کہ بری طرح صدمے کے باعث تنویمی عمل کا اثر کمزور پڑ گیا ہے۔ مالک مکان نے بتایا تھا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ یہ تمہارا ساتھی مارک سائمن ہے۔

مجھے بیگانگی سے دیکھتی ہوئی بولی "مارک سائمن؟ اس نام کا میرا ساتھی نہیں ہے اور میں اسے پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے کئی بار دیکھ چکی ہو۔ امریکی انٹیلی جنس ہیڈکوارٹر روم میں میری فائل پڑھ چکی ہو۔ ویڈیو فلموں میں مجھے کئی بار دیکھ چکی ہو۔"

جولی بہت ہی پریشان ہو کر بولی "تم... تم فرہاد ہو؟"

"ہاں تمہیں اس لیے یقین نہیں آئے گا کہ تم اب تک زندہ ہو۔ تمہاری خفیہ ایجنسی کے تمام جاسوس حرام موت مر چکے ہیں اور وہ سیکرٹ ایجنٹس جو بہت چالاک بن کر چھپتے پھر رہے تھے' انہیں بھی ہلاک کر دیا گیا ہے۔ صرف تم رہ گئی ہو۔"

"تم نے مجھے کیوں زندہ رکھا ہے؟"

"تمہارے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ تم بہت ہی ذہین' دلیر اور بڑی ہی سخت جان ہو..... تمہیں امریکا کی اے ون جاسوسہ کہا جاتا ہے۔ اگر مجھ سے بچ نکلو گی تو میں بابا صاحب کے ادارے کے ریکارڈ میں اے ون جاسوسہ کی حیثیت سے تمہارا نام درج کراؤں گا۔"

وہ اپنا ہاتھ دکھاتی ہوئی بولی "میں زخمی ہوں اور مجھے آزمانا چاہتے ہو؟"

"تمہارا زخم بھر جائے گا۔ تمہارا دماغ حساس ہو جائے گا۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں نہیں آسکے گا۔ تمہاری اپنی جتنی صلاحیتیں ہیں' وہ سب بحال کرنے کے بعد آزماؤں گا۔"

"واقعی تم مردوں والی بات کر رہے ہو۔"

"اور ایک مرد والی بات یہ ہے کہ تمہیں بابا صاحب کے ادارے کی کوئی عورت ہی آزمائے گی۔ سونیا' ثانی یا فہمی اور فہمی سب سے نو آموز ہے۔ ابھی اسے زیادہ خطرناک مراحل سے گزرنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ اس میں دو خوبیاں ہیں۔ ایک تو خداداد ذہانت کی مالکہ ہے دوسرے ناقابل شکست فائٹر۔ میری پیش گوئی ہے کہ موجودہ حالات سے نمٹنے کے بعد میری وہ بہو تمہیں اپاہج بنا کر زندہ رکھے گی۔"

جولی نے مسکرا کر کہا "میرے لیے یہ بہت ہے کہ ابھی میں کچھ عرصہ تک تم سب کی عداوت سے محفوظ اور زندہ رہوں گی۔"

"میں تم سے عداوت نہیں کروں گا۔ شرط یہ ہے کہ ایسی ایک چھت کے نیچے میرے ساتھ رہو گی۔ اگر یہ سمجھتی ہو کہ یہاں تمہارا کوئی جاسوس یا مددگار زندہ ہے تو اس سے رابطہ کر سکتی ہو۔ فون کے ذریعے اپنے امریکی اکابرین سے گفتگو کر سکتی ہو۔"

"میں مناسب نہیں سمجھتی۔ جس سے بھی رابطہ کروں گی' اسے بتانا پڑے گا کہ تمہاری گرفت میں زندہ ہوں پھر میرے سب ہی مجھ سے کترائیں گے۔ کوئی نہیں چاہے گا کہ تمہاری خیال خوانی کے ٹارگٹ پر آئے۔"

میں نے اس مکان کے مالک اور اس کی بیوی سے کہا "تم دونوں نے بھی سمجھ لیا ہوگا کہ خاموشی میں تمہاری جان کی امان ہے۔ میری دی ہوئی مہلت تک تین خیال خوانی کرنے والے تمہارے دماغوں میں رہا کریں گے۔ میرے کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کی جائے گی یا کسی دوسرے طریقے سے مجھے نقصان پہنچانے

کی کوششیں کی جائیں گی تو وہی نقصان اسے پہنچا کرے گا۔"

یہ کہہ کر میں دوسرے کمرے میں سونے کے لیے چلا گیا۔ وہاں رہنے تک کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ میرے خلاف کوئی تدبیر بھی سوچنا' عمل کرنا تو دور کی بات تھی۔ جولی نے بھی اس لیے کوئی مکاری نہیں دکھائی کہ میں نے اسے زندہ رہنے کی ضمانت دی تھی۔

آخر ملت کی آخری رات بھی گزر گئی۔ اس رات کی صبح ہونے سے پہلے ہی اچانک کئی گوریلا فوجی محل میں گھس آئے۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ ایک رات پہلے محل کے تہ خانے میں آکر چھپ گئے تھے۔ وفادار کی فوج کے اعلیٰ افسران کی رضامندی اور مدد کے بغیر وہ گوریلے محل کے تہ خانے میں نہیں آسکتے تھے۔ ان کے دو کمانڈر یوگا کے ماہر تھے۔ انہوں نے وفادار کو گن پوائنٹ پر رکھ کر محل کے ہال میں لاکر ریڈیو' ٹیلی وژن اور اخبارات کو اطلاع دی کہ وفادار کی زندگی کا اختتام دیکھنا ہے تو محل میں اپنے کیمروں' سائونڈ ریکارڈنگ مشین کے ساتھ فوراً چلے آئیں۔ ان کی آنکھوں دیکھی رپورٹ اخبارات میں شائع ہوگی اور سیٹلائٹ کے ذریعے اس محل کا منظر ساری دنیا میں پیش کیا جائے گا۔

وہ گوریلے آخر کہاں سے آئے تھے؟ کس ملک یا کس خفیہ تنظیم سے تعلق رکھتے تھے؟ یہ ابھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ ان کے لباس اور ہتھیار سے اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ ان کے چہرے اور ہاتھ نیلے' سرخ' سفید اور سیاہ رنگوں سے چھپے ہوئے تھے۔ اس لیے ان کے جسموں کی صحیح رنگت نظر نہیں آرہی تھی۔

جتنے گوریلے محل کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے تھے' وہ سب گونگے بنے ہوئے تھے۔ اس روز محل کے محافظ مسلح نہیں تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ خیال خوانی کرنے والے ان کے ذریعے گولیاں چلا کر گونگے گوریلوں کو بولنے پر مجبور کردیں گے۔

کئی گن والوں کا رخ وفادار کی طرف تھا اور وفادار بڑی ناگواری سے ایک شاہانہ طرز کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ عالمی میڈیا سے تعلق رکھنے والے افراد اس منظر کو پوری دنیا میں نشر کرنے کے لیے آچکے تھے۔ کئی کیمروں کو آن کرنے کے بعد وفادار سے پوچھا گیا "..... جناب عالی! آپ کے محل میں سخت پہرہ لگا رہتا ہے پھر یہ نامعلوم گوریلے کہاں سے آگئے ہیں؟"

وفادار نے کہا "میری اجازت کے بغیر میری رہائش میں ایک پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ یہاں صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے میری مرضی کے بغیر میری رہائش میں تو کیا' میرے دماغ میں بھی آجاتے ہیں۔"

سوال کرنے والے نے کہا "اسرائیل میں ایک الپا ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ امریکا میں کوئی یہ علم نہیں جانتا۔ ایک تنہا الپا گوریلوں کی اتنی بڑی فوج کو یہاں لاکر کنٹرول نہیں کرسکتی۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تمام گوریلے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں؟"

وفادار نے کہا "اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ پچھلے ایک ہفتے سے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے زبردستی میرے رہائشی علاقے میں آکر میرے ملکی معاملات میں مداخلت کررہے ہیں اور میں مجبور ہوں۔ کسی بھی طرح انہیں اپنے دماغ سے اور اپنے ملک سے جانے کی گزارش کرتا ہوں لیکن ان کے جارحانہ عزائم ابھی ظاہر ہورہے ہیں۔ یہ ابھی مجھے گولی ماریں گے تو دنیا کی ایسی کون سی طاقت ہے جو مجھے ان سے بچا سکے گی؟"

"یہ آپ کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہیں؟"

"ہمارے درمیان نظریات کا اختلاف ہے۔ یہ اسلامی فکر ہے۔ میں کہتا ہوں' ہم مسلمانوں کو انسان ہونے کی حیثیت سے امریکا اور اسرائیل سے بھی سفارتی تعلقات رکھنا چاہئیں لیکن بابا صاحب کے ادارے کے مسلمانوں نے یہاں سے امریکیوں اور یہودیوں کو نکال دیا ہے۔ اس ادارے کے مسلمان اسلامی فکر میں صرف مسلمانوں کو رکھ کر انتہاپسندی کا ثبوت دینا چاہتے ہیں۔"

ایک صحافی نے گوریلا کمانڈر سے کہا "وفادار محترم کے بیان کے مطابق آپ کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ کیا آپ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں؟"

کمانڈر نے کہا "میں نے اور میرے چار گوریلا ماتحتوں نے وفادار محترم کو گن پوائنٹ پر رکھا ہے۔ یہ ابھی ساری دنیا دیکھ رہی ہے۔ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ میرے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں آسکتا۔"

"لیکن مسٹر فرہاد اور ان کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے آسکتے ہیں۔ آپ کے تمام گوریلے گونگے بنے ہوئے ہیں' ان کے دماغوں میں بھی آسکتے ہیں۔"

"بے شک آسکتے ہیں۔ اگر ہمارا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے تو کسی گوریلا سپاہی کو گونگا بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ مسٹر فرہاد کے کسی بھی خیال خوانی کرنے والے سے نمٹنے کے لیے زبردست نہیں رہنا چاہیے۔"

"ہاں۔ یہ ٹھوس دلیل ہے کہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے کو صرف ایک الپا سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ وہ کتنے گوریلوں کو کنٹرول کرسکے گی؟"

کمانڈر نے کہا "اس طرح یہ ثابت ہورہا ہے کہ یہ سب بابا صاحب کے ادارے سے نہیں' کسی اور ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں اندیشہ ہے کہ منہ سے آواز نکالیں گے تو ٹیلی پیتھی کا شکار ہوجائیں گے۔"

"آپ کمانڈر ہیں۔ آپ بتائیں کہ بابا صاحب کے ادارے

آپ تمام کا تعلق نہیں ہے تو پھر آپ لوگ کون ہیں؟ کیوں دشمن بن کر یہاں آئے ہیں؟"

اسی وقت موبائل فون کی بزر کی آواز ابھری۔ کمانڈر نے کال کا بٹن دبا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے امریکن فوج کا اعلیٰ افسر غصے سے کہا "کمانڈر! یہ تم کیا بکواس کررہے ہو؟ ہمارے ملک کا نام نہ لینا۔"

کمانڈر نے کہا "سر! آپ کے منع کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ سب کے دماغ میں انکی ہوئی ہے۔"

"کون انکی ہوئی ہے؟"

"وہ..... سونیا..... مجھے گوالا بنا کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کررہی ہے۔"

[illegible] کی بساط پر کسی ایک مہرے کو آگے بڑھاتے وقت [illegible] سوچنا پڑتا ہے کہ آگے جاکر وہ مہمات دے گا یا مات [illegible] بہترین چال باز اس بنیادی نکتے کو ہمیشہ ذہن میں رکھتے [illegible]

لیکن بابا صاحب کی بچھی ہوئی بساط پر سونیا ایک ایسا مہرہ تھی [illegible] چال بڑے سے بڑے چالبازوں کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ [illegible] طرح پینترا بدل کر شہ مات دینے والی ہے۔

[illegible] دور ہی دور سے گھیرنے والے مخالفین پیرس کے ائر [illegible] اصلی چہرے کے ساتھ دیکھتے آرہے تھے۔ اس نے باتھ [illegible] جاکر ذرا سا حلیہ بدلا اور ایک کبڑی عورت بن گئی تو [illegible] حقارت سے مسکرائے کیونکہ بھیس بدلنے کے باوجود وہ [illegible] ہی تھی۔

[illegible] پرواز کے دوران میں اسے گھیر لیا گیا۔ بڑی خوش فہمی تھی [illegible] سے چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ اس اکیلی کو تو [illegible] ہے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ کبڑی کیوں بن گئی [illegible] نے زندگی کی بلندی سے موت کی پستی میں چھلانگ لگا دی [illegible] لگتے ہی پیٹرول کی ٹنکی پر فائر کرکے اسے موت کا

[illegible] نے آخری لمحات میں کھڑکیوں سے دیکھا' تب پتا چلا [illegible] مہمات کھانے کے لیے نہیں' مات دینے کے لیے تھا [illegible] لانگ کاٹ کے ذریعے وہ بڑے آرام سے زمین پر

[illegible] پہنچ کر اس نے پھر بھیس بدل لیا۔ اپنے اصلی چہرے کے [illegible] ایک ماتحت سراغ رساں بہروز کو لے کر پہاڑی تفریح [illegible] اس کا یہ مقصد پورا ہوگیا کہ لبنان میں چھپے ہوئے [illegible] ذرائع سے یہ اطلاع مل جائے کہ سونیا اپنے اصلی [illegible] لبنان کی ایک پہاڑی تفریح گاہ میں پہنچ گئی ہے۔ [illegible] میں چند دشمنوں سے ٹکراؤ ہوا اور تصدیق ہوگئی کہ وہ [illegible] میں بیروت پہنچنے والی ہے۔

بہروز کار ڈرائیو کرتا ہوا' اسے بیروت لے جارہا تھا اور وہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی اپنے چہرے پر تبدیلیاں کررہی تھی۔ یوں بیروت میں تلاش کرنے والے دشمن اسے پہچان نہیں سکتے تھے۔

شام اور اردن کے حالات کے پیش نظر لبنان میں رہنے والے غیر ملکی بھی اپنا بوریا بستر باندھ کر امریکا اور اسرائیل واپس جارہے تھے۔ امریکا جانے والوں کے لیے فوراً طیاروں کے انتظامات نہیں ہوسکتے تھے اس لیے اسرائیلی حکومت سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے طیاروں میں امریکی باشندوں کو اسرائیل پہنچائے۔ کوئی بہانہ کام نہیں آئے گا۔ شام سے پہلے تمام غیر ملکی باشندوں کو لبنان چھوڑنا ہوگا۔

ہنگامی حالات میں جانے کے باعث پاسپورٹ اور ویزا کی پابندیاں نہیں تھیں۔ جو بھی غیر ملکی تھا' وہ جارہا تھا۔ سونیا اور بہروز بھی اس بھیڑ میں شامل ہوگئے۔ بیروت میں کوئی خاص مصروفیت نہیں تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ مخالفین اسرائیل کے شر سے بچ کر اپنی فطرت سے باز آئیں گے یا وہاں سے کوئی مکاری کریں گے۔

وہ سفر کے دوران میں خاص افراد کے خیالات پڑھتے رہے۔ سیاسی چالوں میں بعض اوقات ایک معمولی شخص بھی بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ بہروز نے کہا "میڈم! ایک ادھیڑ عمر کا شخص ہے۔ آپ میرے دماغ میں آئیں' میں اس کے اندر پہنچنا چاہ رہا ہوں۔"

سونیا بہروز کے ذریعے اس شخص کے دماغ میں پہنچی۔ اس کا نام سام بیکسن تھا۔ کئی برس پہلے امریکی فوج کا ایک اعلیٰ افسر تھا لیکن فوج کے اصولوں کے خلاف اقدامات کرنے کے باعث اسے آرمی سے نکال دیا گیا تھا۔ اسے آرمی سے نکالنا... محض ایک ڈراما تھا۔ حقیقتاً اسے درپردہ سیکرٹ ایجنٹ بنا کر ایک بزنس مین کی حیثیت سے مختلف اسلامی ممالک میں بھیجا گیا تھا۔

سیکرٹ ایجنٹ سام بیکسن کی ایک خفیہ گوریلا فوج اسرائیل میں ایمرجنسی ایکشن کے لیے موجود رہتی تھی اور اس کے چھ کمانڈوز بزنس پارٹنر اور ایڈوائزر کی حیثیت سے اس کی ایک کال پر جان کی بازی لگانے چلے آتے تھے۔

سام بیکسن پینے کا عادی تھا۔ اپنے یوگا نہ جاننے والے کمانڈوز سے دور رہتا تھا۔ کبھی ضرورت کے وقت سامنے آکر کسی خاص مشن کی مکمل بلانگ سمجھاتا تھا۔ شام میں اسے صرف دو کمانڈوز کی ضرورت تھی۔ ان کے ماتحت اس نے بیس عدد گوریلا فوجی دیے تھے۔ وفادار کی فوج کے چند افسران سے معاملات طے ہوچکے تھے کہ وہ دو کمانڈوز اور گوریلے وفادار کی فوج کی وردیاں پہن کر آئیں گے اور رات کی تاریکی میں انہیں محل کے تہ خانے کے اندر پہنچا دیا جائے گا۔

سام بیکسن لبنان سے ہجرت کرنے والے غیر ملکی باشندوں

کے ساتھ تل ابیب پہنچا۔ وہاں پہلے ہی اس کی کال پر دو کمانڈوز پہنچے ہوئے تھے۔ وہ ایک بڑی سی میز پر محل کا نقشہ پھیلا کر بتانے لگے کہ انہیں وفادار کی فوج کے چند افسران کی مدد سے کس راستے سے محل میں داخل ہو کر یہ خانے میں پہنچنا ہے۔

اس ساری پلاننگ میں ایک ہی تشویش کی بات تھی کہ صرف دو کمانڈوز اور تین گوریلے یوگا کے ماہر تھے۔ باقی ٹیلی پیتھی کی زد میں آسکتے تھے۔ ان سترہ گوریلوں کو سختی سے حکم دیا گیا تھا کہ وہ مشن کی تکمیل تک گونگے بنے رہیں گے۔

سونیا اور بسروز کو سام بیکسن کے خیالات سے معلوم ہوا تھا کہ ان کمانڈوز اور گوریلوں نے تل ابیب میں کہاں قیام کیا ہے؟ انہیں کھانا سپلائی کرنے والے ملازموں کے ذریعے اتنی کم مقدار میں اعصابی کمزوری کی دوا کھلائی گئی تھی کہ وہ واضح طور پر کمزوری محسوس نہ کرسکیں۔ صرف سستی اور تھکن سی محسوس ہوسکے۔ دماغوں کا اس حد تک ناتواں ہونا ہی کافی تھا۔ سونیا اور بسروز نے بڑی راز داری سے ان کے اندر پہنچ کر انہیں اپنا مطیع اور معمول بنالیا۔

ان کمانڈوز اور گوریلوں نے منصوبے کے مطابق وفادار کے محل میں پہنچ کر ایک رات یہ خانے میں گزاری پھر دوسرے دن وفادار کو گن پوائنٹ پر دربار میں لے آئے۔ جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے' ریڈیو' ٹیلی وژن' اخبارات اور دوسرے تمام عالمی میڈیا کے ذریعے اس منظر کو پیش کیا جارہا تھا۔ اس منصوبے کا ایک اہم پہلو یہ تھا کہ وہ دو کمانڈوز اور تمام گوریلے عربی زبان روانی سے بولتے تھے۔ تمام دنیا والوں پر یہ ثابت کرنا تھا کہ وہ امریکی یا اسرائیلی نہیں ہیں بلکہ بابا صاحب کے ادارے سے آئے ہیں۔ میں نے وہاں سے امریکیوں اور اسرائیلیوں کو نکالا۔ اب بابا صاحب کے ادارے کی فوج کی مدد سے ملک میں افراتفری پھیلا کر اس ملک پر قبضہ جمانے کے بعد' آئندہ دوسرے اسلامی ممالک میں بھی یہی کرنا چاہتا ہوں۔

یہ بہت بڑا سیاسی حملہ تھا۔ یہ ثابت کرنا دشوار ہوتا کہ ہم میں ملکوں کو فتح کرنے والی توسیع پسندی نہیں ہے۔ بابا صاحب کا ایک چھوٹا سا ادارہ ہی ساری دنیا پر چھاجانے کے لیے کافی ہے۔ ہم اسلامی ممالک میں صرف نظام اسلام رائج کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن یہ تیاریاں پہلے سے ہو چکی تھیں۔ دنیا والوں کو یہ دکھانا تھا کہ بابا صاحب کا ادارہ اپنی ٹیلی پیتھی کی قوت کا لوہا منوا کر پہلے اسلامی ممالک کو پھر غیر اسلامی ممالک کو اپنے زیر اثر لانا چاہتا ہے اور ایسا کرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے کے گوریلے وفادار کو گولی مارنے چلے آئے ہیں۔

میں اس وقت ایک مکان میں امریکی جاسوسہ جولی کے ساتھ تھا۔ جب ٹی وی پر یہ دکھایا جارہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے گوریلوں نے وفادار کو گن پوائنٹ پر رکھا ہے تو جولی نے مجھ سے کہا "دیکھو یہ ہے تمہارا اسلام۔ تم لوگ اس ملک پر جبراً قبضہ کرنے کے لیے وفادار کو گولی مارنا چاہتے ہو۔"

میں نے کہا "ہمارے ادارے میں گوریلا فوج نہیں ہے۔ دنیا کا پہلا ادارہ ہے جو کسی فوج کے بغیر قائم ہے اور قائم یہ اسکرین پر اپنے چہروں کو لال' پیلے' نیلے' سفید اور کالے سے چھپا کر آئے ہیں۔ یہ بہروپئے ہیں۔ ابھی ان کی اصلیت ہوجائے گی۔"

"اس کا مطلب ہے تم ان کمانڈوز اور گوریلوں سے پڑھ رہے ہو۔"

"تم نے مجھے باتوں میں الجھا رکھا ہے۔ ان کے خلاف کیسے پڑھوں گا۔"

"میں خاموش رہوں گی' تم خیال خوانی کرو۔"

"خیال خوانی کا مطلب یہ ہے کہ میں یہاں سے غائب رہوں اور تم مجھ پر حملہ کرکے بری طرح زخمی کردو تاکہ میں خوانی کرنے کے قابل ہی نہ رہوں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ مجھ سے ڈر کر تم خیال خوانی نہیں ہو۔ اس طرح محل میں جو ہونا ہے' وہ ہو کر رہے گا۔"

"تم اسکرین کو نہیں' مجھے دیکھتی جارہی ہو۔ اتنی لگاؤ باوجود میں نے تمہارے بدن کو چھونے کے قابل نہیں سمجھا۔"

"کھسیانی بلی' کھمبا نوچے۔ اب خیال خوانی نہیں کرپارہی مجھے کترنا رہے ہو۔"

"کترا ہوا نہیں؟ اسے چھوڑو ابھی ٹی وی اسکرین پر پتا چلے گا کہ ہم کس طرح بازی پلٹ دیتے ہیں۔"

اس نے اسکرین کی طرف دیکھا۔ وفادار کو گن پوائنٹ رکھنے والا کمانڈو اپنے موبائل فون پر کہہ رہا تھا کہ اس میں وہ انکی ہوئی ہے۔

دوسری طرف سے پوچھا "کون انکی ہوئی ہے؟"

جواب ملا "میڈم سونیا میرے دماغ میں بیٹھی ہوئی ہیں"

اس بات سے ظاہر ہوگیا تھا کہ سونیا وفادار کی حفاظت ہے اور کمانڈو کو گولی چلانے کا موقع نہیں دے رہی ہے۔ پہلے جو گفتگو ہورہی تھی اس سے یہی اندازہ ہورہا تھا کہ صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے کمانڈوز اور نہیں ہیں۔

دوسرے کمانڈو نے اپنے ساتھی سے کہا "یہ کیسی باتیں ہو؟ تم یوگا کے ماہر ہو۔ سونیا تمہارے دماغ میں کیسے

اس کے ساتھی نے کہا "زیادہ خوش فہمی میں تمہارے دماغ میں علی بیٹھا ہوا ہے۔ ابھی ہمارا پول ہے۔"

امریکی اور اسرائیلی اکابرین پہلے بہت خوش ہو کے کئی چینلز سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ جب رفتہ رفتہ سامنے آنے لگی تو فوراً ہی تمام ٹیلی وژن اور

بنے والے شعبوں کو حکم دینے لگے "فوراً پروگرام تبدیل کرکے پیش نشر کرو اور یہ الزام دو کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تمام ٹی وی پروگراموں کو تبدیل کرکے ہیلتھ شام کا یہ رانی منظر پیش کررہے ہیں۔ امریکا اور اسرائیل پر الزام عائد رہے ہیں کہ ان کے کمانڈوز اور گوریلے' وفادار کو قتل کرنے نے ہیں۔"

لیکن ان احکامات پر عمل نہیں ہورہا تھا۔ سونیا اور بسروز نے پچھلی شام ہی اپنے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سمجھا دیا تھا کہ ہیلتھ کے شعبوں اور عالمی میڈیا کے تمام اہم عہدیداروں کے ذہن پر کس طرح حاوی رہنا ہے۔

محل میں جتنے ٹی وی کیمرے' ساؤنڈ ریکارڈسٹ اور تکنیکی عملے کے افراد آئے تھے۔ وہ بھی ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کے زیر اثر تھے۔ لہٰذا ان بڑے ممالک کے اکابرین کے احکامات کے مطابق تبدیلیاں نہیں ہورہی تھیں۔ وہ پروگرام نشر ہورہا تھا۔ دنیا دیکھ رہی تھی' جو اپنے چہروں کو لال' پیلے اور کالے رنگوں سے چھپا کر آئے تھے' وہ رنگوں کو دھو کر اپنے اصلی چہرے دکھا رہے تھے اور انگریزی میں بیان دے رہے تھے۔

بیان وہی تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کو بدنام کرنے کے لیے خود وفادار اور اس کی فوج کے چند افسران نے ان امریکی کمانڈوز اور گوریلوں سے تعاون کیا تھا۔ ان کے تعاون کے بغیر وہ لوگ پچھلی رات سے محل کے یہ خانے میں آکر چھپ نہیں سکتے تھے۔ آخر وفادار نے کہا "بے شک ہم امریکی سپر پاور چاہتے ہیں۔ امریکا سے تعلقات رکھنے کے باعث ہمیشہ ہمارے ملک میں امن وامان رہتا ہے اور کبھی کسی ملک سے جنگ چھڑنے کا خدشہ نہیں رہتا لیکن پچھلے ایک ہفتے سے بابا صاحب کے ادارے نے ہمارے ملک کی ہلات میں مداخلت کرکے عوام میں خوف وہراس پیدا کیا ہے اور کررہے ہیں۔ ہمارے دیرینہ رفیق امریکا سے ہمیں بدظن کررہے ہیں۔ ہم نے امریکی کمانڈوز اور گوریلوں کو خود اپنی مرضی سے طلب ہیں۔ ان سے گزارش کی ہے کہ ہمیں ایسے انتہا پسند مسلمانوں سے نجات دلا دیں جو بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم سب کے دماغوں میں گھس کر ہمیں بھی اپنا بنا کر دین اسلام کو بدنام کررہے ہیں۔ یہ کوئی اسلام نہیں کہ آپ جبراً کسی کے ملک میں اور کسی کے یہ میں اور کسی کے ذہن میں گھس کر ٹیلی پیتھی کا جادو کرنے لگیں۔"

جولی نے کہا "وفادارِ محترم! آپ نے بہت کہہ لیا۔ یہ ہماری ہے کہ ہم نے آپ کو کتنے دیا۔ آپ کے بیان کے مطابق ہے تو ایک لفظ کہنے کی اجازت نہیں دیتے۔ یہ ہماری نیکی اور ہے کہ آپ زندہ سلامت بیٹھے ہیں ورنہ ہماری فوج آپ نے بنا سکتی ہے' یہی آپ کو ابھی ہمارے حکم پر گولی مار سکتی ہے ہمارا دین ہمیں انتہا پسندی اور جبر نہیں' صبر اور تحمل سکھاتا ہے۔ ہم آپ کے محل میں اتنے طاقت ور ہیں کہ وہ مریکی اکابرین اپنے وار روم میں بیٹھے بے بسی سے یہ تماشا دیکھ رہے ہیں جو بھی یہ الزام نہیں دے سکیں گے کہ ہم انتہا پسند ہیں۔ اپنی طاقت منوانے کے لیے ہم نے یہاں ایک انسان کا بھی خون نہیں بہایا ہے۔ حتیٰ کہ امریکی فوج کا ایک ایک سپاہی محفوظ ہے۔"

سونیا نے کہا "ہم نے امریکی اور اسرائیلی باشندوں کو عارضی طور پر یہاں سے بے گھر کیا تاکہ انہیں احساس ہو کہ کوسوو کے بے گھر اور بے وطن ہونے والوں کے دل ودماغ پر کیا گزر رہی ہوگی۔ ہم نے انسانیت کی بنیاد پر کہا تھا کہ ان مسلمانوں کو آباد کرو اور خود یہاں آکر دوبارہ آباد ہوجاؤ لیکن یہ انسانیت دوسروں کی سمجھ میں کیا آئے گی جب کہ یہاں کے مسلمان حکمرانوں کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ ہم اس ملک میں حکومت کرنے نہیں آئے تھے۔ ہمارا مقصد نیک تھا۔ ہم چاہتے تھے کہ اسلامی ممالک متحد ہو کر اپنا وقار بلند کریں لیکن وفادارِ محترم نے واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ ان کا اسلامی وقار نہیں بلکہ حکومتی اقتدار کا وقار امریکا کی سرپرستی میں

مقبول عام مصنف ایم اے راحت کے سدا بہار قلم سے شاہکار ناول

سامون

مستقبل کو فتح کرنے کے ارادے سے نکلنے والے نوجوان کا احوال

★

وہ شاندار ماضی سے منہ موڑ کے آگ اور خون کے راستے پر چل نکلا۔

سامون

نہایت منفرد پراسرار سلسلہ

★

مکمل تین حصوں میں شائع ہوگیا ہے

فی حصہ ـــــ/۸۰ روپے

عاطف پبلی کیشنز

قائم رہے گا۔ لہٰذا وفادار کی اپنی پسند کے مطابق ہم اس ملک سے چلے جائیں گے اور ہم ایسے وقت جانے کی بات کررہے ہیں جب کہ دنیا کے تمام بڑے ممالک اپنے تمام ایٹمی ہتھیار استعمال کرکے بھی ہمیں یہاں سے جانے پر مجبور نہیں کرسکتے تھے۔ ہماری واپسی کے بعد ساری دنیا اس حقیقت کو سمجھے کہ چوروں کی طرح اپنی فوج بھیجنے والا امریکا جارحیت پسند ہے اور پھر ہم جیتی ہوئی بازی صرف امن وامان کی خاطر ہار کر جارہے ہیں۔ ہم نے اپنا مقصد حاصل کرلیا ہے۔ اب آپ لوگ خود سمجھیں کہ حق کیا ہے۔ دیٹس آل۔ دِس ہسٹوریکل ایونٹ کم ٹو این اینڈ....."

ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جناب تیرن کے حکم سے واپس آگئے۔ ان تمام چینلز سے خبریں نشر ہونے لگیں۔ امریکی اپنے نقطۂ نظر سے کہہ رہے تھے کہ وہ جارحیت پسند نہیں ہیں۔ انہوں نے دنیا کی گزارش پر اس ملک کی سلامتی کی خاطر اپنی گوریلا فوج بھیجی تھی۔

انہوں نے یہ اعتراف نہیں کیا کہ ہم کتنے امن پسند ہیں۔ ہم نے امریکی فوج کے کسی ایک سپاہی کا بھی خون نہیں بہایا۔

اپنی کمزوریوں کو بھی تسلیم نہیں کیا کہ وہ اپنے باشندوں کو شام سے ہجرت کرنے سے نہ روک سکے۔ نہ وفادار کو ان کمانڈوز کے ذریعے نقصان پہنچایا اور نہ ہی جوابی کارروائی کے لیے چیلنج کیا۔ اس کے برعکس تمام بڑی طاقتیں خاموش تماشائی بنی ہوئی تھیں۔

بابا صاحب کے ادارے کی اس عظمت کا بھی اعتراف کررہی نہیں سکتے تھے کہ اس ادارے نے جیتی ہوئی بازی ان کے حوالے کردی تھی۔

اس کے باوجود وہ سب خوف زدہ تھے کہ ہم ان کے خلاف کسی ایسے طریقے سے جوابی کارروائی کریں گے جس کا الزام وہ ہم پر عائد نہیں کرسکیں گے۔ امریکی اکابرین اور تمام بڑے ایٹمی طاقت رکھنے والے ممالک کے سفیروں نے ایک ہنگامی اجلاس منعقد کیا۔ وہاں ایک امریکی حاکم نے کہا "ہم نے بظاہر کامیابی حاصل کی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے یقین دلایا ہے کہ وہ شام' اردن اور لبنان سے جاچکے ہیں۔ ساری دنیا نے یقین کیا ہوگا کہ وہ اپنے ادارے میں واپس چلے گئے ہیں لیکن ہمیں اسے جھوٹی تسلی سمجھنا چاہیے۔ کون جانتا ہے کہ وہ ہمارے زیر اثر اسلامی ممالک کے اکابرین کے دماغوں میں چھپ کر آتے ہیں یا نہیں؟"

دوسرے ملک کے سفیر نے کہا "وہ لوگ بہت مکار ہیں۔ انہوں نے عالمی میڈیا کے ذریعے دنیا والوں کے سامنے اپنی امن پسندی کا ڈھونگ رچایا ہے۔ اب وہ درپردہ ہمارے زیر اثر رہنے والے اسلامی ممالک میں رہ کر وہاں ہماری پالیسیوں کو ناکام بناتے رہیں گے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "آج کی دنیا میں فوج اور ایٹمی قوت کے بغیر کوئی ملک طاقت ور نہیں بن سکتا۔ بابا صاحب کے ادارے میں نہ فوج ہے' نہ ایٹمی ہتھیار ہیں' صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ برتری حاصل کرتے ہیں۔ ہم ہمیشہ طاقت ور سے دوستی کرتے ہیں۔ ان سے اتحاد کرکے کمزور ممالک کو اپنا محتاج بنائے رکھتے ہیں۔ ایک بار بابا صاحب کے ادارے پر تمام ایٹمی قوت رکھنے والے ممالک نے حملے کیے اور خود ایک دوسرے کو تباہ کرتے رہے۔ دوسری بار شام میں بابا صاحب کے ادارے نے اپنی طاقت کا لوہا منوالیا۔ ان حالات میں ہم بابا صاحب کے ادارے کو اپنے برتر نہ سہی' کمتر بھی نہ سمجھیں۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"میں واضح طور پر کہہ رہا ہوں کہ آئندہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ادارے سے ٹکر نہ لی جائے اور ان سے دوستانہ رابطہ رکھا جائے۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ بابا صاحب کا ادارہ تنہا دوستی نہیں کرے گا۔ تمام اسلامی ممالک سے اتحاد کرنے کے بعد ہم پر کسی حد تک بھروسا کرے گا۔ کسی حد تک اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ہر برس سے فرہاد علی تیمور اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے عارضی طور پر دوستی ہوتی رہی ہے پھر وہ دوستی بدترین دشمنی میں بدلتی رہی ہے۔"

ایک نے تائید کی "واقعی یہ ایک دو دن کا نہیں' بیس بائیس برس کا تجربہ ہے۔ فرہاد ہماری بیشتر پالیسیوں پر اعتراض کرتا ہے اور اسلامی ممالک سے ہمارے اثرات ختم کرنا چاہتا ہے اس لیے بابا صاحب کے ادارے سے دوستی ممکن نہیں ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "اگر ہم عزم کریں تو ہم بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنا سکتے ہیں۔ ہماری ٹرانسفارمر مشین برسوں سے ناکارہ پڑی ہے۔"

الپا نے اسے ٹوکا "ناکارہ نہیں ہے بلکہ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی رازداری سے اسے ناکارہ بنا دیتے ہیں اور مجھے شبہ ہے کہ میں نے بھی اپنے مقصد کے لیے اسے ناکارہ بنایا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میرے مقابلے میں تمہارے پاس زیادہ خیال خوانی کرنے والے ہوں۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "الپا! تمہارے تعاون نہ کرنے سے بابا صاحب کے ادارے کے مقابلے میں کمتر ہو جاتے ہیں۔"

"تالیاں دونوں ہاتھوں سے بجائی جاتی ہیں۔ یہ شرط مان لو کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے چار تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوں گے تو چار یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہوں گے۔"

ایک ملک کے سفیر نے کہا "چار ہمارے بھی ہونے چاہئیں۔"

دوسرے ملک کے سفیر نے کہا "ہم بڑے ممالک کے درمیان طاقت کا توازن قائم رکھنے کے لیے لازمی ہے کہ ہمارے ملک میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہونا چاہیے۔"

تیسرے سفیر نے کہا "جب ہم ایٹمی قوت میں برابر ہیں تو کیا ٹیلی پیتھی کی قوتوں میں ہمیں برابر نہیں ہونا چاہیے؟"

الپا نے امریکی فوج کے چیف آفیسر کے دماغ میں رازداری سے کہا "اس اجلاس میں ٹیلی پیتھی کا مچھلی بازار لگ رہا ہے۔ آپ سب کو یقین دلا دیں کہ ہر ملک کے ایک درجن جاں بازوں کو ٹیلی پیتھی سکھائی جائے گی لیکن پہلے رازداری سے ٹرانسفارمر مشین کو کام کے قابل بنایا جائے گا۔"

چیف نے سوچ کے ذریعے کہا "ان تمام بڑے ممالک کو جھوٹے دلاسے دیے جائیں گے۔ انہیں یہی بتایا جاتا رہے گا کہ ابھی ٹرانسفارمر مشین کی مرمت جاری ہے۔ ان سب کو خوش فہمی میں مبتلا رکھنا ہوگا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر حاضرین اجلاس سے بولا "یہ نہایت عمدہ تدبیر ہے۔ ہم تمام بڑے ممالک کے پاس ایٹمی قوت کے علاوہ ٹیلی پیتھی کی بھی فوج ہوگی تو ہم بابا صاحب کے ادارے کو ایک پھونک میں اڑا دیں گے۔"

سب خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ چیف آفیسر نے کہا "اب ہم بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے لیکن اس کے لیے کچھ وقت لگے گا۔ اس مشین میں بڑی خرابیاں ہیں پھر فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس مشین کے کئی اہم پرزے چرا کر لے گئے ہیں۔ ان پرزوں کو بنوانے میں دیر لگے گی پھر بھی ہم جلد سے جلد اس ٹرانسفارمر مشین کو کارآمد بنالیں گے۔"

یہ بات بڑی خوش آئند تھی کہ اب وہ تمام بڑے ایٹمی قوت رکھنے والے ممالک اپنے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بھی رکھ سکیں گے۔ یہ ایسا خوش کن تصور تھا کہ انہیں بابا صاحب کا ادارہ اب ایک چیونٹی کی طرح نظر آرہا تھا اور وہ چیونٹی کے سامنے پھاڑنے ہوئے تھے۔

اجلاس کے اختتام کے بعد الپا نے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے پوچھا "تم نے دعویٰ کیا تھا کہ تمہارے پاس چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے۔ ایک تو وہ ہے' جسے تم لوگ آہنی پردوں میں چھپا کر رکھتے ہو۔ اس کے علاوہ نیلاں اور اس کے ماتحت مہاراج اور سمیش ہیں لیکن یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے وفادار کے محل میں کیوں نہیں آئے؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "تم بھی تو وفادار کے محل میں سونیا اور علی کے مقابلے میں نہیں آئیں۔ تم تماشا کیوں دیکھ رہی تھیں؟"

وہ بولی "وہاں صرف سونیا اور علی نہیں تھے۔ میں بڑی رازداری سے ایک ایک گورمیلے کے دماغ میں جھانک کر معلوم کرتی رہی۔ ہر ایک کے دماغ میں ایک خیال خوانی کرنے والا موجود تھا۔ میرا اندازہ ہے' بابا صاحب کے ادارے میں سیکڑوں ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اسی لیے ہم نے بھی اپنے اکیلے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ان کے مقابلے میں جانے نہیں دیا۔ اس بات پر ہمیں البتہ خود تعجب ہے کہ نیلاں اپنے دونوں ماتحتوں کے ساتھ کیوں نہیں آئی۔ اس نے ہماری خیریت تک نہیں پوچھی۔"

"شاید وہ خود کسی مصیبت میں پھنس گئی ہوگی۔ میں معلوم کروں گی۔"

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ثانی' نیلاں بن کر' پارس اور پورس' مہاراج اور سمیش بن کر ان کی پلاننگ معلوم کرنے آئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے پھر ان اکابرین سے رابطہ نہیں کیا۔ پارس اور پورس بھارت میں مصروف ہو گئے تھے۔

یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ تیج پال ایک صحت مند جوان تھا۔ اس میں حواسِ خمسہ کی غیر معمولی خوبیاں تھیں۔ چھٹی حس اتنی تیز تھی کہ وہ پیش آنے والے خطرات کو بھانپ جاتا تھا۔ اس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے تربیت حاصل کرنے کے بعد بھارت کی را' اسرائیل کی موساد' امریکا کی سی آئی اے اور روس کی کے جی بی میں رہ کر ایسے کارنامے انجام دیے تھے کہ اسے عالمی خفیہ تنظیموں کا انٹرنیشنل آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹیز بنا دیا گیا تھا۔ اس نے ہپناٹزم کے ماہر سے خود پر توہینی عمل کرایا تھا جس کے نتیجے میں کوئی اس کے خیالات تو پڑھ سکتا تھا لیکن چور ارادوں کو نہیں پڑھ سکتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ نیلاں اس کے خیالات پڑھنے کے باوجود اس کی اصلیت معلوم نہ کرسکی۔ تیج پال کو اپنا دوست اور باڈی گارڈ بنالیا۔ تیج پال' نیلاں کو دہلی لاکر دھوکے سے اس پر توہینی عمل کرانے کے بعد اس کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور زیادہ کامیابیاں حاصل کرنا چاہتا تھا۔

لیکن پارس اور پورس نے اس کی محنتوں پر پانی پھیر دیا۔ ٹھیک ایسے وقت جب نیلاں بیڈروم میں تھی اور ایک ہپناٹزم کرنے والا اس کے پاس جانے والا تھا' پارس نے دور سے گولی مار کر تیج پال کو زخمی کردیا۔ نیلاں نے فائرنگ کے باعث سمجھ لیا کہ پورس پھر اس کا تعاقب کرتا ہوا پہنچ گیا ہے۔ وہ بیڈروم کے دوسرے دروازے سے بھاگتی ہوئی اس بنگلے سے باہر جانے لگی۔

پورس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "پارس! نیلاں پھر فرار ہونا چاہتی ہے۔ میں اس کے تعاقب میں جارہا ہوں۔ تم تیج پال کی کھوپڑی میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھو۔"

ویسے نیلاں ہار ماننے والی نہیں تھی۔ ضد کی پکی تھی۔ اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے اس نے کئی قتل کیے تھے۔ صرف پورس پر قابو پانے میں ناکام ہو رہی تھی۔ اس سے بچ کر رہنے کے لیے بھاگتے بھاگتے بیزار ہو رہی تھی۔ صرف اپنی تیسری مکمل کرنے تک

اس سے روپوش رہنے میں ناکام ہو رہی تھی۔

اسے پنچ پال کی بھی فکر تھی۔ وہ اس کا بہترین باڈی گارڈ ثابت ہو سکتا تھا۔ نیلاں کو ابھی تک اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس کے بعد اسے پنچ پال کی اصلیت معلوم ہوتی۔

وہ فرار ہونے کے لیے کتنی ہی گلیوں اور راستوں سے گزرتی ہوئی ایک عمارت میں داخل ہوئی۔ اس عمارت کے سائن بورڈ پر لکھا تھا "لالہ بھوج مل۔ لانڈری مین۔ آرمی کنٹریکٹر۔"

وہ عمارت کے اندر آکر ذرا اطمینان سے ایک طرف جانے لگی۔ کتنے ہی دھوبی اور دھوبن آرمی یونیفارم کو گن کر ایک طرف باندھتے جا رہے تھے۔ ان کپڑوں کو استری کرنے والے اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ نیلاں اس عمارت کے کئی حصوں سے گزر کر ایک بالکونی میں آئی۔ نیچے سڑک پر ایک ٹرک کھڑا ہوا تھا جس میں استری کیے ہوئے آرمی یونیفارم رکھے ہوئے تھے۔ نیلاں نے دیکھا' جمنا داس (پورس) دوڑتا ہوا اس عمارت کے پاس آیا پھر ادھر ادھر متلاشی نظروں سے دیکھنے کے بعد اس عمارت میں داخل ہو گیا۔ اب یہ یقینی بات تھی کہ وہ اسے تلاش کرتا ہوا' بالکونی تک چلا آئے گا۔

اس کے لیے بچاؤ کا ایک ہی راستہ تھا۔ وہ بالکونی کی ریلنگ پر چڑھ کر یونیفارم سے بھرے ہوئے ٹرک میں کود گئی۔ اس کا خیال تھا' ٹرک سے اتر کر کسی دوسری طرف نکل بھاگے گی لیکن اسی وقت ٹرک چل پڑا۔ پورس نے بالکونی میں آکر دیکھا۔ اسے ٹرک کے پچھلے حصے میں وردیوں کے اوپر نیلاں کی جھلک نظر آئی۔ وہ ٹرک تیز رفتاری سے اسے دور لے جا رہا تھا۔

پورس کے لیے یہ معلوم کرنا مشکل نہیں تھا کہ آرمی یونیفارم کا وہ ٹرک کہاں جا کر رکے گا۔ وہ ایک ٹیکسی میں اس کا پیچھا کر سکتا تھا اور نیلاں سمجھ گئی تھی کہ پورس اس ٹرک کے پیچھے آرمی ہیڈ کوارٹر تک چلا آئے گا۔

ایک ٹریفک سگنل کے پاس ٹرک کے رکتے ہی وہ پچھلے حصے سے اتر کر تیزی سے چلتی ہوئی ایک کار کے پاس آئی۔ اس نے شکار کو تاڑ لیا تھا۔ ایک خوش پوش رئیس اپنی کار میں تنہا تھا۔ وہ کار کی کھڑکی پر جھک کر بولی "کیا آپ لفٹ دینا پسند کریں گے؟"

رئیس نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولتے ہوئے کہا "سوا آسم۔"

وہ مسکراتے ہوئے اس کے پاس بیٹھ کر اپنی طرف کا دروازہ بند کرتے ہوئے بولی "شکریہ' میں مجبور ہوں۔ ایک بدمعاش میرا پیچھا کر رہا ہے اس لیے آپ کو تکلیف دے رہی ہوں۔"

آگے جانے کے لیے سگنل مل گیا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا بولا "تم اتنی سُندر ہو کہ بدمعاش تو کیا' شریف آدمی بھی تمہارا پیچھا کرتے ہوں گے؟"

"سچ کہتے ہو' میں نے شریفوں کی بھی رال ٹپکتی دیکھی ہے۔"

وہ ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے رومال نکال کر منہ پونچھتے ہوئے بولا "میں رال پونچھ رہا ہوں۔"

"اظہار کا انداز اچھا ہے۔ سونے کی چڑیا کہاں کہاں اُڑتی پھرے گی۔ کوئی نہ کوئی اسے پنجرے میں بند کر ہی لیتا ہے۔"

"میری یہ کار بھی ایک پنجرہ ہے۔ اگر یہ تمہیں پسند آجائے تو میرا بنگلا بھی پسند آجائے گا۔"

"ہاں یہ کار ایک پنجرہ ہے مگر تمہارے لیے۔ ذرا راستہ بچاؤ۔ کہاں جانے والے تھے اور کہاں جا رہے ہو؟"

نیلاں نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ اس نے حیرانی سے ونڈ اسکرین کے پار دیکھا پھر کار کو سڑک کے کنارے روکتے ہوئے بولا "یہ تو ہم سپر مارکیٹ کے پاس آگئے ہیں۔ میں تو اپنے بنگلے کی طرف جا رہا تھا۔"

"پنجرے میں بند رہنے والا پنچھی اپنی مرضی سے کہیں نہیں جاتا میرے پنچھی! میں تمہیں یہاں لائی ہوں۔ یقین نہ ہو تو کہیں جا کر دکھاؤ۔"

اس نے کار کو اسٹارٹ کر کے اپنے بنگلے کی طرف جانا چاہا لیکن چابی گھمانا بھول گیا پھر چابی گھمائی تو پتا چلا کہ ایکسی لریٹر سے پیر ہٹ گیا ہے۔ اس نے جلدی سے چابی نکال کر جیب میں رکھی پھر اپنا ایک پیر ایکسی لریٹر پر رکھا تو غلطی کا پتا چلا کہ چابی جیب میں رکھ لی ہے۔

اس نے کئی بار ایسی حرکتیں کی پھر حیرانی اور پریشانی سے نیلاں کو دیکھا۔ اس نے پوچھا "یقین ہو گیا کہ پنجرے میں ہو؟"

"تت..... تم کون ہو؟"

"منہ سے ٹپکنے والی رال ہوں۔"

"میں..... میں سمجھ گیا ہوں' تم جادو جانتی ہو۔"

"حسن خود ایک جادو ہے۔ دروازہ کھول کر باہر جاؤ۔ میرے لیے میک اپ اور بھیس بدلنے کا سامان یعنی وگ' آئی لینس اور مصنوعی پلکیں وغیرہ خرید کر لاؤ۔"

"میں نے ایسی چیزیں پہلے کبھی نہیں خریدیں۔"

"آج خریدو گے۔ جاؤ' وقت ضائع نہ کرو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ دروازہ کھول کر باہر گیا۔ نیلاں کار میں بیٹھی رہی۔ وہ اس کی مرضی اور ضرورت کے مطابق دکانوں میں جا کر سامان خریدنے لگا۔ تمام خریداری کے بعد واپس آکر سامان پچھلی سیٹ پر رکھ کر اسٹیئرنگ پر بیٹھ گیا۔

وہ بولی "تمہارے جیسے کاروالوں کی بیویاں میکے جاتی ہیں تو بڑی فراخ دلی سے ہمیں لفٹ دیتے ہو۔ اب بنگلے میں چلو۔ میں تمہاری کھوپڑی گھما دوں گی۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ نیلاں نے اس کے بنگلے میں پہنچ کر معمول کے مطابق اس پر تنویمی عمل کیا۔ اسے چند گھنٹوں کے لیے سلا دیا پھر ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرنے لگی۔

میک اپ کے مکمل ہونے تک اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں الپا۔ تم نے دور ہی دور سے دوستی رکھنے اور ایک دوسرے کے بُرے وقت میں کام آنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"کیا تم پر بُرا وقت آیا ہے؟"

"میں خیریت سے ہوں لیکن تم نے پٹڑی بدل دی۔ مہاراج اور مہیش کے ساتھ امریکی اکابرین سے دوستی کی ہے۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ میں پورس سے بچنے کے لیے بھاگتی پھر رہی ہوں۔ وہ مجھے کہیں چین سے رہنے نہیں دے رہا ہے۔ میں نے تم سے مدد مانگی تھی مگر تم کسی اور معاملے میں مصروف تھیں۔ ایک تو تم میرے کام نہیں آئیں پھر یہ کہ میری اور امریکی اکابرین سے دوستی کی بکواس کر رہی ہو۔"

الپا نے کہا "جب تم امریکی اکابرین سے دوستی اور وفاداری کا وعدہ کر رہی تھیں تو تمہارے ساتھ مہاراج اور مہیش بھی تھے اور میں وہاں ایک افسر کے دماغ میں رہ کر ساری باتیں سن رہی تھی۔"

"بہتر ہے تم چلی جاؤ۔ ایک تو تم نے مہاراج اور مہیش کو مجھ سے چھین لیا تھا اور اب یہ بکواس کرنے آئی ہو۔ میں تم سے باتوں میں الجھتی رہوں گی تو پورس پھر نہ جانے کہاں سے آدھمکے گا۔ جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ الپا کو واپس جانا پڑا۔ وہ سمجھ گئی کہ نیلاں اپنے بچاؤ کے لیے بھاگتی پھر رہی ہے۔ ٹائی اور پارس نے نیلاں اور مہاراج بن کر امریکی اکابرین کو دھوکا دیا ہو گا۔ الپا نے یہ بات امریکی اکابرین کو نہیں بتائی۔ وہ چاہتی تھی کہ امریکی حکام دھوکا کھاتے رہیں۔

نیلاں نے پھر سوچ کی لہروں کو محسوس کیا ناگواری سے بولی "تم پھر آگئیں۔"

پورس کی آواز سنائی دی "کیوں میری جنس تبدیل کر رہی ہو۔ میں آگئی نہیں' گیا ہوں۔"

وہ خوف سے اچھل کر کھڑی ہو گئی "تت..... تم کہاں ہو؟"

"تمہارے پاس ہوں۔ تم سے باتیں کر رہا ہوں پھر پوچھ رہی ہو' کہاں ہوں؟"

اس نے سانس روک کر اسے دماغ سے نکالا پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچی وہ بولا "لعنت ہے تم پر۔ خواہ مخواہ مجھے آرمی ہیڈ کوارٹر کی طرف دوڑایا۔ ویسے انگلیوں پر گن کر بتا سکتی ہو کہ کتنی بار میری نظروں سے دور ہو جانے' کہیں گم ہو جانے کے باوجود میرے قریب چلی آئیں۔ دوسرے لفظوں میں خود میں تمہارے پاس پہنچ گیا۔ اب پھر پہنچنے والا ہوں۔ آئینے کے پاس سے ہٹ جاؤ۔ تمہارا میک اپ مکمل ہو چکا ہے۔"

"تم ذرا سی دیر کے لیے میرے دماغ میں آئے اور یہ معلوم کر لیا کہ میرے سامنے آئینہ اور میک اپ کا سامان ہے لیکن یہ نہیں جان سکو گے کہ میں کس بھیس میں ہوں۔"

"وہاں ایک گھنٹا رہ جاؤ۔ میں تمہارا نیا بھیس آئینے میں دکھا دوں گا۔"

"میں نہیں رہوں گی۔ ابھی یہاں سے جا رہی ہوں۔"

"جاؤ..... تو جہاں جہاں بھی جائے تیرا سایہ ساتھ ہو گا۔"

"میں ہاتھ جوڑ کر تم سے التجا کرتی ہوں۔"

"یہی کہ تمہارا پیچھا نہ کروں؟"

"ہاں پرانی دشمنی بھول جاؤ۔ ہم ایک دوسرے کے بہترین دوست بن سکتے ہیں۔"

"دوستی سے سلامتی ملتی ہے۔ زندگی بڑھ جاتی ہے۔ تم نے پہلی بار عقل کی بات کی ہے۔ ٹھہرو میں دوستی کرنے آرہا ہوں۔"

وہ گھبرا کر بولی "نہیں۔ ہم ایک دوسرے سے دور رہ کر دوستی کریں گے۔"

"ایک دوسرے سے دور رہیں گے تو بچے کیسے پیدا ہوں گے؟"

"میں ویسی دوستی نہیں' دور رہ کر ایک دوسرے پر اعتماد کرنے اور ایک دوسرے کے کام آنے والی دوستی کرنا چاہتی ہو۔"

"یعنی دور ہی دور سے ٹھینگا دکھانا چاہتی ہو۔ ارے کہاں جا رہی ہو؟"

"میں تمہاری چالاکی سمجھتی ہوں۔ مجھے باتوں میں الجھا کر ادھر آرہے ہو گے۔"

"ہاں آتو رہا ہوں۔ تم چلتی رہو۔ کہیں اچانک سامنا ہو جائے گا۔"

وہ کوٹھی سے نکل کر ایک طرف جاتے ہوئے بولی "پلیز پورس! یہ تو میں سمجھ گئی ہوں کہ تم اپنی ناصرہ کا انتقام لینے کے لیے مجھے بلاک نہیں کرو گے کیونکہ میں جس بے چاری کے جسم میں ہوں' وہ مر جائے گی۔ تم اس بے قصور لڑکی کو جان سے نہیں مارو گے پھر سمجھو کہ اپنی ناصرہ کا انتقام کیسے لو گے؟"

"اس طرح کہ یہ تمہارا آخری جسم ہو گا۔ میں تمہیں جسم بدلنے کے لیے آتما شکتی مکمل کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

پارس کی آواز سنائی دی "میں تم دونوں کی باتیں سن رہا ہوں۔ پورس! واپس جاؤ۔ اس کا پیچھا چھوڑ دو۔"

نیلاں نے خوش ہو کر کہا "پارس! تم میرے لیے فرشتہ بن کر آئے ہو۔"

"یہ تم نے درست کہا۔ ہم دو فرشتوں کو تمہارا پیچھا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ میں نے انکل جلال پاشا کو تمہارے دماغ میں پہنچا دیا ہے۔"

وہ سہم کر بولی "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"بکواس تو اب تک ہو رہی تھی۔ ہم تفریح کے طور پر بھارت آگئے تھے تاکہ تمہیں پکڑ سکیں لیکن اب دوسری جگہ۔ ہمیں مصروف

رہنا ہے لہٰذا ہم اس دیس سے جا رہے ہیں۔"

جلال پاشا کی آواز اُبھری "یہ درست کہہ رہا ہے۔ میں خاموشی سے تمہارے اندر رہا کروں گا۔ جب بھی تم کہیں تیمّا شروع کرو گی میں کلام پاک کی تلاوت شروع کر دیا کروں گا۔ بس اب تم میری آواز نہیں سنو گی لیکن دن رات میں تمہارے اندر آتا جاتا رہوں گا۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ تھک ہار کر بولی "ہے بھگوان! اتنی بڑی دنیا میں کہیں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جہاں میں ان مسلمانوں سے محفوظ رہ سکوں؟"

پھر وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے سوچنے لگی۔ ہمت نہیں ہارنا چاہیے۔ آگے جا کر شاید بچاؤ کا کوئی راستہ نکل آئے۔ جب تک یہ جسم سلامت رہے گا میں ان لوگوں سے بچنے کی کوشش کرتی رہوں گی۔

وہ اس کے دماغ سے نکل آئی تھی۔ دور سے ایک کار آتی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ ایک ہاتھ اٹھا کر اسے اپنی طرف بلانے کا اشارہ کرنے لگی۔ اپنی طرف رحمت کو بھی پکارا جاتا ہے اور مصیبت کو بھی بلایا جاتا ہے اور ایسا جان بوجھ کر نہیں کیا جاتا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ آنے والی کار اس کے لیے باعثِ رحمت ہوگی یا باعثِ زحمت؟

وہ کار اس کے قریب آ کر رک گئی۔ ایک ڈرائیور اسٹیئرنگ سیٹ پر نظر آیا۔ نیلاں نے پچھلی سیٹ کی کھڑکی پر جھک کر دیکھا۔ وہاں ایک داڑھی والے سادھو بابا بیٹھے ہوئے تھے۔ بدن پر گیروے رنگ کا لباس تھا۔ گلے میں کئی رنگوں کے موتیوں کی مالا تھی۔ دونوں کلائیوں میں ہاتھی دانت کے کڑے تھے اور کانوں میں بھی ہاتھی دانت کی بڑی بڑی بالیاں پہنے ہوئے تھے۔

سادھو بابا نے نیلاں کو دیکھ کر کہا "ہر ہر مہادیو! آ جا کنیا۔ ہم تجھے لینے آئے ہیں۔"

وہ بولی "مہاراج! آپ کون ہیں؟"

"سوال جواب کرے گی تو پیچھے آنے والا تیری گردن دبوچ لے گا۔"

وہ جلدی سے دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے جانے لگی۔ اس نے پوچھا "آپ کیسے جانتے ہیں کہ کوئی میرا پیچھا کر رہا ہے؟"

"ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارے چیلے گردیو تنک دھاری نے تیری آتما کو ایک جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں پہنچایا اور تو نے ہمارے اسی چیلے تنک دھاری کو مار ڈالا۔"

"ہے بھگوان! میں پھر مصیبت میں پھنس گئی۔"

سادھو بابا کے قہقہے اس کار کی تیز رفتاری کے ساتھ دور ہوتے چلے گئے۔

○☆○

ہم نے بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے خاموشی اختیار کر لی۔ میں، سونیا، فہمی اور علی ادارے میں واپس آ گئے۔ ہم چاہتے تھے کہ ہمارے مخالف ممالک میں کہیں دہشت گردی ہو یا وہاں کی اہم شخصیات کو کوئی نقصان پہنچے تو اس کا الزام ہم پر نہ آئے۔

مخالف ممالک کے جاسوس اپنے اپنے طریقۂ کار کے مطابق معلومات حاصل کر رہے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں ہیں؟ ہمارے جیسے خاص افراد کے متعلق وہ کسی حد تک معلومات حاصل کر سکتے تھے لیکن وہ ہمارے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے۔

ہمارے وہ تمام اہم سراغ رساں مخالف ممالک کے اہم شعبوں میں موجود تھے۔ وہ ایک بار متحد ہو کر بابا صاحب کے ادارے پر اچانک حملے کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اب ہم اسلامی ممالک سے جیتی ہوئی بازی ہار کر وہاں سے چلے آئے تھے۔ اس طرح ان کے حوصلے بڑھ سکتے تھے۔ وہ پھر ہمارے ادارے پر کبھی اچانک حملے کر سکتے تھے۔ ان کی طرف سے محتاط رہنے کے لیے لازمی تھا کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام سراغ رساں مختلف دشمن ممالک کے اہم شعبوں میں موجود رہ کر ان کے آئندہ شریفانہ منصوبوں سے واقف ہوتے رہیں۔

ہم اپنے بے شمار سراغ رسانوں کے ذریعے بہت کچھ معلوم کرنے کے باوجود یہ راز معلوم نہ کر سکے کہ وہ اب اپنے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنے کے لیے ٹرانسفارمر مشین تیار کر رہے ہیں۔

اگرچہ انہوں نے تمام بڑے ممالک کے اجلاس میں کہا تھا کہ امریکا کے ایک جزیرے میں جو ٹرانسفارمر مشین ناکارہ ہو گئی ہے، اسے دوبارہ کار آمد بنایا جائے گا پھر امریکا اپنے تمام حمایتی بڑے ممالک کے اہم افراد کو بھی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کا موقع دے گا۔

اس اجلاس میں الپا بھی موجود تھی اور وہ وقتاً فوقتاً اس جزیرے میں خیال خوانی کے ذریعے پہنچ کر تصدیق کرتی رہی تھی کہ واقعی مشین کی مرمت کی جا رہی ہے اور ہم جو پرزے چُرا کر لے گئے ہیں انہیں دوبارہ تیار کرنے میں دیر ہو رہی ہے۔

ہم نے بھی سوچ رکھا تھا کہ ان کی بیکار مشین کو بھی کار آمد نہیں ہونے دیں گے۔ ہمارے دو سراغ رساں بھی خیال خوانی کے ذریعے جزیرے میں جاتے رہے تھے اور ان کے ماہرین کو بار بار ناکام ہوتے دیکھا کرتے تھے۔

حقیقت کچھ اور تھی۔ چند یوگا جاننے والے امریکی افسران دوسرے نہایت ہی تجربہ کار ماہرین کے ذریعے الاسکا کے ایک علاقے میں بڑی رازداری سے دوسری نئی مشین تیار کر رہے تھے۔ ایسی زبردست راز داری تھی کہ امریکی اکابرین بھی اس نئی

ٹرانسفارمر مشین کی تیاری سے بے خبر تھے۔

وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہم مشین کی تیاری کے دوران میں مداخلت کریں۔ پہلے کئی بار انہوں نے مشین کی مرمت کی تھی اور ہم نے ان کی کامیابی کے باوجود مشین کو ناکارہ بنا دیا تھا۔ دوسری بات یہ کہ وہ الپا کو بھی دھوکا دے رہے تھے۔ یہ نہیں چاہتے تھے کہ مشین کے ذریعے یہودیوں کو بھی ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جائے۔

جو ماہرین جزیرے میں مشین کی مرمت کر رہے تھے، وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایسی ہی ایک دوسری مشین کسی دوسری جگہ بھی تیار کی جا رہی ہے اسی لیے الپا اور ہم ان کے چور خیالات پڑھ کر بھی ان کی مکاریوں کو سمجھ نہیں پا رہے تھے۔

ایسی مشین تیار ہونے میں کافی عرصہ لگتا ہے۔ اس عرصے میں بظاہر کوئی ایسا سانحہ نہیں ہوا، جس کا الزام ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دیا جاتا لیکن ہم درپردہ انتقامی کارروائیاں کرتے رہے۔

سونیا نے جن دو کمانڈروں اور تین گوریلوں کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ ہم نے ان کے دماغوں سے معلوم کیا کہ اپنے زیرِ اثر اسلامی ممالک سے ہمیں پسپا کرنے کی پلاننگ میں کتنے امریکی اور اسرائیلی افسران شامل تھے۔ ان افسران کی شامت آنے لگی۔

ایک افسر اور اس کی بیوی کے درمیان پچھلے چھ ماہ سے جھگڑا چل رہا تھا۔ وہ طلاق لینا چاہتی تھی اور افسر اسے سمجھاتا تھا "میری نیک نامی کا خیال کرو۔ میں نے اپنے کیریئر سے ہمیشہ عزت کمائی ہے۔ ہمارے ملک میں طلاق ایک معمولی بات ہے لیکن تم چھوڑ کر جاؤ گی تو میری مردانگی کو ٹھیس پہنچے گی۔"

بیوی کہتی تھی "مجھے تمہاری مردانگی کی پروا نہیں ہے۔ میں طلاق لے کر تم سے بڑے عہدے والے افسر سے شادی کروں گی۔ تم آرمی کے جوانوں کے سامنے بھی کمتر ہو جاؤ گے۔"

آرمی کے قریبی دوست افسران نے دونوں کو سمجھایا لیکن دوسری صبح ہونے سے پہلے ہم نے اس افسر کو چھت کے پنکھے کے رسی کے پھندے کے ذریعے مرنے پر مجبور کر دیا۔ اور موت سے پہلے اسے بتا دیا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے پھندے سے لٹک کر مر رہا ہے۔

دوسرا افسر کچھ بیمار تھا۔ ایک چھوٹے سے آپریشن کے بعد بیماری دور ہو جاتی لیکن ہم نے ڈاکٹروں کے دماغوں میں رہ کر غلط آپریشن کرا دیا جس کے نتیجے میں وہ مر گیا۔

ہمارے خلاف پلان بنانے والا ایک افسر سڑک پار کرتے ہوئے، ایک ٹرک کے نیچے آ کر کچلا گیا۔ موت ایک چھلنی ہوتی ہے اور چھلنی میں بے شمار سوراخ ہیں۔ موت کسی بھی سوراخ سے چلی آتی ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ ٹیلی پیتھی کے سوراخ سے آئے۔

شام میں کمانڈوز اور گوریلا فوج کو بھیجنے والے افسر کا نام سام بیکسن تھا۔ آخر میں اس کی باری آئی۔ اس نے امریکی اور اسرائیلی اکابرین سے کہا "کیا آپ حضرات اس پہلو پر توجہ دے رہے ہیں کہ ہمارے موجودہ کامیاب آپریشن میں شریک رہنے والے تمام افسران اس طرح مر رہے ہیں جیسے ان کی موت اتفاقیہ ہو رہی ہو۔ ان مرنے والوں کا انداز ایسا ہے کہ ہم فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی طرح بھی الزام نہیں دے سکیں گے۔"

اس کی اس بات پر سب ہی غور کرنے لگے۔ دوسرے دن پتا چلا کہ سام بیکسن کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ کار کا بریک فیل ہو گیا۔ کار بے قابو ہو گئی اور وہ حادثے کا شکار ہو کر مر گیا۔

اب تو ان اکابرین کو پورا یقین ہو گیا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑی رازداری سے انتقام لیا جا رہا تھا۔ ایسے انتقام کے خلاف کیسے احتجاج کیا جائے۔ یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مارے گئے ہیں۔

ان سب نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ وفادار کے محل میں آنے والے دو کمانڈوز اور کئی گوریلے بھی مارے جائیں گے تو یہ احتجاج کامیاب رہے گا کہ بابا صاحب کے ادارے سے انتقامی کارروائی کی جا رہی ہے۔ یہ احتجاج کرنے کے لیے وہ ان کمانڈوز اور گوریلوں کی موت کا انتظار کرنے لگے لیکن انتظار طویل ہوتا گیا اور انہیں موت نہیں آئی۔ ہم نے پہلے ہی طے کر لیا تھا کہ انہیں ان کی طبعی عمر تک زندہ رہنے دیں گے۔

انہوں نے کمانڈوز سے پوچھا "کیا تمہارے دماغوں میں خیال خوانی کرنے والے آتے ہیں؟"

ایک نے جواب دیا "وہ وفادار کے محل میں پہلی اور آخری بار آئے تھے پھر آج تک نہیں آئے۔"

دوسرے کمانڈو نے جواب دیا "ہم کئی دنوں تک سہمے رہے۔ آپ لوگوں کی حکمتِ عملی سے انہیں اس ملک سے جانا پڑا۔ وہ اتفاقاً ہمیں اور دوسرے تمام گوریلوں کو ہلاک کر سکتے تھے مگر انہوں نے اب تک ایسا نہیں کیا ہے۔"

اسرائیلی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "وہ بہت چالاک ہیں۔ تم لوگوں کو انہوں نے زندہ چھوڑ رکھا ہے اور تمہارے پیچھے جتنے افسران کے دماغ کام کر رہے ہیں، انہیں اس طرح مار ڈالا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی موت ثابت نہیں کی جا سکتی۔"

جہاں یہ گفتگو ہو رہی تھی، وہاں تعمیراتی کام ہو رہا تھا۔ کرین کے ذریعے کئی من وزنی پتھر ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھے جا رہے تھے۔ ایسے ہی وقت کرین کے شکنجے سے ایک بھاری پتھر نکل کر گرتا ہوا ان دو اعلیٰ افسران اور ایک حاکم کے اوپر آیا۔ ان کے حلق سے چیخیں نکلیں۔ وہ تینوں کئی من وزنی پتھر کے نیچے کچل کر مر گئے۔ بڑا المناک حادثہ تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو الزام نہیں دیا جا سکتا تھا۔

دوسرے تمام اکابرین نے الپا سے کہا "یہ واضح طور پر ایک حادثہ ہے لیکن تم سمجھ سکتی ہو کہ مخالفین کس طرح انتقام لے رہے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ تمہیں کچھ کرنا

چاہیے ورنہ ہم ایک ایک کرکے مرتے رہیں گے۔"

الپا نے کہا "امریکی اکابرین میں سے بھی چار مارے گئے ہیں۔ میں تمام کتنے اکابرین کے دماغوں میں جاکر ان کی حفاظت کرسکتی ہوں۔ ابھی تمہارے دماغ میں ہوں تو تمہاری حفاظت کرسکتی ہوں۔"

وہ دوسرے اکابرین کے ساتھ بیٹھا وہسکی پی رہا تھا۔ وہسکی کا ایک گھونٹ حلق تک پہنچتے ہی زور کا ٹھسکا لگا۔ وہ کھانسنے لگا۔ ٹھسکا ایسا زوردار تھا کہ گلاس ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ منہ سے، ناک سے اور آنکھوں سے شراب چھلک رہی تھی۔ آنکھیں وہسکی کی جلن سے بند ہوگئی تھیں۔ وہ کھانستے کھانستے میز پر جھکا۔ دوسرے ہاتھ میں سلگتا ہوا سگریٹ تھا۔ وہ جیسے ہی میز پر پھیلی ہوئی وہسکی پر گرا۔ ایک دم سے آگ بھڑک گئی۔ اس کا جھکا ہوا چہرہ آگ کی زد میں آگیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا پیچھے کی طرف الٹ گیا۔

کئی افسران اسے سنبھالنے لگے۔ وردی میں لگی ہوئی آگ بجھانے لگے۔

ایک افسر نے کہا "اسے فوراً اسپتال پہنچایا جائے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی جلنے والے افسر کی سانس اکھڑ گئی۔ جسم ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگیا۔ ذرا دیر پہلے الپا نے کہا تھا کہ ابھی اس کے دماغ میں ہے' اس کی حفاظت کرسکتی ہے لیکن وہ کچھ بھی نہ کرسکی۔ اس کی سوچ کی لہریں افسر کے دماغ سے نکل آئیں۔

آرمی کے جوان اس کی لاش کو باہر لے گئے۔ اس ہال میں تھوڑی دیر تک سب خاموشی اور بے بسی سے سوچتے رہے پھر الپا نے کہا "یہاں ہمارے درمیان کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ ہم التجا کرتے ہیں کہ وہ ہم سے گفتگو کرے۔"

وہ خاموش ہوئی۔ اسے اپنی بات کا جواب نہیں ملا۔ وہ پھر بولی "جواباً خاموش رہنے کے باوجود ہم آپ کی موجودگی کو سمجھ رہے ہیں۔ پلیز ہمارے درمیان ایسا کوئی سمجھوتا ہوسکتا ہے جس کے ذریعے ہم پچھلی غلطیوں کی تلافی کرسکیں اور آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہ دیں۔"

کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ بولی "آپ ہم سے سمجھوتا نہ کریں۔ حکم دیں' ہم تمام یہودیوں کو اسلامی ممالک سے واپس بلالیں گے۔"

اتنی بڑی پیش کش کے باوجود جواب نہ ملا۔ ایک حاکم نے کہا "الپا! ہمارے درمیان کوئی نہیں ہے۔ تم نے اتنی بڑی آفر دی ہے۔ ہم واقعی اسلامی ممالک سے پسپا ہونے کے لیے راضی ہیں۔ ایسے میں تو کسی کو جواباً کچھ بولنا چاہیے تھا۔"

وہ بولی "میں یقین سے کہتی ہوں' ہم سے ناراض ہونے والے یہاں ہیں اور وہاں بھی ہوتے ہیں جہاں ٹرانسفارمر مشین کی مرمت ہورہی ہے۔ یہ دوسرا مہینہ گزر رہا ہے اور اب تک مشین کی مرمت نہیں ہوسکی جب کہ بڑے تجربہ کار مکینک اور انجینئرز کوشش کررہے ہیں۔ کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ان ماہرین کے دماغوں میں خلل پیدا کیا جارہا ہے؟"

ایک نے تائید کی "یہ تو پکی بات ہے۔ جان بوجھ کر بنتی ہوئی مشین کو بگاڑا جارہا ہے اور یوں بے وقوف بنایا جارہا ہے جیسے اتنی بڑی دنیا میں مشین کی مرمت کرنے والا ماہر ہے ہی نہیں۔"

دوسرے نے کہا "الپا نے بتایا ہے کہ ٹائی' نیلاں بن کر امریکی اکابرین کو دھوکا دے رہی ہے۔ اس طرح یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ اس جزیرے میں بھی چالبازی دکھا رہی ہوگی جہاں مشین کی مرمت کی جارہی ہے۔"

"اس کا کھلا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم جان بوجھ کر دھوکا کھا رہے ہیں۔ کیا یہ حقیقت امریکی اکابرین کی سمجھ میں نہیں آرہی ہوگی۔"

"یہ امریکی ایسے نادان تو نہیں ہیں۔ پہلے بھی کئی بار مشین کی مرمت کراتے رہے اور فراد وغیرہ سے دھوکے کھاتے رہے ہیں۔ کیا ان دو مہینوں میں انہیں اپنی اس ناکامی کے اسباب نظر نہیں آرہے ہیں؟"

"بالکل سمجھ میں آرہے ہوں گے۔ اس کے باوجود ان کے ماہرین اپنا وقت ضائع کررہے ہیں۔ مجھے تو دال میں کچھ کالا نظر آرہا ہے۔"

الپا نے کہا "بے شک۔ آپ حضرات یہ فرض کریں کہ ایک کارآمد ٹرانسفارمر مشین ہمارے پاس ہے اور ہمارے حمایتی تمام بڑے ممالک یہ تقاضا کرتے ہیں کہ ان کے ذہین افراد کو بھی ٹیلی پیتھی سکھائیں تو کیا ہم سکھائیں گے؟"

کئی اکابرین نے بیک وقت کہا "ہرگز نہیں۔ اتنا بڑا طاقت ور علم کسی اور کو دے کر اسے اپنے برابر نہیں بنائیں گے۔ اپنے سے کمتر رکھیں گے۔"

"اور یہی امریکا کررہا ہے۔"

"لیکن مشین کی مرمت نہ ہونے سے اسے بھی نقصان پہنچ رہا ہے۔"

"امریکا کے پاس مشین کا بلیو پرنٹ ہے۔ کیا وہ رازداری سے دوسری ٹرانسفارمر مشین تیار نہیں کررہا ہوگا؟"

اس بات پر سب چپ ہوکر سوچنے لگے پھر ایک دوسرے سے اس حقیقت پر تبادلۂ خیال کرنے لگے۔ آخر کار اعلیٰ افسر نے میز پر ہاتھ مار کر کہا "اٹ از کنفرمڈ۔ ہمیں صرف اسی پہلو سے سوچنا چاہیے کہ وہ امریکی بڑی رازداری سے ایک نئی ٹرانسفارمر مشین بنارہے ہیں۔"

"الپا! کیا تم کسی طرح یہ راز معلوم نہیں کرسکتیں؟"

"رازداری کا مطلب ہے' سب سے پہلے یوگا جاننے والے افسران اپنے اکابرین کو بتائے بغیر ہی یہ کام کررہے ہیں ورنہ میں تو وہاں ایک ایک دماغ میں جاتی رہتی ہوں۔ اکابرین میں سے کسی کے بھی چور خیال سے یہ حقیقت ظاہر ہوجاتی۔"

"فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہماری لائن پر سوچ سمجھ رہے ہوں گے اور وہ یوگا جاننے والے افسران تک پہنچنے کی کوشش کررہے ہوں گے۔ تمہیں بھی کچھ کرنا چاہیے۔"

"میں کیا کروں۔ ایک بار نیلاں کے پاس گئی تھی' وہ خود پورس سے خوف زدہ ہوکر بھاگتی پھررہی ہے۔ میں پھر جاکر دیکھتی ہوں۔ اگر اسے پورس سے نجات مل گئی ہوگی تو وہ میرے کسی کام آسکے گی۔"

اس ہال میں خاموشی چھاگئی۔ الپا وہاں سے چلی گئی تھی۔

○☆○

نیلاں کار کی پچھلی سیٹ پر آکر سادھو بابا کے چنگل میں پھنس گئی تھی۔ اس نے جس گرو دیو تنک دھاری کو ہلاک کیا تھا' وہ اس سادھو بابا کا چیلا تھا۔ سادھو بابا نے کہا "تم میرے چیلے کو ہلاک کرنے کے بعد ماری ماری پھررہی ہو۔ تمہیں کہیں سکون سے رہنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ اس وقت بھی تم بھاگتے ہوئے میری آغوش میں آگئی ہو۔"

یہ کہہ کر وہ قہقہہ لگانے لگا۔ ان قہقہوں سے یہی سمجھ آرہا تھا کہ وہ اپنے چیلے کی ہلاکت کا انتقام ضرور لے گا اور پتا نہیں اس کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔

وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا' وہ ماشکی مان ہے۔ دنیا کا کوئی جادو اس پر اثر نہیں کرسکتا۔ اس کے جسم کی کھال گینڈے کی طرح سخت ہے۔ اس پر تیر' تلوار اور بندوق کی گولی کے زخم سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ وہ اپنا لعاب زخموں پر لگاتا ہے اور زخم بھر جاتا ہے۔ اگر بندوق کی گولی جسم کے اندر پیوست ہوجائے تو وہ خود اپنے زخم کے اندر سرجری کے آلات گھسا کر گولی کو باہر نکال کر پھینک دیتا ہے اور لعاب سے اس زخم کو بھر لیتا ہے۔

وہ بڑی آسانی سے اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہا ہے پھر تو اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرسکتی تھی۔ اس نے اس کے ذہن کو ایک زبردست جھٹکا دیا۔ مگر... مگر کوئی ردِعمل نہیں ہوا۔ وہ خاموشی سے کھڑکی پر ہاتھ رکھے باہر دیکھ رہا تھا اور نیلاں اس کے ایک بازو کی گرفت میں رہ کر اپنے سر کو اس کے سینے پر سے ٹکائے رکھنے پر مجبور تھی پھر اس نے سہم کر پوچھا "تت..... تم کون ہو؟"

"یہ خیال دل سے نکال دو کہ میں اپنے چیلے کی ہلاکت کا انتقام تم سے لوں گا۔ میں نے سمجھ لیا تھا کہ تمہیں یونم کے جسم میں پہنچانے کے بعد اس کی نیت بدل گئی تھی۔ وہ تمہاری عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ تم نے اسے ہلاک کرکے اپنی حفاظت کی ہے۔"

"یہ... یہ سب کچھ آپ کیسے جانتے ہیں؟"

"ویسے ہی جانتا ہوں جیسے تم میرے خیالات پڑھ کر میرے بارے میں جان سکتی ہو۔"

"آ... آپ خیالات بھی پڑھ لیتے ہیں۔"

"صرف پڑھتا نہیں ہوں۔ دماغ کو فولاد بناکر بھی رکھتا ہوں۔ تم میرے اندر زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کرچکی ہو۔"

"ہے بھگوان! آپ انترگیانی ہیں۔"

"ہم جو کچھ بھی ہیں' تمہارے باپ ہیں۔ ہم نے جس طرح تمہیں بازو میں لے کر تمہارا سر اپنے سینے سے لگایا ہے' ایسا ایک باپ ہی کرسکتا ہے۔ ہم سے ابھی نہ بولو۔ تم تمہارا سر اپنی دھڑکنوں سے لگائے اپنی گمشدہ بیٹی کو یاد کررہے ہیں۔"

وہ خوشی سے نہال ہوگئی۔ اسے کوئی ہوس پرست دشمن نہیں' ایک ایسا باپ ملا تھا' جو پہاڑ سے زیادہ مضبوط تھا لیکن اپنی بیٹی کی جدائی میں ٹوٹا ہوا تھا۔ وہ بڑی دیر تک اس کے سینے پر سر رکھے بیٹھی رہی۔

وہ بولا "میرا نام گھنشام نارنگ ہے۔ سب مجھے گرو کہتے ہیں۔ گرو نارنگ۔ ہر برس ہمالیہ پربت پر جب برف گرنے لگتی ہے تو میں وہاں چھ ماہ تک تپسیا کرتا رہتا ہوں۔ ہر روز مجھ پر برف جم کر ایک اونچا ٹیلا بن جاتی ہے۔ میں اس برف کے اندر سے نکل کر بھوجن کرتا ہوں' پھر دھیان گیان میں ڈوب جاتا ہوں۔"

"بابا! اتنی سردی میں کوئی زندہ نہیں رہ سکتا اور آپ کے سر کے اوپر تک برف جم جاتی ہے؟"

"مجھ پر سردی' گرمی اور برسات کا اثر نہیں ہوتا۔ تم اپنے کام کی بات سنو۔ تمہیں تیج پال پر بہت بھروسا ہے لیکن وہ تمہیں اپنی داسی بنانا چاہتا تھا۔ پارس نے گولی مار کر اسے زخمی کیا۔ اس کے اصل چور خیالات پڑھے پھر اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا معمول اور تابع بنالیا تھا۔"

"لیکن میں نے اس کے عمل کو اپنی شکتی سے ختم کردیا ہے۔ تیج پال اب ہمارا معمول اور تابع رہے گا۔ اس کے پانچوں حواس غیر معمولی ہیں۔ وہ ہمارے بہت کام آئے گا اس لیے اسے زندہ رکھا ہے۔ تم اس کے باقی حالات اس کے دماغ میں پڑھ سکو گی۔"

"بابا! میرے لیے اس دنیا میں سب سے زیادہ خطرناک پورس ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ ایک طویل عرصے سے اس کے اور تمہارے حالات سے واقف ہوں۔ میں نے طے کیا تھا کہ تپسیا کے چھ ماہ پورے ہونے کے بعد سب سے پہلے تمہیں بیٹی بناؤں گا۔ اس کے بعد دشمنوں سے نمٹا جائے گا۔"

"آپ مجھے پورس سے کیسے بچائیں گے؟"

"پارس اور پورس یہاں سے جارہے ہیں۔ انہیں جانے دو۔ جانے والے دشمنوں کو روک کر ٹکرانا دانش مندی نہیں ہے۔ یہ تمہارے لیے بہترین موقع ہے۔ میں تمہیں ایسی جگہ پہنچا دوں گا جہاں تم تین ماہ تک کسی کی مداخلت کے بغیر تپسیا کرکے مکمل آتما شکتی حاصل کرو گی۔"

"میرے مخالفین تپیا کے دوران میں میرے دماغ میں آسکتے ہیں۔"

"نہیں آئیں گے ... میں تمہاری آواز اور لب ولہجہ بدل دوں گا۔ تمہارے پاس جو آنا چاہے گا' اس کی سوچ کی لہریں میرے دماغ میں آجائیں گی۔ تمہاری طرف کوئی نہیں جاسکے گا۔"

گرونارنگ نے یہی کیا۔ اسے ہمارے جیسے مخالفین سے دور کہیں پہنچا دیا۔ ہمیں اتنی فرصت بھی نہیں تھی کہ اس کی طرف توجہ دیتے۔ ہم نے پورس کو سمجھا دیا تھا کہ وہ کئی ماہ تک بھاگتی دوڑتی رہی ہے۔ کافی سزا پا چکی ہے۔ اس سے انتقام لینے کے لیے پونم کے جسم کو ہلاک نہیں کرنا چاہیے لہٰذا نیلاں کو فی الحال نظر انداز کردیا جائے۔

لیکن الپا نے اپنے اکابرین سے کہا تھا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں امریکی چالبازیوں کو سمجھنے کے لیے نیلاں سے مدد لے گی لہٰذا وہ خیال خوانی کے ذریعے نیلاں کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی لیکن گرونارنگ کے دماغ میں پہنچ گئی۔

گرونارنگ نے کہا "نیلاں کچھ عرصے تک کسی سے رابطہ نہیں رکھے گی لیکن تمہارا پیغام اسے پہنچایا جاسکتا ہے۔"

الپا نے کہا "میں نہیں جانتی' آپ کون ہیں؟ نیلاں میری دوست ہے اور میرا نام الپا ہے۔ وہ میرے دماغ میں آسکتی ہے۔"

"اچھا تم الپا ہو۔ میں تمہیں جانتا ہوں۔ تم نہیں جانتیں کہ میں نیلاں کا باپ گرو گھنشام نارنگ ہوں۔"

"جہاں تک میری معلومات ہیں' نیلاں کی آتما ڈیڑھ سو برس سے زیادہ پرانی ہے۔ اتنی پرانی آتما کا باپ کہاں سے آگیا؟"

"جہاں سے تم سب کے باپ آتے ہیں اور ان کے بغیر تم میں سے کوئی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر اس سائنسی ترقی کے دور میں مانتی ہو کہ اس کی آتما ڈیڑھ سو برس پرانی ہے تو یہ بھی مان لو کہ میں تم لوگوں سے بھی زیادہ پرانا ہوں۔ وہ آتما شکتی کھو چکی تھی۔ میری آتما شکتی برقرار ہے۔ میں یہ ثابت کرنے کے لیے تمہارے جسم سے آتما کو نکال کر خود اس میں سما سکتا ہوں پھر دنیا تمہیں الپا... سمجھے گی لیکن میں گرو گھنشام نارنگ' الپا بن کر زندہ رہوں گا۔ کیا ابھی یہ تماشا دیکھو گی۔"

"نہیں۔ پلیز نیلاں کو میرا پیغام دے دینا کہ کسی وقت بھی مجھ سے رابطہ کرے۔"

یہ کہتے ہی وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ یہ جادوگر بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے کئی بار نیلاں کو جسم بدلتے دیکھ چکے ہیں۔ یہ اچھا ہے کہ وہ پھر اپنی آتما شکتی مکمل کررہی ہے۔ وہ میری دوست ہے۔ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اس کے برعکس میری بہت مدد کرے گی۔

اس نے اپنے یہودی اکابرین سے کہا "نیلاں ابھی ہمارے کام نہیں آسکے گی۔ آج پتا چلا کہ اس کا باپ زندہ ہے۔ اس کا نام گرو گھنشام نارنگ ہے۔ وہ مکمل آتما شکتی کا مالک ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "تمہیں اس کے باپ سے مدد مانگنا چاہیے تھی۔"

"کوئی دوستی کے بغیر مدد نہیں کرتا۔ جب نیلاں اپنے باپ کو بتائے گی کہ میں اس کی اچھی دوست ہوں۔ تب وہ میری مدد کرے گا۔"

ایسے وقت الپا نے اپنے دماغ میں گرونارنگ کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "پریشانی کیا ہے' بتاؤ؟"

وہ حیرانی سے بولی "تم میرے دماغ میں آئے ہو اور میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روکی۔ گرونارنگ نے ہنستے ہوئے کہا "جتنی دیر بھی سانس روکتی رہو۔ مجھے دماغ سے نہیں نکال سکو گی۔ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی کسی نہ کسی طرح دماغ میں پہنچ جاتے ہیں' یہ تم دیکھ رہی ہو۔"

"اوہ گاڈ! آپ تو بہت بڑی غیر معمولی شکتی رکھتے ہیں۔ کیا آپ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر بھی جاسکتے ہیں۔"

"نہیں۔ وہ مجھے محسوس کرلیں گے اور میں بھی انہیں اپنے اندر محسوس کرکے سانس روک سکتا ہوں۔"

"پارس اور پورس عام ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ آپ ان کے اندر جاسکتے ہیں؟"

"نہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ میں پورس کے دماغ میں گیا تھا۔ وہ مجھے محسوس کرتے ہوئے جیسے انجان بنا ہوا تھا۔ یہاں جمناداس بنا ہوا ہے اور اسی جمناداس کی شخصیت سے تعلق رکھنے والے خیالات اس کے دماغ سے ابھر رہے تھے۔ اس کے چور خیالات بھی اسے جمناداس ظاہر کررہے تھے۔"

"پھر آپ نے نیلاں ... کو پورس سے کس طرح بچا کر رکھا ہے؟"

"میں نے نیلاں کی شخصیت' اس کی آواز اور لب ولہجہ بدل دیا ہے اور یہ عمل کیا ہے کہ جو بھی نیلاں کے پاس آنا چاہے اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر میرے پاس آجایا کریں گی۔ جس طرح تم میرے پاس آئی تھیں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آئندہ نیلاں بھی آپ کی طرح مہا شکتی مان بن جائے گی۔ آپ میری طرف سے اسے کامیابی پر پیشگی مبارک باد دیں۔"

"تم بتاؤ پریشانی کیا ہے؟"

وہ بتانے لگی کہ اسے شبہ ہے کہ امریکی بڑی راز داری سے ایک نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کررہے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں معلومات حاصل کی ہوں گی۔ اس کے باوجود وہ بھی خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔

"میں ابھی آتما ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کرتا ہوں۔ تم چند منٹ تک انتظار کرو' میں ابھی آتا ہوں۔"

گرونارنگ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ وہ خوش ہو کر یہودی اکابرین سے بولی "بابا صاحب کے ادارے والوں کی طرح گرونارنگ آتما ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتے ہیں۔ تم سب کے لیے خوش خبری کہ نیلاں کی غیر موجودگی میں وہ گرو ہمارے مددگار بن گئے ہیں۔ وہ ابھی چند منٹ بعد اس نئی تیار ہونے والی ٹرانسفارمر مشین کے بارے میں ہمیں بتانے والے ہیں۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "بے شک۔ یہ بہت بڑی خوش خبری ہے لیکن کیا یہ تمہارا نقصان نہیں ہے کہ وہ تمہارے دماغ میں چلے آتے ہیں؟"

"ایک طرح سے کہا جاسکتا ہے کہ میں نقصان اٹھا سکتی ہوں لیکن بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں کرسکتی۔ میں نے سانس روک کر انہیں دماغ سے نکالنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہی۔ ویسے آئندہ ہماری پالیسی یہ ہوگی کہ ہم نیلاں اور گرونارنگ کو ہر قیمت پر دوست بنائے رکھیں گے۔"

اسی وقت فیکس کے ذریعے امریکا سے خبر موصول ہوئی۔ اس میں لکھا تھا "پچھلے دنوں روس نے اعلان کیا تھا کہ وہ ایک جدید بلاسٹک میزائل کا تجربہ کرنے والا ہے۔ آج امریکی وقت کے مطابق صبح دس بجے اس نے دو میزائل ہمارے ملک کے شمالی حصے الاسکا میں داغے ہیں۔ الاسکا کے اس حصے میں ایک سرکاری زمین دوز اسلحہ فیکٹری تھی۔ وہ بری طرح تباہ ہوگئی ہے۔ سیکڑوں افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ ہم اس جارحانہ کارروائی کے خلاف اقوام متحدہ میں روس سے جواب طلب کرنے والے ہیں۔"

یہ فیکس پڑھتے ہی الپا خیال خوانی کے ذریعے روسی فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اسے اپنے اندر محسوس نہیں کرسکتا تھا وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا "یہ کیا ہوگیا؟ ہم نے امریکی حکام کے مشوروں کے مطابق ان میزائلوں کو بابا صاحب کے ادارے کی طرف چھوڑا تھا۔ پہلے کی طرح دوسری بار بھی بابا صاحب کے ادارے پر حملہ ناکام رہا ہے جب کہ ہم نے بڑی راز داری سے یہ کام کیا تھا اور یہ یقین ہوگیا تھا کہ فرہاد' سونیا اور ان کے تمام اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے افراد ادارے میں موجود ہیں۔ ہمارے حملے سے وہ سب کے سب مارے جائیں گے۔"

خیال خوانی کے دوران میں الپا نے گرونارنگ کی آواز سنی "الپا! تم نے اس کے خیالات پڑھے۔ روس نے امریکا کے مشورے سے حملہ کیا تھا لیکن وہاں میزائل پیڈ کے فوجی یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ غائب دماغ رہ کر الاسکا کی طرف میزائل داغ رہے ہیں اور یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ الاسکا کی زیر زمین فیکٹری میں نئی

جناب ایم اے راحت
کا ناقابلِ فراموش ناول

احساس

احساس دل رکھنے والوں کیلئے احساس کہانی
مصنف نے اس ناول میں معاشرے کی
دکھتی رگوں پر ہاتھ رکھا ہے۔

قیمت : ۸۰/ روپے

براہِ راست منگوانے کا پتہ :

ناشر: علی میاں پبلیکیشنز
۲۰۔ عزیز مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
فون: ۷۲۴۷۴۱۴

اسٹاکسٹ: علی بکسٹال
نسبت روڈ، چوک میو ہسپتال لاہور
فون: ۷۲۲۳۸۵۳

اپنے ہاکر یا قریبی
بکسٹال سے طلب فرمائیں

ٹرانسفارمر مشین تیار ہو چکی ہے' جس کے اب پرخچے اڑ گئے ہیں۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "اچھا تو انہوں نے وہ مشین الاسکا میں تیار کی تھی؟"

"ہاں اور کامیابی سے تیار کی تھی۔ انہوں نے اب تک دو ورجن امریکی ذہین اور دلیر افراد کو اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی ہے۔ ان میں سے چھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے روس کے اس میزائل پیڈ کے افسروں اور فوجی جوانوں کے دماغوں میں موجود تھے تاکہ اس بار حملہ کامیاب رہے اور بابا صاحب کا ادارہ تباہ ہو جائے۔"

"کیا روسی افسروں اور فوجی جوانوں کو معلوم تھا کہ امریکا سے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی مدد کے لیے آئے ہیں؟"

"نہیں۔ حکومت روس کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ امریکا نے الاسکا میں ٹرانسفارمر مشین تیار کی ہے اور اس کے فوجی غائب دماغ ہو کر اسی مشین کو اس کے خفیہ اڈے سمیت تباہ کر چکے ہیں۔"

"ان امریکی اکابرین نے بڑی چالبازی دکھائی تھی۔"

"تمام امریکی اکابرین ایسی چالبازی سے بے خبر تھے۔ صرف چند یوگا جاننے والے افسروں اور فوجی جوانوں نے یہ پلاننگ کی تھی جو نہایت تجربہ کار مکینک اور انجینئرز وہاں لے جائے گئے تھے انہیں ڈیڑھ ماہ تک گونگے قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ یہ سختی سے کہا گیا تھا کہ ان کے منہ سے ایک ذرا سی آواز بھی نکلے گی تو انہیں گولی مار دی جائے گی۔ وہ ایک دوسرے سے تحریر کے ذریعے یا اشاروں کے ذریعے باتیں کرتے تھے۔"

"کیا امریکی اکابرین کو اب تک یہ معلوم نہیں ہو پایا کہ ان کے ملک میں ٹرانسفارمر مشین تیار ہو چکی ہے اور ان کے دو درجن قابل افراد ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر چکے ہیں؟"

"انہیں پرسوں شام کو یہ خوش خبری سنائی گئی تھی۔ انہوں نے اتنی بڑی کامیابی پر رات بھر جشن منایا تھا۔ انہیں صرف یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس مشین کو الاسکا کے ایک زیر زمین اڈے میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ جب وہ اڈا خود ان کی پلانٹ سے تباہ ہو گیا تو ایک یوگا جاننے والا افسر اتفاق سے بچ گیا تھا۔ وہ اپنی بیوی کے انتقال کی خبر سن کر شکاگو گیا ہوا تھا۔ اس نے امریکی اکابرین کو بتایا تب انہیں پتا چلا کہ انہوں نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے لیکن وہ روس کو الزام دے رہے ہیں۔"

الپا نے کہا "لیکن وہ اس مسئلے کو اقوام متحدہ تک نہیں لے جائیں گے کیونکہ وہ حملہ دونوں کی ملی بھگت سے ہوا تھا اور امریکا کبھی یہ ظاہر نہیں کرے گا کہ ایسے حملے کے باعث کروڑوں ڈالرز کی ٹرانسفارمر مشین برباد ہو گئی ہے۔"

"ویسے مشین کے برباد ہونے سے پہلے وہ چوبیس عدد ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر چکے ہیں۔"

"ہاں مگر وہ ناتجربہ کار ہیں۔ میزائل داغنے کے وقت ان کے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں افسروں اور فوجی جوانوں کے دماغوں میں تھے۔ اس کے باوجود انہیں غائب دماغ ہونے اور غلط ٹارگٹ پر داغنے سے نہ روک سکے۔"

"اس یوگا جاننے والے افسر نے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کی ناتجربہ کاری کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ آئندہ وہ انہیں اچھی طرح ٹریننگ دینے کے بعد بھی کھل کر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے مقابلے پر نہیں بھیجے گا بلکہ انہیں بڑی رازداری سے اہم معاملات میں استعمال کرے گا۔"

"آپ مہاشکتی مان ہیں۔ کیا ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں؟"

"پہنچنے کا کوئی ذریعہ ہونا چاہیے۔ یوگا جاننے والے افسر نے پرسوں رات اپنے اکابرین کو مشین کے سلسلے میں خوش خبری سنائی تھی۔ میں نے دو چار اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر ان کی یادداشت سے معلوم کیا کہ اس یوگا جاننے والے کا لب ولہجہ کیسا تھا؟ اس طرح میں اس یوگا جاننے والے اور اس کے چھ خیال خوانی کرنے والوں کے دماغوں میں پہنچ چکا ہوں۔"

"کیا باقی اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ سے بچے ہوئے ہیں؟"

"ہاں وہ اٹھارہ افراد دوسرے یوگا جاننے والوں کے ماتحت تھے۔ وہ تمام یوگا جاننے والے افسران اس اڈے میں مر چکے ہیں۔"

"پھر تو وہ اٹھارہ بھی مر چکے ہوں گے۔"

"نہیں۔ ان سب کو ٹرانسفارمر مشین کے مرحلوں سے گزارنے کے بعد میڈیکل ٹریٹ منٹ کے لیے دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا تھا۔ وہ اٹھارہ خیال خوانی کرنے والے زندہ ہیں۔"

"پھر تو وہ اپنے کروڑوں ڈالرز کا نقصان اس لیے برداشت کر لیں گے کہ ان کے ملک میں چوبیس عدد خیال خوانی کرنے والے مزید پیدا ہو گئے ہیں اور یہ ہمارے لیے دردِ سر بنے رہیں گے۔"

"فکر نہ کرو۔ میں جو ہوں۔ ان کے چھ خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچ چکا ہوں۔ باقی اٹھارہ کو بھی تلاش کرنے میں ذرا وقت لگے گا لیکن میں انہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ نیلماں کو آتما شکتی مکمل کر لینے دو پھر ہم اپنی ایک ایسی مضبوط ٹیم بنائیں گے کہ دنیا دیکھے گی۔ ہم اگر روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے برتر نہ ہو سکے تو ان سے کمتر بھی نہیں رہیں گے۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ الپا نے اپنے اکابرین کو امریکی ٹرانسفارمر مشین اور ان کے چوبیس عدد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا پھر امریکی فیکس کے جواب میں اپنی طرف سے ایک فیکس روانہ کیا۔ اس میں لکھا تھا۔

"کیا آپ حضرات روس کے خلاف اقوام متحدہ میں کچھ بول سکیں گے؟ نہیں۔ ہمیں نادان نہ سمجھیں۔ آپ یہ نہیں چاہتے تھے

کہ ہمارے ملک میں بھی یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہو۔ آپ نے بڑی رازداری سے وہ مشین تیار کی۔ چوبیس عدد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کیا۔ ایک روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے ہی آپ کے پاس تھا۔ آپ کے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان فوجی افسروں اور جوانوں کے دماغوں میں تھے جنہوں نے بابا صاحب کے ادارے کی طرف میزائل داغے تھے اور آپ کے مشورے پر انہوں نے ایسا کیا تھا لیکن نتیجہ سامنے ہے۔ آپ کی اس مشین کے پرزے پرزے ہو گئے ہیں۔ ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہم نے پہچان لیا ہے۔ باقی اٹھارہ کے بارے میں بھی معلوم کر لیں گے کہ وہ زندہ ہیں یا مر چکے ہیں۔ اب آخری اور اہم بات یہ کہنا ہے کہ الپا کو کتا سمجھ کر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنے کی نادانی نہ کرنا۔ یہ حماقت بہت مہنگی پڑے گی۔ دیٹس آل۔"

امریکی اکابرین نے وہ فیکس پڑھا۔ ایک حاکم نے کہا "تعجب ہے' ان یہودیوں کو ہمارے اندر کے حالات کیسے معلوم ہو گئے؟ الپا یوگا جاننے والے ہمارے افسران کے دماغوں میں نہیں جا سکتی تھی اور ہم میں سے کوئی اس رازداری سے بننے والی مشین کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ وہ ہمارے دماغوں سے بھی یہ راز معلوم نہیں کر سکتی تھی۔"

دوسرے نے کہا "واقعی یہ حیرانی کی بات ہے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "بابا صاحب کے ادارے میں روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ ہمارے یوگا جاننے والے افسران کے اندر گئے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے انہوں نے الپا کو بتایا ہو۔"

فرہاد کی پوری فیملی الپا سے نفرت کرتی ہے۔ وہ یہ راز اسے کیوں بتائیں گے؟"

"اسرائیل کو امریکا سے متنفر کرنے کے لیے بتا سکتے ہیں۔"

"الپا نے دعویٰ کیا ہے کہ ہمارے کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی نظروں میں آ گئے ہیں۔"

ایک افسر نے ناگواری سے کہا "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نہ کہو۔ باقی اٹھارہ خیال خوانی کرنے والوں کو شکاگو کے ہسپتال میں بھیج دیا گیا تھا۔ وہ زندہ ہیں۔ اس ہسپتال سے جا چکے ہیں لیکن ان میں سے کسی نے ہم سے رابطہ نہیں کیا۔ وہ سب ہمارے وفادار تھے۔ اب بے وفائی دکھا رہے ہیں۔"

"ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔ وہ کسی مجبوری کے باعث روپوش ہوں گے۔ وہ وفادار ہیں' ضرور ہم سے رابطہ کریں گے۔"

ایک نے طنز سے کہا "وہ اس طرح کہ جب خیال خوانی کرنے والے الپا کے قابو میں ہوں گے۔"

دوسرے نے کہا "کیسے قابو میں ہوں گے؟ کیا اس نے ٹیلی پیتھی میں ہم سے زیادہ کمال حاصل کر لیا ہے؟ کوئی جادو سیکھ لیا ہے؟ کیا وہ زنجیریں نہیں مار سکتی۔ ہم نے کسی یہودی کو ٹیلی پیتھی دیوتا

سیکھنے نہیں دی۔ اس کے جواب میں وہ بڑی بڑی باتیں کر کے ہم پر دھونس جما رہی ہے۔"

"سانچ کو کیا آنچ؟ ذرا الپا سے ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام پوچھے جائیں۔ ابھی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

الپا ان کی باتیں سنتے ہی ایک حاکم کے دماغ سے فوراً نکل کر گرونارنگ کے پاس چلی گئی۔ ایک امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے اسرائیلی آرمی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم سے رابطہ کیا اور کہا "ہم نے آپ کا روانہ کردہ فیکس پڑھا ہے۔ اس فیکس کی کچھ باتیں متنازعہ ہیں۔ فی الحال ہم الپا سے ایک سوال کرنا چاہتے ہیں۔"

برین آدم نے کہا "الپا پتا نہیں کہاں مصروف ہے۔ اسے بلانے میں ذرا وقت لگے گا۔ آپ اس سے سوال کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"سوال یہ ہے کہ اسے یہ غلط بات کس نے بتائی کہ ہم لوگوں سے چھپ کر نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کر رہے تھے؟ پھر الپا اگر یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہمارے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی نظروں میں ہیں یا اس کے قابو میں ہیں تو وہ ان چھ افراد کے صرف نام بتا دے۔"

برین آدم نے کہا "آپ پانچ منٹ انتظار کی زحمت گوارا کریں۔ ہم ابھی الپا سے رابطہ کر رہے ہیں۔"

تین منٹ کے بعد ہی الپا آ گئی۔ اس نے برین آدم سے امریکی فوجی افسروں کے سوالات سنے پھر خیال خوانی کے ذریعے امریکی اکابرین کے پاس پہنچ کر کہا "میں الپا آپ کے درمیان ہوں۔ کاغذ قلم اٹھائیں اور ان چھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام لکھیں۔"

وہ ایک ایک نام بتانے لگی۔ گرونارنگ نے اسے ان سب کے نام بتا دیے تھے۔ امریکی افسر کو تمام چوبیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام معلوم تھے۔ اس نے کہا "بے شک' ان چھ افراد کے یہی نام ہیں۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"مجھ سے میرا طریقۂ کار نہ پوچھو۔ باقی اٹھارہ کو ڈھونڈ نکال کر بتاؤں گی کہ میں کیا چیز ہوں۔"

انہوں نے مزید سوالات کے لیے اسے مخاطب کیا لیکن جواب نہیں ملا۔ وہ انہیں حیران اور پریشان چھوڑ کر چلی گئی تھی اور سب ایک ہی بات اس وقت سوچ رہے تھے کہ اپنے اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کس طرح رابطہ کر کے ان کی حفاظت کریں۔

○☆○

چند اسلامی ممالک کے سربراہان نے شام کے حکام کے پاس اپنے نمائندوں کے ہاتھ ایک ایک خط لکھ کر بھیجا تھا۔ ان سربراہان .....کے خطوط کا مشترکہ متن یہ تھا کہ امریکا اور دوسرے بڑے ممالک سے دوستی ضرور رکھنی چاہیے لیکن بابا

صاحب کے ادارے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس ادارے کے نمائندوں کو اپنے ملک سے جانے دیا گیا۔ انہیں روک کر اور دونوں طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا کر میانہ روی اختیار نہیں کی گئی۔ یہ سیاسی مصلحتوں کے خلاف ہے۔

بابا صاحب کے ادارے کی بڑھتی ہوئی طاقت نے اور ایٹمی قوت رکھنے والے ممالک پر برتری حاصل کرنے کی صلاحیتوں نے یہ ثابت کردیا ہے کہ وہ کسی بھی ایٹمی قوت رکھنے والے ملک سے کم نہیں ہیں۔ بحیثیت مسلمان اس ادارے کی قدر کرنے سے غیر مسلم قومیں ہم سے برتر نہیں ہوں گی اور نہ ہی بابا صاحب کے ادارے سے دوستی کرنے پر دوسرے ممالک اعتراض کرسکیں گے۔ ہمارے لیے یہ بہتر ہوگا کہ ہم اپنی خارجہ پالیسیوں پر عمل کرنے کے لیے آزاد رہیں۔

آپ اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں کہ ان تمام بڑے ممالک نے ایک دوسرے کے فوجی اڈوں پر حملے کیے۔ اس کے بعد بھی وہ ایک دوسرے کے دوست رہے۔ روس نے الاسکا میں نہ جانے کیوں میزائل داغے؟ اس کے باوجود وہ سب متحد رہیں گے اور اسلامی ممالک ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچانے کے باوجود آپس میں اتحاد قائم نہیں رہ سکتے۔ آخر کیوں؟

آیئے ہم ان حالات پر غور کریں۔ اہم افراد کی ایک خفیہ اسلامی کانفرنس منعقد کریں اور دانش مندی سے اتحاد کا راستہ نکالیں۔ ہمیں اپنا صرف آج نہیں دیکھنا ہے۔ دنیا کے نقشے پر باوقار اسلامی ممالک کہلانے کے لیے اپنا آنے والا کل بھی بنانا ہے۔

یہ خطوط ان اسلامی ممالک کے نمائندے لائے تھے' جو پوری طرح امریکا کے زیر اثر نہیں تھے۔ وقادار کے محل میں رہنے والے امریکی مشیر کارنر میسن نے اپنی سراغ رساں سیکریٹری جولی کو ان خطوط کے بارے میں بتایا۔ جولی نے وہ خطوط محل کے ایک ریکارڈ روم سے چرالیے۔ انہیں امریکا تک پہنچانا ضروری تھا تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ ایک خفیہ اسلامی کانفرنس ہوسکتی ہے اور اس طرح وہ اسلامی ممالک امریکا سے بغاوت کا پہلا قدم اٹھانے والے ہیں۔

جولی نے رسمی طور پر مشیر کارنر میسن سے چھٹی لی تاکہ خودان خطوط کو امریکی یوگا جاننے والے تک پہنچائے۔ اگر وہ ٹیکس کرتی تو ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی اکابرین کے دماغ سے معلوم کرلیتے۔ جب وہ دمشق میں میرے ساتھ ایک مقامی باشندے کے گھر میں تھی تو میں نے اسے معمولہ اور تابع بنالیا تھا۔ وہ میرے عمل کے مطابق بھول گئی تھی کہ اسے تابع بنایا گیا ہے۔

وہ ایک فلائٹ سے اس لیے بھی امریکا جارہی تھی کہ اپنی چھوٹی بہن جینی سے لندن کے ایک پاگل خانے میں ملاقات کرنا چاہتی تھی۔ جینی نوجوان تھی لیکن بچپن سے ایب نارمل تھی۔ رفتہ رفتہ اس کا پاگل پن بہت خطرناک ہوگیا تھا لہٰذا علاج کے لیے اسے پاگل خانے میں رکھا گیا تھا۔

ڈاکٹروں کی رپورٹ تھی کہ اب وہ کچھ نارمل ہوتی جارہی ہے۔ کچھ عرصے بعد اسے پاگل خانے سے لے جایا جاسکے گا۔ طیارے میں بیٹھی جینی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ طیارہ لندن کی طرف پرواز کررہا تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر فہمی بیٹھی ہوئی تھی۔ علی اس سے پہلے لندن چلا گیا تھا اور وہیں ائرپورٹ پر اس سے ملنے والا تھا۔

فہمی نے اس سے پوچھا "کیا تمہارے پاس لائٹر ہوگا۔"

جولی نے خیالات سے چونک کر اسے دیکھا پھر اپنے پرس سے ایک لائٹر نکال کر دیتے ہوئے کہا "یہاں سگریٹ پینا ممانعت ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ اسی لیے ٹائلٹ میں جاکر [illegible] گی۔"

جولی نے پوچھا "کیا تم چرس کی عادی ہو؟"

فہمی نے مسکرا کر کہا "بڑی تیز نظر رکھتی ہو۔ کیا جاسوسہ ہو؟"

وہ ناگواری سے بولی "اونہہ۔ تمہارا نشہ ٹوٹ رہا ہوگا۔ اپنا شوق فرماؤ۔"

فہمی سیٹ سے اٹھ کر درمیانی راہداری سے چلتی ہوئی [illegible] کے دروازے پر آئی۔ اسے کھول کر اندر آنے کے بعد بند کیا۔ لباس کے اندر سے ایک بڑا سا لفافہ نکالا۔ اس لفافے میں وہ خطوط تھے' جنہیں اسلامی ممالک کے سربراہان نے شام کے [illegible] لکھا تھا۔ جولی لندن میں ایک دن قیام کرنے کے بعد ان خطوط کو واشنگٹن پہنچانے والی تھی۔

فہمی نے لائٹر کو آن کیا پھر اس بڑے سے لفافے کے ایک کونے کو آگ دکھائی۔ اس آگ نے بڑھتے بڑھتے پورے لفافے کو جلا ڈالا۔ فہمی نے اس کی راکھ کو کموڈ میں ڈال کر بہا دیا۔ اس نے آئینے میں دیکھ کر اپنا لباس درست کیا۔ بالوں پر برش کیا پھر باہر کھول کر باہر آگئی۔

اس وقت علی نے مخاطب کیا "کام ہوگیا؟"

"میں ایک گھنٹے میں پہنچنے والی ہوں۔"

"میں ائرپورٹ پر تمہارا انتظار کررہا ہوں۔ یہاں دو شیطان بھی موجود ہیں۔"

"کون؟ پارس اور پورس؟"

"ہاں ان سے بڑا شیطان کون ہوگا۔ پتا نہیں کس کو آئے ہیں۔ میں نے پوچھا تو کہنے لگے' جولی سے رشتے دار آئے ہیں۔ اس کے ساتھ کہیں جائیں گے۔"

فہمی نے کہا "جولی تو پاگل خانے اپنی بہن سے ملاقات جائے گی۔"

"اچھا ہے۔ یہ دونوں بھی پاگل خانے ہی چلے جائیں۔"

فہمی نے اپنی سیٹ پر واپس آکر جولی کو لائٹر دیتے ہ

"تمہارا لائٹر بہت کام آیا ہے۔"

وہ لائٹر لے کر بولی "میں نشہ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتی۔ [illegible] معلوم ہوتا تو تمہیں لائٹر بھی نہ دیتی۔"

فہمی نے حیرانی سے پوچھا "نشہ؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں نشہ کرتی ہوں؟"

"نہیں کرتی ہو تو یہ لائٹر کیوں لے کر گئیں؟"

"تعجب ہے۔ ایک تو میں نے تمہارا کام کیا۔ اوپر سے مجھے [illegible] کہہ رہی ہو۔"

"میرا کام؟ تم نے میرا کون سا کام کیا ہے؟"

"کیا تم اتنی جلدی بھول جاتی ہو؟ تم نے اپنی اٹیچی سے ایک [illegible] نکال کر دیا تھا پھر یہ لائٹر دے کر کہا تھا کہ میں ٹائلٹ میں [illegible] اور اس لفافے کو جلا کر اس کی راکھ کموڈ میں بہادوں۔ تم نے [illegible] میں نے کردیا۔"

جولی ایک دم..... اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اوپر رکھی ہوئی چھوٹی [illegible] کو اٹھا کر سیٹ پر بیٹھ کر کھولنے لگی۔ فہمی نے پوچھا "کیا وہ [illegible] کے لوکیٹرز تھے؟"

وہ چیخ کر بولی "یو شٹ اپ!"

تمام آگے پیچھے بیٹھے ہوئے مسافر اپنے اپنے سر گھما کر دیکھنے [illegible] وہ اپنی اٹیچی کی ایک ایک چیز نکال کر دیکھ رہی تھی۔ بڑا سا [illegible] نہیں مل رہا تھا۔ وہ غصے سے بولی "میرا وہ بڑا سا لفافہ کہاں [illegible]"

فہمی نے کہا "میں کیا جانوں؟ میں نے تو تمہاری اٹیچی کو ہاتھ [illegible] لگایا ہے۔"

"تم نے اسے چرایا ہے؟"

ائرہوسٹس اور اسٹیورڈ وغیرہ آگئے۔ فہمی نے ان سے کہا "یہ [illegible] کچھ ایب نارمل ہے۔ اس کی اٹیچی لاکڈ تھی۔ چابی اس کے [illegible] گی اور یہ مجھے الزام دے رہی ہے کہ میں نے اس کا ایک [illegible] چرایا ہے۔"

جولی نے کہا "صرف چرایا نہیں اسے جلا کر کموڈ میں ڈال دیا [illegible]

"تمہارے پاس ماچس یا لائٹر نہیں ہے۔ میں کیسے جلاؤں گی؟"

"تم نے میرے اس لائٹر سے جلایا ہے۔"

"یو دیکھیں۔ لائٹر خود اس کے ہاتھ میں ہے اور مجھ سے کہہ [illegible] کہ میں نے چوری بھی کی ہے اور اس لفافے کو جلانے کے [illegible] کا لائٹر لیا ہے۔ پلیز اسٹیورڈ! اس عورت کو سنبھالیں یا [illegible] بدل دیں۔ میں ایک پاگل کے پاس نہیں بیٹھوں گی۔"

"پاگل؟ تم نے مجھے پاگل کہا ہے؟"

"اور کیا کہوں؟ تم نے ایک گھنٹے پہلے مجھ سے کہا تھا کہ لندن [illegible] پاگل خانے جارہی ہو۔ ہر سال دو بار چیک اپ کے لیے

"ہاں میں پاگل خانے جارہی ہوں لیکن اپنے چیک اپ کے لیے نہیں بلکہ۔"

ائرہوسٹس نے جولی کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا "پلیز یوں نہ چلائیں۔ آپ کو اتنے مسافروں کے درمیان نارمل رہنا چاہیے۔"

وہ فہمی کی مرضی کے مطابق بولی "کیا میں نارمل نہیں ہوں؟ ابھی دروازہ کھولو۔ میں چلی جاؤں گی۔"

تمام مسافر قہقہے لگانے لگے۔ ائرہوسٹس اور اسٹیورڈ کو بھی بے ساختہ ہنسی آگئی۔ جولی اپنی اٹیچی اور پرس لے کر وہاں سے جانا چاہتی تھی۔ ائرہوسٹس نے اسے روکتے ہوئے کہا "سنیے! اناؤنس منٹ ہورہا ہے۔ ہم لندن پہنچنے والے ہیں۔ پلیز بیٹھ جائیں اور سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔"

اسے سمجھا بجھا کر بٹھا دیا گیا۔ وہ سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے سوچنے لگی "خواہ مخواہ جھگڑا کررہی تھی اور اس لفافے کی اہمیت کو بھول رہی تھی۔ اتنا اہم لفافہ آخر کہاں چلا گیا؟"

اس نے گھور کر فہمی سے پوچھا "اے! تم نے مجھ سے لائٹر نہیں لیا تھا؟"

فہمی نے کہا "مجھے تم سے ڈر لگتا ہے۔ تم کہو گی لیا تھا تو ہاں میں نے لیا تھا۔ اگر کہو گی نہیں لیا تھا تو میں کہوں گی نہیں لیا تھا۔ بولو مجھے کیا جواب دینا چاہیے؟"

"اس لائٹر سے اہم وہ لفافہ تھا۔"

"کیا تم نے مجھے لفافہ دیا تھا؟"

"نہیں۔ تمہیں نہیں دیا تھا مگر وہ کہاں چلا گیا؟"

"جب یہ جہاز دمشق سے پرواز کرنے لگا تو ایک نوجوان عورت نے تمہارے پاس آکر کہا' مجھے اپنی اٹیچی دے دو۔ میں تمہاری سہیلی ہوں' تم نے اسے اٹیچی دی۔ وہ لے گئی۔ تھوڑی دیر بعد آکر واپس کرتی ہوئی بولی۔ شکریہ! میرا نام فہمی ہے۔ فہمی علی تیمور۔"

یہ سنتے ہی جولی اچھل کر کھڑی ہونا چاہتی تھی لیکن سیٹ بیلٹ بندھی ہوئی تھی۔ اسے کھولنے کا وقت بھی نہیں تھا۔ جہاز رن وے پر اتر رہا تھا۔ وہ فہمی سے بولی "جہاز جیسے ہی رکے' مجھے بتاؤ' وہ عورت کون تھی؟"

"میں کیسے بتا سکتی ہوں۔ کیا تمہیں یاد نہیں ہے' میں اس وقت سر جھکائے ایک میگزین پڑھ رہی تھی۔ میں نے اس عورت کی آواز سنی تھی لیکن اس کی صورت نہیں دیکھی تھی۔"

وہ غصے سے تلملا کر رہ گئی۔ فہمی کو صورت سے نہیں پہچانتی تھی۔ ائرپورٹ پر امیگریشن کاؤنٹر پر اس نے ایک ایک عورت کو توجہ سے دیکھا۔ ایک جاسوسہ کی حیثیت سے تاڑنے کی کوشش کی۔ فہمی نے جب اپنا پاسپورٹ کاؤنٹر پر پیش کیا تو اس کا نام فہمیدہ علی تیمور لکھا ہوا تھا۔ جولی نے چیخ کر کہا "تم؟ تم جہاز میں میرے پاس بیٹھ کر فراڈ کررہی تھیں؟"

اس نے فضی کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ مارنا چاہا۔ وہ جھک گئی۔ اس کا ہاتھ لوہے کی جالی پر لگا۔ فضی نے مسافروں سے کہا "آپ سب گواہ ہیں سفر کے دوران میں بھی یہ پاگل عورت میرے پیچھے پڑ گئی تھی" دو سپاہیوں نے جولی کے دونوں بازوؤں کو جکڑ لیا۔

کئی مسافر کہنے لگے کہ وہ عورت پاگل ہے۔ پتا نہیں کیوں ائر لائن والے کسی پاگل کو تنہا سفر کرنے دیتے ہیں۔

فضی وہاں سے چلی آئی۔ علی اس کا منتظر تھا۔ اس نے مسکرا کر اس کی اپیچی لے کر کہا "میں تمہارے اندر رہ کر سارے تماشے دیکھ رہا تھا۔"

فضی نے پوچھا "وہ دونوں شیطان کہاں ہیں؟"

"یہیں کہیں ہیں۔ اب وہ جولی کے ساتھ آگے جائیں گے۔"

وہ دونوں پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگے۔ پارس نے ایک پولیس افسر کو چند کاغذات دکھا کر کہا "اس فلائٹ سے ایک پاگل عورت جولی آرہی ہے۔ وہ عام طور سے نارمل رہتی ہے۔ کبھی کبھی اس کی ذہنی رو بہک جاتی ہے۔ سائیکولوجسٹ اور دوسرے ڈاکٹروں نے اسے پاگل خانے میں رکھنے کے مشورے دیے ہیں۔"

پولیس افسر نے کاغذات پڑھے۔ ایسے ہی وقت تین سپاہی جولی کو پکڑ کر لگیج ہال سے باہر لا رہے تھے۔ پارس نے کہا "یہی مس جولی ہیں۔ پلیز ہمیں اجازت دیں۔ ہم اسے لے جائیں گے۔"

افسر نے سپاہیوں کو حکم دیا "مس جولی کو چھوڑ دو۔ یہ اس کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

سپاہیوں نے اسے چھوڑ دیا۔ کسٹم والوں نے اس کا سامان چیک کیا۔ جولی نے پارس کے قریب ہو کر پوچھا "اجنبی سے آئے ہو تو کوڈورڈز بولو۔"

پارس نے کہا "میں پیار کی ایجنسی سے آیا ہوں۔ تمہارے ساتھ ایک رات گزار کر چلا جاؤں گا۔"

وہ غصے سے بولی "یو شٹ اپ نان سنس۔ تم نے مجھے سمجھا کیا ہے؟"

"پاگل نہیں سمجھا ہے۔ نارمل رہو جولی! ورنہ پولیس والے پھر تمہیں لے جائیں گے۔"

اس کے غصہ ہونے پر تمام کسٹمز والے اسے دیکھ رہے تھے۔ پولیس افسر نے آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

پارس نے کہا "کچھ نہیں۔ ذرا ذہنی رو بہک گئی تھی۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ میں اسے سیدھا پاگل خانے لے جاؤں گا۔"

وہ بولی "تم کیا لے جاؤ گے۔ میں خود وہاں جانے والی ہوں۔"

"بات ایک ہی ہے ڈارلنگ!"

وہ لفظ ڈارلنگ پر بھڑکنے والی تھی۔ پارس نے جلدی سے کہا "دیکھو پھر نہ چیخنا۔ تم تو نارمل ہو مگر یہ تمہیں پاگل سمجھیں گے۔"

اس نے دونوں ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ یہ سمجھ گئی کہ غصے پر قابو نہیں پائے گی تو لوگ اسے پگلی ہی سمجھتے رہیں گے۔ اس نے پارس کی مدد سے چیک کیا ہوا سامان ٹرالی میں رکھا۔ پارس نے کہا "تم باہر آؤ۔ میں کوئی ٹیکسی لے کر آتا ہوں۔"

وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ جولی ٹرالی دھکیلتی ہوئی عمارت سے باہر آئی۔ وہاں پورس تیزی سے چلتا ہوا آیا پھر ہانپتے ہوئے بولا "سوری مس جولی! مجھے آنے میں دیر ہو گئی۔ دراصل ریزرویشن حاصل کرنے میں دیر ہو گئی۔"

وہ ناگواری سے بولی "کیا بک رہے ہو۔ تمہیں دیر کیسے ہو گئی ابھی تو تم میرے ساتھ تھے؟"

"کیا؟ میں ابھی آپ کے ساتھ تھا؟ کہیں دشمن آپ کو دھوکا نہیں دے رہے ہیں؟"

جولی نے اسے غور سے دیکھا پھر کہا "ہاں۔ اس کا سوٹ کلر کا تھا اور تمہارا بلیو کلر کا ہے مگر شکل تو ایک ہے۔"

"اوہ مس جولی! وہ بہروپیا ہو سکتا ہے۔ کیا اس نے کوڈ ورڈز بتائے تھے؟"

وہ چونک کر بولی "ارے ہاں۔ میں نے پوچھا تھا اس نے بتا دیا تھا۔ تم کوڈ ورڈز بولو۔"

پورس نے اس کے دماغ سے معلوم کیے ہوئے کوڈ ورڈز کہے۔ وہ مطمئن ہو کر بولی "تھینکس گاڈ! اس بہروپیے سے نجات مل گئی۔"

وہ کار کا دروازہ کھول کر بولی "تم جاؤ۔ میں اپنی بہن کے ساتھ تنہا جاتی ہوں۔ تم میں سے کسی کی ضرورت ہو گی تو فون کر کے کال کروں گی۔"

وہ بیٹھ کر چلی گئی۔ پورس دوسری کار کے پاس آیا۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر پارس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار آگے چل پڑی۔ وہ دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے کیونکہ پارس کار ڈرائیو کر رہا تھا اور پورس جولی کے اندر کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ موبائل کے ذریعے ایجنسی کے انچارج سے بول رہی تھی "سفر کے دوران میں ایک اہم لفافہ غائب ہو گیا ہے۔ بھوپال سے چلا' میرے ساتھ علی تیمور کی بیوی فضی سفر کر رہی تھی۔"

انچارج نے پوچھا "کیا فضی نے لفافہ غائب کیا ہے؟"

"ہاں۔ اس طرح یقین ہو رہا ہے کہ میرے بیگ کا تالا کھلنے کے بعد جو وہ میرے اندر آکر مجھے غائب دماغ بنا دیتی تھی۔"

"ہمارے لیے یہ تشویش کی بات ہے کہ تم ان کے ذریعے محفوظ ہو۔"

"زیادہ تشویش کی بات نہیں ہے۔ میں اپنی بہن جینی سے مل کر آؤں گی۔ کوئی خفیہ جگہ مقرر کرو۔ جہاں ہمارا پیغام پہنچ کر دماغ کو لاک کر دے۔"

"میں یہ تمام انتظامات کر لوں گا۔"

جولی نے فون کو بند کر کے پرس میں رکھا۔ پورس اس پر حاوی ہو گیا۔ وہ اپنا ایک ایک کپڑا اتار کر اسے اتار کر پہننے لگی۔ ڈرائیور عقب نما آئینے میں اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ ایک ملازم تھا کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ اس لیے وہ خاموش رہا۔

وہ کار پاگل خانے کی عمارت کے سامنے رک گئی۔ جولی نے ڈرائیور کو کرایہ دیتے ہوئے کہا "سامان اندر لے آؤ۔"

وہ عمارت کے اندر ایک بڑے سے دفتر میں آئی۔ وہاں ایک میز کے پیچھے پاگل خانے کا سینئر انچارج بیٹھا ہوا تھا۔ عملے کے کچھ افراد بھی تھے۔ وہ وہاں پارس اور پورس کو دیکھ کر چونک گئی۔ دونوں ہم شکل تھے۔ پارس اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ دوڑتی ہوئی آکر اس سے لپٹ گئی پھر بولی "مائی ڈیئر! میں جانتی تھی تم یہاں ثابت کرنے آؤ گے کہ میں پاگل نہیں ہوں۔"

ڈاکٹر نے پوچھا "میڈم! کیا تم نارمل ہو؟"

"ہنڈرڈ پرسنٹ نارمل ہوں۔ آپ میری گفتگو سے یقین کر لیں گے۔"

"تم نے یہ انٹا لباس کیوں پہنا ہے؟"

جولی نے پورس کو دیکھا۔ اس نے انا کوٹ پہنا تھا اور نکٹائی کو کمرے باندھا ہوا تھا۔ وہ ڈاکٹر سے بولی "مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ اس سے پوچھتے کہ اس نے نکٹائی کمر سے کیوں باندھی ہے۔"

پورس نے کہا "کسی حسینہ کو دیکھ کر پتلون نیچے گرنے لگتی ہے اس لیے میں نے کمر کس لی ہے۔ میں پاگل نہیں ہوں۔ تمہاری بہن حسیناؤں سے بچنے کا پہلے ہی انتظام کر لیا ہے۔"

جولی نے فوراً ہی اپنا بلاؤز اتار کر اپنی کمر سے باندھ کر کہا "اب میرا پینٹی کوٹ بھی نیچے نہیں گرے گا۔"

پورس نے کہا "اے پاگل کی بچی! میری نقل کرتی ہے؟"

"پاگل کا بچہ ہو گا تو اور تیرا خاندان۔ دیکھو ڈاکٹر! ایمان سے بولو۔ پاگل یہ ہے یا میں ہوں۔"

ڈاکٹر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "آؤ۔ میں تم دونوں کو یہاں کی سیر کراتا ہوں پھر معلوم ہو گا کہ پاگل کسے کہتے ہیں۔"

ڈاکٹر کے ساتھ چار گارڈز تھے۔ وہ ان دونوں کو اور پارس کو لیڈیز وارڈ میں لے گئے۔ وہاں الگ الگ کمروں میں دو دو چار چار پاگل عورتیں نظر آرہی تھیں۔ ایک کمرے میں دو عورتیں تھیں۔ ڈاکٹر نے جولی کی طرف اشارہ کر کے کہا "اسے اس کمرے میں بند کر دو۔"

اس کمرے کے آہنی سلاخوں والے دروازے کو کھول کر جولی کو اندر دھکیل دیا گیا۔ جب آہنی دروازے پر تالا لگایا گیا تو پارس نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر آس پاس دیکھنے لگی پھر آہنی دروازے کی سلاخوں کو تھام کر بولی "مجھے یہاں کیوں بند کیا گیا ہے۔ کھولو۔ دروازہ کھولو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔"

وہ چیختی رہی۔ وہ سب جانے لگے۔ اس لیڈیز وارڈ کے پیچھے ایک کمرا سب سے الگ تھا۔ اس کمرے میں آرام دہ بستر' صوفے' ٹی وی' ریڈیو اور ضروریات کا تمام سامان تھا۔ اس کا دروازہ بھی آہنی سلاخوں والا تھا۔ اس کے اندر ایک نوجوان حسین لڑکی فرش پر دوزانو بیٹھی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر نے کہا "یہ مس جینیفر عرف جینی ہے۔"

دوزانو بیٹھنے والی جینی کی آنکھیں بند تھیں اور اب وہ سجدے کر رہی تھی۔ پارس نے پوچھا "کیا یہ مسلمان ہے؟"

ڈاکٹر نے کہا "پتا نہیں کیا ہے۔ یہ ہر مذہب کے طریقوں سے عبادت کرتی ہے۔"

پورس نے پارس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا "یار! پہلے تو میں پریشان تھا کہ مجھے پاگل خانے کیوں بھیجا جا رہا ہے۔ میں یہاں سے نکلوں گا تو پاگل ہو جاؤں گا لیکن اب تو اسے دیکھتے ہی پاگل ہو گیا ہوں۔"

پھر پورس نے ڈاکٹر سے کہا "جلدی سے دروازہ کھلواؤ اور یہ کمرا زندگی بھر کے لیے میرے نام الاٹ کر دو۔"

ڈاکٹر کہنا چاہتا تھا کہ پاگل عورتوں کے وارڈ میں مرد پاگلوں کو نہیں رکھا جاتا لیکن پارس اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ اس نے گارڈ کو دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ پورس نے پارس کو چوستے ہوئے کہا "آج تم نے بھائی ہونے کا فرض ادا کیا ہے۔ اچھا خدا حافظ!"

وہ کھلے ہوئے دروازے کے اندر گیا۔ اس دروازے کو باہر سے مقفل کر دیا گیا۔ پارس نے ڈاکٹر اور گارڈز کے ساتھ جاتے ہوئے کہا "یہاں رہو بیٹے! دن میں تارے نظر آتے رہیں گے۔"

"ابے جا۔ یہاں چاند کا ٹکڑا ہے اور تو تاروں کی بات کر رہا ہے۔"

وہ سب چلے گئے۔ پورس آہنی سلاخوں کے پیچھے اس حسینہ کے ساتھ لاکڈ ہو گیا۔ وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے والوں میں سے نہیں تھا۔ ویسے بھاگنا بھی چاہتا تو وہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

اس نے ایک طرف کھڑا رہ کر جینی کو دیکھا۔ نماز کے اختتام پر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگی جاتی ہیں لیکن وہ پوجا کے انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ کر ہندی زبان میں بھگوان سے پرارتھنا کر رہی تھی پھر وہ عیسائیوں کے انداز میں پیشانی اور سینے پر صلیب کا نشان بنا کر بولنے لگی۔

پورس اس کی آواز سن کر چونک گیا کیونکہ اب وہ مردانہ آواز میں بول رہی تھی پھر وہ یہودیوں کے انداز میں بھی دعا مانگتے وقت مردانہ انداز میں بول رہی تھی۔ پورس ایک صوفے پر بیٹھ کر اسے تکنے لگا۔ وہ ہندی' فارسی' انگریزی' عبرانی' عربی اور روسی وغیرہ کتنی ہی زبانوں میں دعائیں مانگنے کے بعد بولی "اے گاڈ! آخر تو کیا ہے؟ جس مذہب اور فرقے میں دیکھو اسی میں تیری عبادت کی جاتی ہے۔ میں روز اتنی ڈھیر ساری زبانوں میں دعائیں مانگتی ہوں۔ مجھے بھی کسی زبان میں بول کر یہ بتانا چاہیے کہ تو کس مذہب اور زبان والوں کا خدا ہے؟ میں تو سچ بولتی ہوں تو نے اتنے سارے مذاہب

اور زبانیں پیدا کر کے دنیا میں فساد پھیلا دیا ہے۔ ایک ہی مذہب اور ایک ہی زبان ہوتی تو انسان کبھی آپس میں ایسے نہ لڑتے۔"

پورس حیرانی سے سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا' یہ تو کوئی دانشور اور فلسفی ہے پھر پاگل خانے میں کیوں ہے؟

ہو سکتا ہے' یہ کئی پہلوؤں سے دانش مند ہو اور چند پہلوؤں سے ایسا انداز اختیار کرتی ہو' جو دوسروں کے لیے نقصان دہ ہوتا ہو؟ اس کی حقیقت اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کی جا سکتی تھی۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی اور پورس کو اجنبی نظروں سے دیکھنے لگی۔ کیسی بڑی بڑی پرکشش آنکھیں تھیں' پورس کو سیدھی اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔

وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر دونوں ٹانگیں پھیلا کر یوں کھڑی ہو گئی جیسے حملہ کرنے والی ہو۔ پورس صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بولی "میں نے عبادت کے وقت اس آہنی دروازے کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی۔ یہ محسوس کیا' کسی کو میرے کمرے میں داخل کیا گیا ہے لیکن کمرے میں آنے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ میرے دماغ میں بھی گھسے چلے آؤ؟"

پورس نے کہا "وہ بات اصل میں یہ ہے کہ۔۔۔"

"شٹ اپ! پہلے میری بات پوری ہونے دو۔ یہ زنانہ وارڈ ہے اور زنانہ کمرا ہے۔ تم یہاں کیسے آ گئے؟"

"تمہارے تیور خطرناک ہیں۔ ایسے میں' میں کہہ سکتا ہوں کہ شامت یہاں لے آئی ہے۔"

"میں تیور بدل لوں اور مسکراؤں تو جواب کیا ہو گا۔"

"پھر تو جواب ہو گا' جنت میں ہمارے بزرگ حضرت آدمؑ اکیلے تھے تو بی بی حوا آ گئی تھیں۔ یہاں حوا اکیلی تھی' یہ آدم آ گیا ہے۔"

"وہ دونوں جنت سے نکالے گئے تھے۔ میں نہیں نکلوں گی۔"

"میں بھی نہیں نکلوں گا۔ ہم اس پاگل خانے میں پیارے پیارے پاگل بچے پیدا کریں گے۔"

اس نے یک بارگی گھوم کر لک ماری۔ پورس جھک گیا۔ وار خالی گیا۔ اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر دوسری لک ماری۔ وہ ایک قدم پیچھے ہو گیا۔ وہ پورس کو جیسے سانس لینے کا موقع بھی نہیں دینا چاہتی تھی۔ فضا میں اڑتے ہوئے گھومتی ہوئی بستر پر آ گری۔ وہ صوفے پر بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا "بچے پیدا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ابھی سے بستر پر چلی جاؤ۔"

وہ مسکرانے لگی۔ پورس نے کہا "شاباش! غصے میں حملے کرنے والے ناکام رہتے ہیں۔"

وہ اچانک چھلانگ لگا کر اس پر آئی۔ وہ تو پھسل کر فرش پر آ گیا تھا۔ وہ خالی صوفے کے ساتھ دوسری طرف الٹ گئی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا پوچھا "کہاں ہو تم؟"

وہ صوفے کے پیچھے سے سر اٹھا کر بولی "مانتی ہوں۔ بہت اچھے جوکر ہو۔"

وہ دونوں فرش پر کھڑے ہو گئے۔ وہ سامنے آ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر بولی "دوستی؟"

پورس نے اس سے ہاتھ ملایا تو نازک نظر آنے والے خوب صورت ہاتھ کے شکنجے میں اس کا ہاتھ جکڑ گیا۔ وہ مسکرا کر بولی "دور دور سے حملے کر رہی تھی اور تم تپ رہے تھے۔ اب اس ہاتھ سے نکل نہیں سکو گے۔"

وہ اپنے ہاتھ کو ایک جھٹکا دے کر دو قدم پیچھے چلا گیا۔ جینی کے ہاتھ میں پتلے سے پلاسٹک کا دستانہ رہ گیا۔ وہ اسے ایک طرف پھینکتی ہوئی بولی "سمجھ گئی۔ عورت سے دور بھاگتے ہو۔"

پورس نے دوسرے ہاتھ کا دستانہ اتار کر پھینکتے ہوئے کہا "میں تمہارا دل نہیں توڑوں گا۔ یہ میرے دونوں ہاتھ لو اور انہی طرح جکڑ لو۔ اگر ہاتھ چھڑا کر بھاگوں تو اپنا عاشق نہ سمجھنا۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے پورس کو دیکھا پھر پوچھا "خود پر بہت اعتماد ہے؟"

اس نے پورس کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسائیں۔ دونوں نے محسوس کیا کہ دونوں طرف کی انگلیاں فولادی ہیں۔ جینی نے اچھل کر اپنی پیشانی سے اس کی پیشانی پر زور کی ٹکر ماری۔ وہ بولا "زبردست ٹکر ماری ہے۔ میرا دماغ ہل کر رہ گیا ہے۔ یہ بتاؤ' تمہاری کھوپڑی کا کیا حال ہے۔"

تکلیف کی شدت سے جینی کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ اس کی قوت برداشت بھی قابل تعریف تھی۔ اس نے اچھل کر اپنی دونوں ٹانگوں سے پورس کی کمر کو جکڑ لیا۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں پہلے ہی جکڑی ہوئی تھیں۔ پورس نے کہا "ٹانگوں کو لپیٹنے کے لیے تم ایسی جگہ سے چپک گئی ہو کہ تمہاری گرمی سے میری جوانی کو پسینہ آ رہا ہے۔"

"ابھی پسینہ پونچھتی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے دونوں پیروں کو پورس کے پیچھے سے اٹھا کر اس کی گردن سے لپیٹتے ہوئے اس کے آگے ٹھوڑی کے نیچے قینچی سی بنا لی۔ اس طرح حلق کو جکڑنے کے بعد وہ سانس نہیں لے سکتا تھا۔ اس نے انکتی ہوئی سانسوں سے کہا "میں نے اب تک ایک حملہ بھی نہیں کیا لیکن تم مجبور کر رہی ہو۔"

دوسرے ہی لمحے میں جینی کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ ایک دم سے ڈھیلی پڑ کر فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ پورس نے اس سے دونوں ہاتھوں کے پنجے ملائے تھے۔ پنجے لڑائے نہیں تھے۔ اسے جکڑنے کا موقع دیا تھا۔ جب وہ حد سے بڑھنے لگی تو اس نے اس کی انگلیوں کو ایسا جکڑا جیسے ان انگلیوں کی ہڈیاں ٹوٹنے ہی والی ہوں۔

وہ دونوں ہاتھوں سے اپاہج نہیں ہونا چاہتی تھی اس لیے اس نے

فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ اپنی انگلیوں کو دیکھنے لگی۔ وہ بولا "فکر نہ کرو۔ میں نے ہڈیاں ٹوٹنے سے پہلے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔"

وہ فرش پر بیٹھی اپنی انگلیوں کو کبھی آہستہ آہستہ سیدھا کر رہی تھی۔ کبھی مٹھیاں باندھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پورس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ وہ بولا "تم نے تکلیف میں مبتلا رہنے کے باعث میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔"

اس نے چونک کر اسے دیکھا پھر کہا "جھوٹ بولتے ہو۔ یہ کوئی مردانگی ہے؟ عورت کو تکلیف پہنچاتے ہو؟"

"کیا عورت سے مار کھانا مردانگی ہے؟"

"عورت کو خوش کرنے کے لیے کیا مار نہیں کھائی جا سکتی؟"

"ایسا شوہر حضرات کرتے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر فرش سے اٹھتی ہوئی بولی "اگر میں تمہیں شوہر بنالوں تو مار کھاؤ گے؟"

"یا حیرت!"

"تو پھر شرط منظور ہے؟"

"تمہارے جس آئیڈیل کو موت کی تمنا ہو گی' وہی تم سے شادی کرے گا۔ میں ابھی دنیا دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ چونک کر بولی "ارے ہاں۔ کیا تم میرے دماغ کے اندر آئے تھے؟"

"آیا تھا نہیں' آیا ہوا ہوں۔ جب تک تمہاری ہڈیاں دکھتی رہیں گی تم سانسیں روک کر مجھے بھگا نہیں سکو گی۔"

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ پورس نے کہا "امریکی اکابرین نے بڑی رازداری سے اپنے ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو چھپا رکھا تھا۔ ہم سمجھ رہے تھے' وہ مرد ہو گا مگر وہ تم ہو۔"

وہ اسے گھور کر دیکھنے لگی۔ وہ بولا "ابھی دعائیں مانگتے وقت تمہارے منہ سے مردانہ آواز بھی نکل رہی تھی۔ تمہیں بہت سی صلاحیتوں میں مہارت حاصل ہے۔ بہترین فائٹر ہو۔ تمہارا جسم سانپ کی طرح لچکیلا ہے۔ تم اپنے بدن کو سکیڑ کر ان آہنی سلاخوں کے اندر سے گزر کر باہر جا سکتی ہو۔ تم میری کمر اور گردن سے سانپ کی طرح لپٹ گئی تھیں۔ تم بے حد ذہین ہونے کے باوجود کبھی کبھی ایب نارمل اور نیم پاگل ہو جاتی ہو۔"

"میری اتنی صلاحیتیں گنوا رہے ہو۔ کیا ایک ذرا ایب نارمل ہونے کے باعث میں اس پاگل خانے میں رہنا پسند کر رہی ہوں؟"

"تم پسند نہیں کر رہی ہو۔ امریکی اکابرین نے تمہیں یہاں جبراً چھپا کر رکھا ہے تاکہ تمہیں تلاش کرنے والوں کا دھیان پاگل خانے کی طرف نہ آئے۔ یہ لندن ہے اور یہاں کے حکمرانوں کو بھی تمہاری اصلیت معلوم نہیں ہے۔"

"میں کئی صلاحیتوں کی مالک ہوں' کیا یہاں سے فرار نہیں ہو سکتی؟"

"نہیں۔ پاگل خانے کے باہر کئی گن مین ہیں۔ تم ان کے دماغوں میں نہیں جا سکتیں۔ وہ تمہیں یہاں سے باہر دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔ کہیں سے آنے والی اندھی گولیوں کو تمہاری صلاحیتیں نہیں روک پائیں گی۔"

"ہوں تم میری صلاحیتوں کو بھی سمجھ چکے ہو اور مجبوریوں کو بھی۔ اب یہ بتاؤ' تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میرے بزرگوں کا حکم تھا کہ مجھے پاگل خانے بھیج دیا جائے۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ مجھ اچھے بھلے کو یہاں کیوں بھیجا جا رہا ہے؟ اب تمام باتیں اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہیں۔"

"کون سی باتیں سمجھ میں آئی ہیں؟"

"یہی کہ میں تمہیں یہاں سے نکال لے جاؤں اور تمہیں ایک گولی بھی نہ لگے۔ اس پاگل خانے کا انچارج ڈاکٹر اور کئی گارڈز بھی اس رازداری کے سلسلے میں اچھی خاصی رقم لیتے ہیں۔ کیا تم نے ان کے خیالات نہیں پڑھے کہ یہ سب امریکی غلام ہیں؟"

"ہاں میں ایک ایک کو اچھی طرح سمجھتی ہوں لیکن باہر کتنے گن مین گھات لگائے بیٹھے رہتے ہیں' ان کے بارے میں نہیں جانتی۔ ٹیلی پیتھی کے حوالے سے میں آخری امریکی سرمایہ ہوں۔ وہ مجھے اپنے کام میں لانے کے لیے لاکھوں کروڑوں ڈالرز خرچ کرتے رہتے ہیں۔ تم مجھے یہاں سے لے جانے کی بات کر رہے ہو۔ اس معاملے کو اتنا آسان نہ سمجھو۔"

"جو معاملہ آسان ہوتا ہے' اسے ہم کبھی ہاتھ میں نہیں لیتے۔ ابھی ہم یہاں باتیں کر رہے ہیں اور باہر بہت کچھ ہو رہا ہو گا اور بڑی خاموشی سے ہو رہا ہو گا۔ یہ تمہیں بعد میں معلوم ہو گا۔"

وہ اس کے قریب آ کر بولی "اگر یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤں گی تو تم سے ضرور شادی کروں گی۔ بس میری محبت کی خاطر شادی کی پہلی رات مجھ سے مار کھاتے رہنا۔"

"کیا تم پھر ایب نارمل ہو رہی ہو؟"

"میری یہ دلی خواہش ہے' اور تم مجھے ایب نارمل کہہ رہے ہو۔"

"تمہاری دلی خواہش ہے۔ میری بھی دلی خواہش ہے کہ تم میری زندگی میں آؤ۔ پلیز اپنی پہلی رات والی شرط بھول جاؤ۔ چپ چاپ ایک بت بن کر تم سے مار کھانے کا مطلب یہ ہو گا کہ مجھے اسپتال جانا ہو گا پھر پتا نہیں کب زخم بھریں گے؟ کب ہڈیاں پسلیاں درست ہوں گی اور کب شادی کی دوسری رنگین رات آئے گی؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ میں نے آج تک جس سے بھی مقابلہ کیا ہے' اس پر غالب آتی رہی ہوں۔ آج تم نے میرا دل توڑ دیا ہے۔ کیا عاشق ایسے ہوتے ہیں؟"

"مانتا ہوں۔ عاشق بڑے بڑے مشکل امتحانات سے گزرتے ہیں۔ مجھے سوچنے کا موقع دو۔ میں تمہاری دلی خواہش پوری کرنے کا راستہ نکالوں گا۔"

وہ سوچنے لگا' اس سلسلے میں پارس سے مشورہ کرے گا۔ اس وقت پارس پاگل خانے کے دفتر میں سینئر ڈاکٹر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک گارڈ نے آکر کہا "سر! جولی کو جس سیل میں بند کیا گیا تھا اس سیل کی دو پاگل عورتوں نے اسے مار مار کر بے ہوش کردیا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا "جولی کو فوراً یہاں لاؤ۔ یہ تو بہت ہی خطرناک پاگل عورتیں ہیں۔"

گارڈ چلا گیا۔ ڈاکٹر نے پارس سے کہا "یہ عورت پہلے بھی کئی بار جینی سے ملنے آچکی ہے۔ جینی کو اپنی چھوٹی بہن کہتی ہے۔ اس سے ملنے کے اجازت نامے پر بھی یہی لکھا ہوتا ہے۔ پتا نہیں اب یہ خود کیسے پاگل ہوگئی ہے؟"

وہ ڈاکٹر' وہاں کا تمام عملہ اور امریکی اکابرین نہیں جانتے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان سب کے دماغوں پر چھائے ہوئے ہیں اور پاگل خانے کی عمارت کے احاطے کے باہر فضا اور علی تیمور کی راہ نمائی میں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے جاسوس ان مخالف مسلح محافظوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہلاک کررہے ہیں' جو جینی کو وہاں قید رکھنے اور اس کی نگرانی کرنے کے لیے کہیں نہ کہیں چھپے رہتے ہیں۔

جینی امریکا کی آخری ٹیلی پیتھی جاننے والی تھی۔ اس لیے تمام مسلح محافظوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ پاگل خانے فرار ہو کر باہر نکلے تو اسے فوراً گولی مار دیں۔ جب وہاں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے چوبیس عدد ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرلیے گئے تو بابا صاحب کے ادارے سے فیصلہ کیا گیا کہ روپوش رکھی جانے والی جینی کو حاصل کیا جائے کیونکہ وہ بہت سی خوبیوں کی مالک تھی بس کبھی کبھی ایب نارمل ہوجایا کرتی تھی۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ بعد میں اس کا علاج کیا جاسکتا تھا۔

دو گارڈز جولی کو دو طرف سے سہارا دے کر لائے۔ وہ زخموں سے چور تھی اس کے چہرے اور جسم کے کئی حصوں سے لہو بہہ رہا تھا۔ اسے کرسی پر بٹھایا گیا۔ وہ بری طرح ہانپ رہی تھی اور تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ پارس اس کے اندر موجود تھا تاکہ وہ ہمارے منصوبے کے خلاف کوئی بات نہ اگل دے۔ ڈاکٹر نے جولی سے کہا "ان دو پاگل عورتوں میں سے ایک بیمار اور کمزور ہے۔ دوسری جوان اور صحت مند ہے۔ اس کا نام مارتھا ہے۔ کیا اسی نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟"

جولی انکار میں سر ہلا کر بولی "اس کا نام مارتھا ہوگا لیکن وہ مجھ پر حملے کرتے ہوئے خود کو نینی کہہ رہی تھی۔ چیخ چیخ کر کہتی جارہی تھی کہ میں زبردست فائٹر ہوں تو اس پر حملے کروں لیکن میں ایک بھی حملہ نہ کرسکی۔ وہ بجلی کی طرح لپک لپک کر میری پٹائی کرتی رہی۔"

ڈاکٹر نے کہا "ہم اسے سزا دیں گے۔ تم ویسے تو نارمل ہو پھر ایسی کیا حرکتیں کرتی ہو کہ یہاں بھیج دی گئی ہو؟"

"میں نارمل ہوں۔ آپ معائنہ کرکے مجھے یہاں سے چھٹی دیں گے۔ تب بھی یہاں سے نہیں جاؤں گی۔"

"کیوں نہیں جاؤ گی؟"

"اس نے اتنی پٹائی کرنے کے بعد کہا ہے کہ مجھے یہاں رہنا ہوگا۔ اگر اس عمارت سے باہر جاؤں گی تو وہ مجھے جان سے مار ڈالے گی۔"

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا "جب ہم مارتھا کو یہاں قید رکھیں گے تو وہ باہر جاکر تمہیں کیسے جان سے مارے گی؟"

"مجھے مارنے والی یہاں اندر نہیں' باہر ہے۔ وہ باہر رہ کر اس سیل کے اندر میری پٹائی کررہی تھی۔"

ڈاکٹر نے کہا "ہوں۔ اپنی بات سے ثابت کررہی ہو کہ ایب نارمل ہو۔ تمہارے دماغ میں کسی کا خوف سمایا ہوا ہے۔ تمہاری پٹائی کی مارتھا نے اور تم سمجھ رہی ہو' کسی باہر والی نے ایسا کیا ہے۔"

اس نے گارڈز سے کہا "اسے مرہم پٹی کے لیے لے جاؤ اور کسی الگ سیل میں رکھو۔"

ایسے وقت علی نے کہا "پارس! باہر جتنے گن مین تھے' ہم ان میں سے ایک کے ذریعے دوسرے کے دماغ میں پہنچتے رہے اور انہیں ہلاک کرتے رہے۔ وہ سب دن کے وقت ڈیوٹی پر رہتے تھے۔ شام ہونے والی ہے۔ نائٹ ڈیوٹی کرنے والوں کے آنے سے پہلے جینی کو لے کر وہاں سے نکلو۔ ہماری ایک بلٹ پروف گاڑی ابھی وہاں پہنچنے والی ہے۔"

پارس نے پورس کو مخاطب کرکے بتایا "جینی کو لے کر فرار ہونے کا وقت آگیا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا جاسوس سینئر ڈاکٹر کو لے کر آرہا ہے۔ وہ آہنی سلاخوں والا دروازہ کھول کر تم دونوں کو باہر نکالے گا۔"

پورس نے کہا "جینی میں جو خوبیاں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا بدن سانپ کی طرح لچکیلا ہے۔ وہ اپنے بدن کو سکیڑ کر سلاخوں کے درمیان سے گزر کر باہر گئی ہے۔ مجھ سے کہا ہے' وہ ابھی چابی لاکر تالا کھول کر مجھے یہاں سے نکالے گی۔ کیا وہ چابی لینے وہاں نہیں پہنچی ہے؟"

"ابھی تک نہیں پہنچی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ اسے گئے بیس منٹ ہوچکے ہیں۔ جبکہ وہ چابی لینے دس منٹ میں دفتر پہنچ سکتی ہے۔"

"یار! تو نے اس سے اچھی طرح دوستی کی تھی یا نہیں؟"

"تو دوستی کی بات کررہا ہے۔ ہم نے تو شادی کرنے کا بھی فیصلہ کرلیا ہے۔ وہ مجھ سے متاثر ہے۔ مجھے دھوکا نہیں دے گی۔"

پارس سینئر ڈاکٹر کے ساتھ چابی لے کر گیا۔ جس سیل میں اسے اور پورس کو بند کیا گیا تھا وہاں تک جانے کے راستے میں جینی نظر نہیں آئی۔ سیل کے اندر پورس تنہا کھڑا ہوا تھا۔ اس کا تالا کھولا گیا۔ پارس نے پوچھا "کہاں ہے تمہاری ہونے والی دلہن؟ یہاں سے دفتر تک ہمیں نظر نہیں آئی۔"

ڈاکٹر نے کہا "شاید وہ اس دوسری راہداری سے گئی ہے۔"

وہ تینوں دوڑتے ہوئے دوسری راہداری سے گزرتے ہوئے دفتر میں آئے لیکن وہ نظر نہیں آئی۔ ڈاکٹر نے خطرے کا الارم بجا دیا جس کا مطلب تھا کوئی خطرناک پاگل فرار ہوگیا ہے۔ کئی گارڈز عمارت کے اندر اور باہر احاطے میں اسے تلاش کرنے لگے۔ پارس نے علی سے کہا "جینی اچانک کہیں غائب ہوگئی ہے۔"

علی نے کہا "جینی کیسے گم ہوجائے گی؟ کیا کسی نے اسے اغوا کیا ہے؟ کیا تم اس کے دماغ میں جاسکتے ہو؟"

پورس نے کہا "میں تین بار اس کے دماغ میں جاچکا ہوں۔ وہ سانس روک لیتی ہے۔"

علی نے پوچھا "کیا وہ تمہارے زیر اثر نہیں آئی تھی؟ تمہاری مخالف تھی۔"

"ہم تو شیر و شکر ہوگئے تھے۔ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتی تھی مگر کچھ ایب نارمل ہے۔ ایسی باتیں کرتی ہے' جسے کوئی مان نہیں سکتا۔ اب ایسی حرکت کررہی ہے کہ دوستی کرکے دور ہوجانے والی بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

علی نے کہا "یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اس کی دماغی رو پھر بہک گئی ہو۔ ایسا ہوگا تو وہ پھر دشمنوں کے ہتھے چڑھ سکتی ہے۔ جسٹ اے منٹ۔ میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

پھر علی نے تھوڑی دیر بعد کہا "پورس! ہم نے جو بلٹ پروف گاڑی بھیجی تھی وہ پاگل خانے کے آہنی گیٹ تک پہنچی تھی۔ جینی وہاں کے دو مسلح گارڈز کو ہلاک کرکے بلٹ پروف گاڑی کے ڈرائیور پر حملہ کرتے ہوئے اسے گاڑی سے نیچے پھینک کر وہ گاڑی لے کر فرار ہوگئی۔ بلٹ پروف گاڑی کے ڈرائیور نے ابھی فون پر مجھے بتایا ہے۔"

پورس نے کہا "اوہ علی! ایسے وقت اس کا ایب نارمل ہونا خود اس کے لیے خطرناک ہے۔ تم باہر ہو۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کے ذریعے علاقے کی ناکہ بندی کراؤ۔ یہ تو معلوم ہوچکا ہے کہ وہ ہماری بلٹ پروف گاڑی میں ہے۔ اسے گھیرا جاسکتا ہے۔"

علی نے کہا "ہم کوشش کررہے ہیں۔"

پارس اور پورس اس پاگل خانے کی عمارت کو چھوڑ کر اپنی کار میں آئے پھر وہاں سے جاتے ہوئے آگے پیچھے اور دائیں بائیں دیکھتے رہے۔ پورس نے پھر دو چار بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوششیں کیں لیکن وہ ہر بار سانس روکتی رہی۔ جیسے اسے جانتی نہ ہو اور کبھی اسے دیکھا تک نہ ہو۔

○☆○

انہوں نے بڑی چالبازی اور رازداری سے نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کرائی تھی۔ کروڑوں ڈالرز خرچ کیے تھے لیکن اس کی تیاری کے بعد بہت برے نتائج سامنے آئے تھے۔ وہ اپنے بڑے ذہین' باصلاحیت اور دلیر افراد میں سے صرف چھ ہیں افراد کو ٹیلی پیتھی کا علم سکھا پائے تھے۔ ارادہ تھا کہ ایسے ذہین خیال خوانی کرنے والوں کی ایک فوج بنائیں گے مگر روس کے دو میزائلوں نے ٹرانسفارمر مشین کے پرزوں کے بھی پرزے پرزے کردیے۔ اس مشین کے خفیہ اڈے اور اس کی نگرانی کرنے والے افسروں اور فوجی جوانوں کو بھی ہلاک کردیا۔

اس قدر نقصان اٹھانے کے باوجود وہ روس کے خلاف کچھ بول نہیں سکتا تھا کیونکہ روس نے اسی کے مشورے پر اپنے دو میزائل بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرنے کے لیے داغے تھے اور پہلی بار کی طرح دوسری بار بھی کوئی تباہ کن چیز بابا صاحب کے ادارے کی طرف نہیں آئی تھی۔ دوسری بار بھی ان میزائلوں نے امریکا کو نقصان پہنچایا تھا۔

پھر یہ بات بھی امریکا کے تمام بڑے دوست ممالک کے علم میں آگئی تھی کہ وہ اپنے ہی دوست ممالک کو پرانی ٹرانسفارمر مشین کی مرمت کرانے کا یقین دلا رہا تھا اور ان سے بھی چھپ کر ایک نئی مشین تیار کرچکا تھا۔ عالمی سیاسی حالات کے پیش نظر وہ سب امریکا سے تعلق ختم نہیں کرسکتے تھے لیکن اس سے ناراض ہوگئے تھے۔

بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے ایسی خاموشی تھی جیسے وہ اس معاملے سے بے خبر ہوں۔ اگر خبر بھی رکھتے ہوں تو اب انہیں عالمی سیاست سے اور کسی ملک کے اندرونی اور بیرونی معاملات سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ جبکہ تمام بڑے ممالک سمجھ رہے تھے کہ اس ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اپنی طرف آنے والے میزائلوں کا رخ الاسکا کی طرف کردیا تھا اور بڑی خاموشی سے سمجھا دیا تھا کہ جب بھی بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرنے کے منصوبے پر عمل کیا جائے گا' وہ اسی طرح اپنے پیروں پر کلہاڑی مارتے رہیں گے۔

نقصان کئی طرح سے ہوا تھا۔ نئی ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے' میزائل داغنے کے لیے روسی فوجیوں کے دماغوں میں گئے تھے اور ہماری نظروں میں آگئے تھے کیونکہ ہمارے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کئی سراغ رساں..... روسی فوج کے افسروں اور جوانوں کے دماغوں میں پہلے سے موجود تھے۔

ان چھ نئے خیال خوانی کرنے والوں کے اندر پہنچ کر بھی ہم نے خاموشی اختیار کی تھی۔ انہیں خوش فہمی میں رکھا تھا کہ ان کے دماغوں میں کوئی پہنچا نہیں ہے پھر دوسری طرف سے الپا بھی دعوے کررہی تھی کہ وہ ان چھ خیال خوانی کرنے والے امریکیوں کے دماغوں میں پہنچ چکی ہے۔

ان کا ایک اور زبردست نقصان ہوا تھا۔ ان کے باقی اٹھارہ

ٹیلی پیتھی جاننے والے لاپتا ہو گئے تھے۔ یقین تھا کہ وہ زندہ ہوں گے لیکن اپنے اکابرین سے رابطہ نہیں کر رہے تھے۔

حقیقتاً وہ زندہ تھے۔ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد جو غشی اور کمزوری طاری ہوتی ہے اسے دور کرنے کے لیے انہیں الاسکا سے دور دوسری اسٹیٹ کے اسپتال میں بھیج دیا گیا۔ ان اٹھارہ میں سے تین فوج کے بڑے افسر اور پندرہ مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں سے سینئر افسر کا نام کریمر پاؤس تھا۔ وہ اسپتال پہنچنے کے بعد ان افسران سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ رکھتا تھا۔ اپنی اور دوسرے ساتھیوں کی خیریت سے مطلع کرتا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ اب ان کی کمزوریاں اس حد تک دور ہو گئی ہیں کہ وہ اسپتال میں چل پھر سکتے ہیں۔ دوسرے دن تک دوڑنے کے قابل ہو جائیں گے۔

دوسرے دن کریمر پاؤس ایک افسر سے باتیں کر رہا تھا۔ اچانک دھماکا سنائی دیا۔ افسر نے کہا "کریمر! یہاں ایک میزائل آکر گرا ہے۔ ہمارے لیے خطرہ ہے۔ ہم یہاں سے۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے دوسرا دھماکا سنائی دیا۔ اس کے ساتھ ہی کریمر پاؤس کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس کا مطلب تھا' جس سے رابطہ ہو رہا تھا' وہ افسر بھی مارا گیا تھا۔

کریمر نے باقی دو افسروں کو اس سلسلے میں بتایا۔ انہوں نے دوسرے افسروں اور مشین کے ماہرین سے رابطہ کیا۔ ان کے دماغ بھی مردہ ہو چکے تھے۔ تینوں افسروں نے باقی پندرہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے کہا "دشمن ٹرانسفارمر مشین کو اور وہاں کے تمام عملے کو فنا کر سکتے ہیں۔ وہ یہاں تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں فوراً یہاں سے دوسری کسی پناہ گاہ میں جانا چاہیے۔"

سب نے اس بات سے اتفاق کیا پھر وہ ایک ایک کر کے مختلف بہانوں سے اسپتال کے باہر جانے لگے تاکہ اسپتال والے بھی ان کی منتقلی سے بے خبر رہیں۔ انہوں نے ملنے کے لیے ایک جگہ مقرر کی تھی۔ انہوں نے وہاں ملاقات کی پھر مختلف گاڑیاں حاصل کر کے اس اسٹیٹ سے بھی باہر جانے لگے۔

وہ الگ الگ گاڑیوں میں تھے لیکن خیال خوانی کے ذریعے تبادلۂ خیال کر رہے تھے۔ کریمر نے کہا "ہم برسوں سے فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی چال بازیاں دیکھتے آرہے ہیں۔ الپا بھی مکار ہے۔ آؤ ہم سب مل کر یہ فیصلہ کریں کہ کبھی ان سب سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ نہیں کریں گے۔"

سب نے تائید کی۔ دوسرے افسر جان بلڈر نے کہا "صرف اتنا ہی نہیں۔ اگر ہم دشمن ٹیلی پیتھی والوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو ہم اپنے امریکی اکابرین سے بھی رابطہ نہیں کریں گے۔ بڑی رازداری سے خاموش رہ کر اپنے وطن کی خدمت کریں گے۔"

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "یہ درست ہے۔ ہم اپنے اکابرین میں سے کسی کے دماغ میں جائیں گے تو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے پہلے کی طرح کئی ہتھکنڈوں سے ہم تک پہنچ جائیں گے۔"

دوسرے نے کہا "اگر ہم اپنے اکابرین کے دماغوں میں نہیں جائیں گے' دشمنوں کے دماغوں میں بھی نہیں جائیں گے تو ہمیں صحیح حالات کا اور اپنے اکابرین کی مشکلات کا علم کیسے ہو گا؟"

جان بلڈر نے کہا "سوچنے سمجھنے میں جلد بازی نہیں کی جائے۔ ہم اپنی ذہانت سے کام لیں گے تو ٹیلی پیتھی کو ہتھیار بنانے کے نئے راستے نکال سکتے ہیں۔"

وہ سب ایک بہت پرانی عمارت کے سامنے رک گئے۔ کریمر پاؤس نے کہا "اس عمارت کے آس پاس دور تک آبادی نہیں ہے۔ ویسے تو یہ خالی نظر آرہی ہے لیکن ایسی ویران عمارتیں جرائم کا اڈا بن جایا کرتی ہیں۔"

تیسرے افسر جیکی اولڈ نے کہا "ہمیں محتاط رہ کر اس کے اندر جانا چاہیے۔ اگر کوئی نہ ہو تو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اس میں تہ خانہ بھی ہو سکتا ہے۔"

وہ سب محتاط انداز میں ٹوٹے ہوئے دروازوں اور کھڑکیوں سے اندر گئے۔ عمارت کے گراؤنڈ فلور اور فرسٹ فلور کے علاوہ چھت کو بھی دیکھا۔ ایسی جگہ تلاش کرتے رہے' جہاں تہ خانے کا چور دروازہ ہو سکتا تھا۔ ابھی دن کا وقت تھا۔ جیکی اولڈ نے دو ماتحتوں سے کہا "ایک گاڑی لے کر کسی قریبی ٹاؤن میں جاؤ۔ وہاں سے پزز' بسکٹ' لالٹین' کیروسن آئل' ماچس کے پیکٹ' پینے کا صاف پانی اور کچھ دنوں کا راشن لے آؤ۔ جہاں بھی خریداری کرو۔ اپنی آوازیں بدل کر باتیں کرو۔"

ان کے جانے کے بعد وہ سب وہاں کی صفائی کرنے لگے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ دشمنوں سے محفوظ رہنے کے ایسے طریقے اختیار کیے جائیں کہ وہ کبھی ہمارے سائے تک بھی پہنچ نہ پائیں پھر وہ اطمینان سے ایک میز کے اطراف بیٹھ کر اپنے اپنے طور پر مشورے دینے لگے۔ جان بلڈر نے کہا "ہم دن رات باہر جاتے آتے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کب بھاری آواز اور لب ولہجہ سن کر ہمارے اندر آجائے گا۔ آپ سوچیں کیا ہم ہمیشہ گونگے بن کر رہ سکتے ہیں؟"

ایک نے کہا "یہ ممکن نہیں ہے۔ ہم اپنے گھر کے اندر بولیں گے یا نیند میں بڑبڑائیں گے تو کوئی دشمن سن سکتا ہے۔"

جان بلڈر نے کہا "ہم سچ مچ گونگے بن جائیں تو؟"

"ہم قدرت کے خلاف گونگے کیسے بن سکتے ہیں؟"

"اگر ہم ایک دوسرے پر تنویمی عمل کر کے دماغ میں یہ نقش کر دیں کہ ہم ہمیشہ گونگے رہیں گے۔ زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہیں کریں گے تو ایسے عمل کے اثر سے ہم بالکل تنہائی میں بھی کچھ بولنا چاہیں گے تو نہیں بول سکیں گے۔"

کتنے ہی ساتھیوں نے تائید کی۔ ایسا ممکن تھا۔ دشمن ٹیلی پیتھی

جاننے والے جب کسی کے دماغ میں پہنچ نہیں پاتے تو اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلا کر یا اسے زخمی کر کے اس کے لب ولہجے کے مطابق دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔ کوئی گونگا ہو تو اس پر شبہ نہیں ہو گا۔ شبہ ہو گا تو دشمن نہ اس کا لب ولہجہ زبردستی مار پیٹ کرنے گا اور نہ ہی اسے زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچ سکے گا۔

جیکی اولڈ نے کہا "یہ زبردست آئیڈیا ہے۔ تنویمی عمل کچھ اس طرح کرنا چاہیے کہ دشمن لاک کیے ہوئے دماغوں میں پہنچ کر بھی ہمارے خیالات نہ پڑھ سکے۔"

"دو ہی ذرائع سے خیالات پڑھے جاتے ہیں۔ ایک تو لب ولہجہ سن کر' دوسرا آنکھوں میں جھانک کر لیکن ہم اپنی آنکھوں پر آئی لینسز۔۔۔ چڑھائے رکھیں گے۔ وہ لینسز۔۔۔ ہماری آنکھوں کے مطابق ہوں گے تو کسی کو بھی شبہ نہیں ہو گا۔"

"یہ دونوں آئیڈیاز ویٹر فل ہیں لیکن ہم دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ارادے اور منصوبے پڑھ کر بروقت چال کے بغیر جوابی کارروائی کیسے کریں گے؟"

"ہم کاغذ پر لکھ کر ایک دوسرے کو مشورے دے سکتے ہیں اور ہم ایک ہی ملک میں نہیں رہیں گے۔ جب بھی ایک دوسرے سے کچھ کہنا ہو گا تو فیکس کے ذریعے اپنی تحریر بھیج دیا کریں گے۔"

"بائی گاڈ! یہ تمام بہترین آئیڈیاز ہیں۔ ہم آج ہی سے ایک دوسرے پر تنویمی عمل کر کے سب کے سب گونگے بن جائیں گے اور کل یہاں سے مختلف ممالک میں چلے جائیں گے۔ چہرے بھی تبدیل کر لیں گے۔"

"عمل کرنے سے پہلے ہمیں چند ضروری باتوں پر غور کرنا چاہیے۔ ہم میں سے چار ساتھی ایسے ہیں' جن کی بیویاں اور بچے ہیں۔ بیویوں کو اتنی اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ ہمارے گم ہونے کے بعد وہ سال دو سال میں دوسری شادیاں کر لیں گی لیکن بچوں کی محبت دل سے نہیں جائے گی۔ یہ چار بچوں والے ساتھی ان کی محبت کو دل سے کیسے نکال سکتے ہیں؟"

دوسرے نے کہا "یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ اگر یہ چار ساتھی دور ہی دور سے بچوں کو پیار سے دیکھیں گے یا کسی بہانے قریب جا کر ایک اجنبی بن کر ان سے باتیں کریں گے تو اپنے مخالفین کی نظروں میں آجائیں گے۔"

ایک ساتھی نے کہا "میرے دو بچے ہیں۔ ایک بیٹا ہے' ایک بیٹی ہے میں دونوں سے جان دینے کی حد تک پیار کرتا ہوں۔ میرے باقی تین ساتھی بھی یقیناً اپنے بچوں سے اتنا ہی پیار کرتے ہوں گے۔"

دوسرے ساتھی نے کہا "جب سے ہم نے روپوش رہنے کا فیصلہ کیا ہے تب سے یہی سوال ذہن میں چبھ رہا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو ان کی ماں پر یا ان کے سوتیلے باپ کے رحم وکرم پر کیسے چھوڑ سکیں گے۔ کیا ایسے میں ہمارا دل ودماغ سکون سے رہے گا؟"

افسر کریمر پاؤس نے کہا "ملک اور قوم کی خاطر قربانیاں دینے کے لیے بڑی مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر یہ چار ساتھی اپنے دلوں پر صرف اتنا جبر کریں کہ یہ اپنے بچوں کو دور سے بھی نہیں دیکھیں گے۔ ان کی سلامتی اور بہتری کے لیے یہ ملک چھوڑ کر یورپ یا ایشیا کے کسی ملک میں چلے جائیں گے تو ان کے بچوں کا مستقبل بہت شاندار رہے گا۔"

"شاندار کیسے ہو گا؟"

"ہم پہلی اور آخری بار امریکی اکابرین کو فیکس کریں گے۔ اس میں لکھیں گے کہ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے اپنے ملک اور قوم کو محفوظ رکھنے کے لیے روپوش رہا کریں گے۔ اپنی حکومت کے کسی یوگا جاننے والے عہدے دار سے بھی رابطہ نہیں کریں گے۔ اس کے عوض اپنے صرف چار ساتھیوں کی بیویوں اور بچوں کی سلامتی اور شاندار زندگی چاہتے ہیں۔ جو دشمن انہیں نقصان پہنچائے گا' اس سے ہم نمٹ لیں گے لیکن حکومت کی طرف سے انہیں ہر طرح آرام وآسائش مہیا کیا جائے۔"

سب نے اس فیصلے کی تائید کی۔ ایک نے پوچھا "ہمارا ایک دوسرے سے رابطہ کیسے رہے گا؟ کیونکہ ہم مختلف ممالک کے مختلف شہروں میں رہیں گے۔ اپنے اپنے چہروں سے بھی نہیں پہچانے جائیں گے۔ فیکس کے ذریعے چند سیکنڈ میں پیغام پہنچ جاتا ہے لیکن یہ کیسے معلوم ہو گا کہ ہمارا کون سا ساتھی کہاں ہے اور اسے کس فیکس مشین پر پیغام دینا ہے؟"

ایک افسر جیکی اولڈ نے کہا "اس دنیا میں بڑی بڑی ملٹی ملین ڈالرز اور پونڈز کے بزنس کرنے والی کمپنیاں ہیں۔ ہم اٹھارہ افراد مختلف اٹھارہ کمپنیوں کے مالکان' جنرل منیجر اور فیکس مشین کو اٹینڈ کرنے والے ملازمین کے دماغوں میں جگہ بنائے رکھیں گے۔ اور دن رات کے جس حصے میں ہمیں پیغام دینا ہو گا۔ اپنے کوڈ نیم کے ساتھ فیکس کے ذریعے پیغام دیں گے۔ ہم اسے اس کمپنی کے مالک' جنرل منیجر یا فیکس اٹینڈنٹ کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لیں گے۔"

دوسرے افسر جان بلڈر نے کہا "اس سے بھی آسان ایک طریقہ ہے۔ ہم اپنی حکومت سے کہیں گے کہ واشنگٹن میں ہمارے لیے فیکس مشین کا ایک شعبہ قائم کرے۔ وہاں جتنی مشینیں ہوں گی ہمارے پیغامات پہنچائیں گی۔ ہم انہیں پڑھ لیا کریں گے۔ ہمارے اکابرین اور ہمارے دشمن ان پیغامات کو سمجھ نہیں پائیں گے کیونکہ ہمارے کوڈ نیم اور کوڈ ورڈز صرف ہم اٹھارہ ساتھیوں کی سمجھ میں آیا کریں گے۔"

سب ہی اس بات پر متفق ہو گئے۔ وہ اسی وقت سے اپنے منصوبوں پر عمل کرنے لگے۔ ایک دوسرے کو نیند کی گہرائی میں پہنچا کر ان پر تنویمی عمل کرنے لگے۔ وہ دو دو کی تعداد میں الگ الگ کمروں میں عمل کرتے رہے۔ ان کی تعداد زیادہ تھی پھر ہر معمول کو

گھنٹے دو گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سونا پڑتا تھا۔ اس لیے اس کام میں دو سرا دن بھی گزر گیا۔

دو سری شام تک وہ اٹھارہ افراد گونگے بن چکے تھے اور سب نے تنویمی عمل کی میعاد تین ماہ رکھی تھی۔ تین ماہ کے اختتام سے پہلے دوبارہ ایک دوسرے پر پھر ویسا ہی عمل کرنا لازمی تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے کے دماغ کو لاک نہیں کیا تھا تاکہ اچانک کوئی دشمن ان کے دماغ میں آئے تو اسے گونگے دماغ سے سوچ کا ایک لفظ بھی سنائی نہ دے۔

پھر انہوں نے دوسرے دن روانگی سے پہلے فلیکس کا ایک مضمون یوں لکھا "ہمارے وطن عزیز امریکا کے اکابرین کے لیے خوش خبری ہے کہ ہم اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے زندہ سلامت ہیں لیکن اپنے ملک اور قوم کی سلامتی کے لیے ہم ہمیشہ روپوش رہیں گے۔ آپ حضرات سے بھی رابطہ نہیں کریں گے۔ ہمارے لیے ایک فلیکس کا شعبہ قائم کیا جائے۔ وہاں انجانے کوڈ نیم اور کوڈ ورڈز کے ذریعے جو تحریریں آئیں گی' انہیں چوبیس گھنٹے تک محفوظ رکھا جائے پھر انہیں جلا دیا جائے۔ ہم میں سے چار ساتھیوں کے بیوی بچے ہیں۔ ان کے نام اور پتے درج کیے جا رہے ہیں۔ ہماری فرض شناسی کے پیش نظر انہیں شان دار زندگی گزارنے اور بچوں کا بھی شان دار مستقبل بنانے کی ذمے داریاں آپ پر ہیں۔ اگر دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کے لیے مشکلات پیدا کریں گے یا ان کے ذریعے آپ کو بلیک میل کریں گے تو آپ ان کی دھونس میں نہ آئیں۔ ہم ان بیویوں اور بچوں کی حفاظت کرنے کے لیے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیں گے۔ اس فلیکس کے پہنچنے تک ہم اٹھارہ ساتھی ایک دوسرے سے جدا ہو کر دنیا کے مختلف ملکوں اور شہروں میں جا چکے ہوں گے۔ ہمیں امید ہے آپ اس فلیکس کے مطابق عمل کریں گے۔ آخری اہم بات یہ ہے کہ اپنے باقی چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر بھروسا نہ کریں۔ ریٹس آل۔"

وہ سب دوسرے دن مختلف فلائٹس سے مختلف ممالک کی طرف چلے گئے۔ اپنی اپنی پسند کے شہروں میں پہنچنے کے بعد ایک افسر نے وہ تحریر وہاں سے فلیکس کی پھر وہ شہر بھی چھوڑ کر چلا گیا۔ جب امریکی اکابرین کو وہ فلیکس ملا تو وہ اسے پڑھ کر خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔ ایک طویل عرصے کے بعد انہیں یہ فخر حاصل ہوا کہ اب وہ ایٹمی قوت کے علاوہ ٹیلی پیتھی کی قوتوں میں برتری حاصل کرتے رہیں گے۔

○☆○

گرو گھنشام نارنگ سے دوستی ہونے کے بعد الپا اندر ہی اندر خوف زدہ تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ اس پر بُرا وقت آچکا ہے۔ اگرچہ گرونارنگ نے اس کی بہت مدد کی تھی لیکن وہ دماغ پر دستک دیے بغیر چلے آتے تھے اور وہ انہیں محسوس نہیں کر پاتی تھی۔ ادھر نیلاں آتما شکتی مکمل کرنے کے لیے کیس تپسیا میں مصروف تھی۔

جب وہ مکمل شکتی حاصل کر لیتی تو وہ بھی الپا جیسی یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی بلا روک ٹوک جانے کے قابل ہو جاتی۔

یہ جیسی بات تھی کہ گرونارنگ اور نیلاں دونوں ہی الپا کے دماغ پر حکومت کرنے والے تھے۔ وہ پریشان ہو کر برین آدم کو تمام حالات بتا کر بولی "بگ برادر! اب کیا ہوگا؟ میں ان کی کنیزبن جاؤں گی تو ہماری تمام سپر قوم بھی ان کی غلام بن کر رہے گی۔"

برین آدم نے کہا "یہ ایسا تشویش ناک مسئلہ ہے' جس کا حل سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"ان کی محکوم بننے کی بات سوچتی ہوں تو مر جانے کو جی چاہتا ہے۔"

"تمہاری موت کے بعد بھی وہ دونوں ہمارے سروں پر سوار رہیں گے ہماری تمہاری موت سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔"

"بگ برادر! بڑی سازشوں کے بعد یہ ملک اسرائیل وجود میں آیا ہے۔ اگر یہ ملک ختم ہوگا تو پوری یہودی قوم دربدر ماری ماری پھرے گی یا پھر گرونارنگ اور نیلاں کی غلام بن کر رہے گی۔ ایک طرف وہ آتما ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ دوسری طرف روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیشہ خطرہ بنے رہتے ہیں۔ میں اکیلی ہوں۔ سانس روکنے کے بعد بھی انہیں اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکوں گی۔ ہمارا کیا ہوگا؟"

"ہاں وہ چھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی گرونارنگ کی مٹھی میں ہیں۔ گرونارنگ' نیلاں اور بابا صاحب کے ادارے والے ایسے زبردست ہیں کہ تم تھا واقعی کچھ نہیں کر سکو گی لیکن الپا! ایسے وقت سوچا جاتا ہے کہ جو ہونا ہے' وہ تو ہوگا۔ اگر ہم مایوس اور پریشان ہوں گے تو مصائب کو ٹالنے کی کوئی تدبیر سجھائی نہیں دے گی۔"

"میں تو سوچ سوچ کر تھک گئی ہوں۔ بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔ نہ پارس میرے آنسوؤں سے پگھلے گا' نہ بابا صاحب کے ادارے سے کوئی حمایت حاصل ہوگی۔"

ایسے وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ برین آدم نے ریسیور اٹھا کر کہا "میں آرمی انٹیلی جنس کا ڈی جی بول رہا ہوں۔"

"میں امریکن آرمی کا ایک جنرل بول رہا ہوں۔ ہمارے پاس ایک فلیکس آیا ہے۔ میں چاہتا ہوں' الپا میرے دماغ میں آکر دیکھے اور فلیکس کی تحریر سنے۔"

"اتفاق سے الپا موجود ہے۔ یوں سمجھیں وہ آپ کے اندر پہنچ چکی ہے۔"

الپا نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا "ہیلو جنرل! فلیکس کہاں سے آیا ہے؟"

"یہ ہمارے اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس سے آیا ہے۔"

"تعجب ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بول سکتے تھے پھر فلیکس

کی وجہ کیا ہے؟"

"اس کی وجہ دانش مندی ہے۔ وہ سب ہماری توقع سے زیادہ ذہانت ہو رہے ہیں۔ پہلے تم فلیکس کی تحریر سن لو پھر دوسری بات کریں گے۔"

جنرل نے اسے فلیکس پڑھ کر سنایا۔ الپا نے اسے توجہ سے سنا اور کہا "جنرل! میں تمہیں اور تمام امریکی اکابرین کو مبارک باد دیتی ہوں۔ تمہارے اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے نہایت دانش مندی کا کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی تم لوگوں کو بھی اپنی آواز سنانا نہیں چاہتا۔ وہ جانتے ہیں کہ روحانی اور آتما ٹیلی پیتھی والے کے یوگا جاننے کے باوجود دماغ میں چلے آئیں گے۔ میں بھی یوگا جانتی ہوں اور یہ سمجھتی ہوں کہ ان میں سے کسی کو اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکوں گی۔"

"گویا تم خطرات میں گھری ہوئی ہو؟"

"ہاں تمہارے اٹھارہ خیال خوانی کرنے والے بڑی حکمت عملی سے بچ رہے ہیں۔ میں نہیں بچ پاؤں گی۔"

"تم نے اب سے پہلے رابطہ کیا تھا تو گرونارنگ کی دوستی پر بے قرار تھیں۔ اب کیا ہوا؟"

"یہی کہہ سکتی ہوں' کبھی کمال اور کبھی زوال۔ بہرحال میں بے بس ہوں۔"

وہ واپس آکر برین آدم کو ان اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق بتانے کے بعد بولی "انہوں نے اپنی آواز اور لب و لہجے بدلے ہوں گے۔ روحانی اور آتما ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بچنے کے لیے پتا نہیں اور کیسے کیسے طریقے اختیار کر رہے ہوں گے۔ میرے لیے تو ایک بھی بچاؤ کا طریقہ نہیں رہا ہے۔"

برین آدم سوچ رہا تھا اور سوچ رہا تھا پھر اس نے کار کی چابی اٹھا کر کہا "الپا! تم جہاں بھی ہو' فوراً نکلو اور حیضہ کے سینما گوج کے گیٹ کے سامنے والے بنگلے میں پہنچو۔ میں آرہا ہوں۔"

وہ باہر آکر کار میں بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے موبائل سے رابطہ کیا اور کہا "میں ہوں برین آدم۔"

"میں ہوں آپ کا خادم جمال روبن۔"

"روبن! میں گھر سے چل پڑا ہوں۔ تمہارے پاس آرہا ہوں۔ میرے ساتھ ہے۔ کوئی مصروفیت ہو تو اسے ختم کرو۔ تمہارے فلیٹ میں کوئی ہے؟"

"میں تنہا ہوں۔"

"کوئی آئے تو اسے باہر سے رخصت کر دو۔"

"آپ کی موجودگی میں کوئی نہیں آئے گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ جب اس بنگلے کے سامنے پہنچا تو الپا اپنی کار کے باہر کھڑی اس کی منتظر تھی۔ اس نے کہا "بگ برادر! آپ مجھے وچ ڈاکٹر (جادوگر) جمال روبن کے پاس لے جا رہے ہیں؟"

"ہاں لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ ٹیلی پیتھی کو ٹیلی پیتھی اور گرونارنگ کے جادو کو جمال روبن کا جادو کاٹے گا۔"

وہ اس کے ساتھ دروازے کی طرف جاتی ہوئی بولی "اور روحانی ٹیلی پیتھی کی کاٹ کیسے ہوگی؟"

"ہم ابتدا سے دیکھتے آرہے ہیں کہ جب انہیں چھیڑا جاتا ہے تو وہ جوابی کارروائی کرتے ہیں۔ آئندہ تم بابا صاحب کے ادارے کے سامنے خاکسار بنی رہو گی۔ ہم انہیں کبھی شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔"

اس نے کال بیل کا بٹن دبایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ وہ بولا "یہ ہے وچ ڈاکٹر کا دروازہ' جس کی آمد پر اعتراض نہیں ہوتا' بٹن دباتے ہی دروازہ خود ہی کھل جاتا ہے۔"

وہ دونوں اندر آئے۔ وچ ڈاکٹر جمال روبن نے ان کا استقبال کیا "تشریف لائیے۔ میں خوش نصیب ہوں' ہمارے ملک کی دو بڑی ہستیاں میرے غریب خانے میں آئی ہیں۔ ڈی جی صاحب دو بار آچکے ہیں۔ میڈم الپا پہلی بار آئی ہیں۔"

ڈی جی برین آدم نے کہا "روبن! رسمی باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ ویسے میں الپا کے سامنے بتا دوں کہ جب اس نے پارس سے شادی کی تھی' تو میں پریشان ہو کر تمہارے پاس آیا تھا۔ دوسری بار الپا کو اغوا کیا گیا۔ اس وقت بھی تم نے کہا تھا' مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ الپا واپس آجائے گی اور تم نے اسے واپس بلانے کا عمل کر کے کہا تھا' یہ فلاں دن' فلاں تاریخ کو واپس آجائے گی اور تمہاری پیش گوئی کے مطابق یہی ہوا تھا۔"

وچ ڈاکٹر جمال روبن نے پوچھا "اب مسئلہ کیا ہے؟"

الپا اسے روحانی ٹیلی پیتھی اور آتما ٹیلی پیتھی کے متعلق بتانے کے بعد بولی "گرونارنگ کسی بھی یوگا جاننے والے کے دماغ میں گھس آتا ہے۔ میرے اندر بھی آیا کرتا ہے۔ ابھی تو اس سے دوستی ہے۔ جب نیلاں آتما شکتی مکمل کر لے گی تو وہ دونوں میرے دماغ پر حاوی رہ کر پوری یہودی قوم پر اور ہمارے ملک پر حکومت کریں گے۔ میں ان سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم نے گرونارنگ کو دیکھا ہے؟"

"نہیں۔ صرف خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رہا ہے۔ میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہوں۔"

برین آدم نے کہا "اس کے بارے میں جتنی معلومات ہیں' ان سے ہی پتا چل گیا ہے کہ آئندہ ہمارے ساتھ کیا ہو سکتا ہے؟"

"ہوں۔ الپا ہمارے ملک اور قوم کی ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے اس کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ یہ اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہے لیکن میں ایک وچ ڈاکٹر کی حیثیت سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ بہت خطرناک ہوگا۔"

"کیا تم اسے میرے دماغ میں آنے سے روک سکتے ہو؟"

"ڈی جی صاحب کو مجھ پر اعتماد ہے۔ اسی لیے تمہیں یہاں

لائے ہیں۔"

برین آدم نے کہا "الپا! میں نے بہت عرصہ پہلے تمہیں جمال روبن کے بارے میں بتایا تھا لیکن اس وقت نیلاں وغیرہ منظرِ عام پر نہیں آئی تھیں۔ تم کالے جادو کو کیا سمجھتی تھیں لیکن میں مسٹر روبن کو دو بار آزما چکا ہوں۔ آج تیسری بار تمہیں یہاں لایا ہوں۔ ہمارے مسئلے کا آخری حل یہی ہے۔ آج مسٹر روبن کی کامیابی ہماری کامیابی ہوگی۔"

"میں صرف میڈم الپا پر نہیں' آپ پر بھی عمل کروں گا اور ایسا کیوں کروں گا' یہ ابھی بتاتا ہوں۔ پلیز میرے ساتھ آئیں۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ الپا اور برین آدم کے ساتھ اس بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا...ایک خالی دیوار کے سامنے کھڑا ہوگیا اور زیرِ لب کچھ منتر وغیرہ پڑھنے لگا۔ وہ دونوں اس کے پیچھے کھڑے رہے۔ آدھے منٹ کے اندر ہی اس دیوار کے ایک حصے میں حرکت ... ہوئی پھر وہ حصہ سلائیڈنگ دروازے کی طرح کھلتا چلا گیا۔ اندر ایک چھوٹا سا خالی کمرا تھا۔ وہ تینوں اس کمرے میں آئے۔ دروازہ خود بخود بند ہوگیا۔

وچ ڈاکٹر جمال روبن نے دوسری طرف کا دروازہ کھولا۔ وہاں سے ایک زینہ تہ خانے کی طرف گیا تھا۔ وہ دونوں اس کے پیچھے زینے سے اترنے لگے۔ وہ دوسرا دروازہ بھی خود بخود بند ہوگیا۔ وچ ڈاکٹر نے تہ خانے میں پہنچ کر کہا "میں نے اوپر ڈرائنگ روم میں کہا تھا کہ ڈی جی صاحب پر بھی عمل کروں گا لیکن یہ نہیں بتایا' ایسا کیوں کروں گا۔"

"تم نے وہاں کیوں نہیں بتایا؟"

"میں بھی یہ نہیں جان سکتا تھا کہ گرونارنگ اس وقت آپ دونوں میں سے کسی کے دماغ میں رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہے یا نہیں؟ یہاں یقین ہے کہ ہم میں سے کسی کے دماغ میں نہیں آسکے گا۔ یہاں تہ خانے میں' میں نے ایسا عمل کیا ہے کہ بڑے سے بڑا کوئی جادوگر یہاں نہیں آسکے گا۔"

وہ اس کی باتیں سن رہے تھے اور چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھ رہے تھے۔ وہاں انسانی ہڈیوں کے ڈھانچوں کے علاوہ لکڑیوں اور پتھروں کے کئی بت بنے ہوئے تھے۔ دیواروں پر عبرانی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ ان کے علاوہ دیواروں پر کچھ ایسے نشانات بنے ہوئے تھے جو کالے جادو سے تعلق رکھتے تھے۔

وہ بولا "میڈم! آپ اپنے اطمینان کے لیے گرونارنگ کے دماغ میں جائیں لیکن نہیں جانتیں گی۔ اسی طرح وہ آپ کے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے گرونارنگ کو مخاطب کیا لیکن سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ وہ خوش ہو کر بولی "واقعی میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ رہی ہوں۔"

وچ ڈاکٹر نے کہا "وہ فولادی دماغ والا گرونارنگ بھی اپنی تمام مہارتوں کے باوجود یہاں تمہارے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

وہ وچ ڈاکٹر کے دونوں بازوؤں کو جھنجھوڑتے ہوئے خوشی سے بولی "کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اور نیلاں کبھی میرے دماغ میں نہ آسکیں۔ یعنی کہ میں یہاں سے جانے کے بعد بھی ان مخالفین سے محفوظ رہ سکوں؟"

"ہاں۔ رہ سکو گی۔ میں اوپر ڈرائنگ روم میں جو بات کہہ رہا تھا۔ وہ ابھی تک ادھوری ہے۔ حقیقتاً صرف میڈم الپا ہی نہیں' آپ ڈی جی صاحب بھی ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ الپا کی نیلی پیتھی نے اور آپ کی ذہانت نے ہمارے ملک کو دشمنوں سے ہمیشہ محفوظ رکھا ہے۔ پھر سب ہی دشمن یہ جانتے ہیں کہ آپ میڈم کو چھوٹی بہن کی طرح چاہتے ہیں۔ لہٰذا الپا محفوظ رہے گی تو دشمن مجھے میں آپ سے انتقام لے کر بہن کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کریں گے۔ لہٰذا میں ڈی جی صاحب کے دماغ کو بھی ان سے محفوظ رکھوں گا۔"

برین آدمی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "ہماری طرح تم بھی وچ ڈاکٹر بن کر ملک اور قوم کی خدمت کررہے ہو۔ کیا اس کام میں زیادہ وقت لگے گا؟"

"میری کوشش ہوگی بارہ گھنٹے سے زیادہ وقت نہ لگے۔ یہاں آرام کرنے اور کھانے پینے کا سامان ہے۔ آپ کسی طرح بھی وقت گزاریں۔ میں یہیں آپ کے سامنے مصروف رہوں گا۔"

دونوں کا وہاں رہنا لازمی تھا کیونکہ وہاں وہ کسی بھی مخالف نیلی پیتھی جاننے والے سے محفوظ تھے۔ انہوں نے ایک جگہ بیٹھ کر دیکھا۔ وہ اپنے وچ فارمولوں پر عمل کرنے میں مصروف ہوگیا تھا۔ زیرِ لب کچھ پڑھتا بھی جارہا تھا۔ اس نے ایک انچ سائز کی چار کیلیں لی تھیں۔ انہیں گیس کے چولہے پر چڑھے ہوئے پانی میں ڈال دیا تھا۔ اس کے بعد کچھ پڑھتا جاتا تھا اور مختلف قسم کے سفوف اس پانی میں چھڑکتا جاتا تھا۔

اس عمل میں اتنی دیر ہورہی تھی کہ وہاں رہنے اور دیکھنے والے بے زار ہوجاتے۔ لیکن وہ دونوں بے زار نہیں ہورہے تھے۔ اس عمل کے نتیجے میں انہیں آئندہ سلامتی ملنے والی تھی۔ آخر وہ عمل ختم ہوا۔ وہ ان کے پاس آکر بولا "آپ نے دیکھا' میں نے اس کھولتے ہوئے پانی میں چار کیلیں ڈالی تھیں۔ دو کیلیں ڈی جی صاحب کے لیے اور دو میڈم کے لیے۔"

"ان کیلوں سے کیا ہوگا؟"

"ایک کیل سر کے پچھلے حصے سے دماغ میں پیوست کی جائے گی۔ یہ ساری عمر پیوست رہے گی تو کوئی نیلی پیتھی جاننے والا دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ دوسری کیل پیوست ہوگی تو کسی بھی ہتھیار سے جسم تو زخمی ہوگا لیکن وہ جسم چوبیس گھنٹوں تک کمزور نہیں ہوگا۔ اس کے علاج کے لیے بہت وقت مل جائے گا۔"

الپا نے کہا "دونوں ہی کیل ہمارے لیے بہت اہم ہیں لیکن دماغ میں کیلیں پیوست کی جائیں گی تو کیا ہمارا دماغ اس تکلیف کو

برداشت کرسکے گا؟"

"کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ میں پہلے ڈی جی صاحب پر یہ عمل کرتا ہوں۔ اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آئے گا تو تم مطمئن ہوجاؤ گی۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔ بعد میں الپا آزما سکے گی کہ یہ میرے دماغ میں پہنچ پائے گی یا نہیں؟"

برین آدم وچ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ایک بیڈ پر اوندھا لیٹ گیا۔ وچ ڈاکٹر جمال روبن نے ایک چھوٹے چمٹے کو اٹھتے ہوئے پانی میں ڈال کر اس سے ایک کیل کو پکڑ کر نکالا پھر برین آدمی کی طرف جاتے ہوئے بولا "میڈم! قریب آکر دیکھو۔"

وہ قریب آئی۔ روبن نے اس کیل کی نوک کو برین آدم کے سر کے اس حصے پر رکھا' جہاں دماغ ہوتا ہے۔ اس کی نوک سر سے لگتے ہی برین آدم کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ روبن نے کہا "دیکھو یہ بے ہوش ہورہا ہے۔ اب اسے کیا معلوم ہوگا کہ تکلیف کیا ہوتی ہے؟"

وہ بے ہوش ہوچکا تھا۔ جمال روبن نے ایک ہاتھ میں رومال لے کر کیل کے اوپری حصے پر رکھا پھر پوری قوت سے دبانے لگا۔ وہ کیل اندر دھنستی جارہی تھی۔ حتیٰ کہ اس کا اوپری سرا بالوں کے درمیان سر سے لگ گیا۔ اب صرف اوپری سرا نظر آرہا تھا۔ باقی کیل دماغ میں پیوست ہوچکی تھی۔

اس نے دوسری کیل نکال کر پھر یہی عمل کیا۔ الپا توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ برین آدم بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور چہرے سے کوئی تکلیف ظاہر نہیں ہورہی تھی۔ جمال روبن نے کہا "اب آرام سے بیٹھ جاؤ۔ اسے ایک گھنٹے کے اندر ہوش آجائے گا۔"

وہ دونوں صوفوں پر آکر بیٹھ گئے۔ جمال روبن نے کہا "تمہارے بال گھنے ہیں وہ دو کیلیں کسی کو تمہارے سر سے لگی ہوئی نظر نہیں آئیں گی۔ یہ خیال رکھنا کہ کوئی تمہارے سر پر کبھی شفقت سے بھی ہاتھ نہ پھیرے۔ ڈی جی صاحب کے سر پر بال کم ہیں۔ اس بات کا خیال رکھو کہ یہ ہمیشہ وگ پہن کر رہا کریں۔ ان کا خیال رکھنا تمہارے لیے بہت ضروری ہے۔ اگر دشمنوں کو ان کے سر کی کیلوں کا علم ہوگا تو وہ سمجھ لیں گے کہ کسی وچ ڈاکٹر نے ڈی جی صاحب کی طرح تمہیں بھی ان سے محفوظ کر رکھا ہے پھر وہ تمہارے سر سے کیلیں نکال ڈالنے کے سلسلے میں دن رات ایک کردیں گے۔"

"تھینک یو مسٹر روبن! تم ایک سچے سیودی کی طرح ہم سے تعاون کررہے ہو۔"

"میں اپنا فرض ادا کررہا ہوں۔ تم وقت گزارنے کے لیے بتاؤ' کتنے محاذوں سے دشمن مشکلات پیدا کررہے ہیں؟"

وہ اسے موجودہ حالات تفصیل سے بتانے لگی۔ اس نے سننے کے بعد پوچھا "گرونارنگ نے تمہیں چھ امریکی نیلی پیتھی جاننے والوں کے نام بتائے۔ کیا ان کے دماغوں میں پہنچایا ہے؟"

"نہیں۔ میں صرف ان کے نام جانتی ہوں۔"

"ہمارے ملک میں نیلی پیتھی جاننے والوں کی زیادہ تعداد ہونی چاہیے۔ یہاں سے جانے کے بعد کسی بھی طرح ان چھ افراد کے پتے اور ٹیلی فون نمبر معلوم کرو۔ ان میں سے جو بھی ہاتھ آئے اسے فوراً یہاں لے آؤ۔ ہم اسے اپنے ملک کا وفادار بنالیں گے۔"

"اب میری یہی مصروفیت رہا کرے گی۔"

برین آدم ایک گھنٹے کے اندر ہوش میں آگیا پھر آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جمال روبن نے کہا "بے ہوشی سے ہوش میں آنے والا کسی قدر کمزور رہتا ہے۔ ڈی جی صاحب کو بھی کمزور ہونا چاہیے۔ تم ابھی ان کے دماغ میں جاؤ۔"

الپا نے خیال خوانی کی لیکن سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ اس نے دوسری بار بھی کوشش کی اور ناکام رہی۔ وہ خوش ہو کر بولی "یہ تو کمال ہوگیا۔ مسٹر روبن! میری نیلی پیتھی ناکام ہورہی ہے لیکن بگ برادر کے دماغ کو تو کمزور ہونا چاہیے۔"

برین آدم نے بستر سے اترتے ہوئے کہا "بڑی حیرانی کی بات ہے۔ میں تو جسمانی طور پر بھی توانائی محسوس کررہا ہوں۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔"

جمال روبن نے کہا "پہلی کیل کے اثر سے خیال خوانی کی لہریں بے اثر ہورہی ہیں اور دوسری کیل کے اثر سے توانائی محسوس ہورہی ہے۔"

وہ ایک چاقو لے کر برین آدم کے پاس آیا پھر اس کی نوک اس کے بازو میں گھونپ دی۔ الپا نے چیخ کر پوچھا "یہ کیا کررہے ہو؟"

روبن نے چاقو اس کے بازو سے نکال کر کہا "ڈی جی صاحب سے پوچھو' کیا چاقو کے زخم کی تکلیف یا کمزوری محسوس کررہے ہیں؟"

برین آدم نے ہنستے ہوئے کہا "بالکل نہیں۔ صرف لہو بہہ رہا ہے۔"

جمال روبن نے ایک دوا لاکر دی پھر کہا "آپ اسے زخم پر لگائیں۔ چند منٹوں میں زخم بھر جائے گا۔ میڈم! اب تم بیڈ پر آجاؤ۔"

برین آدم وہ دوا چاقو کے زخم پر لگانے لگا۔ الپا بستر پر آکر اوندھی لیٹ گئی۔ جمال روبن ابلتے ہوئے پانی سے ایک چمٹے کے ذریعے ایک کیل نکال رہا تھا۔

○☆○

جینی پاگل خانے سے کہاں گئی؟ کن راستوں سے نکل گئی۔ کچھ پتا نہ چلا۔ پارس نے پورس کی پیٹھ پر ایک ہاتھ مارتے ہوئے کہا "تجھے تو شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔ ایک لڑکی تجھے اُلّو بنا کر چلی گئی۔"

ثانی نے کہا "اُلو کو اُلو بولو گے تو اسے شرم نہیں آئے گی۔ یہ کہو کہ وہ اسے عقل سکھائے۔"

پورس نے کہا "مذاق اڑالو۔ بہت سی باتیں پہلے سمجھ میں نہیں آتیں۔ وہ ایب نارمل ہے کیونکہ بے تکی باتیں کررہی تھی اور ذہانت سے بھی بول رہی تھی۔ دھوکا کھانے کے بعد سمجھ میں آرہا ہے کہ وہ ڈبل مائنڈڈ ہے۔ ایک فیصلہ کرتی ہے پھر اچانک ہی کسی دوسرے پر عمل کرنے لگتی ہے۔"

ثانی نے کہا "تم کہہ رہے تھے' وہ تم سے متاثر ہوگئی تھی اور ایک بے تکی شرط پر شادی کے لیے راضی ہوگئی تھی لیکن اسے فرار ہوئے چھ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ نہ وہ تمہارے دماغ میں آکر بولتی ہے' نہ تمہیں اپنے دماغ میں آنے دیتی ہے۔"

"پلیز ثانی! جو وقت گزر گیا' وہ گزر گیا۔ جسے جانا تھا۔ وہ چلی گئی۔ دوسری باتیں کرو۔"

"دوسری بات یہ کہ میرا چیلنج یاد ہے نا؟ میں نے کہا تھا' تمہاری زندگی میں بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی شریکِ حیات آئے گی۔ تم طعنہ دے رہے تھے کہ خیال خوانی کرنے والی ہوں اس لیے پارس کو لگام دیے رہتی ہوں۔ اتفاق سے جینی آگئی ہے۔"

"ہے نہیں آگئی تھی۔ اچھا ہوا تم نے چیلنج یاد دلا دیا۔ ایک تو وہ خود ہی دور ہوگئی ہے۔ اب میں بھی دور ہی رہا کروں گا۔ کچھ بھی ہوجائے کسی ٹیلی پیتھی والی سے شادی کرکے اسے اپنے سر پر سوار نہیں رکھوں گا۔"

"تم مانتے ہو کہ جینی کسی فیصلے پر قائم نہیں رہتی۔ اسی لیے تمہیں چھوڑ کر بھاگ گئی پھر اس کا فیصلہ بدل سکتا ہے۔ وہ پھر تم سے رابطہ کرسکتی ہے۔"

پارس نے کہا "ثانی! تم کیوں اسے چیلنج کررہی ہو؟ اب تو یہ محتاط ہوگیا ہے۔ جینی تو کیا کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی سے دور رہا کرے گا۔ تم ذرا خاموش رہو۔ مجھے اس سے باتیں کرنے دو۔"

وہ دونوں باتیں کرنے لگے۔ ثانی خاموش رہ کر سوچنے لگی۔ جو ایب نارمل ہوتے ہیں اور اچانک فیصلے بدل دیتے ہیں' کیا جینی نے غصے میں یہ نہیں سوچا ہوگا کہ جن امریکی اکابرین نے اسے گولی مارنے کی دھمکی دے کر اتنے عرصے تک پاگل خانے میں چھپائے رکھا' وہ ان سے ضرور انتقام لے گی اور انتقام لینے کے لیے امریکا ضرور جائے گی۔ اور اگر جائے گی تو بہت بڑی غلطی کرے گی۔

پہلے وہ تنہا روپوش تھی۔ اب الخارہ امریکی خیال خوانی کرنے والے خود کو روپوش رکھ کر امریکی اکابرین کی بہت بڑی طاقت بن گئے تھے۔ وہ الخارہ افراد اسے ٹریپ کرسکتے تھے۔ وہ کہیں بھی کوئی بھی غلطی کرسکتی تھی۔

ثانی نے سونیا کو اپنے خدشات بتائے۔ سونیا نے کہا "میرا دل بھی یہی کہتا ہے کہ جینی امریکا جانے کی حماقت کرسکتی ہے۔ میں ضروری کام سے وہاں جارہی ہوں۔ کسی طرح معلوم کروں گی کہ وہ کہاں ہے؟ اور کیا کررہی ہے؟"

"مما! میں چاہتی ہوں' پورس بھی اسے تلاش کرے۔ جس طرح میں نے پارس کو قابو میں رکھا ہے اسی طرح چاہتی ہوں' پورس کو بھی قابو میں رکھنے والی ایسی شریکِ حیات آئے جو ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "واقعی اس طرح پورس کو بھی کسی حد تک بھٹکنے اور بہکنے سے بچایا جاسکتا ہے۔ تم بیوی ہو کر پارس کو کھلی آزادی دیتی ہو۔ صرف روکنے کی جگہ اسے روکتی ہو۔"

"مما! آپ کے تعاون سے اسے جینی کے پیچھے لگایا جاسکتا ہے۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ اپنا منصوبہ بتانے لگی۔ سونیا نے کہا "میں ابھی عمل کرتی ہوں۔ تم پارس کو مخاطب کرکے اس سے گفتگو کرتی رہو۔ میں ابھی پورس کے پاس جارہی ہوں۔"

سونیا نے جینی کے لب ولہجے کو اچھی طرح یاد کیا پھر پورس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے پوچھا "کون؟"

"میں ہوں جینی....."

"جینی! تم؟"

اس نے چور نظروں سے ثانی کی طرف دیکھا۔ جینی بن کر دھوکا دے رہی ہوگی لیکن وہ پارس سے باتیں کررہی تھی اور ایسے وقت اس کے دماغ میں آکر فراڈ نہیں کرسکتی تھی۔ وہ مطمئن ہو کر بولا "جینی! میں نے کئی بار تمہارے دماغ میں آنے کی کوششیں کیں لیکن تم نے آنے نہیں دیا۔ تم ایب نارمل کیوں ہوجاتی ہو؟"

"میں مجبور تھی۔ کوئی دشمن بھی تمہارے لب ولہجے میں مجھے دھوکا دے سکتا تھا پھر ہمارا تھوڑی دیر کا ساتھ تھا۔ میں تمہارے حوالے سے دھوکا نہیں کھانا چاہتی تھی۔ اب امریکا پہنچ کر مطمئن ہوں۔ تم سے اتنا ہی کہنے آئی ہوں کہ مجھے بھول جاؤ۔ میں یہاں اپنے دشمنوں سے انتقام لینے میں مصروف رہوں گی۔"

"جینی! ابھی تنہا ان سے نہ نمٹنا۔ اب وہاں الخارہ ٹیلی....."

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اس نے دماغ میں سوچ کی لہریں محسوس نہیں کیں پھر خود ہی خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے پہلے کی طرح سانس روک لی۔ اس نے دو تین بار کوششیں کیں پھر جھنجلا کر سیٹ کے ہتھے پر ہاتھ مار کر کہا "شٹ۔ پاگل کی بچی!"

ثانی اور پارس نے اسے چونک کر دیکھا۔ پارس نے پوچھا "کس بات پر جھنجلا رہے ہو؟ اور یہ ابھی زیرِ لب کیا کہہ رہے تھے؟"

وہ منہ پھیر کر بولا "کچھ نہیں۔ مجھے امریکا جانا ہے۔"

"کیا امریکا جانے سے پہلے جھنجلایا کرتے ہیں؟"

"مما! میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

ثانی نے کہا "پارس! اس سے مذاق نہ کرو۔ ایسا سنجیدہ ایک [illegible] ہے۔"

وہ بولا "اے میں عاشق واشق نہیں ہوں۔ تم عورت [illegible] سمجھ میں یہی بات آئے گی کہ میں جینی کو دیکھ کر دیوانہ [illegible]

ثانی نے پوچھا "میں عشق کی بات کررہی ہوں۔ تم جینی کا نام [illegible] ہے؟"

وہ ہاتھ جوڑ کر بولا "میری ماں! مجھے معاف کردے۔ ذرا [illegible] دے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا [illegible] پہلی فلائٹ میں امریکا کے لیے سیٹ مل سکتی ہے یا [illegible] ہے تو کمپیوٹر آپریٹر سے کسی کی سیٹ خالی کرالوں [illegible]

ثانی نے کہا "کوئی بات ضرور ہے۔ مجھے اپنی ماں کہہ رہے ہو۔ [illegible] تمہاری سیٹ ہوجائے گی۔ مما بھی امریکا جارہی ہیں۔ [illegible] سیٹ کا انتظام کردیں گی۔"

[illegible] نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "مما! آپ کسی پہلی [illegible] امریکا جارہی ہیں۔"

"کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"[illegible] بھی جانا چاہتا ہوں۔"

[illegible] گھنٹے کے اندر ائرپورٹ آجاؤ۔ سیٹ مل جائے گی۔"

[illegible] ہو کر بولا "تھینک یو مما! میں ابھی آرہا ہوں۔"

[illegible] سے اٹھ کر ایک الماری کھول کر سفری بیگ میں [illegible] سامان رکھنے لگا۔ ثانی نے کہا "یہ تو معلوم ہوگیا کہ اسے [illegible] گی لیکن پارس! یہ کتنا خود غرض ہے۔ تمہیں جھوٹے [illegible] ساتھ چلنے کو نہیں کہہ رہا ہے۔"

[illegible] نے کہا "اے بی جمالو! آگ نہ لگاؤ۔ میں شوہر کو دور [illegible] کی بددعائیں نہیں لینا چاہتا۔"

[illegible] نے کہا "میرے ساتھ ثانی کو بھی چلنے کا کہہ سکتے ہو۔" [illegible] کہے گا۔ دال میں کالا ہے۔"

[illegible] دال میں کالا ہے۔ تم میری فرض شناسی کو کیا سمجھو گی؟ [illegible] الخارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مخالفین کو پکڑنے جارہا [illegible]

[illegible] ہمارا یہ پورس تو نیک کام کرنے جارہا ہے۔ ہم بھی [illegible] فلائٹ سے امریکا چلیں گے۔"

[illegible] ثانی! زیادہ مکاری نہ دکھاؤ۔ خبردار! تم دونوں میں سے [illegible] نہیں آئے گا۔"

[illegible] تو ایسے کہہ رہا ہے جیسے امریکا کا گرین کارڈ دینے سے [illegible]

[illegible] بیگ اٹھا کر جانے لگا تو ثانی نے اس کا کان پکڑ لیا پھر اسے کھینچ کر آئینے کے سامنے لا کر بولی "جینی نے تمہارا یہ چہرہ دیکھا ہے۔ گدھے کہیں کے' ریڈی میڈ میک اپ استعمال کرو۔ پندرہ بیس منٹ لگیں گے۔ تمہاری بدحواسی تمہارا پول کھول رہی ہے۔"

وہ آئینے کے سامنے بیٹھ گیا۔ ثانی اور پارس نے جلدی جلدی اس کے چہرے پر معمولی تبدیلیاں کیں۔ پورس نے میک اپ کے بعد کہا "پاسپورٹ کی تصویر میں یہ چہرہ نہیں ہے۔"

ثانی نے کہا "ہم کس مرض کی دوا ہیں۔ امیگریشن کاؤنٹر پر جو شبہ کرے گا اسے غائب دماغ بنا دیں گے۔ اب چلو یہاں سے۔"

وہ دونوں اسے کار میں بٹھا کر ائرپورٹ لے آئے۔ امیگریشن کاؤنٹر سے بھی بہ آسانی پار کرا دیا۔ سونیا سے ملاقات ہوگئی تھی۔ پورس نے ان دونوں سے رخصت ہوتے ہوئے کہا "ویسے تو تم دونوں بہت ہی ذلیل ہو مگر وقت پر کام آجاتے ہو۔ میں بھی مجبور ہوجاتا ہوں' بھائی اور بھاوج سمجھ کر معاف کردیتا ہوں۔"

ثانی نے کہا "تم بہت اچھے ہو۔ جاتے جاتے ذلیلوں سے رشتہ تسلیم کرکے جارہے ہو۔ بائی دا وے خدا حافظ۔"

وہ سونیا کے ساتھ طیارے میں آگیا۔ جب جہاز پرواز کرنے لگا تو سونیا نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "ہاں بیٹے! اب یہ امریکا کی سیر کیوں ہورہی ہے؟"

وہ بولا "مما! یہ ثانی بہت چھیڑتی ہے۔ اس لیے ان سے جھوٹ کہتا ہوں۔ اپنی ماں سے تو جھوٹ نہیں کہوں گا۔"

"تو پھر سچ بولو۔"

"وہ بات یہ ہے کہ وہ بہت اچھی ہے۔ آپ بھی اسے دیکھتے ہی پسند کرلیں گی۔"

وہ مسکرا کر بولی "اچھا تو ہمارا بیٹا ایک پگلی کا دیوانہ ہوگیا ہے۔"

"وہ دراصل میں ایک الجھن میں ہوں۔"

"کیسی الجھن؟"

"ثانی نے بہت پہلے دعویٰ کیا تھا کہ وہ میرے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی دلہن لائے گی۔"

"ابھی تو جینی کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہے اور تم الجھن میں پڑ گئے ہو۔"

"میں بڑا ضدی ہوں۔ اسے ڈھونڈ کر رہوں گا مگر ثانی کے سامنے ہار جاؤں گا۔"

"پہلے اسے تلاش کرو۔ میں اپنے بیٹے کو ہارنے نہیں دوں گی۔"

"وہ کیسے مما؟"

"میں جینی کی طرح تمہیں بھی آدھا پاگل بنا دوں گی۔ ثانی اپنی جیت کی خوشی بھول کر تمہارے ایب نارمل ہوجانے پر افسوس کرتی رہے گی۔"

"واہ مما! آپ تو پلک جھپکتے ہی مسئلے کا حل ڈھونڈ لیتی ہیں۔"

اب آپ بتائیں' آپ کیوں جاری ہیں؟"

وہ چاہتے تھے کہ اگلی پچھلی سیٹوں والے بھی ان کی باتیں نہ سنیں اس لیے خیال خوانی کے ذریعے بولتے تھے۔ وہ بولی "جب ان کے ملک میں ایک ہی روپوش رکھی جانے والی جینی تھی تو انہوں نے تمام بڑے ممالک سے اتحاد کرکے ہمارے ادارے پر حملہ کرنا چاہا اس کے بُرے انجام سے پہلے تو وہ خوف زدہ رہے پھر نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کرتے ہی روس کے ذریعے ہم پر حملہ کرایا اور دوسری بار بھی بری طرح اپنا ہی نقصان کیا۔"

"اب تو ان کے پاس اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ جو واقعی بڑی ذہانت کا ثبوت دے رہے ہیں۔"

"میں اسی لیے جاری ہوں کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کے سر پر سوار رہنے کے لیے آئی ہوں۔ جب میری عدم موجودگی سے ان کے دو حملے ناکام ہو سکتے ہیں تو میری موجودگی ان کے لیے ضرور قیامت لائے گی۔"

"مما! بابا صاحب کے ادارے میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دن رات مستعد رہتے ہیں لیکن ہمارے مستعد اور چوکس رہنے کے باوجود وہ خدانخواستہ حملہ کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کی حفاظت کا کوئی مستقل طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔"

"ہماری طرف سے بھرپور کوششیں کی جاری ہیں۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں تمام دشمن ممالک کی فوجوں کے سربراہوں کے دماغوں میں باری باری چھ چھ گھنٹے موجود رہتے ہیں۔ ان کے میزائلوں اور بمبار طیاروں میں کوئی نہ کوئی ڈھکی چھپی ٹیکنیکل خرابی پیدا کرتے رہتے ہیں۔ آگے اللہ قادر مطلق ہے۔"

"مما! آپ تو جانتی ہیں کہ میں پارس کی طرح ضدی ہوں۔ کبھی ناکامی برداشت نہیں کرتا۔ ایک نیلاں کا معاملہ ایسا ہے' جس میں اب تک کامیاب نہ ہو سکا۔ وہ ہاتھ آتے آتے پھسل جاتی ہے۔"

"بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی؟"

"خیر تو منا رہی ہے' کہیں روپوش رہ کر مکمل آتما شکتی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی تو ہمارے لیے مشکلات پیدا کرتی رہے گی۔"

"تم اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے سے تم دونوں بھائیوں کو واپس بلا لیا گیا۔"

"میں تو مجبور ہو کر آیا۔ سوچا کہ جب آپ اور بابا جیسی ہستیاں بابا صاحب کے ادارے کے احکامات کے سامنے جھکتی ہیں تو میری کیا حیثیت ہے۔"

"بابا صاحب کا ادارہ تعمیری مقاصد کا حامل ہے۔ یہاں کے اتحاد' تنظیم اور تربیت کے باعث ہی آج تک ہم سب کامیاب و کامران ہوتے جا رہے ہیں۔ اب یہی دیکھو کہ تمہیں بھارت واپس بلایا ہے تو تم روپوش رہنے والی جینی تک پہنچ گئے معمولی نہ سمجھو۔ وہ لوہے کا چنا ہے۔ چبانے والوں کے دانت دے گی۔ ہمیں ایسی ہی باصلاحیت ہستیوں کی ضرورت رہتی اس لیے اب تم پھر اس کے پیچھے امریکا جا رہے ہو۔ اتفاق نہ سمجھو۔ بابا صاحب کے ادارے کے اندر پلاننگ ہوتی ہے پھر ہم کچھ پوچھے بغیر احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آگے جا کر کوئی بڑی غلطی کرنی ہے۔"

"واقعی مجھے فخر ہے کہ میں ایک بڑے نامی گرامی خاندان میں پیدا ہوا ہوں اور مجھے ایک ترتیب سے زندگی گزارنے کے لیے صاحب کا ادارہ نصیب ہوا ہے۔"

آگے بیٹھنے والوں کی ایک قطار میں سے ایک نوجوان لڑکی سیٹ پر سے اچھل کر تالیاں بجانے اور ہنسنے لگی۔ تمام مسافر اس کو دیکھنے لگے۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ کہا "یہ کیا بدتمیزی ہے۔ تم میرا مذاق اڑا رہی ہو؟"

ائر ہوسٹس اور ایک اسٹیورڈ دوڑتے ہوئے آئے اور دونوں کو سمجھا کر خاموش رہنے کی گزارش کرنے لگے۔ پورس نے کہا "مما! یہ وہی تو نہیں ہے؟"

"وہ کوئی بھی ہو۔ اس کے دماغ میں نہ جانا۔"

وہ شخص کہہ رہا تھا "میں اس لڑکی کے ساتھ نہیں بیٹھوں گا۔"

سونیا نے کہا "پورس! تم جاؤ سیٹوں کا تبادلہ کر لو۔"

پورس اُدھر گیا۔ وہاں کئی مسافر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوئے تھے۔ پورس نے اس شخص کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "برادر! چند گھنٹوں کے سفر میں غصہ دکھانا یا جھگڑا کرنا مناسب نہیں ہے۔"

اس شخص نے کہا "آپ اس کے پاس بیٹھیں گے تو پتا چلے کہ یہ لڑکی ہاف مائنڈڈ ہے۔"

"اچھا آپ ایسا کریں۔ میری سیٹ تین قطاروں کے بعد ہے۔ وہاں چلے جائیں۔ میں یہاں بیٹھ جاتا ہوں۔"

وہ شخص سونیا کے پاس چلا گیا۔ ائر ہوسٹس اور اسٹیورڈ نے پورس کا شکریہ ادا کیا۔ وہ اس لڑکی کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ لڑکی نے کہا "تیا مرغا" پھر ہنسنے لگی "ہی ہی ہی ہی۔۔۔"

پورس نے کہا "جہاز میں کھانے کے ساتھ مرغے کا بھی سرو دیتے ہیں۔ اب پتا نہیں وہ مرغا نیا ہوتا ہے یا نہیں؟"

وہ گھور کر بولی "میں تمہیں مرغا کہہ رہی ہوں۔"

"میرا نام مرغا نہیں' مڑجا ہے۔"

"یہ مڑجا کا مطلب کیا ہوا؟"

"صرف مڑجا کا مطلب نہیں سمجھا سکتا۔ میرا نام بہت لمبا

شارٹ کرکے تمہیں بتایا ہے۔"

"لمبا نام کیا ہے؟"

"وہ لڑکی دیکھ' وہاں مڑجا۔"

"یہ کوئی ایشیائی زبان ہے۔ میں نے ایک ہندی فلم میں ایسی ہی ہے۔ اس نام کا انگریزی میں ترجمہ کرو۔"

"دنیا کا سب سے نیک اور شریف انسان۔"

"دیکھنے سے تو بدمعاش لگتے ہو۔"

"بتاؤ۔ اس آدمی سے جھگڑا کیوں ہوا تھا؟"

"وہ بھی پکا بدمعاش تھا۔ اوپر سے کچھ اندر سے کچھ تھا۔ میں نے اس کا نام پوچھا تو وہ بولا "میکی آر تھر۔ انڈین جیسائی لگتا ہے میں نے اس کا اصلی نام معلوم کر لیا۔"

پورس نے حیرانی سے پوچھا "اچھا؟ وہ کیسے معلوم کیا؟"

"کسی سے بولنا نہیں۔ میں جادو جانتی ہوں۔"

"جادو سے کیا معلوم کیا؟"

"اس کا اصلی نام نیچ پال ہے۔ وہ عالمی خفیہ مشہور ایجنسیوں کا انٹیلی جنس آفیسر ان ڈیوٹی ہے۔"

پورس نے چونک کر کہا "مما! میں آپ کو اپنے اندر محسوس کرتا ہوں۔ آپ اس کی باتیں سن رہی ہیں نا؟"

"ہاں سن چکی ہوں۔ اب جا رہی ہوں۔ یہ تمہارے دماغ میں آئے گی۔"

پورس نے اس سے پوچھا "تم نے اتنے بڑے افسر کو غصہ کیسے دلایا۔ ایسے افسر تو بڑا ٹھنڈا دماغ رکھتے ہیں۔"

"میں بڑی دیر سے الٹی سیدھی باتیں کر رہی تھی اور وہ تمہاری طرح زندہ دلی سے جواب دے رہا تھا پھر اس نے محسوس کیا کہ میں اس کے دماغ کے اندر ہے۔ اس نے سر اٹھا کر اِدھر اُدھر پیچھے دیکھا۔ وہ مجھ پر شبہ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میں جان بوجھ کر ایسی باتیں کر رہی تھی۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"وہ مجھ سے پیچھا چھڑا کر کسی دوسری جگہ جا کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس جہاز میں ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے؟ ایسے وقت میں' میں نے اس سے پوچھا اگر میں تمہیں کہوں کہ میں تمہیں کتے کا پلا سمجھتی تو تم کیا کہو گے؟ وہ بولا۔ مجھے غصہ آ جائے گا۔ میں سمجھ گئی کہ غصہ اس لیے آئے گا کہ اگر میں کہوں میں تمہیں کتے کا پلا سمجھتی ہوں۔ اگر سمجھوں تو غصہ نہیں آئے گا۔ بس میری بات پر وہ بھڑک گیا۔ وہ دوسروں کو بتانا چاہتا تھا کہ میں ایب نارمل ہوں اور وہ یہاں بیٹھنا نہیں چاہتا۔ ایسے وقت تم آ گئے تو میری خواہش پوری ہو گئی۔"

"تم بہت چالاک ہو۔ خوامخواہ پاگل پن کا مظاہرہ کرتی ہو۔ اسے کو یہاں سے بھگا دیا۔"

"مجبوراً بھگانا پڑا۔ وہ بہت پُراسرار ہے۔ بڑی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ اندھیرے میں ذرا دور تک صاف دیکھ لیتا ہے۔ آنکھوں پر پٹی باندھ کر کسی چیز کو سونگھ کر بتا دیتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے۔ زبان پر کھانا رکھتے ہی سمجھ لیتا ہے کہ کھانا خالص ہے یا اس میں ملاوٹ ہے۔"

"تم بھی پُراسرار ہو۔ اس کے اندر کی چھپی ہوئی باتیں معلوم کر لیں۔ کیا تم میرے اندر کی بھی باتیں معلوم کر سکتی ہو؟"

"ہاں۔ تم ذرا خاموش رہو۔ ابھی بتاتی ہوں۔"

پورس سر جھکا کر خاموش رہا۔ وہ تھوڑی دیر بعد بولی "تمہارا نام مڑجا نہیں ہے۔ تم مجھ سے مذاق کر رہے تھے۔ تمہارا نام پرتاب سنگھ ہے۔ بھارت کے ایک شہر ناگ پور میں پھلوں کے باغات ہیں۔ تم کروڑ پتی باپ کے بیٹے ہو۔"

پورس نے حیرانی سے کہا "تم تو سچ مچ جادوگر ہو۔ پلیز یہ بتاؤ میرے دل کی تمنا پوری ہو گی یا نہیں؟"

"وہ تو تمہارے ہاتھ کی لکیریں دیکھنے سے معلوم ہو گا مگر تمہارا دماغ بتاتا ہے کہ تم ایک خوب صورت لڑکی کے دیوانے ہو گئے ہو مگر افسوس وہ تمہیں چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے۔"

"آہ! تم نے میرے دل کے تار چھیڑ دیے ہیں۔"

"تم اسے جگہ جگہ تلاش کرتے پھر رہے ہو۔ اس کی ایک تصویر تمہارے پاس تھی۔ تم نے اپنے ایک امریکن دوست کو وہ تصویر بھیجی تھی تاکہ وہ لڑکی کو تلاش کرے کیونکہ جسے تم چاہتے ہو' وہ بھی امریکن لڑکی ہے۔"

"ہاں۔ تمہاری طرح امریکن لڑکی ہے۔"

"تمہارے دوست نے لکھا ہے کہ وہ لڑکی نیویارک میں ہے۔ تم اتنے دیوانے ہو کہ اس سے ملنے کے لیے نیویارک تک جا رہے ہو۔"

پورس نے اس کے ایک ہاتھ کو تھام کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا "جھگڑو کی طرف سے میرے لیے گائیڈ بن کر آئی ہو۔ تم اور صرف تم ہی میری مشکل آسان کر سکتی ہو۔"

"میں تمہاری مشکل کیسے آسان کر سکتی ہوں؟ میرا ہاتھ تو چھوڑو۔"

"تمہیں چھوڑ دوں گا تو اور کسے پکڑوں گا؟ تم اس کے دماغ میں جا کر اس کے اندر میری محبت پیدا کر سکتی ہو۔ اسے یقین دلا سکتی ہو کہ میں تمہارا سچا عاشق ہوں۔"

"میرے عاشق ہو؟"

"زبان پھسل گئی تھی۔ اگر تم نے میرا کام نہ کیا تو میں بھی پھسل جاؤں گا۔ کیا تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟"

"محبت؟" وہ خلا میں تکتی ہوئی بولی "میں نہیں جانتی محبت کیسے کرتے ہیں؟ لیکن میں اسے بھلانے کی کوشش کرتی ہوں۔ وہ بار بار یاد آنے لگتا ہے۔"

"اسی کو تو محبت کہتے ہیں۔ کیا تم نے اس کی آنکھوں سے

آنکھیں ملائی تھیں؟"

"ہاں۔ وہ قد آور اور بہترین فائٹر تھا۔"

"کیا تم اس کے قریب گئی تھیں؟"

"ہاں۔ میں ایک داؤ آزما کر اسے گرانے اور اس کی پٹائی کرنے کے لیے اس سے چپک گئی تھی۔ میرے اس داؤ سے کوئی نہیں بچتا مگر وہ بچ گیا اور میرے خیالات اس سے چپک کر رہ گئے۔"

"تمہیں چپکنے والا ایسا داؤ استعمال ہی نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"یہی غلطی ہوگئی۔ وہ تو ایسے چپک گیا ہے کہ تنہائی میں بے اختیار یاد آنے لگتا ہے۔"

"پھر تو تمہیں اس کے پاس جانا چاہیے۔"

"وہ پاگل خانے میں ہے۔ میں اس کے پاس نہیں جاسکتی۔"

"ہم دونوں ایک دوسرے کے کام آسکتے ہیں۔ میں اسے پاگل خانے سے نکال لاؤں گا۔ تم میری جینفر کے دل میں میری محبت پیدا کردو۔"

وہ تعجب سے بولی "جینفر؟ میرا نام بھی یہی ہے۔"

"تمہارا تو یہ پورا نام ہوگا۔ میں اسے پیار... سے جینی بلاتا تھا۔"

"ارے مجھے بھی سب جینی کہتے ہیں۔"

اسے غلطی کا احساس ہوا کیونکہ وہ نام اور بھیس بدل کر سفر کررہی تھی۔ موجودہ نام اور بھیس کے مطابق پاسپورٹ میں اس کی تصویر تھی۔ وہ اچانک قہقہہ لگانے لگی۔ پورس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"میں تو تمہیں اُلّو بنا رہی تھی۔ میرا نام جینفر اور تک نیم جینی نہیں ہے۔ پاسپورٹ دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ میرا نام جولی جونز ہے۔"

"تم بڑی شریر ہو۔ مجھے بھی اُلّو بنا دیا۔ پلیز مجھے بھی سکھا دو' دوسروں کو کیسے اُلّو بناتے ہیں؟"

"ارے یہ سکھانے کی بات نہیں ہے۔ کسی کو اُلّو بنانے کے لیے میری طرح عقل مند ہونا پڑتا ہے۔"

تیج پال سیٹ تبدیل کرتے وقت دور تک جہاز میں مسافروں کو دیکھتا رہا تھا' وہ بہت ذہین تھا' کسی پر بھی شبہ ہوتا تو اس کی اصلیت معلوم کرلیتا۔ جینی اپنے نیم پاگل پن کے باعث محفوظ تھی۔ سونیا' پورس اور بابا صاحب کے ادارے کے خیال خوانی کرنے والے چھٹے بھی افراد تھے' ان پر روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا عمل کیا گیا تھا کہ وہ جس بھیس میں رہتے' ان کے چور خیالات بھی اسی بھیس کے مطابق انہیں ظاہر کرتے تھے۔ ان میں سے کسی کا بھی دماغ لاکڈ نہیں تھا۔ اسی لیے گرو گھنشام نارنگ جیسا صاحا آتما ٹیلی پیتھی جاننے والا ان میں سے کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ پایا تھا۔

تیج پال سونیا کے پاس آکر اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا اور اپنی سننے والی صلاحیت کے ذریعے جینی اور پورس کی کچھ باتیں سن کر مطمئن ہوگیا تھا لیکن پھر اپنے اندر سوچ کی لہروں کو کررہا تھا کیونکہ سونیا اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ سے بولا "میں تمہاری خیال خوانی سے بچنے کے لیے وہاں چلا آیا۔ معلوم ہوتا ہے تم جہاز میں نہیں ہو۔ تم لندن رہے ہوگے۔ اب بھی اسی شہر میں ہو مگر ٹیلی پیتھی کے پیچھا کررہے ہو۔"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ بولا "میں ٹیلی پیتھی لیکن میرا دماغ حساس ہے۔ میری چھٹی حس غیر معمول بھی میرے اندر آنے والا میرے چور خیالات نہیں پڑھ

جواب میں پھر خاموشی رہی۔ وہ بولا "کوئی بات نہیں بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہو اور جتنے بڑے یوگی ہو۔ جب میرے گرو نارنگ جی آئیں گے نا۔ تو وہ میری سے تمہارا لب ولہجہ معلوم کرکے تمہاری کھوپڑی میں گے۔"

سونیا نے الپا کا لب ولہجہ اختیار کرکے پوچھا "یہ گرو کون ہیں؟"

"بہت بڑے شکتی مان ہیں۔ مہا آتما ٹیلی پیتھی کے جاننے والے کے دماغ میں بھی پہنچ جاتے ہیں۔ اس خیالات کا خانہ لاکڈ رہے تب بھی وہ پوشیدہ خیالات پڑھ اپنی مہا آتما شکتی کے ذریعے ایک جسم سے نکل کر دوسرے سما جاتے ہیں۔ انہوں نے نیلاں کو بنی بنایا ہے اور مجھے نیلاں بھی جلد ہی آتما شکتی مکمل کرکے ایک جسم سے دوسرے میں سما سکے گی۔"

"جب وہ اتنے مہا شکتی مان ہیں تو تمہارے پاس کیوں آرہے ہیں؟"

"وہ تپسیا میں مصروف ہیں۔ کل صبح ان کی تپسیا ختم ہو گی تو وہ میری خیریت معلوم کرنے میرے اندر ضرور آئیں ہم کل صبح ہی نیویارک پہنچیں گے۔ اگر تم جہاز میں نیویارک ائرپورٹ سے زندہ نہیں جاسکو گے۔"

سونیا اس کے دماغ سے نکل کر سوچنے لگی۔ دہلی میں پورس بڑی محنتوں کے بعد نیلاں کو حاصل کرنے والے پارس نے گولی چلا کر تیج پال کو زخمی کیا تھا اور پورس تعاقب میں گیا تھا۔ ایسے وقت پارس نے تیج پال کے دماغ کراس کے بارے میں تمام معلومات حاصل کی تھیں۔

تیج پال واقعی بڑی صلاحیتوں کا مالک تھا اور مالی ایجنسیوں یعنی "را" موساد' کے جی بی اور سی آئی اے مشترکہ اسپیشل آفیسر آن ڈیوٹی تھا۔ پارس نے تخریبی عمل کے اس زخمی تیج پال کو اپنا معمول اور تابع بنایا تھا پھر اسے سونے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔

جب پارس دوسری بار تیج پال کے دماغ میں گیا تو

سانس روک لی۔ تب سمجھ میں آیا کہ کسی اور نے اسے اپنے قابو میں کرلیا ہے۔ اب تیج پال کے خیالات سے کسی گرو گھنشام نارنگ کی بات معلوم ہورہی تھی۔ اس گرو گھنشام نارنگ نے نیلاں کو بنی بنائی کہیں چھپا دیا تھا۔ جہاں وہ اپنی آتما شکتی مکمل کررہی تھی اور تیج پال خود کو اس گرو گھنشام نارنگ کا چیلا کہہ رہا تھا۔ اتنا بڑا افسر کسی خطرناک جادوگر کا چیلا نہیں بن سکتا تھا۔ یقیناً گرو نارنگ نے اسے اپنا معمول اور تابع بنالیا ہوگا۔

جو گرو نارنگ اتنا زبردست ہو کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے والے تیج پال کو اپنا تابع بنالے... پتا نہیں' اس نے نیلاں کو بنی بنایا ہے یا اپنی معمولہ اور تابع بنایا ہے' وہ آئندہ بڑی مشکلات پیدا کرسکتا ہے۔

یہ سوچ کر سونیا نے آمنہ کو مخاطب کیا۔ آمنہ نے پوچھا "کیا بات ہے سونیا؟ خیریت ہے؟"

وہ گرو گھنشام نارنگ' نیلاں اور تیج پال کے متعلق بتانے لگی۔ آمنہ نے کہا "تم میں سے کسی کو اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ بھی ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کے دماغوں میں آکر بھٹک جایا کرے گا۔"

سونیا نے کہا "ہمیں اپنی فکر نہیں ہے۔ ہم جینی کو اس سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ وہی جینی جو پاگل خانے میں پورس سے ملی تھی۔ ہمارا بیٹا اسے ہماری بہو بنانا چاہتا ہے۔ گرو گھنشام نارنگ کو اس کے دماغ میں جاکر بھی بھٹکنا چاہیے۔"

"جب وہ ہمارے پورس کی پسند ہے تو کسی کی مجال ہے کہ ہماری بہو کو چھو بھی لے۔ اطمینان رکھو۔ میں جینی کے پاس جاری ہوں۔"

ادھر جینی نے پورس سے کہا "میں امریکا پہنچ کر تمہاری مدد کرسکتی ہوں۔ تمہاری گم ہونے والی جینی کو تلاش کرسکتی ہوں لیکن تم میری مدد نہیں کرسکو گے کیونکہ جو مجھے بار بار یاد آتا ہے' وہ لندن کے ایک پاگل خانے میں ہے۔"

"تو کیا ہوا۔ تم اتنی بڑی جادوگر ہو۔ اس جہاز کو واپس لندن لے چلو۔ میں اسے پاگل خانے سے نکال کر لاؤں گا پھر ہم اسے اسی جہاز میں پکڑ کر لے چلیں گے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ "کیوں ہنس رہی ہو؟ کیا میں نے کچھ غلط کہا ہے؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تم تو مجھ سے بھی بڑے پاگل ہو۔ کتنے ہو' ان سیکڑوں مسافروں کے ساتھ جہاز واپس لے جائیں گے۔ اسے پاگل خانے سے نکالنے تک یہ جہاز وہاں کے رن وے پر کھڑا رہے گا۔ تمام مسافر بے زار نہیں ہوں گے' خوش ہوں گے کہ دیکھو کیا تماشا پاگل خانے سے نکال کر لائی جارہی ہے۔"

ایسا کہتے وقت اسے جماہی آنے لگی۔ وہ بولی "ہم بڑی دیر سے باتیں کررہے ہیں۔ اب مجھے نیند آرہی ہے۔"

وہ سیٹ کو کچھ اور زیادہ آرام دہ بنا کر نیم دراز ہوگئی۔ سونیا نے کہا "پورس! اسے سونے دو۔ اس کے دماغ میں نہ جانا۔ تمہاری ماما اس پر روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے عمل کررہی ہیں۔"

پھر سونیا اسے بھی گرو نارنگ' نیلاں اور تیج پال کے متعلق بتانے لگی۔ وہ جہاز اپنی منزل کی طرف چلا جارہا تھا۔ صبح ہونے سے پہلے ہی تیج پال نیند سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس کے اس طرح اٹھ بیٹھنے پر سونیا کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے تیج پال کو دیکھا۔ وہ آنکھیں مل کر نیچی نظریں کیے مسکرا رہا تھا۔ سونیا نے اس کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھے۔ پتا چلا گرو نارنگ اس کے پاس آئے ہوئے ہیں اور وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا "مہا گرو دیو! آپ کی کرپا سے میں بالکل ٹھیک ہوں لیکن پچھلی رات سے کوئی میرے دماغ میں کئی بار آچکا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

گرو نارنگ کی بھاری بھرکم سوچ نے پوچھا "کون ہے وہ مورکھ؟"

"پتا نہیں کون ہے؟ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اس نے میرے چور خیالات پڑھے ہوں گے۔"

"ہم نے تمہارے دماغ کے چور خانے کو اس طرح بند کیا ہے کہ کوئی تمہارے اصل ارادوں کو نہیں جان سکے گا۔ کیا تم نے اپنے دماغ میں آنے والے کا لب ولہجہ یاد نہیں رکھا ہے۔"

"مہا گرو دیو! وہ بہت چالاک تھا۔ پہلے ہی نے بالکل خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ جب میں نے چیلنج کیا کہ صبح تک میرے گرو دیو آکر اس کی اصلیت معلوم کرلیں گے۔ تب اس نے پوچھا۔ یہ گرو نارنگ کون ہیں اور مجھے تب پتا چلا کہ بڑی دیر سے کوئی عورت میرے دماغ میں آرہی تھی۔"

"تم اس کا لب ولہجہ یاد کرکے بتاؤ؟"

سونیا نے ایک بار الپا کا لب ولہجہ اختیار کرکے پوچھا تھا کہ گرو نارنگ کون ہے؟ تیج پال نے اسی لہجے کو دہرایا۔ گرو نارنگ نے کہا "اس انداز میں الپا بولتی ہے۔ وہ یہودی عورت بڑی مکار ہے تمہارے ارادے معلوم کرنے اور چور خیالات تک پہنچنے کے لیے انجان بن کر پوچھ رہی تھی۔ جب کہ مجھے اچھی طرح جانتی ہے۔"

"مہا گرو دیو! اس نے مجھے بہت پریشان کیا ہے۔ آپ اسے سزا دیں۔"

"میں ابھی اسے سزا دے کر آتا ہوں۔"

گرو نارنگ نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن اسے الپا کا دماغ نہیں ملا اور جب سوچ کی لہروں کو کسی کا دماغ نہ ملے تو اس کا مطلب ہوتا ہے' وہ مر چکا ہے یا مرچکی ہے۔

نارنگ کو تعجب ہوا۔ اس نے دوسرے اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا تو وہ سب معمول کے مطابق تھے' کوئی الپا کی موت کا سوگ نہیں منا رہا تھا۔ نارنگ نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں رہ کر اس کی سوچ میں کہا "مجھے الپا سے

رابطہ کرکے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں پوچھنا چاہیے۔"

وہ اعلیٰ افسر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ الپا سے براہِ راست رابطہ نہیں ہوتا ہے۔ وہ خود آتی ہے یا آرمی انٹیلی جنس کا ڈی جی برین آدم اسے ایک خفیہ نمبر کے ذریعے بلاتا ہے۔

اعلیٰ افسر نے رابطہ ہونے پر کہا "مسٹر آدم! میں الپا سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کیا باتیں کرنا چاہتے ہیں؟ مجھے بتائیں جواب مل جائے گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "آپ جانتے ہیں ہم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے پریشان رہتے ہیں۔ ان کی صحیح تعداد بھی ہمیں معلوم نہیں ہے۔"

برین آدمی نے کہا "یہ بتایا جاچکا ہے کہ ان کے اظہارِ خیال خوانی کرنے والے بڑی حکمتِ عملی سے روپوش رہ کر اپنے ملک اور قوم کی خدمت کررہے ہیں۔ باقی چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے گرو نارنگ کے قبضے میں ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "الپا نے کہا تھا کہ گرو نارنگ سے بہت اس کی دوستی ہے اور الپا نے ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام بھی بتائے تھے لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ چھ خیال خوانی کرنے والے ہمارے کسی کام آسکیں گے یا نہیں؟ الپا کو اس سلسلے میں کھل کر بات کرنا چاہیے۔"

برین آدم نے کہا "گرو نارنگ آتما ٹیلی پیتھی جانتے ہیں، کسی بھی یوگا جاننے والے کے دماغ میں گھس جاتے ہیں۔ الپا کے دماغ پر بھی دستک دیے بغیر کئی بار آچکے تھے اور ان کا یہ طریقہ ہم سب کو کئی طرح سے نقصان پہنچا سکتا تھا۔ وہ الپا کے دماغ سے اہم خفیہ راز معلوم کرسکتے تھے بلکہ الپا کو اپنی معمولہ اور تابع بنا کر یہاں حکومت کرسکتے تھے۔ اب وہ ایسا نہیں کرسکیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "آپ آرمی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل ہیں آپ بھی بہت سے خفیہ اہم رازوں سے واقف ہیں۔ کیا وہ زبردست گرو آپ کے دماغ میں گھس کر معلومات حاصل نہیں کرے گا؟"

"آپ فکر نہ کریں، ہم نے اپنے بچاؤ کا راستہ نکال لیا ہے۔"

گرو نارنگ یہ سن کر چونک گیا۔ اس نے سوچا آخر الپا نے بچاؤ کا راستہ کس طرح نکالا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے اس نے آرمی انٹیلی جنس کے ڈی جی برین آدم کے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو حیران رہ گیا۔ اس کی سوچ کی لہریں یوں واپس آگئی تھیں جیسے برین آدم کا دماغ بھی الپا کی طرح مردہ ہو۔ جبکہ برین آدم زندہ تھا اور فوج کے اعلیٰ افسر سے فون پر باتیں کررہا تھا۔

مزید حیرانی یہ تھی کہ برین آدمی کو پتا ہی نہ چلا کہ پرائی سوچ کی لہریں آئی تھیں۔ وہ فون پر گفتگو کرتے وقت کچھ محسوس نہیں کرسکا تھا۔ اس بار گرو نارنگ نے محسوس کیا کہ اس کی سوچ کی لہریں برین آدم کے دماغ تک نہیں پہنچی تھیں۔ اگر پہنچتیں تو وہ اسے محسوس نہیں کرپاتے۔

نارنگ نے غصے سے سوچا۔ الپا بہت مکار ہے۔ خیال خوانی ایسی رکاوٹ کہ سوچ کی لہریں دماغ تک بھی نہ پہنچیں، یہ کیسے ممکن ہوا؟ یہ کسی سائنسی تکنیک سے نہیں ہوا ہوگا۔ کسی بڑے ویچ ڈاکٹر نے یہ کمال دکھایا ہے۔

اس نے فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر فون کے ذریعے کہا "برین آدم! میں گھنشام نارنگ بول رہا ہوں۔"

"اچھا تو آپ اتنی دیر سے ہمارے افسر کے ذریعے الپا تک پہنچنا چاہتے تھے۔ میرا مطلب ہے، معلوم کرنا چاہتے تھے کہ الپا کا دماغ کہاں گم ہوگیا ہے؟"

"ہاں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تم سے باتیں کررہا ہوں اور اس کے باوجود میری سوچ کی لہروں کو تمہارا دماغ بھی نہیں مل رہا ہے۔ تم لوگوں نے اپنے کتنے اکابرین کے دماغ گم کیے ہیں؟"

"اپنے ملک اور قوم پر تمہاری اور نیلاں کی حکمرانی کو روکنے کے لیے میں اور الپا کافی ہیں۔"

"میں تم دونوں کے دماغوں کے دروازے کھولنا جانتا ہوں۔"

"بڑی خوش فہمی ہے۔ تمہارے بارے میں سنا ہے۔ تمہیں گولی لگے یا کسی طرح کا زخم لگے تو تم پر اثر نہیں ہوتا ہے۔ اگر گولی جسم میں پیوست ہوجائے تو تم سرجری کے کسی بھی آلے سے خود کو گولی نکال لیتے ہو۔ کسی دن ہم پر بھی گولی چلاؤ۔ کسی بھی طرح زخمی کرو۔ ہم بھی تمہاری طرح تماشا دکھائیں گے اور ایسے وقت بھی ہمارے دماغوں کے دروازے نہیں کھول سکو گے۔"

"اس کا مطلب ہے، کسی بہت زبردست جادوگر سے عمل کرایا ہے؟"

"تمہارے اس سوال کا جواب ہماری کامیابی سے مل رہا ہے۔"

"مجھے اس ویچ ڈاکٹر کا نام اور پتا بتاؤ۔ میں اسے جلا کر بھسم کردوں گا۔"

"ہم نہیں چاہتے کہ تم بھسم ہوجاؤ۔"

یہ کہہ کر برین آدمی نے ریسیور رکھ دیا۔ گرو نارنگ اپنی جگہ غصے سے گرجنے لگا۔ قسمیں کھاتے ہوئے چیلنج کرنے لگا کہ وہ اس ویچ ڈاکٹر تک پہنچنے کے لیے چالیس دنوں تک دن رات تپسیا کرے گا۔ فی الحال وہ اسی طرح پیچ و تاب کھا سکتا تھا۔ الپا اور برین آدم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

سونیا معلوم کرنا چاہتی تھی کہ گرو نارنگ الپا کے پاس جاکر کیا باتیں کرے گا؟ کیوں ناراض ہوگا کہ وہ تیج پال کے دماغ میں کیوں

گئی تھی؟

سونیا نے ایک منٹ انتظار کیا تاکہ گرو نارنگ پہلے الپا کے دماغ میں پہنچ جائے۔ پھر وہ بھی خیال خوانی کے ذریعے گئی تو ناکام رہی۔ اس کی سوچ کی لہریں بھی الپا کے دماغ کو چھو نہ سکیں اور ایسا کسی کی موت پر ہوتا ہے۔

اس نے بھی بے یقینی سے سوچا۔ "کیا الپا مرچکی ہے؟"

یہ معلوم کرنے کے لیے وہ یکے بعد دیگرے کئی یہودی اکابرین کے پاس گئی۔ ان میں سے کوئی الپا کی موت کا سوگ نہیں منا رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ برین آدم 'الپا کا رازدار ہے' اسے الپا کی صحیح خبر ہوگی۔ وہ برین آدم کے پاس گئی تو پھر اس کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک پہنچنے سے پہلے ہی واپس آگئیں۔

مختلف اکابرین کے دماغوں میں پہنچتے پہنچتے وہ اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں بھی پہنچی۔ اس وقت گرو نارنگ اس افسر کے ذریعے فون پر برین آدم سے کہہ رہا تھا "میں تم دونوں کے دماغوں کے دروازے کھولنا جانتا ہوں۔۔۔۔"

اس کے بعد بھی فون پر نارنگ اور برین آدم کی جو باتیں ہوتی رہیں، انہیں سونیا سنتی رہی۔ اسے خوشی ہوئی کہ الپا اور برین آدم نے لوہے کو لوہے سے کاٹا ہے اگرچہ وہ اپنی چال بازیوں سے سونیا اور ہم سب کے لیے بھی مشکلات پیدا کرسکتے تھے لیکن ہمیں مشکلات سے گزرنے میں ہی مزہ آتا ہے۔

سونیا نے مجھے، پارس اور پورس کو، ثانی اور فہمی کو الپا کی موجودہ حکمتِ عملی کے متعلق بتایا اور تاکید کی کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کو بھی یہ معلومات فراہم کردی جائیں۔

وہ صبح سات بجے نیویارک پہنچ گئے۔ سونیا نے خیال خوانی کے ذریعے پورس سے کہا "تم جینی کے ساتھ جاؤ۔ میں تیج پال کا تعاقب کروں گی۔ اب گرو نارنگ اس کے ذریعے کوئی چال چل سکتا ہے۔ پہلے یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ تیج پال امریکا کیوں آیا ہے؟"

جہاز رن وے پر اتر چکا تھا۔ مسافر اپنا دستی سامان اٹھا رہے تھے۔ پورس نے جینی سے کہا "ہم ایک دوسرے سے ذرا دور رہ کر چلیں گے تاکہ نارنگ ہمیں ایک ساتھ نہ دیکھ سکے۔ ہم ایک دوسرے سے رابطہ رکھیں گے کیونکہ تمہیں اب نارمل یا نیم پاگل سمجھ کر دشمن ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ ایسے وقت میں ہمارے کام آؤں گا۔"

جینی کے دل میں چور تھا۔ وہ بھیس بدلے ہوئے تھی اور یہ اندیشہ تھا کہ امریکی سراغ رساں اسے تلاش کررہے ہوں گے۔ وہ سراغ رساں اس کی کسی حرکت سے ایب نارمل ہونے کا شبہ کرسکتے ہیں۔ وہ بولی "اگر تم ساتھ رہو گے تو میں تنہا نہیں رہوں گی۔ کوئی مجھ سے دشمنی نہیں کرے گا۔ کوئی نہیں پوچھے گا کہ میں امریکا میں کہاں رہا کرتی تھی۔"

اسے اندیشہ تھا کہ کوئی اسے پاگل خانے سے بھاگی ہوئی جینی سمجھ سکتا ہے۔ پورس نے کہا "تم میرا ساتھ چاہتی ہو تو میں ہمیشہ ساتھ رہوں گا۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے طیارے سے باہر ائرپورٹ کی عمارت میں آئے۔ وہ بولی "تم یہاں اسی دوست کے پاس جاؤ گے جس نے تمہاری جینی کو یہاں کہیں دیکھا ہے۔"

پورس نے موبائل فون نکال کر آپریٹ کرتے ہوئے کہا "میں ابھی اپنے دوست سے معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے فون کو کان سے لگا کر کہا "ہیلو جمی! میں پرتاب سنگھ بول رہا ہوں۔ نیویارک ائرپورٹ پر ہوں۔"

وہ خاموش ہو کر سننے لگا پھر بولا "کیا تم نیویارک میں نہیں ہو۔ اپنی فیملی کے ساتھ شکاگو چلے گئے ہو مگر یار تم نے تو کہا تھا کہ جینی۔۔۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر کچھ سنا پھر کہا "یہ کیا کہہ رہے ہو تم نے خط میں یہ نہیں لکھا تھا کہ جینی کو اسپتال میں دیکھا تھا۔ اب کہہ رہے ہو، وہ بیماری سے مرگئی ہے۔ نہیں! تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم اور تمہاری بیوی نے مجھے یہاں بوجھ سمجھ لیا تھا۔ اس لیے چھٹی منانے دوسری جگہ چلے گئے ہو۔ میری جینی زندہ ہے۔ میں خود اسے ڈھونڈ لوں گا۔"

اس نے فون بند کردیا۔ جینی نے کہا "تم اپنی محبوبہ کا لب ولہجہ یاد کرکے بتاؤ۔ میں ابھی معلوم کروں گی۔"

پورس تھوڑی دیر تک سوچتا رہا کہ کون سا لب ولہجہ بتائے پھر اس نے یاد کرنے کے انداز میں ایک نسوانی آواز میں لب ولہجہ بتایا۔ وہ حیرانی سے اسے دیکھتی ہوئی بولی "اچھی طرح یاد کرو۔ کیا یہی لب ولہجہ ہے؟"

"بالکل یہی ہے۔ میری یادداشت اچھی ہے۔"

"او گاڈ! تم میری ماں سے پیار کرتے تھے؟"

"ماں؟" وہ گھبرا کر بولا "ارے نہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ تمہاری والدہ تو بوڑھی ہوں گی۔"

"تم بوڑھی ہونے کی بات کررہے ہو۔ وہ تو بہت پہلے مرچکی ہیں۔"

"نن۔۔۔ نہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ہاں۔ ہاں مگر ہو بھی سکتا ہے۔"

"کیسے ہوسکتا ہے؟"

"تمہاری والدہ جینی بن کر۔ یعنی کے آتما بن کر میرے پاس آئی ہوں۔"

"آتما؟ یہ آتما کیا چیز ہے؟"

"وہ میں ہندو ہوں۔ ہمارے دھرم میں یہ عقیدہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد دوسری بار جنم لے کر آتا ہے۔ شاید تمہاری والدہ پھر سے جنم لے کر جوان لڑکی بن کر مجھے نظر آئی ہوں۔"

"تمہاری بات بے تکی ہے۔ کوئی بھی جنم لے کر پہلے بچی ہوتی ہے پھر جوان ہوتی ہے۔ میری ماں پیدا ہوتے ہی جوان کیسے

ہو جائے گی؟"

"میں تو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا تم اپنی ماں کی ہم شکل ہو؟"

"ہاں۔ ہم ماں بیٹی ہم شکل تھیں۔"

"تھیں نہیں' ہیں۔ وہ بالکل تمہاری ہم عمر ہیں۔ کچھ عجیب بہکی بہکی باتیں کرتی تھیں۔"

"کیسی باتیں؟"

"وہ کہتی تھیں' میں تمہارے سامنے ہوں مگر تمہارے سامنے نہیں ہوں۔ میں تو یورپ کے ایک پاگل خانے میں ہوں۔"

جینی نے پریشان ہو کر سوچا "یہ نہیں جانتا ہے کہ میں بھیس بدل چکی ہوں۔ اگر چہرے سے میک اپ اتار دوں تو اپنی ماں جیسی دکھائی دوں گی پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اس کی محبوبہ کا نام بھی جینی ہے۔"

پورس نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔ تم نے میری ماں جیسا لب ولہجہ بتایا ہے۔ میں اس کے ذریعے خیال خوانی کر رہی ہوں لیکن تمہاری جینی کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔"

پورس نے بڑے دکھ سے کہا "اوہ گاڈ! پھر تو میرے دوست نے سچ کہا ہے کہ وہ اسپتال میں مر چکی ہے۔ آہ' جینی!"

"ہاں بولو۔"

"میں تمہیں نہیں مرنے والی کو پکار رہا ہوں۔ مجھے پھر ایک بار پکارنے دو۔ آہ' جینی میں تمہارے بغیر نیویارک میں کیسے رہوں گا؟"

"یہاں نہ رہو۔ میں واشنگٹن جانا چاہتی ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔"

"آہ! اب تو اتنے بڑے ملک میں تم ہی رہ گئی ہو۔ جہاں لے چلو گی۔ وہاں چلوں گا۔"

اس نے سونیا سے کہا "ممما! میں اس کے ساتھ واشنگٹن جا رہا ہوں۔"

سونیا نے کہا "عجیب اتفاق ہے۔ تیج پال بھی ڈو میسٹک فلائٹ کے ذریعے واشنگٹن جا رہا ہے۔ تمام امریکی اکابرین بھی وہیں ہیں۔ یہ کسی خاص مقصد سے جا رہا ہے۔"

پورس نے کہا "اور جینی کا مقصد تو معلوم ہے' جن اکابرین نے اسے برسوں سے پاگل خانے میں قید رکھا' ان سے انتقام لینے جا رہی ہے۔"

"اس کا خیال رکھو۔ کوئی بڑی غلطی نہ کر بیٹھے۔"

سونیا بھی ڈو میسٹک فلائٹ کا ٹکٹ لے کر تیج پال کے پیچھے چل پڑی۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ گرونانک خطرناک ویج ڈاکٹر بھی ہے اور آتما نیل جیتی بھی جانتا ہے۔ ایک جگہ بیٹھ کر اپنے مخالفین سے نمٹ سکتا ہے پھر اس نے تیج پال کو بس مقصد کے لیے واشنگٹن بھیجا ہے؟ یہ ایک معمّا تھا اور سونیا کے لیے کوئی بھیجا بات معمّا نہیں رہتی۔ وہ اسے ضرور حل کرتی ہے۔ اب دیکھنا تھا کہ وہ تیج پال کے پیچھے کہاں سے کہاں تک پہنچتی ہے؟

پورس ائرپورٹ پر چور نظروں سے آس پاس اور دور دور تک تاڑ رہا تھا۔ اس نے کہا "جینی! میں ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ لندن سے ہمارے ہی جہاز میں آیا ہے۔ اب اس کے ساتھ ایک دوسرا شخص ہے۔ وہ دور سے آتے جاتے تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ پلیز تم ادھر اُدھر نہ دیکھنا۔ ان سے انجان بنی رہو تو بہتر ہے۔"

جینی نے کہا "تم نہ کہتے تو میں ان کی ایسی کی تیسی کر دیتی۔"

"ایسی غلطی کبھی نہ کرنا۔ پورے ملک کی پولیس اور فوج تک یہ خبر پہنچ چکی ہو گی کہ تم اس ملک میں آ گئی ہو۔ ایک تو وہ تمہاری صلاحیتوں سے خوف زدہ ہوں گے پھر یہ اطمینان بھی ہو گا کہ اپنے ملک میں آ گئی ہو۔ لہٰذا اطمینان سے اور بڑی حکمتِ عملی سے تمہیں قابو میں کریں گے۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"ہم کسی فلائنگ کمپنی سے ہیلی کاپٹر یا طیارہ کرائے پر لے کر جائیں گے۔ یہ بھی معلوم ہوتا رہے گا کہ کس طرح تمہارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔"

وہ دونوں ائرپورٹ کی عمارت کے باہر آئے پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جانے لگے۔ پورس نے پاگل خانے میں جینی کو عبادت کے بعد کئی زبانوں میں دعائیں مانگتے سنا تھا۔ اس نے انجان بن کر عبرانی زبان میں پوچھا "تمہیں یہ زبان آتی ہے؟"

"ہاں آتی ہے۔ میں سمجھ رہی ہوں۔ ٹیکسی ڈرائیور کی موجودگی میں انگریزی بولنا مناسب نہیں ہے۔"

"پیچھے دیکھو ایک بلیو رنگ کی کار ائرپورٹ سے ہمارے پیچھے آ رہی ہے۔ اب وہ جس راستے پر مڑ رہی ہے اسی موڑ سے ایک سفید کار چل آ رہی ہے۔ تمہارا تعاقب کرنے اور تمہیں نظروں میں رکھنے کے لیے کاریں بدلتی رہیں گی اور پورے شہر کی انٹیلی جنس والوں کے موبائل فون آن ہوں گے۔"

"پھر تو ہم رینٹڈ ہیلی کاپٹر یا طیارے میں بھی محفوظ نہیں رہیں گے تعاقب کرنے والے کمپنی کے رجسٹر سے معلوم کر لیں گے کہ ہم واشنگٹن جا رہے ہیں۔"

"ان کی معلومات کے ذرائع ہماری توقعات سے زیادہ ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ ہمارے حوصلے ان کی توقعات سے زیادہ ثابت ہوں گے۔"

انہوں نے ایک فلائنگ کمپنی میں جا کر معلوم کیا۔ اس وقت کوئی ہیلی کاپٹر نہیں تھا۔ ایک چھوٹا طیارہ تھا۔ انہوں نے واشنگٹن تک جانے کے لیے اسے چارٹر کرایا۔ پورس نے فلائنگ کے لیے اپنے کاغذات دکھائے جن کی رو سے وہ ایک ماہر پائلٹ تھا۔ لہٰذا انہیں فلائنگ کمپنی کے پائلٹ کی ضرورت نہیں تھی۔

جینی نے طیارے میں سوار ہوتے وقت کہا "میں نے کمپنی کے ایک انجینئر کے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ کمپنی کے جہازوں کی مرمت کرتا ہے اور پرواز سے پہلے انہیں چیک کرتا ہے۔"

"ہاں ابھی وہ ہمارے ساتھ جہاز چیک کر رہا تھا۔"

"اس کے چور خیالات سے معلوم ہوا ہے کہ اس طیارے میں ایک ڈی ٹیکٹر..... لگا ہوا ہے۔ اگر ہم واشنگٹن کا راستہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جائیں گے تو انٹیلی جنس والوں کو اس دوسری جگہ کا سراغ مل جائے گا۔"

رن وے پر فلائنگ سٹنل ملنے لگا۔ پورس نے طیارے کے انجن کو اسٹارٹ کیا پھر اسے رن وے پر دوڑاتے ہوئے فضا کی بلندی پر پرواز کرنے لگا۔ وہ بولی "کیا حماقت ہے۔ جب ہمیں واشنگٹن جانا ہی ہے تو اسے ڈی ٹیکٹر..... کو لگانے کی ضرورت کیا تھی؟"

"تمہیں واشنگٹن جانے کی جلدی کیوں ہے؟ ابھی دن کو نہ سہی' رات کو جا سکتی ہو۔ کل کسی وقت ہم وہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

"کیا تم چاہتے ہو۔ ابھی ہم واشنگٹن نہ جائیں؟ آج جانے یا کل میں کیا فرق ہے۔ جبکہ ڈی ٹیکٹر..... بھی لگا ہوا ہے۔ وہاں تو جانا ہی ہو گا۔"

"وہاں مسلح آرمی تمہارے استقبال کے لیے تیار ہو گی۔ کیا تمہاری عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ تم ان کے لیے ٹیلی پیتھی کا بہت بڑا سرمایہ ہو۔ وہ کچھ سوچ سمجھ کر ہی تمہیں ڈھیل دے رہے ہیں۔"

"تم چاہتے ہو' ہم واشنگٹن سے پہلے ہی یہ جہاز کہیں اتاریں؟ کیا پولیس یا فوج وہاں نہیں آ سکے گی؟"

"جب ہم انجینئر کے ساتھ یہ جہاز چیک کر رہے تھے تو میں نے دیکھا تھا فلائنگ کمپنی کے اصولوں کے مطابق اوپر کے خانوں میں پیراشوٹس..... رکھے ہوئے ہیں تاکہ کبھی جہاز میں اچانک خرابی ہو نوٹس کرنے والے پیراشوٹس... کے ذریعے حفاظت سے زمین پر اتر سکیں۔ تم جاؤ ایک پیراشوٹ..... پہنو پھر آ کر میری سیٹ سنبھالو۔ میں بھی ایک پیراشوٹ پہنوں گا۔"

"کیا ہم جہاز سے چھلانگ لگائیں گے؟"

"راستے میں کئی پہاڑی ویران علاقے ہیں۔ وہاں کسی جگہ چھلانگ لگائیں گے۔ جہاز دور کہیں جا کر گرے گا۔ ہم وہاں سے فرار ہو کر راستے بدل کر واشنگٹن جائیں گے تو ایسے وقت مخالفین کہیں جگہ جگہ ڈھونڈتے پھریں گے۔ ہمیں واشنگٹن میں چھپنے کی بہت سی جگہ مل جائے گی۔"

وہ خوشی سے لپٹ کر بولی "تم مجھے کہاں کہاں سے بچا کر لا رہے ہو۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اتنے باکمال ہو سکتے ہو۔"

"تم جب تک لپٹی رہو گی' جہاز کانپتا' تھرتھراتا اور ڈگمگاتا رہے گا۔ یہ تو ناانصافی ہے کہ تم مجھے سنبھالو اور میں جہاز کو سنبھالنے میں لگا رہوں۔"

وہ الگ ہو کر اوپری خانے سے پیراشوٹ ... نکال کر اسے پہننے لگی۔ اس کے بعد پورس کی سیٹ پر آئی۔ پورس وہاں سے اٹھ کر ایک جیکٹ پہننے کے بعد اس کے پاس آ کر اس سے لپٹ کر بولا "میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس طرح جہاز اڑا سکتی ہو۔ ہائے تم مجھے کہاں سے کہاں لیے جا رہی ہو۔"

جینی کے تمام بدن میں جیسے بجلی سی دوڑ گئی۔ وہ ہچکچاتی ہوئی بولی "یہ... یہ کیا کر رہے ہو؟"

"تھوڑی دیر پہلے تم نے بھی یہی کیا تھا۔"

"پلیز جہاز گر جائے گا۔"

"کوئی بات نہیں' ہم دونوں نے پیراشوٹس پہنے ہوئے ہیں۔"

"ارے مجھے کچھ یاد آ رہا ہے۔"

"کیا یاد آ رہا ہے؟"

"پاگل خانے میں' میں جب اس پرواز آزمانے کے لیے لپٹ گئی تھی تو مجھے ایسا ہی لگا تھا۔ ابھی۔ ابھی ایسا ہی لگ رہا ہے جیسے وہ آ گیا ہو۔"

"مجھے بھی ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے دوست نے جھوٹ بولا ہو۔ میری جینی زندہ ہے۔ میرے ساتھ ہے اور میرے ساتھ رہے گی۔ یقین نہ ہو تو ایک ذرا سر گھما کر دیکھ لو۔"

وہ سر گھما کر اسے دیکھتے ہی چونک گئی۔ اس نے ریڈی میڈ میک اپ ہٹا لیا تھا۔ وہ حیرانی سے بولی "تم۔ تم ابھی تک مجھے دھوکا دے رہے تھے۔"

"تم بھی مجھے دھوکا دے رہی تھیں۔ چہرے سے میک اپ اتارو گی تو صرف مجھے دھوکے باز نہیں کہو گی۔ بائی داوئے عشق و محبت میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔"

وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی ہوئی زیرِ لب مسکرانے لگی۔ پورس نے کہا "وہ دیکھو اب ویران اور پہاڑی علاقہ آ رہا ہے۔ اتھو یہاں سے۔"

اس نے سیٹ چھوڑ دی۔ پورس نے سیٹ سنبھال کر کہا "جیسے ہی میں کہوں' دروازہ کھول دینا۔ میں سیٹ چھوڑ کر آ جاؤں گا۔"

اس نے یہی کیا پورس نے دروازہ کھولنے کے لیے کہہ کر رفتار اتنی تیز کی کہ وہ کافی دور تک پائلٹ کے بغیر سیدھا جائے۔ وہ سیٹ چھوڑ کر تیزی سے دروازے پر آیا۔ پھر دونوں نے یکے بعد دیگرے ہزاروں فٹ کی بلندی سے چھلانگ لگا دی۔ اس کے ساتھ ہی جیکٹ کو کھولا۔ نیچے گرتے ہوئے ایک جھٹکے کے اوپر سے نیچے کیا تو... پیرا شوٹس ایک جھٹکے سے کھل گئے۔ ان دونوں کے گرنے کی رفتار ایسی ہو گئی جیسے وہ بڑی آہستگی سے فضا میں جھولتے ہوئے زمین پر اتر رہے ہوں۔

وہ جہاز بہت دور پہاڑی چٹانوں کے پیچھے جا کر گم ہوا پھر ایک زوردار دھماکا ہوا۔ ان چٹانوں کے پیچھے سے آگ کے بھرپور شعلے ابھرے پھر ڈی ٹیکٹر..... سے منسلک رہنے والے تمام مانیٹر

تاریک ہوگئے۔ مختلف شہروں کی تحقیقاتی ٹیمیں ایک دوسرے سے رابطہ کرکے بتانے لگیں کہ طیارہ فلائنگ روٹ سے غائب ہوگیا ہے۔ شاید ڈی ٹیکٹر..... میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔

ایک ٹیم نے کہا "ہم نے اچھی طرح جانچ پڑتال کے بعد وہ آلہ لگایا تھا۔ بہت ہی کارآمد تھا۔ اس میں خرابی پیدا نہیں ہوسکتی۔"

کچھ دیر بعد ایک چھوٹے ٹاؤن کے پولیس افسر نے بتایا "یہاں سے کئی کلومیٹر دور ایک طیارہ پہاڑی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا ہے میں اپنی ایک پولیس ٹیم لے کر ادھر جارہا ہوں۔ وفاقی پولیس سے کہا جائے کہ وہ بھی جائے حادثہ پر پہنچے۔"

یہ اطلاع امریکی اکابرین کے لیے صدمے کا باعث تھی۔ وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی جینی کو زندہ گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ طیارے کے حادثے سے یہی سمجھا گیا کہ وہ بھی اپنے ساتھی کے ساتھ ہلاک ہوگئی ہے۔

جب تحقیقاتی ٹیمیں وہاں پہنچیں، دور دور تک بکھرے ہوئے طیارے کے ٹکڑوں کو دیکھتیں تب پتا چلتا کہ وہاں انسانی لاشوں کے ٹکڑے نہیں ہیں اور جینی محفوظ ہے۔ انکوائری میں جتنا وقت ضائع ہوتا ایسے وقت میں پورس جینی کو لے کر چٹانوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ انہوں نے بیراخوٹس... کو پتھروں کے نیچے چھپا دیا تھا اور دوڑتے ہوئے ہائی وے پر آگئے تھے۔

وہ علاقہ ویران تھا مگر مختلف شہروں کو ملانے کے لیے دو طرفہ کشادہ راستہ وہاں سے گزرتا تھا اور گاڑیاں بھی آتی جاتی رہتی تھیں۔ جینی نے ایک کار والے سے لفٹ مانگی اس کار کی اگلی سیٹ پر دو افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ جینی اور پورس پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ ڈرائیو کرنے والے نے پوچھا "کہاں جانا ہے؟"

"واشنگٹن۔" پورس نے کہا "ہم موٹر سائیکل پر ادھر آؤٹنگ کے لیے آئے تھے۔ پہاڑی کے پیچھے ایک پہیہ پنکچر ہوگیا۔ اب اسے کھینچتے ہوئے کتنی دور لے جاسکتے تھے۔ پتھریلے اونچے نیچے راستے پر اسے کھینچنا بہت ہی محنت کا کام ہے۔ میں ملازموں کو بھیج کر وہ گاڑی منگوالوں گا۔"

دوسرے شخص نے جینی سے پوچھا "ہائے ریوٹی! تم اس کی کیا لگتی ہو؟"

پورس نے کہا "یہ میری کزن ہے۔"

"یو شٹ اپ۔ لڑکی سے پوچھا جارہا ہے۔ لڑکی جواب دے گی۔"

"یہ لڑکی میرے لیے ریزرو ہے۔ میں جو کہوں گا، وہی اس کا جواب ہوگا۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا "اگر تمہیں باہر پھینک دیا جائے تو جوابات دینے کے لیے یہاں صرف لڑکی رہ جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ پہلے دروازہ کھول کر مجھے باہر پھینک دو۔"

سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے اپنی طرف کا دروازہ کھولا۔ کار تیز رفتاری سے جارہی تھی۔ ڈرائیو کرنے والے نے اپنے ساتھی کو ایک لات ماری۔ وہ چیختا ہوا باہر چلا گیا۔ پورس نے آگے کی طرف جھک کر دروازے کو بند کرلیا۔ جینی ڈرائیو کرنے والے کے درمیان میں تھی۔ اسے کار روکنے نہیں دے رہی تھی۔ بلکہ رفتار بھی تیز پر مجبور کرتی جارہی تھی۔

وہ بولا "یہ کیا ہورہا ہے؟ میرا ساتھی باہر گر پڑا ہے اور کار کو روکا نہیں رکی رہی ہے۔"

"ہمیں منزل تک پہنچا کر اپنے ساتھی کو لینے واپس چلے جانا۔"

"وہ پولیس والوں سے شکایت کرے گا کہ تم نے اسے زبردستی میری گاڑی سے باہر گرا دیا ہے اور ریوالور دکھا کر مجھے اغوا کررہے ہو۔"

"ہمارے پاس ریوالور نہیں ہے۔"

اس نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال کر دوسرا ہاتھ کوٹ کے اندر ڈالا پھر ریوالور نکال کر پورس کو دیتے ہوئے کہا "یہ لو۔ اب تو تمہارے ہاتھ میں ریوالور رہے گا۔ تم پولیس کے سامنے انکار نہیں کرسکو گے۔"

پورس نے اس سے ریوالور لے کر کہا "تم بہت چالاک ہو۔ تم نے مجھے ریوالور تھما کر مجرم بنادیا ہے۔"

وہ فخر سے مسکرانے لگا پھر عقب نما آئینے میں اپنا ریوالور پورس کے ہاتھ میں دیکھا۔ اپنے کوٹ کے اندر ٹٹول کر بولا "یہ۔ یہ تو میرا ریوالور ہے۔ مجھے واپس کرو۔"

"واشنگٹن میں واپس مل جائے گا۔ اسی تیز رفتاری سے چلتے رہو۔"

وہ حیران و پریشان ہو کر ڈرائیو کرتا رہا۔ وہ دو گھنٹے بعد واشنگٹن ڈی سی میں داخل ہوئے ایک اسٹریٹ کے کنارے کار رک گئی۔ دونوں کار سے اتر گئے۔ جینی نے کار والے سے کہا "آج سے کسی کو لفٹ دیتے وقت یاد رکھنا، عورت کا حسن و شباب بھری بندوق کی طرح ہوتا ہے۔ اب اپنے ساتھی کے پاس جاؤ۔ ریوالور کو بھول جاؤ۔"

وہ کار کو دوسری طرف موڑ کر لے گیا۔ پورس نے اسے غائب دماغ رکھا تھا تاکہ وہ اس جگہ کو یاد نہ کرسکے۔ جب وہ ڈرائیو کرتا ہوا اس شہر کی حدود سے باہر چلا گیا تو اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ دونوں پیدل چلتے ہوئے ایک اسٹریٹ کو چھوڑ کر دوسری اسٹریٹ میں آئے۔ وہاں یوگا جاننے والا ایک آرمی افسر رہتا تھا۔ بنگلے کے آہنی گیٹ پر دو مسلح فوجی جوان تعینات تھے۔ انہوں نے جوانوں کو مخاطب کیا پھر ان کے جوابات سنتے ہی ان کے دماغوں پر حاوی ہوگئے۔ وہ دونوں فوجی انداز میں آگے بڑھتے ہوئے جینی اور

پورس کو اپنے پیچھے لے کر بنگلے کے اندر گئے۔ بنگلے کے اندرونی دروازے پر بھی ایک مسلح جوان تھا۔ اس نے آرمی کے ساتھی جوانوں کو دیکھ کر اعتراض نہیں کیا۔ ان کے لیے دروازہ کھول دیا۔

وہ ڈرائنگ روم میں آئے۔ وہاں سے ایک زینے پر چڑھتے ہوئے اوپری منزل کے ایک بند دروازے کے پاس پہنچے۔ جینی اور پورس نے ان دونوں کو واپس احاطے کے آہنی گیٹ پر ڈیوٹی کے لیے جانے دیا۔ جب وہ اپنی ڈیوٹی کی جگہ پہنچ گئے تو ان کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

جینی اس یوگا جاننے والے افسر کی بیوی سے بہت پہلے مل چکی تھی۔ ان دنوں اسے لندن کے پاگل خانے میں بھیجا نہیں گیا تھا۔ اب وہ اس بنگلے میں آنے سے پہلے اس کی بیوی کے ذریعے معلوم کرچکی تھی کہ وہ اپنے میاں کے ساتھ اوپری منزل کے کمرے میں تھی اور ان کی ایک بیٹی اور بیٹا ویک اینڈ منانے کے لیے بالٹی مور گئے ہوئے تھے۔

اس افسر کی بیوی بستر سے اٹھ گئی۔ اس نے پوچھا "کہاں جا رہی ہو؟"

وہ بولی "ہمارے پیچ جوان ہورہے ہیں۔ دن کے وقت ہمیں اس طرح جوانوں جیسے چونچلے نہیں کرنے چاہئیں۔"

وہ جلدی سے ایک نیکر پہن کر بولا "یہ اچانک کیسی باتیں کررہی ہو؟"

وہ جواب دینے سے پہلے دروازے تک آگئی تھی۔ اس نے اندر سے اسے کھول دیا۔ افسر نے اعتراض کرنے کے لیے منہ کھولا پھر کھلے ہوئے دروازے پر جینی اور پورس کو سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہ گیا۔ انہوں نے اندر آکر دروازے کو بند کردیا۔

جینی آئینے کے سامنے آکر بیٹھ گئی پھر وینشنگ کریم سے چہرے کے میک اپ کو صاف کرنے لگی۔ اس کا اصلی چہرہ جیسے آئینے میں دکھائی دینا گیا۔ ویسے ویسے افسر کے چہرے کا رنگ اڑتا گیا۔ وہ اپنا ریوالور لینے کے لیے تکیے کے پاس آیا۔ وہاں پورس اپنا ریوالور لیے تکیہ کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔

جینی نے کہا "آفیسر! تم نے یوگا میں مہارت حاصل کرکے سمجھ لیا کہ یہ پاگل ٹیلی پیتھی جاننے والی کبھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ دیکھو تمہارے تمام سیکیورٹی گارڈز اپنی جگہ ڈیوٹی پر ہیں اور میں تمہاری موت بن کر چلی آئی ہوں۔"

افسر کی بیوی نے گڑگڑا کر کہا "نہیں جینی! میرا سہاگ اجاڑنے کی بات نہ کرو۔"

جینی نے کہا "تمہیں صدمہ ہورہا ہے۔ جب یہ اپنے کارنامے تمہیں سناتا تھا اور کہتا تھا کہ کیسی حکمت عملی سے مجھ جیسی صرف ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو اس نے مکمل حفاظتی انتظامات کے ساتھ ایک پاگل خانے میں چھپا رکھا ہے تو تم اپنے شوہر کے کارنامے پر فخر کرتی تھیں۔"

وہ چہرہ صاف کرنے کے بعد وہاں سے اٹھ گئی۔ افسر اپنے کپڑوں کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ وہ بولی "ہالٹ! لباس نہیں پہنو گے۔ اسی نیکر میں رہو گے۔"

اس نے قریب آکر اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ مارا۔ وہ ذرا لڑکھڑا کر سنبھلنا چاہتا تھا۔ اس نے گھوم کر ایک کک ماری۔ وہ پیچھے جا کر دیوار سے ٹکرا کر گر پڑا۔ اس کی ناک سے اور باچھوں سے لہو بہنے لگا۔

وہ بولی "اتنا ہی زخمی ہونا کافی ہے۔ یوگا جاننے والے، میں تمہارے دماغ میں بول رہی ہوں۔ سانس روک کر مجھے بھگاؤ۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "تم جانتی ہو۔ ہم نے اپنے ملک کی خاطر تمہیں چھپایا تھا۔ تم کل بھی ہماری تھیں۔ آج بھی ہماری ہو۔ مجھ سے سمجھوتا کرو۔ میں تمہیں اس ملک میں وہ مقام دوں گا، جو اسرائیل میں الپا کو حاصل ہے۔ وہ تنہا عورت اپنے ملک کی ملکہ بنی ہوئی ہے۔"

"میں تو تمہیں قتل کرکے بھی یہاں کی ملکہ بن سکتی ہوں پھر سمجھوتا کیوں کروں؟ تم نے کہا تھا، میں پاگل خانے میں رہ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور دوسری غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے ہنگامہ برپا کرسکتی ہوں لیکن ایسے وقت کہیں سے بھی آنے والی ایک گولی میرا خاتمہ کردے گی اور تم ایسا کرسکتے تھے۔ اسی لیے میں نے اپنی سلامتی کی خاطر اتنے برس وہاں گزار دیے۔ اب تم اپنی سلامتی کی بات کرو۔"

"میں اپنی سلامتی کے لیے تم جو کہو گی، اس پر عمل کرتا رہوں گا۔"

اس کی بیوی نے کہا "جینی! تم انہیں کوئی سی بھی سزا دے کر زندہ رہنے دو۔"

"میں تمہیں بیوہ نہیں ہونے دوں گی۔ بچوں کو یتیم نہیں ہونے دوں گی اس کی سزا صرف یہ ہوگی کہ جتنے برس میں پاگل خانے میں رہی، اتنے ہی برس یہ خطرناک قسم کے پاگلوں کے درمیان رہے۔ سزا پوری ہونے سے پہلے بیوی بچوں کی صورتیں نہ دیکھے۔ مجھے غافل سمجھ کر اسے پاگل خانے میں اچھا کھانا اور بستر سہولتیں دی جائیں گی تو سزا کے طور پر تم ماں اور بچوں کو ایسے ذہنی عذاب میں مبتلا کروں گی، جس کی ویڈیو فلم دیکھ کر یہ سچ مچ پاگل ہوجائے گا۔"

"جینی! میری بہن! معافی کی کوئی صورت نکالو۔"

"تمہاری خواہش کے مطابق ہی اسے یہ سزا دی گئی ہے۔ یہ زندہ رہے گا۔ تمہیں اور کیا چاہیے۔" پھر وہ امریکی افسر سے مخاطب ہوئی "کم آن آفیسر! منہ ہاتھ دھو کر وردی پہنو اور یہاں سے اس طرح چلو کہ اگلی سیٹوں پر تم بیوی کے ساتھ رہو۔ ہم پچھلی سیٹوں پر رہیں گے۔ اس دوران میں یہ یاد رکھنا کہ میں تمہارے دماغ میں رہوں گی۔ ذرا سی بھی چالاکی تمہارے پورے خاندان کو مہنگی پڑے گی۔"

وہ وردی وغیرہ لے کر باتھ روم میں گیا۔ جینی نے کہا "میں زبان سے بھی بول رہی ہوں اور تمہارے دماغ میں بھی ہوں تاکہ تمہاری بیوی سنتی رہے۔ تم یہاں سے آرمی ہیڈ کوارٹر جاؤ گے۔ وہاں کے اعلیٰ افسران کو میرا حکم سناؤ گے۔ جو بھی اعلیٰ افسر میرے حکم کے مطابق تمہیں اس دنیا کے بدترین پاگل خانے میں بھیجنے سے انکار کرے گا' وہ اسی لمحے بے موت مارا جائے گا۔"

تھوڑی دیر کے بعد وہ وردی پہن کر باتھ روم سے آگیا۔ جوتے وغیرہ پہنے' پھر روتی ہوئی بیوی سے بولا "تم کبھی بھول کر بھی چپ چاپ رازداری سے جینی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرانا۔ اپنے بچوں کی سلامتی کا خیال کرلیا کرنا۔ اس سے تمہاری کوئی بات چھپی نہیں رہے گی۔"

وہ چاروں اس کمرے سے نکل کر بنگلے کے باہر آئے۔ کار میں بیٹھ گئے۔ تمام سیکیورٹی گارڈز انہیں سلیوٹ کررہے تھے۔

○☆○

سونیا نے سوچا تھا کہ تیج پال کسی بہت اہم معاملے میں واشنگٹن جارہا ہے وہاں پہنچ کر وہ ایک ٹیکسی میں جانے لگا۔ اس نے بھی ایک ٹیکسی میں اس کا تعاقب کیا پھر ایک جگہ ٹیکسی رکوا دی۔ وہ ایک فلائنگ کلب میں گیا تھا۔ سونیا نے کرایہ دے کر ٹیکسی والے کو رخصت کیا پھر پیدل چلتی ہوئی موبائل فون نکال کر انکوائری کے نمبر ملا کر کے پوچھا "پلیزیار کو سافلائنگ کلب کا نمبر بتائیں۔"

اسے دو فون نمبر بتائے گئے۔ اس نے بکنگ کلرک کے نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا "ہیلو چیری بلوسم! تم نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ میں انتظار کررہی ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا "چیری بلوسم بوٹ پالش کا نام ہے۔ رانگ نمبر!"

فون بند ہوگیا۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ایک میاں بیوی اور ان کے بچوں کے لیے ایک چھوٹا جہاز بک کررہا تھا۔ سونیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس بار کو سافلائنگ کلب کی طرف جارہی تھی۔ وہاں پہنچنے سے پہلے اس نے بکنگ کلرک کے ذریعے تیج پال کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "مجھے میری لینڈ جانا ہے۔ واپسی نہیں ہوگی۔ لہٰذا آپ کا پائلٹ ساتھ جائے گا اور ہیلی کاپٹر واپس لے آئے گا۔"

سونیا نے پھر موبائل فون کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر بولی۔ "ہیلو میں مارتھا ڈی سوزا بول رہی ہوں۔ ابھی فوراً مجھے میری لینڈ جانا ہے۔ میں لائسنس ہولڈر نہیں ہوں۔ لہٰذا آپ کے پائلٹ کے چارجز بھی ادا کروں گی۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "اتفاق سے پندرہ منٹ بعد ایک ہیلی کاپٹر میری لینڈ جارہا ہے۔ اگر آپ آدھے گھنٹے تک آسکیں تو ہم ہیلی کاپٹر کو مزید پندرہ منٹ روک سکتے ہیں۔"

"میں قریب ہی ایک ہوٹل میں ہوں۔ ابھی آرہی ہوں۔"

"اس نے فون بند کیا۔ ایک ریستوران کے باتھ روم میں جاکر آئینے کے سامنے چہرے پر تبدیلی کی تاکہ تیج پال کو شبہ نہ ہو کہ یہ عورت لندن سے اس کے ساتھ چلی آرہی ہے۔"

عارضی میک اپ فوراً ہوگیا۔ اس نے باہر آکر ایک عورتی گرافر سے موجودہ چہرے کی تین تصویریں اتروائیں۔ پولا رائڈ کیمرے کے ذریعے چند سیکنڈ میں تصویریں مل گئیں۔ وہ فلائنگ کلب کے کاؤنٹر پر آکر بولی "میرا نام مارتھا ڈی سوزا ہے ابھی ہم نے میری لینڈ جانے کے لیے فون کیا تھا۔"

اس نے اپنی تصویر کے ساتھ ایک فارم پُر کیا۔ تیج پال ایک طرف بیٹھا سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا "گروجی! میرے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جانے والی آگئی ہے۔ آپ کسی وقت بھی اس کی اصلیت معلوم کرلیں گے۔"

گرونانگ نے کہا "ٹھیک ہے۔ اسے ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے دو۔"

مقررہ وقت کے مطابق ہیلی کاپٹر نے پرواز کی۔ تیج پال نے سونیا سے پوچھا "میری لینڈ میں کہاں جارہی ہو؟"

وہ ذرا شرماتی ہوئی بولی "نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ ویسے میں پہلی بار جارہی ہوں۔ کیا تم جانتے ہو' ہلٹن پارک کہاں ہے؟"

"جانتا ہوں۔ کیا وہاں جانا ہے؟ میں جہاں جارہا ہوں' وہ پارک راستے ہی میں پڑے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اگر تم مائنڈ نہ کرو تو مجھے اپنی گاڑی میں وہاں ڈراپ کرسکتے ہو؟"

"وہائے ناٹ؟ اس میں مائنڈ کرنے کی کیا بات ہے لیکن یہ عجیب سی بات ہے۔ تم پہلی بار وہاں جارہی ہو اور وہ بھی اکیلی۔"

وہ پھر شرماتی ہوئی بولی "پلیز تم جوان ہو۔ کچھ اپنی طرف سے بھی تمہیں سمجھنا چاہیے۔"

"میں جوان ہوں۔ گرل فرینڈز اور بوائے فرینڈز کے بارے میں سوچ سکتا ہوں مگر سوری ٹو سے' تمہاری عمر اس معاملے کے لیے زیادہ نہیں ہے؟"

"دل کی کوئی عمر نہیں ہوتی' جو مجھ سے ملنے والا ہے۔ اس کی بھی یہی عمر ہوگی۔"

وہ باتیں کررہا تھا اور گرونانگ سونیا کے خیالات پڑھ رہا تھا مگر وہ خیالات مارتھا ڈی سوزا کے تھے۔ یہ روحانی ٹیلی پیتھی کا کمال تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے تمام خیال خوانی کرنے والے لوگ بھیس بدلتے تھے۔ اسی کے مطابق ان کا دماغ ڈھل کر اسی کردار کی مناسبت سے خیالات پیش کرتا تھا۔

گرونانگ دیر تک سونیا کے ذہن کو ٹٹولتا رہا اور اسے مارتھا ڈی سوزا کے خیالات ہی پڑھنے کو ملتے رہے۔ آخر اس نے تیج پال سے کہا "یہ عورت بدکردار ہے۔ اپنے شوہر ڈی سوزا کو دھوکا دے کر اپنے یار سے ملنے میری لینڈ جارہی ہے۔"

تیج پال نے پوچھا "سما گرو دیو! کیا الپا سے رابطہ ہوا؟"

"نہیں۔ وہ پہلی عورت ہے' جس کے دماغ تک میں پہنچ نہیں پارہا ہوں اور نہ ہی وہ مجھ سے رابطہ کررہی ہے۔"

"میرا دماغ کہتا ہے' اس کی کوئی کمزوری ہے جس کے باعث وہ آپ کے پاس نہیں آرہی ہے۔ آپ اسی بات پر غور کریں۔ جب سے آپ میرے دماغ میں آئے ہیں' تب سے وہ میرے اندر بھی نہیں آرہی ہے۔ پچھلی رات جہاز میں وہ بار بار آرہی تھی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو' وہ کسی کمزوری کے باعث مجھ سے رابطہ کرنے سے کترا رہی ہے اور تمہارے پاس بھی اب نہیں آرہی ہے۔"

حالات کچھ ایسے تھے کہ گرونانگ بھی بھٹک گیا تھا اور اس خوش فہمی میں تھا کہ تیج پال کو پچھلی رات سے پریشان کرنے والی الپا گرودیو کے خوف سے روپوش ہوگئی ہے۔ اس طرح سونیا پر شبہ نہیں ہوا۔ وہ میری لینڈ پہنچ گئی۔ اس نے تیج پال سے یہ بھی نہ پوچھا کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے؟ تیج پال ایک ٹیکسی میں اسے ہلٹن پارک پہنچا کر آگے چلا گیا۔

سونیا نے پارک میں ایک گائیڈ سے پوچھا "یہاں کے مشہور مقامات کون سے ہیں۔ مجھے وہاں لے چلو۔"

اس نے گائیڈ کو پانچ سو ڈالرز دیے۔ وہ خوش ہوگیا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس کے ساتھ جاتے ہوئے بتانے لگا کہ وہ کہاں کہاں سے گزر رہے ہیں۔ سونیا نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ ایک وسیع و عریض قطعۂ زمین پر ایک ایسی عمارت نظر آئی جیسے وہ ہندوؤں کا مندر ہو۔ سونیا نے پوچھا "یہ کیا ہے؟"

گائیڈ نے کہا "یہ بہت بڑا آشرم ہے۔ امریکی حکومت نے ایک ہندو عورت نیلاں کے لیے اتنی وسیع و عریض زمین الاٹ کی تھی۔ چند برس پہلے یہاں بڑی رونق رہتی تھی۔ بے شمار ہندو آتے رہتے تھے۔۔۔۔"

گائیڈ بول رہا تھا اور نیلاں کا نام سننے کے بعد سونیا کے خیالات دور تک پرواز کرنے لگے تھے۔ اس نے ایک میوزیم کے پاس جاکر ٹیکسی روک دی پھر گائیڈ اور ڈرائیور دونوں کو مزید رقم دے کر رخصت کردیا۔

نیلاں اور اس کے جوان بیٹے کی موت کے بعد وہ آشرم ویران ہوگیا تھا۔ نیلاں محض آخری آتما شکتی پر زندہ تھی اور وہاں سے برسوں پہلے جاچکی تھی۔ حکومت کی طرف سے اس آشرم کے تمام دروازوں پر تالے لگا دیے گئے تھے۔ وہ آشرم جو نہایت صاف ستھرا رہتا تھا۔ اب اس کے آس پاس مٹی دھول اور خشک پتے اڑتے رہتے تھے۔

رات کے نو بجے تیج پال اس آشرم کے احاطے میں آیا۔ وہاں کے ایک چھوٹے کوارٹر میں دو سیوک رہتے تھے۔ وہیں پکاتے کھاتے اور زندگی گزارتے تھے۔ انہوں نے تیج پال کے سامنے جھک کر دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ گرونانگ خیال خوانی کے ذریعے ان کے درمیان تھا۔ اس نے اس آشرم کو پھر سے آباد کرنے کے لیے تیج پال کو بھیجا تھا۔

ایک سیوک پیتل کی ایک بڑی سی تھالی میں کھانے کی چیزیں پروس کر ایک جگ میں پانی لے کر تیج پال کے پیچھے چلنے لگا۔ اس آشرم کے اندر کئی کمرے' بڑے ہال اور راہداریاں تھیں۔ تمام کمروں کے دروازے مقفل تھے۔ ان کی چابیاں حکومت کی تحویل میں تھیں اور وہ اتنے مضبوط تالے تھے کہ چابیوں کے بغیر کھل نہیں سکتے تھے۔

تیج پال اس سیوک کے ساتھ ایک بڑے ہال کے مقفل دروازے کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ تیج پال کے آنے سے پہلے سیوک ایسا کرتے تھے۔ گرونانگ ان کے دماغوں میں جو منتر پڑھتا تھا' وہی منتر سیوک اپنی زبان سے دہراتے تھے۔ اب تیج پال ان منتروں کو اپنے دماغ میں سن کر زبان سے دہرانے لگا۔ منتروں کے اختتام پر دروازے کا بڑا سا مضبوط تالا ایسے کھل گیا جیسے چابی سے کھولا گیا ہو۔ واپسی پر اس تالے کو پھر منتروں کے ذریعے بند کردیا جاتا تھا۔

تیج پال نے تالے کو ہٹا کر کنڈی ایک طرف سرکائی وہ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اندر بڑا صاف ستھرا ہال تھا۔ اس ہال کے وسط میں ایک اونچا چبوترا تھا۔ اس چبوترے پر نیلاں پلتھی مارے بیٹھی تھی۔ وہ تپسیا میں مصروف تھی۔ دروازہ کھلتے ہی اس نے آنکھیں کھول دیں پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر بولی "میرے گرو بابا! پرنام۔"

گرونانگ نے اس کے دماغ میں کہا "جیو اور پوری آتما شکتی حاصل کرکے رہتی دنیا تک جیتی رہو۔ تمہارا بھوجن (کھانا) آگیا ہے۔"

وہ بولی "آج میں تیج پال کو یہاں دیکھ رہی ہوں۔"

"تمہاری تپسیا مکمل ہونے والی ہے۔ اس لیے یہ آیا ہے۔ اس کی ذہانت اور غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے پھر اس آشرم کو آباد کیا جائے گا۔ مکمل آتما شکتی حاصل کرتے ہی اس ملک کے حکام تمہارے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے۔ تم یہاں کی مہارانی کہلاؤ گی۔ تمہارے حکم کے بغیر کوئی اس آشرم میں قدم بھی نہیں رکھ سکے گا۔"

یک بارگی نیلاں اور گرونانگ چونک گئے۔ نیلاں کے اندر سے آواز ابھری "لیکن موت کے قدم کوئی نہیں روک سکتا۔"

نیلاں دہشت کے مارے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ دونوں مٹھیاں بھینچ کر بولی "گرو بابا! گرو بابا! یہ سونیا کی آواز ہے۔ میری آتما شکتی مکمل نہیں ہوئی ہے گرو بابا! مجھے بچاؤ۔"

سونیا کی آواز پھر ابھری "تمہاری آتما شکتی مکمل نہیں ہوگی۔ اس آشرم کے اندر موت ہے اور باہر زندگی۔۔۔ بولو کہاں جاؤ گی؟"

چالبازی ایسی ہوتی ہے جو پہلے سمجھ میں نہیں آتی۔ جب اس کا نتیجہ سامنے آتا ہے' تب سمجھ میں آتی ہے۔ گرونارنگ نے بڑی چالبازی سے نیلاں کو میری لینڈ کے ایک آشرم میں روپوش رکھا تھا۔

وہ آشرم بھی نیلاں اور اس کے جوان بیٹے کے باعث آباد تھا۔ وہاں ہندوؤں کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ نیلاں کی ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی کے باعث امریکی حکام کو بڑے فائدے پہنچے تھے اس لیے حکومت نے ایک وسیع وعریض پلاٹ' آشرم تعمیر کرنے کے لیے الاٹ کردیا تھا۔ جب سے نیلاں گئی تھی اور اپنی آتما شکتی کے کمزور ہوتے رہنے کے باعث واپس نہیں آئی تھی' تب سے وہ آشرم اجڑ گیا تھا' ویران پڑا رہتا تھا۔ سرونٹ کوارٹرز میں دو ہندو چوکیدار رہتے تھے۔ حکومت کی طرف سے اس آشرم کے تمام چھوٹے بڑے کمروں کے دروازوں کو مقفل کردیا گیا تھا۔ اب کوئی ہندو بھی ادھر کا رخ نہیں کرتا تھا۔ جب بھگوان اور دیوتاؤں کی مورتیاں مقفل کردی گئی ہوں تو پھر کون پوجا کے لیے اور وہاں رہائش کے لیے آئے گا؟ کوئی نہیں آتا تھا۔

ایسے میں یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ آشرم کے کسی بڑے ہال کا دروازہ باہر سے مقفل رہے گا تو نیلاں وہاں روپوش رہ کر آتما شکتی مکمل کرنے کی تپسیا کرتی رہے گی۔ میری لینڈ کی پولیس اور انتظامیہ کو وہاں کسی کی موجودگی کا علم کس طرح ہوسکتا تھا۔

لیکن گرونارنگ اپنے کالے جادوئی عمل سے اس بڑے ہال کے دروازے کے تالے کو کھولتا اور پھر بند کردیتا تھا۔ دو ہندو چوکیدار اس کے محکوم تھے۔ وہ رازداری سے نیلاں کو ضرورت کی چیزیں فراہم کیا کرتے تھے۔

یہ طریقۂ کار ایسا تھا کہ راز کبھی نہ کھلتا اور نیلاں آتما شکتی کسی مداخلت کے بغیر مکمل کرلیتی لیکن گرونارنگ کی پلاننگ یہ تھی کہ نیلاں مکمل آتما شکتی حاصل کرکے پھر اس آشرم کو آباد کرے اور اس ملک کے حکام کو ہمیشہ اپنے زیر اثر رکھے۔ اسے آباد کرنے کے انتظامات کے لیے تیج پال کو وہاں بھیجا گیا تو سونیا بھی اس کا تعاقب کرتی ہوئی آشرم میں پہنچ گئی۔

وہ جانتی تھی کہ تیج پال ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے لیکن اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہے اور وہ کچھ غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ اس کے دیکھنے' سننے' سونگھنے' چکھنے اور چھونے کے حواس غیر معمولی ہیں اس کے علاوہ چھٹی حس بھی غیر معمولی ہے لہٰذا جب تیج پال بڑی رازداری سے آشرم کے احاطے میں گیا اور دونوں ... چوکیداروں سے باتیں کیں تو سونیا نے ایک چوکیدار کے دماغ میں جگہ بنالی۔

وہ رات کا وقت تھا۔ اس وقت نیلاں ایک گھنٹے کے لیے تپسیا سے فارغ ہوکر کھانا کھایا کرتی تھی۔ وہ دونوں چوکیدار کھانے کی تھالی اور پانی کا جگ لے کر تیج پال کے ساتھ آشرم کے اندر آگئے تو گرونارنگ تیج پال کے دماغ میں تھا اور سونیا ایک چوکیدار کے اندر رہ کر دیکھ رہی تھی کہ بہت بڑے مضبوط تالے کو گرونارنگ اپنے ایک منتر کا جاپ کرکے کھولتا اور بند کرتا ہے۔

اس ہال کے اندر ایک اونچے چبوترے پر نیلاں آنکھیں بند کیے تپسیا میں مصروف تھی۔ آہٹ سن کر اس نے آنکھیں کھولیں۔ کھانا لانے والوں کو دیکھ کر سمجھ گئی کہ اندر گرونارنگ موجود ہے۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر کہا "گرو بابا! پرنام!"

وہ گرو بابا سے باتیں کرنے لگی تو سونیا اس کے نئے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچ گئی پھر ان کی ایک بات کے جواب میں اس نے کہا "موت کے قدم کوئی نہیں روک سکتا۔"

نیلاں دہشت کے مارے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ دونوں مٹھیاں بھینچ کر بولی "گرو بابا! یہ سونیا کی آواز ہے۔ میری آتما شکتی مکمل نہیں ہوئی ہے گرو بابا! مجھے بچاؤ۔"

سونیا کی آواز سنائی دی "تمہاری آتما شکتی مکمل نہیں ہوگی۔ اس آشرم کے اندر موت آئی ہے۔ تپسیا چھوڑ کر باہر آجاؤ تو زندہ رہنے دوں گی۔ بولو یہاں مرنا چاہتی ہو یا باہر زندہ رہنے کی خواہش ہے؟"

اس وقت نیلاں کے دماغ میں سونیا بھی تھی اور گرونارنگ بھی۔ اس نے سونیا کے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن اس کی سوچ کی لہریں بھٹکتی رہیں کیونکہ سونیا اس وقت مارتھا ڈیسوزا کے بہروپ میں تھی اور مارتھا کا لب ولہجہ مختلف تھا۔ جسے گرونارنگ نہیں جانتا تھا۔

اس نے پوچھا "میں تمہارے لب ولہجے کے مطابق تمہارے دماغ میں آنا چاہتا ہوں لیکن ناکام کیوں ہو رہا ہوں؟"

"اس لیے کہ میں ابھی سونیا نہیں ہوں۔ جس بہروپ میں ہوں اسی لب ولہجے میں بولوں گی تو میرے اندر آسکو گے۔ میں بہروپ کی وجہ سے بدل چکی ہوں تو میرے اندر کیسے آسکو گے۔"

"ہوں! اب سے پہلے میں پورس کے دماغ میں گیا تھا مگر وہ بھارت میں جمنا داس بنا ہوا تھا اور اسی جمنا داس کے مطابق اس کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔"

"ٹھیک اسی طرح میں مارتھا ڈیسوزا کے لب ولہجے میں بولوں گی تو تم مارتھا کے اندر پہنچ گے مگر افسوس' اس لیے نہیں پہنچ سکو گے کہ وہ مرچکی ہے۔ اس مرنے والی کے لب ولہجے میں بھی میرے اندر آکر تمہیں معلوم ہوگا کہ مردہ خیالات پڑھے نہیں جاسکتے۔"

"تم سب روحانی ٹیلی پیتھی کی وجہ سے محفوظ ہو۔"

"ہم آتما شکتی رکھتے ہو لیکن روحانی ٹیلی پیتھی کا توڑ نہیں کرسکو گے اور نیلاں! ہم تمہارے اندر بول رہے ہیں۔ تم تمام باتیں سن رہی ہو۔ جسے اپنا گرو بابا کہتی ہو' وہ دنیا والوں کے لیے مہا شکتی مان ہوگا' ہمارے لیے کچھ نہیں ہے۔"

نیلاں نے پریشان ہوکر پوچھا "یہ تم سب کیوں میرے پیچھے

پڑ گئے ہو۔ پہلے پورس نے مجھے آتما شکتی مکمل کرنے نہیں دی۔ اب تم آگئی ہو۔ میں تم لوگوں کی دشمن تو نہیں ہوں۔"

"کئی بار دشمنی کرچکی ہو۔ اس وقت آتما شکتی کے غرور میں تھیں۔ اب غرور بھول کر بے چاری بن رہی ہو۔ تمہارے سامنے کھانے کی تھالی رکھی ہے مگر تم اسے آشرم سے باہر لے جاکر کھا سکو گی۔ یہاں میں ایک لقمہ بھی تمہارے منہ میں نہیں جانے دوں گی۔ اپنے بابا گرو نارنگ سے کہو' تمہیں صرف ایک لقمہ کھلا کر دکھائے۔"

گرو نارنگ نے کہا "میں ابھی اسے کھلاؤں گا' تم جوابی کارروائی کیا کرسکو گی؟"

"میں پہلے ہی نیلاں سے کہہ چکی ہوں۔ اس آشرم کے اندر موت آئی ہے۔ باہر جائے گی تو یہ زندہ رہے گی۔ کیا تم مہا شکتی مان ہوکر ٹیلی پیتھی سے آنے والی ریوالور کی اس گولی کو روک سکو گے جو نیلاں کے موجودہ جسم کو ہلاک کردے گی پھر نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔"

نیلاں نے سہم کر کہا "نہیں نہیں۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔ میرے پاس یہی آخری جسم رہ گیا ہے۔"

"اور اس آخری جسم کے ختم ہونے کے بعد تمہاری آتما پرلوک سدھار جائے گی پھر تمہارا گرو بابا اسے کسی دوسرے جسم میں نہیں لاسکے گا۔"

گرونارنگ نے کہا "تم نے اسے گولی مارنے کی دھمکی دی ہے۔ اس کا مطلب ہے' اسی آشرم میں کہیں چھپی ہوئی ہو؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ اپنے آدمیوں سے کہو' وہ مجھے تلاش کریں پھر مجھے دیکھتے ہی گولی ماردیں۔"

گرونارنگ نے تیج پال اور دونوں چوکیداروں سے کہا "یہاں سونیا آکر مصیبتیں پیدا کررہی ہے۔ یہیں کہیں چھپی ہوئی ہے۔ نیلاں کو چیلنج کررہی ہے کہ یہ آشرم چھوڑ کر باہر نہیں جائے گی تو وہ اسے گولی ماردے گی۔"

تیج پال نے کہا "ہم نے سنا ہے کہ فرہاد اور اس کی فیملی کے افراد اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے بلکہ دشمن سے چھین کر ان کے ہتھیاروں سے ہی انہیں مارتے ہیں۔"

نیلاں نے کہا "تم نہیں جانتیں' سونیا کے پاس مخالفین سے چھینے کے کئی ہتھکنڈے ہوتے ہیں۔ وہ ایسا کچھ کرے گی کہ تمہارا بچنا مشکل ہوجائے گا۔ ہوسکتا ہے تم میں سے کسی کے دماغ میں رہ کر اس نے میرے کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا دیا ہو۔"

گرونارنگ نے کہا "ایسا ممکن ہے۔ میں ابھی دھیان گیان کرکے منتروں کا جاپ کرکے معلوم کرتا ہوں کہ یہ کھانے کے قابل ہے یا نہیں؟"

سونیا نے کہا "بہت دیر ہوگئی۔ میں نے اتنی دیر تم سب کو باتوں میں اس لیے الجھا کر رکھا کہ میری بندوق سے گولی نکل کر نیلاں تک پہنچنے کے لیے کم از کم دس منٹ لگنے والے تھے۔ وہ دس منٹ گزر چکے تھے۔ یہ دیکھو' میں کیسا ہتھیار استعمال کرتی ہوں۔ آواز سنو۔"

وہ توجہ سے سننے لگے۔ کئی بھاری بھرکم جوتوں کی آوازیں فرش پر سے ابھرتی سنائی دے رہی تھیں۔ تیج پال اپنا بچاؤ کرنے اور جوابی حملے کرنے کے لیے وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا لیکن دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی رک گیا۔ وہاں پولیس والے گن لیے کھڑے تھے۔

ایک پولیس افسر نے کڑک کر پوچھا "کون ہو تم لوگ؟ اس مقفل دروازے کو کھول کر کیسے اندر آگئے؟"

اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا "سونیا نے ایک چوکیدار کی زبان سے کہا "ہم کو تو امریکی سرکار نے یہاں چوکیداری کے لیے چھوڑا ہے۔ ہمارے پاس سرکاری کاغذات ہیں۔"

افسر نے پوچھا "یہاں بند کمرے میں کیسے آگئے؟"

چوکیدار نے نیلاں کی طرف اشارہ کرکے کہا "یہ بہت بڑی جادوگرنی ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ کہتی ہے' یہ یہاں رہ کر نیلاں سے بھی بڑی آتما شکتی والی بن کر پہلے اس آشرم کو آباد کرے گی پھر امریکا کے اکابرین کو اپنا غلام بنا کر یہاں حکومت کرے گی۔"

نیلاں نے کہا "کیا بکتے ہو؟ میں تو امریکا کی وفادار ہوں۔ یہ آشرم میرے لیے ہی حکومت نے بنایا تھا۔ میں نیلاں ہوں۔"

افسر نے کہا "بکواس مت کرو۔ نیلاں برسوں پہلے مرچکی ہے۔"

"نہیں میں زندہ ہوں۔"

"اگر زندہ ہو تو پہلے یہاں کی پولیس اور انتظامیہ کو یہاں آکر اپنے رہنے کی اطلاع دیتیں مگر یہاں مجرموں کی طرح تالا توڑ کر آئی ہو۔"

سونیا نے دوسرے چوکیدار کی زبان سے کہا "تو سرا! یہ تالا توڑ کر نہیں بلکہ اپنے جادو سے جب چاہے بند تالے کو کھول سکتی ہیں اور کھلے ہوئے تالے کو بند کرسکتی ہیں اسی لیے آج تک آپ لوگوں کو پتا نہیں چلا کہ یہ یہاں چھپ کر رہتی ہیں۔"

"تم دونوں چوکیداروں نے ہمیں اطلاع کیوں نہیں دی؟"

"ہم کیسے اطلاع دیتے؟ اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے سے یہ جادو کے ذریعے ہمیں سزا...."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی سونیا نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتے ہوئے فرش پر گر کر تڑپنے لگا اور کہنے لگا "نہیں مالکن! مجھے معاف کردو۔ میں تمہارے خلاف ان لوگوں سے کچھ نہیں کہوں گا۔ مجھے سزا نہ دو۔ مجھے معاف کردو۔"

ایک افسر نے سپاہیوں سے کہا "اس جادوگرنی کو گرفتار کرلو۔"

گرونارنگ نے تیج پال کی زبان سے کہا "ٹھہرو آفیسر! یہاں ہماری ایک دشمن سونیا ہے۔ وہ آپ کو ہمارے خلاف بھڑکا رہی ہے۔"

"کہاں ہے وہ دشمن سونیا؟"

"وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہاں ہے۔ آپ کو نظر نہیں آئے گی۔"

"یہ بکواس عدالت میں کرو گے تو پاگل کہلاؤ گے۔"

"میرا نام تیج پال ہے۔ میں عالمی ایجنسیوں کا آفیسر ہوں۔ تم ابھی سی آئی اے والوں سے رابطہ کرکے میری اصلیت معلوم کرلو۔"

افسر نے موبائل فون کے ذریعے سی آئی اے کے ایک افسر سے رابطہ کیا۔ سونیا اس افسر کے دماغ میں آگئی۔ اس افسر نے کہا۔ "سر! یہاں کے آشرم میں ایک عورت اور تین مرد تالا توڑ کر اندر آئے ہیں اور ایسا پتا نہیں کتنے دنوں سے ہو رہا ہے۔ مردوں میں یہاں کے دو چوکیدار ہیں اور تیسرا خود کو عالمی ایجنسیوں کا ایک افسر کہہ رہا ہے۔ اپنا نام تیج پال بتا رہا ہے۔"

ایسے وقت میں تیج پال کے دماغ میں گرونارنگ اور نیلاں بھی تھے۔ گرونارنگ نے اس سی آئی اے کے افسر کی زبان سے کہا۔ "جب وہ تیج پال ہے تو اسے اس عورت کے ساتھ جانے دو۔"

سونیا نے اس کی زبان سے کہا "تیج پال کو اس عورت کے ساتھ واشنگٹن کے ہیڈ آفس ابھی کسی ہیلی کاپٹر کے ذریعے پہنچاؤ۔"

گرونارنگ نے جلدی سے کہا "نہیں۔ ہیڈ آفس نہیں۔ انہیں کہیں بھی جانے دو۔"

سونیا نے کہا "نہیں نہیں۔ یہاں ہیڈ آفس میں تیج پال کی ناخت ہوگی۔ ایک اہم معاملے پر اس سے گفتگو بھی ہوگی۔"

گرونارنگ نے کہا "کوئی گفتگو نہیں ہوگی۔ تیج پال کو اس عورت کے ساتھ کہیں جانے دو۔"

"کہیں بھی جانے دیں گے تو وہ آشرم کی طرح کہیں کے بھی تالے توڑتے رہیں گے۔"

گرونارنگ نے سونیا سے کہا "تم مجھ سے ٹکر لے کر موت کو بلا رہی ہو۔"

سونیا نے کہا "اچھا تو وہ تالے توڑنے کے علاوہ موت بھی لاتے ہیں۔"

سی آئی اے کا افسر اپنی زبان سے کبھی گرونارنگ کی باتیں بول رہا تھا۔ کبھی سونیا کی مرضی کے مطابق حکم دے رہا تھا۔ آخر وہ جھنجلا کر بولا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میری زبان سے یہ باتیں کیسے بدلتی جا رہی ہیں۔ میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ میرے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

آشرم سے فون کرنے والے افسر نے کہا "سر! یہ لوگ جادو بھی جانتے ہیں۔ میں انہیں ابھی آپ کے ہیڈ کوارٹر لا رہا ہوں۔ اگر ان میں سے کوئی مجھ پر جادو کرے گا تو میرے ماتحت افسر اور ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر گولی مار دیں گے۔"

پھر اس نے نیلاں اور تیج پال سے کہا "اے اٹھو! یہاں چلو۔ ان دونوں کو ہتھکڑیاں پہنا دو۔"

گرونارنگ نے نیلاں کے پاس آکر کہا "بیٹی! یہاں ان کے خلاف کوئی حرکت نہ کرنا۔ یہ تعداد میں چھ ہیں۔ پتا نہیں کون گولی چلا دے۔ ان کے ساتھ جاؤ میں واشنگٹن پہنچنے تک ان کو نمٹ لوں گا۔"

سونیا نے کہا "گرو کہلانے والے بہروپیے! میری چال ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی۔ ذرا غور کرو کہ میں نے نیلاں کی مدد یہاں سے ختم کردی۔ یہ جس بیچاری لڑکی کے جسم میں ہے اسے بے قصور مارنا نہیں چاہتے۔ ورنہ نیلاں اب تک ختم ہو چکی ہوتی۔ اب واشنگٹن پہنچنے کے بعد اسے آتما شکتی مکمل کرنے کے لیے تنہائی نصیب نہیں ہوگی۔ ذرا دیکھو آگے آگے کیا ہوتا ہے۔"

وہ بولا "میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔ پہلی بار تم سے ٹکراؤ ہوا ہے۔ میں تمہاری چالیں چلنے کے انداز کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ آئندہ کوئی چال چلنے [illegible] میں رہو گی۔"

"آئندہ کی باتیں کیوں کر رہے ہو۔ ابھی تو واشنگٹن تک ساتھ رہے گا۔ میں نیلاں کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گی۔ تم مجھ پر اپنی تدبیریں آزماتے رہو۔"

"اتنی جلدی نہیں۔ میں ایسے منتروں کا جاپ کر رہا ہوں [illegible] میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد نیلاں کی آتما کو موجود جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں پہنچا دوں گا اور تم دیکھتی رہ جاؤ گی۔"

"چلو اچھا ہوا تم نے بتا دیا۔ اب دیکھو میں کیا کرتی ہوں۔"

نیلاں اور تیج پال کو ہتھکڑیاں لگا دی گئی تھیں۔ انہیں برآمدے ہال سے باہر لا کر کہا گیا "اس دروازے کو اگر جادو سے کھولا گیا تو اسے جادو سے بند کرکے دکھاؤ۔"

نیلاں نے کہا "میں نے جادو سے نہیں کھولا ہے۔"

"پھر تو تمہارے پاس اس تالے کی چابی ہوگی۔"

"میرے پاس چابی بھی نہیں ہے۔"

افسر نے غصے سے کہا "کیا تم چاہتی ہو کہ تم پر اور تمہارے ساتھی پر تشدد کیا جائے؟"

گرونارنگ نے کہا "نیلاں! ان سے نہ الجھو۔ تالے کو کنٹرول میں پھنسا کر وہ منتر پڑھو جو میں تمہارے دماغ میں پڑھ رہا ہوں۔"

نیلاں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ قانون کے محافظوں کے سامنے ایک منتر پڑھ کر تالے کو بند کر دیا۔ دونوں افسران نے باری باری اس بڑے سے مضبوط تالے کو جھٹکے دے کر کھولنے کی کوششیں کیں لیکن وہ ان سے کھل نہ سکا۔ ایک افسر نے "واقعی یہ لوگ چوری ڈکیتی اور تالے کھولنے کا جادو جانتے ہیں انہیں لے چلو۔"

وہ انہیں لے جانے لگے۔ سونیا نے کہا "افسوس نیلاں! تمہاری جیسی خطرناک عورت کے سائے تک کو کوئی نہیں پہنچ پاتا مگر تم نے تمہیں ہتھکڑیاں پہنا دی ہیں۔"

گرونارنگ نے کہا "زیادہ غور نہ دکھاؤ۔ اب میں تمہیں اس میری لینڈ سے باہر نہیں جانے دوں گا۔ یہاں سے باہر جانے والی ایک ایک عورت کے دماغ میں گھس کر تمہیں تلاش کروں گا اور جان سے مار ڈالوں گا۔"

سونیا قہقہے لگانے لگی "تم بہت بڑے بے وقوف ہو۔ ساری زندگی اس انتظار میں رہو گے کہ میں کب میری لینڈ سے باہر جا رہی ہوں۔"

نیلاں نے کہا "گرو بابا! یہ یہاں ہوتی تو ضرور آشرم میں مجھے گولی مار کر ہمیشہ کے لیے میرا قصہ تمام کر دیتی۔ اس نے مجھے چالاکی سے قانون کے محافظوں کے حوالے کر دیا ہے۔ آپ اس کے منہ نہ لگیں۔ یہ باتوں میں الجھاتی رہے گی اور آپ کو موقع نہیں دے گی کہ آپ مجھے قانون کے شکنجے سے نکال کر لے جا سکیں۔"

"تم ان قانون والوں سے نہ ڈرو۔ میں تمہیں وہاں سے رہائی دلا دوں گا۔"

"بھگوان کے لیے وہاں پہنچنے سے پہلے رہائی دلائیں۔ جب انہیں معلوم ہوگا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں تو وہ مجھے اپنے کام میں لانے کے لیے قیدی بنا کر رکھیں گے۔ ہمیں جہاں لے جایا جا رہا ہے، وہاں کے اہم افسران کے خیالات ہمیں پڑھنے چاہئیں۔"

آشرم میں ایک افسر نے موبائل فون کے ذریعے سی آئی اے کے جس افسر سے باتیں کی تھیں، نیلاں اور گرونارنگ اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ وہ سی آئی اے کے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھا دوسرے اعلیٰ افسران سے باتیں کر رہا تھا۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اگر وہ عورت آشرم میں نیلاں کی جگہ آئی ہے اور ٹیلی پیتھی کے علاوہ جادو بھی جانتی ہے تو پھر اسے ایسی جگہ قید رکھا جائے گا جہاں سے نہ وہ فرار ہو سکے اور نہ ہی کوئی اسے وہاں سے نکال کر لے جا سکے۔"

دوسرے نے کہا "بے شک ہم اس کی ٹیلی پیتھی اور جادو سے بہت کام لے سکیں گے۔"

ایک شخص نے دفتر میں آکر ایک کاغذ اعلیٰ افسر کو دے کر کہا۔ "سر! یہ سیکرٹ میسج (خفیہ پیغام) فیکس کے ذریعے آیا ہے۔"

اعلیٰ افسر فوراً ہی اسے لے کر پڑھنے لگا۔ یہ گزشتہ قسط میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اٹھارہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تمام فرائض سے روپوش رہ کر اور خود اپنے ملک کے اکابرین سے بھی رابطہ توڑ کر یہ حکمت عملی اختیار کی تھی کہ فیکس کے ذریعے کوئی پیغام بھیجتے تھے اور اس پیغام کے جوابات ان کے دماغ سے پڑھ لیتے تھے۔

اس اعلیٰ افسر نے وہ پیغام پڑھ کر کہا "جس عورت کو گرفتار کرکے میری لینڈ سے یہاں لایا جا رہا ہے، وہ واقعی نیلاں ہے۔ وہ اپنی آتما شکتی مکمل کرنے کے لیے اس آشرم میں روپوش تھی لیکن میڈم سونیا نے اسے ظاہر کر دیا ہے۔ نیلاں کے ساتھ عالمی خفیہ تنظیم کا اسپیشل آفیسر آن ڈیوٹی تیج پال ہے لیکن وہ ایک خطرناک ٹیلی پیتھی اور جادو جاننے والے گرو گھنشام نارنگ کا معمول اور تابع بن چکا ہے۔ سی آئی اے کو تیج پال پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

ایک افسر نے کہا "آشرم سے وہاں کے ایک پولیس افسر نے آپ سے فون کے ذریعے بات کی تھی۔ ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ نیلاں اور... گرونارنگ آپ کی آواز سن کر آپ کے دماغ میں پہنچنے کے بعد اب ہمارے دماغوں میں پہنچ چکے ہوں گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "میں تمہاری بات کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔ ابھی ہم اس فیکس کی اور اپنے اٹھارہ روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں جتنی باتیں کر رہے ہیں وہ سب نیلاں اور گرونارنگ سنتے جا رہے ہیں۔"

"جی ہاں، ابھی تو انہوں نے یہی سنا ہے، جو ہم نے ان کے بارے میں معلوم کیا ہے۔ ان دونوں سننے والوں کے علاوہ سونیا بھی بہت باتیں سن رہی ہوگی۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ویسے بھی کب ہمارے دماغوں میں آتے ہیں اور کیا کچھ معلومات حاصل کرکے جاتے ہیں۔ یہ ہم نہیں جانتے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں اپنے اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر فخر ہے۔ جتنی اہم معلومات ان کے پاس ہیں، ان میں سے ایک بھی راز کوئی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا معلوم نہیں کر سکے گا۔"

ایک اور افسر نے کہا "اگر ہمارے خیالات پڑھے جا رہے ہیں تو ہم ان سے کہتے ہیں کہ اب کسی کے جادو اور ٹیلی پیتھی کے ہتھیار صرف ہم پر اثر کریں گے اس کے باوجود کوئی ہمیں بڑا نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور جو نقصانات ہمیں پہنچیں گے ان سے زیادہ نقصانات ہمارے اٹھارہ انہیں پہنچائیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "آؤ، نیلاں ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

اس وقت نیلاں اور تیج پال کو ہتھکڑیاں پہنا کر ایک ہیلی کاپٹر میں لے جایا جا رہا تھا۔ وہ اور اس کا... گرو بابا سی آئی اے کے افسران کی وہ تمام باتیں سن رہا تھا..... نیلاں نے کہا "آپ سن رہے ہیں۔ گرو بابا! دشمن سونیا کی وجہ سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ میں نیلاں ہوں۔"

گرونارنگ نے کہا "اور یہ بھی ظاہر ہو گیا ہے کہ تیج پال میرا معمول اور تابع بن گیا ہے۔ اب کوئی بھی عالمی خفیہ ایجنسی اس پر بھروسا کرے گی اور نہ ہی اسپیشل آفیسر آن ڈیوٹی کی حیثیت سے کام کرنے دے گی۔ ہم عالمی سطح پر تیج پال سے فائدے نہیں اٹھا سکیں گے۔ فی الحال تیج پال ہمارے کام کا آدمی نہیں ہے۔"

"لیکن گرو بابا! اس آدمی میں اتنی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں کہ

آئندہ کام آتا رہے گا۔"

"بے شک میں اس کی بھی حفاظت کرنے کی کوشش کروں گا لیکن ابھی کسی طرح بھی تمہیں ان کے شکنجے سے نکالنا ہے۔"

"پھر دیر کس بات کی ہے؟"

"یہ کیوں بھول رہی ہو کہ اس وقت سونیا ہمارے درمیان ہے اور ہماری باتیں سن رہی ہے۔ میں تمہیں بچانے کی جو بھی تدبیر کروں گا' وہ اس تدبیر کو ناکام بناتی رہے گی۔ پہلے اس سے پیچھا چھڑانا ہوگا۔"

"مگر پیچھا چھڑانے کے لیے وقت نہیں ہے۔ ہم آدھے گھنٹے میں واشنگٹن کے ائرفورس کے ہوائی اڈے پر پہنچا دیے جائیں گے۔"

سونیا نے مجھے مخاطب کیا اور مجھے ان کے متعلق بتا کر کہا۔ "میرے پاس آؤ۔ یہاں تمہاری ضرورت ہے۔"

"میں ایک اہم معاملے میں مصروف ہوں۔ تم ٹانی اور پارس کو بلالو۔"

"وہ دونوں بہت عرصے بعد کابچ میں آرام کررہے ہیں۔ کچھ تو بہو اور بیٹے کا خیال کرو۔ تم جس معاملے میں مصروف ہو' اسے ایک آدھ گھنٹے کے لیے ادھورا چھوڑا جاسکتا ہے۔"

"اچھا۔ میں ابھی دس منٹ میں آجاؤں گا۔"

میں جینی اور پورس کے ساتھ تھا۔ جن امریکی اکابرین نے جینی کو جیل یا گل خانے میں رد و ش رکھا تھا' وہ ان تمام اکابرین سے انتقام لینے کے لیے واشنگٹن پہنچ گئی تھی۔ پورس سے اس کی دوستی ہوگئی تھی۔ جب آمنہ کو معلوم ہوا کہ پورس' جینی کو بہت چاہتا ہے تو آمنہ نے اپنی ہونے والی بہو جینی پر روحانی ٹیلی پیتھی کا عمل کیا تھا۔ آئندہ کوئی بھی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی طرح بھی جینی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے اصل خیالات نہیں پڑھ سکتا۔

پورس نے اپنی ماں آمنہ سے کہا تھا "ماما! یہ کچھ ایب نارمل ہے۔ یوگا کی ماہر ہے کوئی اس کے دماغ میں نہیں جاسکتا۔ صرف میرے لیے اس کے اندر جانے کی گنجائش پیدا کردیں کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرے۔ اس طرح جب بھی اس کی ذہنی رو بہکے گی میں اس کے اندر رہ کر اسے غلطیاں کرنے سے باز رکھتا رہوں گا۔"

آمنہ نے اپنے بیٹے پورس کی فرمائش پوری کردی تھی۔ اس وقت وہ جینی کے ساتھ ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر یوگا جاننے والا افسر تھا اس کے ساتھ اس کی بیوی بیٹھی ہوئی تھی۔ جینی اسے زخمی کرکے اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔

پھر اسے حکم دیا تھا کہ اپنی بیوی کے ساتھ آرمی ہیڈ کوارٹر جائے اور وہاں کے اعلیٰ افسروں سے کہے کہ اس نے جینی کو پاگل خانے میں رکھ کر جرم کیا تھا لہٰذا آرمی کے تمام افسران اسے سزا کے طور پر اس دنیا کے بدترین پاگل خانے میں قید کرادیں اور ان کے لیے کوئی سہولت فراہم نہ کریں۔

اگر ان تمام افسران نے اسے سزا نہ دی اور اسے بچانے حماقت کی تو جینی اس کے ساتھ دوسرے افسران کو بھی خود کشی کرنے پر مجبور کردے گی۔ ایسے وقت میں' میں ان دونوں کی خیریت معلوم کرنے پورس کے پاس آیا تو اس نے اپنے اور جینی کے حالات بتائے اور کہا "اس وقت یہ کار آرمی ہیڈ کوارٹر جارہی ہے ہم وہاں جسمانی طور پر جائیں گے تو پھنس جائیں گے لہٰذا ڈرائیو کرنے والے افسر اور جینی اس کی بیوی کو غائب دماغ رکھیں۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوکر جینی کو اس کار سے نکال کر صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس کے بنگلے میں جاؤں گا وہاں جینی کا میک اپ تبدیل کروں گا۔ ہمارے اس جاسوس کا قریب آرہا ہے۔ آپ اس کے دماغ پر حاوی ہوجائیں۔"

میں نے اس کار ڈرائیو کرنے والے افسر کو غائب دماغ وہ کار ایک اسٹریٹ کے سامنے رک گئی۔ جینی اور پورس نے سیٹوں سے اتر کر دروازوں کو بند کردیا۔ وہ غائب دماغ افسر کار ڈرائیو کرتا چلا گیا۔ ایسے وقت سونیا نے میرے پاس آکر مجھے پاس بلالیا لیکن اس افسر اور اس کی بیوی کو غائب دماغ رکھ آرمی ہیڈ کوارٹر پہنچانا ضروری تھا۔ انہیں وہاں پہنچانے کے بعد نے پورس کے پاس آکر دیکھا۔ وہ بخیریت ہمارے ایک جاسوس بنگلے میں پہنچ گیا تھا اور جینی کو سمجھا رہا تھا کہ وہ اصل چہرے ساتھ رہے گی تو تمام فوجی افسران اور دوسرے اکابرین اسے پا لیں گے۔ یوں قدم قدم پر نئی مصیبتیں آتی رہیں گی۔ وہ وہاں آ سے بیٹھ کر اپنا چہرہ تبدیل کرے اور خیال خوانی کے ذریعے ان سے انتقام لے۔

وہ ایک بڑے سے آئینے کے پاس بیٹھ کر اپنا چہرہ تبدیل کر لگی۔ پورس نے میرے پاس آکر کہا "پاپا! آپ جاکر آرام کریں میں انہیں سنبھال لوں گا۔"

میں نے سونیا سے کہا تھا۔ میں دس منٹ میں آرہا ہوں تقریباً آدھا گھنٹا گزر گیا۔ میں نے کہا "سونیا! سوری مجھے فرصت ملی ہے۔"

وہ بولی "آدھا گھنٹا گزر چکا ہے۔ اس بیلی کاپٹر کو واشنگٹن جانا چاہیے تھا۔ میں نے پائلٹ کے دماغ میں جاکر معلوم کرلیا اس نے سانس روک لی۔ میں ابھی تک نیلمان کے دماغ میں گروناریگ پوری طرح بیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ پر ہے۔ تم جاکر دیکھ لو۔"

میں پائلٹ کے دماغ میں گیا تو اس نے سانس روک لی گھنٹا گزرنے کے بعد بھی وہ واشنگٹن نہیں پہنچ سکا تھا۔ بیلی کسی دوسری جگہ لے جایا جارہا تھا۔ اس نے نیلمان اور گ بچانے کا ایک یہی راستہ نکالا تھا۔ جب وہ منتروں کے ذریعے

بڑے تالے کھول سکتا تھا تو ہتھکڑی کیا چیز تھی۔ اس نے ان دونوں کی ہتھکڑیاں بھی کھول دی تھیں۔ ان کے آگے پیچھے ایک افسر اور چار مسلح سپاہی موجود تھے۔

میرے اور سونیا کے کہنے سے وہ دوبارہ انہیں ہتھکڑیاں پہنا سکتے تھے مگر کوئی فائدہ نہ ہوتا' وہ ہتھکڑیاں پھر کھول دی جاتیں۔ اصل مقصد نیلاں کو امریکی شکنجے میں پھنسانا تھا۔ وہ وہاں قیدی بھی رہتی اور آزاد بھی پھر ہماری نظروں سے اوجھل نہ ہوتی۔ ہم اسے آنتا شکتی مکمل نہ کرنے دیتے مگر گرونارنگ اپنی چال دکھا کر ثابت کررہا تھا کہ اچھا چالباز ہے۔

○☆○

یوگا جاننے والا آرمی افسر اپنی بیوی کے ساتھ ہیڈ کوارٹر میں آیا۔ کار سے اتر کر ایک دفتر میں جاکر فون کے ذریعے بولا "میں جنرل کریز میتھن بول رہا ہوں۔ تمام آرمی افسران کو اطلاع دو' وہ فوراً کانفرنس روم میں پہنچیں۔ ایک بہت اہم معاملہ ہے۔"

جتنے اعلیٰ افسران اور ان کے ماتحت افسران ڈیوٹی پر تھے۔ وہ سب دس منٹ کے اندر کانفرنس روم میں آگئے۔ جنرل کریز نے کہا۔ "جب ہمیں اطلاع ملی تھی کہ جینی لندن کے پاگل خانے سے فرار ہوگئی ہے' تب ہی میں نے کہا تھا کہ وہ ہم سب کی دشمن بن جائے گی اور اب وہ دشمنی کی ابتدا کرچکی ہے۔"

ایک نے کہا "جنرل! تم یوگا کے ماہر ہو۔ وہ تمہارے دماغ میں نہیں آسکتی۔ کیا تم نے اس سے رابطہ کیا تھا۔"

جنرل کریز میتھن نے ایک انگلی سے اپنے چہرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ دیکھیں' اس خطرناک فائٹر عورت نے مجھے صرف دو ہاتھ مارے کہ میرا منہ سوج گیا ہے اور دماغ سے یوگا کی مہارت نکل گئی ہے۔"

"ایک نے حیرانی سے پوچھا "کیا وہ تمہارے پاس آئی تھی؟"

"نہیں نہیں۔ آئی ہے۔ میری کار میں بیٹھی ہے۔"

چند مسلح جوانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ جینی کو گن پوائنٹ پر اس کار سے نکال کر لائیں۔ وہ جوان وہاں سے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد جنرل کریز میتھن کی بیوی کو پکڑ لائے۔ جنرل نے غصے سے پوچھا "میری وائف کو کیوں لائے ہو؟"

ایک مسلح جوان نے کہا "سر! آپ کی کار میں یہی ایک خاتون تھیں اور وہاں کوئی نہیں تھا۔"

"جینی پچھلی سیٹ پر اپنے ایک ساتھی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔"

جنرل کی بیوی نے کہا "میں تمہارے ساتھ اگلی سیٹ پر تھی اور میں جینی بول رہی ہوں۔ تم ان افسران سے وہ کہو' جو میں چاہتی ہوں۔"

جنرل نے حیرانی اور پریشانی سے اپنی بیوی کو دیکھا پھر ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا "تم میری بیوی کی زبان سے بول رہی ہو۔ تم خود اپنے ساتھی کے ساتھ یہاں نہیں آئیں۔ ہمیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے الجھا کر راستے میں کہیں گم ہوگئی ہو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ جینی [illegible] اور آرمی ہیڈ کوارٹر کے درمیان کسی علاقے میں ہے۔ اسے کیا جاسکتا ہے۔"

جینی نے کہا "اس کانفرنس روم سے نہ کوئی فون کرنا' نہ اندر آنے دینا اور نہ ہی کسی خفیہ طریقے سے مجھے تلاش کرنے کا حکم اپنے فوجیوں کو دینا۔ ایسا کرتے ہی تم سب ایک خفیہ دھماکے سے اوپر اڑ جاؤ گے پھر نیچے نہیں آسکو گے۔"

ایک ماتحت افسر کی زبان سے پورس نے کہا "جینی کیا باتیں کرتی ہو؟ اوپر اڑنے والے نیچے گرتے ہیں پھر ان کی [illegible] ٹکڑے کتے کھاتے ہیں۔"

وہ بولی "پورس! میرے بیچ میں نہ بولو۔ میں غصے میں ہوں۔"

"ہاں' میں بھول گیا تھا کہ پاگل خانے سے نکل کر انتقام والی غصے میں بھی ہوگی۔ کوئی بات نہیں غصہ دکھاؤ۔"

جنرل کریز میتھن نے کہا "جینی نے مجھے جو سزا دی ہے میں خود بیان کررہا ہوں۔ یہ مجھے صرف ایک ہی شرط پر زندہ کہ آپ تمام افسران مجھے سزا دیں۔ میں نے اسے پاگل خانے روپوش رکھا تھا۔ اس کا حکم ہے کہ مجھے اس دنیا کے بدترین خانے میں ساری عمر رکھا جائے۔ اس حکم کی تعمیل نہیں کی جاتی تعمیل نہ کرنے والے افسران اپنی زندگیوں سے محروم ہو گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم جو چاہو گی' وہی ہوگا مگر پہلے کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہم نے تم سے دشمنی نہیں کی تھی۔ بڑے چالاک دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے تمہیں پاگل خانے چھپا کر رکھا تھا۔ تم خود گواہ ہو کہ پچھلے کئی برسوں سے کوئی کبھی سوچ بھی نہ سکا کہ تم ایک پاگل خانے میں چھپی ہو۔ ہماری دانش مندی نہیں تھی؟"

"کیا دانش مندی یہی ہے کہ مجھے میری مرضی کے خلاف خانے میں رکھا گیا؟ تم سب جانتے تھے کہ میں اپنی صلاحیتوں ذریعے وہاں سے نکل جاؤں گی۔ لہٰذا تم نے پاگل خانے کے اور باہر ایک خفیہ فورس رکھی جن کی آواز نہ میں سن سکتی نہ ہی ان کے دماغوں میں جاسکتی تھی۔ مجھ سے صرف یہ ہوگا والا افسر گفتگو کرتا تھا اور دھمکیاں دیا کرتا تھا کہ میں کسی سے باہر نکلوں گی تو پاگل خانے کے باہر مجھے گولیاں مارنے موجود رہیں گے۔"

جینی اس افسر کی بیوی کے اندر تھی۔ وہ ایک ایک افسر پاس جاتے ہوئے بولی "یہ ہے تم لوگوں کی دانش مندی۔ میں ملک کی ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والی رہ گئی تھی۔ تم لوگوں سمجھا' شاید میں اپنے ملک و قوم کی وفادار نہیں رہوں گی۔

پاگل خانے میں زبردستی محب وطن بنا کر مجھ سے بہت اہم کام لیے جاتے رہے۔"

پورس نے کہا "جینی تو اب اصلی کام کرنے آئی ہے۔"

"اور ایسے وقت آئی ہوں' جب تمہارے پاس اٹھارہ ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوگئے ہیں۔"

پورس نے کہا "اور پیدا ہوتے ہی اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور ان کی حکمت عملی کے مطابق وہ اپنے ماں باپ کی شناخت کے لیے روپوش ہوگئے ہیں۔ اگر ان سے کوئی جینی کی باتیں کررہا ہے تو پھر وہ اپنی پوری فورس کے ساتھ اپنے اس افسر کو زمین پاگل خانے میں جانے سے روک دے۔"

"ہاں' میں انہیں آدھے گھنٹے کی مہلت دے رہی ہوں۔"

صرف چند سیکنڈ کے بعد فیکس مشین سے تحریر شدہ کاغذ باہر آنے لگا۔ اس پر لکھا تھا "سر! آپ حضرات سے گزارش ہے کہ میری تجویز کردہ سزا کے لیے اس افسر کو پاگل خانے بھیج دیں۔ اس سے آگے ہم کچھ نہیں کہیں گے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر کہا۔ "یس کرنل پی۔ جے آرتھر بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "سر! میں آرمی ایئرپورٹ کے کنٹرول ٹاور سے بول رہا ہوں۔ جس ہیلی کاپٹر میں نیلاں اور پیچ پال کو لایا جارہا تھا' وہ اپنے فلائنگ روٹ سے غائب ہوگیا ہے۔"

"ہیلی کاپٹر کا پائلٹ کیا کہتا ہے؟"

"ہم اسے بار بار کال کررہے ہیں لیکن اس کی طرف سے خاموشی ہے۔ اب تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ نیلاں ٹیلی پیتھی کے ذریعے پائلٹ کو ٹریپ کرچکی ہے۔"

"یہی ہورہا ہے۔ نیلاں کے علاوہ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والی سونیا اور گرونارنگ بھی ہیں۔ ہم ابھی اپنے جاسوس طیارے اور ہیلی کاپٹر بھیج رہے ہیں۔"

کرنل پی۔ جے آرتھر فون بند کرکے دوسرے نمبر ڈائل کرنے لگا تاکہ نیلاں کے ہیلی کاپٹر کو تلاش کرنے کے لیے ایئرفورس کے اعلیٰ افسر سے بات کرسکے لیکن دو چار بار رابطہ قائم ہونے پر پتا چلا کہ وہ بار بار رانگ نمبر ڈائل کررہا ہے۔

پورس نے کہا "کرنل آرتھر! ریسیور رکھ دو۔ نمبر پنچ کرتے کرتے انگلیاں درد کرنے لگیں گی۔"

وہ ریسیور رکھ کر ایک ماتحت کو دیکھ کر بولا "پورس! تم مجھے رابطہ کیوں نہیں کرنے دے رہے ہو۔ نیلاں تو تمہاری دشمن ہے اور تم اسے فرار ہونے کا موقع دے رہے ہو۔"

پورس نے کہا "تمہیں یہ معلوم ہے کہ ان دشمنوں کے درمیان میری ماما بھی موجود ہیں۔ تم اب اس معاملے سے دور رہو۔"

"مگر یہ غیر قانونی ہے۔ نیلاں ہمارے ملک میں ہے۔ ہم اسے گرفتار کریں گے۔"

"جس کے تم دوست ہوتے ہو' اس کے ہم دشمن ہوتے ہیں اور جس سے دشمنی کرتے ہو' اس سے ہم دوستی کریں یا نہ کریں مگر تمہیں دشمنی نہیں کرنے دیتے۔ تم نیلاں کو بھی جینی کی طرح قیدی بنا کر اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں' نیلاں کو ہم قیدی نہیں بنائیں گے۔"

"قیدی نہیں بناؤ گے تو دوست بناؤ گے پھر ہم دشمنی کریں گے۔"

"ہم اسے دوست نہیں بنائیں گے۔"

"تو پھر وہ جہاں جارہی ہے' اسے جانے دو۔"

"تم میری بات نہیں سمجھ رہے ہو۔"

"مجھ جیسے نادان بچے کو سمجھاؤ گے تو سمجھاتے ہی رہو گے۔"

پھر ایک فیکس موصول ہوا۔ اس میں لکھا تھا "پلیز پہلے جینی کی مرضی کے مطابق عمل کریں۔ اگر وہ ہیلی کاپٹر فلائنگ روٹ سے دوسری جگہ چلا گیا ہے اور نیلاں کہیں گم ہورہی ہے تو ہونے دیں۔ ہم کس کس کو لیے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے فیکس پڑھنے کے بعد فون کے ذریعے کہا "ایک چھوٹا طیارہ رن وے پر لائیں۔ ہم اپنے ایک افسر کو شنگو کے پاگل خانے میں بھیج رہے ہیں۔"

اس نے فون بند کرکے ایک افسر اور تین ماتحت جوانوں سے کہا "اپنے اس افسر کو جسے جینی سزا دینا چاہتی ہے' ایئرفورس کے رن وے پر لے جاؤ اور اسے شنگو کے پاگل خانے میں داخل کردو۔ اسے وہاں داخل کرانے کے سلسلے میں آرمی ہیڈ کوارٹر سے چیف کا لیٹر لے جاؤ۔"

"اس کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ کرنل آرتھر نے پوچھا "جینی! تم مطمئن ہو؟"

"جب یہ پاگل خانے میں باقاعدہ قیدی بنالیا جائے گا تو میں مطمئن ہوجاؤں گی۔ بائی دا وے کرنل! میں تمہاری وجہ سے بھی پاگل خانے میں رہی ہوں۔"

"پلیز مجھے غلط نہ سمجھو۔ مجھے معلوم ہوتا کہ تمہیں وہاں چھپا کر رکھا گیا ہے تو کوئی بھی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ سے تمہارا سراغ لگالیتا۔"

درست کہتے ہو لیکن جتنے حکام اور افسران نے یہ طے کیا تھا کہ مجھ اکیلی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو کہیں چھپا کر رکھنے کے لیے یوگا جاننے والے افسر کے حوالے کیا جائے' ان میں تم بھی تھے۔ تم نے بھی یہ نہ سوچا کہ مجھ سے کیسا سلوک کیا جائے گا؟"

"میں نے تو ان اکابرین کے فیصلے کی تائید کی تھی۔"

"میرے خلاف ان کی تائید کرنا دشمنی نہیں ہے؟"

"دیکھو میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

جینی اس کے دماغ پر مسلط ہوگئی۔ وہ بولا "میں یہاں سے چار

ماتحت افسروں کو لے کر جارہا ہوں اور ان چار اکابرین کی خوب پٹائی کروں گا جنہوں نے تمہیں اس یوگا جاننے والے کے حوالے کیا تھا۔"

کرنل آر تھر وہاں سے اٹھ کر چار ماتحت افسران کو اپنے ساتھ لے کر جانے لگا۔ جینی نے کہا "جب تم ایک ایک کی پٹائی کرتے رہو گے تو میں دیکھتی رہوں گی کہ پٹائی سچ مچ ہو رہی ہے یا ڈراما پلے کیا جارہا ہے۔"

وہ چلا گیا۔ پورس نے پوچھا "ان اکابرین کی پٹائی کرنے سے تمہیں کیا ملے گا؟"

"انہوں نے مجھے پاگل خانے بھیج کر میری توہین کی تھی۔ اب جن کی پٹائی ہوگی' ان کی توہین ہوگی اور پٹائی کرنے والے افسران کا کورٹ مارشل ہوگا۔ وہ بھی آری سے نکال دیے جائیں گے۔"

ایسے وقت بھارت سے ایک فیکس موصول ہوا۔ یہ فیکس "را" نے سی آئی اے کو بھیجا تھا۔ اس کی ایک کاپی آری ہیڈکوارٹر بھیجی گئی تھی۔ اس میں لکھا ہوا تھا "اسپیشل آفیسر آن ڈیوٹی مسٹر تیج پال کا بنیادی تعلق ہماری ایجنسی سے ہے۔ وہ ہماری اجازت سے آپ کی اور دوسرے ملکوں کی ایجنسیوں کے لیے کام کرتا ہے۔ ابھی تیج پال نے فون کے ذریعے ہمیں بتایا ہے کہ اسے نیلاں اور گروٹارنگ جادو اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے امریکا لے گئے تھے۔ میری لینڈ کی پولیس نیلاں کے ساتھ تیج پال کو بھی گرفتار کر کے واشنگٹن لے جانا چاہتی تھی۔ گروٹارنگ جسمانی طور پر نہیں' صرف خیال خوانی کے ذریعے ان کے ساتھ تھا۔ اس نے تیج پال سے کہا "سونیا اور فرہاد ان کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ گرو اپنی بیٹی نیلاں کے دماغ پر کسی وقت بھی عمل کر کے اس کا لب ولہجہ بدل دے گا پھر دشمن نیلاں کے دماغ میں نہیں آسکیں گے لیکن فوری طور پر تیج پال کا لب ولہجہ نہیں بدل سکے گا لہٰذا وہ تیج پال کو میکسیکو کے قریب ہیلی کاپٹر سے اتار کر صرف نیلاں کو لے گیا ہے۔ انہیں گرفتار کرنے والا میری لینڈ کا افسر اور اس کے سپاہی مارے گئے ہیں اور اب ہمارا تیج پال وہاں تنہا ہے۔ آپ فوراً اس کی حفاظت کے لیے ایک ٹیم بھیج دیں اور اسے بھارت روانہ کردیں۔ اپنی فوری کارروائی کے سلسلے میں جلد از جلد جواب دیں۔"

سی آئی اے کے ہیڈکوارٹر میں ایک افسر نے کہا "بے شک تیج پال کئی ایجنسیوں کی طرف سے بڑے بڑے کارنامے انجام دے چکا ہے۔ آئندہ بھی بہت کچھ کرسکتا ہے لیکن اس بار وہ ہمارے ملک کے خلاف کام کرنے کے لیے اس آشرم میں گیا تھا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تیج پال کی وفاداری پر شبہ نہ کرو۔ یہ سمجھو کہ اسے جادو اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا ہے۔ وہ مجبور ہے۔ بھارت میں را والے بھی اسے بلا کر اپنے سے دور رکھیں گے۔ فی الحال اس سے کوئی کام نہیں لیا جائے گا۔ ہمیں جلد سے جلد اسے حفاظت سے بھارت بھیج دینا چاہیے۔"

"لیکن اسے میکسیکو کے کس علاقے میں کس جگہ ہے یہ اس نے فون پر نہیں بتایا ہے۔"

"وہ اس سلسلے میں ابھی فون ضرور کرے گا۔"

وہ اس کے فون کا انتظار کرنے لگے لیکن اس نے رابطہ نہیں کیا۔ را کے چیف افسر کو فون کر کے پوچھا گیا میکسیکو میں کہاں ہے۔ ہمارا ایک ہیلی کاپٹر اسے لانے کے لیے پیڈ پر تیار ہے۔"

دوسری طرف سے جواب ملا "اس نے اتنا ہی بتایا میکسیکو کے قریب اسے اتارا گیا ہے۔ اس نے جگہ کی نشاندہی نہیں کی تھی۔ آپ ہیلی کاپٹر میکسیکو کے قریب بھیج دیں۔ تیج پال کا فون ملتے ہی ہم آپ کو صحیح جگہ بتا سکیں گے۔"

فی الحال تیج پال کا معاملہ کچھ اٹک سا گیا تھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ دوسری بار رابطہ کیوں نہیں کررہا ہے۔ کسی کے فون میں کچھ خرابی پیدا ہوگئی ہے یا وہ ایسے ویران علاقے میں ہے' جہاں سے دوسرا فون دستیاب نہیں ہو رہا ہے؟"

ہماری مصروفیات بھی ایسی تھیں کہ ہم اس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ میں نے میری لینڈ کے دو اعلیٰ افسر ٹریپ کر کے ایک ہیلی کاپٹر حاصل کیا تھا اور سونیا کو لے کر اس کے تعاقب میں چل پڑا تھا۔ وہ نیلاں کے اندر رہ کر مطمئن تھی کہ اس کا گرو بابا اسے ابھی تک اس ہیلی کاپٹر میں لے جا رہا ہے اور اس نے تیج پال کو کہیں اتار کر فی الحال اس سے نجات حاصل کرلی تھی۔

وہ نیلاں کے ذریعے ہیلی کاپٹر کے ٹریول بورڈ سے مطمئن تھی کہ گرو نارنگ اسے جنوبی امریکا کی سمت لے جارہا ہے۔ کے پائلٹ کا دماغ پوری طرح گرو نارنگ کے شکنجے میں تھا۔ اپنے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ میں رہ کر کہہ رہا تھا طرح سمجھ رہے ہو کہ اپنی مرضی کے بغیر ایک لیڈی (سونیا) لے جارہے ہو اور ایسا ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہا ہے۔ جنوبی امریکا کی طرف چلتے رہو۔ ہمیں کسی طرح کا دھوکا نہ تو زندہ نہیں رہو گے۔"

سونیا نے کہا "فرہاد! نیلاں کے ہیلی کاپٹر کا فیول ٹینک جارہا ہے۔ ایندھن ختم ہو رہا ہے۔ اب وہ کہیں اترنے ہیں۔"

"تم دیکھتی رہو اور سمجھتی رہو کہ وہ کہاں اترنے والا اور ان کا فاصلہ بتانے والا میٹر رہو۔"

وہ پڑھنے کے بعد بولی "ان کے ہیلی کاپٹر نے پندرہ کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا ہے اور اب وہ نیچے اتر رہے ہیں۔"

میں نے اپنے پائلٹ کے دماغ سے معلوم کیا کہ پندرہ سے پندرہ سو تیس کلومیٹر کے فاصلے پر کون سی جگہ ہو سکتی ہے؟ کے خیالات نے بتایا کہ وہ برازیل کا کوئی درمیانی علاقہ ہو سکتا

ان کا ہیلی کاپٹر گھنے جنگلات میں درختوں سے بچتے ہوئے ایک چھوٹے سے کھلے ہوئے میدان میں اتر چکا تھا۔ گرو نارنگ نے پائلٹ سے معلوم کیا کہ وہ برازیل کے ایسے جنگل میں پہنچ گئے ہیں جو کئی سو کلومیٹر کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ وہ پریشان ہو کر نیلاں سے بولا "یہ تم کہاں آکر پھنس گئی ہو؟ اس جنگل میں سانپ بچھو وس کے علاوہ بڑے سائز کی مکھیاں اور مچھر بھی نیم زہریلے ہوتے ہیں۔ میں اس کم بخت پائلٹ کے دماغ سے یہ معلوم کرنا بھول گیا تھا کہ اس میں کتنا ایندھن ہے اور ہم کتنی دور تک جاسکتے ہیں۔"

وہ بھی پریشانی سے چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی "آسمان سے گر کر' کھجور میں اٹکنے والی بات ہوگئی۔ ادھر سونیا کئی بار میرے دماغ میں آچکی ہے۔ میں کب تک سانس روک کر اسے بھگاتی رہوں گی۔"

"اس دشمن کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ تم یہاں پہنچی ہو۔ اس پائلٹ کو گائیڈ بنا کر جلد از جلد کسی بستی یا شہر میں پہنچو۔ وہاں پہنچ کر کسی دوسری جگہ فرار ہونے کا موقع ملے گا۔"

"آپ اس پائلٹ کے اندر ہیں۔ اس کے خیالات کیا کہہ رہے ہیں؟"

"یہ خود الجھا ہوا ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ تم دونوں جنگل کی کس سمت میں ہو اور اسے کدھر جانا چاہیے۔"

نیلاں نے چاروں طرف گھوم کر دیکھتے ہوئے کہا "ابھی دن کی روشنی ہے۔ بہت کچھ دیکھا اور سمجھا جاسکتا ہے۔ میں ابھی کچھ کرتی ہوں۔"

"تم کیا کرسکو گی؟"

"یہاں کے کئی اکابرین کے دماغوں میں جاتی رہی ہوں۔ ان میں سے کسی کو ٹریپ کروں گی۔"

اس نے ایک اسٹیٹ کے حاکم کے دماغ میں پہنچ کر اسے مجبور کیا کہ وہ برازیل کے محکمۂ سیاحت کے سربراہ سے فون پر رابطہ کرے۔ اس نے نیلاں کی مرضی کے مطابق رابطہ کیا۔ اس سے باتیں کیں۔ محکمۂ سیاحت کے سربراہ نے پوچھا "آج مجھے کس لیے یاد کیا ہے؟"

"بس یونہی میرا جی چاہ رہا تھا کہ کبھی ادھر شکار کے لیے آؤں۔ کیا وہاں کا موسم سازگار ہے؟"

"ہاں' ابھی شکار کا موسم ہے۔ آپ جب چاہیں' مجھے اطلاع دیں۔ میں آپ کے لیے تمام انتظامات کردوں گا۔"

اس نے شکریہ کہہ کر فون بند کردیا۔ نیلاں سربراہ کے دماغ میں پہنچی اور اسے مجبور کیا کہ وہ وہاں کے فارسٹ آفیسر سے فون پر رابطہ کرے۔ اس نے بھی یہی کیا۔ فارسٹ آفیسر کو مخاطب کرنے کے بعد بولا "ابھی تو دن کے تین بجے ہیں۔ کیا تم جنگلات کے معائنے کے لیے نہیں جاتے ہو؟"

"سر' جاتا ہوں لیکن آج میں جلدی واپس آگیا ہوں۔"

"بہرحال کوئی بات نہیں۔ یہ بتاؤ' آج کل شکاری خاصی تعداد میں آرہے ہیں یا نہیں؟"

"سر' بہت اچھی تعداد میں آرہے ہیں اور ہمیں ان جنگلات سے بہت فائدہ ہو رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے' پھر میں کبھی رابطہ کروں گا۔"

اس نے فون بند کردیا۔ نیلاں خلاسٹ افسر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اپنے دفتر..... کے برآمدے میں ایک ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہاں آنے والے شکاریوں کے لیے کھانے پینے کے انتظامات بھی کیے جاتے ہیں۔ وہاں اچھا خاصا راشن منگوا کر رکھا جاتا ہے اور زیادہ قیمت پر فروخت کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان کی گاڑیوں کے لیے پٹرول منگوا کر بھی رکھا جاتا ہے۔ نیلاں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا اور اسے مجبور کیا کہ وہ چار بڑے بڑے کین پٹرول کے بھر کر وہاں سے لے آئے۔

وہ سوچنے لگا' میرے دماغ میں ایسے خیالات کیوں آرہے ہیں اور میں اتنا پٹرول لے کر کہاں جاؤں گا۔

نیلاں کی سوچ نے کہا "جنگل کے ایک حصے میں ایک کھنڈر ہے۔ اس کی دیواریں گری ہوئی ہیں اور کچھ دیواریں کھڑی ہوئی ہیں۔ انہیں دیکھ کر پتا چلتا ہے کہ وہاں برسوں پہلے کسی نے شکارگاہ بنائی ہوگی جو اب ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ مجھے ایندھن کے کین لے کر اسی طرف جانا چاہیے۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور نیلاں کی مرضی کے مطابق ایک جیپ میں چار بڑے بڑے پٹرول کے کین لاد کر وہاں سے تنہا ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگا۔ اس کے خیالات سے پتا چل رہا تھا کہ اسے اپنے فارسٹ آفس سے تیس میل کا سفر طے کرنے کے بعد نیلاں کے پاس پہنچنا ہوگا۔

سونیا بھی فارسٹ آفیسر کے دماغ میں تھی۔ نیلاں کی چالاکی دیکھ رہی تھی اور خاموش تھی۔ گرو نارنگ نے کہا "شاباش بیٹی۔ یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ اب ہم یہاں سے پھر ہیلی کاپٹر میں جاسکتے ہیں۔ اب تم بتاؤ' کہاں جانا چاہتی ہو؟"

"گرو بابا' اب میں یہاں سے کسی قریبی شہر چلی جاؤں گی۔ وہاں سے کسی طیارے میں بیٹھ کر بھارت کی طرف روانہ ہوجاؤں گی یا آپ جیسا مناسب سمجھیں۔"

"میں تو چاہتا ہوں' تم جلد از جلد آتما شکتی مکمل کرلو لیکن دشمن پیچھا نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ میری کوشش تو اب یہی ہوگی کہ کسی طرح موقع پاتے ہی تمہاری آواز اور لب ولہجہ بدل دوں تاکہ پھر کوئی تمہارے پیچھے نہ آئے اور تمہیں تلاش نہ کرسکے۔"

میں نے دوسرے ہیلی کاپٹر میں پرواز کے دوران میں سونیا سے کہا "ہم بہت عرصے سے نیلاں کو ڈھیل دیتے آرہے ہیں۔ اس بار بھی اسے اس لیے زندہ چھوڑ کر آئے ہیں کہ وہ جس کے جسم میں ہے وہ بے چاری خوامخواہ ماری جائے گی۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا "اگر دنارنگ کو ایک ذرا سا بھی موقع ملے گا تو وہ نیلاں کو پھر ہم سے کہیں دور لے جا کر چھپا دے گا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم بار بار نیلاں کا سراغ لگا کر وہاں تک پہنچ جائیں۔ اس بار آتما شکتی مکمل کرنے کے لیے اسے کچھ دنوں کی ضرورت رہ گئی ہے۔ ان کچھ دنوں میں اس نے اگر کامیابی حاصل کرلی تو ہماری اتنی محنت بے کار ہو جائے گی۔"

سونیا نے کہا "اس کا مطلب ہے کہ وہ جس کے جسم میں اب موجود ہے اس ایک جسم کو مارنے سے کتنے ہی بے گناہوں کی زندگیاں محفوظ رہیں گی کیونکہ وہ آتما شکتی پوری طرح حاصل کرنے کے بعد ایک جسم سے دوسرے جسم میں جاتی رہے گی اور جس جسم کو چھوڑتی رہے گی اسے مردہ بناتی رہے گی۔ اس طرح نہ جانے کتنی معصوم اور بے قصور لڑکیاں ماری جاتی رہیں گی۔"

میں نے پائلٹ کے دماغ میں رہ کر اس ہیلی کاپٹر کو کولمبیا کے ایک علاقے میں اتار دیا پھر اس فارسٹ آفیسر کے دماغ میں گیا۔ وہ نیلاں کے پاس پہنچنے والا تھا۔ تقریباً دو کلو میٹر کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ اس نے ہماری وجہ سے جیپ روک دی۔ اس وقت نیلاں اپنے گرو بابا سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ ادھر سونیا نے جلدی سے چاروں کین کے کیپ کھول کر پھینک دیے پھر اس فارسٹ آفیسر کو جیپ آگے بڑھانے پر مائل کیا۔ وہ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگا۔ نیلاں نے دور سے جیپ کو آتے دیکھ کر پھر اس فارسٹ آفیسر کے دماغ میں پہنچ کر اسے مائل کیا کہ وہ جیپ کو ہیلی کاپٹر کے قریب لے جائے اور اپنے پائلٹ سے کہا کہ جتنے ایندھن کی ضرورت ہے اس کے مطابق وہ ہیلی کاپٹر کی ٹنکی فل کرلے۔

ایسے وقت سونیا نے نیلاں کے پاس پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار سونیا نے کہا "بس چند باتیں کرنے آئی ہوں' سانس نہ روکو۔"

وہ بولی "کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"میں صرف تم سے ہی نہیں بلکہ تمہارے گرو بابا سے بھی کہنا چاہتی ہوں۔ انہیں اپنے پاس بلاؤ تاکہ وہ میری باتیں سن لیں۔"

گرو بابا کی سوچ کی لہریں سنائی دیں "ہاں' میں موجود ہوں۔ بولو' اب کیا بولتی ہو۔ تم سمجھ رہی تھیں کہ ہم تک پہنچ جاؤ گی۔ دیکھو ہم کس طرح اپنا راستہ بناتے ہیں۔"

سونیا نے شکست کھانے کے انداز میں کہا "واقعی اگر تم نہ ہوتے تو نیلاں ہم سے بچ کر نہ جاتی مگر اب تو تم لوگوں نے بچاؤ کا راستہ نکال لیا ہے لیکن میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہاں سے تم کہیں بھی جاؤ گے تو میں نیلاں کو آتما شکتی مکمل کرنے نہیں دوں گی۔"

وہ انہیں باتوں میں الجھا رہی تھی۔ ادھر پائلٹ کین اٹھا کر دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر کی طرف جا رہا تھا اور کین کو اس انداز میں پکڑا ہوا تھا کہ پٹرول چھلکتا ہوا نیچے بھی گرتا چلا گیا۔ اس نے اس کین کا پٹرول بھی ٹنکی میں ڈالا۔ آخر اس نے نیلاں سے کہا "میں نے چاروں کین ٹنکی میں ڈال دیے ہیں۔ ٹنکی فل نہیں ہوئی ہے پھر بھی آپ کسی بڑے شہر تک پہنچ سکتی ہیں۔"

وہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئی۔ ایک سیٹ پر بیٹھ کر بیلٹ باندھنے لگی۔ پائلٹ اپنی سیٹ پر آ گیا۔ اسی وقت سونیا فارسٹ آفیسر کے دماغ پر حاوی ہو گئی۔ اس آفیسر نے لائٹر نکال کر اسے سلگایا پھر اسے نیچے زمین پر پھینکا تو آگ بھڑکتی ہوئی' شعلہ بنتی ہوئی ہیلی کاپٹر کی ٹنکی کی طرف گئی۔ اس کے چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک زوردار دھماکا ہوا۔ ہیلی کاپٹر کے اور جیپ کے پرخچے اڑ گئے۔

یقیناً گرو نارنگ بوکھلا گیا ہو گا۔ اس نے نیلاں کے دماغ کو تلاش کیا ہو گا۔ اسے نہ نیلاں ملی ہو گی نہ پائلٹ پھر اس نے فارسٹ آفیسر کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو پتا چلا کہ وہ بھی مر چکا ہے۔ اس نے اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تو سونیا کی آواز ابھری "کیوں گرو مہاراج؟ کسے ڈھونڈ رہے ہو؟ تمہاری ٹیلی پیتھی اور خطرناک جادوگری کیا کسی کو اور خود تم کو بھی موت سے بچا سکتی ہے؟"

"سونیا! میں نے سنا تھا کہ تمہارے مقابلے پر آنے والا کوئی بچ کر نہیں جاتا' یہ تم نے آج ثابت کر دیا مگر ابھی میں مقابلے پر آنے کے لیے موجود ہوں۔ بھگوان کی سوگند کھاتا ہوں' آج سے میری زندگی کا صرف ایک ہی مقصد رہے گا اور وہ مقصد ہو گا.... تمہاری موت میرے ہاتھوں سے۔"

وہ بولی "موت سے کوئی نہیں بچا پھر یہ سونیا کیسے بچے گی لیکن میں اگر مروں گی تو تمہارے ہاتھوں سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی آئی۔ اس نے نیلاں کا قصہ ہمیشہ کے لیے تمام کر دیا تھا۔

گرو نارنگ ممبئی کے ایک شان دار اور مہنگے بنگلے میں ایک امیر کبیر شخص کی حیثیت سے رہتا تھا۔ اس بنگلے میں عیش و آرام کا تمام سامان موجود تھا۔ کبھی اسے کسی بات کی تکلیف نہیں پہنچتی تھی۔ آج پہلی بار وہ غصے سے اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا اور یوں ٹہل رہا تھا جیسے انگاروں پر چل رہا ہو۔ کبھی کسی دشمن کی مجال نہیں ہوئی تھی کہ اس کا سامنا کر سکے اور جب اس نے زندگی میں پہلی بار بہت بڑی شکست کھائی تو وہ بھی ایک عورت کے ہاتھوں سے۔ یہ بات جلتی پر تیل کا کام کر رہی تھی اور وہ اندر سے سلگ رہا تھا۔

اگر اسے معلوم ہوتا کہ سونیا امریکا کی کس اسٹیٹ میں اور کس شہر میں ہے تو وہ فوراً ہی وہاں پہنچنے کی کوشش کرتا اور اس سے انتقام لینے میں ایک ذرا سی دیر بھی نہ کرتا لیکن یہ معلوم کرنا بہت ہی مشکل تھا کہ وہ کہاں ہے۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر روحانی ٹیلی پیتھی کا عمل کیا گیا ہے ان تمام روحانیت والوں پر اس کا جادو اثر نہیں

کرے گا ورنہ وہ اپنے جادو کے ذریعے پتا چلا سکتا تھا کہ اس کی وہ دشمن عورت کہاں چھپی ہوئی ہے۔

ایسے وقت میں اسے بیج پال کا خیال آیا۔ وہ بہت بڑا سراغ رساں تھا اور بہت بڑا افسر تھا۔ ذہین تھا' دلیر تھا اور خطرناک صلاحیتوں کا مالک تھا۔ وہ وہاں رہ کر سونیا کو تلاش کر سکتا تھا۔

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ بیج پال کے دماغ میں پہنچنا چاہا اور حیران رہ گیا۔ اسے بیج پال کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ یا تو مر چکا ہے یا کسی نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو ہی بدل دیا ہے۔ اب وہ بیج پال تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ بہت بری طرح جھنجلا کر رہ گیا۔

ابھی اس نے سونیا سے بدترین شکست کھائی تھی۔ اس لیے وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ اس نے یا میرے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بیج پال کو ٹریپ کر کے اپنا معمول بنا لیا ہے جب کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ انٹارکٹیکا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جو روپوش ہو چکے تھے' انہیں تو پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی کہ بیج پال کو میکسیکو کے کس علاقے میں ہیلی کاپٹر سے اتارا گیا ہے۔ اس کے علاوہ میری لینڈ (امریکن اسٹیٹ) کا جو پولیس افسر اپنے سپاہیوں کے ساتھ نیلاں اور بیج پال کو ہتھکڑی پہنا کر لے جا رہا تھا وہ بھی اس ہیلی کاپٹر میں سوار تھا۔ گرو نارنگ نے انہیں بھی وہیں اتار کر ان کے دماغوں میں جا کر مجبور کیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو گولی ماریں۔ ان بے چاروں نے ایک دوسرے کو ہلاک کیا تھا۔ لیکن یہ ایک اتفاق تھا کہ ان میں سے ایک اس بری طرح زخمی ہوا تھا کہ مردہ نظر آتا تھا۔ گرو نارنگ اور نیلاں اس ہیلی کاپٹر کو وہاں سے لے گئے تھے۔ اس کے جاتے ہی ان روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک نے اس نیم مردہ سپاہی کے ذریعے بیج پال کے بازو میں گولی ماری تو وہ زخمی ہو کر گرا۔ اس کے گرتے ہی گرو نارنگ کی ٹیلی پیتھی کا اثر زائل ہو گیا اور روپوش رہ کر ٹیلی پیتھی کا ماہر بیج پال کے دماغ میں پہنچ گیا پھر تو بیج پال کو اپنے قابو میں کرنا کچھ مشکل کام نہیں رہا تھا۔ اس نے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابع بنا لیا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ اسے تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد یہ یاد نہ رہے کہ کسی نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔

جادوگروں کی دنیا ہی الگ ہوتی ہے۔ وہ جنگلوں' ویرانوں' قبرستانوں اور شمشان گھاٹوں میں وقت گزارتے ہیں۔ جو بہت زیادہ خطرناک اور پراسرار جادوگر ہوتے ہیں اور مکمل شکتی حاصل کر لیتے ہیں وہ گرو نارنگ کی طرح ایک امیر و کبیر شہری بن کر شہروں میں رہتے ہیں اور معزز کہلاتے ہیں اور بڑی رازداری سے ملک کی سیاست میں اور بے جا دولت کی تقسیم میں حصے دار بنے رہتے ہیں اور کسی کو پتا نہیں چلتا۔

نیلاں کو بیٹی بنانے سے پہلے وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا سے دور تھا جبکہ خیال خوانی کے ذریعے وہ صرف اپنے مقصد کی طرف توجہ دیتا تھا۔ اس نے نیلاں کی آتما شکتی کو مکمل کرنے کے لیے اتنے پاپڑ بیلے تھے لیکن اتنی بھاگ دوڑ کے بعد بھی وہ کچھ حاصل نہ کر سکا تھا بلکہ ذلت نصیب ہوئی تھی اور وہ بھی ایک عورت کے ہاتھوں سے۔

اب تو اس نے قسم کھائی تھی کہ سونیا سے انتقام لے گا اور اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کرے گا اور ایسا کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اس کا رہنا ضروری تھا اور اس دنیا میں رہنے کے لیے لازمی تھا کہ جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں ان سے بھی ٹکراؤ ضروری تھا جیسا کہ الپا نے اسے دھوکا دیا تھا اور اس طرح روپوش ہوئی تھی کہ کہیں اس کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔

وہ سُلگتے سُلگتے بے زار ہو گیا۔ ایک صوفے پر بیٹھ کر الپا کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ بھی سونیا کی طرح چالاک اور مکار تھی مگر اس کی طرح ناقابل شکست نہیں تھی اگر کوشش کی جاتی تو اس سے پھر دوستی کی جا سکتی تھی۔ یہ بات گرو نارنگ کے دماغ میں گردش کرنے لگی۔ وہ سوچنے لگا کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں رہنے کے لیے اپنی ایک ٹیم بنانا ضروری ہے۔ اگر اس ٹیم میں الپا شامل ہو جائے تو اس قوت دوگنا ہو جائے گی۔

وہ پہلے آزما چکا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعے الپا اور برین آدم کا دماغ نہیں ملتا ہے۔ سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آ جاتی ہیں۔ لہٰذا اس نے فون کے ذریعے برین آدمی سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہونے پر اس نے کہا "میں گرو گھنشام نارنگ بول رہا ہوں۔"

برین آدم نے کہا "آہا' آپ گھنشام ہیں۔ آپ نے تو آزما لیا ہے کہ ہمارا دماغ مردہ ہو چکا ہے اور کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی سوچ کی لہریں ہمارے مردہ دماغ میں نہیں آئیں گی۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ہم مردہ دماغ کے ساتھ جی رہے ہیں۔"

"واقعی عجیب ہی بات ہے۔ میں جادوگری کی دنیا میں مہاشکتی مان کہلاتا ہوں لیکن ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ دونوں کے دماغ کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے مردہ کس طرح بنایا گیا ہے اور کس مہا جادوگر نے ایسا کیا ہے۔"

"کیا تم اس کا نام اور پتا پوچھنے آئے ہو؟"

"مجھے طعنے نہ دو۔ میں ایک دوست کی حیثیت سے آیا ہوں۔"

"تم اور دوست ہو گے۔ یہ تو مضحکہ خیز بات ہے۔"

"تم پوری ٹیلی پیتھی کی دنیا میں دیکھ لو سب ہی ایک دوسرے کو دوست بھی کہتے ہیں اور دشمنی بھی کرتے ہیں۔ دشمنی بھی کرتے ہیں پھر سمجھوتے بھی کرتے ہیں۔ اپنے وقت اور حالات کے مطابق کوئی نہ کوئی راستہ نکالتے ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ میرے حالات نے مجھے مجبور کیا ہے تو میں تمہارے پاس سمجھوتا کرنے کے لیے آیا ہوں۔"

"تمہارے جیسا مہاشکتی مان اور مجبور ہو یہ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ آخر مجبوری کیا ہے؟"

"مجھے سونیا نے بہت بڑا دھوکا پہنچایا ہے۔ بہت زبردست نقصان اٹھا چکا ہوں اور میں اسے کسی حال میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"ایسی کیا بات ہوگئی ہے۔ صاف صاف بولو؟"

"ہاں' وہ تو بتانا ہی ہوگا۔ بات چھپانے کی نہیں ہے۔ یہ بات کسی سے چھپی نہیں رہے گی کہ سونیا نے نیلاں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کروایا ہے۔"

برین آدم نے گرونارنگ سے پوچھا "کیا؟ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔ آج تک کوئی نیلاں کو اپنے قابو میں نہیں کرسکا پھر آخری وقتوں میں تمہارے جیسے مہاشکتی مان کی پشت پناہی اسے حاصل ہوچکی تھی۔ وہ اور طاقت ور بن چکی تھی۔ ایسی حالت میں سونیا نے اسے کیسے ہلاک کروایا؟"

اس نے نیلاں کی ہلاکت کے واقعات مختصر طور پر اسے سنائے۔ برین آدمی نے کہا "اب تم سونیا سے انتقام لینے کے لیے ہماری مدد چاہتے ہو؟"

"یہی بات ہے۔ صرف وقتی طور پر مدد نہیں چاہتا بلکہ میں چاہتا ہوں ہمارے درمیان ایسا سمجھوتا ہو کہ ہمیشہ ایک دوسرے کے کام آتے رہیں۔"

"مسٹر نارنگ! نیلاں ایک طویل عرصے سے صرف ہمارے لیے ہی نہیں بلکہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے بھی سر دردبنی ہوئی تھی اور کسی کے قابو میں نہیں آتی تھی۔ سونیا نے اسے ہلاک کرکے اتنا بڑا کام کیا ہے کہ ہم اسے خراج تحسین پیش کرسکتے ہیں لیکن اس کے خلاف تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے۔ سو سوری۔"

"پلیز فون بند نہ کرنا۔ ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ضرور پوچھو۔ کیا بات ہے؟"

"الپا بالکل روپوش ہوگئی ہے۔ کہیں دکھائی بھی نہیں دیتی ہے۔ ہوسکتا ہے کسی بہروپ میں ہو لیکن تم تو اپنی اصل شکل صورت میں وہاں رہتے ہو۔ اپنے بنگلے سے ہیڈ کوارٹر جاتے ہو پھر ایک شہر سے دوسرے شہر' ایک ملک سے دوسرے ملک بھی ضروری معاملات کے سلسلے میں آتے جاتے رہتے ہو۔ کیا تمہیں اس بات کا خوف نہیں ہے کہ کوئی چھپ کر تمہیں گولی مار سکتا ہے؟"

برین آدم نے ہنستے ہوئے کہا "کسی کے بارے میں یہ کیوں سوچتے ہو کہ کوئی مجھے چھپ کر گولی مارے گا۔ تم بھی کبھی مجھے گولی مار کر دیکھ لو۔ جو نتیجہ تمہارے سامنے آئے گا اسے دیکھ کر حیران اور پریشان ہوجاؤ گے۔"

"میں دوستانہ انداز میں سمجھوتا کرنے آیا ہوں۔ تمہیں چیلنج نہیں کررہا ہوں نہ ہی چھپ کر تمہیں گولی ماروں گا۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک بار الپا فون کے ذریعے ہی مجھ سے گفتگو کرلے؟"

"میں الپا سے پوچھوں گا۔ وہ راضی ہوجائے گی تو تم سے بات کرلے گی۔"

"بہت بہت شکریہ۔ میرا موبائل فون نمبر نوٹ کرلو۔"

اس نے اپنا موبائل فون نمبر نوٹ کروایا پھر رابطہ ختم ہوگیا۔ برین آدمی نے فون کے ذریعے الپا سے رابطہ کیا پھر اسے گرونارنگ کے بارے میں تمام حالات بتائے۔ اس کے بعد کہا "اب وہ ہمارے تعاون سے سونیا کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ بہت بری طرح جھنجلایا ہوا ہے۔"

"بگ برادر' میں تو آپ کے مشورے کے مطابق کام کرتی ہوں لیکن آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ وہ اٹھارہ روپوش رہنے والے ہمارے لیے دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔ ان سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں رہتی ہے اور گرونارنگ نے جو واقعات بیان کیے ہیں ان میں ان اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا بھی ذکر ہے۔ ہم اتنے دنوں سے اس کوشش میں ہیں کہ ان اٹھارہ میں سے کوئی ایک ہماری گرفت میں آجائے لیکن پتا نہیں انہوں نے کیسی حکمتِ عملی اختیار کی ہے۔ کسی کا کوئی پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہورہا ہے۔"

"کیا تم سمجھتی ہو' گرونارنگ اپنے جادو وغیرہ سے کسی کو ڈھونڈ نکالے گا؟"

"ممکن ہے وہ ایسا کرسکے۔ ہم اس سے اسی شرط پر سمجھوتا کریں گے کہ وہ ان اٹھارہ میں سے کسی دو کو ڈھونڈ نکالے۔"

"ہاں' یہ اچھی بات ہے۔ تم اس کے نمبر پر اس سے رابطہ کرو۔"

اس نے رابطہ کیا۔ گرونارنگ نے اس کی آواز سنتے ہی خوش ہوکر کہا "دھنے واد الپا دیوی! آپ میری فرمائش کے مطابق گفتگو کررہی ہیں۔"

الپا نے کہا "میرا نام تو صرف الپا ہے۔ یہ دیوی کیوں کہہ رہے ہو۔ دیوی تو نیلاں تھی جو مرچکی ہے۔ میں مرنا نہیں چاہتی اس لیے مجھے صرف الپا کہو۔"

"جیسا تم کہو گی ویسا ہی کہوں گا۔ ویسے تمہارے بگ برادر نے تمہیں تمام حالات بتا دیے ہوں گے۔ میں اس کے مطابق تم سے اور تمہارے بگ برادر سے ہر حال میں اور ہر شرط پر سودا کرنا چاہتا ہوں۔ سمجھوتا کرنا چاہتا ہوں' دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ تم جو بھی سمجھ لو۔ بس مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔"

"پہلے تم ٹیلی پیتھی کی دنیا سے بالکل الگ تھے۔ نیلاں کی خاطر چلے آئے۔ اب وہ مرچکی ہے تو کیا صرف انتقام لینے کے لیے تم دوبارہ اسی ٹیلی پیتھی کی دنیا میں رہنا چاہتے ہو اور انتقام لینے کے بعد پھر اپنی دنیا میں جانا چاہتے ہو؟"

"نہیں نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ جب تم مجھ پر کوئی احسان کروگی تو میں بھی تمہارے احسان کا بدلہ چکاؤں گا اور تمہارے ہر طرح کام آؤں گا۔ ایک بار مجھے آزما کر دیکھ لو۔"

"اگر آزمانے کو کہہ رہے ہو تو پہلے دوستی اور تعاون کا ثبوت

دو۔ وہ جو اٹھارہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں ان میں سے کسی دو کو ڈھونڈ نکالو۔ اس کے بعد میں سمجھوں گی کہ تم ہمارے کام آسکتے ہو تو پھر ہم بھی تمہارے کام آیا کریں گے۔"

"فی الحال یہ مشکل ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے محفوظ رہتے ہیں۔ تم نے بھی اپنے بگ برادر کے ساتھ کسی ایسے مہا جادوگر کی خدمات حاصل کی ہیں کہ اب کوئی تمہارے دماغ تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح ان اٹھارہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پتا نہیں کیسی حکمتِ عملی اختیار کی ہے کہ ابھی سمجھ میں نہیں آرہا ہے اور ہم ان کے سائے تک بھی نہیں پہنچا رہے ہیں۔ میں نے انہیں ڈھونڈ نکالنے کے لیے کئی طرح کے جادوئی ہتھکنڈے استعمال کیے لیکن ناکام رہا ہوں۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں کس طرح تلاش کروں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ تم مجھے کوئی تدبیر سوچ کر بتاؤ' کوئی راستہ دکھاؤ تو میں اس راستے پر چل کر وہاں پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"جب مجھے کوئی تدبیر سوجھے گی اور کوئی راستہ دکھائی دے گا تو میں خود اس راستے پر چل کر ان کی گردن دبوچ لوں گی۔ تمہارے تعاون کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں سیدھی زبان میں بات کہہ رہی ہوں کہ خود اپنی عقل استعمال کرو۔ کسی طرح ان میں سے کسی دو کو گرفت میں لو پھر میں تم سے ہر طرح کا سمجھوتا کروں گی۔ ویئس آل!"

اس نے فون بند کرکے پھر برین آدم سے رابطہ کیا۔ اب وہ برین آدم کے دماغ میں بھی خیال خوانی کے ذریعے نہیں جاسکتی تھی۔ دونوں کے دماغ خیال خوانی کی لہروں کے لیے بے حس ہوچکے تھے۔ اس نے فون کے ذریعے کہا "بگ برادر' میں نے نارنگ سے بات کی ہے اور اس کے سامنے وہی شرط پیش کی ہے۔ ویسے ہمیں کسی نہ کسی طرح ان اٹھارہ تک پہنچنا چاہیے۔ کیا آپ نے کچھ معلوم کیا ہے کہ یہ لوگ کہاں سے فلیکس کرتے ہیں؟"

"ہمارے سراغ رسانوں نے بتایا ہے کہ امریکا کے خاص شعبوں مثلاً آرمی' ہیڈ کوارٹر اور سی آئی اے ڈپارٹمنٹ میں جو فلیکس آتے ہیں وہ مختلف ممالک اور مختلف شہروں سے آتے ہیں اور ہمیشہ کسی نئے شہر اور نئے ملک کی نشان دہی ہوتی ہے۔"

"اس طرح یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اٹھارہ خیال خوانی کرنے والے مختلف ملکوں اور مختلف شہروں میں خود نہیں جاتے ہیں بلکہ ان شہروں کی بڑی کمپنیوں کے مالکان اور فلیکس مشینوں کو ہینڈل کرنے والوں کے دماغوں میں پہنچتے ہیں اور ان کے ذریعے وہ فلیکس کراتے ہیں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے ورنہ وہ بار بار ملک اور شہر تبدیل نہیں کریں گے۔ امریکا اور یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں ہمارے سراغ رساں ہیں۔ انہیں ابھی تک کسی پر شبہ نہیں ہوا ہے البتہ ایک گونگے شخص پر شبہ ہوا تھا۔ یہ تو تم جانتی ہی ہو۔"

"ہاں' میں اس سراغ رساں کے ذریعے اس گونگے شخص کے دماغ تک گئی تھی لیکن یہ پتا چلا کہ وہ واقعی گونگا ہے اور ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ ان اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تو واقعی کمال کردیا ہے۔ اب تک ہمارا ذہن کام نہیں کررہا ہے کہ وہ کیسی حکمت عملی اختیار کرکے روپوش رہنے میں کامیاب ہورہے ہیں۔"

"مجھے یہ فکر ہے کہ ان میں سے ایک آدھ ہمارے ملک میں بھی ہوگا اور خاص طور پر تل ابیب میں کہیں چھپا ہوگا۔ میں سراغ رسانوں سے کہوں گا کہ وہ اور زیادہ محنتی اختیار کریں اور ایک ایک شخص کو اچھی طرح ٹٹول کر دیکھیں کہ آج تک ہم نے یہی دیکھا ہے کہ بڑے بڑے خطرناک دشمن ایک عرصے تک روپوش رہ کر پراسرار بنے رہے لیکن پھر ان کی شامت آئی تو وہ ظاہر ہونے پر مجبور ہوگئے یا ظاہر کردیا گیا۔ اسی طرح یہ بھی کسی نہ کسی دن ہمارے ہتھے چڑھیں گے۔"

الپا کو معلوم تھا کہ آرمی ہیڈ کوارٹر اور سی آئی اے کے ڈپارٹمنٹ میں ان اٹھارہ افراد کے فلیکس آتے رہتے ہیں لہٰذا وہ اکثر وہاں جاتی آتی رہتی تھی اور اعلیٰ افسران کے دماغ سے معلوم کرتی تھی کہ کب کتنے فلیکس آئے ہیں اور ان میں کیا کچھ کہا گیا ہے۔ اس بار بھی وہ ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں گئی تو پتا چلا کہ ایک فلیکس آیا تھا۔ اس میں لکھا تھا۔۔۔ "جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں نیلاں مرچکی ہے۔ اس کی موت کے بعد بہت سی رکاوٹیں دور ہوگئی ہیں۔ اب آپ تیج پال پر بھروسا کرسکتے ہیں۔ اس سے کسی طرح کا دھوکا نہیں ہوگا۔ وہ کسی وقت بھی فون کے ذریعے رابطہ کرے گا۔ آپ ایک ایروگرام بھیج کر اسے اپنے پاس بلالیں۔ ویئس آل۔"

الپا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوکر سوچنے لگی۔ تیج پال پر گرونارنگ نے عمل کیا تھا اور اسے اپنا تابع بنالیا تھا۔ اب اس شخص کے مطابق اس پر بھروسا کرنے کے لیے کہا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ گرونارنگ کے تنویمی عمل کے اثر کو ختم کردیا گیا ہے۔ اب جس نے بھی اس پر تنویمی عمل کرکے گرونارنگ کے عمل کے اثر کو ختم کیا اس نے اسے اپنے اثر میں ضرور لیا ہوگا۔ ان اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہی ایسا کیا ہوگا اسی لیے فلیکس کے ذریعے یہ کہا ہے کہ اس پر بھروسا کیا جاسکتا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس کے سابق لب ولہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے دماغ میں پہنچتے ہی بولی "ہیلو تیج پال! میں الپا بول رہی ہوں۔"

وہ چونک کر بولا "میڈم میں اس وقت بہت مشکل میں ہوں۔"

"مشکل کیا ہے' مجھے بتاؤ؟"

"میرے بازو پر گولی لگی تھی۔ میں نے مرہم پٹی کروالی ہے۔ اس وقت میں میکسیکو سٹی میں ہوں اور ابھی سی آئی اے والوں سے رابطہ کرکے ان سے ہیلی کاپٹر منگوانے والا تھا۔"

"تم وہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"کیا آپ تک یہ خبر نہیں پہنچی ہے کہ نیلاں کو مار ڈالا گیا ہے اور گرونارنگ مجھے یہاں چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے۔"

"تیج پال' تم بے حد ذہین ہو اور بہت سی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو۔ کیا تمہاری عقل کہتی ہے کہ تمہارے جیسی خوبیوں والے شخص کو گرونارنگ یونہی چھوڑ کر چلا جائے گا؟"

"میں اس بات کو کئی پہلوؤں سے سوچ رہا ہوں۔ سوچتا ہوں کہ کیا نیلاں کے ساتھ گرونارنگ بھی مر چکا ہے کیونکہ اب میرا ذہن کہتا ہے کہ اس نے مجھے ٹریپ کیا تھا اور مجھے اپنا تابع بنایا تھا کیونکہ اب میں اس کا احسان وغیرہ کچھ نہیں مان رہا ہوں۔ صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ میں آزاد کیسے ہو گیا۔"

"ہاں' تم بالکل آزادی محسوس کر رہے ہو۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"یہی کہ جو بھی تنویمی عمل کرنے والا مر جائے تو اس کے عمل کا اثر بھی زائل ہو جاتا ہے۔ ابھی تک یہی سمجھ میں آ رہا ہے کہ گرونارنگ اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔"

"تم غلط سوچ رہے ہو۔ گرونارنگ زندہ ہے اور ابھی نیلاں کی موت کا سوگ منا رہا ہے۔ سونیا پر جھنجلا رہا ہے۔"

"وہ نیلاں کے بعد مجھے اہمیت دیتا تھا پھر میرے پاس کیوں اب تک نہیں آیا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ میرا لب ولہجہ جو اس وقت بدلا ہوا ہے تو وہ مجھ تک نہیں پہنچ پا رہا ہے تم میرے دماغ میں آئی ہو۔ تم نے ہی میرا لب ولہجہ بدلا ہے اور مجھ پر تنویمی عمل کر کے گرونارنگ کا راستہ روکا ہے۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ تمہارا لب ولہجہ جس نے بھی بدلا ہو' جس نے بھی تم پر تنویمی عمل کیا ہو' اس نے دہرا عمل کیا ہے۔ تمہارے ذہن میں یہ بات نقش کی ہے کہ گرونارنگ اپنے مقرر کیے ہوئے لب ولہجے کے ذریعے تمہارے دماغ میں آئے تو اسے جگہ نہ ملے اور تمہارے سابق لب ولہجے میں آئے تو بھی جگہ نہ ملے۔ اس نے آنے کی کوششیں کی ہوں گی اور جگہ نہیں ملی ہوگی۔ تم یقین کر دو یا نہ کرو' میں نے تم پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔ اگر تم ذہانت سے کام لو تو تمہیں جلد ہی پتا چل جائے گا کہ وہ جو اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے روپوش رہتے ہیں ان میں سے کسی نے تمہیں ٹریپ کیا ہے۔"

"کیا سونیا یا فرہاد وغیرہ مجھ پر عمل نہیں کر سکتے؟"

"نہیں' میں نے ابھی معلوم کیا ہے۔ سی آئی اے کے افسران کے پاس ان اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے فیکس موصول ہوا کرتے ہیں۔ ابھی جو فیکس موصول ہوا ہے اس میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ اب وہ تیج پال پر بھروسا کر سکتے ہیں۔"

وہ بولا "میں سمجھ گیا۔ ان اٹھارہ افراد کو یقین ہو گیا ہے کہ اب میں ان کے شکنجے میں رہوں گا لہٰذا ان کو کبھی دھوکا نہیں دوں گا اور وہ مجھ پر بھروسا کر سکتے ہیں۔"

الپا نے کہا "بالکل یہی بات ہے۔ میں بھی اسی نتیجے پر پہنچ رہی ہوں تمہارے پانچوں حواس غیر معمولی ہیں۔ تم یوگا میں مہارت نہ رکھنے کے باوجود پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتے ہو۔ کیا میرے آنے سے پہلے تم نے کسی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔"

"نہیں۔"

اچانک الپا اس کے دماغ سے نکل گئی اس نے اِدھر اُدھر دیکھ کر پھر خلا میں تکتے ہوئے اسے آواز دی "الپا تم کیوں چلی گئی ہو اور اچانک کیوں چلی گئی ہو؟"

تھوڑی دیر بعد پھر واپس آئی اور پوچھا "کیا میرے جانے کے بعد تم نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا؟"

"نہیں میرے ذہن میں بالکل سناٹا تھا۔ صرف میرے اپنے خیالات تھے اس کا مطلب ہے تم پر جس کسی نے بھی تنویمی عمل کیا ہے وہ ابھی ہمارے درمیان موجود نہیں ہے۔"

لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس نے تنویمی عمل کے درمیان میرے ذہن میں یہ بات نقش کر دی ہو کہ میں اس کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہ کروں۔"

الپا نے تائید میں کہا "بالکل ٹھیک ہے۔ وہ ایسا بھی کر سکتا ہے لیکن تمہیں ہر پہلو سے آزمانا چاہیے کہ اب تم کس طرح اس کے شکنجے سے نکل سکتے ہو۔"

گرونارنگ اتنا بڑا شکتی مان ہے کہ وہ یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتا ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے بھی رکاوٹیں پیدا کی جائیں تب بھی وہ دماغ میں چلا آتا ہے اور خیالات پڑھ لیتا ہے پھر وہ میرے دماغ میں کیوں نہیں آ سکتا۔"

"اسی کے خوف سے میں نے اور میرے بگ برادر نے اپنے دماغوں کو بظاہر مردہ بنا لیا ہے۔ اب وہ کسی بھی جادوئی عمل سے ہمارے پاس نہیں پہنچ سکتا لیکن تمہارے پاس کیوں نہیں پہنچ رہا ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

وہ دونوں سمجھ نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ وہ اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے گونگے تھے۔ نہ ان کی کوئی آواز تھی نہ لب ولہجہ تھا اور جب کوئی لب ولہجہ تھا ہی نہیں تو وہ تیج پال پر یا کسی اور پر کس طرح تنویمی عمل کر سکتے تھے۔ وہ تو عام گونگے انسانوں کی طرح صرف اپنے سامنے کی دنیا کو اور دنیا والوں کو دیکھتے تھے سمجھتے تھے اور اس کے مطابق اشاروں کی زبان سے اپنی بات سمجھاتے تھے۔ کوئی جبراً ان کے دماغوں میں گھس کر ان کے خیالات پڑھ نہیں سکتا تھا اور وہ جو اپنے طور پر سوچتے سمجھتے تھے اسے فیکس کے ذریعے اپنے اکابرین تک پہنچا دیتے تھے۔

اصل بات جو کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی وہ یہ تھی کہ ان اٹھارہ میں سے دو افسران جن کے نام جے کے اولڈ اور جان بلڈر تھے۔ وہ گونگے نہیں تھے انہوں نے باقی سولہ ٹیلی پیتھی جاننے

والے ساتھیوں کو سمجھا دیا تھا کہ وہ سب ان دونوں سے بھی روپوش رہا کریں اور کبھی اپنا پتا ٹھکانا نہ بتائیں۔ یہ دو افسر ہی ایسے تھے جو کسی کے بھی دماغ میں جا کر تنویمی عمل کر سکتے تھے اور تیج پال کا جو سب سے پرانا لب ولہجہ تھا وہ ان کے ریکارڈ میں تھا انہوں نے اسی لب ولہجہ کو اس کے دماغ میں نقش کیا تھا۔ یہی لب ولہجہ الپا کو بھی یاد تھا کیونکہ تیج پال سی آئی اے کے علاوہ اسرائیل کی موساد کے لیے بھی کام کرتا تھا اس وقت سے الپا نے جو اس کا لب ولہجہ سنا تھا اسی کے مطابق وہ اس کے دماغ میں آئی تھی۔

الپا نے کہا "تیج پال ان اٹھارہ میں سے جو بھی تمہارے دماغ میں آئے گا اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں تمہارے پاس آئی تھی اور تم سے گفتگو کرتی رہی تھی اور مجھے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تمہیں گرونارنگ کے بعد کسی اور نے ٹریپ کیا ہے۔ لہٰذا میں ہوشیار ہو گئی ہوں اور آئندہ موساد کے لیے تم سے کام نہیں لوں گی۔ ورنہ ہماری خفیہ ایجنسی کے رازان تک پہنچتے رہیں گے۔"

وہ بولا "تمہارا محتاط رہنا ایک فطری بات ہے لیکن میں تم سے ایک التجا کرتا ہوں۔"

وہ بولی "میں تمہاری قدر کرتی ہوں۔ تم بڑی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں بولو کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے گرونارنگ نے بتایا تھا کہ تم نے اور تمہارے بگ برادر نے کسی سے ایسا جادوئی عمل کرایا ہے کہ کوئی تم دونوں کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب بھی کوئی خیال خوانی کرے گا تو تم دونوں کا دماغ اسے مردہ ملے گا۔ کیا کوئی ایسی ترکیب نہیں کر سکتیں کہ میرا دماغ بھی تمہاری طرح کا ہو جائے۔"

"پہلے تو یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ابھی جو گفتگو ہمارے درمیان ہو رہی ہے۔ وہ بعد میں تمہیں ٹریپ کرنے والے تمہارے دماغ سے یا چور خیالات سے معلوم کر لیں گے اور یہ بھی سمجھ لیں گے کہ تم اپنے بچاؤ کے لیے مجھ سے مدد مانگ رہے ہو اور اپنے دماغ کو بھی ہماری طرح نفوس بنانا چاہتے ہو۔ بہرحال مجھے جو کرنا ہے وہ میں کروں گی مگر ابھی کوئی وعدہ نہیں کروں گی۔ لہٰذا مجھ سے کسی قسم کی توقع نہ رکھو۔ تم سمجھ رہے ہو ناں؟"

"ہاں' الپا میں سمجھ گیا تمہارا بہت بہت شکریہ۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔۔۔ وہ چلی گئی۔ تیج پال تھوڑی دیر تک پریشانی سے سوچتا رہا پھر اس نے فون کے ذریعے سی آئی اے کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا اسے بتایا کہ وہ میکسیکو سٹی کے کس مقام پر ان کا انتظار کرے گا لہٰذا اس کے لیے ایک ہیلی کاپٹر بھیج دیا جائے۔

○☆○

جینی کے حکم کے مطابق یوگا جاننے والے افسر کو شکاگو کے ایک پاگل خانے میں بھیج دیا گیا تھا۔ جینی کا دوسرا حکم یہ تھا کہ کرنل آرتھر آرمی ہیڈ کوارٹر سے نکل کر واشنگٹن جائے اور وہاں کے چار اعلیٰ حکام کی اچھی طرح پٹائی کرے اور اخبار والوں کو بھی بلائے ان کی تصاویر بھی اتروائے اور دوسرے دن یہ سب کچھ اخبارات میں شائع ہونا چاہیے۔

اس پر پورس نے اسے سمجھایا تھا کہ یہ فضول حرکتیں ہیں۔ ایسا کر کے تمہیں کیا ملے گا۔

اس نے جواب دیا "انہوں نے مجھے کئی برس تک پاگل خانے میں رکھ کر ذلیل کیا ہے۔ اب میں انہیں ذلیل کرتی رہوں گی۔

کرنل آرتھر اپنے چار ماتحت افسران کے ساتھ ایک گاڑی میں وہاں سے روانہ ہوا۔ چند کلو میٹر جانے کے بعد اس گاڑی میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی۔ ماتحتوں نے اتر کر اسے چیک کرنا شروع کیا۔ اصل بات یہ تھی کہ ان اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک نے بڑی خاموشی سے ایک فوجی جوان کے ذریعے اس گاڑی میں کچھ خرابی پیدا کر دی تھی۔ تاکہ انہیں واشنگٹن پہنچنے میں دیر ہو جائے۔ اگر کرنل آرتھر اور اس کے ماتحت ایسا کرتے تو جینی کو اور پورس کو ان کے خیالات پڑھ کر ان کی چال بازی کا پتا چل جاتا۔

وہ بظاہر جینی کے حکم پر عمل کر رہے تھے۔ فون کے ذریعے مختلف اخبارات والوں کو کہہ رہے تھے کہ وہ انفارمیشن کے شعبے سے تعلق رکھنے والے ایک وزیر کے بنگلے میں پہنچیں۔

بہرحال گاڑی کی خرابی دور ہو گئی۔ جب کرنل آرتھر اپنے ماتحتوں کے ساتھ اس بنگلے میں پہنچا تو وہاں اخبارات والوں کی بھیڑ تھی۔ ان میں سے ایک نے پوچھا "ہمیں کیوں بلایا گیا ہے؟"

کرنل آرتھر نے کہا "یہاں جو انفارمیشن کا وزیر ہے۔ میں اس کی بری طرح پٹائی کرنے والا ہوں۔ اسے باہر لا کر ماروں گا اور آپ سب اس کی تصویریں اتاریں گی اور اسے اخبارات میں شائع کریں گے۔"

سوال کیا گیا "آپ ایسا کیوں کریں گے۔ ہمارے انفارمیشن کے وزیر صاحب سے آپ کے کیا اختلافات ہیں؟"

"میرا کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو ہم نے چھپا کر رکھا تھا اب وہ ہم سے انتقام لے رہی ہے۔ وہ ہمارے دماغ میں گھس کر مجبور کر رہی ہے کہ ہم خواہ مخواہ اس بے چارے وزیر کی پٹائی کریں۔"

وہاں اخبارات والوں کے علاوہ کئی مسلح فوجی افسران بھی تھے ان میں سے ایک افسر نے کہا کہ "کرنل تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ یہاں اخبارات والے اس بات کے گواہ ہیں کہ ہمارے وزیر صاحب کو بے قصور ذلیل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اگر جینی تمہارے دماغ میں رہ کر تمہیں مجبور کر رہی ہے تو ہمیں بھی مجبور کرے اور یہاں جتنے بھی فوجی ہیں انہیں بھی مجبور کرے۔ کیا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی اتنے فوجیوں کو مجبور کر سکتی ہے۔ اگر نہیں کر سکتی تو ہم بھی آپ کو ایسی نازیبا حرکت کرنے نہیں دیں گے۔"

جو افسر مخالفت میں کہہ رہا تھا۔ کرنل آرتھر نے اسے فوراً ہی گولی مار دی۔ دوسری طرف بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس کے بنگلے میں جینی اور پورس موجود تھے۔ پورس نے کہا "جینی یہ کیا حماقت کررہی ہو؟ اس سے تمہیں کیا حاصل ہوگا؟ اس وزیر کی عزت اور شہرت اور بڑھے گی اور تم ایک دشمن کی حیثیت سے یہاں کبھی محبِ وطن نہیں کہلا سکو گی۔ اپنی ہی قوم کی نظروں میں گر جاؤ گی۔ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔"

وہ غصے سے بولی "میں اپنی قوم کو بتانا چاہتی ہوں کہ یہ سب کچے دشمن ہیں۔"

بتانے کا یہ کوئی طریقہ نہیں ہے اس سے الٹا اثر پڑے گا۔ میری بات کو پلیز... میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

ان دونوں نے خیال خوانی کے ذریعے دیکھا کہ کرنل آرتھر کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ کئی مسلح جوانوں نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا تھا۔ پورس نے کہا "دیکھو جینی کتنے لوگوں نے گن پوائنٹ پر اسے رکھا ہوا ہے۔ تم کتنوں کے دماغوں میں جا کر گولیاں چلاؤ گی۔ وہاں تو اچھی خاصی دہشت پھیل جائے گی۔ تم کیوں خود کو خوامخواہ بدنام کرنا چاہتی ہو۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پورس نے کہا کہ تم ایک پہلو کو نظرانداز کررہی ہو اور وہ ہے اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے۔ وہ چپ چاپ تمہارے عمل کا توڑ کررہے ہیں۔ تم جو کرنا چاہتی ہو اس کے خلاف وہ کارروائی کرنے لگتے ہیں۔ مجھے تو شبہ ہے کہ گاڑی میں جو خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ انہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی چال بازی تھی۔ اب پلیز ہمیں اس یوگا جاننے والے افسر کی خبر لینی چاہیے۔ جسے شکاگو کے پاگل خانے میں بھیجا گیا تھا۔

جینی نے کہا "اس کی کیا خبر لینا ہے۔ اس کی تو ایسی کی تیسی ہوگئی ہے۔ وہ اب تک پاگل خانے میں پہنچ چکا ہوگا۔"

"پھر بھی اس کے دماغ میں جا کر معلومات حاصل کرنے میں کیا حرج ہے۔"

دونوں نے ایک ساتھ خیال خوانی کی پھر اس یوگا جاننے والے افسروں کے دماغوں میں پہنچنا چاہا تو خیال خوانی کی لہریں واپس آگئیں۔

جینی اور پورس ایک دوسرے کو تکنے لگے پھر پورس نے کہا "اب بتاؤ تمہاری انتقام لینے والی خواہش کیا ہوئی۔ جب تم بے سمجھے اندازمیں اقدامات کرو گی تو اس کا یہی نتیجہ ہوگا۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ تم نے بیک وقت دو افسران کو سزا دی۔ اسے پاگل خانے بھیجا اور کرنل آرتھر کو اس وزیر کے بنگلے میں' ادھر تم کرنل آرتھر کے معاملے میں الجھی رہیں۔ ادھر یوگا جاننے والے افسر کو سلا کر نیند کی حالت میں اس پر تنویمی عمل کیا گیا اور اس کے لب ولہجے کو بدل دیا ہے۔ اب تم اس یوگا جاننے والے افسر تک نہیں

پہنچ سکو گی یہ بھول جاؤ کہ وہ پاگل خانے میں ہے۔"

اس نے گھور کر پورس کو دیکھا پھر اچانک ہی دونوں ہاتھوں سے اس کا گلا دبوچتے ہوئے اسے دیوار سے لگا دیا۔ پورس نے کہا "ارے کیا ہوا ہے یہ تم مجھ پر کیوں حملہ کررہی ہو؟"

"تم پکے بدمعاش ہو۔ جب میں ایسے اقدامات کررہی تھی تو اس وقت تم نے مجھے کیوں نہیں روکا۔ اتنی غلطیاں کرنے کے بعد اب مجھے سمجھا رہے ہو۔"

"جینی تمہیں یاد ہے پاگل خانے میں' میں نے تمہاری ایک کلائی پکڑی تھی تو گھٹنوں کلائی کی ہڈی دکھتی رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ میں دونوں کلائیاں پکڑ کر ہٹاؤں تم خود میری گردن سے ہاتھ ہٹالو۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "میں تم سے بات نہیں کروں گی۔"

"کیا مصیبت ہے۔ جب تم اس یوگا جاننے والے افسر کو سزائیں دینے جارہی تھیں اگر میں اس وقت روکتا تو تم کہتیں کہ میں تمہیں انتقام لینے سے روک رہا ہوں۔ اب جب اس کے نتائج سامنے آرہے ہیں اور میں تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ طریقہ یہ نہیں ہے ہمیں کسی دوسرے طریقے پر عمل کرنا چاہیے۔"

"کون سا دوسرا طریقہ؟"

"پہلے دماغ ٹھنڈا کرو پھر اس کے بعد باتیں کرو۔ تب میری باتیں تمہاری سمجھ میں آئیں گی۔"

"کیسے دماغ ٹھنڈا کروں میں جو بھی کام کررہی ہوں اس کا الٹ ہورہا ہے۔ وہ یوگا جاننے والا افسر بچ کر نکل گیا ادھر کرنل آرتھر کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ کیا میں ان کے خلاف جوابی کارروائی نہ کروں۔"

"کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ تم اب یوگا جاننے والے افسر تک نہیں پہنچ سکو گی۔ زیادہ سے زیادہ اس کے بیوی بچوں تک پہنچ سکو گی۔ وہ بے چارے بے قصور ہیں۔ ان سے انتقام لینا سراسر حماقت ہوگی۔ کرنل آرتھر کو تمام اخبارات والوں کے سامنے گرفتار کیا گیا ہے۔ اس کی تصاویر اتاری گئی ہیں۔ اب کل کے اخبارات میں یہی شائع ہوگا کہ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا تھا اور اس نے اپنے ہی ایک اعلیٰ افسر کو گولی ماری ہے۔ تم کیوں ایسے راستوں پر چل رہی ہو جس سے تمہاری اپنی ہی قوم تمہیں ناپسندیدہ قرار دے۔"

وہ پیر پٹختی ہوئی ایک کرسی کے پاس گئی اور اس پر بیٹھ گئی پھر بولی "اچھا لو میں نے دماغ ٹھنڈا کرلیا۔"

پورس نے مسکراتے ہوئے کہا "ہاں' تم نے کہا اور میں نے مان لیا کہ دماغ ٹھنڈا ہوگیا۔"

"تم کیا کرو گے میرے سر پر برف رکھو گے۔"

"نہیں پہلے جو کچھ ہورہا ہے ان تمام باتوں کو بھول جائیں گے۔ ہم صرف پیار و محبت کی باتیں کریں گے۔ کسی تفریح کے لیے

وہ دماغی طور پر واپس آکر پورس سے بولی "مگر تم نے تو کہا تھا اس کے بیوی اور بچے بے قصور ہیں۔ انہیں نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ انہیں گولی نہیں ماری جائے گی۔"

"تو میں نے سب کہا ہے کہ انہیں مارا جائے ابھی تو صرف دھمکی دی گئی ہے اور یہ دھمکی ہی کامیاب رہے گی۔"

جینی نے پورس کے دوسرے منصوبے کے مطابق انفارمیشن کے وزیر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ ایک کلاشنکوف لے کر دوڑتا ہوا باہر آیا۔ وہاں فوج کے سپاہی اور اخبارات والے موجود تھے۔ اس نے وہاں پہنچتے ہی تڑاتڑ گولیاں چلانی شروع کردیں۔ جو بھی گولیوں کی زد میں آیا مرتا چلا گیا۔ مجبوراً اس کی طرف بھی گولی چلانی پڑی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بھی مرگیا۔

جینی دماغی طور پر واپس آکر دونوں ہاتھ پورس کے گلے میں ڈال کر لپٹ گئی اور خوشی سے بولی "کمال ہوگیا کرنل آرتھر بھی گیا اور وہ وزیر بھی ختم ہوگیا۔ مجھے ایسے ہی طریقے پر عمل کرنا چاہیے تھا۔"

"مگر ابھی تم جس طریقے پر عمل کررہی ہو اس سے مجھے کچھ ہورہا ہے۔"

وہ جلدی سے الگ ہوگئی یہ لفظ اپنے اندر بہت سے معنی رکھتا ہے۔ حالات کے مطابق اس کے معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ جس کی سمجھ میں نہ آئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ سمجھنے والے دو ہوتے ہیں کسی تیسرے سمجھنے والے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

جینی نے ایک گھنٹے بعد آرمی کے اعلیٰ افسر سے پوچھا کیا ہوا.... کیا اس یوگا جاننے والے افسر کو پیش کررہے ہو۔"

"جینی پلیز ہم سے کوئی سمجھوتا کرلو اس کے بیوی بچوں کا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"میرا بھی کوئی قصور نہیں تھا لیکن میں برسوں پاگل خانے میں قید کرکے رکھی گئی۔ تم لوگوں کو اس وقت مجھ پر رحم نہیں آیا تھا۔ لہٰذا سمجھوتے اور رحم کی بھیک نہ مانگو۔ میں پھر دوسرا گھنٹا ختم ہونے کے بعد آؤں گی۔"

وہ دماغی طور پر واپس آئی۔ پورس نے کہا "وہ لوگ اس کی بیوی اور بچوں کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کررہے ہوں گے۔ ان کے دماغوں میں وہ اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے جارہے ہوں گے لیکن ان کو ان کے دماغوں میں جگہ نہیں مل رہی ہوگی۔ ہمارے سراغ رساں بہت ہوشیار ہیں۔"

دو گھنٹے گزرنے کے بعد جینی نے پھر اس اعلیٰ افسر سے پوچھا "کیا کہتے ہو؟"

"ہم نے اس یوگا جاننے والے افسر کو تنویمی عمل سے آزاد کردیا ہے۔ تم اس کے دماغ میں جاسکتی ہو۔"

یہ سنتے ہی پورس بھی جینی کے ساتھ اس یوگا جاننے والے افسر کے دماغ میں گیا۔ جینی نے کہا "ہاں یہ وہی ہے۔"

جائیں گے۔ موڈ ٹھیک کریں گے۔ اس کے بعد پھر ہم ہر پہلو سے سوچتے ہوئے ایسی تدبیر کریں گے ایسے منصوبے بنائیں گے کہ وہ اٹھارہ روپوش رہنے والے تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہ کرسکیں۔"

وہ دوسری طرف منہ پھیر کر بولی "اچھی بات ہے میں تمہاری بات مان رہی ہوں۔ چلو پیار کی باتیں کرو۔"

پورس مسکراتے ہوئے اس کے پاس آیا پھر کرسی پر جھک کر اپنا ایک ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر آہستگی سے سہلانے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ منہ پھیر کر اسے یوں تکنے لگی جیسے اپنے اندر کی تبدیلی کو چھپانے کی کوشش کررہی ہو۔ پورس نے کہا "دیکھو میرے ایک ہاتھ کے لمس نے تمہارے اندر کیسی تبدیلی کی ہے۔ تم روٹھ گئی تھیں۔ منہ پھیر لیا تھا۔ اب میری طرف دیکھ رہی ہو۔ اسی کو پیار کہتے ہیں۔"

پہلے اس نے اپنے ہاتھ پر پورس کے ہاتھ کو دیکھا پھر دوسرے ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو ہٹاتے ہوئے بولی "ہٹاؤ اپنا ہاتھ مجھے کچھ ہورہا ہے۔"

"یہی جو کچھ ہورہا ہے۔ اگر ہوتا رہے گا تو دشمنوں کو بھی بہت کچھ ہوتا رہے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "سچ؟"

"ہاں میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔"

اس نے پورس کا دوسرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا "تو پھر دونوں ہاتھ رکھو۔"

پورس نے دل میں کہا۔ یا اللہ کس حسینہ پر دل آیا ہے۔ آدھی پاگل ہے۔ اس کو تو نارمل بناتے بناتے برسوں بیت جائیں گے۔

اس نے اپنے تین سراغ رسانوں سے کہا کہ وہ یوگا جاننے والے افسر کی بیوی اور دونوں بچوں کے دماغوں پر حاوی رہیں اور کسی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مداخلت نہ کرنے دیں۔ ابھی جینی آرہی ہے۔

پھر اس نے جینی سے کہا "دیکھو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ انتقام کیسے لیا جاتا ہے۔ تم ابھی آرمی کے اعلیٰ افسر کے پاس جاؤ اور جیسے میں کہتا ہوں ویسے ہی کرتی جاؤ۔"

پھر پورس نے جیسا کہا وہ آرمی کے اعلیٰ افسر کے پاس گئی اور بولی "ہم نے یوگا جاننے والے افسر کو غائب کردیا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کا لہجہ بدل دیا گیا لیکن وہ بچے گا نہیں اس کی بیوی اور دونوں بچے میرے ٹارگٹ پر ہیں۔ اگر چار گھنٹوں کے اندر وہ یوگا جاننے والا افسر تنویمی عمل سے آزاد ہو کر اپنے سابقہ لب ولہجہ کے ساتھ میری ٹیلی پیتھی کے ٹارگٹ پر نہ آیا تو میں اس کی بیوی اور بچوں کو ختم کردوں گی۔"

اعلیٰ افسر کچھ کہنا چاہتا تھا جینی نے کہا "میں کوئی بات نہیں سنوں گی صرف چار گھنٹے انتظار کروں گی۔ گھڑی دیکھ لو۔"

پورس نے کہا "نہیں جینی ہمیں دھوکا دیا جارہا ہے اس کے چور خیالات پڑھو۔"

چور خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ کسی ڈی یوگا جاننے والے شخص کو پیش کیا جارہا تھا۔ جینی واپس آرمی کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں آئی۔ اس نے اپنے ریوالور کو اٹھا کر اپنی کنپٹی سے لگایا اور گھبرانے لگا تب جینی نے کہا "یہ دھوکا دینے کی سزا ہے تم کیا سمجھتے تھے کہ ہم تمہارے فریب میں آجائیں گے۔ وہ میرا شکار نہیں ہے۔ چونکہ تم نے دھوکا دیا ہے لہٰذا اب تم بھی یہاں سے جاؤ۔"

یہ کہتے ہی "ٹھائیں" کی آواز سے ایک گولی چلی اور وہ اعلیٰ افسر وہیں ڈھیر ہوگیا اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے افسران گھبرا گئے۔ ان میں سے ایک سے جینی نے کہا "تم نے فریب دینے کا انجام دیکھ لیا ابھی دو ٹھگنے اور باقی ہیں لہٰذا اس یوگا جاننے والے اصل جنرل کو میرے سامنے پیش کرو۔ یا پھر ایک ایک کرکے اپنے افسر کی طرح مرتے چلے جاؤ۔"

وہ پھر دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ پورس نے جینی کی نفسیات کو دیکھتے ہوئے اور دوسرے فوجی افسران کے خیالات کو سمجھتے ہوئے کہ وہ جینی کو ایب نارمل سمجھ رہے ہیں اور وہ یقیناً اس کے بیوی بچوں کو مار ڈالے گی آدھی پاگل ہے لہٰذا انہیں یقین تھا کہ دھمکی نہیں دی جارہی ہے۔ تین زندگیاں موت سے ہم کنار ہونے والی ہیں۔ اسی لیے تیسرے ٹھگنے میں جب جینی آرمی ہیڈ کوارٹر کے اعلیٰ افسروں کے پاس پہنچی تو ایک افسر نے کہا "ہم آپ کا مطالبہ پورا کررہے ہیں۔ یوگا جاننے والا جنرل آپ کو پیش کیا جارہا ہے آپ اس کے دماغ میں جاکر تسلی کرسکتی ہیں۔"

جینی اور پورس اس کے دماغ میں گئے اس کے چور خیالات پڑھے اچھی طرح ٹٹولا تو پتا چلا کہ وہی یوگا جاننے والا جنرل ہے۔ جینی نے اس سے کہا "تم نے چھپنے کی بہت کوشش کی تمہارے اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ناکام رہے۔ اب اپنے گھر جاؤ اور بیوی بچوں سے ملاقات کرو۔"

وہ ایک گاڑی میں بیٹھ کر جانے لگا وہ شکاگو کے کسی پاگل خانے میں نہیں گیا تھا۔ بلکہ واشنگٹن میں ہی ایک جگہ چھپا ہوا تھا۔ پورس کے کہنے پر بابا صاحب کے ادارے کے تینوں سراغ رساں ان بیوی بچوں کے دماغوں سے چلے گئے۔ اس جنرل سے آکر اپنی بیوی اور بچوں سے ملاقات کی وہ سب اس سے مل کر رونے لگے جنرل نے کہا "اب میں کچھ دیر کا مہمان ہوں تم لوگوں سے ہمیشہ کے لیے جدا ہونے والا ہوں۔"

جینی نے کہا "نہیں جنرل فی تمہیں ابھی نہیں ماروں گی مجھے فرصت نہیں ہے۔ ابھی تم اپنی بیوی بچوں کے ساتھ زندگی گزارتے رہو۔ جب بھی میرا موڈ ہوگا تو میں آکر کہہ دوں گی کہ اپنا تابوت بنوالو۔"

وہ انہیں حیران و پریشان چھوڑ کر جنرل کے دماغ سے چلی گئی۔

انہیں اتنا اطمینان ہوا کہ وہ ابھی مارا نہیں جائے گا۔ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کچھ گھنٹے، کچھ دن یا کچھ ہفتے کچھ مہینے شاید گزارے گا۔

پورس نے کہا "جینی یہ تم نے کیا کیا نہ مارا نہ زندہ چھوڑا موت اور زندگی کے بیچ میں اس بے چارے کو لٹکا دیا۔ اس کے بیوی بچے اس کے ساتھ رہیں گے۔ خوش بھی رہیں گے اور سہمے ہوئے بھی رہیں گے۔"

"ہاں، یہ موت بہت اچھی ہوگی۔ وہ ہر لمحہ اپنی موت کا انتظار کرتا رہے گا۔"

ویسے تو دنیا کے تمام انسانوں کو پیدا ہونے کے بعد اپنی موت کا منتظر رہنا چاہیے۔ کوئی ایک دن کی زندگی لے کر آتا ہے اور کوئی سو سال کی۔ کسی کا کوئی ٹھکانا نہیں کہ کب مرجائے لیکن انسان زندہ رہ کر جب تک ہنستا کھیلتا..... کھاتا پیتا رہتا ہے۔ موت کو بھولا رہتا ہے لیکن جینی نے اس انداز سے اس جنرل کو پھنسایا تھا کہ وہ اور اس کے گھر والے ہر لمحہ موت کے منتظر رہتے۔ اب وہ اور اس کے گھر والے معاشرے میں بہت زیادہ برتر رہ کر زندگی بھول جاتے زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرتے جنرل کی زندگی کو طول دینے کے لیے موت کو ٹالنے کے لیے چرچ بھی جایا کرتے اور غریبوں کے کام بھی آیا کرتے۔ جتنی نیکیاں ہوتیں وہ کرکے جاتے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ موت کو ہمیشہ یاد رکھو۔

ایک ریکارڈ پلیئر کے میوزک پر جینی ڈانس کرتی ہوئی بولی "آج میں بہت خوش ہوں۔ آج میری تمنا پوری ہوئی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ہوا میں اڑتی چلی جاؤں خوب ناچوں، گاؤں، ہنستی رہوں، گھومتی رہوں، پھرتی رہوں چلو پورس ہم باہر چلیں۔"

پورس نے کہا "یوں کہو چلو پورس ہم مرنے کے لیے چلیں۔"

"اس کا کیا مطلب ہوا؟"

"مطلب یہ ہوا کہ یہ سب جانتے ہیں کہ تم واشنگٹن میں ہو یہاں کے جاسوس کتے تمہاری اور میری بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔"

"ہم دونوں میک اپ میں ہیں کوئی ہمیں نہیں پہچانے گا۔"

"صبر کرو ہمارا جاسوس ہمارے موجودہ میک اپ کے مطابق ہمارے شناختی کارڈ اور ضروری کاغذات بنوانے گیا ہے۔ وہ آتا ہی ہوگا۔"

وہ ذرا دیر خاموش رہی پھر مسکرا کر بولی "وہ آرہا ہے ابھی کال بیل کی آواز سنائی دے گی۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کی طرف جانے لگی۔ واقعی کال بیل کی آواز سنائی دے رہی تھی اس نے دروازے کو کھولا۔ اس بنگلے میں رہنے والا جاسوس اندر آگیا۔ جینی نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر تمام کاغذات اور شناختی کارڈ وغیرہ دیکھنے لگی۔ پورس نے جاسوس سے کہا "بڑی جلدی بنا کر لے

وہ بولا "میرے ساتھ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جاسوس تھا۔ کام کا بنا دیا۔"

پورس نے کہا "جب تک وہاں کے افسر کے دماغ پر وہ حاوی تھا اس نے یہ کام کیا ہوگا پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑنے بعد وہ بیٹھا سوچ رہا ہوگا کہ وہ غائب دماغ کیوں تھا صرف اتنی سی اگر وہ انٹیلی جنس والوں کو بتائے گا تو وہ اس دفتر میں آئیں گے ان کاغذات کی دوسری کاپیاں چیک کریں گے اور ہمارے کارڈ کی جو تصویر وہاں رکھی ہوئی ہے۔ اسے بھی دیکھیں گے طرح اس میک اپ میں رہنے کے باوجود ہم پہچانے جائیں جینی نے کہا "نہیں پہچاننے کی کوشش کرنے دو ہم بھی دھوکا جانتے ہیں۔"

"نہیں جینی تم کوئی خطرہ مول نہیں لیتا ورنہ بہت بڑی مصیبت پاگل خانے میں رہ کر آئی ہو۔ اس بار وہ پکڑیں گے تو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

غصے سے شناختی کارڈ اور کاغذات پھینکتے ہوئے بولی "تم تو خوش نہیں چاہتے ہو۔ یہ نہیں چاہتے کہ میں گھومنے پھرنے آج میرا دل کتنا چاہ رہا ہے کہ میں گھومنے پھرنے جاؤں آج دل کتنا چاہ رہا ہے کہ میں ہوٹل میں جاکر کھانا کھاؤں کلبوں میں جاؤں ناچوں مگر..... تم؟ تم میری خوشی دیکھنا نہیں چاہتے۔"

جاسوس وہ تمام کاغذات اٹھا کر اس کمرے سے چلا گیا۔ نے الماری کھول کر اس میں سے اپنی اپنی نکالی پھر اس میں سے چند کاغذات اور ایک شناختی کارڈ نکالتے ہوئے کہا تمہاری خوشی چاہتا ہوں تم باہر جاؤ گی اور بہت خوشیاں مناؤ گی نہیں اپنا یہ حلیہ بدلنا ہوگا۔ اب دوسرے میک اپ میں رہنا

وہ خوش ہو کر بولی "میں ابھی میک اپ بدل لوں گی۔"

پورس نے شناختی کارڈ اور چند تصویریں دے کر کہا "اس کے اپنا چہرہ بنا۔ کوئی تم پر شبہ نہیں کرے گا۔ اگر کرے گا تو یہ اور نقلی کاغذات ہیں۔ ہم ایسے ایک آدھ کاغذات ایکسٹرا پاس رکھتے ہیں۔"

"تم بھی اپنا میک اپ تبدیل کرو گے۔"

"ہاں تبدیل تو کروں گا کیونکہ یہ جاسوس جو شناختی کارڈ اور کاغذات لایا ہے۔ اس کے مطابق میں اس میک اپ میں پہچانا گیا۔ لہٰذا یہ چہرہ بدل کر میں دوسرا چہرہ اپناؤں گا لیکن تمہارے نہیں جاسکوں گا۔"

"وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ میرے پاس یہاں کی شہریت کے کاغذات نہیں ہے۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کیا میں اکیلی جاؤں گی۔"

"بھئی کیا حرج ہے ہم خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھیں گے ایسا لگے گا کہ ایک دوسرے سے قریب ہیں تم خوب گھومو پھرو ہنستی بولتی رہو۔ جب تھک جاؤ تو واپس آجانا میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

وہ تنہا نہیں جانا چاہتی تھی۔ پورس نے اسے سمجھا کر راضی کرلیا۔ وہ آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنا میک اپ تبدیل کرنے لگی۔ پورس نے کہا "میں دوسرے کمرے میں آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنا میک اپ تبدیل کررہا ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے میں گیا پھر ایک تصویر کو دیکھ کر اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرنے لگا۔ دراصل اس کے پاس بھی اس تصویر کے مطابق کاغذات تھے لیکن وہ جینی کے ساتھ نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس کے جانے کے بعد وہ اس کے پیچھے تعاقب میں دور ہی دور رہنا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ کوئی غلطی کرے تو وہ اسے سنبھال سکے پھر یہ کہ وہاں کی فوج اور انٹیلی جنس والے سب جانتے تھے کہ جینی پورس کے ساتھ آئی ہے۔ اب وہ تنہا جائے گی اور اس کے ساتھ کوئی مرد نظر نہیں آئے گا تو شاید اس پر شبہ نہیں کیا جائے گا۔

بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے تین سراغ رساں واشنگٹن میں تھے پورس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "تھوڑی دیر بعد جینی باہر جائے گی اس سے ذرا دور دور رہ کر اس کی نگرانی کرتے رہو۔ میں بھی اس کے پیچھے جاؤں گا لیکن بہت دور رہوں گا۔"

وہ مکمل طور پر تیار ہوگئی۔ جیسی تصویر پورس نے دی تھی اس کے پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات میں جو تصویریں تھیں اس کے مطابق وہ بالکل ویسی ہی نظر آرہی تھی۔ اس نے کہا "یہاں واشنگٹن میں اتنی زیادہ ابھی تفریح کی جگہیں نہیں ہیں۔ یہ تو سیاسی لوگوں کا شہر ہے۔ میں نے ابھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا ہے۔ یہاں سے ہر آدھے گھنٹے کے بعد بیلی کاپٹر سروس جاری رہتی ہے اور وہ میامی شہر یا میامی بیچ پہنچاتی ہے۔ وہاں رات گزارنے کا مزہ آئے گا۔ میں صبح تک واپس آجاؤں گی۔"

"تم جہاں جانا چاہتی ہو شوق سے جاؤ مگر خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھو تاکہ تمہاری خیریت معلوم ہوتی رہے۔"

وہ پورس کے گلے لگ گئی دونوں بانہیں گلے میں ڈال کر بڑے پیار سے بولی "تم تو اپنا چہرہ تبدیل کررہے تھے مگر ابھی تک صرف میک اپ کو مٹایا ہے۔ دوسرا میک اپ نہیں کیا ہے۔"

"جلدی بھی کیا ہے۔ یہاں بیٹھ کر میک اپ بھی کرتا رہوں گا کبھی کبھی خیال خوانی کے ذریعے تم سے باتیں بھی کرتا رہوں گا۔"

وہ بڑے پیار سے رخصت ہوگئی۔ پورس نے سراغ رسانوں سے کہہ دیا کہ وہ بیلی کاپٹر کی طرف جارہی ہے اور وہاں سے میامی شہر جائے گی۔ ایک گھنٹے بعد جو بیلی کاپٹر یہاں سے جائے گا اس میں، میں جاؤں گا۔"

وہ آئینے کے سامنے بیٹھ کر اس تصویر کے مطابق اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرنے لگا جو اس کے پاس تھیں۔ پاسپورٹ' شناختی کارڈ اور دوسرے اہم کاغذات میں دی تصویریں مختلف زاویوں سے کھینچی گئی تھیں۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ بالکل مختلف بن گیا اس تصویر کے مطابق نظر آنے لگا۔ ایسے وقت جینی نے پوچھا "ہیلو کیا کررہے ہو؟"

"تمہیں یاد کررہا ہوں اور سوچ رہا ہوں تم نے اس یوگا جاننے والے جنرل سے بہت اچھا انتقام لیا ہے۔ اسے زندہ چھوڑ کر بے موت مار رہی ہو۔ یہ سزا تمہارے دوسرے دشمنوں کے لیے بھی عبرت ناک ہوگی۔ میرا خیال ہے اب یہاں تو تمہارا کوئی دشمن نہیں رہا۔"

"دشمن تو اور کئی ہیں لیکن وہ مختلف شہروں میں ہیں۔"

"کل ہم کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"تم جو کہو گے وہی کروں گی۔"

پورس پوری طرح تیار ہو کر وہاں سے نکل پڑا پھر ہیلی کاپٹر کے پیڈ کی طرف گیا۔ وہاں تک جانے کے لیے اس نے ایک ٹیکسی لی تھی۔ اس نے پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر تھوڑی دیر بعد محسوس کیا کہ جب وہ اس بنگلے سے چلا تھا اس کی ٹیکسی کا تعاقب کیا جارہا ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک سراغ رساں سے پوچھا "کیا جینی جب اس بنگلے سے نکل کر گئی تھی تو کسی کار یا دوسری گاڑی نے اس کا تعاقب کیا تھا؟"

"میں سراغ رساں گاڑی اس کے تعاقب میں تھی اور ہیلی پیڈ تک گئی تھی ہمارے دو ساتھی مس جینی کے ساتھ ایک ہیلی کاپٹر میں جاچکے ہیں۔ میں کاؤنٹر سے ذرا دور کھڑا ہوا ہوں۔ میں نے دیکھا اس گاڑی میں سے ایک شخص نکل کر جینی کو اس ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر جاتے دیکھ رہا تھا پھر وہ موبائل فون کے ذریعے کسی سے کچھ باتیں کررہا تھا۔"

"میرے پیچھے بھی ایک کار آرہی ہے اب تو ہم شاہراہ پر ہیں۔ بہت سی کاریں آگے پیچھے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ تعاقب کرنے والی کار بھی موجود ہوگی۔"

سراغ رساں نے کہا "سر' دراصل بات یہ ہے کہ آپ جس بنگلے میں ہیں وہاں ہمارا صرف ایک جاسوس تعینات رہا کرتا تھا۔ اب آپ مس جینی کے ساتھ وہاں قیام کررہے ہیں تو یہ شبہ کیا جارہا ہے کہ آپ دونوں کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ آپ لوگوں سے براہِ راست سوالات نہیں کیے جارہے ہیں۔ بہت محتاط ہو کر وہ تعاقب کررہے ہیں اور کسی موقع پر گھیرنے والے ہیں۔"

"میں بھی یہی کچھ سمجھ رہا ہوں کیا تم ابھی تک وہیں کاؤنٹر کے پاس ہو؟"

"جی' ہاں۔"

"ٹھیک ہے میرے ساتھ تم چلو گے دو سیٹیں ریزرو

پورس نے ٹیکسی ڈرائیور سے بات کی پھر اپنی حادی ہوگیا۔ وہ پورس کی مرضی کے مطابق راستہ بدلتا راستے پر آیا جہاں ٹریفک کم تھا۔ پورس نے پلٹ کر ایک ہی کار کی ہیڈ لائٹس نظر آرہی تھیں۔ اس کا تعاقب جاری ہے۔ اس نے ٹیکسی کو ایک اسٹریٹ پر دونوں طرف رہائشی بنگلے تھے اور اس اسٹریٹ پر خاموشی تھی۔ آگے جاکر پورس نے ٹیکسی رکوا دی ہیڈ لائٹس آہستگی سے باہر نکل کر رینگتا ہوا ایک درخت کے تعاقب کرنے والی گاڑی سست رفتاری سے آرہی تھی شخص سوچ رہا تھا قریب جانا چاہیے یا نہیں؟

بہرحال وہ گاڑی ٹیکسی کے قریب آکر رک گئی دو افراد ریوالور لے کر نکلے۔ انہوں نے ٹیکسی کے ڈرائیور سے پوچھا "وہ شخص کہاں ہے جو اس ٹیکسی میں

پورس نے درخت کی آڑ سے نکل کر ان کے ہوئے کہا "وہ میں ہی ہوں۔"

اسے قریب آتے دیکھ کر دونوں نے اپنے ریوالور اس کی طرف کیا لیکن دوسرے ہی لمحے انہوں نے اب وہ ایک دوسرے کو نشانے پر لے کر کھڑے ہوگئے نے کہا "دیکھو موت مجھے بلا رہی ہے یا تم دونوں کو۔"

وہ دونوں سہم کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ پورس تک خاموش رہ کر ان دونوں کے خیالات پڑھتا رہا دونوں اپنے اپنے ریوالور پھینک دو یا پھر ایک دوسرے مارو۔"

انہوں نے ریوالوروں کو پھینک دیا۔ پورس نے سراغ رساں سے کہا "میں اپنا تعاقب کرنے والوں کے خیالات ہوں۔ ان کے خیال کے مطابق جینی ایک گھنٹے پہلے جس میں گئی ہے اس کے ساتھ ایک جاسوس لگا ہوا ہے۔ اس بوسٹن ہے۔ جینی کے ساتھ ہمارے دو سراغ رساں بھی بات بتا دو لیکن پہلے میرا ایک کام کردو۔ یہاں دو دشمن ایک کے دماغ میں جانا ہوگا۔ دوسرے کے اندر میں رہوں

پورس نے اسے ایک کے دماغ میں پہنچایا پھر ٹیکسی سیٹ پر بیٹھ کر ڈرائیور سے بولا "چلو" ڈرائیور اسے ذرا ہوئے جانے لگا۔ جب وہ ٹیکسی ذرا دور نکلی تو ان دو محافظ سراغ رساں نے جلدی سے اپنے پھینکے ہوئے ریوالوروں کو اٹھا اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اس کا تعاقب کرنے کے لیے کار کرنا چاہا تو اسٹارٹ نہیں ہوئی۔ دوسرے نے اس کی طرف کا رخ کرکے کہا "ابے گدھے کے بچے تجھے گاڑی چلانی آتی۔"

پہلے نے اپنے ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتے ہو

نہ چلا سکوں تب بھی یہ ریوالور تو چلا ہی سکتا ہوں۔"

ہیں تک گنتی گنو اور گولی چلاؤ۔"

نے ایک سے تین تک گنتی گنی اور گولی چلائی۔ دونوں ں تمام ہوگیا۔ پورس نے سراغ رساں سے کہا "تم کاؤنٹر نظار کرو۔ میں جینی کو حالات بتا رہا ہوں۔"

نے جینی کو مخاطب کرکے کہا "وہاں ایک سی آئی اے کا مارے ساتھ سفر کررہا تھا۔ اب تو تم میامی پہنچ گئی ہو مگر وہ حفاظت میں ہوگا۔ اس کا نام ڈیوڈ بوسٹن ہے۔ وہ ایک اس کے سامنے کے دو دانت چاندی کے ہیں یہی اس کی ہے۔ باقی تم اسے اس طرح ڈھونڈھ نکالو کہ اسے شبہ نہ

ں "واہ' تم تو اس بنگلے میں بیٹھے بیٹھے اتنی معلومات حاصل تمہیں میری کتنی فکر ہے۔"

اپنی جان کی فکر نہیں کروں گا تو زندہ کیسے رہوں گا۔" وش ہو کر مسکرانے لگی۔ اس نے میامی پہنچ کر ایک حاصل کرلی تھی۔ وہ اس کار میں ایک کلب کے سامنے لب کا مالک بہت تعصب پسند تھا۔ نیگرو قوم سے یعنی شوں سے نفرت کرتا تھا اور اپنے کلب میں ان کا داخلہ تھا۔

رکو ایک جگہ پارک کرکے اس کلب کے دروازے پر کھڑے ہوئے مسلح گارڈ نے اس کے لیے دروازہ کھولا۔ اس کے ذریعے گارڈ سے پوچھا "کیا اس کلب میں نیگرو ہیں؟"

کہ یہاں صرف امریکن اور وائٹ پیوپلز کو آنے کی ہے۔"

ریلی گئی پورس اس مسلح گارڈ کے دماغ میں رہا۔ تھوڑی ں ایک کار آکر رکی۔ اس میں سے ایک نیگرو جاسوس مسلح گارڈ نے کہا "سوری مسٹر یہاں کچھ پابندیاں ہیں۔"

ڈیوڈ بوسٹن نے کہا "میں اچھی طرح جانتا ہوں' میرا یہ

نے اپنا سی آئی اے کا کارڈ دکھایا۔ مسلح گارڈ نے اسے کر "سوری' آپ جاسکتے ہیں۔"

بوسٹن نے کہا "اب کیا خاک جاؤں گا۔ تمہیں سلیوٹ چاہیے تھا۔ اگر دشمن نگرانی کررہے ہوں گے تو وہ مجھے میں کسی دوسرے افسر کو بھیج رہا ہوں۔"

ہاں سے پلٹ کر پھر اپنی کار میں آیا۔ پورس اس کے رہا تھا۔ اس نے واشنگٹن میں ہی اپنے ایک افسر کو لے ذریعے بتا دیا تھا۔ کہ وہ ایک حسین عورت کا ہے اور وہ اسی بنگلے سے نکلی ہے جہاں پہلے صرف ایک رہا تھا۔ ابھی کاؤنٹر پر پتا چلا ہے کہ اس حسینہ کا نام روبی دلسٹن ہے۔

نیگرو ڈیوڈ بوسٹن کے خیالات سے پتا چلا کہ سی آئی اے ڈپارٹمنٹ کے صرف ایک افسر کو جینی کا یہ موجودہ نام معلوم ہے۔ اب وہ میامی کے ایک افسر سے رابطہ قائم کرکے کہنا چاہتا تھا کہ وہ اس کلب میں نہیں جائے گا جہاں روبی دلسٹن گئی ہے۔ کیونکہ اگر وہ واقعی جینی ہے تو اس کی حفاظت کرنے والوں نے اسے وہاں دیکھ لیا ہوگا۔

پورس نے نیگرو ڈیوڈ بوسٹن کے ذریعے سی آئی اے کے اس افسر کو فون کرنے پر مائل کیا اور اس کے ذریعے اس افسر کی آواز سنی جو جینی کا موجودہ نام روبی دلسٹن جانتا تھا پھر پورس نے اپنے ایک سراغ رساں سے کہا "تم نیگرو ڈیوڈ کے دماغ پر مسلط رہو اور کسی کو فون کرنے کا موقع نہ دو۔"

پھر وہ اس سی آئی اے افسر کے پاس گیا اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ اس نے کسی دوسرے افسر یا ساتھی کو جینی کا موجودہ نام نہیں بتایا ہے۔ وہ سب اسی کوشش میں تھے کہ کسی طرح جینی گرفت میں آجائے تو ان کے پاس ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کا اضافہ ہو اور پھر اسے قیدی بنا کر رکھا جائے۔ اس طرح وہ اس سے دشمنی کررہے تھے اور دشمن کا جو انجام ہونا چاہیے وہی انجام ہوا پورس نے اس افسر کو مجبور کیا کہ وہ اپنے ریوالور سے خودکشی کرلے۔ جب اس نے خود کو گولی ماری تو وہ واپس اپنے سراغ رساں کے پاس آکر بولا "اس نیگرو جاسوس ڈیوڈ کو میامی شہر سے بہت دور لے جاکر ختم کردو۔"

پھر وہ اس کلب کے مسلح گارڈ کے ذریعے ایک شخص کے دماغ میں گیا۔ جو کلب کے اندر جارہا تھا۔ اس کے ذریعے وہ جینی کو تلاش کرتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ ڈسکو فاسٹ میوزک پر خوشی سے تھرکتی جارہی تھی۔ اس کے پاس بہت سی عورتیں اور مرد بھی بڑی تیزی سے رقص کررہے تھے۔ جینی کے قریب ایک رقص کرنے والے جوان نے کہا "یو آر سو بیوٹی فل!"

وہ بولی "تھینک یو۔"

"کیا خیال ہے ایک جام ہوجائے؟"

"نو' تھینکس ..... میں نہیں پیتی۔"

"لیکن میں محسوس کررہا ہوں آج تم بہت خوش ہو۔ کیا خوشی کے موقع پر بھی نہیں پیتی ہو؟"

"ہاں' آج میں بہت خوش ہوں۔ اتنی خوش ہوں کہ دنیا کی تمام شراب پینے کے بعد بھی میرے اندر اتنی مستی اور اتنی خوشی نہیں آئے گی جتنی کہ ایک پیگ پی لینے سے آسکتی ہے۔ لہٰذا سو سوری۔"

"ہمارے کلچر اور ایٹی کیٹ کا تقاضا ہے کہ مسرتوں بھری محفل میں بھی کسی کی بات سے انکار نہیں کیا جاتا جبکہ میں کوئی ناجائز بات نہیں کررہا ہوں اور نہ ہی تم سے کوئی بدتمیزی کررہا ہوں۔"

وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "ہاں' تم بہت اچھے جوان ہو۔ بڑی اچھی گفتگو کررہے ہو۔ چلو جب کہہ رہے ہو تو ایک پیگ پی لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

پورس اس کے دماغ میں تھا اور جیسا کہ پہلے آمنہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے عمل کرچکی تھی۔ اس کے مطابق جینی صرف پورس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتی تھی۔ اس وقت پورس نے اچانک اسے مخاطب کیا "ہیلو جینی کیا کررہی ہو؟"

"میں جھوم رہی ہوں گھوم رہی ہوں۔ ایسے رقص کررہی ہوں کہ بس.... کیا بولوں کہ کیا.... بڑا مزہ آرہا ہے۔"

"پھر یہ رقص چھوڑ کر نوجوان کے ساتھ کہاں جارہی ہو؟"

"کہیں نہیں' صرف بار کاؤنٹر پر جارہی ہوں۔ اس نے مجھ سے ایک پیگ کے لیے درخواست کی ہے تو میں پی لوں گی کیا فرق پڑے گا۔"

"نہیں جینی' اگر مجھ سے دوستی کرنی ہے محبت کرنی ہے تو تم شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤ گی۔"

وہ ناراضگی سے بولی "یہ کیا بات ہوئی پہلے تو تم مجھے اس بنگلے سے باہر نکلنے نہیں دے رہے تھے۔ اب میں یہاں مستیاں کررہی ہوں تو تم میری خوشیوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کررہے ہو۔ آخر تم کسی مشرقی شوہر کی طرح میرے معاملے میں اتنی مداخلت کیوں کرتے ہو؟"

"میں ابھی تمہارا مشرقی شوہر نہیں ہوں اور یہ صرف مشرقی بات نہیں ہے۔ تمہیں تہذیبی اور اخلاقی بات سمجھا رہا ہوں اگر ہمیشہ میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو یا بابا صاحب کے ادارے میں کوئی مقام حاصل کرنا چاہتی ہو تو ایسی چیزوں سے تمہیں پرہیز کرنا ہوگا۔"

اس وقت پورس اپنے سراغ رساں کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سفر کرتا ہوا میامی کی طرف آرہا تھا۔ جینی نے اس نوجوان کے ساتھ بار کاؤنٹر کی طرف جاتے ہوئے کہا "تم مجھے بے وقوف یا ایب نارمل سمجھتے ہو۔ تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ کوئی مجھے شراب پلا کر اور نشے میں مدہوش کرکے ٹریپ کرلے گا تو میں اتنی بے وقوف نہیں ہوں۔"

"دنیا کے ہر شخص کا خیال اپنے بارے میں یہی ہوتا ہے کہ وہ بے وقوف نہیں ہے لیکن زندگی میں بے وقوفیاں ضرور کرتا ہے۔"

وہ دونوں بار کاؤنٹر پر آگئے اس کے ساتھی جوان نے کاؤنٹر کیپر سے کہا "ویلاج پیگ دو۔ آج مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ایک حسینہ نے میری بات مان لی ہے۔" اس بار کاؤنٹر پر کئی لوگ تھے۔ وہاں جینی کے قریب ہی ایک گورا بھی تھا۔ جینی اور اس جوان نے ایک ایک پیگ اٹھایا پھر رسمی طور پر دونوں نے چیئرز کہنے کے لیے ایک دوسرے کے جام کو ٹکرایا تو پورس نے اس جوان کے دماغ میں رہ کر جام کو زور سے ٹکرماری جس کے نتیجے میں دونوں جام ٹوٹ کر نیچے گر پڑے۔ آس پاس کے لوگ چونک کر
نوجوان نے شرمندگی سے کہا۔

"مم.... مجھے شرمندگی ہے پتا نہیں کیوں میں نے جام کو ٹکرا دیا۔"

جینی اس نوجوان کے دماغ میں آکر بولی "میں پورس کہ تم اس کے دماغ کے اندر ہو اور تم نے ایسا ہے اور یہ شرارت نہیں کی ہے بلکہ میری انسٹرکٹ کی ہے جس وقت جام ٹکرا کر گر پڑے تھے اسی وقت اس چونک کر اس نوجوان کی طرف دیکھا تھا اور اس کے گیا تھا وہاں اس نے جینی کی آواز سنی جو پورس کر رہی تھی اور شکایت کررہی تھی کہ اس کی انسٹرکٹ نہیں جانتی تھی کہ پورس نے اس کی لاعلمی میں کی حفاظت کی ہے اور کس طرح اس کے کئی دشمنوں کو میں ہلاک کردیا ہے اور اس کے موجودہ میک اپ ہونے دیا ہے۔

اس کے باوجود پورس کو جس بات کا اندیشہ تھا کی غلطی سے اس گونگے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پورس وہاں کہیں موجود ہے اور اس کو مخاطب کر جینی ہے۔ کیونکہ جینی اپنے اصل لب ولہجے میں ذریعے بول رہی تھی اور اس گونگے ٹیلی پیتھی جاننے اے کے ریکارڈ روم میں جینی کی آواز کا آڈیو کیسٹ

پورس نے کہا "جینی یہ کیا حماقت ہے تم زندگی کبھی ایسی غلطیاں کرتی ہو کہ سب تمہیں ایب کوئی تمہیں پاگل کہہ دیتا ہے۔ کیا اس نوجوان کے مجھے مخاطب کرنا ضروری تھا۔ کیا تم میرے دماغ بات نہیں کرسکتی ہو؟"

"میں تمہارے پاس نہیں آؤں گی۔"

"پھر وہی احمقانہ باتیں کررہی ہو۔ تم اتنی جلدی ہوجاتی ہو۔"

"اس لیے کہ تمہیں دل وجان سے چاہتی ہوں تمہیں چاہتی رہوں گی اس وقت تک تمہیں پریشان پریشان نہیں کروں گی تو پتا ہی نہیں چلے گا کہ محبت کررہی

"یہ عجیب منطق ہے کیا ایسی محبت ہوتی ہے جاکر کسی مصیبت میں پھنسنا چاہتی ہو۔"

"یعنی کہ میرے شراب پینے سے تم پریشان ہو

"کیا اب بھی یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی

"سمجھ میں آگئی ہے تب ہی تو خوشی ہورہی ہے پیوں گی بس خوش ہوجاؤ۔"

خوش کیا ہونا تھا؟ ان اٹھارہ میں سے پہلی جسمانی طور پر وہاں نظر آیا تھا لیکن جینی اسے پہچان

اور پورس اس سے بے خبر تھا۔ اس گونگے نے ذرا دور جاکر کاؤنٹر پر ایک ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے افسر جان بلڈر کے نمبر ڈائل کیے۔ ان اٹھارہ میں سے دو افسر جان بلڈر اور ریے کے اولڈ گونگے نہیں تھے ان کے موبائل نمبر باقی سولہ گونگے ٹیلی پیتھی جاننے والے جانتے تھے اور اسی کے ذریعے رابطہ کرتے تھے۔ جب رابطہ قائم ہوا اور دوسری طرف سے جان بلڈر نے کوڈ ورڈز ادا کیے تو اس گونگے نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر دوبار انگلی بجائی پھر ہنسنے لگا۔ دوسری طرف سے کہا گیا "ہاں' میں سمجھ گیا۔ تمہارے دماغ میں آرہا ہوں۔"

جان بلڈر نے اس گونگے کے دماغ میں آکر اس کے ذریعے دور کھڑی ہوئی جینی کو دیکھا گونگا آہستہ آہستہ جینی کے قریب جارہا تھا۔

دوسری طرف بار کاؤنٹر پر چار حسین لڑکیاں شراب پلانے پر مامور تھیں۔ ان کے ساتھ دو مرد بھی تھے۔ ایک مرد کے کان میں ائرفون لگا ہوا تھا وہ بہرہ تھا اس کی جیب میں مائیکرو فون تھا۔ اس نے مائیکرو فون کے ذریعے ایک بھاری بھرکم آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا "سامنے دیکھو پنک کلر کے بلاؤز اور پنٹی کوٹ میں ایک حسینہ کھڑی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ایک نوجوان ہے وہ بہت خوب صورت اور پرکشش ہے۔ اسے ٹریپ کرو اور یہاں لے آؤ۔"

اس کلب کا نام "دی کسنگز کلب" تھا اس کے مالک کا نام کچھ اور تھا لیکن وہ عرف عام میں "کنگ کانگ" کہلاتا تھا۔ عام طور سے کلبوں میں جتنے بھی ناجائز کام ہوتے ہیں۔ وہ سب وہاں ہوا کرتے تھے اور پولیس کا چھاپا مارنے کبھی نہیں آتی تھی۔ ایک تو کنگ کانگ بہت زیادہ دولت مند تھا۔ دوسرے اس کے ذرائع بہت وسیع تھے پھر وہ ایک چھوٹی سی مسلح فوج رکھتا تھا۔ جس کے ذریعے وہ بڑے بڑے بدمعاشوں کو اپنے کلب میں کان پکڑ کر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیتا تھا۔

وہ جوان دوسرے پیگ کا آرڈر دینا چاہتا تھا۔ جینی نے کہا "سوری میں نہیں پیوں گی' میں نے پہلے ہی انکار کیا تھا۔ چلو کہیں دوسری جگہ چلتے ہیں۔"

اس جوان نے کہا "میں پہلی بار یہاں آیا ہوں میرا جی چاہتا ہے کہ یہاں کچھ بازی کھیلی جائے۔ یہاں قمار خانہ کہاں ہے؟"

بار کے پیچھے کھڑے ہوئے شخص نے کہا "میرے ساتھ چلیں میں آپ کو گائیڈ کروں گا۔"

یہ وہی شخص تھا جس کے کان میں ائرفون لگا ہوا تھا۔ جینی نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے اس کے دماغ کو پڑھا تو پتا چلا کہ وہ اسے ٹریپ کرنے لے جارہا ہے اس نے پورس کو مخاطب کیا اور اس کے ایکٹ کیا تھا۔ پورس نے کہا "تم اس کے ساتھ جاؤ فکر نہ کرو سب ٹھیک ہوجائے گا۔ ذرا معلوم تو ہو یہاں دشمنوں کی تعداد کتنی ہے۔"

پورس اس وقت میامی پہنچ گیا تھا اور ایک رینٹڈ کار میں بیٹھ کر اسی کلب کی طرف آرہا تھا۔ اس گونگے کے دماغ میں رہنے والے جان بلڈر نے بھی اس بار کاؤنٹر کیپر کے دماغ میں جاکر خیالات پڑھے اسے بھی معلوم ہوگیا کہ اس ہوٹل کا مالک کنگ کانگ جینی کو ٹریپ کرنے کا حکم دے چکا ہے اور اسے ٹریپ کرکے لے جایا جارہا ہے۔

جان بلڈر نے سی آئی اے کے اعلیٰ افسر کے نام فیکس روانہ کیا اس میں وہاں کے حالات لکھے اور پھر کہا جینی تو جسمانی طور پر نظر آرہی ہے اور اسے ٹریپ کرکے لے جایا جارہا ہے لیکن پورس کہاں ہے یہ اب تک پتا نہیں چل سکا۔ باقی داؤ پے جینی ہماری ضرورت ہے۔ ہمارے آدمی جتنی جلدی اس کلب میں پہنچ سکیں گے اتنی ہی کامیابی سے جینی کو گرفت میں لے سکیں گے۔

وہ کاؤنٹر کیپر اس جوان اور جینی کو لے کر ایک لفٹ کے ذریعے ٹاپ فلور پر آیا۔ اس فلور پر ایک بہت بڑا دفتر تھا اور ایک بڑے کانفرنس ہال کے علاوہ ایک ڈرائنگ روم پینے پلانے کے لیے اور ایک بیڈ روم سونے سلانے کے لیے تھا۔

ڈرائنگ روم کی دیواروں پر چاروں طرف بڑے بڑے مانیٹر لگے ہوئے تھے۔ جس میں اس کلب کے کئی فلور کے مناظر دکھائی دیتے تھے۔ کلب کا مالک کنگ کانگ ایک مانیٹر میں جینی کو دیکھ کر عاشق ہوگیا تھا۔ اس نے ڈرائنگ روم سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں آکر کاؤنٹر کیپر سے رابطہ کرکے کہا تھا کہ اس حسینہ کو ٹریپ کرکے یہاں لے آؤ۔

وہ کاؤنٹر کیپر کے ساتھ اس فلور پر پہنچی تو وہاں کے مسلح گارڈ نے جینی کے ساتھ آنے والے نوجوان کو روک دیا اور کہا "صرف مس صابہ جاسکتی ہیں۔"

کاؤنٹر کیپر نے کہا "سوری باس کا حکم ہے صرف آپ کو اندر جانے دیا جائے۔"

جینی نے معنی خیز نظروں سے گارڈز وغیرہ کو دیکھا پھر خیال خوانی کے ذریعے کہا "پورس' یہاں میرے ساتھ گڑبڑ ہورہی ہے۔"

"گڑبڑ تو ضرور ہوگی تمہیں گھومنے پھرنے کا شوق تھا۔ میں منع کرتا تو میری بات نہ مانتیں اب وہاں پہنچ ہی گئی ہو تو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

جینی ایک مسلح گارڈ کے ساتھ اندر گئی پھر اس نور کے کئی حصوں سے گزر کر ایک بیڈ روم میں پہنچی۔ وہاں ایک قد آور پہاڑ جیسا جسم رکھنے والا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا "آؤ مس روبی میں تمہیں دیکھتے ہی تمہارا دیوانہ ہوگیا ہوں۔"

جینی نے کہا "جس کی جہاں جگہ ہوتی ہے میں اسے وہاں پہنچا دیتی ہوں اور دیوانوں کی جگ پاگل خانہ ہے۔ باقی داؤ شاید تم ہی کنگ کانگ کہلاتے ہو۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے۔"

"ہاتھی جیسا بدن رکھنے سے کنگ کانگ کہلا تو سکتے ہو۔ مگر کنگ کانگ بن نہیں سکتے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "تمہاری باتیں اچھی لگ رہی ہیں۔ جب تم یہاں سے واپس جاؤ گی تو مجھے کنگ کانگ تسلیم کرلو گی۔ آؤ میرے ساتھ بیٹھو۔"

وہ وہسکی کا ایک گلاس خالی کرتے ہوئے دوسرا گلاس بھرنے لگا۔ جینی نے کہا "میں پہلے کسی اجنبی سے متعارف ہوتی ہوں اس سے مصافحہ کرتی ہوں پھر اس کے پاس آکر بیٹھتی ہوں۔"

"اوہ' میں تو بھول ہی گیا تھا کہ مصافحہ کرنا چاہیے۔ اس طرح تمہیں چھونے کا بہانہ مل جائے گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوا پھر ہاتھ بڑھا کر اس سے ہاتھ ملایا۔ ہاتھ ملاتے ہی اسے ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ صوفے کے سامنے سینٹرل ٹیبل سے اچھل کر گرتا ہوا دوسری طرف فرش پر چاروں شانے چت ہوگیا۔

وہ بڑے ڈیل ڈول والا تھا۔ اسے اٹھنے میں ذرا دیر لگی پھر وہ سر کو جھٹک کر بولا "اوہ گاڈ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بدن دوشیزہ کا رکھتی ہو اور ارادے فولادی ہیں۔"

جینی نے کہا "ہاتھی جیسا بدن رکھنے سے انسان طاقت ور نہیں ہوجاتا۔ لڑنے کے لیے صرف دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک تو حوصلہ اور دوسرا داؤ پیچ آؤ اٹھو میں تو نازک سی کلی ہوں مجھے دبوچ لو۔"

وہ دونوں ہاتھ ٹیک کر اٹھ کر کھڑا ہوا پھر بولا "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم کیا ہو تو میں ذرا دیر سے جینا شروع کرتا۔"

"اب پٹنے کی نہیں جینے کی بات کرو۔"

یہ کہتے ہی اس نے گھوم کر ایک کک اس کے منہ پر ماری۔ وہ پھر لڑکھڑاتا ہوا جاکر ایک دوسرے صوفے سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا۔ اس نے آستین سے منہ پونچھا تو آستین پر لہو دیکھ کر پتا چلا کہ اس کے منہ سے اور ناک سے خون بہہ رہا ہے۔ اس نے جینی کے جوتوں کی طرف دیکھا تو پتا چلا کہ اس نے عام حسینوں کی طرح سینڈل نہیں پہنے ہیں۔ بلکہ پیروں میں چرمی جوتے ہیں اور ان دونوں جوتوں کے سامنے والے حصے میں لوہے کی پتریاں چڑھائی گئی ہیں۔

وہ فرش پر بیٹھے ہی بیٹھے ایک ہاتھ اٹھا کر بولا "بس کرو' آؤ مجھ سے سمجھوتا کرو۔ تم میرے بہت کام کی لڑکی ہو۔ میں تمہیں مالا مال کردوں گا۔"

وہ بولی "یہ بیڈ روم ہے شراب اور شباب کے ساتھ سونے کی جگہ ہے۔ یہاں سونے کے بعد تم اٹھو گے تب مالا مال کرو گے۔ پہلے میں تمہیں سلانے کا انتظام کردوں۔"

انٹرکام سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ اس نے فرش سے اٹھ کر انٹرکام کے بٹن کو دبایا تو دوسری طرف سے آواز آئی "ہم ائی اے والوں نے پورے کلب کو گھیر لیا ہے وہ کہتے ہیں ان کے نام کی ایک ایب نارمل لڑکی آئی ہوئی ہے۔ اسے ان کے حوالے کردیا جائے تو وہ ہمارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے۔"

جینی اس کے دماغ سے یہ باتیں سن رہی تھی وہ جینی کے بیان کے مطابق بولا "ہم کسی جینی کو نہیں جانتے ہیں کلب بہت بڑا ہے اوپر سے نیچے تک جتنے فلور ہیں وہاں سی آئی اے والے تلاش کرکے لے جاسکتے ہیں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "سر وہ بہت زبردست اعصاب رکھتے ہیں۔ انہیں پتا ہے کہ ہمارا ایک کاؤنٹر کیپر اسے ذریعے ٹاپ فلور پر لے کر آیا ہے۔"

اس کلب کی سب سے اوپر والی چھت پر ایک چھوٹا سا کمرہ کھڑا رہتا تھا۔ وہ کنگ کانگ کی ذاتی ملکیت تھا۔ کنگ کانگ نے کہا "ان سے کہو ایک لڑکی آئی تھی وہ کنگ کانگ کے ساتھ نیچے چلی گئی ہے۔ ہم تو ملازم ہیں باس ہمیں کبھی یہ نہیں بتاتا ہے کہاں جارہا ہے اور کب واپس آئے گا۔"

اس نے بٹن دبا کر انٹرکام کو آف کیا جینی نے کہا "مجھے نیچے تمہارا ریوالور رکھا ہوا ہے۔ اسے اٹھاؤ اور میرے ساتھ چلو۔"

وہ حیرانی سے بولا "تمہیں کیسے پتا چلا کہ میرے تکیے کے نیچے ریوالور ہے؟"

"میں تمہارے سوال کا جواب دینے نہیں آئی ہوں بلکہ جو کہہ رہی ہوں وہ کرتے جاؤ۔ یہاں کے تمام گارڈز کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تم مجھے کسی دوسری جگہ لے جارہے ہو اور اپنی قمیض فوراً تبدیل کرو اس پر لہو لگا ہوا ہے۔"

اس نے اس کے حکم کے مطابق عمل کیا پھر ایک ریوالور کو اس نے ساتھ لیتا ہوا دروازے پر پہنچا پھر ایک زینے کے ذریعے چھت پر پہنچا۔ وہاں سے وہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہوگئے۔ جینی کے دوران میں پورس کو بتا رہی تھی کہ وہ کس طرح اوپر لے جائی جانے والی تھی تو اب فرار کا یہی ایک راستہ رہ گیا ہے۔ ہیلی کاپٹر میں اس کنگ کانگ کو ساتھ لے جارہی ہے آگے چل کر پتا چلے گا کہ کہاں پہنچنے والی ہے اور اس سے مشورہ بھی لے گی۔

جان بلڈر کو اپنے گونگے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی کے ذریعے جب تک یہ بات معلوم ہوتی اور وہ سی آئی اے کے افسر کو فیکس کے ذریعے بتاتا اس وقت تک جینی ہیلی کاپٹر میں کنگ کانگ کے ساتھ جاچکی تھی پھر بھی انہیں یہ خبر مل گئی کہ جینی کے ساتھ ایک نوجوان مرد بھی تھا۔ جس کے متعلق یہ خیال کیا گیا کہ وہ پورس ہوگا۔

پورس اس کلب کے سیکنڈ فلور پر تھا اور اس سی آئی اے ایجنٹ کو تلاش کررہا تھا جو کہ اپنے ہیڈ کوارٹر میں انفارمیشن پہنچا رہا تھا۔ اس نے سی آئی اے کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کرلیا تھا کہ یہ تمام معلومات فیکس کے ذریعے حاصل ہورہی ہیں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کوئی اس کلب میں موجود ہے۔ اس کلب میں جو گونگا ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا اس سے دوبار پورس کا آمنا سامنا ہوا تھا لیکن پورس اسے پہچان نہ پایا تھا۔ اس سے گفتگو کرنا بھی کوئی ضروری نہیں تھا۔ اگر گفتگو کرتا تو پتا چلتا کہ وہ گونگا ہے۔ وہ تو صرف ان اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تلاش کرنے کے لیے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے جارہا تھا۔ ایسے وقت بابا صاحب کے ادارے کے سراغ رساں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "سر یہاں ایک گونگا ہے۔ آپ ذرا دور بار کاؤنٹر کے سرے پر دیکھیں وہاں جو ٹیلی فون رکھے ہوئے ہیں ایک شخص ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کررہا ہے۔ آپ کو یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ وہ فون کرنے والا گونگا ہے۔"

پورس اُدھر دیکھتا ہوا آہستہ آہستہ قریب جانے لگا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے دوسری طرف سے سن رہا تھا پھر شاید رابطہ ہونے پر اس نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر اپنی انگلی بجائی اس کے بعد پھر ریسیور کو رکھ دیا۔ پورس نے اپنے سراغ رساں سے کہا "ہاں گونگا ہے مگر وہ انگلیوں کے اشارے سے کچھ کہہ گیا ہے۔ اس کے پیچھے لگے رہو اپنے ساتھ ایک اور ساتھی کو رکھو۔"

اس وقت تک سی آئی اے والوں کے کئی افراد اس کلب میں آگئے تھے۔ ان میں سے چار سراغ رساں لفٹ کے ذریعے ٹاپ فلور پر جارہے تھے۔ پورس سی آئی اے کے آفس میں بیٹھے کئی افسران کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کررہا تھا کہ کسی گونگے کا فون ان میں سے کسی نے ریسیو کیا ہے یا نہیں اور اگر کیا ہے تو دوبار فون کے ماؤتھ پیس پر انگلی بجانے کا مطلب کیا ہے لیکن وہاں کے کسی افسر کے پاس ایسے کسی گونگے کا فون نہیں آیا تھا۔ دراصل اس بار جان بلڈر نے اپنے گونگے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا فون پر اشارہ کن کرا اپنے کوڈ ورڈز بتائے تھے اور پھر اس کے خیالات پڑھے تھے پڑھنے کے بعد پتا چلا کہ جینی ایک ہیلی کاپٹر میں کنگ کانگ کے ساتھ فرار ہوگئی ہے۔ تب جان بلڈر نے اس گونگے کے دماغ میں سوچ کی لہروں کے ذریعے کہا تھا کہ جب جینی فرار ہوگئی ہے تو پورس بھی وہاں نہیں ہوگا۔ وہ دونوں کسی دوسری جگہ ملیں گے تمہاری ڈیوٹی یہاں ختم ہوچکی ہے۔ تم گھر جاسکتے ہو۔

ان سولہ گونگے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ دشواری یہ تھی کہ وہ اپنے ساتھ موبائل فون نہیں رکھ سکتے تھے۔ اگر قانون کا کوئی محافظ یا ان کا کوئی دشمن ان سے پوچھتا کہ جب تم گونگے ہو تو موبائل فون کس لیے رکھا ہے تو اس کا جواب دینا ممکن نہ ہوتا۔ لہٰذا انہوں نے یہی تدبیر کی تھی کہ کہیں سے بھی فون کے ذریعے اپنے دو افسران جان بلڈر اور جج کے اولاد سے رابطہ کرلیا کریں گے یہ تدبیر اچھی تھی۔ وہ کہیں بھی ریسیور کو کان سے لگا کر سنتے اور دوبار انگلی بجاتے تو کوئی بھی دیکھنے والا دو میں سے ایک بات سوچتا کہ یا تو انہوں نے عادتاً ایسا کیا ہے یا یونہی انگلیاں بجا دی ہیں لیکن سراغ رسانوں کو کسی کا چھوٹا سا اور معمولی سا امر بھی شبے میں مبتلا کردیتا ہے۔ اس لیے تو وہ اس گونگے کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ وہ ایک کار میں بیٹھ کر جارہا تھا اور دو سراغ رساں اس کا تعاقب کررہے تھے۔ ان دو گاڑیوں کے پیچھے بہت فاصلہ رکھ کر پورس اپنی رینٹڈ کار میں جارہا تھا۔

جینی ہیلی کاپٹر میں کنگ کانگ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ پائلٹ کی سیٹ پر تھا اور اس سے کہہ رہا تھا "تم بہت پراسرار لڑکی ہو اور بہت زبردست ہو۔ میں مانتا ہوں کسی نے آج تک مجھ پر اس طرح ہاتھ نہیں اٹھایا۔ مگر تم نے آج مجھے زخمی کردیا ہے۔ صاف صاف بتاؤ کون ہو۔ میں ہر طرح تمہیں تحفظ دوں گا۔"

وہ بولی "تمہارے کلب کے دو فلور پر ڈانسنگ بال اور شراب خانے ہیں۔ دوسرے دو فلور پر قمار خانے قائم کیے گئے ہیں۔ باقی دو فلورز کو جسم فروشی کا اڈہ بنایا گیا ہے۔ دنیا کے کئی مذاہب میں کہا جاتا ہے کہ بدکاری کا انجام مرنے کے بعد ملتا ہے۔ آدمی کو جہنم میں جانا پڑتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس دنیا میں بھی اسے برا انجام دیکھنا پڑتا ہے۔ لہٰذا تم اپنے برے انجام کے متعلق سوچو اور بالمنی مور کے قریب اس جگہ کھلے میدان میں ہیلی کاپٹر اتار لو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ جینی ہیلی کاپٹر سے نیچے اتر آئی اور اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے دوبارہ پرواز پر مجبور کیا۔ وہ ہیلی کاپٹر لے کر وہاں سے پرواز کرتا ہوا واشنگٹن سے دور آرمی ہیڈ کوارٹرز میں گیا۔ بہت بلندی پر وہاں پرواز کرنے کے بعد اس نے ہیلی کاپٹر کا انجن بند کردیا۔ پنکھے کی گردش بند ہونے لگی۔ وہ ہیلی کاپٹر تیزی سے نیچے آتا ہوا آرمی ہیڈ کوارٹرز میں ایک دھماکے کے ساتھ ایسا گرا۔ کہ دور تک آگ پھیلتی چلی گئی۔

جینی نے بالمنی مور شہر پہنچ کر ایک شخص سے گفتگو کی اس سے ایک جگہ کا پتا پوچھا پھر شکریہ ادا کرکے آگے بڑھ گئی لیکن اس شخص کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس شخص نے اپنی جیب سے موبائل فون نکال کر سی آئی اے کے اعلیٰ افسر کے نمبر ڈائل کیے پھر کہا "تم لوگ اس پاگل عورت جینی کو گرفتار کرنے کے لیے اپنے کتنے اہم افسران اور تجربے کار سراغ رسانوں کی جان لینا چاہتے ہو۔ ذرا گنتی کرو کہ اب تک کتنے مرچکے ہیں۔ جینی ایب نارمل ہے اسے تو کھاتے وقت نوالے گننے بھی نہیں آتے۔"

اس شخص نے اپنا فون بند کرکے جیب میں رکھ لیا۔ جینی نے خیال خوانی کے ذریعے پورس سے کہا کہ "میں بالمنی مور میں ہوں۔ اب بتاؤ ہماری ملاقات کہاں ہوگی۔"

"سی آئی اے والے بہت بری طرح تمہارے پیچھے پڑے ہیں انہیں پتا ہے کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ لہٰذا ہم کتنوں سے

یہاں ٹھہرتے رہیں گے۔ دانش مندی یہ ہے کہ فی الحال اس ملک سے نکل چلیں۔ کل تک نیویارک کے انٹرنیشنل ائرپورٹ پر پہنچو میں وہیں ملوں گا۔"

وہ بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو میرے یہاں کئی دشمن ہیں ابھی تو میں نے صرف آرمی کے چند افسران اور سی آئی اے والوں کے سراغ رسانوں کو سبق سکھایا ہے۔ میں ان اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچنا چاہتی ہوں اور تم مجھے یہاں سے چلنے کے لیے کہہ رہے ہو۔"

"میں کچھ سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں ہم پھر کبھی دوبارہ آئیں گے لیکن فی الحال ہمارا یہاں سے نکل جانا ضروری ہے۔"

"اگر میں نہ جانا چاہوں انکار کروں تو کیا کرو گے؟"

"میں پریشان ہو جاؤں گا اور جب میں پریشان ہوتا ہوں تو تم بہت خوش ہوتی ہو تمہاری محبت کا بنیادی اصول یہی ہے کہ اپنے محبوب کو پریشان کرو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اچھا کل نیویارک میں ملاقات ہوگی۔"

ان سولہ گونگے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں تین ایسے تھے جن کے بیوی بچے تھے۔ انہوں نے اپنی بیویوں اور بچوں کی شناخت بدل دی تھی۔ ان کے شناختی کارڈ اور کاغذات بدل کر ان شہروں کو بھی چھوڑ دیا تھا۔ جہاں وہ پہلے رہا کرتے تھے۔ انہی میں سے وہ گونگا جس کا تعاقب کیا جا رہا تھا اس نے اپنے بیوی بچوں کو میامی ٹرانسفر کر دیا تھا۔ وہ میامی بیچ کے ایک شان دار بنگلے میں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ رہتا تھا اور ایک پاور ہاؤس میں ایک افسر کی حیثیت سے ملازمت کرتا تھا۔ گونگا ہونے کے باوجود بجلی کے کاموں میں اسے مہارت حاصل تھی۔ جے کے اولڈ اور جان بلڈر نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس پاور ہاؤس کے تمام بڑے افسران کے دماغوں میں جا کر انہیں غیر محسوس طریقے سے اس بات پر مائل کیا تھا کہ اس گونگے کو وہاں افسر کی حیثیت سے ملازم رکھا جائے۔ لہٰذا وہ اب وہیں رہنے لگا تھا اور اب اپنی سراغ رسانوں والی ڈیوٹی ختم کرنے کے بعد اپنے بنگلے میں پہنچ گیا تھا۔

پورس اس بنگلے سے ذرا دور ایک سڑک کے کنارے اپنی کار میں بیٹھا ہوا تھا باقی ایک سراغ رسان نے اس بنگلے پر آ کر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ ایک عورت نے دروازے کو کھولا۔ ایک سراغ رسان نے سی آئی اے کا ایک جعلی کارڈ دکھایا۔ ایک تحریر اس عورت کو پڑھنے کے لیے دی اس میں لکھا ہوا تھا "ہم اپنی زبان سے کچھ نہیں بولیں گے کیونکہ جینی نام کی ایک عورت پورس کے ساتھ یہاں کہیں موجود ہے۔ ہم سب اسے تلاش کر رہے ہیں اور یہاں بھی انکوائری کے لیے آئے ہیں۔"

اندر بیٹھا ہوا گونگا اپنی بیوی کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد اس نے اپنی بیوی کو اشارہ کیا کہ اندر آنے دیا جائے وہ سراغ رسان اندر آیا پھر ریوالور نکال کر اس کی بیوی کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "مجھ سے پہلے میرا ایک اور ساتھی تمہارے گھر میں گھس آیا ہے۔ وہ دوسرے کمرے میں تمہارے تینوں بچوں کے ساتھ ہے اور وہ تینوں بچے گن پوائنٹ پر ہیں۔"

پھر اس نے گونگے کی طرف دیکھ کر کہا "اگر تم کسی چالاکی سے اپنے ساتھیوں کو یہاں بلاؤ گے تو تمہارے بچے تمہیں زندہ نہیں ملیں گے۔ بیوی بھی جائے گی اور تم بھی جاؤ گے کیونکہ باہر ہمارا آدمی موجود ہے۔ تمہارے آدمیوں کو اس بنگلے کے اندر پہنچنے نہیں دیں گے بہتر ہے۔ ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر سامنے والے صوفے پر بیٹھ جاؤ۔"

دونوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اس سراغ رسان نے پوچھا "کب تک گونگے بنے رہو گے۔ کیا اپنی زبان نہیں کھولو گے؟"

اس کی وائف نے کہا "یہ واقعی گونگے ہیں یہ بول نہیں سکتے۔"

"جب اتنے بڑے بنگلے میں رہتے ہیں۔ ان کی کمائی بھی اچھی خاصی ہوتی ہوگی تو کچھ تعلیم بھی ہوگی لہٰذا اپنے شوہر سے کہو کہ وہ اپنے سامنے قلم اور کاغذ رکھ کر ہمارے سوالات کے جوابات لکھے۔"

اس کی بیوی نے ایک قلم اور کاغذ کا پیڈ اپنے شوہر کے سامنے رکھ دیا۔ سراغ رسان نے قریب آ کر اس گونگے کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا لیکن اس کی آنکھوں پر اتنی مہارت سے آئی لیشز لگائے گئے تھے کہ وہ پیدائشی آنکھیں لگتی تھیں ان کے ذریعے سراغ رسان اس کی سوچ کی لہروں کے لب و لہجے تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس نے پوچھا "جب تم گونگے ہو تو اس کلب میں کیسے فون کر رہے تھے اور ریسیور کان سے لگائے سن رہے تھے پھر تم نے اپنے کے ماتھے پیس پر دو بار انگلی بجائی اس کا مطلب کیا ہوا؟"

اس نے قلم اٹھا کر کاغذ پر لکھا "جب میں گھر آتا ہوں تو اس سے پہلے اپنی بیوی کو فون کرتا ہوں اور دو بار ماتھ پیس پر انگلی بجاتا ہوں اس سے وہ سمجھ لیتی ہے کہ میں یہاں آنے والا ہوں۔"

سراغ رسان نے کہا "زیادہ چالاک نہ بنو ہم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ تمہاری بیوی کے خیالات پڑھ چکے ہیں۔ تم نے یہاں فون نہیں کیا تھا' سچ لکھو۔ جوابات دینے میں چالاکی دکھاؤ گے تو پہلے ایک ایک بچے کو ٹھہر ٹھہر کر گولی ماری جائے گی اور تم دونوں یہاں بیوی پہلے ان کی موت کا تماشا دیکھو گے۔"

بیوی نے تڑپ کر اپنے بچوں کے کمرے کی طرف دیکھا۔ اپنی جگہ سے اٹھی تو سراغ رسان نے للکار کر کہا "خبردار! اپنی جگہ سے نہ ہلو ورنہ بچے زندہ نہیں ملیں گے۔ بیٹھ جاؤ۔"

وہ بیٹھ گئی اور بولی "یہ سچ مچ گونگے ہیں۔ یہ بات نہیں کر سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ جھوٹ لکھا ہے کہ مجھے فون کیا تھا لیکن میں ایسا نہیں سمجھتی ہوں یہاں کوئی مجرم عورت جینی نام کی نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی مرد ہے۔"

"تمہارا یہ گونگا شوہر سمجھ رہا ہے کہ ہم یہاں جینی اور پورس

کے لیے نہیں بلکہ اس گونگے کے لیے آئے ہیں۔ ہمیں اس کا صرف سچا جواب چاہیے کہ اس نے کسے فون کیا تھا اور ماتھ پیس پر دو بار انگلی بجانے کا مطلب کیا تھا؟"

دوسرے سراغ رساں نے کہا "اب کی بار اگر اس نے غلط جواب لکھا تو میں بڑے بچے کو گولی ماروں گا۔ دوسری بار غلط جواب لکھا تو دوسرے بچے کو اپنی جان سے جانا ہوگا۔ تیسری بار تیسرا اس دنیا سے جائے گا۔ یہ دونوں اپنے سامنے اپنی اولاد کی موت کا تماشا دیکھتے رہیں گے۔"

اس عورت نے اپنے گونگے شوہر کا گریبان پکڑ لیا اور جھنجھوڑ کر کہا "سچ کہہ دو جو کچھ ہے بتا دو۔ اپنے بچوں کی جان بچاؤ۔ کیا ہم نے انہیں اسی لیے پیدا کیا ہے کہ اپنے سامنے مرتے ہوئے دیکھیں۔ تم نے کیا ان کے "شان دار" مستقبل کے لیے اتنی محنت اسی لیے کی تھی کہ آج یہ ہماری آنکھوں کے سامنے مارے جائیں۔ تم نہیں بتاؤ گے تو میں بتا دوں گی۔"

ایک سراغ رساں ہنستے ہوئے بولا "تم کیا بتاؤ گی' ہم خیال خوانی کے ذریعے تمہارے چور خیالات پڑھ چکے ہیں۔ یہ گونگا ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ان اٹھارہ میں سے ایک ہے۔ ہم تو اسے موقع دے رہے ہیں کہ یہ اپنے بچوں کی جان بچائے لیکن یہ انہیں مار ڈالنا چاہتا ہے۔"

اس کی بیوی نے کہا "جب یہ جان چکے ہو کہ یہ اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہے تو اب جاننے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟"

"صرف ایک بات کہ اس نے کس شخص کو فون کیا تھا اور وہ فون نمبر کیا ہے؟"

اس عورت نے اپنے گونگے شوہر کے کوٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر پستول نکالا اور اپنے شوہر کو نشانہ بناتے ہوئے کہا "میں اپنی آنکھوں سے اپنے بچوں کو دم توڑتا ہوا نہیں دیکھوں گی۔ صاف صاف انہیں بتاؤ اور اپنی جان چھڑاؤ۔" پھر اس نے سراغ رساں کی طرف دیکھ کر کہا "اگر یہ سچ کہہ دے گا تو اسے زندہ چھوڑ دو گے۔"

"تم جو چاہو گی وہ کریں گے۔ مگر پہلے یہ جواب دے جسے فون کیا تھا اس کا نام لکھے اور فون نمبر لکھے۔"

اس گونگے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے بے بسی سے اپنے تینوں بچوں کو دیکھا۔ جو اس دوران میں اسی کمرے میں لے آئے گئے تھے۔ انڈیلی بیوی کے ہاتھ میں پستول کو نہیں دیکھا اسے اپنی موت سے زیادہ اپنے بچوں کی فکر تھی۔ اس نے قلم اٹھا کر لکھا "ہمارے اٹھارہ ٹیلی پیتھی سب کے سب گونگے ہیں۔ کوئی ایک دوسرے کو نہیں اپنی جانتا اور نہ ہی افسر زیادہ جانتا ہے صرف فون کے ذریعے کوڈ ورڈز ادا کیے جاتے ہیں پھر خاموشی سے ایک دوسرے کے خیالات پڑھ کر ان کے حالات معلوم کر لیے جاتے ہیں۔"

سراغ رساں نے کہا "اپنے اس افسر کا نام اور اس کا فون نمبر لکھوا بھی ہم تمہارے جھوٹ اور سچ کی تصدیق کریں گے۔ یہ بھی لکھو کہ وہ کون سے کوڈ ورڈز ادا کرتا ہے۔"

وہ ہچکچایا پھر لکھنے لگا۔ سراغ رساں اسے پڑھتا رہا پھر اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر اس کے لکھے ہوئے نمبر کے مطابق ڈائلنگ کی۔ تھوڑی دیر تک گھنٹی بجتی رہی پھر دوسری طرف سے وہی کوڈ ورڈز ادا کیے گئے جو گونگے نے کاغذ پر لکھے تھے۔ سراغ رساں نے ریسیور کو اچانک ہی میز پر پٹخ دیا اور فون بند کر دیا۔ ایسا لگا کہ جیسے کوئی گڑبڑ ہوئی ہو اور فون بند ہو گیا ہو۔ اس کے بعد اس نے فون کو کریڈل پر نہیں رکھا۔ گونگے سے بولا "اتنا تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ریسیور کے ماتھ پیس پر دو بار انگلی بجانے کا مطلب یہ ہے کہ تم بول رہے ہو۔ اسی طرح تین بار انگلی بجانے کا مطلب یہ ہوگا کہ کوئی تیسرا گونگا ٹیلی پیتھی جاننے والا بول رہا ہے۔ چار بار بجانے کا مطلب یہ ہوگا کہ کوئی چوتھا ٹیلی پیتھی جاننے والا گونگا بول رہا ہے۔ لہٰذا میں نے انگلی بجانے سے پہلے ہی فون کو ڈس کنکٹ کر دیا ہے۔"

دوسرے سراغ رساں ساتھی نے کہا "یہ بھی یاد رکھو کہ اب وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا افسر تمام گونگے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر رہا ہوگا کہ کس نے فون کیا ہے۔"

"ہاں' معلوم کرے گا لیکن اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔" یہ کہتے ہی اس سراغ رساں نے اس گونگے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ ایک دم تڑپ کر صوفے پر اپنی بیوی کی آغوش میں گر پڑا۔ سراغ رساں نے اس کی بیوی کے ہاتھ پر ایک لات ماری اس کے ہاتھ سے پستول نکل کر دور جا کر گر پڑا۔ اس کی بیوی نے کہا "تم نے تو کہا تھا سچ کہنے سے تم کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"

سراغ رساں نے زمین پر پڑے ہوئے پستول کو اٹھا کر کہا "یہ میں نے درست کہا تھا۔ میں تمہیں اور تمہارے بچوں کو زندہ چھوڑ کر جاؤں گا لیکن یاد رکھنا ہم تمہارے دماغ میں رہیں گے تم کوئی چالاکی دکھاؤ گی تو پھر تم میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا۔ ہمیں افسوس ہے کہ اپنے وعدے کے خلاف تمہارے گونگے شوہر کو اس لیے گولی مارنی پڑی کہ یہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو بہت کچھ بتا سکتا تھا۔"

پورس اس بنگلے سے ذرا دور کار میں بیٹھا اس فون کا نمبر اپنے سراغ رساں کے ذریعے سن چکا تھا جو جان بلڈر کے پاس تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے مختلف موبائل کمپنیوں سے معلوم کیا کہ یہ فون کس کے نام پر ہے۔"

مختلف کمپنیوں سے جو نمبر بتائے گئے ان کے مطابق جن کے نام بتائے گئے پورس انہیں لکھتا گیا اور اپنے موبائل فون کے ذریعے ان نمبرز کو پنچ کرنے کے بعد اس نے پہلے کوڈ ورڈز سننا چاہا

پہلے تو ان سے ہیلو ہیلو کی آوازیں آئیں۔ کسی نے کوڈ ورڈز ادا نہیں کیے۔ آخر میں ایک شخص نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ یہ سنتے ہی پورس نے اپنے موبائل فون کو کار میں اپنے پیروں کے پاس پھینکا پھر اس کا بٹن دبا کر آف کردیا اور تیزی سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس پتے کے مطابق جانے لگا۔ جو اسے اس موبائل فون کی کمپنی سے معلوم ہوا تھا۔

جان بلڈر وہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ وہ دو بار ایسا فون سن چکا تھا کہ کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد جن کا رابطہ اچانک ختم ہوگیا تھا۔ یہ خطرے کی گھنٹی تھی۔ وہ اب وہاں سے فرار ہونا چاہتا تھا۔ وہ ایک سفری بیگ میں جلدی جلدی اپنا بہت ضروری سامان رکھنے لگا لیکن جب تک وہ سامان رکھ کر بنگلے سے باہر آتا۔ اس وقت تک پورس وہاں پہنچ چکا تھا۔ اس نے اپنے ریوالور میں سائیلنسر لگایا اب وہ محتاط رہ کر اس بنگلے کے اندر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت جان بلڈر اپنا سفری بیگ لے کر بنگلے سے باہر آیا۔ اسے دیکھتے ہی پورس نے اس کے ایک بازو میں گولی ماری وہ ایک دم سے... لڑکھڑا کر گر پڑا۔ پورس نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "ہیلو جان بلڈر۔ پریشان ہونے کی بات نہیں ہے میں نے اس طرح گولی ماری ہے کہ زخم گہرا نہ ہو۔ بنگلے میں واپس جاکر آرام سے مرہم پٹی کرو۔" وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بنگلے میں جاتے ہوئے بولا "تم کون ہو۔ کس طرح میرے دماغ میں پہنچے ہو؟"

تھوڑی دیر پہلے تم نے فون پر کوڈ ورڈز ادا کیے تھے۔ اسی لب ولہجے کے ذریعے تمہارے پاس چلا آیا ہوں۔

وہ اپنے بیڈ روم میں پہنچ کر فرسٹ ایڈ کا سامان نکال کر مرہم پٹی کرتے ہوئے بولا "تم کون ہو؟"

"یہ مت پوچھو اپنا نام بتاؤں گا تو تمہیں ٹائلٹ جانا پڑ جائے گا۔"

اس نے اپنے بازو پر خون بند ہونے کی دوائی لگائی پھر پٹیاں باندھنے لگا۔ پورس خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس کے ذریعے پتا چلا کہ ایک افسر اور ہے۔ جس کا نام جے کے اولڈ ہے لیکن وہ اس کی رہائش گاہ کا پتا نہیں جانتا ہے۔ چونکہ موبائل فون کے ذریعے رابطہ کرتا ہوتا ہے اس لیے موبائل کے کوڈز کی خاطر اسے صرف اتنا ہی معلوم تھا کہ وہ پیرس اور لندن میں ہوتا ہے۔ باقی سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والے گونگے نہاں کہاں کس ملک میں کس شہر میں رہتے ہیں یہ نہیں جانتا ہے۔ ان میں سے جب کوئی فون کرتا ہے تو کوڈ ورڈز سننے کے بعد وہ اپنے نمبر کے مطابق اپنے ہی نمبروں کی انگلی ریسیور کے ماؤتھ پیس پر بجاتا ہے۔

پورس نے پوچھا "جو بھی جتنے نمبروں کی انگلی بجاتا ہے۔ ان کے دماغوں میں پہنچ کر یہ تو معلوم ہوتا ہوگا کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں ہے اور وہاں کے حالات بتا رہا ہے۔"

"بے شک یہ معلوم ہوتا ہے لیکن دوسری بار پھر وہ کسی دوسرے ملک یا شہر چلا جاتا ہے۔ ان سولہ میں سے کسی کی گاہ ایک جگہ نہیں ہے۔ صرف تین ایسے ہیں جو بیوی بچوں ہیں۔ ان میں سے ایک یہاں امریکا میں ہے باقی دو سرے ملکوں وہ جگہ تبدیل کرتے رہتے ہیں۔"

پورس نے سوچا میں ٹائی، پارس اور پاپا وغیرہ کو صرف اطلاع دے سکتا ہوں کہ وہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے افسران موجود ہیں باقی گونگے بھی دوسرے شہروں میں ہیں۔ ان تک نہیں پہنچ سکیں گے کیونکہ ان میں سے کسی کا پتا معلوم نہیں ہے۔ لہٰذا اب اس ٹیلی پیتھی جاننے والے جان سے مزید معلومات حاصل نہیں ہوں گی۔

اس نے جان بلڈر سے کہا "اب فیکس کے ذریعے ہی اے کے افسروں کو بتاؤ کہ جینی کو تلاش کرنا چھوڑ دو اس کا آج دن کے وقت اور رات کے وقت دیکھ چکے ہیں کہ کتنی پھیل چکی ہے۔ ان کے اہم افسران اور سی آئی اے کے بہ تجربے کار سراغ رساں بھی مارے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ نا افسوس کے ساتھ اطلاع دی جارہی ہے کہ ان اٹھارہ ٹیلی جاننے والوں میں سے بھی دو مارے گئے ہیں۔"

جان بلڈر نے حیرانی سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو ہمارے اٹھارہ میں سے دو مارے گئے ہیں۔ کون مارے گئے ہیں پلیز مجھے بتاؤ۔"

"میں بتاؤں گا پہلے فیکس کرو۔"

ان اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے فیکس کرنے کا الگ شعبہ قائم کیا گیا تھا۔ جان بلڈر نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہاں فیکس مشین پر بیٹھنے والے کے دماغ میں جو کچھ کہا وہ اسے ایک کاغذ پر لکھنے لگا۔ پورس نے کہا "تم نے سب کچھ لکھوا دیا لیکن اپنا کوڈ نہیں لکھوایا ہے۔ مجھے دھوکا دینے کی کوشش نہ کرو۔"

اس نے مجبور ہو کر اپنا کوڈ ورڈ بھی لکھوایا۔ اس مشین ہولڈر نے اسے سی آئی اے کے افسروں کے دفتر میں فیکس کردیا۔ جان بلڈر نے کہا "تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا ہے لیکن میں سمجھ گیا ہوں۔ یہاں جینی کے ساتھ صرف پورس آیا ہے اور تم پورس ہو۔"

"موت کا کوئی نام ہوتا تو میں تمہیں بتاتا فی الحال میں جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ اب اپنے ساتھی افسر کو فون کرو۔ یہ درست ہے کہ میں اس کے اصلی ٹھکانے تک نہیں پہنچ سکوں گا لیکن جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔"

جان بلڈر نے اپنا موبائل فون نکال کر اسے آن کرنے کے بعد نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس کے بعد کہا "میں بری طرح پھنس گیا ہوں۔ جینی اور پورس نے یہاں آکر بتاہیاں مچائی ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے گونگے نمبر دو کو ہلاک کردیا گیا ہے۔ اس کے بیوی بچوں کو زندہ چھوڑ دیا گیا ہے اور اب مجھے ہلاک کیا جانے والا ہے۔"

یہ کہتے ہی جان بلڈر چونک گیا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن پورس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر کچھ کہنے سے روک دیا اس نے فون کو بند کردیا پھر اس نے اپنے کوٹ کے اندر ہولسٹر میں رکھے ہوئے ریوالور کو نکال کر اپنی کنپٹی سے لگایا۔ پورس نے اس کے دماغ کو رائی ڈھیل دے کر کہا "تم نے پوچھا تھا کہ اٹھارہ میں سے کون دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے گئے ہیں۔ ایک تو تم نے خود کہہ دیا ٹیلی پیتھی جاننے والے گونگے نمبر ۲ کو ہلاک کیا گیا ہے۔ دوسرے ہلاک ہونے والے تم ہو۔"

اس بنگلے سے گولی چلنے کی ایک آواز آئی پھر پورس نے اپنی کار سٹارٹ کی اور اسے آگے بڑھا دیا۔ بنگلے کے اندر اس موبائل فون سے جے کے اولڈ کی آوازیں آرہی تھیں "ہیلو ہیلو جان بلڈر تم خاموش کیوں ہوگئے یہ کس نے گولی چلائی تھی میں نے آواز سنی ہے ہیلو۔" مگر وہاں جواب دینے والا کوئی نہیں تھا۔

سی آئی اے کے ہیڈ کوارٹر میں کہرام مچ گیا تھا۔ تمام بڑے افسران کانفرنس روم میں جمع ہوگئے تھے وہاں آرمی کے بڑے افسران بھی آئے تھے۔ گنگ کانگ کے ہیلی کاپٹر نے آرمی ہیڈ کوارٹر میں گر کر تباہی مچائی تھی۔ بہت دور تک آگ پھیل گئی تھی۔ بڑے بڑے دھماکے ہوئے تھے۔ کئی فوجی مارے گئے تھے پھر سی آئی اے کی طرف سے کہا گیا کہ ہمارے بھی بہت تجربے کار سراغ رساں مارے گئے ہیں۔

ایک افسر نے کہا "سب سے حیرانی کی بات یہ ہے کہ ہمارے جن اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک اب تک کوئی نہیں پہنچ سکا تھا۔ وہاں جینی اور پورس پہنچ گئے۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہلاک ہوچکے ہیں۔"

ایک اور افسر نے کہا "ہم تو ہر حال میں اپنا مالی نقصان برداشت کرلیں گے لیکن جو فوجی نقصان ہوا ہے اور جو سی آئی اے کے بہت ہی اہم سراغ رساں مارے گئے ہیں۔ ایسے اہم اور تجربے کار سراغ رساں دوبارہ ہمیں نہیں ملیں گے۔"

ایک نے کہا "یہ سب بابا صاحب کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کررہے ہیں۔ پورس کا نام ان میں قابل ذکر ہے۔"

"ہم یہ کیسے ثابت کریں گے کہ ہمیں جو نقصان پہنچ رہا ہے وہ بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے پہنچ رہا ہے۔"

دوسرے افسر نے میز پر ہاتھ مار کر کہا "سب جانتے ہیں ہم سے دشمنی وہی لوگ کرتے ہیں۔"

"یہ صرف کہنے کی باتیں ہیں۔ ورنہ بابا صاحب کے ادارے سے پہلے ہی اس بات کی پبلسٹی کی جاچکی ہے کہ امریکا نے اپنی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت کو لندن کے ایک پاگل خانے میں چھپا رکھا تھا وہ فرار ہوگئی ہے اور انتقام لینے کے لیے امریکا گئی ہوئی ہے۔ دوسری طرف یہ بات عام ہوگئی ہے کہ الپا کے دماغ تک اب کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ اس نے کوئی عجیب سی غیر معمولی قوت حاصل کرلی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "بابا صاحب کے ادارے نے بڑی حکمت عملی سے کام کیا ہے۔ جب ہم نے اور عالمی میڈیا نے انہیں شام سے بے دخل ہونے کے لیے کہا تو انہوں نے کہا ہم خون خرابا نہیں چاہتے۔ امن وامان چاہتے ہیں لہٰذا وہ خاموشی سے چلے گئے تھے پھر ملک شام کا رخ نہیں کیا۔ خود کو امن پسند ثابت کردیا اور پھر کوئی ایسی حرکت نہیں کی جس سے ہم ثابت کرسکیں کہ انہوں نے ہمارے خلاف کوئی انتقامی کارروائی کی ہے جبکہ انہوں نے ان تمام کمانڈوز کو بڑی خاموشی سے ہلاک کردیا جو وہاں داخل ہوئے تھے اور انہیں شام چھوڑنے پر مجبور کررہے تھے پھر آج یہ صورت حال ہے کہ جینی دشمن بن کر پاگل خانے سے نکل کر امریکا چلی آئی ہے کوئی یقین نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ پورس ہے اس لیے کہ وہ خود کو ظاہر نہیں کررہا ہے۔ دوسری بات یہ کہ الپا نے غیر معمولی قوت حاصل کرلی ہے وہ بھی ہم سے دشمنی کرسکتی ہے۔ لہٰذا ہم صرف بابا صاحب کے ادارے کو الزام نہیں دے سکیں گے۔"

"لیکن ہم شکایت تو کرسکتے ہیں۔"

"ہاں ان سے رابطہ کرنا چاہیے۔ کم از کم یہ بتانا چاہیے کہ یہاں پورس کی موجودگی ہمیں معلوم ہوچکی ہے اور یہاں اسی کی وجہ سے تباہی پھیل رہی ہے کیونکہ وہ جینی کی پشت پناہی کررہا ہے۔"

سی آئی اے کے اعلیٰ افسر کے سیکریٹری نے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج کو فون کیا اور کہا "میں سی آئی اے کے ہیڈ کوارٹر سے بول رہا ہوں ہمارے اعلیٰ افسر مسٹر فرہاد علی تیمور سے براہ راست گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ وہ چاہیں تو ہمارے اعلیٰ افسر کے دماغ میں آسکتے ہیں۔"

بابا صاحب کے ادارے کے انچارج مسٹر خلیل بن مکرم نے مجھے ان کا پیغام پہنچایا۔ میں نے اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر کہا "مصیبت کے وقت خدا اور بیماری کے وقت ڈاکٹر یاد آتا ہے۔ میں کیسے یاد آگیا؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارے ہاں جو تباہی ہورہی ہے۔ اس سے آپ باخبر ہوں گے۔"

میں نے کہا "ہم نے شام سے واپس آنے کے بعد سیاست چھوڑ دی ہے اور اس کے بعد اخبار پڑھنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ لہٰذا آپ کے ہاں کیا ہورہا ہے۔ ہمیں کوئی خبر نہیں ہے۔"

"کیا آپ نہیں جانتے ہیں کہ جینی اور پورس یہاں موجود ہیں؟"

"میں نہیں جانتا کہ یہ جینی کون ہے اور پورس وہاں موجود نہیں ہے۔ اگر موجود ہے تو آپ اس کی موجودگی کو عالمی میڈیا کے سامنے اسی طرح پیش کریں۔ جس طرح شام کے معاملے کو پیش کیا

تھا۔"

"اگر پورس یہاں مارا جائے گا تو ہماری ذمے داری نہیں ہوگی۔"

"میں نے کب کہا ہے کہ آپ کی ذمے داری ہوگی۔ آپ اپنے ملک میں جسے چاہیں ہلاک کرسکتے ہیں۔ ہم بولنے والے کون ہوتے ہیں۔"

"آپ تو خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کررہے ہیں۔ یہاں میرے سوا سننے والا کوئی نہیں ہے پھر آپ حقیقت سے انکار کیوں کررہے ہیں؟"

"آپ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ جو حقیقت میں نہیں جانتا اسے خیال خوانی کے ذریعے تسلیم کرلوں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے کہ بیٹا امریکا میں ہو اور باپ کو خبر نہ ہو۔"

"باپ کو تو برسوں تک یہ خبر نہیں تھی کہ پورس نامی جوان اس کا بیٹا ہے۔ باپ بیٹے کب ایک دوسرے سے بے خبر رہتے ہیں اور کب باخبر رہتے ہیں اس کے بارے میں تو آپ نہیں جانتے۔ کیا آپ بھی جانتے ہیں کہ آپ کا جوان بیٹا اس وقت شکاگو یونیورسٹی کے ہوسٹل میں موجود ہے یا نہیں؟"

وہ ایک دم سے چونک کر بولا "یہ آپ کیا کررہے ہیں۔ وہ وہاں کے ہوسٹل میں ہے۔"

"ہوگا مجھے کیا معلوم ہے۔ جس طرح تم مجھ سے کہہ رہے ہو۔ اسی طرح میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ تصدیق کرلو تو بہتر ہے۔"

اس نے فوراً ہی ٹیلی فون کے ذریعے اپنے بیٹے سے رابطہ کیا۔ ہوسٹل کے انچارج نے کہا "میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے غصے سے کہا "معلوم کرتا ہوں کا کیا مطلب ہوا۔ آپ کس بات کے انچارج ہیں۔ آپ کو یہ پتا نہیں ہے کہ ہوسٹل میں حاضر رہنے کے وقت تمام اسٹوڈنٹ موجود ہیں یا نہیں۔"

"سر، آپ تو جانتے ہی ہیں کہ بعض لڑکے بڑے شریر ہوتے ہیں۔ حاضر رہنے کے وقت بھی اپنے کمرے سے کہیں نہ کہیں چلے جاتے ہیں۔"

"فوراً جاؤ اور اس کے کمرے میں دیکھو وہ موجود ہے یا نہیں۔"

میں اس ہوسٹل کے انچارج کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ مختلف کمروں میں جاکر اس اعلیٰ افسر کے بیٹے کے متعلق پوچھنے لگا۔ ہر کمرے سے یہ جواب ملا کہ وہ تو اس کمرے میں نہیں دوسرے کمرے میں رہتا ہے۔

بے چارے نے واپس اپنے کمرے میں آکر پریشان ہوکر فون کے ذریعے کہا "جناب میں حیران ہوں ہوسٹل کے تمام کمروں میں میں نے پوچھا ہے تو سب ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کا بیٹا ان کے کمرے میں نہیں رہتا ہے جبکہ میں جانتا ہوں کہ وہ ایک سو بارہ نمبر کے کمرے میں رہتا ہے۔ میں نے وہاں بھی پوچھا وہاں اس کے روم میٹ نے کہا کہ وہ یہاں نہیں رہتا ہے۔ میں ابھی رجسٹر دیکھ رہا ہوں مگر رجسٹر میں وہی ۱۱۲ نمبر کا کمرا لکھا ہوا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے ریسیور رکھ کر کہا "مسٹر فرہاد میں سمجھ رہا ہوں آپ نے ٹیلی پیتھی کا چکر چلایا ہے اس انچارج کو ادھر اُدھر کردیا ہے۔ میرا بیٹا اس ہوسٹل میں ضرور ہوگا۔"

"بس اسی طرح میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ میرا بیٹا تمہارے ملک میں ہوگا۔ جیسا کہ تم اپنے بیٹے کے بارے میں کہہ رہے ہو کہ وہ ہوسٹل میں ہوگا تو پھر یہ ہوگا ہی ہوگا۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "مسٹر فرہاد میں آپ سے معافی چاہتا ہوں خدا کے لیے میرے بیٹے کے بارے میں بتائیں۔"

"پہلے آپ عالمی میڈیا کے ذریعے یہ اعلان کریں کہ بھلا آپ کے ملک میں ماری گئی ہے۔ الپا نے غیر معمولی قوت ارادی کرکے خود کو روپوش رکھا ہے اور بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے امن پسند ہیں۔ وہ عالمی میڈیا کا احترام کرتے ہوئے بڑی امن پسندی سے شام چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اب گروتارنگ پر شبہ ہے جس نے نیلماں کو اپنی بیٹی بنایا تھا۔ وہ اس موت کا انتقام لینے کے لیے ہمارے ہاں تباہی پیدا کررہا ہے۔ اگر ایسا نہیں کررہا ہے تو اس کی ذمے دار الپا ہوسکتی ہے۔ جب تم میڈیا کے سامنے یہ بیان دوگے تب تمہیں اپنے بیٹے کی خبر مل جائے گی کہ وہ بخیریت ہے۔ میں جارہا ہوں، عالمی میڈیا کے ذریعے آپ کے بیانات اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے سنوں گا آپ کے بیٹے کی خیریت کی اطلاع بھی دوں گا بلکہ اس سے بات بھی کرادوں گا۔"

اس نے کہا "ابھی آپ نہ جائیں تو بہتر ہے خود یہاں رہ کر لیں کہ میں ابھی عالمی میڈیا کے ذریعے اپنے بیانات نشر کرنے کے انتظامات کررہا ہوں۔"

وہ خاموش ہوا تو اسے میری طرف سے جواب نہیں ملا۔ میں نے کئی بار مجھے مخاطب کیا تب اس کو یقین ہوا کہ میں اس کے پاس سے جاچکا ہوں۔ جب تک ہمارے درمیان گفتگو ہوتی رہی تھی اس وقت تک کانفرنس ہال میں خاموشی تھی۔ تمام افسران اعلیٰ افسر کو تک رہے تھے کہ پتا نہیں خیال خوانی کے ذریعے کیا باتیں ہورہی ہیں پھر ان میں سے ایک نے اعلیٰ افسر کو مخاطب کرکے پوچھا "مسٹر فرہاد کیا کہہ رہے ہیں؟"

جواب میں اس اعلیٰ افسر نے وہ تمام باتیں بتائیں۔ جنہیں سن کر ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا "یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ آپ نے اپنے ایک بیٹے کی سلامتی کی خاطر ملک کو اتنا بڑا نقصان پہنچا دیں۔ آرمی ہیڈ کوارٹر کو کتنا زبردست نقصان پہنچا ہے۔ آپ نے ابھی آنکھوں سے جاکر نہیں دیکھا ہے۔ ہمارے کتنے اہم سرکاری رسماں مارے گئے ہیں۔ آپ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔ ہمارے اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے دو ختم ہوچکے ہیں۔

ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ہیں اور اس سرمائے میں سے دو جاچکے ہیں۔ اتنے بڑے بڑے نقصانات اٹھانے کے بعد آپ اپنے ایک بیٹے کا ماتم کررہے ہیں اور اس بات کو چھپانا چاہتے ہیں کہ یہ ساری تباہی بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کررہے ہیں۔"

اس اعلیٰ افسر نے کہا۔ میں اگر اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے ایسا نہ کروں تو آپ یہ ثابت کیسے کریں گے کہ یہاں جو تباہی ہوچکی ہے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کی ہے۔ کیا کوئی ثبوت ہے۔ کیا کوئی گواہ ہے۔ شام میں تو ثبوت اور گواہ موجود تھے۔ اسی لیے بابا صاحب کے ادارے والے خاموشی سے چلے گئے تھے۔ یہاں آپ کے پاس کیا ہے؟"

ایک افسر نے تائید میں کہا "یہ تو درست ہے کہ ہم صرف یہی ثابت نہیں کرسکتے کہ امریکا کے جتنے انٹرنیشنل ائرپورٹ ہیں وہاں پارس نام کا کوئی شخص پاسپورٹ کے ساتھ آیا ہے۔ اگر ہم کہیں گے کہ وہ میک اپ میں آیا ہے تو یہ صرف الزام ہوگا۔ کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہوگا۔"

ایک افسر نے میری مرضی کے مطابق کہا "اس وقت میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تم لوگوں نے شام میں عالمی میڈیا کو استعمال کرکے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اب اسے ہمارے خلاف کبھی استعمال نہیں کرسکو گے۔ رہ گیا یہ کہ تمہارے اعلیٰ افسر کا بیٹا تو وہ وہاں ہوسٹل میں موجود ہے انچارج ۱۱۲ نمبر کمرے میں گیا تھا۔ وہاں وہ موجود تھا اپنے ساتھی کے ساتھ باتیں کررہا تھا لیکن انچارج کو نظر آرہا تھا۔ وہ غائب دماغ تھا، بہرحال اب آپ کا اعلیٰ افسر فون پر اپنے بیٹے سے بات کرسکتا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اب تم عالمی میڈیا کے ذریعے بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اب ہم تمہارے ملک کی کسی زمین پر سے بھی گزریں گے تو تم میں سے کسی کو ہمارے قدموں کے نشان تک نہیں ملیں گے۔"

وہ افسر اپنی کرسی پر سے اٹھ کر میری طرف سے بول رہا تھا۔ بولنے کے بعد وہ بیٹھ گیا۔ دوسرے تمام افسران پہلے ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اب اور جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔

○☆○

تیج پال میکسیکو سٹی میں تھا اس کی الپا کے ساتھ گفتگو کافی دیر تک ہوتی رہی تھی۔ جب الپا چلی گئی تو وہ وہاں رہ کر اس ہیلی کاپٹر کا انتظار کرنے لگا۔ جو سی آئی اے کی طرف سے بھیجا جانے والا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسے اپنے دماغ میں سوچ کی لہریں سنائی دیں "ہیلو تیج پال کیا الپا سے گفتگو مکمل ہوگئی؟"

تیج پال نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"مجھے بتانا تو نہیں چاہیے لیکن الپا نے تمہیں یہ سمجھا دیا ہے کہ تم پر کسی نے تنویمی عمل کیا ہے۔ لہٰذا میں وہی عامل ہوں جس نے تمہیں گرو گھنٹہ شام نارنگ سے نجات دلائی ہے اور تمہیں اپنی حفاظت میں رکھا ہے۔ میں ان اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہوں۔ اپنے وطن امریکا اور امریکی قوم کا وفادار ہوں۔ تم دنیا کی تمام خفیہ ایجنسیوں کے لیے کام کرتے ہو۔ ہم صرف امریکا کی سی آئی اے کے لیے کام کرتے ہیں۔ اور آج سے تم بھی صرف سی آئی اے کے لیے کام کرو گے۔ ابھی جو الپا کے ساتھ سازش ہورہی تھی کہ وہ تمہیں کسی طرح میرے تنویمی عمل سے نجات دلائے گی تو میں تمہیں ایک بات سمجھا دینا چاہتا ہوں کہ آسمان سے گرنے والے کھجور میں اٹکتے ہیں۔"

"صاف صاف بولو کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"ہم سے بھی زیادہ ذہین ہو۔ تمہاری ذہانت کو سب ہی تسلیم کرتے ہیں۔ کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ الپا اگر کسی طرح تمہیں ہم سے یا کسی سے بھی نجات دلائے گی تو کیا وہ تمہیں اپنے قابو میں نہیں رکھے گی۔ کیا تم اس کی مکاریوں کو نہیں جانتے ہو؟"

"جانتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے چکر میں پھنسنے والا شاید ہی کبھی نجات حاصل کرتا ہو ایک سے اگر کسی طرح نجات حاصل کرتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ جس نے نجات دلائی ہے وہ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے یعنی ایک کے چنگل سے نکل کر دوسرے کے چنگل میں پھنسنا پڑتا ہے۔"

"یہ سمجھنے کے باوجود بھی تم الپا سے کہہ رہے تھے کہ وہ تمہیں بھی اس کے جیسا بنا دے۔ پہلے تمہارے دماغ کو بظاہر مردہ بنا دے تاکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے۔"

تیج پال نے پوچھا "کیا تم سمجھتے ہو اس وقت ہماری گفتگو کے دوران میں الپا موجود نہیں ہے۔"

"میں پورے یقین سے کہتا ہوں نہیں ہے۔ میں نے چالاکی دکھائی ہے میرے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیلی فون کے ذریعے الپا سے گفتگو کررہے ہیں۔ اسی لیے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔"

یہ بڑی دانشمندی دکھائی ہے۔ اب میں تم سے کہتا ہوں میں تو ذہین کہلاتا ہوں مگر تمہاری ذہانت کو کیا ہوا۔ جب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی اپنے دام میں پھنسانے کے لیے مجھے جس طرح ورغلا رہی تھی تو مجھے اسی کے مطابق اس سے بات کرنی تھی۔ لہٰذا میں اسی طرح باتیں کررہا تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں سی آئی اے کو چھوڑ کر الپا کے جال میں پھنسنا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے اتنا نادان سمجھتے ہو۔"

"تھینک یو مسٹر تیج پال، میں تم سے گفتگو کرنے سے پہلے خاموشی سے تمہارے چور خیالات پڑھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ تم چالاکی دکھا رہے ہو۔ الپا سے بھی فراڈ کرنا چاہتے ہو۔ ہم تمہاری چال بازی سے خوش ہیں لیکن مطمئن نہیں ہیں کیونکہ کسی وقت ہم

سے بھی چال بازی کرسکتے ہو لیکن یاد رکھنا کہ تمہارا دماغ ہمیشہ میری مٹھی میں رہے گا۔"

"میں نے سی آئی اے کے اعلیٰ افسران کو فون پر کہا تھا کہ میرے لیے ایک ہیلی کاپٹر بھیج دیں کوئی دھمکی دینے والا نہ بھیجیں لیکن انہوں نے تمہیں بھیج دیا ہے۔ تم خوا مخواہ بچگانہ انداز میں دھمکیاں دینے آئے ہو۔ کام کی باتیں کرو۔"

"ہم ابھی ہیلی کاپٹر بھیجنے والے ہیں لیکن یہاں اس ایب نارمل جینی نے بڑی تباہی مچائی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ پورس بھی ہے۔ ابھی پتا چلا ہے کہ وہ واشنگٹن سے میامی کی طرف گئی ہے وہ تنہا ہے اور میک اپ میں ہے لیکن اس پر شبہ کیا جارہا ہے۔ ہمارا جاسوس اس کے پیچھے لگا ہوا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ پورس کیا کررہا ہوگا۔ جیسے ہی کوئی دوسری معلومات ہمیں فراہم کی جائیں گی اس کے مطابق ہیلی کاپٹر تمہارے پاس پہنچے گا۔ ہوسکتا ہے تمہیں براہِ راست میامی جانا پڑے۔ تم ہی جینی اور پورس کو قابو میں کرسکتے ہو۔"

دو گھنٹے کے بعد ایک ہیلی کاپٹر آیا اور خیال خوانی کرنے والے نے کہا "وہ میامی پہنچ گئی ہے لیکن پورس کا کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ بہرحال تم اس ہیلی کاپٹر میں میامی کی طرف جاؤ۔ وہ مسز کنگ کانگ کے کلب میں ہے۔ ہمارے سی آئی اے والے اس کلب کو چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ جینی وہاں سے نکل نہیں پائے گی۔"

وہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر میامی کی طرف جانے لگا۔ صرف بیس منٹ کے بعد خیال خوانی کرنے والے نے اس کے پاس آکر کہا "وہ کنگ کانگ کے ساتھ اس کے ہیلی کاپٹر کے ذریعے فرار ہوگئی ہے۔ کنگ کانگ کا ہیلی کاپٹر اس کلب کے سب سے اوپری فلور پر کھڑا ہوا تھا۔ ہمارے ایک سراغ رساں نے کہا ہے کہ وہ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا' بائیں مور کی طرف گیا ہے۔ تم اپنا ہیلی کاپٹر بھی اسی طرف لے جاؤ۔"

جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ جینی نے کنگ کانگ کے دماغ پر قبضہ جما کر اس ہیلی کاپٹر کو بائیں مور سے ذرا فاصلے پر ایک کھلے میدان میں اتارا تھا اور خود اتر کر اسے آگے جانے پر مائل کیا تھا۔ کنگ کانگ دوبارہ اسی ہیلی کاپٹر میں پرواز کرتا ہوا آرمی ہیڈ کوارٹر کی طرف جانے لگا ادھر جینی دوڑتی ہوئی سڑک پر آکر ایک کار والے سے لفٹ لے کر بائیں مور چلی گئی تھی جب کنگ کانگ کا ہیلی کاپٹر بلندی پر پرواز کرتے ہوئے جانے لگا تو دوسری طرف سے تیج پال کا ہیلی کاپٹر آرہا تھا۔ اس کے پانچوں حواس غیر معمولی تھے۔ وہ رات کے وقت بھی حد نظر تک صاف طور پر دیکھ سکتا تھا اور اس نے کنگ کانگ کے ہیلی کاپٹر کو دیکھ کر پائلٹ سے کہا کہ "وہ اس ہیلی کاپٹر کے پیچھے چلے۔"

دراصل ان اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں جس افسر کا نام

جے کے اولڈ تھا۔ اس نے تیج پال پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن وقت وہ ایک معاملے میں ذرا دیر کے لیے مصروف ہوگیا تھا۔ کنگ کانگ کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرلیتا کہ جینی وہاں ا ہے۔ بہرحال تیج پال کو اس سلسلے میں کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ وہ کے تعاقب میں رہا جب کنگ کانگ کا ہیلی کاپٹر آرمی ہیڈ کوارٹر اوپر پرواز کرتا ہوا اچانک نیچے جاکر ایک دھماکے سے پھٹ پڑا تیج پال نے حیرانی سے پائلٹ سے کہا "فوراً یہاں سے دوسری طر چلو اور اسے واشنگٹن کے ہیلی پیڈ پر اتارو۔"

اس نے موبائل فون کے ذریعے سی آئی اے کے اعلیٰ افسر یہ تمام باتیں بتائیں اور کہا کہ وہ واشنگٹن پہنچنے ہی والا ہے۔ اس رپورٹ سن کر پہلے تو یہی سمجھا گیا کہ کنگ کانگ کے ساتھ جینی اس آرمی ہیڈ کوارٹر میں گر پڑی ہے اور فنا ہوگئی ہے۔ بعد میں پتا کہ وہ بچ گئی ہے اور کنگ کانگ اپنے ساتھ کتنے ہی فوجیوں کو لے جہنم میں چلا گیا ہے۔"

تیج پال سی آئی اے کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گیا تھا وہاں اعلیٰ افسر سے کہہ رہا تھا کہ "وہ پاگل ٹیلی پیتھی جاننے والی بہت تباہی مچا سکتی ہے۔ اگرچہ کہ وہ ذہین ہے لیکن ذہانت سے کام لیتے لیتے ایب نارمل ہوجاتی ہے۔ دراصل اس کی پشت پناہی پورس کررہا ہے اور پورس نے اب اسے ضرور یہ بات سمجھائی ہوگی کہ وہ بڑی حد تک انتقام لے چکی ہے۔ لہٰذا اسے اس ملک میں نہیں رہنا چاہیے اس بات کا امکان ہے کہ وہ اس جگہ سے باہر چلے جائیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "انہیں اسی ملک کے اندر گرفتار کرنا چاہیے۔"

"اگر آپ گرفتار کرنا چاہتے ہیں تو یہاں کے تمام انٹرنیشنل ائر پورٹس کی ناکہ بندی کروادیں میں بھی کسی ائرپورٹ پر جاؤں گا بلکہ میں نیویارک جاؤں گا کیونکہ وہی سب سے مصروف اور مشہور ائر پورٹ ہے۔"

تیج پال بلاشبہ ذہین تھا۔ اس نے بالکل صحیح اندازہ لگایا تھا کہ پورس جینی کو لے کر نیویارک کے ائرپورٹ سے فرار ہوگا۔ اس نے سی آئی اے کے دو سراغ رسانوں کا انتخاب کیا اور ان کو سمجھایا کہ میرے ہر حکم کی تعمیل بلا چوں وچرا کی جائے اگر جینی اور پورس نظر آجائیں یا کسی پر شبہ ہو کہ یہ وہی ہیں تو انہیں ہرگز گرفتار نہ کرنا نہ ہی ان کے قریب جانا جب تک کہ میں حکم نہ دوں میں بہت محتاط رہ کر انہیں گرفت میں لوں گا۔"

اعلیٰ افسر تائید میں سر ہلا کر بولا "بے شک فرہاد اور اس کی فیملی والے کئی بار میک اپ میں رہ کر ہمیں دھوکا دے چکے ہیں بلکہ اپنی اپنی موت کا ڈراما بھی رچا چکے ہیں۔ لہٰذا تیج پال جیسا کہے اسی پر عمل کرتے رہنا۔"

ایک سراغ رساں نے کہا "سر جینی اور پورس کے ہونے یا نہ ہونے کی تصدیق کرنے کے دوران میں وہ دونوں ائرپورٹ سے نکل کر کسی بھی طیارے کے ذریعے باہر یہ جاسکتے ہیں۔"

"ایسا نہیں ہوگا ہمارے پاس بھی پاسپورٹ ہوں گے وہ جس طیارے میں بھی جائیں گے۔ ہم بھی اس طیارے میں ان کا تعاقب کریں گے۔ میری حکمتِ عملی کے مطابق سفر کے دوران میں تصدیق اچھی طرح ہوگی پھر وہ لندن یا پیرس ضرور اتریں گے کیونکہ انہیں بابا صاحب کے ادارے میں جانا ہوگا۔ وہ جہاں بھی جائیں گے ان کے لیے اس ادارے سے یا تو کوئی گاڑی آئے گی یا ان کے عزیز رشتے دار ان سے ملنے آئیں گے۔ یہ سب ہماری نظروں میں آتے رہیں گے۔ ہمیں ابھی انہیں گرفتار کرنے یا ہلاک کرنے سے زیادہ ان کے بارے میں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کب کہاں جاتے ہیں اور کہاں رہتے ہیں۔ اس بات کا پورا یقین ہونے کے بعد ہم بڑی کامیابی سے انتقامی کارروائی کرسکیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے تائید میں سر ہلا کر کہا "شاباش تیج پال ہمیں تم پر ناز ہے۔ تم بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتے ہو۔ انہیں گرفتار کرنے اور ہلاک کرنے کی جلدی نہیں ہے۔ ہمیشہ جلدی میں ہمارا کام بگڑ جاتا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ تمہاری رہنمائی میں کام بگڑے گا نہیں کامیابی یقینی ہوگی۔ ہم تو ایک جینی کو ختم کرنا چاہتے تھے مگر اب تمہاری رہنمائی میں دس کو ختم کرسکیں گے۔"

جب میں سی آئی اے کی کانفرنس میں گیا تھا اور اعلیٰ افسران سے باتیں کررہا تھا۔ اس وقت تیج پال سے یہ باتیں نہیں ہوئی تھیں۔ اگر یہ باتیں ہوجاتیں تو میں اس اعلیٰ افسر کے چور خیالات سے معلوم کرلیتا کہ تیج پال کس طرح جینی اور پورس کا تعاقب کرنے والا ہے۔

میں اس منصوبے سے بے خبر تھا۔ جینی اور پورس بھی بے خبر تھے اب وہ یا تو ان کے جال میں پھنس سکتے تھے یا اپنی کسی حکمت عملی سے نکل سکتے تھے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے اور میرے خاندان والوں کو دور رس نتائج سامنے رکھ کر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دی ہے۔ اسی اعتبار سے پورس جینی کے متعلق سوچ رہا تھا کہ اسے ائرپورٹ یا طیارے میں یا سرعام کوئی بے تکی حرکت نہیں کرنے دے گا۔ جس سے وہ ایب نارمل ثابت ہوسکے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے جینی سے رابطہ کیا تھا اور اس سے وعدہ لیا تھا کہ وہ بے تکی حرکتیں نہیں کرے گا۔ سنجیدگی اختیار کرے گا۔

اس نے کہا "تم جو کہو گے وہی کروں گی۔"

"ہم چونکہ نام سے اور پاسپورٹ میں لکھے مذہب کے مطابق یہودی ہیں۔ لہٰذا ہم قتل ایب جائیں گے۔"

"قتل ایب جاکر کیا کریں گے؟"

"اس طرح دشمنوں کو شبہ نہیں ہوگا۔ اگر ہم لندن یا پیرس جائیں گے تو یہی شبہ کیا جائے گا کہ ہم وہی ہیں۔ جن کی وہ تلاش کررہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ہم قتل ایب جائیں گے۔ دیکھو تم جو کہہ رہے ہو میں وہی تسلیم کررہی ہوں۔ بتاؤ میں کتنی اچھی ہوں؟"

"صرف تسلیم کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ جب تم عملی طور پر بھی میری ہدایت پر عمل کروگی تو تم صرف اچھی نہیں بہت اچھی کہلاؤ گی اور میرے دل میں سماتی رہو گی۔"

"کیا ابھی میں تمہارے دل میں سمائی ہوئی نہیں ہوں؟"

"تم میرے دل میں ہو لیکن میرا دل ذرا چھوٹا ہے۔ جگہ تنگ ہے۔ تمہیں اچھی طرح میرے دل میں گھس کر سمانے کے لیے میری ہدایات پر عمل کرتے رہنا ہوگا۔"

سونیا نے پورس کے دماغ میں آکر کہا "میں ابھی جینی کے دماغ میں تھی چونکہ وہ ہمیں محسوس نہیں کرسکتی ہے۔ اس لیے تمہاری باتیں سن رہی تھی۔ تم اپنے طور پر اسے اچھی طرح سمجھا رہے ہو لیکن وہ ضرور کوئی حماقت کرے گی۔"

"مما آپ تو امریکا آئی ہوئی تھیں۔ اب کہاں ہیں؟"

"اب بھی امریکا میں ہوں اور اس وقت نیویارک کے ایک ہوٹل میں ہوں۔"

"ہم بھی وہیں آرہے ہیں۔ کل دن کو کسی فلائٹ سے قتل ایب جائیں گے۔"

"میں بھی دوسرے بہروپ میں ہوں اور یہاں سے پیرس جانا چاہتی ہوں۔ میں نے معلومات حاصل کی ہیں میرا طیارہ کل دن کے گیارہ بجے جائے گا۔ اس سے ایک گھنٹے پہلے اسرائیل جانے والا طیارہ پرواز کرے گا۔ تم وہاں آٹھ بجے تک چلے آؤ۔ اگر دشمن سراغ رساں جینی اور تمہارا تعاقب کررہے ہوں گے تو میں ان کو گمراہ کرکے اپنے پیچھے لگا دوں گی۔"

"یعنی آپ دشمنوں کو یہ تاثر دیں گی کہ آپ جینی ہیں۔"

"ہاں کچھ ایسے ہی کروں گی۔"

"لیکن..... آپ تنہا ہوں گی جبکہ وہ آپ کے ساتھ پورس کو بھی یعنی مجھے بھی ڈھونڈ رہے ہوں گے۔"

"میں ساری باتیں سوچ چکی ہوں میرے ساتھ ہمارے ادارے کا ایک جاسوس بھی ہوگا۔ دیکھنے والے اسے پورس ہی سمجھیں گے۔"

دوسری طرف تیج پال اپنے دو ماتحت سراغ رسانوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں نیویارک کے لیے روانہ ہوگیا۔ راستے میں ایک ماتحت نے پوچھا "سر" آپ نے کچھ سوچا ہوگا کہ جینی اور پورس میک اپ میں ہوں گے تو انہیں کس طرح پہچانا جاسکے گا۔"

تیج پال نے کہا "تم دونوں میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"تمام ایجنسیوں والے تو یہ جانتے ہیں کہ آپ کے پانچوں حواس غیر معمولی ہیں۔"

"تو پھر پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اندھیرے میں بھی حدِ نظر تک دیکھ لیتا ہوں اور دس بارہ گز کے فاصلے پر کوئی بات کررہا ہو

تو اس کی باتیں سن لیتا ہوں۔ کیا اتنا کافی نہیں ہے کہ میں ان مسافروں کی باتیں سن کر معلوم کرلوں کہ وہ کون لوگ ہیں۔"

"واقعی سر' آپ باکمال ہیں۔"

باکمال تو سب ہی تھے۔ سونیا' پورس اور جینی' ذہانت دلیری اور مکاری میں کسی سے کم نہیں تھے۔ اسی طرح تیج پال غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا اور اب تک تو ان سے زیادہ ہی خطرناک معلوم ہورہا تھا۔ وہ ان سے بہت دور رہ کر بھی ان کی گفتگو خواہ وہ سرگوشی میں کرتے تب بھی سن لیتا اور معلوم کرلیتا کہ ان میں سے اصل جینی اور پورس کون ہیں۔

○☆○

نیلاں کی موت بہت ہی عبرت ناک ہوئی تھی۔ اس کے جسم کے اتنے زیادہ ٹکڑے ہوئے تھے کہ انہیں جوڑ کر اس کا ایک بُت بھی بنایا نہیں جاسکتا تھا۔ گرونارنگ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جسے بیٹی بنا کر زبردست تحفظ دے رہا ہے۔ وہ اس بُری طرح ماری جائے گی۔ وہ غصے سے لرز کر قسم کھا چکا تھا کہ سونیا کو بھی ایسی ہی عبرت ناک موت مارے گا۔

پہلے تو غصے اور جھنجلاہٹ کے باعث اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس سے کیسے انتقام لے گا۔ وہ ایک طویل مدت سے بڑے بڑے شہر زوروں کو مات دیتی آرہی تھی اور اس کے مقابلے پر جانا کوئی بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ ایک دن ایک رات گزارنے کے بعد دماغ ذرا ٹھنڈا ہونے لگا تو وہ غور کرنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔

پہلی بات تو یہ سمجھ میں آئی کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اس کا جادو کام نہیں آسکے گا۔ اس سے پہلے بھی کئی جادوگر آئے اور بے موت مارے گئے وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے یا اپنی ذہانت کے ذریعے کوئی کام کرسکتا تھا۔ اگر کبھی ضرورت پڑتی تو اپنے جادوئی ہتھکنڈے بھی استعمال کرسکتا تھا۔

اتنی بات سمجھنے کے بعد دوسرا خیال یہ آیا کہ اب اسے بڑے بڑے بال' بڑی بڑی مونچھیں اور داڑھی رکھ کر ہیبت ناک بن کر نہیں رہنا چاہیے بلکہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایک جنٹلمین کی حیثیت سے رہنا چاہیے۔ اپنا حلیہ بالکل بدل دینا چاہیے تاکہ سونیا اور اس کے ساتھی کبھی اسے پہچان نہ سکیں۔

ایسی مختلف تبدیلیوں کے لیے ایک ہفتہ درکار تھا۔ اسے اپنے لیے سوٹ سلوانے اور ایسے ہی جدید قسم کے لباس سلوانے تھے پھر یہ کہ اس کا رنگ کالا تھا۔ چہرہ بھی کچھ بدنما سا تھا وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے کو بدلنا چاہتا تھا۔ کالے رنگ کو گورا کرنا چاہتا تھا اس کے سامنے مائیکل جیکسن جیسے عالمی شہرت رکھنے والے ڈانسر کی مثال موجود تھی وہ پہلے بدصورت تھا اس نے کئی بار پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے اور جسم میں تبدیلی کرائی تھی اور خوب صورت بن گیا تھا اگرچہ کہ اس کی خوب صورتی میں زنانہ پن تھا لیکن گرونارنگ نے سوچا کہ وہ اپنے چہرے کے وقت زنانہ نہیں مردانہ پن رکھے گا۔

اس کی عقل نے سمجھایا جلد بازی دانش مندی نہیں رفتہ رفتہ یہ کام کرنا ہوگا۔ یوں کچھ عرصہ لگے گا تو سونیا سے گرونارنگ شکست کھانے کے بعد میدان چھوڑ کر چلا گیا ہے اچانک موت بن کر اس کے سامنے پہنچ جائے گا اور اس میں وہ سونیا اور فرہاد کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے رشتے کے بارے میں بھی معلوم کرے گا۔ انتقام صرف اس طر نہیں ہوگا کہ سونیا کو مار ڈالا جائے سونیا کے ساتھ اس کے کو بھی مارا جائے گا تو وہ اور زیادہ تڑپے گی اور زیادہ اٹھائے گی۔ اس طرح نیلاں کا انتقام لینے میں مزہ آئے گا۔

تیج پال کے متعلق گرونارنگ کا خیال تھا کہ سونیا نے نخوبی عمل کرکے اسے گرونارنگ سے نجات دلائی ہے اور پال کو اپنا تابع بنا کر رکھا ہوگا۔

اس نے اس طرح کی کچھ معلومات حاصل کرنے خیال خوانی کی اور سونیا کے دماغ میں پہنچا اس وقت وہ پہلے کی بہروپ میں تھی اور اس کا نام مارتھا تھا' مطابق اس کی سوچ کی لہریں سنائی دیتی ہیں۔ گرونارنگ نے "سونیا میں جانتا ہوں اس وقت میں کسی مارتھا نامی عورت کے نہیں ہوں۔ تمہارے پاس ہوں۔"

"میرے پاس کیا نیلاں کو یاد کرنے آئے ہو؟"

"نہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ میں میدان چھوڑنے والا ہوں۔ اگر تم سے انتقام نہ لیا تو مہان شکتی مان کہلانا چھوڑ گا۔"

"تم تو آتما شکتی کے بھی ماہر ہو ایک جسم سے دوسرا جسم لیتے ہو۔ اپنی آتما کو ادھر سے ادھر پہنچا دیتے ہو۔ یہ بتاؤ تمہ آتما میری طرف کب آئے گی۔"

"میں اسی معاملے میں سوچ کر پریشان ہوتا ہوں کہ تم روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے محفوظ رہتے ہو۔ ایسے وقت میر شکتی کام کیوں نہیں آتی؟"

"یہ تو سمجھ کا پھیر ہے۔ بالکل معمولی سی بات ہے کہ مہا تمہاری زبان میں آتما کہتے ہیں اور طاقت کو شکتی کہتے ہیں روحانی طاقت کہتے ہیں تم آتما شکتی کہتے ہو۔ جادو منتروں ذریعے تپسیا کرکے آتما شکتی حاصل کرلینا مشکل کام ہوتے ہو بھی تم نے اسے حاصل کرلیا لیکن یہ بھول گئے کہ آتما شکتی روحانی طاقت یہ ہمیشہ نیک عمل کے لیے ہوتی ہے۔ اگر اس میں کوئی خرابی ہو اور منفی خیالات ہوں۔ کسی کو نقصان پہ والی بات ہو تو وہ آتما شکتی کمزور پڑجاتی ہے۔ تمہاری آتما ہماری روحانی طاقت کے سامنے صرف اسی لیے کمزور پڑتی ہے شیطانی ارادے رکھتے ہو۔"

"میں کسی وقت تمہاری باتوں پر غور کروں گا۔ ابھی تمہارے دماغ میں پہنچ کر پتا چل رہا ہے کہ تم ابھی تک امریکا میں ہو۔"

"ہاں یہاں ہوں مگر اب جاری ہوں کہاں جاری ہوں تم نہیں معلوم کرسکو گے۔ اس لیے کہ میرا بہروپ بدل جائے گا نام بدل جائے گا۔ خیالات بدل جائیں گے پھر تم مجھے تلاش کرتے رہ جاؤ گے۔"

"یہ بھول جاؤ۔ میں تمہیں کسی اور بہروپ میں نہیں آنے دوں گا۔ تم مارتھا کی حیثیت سے ہی رہو گی۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تمہیں اس بات پر بڑا غرور ہے کہ تم یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتے ہو لیکن جن پر روحانی ٹیلی پیتھی کا عمل کیا گیا ہو۔ ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکو گے۔ بھی آزمالو۔"

یہ کہہ کر سونیا نے سانس روکی وہ اس کے دماغ سے باہر ہوگیا پھر اس نے دو' تین بار اس کے دماغ میں جانے کی کوششیں کیں لیکن ہر بار سانس روکنے کے باعث وہ اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکا پھر اس نے اچانک اپنے اندر سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ سونیا کی آواز ابھری "تمہارا دعویٰ کیا ہوا۔ میرے دماغ میں کیوں نہیں پہنچ رہے ہو اور یہ دیکھو کہ تمہاری مرضی کے بغیر کوئی تمہارے اندر گھس نہیں سکتا۔ میں آچکی ہوں۔"

اس نے سانس روکی۔ خاموشی چھاگئی پھر اس نے سانس لی تو پتا چلا کہ سونیا ابھی موجود ہے۔ وہ بولی "تم نے پوری بات سنے بغیر سانس روک لی اس لیے میں نہیں گئی اب تم کسی بھی مارتھا کے دماغ میں جاؤ گے تو وہاں تمہیں میں نہیں ملوں گی پھر ایک بار آزما کر دیکھ لو۔"

وہ کچھ دیر پریشانی سے سوچتا رہا کہ یہ بابا صاحب کے ادارے والوں کی ٹیلی پیتھی ہے یا جادوگری ہے میرے دماغ میں کوئی آ نہیں سکتا۔ یہ چلی آئی اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں مجھے دوسرے عام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح رہ کر ان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا کہ الپا ایک طویل عرصے سے ان کے مقابلے پر ہے۔ شکست کھاتی ہے لیکن شکست سے گھبراتی نہیں ہے۔ ڈٹ کر مقابلہ کرتی چلی آرہی ہے اور اپنے ملک اور قوم کی حفاظت کرتی آرہی ہے۔ کیا میں الپا جیسی عورت سے بھی گیا گزرا ہوں۔ کیا میں ان سے مقابلہ نہ کرپاؤں گا۔

یہ سوچ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر مارتھا کے لب ولہجے کو اختیار کرکے سونیا کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اسے جگہ مل گئی۔ اس نے کہا "دیکھو تم کہتی تھیں کہ میں تمہارے دماغ میں گھس نہیں سکوں گا۔ اب بولو سونیا؟"

جس کے دماغ میں پہنچا تھا وہ حیرانی سے بولی "سونیا! یہ کون میرے دماغ میں بول رہا ہے۔ میں سونیا تو نہیں ہوں۔"

گرونارنگ اس کے اندر رہ کر محسوس کررہا تھا کہ وہ ایک بہت ہی بوڑھی عورت ہے۔ تقریباً اسی برس کی ہوگی اور تھرتھراتے ہوئے لہجے میں بول رہی تھی۔ اس نے پوچھا "سونیا کیا یہ تم ایکٹنگ کررہی ہو؟"

"اوہ گاڈ' پتا نہیں یہ کون میرے دماغ میں سونیا' سونیا کہہ رہا ہے۔ بیٹے تم کون ہو اور میرے دماغ میں کیوں آئے ہو۔ میں ٹیلی پیتھی کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ جب فرہاد علی تیمور نوجوان تھا اس وقت سے میں اسے اور سونیا کو جانتی ہوں۔ کیا تم اسی سونیا کو مخاطب کررہے ہو؟"

"کیا تمہارا نام مارتھا ہے؟"

"ہاں' تم اب میرا صحیح نام لے رہے ہو۔"

"تم فرہاد اور سونیا کو کیسے جانتی ہو؟"

"ایک زمانہ تھا کہ میں بھی ٹیلی پیتھی جانتی تھی اور ان دنوں فرہاد بہت ہی بدمعاش اور پکا عیاش تھا۔ اس نے مجھ سے رومانس کیا میں چاہتی تھی کہ وہ مجھ سے شادی کرے لیکن اس نے مجھے دھوکا دیا اور سونیا سے محبت کرنے لگا میں نے انتقاماً کئی بار سونیا پر حملے کیے مگر ناکام رہی۔ ہمارا جھگڑا کئی برس تک چلتا رہا۔ حتیٰ کہ میری عمر ڈھلتی رہی اب میں اتنی بوڑھی ہوگئی ہوں کہ جسمانی اور دماغی طور پر کمزور ہونے کے باعث اب خیال خوانی نہیں کرسکتی۔"

پھر اس بوڑھی عورت نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا "آہ پتا نہیں کتنے برس بیت گئے نہ میں کسی کے دماغ میں جاسکی اور نہ ہی کوئی میرے اندر آیا۔ آج پہلی بار تم آئے ہو پلیز بتاؤ تم کون ہو۔ اگر میں تمہارے کسی کام آسکی تو ضرور آؤں گی۔"

"تم جسمانی طور پر لاغر ہو اسی لیے وہیل چیئر پر بیٹھی ہوئی ہو تمہارا دماغ اتنا کمزور ہوچکا ہے کہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہی ہو۔ اب میرے کیا کام آسکتی ہو؟"

"یہ تو ساری دنیا کہتی ہے کہ کھوٹا سکہ بھی کسی خاص موقع پر کام آجاتا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ تم سونیا کو کیوں ڈھونڈ رہے ہو۔ اگر اس سے دوستی ہے تو دوستی مبارک ہو۔ دشمنی ہے تو جب کبھی کسی کھوٹے سکے کی ضرورت ہو تو میرے لب ولہجے کو یاد کرکے میرے پاس چلے آنا۔"

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ڈوبتے کے لیے تنکے کا سہارا ہو۔ کیا ابھی مجھے سہارا دے سکتی ہو؟"

"ابھی نہیں ابھی جس طرح تم نے مجھے کھوٹا سکہ سمجھا ہے۔ اسی طرح میں یہ دیکھنا چاہتی ہوں کہ تم کون ہو۔ کیا کرتے ہو۔ کیا کرنا چاہتے ہو۔ جب مجھے یقین ہوجائے گا کہ تم سونیا کے مقابلے میں زیادہ طاقت ور ہو تب میں تمہارے کام آؤں گی۔"

"تم نہیں جانتیں میں بہت طاقت ور ہوں سونیا کو کچل کر رکھ دوں گا۔"

"تمہارے کہنے سے میں یقین نہیں کروں گی اگر تم اسے کچل

سکتے تو سونیا کے دھوکے میں میرے پاس کیوں آتے۔ اس مکار عورت نے کس طرح تمہیں میرے پاس بھیجا ہے۔ کیوں بھیجا ہے؟ اس میں بھی اس کی کوئی مکاری ہوگی۔ کیا تم ایسی کوئی ایک مثال دے سکتے ہو کہ تم نے سونیا کے مقابلے میں کوئی بھی مقابلہ جیتا ہو یا اسے کسی معاملے میں کوئی چھوٹی سی شکست دی ہو؟"

"اس نے میری بیٹی کو بہت بری طرح ہلاک کیا ہے۔ اگر وہ میرے سامنے ہوتی تو میں اسے زندہ نہ چھوڑتا۔ میں اس سے مقابلہ کرنے کا تمہیں کیا حوالہ دوں جبکہ ابھی تک اس سے آمنا سامنا نہیں ہوا ہے۔"

"یہ آمنا سامنا کیا ہوتا ہے؟ تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں رہتے ہو یہاں آمنا سامنا تو خیال خوانی کے ذریعے ہوتا ہے۔ ورنہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے سے آنکھ مچولی کھیل کر خود بچتے رہتے ہیں اور دوسرے کو ہلاک کرتے رہتے ہیں۔ کیا سونیا یہ جانتی ہے کہ تم اس کی جان کے دشمن ہو اور اسے زندہ نہیں چھوڑو گے؟"

"ہاں' میں نے اسے چیلنج کیا ہے۔"

"پھر تو ساری زندگی اس کے سائے کے پیچھے دوڑتے رہو اور وہ تمہیں دوڑاتی رہے گی۔ وہ اس طرح کبھی ہاتھ نہیں آئے گی۔ تم جب بھی جیت سکو گے تو اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور اس کے ہاتھوں مروگے تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے۔"

وہ گرج کر بولا "میں نہیں مرسکتا اس کے فرشتے بھی مجھے نہیں مار سکتے میں غیر معمولی صلاحیت کا مالک ہوں۔ مجھ پر بندوق کی گولی اثر نہیں کرتی۔ میں اتنی آتما شکتی رکھتا ہوں کہ ایک جسم سے دوسرے جسم میں چلا جاتا ہوں۔ مجھے وہ کبھی مار نہیں سکے گی۔"

"پھر تو تم واقعی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو۔ سونیا کے مقابلے پر آسکتے ہو۔ بس میری ایک شرط پوری کردو تو میں تمہیں اس کی بہت بڑی کمزوری بتادوں گی۔"

یہ سن کر گرو نارنگ بے چین ہوگیا "کیا تم سونیا کی ایسی کوئی کمزوری جانتی ہو۔ جسے کوئی دوسرا نہیں جانتا ہو۔"

"میں نے کہا ناں' میرے سوا کوئی نہیں جانتا بلکہ میں یہ کہوں گی کہ کوئی اس کمزوری کی طرف توجہ نہیں دے رہا ہے۔ آج تک تو ایسا نہیں ہوا ہے اگر کسی بھی دشمن نے اس طرف توجہ دی ہوتی تو آج وہ زندہ نہ ہوتی۔"

وہ تڑپ کر بولا "پلیز مجھے بتاؤ میں اسے زندہ چھوڑنا نہیں چاہتا ہوں۔ ایک پل کے لیے بھی اسے سانس لینے کا موقع نہیں دینا چاہتا ہوں۔"

"دیکھو آج تک تم اس کے مقابلے پر نہیں آئے ہو۔ تم نے اس کے متعلق بہت کچھ سنا ہوگا۔ میں نے تو عملی طور پر اس کے مقابلے پر آکر دیکھا ہے اور بڑے بڑے شہہ زوروں کو بے موت مرتے دیکھا ہے۔ تم اس سے صرف ایک بار مقابلہ کرو اور اسے دیوتا

معمولی سی شکست دے دو پھر میں تمہیں وہ کمزوری بتادوں گی

وہ غصے سے گرج کر بولا "بڑھیا تو میرے صبر کو نہ آزما۔ جاننے والوں کے دماغوں میں بھی گھس جاتا ہوں۔ ابھی تیر خیالات سے سونیا کی وہ کمزوری معلوم کرلوں گا۔"

"پھر تم اتنی دیر کیوں کررہے ہو؟"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر گرو نارنگ بولا "میں ہوں مجھے تمہارے چور خیالات نہیں مل رہے ہیں۔"

"میں نے اسی لیے کہا تھا کہ تم ابھی سونیا کے مقابلے میں ہو صرف میرے چور خیالات نہیں پڑھ سکتے۔"

"یہ تو بتاؤ کیوں نہیں پڑھ سکتا۔"

"ایک روحانی عمل جاننے والے بزرگ نے مجھ پر تھا۔ جس کے نتیجے میں کوئی میرے خیالات نہیں پڑھ سکتا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا بھولے بھٹکے میرے پاس آبھی جائے تو سطحی طور پر باتیں کرسکتا ہے مگر میرے اندر گہرائی تک نہیں سکتا۔"

"تم باتیں بنارہی ہو۔ جھوٹ بول رہی ہو۔"

"تم کچھ بھی سمجھ لو۔ یہ آج سے بیس برس پہلے کی بات اس وقت میں سونیا کے حملوں سے بچتی پھر رہی تھی۔ شاید میں جاتی لیکن ایک بزرگ عامل نے ایسے ہی وقت میری مدد کی پر ایسا عمل کیا کہ میں آج یہاں زندہ نظر آرہی ہوں۔"

"اچھا تو اب عمر کا حساب کرو جب بیس برس پہلے سونیا حملے کررہی تھی تو وہ بھی جوان ہوگی۔ کم از کم بیس برس کی یعنی آج وہ چالیس برس کی ہے جبکہ ایک جوان بھرپور عورت دیتی ہے۔"

"تم میری عمر کا بھی حساب کرو اس وقت میں ساٹھ برس بوڑھی عورت تھی لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے جوان بن کر تھی۔ مجھ میں جسمانی اور ذہنی طور پر زبردست توانائی تھی۔ نہیں رہی۔ فرہاد اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے سمجھ گیا تھا کہ دکھاوے کے لیے جوان بن کر اسے پھانس رہی ہوں۔ اسی کبھی میرے جال میں نہیں پھنس سکا اور سونیا بھی آڑے رہی۔"

"میڈم مارتھا تم نہیں جانتیں۔ اس وقت میں کس طرح کی آگ میں جل رہا ہوں اور سونیا تک پہنچنا چاہتا ہوں مگر اتنی لمبی باتیں کیں مگر اس کی ایک کمزوری نہیں بتائی۔"

"میں نے بھی تم سے اتنی دیر تک صرف اسی لیے باتیں کہ تم سونیا کی جان کے دشمن ہو اور اس کی وہ ایک بہت کمزوری تمہیں اپنے ارادے میں کامیاب کرے گی۔ اب تم یقین کرو یا نہ کرو تمہاری مرضی ہے۔"

"تم یہی چاہتی ہو کہ میں اسے کسی معاملے میں شکست دوں تم میرے کام آؤ گی۔"

"ہاں' میں نے یہی کہا ہے اور جو کہتی ہوں اس پر ضرور عمل ی ہوں تمہیں مایوس نہیں کروں گی۔"

"کیا تم مجھ سے مل سکتی ہو؟"

"اس وقت ہم مل رہے ہیں اور اگر آئندہ سونیا نے خود کو ا کے بہروپ میں نہ رکھا تو تم سیدھے میرے ہی دماغ میں آؤ اگر وہ مارتھا بن کررہے گی تو پھر تم بھٹک جاؤ گے۔"

"وہ گڑبڑ کرسکتی ہے تمہارے بہروپ میں رہ سکتی ہے۔"

"تم بالکل بچوں جیسی بات کررہے ہو کیا تمہارے اندر اتنی چالاکی نہیں ہے کہ تم اسے اس بہروپ سے نکلنے پر مجبور کردو۔ ایسا نہیں کرسکتے تو کیوں خوا مخواہ دعویٰ کررہے ہو کہ اسے زندہ ا چھوڑو گے۔"

"ہاں' ابھی میری اس سے تکرار ہوئی تھی اور میں نے اسے ر کیا تھا۔ اس کے بعد ہی مارتھا کا بہروپ بدل کر اس نے کوئی را بہروپ اختیار کیا ہے۔ میں آئندہ بھی ایسا ہی کروں گا اور رے دماغ میں پہنچوں گا۔"

"جو کرنا ہے جلدی کرو تمہیں کہہ چکی ہوں کہ میری عمراتی ا ہے اس عمر میں کہا نہیں جاسکتا کہ کب موت آجائے گی۔ ی موت سے پہلے تم اس سے انتقام لوگے تو تمہارا انتقام بھی ا ہوگا اور میری بہت پرانی خواہش بھی پوری ہوجائے گی۔ بس جاؤ مجھے آرام کرنے دو میں بہت جلد تھک جاتی ہوں۔ تم ے دماغ میں رہ کر محسوس کرسکتے ہو کہ میں کتنی کمزور ہوں۔"

"ہاں' میں سمجھ رہا ہوں میں پھر جلد ہی تمہیں یہ بتانے آؤں گا میں نے اسے کسی نہ کسی معاملے میں کس طرح شکست دی ۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ سونیا اپنا سر کھجاتے ہوئے بولی کا پیچھا پیچھے ہی پڑگیا تھا اب وہ کسی مارتھا سے میری بہت بڑی ری معلوم کرنے کے لیے مجھے ڈھونڈتا پھرے گا۔"

وہ کار میں بیٹھی ائرپورٹ جارہی تھی۔ ہمارے ادارے کا س کار ڈرائیو کررہا تھا۔ اس وقت پورس نے پوچھا "ماما آپ ا ہیں؟"

"ہاں' کیا تم ائرپورٹ پہنچ گئے ہو؟"

"جی ہاں میرے ساتھ جینی ہے۔"

"اسے پوری طرح اپنے کنٹرول میں رکھو۔ کوئی ایب نارمل ا حرکت نہ کرنے دو۔ میں وہاں پہنچ کر سب کچھ سنبھال لوں

ائرپورٹ پر تیج پال اپنے دو ماتحت سراغ رسانوں کے ساتھ ہوا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق جینی اور پورس لندن یا جاسکتے تھے۔ لہٰذا وہ ایسے مسافروں کو زیادہ نوٹ رہا تھا۔ جو سفر کرنے والے تھے۔

جب وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے نیویارک آرہا تھا تو سی آئی اے کے اعلیٰ افسر نے فون پر کہا تھا کہ فلکس کے ذریعے ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ رہنے والے دو سراغ رسانوں کے دماغوں میں رہے گا اور وہ بھی جینی اور پورس کو تلاش کرتا رہے گا۔

سونیا نے ائرپورٹ پہنچ کر کہا "پورس میں اسکائی بلیو بلاؤز اور اسکرٹ میں ہوں اور میرا ساتھی جاسوس نیوی بلیو کلر کے سوٹ اور ٹائی میں ہے۔ تم دونوں کے پاسپورٹ کے مطابق جو نام ہیں۔ اسی نام سے ایک دوسرے کو مخاطب کرو اور اسی نام اور شخصیت کے مطابق تمہارے خیالات بھی ہوں گے۔ کوئی روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغوں میں آئے گا تو ضرور دھوکا کھائے گا۔"

پورس نے اپنی بساط کے مطابق جینی کو ایک ایک بات سمجھائی تھی اور کہا تھا کہ اسے کبھی پورس کہہ کر مخاطب نہ کرے۔ خیال خوانی کے ذریعے بھی کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ پورس ہے اور وہ خود جینی ہے پھر یہ بھی سمجھایا تھا کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے دشمنوں کو شبہ ہو کہ وہ ایب نارمل ہو۔

اس نے پوچھا کہ "میرے ایب نارمل ہونے کا انہیں کیسے یقین ہوگا۔ مجھے کیسی حرکت نہیں کرنی چاہیے۔"

"یونہی ...خوامخواہ ہنسنا یا لڑنا جھگڑنا نہیں چاہیے۔ اونچی آواز میں گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ سنجیدہ اور بہت ہی باوقار لیڈی دکھائی دینا چاہیے۔"

وہ ناراض ہو کر بولی "اس کا مطلب یہ ہے کہ میں باوقار نہیں ہوں مجھے باوقار بننے کی ایکٹنگ کرنی چاہیے۔"

"بھئی تم باوقار ہو مگر بعض اوقات رہنا نہیں چاہتی ہو۔ اچانک تمہاری ذہنی رو بہک جاتی ہے۔ دیکھو ایسے وقت کوئی روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغوں میں آئے گا تو وہ سمجھ لے گا کہ تم ایک معمولی سی بات پر مجھ سے جھگڑا کررہی ہو اور اس بات کا تعلق اسی سے ہے کہ ہم اپنے آپ کو چھپا رہے ہیں۔ پلیز سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"میں بہت سمجھ دار ہوں اور آئندہ بھی سمجھتی رہوں گی مجھے زیادہ نہ سمجھاؤ۔"

پورس نے اوپر کی طرف دیکھ کر کہا "یا اللہ میں تو دوا بھی کررہا ہوں اور دعا بھی کررہا ہوں اسے قبول فرمالے۔"

جینی نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "تمہیں کیسے پتا چلا کہ اللہ میاں چھت پر آگئے ہیں؟"

پورس نے بڑی بے بسی سے ہونٹوں کو سختی سے بھینچتے ہوئے اسے دیکھا وہ بولی "مجھے اس طرح کیا دیکھ رہے ہو۔ خود تو ایب نارمل ہو تمہیں خود سمجھنا چاہیے کہ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں ہوگا اور اس طرح تمہیں چھت کی طرف دیکھتے ہوئے اللہ میاں کو مخاطب کرتے ہوئے دیکھے گا تو کیا ایب نارمل

نہیں سمجھے گا یا تمہارے ساتھ لفٹ کے ذریعے یا سیڑھی کے ذریعے اللہ میاں سے ملنے جائے گا۔"

"اب تم آؤٹ ہو رہی ہو۔ یا اللہ میں کیا کروں دیکھو پلیز کوئی رومانی گفتگو کرو۔ پیار و محبت کی باتیں کرو یہ سب چھوڑ دو کہ ہم کون ہیں۔ کیا ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر دونوں بانہیں پورس کے گلے میں ڈال کر بولی "اوہ مائی ڈارلنگ اوپو..... پو۔"

پورس نے جلدی سے کہا "میرا نام اسٹون ہے۔"

وہ جلدی سے بولی "ہاں..... ہاں میرے پیارے نارمن اسٹون..... لیکن یہ نارمن تو ٹھیک ہے۔ اسٹون ٹھیک نہیں ہے۔ اسٹون کا مطلب ہے پتھر۔ کیا پتھر سے محبت کی جا سکتی ہے اور تم مجھ سے محبت کرنے کے لیے بول رہے ہو۔"

"دیکھو محبت میں اتنی گرمی ہوتی ہے کہ پتھر بھی پگھل جاتے ہیں۔"

"اچھا تو محبت میں گرمی ہوتی ہے۔ مجھ میں نہیں ہے۔ کیا میں ڈیپ فریز رہوں؟"

"پلیز ڈارلنگ سمجھا کرو محبت کا مطلب ہے "محبوبہ" تم میری محبوبہ ہو۔ تمہارے اندر گرمی ہے تم مجھ جیسے پتھر کو پگھلا سکتی ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "سچ تمہیں پگھلانا شروع کروں؟"

پورس نے اپنی گردن سے اس کی بانہیں الگ کرتے ہوئے کہا "دیکھو پرواز کے لیے ایک گھنٹہ رہ گیا ہے۔ آؤ چلیں بورڈنگ کارڈ لیں گے۔"

وہ اپنا اپنا سفری بیگ اٹھا کر جانے لگے۔ پورس نے ایک طرف دیکھا سونیا دور اپنے جاسوس کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی اور بوتل پی رہی تھی۔ اچانک اسے ہنستے ہنستے ٹھسکا لگا۔ کتنے ہی لوگ اس کی طرف پلٹ کر دیکھنے لگے۔ جینی بھی رک کر ادھر دیکھنے لگی۔ وہ کھانستی جا رہی تھی اور ہنستی جا رہی تھی۔ جاسوس نے اس سے کہا "میں نے کتنی بار سمجھایا ہے کہ کوئی چیز پیتے وقت بسم اللہ کرو۔ ٹھسکا لگ جاتا ہے۔"

وہ رومال سے اپنا منہ پونچھتی ہوئی بولی "ہاں' ہاں مجھے سب معلوم ہے۔ میں کوئی نادان بچی نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم نادان بچی نہیں ہو لیکن ذرا احتیاط سے رہو۔"

سونیا نے ناراضگی سے کہا "پورس تم کتنی بار مجھے احتیاط سے رہنے کی تاکید کرتے رہو گے۔"

جاسوس نے اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "اوہ گاڈ تم مجھے پورس کہہ رہی ہو جو نام پاسپورٹ پر لکھا ہے کیا وہ نہیں لے سکتیں اور پھر کہتی ہو بڑی محتاط رہنے لگی ہو۔"

ادھر جینی نے پورس کے دماغ میں کہا "تم نے کچھ سنا اس آدمی کا نام بھی پورس ہے۔"

پورس نے جلدی سے جینی کا ہاتھ پکڑ کر اسے بورڈنگ کارڈ لینے کے لیے کاؤنٹر کی طرف جاتے ہوئے بولا "پتا نہیں اس [illegible] کتنے لوگوں کے نام پورس ہوں گے۔ ہمیں ان سے کیا لینا ہے۔"

وہ بورڈنگ کارڈ لینے کے لیے کاؤنٹر کی طرف جینی کے [illegible] چلا گیا۔ ایک طرف تیج پال کھڑا ہوا سونیا اور اس کے [illegible] جاسوس کو دیکھ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اس کے موبائل فون [illegible] کی آواز گونجی اس نے فون نکال کر اسے آن کر کے کان سے [illegible] سی آئی اے کے افسر نے کہا "ابھی فلیکس موصول ہوا ہے۔ عورت اسکائی بلیو اسکرٹ اور بلاؤز میں ہے اور ابھی بوتل ہوئے اسے ٹھسکا لگا تھا۔ وہی جینی ہے اور اس کے ساتھ جو ہے وہ پورس ہے۔"

تیج پال نے کہا "اتفاق سے میں بھی اسی کو دیکھ رہا ہوں گاڈ..... وہ بلاشبہ جینی ہے۔ ابھی اپنے پاس کھڑے بوڑھے کو [illegible] نگاہ سے اپنا منہ پونچھ رہی ہے اور وہ بوڑھا اس سے جھگڑ [illegible] ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "تم اپنی آنکھوں سے وہ دیکھ رہے ہو اور [illegible] پہنتی کے ذریعے بھی تصدیق ہو رہی ہے۔ ان دونوں کو بالکل [illegible] نظروں میں رکھو اور دیکھو کہ وہ اب کہاں جانے والے ہیں۔ [illegible] یہ آئیڈیا ہمیں پسند ہے کہ انہیں امریکا سے باہر جانے دیا جا [illegible] باہر کہیں بھی پورس کو قتل کیا جائے گا تو اس کی ہلاکت کی [illegible] داری ہم پر نہیں آئے گی۔"

"یہ تو ہم کسی طرح معلوم کر لیں گے کہ وہ دونوں کس [illegible] سے جا رہے ہیں اگر ابھی اپنے کسی ٹیلی پیتھی سے رابطہ ہو [illegible] اس سے کہیں کہ وہ ہمیں ان کے دماغ میں رہ کر ان کی منزل [illegible] دیں۔"

"جسٹ اے منٹ..... ایک فلیکس آ رہا ہے۔"

تیج پال نے موبائل فون کو کان سے لگا کر انتظار کیا پھر اعلیٰ [illegible] کی آواز سنائی دی "وہ دونوں پیرس جا رہے ہیں۔ اب تو اور [illegible] ہو گیا وہاں سے وہ بابا صاحب کے ادارے میں جائیں گے۔"

"آل رائٹ میں پھر آپ سے رابطہ کروں گا۔"

اس نے فون کو بند کیا اور ایک سراغ رساں سے کہا "[illegible] کے لیے تین سیٹیں ریزرو کروا لو۔"

ویسے سی آئی اے والوں کی طرف سے ائرپورٹ والوں [illegible] دیا گیا تھا کہ بیرون ممالک جانے والی پرواز میں تین سیٹیں [illegible] وقت تک خالی رکھا جائے جب تک کہ پرواز میں ایک گھنٹہ [illegible] جائے۔ لہٰذا اس کے مطابق پیرس جانے والی فلائٹ میں ان [illegible] سیٹیں مل گئیں۔

دس بجے کی فلائٹ سے اسرائیل جانے والا طیارہ [illegible] ہو گیا۔ اس میں جینی اور پورس چلے گئے۔ تیج پال اپنے [illegible] رسانوں کے ساتھ سونیا اور جاسوس کے پیچھے لگا رہا۔ ان کی [illegible] گیارہ بجے وہاں سے روانہ ہوئی۔ سفر کے دوران میں سونیا

شنوں سے اتنا ڈرتے کیوں ہو؟"

"نہیں ڈرتا نہیں محتاط رہتا ہوں۔"

"وہ ہمیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خطرہ تھا۔ ہم نے دو ٹیلی جاننے والوں کو ہلاک کر دیا۔ اب کوئی ہمارے دماغ میں نہیں ے گا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ قریب رہ کر گفتگو سنے اور یہاں رے میں کوئی ہم دونوں کے قریب نہیں ہے۔ آگے پیچھے والی ں ذرا فاصلے پر ہیں اور ہماری باتیں انہیں سنائی نہیں دیں گی۔"

سونیا جان بوجھ کر ایسی باتیں اس لیے کر رہی تھی کہ اسے تیج ں کی غیر معمولی صلاحیتوں کے بارے میں معلوم تھا۔ وہ جانتی تھی ہ دہ چند گز کے فاصلے پر ہونے والی سرگوشیوں کو بھی سن لیا کرتا ے اور یقیناً وہ سن رہا ہو گا۔

ادھر تیج پال اپنے ماتحت سراغ رسانوں سے کہہ رہا تھا کہ اب ہمیں اپنے روپوش رہنے والے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہاں سے ان دونوں کی باتیں سن رہا ہوں ور بالکل تصدیق ہو چکی ہے کہ وہ دونوں جینی اور پورس ہیں۔"

ایک سراغ رساں نے کہا "آپ ہمیں گائیڈ کریں ان دونوں کو کس طرح ٹریپ کیا جائے گا۔"

"میں پہلے بتا چکا ہوں کہ انہیں پیرس پہنچنے دیا جائے یہ دیکھا جائے کہ پیرس کے ائرپورٹ پر ان کے ساتھی انہیں لینے آتے ہیں انہیں۔ اگر آئیں گے تو وہ بھی ہماری نظروں میں آ جائیں گے۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا "میری اس پلاننگ میں ایک زا سی خامی ہے وہ یہ کہ اگر انہیں کوئی لینے نہیں آئے گا اور وہ کسی کاریا ایجنسی کا پتہ کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں جائیں گے تو ہم ان کا تعاقب کرتے ہوئے اس ادارے تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

ایک ماتحت نے کہا "ایسی پلاننگ کریں کہ کم از کم پورس ہمارے ہاتھ سے نکل کر نہ جا سکے۔ جینی کو تو آپ اپنی ذہانت سے کسی نہ کسی طرح ٹریپ کر لیں گے۔"

"ہاں' اگر ٹریپ نہیں بھی کر سکے تو کہیں سے چھپ کر اس اکیلی کو ہم گولی مار سکتے ہیں۔ اس کا قصہ ہی تمام کر سکتے ہیں اس کام کے لیے پہلے پورس کو راستے سے ہٹانا بہت ضروری ہے۔"

تھوڑی دیر بعد طیارے میں لگے فون سے اس کی کال آئی اس نے کال اٹینڈ کی دوسری طرف سے سی آئی اے کے اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں فلیکس کے ذریعے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ دونوں طیارے میں بیٹھے کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ وہ ساری گفتگو ہم سنا تے ہیں۔"

تیج پال نے کہا "پلیز آپ نہ سنائیں میں اپنی غیر معمولی لاحیتوں سے ان کی باتیں سن رہا ہوں لیکن جو کام چاہتا ہوں وہ ضرور ہونا چاہیے۔"

"ہم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں کہ پیرس پہنچنے سے پہلے پورس کا خاتمہ اسی طیارے میں کر دیا جائے۔ پھر وہ ایب نارمل..... جینی تمہارے گی۔ اگر ہم پیرس پہنچنے کے بعد اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے تو کہیں سے چھپ کر اسے گولی مار سکتے ہیں۔"

افسر نے کہا "ہاں تمہارا یہ آئیڈیا بھی اچھا ہے۔"

"آپ ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہیے کہ وہ یہاں کی ائرہوسٹس اور اسٹیورڈ کے دماغوں میں رہے۔ جب کھانے پینے کی چیزیں سپلائی کی جائیں تو پورس کو کافی یا کوئی مشروب دیتے وقت اس میں زہر ملا دیا جائے۔"

"تم جو کچھ کہہ رہے ہو' ہمارا کوئی نہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ سے یہ باتیں سن رہا ہو گا اور اگر نہ بھی سنے تو کوئی فلیکس آتے ہی ہم یہ بات اپنے دماغ میں دہرائیں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کیا کرنا چاہیے اور اس کا جواب ہمیں فلیکس کے ذریعے معلوم ہو جائے گا پھر میں تمہیں فون کے ذریعے بتاؤں گا کہ تمہارے منصوبے پر عمل ہونے والا ہے۔"

بڑی زبردست تیاریاں ہو رہی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ جینی اور پورس کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ تیج پال اپنے دو ماتحت سراغ رسانوں کے ساتھ ان کے تعاقب میں ہے اور کس طرح اپنے منصوبے پر عمل کرنے والا ہے کہ اس طیارے میں جینی اور پورس نہیں تھے۔ سونیا اپنے جاسوس کے ساتھ تھی اور خیال خوانی کے ذریعے تیج پال کے دونوں ماتحتوں کے دماغوں میں جاتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ تیج پال کے دماغ میں جانے سے وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کر لے گا لہٰذا وہ ان ماتحتوں کے دماغوں کے ذریعے ان کے منصوبے سے آگاہ ہوتی جا رہی تھی۔ دونوں طرف سے جوڑ توڑ جاری تھا اور طیارہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔

کھانے کے وقت سے بہت پہلے شراب سپلائی ہوتی رہی۔ جو پینے والے تھے وہ اپنی مرضی کے مطابق پیتے رہے۔ جب کھانے کا وقت آیا تو دو ائرہوسٹس بڑی بڑی ٹرالیاں لے کر مسافروں کے سامنے کھانے کی ٹرے رکھنے لگیں۔ تیج پال نے طیارے کے فون کے ذریعے سی آئی اے..... کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کر کے پوچھا "ابھی تک کوئی اطلاع نہیں ملی ہے۔ یہاں کھانا سپلائی ہو رہا ہے۔ اس کے بعد مشروبات سپلائی کیے جائیں گے۔ کوئی کافی مانگے گا کوئی سافٹ ڈرنک چاہے گا۔"

"میں ابھی فون کرنے والا تھا۔ ہمیں اطلاع مل گئی ہے کہ ہمارے روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں کی ائرہوسٹس اور اسٹیورڈز کے دماغوں میں ہیں۔"

تیج پال فون بند کر کے مطمئن ہو کر کھانے لگا۔ سونیا نے بابا صاحب کے ادارے کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کو بلا لیا تھا اور وہ بھی وہاں کے اسٹیورڈز اور ائرہوسٹس کے دماغوں پر قبضہ جمائے ہوئے تھے۔

وہاں تمام مسافر کھاتے پیتے رہے۔ جب کھانے سے فارغ

ہو گئے تو ائر ہوسٹس ان کے برتن اور ٹرے اٹھا کر ٹرالی میں رکھ کر واپس جانے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد دوسری ٹرالی میں مشروبات لائے گئے۔ ان میں کافی بھی تھی' چائے بھی تھی اور مختلف جوسز وغیرہ بھی تھے۔ ایک ائر ہوسٹس نے اورنج جوس کے ایک گلاس میں تھوڑا سا زہر ملا دیا تھا اور اسے ٹرالی کے نچلے خانے میں رکھ دیا تھا۔ وہ بے چاری اس بات سے بے خبر تھی کہ کیا کر رہی ہے۔ اس کے دماغ پر ایک نیلی پیتھی جاننے والے نے قبضہ جما رکھا تھا کہ جب وہ سونیا کے پاس بیٹھے ہوئے ایک جاسوس کے پاس پہنچنے والی ہو گی تو وہ وہاں نچلے خانے سے اورنج جوس نکال کر ائر ہوسٹس اس جاسوس کی طرف بڑھا دے گی۔

وہ ائر ہوسٹس اس ٹرالی کو لے کر مسافروں کی طرف آنے لگی۔ ٹرالی کے دوسری طرف والی ائر ہوسٹس نے ٹرالی کے نچلے خانے سے اس زہریلے مشروب کو اٹھا کر دوسری طرف رکھا اور ایک دوسرے اورنج جوس کے ایک بھرے ہوئے گلاس کو زہریلے جوس کی جگہ رکھ دیا۔

سونیا اپنے جاسوس کے ساتھ تیسری قطار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس ائر ہوسٹس نے اورنج جوس کا وہ گلاس نچلے خانے سے اٹھا کر جاسوس کے ہاتھ میں دیا۔ جاسوس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے گلاس لیا پھر پینے لگا۔ تیج پال اس طیارے کے پچھلے حصے کی ایک قطار میں تھا۔ وہاں سے اٹھ کر دیکھنے لگا تو اسے نظر آیا کہ جاسوس اس جوس کو پی رہا ہے پھر وہ سونیا سے باتیں کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ بڑا لذیذ جوس ہے۔ جی تو چاہتا ہے کہ ایک گلاس اور پیا جائے۔

تیج پال مطمئن ہو کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی سونیا کا جاسوس اپنی سیٹ پر سے اٹھا۔ وہ بہت پریشان نظر آ رہا تھا اور تیزی سے چلتا ہوا ٹائلٹ کی طرف جا رہا تھا۔ تیج پال مسکرایا۔ سمجھ گیا کہ زہر کچھ اثر کر رہا ہے شاید اسے قے ہونے والی ہے یا زہر اس پر ایسا اثر کرے گا کہ وہ ٹائلٹ سے واپس نہیں آ سکے گا۔ اسے اٹھا کر لانا ہو گا۔

دس منٹ گزر گئے۔ پندرہ منٹ گزرنے لگے تو سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پریشانی سے پیچھے کی طرف دیکھا۔ تیج پال دور سے اس کی پریشانی کو سمجھ رہا تھا۔ وہ اپنا سفری بیگ لے کر تیزی سے چلتی ہوئی ٹائلٹ کی طرف جانے لگی۔ تیج پال سمجھ گیا کہ وہ پورس کی خیریت معلوم کرنے جا رہی ہے۔

وہ اطمینان سے بیٹھا رہا۔ تقریباً آدھا گھنٹا گزر گیا اور وہ دونوں ٹائلٹ سے واپس نہیں آئے۔ تیج پال کچھ پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ اگر پورس کو کچھ ہوا ہے' اگر وہ مر گیا ہے یا اس پر نیم بے ہوشی طاری ہو گئی ہے تو جینی کسی کو مدد کے لیے کیوں نہیں بلا رہی ہے۔ اس نے پلٹ کر ٹائلٹ کی طرف دیکھا۔

ایک منٹ کے اندر ہی ایک ٹائلٹ سے ایک مرد اور دوسرے ٹائلٹ سے ایک عورت باہر آئی۔ اب ان کے چہرے بدلے ہوئے تھے۔ انہوں نے ٹائلٹ میں جا کر اپنا عارضی میک اپ بدل لیا تھا اس کے مطابق ان کے پاس دوسرے پاسپورٹ موجود تھے' ان کے چہرے بھی وہی تھے جو پاسپورٹ کی تصویروں میں تھے۔ اب یہ کہا نہیں جا سکتا تھا کہ دو بہروپیے اس طیارے میں سفر کر رہے ہیں۔

تیج پال نے ان دونوں کو وہاں آتے اور بیٹھتے ہوتے نہیں دیکھا کیونکہ اچانک ہی وہاں اس کے پاس بیٹھے ہوئے ایک ماتحت سراغ رساں کی طبیعت بگڑ گئی تھی۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہیں سکتا تھا۔ تیج پال نے اسے جھنجھوڑ کر پوچھا "کیا ہوا؟"

اس کے جواب میں وہ سیٹ پر بیٹھے بیٹھے اچانک سامنے کی طرف ڈھلک گیا۔ تیج پال نے اسے اٹھایا۔ اسے سیدھا کیا اور سیٹ کی پشت سے لگایا تو پتا چلا کہ وہ مشروب پینے کے بعد مر چکا ہے۔

تیج پال نے فوراً ہی کال بیل کا بٹن دبایا۔ ایک اسٹیورڈ دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔ اس نے کہا "دیکھو' اسے کیا ہوا ہے۔ تم لوگوں نے اسے کیا پلایا ہے۔ یہ تو مر چکا ہے؟"

اس کی نبض ٹٹولی گئی۔ دل کی دھڑکنیں سننے کی کوشش کی گئی پھر تصدیق ہو گئی کہ وہ مر چکا ہے۔ اس طیارے میں آہستہ آہستہ خبر پھیلنے لگی کہ ایک مسافر مشروب پینے کے بعد مر گیا ہے۔ سب حیران پریشان ادھر دیکھنے لگے۔ طیارے کا عملہ بہت زیادہ پریشان ہو اور کہہ رہا تھا "ہم نے تو سب ہی کو مشروب پلایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھی نے خودکشی کی ہے۔"

تیج پال نے غصے سے کہا "یہ کیا بکواس ہے۔ میرا ساتھی خودکشی کیوں کرے گا؟"

آس پاس کے لوگوں نے کہا "بھئی یہ مشروب تو ہم نے بھی پیا۔" کئی مسافروں نے تصدیق کی کہ مشروب میں کچھ نہیں تھا۔ تیج پال نے جسے پورس سمجھ کر زہریلا مشروب پلانے کی کوشش کی تھی وہ اس جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ چونکہ اس کی پشت نظر آ رہی تھی اس لیے اس کا بدلا ہوا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اب وہ حیران و پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ جو زہریلا مشروب اسے پینا چاہیے تھا وہ اس کے ایک ماتحت سراغ رساں نے کیسے پی لیا تھا!

پھر تیج پال نے بلند آواز میں کہا "اس طیارے میں دو بہروپیے ہیں۔ انہوں نے اس کے مشروب میں زہر ملایا ہو گا۔"

ایک اسٹیورڈ نے کہا "آپ کن بہروپیوں کے بارے میں کہہ رہے ہیں؟"

وہ بولا "ادھر تیسری رو میں ایک مرد اور ایک عورت ہیں۔" دونوں بہروپیے ہیں۔ وہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ نہیں ہیں۔ انہوں نے میک اپ کے ذریعے چہرہ بدلا ہوا ہے۔ آپ ان کے چہرے دھو کر دیکھ سکتے ہیں۔"

اس طیارے میں ایک پولیس کا بڑا افسر بھی چھٹیوں پر جا رہا

تھا۔ وہ اسٹیورڈ اور تیج پال کے ساتھ سونیا اور اس کے جاسوس کے پاس آیا۔ تیج پال ان دونوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ وہ جن چہروں کو دیکھ چکا تھا وہ بدل چکے تھے۔ اس نے کہا "یہ دونوں بہت چالاک ہیں۔ ابھی ٹائلٹ میں گئے تھے اور وہاں جا کر انہوں نے اپنے چہرے سے میک اپ صاف کر لیا ہے لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔ پاسپورٹ میں تو ان کی تصویریں مختلف ہوں گی۔"

پولیس کے اعلیٰ افسر نے ان کے پاسپورٹ طلب کیے۔ انہوں نے اپنے پاسپورٹ دکھائے تو ان میں وہی چہرے تھے جو سامنے بیٹھے ہوئے سونیا اور اس کے جاسوس کے نظر آ رہے تھے۔

پولیس کے اعلیٰ افسر نے تیج پال سے کہا "آپ کیوں خواہ مخواہ دوسرے مسافروں کو پریشان کر رہے ہیں۔ آپ نے خود دیکھا ہے کہ جو مشروبات تمام مسافروں کو پینے کے لیے دیے گئے ہیں اسے آپ کے ساتھی نے بھی پیا تھا لیکن آپ کی نظر بچا کر اگر اس نے خودکشی کرنے کے لیے خود زہر ملا کر پیا ہو تو اسے آپ کیا کہیں گے۔ کیسے ثابت کر سکتے ہیں کہ اس نے خودکشی نہیں کی ہے یا یہ کہ اس طیارے کے عملے میں سے کوئی اس کا دشمن تھا جس نے اسے زہریلا مشروب پلایا ہے؟"

تیج پال ان سوالوں کے جواب نہ دے سکا۔ یہ بات الگ تھی کہ آس پاس بیٹھے ہوئے مسافروں نے انہیں پہلے بھی دوسرے چہرے کے ساتھ دیکھا ہو گا اور اب ان کے بدلے ہوئے چہرے بھی دیکھ رہے تھے لیکن ان میں چند ایک ہی ایسے تھے جو یہ سمجھ سکتے تھے لیکن ان سمجھنے والوں کے دماغوں میں بابا صاحب کے اوارے کے سراغ رساں قبضہ جمائے ہوئے تھے اور ان کے ذہنوں کو الجھا رہے تھے کہ ان کے دیکھنے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ یقیناً یہی پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے کیونکہ ان کے پاسپورٹ بھی وہی ہیں۔

جہاز کے عملے میں سے دو افراد اس لاش کو اٹھا کر پچھلے حصے میں ایک کیبن میں لے گئے۔ تیج پال نے کہا "میں انہیں جانتا ہوں۔ آپ میرا یہ کارڈ دیکھیں۔"

اس نے اپنا کارڈ دکھایا۔ اس میں لکھا ہوا تھا "انٹرنیشنل اسپیشل آفیسر آن ڈیوٹی۔"

اسے دیکھ کر پولیس افسر نے سلیوٹ کیا پھر کہا "دیکھیے سر! آپ کی تمام باتیں غلط ثابت ہو رہی ہیں۔ آپ کوئی اور ثبوت دینا چاہیں تو ہم انکار نہیں کریں گے۔ کیا ان کی تلاشی لی جائے؟"

"ہاں' ان کے دونوں سفری بیگ دیکھیں۔ ان میں ڈبل پاسپورٹ ہوں گے۔ یہ بہت فراڈ لوگ ہیں۔"

ان دونوں کے سفری بیگ کی تلاشی لی گئی ان میں ان کے ضروری سامان تھے لیکن کوئی دوسرا پاسپورٹ نہیں تھا۔ تیج پال نے کہا "میرے ساتھ ٹائلٹ آئیں۔ انہوں نے وہاں کہیں چھپایا ہے یا پھر اسے پھاڑ کر کموڈ کے اندر ڈال کر فلش کے ذریعے بہا دیا ہے۔"

وہ سب ٹائلٹ میں گئے لیکن وہاں کوئی پاسپورٹ یا ویزا وغیرہ کے کاغذات نہیں ملے۔

جب وہ واپس آئے تو سونیا کے ساتھی جاسوس نے تیج پال سے کہا "میں تمہارے جیسے آفیسروں کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں۔ تم برابر ہماری انسلٹ کیے جا رہے ہو اور ہم خاموشی سے برداشت کر رہے ہیں۔ اب اگر تم نے ہمارے خلاف کوئی حرکت کی تو ہم تمہارے ساتھ بہت بری طرح پیش آئیں گے۔"

سونیا نے پولیس افسر سے کہا "آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ میں اس طیارے کی کمپنی والوں سے شکایت کروں گی اور آپ دونوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کروں گی۔ ہم کوئی معمولی گرے پڑے لوگ نہیں ہیں۔"

پولیس افسر اور اسٹیورڈ وغیرہ نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا "آپ غصہ نہ کریں۔ اب آپ کے خلاف کوئی کچھ نہیں بولے گا۔"

سونیا اپنے ساتھی جاسوس کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔ پولیس افسر تیج پال کے ساتھ چلتے ہوئے بولا "آپ اگر کچھ اور ثبوت پیش کریں گے اور وہ ٹھوس ثبوت ہوں گے تو ہم پھر ان کے خلاف کارروائی کریں گے۔ آپ فکر نہ کریں لیکن ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچیں اور کوئی ایسا الزام نہ لگائیں جو جھوٹا ثابت ہو۔ پلیز آپ اپنی جگہ تشریف رکھیں۔"

"تیج پال اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا پھر اس خالی سیٹ کی طرف دیکھنے لگا جہاں اس کا ایک سراغ رساں بیٹھا ہوا تھا اور اب مردہ ہو کر دوسری جگہ منتقل ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے دوسرے ماتحت جاسوس کو دیکھ کر کہا "مجھ سے ایک بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے اور وہ یہ کہ میں اپنے منصوبوں کے بارے میں تم دونوں سے گفتگو کرتا رہا ہوں۔ مجھے یہ یاد رکھنا چاہیے تھا کہ جینی اور پورس کے علاوہ ان کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تمہارے دماغ میں رہ کر میری پلاننگ سن رہے ہوں گے۔ انہوں نے کسی طرح ہماری بازی الٹ دی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد پھر اس کے لیے فون کال آئی۔ وہ ریسیور لے کر کان سے لگا کر بولا "میں تیج پال بول رہا ہوں۔"

سی آئی اے کے اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں فیکس کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے کہ طیارے میں کیا ہو رہا ہے۔ ہمارا ایک جاسوس مارا گیا ہے اور وہ دونوں اپنا چہرہ بدل چکے ہیں۔ تیج پال! بہت مکار دشمنوں سے واسطہ پڑا ہے۔ ہوشیار رہو۔ تم ذہین ہو۔ تمہیں کیا سمجھایا جائے۔ ویسے اتنا کہے دیتا ہوں کہ آئندہ جو بھی پلاننگ کرو' اس کے ہر پہلو پر اچھی طرح غور کر لو۔ ایسا کہ وہ تمہارا توڑ نہ کر سکیں۔"

وہ بولا "سر! ہمیں ایک بات جو نہیں بھولنا چاہیے اسے بھولتے آ رہے ہیں۔ ابھی آپ فون پر بات کر رہے ہیں تو یہ نہیں

سوچ رہے ہیں کہ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ ایک نہیں' کئی جانتے ہیں اور وہ اس وقت بھی ہماری گفتگو سن رہے ہوں گے۔ لہٰذا آئندہ آپ مجھے کال نہ کریں۔ مجھے جو کرنا ہوگا وہ میں کر گزروں گا۔"

اس نے فون بند کردیا۔ اس کے ماتحت نے کہا "سر! میں ابھی ٹائلٹ سے آتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر ٹائلٹ کی طرف جانے لگا۔ اس وقت تیج پال نے دیکھا کہ سونیا اپنے جاسوس اور پولیس افسر کے ساتھ آرہی تھی۔ اعلیٰ افسر نے تیج پال کے قریب آکر کہا "یہ دونوں کہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھیں گے تاکہ آپ کی غلط فہمی دور کرسکیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہتر ہوگا۔ اس طرح آپ کو بھی انہیں سمجھنے کا اچھا خاصا موقع ملے گا۔" یہ کہہ کر پولیس افسر نے تیج پال کو آنکھ ماری۔ تیج پال نے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ دونوں یہاں بیٹھ سکتے ہیں۔"

جاسوس تیج پال کے پاس بیٹھ گیا اور تیسری سیٹ پر سونیا بیٹھ گئی۔ جب اس کا ماتحت جاسوس آیا تو تیج پال نے کہا "تم ان کی سیٹ پر جاکر بیٹھ جاؤ۔"

وہ آگے بیٹھنے کے لیے چلا گیا۔ سونیا نے تیج پال سے کہا "آپ کو ہم دونوں کے بارے میں کچھ غلط فہمی ہوئی ہے اور ہم بھی کچھ ایسی بات آپ سے کہنا چاہتے ہیں جس پر شاید آپ یقین نہ کریں۔"

"ایسی کیا بات ہے؟"

وہ بولنے سے پہلے ذرا ہچکچائی پھر بولی "آپ انٹرنیشنل اسپیشل آفیسر آن ڈیوٹی ہیں اس لیے آپ سے توقع ہے کہ ہمارے لیے کچھ کرسکیں گے۔ بات یہ ہے کہ۔۔۔"

اس نے جاسوس کی طرف دیکھ کر کہا "تم انہیں بتاؤ۔"

جاسوس نے کہا "گذشتہ رات کھانے کے بعد ہمیں اچانک نیند آنے لگی۔ ہم چاہتے تھے کہ جاگتے رہیں اور ٹی وی کا ایک پلے انجوائے کرتے رہیں لیکن ہم اپنی مرضی کے خلاف بستر پر جاکر سوگئے۔"

سونیا نے کہا "یہ کوئی ہمارے لیے زیادہ حیران کرنے والی بات نہیں تھی پھر جب ہم سوہی گئی تھے تو سوچنا کیا تھا لیکن اچانک ہماری آنکھ کھلی۔ جب ہم نے گھڑی دیکھی تو اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ ہم تقریباً دس بجے جاکر سوئے تھے اور چار گھنٹوں کے بعد ہم دونوں کی آنکھیں ایک ساتھ کھل گئی تھیں۔ ہم اٹھ گئے پھر بستر سے اتر کر آئینے کے سامنے بیٹھ گئے وہاں بہت سا میک اپ کا سامان رکھا ہوا تھا جو کہ ہمارا نہیں تھا لیکن ہم نے اس پر بھی توجہ نہیں دی اور وہاں بیٹھ کر ایک پاسپورٹ کی تصویر کے مطابق کئی اور تصویریں مختلف زاویوں سے دیکھیں اور اس کے مطابق ہم اپنے چہرے پر میک اپ کرنے لگے۔"

اس جاسوس نے کہا "کیا آپ یقین کریں گے کہ ہم نے میں کبھی ایسا بہروپ نہیں بدلا اور نہ ہی یہ جانتے ہیں کہ چہرے کی تکنیک سے تبدیل کیا جاتا ہے۔"

تیج پال نے کہا "میں آپ لوگوں کی باتیں سن رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں کہ آپ لوگوں کے ساتھ کوئی درپردہ دشمنی کررہا ہے۔"

سونیا نے کہا "لیکن ہم تو کسی کے دشمن نہیں ہیں۔ ایک سیدھی سادی عام سی زندگی گزارتے ہیں۔ آپ اگر پیرس جارہے ہیں تو ہم آپ سے گزارش کریں گے کہ ہمارے بھی تشریف لے چلیں۔ وہاں آس پاس کے لوگوں سے بھی انکوائری کریں تو پتا چلے گا کہ ہم وہاں برسوں سے رہتے چلے آئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' میں پیرس پہنچنے کے بعد آپ لوگوں کے متعلق ضرور چلوں گا۔ آپ یہ بتائیں کہ آگے پھر آپ کے ساتھ کیا ہوا؟"

سونیا نے کہا "میں کچھ ایسی حرکتیں کرنے لگی جیسے کہ ابنارمل ہوں یا نیم پاگل ہوں۔ ائرپورٹ پر میں نے ایک سافٹ ڈرنک پیتے ہوئے ہنسنا شروع کیا تو مجھے ٹھسکا لگ گیا۔ ایک بار نے اپنے رومال سے منہ پونچھا لیکن دوسری بار ایک بے چارہ بوڑھے شخص کی نک ٹائی سے منہ پونچھنے لگی۔"

جاسوس نے کہا "میں اپنی اس واٹف کو کتنا سمجھانے کی کوشش کررہا تھا اسے ایسی حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ لیکن یہ باز نہیں آئی اور جب یہ طیارے میں آکر بیٹھی تو پہلے کی طرح نارمل ہوگئی۔"

سونیا نے جاسوس سے کہا "تم نے وہ نہیں بتایا کہ میں تمہیں کسی اور اجنبی نام سے پکار رہی تھی تو تم نے مجھے منع کیا تھا۔ وہ نام نہیں کیا نام تھا مجھے یاد نہیں آرہا ہے۔"

"ہاں' وہ کوئی انگریزی نام نہیں تھا۔ کوئی ایشیائی نام لگتا تھا۔"

تیج پال نے پوچھا "کیا تم نے انہیں پورس کہہ کر مخاطب کیا تھا؟"

"سونیا سوچنے لگی پھر بولی "شاید ایسا ہی کوئی نام تھا۔"

جاسوس نے کہا "ایسا ہی کیا تھا بلکہ یہی تھا۔ مجھے اب یاد آیا ہے بہرحال ان چھوٹی باتوں کو چھوڑو۔ ابھی جو ہم نے کیا وہ کیا عجیب بات نہیں تھی کہ ہم ٹائلٹ میں جاکر اپنے چہروں کو صاف کررہے تھے اور ایک پاسپورٹ وہاں رکھ کر دوسرا پاسپورٹ اپنے سفری بیگ میں رکھ کر باہر آئے تھے۔"

تیج پال نے پوچھا "کیا وہ پاسپورٹ تم دونوں نے ٹائلٹ میں رکھا تھا؟"

"لیکن ہم جب گئے تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔"

"پتا نہیں' ہوسکتا ہے آپ کے وہاں جانے سے پہلے کوئی

سیما غزل کا ایک
ناقابلِ فراموش ناول

وہی یہ تھیں

قیمت:
جلد اول: ۱۵۰
جلد دوم: ۱۵۰

اپنے ہاکر یا قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں

براہِ راست منگوانے کا پتہ:-

ناشر: علی میاں پبلی کیشنز
۲۰۔ عزیز مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔
فون:- ۷۲۴۲۱۴

اسٹاکسٹ: علی بک سٹال
نسبت روڈ، چوک میو ہسپتال لاہور۔
فون:- ۷۲۲۳۸۵۳

پہلو بدلنے لگا۔

"بہت ذہین ہو' دلیر ہو' غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو۔ سوچو' کچھ تدبیر کرو کہ ابھی مجھے زیر کرسکو۔ نہ کرسکے تو میں تمہیں سیدھا اوپر بھیج دوں گی۔"

وہ خاموشی سے اپنے جاسوس کے ساتھ اتر گیا۔ سونیا نے ڈرائیور سے کہا "آگے چلو۔"

وہ آگے جانے لگے۔ تیج پال اپنے جاسوس کے ساتھ دوڑتا ہوا اس گاڑی کی طرف آیا جو خفیہ ایجنسی کی بھیجی ہوئی تھی۔ اس نے بیٹھ کر کہا "چلو۔"

ڈرائیور نے پلٹ کر کہا "کہاں چلیں؟"

"میں جہاں کہہ رہا ہوں چلتے رہو۔ دیکھو وہ گاڑی جارہی ہے۔ اس کا تعاقب کرو۔"

"کیسے تعاقب کروں۔ میرے دماغ پر تو کسی نے قبضہ جمایا ہوا ہے۔"

تیج پال خاموشی سے ڈرائیور کو اور خفیہ ایجنسی کے لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اسی وقت سونیا نے اس کے دماغ میں آکر کہا "تم سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتے ہو۔ چاہو تو سانس روک کر مجھے باہر رکھ سکتے ہو یا پھر یہ سمجھ لو کہ آج تک تم اس لیے زندہ رہے کہ کبھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ٹکر نہیں لی۔ اب تم غلطی کر بیٹھے ہو تو اس کے نتائج جلدی تمہارے سامنے آتے رہیں گے اور تمہیں دو کوڑی کا نہیں رہنے دیں گے۔ تمہاری ساری شہرت خاک میں مل جائے گی اور جتنی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں وہ دھری کی دھری رہ جائیں گی۔"

سونیا یہ کہہ کر چلی گئی۔ تیج پال سکتے کے عالم میں اپنی جگہ بیٹھا رہ گیا۔

○☆○

ثانی اور پارس کے لیے رادی عیش و آرام لکھ رہا تھا۔ وہ جھیل کے کنارے والے ایک کاٹیج میں دن رات گزار رہے تھے۔ کبھی شاپنگ کے لیے جاتے تھے کبھی کسی پلے لینڈ میں جاکر بچوں کی طرح جھولے جھولتے رہتے تھے۔ ایسے وقت انہیں دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اندر سے کتنے خطرناک ہیں۔

ان کا خاندان ایسا تھا کہ ان کے ہاں دوستوں کی تعداد کم ہوتی رہتی تھی اور دشمنوں کی تعداد بڑھتی جاتی تھی۔ کوئی بھی دشمن کہیں سے بھی کسی بھی طرح چھپ کر انہیں گولی مار سکتا تھا لیکن گولی مارنے سے پہلے انہیں محتاط رہنا پڑتا تھا کہ جسے وہ ہلاک کرنا چاہتے ہیں وہ وہی ہیں یا بہروپیے ہیں کیونکہ کئی بار مجھے اور میرے بیٹوں کو ہلاک کرنے کے بعد پتا چلا کہ ہم زندہ ہیں پھر یہ کہ وہ اتنی آزادی سے اپنی اصلی چہرے کے ساتھ کاٹیج سے باہر نہیں جاتے تھے ایسے میں دشمنوں کے لیے معما بن جاتے تھے کہ وہ اصلی ہیں یا بہروپیے؟

اس رات وہ ایک بیڈ پر ایک کمبل لپیٹے لیٹے ہوئے تھے اور پیار و محبت کی باتیں کررہے تھے۔ اچانک ہی انہیں احساس ہوا کہ کوئی خطرہ ہے۔ واقعی خطرہ سر پر آپہنچا تھا۔ ایک دھڑاکے سے دروازہ یوں کھلا جیسے لات مار کر کھولا گیا ہو پھر کئی مسلح افراد دندناتے ہوئے بیڈ روم میں چلے آئے اور اس بیڈ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ وہ دونوں اسی طرح بیڈ پر کمبل اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ پارس نے ثانی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمہارے میکے والے یہاں آئیں گے؟"

وہ بولی "بکواس مت کرو۔ یہ میرے نہیں تمہارے میکے والے ہیں۔"

وہ بولا "تمہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ مرد کا میکا نہیں ہوتا۔ مرد کا میکا اور بیکا ہوتا ہے یعنی ماں بھی ہوتی ہے اور باپ بھی ہوتا ہے۔ جو عورت بیاہ کر لائی جاتی ہے اس کی نہ ماں ہوتی ہے نہ باپ ہوتا ہے اس لیے وہ کبھی کبھی ان سے ملنے کے لیے اپنے میکے جاتی ہے کبھی تم نے سنا ہے کہ کوئی شوہر اپنے میکے گیا ہو؟"

ایک قد آور شخص تالیاں بجاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا پھر بولا "بھئی فرہاد علی تیمور کے خاندان والوں کی تعریف کرنا چاہیے۔ چاروں طرف موت ہے اور وہ اپنی باتوں میں مگن ہیں اور ..... باتیں بھی ایسی کررہے ہیں کہ ہم انہیں ہلاک کرنے نہیں بلکہ مذاق کرنے آئے ہوں۔"

ثانی نے پارس سے کہا "لو تمہارا بیکا سوٹ پہن کر آیا ہے۔"

"اے بکواس مت کرو۔ تو جانتی نہیں ہے میں کون ہوں۔ اب میں وہ پہلے والا گرو گھنشام نارنگ نہیں ہوں۔ صرف گھنشام نارنگ ہوں۔ سونیا نے میری بیٹی کو بری طرح ہلاک کرکے میرے انتقامی جذبے کو للکارا ہے۔ اب میں اس کے خاندان کے ایک ایک فرد کو چن چن کر قتل کروں گا اور اسے اپنے سامنے آکر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کروں گا۔"

پارس نے کہا "یہ بیکا بڑا بکواسی ہے۔ جب ہم مرجائیں گے تو پھر ہم اپنی سونیا مما کو گھٹنے ٹیکتے ہوئے کیسے دیکھیں گے۔ کیا یہ اس وقت تک ہمیں زندہ رہنے دے گا؟"

"میں جب موت بن کر آتا ہوں تو پھر کوئی زندہ نہیں رہتا۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا "انہیں گولیوں سے بھون ڈالو۔"

ان کے بیڈ کے تین طرف مسلح افراد کھڑے تھے۔ حکم ملتے ہی انہوں نے تڑاتڑ گولیاں چلائیں۔ پورے بستر اور کمبل پر سوراخ ہوتے چلے گئے۔ خون ابلتا چلا گیا۔ گویا کہ وہ بستر خون سے نہلا دیا گیا۔ جب فائرنگ ختم ہوئی تو ثانی نے ذرا سا سر اٹھا کر دیکھا پھر پارس سے پوچھا "کیا یہ ہم دونوں کا خون بہہ رہا ہے؟"

گرو نارنگ حیرانی سے منہ کھول کر ان دونوں کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے آنکھوں سے نہیں' کھلے ہوئے منہ سے دیکھ رہا ہو۔

گرو نارنگ کو یقین نہیں آرہا تھا کہ بستر پر لیٹے ہوئے ثانی اور پارس اپنے تین اطراف سے درجنوں گولیاں کھانے کے باوجود زندہ ہیں جب کہ پورا بستر خون سے بھر گیا تھا۔ وہ دونوں کمبل اوڑھے لیٹے تھے۔ اس کمبل میں بھی بے شمار گولیوں کے سوراخ ہوگئے تھے۔ کمبل سے باہر نکلے ہوئے دونوں کے سر اور چہرے سلامت تھے اور وہ دونوں سر ایک دوسرے سے باتیں کررہے تھے۔

گرو نارنگ کے ساتھ آنے والے کئی مسلح افراد میں سے ایک نے آگے بڑھ کر ان پر سے خون آلود کمبل کو ہٹایا تو پتا چلا کہ بستر پر تکیے وغیرہ اس طرح رکھے ہوئے تھے جیسے کمبل کے نیچے ان دونوں کے جسم ہوں جب کہ دونوں جسم بستر کے نیچے تھے۔ وہ فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ صرف ان کے سر بستر کے اوپر تکیے سے لگے ہوئے تھے۔

گرو نارنگ نے گرج کر کہا "مجھے چالاکی دکھا رہے ہو؟ اب کیسے بچو گے؟ ان دونوں کے چہروں پر گولیاں برساؤ۔"

اس کے حکم کے مطابق تین اطراف سے مسلح افراد نے تڑاتڑ فائرنگ کی۔ بے شمار گولیاں ثانی اور پارس کے چہروں کے آس پاس اور اوپر کی طرف سوراخ بناتی گئیں۔ کئی چھوٹی گیند جیسے غباروں میں بھرا ہوا سرخ رنگ پھٹ کر بہنے لگا۔ وہ گرج کر بولا "تم لوگ کیسے گن مین ہو۔ ان میں سے کسی کے چہرے پر گولی نہیں مار سکتے؟"

ایک مسلح جوان نے کہا "فائرنگ ہاتھوں سے بعد میں اور دماغوں سے پہلے کی جاتی ہے۔ ہمارے دماغوں پر ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلط ہیں۔"

دوسرے نے کہا "وہ ہمیں صحیح ٹارگٹ پر گولی مارنے نہیں دے رہے ہیں۔"

پھر سب نے اپنی اپنی گنوں کا رخ گرو نارنگ کی طرف کیا اور کہا "ہم مجبور ہیں۔ ہمارا صحیح ٹارگٹ تم ہو۔"

اس نے پریشان ہو کر اپنے تمام گن مینوں کو دیکھا۔ ثانی اور پارس پلنگ کے نیچے سے نکل آئے۔ ثانی نے کہا "گرو مہاراج' اب کوئی منتر پڑھو۔ تمہیں ہماری موت کا اتنا یقین تھا کہ خود ہاتھ میں ہتھیار لے کر نہیں آئے۔ ہتھیار والوں کو لے کر آگئے۔"

پارس نے کہا "حسین ہوتے تو آنکھ مارتے' ہم مرجاتے۔ تمہاری آتما ٹیلی پیتھی نے یہ نہیں بتایا کہ یہاں ہمارے جتنے کا مجمع ہیں' ان کے احاطے میں دشمن قدم رکھے تو بابا صاحب کے ادارے میں خطرے کی گھنٹی بج جاتی ہے اور کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے چشم زدن میں یہاں پہنچ جاتے ہیں۔"

ثانی نے کہا "ویسے آج دوپہر کو جب تم طیارے سے اتر کر ائرپورٹ کی عمارت میں آئے تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک جاسوس نے تمہارے خاص چیلے کے خیالات پڑھ لیے تھے۔ تم دوپہر سے ہی ہمارے ٹارگٹ پر تھے۔"

"اب بتاؤ' ہماری جان کے دشمن بن کر کیوں آئے ہو؟"

وہ خاموشی سے انہیں گھور کر دیکھتا رہا اور سوچتا رہا۔ ثانی نے کہا "یہ کیا بتائے گا؟ ہماری مما نے اس کی بیٹی نیلماں کا قیمہ بنا دیا ہے۔ اب یہ انتقام لینے بھارت سے یہاں آیا ہے۔"

"میں جو ارادہ کرلیتا ہوں' اسے ضرور پورا کرتا ہوں۔ میں انتقام لینے کے لیے صرف سونیا کو ہلاک کروں گا تو میرے دل کی بھڑاس نہیں نکلے گی۔ میں تم دونوں کو' فہمی اور علی کو پھر پورس اور فرہاد کو باری باری ہلاک کرتا جاؤں گا تو سونیا بے بسی سے اپنا سر پٹخ پٹخ کر میرے قدموں میں آئے گی۔"

پھر وہ تمام مسلح افراد سے بولا "میرا نشانہ لیے کیوں کھڑے ہو۔ میں حکم دیتا ہوں مجھ پر گولیاں چلاؤ۔ میرے جسم کو گولیوں سے چھلنی کردو۔ کم آن.... فائر....."

ان سب نے بیک وقت فائر کیے۔ تڑاتڑ کی آوازوں کے ساتھ اس کے جسم کو گولیوں سے چھلنی کرنے لگے۔ وہ گولیاں کھاتا ہوا' قہقہے لگاتا ہوا فرش پر گرتے ہی مرگیا۔ اس کے چند سیکنڈ بعد ہی ایک گن مین نے ثانی پر گولی چلائی۔ پارس اسے لیتے ہوئے فرش پر گر پڑا۔ گرو نارنگ اپنی آتما شکتی سے جسم بدل کر اس گن مین کے اندر آگیا تھا۔ دوسرے شخص نے اس گن مین کو گولی ماری۔ وہ گولی کھاتے ہی گر پڑا۔ ایک گولی سے ہی مرگیا لیکن چند سیکنڈ بعد وہ دونوں محتاط ہوچکے تھے۔ سمجھ گئے تھے کہ گرو نارنگ کی آتما جسم بدلتی جارہی ہے۔

میں' سونیا' فہمی اور علی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کے ساتھ تھے۔ ابھی خاموشی سے تماشا دیکھ رہے تھے۔ ہمارے سراغ رساں وہاں کے ایک ایک گن مین کے دماغ میں محتاط تھے۔ ان میں سے جس کے اندر گرو نارنگ کی آتما جاتی اور حملہ کرنا چاہتی' اس سے پہلے ہی اس گن مین کو مار دیا جاتا تھا۔

اس طرح گرو نارنگ کے جسم کے علاوہ پانچ مسلح افراد کے جسم بھی مردہ ہوگئے تھے۔ اس حساب سے گرو نارنگ کی آتما چھ جسموں میں رہ کر نکل گئی تھی۔ اب ساتویں اور آخری جسم میں اس آتما کو جانا تھا یعنی ساتویں کے بعد اب بدلنے کے باعث اس کی آتما شکتی بھی کمزور پڑ گئی تھی۔ اب اسے بھی نیلماں کی طرح آتما شکتی مکمل کرنے کے لیے ایک خاص مدت تک تپسیا کرنا ضروری تھا۔

گرو نارنگ انتقام لینے کے غصے میں جلدی جلدی جسم تبدیل کرتے وقت یہ خیال نہ رکھ سکا کہ وہ اپنا ہی نقصان کررہا ہے پھر جس آتما نے کہ یہاں ایک گن مین سے دوسرے گن مین کے جسم میں جاتا رہے گا تو آتما شکتی بالکل ہی ختم ہوجائے گی۔ اس نے وہاں چھ لاشوں کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ اب وہ آخری بار ہی کسی ایک کے جسم میں جاسکتا ہے اور وہاں کسی کے اندر جائے گا تو پھر مارا جائے گا۔

اس بار اس کی آتما فرار ہو کر پہلے ایک اسپتال میں پہنچی تاکہ

مردہ خانے میں رکھے کسی مردے کے جسم میں داخل ہو جائے لیکن وہاں کے مردہ خانوں میں تابوت نما لوہے کی الماری کی درازوں میں لاشیں رکھی جاتی تھیں اور انہیں لاکڈ رکھا جاتا تھا۔

پھر وہ چشم زدن میں ایک قبرستان کے اندر آیا۔ وہاں ایک جگہ سوگوار افراد کی بھیڑ تھی۔ ایک تابوت کا اوپری حصہ اٹھا کر لاش کے سینے پر صلیب کا نشان رکھا جا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اس لاش نے آنکھیں کھول دیں۔

جو چند لوگ تابوت پر جھکے ہوئے تھے' وہ دہشت سے چیخیں مارتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ لاش تابوت کے اندر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھنے پر دور تک کھڑے ہوئے لوگوں کو پتا چلا کہ چند لوگوں نے چیخیں کیوں ماری تھیں اور وہ خوف زدہ ہو کر ذرا دور جا کر حیرانی سے اسے تکنے لگے۔

گرونارنگ تابوت کے اندر بیٹھے بیٹھے سر گھما کر چاروں طرف دور کھڑی ہوئی عورتوں اور مردوں کو دیکھنے لگا۔ وہ کسی کو نہیں جانتا تھا اور وہ تمام لوگ اسے جانتے ہوئے بھی نہیں جانتے تھے کہ اس عیسائی کے اندر ہندو کی آتما سمائی ہوئی ہے۔ سیاہ لباس میں دور کھڑی ہوئی ایک گوری چٹی حسینہ نے دونوں بازو پھیلا کر کہا "ایمون! مائی ڈیئر ایمون! تم زندہ ہو؟ ڈاکٹر کی رپورٹ غلط تھی۔"

ڈاکٹر کے حوالے سے دوسروں کو حوصلہ ہوا کہ ایمون کا آپریشن کامیاب رہا تھا۔ شاید عارضی طور پر سانس رک گئی ہو یا ڈاکٹروں نے سمجھنے میں غلطی کی ہو۔ ایک پولیس آفیسر نے بھیڑ سے نکل کر آگے آ کر ریوالور سے نشانہ لیا پھر للکارتے ہوئے کہا "خبردار! جیل سے فرار ہوتے وقت میں نے ہی تمہیں گولی ماری تھی ورنہ تم مجھے مار ڈالتے۔ اب فرار نہیں ہو سکو گے۔"

وہ سیاہ لباس والی حسینہ دوڑتے ہوئے گرونارنگ کے آگے ڈھال بن کر بولی "آفیسر! میرا ایمون مریض ہے۔ آپریشن کے بعد ٹانکے لگائے گئے ہیں' یہ کہیں نہیں جائے گا۔ میں اسے اسپتال لے جاؤں گی۔"

ان کی باتوں کے دوران میں نارنگ ان کے خیالات پڑھ رہا تھا پھر اس نے پولیس آفیسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے اپنا ریوالور اس کی طرف اچھال دیا۔ نارنگ نے ریوالور کیچ کر کے تابوت سے باہر آ کر کہا "آفیسر' میرے آگے چلو۔ میں پیچھے موت کی طرح چلوں گا۔ باقی تمام لوگ یہاں کھڑے رہیں۔"

وہ حسینہ کا بازو تھام کر بولا "تم آن روزی! یہ قانون کے محافظ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اے آفیسر! فوراً یہاں سے چلو۔"

قبرستان میں کھودی ہوئی قبر خالی رہ گئی۔ جیسے جسم سے جان نکلتی ہے' ویسے ہی تابوت سے لاش نکل کر جانے لگی۔ اسے لانے والے لوگ اپنی اپنی جگہ سہمے کھڑے رہے۔ وہ جانتے تھے کہ ایمون گارسن کتنا خطرناک مجرم ہے۔ کوئی اسے روکنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ انڈر گراؤنڈ کے جتنے مجرم اس کی آخری رسومات میں آئے تھے' وہ اندر سے خوش تھے۔ گرونارنگ نے پولیس کے ایک بڑے آفیسر کو یرغمال بنا رکھا تھا۔

ہم فی الحال یہ نہیں جان سکتے تھے کہ اس کی آتما کہاں گئی ہے؟ جس کے بھی جسم میں جائے گی اس کا لب ولہجہ اختیار کرے گی اور نارنگ چاہے گا تو اس لب ولہجے کو بھی بدل دے گا۔ اب تو اس کی یہی کوشش ہوگی کہ وہ نیلاں کی طرح کہیں دور ویرانے میں روپوش رہ کر تپسیا کرے اور دوبارہ آتما شکتی حاصل کرے۔

سونیا نے کہا "یہ آخری خطرناک جادوگر اور ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا ہے۔ نیلاں کی طرح اسے بھی کہیں روپوش رہنے کا موقع نہ دیا جائے۔"

میں نے کہا "ہم سب کو یہاں کے مختلف اسپتالوں اور مردہ خانوں میں جانا چاہیے۔ نارنگ وہیں سے کوئی آخری جسم حاصل کرے گا۔"

ہمارے کہتے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف اسپتالوں اور مردہ خانوں میں جانے لگے۔ ہر اسپتال کے عملے کے متعلقہ افراد کے خیالات پڑھنے لگے پھر ہمیں خیال آیا' وہ کسی تازہ لاش کے اندر جانے کے لیے قبرستان بھی جا سکتا ہے۔ ہم نے پیرس کے کئی قبرستانوں میں فون کے ذریعے وہاں کے منتظمین کی آوازیں سنیں پھر ان کے دماغوں میں گئے۔ تب معلوم ہوا کہ ایک خطرناک مجرم ایمون گارسن جو اسپتال میں آپریشن کی ناکامی کے باعث مر گیا تھا' وہ اچانک زندہ ہو گیا ہے اور اپنی محبوبہ روزی کے ساتھ ایک پولیس آفیسر کو گن پوائنٹ پر لے گیا ہے۔

سونیا نے کہا "روزی یا اس پولیس آفیسر کی آوازوں اور لب ولہجے کو سننا ہوگا۔ ہم ان کے دماغوں میں رہ کر معلوم کر سکتے ہیں کہ نارنگ کہاں ہے؟ اور آئندہ روپوش رہنے کے لیے کہاں جانے والا ہے؟"

اس افسر کا نام اور پتا معلوم کرنا مشکل نہیں تھا۔ پچھلے دن کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ ایمون گارسن نامی خطرناک مجرم جیل سے فرار ہو گیا تھا۔ ایک ڈی آئی جی سائمن سانو نے پولیس پارٹی کے ساتھ اس کا تعاقب کیا۔ ایمون گارسن سے کاؤنٹر فائرنگ ہونے لگی۔ ڈی آئی جی سائمن سانو نے ایمون گارسن کو گولی ماردی۔ گولی کھانے کے بعد بھی وہ زندہ رہا۔ اس کے جسم سے گولی نکالنے کے لیے اسپتال پہنچایا گیا۔ گولی تو نکل گئی لیکن وہ مر گیا۔

اس طرح ڈی آئی جی سائمن سانو کا پتا اور فون نمبر مل گئے۔ اس نمبر پر رابطہ کیا گیا تو پتا چلا "ڈی آئی جی کا موبائل فون بند ہے۔ دوبارہ اس کے دفتر میں فون کیا گیا تو معلوم ہوا کہ پیرس کے ایک قبرستان سے ایک کلو میٹر دور سڑک کے کنارے اس کی لاش پائی

گئی ہے۔

نارنگ کو اس پولیس آفیسر سے خطرہ تھا۔ اس لیے... اس نے اسے گولی مار کر سڑک کے کنارے پھینک دیا تھا۔ روزی ابھی کام آنے والی تھی۔ اس کے ذریعے وہ اپنے موجودہ بہروپ ایمون گارسن کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا اور روزی پیرس جیسے بڑے شہر میں اس کی گائیڈ بن کر رہ سکتی تھی۔

قبرستان کے دفتر میں روزی نے ایمون کی کزن کی حیثیت سے رجسٹر میں اپنا نام' پتا اور فون نمبر لکھایا تھا۔ اس کے فون پر رابطہ کیا گیا۔ اس کی ایک ملازمہ نے کہا "میڈم قبرستان گیا ہے' ابھی تک واپس نہیں آیا ہے۔"

سونیا نے ملازمہ کو اس بات پر مائل کیا کہ وہ روزی کے باس سے رابطہ کر کے اس کے بارے میں پوچھے کہ وہ اب تک کیوں واپس نہیں آئی ہے۔

روزی ایک نائٹ کلب کے قمار خانے کی ٹوکن بیلر تھی۔ وہاں جوا کھیلنے والوں کو فرانسیسی فرانک یا ڈالر کے حساب سے ٹوکن دیا کرتی تھی کیونکہ جوا کھیلتے وقت میز پر نقد رقم نہیں ٹوکن رکھے جاتے تھے۔

باس نے فون پر ملازمہ سے کہا "اپنی میڈم کی فکر نہ کرو۔ وہ اپنی ڈیوٹی پر ہے۔"

باس جھوٹ کہہ رہا تھا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ انڈر گراؤنڈ اسلحہ مافیا کے ایک شخص نے فون پر بتایا ہے کہ ایمون گارسن مردہ نہیں زندہ ہے۔ ایک ڈی آئی جی کو یرغمال بنا کر روزی کے ساتھ گیا ہے۔ پولیس والے جانتے ہیں کہ روزی' ایمون گارسن کی داشتہ ہے۔ اس لیے وہ اسے اپنے کلب میں نہیں لے جائے گی۔ اسے انڈر گراؤنڈ اسلحہ مافیا کے گاڈ فادر کے پاس پہنچائے گی۔

سونیا نے روزی کے باس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ باس کا نام شوانزر تھا۔ اس نے سونیا کی مرضی کے مطابق فون کے ذریعے گاڈ فادر کے سیکریٹری سے کہا "گاڈ فادر سے کہو شوانزر بات کرنا چاہتا ہے۔"

سیکریٹری نے کہا "آپ فون بند کر دیں۔ پہلے میں معلوم کرتا ہوں کہ وہ کہاں ہیں؟ اور کس نمبر پر ملیں گے۔ آپ پندرہ منٹ کے بعد فون کریں۔"

شوانزر نے فون بند کر دیا۔ سونیا اس سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ایک کمپیوٹر کو آپریٹ کر رہا تھا۔ کمپیوٹر نے بتایا کہ گاڈ فادر اس وقت ایک چرچ میں ہے۔ وہ صرف مجرموں کا گاڈ فادر ہی نہیں ایک بڑے چرچ کا راہب وفادر بھی تھا۔ پوری سوسائٹی میں بہت ہی معزز اور محترم کہلاتا تھا۔ کسی اہم موقع پر خفیہ اڈے میں جاتا تھا ورنہ چرچ کی ایک رہائش گاہ میں رہتا تھا۔ وہاں کی راہبہ اور راہب بھی اس کے آلۂ کار تھے۔ اس کی غیر موجودگی میں چرچ کے انتظامات سنبھالتے تھے۔

گاڈ فادر نے اپنی سیکریٹری سے کہا "شوانزر سے کہو روزی اب ایمون گارسن کے ساتھ مصروف رہے گی۔ اس کی فکر نہ کرے۔ روزی کے علاوہ کوئی دوسری اہم بات ہو تو ہم سے کرے۔"

وہ جانتے تھے کہ اب پیرس کی پولیس اور انٹیلی جنس والے روزی اور ایمون گارسن کو پورے شہر میں ڈھونڈتے پھریں گے۔ یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ وہ ایک بڑے چرچ کی ایک رہائش گاہ میں روپوش رہنے کے لیے روزی کے ساتھ آ رہا ہے۔

سونیا نے مجھ سے کہا "وہ گاڈ فادر بہت ہی چالاک ہے۔ ایک بڑے چرچ کا فادر ہے۔ نارنگ اسی چرچ کی ایک رہائش گاہ میں روپوش رہے گا۔ قانون کے محافظ کبھی یہ نہیں سوچیں گے کہ ایک خطرناک مجرم وہاں چھپا رہتا ہے۔"

میں نے کہا "ابھی اسے وہاں پہنچنے دو۔ ہم گاڈ فادر کے دماغ میں رہ کر معلوم کریں گے کہ نارنگ ان کی انڈر گراؤنڈ اسلحہ مافیا میں شامل کیسے ہوگا۔ کیا وہاں بھی گاڈ فادر سے برتر رہنے کے لیے اپنے طور پر چالیں چلے گا۔"

"ٹھیک ہے' ہم انتظار کرتے ہیں لیکن میں اسے دوبارہ آتما شکتی حاصل نہیں کرنے دوں گی۔"

کچھ دیر بعد وہ روزی کے ساتھ گاڈ فادر کے چرچ والی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ گاڈ فادر نے پوچھا "کیا تم محتاط تھیں؟ کسی نے یہاں تک تعاقب تو نہیں کیا ہے؟"

"میں بہت محتاط ہوں۔ مجھ سے زیادہ ایمون چالاک ہے۔ اس نے ڈی آئی جی کو گولی مار کر کار کے باہر پھینک دیا پھر آگے جا کر وہ کار چھوڑ دی۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر آدھے گھنٹے تک دیکھتے رہے کوئی دشمن ہمارے پیچھے نہیں تھا۔ ہم نے وہ ٹیکسی بھی چھوڑ دی اور پانچ کلو میٹر تک پیدل چلتے ہوئے یہاں آئے ہیں۔"

"شاباش! اب کوئی ایمون گارسن تک نہیں پہنچ پائے گا۔"

وہ تینوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ گاڈ فادر نے ایک راہبہ کو بلا کر کہا "ہمارے لیے کافی لاؤ۔ ایمون بھوکا ہوگا۔ بولو ایمون' کیا کھانا پسند کرو گے۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔ صرف کافی پیوں گا۔"

راہبہ چلی گئی۔ گاڈ فادر نے کہا "تم مفرور قیدی ہو۔ آزادی سے باہر جانے کے لیے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرا لو۔"

نارنگ نے کہا "ہاں چہرہ تو تبدیل کروں گا لیکن مجھے مفرور قیدی نہ کہو' وہ تو مر چکا ہے۔ میں تو اس کے تابوت سے فرار ہو کر آیا ہوں۔"

"یہ میں پوچھنا بھول گیا کہ تم اسپتال سے قبرستان تک مردہ کیسے ظاہر ہوتے رہے؟"

"میں گھنٹوں سانس روک کر خود کو مردہ ثابت کر سکتا ہوں اور یہ تماشا آج بہت سے لوگ دیکھ چکے ہیں۔"

"تم بڑے کام کے آدمی ہو۔ اتنے دلیر ہو کہ جیل سے بھی فرار ہوئے' تم میں اتنی قوت برداشت ہے کہ گولی کھا کر بھی آپریشن کی تکلیف برداشت کی اور گھنٹوں سانس روکے رہے۔"

"جو گولی لگی تھی جو آپریشن ہوا اور آپریشن کے بعد جو ٹانکے لگائے گئے' وہ سب قبرستان تک تھے۔ اب نہ کوئی ریوالور کی گولی کی تکلیف ہے اور نہ میرے جسم میں کوئی ٹانکوں کا نشان ہے۔"

روزی نے پوچھا "ایمون! کیسی باتیں کررہے ہو؟ تمہارے پیٹ میں گولی لگی تھی۔ گولی نکالنے کے بعد وہاں ٹانکے لگائے گئے تھے۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر اپنی شرٹ اوپر اٹھا کر پیٹ دکھاتے ہوئے بولا "کہاں ہیں ٹانکوں کے نشانات؟"

روزی اور گاڈفادر نے حیرانی سے دیکھا۔ نارنگ نے کہا "مجھے بندوق کی گولی بھی نہیں مار سکتی۔"

ثانی اور پارس کے کانٹے میں اس کا جسم اس لیے مردہ ہوگیا تھا کہ بیک وقت کئی گولیاں ماری گئی تھیں اور اسے ایک بھی گولی نکالنے کی مہلت نہیں ملی تھی پھر اس نے سوچا کہ پہلے جسم بدل کر ثانی اور پارس کو ہلاک کیا جائے لیکن پانچ جسم بدلنے کے باوجود وہ انہیں ہلاک نہیں کرپایا تھا۔ آخر اپنی سلامتی کے لیے ایمون گارسن کے جسم میں آکر پناہ لے لی تھی۔

گاڈفادر نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم جادو جانتے ہو؟"

"مردہ جب دوبارہ سانسیں لے کر زندہ ہوتا ہے تو ایسا عجوبہ بن جاتا ہے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر مجھے سمجھنا ہو تو سب سے پہلے کسی ماہر کو بلا کر میرا چہرہ تبدیل کراؤ۔"

"ہاں ضرور' ابھی فون کرتا ہوں۔ میں تمہیں اپنا خاص ماتحت بنا کر رکھوں گا۔ پولیس اور سراغ رسانوں کا سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گا۔"

گاڈفادر فون کے ذریعے ایک ماہر پلاسٹک سرجن سے رابطہ کرنے لگا۔ نارنگ جو مہاگرو گھنشام نارنگ کہلاتا تھا' وہ بھلا کسی کا ماتحت بننا پسند کرسکتا تھا؟ اس نے دل میں کہا "اُلّو کے پٹھے! مجھے ذرا حفاظتی انتظامات کرلینے دو پھر میں بتاؤں گا کہ یہ نارنگ ہمیشہ برتر رہنے اور دوسروں کو پیروں تلے کچلنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔"

گاڈفادر نے جس ماہر پلاسٹک سرجن سے رابطہ کرکے اسے فوراً اپنے تمام سامان کے ساتھ آنے کا حکم دیا۔ اس کے دماغ پر ہمارا ایک سراغ رساں حاوی ہوگیا۔ میں نے پلاسٹک سرجری کا ضروری سامان لیا پھر سونیا سے کہا "میں سرجری کے لیے جارہا ہوں۔ اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھ کر بتانا ہے کہ وہ ہزار چالیں چل کر بھی دوبارہ آتما شکتی کے لیے کہیں بھی جاکر تپسیا نہیں کرسکے گا۔"

○☆○

جینی اور پورس تل ابیب گئے تھے۔ تیج پال اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ ان کے تعاقب میں تھا۔ سونیا اپنے ایک سراغ رساں ماتحت کے ساتھ پیرس جانے والے طیارے میں اسے بھٹکا کر لے آئی تھی۔ وہ اس طویل سفر میں سونیا کو جینی اور اس کے ماتحت سراغ رساں کو پورس سمجھتا رہا۔ اس نے ڈی پورس بننے والے سراغ رساں کو ہلاک کرنے کے لیے ایک زہریلا مشروب پلانا چاہا۔ نتیجے میں خود اس کا اپنا ماتحت وہ مشروب پی کر مرگیا۔

پیرس پہنچنے سے پہلے ہی سونیا نے اپنی چالبازی سے تیج پال کو یہ جتا دیا کہ نہ وہ جینی اور پورس ہیں اور نہ ہی ٹیلی پیتھی جیسا علم جانتے ہیں۔ اب تک دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر انہیں میک اپ کرنے اور جینی اور پورس کی ایکٹنگ کرنے پر مجبور کیا تھا۔ تیج پال سکتے میں بیٹھا تھا۔ اس کے پاس سی آئی اے والوں کے افراد کی کار آکر رکی۔ انہیں اور دوسری ایجنسی والوں کو... بھی ائرپورٹ کے کمپیوٹر اور دوسرے ذرائع سے معلوم ہوچکا تھا کہ اس طیارے سے تیج پال آرہا ہے۔ ان کے افسران بھی اس کے استقبال کے لیے آئے تھے۔ ان سب نے کہا "ہم جانتے ہیں کہ آپ یہاں سی آئی اے کے خاص مہمان ہیں۔ ہم آپ کے فون کا انتظار کریں گے۔"

وہ ان سے کسی وقت ملاقات کرنے کا وعدہ کرکے سی آئی اے کے ایک آرام دہ بنگلے میں رہائش کے لیے آیا۔ وہاں ڈنر کے وقت اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں ہیڈ کوارٹر سے جینی اور پورس کے سلسلے میں مکمل رپورٹس مل چکی ہیں۔ ہمارے ریکارڈ کے مطابق آپ پہلی بار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سامنا کررہے ہیں۔"

"ہاں جب نیلاں زندہ تھی تو بھارت میں تنہا میرے ہاتھ آگئی تھی۔ میں ..... دہلی کے ذاتی بنگلے میں لے جاکر اپنے ایک ماہر ہپناٹائز کرنے والے کے ذریعے اسے اپنی معمولہ بنانا چاہتا تھا۔ ایسے وقت مجھ سے جو بڑی غلطی ہوئی' وہ یہ ہے کہ میں نے اس کے مخالفین کو نظرانداز کیا۔ پارس اور پورس بھی نیلاں کی تاک میں لگے ہوئے تھے۔ مختصر یہ کہ ان دونوں کے علاوہ گرونارنگ بھی ہمارے درمیان آگیا۔ تب سے میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے نجات پاتا ہوں تو دوسرے کے زیر اثر آجاتا ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا اب بھی آپ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کے زیر اثر ہیں؟"

"آپ انجان بن کر یہ سوال کررہے ہیں۔ آپ کے اٹھارہ روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے اب سولہ رہ گئے ہیں۔ ان سولہ میں سے کسی نے مجھے اپنے زیر اثر رکھا ہے۔"

"میں نے سنا ہے کہ جس پر تنویمی عمل کیا جاتا ہے' اسے کبھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس پر عمل کیا گیا ہے اور اس کا عامل کون ہے؟"

"یہ میں نہیں جانتا کہ ان سولہ میں سے عامل کون ہے؟ لیکن سی آئی اے ہیڈ کوارٹر کے اعلیٰ افسر نے بتایا ہے کہ اب میرے اندر کی باتیں چھپی نہیں رہیں گی۔ انہیں معلوم ہے کہ میرے اندر الپا آتی تھی' وہ مجھے بکارتی تھی کہ میں کسی طرح تل ابیب آجاؤں تو وہ میرے دماغ کو بھی اپنی طرح مردہ بنادے گی پھر کوئی دشمن میرے

دماغ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ڈھونڈ نہیں سکے گا۔"

"آپ تو الپا کی مکاریوں کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔"

"وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مکار ہیں' جو دھوکے سے کسی کے دماغ پر قبضہ جماتے ہیں۔"

"یعنی آپ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی مکار اور دھوکے باز کہہ رہے ہیں۔"

"کیا یہ سچ نہیں ہے؟"

"میرا خیال ہے۔ اس موضوع پر باتیں کی جائیں گی تو تلخی پیدا ہوگی۔ میں ایک انفارمیشن دے رہا ہوں۔ ایک گھنٹا پہلے ایک فیکس موصول ہوا تھا اس میں لکھا تھا کہ جینی اور پورس تل ابیب پہنچ گئے ہیں۔"

"واقعی وہ بہت چالاک ہیں۔ میں سمجھتا رہا کہ امریکا میں بڑی بڑی واردات کرنے کے بعد وہ بابا صاحب کے ادارے میں جائیں گے اور اس کے لیے وہ پیرس جانے والے کسی طیارے میں سفر کریں گے۔ نیویارک ائرپورٹ پر بھی ڈی بننے والی جینی نے ایب نارمل حرکتیں کیں اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ زندگی میں پہلی بار دھوکا کھا گیا۔"

"ہم کچھ اور سوچ رہے ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"الپا چاہتی تھی کہ آپ جینی اور پورس کا تعاقب کرتے ہوئے تل ابیب آئیں پھر وہ وہاں آسانی سے آپ کو ٹریپ کرلے گی۔"

وہ کچھ دیر سوچتا رہا۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا ہم غلط سوچ رہے ہیں؟"

"نہیں۔ یہ درست ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے' جینی اور پورس کو میرے تعاقب کا علم نہ ہو لیکن الپا میرے دماغ میں آتی ہے تو مجھے اس کی سوچ کی لہریں محسوس نہیں ہوتیں۔"

"آپ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کرسکتے ہیں؟"

"ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میرے ایک پرانے سابقہ لب ولہجے کو میرے دماغ پر نقش کیا ہے۔ یہ لب ولہجہ وہ بھی جانتی ہے اس لیے چوری چھپے میرے اندر آجاتی ہے۔"

"پھر تو تصدیق ہوجاتی ہے کہ الپا آپ کو قتل ایب لے جانا چاہتی تھی۔"

"یہ ہوسکتا ہے لیکن بعد میں جینی' پورس یا ان کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ میں جینی اور پورس کے تعاقب میں ہوں اس لیے الپا نے جس عورت مرد کو ڈی جینی اور پورس بنایا تھا' ان دونوں میاں بیوی کے دماغوں پر فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے حاوی ہوگئے ہوں اور تنہا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا ان کے مقابلے میں پسپا ہوگئی ہو۔"

"یقیناً ایسا ہی ہوا ہے۔ الپا کی ایسی حرکتوں سے فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی معلوم ہوگیا ہے کہ آپ کے ذہن میں کس لب ولہجے کو نقش کیا گیا ہے۔"

تیج پال نے پریشان ہوکر کہا "میں انجان ہوں اور نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں ڈیرہ ڈالتے جارہے ہیں۔"

"آپ کو اس پہلو پر اچھی طرح غور کرنا اور مخالفین سے نجات حاصل کرنے کی تدبیر کرنا چاہیے۔"

"ہوں' اب تو میں کچھ نہ کچھ کروں گا ورنہ یہ پریشانی میری ذہانت کو کھا جائے گی کہ میں بے شمار انجانے دشمنوں کے نرغے میں ہوں اور میرے اندر کا کوئی اہم راز اب راز نہیں رہا کرے گا۔"

کھانے کے بعد اعلیٰ افسر نے کہا "پیرس کی سیر کرو۔ ذرا رنگ رلیاں مناؤ۔ تمہارا دل بھی بہلتا رہے گا اور تمہیں کھلے ذہن سے کوئی اچھی تدبیر سوچنے کا موقع بھی ملے گا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ آپ ہمارے آدمیوں کو فون کردیں کہ میں آدھے گھنٹے بعد یہاں سے نکلنے والا ہوں۔ وہ سب مجھ سے دور ہی دور رہ کر میری نگرانی کرتے رہیں۔ میرے ساتھ امریکا سے جو ماتحت آیا تھا' اس کا موبائل فون نمبر مجھے معلوم ہے۔ میں اسی کے ذریعے دوسرے ماتحتوں کو ضرورت کے وقت قریب بلاؤں گا۔"

اعلیٰ افسر فون کرنے لگا۔ تیج پال لباس تبدیل کرنے دوسرے کمرے میں چلا گیا پھر آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں اس بنگلے سے نکلے۔ اعلیٰ افسر اپنی کار میں چلا گیا۔ تیج پال سی آئی اے والوں کی نئی شاندار کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوا۔ پیرس کی ایک شاہراہ پر مخصوص رفتار سے ڈرائیو کرنے لگا پھر اس نے عقب نما آئینے میں دیکھنے کے بعد موبائل فون کے ذریعے اپنے ماتحت سے پوچھا "کیا ہمارے آس پاس دوسرے ماتحت ہیں؟"

"یس سر! وہ کسی کو شبہ کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

"کیا ہمارے ماتحتوں کی کسی گاڑی کا نمبر PRS3202 ہے؟ اس کا رنگ سفید ہے۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں سر۔"

اس نے تھوڑی دیر بعد کہا "نو سر! ہمارے ساتھیوں میں سے کسی کی گاڑی کا یہ نمبر نہیں ہے۔"

"سب ہی کو اطلاع دو۔ یہ کار بنگلے سے میرے تعاقب میں ہے۔"

اس نے دوسرے ماتحتوں کو تعاقب سے آگاہ کیا پھر سی آئی اے کے ریکارڈ کیپر کو وہ نمبر بتائے۔ ریکارڈ کیپر نے دوسری خفیہ ایجنسیوں کے رجسٹر دیکھ کر کہا "اس نمبر کی گاڑی موساد کے پاس ہے۔"

اعلیٰ افسر نے فون پر تیج پال سے کہا "موساد ایجنسی کا مطلب ہے الپا اپنے ایجنٹوں سے کام لے رہی ہے۔ ہم نے صحیح اندازہ لگایا

تھا کہ وہ جینی اور پورس کے تعاقب کے بہانے تمہیں اپنے ملک میں لے جانا چاہتی تھی۔"

تیج پال نے کہا "میں حیران ہوں' جب وہ چپ چاپ میرے دماغ میں آکر معلوم کرسکتی ہے کہ میں کہاں جارہا ہوں اور کیا کرنے والا ہوں تو اپنے ایجنٹوں کو میرے پیچھے لگانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"وہ خیال خوانی کے ذریعے تمہارے دماغ میں ہوگی لیکن کسی موقع پر تمہیں گھیرنے یا اغوا کرنے کے لیے جسمانی طور پر اسے وہاں اپنے آلہ کاروں کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔"

وہ تائید میں سرہلا کر بولا "ہاں پھر تو اس کے آلہ کاروں کی شامت آنے والی ہے۔"

"میرا مشورہ ہے ان سے نہ الجھو۔ ابھی فلیکس کے ذریعے کہا گیا ہے کہ تمہیں بنگلے میں پہنچ کر آرام کرنا چاہیے۔ سفر کی تکان بھی ہے۔ تم آج رات گہری نیند کے مزے لو۔ کل صبح دیکھا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں اپنے بنگلے میں جاؤں گا لیکن ایسی جلدی بھی نہیں۔ میرا اپنا بھی ایک طریقہ کار ہے۔ دیٹس آل۔"

وہ موبائل فون کو بند کرنے کے بعد ایک راستے سے دوسرے راستے پر جانے لگا۔ یہ دیکھنے لگا کہ الپا کے ماتحت تعاقب کررہے ہیں تو اسے کسی جگہ گھیر سکتے ہیں یا کسی موقع پر اسے صرف زخمی کرکے فرار ہوسکتے ہیں تاکہ الپا آسانی سے اس کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھاکر اسے اپنا معمول اور تابع بنالے۔

وہ ایک لمبی ڈرائیو کے بعد بنگلے میں واپس آیا۔ اپنے بنگلے کا اندرونی جائزہ لیا پھر مطمئن ہوکر لباس تبدیل کرنے کے بعد بستر پر آکر لیٹ گیا۔ اس نے اپنی غیر معمولی صلاحیت سے کار کے عقب نما آئینے میں بہت دور سے تعاقب کرنے والے دشمنوں کی کار کا نمبر پڑھ لیا تھا۔ اس بنگلے میں کوئی کہیں چھپ کر رہتا تو اس کی چھٹی حس اسے خطرے سے آگاہ کردیتی۔ اگر اسے بے ہوش کرنے کے لیے کھانے پینے کی کسی چیز میں کوئی ضرررساں دوا ملائی جاتی تو اسے سونگھتے ہی کسی ہونے والی سازش کو معلوم کرلیتا۔

اس نے مطمئن ہوکر آنکھیں بند کیں۔ اپنے دماغ کو ہدایات دیں پھر سوگیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کتنی دیر تک سویا رہا۔ اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔ ہلکی سی "پھٹس" کی آواز آئی تھی۔ جیسے سائیلنسر لگا کر ریوالور سے گولی چلائی گئی ہو۔ آواز باہر سے آئی تھی لیکن کوئی گولی اس کے بیڈ روم میں نہیں آئی۔ وہ کروٹ لینے کے انداز میں لڑھکتا ہوا بیڈ سے نیچے آگیا پھر دوسری بار اس کے بعد تیسری بار وہی سائیلنسر سے منسلک فائرنگ کی آوازیں آئیں۔ یہ اندازہ ہوا کہ باہر سی آئی اے کے ایجنٹس اس کی نگرانی پر مامور تھے۔ ان پر مخالفین نے حملے کیے ہیں۔

پھر آوازیں بند ہوگئیں۔ تیج پال اپنا پستول لوڈ کرکے فرش پر رینگتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ اس کے کی ہول سے جھانک کر دیکھا۔ دوسری طرف کوریڈور ویران تھا۔ کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ کوئی ہلکی سی آواز بھی آتی تو وہ سن لیتا اور سمجھ لیتا کہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔

دشمن اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے واقف تھے۔ اس لیے بنگلے کے اندر نہیں تھے ورنہ وہ ہلکے سے قدموں کی ہلکی سی آہٹ بھی سن لیتا پھر وہ چونک گیا۔ اس کے سونگھنے کی حس نے بتایا کہ کمرے میں بو ہے اور یہ بو پھیل رہی ہے۔ اس نے اٹھ کر بو کی سمت دیکھا۔ ایک روشن دان سے پلاسٹک کی ایک نلکی باہر سے کمرے کے اندر آئی تھی اور اس سے ہلکی سی گیس خارج ہورہی تھی۔ وہ دوڑتا ہوا ایک میز کے پاس گیا اور اس پر رکھی کئی چیزوں کو اس نے ہاتھ مار کر نیچے پھینک دیا اور میز کو اٹھا کر روشن دان کے پاس آیا۔ وہاں میز کو رکھ کر وہ اس پر چڑھ کر پلاسٹک کی نلکی کو موڑ کر خارج ہونے والی گیس کو روکنا چاہتا تھا اسی وقت وہ نلکی باہر کی طرف کھینچ لی گئی۔ روشن دان کا جو پٹ ذرا سا کھلا ہوا تھا' وہ بند ہوگیا۔ اس نے اسے کھولنا چاہا وہ اندر سے بہ آسانی کھل سکتا تھا مگر اب کھل نہ سکا۔ وہ بنگلے کی چھپلی دیوار تھی۔ وہاں کچھ لوگ موجود ہوں گے۔ ان سب نے روشن دان کے پٹ کو پوری قوت سے بند کردیا ہوگا۔

ایسی جدوجہد کے وقت سانس لیتے رہنا پڑتا ہے۔ وہ کافی حد تک گیس آلود ہوا میں سانس لے چکا تھا۔ اس نے اپنے اندر سے تمام سانس خارج کرکے اور سانس روک کر اس روشن دان کے پٹ کو گھونسا مارنا چاہا۔ وہ اگر نہ کھلتا تو ٹوٹ ضرور جاتا لیکن سانس نہ لینے سے سر چکرا گیا۔ اس کے اندر سے یوگا کے انداز میں سانس نکلی تھی لیکن گیس موجود وہ گئی تھی جو اسے ناتواں بنا چکی تھی۔

وہ گھونسا نہ مار سکا۔ میز پر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دونوں ہاتھ ناک پر رکھ کر سانس لینے لگا۔ اس وقت تک بیڈ روم کی بند فضا میں گیس پھیل چکی تھی۔ ناک پر ہاتھ رکھ کر سانس لینے کے باوجود پھر گیس اندر چلی گئی۔ وہ سجدے کے انداز میں جھکتا ہوا پھر لڑھکتا ہوا میز پر سے گر کر فرش پر آگیا۔

فرش پر گرنے کے باوجود کسی حد تک ہوش میں تھا۔ بڑا ہی سخت جان فائٹر تھا۔ فرش پر سے اٹھنے کی کوشش کررہا تھا۔ وہ بدترین حالات سے لڑسکتا تھا لیکن سانس لینے والی فضا بے ہوش کرنے والی گیس سے آلودہ کی جاچکی تھی۔ اس کے مقابلے میں آنے والے جانتے تھے کہ روبرو آکر اس سے مات کھائیں گے۔ اسے مات دینے کا یہی ایک طریقہ اپنایا گیا تھا۔

آخر وہ بے ہوش ہوگیا۔ اپنی' دنیا سے اور اپنی ذات سے غافل ہوگیا پھر اسے پتا نہ چلا کہ مات دینے والے اس کے ساتھ کیا سلوک کررہے ہیں اور اسے اٹھا کر کہاں سے کہاں لے جارہے ہیں۔

اس پاس کے بنگلے والوں نے اس فائرنگ کی آوازیں سنی ہوں گی۔ سی آئی اے کے سراغ رسانوں نے کی تھی کیونکہ ان کے کمروں میں سائیلنسر نہیں لگے ہوئے تھے۔ ان بنگلے والوں نے پولیس اسٹیشن کے انچارج کو فون پر بتایا کہ فلاں بنگلے کے پیچھے فائرنگ ہورہی ہے۔

اس انچارج نے سی آئی اے کے اعلیٰ افسر کو اطلاع دی کہ کے ایک ذاتی بنگلے کے پاس فائرنگ ہورہی ہے لہٰذا وہ فوراً پہنچے۔ یہ اطلاع ملتے ہی اعلیٰ افسر اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ پہنچا۔ وہاں پولیس والے بھی تھے۔ بنگلے کے اطراف میں چار میں پائی گئی تھیں۔ پولیس والے نہیں جانتے تھے کہ وہ سی آئی کے سراغ رسانوں کی لاشیں ہیں۔

سی آئی اے کا اعلیٰ افسر پولیس والوں کے ساتھ بنگلے کے پہنچا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ سب محتاط انداز میں اندر گئے۔ افسر نے تیج پال کو آوازیں دی۔ اس کے بیڈ روم کے قریب ہی بے ہوش کردینے والی گیس کی ہلکی ہلکی سی بو محسوس ہوئی۔ اپنی اپنی ناک پر رومال رکھ کر بیڈ روم میں آئے۔ وہاں ایک کا کچھ سامان فرش پر بکھرا پڑا تھا۔ میز روشن دان والی دیوار سے ہوئی تھی لیکن یہ سب کچھ کرنے والا تیج پال دکھائی نہیں دیا۔

سی آئی اے کے ماتحت افسران پولیس والوں سے اس سلسلے گفتگو کرنے لگے۔ اعلیٰ افسر نے ان سے دور جاکر فون کے ہیڈ آفس کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا اور وہاں کے حالات تے ہوئے کہا کہ تیج پال کو اغوا کیا گیا ہے۔ اب ان کے سولہ ٹیلی جاننے والے ہی تیج پال کے دماغ میں جاکر اس کا سراغ لگاسکتے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد ہیڈ آفس کے افسران کو فلیکس کے ذریعے معلوم ہوا کہ تیج پال پر گہری بے ہوشی طاری ہے۔ فی الحال اس کے بارے کچھ معلوم نہیں ہوسکے گا۔ اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔

انہوں نے موساد ایجنسی کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کرکے بتایا کہ موساد' را' کے جی بی' سی آئی اے اور ایف بی آئی کی خفیہ ایجنسیاں اپنے مشترک مفادات کے وقت متحد ہوکر اپنے مخالفین کو شکست دیتی تھیں اور انہیں طرح طرح سے حالات پہنچاتی تھیں لیکن ان ایجنسیوں کو اپنا اپنا ذاتی مفاد ہو تو وہ ایک دوسرے کے خلاف واردات کرتی تھیں اور اپنی کاروائی کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑتی تھیں۔

موساد کے اعلیٰ افسر نے کہا "آپ ناحق ہم پر شبہ کررہے ہیں۔ آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ تیج پال ان دنوں پیرس میں ہے۔ آپ کی ایک گاڑی نمبر PRS3202 پیرس کی شاہراہوں پر ہمارے ایک ایجنٹ کا تعاقب کرتی رہی ہے اور آپ حقیقت سے انکار کررہے ہیں۔"

"آپ جس گاڑی کا نمبر بتارہے ہیں' اسے ایک ہفتہ پہلے فروخت کردیا گیا تھا۔ خرید و فروخت کے کاغذات ہمارے پاس ہیں۔ ہم آپ کے اطمینان کے لیے اسے بھی فیکس کررہے ہیں۔"

"ایسے ہتھکنڈے ہم بھی جانتے ہیں لیکن آپ یہ نہیں جانتے کہ ہمارے روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تیج پال کے دماغ میں رہ کر الپا کی باتیں سنی ہیں۔ وہ اسے اپنے پاس بلا کر اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔"

"تیج پال کو تو کتنی ہی خفیہ ایجنسیوں والے بلا کر اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ الپا نے اگر موساد کے کسی اہم کام کے لیے اسے بلایا تھا تو آپ ہم پر شک کررہے ہیں؟ کیا پہلے کبھی ہم موساد والوں نے تیج پال سے کام نہیں لیا ہے۔ تعجب ہے کہ آپ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دشمنی بھول کر ہمیں اس کے اغوا میں ملوث ہونے کا الزام دے رہے ہیں۔"

سی آئی اے کے اعلیٰ افسر کے پاس الپا کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا۔ اس لیے اس نے فون بند کردیا۔ ویسے ٹھوس ثبوت نہ ہونے کے باوجود یقین تھا کہ الپا نے تیج پال کو اغوا کرایا ہے۔ بابا صاحب کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تیج پال کی نہ تو ضرورت ہوگی اور نہ ہی ماضی میں کبھی انہوں نے کسی دشمن کو تابع بنا کر رکھا تھا پھر یہ کہ ان کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا کہ اس کے لیے تیج پال کی ضرورت ہوتی۔ اس ادارے میں تیج پال سے بھی بڑھ کر باصلاحیت لوگ موجود تھے۔

ہیڈ آفس کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں الپا کی آواز ابھری "ہماری موساد ایجنسی کی طرف سے صفائی پیش کی گئی لیکن تم مطمئن نہیں ہوئے اور تمہارے مطمئن نہ ہونے سے ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا پھر بھی ہمارے درمیان دوستی رہے گی۔ ہم ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں اس لیے میں صرف سمجھا سکتی ہوں کہ بابا صاحب کے ادارے کو نظرانداز کروگے تو ہم سب کا اصل دشمن سمجھ میں آئے گا۔"

"ہمارا اور کون دشمن ہوسکتا ہے؟"

"محدود رہ کر صرف مجھ پر شبہ کروگے تو یہ بھولتے رہوگے کہ گروناورنگ نے تیج پال کو اپنا تابع بنا رکھا تھا۔ تمہارے روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسے گروناورنگ سے چھین لیا۔ کیا اس نے جوابی کارروائی نہیں کی ہوگی۔ میری اپنی معلومات کے مطابق گروناورنگ ابھی پیرس میں ہے۔ یقین نہ ہو تو اپنے ذرائع استعمال کرو اور اس کا سراغ لگاؤ۔ وہاں اس کی موجودگی کا ثبوت مل جائے گا اور ثبوت مل جائے تو ہم سے سوری نہ کہنا۔ دیٹس آل۔"

"پلیز جسٹ اے منٹ۔ میری بات سن لو۔"

"میں موجود ہوں' سناؤ۔"

"یہ بات سمجھ سے باہر ہے کہ تم اور مسٹر برین آدم پتا نہیں

کیسے اپنے دماغوں کو مردہ ظاہر کررہے ہو۔ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تم دونوں کے دماغوں تک پہنچنے میں ناکام رہتے ہیں۔"

"آگے بولو۔"

"بابا صاحب کے ادارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ناکام رہتے ہیں۔"

"آگے بولو۔"

"تم نے یہ تو سوچا ہوگا کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اندر پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دو خوبیاں بیان کردوں۔ ایک تو یہ کہ وہ دنیاوی معاملات سے دور رہتے ہیں جب اس ادارے کے کسی بندے پر کوئی ایسی مشکل آن پڑتی ہے جو جان لیوا ہوتی ہے تب وہ اس کی مدد کے لیے آتے ہیں پھر اس کی مشکل آسان کرکے چلے جاتے ہیں۔"

"ہوں ان کی دوسری خوبی کیا ہے؟"

"یہ ہے کہ کوئی دشمن بابا صاحب کے ادارے سے دشمنی نہ کرے۔ صرف ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے الجھتا رہے تو وہ روحانی ٹیلی پیتھی والے ان کے درمیان مداخلت نہیں کرتے۔ ان کی دوسری خوبی کے پیش نظر میں نے قسم کھائی ہے کہ کبھی اس ادارے کے خلاف قدم نہیں اٹھاؤں گی اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور ہی رہا کروں گی۔"

"فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں الجھا سکتے ہیں۔"

"میری فکر کیوں کررہے ہو۔ تج پال جیسا قیمتی ہیرا تمہارے ہاتھ سے نکل گیا ہے اس کی فکر کرو۔ اب میں رک نہیں سکتی۔ جارہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ اعلیٰ افسر کو ایک فیکس موصول ہوا۔ اس میں لکھا تھا۔ "ہمیں الپا پر شبہ رہے گا اس کے باوجود ہمیں نارنگ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ الپا کی اس بات میں وزن ہے کہ وہ انتقامی کارروائی کے طور پر تج پال کو ہم سے چھین سکتا ہے۔ ہم پیرس میں اس کی موجودگی کا سراغ لگا رہے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے سوچ کے زیر لیے کہا "جینی اور پورس کہاں گم ہوگئے؟ اس بات کا ثبوت نہیں مل رہا ہے کہ وہ دونوں امریکا سے باہر گئے ہیں۔"

فیکس میں لکھا ہوا آیا "وہ دونوں اگر نام اور حلیہ بدل کر گئے ہوں گے تو دو ایک دن میں پتا چل جائے گا کہ وہ کہاں ہیں؟

اس میں شبہ نہیں کہ ان دونوں نے ہمارے ملک کو ناقابل تلافی نقصانات پہنچائے ہیں لیکن ہم صبر کررہے ہیں۔ وہ دونوں ہم سے بچ نہیں پائیں گے۔ فی الحال ہمیں جلد از جلد تج پال کا سراغ لگانا ہے۔ ہم کل صبح تک کچھ نہ کچھ معلومات حاصل کرلیں گے۔ اگر نارنگ پیرس میں ہے تو وہ بھی نام اور حلیہ بدل کر آیا ہوگا۔"

دوسرے دن دوپہر کے اخبارات اور ٹی وی نیوز چینل کے لیے وہ تصویریں نشر کی گئیں جن میں دکھایا گیا تھا کہ ایک قبر میں تابوت رکھا ہوا ہے اور اس تابوت میں ایک مردہ زندہ ہوگیا ہے۔ دوسری تصویر میں دکھایا گیا تھا کہ وہ دوبارہ زندہ ہوکر ایک حسینہ کے ساتھ پولیس کے اعلیٰ افسر کو گن پوائنٹ پر قبر سے لے جارہا ہے۔

یہ سنسنی خیز خبر شائع ہوئی تھی کہ ایمون گارسن نامی خطرناک مجرم جیل سے فرار ہوتے وقت پولیس سے کاؤنٹر میں پکڑا گیا تھا۔ اس کے پیٹ میں گولی لگی تھی۔ وہ زندہ تھا۔ میں آپریشن کے ذریعے پیٹ سے گولی نکال کر ٹانکے لگائے گئے تھوڑی دیر بعد وہ مرگیا۔ ڈاکٹروں نے اس کی موت کا سرٹیفکیٹ دے دیا۔ اسے اسپتال سے گھر اور گھر سے قبرستان لے جایا گیا کئی گھنٹے صرف ہوئے۔ اس وقت تک وہ مردہ ہی تھا لیکن کھودی ہوئی قبر کے قریب تابوت کو رکھا گیا تو اس مردہ ایمون گارسن نے اچانک آنکھیں کھولیں اور تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہاں نے پتا نہیں کیسے پولیس آفیسر کا ریوالور لے لیا پھر اپنی محبوبہ کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

آخری خبر آنے تک ایک سڑک کے کنارے اس پولیس کی لاش پائی گئی تھی۔ وہ دوبارہ زندہ ہونے والا روزی کے ساتھ کہیں جاکر روپوش ہوگیا ہے۔ تمام ہائی ویز اور ائرپورٹ کی بندی کردی گئی ہے اور پولیس والے ایمون گارسن اور روزی تلاش کررہے ہیں۔

ایسی سنسنی خیز خبر کے ساتھ یہ خبر بھی شائع ہوئی کہ بابا صاحب کے ادارے سے حکومت فرانس کو الزام دیا گیا ہے کہ وہ پھیلی اطراف والے کا تجزیہ میں سیکیورٹی کے انتظامات پر توجہ نہیں ہیں۔ پچھلی رات بھارت سے آنے والے گرو گھنشام نارنگ فرہاد علی تیمور کے بیٹے پارس اور بہو ثانی کے کاٹیج پر حملہ کیا تھا ثانی اور پارس ذاتی انتظامات کے باعث محفوظ رہے۔ گرو نارنگ اس کے ہی ماتحتوں نے کئی گولیاں ماریں۔ وہ جسمانی طور پر لیکن اس کی آتما دوسرے تیسرے چوتھے اور پانچویں جسم میں پناہ لیتی رہی۔ جس طرح نیلاں مہا شکتی مان تھی' اسی طرح گرو نارنگ کی آتما بھی جسم بدل لیا کرتی ہے۔

پچھلی رات آخری ساتواں جسم تبدیل کرنے کے لیے اس آتما اس کاٹج سے فرار ہوگئی ہے اور اب پتا نہیں کس کے جسم داخل ہوکر وہ گرو نارنگ اب زندہ ہوا ہوگا۔

الپا نے سی آئی اے کے اعلیٰ افسر سے کہا "تم نے اتنی خبریں پڑھی بھی ہوں گی اور وہ تصاویر ٹی وی اسکرین پر دیکھی ہوں گی۔ کیا میں نے غلط کہا تھا کہ نارنگ پیرس میں موجود ہے؟"

"تم نے واقعی درست کہا تھا۔ وہ وچ ڈاکٹر (جادوگر) SPRITUAL ENERGY (آتما شکتی) کے ذریعے جسم بدلتا رہتا ہے۔"

"اب ایمون گارسن کا جسم اس کے لیے آخری پناہ گاہ ہے۔ آتما شکتی کمزور پڑچکی ہے۔ وہ بھی نیلاں کی طرح اس مسئلے دوچار رہے گا کہ کہیں تنہائی میں چھپ کر دوبارہ آتما شکتی ل کرنے کی تپسیا کرے اور اب ہم سب کی یہی کوشش ہونی ہے کہ اسے دو چار ماہ تک کہیں روپوش رہنے نہ دیا جائے۔"

"تم درست کہتی ہو لیکن جب وہ خود مصیبت میں گرفتار ہے تو ل کو کیوں اغوا کرے گا' وہ تو اپنی سلامتی کی فکر میں رہے گا۔"

"تم اتنے بڑے افسر ہو کر نادان بچوں جیسی باتیں کررہے ہو۔ رف آتما شکتی کی کمزوری میں مبتلا ہے کسی اور مصیبت میں ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں تمس آتا ہے۔ اسے تنہائی میں روپوش رہنے کے لیے ایسے لی کرنے والے کی ضرورت ہے جو تنہائی میں آنے والے کی ی آہٹ بھی سن لے۔ رات کی تاریکی میں بھی دیکھ سکے۔ کوئی زہر دینے کی سازش کرے تو وہ گھبراہٹ کرنے والا کھانے پینے کی چیز کھاتے ہی اسے سازش سے آگاہ کردے۔ یہ تمام غیر معمولی صلاحیتیں صرف تج پال کے پاس ہیں لہٰذا وہ کل رات پارس کے ہاتھوں شکست کھاتے ہی اپنی حفاظت کے لیے تج پال کو حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف رہا تھا اور اب وہ شاید اسے اغوا کرکے کہیں چھپانے میں کامیاب ہوگیا ہے۔"

"کیا تم تج پال کے دماغ میں نہیں جاسکتیں۔"

"یہ سوال اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی کرو۔ پتا نہیں کہ نے تج پال پر کیسا عمل کیا ہے' اب تک میں اس کے دماغ جانے کی ناکام کوششیں کررہی ہوں۔"

الپا چلی گئی۔ اس اعلیٰ افسر نے پیرس آفس کے اعلیٰ افسر سے سلسلے میں گفتگو کی۔ اس افسر نے کہا "آج کی حیرت انگیز خبریں کریں کہا جاسکتا ہے کہ نارنگ کو اپنی مدد اور حفاظت کی اشد رورت ہے اور اسی نے تج پال کو اغوا کیا ہے۔ ہمارے تمام ں نارنگ اور تج پال کو تلاش کررہے ہیں۔"

اب تمام امریکی سراغ رسانوں کو یقین ہوگیا تھا کہ نارنگ نے اغوا کرکے کہیں چھپا رکھا ہے۔ اگر الپا پر تھوڑا بہت شبہ تا تھا تو وہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے۔ خیال خوانی کرنے ں کو اس کا دماغ ہی نہیں ملتا تھا اور نہ جسمانی طور پر وہ کہیں ی جاتی تھی پھر یہ کہ اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا۔ نارنگ کے خلاف محل کربات سامنے آرہی تھی۔

○☆○

تج پال کی آنکھ کھلی پھر اس نے بند کرلی۔ اس کی چھٹی حس نے یہ محسوس کیا تھا کہ وہ بیڈ روم نہیں ہے' جس میں سی آئی اے کا اعلیٰ افسر طاقت بھر کیا تھا۔ وہ آنکھیں بند کرکے سوچنے لگا۔ اسے پچھلے تمام حالات یاد آنے لگے۔ یہ بھی یاد آیا کہ وہ روشن دان کے قریب میز پر کر فرش پر آیا تھا پھر بے ہوش کرنے والی گیس نے اسے اٹھنے کے قابل نہیں رہنے دیا تھا اور وہ بالکل غافل ہوگیا تھا۔

اس نے سوچا "کسی انجانی جگہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے مجھے ٹریپ کیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں امریکی روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والے کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرچکا ہوں لیکن کسی دوسرے نے مجھے ٹریپ کیا ہے؟ ان سے نجات حاصل کرنے کا مطلب ہے کہ کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مجھے پھانس لیا ہے؟"

اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا۔ دس بج رہے تھے اور دیوار گیر گھڑی کی تاریخ بتا رہی تھی کہ پچھلی رات گزر چکی ہے۔ تاریخ بدل گئی ہے اور یہ دوسرا دن ہے۔

اس حساب سے سی آئی اے والوں کو اس سے رابطہ کرنا چاہیے تھا۔ وہ اعلیٰ افسر خود آسکتا تھا یا فون کے ذریعے بات کرسکتا تھا۔

اس نے اپنی جیبوں کو ٹٹول کر دیکھا۔ اس کا اپنا موبائل فون نہیں تھا۔ بستر کے سرہانے ایک فون رکھا ہوا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر سی آئی اے کے اعلیٰ افسر کا فون نمبر ڈائل کرنا چاہا۔ اسے نمبر یاد نہیں آئے۔ اس نے سی آئی اے ہیڈ کوارٹر امریکا کے اعلیٰ افسر کا فون نمبر یاد کیا لیکن یادداشت کام نہیں آرہی تھی۔ حتیٰ کہ ان کے نام بھی بھول گیا تھا۔ دوسرے اہم فون نمبر بھی ذہن سے گم ہوگئے تھے۔

وہ بڑی سنجیدگی سے سوچتے ہوئے ریسیور کو کریڈل پر رکھ کر بستر سے باہر آیا۔ کمرے کے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کھڑکی کے پاس آکر دیکھنا چاہا۔ شدید سردی کے باعث باہر کہیں کہیں برف جمی ہوئی تھی اور کھڑکی کے شیشے اتنے دھندلائے ہوئے تھے کہ باہر جاکر ان شیشوں کو صاف کیا جاتا تب بھی باہر کا منظر دکھائی نہ دیتا۔

ایسے وقت دروازے پر دستک ہوئی پھر ایک کمزور سی نسوانی آواز سنائی دی "مے آئی کم اِن؟"

وہ بولا "کم ان۔"

دروازہ کھلا "ایک بوڑھی عورت ناشتے کی ٹرالی چلاتی ہوئی اندر آتی ہوئی بولی "مارننگ سینور!"

"مارننگ۔ تم کون ہو؟ یہ کون سی جگہ ہے؟"

"میرا نام مونو رٹا ہے۔ آپ شاید یقین نہ کریں' میں خود نہیں جانتی کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ اس مکان کے چاروں طرف باہر جاتی ہوں۔ اس کے آگے کئی بار جانے کے لیے سوچا مگر نہ جاسکی۔"

"کیوں نہ جاسکیں؟"

"آپ یقین نہیں کریں گے۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ کوئی نادیدہ طاقت مجھے اس مکان سے دور جانے کی اجازت نہیں دیتی ہے۔ یہ گرم دودھ اور اوولٹین پئیں۔ دوسرے برتنوں میں مختلف ڈشیں ہیں۔ انہیں آرام سے کھاتے رہیں۔"

"تم یہاں تنہا رہتی ہو؟"

"نہیں' میرے خاوند ایک کمرے میں ہیں۔ ان کا نام ہیزون

سارکا ہے۔ باتیں تو بہت ہوں گی مائی سن! پہلے گرم دودھ پی لو۔"

وہ ٹرالی کے پاس ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ دودھ میں اوولٹین ملا کر ایک گھونٹ پینے کے بعد وہ بولا "مسٹر بیزون سارکا اس مکان سے دور کھانے پینے اور دوسری ضروریات کی چیزیں لانے جاتے ہوں گے۔"

"وہ بھی مکان سے چند قدم آگے نہیں جاپاتے ہیں۔ انہیں بھی ایسا لگتا ہے کہ کوئی اَن دیکھی قوت انہیں روک رہی ہے۔ ایک اجنبی شخص ایک گاڑی میں آتا ہے اور ہماری ضروریات کی تمام چیزیں پہنچا کر چلا جاتا ہے۔ کوئی ضروری بات ہو تو کرتا ہے ورنہ گونگے بہرے کی طرح چلا جاتا ہے۔"

"میں یہاں کیسے آیا؟"

"آج صبح پانچ بجے وہی گاڑی آئی تھی۔ اس میں سے دو افراد تمہیں اٹھا کر لائے۔ ہم سے کہا' تم خاص مہمان ہو۔ تمہارا ہر طرح سے خیال رکھا جائے۔"

اس نے اوولٹین پینے کے دوران میں پوچھا "تم میاں بیوی اس مکان میں کب سے رہتے ہو؟"

"یہی سوال میں اپنے خاوند بیزون سے پوچھتی ہوں۔ وہ الٹا مجھ سے پوچھتا ہے۔ یہ کتنی عجیب سی بات ہے کہ آدمی کو اپنے رہنے سہنے کی جگہ کے بارے میں کچھ یاد نہ رہے۔ میں مانتی ہوں کہ بڑھاپے میں یادداشت کمزور ہو جاتی ہے لیکن ایسی بھی کمزور نہیں ہوتی۔ ہمیں تو ڑہے کہ کسی دن ہم اپنا نام بھی بھول جائیں گے۔"

"ہوں' میں بھی کتنے ہی افراد کے نام اور ان کے ٹیلی فون نمبر بھول گیا ہوں۔ کیا تم ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ جانتی ہو؟"

"ابھی تمہاری باتوں سے یاد آیا کہ ہم بھی اپنے تمام رشتے داروں کے نام اور ان کے فون نمبر بھول گئے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کے بارے میں تو سنا ہے کہ کوئی دماغ کے اندر آکر بولتا ہے' کیا یہ سچ ہے؟"

"ہاں' ابھی ہمارے تمہارے دماغوں میں بھی ایک یا ایک سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ضرور موجود ہیں۔"

"لیکن سینور! میرے اور بیزون کے دماغوں میں کوئی نہیں بولتا ہے۔"

"جب سے میں بیدار ہوا ہوں۔ میرے دماغ میں بھی کوئی نہیں بول رہا ہے۔ اس کے باوجود میں جانتا ہوں کہ میں کسی کا معمول اور تابع بن چکا ہوں۔"

وہ ایک گلاس پینے کے بعد کچھ توانائی محسوس کر رہا تھا۔ اس نے کہا "اب تو بھوک بھی لگ رہی ہے لیکن پہلے غسل کروں گا۔ گرم پانی تو ہو گا۔"

"ہاں۔ گیزر لگا ہوا ہے۔ اس الماری میں تمہارے ناپ کے کئی جوڑے ہیں' ان میں سے اپنی پسند کا لباس پہن لو۔"

اس نے الماری کے پاس آکر اسے کھول کر دیکھا۔ بہت ہی قیمتی نئے سوٹ' شرٹ اور نکٹائی کے علاوہ مختلف اور کئی بھی تھے۔ وہ ایک اچھا سا سوٹ پہننا چاہتا تھا۔ اس کی سو "مجھے غسل کرنے کے بعد معمولی گھریلو لباس پہننا چاہیے پلاسٹک سرجری کا ماہر میرا چہرہ تبدیل کرنے آئے گا۔"

وہ اپنی سوچ پر چونک گیا۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا تبدیل کرنا ہے اور کوئی ماہر اس سلسلے میں آنے والا ہے سوچ کے ذریعے کہا "تم کون ہو' ابھی تم نے میری سوچ کا استعمال کیا ہے۔ تم پراسرار کیوں بن رہے ہو؟"

اس کے اندر اس کی سوچ ابھری "کوئی پراسرار نہیں رہے۔ مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ میں روپوش ٹیلی پیتھی سے نجات حاصل کر چکا ہوں۔ دنیا کی تمام خفیہ ایجنسیوں ایجنٹس مجھے پہچانتے ہیں۔ خود کو چھپانے کے لیے اپنے تبدیل کرنا لازمی ہے۔"

وہ بولا "مجھے نجات کہاں ملی؟ میں ایک جال سے دوسرے جال میں پھنس گیا ہوں۔ آئندہ تمہاری مرضی کے کام کرتے رہنے پر مجبور ہوتا رہوں گا۔"

پھر اس کی اپنی سوچ ابھری "میں فضول باتیں سوچ رہا ابھی تک کسی نے اپنی مرضی میرے دماغ میں نہیں ٹھونسی ہے غسل کر کے چہرہ تبدیل کرا کے یہاں سے اپنی ضرورت کی چیزیں لے کر جہاں جانا چاہوں گا' جا سکوں گا۔ کوئی مجھے نہیں گا۔ اگر روکے اور اپنی مرضی پر چلائے تو سمجھ لوں گا کہ کی تابع بنا لیا ہے۔"

وہ قائل ہو کر غسل خانے میں چلا گیا۔ غسل وغیرہ کے میں سوچتا رہا۔ "ایسا کون سا مہربان ہے جو سی آئی اے والو نجات دلا کر مجھے میری مرضی کے مطابق آزاد چھوڑنے والا مسٹر فرہاد یا ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ پر مہربان ہیں؟"

"نہیں' ان لوگوں کو مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میری لینڈ سے نیلماں کا تعاقب کر رہی تھی۔ تب ہیلی کاپٹر قریب آ رہا تھا اور نیلماں کو ہلاک کر دیا تھا پھر اس نے خبر نہیں لی اور نہ ہی مجھے اپنے عمل کے ذریعے تابع بنایا صاحب کے ادارے والے مجھے اہمیت نہیں دیتے ہیں اس سلسلے میں باتیں ہو چکی ہیں۔ وہ مجھے سی آئی اے نجات دلانے کے لیے کسی بہانے قریب آنے کے لیے تھی۔ لیکن جب کھل کر کہہ رہی تھی اور اب اس نے حاصل کرا دی ہے تو پھر پراسرار کیوں رہے گی؟ وہ تو مجھ سے انداز میں باتیں کرے گی۔ اب ایک نارنگ رہ گیا ہے۔ روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مجھے اس سے چھین لیا تھا۔ اب انتقامی کارروائی کی ہوگی۔ وہی مجھے اپنے چیلے چپاٹوں کو اغوا کر کے یہاں لایا ہے۔ سوال پھر وہی پیدا ہوتا ہے کہ نارنگ

س شیطنی مان اور سب سے برتر کہلانے کا خبط ہے۔ مجھ پر دوبارہ برتری حاصل کرنے کے بعد وہ بڑے فخر سے میرے دماغ کی سلطنت کا حاکم بن کر باتیں کرتا تھا۔ پراسرار بن کر رہنے سے اسے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ وہ باتھ روم میں ہر پہلو سے غور کرتا رہا اور ذہنی طور پر الجھتا رہا۔ اس کے ساتھ پراسرار طور پر مہربانی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ وہ ایک معمولی سا لباس پہن کر باتھ روم سے باہر آیا۔ مونورینا کا شوہر بیزون اجازت لے کر کمرے میں آیا۔ مونورینا نے ان دونوں کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا۔ تیج پال نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر بیزون! تم بوڑھے ہو مگر تمہارا ہاتھ جوانوں کی طرح سخت ہے۔"

"میں بھی یہی سوچتا ہوں کہ بوڑھا ہونے کے باوجود اپنے اندر جوانوں جیسی امنگ اور توانائی کیسے محسوس کرتا ہوں۔ بہت سی باتیں ہم میاں بیوی کو الجھاتی ہیں۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ بڑھاپے کے باوجود ہم میاں بیوی کے درمیان جسمانی تعلقات برقرار ہیں؟"

مونورینا شرما کر بولی "کیوں بکواس کر رہے ہو؟ سینور! آپ غسل کرنے کے بعد کھانا چاہتے تھے اور آپ کو توانائی کے لیے ضرور کھانا چاہیے۔"

"میں چاہتا ہوں' تم دونوں میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ کھاتے بھی رہیں گے اور باتیں بھی کرتے رہیں گے۔"

بیزون نے کہا "یہ آپ کا بڑا پن ہے مگر ہم ملازم ہیں۔ ہمیں اپنی حد میں رہنا چاہیے۔ پھر میرے اندر یہ بات پیدا ہو رہی ہے کہ مجھے ڈرائنگ روم میں جا کر بیٹھنا چاہیے۔ ایک پلاسٹک سرجری کا ماہر آنے والا ہے۔"

"تم دونوں کی باتوں سے پتا چلتا ہے کہ اس مکان سے باہر زیادہ دور تک جانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے لیکن میرے اندر یہ بات پیدا ہو رہی ہے کہ اپنا چہرہ اور شخصیت تبدیل کرنے کے بعد میں اس مکان سے نکل کر کہیں بھی جا سکتا ہوں۔"

مونورینا نے کہا "میری دعا ہے کہ آپ کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کی آزادی مل جائے۔ اوہ گاڈ! میں کھانے کے پیچھے پڑ گئی ہوں پلیز کھانا گرم ہے۔ آپ یہاں آرام سے بیٹھ کر کھائیں۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ اپنے شوہر کے ساتھ کمرے سے چلی گئی۔ تیج پال بھوکا تھا۔ وہ باتھ پاٹس سے اپنی پسند کی چیزیں نکال کر کھانے لگا۔ بوڑھی مونورینا نے بہت لذیذ ڈشیں تیار کی تھیں۔ وہ کھاتے وقت سوچنے لگا "میرے چھونے کی حس یقین سے کہہ رہی ہے کہ بیزون سارکا بھرپور جوان اور طاقتور ہے۔ میں نے مونورینا کو ہاتھ نہیں لگایا ہے ورنہ اسے بھی چھو کر معلوم ہو جاتا کہ وہ بوڑھی ہے یا جوان؟"

ویسے ان کی باتوں سے اور خدمت گزاری سے یہ شبہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ جان بوجھ کر بہروپیے بنے ہوئے ہیں۔ یہ بات یقینی ہے کہ ان کے دماغوں میں بھی کوئی آتا ہو گا اور اس نے انہیں جوان سے بوڑھا بنا کر اس کا خدمت گار بنا دیا ہے۔

مونورینا دوسری بار کمرے میں آئی۔ اس کے ہاتھ میں چند اخبارات تھے۔ وہ بولی "سینور! پلاسٹک سرجری کا ماہر اسی گاڑی والے کے ساتھ آیا ہے۔ آپ آرام کے ساتھ کھاتے رہیں۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے رہیں گے۔"

پھر اس نے ایک اخبار کھول کر کہا "اس میں خبر شائع ہوئی ہے کہ تمہیں پچھلی رات اغوا کیا گیا ہے اور کئی سراغ رساں تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔"

وہ کھاتے کھاتے اخبار پڑھنے لگا۔ وہ بولی "اسی صفحے پر ایک سنسنی خیز خبر ہے کہ ایک مردہ زندہ ہو گیا ہے۔ اسے بھی ضرور پڑھو۔ یہ تو بڑی حیرانی کی بات ہے۔ ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا۔"

وہ کھانے سے فارغ ہو کر بولا "ایک تیسری خبر بھی اہم ہے۔ بابا صاحب کے ادارے نے حکومت فرانس سے شکایت کی ہے کہ جھیل کے کائجر کے اطراف سیکیورٹی کا معقول انتظام نہیں ہے۔ پچھلی رات پاس کے کانیج میں گرو گھنشام نارنگ کہلانے والے نے کئی مسلح ماتحتوں کے ساتھ حملہ کیا تھا لیکن خود مارا گیا۔ اس کے بعد مزید پانچ مسلح افراد مارے گئے۔"

"یہ گرو گھنشام نارنگ کون ہے؟"

"ایک دیو ڈاکٹر ہے۔ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔ جسم کے مرتے ہی اس کی آتما دوسرے جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس طرح وہ زندہ رہتا ہے۔ اگر اس کے پانچ ماتحت مارے گئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی آتما شکتی کمزور ہو رہی ہے اور اب وہ آخری ساتویں جسم میں داخل ہو گیا ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ تابوت میں زندہ ہونے والا وہی نارنگ ہے۔"

"سینور! آپ ناقابلِ یقین بات کہہ رہے ہیں۔ میں نے پہلے کبھی نہیں سنا کہ ایک روح ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے جسم میں جاتی ہے۔"

تیج پال نے کہا "تمہیں یقین نہیں ہو رہا ہے لیکن اخبار کی تصویریں دیکھو کہ ایک مردہ کئی گھنٹوں کے بعد کس طرح زندہ ہو کر تابوت میں اٹھ بیٹھا ہے اور پھر ایک پولیس افسر کو یرغمال بنا کر لے گیا ہے۔ اسے مار بھی ڈالا ہے اور اب کہیں گم ہو گیا ہے۔"

"واقعی اخبار میں یہی کچھ لکھا ہوا ہے اور تصویروں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ پھر بھی آنکھوں سے دیکھ کر اور پڑھ کر بھی یقین نہیں ہو رہا ہے۔"

"ہماری دنیا میں بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں جو ناقابلِ یقین ہوتی ہیں لیکن ہوتی ضرور ہیں۔"

بیزون نے کمرے میں آکر کہا "سینور' آپ سے جوزف وسکی صاحب ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے پوچھا "یہ جوزف وسکی کون ہیں؟"

"وہی جو اکثر گاڑی میں ہمارے لیے ضرورت کا سامان لے کر آتے ہیں۔ ان کے ساتھ دو اور اشخاص ہیں۔ ایک کا نام مائیک مورو ہے اور دوسرے کا نام بڑی رابرٹ ہے۔ یہ اس لیے بتا رہا ہوں کہ سب یہاں کے رازدار ہیں۔ کل تک جب آپ بے ہوش تھے تو مائیک مورو اور بڑی رابرٹ آپ کو اٹھا کر یہاں لائے تھے۔ کیا آپ ان سے ملنا پسند کریں گے؟"

تیج پال ان کے ساتھ چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں تین افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ سب نے اس سے مصافحہ کیا اور ایک نے کہا "میرا نام جوزف وسکی ہے۔"

دوسرے نے کہا "میرا نام مائیک مورو ہے۔"

تیسرے نے کہا "میرا نام بڑی رابرٹ ہے۔ ہم سب آپ کے خدمت گار ہیں۔ مائیک مورو پلاسٹک سرجری کا ماہر ہے۔ ذرا سی دیر میں آپ کا چہرہ ایسا تبدیل کردے گا کہ آپ کے گھر والے بھی آپ کو پہچان نہیں پائیں گے۔ آپ صرف اپنا لب ولہجہ تبدیل کریں اور سوچ لیں کہ وہ لب ولہجہ کیا ہوگا۔"

رابرٹ نے پوچھا "کیا آپ یوگا کے ماہر ہیں؟"

وہ بولا "میں یوگا میں مہارت تو نہیں رکھتا لیکن اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہوں اور میری دماغی قوت ایسی ہے کہ میں کسی کو اپنے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دیتا۔"

اس نے مطمئن ہو کر کہا "یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ آج کے اخبار سے پتا چلتا ہے کہ نارنگ مصیبت میں ہے۔ وہ یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی آجایا کرتا تھا۔"

تیج پال نے کہا "اب نہیں آئے گا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ چھ جسم بدل چکا ہے۔ اب ساتواں آخری جسم ہے۔ اس کی آتما شکتی کمزور ہو چکی ہے اب وہ یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں نہیں جاسکے گا۔ اور میرے بھی دماغ میں آئے گا تو میں اسے بھگا دیا کروں گا۔"

وہ سب باتیں کرتے ہوئے ایک کمرے میں آئے۔ وہاں ایک بڑا سا آئینہ اور پلاسٹک سرجری کا سامان رکھا ہوا تھا۔ تیج پال وہاں آرام سے ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گیا۔ مائیک مورو نے اپنا کام شروع کرتے ہوئے کہا "آپ اپنا کوئی نیا نام تجویز کرلیں۔ لب ولہجہ بھی بدل جائے گا۔ نام بھی بدل جائے گا تو پھر آپ کو کوئی نہیں پہچان سکے گا۔ یہ چند تصویریں ہیں ان کے مطابق شناختی کارڈز اور ضروری کاغذات بھی ہمارے پاس ہیں۔ صرف پاسپورٹ اور ویزا بنوانا ہوگا۔ وہ چوبیس گھنٹے کے اندر ہو جائے گا۔ آپ پہلے تصویریں دیکھیں اور پسند کریں کہ آپ کیسا چہرہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔"

تیج پال ان تمام تصویروں کو اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگا پھر اس نے ایک تصویر کو پسند کرتے ہوئے کہا "یہ میرے چہرے کی مناسبت سے ہے۔ اس میں تبدیلی بھی آسان ہوگی۔"

مائیک مورو نے کہا "آپ درست فرما رہے ہیں۔ اس کا نام جم کاف ہے۔ یہ مردکا ہے۔ لہٰذا آئندہ آپ کا نام جم کاف ہی ہوگا۔"

پلاسٹک سرجری ہونے لگی۔ ایسے وقت وہ سوچنے لگا کہ نارنگ تو اپنے مسئلوں میں گھرا ہوا ہے اور اس کی آتما شکتی کمزور ہو چکی ہے۔ شاید اسی لیے وہ میرے پاس نہیں آرہا ہے اور نہ ہی ابھی مجھے اہم سمجھ رہا ہے۔ اس کے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ وہ خود کو کسی روپوش کرلے اور اپنی آتما شکتی مکمل کرنے کے لیے اطمینان سے کسی ویرانے میں تپسیا کرتا رہے۔

سرجری کے دوران میں تیج پال نے جوزف وسکی اور مائیک مورو سے پوچھا "آپ لوگ تو ٹیلی پیتھی کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہوں گے۔"

ایک نے کہا "ہاں ہم بہت کچھ جانتے ہیں۔ اور ہم یہ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں کہ اس وقت ہم سب کے دماغوں پر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا چھایا ہوا ہے لیکن وہ خود کو ظاہر نہیں کررہا ہے اس میں اس کی کوئی مصلحت ہوگی۔"

تیج پال نے کہا "یہی بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ اس کی مصلحت اندیشی کیا ہے؟ جبکہ وہ دیکھ رہا ہے کہ ہم سب پوری طرح اس کی ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں ہیں۔ اور اس سے بغاوت نہیں کرسکتے۔ وہ ہمارے سامنے نہ آئے لیکن ہمارے اندر رہ کر کم از کم اپنا تعارف تو کرا سکتا ہے۔ میں نے کئی پہلوؤں سے سوچا ہے آخر وہ کون ہو سکتا ہے۔ اب تک میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"ہم نے آپ کی ذہانت کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ جب آپ جیسا ذہین شخص اس کے بارے میں معلوم نہیں کرسکتا ہے تو پھر ہم کیا کرسکتے ہیں۔"

"میں نے پوری ذہانت سے سوچا ہے۔ اس وقت نہ الپا نے ہمیں قابو میں کیا ہے نہ امرکی نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے نہ ہی بابا صاحب کے ادارے والوں نے ہمیں اپنا تابع .... بنایا ہے۔ پھر اور کون ہو سکتا ہے۔ یہ بات اب تک سمجھ میں نہیں آرہی۔ میں اندازہ کررہا ہوں جو اس وقت ہمارے دماغوں پر حاوی ہے وہ کوئی نئی ہستی ہے۔ نیا شخص ایسا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے جس کے بارے میں پہلے کبھی ہم نے سنا نہ ہو۔"

جوزف وسکی نے کہا "میرے ذہن میں بار بار ایک بات آرہی ہے لیکن وہ غلط بھی ہو سکتی ہے۔"

"جو بات ہو سکتی ہے وہ ہم سب کو بھی بتاؤ تاکہ ہم بھی غور کریں۔"

پہلے امریکا کے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے تعداد میں اٹھارہ تھے جن میں سے دو کو چینی نے مار ڈالا۔ اب وہ سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف ممالک میں مختلف شہروں میں رہتے ہیں اور اپنی حکمت عملی کے مطابق وہ ایک دوسرے سے رابطہ کرتے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ان باقی سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں اتفاق

ہو؟ وہ متحد ہوں؟ کسی معاملے میں ان کے درمیان اختلافات پیدا نہ ہوئے ہوں؟ اور وہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوئے ہوں؟ اور جب علیحدہ ہوئے ہوں گے تو انہوں نے اپنی ایک علیحدہ ٹیم بنائی ہوگی اور اسی علیحدہ ٹیم کا کوئی شخص ہمیں قابو میں کررہا ہے؟"

تیج پال نے کہا "میں نے ایک ایک پہلو پر غور کیا ہے اور جو تم کہہ رہے ہو۔ وہ باتیں بھی میرے ذہن میں آچکی ہیں لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ ان سولہ روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں اختلافات پیدا ہوئے ہیں تو کیا وہ الگ الگ ہونے کے بعد اتنے وسیع ذرائع کے مالک ہوں گے کہ وہ ایسی چالیں چل سکیں کہ سی آئی اے والوں سے مجھے چھین کر لے آئیں؟ کیا وہ اتنے طاقت ور، اتنے ذہین اور اتنے منصوبہ ساز ہو سکتے ہیں۔"

"ہاں ویسے تو یہ باتیں الجھا دینے والی ہیں لیکن جو لوگ اپنی حکمت عملی سے اتنے عرصے تک روپوش رہے اور اب بھی ہیں ان کے پاس اتنی ذہانت ضرور ہوگی کہ ان میں سے کسی نے اپنے تمام ساتھیوں سے علیحدگی اختیار کرکے یہ منصوبہ بنایا ہوگا۔ آپ کو سی آئی اے والوں سے چھین کر یہاں لانا ہمیں اپنا معمول بنانا، یہ سب کام اس نے بہت سوچ بچار کے بعد کیا ہوگا۔"

تیج پال نے تائید کی "ہاں اگر وہ تنہا ہے تو ہم سے بھی چھپ کر اس لیے رہتا ہے کہ ابھی اسے ہم پر بھروسا نہیں ہے۔ ہم کسی بھی موقع پر اسے دھوکا دے سکتے ہیں۔ پہلے وہ ہمیں اچھی طرح آزما لے گا شاید اس کے بعد خود کو ظاہر کرے گا۔"

تیج پال کچھ دیر خاموش رہا۔ چند لمحے سوچنے کے بعد بولا "اگر ایسا ہے تو وہ درست کررہا ہے لیکن وہ ہماری باتیں سن رہا ہوگا تو میں کہوں گا کہ میں سب سے زیادہ اس کا احسان مند ہوں۔ اس نے تمام پرانے ٹیلی پیتھی جاننے والے مکاروں سے مجھے نجات دلائی ہے۔ میں اسے کبھی فریب نہیں دوں گا۔ ہمیشہ سچے دوست کی طرح اس کے کام آؤں گا لیکن اسے ایک بہت اچھا مشورہ دینا چاہتا ہوں۔ یہ مشورہ اس کے حق میں بہتر ہوگا۔"

رابرٹ نے اس سے پوچھا "آپ اسے کیا مشورہ دینا چاہتے ہیں۔"

"یہ کہ آج تک جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا تابع .... اور معمول بناتے ہیں تو اس کے حاکم بن جاتے ہیں اور اسے محکوم بنا کر غلام بنا کر اپنے حکم کے مطابق کام کرنے پر مجبور کرتے ہیں لیکن جس نے ہمیں اپنے قابو میں کیا ہے۔ اگر وہ دوست بن کر رہے گا تو میں آپ لوگوں کے متعلق تو نہیں کہہ سکتا لیکن اپنے متعلق پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمیشہ اس کا دوست بن کر رہوں گا۔"

سرجری میں بڑی دیر لگ گئی مگر وہ مکمل ہوگئی۔ چہرہ تبدیل ہوگیا پھر مائیک مورو نے اسے تصویری چہرے کے مطابق شناختی کارڈ اور دوسرے کچھ اہم کاغذات دے کر کہا "ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب چہرہ تبدیل ہو جائے تو آپ کو جانے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے اور جانے کے سلسلے میں جس چیز کی ضرورت ہو وہ فراہم کی جائے۔ اس گھر سے آپ جب چاہیں..... جا سکتے ہیں۔ اگر کار کی ضرورت ہے تو باہر ایک نئی کار کھڑی ہوئی ہے۔"

تیج پال وہاں سے اٹھ کر ان کے ساتھ چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر شناختی کارڈ اور کاغذات دیکھنے لگا۔ جن کے مطابق اب اس کا نام جم کاف تھا۔ وہ گہری سوچ میں تھا ایک نے پوچھا "اب آپ کیا سوچ رہے ہیں؟ یہی کہ آپ کو کہاں جانا چاہیے؟"

"میں یہ نہیں سوچ رہا بلکہ میرا ذہن کہہ رہا ہے کہ جو شخص اتنا مخلص ہو کہ مجھے دشمنوں سے نجات دلائے اور مجھے جانے کے لیے آزاد چھوڑ دے اور اپنا کوئی حکم مجھ پر صادر نہ کرے تو میں اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں گا؟ جہاں بھی جاؤں گا اسے نہیں پاؤں گا۔ لہٰذا آپ دوستوں سے ملاقات ہوگئی ہے تو میں آپ ہی لوگوں کے ساتھ رہوں گا۔ اس طرح ہم ایک طاقت بن کر رہیں گے اور جب بھی ہمارے محسن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ضرورت ہوگی تو ہم اس کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیں گے۔"

یہ سن کر وہ چاروں ہنستے ہوئے اس کے پاس آئے اور اس کے قدموں میں آکر بیٹھ گئے۔ ایسے ہی وقت تیج پال نے اپنے دماغ میں بیزون کی سوچ کی لہروں کو سنا۔ وہ کہہ رہا تھا "میں تمہارے دماغ میں ہوں۔"

تیج پال نے چونک کر اسے دیکھا۔ جوزف وسکی نے کہا "اور میں بھی تمہارے دماغ میں ہوں۔"

اس نے سر گھما کر جوزف وسکی کو دیکھا تو بڑی رابرٹ نے کہا "جناب میں بھی آپ کے دماغ میں موجود ہوں۔"

مائیک مورو نے کہا "تو پھر میں کیوں پیچھے رہوں۔ سچ بات یہ ہے کہ ہم چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور وہی روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ تم نے بالکل صحیح سوچا تھا کہ ہمارے درمیان اختلافات ہوگئے ہیں۔ ہم ان سے کہتے تھے کہ اگر فرہاد اور اس کی ٹیلی سے زیادہ الجھو گے تو ایک ایک کرکے سب مارے جائیں گے لیکن کوئی ہماری باتوں سے اتفاق نہیں کررہا تھا۔ اس لیے ہم چاروں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم ان سے بالکل الگ ہو جائیں گے۔"

تیج پال ان کی باتیں سن رہا تھا اور حیرانی سے انہیں دیکھ رہا تھا پھر بولا "آپ لوگ یقیناً میرے دماغ میں بول رہے ہیں۔ مگر میں حیران ہو رہا ہوں کہ آپ لوگوں نے مجھ پر کیسے اعتماد کرلیا۔"

"ہم چاروں بھی آپ کے چور خیالات پڑھتے رہے ہیں۔"

بیزون نے مورو کا ہاتھ پکڑ کر کہا "آپ میری وائف سے باتیں کریں، ہم ابھی آتے ہیں۔"

رابرٹ نے کہا "ہم لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ ہم

سب گونگے بن جائیں گے۔ صرف ہمارے دو افسر جیکی اولڈ اور جان بلڈر گونگے نہیں رہیں گے تاکہ وقتِ ضرورت کبھی وہ ہمارے کام آسکیں اور ہم سے رابطہ کرسکیں۔"

مائیک مورو نے کہا "آپ ہم چار ساتھیوں کو دیکھ رہے ہیں۔ ہم بہت پرانے دوست ہیں اور ہم مزاج بھی۔ ہم نے یہ طے کیا تھا کہ اگر ہم ان کی حکمتِ عملی کے مطابق گونگے بن کر رہیں گے تو کبھی نقصان اٹھا سکتے ہیں لہٰذا ہم نے طے کیا کہ جب ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے پر عمل کریں گے ہم چار ساتھی ایک دوسرے کے دماغ میں عمل کے دوران موجود رہیں گے اور گونگے ہونے والی بات کو دماغ میں نقش نہیں ہونے دیں گے۔ یہ بات کوئی اور نہیں جانتا تھا صرف ہم چار جانتے تھے کہ ہمارے افسران جیکی اولڈ اور جان بلڈر کی طرح ہم بھی گونگے نہیں ہیں۔ آج ہماری یہ دانش مندی ہمارے کام آرہی ہے۔"

تیج پال نے کھڑے ہو کر کہا "لیکن آپ لوگ میرے قدموں میں کیوں بیٹھے ہیں۔ میرے ساتھ صوفے پر بیٹھیں۔"

"ہم نے طے کرلیا تھا کہ جب ہم علیحدگی اختیار کریں گے اور اپنی ایک ٹیم بنائیں گے تو آپ کو اپنا رہنما بنائیں گے۔ ایک تو آپ غیر معمولی طور پر ذہین ہیں اور دوسری بھی کئی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ آپ کی رہنمائی میں ہم شاید ہی کسی دشمن سے دھوکا کھا سکیں۔"

وہ سب صوفوں پر بیٹھ گئے۔ تیج پال نے کہا "آج مجھے جتنی خوشی ہو رہی ہے میں اسے لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سر پر سوار ہو جاتا ہے، اسے اپنا تابع... بنا لیتا ہے لیکن آپ چاروں مجھے اپنا رہنما بنا رہے ہیں جبکہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہوں۔"

"ہم نے دیکھا ہے اور بہت عرصے تک دیکھا ہے کہ صرف ٹیلی پیتھی جاننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اصل چیز ذہانت ہے۔ فراد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی ذہانت سے کام لے کر ہمیشہ کامیاب ہوتے رہتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے؟"

اس نے کہا "واقعی سچ ہے اور واقعی تم لوگوں نے بہت ہی دانشمندی سے کام لیا ہے۔ مجھے اپنا تابع... بنانے کے بجائے دوست بنایا ہے۔ اب میں دوست بن کر دکھاؤں گا۔"

ایسے ہی وقت کمرے کا دروازہ کھلا ایک جوان عورت ایک جوان مرد کے ساتھ نظر آئی۔ انہوں نے ان کی طرف آتے ہوئے کہا "مسٹر تیج پال! اوہ نو سوری اب آپ تیج پال نہیں ہیں مسٹر جم کاف ہیں۔ مسٹر جم کاف آپ نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے پہچان لیا تھا کہ میں بوڑھا نہیں ہوں اور میری یہ بیوی بھی جوان ہے۔ اب آپ ہمیں اصلی صورت میں دیکھیں۔ یہ اصلی صورت ہونے کے باوجود تبدیل شدہ ہے۔ ہمارے مخالفین ہمیں کبھی نہیں پہچان سکیں گے۔"

تیج پال نے پھر ایک بار اٹھ کر ہیزون سے مصافحہ کیا۔ اسے بہت خوشی حاصل ہو رہی تھی اور کیوں نہ ہوتی۔ اب وہ چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا رہنما بن چکا تھا۔

○☆○

روزی اپنی رہنمائی میں نارنگ کو لے کر انڈر گراؤنڈ مافیا کے گاڈ فادر کے پاس پہنچ گئی۔ وہ گاڈ فادر چرچ کا فادر بن کر رہتا تھا۔ بظاہر بہت معزز شہری سمجھا جاتا تھا۔ نارنگ کو بھی اسی چرچ کے پچھلے حصے کی رہائش گاہ میں پناہ ملی تھی۔ جب گاڈ فادر کو نارنگ کی خوبیاں معلوم ہوئیں تو اس نے کہا "تم میرے بہت کام کے آدمی ہو۔ تمہیں چہرہ تبدیل کرکے آزادی سے یہاں رہنا چاہیے۔"

اس کے لیے اس نے پلاسٹک سرجری کے ایک ماہر کو فون کیا تھا۔ اسے فوراً اپنے ساز و سامان کے ساتھ پہنچنے کے لیے حکم دیا تھا۔ یہ باتیں میں اور سونیا وغیرہ روزی کے دماغ میں رہ کر سن رہے تھے۔ میں پلاسٹک سرجری کا تمام سامان لے کر اس کی طرف روانہ ہوگیا۔ جو ماہر وہاں پہنچنے والا تھا اس کے دماغ پر ہمارے ایک سراغ رساں نے قبضہ جما لیا تھا اور اسے اپنے کمرے سے نکلنے نہیں دیا تھا۔

جب میں چرچ کی رہائش گاہ پر پہنچا گاڈ فادر نے مجھے دیکھ کر کہا "تم وہ ماہر تو نہیں ہو جسے میں نے فون کیا تھا۔"

میں نے کہا "وہ میرے استاد ہیں۔ ان کی طبیعت ناساز ہے۔ وہ توجہ سے سرجری نہیں کرسکتے۔ اس لیے میں آیا ہوں۔ آپ میرا کام دیکھ لیں۔ اگر مطمئن ہوں تو ٹھیک ہے ورنہ پھر مجھے آپ ہی کے مطلوبہ پلاسٹک سرجری کے ماہر کو بھیجنا ہوگا۔"

گاڈ فادر نے احتیاطاً پھر اس پلاسٹک سرجری کے ماہر کا فون نمبر ڈائل کیا۔ رابطہ ہونے پر اس نے کہا "میں نے تمہیں یہاں آنے کے لیے کہا تھا مگر تم نے اپنے اسسٹنٹ کو بھیجا ہے۔"

اس ماہر کے دماغ پر سراغ رساں حاوی تھا۔ اس نے کہا "ہاں میری طبیعت ناساز ہے۔ آپ میرے اسسٹنٹ پر اعتماد کریں۔ وہ بڑی صفائی اور خوبی سے چہرہ تبدیل کرے گا۔ آپ کو شکایت نہیں ہوگی۔"

گاڈ فادر نے فون بند کرکے مجھ سے کہا "میرے اس اہم شخص کو پولیس تلاش کر رہی ہے لیکن یہ بہت ہی محفوظ جگہ ہے۔ گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہایت آرام اور توجہ سے اس کا چہرہ تبدیل کرو۔ میں کسی کی غلطی معاف نہیں کرتا۔ تم نے کوئی خرابی پیدا کی تو جان سے جاؤ گے۔"

میں نے بڑی عاجزی سے کہا "جناب میں تو آپ لوگوں کا غلام ہوں۔ آپ گاڈ فادر ہیں۔ میں کبھی غلطی کرنے کی جرأت نہیں کروں گا۔"

نارنگ ایزی چیئر پر بیٹھ گیا اور آئینے میں خود کو دیکھنے لگا۔ گاڈ فادر نے ایک تصویر مجھے پیش کرتے ہوئے کہا "چہرہ بالکل ایسا ہی

ہونا چاہیے۔ یہ میرا ایک ماتحت تھا۔ بہت کام کا آدمی تھا لیکن بہت ہی پراسرار طور پر مارا گیا ہے۔ قانون کے محافظ اسے زندہ سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اب اسے زندہ ہی رہنا چاہیے۔"

نارنگ نے مزید کہا "میں مستقل پلاسٹک سرجری نہیں کراؤں گا۔ کیونکہ پھر چہرہ تبدیل کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔ کوئی ایسا میک اپ کرو کہ جو پکڑ میں نہ آئے اور آسانی سے چہرہ بدل بھی سکے۔"

میں نے کہا "پلاسٹک کے ریشوں، انسانی گوشت کے ریشوں اور ربڑ کے مرکب سے ایک پتلی جلد تیار کی جاتی ہے۔ وہ ہمارے پاس ہے۔ اسے آپ چہرے پر لگائیں گے۔ اس کا جوڑ گردن کے پیچھے اور سامنے سینے پر ہوگا لیکن جوڑ بھی اس صفائی کے ساتھ ہوگا کہ کوئی دیکھ کر بھی پہچان نہیں سکے گا لیکن جب بھی آپ اس میک اپ سے نجات پانا چاہیں گے تو اس جوڑ کی طرف سے اسے کھینچ کر اپنے چہرے سے پورے اس میک اپ کو اتار سکیں گے۔"

وہ مطمئن ہوگیا۔ میں اس کا میک اپ کرنے لگا۔ جو کچھ میں نے کہا تھا اس کے علاوہ بھی میں نے اس کے چہرے پر ایک ایسا لیس دار مادہ لگایا جو پہلے کچھ محسوس نہیں ہوا لیکن بعد میں اس کی خاصیت یہ تھی کہ چہرہ جگہ جگہ سے سکڑ جاتا تھا۔ میں نے وہ لیس دار مادہ اس کے چہرے پر چڑھایا اور پھر گاڈ فادر کی دی گئی تصویر کے مطابق اس کے چہرے کو اپنی انگلیوں سے تراش کر ایک مجسمہ ساز کی مہارت کا مظاہرہ کرنے لگا۔ جیسے جیسے چہرہ تیار ہو رہا تھا، وہ سب مطمئن ہو رہے تھے۔

پہلے وہ لوگ مطمئن نہیں تھے۔ اس لیے گاڈ فادر نے فون کے ذریعے تصدیق کی تھی کہ میں واقعی اس معاملے میں مہارت رکھتا ہوں یا نہیں اور ایسے ہی وقت میں نے اپنے دماغ کے اندر محسوس کیا تھا کہ نارنگ خیال خوانی کے ذریعے میری اصلیت معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن میں تو ایک پلاسٹک سرجری ماہر کے ماتحت کی حیثیت سے آیا تھا۔ میرے خیالات نے بھی اسے یہی سمجھایا اور وہ سمجھ کر مطمئن ہوگیا تھا۔

سرجری مکمل ہونے کے بعد نارنگ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ آئینے کے سامنے مختلف انداز سے اپنے چہرے کو دیکھنے لگا۔ گاڈ فادر نے بھی کہا "تم بالکل ویسے ہی بن گئے ہو۔ یہاں کی پولیس اور انٹیلی جینس والے تمہیں بھی ایمون کی حیثیت سے نہیں پہچان سکیں گے۔ اب تم اپنا لب و لہجہ بھی بدل لینا اور نام بھی۔"

نارنگ نے کہا "جب میں اس حد تک بدل گیا ہوں تو میں آخری حد تک بھی بدل جاؤں گا اور یوں تبدیل ہوتے رہنے کے لیے لازمی ہے کہ مجھے صرف پولیس اور انٹیلی جینس والے نہیں بلکہ میرے جاننے والے بھی نہ کہیں دیکھ سکیں اور نہ میرے خلاف کوئی کارروائی کرسکیں۔"

روزی نے کہا "یہاں بھلا کون تمہیں پہچاننے والا ہے۔ یہاں تو ہم صرف تین ہیں۔ گاڈ فادر تو تمہیں اپنا دست راست بنا رہے ہیں۔ میں تمہاری محبوبہ ہوں اور یہ بے چارہ تو ڈاکٹر ہے جس نے تمہارے چہرے کو بڑی کامیابی سے تبدیل کیا ہے۔"

"یہ تو اس ماہر کی بدقسمتی ہے کہ اس نے میرا چہرہ تبدیل کیا اور موجودہ چہرے کے ساتھ مجھے دیکھ رہا ہے۔ آئندہ کبھی پولیس والوں کے ہتھے چڑھ سکتا ہے۔ میرے خلاف کچھ بول سکتا ہے۔ لہٰذا اسے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

گاڈ فادر نے کہا "ایسی باتیں نہ کرو۔ اس کا استاد ہمارا بہت پرانا خادم ہے۔ یہ لوگ ہمارے وفادار ہیں۔ مرجائیں گے لیکن کبھی ہمارے خلاف زبان نہیں کھولیں گے۔"

"اس سے بہتر ہے کہ اسے ماری دیا جائے تاکہ زبان کھلنے کا خدشہ ہی نہ رہے۔"

روزی نے کہا "ایمون تم پر تو ہمیشہ خون سوار رہتا ہے۔ بس قتل کرنا جانتے ہو۔ اپنوں سے بھی دشمنی مول لوگے تو کیا اس دنیا میں تنہا جینے کا ارادہ ہے۔"

اس نے روزی کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ مارتے ہوئے کہا "جب مرد آپس میں بات کر رہے ہوں تو عورت کو نہیں بولنا چاہیے۔"

وہ مار کھا کر پیچھے گرنے والی تھی۔ گاڈ فادر نے اسے ایک ہاتھ سے سنبھالا پھر دوسرے ہاتھ جیب میں رکھا، پستول نکال کر اس سے ایمون کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں جتنا مہربان ہوں اتنا ہی ظالم بھی ہوں۔ میں نے تمہارے لیے اتنا وقت اس لیے ضائع کیا ہے تاکہ تم میرے کام آسکو لیکن تم میرے خلاف چل رہے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ پستول اپنی جیب میں رکھ لو۔ تم نہیں جانتے مجھے دنیا کا کوئی ہتھیار نہیں مار سکتا۔"

گاڈ فادر نے کہا "تم ایک بار گولی کھا کر آپریشن کے ذریعے بچ گئے تو سمجھتے ہو ہمیشہ بچتے رہو گے۔"

"میں ابھی یہ کارنامہ کرکے دکھاتا ہوں۔ اس وقت جو پستول تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم ابھی اسے میرے ہاتھ میں دے دو گے۔"

اس سے پہلے کہ نارنگ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے مجبور کرتا اور پستول اس کی طرف اچھالتا، میں نے گاڈ فادر کے دماغ پر قبضہ جما کر پستول میری طرف اچھالنے پر مجبور کیا اور اسے کیچ کرلیا۔ نارنگ نے حیرانی سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "کیا ہوا تمہارا کارنامہ؟ تم تو اس پستول کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے تھے۔"

اس نے فوراً ہی میرے دماغ پر قبضہ جما کر اس پستول کو حاصل کرنا چاہا تاکہ وہ اس کے ہاتھ میں آجائے لیکن وہ میرے دماغ پر نہیں بلکہ میرے موجودہ بہروپ کے اعتبار سے پلاسٹک سرجری ماہر کے اسسٹنٹ کے دماغ پر قبضہ جما رہا تھا اور ناکام ہو رہا تھا۔ اس نے دو تین بار کوششیں کیں پھر حیرانی اور پریشانی سے مجھے دیکھنے

لگا۔ اس کے بعد پوچھا "تم کون ہو؟"

"گاڈ فادر کو بتا دو کہ تم کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟ اور تم کس طرح جسم بدلتے بدلتے آخری مرحلے پر پہنچ گئے ہو۔ یہ جسم اگر گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا تو تمہاری آتما پھر کسی دوسرے جسم میں داخل ہو سکے گی نہ کوئی نیا جسم حاصل کر سکے گی۔ کیوں نارنگ میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

وہ میرے منہ سے اپنا نام سن کر چونک گیا۔ مجھے دیکھتے ہوئے بولا "تم بتاؤ کون ہو؟ مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"بھئی میں تو تمہیں نہیں جانتا۔ تمہیں تو سونیا جانتی ہے کیونکہ تم اس سے انتقام لینے کے لیے پہلے اس کے ایک بیٹے کو مارنا چاہتے تھے اور اس طرح رفتہ رفتہ....."

وہ بے یقینی سے مجھے دیکھنے لگا۔ سونیا نے روزی کی زبان سے کہا "ہائے نارنگ' میں اس وقت روزی نہیں سونیا بول رہی ہوں۔ کیا تم اپنا بھارت دیش چھوڑ کر اپنی ماں کو ہلاک کرنے آئے ہو؟ کیا تم نے نیلاں کی عبرت ناک موت نہیں دیکھی تھی؟"

وہ روزی کو گھور کر دیکھتے ہوئے بولا "کیا تم سمجھتی ہو کہ اس شخص کے ہاتھ میں جو پستول ہے اس کی گولی مجھے ہلاک کر ڈالے گی۔ اسے کہو مجھ پر گولیاں چلانے میں تم لوگوں کے سامنے یہاں رکھے ہوئے اوزار سے اپنے جسم سے گولیاں نکال کر اور زندہ رہ کر دکھاؤں گا۔"

"تم ہمیں نادان سمجھتے ہو۔ چھ جسم بدلنے کے بعد اب تمہاری آتما شکتی کمزور ہو گئی ہے۔ نہ تو کسی نئے جسم میں جا سکتے ہو اور نہ ہی کسی شکتی سے اپنے اندر پیوست ہونے والی گولیاں نکال سکتے ہو۔ نہ اپنے زخم بھر سکتے ہو۔ کیا اب بھی کہو گے کہ ہم گولی چلائیں؟"

وہ بے بسی سے روزی کو ایسے تکنے لگا۔ جیسے اس کے پیچھے سونیا کو دیکھ رہا ہو۔ سونیا نے کہا "میں نے جس طرح نیلاں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مارا ہے۔ اسی طرح تمہیں بھی دوڑا دوڑا کر ماروں گی۔ اب تم یہاں سے اپنی جان بچا کر جہاں جانا چاہتے ہو جاؤ۔ میں تمہارے پیچھے آتی رہوں گی۔"

گاڈ فادر نے آگے بڑھ کر اسے مارتے ہوئے کہا "ذلیل کتے میں تجھے پناہ دے رہا تھا۔ قانون کے محافظوں سے بچا کر ایک اچھا عہدہ تجھے دینے والا تھا اور تو ہمیں مار ڈالنا چاہتا تھا۔"

نارنگ نے آج تک کسی سے مار نہیں کھائی تھی۔ اس نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ گاڈ فادر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

میں نے پستول کو نارنگ کی طرف اچھالا۔ وہ بے اختیار اسے کیچ کرنے کے لیے آگے آیا۔ میں نے اس کے منہ پر ایک گھونسا مارا۔ وہ دوسری طرف گھوم گیا۔

دوسری طرف روزی کے اندر سونیا سمائی ہوئی تھی۔ اس نے گھوم کر ایک لات اس کے منہ پر ماری۔ منہ پھر سے میری طرف گھوم گیا اسی طرح ہم دونوں اس کی پٹائی کرنے لگے۔ وہ بھی اچھا فائٹر تھا۔ اس وقت زبردست مار برداشت کر رہا تھا۔ لیکن اسے جوابی حملہ کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ اس طرح وہ مار کھاتے کھاتے دیوار سے لگ کر ہانپنے لگا۔ میں نے اس کے پیٹ پر لات ماری۔ وہ جھکا تو سونیا نے اس کے منہ پر لات ماری وہ پھر سیدھا ہو گیا۔ وہ کئی جگہ سے لہولہان ہو رہا تھا۔ اس نے ہانپتے ہوئے مجھ سے پوچھا "تم کون ہو؟"

میں نے روزی کی طرف اشارہ کر کے کہا "اس سے پوچھو۔"

اس نے روزی کی طرف دیکھا تو سونیا کی آواز گونجی "میں وہی سونیا ہوں جسے تم نے ہلاک کرنے کی قسم کھائی ہے اور مجھے ہلاک کرنے سے پہلے میرے پورے خاندان کو مار ڈالنا چاہتے تھے۔ اب تمہارا کیا بنے گا؟"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر روزی کو دیکھنے لگا اور سوچنے لگا نہ تو ان پر ٹیلی پیتھی کا اثر ہوگا۔ نہ میرے جادو کا۔ میں ان پر کسی طرح بھی غالب نہیں آسکوں گا۔ مجھے اپنی جان بچانے کی فکر کرنی چاہیے۔"

یہ سوچتے ہی وہ وہاں سے نکل کر بھاگنے لگا۔ سونیا خاموش رہی میں نے کہا "کیا خیال ہے سونیا؟"

وہ بولی "اسے بھاگنے دو۔ مجھے اسے دوڑا دوڑا کر مارنا ہے۔ یہ جہاں جائے گا' وہاں محفوظ نہیں رہے گا۔ اس کی آتما شکتی کمزور ہو گئی ہے۔ اب یہ سانس روک کر کسی کو اپنے دماغ سے نہیں نکال سکے گا کیونکہ بری طرح زخمی ہو گیا ہے۔"

"بہتر یہ ہے کہ اسے اور بری طرح دماغی طور پر کمزور کیا جائے تاکہ یہ آئندہ کبھی ہمیں دماغ میں آنے سے نہ روک سکے۔"

وہ چرچ کے احاطے سے نکل کر ایک راستے پر بھاگا جا رہا تھا۔ اپنے ناک منہ سے بہتا خون پونچھتا جا رہا تھا۔ اس نے ایک ٹیکسی والے کو ہاتھ کے اشارے سے روکا۔ ٹیکسی جیسے ہی اس کے قریب آئی میں نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ایک دم سے چنگھاڑ کر گرا اور ٹیکسی کے سامنے تڑپنے لگا۔ ٹیکسی ڈرائیور اور دوسرے لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ دوڑتے ہوئے اسے اٹھانے کے لیے آئے۔ وہ اپنی قوت برداشت سے کام لے کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دوسری بار سونیا نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پھر چیخیں مار کر تڑپنے لگا۔ دو چار لوگوں نے کہا "یہ کچھ بیمار ہے۔ اسے اسپتال پہنچانا چاہیے۔"

کچھ لوگوں نے اسے سہارا دے کر اٹھایا اور ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا۔ اس کے ساتھ دو افراد بیٹھ گئے۔ پھر اسپتال کی طرف جانے لگے۔ وہ اپنی ذہنی اذیتوں کو برداشت کر رہا تھا۔ اچانک سونیا نے اس پر غالب آکر مجبور کیا تو وہ اٹھ کر فرنٹ سیٹ کی ٹیکسی ڈرائیور سے لپٹ گیا اور اس کا گلا دبانے لگا۔ ڈرائیور نے فوراً ہی گاڑی روکی۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے اشخاص ڈرائیور کی گردن چھڑانے

لگے۔ وہاں پھر لوگوں کی بھیڑ لگنے لگی۔ پولیس والے بھی آگئے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا "یہ شخص پاگل ہے یا اس پر کسی قسم کا دورہ پڑتا ہے۔ ہم اس سے ہمدردی کر رہے تھے۔ اسے کسی اسپتال لے جا رہے تھے لیکن یہ ڈرائیور کا گلا دبوچ کر مارنا چاہتا تھا۔"

پولیس والوں نے اسے حراست میں لیا پھر اپنے ساتھ اسے ایک مینٹل اسپتال لے گئے اور وہاں ذہنی امراض کے ڈاکٹرز سے کہا کہ اس کا معائنہ کیا جائے۔

جب اس کا معائنہ ہونے لگا تو سونیا نے اس سے ایسی حرکتیں کرائیں کہ ڈاکٹر بھی پریشان ہو گئے۔ بار بار اسے اپنے قابو میں کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ آخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ اسے پاگل خانے بھیج دیا جائے۔

اس فیصلے کے مطابق اسے ہتھکڑی پہنائی گئی۔ رسیوں سے باندھا گیا تاکہ وہ کسی پر حملہ نہ کر سکے پھر اسے ایک پاگل خانے میں پہنچا دیا گیا۔ جب اسے ایک کمرے میں چند پاگلوں کے ساتھ پہنچایا گیا تو سونیا نے اس کے دماغ میں کہا "دیکھو یہ کتنی اچھی' پرسکون اور ویران جگہ ہے۔ یہاں رہ کر تم تپسیا کر سکتے ہو اور دوبارہ اپنی آتما شکتی حاصل کر سکتے ہو۔ ہم انتظار کریں گے۔"

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس قدر مجبور ہو جائے گا کہ اپنے دماغ میں آنے والے دشمنوں کو نہیں روک سکے گا اور اس کی آتما شکتی بھی وہاں پہنچ کر کمزور ہو جائے گی۔ لیکن اپنی حماقتوں سے اور غلط منصوبہ بندی کے باعث وہ اس حال کو پہنچ گیا تھا۔

سونیا نے کہا "تم یہ نہ سوچنا کہ ہم تم سے غافل رہیں گے۔ تمہیں دماغی زلزلے والی دوا دن رات دی جاتی رہے گی تاکہ تم کبھی دماغی توانائی حاصل نہ کر سکو۔ اب ہم جا رہے ہیں۔ یہاں آرام سے رہو۔"

ہم اس کے دماغ سے چلے آئے وہ بے بسی سے آہنی سلاخوں والے دروازے کو تھام کر باہر دیکھنے لگا۔ اب اتنا بڑا شکتی مان جو کسی سے زیر نہیں ہوتا تھا۔ اب ایک پاگل بن کر وہاں قید ہو گیا تھا اور اب اس کے دماغ میں کوئی ایسی تدبیر نہیں آرہی تھی کہ وہ خود کو وہاں سے رہائی دلا سکے۔ اس نے سوچا۔ "امریکی اکابرین میں سے کسی کو مخاطب کرنا چاہیے ان سے مدد مانگنی چاہیے۔ شاید ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے یہاں سے نکال سکیں وہ بابا صاحب کے ادارے والوں کے دشمن ہیں۔ وہ ضرور میری مدد کریں گے۔

پھر اسے الپا کا بھی خیال آیا لیکن خیال خوانی کی لہریں اس کے دماغ کو ڈھونڈ نہیں سکتی تھیں۔ وہ اسرائیلی اکابرین میں سے کسی ایک سے رابطہ کر کے الپا سے التجا کر سکتا تھا کہ وہ اس کے دماغ میں آئے۔

ایسا سوچتے وقت اچانک اسے پیٹھ پر ایک زوردار لات پڑی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا ایک پاگل اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا "ابے اندر آکر باہر کیا دیکھ رہا ہے؟"

دوسرے پاگل نے کہا "اپنے باپ کو دیکھ رہا ہوگا۔ میرے باپ نے بھی مرتے وقت کہا تھا' بیٹے پاگل خانے میں ہی رہنا میں وہیں آکر ملاقات کروں گا۔"

تیسرے پاگل نے کہا "تو پھر یہی تیرا باپ ہے۔ ابھی باہر سے آیا ہے۔"

دوسرے پاگل نے نارنگ کے منہ پر تھوک کر کہا "یہ میرا باپ نہیں ہو سکتا۔"

منہ پر تھوکتے ہی نارنگ آپے سے باہر ہو گیا۔ ایک دم جنون میں آکر اسے مارنے لگا۔ باقی تینوں پاگل اس سے لپٹ گئے اس کی پٹائی کرنے لگے۔ اچھا خاصا ہنگامہ ہو گیا جسے سن کر گارڈ فوراً ہی آہنی دروازہ کھول کر آئے پھر ڈنڈوں سے انہیں مارنے لگے۔ اس کے بعد نارنگ کی بھی اچھی طرح پٹائی کی گئی۔ انہیں دور دور کر کے ایک ایک کونے میں بٹھا دیا گیا۔

وہ دیوار سے ٹیک لگا کر شکست خوردہ انداز میں بیٹھ گیا۔ بری طرح لہولہان ہو گیا تھا۔ تھک کر نڈھال بھی ہو چکا تھا۔ سوچنے لگا اب غصہ کرنے اور جوش و جنون میں آنے سے کام نہیں بنے گا۔ اسے صبر کرنا ہوگا اس کی آتما شکتی ضرور کمزور ہوئی ہے لیکن ٹیلی پیتھی کا علم باقی ہے۔ اگر وہ اپنے دماغ کی توانائی بحال رکھے گا تو اپنے بچاؤ کے لیے کچھ کر سکے گا۔

اس نے پھر سوچا "نہیں میں بہت نقصان اٹھا چکا ہوں۔ مجھے ذرا صبر کرنا چاہیے۔ ان پاگلوں میں رہ کر اپنی قوت برداشت کو آزمانا چاہیے۔ ذرا دماغ توانا ہو جائے پھر میں دیکھوں گا کہ اپنی رہائی کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔"

دوسری طرف گاڈ فادر اپنی اس عیش گاہ میں روزی کے ساتھ اور میرے ساتھ تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا "تم فرہاد ہو؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے لیکن میں بن چکا ہوں اور ابھی روزی کے اندر سے مادام سونیا بول رہی تھیں۔"

"ہاں یہاں ہم میاں بیوی موجود ہیں اور اب جا رہے ہیں۔ لیکن جانے سے پہلے تمہیں ایک وارننگ دے رہے ہیں کہ ہم گرو نارنگ سے برا حشر تمہارا کریں گے۔ کیونکہ تم اسلحہ مافیا کے گاڈ فادر ہو۔ دنیا کے پتا نہیں کتنے حصوں میں اسلحہ سپلائی کرتے ہو۔"

گاڈ فادر نے کہا "مسٹر فرہاد ہماری دنیا میں اتنی برائیاں اور اتنے جرائم پھیلے ہوئے ہیں کہ آپ ٹیلی پیتھی کی فوج کے ساتھ بھی ان جرائم اور برائیوں کو ختم نہیں کر سکتے۔ اسی لیے ہم کبھی آپ کے مقابلے پر نہیں آئے کہ ہم نہ آپ سے ٹکرانا چاہتے تھے نہ آپ سے کوئی دشمنی مول لینا چاہتے تھے۔ آج بھی ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں۔ اوہو اگر سزا دینا چاہتے ہیں تو دنیا کے تمام جرائم پیشہ افراد کو اور ان کے مالکان کو سزا دیں۔"

سونیا نے روزی کی زبان سے بولتے ہوئے کہا "فرہاد یہ درست

ہے۔ ہمیں کسی کی اچھائی برائی سے کیا لینا ہے۔ ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ جو اچھے نیک راہِ راست پر چلانے والوں کو نقصان پہنچاتے ہیں' انہیں سزائیں دے کر ختم کردینا چاہیے۔ لہٰذا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو لیکن یہ ہمیں پسند نہیں ہے کہ یہ مذہب کی آڑ لے کر گاڈ فادر بنا ہوا ہے۔ اِدھر اسلحہ مافیا کا گاڈ فادر اور اُدھر چرچ کا فادر۔ لعنت ہے۔ اگر ابھی یہ یہاں سے نہ گیا اور چرچ کو اپنے تمام آلۂ کاروں کے ساتھ خالی نہیں کیا تو ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

وہ فوراً ہی دونوں کان پکڑ کر بولا "میں ابھی فوراً ہی اپنے آلۂ کاروں کے ساتھ جارہا ہوں۔"

اس نے فوراً ہی انٹر کام کے ذریعے اپنے تمام ماتحتوں کو بلایا اور کہا "ہم آج سے یہ چرچ چھوڑ رہے ہیں۔ یہاں راہب اور راہبہ بن کر نہیں رہیں گے۔ لہٰذا ابھی یہاں سے چلو۔"

یہ کہہ کر وہ اس رہائش گاہ سے باہر نکل گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے باہر آیا اور اسے اس کے ماتحتوں کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھنے لگا۔ جب وہ اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر جانے لگے تو سونیا نے گاڈ فادر سے کہا۔

"میں ابھی کہہ چکی ہوں کہ جو راہِ راست پر جانے والوں ستانے تو ہم انہیں بری طرح سزائیں دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہلاک تک کردیتے ہیں۔ تم جو دنیا میں اسلحہ سپلائی کرتے ہو تو ایسے اسلحہ سے کتنے بے گناہ مارے جاتے ہیں۔ تم کبھی اس کا جواب دے نہیں سکو گے۔ لہٰذا تم بھی سزا کے قابل ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "آپ بات بدل رہی ہیں۔"

"میں بات نہیں بدل رہی۔ تمہارا راستہ بدل رہی ہوں۔ اگر ہوسکے تو جرائم سے باہر ہوجاؤ۔ اگر نہیں آؤ گے تو ہم تم پر جبر نہیں کریں گے۔ تم ضرور زیرِ زمین دنیا کے گاڈ فادر بنے رہو اور جرائم کرتے رہو۔ میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کروں گی۔"

وہ حیرانی سے بولا "آپ میری مدد کریں گی۔"

"حیران کیوں ہوتے ہو؟ اگر میری کسی بات میں وزن نہیں ہوگا اور وہ تمہیں غلط لگے گی تو اس پر عمل نہ کرنا۔"

"آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"وہ نارنگ بڑی خوبیوں کا مالک ہے۔ جادوگر بھی ہے اور ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔ لیکن وہ کبھی کسی کا ہو نہیں سکتا لیکن تم اسے اپنا ماتحت بناؤ گے۔ وہ کبھی کسی کا ماتحت نہیں بنے گا۔ بلکہ ہمیشہ بادشاہ بن کر رہنے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا اگر تم اس کی ٹیلی پیتھی سے کام لینا چاہتے ہو تو بڑی چالاکیوں سے کام تب ہی اسے ہمیشہ اپنا ماتحت بنا کر بہت سے کام لے سکو گے۔"

"مادام آپ کی باتوں میں وزن ہے اور میں باغی ہوجانے والوں سے کام لینا جانتا ہوں۔ انہیں مجبور اور بے بس غلام بنا کر رکھنا بھی جانتا ہوں۔"

"تو پھر یہاں سے سیدھے پاگل خانے جاؤ۔ ہم نے اسے وہاں پہنچا دیا تھا۔ اب تم اپنے ذرائع استعمال کرکے اسے رہائی دلاؤ اور اپنے ساتھ لے جاکر اسے جس طرح مجبور اور بے بس بنا کر رکھ سکتے ہو رکھو۔ ناکام رہو گے تو یہ مت بھولنا کہ وہ ہمیں نقصان پہنچائے گا بلکہ ہمیں نقصان پہنچانے سے پہلے تمہیں نقصان پہنچائے گا۔ لہٰذا اچھی طرح سوچ لو۔ پھر پاگل خانے کا رخ کرو۔"

"مادام میں آپ کی بات اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ وہ مجھ سے چالاکی نہیں دکھا سکے گا۔ آپ کے مشورے کا بہت بہت شکریہ۔"

وہ اپنی کار ڈرائیو کررہا تھا۔ اس نے کار کا رخ پاگل خانے کی طرف موڑ دیا۔

○☆○

سب ہی یہ سوچ رہے تھے اور سمجھنے کی کوشش کررہے تھے کہ آخر چیچ پال کو کس نے اغوا کیا ہے۔ خود ہماری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ چیچ پال اچانک کہاں گم کردیا گیا ہے۔ الپا بھی حیران تھی۔ لیکن امریکی اکابرین یقین نہیں کررہے تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ الپا نے ہی چیچ پال کو اغوا کیا ہے۔ کیونکہ گرونارنگ کے بارے میں معلوم ہوگیا تھا کہ وہ جسم بدل کر اور ایمون نامی خطرناک آدمی کے جسم میں داخل ہوکر بے بس ہوگیا ہے۔ اس کے پاگل خانے جانے تک کی باتیں سب کو معلوم تھیں پھر وہ پاگل خانے سے کس طرح رہا ہوگیا اور اسے کون لے گیا یہ بات ابھی تک پیرس کے پولیس اور انٹیلی جینس والے نہیں جانتے تھے۔ دوسری ایجنسیوں کے سراغ رساں بھی اس جستجو میں تھے کہ پہلے تو چیچ پال گیا اور اب نارنگ بھی کہیں گم ہوگیا ہے۔

چیچ پال اور نارنگ دونوں ہی باکمال اور غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ سراغ رسانوں کو اس بات کا انتظار تھا کہ وہ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا اظہار کریں گے تو شاید ان کا سراغ مل سکے گا۔

بات صرف اتنی ہی نہیں تھی کہ دو غیر معمولی خطرناک مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے کہیں روپوش ہوگئے تھے۔ اس کے علاوہ بھی جو کچھ ہورہا تھا' اسے امریکی اکابرین سمجھ رہے تھے اور وہ بات یہ تھی کہ ان کے سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے چار کہیں گم ہوگئے تھے اور سب ہی یہ رائے قائم کررہے تھے کہ جینی نے جس طرح اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے دو کو ختم کیا ہے اسی طرح اس نے اور پورس نے دوسرے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی خاموشی سے ہلاک کردیا ہے۔ وہ شاید ابھی امریکا سے نہیں گئے ہیں۔

امریکی اکابرین اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ہلاکت کی خبر چھپا رہے تھے۔ چھپانے میں یہ مصلحت تھی وہ رعب اور دبدبہ قائم رکھنا چاہتے تھے کہ ابھی امریکا میں سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں اور اگر یہ بات کسی نے ظاہر کی تو یہ سراغ مل سکے گا کہ یہ خبر ظاہر کرنے والا کون ہے۔ ایسا کرنے والا دشمن تو ضرور ہوگا

لیکن ایسے دوست بھی ہوتے ہیں جو دوستی کی آڑ میں دشمنی کرتے ہیں اور بات کو چھپا کر رکھتے ہیں۔ اسی لیے ان چاروں کی ہلاکت کو یا گمشدگی کو فی الحال چھپا کر رکھا گیا تھا۔

الپا اور برین آدم کے دماغ ایسے ہو گئے تھے کہ وہ ایک دوسرے سے خیال خوانی کے ذریعے بول نہیں سکتے تھے۔ اگر الپا اپنے بگ برادر کو مخاطب کرتی تو اس کا دماغ نہیں ملتا۔ اس لیے وہ اکثر ٹیلی فون کے ذریعے گفتگو کرتی تھی اور کوئی خاص بہت ہی اہم بات ہو تو خفیہ جگہ ملاقات کرتے تھے۔ ایسی ہی ایک جگہ ان دونوں نے ملاقات کی پھر برین آدم نے کہا "معاملات ایسے ہیں کہ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہے ہیں۔ تم کہہ رہی تھیں کہ تیج پال بہت غیر معمولی ہے۔"

"ہاں بہت ہی غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ ہمارے بہت ہی کام آ سکتا تھا۔ اب بھی آ سکتا ہے' اگر اس کا سراغ مل جائے۔"

"یہی بات تو سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ آخر اسے کس نے غائب کیا ہے۔"

"بابا صاحب کے ادارے والوں کے متعلق تو سوچا ہی نہیں جا سکتا۔ سونیا امریکا میں تھی۔ تیج پال اس کے قریب تھا پھر بھی اس نے اسے چھوڑ دیا تھا اور نیلاں کو مار دیا تھا۔"

"ہمارا شبہ صرف امریکا کے روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف جاتا ہے۔ انہوں نے اسے کہیں غائب کیا ہے۔"

"نہیں بگ برادر وہ تو ان کے شکنجے میں تھا۔ انہوں نے تیج پال کو اپنا معمول اور تابع ... بنا رکھا تھا پھر وہ کیوں اس کے لیے پریشان ہیں اور اسے تلاش کر رہے ہیں۔"

"وہ شاید ہمیں دھوکا دے رہے ہوں۔"

"اس سے انہیں کیا فائدہ ہو گا؟"

"وہ اپنی بہت سی اہم باتیں چھپاتے ہیں۔ اسے بھی چھپا رہے ہوں گے اور مجھے شبہ ہے کہ نارنگ کو غائب کرنے میں بھی ان کا ہاتھ ہے۔ تم خود سوچو کہ اتنی زبردست شکتی رکھنے والا گرو نارنگ آخر کہاں جا سکتا ہے؟ یا تو وہ ہلاک کر دیا گیا ہے یا پھر اسے کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے اور اگر تیج پال اور نارنگ کو انہوں نے چھپا کر رکھا ہے تو وہ ہماری طرح بڑی رازداری برت رہے ہیں۔ تم میری بات کو سمجھو کہ اب تک یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آئی ہے کہ ہم زندہ ہیں لیکن ہمارا دماغ مردہ کیسے ہے؟ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغوں تک نہیں پہنچتا ہے اب تیج پال اور نارنگ ہی ایسی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ نارنگ ایسا جادوگر ہے جو کسی نہ کسی طرح ہمارے بارے میں ضرور معلوم کرے گا اور معلوم کرنے کے لیے بہت رازداری سے کام لیا جا رہا ہے۔ جینی اور پورس نے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے بالکل خاموشی ہے۔

"فرہاد علی تیمور کے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں وہ بالکل خاموش ہیں۔ کہیں کسی کی موجودگی کی اطلاع نہیں مل رہی ہے۔ کیا یہ گہری خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ نہیں ہو سکتی؟"

"ہو سکتا ہے لیکن ابھی جو تیج پال اور نارنگ کا معاملہ ہے۔ اس سے بابا صاحب کے ادارے والوں کا کوئی تعلق نہیں ہے ہمیں تو ان دونوں کی فکر ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ کم بخت گرو نارنگ یہاں کسی طرح بھی نہ آئے۔ آئے گا تو معلوم کر لے گا کہ ہم نے کس ڈاکٹر کے ذریعے اپنے دماغ کو زندہ رکھا ہے۔"

"میں پھر ایک بار معلوم کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر امریکی اکابرین میں سے ایک فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں الپا بول رہی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "شکریہ تم نے مجھے یاد کیا۔ بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔"

"بس اتنا ہی کہو جو سچ ہے وہ بتا دو۔"

"میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"پہلے تیج پال غائب ہوا اس کے بعد گرو نارنگ۔ آخر یہ دونوں کہاں ہیں؟ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ تم لوگوں نے انہیں چھپا رکھا ہے۔"

"یہ تم غلط سوچ رہی ہو۔ وہ ہمارے پاس ہوتے تو ہم ان سے کام لیتے۔ چھپا کر نہیں رکھتے۔"

"اب سے پہلے بھی تم نے ٹیلی پیتھی جاننے والی جینی کو پاگل خانے میں چھپا کر رکھا تھا۔ اس سے بظاہر کوئی کام نہیں لیتے تھے لیکن رازداری سے کوئی نہ کوئی کام کراتے رہتے تھے۔"

"اب ہم کیسے یقین دلائیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں مر چکے ہوں۔"

"تمہاری ایسی باتوں سے پتا چلتا ہے کہ تم سچ کو چھپا رہے ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچنے کی کوشش کرتی ہوں۔ پہلے تیج پال تو پہلے یوگا کا ماہر نہیں تھا لیکن اب اس پر کچھ ایسا عمل کیا گیا ہے کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا ہے۔ اسی طرح گرو نارنگ کے دماغ میں بھی کئی بار جا چکی ہوں۔ اور وہ بھی سانس روک لیا کرتا ہے۔ اب بتاؤ اگر وہ ہلاک ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ تم کہہ رہے ہو تو پھر یہ میری آمد پر سانس کیسے روک لیتے ہیں۔"

"اگر وہ زندہ ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم نے انہیں چھپا کر رکھا ہے۔ بلکہ وہ تو ایسی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو ہم فخر سے انہیں دنیا والوں کے سامنے پیش کرتے۔"

"تم کچھ عرصے پہلے جینی جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی پر بھی فخر کر سکتے تھے لیکن اسے ساری دنیا سے چھپا کر ایک پاگل خانے میں

رکھا تھا۔ کیا اب بھی ان دونوں کو چھپا کر کہیں نہیں رکھ سکتے۔"

"تم جتنا شبہ کر سکتی ہو کر لو۔ ہم تو یہ شبہ کر رہے ہیں کہ یہ فرہاد اور سونیا کی کوئی چال ہے۔ وہ ہم سے یہ باتیں چھپا رہے ہیں اور ہمیں آپس میں ایک دوسرے کے خلاف کر رہے ہیں۔"

"جب وہ کسی کو اپنے قابو میں کرتے ہیں تو بات چھپاتے نہیں ہیں اور دشمن پر غالب آتے ہیں تو اس کا تخت یا تختہ کر کے رکھ دیتے ہیں اور ساری دنیا والوں کو یہ معلوم ہو جاتا ہے۔"

الپا کی خیال خوانی کا سلسلہ اچانک ہی ٹوٹ گیا۔ وہ اپنے بگ برادر کے ساتھ ایک چھوٹے سے پرائیویٹ کمرے میں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھی اور خیال خوانی کے ذریعے اس افسر کو مخاطب کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت دروازے پر ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے کہ کوئی دونوں ہاتھوں سے دروازے کو پیٹ رہا ہو پھر ایک نسوانی آواز سنائی دی "دروازہ کھولو... جلدی دروازہ کھولو... نہیں تو وہ مجھے مار ڈالے گا۔"

الپا اور برین آدم نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر وہ بولا "یہاں کسی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ تم آئی ہو۔ دوسرے کمرے میں چلی جاؤ۔ میں دیکھتا ہوں کون ہے۔"

الپا فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ برین آدم نے دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا "تم کون ہو؟"

باہر سے وہ بولی "ارے تم دروازہ کھول کر مجھے اندر بلا کر نہیں پوچھ سکتے؟ جب وہ مار ڈالے گا تو میں کیا بتاؤں گی کہ میں کون ہوں۔"

اس نے دروازہ کھولا۔ کھلے ہوئے دروازے پر جینی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ جلدی سے اندر آ کر دروازے کو بند کرتے ہوئے بولی "شکریہ۔"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولی "مجھ سے پوچھتے ہو میں کون ہوں۔ اتنی بڑی بڑی مونچھیں رکھتے ہو نظر نہیں آتا کہ ایک لڑکی ہوں۔"

"تم کہاں سے آئی ہو؟ کیوں گھبرائی ہوئی ہو؟"

"ایک آدمی مجھے دوڑا رہا ہے۔ اگر وہ یہاں آئے تو دروازہ نہ کھولنا۔"

"وہ کوئی پاگل تو نہیں ہے یونہی تو نہیں دوڑائے گا۔ آخر بات کیا ہے؟"

"میں کیا بتاؤں۔ ایک فلم کی شوٹنگ دیکھنے گئی تھی وہاں ایک مونچھوں والا اداکار تھا۔ جب میں نے اس کی مونچھوں کو کھینچ کر نکالا تو وہ نکل گئیں اس نے غصہ دکھایا۔ ڈائریکٹر نے بھی کہا' اے کیا کرتی ہو۔ جاؤ یہاں سے۔ میں وہاں سے کیمرے کے پیچھے آئی وہاں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کار میں ایک مونچھوں والا بیٹھنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا' اے ٹھہرنے کو کہا۔ جب وہ رکا تو میں نے اس کی بڑی بڑی مونچھوں کو کھینچا۔ وہ تکلیف سے چیخ پڑا اور مجھے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ میں بھاگنے لگی۔ وہ میرے پیچھے بھاگنے لگا۔ وہاں سے میں دوڑتی ہوئی' کتنی ہی گلیوں سے گزرتی ہوئی یہاں پہنچی ہوں۔ پلیز اس کے لیے دروازہ نہ کھولنا۔"

برین آدم نے پوچھا "کیا تم پاگل ہو۔ تم نے اس کی مونچھیں کیوں کھینچی تھیں؟"

"میں معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کیا ہر مرد کی مونچھیں اصلی ہوتی ہیں یا نقلی۔"

"اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ برین آدم نے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے ایک گرج دار آواز سنائی دی "میں ایک آرمی افسر ہوں۔ فوراً دروازہ کھولو..."

جینی سہم کر دور چلی گئی۔ برین آدم نے دروازہ کھولا تو وہ مونچھوں والا افسر برین آدم کو دیکھ کر چونک گیا پھر ایک دم سے فوجی انداز میں سلیوٹ کرتے ہوئے بولا "سر! یہاں ایک لڑکی بھاگتی ہوئی آئی ہے۔"

"ہاں آخر بات کیا ہے؟"

"وہ کوئی پاگل کی بچی ہے۔ وہ میری مونچھیں کھینچ رہی تھی۔"

برین آدم نے مسکرا کر آرمی افسر کو دیکھ کر کہا "بھئی میری طرف سے اسے معاف کر دو۔ شاید وہ کچھ ایب نارمل ہے۔ میرے پاس پناہ لینے کے لیے آئی ہے۔ اب اسے مار کر یا اس پر غصہ اتار کر کیا کرو گے؟"

"سر آپ کہتے ہیں تو میں بھلا کیا کر سکتا ہوں۔ میں جا رہا ہوں۔"

وہ سلیوٹ کر کے واپس چلا گیا۔

اس دوران میں الپا جینی کی آواز سننے کے بعد اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ پتا چلا تھا کہ اس کا نام روبی ہے۔ وہ یہودی ہے اور اس کے شوہر کا نام نارمن اسٹون ہے۔ تل ابیب کی الیکٹریکل کمپنی میں انجینئر ہے۔

الپا نے جینی کے دماغ سے اس کے شوہر کا فون نمبر معلوم کیا پھر اپنے موبائل پر یہ نمبر ملا کر کان سے لگایا۔ تھوڑی دیر بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی "ہیلو کون ہے۔ ہیلو... ہیلو... پلیز اسپیک اپ۔"

الپا نے فون بند کر دیا اور نارمن اسٹون یعنی پورس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے خیالات نے وہی بات بتائی کہ وہ تل ابیب کی الیکٹریکل کمپنی میں ایک الیکٹریکل انجینئر ہے۔ وہاں چھ برس سے ملازم ہے۔ دو برس پہلے اسے ترقی ملی تھی۔ اب وہ انجینئر بن گیا تھا پھر لندن گیا تو اس نے روبی کو دیکھا۔ وہ خوب صورت بھی تھی اور شریر بھی تھی۔ اسے دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے بچپن اور جوانی گلے مل رہے ہوں۔ اس نے اس کے گھر شادی کا پیغام بھیجا گیا تو قبول ہو گیا

اور شادی ہوگئی۔ وہ ایک ماہ تک لندن میں رہا پھر تین دن پہلے تل ابیب اپنی ڈیوٹی پر آگیا۔ شادی کرنے کے بعد اسے پتا چلا کہ اس کی شرارتیں جتنی اچھی لگتی ہیں' اتنی ہی مشکلات پیدا کردیتی ہیں۔ بعض اوقات اسے دوسروں سے معافی مانگنی پڑتی ہے۔

دوسری طرف برین آدم بھی جینی سے پوچھ رہا تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں رہتی ہے؟ وہ بھی وہی جواب دے رہی تھی جو الپا اس کے خیالات سے معلوم کرچکی تھی۔ وہ بولا "بیٹھو میں ابھی دوسرے کمرے سے آتا ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے میں الپا کے پاس آکر بولا "کیا یہ لڑکی درست کہہ رہی ہے۔"

"ہاں بالکل میں نے اس کے اور اس کے شوہر کے متعلق پوری تفصیلات معلوم کی ہیں۔ وہ یہودی ہے اور یہاں چھ برس سے اس کا شوہر ایک الیکٹریکل کمپنی میں ملازم ہے ایک انجینئر ہے۔"

برین آدم واپس جینی کے پاس آیا پھر بولا "اب وہ شخص جاچکا ہے۔ تمہیں پریشان نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی مارے گا لہٰذا اب تم جاؤ۔"

"نہیں مجھے تو ڈر لگتا ہے۔ میں اپنے شوہر کا ٹیلی فون نمبر بتاتی ہوں اسے یہاں بلالو تاکہ میں اس کے ساتھ جاسکوں۔"

"تم جب ڈرتی ہو تو شرارتیں کیوں کرتی ہو؟ بہرحال وہ شخص جو تمہیں دوڑا رہا تھا۔ وہ ایک آرمی افسر ہے اور میرا ماتحت ہے وہ میرے کہنے کے بعد اب تمہیں پریشان نہیں کرے گا۔ لہٰذا تم جاؤ۔"

وہ بولی "کیا آپ مجھے میرے گھر تک لفٹ نہیں دے سکتے؟"

اس نے کہا "اچھا چلو میں تمہیں اپنی کار میں لے چلتا ہوں۔"

اس چھوٹے سے بنگلے کے سامنے دو کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ دوسری کار الپا کی تھی۔ برین آدم اپنی کار میں جینی کے ساتھ بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد الپا نے اس بنگلے کے اندر کی تمام لائٹوں کو بجھایا دروازے کو لاک کیا پھر اپنی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے کار کے اندر آگے پیچھے دیکھا۔ پھر کار کو اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔

یہ درست تھا کہ الپا تک کوئی پہنچ نہیں سکتا تھا لیکن برین آدم اپنی ڈیوٹی کے باعث اپنے بنگلے سے آرمی ہیڈ کوارٹر آتا جاتا تھا۔ وہ دوسروں کی نظر میں رہتا تھا۔ جینی اور پورس نے وہاں پہنچنے کے بعد پہلے برین آدم کو ہی دیکھا اور اس کے پیچھے لگے رہے۔ دن رات اس کی نگرانی کرتے رہے پھر اس رات وہ کار میں بیٹھ کر جانے لگا تو جینی اور پورس نے اس کی کار کا تعاقب کیا اور اسی چھوٹے بنگلے تک پہنچ گئے جہاں پہلے ہی سے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ پورس نے کہا میں یقین کی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ یہ دوسری گاڑی الپا کی ہوگی۔"

وہ بولی "تمہارا یقین درست بھی ہوسکتا ہے۔ فرض کرو ہم غلطی کررہے ہیں۔ وہاں الپا نہ ہو' اس کی کوئی گرل فرینڈ ہو تو؟"

"ہم برین آدم کو بہت عرصے سے جانتے ہیں۔ اس کی کبھی کوئی گرل فرینڈ نہیں رہی حتیٰ کہ اس نے اس عمر تک پہنچنے کے باوجود شادی نہیں کی ہے۔ الپا کو اپنی چھوٹی بہن مانتا ہے۔"

پھر انہوں نے منصوبہ بنایا وہاں سے کچھ دور ایک ڈرائے کی شوٹنگ ہورہی تھی تو وہاں جاکر جینی کو کس طرح شرارت کرنی چاہیے اور کس طرح بھاگ کر اس دروازے تک آنا چاہیے۔ اس منصوبے کے مطابق جینی نے عمل کیا تو بڑی حد تک یقین ہوگیا کہ وہاں برین آدم الپا سے ہی ملاقات کرنے آیا تھا۔ الپا کے باہر نکلنے سے پہلے پورس اس کی کار کی ڈکی میں چھپ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔

الپا کار ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے بنگلے تک آئی۔ وہاں کے بڑے آہنی دروازے کے پاس کار روک کر اس نے دروازے کو کھولا۔ کار ڈرائیو کرکے اندر لائی۔ کار پورچ میں کھڑی کرنے کے بعد لاک کی اور پھر اس آہنی دروازے کو دوبارہ لاک کیا اور بنگلے کا دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔ اس سے ظاہر ہورہا تھا کہ وہ تنہا خفیہ طور پر رہتی ہے اور کسی نوکر یا سیکیورٹی گارڈ کو بھی نہیں رکھتی ہے۔ سارا کام خود ہی کرتی ہے۔

پورس نے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر بڑی آہستگی سے ڈکی کو کھول کر دیکھا۔ اسے وہاں سے جتنا منظر نظر آیا وہ آدھا باغیچہ تھا اور آدھا بنگلے کا حصہ تھا۔ وہاں کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ پھر ڈکی کو پوری طرح کھولتے ہوئے باہر آیا اور اسے آہستگی سے بند کردیا۔ دبلے بنگلے کے احاطے میں کوئی سیکیورٹی گارڈ یا ملازم نہیں تھا۔ وہاں پورچ میں صرف ایک لائٹ روشن تھی۔ وہ وہاں سے دبے پاؤں چلتے ہوئے تاریکی میں آیا پھر بنگلے میں چاروں طرف دبے قدموں چلتے ہوئے کھڑکیوں میں دیکھنے کی کوشش کرنے لگا کہ وہ تنہا وہاں کیا کررہی ہے۔ کھڑکی کے شیشے والے دروازے ان سے بند تھے اور اندر پردہ پڑا ہوا تھا۔ اس لیے اندر کا کوئی منظر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

بنگلے کے ایک طرف وہ کھڑا ہوا سوچ رہا تھا۔ اسے ایک بلی نظر آئی۔ وہ ایک دیوار سے دوسرے دروازے کی طرف جارہی تھی اور اندر گھسنا چاہتی تھی۔ اس دیوار پر لگے ہوئے وینٹی لیٹر سے اندازہ ہورہا تھا کہ وہ کچن ہے اور بلی کچن میں جاکر کچھ کھانا چاہتی ہے۔

اس نے جیب سے ایک رنگین کاغذ کا ٹکڑا نکال کر بلی کو دکھایا تو وہ آہستہ آہستہ قریب آنے لگی پھر اس نے اچانک ہی چھلانگ لگا کر اس بلی کو دبوچ لیا۔ اس کی گردن اور دونوں پنجے پکڑ لیے پہلے تو وہ چلائی۔ پھر سہم کر خاموش ہوگئی۔

اس نے وینٹی لیٹر کے پاس آکر اس کے پنکھے کے ایک بلیڈ کو کی جالی کے پاس سے اس طرح ہٹایا کہ جالی کے درمیان بلی زرنے کا راستہ بن گیا۔ کیونکہ پہلے راستہ بند تھا۔ اس لیے بلی راستے سے جانہیں سکتی تھی۔ اس نے بلی کو وہاں چھوڑا تو وہ ی وینٹی لیٹر سے گزر کر اندر کچن میں پہنچ گئی۔

وہ اسی دیوار سے لگ کر ذرا ہٹ کر کھڑا ہوگیا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی جیسے بلی کھانے کی چیزیں تلاش کررہی ہو پھر ک ہی کانچ کی پلیٹ یا جگ گرنے کی آواز آئی۔ رات کے ے میں وہ آواز بہت اونچی سنائی دی۔ وہ دم سادھے کھڑا رہا ر کرتا رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے الپا کی آواز سنی وہ کہہ تھی "اندر کون ہے جو بھی ہے اپنے دونوں ہاتھ گردن پر رکھ کر ر رہے۔ ورنہ میں گولی ماردوں گی۔"

الپا کچن میں اندر آنے سے پہلے اس کے بند دروازے کے کی ے سے ایک آنکھ لگا کر دیکھ رہی تھی۔ وہاں اسے کوئی نظر نہیں ا۔ کیونکہ بلی نیچے فرش پر مٹمل رہی تھی اور وہ للکار رہی تھی کہ لی ہے تو اسے گولی ماردے گی۔ جب کوئی سراغ نہیں ملا تو اس ہستگی سے دروازے کو کھولا پھر بڑے محتاط انداز میں جائزہ لے روازے پر آئی تو بلی دکھائی دی اور کانچ کے ٹوٹے ہوئے ے بھی دکھائی دیے۔ اس نے وینٹی لیٹر کی طرف سر اٹھا کر دیکھا ا لعنت ہے تم پر۔ پریشان کرتی رہتی ہو۔ میں نے اس وینٹی لیٹر ں طرح رکھا تھا کہ تم آنہ سکو لیکن شاید ہوا سے وینٹی لیٹر کا بلیڈ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا گیا اور تجھے یہاں آنے کا راستہ بلا معاش کہیں کی۔"

دبلی کو گود میں لے کر اسے پچکارتی اور سہلاتی ہوئی فریج کو ا کر اس میں سے دودھ نکال کر اسے پلانے لگی۔ پھر اس سے طرح کی باتیں کرتی ہوئی۔ کچن سے چلی گئی۔ دروازہ بند کرنے واز آئی تو پورس اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ اس کے لیے اتنا ہی تھا کہ الپا اپنے اصل لب ولہجے اور آواز میں بول رہی تھی۔ ا دیشہ نہیں تھا کہ اس کے بظاہر مردہ دماغ میں کوئی بھی پہنچ ا اور پورس کو اس کے دماغ میں پہنچنے کی ضرورت بھی نہیں ئی۔ اسے جسمانی طور پر بھی تلاش نہیں کرپا رہا تھا۔ پورس نہ اتنا ہی کافی تھا کہ اس نے اس کی خفیہ رہائش گاہ دیکھ لی ہاں سے دبے قدموں چلتا ہوا اس بنگلے کے پچھلے احاطے ار کو پھلانگ کر دوسری طرف گلی میں آگیا پھر وہاں سے چلتے ی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "میں گھر پہنچ گئی ہوں اور کب سے انتظار کررہی ہوں۔ کیا کررہے ہو؟"

"ابھی کررہا تھا۔ بس آرہا ہوں۔"

"یادہ الپا ہے؟"

"ہی صد الپا ہے۔ پورا یقین ہوچکا ہے۔"

"پھر تو اسی لیے دیر ہوگئی ہے اور تم اس سے چپکے ہوئے تھے۔ کیا بہت خوب صورت ہے؟"

"ہاں میری اماں جان کی طرح خوب صورت ہے یعنی تمہاری ہونے والی ساس کی طرح۔"

وہ خوش ہوکر بولی "تم کتنی دیر میں آرہے ہو؟"

"بس آنے والا ہوں۔"

پورس نے سونیا کو مخاطب کیا "مما میں جینی کے ساتھ یہاں تل ابیب میں ہوں۔ دو دن' دو راتوں سے اس جستجو میں لگا ہوا تھا کہ الپا کہاں چھپی ہوئی ہے۔ میں نے برین آدم کے ذریعے اس کا سراغ لگا ہی لیا ہے اور اس کی خفیہ رہائش گاہ سے واقف ہوگیا ہوں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ دور ہی دور سے اس کی نگرانی کروں اور اس کی حرکتیں دیکھوں۔ اگر وہ ہم سے کوئی دشمنی کرے گی تو پھر ہم جوابی کارروائی کریں گے۔"

سونیا نے کہا "یہ اچھا طریقہ ہے۔ بس اسے اپنی نظروں میں رکھو پھر کہیں گم نہ ہوجائے۔"

"وہ اسی صورت میں گم ہوگی جب اسے شبہ ہوگا اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ جینی کی کسی ایب نارمل حرکت سے اسے شبہ ہوسکتا ہے۔"

اس نے سونیا کو تفصیل بتائی کہ کس طرح جینی بھاگتی ہوئی اس کے خفیہ مکان میں پہنچی تھی۔ دروازے کو کھٹکھٹایا تھا اور برین آدم سے یہ ظاہر کیا تھا کہ کوئی اس کا تعاقب کررہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ برین آدم نے جینی کو دیکھا ہے۔ شاید الپا نے بھی اسے چھپ کر دیکھا ہو۔ لہٰذا جینی آئندہ پاگلوں جیسی حرکت کرے گی تو ان کو شبہ ہوگا۔"

"الپا نے بڑی رازداری سے جینی اور تمہارے چور خیالات پڑھے ہیں اور ان کے مطابق اسے یقین ہوگیا ہے کہ وہ یہودی لڑکی روبی اور تم یہودی نارمن اسٹون ہو اور وہاں کی ایک کمپنی میں الیکٹریکل انجینئر ہو۔ یہ تمام باتیں اسے یقین دلا رہی ہیں کہ وہ آئندہ بھی یقین کرنے کے لیے اپنے سراغ رسانوں کو تمہاری نگرانی کے لیے لگا سکتی ہے۔ تمہارا اندیشہ درست ہے جینی کو کوئی ایسی ویسی حرکت نہیں کرنی چاہیے۔"

"لیکن مما اسے روکنا بہت مشکل ہے۔ جب وہ پاگلوں جیسی کوئی حرکت کرتی ہے تو میں بڑی چالاکی سے اس کی حرکت کو شرارت میں تبدیل کردیتا ہوں لیکن ایسا کب تک ہوگا؟"

"میں ایسا کرتی ہوں کہ یہاں پیرس' لندن یا کسی ملک میں ایک ڈمی جینی اور پورس پیدا کرتی ہوں۔ وہ یہاں ایکشن میں رہیں گے تو دشمنوں کو یقین ہوجائے گا کہ تم اور جینی تل ابیب میں نہیں ہو اس طرح الپا کو اور برین آدم کو وہاں تمہاری موجودگی کا علم نہیں ہوگا۔"

"ہاں مما یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ آپ ہماری ڈمی وہاں کے کسی بڑے شہر میں پیدا کردیں۔ تھینک یو مما۔"

وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے موجودہ اپارٹمنٹ میں پہنچا۔ وہاں ایک گاڑی آکر رکی۔ اس گاڑی میں سے دو افراد اتر کر احاطے کا دروازہ کھول کر اندر جانے لگے۔ پورس نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کیا پھر ایک جگہ تاریکی میں کھڑا ہو کر ان کو دیکھنے لگا۔ ان لوگوں نے دروازے پر جا کر کال بیل کا بٹن دبایا۔ اس وقت پورس جینی کے دماغ میں تھا اور کہہ رہا تھا۔ کوئی دو افراد دروازے پر ہیں ان سے بات کر کے ان کی حقیقت کھل جائے گی۔"

جینی نے دروازے کے پاس آکر پوچھا "کون ہے؟"

"ہم انٹیلی جینس والے ہیں۔ ضروری باتیں کرنے آئے ہیں۔"

انہوں نے ان کے خیالات پڑھے پھر مطمئن ہو کر دروازہ کھول دیا۔ پورس بھی تیزی سے چلتا ہوا اپنے بنگلے کے دروازے پر آیا۔ اس وقت جینی انہیں صوفوں پر بیٹھنے کے لیے کہہ رہی تھی۔ پورس نے انہیں دیکھ کر جینی سے پوچھا "یہ حضرات کون ہیں؟"

یہ انٹیلی جینس والے ہیں پھر جینی نے ان سے کہا "یہ میرے شوہر نارمن اسٹون ہیں۔ اچھا ہوا آپ آگئے۔ یہ مجھ سے کچھ پوچھنے آئے ہیں۔"

پورس نے آگے بڑھ کر ان سے مصافحہ کیا پھر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس میں سے ایک افسر نے کہا "ہمیں افسوس ہے کہ ہم آپ کو زحمت دے رہے ہیں لیکن آپ نے یہاں سے لندن جاتے وقت یہ اطلاع نہیں دی تھی کہ وہاں سے شادی کر کے آئیں گے۔ کیا آپ اپنا اور اپنی وائف کا پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ دکھا سکتے ہیں؟"

جینی نے کہا "میں ابھی لے کر آتی ہوں۔"

پورس نے کہا "میں نے بے شک اطلاع نہیں دی تھی لیکن جب لندن میں شادی کرنے کا ارادہ ہوا تو میں نے وہاں کے سفارت خانے کے ذریعے اطلاع بھیجی تھی۔ وہاں میری درخواست رکھی ہوئی ہے اور یہاں بھی۔ آپ جا کر دیکھ سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ دفتر والوں نے میری درخواست کو نظر انداز کر کے کہیں فائلوں میں دبا دیا ہو۔"

ایسے وقت پورس اور جینی محسوس کر رہے تھے کہ ان کے خیالات پڑھے جا رہے ہیں۔ وہ انجان بنے رہے۔ جینی نے پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ کے علاوہ دوسرے ضروری کاغذات اور شناختی کارڈز بھی ان کے سامنے پیش کیے۔ انہوں نے بڑی توجہ سے دیکھا پھر کہا "ٹھیک ہے ہم مطمئن ہیں۔"

وہ اٹھ کر جانے لگے۔ جینی نے کہا "آپ ایسے کیسے جا سکتے ہیں۔ پلیز ایک ایک کپ چائے پی کر جائیے۔"

ایک افسر نے کہا "سوری ہم ڈیوٹی کے دوران کسی کے ہاں کھاتے پیتے نہیں ہیں۔"

وہ مصافحہ کر کے جانے لگے۔ جینی نے اپنے کان کی ایک لو کو کھجایا جس کا مطلب یہ تھا کہ پورس خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغ میں نہ آئے۔ کیونکہ ایسا اس کے خیالات پڑھ رہی ہے۔ پورس نے انجان بن کر پوچھا "تعجب ہے یہ انٹیلی جینس والے کیوں آئے تھے۔ کبھی مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہوا۔ صرف ایک شادی کرنے کی وجہ سے یہ لوگ خواہ مخواہ چلے آئے۔"

جینی نے کہا "اس میں تمہاری بھی غلطی ہے۔ تمہیں یہاں کی حکومت کو اطلاع دینی چاہیے تھی کہ شادی کرنے جا رہے ہو۔"

پورس نے کہا "میں شادی کرنے کے ارادے سے نہیں گیا تھا۔ وہاں تمہیں دیکھ کر عاشق ہو گیا تھا۔ یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔ بہرحال میں نے کاغذی کارروائی لندن میں رہ کر کی تھی۔ یہاں کے دفتر والوں نے اگر میری درخواست کو فائلوں میں دبا کر رکھا ہو تو چھپے گی' نہیں ضرور ان کے ہاتھوں میں آجائے گی۔ بہرحال ہم صاف ہیں۔ ہمارا دل صاف ہے تو اس معاملے میں بحث کرنے کی زیادہ ضرورت نہیں ہے۔"

وہ بولی "میں کھانا گرم کرنے جا رہی ہوں۔ تم منہ ہاتھ دھو لو۔"

وہ بولا "تم بھی عجیب ہو کھانے کا وقت ہو گیا ہے اور تم انکوائری کرنے والوں سے کافی پینے کو کہہ رہی تھیں۔"

"وہ تو میں نے رسمی طور پر کہا تھا۔ ورنہ ہم یہودی ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ ہمارے یہودی افسران بھی کتنے باصول ہیں۔ وہ ڈیوٹی کے وقت کسی کے ہاں کھاتے پیتے نہیں ہیں۔ بہرحال میں کھانا گرم کر رہی ہوں۔"

وہ کچن کی طرف گئی۔ پورس باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ اس نے ان کی باتیں سن لی تھیں اور ان کے یہودی ہونے پر فخر کرنے سے مطمئن ہو رہی تھی۔

○☆○

پچھلے ایک باب میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ امریکا اور روس کی بڑی رازدارانہ سازش کے تحت بابا صاحب کے ادارے پر دوبارہ حملہ کرنے کی پلاننگ ہو رہی تھی۔ پلاننگ ایسی تھی کہ اگر حملہ کامیاب ہوتا تو کبھی امریکا یا روس پر اس حملے کا الزام نہ آتا۔ امریکی اکابرین نے روس والوں سے یہ بات چھپائی تھی کہ انہوں نے اپنی ایک نئی ٹرانسفارمر مشین سے ۴۴ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے ہیں جن میں سے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو انہوں نے روس کے میزائل پیڈ کی طرف روانہ کیا تھا تاکہ وہ میزائل داغنے والوں کے دماغوں میں رہیں اور انہیں بھٹکنے نہ دیں۔

جب سے پہلی بار بابا صاحب کے ادارے پر حملے کر کے اسے تباہ کرنے کی سازشیں کی گئی تھیں تب سے ہم سب بہت محتاط ہو گئے تھے۔ ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں ہر ملک کی آرمی کے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام کے دماغوں میں جا کرتے تھے۔ ان کی یہ ڈیوٹی باری باری رہا کرتی تھی۔ کیونکہ ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ دوبارہ بھی ایسی اوچھی حرکتیں کر سکتے ہیں پھر

پتا چلا کہ میزائل پیڈ پر چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ ملا ہے جو روس کے فوجی افسروں کے دماغ میں آتے جاتے ہیں۔ اس طرح وہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری نظروں میں آگئے تھے۔ اس کے بعد ہی سے ہم نے اشارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ذکر کیا تھا۔ جن میں سے دو مر چکے تھے اور چار کے بارے میں بتایا جا چکا ہے کہ انہوں نے اپنی ایک الگ ٹیم بیچ پال کی رہنمائی میں بنالی ہے۔

بہرحال ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ذکر بھی لازمی ہے جو روس کے میزائل پیڈ پر وہاں کے افسران کے دماغوں میں گئے تھے اور ہماری نظروں میں آرہے تھے۔ یہ اتفاق کی بات ہے۔ اس وقت نیلاں زندہ تھی۔ نیلاں اور گرونارنگ نے بھی ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک رسائی حاصل کرلی تھی۔ اس لیے ہم دوری سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے کہ کبھی نیلاں اور گرونارنگ ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو استعمال کریں گے تو پھر ہم جوابی کارروائی کریں گے۔

لیکن اس دوران نیلاں جہنم میں پہنچ گئی اور نارنگ بالکل بے بس ہو گیا۔ اب وہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے آزاد تھے۔ ان کے دماغ میں گرونارنگ اس لیے نہیں جا سکتا تھا کہ وہ دماغی طور پر کمزور ہو گیا تھا اور ابھی خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں تھا۔

پہلے اس کا بھی ذکر ہو جائے کہ نارنگ دماغی طور پر کیوں کمزور ہو گیا تھا۔ جبکہ صرف اس کی آتما شکتی کمزور ہوئی تھی۔ اگر اسے کہیں تپسیا کرنے کا موقع ملتا تو وہ دوبارہ آتما شکتی حاصل کر سکتا تھا لیکن اس کی بدقسمتی کہ زیر زمین دنیا کے گاڈ فادر نے اسے ٹریپ کیا اور اپنے آدمیوں کے ذریعے اسے پاگل خانے سے اغوا کر کے ایسی جگہ پہنچایا تھا جہاں دوسروں کو علم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہاں کسی کو بند بنا کر رکھا گیا ہے۔

گاڈ فادر یہ دیکھ چکا تھا کہ نارنگ کتنی غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے اور اسی کے کس قدر کام آسکتا ہے لیکن وہ اس قدر خطرناک بھی تھا۔ اس خطرناک شخص کو بے بس اور مجبور بنانے کے لیے اس نے ظلم کی انتہا کر دی۔ اسے ایک آپریشن روم میں لے جا کر اس کی دونوں ٹانگوں کو گھٹنوں تک کاٹ کر پھینک دیا۔ اس کے ہاتھوں اور پیروں سے اپاہج بنا کر رکھ دیا تاکہ وہ کہیں آ جا نہ سکے اور ہمیشہ اس کا اور اس کے ماتحتوں کا محتاج بن کر رہے۔

یہ بات صرف ہم جانتے تھے کہ انڈر گراؤنڈ اسلحہ مافیا کے گاڈ فادر نے نارنگ کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے۔ کیونکہ سونیا نے ہی یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر گرونارنگ کی ٹیلی پیتھی اور اس کی ٹیلی پورٹیشن سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو پھر اپنا غلام بنا کر رکھو۔ اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں۔ یہ تو گاڈ فادر نے اپنے طور پر سوچا تھا اور اس پر عمل کیا تھا۔

گاڈ فادر کے خاص ڈاکٹر نے یہ طے کیا تھا کہ اسے بے ہوش کر کے اس کا اپاہج بنانے کے بعد آئندہ اسے کچھ عرصے تک کوما میں ہی رکھا جائے گا تاکہ وہ ہاتھوں اور پیروں میں ہونے والی تکالیف سے بے حس رہے۔ کوما میں رہنے سے آدمی کو پتا نہیں چلتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے اور کیا ہو رہا ہے۔ لہٰذا وہ ان دنوں کوما میں پڑا ہوا تھا۔

گاڈ فادر نے ڈاکٹر اور اپنے تمام ماتحتوں کو سمجھا دیا تھا کہ جب وہ کوما سے نکالا جائے گا تو اس وقت اس کے سامنے منہ سے کوئی آواز نہ نکالی جائے۔ کوئی بات نہ کی جائے۔ ورنہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ذریعے ہم تک پہنچ جائیں گے۔

گاڈ فادر بہت زیادہ محتاط تھا۔ اس نے سوچا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آکر معلوم کرلیں گے کہ انڈر گراؤنڈ اسلحہ مافیا کے گاڈ فادر نے کس طرح نارنگ کو اپنے قابو میں کیا ہے۔ لہٰذا اس نے روزی کو بھی گولی ماردی تاکہ کبھی کوئی گاڈ فادر تک نہ پہنچ سکے اور وہ بے چارہ نارنگ جو مہاشکتی مان کہلاتا تھا۔ وہ بڑی بے بسی سے کوما میں پڑا ہوا تھا۔

اب وہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے جو روس کے میزائل پیڈ کے افسران کے دماغوں میں گئے تھے اور اس کے بعد سے بالکل آوارٹ ہو گئے تھے' کسی نے ان کی خبر نہیں لی تھی۔ ہم ان کے دماغوں میں جا سکتے تھے اور نارنگ بھی جا سکتا تھا۔ ایسے وقت وہ اپنی ایک ٹیم بنا کر ایک جگہ روپوش ہو گئے تھے اور سوچ رہے تھے کہ انہیں زندہ رہنے کے لیے اور زیادہ سے زیادہ طاقت حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ ایسے ہی وقت وہ نارنگ سے بالکل محفوظ ہو گئے تھے۔ اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ میں نے ثمی اور علی سے کہا "تم دونوں ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سنبھالو اور ان کے ذریعے امریکا کو ذرا سبق سکھاؤ کہ دوسری بار حملہ کرنے کا نتیجہ کیا نکل چکا ہے اور آئندہ کیا ہوتا رہے گا۔"

وہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے سراغ رسانوں کی نگرانی میں تھے اس لیے ثمی اور علی نے ان کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ جب ان چھ کی ذمے داری انہیں دی گئی تو وہ ان کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنے لگے کہ وہ اب تک کیا کرتے رہے ہیں۔

انہیں معلوم ہونے لگا کہ جب بابا صاحب کے ادارے پر ان کا دوسرا حملہ بھی ناکام رہا تھا تو امریکی اکابرین نے ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سخت لہجے میں کہا تھا کہ وہ اپنی پوری ذمے داری سے کام نہیں کر سکے۔ اسی لیے ناکامی ہوئی ہے۔ ورنہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح کامیاب ہو جاتے ہیں؟

یہ بات ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ناگوار گزری تھی کیونکہ انہوں نے محبان وطن کی طرح پوری ذمے داری سے کام لیا تھا لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ ان سے پہلے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان روسی افسران کے دماغوں پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ بہرحال ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایک دوسرے سے مشورہ

کیا کہ اگر ہمیں غیر ذمے دار سمجھا گیا تو پھر ہم اپنے ملک اور قوم کی خاطر خود اپنے طور پر ذمے داریوں کا ثبوت دے کر اور کچھ کامیابیاں حاصل کرکے اپنے اکابرین کو بتائیں گے کہ ہم غیر ذمے دار نہیں ہیں۔ غلطیاں ہر انسان سے ہوتی ہیں۔ ہم سے غلطی کیوں ہوئی؟ ناکامی کیوں ہوئی؟ اس کی وجہ ہمیں معلوم نہیں ہے لیکن اتنا جانتے ہیں کہ بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر جگہ چھائے رہتے ہیں۔ شاید وہاں بھی موجود ہوں۔ اس کا علم ہمیں نہیں ہوسکا۔

انہوں نے کمپیوٹر کے ذریعے اپنے اکابرین سے رابطہ کیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ جب پہلی بار کئی بڑے ممالک نے مل کر بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کیا اور بری طرح ناکام ہوئے تو اس وقت آپ لوگوں نے ایک دوسرے کو غیر ذمے دار نہیں کہا اور نہ ہی کسی کو الزام دیا۔ اب ہم چھ افراد سے غلطی ہوگئی اور کیوں ہوگئی یہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ آپ جانتے ہوں گے کہ بابا صاحب کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیشہ ہر ملک کے آرمی ہیڈ کوارٹرز اور ہر ملک کے اعلیٰ حکمرانوں کے دماغوں میں موجود رہتے ہیں اور ان کی پلاننگ سے واقف ہوتے رہتے ہیں۔ یہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئی' آپ ہمیں سختی سے ڈانٹ رہے ہیں اور ہماری توہین کررہے ہیں لہٰذا ہم آپ سے صرف کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کریں گے۔

پھر کمپیوٹر کے ذریعے جواب دیا گیا "ہمیں یہ اختیار حاصل ہے کہ غلطی ہونے پر ڈانٹ بھی سکیں اور سزائیں بھی دے سکیں۔ ٹیلی پیتھی سیکھ جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم خود کو ہم سے برتر سمجھ کر ہمارے احکامات کی تعمیل نہ کرو۔ یاد رکھو جب تک رہنمائی کرنے والا کوئی تجربے کار نہ ہو اس وقت تک صرف ٹھوکریں ملتی ہیں۔ اگر تم لوگوں نے ہم سے علیحدگی اختیار کی تو بری طرح پچھتاؤ گے۔"

"ابھی ہم سوچ رہے ہیں کہ علیحدگی اختیار کرنے کے بعد ہمیں پچھتانا ہوگا یا یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہم محبان وطن ہیں۔"

جب نیلاں اور نارنگ بالکل صحیح سلامت تھے تو ان دونوں ان کی مصروفیات ایسی تھیں کہ انہوں نے ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔ انہیں اطمینان تھا کہ صرف وہی ان کے دماغوں میں جاسکتے ہیں۔ انہیں ہمارے متعلق یقین تھا۔

بہرحال ان دونوں کو چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سمجھنے کا زیادہ موقع نہیں ملا تھا۔ اس دوران میں نیلاں مرچکی تھی اور نارنگ کسی کام کا نہیں رہا تھا۔ ہمارے سراغ رساں ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں رہتے تھے اور انہیں کوئی بھی ایسی غلطی کرنے سے باز رکھتے تھے جس سے وہ کسی بھی دشمن کی گرفت میں آسکتے تھے یا پھر اپنے ہی 'اکابرین کی حراست میں پہنچ سکتے۔

پھر یہ کہ جب نارنگ بھی کسی کام کا نہ رہا تو سب سے پہلے علی اور فہمی نے ان پر عمل کیا اور انہیں اپنا معمول اور تابع... بنالیا۔ تاکہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوسکیں یا کبھی کسی دشمن کی گرفت میں ان کی مدد کے لیے آسانی سے پہنچ سکیں۔

معمول اور تابع.... بننے کے بعد ان کے خیالات وہ دوسرے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح یہ عہد کرکے وہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کتراتے اس طرح وہ خود کو محفوظ رکھ سکیں گے۔ وہ نیلاں' الپا کی حکمرانوں کے خلاف کارروائیاں کرنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت کہ الپا نے بھی کوئی چال بازی کی ہے اور کسی طرح اپنے مردہ بنالیا ہے مگر وہ زندہ ہے اس طرح الپا ان کی فہرست الحال نکل گئی لیکن انہوں نے عہد کیا تھا کہ اسے تلاش کریں گے۔

فی الحال ان کے پاس کوئی جامع پروگرام نہیں تھا۔ الپا کو تلاش کرنے بھی اسرائیل نہیں گئے۔ وہ امریکا جانا چاہتے تھے۔ پہلے ایک ایسی منظم ٹیم بنانا چاہتے تھے کہ کوئی پلاننگ کی جائے تو اس پر کامیابی سے عمل کیا جاسکے۔

انہوں نے کمپیوٹر کے ذریعے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر "آپ لوگوں نے ہم چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس لیے نہیں دی کہ آپ کے پاس اضافہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے ہمیں کہا تھا اور ہمیں سزائیں بھی دینے والے تھے لیکن ٹیلی پیتھی والوں کو آپ نے کچھ نہیں کہا جبکہ وہ بھی باغیانہ میں روپوش ہوکر آپ کو یقین دلاتے رہتے ہیں کہ آپ کے آرہے ہیں۔ بے شک ان میں سے ایسے بھی ہیں جو جان جارہے ہیں دو تو جاچکے ہیں اور چار عدد بھی ختم ہوچکے ہیں بڑی رازداری سے چھپایا جارہا ہے۔ دنیا والوں کو یہ نہیں ہے کہ تم چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہوچکے ہو۔"

کمپیوٹر کے ذریعے ان سے پوچھا گیا "کیا تم ان چاروں متعلق جانتے ہو کیا واقعی وہ ہلاک ہوچکے ہیں؟"

"وہ ہلاک بھی ہوسکتے ہیں اور وہ ہم چھ ٹیلی پیتھی جاننے سے آکر مل بھی سکتے ہیں۔ کیونکہ تمہاری رعب اور دبدبے چلانے والی عادت نہیں جاتی اس سے تم اپنوں کو بھی دشمن ہو اور ہم بن چکے ہیں۔"

"مگر تم نے تو کہا تھا کہ تم محبان وطن ہونے کا ثبوت دو

"بے شک ہم محبان وطن ہیں لیکن تمہارے محکوم نہیں تمہارے دوست نہیں ہیں بلکہ تمہارے دشمن ہیں اور جان ہیں۔"

"بے شک دشمن بن جاؤ۔ ہماری جان لے لو لیکن اپنے کے لیے کچھ کرکے تو دکھاؤ۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تیج پال کو کس نے اغوا کیا اور نارنگ کہاں گم ہوگیا ہے؟"

"ہم خاموش نہیں بیٹھے ہیں۔ کئی بار نارنگ کے دماغ میں جاچکے ہیں اور یہ معلوم ہوگیا ہے کہ وہ کوما میں پڑا ہوا ہے۔ تیج پال کے پاس بھی کئی بار جانے کی کوششیں کیں لیکن اب وہ سانس روک لیتا ہے۔ جبکہ پہلے وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔"

"ہم جانتے ہیں کہ بابا صاحب کے ادارے میں تیج پال سے بھی زیادہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے افراد ہیں وہ تیج پال کو اہمیت نہیں دیں گے لیکن ہم سے دشمنی کرنے کے لیے انہوں نے شاید اسے یوگا کا ماہر بنا دیا ہو اور اسے ہم سے دور کردیا ہو۔ تاکہ وہ ہمارا کوئی کام نہ کرسکے۔"

"ہوسکتا ہے انہوں نے ایسا کیا ہو لیکن ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے ویسے آپ الپا کو کیوں نظرانداز کررہے ہیں؟"

"الپا نے پوری طرح یقین دلایا ہے اور قسم بھی کھائی ہے کہ اس نے تیج پال کو اغوا نہیں کیا ہے۔"

"الپا ایک یہودی ہے یہودیوں کی قسم اور بھنم ایک ہی چیز ہے۔ اوپر سے قسم کھاتے ہیں نیچے سے بھنم کردیتے ہیں۔"

"کیا تم لوگ اسرائیل جاکر الپا کو تلاش نہیں کرسکتے؟"

"اب تمہارے پاس بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ تم ان سے اسرائیل جانے اور الپا کو تلاش کرنے کو کیوں نہیں کہتے۔ ہم کیا کررہے ہیں اور کیا کرنے والے ہیں یہ ہم ابھی نہیں بتائیں گے۔"

"ہم تمہیں ملک اور قوم کی قسم دے کر پوچھتے ہیں تم ہمیں صرف ان چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق بتادو وہ زندہ ہیں یا نہیں اور اگر ہیں تو کیا تم سے متحد ہوچکے ہیں جیسا کہ تم نے پہلے کہا تھا۔"

"جب تم نے ملک اور قوم کی قسم دی ہے تو ہم سچ کہتے ہیں کہ ہم ان کے بارے میں نہیں جانتے اور وہ ہم سے متحد نہیں ہیں۔ کہاں گم ہوگئے ہیں یہ بھی نہیں جانتے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہمیں الپا پر شبہ کرنا چاہیے۔"

"ہر پہلو سے انسان کو سوچنا چاہیے کچھ بھی ظہور میں آسکتا ہے۔"

ایسے وقت ایک فیکس وصول ہوا۔ اس میں لکھا تھا "اتنے دن ہوگئے اور ہمیں اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے اور نہ ہی وہ ہم سے رابطہ کررہے ہیں جس سے یقین ہورہا ہے کہ انہیں ہلاک کردیا گیا ہے۔"

فیکس پڑھنے والے اعلیٰ افسر نے سوچ کے ذریعے کہا "یہ بھی تو ہوسکتا ہے' الپا نے انہیں ٹریپ کیا ہو اور فی الحال انہیں پراسرار مقاصد کے لیے کہیں چھپا رکھا ہو۔"

فیکس پڑھنے والا افسر سوچ کے ذریعے یہ باتیں کہنے کے بعد اس فیکس کو آگے پڑھنے لگا۔ آگے لکھا ہوا تھا کہ یہ بڑی تشویش کی بات ہے کہ اب ہم بارہ رہ گئے ہیں اس طرح ہماری تعداد پراسرار طریقوں سے کم ہوتی رہے گی تو ہم پھر اسی مقام پر پہنچ جائیں گے جہاں پہلے تھے۔ یعنی ہمارے ملک میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہوگا۔ ہمیں بہت دکھ ہورہا ہے اور ہم ہر ممکن طریقے سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ وہ چاروں کہاں ہیں؟ کیا واقعی الپا نے انہیں ٹریپ کیا ہے؟"

فیکس پڑھنے والے اعلیٰ افسران نے سوچ کے ذریعے کہا "اس وقت میرے دماغ میں ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے پتا نہیں کتنے ہم سے رجوع کررہے ہیں کمپیوٹر کے ذریعے کہہ رہے ہیں کہ وہ ہم سے اور ہمارے رویے سے ناراض ہیں لہٰذا اب وہ ہم سے چھپ کر ملک اور قوم کے لیے کام کرتے رہیں گے۔"

اس کے جواب میں خاموشی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور فیکس وصول ہوا اس میں لکھا تھا "اگر وہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کررہے ہیں تو ان سے ہماری طرف سے بھی درخواست کریں کہ وہ آپ کے رویے کو نہ دیکھیں آپ سے ناراض نہ ہوں کیونکہ ملک اور قوم کا معاملہ ہے۔ دشمن ہم پر حاوی ہونا چاہتے ہیں۔ ایسے وقت ہمیں متحد ہونا چاہیے یہ ہوسکتا ہے کہ وہ آپ سے نہیں ہم سے متحد ہوجائیں ہم کسی طرح ان سے رابطہ کرلیں گے۔"

کمپیوٹر سے جواب موصول ہونے لگا "ان روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق ہمارے اکابرین فخر سے کہتے تھے کہ وہ بہت وفادار ہیں۔ ان کی وفاداری انہیں مبارک ہو ہم اپنی وفاداری اپنے طور پر ثابت کریں گے اور ہمیں تو اپنے اپنے طور پر ملک اور قوم کے لیے کام کرنا چاہیے۔ وہ اپنے الگ طریقے سے کام کریں گے۔ ہمارا طریقہ کار کچھ اور ہوگا لہٰذا ہم ایک دوسرے سے دور ہی رہیں تو مناسب ہوگا۔"

اعلیٰ افسر نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "پلیز اس کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ جاری رکھیں۔ ابھی فیکس کے ذریعے جواب ملنے والا ہے۔"

پھر دوسری طرف سے فیکس موصول ہوا اس میں لکھا ہوا تھا۔ ہمارے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست ہم سے اس لیے بھی ناراض ہیں کہ ہم نے انہیں بہت عرصے سے نظرانداز کیا ہوا تھا جیسے انہیں کوئی اہمیت نہ دے رہے ہوں لیکن جب ملک اور قوم کا معاملہ آتا ہے تو ہمیں اپنی خودداری کو بھول جانا چاہیے۔ ہم سب کو عارضی طور پر کم تر ہوکر ملک کے لیے سوچنا چاہیے۔ پلیز ہم ان سے گزارش کرتے ہیں' ہم سے صرف ایک بار رابطہ کریں ہم سے مذاکرات کریں۔ اگر ہم کوئی بات غلط کہیں گے یا ان کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہوگی تو وہ ہم سے متحد نہ ہوں۔"

کمپیوٹر کے ذریعے کہا گیا "آپ کے یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس وقت پورے ہوش و حواس میں نہیں ہیں۔ وہ اتنی سی بات نہیں سوچ رہے کہ ہم کمپیوٹر کے ذریعے اور وہ فیکس کے ذریعے

باتیں کررہے ہیں اور یہ ساری باتیں آپ کے دماغ میں سنی جارہی ہیں اور سننے والے نہ جانے کتنے دشمن آپ کے دماغ میں موجود ہوں گے۔ ہم مذاکرات کے لیے کوئی دن، کوئی وقت، کوئی جگہ مقرر کریں گے تو کیا وہ دشمن ہم تک نہیں پہنچیں گے۔ ہم اپنی تعریف تو کرنا نہیں چاہتے لیکن یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ وہ اٹھارہ ہو کر اب تک چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گم کرچکے ہیں اور ہم چھ کافی عرصے سے موجود ہیں اور ہم تک کوئی نہیں پہنچ سکا ہے تو ہم کتنی ذہانت سے اور کتنے محتاط ہو کر کام کررہے ہیں۔ اس کا اندازہ آپ کو بھی کرنا چاہیے اور انہیں بھی کرنا چاہیے لہٰذا ہم سے کوئی فضول بات نہ کی جائے ہم پھر کسی وقت رابطہ کریں گے۔"

کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ ختم ہوگیا۔ ہوسکتا تھا کہ ایلیا اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں رہ کر ان تمام باتوں کو سن رہی ہو لیکن فہمی اور علی تو اپنے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے سب معلوم کررہے تھے۔ فہمی نے علی سے پوچھا "تم نے اپنے خیال خوانی والوں کو کیوں روک دیا اگر وہ بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کسی ایک دو سے مذاکرات کے لیے کہیں ملاقات کرتے تو ہم انہیں ٹریپ کرسکتے تھے۔"

علی نے کہا "اس کی ضرورت کیا ہے۔ دو کو جینی نے مار ڈالا چار کہیں گم ہوگئے ہیں۔ ان کا سراغ بھی جلد مل جائے گا۔ ان میں سے بھی ایک دو کو کم کردینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ جب ہم پیچھے پڑیں گے تو انہیں بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔"

فہمی نے کہا "تمہاری باتیں کچھ سمجھ میں آرہی ہیں۔ تم ابھی امریکا میں ہی ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دو گروہوں کو آپس میں ایک دوسرے سے لڑا رہے ہو۔ انہیں ایک دوسرے سے ملنے نہیں دینا چاہتے ان کے درمیان اختلافات پیدا کررہے ہو اور ان کے اکابرین کو یہ سوچنے پر مجبور کررہے ہو کہ وہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے جن میں سے ایک بھی گم نہیں ہوا۔ بہت ذہین اور محتاط ہیں یا وہ بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے زیادہ ذہین اور محتاط ہیں۔ اب تو وہ دونوں گروہوں کا موازنہ کریں گے اور ان میں سے کسی نہ کسی کو زیادہ اہمیت دیں گے تو ان کے درمیان کشیدگی پیدا ہوگی۔"

"تم درست سمجھ رہی ہو۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ پہلے وہ آپس میں لڑنا شروع کریں۔"

"علی اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تم بہت خطرناک چالیں چلتے ہو خود نہیں لڑتے دو سروں کو آپس میں لڑاتے ہو مگر ایک بات جو ذہن میں اٹکی ہوئی ہے اسے سلجھا دو کہ وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں گئے؟"

علی نے کہا "آؤ میرے سامنے شطرنج کی بساط بچھاؤ اور ان تمام مہروں کو اس بساط پر رکھو پھر ہم چالیں چلتے ہیں ہماری سمجھ میں آجائے گا۔"

"میرے ذہن میں شطرنج کی بساط بچھی ہوئی ہے۔ تمام مہرے موجود ہیں پلیز تم کیا سوچ رہے ہو یہ بتاؤ؟ جب جینی اور پورس ان میں تھے تو انہوں نے دو روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کیا تھا۔ اگر انہوں نے باقی چار کو بھی ہلاک کیا ہوتا تو یہ بات ہم پوشیدہ نہ رہتی۔"

علی نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہاں وہ ہمارے اپنے قبیلے سے کیوں چھپائیں گے۔ یقیناً جینی اور پورس نے انہیں ہلاک نہیں کیا ہے۔"

"تو پھر یہ بھی سوچو کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک نہیں پہنچ جاتا تو انہیں کون ہلاک کرتا کیا وہ چاروں کے چاروں ایک ساتھ ہلاک ہوجائیں گے جو ناممکن سی بات ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ چاروں کے چاروں زندہ ہیں لیکن شاید باغی ہوگئے ہیں۔ اپنے ساتھیوں سے الگ ہوگئے ہیں۔"

"ہاں فی الحال تو میں سمجھ رہا ہوں اور تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ چاروں نے کسی وجہ سے یا کسی ناراضگی سے علیحدگی اختیار کی ہے اور بہت سوچ سمجھ کر وہ چاروں روپوش ہوگئے ہیں کہ باقی باراں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ان کی خبر نہیں ہے۔"

"گویا وہ چاروں زندہ ہیں۔"

"میں یقین کی حد تک کہتا ہوں وہ زندہ ہیں اور نیچ پال کو بھی انہوں نے اغوا کیا ہے۔"

فہمی نے چونک کر پوچھا "یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"ابھی شطرنج کی جو بساط میرے سامنے بچھی ہوئی ہے اس کے مطابق کہہ رہا ہوں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ میری بات درست ہو لیکن میں اپنے طور پر دشمنوں کو سامنے رکھ کر ان کے نظریات اور خیالات اور ان کے منصوبوں کے مطابق کوئی فیصلہ کرتا ہوں اور کسی نتیجے پر پہنچتا ہوں۔ مجھ سے غلطی ہوسکتی ہے لیکن میرا خیال پر قائم ہوں۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "جب میں تمہاری حکمت عملی کو سمجھ لیتی ہوں تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے۔"

وہ اسے بازوؤں میں لے کر بولا "مجھے تمہاری ذہانت پر ناز ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر جتنی تربیت تم نے حاصل کی ہے اور ہر تربیت حاصل کرتے وقت تم نے اوروں سے اونچے مارکس حاصل کیے ہیں تو پھر میری حکمت عملی کو کیوں نہیں سمجھو گی۔"

وہ ایک دوسرے کی محبت میں جذب ہوتے چلے گئے۔

○☆○

نارنگ کو اغوا کرکے ایک ایسی جگہ چھپایا گیا تھا جہاں دوست اور دشمن کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ایڈگر اڈیز اسٹلے مانیا کے گاڈ فادر نے بڑی رازداری سے کام کیا تھا اور بڑے محتاط طریقے سے اسے پاگل خانے سے اغوا کیا تھا۔ یہ بتایا جاچکا ہے کہ اغوا کرنے کے

اس نے کیسے ظلم اور کیسی درندگی کا مظاہرہ کیا تھا کہ نارنگ کے دونوں پاؤں اور ہاتھ کاٹ کر اسے محتاج بنا دیا تھا تاکہ کبھی وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے خود گاڈ فادر کے لیے عذاب نہ بن جائے۔

گاڈ فادر نے ہر طرح سے مطمئن ہونے کے لیے ہم سے پوچھا تھا کہ "آپ اتنی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے نارنگ کو ہمارے حوالے کررہے ہیں کیا اس کے ذریعے میرے معاملات تک پہنچ کر میرے رازوں کو سمجھنے نہیں رہیں گے؟"

"ہم جب کسی کے ساتھ نیکی کرتے ہیں تو اسے دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ سمجھو کہ ہم تمہیں دریا میں ڈال رہے ہیں۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اسے بے ہوش رکھو یا کوما میں رکھو جب تمہیں یقین ہو کہ اب اس کے دماغ میں کوئی نہیں آسکتا تو کسی خوبی عمل کرنے والے کے ذریعے اس کے دماغ سے سابقہ لب ولہجے کو اور اس کی آواز کو مٹا کر نیا لب ولہجہ اور آواز نقش کردو پھر ہم بھی اس کے دماغ میں نہیں آسکیں گے۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں آتی ہے تو نارنگ سے کام لو اور اگر کام نہیں لیتے ہو تو ہمارا کیا بگڑے گا؟"

گاڈ فادر کے ذہن میں یہ بات آگئی تھی کہ وہ نارنگ کو بے ہوش رکھ کر یا کوما میں رکھ کر اپنا مطیع، فرماں بردار یا معمول بنا کر رکھ سکتا ہے۔

جب میں نے اور سونیا نے چرچ کے پچھلے حصے والی رہائش گاہ میں نارنگ کی بری طرح پٹائی کی تھی تو وہ لہولہان ہوگیا تھا اور دماغی توانائی اتنی کم زور ہوگئی تھی کہ وہ خیال خوانی نہیں کرسکتا تھا۔ اسی لیے وہ پاگل خانے بہ آسانی پہنچا دیا گیا تھا اور وہاں سے گاڈ فادر کے آدمیوں کے ذریعے اغوا بھی کرالیا گیا تھا لیکن دوسرے دن اس کی دماغی توانائی بڑی حد تک بحال ہونے لگی تھی وہ خیال خوانی کرنے لگا تھا۔

اسے ایک خفیہ اڈے میں لاکر رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ ایسا کرنے کے دوران اسے کچھ اور زخمی کردیا گیا تھا تاکہ وہ چیخنا چلانا چاہے تو ایسا نہ کرسکے اور نہ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو مدد کے لیے بلا سکے۔ جب ایک رات گزر گئی اور دوسرے دن اس کی دماغی توانائی بحال ہونے لگی تو اس نے سوچا کہ ایسا کون کررہا ہے۔ کیا سونیا اس سے انتقام لے رہی ہے کیونکہ ایک سونیا کو ہی وہ اپنا جانی دشمن سمجھتا تھا۔ وہ اس کی جان لینا چاہتا تھا لہٰذا وہ جوابی کارروائی میں اس کی جان لینا چاہتی تھی لیکن تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتی تھی۔

اس کے دماغ میں سونیا کی آواز آئی "اگر میں تمہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ دوڑانا چاہتی تو پاگل خانے کیوں بھیجتی۔ میرا تو ارادہ تھا کہ تم اس پاگل خانے میں ان پاگلوں کے درمیان رہو تو تمہارا دماغ خراب ہوتا رہے گا اور تم سمجھو گے کہ اس پاگل خانے میں کیسی کیسی اذیتیں برداشت کی جاتی ہیں لیکن کسی نے تمہیں اغوا کرلیا۔"

"اگر تم مجھے یہ سب بتا رہی ہو تو یہ بھی بتاؤ کہ کس نے مجھے اغوا کرکے یہاں پہنچایا ہے؟"

"اب میں تمہاری ایسی ہمدرد بھی نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ تمہارے دشمن کا نام بتاؤں۔"

"میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرلوں گا۔"

"بے شک معلوم کرلو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کا شبہ پہلے گاڈ فادر پر تھا جب وہ اس کے دماغ میں پہنچا تو جگہ نہیں ملی۔ خیال خوانی کی لہریں واپس آگئیں۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ اگرچہ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا لیکن سونیا نے انتظامات کررکھے تھے کہ وہ گاڈ فادر کے خیالات نہ پڑھ سکے۔

اس نے ایسا اس لیے کیا تھا کہ گاڈ فادر تین ڈاکٹروں کے ساتھ بیٹھا یہ پلاننگ کررہا تھا کہ نارنگ سے کس طرح محفوظ رہ کر اسے غلام بنا کر کس طرح کام لیا جاسکتا ہے۔ ایسے وقت ڈاکٹر اسے مشورہ دے رہے تھے کہ پہلے اسے بے ہوش کرکے اپاہج بنا دیا جائے پھر اسے اتنے دنوں تک کوما میں رکھا جائے کہ اس کے ہاتھوں اور ٹانگوں کے زخم بھر جائیں۔

جب نارنگ نے اس گاڈ فادر کے دماغ میں پہنچنا چاہا اور ناکام رہا تو اس نے روزی کے دماغ میں پہنچنا چاہا پتا چلا کہ روزی کا دماغ مردہ ہوچکا ہے۔ گاڈ فادر نے اسے گولی ماردی تھی۔ گاڈ فادر نے کوئی ایسا ساتھی نہ چھوڑا تھا جس کے دماغ میں نارنگ پہنچ سکتا۔ نارنگ سمجھتا تھا کہ یہ ساری سازش سونیا کی ہے۔ وہ اسے ہر جگہ سے محدود کردینا چاہتی ہے تاکہ وہ اس کا محتاج رہ جائے۔

سونیا نے آگر پوچھا "کیا ہوا تم تو بڑے مہاشکتی مان تھے۔ کیا کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے؟"

"میں سب سمجھ رہا ہوں۔ یہ تمہاری سازش ہے تم مجھے پوری طرح بے بس کرکے مارنا چاہتی ہو۔"

"تم یہی سمجھتے رہو گے جبکہ میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم کیوں میری مدد کرنا چاہتی ہو؟"

"اس لیے کہ تم یہاں سے آزاد ہوجاؤ۔ ساری دنیا میں گھومتے رہو اور میری دہشت سے ہمیشہ اپنی سلامتی کی فکر کرتے رہو۔"

"تمہیں بڑی خوش فہمی ہے۔ میں تمہاری اس خوش فہمی کو ختم کرکے رہوں گا۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی بعد میں اسے بے ہوش کرکے ہاتھوں اور پیروں سے محروم کردیا گیا۔ اپاہج بنا دیا گیا جب وہ ہوش میں آیا اور اسے پتا چلا کہ وہ اپاہج بنا دیا گیا ہے تو وہ زور زور سے چیخیں مارنے لگا اور دشمنوں کو گالیاں دینے لگا۔ اس سے زیادہ وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا بلکہ بستر سے بھی نہیں نکل سکتا تھا۔ ابھی تو وہ

اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ زخموں سے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ تکلیف ناقابلِ برداشت تھی۔ ڈاکٹر اسے نیند کا انجکشن دے کر سلا رہے تھے۔ سونیا نے پھر ایک بار آکر کہا "کیا اب بھی یہی سمجھ رہے ہو کہ یہ سب میں کر رہی ہوں۔ اگر سمجھ رہے ہو تو دنیا میں تم سے بڑا احمق کوئی نہیں ہے۔ تمہاری جان لینے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ تم ابھی بے دست و پا ہو۔ تمہیں یہاں سے کھینچ کر فٹ پاتھ پر لے جانے میں کتنی دیر لگے گی۔ تمہیں ذلیل کرنے میں کوئی وقت نہیں لگے گا۔ سوچو اور ذرا عقل سے سوچو' وہ گاڈ فادر کسی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کام لے کر تمہاری ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہ کر تمہارے خلاف کیا کر رہا ہے؟"

اس نے سونیا کے جانے کے بعد سوچا اگر یہ سچ کہہ رہی ہے تو پھر گاڈ فادر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ مل کر یہ سازش کر رہا ہے۔ اس کا دھیان الپا کی طرف گیا الپا ہی ایسا کر سکتی تھی لیکن امریکی اکابرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ وہ کس مصیبت میں گرفتار ہے تو ان کے روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی دشمنی کر سکتے ہیں۔ اس کی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟

اگر وہ کچھ معلوم کرنے کے لیے الپا سے رابطہ کرتا تو اس کا دماغ بظاہر مردہ تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں الپا تک نہیں پہنچ سکتی تھیں وہ روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ ان سے رابطہ کرنے کے لیے پہلے امریکی اکابرین سے فون پر رابطہ کرنا پڑتا اور اب تو اس کے ہاتھ پاؤں نہیں تھے۔ وہ فون نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی اس کے کمرے میں فون رکھا گیا تھا۔

بس ایک صورت یہ تھی کہ وہ امریکی اکابرین میں سے کسی ایک کے دماغ میں جاتا اور ان سے درخواست کرتا کہ وہ اپنے روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے اس کی مدد کریں۔ یہ بات وہ امریکی اکابرین میں سے کسی سے کہہ سکتا تھا لیکن یہاں تک سوچنے اور سمجھنے سے پہلے ہی تین ڈاکٹر اس کے کمرے میں آئے۔ انہوں نے اس کے سامنے ایک پرچی کھولی اس میں لکھا ہوا تھا کہ تم زخمی ہو۔ تمہارے دماغ میں کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا آکر معلوم کر سکتا ہے کہ تم کس حال میں ہو اور کہاں ہو اور تمہارے پاس ہم آتے ہیں۔ ہم کوئی مصیبت مول لینا نہیں چاہتے جب تک تمہارے زخم نہیں بھریں گے ہم تمہیں کوما میں رکھیں گے۔ تمہارا دماغ بے حس رہے گا تم ہل جل نہیں سکو گے تمہیں انجکشن کے ذریعے خوراک پہنچائی جائے گی۔

گرو نارنگ نے پرچی پڑھ کر ڈاکٹر کی طرف دیکھا' وہ ہاتھ میں ایک انجکشن بھری سرنج پکڑے ہوئے تھا۔ گرو نارنگ کے پرچی پڑھ لینے کے بعد اس نے انجکشن لگایا پھر ڈاکٹر زاس کا معائنہ کرنے لگے کہ وہ پوری طرح کوما میں آتا ہے یا نہیں لیکن دوسری طرف سونیا نے متبادل انتظامات کیے ہوئے تھے۔ اس نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں سے کہا تھا کہ وہ روزانہ ڈیوٹی بدلتے رہیں اور نارنگ کے دماغ میں پہنچ کر اس طرح قبضہ جمائے رہیں کہ جیسے وہ کوما میں پڑا ہو اور ڈاکٹر نے جو انجکشن لگایا تھا وہ دراصل کوما کا انجکشن نہیں تھا۔ سونیا نے اس کے دماغ میں رہ کر انجکشن تبدیل کر دیا تھا اور وہ انجکشن ضرر رساں نہیں تھا۔

نارنگ ساکت پڑا رہا۔ اس پر اس طرح عمل کیا گیا تھا کہ وہ کسی چیز کو محسوس نہیں کر سکتا تھا اور اپنے اندر یہ بات سمجھتا رہتا تھا کہ وہ کھلی آنکھوں سے چھت کو دیکھ رہا ہے لیکن کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہے۔ اب نہ وہ بول سکتا ہے نہ کسی کی آواز سن سکتا ہے۔ کوئی اسے چھونے آئے گا تو اس کے لمس کو محسوس نہیں کر سکے گا۔

اس کے کمرے میں ڈاکٹر آیا کرتے تھے۔ اس کے ہاتھوں اور پیروں کے زخموں کی مرہم پٹی کیا کرتے تھے۔ اس کے جسم کو خوراک پہنچایا کرتے تھے پھر دوسرے خدمت گار آکر اس کی دوسری خدمات انجام دیتے رہتے تھے لیکن سب گونگے بنے رہتے تھے اور وہاں سے چلے جایا کرتے تھے۔

ایک رات وہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ نیند اڑی ہوئی تھی اور وہ اندر ہی اندر کڑھ رہا تھا کہ کتنا بے بس ہو گیا ہے۔ اب کچھ نہیں کر سکے گا۔ جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ پر قبضہ جما چکا ہے وہ اس سے غلاموں کی طرح کام لے گا۔ اب میں کیا کروں میرے بچاؤ کا میرے فرار کا کوئی راستہ نہیں رہا۔

ایسے وقت اسے اپنے دماغ میں سونیا کی ہنسی سنائی دی وہ چونک گیا۔ اس نے کہا میں تو کوما میں کچھ محسوس نہیں کر سکتا۔ میں یہ بھی نہیں جان سکتا کہ اس وقت کہاں پڑا ہوا ہوں پھر مجھے تمہاری ہنسی کی آواز کیسے سنائی دے رہی ہے؟

"یہ میرا ایک عمل ہے میرے سوا کوئی تمہارے دماغ میں نہیں آسکے گا۔ جو بھی آئے گا اسے یہی معلوم ہو گا کہ تم کوما میں پڑے ہوئے ہو۔"

"یعنی تم زخمی کر رہی ہو اور مجھے اس طرح بے بس کر کے مارو گی۔"

"میں ایسی نہیں ہوں۔ جب دشمن اپاہج ہو جائے ناکارہ ہو جائے اور ایک چیونٹی کی طرح مسلنے کے قابل ہو جائے تو میں اسے چھوڑ دیتی ہوں۔ اسے توانائی حاصل کرنے کی مہلت دیتی ہوں۔ میں تمہیں بھی مہلت دینا چاہتی ہوں' بولو کیا توانائی حاصل کرنے مہلت چاہتے ہو۔"

"میں تمہیں سمجھ نہیں پایا جب تم مجھے اتنی آسانی سے ختم کر سکتی ہو تو پھر کیوں توانائی حاصل کرنے کی اجازت دے رہی ہو۔"

"میرا طریقہ ہے میں کمزوروں پر کبھی حملہ نہیں کرتی۔ میں چاہتی ہوں کہ تم پہلے کی طرح شہ زور ہو جاؤ اور جب کبھی میری

جان لینے کے لیے آؤ اور اپنی جان سے جانے لگو تو یہ کہہ سکو کہ کسی قیامت سے ٹکرائے تھے۔"

وہ بے یقینی سے بولا "سونیا تم میری بے بسی کا خوب مذاق اڑا رہی ہو۔ جب میرے ہاتھ پاؤں کٹ گئے ہیں۔ میں اپاہج ہو گیا ہوں۔ کسی کام کا نہیں رہا ہوں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کا بھی محتاج بنتا رہوں گا تو ایسے میں تم کہہ رہی ہو کہ پہلے کی طرح شہہ زور بننے کا موقع دوں گی۔ کیا ایسی بات پر یقین کیا جا سکتا ہے؟"

"یہ تو تمہاری عقل پر ہے۔ یقین کر لو تو تمہارے لیے بہتر ہے نہ کرو تو اسی طرح مرتے رہو۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا "اچھا میں تم پر یقین کر لیتا ہوں۔ جب مرنا ہی مقدر ٹھہرا تو دشمن کا احسان لے کر مروں گا لیکن اپاہج رہ کر زندگی نہیں گزاروں گا۔"

"تو پھر یہ بتاؤ کہ اپنی کھوئی ہوئی آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے تمہیں کتنے عرصے تک تپسیا کرنے کی ضرورت ہے؟"

"میں نیلماں وغیرہ کے مقابلے میں صماشکتی مان ہوں۔ مجھے صرف چالیس دنوں کا موقع مل جائے تو اپنی کھوئی ہوئی آتما شکتی حاصل کر لوں گا۔ ایک جسم سے دوسرا جسم حاصل کر لوں گا پھر اپاہج نہیں رہوں گا۔ کسی ثابت و سالم انسان کے صحت مند جسم میں داخل ہو جاؤں گا۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولا "مجھے تمہاری بات پر یقین نہیں آرہا ہے۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"جو کہہ رہی ہوں وہ سنتے رہو اور سمجھتے رہو جب تم نے مجھ پر بھروسا کیا ہے کہ میں تمہیں تمہاری شکتی واپس دلانا چاہتی ہوں تو جو کہہ رہی ہوں اسے سنتے جاؤ اور اس پر عمل کرتے رہو۔"

"اس پر عمل کرنے سے میں الٹا کسی مصیبت میں پھنس جاؤں گا۔"

"اب کیا مصیبت میں نہیں ہو۔ اگر یہاں بڑی راحت سے اور عیش و آرام سے ہو تو ایسے ہی رہو۔"

"نہیں میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مجھے تمہارا رویہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے پھر بھی میرے سامنے کوئی چارہ نہیں ہے میں تم پر بھروسا کر سکتا ہوں۔"

"تو پھر بھروسا کرو۔ چالیس دنوں تک تم بظاہر یہاں کوما میں پڑے رہو۔ ڈاکٹر دھوکا کھاتے رہیں گے کہ تم کوما میں ہو۔ بے حس ہو لیکن تم اندر ہی اندر تپسیا کرتے رہو گے اور اپنی کھوئی ہوئی شکتی حاصل کرتے رہو گے۔ چالیس دنوں تک میں تم سے کوئی دشمنی نہیں کروں گی۔ جب یہ دیکھوں گی کہ تم نے اس اپاہج جسم کو چھوڑ کر دوسرا جسم حاصل کر لیا ہے تو پھر ہماری دشمنی کی دوبارہ ابتدا ہو گی۔"

"دھتے ہو سونیا اگر تمہارے یہی وچار ہیں اور یہی تمہاری دیا ہے تو میں کیا ساری دنیا تمہیں مانتی ہے اور میں چالیس دنوں تک بھگوان کی قسم تم پر بھروسا کر کے تپسیا کرتا رہوں گا۔"

"میں تمہارے اندر رہ کر محسوس کر رہی ہوں کہ تم اپنے زخموں کی تکلیف اب کم سے کم محسوس کرنے لگے ہو۔ مجھے یہ بتاؤ تپسیا کب سے شروع کرو گے۔"

"بس اب رات کے بارہ بجنے والے ہیں اور میں شروع کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے میں آج رات بارہ بجے سے چالیس دن تک گنتی رہوں گی جب تک تم کھوئی ہوئی آتما شکتی حاصل نہیں کر لو گے اور اپنا یہ اپاہج جسم تبدیل نہیں کر لو گے۔ اس وقت تک میری دشمنی کی ابتدا نہیں ہو گی۔ اب میں جا رہی ہوں تم سے رابطہ نہیں کروں گی لیکن تم تپسیا کے سلسلے میں بالکل آزاد ہو گے اور کوئی تم پر شبہ نہیں کرے گا۔"

وہ چلی گئی نارنگ نے محسوس کیا کہ وہ اس کے دماغ سے جا چکی ہے وہ اب سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا لیکن حیران و پریشان تھا اور دل ہی دل میں اس کی جرأت مندی کا قائل ہو رہا تھا اور سوچ رہا تھا وہ کیا سوچ کر مجھے آتما شکتی حاصل کرنے کا دوبارہ موقع دے رہی ہے کیا وہ پاگل ہے۔ کیا وہ نہیں جانتی کہ کتنی مصیبت اور کتنے عذاب میں مبتلا ہوتی رہے گی؟

وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا۔ وہ اور دنیا والے یہ نہیں جانتے تھے کہ جب بابا صاحب کے ادارے کے بانی محترم جناب فرید واسطی کے آخری لمحات میں سونیا ان کی خدمت کیا کرتی تھی اور اس کے سوا کسی کو ان کے قریب جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس وقت انہوں نے پیش گوئی کی تھی کہ پہلے مجھے طبعی موت آئے گی اور میری موت کے وقت صرف سونیا میرے پاس موجود رہے گی پھر میری موت کے کچھ عرصے بعد سونیا بھی اپنے معبود حقیقی کو پیاری ہو جائے گی۔

○☆○

سی آئی اے کے اعلیٰ افسر کے دفتر میں اس کے ماتحت نے کہا "سر کمپیوٹر ہمارے لیے کوئی پیغام ہے۔"

اعلیٰ افسر نے فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے ماتحت کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا "آپریٹ کرو۔"

وہ آپریٹ کرنے لگا۔ اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی "ہیلو آفیسر تم تمام امریکی اکابرین اور انٹیلی جنس والے پریشان ہو گے کہ تمہارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں گم ہو گئے ہیں۔ کیا واقعی ان کے لیے پریشان ہو؟"

جواباً کمپیوٹر کے ذریعے کہا گیا "بے شک وہ ہمارے ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہمارا سرمایہ ہیں کیا ہم پریشان نہیں ہوں گے۔ تم کون ہو؟"

"میرا نام سن کر پہلے شاید یقین نہ کرو۔ بہرحال میں یقین

دلادوں گا۔ بائی دی وے میرا نام ہے تیج پال۔"

اعلیٰ افسران نے حیرانی سے اپنے ماتحت کو دیکھا پھر کہا "کیا تم مذاق کررہے ہو تیج پال کو تو اغوا کیا گیا ہے۔ وہ تو کسی کا قیدی اور غلام بنا ہوا ہوگا۔"

"تو پھر یہ سمجھ لو کہ میں ان چاروں کا غلام بنا ہوا ہوں۔ مجھے ان چاروں نے اغوا کرکے مجھے اپنا معمول اور تابع .... بنایا ہوا ہے۔ اب تو یقین آسکتا ہے۔"

"پھر بھی یقین نہیں آرہا ہے۔ آخر وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے بہت ہی وفادار تھے۔ وہ ہم سے علیحدہ ہوکر کیوں ہم سے روپوش رہیں گے اور اتنے عرصے تک گم رہنے کے بعد تمہارے ذریعے ہم سے گفتگو کرنا چاہیں گے۔"

"یہ تو ان کی حکمت عملی ہے وہ آپ سے اور مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں کہ وہ ایسا کیوں کررہے ہیں۔"

"ہمیں یقین دلاؤ کہ وہ چاروں تمہارے ساتھ ہیں اور زندہ ہیں اور ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔"

"وہ براہ راست کوئی بات نہیں کریں گے۔ جب بھی بات ہوگی میرے ذریعے ہوگی۔ رہ گیا یہ کہ آپ یقین کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت آپ کے دفتر میں ایک ماتحت ہے۔ باقی تین ماتحتوں کو دوسرے کمروں سے بلوالیں۔"

اس کے کہنے کے مطابق تین ماتحت افسران کو بلایا گیا۔ تیج پال نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "دیکھو یہ چاروں یہاں بالکل نارمل کھڑے ہوئے ہیں لیکن اب جو حرکتیں کریں گے وہ ان کے ابنارمل ہونے کا ثبوت ہوگا۔"

اس کے بعد ہی اعلیٰ افسر نے دیکھا کہ وہ چاروں ماتحت کبھی اٹھ کر ادھر سے ادھر جانے لگے۔ کبھی نیچے بیٹھنے لگے۔ کبھی کھڑے ہونے لگے کبھی میز پر چڑھنے لگے کبھی ایک کرسی کو دوسری طرف اور دوسری کرسی کو تیسری کرسی کی طرف لڑھکانے لگے۔ اس کے بعد پھر سیدھے ہوکر کھڑے ہوگئے۔

تیج پال نے اسکرین کے ذریعے کہا "آپ نے دیکھ لیا کہ آپ کے کمرے میں چار ماتحت تھے اور چاروں کے دماغوں میں وہی چار ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے جو کہ آپ لوگوں کے لیے اب تک بالکل گم ہوگئے تھے۔ ان کے متعلق سوچا جارہا تھا کہ شاید وہ ہلاک کردیے گئے ہیں لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے ان کا سایہ میرے سروں پر ہے اور میں ان کے لیے کام کرتا رہوں گا۔"

"ان سے کہو وہ ہمارے دماغ میں آکر باتیں کریں۔ کوئی دوسرا نہیں سنے گا۔"

"کیا ہمیں احمق سمجھتے ہو۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں سنیں گے جبکہ ہمیں اب یہ معلوم ہوچکا ہے کہ تمہارے روپوش جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے ان کے دو گروہ بن گئے ہیں۔ اب تیسرا گروہ میری طرف سے آرہا ہے۔ لہٰذا آپ جو کہنا چاہتے ہیں کمپیوٹر کے ذریعے کہیں۔ وہ سنتے رہیں گے اور ان کا جواب میرے ذریعے آپ تک پہنچتا رہے گا۔"

"ہم تو اس بات سے پریشان ہیں کہ ہم نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ۲۴ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے تھے۔ اب وہ سب ایک دوسرے سے ٹوٹ رہے ہیں' بکھر رہے ہیں' علیحدہ ہورہے ہیں۔ اس سے ہمارے ملک کو اور ہماری قوم کو نقصان پہنچے گا۔"

"ایسا کیوں ہورہا ہے یہ آپ سمجھیں یا ان دو گروہ سے معلوم کریں کہ ایسی کیا بات ہوگئی کہ میرے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان سے علیحدہ ہونا پڑا۔"

"بہتر ہے تم ہی بتادو کہ یہ اتحاد کیوں ختم ہوگیا ہے؟"

"خود سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ پہلے تو چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر رعب و دبدبہ جماتے رہے۔ انہیں اپنی طرف سے بدظن کرکے اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان پر ترجیح دی کیونکہ اٹھارہ کے مقابلے میں وہ چھ ناکارہ سمجھے جارہے تھے۔ اب ان چھ نے اپنی ایک ٹیم بنائی ہے تو تم اس بات سے پریشان ہو کہ تمہارے اٹھارہ میں سے دو تمہارے گئے ہیں باقی سولہ جینی اور پورس سے چھپتے پھر رہے ہیں۔ ان کے اس طرح کچھ نہ کرنے سے اور جینی اور پورس پر غالب نہ آنے سے تمہیں ان چھ کی اہمیت کا احساس ہورہا ہے۔ جنہیں تم نے پہلے نظرانداز کردیا تھا۔ اس کے بعد پتا چلا کہ سولہ میں سے چار اور غائب ہوگئے ہیں تو تم لوگوں نے فرض کرلیا کہ وہ جینی اور پورس کے ذریعے ہلاک کردیے گئے ہیں لیکن میں ان چاروں کی باتیں اپنے ذریعے پہنچا رہا ہوں اور یہ ثابت کرچکا ہوں کہ وہ چاروں زندہ ہیں۔"

"پلیز ان سے کہو وہ ہماری مشکلات کو سمجھیں۔ ہمارے چوبیس ٹیلی پیتھی جاننے والے تین حصوں میں تقسیم ہوگئے ہیں۔ ایسا کیوں ہورہا ہے اور اگر یہ چاروں علیحدگی اختیار کرچکے ہیں تو کیوں انہوں نے ایسا کیا ہے کم از کم ہمیں ضرور بتادیں۔ ہم دوسروں سے اس لیے نہیں پوچھ سکتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے کمپیوٹر وغیرہ کے ذریعے ہم سے رابطہ کرتے ہیں اور ابھی ان سے رابطہ نہیں ہورہا ہے۔"

"ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ جب رابطہ ہو تو ان سے پوچھیے کہ کس طرح وہ آپ لوگوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ انہوں نے میرے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹھیک اسی طرح اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش کی تھی جس طرح تم لوگوں نے مجھے اپنا معمول اور تابع .... بنایا تھا اور یہ بھول گئے تھے کہ یہی تیج پال ماضی میں تمہارے کتنے کام آتا رہا ہے۔ تم لوگ کس کی وفاداری اور اس کے کارنامے کو فوراً ہی بھول جاتے ہو۔ موقع ملتا ہے تو اسے ان دیکھی زنجیریں پہنا کر غلام بنالیتے ہو۔"

"ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم نے ماضی میں کچھ غلطیاں کی ہیں لیکن اب ایسا نہیں ہوگا۔ پلیز ہم سب کو مل کر کوئی ایسا راستہ

اختیار کرنا چاہیے کہ ہم متحد رہ کر دشمنوں کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ مستحکم بنتے رہیں۔ حالات بہت خراب ہیں۔ اپنے لوگوں کو سمجھاؤ اور اگر مجھ سے وہ بابا ٹیلی پیتھی جاننے والے رابطہ کریں گے تو میں انہیں بھی سمجھاؤں گا۔"

"جب وہ رابطہ کریں گے اور تم انہیں سمجھاؤ گے بات کچھ بنتی ہوئی نظر آئے گی تو ہم مذاکرات کریں گے۔ فی الحال تو ابھی ہم رابطہ ختم کررہے ہیں۔"

کمپیوٹر اسکرین خالی ہوگئی۔ ماتحت نے کمپیوٹر کو بند کردیا تب میں نے اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں آکر کہا "ہیلو! کیا مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

وہ چونک کر بولا "مسٹر فرہاد علی تیمور؟"

"ہاں میں ہوں' دیکھ رہا ہوں بڑی الجھن میں گرفتار ہو۔"

"ہاں الجھنیں تو پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ انہیں اپنی تدبیر سے سلجھاتے رہنا پڑتا ہے۔"

"الجھنیں اکثر خود پیدا نہیں ہوتیں بلکہ اپنے اعمال سے پیدا کی جاتی ہیں۔ تم لوگوں نے ہمارے لیے الجھنیں پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ بڑے طمطراق سے اور بڑے وسیع ذرائع اختیار کرکے ہمیں شام سے جانے پر مجبور کیا تھا تب سے ہم نے خاموشی اختیار کرلی ہے۔ اب ہماری خاموشی کے نتائج تمہارے سامنے آتے جارہے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے تم ہمیں ان تمام معاملات میں الجھا رہے ہو۔"

"نہیں میں نے کہا نا ہم بالکل خاموش ہیں۔ بلکہ خاموش تماشائی ہیں۔"

"پھر مجھ سے کیا کہنے آئے ہو؟"

"یہی کہ تماشائی تماشا دیکھتے رہتے ہیں۔ تماشا کرنے والا کامیاب ہو تو تالیاں بجاتے رہتے ہیں اور تماشا کرنے والا ناکام ہو تو افسوس ظاہر کرتے ہیں۔ لہٰذا میں افسوس ظاہر کرنے آیا ہوں۔ اس طرح تمہیں یہ تو معلوم ہوگا کہ ہم نے تم سب کے معاملات میں اپنی زبانیں تو بند رکھی ہیں لیکن آنکھیں بند نہیں رکھی ہیں اور ان آنکھوں سے سب کچھ دیکھتے آرہے ہیں۔"

"صرف دیکھ نہیں رہے ہو بلکہ ہمیں تباہ و برباد کرنے کے لیے انتقامی کارروائی کرنے کے لیے سازشیں کررہے ہو اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان پھوٹ ڈال رہے ہو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تمہارے جیسے گدھے کو سی آئی اے کا اعلیٰ افسر نہیں بنانا چاہیے۔ اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اگر ہمیں تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دلچسپی ہوتی تو ہم بہت پہلے ہی انہیں ختم کرچکے ہوتے۔"

"ذرا مجھے بھی تو معلوم ہو کہ جو روپوش ہیں جنہیں آج تک کوئی تلاش نہ کرسکا تم انہیں کیسے ختم کروگے؟"

"تمہاری یادداشت بہت کمزور ہے کیا یہ بھول گئے کہ جن افراد نے بھی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے انہیں ایک بار ایسے علم سے محروم کردیا گیا تھا۔ یہ ٹیلی پیتھی سے محروم کرنے والی دوا پورس نے تیار کی تھی اور پورس اب میرا بیٹا ہے اور اس دوا کا نسخہ بھی بابا صاحب کے ادارے میں موجود ہے۔ اگر ہم اس نسخے سے دوسری بار یہ دوا تیار کریں اور امریکا اور یورپ کے تمام ملکوں میں اور چھوٹے سے چھوٹے علاقوں میں یہ دوا اسپرے کریں تو تمہارے جتنے بھی ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے روپوش ہیں' وہ اپنے علم سے محروم ہوکر دنیا والوں کے سامنے سر جھکا کر چلے آئیں گے۔"

اعلیٰ افسر کو چپ سی لگ گئی۔ وہ سوچ میں پڑگیا۔ میں نے کہا "ابھی ہمیں الزام دے رہے تھے کہ ہم سازشیں کرکے تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک دوسرے سے الگ کررہے ہیں اب بتاؤ کہ اتنی دردسری ہم کیوں مول لیں گے۔ تم جیسے مچھروں کھیوں اور کیڑے مکوڑوں کو ڈی ڈی ٹی اسپرے کرکے مارا جاتا ہے۔ اس طرح کیا صرف ایک دوا اسپرے کرکے تمہارے سارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ختم نہیں کرسکتے؟"

"اس طرح تو بابا صاحب کے ادارے میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے جنہوں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے یہ علم حاصل کیا ہے۔ کیا دوا اسپرے کروگے تو وہ محفوظ رہیں گے۔"

"ہم ایسے اناڑی ہیں کیا دوا اسپرے کرنے کا اعلان تمہارے سامنے کریں گے۔ جب ایسا کرنا ہوگا تو ہم اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی محفوظ مقام پر پہنچادیں گے۔ اس کے بعد تم سے نمٹتے رہیں گے۔"

یہ سنکر میں ہنسنے لگا۔ اس نے کہا "اس ہنسی کی وجہ کیا ہے؟"

"فرض کرو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس علم سے محروم ہوجائیں گے تو کیا فرق پڑے گا۔ ہمارے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے وہ دوبارہ یہ علم حاصل کرلیں گے۔ تمہارے پاس تو اب کچھ نہیں رہا۔ بولو اب کیا بولتے ہو۔"

"ہم کئی معاملات میں بری طرح زخمی ہیں اور تم ہمارے زخم کریدنے آئے ہو۔ بے شک تم ایسا کرسکتے ہو تمہارے پاس ٹرانسفارمر مشین بھی ہے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے لیکن یہ نہ بھولو کہ ہمارے پاس دولت کی کمی نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بڑی رازداری سے ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کی جارہی ہو۔"

"اگر کوئی ایسی بات ہوئی ہوگی تو ہم سے چھپی نہ رہ سکے گی۔ زیادہ اڑنے کی کوشش نہ کرو۔ تمہاری پرواز کی بلندی کتنی ہے یہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور ہاں یہ تم نے اچھا کیا جو بتادیا۔ رازداری سے بہت کچھ کرسکتے ہو۔ اب اتنا یاد رکھنا کہ ٹرانسفارمر مشین سے پیدا ہونے والے جتنے بھی تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں ہوں گے ان کے لیے ہمارے پاس اینٹی ٹیلی پیتھی دوا

اب ہمیشہ موجود رہا کرے گی۔"

ایسے وقت ایک فیکس موصول ہوا۔ اس میں لکھا تھا "ہم اپنے اعلیٰ افسر کے دماغ میں رہ کر فرہاد صاحب کی باتیں سن رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ مسٹر فرہاد ہمارے زخم کرید رہے ہیں اور یہ بھی ان کی مہربانی ہے کہ صرف زخموں کو کریدنے پر ہی اکتفا کر رہے ہیں۔ وہ چاہیں تو اس سے بھی بڑی انتقامی کارروائی کرسکتے ہیں۔ ہم تو دشمن سمجھے جاتے ہیں اور سمجھے جاتے رہیں گے لہٰذا ان سے یہ درخواست نہیں کریں گے کہ وہ ہماری کوئی مشکل آسان کریں لیکن اتنی درخواست ضرور کریں گے کہ ہمارے لیے مشکلات پیدا نہ کریں۔"

میں نے کہا "ہم بالکل خاموش تماشائی ہیں۔ یہ میں پہلے کہہ چکا ہوں اور ہم کوئی مشکل پیدا نہیں کر رہے ہیں۔ ابھی تم لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ تم لوگوں نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا ہے' اسے کبھی نہ بھلاؤ۔ جب بھی جس مرحلے پر ناکام ہوتے رہو تو ہم سے کی ہوئی دشمنی کو بھی یاد کرتے رہو۔"

کمپیوٹر اسکرین پر الفاظ ابھرنے لگے۔ ماتحت نے کہا "سر تیج پال کی طرف سے کچھ کہا جا رہا ہے۔"

سب نے اسکرین کی طرف دیکھا۔ تیج پال کہہ رہا تھا "یہ اچھا ہے مسٹر فرہاد اس وقت ہمارے درمیان موجود ہیں اور ہم سب ایک دوسرے کی باتیں کسی نہ کسی طور سن رہے ہیں۔ ابھی بارہ روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ان کا ایک لیڈر جیکی اولڈ فیکس کے ذریعے اپنے خیالات پہنچا رہا تھا۔ یہ جیکی اولڈ پکا بدمعاش اور خود غرض ہے۔ اس نے اور افسر جان بلڈر نے بڑی چالاکی سے تمام اٹھارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے یہ حکمت عملی پیش کی تھی کہ سب گونگے بن کر رہیں گے تو یہ کوئی بھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ ان اٹھارہ میں سے صرف جیکی اولڈ اور جان بلڈر گونگے نہیں رہیں گے تاکہ تمام گونگے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ رکھ سکیں۔ میرے ساتھ جو چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں انہوں نے ان کی چالاکیوں کو سمجھ لیا تھا۔ لہٰذا جب ایک دوسرے پر تنویمی عمل کرکے وہ اٹھارہ افراد ایک دوسرے کو گونگا بنانے لگے تو صرف جیکی اولڈ اور جان بلڈر کو چھوڑ دیا گیا ایسے وقت میرے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے یہ چالاکی کی کہ ایک دوسرے پر تنویمی عمل کو کامیاب ہونے نہیں دیا۔ اس طرح یہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے دونوں افسران جیکی اولڈ اور جان بلڈر کی مکاریوں سے محفوظ رہے۔ جان بلڈر تو جینی کے ہاتھوں مارا گیا اب جیکی اولڈ اپنے باقی گیارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر حکمرانی کر رہا ہے اور اپنے طور پر سی آئی اے کے اعلیٰ افسر سے رابطہ رکھتا ہے۔ اب یہ تو اس کے اندر کی بات کوئی نہیں جانتا کہ یہ اپنے ملک امریکا اور اپنی قوم سے کتنی محبت رکھتا ہے لیکن جو ہم چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دھوکا دے رہا تھا مکاری دکھا رہا تھا تو وہ اپنے ملک سے مخلص نہیں ہو سکتا۔"

ایسی باتوں کے دوران پھر فیکس موصول ہوا۔ اس فیکس میں جیکی اولڈ کی طرف سے لکھا گیا تھا "یہ تیج پال بکواس کر رہا ہے۔ یہ بہت چالاک اور غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ ہمیں تو شبہ ہے کہ ہمارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسے ٹرپ نہیں کیا ہے بلکہ وہ ہمارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹرپ کرکے انہیں بے وقوف بنا رہا ہے۔"

کمپیوٹر کے ذریعے تیج پال نے کہا "جیکی اولڈ کی اس بے تکی بات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ ایک تو میں بری طرح قید کیا گیا تھا اور مجھے یہ پتا نہیں تھا کہ مجھے کہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے اور مجھے کن لوگوں نے اغوا کیا ہے۔ ایسی حالت میں اگر میں نے ان چاروں کو ٹرپ کیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ مجھے کسی اور نے قید کیا تھا اور اس نے مجھے اپنا معمول اور تابع --- بنا کر اتنی طاقت دی تھی کہ میں ان چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا محکوم بنا سکوں جبکہ یہ بات ممکن نہیں ہے۔ ہم کئی دنوں سے آزاد ہیں اور اپنے معاملات میں کسی کی ذرا بھی مداخلت برداشت نہیں کرتے ہیں۔"

جیکی اولڈ نے فیکس کے ذریعے کہا "یہ میں اب سمجھنے لگا ہوں کہ مسٹر فرہاد چال بازی دکھا رہے ہیں۔ انہوں نے تیج پال کو ٹرپ کیا ہے اور انہوں نے ہمارے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ٹرپ کیا ہے اور ہم سب کو آپس میں لڑانے والی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں۔"

ایک دوسرے کمپیوٹر کی اسکرین سے ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک نے کہا "اب مسٹر جیکی اولڈ سے کہا جائے کہ اب وہ ہم چھ پر بھی الزام دیں کہ مسٹر فرہاد ہمیں ٹرپ کرکے آپس میں لڑا رہے ہیں جبکہ یہ مسٹر جیکی اولڈ اپنی غلطی اور چال بازی کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔ ہم ایک سیدھی سی بات پوچھتے ہیں۔ مسٹر فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والے ہمارے دشمن ہیں۔ ہم دشمنوں کو اپنے درمیان لائے بغیر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم سب متحد ہو سکتے ہیں۔ کسی کو الزام دینے کا فائدہ صرف مسٹر جیکی اولڈ کو یہ پہنچے گا کہ وہ خود کو بہت محب وطن ثابت کرسکیں گے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہ سر اسر الجھانے والی بات ہے۔ میں آپ سب سے التجا کرتا ہوں کہ ابھی میرے دماغ میں موجود رہیں میں یہ معاملہ ایف بی آئی اور آرمی انٹیلی جنس کے آفس تک پہنچا رہا ہوں۔ وہ اس معاملے میں فیصلہ کریں گے اور آپ لوگوں کو سمجھائیں گے۔"

اس نے ایف بی آئی اور آرمی انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران کو مخاطب کرکے کہا کہ وہ سب انٹرنیٹ کے ذریعے کمپیوٹر سے منسلک ہو کر ان کے چوبیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی شکایتیں سنتے رہے۔ ان سے کہا گیا۔ "اس وقت مسٹر فرہاد بھی موجود ہیں۔ ہماری تو

درخواست ہے کہ مسٹر فرہاد ہمارے درمیان سے چلے جائیں تو بہتر ہے۔ ورنہ ہم کچھ کر نہیں سکتے۔"

انٹرنیٹ کے ذریعے وہ سب ایک دوسرے سے منسلک تھے۔ ایک اعلیٰ افسران چوبیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مسائل بیان کرنے لگا پھر ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر نے تیج پال سے پوچھا۔

"تم چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ ہو ہمیں تو نہیں بتاؤ گے کہ کہاں ہو پھر بھی ہم یہ پوچھ رہے ہیں کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں وہی چاہتا ہوں۔ جو آپ کے محبان وطن چار ٹیلی پیتھی جاننے والے چاہتے ہیں۔ یعنی ہم سب میں اتحاد ہو جائے تو ہماری ٹیلی پیتھی کی قوت میں بہت اضافہ ہوگا۔"

ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر نے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک سے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہم نے تیج پال کا جواب سنا ہے اور ہم بھی یہی چاہتے ہیں لیکن آپ یہ بات ذہن میں رکھ لیں کہ تیج پال کے ساتھ جو ہمارے روپوش ہونے والے چار عدد ہیں وہ ہمیشہ جیکی اولڈ کے تنویمی عمل کے زیر اثر رہیں گے اور یہ بات ہمارے ملک اور قوم کے مفاد کے خلاف ہے لہٰذا جیکی اولڈ سے کہا جائے کہ وہ محب وطن ہے تو خود کو آپ لوگوں کے سامنے پیش کردے اور یہ یقین دلا دے کہ باقی گیارہ عدد روپوش ہونے والے اب اس کے تنویمی عمل کے زیر اثر نہیں رہے ہیں۔"

ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر نے جیکی اولڈ کو مخاطب کرکے کہا "مسٹر جیکی! یہ لوگ درست کہہ رہے ہیں کہ یہ محب وطن ہیں لہٰذا صرف تمہاری ایک تمنا ذات ہے۔ تم ہم پر بھروسا کرکے ایف بی آئی کے دفتر میں یا آرمی انٹیلی جنس کے ہیڈ کوارٹر میں جا کر خود کو اور باقی اپنے گیارہ عدد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پیش کرسکتے ہو۔"

جیکی اولڈ نے فیکس کے ذریعے کہا "سر آپ ایسا حکم دے رہے ہیں جس کی تعمیل کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ یہ میرے خلاف سازش کی جا رہی ہے۔ مجھے گرفتار کرنے کے لیے یا مجھے مار ڈالنے کے لیے مسٹر فرہاد وغیرہ سازش کر رہے ہیں۔ میں آپ لوگوں پر بھروسا کرسکتا ہوں مگر دشمنوں پر نہیں کرسکتا۔ لہٰذا آپ کے حکم کی تعمیل کیسے کروں؟"

"تم باتیں نہ بناؤ ہم مسٹر فرہاد سے تمہیں محفوظ رکھیں گے۔ تمہیں کوئی جانی نقصان نہیں پہنچے گا اور تم صحیح سلامت ہمارے پاس آسکو گے اور تمہاری آمد کے سلسلے میں بہت رازداری برتی جائے گی۔ اب تو تمہیں انکار نہیں کرنا چاہیے۔"

"سوری سر! میں خود کو ظاہر کبھی نہیں کروں گا اور کسی کے سامنے نہیں آؤں گا۔ اب آپ مجھے غدار سمجھیں یا محب وطن' یہ آپ کی صوابدید پر ہے۔"

"تم محتاط رہنا چاہتے ہو' ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ہمارے پاس چند لوگ جاننے والے افراد ہیں۔ جن پر ہمیں اندھا اعتماد ہے۔ تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ رابطہ کرسکتے ہو اور ملاقات کرسکتے ہو۔ کیا اب بھی تمہیں اعتراض ہے؟"

"جی ہاں اعتراض ہے۔ وہ یوگا جاننے والا کوئی بھی ہو اس کے پیچھے آپ کے کئی جاسوس آسکتے ہیں اور ان جاسوس وغیرہ کے پیچھے دشمن کے جاسوس بھی ہو سکتے ہیں۔ میں احتیاطی تدابیر پر عمل کرتا رہوں گا۔"

"مسٹر جیکی امریکا سپر پاور ہے اور ایف بی آئی آف امریکا دنیا کی سب سے بڑی خطرناک خفیہ ایجنسی ہے اور تم اس ایجنسی کے اعلیٰ افسر سے کہہ رہے ہو کہ تم ہمارے سامنے حاضر نہیں ہو سکو گے۔ کیا یہ بغاوت نہیں ہے۔"

"سر آپ کچھ بھی سمجھ لیں میں اپنے منصوبے کے مطابق عمل کرتا رہوں گا۔"

"منصوبہ؟ یعنی تم پہلے ہی ایسا منصوبہ بنا چکے ہو جس پر عمل کرکے تم خود کو محب وطن بھی ثابت کرتے رہو گے اور ہم سے غداری بھی کرتے رہو گے۔"

"سر! میرے خلاف سراسر سازش ہو رہی ہے اور اسی سازش کا نتیجہ ہے کہ آپ میرے متعلق غلط رائے قائم کر رہے ہیں۔ آپ ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کسی ایک کو یہ کیوں نہیں کہتے کہ وہ آپ کے سامنے آکر حاضر ہو جائے یا تیج پال جو چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی رہنمائی کر رہا ہے تو کیا وہ کسی ایک کو آپ کے سامنے پیش نہیں کرسکتا۔ جب یہ لوگ ایسا نہیں کرسکتے تو مجھے کیوں ایسا کہا جا رہا ہے؟"

"اب ہم تینوں سے کہہ رہے ہیں۔ تم بھی حاضر ہو جاؤ تیج پال اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ایف بی آئی کے دفتر میں پیش کرو اور وہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے بھی ایک ہمارے پاس آئے اور آنے کے سلسلے میں ہم بڑی رازداری سے کام لیں گے پھر تو تم حاضر ہو سکو گے۔"

"سر آپ اپنی بات پر خود توجہ فرمائیں۔ جب دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ایک کی تعداد میں حاضر ہوں گے تو میں بھی اپنا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیش کردوں گا۔ یہ ضروری نہیں کہ میں آپ کے سامنے حاضر ہو جاؤں۔ آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ مجھے بھانسنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"مسٹر جیکی تم باتیں بنا رہے ہو۔ جب وہ دونوں گروہ اس بات پر راضی ہیں کہ وہ اپنے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے پاس بھیجیں گے تو تم کیوں نہیں آؤ گے۔"

"دیکھیے میں احتیاطی تدابیر پر عمل کر رہا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ آپ کی ہدایت پر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی پیش کردوں گا لیکن سوری سر! میں خود حاضر نہیں ہو سکوں گا۔"

ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر نے تیج پال کو مخاطب کرکے کہا "تم بہت ذہین ہو اور بہت دور تک سوچتے ہو میں تمہاری ذہانت پر

بھروسا کر کے پوچھتا ہوں۔ اس معاملے میں تمہارا اپنا ذاتی خیال کیا ہے؟"

"سر آپ نے مجھ سے پوچھا ہے تو میں دو باتیں عرض کروں گا۔ پہلی تو یہ کہ ہم چوبیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے اب بائیس رہ گئے ہیں اور ہم سب کو مسٹر فرہاد کی سازشیں آپس میں لڑا رہی ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "میں اس بات پر متفق ہوں۔"

تیج پال نے کہا "اور دوسری بات یہ ہے کہ مسٹر جیکی اولڈ محب وطن نہیں ہیں۔ یہ بات آپ آج تسلیم نہ کریں لیکن آنے والا کل آپ کو تسلیم کرنے پر مجبور کردے گا۔"

"میں تمہاری دوسری بات سے بھی متفق ہوں اور جیکی اولڈ سے ناراض ہوں پلیز جیکی اولڈ مجھے ناراض نہ کرو۔ ہو سکے تو مجھ سے خفیہ طور پر رابطہ کرو اور مجھ سے باتیں کرو ہم کوئی ایسا حل ڈھونڈ نکالیں گے جس سے یہ شبہ جاتا ہے کہ مسٹر فرہاد یا اور کوئی دشمن ہمیں آپس میں لڑا رہا ہے۔ بس مجھے یہی کہنا ہے اور میں کسی وقت بھی تمہارے خفیہ رابطے کا انتظار کروں گا۔ ویٹس آل!"

ٹیلی پیتھی فیکس اور کمپیوٹر کے ذریعے یہ طویل مذاکرات ہو رہے تھے جو امریکا کی خفیہ ایجنسی والوں کے لیے ابھی ادھورے تھے۔ کوئی خاطر خواہ فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن میں مطمئن تھا کہ اب وہ آپس میں ایک دوسرے سے لڑنے لگے ہیں۔

○☆○

فہمی اور علی ان چھ افراد پر بڑی توجہ دے رہے تھے جو ٹیلی پیتھی جانتے تھے اور ان کے زیر اثر آچکے تھے۔ علی نے ان سب کو اس بات پر مائل کیا تھا کہ وہ مختلف ممالک سے واپس امریکا آئیں اور واشنگٹن میں ہی مختلف بنگلوں میں رہائش اختیار کریں۔ وہ قریب رہ کر ہمیشہ ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔ اگر ان پر کوئی مصیبت آئے گی تو ان کی حفاظت ان کا عامل کرے گا اور ان کے دو عامل تھے۔ ایک فہمی دوسرا علی۔

فہمی نے کہا "آپ نے ان بائیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں انتشار پیدا کردیا ہے اور امریکی اکابرین کے لیے مسائل پیدا کردیے ہیں۔ اس کے باوجود جیکی اولڈ قابو میں نہیں آرہا ہے۔ جبکہ اس کے زیر اثر زیادہ یعنی گیارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

علی نے کہا "پاپا نے بڑی حد تک اپنا کام کیا ہے۔ اس کے بعد ہم کام کریں گے۔"

"ہم کیا کریں گے؟"

"جیکی اولڈ کو صحیح معنوں میں باغی ثابت کریں گے۔"

"وہ کیسے؟"

"ہمیں سب سے پہلے جیکی اولڈ کے ریکارڈ سے اس کے کوائف مکمل طور پر معلوم کرنے چاہئیں۔ اس کا قد اس کی جسامت اس کی آواز' لب ولہجہ حتیٰ کہ اس کے خون کا گروپ بھی معلوم کرلینا چاہیے۔ اس کے بعد پھر ہم اپنی چال چلیں گے۔"

یہ سب کچھ معلوم کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس ریکارڈ روم کے کئی افسران کے دماغوں میں پہنچ سکتے تھے۔ جہاں چوبیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تمام ریکارڈ رکھا گیا تھا۔ انہوں نے ایک خاص افسر کے ذریعے جیکی اولڈ کی فائل کھول کر دیکھی۔ اس کے متعلق اس فائل میں بہت کچھ لکھا ہوا تھا۔ اس کا قد' اس کا مزاج' اس کی جسامت' اس کی صحت' اس کی آواز اور لب ولہجہ حتیٰ کہ اس کے خون کا گروپ بھی لکھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں کی انگلیوں کے نشانات بھی تھے۔ اس ریکارڈ روم کے افسر کے دماغ میں رہ کر انہوں نے تمام معلومات حاصل کرلیں۔

ایف بی آئی کے چند اعلیٰ افسران کے لیے سخت سیکیورٹی کا انتظام ہوتا تھا۔ گھر سے لے کر دفتر تک الیکٹرانک انتظامات بھی تھے۔ ان کی غیر موجودگی میں کوئی ان کے بنگلوں میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر داخل ہوتا تو خفیہ ویڈیو کیمروں اور مائیکروفون وغیرہ سے پتا چل جاتا کہ وہاں پہلے کوئی آچکا ہے۔ اس کے علاوہ بنگلوں کے باہر کئی مسلح گارڈز موجود رہا کرتے تھے۔

اس ڈپارٹمنٹ کے سب سے اعلیٰ افسر نے جب اپنے بنگلے میں قدم رکھا تو سیکیورٹی چیک کی اور مطمئن ہو کر اپنے بنگلے کے اندر گیا۔ اندر بھی وہ بالکل محفوظ تھا۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ پھر بنگلے کے مختلف حصوں سے گزر کر اپنے بیڈ روم میں آیا تو ایک دم سے چونک گیا۔ وہاں کرسی پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اس نے اٹھ کر کہا "پلیز کوئی آواز نہ نکالے۔ آپ کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کیا آپ مجھے میری آواز اور لب ولہجے سے پہچان سکتے ہیں؟"

اعلیٰ افسر نے انکار میں سر ہلا کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر پوچھا "تم کون ہو اور یہاں کیسے پہنچ گئے ہو۔ جبکہ سیکیورٹی کا سخت نظام ہے۔"

"سیکیورٹی ساری دنیا کے لیے ہو سکتی ہے لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے نہیں ہو سکتی۔ آج تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کے بنگلے میں اس لیے نہیں آیا کہ اسے کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ وہ تو آپ کے دماغ میں آکر ہی بہت کچھ معلوم کرسکتا ہے لیکن آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ کے سامنے پیش ہو جاؤں اس لیے یہاں حاضر ہوا ہوں۔"

"میں نے جیکی اولڈ کو کہا تھا کہ اگر وہ محب وطن ہے تو میرے سامنے آجائے۔ کیا تم جیکی اولڈ ہو؟"

"جی ہاں آپ پہچاننے میں غلطی نہیں کر رہے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ میری آواز اور لب ولہجے کو بھول گئے ہیں۔ یقین کرنے کے لیے آپ ریکارڈ روم سے میری آواز کا کیسٹ منگوا کر یا ٹیلی فون کے ذریعے سن سکتے ہیں۔ ویسے میں نے دونوں ہاتھ اوپر

اٹھا لیے ہیں۔ آپ میرا لباس وغیرہ چیک کرلیں میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اپنے دونوں ہاتھ نیچے کرلو۔ جب تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو اور اتنی سیکیورٹی کے باوجود میرے بیڈ روم میں پہنچ سکتے ہو تو تمہیں ہتھیار رکھنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ بائی دی وے' اگر تم جیکی اولڈ ہو تو مجھے خوشی ہے کہ تم نے یہاں آکر اپنے محب وطن ہونے کا ثبوت دیا ہے۔"

وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "سر میں اسی دن یا اسی رات حاضر ہو جاتا جب آپ نے حکم دیا تھا۔ لیکن میں خاموشی سے آپ کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا اور معلوم کرتا تھا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہے یا نہیں یا کوئی سازش ہو رہی ہے یا نہیں؟ جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ میں بڑی رازداری سے یہاں پہنچ سکتا ہوں اور آپ سے ملاقات کر سکتا ہوں تو آج یہاں آگیا ہوں۔"

"تم نے میرے دل سے تمام شبہات دور کردیے ہیں۔ بولو کیا پیو گے؟"

"آپ تو جانتے ہیں کہ ہمیں یوگا کی مہارت بحال رکھنے کے لیے نشے سے ناپرہیز کرنا ہے۔ آپ مجھے کافی پلا دیں۔"

"ٹھیک ہے ابھی کافی آجائے گی اور مجھے اس بات کا دلی اطمینان ہو رہا ہے کہ تم محب وطن ہو اور تم نے میرے دل سے تمام شبہات دور کردیے ہیں۔"

اس نے کال بیل کے ذریعے ایک ملازم کو بلا کر دو کپ کافی لانے کے لیے کہا۔ پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر بولا "جب تک تم میرے پاس رہو کبھی کبھی میرے دماغ میں آتے رہو اور یہ معلوم کرتے رہو کہ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے یا نہیں۔"

"میں بہت کچھ سوچ کر آیا ہوں۔ یہ تو میں ضرور معلوم کروں گا کہ آپ کے دماغ میں کوئی ہے یا نہیں۔ اس لیے کہ ہم اپنے تمام بائیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق بہت اہم باتیں کریں گے اور ان باتوں کو دوسروں تک نہیں پہنچنا چاہیے۔"

"تم اسی طرح ذہانت سے کام لیتے رہو تو تمہارے علاوہ باقی اکیس ٹیلی پیتھی جاننے والے جلد سے جلد متحد ہو جائیں گے۔ اب میں صرف یہ سوچ کر پریشان ہوں کہ یہ کم بخت تیج پال ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان کہاں سے پہنچ گیا ہے۔"

"سر! دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ پہلی بات میں الپا کے بارے میں سوچتا ہوں کہ اس نے ایک بار تیج پال سے کہا تھا کہ وہ کسی بہانے تل ابیب پہنچ جائے تو وہ اسے گروٹانگ سے اور ہمارے روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات دلائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے تیج پال کے ذریعے ہمارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قابو میں کیا ہو۔"

"ہاں یہ بات کچھ سمجھ میں آتی ہے۔"

"پھر دوسرا خیال بابا صاحب اور فرہاد علی تیمور کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف جاتا ہے۔ وہ خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں لیکن ہم اتنے احمق تو نہیں ہیں کہ یہ سمجھ لیں کہ وہ ہمارے خلاف کچھ نہیں کر رہے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے انہوں نے بھی تیج پال کو ٹرپ کیا ہو۔ جہاں وہ قید ہو وہاں سے اغوا کیا ہو اور چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے قابو میں کرنے کے بعد انہیں تیج پال کے حوالے کردیا ہو اور تیج پال کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھا ہو۔"

"ہاں بھئی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی کا چکر چلانے والے تو بالکل گھن چکر بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ بائی دی وے تمہاری دونوں باتیں درست ہیں۔ ایسا الپا بھی کر سکتی ہے اور فرہاد بھی کر سکتا ہے۔ فرہاد اس معاملے میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی لے رہا ہے۔ اس روز ہمارے مذاکرات کے دوران میں وہ بھی موجود تھا اور اس کے برعکس الپا بالکل خاموش ہے وہ نہ ہم سے کوئی رابطہ کر رہی ہے۔ نہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں کوئی دلچسپی لے رہی ہے۔ پتا نہیں وہ کن معاملات میں الجھی ہوئی ہے۔"

"سر! اس کی خاموشی بھی معنی خیز ہو سکتی ہے۔ اس لیے میں نے سب سے پہلے الپا کا ذکر کیا ہے۔ فرہاد سے تو مجھے ازلی دشمنی ہے۔ میں اسے نظر انداز نہیں کرتا لیکن اہمیت دوں گا تو الپا کو' وہ بہت ہی مکار ہے۔ اس کی خاموشی بہت معنی خیز ہے۔ سر آپ ذرا سوچ کر تو دیکھیں۔"

"میں بات سمجھ رہا ہوں۔ تم درست کہہ رہے ہو۔ وہ خاموش رہ کر تماشا دیکھ رہی ہے اور فرہاد ہمیں طعنے دینے کے لیے آتا ہے۔ ان دونوں میں یہی فرق ہے ورنہ دونوں ہی دشمن ہیں۔ دونوں پر شبہ کیا جا سکتا ہے اور تمہارے خیال سے میں متفق ہوں کہ الپا پر زیادہ شبہ کرنا چاہیے۔"

"سر! آپ یہ بتائیے کہ اب آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"تمہاری اس معاملے میں کیا رائے ہے؟"

"میں یہ چاہتا ہوں کہ جب تک آپ کا مقصد پورا نہ ہو جائے یعنی پورے بائیس ٹیلی پیتھی جاننے والے متحد نہ ہو جائیں اس وقت تک آپ مجھے ترجیح نہ دیں بلکہ مجھ پر کبھی کبھی شبہ ظاہر کرتے رہیں یا مجھے دوسروں سے کم تر سمجھتے رہیں۔ دوسروں کو آپ ترجیح دیں گے تو وہ آپ کی طرف زیادہ مائل ہوں گے۔"

"تم بہت ذہانت کی باتیں کر رہے ہو۔ میں ہر حال میں اپنے بائیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو متحد دیکھنا چاہتا ہوں۔ ان میں سے ایک تم میرے سامنے بیٹھے ہو۔ اب تم بتاؤ تم نے بھی کچھ سوچ رکھا ہوگا۔"

"سر میں ایک ایسا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں جس کے پاس گیارہ عدد خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ یعنی میری تعداد زیادہ ہے اور میں آپ کے سامنے حاضر ہوں' آپ کا وفادار ہوں اور آپ کا وفادار رہوں گا۔ جب بھی آپ کہیں گے ان گیارہ کو آپ کے سامنے اس طرح پیش کروں گا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے

دماغوں تک نہ پہنچ سکے۔ لیکن آپ مطمئن ہو جائیں کہ وہ گیارہ بھی آپ کے حکم کے تابع رہیں گے۔ مختصر یہ کہ پہلے میں آپ کا اعتماد ہر حال میں حاصل کرلینا چاہتا ہوں اس کے بعد میں دوسری باتیں کروں گا۔"

"اب تو مجھے تم پر پورا اطمینان ہو گیا ہے۔ میں آنکھیں بند کرکے تمہاری ہر بات مان سکتا ہوں۔ تم بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں کہ جس طرح میں خفیہ طور پر ملاقات کرنے آیا ہوں تو اس بات کو آپ راز میں رکھیں۔ ہو سکتا ہے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کے دماغ میں آکر یہ معلوم کرے کہ میں خفیہ طور پر آپ کے پاس ملاقات کرنے آیا تھا۔ یہ بات ہم دونوں کے لیے بہتر نہیں ہوگی۔ مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔"

"ہاں یہ تو درست ہے۔ ہم مجبور ہیں کہ سانس روک کر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آنے سے روک نہیں سکے۔ اب کیا کرنا چاہیے تم کیا چاہتے ہو؟"

"سر آپ کے ڈپارٹمنٹ میں تنویمی عمل جاننے والے ایک دو افراد موجود ہیں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر بھروسا کرکے خود پر اور دوسرے دو چار اہم افسران پر ایسا عمل کرائیں کہ پرائی سوچ کی کوئی لہر آپ لوگوں کے دماغوں میں نہ آسکے۔ تبھی آپ محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی دشمنوں کی سازش سے محفوظ رہیں گے۔"

"میں اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو محفوظ رکھنے کے لیے خود پر اور اپنے چند اہم افسران پر تنویمی عمل کرانے کو تیار ہوں۔"

"تو پھر آپ ابھی آج ہی رات کو یہ سوچ لیں کہ آپ کے کتنے چند اہم افسران ہیں۔ ان کو بھی اس بات پر راضی کریں اور اپنے تنویمی عمل کرنے والوں سے کہیں کہ وہ آج ہی رات کو آپ پر اور ان پر عمل کرے اور آپ کے دماغوں کو لاکڈ کردے تاکہ پرائی سوچ کی لہریں آپ کے دماغ میں نہ آسکیں اگر آپ راضی ہیں تو پھر میں آگے کچھ بولوں گا۔"

"دیکھو ابھی تو میں تمہارے سامنے راضی ہوں۔ صرف اپنے متعلق کہہ سکتا ہوں۔ دوسرے افسران کی بات ابھی ملتوی کرو اس لیے کہ ان معاملات میں صرف میں اور تم رازدار رہیں گے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ میں آپ سے متفق ہوں۔"

"تو پھر بتاؤ اور کیا چاہتے ہو؟"

"جب آپ کا دماغ لاکڈ ہو جائے گا۔ کوئی دشمن آکر ہمارے منصوبوں کو معلوم نہیں کرسکے گا تو پھر ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے گیارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سب سے پہلے میں آپ کے سامنے پیش کروں گا تاکہ آپ ان سے گفتگو کرکے اور ان کی خیال خوانی کی صلاحیتیں دیکھ کر مطمئن ہو سکیں۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔"

"جب میں آپ کو اپنی طرف سے مطمئن کردوں تو پھر آپ ان چھ اور چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ایک سے رابطہ کریں اور ان میں سے ہر ایک کو اپنے اعتماد میں لے کر انہیں اپنے پاس بلائیں اور ان سے بھی گفتگو کریں جب ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم سے علیحدہ علیحدہ ملاقات کرلیں گے اور انہیں مطمئن ہونے کی دعوت دیتے رہیں گے تو مجھے پورا یقین ہے کہ ہم سب مطمئن ہو جائیں گے اور دشمن اپنی چال میں ناکام رہیں گے۔ ہمیں کبھی انتشار میں مبتلا نہیں کرسکیں گے۔"

ملازم ایک ٹرے میں کافی کی پیالیاں لے کر آیا ان دونوں نے ایک ایک پیالی اٹھائی۔ ملازم ٹرے لے کر واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد جیکی اولڈ نے کہا "ہم جتنی دیر تک خاموش رہے اتنی دیر تک میں آپ کے دماغ میں رہا میں مطمئن ہوں کہ کوئی نہیں ہے۔ میں نے اسی لیے اتنے دن ضائع کیے تاکہ دشمن یہ سمجھ لیں کہ میں باغی ہوں اور کبھی آپ کے حکم کے مطابق آپ کے سامنے نہیں آؤں گا اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں۔"

"تم نے بہت ذہانت سے کام لیا ہے۔ واقعی کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی یہ سوچ ہی نہیں سکتا کہ تمہارے جیسا باغی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے حکم کے مطابق چور، تھیف مجھ سے ملنے آئے گا۔"

جس وقت وہ بول رہا تھا۔ اس وقت علی نے آواز بدل کر اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں کہا "سر میں آپ کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بول رہا ہوں۔ یہ بات جیکی اولڈ کو معلوم نہ ہو آپ کو دھوکا دیا جا رہا ہے۔"

اعلیٰ افسر ذرا سا چونکا پھر کافی کا ایک گھونٹ پی کر سوچ کے ذریعے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں آپ کے سامنے جیکی اولڈ نہیں بلکہ ایک معمولی شخص ہے۔ جو جیکی اولڈ کے قد اور جسامت کے مطابق ہے۔ اس کی آواز اور لب ولہجے میں بول رہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے دماغ میں اس وقت جیکی اولڈ موجود ہے۔ اس نے اسے اپنی ڈپی بنا کر بھیجا ہے۔"

"کیا تم اپنی سچائی ثابت کرسکتے ہو؟"

"ابھی ثابت کر رہا ہوں۔ آپ صرف دس سیکنڈ کا حساب کریں پھر اس سامنے والے سے کہیں کہ وہ آپ کے دماغ میں آکر کچھ بات کرے میں اب جا رہا ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے دس سیکنڈ انتظار کیا پھر سامنے بیٹھے شخص سے بولا "مسٹر جیکی اولڈ ذرا میرے دماغ میں آؤ اور بات کرو۔"

وہ ذرا سا گھبرایا اور کافی کی پیالی سینٹر ٹیبل کے اوپر رکھنے لگا۔ اس وقت علی جیکی اولڈ کے دماغ میں جانے کی کوشش کر رہا تھا اور جیکی اولڈ اس کی سوچ کی لہروں کو روکنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ اسی دوران جب اعلیٰ افسر نے سامنے والے سے کہا کہ اس کے دماغ میں آئے تو وہ خیال خوانی کے ذریعے نہ آسکا کیونکہ وہ ٹیلی

پیتھی نہیں جانتا تھا۔ اعلیٰ افسر نے آگے جاکر میز کے نیچے خطرے کی گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ اس کے چند سیکنڈ کے بعد ہی دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور کتنے ہی مسلح سیکورٹی گارڈز وہاں پہنچ گئے۔

سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے حیرانی سے پوچھا "سر یہ کیا ہے؟"

"میں نے ابھی تم سے کہا تھا کہ میرے دماغ میں آؤ لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم خاموش ہو اور کچھ پریشان ہو لیکن میرے پاس نہیں آرہے ہو۔"

"سر میں ابھی آرہا ہوں آپ مجھ پر شبہ کرنے لگے ہیں۔"

علی نے اس شخص کے دماغ میں آکر کہا "سر میں دراصل بہت مصروف تھا۔ میں ابھی آپ کے دماغ میں بول رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی علی جیکی اولڈ کے لب ولہجے میں اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں بولنے لگا۔

افسر نے پوچھا "تم اس وقت کیوں نہ آئے جب میں تمہیں اپنے دماغ میں بلا رہا تھا۔"

علی نے کہا "سر وہ دراصل بات یہ ہے کہ میں دوسری جگہ مصروف ہو گیا تھا اور۔۔۔۔"

"تم میرے سامنے بیٹھے ہو اور کہہ رہے ہو کہ دوسری جگہ مصروف ہو گیا تھا۔ کیا ہماری مصروفیات سے بڑھ کر کوئی اور بھی مصروفیت ہو سکتی ہے؟"

"سر آپ بات سمجھنے کی کوشش کریں۔"

"مجھے سمجھانے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم جیکی اولڈ ہو تو پھر میرے دماغ سے جاؤ اور دوبارہ آؤ۔ علی اس کے دماغ سے چلا گیا لیکن پھر جیکی اولڈ بن کر اس کے دماغ میں نہیں آیا۔ سامنے بیٹھا ہوا شخص ادھر سے اُدھر کرسی پر پہلو بدلنے لگا۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا ہوا اب کیوں نہیں آرہے ہو؟"

وہ بولا "سر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بار بار میرے دماغ میں آنے کی کوشش کر رہا ہے اور میں سانس روک کر اسے بھگانے کی کوششیں کر رہا ہوں۔ اسی لیے آپ کے پاس نہیں آرہا ہوں۔"

"واہ کیا بات ہے کافی بھی پی رہے ہو۔ باتیں بھی کر رہے ہو اور کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو روکنے کے لیے سانسیں بھی روک رہے ہو۔ مجھے تو نہیں دکھائی دے رہا ہے کہ تم سانسیں روک رہے ہو۔ اپنی بہتری چاہتے ہو تو سچ سچ بتا دو کہ تم کون ہو؟"

اس کے جواب میں سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے اپنی اوپری جیب میں سے ایک کیپسول نکالا پھر اسے منہ میں ڈال کر نگل گیا۔ اسے نگلتے ہی وہ یک بارگی تڑپنے لگا۔ اعلیٰ افسر نے سیکورٹی گارڈ سے کہا "اسے دیکھو کیا ہوا ہے۔"

جب سیکورٹی گارڈز اس کی طرف بڑھے تو اس وقت تک وہ لڑھک چکا تھا۔ یعنی مر چکا تھا۔ علی نے اسے مجبور کیا تھا کہ وہ زہریلا کیپسول نگل لے اور وہ نگل کر ختم ہو چکا تھا۔ یعنی جیکی اولڈ کی طرف سے ایک سازش پیش کردی گئی تھی۔ اب وہ اعلیٰ افسر کسی حال میں بھی جیکی اولڈ پر بھروسا نہیں کرسکتا تھا۔ علی نے کہا "سر آپ نے دیکھ لیا کہ جیکی اولڈ کیسی چالیں چل کر ہمیں نقصان پہنچانا چاہتا تھا اگر ہم اس کے کہنے کے مطابق متحد ہونے کے لیے ایک دوسرے کے سامنے آئے تو وہ ہمیں بھی ٹریپ کرلیتا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن تم کون ہو؟"

"میں ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہوں۔ آپ کو پورا یقین دلاتا ہوں کہ ہم کسی کے زیر اثر نہیں ہیں۔ میں تو بالکل اتفاق سے ابھی آپ کے پاس چلا آیا تو مجھے اس کے دماغ میں جاکر پتا چلا کہ وہ جیکی اولڈ نہیں بلکہ ایک ڈمی ہے۔ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ اسے جیکی اولڈ بنا کر یہاں بھیجا گیا ہے۔"

اعلیٰ افسران نے پریشان ہو کر کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس پر بھروسا کروں اور کس پر نہ کروں۔"

"سر آپ فی الحال زیادہ پریشان نہ ہوں۔ اپنے ذہن سے ہر بات نکال دیں اور بھروسا کرنے والی بات بھی نکال دیں۔ جیکی اولڈ نے اگرچہ سازش کی ہے اور آپ کو دھوکا دے رہا تھا لیکن وہ ایک اچھی بات آپ سے بول گیا ہے۔"

"کون سی اچھی بات؟"

"وہ یہ کہ آپ اپنے بھروسے کے کسی تنویمی عمل کرنے والے کی خدمات حاصل کریں اور اپنے دماغ کو لاکڈ کرلیں تب آپ کو کوئی دھوکا نہیں دے سکے گا۔ حتیٰ کہ میں بھی اگر دھوکے باز ہوں تو آپ کو دھوکا دینے میں ناکام رہوں گا۔"

"ہاں یہ تم درست کہہ رہے ہو۔ میں آج ہی رات خود پر تنویمی عمل کراؤں گا۔"

"سر یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ واقعی بہت پریشان ہیں۔ معاف کیجیے گا۔ آپ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہیں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں درست کہہ رہا ہوں۔ اپنے آپ پر تنویمی عمل کروانے کا مشورہ جیکی اولڈ نے آپ کو تھوڑی دیر پہلے دیا تھا۔ لہٰذا وہ اپنے مقصد میں ناکام ہونے کے بعد آپ کے دماغ میں ضرور آتا جاتا رہے گا اور جب وہ دیکھے گا کہ آپ خود پر تنویمی عمل کرا رہے ہیں تو وہ اس عمل کو ناکام بنا دے گا۔ پلیز آپ ابھی اس بات کو بھی رہنے دیں۔ ذرا صبر کریں کوئی مناسب موقع دیکھ کر خود پر تنویمی عمل کرائیں۔"

"واقعی میں تو بالکل ہی بھول گیا تھا' میں تو بہت پریشان ہو گیا ہوں۔"

"پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ اپنے دماغ میں اٹھنے والی کسی بات سے بھی آپ انکار کردیں۔ آپ کی ذہانت جو بات قبول کرتی

ہے صرف اسے قبول کریں۔ باقی ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے یا فیکس کے ذریعے یا کمپیوٹر کے ذریعے آپ سے گفتگو کریں تو آپ ان کی گفتگو سنتے رہیں اور جوابات دیتے رہیں لیکن کسی پر بھروسا نہ کریں۔ کوئی آپ کے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

"واقعی میں کسی پر بھروسا نہیں کروں گا۔ صرف ٹیلی فون' فیکس' کمپیوٹر اور کوئی خیال خوانی کے ذریعے بولے گا تو میں اس سے بات کروں گا۔"

"سر آپ اس جیکی اولڈ کی چالاکی دیکھیے جب اس نے دیکھا کہ بھید کھل رہا ہے تو اس نے اپنی اس ڈی کو مجبور کیا کہ وہ فوراً اپنی جیب سے زہریلا کیپسول نکال کر نگل لے اور اس نے ایسا ہی کیا۔ اس ظالم درندے نے اپنی ڈی کو بھی مار دیا تاکہ آپ اس کے ذریعے کچھ معلوم نہ کرسکیں۔"

اعلیٰ افسر نے شدید نفرت سے کہا "وہ کتے کا بچہ جیکی اولڈ بہت چال باز ہے۔ اب میں اس کی چال بازی سے بہت محتاط رہنے کی کوشش کروں گا۔"

علی نے کہا "اب میں ایک آخری بات آپ کو سمجھا کر جارہا ہوں۔"

"میں سب کچھ سمجھ چکا ہوں۔ تم اطمینان رکھو میں محتاط رہوں گا۔"

"اس کے باوجود ایک بات کہنے کو رہ گئی ہے۔"

"بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اب میں موجودہ آواز اور لب و لہجے میں آپ کے پاس کبھی نہیں آؤں گا کیونکہ اس وقت جیکی اولڈ خاموشی سے ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔ وہ میرے جانے کے بعد کسی وقت بھی میرے لب و لہجے اور آواز میں آکر آپ کو دھوکا دے سکتا ہے۔ لہٰذا آپ آئندہ میرے لب و لہجے اور آواز پر بھی اعتماد نہ کریں۔"

"واہ! شاباش' تم نے بہت اچھی بات سمجھائی ہے۔ میں اب اس لب و لہجے پر بھی بھروسا نہیں کروں گا۔"

جب علی یہ چال چل رہا تھا تب فہمی بھی اس کے ساتھ تھی اعلیٰ افسر اس کی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ جب سارا کھیل ہوگیا تو علی اور فہمی دماغی طور پر حاضر ہوگئے۔ فہمی نے مسکرا کر کہا "واہ اب تو کمال ہوگیا۔ اب اس اعلیٰ افسر یا ایف بی آئی کا کوئی بھی افسر جیکی اولڈ پر اعتماد نہیں کرے گا۔"

علی نے کہا "ایسا تو کرنا ہی تھا کیونکہ جیکی اولڈ کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہے اور ہم موجودہ چال میں کامیاب ہونے کے بعد اس کا سراغ لگائیں گے کہ وہ کہاں ہوسکتا ہے؟ یہ تو بہت مشکل کام ہے۔ پتا نہیں وہ امریکا میں ہو یا کسی اور ملک میں۔"

"تم اسے مشکل کہہ رہی ہو یہ تو بالکل ناممکن سی بات ہے کہ ایک محض پتا نہیں دنیا کے کون سے حصے میں چھپا ہوا ہے اسے ڈھونڈ نکالا جائے لیکن ہماری مما کے لیے کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ تمہیں یاد ہوگا کہ چار یوگا جاننے والے امریکی افسر اور مہاراج اور اس کے بیٹے نیش کو ایک جگہ قید کرکے رکھا گیا کوئی ان کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا۔ مما نے صرف ایک منٹ میں معلوم کرلیا کہ وہ کہاں ہیں؟"

"ہاں یاد آیا مہاراج اور اس کے بیٹے کو امریکا کے ہی ایک میں قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ اس کے باوجود مما وہاں تک پہنچ گئی تھیں۔ لیکن یہ کیسے معلوم ہوگا کہ جیکی اولڈ بھی اسی ملک میں ہے۔"

"ہم یہ فرض کرلیتے ہیں کہ وہ اسی ملک میں ہے اور ہم پورے امریکا میں اسے تلاش کرلیتے ہیں۔ تم نے ریکارڈ روم کے افسر کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ جیکی اولڈ کولمبیا کا باشندہ تھا۔ اس کی زبان بھی انگریزی ہے لیکن ذرا مختلف ہے۔ اب ہر شخص اپنے مزاج اور اپنی فطرت کے مطابق اپنے وطن کی ہر چیز کو پسند کرتا ہے۔ حتیٰ کے اپنے وطن میں چھپنے والے اخبار کو بھی پڑھتا ہے لہٰذا ہم امریکا کی تمام ریاستوں کے تمام شہروں کے ایجنٹوں کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کریں گے کہ کولمبیا سے شائع ہونے والے اخبارات کہاں کہاں آتے ہیں۔ جن ایجنٹوں کے پاس آتے ہیں انہیں کن گھروں میں پہنچاتے ہیں۔ ان کے پاس ان گھروں کا پتا ہوگا ہم ان گھروں میں جاکر معلوم کرسکتے ہیں کہ ان کا تعلق جیکی اولڈ سے ہے یا نہیں۔"

فہمی نے کہا "ہاں جہاں تک تعلق جیکی اولڈ کا امریکا میں رہنے سے ہے تو ہمیں اپنے مقصد میں ضرور کامیابی ہوگی۔ لہٰذا ہم اگلی سے خیال خوانی کے ذریعے ہر ریاست کے ایک ایک شہر کے ایجنٹوں کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرنا شروع کرتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ آؤ ہم خیال خوانی کی پرواز کریں۔"

وہ دونوں ایک ایک صوفے پر آکر بیٹھ گئے۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے ایک ایک ریاست کے ہر بڑے شہر کے ایجنٹوں کے دماغ میں جاکر معلوم کرنے لگے کہ کولمبیا سے شائع ہونے والے اخبارات کہاں کہاں پہنچتے ہیں۔ کیونکہ کولمبیا کے بہت سے شہری امریکا کی مختلف ریاستوں میں جاکر رہا کرتے تھے۔ جیکی اولڈ کو بھی اپنے کولمبیا سے محبت ہوسکتی تھی اور وہ وہاں رہنے کے لیے اور اپنے لوگوں کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لیے ضرور اخبارات یا وہاں سے شائع ہونے والے رسائل وغیرہ پڑھتا ہوگا۔

اب تو فہمی اور علی کی مسلسل کوششوں ہی سے پتا چل سکتا تھا کہ وہ کس حد تک اپنے منصوبے میں کامیاب ہونے والے ہیں۔

○☆○

جو فہمی اور علی سوچ رہے تھے بالکل وہی بات تیج پال بھی سوچ

رہا تھا کہ جیکی اولڈ کے پاس سب سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تجربہ ہے لہٰذا پہلے کسی طرح اسے قابو میں کیا جائے اور اس کو ختم کیا جائے لیکن اس سے پہلے خود کو محفوظ رکھنا بہت ضروری تھا۔

اس کے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی اس کی ذہانت کا پورا بھروسا کرتے تھے۔ جیسے وہ سمجھاتا تھا ویسے ہی اس پر عمل کرتے تھے۔ اس نے کہا ہمیں فرانس میں نہیں رہنا چاہیے کیونکہ جیکی صاحب کا ادارہ یہاں سے بہت قریب ہے اور اس ادارے کے جاسوس اور دشمن فرانس کے مختلف حصوں میں رہتے ہیں کسی نہ کسی سے کسی وقت بھی سامنا ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں کسی دوسرے ملک میں جانا چاہیے۔

ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے بیزون نے کہا "تم بالکل درست کہہ رہے ہو۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے اور ہم ایسا ہی کریں گے جو تم چاہتے ہو۔ بولو کہاں چلنا چاہتے ہو؟"

وہ سب سوچنے لگے کہ کس ملک میں جانا چاہیے پھر تیج پال نے کہا "ہمیں نہ امریکا جانا چاہیے نہ یورپ بلکہ افریقا کے کسی ملک میں جانا چاہیے۔"

ایک نے کہا "وہاں بہت گرمی پڑتی ہے۔"

دوسرے نے کہا "لیکن شمالی حصے میں اتنی گرمی نہیں پڑتی پھر ہم ایئر کنڈیشنڈ رہائش گاہوں میں رہ سکتے ہیں۔"

تیج پال نے کہا "میرا خیال ہے کہ ہمیں شمال مغربی افریقا کے کسی ملک ماریطانیہ میں جانا چاہیے وہ بحر اٹلانٹک یعنی بحر ظلمات کے کنارے ہے۔ وہاں کا موسم معتدل رہتا ہے پھر یہ کہ وہاں ہر ملک کے سیاح آتے ہیں اور وہ کسی حد تک ترقی یافتہ ملک ہے وہاں اگر ہم نہ رہ سکے تو پھر ہم کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں گے۔"

سب نے اس سے اتفاق کیا اور وہ خیال خوانی کے ذریعے صرف ۴۸ گھنٹے میں ماریطانیہ کا پاسپورٹ ویزا وغیرہ بنوا کر وہاں سے روانہ ہوگئے اور ماریطانیہ کے دارالحکومت نواشوط میں آگئے۔ وہ ایک بہت بڑا اور خوب صورت شہر تھا۔ انہوں نے وہاں رہائش کے لیے تین بنگلے کرائے پر لیے ایک ایک بنگلے میں دو' دو افراد رہنے لگے۔ تیسرے بنگلے میں تیج پال تنہا رہنے لگا۔ وہ سب مل کر مشورے کے لیے جایا کرتے تھے اور کبھی کسی جگہ بیٹھ کر منصوبے بنایا کرتے تھے۔ تیج پال انہیں سمجھا چکا تھا کہ وہ ہمیشہ خیال خوانی کرتے رہیں گے یہ معلوم کرتے رہیں کہ امریکا کے کتنی ریاستوں کے کتنے شہروں کے ایجنٹوں کے پاس کولمبیا سے شائع ہونے والے اخبارات اور رسائل آتے ہیں اور کن گھروں میں پہنچائے جاتے ہیں۔

تیج پال بے شک سونیا کی طرح ذہین تھا۔ لیکن فرق صرف یہ تھا کہ سونیا عمر میں زیادہ تھی اور اس کے تجربات زیادہ تھے۔ ان حالات کے سامنے تیج پال ابھی طفلِ کتب تھا پھر بھی ذہانت میں کم نہیں تھا۔

وہاں عام طور پر عربی اور فرانسیسی زبان بولی جاتی ہے۔ پانچوں فرانسیسی زبان اچھی طرح جانتے تھے۔ اس ملک میں جو زیادہ تعلیم یافتہ افراد تھے وہی انگریزی بولتے اور سمجھتے تھے۔ بڑے چند شہروں کے علاوہ اگر اس ملک کے چھوٹے شہروں اور قصبوں میں جانے سے صرف کالے پیلے چہرے نظر آتے تھے۔ سب سیاہ فام لوگ تھے لیکن شہروں میں بیرون ممالک کے بہت سے لوگ آتے تھے۔ لہٰذا وہاں ہر طرف حسین عورتیں نظر آتی تھیں۔ وہاں بڑے بڑے ہوٹل اور کلب وغیرہ بھی تھے۔ بیزون اپنی بیوی مونو ریٹا کے ساتھ رہتا تھا۔ اسی بنگلے میں بڑی رابرٹ بھی ان کے ساتھ تھا۔ تیج پال نے رابرٹ سے کہا "میں اپنے بنگلے میں تنہا رہتا ہوں لہٰذا تم ان میاں بیوی کو وہاں رہنے دو اور میرے ساتھ آکر رہو۔ اس طرح بڑی رابرٹ تیج پال کے ساتھ آکر رہنے لگا پھر اس نے پوچھا "آپ نے مجھے اپنے پاس کیوں بلایا ہے؟"

"اس لیے کہ تم سب جوان ہو اور وہاں تمہارا دل بھی کسی حسینہ کے لیے مچلتا ہوگا۔ لہٰذا میرے بنگلے میں رہو گے تو کسی حسینہ سے ملاقات کرسکو گے یا کسی حسینہ سے نائٹ کلب میں مل سکو گے۔ وہاں مونو ریٹا کو پتا نہیں چلے گا اور وہ کیونکہ ہمارے دوست کی بیوی ہے۔ ہم سب کی عزت ہے۔ اس لیے اس سے ایسی باتوں کو چھپا کر رکھنا چاہیے۔"

دوسرے دن بڑی رابرٹ بنگلے کے باہر آیا۔ ایک بڑی سی شان دار سی کار اس کے سامنے آکر رک گئی۔ اس میں ایک نوجوان سیاہ فام لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کھڑکی سے باہر منہ نکال کر اپنی مقامی زبان میں کچھ کہا۔ رابرٹ سمجھ نہیں سکا۔ اس نے قریب آکر کہا "میں فرنچ جانتا ہوں۔"

وہ بولی "اوہ نو انگلش۔"

رابرٹ نے بھی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا کہ "میں بھی انگریزی جانتا ہوں۔"

وہ بولی "تم باہر کے ملک کے لیے آئے ہو۔ میں تمہیں لینے آئی ہوں تمہیں انٹیلی جینس کے دفتر جانا ہوگا۔"

"کیا کوئی خاص بات ہے۔"

"دفتر چل کر معلوم ہوگا تم میرے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ سکتے ہو۔"

وہ اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ کر اپنے باقی تین ساتھیوں سے خیال خوانی کے ذریعے بتایا کہ وہ ایک سیاہ فام لڑکی کے ساتھ انٹیلی جینس کے دفتر جارہا ہے۔ لہٰذا وہ اس کے دماغ میں موجود رہیں اور تیج پال کو بھی بتادیں۔"

وہ کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے بولی "تمہارا نام کیا ہے؟"

"رابرٹ.... میرا نام ہے بڑی رابرٹ۔"

"کیا فرانس سے آئے ہو؟ دراصل تم بہت ہینڈسم ہو۔"

وہ بولا "شکریہ میں اتنا بھی ہینڈسم نہیں ہوں۔"

"کسی لڑکی کے دل سے پوچھو۔ میرا تو تم پر دل آگیا ہے۔"

"تم انٹیلی جینس کے دفتر لے جاری ہو یا دل کے دفتر میں۔"

وہ بولی "بس یہ سمجھ لو کہ دل کے دفتر میں تو آچکے ہو۔ میں تمہیں اپنے ڈیڈی سے ملانے لے جارہی ہوں۔ وہ یہاں کے ڈائریکٹر جنرل ہیں۔ جس غیر ملکی کو چاہیں یہاں سے باہر نکال سکتے ہیں۔ تم نکلنا چاہتے ہو یا رہنا چاہتے ہو؟"

"میں نہ تو یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں اور نہ رہنا چاہتا ہوں۔ فی الحال اس ملک کو دیکھوں گا یہ شہر پسند آئے گا تو یہاں رہ کر کوئی کاروبار کروں گا۔"

وہ انٹیلی جینس کے دفتر میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے باپ کے آفس میں لے گئی پھر اندر پہنچ کر بولی "ہیلو ڈیڈی ان سے ملو یہ ہیں مسٹر رابرٹ میں نے آپ سے کہا تھا ناں کہ نجومی نے سچ کہا ہے۔"

"نجومی نے کیا کہا تھا مجھے یاد نہیں ہے۔"

"اس نے کہا تھا میرے لیے باہر کے ملک سے ایک شہزادہ آئے گا۔ دیکھو یہ بالکل پرنس نظر آرہا ہے یا نہیں۔"

باپ نے پریشان ہو کر بیٹی کو دیکھا پھر رابرٹ کی طرف دیکھ کر بولا "ہاں اچھا ہینڈسم لڑکا ہے۔ لیکن بیٹی تم انٹیلی جینس کے اتنے بڑے افسر کی بیٹی ہو لیکن تمہیں کتنی بار سمجھایا ہے کہ کبھی کسی پر بھروسا نہ کرو اور خاص طور پر باہر سے آنے والے ہمیشہ دھوکے باز ہوتے ہیں۔ ایسے کم ہوتے ہیں جو اپنے بارے میں اچھا تاثر چھوڑ کر جاتے ہیں۔ اب یہ جوان کیسا ہے میں نہیں جانتا۔ جب تم اس میں دلچسپی لے رہی ہو تو میں جاننے کی کوشش کروں گا۔ بہرحال مجھے کام کرنے دو اور جاؤ۔"

وہ رابرٹ کا ہاتھ تھام کر اس دفتر سے جانے لگی۔ تیج پال باقی تین ساتھیوں کے ساتھ ایک بنگلے میں بیٹھا ہوا تھا اور ان سے پوچھتا جارہا تھا کہ کیا ہورہا ہے۔ ان میں سے کوئی نہ کوئی اسے بتاتا جارہا تھا۔ پھر تیج پال نے کہا "اب وہ رابرٹ کے ساتھ باہر جارہی ہے تو کسی کو اس کے باپ کے دماغ میں رہ کر اس کے چور خیالات پڑھنے چاہئیں جوزف وسکی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے باپ ڈائریکٹر جنرل کے دماغ میں پہنچ گیا اور اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہاں ایک عورت اور پانچ مرد آئے ہیں۔ ان میں سے ایک ابھی میرے سامنے آیا ہے۔ اب اگر میڈم میرے دماغ میں آئیں تو اس کی آواز اور لب ولہجے کو سن کر معلوم کرلیتیں کہ یہ کیسا آدمی ہے۔ ان کے کام کا ہے یا نہیں؟

جوزف وسکی اس ڈائریکٹر کے چور خیالات پڑھ کر یہ معلوم کرنے لگا کہ وہ کس میڈم کے متعلق ایسا سوچ رہا ہے۔ پتا چلا کہ میڈم الپا اس کے دماغ میں آتی ہے۔ انٹیلی جنس کے ڈی جی سے الپا کے تعلقات اس لیے تھے کہ الپا کبھی کبھی اس کی مدد کرتی تھی اور مجرموں کے چور خیالات پڑھ کر بتا دیتی تھی کہ کون مجرم ہے اور کون سا مال کہاں چھپا کر لے جارہا ہے۔ اس طرح ان کی آپس میں دوستی تھی لیکن کبھی کبھی ان سے رابطہ ہوتا تھا۔ اب وہ ڈی جی سوچ رہا تھا کہ فون کے ذریعے برین آدم سے رابطہ کرے گا پھر اسے رابرٹ کے بارے میں بتائے گا۔

جوزف وسکی تیج پال کو یہ باتیں بتانے لگا تو وہ پریشان ہو کر بولا "یہ تو مصیبت ہوگئی یہ الپا سچ میں کہاں سے آٹپکی ہے۔"

جوزف وسکی نے کہا "ابھی تو خیریت ہے الپا سے اس کا رابطہ نہیں ہوا ہے۔ وہ فون سے رابطہ کرنے والا ہے۔"

فوراً اس کے دماغ میں جاؤ اور اسے صحیح نمبر ڈائل نہ کرنے دو۔ اسے فی الحال الپا سے کوئی بات کرنے سے روکو۔ جوزف وسکی پھر اس کے دماغ میں چلا گیا۔ وہ اس وقت اپنے فون پر برین آدم کا نمبر سچ کررہا تھا۔ ایسے وقت جوزف وسکی نے اس کے دماغ میں وسوسہ ڈال دیا وہ غلط نمبر ڈائل کرکے رابطہ کرنے لگا۔ بار بار غلط نمبر ڈائل کرنے کے باعث اس نے جھنجلا کر فون کو بند کرکے رکھ دیا۔ پھر سوچا شاید کوئی گڑبڑ ہے۔ بعد میں فون کروں گا۔

تیج پال نے کہا "رابرٹ سے کہو کہ کسی طرح اس لڑکی کے پیچھا چھڑا کر آئے۔ لیکن کوئی سختی نہ کرے محبت سے اس کے ساتھ پیش آئے۔ ورنہ گڑبڑ ہوجائے گی پھر تم چاروں چھ چھ گھنٹوں کا وقت مقرر کرو تم میں سے ہر ایک اس ڈائریکٹر جنرل کے دماغ میں چھ گھنٹوں تک رہے گا اور اسے کبھی الپا سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں دے گا۔ اس وقت تک ہم سوچتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

ان کے ایک ساتھی مائیک لورو نے کہا "اس میں سوچنا کیا ہے۔ ڈائریکٹر جنرل کو ختم کردیا جائے سارا قصہ ختم ہوجائے گا۔"

تیج پال نے کہا "ہو سکتا ہے۔ ڈائریکٹر جنرل نے کسی اور کو رازدار بنایا ہو۔ اپنی بیٹی کو بتایا ہو کہ الپا سے دماغی رابطہ ہوا ہے کسی اور دوست کو بتایا ہو۔ پہلے اس معاملے میں اچھی طرح چھان بین کرو اور اس ڈائریکٹر جنرل کے چور خیالات اچھی طرح پڑھو۔"

وہ تینوں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تیج پال سوچنے لگا "ڈائریکٹر جنرل کو قتل کرنا دانش مندی نہیں ہوگی کبھی الپا وہاں آئے گی اور اسے پتا چلے گا کہ اسے قتل کیا گیا ہے اس کی بیٹی کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرے گی یا دفتر والوں سے معلوم کرے گی کہ قتل کے وقت یا اس سے پہلے اس کے پاس کون آیا تھا تو یہ بات چھپی نہ رہ سکے گی کہ اس کی بیٹی کے ساتھ رابرٹ نامی ایک شخص آیا تھا۔

اور اگر رابرٹ کو اس سیاہ فام دوشیزہ سے بچانے کے لیے اس دوشیزہ کو قتل کیا جائے تو الپا کو اور زیادہ شبہ ہوگا کہ یقیناً باپ کے قتل کا تعلق رابرٹ سے ضرور ہے لہٰذا وہ رابرٹ اور پھر اس کے ساتھیوں تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔"

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں واپس آئے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ڈائریکٹر جنرل کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اس کے خیالات بتایا ہے کہ وہ اپنے دفتر کے معاملات میں اپنی بیٹی کو نہیں بتاتا کہ

ہے اور نہ ہی کبھی اس نے الپا کا ذکر اپنی بیٹی سے کیا ہے۔

تیج پال نے کہا "یہ سب اپنی جگہ درست ہے لیکن ڈائریکٹر جنرل کو قتل کرنے سے مصیبتیں بڑھیں گی۔ اگر الپا کو شبہ ہوگا تو وہ معلوم کرے گی کہ ڈائریکٹر جنرل کی موت سے پہلے کس نے اس سے ملاقات کی تھی۔ پتا چلے گا کہ اس کی بیٹی رابرٹ کو اپنے ساتھ لے کر آئی تھی۔ پھر الپا اس کی بیٹی کے دماغ میں جائے گی اور رابرٹ کے متعلق معلوم کرے گی اور رابرٹ کے ذریعے پھر وہ ہم سب تک پہنچنے کی کوشش کرے گی اگر رابرٹ اس کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گا تو اسے اور شبہ ہوگا کہ ہم تو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ پتا نہیں کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں پھر وہ ہم سب کے پیچھے پڑجائے گی۔ لہٰذا میری بات مان لو اور ڈائریکٹر جنرل کو قتل کرنے کا خیال دل سے نکال دو۔"

ہیزون نے کہا "اس کا مطلب ہے ہم سب کو چھ چھ گھنٹے اس کے دماغ میں ڈیوٹی دینی ہوگی لیکن اگر الپا نے اس سے رابطہ کیا۔ تب ہم اسے کس طرح روکیں گے۔"

"کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اس کے چور خیالات کے خانے پر قبضہ جما کر رکھنا۔ وہ ہمارے بارے میں کچھ معلوم نہیں کرسکے گی اور نہ ڈائریکٹر جنرل اسے رابرٹ کے بارے میں کچھ بتا پائے گا۔ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ جہاں تک ممکن ہوسکے قتل و غارت گری سے پرہیز کرو۔ کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا کوئی کام نہ کرو۔"

مائیک مورو نے کہا "ہم تو تمہاری ہر بات تسلیم کرتے ہیں۔ اسے بھی تسلیم کریں گے۔ تم کہو گے تو اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے لیکن ایک بات کرنا چاہتا ہوں اگر ہم دونوں باپ بیٹی کو ختم کریں تو وہ کیسے رابرٹ تک پہنچے گی۔"

وہ دفتر والوں سے معلوم کرے گی کہ ڈائریکٹر جنرل اپنی موت سے پہلے کن لوگوں سے ملا تھا۔ پتا چلے گا کہ موت سے پہلے اس کی بیٹی رابرٹ کو لے کر اس کے دفتر میں گئی تھی۔ تم یہ بات نہیں سمجھتے کہ ایک کڑی سے دوسری کڑی ملتی چلی جاتی ہے۔ اس طرح ہم اپنی ذہانت سے سوچتے ہیں اور دشمن اپنی ذہانت سے سوچ کر ہم تک پہنچ جاتا ہے۔"

ہیزون اور جوزف وسکی نے کہا "یار مائیک مورو تم بحث نہ کرو۔ تیج پال کا ذہن جتنی دور تک کام کرتا ہے ہم اتنی دور تک نہیں سوچ سکتے۔ یہ درست کہہ رہا ہے ہمیں خون خرابے سے پرہیز کرنا چاہیے اور کوئی بھی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے کہ لوگوں کو یہ شبہ ہو کہ ہم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں یا کسی بھی پہلو سے ہم پراسرار ہیں۔"

اگر صبر سے اور ذہانت سے کام لیا جائے تو تدبیر سے نہیں تو تقدیر سے کام نکل آتا ہے۔ اس وقت تقدیر یوں ساتھ دے رہی تھی کہ قتل ایب میں الپا کار ڈرائیو کرتی ہوئی ایک فٹ پاتھ کے کنارے روک کر راہ سے اتر کر سڑک پار کرتی ہوئی ایک شاپنگ سینٹر میں جانے والی تھی۔ دوسرے فٹ پاتھ کے پاس کھڑے ہوئے ٹرک کا پچھلا حصہ اچانک کھلا تو اس میں سے بھاری سامان گرنے لگا وہ سامان الپا پر گرنے والا تھا۔ اچانک ہی جینی چھلانگ لگا کر الپا کو گراتی ہوئی آگے کی طرف لڑھکتی ہوئی چلی گئی۔

الپا دونوں سے کچھ بیمار تھی۔ ذرا طبیعت سنبھلنے پر شاپنگ کے لیے نکلی تھی۔ جسمانی طور پر کمزوری باقی تھی۔ ایسے میں یہ حادثہ پیش آیا اور جینی کے ساتھ لڑھکنے کے باعث اس کے سر پر چوٹ لگی۔ جینی نے اس کے سر کے پچھلے حصے کو سہلاتے ہوئے کہا "ہمت کرو میں نے تمہیں بچالیا ہے۔ تم پر اب کوئی بھاری سامان نہیں گرے گا۔"

جینی ایسا کہتے کہتے چونک گئی۔ اس کا سر سہلاتے ہوئے اس نے محسوس کیا کہ اس کے سر کے پچھلے حصے میں کوئی چیز پھنسی ہوئی ہے۔ اس نے پھر سہلایا اور بالوں کو ہٹا کر دیکھا تو اسے دو کیلوں کا اوپری حصہ ذرا سا نظر آیا۔

الپا کمزوری کے باعث اس کا سہارا لے کر اٹھ رہی تھی۔ جینی نے کہا "لعنت ہے اتنا خوب صورت شہر ہے اور سڑکوں کی صفائی نہیں کی جاتی بے چاری کے سر پر دو کیلیں چبھ گئی ہیں۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی انگلیوں کے ناخنوں کو ان کیلوں کے پاس لے جاکر پہلے ایک کیل کو کھینچ کر نکالا تو الپا کراہ کر بولی "اے تم کیا کررہی ہو؟"

اس کے ایسا کہتے کہتے اس نے دوسری کیل بھی کھینچ کر نکال لی پھر بولی "تمہاری بھلائی کررہی ہوں یہاں گرتے ہی تمہارے سر کے پچھلے حصے میں دو کیلیں چبھ گئی تھیں۔ یہ دیکھو۔" جینی نے اپنی ہتھیلی پر وہ دونوں کیلیں رکھ کر دکھائیں پھر انہیں دور پھینک دیا۔ الپا تیزی سے دوڑتی ہوئی ان کیلوں کی طرف جانے لگی۔ جینی اس کے پیچھے دوڑتی ہوئی بولی "ارے تم کہاں بھاگی جارہی ہو۔ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تمہیں چوٹ لگی ہوئی ہے۔"

اس نے الپا کو پکڑلیا۔ الپا نے کہا "مجھے چھوڑو کیا تم پاگل کی بچی ہو۔ مجھے وہ کیلیں اٹھانے دو۔"

"تعجب ہے پاگل مجھے کہہ رہی ہو اور ان کیلوں کو اٹھا رہی ہو۔ جن سے تمہیں تکلیف پہنچ رہی تھی۔"

پورس اس مارکیٹ میں جینی کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ وہ ایک عورت کو پکڑے ہوئے ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ پھر ابنارمل ہورہی ہے اور کوئی الٹی سیدھی حرکت کررہی ہے۔ وہ دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا پھر کہا "یہ کیا کررہی ہو؟ پلیز روبی اس عورت کو چھوڑ دو۔"

الپا نے کہا "یہ لڑکی کون ہے؟ یہ کیوں میرے پیچھے پڑگئی ہے؟"

جینی نے پورس سے کہا "میں اس کے پیچھے نہیں پڑی ہوں۔ بلکہ یہ پاگلوں جیسی حرکت کررہی ہے۔ ابھی میں نہ ہوتی تو یہ مرجاتی۔ یہ جو ادھر ٹرک دیکھ رہے ہو۔ وہاں سے اس پر بھاری

سامان گر رہا تھا میں نے اسے بچایا ہم دونوں سڑک پر گرے تو اس کے سر پر دو کیلیں چبھ گئیں۔ میں نے انہیں نکالا اور نکال کر پھینک دیا تو یہ مجھ پر ناراض ہونے لگی کہ میں نے کیوں اس کے سر پر سے کیلیں نکالیں۔ بھلا بتاؤ یہ بھی کوئی تک ہے۔ میں نے نیکی کی ہے تو یہ ناراض ہو رہی ہے۔"

پورس نے اس سے پوچھا "بھئی پلیز تم ہی کچھ بتاؤ۔ آخر بات کیا ہے۔"

الپا نے کہا "بات کچھ بھی نہیں ہے۔ بس اس سے کہو کہ یہ مجھے چھوڑے ورنہ میں اس کی پٹائی کروں گی۔"

جینی نے کہا "تم اور میری پٹائی کروگی۔ جانتی ہو میں کتنی بڑی فائٹر ہوں۔"

پورس نے ڈانٹ کر کہا "روبی پلیز خاموش رہو زیادہ نہ بولو۔"

الپا خیال خوانی کے ذریعے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی۔ لیکن وہ کمزوری کے باعث ایسا نہ کر سکی۔ ایک تو پچھلے دو دنوں سے بیمار تھی پھر ابھی گرنے کے باعث چوٹیں لگی تھیں۔ تیسری مصیبت یہ کہ وہ دونوں کیلیں نکالنے سے تکلیف محسوس کر رہی تھی اس کے باعث وہ خیال خوانی نہیں کر سکی۔ پورس اس کی آواز سن کر چونک گیا کیونکہ وہ بالکل الپا کے لب و لہجے میں بول رہی تھی اور الپا اس وقت یہ بھول گئی تھی کہ اس وقت اسے اپنے خاص لب و لہجے میں نہیں بولنا چاہیے۔

پورس فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا پھر یہ محسوس کیا کہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی ہے۔ اس نے چور خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ اس نے بظاہر اپنے دماغ کو جو مردہ ظاہر کیا تھا تو ان کیلوں کی وجہ ہی سے کیا تھا اور وہ کیلیں کیوں لگائی تھیں۔ کس وجہ سے لگائی تھیں کس نے لگائی تھیں۔ یہ ساری باتیں اس نے اس کے چور خیالات سے معلوم کر لیں۔

اس نے جینی کا ہاتھ پکڑ کر اس سے کہا "پلیز روبی اس عورت کا ہاتھ چھوڑ دو۔ یہ بے چاری پہلے ہی زخمی ہے اور بیمار نظر آ رہی ہے۔" پھر اس نے الپا سے کہا "میڈم ہم آپ کے لیے کچھ کر سکتے ہیں؟"

اس نے کہا "بس آپ نے ایک پاگل سے میرا پیچھا چھڑا دیا یہی کافی ہے۔"

جینی نے کہا "پاگل تو تو ہے۔"

پورس نے جینی کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ الپا دوڑتی ہوئی ادھر ادھر کیلوں کو تلاش کرنے لگی۔ پورس نے خیال خوانی کے ذریعے جینی سے کہا "پلیز تم زیادہ نہ بولو۔ میں ایک بہت راز کی بات بتا رہا ہوں۔ اس وقت ہمارے سامنے الپا ہے اور وہ دو کیلیں جنہیں وہ ڈھونڈ رہی ہے۔ ان کیلوں کے اثر سے ہی اس نے اپنے دماغ کو مردہ بنا رکھا تھا۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ تک نہیں پہنچ پاتا تھا۔ اسی لیے وہ پریشان ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "پھر تو کمال ہو گیا۔ یہ کمال میں نے کیا ہے۔ میں نے اسے بچایا بھی ہے اور اس کی کیلیں بھی نکالی ہیں۔"

پورس نے اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا "تم تو بہت ہوشیار ہو۔ بس اس وقت میرا کہا مانتی جاؤ اور اس وقت ذرا خاموشی اختیار کرو۔ یہ ظاہر نہ ہونے دو کہ ہم نے الپا کو پہچان لیا ہے۔ پھر آگے جاؤ اور ان کیلوں کو تلاش کر کے اسے دے دو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ وہ کیلیں مل جانے سے وہ پھر اپنے دماغ کو مردہ ظاہر کرے گی۔"

"میں جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔"

وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر گھورتے ہوئے بولی۔

"اے تم کیا مجھے حکم دے رہے ہو اے کیا میں تمہاری ملازمہ ہوں کہ تم جو کہو گے وہ کروں گی۔"

وہ کان پکڑتے ہوئے بولا "اوہ بابا مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میرا یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بس تم ابھی اس کی دوست بن کر رہو اور اس کے کام آ جاؤ۔"

وہ آگے بڑھ کر ادھر ادھر کیلیں تلاش کرنے لگی پھر ایک جگہ سے کیل اٹھا کر الپا کو دکھائی ہوئی بولی "دیکھو کیا یہ وہی کیل ہے؟"

الپا نے اسے لیتے ہوئے کہا "بہت بہت شکریہ۔ میں تمہیں پاگل کہہ رہی تھی۔ اس کے لیے معافی چاہتی ہوں۔"

"نہیں کوئی بات نہیں میں سمجھ نہیں پاتی جو چیز تمہارے لیے غیر اہم ہوتی ہے دوسروں کے لیے کتنی اہمیت رکھتی ہے۔ بہرحال میں دوسری کیل بھی تلاش کرتی ہوں۔" وہ دونوں تلاش کرنے لگیں۔ دوسری کیل الپا کو مل گئی۔ وہ بولی "یہ دیکھو دوسری کیل بھی مل گئی۔ اچھا میں ذرا جلدی میں ہوں جا رہی ہوں تمہارا بہت بہت شکریہ۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی گاڑی کے قریب گئی پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کر کے تیزی سے گاڑی کو دوڑاتی ہوئی چلی گئی۔ جینی نے پورس سے پوچھا "یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اتنا بڑا شکار ہاتھ آیا اور تم نے اسے یونہی جانے دیا۔"

"دراصل جس نے اس کے دماغ میں کیلیں لگائی تھی۔ میں نے اس وچ ڈاکٹر کا نام اور پتا معلوم کر لیا ہے۔ آؤ سب سے پہلے ہم وہاں چلیں۔"

وہ دونوں اپنی ایک کار میں بیٹھ کر اسے تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک چرچ کے پیچھے اس رہائش گاہ میں پہنچے جہاں وہ وچ ڈاکٹر جمال رابن رہتا تھا۔ اسی نے الپا اور برین آدم کے دماغ کو مردہ بنایا تھا۔ پورس نے کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ جمال رابن نے اسے دیکھ کر پوچھا "کون ہو تم اور یہ لڑکی کون ہے؟"

"ہم آپ کے پاس ضروری کام سے آئے ہیں۔ پلیز ہمیں اندر آنے دیں۔"

وہ ایک طرف ہو گیا۔ وہ دونوں اندر آئے۔ پورس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔

جمال رابن نے کہا "یہ میرا گھر ہے۔ میں دروازے کو اندر سے بند کر سکتا ہوں۔ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے اسے کھول دو۔"

"میں جاتے وقت کھول دوں گا۔ تم صرف اتنا بتاؤ کہ وہ کیا جادوئی عمل ہے کہ کیلوں کو دماغ میں پیوست کر دینے سے وہ بظاہر مردہ ہو جاتے ہیں پھر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان دماغوں تک نہیں پہنچ پاتا۔"

جمال رابن پریشان ہو کر بولا "تم کیسی باتیں کر رہے ہو کس کی باتیں کر رہے ہو؟"

پورس نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے حلق کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا پھر کہا "یہ تمہارا آخری وقت ہے۔ اب بتاؤ۔"

وہ سہم کر بولا "دیکھو میں بہت خطرناک ہوں۔ میں اپنا بچاؤ کروں گا تو تم پر مصیبت آ جائے گی۔"

"مصیبت اس وقت آئے گی جب تم ایک سانس کے بعد دوسری سانس لے سکو گے۔" یہ کہتے ہی اس نے اس کے گلے کو دبوچ لیا۔ اتنی زور سے دبوچا کہ وہ سانس بھی نہ لے سکا۔ جدوجہد کرنے لگا لیکن ذرا سی دیر میں ہی اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیر ہو گئے۔ اس کی آنکھیں حلقوم سے جیسے باہر آنے لگیں۔ وہ ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ پورس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس کے خیال کی لہریں واپس آ گئیں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ جمال رابن مردہ ہو چکا ہے۔ اس نے اسے فرش پر پھینک دیا پھر جینی سے بولا "بس اب باقی برین آدم رہ گیا۔ اس کو بھی جلدی دیکھنا ہے۔"

الپا تیزی سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے خفیہ بنگلے میں آئی۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے ٹیلی فون کے ذریعے برین آدم رابطہ کیا اور اسے بتایا کہ "اس کے ساتھ بڑی مشکل پیش آئی ہے۔ اس کی دونوں کیلیں سر سے نکل گئی ہیں اور دماغ بہت کمزور ہو گیا ہے۔ وہ عارضی طور پر خیال خوانی کے قابل بھی نہیں رہی ہے لہٰذا جلدی اگر اسے ڈاکٹر جمال رابن کے پاس لے چلے گا۔"

برین آدم نے کہا "تم انتظار کرو میں ابھی آ رہا ہوں۔"

الپا کو تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ برین آدم وعدے کے مطابق جلد ہی آیا پھر اسے اپنی کار میں بٹھا کر اس وچ ڈاکٹر جمال رابن کے گھر پہنچا۔ وہاں اس نے کار روکی تو اسے دور ہی سے اس کی رہائش گاہ کا سامنے والا دروازہ کھلا نظر آیا۔ اس نے الپا کے ساتھ اندر آتے ہوئے آواز دی "ہیلو مسٹر رابن!"

اسے جواب نہیں ملا۔ برین آدم نے کہا "الپا تم ادھر جا کر بیٹھو میں ادھر جا رہا ہوں۔ وہ دونوں مخالف سمتوں میں گئے۔ جب برین آدم دوسرے کمرے میں پہنچا تو اچانک ہی پورس نے اسے دبوچ کر اس کی گردن دبوچ لی۔ برین آدم اس کی گرفت سے نکلنے کے لیے مچلنے لگا لیکن وہ کوئی موم کے ہاتھ نہیں تھے کہ وہ وہاں سے نکل پاتا۔ پورس نے ایک بازو سے اس کی گردن کو اچھی طرح جکڑ کر دوسرے ہاتھ سے اس کے سر کے پیچھے سے ان دو کیلوں کو بھی نکال ڈالا وہ بھی کراہنے لگا۔ کمزوری محسوس کرنے لگا۔

دوسری طرف الپا اس وچ ڈاکٹر کو تلاش کرتی ہوئی ایک کمرے میں پہنچی تو وہاں جینی کو دیکھ کر چونک گئی پھر بولی "تم..... تم یہاں ہو؟"

"مجھے اور کہاں ہونا چاہیے تھا۔ تم نے مجھے نہیں پہچانا میں وہی ہوں جو اس رات تمہارے بنگلے میں آئی تھی اور ایک آرمی افسر نے یہ شکایت کی تھی کہ میں نے اس کی مونچھوں کو کھینچا ہے۔ اس وقت سے ہم برین آدم کے پیچھے تھے۔ اس کے سہارے ہم تم تک پہنچ گئے۔ تمہارے سر سے دو کیلیں نکالنے کا سہرا میرے سر ہے لیکن سہرا سر پر کیسے ہوتا ہے۔ میرے سامنے آئینہ ہے اور مجھے سہرا نظر نہیں آ رہا ہے۔" الپا نے اسے سہم کر دیکھا پھر دوڑتی ہوئی دوسری طرف جانے لگی۔ جب وہ دوسرے کمرے میں پہنچی تو برین آدم فرش پر پڑا ہوا تھا اور تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ الپا نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"پتا نہیں کوئی شخص تھا۔ اس نے مجھے اس طرح دبوچ لیا تھا کہ اس کی گرفت سے نکلنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس نے دونوں کیلیں میرے سر سے نکال ڈالی ہیں۔ اب تو کوئی بھی دوست یا دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغوں میں آ سکے گا۔"

الپا نے پوچھا "مگر وہ کون تھا؟"

"پتا نہیں۔"

اس نے کہا "اس رات جو لڑکی میرے خفیہ بنگلے میں آئی تھی۔ وہ دوسرے کمرے میں ہے۔"

وہ دوڑتے ہوئے دوسرے کمرے میں گئے تو نہ وہاں جینی تھی اور نہ پورس۔ اب وہاں اس کمرے میں الپا اور برین آدم رہ گئے تھے۔ جب وہ اس مکان کے دوسری طرف تیسرے کمرے میں گئے تو وہاں وچ ڈاکٹر جمال رابن کی لاش پڑی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اس لاش کو دیکھ کر یہ سمجھ میں آ گیا کہ وہ دونوں اب کبھی اپنے دماغوں کو مردہ ظاہر نہ کر سکیں گے اور نہ ہی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں آنے سے روک سکیں گے۔

سوال پیدا ہوا وہ دونوں کون تھے؟ وہ جو بھی تھے بے حد چالباز تھے۔ انہوں نے وچ ڈاکٹر کو ہلاک کر کے ان دونوں کو غیر معمولی دماغ رکھنے کے قابل رہنے نہیں دیا تھا۔ اب وہ الپا ایک عام ٹیلی پیتھی جاننے والی رہ گئی تھی اور وہ برین آدم ایک عام سا آرمی انٹیلی جینس کا ڈائریکٹر جنرل رہ گیا تھا۔ وہ یوگا کا ماہر نہیں بن سکتا تھا۔ الپا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر صوفے پر گر پڑی اس کے دماغ میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا "آخر وہ پاگل کی بچی گون تھی؟"

انسان خود اپنی ذات میں تماشا بھی ہے اور تماشائی بھی۔ خود تماشا کرتا اور خود ہی دیکھتا بھی ہے' جیسا کہ الپا اور برین آدم دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے دماغ کو مردہ ظاہر کرنے کا جو تماشا دکھایا تھا۔ اب وہ ان کے لیے عذاب بننے والا تھا' اب وہ تماشا بننے والے تھے۔ ان کے مخالفین ٹیلی پیتھی جاننے والے تماشائی بن کر انہیں کچھ پتلی کی طرح نچانے والے تھے۔

ان کے سامنے ان کے وچ ڈاکٹر جمال راہن کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ان کے سروں کے پچھلے حصوں میں جادوئی عمل کے ذریعے جو کیلیں پیوست کی گئی تھیں۔ وہ ان دونوں کے پاس تھیں لیکن وہ کیلیں پیوست کرنے والا اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ وہ دونوں پہلے کی طرح زندہ تھے اور اب ان کا دماغ بھی زندہ رہنے والا تھا' لیکن وہ دشمنوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے تھے۔

ماضی میں الپا بڑے بڑے شہ زوروں سے ٹکرا کر انہیں شکست دیتی رہی تھی۔ انہیں بڑی مکاری سے دھوکے دیتی رہی تھی۔ انہیں بڑے بڑے نقصان پہنچاتی رہی تھی۔ اور خود بھی شکست کھاتی رہی تھی اور بہت بڑے نقصانات اٹھانے کے باوجود اس نے دل برداشتہ ہونا نہیں سیکھا تھا۔ کبھی مایوس نہیں ہوتی تھی لیکن اب وہ بری طرح مایوس ہو کر بولی "بگ برادر اب کیا ہوگا؟ یہ تو کھیل ہی بگڑ گیا۔ اب تو وہ کم بخت گرونارنگ ہمارے دماغوں میں آسانی سے آتا رہے گا۔"

برین آدم نے کہا "تم کہہ رہی تھیں کہ تمہارے سر سے ایک لڑکی نے کیلیں نکالی تھیں اور جب میں یہاں آیا تو ایک مرد نے میرے سر سے کیلیں نکالیں' اس کا مطلب ہے کہ ہمارے دو دشمن ہیں۔"

"لیکن دشمن دو سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں' ہو سکتا ہے کہ وہ دشمنوں کے آلۂ کار ہوں۔"

"ہم اس پر بعد میں سوچیں گے۔ ابھی تو ہمارے سامنے دو دشمن ہیں اگر ہم پر ان دو دشمنوں تک پہنچ جائیں اور ان سے حقیقت اگلوالیں اور یہ معلوم کرلیں کہ وہ کسی کے آلۂ کار نہیں ہیں اور انہوں نے خود ہی ایسا ہمارے ساتھ کیا ہے تو یہ بات چھپی رہے گی کہ ہمارے دماغوں سے کیلیں نکل چکی ہیں اور ہمارے دماغ اب مردہ نہیں رہے۔ دشمن تو یہی سمجھتے رہیں گے کہ وہ ہمارے دماغوں میں کبھی نہیں آسکیں گے۔"

"ہاں میں آپ کی بات سمجھ رہی ہوں۔ پہلے ہمیں ان دونوں کو تلاش کرنا ہوگا مگر انہیں کہاں تلاش کیا جائے؟"

وہ سوچنے لگی' پھر بولی "وہ لڑکی اس رات میرے بنگلے میں آئی تھی۔ اس نے دروازے پر دستک دی تھی اور تم سے شکایت کی تھی کہ ایک مونچھوں والا اس کا تعاقب کر رہا ہے اور وہ ایک آرمی آفیسر تھا۔ جو تمہارے کہنے پر واپس چلا گیا تھا۔ یہ وہی لڑکی تھی۔ اس کا نام روبی ہے۔"

"تمہیں اچھی طرح یاد ہے کہ اس کا نام روبی ہے؟"

"ہاں تم خود سوچو جب اس لڑکی نے تم سے آکر بات کی تھی اور اس نے اپنے شوہر کا نام بھی بتایا تھا تو تم نے اس کے شوہر کے بارے میں انکوائری کی تھی' پھر ان کی باتیں سچ نکلی تھیں۔"

برین آدم سوچنے لگا پھر بولا "ہاں وہ الیکٹریکل کمپنی میں کوئی انجینئر تھا اس نے اپنا کوئی نام بتایا تھا۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے فون کے ذریعے الیکٹریکل کمپنی کے ایک آفیسر سے رابطہ کرتے ہوئے کہا "میں انٹیلی جنس کا ایک اعلیٰ افسر بول رہا ہوں۔ انکوائری کے طور پر پوچھ رہا ہوں' تمہاری کمپنی میں کوئی ایسا انجینئر ہے جو پچھلے دنوں لندن گیا ہو اور وہاں سے شادی کرکے آیا ہو۔"

"جی ہاں ہمارا ایک الیکٹریکل انجینئر ہے۔ اس کا نام نارمن اسٹون ہے۔"

"وہ اس وقت کہاں مل سکتا ہے؟"

"پتا نہیں آج اس کی چھٹی کا دن ہے کل وہ ڈیوٹی پر آئے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بنگلے میں ہو۔"

"اس کے بنگلے کا فون نمبر بتاؤ۔"

اسے فون نمبر بتایا گیا۔ اس نے فون بند کرکے اس نمبر کو گھمایا پھر اپنے کان سے لگا کر سننے لگا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی لیکن کوئی ریسیور نہیں اٹھا رہا تھا۔ دراصل جینی اور پورن وہاں سے فوراً ہی اپنا ضروری سامان لے کر چلے گئے تھے' اور ایک جگہ جاکر جلدی جلدی اپنے چہرے پر تھوڑی بہت تبدیلیاں کی تھیں تاکہ فوراً پہچانے جانے میں نہ آئیں۔ ان کا ارادہ تھا کہ کسی دوسری جگہ جاکر اطمینان سے موقع ملے گا تو چہرے کو پوری طرح سے تبدیل کیا جائے گا۔ بہرحال اب وہاں کوئی نہیں تھا اور فون کی گھنٹی بجتی رہی تھی پھر برین آدم نے اپنا فون بند کرکے کہا "وہاں گھنٹی بج رہی ہے لیکن اٹھانے والا کوئی نہیں ہے اس کا مطلب ہے کہ نارمن اسٹون اپنی وائف کے ساتھ کہیں فرار ہو گیا ہے۔"

"وہ فرار ہو کر ابھی قتل ایبب سے باہر نہیں گیا ہوگا۔ آپ فوراً تمام سراغ رسانوں اور پولیس والوں کو ہوشیار کریں اور ناکہ بندی کرائیں۔"

وہ فوراً اپنے سراغ رسانوں اور پولیس والوں سے رابطہ کرکے ان کے حلیے بتا کر ان سے کہنے لگا۔ قتل ایبب اور جینہ ڈیو سے باہر جانے والے جتنے راستے ہیں سب کی ناکا بندی کی جائے جہاں بھی ایک مرد اور ایک عورت نظر آئے انہیں فوراً چیک کیا جائے۔ ان کے چہرے میک اپ زدہ ہوں گے' اگر میک اپ میں نہ آئے تو فوراً فون کرکے کسی بھی سراغ رساں سے اپنی میک اپ لینس منگوا کر ان کے چہروں کو دیکھا جائے۔ ایک چہرے کے پیچھے دوسرا چھپا ہوا اصلی چہرہ نظر آجائے گا۔"

پھر اس نے ایک اور ماتحت سے رابطہ کرکے اسے جمال راہن

کے بنگلے کا پتا بتا کر کہا "یہاں جمال راہن کی لاش پڑی ہے۔ اسے پوسٹ مارٹم کے لیے لے جاؤ اور سراغ رسانوں سے کہو یہاں آکر فنگر پرنٹس اور قدموں کے نشانات وغیرہ لے کر اس طرح مجرموں کی نشان دہی کریں کہ ہم جلد سے جلد ان تک پہنچ سکیں۔"

اس نے فون بند کرکے الپا کی طرف دیکھا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک صوفے پر بٹھا کر پوچھا "اتنی دیر ہو چکی ہے۔ کیا اب تک کوئی تمہارے دماغ میں آیا ہے؟"

"نہیں میں نے کسی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا ہے۔ شاید اس لیے کہ میرا دماغ پوری طرح توانائی حاصل نہیں کرپایا ہے۔"

"نہیں میں تو محسوس کر رہا ہوں کہ دماغی طور پر پوری طرح ٹھیک ہو چکا ہوں۔ پلیز تم اپنی دماغی توانائی آزماؤ' ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کے دماغ میں بلکہ میرے دماغ میں آؤ۔"

الپا نے خیال خوانی کی اور برین آدم کے دماغ میں پہنچ کر بولی "ہاں میں تمہارے دماغ میں ہوں۔"

برین آدم نے کہا "ہاں میرا دماغ بھی اتنا توانا ہے کہ میں تمہیں محسوس کر سکتا ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم دونوں اب دماغی طور پر کمزور نہیں رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"اس کا مطلب ایک ہے وہ یہ کہ ہمارے ساتھ دشمنی کی گئی ہے اور دشمنی کرنے والا اب تک میرے اور تمہارے دماغ میں نہیں آیا ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے اگر وہ دشمن ہے تو میرے اور تمہارے دماغ میں آکر چیلنج کر سکتا ہے کہ ہم اپنے دماغ کو مردہ ظاہر کر سکتے ہیں تو کرکے دکھائیں۔ وہ اپنی جیت پر فخر کرے گا اور ہماری شکست کا مذاق اڑائے گا لیکن وہ کچھ نہیں کر رہا ہے۔"

"واقعی بگ برادر میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا اب تک میرے دماغ میں کوئی نہیں آیا ہے۔ کوئی دشمن ہے تو اسے ضرور آنا چاہیے اور اگر دشمن نہیں ہے تو اس نے ہمارے ساتھ ایسی حرکتیں کیوں کیں' اس وچ ڈاکٹر جمال راہن کو کیوں ہلاک کیا ہے اور ہمارے سر سے کیلیں کیوں نکالی ہیں۔"

برین آدم نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا "ایک ہی بات سمجھ میں آرہی ہے کہ جن لوگوں نے ہمارے ساتھ دشمنی کی ہے وہ اس وقت کسی محفوظ پناہ گاہ کی تلاش میں بھاگتے پھر رہے ہوں گے اس لیے انہیں خیال خوانی کے ذریعے ہمارے اندر آنے کی فرصت نہیں مل رہی ہوگی۔"

برین آدم نے پھر فون کرکے آرمی ہیڈ کوارٹر والوں سے کہا "جتنے ٹیکی کاپٹرز ہیں۔ انہیں فوری طور پر۔۔۔ روانہ کرو اور ان سے کہو کہ پورے قتل ایبب جینہ اور آس پاس کے جتنے آباد اور غیر آباد علاقے ہیں۔ وہاں پرواز کریں' جہاں بھی ایک جوان مرد اور ایک جوان لڑکی تنہا نظر آئیں یا اِدھر سے اُدھر دوڑتے دکھائی دیں تو فوراً اپنی رابطہ کمیٹی کو اطلاع دیں اور انہیں اس جگہ پہنچنے کے لیے کہو۔ وہ دونوں کسی آبادی میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں اور کسی ویرانے میں بھی کسی نہ کسی پناہ گاہ کی تلاش میں نظر آسکتے ہیں۔"

اب سوچا جائے تو دنیا کا کون سا ملک اور کون سا شہر اور کون سا علاقہ ایسا ہے جہاں محبت کرنے والے نہیں ہوتے ہوں اور جہاں محبت کی ناکامی سے پریشان ہو کر گھر سے بھاگنے والے نہ ہوتے ہوں۔ لہٰذا اتنی بڑی دنیا میں ہر ملک میں اور ہر شہر میں محبت کرنے والے فرار ہوتے دکھائی دیتے ہیں یا ان کے حالات مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنی جان کی امان کے لیے دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے کسی دوسری جگہ بھاگتے پھریں۔

ان تمام حالات کے پیشِ نظر قتل ایبب میں بھی ایسے کئی جوان لڑکے اور لڑکیاں تھیں اور جوان نہ بھی ہوں تو بھی زیادہ عمر والی بھی جوان نظر آیا کرتی تھیں اور وہ گھر سے بھاگ رہی تھیں۔ ایسے وقت رپورٹ ملی کہ ایک ویرانے میں ایک مرد اور عورت کو بھاگتے دیکھا گیا ہے۔ دوسرے ویران علاقے سے رپورٹ آئی کہ وہاں بھی ایک لڑکے اور لڑکی کو دیکھا گیا ہے' پھر قتل ایبب اور جینہ وغیرہ سے بھی رپورٹیں ملنے لگیں کہ وہاں انہوں نے تقریباً بارہ جوڑے ایسے دیکھے ہیں جو اِدھر سے اُدھر بھٹکتے ہوئے دکھائی دیے ہیں۔

ہیلی کاپٹر سے دیکھنے والوں نے ان ویرانوں سے دو جوڑوں کو گرفتار کرلیا تھا۔ قتل ایبب اور جینہ سے بھی وہ بارہ جوڑے گرفتار کرلیے گئے تھے اور انہیں ایک جگہ لاکر قید کردیا گیا تھا۔ ایسے میں برین آدم نے کہا "اب ان میں سے ایک ایک کے ساتھ گفتگو کی جائے۔ الپا ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کی اصلیت معلوم کرے گی۔"

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ الپا ایک ایک کے خیالات پڑھنے لگی۔ اس دوران برین نے کہا "بگ برادر یہ تو ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم سے دشمنی کرنے والوں میں بابا صاحب کے ادارے والے ہوں گے تو ہم ان کی صحیح شخصیت معلوم نہیں کر سکیں گے ان سب پر روحانی ٹیلی پیتھی کا عمل کیا گیا ہے۔"

"میں مانتا ہوں کہ انہیں خیال خوانی کے ذریعے پکڑنا بہت مشکل ہے۔ انہیں سمجھا نہیں جاسکتا' اس کے باوجود شاید ان کی کسی بات سے کسی حرکت سے پتا چل جائے تم خیالات پڑھتی جاؤ۔"

وہ پھر خیالات پڑھنے لگی۔ ادھر دوسرے سراغ رساں اپنی میک اپ کیمرے اور لینس وغیرہ کے ذریعے ان کے چہروں کا معائنہ کر رہے تھے اور ان کے لواحقین کو بلا کر تصدیق کر رہے تھے کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں یا نہیں؟

اتنے سارے گرفتار ہونے والے لوگوں کو جانچنے کے بعد یہی سمجھ میں آیا کہ ان میں سے کوئی ان کا دشمن نہیں ہے اور نہ ہی ٹیلی

پیتھی جانتا ہے اور نہ کسی سے دشمنی رکھتا ہے' لیکن برین آدم اور الپا مطمئن نہیں تھے' پھر الپا نے کہا "ایک جوان مرد ہے اور ایک خوب صورت لڑکی ہے۔ ان دونوں میں ہمیشہ نوک جھونک چلتی رہتی ہے اور ایک دوسرے سے برتر ہونے کی کوششیں کرتے ہیں۔ لڑکی کا دعویٰ تھا کہ وہ کسی سے ڈرتی نہیں ہے اور وہ جواں مرد کہہ رہا تھا کہ تم ڈرو گی اور میں تمہیں کل ہی ڈراؤں گا اور تم ڈر کے مارے بھاگتی پھرو گی۔"

اس کے مطابق اس جواں مرد نے ایک کھلونا چوہا خریدا جو ریموٹ کنٹرولر سے دوڑتا بھاگتا تھا اور اسی کے ذریعے اسے کنٹرول کیا جاتا تھا۔ اس نے ایک بازار میں اسے چوہے کو اس لڑکی کے پیچھے چھوڑ کر دور سے کہا "وہ دیکھو تمہارے پیچھے چوہا ہے۔"

اس نے چونک کر دیکھا' پھر سہم کر دور ہو گئی۔ اس جوان مرد نے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے اس چوہے کو اس کی طرف بھگایا تو وہ دوڑنے لگی' پھر وہ چوہے ... کو دوڑاتا رہا اور وہ لڑکی ڈر کے مارے چوہے کے ڈر سے بھاگتی رہی۔ پولیس والوں نے سمجھا کہ یہ بھی ان دشمنوں میں سے ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا انہیں بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔

برین آدم نے کہا "دیکھو یہ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ پورس یا پارس ہے۔ کیونکہ یہ اس طرح کی شرارتیں کرتے رہتے ہیں۔"

"ہاں مجھے بھی کچھ شبہ ہو رہا ہے۔ انہیں روک جائے۔"

ان لوگوں کو حراست میں لے کر دوسری جگہ بھیج دیا گیا۔ اس جوان جوڑوں کے بارے میں تفتیش مکمل ہو چکی تھی۔ صرف دو رہ گئے تھے۔ دو میں سے بھی ایک پر شبہ نہیں رہا' لیکن جو آخری بارہواں جوڑا تھا۔ اس میں لڑکی کچھ ابنارمل سی نظر آئی۔ اس کے ماں باپ کو بھی بلایا گیا تھا۔ الپا نے ان کے خیالات بھی پڑھے تو باپ کے خیالات سے پتا چلا کہ لڑکی دماغی طور پر کچھ کھسکی ہوئی سی ہے۔ اکثر گھر سے بھاگ جاتی ہے کسی نئے بوائے فرینڈ کے بہکاوے میں آجاتی ہے اس بار اسے کہا گیا تھا کہ وہ موجودہ بوائے فرینڈ سے دور رہے لیکن وہ کہہ رہی تھی "وہ میرا بوائے فرینڈ نہیں ہے۔ میرا ہزبینڈ ہے میں نے شادی کر لی ہے اور میں تمہاری بیٹی نہیں ہوں۔ میں تو کسی باہر ملک سے آئی ہوں۔"

اس کے باپ نے پوچھا "تم کس ملک سے آئی ہو؟"

لڑکی نے کہا "مجھے یاد نہیں ہے۔ بس میں آپ کی بیٹی نہیں ہوں۔"

یہ خیالات الپا اور برین آدم کو بتا رہے تھے کہ ہو سکتا ہے وہ لڑکی لندن سے آئی ہو۔ اس نے نارمن اسٹون سے شادی کی ہو اور اب دشمنی کرنے کے بعد وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کر رہی ہو اور اس کے اصلی خیالات پڑھنے میں شاید اس لیے ناکامی ہو رہی ہے کہ نارمن اسٹون اور اس لڑکی کا تعلق یقیناً بابا صاحب کے ادارے سے ہو گا۔

برین آدم نے حکم دیا کہ ان دونوں کو حراست میں لے کر کسی ایسی رہائش گاہ میں رکھو جہاں انہیں قیدی ہونے کا احساس نہ ہو۔ ہم ان سے ابھی آگہ بات کریں گے۔

الپا نے کہا "پہلے میں یہاں سے نکل کر جا رہی ہوں۔ کسی گاڑی میں بیٹھ کر کسی دوسرے خفیہ بنگلے میں جاؤں گی' اگر ہم دونوں ساتھ دیکھے گئے تو ہمارے ہی کتنے اکابرین شبہ کریں گے کہ آپ کے ساتھ میں ہی ہو سکتی ہوں۔"

وہ وچ ڈاکٹر جمال راہن کے بنگلے سے نکل کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد برین آدم بھی باہر آیا وہاں پہلے ہی پولیس اور آرمی افسران آچکے تھے اور اس لاش کے بارے میں اپنی قانونی کارروائیوں میں مصروف تھے۔ وہ باہر آکر اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگا۔

○☆○

دیوتا کی یہ داستان آگے بڑھانے سے پہلے میں قارئین کرام سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ دیوتا کی یہ قسط تیئیسویں سال کی آخری قسط ہے۔ اس کے بعد چوبیسواں سال شروع ہونے والا ہے۔ میری طویل داستان لکھنے والے محی الدین نواب سے کبھی غلطیاں بھی ہوتی رہی ہیں اور کبھی ایسے واقعات بھی پیش کیے جاتے رہے ہیں جو بعض قارئین کی سمجھ سے بالاتر رہے ہیں اور بعض قارئین نے اعتراضات کیے ہیں کہ دیوتا ایسی فینٹسی ہے اور اس میں ایسے واقعات پیش کیے جاتے ہیں جنہیں عقل تسلیم نہیں کرتی۔

بے شک انسانی عقل ایسی باتیں تسلیم نہیں کرتی جنہیں اس آدمی نے اپنی جاگتی آنکھوں سے دیکھا نہ ہو۔ ایسی باتیں جو خوابوں میں بھی دکھائی نہ دی ہوں' نہ اس نے کبھی پڑھی ہوں یا کسی سے سنی ہوں تو عقل سوچتی ہے کہ یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ جیسے خیالی اڑان ہو جیسے فینٹسی یا اپنے دماغ سے چونکا دینے والی کوئی بات نکالی گئی ہو۔ خواہ اس میں سچائی ہو یا نہ ہو مگر اس میں دلچسپی ہو اور آدمی اس دلچسپی کو حقیقت سمجھتا چلا جائے۔

جب یہ کہا گیا کہ انسان چاند پر بھی پہنچ سکتا ہے تو کبھی یقین نہیں کیا گیا لیکن جب وہ پہنچ گیا تو عقل اسے تسلیم کرنے لگی۔ اس طرح مریخ مشتری جیسے سیاروں میں جاندار مخلوقات ہیں' اس کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس کے ثبوت تلاش کیے جا رہے ہیں۔ ثبوت ملتے بھی ہیں اور وہ ثبوت مبہم ہوتے ہیں لیکن یہ یقین کی حد تک سمجھا جا رہا ہے کہ خلائی مخلوقات ہماری کائنات میں موجود ہیں۔ ان خلائی مخلوقات کی خیالی تصاویر بھی بنائی گئی ہیں جنہیں فلموں اور کہانیوں میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ کسی نے دیکھا نہیں ہے۔ چونکہ دیکھا نہیں ہے' لہٰذا ابھی ذہن اسے تسلیم نہیں کرتا ہے۔

دنیا کے کچھ علاقوں میں بعض تعلیم یافتہ افراد نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے ایسی عجیب و غریب مخلوقات دیکھی ہیں جن کا تعلق ہماری دنیا سے نہیں ہے' وہ کہیں اور سے ہماری زمین پر آتی ہیں اور پھر پرواز کر گئی ہیں۔ سائنس دان تسلیم کرتے ہیں اور کسی نہ کسی

پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے کہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل میں آئی ہے تو اس کا کوئی سبب ہو گا۔ اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ہو گی پھر وہ اس بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تو اسے سچ ثابت کر دکھاتے ہیں۔ اب اتنی فی صد امکانات ہیں کہ خلائی مخلوقات مختلف سیاروں میں ہیں اور وہ ہم سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ ابھی چونکہ ثبوت حاصل نہیں ہو سکا' تصویری گواہی پیش نظر نہیں ہے' اس لیے یہ بات ابھی قصے کہانی والی ہے یہی قصے کہانی والی بات میں نے بھی اپنی کہانی میں بیان کی تھی کہ خلائی مخلوق ہماری دنیا میں آئی تھی اور نیلی پیتھی والوں سے دوچار ہو کر پھر رخصت ہو گئی۔

میں نے ایک اور ناقابل فہم بات لکھی کہ آدمی ایک گولی بگل کر نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ غائب ہو جاتا ہے۔ بالکل نظر نہیں آتا اور یہ تو بالکل ہی معمولی سی بات ہے۔ یہ سارا کھیل روشنی اور سائے کا ہے۔ ہم بالکل تاریکی میں رہیں گے تو کبھی ایک دوسرے کو نظر نہیں آئیں گے۔ ہاتھ آگے بڑھا کر ایک دوسرے کو ٹٹولتے پھریں گے۔ ہلکی سی مبہم سی روشنی ہو گی تو ہم کچھ دیکھ پائیں گے۔ یعنی دیکھنے کے لیے روشنی بہت ضروری ہے اور اگر صرف روشنی رہے اور اندھیرا یا دوسرے لفظوں میں سایہ نہ رہے تو تب بھی انسان نظر نہیں آئے گا۔ اتنی روشنی میں بالکل دکھائی نہیں دے گا۔ یقین نہ ہو تو اپنے سامنے اتنی تیز روشنی پیدا کر لیں جو آنکھوں کی بینائی برداشت نہ کرتی ہو تو آپ اپنے سامنے والے کو دیکھ نہیں پائیں گے۔ دن اور رات' روشنی اور تاریکی' روشنی اور سایہ' یہ ایک قدرتی تماشا ہے' جس کی وجہ سے انسان کو ایک دوسرے کا وجود دکھائی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہر ملک کے بازی گر یہ تماشا پیش کرتے ہیں کہ چند سیکنڈ کے لیے یا چند منٹوں کے لیے اپنے تماشائیوں کے سامنے اپنے کسی ماتحت کو غائب کر دیتے ہیں اور پھر اسے حاضر کر دیتے ہیں۔ اسے نظر بندی کا کھیل کہتے ہیں۔ یہ کھیل تماشے ہماری دنیا کے ہیں اور ہماری دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے' اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کی کرائی میں اترتے جائیں تو غائب ہونے اور نظر آنے والی بات واضح طور پر سمجھ میں آجائے گی۔

اصل بات یہ ہے کہ دیوتا کی کہانی ہی ایسے موضوع پر ہے جسے سب ہی کی عقل تسلیم نہیں کرتی۔ مثلاً یہ کہ آدمی اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہزاروں میل دور کسی دوسرے کے دماغ میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کی بھی ہمارے دین اسلام میں مثالیں موجود ہیں۔ ہمارے اولیائے کرام کو جو کشف و کرامات حاصل تھیں ان میں سے ایک یہ آگہی بھی تھی کہ جب ان کے سامنے کوئی ضرورت مند آتا تو اس کے چہرے کو دیکھتے ہی وہ فرماتے کہ بیٹے تم فلاں پریشانی میں مبتلا ہو۔ تمہارے ساتھ فلاں واقعات ہو چکے ہیں اور فلاں واقعات سے گزرنے والے ہو۔ یہ آگہی قدرتی ہے۔ یہ کائنات اتنی وسیع ہے کہ اس کو سمجھنا ممکن نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ ہم نے یہ دنیا' یہ کائنات انسان کے لیے پیدا کی ہے تاکہ وہ اپنی ذہانت سے اس کے اندر چھپے ہوئے رازوں کو معلوم کرتا رہے۔

ہماری دنیا میں روحانی نیلی پیتھی تک رسائی حاصل کرنے والے مومنین پہلے بھی تھے' آج بھی ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔ بے شک ہم انہیں نہیں جانتے لیکن وہ ہمیں جانتے ہیں' لیکن قدرتی طور پر اس بات کی انہیں اجازت نہیں ہے کہ وہ دنیاوی معاملات میں مداخلت کریں۔ کبھی کوئی سچا اور اچھا مسلمان کسی نیک اور تعمیری عمل کے لیے مشکلات میں گرفتار رہے تو پھر وہ روحانیت کے درجے تک پہنچنے والے مسلمان' عالم' رہنما ہم جیسے مسلمانوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

اس کہانی' دیوتا کی بنیاد ہی نیلی پیتھی یعنی خیال خوانی پر ہے اب اس خیال خوانی کے موضوع پر ہنسے یقین نہ آئے' وہ آئندہ جلد ہی اس پر یقین کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اس لیے کہ جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے' ہماری دنیا میں ہر پل سائنس ترقی پذیر ہے اور سائنس اسی کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہماری عقل کے اندر سموئی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے انسانی عقل کے اندر پوری کائنات کو سمو دیا ہے' اس لیے عقل سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ بھی سمجھنا ہے عقل سے سمجھ میں آئے گا۔ آج نہیں آئے گا تو کل آئے گا۔ میں نے اب تک جو کچھ کہا وہ اپنی کہانی کی روانی کو روک کر کہا لیکن جو بھی کہا اس کا تعلق میری سرگزشت سے ہے۔ لہٰذا اب آپ پھر میری داستانِ حیات کی طرف آئیں۔

○☆○

سرگزشت میں سلسلہ وار شائع ہونے والی کہانی کتابی شکل میں

تاوان

زندگی کے پُرپیچ اور انوکھے راستوں پر سفر کرتی
شاہجہان عرف جہانی اُستاد کی ایک ہنگامہ خیز سرگزشت

ایک ناقابل فراموش سلسلہ جو آخر تک دلچسپی قائم رکھے ہوئے ہے!

مصنف: طاہر جاوید مغل

اپنے قریبی بک سٹال سے یا ہاکر سے منگوا کر ضرور پڑھیں۔

گرو گھنشام نارنگ مہاشکتی مان کہلاتا تھا' کیونکہ اس کی آتما شکتی مکمل تھی پھر وہ خطرناک حد تک جادوگر تھا۔ اس کے علاوہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا تھا۔ جب اتنی ساری قوتیں ایک انسان کو حاصل ہو جائیں تو وہ خود کو اپنی دنیا کا (نعوذ باللہ) خدا سمجھنے لگتا ہے' اور وہ خود کو خدا سمجھنے والا اب ایک بستر پر اس طرح پڑا ہوا تھا کہ نہ چل پھر سکتا تھا نہ اپنے ہاتھوں سے کوئی چیز اٹھا سکتا تھا۔ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے۔ وہ ایک مٹی میں رینگنے والے کیڑے سے بھی بدتر ہو گیا تھا کیونکہ کیڑا رینگتا ہے' چلتا ہے' آگے بڑھتا ہے لیکن نارنگ ایک جگہ پڑا رہتا تھا۔

اسے صرف اس لیے زندہ رکھا گیا تھا کہ ایڈز گرانڈ اسلم مافیا کا گاڈ فادر' اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے بہت سے فائدے اٹھانا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس کا باقاعدہ علاج ہو رہا تھا اور اسے دوسروں سے محفوظ رکھنے کے لیے کوما میں رکھا گیا تھا۔ کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آکر جا چکے تھے کیونکہ وہ کوما والے دماغ کو ٹریپ نہیں کر سکتے تھے۔ گرو نارنگ کو اپنا معمول اور تابع نہیں بنا سکتے تھے۔

جب پہلی بار ہوش میں آنے کے بعد نارنگ کو معلوم ہوا تھا کہ وہ ہاتھوں اور پیروں سے بالکل محتاج ہو چکا ہے تو اسے یقین نہیں آیا تھا کہ اتنی قوتیں' اتنی صلاحیتیں رکھنے والا یوں لاچار اور اپاہج ہو گیا ہے۔ ان حالات میں لوگ خودکشی کر لیتے ہیں کہ ایسی زندگی نہیں جینا ہے' لیکن وہ جی رہا تھا اس نے پہلے تو سوچا کہ امید کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے شاید نجات کا کوئی راستہ مل جائے اور پھر اسے نجات کا راستہ اپنی دشمن سونیا سے ہی ملا۔ اسے پھر بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ جس کی وہ جان لینا چاہتا ہے۔ وہ اس کی جان بچانا بھی چاہتی ہے اور اسے اس کی صلاحیتیں اور آتما شکتی واپس بھی دلانا چاہتی ہے۔ اسے پھر سے بے حد طاقت ور بنانا چاہتی ہے۔ گویا خود ہی اپنی جان کی دشمن بن رہی ہے۔ اپنی موت کو دعوت دے رہی ہے۔ کیا اتنا نہیں جانتی ہو گی کہ شیطان پھر شیطان ہوتا ہے۔ سب سے پہلے اپنے اوپر ترس کھانے والے کو مارتا ہے۔

سونیا نے ان ڈاکٹروں کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا جو اسے انجکشن کے ذریعے کوما میں رکھنا چاہتے تھے۔ اس نے انجکشن تبدیل کر دیا تھا اور ڈاکٹر سمجھ رہے تھے کہ وہ کوما میں پڑا ہوا ہے لیکن سونیا نے اس سے کہا تھا کہ اگر وہ خاموش پڑا نہیں رہے گا اور بولے گا تو اپنی جان سے جائے گا۔ دشمن اس کے دماغ میں اس لیے نہیں آسکیں گے کہ اس کے دماغ پر اس کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے قبضہ جمائے رکھیں گے اور یہ تاثر دیتے رہیں گے کہ وہ کوما میں پڑا ہوا ہے اور اس کے دماغ پر کوئی عمل نہیں کیا جا سکتا۔

اور اب یہی ہو رہا تھا وہ خاموش پڑا رہتا تھا۔ صرف آنکھیں کھلی رہتی تھیں اور وہ چھت کو تکتا رہتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے تمام حواس کھو بیٹھا ہو۔ اس کی کھلی آنکھیں چھت کو تکتی رہتی تھیں۔ جیسے وہ دیکھنے کے باوجود نہ دیکھ رہا ہو' کسی کی آواز سننے کے باوجود نہ سن رہا ہو اور نہ کسی کے چھونے سے اس کا لمس محسوس کر رہا ہو۔ اس طرح اس نے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یقین دلا دیا تھا کہ وہ کوما میں پڑا ہوا ہے۔ اور سونیا نے کہا تھا کہ وہ اسے چالیس دنوں کی مہلت دے رہی ہے۔ چالیس دنوں میں وہ اپنی تپسیا مکمل کر کے' اپنی کھوئی ہوئی آتما شکتی حاصل کر کے اپنا جسم تبدیل کر سکتا ہے۔

اس نے اسی دن سے تپسیا شروع کر دی تھی اور ہر گزرتا ہوا دن اسے حیران کر رہا تھا پریشان کر رہا تھا' سوچنے پر مجبور کر رہا تھا کہ کیا واقعی سونیا اسے آتما شکتی مکمل کرنے کی مہلت دے رہی ہے اور کبھی اس کے پاس آکر کسی طرح کی مداخلت نہیں کر رہی ہے۔ اس طرح وہ تقریباً اڑتیس دن گزار چکا تھا۔ صرف دو دن باقی رہ گئے تھے دو دن کے بعد جب چالیس دن مکمل ہوتے تو اس کی آتما شکتی پوری طرح اسے واپس مل جاتی۔

جب ڈاکٹر اسے دوائیں دینے اور انجکشن کے ذریعے اس کے جسم میں خوراک پہنچانے آتے تھے' تو اس وقت وہ تپسیا چھوڑ دیتا تھا اور منتروں کا جاپ بند کر دیتا تھا۔ اتنے عرصے میں دونوں ہاتھوں اور پیروں کے زخم اتنے بھر چکے تھے کہ اسے تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی پھر بھی باقاعدہ علاج لازمی تھا۔

اسے دن میں تقریباً دو' تین گھنٹے کے لیے تپسیا چھوڑنی پڑتی تھی کہ ڈاکٹر وغیرہ اس کا معائنہ کر سکیں اور علاج کر سکیں' ایسے وقت سونیا نے اس کے دماغ میں آکر کہا "اب تو تم دماغی قوت بھی حاصل کر رہے ہو اور آتما شکتی بھی مکمل کرنے والے ہو۔ صرف دو دن رہ گئے ہیں۔ دو دن بعد شاید میں بھی تمہارے دماغ میں نہ آسکوں۔"

اس نے کہا "سونیا میں تمہارا جانی دشمن تھا لیکن اب نہیں ہوں' تم نے مجھ پر جتنا بڑا احسان کیا ہے اس کے بعد میں تم سے دشمنی نہیں کروں گا تم میرے دماغ میں آنا چاہو گی' تمہیں آنے دوں گا۔ تمہیں کبھی میری ضرورت پڑے گی تو تمہارے کام آؤں گا۔"

"مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ میں تو پہلے ہی بھولی بھالی ناداں ہوں۔ اسی لیے تو تمہیں آتما شکتی مکمل کرنے کا موقع دیا ہے' اور دو دن تک اور موقع دوں گی۔ کوئی مداخلت نہیں کروں گی۔ تم سے کوئی فریب نہیں کروں گی۔ تم دیکھو گے کہ تم پھر وہی مہاشکتی مان بن چکے ہو لیکن یہ نہ کہو کہ تم میرے دشمن نہیں رہو گے' اور میرے کام آؤ گے۔"

"تم میری باتوں پر بھروسا نہیں کر رہی ہو لیکن میں دو دن بعد مہاشکتی مان بن کر تمہیں یقین دلاؤں گا کہ میں زبان کا دھنی ہوں' جو کہتا ہوں وہ کرتا ہوں اور ہمیشہ تمہارا خادم بن کر رہوں گا۔"

سونیا ہنستی ہوئی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد وہ پریشان ہو کر

سوچنے لگا۔ کیا وہ مجھ پر بھروسا نہیں کر رہی ہے؟ ابھی تو دو دن ہیں اور یہ دو دن بھی بہت ہوتے ہیں' ان دو دنوں میں اس نے کوئی گڑبڑ کی تو میری ساری تپسیا دھری کی دھری رہ جائے گی۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا۔

وہ سوچتا رہا وقت گزرتا رہا اور وہ منتروں کا جاپ کرتا رہا' اس دوران میں اس نے کبھی کوئی مداخلت محسوس نہیں کی' اس کے دماغ میں ایک ذرا سی بھی گڑبڑ نہیں ہوئی' اس طرح چالیسویں دن کی شام ہو گئی اب صرف چھ گھنٹے باقی تھے۔ ٹھیک بارہ بجے رات کو وہ مہاشکتی مان بن جاتا۔

وہ دل ہی دل میں بھگوان سے پرارتھنا کرنے لگا کہ وہ چھ گھنٹے خیریت سے گزر جائیں۔ سونیا بھی اس کے دماغ میں نہ آئے۔ اور کسی طرح کی چال بازی سے کوئی گڑبڑ پیدا نہ کرے' لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ ان آخری چھ گھنٹوں میں بھی سونیا اس کی مدد کر رہی ہے۔ کسی ڈاکٹر کو اور کسی خدمت گار کو اس کمرے میں نہیں آنے دے رہی ہے تاکہ وہ باقی کے چھ گھنٹے بھی تنہا رہ کر اپنی تپسیا مکمل کر لے۔

آخر مدت پوری ہو گئی۔ رات کے بارہ بج گئے اس کی آتما شکتی مکمل ہو گئی۔ وہ خوش ہو کر آزمانے لگا۔ خیال خوانی کرنے لگا۔ اب تو خیال خوانی اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ جسم بدل سکتا ہے یا نہیں؟ اس نے آنکھیں بند کر لیں پھر سوچنے لگا کہ اسے کس جسم میں جانا چاہیے۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر خیال آیا کہ مجھے سب سے بڑا دھوکا اپنا دیا ہے۔ اپنے دماغ کو مردہ ظاہر کرتی چلی آرہی ہے۔ مجھ جیسے مہاشکتی مان کا بھی اس نے مذاق اڑایا ہے اور میرا بھی راستہ روک دیا ہے۔ اب اگر میں اس کے جسم میں چلا جاؤں....."

وہ سوچتے سوچتے رک گیا پھر اس کے دماغ نے سمجھایا کہ اسے عورت کے جسم میں نہیں جانا چاہیے۔ یاد آیا کہ اس کے کٹ برادر جنی برین آدم نے بھی اپنے دماغ کو مردہ ظاہر کیا تھا۔ لہٰذا اسے برین آدم کے جسم میں جانا چاہیے۔ اس کے جسم میں جانے کے بعد پتا چلے گا کہ وہ دونوں کس طرح اپنے اپنے دماغ کو مردہ ظاہر کرتے رہتے تھے' اور وہ کون سا جادو گر ہے جس نے اس کے مقابلے میں انہیں محفوظ کر رکھا ہے پھر وہ اس جادوگر سے بھی نمٹ لے گا۔

وہ اس بار بہت محتاط رہنا چاہتا تھا تاکہ اسے پھر بار بار جسم بدلنے پر مجبور نہ ہونا پڑے' کیونکہ چھ جسم بدلنے کے بعد ساتواں جسم آخری ہو گا اور وہ پھر اپنی آتما کو اس جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں نہیں پہنچا سکے گا۔

آخری جسم کی بات پر سونیا یاد آئی۔ اس نے دشمنی کی انتہا کر دی تھی اور دوستی بھی حیرت انگیز کی تھی۔ آج اسے دوبارہ مہاشکتی مان بنایا تھا۔ وہ گرو سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ اس نے اتنی بڑی مہربانی کیوں کی ہے اور اب جبکہ وہ جانتی ہے کہ چالیس دن پورے ہو چکے ہیں اور میں نے آتما شکتی مکمل کر لی ہے اور اب میں بہت کچھ کر سکتا ہوں' تب بھی وہ خیال خوانی کے ذریعے مبارک باد دینے نہیں آئی ہے۔ یعنی دوستی کا فرض ادا نہیں کر رہی ہے اور دشمنی بھی نہیں کر رہی ہے۔ مجھے یوں نظرانداز کر رہی ہے جیسے نیکی کر کے دریا میں ڈال چکی ہو۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا سونیا کے پاس پہنچا' پھر کہا "میں گرو گھنشام نارنگ بول رہا ہوں۔"

"بولو میں سن رہی ہوں۔"

"تمہیں تو معلوم ہو چکا ہو گا کہ چالیس دن پورے ہو گئے ہیں اور میں نے آتما شکتی مکمل کر لی ہے۔"

"چلو اچھا ہے جو چیز گم ہو گئی تھی وہ دوبارہ مل گئی ہے لیکن دوبارہ ملنے والی چیز پھر گم ہو سکتی ہے۔"

"اس کا کیا مطلب ہے۔"

"یہ تو دنیا میں ہوتا آیا ہے کہ کوئی چیز گم ہوتی ہے' مل جاتی اور پھر گم ہو جاتی ہے تو تمہاری آتما شکتی پھر گم ہو سکتی ہے۔"

"اب نہیں ہو گی۔"

"بہت خوب!"

"اس کا مطلب ہے تم مجھے چیلنج کر رہی ہو؟"

"تیور بدل کر نہ بولو ہم بڑے نارمل انداز میں باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے تمہیں آتما شکتی مکمل کرنے کے لیے چالیس دنوں کی مہلت دی تھی۔ اب جب بھی تم اپنے موجودہ اپاہج جسم سے نکل کر کسی دوسرے جسم میں جاؤ گے تو جاتے ہی وقت دیکھ لینا ٹھیک چالیس منٹ بعد وہ جسم بدلنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔"

وہ ہنسنے لگا۔ بولا "تم تو جیسے کوئی مہاشکتی مان دیوی ہو کہ جو کہتی ہو وہی ہوتا ہے۔"

"یہ تو تم نے دیکھ ہی لیا کہ میں نے کہا تھا' تم چالیس دنوں میں اپنی کھوئی ہوئی چیز واپس حاصل کرو گے۔ اب اگر تم کوئی جسم تبدیل کرو گے تو چالیس دن کی مہلت دینے والی تمہیں چالیس منٹ کے اندر اس نئے جسم سے نکلنے پر مجبور کر دے گی۔"

"یہ تو میں آزما چکا ہوں۔ تم نے مجھے چالیس روز تک اسی بستر پر لٹا کر تمام دشمنوں کے مقابلے پر زور آور بنا دیا ہے لیکن ضروری نہیں ہے کہ مجھ جیسے زور آور کے مقابلے میں ہمیشہ تمہاری چال بازی کام آئے؟"

"میں کب کہہ رہی ہوں کہ میری چال بازی کام آسکتی ہے۔ تمہیں تو صرف اتنی سی بات یاد رکھنی ہے کہ جب بھی کسی نئے جسم میں جاؤ تو فوراً وقت دیکھ لو' ایک ایک منٹ کا حساب رکھو صرف چالیس منٹ وہاں رہو گے اب یہاں سے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ نارنگ کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اسے دوبارہ آتما شکتی مکمل کرنے کے بعد جتنی خوشی ہوئی تھی اتنی ہی پریشانی بڑھ گئی' اگرچہ اس نے سونیا کو چیلنج کیا تھا کہ وہ

اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گی لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ مکار عورت ضرور کچھ نہ کچھ کرے گی لیکن کیا کرے گی؟

وہ اپنی پوری عقل کا زور لگا کر سوچنے لگا کہ وہ کیسے معلوم کرسکتی ہے کہ وہ کہاں جائے گا؟ کس کے جسم میں جائے گا؟ اس ملک میں رہے گا یا اس سے ہزاروں میل دور کسی دوسرے ملک کے باشندے کے جسم میں جانے والا ہے' یہ کیسے معلوم کرے گی؟ ہرگز نہیں وہ خوامخواہ مجھے بچوں کی طرح ڈرا رہی ہے۔

وہ بستر پر پڑا تھوڑی دیر تک چھت کو تکتا رہا اور سوچتا رہا۔ عقل اسے سمجھا رہی تھی کہ اسے محض دھمکی نہیں سمجھنا چاہیے وہ مکار عورت کچھ بھی کرسکتی ہے۔ لہٰذا بہت سوچ سمجھ کر ایسے جسم میں' ایسی جگہ جانا چاہیے۔ جہاں وہ کبھی نہ پہنچ سکے اور آئندہ میں تو اپنے دماغ میں کسی بھی سوچ کی لہر کو آنے نہیں دوں گا۔ اس طرح اسے پتا نہیں چل سکے گا کہ میں کہاں ہوں؟

وہ اپنی سوچی ہوئی باتوں پر غور کرنے لگا۔

پھر اس کی عقل نے سمجھایا فرض کرلو کہ وہ اپنے دعوے کے مطابق صرف چالیس منٹ میں مجھے جسم بدلنے پر مجبور کردے گی تو' اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے جو نیا جسم ملے گا۔ وہ صرف چالیس منٹ کے لیے ہوگا اور میں چالیس منٹوں میں کچھ بھی نہیں کرسکوں گا۔ لہٰذا اپنے موجودہ دشمنوں سے پہلے انتقام لے کر بعد میں جسم بدلنا چاہیے۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا انڈر گراؤنڈ اسلحہ مافیا کے گاڈ فادر کے دماغ میں پہنچا' وہ ایک کمرے میں بیٹھا ایک بہت بڑی دہشت گرد تنظیم سے اسلحہ سپلائی کرنے کا سودا کررہا تھا۔ اس نے اسے مخاطب کیا "ہیلو میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔"

گاڈ فادر نے چونک کر پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں نارنگ عرف ایمون ہوں جس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر تم نے بستر پر ڈال دیا۔ ساری زندگی کے لیے اپاہج بنا دیا۔ اب میں کوما سے نکل کر تمہارے دماغ میں آیا ہوں۔"

اس نے گھبرا کر پوچھا "تم کوما سے کیسے نکل آئے؟"

"تمہاری بدقسمتی نکال لائی ہے۔" گرو نارنگ نے پرسکون انداز میں کہا پھر بولا۔ "بس اب میں جو کہوں گا' وہی ہوگا تم ان تینوں ڈاکٹرز کو بلاؤ جنہوں نے قصائی بن کر میرا آپریشن کیا تھا اور مجھے اپاہج بنا دیا تھا پھر مجھے کوما میں پہنچایا تھا۔"

وہ گھبرا کر بولا "مسٹر نارنگ مجھے غلط مت سمجھو' میں تو تمہیں دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک نئے طریقے پر عمل کررہا تھا۔"

"میں بھی نئے طریقے پر عمل کرنے والا ہوں۔ لمحہ ضائع کیے بغیر فوراً کرو۔" یہ کہتے ہی اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو اس نے فون اٹھا کر تینوں ڈاکٹروں سے رابطہ کیا اور ان سے کہا وہ فوراً اس کے پاس پہنچیں۔

اس نے پھر فون بند کرنے کے بعد کہا "مسٹر نارنگ پہلے مجھے اپنی صفائی میں کچھ کہنے کا موقع دو۔"

"ابھی تو تم اسلحہ سپلائی کرنے کی باتیں کررہے ہو۔ یہاں دہشت گرد خفیہ تنظیموں کے لیڈر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کی بھی آوازیں سنی ہیں۔ اب ذرا اس بات پر غور کرو کہ جو جدید اسلحہ ابھی تم سپلائی کرنے والے ہو اور ان کا نمونہ سامنے رکھا ہوا ہے تو وہ اسلحہ پہلے تم پر استعمال کیا جاسکتا ہے بلکہ کیا جائے گا۔"

وہ گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ بولا "نہیں نہیں ایسا مت کرنا' پلیز مجھے معاف کردو۔ مجھے صفائی پیش کرنے کا موقع دو۔ مجھے اپنے پاس آنے دو میں تم سے...."

اس کے سامنے بیٹھے دہشت گرد اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے اور پوچھ رہے تھے "یہ تم کس سے بول رہے ہو اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔ کیا یہاں ہمارے لیے کوئی خطرہ ہے؟"

"نہیں' میں سمجھاؤں گا تو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ بس اتنا سمجھ لو کہ خطرہ میرے لیے ہے تم لوگوں کے لیے نہیں۔"

"کچھ معلوم تو ہو؟"

"تم لوگوں نے کچھ روز پہلے انبار میں پڑا ہوگا کہ ایک مردہ تابوت میں زندہ ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ وہی مردہ اب مجھ سے باتیں کررہا ہے اور میرے دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا ہو رہا ہے۔"

ان میں سے ایک لیڈر نے کہا "اوہ گاڈ ٹیلی پیتھی تو ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے سامنے تمام ہتھیار ناکام ہوجاتے ہیں۔ کہیں وہ ہمارے دماغوں میں تو نہیں آئے گا۔"

نارنگ نے کہا "میں تم دونوں کے دماغوں میں بھی پہنچ چکا ہوں۔ ابھی خاموش رہو۔"

ایسے وقت وہ تینوں ڈاکٹر وہاں آگئے۔ نارنگ نے گاڈ فادر کی زبان سے کہا "تم مینوں نے ایک ڈاکٹر نہیں بلکہ قصائی بن کر اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیے تھے' اور تم دونوں کھ رہے تھے کہ تمہارے انجکشن کے ذریعے وہ ہمیشہ کوما میں رہتا ہے لیکن وہ تو ابھی میرے دماغ میں موجود ہے۔"

گاڈ فادر نے سامنے رکھے ہوئے اسلحے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ان میں اپنی پسند کا اسلحہ اٹھاؤ اور ایک دوسرے پر آزماؤ۔"

وہ تینوں حیرانی سے گاڈ فادر کو دیکھنے لگے۔ نارنگ نے پہلے ایک کے دماغ پر' پھر دوسرے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ انہوں نے ہتھیار اٹھا کر ایک دوسرے پر گولی چلادی۔ تیسرے نے ایک ریوالور کو اپنی کنپٹی سے لگا کر اپنے آپ کو بھی ہلاک کرڈالا۔

دہشت گرد تنظیم کے وہ دونوں لیڈر خوف سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ نارنگ نے ان میں سے ایک کے دماغ پر قبضہ جمایا تو اس نے ایک جدید گن اٹھائی پھر گاڈ فادر سے کہا "یہ نمونہ تم نے

ہمیں دکھایا ہے لیکن ابھی تک ہم نے اسے استعمال کرکے نہیں دیکھا ہے لہٰذا پہلے تم پر استعمال کررہے ہیں۔"

یہ سنتے ہی گاڈ فادر "نہیں نہیں" کہتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر پیچھے ہٹنے لگا۔ اس شخص نے ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ دو گولیاں چلائیں تو اس کے دونوں ہاتھ زخمی ہوگئے۔ اس کے بعد بھی وہ ان دونوں ہاتھوں پر کئی گولیاں برساتا رہا حتیٰ کہ وہ ہاتھ بالکل ہی ناکارہ ہوگئے۔

نارنگ نے اس کی زبان سے کہا "اب یہ دونوں ہاتھ تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے لہٰذا آپریشن کے ذریعے انہیں کٹوانا ہوگا۔"

دوسرے شخص نے دوسرا ہتھیار اٹھا کر کہا "اس جدید ہتھیار کو بھی آزمانا چاہیے۔" یہ کہہ کر اس نے فائرنگ شروع کی اور اس کی دونوں ٹانگوں پر گولیاں برسانے لگا۔ گاڈ فادر فرش پر گرتے ہوئے' تڑپتے ہوئے رحم کی بھیک مانگنے لگا۔ چیخنے چلانے لگا۔ اس نے اتنی گولیاں کھائی تھیں کہ اب اس میں برداشت کی قوت نہیں رہی تھی وہ بے ہوش ہونے لگا۔ ایسے ہی وقت نارنگ نے اس کے دماغ میں کہا "اب میں جارہا ہوں۔ میرے بعد ڈاکٹر تمہیں آپریشن تھیٹر میں سنبھالیں گے۔ وہ تمہیں سنبھالنے کے لیے' زندہ رکھنے کے لیے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کو کاٹنا لازمی ہوجائے گا۔"

وہ دماغی طور پر اپنے بیڈ پر حاضر ہوگیا۔ دونوں ہاتھ' دونوں پیر کٹے ہوئے تھے۔ وہ بستر پر بظاہر ایک لاش کی طرح پڑا ہوا تھا لیکن اب کوئی بھی اس پر غالب نہیں آسکتا تھا۔ اس کے پاس آنے والا اپنی موت کے ساتھ ہی آسکتا تھا۔

جسم تبدیل کرنے کے لیے وہ کالا عمل کچھ یوں ہوتا ہے کہ ایک خاص منتر کا جاپ پڑھتے ہوئے اس کے اندر سے اس کی آتما کو نکلنے پر مجبور کردیتا' جب آتما اس کے جسم سے نکل جاتی اور اس کا جسم مردہ ہوجاتا تو وہ دوسرے منتر کا جاپ کرکے اپنی آتما کو موجودہ جسم سے نکال کر اس مردہ جسم میں منتقل کردیتا۔

وہ اب تک اسی ارادے پر قائم تھا کہ اسے برین آدم کے جسم میں جانا چاہیے تاکہ اسے ان کا وہ گہرا راز معلوم ہوسکے اور وہ ان کے ذریعے اس دوسرے جادوگر تک پہنچ سکے۔ اپنے اس ارادے پر عمل کرنے سے پہلے اس کے دماغ میں ایک بات آئی کہ ایک بار خیال خوانی کے ذریعے الپا اور برین آدم کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ یہ معلوم کیا جائے کہ وہ لوگ اب تک اپنے دماغ کو مردہ ظاہر کررہے ہیں یا نہیں؟

نارنگ اس کے لب ولہجے کو یاد کرنے لگا پھر اس نے اس کی آواز اور لب ولہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی تو حیران رہ گیا کیونکہ توقع کے خلاف اسے برین آدم کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ برین آدم اپنے اندر بے چینی محسوس کررہا تھا کیونکہ وہ یوگا کا ماہر تھا اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرسکتا تھا' پوچھ رہا تھا "کون ہے؟ اس وقت میرے دماغ میں کون آیا ہے؟"

نارنگ نے کہا "تم تو یوگا کے ماہر ہو سانس روک کر سوچ کی لہروں کو بھگا دیتے ہو۔ مجھے بھی بھگا دو۔" اس نے کئی بار سانس روک کر آزمایا لیکن سوچ کی لہریں موجود رہیں تب نارنگ نے کہا۔ "میں وہی ہوں جو یوگا جاننے والوں کے دماغ میں بھی پہنچ جاتا ہے اور وہ مجھے اپنے اندر سے بھگا نہیں پاتے۔"

برین آدم نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا "کیا تم نارنگ ہو؟"

"میں کون ہوں اس کا اندازہ کرو سوچتے رہو' سمجھتے رہو' اس وقت تک میں تمہارے چور خیالات پڑھتا رہوں گا۔"

وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ اس کے اور الپا کے دماغ کو ایک وچ ڈاکٹر جمال راہن نے کس طرح بظاہر مردہ بنایا تھا مگر اب وہ جادوئی عمل ختم ہوچکا تھا اور وہ وچ ڈاکٹر جمال راہن مرچکا تھا۔

پھر یہ بھی پتا چلا کہ الپا اور برین آدم کے دماغ سے کیلیں کس طرح نکالی گئی ہیں اور وہ کیلیں نکالنے والے کون ہیں' اب تک انہیں پتا چلا تھا کہ ان میں ایک نوجوان لڑکی تھی اور ایک نوجوان مرد تھا۔ جنہیں پورے اسرائیل میں تلاش کیا جارہا تھا یہ بات نارنگ کو بھی کچھ حیران اور پریشان ہوکر سوچنے پر مجبور کررہی تھی کہ آخر وہ نوجوان لڑکی اور مرد کون ہیں۔ جنہوں نے اتنا بڑا کارنامہ کیا ہے اور ان کے جادوئی عمل کو ختم کردیا ہے۔ یقیناً وہ ان کے دشمنوں میں سے ہوں گے' لیکن دشمن تو بہت ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے والے بھی ہیں اور امریکی روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہیں۔ پتا نہیں کس نے ایسا کیا ہے اور جس نے بھی ایسا کیا ہے وہ ضرور اسرائیل میں یا تل ابیب میں موجود ہوگا۔ تب ہی ان کے قریب جانے کے بعد ہی ان کے سر سے کیلیں نکالی ہوں گی۔

برین آدم کا بھی یہی خیال تھا کہ جس مرد نے اس کی گردن دبوچ کر دوسرے ہاتھ سے کیلیں نکالی تھیں۔ وہ بہت طاقت ور تھا' اور الپا کے سر سے ایک لڑکی نے دو کیلیں نکالی تھیں۔ یعنی وہ بھی الپا کے قریب گئی تھی اور انہیں پہچانا نہیں گیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دونوں میک اپ میں تھے۔

خیالات پڑھنے سے رفتہ رفتہ معلوم ہوتا گیا۔ جنہوں نے کیلیں نکالیں' ان میں لڑکی کا نام روبی اور مرد کا نام نارمن اسٹون تھا اور وہ ایک الیکٹرنیکل کمپنی سے منسلک تھا لیکن اب وہ فرار ہوچکے تھے اور انہیں اسرائیل کی پولیس' انٹیلی جنس اور آرمی تلاش کرتی پھر رہی تھیں۔

اب نارنگ کے لیے یہ سوچنا ضروری ہوگیا تھا کہ وہاں صرف الپا اور برین آدم ہی سے نہیں بلکہ اس کے دشمنوں سے بھی واسطہ پڑے گا۔ لہٰذا برین آدم کے جسم میں جانا مناسب رہے گا یا نہیں پہلے ان کے دشمنوں کی قوتوں کا اندازہ کرنا ضروری ہے۔

اس نے الپا کے دماغ میں آکر اس کے بھی خیالات پڑھے۔ وہ بھی بے چینی سے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے کہنے لگی "کون آیا ہے؟" لیکن نارنگ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی اسے اس کے خیالات پڑھتا رہا اس کے اور برین آدم کے خیالات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس نے بھی ان دونوں سے دشمنی کی ہے' ان کے سروں سے کیلیں نکالی ہیں' ان کے دماغوں کو غیر محفوظ بنایا ہے' اس نے اب تک کوئی دشمنی نہیں کی ہے نہ اب تک ان کے دماغوں میں آیا ہے۔ اب پہلی مرتبہ وہ اپنے دماغوں میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہے ہیں۔

وہ بولا "ہیلو الپا میں نارنگ بول رہا ہوں۔ تم نے تو بہت زبردست کارنامہ دکھایا تھا اور اپنے آپ کو مجھ سے محفوظ کرلیا تھا۔ اب تمہارے یوگا جاننے کے باوجود میں تمہارے دماغ میں ہوں مجھے نکال سکتی ہو تو نکال دو۔"

"اس کا مطلب ہے تم نے اپنے کسی کالے جادو کے عمل سے ہمارے سر سے کیلیں نکالی ہیں اور ہمیں غیر محفوظ کیا ہے۔"

"نہیں اگر میں ایسا کرتا تو ابھی اس کا اعتراف کرلیتا۔"

"نارنگ تم نے کسی جوان لڑکی اور کسی جوان مرد کو اپنا آلہ کار بنا کر یہاں بھیجا تھا۔ تم نے ہی ایسی حرکتیں کی ہیں۔"

"جب میں کہہ چکا ہوں کہ میں نے ایسا نہیں کیا تو نہیں کیا۔ کیا مجھے تم سے خوف آتا ہے۔ میں چاہوں تو ابھی تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کردوں اور تم مجھے دماغ سے نکال نہ سکو۔"

وہ خاموش رہی جواب نہ دے سکی۔ بے شک وہ ایسا کرتا تو وہ اسے دماغ سے نکال نہ پاتی' اب بھی وہ مجبور تھی اپنے اندر اسے برداشت کر رہی تھی' پھر وہ بولی "نارنگ ہم نے جو کچھ بھی کیا تھا اپنے تحفظ کے لیے کیا تھا اور اپنی حفاظت کرنا ہر انسان کا حق ہے لیکن تم اس بات کے گواہ ہو کہ ہم نے محفوظ ہونے کے بعد بھی تم سے کبھی کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ کبھی تمہیں کسی قسم کا چیلنج نہیں کیا۔"

"ہاں اتنی شرافت تم نے دکھائی ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ وہ جوان لڑکی اور جوان مرد کون ہیں؟"

"میری تو یہی سمجھ میں آرہا ہے کہ ان کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہوگا۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو۔"

"اس لیے کہ کوئی امریکی روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوتا اور ہم پر غالب آتا' تو فخریہ انداز میں ہمیں ٹریپ کرتا' ہمیں اپنا معمول اور تابع بنالیتا' لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا جب سے ہم غیر محفوظ ہوئے ہیں اس کے بعد سے تم ہمارے دماغ میں آئے ہو اور جنہوں نے ہمارے سر سے کیلیں نکالی ہیں' انہوں نے کبھی ہم سے رابطہ نہیں کیا اور نہ ہی ان کے کسی ساتھی نے ہم سے رابطہ کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں صرف غیر محفوظ کیا ہے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہم اپنے دماغ کو مردہ ظاہر کریں۔ لہٰذا ہماری ایک بہت بڑی حفاظتی تدبیر کو ختم کر کے انہوں نے خاموشی اختیار کرلی ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے دو افراد جسمانی طور پر وہاں موجود ہیں اور جو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں جن میں سے ایک لڑکی ہے اور ایک جوان مرد ہے۔"

"ہاں ہمارا خیال بار بار ثانی اور پارس کی طرف جارہا ہے' علی اور فہمی بھی ہوسکتے ہیں اور اب تو پورس بھی ایک ایٹامرل لڑکی جینی کے ساتھ رہتا ہے۔ ان تین جوڑوں میں سے کوئی ایک جوڑا یہاں جسمانی طور پر موجود ہے' جنہیں تلاش کیا جارہا ہے اور وہ ابھی تک ہاتھ نہیں آئے ہیں۔"

وہ سوچ کر بولا "اچھا میں ابھی جارہا ہوں' تھوڑی دیر بعد آؤں گا کچھ پتا کروں گا کہ آخر وہاں کون سا ایسا ٹیلی پیتھی جاننے والا جوڑا پہنچا ہوا ہے۔"

وہ پھر دماغی طور پر اپنے بستر پر حاضر ہوگیا۔ سوچنے لگا' خطرہ ہے اگر میں برین آدم کے جسم میں جاؤں گا تو بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے لوگ ہوں گے تو مجھے پہچان لیں گے' پھر سونیا تو میرے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ وہ ضرور چالیس منٹ کا وقت دینے کے بعد اپنے چیلنج پر عمل کرے گی اور مجھے چالیس منٹ سے زیادہ اس جسم میں رہنے نہیں دے گی۔ لہٰذا کسی ایسے جسم میں نہیں جانا چاہیے جسے وہ جانتی ہو۔

جب وہ الپا کے دماغ میں رہ کر باتیں کر رہا تھا تو جینی اور پورس بھی الپا کے دماغ میں پہنچے ہوئے تھے اور ان دونوں کی باتیں سن رہے تھے۔ جب وہ الپا کے دماغ سے نکلا تو وہ دونوں بھی نکل گئے پھر پورس نے سونیا کو مخاطب کیا "ممما! کیا یہ نارنگ آتما شکتی حاصل کرچکا ہے۔"

"ہاں بیٹے میں نے اسے موقع دیا تھا اور اس نے مکمل آتما شکتی حاصل کرلی ہے اور اب میں نے اسے چیلنج کیا ہے جب بھی وہ کسی نئے جسم میں جائے گا تو جاتے ہی پہلے وقت دیکھ لے' اس وقت سے ٹھیک چالیس منٹ بعد وہ اپنے دوسرے جسم کو چھوڑنے پر مجبور ہوجائے گا۔ میں اسے دو ڈاؤ ڈا کرنا چاہتی ہوں۔"

"ویسے ممما الپا بری طرح سہمی ہوئی ہے۔ وہ سمجھ رہی ہے کہ نارنگ اب اپنی مکمل آتما شکتی اور آتما ٹیلی پیتھی کے باعث اس پر حاوی رہا کرے گا اور وہ اس کی کنیزبن کر رہ جائے گی۔"

"ٹھیک ہے اسے پریشان رہنے دو۔ وہ اپنی کامیابیوں پر بڑا اتراتی ہے اور خود کو بہت بڑی چال باز ظاہر کرتی ہے اب اسے ناکامیوں سے بھی دوچار ہونے دو' بعد میں اسے خود ہی نارنگ سے نجات مل جائے گی۔ اسے پتا نہیں ہے کہ میں اس مغرور نارنگ کے ساتھ کیسا سلوک کرنے والی ہوں۔"

جینی نے کہا "اب ہمیں اس ملک سے کسی طرح بھی نکل جانا چاہیے۔ اس ملک کی پوری فورس ہمیں تلاش کر رہی ہے۔ ہیلی کاپٹر پرواز کرتے پھر رہے ہیں۔"

سونیا نے کہا "کسی ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوئے افسر کے دماغ پر قبضہ جماؤ اور اس کے ساتھ بیٹھ کر اس ہیلی کاپٹر کو اسرائیل سے باہر لے جاؤ۔"

ایسا کرنا مشکل بھی تھا اور ذہانت سے کام لینے والوں کے لیے آسان بھی تھا۔ جتنے ہیلی کاپٹر پرواز کر رہے تھے ان کا مرکز آرمی ہیڈ کوارٹر میں تھا۔ وہ تمام پرواز کرنے والے افسران جہاں جہاں جارہے تھے اپنی رپورٹ اس مرکز کے انچارج اور دوسرے افسران کو سناتے جارہے تھے۔ وہ بھی جواب میں کچھ کہتے جارہے تھے۔ پورس اور جینی ایک ویرانے میں جہاں چھپے ہوئے تھے' وہاں ایک ہیلی کاپٹر بار بار گردش کر رہا تھا۔ انہوں نے اس کا نمبر پڑھا اس نمبر کے حوالے سے ہیڈ کوارٹر میں جو گفتگو ہو رہی تھی اسے سن کر پورس اس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس افسر نے پائلٹ سے کہا "ہیلی کاپٹر کو کسی کھلی جگہ اتارو۔ وہ یہیں کہیں چھپے ہوئے ہوں گے۔"

پائلٹ نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ ہیلی کاپٹر زمین پر اتر آیا' اس میں ایک افسر کے ساتھ چار مسلح فوجی جوان تھے۔ ایک افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر ان چار فوجی جوانوں کو گولی مارنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ جینی اور پورس دونوں خیال خوانی کے ذریعے ایسا کرسکتے تھے اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ان کی ہلاکت کے بعد صرف افسر اور پائلٹ رہ گئے۔ پورس پائلٹ کے دماغ میں پہنچا اور جینی اس افسر کے۔ وہ دونوں دوڑتے ہوئے آئے اور اس ہیلی کاپٹر میں سوار ہوگئے۔ اس کے بعد وہ افسر اور پائلٹ ان کی مرضی کے مطابق اس ہیلی کاپٹر کو پرواز کراتے ہوئے وہاں سے لے جانے لگے۔

تل ابیب اور حیفہ وغیرہ میں کتنے ہی جوڑے شیشے میں پکڑے گئے تھے۔ جن میں سے دو کو حراست میں رکھا گیا تھا باقی کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہ بیان جاچکا ہے کہ ان دونوں جوڑوں پر کیسے شبہ کیا گیا تھا۔ الپا نے کہا "برادر آپ باری باری ان دونوں جوڑوں کے پاس جائیں اور ان کی انگلیوں کے نشانات لیں۔ ان کا بلڈ گروپ بھی چیک کرائیں پھر انہیں ہمارے ریکارڈ روم میں رکھے جینی اور پارس کے نشانات سے ملائیں۔"

اسرائیل' امریکا' فرانس' جرمنی اور روس جیسے بڑے ممالک کے علاوہ دوسری عالمی خفیہ اور خطرناک ایجنسیوں میں بھی ہمارے مکمل ریکارڈ موجود تھے۔ جن کے ذریعے وہ ہماری اصلیت معلوم کرسکتے تھے اور الپا یہی مشورہ دے رہی تھی۔

نارنگ اسی بیڈ پر اپاہج بنا پڑا ہوا تھا' وہ ابھی جسم کی تبدیلی میں جلدی نہیں کرنا چاہتا تھا' اگر سونیا واقعی چالیس منٹ کے اندر کسی طرح مجبور کرے گی اور وہ پھر جسم بدلے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آتما شکتی ایک طرح کمزور ہوگئی ہے۔ اس لیے وہ جسم بدلنے سے پہلے بہت محتاط رہ کر یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ جہاں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے لوگ ہوں' وہاں وہ نہ جائے اور ان سے دور کسی ایسے جسم میں داخل ہوجائے جس کی طرف سونیا کبھی توجہ نہ دے سکے۔

وہ ایک گھنٹے بعد الپا کے پاس آیا اور اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ جن دو جوڑوں کو شیشے میں گرفتار کیا گیا تھا' وہ جینی اور پورس نہیں ہیں اور ان کا بلڈ گروپ اور ان کی انگلیوں کے نشانات ان سے بالکل مختلف ہیں۔

برین آدم نے الپا سے کہا "ان کے نشانات تو پارس اور علی سے بھی نہیں ملتے ہیں یہ تو بالکل مختلف ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنہیں گرفتار ہونا چاہیے وہ اب تک ہمارے ملک میں روپوش ہیں اور ہم انہیں گرفتار کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد آرمی ہیڈ کوارٹر سے برین آدم کو مخاطب کر کے کہا گیا "ہمارے جتنے ہیلی کاپٹر پورے اسرائیل میں پرواز کر رہے ہیں ان میں سے ایک ہیلی کاپٹر سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔"

برین آدم نے چونک کر یہ بات فون کے ذریعے الپا کو بتائی اس کے دماغ میں نارنگ موجود تھا۔ اس نے کہا "الپا سمجھ لو شکار ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اب انہیں پکڑنا بہت مشکل ہے۔"

وہ بولی "مشکل تو ہے مگر ہم برادر اور ان کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ وہ انٹرنیشنل فلائٹنگ کنٹرولنگ دفتر سے رابطہ کریں گے اور سراغ رساں طیارے انہیں تلاش کریں گے' وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔ کسی آس پاس کے ملک پہنچے ہوں گے۔"

"انہوں نے تمہارے سروں سے وہ کیلیں کب نکالی تھیں؟"

"یہی کوئی پانچ گھنٹے ہو رہے ہیں۔"

"پھر تو یہ بھی بات ہے ان دونوں کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے اگر امریکی روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوتے تو وہ اب تک تمہارے دماغ میں آکر تمہیں چیلنج کرتے اور تمہاری اس کمزوری کا مذاق اڑاتے۔"

"یہی تو مشکل ہے اگر وہ واقعی بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہوں گے تو انہیں گرفتار کرنے اور ان کے ساتھ برا سلوک کرنے سے پہلے ہمیں ہزاروں بار سوچنا ہوگا کہ فرہاد علی تیور اس کے بدلے جوابی کارروائی کتنی بھیانک طریقے سے کرے گا۔"

نارنگ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا "اب تو مجھے بھی ہزار بار سوچنا ہوگا کہ برین آدم کے جسم میں یا وہاں کسی اور کے جسم میں جانا چاہیے یا نہیں؟ وہاں فرہاد کے لوگ موجود ہیں یا نہیں؟ اس طرح سونیا سے یہ بات چھپی نہیں رہے گی کہ میں وہاں کس کے جسم میں پہنچا ہوا ہوں۔"

اس نے سوچتے ہوئے انکار میں سر ہلایا "نہیں مجھے اسرائیل

کا رخ کرنا ہی نہیں چاہیے۔ لیکن پھر کہاں جاؤں؟ ویسے تو دنیا میں اربوں افراد ہیں کسی کے بھی جسم میں جا سکتا ہوں لیکن جانے سے پہلے مجھے واقعی ہزار بار سوچنا ہوگا۔ اس کمینی نے چیلنج کیا ہے کہ میں نئے جسم میں چالیس منٹ سے زیادہ نہیں رہ سکوں گا۔ تعجب ہے اسے کیسے معلوم ہوگا کہ میں کون سا جسم اختیار کرنے والا ہوں۔"

وہ اپنی ذہانت سے یہ سمجھنے کی کوشش کرنے لگا کہ وہ ایسا کیسے کرے گی لیکن اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ اس کا دماغ یہی سمجھاتا رہا کہ سونیا نے اسے دھوکا دینے کے لیے ایسے ہی خوامخواہ کا چیلنج کیا ہے۔

اچانک اسے تج پال کا خیال آیا پھر اس خیال کے ساتھ اسے غصہ بھی آیا کہ اس نے بھی اسے دھوکا دیا تھا' یا دوسروں نے اسے دھوکے سے چھین لیا تھا ورنہ تج پال اس کا معمول اور تابع تھا۔ اب شاید پھر وہ اسے تڑپ کر سکے اور اگر نہ کر سکا تو پھر اس کے جسم میں چلا جائے گا۔ اس طرح اس کے اندر اور زیادہ غیر معمولی صلاحیتیں پیدا ہو جائیں گی یہ سوچتے ہی وہ تج پال کی آواز کو اور لب ولہجے کو اپنی طرح یاد کر کے خیال خوانی کرنے لگا۔ ایک بار خیال خوانی کی پرواز کی' دوسری بار کی' تیسری بار کی لیکن اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکا یہی ظاہر ہوا کہ اس نے اپنی آواز اور لب ولہجہ بدل دیا ہے۔

نارنگ جھنجلا گیا۔ وہ کسی باکمال شخص کے جسم میں جانا چاہتا تھا یا پھر کوئی توانا' خوب رو جوان ہو یا پھر کسی بڑے ملک کا حاکم ہو یا بہت بڑا عہدے دار ہو جس کا حکم پورے ملک پر چلتا ہو۔ وہ بہت اونچے خواب دیکھ رہا تھا اور بہت پستی میں اپاہج بنا پڑا تھا۔

یہ پستی اسے سمجھا رہی تھی کہ وہ جس قدر بلند وبالا شخص کے جسم میں جائے گا' سونیا اتنی ہی جلدی اسے پہچان کر اس کی شہ رگ تک پہنچے گی' لہٰذا اسے کسی معمولی اور گمنام شخص کے جسم میں جانا چاہیے۔ یہی دانش مندی ہوگی۔ ایسے وقت کمرے کا دروازہ کھلا' ایک بھنگی اس کی حاجت روائی اور کمرے کی صفائی کے لیے اپنے وقت کے مطابق آیا۔ وہ جانتا تھا کہ بیڈ پر پڑا ہوا شخص کوما میں رہتا ہے حرکت نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس نے قریب آکر پوچھا "اے کیا ارادہ ہے' تو نے پھر بستر کو ٹائلٹ بنا دیا ہے۔ لعنت ہے تجھ پر۔ مجھے روز تیری صفائی کرنی پڑتی ہے۔"

بھنگی نے جھک کر اس کے اوپر سے کمبل ہٹا کر دیکھنا چاہا تو اچانک نارنگ نے اٹھتے ہوئے اسے دونوں بازوؤں سے دبوچ لیا۔ اس کے ہاتھ کلائیوں سے کٹے ہوئے تھے لیکن دو بازو بھی اتنے سخت اور طاقت ور تھے کہ وہ بھنگی تڑپ تڑپ کر کوشش کرنے کے باوجود اس کی گرفت سے نہ نکل سکا۔ نارنگ نے کہا "کتے کے بچے مجھے گونگا' بہرا' لاچار اور اپاہج سمجھ رہا تھا اور تجھے سمجھایا گیا ہوگا کہ میں کوما میں پڑا رہتا ہوں' بے حس رہتا ہوں۔ اس لیے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تیرے دماغ میں نہیں آسکوں گا۔ اس لیے بڑبڑا رہا تھا۔"

وہ رحم طلب نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی گردن بری طرح پھنسی ہوئی تھی اسے سانس لینے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ نارنگ نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ نجات پاتے ہی وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا لیکن اس کے قدم رک گئے۔ نارنگ اس کے دماغ میں تھا اور وہ اس کی مرضی کے بغیر کمرا چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے سہم کر اس کی طرف گھومتے ہوئے اسے دیکھا۔ اس نے کہا "اب میں جو کہوں گا تو وہ کرے گا اگر نہیں کرے گا تو مرے گا۔"

وہ اپنے دونوں کان پکڑ کر گڑگڑاتے ہوئے بولا "مجھے معاف کردو' مجھے گاڈ فادر اور ان کے ماتحت نے بتایا تھا کہ آپ بہت خطرناک ہیں۔ اگر بولنے لگیں گے تو پھر ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"تجھے زندہ چھوڑ دوں گا اگر تو میرے کام آتا رہے گا۔"

"آپ حکم کریں۔ میں آپ کا ہر کام کروں گا۔"

"ایک وہیل چیئر کا انتظام کر کے جلد سے جلد اس میں مجھے بٹھا اور پھر یہاں سے باہر نکال۔"

وہ سنتا رہا اور سوچتا رہا پھر بولا "آپ کا حکم ہے میں ایسا ضرور کروں گا لیکن آپ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ جب سے آپ دوبارہ زندہ ہو کر تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گئے تھے تب سے پولیس والے آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ اگر میں کسی وہیل چیئر پر بٹھا کر آپ کو باہر لے جاؤں گا تو پولیس والے آپ کو گرفتار کر لیں گے۔"

نارنگ نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا اور تسلیم کیا وہ درست کہہ رہا تھا۔ نارنگ یہ بھول گیا تھا اس وقت وہ ایمون کے جسم میں ہے۔ چہرہ بھی ایمون کا ہے۔ لہٰذا پولیس اور انٹیلی جنس والے اسے دیکھیں گے تو ضرور گرفتار کریں گے اگرچہ گرفتار کر کے اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے اگر گولی بھی ماریں گے تو وہ فوراً دوسرے جسم میں چلا جائے گا۔

لیکن یہی ایک اہم سوال تھا کہ کس کے جسم میں جائے گا؟ وہ کسی ایسے جسم میں جانا چاہتا تھا کہ جہاں تک سونیا نہ پہنچے۔ وہ غصے سے بولا "اس کتی اور کمینی نے میرے ذہن میں دھونس بٹھا دی ہے۔ کیا وہ میری آتما سے چپک گئی ہے کہ جہاں جاؤں گا پہنچ جائے گی۔ نہیں' میں دیکھ لوں گا کہ وہ کیسے میرے پیچھے آئے گی۔"

وہ بولتے بولتے رک گیا کچھ لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ آوازوں سے پتا چل رہا تھا کہ پولیس والوں نے ایسے بوٹ پہن رکھے تھے۔ جن سے فرش پر دھمک سی ہو رہی تھی۔ ایک افسر دو مسلح ساتھیوں کے ساتھ کمرے میں آیا اس نے پہلے اس بھنگی کو دیکھا پھر بستر پر پڑے نارنگ کو دیکھ کر کہا "ہمیں صحیح اطلاع ملی تھی۔ ایمون تم اتنے دنوں تک یہاں چھپے رہے ہو اور تمہارے

تو دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہیں۔ شاید اسی لیے خود چل کر پولیس اسٹیشن نہیں آئے۔ کیوں یہی بات ہے نا؟"

وہ افسر طنزیہ انداز میں گھورتا ہوا اس کے قریب آیا۔ ایک دوسرا افسر بھی چند ساتھیوں کے ساتھ اندر آتے ہوئے بولا "ہم کئی کمرے دیکھ چکے ہیں۔"

بھنگی نے کہا "سر ادھر مکان کے پچھلے حصے میں کوارٹر بنے ہوئے ہیں وہ بھی گاڈ فادر کی ملکیت ہیں۔"

افسر نے کہا "میں ابھی جا کر دیکھتا ہوں۔"

اس کے ساتھ سپاہی جانے لگے تو نارنگ نے اس افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ نارنگ کی مرضی کے مطابق سپاہیوں سے بولنے لگا "تم لوگ یہیں رہو۔ میں خاموشی سے دبے پاؤں جاؤں گا اور وہاں دیکھوں گا کہ کیا ہو رہا ہے؟"

ادھر پولیس افسر نارنگ سے طرح طرح کے سوالات کر رہا تھا کہ "گاڈ فادر کے اور کتنے اڈوں کو تم جانتے ہو اور اس نے تمہیں کیوں اپاہج بنا کر رکھا ہے؟"

"میں اپاہج ضرور ہو گیا ہوں لیکن ایسا بھی کھوٹا سکہ نہیں ہوں کہ اس دنیا کے بازار میں چل نہ سکوں۔ میں اب بھی یہاں سے بغیر ہاتھ پاؤں کے فرار ہو سکتا ہوں اور آپ لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

وہ انہیں باتوں میں الجھا رہا تھا اور رہ رہ کر اس افسر کے بارے میں سوچ رہا تھا جو پیچھے کوارٹروں میں کچھ تلاش کرنے گیا تھا۔ جب وہ کوارٹر کے کمرے میں پہنچا تو نارنگ نے کہا "اگرچہ میں آپ کے سامنے بڑی بڑی باتیں کر رہا ہوں مگر آپ کو قانون کے محافظ کی حیثیت سے خود سے بڑا سمجھتا ہوں۔"

افسر نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "ابھی تو تم چیلنج کے انداز میں بول رہے تھے اور اب اتنا نرم لہجہ اختیار کر رہے ہو؟"

"بھئی قانون کے سامنے تو جھکنا ہی پڑتا ہے۔ میں آپ سے صرف پانچ منٹ کی اجازت چاہتا ہوں۔ میں آنکھیں بند کر کے اپنے گاڈ کو یاد کروں گا پھر اپنے آپ کو آپ کے حوالے کر دوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور خیال خوانی کے ذریعے اس افسر کے پاس گیا جو کچھ تلاش کرنے گیا تھا۔ اس نے اسے ایک بستر پر لٹا دیا پھر ایک منتر کا جاپ کرنے لگا۔ دو منٹ کے اندر ہی اس افسر کے جسم سے روح نکل گئی' وہ مردہ ہو گیا اس کے مردہ ہونے کے چند سیکنڈ کے بعد ہی اس نے پھر آنکھیں کھول دیں کیا چند سیکنڈ بعد ہی دوبارہ زندہ ہو گیا۔ آنکھیں کھولتے ہی دیوار پر لگی ہوئی گھڑی نے گھنٹی بجائی۔ اس نے چونک کر گھڑی کی طرف دیکھا۔

اس گھڑی میں اس وقت سات بجے تھے۔ اسے سونیا کی بات یاد آئی کہ جیسے ہی دوسرا جسم بدلو گھڑی میں وقت ضرور دیکھ لینا

علیم الحق حقی
کے نادر قلم سے انوکھی کہانی
بابا نجد
ایک باکسنگ کے ماہر کنگرو
کی کہانی جس نے چیمپئین
کو چیلنج کر دیا تھا۔
انسان اور حیوان کے مقابلے
کی داستانِ حیرت
قیمت : ۱۰۰/ روپے
ناشر: علی میاں پبلیکیشنز
۲۰۔ عزیز مارکیٹ' اردو بازار، لاہور۔
فون: ۷۲۴۷۴۱۴

کیونکہ ٹھیک چالیس منٹ بعد تم اپنا دوسرا جسم بھی بدلنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ اس کا مطلب ہے کہ سات بج کر چالیس منٹ پر یعنی جب آٹھ بجنے میں بیس منٹ ہوں گے تو وہ اپنے اس جسم کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا۔

لیکن اس نے حقارت سے سوچا "او نہہ اسے کیسے پتا چلے گا کہ میں اس پولیس والے کے جسم میں آگیا ہوں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا پھر افسرانہ انداز میں چلتا ہوا جب اس مکان میں پہنچا تو وہاں دوسرا افسر اس جسم پر جھکا ہوا تھا جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے۔ وہ ایمون کو چھو کر اس کے دل کی دھڑکنوں کو دیکھ کر اسے آوازیں دے رہا تھا' پھر بولا "ارے یہ تو اچانک ہی مر گیا ہے۔"

ایک سپاہی نے کہا "سر یہ بہت بڑا چال باز ہے۔ پتہ نہیں مرنے کے بعد اس تابوت میں کس طرح زندہ ہو گیا تھا اور اب یہاں پھر مر گیا ہے۔"

بھنگی نے کہا "جی حضور میں بھی جانتا ہوں۔ یہ کوئی کالا جادو جانتا ہے۔ جس کی وجہ سے کبھی زندہ ہو جاتا ہے اور کبھی مردہ ہو جاتا ہے۔ اس کے جسم کو سختی سے باندھ کر لے جانا چاہیے۔ اگر اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا جائے گا تو پھر یہ دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ افسر نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔" پھر اس نے دوسری طرف کی آواز سنی اور ریسیور دوسرے افسر یعنی نارنگ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ تمہاری وائف کا فون ہے۔"

اس نے ریسیور کان سے لگا کر کہا "ہیلو میں بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے اس کی وائف نے کہا "ذرا گھڑی دیکھو سات بج کر ایک منٹ ہو چکا ہے۔ میں انتظار کر رہی ہوں کیا ابھی تک تمہاری نائٹ ڈیوٹی ختم نہیں ہوئی۔"

وہ بولا "اچھا میں ابھی آرہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر دوسرے افسر سے کہا "میری وائف کہہ رہی ہے۔ بچہ بہت بیمار ہے۔ اسے ابھی اسپتال لے جانا ہوگا' میری ڈیوٹی کا وقت ختم ہو چکا ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں چلا جاؤں گا۔"

افسر نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا "ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو' میں باقی کارروائی کر لوں گا۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا باہر آیا پھر ایک سپاہی نے اسے سیلوٹ کیا تو اس نے کہا "مجھے میرے گھر پہنچا دو۔"

سپاہی نے دروازہ کھولا۔ وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا پھر سپاہی دوسری طرف سے آکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا اور اسٹیئرنگ کو سنبھالتے ہوئے گاڑی کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگا۔ ایسے وقت نارنگ نے سوچا کہ ٹھیک ہے میں جس افسر کے جسم میں ہوں اس کی بیوی نے فون کیا تھا لیکن اسے یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ سات بج کر ایک منٹ ہوئے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ سونیا اسے بتاتی جا رہی ہو کہ وقت گزرتا جا رہا ہے اور چالیس منٹ گزرنے کا انتظار زیادہ دیر نہیں کرنا پڑے گا۔

پھر وہ افسر کی بیوی کے لب و لہجے کو یاد کرنے لگا جس نے اسے فون کیا تھا۔ وہ اسی کے دماغ میں پہنچا اور معلومات حاصل کرنے لگا کہ گھر کیسا ہے کہاں ہے۔ اس کی بیوی کا مزاج اور عادتیں کیسی ہیں' معلوم ہوا ان کا ایک ہی بچہ ہے اور گھر میں ایک نوجوان سالی ہے۔

اس نے گھر پہنچنے تک اس گھر کے متعلق اور اس کی بیوی کے متعلق بہت سی اہم باتیں معلوم کر لیں۔ سپاہی اسے گھر کے دروازے پر چھوڑ کر گاڑی لے گیا۔ اس نے کال بیل کا بٹن دبایا تو اس کی بیوی نے دروازہ کھولا' پھر بولی "اب آرہے ہو۔ آخر ڈیوٹی کیسی ہوتی ہے کہ وقت کے مطابق جا نہیں سکتے اور وقت کے مطابق آ نہیں سکتے۔"

وہ اندر آتے ہوئے بولا "تم نے تو آتے ہی شکایتیں شروع کر دیں۔ بھئی فرائض ادا کرنے کے لیے وقت نہیں دیکھا جاتا۔ بہرحال ایک بہت بڑا مجرم گرفتار ہو گیا ہے۔"

وہ کچھ اور کہنا چاہتا کہ اس کی نوجوان سالی اس کے بچے کو اٹھائے آگئی۔ اس سے بولی "ہائے ایمون ڈیوٹی سے فرصت مل گئی۔"

نارنگ نے چونک کر اسے دیکھا پھر بولا "تم مجھے ایمون کہہ رہی ہو۔"

اس کی بیوی نے کہا "تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ وہ تمہیں ایمولن نہیں ایمور کہہ رہی ہے۔ اپنا نام بھول رہے ہو۔"

"وہ سوری' دراصل ابھی جس مجرم کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اس کا نام ایمون ہے وہی میرے سر پر سوار ہے تو مجھے یہی سنائی دیا۔"

وہ ایسا بولتے وقت اپنی سالی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت حسین اور نوجوان تھی۔ بڑی ہی پرکشش تھی۔ مضبھی اسے لگاوٹ سے دیکھ رہی تھی۔

اس کی بیوی نے کہا "جاؤ غسل کرو' لباس تبدیل کرو اور ناشتے کی میز پر آجاؤ۔ ہمیں بھوک لگ رہی ہے۔"

اس کی سالی نے بچے کو بہن کی گود میں دیتے ہوئے کہا "سسٹر تمہارے لیے نیا ٹوتھ پیسٹ اور نیا صابن لے کر آئی ہیں۔ چلو میں تمہیں دیتی ہوں تم اپنے دوسرے کپڑے چل کر نکالو۔"

وہ اس کے ساتھ جاتی ہوئی سسٹر سے دور جا کر بولی "تم کتنے جھوٹے ہو' جھوٹی محبت جتاتے ہو۔ تم نے کہا تھا' رات کو ڈیوٹی کے بہانے جاؤ گے اور صبح ہونے سے پہلے آکر مجھے یہاں سے بھگا کر لے جاؤ گے۔"

اندھا کیا چاہے دو آنکھیں' وہ تو اس پکے ہوئے پھل کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور وہ پھل خود ہی اس کی جھولی میں

گرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "سوری مجھے دیر ہو گئی لیکن فکر نہ کرو میں ابھی کچھ تدبیر کرتا ہوں۔"

"تدبیر کیا کرنا ہے۔ تم نے تو پہلے ہی پاسپورٹ اور ویزا تیار رکھا ہے۔ کہہ رہے تھے' نو بجے والی فلائٹ سے ہم چلے جائیں گے۔ میں نے کل رات سے سفری بیگ میں اپنے اور تمہارے پاسپورٹ اور تمام کاغذات رکھے ہوئے ہیں۔ صرف یہاں سے نکلنے کی دیر ہے۔"

"تو پھر فکر نہ کرو۔ ابھی تمہاری سسٹر بچے کو لے کر کمرے میں چلی جائے گی۔ اس کے بعد ہم یہاں سے نکل پڑیں گے۔"

"جاؤ جلدی سے غسل کر کے تیار ہو جاؤ۔ باتھ روم میں صابن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سب ہے لیکن تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ میری سسٹر ابھی سو جائیں گی۔"

"بھئی وہ کہہ رہی تھی کہ وہ رات سے جاگ کر میرا انتظار کر رہی ہے تو اسے نیند آرہی ہوگی۔ میں کوئی تدبیر کرتا ہوں تم فکر نہ کرو بس ہمارا کام ہو جائے گا۔"

وہ باتھ روم میں گیا اور لباس اتار کر شاور کے نیچے غسل کرتے ہوئے اپنی عارضی بیوی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کچن میں تھی اور ناشتا تیار کر رہی تھی۔ نارنگ اس کے دماغ پر مسلط ہو گیا۔ وہ اپنا کام چھوڑ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بیڈ روم میں آئی' وہاں بچہ بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ بھی جا کر لیٹ گئی بہت نیند محسوس کر رہی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ ناشتا کرنے کے لیے جاگنا چاہیے لیکن وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکی' نارنگ نے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا پھر اس نے اپنی سالی کے خیالات پڑھے' وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اب یہاں سے فرار ہو کر کس ملک میں جائیں گے۔ اس کی سالی کے خیالات نے کہا کہ فرانس کو چھوڑ کر وہ لندن جانے والے ہیں اگر لندن بھی ان کے لیے مناسب نہیں رہا تو پھر وہ کسی دوسرے ملک کے بارے میں سوچیں گے۔

جہاں نارنگ کو قید کر کے اپاہج بنایا گیا تھا۔ وہاں سے یہاں تک آنے اور اپنی فرضی بیوی سے باتیں کرنے اور غسل کرنے میں کافی وقت گزر چکا تھا۔ جب وہ غسل کرنے کے بعد اور لباس تبدیل کرنے کے بعد باہر آیا تو سات بج کر تیس منٹ ہو چکے تھے۔ سونیا کے چیلنج کے مطابق صرف دس منٹ رہ گئے تھے۔ اس کی سالی اپنا سفری بیگ لیے ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی بولی "یہ تو کمال ہو گیا۔ واقعی سسٹر گہری نیند سو رہی ہیں۔"

وہ دونوں تیزی سے باہر آئے' سڑک پر آکر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے' پھر وہاں سے ائرپورٹ کی طرف جانے لگے۔ نارنگ اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا' اس نے کہا "دونوں پاسپورٹ اور ٹکٹ مجھے دو تاکہ جلد سے جلد بورڈنگ کارڈ حاصل کر لیں۔"

اس کی سالی نے سفری بیگ کو کھول کر اس میں ہاتھ ڈالا پھر اس میں سے ایک پستول نکال کر اسے نشانے پر رکھ کر بولی "یہ ہے پاسپورٹ۔"

وہ چونک کر بولا "یہ کیا!"

"تم گھڑی نہیں دیکھتے یہ بُرا کرتے ہو۔ سات بج کر چھتیس منٹ ہو چکے ہیں اور میری دی ہوئی صلاحیت کے پورا ہونے میں صرف چار منٹ باقی رہ گئے ہیں۔ ان چار منٹوں میں تم خود کو اس جسم میں محفوظ رکھ سکتے ہو تو رکھو۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا "تم سونیا ہو؟"

"فی الحال تو سونیا ہوں مگر اس افسر کی سالی ہوں جسے ہلاک کر کے تم نے اس کا جسم حاصل کیا ہے۔ تم اس کے جسم میں ہو اور میں اس کی سالی کے دماغ میں ہوں۔"

وہ حقارت سے بولا "تم کیا سمجھتی ہو۔ مجھے گولی مارنے سے کیا میں مر جاؤں گا؟"

"نہیں' تم پھر کسی چیز سے اپنے جسم میں پیوست ہونے والی وہ گولی نکال لو گے اور وہ زخم بھر جائے گا لیکن کتنی گولیاں نکالو گے۔ اس پستول میں کئی گولیاں ہوتی ہیں اور جتنی گولیاں نکالتے نکالتے چالیس منٹ سے زیادہ ہو چکے ہوں گے۔"

"کیا تم مجھے قتل کرنے کے بعد یہاں سے زندہ بچ کر جا سکو گی۔"

"بے شک میرا یہ ٹیکسی ڈرائیور گواہی دے گا کہ تم اس پستول کے بل پر مجھے اغوا کر کے گھر سے لے جا رہے تھے اور تم نے دھمکا کر میری سسٹر کو سلا دیا تھا' لیکن ابھی راستے میں' میں نے تمہارا پستول تم سے چھین لیا اور اب تمہیں کو گولی مارنے والی ہوں۔ تمہاری کلائی میں گھڑی بندھی ہوئی ہے۔ اسے دیکھو ایک منٹ پانچ سیکنڈ رہ گئے ہیں۔"

"ارے تم کیا بلا ہو' تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں اس جسم میں داخل ہونے والا ہوں۔"

"کیا میں نادان ہوں۔ یہاں تمہاری نگرانی ہو رہی تھی اور میں جانتی تھی کہ جب پولیس والے تمہیں حراست میں لینے آئیں گے تو تم اپنا جسم ضرور تبدیل کرو گے اور تمہیں فرار ہونے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ لوگ یہی سمجھیں گے کہ دونوں ہاتھوں اور پیروں سے محروم ہونے والا ایمون مر گیا ہے اور قانون کا محافظ وہ انسپکٹر بخیریت ہے جو اس وقت میرے سامنے بخیریت نہیں ہے۔ اس کی بات ختم ہوتے ہی نارنگ نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر مار کر اس سے پستول چھین لیا پھر اسے نشانے پر لے کر بولا "اب کون مرے گا۔ گھڑی میں دیکھ رہا ہوں۔ تم بولو۔"

"نہیں تم گھڑی دیکھو۔"

اس نے گھڑی دیکھی دوسرا جسم تبدیل ہونے کے بعد چالیس منٹ پورے ہونے میں..... صرف چالیس سیکنڈ رہ گئے تھے۔ نارنگ نے فوراً ہی ٹریگر دبایا اور دباتا چلا گیا۔ کھٹ کھٹ کی آوازیں آئیں لیکن گولی نہیں چلی۔ سونیا نے کہا "پستول خالی ہے۔"

ان لمحات میں ہم تینوں اس ٹیکسی کے اندر زندگی سے خالی ہیں۔ تمہیں تو مرنا ہے اور یہ تمہارے سامنے جو انسپکٹر کی سالی بیٹھی ہوئی ہے یہ بھی بہت بدکار ہے۔ اسے بھی زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے اور... جو ٹیکسی ڈرائیور تمہیں ائرپورٹ کی طرف لے جارہا ہے' وہ ایک اسکنڈر کا کارندہ ہے' وہ بھی مجرم ہے' اسے بھی زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یعنی اس وقت اس ٹیکسی میں تین مجرم زندہ بیٹھے ہیں اور ان تینوں کو دیکھو کس وقت مرنا ہے۔ سیکنڈوں کو گزرنے میں کوئی وقت نہیں لگتا صرف دو سیکنڈ رہ گئے ہیں۔ نارنگ نے بڑی پھرتی سے اپنی طرف کے دروازے کو کھولا تاکہ وہاں سے چھلانگ لگا کر باہر چلا جائے لیکن دروازہ کھولتے کھولتے دو سیکنڈ گزر گئے۔ اچانک ٹیکسی میں دھماکا ہوا اور اس کے چیتھڑے اڑنے لگے۔ اس میں بیٹھا ہوا پولیس افسر بدکار تھا۔ اس کی سالی بھی بدکار تھی اور اس ٹیکسی کو چلانے والا ڈرائیور مجرم تھا۔ تینوں کو فنا ہونا تھا اور ان کے جسم کے بھی کتنے ہی ٹکڑے فضا میں اڑتے چلے گئے۔

نارنگ نے اپاہج جسم سے نجات حاصل کرنے کے لیے دوسرا جسم تبدیل کیا تھا۔ اب وہ دوسرا جسم بھی فنا ہوگیا تھا لہٰذا اب وہ تیسرے جسم کی تلاش میں کہیں گیا ہوگا۔

کہاں گیا ہوگا؟

جہاں بھی گیا ہوگا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اتنی بڑی دنیا میں کوئی اتنی ذرہ برابر جگہ نہیں ہے جہاں موت نہ پہنچتی ہو۔ لہٰذا وہ جہاں بھی گیا ہوگا' وہاں اس کے ساتھ موت بھی پہنچے گی۔

○☆○

ملی نے ایسی چال چلی تھی کہ ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر' مقامی انٹیلی جنس والے اور دوسرے اکابرین نے پوری طرح یقین کرلیا تھا کہ جیکی اولڈ غدار ہے' سرکش ہے اور اس کے زیر اثر جو گیارہ روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں وہ ان سب کو اپنی ایک فوج کی صورت میں رکھ کر اپنے ملک کے خلاف اور دوسرے ملکوں کے خلاف ایک اگلا محاذ بنا رہا ہے۔

امریکا میں پچھلے دنوں ٹرانسفارمر مشینوں کے ذریعے جو چوبیس ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے گئے تھے... ان کا حساب پھر سے جان لینا چاہیے۔ ان میں سے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے فی الوقت فہمی اور علی کے زیر اثر تھے۔ دو کو جینی اور پورس نے مار ڈالا تھا۔ چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے باغی ہو کر اپنی ایک جماعت بنا کر' تیج پال کی رہنمائی قبول کی تھی' اس کے بعد جو بارہ رہ گئے تھے۔ ان میں سے ایک جیکی اولڈ تھا۔ اس کے زیر اثر گیارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اس حساب سے جیکی اولڈ کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد زیادہ تھی اور اس کے غدار ثابت ہونے پر امریکی اکابرین کو بہت دکھ پہنچ رہا تھا اور یہ بھی سمجھ رہے تھے کہ آئندہ صرف دکھ نہیں پہنچے گا بلکہ بڑے بڑے نقصان اور بڑے بڑے صدمات پہنچتے رہیں گے۔ وہ تمام اکابرین حفاظتی تدابیر کے لیے آپس میں مشورے کرتے پھر رہے تھے۔ ان کے دماغ میں یہی باتیں آرہی تھیں کہ جلد سے جلد جیکی اولڈ اور اس کے گیارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تلاش کیا جائے اور انہیں گرفتار کیا جائے۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا تھا۔ انہی کی وجہ سے جیکی اولڈ کی بغاوت کا راز کھلا تھا۔ یہ بات انہیں معلوم نہیں تھی کہ وہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے فہمی اور علی کے زیر اثر ہیں۔ بہرحال ان کے سامنے ابھی چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے قابل اعتبار تھے' ان کے بعد تیج پال تھا جس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا رہنما ہے۔ اب اگر تیج پال سے اور دوسرے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اتحاد ہوجائے تو ان کی تعداد دس ہوجائے گی اور یہ تعداد جیکی اولڈ کی تعداد کے مطابق ہوگی' ایک ذرا انیس بیس کا فرق ہوگا۔

ادھر چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے فہمی اور علی کو اور ادھر چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے تیج پال کو یہ معلوم ہوچکا تھا کہ انہیں گونگا بنانے کے لیے جو عمل کیا گیا ہے وہ عمل صرف تین ماہ کے لیے ہے۔ آئندہ انہیں گونگا بنانے کے لیے دوبارہ عمل کرنا ہوگا۔

اس وقت تیج پال اور علی کے زیر اثر رہنے والے تو گونگے نہیں رہے تھے۔ ان پر سے تنویمی عمل کا اثر ختم کردیا گیا تھا لیکن وہ جانتے تھے کہ جیکی اولڈ نے اپنے گیارہ زیر اثر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یقیناً گونگا بنا کر رکھا ہوگا اور اب تین ماہ گزرنے والے تھے جس میں سے تقریباً ۲ مہینے دس دن گزر چکے تھے۔ آئندہ میں دونوں میں جیکی اولڈ انہیں اپنے تنویمی عمل کے ذریعے دوبارہ گونگا بنا کر پھر اسی طرح اپنا معمول اور محکوم بنا سکتا تھا۔

یہ حقیقت انہوں نے ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر اور دوسرے تمام اکابرین کو بتا دی تھی کہ انہیں کس طرح معمول اور تابع بنایا گیا تھا اور اس کے علاوہ گونگا بنا کر رکھا جاتا ہے۔ آئندہ بھی جیکی اولڈ یہی کرنے والا ہے' یہ بات ان اکابرین کے لیے تشویش ناک تھی لیکن ایک طرف سے تیج پال اور دوسری طرف سے علی نے یقین دلایا تھا کہ جیکی اولڈ ایک نہیں ہزار بار اپنے گیارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر تنویمی عمل کرتا رہے اور انہیں گونگا بناتا رہے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جب وہ گرفت میں آئے گا یا ان کے گونگے نہیں پیتھی جاننے والے گرفت میں آئیں گے تو جیکی اولڈ کے تنویمی عمل کا توڑ کرلیا جائے گا۔

علی نے کمپیوٹر کے ذریعے اس اعلیٰ افسر سے کہا "ایک اچھی خبر یہ ہے کہ الپا اور برین آدم اب اپنے دماغ کو مردہ ظاہر نہیں کرسکیں گے۔ انہوں نے اپنے آپ پر کوئی جادوئی عمل کرایا تھا اب وہ ختم ہوچکا ہے اب ان سے دماغی رابطہ ہوسکتا ہے۔ ویسے الپا یوگا میں مہارت رکھتی ہے لیکن اب خیال خوانی کرنے والوں کو

اس کے دماغ تک پہنچنے کا راستہ ملے گا۔ وہ چاہے گی تو بات کرے گی' نہیں چاہے گی تو ہم بھی اس سے بات نہیں کریں گے۔"

اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا تم میں سے کسی نے الپا سے رابطہ کیا ہے؟"

جواب ملا "جی ہاں ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی ایک گرل فرینڈ کے ساتھ قل ابیب گیا تھا۔ اسی نے ان کے جادو کا توڑ کیا ہے لیکن ان سے کوئی دماغی رابطہ نہیں کیا۔"

"دماغی رابطہ نہ کرنے کی کوئی وجہ ہے؟"

"ہم الپا کو تجسس میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں کہ آخر یہ سب کس نے کیا ہے۔ ان کا دماغ بابا صاحب کے ادارے کی طرف جاتا رہے گا۔ وہ ہمیں دشمن نہ سمجھے تو بہتر ہے اور اگر خیال خوانی کے ذریعے ابھی آپ کے دماغ میں ہوگی اور یہ سب کچھ سن رہی ہوگی تو اس کی دشمنی سے بھی کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا کیونکہ اس نے بھی ہمارے ملک اور قوم کو کئی بار نقصان پہنچایا ہے ہم تو بس سیدھی سادی دوستی چاہتے ہیں۔ اب وہ جادوئی عمل کے ناکام ہونے سے ناراض ہوتی ہے یا نقصان پہنچانے کی دھمکی دیتی ہے تو ہم اس سے کم نہیں ہیں۔"

ان دنوں ایف بی آئی کا ہیڈ کوارٹر تمام خیال خوانی کرنے والوں کا مرکز بن چکا تھا۔ کوئی بھی بات خیال خوانی کے ذریعے' کسی شخص کے ذریعے ہو یا کمپیوٹر کے ذریعے ہو تو اس بات کو دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں رہ کر سن لیتے تھے۔

تیج پال کے چار سراغ رسانوں میں سے ایک نے یہ تمام باتیں سن کر تیج پال کو بتائیں۔ وہ اطمینان کا سانس لے کر بولا "چلو یہ اچھا ہوا کہ اب الپا اپنی ناکامی کے سلسلے میں بہت مصروف رہے گی اور ہماری طرف نہیں آئے گی۔"

تیج پال اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے ساتھ ماریطانیہ کے دارالحکومت نواکشوٹ میں تھا۔ وہاں کے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کی بیٹی بڈی رابرٹ پر عاشق ہوئی تھی۔ اس کی وجہ سے ڈائریکٹر جنرل سے بھی سامنا ہوا تھا اور جب ڈائریکٹر جنرل کے خیالات پڑھے گئے تو پتا چلا کہ الپا اس سے رابطہ کرتی تھی اور مجرموں کو گرفتار کرنے کے سلسلے میں اس کی مدد کرتی ہے لیکن اب یہ خطرہ کچھ دنوں کے لیے ٹل گیا تھا۔ تیج پال جانتا تھا کہ ابھی وہ اپنے مسائل میں گرفتار ہوگی اور ڈائریکٹر جنرل کی طرف نہیں آئے گی۔

وہ یہ بھی جانتا تھا کہ کسی وقت بھی الپا ڈائریکٹر جنرل کے پاس آئے گی اور اس کے خیالات سے پتا چلے گا کہ اس کی بیٹی کسی بڈی رابرٹ میں دلچسپی لے رہی ہے تو الپا ضرور رابرٹ کے دماغ میں پہنچنا چاہے گی۔ ایسے میں رابرٹ سائنس رو کے گا تو الپا کو شبہ ہوگا کہ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ کسی غیر معمولی شخصیت کا حامل ہوگا اور تیج پال چاہتا تھا کہ الپا یا کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے تیج پال کے ساتھ اتنی دور افریقا کے شمال مغربی ملک میں رہنے لگے ہیں۔

ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر نے ایک فیکس وصول کیا۔ وہ جیکی اولڈ کی طرف سے آیا تھا۔ اس میں لکھا تھا "میں بہت دیر سے آپ لوگوں کی باتیں سن رہا ہوں میں بہت پہلے ہی آپ کو یہ بتانے والا تھا کہ آپ کے ساتھ دھوکا کیا جارہا ہے۔ میں کبھی آپ سے ملنے آپ کی رہائش گاہ میں نہیں آیا تھا۔ آپ نے کسی ڈی جیکی اولڈ کو کیپسول کھا کر مرتے دیکھا ہے۔ وہ کسی کا ڈراما ہے اور یہ ڈراما وہی چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ہو سکتا ہے یا پھر چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا۔ میں اب بھی کہتا ہوں کہ میں غدار وطن نہیں ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے فیکس کے ذریعے کہا "تمہارے کہنے یا نہ کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم تو اس سے پہلے ہی تمہیں ایک حکم دے چکے تھے' تم نے نافرمانی کی اور اپنے غدار ہونے کا ثبوت دیا پھر دوسری بار رات کو جیکی اولڈ کی ڈی بنا کر میری رہائش گاہ میں بھیج دی۔ مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کی اب تم اپنی صفائی میں جو کچھ بھی بولو گے۔ اس کے جواب میں ہمارا صرف ایک جواب ہوگا اور وہ یہ کہ اگر محب وطن ہو تو ہم سے آکر ملو۔"

دوسرا فیکس موصول ہوا۔ اس میں لکھا تھا "آپ مجھے غدار سمجھتے رہیں لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کے سامنے آکر حاضر نہیں ہوگا' اگر ہوگا تو وہ بہت بڑا بے وقوف ہوگا کیونکہ آپ کے سامنے آنے کا مطلب ہے کہ آپ کے دماغ کے اندر چھپے ہوئے دشمن کے سامنے بھی آجائے اور دشمن اس کے پیچھے پڑ جائے۔ آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔"

اعلیٰ افسر نے سوچ کے ذریعے کہا "تمہاری غداری کا ثبوت ملنے کے باوجود میں پھر تمہیں اور باقی گیارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اہمیت دے رہا ہوں اس لیے تم سے کہتا ہوں کہ تمہاری یہ احتیاطی تدبیر بہت اچھی ہے لیکن تم اپنے گیارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ بیٹھے کیا کررہے ہو؟ اب تک تم نے ہمارے ملک کے لیے کیا کیا ہے؟ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کم از کم یہ کمال تو کر دکھایا ہے کہ الپا بڑی چالاکی سے گرو نارنگ کی طرح بڑی زبردست جادوگر بن کر اپنے دماغ کو مردہ ظاہر کرتی تھی۔ انہوں نے اس کا طلسم توڑ دیا اور ہمارے لیے مصیبت کم کردی۔ وہ آئندہ نارنگ کی طرح ہمارے لیے بہت بڑی مصیبت نہیں ہوگی۔ اب بتاؤ کہ تم ہمارے لیے کیا کرسکتے ہو اور اگر مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو تو میں کہوں گا کہ نارنگ پھر زندہ ہوگیا ہے۔ اسے گرفتار کرکے یا ہلاک کرکے ثابت کرو کہ تم ہمارے ہو اور ہمارے ملک کے لیے ہی کام کرتے رہو گے۔"

فیکس کے ذریعے کہا گیا "ٹھیک ہے میں نارنگ کو تلاش کرنے

کی پوری کوشش کروں گا کہ اب وہ کس جسم میں ہے اور میں الپا سے رابطہ کرکے اسے سمجھاؤں گا کہ نارنگ جیسے شیطان سے اگر وہ محفوظ رہنا چاہتی ہے تو ہم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ساتھ دے۔ ہم سب اس کی مدد کریں گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "نہیں جب ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے الپا سے دماغی رابطہ نہیں کیا ہے اور اسے تجسس میں مبتلا رکھا ہے تو اسے خود پریشان ہوکر ہمارے پاس آنے دو۔ اس کے پاس نہ جاؤ' یہ ہمارا حکم ہے اور اس کی تعمیل کرنا تمہارا فرض ہے۔"

"میں اپنے تمام امریکی اکابرین کے حکم کی تعمیل کرتا رہوں گا اور جلد ہی ثابت کروں گا کہ میں اپنے ملک کے لیے کیا کررہا ہوں لیکن ایک شکایت ہے اور وہ یہ کہ آپ اپنے دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے مجھے تلاش کرا رہے ہیں جیسے کہ میں کوئی مجرم ہوں' جب میں انہیں تلاش نہیں کررہا ہوں تو انہیں بھی مجھے تلاش نہیں کرنا چاہیے۔ ہم سب کی سلامتی اسی میں ہے کہ ہم روپوش رہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہ تو تم بچوں جیسی باتیں کررہے ہو اگر ہمارے دس ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں تلاش نہ بھی کریں تو کیا دشمن تمہیں تلاش نہیں کررہے ہوں گے؟ کیا تم ان سے بچنے کے لیے کہیں روپوش نہیں ہو؟ ہم تمہیں منع نہیں کرتے تم چاہو تو ہمارے دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تلاش کرو کیونکہ دشمن بھی ہمارے ان دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تلاش کررہے ہوں گے' کسی کو کسی کام سے روکا نہیں جاسکتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ روپوش رہنے میں کون کامیاب رہتا ہے۔"

اعلیٰ افسر کو اپنے جواب میں پھر کوئی ٹیلی پیتھی موصول نہیں ہوا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جیکی اولڈ نے اس کی بات تسلیم کرلی ہے یا پھر غور کررہا ہوگا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے؟ جب وہ اعلیٰ افسر شام کو اپنی رہائش گاہ میں پہنچا تو الپا نے اسے مخاطب کیا اور کہا "میں دوسرے معاملات میں مصروف تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے آکر تمہارے خیالات پڑھتی رہی اور بہت سی باتوں کا علم ہوتا رہا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ میں غلط فہمی میں تھی کہ بابا صاحب کے ادارے والوں نے میرے طلسم کا توڑ کیا ہے لیکن یہ ناگوار فرض تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے انجام دیا ہے اور سراسر دشمنی کی ہے۔"

"تم اسے دشمنی کہہ سکتی ہو لیکن ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کوئی یہ نہیں چاہتا کہ اس کا مخالف روپوش رہ کر پراسرار بنتا رہے' اپنی طرف سے حملے کرتا رہے اور جوابی حملوں کا موقع نہ دے۔"

"تم ایسی باتیں اس لیے کررہے ہو کہ تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے روپوش ہونے میں کامیاب ہیں۔ جس دن میں انہیں بے نقاب کروں گی تو تم بھی اسی طرح جھنجلاؤ گے۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں کل سے ایف بی آئی کا اعلیٰ افسر نہیں رہوں گا۔ تم نے شاید میرے پورے خیالات نہیں پڑھے میں کل سے اس ڈپارٹمنٹ میں چند یوگا جاننے والے افسران آئیں گے اور ہمیں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے فیکس اور کمپیوٹر کے جو بھی پیغامات ملیں گے۔ وہ صرف یوگا جاننے والے افسران پڑھیں گے۔ کوئی دوسرا انہیں ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔ اس طرح تم میں سے کوئی یہ نہیں جان سکے گا کہ ہمارے درمیان کیا ہورہا ہے۔"

"تم اپنی حکمتِ عملی سمجھا رہے ہو' یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ کس کی حکمتِ عملی کامیاب ہوگی بائی دا وے نارنگ نے تو ضرور تم لوگوں سے رابطہ کیا ہوگا؟"

"اسے سچ سمجھو یا جھوٹ اس نے اب تک ہماری طرف رخ نہیں کیا ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں ہے اور کیا کررہا ہے۔ یہ تو اسے معلوم ہوچکا ہوگا کہ تمہارے دماغ کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ وہ تمہارے پاس ضرور آیا ہوگا۔"

"ہاں آیا تھا لیکن تقریباً دو دن ہورہے ہیں اس نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا ہے پتا نہیں' کیا بات ہے یا تو وہ کسی معاملے میں الجھا ہوا ہوگا یا اس پر کوئی ایسی آفت آپڑی ہوگی کہ اسے کسی سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہوگا۔"

"تم جب تک اپنے دماغ کو مردہ ظاہر کرتی رہیں اس وقت تک ہم سے رابطہ نہیں کیا اور آج میرے پاس آئی ہو کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں یہ صرف میری نہیں' تم لوگوں کے بھی سوچنے کی بات ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک طویل عرصے سے خاموش ہیں۔ نہ مجھ سے رابطہ کرتے ہیں نہ تم لوگوں سے کیا' ان کی یہ خاموشی معنی خیز نہیں ہے؟"

"وہ خاموش نہیں ہیں۔ پچھلے دنوں سونیا امریکا آئی تھی اس نے نیلاں' تیج پال اور نارنگ کا تعاقب کیا تھا۔ نیلاں کو ہلاک کیا تھا۔ تیج پال کو فراہم سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ اب نارنگ سے اس کی مخالفت ہے یا نہیں' اس کے بارے میں ہمیں پورے یقین سے کچھ معلوم نہیں ہے۔"

"کیا تم لوگوں نے فرانس کے اخبارات میں یہ نہیں پڑھا تھا کہ ایک مردہ تابوت میں زندہ ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ آتما شکتی جاننے والا نارنگ شاید کسی دوسرے بہروپ میں موجود ہے؟"

"ہم نے اس کے بارے میں معلوم کیا تھا' کیے جانے کے بعد اسے پاگل خانے میں داخل کروا دیا گیا تھا۔ بعد میں اسے اغوا کرلیا گیا تھا۔ اغوا کرنے کے بعد سے وہ اب تک لاپتا ہے اگر وہ اب تک زندہ ہوتا تو یقیناً کوئی جوابی کارروائی کرتا لیکن اس کی طرف سے مکمل خاموشی ہے۔"

الپا دماغی طور پر واپس اپنی جگہ آگئی کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج خلیل بن کرم سے رابطہ کیا اور کہا "میں آپ سے کچھ معلومات چاہتی ہوں اگر آپ کوئی حرج نہ سمجھیں تو مجھے اتنا بتادیں کہ نارنگ کہاں ہے؟"

خلیل بن کرم نے کہا "نارنگ پہلے اپنی آتما شکتی کھو بیٹھا تھا۔ اس نے دوبارہ آتما شکتی حاصل کی ہے اور اب وہ کسی جسم میں گیا ہوا ہے۔ یہ پتا نہیں وہ کس جسم میں چھپا ہوا ہے اور آئندہ کیا کرنے والا ہے؟"

وہ ان کا شکریہ ادا کرکے واپس آئی اور پھر برین آدم سے رابطہ کرکے کہا "بگ برادر! نارنگ زندہ ہے اور اپنی پوری آتما شکتی کے ساتھ اب کسی نئے جسم میں ہے لیکن وہ کسی سے رابطہ نہیں کررہا ہے دو دن پہلے میرے پاس بار بار ایسے آرہا تھا۔ جیسے اب مجھ پر مسلط ہونا چاہتا ہو لیکن اب وہ مجھے بھی نظر انداز کررہا ہے۔ کیا اس کی یہ خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ ہوسکتی ہے۔"

"وہ کچھ نہ کچھ کررہا ہوگا یا دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ اس مصیبت سے نکلنے کے بعد ہی اپنی طاقت کا غرور دکھائے گا۔"

"بگ برادر! میں یہی تو پریشان ہوکر بار بار سوچ رہی ہوں کہ وہ جب بھی آئے گا میرے یوگا جاننے کے باوجود میرے دماغ میں گھسا چلا آئے گا اور میں اسے روک نہیں سکوں گی۔ وہ اپنے اشاروں پر جس طرح چلائے گا' میں چلنے پر مجبور ہوجاؤں گی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اس سے کس طرح تحفظ حاصل کریں۔"

برین آدم نے کہا۔ "جیکی اولڈ کے بارے میں ثبوت مل چکے ہیں کہ وہ امریکا کا وفادار نہیں ہے' اپنی ایک فوج بنائے ہوئے ہے اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے گوریلے افراد کی فوج کہاں چھپی ہے۔ اس سے کس طرح رابطہ ہوسکتا ہے۔ یہ ہمیں پتا نہیں چل سکتا ہے۔ اس کی آواز سنائی نہیں دیتی ہے۔ وہ تو فیکس کے ذریعے رابطہ کرتا ہے اگر کسی طرح اس سے رابطہ بحال ہوتا تو ہم اس سے گٹھ جوڑ کرکے گوریلے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج کے ذریعے بڑی طاقت حاصل کرسکتے ہیں۔ ہم جیکی اولڈ کی مدد سے نارنگ کو کمزور کرسکتے ہیں اور ڈٹ کر اس سے مقابلہ کرسکتے ہیں۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی "ہاں کم از کم اس کم بخت نارنگ کے دباؤ میں تو نہیں رہیں گے لیکن اس جیکی اولڈ سے کیسے رابطہ ہوگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے؟"

وہ دونوں تدبیریں سوچتے رہے۔ تدبیریں سوچتے رہنے سے یہ امید رہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی اچھا راستہ نکل آئے گا۔ فی الوقت الپا ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اکیلی رہ گئی تھی اور یہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ جلد ہی اس پر برا وقت آنے والا ہے۔

○☆○

میں' میرے بیٹے' میری بہوئیں اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے دوسرے تمام سراغ رساں جب ادارے سے نکل کر مختلف ممالک کی طرف جاتے تھے تو ان سب کو حتیٰ کہ مجھے بھی ہدایات دی جاتی تھیں کہ مجھے کس ملک میں جانا ہے۔ بعض اوقات کہا جاتا تھا کہ کیوں جانا ہے اور کیا کرنا ہے اور بعض اوقات صرف اتنا ہی کہا جاتا تھا کہ اس ملک کی طرف جاؤ۔

اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ جناب تیرزی جانتے تھے کہ جب ہم کسی ملک میں جائیں گے تو وہاں کیا ہونے والا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ پہلے سے بتاتے نہیں تھے اور ہماری ذہانت اور حاضر دماغی پر چھوڑ دیتے تھے کہ ہم کیا کرنے والے ہیں اور کیا کرسکتے ہیں؟

جناب تیرزی کی جانب سے ہدایات دی گئیں کہ ٹانی اور جینی پیرس میں رہ سکتی ہیں یا ادارے میں واپس آسکتی ہیں۔ پارس اور پورس کو ہدایات دی گئیں کہ وہ آسٹریا پہنچیں ان دونوں کو آسٹریا کب پہنچنا چاہیے' کس شہر میں پہنچنا چاہیے۔ یہ باتیں تفصیل سے نہیں بتائی گئیں صرف کہہ دیا گیا کہ انہیں وہاں جانا ہے اور جب ایسی ہدایات ملتی تھیں تو ہم میں سے کوئی بھی وقت ضائع کیے بغیر عمل ضرور کرتا تھا۔ لہٰذا ٹانی تو پہلے ہی پیرس والے کانیچ میں تھی وہاں جینی کو بھی پہنچا دیا گیا۔ ہدایت کے مطابق .... پارس اور پورس دونوں آسٹریا کے لیے روانہ ہونے لگے۔

ٹانی اور جینی انہیں رخصت کرنے کے لیے ائرپورٹ تک آئیں۔

کانیچ سے روانہ ہوتے وقت پورس نے کہا "ہم جانتے ہیں تم دونوں ہمیں ائرپورٹ چھوڑنے کیوں جارہی ہو۔ راستے میں بیویوں کی طرح خوب نصیحتیں کروگی۔"

پارس نے کہا "یار بیویوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کو یا ہونے والے شوہر کو راہِ راست پر چلاتی رہیں اور اچھی ہدایات دیتی رہیں۔ دیکھو میں کتنا اچھا' نیک اور پارسا بن گیا ہوں۔"

ٹانی نے کہا "یہ تو میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تم کتنے نیک اور پارسا بن گئے ہو۔"

پورس نے کہا "ٹانی! مجھے تو کہنا چاہیے میرے بھائی پر شبہ نہ کرو لیکن کہنا فضول ہے۔ شوہر سو بار اپنی پارسائی ثابت کرتا رہے پھر بھی بیوی شبہ کرتی ہی رہتی ہے۔"

جینی نے کہا "ٹانی ٹھیک کہہ رہی ہے' شبہ کیوں نہیں کرے گی؟ تم کون پارسا ہو اگر میں نہ رہوں تو پتا نہیں کہاں کہاں منہ کالا کرتے پھرو گے۔"

پارس نے کہا "دیکھو پورس' جینی شادی سے پہلے ہی تمہارا منہ کالا کررہی ہے۔"

جینی نے کہا "میں اور اس سے شادی کروں گی' یہ تو بالکل ابنارمل ہے۔ نیم پاگل ہے اور مجھے پاگل کہتا ہے۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ ائرپورٹ پہنچ کر جینی نے کہا "تم

دونوں اپنی آنکھوں پر سے یہ سیاہ گاگلز اتارو۔"

پورس نے پوچھا "بھئی اسے پہننے پر کیا اعتراض ہے؟"

"میں خوب جانتی ہوں۔ سیاہ چشمے کی وجہ سے پتا نہیں چلتا کہ ہمیں دیکھ رہے ہو یا کسی دوسری کو۔"

پورس نے کہا "پلیز ٹانی اب یہ تمہارے پاس رہے گی۔ تم اسے سمجھاؤ کہ اس طرح جھگڑا کرنے سے کام نہیں چلتا۔"

ٹانی نے کہا "یہ صحیح کہہ رہی ہے۔ چور چوری سے جاتا ہے' ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔"

ان دونوں نے سیاہ چشمے اتار دیے۔ پارس نے کہا "جب ہم طیارے میں جائیں گے تو وہاں کوئی چشمہ اتارنے والی نہیں ہوگی۔"

جینی نے کہا "ضرور ہوگی۔ میں تو خیال خوانی کے ذریعے پورس کے دماغ میں رہوں گی۔"

ٹانی نے کہا "نہیں جینی ایسی باتیں نہ کرو۔ میں اور پارس آپس میں لڑتے جھگڑتے ضرور ہیں مگر ہمارے درمیان طے پایا ہے کہ ہم ایک دوسرے کی اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں آیا کریں گے۔ اس لیے جب پارس مجھ سے دور ہوتا ہے تو میں اس وقت تک اس کے دماغ میں نہیں جاتی ہوں جب تک کہ یہ خود میرے دماغ میں نہ آئے یا پھر مجھے کوئی خاص ضرورت پڑے تو میں آکر کہتی ہوں کہ تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ تب ہم دونوں کے درمیان گفتگو ہوتی ہے۔ یہی طریقہ بہتر ہوتا ہے۔"

جینی نے اس کی باتیں سنتے ہوئے ایک چرچ کے فادر کی طرف دیکھا۔ وہ دو راہبوں اور چار راہباؤں کے ساتھ آرہا تھا۔ اس کی داڑھی بہت گھنی اور لانبی تھی۔ داڑھی کا آخری سرا سینے تک آرہا تھا۔ وہ قریب سے گزرنے لگا تو جینی نے پورس سے پوچھا "میں اس کی داڑھی کھینچ کر دیکھوں؟"

پورس نے کہا "تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ یہ کیسی باتیں کرنے لگتی ہو؟"

ٹانی اور پارس نے بھی کہا "نہیں جینی ایسی باتیں نہیں کرتے' یہ فادر ہیں۔ ان کا احترام کرنا چاہیے۔"

فادر چلتے چلتے رک گیا۔ اس نے پلٹ کر جینی کو دیکھا پھر قریب آکر بولا "مائی چائلڈ تم کیا چاہتی ہو؟"

"آپ کی داڑھی بہت بڑی ہے۔ بالکل نقلی لگ رہی ہے۔"

فادر نے مسکرا کر پوچھا "اچھا پھر تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں اسے کھینچ کر دیکھنا چاہتی ہوں۔"

پورس نے اسے غصے سے دیکھ کر کہا "یہ بہت ہی بدتمیزی والی گفتگو کر رہی ہو۔ ابھی میں نے اسے سمجھایا ہے کہ فادر کا احترام کرنا چاہیے۔"

فادر نے پورس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "تو مائی سن! اس پر ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ یہ بیٹی دکھ اور مصیبتوں سے بھری ہوئی ہے۔ ہم بہت کم لوگوں کو خوشیاں دے سکتے ہیں اگر میری داڑھی کھینچنے سے اس بچی کو خوشی ہوتی ہے تو تمہارا کیا جھگڑتا ہے؟"

وہ اور آگے بڑھ کر بولا "کم آن مائی چائلڈ! میری داڑھی کھینچو۔"

جینی نے اس کی داڑھی مٹھی میں لے کر ہولے سے کھینچی پھر ذرا زور سے کھینچی اس کے بعد بولی "ارے یہ تو اصلی ہے!"

یہ کہہ کر وہ خوشی سے تالیاں بجانے لگی۔

فادر نے کہا "دیکھا مجھے ایک ذرا سی تکلیف نہیں ہوئی اور اس بچی کو خوشی حاصل ہوگئی۔ یہی خدا کو خوش کرنے والی باتیں ہوتی ہیں۔ گاڈ بلیس آل آف یو!"

وہ دعائیہ انداز میں کہتا ہوا اپنے راہب اور راہباؤں کے ساتھ چلا گیا۔ پورس نے کہا "یہ بڑے شرم کی بات ہے۔"

جینی نے کہا "واہ فادر تو خوش ہو رہے تھے۔ دعائیں دے رہے تھے اور اسے تم شرم کی بات کہتے ہو۔ کیا تم فادر سے بھی بڑے ہو ان سے بھی زیادہ معزز ہو؟ دیکھو تو کتنے اچھے آدمی ہیں۔ انہوں نے مجھے خوش کر دیا۔"

ٹانی نے کہا "انہوں نے تمہیں خوش کر دیا لیکن تمہیں بھی اپنی عقل سے سوچنا چاہیے کہ وہ چور کبھی سامنے نہیں آتا جس کی داڑھی میں تنکا ہوتا ہے۔"

"ٹانی تم کتنی پرانی کہاوت مجھے سنا رہی ہو۔ آج کل کے چور تو داڑھی میں تنکا رکھ کر بھی بڑی ڈھٹائی سے سامنے آجاتے ہیں۔"

وہ دونوں ہاتھ پیچھے رکھے باتیں کر رہی تھی پھر اس نے ایک ہاتھ کی مٹھی ان کے سامنے کی اور اسے کھولا تو ہتھیلی پر کئی سفید بال دکھائی دیے۔ وہ بولی "اس کی گھنی داڑھی کے پیچھے جو بال تھے۔ شاید وہ جلدی میں صحیح طرح چپک نہیں پائے تھے۔ باقی داڑھی کو اس نے بڑی مہارت سے چپکایا ہوا تھا اسے کھینچنے سے وہ داڑھی نکل نہیں سکتی تھی۔"

ٹانی' پارس اور پورس اسے مسکرا کر پیار سے دیکھنے لگے۔ ٹانی نے اسے گلے لگا کر کہا "تم پاگلوں جیسی حرکتیں کرتی ہو اب ہمیں بھی تم سے سیکھنا پڑے گا کہ انبار مل کس طرح ہوا جاتا ہے؟"

پارس نے کہا "اتنا تو معلوم ہوا کہ ایک چرچ کا فراڈ فادر ہمارے پاس سے گیا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہو لیکن اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ہمارے دماغوں میں اگر آرہا ہوگا تو ہمارے موجودہ بہروپ کے مطابق ہمارے چور خیالات اسے ہماری اصلیت نہیں بتائیں گے لیکن ہمیں اس کی اصلیت معلوم کرنا ہے۔"

ٹانی نے دور ایک شیشے کے آر پار دیکھتے ہوئے کہا "وہ بورڈنگ کارڈ حاصل کر رہا ہے۔ تم دونوں جاؤ اور خیال خوانی کے ذریعے کاؤنٹر کلرک سے معلوم کرو کہ وہ کہاں جا رہا ہے؟ میں جینی کے ساتھ رہوں گی۔"

پارس اور پورس بورڈنگ کارڈ لے کر طیارے میں سوار ہو کر جانے لگے۔ ٹانی نے پارس سے کہا "تم دونوں آسٹریا سے آگے نہیں جاؤ گے۔ پہلے سے یہی ہدایات دی گئی ہیں لیکن وہ جعلی فادر وہاں سے بھی آگے ہنگری جانے والا ہے۔ کیا اسے چھوڑ دیا جائے؟"

"ہم ابھی یہی سوچ رہے ہیں۔ اس کے فراڈ ہونے کا ثبوت مل چکا ہے۔ اب اس کے دماغ میں جانا چاہیے یا نہیں اگر وہ ٹیلی پیتھی اور یوگا کا ماہر ہوگا تو اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگے گی۔ وہ سمجھ لے گا کہ مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتے ہیں اور اس پر شبہ کر رہے ہیں۔"

ٹانی نے کہا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ اس کے دماغ میں پہنچا جائے' جب وہ ہم سفر رہے گا تو مختلف طریقوں سے اس کی اصلیت معلوم کی جا سکتی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ ہم یہی کریں گے۔"

جینی نے کہا "اب تو وہ طیارے میں سوار ہو رہے ہیں۔ ہمیں نظر نہیں آئیں گے۔ کیا خیال ہے چلا جائے۔"

"ہاں ہم چل رہے ہیں۔"

جینی نے کہا "پورس نے ابھی مجھ سے کہا ہے کہ اس فراڈ کے بارے میں معلوم کرے گا لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ میں نہیں جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی کوئی یوگا کا ماہر ہو یا ٹیلی پیتھی جانتا ہو۔"

"پارس سے میری بھی یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ وہ دونوں خود ہی اس سے نمٹ لیں گے۔ کم آن!"

وہ دونوں وہاں سے جانے لگیں۔ طیارہ پرواز کرنے لگا تو پارس اور پورس نے ان کے دماغ میں جا کر کہا "الوداع میری جان! ہم اپنی جان تمہارے پاس چھوڑ کر جا رہے ہیں۔" پھر انہوں نے چوہے کے انداز میں آواز پیدا کی۔ جینی نے کہا "یہ کیا حرکت ہے۔ میرے ہونٹوں کی سرخی پھیل جائے گی۔"

ٹانی نے کہا "تمہارے جیسے شوہر اسی طرح رخصت ہوتے وقت بیوی کا سر سہلاتے ہیں اور چومتے ہیں۔ یاد رکھنا کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو مجھے تمہارے سر پر پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔ اچھا خدا حافظ۔"

بلندی پر طیارے کی پرواز ہموار ہوئی تو پارس اور پورس نے اپنے سیٹ بیلٹ کھول دیے۔ پارس نے پوچھا "تیری والی کیا کہہ رہی تھی۔"

"یار بڑے نخرے کرتی ہے۔ اتنی دور سے پپی لی تو کہتی ہے۔ ہونٹوں کی سرخی پھیل رہی ہے۔"

پارس ہنسنے لگا۔ پورس نے کہا "جب مرد پر بیوی کی طرف سے مصیبت آتی ہے تو اس مصیبت کو چھپانے کے لیے شوہر ہنستا ہے۔"

"ہاں یار تو ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ٹانی کہہ رہی تھی اگر میں نے کوئی الٹی سیدھی حرکت کی تو وہ فوراً ہمارے پاس پہنچ جائے گی۔"

"یار اس کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ کنوارے رہ کر فلرٹ کرو تو خواہ مخواہ بدنامی ہوتی ہے۔ شادی شدہ رہ کر کچھ بھی کرتے رہو' پتا نہیں چلتا کہ بیوی کی آڑ میں کیا ہو رہا ہے۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ اس دوران میں جو بھی اسٹیورڈ اور ائر ہوسٹس وغیرہ ان کی طرف آرہی تھیں۔ وہ ان سے باتیں بھی کر رہے تھے اور ان کے دماغوں میں بھی پہنچ رہے تھے تاکہ ان کے ذریعے اس فراڈ فادر کے بارے میں کچھ معلوم کر سکیں۔ انہوں نے ائرپورٹ پر اس کے ساتھ دو راہب اور چار راہباؤں کو دیکھا تھا۔ اب وہ چار راہبائیں نظر نہیں آرہی تھیں۔ صرف وہ دو راہب اس فادر کے پیچھے والی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دو ائر ہوسٹس شراب اور سوفٹ ڈرنکس مسافروں کو ان کی پسند کے مطابق پیش کر رہی تھیں۔ ان میں سے ایک نے ایک راہب سے پوچھا "آپ کیا پینا پسند کریں گے؟"

اس راہب نے ایک انگلی اٹھا کر ایک سوفٹ ڈرنک کی طرف اشارہ کیا۔ ائر ہوسٹس نے ایک بوتل اٹھائی تو اس نے نہیں میں سر ہلا کر پھر اشارہ کر کے دوسری بوتل کی طرف انگلی اٹھائی۔ ائر ہوسٹس نے اس بوتل کو اٹھا کر کہا "آپ اس کا نام لیتے تو میں پہلے ہی یہ دے دیتی۔"

سامنے بیٹھے ہوئے فادر نے کہا "میرے یہ دونوں راہب بے چارے گونگے ہیں۔"

اس ائر ہوسٹس کے دماغ میں پارس اور پورس دونوں ہی تھے۔ وہ یہ سن کر چونک گئے کہ وہ دونوں راہب گونگے ہیں اور یہ بات تو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معلوم ہو چکی تھی کہ جیکی اولڈ کے پاس جو گیارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' انہیں اس نے گونگا بنا کر رکھا ہوا ہے۔ پورس نے کہا "یار پارس یہ دونوں گونگے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کے ساتھ فادر بنا ہوا شخص جیکی اولڈ ہوگا۔ اچھا ہوا کہ ہم نے اس کے دماغ میں جانے کی نادانی نہیں کی۔"

وہ دونوں ائر ہوسٹس ٹرالی آگے لے گئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اناؤنس منٹ ہونے لگا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین اٹین شن پلیز۔ ابھی اس طیارے میں ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آنے والا ہے لیکن اس واقعے سے کسی مسافر کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ آپ سب سے التجا کی جاتی ہے کہ جو کچھ بھی آنکھوں سے دیکھیں' اس سے خوف زدہ نہ ہوں اور اپنی سیٹ پر آرام اور اطمینان سے بیٹھے رہیں۔"

اس اناؤنس منٹ کے دوران میں پارس اور پورس اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گئے تھے۔ پتا چلا کہ وہ انٹرپول کا ایک افسر ہے اور اس کے ساتھ دوسرا افسر اور چار انٹرپول کے ماہر سراغ رساں بھی ہیں۔ وہ دونوں اس کے ذریعے ان سب کے دماغوں میں جانے لگے۔

اس افسر کے اناؤنس منٹ کی آواز اسپیکر کے ذریعے طیارے کی محدود فضا میں گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "آپ میں سے اکثر حضرات کو معلوم ہوگا کہ پیری اماؤنٹ نامی ایک خطرناک قاتل انٹرپول کو مطلوب ہے۔ ہزار تلاش کے باوجود اور اس سے کاؤنٹر فائرنگ کے باوجود بھی وہ کبھی ہاتھ نہیں آیا ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس سے زمین پر لڑنا' اسے گرفتار کرنا بہت مشکل ہے لہٰذا ہم زمین اور آسمان کے درمیان اس خطرناک قاتل مجرم پیری ماؤنٹ کو یہاں گرفتار کرنے آئے ہیں۔"

پورس نے کہا "یار رہم تو اسے جیکی اولڈ سمجھ رہے تھے لیکن یہ تو بدنام زمانہ قاتل پیری ماؤنٹ ہے جو کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آتا ہے۔"

اناؤنس منٹ کرنے والا کہہ رہا تھا "ہم پھر ایک بار تمام مسافروں کو اطمینان دلاتے ہیں کہ پیرس کے ائرپورٹ سے یہاں تک ہر طرح سے اس کے سامان کی چیکنگ کی گئی ہے۔ اس کے پاس کوئی آتشیں اسلحہ تو کیا ایک چاقو بھی نہیں ہے۔ لہٰذا کسی مسافر کو کوئی جانی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

پارس نے کہا "یہ انٹرپول والے دھوکا کھا رہے ہیں' یہ نہیں جانتے کہ اس فراڈ فادر کے پیچھے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے گونگے بیٹھے ہیں۔ وہی خطرناک ہتھیار ہیں۔"

اسپیکر کے ذریعے کہا گیا "اب ہم ایک چرچ کے معزز فادر بنجامن سے عرض کرتے ہیں کہ وہ اٹھ کر کھڑے ہو جائیں اور اپنی داڑھی اور فادر کا لباس اتار دیں۔"

پیری ماؤنٹ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جتنے مسافر بیٹھے تھے' سب اسے دیکھنے لگے۔ وہ سب کے سامنے اپنی داڑھی اور مونچھیں نوچنے لگا۔ داڑھی اور مونچھیں نوچنے کے بعد اس نے لباس اتار کر پھینک دیا۔ اب وہ ایک شرٹ اور پتلون میں تھا۔ مسافروں کو دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

پارس نے کہا "برادرم! تم فوراً پائلٹ کے دماغ میں جاؤ اور ایسا قبضہ جماؤ کہ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے اپنی مرضی کے مطابق پرواز کرانے پر مجبور نہ کر سکے۔"

انٹرپول کے دو افسران ریوالور لیے پائلٹ کیبن سے باہر آئے باقی چار سراغ رساں مختلف سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی گنیں لے کر وہاں سے اٹھتے ہوئے اس فادر بننے والے پیری ماؤنٹ کو اپنے نشانے پر لیا۔ پارس خیال خوانی کے ذریعے پیری ماؤنٹ کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ وہ جیکی اولڈ نہیں بلکہ واقعی بدنام زمانہ خطرناک قاتل پیری ماؤنٹ ہے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کی بے مثال خطرناک مجرمانہ کارروائیوں کے باعث جیکی اولڈ اسے اپنا آلہ کار بنانا چاہتا ہے۔ اس لیے اسے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ اپنے پاس بلا رہا تھا مگر یہاں سفر کے دوران میں یہ گڑبڑ شروع ہو گئی تھی۔

پیری ماؤنٹ نے اپنے دونوں خالی ہاتھوں کو مسافروں کی طرف دکھاتے ہوئے کہا "دیکھو یہ افسران ٹھیک کہہ رہے تھے میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے لیکن ان لوگوں کے پاس کتنے ہتھیار ہیں۔ یہ مجھے مارنا چاہیں گے اور میں بچنا چاہوں گا تو تم میں سے کوئی زخمی ہو گا یا مارا جائے گا پھر یہ کیسے کہتے ہیں کہ کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ قانون کے محافظ ہیں مگر آپ لوگوں کی جان کی پروا نہیں کریں گے۔ میں آپ لوگوں کو بچاؤں گا اور کسی پر گولی نہیں چلنے دوں گا۔ ذرا تماشا دیکھیں یہ کہہ کر اس نے دونوں افسران کو دیکھ کر کہا "کم آن اپنے ریوالور میری طرف اچھال دو۔"

اس کے یہ کہتے ہی دونوں افسران نے فوراً اپنے ریوالور اس کی طرف اچھالے' وہ انہیں دونوں ہاتھوں سے کیچ کر کے مسافروں کو دکھانے لگا۔ پارس سمجھ رہا تھا کہ ان گونگے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایسا کیا ہے۔ پیری ماؤنٹ نے چار مسلح سراغ رساں سے کہا "اب تمہارے دونوں افسران میرے نشانے پر ہیں اگر مجھ پر گولی چلاؤ گے تو یہ دونوں زندہ نہیں رہیں گے پھر کتنی گولیاں چلیں گی اور کتنے مسافر مارے جائیں گے اس کا حساب کر سکتے ہو؟"

تمام مسافروں پر دہشت طاری ہو گئی تھی اور عورتیں اور بچے رونے لگے تھے۔ اسی وقت پارس نے پیری ماؤنٹ کے دماغ پر قبضہ جمایا' اس نے ایک ریوالور ایک افسر کی طرف اور دوسرا ریوالور دوسرے افسر کی طرف اچھالا تو ان دونوں نے انہیں کیچ کر لیا پھر ایک افسر نے کہا "اب بتاؤ نشانے پر ہم ہیں یا تم ہو۔"

پیری ماؤنٹ نے پریشان ہو کر ان دونوں کے ہاتھ میں وہ ریوالور دیکھے پھر پلٹ کر گونگوں کی طرف دیکھے بغیر بولا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرے ہاتھ سے ریوالور نکل کر ان کے پاس کیسے چلے گئے؟"

پھر پیری ماؤنٹ نے پارس کی مرضی کے مطابق کہا "ان سے ریوالور چھیننا ضروری نہیں ہے۔ پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جماؤ اور اسے پرواز کا روٹ بدلنے پر مجبور کرو۔"

پیری ماؤنٹ اور وہ دونوں گونگے پوری تیاریوں کے ساتھ آئے تھے۔ انہوں نے پائلٹ اور کو پائلٹ وغیرہ کی آوازیں بھی سنی ہوئی تھیں۔ انہوں نے پائلٹ کے دماغ پر جا کر قبضہ جمانا چاہا تو پتا چلا کہ وہ اس کے دماغ پر اثر انداز نہیں ہو سکیں گے۔ کو پائلٹ کے ساتھ بھی یہی معاملہ تھا۔ ان کا دماغ جیسے فولاد ہو گیا تھا ان کی سوچ کی لہریں ان پر اثر نہیں کر رہی تھیں۔

ایک گونگے نے کاغذ پر کچھ لکھ کر اسے پیری ماؤنٹ کی طرف بڑھایا۔ پیری ماؤنٹ نے اسے پڑھا۔ کاغذ پر لکھا تھا "ہم پائلٹ کے دماغ میں جا رہے ہیں لیکن ہماری سوچ کی لہریں اس کے دماغ پر اثر نہیں کر رہی ہیں۔"

دور کھڑے ہوئے ایک افسر نے کہا "وہ پرچی ہمیں دکھاؤ۔ بتاؤ اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟"

اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھ کر اس سے پرچی لیتا۔ پیری

ماؤنٹ نے اسے منہ میں ڈال کر نگل لیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ دو گونگے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موجودگی کا علم انٹرپول والوں کو ہو۔

لیکن انٹرپول والے نادان نہیں تھے کہ اتنا سمجھ نہ سکتے کہ اس کے دو راہب بھی اہمیت رکھتے ہیں اور اس کی خفیہ طور سے اس طرح مدد کر رہے ہیں جس کا انہوں نے نوٹس نہیں لیا تھا۔ ویسے اپنے نائب دماغ ہو کر' پستول پیری ماؤنٹ کی طرف اچھالنے سے ایک شبہ تو ہوا تھا کہ ایسا ٹیلی پیتھی کی وجہ سے ہوا ہے۔

ایک افسر نے دونوں سراغ رسانوں سے کہا "ان میں سے ایک گونگے کو ائرہوسٹس اور اسٹیورڈ کے کیبن میں لے جاؤ اور ان کی زبان کھلواؤ۔ یہ بناوٹی گونگے لگ رہے ہیں۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ دوسرا سراغ رساں ایک گونگے کو پکڑ کر جہاز کے پچھلے حصے میں ایک کیبن کے اندر لے گئے۔ پارس اس میں سے ایک سراغ رساں کے دماغ میں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جتنی بھی پٹائی کریں گے' وہ گونگا بول نہیں سکے گا کیونکہ وہ تنویمی عمل کے زیر اثر تھا۔ اس سراغ رساں نے پارس کی مرضی کے مطابق ایک چھوٹا سا چاقو لے کر اس گونگے کے بازو کو چیر دیا۔ زخمی ہوتے ہی وہ کراہنے لگا۔ تنویمی عمل کا اثر زائل ہو گیا۔ پارس اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سراغ رسانوں کے سوالوں کے جواب میں باتیں بنا سکتا تھا' لیکن پارس کی مرضی کے مطابق کہنے لگا "میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں لیکن میرے باس نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا اور مجھے گونگا بنا دیا تھا۔ ابھی آپ نے مجھے زخمی کیا ہے تو اس عمل سے نجات پا گیا ہوں اس لیے اب بول رہا ہوں۔"

"اور وہ دوسرا گونگا بھی کیا تنویمی عمل کے زیر اثر ہے؟"

"جی ہاں' جب تک اسے زخمی نہیں کیا جائے گا وہ بھی نہیں بول سکے گا۔"

"کاغذ کی پرچی میں کیا لکھا تھا؟"

"میں نے لکھا تھا پائلٹ کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے۔ جیسے پہلے سے کسی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہو' ہماری سوچ کی لہریں اثر نہیں کر رہی ہیں اگر اثر کرتیں تو ہم اس جہاز کو کسی دوسرے ملک میں لے جاتے۔ بہرحال پائلٹ محفوظ ہے۔"

ایک سراغ رساں نے دوسرے سے کہا "جاؤ تم دوسرے گونگے کو بھی لے آؤ اسے بھی زخمی کر کے تنویمی عمل سے نجات دلا کر ان دونوں کو اپنے قابو میں رکھا جائے گا۔"

پارس نے علی کو مخاطب کر کے وہاں کے مختصر حالات بتائے اور کہا "وہ دونوں گونگے اب بولنے لگے ہیں لہٰذا' اب یہ کیم تمہارا ہے' معلوم ہوتا ہے جیکی اولڈ کسی دوسری جگہ مصروف ہے۔ ورنہ پیری ماؤنٹ جیسے اہم مجرم کو وہ نظرانداز نہ کرتا اور صرف اپنے دو گونگے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر بھروسا نہ کرتا۔ تم فوراً وقت سے فائدہ اٹھاؤ۔"

علی نے فوراً کمپیوٹر کے ذریعے ایف بی آئی کے نئے یوگا جاننے والے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا اور اس سے کہا "پیرس سے اس وقت ایک طیارہ ہنگری جا رہا ہے۔ پہلے وہ سوئٹزرلینڈ اترے گا پھر آسٹریا جائے گا' اس کے بعد ہنگری جائے گا۔ اس طیارے میں دو گونگے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں جو ابھی انٹرپول والوں کے قبضے میں آ گئے ہیں۔ انہوں نے ان دونوں کو زخمی کیا ہے تو ان کے ذہن سے تنویمی عمل کا اثر ختم ہو گیا ہے۔ اب وہ بولنے لگے ہیں لہٰذا آپ فوراً ایکشن لیں۔ جیسے ہی طیارہ سوئٹزرلینڈ اترے آپ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے قبضے میں لینے کی کوشش کریں۔ انٹرپول والے انہیں آپ کے حوالے ضرور کریں گے۔"

کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا گیا "تم کون ہو اپنی شناخت کراؤ۔"

"میں آپ کے چھ ٹیلی پیتھی....."

طیارے کے اندر دوسرے گونگے کو زخمی کرتے ہی اس نے ہلکی سی چیخ ماری پھر خیال خوانی کے ذریعے فوراً ہی جیکی اولڈ کے دماغ میں پہنچ کر بولا "باس خطرہ!"

جیکی اولڈ فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچا پتا چلا کہ وہ دونوں جو گونگے بنے ہوئے تھے وہ تنویمی عمل کے اثر سے نکل چکے ہیں لیکن اس کے تابع اور وفادار ہیں۔ اسی لیے انہوں نے اسے مدد کے لیے آواز دی تھی۔

جیکی اولڈ نے اس کے دماغ میں رہ کر فوراً ہی وہاں کے مختصر حالات پڑھے پھر پیری ماؤنٹ کے دماغ میں آ کر بولا "میں جیکی اولڈ ہوں آ گیا ہوں۔ فکر نہ کرو تمہیں گرفتار نہیں ہونے دوں گا۔"

پارس نے پیری ماؤنٹ کے دماغ میں ایک قہقہہ لگایا پھر کہا "مسٹر جیکی اولڈ مجھے پہچانو' میں آندرے بول رہا ہوں۔ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نظرانداز کیا گیا تھا لیکن میرا خیال ہے کہ آندرے کا نام تمہیں تو یاد ضرور ہو گا۔"

"اچھا تو تم یہ سب کر رہے ہو؟"

"کیا کیا جائے تم بہت پراسرار بننا چاہتے ہو اور میں تمہیں روپوش رہ کر پراسرار بننے نہیں دوں گا۔ تم پیری ماؤنٹ کو جھوٹی تسلیاں دینے کے بجائے خود اپنی فکر کرو۔ جب میں یہاں تک پہنچ گیا ہوں تو تمہارے پاس پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

جیکی اولڈ نے کہا "مجھے پہلی بار خیال خوانی کے ذریعے بولنے پر مجبور کر رہے ہو تو اب میں بول رہا ہوں۔ بولنے کے بعد میں اپنا لب ولہجہ تبدیل کر دوں گا تاکہ دوبارہ میرے دماغ میں نہ آ سکو۔"

اس وقت تک علی اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ علی نے کہا "اتنی بکواس کرنے سے بہتر ہے کام کی بات کرو۔"

جیکی اولڈ نے کہا "کام کی بات یہ ہے کہ میں پیری ماؤنٹ کو اور اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بخیریت لے جانا چاہتا ہوں۔ اب یہ فیصلہ تم پر ہے اور امریکی اکابرین پر کہ ان تینوں کو لے جانے دو گے یا میں اس پورے جہاز کو تباہ کر دوں۔ صرف ایک پائلٹ کے

دماغ پر قبضہ جما لینے سے تم میدان جیت نہ سکو گے۔"

علی نے کہا "بھئی واہ' اتنی جلدی کتنی زبردست چال سوچ لی ہے۔ سن رہے ہو پیری مائونٹ ہم تمہارے دماغ میں رہ کر باتیں کر رہے ہیں اس جہاز کے تباہ ہونے کا مطلب ہے کہ تم بھی کام سے گئے۔ یہ جہاز تباہ ہو گا تو ہمارے باپ کا کیا جائے گا۔ ہم تو اس میں سفر نہیں کر رہے ہیں۔ مسافر تو تم ہو۔ اب تم ہی جیکی اولڈ سے باتیں کرو۔"

پیری مائونٹ نے پریشان ہو کر پوچھا "جیکی! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا اس جہاز کے ساتھ مجھے بھی مار ڈالو گے؟ کیا یہی ہماری دوستی ہے۔"

"بھئی تم ذرا صبر کرو' مجھے ان سے باتیں کرنے دو۔"

علی نے کہا "ہاں یہ باتیں نہیں کریں گے بلکہ ہمیں دھمکی دیتے رہیں گے یا پھر تمہیں تسلیاں دیتے دیتے اچانک جہاز کو اس لیے تباہ کر دیں گے کہ ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے گرفتار ہو چکے ہیں۔ وہ ان کے بہت سے راز اگل دیں گے اور جیکی اولڈ یہ کبھی نہیں چاہے گا کہ اس کے راز دوسروں کو معلوم ہوں۔ اب ذرا اپنے دوست جیکی اولڈ سے پوچھو کہ اس کے اہم راز قیمتی ہیں یا تمہاری جان قیمتی ہے۔ اس کی نظروں میں کسی کی قیمت زیادہ ہے؟"

جیکی اولڈ نے جھنجلا کر کہا "آندرے تم میرے دوست کو بھڑکا رہے ہو۔ میں اپنے دوست کی جان ہر حال میں بچاؤں گا۔"

پیری مائونٹ نے کہا "دیکھو جیکی اگر تم واقعی میری جان بچانا چاہتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ میں بھی تمہارے کام آؤں گا تو سوئٹزر لینڈ میں اس جہاز کو اترنے دو' مجھے اور اپنے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گرفتار ہونے دو' میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر فولادی قلعے میں بھی بند کیا جائے گا تو میں تمہارے دونوں ساتھیوں کو لے کر نکل پڑوں گا۔ کوئی بھی مجھے اس زمین پر قیدی بنا کر نہیں رکھ سکتا۔ یہ تم ایک عرصے سے جانتے ہو اور ساری دنیا کی خفیہ ایجنسیوں والے سراغ رساں اور دوسرے انٹیلی جنس والے سب ہی میرے بارے میں یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں۔"

علی نے قہقہہ لگا کر کہا "اب جاننے سے کیا ہو گا۔ وقت گزر چکا ہے۔ ذرا جیکی اولڈ سے پوچھو اور اپنی ذہانت سے کام لے کر سوچو' اتنی دیر سے ان دونوں کو نکوں کے دماغی دروازے کھلے ہوئے ہیں اور میرے جو پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان کے دماغوں میں گھس کر وہ راز معلوم کر رہے ہیں۔ جنہیں جیکی اولڈ چھپانا چاہتا ہے۔ لہٰذا جیکی اولڈ کو اب ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھی ضرورت نہیں رہی ہے تو پھر تمہاری کیا اہمیت ہے۔ اس کا اندازہ تم خود کرو۔"

پیری مائونٹ نے کہا "میں صرف ایک بات جانتا ہوں کہ مجھے اپنی زندگی بچانا ہے۔ اس وقت تم دونوں میں سے جو مجھے بچائے گا تو میں اس کے بہت برے وقت میں کام آؤں گا۔ اب یہ بتاؤ اگر جیکی اولڈ اس جہاز کو تباہ کرنا چاہے تو تم کیسے بچاؤ گے؟"

"بچانے کی تدبیر ہم کر چکے ہیں۔ جن دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے انہیں بے ہوش کر دیا گیا ہے۔ اب ہم تمہیں بھی بے ہوش کر دیں گے تو جیکی اولڈ کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ اس طیارے کے اندر کسی بھی مسافر کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا پھر اس جہاز کو کیسے تباہ کرے گا۔ صرف ہم تمہیں بچا سکتے ہیں۔"

پارس نے پورس سے کہا "تم پائلٹ کے دماغ میں بہت محتاط رہو۔ جیکی اولڈ بازی ہارنے والا ہے۔ اس لیے جھنجلا کر اپنی پوری صلاحیتیں استعمال کرے گا۔ میں کو پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمانے جا رہا ہوں۔ باقی معاملات سے نمٹنے کے لیے علی یہاں پہنچا ہوا ہے۔"

جیکی اولڈ کو یقین نہیں تھا کہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بے ہوش کر دیا گیا ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس گیا تو واقعی ان کے دماغ بالکل بے حس ہو چکے تھے۔ وہاں اس کی سوچ کی لہریں کام نہیں آ سکتی تھیں۔ نہ ہی وہ بے ہوش ہونے والوں کے اندر زلزلہ پیدا کر کے انہیں ختم کر سکتا تھا۔

جب وہ وہاں سے واپس پیری مائونٹ کے پاس آیا تو اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ پیری مائونٹ بھی بے ہوش ہو گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ پائلٹ کے دماغ پر پہلے ہی کسی نے قبضہ جما رکھا ہے۔ وہ کو پائلٹ کے دماغ میں گیا تو پتا چلا کہ اس کا دماغ بھی جیسے لاکڈ ہے۔ اس کی سوچ کی لہریں اس پر اثر نہیں کر رہی تھیں۔ وہ جھنجلا کر فلیکس کے ذریعے ایف بی آئی کے نئے افسر سے بولا "ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ..... لیڈر آندرے ..... نے مجھے چیلنج کیا ہے اور بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسے باز رکھا جائے اور میرے تین ساتھی جو اس طیارے سے آ رہے ہیں وہ جہاں بھی جا رہے ہیں' انہیں جانے دیا جائے ورنہ بہت برا انجام ہو گا۔ میں پورے جہاز کو تباہ کر دوں گا۔"

وہ فلیکس کرنے کے بعد اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں آ گیا جو ہمیشہ اس کا فلیکس وصول کیا کرتا تھا اور جواب دیا کرتا تھا۔ اب وہ اپنے عہدے پر نہیں تھا اس کی جگہ یوگا جاننے والا افسر آیا ہوا تھا۔ اس افسر نے کہا "جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا کہ اب یہاں کا اعلیٰ افسر یوگا کا ماہر ہو گا۔ تم میں سے کوئی اس کے دماغ میں نہیں جا سکے گا۔ تم نے فلیکس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب مجھے اپنے موجودہ اعلیٰ افسر کی طرف سے ملا ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ امریکا تمہارا ملک ہے اور وہ جو دو ٹیلی پیتھی جاننے والے طیارے میں ہیں ان کا بھی ملک ہے۔ ہم انہیں اس ملک میں لائیں گے۔ تمہیں بھی یہاں آنا چاہیے اور یہ کوئی غلط بات نہیں ہے۔ تم ہم سے کوئی غلط کام کرانا چاہتے ہو اور دھونس میں لانا چاہتے ہو تو پھر تم دیکھ لو کہ اس

طیارے میں کس طرح احتیاطی تدابیر کی گئی ہیں۔ تم کسی ایرہوسٹس وغیرہ کے دماغ میں رہ کر بھی اس طیارے کو تباہ نہیں کرپاؤ گے۔

جیکی اولڈ سے ایک غلطی ہو گئی تھی۔ اسے چاہیے تھا کہ پیری مائونٹ اور اپنے دو ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے پہلے دوسروں کی آوازیں سن لیتا تاکہ بعد میں ان کے دماغوں میں پہنچ پاتا۔ وہ تو صرف پائلٹ اور کو پائلٹ کی آواز جانتا تھا۔ اور ان کے دماغوں میں پہنچنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ اب پورے طیارے کے مسافر بھی ایسے تھے کہ اگر وہ آپس میں باتیں بھی کر رہے تھے تو وہ ان کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اس کے اپنے تینوں ساتھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔

علی نے ان چھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں سے کہا تھا کہ وہ ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کی طرف پوری توجہ رکھیں۔ جیسے ہی وہ ہوش میں آنے لگیں۔ ان کے دماغ پر اس طرح قبضہ جما لیں کہ جیکی اولڈ ان کے اندر نہ جا سکے پھر ان پر تنویمی عمل کر کے ان دونوں کے دماغوں کو لاکڈ کر کے انہیں کو امریکا واپس آنے پر مجبور کر دیں۔

سوئٹزرلینڈ کے جنیوا ائرپورٹ کے اندر اور باہر سیکیورٹی کے سخت انتظ[illegible] اپنے باقی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کے ذریعے وہاں دہشت گردی نہ پھیلا سکے۔ جب طیارہ وہاں پہنچا تو امریکی سی آئی اے والوں نے طیارے کے پاس آ کر سب سے پہلے پیری مائونٹ اور دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے قبضے میں لیا۔ ان تینوں کو اسٹریچر پر ڈال کر اپنے ساتھ وہاں سے لے گئے۔ ایسے وقت جیکی اولڈ نے کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی۔ وہ اتنی بڑی بازی ہارنے کے بعد سمجھ گیا تھا کہ اگر خود کو یا اپنے دوسرے ماتحتوں کو جنیوا ائرپورٹ پر تباہی پھیلانے کے لیے پہنچائے گا تو وہاں بھی نقصان اٹھائے گا۔ جس حکمتِ عملی سے آندرے کام کر رہا تھا اس سے وہ سمجھ گیا تھا کہ فی الحال اس پر قابو پانا مشکل ہے۔

آندرے کی حیثیت سے اب امریکی اکابرین کے دل و دماغ پر علی کی دھاک جم گئی تھی۔ اس نے ان کا اعتماد حاصل کر لیا تھا وہ سمجھنے لگے تھے کہ آندرے کے ساتھ جو باقی ٹیلی پیتھی جاننے والے یعنی کل ملا کر جو چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں وہ محب وطن ہیں اور انہوں نے پہلی بار جیکی اولڈ کو بہت زبردست چوٹ دے کر اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین لیے ہیں۔

علی نے کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا "یہ جو دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' انہیں ہم اپنے ساتھ رکھیں یا آپ کے پاس بھیج دیں۔ جو فیصلہ آپ کریں گے' وہ ہمیں منظور ہو گا۔"

اعلیٰ افسر کی طرف سے جواب ملا "تم نے واقعی وفاداری اور حب الوطنی کا ثبوت دیا ہے۔ تمہارے پاس اب تک ہمارے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ ہیں۔ ان دونوں کو بھی اپنے پاس

عظیم الحق حقی کے نشترِ قلم سے معاشرے کا پوسٹمارٹم کرتی تحریریں

شناخت

۲۰۰ روپے

ساتھ بہترین اور شاہکار کہانیوں کا مجموعہ یوں جیسے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہو

ناشر
علی میاں پبلی کیشنز
۲۰۔۶ بیز مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور ـــــ فون: ۷۲۴۷۴۱۴

سٹاکسٹ: علی بک سٹال۔ نسبت روڈ۔ چوک میو ہسپتال لاہور
فون: ۷۲۲۳۸۵۳

رکھو' تمہیں اجازت دی جاتی ہے۔"

"بہت بہت شکریہ' اب میں ان پر تنویمی عمل کے ذریعے جیکی اولڈ کے طلسم کا توڑ کروں گا اور انہیں اپنے ملک کا وفادار بنا کر اپنے ساتھ رکھوں گا۔"

اس نے اپنے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا "تم سب ان دو بے ہوش ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف خاص توجہ دو' جیسے ہی وہ ذرا ذرا سا ہوش میں آنے لگیں ان کے دماغوں پر فوراً قبضہ جمالو تاکہ جیکی اولڈ انہیں دوبارہ حاصل نہ کر سکے۔ جب کوئی ان کے دماغوں میں نہیں آسکے گا تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں اپنا وفادار بلکہ معمول اور تابع بنالو۔"

پارس اور پورس کی ہدایات پر دو ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں اس خطرناک مجرم پیری ماؤنٹ کے دماغ پر چھا گئے تھے تاکہ جیکی اولڈ اس کے دماغ میں بھی نہ آسکے۔ جب وہ ذرا ہوش میں آنے لگا تو ان میں سے ایک نے پوری طرح اس کے دماغ پر قبضہ جمایا اور دوسرے نے اس پر تنویمی عمل شروع کر دیا۔

جب وہ طیارہ ہنیوا ائرپورٹ سے روانہ ہوا تو جیکی اولڈ اب اس طیارے میں دلچسپی نہیں لے رہا تھا کیونکہ اس کے تین اہم افراد دشمنوں کے قبضے میں چلے گئے تھے۔ اب اس طیارے میں کوئی نہیں تھا' وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے دو دشمن اس طیارے میں چلے آرہے ہیں۔ اب جیکی اولڈ کہاں ہے' یہ تو پورس اور پارس بھی نہیں جانتے تھے لیکن ایک اندازہ تھا کہ جب پیری ماؤنٹ دو گونگے ٹیلی پیتھی جانے والوں کے ساتھ ہنگری جا رہا ہے تو شاید جیکی اولڈ ہنگری میں ہی ہوگا۔

لیکن وہ آسٹریا سے آگے ہنگری نہیں جا سکتے تھے۔ جناب ری کی ہدایات کے مطابق انہیں صرف آسٹریا تک ہی جانا تھا۔ دونوں اس ملک کے دارالحکومت ویانا میں پہنچ گئے۔

تیج پال نے کمپیوٹر کے ذریعے ایف بی آئی کے نئے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا تھا۔ اس کی طرف سے کہا گیا تھا کہ جیکی اولڈ کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے گرفتار کر لیے گئے ہیں اور انہیں امریکا لایا جا رہا ہے اور ان کے علاوہ ایک خطرناک بدنام زمانہ مجرم پیری ملاؤنٹ بھی ہے۔ جیکی اولڈ کوئی بہت بڑا کام لینا چاہتا تھا اور اسے شاید اپنے پاس ہنگری بلا رہا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق جیکی اولڈ کو ہنگری میں ہونا چاہیے۔ اب تم یہ کوشش کرو کہ کسی طرح ہنگری میں اس کا پتا چلاؤ اور اس بات کا بھی خیال رکھو کہ جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے' ان کے امریکا پہنچنے تک دشمن مداخلت نہ کرے۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سمجھا دو کہ وہ خاموشی سے ان کی نگرانی کرتے رہیں۔

یہ ہدایات سن کر تیج پال نے سوچا' ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے آندرے نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ مجھے بھی کچھ کر دکھانا ہے اور جیکی اولڈ کو گرفتار کرنے کا ایک راستہ ہے۔

اس کے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں نے پوچھا "وہ راستہ کیا ہے؟"

"وہ یہ کہ تم میں سے کوئی دو افراد پیری ماؤنٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر رکھیں۔ سنا ہے وہ بے ہوش ہے۔ جیسے ہی ہوش میں آئے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا جائے پھر اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا تابع بنالیا جائے پھر اسے فراڈ ہونے کا موقع دیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ فرار ہونے کے بعد وہ سیدھا جیکی اولڈ کی طرف جائے گا۔ یوں ہمیں اس کی پناہ گاہ کا علم ہو جائے گا۔"

تیج پال نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "جن تین لوگوں کو قیدی بنا کر لایا جا رہا ہے۔ ہم ان کے دماغوں میں پہنچنا چاہتے ہیں۔"

انہیں ایک ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے ایسے تین افراد کی آوازیں سنائی گئیں' جو پیری ماؤنٹ اور دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو لا رہے تھے۔ تیج پال کے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان آوازوں کو سن کر اپنی یادداشت میں محفوظ کیا پھر تیج پال نے کہا "اب ہم ان کے دماغوں کے ذریعے پیری ماؤنٹ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

ان چاروں میں سے بیزون [illegible] والی کی پرواز کی اور ان کے دماغوں میں [illegible] پیری ماؤنٹ کی نگرانی کرنے والے کون لوگ ہیں؟

ان لوگوں کے پاس پہنچنے پر پتا چلا کہ ابھی ان تینوں کو ایک اسپتال میں بہت ہی سخت سیکیورٹی کے ساتھ پہنچایا گیا ہے اور انہیں ہوش میں لانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ایسے وقت وہ دونوں پیری ماؤنٹ کے قریب بیٹھے ہوئے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں تھے۔ جب پیری ماؤنٹ کے جسم میں ذرا سی حرکت ہونے لگی اور وہ آہستہ آہستہ آنکھیں کھولنے لگا تو انہوں نے افسر کے ذریعے اسے مخاطب کیا "ہیلو پیری..... ہیلو تم مجھے دیکھو کیا تم مجھے پہچانتے ہو۔"

اس نے بڑی نقاہت سے پوچھا "نہیں تم..... تم کون ہو؟"

اس کی اتنی سی بات سنتے ہی بیزون اور رابرٹ اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے کی کوششیں کیں تو پتا چلا کہ ان سے پہلے ہی کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا پہنچا ہوا ہے اور اس نے پوری طرح اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ رابرٹ نے واپس آکر تیج پال سے کہا "پیری ماؤنٹ کے دماغ پر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پہلے سے قبضہ جمایا ہوا ہے۔"

تیج پال نے کہا "مجھے شبہ تھا جن لوگوں نے ان تینوں کو گرفتار کروایا ہے وہ ان کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ ان میں سے ضرور کوئی ان کے دماغ میں رہے گا۔ بہرحال تم دونوں وہاں موجود رہو اور دیکھو کہ وہ قبضہ جمانے والا اس کے دماغ کے اندر کیا کرتا ہے اور کیا کرنا چاہتا ہے۔"

انٹرپول اور امریکی اکابرین اس خطرناک مجرم کو امریکا لا کر گولی مار دینا چاہتے تھے' لیکن دانش مندی یہ تھی کہ اسے فی الحال

حراست میں رکھا جائے اور پھر اسے فرار ہونے کا موقع دیا جائے تاکہ وہ جیکی اولڈ کی طرف جائے' یہ بات پارس اور پورس نے بھی سوچ رکھی تھی اور پیری ماؤنٹ کے دماغ میں جو ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں تھے انہیں بھی یہ بات سمجھا دی تھی کہ جیسے ہی وہ ہوش میں آئے تو ان میں سے ایک پیری ماؤنٹ کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمائے رکھے تاکہ کوئی مداخلت نہ کرے اور دوسرا اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے ذہن پر یہ بات نقش کر دے کہ وہ فرار ہونے کے بعد جیکی اولڈ کے پاس جائے گا اور اگر اس کا پتا معلوم نہیں ہے تو کہیں نہ کہیں سے اس کا پتا معلوم کر کے اس سے رابطہ کر کے ملاقات کرے۔

تیج پال بھی پارس اور پورس کی طرح بے حد ذہین تھا۔ اس نے بھی یہی سوچا تھا' جب اس خطرناک مجرم پیری ماؤنٹ کے دماغ پر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں نے تنویمی عمل شروع کیا تو تیج پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بیزون اور رابرٹ خاموشی سے سنتے رہے اور اس لیے بھی سنتے رہے کہ وہ جو کچھ چاہتے تھے۔ اسی کے مطابق پیری ماؤنٹ کے دماغ پر عمل ہو رہا تھا۔ ان میں سے بیزون نے آکر تیج پال سے کہا "یہ تو کمال ہو گیا۔ ہم جو باتیں پیری ماؤنٹ کے دماغ میں نقش کرنا چاہتے تھے۔ وہی باتیں ٹیلی پیتھی جاننے والا نامعلوم شخص اس کے دماغ میں نقش کر رہا ہے۔ وہ بھی اسے فرار کرانا چاہتا ہے اور اس کا تعاقب کرتے ہوئے جیکی اولڈ تک پہنچنا چاہتا ہے۔"

تیج پال نے کہا "پھر تو یہ ہماری مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔ بس تم میں سے ایک وہاں رہے اور دوسرا چلا آئے۔"

رابرٹ واپس آگیا۔ تیج پال نے اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دیکھتے ہوئے کہا "وہ طیارہ ہنگری تک جائے گا۔ ہنیوا ائرپورٹ پر قیدیوں کو اتار دیا گیا ہے' اب وہ طیارہ آسٹریا پہنچ چکا ہوگا۔ رابرٹ تم وہاں امیگریشن کاؤنٹر پر جا کر چیک کرو کہ پیرس سے کتنے مسافر اس طیارے میں سوار ہوئے ہیں۔ یقیناً ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے لوگ بھی جیکی اولڈ تک پہنچنے کے لیے یہی رائے قائم کر رہے ہوں گے کہ وہ ہنگری میں ہوگا یا آسٹریا میں' لہٰذا تم جورف وہنکی اور مائیک مورد ہنگری کے امیگریشن کاؤنٹر پر پہنچو اور یہ باتیں معلوم کرو' دیکھو کہ کس پر شبہ ہوتا ہے۔ وہ ایک ہے یا ایک سے زیادہ ہیں اور ان کی باتوں سے ان کی حرکتوں سے سمجھنے کی کوشش کرو کہ وہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ کیا واقعی یہ لوگ وہی ہیں جن کی ہمیں تلاش ہے۔"

ان تینوں نے کہا "ہم سمجھ گئے کہ آپ کیا چاہتے ہیں لہٰذا ہم خیال خوانی کے ذریعے جا رہے ہیں۔"

وہ تینوں بھی چلے گئے۔ ان میں سے رابرٹ آسٹریا کے امیگریشن کاؤنٹر پر پہنچا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ پارس اور پورس وہاں سے نکل کر کسٹم والوں سے اپنا سامان چیک کرانے کے بعد وہاں کے سب سے مشہور و معروف اور مہنگے ہوٹل اناگرانڈ کی طرف جا رہے تھے۔ ادھر رابرٹ نے کاؤنٹر کیپر کے ماتحت کے ذریعے رجسٹر چیک کرایا پتا چلا کہ پیرس ائرپورٹ سے دس مسافر اس طیارے میں سوار ہوئے تھے۔ ان میں سے تین وہی تھے۔ ایک پیری ماؤنٹ اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جنہیں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ باقی سات رہ گئے تھے ان میں سے پانچ مسافر ایسے تھے جو مستقل آسٹریا کے باشندے تھے اور انہوں نے اپنی مستقل رہائش کا پتا لکھوایا تھا۔ باقی دو جوان تھے جو تفریح اور سیاحت کی غرض سے وہاں آئے تھے۔ انہوں نے یہ لکھوایا تھا کہ وہ ویانا کے کسی اچھے ہوٹل میں قیام کریں گے اور قیام کرنے کے بعد وہاں کے متعلقہ شعبے کو اطلاع دیں گے کہ وہ کس ہوٹل میں ہیں۔

رابرٹ نے دماغی طور پر حاضر ہو کر تیج پال کو یہ تمام باتیں بتائیں' وہ بولا "وہ دونوں نوجوان مشکوک ہیں۔ معلوم کرتے رہو کہ وہ کس ہوٹل میں قیام کرنے والے ہیں؟"

میں اور میری فیملی کے تمام ممبر ہمیشہ ڈبل پاسپورٹ لے کر سفر کرتے رہتے ہیں اور اس طریقہ کار سے فائدے اٹھاتے ہیں۔ پارس اور پورس کے پاس بھی ڈبل پاسپورٹ تھے۔ جب وہ امیگریشن کاؤنٹر پر گئے تو پارس نے اس کاؤنٹر کیپر کے دماغ پر قبضہ جمایا' پورس نے اپنا ایک پاسپورٹ پہلے پیش کیا۔ اس کے متعلق اس نے لکھوایا کہ وہ کسی ہوٹل میں قیام کرنے والا ہے اور وہاں سیاحت کے لیے آیا ہوا ہے' اسی طرح جب پارس کاؤنٹر پر آیا تو پورس نے اس کاؤنٹر کیپر کے دماغ پر قبضہ جمایا اور اس نے بھی یہی لکھوایا کہ وہ سیاحت کے لیے آیا ہے اور کسی ہوٹل میں قیام کرے گا۔ ان دونوں نے ایسا کرتے وقت اپنا دوسرا پاسپورٹ بھی اس کے سامنے پیش کر کے اس پر مہر لگوائی تھی اور غائب دماغ رہنے والے کاؤنٹر کیپر کو یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ پارس اور پورس نے اپنے ڈبل پاسپورٹ پر مہر لگوائی ہے' اس طرح وہ وہاں سے نکل آئے تھے اور جس نام سے انہیں کسی ہوٹل میں قیام کرنا تھا اس پاسپورٹ کو چھپالیا تھا اور جس نام سے قیام نہیں کرنا تھا جس کے کاؤنٹر کیپر کو غائب دماغ رکھ کر مہر لگوائی تھی۔ اس کے مطابق انہوں نے وہاں کے مشہور و معروف 'اناگرانڈ ہوٹل میں اپنے لیے دو الگ الگ مہنگے کلگڑری کمرے بک کرائے تھے۔ اپنا سامان وہاں رکھوایا تھا' پھر وہ دونوں وہاں سے نکل کر ایک فور اسٹار ہوٹل میں آئے جو نسبتاً سستا ہوٹل تھا۔ وہاں بھی انہوں نے دو الگ الگ کمرے اپنے ان ناموں سے لیے جو پاسپورٹ میں لکھے ہوئے تھے اور ان..... کے مطابق انہیں وہاں قیام کرنا تھا۔ وہ کمرا حاصل کرنے کے بعد اس کا کرایہ ادا کر کے وہاں سے چلے آئے' پھر سپر فائیو اسٹار ہوٹل اناگرانڈ میں آکر وہاں ایک لابی میں بیٹھ کر چائے کا آرڈر دیا تاکہ وہاں بیٹھ کر آنے جانے والوں پر نظر رکھیں اور یہ دیکھتے رہیں کہ ان کا تعاقب ہو رہا ہے یا جیکی اولڈ ان سے

غافل ہے؟

دوسری طرف رابرٹ وہاں کے ایک شخص کو اپنا آلۂ کار بنا کر اس کے ذریعے ان دونوں کو تلاش کر رہا تھا۔ شام تک کوششیں کرنے کے بعد پتا چلا کہ وہ دونوں ایک فور اسٹار ہوٹل میں الگ الگ کمروں میں قیام کر رہے ہیں۔

رابرٹ نے یہ باتیں اس ہوٹل کے کاؤنٹر کیپر کے دماغ میں رہ کر معلوم کیں کہ وہ کن نمبروں کے کمروں میں ہیں' لیکن ان نمبروں کے کمروں کی چابیاں وہاں کی بورڈ میں لٹکی ہوئی تھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دونوں کہیں باہر تفریح کے لیے گئے ہوئے ہیں۔

رابرٹ نے دماغی طور پر حاضر ہو کر تیج پال کو وہ تمام باتیں بتائیں۔ اس نے سننے کے بعد کہا "اگر وہ واقعی غیر متعلق افراد ہیں تو تفریح کے لیے کہیں گئے ہوں گے' کسی وقت واپس آئیں گے اور اگر وہ جیکی اولڈ کی تلاش میں ہیں تو یہی توقع کرنی چاہیے کہ وہ اسے اس وقت تک تلاش کرتے رہیں گے جب تک کہ تھک کر سونے کا وقت نہ آئے۔ بہرحال وہ رات کو ضرور ہوٹل میں آئیں گے۔ تم آدھی رات کے بعد ضرور اس ہوٹل میں جا کر معلوم کر سکتے ہو۔"

اس میں شبہ نہیں کہ تیج پال بڑی ذہانت سے کام لے رہا تھا اور ٹھیک اسی طرح جیکی اولڈ تک پہنچنا چاہتا تھا جس طرح پارس اور پورس پہنچنا چاہتے تھے۔ اس کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی رابرٹ کو اس کی ہدایت کے مطابق اس ہوٹل میں ڈیوٹی دیتی تھی وہ دن ہو یا رات' وہاں جاتا آتا رہتا تب بھی پتا نہیں چلتا کہ وہاں دو افراد جو کرائے پر کمرا لے کر گئے ہیں' نظر کیوں نہیں آ رہے ہیں؟ جبکہ ہوٹل کے دونوں کمروں کے کرائے پیشگی ادا کیے جا چکے ہیں۔ ویسے ایک رات گزرنے کے بعد تیج پال جلد ہی سمجھ لیتا کہ وہ دونوں اپنے تعاقب میں رہنے والوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔

○☆○

سوئٹزرلینڈ کے علاقوں میں میلوں دور تک برف جمی رہتی ہے۔ وہاں آئس اسکیٹنگ کرنے والے بے شمار لوگ جاتے ہیں' ان میں کوئی تنہا ہوتا ہے کوئی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ ان میں بازی بھی لگائی جاتی ہے کہ آئس اسکیٹنگ کی دوڑ میں کون اول آئے گا۔

ویسے آئس اسکیٹنگ وہاں کا قومی کھیل تھا۔ وہاں باقاعدہ ٹورنامنٹ ہوا کرتے تھے اور کئی ممالک سے آئس اسکیٹنگ کا مقابلہ کرنے والے وہاں آیا کرتے تھے۔ ان دنوں ٹورنامنٹ نہیں ہو رہے تھے لیکن باہر سے آنے والے شوقین خواتین و حضرات اسکیٹنگ کرتے ہوئے کئی میلوں تک نظر آتے رہتے تھے۔

ایسا ہی ایک شخص تنہا اسکیٹنگ کرتا ہوا بڑی مہارت سے اونچی اونچی برف کی چٹانوں سے چھلانگیں لگاتے ہوئے دو چھڑیوں کی مدد سے پھسلتا ہوا جا رہا تھا۔ اسے بے شک مہارت حاصل تھی لیکن حادثات تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اچانک ہی وہ کچھ ایسا لڑکھڑایا کہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا' الٹ کر گرا تو اس کے جسم میں ایک برفیلی چٹان کی نوک ایسے لگی جیسے خنجر لگتا ہے۔ وہ وہیں برف پر لڑکھڑا کر چیخ مارتا ہوا پستی میں ایک جگہ گر کر ہمیشہ کے لیے ساکن ہو گیا۔

یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ موت بھی ایسی جگہ آئی تھی جہاں سے دوسرے اسکیٹنگ کرنے والے اسے دیکھ نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ دو چٹانوں کے درمیان گرا تھا' پھر برف باری ہو رہی تھی اور تھوڑی تھوڑی دیر میں برف اس طرح گر رہی تھی کہ جتنے جتنے اس کی قبر بن گئی بلکہ قبر سے بھی اونچی ہو گئی۔ اب وہ کبھی کسی کو نظر نہیں آ سکتا تھا۔ قیامت تک کے لیے وہاں جیسے دفن ہو گیا تھا' پھر وقت گزرنے لگا۔ تقریباً دو گھنٹوں کے بعد ادھر کی برف ٹوٹنے لگی۔ یہ بات نہیں تھی کہ موسم بدل رہا تھا اور برف پگھل رہی تھی۔ موسم تو سردی کا ہی تھا اس کے باوجود برف ٹوٹنے لگی۔ ادھر سے ادھر ٹوٹ کر بکھرنے لگی پھر اس کے اندر سے وہ مردہ شخص اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اس کے دونوں پیر برف میں دبے ہوئے تھے۔ وہ گھونسے مار مار کر اس برف کو توڑنے لگا پھر اس کے دونوں پاؤں بھی باہر نکل آئے وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسکیٹنگ کرنے والی چھڑی اور پاؤں میں پہننے والے اسکیٹنگ شوز کے ساتھ اس گڑھے سے باہر دور تک جمی ہوئی ہموار برف پر آ گیا چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا کہ وہ کہاں پہنچا ہوا ہے؟

چاروں طرف برف ہی برف دکھائی دے رہی تھی۔ کہیں برف کے اونچے اونچے پہاڑ تھے اور کہیں گہری پستیاں تھیں اور کہیں برف کی ہموار سطح بھی میلوں دور تک نظر آ رہی تھی۔ اس نے اندازہ کیا کہ وہ اس دنیا کے کسی شمالی ملک میں ہے جہاں برف باری ہوا کرتی ہے اور سال کے بارہ مہینے برف جمی رہتی ہے وہ آہستہ آہستہ اسکیٹنگ کرکے جانے لگا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اسے بہت دور ایک عورت اور ایک مرد اسکیٹنگ کرتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہوئے دکھائی دیے۔ اس نے زور سے آواز دی' آواز گو گونجی ہوئی گئی ہوگی لیکن فاصلہ بہت تھا اگر وہ اسکیٹنگ کرنے والا جوڑا اسے دیکھ بھی لیتا تو اپنے ہی راستے پر جاتا اس کی طرف کبھی نہ آتا۔ کیونکہ ایک دوسرے کو مدد کے لیے ضرورت ہوتی تو وہ تمام اسکیٹنگ کرنے والے اپنی چھڑی کے ذریعے سگنل دیتے تھے۔ مخصوص سگنل کو سمجھ کر اسکیٹنگ کرنے والے قریب آ جاتے تھے۔

فی الحال اتنا تو اسے معلوم ہو گیا کہ وہ جو ڑا کس سمت جا رہا ہے۔ اسے بھی اسی سمت جانا چاہیے۔ یقیناً وہاں انسانی آبادی ہوگی۔ کوئی شہر یا قصبہ ہوگا لہٰذا اسی سمت تیز رفتاری سے اسکیٹنگ کرنے لگا۔ کئی کلومیٹر کا فاصلہ تیزی سے طے کرنے کے بعد اچانک

اسے انسانی چیخ سنائی دی۔ وہ تیزی سے رک کر پلٹ کر دیکھنے لگا' بہت دور سے ایک لڑکی یا شاید عورت تیزی سے اسکیٹنگ کرتی ہوئی چلی آ رہی تھی۔ اس کے پیچھے تین افراد تھے ایسا لگتا تھا کہ وہ تینوں اس کا تعاقب کر رہے ہیں اور وہ ان سے بچ نکلنا چاہتی ہے۔

وہ پلٹ کر اس آنے والی اور چیخنے والی کی طرف تیزی سے جانے لگا۔ ایک تو اسے بچانے کا ارادہ تھا اور پھر اس کے ذریعے معلوم ہو جاتا کہ [illegible] وہاں سے کتنی دور ہے۔

وہ لڑکی تیزی سے پھسلتی ہوئی اس کے قریب آ کر رک گئی۔ اسے دیکھتے ہی چیخ مار کر پھر پیچھے بھاگنے لگی اس کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھا تو پیچھے والے نزدیک آ رہے تھے۔ آنے والوں میں سے ایک نے کہا۔

"ہیلو میکی وائٹ تم کہاں گم ہو گئے تھے؟ ہم تمہیں کب سے تلاش کر رہے ہیں۔ تم نے ہی پلاننگ کی تھی کہ اسے ٹریپ کر کے ہم اس کی ایسی کی تیسی کر دیں گے اور انتقام لیں گے۔"

میکی نے پوچھا "کیسا انتقام؟"

"تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا بھول گئے کہ سوزی کے باپ نے تمہارے باپ کو اور میرے بھائی کو ہلاک کیا تھا۔ ایسا کہتے وقت وہ لڑکی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس لڑکی کا نام سوزی ہے۔ وہ بری طرح سہمی ہوئی تھی' چاروں طرف سے گھر گئی تھی۔ پہلے وہ مدد کے لیے آگے جانے والے کو پکار رہی تھی اور اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ آگے جانے والا میکی وائٹ بھی اس کا جانی دشمن ہے۔

لیکن ان میں سے کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ اب وہ میکی وائٹ نہیں رہا ہے بلکہ کوئی اور ہے۔ اس نے کہا "اگر سوزی کے باپ نے میرے باپ کو مارا ہے اور تمہارے بھائی کو ہلاک کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کی موت آ گئی ہوگی اور وہ مارڈالے گئے۔"

وہ تینوں چونک کر اسے دیکھتے ہوئے بولے "میکی کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ تم نے کہا تھا کہ سوزی سے اور اس کے ماں باپ سے انتقام لو گے اور اب موقع آیا ہے تو تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔"

وہ بولا "سوری اس لڑکی نے یا اس کے باپ نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ پھر اس وقت یہاں ہم چار مرد ہیں اور یہ ایک تنہا لڑکی ہے اس کو مارنا کہاں کی جواں مردی ہے۔"

دوسرے نے غصے سے کہا "یو نان سنس! یہ کہو پہلے سے تمہاری نیت سوزی پر خراب تھی؟"

"میں پہلی بار سوزی کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ مت کہو کہ میری نیت اس پر خراب تھی نیت تم لوگوں کی خراب ہے جو اس کا تعاقب کر رہے ہو اور اس اکیلی بے چاری کو پریشان کر رہے ہو اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو واپس پلٹ جاؤ۔ یہ میری پہلی اور آخری وارننگ ہے۔"

وہ تینوں اپنے لانبے لانبے اسکیٹنگ سلیپر پیروں سے اتارنے لگے تاکہ اس پر حملہ کر سکیں وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ ان کے ہاتھوں میں اسکیٹ کرنے والی چھڑیاں تھیں لیکن اس میکی ..... نے نہ تو اپنے سلیپر اتارے نہ ہی چھڑی استعمال کی۔ چپ چاپ کھڑا رہا پھر ان میں سے ایک نے اپنی چھڑی سے دوسرے ساتھی پر ایک زوردار حملہ کیا تو وہ چیخ مار کر دوسری طرف برف پر الٹ گیا۔ اس کے تیسرے ساتھی نے کہا "یہ تم کیا کر رہے ہو اپنے ہی ساتھی کو کیوں مار رہے ہو؟"

اس نے پلٹ کر اس کے منہ پر بھی ایک زوردار چھڑی رسید کی وہ بھی ایک طرف گر پڑا..... میکی نے اس شخص سے پوچھا "تم نے اپنے دو ساتھیوں کو مار گرایا کیا اس لڑکی کو مارنے کے لیے کوئی ہتھیار لے کر نہیں آئے ہو۔"

یہ سنتے ہی اس نے اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک ریوالور نکالا۔

اس کے دو ساتھی جو برف پر گرے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی اپنے لباس میں سے ریوالور نکالتے ہوئے پہلے اپنے ساتھی کو نشانہ بناتے ہوئے کہا "کیا تم بھی میکی وائٹ کی طرح پاگل ہو گئے ہو؟ تم نے مجھے کیوں مارا تھا؟"

اس کی بات سنتے ہی اس نے سوال کرنے والے کو گولی مار دی۔ اس سے پہلے کہ وہ پلٹ کر پھر اپنے دوسرے ساتھیوں کو مارتا اس کے دوسرے ساتھی نے اس پر فائر کیا' وہ چیخ مار کر الٹ گیا اور برف پر ایک طرف لڑھکتا چلا گیا۔

ان تینوں میں سے اب ایک رہ گیا تھا۔ اس نے اپنے ریوالور سے میکی کا نشانہ لیا۔ سوزی سہم کر چیختی ہوئی بولی "میکی یہ تمہیں مار ڈالے گا۔ اپنا بچاؤ کرو۔"

میکی نے کہا "یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ میں تمہارا دشمن ہوں اور تمہارے باپ نے میرے باپ کو قتل کیا تھا پھر تم مجھے بچنے کے لیے کیوں کہہ رہی ہو؟"

وہ بولی "یہ تینوں مجھے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ ان میں سے دو مر چکے ہیں' اب یہ تیسرا رہ گیا ہے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہاری وجہ سے میری جان بچ رہی ہے تو پھر میں تمہارے بچاؤ کی فکر کیوں نہیں کروں گی۔ پلیز اس کے فائر سے خود کو بچاؤ۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس تیسرے نے گولی چلائی۔ ٹھائیں ٹھائیں وہ کئی گولیاں یکے بعد دیگرے کبھی اِدھر کبھی اُدھر' چلاتا ہی رہا' جیسے اپنے سامنے والے دشمن کو مار رہا ہو۔ اس کے ریوالور میں جتنی گولیاں تھیں وہ ضائع ہو گئیں پھر کٹ کٹ کی آوازیں آنے لگیں۔

میکی نے کہا "دیکھو تم خوامخواہ خوف زدہ تھیں۔ اسے تو نشانہ لینا بھی نہیں آتا پتا نہیں کہاں کہاں گولیاں چلا رہا تھا۔ اب یہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کا ریوالور اٹھائے گا۔"

اس نے یہی کیا وہ دوڑتا ہوا اپنے ساتھی کے پاس گیا اور برف

پر پڑا ہوا ریوالور اٹھا کر پھر فائر کرنے لگا۔ سوزی حیرانی سے کھڑی کبھی فائر کرنے والے کو دیکھ رہی تھی اور کبھی میکی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے کھڑا ہوا تھا اور فائر کرنے والا گولیاں چلاتا جارہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ ریوالور بھی خالی ہوگیا۔

تب میکی نے کہا "اب یہ تیرے ساتھی کا ریوالور اٹھائے گا۔"

وہ دوڑتا ہوا تیسرے ساتھی کی طرف گیا۔ اس کا تیسرا ساتھی برف میں لڑھکتا ہوا پستی کی طرف گیا تھا۔ وہیں اس کا ریوالور پڑا ہوا تھا۔ اس نے ریوالور اٹھایا لیکن اس بار گولی نہیں چلائی' اس ریوالور کو دور کھڑے ہوئے... میکی کی طرف اچھال دیا میکی نے اسے کیچ کیا پھر سوزی سے کہا "لو اسے پکڑو۔"

وہ ریوالور اس نے سوزی کی طرف پھینکا۔ اس نے اسے کیچ کرلیا' تب وہ بولا "یہ تینوں تمہارے جانی دشمن تھے۔ اب ایک رہ گیا ہے۔ اسے گولی مار دو۔"

وہ حیرانی سے ... میکی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ بولا "کیا دیکھ رہی ہو کیوں وقت ضائع کررہی ہو۔ جب دشمنوں سے بدلہ لینے کا موقع ملا ہے تو کیوں ہچکچا رہی ہو؟"

اس نے پلٹ کر تیسرے کا نشانہ لیا اور گولی چلادی پھر اس نے پلٹ کر... میکی سے کہا "میرے جانی دشمن تین نہیں چار تھے۔ چوتھے تم ہو۔"

"تو پھر مجھے بھی گولی مار دو۔"

"نہیں میں نے دیکھا ہے۔ جنہوں نے تم پر فائر کیے ان کا انجام کیا ہوا۔ میں حیران ہوں تم کیا تھے اور کیسے لگ رہے ہو' بہت ہی پُراسرار جیسے تم نے کوئی جادو سیکھ لیا ہو اور موت سے بچنے کا راز معلوم کرلیا ہو۔"

"ہاں میں نے مر کر بھی زندہ رہنے کا راز معلوم کرلیا ہے۔"

وہ بولی "اور میں ریوالور رکھ کر بھی مارنے کا ارادہ بدل چکی ہوں' میں تم سے دشمنی نہیں چاہتی اگر تم چاہتے ہو تو مجھے مار سکتے ہو۔"

"نہیں' ہم دوست ہیں مجھے گائیڈ کرو اور اپنے ساتھ لے چلو۔"

وہ مسکرا کر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی "تم نے مجھے ان لیکن دشمنوں سے نجات دلائی ہے۔ چوتھے دشمن تم تھے لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اچانک دوست کیسے بن گئے اور جب دوست بن ہی گئے ہو تو سب سے پہلے میں دوستی کا ہاتھ بڑھا رہی ہوں۔"

میکی نے ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا پھر وہ دونوں ایک سمت تیزی سے جانے لگے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ابھی اسے کتنی دور جانا ہے۔ سوزی نے کہا "ہم باتیں کرتے چلیں تو بہتر ہے۔ میری ایک الجھن دور کرو گے؟"

"ہاں بولو کیا بات پوچھنا چاہتی ہو۔"

"تم بھی میرے جانی دشمن تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اچانک دوست کیسے بن گئے؟"

"اس لیے کہ مجھے حقیقت معلوم ہوگئی تھی' میرے باپ کو تمہارے باپ نے قتل نہیں کیا تھا بلکہ اسی بدمعاش کے باپ نے قتل کیا تھا۔ جو اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ تمہارا تعاقب کررہا تھا۔"

وہ حیرانی سے بولی "بائی گاڈ حقیقت یہی ہے میرے ڈیڈی بھی یہی کہتے ہیں کہ انہوں نے تمہارے ڈیڈی کو گولی نہیں ماری تھی۔ ان کے خلاف سازش کی جارہی ہے' لیکن تمہیں ان کے خلاف بھڑکایا گیا تھا۔"

"ہاں میں مانتا ہوں بھڑکایا گیا تھا لیکن سچائی کبھی چھپتی نہیں ہے۔ اس لیے میں نے ان تینوں کو مار ڈالا ہے۔"

"تم نے مجھ پر اور میرے ممی اور ڈیڈی پر بہت احسان کیا ہے۔ جب انہیں معلوم ہوگا کہ تمہیں حقیقت معلوم ہوگئی ہے اور تم نے تین دشمنوں کو مار ڈالا ہے تو وہ تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔"

وہ تقریباً بیس منٹ کے بعد ایک چھوٹے سے ٹاؤن میں پہنچ گئے۔ وہاں ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھتے ہی کئی لوگوں نے ایک دو سنسنی کو آوازیں دیں "ارے ارے دیکھو' آگ اور پانی ایک ساتھ دکھائی دے رہے ہیں۔"

کتنے ہی گھروں سے عورتیں' بچے اور مرد نکل آئے۔ ان میں سوزی کے ماں باپ بھی تھے اور میکی کی ماں اور دوسرے رشتے دار بھی تھے۔ اس کی ماں نے دیکھتے ہی کہا "میکی یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔ تو اپنے باپ کے قاتل کی بیٹی کے ساتھ ہنستا بولتا آرہا ہے۔"

وہ بولا "اس طرح ہنسنے بولنے سے دشمنی ختم ہوجاتی ہے اور دوستی بڑھتی جاتی ہے۔"

جو لوگ سمجھ دار تھے یہ باتیں سن کر تالیاں بجانے لگے۔ میکی کی ماں نے گرج کر کہا "خاموش ہوجاؤ' کس بات پر تالی بجارہے ہو۔ کیا اس بات پر کہ میرا شوہر اور اس کا باپ مرگیا ہے مجھے احساس تک نہیں ہے کہ اس کا انتقام لینا چاہیے۔ جس نے ہلاک کیا ہے۔ اسے بھی ہلاک کرنا چاہیے لیکن وہ اس کی جوان بیٹی پر مرمٹا ہے۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ ایسا بے غیرت نکلے گا۔"

ایک جواں مرد نے اپنی رائفل سیدھی کی اور پھر میکی کو نشانے پر لے کر کہا "تجھ جیسے بے غیرت کو ہمارے خاندان میں رہنے کے بجائے مرجانا چاہیے اگر تو اپنے باپ کا انتقام نہیں لے سکتا ہے تو پہلے میں تجھے ماروں گا پھر تیرے باپ کے قاتل کو۔"

سوزی کے باپ نے بھی رائفل سیدھی کی پھر کہا "تو ہمیں بزدل کیوں سمجھتا ہے اگر تو مجھے مار سکتا ہے تو بہت پہلے مار چکا ہوتا میں ہمیشہ سے سمجھاتا آرہا ہوں کہ تم لوگ غلط فہمی کا شکار ہو۔ اس کے باپ کو میں نے نہیں مارا تھا۔ دشمنوں کی سازشوں سے وہ ہلاک

کیا گیا تھا اور نام میرا لیا گیا تھا لیکن تم لوگوں کو یقین نہیں آرہا تھا۔"

سوزی نے کہا "لیکن میکی کو یقین آگیا ہے۔ ابھی راستے میں یہ بتا رہا تھا اور اسی لیے اس نے ان تینوں کو جو میکی کے ساتھ مل کر انتقام لینا چاہتے تھے۔ انہیں ہلاک کردیا ہے۔ اسے معلوم ہوچکا ہے کہ دراصل ان تینوں میں سے ہی ایک نے اس کے باپ کو قتل کیا ہے۔"

سوزی کے باپ نے کہا "اب بھی آنکھیں کھولو۔ تم دو سروں کی باتیں نہیں مان رہی تھیں لیکن اپنے بیٹے کی بات کو سمجھو اور سچ مان لو میں تم لوگوں کا کبھی دشمن نہیں تھا اور نہ اب ہوں۔"

وہاں تمام مخلوق اکٹھی ہوگئی تھی۔ چاروں طرف مرد عورتیں اور بچے نظر آرہے تھے۔ میکی کی ماں نے اس جوان مرد سے رائفل چھینتے ہوئے میکی کو نشانے پر لیتے ہوئے کہا "اب یہاں نہ میں تیری ماں ہوں اور نہ تو میرا بیٹا ہے اور نہ ہی کوئی خاندانی جھگڑا ہے۔ ارے کم بخت یہ سوئٹزرلینڈ ہے جہاں کی گھڑیاں ساری دنیا میں فروخت ہوتی ہیں اور تو کم بخت یہاں آکر گھڑی میں وقت دیکھنا بھول گیا؟ میں نے پہلی بار کہا تھا جب بھی جسم بدلے گا تو نیا جسم بدلتے وقت دیکھ لیا کرنا کیونکہ اس کے ٹھیک چالیس منٹ بعد تو پھر ایک نیا جسم بدلنے پر مجبور ہوجائے گا۔ اب چالیس منٹ پورے ہونے میں صرف چھ سیکنڈ رہ گئے ہیں اور موت لازمی ہوگئی ہے۔"

میکی نے ایک دم سے گھبرا کر کہا "تم... کیا اس عورت کی زبان سے سونیا بول رہی ہو؟"

"ہاں میں سونیا ہوں اور دیکھو پانچ سیکنڈ پورے ہوگئے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر دبایا گولی چلی اور اس کے سینے پر آکر لگی پھر دوسری گولی چلی اس کی پیشانی پر لگی پھر تیسری گولی چلی اور اس کے سینے پر لگی۔ چوتھی گولی اس کے پیٹ پر لگی۔ وہ گولیاں کھاتا جارہا تھا۔ سونیا اس عورت کے جسم میں رہ کر اسے گولیوں سے چھلنی کرتی جارہی تھی۔ جب رائفل خالی ہوگئی تو اس نے رائفل کو پھینک کر دوسری رائفل لی پھر اسے گولیاں مارنے لگی۔ وہ گر پڑا تھا لیکن اس کے باوجود وہ اسے گولیوں سے چھلنی کررہی تھی اور کہہ رہی تھی "میں جانتی ہوں تو ایک یا دو گولی سے نہیں مرے گا اگر تجھے چھوڑ دیا جائے تو ان گولیوں کو نکال کر اس جسم میں زندہ رہے گا لیکن اب اتنی گولیاں لگ چکی ہیں کہ تجھے یہ جسم چھوڑ کر نئے جسم میں جانا پڑے گا۔"

وہ برف پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس عورت کو دیکھ رہا تھا۔ جو سونیا کی مرضی کے مطابق بول رہی تھی اور اسے گولیاں مار رہی تھی اور یہ سچ تھا کہ اتنی گولیاں کھانے سے بعد وہ اپاہج بن کر اسی جسم میں زندہ نہیں رہنا چاہتا تھا' اس لیے اس جسم سے اچانک ہی جان نکل گئی۔ جسم ساکت ہوگیا اور اس کے اندر رہنے والی آتما وہاں سے چل گئی۔

اور وہ کہاں گئی؟ یہ تو صرف سونیا ہی آئندہ بتانے والی تھی۔

○☆○

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات (40) ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

40

چالیسواں حصہ

دیوتا

فرہاد علی تیمور

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک
جرم کار کا قصہ۔ جس کا جادو سر
گا حوال۔ ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔

اُردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

سونیا نے پہلے ہی پارس اور پورس کو سمجھا دیا تھا کہ وہ دونوں اس ویران سڑک سے واپس چلے جائیں۔ لہٰذا وہ دونوں اپنی کار کی اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ پارس نے کار کو اسٹارٹ کیا پھر اسے ایک یوٹرن دے کر واپس دیوانا شہر کی طرف جانے لگا۔ آگے جانے والے پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھتے لہٰذا ان دونوں نے بھی یہ نہیں دیکھا کہ جسے گولیاں ماری گئی تھیں، وہ سڑک کے کنارے تاریکی میں گر کر دوبارہ زندہ ہوگیا ہے۔ یہ بات ابھی کسی کے علم میں نہیں تھی۔ ثانی اور فہمی نے بھی قمار خانے میں پیری ماؤنٹ کا پیچھا چھوڑ دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ پارس اور پورس پیری ماؤنٹ کے ذریعے جیکی اولڈ تک پہنچ جائیں گے۔ صرف وہ دونوں ہی نہیں بلکہ تیج پال کے جاسوس بھی پیری ماؤنٹ کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اپنے آلۂ کار کے ذریعے اس کا تعاقب کررہے تھے۔ انہیں بھی پوری امید تھی کہ وہ اپنے ٹارگٹ تک پہنچ سکیں گے اور وہ پہنچ بھی گئے تھے۔ جب پیری ماؤنٹ گاڑی میں بیٹھ کر باہر آیا تو دوسری طرف گاڑی سے جیکی اولڈ بھی باہر آکر دونوں گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس کے درمیان آیا۔ پیری ماؤنٹ نے اسے دیکھتے ہی جیکی اولڈ کہہ کر مخاطب کیا تو اس کے دماغ میں روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والے تیج پال کے آدمی نے تیج پال سے کہا "ہم پہنچ گئے ہیں۔ جیکی اولڈ اور پیری ماؤنٹ ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔"

تیج پال نے کہا "جیسا کہ ہمیں پہلے معلوم ہوچکا تھا کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر پیری ماؤنٹ کے ذریعے جیکی اولڈ کو زخمی کرو تاکہ تم اس کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کرسکو۔"

تیج پال نے بڑی دانشمندی سے مشورہ دیا تھا لیکن جیکی اولڈ بھی کچھ کم نہ تھا۔ اس نے قمار خانے میں پیری ماؤنٹ کے دماغ کے اندر آکر غصہ نہیں دکھایا تھا کہ وہ خلافِ ہدایت کیوں شراب پی رہا ہے۔ جب وہ لڑکھڑاتا ہوا جانے لگا تو اس کے اس طرح جانے پر علی، پارس، پورس اور تیج پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والے سب ہی سمجھ گئے تھے کہ اسے بے اختیار کہیں لے جایا جارہا ہے اور یقیناً جہاں لے جایا جارہا ہے۔ وہاں جیکی اولڈ ہوگا۔

ان سب کا اندازہ درست تھا جیکی اولڈ اور پیری ماؤنٹ دو کاروں کی ہیڈ لائٹس کے درمیان ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے۔ تیج پال کا ٹیلی پیتھی جاننے والا چاہتا تھا کہ پیری ماؤنٹ کے دماغ پر مسلط ہو کر اس کی جیب سے ریوالور نکال کر جیکی اولڈ کو زخمی کرے لیکن اس سے پہلے ہی جیکی اولڈ نے ریوالور نکال کر بغیر کچھ کہے اسے گولی ماردی تھی۔ جب پیری ماؤنٹ مرگیا اور اس کا دماغ مردہ ہوگیا تو مجبوراً تیج پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو واپس آنا پڑا۔ اس نے مایوس ہو کر تیج پال سے کہا "آپ کی پلاننگ تو بہت اچھی تھی اور بڑی کامیابی ہورہی تھی لیکن جیکی اولڈ تو ہم سے بھی زیادہ چالاک نکلا اس نے پہلے کہ میں پیری ماؤنٹ کے ذریعے گولی

چلاتا اس نے گولی چلا کر پیری ماؤنٹ کو ہلاک کردیا ہے۔ اب جیکی اولڈ تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور ہم کسی کو آلہ کار بھی نہیں بنا سکتے۔"

نیچ پال نے کہا "اوہ گاڈ! اتنا سنہری موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ لوگ دیانا شہر سے تقریباً تیس کلو میٹر دور ہوں گے۔ جب تک ہم کسی کو آلہ کار بنا کر وہاں تک پہنچیں اس وقت تک جیکی اولڈ جا چکا ہوگا۔"

اولڈ بزرگ کو بھی کہتے ہیں اور پرانے وقت اور زمانے کو بھی کہتے ہیں۔ پتا نہیں نارنگ کتنا پرانا تھا۔ اب سے پہلے جب پہلی بار اسے آتما شکتی حاصل ہوئی تھی تو کتنی بار جسم تبدیل کرچکا تھا اور ہر بار نئے جوان جسم میں داخل ہو کر اپنی عمر کو جوان بناتا آیا تھا لیکن اس کی آتما پرانی اور گھسی پٹی تھی۔ اس پرانی آتما کے باعث اسے جیکی اولڈ کے بجائے نارنگ اولڈ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

وہ سڑک کے کنارے ڈھلان کے ساتھ زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ چند منٹوں میں اس کے زخم بھر گئے تھے۔ وہ صحت مند اور توانا ہو کر وہاں سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور چڑھائی چڑھتا ہوا سڑک کے کنارے پر آکر اپنی کار میں بیٹھا اور اپنی خفیہ رہائش گاہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ تمام راستے پریشان ہو کر سوچتا رہا کہ آخر سونیا سے کب تک نجات ملے گی؟ کیا کوئی بھی ایسی تدبیر نہیں ہوسکتی کہ آئندہ اسے میرے پاس آنے کا موقع نہ ملے؟

پھر اس نے سوچا آخر وہ مجھ تک کیسے پہنچ جاتی ہے؟ اسے کیسے معلوم ہوجاتا ہے کہ میں ایک ملک سے کسی دوسرے ملک میں جا کر کسی دوسرے جسم میں داخل ہوچکا ہوں اور ایک نئی زندگی گزارنا چاہتا ہوں لیکن اس نے مجھے چالیس منٹ سے زیادہ کسی بھی جسم میں زندہ رہنے نہیں رہنے دیا۔

مانا کہ وہ غیر معمولی طور پر ذہین ہے اور بہت ہی مکار ہے لیکن یہ تو ایک طرح سے جادوئی تماشا ہے۔ آتما شکتی کا کھیل ہے اور وہ آتما شکتی نہیں جانتی ہے۔

یہی بات دماغ میں آئی کہ فرہاد کی فیملی والے اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے ہیں لیکن جب لوہے کو جواب دینا ہوتا ہے تو لوہا بن کر اسے کاٹتے ہیں۔ لہٰذا آتما شکتی کا جواب وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دے رہے ہیں۔ اس لیے وہ کامیاب ہو رہی ہے۔ اسے ان کے جو ادارے والے بزرگ ہیں۔ جناب تبریزی اور اس کی جو ایک سوکن ہے آمنہ۔ دونوں ہی روحانیت کے حامل ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک اسے بتا دیتا ہوگا کہ میں آئندہ کس جسم میں جا رہا ہوں۔ بلکہ جا چکا ہوں۔

وہ آتما شکتی کے ذریعے روحانیت کا مقابلہ کرسکتا تھا لیکن اس میں ایک خامی تھی اور وہ یہ کہ بابا صاحب کے ادارے میں جو روحانیت کے طلبا اور طالبات تھے یا جناب تبریزی اور آمنہ تھے۔ انہوں نے مثبت اور تعمیری جذبوں کے ساتھ روحانیت کا علم حاصل کیا تھا جبکہ نارنگ کے آتما شکتی حاصل کرنے کے مقاصد میں منفی اور بدی کے جذبات تھے۔ صرف خیر و شر کے تضاد کے باعث نارنگ ان سے کمزور پڑ جاتا تھا۔

اب تو اس کی عقل یہی سمجھا رہی تھی کہ آئندہ اگر اسے جسم تبدیل نہیں کرنا ہے اور آتما شکتی کو مزید کمزور نہیں کرنا ہے تو اسے سونیا کے اشاروں پر چلنا ہوگا۔ یہ جیکی اولڈ امریکی ہوتے ہوئے بھی امریکا والوں کے لیے دردِ سر بنا ہوا تھا اور سونیا کہہ چکی تھی کہ جب تک وہ امریکا کے لیے مصیبت بنتا رہے گا تو وہ اسے جیکی اولڈ کے جسم میں رہنے دے گی۔

علی نے پارس اور پورس کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ جیکی اولڈ کا کیا انجام ہوا ہے۔ ان کی باتیں سن کر علی نے کہا "پارس اور پورس تم دونوں کو چاہیے تھا کہ اسے گولی مار کر ہلاک کرنے سے پہلے اس کے چور خیالات سے ان باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کرلیتے جو اس کے زیرِ اثر ہیں۔"

پارس نے کہا "میں ایسا کرنا چاہتا تھا۔ پہلے اسے زخمی کر کے اس سے معلومات حاصل کرنے والا تھا لیکن ممانے کہا، اسے مار ڈالوں لہٰذا میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی اور اسے چار گولیاں مار کر ہلاک کر ڈالا۔"

علی نے سونیا کے پاس آکر کہا "ممّا! پارس نے مجھے جیکی اولڈ کے متعلق بتایا ہے۔ آپ نے حکم دیا تھا کہ اسے زخمی نہ کیا جائے۔ اس کے خیالات نہ پڑھے جائیں۔ اسے ہلاک کردیا جائے یہ حکم آپ نے کیوں دیا تھا؟"

"میں جانتی تھی کہ نارنگ اس کے جسم میں داخل ہونے والا ہے میں کسی بھی وقت معلومات حاصل کرلوں گی لہٰذا جیسے ہی وہ سڑک کے نیچے جا کر گرا اور مرگیا تو میری ہدایت کے مطابق ثانی اور فہمی نے اس کے ذہن میں رہ کر اس کے چور خیالات کے ذریعے باقی نو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کیے ہیں۔"

"ممّا جب نارنگ کی آتما جیکی اولڈ کے جسم میں داخل ہوگئی تو کیا اس نے ثانی اور فہمی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا؟"

"نہیں بیٹے! اس کو چار گولیاں ماری گئی تھیں ان زخموں کو بھرنے میں چند منٹ لگے۔ ان چند منٹوں میں انہوں نے سب کچھ معلوم کرلیا ہے۔"

"ویل ڈن ممّا! اب تو ہم ان نو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی اپنے قابو میں رکھ سکتے ہیں۔"

"نہیں چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے قابو میں ہیں لیکن تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ثانی اور فہمی کے قابو میں نہیں آئے ہیں۔"

"ایسا کیوں ہوا؟"

"اس لیے کہ ان سب کے دماغوں میں تین ماہ کے لیے تنویمی عمل کیا گیا تھا اور وہ تین ماہ پورے ہوگئے تھے لیکن ان میں سے تین ایسے تھے جو زبردست قوتِ ارادی کے مالک تھے۔ انہوں نے

اپنے تنویمی عمل کے ختم ہونے سے چند گھنٹے پہلے ہی جیکی اولڈ سے نجات حاصل کرلی تھی اور کہیں گم ہوگئے تھے کیونکہ وہ سب گونگے بنے ہوئے تھے ان کے لب دلہجے کو ہم میں سے کسی نے بھی نہیں سنا تھا۔ اس لیے ثانی اور فہمی ان تینوں تک نہیں پہنچ پائے۔"

علی نے کہا "جو چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے قبضے میں آئے ہیں۔ ان کے ذریعے ان تینوں کا سراغ مل سکتا ہے۔"

"وہ سب ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے سے الگ تھے۔ کسی کو کسی کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا اس لیے ان کے دماغ میں جا کر ان کے چور خیالات پڑھ کر ان تینوں کے بارے میں معلوم نہیں کیا جاسکتا۔ بہرحال صرف تین ہمارے ہاتھ سے نکل گئے لیکن ہمیں خاصی بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ یہی بہت ہے۔ ابھی تو نارنگ کو اور دوڑانا ہے۔ ذرا دیکھتے جاؤ کیا ہوتا ہے۔"

"آپ تو کسی دشمن سے نمٹنے سے پہلے اس کی جڑوں تک پہنچ جاتی ہیں کیا آپ نے یہ معلوم کیا ہے کہ نارنگ کی آتما شکتی کس حد تک کمزور ہوگئی ہے؟"

"ہاں بڑی حد تک کمزور ہوگئی ہے۔ وہ اب کسی بھی یوگا جاننے والے شخص کے دماغ میں نہیں جا پائے گا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا محسوس کرلیا کرے گا۔"

"نیلماں بھی اسی طرح جسم بدل بدل کر بڑے فخر سے اپنی آتما شکتی کا مظاہرہ کرتی تھی۔ آخر وہ بالکل ہی کمزور پڑ گئی تھی اور اس جسم نکل نہیں پا رہی تھی۔ بڑے عرصے تک پورس نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا نہ ہی اسے دوبارہ تیار کر کے آتما شکتی حاصل کرنے کا موقع دیا اور آپ نے تو اسے بالکل ہی ختم کر ڈالا۔ آپ اس نارنگ کو بھی ختم کریں اور یہ جو جادوئی چکر خوامخواہ چل رہا ہے۔ اس کو ہمیشہ کے لیے ختم کر ڈالیں تاکہ ایسے لوگ ہماری راہ میں آکر خوامخواہ مسائل پیدا نہ کیا کریں۔"

"میں یہی کرنا چاہتی تھی نارنگ اب تک چار جسم بدل چکا ہے۔ صرف دو جسم باقی ہیں یعنی چھ جسم بدلنے کے بعد جب وہ ساتویں جسم میں جائے گا تو وہ آخری جسم ہوگا اس کے بعد اس کی آتما پھر کسی جسم میں نہیں جاسکے گی اور نہ ہی میں اسے آتما شکتی مکمل کرنے دوں گی۔"

"کیا وہ اتنی جلدی چار جسم بدل چکا ہے؟ اور اب صرف دو جسم رہ گئے ہیں۔"

"ہاں پہلا جسم خود نارنگ کا تھا میں نے اسے اس طرح مجبور کیا کہ وہ اپنا جسم چھوڑ کر ایمون گارسن نامی ایک مفرور مجرم کے جسم میں پہنچ گیا اس طرح اس کی آتما نے دو جسم تبدیل کیے۔ ایک خود نارنگ کا اور پھر اس کے بعد ایمون کا۔ ہم نے نارنگ کو سزا دینے کے لیے پاگل خانے پہنچوایا تھا لیکن انڈر گراؤنڈ اسلحہ مافیا کے گاڈ فادر نے ایمون کو پاگل خانے سے اغوا کیا پھر اپنے خفیہ اڈے میں لے جا کر اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ کر

ان لوگوں کے لیے جو خوبصورت کہانیاں پڑھنے کے شوقین ہیں

ہزاروں دلوں کی دھڑکن

محی الدین نواب

کی خوبصورت کہانیوں کے تین دلکش مجموعے

کچرا گھر

قیمت -/100 روپے ڈاک خرچ -/18 روپے

8 بہترین کہانیوں کا مجموعہ

ایمان کا سفر

قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/18 روپے

10 خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ

آدھا چہرہ

قیمت -/250 روپے ڈاک خرچ -/24 روپے

پہلا طویل معاشرتی ناول

کمپیوٹرائزڈ کتابت | دلکش طباعت | مضبوط جلد

تینوں کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں

تینوں کتابیں ایک ساتھ منگانے کے لئے رعایتی قیمت مبلغ -/450 روپے بذریعہ منی آرڈر پیشگی ارسال کریں

کتابسات پبلی کیشنز

اپاہج بنا دیا تاکہ وہ اسے دھوکا دے کر کہیں نہ جاسکے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے کام آتا رہے۔"

"اچھا میں سمجھ گیا وہ اب کسی اپاہج جسم میں نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے تیرا جسم تبدیل کیا۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ دو جسم بدلنے کے بعد اور اپاہج ہونے کے بعد اس نے اپنی آتما شکتی کو آزمایا تو پتا چلا کہ وہ کسی یوگا جاننے والے کے دماغ میں نہیں پہنچ پاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی آتما شکتی کمزور ہوتی جارہی ہے۔ لہٰذا وہ چاہتا تھا کہ اسی طرح اپاہج بنا بستر پر پڑا تپسیا کرتا رہے اور کوئی مداخلت نہ کرے تو اسے پھر سے مکمل آتما شکتی حاصل ہوجائے گی لیکن اس اپاہج کے دماغ میں کوئی بھی آکر مداخلت کرسکتا تھا میں نے اسے موقع دیا کہ وہ اپنی تپسیا مکمل کرلے۔"

علی نے حیران ہو کر پوچھا "آپ نے اسے موقع دیا تھا؟"

"ہاں میں اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھ کر پھر اسے مرنے اور جسم بدلنے پر مجبور کرتی رہتی تو وہ بے بس ہوجاتا اور سمجھ لیتا کہ نیلاں کی طرح اس کا انجام بھی سامنے آنے والا ہے۔ بہرحال اس نے جب چالیس دنوں تک تپسیا کرکے آتما شکتی مکمل کرلی تب میں نے کہا جس طرح میں نے تمہیں چالیس دنوں کی مہلت دی تھی۔ اب تمہیں چالیس منٹوں کی مہلت دیتی ہوں جس کے جسم میں بھی جاؤ گے چالیس منٹ کے بعد دوسرا جسم تبدیل کرنے پر مجبور ہوجاؤ گے۔"

"اسے بڑا فخر تھا کہ اب تو اسے کوئی مجبور نہیں کرسکتا جب اس کے خفیہ اڈے پر پولیس والوں نے چھاپا مارا تو وہ ایک پولیس انسپکٹر کے جسم میں چلا گیا۔ وہ پولیس انسپکٹر اور اس کی سالی دونوں بدکار اور گنہگار تھے۔ میں نے چالیس منٹ کے اندر اس انسپکٹر کو مار ڈالا تب بھٹکتی ہوئی آتما سونمز رلینڈ کے ایک جوان کے جسم میں گئی۔ وہاں بھی وہ چالیس منٹ کے بعد جسم بدلنے پر مجبور ہوا تو جیکی اولڈ کے جسم میں چلا گیا۔"

علی نے کہا "دو سری بار تپسیا کرکے آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد وہ اب تک چار جسم بدل چکا ہے۔"

"میں نے اس سے کہا ہے کہ اب صرف دو جسم رہ گئے ہیں لیکن اب میں اسے چالیس منٹ کی مہلت نہیں دوں گی۔ وہ جب تک چاہے جیکی اولڈ کے جسم میں رہ سکتا ہے۔ شرط یہی ہے کہ جس طرح جیکی اولڈ امریکی ہوتے ہوئے اپنے وطن اور اپنی قوم کا باغی تھا اسی طرح اسے بھی امریکا کے خلاف محاذ بنا رہنا ہوگا۔ اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو وہ دیکھتا آیا ہے کہ میں کس طرح اسے مرنے اور دوسرا جسم بدلنے پر مجبور کرتی رہی ہوں۔ لہٰذا اب وہ کچھ عرصے تک جیکی اولڈ کے جسم میں رہے گا دیکھتے ہیں کہ وہ اس جسم میں رہ کر کرتا کیا ہے؟"

علی نے مسکرا کر کہا "مما وہ تو آپ کے پلے پڑا ہے۔ وہ کیا کرے گا جو کرنا ہے آپ ہی کریں گی اور بڑے بڑے انجام تک اسے پہنچائیں گی۔ اچھا میں جارہا ہوں۔ خدا حافظ۔"

نارنگ' دیانا واپس آکر اپنے پوشیدہ بنگلے میں پہنچ گیا پھر دروازہ بند کرکے ایک جگہ آرام سے بیٹھ کر سوچنے لگا اور معلوم کرنے لگا کہ جیکی اولڈ اب تک کیا کرتا رہا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے بعد اسے معلوم ہوسکتا تھا کہ آئندہ اسے کیا کرنا چاہیے اور اس کے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے زیر اثر رہتے ہیں ان کے نام اور پتے کیا ہیں۔ تاکہ ان کے دماغوں میں بھی وہ پہنچ سکے۔

اب تو اسے سونیا کی طرف سے اطمینان ہوگیا تھا کہ جب تک وہ اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔ اسی جسم میں محفوظ رہے گا اور کبھی موقع ملے گا تو پھر سے تپسیا کرکے اپنی آتما شکتی کو مکمل طور پر حاصل کرلے گا۔

وہ جیکی اولڈ کے جسم میں تھا اور جیکی اولڈ کے جسم میں جو دماغ تھا اس کی تمام سوچ کی لہریں اس کے تمام منصوبے اور تمام اہم راز اسے بہ آسانی معلوم ہورہے تھے۔ وہ ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کرتا جارہا تھا۔ ان کے لب ولہجے کو بھی نقش کرتا جارہا تھا۔ ایسے وقت پتا چلا کہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے لاپتا ہوگئے ہیں۔ اس نے انہیں تلاش کرنے کی کوششیں تو کیں مگر ناکام رہا۔

اس نے اسی پر اکتفا کیا کہ کم از کم چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اب اس کے زیر اثر رہیں گے اور اب وہ سب سے پہلے ان چھ پر دوبارہ تنویمی عمل کرے گا۔ تاکہ وہ ہمیشہ اس کے معمول بن کر رہیں۔

اب وہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح خود اپنی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک فوج بنانا چاہتا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ طاقت حاصل کرتا رہے۔ لہٰذا وہ ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں پہنچ کر ان پر تنویمی عمل کرتا رہا اور انہیں اپنا معمول اور تابع بناتا رہا۔

جب وہ مسلسل محنت کرنے کے بعد چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا عامل اور مالک و مختار بن گیا تب اس نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے تابع کے ذریعے ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر کی فیکس مشین پر یہ پیغام بھیجا۔

"مسٹر یوگا جاننے والے اعلیٰ افسر۔ اس وقت جیکی اولڈ آپ سے مخاطب ہے۔ آپ واقعی بہت چال باز ہیں۔ پہلے والے اعلیٰ افسر کو اس لیے فارغ کروایا کہ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ اس کے دماغ میں کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا چلا آتا تھا۔ اب آپ کے دماغ میں کوئی نہیں آتا ہے۔ آپ بھی ہماری طرح فیکس کے ذریعے یا کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کرتے ہیں۔

یہ تو آپ لوگوں نے طے کرلیا ہے کہ میں باغی اور غدار وطن ہوں اور آپ کے باقی عملے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے

وفادار ہیں اور واقعی کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والے آندرے کے ذریعے آپ سے رابطہ کرتے ہیں اور کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والے تیج پال کے ذریعے رابطہ کرتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے اپنے وفادار ہونے کا یقین دلانے کے باوجود آپ سے بھی روپوشی اختیار کررکھی ہے۔ یہ وفاداری سمجھ میں نہیں آتی۔ بہرحال میں آپ کو خود اپنے سے زیادہ سمجھ دار سمجھتا ہوں۔ آپ اپنے معاملات بہتر جانتے ہیں۔

میں نے سوچا آپ کے ذریعے دوسرے امریکی اکابرین تک یہ خبر پہنچا دوں کہ آپ کے دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مجھے گھیرنے اور مارنے کی بھرپور کوششیں کی تھیں۔ وہ سب کے سب پیری ماؤنٹ کے پیچھے پڑ گئے تھے اس کا تعاقب کررہے تھے اور یہ سمجھ رہے تھے کہ پیری ماؤنٹ کہیں نہ کہیں مجھ سے ملاقات کرے گا تو وہ مجھے گرفتار کرلیں گے لیکن اب آپ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے معلوم کرلیں میں نے ان کی کوششوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ اس جڑ کو ہی اکھاڑ کر پھینک دیا ہے۔ جس کے ذریعے وہ میری تہ تک پہنچ سکتے تھے۔ یعنی میں نے پیری ماؤنٹ کو قتل کردیا ہے۔ اب کوئی میرے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔

اب آپ چاہیں تو اپنے وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا محاسبہ کرسکتے ہیں اور سختی سے جواب طلب کرسکتے ہیں کہ انہیں پیری ماؤنٹ کا تعاقب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ سب کے سب دیانا کے ایک قمار خانے میں پیری ماؤنٹ کے ساتھ جوا کھیلنے والوں کے دماغوں میں پہنچے ہوئے تھے اور اتنا بھی نہیں سمجھ رہے تھے کہ اگر مجھے پیری ماؤنٹ سے ملاقات کرنا ہے تو میں اس کے دماغ میں رہ کر پہلے احتیاطاً معلوم کرتا رہوں گا کہ اس کے دماغ میں کوئی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی جسمانی طور پر اس کا تعاقب کررہا ہے لیکن میں تو پیری ماؤنٹ کے دماغ میں بڑی خاموشی سے سارے تماشے دیکھ رہا تھا۔

بائی دی وے آپ بڑے چال باز سمجھے جاتے ہیں۔ کہیں آپ نے تو اپنے وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ مشورہ نہیں دیا تھا کہ وہ پیری ماؤنٹ کے دماغ میں رہیں؟ اگر آپ نے ہی یہ مشورہ دیا تھا تو پھر اپنا محاسبہ آپ خود ہی سختی سے کریں۔ بس مجھے اتنا ہی کہنا ہے۔ ویش آل۔"

اس افسر نے اسے پڑھنے کے بعد اس کی نقل سی آئی اے' آرمی ہیڈ کوارٹر اور دوسرے امریکی اکابرین کو بھیج دی اور اپنی طرف سے بھی کہا کہ اپنے وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا محاسبہ بھی کیا جائے کہ انہوں نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ پیری ماؤنٹ کا تعاقب کریں گے تو جیکی اولڈ احمق نہیں ہے کہ وہ خاموشی سے پیری ماؤنٹ کے دماغ میں رہ کر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کارروائیاں دیکھتا رہے گا۔

اس فیکس کو اور ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر کی تحریر کو تمام متعلقہ فوجی افسران' انٹیلی جنس والے اور تمام امریکی اکابرین نے پڑھا۔ ان کے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے کچھ آندرے کے زیر اثر تھے اور کچھ تیج پال کے ذریعے رابطہ کرتے تھے وہ دن کے وقت چار بار اور رات کے وقت دو بار رابطہ ضرور کیا کرتے تھے تاکہ اہم معاملات کو ان سے معلوم کرنے کے بعد ان سے نمٹ سکیں۔ جب تیج پال نے اور آندرے یعنی علی نے ان سے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کیا تب سی آئی اے کے اعلیٰ افسر نے ان کا محاسبہ کیا ان سے پوچھا "تم لوگوں کو پیری ماؤنٹ کے دماغ میں رہ کر اس کا تعاقب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا اتنا بھی سمجھ نہیں پائے کہ جیکی اولڈ پیری ماؤنٹ کے دماغ میں خاموشی سے موجود رہ کر تم سب کی کارروائیاں دیکھتا رہے گا؟"

ایک طرف سے آندرے یعنی علی نے اور دوسری طرف سے تیج پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس بات سے انکار کیا کہ وہ پیری ماؤنٹ کا تعاقب کررہے تھے۔ یہ سراسر غلط ہے۔ جیکی اولڈ نے غلط بیان دیا۔

تیج پال کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "جیکی اولڈ کی یہ بات ایک طرح سے سچ ہوسکتی ہے۔ پیری ماؤنٹ کے دماغ میں یقیناً ٹیلی پیتھی جاننے والے گئے ہوں گے لیکن وہ ہم نہیں تھے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں الپا اس کے دماغ میں گئی ہوگی۔ جب شیر کے منہ کو انسانی خون کا چسکا پڑ جاتا ہے تو وہ درندہ انسان کا ہی شکار کرتا ہے۔ اس طرح الپا نے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بڑی کامیابی سے حاصل کیا ہے اب وہ پیری ماؤنٹ کے ذریعے جیکی اولڈ پر بھی قابو پانا چاہتی تھی یا پھر اگر الپا نے یہ نہیں کیا ہے تو فرہاد علی تیموریا اس کی نیلی والے اور بابا صاحب کے ادارے کے جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے ہیں انہوں نے پیری ماؤنٹ کے ذریعے جیکی اولڈ تک پہنچنے کی کوشش کی ہوگی ہمیں بابا صاحب کے ادارے کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔"

تیج پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی اس بات میں وزن تھا۔ اس نے ان سب کو قائل کروایا کہ وہ پیری ماؤنٹ کے دماغ میں نہیں تھے اور امریکی اکابرین نے بھی اسے تسلیم کرلیا۔ ان کی سوچ کا رخ بابا صاحب کے ادارے اور میری اور میرے بیٹے اور بہوؤں کی طرف ہوگیا۔ یوں بھی امریکی حکام' وہاں کی فوج کے اعلیٰ افسران اور انٹیلی جنس والے بھی یہی سمجھتے آرہے تھے کہ انہوں نے بابا صاحب کے ادارے پر دو ناکام حملے کیے اس کی سزا ہم انہیں دے رہے ہیں اور انہیں نقصان پہنچاتے جارہے ہیں۔ اس بار بھی ہم نے شاید پیری ماؤنٹ کو قتل کرکے یا دوسری چال چلنے کے بعد ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ناکام بنا دیا ہے۔

وہ تمام اکابرین پہلے ہی یہ طے کرچکے تھے کہ اب ہم سے سمجھوتا کبھی نہیں ہوسکے گا۔ لہٰذا ہمارے خلاف آئندہ کوئی ایسی کارروائی کی جائے کہ جس کا الزام امریکی حکومت پر نہ آئے اور ہم

مجبور ہو جائیں کہ آئندہ امریکا کے خلاف ہم کوئی سازش نہ کریں اور نہ ہی انہیں کوئی نقصان پہنچا سکیں۔ لہٰذا وہ اسی پہلو سے ہمارے خلاف غور کرنے لگے۔

○☆○

وہ تینوں بے حد ذہین اور بہت ہی مضبوط قوت ارادی کے مالک تھے۔ ان تینوں نے مشترکہ طور پر یہ تسلیم کیا کہ انہوں نے جیکی اولڈ پر بھروسا کر کے زندگی میں بہت بڑی غلطی کی اور اس کے کہنے پر اپنے اوپر تنویمی عمل کرانے کے بعد گونگے بن گئے تھے۔ اس طرح اس نے انہیں اپنا تابع بنا لیا تھا۔

اب ان تینوں نے قسم کھائی کہ آئندہ کسی پر بھروسا نہیں کریں گے۔ جیکی اولڈ تو دور کی بات ہے وہ امریکی اکابرین پر بھی اعتماد نہیں کریں گے اور جو علم انہیں حاصل ہو چکا ہے۔ اس کے ذریعے وہ خود تینوں متحد ہو کر اپنی حفاظت کریں گے اور سب سے پہلے جیکی اولڈ کے زیر اثر رہنے والے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں ان میں سے ایک ایک کو اغوا کر کے اپنے زیر اثر لائیں گے اور اس طرح جیکی اولڈ سے بھی انتقام لیں گے۔

ان تینوں میں سے ایک کا نام جے ظلو تھا' دوسرے کا نام جے سامو تھا اور تیسرے کا نام جے کانو۔ یعنی ان تینوں کے نام کے آگے جے لگا ہوا تھا۔ اس لحاظ سے وہ تھری جے کہلانے لگے۔ انہوں نے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ اس دنیا میں اپنی طبعی زندگی گزارنے کے لیے کسی نہ کسی پر چھوٹے یا بڑے معاملات میں بھروسا کرنا ہی پڑتا ہے۔ لہٰذا ان تینوں کو ایک دوسرے پر بھروسا کرنا چاہیے اور وہ اس طرح کہ ان میں سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ ان میں سے کسی کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔

وہ چاہتے تھے کہ ایک دوسرے پر تنویمی عمل کر کے اپنا لب ولہجہ بدل کر اپنے دماغ کے چور خیالات کو بالکل مقفل کر دیں تاکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں میں پہنچ بھی جائے تب بھی۔۔۔ ان کے چور خیالات نہ پڑھ سکے۔

انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ایک پر تنویمی عمل پہلے کیا جائے جو تنویمی عمل کرے گا وہ تو عامل رہے گا لیکن تیسرا ساتھی یہ دیکھتا رہے گا کہ وہ کوئی فراڈ نہیں کر رہا ہے۔ اسی طرح جب دوسرے پر تنویمی عمل ہو گا تو باقی دو میں ایک عامل بن کر تنویمی عمل کرے گا اور تیسرا اس کی نگرانی کرے گا کہ وہ کوئی دھوکا نہ دے پائے۔ اسی طریقہ کار کے مطابق ان تینوں نے ایک دوسرے پر تنویمی عمل کیا اور اپنے طور پر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ ہو گئے۔

اس کے بعد رہائش کے لیے یہ طے کیا کہ وہ تینوں کسی ملک کے ایک ہی شہر میں رہیں گے لیکن تین مختلف علاقوں میں رہیں گے تاکہ کسی ایک پر افتاد آپڑے تو وہ باقی دو کو خیال خوانی کے ذریعے مطلع کر سکے اگر اسے اطلاع دینے کی زیادہ مہلت نہ ملے تو صرف لفظ D ادا کر دے اس کا مطلب ہو گا ڈینجر یعنی خطرہ ہے اس طرح باقی دونوں اس تیسرے کی مدد کے لیے پہنچ جایا کریں گے۔

ان تھری جے نے اٹلی جیسے ملک میں بہت وقت گزارہ تھا بڑے اور چھوٹے شہروں میں رہ چکے تھے اور اٹلی زبان بڑی روانی سے بولتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے فیصلہ کیا کہ اٹلی جا کر رہنا چاہیے وہاں ایک مشہور جھیل ہے جو کئی کلومیٹر پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس جھیل کا نام گردا ہے۔ اس کے چاروں طرف گارڈن اور ہرے بھرے بنگلات ہیں۔ اگر ہوائی جہاز کی بلندی سے دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے وہ جھیل کوئی سوئمنگ پول ہو جس کے چاروں طرف قدرت نے چار دیواری بنا دی ہے۔ اس جھیل کے چاروں طرف بڑے شہر جیسی آبادیاں ہیں۔ ان میں سب سے بڑا شہر ڈے سین زانو ہے اس کے بعد دوسرے شہروں میں ہیچرا' ری وا' سے مون' لزے' ملے' سائین اور لیمون سل گردا ہیں۔ وہاں کے خوب صورت مناظر میں بڑی کشش ہے۔ بے شمار تفریح کے مقامات ہیں۔ دولومائٹ نامی پہاڑی سلسلہ حدِ نظر تک برف پوش چوٹیوں کے باعث جگمگاتا رہتا ہے۔

تھری جے نے بڑے شہروں کو نظر انداز کر کے اپنی رہائش کے لیے شہر لیمون سل گردا کا انتخاب کیا۔ اٹلی میں روم اور وینس جیسے بڑے بڑے شہر ہیں جہاں رومن بادشاہوں کی تاریخی یادگاریں بے شمار ہیں انہوں نے ان سب بڑے شہروں کو نظر انداز کر دیا تھا کیونکہ وہاں غیر ملکی بہت زیادہ آیا کرتے تھے اور یہ اندازہ تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا گزر بھی وہاں سے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا وہ ان سے دور اسی گردا جھیل کے قریب رہائش اختیار کرنے کے لیے چلے گئے۔

اٹلی کے تذکرے میں جرائم کا ذکر بھی لازمی ہے۔ مافیا اور گاڈ فادر کا لفظ اسی ملک سے شروع ہوا وہیں سے دنیا میں پہلی بار مافیا تنظیم پیدا ہوئی اور اس کا ایک گاڈ فادر منتخب ہوا۔ جس کے بعد پھر یہ مافیا اور گاڈ فادر دنیا کے تمام ملکوں میں پھیلتے چلے گئے۔ اگرچہ یہ ملک ترقی یافتہ ہے لیکن وہی جو کہتے ہیں کہ چور چوری سے جاتا ہے مگر ہیرا پھیری سے نہیں جاتا لہٰذا اس اتنے ترقی یافتہ ملک میں جرائم بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

جے تھری نے منصوبہ بنایا تھا کہ گردا جھیل کے پاس چھوٹے سے شہر لیون سل گردا میں کوئی درمیانے درجے کا کاروبار کریں گے تاکہ انہیں ایک عام شہری کی طرح انہیں سمجھا جائے وہ کبھی ... خوامخواہ خیال خوانی نہیں کریں گے۔ اس چھوٹے سے شہر میں رہنے والوں اور وہاں آنے والے سیاحوں کے دماغوں میں کبھی نہیں جائیں گے۔ کبھی کوئی بہت اہم مسئلہ پیدا ہو جائے تو اس طرح ان کے دماغوں میں جائیں گے کہ کوئی ان پر شبہ نہ کر سکے۔ وہ اس چھوٹے سے شہر میں رہ کر صرف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مخالفین کے بارے میں یہ معلوم کرتے رہیں گے کہ کون ہے اور کیا کرتا پھر

رہا ہے۔ تاکہ وہ ان کے منصوبوں سے واقف رہ کر اپنی حفاظت کرتے رہیں۔

جیسا کہ شہروں کے مختلف علاقوں میں دادا قسم کے بدمعاش ہوا کرتے ہیں۔ وہاں لیمون سل گردا شہر میں بھی ایک دادا قسم کا بدمعاش تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ تین افراد وہاں کے تین مختلف علاقوں میں رہائش کے لیے آئے ہیں اور وہ کوئی کاروبار کرنے والے ہیں تو اس نے انہیں اپنے آدمیوں کے ذریعے طلب کیا وہ تینوں اس کے حکم کے مطابق اس کے شاہانہ طرز کے ایک بنگلے میں حاضر ہو گئے اور اسے جھک کر سلام کیا۔ اس نے بڑے رعب دار دبدبے سے پوچھا "تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟"

تینوں نے ایک دوسرے سے اجنبیت ظاہر کی اور اپنا الگ الگ پتا بتایا کہ وہ کچھ کمانے کے لیے بیرون ملک گئے ہوئے تھے ورنہ وہ اٹلی کے رہنے والے ہیں۔ چونکہ وہ روانی سے اطالوی زبان بول رہے تھے۔ اس لیے وہاں کے بدمعاش دادا کو یقین ہو گیا لیکن اس دوران میں اس کے آدمی ان سے بُری طرح پیش آتے رہے۔ کسی نے ان کو تھپڑ مارا' کسی نے ان کو لات مار کر گرا دیا اور ان سے بیٹھنے کے لیے بھی نہیں کہا گیا پھر وہاں کے بدمعاش دادا فرنانزو نے کہا "نہیں یہ لوگ بے ضرر ہیں ان سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اگر پہنچے گا تو انہیں کچھ کہے سنے بغیر گولی سے اڑا دیا جائے گا۔"

پھر دادا فرنانزو نے ان سے کہا "تم لوگ یہاں کاروبار کرنے آئے ہو' بے شک کرو لیکن اس کی آمدنی کا پچیس فی صد حصہ میں لیا کروں گا اگر میرے حصے میں کمی کی گئی تو تم لوگ یہاں ایک منٹ بھی نہیں رہ سکو گے۔"

انہوں نے جھک کر کہا "ہم آپ کے غلام ہیں آپ جو کہیں گے وہی کریں گے۔ بس ہم امن وامان سے یہاں کاروبار کر کے اپنی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔"

واپسی پر جے کانو نے کہا "یہ ہم تینوں میں بہت بڑی خوبی ہے کہ ہمیں غصہ نہیں آتا۔ ہم میں برداشت کرنے کی قوت ہے۔ ورنہ جس کے پاس جسمانی قوت ہوتی ہے اور ٹیلی پیتھی جیسا ہتھیار ہوتا ہے تو وہ خود کو پوری دنیا کا حکمران سمجھ کر اپنے سے زیادہ شہہ زوروں سے ٹکرا کر چکنا چور ہو جاتا ہے۔"

جے سامو نے کہا "ہمیں یہی طرز عمل اختیار کرتے رہنا چاہیے فرض کرو یہاں اتفاق سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آجائے اور یہاں کا بدمعاش فرنانزو اسی سے ٹکرائے تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی ایسی کی تیسی بھی کرے گا اور اس کے خیالات بھی پڑھے گا اور خیالات پڑھنے کے بعد اسے جب ہم تینوں کے متعلق معلوم ہو گا تو یہی سمجھے گا کہ ہم لوگ ڈرپوک' بزدل اور پر امن شہری ہیں۔"

میرے ساتھی جے ظلو نے کہا "ہمارا یہ طریقہ بہت اچھا ہے اس طرح ہم اس بدمعاش دادا فرنانزو کے ذریعے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔"

جے کانو نے کہا "ایک بات میرے ذہن میں آرہی ہے اور وہ یہ کہ اتفاق سے کبھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں آجائے اور ہمارے دماغوں میں پہنچنا چاہیے تو ہم نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار اپنے ہی تنویمی عمل کے اثر سے سانس روک لیں گے اور جب سانس روکیں گے تو کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو شبہ ہو گا کہ ہم باہر سے کچھ اور اندر سے کچھ ہیں۔"

"ہاں ایسا تو ہو سکتا ہے۔"

ایک ساتھی نے کہا "اس کے لیے ہمیں پہلے سے کچھ کر لینا چاہیے۔ اگر اندیشہ ہے تو اس اندیشے کو دور کرنا چاہیے۔"

جے کانو نے کہا "میرے ذہن میں یہ تدبیر ہے کہ ہم پھر ایک دوسرے پر ایک مختصر سا تنویمی عمل کریں اس عمل کے ذریعے ہم تینوں اپنے دماغوں کے چور خیالات والے خانوں کو بالکل ہی مقفل کر دیں اور اپنے ذہن کو آزاد رکھیں جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغوں میں آنا چاہے وہ آزادی سے ہمارے اندر چلا آئے اور ہمارے تمام خیالات پڑھتا رہے۔ اس کو ہمارے ذہن سے اصل خیالات نہیں ملیں گے اور یہی معلوم ہوتا رہے گا کہ جیسے ہم باہر سے بزدل اور پر امن شہری ہیں اسی طرح ہم اندر سے بھی وہی ہیں۔ اسی لیے ہمارے دماغ بھی اندر سے وہی خیالات پیش کر رہے ہیں۔"

جے ظلو اور جے سامو نے کہا "بے شک تم درست کہہ رہے ہو ہم تمہاری تدبیر کے مطابق عمل کر کے ہمیشہ کے لیے دشمنوں سے محفوظ رہیں گے۔"

اس میں شبہ نہیں تھا کہ وہ تینوں اس حد تک ذہین تھے کہ اپنی حفاظت کے لیے ایسی تدبیریں کر رہے تھے ورنہ اب تک جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے یہ علم حاصل کیا تھا اور بعد میں ایک دوسرے سے الگ ہوتے گئے تھے اور اپنی الگ الگ ٹیم بناتے رہے تھے۔ الگ محاذ قائم کرتے رہے تھے۔ انہوں نے اپنی حفاظت کے لیے بھی بہت کچھ کیا تھا لیکن ان میں قوت برداشت نہیں تھی۔ جیسا کہ ان تینوں میں تھی وہ تینوں طاقت ور ہونے اور ٹیلی پیتھی جیسا علم رکھنے کے باوجود بدمعاش دادا فرنانزو کے سامنے مار کھاتے رہے اور ہاتھ جوڑتے اور سر جھکائے کھڑے رہے تھے۔

بہت زیادہ طاقت ور ہو کر بہت زیادہ عاجزی اختیار کرنا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ دنیا کے ہر طاقت ور انسان کو فوراً غصہ آتا ہے تاکہ وہ جلد سے جلد اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے ان تینوں میں یہ صلاحیت تھی کہ اپنی طاقت کو چھپا کر عاجزی اختیار کرتے رہیں اور اگر وہ ایسا ہی کرتے رہیں گے تو یقیناً اب تک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں

ہمیشہ کامیاب ہوتے رہیں گے۔ اب آنے والا وقت بتانے والا تھا کہ یہ تینوں کب تک اپنے طریقہ کار پر قائم رہتے ہیں۔

اگر تینوں اپنے طریقہ کار پر قائم رہیں گے تو ان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ بابا صاحب کے ادارے سے روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی طرف رخ نہیں کریں گے۔ وہ مجھے' سونیا کو میرے فیملی ممبرز کو اور ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کبھی یہ نہیں بتائیں گے کہ وہ تینوں کہاں ہیں۔ ابھی یہ تھری جے کوئی شیطانی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ جب وہ ہمارے خلاف شیطانی ارادے رکھیں گے۔ تب وہ مشکلات میں پڑیں گے۔ انہیں اپنی بہتری کے لیے یہی سوچتے رہنا تھا کہ ان کی موجودہ حکمتِ عملی انہیں طبعی عمر تک زندہ سلامت رکھے گی۔

○☆○

نارنگ فی الحال مطمئن تھا کہ سونیا نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا ہے اور جب تک وہ امریکا کے خلاف محاذ قائم رکھے گا اور انہیں نقصان پہنچاتا رہے گا تب تک وہ جیکی اولڈ کے جسم میں موجود رہ سکے گا۔ ورنہ اس کی آمتا وہاں سے بھی نکل جائے گی اور وہ دیکھ چکا تھا کہ سونیا کئی طرح کے ہتھکنڈوں سے اسے کسی کا بھی جسم چھوڑنے پر مجبور کردیتی ہے۔

کسی سے خوف زدہ نہ رہنے والا نارنگ اب سونیا سے اندر ہی اندر خوف زدہ رہنے لگا تھا۔ اسی لیے اس نے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر دوبارہ تنویمی عمل کرکے انہیں اپنا معمول اور تابع بنانے کے بعد سب سے پہلے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا تھا تاکہ سونیا تک یہ بات پہنچ جائے کہ وہ ان کی مخالفت میں بول رہا تھا اور ان کے باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چیلنج بھی کررہا تھا۔ ایسا کرتے وقت اسے شدت سے احساس ہورہا تھا کہ وہ ایک عورت کا وفادار بن گیا ہے۔

وہ بڑی ناگواری اور بے زاری سے سوچنے لگا۔ میں بہت بری طرح پھنس گیا ہوں اگر یہ آمتا شکتی اور روحانیت کا مقابلہ نہیں ہوتا تو سونیا کو ایک چٹکی میں مسل کر رکھ دیتا۔ یہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے میرے متعلق ضرور بتاتے رہتے ہوں گے۔ اسی لیے وہ مجھ پر حاوی ہوتی رہتی ہے میں کیا کروں؟

وہ بس ایک ہی سوال تھا جو بار بار اس کے دماغ میں گونجتا تھا میں کیا کروں؟ میں کیا کروں؟ میں کیا کروں.....؟

وہ بے چینی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ سوچنے لگا کہ اب کبھی وہ اس شکنجے سے نہیں نکل سکے گا۔ کسی کی مدد حاصل کرنا' کسی کو اپنا بنانا اب بہت ضروری ہوگیا ہے۔ یہ جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ مثلاً آندرے اور تیج پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہ اگر میرا ساتھ دیں تو شاید مجھے کامیابی حاصل ہوسکے۔

پھر اسے الپا کا خیال آیا وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر ایک طرف خلا میں تکتے ہوئے سوچنے لگا وہ تنہا ہے اور اسے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہوگی میں ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چارے کے طور پر اس کے سامنے پیش کروں گا تو بات کچھ بن سکتی ہے وہ چال باز عورت میرے لیے بہت کچھ کرسکتی ہے۔

وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھ گیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے الپا کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی کچھ وقفے کے بعد وہ دوبارہ اس کے دماغ میں جاکر بولا "پلیز سانس نہ روکو میں جیکی اولڈ بول رہا ہوں۔"

وہ بولی "اگر مجھ سے گفتگو کرنا ضروری ہے تو ابھی واپس جاؤ میں کچھ دیر میں تمہارے دماغ میں آؤں گی۔"

"کیا تم اس بات سے ڈرتی ہو کہ میں تمہارے دماغ میں رہ کر تمہارے چور خیالات پڑھ لوں گا؟"

"میں صرف اپنے اصولوں کے مطابق کام کرتی ہوں۔ ویسے تمہاری مرضی ہے۔ تم میرے متعلق کوئی بھی رائے قائم کرلو۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہوگیا۔ چاروں طرف بند دروازوں اور کھڑکیوں کو دیکھا۔ یہ اطمینان کیا کہ الپا نہیں معلوم کرسکے گی کہ وہ کس جگہ اور کس شہر میں ہے اور اس وقت کس بنگلے کے کمرے میں بیٹھا ہوا ہے۔

اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر الپا کی آواز سنائی دی "ہاں میں آگئی ہوں۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"تم امریکی اکابرین' فوج کے اعلیٰ افسران اور انٹیلی جینس کے شعبوں کے اہم افسران کے دماغوں میں جایا کرتی ہوگی اور تمہیں معلوم ہوتا رہتا ہوگا کہ کیا کچھ ہورہا ہے۔"

"ہاں مجھے ساری باتوں کا علم ہوتا رہتا ہے تم اپنی بات کرو۔"

"میں اپنی ہی بات کررہا ہوں کیا تمہیں پتا نہیں ہے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے پیچھے پڑگئے تھے۔ میں پیری ماؤنٹ نامی خطرناک بدنام زمانہ قاتل کو ٹریپ کرکے اپنے پاس بلا رہا تھا اس کے ذریعے ان سب نے مجھ تک پہنچنے کی کوششیں کی تھیں اور میں نے پیری ماؤنٹ کو ہی ختم کردیا تھا۔ اس طرح مجھ تک پہنچنے کا راستہ بند ہوگیا ہے۔ ابھی میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس حد تک تو تمہیں معلوم ہوگا۔"

"ہاں میں یہ ساری باتیں جانتی ہوں۔"

"الپا جہاں تک میں نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا حساب کیا ہے۔ اس کے مطابق بڑی حد تک یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تمہارے پاس دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوگیا ہے۔ دیکھو اس بات سے انکار نہ کرنا میں اگر تمہارا دوست نہیں ہوں تو دشمن بھی نہیں ہوں لیکن ایک بات ہم میں مشترک ہے۔"

"وہ مشترک بات کیا ہے؟"

"یہ کہ تم بھی امریکی دوغلی پالیسیوں پر بھروسا نہیں کرتی ہو اور میں بھی امریکی ہو کر بھروسا نہیں کرتا ہوں اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ میں بغاوت کرچکا ہوں اور اپنے گیارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو لے کر اپنا ایک الگ محاذ بنا رہا تھا کہ ایسے میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے ہاتھ سے نکل گئے۔"

"میں یہ بھی جانتی ہوں۔"

"اس کے باوجود میں کمزور نہیں ہوں۔ میرے پاس چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں اور اب میں نے نئی پلاننگ سے انہیں اس طرح روپوش رکھا ہے کہ کوئی ان کے سائے تک بھی نہیں پہنچ پائے گا۔"

"احتیاطی تدابیر اچھی ہوتی ہیں۔ سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان پر عمل کرتے ہیں لیکن جب شامت آتی ہے تو تمام احتیاطی تدابیر دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ اس کا تجربہ میں برسوں سے کررہی ہوں۔ آنکھوں سے دیکھتی آرہی ہوں۔"

"تم جب سے آئی ہو۔ خشک لہجے میں بول رہی ہو۔"

"اور کیا کروں؟ تم بھی دوسرے ٹیلی پیتھی والوں کی طرح خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ تم نے احتیاطی تدابیر کی ہیں اور تمہارے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ جبکہ تمہارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے ہاتھوں سے پھسل چکے ہیں۔ اس کے باوجود بھی تم ایسا دعویٰ کررہے ہو تو یہ سراسر تمہاری حماقت ہے۔"

وہ ذرا چپ رہا پھر بولا "میں تمہاری بات کا بُرا نہیں مانوں گا واقعی ہم بعض اوقات اپنی شکست کو بھول جاتے ہیں اور طاقت کو اور فتح کو یاد رکھتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے پیری ماؤنٹ کو قتل کرکے دشمنوں کا راستہ اپنی طرف سے روک دیا تھا تو اسی پہلو سے سوچ رہا تھا تم نے مجھے احساس دلایا ہے کہ مجھے اس شکست کو نہیں بھولنا چاہیے کہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔"

"میں پہلی بار تم سے براہِ راست گفتگو کررہی ہوں۔ ورنہ امریکی اکابرین میں سے کسی نہ کسی کے دماغ میں رہ کر تمہاری باتیں کئی بار سن چکی ہوں۔ مگر اس وقت جو لہجہ تم اختیار کرتے ہو اس میں اور اب کے لہجے میں بڑا فرق ہے تم بہت ہی خاکسارانہ انداز میں مجھ سے بات کررہے ہو آخر بات کیا ہے؟"

"کنوئیں سے پانی نکالنے کے لیے جھکنا پڑتا ہے۔ کسی کو اپنا ساتھی بنانے کے لیے یا اس سے متھ ہو کر کوئی کام کرنے کے لیے دوستانہ انداز اختیار کرنا پڑتا ہے جسے تم خاکسارانہ انداز کہہ رہی ہو۔"

"اچھا تم مجھ سے متھ ہو کر کچھ کرنا چاہتے ہو۔"

"ہاں اسی نقصان کے بعد میں سوچ رہا ہوں آج میں نے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کھو دیا ہے۔ آئندہ بھی دشمن میرے خلاف کوئی ایسی چال چل سکتا ہے۔ جس کا علم مجھے بعد میں ہو اور اس وقت تک مجھے نقصان پہنچ چکا ہو۔"

"ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے اس سلسلے میں میں کیا کرسکتی ہوں۔"

امریکی اکابرین اور ان کے وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا خیال ہے کہ انہیں جو مسلسل نقصانات پہنچ رہے ہیں' ان میں بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ہاتھ ہے وہ انتقامی کارروائی کررہے ہیں لیکن اس کے علاوہ وہ مجھ پر اور تم پر بھی شبہ کررہے ہیں کیا یہ بات تم جانتی ہو؟"

"ہاں مجھے پتا ہے۔ تمام اکابرین الجھے ہوئے ہیں کہ انہیں جو نقصانات پہنچ رہے ہیں' بے شک بابا صاحب کے ادارے والے انتقامی کارروائی کررہے ہیں لیکن اس کی آڑ میں شاید میں اور تم بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"جب وہ ہم دونوں پر بھی شبہ کررہے ہیں تو کیا ہم دونوں کو متحد ہو کر نہیں رہنا چاہیے۔"

"ہم متحد ہو کر کیا کریں گے؟ تم کیا کرنا چاہتے ہو' کھل کر بولو۔"

"بابا صاحب کے ادارے میں نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں ہیں لیکن فرہاد علی تیمور کے خاندان میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان سب کو ہم جانتے ہیں کیا ہم ان میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے؟ کسی کو ختم نہیں کرسکتے؟ کسی کو ناکارہ نہیں بنا سکتے کہ وہ آئندہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مقابلے پر نہ آئے؟"

"میں اپنے ملک میں آرام اور سکون سے ہوں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ میں بابا صاحب کے ادارے اور فرہاد علی تیمور کے خاندان والوں کے خلاف کوئی کام نہیں کررہی ہوں۔ انہیں شکایات کا موقع نہیں دے رہی ہوں اور تم کہتے ہو کہ میں شہد کی مکھیوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالوں؟"

"میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ ان سے دور ہی رہنا بہتر ہے لیکن ہم ایسی تدابیر پر عمل کریں کہ ان کو نقصان پہنچائیں لیکن کوئی ثبوت نہ چھوڑیں اور نہ ہی وہ ہم پر شبہ کریں اور نہ ہی ہمیں الزام دیں تب کیا ہم پر مصیبت آئے گی؟"

فرہاد علی تیمور ہم سے پہلے پیدا ہوا ہے اور ہم سے پہلے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آیا ہے اور جب سے آیا ہے پتا نہیں کتنے برس گزر گئے کہ اس کی شادی بھی ہوگئی۔ بچے بھی جوان ہوگئے۔ بہوویں بھی آگئیں پوتے اور پوتیاں بھی ہوگئیں اور آج تک اسے کوئی بڑی سے بڑی تدبیر کے ذریعے نقصان نہ پہنچا سکا بلکہ خود نقصان اٹھا کر فنا ہوگیا۔ یہ تجربہ میرے سامنے ہے اور اب آگے کچھ بول سکتے ہو تو بولو۔"

وہ چپ رہا پھر بولا "تم نے مجھے بالکل مایوس کردیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم بالکل ٹھوس دلائل کے ساتھ بول رہی ہو۔ ایسا ہوچکا ہے۔ انہیں نقصان پہنچا تو ہے لیکن وہ نقصان ان کا کچھ بگاڑتا نہیں ہے بلکہ ان کے تجربات میں گہرائی اور شدت پیدا کرتا

ہے لیکن میں بہت پریشان ہوں چاہتا ہوں کہ تنہا نہ رہوں جبکہ میرے ساتھ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اگر ہم متحد ہو جائیں تو یوں سمجھو کہ تمہارے پاس دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے علاوہ مزید چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہو جائے گا۔"

"ہاں یہ سبز باغ تو خوب دکھا رہے ہو لیکن میری بات کا جواب مجھے نہیں مل رہا ہے۔ اگر تمہاری سمجھ میں نہیں آیا ہے تو پھر میں سوال کرتی ہوں کہ کیا ہم بابا صاحب کے ادارے یا فرہاد علی تیمور کے کسی بھی رشتے دار کو چھیڑ کر امن و سکون سے کہیں بھی محفوظ رہ سکتے ہیں؟"

"تم درست کہہ رہی ہو مگر مایوس بھی کر رہی ہو کیا دنیا میں کوئی کام ناممکن ہوتا ہے۔ کام کرنے لگو تو ناممکن نظر آتا ہے۔ جب کر گزرو تو ممکن بن جاتا ہے۔ آج تک اگر انہیں مات نہیں ہوئی ہے تو کیا آئندہ بھی مات نہیں کھا سکتے۔"

"اگر وہ آئندہ بھی مات کھا سکتے ہیں اور تم نے انہیں مات دینے کی ٹھوس تدابیر سوچی ہیں یا سوچ سکتے ہو تو پھر مجھے بتاؤ۔"

"ٹھیک ہے میں تمہارے اس سوال کا جواب دوں گا پہلے اچھی طرح غور کرلوں پھر آؤں گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ الپا اس کے دماغ سے واپس اپنی جگہ حاضر ہو گئی اس نے ٹیلی فون کے ذریعے برین آدم سے رابطہ کیا اور اسے مخاطب کیا "بک برادر ابھی میرے دماغ میں جیکی اولڈ آیا تھا۔ میں نے اسے واپس کر دیا پھر اس کے دماغ میں جا کر باتیں کرنے لگی۔ اسے طویل گفتگو کرنے کا موقع دیا۔ تاکہ اس دوران میں اس کے چور خیالات پڑھ سکوں۔"

برین آدم نے پوچھا "کیا تم نے اس کے چور خیالات پڑھے۔"

"ہاں پہلے آپ یہ سن لیں کہ نارنگ کو اس بات کا بڑا غرور تھا کہ وہ کسی بھی یوگا جاننے والے کے دماغ میں گھس سکتا ہے اور کوئی اس کے دماغ میں نہ کبھی آسکتا ہے اور نہ کبھی اس کے چور خیالات پڑھ سکتا ہے۔ اس کا یہ غرور ٹوٹ چکا ہے۔ اب وہ کسی یوگا جاننے والے کے دماغ میں نہیں آسکتا لیکن یہ غرور اب بھی اس کے اندر ہے کہ کوئی اس کے فولادی دماغ کے اندر آکر اس کے چور خیالات نہیں پڑھ پائے گا۔"

"الپا ابھی تم جیکی اولڈ کی بات کر رہی تھیں اور اب نارنگ کی بات کر رہی ہو۔"

"یہی تو بات ہے جب میں اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی تو پتا چلا کہ جیکی اولڈ مر چکا ہے اور نارنگ نے اس کے جسم پر قبضہ جمایا ہوا ہے اس کی آتما جیکی اولڈ کے جسم میں ہے۔ ابھی خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے جیکی اولڈ نہیں بلکہ اس کے اندر چھپا ہوا نارنگ بول رہا تھا۔"

"اوہ گاڈ یہ خطرناک آدمی اس کے اندر گھسا ہوا ہے۔"

ایسے ہی وقت برین آدم نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک لی۔ فون پر کہا "الپا کوئی ابھی میرے دماغ میں آیا تھا۔ شاید پھر آئے گا۔"

"یقیناً وہی نارنگ ہوگا۔ تمہارے بھی دماغ میں آنا چاہتا ہوگا اسے ہرگز نہ آنے دینا۔"

برین آدم نے دوسری بار سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے کہا "میرے دماغ میں نہ آؤ۔ جو بات کرنا ہے۔ ٹیلی فون کے ذریعے کرو ویٹس آل۔" یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی پھر فون پر الپا سے کہا "تم نے میرا جواب سن لیا؟"

"ہیں برادر اسے کبھی اپنے دماغ میں نہ آنے دینا اور اگر فون پر بات کرے تو اس سے کہنا کہ چونکہ تم جیکی اولڈ ہو اور خیال خوانی جانتے ہو لہٰذا الپا سے باتیں کرو۔ اس پر بھی آپ یہ ظاہر نہ کریں کہ ہم نے اسے نارنگ کی حیثیت سے پہچان لیا ہے۔ ہم اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھیں گے۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ اس مغرور کو اسی خوش فہمی میں رہنا چاہیے کہ تم اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکو گی۔"

نارنگ ناکام ہو کر برین آدم کے دماغ سے چلا آیا تھا اور اسے غصہ آرہا تھا کہ اس نے الپا کی طرح اس سے باتیں نہیں کیں۔ اسے صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ جس وقت وہ اس کے دماغ میں گیا ہوا تھا وہ ریسیور کان سے لگائے ہوئے تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ یقیناً الپا اسے یہی بتا رہی ہوگی کہ جیکی اولڈ سے ابھی خیال خوانی کے ذریعے باتیں ہو چکی ہیں۔

وہ کیا سب ہی جانتے تھے کہ الپا اور برین آدم سگے بہن بھائی سے بھی زیادہ ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور ایک دوسرے کے بڑے اہم راز دار بن کر رہتے ہیں اور اپنی باتیں کسی تیسرے کو نہیں بتاتے۔ اسی لیے برین آدم نے کئی برس پہلے شراب پینا اور نشہ کرنا چھوڑ دیا تھا تاکہ یوگا میں مہارت حاصل کر سکے اور اب اس کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آکر ان کے اہم راز معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ جب بھی اسے رابطہ کرنا ہوتا تو وہ فون کے ذریعے ہی رابطہ کر سکتا تھا۔

اس نے سوچا اگر کسی طرح برین آدم کو زخمی کیا جائے یا کسی دوا کے ذریعے اس کی دماغی توانائی کو کم کیا جائے تو اس کے دماغ میں پہنچ کر بہت سے اہم رازوں کو معلوم کیا جا سکتا ہے۔

وہ اپنے اس منصوبے پر غور کرنے لگا تو اسے خیال آیا کہ جیسے ہی برین آدم کی دماغی توانائی کمزور ہوگی الپا کو معلوم ہو جائے گا کیونکہ وہ دن رات ایک دوسرے سے رابطہ کرتے رہتے ہیں اور جب اسے معلوم ہوگا تو الپا بھی اس کی دشمن ہو جائے گی۔ سونیا تو پہلے ہی اس کے پیچھے پڑی ہوئی تھی دوسری الپا بھی پیچھے پڑ جائے گی۔

نارنگ کی خوش قسمتی صرف اتنی سی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی

جاننے کے علاوہ آتما شکتی بھی کسی حد تک رکھتا تھا لیکن بدقسمتی یہ تھی کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں جس ذہانت اور حاضر دماغی کی ضرورت ہوتی ہے اس سے وہ محروم تھا یہ چاہتا تھا کہ کوئی ایسا ذہین ساتھی مل جائے جو اسے بڑی ذہانت سے کامیاب مشورے دے سکے۔ اس نے الپا سے مایوس ہو کر سوچا اب ایک تیج پال ایسا ہے جو کسی کے بھی سامنے آئے تو مخالف کے دانت کھٹے کر سکتا ہے۔

لیکن وہ کہاں ہے؟ اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ کس ملک کس کس شہر میں ہے؟ یہ معلوم کرنا مشکل تھا کسی سراغ رساں کی ضرورت تھی کہ کسی طرح اس کا پتا چلایا جائے۔

تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد یہ بات ذہن میں آئی کہ چند ذہین اور ہوشیار سراغ رسانوں کو ٹریپ کیا جائے۔ انہیں اپنا معمول اور تابع بنا کر تیج پال کی تلاش میں لگایا جائے تو اس کا اور اس کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ یقیناً مل سکتا ہے۔

یہ سوچ کر وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اپنے چھ ٹیلی پیتھی جاننے کے دماغ میں جا کر ہدایات دینے لگا کہ زیادہ سے زیادہ ذہین اور تجربے کار سراغ رسانوں کے نام، پتے اور ٹیلی فون نمبر معلوم کرو اور مجھے جلد سے جلد اطلاع دو۔

وہ مطمئن ہو کر دماغی طور پر واپس آگیا۔ بے چارہ یہ نہیں جانتا تھا کہ جب وہ ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر تنویمی عمل کر رہا تھا تو ثانی اور فہمی بھی ان چھ کے دماغوں میں موجود تھیں اور اس نے ان چھ کے الگ الگ لب و لہجے جو ان کے دماغوں میں نقش کیے تھے وہ سب ثانی اور فہمی نے بھی یاد کر لیے تھے۔ اب وہ ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں جا کر معلوم کر سکتے تھے کہ آئندہ جیکی اولڈ یعنی کہ نارنگ کیا کرنے والا ہے۔

○☆○

پارس اور پورس دیانا میں تھے۔ انہیں بابا صاحب کے ادارے سے یہ ہدایات دی گئی تھیں کہ وہ آسٹریا جائیں۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ آسٹریا کے کس شہر میں جانا ہے؟ کہاں جانا ہے؟ اور کیوں جانا ہے؟ جب ایسی ہدایات ملتی تھیں تو میرے بیٹے تو کیا خود میں بھی کوئی سوال نہیں کرتا تھا کہ ہمیں وہاں کہیں جا کر کیا کرنا ہے؟ ہم سمجھ لیتے تھے کہ اس ہدایت کے پیچھے کوئی اہم معاملہ ضرور ہے۔

اسی لیے پارس اور پورس آسٹریا کے دارالحکومت دیانا میں پہنچ گئے تھے اور وہاں جا کر جو کچھ ہوا تھا، وہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ ایک بہت بڑے قمار خانے سے انہوں نے بھی پیری ماؤنٹ کا تعاقب کیا تھا۔ یوں تعاقب کرنے کے نتیجے میں انہوں نے جیکی اولڈ کو ایک ویرانے میں دیکھا تھا۔ اس نے پیری ماؤنٹ کا سامنا کرتے ہی اس کی کسی بات کا جواب دیے بغیر اسے گولی ماردی تھی اور بعد میں کہا تھا کہ اس کے مرجانے کے بعد اب کوئی اس کے دماغ میں رہ کر تعاقب کرتا ہوا اس کے پاس نہیں پہنچ پائے گا۔

جبکہ وہاں پارس موجود تھا اس نے جیکی اولڈ کو ہلاک کیا تھا۔

پورس بھی وہاں پہنچ گیا تھا لیکن انہوں نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ جیکی اولڈ گولیاں کھانے کے بعد سڑک کے نیچے تاریکی میں جا کر دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔ یعنی نارنگ کی آتما اس کے جسم میں آگئی تھی۔

بہرحال پارس اور پورس کو یہ معلوم ہو گیا کہ انہیں بابا صاحب کے ادارے سے کیوں آسٹریا جانے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اس ویرانے میں ایک دشمن کے ہلاک ہو جانے کے بعد پارس اور پورس سونیا کے کہنے پر واپس دیانا جا رہے تھے۔ راستے میں سونیا نے خیال خوانی کے ذریعے بتایا کہ دراصل جیکی اولڈ مرنے کے باوجود زندہ ہے کیونکہ اس کے اندر نارنگ کی آتما سمائی ہوئی ہے اور یہ سب میری اپنی پلاننگ ہے۔ ابھی میں نارنگ کو اس کے جسم میں رہنے دوں گی۔ دیکھتی ہوں کہ وہ امریکا کے خلاف کیا کرتا ہے؟

پورس نے کہا "مما ہم تو سمجھ رہے تھے کہ جیکی کو ختم کرنے کے بعد ہمارا کام یہاں ختم ہو چکا ہے لیکن آپ نارنگ کو اس کے جسم میں پہنچانے کے بعد ہمیں یہاں رہنے کے لیے کہہ رہی ہیں۔"

"کام کیسے ختم ہو سکتا ہے؟ ابھی نارنگ زندہ ہے اور جب تک وہ زندہ ہے تب تک تم دونوں کو دیانا میں رہنا چاہیے۔"

وہ دونوں سونیا کی ہدایت کے مطابق اس رنگین و سنگین شہر میں رہ گئے تھے۔ وہاں رہنے کا مطلب یہ تھا کہ دونوں کو کوئی کام نہیں تھا پھر بھی کام تھا۔ کام یہ تھا کہ نارنگ پر نظر رکھی جائے اور کام کچھ بھی نہیں تھا کیونکہ نارنگ کا پتا ٹھکانا اور فون نمبر سب کچھ معلوم تھا اس حساب سے ان کے لیے کوئی خاص کام نہیں تھا۔ بس گھومنا پھرنا اور عیش کرنا رہ گیا تھا۔

وہ دونوں ایک ساتھ نہیں رہتے تھے۔ جس ہوٹل میں انہوں نے قیام کیا تھا اس کے الگ الگ فلور پر ان کے الگ الگ کمرے تھے اور وہ ایک دوسرے سے ملاقات بھی نہیں کرتے تھے۔ خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے گفتگو ہو جاتی تھی۔ خیال خوانی کرتے وقت بھی بہت محتاط رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے دماغ میں جا کر چپکے سے تھوڑی دیر تک دیکھتے رہتے تھے اور معلوم کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ کوئی موجود ہے یا نہیں اس کے بعد ایک دوسرے کو مخاطب کرتے تھے۔

پارس نے جس ویران سڑک پر جیکی اولڈ کو گولیاں ماری تھیں وہاں اب جیکی اولڈ تو نہیں رہا تھا۔ نارنگ کی آتما اسے لے گئی تھی وہاں سڑک پر صرف پیری ماؤنٹ کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ جسے پولیس والے اپنی کسٹڈی میں لے کر یہ تسلی کر چکے تھے کہ وہ وہی بدنام زمانہ خطرناک قاتل پیری ماؤنٹ ہے۔

یہ بات دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سوچنے پر مجبور کر رہی تھی کہ پیری ماؤنٹ کو کس نے قتل کیا ہے۔ آندرے عرف علی کے جو چھ ماتحت تھے انہیں تو پیری ماؤنٹ کی کچھ پروا نہیں تھی لیکن تیج پال کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اسے کس نے قتل کیا ہے اور کون جیکی اولڈ تک پہنچنا چاہتا تھا۔

الپا بھی اپنے دو تابع ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اچھی طرح ہدایات دے چکی تھی کہ انہیں دیانا میں جیکی اولڈ کو اور پیری ماؤنٹ کے قاتل کو تلاش کرنا ہے لیکن اس طرح کہ وہ دونوں جس کے بھی دماغ میں جائیں تو ایک لفظ بھی ادا نہ کریں اور نہ ہی کھانسنے اور کھنکارنے کی آوازیں نکالیں۔ خاموشی سے معلوم کریں اگر دشمن کا سراغ مل جائے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ اس دماغ سے نکل آیا کریں۔

نارنگ کو بھی یہ سوچنا چاہیے تھا کہ پیری ماؤنٹ کا تعاقب کرکے اس کے پاس پہنچنے والے دشمن کون لوگ ہیں۔ یہ تو معلوم ہوگیا تھا کہ کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیری ماؤنٹ کا تعاقب صرف اس لیے کررہے تھے کہ وہ جیکی اولڈ تک پہنچ سکیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمن اب بھی دیانا میں ہیں اور جیکی اولڈ کو تلاش کررہے ہوں گے اور اگر وہ مل جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نارنگ ان کے حصار میں آجائے گا لیکن نارنگ کسی دوسری سمت سوچ رہا تھا اور وہ یہ کہ اسے کوئی بہت زیادہ ذہین مشیر مل جائے پہلے اس نے الپا سے بات کی اب وہ ذہین اور تجربے کار سراغ رسانوں کی تلاش میں تھا۔ یہ بات اس کے دماغ سے نکل گئی تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے دشمن اسے تلاش کررہے ہوں گے۔ دشمن تو وہ صرف سونیا کو ہی سمجھ رہا تھا۔ کسی طرح اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے ہی وہ ایک ذہین مشیر کی تلاش میں تھا اور اس کی ہر ممکن کوشش یہی تھی کہ وہ کسی طرح تیج پال کو حاصل کرلے۔

ان حالات میں اب الپا کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے اور تیج پال کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے اس تلاش میں تھے کہ پیری ماؤنٹ کو کس نے قتل کیا ہے اور وہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والے لوگ ہیں جو جیکی اولڈ کو تلاش کررہے ہیں؟

تیج پال کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے تربیت یافتہ تھے۔ الپا کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی نئے نئے تابع بن کر الپا کی خدمت کررہے تھے اور الپا کی ہدایات کے مطابق تربیت حاصل کررہے تھے اور الپا کا پہلا حکم یہی تھا کہ وہ قتل احیب سے باہر نہیں جائیں گے۔ جس بنگلے میں انہیں رکھا جائے گا۔ اس بنگلے سے بھی الپا کی اجازت کے بغیر باہر نہیں نکلیں گے اگر وہ دیانا جانا چاہتے ہیں تو خیال خوانی کے ذریعے جائیں گے اور وہاں کسی کو اپنا آلۂ کار بنا کر جیکی اولڈ کو اور پیری ماؤنٹ کے قاتلوں کو تلاش کریں گے۔

ایک نائٹ کلب کے ڈانسنگ فلور پر نوجوان جوڑے آرکسٹرا کی میٹھی دھن پر رقص کررہے تھے۔ ان جوانوں میں پورس بھی ایک حسین لڑکی کے ساتھ ڈانس کررہا تھا۔ اس کلب کے دوسرے حصے میں ڈائننگ ہال تھا وہاں پارس آکر بیٹھ گیا۔ سوچ رہا تھا کہ کھانے کے لیے کچھ منگوایا جائے۔ ایسے ہی وقت ایک عمر رسیدہ خاتون اس کی میز کے پاس آکر بولیں "اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

"ہاں ہاں ضرور میں تو تنہا ہوں اور یہاں چار کرسیاں ہیں تم بیٹھ سکتی ہو۔"

وہ خاتون تقریباً چالیس برس کی ہوگی لیکن اس نے زبردست میک اپ کیا تھا تاکہ سولہ سال کی نظر آئے۔ یہ ممکن نہیں تھا لیکن وہ کم از کم اٹھائیس یا تیس برس کی جوان عورت نظر آرہی تھی سفید بالوں کو کالا کیا ہوا تھا۔ چہرے کی شکنوں کو میک اپ کے ذریعے چھپا لیا تھا ۔ بہرحال پارس نے کہا "تم نے یہاں آکر میری تنہائی اور میری مایوسیاں دور کردی ہیں۔"

"اوہ تو کیا تم مایوس ہو؟ کس بات سے مایوس ہو؟"

"یہی کہ میری عمر گزرتی جارہی ہے اور میری شادی نہیں ہورہی ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "کیوں مذاق کرتے ہو۔ تمہاری عمر کیا گزری ہے۔ اچھے خاصے بیس بائیس برس کے جوان نظر آتے ہو۔"

"ہاں وہ تو نظر آتا ہوں لیکن اب میں تمہیں تو کہہ نہیں سکتا کہ کیوں جوان نظر آتا ہوں۔"

"ایسی کیا بات ہے کہ مجھ سے کہنا نہیں چاہتے۔"

"دراصل بات یہ ہے کہ جب تک میری شادی نہیں ہوگی۔ تب تک میں اپنی اصلی عمر بتانا نہیں چاہتا۔"

"پلیز مجھے اپنا سمجھ کر بتاؤ۔ میں تمہاری شادی کرادوں گی۔"

"کیا وعدہ کرتی ہو۔ میں سچ بولوں گا تو میری شادی ہوجائے گی؟"

"آف کورس، تم مجھے آزما کر دیکھ لو۔"

پارس نے میز پر آگے کی طرف جھکتے ہوئے اس کے قریب ہوتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا "شاید تم یقین نہ کرو میں اس وقت پینتالیس برس کا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "نہیں کیوں مذاق کررہے ہو تم ہرگز بیس بائیس برس سے زیادہ کے نہیں ہو۔"

"یہی تو میرا کمال ہے۔ میں بڑی کامیابی سے اپنی عمر چھپا لیتا ہوں۔ میں میک اپ کا ماہر ہوں۔ میں نے بال کالے کیے ہیں۔ چہرے کا میک اپ اس طرح کیا ہے کہ ایک بھی جھری نظر نہیں آتی ہے۔ چونکہ جوانی سے ورزش کرتا رہا ہوں اور باڈی بلڈنگ کرتا رہا ہوں۔ اس لیے صحت مند نظر آرہا ہوں۔"

"تعجب ہے تمہیں دیکھ کر پتا ہی نہیں چلتا کہ تم پینتالیس برس کے ہو۔" ایسا کہتے وقت وہ اپنے دل میں سوچ رہی تھی کہ میں بھی تو چالیس برس کی ہوں لیکن کم عمر دکھائی دیتی ہوں۔ اس نے پارس سے پوچھا "اچھا یہ بتاؤ میری عمر کیا ہوگی؟"

پارس نے اسے دیکھتے ہی کہا "تم..... جیسا کہ میں نے پہلی نظر میں اندازہ کیا ہے زیادہ سے زیادہ اٹھارہ برس کی ہوگی یا ہوسکتا ہے کہ ایک دو برس زیادہ ہوں۔"

وہ خوش ہوگئی، پھر بولی "تمہارا اندازہ درست ہے ہاں میں اٹھارہ کی تو نہیں البتہ انیس برس کی ضرور ہوں۔"

"انیس بیس کے فرق سے کیا ہوتا ہے؟ تمہیں تو دیکھتے ہی خواہش پیدا ہوئی کہ تم میرے پاس بیٹھو اور تم نے خود ہی یہاں بیٹھنے کی اجازت طلب کی یہ میری خوش قسمتی ہے لیکن بدقسمتی بھی ہوگی۔"

"بدقسمتی کیوں ہوگی؟"

"یہ کہ جب بھی کوئی مجھے پسند آتی ہے تو وہ مجھ سے شادی کرنے سے انکار کردیتی ہے۔ معذرت چاہتی ہے کہ وہ پہلے سے ایگیجڈ ہے۔ لہٰذا اب تک کوئی ایسی کنواری نہیں ملی، جس کی منگنی نہ ہوئی ہو یا شادی نہ ہوئی ہو۔ میرا خیال ہے تمہاری بھی منگنی ہوچکی ہوگی۔"

وہ شرمانے لگی جیسے واقعی انیس برس کی ہو، پھر بولی "میں ابھی کنواری ہوں۔"

ویٹر نے آکر دونوں کے سامنے مینو رکھا۔ پارس نے کہا "کھانے سے پہلے سوپ پیا جائے۔ اس خاتون نے بھی کہا "ہاں میں کھانے سے پہلے چکن سوپ پیتی ہوں۔"

پارس نے ویٹر سے کہا "ان کے لیے ایک چکن سوپ لے آؤ اور میرے لیے ایک بوڑھی مرغی کا سوپ لاؤ۔"

ویٹر نے حیرانی سے دیکھا۔ اس خاتون نے بھی حیرانی سے پارس کو دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ بوڑھی مرغی کا سوپ کیوں پینا چاہتے ہو؟"

"میں کیا بتاؤں اس ویٹر کے سامنے کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ابھی اس ویٹر کے سامنے میں بوڑھی مرغی کا سوپ طلب کررہا ہوں اگر نہیں ہے تو میں سوپ نہیں پیوں گا۔"

ویٹر نے کہا "سر آپ تشریف رکھیں۔ میں محترمہ کے لیے سوپ لے کر آرہا ہوں اور کچن کے انچارج سے معلوم کروں گا اگر کوئی بوڑھی مرغی ہوگی تو ابھی ذبح کروا کے سوپ تیار کروا کے لے آؤں گا۔"

ویٹر چلا گیا۔ خاتون نے کہا "یہ کیا بات ہے۔ تم بوڑھی مرغی کا سوپ کیوں پینا چاہتے ہو؟"

"تم سوپ کی بات کررہی ہو میں تو بوڑھے جانوروں کا گوشت بھی کھاتا ہوں۔ ہر چیز جو پرانی ہوتی ہے اسے پسند کرتا ہوں تاکہ اب میں جوان لڑکیوں کا خیال بالکل چھوڑ دوں۔ اب تو میں نے قسم کھالی ہے کہ کوئی عمر رسیدہ خاتون ہوگی تو اس سے شادی کروں گا ورنہ کنوارہ ہی مرجاؤں گا۔"

"مرنے کی بات نہ کرو۔ فی الحال مجھے بہت عمر والی سمجھ لو۔"

"توبہ توبہ کیسی باتیں کرتی ہو اتنی حسین، پرکشش اور نوعمر حسینہ میرے سامنے بیٹھی ہے اور میں اسے بوڑھی سمجھوں؟ ہرگز نہیں۔"

"بھئی میں تمہیں زندہ رکھنے کے لیے، تمہیں حاصل کرنے کے لیے بوڑھی بننے کو تیار ہوں۔"

وہ بولا "جب میں گھر جاتا ہوں تو اپنا میک اپ اتار دیتا ہوں جو بال سیاہ کیے ہیں انہیں پھر سے سفید کردیتا ہوں اور منہ میں جو نقلی دانت ہیں انہیں نکال کر رکھ دیتا ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ رہ کر ایسا کرسکتی ہو۔"

"کیوں نہیں کرسکتی ضرور کرسکتی ہوں۔ تم اگر قسم کھاؤ کہ مجھ سے شادی کرو گے تو میں اپنے بال سفید کرلوں گی۔ اپنی بتیسی بھی نکلوادوں گی۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں ابھی چلو میرے گھر چلو ہم ابھی بوڑھے ہوجائیں گے اور کل صبح رجسٹرار کے دفتر میں جاکر شادی کرلیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اوہ گاڈ میں نے خوامخواہ جوان بننے کے لیے اتنی محنت کی۔ لعنت بھیجو سوپ پر ابھی چلتے ہیں اور ہم دونوں بوڑھے بن جاتے ہیں۔ اب میں تمہیں راز کی بات بتاتی ہوں۔ میں نے بھی بال کالے کیے ہیں اور میرے منہ میں بھی کئی دانت نقلی ہیں اور میں اکتالیس برس کی ہوں۔"

پارس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "خدا کا شکر ہے۔ تم پہلی عورت ہو۔ جو اتنی محنت کے بعد اپنی اصل عمر بتا رہی ہو۔"

"جب تم سچ بول رہے ہو تو میں بھی سچ بول رہی ہوں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے کہ سچ بولنا چاہیے لیکن ایک سچ میں نے اور چھپایا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ میں تم سے شادی کرنے کے بعد بھی اپنی عادت نہیں چھوڑوں گا۔ بوڑھی مرغی کا سوپ پیوں گا۔ بوڑھے جانوروں کا گوشت کھاؤں گا اور جب مجھے یہ چیزیں نہیں ملتی ہیں تو میں بوڑھی عورت کو ہی کاٹ کر کھا جاتا ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر سیدھی بیٹھ گئی "یہ کیا بک رہے ہو؟"

"دیکھو جب میں سچ بول رہا ہوں تو تمہیں بھی سچ بولنا چاہیے اور سچ سننا چاہیے۔ جیسا کہ پہلے سن چکی ہو۔"

"لیکن تم نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ کسی بوڑھی عورت کو بھی چبا جاتے ہو۔"

"یہی تو وہ بات ہے کہ کبھی کوئی بیوی میرے پاس ایک رات بھی نہیں رہ سکی۔ میں نے کئی شادیاں کیں لیکن کنوارہ ہی رہا۔"

"واہ یہ کیا بات ہوئی کہ تم شادیاں کرتے رہے پھر بھی کنوارے ہی رہے۔"

"میں کیا کروں۔ میں تو آثار قدیمہ کا ماہر ہوں مجھے تو پرانی چیزوں اور بوڑھی عورتیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ جو بھی بوڑھی دلہن بن کر میری سیج پر آتی ہے اس کا سوپ بنا کر پیتا ہوں۔ باقی صبح تک جتنی بچتی ہے اسے آثار قدیمہ کے میوزیم میں رکھ دیتا ہوں۔"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی، پھر بولی "کیا تم پاگل ہو۔

پاگل خانے سے آئے ہو؟"

"نہیں میں تو اس بیوٹی پارلر سے آیا ہوں جہاں سے تم انیس برس کی بن کر آئی ہو۔"

وہ ایک جھٹکے سے گھوم کر پاؤں پٹختی ہوئی چلی گئی۔ پارس جتنی دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا یہ محسوس کرتا رہا کہ کوئی اس کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے اور اس کے خیالات پڑھ رہا ہے۔ اس بوڑھی عورت کے جانے سے پہلے ہی وہ خیالات پڑھنے والا مایوس ہو کر چلا گیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا اس بوڑھی عورت کو آلۂ کار بنا کر اس کے سامنے لایا تھا۔ اس نے خاتون کے ذریعے اس کی آواز اور لب و لہجے کو سنا ہوگا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر اس نے مطلوبہ معلومات حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی ہوگی۔

ٹانی نے اس کے پاس آکر پوچھا "کیا میں آسکتی ہوں۔"

اس نے کہا "آؤ ضرور آؤ۔ کیا کوئی ضروری بات ہے؟"

"ضروری بات کیا ہوگی تم تو بچے بدمعاش ہو اس بوڑھی عورت کا دل توڑ دیا۔"

"اگر اس کا دل نہ توڑتا تو تمہارا دل ٹوٹ جاتا۔ تم مجھے بدمعاش کہہ رہی ہو لیکن خود مکار ہو۔ میرے دماغ میں تو نہیں آتی ہو لیکن میرے آس پاس جو افراد ہوتے ہیں۔ ان کے دماغوں میں گھس کر میری نگرانی کرتی رہتی ہو۔"

"مجھے مکار نہ کہو۔ میرا شکریہ ادا کرو کہ میں نے تمہیں کتنا نیک نیت والا بنا کر رکھا ہوا ہے۔ یہ تو ہر بیوی کا فرض ہے کہ وہ کسی نہ کسی ذریعے سے اپنے شوہر پر نظر رکھے لیکن کیا کیا جائے کہ بے حد نگرانی کے باوجود شوہر حضرات اتنے سیدھے ہوتے ہیں جتنی جلیبی ہوتی ہے۔"

"اچھا اب ذرا سنجیدگی سے بتاؤ اتنی دیر تک تم اس خاتون کے دماغ میں تھیں یا میرے دماغ میں۔"

"میں خاتون کے دماغ میں تھی۔"

"تمہیں اس کے چور خیالات سے معلوم ہوا ہوگا کہ وہ بوڑھی عورت ہے جوان عورت بن رہی ہے تو تمہیں یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ میں اس سے فلرٹ نہیں کروں گا اور نہ ہی جوان حسینہ سمجھ کر اسے لفٹ دوں گا لہٰذا تمہیں میرے دماغ میں رہنا چاہیے تھا کیونکہ اتنی دیر تک میں کسی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا رہا ہوں۔ کوئی میرے خیالات پڑھتا رہا ہے۔"

ویٹر ایک ٹرے میں سوپ لے کر آیا' پھر بولا "سر! بوری دیری سوری بوڑھی مرغی نہیں مل سکتی۔"

"یہ پہلے ہی سوچنا چاہیے تھا۔ آج تک تم نے کبھی بوڑھی مرغی دیکھی ہے۔ مرغی تو بوڑھی ہونے سے پہلے ہی کاٹ کر کھالی جاتی ہے۔ انسان کب اسے بوڑھی ہونے دیتا ہے۔ صرف عورت بوڑھی رہ جاتی ہے اور اس سے پہلے کہ اس کا سوپ بنایا جائے وہ فوراً ہی اپنی کرسی چھوڑ کر بھاگ جاتی ہے۔"

اس نے مینو دیکھ کر کھانے کا آرڈر دیا۔ ویٹر چلا گیا۔ وہ سوپ پینے لگا۔ ٹانی نے پوچھا "تمہارے دماغ میں کون آسکتا ہے کچھ اندازہ ہے؟"

"یہ تو یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے جو علی کے زیر اثر ہیں وہ نہیں آئیں گے پھر جیکی اولڈ کے جو چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ تم اور فہمی ان سب کے موجودہ لب و لہجوں کو جانتی ہو اور ان کے دماغوں میں جاتی آتی رہتی ہو۔ لہٰذا وہ بھی نہیں آئیں گے۔ اب دو ہی رہ جاتے ہیں۔ ایک تو الپا اور اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے تیج پال اور اس کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی۔ یہی لوگ ہمیں تلاش کر رہے ہیں اور ہمارے علاوہ جیکی اولڈ تک بھی پہنچنا چاہتے ہیں۔"

"تم ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھول رہے ہو جو جیکی اولڈ کے تنویمی عمل سے آزاد ہو کر کہیں گم ہو گئے ہیں۔"

"ہاں وہ بھی ہو سکتے ہیں لیکن ان کا کچھ پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ وہ تینوں یک جا ہیں یا کہیں الگ الگ زندگی گزارنے گئے ہیں۔"

ٹانی نے کہا "میں نے مما سے کہا تھا کہ ان تینوں کی خبر لینا چاہیے۔ انہوں نے کہا "ضرورت ہی کیا ہے۔ جب وہ ہم سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں نہ ہماری دوستی میں ہیں نہ دشمنی میں تو انہیں آزادانہ طور پر زندگی گزارنے دو۔ جب ان کی شامت آئے گی وہ ہم سے کسی طرح ٹکرانا چاہیں گے تو ان سے نمٹ لیا جائے گا۔"

"تیج پال کے بارے میں بھی ہمارے بزرگوں کا یہی خیال ہے کہ وہ اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ جہاں بھی ہے اس سے ہمیں کچھ لینا نہیں ہے۔ جب وہ ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھائے گا تو اس سے نمٹ لیا جائے گا۔"

ویٹر نے آکر کھانے کی ڈشیں اس کے سامنے رکھیں۔ وہ بولا "کھانا تو بہت ہے۔ ٹانی کیا خیال ہے ساتھ دو گی؟"

وہ مسکرا کر بولی "ہاں تم کھاتے جاؤ میں تمہارے نوالے گنتی رہوں گی۔ باقی دی وے تمہارا وہ دوسرا بدمعاش ساتھی کہاں ہے؟"

"یہیں کلب میں ہے۔ بہت دنوں بعد بھاگ دوڑ سے نجات ملی ہے لہٰذا لائف انجوائے کر رہا ہے۔"

ٹانی اس کے دماغ میں تھی۔ وہ پورس کے دماغ میں جا کر خاموش رہا۔ وہ ایک حسین لڑکی کے ساتھ ڈانسنگ فلور پر رقص کر رہا تھا۔ اس کے آس پاس کئی خوب صورت نوجوان جوڑے رقص کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جب پارس نے محسوس کیا کہ پورس اس کے سوا کسی اور سوچ کی لہریں محسوس نہیں کر رہا تھا تو اس نے کہا "میں پارس ہوں خاموشی سے دیکھ رہا تھا کہ کوئی اور موجود ہے یا نہیں۔"

"تم کیا کر رہے ہو؟"

"میں اپنا پیٹ بھر رہا ہوں۔ تمہارے بازوؤں میں تو مٹھائی ہے تمہیں تو بھوک نہیں لگ رہی ہوگی۔"

"یار کیا بتاؤں کیا زبردست چیز ہے۔ مکھن کی طرح ہے۔ ساری بھوک اڑ گئی ہے اور شاید آج یہ نیند بھی اڑا دے۔"

"اتنے خوب صورت لمحات میں تم کیا محسوس نہیں کر رہے ہو کہ میں تمہارے دماغ پر کچھ زیادہ ہی بوجھ بن گیا ہوں۔"

"ہاں بھئی یہ تو مجبوری ہے لیکن کیا کروں بوجھ تو محسوس کر رہا ہوں لیکن جب تم میرے بھائی ہو تم کو برداشت کر رہا ہوں تو بھابی کا بوجھ بھی برداشت کرنا پڑے گا۔"

ٹانی نے کہا "تم دونوں بڑے مکار ہو اور پارس تم نے بڑی چالاکی سے اسے بتا دیا ہے کہ اس کے دماغ پر زیادہ بوجھ ہے یعنی تمہارے علاوہ بھی کوئی ہے اور وہ سمجھ گیا ہے۔"

پورس نے کہا "ٹانی میں کوئی نادان نہیں ہوں۔ میں اپنے دماغ میں ایک سے زیادہ آنے والوں کو بھی محسوس کر لیتا ہوں۔ اب تو تم اس بات پر یقین نہیں کرو گی ہمیں مکار ہی سمجھو گی۔ بہرحال آئی ہو تو دیکھو لڑکی کیسی ہے آخر تمہیں ہی میرے لیے کوئی لڑکی پسند کرنی ہے۔"

"وہ تو پسند کر چکی ہوں۔ کوئی بھابی بن کر آئے گی تو وہ مجھے نہیں مما کو اور پپا کو بھی پسند آئے گی لہٰذا اب تم کسی دوسری لڑکی کو پسند کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ جینی کو یہاں بھیج دوں گی۔"

"ارے کیا غضب کرتی ہو میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔ بس وقت گزار رہا ہوں اس کے بعد اسے چھٹی دے دوں گا پھر رات کا کھانا کھانے کے بعد اپنے ہوٹل کے کمرے میں چلا جاؤں گا۔"

"میری ایک دھمکی سے ہی تمہارے اندر کتنی شرافت آگئی ہے۔ ورنہ ابھی یہ لڑکی تمہیں مکھن جیسی لگ رہی تھی۔"

پورس نے کہا "ٹانی میں اور پارس دو ایسے بے چارے سے بچے ہیں جن کی جیب میں پیسے نہیں ہیں اور وہ مٹھائی کی دکان کے سامنے کھڑے للچا رہے ہیں لیکن مٹھائی کو دیکھ سکتے ہیں کھا نہیں سکتے۔"

ان کے قریب کئی ڈانس کرنے والے جوڑے تھے۔ ان میں ایک لڑکی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس نے حیرانی سے اپنے پارٹنر کو دیکھا۔ اس کے بوائے فرینڈ نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولی "مجھے پیچھے سے کسی نے لات ماری ہے۔"

انہوں نے رک کر دیکھا تو سمجھ میں نہیں آیا کہ کس نے لات ماری تھی۔ پورس کے ساتھ ڈانس کرنے والی تیزی سے رقص کرتی ہوئی ذرا دور چلی گئی تھی۔ پورس نے اسے ذرا گھور کر دیکھا پھر پوچھا "میں نہیں جانتا تھا کہ تم شرارتیں بھی کرتی ہو۔ تم نے اسے پیچھے سے لات کیوں ماری تھی؟"

"بس یونہی دل نے چاہا تھا۔ ہائے کتنا مزہ آیا وہ چیخ پڑی تھی کیا تم نے انجوائے نہیں کیا؟"

"میں کیا خاک انجوائے کروں گا اگر وہ دیکھ لیتے تو خوامخواہ کا جھگڑا شروع ہو جاتا۔ پلیز ایسی شرارتیں نہ کرو۔"

"کیوں شرارت کرنا کوئی بری بات ہے۔ کیا ہنسی مذاق سے تمہیں دلچسپی نہیں ہے؟"

"دلچسپی بہت ہے مگر اب میں تمہیں کیا بتاؤں۔ تمہاری اس حرکت سے مجھے کسی کی یاد آگئی ہے۔"

"اچھا تو کوئی اور بھی دل و دماغ میں سمائی ہوئی ہے۔"

"وہ تو ہمیشہ ذہن پر سوار رہتی ہے۔ دل میں سمائی رہتی ہوں۔ بس کبھی کبھی دوسرے خیالوں میں اسے بھول جاتا ہوں۔ جیسا کہ ابھی تمہارے سامنے بھول گیا تھا اب وہ پھر یاد آگئی ہے۔"

اس ایک لڑکی کے ذرا چیخنے سے کچھ ڈانس کرنے والوں نے رک کر انہیں دیکھا تھا اور پھر ڈانس کرنے لگے تھے۔ پورس کے پیچھے جو شخص ایک حسینہ کے ساتھ ڈانس کر رہا تھا اس کے لانبے بال شانوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ پورس کی گرل فرینڈ کا ایک ہاتھ پورس کے شانے پر تھا اور دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے شانے پر سے ہاتھ بڑھا کر اس شخص کے بالوں کو پکڑ کر کھینچا پھر تیزی سے رقص کرتی ہوئی پورس کو ذرا دور لے گئی۔ اس شخص نے ایک دم سے رک کر اور غصے سے پلٹ کر دیکھا اس کے ساتھ ڈانس کرنے والی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"کسی نے میرے بالوں کو پکڑ کر کھینچا ہے۔"

پورس نے اپنی گرل فرینڈ سے پوچھا "ابھی تم نے میرے شانے پر سے ہاتھ کیوں اٹھایا تھا؟"

"وہ ادھر ایک لانبے بالوں والا شخص ڈانس کرتے کرتے رک گیا ہے۔ جا کر اسی سے پوچھو۔"

پارس نے کہا "پورس یہ تمہاری ڈانس پارٹنر شرارت کر رہی ہے۔ اسی نے ہاتھ اٹھا کر اس کے بالوں کو پکڑ کر کھینچا تھا۔"

ٹانی ہنستی ہوئی بولی "پورس تمہاری شامت آگئی ہے یہاں تمہاری پٹائی ضرور ہوگی۔"

اسی وقت ایک اور چیخ سنائی دی اس کے ساتھ ہی آرکسٹرا بھی رک گیا۔ تمام ڈانس کرنے والے بھی رک گئے۔ ایک لڑکی اپنے پیچھے ہاتھ رکھ کر چلاتے ہوئے کہہ رہی تھی "کسی نے مجھے پن چبھوئی ہے۔" پھر اس کے پارٹنر نے فرش پر سے ایک بالوں میں لگانے والی پن اٹھا کر کہا "ہاں یہ پن فرش پر تو پڑی ہے کیا یہ تمہاری ہے۔"

اس لڑکی نے کہا "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ کیا میں اپنی پن اپنے ہی جسم میں چبھو سکتی ہوں؟"

اس کے پارٹنر نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا "میں یہاں کی انتظامیہ سے شکایت کروں گا یہ کیا حرکت ہے۔ کیا یہاں شریف لوگ نہیں آتے ہیں۔"

دوسری طرف سے بڑے بالوں والے نے کہا "میرے ساتھ

بھی کچھ یہی ہوا ہے کسی نے میرے بالوں کو پکڑ کر کھینچا تھا۔"

تیسری طرف سے ایک لڑکی نے کہا "اور ابھی تھوڑی دیر پہلے میں چیخ پڑی تھی کسی نے پیچھے سے مجھے لات ماری تھی۔"

آرکسٹرا اور ڈانس کے رک جانے سے کلب کے اس شعبے کے انچارج نے اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس بڑے بالوں والے شخص نے فوراً ہی اس کے گریبان کو پکڑ کر کہا "یہ تمہارا کلب ہے یا غنڈے بدمعاشوں کا اڈہ؟ کیا ہم جیسے شریف لوگوں کو یہاں نہیں آنا چاہیے۔"

انچارج کے ماتحت نے کہا "مسٹر پلیز ہمارے صاحب کا گریبان چھوڑ کر بات کریں۔"

اس نے گریبان چھوڑ کر اس کے ماتحت کے منہ پر ایک گھونسا مارا۔ انچارج نے اپنا گریبان اور نکٹائی درست کرتے ہوئے کہا "یہ۔ یہ کیا بدمعاشی ہے؟"

"بدمعاشی تو تم کر رہے ہو تم نے ہمارے کلب کے ایک معزز رکن پر ہاتھ اٹھایا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دوسرے شخص نے انچارج کے منہ پر گھونسا مارتے ہوئے کہا "اگر کوئی تمہاری گرل فرینڈ کو پیچھے سے لات مارے تو کیا تمہیں غصہ نہیں آئے گا۔"

ڈانس کرنے والوں میں ایک باڈی بلڈر بھی تھا اس نے سامنے آکر کہا "مسٹر یہ ہاتھ کیوں اٹھایا جا رہا ہے۔ کیا زبان سے شکایت نہیں کی جا سکتی؟"

پورس کی پارٹنر اس باڈی بلڈر کے سامنے جا کر بولی "تم کیا ان کے چیچے ہو۔ ہم یہاں انجوائے کرنے آتے ہیں۔ کسی کی بدمعاشیاں برداشت کرنے نہیں آتے۔ ایک بے چاری کو پن چبھوئی گئی وہ بے چاری شرم سے بتا بھی نہیں سکتی کہ کہاں چبھوئی ہے۔ کیا تمہیں شرم آتی ہے؟"

"دیکھو تم ایک لڑکی ہو۔ میں تمہارے منہ لگنا نہیں چاہتا۔ تمہاری شکایت درست ہے۔ شکایت زبان سے ہونی چاہیے۔ شکایت ہاتھ سے ہوگی تو پھر میں یہاں اچھے اچھوں کی پٹائی کروں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پورس کی پارٹنر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا پھر جوڈو کا داؤ اس طرح استعمال کیا کہ وہ فضا میں قلابازی کھا کر اچھلتا ہوا دوسری طرف گر پڑا پھر اس کے اٹھنے سے پہلے ہی وہ اس کے سر پر آپہنچی تھی۔ جیسے ہی اس نے اٹھنا چاہا اس لڑکی نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری وہ دوسری طرف لڑھک گیا۔ اس کے ساتھی ہی وہاں جس جس کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی ان کے مرد پارٹنر دوسروں سے لڑنے لگے اور عورتیں بھی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگیں۔ ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔ پورس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر اپنی ڈانس پارٹنر کو لڑتے ہوئے اور اس باڈی بلڈر کو پٹائی کرتے ہوئے دیکھ کر کہا "اوہ مائی گاڈ اس لڑکی کے اندر جینی پہنچی ہوئی تھی میں اتنی دیر سے جینی کے ساتھ ڈانس کر رہا تھا۔ اب میری سمجھ میں بات آئی ہے۔" ٹانی ہنسنے لگی۔ پورس نے کہا "تم میری حالت پر ہنس رہی ہو شرم نہیں آئی۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا تمہاری شادی اسی سے ہوگی جو ٹیلی پیتھی جانتی ہوگی میں نے تو اتنا ہی چیلنج کیا تھا۔ یہ تو اس سے بھی کچھ آگے ہی نکل رہی ہے۔"

پارس نے کہا "اچھا اب یہ بکواس بند کرو اور سنجیدگی سے سنو جس طرح میرے دماغ میں کوئی پہنچا ہوا تھا۔ اسی طرح اب جینی کی حرکتوں کے باعث جو ہنگامہ برپا ہو رہا ہے تو ٹیلی پیتھی جاننے والے ضرور متوجہ ہوں گے۔ لہٰذا ہم سب کو خیال خوانی سے پرہیز کرنا چاہیے ہم تمہارے دماغ سے جا رہے ہیں۔ ٹانی تم جینی کے پاس جا کر اسے سمجھاؤ کہ وہ خود کو پورس کے سامنے جا کر جینی کے اور نہ خیال خوانی کرے۔"

پارس دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ ادھر کلب کی انتظامیہ کے کئی افراد نے آکر انہیں آپس میں لڑنے جھگڑنے سے روکا پھر ان سے معذرت کرتے رہے۔ انہوں نے کہا "اب ہم یہ معلوم کریں گے کہ کون یہ شرارتیں کرتا رہا تھا اور کون ایک دوسرے کو آپس میں لڑا رہا تھا۔ پلیز خاموش ہو جائیں۔ ہمارے کلب کی بدنامی ہوگی۔"

ہنگامہ رک گیا۔ خاموشی چھا گئی لیکن وہ باڈی بلڈر ایک لڑکی کے ہاتھ سے مار کھا کر اپنی توہین محسوس کر رہا تھا۔ وہ چیخ کر بولا "میں اس لڑکی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ بڑے داؤ پیچ دکھا رہی تھی۔ میں اسے نیچا دکھا کر رکھ دوں گا۔"

کلب کے کئی افراد نے اسے چاروں طرف سے جکڑ لیا' پھر کہا۔ "ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں۔ پلیز یہاں سے چلیں ہم آئندہ ایسا نہیں ہونے دیں گے اور اگر ان مس صاحبہ کی غلطی ہوگی تو ہم ان سے بھی درخواست کریں گے کہ آئندہ یہاں ایسی حرکتیں نہ کریں۔"

وہ آگے بڑھ کر بولی "کیا یہ حرکتیں میں کر رہی تھی کیا میں کسی کو پن چبھو رہی تھی۔ کیا میں نے کسی کے بال پکڑے تھے۔ کیا میں نے کسی کو پیچھے سے لات ماری تھی۔"

جن لوگوں کے ساتھ یہ سب کچھ ہوا تھا انہوں نے اس لڑکی یعنی جینی کی حمایت میں کہا "نہیں نہیں یہ تو ہماری خاطر لڑ رہی تھی اور آپ سب اسے الزام دے رہے ہیں۔"

پھر کلب کے مالک نے کہا "دیکھیں میں بھی اپنے دفتر سے اٹھ کر نہیں آتا لیکن یہاں اپنی نیک نامی کی خاطر آتا ہوں اور آپ لوگوں سے معافی چاہتا ہوں۔ جو کچھ ہوا ہے۔ اسے بھول جائیے۔ میرے دفتر میں آئیے۔ میں آپ لوگوں کی شکایات دور کر دوں گا۔"

اس وقت..... ٹانی' جینی کے دماغ میں پہنچ کر سمجھا رہی تھی کہ آئندہ اسے کیا کرنا ہے۔ نہ پورس کے قریب رہنا ہے۔ نہ اس کے دماغ میں رہ کر اسے مخاطب کرنا ہے اور نہ خیال خوانی کرنا ہے۔

ادھر ہوٹل کی انتظامیہ پورس کے ساتھ ڈانس کرنے والی کو اور باڈی بلڈر کو اپنے ساتھ دوسرے فلور پر اپنے دفتر میں لے گئی۔ پورس وہاں سے چلتا ہوا ڈائننگ ہال کی طرف جانے لگا۔ اسے بھی اب بھوک لگ رہی تھی۔ ایسے وقت پورس اور پارس دونوں ہی خیال خوانی کر رہے تھے اور بڑی خاموشی سے اس لڑکی کے دماغ میں پہنچے ہوئے تھے۔ جس کے ساتھ پورس ڈانس کر رہا تھا۔ اس کے دماغ میں خاموش رہنے کے باوجود پہلے تو کچھ پتا ہی نہیں چلا کہ کوئی اس کے اندر موجود ہے لیکن یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ ایک حسین دوشیزہ ایک باڈی بلڈر کو یوں اٹھا کر پھینک دے اور اس کی پٹائی کرے تو وہ کوئی عام سی لڑکی نہیں ہوگی۔ یقیناً مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ رہے ہوں گے۔ ایسے وقت پورس نے اس ڈانس پارٹنر کے دماغ کو اپنے قابو میں کرتے ہوئے اس کے ذریعے یہ تاثر دیا کہ وہ کسی سے کم نہیں ہے بلکہ بہت زیادہ صلاحیتوں کی مالک ہے۔ بہترین فائٹر ہے۔ بڑے بڑے شہہ زوروں کو مار گراتی ہے اور ان کے اندر کی چھپی ہوئی باتیں بھی معلوم کر لیتی ہے۔

اب اگر کوئی خیال خوانی کرنے والا اس لڑکی کے دماغ میں پورس اور پارس کی طرح خاموش ہو گا تو یہ سن کر چونک گیا ہو گا کہ وہ لڑکی ایک زبردست فائٹر ہونے کے علاوہ دوسروں کے اندر کی باتیں بھی جان لیتی ہے۔ جبکہ اس نے یہ واضح طور پر نہیں کہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ مخالفین کو چونکانے کے لیے بس اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

اور یہ تدبیر کارگر ہوئی جب وہ لڑکی اس کلب کے مالک کے دفتر سے نکلی تو پورس کی طرف ڈانس فلور پر آنا چاہتی تھی لیکن وہ سیدھی وہاں سے باہر جانے لگی اس وقت فہمی اس کے دماغ میں آگئی تھی۔ وہ فہمی کی مرضی کے مطابق سوچ رہی تھی "پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا میں حیران ہوں کہ کس طرح اتنے بڑے باڈی بلڈر کو مار گرایا تھا اور....."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ فہمی نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی وہ چلتے چلتے رک گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگی "یہ میں کلب سے باہر کیوں آگئی ہوں؟"

فہمی نے الپا کے لب ولہجے اور آواز میں کہا "بس تم آگئی ہو۔ میں نے تمہیں جس کام کے لیے منتخب کیا ہے وہ کرو اپنی کار میں بیٹھ کر یہاں سے چلو جب تم اپنی کار ڈرائیو کرتی ہوئی کلب سے باہر نکلو گی تو میں تمہیں غائب دماغ بنا کر خود اس کار کو ڈرائیو کرتی رہوں گی تاکہ تمہارے دماغ میں میرا کوئی دشمن خیال خوانی کرنے نہ آنے پائے۔"

اس کی یہ سوچ پڑھ کر مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے نے یقیناً یہ سوچا کہ اگر یہ غائب دماغ ہو جائے گی تو پھر اس کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی اور الپا اسے خیالات نہیں پڑھنے دے گی۔ لہٰذا وہ بھی اپنی کار میں آکر اپنے دو مسلح ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ گیا پھر اس لڑکی کی کار کا تعاقب کرنے لگا۔ کار دیوانا کی سڑکوں پر دوڑنے لگی اور دوڑتی ہی رہی ایک گھنٹا' دو گھنٹے اور تین گھنٹے گزر گئے۔ اس نے ایک پٹرول پمپ پر گاڑی روک کر ٹنکی فل کروائی پھر گاڑی آگے بڑھ گئی۔ وہ گاڑی ڈرائیو کرتی ہوئی مختلف سڑکوں اور گلیوں سے گزرنے لگی۔

تعاقب کرنے والے جھنجلا گئے۔ گھنٹوں سے وہ ڈرائیو کر رہے تھے لیکن وہ نہ کہیں رک رہی تھی اور نہ ہی کسی خفیہ اڈے کی طرف جا رہی تھی۔ ان میں سے ایک نے کہا "پتا نہیں یہ الپا اس لڑکی کو چکر دے کر کہاں لے جانا چاہتی ہے۔ شاید اسے شبہ ہو رہا ہو گا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد اس لڑکی کی کار ایک بنگلے کے احاطے میں داخل ہوئی وہاں ایک مسلح چوکیدار تھا اس نے گیٹ کو کھولا وہ اندر چلی گئی پھر گیٹ بند کر دیا گیا۔ وہ تعاقب کرنے والے ذرا دور رک گئے تھے اور اب خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتے تھے کہ لڑکی کس کے بنگلے میں گئی ہے۔ اس خیال خوانی کرنے والے کو یقین تو نہیں تھا کہ اس کے دماغ میں جگہ ملے گی لیکن جب وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہاں پہنچا تو لڑکی کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ بنگلا اس کا اپنا تھا اس کے باپ نے پوچھا "بیٹی دیکھو رات کے تین بج رہے ہیں اور تم اب واپس آئی ہو۔ تمہیں اتنی رات تک باہر نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ خیال خوانی کرنے والا اس کے باپ کے خیالات پڑھنے لگا پتا چلا کہ وہ اپنے ماں باپ اور بھائی بہن کے ساتھ ایک مکمل زندگی گزار رہی ہے۔ اس کا باپ ایک بہت بڑا بزنس مین ہے اور لڑکی بہت ہی ماڈرن اور تفریحات کی دلدادہ ہے اس لیے زیادہ وقت اپنے دوستوں میں اور تفریحات میں گزارتی ہے اور نئے دوست بھی بناتی ہے۔

اس لڑکی کے اور اس کے باپ کے چور خیالات پڑھے گئے تو پتا چلا کہ نہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور نہ وہ اچھی فائٹر ہے بلکہ وہ تو لڑائی جھگڑے سے گھبراتی ہے۔ ان خیال خوانی کرنے والوں کو بڑی مایوسی ہوئی۔ وہ اس کے دماغ میں سے نکل کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوئے پھر تج پال سے کہا "ہم خواہ مخواہ تمام رات وہاں ضائع کرتے رہے وہ لڑکی نہ تو ٹیلی پیتھی جانتی ہے نہ ہی کوئی فائٹر ہے اس کے دماغ میں الپا تھی اور اسے شاید شبہ ہو گیا تھا کہ اس لڑکی کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اس لیے اس نے ہمیں اتنا دوڑایا ہے اور دوڑانے کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ ہم اصل ٹارگٹ پر پہنچنے میں ناکام ہو گئے۔"

تیج پال نے کہا "تم سب جانتے ہو کہ الپا کتنی چال باز ہے وہ تمہیں دوڑاتی رہی اور سمجھتی رہی کہ جیکی اولڈ تک پہنچنے کے لیے کون کون ٹیلی پیتھی جاننے والے اس لڑکی کے دماغ میں جاتے ہیں۔ بہرحال وہ لڑکی کسی کام نہیں آئی لیکن اتنا ضرور معلوم ہوگیا کہ الپا کسی طرح بھی جیکی اولڈ پہنچنے کے لیے دیانا میں جاتی ہے اور وہاں کسی نہ کسی کو آلۂ کار بنا کر جیکی اولڈ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تلاش کرتی ہے۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والے بیزون نے تیج پال سے کہا "الپا بہت ہی بدمعاش ہے۔ کم بخت ہمیں پانچ گھنٹوں تک سڑکوں پر اور گلیوں میں دوڑاتی رہی۔"

جوزف وہسکی نے کہا "میرا تو جی چاہتا ہے کہ اس کے پاس جاؤں اور بتادوں کہ ہم اس کے ارادوں سے واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ دیانا میں اپنے آلۂ کار بناتی رہتی ہے۔"

تیج پال نے کہا "اس کے پاس جاؤ گے۔ ایسا کہو گے تو کیا حاصل کرو گے؟ دیکھو جب بھی کوئی کام کرو تو یہ سوچ کر کرو کہ اس کام کے بدلے کچھ حاصل ہونا چاہیے۔ جب کچھ حاصل نہیں ہوگا تو خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کرو گے۔ لہٰذا اپنے دماغوں کو ٹھنڈا رکھو اور یہ بتاؤ کیا صرف اسی لڑکی کے دماغ میں گئے تھے؟"

جوزف وہسکی نے کہا "نہیں پہلے ہم نے اس کلب کے ڈائننگ ہال میں ایک نوجوان کو تنہا دیکھا۔ اس پر کچھ شبہ ہوا تو میں ایک بوڑھی عورت کے دماغ میں چلا گیا۔ اس بوڑھی خاتون کو جوان بن کر رہنے کا شوق تھا وہ جب اس جوان کے سامنے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر اس سے باتیں کرنے لگی تو میں اس جوان کے دماغ میں پہنچ گیا اس کے چور خیالات پڑھنے لگا پتا چلا کہ وہ ایک رئیس زادہ ہے اور کلبوں میں آتا جاتا اور کھاتا پیتا اور رقص کرتا ہے اور باپ کی دولت لٹاتا رہتا ہے۔"

تیج پال نے پوچھا "وہ اس بوڑھی خاتون سے کیا باتیں کر رہا تھا؟"

"وہ بڑا چالاک جوان تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ وہ خاتون بڑے ہی زبردست میک اَپ کے ذریعے جوان بن کر آئی ہے وہ اس کا مذاق اڑانے کے لیے اس کے سامنے ویٹر سے بوڑھی مرغی کا سُوپ طلب کر رہا تھا پھر بڑھاپے اور جوانی کے بارے میں کچھ ایسا مذاق کر رہا تھا کہ وہ بوڑھی خاتون غصے سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔"

تیج پال نے یہ باتیں سن کر پوچھا "اس خاتون کے جانے کے بعد بھی تم اس جوان کے خیالات پڑھتے رہے تھے؟"

جوزف وہسکی نے کہا "اس کے خیالات کیا پڑھنے تھے۔ جو کچھ معلوم کرنا تھا وہ معلوم کر چکے تھے۔ اس کے چور خیالات تک پہنچ چکے تھے۔ وہ ہمارے کام کا آدمی نہیں تھا۔ اس لیے میں اس کے دماغ سے نکل گیا۔"

"جس طرح تم اس کا ذکر کر رہے ہو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نوجوان شریر بھی تھا اور ذہین بھی۔ اس نے بوڑھی کو بڑی ہی ذہانت سے اور شرارت سے بھگایا تھا۔ اس قسم کی حرکتیں پارس اور پورس کرتے ہیں۔ کیا یہ بات تم نہیں جانتے کہ بابا صاحب کے ادارے میں ایک نہیں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان کے دماغوں پر کچھ ایسا روحانی ٹیلی پیتھی کا عمل کیا گیا ہے کہ ان کے دماغ میں پہنچنے کے بعد صحیح خیالات نہیں پڑھے جاسکتے وہ جس بہروپ میں ہوتے ہیں اسی بہروپ کی مناسبت سے ان کے خیالات پڑھنے میں آتے ہیں اور پڑھنے والے دھوکا کھا جاتے ہیں۔"

پھر تیج پال نے بیزون کو دیکھتے ہوئے کہا "کیا تم اس لڑکی کے علاوہ اس جوان کے دماغ میں بھی گئے تھے جو اس کے ساتھ ڈانس کر رہا تھا۔"

بیزون نے کہا "میں اس لڑکی کے دماغ میں کچھ دیر سے پہنچا تھا۔ اس وقت وہاں ڈانسنگ فلور پر ہنگامہ شروع ہوگیا تھا۔ پتا چلا کہ کسی لڑکی کو ڈانس کرنے کے دوران میں پیچھے سے لات ماری گئی ہے اور کسی لڑکی کو پن چبھوئی گئی ہے اور کسی مرد کے بال کھینچے گئے ہیں۔ اس بات پر ہنگامہ ہو رہا تھا ایک باڈی بلڈر نے چیلنج کیا تب اس ڈانس کرنے والی لڑکی نے باڈی بلڈر کی پٹائی کی۔ مجھے شبہ ہوا کہ اتنی حسین نازک اندام سی لڑکی ایسے باڈی بلڈر کی پٹائی کر رہی ہے تو یہ لڑکی یقیناً غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہوگی لہٰذا میں اس کے دماغ میں رہا۔ اس کلب کا مالک اس لڑکی اور اس باڈی بلڈر کو لے گیا تھا اور انہیں سمجھا بجھا کر ان سے معافی مانگ کر انہیں پُرسکون رہنے اور پُرامن رہنے کی التجا کی تھی۔ اس کے بعد لڑکی وہاں سے نکل کر سیدھی چلتی ہوئی ڈانسنگ فلور پر اپنے نوجوان پارٹنر کے پاس نہیں گئی بلکہ کلب کے باہر آگئی۔ وہاں اچانک اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا اور اِدھر اُدھر دیکھ کر سوچنے لگی کہ میں باہر کیوں آگئی ہوں۔ ایسے ہی وقت مجھے الپا آواز سنائی دی وہ اس کے دماغ میں بول رہی تھی تب مجھے یقین ہوگیا کہ الپا نے اسے آلۂ کار بنایا ہوا ہے اور اب مجھے اس کا پیچھا کرنا چاہیے۔ میں جوزف وہسکی اور ایک مقامی آلہ کار کو ساتھ لے کر گاڑی میں بیٹھ کر اس کا تعاقب کرتا رہا اور تعاقب کا جو نتیجہ سامنے آیا وہ تو ہم آپ کو بتا ہی چکے ہیں۔"

تیج پال نے کہا "ناکامی کے باوجود ناکامی نہیں ہوئی اتنا تو معلوم ہوگیا کہ الپا وہاں دلچسپی لے رہی ہے۔"

تیج پال کو یقین ہوگیا کیونکہ اس سے پہلے الپا دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حاصل کر چکی تھی اور وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کا لالچ بڑھ رہا ہے۔ وہ اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنانا چاہتی ہے اس لیے اب دیانا میں مصروف ہوگئی ہے اور جیکی اولڈ کے پیچھے پڑ گئی ہے۔

○☆○

میں اور سونیا پھر پیرس میں جھیل کے کناروں والے کاٹیج میں آ بیٹھے۔ اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی کو بھی ساتھ لے آئے تھے۔ سونیا نے اعلیٰ بی بی اور کبریا کو جنم دیا تھا۔ ان میں سے ایک اعلیٰ بی بی سونیا کے ساتھ رہتی تھی اور کبریا علی آمنہ کے پاس رہا کرتا تھا۔ ان دنوں بابا صاحب کے ادارے کے اسکول کی چھٹیاں تھیں اس لیے اعلیٰ بی بی ہمارے ساتھ پیرس میں تفریح کے لیے آگئی تھی۔

ہمارے تینوں بیٹے علی پارس اور پورس اور تینوں بہوویں ثانی منی اور ہونے والی بہو جینی سب مختلف معاملات میں مختلف ملکوں میں مصروف تھے۔ ویسے تو سونیا بھی مصروف تھی لیکن اس کی مصروفیت صرف نارنگ تک محدود تھی اور میں نے ایک آدھ بار امریکی اکابرین کو اشارتاً یہ کہہ دیا تھا کہ ہم خاموش تماشائی کی طرح ان کی تباہی کا تماشا دیکھ رہے ہیں اور یہ کہنے کے بعد میں نے پھر ان سے رابطہ نہیں کیا تھا۔

وہ سمجھ رہے تھے کہ ہماری طرف سے انتقامی کارروائی کچھ اس طرح ہو رہی ہے کہ انہیں دشمن دوسرے نظر آرہے ہیں لیکن ان دشمنوں کے پیچھے ہمارا ہاتھ ہے اور وہ یہ بات ثابت نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی سمجھ میں یہ بات آرہی تھی کہ جب تک وہ ہمیں کھل کر میدانِ عمل میں آنے پر مجبور نہیں کریں گے اس وقت تک وہ ہم پر کوئی الزام عائد نہیں کر سکیں گے پہلے تو ڈنکے کی چوٹ پر وہ .... شام میں ہم پر طرح طرح کے الزامات لگا رہے تھے کیونکہ ہم میں سے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود تھے اور اسلامی ممالک کی حمایت میں بہت کچھ کرنا چاہتے تھے لیکن جب ہمیں معلوم ہوا کہ خود اسلامی ممالک اپنے باہمی اتحاد کے حامی نہیں ہیں اور امریکا کی طرف جھکے ہوئے ہیں تو اس سے پہلے کہ وہ اقوام متحدہ اور بڑے بڑے ممالک کی حمایت حاصل کرتے ہم خاموشی سے شام چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ اس کے بعد اب تک کہ ہماری طرف سے کوئی واضح طور پر انتقامی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔

سونیا نے مجھ سے کہا "وہ ہمیں کھل کر میدانِ عمل میں لانے کے منصوبے بنا رہے ہیں اس سے پہلے انہیں کوئی ایسا سبق سکھایا جائے کہ وہ میدانِ عمل میں ہمارا انتظار کرتے رہیں اور پھر ان کا انتظار ناکامی میں بدل جائے۔ بازی اس طرح پلٹ جائے کہ ہم پر الزام دیتے دیتے خود ان پر الزامات عائد ہونے لگیں۔"

میں نے موبائل فون کے ذریعے ایف بی آئی کے یوگا جاننے والے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا، پھر کہا کہ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

"ہاں یہ میرے لیے خوشی کی بات ہے کہ آپ جیسا ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ ٹیلی فون پر بات کرنے کے لیے مجبور ہے کیونکہ وہ میرے دماغ میں نہیں آسکتا۔"

"ہاں بھئی میں تو یہ مانتا ہوں کہ بڑے فولادی دماغ والے ہو تمہارے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں جاسکتا۔ اسی لیے فون کے ذریعے آیا ہوں۔"

"کوئی خاص بات ضرور ہے اسی لیے فون کیا ہے۔"

"خاص بات کیا ہوسکتی ہے۔ تمہارے ملک کے اکابرین، تمہارے آرمی ہیڈ کوارٹر والے اور تمہارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے انٹیلی جینس ڈپارٹمنٹ کے سراغ رسانی کے افسران ..... آپس میں باتیں کرتے ہیں مشورے کرتے ہیں منصوبے بناتے ہیں تو وہ سب ہمیں معلوم ہوتا رہتا ہے۔ کیا اتنے بڑے امریکا میں صرف تم ہی ایک یوگا جاننے والے ماہر ہو۔"

"تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میری سمجھ میں یہ بات اب تک نہیں آئی۔ اگر تمہارے جیسے یوگا جاننے والے چند اور افسران ہوتے اور وہ ہمارے خلاف منصوبے بناتے تو ان منصوبوں کا علم ہمیں نہیں ہوتا لیکن اب تک جو کچھ بھی ہمارے خلاف سوچا جارہا ہے۔ وہ سب ہمارے علم میں ہے۔"

"آپ بہت اچھی بات کر رہے ہیں اور ہماری بہتری کے لیے کر رہے ہیں۔ بائی دی وے ہم یوگا کے چند ماہرین پیدا کر رہے ہیں۔"

"اچھا تو کیا وہ نو ماہ کے بعد پیدا ہوں گے؟"

"پلیز مذاق نہ اڑائیں۔ ہم تنویمی عمل کے ذریعے اپنے ذہین افسران کے دماغوں کو اس طرح لاکڈ کردیں گے کہ آپ جیسا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ پائے گا۔ اس کے بعد ہم منصوبے بنائیں گے۔"

"چلو اچھا ہے۔ اتنی عقل تو آئی کہ تنویمی عمل کے ذریعے اپنے ذہین افسران کے دماغوں کو لاک کرو گے۔ انہیں شراب و شباب سے دور رکھو گے۔ تاکہ وہ کوئی نشہ نہ کریں اور ہم جیسوں کے لیے اپنے دماغ کے دروازے نہ کھولیں۔"

"مسٹر فرہاد میری یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی کہ آج آپ ہماری بھلائی کی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ بابا صاحب کے ادارے پر دوبارہ ناکام حملوں کی کوششیں کی گئی ہیں۔ ان حملوں سے بابا صاحب کا ادارہ بری طرح تباہ ہوجاتا لیکن اس سے زیادہ تم لوگ آہستہ آہستہ تباہی کی طرف جارہے ہو۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ تم لوگوں کو پتا ہی نہیں چل رہا کہ کیسے اہم راز تمہارے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ اکابرین کے دماغوں سے معلوم کیے جارہے ہیں۔ تمہارے چوبیں ٹیلی پیتھی جاننے والے کانچ کے ٹکڑوں کی طرح ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئے ہیں اور سب نے اپنی اپنی ایک الگ ٹیم بنالی ہے۔ ادھر آندرے دعویٰ کرتا ہے کہ وہ تمہارے ملک کا وفادار ہے۔ ادھر تیج پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی بڑے دعوے کرتے ہیں۔ ان سے پہلے جیکی اولڈ نے بھی بڑے دعوے کیے تھے لیکن وہ بھی کھل کر سامنے آگیا ہے کہ وہ باغی ہے اور وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ اور امریکا کے ساتھ بھی وہی سلوک کرے گا جو وہ ہم لوگوں کے ساتھ

کرنا چاہتا ہے۔"

"اچھی باتیں کررہے ہیں۔ ہم بے خبری میں اپنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کوتاہیوں کے سبب نقصانات اٹھاتے جارہے ہیں لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ مہربان ہوکر کیوں بول رہے ہیں۔"

"اس لیے کہ دن گزرتے جارہے ہیں اور ہم سے انتظار نہیں ہورہا ہے۔"

"کیسا انتظار؟"

"اس بات کا انتظار کہ تم لوگ کب اپنے منصوبوں پر عمل کرو گے کہ تم اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے کھل کر میدانِ عمل میں تمہارے خلاف آئیں۔"

"پہلے تو آپ کہہ رہے تھے کہ خاموش تماشائی بن کر دیکھ رہے ہیں۔ اب آپ فرمارہے ہیں کہ ہم آپ کو کھل کر میدان عمل میں آنے پر مجبور کریں۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ ہم جوانی کی ابتدا سے سپاہیوں کی سی زندگی گزارتے آئے ہیں۔ بہت دنوں تک گھر کی چار دیواری میں نہیں بیٹھ سکتے۔ کیا یہ تمہاری کوئی حکمت عملی ہے کہ ہم خودبی بیزار ہوکر تمہارے مقابلے پر دنیا والوں کے سامنے چلے آئیں۔"

"مسٹر فرہاد کیا یہ دانش مندی نہیں ہوگی کہ ہم ایک سمجھوتے کے تحت اگر ایک دوسرے کے کام نہ آئیں تو ایک دوسرے کو نقصان بھی نہ پہنچائیں۔"

"کیا یہ دانش مندی نہیں ہوگی کہ تم لوگ ہمیں مجبور اور بے بس بنا کر اپنے زیر اثر رکھنے کے خواب دیکھنا چھوڑ دو؟"

یہ کہہ کر میں نے فون بند کردیا۔ سونیا کچن میں کافی تیار کررہی تھی اور اعلیٰ بی بی میرے کمرے میں ایک سوئنگنگ چیئر پر بیٹھی ہوئی کبھی اِدھر کبھی اُدھر دیکھ رہی تھی اور کبھی چھت کو تک رہی تھی۔ میں نے فون بند کرنے کے بعد پوچھا "اے تم یہاں کب آئیں؟"

"کیوں پاپا اس کمرے میں آنے پر پابندی ہے؟"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔"

"میں نے بھی تو سوال کیا ہے۔ اس سوال میں جواب بھی ہے۔ اگر پابندی نہیں ہے تو میں آئی ہوں اگر پابندی ہے تو چلی جاتی ہوں۔"

"تم سے تو تمہارا باپ بھی بات نہیں کرسکتا۔ میں کب چاہوں گا کہ میری پیاری سی گڑیا سی بیٹی میرے سامنے نہ رہے اور کسی دوسرے کمرے میں چلی جائے۔"

"پاپا دو چار برس کی بیٹی ہو تو اسے گڑیا گڈی کہا جاتا ہے۔ اب تو میں دس برس کی ہوچکی ہوں۔ بائی دی وے میرے اس کمرے میں آنے سے آپ کچھ پریشان سے ہوگئے ہیں۔"

"تمہاری ماں نے تمہیں ایسی تربیت دی ہے کہ اس عمر میں تمہیں ماہر نفسیات بنا دیا ہے۔ یعنی کہ تم اب اپنے باپ کے چہرے کو بھی پڑھنے لگی ہو۔"

سونیا کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی "یہ کیا کہہ رہی ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "میں تو یہاں خاموش بیٹھی ہوئی تھی پاپا نے ہی کہنا شروع کیا ہے۔"

میں نے کہا "بھئی میں فون پر باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ یہ شیطان کی خالہ یہاں آکر بیٹھی ہوئی ہے اور میری باتیں سن رہی ہے۔"

سونیا نے مجھے کافی کا ایک مگ دیتے ہوئے کہا "اس کے سننے سے کیا ہوتا ہے۔ اس نے تو سات برس کی عمر میں یہاں سے امریکا تک عملی زندگی گزاری ہے۔ دشمنوں کے چھکے چھڑائے ہیں۔"

"اس لیے تو جناب تمیزی نے کہا تھا کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں محبوس کردو اسے باہر نہ جانے دو۔ اس کی تربیت مکمل ہونی چاہیے۔"

میں نے کھڑکی کے باہر دور جھیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہاں ہم بڑی دیر سے ہیں آؤ کافی لے کر باہر چلیں وہاں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "میں یہاں رہوں گی اور آپ لوگوں کے پیچھے نہیں آؤں گی اور نہ ہی آئندہ آپ کی باتیں سنوں گی۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا "کیا میری بیٹی ناراض ہوگئی ہے؟"

"بیٹی کبھی اپنے باپ سے ناراض ہوسکتی ہے۔ میں تو آپ کو موقع دے رہی ہوں کہ باہر جائیں اور مما سے اپنے دل کی باتیں کریں۔ دل کی باتیں کرتے رہنے سے دماغ کا بوجھ ہلکا رہتا ہے۔"

میں نے کہا "ہاں میری ماں تم آخر پارس اور پورس کی بہن ہو ..... ان کے انداز میں ہی گفتگو کرو گی۔"

میں سونیا کے ساتھ کاٹیج سے باہر آیا پھر ہم دونوں کافی کی چسکیاں لیتے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے جھیل کے کنارے آگئے۔ اعلیٰ بی بی چیئر سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس آگئی تھی اور وہاں سے ہمیں دیکھ رہی تھی۔ جب ہم جھیل کے کنارے پہنچ کر ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تو وہ کھڑکی کے پاس سے ہٹ کر میز کے پاس آئی۔ وہاں میرا موبائل فون رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے اٹھایا پھر ایک بار احتیاطاً کھڑکی سے ہمیں دیکھا۔ ہم اس کی طرف پشت کیے ہوئے جھیل کا نظارہ کررہے تھے۔ اس نے ایک کرسی پر بیٹھ کر موبائل فون آن کیا پھر اس کا ری ڈائل کا بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دے رہی تھی پھر ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر نے پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

"پہلی تو میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ کون ہیں؟"

"تعجب ہے جب تم مجھے نہیں جانتی ہو تو میرا نمبر کیسے ڈائل کیا ہے؟"

"بات یہ ہے کہ میں دوسرے کمرے سے اپنے پاپا کو دیکھ رہی تھی وہ اس نمبر پر کسی سے باتیں کررہے تھے۔ ہوسکتا ہے آپ سے باتیں کررہے ہوں۔ مجھے تجسس ہوا تو میں انتظار کرنے لگی جب پاپا کاٹیج سے باہر چلے گئے تو میں ری ڈائل کا بٹن دبا کر آپ سے مخاطب ہوں۔"

"ابھی مجھ سے مسٹر فرہاد علی تیمور باتیں کررہے تھے۔ کیا تم مسٹر فرہاد کو پاپا کہہ رہی ہو؟"

"بالکل اس لیے کہ وہ میرے پاپا ہیں اور جنہیں آپ میڈم سونیا کہتے ہیں وہ میری مما ہیں اور میرا نام ہے اعلیٰ بی بی۔ میں نے اپنا خاندانی شجرہ بتا دیا ہے آپ کے گھر میں بھی کوئی شجرہ ہو تو آپ بھی بتا دیں کہ اس شجرہ میں کتنی شاخیں ہیں اور کتنے پھل لگے ہوئے ہیں۔ پھل سے مراد بچے ہیں۔ اگر کوئی میری عمر والی بچی ہو تو میں اس سے دوستی کروں گی۔"

"کیا تمہیں پتا ہے کہ تمہارے پاپا ہم سے دوستی نہیں کرنا چاہتے اور تم میری بیٹی سے دوستی کرنا چاہتی ہو؟"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ بڑے لوگ ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہیں تو اپنے بچوں کو لڑائی جھگڑا کیوں سکھاتے ہیں؟"

"واہ بیٹی تم نے تو بڑے پتے کی بات کی ہے۔ تمہاری عمر کیا ہے؟"

"میں دس برس کی ہوچکی ہوں۔ اب گیارہواں برس چل رہا ہے۔"

"ایسے تو میری بیٹی بھی دس برس کی ہوچکی ہے لیکن اب تک مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم اپنے مما اور پاپا کے ساتھ رہتی ہو۔"

"نہیں میں دونوں کے ساتھ نہیں رہتی۔ مما کے ساتھ زیادہ اس وقت رہتی ہوں جب وہ بابا صاحب کے ادارے میں رہتی ہیں۔ کیونکہ میں وہیں تعلیم اور تربیت حاصل کررہی ہوں۔ وہ لوگ مجھے اس ادارے سے باہر نہیں جانے دیتے ابھی اسکول کی چھٹیاں ہیں۔ اس لیے یہاں پیرس میں جھیل کے کنارے والے کاٹیج میں آگئی ہوں۔"

"تمہیں بابا صاحب کے ادارے سے باہر کیوں نہیں جانے دیتے؟"

"آپ کو پتا نہیں ہے میری مما اور پاپا کہتے ہیں میں بہت خوب صورت ہوں اور بہت بھولی ہوں۔ اگر میں ادارے سے باہر جاؤں گی تو ان کے بہت سے دشمن ہیں وہ مجھے اغوا کرلیں گے۔ اس بار تو میں بہت ضد کرکے ان کے ساتھ یہاں پیرس آئی ہوئی ہوں۔ کیا آپ اپنی بیٹی سے دوستی کرائیں گے۔"

"ہاں بھئی ضرور دوستی کراؤں گا۔ یہ بتاؤ کہاں رہتی ہو اور تمہارا فون نمبر کیا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے اسے اپنا پتا اور فون نمبر بتایا پھر پوچھا "کیا آپ گھر سے بول رہے ہیں۔ آپ کی بیٹی گھر میں ہے؟"

"نہیں میں اپنے دفتر سے بول رہا ہوں۔ ابھی گھر جارہا ہوں وہاں اپنی بیٹی سے کہوں گا کہ وہ تم سے باتیں کرے اور دوستی بھی کرے۔"

"میں آپ کو انکل کیوں؟"

"ہاں بیٹی ضرور انکل کہو۔ مجھے تم سے باتیں کرکے خوشی ہورہی ہے۔"

"اگر آپ میرے انکل ہیں تو میری ایک بات ضرور مانیں گے۔"

"ہاں ہاں بولو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"اگر پاپا سے دوبارہ بات ہو تو انہیں کبھی یہ نہ بتایئے گا کہ میں نے آپ سے فون پر بات کی ہے۔"

"تو پھر میری بیٹی باتیں کرے گی تو کیا تمہارے پاپا نہیں دیکھیں گے؟"

"بالکل نہیں وہ تو مما کے ساتھ شاپنگ کے لیے گئے ہوئے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ رات کو ڈنر سے پہلے نہیں آئیں گے۔"

"اچھی بات ہے میں ابھی گھر جارہا ہوں۔ وہاں میری بیٹی تم سے باتیں کرے گی۔ گڈ بائے۔"

فون بند ہوگیا۔ اعلیٰ بی بی نے بھی فون بند کرکے وہیں میز پر رکھ دیا پھر واپس سوئنگنگ چیئر پر آکر بیٹھ گئی۔ میں نے سونیا سے کہا "میں تم سے کہہ رہا تھا کہ اس شیطان کی خالہ کو یہاں نہ لاؤ یہ ضرور کچھ گڑبڑ کرے گی۔"

"کوئی گڑبڑ نہیں کرے گی۔ میں اپنی بیٹی کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ بالکل میری طرح تربیت حاصل کرے۔ ادارے میں تعلیم حاصل کررہی ہے تو میرے پاس تربیت بھی حاصل کرتی رہے گی۔ اس لیے میں اسے ساتھ رکھتی ہوں۔"

"یہ تو ٹھیک ہے کہ تم اسے اپنے ساتھ رکھتی ہو لیکن پتا ہے تم مجھ سے باتیں کررہی ہو اور میں اس کی کھوپڑی میں تھا۔ وہ شیطان کی خالہ ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر سے باتیں کررہی تھی۔"

سونیا نے چونک کر پوچھا "کیا..... ؟ یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"وہی کہہ رہا ہوں جو ابھی اس کے دماغ میں رہ کر سن چکا ہوں اس نے کچھ اس انداز سے اور ایسے بھولے پن سے بات کی ہے جیسے نادان لڑکی ہو مگر چونکہ ہماری بیٹی ہے اس لیے باتوں' باتوں میں اس نے یہ بات اس افسر کے کان میں یعنی کے دماغ میں ڈال دی ہے کہ ہمیں اس کے اغوا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ اس لیے ہم اسے ادارے سے باہر نہیں لاتے ہیں لیکن اب وہ ضد کرکے باہر آئی ہے۔ اس کا مطلب سمجھتی ہو؟"

سونیا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "سمجھتی ہوں۔ اس نے دشمنوں کے لیے راستہ ہموار کردیا ہے۔ انہیں سمجھا دیا ہے کہ

وہ اس کالج میں ہے اور یہاں سے اغوا کیا جاسکتا ہے اور جب اسے اغوا کیا جائے گا تو ہم اس کے ماں باپ ہیں۔ اس کی خاطر ضرور میدانِ عمل میں آئیں گے اور کھل کر آئیں گے۔ جیسا کہ دشمن چاہتے ہیں۔"

سونیا فوراً وہاں سے اٹھی اور تیزی سے چلتی ہوئی' کالج کی طرف جانے لگی۔ میں بھی اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ جب ہم کمرے میں پہنچے تو سونیا نے سخت لہجے میں پوچھا "اے چڑیل کی بچی یہاں کیا کر رہی تھی؟"

"مما لینگویج پلیز۔ میں چڑیل کی نہیں آپ کی بچی ہوں۔"

سونیا نے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ کر اسے دیکھا۔ میں نے پوچھا "کیا تم اغوا ہونا چاہتی ہو؟"

"لیس پاپا' میں آپ کی پریشانی نہیں دیکھ سکتی۔"

میں نے حیران ہو کر پوچھا "میں پریشان ہوں۔ یہ تم نے کیسے سمجھا؟"

"آپ فون پر باتیں کر رہے تھے کہ بہت دن گزرتے جا رہے ہیں اور اب آپ مزید انتظار نہیں کر سکیں گے پھر آپ نے ان کے جواب میں کہا تھا کہ دشمن چاہتے ہیں آپ کھل کر میدانِ عمل میں آئیں۔ اس کے لیے وہ کسی منصوبے پر عمل کرنے میں دیر کر رہے ہیں۔ لہٰذا میں نے سوچا ان کے دیر کرنے سے پہلے میں جلدی کروں اور وہ مجھے بچی سمجھ کر ضرور اغوا کرنے آئیں گے۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ آپ دونوں شاپنگ کے لیے گئے ہیں اور ڈنر کے وقت ہی واپس آئیں گے۔ یعنی ابھی کم از کم پانچ گھنٹے باقی ہیں۔ ان پانچ گھنٹوں میں دشمن بہت کچھ کر گزریں گے۔"

سونیا نے پوچھا "اچھا تو تم یہ ہماری پریشانیاں دور کر رہی ہو۔"

"مما وہی ہونے والا ہے جو ہونا چاہیے۔ وہ اپنے منصوبے کے تحت آپ لوگوں کو میدانِ عمل میں آنے پر مجبور کریں گے۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ کھیل ابھی سے شروع ہو جائے۔ پلیز مجھے اغوا ہو جانے دیں۔"

"دیکھو اعلیٰ بی بی میں تمہیں ادارے سے سمجھا کر آئی ہوں کہ تم ایسی ویسی کوئی حرکت نہیں کرو گی جو ہم بڑے کرتے ہیں تم اب سے پہلے امریکا میں بڑے ہنگامے کر چکی ہو۔ آئندہ ہم اس کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"بھئی آپ میری مما ہیں آپ میرے پاپا ہیں۔ پلیز پانچ گھنٹوں کے لیے ذرا کالج سے غیر حاضر ہو جائیں۔"

میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کی طرف غور سے دیکھا پھر اپنی بیٹی کے دونوں طرف آکر بیٹھ گئے۔ اس کے دونوں گالوں کو چوم کر کہا "تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گی۔ اگر انہوں نے تمہیں اغوا کر کے نقصان پہنچایا تو؟"

"یہی میں بھی سوچ سکتی ہوں کہ میری ممی اور میرے پاپا اتنے خطرات سے کھیلتے ہیں۔ کبھی انہیں نقصان پہنچا تو میرا کیا ہوگا؟ اگر آپ دونوں میرے متعلق ایسا سوچتے رہے اور میں آپ دونوں کے متعلق ایسا سوچتی رہوں تو پھر ہم لوگوں کو عام انسانوں کی طرح ایک چھوٹا سا گھر خرید کر زندگی گزارنی چاہیے۔"

میں نے اپنی بیٹی کو اپنے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر چومتے ہوئے کہا "سونیا جاؤ لباس تبدیل کرو۔ ہم شاپنگ کے لیے جائیں گے اور اپنی اعلیٰ بی بی کو اس کالج میں تنہا چھوڑیں گے۔"

دوسری طرف ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر نے پیرس کی خفیہ ایجنسی کے سراغ رساں سے کہا "اپنے بہت ہی ہوشیار بندوں کو لے کر جمیل کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ ۴۸ نمبر کے کالج میں سونیا اور فرہاد ہیں یا نہیں اور اگر وہ نہیں ہیں تو کیا وہاں دس برس کی کوئی لڑکی نظر آرہی ہے؟"

"ہم ابھی جا کر معلوم کرتے ہیں۔"

"میں جلد سے جلد اطلاع چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ جو کرنا ہے اس کے لیے وقت بہت کم ہے۔"

اس کے حکم کے مطابق خفیہ ایجنسی کے سراغ رساں جب اس جمیل کے پاس پہنچے اور دور ہی دور سے اس کالج کو دیکھنے لگے۔ انہیں دروازہ بند نظر آیا۔ اس میں سے چیف سراغ رساں نے ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر سے کہا "سر ہم دور سے نگرانی کر رہے ہیں۔ ایک سو اٹھائیس نمبر کا کالج ہمارے سامنے ہے مگر بہت دور ہے۔ اس کا دروازہ بند ہے۔ کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں لیکن اتنی دور سے اندر یہ نہیں دیکھا جاسکتا کہ کوئی موجود ہے یا نہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "میں نے یہ جواب سننے کے لیے تمہیں وہاں نہیں بھیجا ہے۔ مجھے ہر حال میں پتا ہو کہ وہاں سونیا اور فرہاد ہیں یا نہیں اور وہاں دس سال کی لڑکی ہے یا نہیں اگر تنہا ہے تو اسے جس طرح بھی ہو اغوا.... کرو اور اس طرح کرو کہ ان کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی تم میں سے کسی کے دماغ تک نہ پہنچ سکے اور اس کا طریقہ ایک ہی ہے کہ تم اس لڑکی کے سامنے بھی گونگے بنے رہو گے۔"

بڑے بڑے ممالک کی جتنی خفیہ ایجنسیاں ہیں ان سے ہمارا واسطہ پڑتا رہا ہے۔ برسوں سے ہم ان تمام ایجنسیوں کے انچارج اور عہدے داروں کو جانتے رہے ہیں۔ جن کا تبادلہ ایک ایجنسی سے دوسری ایجنسی میں ہوتا ہے اور جو نئے آتے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں معلومات فراہم کرتے رہتے ہیں۔

ایف بی آئی کے یوگا جاننے والے افسر نے ان سراغ رسانوں سے کہا تھا کہ وہ گونگے بن کر رہیں جبکہ ہم آسانی سے کسی وقت بھی ان کے دماغوں میں پہنچ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ سارے کے سارے جانے پہچانے تھے۔

ہمارے کالج کے پاس جانے والے سراغ رسانوں میں سے ایک نے حوصلہ کیا پھر کالج کے احاطے میں دبے قدموں چلتا ہوا

کھڑکی کے پاس آکر جھانکا تو ایک لڑکی نظر آئی پھر اس نے گھوم گھوم کر دوسری اور تیسری کھڑکیوں کے ذریعے دیکھا' پتا چلا کہ وہاں کوئی اور نہیں ہے۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے دوسرے ساتھیوں کو بلایا۔ وہ سب آگئے۔ انہوں نے دروازہ پر دستک دی اندر سے اعلیٰ بی بی نے کہا "کون ہے؟ دروازہ کھلا ہوا ہے۔"

انہوں نے دروازہ کھول کر اندر آکر اسے دیکھا۔ وہ کرسی پر بیٹھی کوئی رسالہ پڑھ رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر پوچھا "تم لوگ کون ہو اور کس لیے آئے ہو؟"

ان میں سے ایک نے کہا "ابھی تم نے اپنے ایک انکل کو فون کیا تھا۔ تم اس کی بیٹی سے دوستی کرنا چاہتی تھیں۔"

"ارے ہاں' یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟"

"تمہارے انہی انکل نے ہمیں یہاں بھیجا ہے۔ ان کی بیٹی کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔ وہ یہاں نہیں آسکتی۔ اس لیے اس نے تمہیں وہاں بلایا ہے۔ کیا ہمارے ساتھ چلو گی؟"

وہ سوچنے کے انداز میں بولی "ہاں چلوں گی لیکن مما اور پاپا پتا نہیں کب یہاں آجائیں۔ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں میں باہر سے دروازے کو لاک کر دوں گی ان کے پاس دوسری چابی ہے۔ وہ کھول کر آجائیں گے۔"

ان سراغ رسانوں کو پہلے یقین نہیں تھا کہ وہ اتنی آسانی سے اس بچی کو وہاں سے لے جائیں گے۔ اعلیٰ بی بی ان کے ساتھ باہر آئی۔ ایک چابی سے دروازے کو لاک کیا پھر ان کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ کر جانے لگی۔ اس نے خفیہ ایجنسی کے انچارج سے کہا "انکل سے فون پر بات ہوئی تھی۔ میں سمجھ رہی تھی وہ کسی دوسرے ملک سے بات کر رہے ہیں اگر معلوم ہو تا کہ پیرس میں ہیں تو میں ان کا پتا پوچھ کر پہلے ہی چلی جاتی اور ان کی بیٹی سے ضرور دوستی کرتی۔"

انچارج نے کہا "وہ پیرس میں نہیں ہیں لیکن اسی ملک کے دوسرے شہر میں ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ایک طیارہ چارٹر کر کے تمہیں لے آئیں۔"

پھر اس نے موبائل فون کے ذریعے کسی سے کہا "ہم اعلیٰ بی بی کو ساتھ لا رہے ہیں طیارے کو رن وے پر لے آؤ۔"

اعلیٰ بی بی یوں اطمینان سے بیٹھی رہی جیسے واقعی کسی نئی لڑکی سے دوستی کر کے اسے سہیلی بنانے جا رہی ہو۔ میں نے سونیا کا موبائل فون لے کر برین آدم سے رابطہ کیا اس نے پوچھا "ہیلو تم کون ہو؟"

"میں انٹرپول کا وہی افسر ہوں جس نے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آپ کے حوالے کیا تھا۔"

برین آدم نے خوش ہو کر کہا "اوہ مسٹر آپ ہیں۔ آپ نے تو اپنا نام بھی نہیں بتایا۔ اس کے بعد کوئی رابطہ ہی نہیں کیا۔"

"میں صرف ضرورت کے وقت رابطہ کرتا ہوں۔ اس وقت بھی ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز آپ الپا کو اپنے پاس بلائیں تاکہ ہم تینوں کے درمیان گفتگو ہو سکے۔"

"آپ صرف پانچ منٹ کے بعد فون کریں الپا میرے پاس موجود ہوگی۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ سونیا کے ساتھ منصوبہ بنا چکا تھا کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔ پانچ منٹ کے انتظار کے دوران میں ہم نے اس موضوع پر پھر گفتگو کی۔ اس کے ہر پہلو پر غور کیا پھر میں نے فون پر برین آدم سے رابطہ کیا تو الپا کی آواز سنائی دی "ہیلو مسٹر اُن نون۔ میں تو آپ کا نام بھی نہیں جانتی۔ آپ نے اتنا بڑا احسان کیا ہے اور ہم سے اجنبی بن کر رہتے ہیں۔"

میں نے کہا "شاید آپ کو میری باتوں میں سے یہ بات یاد رہی ہوگی کہ کبھی مجھے بھی آپ لوگوں سے کام پڑ سکتا ہے۔ آپ لوگوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہر حال میں ضروری کام چھوڑ کر پہلے میری مدد کریں گے۔"

"ہاں ہمیں یاد ہے۔ ہم ضرور مدد کریں گے لیکن آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"میں جب بھی کسی سے کچھ مدد لیتا ہوں تو پہلے اس کی مدد کرتا ہوں پھر اپنا کام نکالتا ہوں۔"

"آپ نے ہماری بڑی مدد کی ہے بلکہ احسان کیا ہے اب میرے پاس دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو گئے ہیں۔"

"میں یہ خوش خبری سنانے آیا ہوں کہ دو اور ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اور برین آدم دونوں ہی چونک گئے۔ وہ بولی "کیا واقعی.... دو ٹیلی پیتھی جاننے والے۔ آپ کہاں سے فراہم کریں گے؟"

"پہلے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو انٹرپول اور امریکا والوں نے جیکی اولڈ سے چھین لیا تھا کیا آپ جانتی ہیں کہ جیکی اولڈ کے پاس جو ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے تھے۔ ان میں سے تین لاپتا ہو گئے ہیں اور ان کی کوئی خبر نہیں ہے۔"

"ہاں میں جانتی ہوں وہ ایسے گم ہوئے ہیں جیسے مر چکے ہوں۔"

میں نے کہا "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑے سخت جان ہوتے ہیں۔ معاف کیجیے گا آپ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہیں۔ آپ نے بھی کتنی مشکلوں سے گزر کر خود کو زندہ سلامت رکھا ہے۔ اسی طرح ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے کہیں نہ کہیں روپوش رہ کر زندگی گزار رہے ہوں گے اور کبھی کسی نہ کسی دن ظاہر ہو جائیں گے۔"

"ہاں اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے روپوش ہو جاتے ہیں پھر کسی نہ کسی مجبوری کی بنا پر ظاہر بھی ہو جاتے ہیں لیکن ابھی آپ تین کی نہیں دو کی بات کر رہے تھے کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے حوالے کریں گے۔ وہ دونوں کون

ہیں؟"

وہ دونوں بھی جیکی اولڈ کے زیر اثر ہیں۔ اس بار جیکی اولڈ نے ان پر دوبارہ تنویمی عمل کرکے ان کی آوازوں کو اور لب ولہجوں کو بدل دیا ہے۔ اس کے بعد ایک ایسا عجیب اتفاق ہوا کہ میں نے ان میں سے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لب ولہجوں کو سن لیا ہے اور انہیں اپنے ذہن میں نقش کرلیا ہے اگر میں ٹیلی پیتھی جانتا تو ان کو فوراً اپنا معمول اور محکوم بنالیتا۔"

الپا نے کہا "ہم سمجھ رہے ہیں اگر آپ ٹیلی پیتھی جانتے تو پچھلے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ہمارے حوالے نہ کرتے۔ بلکہ انہیں اپنا معمول بنالیتے۔"

"ہاں یہ ساری دنیا خود غرض ہے۔ میں مانتا ہوں کہ میں بھی خود غرض ہوں۔ تم بھی خود غرض ہو لیکن خود غرضی کے باوجود ہم کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے کے کام آکر دشمنوں پر حاوی ہوسکتے ہیں۔"

"آپ درست فرماتے ہیں۔ میں بے چین ہوں کہ آپ ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق بتائیں۔"

"جلد بتاؤں گا لیکن اس بار پہلے میں اپنا کام کرانا چاہوں گا۔ اس کے بعد آپ ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حاصل کرسکیں گی۔"

"ہم آپ سے وعدہ کرچکے ہیں آپ کا کوئی بھی مسئلہ ہو۔ خواہ وہ ناممکن ہو ہم اسے ممکن کردکھائیں گے۔ آپ بتائیں کیا چاہتے ہیں؟"

"میں ایک پہاڑ سے ٹکر لے رہا ہوں۔ ایک ایسے زبردست شخص سے میری دشمنی ہے کہ میں اسے کمزور بنا کر اور اسے اپنے پیچھے دوڑا دوڑا کر مارنا چاہتا ہوں۔"

"ایسا کون شخص ہے؟"

"اس کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔"

یہ سن کر الپا اور برین آدم چند لمحوں کے لیے خاموش رہے پھر برین آدم نے کہا "آپ جانتے ہیں کہ فرہاد لوہے کا چنا ہے۔ اسے چبانے والوں کے دانت ٹوٹ جاتے ہیں اور آپ اس سے ٹکر لے رہے ہیں۔ آخر بات کیا ہے؟"

"میری ذاتی دشمنی ہے وہ جو ناقابل شکست کہلاتا ہے۔ میں اسے ایسی شکست دوں گا کہ اس کے خاندان والے بھی عبرت حاصل کریں گے۔"

برین آدم نے کہا "اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ کا کام کرنے کے لیے ہمیں فرہاد جیسے ناقابل شکست شخص سے ٹکر لینی ہوگی۔"

"جی ہاں میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہوں لیکن اس کے باوجود اسے شکست دینے کا اور اسے بری طرح ہلاک کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہوں اگر الپا ٹیلی پیتھی جاننے اور مزید دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کرکے بھی میرا ساتھ نہ دے سکے اور فرہاد سے ٹکر لینے کے خیال سے خوف زدہ ہوجائے تو پھر مجھے افسوس ہوگا۔"

الپا نے کہا "یہ تو آپ ضرور تسلیم کریں گے کہ فرہاد سے صرف میں ہی نہیں سب ہی خوف زدہ رہتے ہیں لیکن میں آپ کا کام کرنے سے انکار نہیں کروں گی لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ یہ کبھی فرہاد پر ظاہر نہ ہو کہ میں درپردہ تمہاری مدد کررہی ہوں۔"

"یہ مجھے منظور ہے۔ یہ کبھی ظاہر نہیں ہوگا کہ میں تمہاری مدد کررہا ہوں اور تم میری مدد کرتی رہی ہو۔"

برین آدم نے پوچھا "اب آپ بتائیں کہ فرہاد کے خلاف کیا قدم اٹھانا چاہتے ہیں؟"

میں نے کہا "میں وہ قدم اٹھا چکا ہوں۔ انسان کی سب سے بڑی کمزوری اس کی اپنی اولاد ہوتی ہے۔ میں نے فرہاد اور سونیا کی بیٹی اعلیٰ بی بی کو اغوا کرلیا ہے۔"

دونوں نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی آپ نے اعلیٰ بی بی کو اغوا کیا ہے؟ کیسے اغوا کیا ہے؟"

"یہ تو جب اعلیٰ بی بی کو آپ اپنی تحویل میں لینا اور اسے چھپا کر رکھنا منظور کریں گی۔ تب ہی میں بتاؤں گا۔"

"میں نے کہہ دیا ہے کہ درپردہ رہ کر آپ کے لیے سب کچھ کروں گی لیکن اس کی ضمانت بھی ہونی چاہیے کہ جب میں اتنا بڑا قدم اٹھاؤں گی اور صرف فرہاد نہیں بلکہ سونیا جیسی مکار زمانہ عورت کی بیٹی کو اغوا کروں گی تب واقعی تم دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو میرے حوالے کرو گے۔ کیا اس کی ضمانت دے سکتے ہو؟"

"پہلے میں ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آوازیں اور لب ولہجے آپ کو سنواؤں گا۔ آپ انہیں ریکارڈ کریں یا اپنے ذہنوں میں محفوظ کریں۔ اس کے بعد ان کے دماغوں میں پہنچیں لیکن بالکل خاموشی سے۔ کیونکہ وہ ان لب ولہجوں کو نہیں جانتے ہیں۔ جیکی اولڈ اسی طرح خاموشی سے ان کے دماغوں میں پہنچتا ہے۔"

"میں اس ٹیلی پیتھی کی تکنیک کو سمجھتی ہوں۔ ٹھیک ہے پہلے یہ بتاؤ کہ وہ اعلیٰ بی بی اس وقت کہاں ہے؟ اور تم اسے کیسے سمجھ تک پہنچاؤ گے یا مجھ کہیں جاکر اسے حاصل کرنا ہوگا؟"

"نہیں آپ جہاں ہیں وہیں رہیں گی اور مجھ سے بھی روپوش رہیں گی۔ میں نے اعلیٰ بی بی کو ایک طیارے میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ روانہ کردیا ہے وہ اسرائیل کی طرف آنے والی ہے۔ اب آپ فیصلہ کریں کہ اس طیارے کو تل ابیب کے ایرپورٹ پر اترنے دیں گے یا کسی ویران جگہ اترنے کا سگنل دیا جائے گا۔"

"میں اپنا رازدار کسی کو بنانا نہیں چاہتی۔ میرے رازدار صرف آپ اور برین آدم ہیں۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے انسان کو زیادہ سے زیادہ محتاط رہنے کے لیے کسی کو بھی رازدار نہیں بنانا چاہیے۔ "میں یہی بات کہہ رہا ہوں کہ طیارے میں دو افسران اعلیٰ بی بی کو لے کر آرہے ہیں جیسے ہی طیارہ آپ کے سگنل کے مطابق وہاں اترے تو آپ اعلیٰ بی بی کو

اپنی کسٹڈی میں لے کر اس طیارے میں موجود تمام افسران کو فوراً ہی گولی ماردیں اور اس طیارے کو بم کے دھماکے سے اس طرح اڑا دیں کہ اس کی پہچان نہ ہوسکے۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ ہم پر الزام نہیں آئے گا ہم دھماکے سے تباہ ہونے والے طیارے کے ایک ایک ٹکڑے کو بھی زمین میں دفن کریں گے اور ایسے آثار نہیں چھوڑیں گے۔ جس سے یہ الزام آئے کہ وہ طیارہ اسرائیل آیا تھا۔"

"میں یہی چاہتا ہوں' جتنی بھی چالاکی' حاضر دماغی اور راز داری سے کام لے کر آپ اعلیٰ بی بی کو چھپا کر رکھیں گے اتنی ہی تیزی سے میری کامیابی میرے قریب آئے گی۔ آپ دیکھیں گے کہ کس طرح سونیا اور فرہاد میرے پیچھے دوڑتے پھریں گے۔ اب آپ ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آوازیں اور لب ولہجوں کو توجہ سے سنیں اور اپنے ذہن میں نقش کریں۔"

میں جیکی اولڈ یعنی نارنگ کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آوازیں اور لب ولہجے سنانے لگا۔ کئی بار سنانے کے بعد الپا نے کہا "آپ کا بہت بہت شکریہ میں نے ان آوازوں کو نقش کرلیا ہے۔"

میں نے کہا "صرف نقش کرنے سے بات نہیں بنے گی۔ پہلے آپ یقین کرلیں کہ میں آپ کے ساتھ دیانت دار ہوں۔ آپ ابھی ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں چپ چاپ جائیں۔ یقین کریں کہ یہ جیکی اولڈ کے زیر اثر ہیں۔ جب یقین ہوجائے تو پھر میں فون پر آپ سے پانچ منٹ یا دس منٹ بعد بات کروں گا۔"

"ٹھیک ہے آپ صرف پانچ منٹ بعد ہم سے رابطہ کریں۔"

میں نے پھر فون بند کردیا۔ سونیا میرے دماغ میں رہ کر یہ تمام باتیں سن رہی تھی پھر بولی "یہ الپا کس قدر کمینی ہے۔ ہمارے احسانات کو بھول چکی ہے۔ جب وہ ماں بننے والی تھی اور ایسے وقت اس کا دماغ کمزور ہوگیا تھا تو کتنے ہی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنانا چاہتے تھے۔ ایسے وقت جناب تیمور ہی نے اس کی مدد کی تھی اور کہا تھا کہ کوئی دشمن اسے نقصان نہیں پہنچائے گا اور اسی لیے آج بھی وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور زندہ سلامت ہے۔ اس کے علاوہ بھی کتنے ہی چھوٹے بڑے احسانات اس پر کیے گئے لیکن اب وہ صرف دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حاصل کرنے کے لیے ہمارے تمام احسانات کو بھلا کر ہماری بیٹی کو اغوا کرنے والے کا ساتھ دے رہی ہے اور اعلیٰ بی بی کو کہیں چھپا کر رکھنا چاہتی ہے۔"

میں نے کہا "وہ تو کتے کی دم ہے۔ ٹیڑھی ہے ٹیڑھی ہی رہے گی۔"

میں نے پھر فون پر رابطہ کیا تو الپا نے خوش ہو کر کہا "بھئی آپ نے تو کمال کردیا۔ واقعی میں ان کے دماغوں میں گئی تھی اور انہوں نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ جیکی اولڈ بھی اسی طرح ان کے دماغوں میں جاتا ہوگا۔ بہرحال اب تو کسی وقت بھی میں ان دونوں کو وہاں سے اغوا کرکے اپنے ملک میں لاسکتی ہوں۔"

"دیکھیں سودا سچا اور کھرا ہونا چاہیے۔ میں پھر کہہ دیتا ہوں کسی بھی موقع پر مجھے دھوکا نہ دینا۔ ورنہ جو شخص فرہاد علی تیمور سے ٹکر لینے کی قسم کھا کر اس کو اس طرح مار دینا چاہتا ہے تو پھر وہ آپ کے بھی پیچھے پڑ جائے گا۔ آپ دیکھیں گے کہ سونیا اور فرہاد کس طرح گھٹنے ٹیکیں گے۔"

برین آدم نے کہا "جب الپا کو یقین ہوگیا ہے کہ مزید دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری رینج میں آگئے ہیں اور ہم انہیں کسی وقت بھی حاصل کرسکتے ہیں تو آپ یقین کریں کہ ہم آپ کا کام ہر حال میں کریں گے۔ جب وہ طیارہ ہمارے ملک کی طرف آرہا ہے تو اس کے پائلٹ کو طیارہ یہاں اتارنے کے لیے کنٹرولنگ ٹاور سے اجازت لینی ہوگی۔ جب وہ اجازت لینے کے لیے بولے گا تو الپا اس کے دماغ میں پہنچ جائے گی پھر اپنی مرضی کے مطابق اسے ایسی جگہ طیارہ اتارنے پر مجبور کردے گی۔ جہاں کوئی نہیں ہوگا۔ کسی کی آنکھ یہ نہیں دیکھے گی کہ کس طرح ہم نے اعلیٰ بی بی کو قیدی بنا کر اس طیارے کو تباہ کرنے کے بعد اسے زمین میں دفن کردیا ہے۔"

میں نے کہا "آپ کا بہت بہت شکریہ بس میں یہی چاہوں گا کہ اعلیٰ بی بی کو قید کرنے کے بعد اسے کسی ایسی جگہ قید کریں جہاں وہ آرام سے رہ سکے۔ آپ اسے تحویل میں لیتے ہی اس کے دماغ پر تنویمی عمل کریں گی تو وہ آپ کی معمول اور محکوم بن جائے گی۔ حتیٰ کہ اپنی ماں سونیا اور اپنے باپ فرہاد کو بھی بھول جائے گی۔"

الپا نے کہا "میرے ذہن میں بھی یہی بات تھی میں اعلیٰ بی بی کو حراست میں لیتے ہی سب سے پہلے اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ بنالوں گی اور سونیا اور فرہاد اس کی آواز اور لب ولہجے سے اسے تلاش کرتے رہ جائیں گے لیکن یہ معلوم نہیں کرسکیں گے کہ ان کی بیٹی کہاں پہنچی ہوئی ہے۔"

برین آدم نے کہا "لیکن ایک بات ہے۔ ہم اعلیٰ بی بی کو چھپانے کے لیے اپنی حکمت عملی سے کام لیں گے۔ اسے اپنے ملک میں رکھ کر قیدی نہیں بنائیں گے بلکہ کسی دوسرے ملک میں رکھیں گے۔ کیونکہ بابا صاحب کے ادارے میں روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہیں شاید وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کرسکیں کہ اعلیٰ بی بی کہاں ہے تو ایسے وقت انہیں معلوم ہوگا کہ وہ کم از کم اسرائیل میں تو نہیں ہے۔ کسی دوسرے ملک میں ہے۔ اس طرح ہم پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔"

میں نے کہا "آپ اپنے تحفظ کے لیے جو بھی کریں گے' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ میں صرف ایک بات چاہتا ہوں کہ اعلیٰ بی بی سونیا اور فرہاد کے ہاتھ نہ لگے۔ اب آپ بتائیں کہ فون بند کرنے کے بعد مجھے پھر کب رابطہ کرنا چاہیے۔ تاکہ مجھے معلوم ہوسکے کہ آپ لوگوں نے بڑی کامیابی سے اعلیٰ بی بی کو دوسرے کسی

ملک میں چھپایا ہوا ہے۔"

"آپ ہم سے تقریباً تین گھنٹے کے بعد فون پر رابطہ کریں۔"

"ٹھیک ہے میں تین گھنٹے بعد فون پر رابطہ کروں گا لیکن فون پر اعلیٰ بی بی کی بھی آواز سنوں گا تاکہ یقین ہو جائے کہ جس دشمن کی سب سے بڑی کمزوری اس سے چھین رہا ہوں۔ وہ الپا کی تحویل میں رہنے کے باوجود میری ہی تحویل میں رہے گی۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ تین گھنٹے بعد آپ کو اعلیٰ بی بی کی بھی آواز سنائی جائے گی اور یہ بھی بتا دیا جائے گا کہ اسے ہم کس ملک میں لے جانے والے ہیں۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی امریکا کی خفیہ ایجنسی کے انچارج کے ساتھ ایک خاص طیارہ میں تھی اس طیارے میں ان دونوں کے علاوہ صرف ایک پائلٹ تھا۔ اس پائلٹ کے دماغ پر ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں نے پوری طرح قبضہ جمایا ہوا تھا۔ اس بات کا اندیشہ تھا کہ ایف بی آئی کا اعلیٰ افسر اعلیٰ بی بی کو حفاظت سے لانے کے لیے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کام لے گا اور ان سے کہے گا کہ پائلٹ اور خفیہ ایجنسی کے انچارج کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھے تاکہ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں نہ پہنچ پائیں۔

اس سے پہلے ہی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس پائلٹ اور خفیہ ایجنسی کے انچارج کے دماغوں میں تھے۔ ہم یہ سمجھتے تھے کہ صرف نیج پال کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے جب بھی ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کریں گے تو وہ انہیں اعلیٰ بی بی کے بارے میں بتائے گا کہ کس طرح اسے ٹریپ کر کے واشنگٹن لایا جا رہا ہے اگر وہ آندرے سے رابطہ کرے گا تو آندرے ہمارا بیٹا علی ہوگا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی اعلیٰ بی بی کو واشنگٹن نہیں پہنچنے دیں گے۔ اس کے علاوہ جیکی اولڈ سے بھی ایف بی آئی کا اعلیٰ افسر اور دوسرے امریکی اکابرین کوئی توقع نہیں رکھتے تھے۔

سونیا نے کہا "اگر نیج پال کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے اعلیٰ بی بی کو واشنگٹن لے جانے کے لیے اس طیارے میں پہنچیں گے اور پائلٹ اور انچارج کے دماغوں میں پہنچنا چاہیں گے تو ہم کسی طرح سراغ لگائیں گے کہ ان کے موجودہ لب و لہجے کیا ہیں۔ اس طرح ہم یہ جان سکیں گے کہ نیج پال نے انہیں اپنے ساتھ کہاں چھپا رکھا ہے۔"

اعلیٰ بی بی کو لے جانے والے طیارے نے پیرس سے پرواز کی تھی۔ آگے اسے بحر اٹلانٹک عبور کر کے امریکا کے شہر واشنگٹن پہنچنا تھا لیکن اس کا رخ اچانک ہی بدل گیا تھا اور وہ واپس پیرس ہوتا ہوا اٹلی کے طرف جا رہا تھا۔ وہاں سے پھر وہ یونان کی طرف جانے لگا تب خفیہ ایجنسی کے انچارج نے پریشان ہو کر امریکا کے متعلقہ حکمرانوں سے رابطہ کیا اور کہا "ہمارے پائلٹ کے دماغ پر شاید کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے قبضہ کیا ہے۔ اب وہ اس طیارے کو مخالف سمت لے جا رہا ہے۔ آپ فوراً کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے رابطہ کر کے اسے حکم دیں کہ وہ اس پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمائے اور دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ناکام بنائے۔"

ایک متعلقہ حاکم نے کہا "ہم ابھی اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسے فوراً ہی اس پائلٹ کے پاس بھیجیں گے۔"

لیکن امریکی اکابرین اور ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر بھی اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے خود رابطہ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ فیکس کے ذریعے یا کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کرتے تھے یا پھر خود ہی کسی دوسرے حاکم یا فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں آ کر بولتے تھے لیکن اس وقت کوئی ان سے رابطہ نہیں کر رہا تھا پھر آپس میں مشورہ کیا گیا کہ اس وقت الپا سے کام لینا چاہیے۔

دوسرے حکمرانوں اور فوج کے اعلیٰ افسران نے یہ بات سن کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے کہا "الپا سے مدد لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اسے راز دار بنا رہے ہیں اور یہ بہت بڑا راز ہے کہ سونیا اور فرہاد کی بیٹی کو اغوا کیا گیا ہے۔"

"اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم الپا سے بھی مدد نہ لے سکیں اور دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا پتا نہیں اس اعلیٰ بی بی کو کہاں لے جائے یہ زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ہے۔ آپ لوگ فوراً فیصلہ کریں۔"

کئی اکابرین گھڑی کی طرف دیکھنے لگے۔ اس طیارے میں بیٹھے ہوئے خفیہ ایجنسی کے انچارج نے پھر کہا "آپ لوگوں کی طرف سے جواب نہیں مل رہا ہے۔ یہ طیارہ اٹلی سے آگے نکل چکا ہے۔ پتا نہیں کہاں جانے والا ہے۔"

اس سے کہا گیا "ہم اسی معاملے پر غور کر رہے ہیں۔ بس ابھی فیصلہ کرتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔"

آخر انہوں نے فون کے ذریعے پہلے برین آدم سے رابطہ قائم کیا پھر برین آدم نے الپا کو اپنے پاس بلا لیا۔ الپا نے ان کی باتیں سن کر انجان بنتے ہوئے کہا "یہ تو بہت خطرناک کام ہو رہا ہے۔ سونیا اور فرہاد کو چھیڑنا تو جیسے خود آگ میں چھلانگ لگانا ہے۔"

اس سے کہا گیا "میڈم الپا ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ سونیا اور فرہاد کو کبھی یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ اس کی بیٹی کو اغوا کرنے میں تم نے ہماری مدد کی تھی۔ پلیز کچھ کرو۔ اس طیارے کے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جماؤ اور اسے واپس ہمارے پاس پہنچا دو۔ ہم تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولیں گے اگر آج ہم ناکام ہو جائیں گے تو ہمارا بہت نقصان ہو جائے گا۔ پچھلی بار دو حملے بابا صاحب کے ادارے پر کرنے کی ناکام کوششیں کی گئیں اس کا انجام اب تک بھگت رہے ہیں۔ پلیز اس وقت تم ہی ہمیں بچا سکتی ہو۔"

الپا نے کہا "اچھی بات ہے۔ امریکا سے ہمیں بڑی بڑی امداد حاصل ہوتی ہیں لہٰذا میں بھی تم لوگوں کی مدد کرنے سے پیچھے نہیں رہوں گی۔ اپنے آدمی سے کہو کہ فون پر مجھ سے رابطہ کرے۔"

طیارے میں بیٹھے ہوئے خفیہ ایجنسی کے انچارج سے کہا گیا کہ وہ فون کے ذریعے برین آدم سے رابطہ کرے۔ اس نے رابطہ کیا تو الپا نے کہا "تم فون بند کرو اور پائلٹ کے پاس جا کر اس سے بات کرو۔ میں تمہارے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گی۔"

اس انچارج نے فوراً ہی فون بند کرنے کے بعد دروازہ کھول کر پائلٹ کیبن میں آ کر اس پائلٹ کو مخاطب کیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا پھر پوچھا "کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ طیارہ صحیح سمت جا رہا ہے یا نہیں؟"

"بالکل صحیح سمت جا رہا ہے۔ آپ کو شبہ کیوں ہو رہا ہے؟"

ان باتوں کے دوران میں الپا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ جب اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہا تو پتا چلا کہ پہلے سے وہاں کوئی موجود ہے جو اس پر قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ تب اس پائلٹ کے دماغ میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان جیسے جنگ ہونے لگی۔ وہ ایک دوسرے پر غالب آ کر پائلٹ کے دماغ پر پوری طرح مسلط ہو جانا چاہتے تھے۔ ہم نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو سمجھا دیا تھا کہ وہ تھوڑی سی جدوجہد کرنے کے بعد پائلٹ کے دماغ سے نکل جائے۔

اس سراغ رساں نے یہی کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پائلٹ کے دماغ سے بھاگ گیا۔ الپا نے خوش ہو کر اس کے دماغ پر مسلط ہو کر پائلٹ کو طیارے کا رخ بدلنے پر مجبور کر دیا۔ اس کا رخ بدل کر پھر اٹلی کی طرف ہو گیا۔ اٹلی کے اس مشرقی ساحل پر باری نامی ایک شہر تھا الپا نے اس شہر سے بھی آگے اس طیارے کو لے جا کر ایک پہاڑی علاقے میں اتار دیا۔ اس سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ خفیہ ایجنسی کے انچارج نے پائلٹ کیبن کے دروازے پر آ کر پوچھا "یہ تم نے طیارے کو کہاں اتارا ہے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پائلٹ نے گھوم کر اسے گولی مار دی پھر اعلیٰ بی بی کا ہاتھ پکڑ کر اسے دروازے پر لے آیا۔ اس کا دروازہ بہت اونچائی پر تھا۔ وہاں سے اترنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت تھی۔ نیچے ایک قد آور جوان کھڑا ہوا تھا اس نے اعلیٰ بی بی کو دیکھتے ہی مسکرا کر آنکھ ماری تو وہ بھی مسکرائی پھر اس نے وہاں سے چھلانگ لگا دی۔ نیچے کھڑے ہوئے نوجوان نے اسے دونوں بازوؤں میں کیچ کر لیا پھر اسے زمین پر اتار کر اس پائلٹ سے بولا "تمہارے دماغ میں میرا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا لیکن کوئی عورت تمہارے دماغ میں آ کر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے لڑتی رہی۔ وہ کمزور پڑ گیا اور بھاگ گیا۔ اب تمہارے دماغ پر اس عورت کا قبضہ ہے۔ میں نے خاموشی سے تمہارے دماغ میں رہ کر اندازہ لگایا ہے کہ جو عورت اتنی شدت سے جنگ کر کے اپنے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھگا سکتی ہے اور طیارے کو یہاں تک لا سکتی ہے تو وہ سونیا ہی ہوگی اور اس لیے بھی سونیا ہوگی کہ اس کی بیٹی کو اغوا کیا جا رہا تھا لیکن سوری ٹو سے میڈم سونیا کہ اب تم اس کے دماغ میں بھی نہیں رہ سکو گی۔ نہ ہی اپنی اس بیٹی کو بچا سکو گی۔" یہ کہتے ہی اس قد آور شخص نے پائلٹ کو گولی مار دی۔ الپا کی سوچ کی لہریں اس مردہ شخص کے دماغ سے نکل گئیں۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی "بگ برادر یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ اعلیٰ بی بی میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔"

وہ اس کو بتانے لگی کہ اس طیارے میں اب تک کیا ہوتا رہا ہے۔ برین آدم نے سب کچھ سننے کے بعد کہا "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کام لے رہا تھا اور اس کا وہ ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والا صرف اس وجہ سے اس کے دماغ سے نکل گیا تھا کہ تاکہ تمہیں وہاں جگہ مل جائے اور تم اس خوش فہمی میں رہو کہ تم نے پائلٹ کے دماغ کو پوری طرح اپنے قبضے میں کر لیا ہے لیکن وہ خفیہ ایجنسی کے انچارج کے دماغ میں چھپا ہوا تھا۔ جیسے ہی طیارے کو اتارا گیا وہاں اس نے بازی پلٹ دی لیکن ایک بات ہمارے فائدے کی ہے کہ جو بھی پائلٹ کو گولی مار کر اعلیٰ بی بی کو لے گیا ہے۔ وہ یہی سمجھ رہا ہے کہ یہ سب کچھ سونیا کر رہی تھی اور سونیا کو پائلٹ کے دماغ سے بھگانے کے لیے اس نے پائلٹ کو گولی مار دی۔"

"لیکن بگ برادر سونیا کو تو اس نے بھگا دیا ہے لیکن اعلیٰ بی بی کے دماغ میں رہ کر سونیا اور فرہاد بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔"

"بے شک اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کر رہے ہوں گے لیکن کب تک اگر دشمن اعلیٰ بی بی کو گولی مارنے کی دھمکی دے یا اس کی جان کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو سونیا اور فرہاد مجبور ہو کر اپنی بیٹی کے دماغ سے نکل جائیں گے اور انہیں نکلنا پڑے گا۔ وہ بیٹی کی قربانی نہیں دیں گے۔"

جس طرح وہ قیاس آرائیاں کر رہے تھے کہ اس پائلٹ کے دماغ میں سونیا تھی اسی طرح وہ ابھی بہت سی غلط قیاس آرائیاں کر سکتے تھے۔ انہیں یہ پتا ہی نہیں تھا کہ علی وہاں بہت پہلے سے پہنچا ہوا ہے اور اپنی بہن کو ہیلی کاپٹر میں لے گیا ہے۔

اور ایک بات علی بھی نہیں جانتا تھا اور ہم بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ بھائی بہن اس ملک میں ہیں جہاں وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے یعنی کہ تھری جے کہلانے والے اسی ملک میں بڑی دانش مندی اور بڑی حکمتِ عملی سے ایک سیدھی سادی اور پُر امن زندگی گزار رہے ہیں۔

○☆○

نارنگ ایک بہت ہی خوب صورت پارک میں ٹہل رہا تھا۔ وہاں رنگا رنگ پھول کھلے ہوئے تھے اور رنگا رنگ حسینائیں بھی تھیں۔ خوب صورت جوان مرد، بوڑھے بچے سب ہی تھے لیکن وہ

تھا اور سوچ رہا تھا کہ جو تین ٹیلی پیتھی جاننے والے اچانک اس کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں تو انہیں کس طرح تلاش کیا جائے۔ اس کی ذہن میں یہ بات آئی کہ اس کے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بے حد ذہین ہے۔ شاید وہ اسے تلاش کرسکے اس کا نام پولار میسن تھا۔

جیکی اولڈ نے اس وقت اپنے نو ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر عمل کیا تھا جب نارنگ اس کے جسم میں داخل نہیں ہوا تھا اور جیکی اولڈ کے کیے ہوئے تنویمی عمل کی مدت ختم ہوچکی تھی۔ اسی لیے وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے باقی چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں تنویمی عمل کے اثر سے نکل گئے تھے اور جب نارنگ کی آتما جیکی اولڈ کے جسم میں آئی تو نارنگ کو صرف چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے مل سکے۔ اب اس کی عقل میں یہی بات آرہی تھی کہ جو چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان میں سے جس کا نام پولار میسن ہے۔ وہ شاید ان تینوں کو تلاش کرپائے گا۔ یہ سوچ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پولار میسن کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اسے حیرانی ہوئی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آگئی تھیں کیونکہ اسے اپنے ہی معمول پولار میسن کا لب ولہجہ اور اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ کسی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے لب ولہجے کو بدل دیا ہے۔

وہ دماغی طور پر اس پارک میں حاضر ہو کر حیرانی سے خلا میں تکتے ہوئے سوچنے لگا یہ کیا ہوگیا؟ پہلے تین گئے تھے۔ یہ چوتھا بھی کیسے چلا گیا؟ کیا سونیا ایسا کررہی ہے؟

پھر اس نے انکار میں سر ہلایا۔ اس کی موٹی سی عقل میں یہ بات آئی کہ سونیا کو اگر اس کے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر قبضہ کرنا ہوتا تو وہ صرف ایک پر قبضہ کیوں جماتی اور اس سے پہلے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے قبضے سے کیوں نکال لیتی۔ یہ سونیا کا نہیں کسی اور دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کا کام ہے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے سے رابطہ کیا اور کہا "میں تمہارا باس بول رہا ہوں۔"

اس نے کہا "یس سر، حکم کریں؟"

ابھی میں پولار میسن کے دماغ میں گیا تھا لیکن وہ مجھے نہیں ملا۔ کسی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا ہے۔ پتا نہیں اس کے موجودہ لب ولہجے کو کیسے سمجھا گیا تھا کہ اس کا وہ لب لہجہ بدل کر اب شاید اسے اپنا معمول بنا کر لے گیا ہے۔"

"سر مجھے اس بات کا علم نہیں ہے لیکن ایک بات میں ابھی آپ سے کہنے والا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آپ کے پاس جاؤں گا۔"

"کیا بات کہنے والے تھے؟"

"ہمارا ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی جس کا نام جان جیلسی ہے۔ وہ بھی مجھے خیال خوانی کے ذریعے نہیں مل رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس پر بھی کسی نے قبضہ جمالیا ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا میرے ہاتھ سے سارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نکلتے جارہے ہیں۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے جان جیلسی کے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر معلوم کیا تو پتا چلا کہ واقعی وہ اب اس لہجے کو فراموش کرچکا ہے اور کسی نئے لب ولہجے کے ساتھ کسی اور کا فرماں بردار بن چکا ہے۔

وہ پریشان ہو کر اپنے باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں جاکر معلوم کرنے لگا کہ وہ اس کے قابو میں ہیں یا نہیں۔ اسے اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے مل گئے۔ وہ بدستور اس کے معمول اور تابع تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کے صرف دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جن میں سے ایک کا نام جان جیلسی اور دوسرے کا نام پولار میسن تھا۔ انہیں اس سے چھین لیا گیا ہے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو مخاطب کرکے کہا "پلیز آپ میری ایک بات سنیں۔ مجھے اپنے دماغ سے نہ بھگائیں۔"

"جلدی بولو کیا بولنا چاہتے ہو۔"

"پہلے جیکی اولڈ کے نو میں سے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے گم ہوگئے تھے اب معلوم ہوا ہے کہ میرے باقی چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے بھی دو غائب ہوگئے ہیں۔ اب ان کا لب ولہجہ وہ نہیں ہے جو میں نے تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغ میں نقش کیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نے انہیں اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔"

"تو میں کیا کرسکتی ہوں۔ مجھ سے یہ باتیں کہنے کا مطلب کیا ہے؟"

"کچھ نہیں تم مجھ سے ناراض ہو۔ مجھے ہلاک کرنا چاہتی تھیں لیکن اس بار مجھ پر رحم کررہی ہو اور جیکی اولڈ کے جسم میں رہنے کی مہلت دے رہی ہو۔ میں تم پر کبھی شبہ نہیں کروں گا لیکن تم سے مدد مانگتا ہوں۔ پلیز کسی طرح بتا دو کہ میرے وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں ہیں؟"

"میں ان کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں اگر تمہارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تم سے چھین سکتی ہوں تو باقی چار کو بھی چھین سکتی ہوں مجھے تمہارے کسی بھی معمول اور محکوم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میری نظر میں ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ہاں اگر کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو تو فرہاد کے دماغ میں جاؤ ابھی وہ امریکی اکابرین سے گفتگو کرنے گیا ہے۔"

"کیا وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے دیں گے؟"

"میں کہہ دیتی ہوں تمہیں ان کے دماغ میں جگہ مل جائے گی۔"

سونیا کی بات سے اسے حوصلہ ملا تو اس نے خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ میں آکر کہا "جناب میں میڈم سونیا کی اجازت سے آپ کے پاس آرہا ہوں کیا آپ مجھے اپنے دماغ میں رہنے دیں گے۔"

"جب سونیا نے کہا ہے تو ضرور میرے دماغ میں رہو لیکن بالکل خاموش رہو۔"

میں نے امریکی اکابرین میں سے فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے کہا "فیکس کے ذریعے اپنے ایف بی آئی کے یوگا جاننے والے افسر سے کہو کہ میں تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں۔ لہٰذا میں جو کچھ بولتا رہوں اور جو کچھ تم جواب دیتے رہو اسے کمپیوٹر کے ذریعے اپنے ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر تک پہنچاتے رہو۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی یہی کررہا ہوں۔"

اس نے میرے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر کو کمپیوٹر کے ذریعے اطلاع دی کہ میں اس افسر کے دماغ میں رہ کر بول رہا ہوں اور جو کچھ بول رہا ہوں۔ وہ ابھی ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر کے ذاتی کمپیوٹر کی اسکرین پر تحریری صورت میں آئے گا اور وہ پڑھتا جائے گا۔

پھر یہی ہونے لگا۔ میں نے کہا "تم لوگوں نے پہلے ہی کہا تھا کہ ہم خاموش تماشائی بن کر رہیں گے تو تم سب نقصان اٹھاتے رہو گے۔ بظاہر تم سب کو اور دنیا کے بڑے ممالک کو یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ تمہارے باغی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں نقصان پہنچا رہے ہیں یا الپا اور نارنگ سے تم لوگوں کو نقصان پہنچ رہا ہے لیکن یہ تم کھل کر نہیں کہہ سکو گے کہ ان سب کے پیچھے ہمارا ہاتھ ہے اور ہم انتقامی کارروائیاں کررہے ہیں۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "اس میں جھوٹ کیا ہے۔ سچ تو یہی ہے جو آپ کہہ رہے ہیں اور سچ تو یہ بھی ہے کہ ہم آپ کے خلاف جو بھی الزام دیں گے اسے ثابت نہیں کرسکیں گے۔"

میری اور اس کی باتیں کمپیوٹر کی اسکرین پر تحریر کی صورت میں ابھر رہی تھیں اور ایف بی آئی کا اعلیٰ افسر اسے پڑھتا جارہا تھا۔ میں نے کہا "پھر تم لوگوں نے منصوبہ بنایا کہ ہمیں خاموش تماشائی بن کر نہیں رہنے دو گے کچھ اس طرح مجبور کرو گے کہ ہم کسی طرح میدانِ عمل میں آجائیں۔ کھل کر جب سامنے آئیں گے تو دوسرے ممالک کی نظروں میں بھی رہیں گے اور سب یہ دیکھیں گے کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے فیملی ممبر سب ہی امریکا کے خلاف اقدامات کررہے ہیں اور تم لوگوں نے اپنے اس منصوبے پر عمل شروع کردیا ہے۔"

"یہ تو اب آپ الزام لگا رہے ہیں۔ ہم نے ابھی کسی منصوبے پر عمل نہیں کیا ہے۔"

"جھوٹ نہ بولو سونیا سے پیدا ہونے والی اعلیٰ بی بی یعنی میری بیٹی کو تم لوگوں نے اغوا کیا ہے۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟"

"سراسر جھوٹ ہے کیونکہ یہ تم محض الزام دینے کی خاطر ہم سے کہہ رہے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا ثبوت ہے کہ ہم نے تمہاری بیٹی کو اغوا کیا ہے؟ کیا ہم اتنے نادان ہیں کہ پہلے دو بار بابا صاحب کے ادارے پر ناکام حملے کرکے پھر تیسرا اتنا بڑا قدم اٹھائیں گے کہ سونیا کی بیٹی کو اغوا کرلیں؟ کیا ہم اتنی جرأت کرسکتے ہیں؟"

"تم نے تو جرأت کرلی ہے۔ اب یہ نہیں جانتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ تم چاہتے تھے ہاں کہ ہم کھل کر میدانِ عمل میں آئیں اور اب تم دیکھو کہ ہم کس طرح میدانِ عمل میں آتے ہیں۔"

"آپ وارننگ دے رہے ہیں۔ آپ بتائیں کس طرح میدان عمل میں آئیں گے۔"

"اس طرح کہ صرف تم دیکھو گے جو کچھ ہم کریں گے لیکن دنیا والے ہماری مخالفانہ کارروائی نہیں دیکھ سکیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم ہمیں جلد ہی ہمیں کوئی بہت بڑا نقصان پہنچانے والے ہو۔"

"ہمیں اتنی جلدی نہیں ہے۔ ہم تمہیں چوبیس گھنٹوں کی مہلت دے رہے ہیں اگر چوبیس گھنٹوں کے اندر ہمیں ہماری بیٹی اعلیٰ بی بی واپس نہ ملی تو سمجھ لو کہ تمہارے ملک میں کیسی قیامت آئے گی۔ اس لیے کہ یہ صرف بابا صاحب کے ادارے کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ فرہاد اور سونیا کی بیٹی کا معاملہ ہے۔ چند اشخاص اپنی اپنی کرسیاں اور اپنے اپنے عہدے چھوڑ کر بھاگیں گے اور بھاگنے کے باوجود انہیں کہیں چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی۔"

"دیکھیے آپ ہمارے بارے میں بالکل غلط رائے قائم کررہے ہیں۔ ہم بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کی بیٹی کو اغوا نہیں کیا ہے۔"

"میں اب کچھ نہیں سنوں گا۔ بس گھڑی دیکھو اور چوبیس گھنٹے گنتے رہو۔ ویٹس آل!"

یہ کہہ کر میں اس اعلیٰ افسر کے دماغ سے چلا آیا۔ نارنگ میرے دماغ میں تھا۔ اس نے تعجب سے پوچھا "کیا واقعی انہوں نے آپ کی صاحب زادی کو اغوا کیا ہے؟"

"تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔"

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ مم۔۔۔ میں تو یونہی پوچھ رہا ہوں۔"

"سونیا نے تمہیں اسی لیے میرے پاس بھیجا ہے کہ تمہیں بھی یہ حقیقت معلوم ہوجائے۔"

"جناب میں حیران ہوں۔ امریکا والوں کی اتنی جرأت کیسے ہوئی کہ وہ آپ لوگوں سے الجھتے الجھتے آپ کی اولاد تک پہنچ گئے ہیں اور معصوم بچی کو اغوا کیا ہے۔"

"وہ اس بچی کو ہماری کمزوری بنانا چاہتے ہیں۔"

"آپ لوگوں کے سامنے میں تو ایک ذرہ ہوں پھر بھی کہتا ہوں کہ میں اس سلسلے میں کچھ کرسکوں تو مجھے فخر ہوگا کہ میں نے آپ کا کام کیا ہے۔"

"سونیا تم سے کام لینا چاہتی ہے۔ اسی لیے تمہیں میرے پاس

بھیجا ہے۔ یہ امریکی اکابرین اس حقیقت سے انکار کررہے ہیں۔ لہٰذا ان سے سچ اگلوانے کے لیے تم ایک رول ادا کرو۔"

"آپ حکم کریں۔ جو کہیں گے وہ کروں گا۔"

"تم اس امریکی اعلیٰ افسر کے دماغ میں جاکر چیلنج کرو کہ ان لوگوں نے اعلیٰ بی بی کو اغوا کرنے کی بڑی کامیاب کوششیں کی تھیں۔ وہاں سے ایک طیارے میں اسے لے جارہے تھے لیکن تم اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس منصوبے سے واقف ہوچکے تھے اور تم نے اس کے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ لہٰذا اس نے پرواز کا رخ بدل دیا۔ تمہاری مرضی کے مطابق ایک ایسی جگہ طیارے کو پہنچا دیا جہاں اب سونیا اور فرہاد کی بیٹی تمہارے قبضے میں آگئی ہے۔"

"یہ تو ابھی کرسکتا ہوں۔"

"ابھی نہیں ذرا ٹھہر جاؤ۔ ایک آدھ گھنٹے بعد ان سے رابطہ کرکے ایسا کہہ دینا چونکہ ہم جانتے ہیں، تم ہمارے دشمن نہیں ہو تم نے اغوا نہیں کیا ہے۔ اس لیے ہماری طرف سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے اور سونیا نے تمہیں جیکی اولڈ کے جسم میں جو رہنے کی مہلت دی ہے۔ وہ مہلت اسی طرح طویل ہوتی جائے گی اور تم اس جیکی اولڈ کے جسم میں محفوظ اور سلامت رہو گے۔"

"میں آپ کا اور میڈم سونیا کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں اور ساری عمر احسان مانتا رہوں گا۔"

"یہ چاپلوسی والی باتیں نہ کرو۔ بس کام کی بات یہی ہے کہ ایک آدھ گھنٹے بعد ان سے رابطہ کرکے چیلنج کرنا ہے۔"

"وہ تو میں ضرور کروں گا کیونکہ وہ مجھے پہلے ہی باغی سمجھ رہے ہیں اور یہ سوچ رہے ہیں کہ میں تو پہلے ہی ان کے خلاف محاذ بنا کر انہیں نقصان پہنچا رہا ہوں۔"

میں نے سانس روک لی۔ وہ میرے دماغ سے چلا گیا، پھر میں نے فون کے ذریعے برین آدم سے رابطہ کیا۔ اس نے کہا "جناب ہم آپ کا انتظار کررہے تھے۔"

"اور میں تین گھنٹے گزرنے کا انتظار کررہا تھا کیونکہ آپ لوگوں نے کہا تھا کہ میں تین گھنٹے بعد آؤں۔"

"ہاں میں ابھی الپا کو بلاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں پھر پانچ منٹ کے بعد بات کروں گا۔" الپا اور برین آدم کے ہاتھوں سے اعلیٰ بی بی نکل گئی تھی اور جب سے وہ پریشان تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جب میں تین گھنٹے بعد رابطہ کروں گا تو کیا کیا جائے گا۔ ان سے یہی چاہوں گا کہ فرہاد علی تیمور کی بیٹی کو میرے حوالے کردیں تاکہ میں فرہاد سے انتقام لے سکوں۔"

وہ دونوں تھوڑی دیر تک اس معاملے پر غور کرتے رہے، پھر الپا نے کہا "میں ایک دس برس کی بچی پر ابھی تنویمی عمل کرتی ہوں اور اس کے دماغ میں اعلیٰ بی بی کی آواز اور لب ولہجہ نقش کردیتی ہوں اسی طرح ہم اپنے اس محسن کو دھوکا دے سکتے ہیں۔ اسے کسی بھی طرح خوش رکھیں گے تو وہ ہم پر اعتماد کرتا رہے گا اور آئندہ بھی ہمارے کام آتا رہے گا۔"

الپا نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میری آواز اور میرا لب ولہجہ اچھی طرح سکھایا اور اسے سمجھایا کہ وہ جس طرح اسے ڈراما پلے کرنے کے لیے کہے گی۔ وہ اسی طرح کرے گا۔

میں نے پانچ منٹ کے بعد فون کیا تو برین آدم نے کہا "ہاں الپا میرے دماغ میں موجود ہے۔ الپا پلیز تم ہمارے اجنبی مہمان اور محسن دوست سے بات کرو۔"

الپا نے کہا "پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کروں گی اور اگر ساری زندگی بھی شکر ادا کرتی رہوں تو کم ہوگا۔ پہلے آپ نے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے حوالے کیے۔ اس کے بعد دو اور ٹیلی پیتھی والوں کو میرے حوالے کیا اب میرے پاس چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ یہ تو رہیں آپ کے احسان کی باتیں۔ اس کے بدلے ہم نے بھی آپ کا کام کیا ہے۔ جو خصوصی امریکی طیارہ اعلیٰ بی بی کو لے کر واشنگٹن جارہا تھا ہم نے اس کا رخ بدل دیا اور ایک ایسی جگہ اتار کر اس کی بیٹی کو چھپایا ہے کہ سونیا اور فرہاد کبھی اس کے پاس نہیں پہنچ سکیں گے۔"

میں نے کہا "لیکن وہ اپنی بیٹی کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں نے پہلے ہی ساری پلاننگ کرلی تھی۔ اعلیٰ بی بی کو حاصل کرتے ہی میں نے اسے بے ہوش کردیا تھا پھر جب وہ ہوش میں آنے لگی تو میں نے اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے لب ولہجے میں تھوڑی سی تبدیلی کردی ہے۔ اب سونیا اور فرہاد اس کے دماغ میں پہنچنا چاہیں گے تو کبھی نہیں پہنچ پائیں گے۔"

میں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "الپا تم نے میرا بہت بڑا کام کیا ہے۔ فرہاد کی بہت بڑی کمزوری میرے ہاتھ میں دے دی ہے۔"

وہ بولی "ہم ایک دوسرے کے اسی طرح کام آتے رہیں گے تو ہمارے درمیان دوستی بھی پختہ ہوتی رہے گی اور ایک دوسرے کے درمیان اعتماد بھی مستحکم ہوتا رہے گا اب آپ فرمائیں کہ ہم فرہاد کی بیٹی اعلیٰ بی بی کو کیسے اور کہاں آپ کے حوالے کریں؟"

"نہیں! میں یہ نہیں چاہتا کہ اسے میرے حوالے کیا جائے میں چاہتا ہوں کہ وہ تمہاری قید میں اور تمہاری نگرانی میں رہے وہ وہاں بہت محفوظ رہے گی۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ اسے قیدی نہ بنایا جائے بلکہ کسی اچھے سے بنگلے میں نظر بند رکھا جائے اور اسے باہر نکلنے نہ دیا جائے۔ نہ ہی کسی کو یہ معلوم ہونے دیا جائے کہ اس بنگلے میں کوئی دس برس کی بچی رہتی ہے۔"

"ہم یہی کریں گے۔ اسے اس طرح رکھیں گے کہ کسی کو شبہ نہیں ہوگا اور آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"ہاں میں جو چاہتا ہوں اس سے تم بُرا مت ماننا دراصل ابھی ہمارے درمیان اعتماد قائم ہوتے ہوتے ہوگا۔"

"ہم تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانیں گے۔ تم ہمارے بہت بڑے محسن ہو۔"

میں نے کہا "میں اس کی یعنی کہ فرہاد علی تیمور کی بیٹی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے؟"

"بالکل ممکن ہے۔ کیا آپ فرہاد علی تیمور کی آواز کی نقل کرسکتے ہیں۔ کیا آپ اس آواز میں اعلیٰ بی بی سے بات کرسکتے ہیں۔"

"نہیں میں اس کی آواز اور لب ولہجے کو پہچانتا ضرور ہوں لیکن نقالی نہیں کرسکوں گا۔"

"کوئی بات نہیں میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو فرہاد کا لب ولہجہ ابھی سکھا دیتی ہوں۔ وہ فرہاد بن کر اعلیٰ بی بی سے بات کرے گا تو آپ اسے سنتے رہیں گے۔"

"لیکن تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا اعلیٰ بی بی سے بات کرے گا تو میں یہاں سے کیسے سن سکوں گا۔"

"میرا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی آپ کے دماغ میں پہنچ رہا ہے۔ آپ کو میں ایک فون نمبر بتا رہی ہوں۔ وہ نمبر آپ ڈائل کریں گے تو اعلیٰ بی بی اس فون پر بات کرے گی۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مرضی کے مطابق وہ آپ سے بات کرے گی آپ کا لب ولہجہ بالکل فرہاد جیسا ہوجائے گا اور آپ وہاں سے جب اس کے لب ولہجہ میں بولیں گے تو اعلیٰ بی بی کو یقین ہوجائے گا کہ وہ اپنے پاپا سے بات کررہی ہے اور آپ کو بھی یقین ہوجائے گا کہ فرہاد کی بیٹی آپ سے فون پر بات کررہی ہے۔ کیا یہ مناسب رہے گا؟"

"ہاں یہ طریقہ کار بالکل ٹھیک ہے۔"

"تو میں آپ کو پھر ایک بار زحمت دوں گی۔ آپ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد فون کریں اور اعلیٰ بی بی کا نمبر نوٹ کرلیں۔ پندرہ منٹ کی مہلت اس لیے لے رہی ہوں کہ میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں فرہاد کا لب ولہجہ نقش کردوں۔"

اس نے ایک فون نمبر بتایا۔ میں نے کہا "ٹھیک ہے میں نے اسے نوٹ کرلیا ہے۔ پندرہ منٹ کے بعد فرہاد کی بیٹی اعلیٰ بی بی سے بات کروں گا۔"

چال بازی اور مکاری کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ ہماری دنیا میں کہا جاتا ہے کہ چال باز وہ ہوتے ہیں جو آنکھوں سے سرمہ چرا کر لے جاتے ہیں اور جس کی آنکھوں سے سرمہ چراتے ہیں۔ اسے خبر تک نہیں ہوتی۔ یہ بظاہر بڑھ چڑھ کر بولنے والی بات لگتی ہے لیکن ہماری دنیا میں ایسے ایسے چال باز اور مکار ہیں کہ جب وہ اپنا کام کر گزرتے ہیں اور پانی سر سے گزر جاتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ واقعی مکاری کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

میں اسے فریب دے رہا تھا۔ وہ مجھے فریب دے رہی تھی۔ پندرہ منٹ کے بعد میں نے اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بنا رہا۔ کیونکہ میں انٹرپول کے ایک افسر کے بہروپ میں تھا۔ اسی کے لہجے میں بول رہا تھا۔ اس لیے وہ آنے والا میرے دماغ میں جو بھی خیالات پڑھتا۔ وہ انٹرپول کے افسر کے خیال کے مطابق ہی ہوتے اسے اور اس کے ذریعے الپا کو کبھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میں ہی فرہاد علی تیمور ہوں۔

اس کے ذریعے فون پر بات ہوئی تو دوسری طرف سے مجھے اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی کی آواز سنائی دی۔ الپا نے جس بچی پر تنویمی عمل کرکے میری بیٹی کا لب ولہجہ نقش کرایا تھا اور اس کے مطابق میں جان بوجھ کر دھوکا کھاتا رہا پھر میں نے الپا سے کہا "تمہارا بہت بہت شکریہ۔ مجھے اطمینان ہوگیا ہے کہ فرہاد علی تیمور کی بیٹی تمہارے پاس ہے اور تمہارے پاس ہی محفوظ اور سلامت رہ سکے گی۔ بس میں اتنا ہی چاہتا ہوں کہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے کیونکہ فرہاد سے جب تک میری جنگ جاری رہے گی۔ وہ میرے سامنے کمزور پڑتا رہے گا۔ اسے یہ احساس ہوگا کہ میں اس سے دشمنی کررہا ہوں اور اس کی بیٹی سے کوئی دشمنی نہیں کررہا ہوں بلکہ اسے عیش و آرام سے کسی جگہ چھپا کر رکھا ہوا ہے۔"

وہ بولی "میں سمجھ گئی آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کبھی خدانہ کرے فرہاد کے سامنے کمزور پڑجائیں۔ وہ آپ پر غالب آنا چاہے تو یہ سوچ کر آپ کو معاف کردے کہ آپ نے صرف اس کی بیٹی کو اغوا کیا تھا اور کوئی اور نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ یہ بھی ایک اچھی تدبیر ہے میں اسی پر عمل کروں گی۔"

اس نے اپنی دانست میں بہت بڑی چال بازی کی تھی۔ جسے اپنا دوست اور محسن کہہ رہی تھی اسی کو فریب دے رہی تھی اور میں نے جان بوجھ کر فریب کھالیا۔ کیونکہ میرے فریب کھانے سے وہ خود فریب کھا رہی تھی۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کرکے رابطہ ختم کردیا۔ وہ بہت خوش ہوئی اور مطمئن بھی ہوگئی۔

نارنگ نے امریکی فوج کے اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں جیکی اولڈ بول رہا ہوں۔"

یہ وہی افسر تھا جس کے دماغ میں، میں ایک گھنٹے پہلے جاچکا تھا۔

اس اعلیٰ افسر نے کہا "جیکی اولڈ پہلے تمہارا نام سن کر خوشی ہوتی تھی۔ ہم فخر کرتے تھے کہ تم ہمارے بہت ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو لیکن تم تو آستین کا سانپ نکلے اب کیا ڈسنے آئے ہو؟"

"سانپ ڈسنے سے پہلے بولتا نہیں ہے۔ اس لیے نہیں بولتا کہ ڈسنے کے بعد پتا چل جاتا ہے کہ جو زہر پھیل رہا ہے وہ ایک سانپ کا ہی ہے۔"

"اچھا تو تم نے کسے ڈس لیا ہے؟"

"تم لوگوں کو۔ تم تمام اکابرین کو اور اس ایف بی آئی کے یوگا جاننے والے اعلیٰ افسر کو جسے یہ غرور ہے کہ مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں نہیں آئیں گے اور میں ٹہیں گیا پھر بھی

اپنا کام کرگیا۔"

"تم جو کہنا چاہتے ہو۔ صاف الفاظ میں کہو۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ جس مال کو واشنگٹن پہنچنا چاہیے تھا ..... وہ میرے پاس پہنچ گیا ہے۔"

اس بات پر اعلیٰ افسر نے چونک کر کہا "تم صاف صاف بات نہیں کررہے ہو۔ کچھ ہماری سمجھ میں آرہا ہے لیکن ہم پوری طرح سمجھنا چاہتے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے اس ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر سے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کیا اور اسے بتایا کہ اس وقت جیکی اولڈ اس کے دماغ میں ہے اور کچھ ایسی باتیں کررہا ہے۔ جو شاید ہمیں نقصان پہنچانے والی ہیں۔ یوں کہنا چاہیے کہ وہ ہمیں نقصان پہنچا چکا ہے۔ آپ آن لائن رہیں ہم اس کی باتیں آپ تک پہنچا رہے ہیں۔

نارنگ نے کہا "یہ تم نے اچھا کیا کہ اس یوگا جاننے والے افسر سے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کرلیا۔ اسے بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جس اعلیٰ بی بی کو وہ حاصل کرنا چاہتے تھے اسے میں لے آیا ہوں۔"

"اچھا تو تم ہمارے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر اس طیارے کو دوسری جگہ لے گئے تھے۔ مسٹر جیکی اولڈ تم خوا مخواہ ہم سے دشمنی کیوں کررہے ہو؟"

"دشمنی کی ابتدا میں نے نہیں کی ہے تم لوگوں نے کی ہے۔"

"یہ کیا بکواس کررہے ہو؟"

"یہ بکواس نہیں ہے۔ میرے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تم نے اغوا کیا ہے اگر انہیں واپس نہیں کروگے تو فرہاد کی بیٹی میرے پاس تمہاری امانت کے طور پر رہے گی۔ مجھے اس لڑکی سے بس اتنی ہی دلچسپی ہے کہ ایک ہاتھ سے میرے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے حوالے کردو اور دوسرے ہاتھ سے فرہاد کی بیٹی مجھ سے لے لو۔"

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ ہم نے تمہارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا ہے؟"

"میں سب جانتا ہوں۔ وہ آندرے تمہارا وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک ٹیم بنا کر رکھے ہوئے ہے۔ دوسری طرف تمہارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تج پال کی رہنمائی میں رہتے ہیں اور اس کے مشورے کے مطابق تم لوگوں سے رابطہ کرتے ہیں اور تم لوگوں کا کام کرتے ہیں۔ تمہارے ان ہی وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے میرے دو آدمیوں کو اغوا کیا ہے اور میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"تم اچھی طرح نہیں بری طرح جانتے ہو اور خوا مخواہ ہم سے برائی مول لینا چاہتے ہو۔ سچ سچ بتاؤ کس نے تمہیں ہمارے خلاف بھڑکایا ہے۔"

"میں کوئی نادان بچہ نہیں ہوں کہ مجھے کوئی گمراہ کرے گا۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور تمہارے پاس آنے سے پہلے تمہارے ماتحت افسران کے دماغوں کو پڑھ چکا ہوں۔ ان کے خیالات سے پتا چلا ہے کہ فرہاد علی تیمور تمہارے پاس آیا تھا اور تم لوگوں کو وارننگ دے کر گیا ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اس کی بیٹی کو واپس کیا جائے۔ ورنہ نتائج بہت برے ہوں گے۔ کیا اس بات کو جھٹلا سکتے ہو۔ کیا میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔ کیا میں دوسروں کے خیالات سے یہ معلوم نہیں کرسکتا۔"

"تم فرہاد علی تیمور کی بیٹی کی بات کررہے ہو لیکن ابھی یہ الزام دے رہے ہو کہ ہم نے تمہارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔"

"کوئی فرق نہیں ہے۔ تمہارے خیالات اور تمہارے ماتحت افسران کے خیالات بتا رہے ہیں کہ تم لوگوں کے منصوبوں میں یہ ایک اہم منصوبہ ہے کہ جیکی اولڈ کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک ایک کرکے چھین لیا جائے۔ جیسا کہ پہلے تم دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین چکے ہو اور اب یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں رہی ہے۔ پہلے دو کو اغوا کیا ہے تو کیا پھر تم نے مزید دو کو اغوا نہیں کیا ہوگا؟"

"دیکھو جیکی اولڈ تم آباؤ اجداد کے زمانے سے امریکی ہو۔ کچھ تو اپنے وطن کا اور قوم کی تباہی کا احساس کرو اور سوچو کہ فرہاد کو اس کی بیٹی نہیں ملے گی تو یہاں ہمیں کتنے نقصانات اٹھانے پڑیں گے۔"

"اس لیے تو کہہ رہا ہوں کہ جو کام ہیں انہیں جلد سے جلد نمٹا لیا جائے اور ہمارے درمیان لین دین ہو جائے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "میں کیسے یقین دلاؤں۔ کیا تم میرے چور خیالات نہیں پڑھ سکتے کہ میں نے تمہارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا نہیں کرایا ہے۔"

"میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ میرے آدمیوں کو تم نے اغوا کرایا ہے یا نہیں بس میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے آدمی مل جائیں اگر تم میرے مجرم نہیں ہو تو میرا مجرم کون ہو سکتا ہے۔ یہ معلوم کرو اور اس کا یقین دلاؤ تب میں مان جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے ہمیں کم از کم ایک گھنٹا سوچنے کی مہلت دو اور پھر ہم سے رابطہ کرو۔ ہم معلوم کرتے ہیں کہ تمہارے دو آدمیوں کو کس نے اغوا کیا ہے۔"

نارنگ ان کے دماغ سے چلا گیا۔ وہ سب سوچنے لگے۔ اس افسر نے کمپیوٹر کے ذریعے ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر سے پوچھا "سر اب کیا کیا جائے۔ ہم کیسے معلوم کریں کہ اس کم بخت کے دو آدمیوں کو کون اٹھا لے گیا ہے؟"

ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر نے کہا "ایسے اہم موقع پر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے غائب ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے کم از کم کسی ایک کو ہمیشہ ہم سے رابطے میں رہنا چاہیے۔ کیونکہ صحیح وقت

پر موجود نہ رہنے سے ہمیں الپا سے مدد لینی پڑتی ہے۔ اس سے تین باتیں کہی جائیں۔ ایک تو یہ کہ وہ کسی طرح معلوم کرے کہ جیکی اولڈ کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کس نے اغوا کیا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ وہ کسی طرح بھی جیکی اولڈ سے فرہاد کے بیٹے کو چھین لے کر آئے۔ تیسری بات یہ کہ ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرے اور انہیں ہمارے پاس فوراً بھیج دے۔"

اس ہدایت کے مطابق فوج کے اعلیٰ افسر نے ٹیلی فون کے ذریعے برین آدم سے رابطہ کیا' پھر کہا "ہم الپا سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز جتنی جلدی ہو سکے اس سے ہماری گفتگو کرائیں۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ مجھے پیغام دے دیں اور میں وہ پیغام اس تک پہنچا دوں؟"

"دیکھیے ہم آپ کے ذریعے اس سے گفتگو کریں گے۔ آپ ہماری باتیں ضرور سنیں گے۔ بات ایسی ہے کہ الپا سے براہِ راست گفتگو کرنی ضروری ہے۔"

برین آدم نے پانچ منٹ کے بعد فون کرنے کے لیے کہا پھر جب پانچ منٹ کے بعد رابطہ کیا گیا تو الپا برین آدم کے دماغ میں موجود تھی۔ وہ بولا "اس وقت الپا میرے دماغ میں ہے۔ آپ اس سے بات کریں۔ یہ میرے ذریعے آپ کو جواب دے گی یا پھر آپ کے دماغ میں آئے گی۔ اسے کیا کرنا چاہیے۔ یہ خود بہتر جانتی ہے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "میڈم الپا ہماری کچھ مدد کرو ہم بڑی مشکل میں ہیں۔ مدد سے مراد یہ ہے کہ ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ تک پہنچ سکتی ہو تو اس سے کہو ہم سے فوراً رابطہ کرے اور اگر ایسا نہیں کرسکتی ہو تو ہماری مختصر سی روداد سن لو۔ پہلے فرہاد علی تیمور ہمارے پاس آیا تھا اور وہ بری طرح غصہ دکھا رہا تھا۔ اس کی بیٹی اعلیٰ بی بی کو اغوا کیا گیا ہے اور اس نے چوبیس گھنٹے کا الٹی میٹم دیا ہے اگر چوبیس گھنٹے کے اندر اس کی بیٹی واپس نہ ملی تو وہ ہم سب کو بہت بری طرح نقصان پہنچائے گا۔"

الپا نے انجان بن کر برین آدم کے ذریعے پوچھا "آپ لوگوں نے اتنا بڑا اور اتنا خطرناک قدم کیوں اٹھایا کہ سونیا اور فرہاد کی بیٹی کو اغوا کیا ہے۔ جانتے ہیں اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟"

"اسی لیے تو ہم پریشان ہیں آخر اس کی بیٹی کو کس نے اغوا کیا ہے ہم اسی سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے سوچ بچار میں مصروف تھے کہ تقریباً ایک گھنٹے بعد جیکی اولڈ نے ہم سے رابطہ کیا۔ اب وہ بھی ہمیں غصہ دکھا رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ اگر ہم اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کرسکتے ہیں تو وہ بھی ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ہم ایک طیارے میں فرہاد کی بیٹی کو اغوا کررہے تھے۔ جیکی اولڈ نے اس پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر طیارے کا رخ بدل دیا۔ وہ دوسری سمت پرواز کرکے نہ جانے اس کی بیٹی کو کہاں لے گیا ہے اور کہاں چھپا کر رکھا ہے۔ اب ہم سے کہہ رہا ہے کہ جب تک ہم اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس نہیں کریں گے وہ اعلیٰ بی بی کو واپس نہیں کرے گا۔"

جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے۔ اعلیٰ بی بی کو اغوا کرنے کے لیے الپا کو کوشش کررہی تھی اور ناکام ہوگئی تھی۔ لہٰذا اس نے اپنے اجنبی محسن کو ایک ڈی اعلیٰ بی بی کی آواز سنا کر مطمئن کردیا تھا اور بگ برادر سے یہی کہہ رہی تھی کہ ہمیں جلد سے جلد معلوم کرنا چاہیے کہ اعلیٰ بی بی کو کون ہم سے چھین کر لے گیا ہے ان کا خیال کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف جارہا تھا اب امریکی افسر سے گفتگو کرتے ہوئے معلوم ہوا کہ جیکی اولڈ نے اعلیٰ بی بی کو اغوا کیا ہے۔

وہ برین آدم کے ذریعے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے بولی "یہ آپ سب ہی جانتے ہیں کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا سامنے آجائے یا اس کا لب ولہجہ معلوم ہو جائے تو ہر مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا یہی کوشش کرتا ہے کہ اسے کسی طرح بھی ٹریپ کرکے اپنا معمول اور محکوم بنالے اگر ہم آپ کے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے لب ولہجے سے واقف ہوتے تو میں سب سے پہلے اسے ٹریپ کرکے اپنا معمول اور تابع بنالیتی۔ یہ خود غرضی اور سیاست تو سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے کرتے ہیں کرتے آرہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ آپ سمجھ لیں کہ میں آپ کے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے لب ولہجے کو نہیں جانتی ہوں۔ نہ ہی ان سے رابطہ کرکے یہ کہہ سکتی ہوں کہ آپ لوگ ان کا انتظار کررہے ہیں۔"

"تم درست کہہ رہی ہو اگر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لب ولہجے کو تم جانتیں تو ضرور انہیں ٹریپ کرلیتیں۔ بہرحال کیا تم اندازے سے یہ بتا سکتی ہو کہ جیکی اولڈ اعلیٰ بی بی کو کہاں لے گیا ہوگا؟"

"میں یہ نہیں جانتی کہ جس طیارے میں اعلیٰ بی بی کو اغوا کیا جارہا تھا' اس طیارے نے پیرس سے کس وقت پرواز کی تھی اور کتنے گھنٹے بعد یہ معلوم ہو سکا کہ پائلٹ کے دماغ پر قبضہ کرکے اس طیارے کا رخ دوسری طرف موڑ دیا گیا ہے اگر وقت کا حساب کیا جائے تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ طیارہ یورپ میں ہوگا۔ بحر اٹلانٹک تک پہنچ سکتا ہے لیکن بحر اٹلانٹک بہت وسیع و عریض ہے۔ اسے پار کرنے میں کئی گھنٹے لگیں گے۔ لہٰذا اگر طیارے کا رخ بدل دیا گیا ہے تو اسے واپس یورپ کے کسی ملک میں لایا گیا ہوگا۔"

"طیارے کی پرواز کا حساب تو ہمارے ماہرین بھی کرسکتے ہیں کیا تم کسی طور بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری مدد نہیں کرسکو گی؟"

"ایک بار جیکی اولڈ نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ اس کے بعد پھر اس نے میری طرف رخ نہیں کیا اگر اس کا وہی لب ولہجہ ہوگا تو میں اس کے دماغ میں جا کر اسے سمجھانے کی کوشش کروں گی۔ اس

سے کوئی سمجھوتا کروں گی۔ آپ مجھے بتائیں کہ اس سے کس طرح سمجھوتا کیا جاسکتا ہے۔"

"ہم اس کی یہ غلط فہمی دور نہیں کرسکتے کہ اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہم نے اغوا کیا ہے۔ وہ ہم پر یقین نہیں کررہا ہے۔ ایک ہی بات کی رٹ لگائے ہوئے ہے کہ ہم اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس کریں گے تو وہ اعلیٰ بی بی کو ہمارے حوالے کردے گا۔"

"موجودہ حالات میں یہ سوچا اور سمجھا جاسکتا ہے کہ جب آپ نے اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا نہیں کیا ہے تو آپ کے وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ایسا نہیں کریں گے اگر کرتے تو وہ آپ کو ضرور اطلاع دیتے۔ میں نے بھی جیکی اولڈ کے دو آدمیوں کو اغوا نہیں کیا ہے۔ اب حساب کیا جائے تو صرف یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ سونیا اور فرہاد وغیرہ خاموش تماشائی نہیں ہیں بلکہ درپردہ آپ لوگوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ انہوں نے ہی جیکی اولڈ کے دو آدمیوں کو اغوا کیا ہوگا۔"

امریکی اکابرین مسائل میں گھر گئے تھے۔ انہوں نے پھر بابا صاحب کے ادارے کے انچارج خلیل بن مکرم سے کہا "ہم مسٹر فرہاد علی تیمور سے بات کرنا چاہتے ہیں پلیز انہیں اطلاع دیں کہ وہ ہم سے رابطہ کریں۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

"ہمیں معلوم ہوچکا ہے کہ جیکی اولڈ نے آپ کی صاحب زادی کو اغوا کیا ہے اور اسے کہیں چھپا کر رکھا ہوا ہے۔"

"یہ مجھے کیوں سنا رہے ہو۔ وہ اغوا تو تمہارے طیارے میں کی گئی تھی۔ میں تو تم سے اپنی بیٹی لوں گا۔"

"آپ اپنی جگہ درست فرما رہے ہیں لیکن آپ درپردہ ہمیں مصائب میں مبتلا کررہے ہیں۔"

"اچھا وہ کیسے؟"

"آپ نے جیکی اولڈ کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کرکے کہیں چھپا دیا ہے۔ اب وہ ہم سے کہہ رہا تھا کہ اگر ہم نے اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے حوالے نہیں کیے تو وہ آپ کی صاحب زادی کو ہمارے حوالے نہیں کرے گا۔ دیکھیے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ہم کس مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا "مجھ سے مکاری نہ دکھاؤ۔ میں نے اپنی بیٹی حاصل کرنے کے لیے تمہیں جتنا وقت دیا ہے۔ اتنے وقت میں مجھے وہ مل جانی چاہیے لیکن ایسا کرنے کے بجائے تم لوگ مجھے الزام دے رہے ہو کہ میں نے اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا ہے۔ کیا تم لوگوں کی عقل گھاس چرنے گئی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے؟ ہم اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیا اہمیت دیں گے؟ آخر ان کی حیثیت ہمارے سامنے کیا ہے؟ کیوں ہم انہیں اغوا کرکے اپنی بیٹی کو خطرے میں ڈالیں گے؟ کیا کوئی باپ ایسا کرسکتا ہے؟"

"آپ کی بات بھی درست ہے اگر آپ ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کرتے تو اپنی بیٹی کی خاطر انہیں واپس کردیتے؟"

میں نے کہا "جب اتنی عقل کی بات کررہے ہو تو ذرا عقل سے یہ بھی سمجھو کہ ہم نے اغوا نہیں کیا ہے اور تمہارے وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اغوا نہیں کرسکتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ الپا مکاری دکھا رہی ہے۔ اس نے ہی پہلے تمہارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا تھا اور اب بھی اس نے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ یعنی اب اس کے پاس چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوچکے ہیں۔ وہ اپنی طاقت بڑھا رہی ہے لیکن بہت رازداری سے۔"

میری اس بات میں وزن تھا کہ اگر جیکی اولڈ کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے پاس ہوتے تو ان کی کوئی اہمیت میری نظروں میں نہ ہوتی اور میں اپنی بیٹی کو حاصل کرنے کی خاطر ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس کردیتا۔ اب ان کی سمجھ میں یہ آرہا تھا کہ یہ سراسر الپا کی مکاری ہے۔

امریکی اکابرین چاہتے تھے کہ ہم دنیا والوں کے سامنے کھلے میدان میں آکر ان کا مقابلہ کریں اور انہیں نقصان پہنچائیں تاکہ ہم پر الزامات عائد ہوسکیں اور ہم یہ نہیں چاہتے تھے لیکن اس فتنے نے اس چھوٹی سی چنگاری یعنی اعلیٰ بی بی نے ایسا راستہ ہموار کیا تھا کہ اب ہمیں دنیا والوں کے سامنے آنا تھا اور امریکی اکابرین کو چیلنج بھی کرنا تھا اور نقصان بھی پہنچانا تھا لیکن ہم نے بھی دوسرا راستہ اختیار کیا تھا جیسا کہ اب ہم کررہے تھے۔ ادھر دو ٹیلی پیتھی والوں کو پھر اغوا کرا کے الپا کے پاس پہنچایا تھا۔ اعلیٰ بی بی کو بھی الپا کے پاس پہنچانے کے بہانے علی کے پاس پہنچا دیا تھا۔ اب جو دشمن ہمیں دنیا والوں کے سامنے ملزم ثابت کرنا چاہتے تھے۔ وہ خود الجھ گئے تھے کہ الزام کسے دیں؟

ویسے اب یقین کی حد تک انہیں شبہ ہوگیا تھا کہ یہ تمام مکاریاں الپا کی ہیں اسی نے جیکی اولڈ کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا ہے۔ اب وہ انہیں جیکی اولڈ کے حوالے نہیں کرے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جیکی اولڈ اعلیٰ بی بی کو واپس نہیں کرے گا اور یہ تمام الزامات اور ساری مصیبتیں امریکی اکابرین پر آئیں گی۔

میں نے اور سونیا نے ایسی ہیرا پھیری کی تھی کہ جیکی اولڈ کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو الپا کے حوالے کیا تھا اور اعلیٰ بی بی کے اغوا کا الزام جیکی اولڈ پر لگایا تھا اور اس طرح امریکی اکابرین اب یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہم ان پر ظلم کررہے ہیں۔ ظلم کرنے والے تو الپا اور جیکی اولڈ تھے۔

ان اکابرین نے اسرائیل میں امریکا کی خفیہ ایجنسیوں کو اور اپنے خاص سیکرٹ ایجنٹوں کو حکم دیا کہ وہ جلد سے جلد یہ معلوم کریں کہ الپا نے اپنے چار نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہاں چھپا کر رکھا ہے۔ کسی طرح بھی ان کا سراغ لگائیں۔ ایسے وقت تیج پال کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے بیزون نے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا اور کہا کہ "پیری ماؤنٹ آسٹریا کے شہر ویانا میں مارا گیا تھا اس کا مطلب یہی تھا کہ جیکی اولڈ اسی شہر میں ہے اور اس سے ملنے والا تھا لیکن ملنے سے پہلے ہی پیری ماؤنٹ کو ہلاک کردیا گیا۔ ہم اس کی تاک میں تھے پھر ہمیں پتا چلا کہ وہاں ایک یا دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ایک نائٹ کلب میں ہم نے ایک لڑکی کو ٹرپ کیا جو ڈانس کررہی تھی۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ کوئی اس کے دماغ میں ہے۔ ہم نے اس کا تعاقب کیا۔ وہ ہمیں تقریباً پانچ گھنٹے تک ویانا کی سڑکوں اور گلیوں میں دوڑاتی رہی۔ اس کے بعد اپنے گھر میں چلی گئی پھر ہم نے اس کے ماں باپ کے دماغوں کو پڑھا تو پتا چلا کہ وہ ایک بزنس مین کی بیٹی ہے اور کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے آلۂ کار بنایا ہوا تھا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "تمہاری اس رپورٹ سے پتا چلتا ہے کہ یقیناً جیکی اولڈ اسی شہر میں یا اس ملک کے کسی دوسرے شہر میں ہے اور الپا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جیکی اولڈ کو تلاش کررہے ہیں لیکن جس طرح ابھی تم نے رابطہ قائم کیا ہے۔ اس طرح آندرے اور اس کے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ہم سے رابطہ کرنا چاہیے تھا۔ ہم بڑی مشکل میں ہیں۔ تم سب کوئی ایسا وقت مقرر کرو کہ چوبیس گھنٹوں میں کوئی نہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہم میں سے کسی ایک کے دماغ میں موجود رہے تاکہ اس کے ذریعے تم سب کو اطلاع دی جاسکے کہ تمہاری فوری ضرورت ہے۔"

بیزون نے پوچھا "آپ مشکلات کی بات کررہے ہیں۔ ہمیں بتائیے کہ کیسی مشکلات ہیں؟"

وہ اعلیٰ بی بی کے جیکی اولڈ کے پاس ہونے اور اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اغوا کی پوری روداد سنانے لگا۔ اسے سن کر بیزون نے کہا "ابھی ہم آپ کے پاس حاضر ہوں گے۔" یہ کہہ کر وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا پھر اس نے تیج پال کو یہ ساری باتیں بتائیں۔ تیج پال تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے کہا "جیکی اولڈ کی قوت رفتہ رفتہ کم ہوتی جارہی ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اغوا ہوتے جارہے ہیں۔ موجودہ حساب سے اب جیکی اولڈ کے پاس صرف چار ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ اس نے اپنی قوت کو دوسری طرح حاصل کرنے کے لیے یقیناً اعلیٰ بی بی کو اغوا اس طرح کرایا ہوگا کہ سارا الزام امریکی اکابرین پر آرہا ہے۔"

بیزون نے کہا "یہ تو ہم سب ہی جانتے ہیں کہ جیکی اولڈ کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو الپا نے اغوا کیا تھا لیکن ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کس نے اغوا کیا ہوگا؟ کیا انہیں بھی الپا نے ہی اغوا کیا ہے؟"

"مجھے تو ایسا ہی لگ رہا ہے۔ جس طرح جیکی اولڈ کی قوت کم ہوتی جارہی ہے۔ اس طرح الپا اپنی قوت بڑھاتی جارہی ہے۔"

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی بڈی رابرٹ نے کہا "الپا بہت تیزی دکھاتی جارہی ہے۔ اس کے لیے سوچا جائے۔"

تیج پال نے کہا "سوچتا کیا ہے۔ اب الپا ہمارے ٹارگٹ پر رہے گی۔ تم چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیل میں سراغ رسانی کرنے کے مختلف اکابرین' فوجی افسران اور وہاں کی انٹیلی جنس والوں کے دماغوں میں چکر لگاتے رہو گے۔ کہیں نہ کہیں سے کوئی سراغ ضرور ملے گا۔"

دوسری طرف علی نے آندرے کی حیثیت سے اس اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا۔ اعلیٰ افسر نے اپنا غصہ برداشت کرتے ہوئے کہا "میں تم سب سے ناراض ہوں۔"

علی نے کہا "میں سمجھ رہا ہوں کہ ہم نے آپ سے رابطہ کرنے میں بہت دیر کی ہے لیکن آپ دیر کی وجہ سنیں گے تو خوش ہوجائیں گے۔"

"ایسی کیا خوشی کی بات ہے؟"

"آپ ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر سے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کریں میں بتا رہا ہوں۔"

اس نے فوراً ہی رابطہ کیا تو علی نے کہا "میں پیرس میں تھا۔ پتا چلا کہ سونیا اور فرہاد جمیل کے پاس والے کائیج میں ہیں۔ میں نے اس طرف توجہ نہیں دی کیونکہ ان سے ٹکرانا مناسب نہیں تھا لیکن پھر میں نے ان کے ساتھ ان کی بیٹی اعلیٰ بی بی کو دیکھا تو ذہن میں کھٹک سی ہوئی کہ کوئی گڑبڑ ہوسکتی ہے۔ میں نے ایک شاپنگ سینٹر میں چھپ کر اعلیٰ بی بی کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ یقین ہوگیا کہ آئندہ میں کسی وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں۔ لہٰذا میں وہاں سے واپس ہوگیا لیکن ان کی نگرانی کرتا رہا۔ اچانک چار گھنٹے بعد جب میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں گیا تو مجھے حیرانی ہوئی وہ ایک طیارے میں بیٹھی ہوئی تھی اور طیارہ پیرس کے رن وے پر پرواز کررہا تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا ایک شخص اس سے باتیں کررہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا وہ ہماری خفیہ ایجنسی کا انچارج تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ آپ لوگ اعلیٰ بی بی کو اغوا کرکے واشنگٹن پہنچا رہے ہیں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہوئی میں نے سوچا مجھے اس کے دماغ میں رہنا چاہیے تاکہ کوئی برا وقت آئے تو میں ان کے لیے کچھ کرسکوں....."

"مسٹر آندرے ہم پر تو برا وقت آچکا ہے۔"

"آپ پہلے میری پوری بات سن لیں۔ میں نے آدھے گھنٹے کے بعد محسوس کیا کہ طیارہ بحرالاٹلانٹک تک پہنچتے پہنچتے اپنا رخ بدل رہا ہے۔ میں نے فوراً ہی اس انچارج کے ذریعے اس پائلٹ کو

مخاطب کیا پھر اس پائلٹ کے دماغ میں پہنچا تو ناکام رہا پتا چلا کہ کسی نے بڑی سختی سے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق اس طیارے کا رخ بدل کر کہیں لے جا رہا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح میں اس بازی کو پلٹ دوں اس کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ انچارج اس پائلٹ کو گولی مار کر زخمی کرے تاکہ اس کا دماغ کمزور ہو جائے اور پھر میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس طیارے کو واشنگٹن کی طرف لے جاؤں۔"

"پلیز آندرے مختصر حالات بیان کرو۔"

"سر اگر میں تفصیل سے یہ باتیں بیان نہیں کروں گا تو آپ کو کیسے پتا چلے گا کہ میں اپنی ذمے داریوں سے غافل تھا یا کہیں بہت زیادہ مصروف تھا۔"

"ہمیں اب یقین ہو گیا ہے کہ تم بہت مصروف رہے ہو یہ بتاؤ کہ آگے کیا ہوا؟"

"کیا ہونا تھا۔ جب میرے اکسانے پر اس انچارج نے ریوالور نکال کر پائلٹ کیبن کا دروازہ کھول کر اسے زخمی کرنا چاہا تو اس سے پہلے پائلٹ نے پلٹ کر اسے گولی مار دی۔ گویا ایک دماغ میرے قبضے میں تھا وہ بھی مردہ ہو گیا اب میں صرف اعلیٰ بی بی کے دماغ میں رہ سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں رہ کر پتا چلا کہ طیارے کو اٹلی شہر کے مشرقی ساحل کی طرف پہاڑی علاقے کے ویرانے میں اتارا گیا ہے پھر میں اس سے آگے کچھ معلوم نہیں کر سکا۔"

"کیوں معلوم نہ کر سکے بات کیا ہوئی تھی۔"

"بات یہ ہوئی کہ پائلٹ نے طیارے کا دروازہ کھول کر اعلیٰ بی بی ... کا ہاتھ پکڑ کر نیچے اترنا چاہا۔ وہ دروازہ اونچائی پر تھا۔ اترنے کے لیے سیڑھیاں نہیں تھیں۔ میں نے اعلیٰ بی بی کے ذریعے صرف اتنا ہی دیکھا کہ وہاں نیچے ایک نوجوان کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ریوالور نکال کر فوراً ہی پائلٹ کو گولی مار دی۔ اس کے بعد پھر اعلیٰ بی بی سے کہا "وہاں سے چھلانگ لگاؤ۔ میں تمہیں کیچ کر لوں گا۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔

اعلیٰ بی بی اس کے سوا کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ لہٰذا اس نے وہاں سے چھلانگ لگائی اس نوجوان نے اسے دونوں بازوؤں میں کیچ کر لیا۔ اس کے بعد بس چند سیکنڈ گزرے ہوں گے کہ اعلیٰ بی بی کے بازو میں سوئی چبھوئی گئی اور وہ بے ہوش ہو گئی۔"

"وہ بڑی چالاکی سے کام کر رہے تھے۔ وہ یقیناً سوچ رہے ہوں گے کہ سونیا اور فرہاد اعلیٰ بی بی کے دماغ میں ہوں گے یا اسے اغوا کرنے والے اور طیارے کا رخ بدلنے والے بھی اعلیٰ بی بی کے دماغ میں ہوں گے۔ پتا نہیں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لیے اسے پہلے سے ہی بے ہوش کر دیا تاکہ کوئی اس کے دماغ میں نہ آ سکے۔"

"ہاں سر یہی بات ہے۔ ہم سب مجبور ہو گئے۔ اس کے بعد اب تک اتنی کوششیں کر رہے ہیں لیکن ہمیں اعلیٰ بی بی کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔"

ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "ہم آندرے سے اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بہت خوش ہیں۔ اس حد تک تو ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ اعلیٰ بی بی کو اٹلی کے کسی مقام پر پہنچایا گیا ہے اور وہ مقام مشرقی حصے میں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اسے اٹلی کے مخالف سمت لے جائیں۔ آپ لوگ ہماری خفیہ ایجنسیوں اور خاص سیکرٹ ایجنٹوں کو جو اٹلی میں ہیں فوراً اطلاع دیں اور یہ سب باتیں بتا کر اعلیٰ بی بی کی عمر اس کا قد وغیرہ بتائیں۔ تاکہ اسے تلاش کرنے میں آسانی ہو سکے۔"

علی نے آندرے کی حیثیت سے کہا "اب ہمارے دو سراغ رساں اٹلی کے مختلف علاقوں کے مختلف لوگوں کے دماغوں میں پہنچے رہیں گے اور وہاں اپنی ایجنسیوں اور سیکرٹ ایجنٹوں کی مدد کرتے رہیں گے۔ باقی دو سراغ رساں اب جیکی اولڈ کی تلاش میں لگے رہیں گے۔"

"جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ جیکی اولڈ آسٹریا کے شہر ویانا یا کسی دوسرے علاقے میں ہے جہاں پیری ماؤنٹ کو ہلاک کیا گیا ہے وہاں ہمارے سراغ رساں موجود ہیں۔ جو تیج پال کی رہنمائی میں بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔"

ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر نے کمپیوٹر کے ذریعے اپنے ایک ماتحت افسر سے کہا "اگرچہ جیکی اولڈ کو گرفتار کرنا ضروری ہے اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی گرفتار کرنا ضروری ہے لیکن سب سے ضروری کام یہ ہے کہ ہمیں فرہاد کی دی ہوئی مہلت کے مطابق اعلیٰ بی بی کو حاصل کرنا ہے لہٰذا آندرے سے کہا جائے کہ وہ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ساتھ لے کر کسی بھی طرح اعلیٰ بی بی کو تلاش کرے اور یہ معلوم کرے کہ اسے کس نے اغوا کیا ہے۔"

علی نے بحیثیت آندرے کہا "ابھی اچانک ایک بات یاد آئی ہے۔ جب میں اس پائلٹ کے دماغ میں جانے کے لیے جدوجہد کر رہا تھا اور اس کے دماغ میں رہنے والا مجھے اس کے دماغ میں جگہ نہیں دے رہا تھا تو اس مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بڑی دیر تک جدوجہد ہوتی رہی۔ وہ خاموشی سے مجھے روک رہا تھا اس وقت اس کی سوچ کی لہروں سے جو آواز ابھری وہ ایک عورت کی تھی۔ تب میں نے یہ سوچا کہ سونیا ایک ماں کی حیثیت سے اپنی بیٹی کو حاصل کرنے کے لیے طیارے کو واپس پیرس لے جانا چاہتی ہے لیکن آپ کی باتیں سن کر میں سوچ رہا ہوں کہ جب وہ پیرس لے جانا چاہتی تھی تو اس نے طیارے کو اٹلی میں کیوں اتارا؟"

"اس کی وجہ ہم سب کی سمجھ میں آ گئی ہے۔ تم جسے سونیا سمجھ رہے ہو وہ سونیا نہیں الپا تھی لیکن وہ بھی اعلیٰ بی بی کو اغوا کرنے میں ناکام رہی اور جیکی اولڈ اعلیٰ بی بی کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اب تو معلوم ہو گیا کہ جیکی اولڈ نے اعلیٰ بی بی کو اٹلی میں چھپا کر رکھا ہو گا۔ اس سے پہلے کہ وہ اعلیٰ بی بی کو وہاں سے لے جائے۔ ہمیں اس کے ارادے کو ناکام بنا دینا چاہیے۔ پہلے ہی ہم بابا صاحب کے ادارے والوں کی طرف سے نقصان اٹھا چکے ہیں۔ اب اولاد والی چیز ہے کہ سونیا اور فرہاد بپھرے ہوئے درندے بن گئے ہیں۔ انہوں نے کہہ دیا ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر انہیں ان کی بیٹی واپس مل جانی چاہیے۔ پلیز کسی طرح کوشش کرو کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اعلیٰ بی بی ہمیں واپس مل جائے تاکہ ہم اسے سونیا اور فرہاد کے حوالے کر سکیں۔"

ایسے وقت میں نے اس اعلیٰ افسر سے کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ بہت دیر سے خاموش رہ کر تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے آندرے کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس سے پہلے میں نے تیج پال کی رہنمائی میں رہنے والے کی گفتگو بھی تمہارے دماغ میں سنی۔ میں اس بات سے مطمئن ہوں کہ تم جیکی اولڈ کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اتنی اہمیت نہیں دے رہے ہو۔ جتنی کہ میری بیٹی کو تلاش کرنے کے لیے اپنی تمام خفیہ ایجنسیوں کو اور تمام خفیہ ایجنٹوں کو لگائے ہوئے ہو۔ یہ بات میرے لیے اطمینان بخش ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ ہماری دیانت داری سے ہونے والی جدوجہد کو دیکھ رہے ہیں۔ ہم ہر ممکن کوشش کریں گے کہ آپ کی دی ہوئی مہلت کے اندر آپ کی بیٹی واپس لے آئیں۔"

ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "ہم مسٹر فرہاد علی تیمور سے درخواست کرتے ہیں۔ چونکہ ان کی بیٹی کا معاملہ ہے۔ اس لیے وہ بھی ہمارے ساتھ تعاون کریں اگر وہ چاہیں تو ان کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہمارا ساتھ دے کر ہمیں اعلیٰ بی بی ... تک پہنچنے میں آسانیاں فراہم کر سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "آپ کے کہنے سے پہلے ہی بابا صاحب کے ادارے میں جتنی فوج ہے۔ وہ سب کی سب اس وقت اٹلی کے مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ وہ ہر شخص کے دماغ کو کھنگال رہے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ تمہاری ایجنسیوں والے اور سیکرٹ ایجنٹس بھی وہاں مصروف ہیں۔ وہ ہماری بیٹی ہے۔ ہم اسے ڈھونڈ نکالنے اور واپس حاصل کرنے میں زمین آسمان ایک کر دیں گے لیکن ایک بات یاد رہے اگر ناکامی ہوئی تو میرا وہ الٹی میٹم اپنی جگہ قائم رہے گا۔ اب تک چوبیس گھنٹوں میں چار گھنٹے گزر چکے ہیں۔ صرف بیس گھنٹے رہ گئے ہیں۔"

"مسٹر فرہاد آپ ہماری دیانت داری اور کوششوں کو دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے آپ کی بیٹی کو تلاش کرنے کے لیے اپنی پوری قوت صرف کر دی ہے اور کرتے جا رہے ہیں آپ کچھ خیال کریں اور ہمیں بیس گھنٹے کے بجائے چالیس گھنٹے کا وقت دیں۔"

"نہیں جو وقت دے دیا ہے۔ وہ نہیں ٹلے گا۔ اس لیے کہ تم لوگوں کو یہ شیطانی حرکت کرنے کی ضرورت کیا تھی کہ میری بیٹی کو اغوا کرو۔۔۔؟ تم میں اتنی جرأت پیدا ہو گئی۔ تمہیں اس جرأت کی سزا تو ملے گی۔ ضرور ملے گی۔"

"آپ یقین کریں کہ ہم نے یہ جرأت نہیں کی ہے۔ پیرس میں ہماری خفیہ ایجنسی کے انچارج سے یہ حماقت ہوئی تھی اور وہ حماقت کی سزا پا چکا ہے۔ اسے اس طیارے میں ہلاک کر دیا گیا ہے۔"

میں نے کہا "مجھ سے فضول باتیں نہ کرو۔ تم تمام اکابرین کا یہ فیصلہ تھا کہ ہمیں اس طرح بھڑکایا جائے گا کہ ہم تمہارے سامنے میدان عمل میں آ کر تمہیں کوئی چھوٹا بڑا نقصان پہنچائیں گے تو تم اپنے اگلے پچھلے تمام نقصانات کے الزامات ہم پر عائد کرو گے۔ اب یہ پلاننگ تو کسی حد تک تمہاری کامیاب ہو گئی۔ اعلیٰ بی بی کو اغوا کر لیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ تم تک نہیں پہنچ سکی، کوئی دوسرا اسے اڑا لے گیا۔ ہم دیکھیں گے کہ کسی دوسرے نے بھی اتنی جرأت کیسے کی ہے۔ بہرحال تمہارے علاوہ اس جرأت کرنے والے کو بھی بہت سخت سزا ملے گی اور ایسی سزا ملے گی کہ دنیا دیکھے گی۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ عبرتناک منظر دیکھیں گے۔ بس گھڑی دیکھتے جاؤ۔ بیس گھنٹے رہ گئے ہیں۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ مزید گفتگو کی ضرورت تھی اور نہ ہی معلومات حاصل کرنی تھیں کیونکہ اس کے دماغ میں علی آندرے کی حیثیت سے موجود تھا۔

○☆○

تھری جے اس گرداجھیل کے اطراف کے ایک چھوٹے سے شہر لیمون سل گرد میں اطمینان اور آرام سے تھے۔ اس بات کا انہیں اندیشہ نہیں تھا کہ وہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آ کر انہیں ٹریپ کر سکے گا۔

انہیں اس لیے اطمینان اور اعتماد تھا کہ ان تینوں نے آپس میں ایک دوسرے پر تنویمی عمل کر کے دماغ کے چور خیالات کے خانوں کو بالکل خالی کر دیا تھا اور ایک دوسرے کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ وہاں ایک عام اور پرامن شہری کی طرح رہیں گے۔ اسی حیثیت سے ان کے خیالات بھی ان کے دماغ سے ابھرا کریں گے۔ جب بھی وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کریں گے تو انجان بن کر اپنے ماضی کو اور اپنے اصلی نام کو اور اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو بالکل بھول جائیں گے۔ اس طرح کوئی ان پر شبہ نہیں کر سکے گا۔

پھر ان تینوں نے ایک دوسرے کے دماغ میں یہ بات بھی نقش کی تھی کہ وہ خوامخواہ خیال خوانی نہیں کریں گے۔ کسی خاص شخص سے لے کر ایک عام آدمی کے دماغ میں بھی نہیں جائیں گے۔ جب بے حد مجبوری ہو گی اور کسی بات کی تشویش ہو گی اور خود کو خطرے میں محسوس کریں گے تو وہ کسی بھی دشمن کے سامنے کمزور پڑ جائیں گے۔ پچھلی بار انہوں نے اس شہر کے بدمعاش واوا فرنانزو کے پاس

حاضر ہو کر اس کے آدمیوں سے مار کھائی تھی اور ذلت اٹھائی تھی۔ اس بات کو انہوں نے برداشت کیا تھا اس طرح وہ آئندہ بھی کسی سے لڑائی مول لینا بھی حماقت سمجھیں گے۔

یہ بات بھی نقش کی تھی کہ وہ اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو اس وقت استعمال کریں گے، جب بالکل جان کے لالے پڑ جائیں گے اور بچاؤ کی کوئی صورت نہیں رہے گی یا پھر ایسے وقت بھی استعمال کریں گے جب انہیں کوئی کاروبار کرنے کے لیے یا کسی اہم ضرورت کے لیے بڑی رقم کی ضرورت ہوگی تو وہ خیال خوانی کے ذریعے بڑی رقومات بڑے بڑے امیر و کبیر لوگوں کی تجوریوں سے حاصل کر لیا کریں گے۔

فی الحال ان کی کامیابی کا راز یہ تھا کہ وہ تینوں ہم مزاج تھے اور وہ تینوں سیدھی سادی زندگی گزارنا چاہتے تھے۔ ان کے اندر کوئی لالچ نہیں تھا۔ وہ دنیا جہان کی دولت سمیٹ کر اور دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے سربراہوں کو چیلنج کر کے اپنی برتری منوانا حماقت سمجھتے تھے اور اس میں اپنی سلامتی سمجھتے تھے کہ وہ ایک عام سی پر امن زندگی گزارتے رہیں گے اور کبھی کسی کو مصیبت میں دیکھیں گے یا کسی کی زندگی کو خطرے میں دیکھیں گے تو بڑی خاموشی سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد کریں گے لیکن خواہ مخواہ خیال خوانی کبھی نہیں کریں گے۔

وہ اتنی دانش مندی سے اپنی حکمتِ عملی کے مطابق زندگی گزار رہے تھے کہ اب اٹلی میں پھیلے ہوئے تمام بڑے ممالک کے ایجنسیوں کے سراغ رساں اور بڑے بڑے سیکرٹ ایجنٹس بھی ان کے سامنے سے گزرتے اور ان سے باتیں کرتے تب بھی ان پر شبہ بھی نہ کرتے کہ وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ہیں۔ انہیں تو وہ عام سا شہری سمجھ کر نظر انداز کر دیتے۔

ان تھری جے نے خیال خوانی کے ذریعے روم سے ایسے کاغذات اپنی حمایت میں بنوا لیے تھے۔ جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ آباؤ اجداد کے زمانے سے اس ملک کے میں رہتے آئے ہیں۔ اب گردا جھیل کے اطراف کوئی بزنس کرنے کے خیال سے ایک چھوٹے سے شہر لیمون سل گردا میں قیام کر رہے ہیں۔

وہاں ان تینوں نے یہ طے کیا کہ وہاں کے مقامی دولت مندوں سے مل کر بات کریں گے اور ان کے ساتھ کوئی کاروبار کریں گے۔ اگر وہاں کے مقامی دولت مند بزنس مین کی طرح شامل نہیں ہوں گے تو ہو سکتا ہے کہ ان تینوں پر کبھی کسی قسم کا شبہ کیا جائے لہٰذا وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی شامل کرنا چاہتے تھے۔

انہوں نے جلد ہی دو دولت مند بھائیوں کو ایک بزنس کے لیے آمادہ کر لیا اور ان سب نے مل کر یہ پلاننگ کی کہ وہاں بیرونی ممالک کے سیاح بڑی تعداد میں آتے ہیں اور وہاں طرح طرح کے ریستوران وغیرہ بھی ہیں۔ کلب اور دوسری تفریح گاہیں بھی ہیں۔ لہٰذا وہ ایک ایسا ریستوران قائم کریں جہاں کھانے پینے اور دیگر تفریحات کا بھی سامان ہو۔ اس سلسلے میں انہیں ایک اچھی جگہ کی تلاش تھی۔

گردا جھیل کے دو کناروں پر کئی کلو میٹر تک پھیلا ہوا ایک پہاڑی سلسلہ تھا اس پہاڑی سلسلے کا نام دولومائٹ ہے۔ بہت سے لوگ ایک کنارے سے دوسرے کنارے جانے کے لیے جھیل میں کشتیاں، موٹر بوٹ اور عوامی فیری کشتیاں استعمال کرتے ہیں اور بعض افراد ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک جانے میں جھیل کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچنے کے لیے کیبل کیبن میں سفر کرتے تھے۔ وہ کیبل کیبن بلندی پر اس جھیل کو پار کر کے انہیں دوسرے کنارے پر پہنچاتا تھا اور ہر کیبل کیبن میں چھ سیٹیں ہوا کرتی تھیں۔ ان تھری جے کے دولت مند بزنس پارٹنرز نے کہا کہ جھیل کی دوسری طرف جا کر وہاں کے کناروں پر کوئی اچھی سی جگہ ریستوران کے لیے خریدی جائے۔ لہٰذا وہ پانچ افراد ایک کیبن میں بیٹھ کر جھیل کے دوسرے کنارے گئے تھے اور صبح سے دوپہر تک وہاں کوئی اچھا سا لوکیشن تلاش کرتے رہے تھے اور کئی پلاٹوں کے مالکان سے باتیں بھی کرتے رہے تھے۔ جب وہ وہاں سے واپس دوسرے کنارے یعنی اپنے شہر لیمون سل گردا کی طرف آنے لگے تو جس کیبن میں انہیں جگہ ملی اس کی تین سیٹیں پہلے سے ریزرو تھیں۔ ان تین سیٹوں پر اعلیٰ بی بی فہمی اور علی تھے۔ علی نے فہمی کو اس لیے اپنے پاس بلایا تھا کہ دشمن صرف علی کے ساتھ ایک دس برس کی لڑکی کو دیکھ کر شبے میں مبتلا نہ ہوں۔ فہمی کے آجانے سے اب اعلیٰ بی بی فہمی کی بہن بنی ہوئی تھی۔ علی اور فہمی محض اعلیٰ بی بی کا دل بہلانے اور وہاں کے مناظر دکھانے کے لیے اس کیبل کیبن میں سفر کر رہے تھے۔ جب تھری جے اپنے دو دولت مند پارٹنروں کے ساتھ وہاں داخل ہوئے تو وہاں صرف تین سیٹیں تھیں۔ ان تھری جے میں سے ایک جے فلو اور دوسرے جے سام نے اپنے دو پارٹنرز سے کہا کہ وہ سیٹوں پر بیٹھیں وہ کھڑے ہو کر سفر کریں گے۔

شام ہو رہی تھی۔ اندھیرا پھیلنے کے بعد کیبل کیبن بند ہو جایا کرتے تھے۔ صرف دن کو چلا کرتے تھے۔ لہٰذا وہ آخری کیبن جا رہا تھا۔ اس لیے وہ پانچوں اس کیبن میں آ گئے۔ جے فلو اور جے سام ایک راڈ کو پکڑ کر کھڑے رہے۔ باقی تین بیٹھے رہے۔ جب وہ کیبن چلنے لگا تو وہ پانچوں ایک دوسرے سے کاروباری سلسلے میں گفتگو کرنے لگے۔ علی اور فہمی ان پانچوں کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں ان کسی قسم کا شبہ نہیں ہو رہا تھا کیونکہ وہ صرف بزنس کی باتیں کر رہے تھے۔

ایک کنارے سے دوسرے کنارے پہنچنے تک ان تھری جے نے علی، فہمی اور اعلیٰ بی بی کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی صرف ایک بار سرسری نظروں سے دیکھا تھا پھر اپنے پارٹنرز سے باتیں کرنے لگے تھے۔ انہیں اس بات کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ خوا مخواہ

خیال خوانی کرتے اور معلوم کرتے کہ ان کے ہم سفر کون ہیں۔ علی اور فہمی کو بھی کسی قسم کا شبہ نہیں ہوا۔ انہوں نے بھی ان کے خیالات پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

ویسے بھی وہ ان تھری جے کے دماغوں میں جاتے تو ان کی اصلیت معلوم نہ ہوتی وہ تینوں اپنے دماغوں میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اپنے ماضی کو بھول جاتے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو اور اپنے نام کو بھی بھول جاتے۔ ان کا موجودہ نام ہی انہیں یاد رہتا اور اسی کے مطابق ان کے خیالات ان کے دماغ سے ابھرتے۔

دوسرے کنارے پہنچنے کے بعد وہ ایک ایک کر کے کیبن سے اترنے لگے۔ کیبن ذرا پہاڑوں کی بلندی پر تھا اور وہاں سے نیچے جانے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ وہ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے نیچے گئے۔ نیچے ایک قیمتی کار کھڑی ہوئی تھی ایک ڈرائیور نے ان دونوں دولت مند بزنس پارٹنرز کے لیے کار کا پچھلا دروازہ کھولا وہ دونوں اندر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

وہاں کے بدمعاش دادا فرنانزو نے ایسے وقت کار کی پچھلی سیٹ کے قریب آ کر کھڑکی پر جھکتے ہوئے کہا "مسٹر میری معلومات کے مطابق تم دونوں اس شہر میں نہیں رہتے ہو بلکہ یہاں سے کئی کلو میٹر دور جھیل کے کنارے جو شہر ہے وہاں بزنس کرتے ہو۔"

ایک شخص نے کہا "ہم دونوں وہاں کے بزنس مین ہیں اور یہ تینوں شریف آدمی ہیں ہم ان کے ساتھ بزنس کرنا چاہتے ہیں۔ اسی سلسلے میں یہاں آئے ہیں، بائی دی وے آپ کون ہیں؟"

فرنانزو نے پلٹ کر اپنے آدمیوں کو مسکراتے ہوئے دیکھا پھر اس دولت مند سے کہا "یہاں کا بچہ بچہ فرنانزو کے نام سے واقف ہے۔"

"اوہ، آئی سی آپ مسٹر فرنانزو ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ یہاں کے محنت کرنے والوں سے اور کاروبار کرنے والوں سے بھتا وصول کرتے ہیں۔ آپ اعتبار رکھیں۔ آپ کا مطالبہ ہم پورا کریں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے ڈرائیور سے گاڑی آگے بڑھانے کو کہا۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھائی اور وہ کار چلی گئی۔ فرنانزو نے پھر جے تھری کی طرف گھوم کر کہا "کیا تم لوگوں کو پتا نہیں ہے کہ یہاں کوئی کام کرنے سے پہلے مجھ سے اجازت لی جاتی ہے۔ تم تینوں نے پیچھے شہر جا کر ان دولت مندوں سے ملاقات کی۔ ان سے کاروبار کے معاملات طے کیے اور مجھے اب خبر ہو رہی ہے۔"

تھری جے میں سے ایک نے کہا "جناب ابھی تو معاملہ طے ہو رہا ہے۔ کل کاروبار کے سلسلے میں آخری فیصلہ ہونے والا ہے۔ اگر فیصلہ ہو گیا تو ہم آپ کو ضرور اطلاع دیں گے بلکہ خود آپ کے پاس آ کر کاروبار کی تفصیلات بھی بتائیں گے پھر آپ سے معلوم بھی کریں گے کہ آپ ہم سے اس کاروبار کے سلسلے میں کتنا کمیشن لیا کریں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فرنانزو نے اس کے منہ پر گھونسا مارا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا پھر فرنانزو نے کہا "مجھے بیوقوف بناتے ہو۔ کاروباری معاملات پہلے طے کر رہے ہو۔ پہلے اپنا منافع دیکھو گے اور جس طرح انکم ٹیکس لینے والوں سے رقم بچائی جاتی ہے۔ اس طرح اپنا منافع کم سے کم ظاہر کرو گے کیا میں تمہیں احمق نظر آتا ہوں۔"

پھر اس نے تھری جے میں سے ایک کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا "اچھی طرح سن لو کل آخری فیصلہ ہونے والا ہو تو پہلے میرے پاس آؤ۔ میرے پاس بیٹھ کر فیصلہ کرو مجھے بتاؤ کہ کیا کرنا چاہتے ہو؟ کس کاروبار میں کتنا منافع ہوگا؟ یہ ساری باتیں میرے علم میں آئیں گی تو تم یہاں رہ کر کاروبار کر سکو گے۔ ورنہ میں تم تینوں کو اٹھا کر جھیل میں پھینک دوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے آگے بڑھ کر کہا "ارے تم کتنے طاقت ور ہو۔ ان تینوں کو اٹھا کر کیسے جھیل میں پھینکو گے؟"

فرنانزو نے علی اور فہمی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا یہ تمہاری بچی ہے؟"

علی نے کہا "ہاں ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔ اس نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ ایک آدمی تین آدمیوں کو اٹھا کر جھیل میں پھینک دیتا ہو۔ اس لیے اسے حیرانی ہو رہی ہے۔ آخر بچی ہے۔"

"بچی ہے تو اسے یہاں سے لے جاؤ۔ تم لوگ یہاں تفریح کے لیے آئے ہو۔ تفریح کر کے جہاں جانا ہے وہاں چلے جاؤ۔"

علی نے کہا "ایسے کیسے چلے جائیں۔ یہ تینوں بے چارے شریف آدمی ہیں ہم نے ان کے ساتھ کیبل کیبن میں سفر کیا ہے اور اندازہ لگایا ہے کہ یہ کسی کو نقصان پہنچانے والے نہیں ہیں اور تم انہیں مار کر کیا یہاں کے شہر زور اور حاکم بن رہے ہو؟"

فرنانزو نے علی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "اچھا تو مجھے تمہیں یہ بتانا ہوگا کہ میں یہاں کا حاکم ہوں یا نہیں؟ میرے سر پر تاج نہیں ہے لیکن میں یہاں کا بادشاہ ہوں اور شہر زور بھی ہوں۔ میری طاقت دیکھنا چاہتے ہو؟"

یہ کہتے ہی اس نے ہاتھ گھما کر علی کے منہ پر مارنا چاہا لیکن فہمی نے اس کی کلائی پکڑ لی پھر یک بارگی جوڈو کا ایسا داؤ استعمال کیا کہ وہ الٹ کر دوسری طرف جا پڑا۔ تھری جے نے حیرانی سے فہمی کو دیکھا پھر آگے بڑھ کر کہا "یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ پلیز دیکھیے آپ اس معاملے میں نہ پڑیں آپ تفریح کے لیے آئے ہیں۔ اس بچی کو ساتھ لے جائیں۔ یہ خطرناک لوگ ہیں آپ لوگوں کو زندہ نہیں جانے دیں گے۔"

اپنے بادشاہ کو ایک عورت سے مار کھاتے دیکھ کر اس کے تین ماتحت بپھر گئے تھے۔ وہ آگے بڑھ رہے تھے اور تھری جے انہیں روکنے اور سمجھانے کی کوششیں کر رہے تھے۔ فرنانزو نے زمین پر

سے اٹھ کر اپنے ماتحتوں سے کہا "ٹھہر جاؤ میں دھوکا کھا گیا تھا۔ اس نے تو کچھ نہیں کیا لیکن اس کی عورت بڑی تیز لگتی ہے۔ ابھی اس کی تیزی اور طراری ختم کرتا ہوں اس کے ماتحت پیچھے ہٹ گئے۔ علی نے تھری جے کو بھی پیچھے ہٹا کر اعلیٰ بی بی کا ہاتھ پکڑ کر کہا "آجاؤ اس غنڈے بدمعاش نے یہاں کا بادشاہ ہو کر اب تک تاج نہیں پہنا تھا۔ یہ عورت اس کو کانٹوں کا تاج پہنائے گی۔"

فرنانزو نے غصے سے کہا "ابے مرد ہو کر اپنی عورت کو لڑنے کے لیے آگے بڑھاتا ہے اور خود پیچھے ہٹ کر باتیں بناتا ہے۔ دیکھ یہاں سب کے سامنے اس کی کیا حالت کرتا ہوں۔ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔"

علی نے کہا "تیرے اس شہر میں بے شمار مرد ہیں۔ وہ اب تک تجھ سے ڈرتے رہے۔ تیرا نام سن کر مرتے رہے تو تو نے یہ سمجھ لیا کہ جو مرد دکھائی دیتے ہیں۔ وہ مرد نہیں ہوتے اور عورت تو کسی گنتی میں نہیں ہوتی میں زہریلا ہوں یا نہیں لیکن اتنا جانتا ہوں کہ جب تو مگڑ سے مر سکتا ہے تو تجھے زہر دینے کی کیا ضرورت ہے؟"

فہمی نے کہا "میرا مرد بہت غیرت مند ہے وہ اس لیے دور کھڑا ہوا ہے کہ مجھے مارنا تو دور کی بات ہے۔ میرا ہاتھ بھی تو نہیں پکڑ سکے گا۔ لے میرا ہاتھ پکڑ۔" فہمی نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

فرنانزو نے کہا "میں خوب سمجھتا ہوں۔ پہلی بار میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا تو تو نے جوڈو کاراٹے آزما کر مجھے گرا دیا تھا۔ اب دیکھ میں کیا کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے فضا میں اچھل کر اس کے منہ پر لات ماری پھر زمین پر کھڑا ہو گیا تب اسے پتا چلا کہ فہمی اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ فلائنگ کک مارتے ہوئے وہاں سے پلٹ کر اپنے ماتحت کی طرف گھوم گیا تھا اور اسے فلائنگ کک ماری تھی اس نے پریشانی سے گھوم کر فہمی کو دیکھا پھر کہا "ابھی میں اپنے ماتحت کو لات مار کر بتا رہا تھا کہ تیری کیا حالت کروں گا۔ اب دیکھو۔۔۔"

وہ دیکھنے کو کہہ رہا تھا اور لوگوں کی بھیڑ دیکھنے لگی تھی۔ سب فرنانزو سے خوف زدہ رہتے تھے۔ اس لیے دور دور تھے اور وہ تھری جے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھ رہے تھے کیونکہ جس انداز میں فرنانزو نے فہمی کو کک مارنے کے بجائے گھوم کر اپنے ماتحت کو کک ماری تھی اس سے یہی سمجھا جا سکتا تھا کہ یا تو پاگل ہے یا پھر اس کے دماغ پر کسی نے قبضہ جما کر اسے اپنے ہی ماتحت کو مارنے پر مجبور کیا تھا۔

اس کے ماتحت کی ناک اور پاؤں سے خون رسنے لگا تھا۔ فرنانزو نے اپنے دوسرے ماتحت کو قریب بلایا وہ سہما ہوا سا قریب آیا۔ اس کے آتے ہی فرنانزو نے اس کے منہ پر پیٹ پر گھونسوں کی بارش کر دی۔ اتنا مارا کہ وہ جھکتا ہوا، کراہتا ہوا، چیختا ہوا زمین پر گر پڑا پھر فرنانزو نے پلٹ کر فہمی سے کہا "دیکھا میں ایسے پٹائی کرتا ہوں۔ اب مار کھانے کے لیے تیار ہو جا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فہمی نے اچانک ایک لات گھوم کر اس کے منہ پر ماری اس سے پہلے کہ وہ لڑکھڑا کر پیچھے جاتا اس نے گھوم کر دوسری لات ماری۔ وہ ایک دم سے زمین پر چاروں شانے چت ہو گیا پھر زمین پر لیٹے ہی لیٹے سر کو چاروں گھما کر دیکھنے لگا۔ ہر طرف لوگوں کی بھیڑ تھی۔ زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ وہ اپنے ٹاؤن کے لوگوں کے سامنے کسی عورت سے مار کھا کر زمین پر گرا پڑا تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنے لباس کے اندر سے ریوالور نکالا پھر فہمی کا نشانہ لینا چاہتا تھا۔ اسی وقت اعلیٰ بی بی اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی پھر اس کے ریوالور والے ہاتھ کو پکڑ کر بولی "انکل ایسے نہیں نشانہ ایسے لیا جاتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے دونوں ہاتھوں سے اس کے ہاتھ کو موڑ دیا تو ریوالور کی نال خود بہ خود فرنانزو کی کنپٹی سے لگ گئی۔ وہ کوشش کرنے لگا کہ اس بچی سے ہاتھ چھڑا کر فہمی کو گولی مارے لیکن وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس میں سکت نہیں ہے وہ اپنا ہاتھ نہیں گھما سکتا ہے اور نہ ہی اس بچی سے اپنا ہاتھ چھڑا سکتا ہے۔

تھری جے اب اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہا ہے۔ وہاں ایسی بھیڑ لگی ہوئی تھی جیسے میلہ لگا ہو۔ اس بھیڑ میں سے دو افراد دوڑتے ہوئے فرنانزو کی طرف آنے لگے تاکہ اس کی مدد کریں۔ اس کا ریوالور اس کی اپنی کنپٹی سے لگا ہوا تھا اعلیٰ بی بی نے اسے گھما کر آنے والے دو آدمیوں کی طرف کیا پھر ٹرائیگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی اور ایک کے پاؤں میں لگی وہ لڑکھڑا کر گرا۔ ایک کو گرتے دیکھ کر دوسرا واپس بھاگنے لگا۔ اعلیٰ بی بی نے پھر اس ریوالور کو گھما کر اس بار فرنانزو کے شانے پر ریوالور کو رکھا اور ٹرائیگر کو دبایا تو فرنانزو کی حلق سے چیخ نکل گئی۔ گولی اس کے شانے کی ہڈی کو توڑتی ہوئی نکل گئی تھی۔ وہ وہیں زمین پر تڑپنے لگا تھا۔

اعلیٰ بی بی ریوالور لے کر کھڑی ہو گئی اس کے چیمبر سے تمام گولیاں نکالنے کے بعد ریوالور کو ایک طرف پھینک دیا پھر فہمی اور علی کے پاس آ گئی۔ علی نے ذرا آگے بڑھ کر بلند آواز سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "اے لوگو! تم یہاں ہزاروں کی تعداد میں ہو اور اس طرح شہر کے دوسرے علاقوں میں بھی ہزاروں لوگ ہیں پھر کیا بات ہے کہ اس ایک بدمعاش سے ڈرتے اور سہم کر زندگی گزارتے رہے ہو۔ جسے ایک بچی نے گولی ماری ہے اور جس کی پٹائی میری بیوی نے کی ہے۔ کیا تم میری بیوی جیسی عورتوں سے بھی گئے گزرے ہو کہ ایک غنڈے اور بدمعاش کو اپنے علاقے پر حکمرانی کرنے دیتے ہو؟ ہم تفریح کے لیے یہاں آئے تھے اور اب جا رہے ہیں لیکن یہ بات ہم فرنانزو سے کہہ رہے ہیں کہ وہ یہ علاقہ چھوڑ کر چلا جائے کیونکہ ابھی ہم یہاں کے دوسرے شہریوں رہیں گے۔ اگر ہمیں یہ اطلاع ملی کہ فرنانزو نے یہ شہر نہیں چھوڑا ہے تو پھر ہم یہاں آ کر اسے گولی مار کر ہمیشہ کے لیے دنیا چھوڑنے پر مجبور کر دیں

گے۔"

علی، فہمی اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ ایک کرائے کی کار میں آیا تھا وہ ان کے ساتھ اس کار میں جا کر بیٹھ گیا پھر تھری جے کو بلایا وہ تینوں اس کے قریب آئے پھر اس نے کہا "انسان کو سیدھا سادہ اور پُرامن شہری ہونا چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہونا چاہیے کہ بے جا ظلم برداشت کرے۔ تم لوگ اس کی گالیاں سنتے رہے اور مار کھاتے رہے۔ اپنے اندر حوصلہ پیدا کرو۔ اس سے زیادہ میں اور کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔" یہ کہہ کر علی نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا آگے چلا گیا۔

وہ تھری جے اس آگے جانے والی کار کو دیکھتے رہے پھر ایک دوسرے کے بالکل قریب ہو کر زیرِ لب کہتے رہے "یہ نوجوان ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ ہم نے جو تماشا دیکھا ہے اور سمجھا ہے وہ دوسرے تماشا دیکھنے والے سمجھ نہیں پائے ہیں۔"

ان تھری جے میں سے جے کانو نے کہا "تھینکس گاڈ ہم نے اپنے آپ کو روپوش رکھنے کے سلسلے میں بڑی حکمت عملی سے کام لیا ہے۔ ورنہ ہم آج ضرور بے نقاب ہو جاتے۔"

اسی وقت انہوں نے دیکھا کہ علی کی گاڑی پھر واپس آ رہی ہے اور اس کے آگے پیچھے پولیس والوں کی دو گاڑیاں ہیں۔ وہ سب پھر فرنانزو کے قریب آ کر رک گئے علی نے کار سے اتر کر کہا "یہ تمہارے شہر کا بے تاج بادشاہ ہے اور تم پولیس والوں کا ہیرو ہے۔ اسے دیکھو یہ ایک زخمی کتے کی طرح پڑا ہوا ہے۔ کوئی آگے بڑھ کر اسے اٹھانے کی جرأت نہیں کر رہا ہے۔ اب تم پولیس والے ہی اس کے لیے کچھ کر سکتے ہو۔ انسپکٹر نے کہا "ہم تو اس کے لیے جو کچھ بھی کریں گے لیکن تم کو یہاں سے نہیں جانے دیں گے۔ تم نے یہاں کا امن و امان خراب کیا ہے۔"

علی نے مسکرا کر کہا "اچھا تو اب سے پہلے بہت امن و امان تھا یہاں کے لوگوں کو لوٹا جا رہا تھا اور تم لوگ اس بستا لینے والے فرنانزو سے بستا لے کر اسے آزادی دیتے تھے کہ یہ یہاں اپنا ظلم و ستم جاری رکھے۔"

انسپکٹر نے کہا "یُو شٹ اَپ، تمہارا ایسا کہنے سے ہم پولیس والوں پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ یہاں کے لوگوں میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ وہ ہمارے خلاف کچھ بول سکیں۔"

علی نے پھر بلند آواز سے کہا "اے لوگو تم سن رہے ہو۔ اب بھی وقت ہے۔ کہو کہ یہاں عزت سے اور خودداری سے جینا چاہتے ہو یا ایسے حرام خور اور بستا خور بدمعاشوں کے سائے میں رہ کر بزدلوں کی طرح زندگی گزارنا چاہتے ہو۔"

ایک شخص نے ہاتھ اٹھا کر چیختے ہوئے کہا "ہم عزت سے اور خودداری سے یہاں رہیں گے۔ اس کے ساتھ ہی پھر دوسرے بھی بولنے لگے اور جیسے جیسے بولنے لگے پورا مجمع بھی چیخنے لگا۔ ان پولیس والوں کو پتھروں سے مارنے لگے۔ وہ پولیس والے فوراً ہی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ علی نے ہاتھ اٹھا کر کہا "رک جاؤ ابھی ایسی حرکتیں نہ کرو۔ ابھی ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔"

سب رک گئے۔ علی نے انسپکٹر سے کہا "اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر آؤ اور اس بدمعاش کو اٹھا کر اس شہر سے دور کہیں لے جاؤ لیکن جانے سے پہلے یہ سرکار کے نام عرضی لکھ کر جاؤ کہ تم نے یہاں بدمعاشوں کے ساتھ رہ کر بڑے جرائم کیے تھے یہاں کے لوگ تمہیں ناپسند کرتے ہیں۔ اس لیے تم یہاں سے جا رہے ہو اگر نہیں جاؤ گے تو اس شہر کے لوگ تمہیں جینے نہیں دیں گے۔"

وہ کاغذ قلم لے کر لکھنے لگا۔ جب تحریر مکمل ہو گئی تو علی نے اسے پڑھا پھر اسے ایک ہاتھ سے پکڑ کر کہا "دیکھو اس انسپکٹر نے اپنے جرم کا اقبال کیا ہے۔ تم میں سے یہاں کا جو سب سے بزرگ اور محترم شخص ہے۔ وہ آگے آئے اور اس کاغذ کو اپنے پاس رکھ کر اپنی ایسی ایک جماعت بنائے جو یہاں امن و امان قائم رکھ سکے اور کسی غنڈے کو یہاں رہنے کی اجازت نہ دے۔"

دو افراد اس مجمع میں سے نکل کر آئے۔ انہوں نے وہ کاغذ لیا پھر تمام افراد کہنے لگے "ہم اس بات سے اتفاق کرتے ہیں۔ آئندہ ہم وہی کریں گے۔ جو آپ کہہ رہے ہیں۔"

علی نے کہا "انسپکٹر چلو اس زخمی غنڈے کو اٹھا کر اس شہر سے باہر چلے جاؤ۔"

انسپکٹر نے اس کے حکم کے مطابق فرنانزو کو اٹھایا۔ اپنی گاڑی میں ڈالا پھر وہاں سے جانے لگا۔ جب علی کار میں بیٹھ کر جانے لگا تو سب لوگ تالیاں بجا بجا کر اس کی تعریفیں کرنے لگے۔ وہ ایک ہاتھ سے ڈرائیو کرتا ہوا دوسرا ہاتھ کھڑکی سے باہر نکال کر الوداعی انداز میں ہلاتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔

تھری جے مسکراتے ہوئے خوش ہو کر علی کی گاڑی کو دور جاتے دیکھ رہے تھے اور یہ تسلیم کر رہے تھے کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا تعلق یقیناً بابا صاحب کے ادارے سے ہو گا۔ کیونکہ اسی ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تعمیری عمل کو پسند کرتے ہیں اور تخریبی عمل کے خلاف جہاد کرتے رہتے ہیں۔ یہ بھی تھری جے کی خوش قسمتی تھی کہ وہ تینوں فطرتاً تعمیری عمل کی طرف راغب تھے اور ان تینوں نے اب تک کوئی تخریبی کارروائی نہیں کی تھی۔ اسی لیے وہ علی اور فہمی کے قریب رہ کر بھی بے نقاب ہونے سے محفوظ رہے تھے۔ اس طرح محفوظ رہنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ جناب تہزبی اور آمنہ اور ادارے کے دوسرے چند علمائے کرام جو عبادت اور ریاضت کے ذریعے علم روحانیت کے مراحل سے گزر رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے علی اور فہمی کو نہیں بتایا تھا کہ وہاں تین مثبت اور نیک خیالات رکھنے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔

○☆○

امریکا کے تمام اکابرین، تمام سراغ رساں اور تمام خفیہ

ایجنسیاں اور ان کے علاوہ ان کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سب ہی نے الپا کو اپنا ٹارگٹ بنا لیا تھا۔ ان سب کو یقین ہو چلا تھا کہ اس نے اعلیٰ بی بی کو اغوا کر کے کہیں چھپایا ہے اور وہ اسرائیل کے ہی کسی علاقے میں ہو گی۔

الپا اور برین آدم کو خفیہ طور پر رپورٹ مل رہی تھی کہ اسرائیل میں امریکی جاسوس اور خفیہ ایجنسی والے دیکھے جا رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ہوں گے جو ابھی پہچانے نہیں گئے ہیں۔ امریکا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہاں کسی نہ کسی کو آلۂ کار بنا کر موجود ہوں گے۔ گویا کہ وہ اعلیٰ بی بی کو اس جگہ تلاش کرنا چاہتے ہیں۔

برین آدم اور الپا نے اپنی اور تمام اسرائیلی اکابرین کی حفاظت کے لیے سخت انتظامات کیے تھے۔ وہاں کے حساس شعبوں میں یہ حکم جاری کیا گیا تھا کہ اس شعبے میں داخل ہونے والے جو افسران ہیں وہ فی الحال چھٹی پر رہیں گے۔ چند افسران ڈیوٹی پر رہا کریں گے اور جب وہ ڈیوٹی پر جائیں گے تو پہلے الپا ان کے خیالات پڑھے گی پھر انہیں اپنے شعبے میں کام کرنے کی اجازت دے گی اور یہ بھی حکم صادر کیا گیا تھا کہ ان کے ملک میں غیر ملکی سراغ رسانوں کی بھرمار ہو رہی ہے۔ لہٰذا ان سے چوکس رہا جائے۔ انہیں تلاش کیا جائے۔ اس بات کی تصدیق ہوتے ہی کہ وہ غیر ملکی سراغ رساں یا سیکرٹ ایجنٹس ہیں انہیں فوراً ہی گولی مار دی جائے۔ ایسے ہی وقت میں نے برین آدم کو فون کے ذریعے کہا "میں وہی اجنبی ہوں۔ آپ فوراً الپا کو بلائیں میں پانچ منٹ بعد فون کروں گا۔"

اس میں شبہ نہیں تھا کہ امریکی اکابرین یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ ان کی دشمنی فی الحال نہ الپا ہے، نہ جیکی اولڈ ہے اور نہ کوئی دوسرا دشمن ہے۔ صرف ہم درپردہ ان کے لیے دردِ سر بنتے جا رہے ہیں اور مسائل پر مسائل پیدا کرتے جا رہے ہیں۔

ہمارا طریقہ کار ایسا تھا کہ وہ براہِ راست اپنے مسائل حل کرنے کے لیے ہم سے رجوع نہیں کر سکتے تھے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ اعلیٰ بی بی، الپا کے پاس ہے تو وہ الپا کی طرف دوڑ رہے تھے۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ جیکی اولڈ آسٹریا میں ہے تو وہ جیکی اولڈ کی طرف دوڑ رہے تھے۔ کسی نہ کسی کو گرفت میں لے کر اپنے مسائل کو کم سے کم کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

میں نے دوبارہ فون پر رابطہ قائم کیا تو برین آدم کے پاس الپا موجود تھی۔ میں نے کہا "ہم نے اعلیٰ بی بی کو اغوا کر کے چھپایا ہے تو اب سب ہی لوگ پریشان ہیں۔ امریکی اکابرین کی پریشانیاں قابلِ دید ہیں۔ مجھے تو بڑا لطف آ رہا ہے کہ ایک طرف امریکی اکابرین پریشان ہیں اور دوسری طرف سونیا اور فرہاد اپنی بیٹی کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

الپا نے مسکرا کر کہا "آپ نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ چار ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے حوالے کیے ہیں تو بھلا میں آپ کے کام کیسے نہ آؤں۔"

"شاید تمہیں یہ بات معلوم ہو گی کہ جیکی اولڈ نے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا تھا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس نے سونیا اور فرہاد کی بیٹی اعلیٰ بی بی کو اغوا کر کے کہیں چھپایا ہوا ہے۔"

"ہاں ہم نے سب سنا ہے اور ان کی غلط فہمی پر خوش ہو رہے ہیں۔ اگر وہ جیکی اولڈ پر شبہ کر رہے ہیں تو کرتے رہیں۔ ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"ہاں اب انہوں نے پھر انٹرپول والوں سے مدد لی ہے۔ آسٹریا میں جو انٹرپول والے ہیں۔ ان سے ملاقات کے لیے ہمارے چند افسران یہاں آسٹریا کے شہر ویانا پہنچے ہوئے ہیں۔ ان افسران میں بھی موجود ہوں اور ہم نے اپنے طور پر کام کرتے ہوئے یہ معلوم کر لیا ہے اور بڑی اچھی طرح تصدیق کی ہے کہ جیکی اولڈ ویانا میں ہی ہے۔"

یہ سن کر الپا اور برین آدم کچھ پریشان ہوئے کہ اگر جیکی اولڈ گرفتار ہو گا اور اس کے دعوے کے مطابق اعلیٰ بی بی اس کے پاس سے برآمد ہو گی تو ان کا اجنبی محسن ان سے بدظن ہو جائے گا پھر کبھی الپا اور برین آدم کے لیے کام نہیں کرے گا۔ نہ ہی انہیں مزید ٹیلی پیتھی جاننے والا فراہم کرے گا۔ الپا نے پریشان ہو کر مجھ سے پوچھا "یہ تو اچھی بات ہے کہ آپ بھی انٹرپول کے افسران کے ساتھ ویانا شہر میں موجود ہیں۔ کیا جیکی اولڈ کا کوئی سراغ مل رہا ہے؟"

"اس حد تک معلوم ہو چکا ہے کہ اسٹیڈیم کی طرف جانے والی شاہراہ کے بائیں طرف فتحہ اسٹریٹ سے لے کر ایلین اسٹریٹ تک کے درمیانی علاقے میں کسی بنگلے کے اندر چھپا ہوا ہے۔ میک اپ میں ہے اسے پہچاننا مشکل ہے لیکن ہم پہچاننے کی کوشش کریں گے۔"

"مسٹر ان نون میں آپ سے ایک درخواست کرتی ہوں پلیز آپ مجھ پر بھروسا کریں اور مجھے تھوڑی دیر تک اپنے دماغ میں اس وقت آنے دیں جب یہ معلوم ہو جائے کہ وہ جیکی اولڈ کس اسٹریٹ کے کسی بنگلے میں ہے۔"

میں نے کہا "میڈم الپا آپ نے تو میری منہ کی بات چھین لی۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ اگر جیکی اولڈ کا صحیح سراغ مل جائے اور ہم ٹھیک اس کے بنگلے میں پہنچ جائیں تو ایسے وقت آپ کی موجودگی لازم ہے تاکہ وہ دوسروں کے سامنے زبان کھولنا چاہے تو آپ اس کی زبان بند رکھیں اور اسے ٹریپ کر کے کسی طرح اسے وہاں سے نکال لے آئیں تاکہ وہ بھی آپ کا معمول اور تابع بن جائے۔"

"اوہ میں کس زبان سے آپ کا شکر ادا کروں مجھے تو زندگی میں اب تک اتنا بڑا محسن نہیں ملا ہے۔ جیکی اولڈ میرا تابع بن جائے اور وہ بھی آپ کے ذریعے تو میں زندگی بھر آپ کو اپنا محترم بزرگ

مان کر آپ کی ہر بات پر عمل کیا کروں گی۔"

"آپ احسان مندی کی باتیں نہ کریں۔ بس بالکل تیار رہیے میں اگلے کسی بھی لمحے میں آپ لوگوں سے رابطہ کرسکتا ہوں بلکہ میں یہ کہوں گا کہ آپ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد میرے دماغ میں تھوڑی تھوڑی دیر تک آتی اور جاتی رہیں۔ اس طرح آپ کو ہماری مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔"

"یہ بالکل صحیح طریقہ ہے۔ میں آدھے گھنٹے کے بعد آپ کے دماغ میں آنا شروع کروں گی۔"

میں نے فون کا رابطہ بند کردیا۔ یہ بات درست تھی کہ انٹرپول والے دیوانا میں جیکی اولڈ کو تلاش کررہے تھے اور انہیں یقین تھا کہ وہ اسی شہر میں ہے اور اگر کسی دوسرے شہر میں ہوگا تو وہاں کے سراغ رساں ان کو فوراً ہی مطلع کریں گے۔ مجھے اور سونیا کو اعلیٰ بی بی ... کی فکر نہیں تھی۔ وہ تو اپنے بھائی علی کے پاس تھی۔ ہم پیرس سے بہت پہلے ہی روانہ ہو کر دیوانا پہنچ گئے تھے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں رپورٹ دے رہے تھے کہ انٹرپول والے کس طرح مصروف ہیں اور کہاں کہاں جیکی اولڈ کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ وہ سب انٹرپول کے اہم افسران کے دماغوں میں تھے ان کے ذریعے بھی ان کے دماغوں میں ضرورت کے وقت پہنچ جایا کرتے تھے۔

جیکی اولڈ کو یعنی نارنگ کو صرف سونیا سے خوف آتا تھا وہ اس سے بے زار بھی رہتا تھا' پریشان بھی ہوتا تھا اور اس کا فرماں بردار بھی بنا رہتا تھا تاکہ وہ اسے جیکی اولڈ کے جسم میں رہنے کا زیادہ سے زیادہ موقع دیتی رہے۔ اسے پورا یقین تھا کہ امریکا کے اکابرین ہوں یا انٹرپول والے ہوں کوئی بھی اس کے قریب نہیں پہنچ سکے گا اگر پہنچے گا تو وہ اپنے بچاؤ کا راستہ بنالے گا۔

اس یقین کے باوجود وہ سمجھ رہا تھا کہ کوئی اس کے قریب پہنچے یا نہ پہنچے مگر سونیا کسی وقت بھی پہنچ جاتی ہے اور یہ درست تھا کیونکہ سونیا کی پشت پر آمنہ تھی اور آمنہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ آتما شکتی کو شیطانی شکتی بنا کر استعمال کرے اور دوسروں کو نقصان پہنچاتا رہے۔ لہٰذا وہ اسے کسی ایک جسم میں محدود کردینا چاہتی تھی۔ تاکہ آئندہ وہ پھر کبھی پوری طرح آتما شکتی حاصل نہ کرسکے اس کے لیے پہلے سے منصوبہ بنایا جاچکا تھا کہ اب کیا ہونا چاہیے۔

آدھے گھنٹے بعد الپا میرے دماغ میں آئی۔ جیسا کہ اس کی عادت تھی۔ اس نے میرے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی تو اسے یہی معلوم ہوا کہ میں انٹرپول کا ایک افسر ہوں اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "مسٹر میں آپ کے خیالات سے آپ کا نام معلوم کرچکی ہوں اور آپ کا نام ہے ڈی کوسٹا نارو۔"

میں نے مسکرا کر کہا "اپنے دماغ میں کسی خیال خوانی کرنے والے کو آنے کی اجازت دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمارے ذاتی معاملات بھی معلوم کرلیتا ہے۔ بہرحال آپ سے تو دوستی اور اعتماد قائم کرنا ہے۔ آپ میرے خیالات بڑی آزادی سے پڑھ سکتی ہیں۔ جو معلوم کرنا چاہیں کرسکتی ہیں۔ فی الحال ایک ضروری کام کریں' ہمیں معلوم ہوگیا ہے کہ وہ سیونتھ اسٹریٹ کے پانچویں بنگلے میں رہتا ہے اور ابھی انٹرپول والے اسے چاروں طرف سے گھیر کر اس کے بنگلے کے اندر داخل ہونے والے ہیں۔"

"مسٹر ڈی کوسٹا نارو! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ اپنے اور دو چار افسروں سے باتیں کریں۔ تاکہ میں ان کے دماغوں میں بھی جاتی رہوں اور اس طرح یہ کہ انہیں بھی اپنا آلۂ کار بناتی رہوں۔"

"ہاں میں ان سے باتیں کررہا ہوں آپ ان کے دماغوں میں بھی پہنچ سکتی ہیں کیونکہ ان میں کوئی بھی یوگا کا ماہر نہیں ہے۔"

میں نے اپنے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دو سراغ رسانوں سے باتیں کیں اور ان کے دماغوں میں الپا کو پہنچا دیا۔ انہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ انٹرپول کے افسروں کا رول ادا کریں گے۔ اس لحاظ سے الپا نے ان کے خیالات پڑھے تو اسے یہی معلوم ہوا کہ وہ انٹرپول کے افسران ہیں پھر وہ سب اس بنگلے میں داخل ہوئے جہاں نارنگ جیکی اولڈ کے جسم میں تھا۔ اس وقت وہ ایک حسینہ کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ مجھے اور دو افسروں کو داخل ہوتے دیکھ کر ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا پھر پوچھا "کون ہو تم لوگ؟"

ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں نے کہا "ہم انٹرپول والے ہیں اور تمہیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔"

"کس جرم میں گرفتار کرنے آئے ہو؟"

"اس لیے کہ تم جیکی اولڈ ہو اور ہم تمہیں گرفتار کرکے جب ٹارچر سیل میں لے جائیں گے اور تمہارے چہرے سے میک اپ دھو کر تمہاری اصلیت معلوم کریں گے تو سب معلوم ہوجائے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس کے ساتھ شراب پینے والی حسینہ قہقہہ لگاتی ہوئی ایک طرف گئی پھر پلٹ کر نارنگ سے بولی "ہیلو نارنگ کیا میں نے اپنی آواز اور لب ولہجے کو بدلا ہے تو مجھے پہچان سکتے ہو؟"

وہ حیرانی سے بولا "تم؟ تم تو الپا ہو۔ ہاں میں تمہاری اس نائٹ پارٹنر کے دماغ میں رہ کر بول رہی ہوں۔ تمہیں اپنی آتما شکتی پر بڑا غرور تھا اور دو بار تم میرے دماغ میں زبردستی گھس آئے تھے۔ یاد ہے یا نہیں۔"

ہمارے ایک سراغ رساں نے اس عورت کو دیکھتے ہوئے کہا "میڈم الپا ہم اس وقت مسٹر فراد کی اغوا ہونے والی بیٹی اعلیٰ بی بی کو اس کے پاس سے برآمد کرنے آئے ہیں۔ اس نے اس بچی کو کہیں چھپا کر رکھا ہے۔ پہلے ہمیں ہمارا کام کرنے دیں۔ اس کے بعد آپ اپنے معاملات کے مطابق مداخلت کریں۔"

نارنگ نے مجھے اور دونوں سراغ رسانوں کو دیکھ کر حقارت سے کہا "میں جانتا ہوں تم لوگ امریکا کی طرف سے آئے ہو۔ مجھے گرفتار کرکے اعلیٰ بی بی کو برآمد کرنا چاہتے ہو لیکن یہ کبھی ہو نہیں سکے گا۔"

میں نے اور دونوں سراغ رسانوں نے اپنے اپنے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھا۔ پھر کہا "اگر تم نے زبان نہیں کھولی اور اعلیٰ بی بی کو ہمارے حوالے نہ کیا تو ہم تمہیں گولی ماردیں گے۔"

وہ قہقہے لگانے لگا پھر بولا "مجھے مار کر بھی نہیں مار سکو گے۔ اس لیے کہ میں مرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ مر کر زندہ رہنے والوں میں سے ہوں۔"

الپا نے اس عورت کی زبان سے کہا "یہ درست کہہ رہا ہے۔ دراصل یہ جیکی اولڈ نہیں ہے وہ تو سب کا مرچکا ہے۔ نارنگ کی آتما اس کے جسم میں سائی ہوئی ہے۔ یہ دراصل گرو گھنٹشام نارنگ ہے جو رفتہ رفتہ اپنی آتما شکتی کو کھو رہا ہے اور آج میں اس کی آتما شکتی کو اور زیادہ کمزور کروں گی۔ یہ کہتے ہی اس نے ہمارے ایک سراغ رساں کے دماغ پر قبضہ جمایا اس سراغ رساں نے ہماری پلاننگ کے مطابق یہی ظاہر کیا کہ اس کا دماغ الپا کے قبضے میں آگیا ہے۔ الپا نے اس کے ذریعے ریوالور سے گولی چلائی۔ ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ دو گولیاں نارنگ کے جسم میں لگیں۔ وہ لڑکھڑا کر صوفے پر الٹ گیا پھر اٹھنا چاہتا تھا کہ الپا نے اس سراغ رساں کے ذریعے اس پر مزید گولیاں برسائیں۔ اس کے جسم کو جیسے گولیوں سے چھلنی کردیا۔ اب وہ بے دم ہو کر فرش پر چاروں شانے چت ہوچکا تھا۔ یعنی کہ مرچکا تھا۔

الپا نے نارنگ کے کچھ اور کہنے سے پہلے کہ اعلیٰ بی بی اس کے پاس ہے یا نہیں۔ یا اس نے امریکی اکابرین سے جھوٹ کہا ہے' یا سچ کہا ہے۔ یہ اعتراف کرنے سے پہلے ہی اسے گولی ماردی۔ اس طرح الپا نے اس کی زبان بند کردی۔ اب نارنگ' جیکی اولڈ کی حیثیت سے یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ اس نے اعلیٰ بی بی کو اغوا کیا ہے تو کہاں چھپا کر رکھا ہے؟

الپا نے اس لیے بھی اسے فوراً گولیوں سے چھلنی کردیا تاکہ وہ میرے سامنے بھی یہ اعتراف نہ کرے کہ اس نے اعلیٰ بی بی کو کہاں قید کیا ہے۔ کیونکہ وہ مجھے اپنا دوست مہربان اور محسن کہتی تھی اور ہمیشہ مجھے فریب دے کر اپنا ساتھی بنائے رکھنا چاہتی تھی۔

وہ جیکی اولڈ کو ہلاک کرنے کے بعد میرے دماغ میں آکر بولی "مسٹر ڈی کوسٹا نارو! آپ مطمئن ہیں نا؟ میں نے دشمن کو ختم کردیا ہے۔"

میں بولا "یہ آپ نے درست نہیں کیا ہے۔ اگر وہ زندہ رہتا تو اس سے اور بہت سی باتیں اگلوائی جاسکتی تھیں۔"

"ہمیں اس سے کوئی اور بات اگلوانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ کیونکہ اعلیٰ بی بی تو ہمارے پاس ہے اور آپ نے اس سے باتیں بھی کی ہیں اس کی آواز بھی سنی ہے پھر آپ کو اس سے زیادہ اور کیا چاہیے۔"

"میڈم الپا آپ ایک بات بھول گئیں۔ آپ کو بھی ایک نقصان پہنچ رہا ہے۔"

"کیسا نقصان؟"

"اگر جیکی اولڈ زندہ رہتا تو آپ اس کے دماغ میں گھس کر باقی چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لب ولہجوں کو معلوم کرکے ان کے دماغوں میں جاکر انہیں بھی اپنا معمول اور محکوم بنا سکتی تھیں۔"

"اوہ گاڈ' یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ مجھ سے یہ بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔"

وہ محض باتیں بنا رہی تھیں۔ ورنہ وہ جانتی تھی کہ جیکی اولڈ کے جسم میں نارنگ تھا اور نارنگ کسی بھی جسم میں جائے گا تو کسی نہ کسی طرح اس سے رابطہ ہوگا۔ وہ اس کے ذریعے ان چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچنے کی کوشش کرے گی۔ فی الحال اس کے نزدیک اہم بات یہ تھی کہ مجھے ڈی کوسٹا نارو سمجھ کر فریب دے کر میرا اعتماد قائم رکھنا چاہتی تھی اس لیے اس نے جیکی اولڈ کے جسم کو گولیوں سے چھلنی کردیا تھا۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی اور اب وہ اپنے بگ برادر سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں پھر سونیا کی آواز ابھری "سانس نہ روکنا میں سونیا بول رہی ہوں اور تمہاری

بھلائی کے لیے کچھ کہنے آئی ہوں۔"

وہ بولی "میرا اصول ہے میں اپنے دماغ میں کسی کو آنے نہیں دیتی اگر مجھ سے باتیں کرنا چاہتی ہو تو میں تمہارے دماغ میں آؤں گی۔"

سونیا نے کہا "بے شک' میں تمہارا انتظار کررہی ہوں فوراً آؤ تمہارے لیے اچھی بات ہے۔"

سونیا چلی گئی۔ الپا اس کے دماغ میں پہنچی پھر بولی "تم کیا کہنے کے لیے میرے پاس آئی تھیں؟"

سونیا نے کہا "کیا تم یہ نہیں جانتی تھیں کہ میں کتنے عرصے سے نیلاں کے بعد نارنگ کے پیچھے پڑی ہوئی ہوں اور اس کے جسم بدل بدل کر اس کی آتما شکتی کمزور کررہی ہوں۔"

"ہاں میں جانتی ہوں۔ نارنگ تم سے پریشان ہے لیکن اس کا مجھ سے کیا تعلق ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے۔ تم جانتی ہو کہ اس کی آتما شکتی کمزور ہوتی جارہی ہے لیکن اتنی بھی کمزور نہیں ہے کہ وہ کسی زندہ آدمی کے جسم سے اس کی روح نکال کر اس کی جگہ خود داخل نہ ہوسکتا ہو۔ ابھی اس کے پاس اتنی آتما شکتی ہے۔"

الپا نے کہا "میری بلا سے اگر وہ کسی زندہ انسان کے جسم کی روح اپنے منتروں کے ذریعے نکال کر اور اپنی روح اس کے جسم میں داخل کرتا ہے تو کرتا رہے میں نے تو اس کی آتما شکتی کچھ اور کمزور کردی ہے۔"

"تم خود کو بہت چالاک سمجھتی ہو۔ میری بیٹی اعلیٰ بی بی کو اغوا کرکے چھپا رہی ہو اگر ایسا نہیں کررہی ہو تو ڈی کوسٹا نارد کو کیوں یہ کہہ رہی ہو کہ تم نے اعلیٰ بی بی کو اغوا کیا ہے؟"

"یہ میرا اور ڈی کوسٹا نارد کا معاملہ ہے۔ تم صرف اپنی بات کرو۔"

"اعلیٰ بی بی میری بیٹی ہے اس لیے یہ میری بات ہے۔ بہرحال میں بات مختصر کرتی ہوں تم اعلیٰ بی بی کو یعنی میری بیٹی کو ایک کھلونا سمجھتی رہو اور اس کے ذریعے دوسروں کو بے وقوف بناتی رہو پھر یہ دیکھو کہ تم کیسی بے وقوف بن رہی ہو؟"

"یعنی تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم نے میرے خلاف کوئی چال چلی ہے؟"

"میں کیا کہوں گی تم خود آزمالو۔ جاؤ اپنے بگ برادر کے دماغ میں جاؤ اور پوچھو کہ کیا وہ تمہیں اپنے دماغ میں آنے دے گا جبکہ وہ تمہیں اپنی چھوٹی بہن سمجھتا ہے اور تم سے بہت محبت کرتا ہے۔ میرے دماغ سے جاؤ میں تمہاری واپسی کا انتظار کررہی ہوں۔"

"خود کو بہت زیادہ چال باز اور مکار نہ سمجھو میں تمہارے پاس دوبارہ واپس نہیں آؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ سونیا کے دماغ سے چلی آئی۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بگ برادر کے دماغ میں پہنچا چاہا تو اس نے سانس روک لی پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا "بگ برادر میں الپا بول رہی ہوں۔ آپ سانس نہ روکیں۔" مگر اس نے پھر سانس روک لی۔

وہ حیران ہوئی اس نے فون کے ذریعے اپنے بگ برادر سے رابطہ کیا۔ فون پر اس کی آواز سنائی دی۔ وہ بولی "بگ برادر کیا بات ہے؟ میں آپ کے دماغ میں آنا چاہتی ہوں اور آپ مجھے آنے نہیں دے رہے ہیں؟"

برین آدم نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہا "کون برین آدم؟ کون بگ برادر؟ تم بڑی زبردست چالیں چل رہی تھیں ناں اور ابھی آخری چال تمہاری یہی تھی کہ جیکی اولڈ کو گولیوں سے چھلنی کرکے اسے ختم کردو تاکہ وہ یہ نہیں بتا سکے کہ اس نے اعلیٰ بی بی کو کہاں چھپا کر رکھا ہے لیکن تم نہیں جانتی تھیں کہ اس کے اندر نارنگ چھپا ہوا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "بگ برادر آپ کو یہ کیا ہوا ہے۔ ہم دونوں ہی یہ جانتے تھے کہ نارنگ جیکی اولڈ کے اندر چھپا ہوا ہے۔"

"تعجب ہے یہ جانتے ہوئے بھی تم نے اسے گولیوں سے چھلنی کردیا اور یہ نہیں سوچا کہ نارنگ پھر اپنا جسم بدلے گا کسی کے بھی جسم میں جائے گا اگر تم نے مجھے گولیاں ماری ہیں تو میں تم سے انتقام لینے کے لیے کیوں نہ برین آدم کے جسم میں آؤں؟ اب تو میں برین آدم ہوں۔ مجھے تم نارنگ کہہ سکتی ہو لیکن دنیا والوں پر یہ ثابت نہیں کرسکتیں کہ میں برین آدم نہیں ہوں اور اس جسم کے اندر نارنگ سمایا ہوا ہے اور اس وقت تم کو ایک حقیر چیز سمجھ کر تم پر تھوک رہا ہوں؟"

اس نے آخ تھو کہہ کر فون بند کردیا۔ الپا سکتے کی کیفیت میں تھی۔ اسی وقت سونیا نے اس کے دماغ میں آکر کہا "تمہارے اصولوں کی ایسی کی تیسی تم ابھی مجھے اپنے دماغ سے نہیں نکال سکوں گی۔ میری بات سن لو وہ تمہارا بگ برادر تمہارا چاہنے والا بھائی جسمانی طور پر زندہ ہے۔ کیا تم اسے یعنی اپنے بھائی کو زندہ نہیں رہنے دو گی؟ کیا تم اسے بھی گولیوں سے چھلنی کرکے نارنگ کو وہاں سے نکالو گی؟ اب اگر نارنگ کو نکالوں گی تو تمہارا بھائی برین آدم مرجائے گا اور اگر برین آدم کے جسم کو زندہ رکھو گی تو نارنگ آسیب کی طرح تمہارے سر پر سوار رہے گا۔ اب تم فیصلہ کرو کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ چال بازی بچوں کا کھیل نہیں ہے جاؤ اپنے بھائی کو گولی مار دو یا نارنگ سے سمجھوتا کرو۔

○☆○

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن!

الپا کی یہی حالت ہوگئی تھی نہ چلنے کو پاؤں رہ گئے تھے نہ پاؤں کے نیچے زمین رہ گئی تھی۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف ایک برین آدم ہی اس کا ایسا محبت کرنے والا بھائی تھا جسے وہ ہمیشہ سے بگ برادر کہتی آئی تھی۔ وہ برین آدم اتنا ذہین اور حاضر دماغ تھا کہ الپا جیسی ذہین اور چالاک عورت بھی پیچیدہ مسائل میں اس سے مشورے لیا کرتی تھی اور اس کی ہدایت پر عمل کرتی تھی۔

آج وہ برین آدم اس کا بگ برادر بظاہر مرچکا تھا لیکن اس طرح زندہ تھا کہ اس کے اندر نارنگ کی آتما سما گئی تھی یعنی وہ جسمانی اعتبار سے برین آدم تھا مگر باطن میں نارنگ' جو اس کا جانی دشمن تھا اور یہ بات صرف الپا ہی جانتی تھی۔

اب اس کا یہی ایک مسئلہ تھا کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ نہ وہ نارنگ سے پیچھا چھڑانے کے لیے اپنے عزیز ترین بھائی برین آدم کو ہلاک کرسکتی تھی اور نہ ہی نارنگ کو برداشت کرنے اور اسے اپنے سر پر مسلط رکھنے کے لیے اپنے بھائی کے جسم کو زندہ رکھنا چاہتی تھی مگر اس کے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ اسے کسی ایک فیصلے پر پہنچنا تھا۔

میں نے اور سونیا نے اسے اس مسئلے کی دلدل میں دھنسا دیا تھا۔ پچھلے کئی دنوں سے وہ بڑی چالاکیاں دکھا چکی تھی۔ مجھے انٹرپول کا ایک افسر سمجھ کر مجھ سے چارٹیلی پیتھی جاننے والے حاصل کرچکی تھی اور دھوکا یہ دے رہی تھی کہ امریکا والے جب میری بیٹی اعلیٰ بی بی کو اغوا کررہے تھے تو وہ اس اغوا کی سازش میں شریک ہوگئی تھی۔ خود اعلیٰ بی بی کو اغوا کرنا چاہتی تھی اگرچہ ناکام رہی تھی لیکن مجھے اس طرح بے وقوف بنا رہی تھی کہ ایک ڈی اعلیٰ بی بی تیار کرکے مجھ سے فون پر گفتگو کرا کے یہ یقین دلا چکی تھی کہ وہ میرے کام آرہی ہے اور اس نے اعلیٰ بی بی کو اغوا کرکے ایک جگہ چھپا کے رکھا ہوا ہے۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھی کہ انٹرپول کا وہ افسر میں ہی ہوں اور وہ میری بیٹی کو اغوا کرنے کا جھوٹا بہانہ کرکے خود اس کے باپ کو بے وقوف بنا رہی ہے۔

میں نے اور سونیا نے اس سے کوئی دشمنی نہیں کی تھی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا اس کے باوجود وہ جب اور جہاں اپنا فائدہ دیکھتی تھی وہاں وہ دوستی یا دشمنی کا خیال کیے بغیر صرف فائدہ اٹھانے کی بات سوچتی تھی اور اس پر عمل کرتی تھی۔ اس طرح وہ چارٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول اور تابع بنا کر اس کامیابی کے نشے میں ڈوبی ہوئی تھی۔

ایسے ہی وقت سونیا نے اس کے پاس آکر بتایا کہ اس نے کس طرح اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے۔ اس نے جس جیکی اولڈ کو گولی ماری تھی اس کے اندر چھپا ہوا نارنگ وہاں سے نکل آیا ہے۔ اسے اب ایک نئے جسم کی ضرورت تھی اس لیے اس کی آتما اس کے اپنے ہی بھائی برین آدم کے جسم میں داخل ہوگئی تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ برین آدم یوں تو مرچکا ہے صرف جسمانی طور پر دکھاوے کے لیے زندہ ہے۔ وہ پہلے کی طرح الپا کے کام نہیں آئے گا۔ کیونکہ اس کے اندر سمایا ہوا نارنگ اسے اپنے قابو میں کرکے اپنی مرضی کے مطابق چلاتا رہے گا اور الپا یہ برداشت نہیں کرسکتی تھی۔

اس بات کے تصور سے ہی کانپ جاتی تھی کہ وہ اپنے عزیز ترین بھائی برین آدم کو ہلاک کرے گی اور نارنگ کو اسرائیل سے بھاگنے پر مجبور کرے گی لیکن اس کے لیے یہ ضروری بھی ہوگیا تھا۔ اگرچہ محبت کہتی تھی کہ بھائی کا جسم چلتا پھرتا ہوا زندہ ہی سہی وہ اسے دیکھتی رہے لیکن عقل کہتی تھی کہ وہ ایک بھائی کی صورت میں اپنے ہی ملک کے اندر ایک دشمن کی پرورش کرے گی اور اسے اپنے سر پر مسلط رکھے گی۔ یہ لازمی ہوگیا تھا کہ برین آدم کو ہلاک کردیا جائے لیکن اسے ہلاک کرنے سے پہلے وہ سوچنا اور اچھی طرح سمجھنا چاہتی تھی کہ بھائی کو ہلاک کیے بغیر کس طرح نارنگ سے پیچھا چھڑایا جاسکتا ہے۔

ابھی وہ بہت بڑے نقصان میں تھی اور جلد سے جلد اس نقصان سے نکلنا چاہتی تھی۔ وہ اس حقیقت سے واقف نہیں تھی کہ اس کے علاوہ بھی وہ اپنی چالاکیوں کی دوسری سزائیں پا رہی ہے۔ اس نے جو چارٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول اور محکوم بنایا تھا تو انہیں اپنا تابع بناتے وقت بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں وہاں موجود تھے اور اس کے تنویمی عمل کو دیکھ رہے تھے۔ اس نے اپنے محکوموں کے دماغوں میں جو لب ولہجہ نقش کیا تھا ہمارے سراغ رسانوں نے اسے یاد رکھا تھا۔ اب انہوں نے اسی لب ولہجے میں ان چاروں کو ٹریپ کرلیا تھا ان پر تنویمی عمل کرکے انہیں اپنا معمول اور تابع بنالیا تھا اور جہاں ان چاروں کو محبوس رکھا گیا تھا۔ وہاں سے وہ انہیں نکال لائے تھے۔ پھر دوسری جگہ پہنچا کر ان چاروں کو میک اپ کے ذریعے تبدیل کردیا تھا تاکہ وہاں کے جاسوس انہیں پہچان نہ سکیں اور نہ ہی گرفتار کرسکیں جب تک الپا' برین آدم اور نارنگ کے مسئلے میں الجھی رہی۔ اس وقت تک ہمارے سراغ رساں ان چاروں کو اس کے ملک سے نکالنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔

جب الپا کو پہلی بار معلوم ہوا تھا کہ برین آدم اس دنیا میں نہیں رہا لیکن جسمانی طور پر موجود ہے اور اس کے اندر نارنگ پہنچ چکا ہے۔ تب الپا کو یقین نہیں آیا تھا۔ اس نے فوراً ہی برین آدم سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کیا تو پتا چلا' اس کی جگہ نارنگ بول رہا ہے اور اس نے بڑی حقارت سے الپا کو دھتکار دیا تھا۔ تب سونیا نے اسے کہا تھا کہ تم بہت اونچی اڑ رہی تھیں اور اب اس کا انجام بھی دیکھو اب تمہارے سامنے صرف ایک ہی راستہ رہا ہے یا تو بھائی کو مار ڈالو اور نارنگ کو دوسرا جسم بدلنے پر مجبور کردو یا پھر بھائی سے بے انتہا محبت ہے تو اسے جسمانی طور پر

زندہ رہنے دو اور دماغی طور پر نارنگ کو اپنے آپ پر مسلط کرلو اور اس کے اشاروں پر ناچتی رہو۔

ویسے وہ لاشعوری طور پر یہ فیصلہ کرچکی تھی کہ نارنگ کو وہاں نہیں رہنے دے گی۔ کیونکہ برین آدم اسرائیلی حکومت کے اور اسرائیلی فوج کے تمام اہم راز جانتا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب نارنگ کو سب معلوم ہورہا ہوگا اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ صرف ایک بھائی کو زندہ رکھ کر پورے ملک اور پوری قوم کو نقصان پہنچائے۔ برین آدم کو مرنا ہی تھا لیکن اسے ہلاک کرنے سے پہلے وہ کوئی دوسرا راستہ تلاش کرنے کی کوشش کررہی تھی کہ نارنگ سے نجات مل جائے اور بھائی بھی زندہ رہے۔

یہ ناممکن تھا۔ نارنگ سے نجات ملتے ہی بھائی کا جسم مردہ ہوجاتا۔ وہ خیال خوانی کرتی ہوئی دوسری بار برین آدم کے دماغ میں پہنچی اور بولی' نارنگ سانس نہ روکنا میں تم سے کچھ بولنا چاہتی ہوں۔"

نارنگ نے کہا "ہاں تم بول بھی سکتی ہو اور برین آدم کے رشتے سے مجھے بگ برادر بھی کہہ سکتی ہو کیونکہ میں تمہارا بھائی اور اس ملک و قوم کا بہت بڑا رازدار بھی ہوں۔"

"پلیز مجھے یہ بتاؤ تم نے میرے بگ برادر کو واقعی مار ڈالا ہے؟ میرا مطلب ہے کیا اس کے جسم سے آتما نکال ڈالی ہے اور وہ آتما تم دوبارہ واپس لاسکتے ہو؟"

"سوری' میں اس کی آتما واپس نہیں لاسکوں گا کیونکہ مجھے اس کے جسم سے نکلنا پڑے گا۔"

"تم میرے بگ برادر کے جسم میں اس کی آتما لانے کے بدلے مجھ سے جو چاہو گے میں تمہاری وہ بات تسلیم کروں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں تو کیا تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اچھی طرح تمہیں پہچان گئے ہیں۔ تم اپنا کام نکالتے ہی ان سے ایسی دغا کرتی ہو کہ انہیں دن میں تارے نظر آجاتے ہیں۔"

"میں اپنے ملک اور قوم کی قسم کھا کر کہتی ہوں' پہلے جس طرح تم مجھ سے اتحاد چاہتے تھے۔ اب وہی اتحاد قائم رہے گا ہم دونوں مل کر مخالفین سے مقابلہ کریں گے۔ ان سے برتر رہیں گے۔ پلیز میرے بھائی کی آتما کو اس کے جسم میں واپس لے آؤ۔"

"میں اب تک پانچ جسم بدل چکا ہوں اگر تمہارے بھائی کے جسم کو چھوڑ کر جاؤں گا تو وہ چھٹا جسم ہوگا۔ آتما شکتی کے حوالے سے وہ آخری جسم ہوگا۔ جب میں اس جسم سے نکل کر ساتویں جسم میں جاؤں گا تو میری آتما شکتی بالکل ختم ہوچکی ہوگی اور میں اس ساتویں جسم سے پھر کبھی نہیں نکل سکوں گا۔ مجھے افسوس ہے' نہ میں تم سے اتحاد کرسکتا ہوں نہ تمہارے بھائی کی آتما کو اس کے جسم میں واپس لاسکتا ہوں۔"

"میں ایک بات کہتی ہوں اس پر اچھی طرح غور کرو' تم میرے بگ برادر کے جسم میں رہ کر میرے ملک و قوم کو نقصان پہنچاتے رہو گے لیکن میں بھی تمہیں سکون سے نہیں رہنے دوں گی۔ تمہارے ہر معاملے میں مداخلت کرکے تمہیں ناکام بناؤں گی۔ اس پر بھی تم باز نہیں آؤ گے تو اپنے بھائی کو ہلاک کردوں گی۔ اس کے بعد مجبور ہوکر صرف ایک ہی جسم میں اور آخری جسم میں جاسکو گے اپنی مجبوریوں کو سمجھو۔ مجھ سے اتحاد کرو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تم جیسے ہی ساتویں جسم میں جاؤ گے میں تمہیں کسی جگہ چھپا کر رکھوں گی اور تم روپوش رہ کر پھر ایک بار آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے تپسیا کرسکو گے۔"

"کیا تم میڈم سونیا سے زیادہ ذہین اور چالاک ہو میں نے پہلے جو اپنی آتما شکتی مکمل کی تھی وہ سونیا کی مدد سے کی تھی۔ وہ جب چاہے مجھے اس جسم سے نکال کر کسی دوسرے جسم میں جانے پر مجبور کرسکتی ہے تم اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہو۔"

"مجھے ایک بار موقع دو۔ میں ثابت کرکے دکھاؤں گی کہ سونیا بھی میرا اور تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"

"جب میں بار بار میڈم سونیا سے ٹھوکریں کھا چکا ہوں تو اب اس سے غداری نہیں کروں گا۔ چھٹے جسم میں جاکر مجھے تپسیا مکمل کرنی ہوگی تو میں سونیا کے آگے گڑگڑاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ پھر مجھے آتما شکتی مکمل کرنے کا موقع دے گی۔ میں تمہارے ساتھ تعاون کرکے میڈم سونیا اور مسٹر فرہاد سے کبھی دشمنی مول لینے کی جرأت نہیں کروں گا۔"

"وہ سمجھ گئی کہ نارنگ قابو میں نہیں آئے گا اسے باتوں سے بہلا کر اس کے خلاف فوری کارروائی کرنی ہوگی وہ اسے باتوں میں الجھانے کے لیے بولی "اچھا یہ بتاؤ واقعی تم نے میڈم سونیا اور فرہاد کی بیٹی اعلیٰ بی بی کو اغوا کیا ہے؟"

اس نے کہا "جب تم دیکھ رہی ہو کہ میں ان دونوں کا اس قدر وفادار بن گیا ہوں اور ان کے خلاف کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتا تو ان کی بیٹی کو اغوا کرنے کی حماقت کیسے کروں گا؟"

"تو پھر کسی اور نے ایسی جرأت کی ہوگی تمہیں کچھ اندازہ تو ضرور ہوگا کہ اعلیٰ بی بی کو کون اغوا کرسکتا ہے؟"

"پہلے تو تم پر شبہ تھا کہ تم نے ہی ایسا کیا ہے لیکن اب میں برین آدم کے دماغ میں ہوں اور یہ معلوم کرچکا ہوں کہ تم نے جس اعلیٰ بی بی کو چھپا کر رکھا ہے وہ میڈم سونیا اور مسٹر فرہاد کی بیٹی اعلیٰ بی بی نہیں ہے۔ تم انٹرپول کے ایک افسر کو الو بنانے کے لیے یہ ڈراما کررہی ہو۔"

وہ ایک طرف اس سے باتیں کررہی تھی۔ دوسری طرف خیال خوانی کے ذریعے فوج کے ایک اعلیٰ افسر کو چار مسلح جوانوں سمیت برین آدم کے بنگلے کی طرف روانہ کردیا تھا اور اس کو حکم دیا تھا کہ ایک شخص برین آدم کا بھیس بدل کر اس بنگلے میں موجود ہے۔ اس کے پاس جاتے ہی اس کی کوئی بات سنے بغیر اسے گولیوں سے چھلنی کردو۔ وہ ادھر حکم دے رہی تھی۔ ادھر یہ کہہ رہی تھی کہ

تم سے صفائی کرنے کے دوران میں' میں دیکھ رہی ہوں' تم اپنے چہرے پر میک اپ کررہے ہو' یعنی چہرہ تبدیل کررہے ہو۔

تم کسی کو آلۂ کار بنا کر یہاں بھیج سکتی ہو اور مجھے ہلاک کراسکتی ہو اس لیے میں میک اپ کرکے کہیں روپوش ہوجاؤں گا۔"

وہ بولتا جارہا تھا اور الپا خیال خوانی کے ذریعے فوج کے اعلیٰ افسر سے کہہ رہی تھی "تم فوراً اس کے بنگلے میں پہنچو۔ وہ میک اپ کرکے وہاں سے نکلنے والا ہے اگر ہاتھ سے نکل جائے گا تو ہمیں بہت نقصان پہنچائے گا۔"

اعلیٰ افسر اپنے مسلح جوانوں سمیت وہاں پہنچ چکا تھا اور اب برین آدم کو بنگلے کے مختلف حصوں میں تلاش کررہا تھا لیکن وہ نظر نہیں آیا۔ الپا نے پوچھا "کیا ہوا وہ کہاں ہے؟"

"میڈم ہم اسے تلاش کررہے ہیں۔ مگر یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

نارنگ نے کہا "کیا تم مجھے اتنا احمق سمجھتی ہو۔ میں نے برین آدم کے جسم میں داخل ہوتے ہی وہ بنگلا چھوڑ دیا تھا اور اب دوسری جگہ ہوں۔ میرے خیالات سے معلوم کرلو' میں کہاں ہوں اور اب کس طرح تم سے چھپ کر تمہاری جان کا عذاب بن سکتا ہوں۔"

"نارنگ صرف تم ہی ایک چالاک نہیں ہو۔ میں تم جیسوں کو انگلیوں پر نچانا جانتی ہوں۔ میں نے بھی بہت پہلے اپنا بنگلا چھوڑ دیا تھا۔ تم بھی مجھے تلاش کرنا چاہو گے تو نہیں کرسکو گے۔ اب ہمارے درمیان آنکھ مچولی ہوگی۔"

"ابھی میرے اندر اتنی آتما شکتی ہے کہ تم میرے چور خیالات نہیں پڑھ سکو گی۔ اب تو میں تمہیں اپنے دماغ میں آنے ہی نہیں دوں گا۔"

یہ کہتے ہی نارنگ نے سانس روک لی۔ الپا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی' فوج کے اعلیٰ افسر سے بولی "تم فون کے ذریعے تمام فوجی افسران کو بتاؤ اور میں خیال خوانی کے ذریعے تمام سراغ رساں ایجنسیوں کو بتاتی ہوں کہ برین آدم کے اندر نارنگ کی آتما گھس آئی ہے۔ اس نے برین آدم کو ہلاک کردیا ہے۔ اب اس کے جسم میں رہ کر ہمارے بہت سے راز معلوم کررہا ہے اسے کسی طرح قتل' ہیپ سے باہر جانے نہ دیا جائے اگر وہ باہر جانے والا ہے یا جاچکا ہے تو اسے اپنے ملک سے باہر جانے کا موقع نہ دیا جائے۔ یہ کام جتنی جلدی ہوسکے مکمل کرنا ہے۔"

پھر وہ خیال خوانی کے ذریعے انٹیلی جنس کے اعلیٰ عہدے داروں اور موساد کے بڑے بڑے افسران سے بولنے لگی کہ برین آدم ملٹری سیکرٹ ایجنسی کا ڈائریکٹر جنرل تھا اور اب نارنگ اس کے اندر سمایا ہوا ہے تو اسے وہاں کے سارے راز معلوم ہورہے ہوں گے۔ وہ وہاں کے سراغ رسانوں سے اپنا کام لے سکتا ہے اور ہمارے خلاف اقدامات کرسکتا ہے لہٰذا اسے کسی جگہ بھی تلاش کیا جائے۔ اس کے قد اور جسامت سے اندازہ کرو کہ وہ جسمانی طور پر برین آدم ہے۔ تم لوگ اسے کسی طرح بھی پہچاننے کی اور گرفتار کرنے کی کوشش کرو۔ وہ قتل ہیپ سے یا ہمارے ملک سے باہر جانے نہ پائے۔

دوسری طرف نارنگ ایک موبائل فون کے ذریعے ملٹری سیکرٹ ایجنسی کے ماتحت افسران سے کہہ رہا تھا "میں تمہارا ڈائریکٹر جنرل برین آدم بول رہا ہوں۔ ہمارے کسی دشمن نے الپا کو اپنی معمولہ بنالیا ہے اب وہ ہماری دشمن بن گئی ہے اور سب سے پہلے مجھے نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔ تاکہ میں نہ رہوں تو وہ تنہا یہاں رہ کر ہماری یہودی قوم کو اور ہمارے ملک کو نقصان پہنچاتی رہے۔ وہ اپنے عامل کی مرضی کے مطابق یہاں کے مختلف افسروں اور عہدے داروں کو بھڑکا رہی ہے۔ میں اپنی جان کی سلامتی کے لیے ایک جگہ چھپا ہوا ہوں اور اپنے چہرے کو تبدیل کرچکا ہوں۔ جب تک الپا ہمارے قابو میں نہیں آئے گی۔ مجھے اسی طرح روپوش رہنا ہوگا۔"

ملٹری انٹیلی جنس کے ایک ماتحت افسر نے کہا "سر آپ جہاں بھی ہیں۔ ہمیں رازداری سے بتادیں ہم آپ کو یہاں لاکر ایسی جگہ چھپا کر رکھیں گے کہ الپا یا اس پر تنویمی عمل کرنے والا عامل کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ کیا تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مقابلہ کرسکو گے' کیا تم نہیں جانتے کہ الپا تمہارے اور تمہارے جیسے تمام افسران کے دماغوں میں جاسکتی ہے اور تم لوگوں کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔

"تم لوگ اسی خوش فہمی میں رہو گے کہ مجھے کہیں چھپا رہے ہو اور وہ کسی کو آلۂ کار بنا کر مجھے ہلاک کردے گی۔ میں جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔ کسی طرح بھی اسے گرفتار کرکے اس کے دماغ پر دوبارہ تنویمی عمل کرا کے اس عامل سے الپا کو نجات دلانی ہوگی۔ ورنہ ہمارا ملک ٹیلی پیتھی جاننے والی کے بغیر خالی رہے گا۔ ہم بہت کمزور ہوجائیں گے۔"

ایک طرف الپا اعلیٰ حکام' فوجی افسران اور انٹیلی جنس کے سراغ رسانوں کو یقین دلانے کی کوشش کررہی تھی کہ وہ سچ بول رہی ہے اور کسی کی معمولہ نہیں ہے۔ دوسری طرف نارنگ فون کے ذریعے ان سب کو یقین دلا رہا تھا کہ ہمارے لیے خطرات منڈلا رہے ہیں۔ الپا کو فوراً گرفتار کرکے اس پر تنویمی عمل کرکے اسے دشمن عامل سے نجات دلائی جائے۔

اسرائیل کے تمام یہودی اکابرین جن میں اعلیٰ حکام' فوجی افسران اور انٹیلی جنس کے اہم سراغ رساں تھے' وہ سب الجھ گئے تھے۔ ان میں بھی اختلاف پیدا ہورہے تھے کسی کا خیال تھا' الپا درست کہہ رہی ہے اور کوئی کہہ رہا تھا' برین آدم نے کبھی جھوٹ

نہیں کہا ہمیشہ اس ملک کی خدمت کرتا رہا ہے۔

ان سب کی بنیادی سوچ یہی تھی کہ وہ اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا سے محروم نہ ہو جائیں۔ لہٰذا اسی بات پر زور دے رہے تھے کہ پہلے الپا کو تلاش کیا جائے اور اس سے کہا جائے کہ وہ خود کو سب کے سامنے یا کسی یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سامنے پیش کرے تاکہ اس کے دماغ پر تنویمی عمل کر کے یہ معلوم کیا جا سکے کہ وہ کسی کی معمولہ بن چکی ہے یا نہیں؟ اگر بن چکی ہے تو اس کے دماغ سے دشمن عامل کے تنویمی عمل کا توڑ کیا جائے۔

اس فیصلے پر پہنچنے کے بعد الپا جس سے بھی رابطہ کر رہی تھی وہ اسے یہی کہہ رہا تھا کہ وہ خود کو تنویمی عمل کرنے والے یہودی عامل کے سامنے پیش کرے لیکن الپا اس وقت کسی کا بھی سامنا کرنے سے انکار کر رہی تھی۔ وہ خوب سمجھ رہی تھی کہ جس کا بھی سامنا کرے گی، نارنگ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسرائیل کی اس اکلوتی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو ختم کر دے گا۔

وہ اپنے طور پر درست سمجھ رہی تھی لیکن بہت سے یہودی اکابرین ناراض ہو کر کہہ رہے تھے کہ الپا اپنے بڑوں کا حکم نہیں مان رہی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کسی دشمن کی آلۂ کار بن چکی ہے۔

برین آدم (نارنگ) سے بھی کہا جا رہا تھا کہ وہ روپوش رہ کر یہ ثابت کرے کہ نارنگ اسے ہلاک کر کے اس کے جسم میں سمایا ہوا نہیں ہے اگر ثابت کرنے میں دشواری ہو تو اکابرین میں سے دو چار پر بھروسا کرے اور ان سے خفیہ طور پر ملاقات کرے۔ وہ اکابرین اپنے طور پر سچ اور جھوٹ کو سمجھ لیں گے۔

نارنگ نے الپا کو اس طرح الجھا دیا تھا کہ وہ اپنی سلامتی کی فکر میں اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خیریت معلوم کرنے کا وقت نہیں نکال پائی تھی۔ جب اس نے ان چاروں میں سے ایک کے دماغ میں جانے کی کوشش کی تو اس ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کا دماغ اسے نہیں ملا۔ اس نے باقی تین ماتحتوں کے دماغوں میں جانے کی کوشش کی۔ ناکامی سے سمجھ میں آیا کہ ان چاروں کے لب و لہجوں کو بدل دیا گیا ہے۔ اب وہ انہیں اپنے لیے استعمال نہیں کر سکے گی۔

اس نے بحری فوج، بری فوج اور فضائیہ کے تین سب سے اعلیٰ افسروں کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا۔ پتا چلا، وہ تینوں افسران اس وقت اپنی رہائش گاہ میں ہیں اور نارنگ نے ابھی تک انہیں ٹریپ نہیں کیا ہے۔ اس نے فوراً ہی بری فوج کے اعلیٰ افسر کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک کر سلا دیا۔ پھر اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ میں ایک نیا لب و لہجہ نقش کر کے حکم دیا کہ اس کا دماغ لاک رہے گا۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں آنا چاہے تو وہ فوراً ہی سانس روک کر اسے واپس جانے پر مجبور کر دے گا۔

اسی طرح اس نے بحریہ اور فضائیہ کے اعلیٰ افسران کے دماغوں پر مختصر تنویمی عمل کر کے اپنے قابو میں کر لیا۔ نارنگ اس وقت دوسرے افسران اور حکام کو ٹریپ کرنے میں مصروف تھا اس لیے وہ الپا کی ان مصروفیات سے بے خبر رہا۔

وہاں کے اکابرین بھی کچھ سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ تنویمی عمل دونوں طرف سے کیے جا رہے تھے اس طرح ان حکام کے فوجی افسران اور انٹیلی جنس کے سراغ رسانوں کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک گروہ نارنگ کا معمول اور فرماں بردار بن گیا تھا دوسرا گروہ الپا کے زیر اثر آ گیا تھا۔

نارنگ تو ایک مضبوط اور ناقابلِ شکست چٹان کی طرح الپا کے مقابلے میں ڈٹ گیا تھا۔ اسے اس بات کا خوف نہیں تھا کہ سونیا کی طرف سے اور میری طرف سے اس کے معاملات میں مداخلت کی جائے گی۔ وہ ہماری مرضی کے مطابق اسرائیل اور امریکا کے خلاف محاذ بنا رہا تھا۔ ابھی اسرائیلی اکابرین کو پریشان کر رہا تھا۔ آئندہ امریکی اکابرین کی شامت آنے والی تھی۔

○☆○

ہمارے سراغ رسانوں نے الپا کے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول اور فرماں بردار بنا کر وہاں سے نکال لیا تھا۔ ان میں سے پہلے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام پولارمین اور جان جیلسی تھے۔ فی الحال ان دونوں کا ذکر نہیں کیا جائے گا اس کے بعد دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جنہیں الپا نے اپنے قابو میں کیا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام لیزی گارڈ اور دوسرے کا نام کینی بال تھا۔ ان دونوں کو امریکا کے ایک ساحلی شہر بالٹی مور پہنچا دیا گیا تھا۔ وہاں پارس اور پورس پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے ان دونوں کو اپنی تحویل میں لے لیا۔

میں نے اپنے دونوں بیٹوں کو جو ذمے داریاں دی تھیں وہ ان پر عمل کرنے لگے۔ پارس نے لیزی گارڈ پر اور پورس نے کینی بال پر دوبارہ تنویمی عمل کیا اور اس عمل کے ذریعے اپنے لب و لہجے اور آواز کو، اپنے چلنے پھرنے اور بولنے کے انداز کو اور اپنی شرارتوں کے طریقوں کو ان کے دماغوں میں نقش کیا۔ پارس نے لیزی گارڈ کو پارس بنا دیا اور پورس نے کینی بال کو پورس بنا کر ان کے چہروں پر اپنے چہرے کے مطابق میک اپ کر دیا۔

دوسرے دن وہ دونوں بالکل پارس اور پورس نظر آنے لگے۔ ان کے چلنے پھرنے کا انداز اور ان کے بولنے میں جو طنز اور شرارتیں ہوا کرتی تھیں۔ وہ سب ان کے دماغوں میں نقش ہو گئی تھیں اگر وہ کہیں بھول چوک کرتے تو اصل پارس اور پورس ان کے دماغوں میں رہ کر ان کی خامیاں درست کر سکتے تھے۔

دونوں بھائیوں نے اپنے چہروں پر ایسی تبدیلیاں کی تھیں کہ اب وہ پارس اور پورس نظر نہیں آتے تھے۔ وہ بالٹی مور کے ہی ایک مکان میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے ایک بوڑھے میاں بیوی کے ساتھ رہنے لگے۔ انہوں نے اپنی ڈمیوں کو آزاد چھوڑ دیا کہ جاؤ اور اس شہر میں عیش کرو۔

وہ دونوں ایک عرصے سے پہلے جیکی اولڈ کے زیر اثر رہے اور اس کے تابع بن کر اس کی پابندی میں رہے۔ اس کے بعد الپا نے ان دونوں پر قبضہ جمایا تھا اور انہیں اپنا محکوم بنا کر رکھا تھا۔ پھر ہمارے سراغ رسانوں نے انہیں ٹریپ کر کے بالٹی مور پہنچا دیا تھا۔ اس طرح ان دونوں کو پہلی بار آزادی نصیب ہوئی تھی۔

وہ رہائی پانے والے قیدیوں کی طرح بے لگام آزادی کا جشن منانے کے لیے اس شہر کے ساحلی علاقے میں آئے جہاں مچھیروں اور ملاحوں وغیرہ کی رہائش تھی۔ وہاں کے ماہی گیر اور ملاح ساحلی علاقے میں رہتے تھے اور وہیں سے سمندر میں مچھلیاں پکڑنے یا اپنی موٹر بوٹس اور لانچیں وغیرہ چلانے کے لیے جاتے تھے۔

وہ پس ماندہ اور ترقی پذیر ممالک کے ماہی گیروں اور ملاحوں کی طرح غریب نہیں تھے۔ خوب کماتے تھے اور خوب عیش کرتے تھے۔ بڑی بڑی رقمیں بچایا کرتے تھے۔ اس کے باوجود امریکا جیسے ملک میں ان کی حیثیت سرمایہ دار کی نہیں تھی۔ بس وہ کمانے والے اور عیش کرنے والے خوش حال لوگ کہلاتے تھے۔ ایسی جگہ داداگیری کرنے والے بے تاج بادشاہوں اور بگ باس کہلانے والوں کی حکمرانی رہا کرتی ہے۔ وہاں مجرموں کے دو گروہ تھے ایک گروہ باس نمبرون اور دوسرا گروہ ماسٹر نمبرون کہلاتا تھا۔ باس نمبر ون کا کیسینو یعنی جوئے کا اڈا ساحلی علاقے کی ایک بہت بڑی عمارت میں نیچے سے اوپر تک چھ فلور میں تھا۔ ماسٹر نمبرون نے اپنے گاہکوں کی تفریح اور عیاشی کے لیے کھلے سمندر میں ایک۔ بحری جہاز میں کیسینو اور نائٹ کلب قائم کیا تھا۔ بڑے بڑے سرمایہ دار اپنی محبوباؤں کے ساتھ سمندری کیسینو میں جاتے تھے۔ انہیں سمندر میں رہ کر تفریح کرنے کا زیادہ مزہ آتا تھا۔

وہ ڈی پارس اور پورس اسی بحری کیسینو کی طرف گئے۔ اس وسیع و عریض بحری جہاز تک پہنچنے کے لیے ساحل سے بہت سی موٹر بوٹس چلتی تھیں اور اس جہاز کے قریب لا کر پہنچاتی تھیں۔ جہاز کے دونوں طرف چار لفٹیں تھیں جن کے ذریعے وہاں تفریح کے لیے آنے والے اپنی عورتوں کے ساتھ اوپر بحری جہاز میں جاتے تھے۔

دونوں نے پہلے جہاز کے عرشے پر پہنچ کر دیکھا۔ وہاں اوپر ریستوران تھا۔ اس کے نچلے حصے میں کیسینو تھا۔ جہاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک جوا کھیلنے کے کیبن اور بڑے ہال تھے۔ اس کے نچلے تیسرے حصے میں نائٹ کلبز تھے۔ وہاں رنگ برنگی روشنیوں میں رنگ برنگی حسینائیں اپنے دوستوں اور عاشقوں کے ساتھ دکھائی دے رہی تھیں۔ آخری نچلے حصے میں بڑے آرام دہ ڈبل بیڈ روم بنے ہوئے تھے۔ جن کی ایک دیوار سے پورا سمندر شیشے کے آر پار دکھائی دیتا تھا۔ طرح طرح کی رنگین مچھلیاں اور سمندری مخلوقات دکھائی دیتی تھی۔ اندر بیڈ روم کی آرائش ایسی تھی کہ وہاں پہنچتے ہی جذبات بھڑکنے لگتے تھے۔ پھر حسینائیں ان جذبات کو اور بھڑکاتی تھیں۔ کینی بال عرف پورس نے کہا "یار امریکا بھی کیا ملک ہے جس شہر میں جاؤ، وہاں تفریح اور عیاشی کے لیے اتنی فراخ دلی سے اور اتنی خوب صورتی سے انتظامات کیے جاتے ہیں۔ جیسے آنے والوں کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہوں۔"

لیزی گارڈ عرف پارس نے کہا "اس جنت میں حوریں زیادہ ہیں تاکہ گاہک فرشتے انہیں دیکھ کر خوب ٹھوک بجا کر ان کی قیمت ادا کر کے اپنی تفریح کا ساتھی بنا سکیں۔"

"وہ تو ہے۔ ہم بھی طرح طرح کی تفریح کر سکتے ہیں لیکن ایک کمی رہ جاتی ہے۔ ہم شراب نہیں پی سکتے۔ کسی قسم کا نشہ نہیں کر سکتے۔"

"ہاں کرو گے تو ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تمہارے دماغ میں آ کر تمہاری خیریت پوچھیں گے۔"

"یہی تو مشکل ہے کہ بیمار نہ ہونے کے باوجود پرہیز کرنا پڑتا ہے۔"

وہ دونوں نائٹ کلب کے میوزک اور ڈانس والے حصے میں آئے۔ وہاں پہنچتے ہی ان کے چہروں پر فلیش لائٹ کی روشنی بجلی کی طرح چمک کر بجھ گئی۔ انہوں نے تصور کھینچنے والی حسینہ کو دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلا کر کہہ رہی تھی "ہیلو تم دونوں خوب صورت اور اسمارٹ ہو۔ اس لیے میں نے تم دونوں کو اپنے کیمرے میں محفوظ کر لیا ہے۔"

"ایک کیمرے میں ہم دونوں کی تصویریں آ سکتی ہیں لیکن تمہارے دل میں ہم بیک وقت نہیں آ سکتے۔ کیا خیال ہے۔ کس کا انتخاب کر رہی ہو؟"

"سوری میں کوئی تفریح کا سامان نہیں ہوں، خود تفریح کرنے آئی ہوں۔"

"چلو یہی سہی کس کے ساتھ تفریح کرو گی؟"

"جب میں کسی کے ساتھ انجوائے کروں گی تو دنیا دیکھے گی تم دونوں بھی دیکھ لینا فی الحال بائے بائے۔"

وہ مسکراتی ہوئی جانے لگی۔ دونوں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے دماغ میں پہنچے پتا چلا اس کا تعلق انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ سے ہے۔ اس نے انہیں پارس اور پورس کی حیثیت سے پہچان لیا تھا۔ اسی لیے ان کی تصویر اتاری تھی اور ابھی فلکس کے ذریعے اپنے ڈپارٹمنٹ میں وہ تصویر بھیجنے والی تھی۔

پارس نے کہا "یہاں پہنچنے ہی کا م بن گیا۔"

پورس نے کہا "ہاں ہم جو چاہتے تھے اب وہی ہو گا۔"

اس جاسوس حسینہ نے جو تصویر اتاری تھی اسے دھونے اور پرنٹ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ انسٹنٹ کیمرا تھا۔ براہ

راست تصویر اتر گئی تھی اب وہ انہیں فلیکس کرنے کے لیے اس کیسینو کے مالک کے دفتر کی طرف جا رہی تھی۔ اچانک پارس نے اسے غائب دماغ بنا دیا۔ وہ ادھر سے پلٹ کر اوپر جہاز کے عرشے پر آئی۔ پھر رسّے کے پاس پہنچ کر اس نے ان کی تصویر ہینڈ بیگ سے نکال کر اسے سمندر میں پھینک دیا۔ واپس اسی جگہ آئی' جہاں اسے دماغی طور پر غائب کر دیا گیا تھا۔ پارس نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی پھر وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر اس کیسینو کے مالک ماسٹر نمبر ون کے دفتر میں آئی اسے اپنا کارڈ دکھا کر کہا "ایک ضروری پیغام (MASSAGE) فلیکس کرنا ہے۔"

ماسٹر نمبر ون نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "بے شک آپ لوگوں کے لیے تمام سہولتیں دستیاب ہیں۔ اس دوسرے کمرے میں چلی جائیں اور پیغام فلیکس کر دیں۔"

وہ دوسرے کمرے میں آئی پھر اپنے ہینڈ بیگ میں ہاتھ ڈال کر ان دونوں کی تصویر ڈھونڈنے لگی۔ تصویر نہیں مل رہی تھیں اس نے ہینڈ بیگ کو اچھی طرح دیکھ لیا' وہاں تمام سامان موجود تھا۔ صرف ان دونوں کی تصویر نہیں تھی۔ وہ کرسی پر بیٹھ کر سوچنے لگی' آخر یہ تصویر کہاں چلی گئی؟

پھر اس نے فون کے ذریعے اپنے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا "سر! میں نے پارس اور پورس کو اس بحری کیسینو میں دیکھا ہے۔ ان کی تصویر بھی اتاری تھی اور اسے اپنے بیگ میں رکھا تھا اور آپ کے نام فلیکس کرنا چاہتی تھی لیکن تصویر نہیں ہے میں نے پورا بیگ اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "پھر تو تصدیق ہو گئی' وہ واقعی پارس اور پورس ہیں۔ انہوں نے تمہارے دماغ میں گھس کر معلوم کر لیا ہو گا کہ تم نے انہیں پہچان لیا ہے اور اب وہاں کے دوسرے سراغ رسانوں کو بلانے والی ہو۔ اسی لیے انہوں نے اپنی تصویر تمہارے بیگ سے چرا لی ہے یا تمہارے ہی ہاتھوں سے کسی طرح ضائع کرا دی ہے۔ بہرحال ہمارے سراغ رساں وہاں پہنچ رہے ہیں۔ تم ان دونوں پر نظر رکھو۔"

وہ آفس سے نکل کر ان دونوں کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگی پھر لفٹ کے پاس آئی۔ وہ دونوں نظر آ گئے اس نے ان کے قریب آتے ہوئے کہا "ہائے....."

پورس نے کہا "ہائے تو ہمیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ تم ہمارے ہاتھوں سے پھسل گئی ہو۔"

وہ مسکراتی ہوئی بولی "لفٹ کے پاس کیوں کھڑے ہو؟"

"ہم جا رہے ہیں۔ یہاں مزہ نہیں آ رہا ہے۔ باس ون کے کیسینو میں جا کر مزے کریں گے۔"

وہ کچھ سوچنے لگی۔ پارس نے کہا "کیا ہمارے جانے سے تم اکیلی ہو جاؤ گی۔"

وہ مسکرا کر بولی "کیا تمہارا جانا ضروری ہے؟"

"ہمارا جانا ضروری نہیں ہے تو تمہارا یہاں رہنا بھی ضروری نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ چلنا چاہو تو ساحل کی طرف چلو۔ باس ون کے کیسینو میں تفریح کریں گے۔"

وہ ان کے ساتھ لفٹ میں آئی۔ اسے ان پر نظر رکھنے کے لیے کہا گیا تھا۔ اس نے سوچا ابھی ساحل پر پہنچ کر موقع ملتے ہی فون کے ذریعے بتائے گی کہ وہ دونوں بحری کیسینو میں نہیں بلکہ باس ون کے کیسینو میں آ گئے ہیں۔

وہ ان کے ساتھ لفٹ کے ذریعے ایک موٹر بوٹ میں آئی پھر وہ تینوں ساحل کی طرف جانے لگے۔ اس سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے۔ پارس نے کہا "اب ساتھ چل رہی ہو تو یہ بتا دو' ہم دونوں میں سے کون اچھا لگتا ہے؟"

"دیکھو میں کہہ چکی ہوں' میں کوئی کال گرل یا بکاؤ مال نہیں ہوں۔"

"اچھا اچھا تم نے کہا تھا اور ہم بھول گئے لیکن جو کہا تھا اس کے خلاف بھی تم کر سکتی ہو۔"

"ہرگز نہیں' میں بہت سوچ سمجھ کر لفٹ دیتی ہوں۔"

"اب دیکھنا ہو گا کہ تم کتنا سوچتی ہو اور کس کو لفٹ دیتی ہو۔"

وہ ساحل پر پہنچ گئے اس بار پورس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اسے اپنے ساتھ ایک ٹیکسی میں بٹھا کر کسی ہوٹل کی طرف لے گیا۔ اس نے اسے فون کرنے پر مائل کیا۔ وہ اپنا موبائل فون نکال کر رابطہ کرنے کے بعد بولی "سر! مجھے ابھی فون کرنے کا موقع ملا ہے اور میں نئی اطلاع دے رہی ہوں۔ آپ سراغ رسانوں کو بحری کیسینو میں نہ بھیجیں۔ وہ دونوں ساحل پر آ گئے ہیں۔ اب باس نمبر ون کے کیسینو میں جانے والے ہیں لہٰذا سراغ رسانوں کو وہاں بھیجا جائے۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا پھر پورس کی مرضی کے مطابق اسے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

پارس ساحلی سڑک کے کنارے ایک طرف پیدل چلنے لگا ادھر بڑی رونق تھی۔ جگہ جگہ ریستوران اور نائٹ کلب دکھائی دے رہے تھے۔ چھوٹے بڑے کلبوں اور ریستورانوں میں خوب روشنی تھی۔ دوسری طرف ساحل پر ایک قطار میں موٹر بوٹس اور لانچیں بہت روشن تھیں۔ موبائل گاڑیوں میں چلتی پھرتی دکانیں سجائی گئی تھیں اور پھیری لگانے والی عورتیں اور مرد بھی کچھ نہ کچھ سامان بیچتے نظر آ رہے تھے۔ وہ ایسی جگہ تھی جہاں امریکا کے مختلف شہروں سے بھی لوگ آیا کرتے تھے اور سمندری جزیروں میں رہنے والے بھی وہاں تفریح کے لیے آتے تھے پھر صبح چلے جاتے تھے۔

وہاں کا منظر بہت ہی دلچسپ تھا۔ ضرورت کا مال خریدنے اور فروخت کرنے والوں کے درمیان بحث و تکرار بھی ہو رہی تھی۔ ہنسی مذاق بھی ہو رہا تھا۔ کئی جوان لڑکیاں اور عورتیں میوزک پر ڈانس کرتی ہوئی اپنی دکان کا سامان فروخت کر رہی تھیں۔ ایسے میں گاہک ضرورت کا سامان خریدنے آتے تھے اور ان کے خریدار بن کر رہ جاتے تھے۔ ایک جوان عورت نے پارس کو آواز دی۔

"ہائے۔ اِدھر سے اُدھر جا رہا ہے۔ ذرا ادھر بھی تو آ۔"

اس نے اس جوان عورت کو دیکھا پھر قریب آیا۔ وہ بولی "میں دور سے دیکھ رہی ہوں۔ پیدل ایسے ٹہل رہا ہے جیسے اپنے باغیچے میں ہو۔ ارے یہاں تو لینے دینے والا بازار ہے بول کیا خریدے گا؟"

"کیا بیچو گی؟"

"دکان کے اندر جو کچھ ہے سب بیچنے کے لیے ہے۔"

"دکان کے اندر تو بھی ہے۔"

"میری قیمت کوئی نہیں ادا کر سکتا۔"

"تو پھر قیمت بتا۔"

"مردانگی اور دلیری۔ مردانگی عورت کو دکھائی جاتی ہے اور دلیری قدِ مقابل کو' لہٰذا پہلے میرے چار غنڈے بھائیوں کو دلیری دکھاؤ جب وہاں کامیاب ہو جاؤ تو پھر مجھے مردانگی دکھانے آؤ۔"

"یہ تو کوئی قیمت نہ ہوئی' جیب سے ایک ڈالر بھی نہیں جائے گا اور تم مل جاؤ گی۔"

"تم نے میرے بھائیوں کو نہیں دیکھا ہے پورے علاقے میں ان چاروں کی دہشت طاری رہتی ہے۔ ان کا نام سنتے ہی بڑے سے بڑا بدمعاش راستہ بدل کر چلا جاتا ہے۔"

"وہ اپنے کام سے راستہ بدل کر جاتے ہوں گے اور تمہارے بھائی سمجھتے ہوں گے' ان کے خوف سے راستہ بدل رہے ہیں۔"

"ہرگز نہیں میرے بھائیوں کی دہشت ایسی ہے کہ انہیں دیکھتے ہی بڑے سے بڑا بدمعاش خوف سے کانپنے لگتا ہے۔"

"پھر غلط کہہ رہی ہو۔ تم نے اس کانپنے والے کا ٹمپریچر نہیں دیکھا ہو گا۔ ہو سکتا ہے وہ بخار سے کانپ رہا ہو۔"

اس نے پارس کو سر سے پاؤں تک دیکھا پھر مسکرا کر بولی۔ "ویری اسمارٹ' میرے سامنے میرے بھائیوں کا مذاق اڑا رہے ہو۔ ابھی ان کے دھندے کا وقت ہے میں انہیں فوراً یہاں نہیں بلا سکتی۔ پھر بھی معلوم کرتی ہوں کہ وہ میری خاطر کب تک یہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

"انہیں یہاں بلانے کی کیا ضرورت ہے؟ صرف اتنا معلوم کر لو کہ وہ کہاں ہیں پھر میں خود ہی تمہارے رشتے کی بات کرنے وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

وہ اسے گھور کر دیکھتی ہوئی بولی "تمہارے پاس موبائل فون ہو گا؟"

پارس نے فون نکال کر اسے دیا۔ وہ اسے لے کر آن کرنے کے بعد نمبر پنچ کرنے لگی۔ پارس نے اس کے دماغ میں یہ خیال پیدا کیا کہ بھائیوں کا پتا معلوم ہو جائے گا تو وہ خود اسے لے کر ان کے پاس جائے گی۔ رابطہ ہونے پر وہ بولی "برادر میں لیزا بول رہی ہوں اس وقت میرے سامنے ایک قد آور صحت مند اور بہت ہی اسمارٹ نوجوان کھڑا ہوا..... مجھ سے میرا مطالبہ کر رہا ہے۔ ذرا تم چاروں اس کی خیریت معلوم کر لو۔ اس کا جغرافیہ بگاڑ دو۔ پھر اس کی سمجھ میں بات آ جائے گی کہ پہلے دلیری دکھائی ہوتی ہے تب ہی مردانگی سے پہچانا جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے ہم اس سے نمٹ لیں گے ہو سکے تو اسے باس ون کے کیسینو میں بھیج دو۔"

"کیا میں دوسرے برادر سے بھی رابطہ قائم کروں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے میں اور میرے ساتھ ایک بھائی ہے۔ ہم دونوں اس پر بھاری پڑیں گے۔ تم اس سے کہو' یہاں آئے اور پتی کا نام لے۔ لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ میرے پاس پہنچا دیں گے۔ میں اسے کیسینو کے ٹاپ فلور کی چھت پر لے جا کر زمین کی پستی میں پھینک دوں گا۔"

"برادر میں بھی آ رہی ہوں۔"

"تمہیں آنے کے لیے خوامخواہ دکان بند کرنا ہو گی۔"

"کوئی بات نہیں' یہ بندہ بڑا دلچسپ ہے ذرا میں دیکھوں گی کہ جتنا اکڑ کر بولتا ہے اتنا ہی دلیر ہے بھی یا نہیں؟"

"ٹھیک ہے۔ دکان بند کر کے اسے یہاں لے آؤ۔"

لیزا نے فون بند کر کے پارس کو واپس کیا پھر دکان بند کرنے لگی۔ باس ون کے کیسینو میں وہاں کے انٹیلی جنس کے تین سراغ رساں آئے تھے اور پارس اور پورس کو تلاش کر رہے تھے۔ انہوں نے کیسینو کے باس سے بھی پوچھا اور ان کا حلیہ بتا کر کہا "اپنے آدمیوں سے کہا جائے کہ اس حلیے کے دو جوان نظر آئیں تو فوراً انہیں پکڑ کر اس کے دفتر میں لے آئیں۔"

وہ انہیں تلاش کرتے رہے پھر ناکام ہو کر اس کیسینو سے چلے گئے۔ اپنے اعلیٰ افسر کو اطلاع دی "وہ یہاں نہیں ہیں۔ بحری جہاز والے کیسینو میں بھی دو سراغ رساں گئے تھے انہوں نے بھی یہی اطلاع دی۔ انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے اس جاسوسہ سے رابطہ قائم کرنا چاہا جو پورس کے ساتھ گئی تھی لیکن اس سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے پورس نے اسے اپنے لوگوں سے غافل کر دیا ہو گا۔

وہ اعلیٰ افسر واشنگٹن کے ہیڈ کوارٹر میں سی آئی اے کے اعلیٰ افسر کو پارس اور پورس کی موجودگی کے بارے میں رپورٹ دے چکا تھا۔ اس نے پھر اس سے رابطہ کر کے کہا "وہ دونوں بالٹی مور میں موجود ہیں لیکن دو بڑے کیسینو میں سے کہیں نہیں ہیں اور جس جاسوسہ نے انہیں دیکھا تھا اور انہیں ٹریپ کر رہی تھی وہ لاپتا ہے۔ انہوں نے یقیناً ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ہم سے دور کر دیا ہے۔"

سی آئی اے کے اعلیٰ افسر نے کہا "تیج پال کی رہنمائی میں ہمارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والا اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے

ہیں۔ ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا... بیزون اس وقت میرے دماغ میں ہے اور آپ کی بھی آوازیں سن رہا ہے۔ ابھی وہ آپ کے پاس خیال خوانی کے ذریعے آئے گا۔ ویسے ان دونوں کو ڈھونڈنا اور اپنی حراست میں لینا بہت ضروری ہے ان کا باپ فرہاد علی تیمور ہمیں بہت الجھا رہا ہے۔ اس نے ہمیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دی تھی کہ ہم نے اس کی بیٹی اعلیٰ بی بی کو واپس اس کے پاس نہ پہنچایا تو یہاں ایسی تخریبی کارروائیاں شروع کردے گا جس کا الزام اس کو نہیں دیا جاسکے گا۔"

اس افسر نے کہا "لیکن اعلیٰ بی بی تو بابا صاحب کے ادارے میں موجود ہے۔ انہوں نے ٹیلیپاتھ کے ذریعے ایک چینل پر اسے بابا صاحب کے ادارے میں دکھایا تھا۔"

"ہاں فرہاد دوہری چالیں چل رہا ہے۔ ایک طرف عالمی میڈیا کے ذریعے سب کو یقین دلا رہا ہے کہ اس نے ہمیں چوبیس گھنٹے کی مہلت نہیں دی ہے اور اعلیٰ بی بی کو بھی اغوا کیا گیا ہے؟ اعلیٰ بی بی تو ان کے ادارے میں موجود ہے۔ دوسری طرف وہ درپردہ ہمیں دھمکیاں دے رہا ہے اور یہ چیخ کر رہا ہے کہ تخریبی کارروائیاں شروع کرنے کے لیے چوبیس گھنٹے کی مہلت ختم ہوتی جارہی ہے اور اب صرف پانچ گھنٹے رہ گئے ہیں۔"

ان افسران نے فون کا رابطہ ختم کیا۔ اسی وقت بیزون نے بالٹی مور والے افسر کے دماغ میں آکر کہا "میں بیزون بول رہا ہوں کیا آپ کے پاس اس جاسوسہ کی آواز کا کوئی ٹیپ موجود ہے؟"

"جی ہاں ہمارے ریکارڈ روم میں ہے۔"

"پلیز آپ مجھے سنائیں میں خیال خوانی کے ذریعے آپ کی اس جاسوسہ کو تلاش کروں گا۔"

"تھوڑی دیر بعد ایک کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے اس جاسوسہ کی آواز سنائی دی۔ بیزون توجہ سے سنتا رہا۔ اس کی آواز اور لب ولہجے کو اپنے ذہن میں نقش کرتا رہا۔ پھر اس نے کہا "ٹھیک ہے۔ آپ بند کردیں میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

بیزون نے دماغی طور پر حاضر ہو کر تیج پال کو تمام باتیں بتائیں۔ تیج پال نے کہا "جیسا کہ تم رپورٹ دے رہے ہو' اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ واقعی پارس اور پورس ہیں اگر انہیں گرفتار کرلیا جائے گا تو مسٹر فرہاد کی یہ دوہری چال ناکام ہوجائے گی۔ ہم یہ ثابت کرسکیں گے کہ ایک طرف فرہاد اپنے آپ کو بے قصور اور خود کو امریکی معاملات سے الگ تھلگ ثابت کررہا ہے اور دوسری طرف یہاں تخریبی کارروائیاں کرنے کے لیے اپنے دونوں بیٹوں کو باغی مورمیں چھپا رکھا ہے۔"

"میں خیال خوانی کے ذریعے اس جاسوسہ کے دماغ میں جارہا ہوں اس کے ذریعے حقیقت معلوم ہوجائے گی کہ پارس اور پورس نے ہی اسے ٹریپ کیا ہے یا وہ جاسوسہ خود ہی عیاش ہے اور چپ چاپ رات بھر کے لیے غائب ہوگئی ہے۔"

تیج پال نے کہا "اپنے ساتھ مائیک مورو کو لے جاؤ اور باغی مور کے افسر سے کہو کہ وہ دونوں بڑے کیسینو کے مالکان سے فون کے ذریعے رابطہ کرے۔ مائیک مورو اس افسر کے دماغ میں رہ کر ان مالکان کی آواز سنے گا پھر خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرے گا کہ واقعی وہ دونوں وہاں آئے تھے یا نہیں؟"

مائیک مورو اپنے ساتھی بیزون کے دماغ میں آیا۔ بیزون اس باغی مور والے افسر کے پاس آکر بولا "آپ کے دماغ میں ہمارا ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود رہے گا۔ آپ وہاں کے دو بڑے کیسینو کے مالکان سے فون پر رابطہ کریں یہ ان کی آوازیں سن کر ان کے دماغوں میں جا کر پارس اور پورس کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرے گا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک کیسینو میں موجود ہوں اور اس کی خبر کسی اور کو نہ ہو لیکن یہ جو مالکان ہوتے ہیں اپنے دفتروں میں بیٹھ کر ٹی۔ وی اسکرین کے ذریعے اپنے پورے کیسینو کے مختلف حصوں کو دیکھتے رہتے ہیں ہوسکتا ہے انہوں نے پارس اور پورس کے حلیے کے نوجوانوں کو دیکھا ہو۔"

اس افسر نے کہا "میں ابھی فون پر رابطہ کررہا ہوں۔"

بیزون خیال خوانی کے ذریعے اس جاسوسہ کے دماغ میں پہنچا۔ پھر فوراً ہی واپس ہوگیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر تیج پال سے بولا۔ "میں اس جاسوسہ کے دماغ میں پہنچ گیا تھا لیکن وہاں پہنچتے ہی فوراً واپس آگیا۔"

"کیا وہ جاسوسہ یوگا کی ماہر ہے۔ سانس روک لیتی ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے بس میں اس کے خیالات نہ پڑھ سکا۔"

"اس کے خیالات پڑھنے میں کیا دشواری پیش آرہی ہے؟"

"میں کیا بتاؤں۔ یہاں میری بیوی مونا ریٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ میں اپنی مونا ریٹا سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ کسی دوسری عورت کی تمنائی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ جاسوسہ ایسی حالت میں ہے کہ میں اس کے دماغ میں نہیں رہ سکتا۔"

اس کی بیوی مونا ریٹا نے خوش ہو کر اس کے شانے پر سر رکھ کر کہا "دیکھو تیج پال! میرا بیزون مجھ سے کتنی محبت کرتا ہے۔ میں نے اسے منع نہیں کیا لیکن یہ خودی میرا ایسا دیوانہ ہے کہ کسی اور کو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔"

تیج پال نے پریشان ہو کر کہا "مونا ریٹا یہاں دیوانگی' فرماں برداری اور محبت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ ابھی ہمیں اپنے بہت اہم مسئلے کو حل کرنا ہے۔"

وہ بولی "آپ کسی کنوارے کو بھیج دیں لیکن میرا شوہر وہاں نہیں جائے گا۔"

تیج پال نے کہا "بڈی رابرٹ تم اس جاسوسہ کے دماغ میں جاؤ۔ بیزون تمہیں وہاں پہنچاوے گا۔"

انہوں نے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ بیزون نے اسے وہاں پہنچا دیا چند ہی لمحوں کے بعد بڈی رابرٹ نے واپس آکر ہانپتے ہوئے کہا "سوری تیج پال! ہم تھوڑی دیر بعد خیال خوانی کے ذریعے اس جاسوسہ کے بارے میں اور پارس اور پورس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرلیں گے۔"

تیج پال نے کہا "تھوڑی دیر بعد کیوں ابھی کیوں نہیں؟"

"بھئی سمجھا کرو۔ میں کنوارا ہوں۔ میں ابھی اس کے پاس جا کر خیال خوانی نہیں کرسکتا۔"

تیج پال نے پریشان ہو کر کہا "کیا مصیبت ہے۔ بیزون شادی شدہ ہے اس لیے نہیں جاسکتا اور تم کنوارے ہو اس لیے نہیں جاسکتے پھر وہاں کون جاسکتا ہے؟"

بیزون نے کہا "تیج پال! تمہیں خود سمجھنا چاہیے کہ وہاں کوئی نہیں جاسکتا۔ وہاں دو شیطان پارس اور پورس میں سے کوئی موجود ہوگا۔"

"ہم ایسے کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ ٹھوس ثبوت ہونا چاہیے اور خیال خوانی کے ذریعے تم لوگ پورے یقین سے معلوم کرسکتے ہو کہ وہاں پورس یا پارس موجود ہیں یا نہیں؟"

بڈی رابرٹ نے کہا "ہم تمہاری ہدایات پر عمل کرتے رہتے ہیں اور مشکل سے مشکل مرحلے سے گزرتے رہتے ہیں۔ پلیز ہمیں اس مرحلے سے گزرنے کو نہ کہو۔"

تیج پال نے جوزف وسکی کو دیکھ کر پوچھا "تم بھی ایسے ہی دل و دماغ کے کمزور ہو؟ کیا ایسے مشکل وقت میں تم ایسی جگہ نہیں جاسکتے جہاں جانا مناسب نہیں ہے لیکن حالات مجبور کریں اور ہمیں دشمنوں تک جلد سے جلد پہنچنا ضروری ہو تو کیا اپنے فرائض کی ادائیگی سے انکار کروگے؟"

جوزف وسکی نے کہا "انکار نہیں کروں گا۔ بیزون تم مجھے اس کے پاس پہنچادو۔"

بیزون نے اسے جاسوسہ کے دماغ میں پہنچا دیا اور خود واپس چلا آیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا "تیج پال! میں نے اس جاسوسہ کے ذریعے ایک مردانہ آواز سنی پھر اس کے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچا اور اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ پورس ہے۔"

تیج پال نے کہا "ناممکن' یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ پورس ہو اور تم اس کے خیالات پڑھ کر آرہے ہو۔"

"میں جانتا ہوں کہ ہم ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتے۔ جانا چاہیں گے تو وہ سانس روک لیں گے لیکن میری پوری بات تو سنو۔"

"اچھا کوئی اور بات ہے بتاؤ؟"

"وہ اپنی عادت اور مزاج کے خلاف آج دو پیگ پی چکا ہے۔ اس جاسوسہ نے بڑی محبت سے اسے پلایا ہے۔ عورت ایسی ہوتی ہے کہ بادشاہ اس کے لیے تخت و تاج چھوڑ دیتا ہے۔ پورس نے اس پر لٹو ہو کر اس کے ہاتھوں سے پی لی ہوگی۔"

تیج پال سوچ میں پڑ گیا۔ اس کا ذہن تسلیم نہیں کررہا تھا کہ پورس نشہ کرنے کی غلطی کرے گا۔ ایسے وقت ان کے ٹیلی پیتھی پارس نشہ کرنے کی غلطی کرے گا۔ ایسے وقت ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک مورو نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا "میں باس ون کے دماغ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس نے اپنی برادرس کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں۔ یہ بہت ظالم اور قاتل ہے اس کے تین بھائی ہیں اور وہ تینوں بھی ویسے ہی ہیں۔ کسی کی بھی زندگی یوں چھین لیتے ہیں' جیسے کسی چیونٹی کو چٹکی میں مسل رہے ہوں لیکن وہ چاروں بھائی اس وقت کیسینو کے ایک بڑے ہال میں بُری طرح زخمی پڑے ہوئے تھے۔ ایک نوجوان وہاں آیا تھا اور ان چاروں کی پٹائی کرنے کے بعد ان کی بہن کو لے کر وہیں ایک ریستوران میں کھانے کے لیے گیا ہے۔"

تیج پال نے پوچھا "کیا اس ایک نوجوان نے ان چاروں بدمعاشوں کو زخمی کیا ہے؟"

"ہاں ان زخمی غنڈوں کے خیالات بتا رہے ہیں کہ ان کی پٹائی عجیب وغریب طرح سے ہوئی ہے۔ وہ نوجوان چپ چاپ ایک جگہ کھڑا ہوگیا تھا کبھی کبھی انہیں دو چار ہاتھ مار دیتا تھا ورنہ وہ چاروں بھائی بے اختیار لڑ پڑے تھے اور ایک دوسرے کو زخمی کرتے جاتے تھے۔ اب وہ اس قابل نہیں رہے کہ زخموں سے چور ہونے کے بعد فرش پر اٹھ سکیں۔ انہیں کیسینو کے ملازمین نے اٹھایا اور کرسی پر بٹھایا ہے ان کی بہن اس نوجوان کے ساتھ چلی گئی ہے۔ جب کہ اسے اپنے زخمی بھائیوں کے ساتھ رہنا چاہیے تھا۔ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے' وہ نوجوان ٹیلی پیتھی جانتا ہے ایک تو اس نے خیال خوانی کے ذریعے چاروں بھائیوں کو آپس میں لڑنے پر مجبور کیا۔ جب وہ بری طرح زخمی ہوگئے تو اس نے ان کی بہن کے دماغ پر قبضہ جمایا اور وہ مجبور ہو کر اس کے ساتھ چلی گئی۔"

"تو پھر فوراً جاؤ اور اس نوجوان تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ یہ یقین ہورہا ہے کہ وہ پارس یا پورس ہوگا لیکن ہمیں پوری طرح تصدیق کرنی چاہیے۔"

تیج پال کے وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے باس ون کے دماغ میں پہنچے اور اسے مجبور کرکے وہاں لے گئے۔ جہاں پارس اس حسینہ کے ساتھ بیٹھا کھا رہا تھا۔ باس نے اس سے پوچھا "مسٹر! تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔ واقعی بہت دلیر ہو۔ میں چاہوں گا کہ تم کھانے کے بعد مجھ سے ملاقات کرو۔"

اس کے جواب میں پارس نے کہا "میں ابھی مصروف ہوں۔ جب میری مصروفیات ختم ہوجائیں گی تو شاید میں کل دن کو کسی وقت تم سے ملاقات کروں گا فی الحال ہمیں ڈسٹرب نہ کرو چلے جاؤ۔"

پارس کی آواز سنتے ہی ان چاروں نے بیک وقت اس کے

دماغ کے اندر پہنچنے کی کوشش کی لیکن پارس نے سانس روک لی۔ ان میں سے بیزون نے دوسری بار دماغ میں جا کر کہا "پلیز سانس نہ روکو۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے بات نہیں سنی۔ پھر سانس روک لی۔

تیج پال یہ رپورٹ سن کر گہری سنجیدگی سے سوچ رہا تھا پھر اس نے کہا "یہ پارس ہو سکتا ہے۔ اپنے دماغ میں نہیں آنے دے رہا ہے۔ ادھر پورس اس حسین جاسوسہ کی قربت سے دیوانہ ہو کر نشے کو منہ لگا رہا ہے۔"

بیزون نے پوچھا "ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"تم چاروں وہاں کے انٹیلی جنس والوں کے دماغوں میں جاؤ اور ان سے کہو فوراً باس ون کے کیسینو میں جا کر پارس کو گھیرے میں لے کر فرار نہ ہونے دیں۔ اسے ہر حال میں گرفتار کریں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دونوں بھائی جلد ہی گرفتار کر لیے جائیں گے۔"

اس کی ہدایت کے مطابق وہ چاروں ہالٹی مور کے افسران کے دماغوں میں گئے اور بتایا کہ پارس اور پورس کو گرفتار کرنے کے لیے کہاں پہنچا جا سکتا ہے؟ اور انہیں کس قدر محتاط رہ کر دونوں بھائیوں کو گرفتار کرنا ہوگا اگر ان کی ذرا سی بھی غفلت یا حکمتِ عملی سے انہیں فرار ہونے کا موقع ملے گا تو امریکی اکابرین ایک بڑا گیم ہار جائیں گے۔ یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ فرہاد دوہری چال چل رہا ہے۔ اپنے دو بیٹوں کو بالٹی مور بھیج کر دی ہوئی مہلت ختم ہوتے ہی ان اکابرین کو زبردست نقصان پہنچانے والا ہے۔

پارس اس کیسینو میں چار غنڈے بھائیوں کی اکلوتی بہن لیزا کے ساتھ ریستوران میں بیٹھا ہوا ڈنر میں مصروف تھا۔ لیزا نے کہا۔ "تم بڑے اطمینان سے کھا رہے ہو اور مجھ سے ایک لقمہ بھی کھایا نہیں جا رہا ہے۔ میرے چاروں بھائی بری طرح زخمی ہو گئے ہیں۔ مجھے ان کے پاس جانا چاہیے تھا مگر تم کیا ہو کہ میں اپنی مرضی کے خلاف ان بھائیوں کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ یہاں آ گئی ہوں۔"

پارس نے کہا "تم نے اپنی قیمت بتائی تھی کہ مردانگی اور دلیری۔ مردانگی عورت کو دکھائی جاتی ہے اور دلیری مرد کو لہٰذا میں نے تمہارے چار مرد بھائیوں کو دلیری دکھا دی۔ مردانگی تمہیں دکھاؤں گا اس طرح میں نے تمہاری بتائی ہوئی قیمت ادا کی ہے تم میرے ہاتھ بک چکی ہو اب بکنے کے بعد خریدار کی مرضی پر ہو اور خریدار کی مرضی یہ ہے کہ تمہارے کسی سوال کا جواب نہ دے۔"

"تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ اس کے ذریعے تم نے میرے بھائیوں کو آپس میں لڑا دیا اور ایک طرف کھڑے تماشا دیکھتے رہے۔"

"جھوٹ بول رہی ہو۔ میں نے دلیری دکھانے کے لیے تمہارے چاروں بھائیوں کو کبھی کبھی ایک دو ہاتھ جمائے ہیں۔ تم بھول رہی ہو۔"

"یہ کون سی مردانگی ہے کہ میرے دماغ پر قبضہ جما کر یہاں آ گئے۔"

"جب میں نے تمہیں خرید لیا ہے تو میں تمہارے صرف جسم ہی نہیں تمہارے دماغ پر بھی حکومت کرنے کا حق رکھتا ہوں۔"

"تم نے صحیح طریقے سے میری قیمت ادا نہیں کی ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے بھائیوں کو شکست دی ہے جبکہ تمہیں ایک مرد کی طرح ان سے مقابلہ کرنا چاہیے تھا۔"

"اچھا میں خالی ہاتھ تمہارے چار بھائیوں سے مقابلہ کرتا۔ وہ مجھے اپنے ہتھیاروں سے بھون کر رکھ دیتے۔ میں نے اپنا ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا ہے تو اس پر تم اعتراض کر رہی ہو۔ ایک دوسرے کے مقابلے پر آتے ہیں تو اپنے اپنے پاس رکھے ہوئے ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔"

"مگر عورت کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے زیر نہ کرو۔ اپنی مردانگی سے زیر کرو۔"

"آئندہ میں تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گا۔ تم آزاد ہو اور دیکھو گی کہ میں تمہیں کس طرح قابو میں کرتا ہوں۔"

"اگر تم زبان کے سچے ہو اور واقعی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہیں کرو گے تو قیامت تک مجھے حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"مجھے تمہارا چیلنج منظور ہے۔"

وہ اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولی "میں پھر ایک بار تمہارا موبائل فون استعمال کرنا چاہتی ہوں۔"

پارس نے اسے اپنا فون دیا۔ وہ اسے لے کر آن کرنے کے بعد نمبر پنچ کرنے لگی۔ جب رابطہ ہوا تو اس نے کان سے لگا کر پوچھا۔ "ہیلو میرے چاروں بھائی کہاں ہیں؟"

وہ دوسری طرف کی باتیں سننے لگی۔ پارس اس کے دماغ میں نہیں جا رہا تھا۔ اس کے خیالات نہیں پڑھ رہا تھا اور اسے یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ دوسری طرف کون ہے؟ اور اس سے کیا کہا جا رہا ہے؟

لیزا نے کہا "اچھا تو وہ چاروں اسپتال میں ہیں۔ مرہم پٹی ہو چکی ہے؟ کوئی تشویش کی بات تو نہیں ہے؟"

وہ پھر کچھ سننے کے بعد بولی "او گاڈ! اتنے زخمی ہیں کہ اب پیروں پر چل نہیں سکتے۔ ایک دو دن لگیں گے۔"

یہ کہتے وقت وہ گھور کر پارس کو دیکھ رہی تھی پھر فون پر بولی "اگر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے تو کیا یہاں پولیس فورس کی کمی ہے؟ اسے چاروں طرف سے گھیر کر گرفتار نہیں کیا جا سکتا؟ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کتنے پولیس والوں کے دماغوں میں بیک وقت جا سکے گا؟"

وہ پھر دوسری طرف کی باتیں سننے لگی۔ اس کے بعد بولی "ٹھیک ہے۔ میں یہاں ہوں اس کے بعد اپنے بھائیوں سے اسپتال جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے فون کو آف کیا۔ اسے پارس کے سامنے ہاتھ بڑھا کر رکھ دیا۔ اس نے کہا "میں نے ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لیا تمہارے خیالات نہیں پڑھے لیکن تمہاری باتوں سے اندازہ لگایا ہے، ابھی تم کسی پولیس افسر سے باتیں کر رہی تھیں۔"

وہ بولی "ہاں میں نے پولیس والوں کو سمجھایا ہے کہ تمہیں گھیر کر گرفتار کیا جا سکتا ہے۔"

"لیکن کس جرم میں؟"

"جب کسی کو گرفتار کیا جاتا ہے تو وہ ملزم کہلاتا ہے۔ جرم ثابت ہو جائے تو پھر مجرم کہلاتا ہے۔ فی الحال اتنا ہی جرم کافی ہے کہ تم نے اس کیسینو میں ہنگامہ برپا کیا ہے۔ لڑائی جھگڑا کر کے میرے چار بھائیوں کو زخمی کیا ہے اور یہاں کے قیمتی سامان کو توڑ پھوڑ ڈالا ہے۔ اس کے بعد پولیس والے تم سے نمٹ لیں گے۔"

"ہوں! مجھے عارضی طور پر حراست میں رکھنے کے لیے اتنے الزامات کافی ہیں۔ میں بھی پولیس والوں سے نمٹ لوں گا۔ ویسے تم میری مرضی کے بغیر بھائیوں سے ملنے کے لیے اسپتال نہیں جاؤ گی۔"

"وہ تو مجھے جانا ہی ہے۔ یہ میری شرافت ہے کہ میں تمہارا کھانا ختم ہونے کا انتظار کر رہی ہوں اس سے پہلے نہیں جاؤں گی۔"

"کھانا ختم ہونے کا انتظار کر رہی ہو یا پولیس والوں کی آمد کا؟"

"تم کچھ بھی سمجھ سکتے ہو اگر خطرہ محسوس کر رہے ہو اور تنہا ٹیلی پیتھی کا ہتھیار بے شمار پولیس والوں پر آزما نہیں سکو گے تو یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

"میں میدان چھوڑ کر بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

اس وقت کیسینو کا مالک باس نمبر ون اپنے باڈی گارڈز کے ساتھ آیا اور بولا "وہ چاروں اسپتال میں ہیں اور بڑی تشویش ناک حالت میں ہیں۔ آپ نے میرے ان چار سیکیورٹی گارڈز کو بری طرح زخمی کیا ہے پھر میرے کیسینو کا بہت سا قیمتی سامان تباہ کر دیا ہے۔ میں آپ کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا صرف ایک التجا کرتا ہوں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں، آپ التجا کریں گے کہ یہاں سے چلا جاؤں اور کھانے کا بل بھی ادا نہ کروں۔"

"آپ کا احسان ہوگا۔ بل کی کوئی بات نہیں ہے آپ صرف چلے جائیں تاکہ اس بات کی ضمانت ہو کہ آئندہ یہاں کوئی ایسی... گڑبڑ نہیں ہوگی۔"

"تمہارے غنڈے جب گڑبڑ کرتے ہیں تو اسے تم جائز قرار دیتے ہو۔ کیونکہ وہ تمہارے کیسینو کے ناجائز معاملات کی حمایت میں خون خرابا کرتے ہیں اور یہاں کے لوگوں کو مار پیٹ کر نکال دیتے ہیں لیکن میں نے جو دنگا فساد کیا ہے وہ تمہارے اصولوں کے خلاف ہے۔ بہرحال میں کھانے کے بعد چلا جاؤں گا۔"

وہ بولا "میں اسپتال اپنے چاروں سیکیورٹی گارڈز کی خیریت معلوم کرنے جا رہا ہوں۔ کیا میں ان کی بہن لیزا کو لے جا سکتا ہوں؟"

پارس نے کہا "اب یہ میری ہے۔ اس لیے میرے ساتھ جائے گی۔"

"آپ ان بہن بھائیوں سے کیوں دشمنی کر رہے ہیں؟"

"دشمنی میں نہیں کر رہا ہوں اسی حسینہ نے کہا تھا، اس کی قیمت ہے مردانگی اور دلیری اور دلیری یہ ہوگی کہ میں اس کے چاروں بھائیوں سے نمٹنے کے بعد اس کا ہاتھ پکڑوں۔ لہٰذا میں نے ان سے نمٹ لیا ہے اب اس سے نمٹنا رہ گیا ہے۔"

ایک باڈی گارڈ نے کہا "مسٹر! مس لیزا اکیلی رہ گئی ہے۔ یہ ہمارے باس کے چار سیکیورٹی گارڈز کی بہن ہے۔ اس کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ ٹھیک ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو لیکن باس نے اور ہم دونوں باڈی گارڈز نے اپنے اپنے ہتھیار نکال لیے تو تم تنہا بیک وقت ہم تینوں کو کیسے قابو میں کر سکو گے۔"

پارس نے کہا "پہلے یہی بات لیزا کہہ رہی تھی کہ کئی پولیس والے یہاں آ جائیں تو میں کس طرح انہیں قابو میں کر سکوں گا؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی بھاری بھرکم جوتوں کی آوازیں سنائی دیں پھر کئی پولیس والے اس ریستوران میں داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی پارس نے پہلے باس ون کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے فوراً ہی اپنا ریوالور پارس کی طرف اچھالا۔ پارس نے اسے کیچ کر لیا۔ باڈی گارڈ بول رہا تھا اس کی آواز بھی پارس سن چکا تھا۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو اس نے بھی اپنا ریوالور اس کی طرف اچھال دیا۔ پارس نے اس دوسرے ریوالور کو کیچ کرنے کے بعد ایک ریوالور سے باس ون کا نشانہ لیا اور دوسرے سے لیزا کا پھر پولیس افسر اور دوسرے سپاہیوں سے بولا "اگر کسی نے میری طرف بڑھنے کی یا مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں باس کو اور لیزا کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر ان دونوں کی زندگی چاہتے ہو تو فوراً واپس جاؤ۔"

تمام پولیس والے ذرا دور ہو گئے۔ پارس نے باس کے دونوں باڈی گارڈز سے کہا "تم دونوں یہاں کیوں ہو ذرا دور ہو جاؤ۔"

وہ بھی ذرا دور چلے گئے۔ ایک افسر نے کہا "ہم جانتے ہیں آپ ان دونوں کو گولی مار سکتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہو کہ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ان دونوں کی زندگی بچانا ہم پولیس والوں کا فرض ہے۔ ہم آپ سے التجا کرتے ہیں پلیز قانون کو ہاتھ میں نہ لیں ہمارے ساتھ تھانے چلیں۔ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "واہ پولیس والوں سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ تو لطیفہ ہو گیا۔ ہنسنا چاہیے مگر مجھے ہنسی نہیں آ رہی ہے۔"

ایک پولیس افسر کے موبائل فون سے بزر کی آواز سنائی دی۔ اس نے فون کو آن کروایا اور کان سے لگایا اور کہا "ہیلو۔۔۔؟"

وہ دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔ پارس اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دوسری طرف سے کوئی پولیس افسر کہہ رہا تھا "ہم اس ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر کر اس کمرے میں گئے۔ وہاں انٹیلی جنس کی جاسوسہ ایک نوجوان کے ساتھ تھی اور وہ نوجوان نشے میں مدہوش تھا۔ ہم نے اسے گرفتار کرلیا ہے۔"

پارس نے سمجھ لیا کہ پورس گرفتار ہوچکا ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پورس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ واقعی نشے کے باعث مدہوش تھا۔ پولیس افسر نے فون کے ذریعے کہا "اس جاسوسہ کو اور اس کے جوان ساتھی کو حراست میں لے کر پولیس اسٹیشن لے آؤ۔ ہم اسے واشنگٹن ہیڈ کوارٹر سی آئی اے والوں کے حوالے کریں گے۔"

دوسری طرف سے ایک پولیس افسر نے کہا "ہم نے ان دونوں کو حراست میں لے لیا ہے لیکن ہمارے دماغ میں آنے والوں نے ہم سے کہا ہے، صرف اسے گرفتار کرنا کافی نہیں ہوگا۔ یہ ہوش میں آتے ہی گرفت سے نکل جائے گا۔ لہٰذا اسے زخمی کیا جائے تاکہ یہ خیال خوانی کے قابل نہ رہے۔"

"نہیں، اسے زخمی نہ کرو۔ پہلے تھانے لے آؤ۔"

"افسوس ہمارے ایک سپاہی نے اس پر گولی چلا کر اس کے بازو کو زخمی کردیا ہے۔ ہم تھانے لے جا کر اس کی مرہم پٹی کرنے والے ہیں۔"

"آل رائٹ میں وہاں پہنچ رہا ہوں۔"

اس نے فون بند کردیا۔ پارس نے کہا "میں نے تمہاری باتیں سن لی ہیں لیکن مجھے گرفتار نہیں کرسکو گے۔ یہاں سے فوراً جاؤ۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک ٹھائیں سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ کسی نے کہیں سے چھپ کر گولی چلائی تھی۔ وہ گولی پارس کے بازو میں آکر لگی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ دوسرے ریوالور سے گولی چلاتا دونوں باڈی گارڈز نے اس پر چھلانگ لگائی پھر اس کے ریوالور کو چھین لیا۔

ٹیج پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بیزون نے ایک پولیس والے کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ اسے اس بھیڑ سے ذرا دور لے گیا تھا پھر اسے مجبور کیا تھا کہ وہ پارس کے بازو کو زخمی کرے اور اس نے یہی کیا تھا۔

ڈی پارس اور پورس دونوں ہی زخمی ہوگئے تھے۔ کسی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں آنے سے اور خیال خوانی کرنے سے نہیں روک سکتے تھے۔ ویسے اصل پارس اور پورس بھی یہی چاہتے تھے کہ مخالفین ان کے دماغوں میں جا کر خیالات پڑھیں اور یہی معلوم کریں کہ وہ کوئی بہروپیے نہیں، بلکہ پارس اور پورس ہی ہیں۔

ٹیج پال کے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے واشنگٹن کے سی آئی اے اور ایف بی آئی کے اعلیٰ افسروں کو خوش خبری سنائی کہ پارس اور پورس حراست میں ہیں انہیں زخمی کردیا گیا ہے۔ فی الحال خیال خوانی نہیں کرسکیں گے اور فرار نہیں ہوسکیں گے۔ لہٰذا انہیں بڑی سخت نگرانی میں رکھا جائے تاکہ ان کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور بابا صاحب کے ادارے کے کارندے فرہاد کے ان دونوں بیٹوں تک نہ پہنچ سکیں۔

میں نے انہیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ دو گھنٹے بعد مہلت ختم ہونے والی تھی۔ اس سے پہلے ہی امریکی اکابرین سے بازی جیت لی تھی۔ وہ خوش تھے کہ پارس اور پورس ان کی قید میں رہیں گے تو میں انہیں نقصان پہنچانے کے لیے کوئی کارروائی نہیں کرسکوں گا۔

لیکن دو گھنٹے ختم ہوتے ہی ان کی خوش فہمی بھی ختم ہوگئی۔ اچانک پتا چلا آرمی ہیڈ کوارٹرمیں جو اسلحہ خانہ ہے اور جہاں جدید ترین اسلحے کا ذخیرہ ہے وہاں اچانک دھماکا ہوا ہے اور کروڑوں ڈالر کا اسلحہ تباہ ہوچکا ہے۔ میں نے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا "میں نے جو کہا تھا وہ کر دکھا رہا ہوں۔ مہلت ختم ہوچکی ہے انتقامی کارروائی شروع ہوچکی ہے۔ یہ انتقامی کارروائی کا پہلا مرحلہ ہے۔ تمہارے کروڑوں ڈالرز کا جدید اسلحہ تباہ ہوچکا ہے اب جہاں بھی جتنے بھی تمہارے باپ ہیں، ان سے میرے خلاف شکایت کرو لیکن میرے خلاف شکایت کرنے کے لیے ٹھوس ثبوت ضرور پیش کرنا جب کہ ایک بھی ٹھوس ثبوت تمہیں نہیں مل سکے گا۔"

○☆○

اسرائیل میں الپا اور نارنگ کے درمیان زبردست رسہ کشی ہو رہی تھی۔ یہ صرف الپا جانتی تھی کہ اس کا مقابل اس کا دشمن نارنگ ہے۔ وہ بظاہر جسمانی طور پر برین آدم تھا۔ آرمی انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل اور تمام یہودی اکابرین یہی سمجھ رہے تھے کہ الپا برین آدم سے دشمنی کررہی ہے اور برین آدم، الپا سے دشمنی کررہا ہے۔

ان کی دشمنی کے باعث یہودی اکابرین کے بھی دو گروہ بن گئے تھے۔ ایک گروہ الپا کی حمایت کررہا تھا اور دوسرا گروہ کہہ رہا تھا کہ آرمی انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل کئی برسوں سے اس ملک کا وفادار رہا ہے اور اس نے الپا کو یہاں کا وفادار بنا کر رکھا تھا۔ الپا بھی اس کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتی تھی۔ آج الپا اس سے خواہ مخواہ دشمنی کررہی ہے اور دشمنی کا یہ جواز پیش کررہی ہے کہ وہ برین آدم نہیں ہے۔

اکابرین میں سے دوسرے گروہ کے ایک افسر نے کہا۔ الپا درست کہہ رہی ہے اگرچہ وہ جسمانی طور پر ہمیں برین آدم نظر آتا ہے لیکن یہ ایک دھوکا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں پہلے نیلماں اپنی آتما شکتی کے ذریعے جسم تبدیل کیا کرتی تھی۔ اب نارنگ ایسا کررہا ہے۔ لہٰذا نارنگ اس وقت برین آدم کے روپ میں ہم پر مسلط ہوگیا ہے۔

برین آدم کی حمایت کرنے والوں میں سے ایک شخص نے پوچھا "کیا ثبوت ہے کہ برین آدم کے جسم میں نارنگ کی روح سمائی ہوئی ہے۔ سیدھی سی بات ہے وہ ہماری پہلے والی الپا نہیں رہی ہے۔ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے بڑی کامیابی سے ٹریپ کیا ہے۔ اس نے تخریبی عمل کے ذریعے اسے اپنی معمولہ اور تابع بنالیا ہے۔ وہ اس کے اشارے کے مطابق سب سے پہلے برین آدم سے دشمنی کررہی ہے کیونکہ برین آدم ہی کو ہماری مملکت اسرائیل میں ریڑھ کی ہڈی سمجھا جاتا ہے۔ پہلے وہ اس ہڈی کو توڑنا چاہتی ہے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہاں دو گروہ بن چکے ہیں۔ ہم میں سے ایک الپا کی حمایت میں سوچ رہا ہے اور بول رہا ہے دوسرا گروہ برین آدم کی حمایت کررہا ہے۔ دیکھا جائے تو یہ اچھی بات ہے۔ ہم ایک دوسرے پر تنقید کررہے ہیں اور یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں میں سچ کون بول رہا ہے اور دھوکا کون دے رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں اس سلسلے میں ایک اجلاس طلب کرنا چاہیے۔ الپا سے اور برین آدم سے کہا جائے کہ وہ بھی اجلاس میں حاضر ہوں۔ تاکہ ہم ان کے درمیان صلح کرا سکیں یا پھر حقیقت معلوم کرسکیں کہ ان دونوں کے درمیان کیوں اتنی خطرناک حد تک دشمنی چل پڑی ہے کہ ہم اکابرین بھی دو حصوں میں تقسیم ہوگئے ہیں۔ اس طرح تو ملک تباہ ہوتا چلا جائے گا۔"

الپا اور برین آدم دن اور رات میں کئی بار ان اکابرین سے رابطہ کیا کرتے تھے۔ انہیں کہا گیا کہ شام چار بجے ایک اجلاس منعقد کیا جارہا ہے۔ ان دونوں کو اس اجلاس میں بہ نفس نفیس حاضر ہونا چاہیے۔

الپا نے کہا "میں وہاں موجود رہوں گی اور اپنی موجودگی کا یقین بھی دلاؤں گی لیکن کسی کو نظر نہیں آؤں گی۔"

نارنگ نے کہا "میں بھی وہاں موجود رہوں گا لیکن کسی کو نظر نہیں آؤں گا۔"

ایک نے پوچھا "مسٹر برین آدم! آپ تو ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں پھر کس طرح حاضر ہو کر بھی ہمیں نظر نہیں آئیں گے؟"

"آپ حضرات جانتے ہیں میری اور الپا کی کوششوں سے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہاتھ آگئے تھے۔ ان میں سے الپا کی غفلت کے باعث دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہاتھ سے نکل گئے، اس سے پہلے کہ باقی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہاتھ سے نکلتے، میں نے انہیں پوری طرح جکڑ لیا ہے۔ ایک عامل کے ذریعے ان پر تنویم عمل کرانے کے بعد انہیں اپنا معمول اور تابع بنالیا ہے لہٰذا آج شام جو اجلاس ہوگا میں ایک کے ذریعے وہاں موجود رہوں گا۔ آپ لوگوں کی باتیں سنتا رہوں گا اور اپنی طرف سے جواب دیتا رہوں گا۔"

ان سے کہا گیا کہ وہ اجلاس میں آنے سے پہلے چند مفید تجاویز سوچ کر آئیں کہ ان دونوں میں کن شرائط پر صلح ہوسکتی ہے اور اگر صلح نہ ہوسکی اور دونوں کو ایک دوسرے سے خطرہ رہے گا تو ہم سب کس طرح یقین کے ساتھ سمجھ سکیں گے کہ دونوں میں سے کون ہمیں دھوکا دے رہا ہے اور کون ہم سے مخلص ہے؟

جہاں تک یہودیوں کی بہتری اور سلامتی کا تعلق تھا تو الپا ان سے مخلص تھی لیکن ثابت کرنا مشکل تھا کہ وہ پہلے کی طرح اب بھی اپنے ملک اور قوم کے لیے پریشان ہے اور نارنگ اسے کسی طرح فنا کرنا چاہتا ہے۔

یہی نارنگ کو شکایت تھی کہ الپا اس کے ہاتھ نہیں آرہی تھی کہیں روپوش ہوگئی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو تلاش کررہے تھے اور دونوں ہی نے یہ سوچ رکھا تھا کہ جب بھی وہ ایک دوسرے کو نظر آئیں گے اور یقین ہوجائے گا کہ وہی نارنگ ہے یا وہی الپا ہے تو فوراً اسے گولی ماردیں گے۔

میں نے اور سونیا نے نارنگ کو اس مقام پر پہنچا دیا تھا اور اسے یقین دلا دیا تھا کہ جب تک وہ ہمارا فرماں بردار رہے گا اور ہماری مرضی کے مطابق اسرائیل میں اور امریکا میں ایک محاذ قائم کرتا رہے گا۔ اس وقت تک سونیا اس سے دشمنی نہیں کرے گی اور نہ ہی اسے موجودہ جسم چھوڑنے پر مجبور کرے گی لیکن وہ اسرائیل میں اپنے طور پر جو کچھ کرے گا، اس میں سونیا مداخلت نہیں کرے گی کیونکہ اب ہم دوسری جگہ مصروف تھے اور یہ چاہتے تھے کہ نارنگ اپنے طور پر الپا سے مقابلہ کرے اور جہاں تک ہمیں رپورٹ مل رہی تھی وہ یہی تھی کہ وہ بڑی کامیابی سے مقابلہ کررہا ہے اور ایسا عذاب بن چکا ہے جو پہلے کبھی الپا پر نازل نہیں ہوا تھا۔

دوسرے لفظوں میں الپا سے نمٹنے کے لیے نہ ہم اسے مشورہ دے رہے تھے نہ کسی طرح کی مدد کررہے تھے۔ البتہ کبھی کبھی معلوم کرلیتے تھے کہ وہ الپا کے مقابلے میں ثابت قدمی سے ڈٹا ہوا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کمزور پڑ جاتا یا الپا اس پر غالب آتی تو ہم کسی حد تک اس کی مدد کرسکتے تھے۔

الپا نے نارنگ سے زیادہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں تجربات حاصل کیے تھے اور طرح طرح کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح طرح کی مکاریاں سیکھی تھیں اگر چہ نارنگ اس کے مقابلے میں ناقابلِ شکست بن چکا تھا، اس کے باوجود وہ مایوس ہونے اور حوصلہ ہارنے والی عورت نہیں تھی۔ وہ سوچتی رہتی تھی کہ کس طرح اس پر غالب آسکتی ہے اور کس طرح اس کی سازشوں سے محفوظ رہ کر خود کو زندہ سلامت رکھ سکتی ہے۔

اس نے خوب سوچ سمجھ کر ایک تدبیر پر عمل کیا۔ ایک رات بڑی رازداری سے جمال رابن کی رہائش گاہ کی طرف آئی یہ وہی جمال رابن تھا جو بہت ہی تجربہ کار وچ ڈاکٹر تھا۔ اس نے پچھلے دنوں اپنے جادوئی عمل سے الپا اور برین آدم کے سروں کے پچھلے حصوں میں دو جادوئی کیلیں پیوست کی تھیں جس کے نتیجے میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں میں آتا تو یہی معلوم ہوتا کہ ان کے دماغ مردہ ہو چکے ہیں جبکہ وہ زندہ تھے اور دماغی طور پر بھی صحت مند تھے۔

اب الپا کو اسی جادوئی عمل کی ضرورت تھی۔ وہ زندہ رہ کر تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دھوکا دینا چاہتی تھی کہ وہ مردہ ہو چکی ہے۔ دماغ مر چکا ہے اور وہ بھی مر چکی ہے لیکن ایسا کرنے والا وچ ڈاکٹر جمال رابن زندہ نہیں رہا تھا۔

جینی اور پورس نے اس وچ ڈاکٹر کو ہلاک کر دیا تھا۔ بعد میں الپا اور برین آدم کے حکم کے مطابق اس کے بنگلے کو لاک کر دیا گیا تھا۔ اب وہ بنگلا مقفل ہی ہو گا۔ الپا نے سوچا کہ اس بنگلے کا دروازہ کھول کر اندر جا سکتی ہے۔ اگرچہ جمال رابن مر چکا تھا لیکن اس کے تمام جادوئی حربے ایک ڈائری میں لکھے ہوئے تھے اور بہت سا ایسا سامان تھا جن کے ذریعے جادوئی عمل کیا جا سکتا تھا۔ الپا نے سوچا اگر وہ اس موٹی سی ڈائری کا مطالعہ کرے اور اس کے جادوئی عمل کرے' خود کو اس عمل کے مطابق مردہ ثابت کرے اور وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یقین ہو جائے کہ الپا مر چکی ہے۔

وہ یہی سمجھنے آئی تھی کہ وہ جادوئی عمل کرنا چاہے تو اس میں کتنا عرصہ لگے گا۔ وہ کب تک اس عمل کو سیکھ پائے گی؟ دل کہہ رہا تھا "ایک ہی عمل کو سیکھنا ہے۔ اس ڈائری کو پڑھ کر سمجھ کر اور اس کے طریقۂ کار پر عمل کر کے اپنے دماغ کو مردہ بنانے میں شاید زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی اور زیادہ دن نہیں لگیں گے۔

بہرحال وہ ایک تجربہ کرنا چاہتی تھی اس کی سلامتی کے لیے لازمی تھا اس لیے وہ وچ ڈاکٹر رہائش گاہ کے دروازے پر آئی۔ وہاں کے مقفل دروازوں کی چابیاں جس افسر کے پاس تھیں۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے غائب دماغ بنا کر اپنے پاس بلایا تھا اور اس سے چابیاں لے لی تھیں۔ اب وہ وہاں پہنچ کر ان چابیوں سے دروازہ کھول کر اندر آئی دروازے کو اندر سے بند کیا پھر ایک الماری کی آڑ میں آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے اندر آتے ہی محسوس کیا تھا کہ وہ اس مقفل بنگلے میں تنہا نہیں ہے۔ اس وقت کوئی اور بھی موجود ہے کیونکہ ڈرائنگ روم کے دوسری طرف جو کوریڈور تھا۔ وہاں ایک زیرو پاور کا بلب روشن تھا۔

وہ جانتی تھی جب اس بنگلے کو مقفل کیا گیا تھا تو کسی بلب کو آن نہیں رکھا گیا تھا اور اب ایک زیرو پاور کی روشنی بتا رہی تھی کہ خطرہ ہے۔ کیا نارنگ بھی یہاں کسی ایسے ہی مقصد کے لیے آیا ہے اور جمال رابن کی ڈائری کو چرانا چاہتا ہے۔ یقیناً یہی بات ہو سکتی تھی۔ نارنگ بھی جادوگر تھا وہ اپنے علم میں اضافہ کرنے کے لیے جمال رابن کی وہ اہم ڈائری چرانے کے لیے آ سکتا تھا۔

وہ الماری کی آڑ میں کھڑی رہی۔ جہاں تک دیکھ سکتی تھی دیکھتی رہی۔ کوئی نظر آ رہا تھا اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور نارنگ کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ دوبارہ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "میں الپا بول رہی ہوں۔ میری بات سن لو۔"

اس نے کہا "میں تمہاری کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔ تم میرے دماغ میں رہ کر کوئی چالاکی دکھانے آئی ہو۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ اتنی دیر میں الپا نے یہ سمجھ لیا کہ ابھی نارنگ جس کمرے میں بیٹھا ہوا ہے وہاں اندھیرا نہیں روشنی ہے جبکہ جمال رابن کے بنگلے کے اندر اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ صرف ایک ہی زیرو پاور والا بلب روشن تھا۔

اس طرح اسے اطمینان ہو گیا کہ نارنگ وہاں نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہے۔

کوئی اور کون ہو سکتا ہے؟

وہ محتاط انداز میں قدم بڑھاتی ہوئی اس ڈرائنگ روم سے باہر آئی۔ اسے یہ خوف نہیں تھا کہ وہاں نارنگ ہے۔ وہاں تو جو کوئی بھی ہو گا الپا اسے نمٹ سکتی تھی۔

وہ دبے پاؤں چلتی ہوئی ایک کمرے کے سامنے آئی اس کا دروازہ بند تھا۔ اس نے کھڑکی کے پاس آ کر پردے کو ذرا سا ہٹا کر دیکھا تو وہاں بھی زیرو پاور کا بلب روشن تھا۔ بستر پر ایک شخص چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ آنکھیں بالکل ساکت تھیں۔ جسم بھی بالکل ساکت تھا وہ بڑی دیر تک دیکھتی رہی تب یقین ہوا کہ وہ مر چکا ہے۔

پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ آس مروے نے پلکیں نہیں جھپکائی تھیں۔ ایسا زندہ انسان نہیں کر سکتا تھا۔ اتنی دیر میں وہ ایک آدھ بار ضرور پلک جھپکتا پھر اس کے جسم کے کسی بھی حصے نے ایک ذرا سی بھی حرکت نہیں کی تھی۔ پتا نہیں وہ کون تھا؟ اس مقفل بنگلے کے اندر کیسے آیا تھا؟ شاید کمرے کے اندر جا کر اس کے متعلق کچھ معلوم ہو سکتا تھا۔

وہ دروازے پر آئی پھر ایک چابی نکال کر اس دروازے کو کھولا۔ جب وہ دروازہ کھول کر اندر آئی تو ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ اس کے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی وہ جو مردہ تھا' اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اور اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "آپ شاید میڈم الپا ہیں؟ اس مقفل بنگلے میں اور کوئی نہیں آ سکتا اس لیے اندازے سے کہہ رہا ہوں۔"

الپا نے کہا "تمہارا اندازہ درست ہے مگر تم کون ہو؟"

"میں جمال رابن کا بھائی ہوں۔ جب مجھے یہ خبر ملی کہ اسے کسی نے ہلاک کر دیا ہے تو میں یہاں آیا۔ اس وقت تک یہاں سے اس کی لاش کو لے جا کر دفن کر دیا گیا تھا اور اس بنگلے کو مقفل کر دیا گیا تھا۔ میں اپنے عمل سے مقفل دروازوں کو کھول کر اندر جا سکتا ہوں اور دوبارہ ان دروازوں کو مقفل کر سکتا ہوں۔ لہٰذا میں نے یہاں آ کر رہائش اختیار کی اس مقفل بنگلے میں رہنے لگا۔ جادوئی عمل سے معلوم کرنے لگا کہ میرے بھائی کو کس نے ہلاک کیا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے دو چہرے آتے ہیں ایک نوجوان لڑکی اور ایک نوجوان لڑکے کا لیکن میں انہیں نہیں پہچان سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ جو چہرے مجھے نظر آ رہے ہیں' وہ میرے بھائی کو ہلاک کرتے وقت میک اپ میں ہوں۔"

الپا نے کہا "نارمن اسٹون نامی ایک نوجوان یہاں الیکٹرک کمپنی میں انجینئر تھا وہ لندن گیا تھا وہاں سے روبی نامی ایک لڑکی سے شادی کر کے آیا تھا۔ روبی اور نارمن اسٹون نے ہی تمہارے بھائی کو ہلاک کیا ہے۔ ہمیں بھی نقصان پہنچایا ہے لیکن یہ معلوم ہونے تک وہ دونوں یہاں سے کہیں فرار ہو گئے ہیں۔ بائی دی وے ابھی میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تھا' تم بالکل مردہ نظر آ رہے تھے۔"

"میں ایک عمل کر رہا تھا۔ میں کسی طرح اپنے بھائی کے قاتلوں تک پہنچنا چاہتا ہوں لیکن ان کے چہرے نظر آ رہے ہیں اور کوئی پتا ٹھکانا نہیں معلوم ہو رہا ہے۔ جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جو چہرے نظر آ رہے ہیں' وہ شاید اصلی نہیں ہیں۔ اسی لیے میں اپنے عمل سے ان کا پتا ٹھکانا معلوم کرنے میں ناکام ہو رہا ہوں۔"

"وہ یقیناً بھیس بدل کر یہاں آئے ہوں گے۔ اب وہ روبی اور نارمن اسٹون نہیں رہے ہوں گے۔ بہرحال تم اپنے بھائی کی طرح وچ ڈاکٹر ہو' یہ سن کر مجھے خوشی ہو رہی ہے۔"

وہ بستر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر ادب سے ہاتھ باندھ کر بولا۔ "مجھے بھی آپ سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے اور اس بات کی خوشی اور زیادہ ہو رہی ہے کہ آپ نے میری یہاں موجودگی کا برا نہیں منایا ہے۔"

"ہاں مگر تمہیں یہاں آنے سے پہلے مجھ سے ملاقات کرنا چاہیے تھی اور دیکھنا چاہیے تھا کہ میں تم سے تعاون کرتی ہوں یا نہیں؟"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں' اپنے بھائی کی طرح آپ کا وفادار ہوں۔ میں یہ دیکھ کر الجھ گیا تھا کہ آپ میں اور مسٹر برین آدم میں کون اصلی ہے اور کون نقلی۔ جب تک آپ یا برین آدم میرے پاس میرے سامنے نہ آئیں اصلی اور نقلی کو پہچان نہیں سکتا تھا۔"

"اس وقت میں تمہارے سامنے آئی ہوں تم کس طرح پہچان سکتے ہو کہ میں اصلی ہوں؟"

"اگر آپ نقلی ہوتیں تو ابھی آپ کے آدھے چہرے پر ایک سایہ سا رہتا یعنی آدھا چہرہ کسی حد تک تاریکی میں اور آدھا چہرہ کسی حد تک روشنی میں ہوتا۔ میں سمجھ لیتا کہ آپ اصلی نہیں ہیں۔ میں اپنی ایک جادوئی صلاحیت کے باعث اپنے سامنے والے کے چہرے پر جیسے ہی نظر ڈالتا ہوں' مجھے اس کے چہرے پر یا تو مکمل روشنی دکھائی دیتی ہے یا پھر آدھا چہرہ روشن ہوتا اور آدھا چہرہ تاریک' تب میں سمجھ لیتا ہوں کہ میں کسی فراڈ سے مل رہا ہوں یا کسی معقول شخص سے....."

"تھینکس گاڈ تم نے مجھے پہچان کر اور میرے اصلی ہونے پر یقین کر کے میرا حوصلہ بڑھایا ہے۔ میں یہاں جس مقصد سے آئی ہوں' مجھے لگتا ہے وہ مقصد جلد ہی تمہارے ذریعے پورا ہو سکے گا۔"

وہ سر جھکا کر بولا "آپ میرے بھائی کی جگہ مجھے اپنا خادم اور وفادار سمجھ لیں اور یہ آزما کر دیکھ لیں کہ میں آپ کے کتنے کام آتا ہوں۔"

"میں اپنا مقصد بیان کرنے سے پہلے یہ پوچھنا چاہتی ہوں' کیا تم بہت دیر تک سانس روک کر خود کو مردہ بنا لیتے ہو؟"

"ہاں جب تک میرا جادوئی عمل مکمل نہیں ہوتا' اس وقت تک میں سانس روک کر مردہ بن جاتا ہوں۔"

"کیا مردہ بننے کے بعد تمہاری روح تمہارے جسم سے باہر نکل جاتی ہے؟"

"تو میڈم ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں آپ کے سوال کو سمجھ رہا ہوں۔ نیلماں آتما شکتی کے ذریعے ایسا کرتی تھی۔ اپنے جسم سے اپنی آتما کو باہر نکال لیتی تھی اور کسی دوسرے کے جسم میں اس آتما کو داخل کر دیتی تھی۔ اب وہ مر چکی ہے۔ نارنگ ایسا کرتا ہے۔ آپ کے اصلی ہونے کا یقین ہونے کے بعد میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ برین آدم کے جسم میں نارنگ کی آتما سمائی ہوئی ہے اور وہ کسی وقت بھی آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"یہی پریشانی مجھے یہاں تک لے آئی ہے۔"

"اچھا ہوا آپ آ گئیں۔ میں آپ کی مشکل آسان کر دوں گا۔ بائی دا وے آپ کیا سوچ کر آئی ہیں؟"

"تمہارے بھائی جمال رابن نے مجھ پر ایک عمل کیا تھا۔ ایک کیل میرے سر کے پچھلے حصے میں پیوست کی تھی جس کے نتیجے میں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے میرا دماغ مردہ ہو چکا تھا۔ ان کی سوچ کی لہریں جب بھی میرے دماغ تک پہنچتی تھیں تو انہیں یہی تاثر ملتا کہ میں مر چکی ہوں۔ میں یہی سوچ کر آئی ہوں تمہارے بھائی نے مرنے کے بعد یہاں ایک ڈائری چھوڑی تھی۔ اس میں یہ عمل ضرور لکھا ہوا ہو گا کیا میں اس عمل کو پڑھ کر سمجھ کر اس کے ذریعے اپنے دماغ کو بظاہر مردہ بنا سکتی ہوں؟"

"میں سمجھ گیا۔ آپ پہلے کی طرح اپنے دماغ کو مردہ ظاہر کر کے نارنگ سے محفوظ رہنا چاہتی ہیں اور آپ ایسا کر سکیں گی۔ میں آپ پر یہ عمل کروں گا۔"

وہ تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے قریب آئی پھر اس کے

ہاتھوں کو تھام کر بولی "میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری مشکل اتنی آسانی سے حل ہو جائے گی۔"

"آپ مجھ پر بھروسا کریں اور میرے ساتھ آئیں میں اس عمل کی تیاریاں شروع کرتا ہوں۔"

"کیا تم اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتے ہو؟"

"محسوس تو کر لیتا ہوں۔ کیا آپ میرے خیالات پڑھنا چاہتی ہیں۔"

"کچھ خیال نہ کرنا میں مطمئن ہونا چاہتی ہوں۔"

"آپ آزادی سے میرے دماغ میں آئیں۔ میرے چور خیالات پڑھیں میں اپنے کام میں مصروف رہوں گا۔"

وہ دونوں اس بڑے سے کمرے میں آئے جہاں بہت عرصہ پہلے جمال رابن نے اس پر اور برین آدم پر جادوئی عمل کیا تھا جس کے ذریعے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے' یوگا جاننے والے اور آتما شکتی جاننے والے نارنگ سے محفوظ رہ سکے تھے۔

وہاں پہنچ کر جمال رابن کا بھائی اس عمل کی تیاریاں کرنے لگا۔ الپا اس کے دماغ میں پہنچ کر چور خیالات پڑھنے لگی اور مطمئن ہونے لگی۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ قسمت کی دھنی تھی۔ کئی بار ایسے ایسے دشوار گزار مراحل سے گزر چکی تھی۔ جہاں وہ زندہ نہیں رہ سکتی تھی اگر زندہ بھی رہتی تو کسی دشمن کی کنیز بن کر رہتی لیکن کبھی بابا صاحب کے ادارے سے جناب تبریزی صاحب نے اس کی مدد کی۔ کبھی جمال رابن نے اسے نارنگ کی آتما شکتی سے بچایا اور اب اس کا بھائی اسے بچانے کے لیے اس عمل کی تیاریاں کر رہا تھا۔ الپا اس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہو گئی تھی۔ اب آنکھیں بند کر کے اس پر بھروسا کر سکتی تھی کہ وہ جیسا بھی عمل کرے' اسے نارنگ کی دشمنی سے محفوظ رکھے گا۔

الپا اور نارنگ نے ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کے لیے وہاں کے تمام اکابرین کے علاوہ دوسرے ایسے افراد پر بھی تنویمی عمل کیا تھا اور انہیں اپنی حمایت پر مجبور کیا تھا جو اہم ضرورت کے وقت کام آ سکتے تھے۔ مثلاً نارنگ نے کئی سراغ رسانوں اور دوسرے فوجی جوانوں اور پولیس افسروں کو اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔ ان میں سے پانچ آلۂ کار ایسے تھے جن کے دماغ میں الپا بھی پہنچ گئی تھی اور اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ نارنگ کے زیر اثر آئے ہوئے ہیں۔ اس نے ان پر دوبارہ تنویمی عمل کر کے یہ باتیں نقش کی تھیں کہ وہ بدستور نارنگ کے آلۂ کار رہیں گے لیکن ضرورت کے وقت ایک خاص لب ولہجے میں انہیں مخاطب کیا جائے تو وہ الپا کے بھی کام آئیں گے۔

الپا کی یہ حکمت عملی اب کام آ رہی تھی۔ اس نے دوسری صبح تین آلۂ کاروں سے کہا "جیوز کالونی کے بنگلا نمبر ۲۴۴ سے میں الپا رہتی ہے' وہاں جاتے ہی اسے گولی مار دو پھر اس کی لاش کو آرمی ہیڈ کوارٹر کے سامنے پھینک دو۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے جانے لگے تو الپا نے کہا تھا "یہ کام کرنے کے بعد تم تینوں یہ بھول جاؤ گے کہ میری ہدایات کے مطابق تم لوگوں نے ایسا کیا تھا۔ تم نارنگ کو بتاؤ گے کہ اس بنگلا نمبر ۲۴۴ سے جے کے سامنے سے گزر رہے تھے تب الپا سے سامنا ہوا۔ وہ تم میں سے ایک کے دماغ میں آنا چاہتی تھی۔ تم نے سانس روک لی اور اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ یہ شاید ٹیلی پیتھی جانتی ہے' یہ ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتی ہے۔ تب الپا نے کہا۔ ہاں میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ مگر تم لوگ کون ہو؟ اور مجھے کس طرح پہچان رہے ہو؟ اس کی یہ بات سنتے ہی تم میں سے ایک نے اسے فوراً گولی ماردی اور اس کی لاش کو اٹھا کر آرمی ہیڈ کوارٹر کے سامنے پھینک کر چلے آئے۔"

یہ تمام باتیں اس نے ان تینوں آلۂ کاروں کے دماغوں میں نقش کر دی تھیں۔ اس دوران میں جمال رابن کا بھائی اس پر جادوئی عمل کرنے کی تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔ الپا نے جتنی ہیرا پھیری سے یہ منصوبہ بنایا تھا اتنی ہیرا پھیری نارنگ نہیں جانتا تھا۔ حالانکہ وہ جھوٹا' فریبی اور مکار تھا لیکن الپا کی طرح حکمت عملی سے زبردست کامیابی حاصل کرنے کے منصوبے نہیں بنا سکتا تھا۔ نہ ان پر عمل کر سکتا تھا اور جہاں تک عمل کرنے کا تعلق تھا۔ خوش قسمتی نے بھی الپا کا ساتھ دیا تھا۔

وہ آدھی رات کے بعد جمال رابن کے مقفل بنگلے میں آئی تھی اور اس کے بھائی سے ملاقات کی تھی۔ اس کے بعد اس سے معاملات طے ہونے کے بعد اس پر عمل کیا گیا تھا پھر دوسری صبح تک اس کا دماغ بظاہر مردہ ہو چکا تھا۔ جبکہ وہ دماغی اور جسمانی طور پر زندہ تھی۔ اس عمل کے بعد ہی اس نے دوسری صبح نارنگ کے ان تین آلۂ کاروں کو حکم دیا تھا کہ ایک بنگلے میں جا کر الپا کو ہلاک کر کے اس کی لاش آرمی ہیڈ کوارٹر کے سامنے پھینک کر چلے جائیں اور ان تینوں نے اس کے حکم پر عمل کیا تھا۔

ایک اعلیٰ افسر جو الپا کا معمول اور تابع تھا' اس نے اس کے حکم کے مطابق دوسرے یہودی اکابرین کو اطلاع دی کہ آرمی ہیڈ کوارٹر کے سامنے ایک جوان عورت کی لاش پائی گئی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ قاتل نے اس کی لاش آرمی ہیڈ کوارٹر کے سامنے کیوں پھینکی ہے؟

نارنگ نے اپنے معمول اور تابع افراد کو ایک موبائل فون نمبر دیا تھا تاکہ ضرورت کے وقت اسے رابطہ کیا جا سکے۔ ان تین آلۂ کاروں نے اس نمبر پر نارنگ کو بتایا کہ انہوں نے کس طرح الپا کو ہلاک کیا ہے اور اس کی لاش کو آرمی ہیڈ کوارٹر کے سامنے پھینک دیا ہے۔

نارنگ نے یہ سنتے ہی کہا "فون بند کر دو۔ ابھی میں تمہارے دماغوں میں آؤں گا۔"

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی اور الپا کے دماغ میں

پہنچنا چاہا تو اس کی سوچ کی لہریں بھٹکتی رہ گئیں۔ اسے الپا کا دماغ نہیں ملا۔ تب اسے یقین ہونے لگا کہ وہ مر چکی ہے۔ یوں تو یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی سوچ کی لہروں کو جگہ نہیں ملتی اور جو اپنا لب ولہجہ بدل لیتے ہیں ان کے دماغوں میں بھی جگہ نہیں ملتی لیکن مردہ دماغ میں جگہ نہ ملے تو اس کی پہچان یہ ہے کہ سوچ کی لہریں جب ادھر جاتی ہیں تو انہیں سناٹا محسوس ہوتا ہے۔ سوچ کی لہریں اسی سناٹے میں بھٹکتی رہ جاتی ہیں۔

نارنگ یقین کر رہا تھا لیکن یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اس میں دھوکا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی الپا اور برین آدم نے اپنے دماغ کو بظاہر مردہ بنا لیا تھا۔ اس جادوئی عمل کے باعث وہ اس کی آتما شکتی سے محفوظ رہے تھے' پھر بعد میں یہ راز کھلا کہ وہ دماغی طور پر زندہ رہے ہیں۔

نارنگ اب دھوکا نہیں کھانا چاہتا تھا۔ اس لیے سوچ رہا تھا کیا الپا نے پھر کوئی ایسی چال چلی ہے۔ یہ سوچتے ہی اس نے فوج کے ان دو اعلیٰ افسروں کو حکم دیا جو اس کے محکوم تھے اور کہا "ابھی جمال رابن کے مقفل بنگلے میں جاؤ۔ اسے کھول کر دیکھو وہاں کوئی ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو وہاں جو سامان پہلے موجود تھا' وہ موجود ہے یا نہیں؟"

وہ اس کے حکم کی تعمیل کے لیے چند فوجی جوانوں کو لے کر اس بنگلے میں گئے۔ وہ پہلے کی طرح مقفل تھا۔ انہوں نے اسے کھولا اور اندر گئے ہر چیز وہاں اپنی جگہ موجود تھی۔ جمال رابن جادو کے سلسلے میں جو سامان استعمال کرتا تھا وہ بھی موجود تھا۔ اس کی وہ موٹی ڈائری بھی تھی لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔

نارنگ خیال خوانی کے ذریعے ان افسروں کے دماغوں میں رہ کر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ جمال رابن تو مر چکا ہے۔ اس کا جو سامان ہے وہ سب یہاں موجود ہے۔ حتیٰ کہ اس کی موٹی سی ڈائری بھی رکھی ہوئی ہے۔ اس نے ایک افسر کو حکم دیا کہ وہ ڈائری کھول کر پڑھے۔

اس افسر نے حکم کی تعمیل کی۔ الپا اتنی نادان نہیں تھی۔ اس نے ڈائری بدل دی تھی اور اس ڈائری میں بھی جادوئی نسخے لکھے ہوئے تھے لیکن وہ نسخے نہیں تھے جو جمال رابن جانتا تھا اور یہ سب کچھ اب اس کے بھائی کو معلوم تھا۔ ڈائری سے ان نسخوں کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

جو افسر ڈائری کو پڑھ رہا تھا۔ وہ پڑھتے پڑھتے جب آخری صفحے پر پہنچا تو وہاں لکھا ہوا تھا "ڈائری ختم ہو چکی ہے اور میں نے وہ بہت اہم نسخے نہیں لکھے ہیں۔ جو دوسرا کوئی ریچ ڈاکٹر نہیں جانتا' صرف میں جانتا ہوں اور وہ نسخے مجھے زبانی یاد ہیں۔ انہیں میں کسی دوسری ڈائری میں نہیں لکھوں گا۔"

نارنگ نے اس افسر کے ذریعے یہ معلوم کرنے کے بعد سمجھ لیا کہ دماغ کو مردہ ظاہر کرنے کا جو نسخہ جمال رابن جانتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ہی فنا ہو گیا ہے۔ اب کوئی ریچ ڈاکٹر یہ نہیں جانتا کہ زندہ دماغ کو بظاہر کس طرح مردہ بنا کر رکھا جا سکتا ہے؟

اتنی انکوائری کے بعد اور اس ڈائری کو ایک افسر کے ذریعے پڑھنے کے بعد اسے یقین کرنا ہی پڑا کہ اس بار الپا نے کوئی چال نہیں چلی ہے اور زندہ رہ کر بظاہر اپنے دماغ کو مردہ ظاہر کرنے والے کسی جادوئی عمل سے گزرنے کا اسے موقع نہیں ملا ہے' جو ریچ ڈاکٹر جمال رابن جانتا تھا وہ مر چکا تھا اور اب الپا بھی یقینی طور پر ہمیشہ کے لیے فنا ہو گئی ہے۔ اب اس کی راہ میں دیوار بننے کے لیے نہیں آئے گی۔

شام کو تمام یہودی اکابرین اجلاس میں شریک ہونے کے لیے آئے تو نارنگ نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "میں اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے آپ لوگوں کو مخاطب کر رہا ہوں اور یہ خوش خبری سنانا چاہتا ہوں کہ جو الپا ہمارے دشمنوں کی آلۂ کار بن گئی تھی اور بری طرح ان کے شکنجے میں آ گئی تھی' اسے میں نے ڈھونڈ لیا تھا۔ وہ ایک بنگلے میں روپوش تھی۔ میں نے اپنے آلۂ کاروں سے کہا کہ وہاں پہنچتے ہی اسے فوراً گولی مار دیں اگر ذرا بھی دیر کی جائے گی تو ہمارے دشمن اسے پھر بچا کر کہیں دوسری جگہ چھپا دیں گے پھر اس کے ذریعے نقصان پہنچاتے رہیں گے۔

"یہ خوش خبری سنا رہا ہوں کہ الپا مر چکی ہے۔ آرمی ہیڈ کوارٹر کے سامنے جس عورت کی لاش پائی گئی وہ الپا ہے۔ یہ خوش خبری سناتے ہوئے میرا دل صدمے سے ٹوٹ رہا ہے کیونکہ میں نے ہمیشہ اسے چھوٹی بہن کی محبت دی ہے اور وہ ہمارے ملک میں ایک ریڑھ کی ہڈی کا کام کرتی تھی لیکن میں نے اس لیے بھی اسے ہلاک کرایا ہے کہ اب ہمارے پاس دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اب میں انہیں اس طرح تربیت دوں گا کہ وہ الپا سے بھی زیادہ بہتر انداز میں ہمارے ملک اور قوم کی خدمت کرتے رہیں گے۔"

اس کی باتیں سن کر پورے اجلاس میں سناٹا چھا گیا۔ وہ سب ہی الپا سے بے انتہا محبت کرتے تھے اور اس کی برسوں کی خدمت کو سراہتے تھے۔ وہ اچانک ان سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئی تھی اور ایسی موت ماری گئی تھی جس کی وہ توقع نہیں کر سکتے تھے۔ وہ تمام عمر مملکت اسرائیل سے وفاداری کرتی رہی آخری وقت غداری کرنے کے باعث ماری گئی اور وہ غداری بھی ایسی کہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ اپنے ہی ملک اور اپنی ہی قوم سے دشمنی کر رہی ہے وہ بے چاری مجبور تھی لیکن برین آدم (نارنگ) بھی مجبور تھا اور تمام اکابرین بھی مجبور تھے اگر ان حالات میں الپا اکابرین میں سے کسی کو نظر آتی تو وہ بھی اسے گولی مار دیتا۔

وہ سب اپنے اپنے دلی جذبات وخیالات کا اظہار کر رہے تھے پھر تعزیت کے طور پر سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ سر جھکائے آدھے منٹ تک اسی طرح کھڑے رہے پھر انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جو لاش آرمی ہیڈ کوارٹر کے سامنے پائی گئی ہے اسے نہایت احترام

کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔ انہوں نے پورے شہر اور پورے ملک میں یہ اعلان کرا دیا کہ آج رات ہر جگہ روشنی رہے گی کسی مکان' کسی سڑک یا کسی گلی میں اندھیرا نہ رہے۔ کل صبح اس الپا کی تدفین ہوگی جو تمام عمر یہودیوں کی خدمت کرتی رہی اور مملکت اسرائیل کے لیے ڈھال بن کر زندگی گزارتی رہی۔

تمام اکابرین نے برین آدم (نارنگ) سے فون پر رابطہ کیا۔ انہوں نے کہا اب تو یہ خطرہ نہیں رہا کہ الپا دشمن کی آلہ کار بن کر آپ کو ہلاک کر سکتی ہے۔

وہ بولا "میں آپ لوگوں کی بات سمجھ رہا ہوں۔ اب مجھے کھل کر سامنے آنا چاہیے۔ جس طرح میں پہلے ڈیوٹی پر آیا کرتا تھا اس طرح مجھے اپنے شعبے میں آکر اپنے دفتر میں بیٹھنا چاہیے ایک افسر نے کہا "ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ الپا کی تدفین کے موقع پر آپ ہمارے ساتھ رہیں۔"

"اس کی تدفین کل ہوگی۔ میں اس وقت آپ لوگوں کے پاس ضرور آؤں گا اور آپ لوگوں کے ساتھ اس کی آخری آرام گاہ تک جاؤں گا۔"

الپا ان اکابرین کے دماغوں میں جا کر معلومات حاصل کر رہی تھی۔ اسے معلوم ہوا کہ کل صبح وہ الپا کی تدفین کے وقت قبرستان تک یہودی اکابرین کے ساتھ جائے گا لیکن الپا نادان نہیں تھی وہ سمجھ گئی تھی کہ نارنگ اتنی جلدی یقین نہیں کرے گا۔ ہر پہلو سے یقین ہونے کے باوجود وہ خود کو یوں منظر عام پر نہیں لائے گا بلکہ اپنی کسی ڈی کو پیش کرے گا۔ ایک نئی ڈی بنانے کے لیے صبح تک وقت تھا وہ اپنا ایک ہم شکل برین آدم بنا کر تمام یہودی اکابرین کو دھوکا دے سکتا تھا۔

دوسری صبح الپا کے جنازے کے ساتھ قبرستان تک جانے والوں میں برین آدم نظر آنے لگا۔ وہ یہودی اکابرین کے ساتھ تھا اور الپا ان اکابرین کے دماغوں میں جاری تھی جو برین آدم کے قریب قریب تھے۔ ان کے ذریعے وہ اسے تاڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہ اچھی طرح سمجھنا چاہتی تھی کہ وہ برین آدم کا جسم لے کر نارنگ آیا ہے یا اس نے برین آدم کے کسی ہم شکل کو وہاں پیش کیا ہے؟

تمام ممالک الپا کی ہلاکت پر تعزیتی پیغامات بھیج رہے تھے اور جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ وہ یہودی اکابرین کے دماغوں میں آکر اپنے صدمے کا اظہار کر رہے تھے۔ افسوس ظاہر کر رہے تھے۔ افسوس ظاہر کرنے کے لیے وہ برین آدم کے بھی دماغ میں آرہے تھے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے جو چار افراد تج پال کی رہنمائی میں تھے انہوں نے امریکی اکابرین سے کہا "دال میں کچھ کالا ہے۔" ہم خیال خوانی کے ذریعے تعزیت کرنے برین آدم کے دماغ میں گئے تو پہلے اس نے سانس روک لی اور جب دوسری بار ہم نے کہا "تعزیت کے لیے آئے ہیں" تو اس نے تھوڑی دیر کے لیے دماغ میں جگہ دی اور سر جھکا کر کہا "مجھے الپا کی موت کا اس لیے بھی افسوس ہے کہ میں ہمیشہ اسے چھوٹی بہن سمجھتا رہا ہوں۔"

ایسا کہنے کے دوران ہم نے اس کے اطراف کے ماحول کو دیکھا تو وہ کسی قبرستان میں نہیں تھا بلکہ کسی کمرے کی چار دیواری میں تھا۔"

چھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے علی کے زیر اثر تھے اور علی ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے آندرے کی حیثیت سے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا کرتا تھا اس نے بھی یہی کہا "اس وقت قبرستان میں تدفین کے وقت جو برین آدم موجود ہے وہ فراڈ ہے اصلی نہیں ہے۔"

ایک امریکی حاکم نے ہاٹ لائن پر اسرائیلی اکابرین میں سے ایک حاکم کی گفتگو سنی اور اس سے کہا "اس وقت آپ لوگوں کے درمیان جو برین آدم ہے' وہ نقلی ہے۔ کیا اس نے آپ لوگوں کو یہ بتایا ہے کہ وہ خود منظر عام پر نہیں آئے گا' بلکہ اپنی ایک ڈی پیش کرے گا؟"

اسرائیلی حاکم نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ابھی برین آدم سے بات کرتا ہوں۔"

اس نے تدفین کے بعد یہودی اکابرین کے درمیان برین آدم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں تم سے جو پوچھتا ہوں۔ اس کے جواب میں سچ بولو' کیا تم برین آدم ہو؟"

اس نے پوچھا "آپ مجھ پر کیوں شبہ کر رہے ہیں؟"

"جتنے امریکی اکابرین تمہارے دماغ میں تعزیت کے لیے آتے رہے۔ انہوں نے تمہیں اس قبرستان میں نہیں' بلکہ کسی کمرے کی چار دیواری میں پایا ہے۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے کہا "میں یہ بھی کہتا ہوں اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہی کہتے ہیں' یہ برین آدم نہیں ہے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے برین آدم سے کہا "سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے یہی کہہ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ مسٹر فرہاد بھی یہی کہہ رہے ہیں اگر آپ سے مسٹر فرہاد وغیرہ کو دشمنی ہے تو کیا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی آپ سے دشمنی کر رہے ہیں کیا سارے ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے دشمن بن گئے ہیں۔ وہ سب جھوٹ کہہ رہے اور آپ سچ بول رہے ہیں؟"

برین آدم کی ڈی نے کہا "نہیں' وہ سچ کہہ رہے ہیں۔ میں برین آدم کی ڈی ہوں۔ اصل برین آدم کو ابھی منظر عام پر نہیں آنا چاہیے۔ جب یہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے فوراً ہی میری اصلیت پہچان سکتے ہیں تو آپ لوگ ذرا غور فرمائیں جن دشمنوں نے الپا کو اپنی معمولہ اور تابع بنا کر اپنے اشاروں پر نچانا چاہا تھا وہ الپا کی موت پر اپنی ناکامی سے جھنجلا گئے ہوں گے۔ اب ان کی یہی کوشش ہوگی کہ الپا کے بعد وہ مجھے گولی مار دیں۔ ان کی ناکامی کا

ذمے دار میں ہوں۔ وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے اس لیے میں نے منظر عام پر آنا مناسب نہیں سمجھا اور اپنی ڈی کو بھیج دیا۔"

میں نے کہا "دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہماری حمایت میں یہ ضرور کہیں گے کہ ہم کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ایسی دشمنی نہیں کرتے کہ اسے برا' اپنا معمول اور تابع بنائیں الپا کو اپنی گرفت میں لینا اور اسے اپنا محکوم بنانا ہمارے لیے کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے لیکن ہم نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اس کے برعکس آپ لوگوں نے دیکھا ہے کہ الپا جب بھی کسی مشکل میں پڑی تو بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے اس کی مدد کی جاتی رہی ہے۔"

علی نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی حیثیت سے کہا "میں آندرے بول رہا ہوں۔ امریکا کی طرف سے یہ یقین دہانی کراتا ہوں کہ ہم میں سے کسی نے الپا کے دماغ پر قبضہ نہیں جمایا تھا۔ الپا اتنی ہوشیار اور اتنی حاضر دماغ تھی کہ کوئی اسے ٹریپ نہیں کر سکتا تھا اگر وہ ٹریپ کی جا سکتی تو بہت پہلے ہی کوئی نہ کوئی امریکی اسے اپنے شکنجے میں لے سکتا تھا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا۔ بہرحال الپا کو ہم نے اپنی معمولہ نہیں بنایا تھا۔"

نارنگ نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے کہا۔ "میڈم! یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں تو آپ کی مرضی کے مطابق ان یہودیوں کے خلاف محاذ بنانے میں کامیاب ہو رہا ہوں لیکن فرہاد صاحب بیان دے رہے ہیں کہ الپا کو کسی نے اپنی معمولہ نہیں بنایا تھا۔"

سونیا نے کہا "ہمیں ایسا بیان تو دینا ہی ہوگا۔ ورنہ یہی سمجھا جائے گا کہ ہم میں سے کسی نے الپا کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا تھا۔ فرہاد اپنے طور پر صفائی پیش کر رہے ہیں اگر یہ بات تمہارے خلاف ہو رہی ہے تو تم اس کا توڑ کرو فرہاد کے بیان کو بھی جھٹلاؤ ہم اس کا برا نہیں منائیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تمہاری حکمت عملی ہوگی اور تم ہماری مرضی کے مطابق یہی عمل کرتے رہو گے۔"

نارنگ الجھ کر رہ گیا اگرچہ اس نے اپنی دانست میں الپا کو ہلاک کرا دیا تھا اور اپنے محاذ پر کامیاب رہا تھا۔ اب یہودی اکابرین اسے منظر عام پر آنے کے لیے کہہ رہے تھے تو وہ مزید باتیں بنا سکتا تھا۔ دوسری طرف سونیا کو بھی خوش رکھنا لازمی تھا۔ اس لیے میں نے جو بیان دیا تھا اس بیان کے خلاف وہ کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ ہم اس کے دشمن نہیں ہیں اگر دشمن ہوتے تو اسے اتنا موقع نہ دیتے کہ وہ الپا کو ہلاک کرا سکتا۔

مرنے کے بعد کوئی خود اپنی لاش کی تدفین نہیں کرتا لیکن الپا کے ساتھ ایسا ہو رہا تھا۔ وہ اپنی ہی ڈی کی تدفین کے لیے قبرستان پہنچی ہوئی تھی اسے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ وہ برین آدم سے کچھ فاصلے پر تھی۔ وہاں اسے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اصلی نہیں ہے بلکہ برین آدم کی ڈی ہے۔

وہ اس ڈی برین آدم کو سر سے پاؤں تک بڑی توجہ سے دیکھنے لگی۔ وہ برین آدم کے چلنے پھرنے' اٹھنے بیٹھنے اور باتیں کرنے کے ایک ایک انداز سے واقف تھی۔ وہ ڈی چلنے پھرنے کے دوران میں کچھ مختلف سا تھا پھر یہ کہ وہ یہودی اکابرین میں سے کسی کی بات کا جواب دینے سے پہلے ایک ذرا چپ رہتا تھا پھر بولتا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ دوسری طرف چھپا ہوا نارنگ اسے کچھ سمجھاتا تھا۔ تب وہ اسی کے مطابق ان اکابرین کو جواب دیتا تھا۔

آئندہ کبھی نارنگ' برین آدم کے جسم سے باہر نکل کر کسی سے گفتگو کرتا تو وہ گفتگو کے انداز سے اسے پہچان لیتی۔ اس کے پاس ایک موبائل فون تھا۔ اکابرین کے دماغوں سے معلوم ہو چکا تھا کہ اس فون کا نمبر کیا ہے؟ الپا نے اس نمبر کے مطابق اس فون کی کمپنی والوں سے رابطہ کیا پھر فون پر ان کی آواز سن کر ان کے دماغوں میں پہنچ گئی۔

اکثر ٹیلی فون کال اگر غلط ہو تو ایک ٹیپ چلتا ہے اور خاتون کی ریکارڈ شدہ آواز سنائی دیتی ہے "آپ نے غلط نمبر ڈائل کیا ہے۔ کبھی آواز سنائی دیتی ہے آپ کے مطلوبہ نمبر پر ابھی خاموشی ہے۔ پلیز تھوڑی دیر بعد رابطہ کریں۔ شکریہ....."

اس کمپنی کی جس خاتون کی آواز ٹیپ کرنے کے بعد وہاں رکھی گئی تھی۔ اسی خاتون کی آواز میں الپا نے دوسری باتیں ریکارڈ کرائیں اور کمپنی والوں کو مجبور کیا کہ پہلا ٹیپ ہٹا کر اس کی جگہ دوسرا ٹیپ رکھا جائے۔ انہوں نے غائب دماغ رہ کر اس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ جیسا چاہتی تھی ویسا ہی کیا گیا۔

جب اتنی محنت کی جائے تو محنت کا صلہ ضرور ملتا ہے۔ نارنگ اپنے موبائل فون کے ذریعے یہودی اکابرین سے رابطہ کرنے لگا تو ٹیپ سے آواز آئی "آپ نے رانگ نمبر پنچ کیا ہے۔ پلیز صحیح نمبر پر رابطہ کریں۔"

اس نے دوسری بار کیا تو پھر یہی آواز آئی۔ تیسری بار کیا تو اسی خاتون کی آواز نے کہا "آپ کے موبائل فون میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے پلیز آپ کمپنی والوں سے رجوع کریں۔"

اس نے فون کے ذریعے اس کمپنی کے متعلقہ افسر سے رابطہ کیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں جا سکتا تھا اور اس سے بہت کچھ بول سکتا تھا لیکن اس طرح یہ ظاہر ہو جاتا کہ اس موبائل فون کا حامل ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔

الپا یہ جانتی تھی کہ وہ کسی وقت بھی متعلقہ افسر سے فون پر رابطہ کرے گا یا خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں آئے گا۔ اس سے پہلے ہی الپا نے اس افسر کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا پھر اس نے نارنگ کی آواز سنی وہ برین آدم کی حیثیت سے فون پر پوچھ رہا تھا "آخر میرے فون میں کیا گڑبڑ پیدا ہو گئی ہے؟"

افسر نے کہا "سر! آپ کے فون کو چیک کرنے کے بعد ہی بتایا جا سکتا ہے۔"

"جب تک اس فون کو چیک کیا جائے گا اس وقت تک میں اپنی ضروری کالیں کیسے ریسیو کروں گا یا ضروری باتیں دوسروں سے کس طرح کرسکوں گا؟"

"تو پرابلم' یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ آپ وہ فون ہمیں دیں۔ ہم فوراً ہی اس کی جگہ دوسرا فون آپ کو دیں گے۔ آپ اسی فون کو مستقل اپنے پاس رکھیں یا فون چیک کرانے اور مرمت کرانے کے بعد دوبارہ اسے لے جائیں۔"

"مجھے نیا فون دیا جائے۔ میرا ایک آدمی فون لے کر آپ کے پاس آئے گا آپ اس سے یہ فون لے کر نیا فون دے دیں۔ شکریہ۔"

اب وہ اپنے کسی آلہ کار کے ذریعے اپنا فون وہاں بھیج کر دوسرا نیا فون وصول کرنے والا تھا۔ جو بھی آلہ کار وہ فون لے کر اس کمپنی کے متعلقہ افسر کے پاس آتا تو الپا اسے دیکھتی' اس کا تعاقب کرتی' پھر یقینی طور پر نارنگ تک پہنچ جاتی۔ کیونکہ نارنگ کو وہ فون لینے کے لیے اپنے اس آلہ کار کے روبرو آنا پڑتا۔

منصوبہ اس قدر جامع اور مکمل ہو تو کامیابی ضرور ہوتی ہے۔ دو گھنٹے کے اندر الپا نے ایک آلہ کار کا تعاقب کرتے ہوئے اس خفیہ رہائش گاہ کو دیکھا' جہاں وہ آلہ کار موبائل فون لے کر گیا تھا۔ الپا نے دور ہی سے اس بنگلے کو دیکھا پھر خیال خوانی کے ذریعے اپنے ایک آلہ کار کو مخاطب کرتے ہوئے ہدایت دینے لگی "اپنے چھ مسلح ساتھیوں کے ساتھ مطلوبہ بنگلے کا محاصرہ کرو۔ محاصرہ کرنے کے بعد جو بھی شخص اس بنگلے سے نکل کر بھاگنا چاہے پہلے اسے ایک گولی مار کر زخمی کرو پھر میرے دوسرے حکم کا انتظار کرو۔"

اس کے احکامات کی تعمیل ہونے لگی۔ اس بنگلے کے اندر چھپے ہوئے نارنگ نے کئی مسلح افراد کو دیکھا یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اس کا گھیراؤ کیا جارہا ہے۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے فوج کو اپنی مدد کے لیے بلانا چاہتا تھا لیکن اسے خیال خوانی کا موقع نہ مل سکا۔ اس نے دیکھا کہ وہ مسلح افراد دندناتے ہوئے بنگلے کے احاطے میں داخل ہو کر اب اندر پہنچنے والے تھے اگرچہ دروازہ اندر سے بند تھا لیکن دروازے کو توڑنے میں دیر نہ لگتی۔

وہ پچھلے دروازے سے باہر نکلا یہ سوچتا ہوا کہ جس مسلح شخص سے بھی سامنا ہوگا وہ اس سے کچھ بولے گا۔ جواباً اس کی آواز سنے گا پھر اس کے دماغ میں قبضہ جما کر وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوجائے گا لیکن یہ اس کی بھول تھی۔ جس سے اس کا سامنا ہوا' اس نے فوراً گولی چلا دی۔ اس کا بازو زخمی ہوتے ہی اس نے اپنے دماغ میں الپا کی آواز سنی "ہیلو نارنگ اب کیا کہتے ہو؟ تم مجھے ہلاک کرچکے ہو۔ اب تمہارے ہلاک ہونے کی باری ہے۔"

وہ حیرانی سے بولا "تم! الپا تم زندہ ہو؟"

"میں میرے دشمن' ابھی تو میرے کھانے پینے کی عمر ہے اور تمہارے مرنے کی عمر ہوچکی ہے۔ زیادہ جی کر ہمارے دماغ پر بوجھ نہ بنو۔ رخصت ہوجاؤ۔"

اس نے حکم دیا' اسے گولیوں سے چھلنی کردو حکم کی تعمیل ہوئی پھر اسے گولیوں سے چھلنی کردیا گیا۔

الپا نے یہودی اکابرین میں سے ایک کو کہا "آپ تمام اکابرین کو یہ خوش خبری سنادیں کہ الپا زندہ ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "الپا زندہ ہے؟ تم..... تم الپا بول رہی ہو؟"

"ہاں الپا بول رہی ہوں۔ ابھی آپ میں سے کسی کو یقین نہیں آئے گا لیکن میں یقین دلانا جانتی ہوں۔ یہ بھی جانتی ہوں کہ سانپ کو اس کے بل سے کیسے نکالا جاتا ہے' وہ سانپ بل سے نکل گیا تھا اور اس کے نکلتے ہی میں نے اس کا سر کچل دیا ہے۔"

○☆○

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔ وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے جے تھری یعنی جے فلو' جے سامو اور جے کافو بہت ہی شرافت سے پرامن زندگی گزارنے کے لیے گرداجھیل کے پاس ایک چھوٹے شہر لیمون سل گرداچ پہنچے ہوئے تھے اور وہاں اپنی خواہش کے مطابق واقعی بڑی شرافت سے پرامن زندگی گزار رہے تھے۔

وہاں کے بدمعاش بے تاج بادشاہ فرنانزو نے ان تینوں کو بہت پریشان کیا تھا۔ ان تینوں نے فرنانزو اور اس کے آدمیوں سے مار کھا کر ایسی ذلتیں برداشت کی تھیں کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یوں برداشت نہ کرتا۔ جھنجلا کر ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتا اور انتقامی کارروائیاں بھی ضرور کرتا۔

لیکن ان تینوں کی قوت برداشت غیر معمولی تھی۔ انہوں نے ذلتیں برداشت کیں لیکن اپنی خیال خوانی کی صلاحیتوں کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ خود کو رازداری سے روپوش رکھ کر فرنانزو اور ان کے آدمیوں کا سر کچل سکتے ہیں۔ مگر یہ بات دور تک پھیلے گی دشمنوں کو پتا چل جائے گا کہ وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں روپوش رہ کر زندگی گزار رہے ہیں۔

انسان کو اپنے صبر کا پھل ملتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل علی' فہمی اور اعلیٰ بی بی وہاں سیرو تفریح کی غرض سے پہنچ گئے۔ یہ بھی بیان کیا جاچکا ہے کہ کس طرح فرنانزو کی شامت آئی تھی۔ وہ ان سے ٹکرایا تو چکنا چور ہوگیا اپاچ بن گیا۔ علی نے اس اپاچ کو وہاں کے کرپٹ پولیس افسران کے حوالے کرتے ہوئے کہا تھا "تم لوگوں کی پشت پناہی کے باعث یہ یہاں کا بے تاج بادشاہ بن کر خوب عیش کرچکا ہے اب اس کے ساتھ اس علاقے کو چھوڑ کر جاؤ۔ دوبارہ ادھر آؤ گے تو تم سب کو بھی اپاچ بنا دیا جائے گا۔"

وہ افسران اپاچ نہیں بننا چاہتے تھے۔ فرنانزو کو لے کر روم پہنچے اس شہر میں فرنانزو کے دو مجرم بھائی باقاعدہ ایک گینگ بنا کر واردات کیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے اپنے بھائی کا یہ حشر دیکھا تو

حیرت سے تلملا کر رہ گئے۔ انہوں نے قسم کھائی کہ علی' فہمی اور روس بھیجے سے آئی اعلیٰ بی بی سے انتقام لیں گے۔ تمام مخالفوں کو کچل کر برس کی بچی اعلیٰ بی بی سے انتقام لیں گے۔ تمام مخالفوں کو کچل کر کرپٹ افسروں کو وہاں ڈیوٹی کرنے کا موقع دیں گے پھر ان میں سے ایک بھائی وہاں منتقل ہو کر اپنے اپاچ بھائی فرنانزو کی طرح بے تاج بادشاہ بن کر رہے گا۔ دوسرا بھائی بعد میں روم واپس چلا جائے گا۔

جس بھائی نے روم واپس آنے کی بات کی تھی اسے روم سے بہت محبت تھی۔ اس شہر کو اپنی ہستی سے منسلک کرنے کے لیے اس نے اپنا نام کنگ رومن رکھا تھا۔ اس کے دوسرے بھائی کا نام کنگ بونر تھا۔ بڑی بڑی وارداتوں میں کامیاب ہونے کے بعد وہ شہر کے تمام مجرموں اور قانون کے محافظوں پر چھا گئے تھے انہیں کم تر نہ کر خود برتر بن گئے تھے اور اس برتری کی بنا پر انہوں نے اپنے ناموں کے ساتھ کنگ لگا رکھا تھا۔

اپاچ فرنانزو کو وہاں لانے والے کرپٹ افسران نے انہیں بتایا کہ وہ دونوں بھائی جن سے مقابلہ کرنے جارہے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں کیونکہ جس انداز میں انہوں نے فرنانزو کو اپاچ بنایا ہے' اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے۔

کنگ رومن اور کنگ بونر نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر غالب آنے کے لیے ٹھوس پلاننگ کی۔ انہوں نے یہ طے کیا کہ وہ دونوں اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ پہلے عام لوگوں کی طرح اس لیمون سل گرداجائیں گے اور وہاں کا جائزہ لیں گے اپنے دشمنوں کو دور سے دیکھیں گے۔ اس دوران میں وہ گونگے بنے رہیں گے بہت کم کسی سے باتیں کریں گے اور بات کرنے سے پہلے یہ معلوم کرلیں گے کہ جس سے بھی وہ گفتگو کررہے ہیں وہ دشمن نہیں ہے اور نہ ہی وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ دشمنوں کو اچھی طرح دیکھنے اور سمجھنے کے بعد کوئی مناسب موقع دیکھ کر اچانک ان پر اس طرح حملہ کریں گے کہ وہ نہ تو ان کا مقابلہ کرسکیں اور نہ ہی فرار ہوسکیں۔ انہوں نے فرنانزو کو اپاچ بنایا تھا وہ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

وہ مکمل منصوبے اور ان پر عمل کرنے کی مکمل تیاریوں کے ساتھ جھیل کے کنارے واقع لیمون سل گرداچ میں آئے پھر علی' فہمی اور اعلیٰ بی بی کو تلاش کرنے لگے۔ وہ تینوں کب کے جاچکے تھے۔ اس لیے دو دنوں تک تلاش کرنے کے باوجود نظر نہیں آئے۔ فرنانزو کے جانے کے بعد وہاں کے مقامی بدمعاش جیسے یتیم ہوگئے تھے۔ ان کی بدمعاشی نہیں چلتی تھی۔ اس شہر کے تمام لوگ متحد ہو کر یہ فیصلہ کرچکے تھے کہ اب وہاں کسی کی بدمعاشی کو پنپنے نہیں دیں گے۔

کنگ رومن اور کنگ بونر نے وہاں پہنچنے کے بعد ان کمزور پڑجانے والے بدمعاشوں سے رابطہ کیا تو ان بدمعاشوں کو جیسے نئی زندگی مل گئی۔ انہوں نے بتایا کہ جنہیں تلاش کیا جارہا ہے' وہ اسی دن یہاں سے چلے گئے تھے۔ دوبارہ اب تک واپس نہیں آئے ہیں۔

کنگ رومن نے ناگواری سے کہا "ہم کتنی زبردست پلاننگ کے ساتھ آئے تھے۔ اب یہی کیا جائے کہ یہاں اپنی طاقت کی دھونس جما کر پھر سے بے تاج بادشاہت شروع کی جائے۔"

ایک مقامی بدمعاش نے کہا "تین شریف آدمی یہاں رہتے ہیں۔ ان کی وجہ سے جھگڑا شروع ہوا تھا وہ تینوں کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں ہیں لیکن وہ دور کھڑے فرنانزو کی شکست کا تماشا دیکھتے رہے تھے۔"

دوسرے مقامی بدمعاش نے کہا "دیکھا جائے تو وہ تینوں بظاہر بے قصور ہیں لیکن قصوروار بھی ہیں۔ ان کی ہی وجہ سے فرنانزو کی وہ حالت ہوئی تھی پھر اسے یہ علاقہ چھوڑ کر جانا پڑا تھا۔"

کنگ رومن نے کہا "ٹھیک ہے۔ یہاں مجرمانہ کارروائیاں شروع کرنے کا ایک بہانہ ہاتھ آگیا ہے۔ ہم اپنے بھائی فرنانزو کا حوالہ دے کر ان تینوں کو سزائیں دیں گے پھر دیکھیں گے کہ یہاں کے لوگ متحد ہو کر بھی ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟"

علی' فہمی اور اعلیٰ بی بی جاچکے تھے۔ ان دونوں بھائیوں نے سوچا جب ٹیلی پیتھی جاننے والے لوگ نہیں رہے تو گونگے بن کر نہیں رہنا چاہیے لہٰذا وہ آزادی سے بولنے لگے۔ دوسرے دن وہ جھیل کے ساحل پر آئے وہاں وہ تھری جے یعنی جے فلو' جے سامو اور جے کافو موجود تھے اور موٹر بوٹ کے ذریعے جھیل کے اس پار جانا چاہتے تھے۔

ایک ماتحت مجرم دوڑتا ہوا آیا پھر اس بوٹ پر جا کر بولا "اے تم کہاں جارہے ہو؟ تم تینوں کی موت جھیل کے دوسرے کنارے پر نہیں ہے۔ اسی کنارے پر ہے وہ دیکھو فرنانزو کے دو بھائی تمہاری موت بن کر آرہے ہیں۔"

ان تینوں نے ادھر دیکھا کنگ رومن اور کنگ بونر سینہ تانے گردن اکڑائے شاہانہ انداز میں چلتے ہوئے آرہے تھے۔ ان کے پیچھے ان کے چھ مجرم ماتحت بھی تھے۔

وہ تھری جے نہیں چاہتے تھے کہ وہاں لڑائی جھگڑا ہو اور مجرم کسی کو قتل کریں۔ انہوں نے بڑی خاموشی سے خیال خوانی کی۔ آس پاس اور ذرا دور جو لوگ تھے ان کے دماغوں میں جا کر ان کی ہی سوچ میں بولنے لگے۔ جن لوگوں کے دماغوں میں وہ باتیں آرہی تھیں' وہ چونک کر ان دو بھائیوں کو دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں بھائی تھری جے کے قریب پہنچ کر بولے "تم تینوں وہی ہو' جن کی وجہ سے ہمارے بھائی فرنانزو کو اپاچ بنا دیا گیا ہے۔ ہم تم سے پوچھنا چاہتے ہیں' وہ جوان جو اپنی عورت اور بچی کے ساتھ آیا تھا' کہاں ہے؟ اگر تم ان کا پتا بتا دو اور ہمیں ان کے پاس پہنچا دو تو ہم تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے ورنہ یہ سمجھ لو کہ اپنے بھائی کی طرح تم تینوں کو اپاچ بنا دیں گے۔"

جے کافو نے ہاتھ جوڑ کر کہا "اگر آپ فرنانزو صاحب کے

بھائی ہیں تو ہمارے مائی باپ ہیں۔ ہم آپ سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔ وہ تینوں کون تھے۔ کیوں فرنانزو صاحب سے لڑپڑے تھے' ہم اس سلسلے میں کچھ بھی جانتے تو آپ کو ضرور بتا دیتے۔ آپ یقین کریں وہ اسی دن چلے گئے تھے پھر واپس نہیں آئے اب وہ کہاں ہیں' ہم نہیں جانتے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کنگ رومن نے الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے گیا پھر اس نے مار کھانے کے باوجود ہاتھ جوڑ کر کہا "مائی باپ! آپ ہمیں جان سے مار ڈالیں گے تب بھی ہم ان کا پتا اس لیے نہیں بتا سکیں گے کہ ہم سچ مچ نہیں جانتے وہ کہاں ہیں؟"

اس بار کنگ بونز مارنے کے لیے آگے بڑھا تو تھری جے میں سے دو نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کو رکنے کا اشارہ کیا اور کہا "آپ کیوں ہم پر ظلم کرتے ہیں ہم سچ کہہ رہے ہیں اس مار پیٹ سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

کنگ بونز یہ کہنے والے کو مارنا چاہتا تھا۔ اسی وقت ایک شخص نے للکار کر کہا "اے رک جاؤ۔"

پھر دوسرے شخص نے للکارنے کے انداز میں کہا "اگر زیادہ بدمعاش بنے تو تمہاری بدمعاشی جھیل میں پھینک دی جائے گی۔"

دونوں بھائی کنگ رومن اور کنگ بونز نے آس پاس دیکھا۔ ان کے چاروں طرف لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی اور بھیڑ میں سے ہٹے کٹے جوان اور بوڑھے سب ہی کمہ رہے تھے کہ وہاں اب کسی کی۔ بدمعاشی نہیں چلے گی فرنانزو کی طرح کوئی وہاں دادا بننے کی کوشش کرے گا تو ہم اسے بھی اپاہج بنا کر یہاں سے روانہ کردیں گے۔"

لوگ پہلے ایک ایک کرکے بول رہے تھے پھر سب کے سب بولنے لگے ہاتھ اٹھا کر چیخنے لگے "شرافت سے رہنا ہے تو یہاں رہو۔ ورنہ ابھی یہ جگہ چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

کنگ رومن اور کنگ بونز نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے ایک دوسرے سے کہا "حالات ہمارے خلاف ہیں۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اتنے دنوں بعد بھی یہ لوگ متحد ہوں گے۔ ہم کوئی دوسرا راستہ نکال لیں گے فی الحال ہمیں یہاں سے جانا چاہیے۔ کنگ رومن نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "خاموش ہوجاؤ۔ خاموش ہوجاؤ۔ ہم نے سمجھ لیا ہے۔ ان تینوں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ جنہوں نے ہمارے بھائی کو اپاہج بنا دیا تھا وہ یہاں نہیں ہیں۔ ویسے ہم اس شہر میں رہیں گے۔ یہاں ہمارے بھائی فرنانزو کے مکانات اور زمینیں ہیں ہم ان کی دیکھ بھال کریں گے۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے مجرم ماتحتوں کے ساتھ جانے لگے۔ تمام لوگ ان کا منہ تاکنے اڑانے کے لیے قہقہے لگانے لگے۔ وہ تعداد میں دو سو سے زیادہ تھے ایک بوڑھے نے ہاتھ اٹھا کر مٹھی باندھتے ہوئے کہا۔ "ہمارا اتحاد ہماری قوت ہے اگر یہ ہتھیار استعمال کریں گے تو زیادہ سے زیادہ دو چار کو مار سکیں گے۔ اس کے بعد ان کی موت آجائے گی۔ ہمیں ان سے کبھی خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ خوش ہو کر اپنا اپنا کام نمٹانے کے لیے واپس جارہے تھے تھری جے خاموش کھڑے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے کنگ رومن اور کنگ بونز کے دماغوں میں پہنچے ہوئے تھے۔ وہ دونوں بھائی دھیمی آواز میں باتیں کرتے جارہے تھے۔ کنگ رومن نے کہا۔ "ان لوگوں کا اتحاد بہت مضبوط ہے اور یہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں اگر تو دو سو سے کم نہیں ہوں گے معاملہ بگڑے گا تو اور زیادہ چلے آئیں گے۔ ہمیں بڑی چال بازی سے کام لے کر ان کے اتحاد کو کمزور کرنا ہوگا اور ان تینوں کو تو ہم ضرور سزا دیں گے۔"

کنگ بونز نے کہا "ان تینوں کو بڑی رازداری سے ایک ایک کرکے موت کے گھاٹ اتارا جائے گا۔ ان کی لاشیں کہیں پھینک دی جائیں گی۔ جب وہ تینوں دکھائی نہیں دیں گے یا ان کی لاشیں ملیں گی تو یہاں کے لوگ ہمیں الزام نہیں دے سکیں گے کہ ہم نے انہیں قتل کیا ہے۔ ان کے پاس ہمارے خلاف کوئی ثبوت ہوگا اور نہ ہی کوئی چشم دید گواہ ہوگا۔"

ان تھری جے نے موٹر بوٹس کے ذریعے جھیل کے دوسرے کنارے جانے کا ارادہ بدل دیا۔ وہ اپنی رہائش گاہ میں چلے آئے وہاں بیٹھ کر یہ طے کرنے لگے کہ جب تک وہ دونوں بھائی یہاں رہیں گے تب تک ہم تینوں کو ایک ساتھ رہنا ہوگا اور زیادہ سے زیادہ تنہائی میں رہنا ہوگا اس طرح ہم کسی کی نظروں میں آئے بغیر خیال خوانی کرتے رہیں گے اور اپنے دشمنوں کی سازشوں کو سمجھتے رہیں گے۔

دونوں بھائیوں نے فی الوقت خاموشی اختیار کی اپنے ماتحتوں کو جاسوسی کے لیے روانہ کیا۔ انہیں حکم دیا ان تینوں پر نظر رکھو۔ دیکھتے رہو وہ کہاں ہیں؟ اور کہاں جارہے ہیں؟ جب وہ تینوں ایک ساتھ نہ ہوں اور الگ الگ کہیں مصروف ہوں تو فوراً رپورٹ دی جائے۔ رپورٹ ملتے ہی پہلے ہم ایک پر' پھر دوسرے پر' پھر تیسرے پر حملے کریں گے۔

ان کے ماتحت جاسوسی کے لیے چلے گئے۔ کنگ بونز نے کہا۔ "برادر! یہ اچھی بات ہوگی اگر وہ تینوں مارے جائیں گے۔ یہاں کے لوگوں پر تھوڑی بہت دہشت قائم ہوگی پھر اس اتحاد کو قائم رکھنے والے دو چار اہم افراد کی لاشیں ملیں گی تو یہ بات سمجھ میں آنے لگے گی کہ اتحاد ہونے کے باوجود وہ کمزور ہیں اور خفیہ طور سے حملہ ہوتا انہیں کوئی بچانے نہیں آئے گا۔"

جے تھری نے ان جاسوسی کرنے والوں میں سے تین کے دماغوں پر قبضہ جمایا پھر انہیں ایک موٹر بوٹ کی طرف لے گئے انہوں نے موٹر بوٹ والے کو کرایہ دیا اور کہا "ہمیں دوسرے کنارے پر پہنچا دو۔"

وہاں سے موٹر بوٹ چل پڑی۔ جب وہ جھیل کے درمیان گہرائی میں پہنچے تو جے تھری کی مرضی کے مطابق وہ ایک ایک کرکے موٹر بوٹ سے چھلانگیں لگا کر جھیل کے پانی میں پہنچ گئے۔ انہیں تیرنا آتا تھا لیکن تھری جے نے انہیں تیرنے نہیں دیا۔ ہاتھ پاؤں تیرنا آتا تھا لیکن تھری جے نے انہیں تیرنے نہیں دیا۔ ہاتھ پاؤں چلانے کا موقع نہیں دیا۔ اس طرح وہ جھیل کی گہرائیوں میں ڈوبتے چلے گئے۔ موٹر بوٹ چلانے والا حیرانی سے انہیں دیکھتا رہا اور پکارتا رہا پھر واپس کنارے پر آکر اپنے ساتھیوں سے بولا "عجیب بات ہوئی۔ یہاں سے میں تین آدمیوں کو موٹر بوٹ میں لے کر گیا تھا۔ وہ جھیل کے گہرے پانی میں پہنچتے ہی چھلانگ لگا کر ڈوب گئے۔ انہوں نے تیرنے کے لیے ہاتھ پاؤں بھی نہیں مارے اور خاموشی سے ڈوب گئے۔ میں حیران ہوں کہ دیکھنے میں تو وہ بالکل صحیح الدماغ تھے پھر انہوں نے پاگلوں جیسی حرکتیں کیوں کیں؟"

یہ بات اس ساحلی علاقے میں گشت کرتی ہوئی شہر میں پہنچ گئی۔ سب لوگ حیران تھے کہ وہ تین پاگل کون تھے؟ پتا چلا کہ فرنانزو کے دو بھائیوں کے ساتھ آئے تھے۔ پتا نہیں انہوں نے کس وجہ سے ایسی اجتماعی خودکشی کی ہے؟

وہاں اتحاد قائم رکھنے والے دو اہم افراد نے کنگ رومن اور کنگ بونز سے یہ سوالات کیے۔ ان سے پوچھا "آپ بتا سکتے ہیں' ان تینوں کی ذہنی حالت کیسی تھی؟ اور اگر وہ ذہنی طور پر بالکل نارمل تھے تو انہوں نے خودکشی کیوں کی؟ کیا آپ نے ان پر ظلم کیا تھا یا انہیں اپنی ملازمت سے نکال دیا تھا۔ جس کے باعث وہ دل برداشتہ ہو کر جان دینے پر مجبور ہوگئے۔"

کنگ رومن نے کہا "ہم سے فضول سوالات نہ کیے جائیں۔ وہ تینوں نارمل تھے۔ ہمیں بھی حیرانی ہے کہ انہوں نے خودکشی کیوں کی ہے؟ ہم نے انہیں ملازمت سے نکالا تھا اور نہ ہی ان پر کوئی ظلم کیا تھا۔ پلیز آپ لوگ جائیں اور ہمیں پریشان نہ کریں۔"

اتحاد قائم رکھنے والے وہ افراد وہاں سے چلے گئے لیکن دونوں بھائی پریشان ہوگئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد ایک نے کہا "یہ تو عجیب سی بات ہے۔ ہمارے وہ تینوں ماتحت بالکل نارمل تھے اگر انہوں نے اچانک چھلانگ لگا کر جھیل میں خودکشی کی ہے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس خودکشی کے پیچھے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے۔"

تھری جے میں سے ایک نے کہا "میں تنہا باہر جارہا ہوں وہ جاسوس مجھے تنہا دیکھ کر انہیں رپورٹ دیں گے۔ تم دونوں محتاط رہو میں بھی ان دونوں کے دماغوں میں رہوں گا۔ پتا نہیں کون مجھ پر حملہ کرنے آئے گا؟"

تھوڑی دیر بعد ان دونوں بھائیوں کو رپورٹ ملی کہ ان تینوں میں سے ایک شخص مکان سے باہر آکر پہاڑی کی طرف جارہا تھا۔

دونوں بھائی ایک ایک ریوالور اور ایک ایک رائفل لے کر اپنی رہائش گاہ سے باہر آگئے اور اس طرح اس چھوٹی پہاڑی کی طرف جانے لگے کہ کوئی ان پر کسی طرح کا شبہ نہ کرے اور نہ ہی انہیں توجہ سے دیکھے۔

وہ دونوں تھوڑی دور تک پیدل چلتے رہے پھر شہری آبادی سے باہر آگئے۔ وہ پہاڑی علاقہ تھا۔ دونوں بھائی چڑھائی پر چڑھتے جارہے تھے اور منصوبے کے سلسلے میں باتیں بھی کرتے جارہے تھے۔ ایسے ہی وقت اچانک کنگ بونز کے قدم لڑکھڑا گئے۔ وہ چلتے چلتے گرا پھر نشیب کی طرف لڑھکتے ہوئے جانے لگا۔ نشیب میں کئی پتھر تھے جن سے وہ ٹکراتا جارہا تھا آخر ایک بڑے پتھر سے ٹکرا کر رک گیا۔

اپنے بھائی کو گرتے دیکھ کر کنگ رومن نے اسے آواز دی۔ اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ بھائی کے قریب پہنچتا وہ بھی اوندھے منہ گر پڑا پھر قلابازیاں کھاتا اور لڑھکتا ہوا اس سے بھی نیچے چلا گیا۔ ایک جگہ جاکر رک گیا۔ اس کی بھی وہی حالت ہوئی جہاں جاکر کنگ بونز رکا تھا وہاں تک پہنچتے پہنچتے وہ بھی لہولہان ہوگیا۔

کنگ بونز ذرا اونچائی پر تھا ایک بڑے سے پتھر کے باعث دور تک لڑھکنے سے بچ گیا تھا۔ وہیں رک گیا تھا لیکن کنگ رومن اس سے زیادہ دور لڑھکتا ہوا جانے کے باعث پستی میں پہنچ گیا تھا۔ ویسے دونوں ایک دوسرے کو دور سے دیکھ سکتے تھے اور دونوں ہی ایک دوسرے کو لہولہان دیکھ رہے تھے۔

پتھروں پر لڑھکنے اور پتھروں سے ٹکراتے رہنے کے باعث ان کے جسموں کی ہڈیاں دکھنے لگی تھیں۔ وہ تکلیف برداشت کررہے تھے۔ مگر اپنے اپنے جسم کو سہلاتے ہوئے کراہ رہے تھے۔ کنگ رومن نے پوچھا "بونز! تم کیسے گر پڑے تھے؟"

"میں کیا بتاؤں جو ہونی ہے ہو کر رہتی ہے۔ بس اچانک میرے قدم لڑکھڑا گئے تھے اور میں گر پڑا تھا لیکن تم کیسے گر پڑے؟"

"میں تمہیں سنبھالنے کے لیے دوڑ پڑا تھا پھر اچانک ہی مجھے محسوس ہوا کہ میرا سر چکرا رہا ہے۔ ایسے وقت میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ شاید اسی وجہ سے گرتا ہوا لڑھکتا ہوا یہاں پہنچ گیا ہوں۔"

وہ ایک پتھر پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ کنگ بونز اونچائی سے سنبھل سنبھل کر اترتا ہوا اس کے پاس آکر بولا "کیا اوپر چڑھ سکیں گے؟"

کنگ رومن نے انکار میں سر ہلا کر کہا "ہمارا خون کتنا بہہ رہا ہے پہلے مرہم پٹی کرانی ہوگی پھر ہڈیاں بھی دکھ رہی ہیں۔ ایسے وقت کسی پر جان لیوا حملہ کرنے کے لیے جانا دانش مندی نہیں ہے۔ واپس چلو۔"

وہ اپنے اپنے رومال سے لہو پونچھتے ہوئے رہائش گاہ کی طرف جانے لگے۔ کنگ رومن نے کہا "تعجب ہے۔ ہم پہلے کئی بار اونچی اونچی پہاڑیوں پر چڑھتے رہے ہیں۔ کبھی اس طرح نہیں گرے۔ اس بات پر بھی تعجب ہے کہ ایک نہیں دونوں بھائی گر پڑے۔ کیا یہ محض اتفاق ہے؟"

کنگ بونز نے بھائی کو حیرانی سے دیکھ کر پوچھا "آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں یہ تو واقعی اتفاق تھا۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "نہیں مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے ہمیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے گرایا گیا ہے۔"

بونر چلتے چلتے رک گیا پھر پریشان ہو کر بھائی کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "او مائی گاڈ! میں ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو بھول گیا تھا۔ اب تو میرے دماغ میں یہ بات چبھ رہی ہے۔ ہم جسے قتل کرنے کے ارادے سے جا رہے تھے اس ارادے کو ملتوی کر رہے ہیں یعنی اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا بچاؤ اس طرح کیا ہے۔ ہم اس کی طرف جا رہے تھے۔ اس نے ہمارا راستہ بدل دیا ہے۔"

"بونر تمہاری باتوں سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ تم ان تینوں میں سے کسی ایک کو خیال خوانی کرنے والا سمجھ رہے ہو؟"

"اور کیا سمجھا جائے؟ جو ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی بیوی اور بچی کے ساتھ آیا تھا۔ وہ یہاں نہیں ہے پتا نہیں کہاں جا چکا ہے پھر یہاں کون خیال خوانی کے ذریعے ہمارے خلاف ایسی حرکتیں کر رہا ہے۔ ہمارے تین ماتحت جھیل میں چھلانگ لگا کر ڈوب گئے۔ ہم پہاڑیاں چڑھتے چڑھتے نیچے گر پڑے۔ یہ محض اتفاق نہیں ہو سکتا۔"

وہ سوچتے ہوئے جانے لگے۔ دونوں کے دماغوں میں یہ حقیقت چبھ رہی تھی کہ یہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے' جو ان کے خلاف ایسے اقدامات کر رہا ہے اور بڑے اطمینان سے تھوڑا تھوڑا کر کے انہیں نقصان پہنچا رہا ہے۔

وہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئے۔ ایک بھائی نے مرہم پٹی کے لیے فرسٹ ایڈ بکس نکالا۔ پہلے زخموں کو صاف کرنے کے لیے ہلکے گرم پانی کی ضرورت تھی اس لیے دوسرے نے ہیٹر کو آن کیا لیکن ایک سے چھوٹے سے برتن میں پانی لے کر اس پر رکھتے وقت وہ ہیٹر پر گر پڑا اس کے حلق سے چیخ نکلی دوسرے بھائی نے فوراً ہی دوڑ کر سوئچ کو آف کر دیا۔ اس وقت تک اس کے چہرے کا نچلا حصہ یعنی ٹھوڑی اور سینہ جل گیا تھا۔ وہ پریشان ہو گئے۔ ایک نے فوراً ہی دوسرے کے جلے ہوئے حصوں پر دوا لگائی۔ تاکہ جلن کچھ کم ہو سکے پھر وہ کرسی سے اٹھ کر بولا "میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ ان تینوں میں سے کوئی ایک ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میں ان تینوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ اپنا ریوالور اور ایک رائفل اٹھانے لگا۔ ایسے وقت اس کے دماغ میں خیال آیا "پہلے چیک کرنا چاہیے کہ یہ دونوں ہتھیار پوری طرح لوڈ ہیں یا نہیں؟"

اس نے چیک کرنے کے لیے ریوالور کے ٹریگر پر انگلی رکھی پھر ریوالور کا رخ اپنے ایک پیر کی طرف کر کے ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں سے گولی چلتے ہی اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس نے اپنے ہی ایک پاؤں پر گولی مار کر زخمی کیا تھا وہ ایک پیر سے اچھلتا ہوا بستر پر آ کر گر پڑا۔ ایک بھائی فرش پر پڑا تھا اور دوسرا بھائی بستر پر دونوں ہی تکلیف سے کراہ رہے تھے پھر گنگ رومن فرش پر اٹھ کر بیٹھ گیا کراہتے ہوئے بولا "نہیں' نہیں' ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے ہمیں گونگا بن کر رہنا چاہیے تھا۔ ہم نے اپنی زبانیں کھول لیں تو ان کے ساتھ ہمارے دماغوں کے دروازے بھی کھل گئے ہیں اب ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔"

اس نے اپنے ماتحتوں کو بلا کر کہا "ہمارا سامان پیک کرو۔ ہم ابھی یہاں سے جائیں گے۔"

ایک ماتحت نے حیرانی سے پوچھا "باس! اتنی کیا جلدی ہے۔ کیا آپ ان تینوں سے انتقام نہیں لیں گے؟"

وہ جھلا کر بولا "جو کہا جا رہا ہے' وہی کرو۔ ہماری حالت ایسی رہے ہو میں جل چکا ہوں اور اس نے اپنے ہی ہاتھوں سے خود زخمی کر لیا ہے اس سے پہلے ہم پہاڑی پر سے گر کر لہولہان ہو تھے۔ یہ سب ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہا ہے۔ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔"

کنگ بونر نے کہا "اس سے پہلے کہ ہم بھائی فرنانڈو کی طرح ہاتھوں اور پیروں سے اپاہج ہو جائیں۔ ہمیں یہاں سے فوراً چاہیے۔ جان ہے تو جہان ہے اگر کبھی موقع ملے گا تو ہم ان سے ضرور انتقام لیں گے لیکن ابھی نہیں۔"

ان کے ماتحت ان کے سامان کی پیکنگ کرنے لگے۔ دوسری طرف تھری جے بھی اپنا ضروری سامان اپنے اپنے سفری بیگ میں رکھ رہے تھے۔ انہوں نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اب ان کا وہاں رہنا مناسب نہیں ہے اور یہ بات چھپی نہیں رہے گی کہ فرنانڈو کے دو بھائی انتقامی کارروائی کے لیے آئے تھے لیکن وہ بری طرح زخمی ہو کر چلے گئے۔ ان کے تین ماتحتوں نے از خود موٹر بوٹ سے چھلانگ لگا کر جھیل میں اپنی جان دے دی تھی۔ یہ ایک پراسرار ہلاکت تھی کہ خیال سیدھا ٹیلی پیتھی کی طرف جاتا تھا۔ جے کانوفے اپنی سفری بیگ میں سامان رکھتے ہوئے کہا "وہ دونوں روم سے آئے تھے اور روم واپس جا رہے ہیں۔ ہمیں اس سے آگے فلورنس سٹی جانا چاہیے وہ ایک خوب صورت شہر ہے اور میرا خیال ہے' وہاں ہم روپوشی اختیار کرنے میں کامیاب رہیں گے۔"

دونوں نے تائید میں کہا "ہاں فلورنس ایک خوب صورت شہر ہے ہم وہاں رہیں گے۔"

ایسے وقت سامو کچھ اداس سا تھا اور بڑی بے دلی سے اپنا سفری بیگ میں سامان رکھ رہا تھا۔ جے فلو نے پوچھا "کیا بات ہے تم کچھ بدلے بدلے ہوئے سے دکھائی دے رہے ہو۔"

اس نے کہا "ہم عجیب زندگی گزار رہے ہیں۔ ٹیلی پیتھی ہمارے لیے باعثِ رحمت بھی ہے اور باعثِ زحمت بھی۔ ہم اپنے اور مضبوط ہتھیار رکھنے کے باوجود دشمنوں سے چھپتے ہیں اور دشمن سامنے آ جائے تو اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو چھپا لیے ان سے مار بھی کھا لیتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں ذلیل بھی ہوتے ہیں لیکن ہر حال میں خود کو چھپا کر رکھتے ہیں۔"

جے فلو نے پوچھا "تم آخر کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں کیا کہوں گا؟ ہم تینوں ہی ایسی زندگی گزار رہے ہیں اور اپنی قوت ارادی کے باعث سب کچھ برداشت کر رہے ہیں لیکن جو قدرت کی مرضی ہے اس کے خلاف ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

"صاف صاف بولو' قدرت کی مرضی کیا ہے؟"

"میں یہاں ایک لڑکی سے محبت کرتا ہوں بہت ہی خوب صورت اور بہت ہی اچھی اور پیاری سی ہے۔ میں نے اس کے چور خیالات سے سمجھا ہے کہ وہ ہماری ہم خیال ہے۔ بہت ہی دیانت دار اور سچی لڑکی ہے۔ اس کے خیالات کے مطابق نہ اس نے کبھی کسی سے جھوٹ بات کی ہے اور نہ کسی کو فریب دیا ہے۔"

"اچھا تو یہ عشق کا معاملہ ہے۔ ویسے یہ قدرتی معاملہ ہے اگر دل کسی پر آ جائے تو اس سے نظریں چرانا اور اسے بھول جانا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن ہم یہ بھی تو سوچتے ہیں کہ ہماری زندگی میں ایک عورت آئے گی تو پھر ہم تین ہیں تین عورتیں آئیں گی۔ ہم فیملی لائف گزاریں گے۔ ہمارے بچے بھی ہوں گے۔ ہماری بیویوں اور بچوں سے یہ بات چھپی نہیں رہے گی کہ ہم خیال خوانی کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ اس طرح یہ بات دشمنوں تک پہنچے گی۔ ابھی تو ہم خطرے سے گزر رہے ہیں۔ بعد میں ہماری بیویاں اور بچے بھی ان خطرات سے دوچار ہوتے رہیں گے۔"

جے سامو نے کہا "یہی تو مشکل ہے۔ ہم اپنے تحفظ کی خاطر اور سلامتی کی خاطر زیادہ سے زیادہ اپنی طبعی عمر گزارنے کی خاطر چھپتے پھر رہے ہیں اور جو ٹیلی پیتھی جاننے والے عیش و عشرت کی زندگی گزارتے رہتے ہیں۔ ویسی زندگی سے ہم محروم ہیں۔ یہ محرومیت ہمیں تحفظ دے رہی ہے لیکن ہم سے بہت سی مسرتیں چھین رہی ہے۔ کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ ہم محبت سے ازدواجی گھریلو زندگی بھی گزاریں اور اس کا علم دشمنوں کو نہ ہو؟"

جے کانوفے اپنا سفری بیگ اٹھاتے ہوئے کہا "پہلے یہاں سے نکلو۔ ہم سفر کے دوران میں یہ گفتگو کر سکتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ تمہاری یہاں ایک محبوبہ ہے تو تم خیال خوانی کے ذریعے اس کی نگرانی کر سکتے ہو۔ اسے تحفظ دے سکتے ہو اگر تم نے اس سے محبت کا اظہار کیا ہے اور وہ بھی تم سے محبت کرتی ہے تو اس کے دماغ میں یہ کرائسی کی سوچ کے ذریعے یہ اعتماد پیدا کرو کہ تم بے وفا نہیں ہو۔ ایک دن ضرور تم اس سے ملاقات کرو گے اور اس سے شادی بھی کرو گے۔ کم آن ہمیں چلنا چاہیے۔"

وہ رہائش گاہ سے باہر آ کر ایک کار میں بیٹھ گئے پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگے۔ جے سامو نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا "آہ میں ایسے محسوس کر رہا ہوں جیسے میں اپنی ساری زندگی اور ساری دنیا یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔"

"میرے دوست! اتنے جذباتی نہ بنو۔ ہم کوئی اچھا فیصلہ کریں گے۔ ہم بھی انسان ہیں ہمارے بھی دل محبت کے لیے دھڑکتے ہیں۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی میں کوئی ایسی محبت کرنے والی آئے جو صرف ہماری ہو۔"

جے فلو نے کہا "دوستو! میری زندگی میں بھی ایک خوب صورت لڑکی آ چکی ہے۔ میں نے بہت صبر اور ضبط سے کام لیتے ہوئے اس سے دوری اختیار کی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں' اس سے ہمیشہ دور نہیں رہ سکوں گا۔ جب وہ مجھے دیکھتی تھی تو ایسا لگتا تھا جیسے اپنی نظروں کے ذریعے مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور مجھے ساری دنیا سے بیگانہ کر رہی ہے۔"

جے کانوفے کہا "تعجب ہے۔ تم دونوں چپکے چپکے محبت کرتے رہے اور مجھے پتا نہ چلا۔"

"تمہیں اس وقت پتا چلے گا۔ جب تمہاری زندگی میں بھی کوئی ایک محبت کرنے والی آئے گی۔"

جے کانوفے ایک جگہ کار روک دی پھر پوچھا "سامو! وہ لڑکی کہاں رہتی ہے؟ اس کا کیا نام ہے؟ اس کے ماں باپ کیا کرتے ہیں؟"

"اس کا نام مونا ہے اس کے ماں باپ مر چکے ہیں وہ بالکل تنہا ہے۔ مچھلیاں سپلائی کرنے والے ٹھیکے دار کے ہاں ملازمت کرتی ہے اور اچھے دنوں کی امید پر تنہا زندگی گزار رہی ہے۔"

"کیا وہ ملازمت چھوڑ کر اور یہ شہر چھوڑ کر تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے راضی ہے؟"

"میں نے اس کے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ میری مرضی کے مطابق زندگی گزارنے پر راضی ہو جائے گی۔"

"تو پھر دیر کیوں کرتے ہو۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے اپنے پاس بلاؤ۔ اس سے پوچھو کہ ابھی ہمارے ساتھ یہ شہر چھوڑ کر چلے گی؟ اور تمہارے ساتھ ایک گھریلو ازدواجی زندگی گزارے گی؟"

جے سامو خوش ہو کر خیال خوانی کے ذریعے مونا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جے فلو نے کہا "یار کانو! تم یہ کیا کر رہے ہو اگر مونا ہمارے ساتھ سفر کرے گی اور سامو اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارے گا تو وہ بیوی اور بچوں کا پابند ہوتا رہے گا۔ اس طرح ہم دشمنوں کے لیے اپنی طرف آنے کی راہیں ہموار کرتے جائیں گے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ ہم ابھی اس سلسلے میں پلاننگ کرتے ہیں۔ پہلے مونا راضی ہو جائے۔"

تھوڑی دیر بعد مونا وہاں آ گئی۔ جے سامو نے کار سے اتر کر اس سے مصافحہ کیا اور کہا "مونا میں یہ جانتا ہوں کہ تم مجھے دل و جان سے چاہتی ہو۔ ابھی اور اسی وقت فیصلہ کرو کیا تم میری خاطر اس ملازمت کو' اس شہر کو چھوڑ کر میرے ساتھ چل سکتی ہو؟ ہم یہ جگہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔"

"کہاں جا رہے ہو؟"

"ہم راستے میں بتائیں گے مگر تمہیں کسی ایسی جگہ نہیں لے

جائیں گے' جہاں تمہارے مستقبل کو کوئی نقصان پہنچے۔"

"مجھے تم پر بھروسا ہے۔ میں تو دن رات تمہارے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔ تم اچانک مجھے یہاں سے چلنے کو کہہ رہے ہو' کچھ عجیب سا لگ رہا ہے لیکن دل مسرتوں سے بھر گیا ہے۔ میری زندگی تو تم سے ہے۔ تم جہاں کہو گے وہاں چلوں گی۔"

"پھر تو کوئی سامان لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں میرے ساتھ کار میں بیٹھو۔ آگے کسی شہر میں پہنچ کر تمہاری ضرورت کا تمام سامان خرید لیا جائے گا۔"

وہ خوش ہو کر اس سے لپٹ گئی۔ اس کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ جے فلو اور کافو نے مسکرا کر اسے خوش آمدید کہا اور اسے یقین دلایا کہ خدا نے چاہا تو اس کی آئندہ زندگی بہت ہی اچھی گزرے گی۔

وہ اس شہر سے باہر نکل آئے۔ جے فلو نے خیال خوانی کے ذریعے جے کافو سے پوچھا "اب بتاؤ کہ ازدواجی زندگی کیسے گزاری جائے گی۔ کیا اس طرح ہم دشمنوں کے لیے راہ ہموار نہیں کر رہے ہیں؟"

"نہیں کچھ حکمتِ عملی سے کام کرنا ہوگا۔ ہمیں دوہری زندگی گزارنی ہوگی۔"

"دوہری زندگی کیسے گزاریں گے؟"

"ہمارا دوست ساموا اپنی محبوبہ کے ساتھ ایک الگ رہائش گاہ میں زندگی گزارے گا۔ مونا پر تنویمی عمل کر کے اس کے ذہن سے یہ بھلا دیا جائے گا کہ وہ جھیل کے ساحلی شہر لیمون سل گرد کے تین دوستوں کے ساتھ آئی ہے۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کیا جائے گا کہ وہ ایک اچھی فیملی سے تعلق رکھتی تھی۔ شادی کے بعد جے ساموا کے ساتھ آکر ایک اچھی ازدواجی زندگی گزار رہی ہے اور اس کے ساتھ جے ساموا جب تک زندگی گزارتا رہے گا اس کا نام بھی تبدیل کر دیا جائے گا۔ یعنی مونا کا نام مونا اور ساموا کا نام ساموا نہیں رہے گا۔ ان کے ذہن میں یہ بھی نقش کیا جائے گا کہ ساموا کبھی ایک دن کے لیے کبھی ایک ہفتے کے لیے ضروری کام سے اسے چھوڑ کر اس شہر سے دور کہیں جاتا ہے اس بات کو' مونا کبھی مائنڈ نہیں کرے گی اور نہ ہی اس سلسلے میں کسی سے سوالات کرے گی۔"

جے فلو نے کہا "اچھا آئیڈیا ہے اس طرح جب بھی ہمیں ساموا کی ضرورت پڑے گی' ہم اسے خیال خوانی کے ذریعے بلا لیا کریں گے۔ وہ مونا کو اس کی رہائش گاہ میں چھوڑ کر ہمارے پاس آیا کرے گا پھر جو اہم معاملات ہوں گے ان سے نمٹنے کے بعد دوبارہ مونا کے پاس چلا جایا کرے گا۔"

"یہی تم بھی کر سکتے ہو۔ تم بھی کسی لڑکی سے محبت کرنے لگے ہو اسے بھی اپنے پاس بلاؤ۔ اس کی رضامندی حاصل کرو کہ وہ اپنے تمام رشتے داروں کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے تیار ہے یا نہیں؟ وہ راضی ہوگی تو مونا اور ساموا کی طرح تم بھی اس کے ساتھ دوہری زندگی گزارو گے۔"

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہمیشہ یہی ہوتا آرہا تھا کہ جب بھی کوئی روپوش رہ کر خیال خوانی کرتا تھا تو اس کی روپوشی زیادہ عرصے تک برقرار نہیں رہتی تھی۔ تھری جے بھی خیال خوانی کا مظاہرہ کرنے کے بعد اس شہر میں نہیں رہ سکتے تھے۔ انہوں نے یہ دانش مندی کی کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خبر ہونے سے پہلے ہی انہوں نے وہ شہر چھوڑ دیا تھا اور آئندہ بھی سلامتی اور امن و امان سے رہنے کے لیے احتیاطی تدابیر پر عمل کر رہے تھے۔

وہ دونوں بھائی بری طرح زخمی ہو کر روم میں واپس آئے۔ یہ بات دور تک پھیل گئی کہ اپنے بھائی فرنانزو کی طرح وہ بھی زخمی ہو کر آئے ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق وہ بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے زخمی کیے گئے تھے۔

یہی ٹیلی پیتھی والی بات خاص طور پر دور تک پھیلتی گئی۔ دوسرے دوست اور دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی معلوم ہوتا گیا کہ شہر لیمون سل گرد میں تین شخص رہتے ہیں۔ ان میں کوئی ایک یا تینوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور جب تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا خیال آیا تو یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وہی تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں جو پہلے جیکی اولڈ کے تابع تھے۔ اسی کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرنے کے بعد انہوں نے ایک طویل عرصے تک روپوشی اختیار کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔ اب مجبور ہو کر پھر ظاہر ہونے والے ہیں۔

جو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تینوں کو تلاش کر رہے تھے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اور اپنے آلہ کاروں کے ذریعے لیمون سل گرد کے ساحلی شہر میں پہنچے۔ ان تینوں کو تلاش کیا تو پتا چلا کہ وہ تینوں اچانک ہی کہیں چلے گئے ہیں اور وہ جس دن گئے ہیں۔ اسی دن سے مونا نامی ایک لڑکی بھی غائب ہے یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ شاید وہ ان تینوں کے ساتھ گئی ہے۔

دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا خیال تھا کہ انہوں نے مونا کو ساتھ لے جا کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ آئندہ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جس تنہا لڑکی کو تین آدمیوں کے ساتھ دیکھیں گے تو اس کے دماغ میں جا کر یہ معلوم کر لیں گے کہ وہی تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری جے ہیں۔

بڑی مدت کے بعد تھری جے کا سراغ ملا تھا۔ دشمن یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ پھر کہیں روپوش ہو جائیں فی الحال اتنا معلوم تھا کہ وہ اٹلی سے باہر نہیں جائیں گے وہیں کسی شہر یا چھوٹے قصبے میں پناہ لیں گے اگر باہر جائیں گے تو ایئر پورٹ اور بندرگاہ اور ہوائی دے کے راستے جاتے ہوئے ان کی نظروں میں آجائیں گے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان تمام مقامات پر اپنے جاسوس مقرر کر دیے تھے۔

تھری جے بڑی ذہانت' تحمل اور امن پسندانہ جذبوں سے کام کرتے تھے اسی لیے دشمنوں کی گرفت میں نہیں آتے تھے۔ اس

وقت بھی انہوں نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ انہیں ملک سے باہر نہیں جانا چاہیے ورنہ دشمنوں کی نظروں میں آجائیں گے۔ انہوں نے ناؤن ایریزو کا رخ کیا تھا۔ وہ تین دوستوں کی طرح وہاں رہائش اختیار کرنے والے تھے۔ سیامو' مونا کے ساتھ فلورنس میں ازدواجی زندگی گزارنے والا تھا۔ جے فلو بھی اپنی محبوبہ کو حاصل کر لیتا تو وہ بھی ساموا کی طرح دوہری زندگی گزارتا۔ ان سب کے نام اور خیالات تنویمی عمل کے ذریعے بدل دیے جاتے۔ اس طرح دشمن بھٹکتے رہ جاتے لیکن ان کے سائے تک بھی نہ پہنچ پاتے۔

○☆○

ڈی پارس اور پورس کو گرفتار کرنے کے بعد واشنگٹن پہنچا دیا گیا تھا! امریکی اکابرین خوش تھے کہ اب میرے خلاف ثبوت کے طور پر انہوں نے میرے دونوں بیٹوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ آئندہ وہ سب کے سامنے ڈنکے کی چوٹ پر کہہ سکیں گے کہ میں دوہری چالیں چل رہا تھا اور چھپ کر امریکا جیسی سپر پاور کو نقصان پہنچا رہا تھا اور ایسا کرنے کے لیے اپنے دونوں بیٹوں کو استعمال کر رہا تھا۔

تج پال کے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ وہ واقعی پارس اور پورس ہیں۔

ڈی پارس اور پورس کو ایف بی آئی کے یوگا جاننے والے افسران کے حوالے کیا گیا تھا۔ آری کے ایک اعلیٰ افسر نے یوگا جاننے والے ایک افسر سے کہا "آپ ان دونوں کو جلد سے جلد اس طرح چھپائیں کہ ان کا باپ فرہاد علی تیمور ان کے دماغوں تک نہ پہنچ سکے۔ ابھی ہم فرہاد کو اس سلسلے میں مخاطب کرنے والے ہیں۔"

یوگا جاننے والے افسر نے کہا "ان دونوں کو انجکشن کے ذریعے بے ہوش کر دیا گیا ہے۔ اب ایک خفیہ جگہ لے جا کر انہیں چھپا رہے ہیں۔ آپ فرہاد علی تیمور سے رابطہ کر سکتے ہیں۔"

اس افسر نے فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج خلیل بن مکرم سے رابطہ کیا "ہم مسٹر فرہاد علی تیمور سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز ان سے رابطہ کرا دیں۔"

"آپ انتظار کریں۔ ابھی مسٹر فرہاد آپ کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "ہیلو میری کیا ضرورت آپڑی ہے۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"مسٹر فرہاد! تم نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے اور ہمارے کروڑوں ڈالرز کے جدید اسلحے کا ذخیرہ تباہ کرنے کے بعد بھی یہ بڑے فخر سے کہا تھا کہ ہم تمہاری انتقامی کارروائیوں کے خلاف کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکیں گے۔"

میں نے کہا "یہ بات پرانی ہو چکی ہے۔ کوئی نئی بات کرو۔"

"نئی بات کرنے کے لیے ہی آپ کو گفتگو کرنے زحمت دی ہے۔ اب ہمارے ہاتھ ایسے ٹھوس ثبوت لگ گئے ہیں جن کے ذریعے ہم آپ کو صرف ملزم ہی نہیں مجرم بھی ثابت کر سکیں گے۔"

میں نے حیرانی کا اظہار کیا پھر کہا "یہ تو تم لوگوں نے کمال کر دیا۔ وہ ٹھوس ثبوت کیا ہیں؟"

"ہم سے سوال نہ کریں۔ پہلے یہ معلوم کریں کہ آپ کی کون سی دو اہم چیزیں گم ہو گئی ہیں؟"

"اچھا پہیلی بجھوا رہے ہو۔ ٹھیک ہے۔ میں پہیلی بوجھنے کی کوشش کرتا ہوں بعد میں تم سے رابطہ کروں گا۔"

"ہم چاہتے ہیں' جلدی رابطہ کریں۔ یہ پہیلی مشکل نہیں ہے۔ آپ کے گھر کی بات ہے ہمارا خیال ہے اتنا ہی اشارہ کافی ہے۔"

"اچھی بات ہے میں دو ایک گھنٹے کے بعد رابطہ کروں گا۔"

میں ان کے دماغ سے چلا آیا پھر پارس اور پورس کے پاس پہنچ کر بولا "وہ بے چارے بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ تم دونوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور میرے خلاف تمہیں ثبوت کے طور پر پیش کرنے والے ہیں۔"

پورس نے کہا "پاپا! وہ آپ کو الجھانا چاہتے ہیں۔ اب ہم انہیں اس طرح الجھائیں گے کہ وہ سر پکڑ کر رہ جائیں گے۔"

میں نے کہا "میں جانتا ہوں۔ تم دونوں بہت کچھ کرو گے۔ بہرحال میں جا رہا ہوں جو کرنا ہے وہ کرتے رہو۔"

میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ وہ دونوں ایک بوڑھے میاں بیوی کے مکان میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے تھے۔ انہوں نے عارضی میک اپ کے ذریعے اپنے چہروں پر تبدیلیاں کی تھیں۔ اب انہوں نے وہ تبدیلیاں ختم کر دیں۔ اپنے اصلی رنگ و روپ میں آگئے۔ پھر اس گھر سے نکل کر بذریعہ کار ایک طرف روانہ ہو گئے۔

مقامی انٹیلی جنس کے دفتر میں اعلیٰ افسر کے سامنے وہ حسین جاسوسہ اور لیزا بیٹھی ہوئی تھیں۔ لیزا کو پارس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ اس کے بھائیوں کو دلیری سے اور اسے مردانگی سے جیت لے گا اور حسین جاسوسہ کو پورس اپنے ساتھ ایک ہوٹل کے کمرے میں لے گیا تھا۔ وہ دونوں حسینائیں یہی جانتی تھیں۔ یہ نہیں جانتی تھیں کہ ابھی جاننے کے لیے بہت کچھ رہ گیا ہے۔

انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے کہا "میں نے تم دونوں کو اس لیے بلایا ہے کہ تمہیں یہ شہر' یہ جگہ چھوڑ کر آئندہ ایک آدھ ہفتے تک کہیں نہیں جانا ہے۔ کیونکہ فرہاد علی تیمور کے خلاف بہت بڑا مقدمہ دائر کیا جا رہا ہے۔ اس کے خلاف ٹھوس ثبوت کے طور پر پارس اور پورس ہماری گرفت میں آگئے ہیں۔ اس سلسلے میں تم دونوں چشم دید گواہ ہو۔ پارس نے لیزا کو اور پورس نے ہماری اس جاسوسہ کو بہت پریشان کیا ہے۔ تم دونوں ان دو بھائیوں کے بہت قریب رہ چکی ہو اور ان کے خلاف بہت کچھ بول سکتی ہو۔"

لیزا نے کہا "مجھے تو غصہ آرہا ہے۔ میں کچھ بولنا نہیں چاہتی۔ ان کا خون پی جانا چاہتی ہوں۔"

اسی وقت اس کے اور حسین جاسوسہ کے دماغ میں یہ بات آئی کہ ان دونوں کو اعلیٰ افسر کے پیچھے والی کھڑکی کی طرف دیکھنا

چاہیے۔ انہوں نے ادھر دیکھا۔ کھڑکی کے باہر پارس اور پورس کھڑے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ نظریں ملتے ہی انہوں نے اپنا ایک ایک ہاتھ ہلاتے ہوئے اپنا دوسرا ہاتھ ہائے کے انداز میں سینے پر رکھ لیا۔

وہ دونوں بڑی حیرانی اور پریشانی سے کھڑکی کے باہر ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ جو گرفتار ہو کر واشنگٹن پہنچائے جا چکے تھے' وہ اتنی جلدی یہاں کیسے آسکتے ہیں؟"

اعلیٰ افسر نے لیزا کو اور اپنی جاسوسہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا "تم دونوں کچھ پریشان دکھائی دے رہی ہو۔ بات کیا ہے؟"

جاسوسہ نے کہا "سر! وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ اس نے۔۔۔"

اس نے کھڑکی کی طرف انگلی اٹھائی۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "وہ ۔۔۔ وہ کیا؟ بات کیا ہے؟ بولتی کیوں نہیں ہو؟"

لیزا نے کہا "آپ پیچھے گھوم کر دیکھیں۔ کھڑکی کے باہر وہ دونوں کھڑے ہوئے ہیں۔"

اس نے اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھے بیٹھے گھوم کر پیچھے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے پھر گھوم کر ان دونوں سے پوچھا "کون دونوں یہاں تھے؟ تم دونوں کو کیا ہوا ہے؟ یہاں تو کوئی نہیں ہے۔"

لیزا نے کہا "سر! ابھی پارس اور پورس وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کے گھومتے ہی وہاں سے چلے گئے۔ ابھی اسی عمارت میں ہوں گے۔"

اعلیٰ افسر نے اپنے ماتحت افسر سے کہا "فوراً جاؤ اور اپنے آدمیوں سمیت ہر طرف انہیں تلاش کرو۔"

ماتحت افسر وہاں سے چلا گیا۔ اعلیٰ افسر نے کہا "تمہارے کہنے پر میں نے انہیں تلاش کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ واشنگٹن میں ایف بی آئی کے حوالے کیے گئے ہیں۔ وہ ایسی جگہ ہیں' جہاں سے پارس اور پورس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی پوری فیملی بھی ان دونوں کو رہائی نہیں دلا سکے گی۔"

جاسوسہ نے کہا "میں جانتی ہوں ایف بی آئی والوں کی کسٹڈی سے نکل کر آنا ناممکن ہے۔ وہ یہاں نہیں آسکتے۔ لیکن ہم نے اپنی کھلی آنکھوں سے انہیں دیکھا ہے۔"

انٹیلی جنس کے کئی سراغ رساں اور جونیئر سراغ رساں پوری عمارت میں انہیں تلاش کرتے پھر رہے تھے لیکن وہ نظر نہیں آئے۔ آخر انہوں نے اعلیٰ افسر کے پاس آکر کہا "سر! ہم نے پوری عمارت اوپر سے نیچے تک دیکھ لی ہے۔ وہ دونوں یہاں نہیں ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہی تو میں کہہ رہا ہوں' وہ واشنگٹن سے یہاں کیسے آسکتے ہیں؟ اور وہ بھی ایف بی آئی کی کسٹڈی سے؟ ناممکن بالکل ناممکن ہے۔"

پھر اس نے لیزا سے اور اپنی جاسوسہ سے کہا "وہ تم دونوں کے حواس پر چھا گئے ہیں۔ انہیں اپنے دماغ سے نکالو اور کام کی باتیں سوچو۔ اس بات پر غور کرو کہ عدالت میں پیشی ہوئی تو تم فرہاد علی تیمور کے دونوں بیٹوں کے خلاف کیا کچھ کہہ سکو گی؟"

وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر سوچنے لگیں "یہ ہمارا وہم نہیں ہو سکتا ہم نے پورے ہوش و حواس میں رہ کر ان دونوں کو کھڑکی کے باہر دیکھا ہے۔ عجیب بات ہے وہ پلک جھپکتے ہی کہاں گم ہو گئے کہ کسی کے ہاتھ نہیں آئے۔"

وہ دونوں اسپتال پہنچ گئے۔ لیزا کے چاروں بھائی بُری طرح زخمی ہو کر وہاں پہنچ گئے تھے۔ مرہم پٹی کرانے کے بعد انہیں ذرا آرام آیا تھا۔ وہ ایک کھلی بالکونی میں آکر بیٹھ گئے تھے اور وقت گزارنے کے لیے پتے کھیل رہے تھے۔ اسی وقت پارس اور پورس اس بالکونی میں آگئے۔ انہیں دیکھتے ہی ان کے ہاتھوں سے تاش کے پتے چھوٹ گئے۔ وہ سہم کر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے پارس نے کہا۔

"تمہاری بہن تو کہتی تھی' تم چاروں بہت خطرناک ہو تمہارا نام سنتے ہی بڑے سے بڑا مجرم راستہ بدل کر چلا جاتا ہے اور تمہارے سامنے آنے والا مجرم خوف سے کانپنے لگتا ہے۔ اب تم چاروں ہمیں دیکھ کر خوف زدہ کیوں ہو گئے ہو۔"

ان میں سے ایک نے کہا "مسٹر پارس! آپ ہم سے خوامخواہ دشمنی کر رہے ہیں۔ ہم نے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ اپنی مردانگی اور دلیری دکھانے کے لیے ہمارے پاس آئیں اور ہمیں ایک دوسرے سے لڑا کر اس بری طرح زخمی کر دیں۔ آپ ہماری حالت دیکھ رہے ہیں؟"

"دیکھ رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں' ابھی تو آرام سے بیٹھے ہو۔ یہاں دل بہلا رہے ہو۔ تم لوگوں کو بستر پر لیٹے رہنا چاہیے۔"

لیزا کے دوسرے بھائی نے کہا "ٹھیک ہے۔ آپ کہتے ہیں تو ہم ابھی اپنے اپنے بستروں پر جا کر لیٹ جائیں گے۔"

"بستر پر لیٹنے سے کیا ہوتا ہے۔ تم لوگوں کو اسپتال کے بستر پر بیمار بن کر یا بری طرح زخمی ہو کر لیٹنا چاہیے۔"

پورس نے کہا "ہم انہیں کچھ زیادہ زخمی کر دیں گے تو یہ بستر پر لیٹنے کے قابل ہو جائیں گے۔"

انہوں نے انکار میں ہاتھ ہلا کر کہا "نہیں۔ نہیں۔ ہمیں معاف کریں' ہمیں چھوڑ دیں پلیز' ہم اپنے اپنے بستروں پر جا رہے ہیں۔"

وہ دونوں ایک طرف ہٹ گئے۔ وہ بالکونی سے گزر کر ایک ہال سے گزرنے لگے تو ان میں سے ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو ایک الٹا ہاتھ منہ پر رسید کیا۔ دوسرے نے تیسرے کو ایک لات ماری پھر وہ چاروں ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ ٹیلی پیتھی کی قوت انہیں کتوں کی طرح ایک دوسرے سے لڑنے ایک دوسرے پر بھونکنے اور ایک دوسرے کو کاٹنے پر مجبور کر رہی تھی۔

انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کے کمرے سے لیزا اور وہ جاسوسہ جا چکی تھی۔ اعلیٰ افسر اپنے ماتحت سے کہہ رہا تھا "پارس اور پورس کی گرفتاری کے سلسلے میں پوری رپورٹ ٹائپ کرنے کے بعد میرے

پاس لاؤ۔ میں دستخط کر کے اس کی ایک کاپی واشنگٹن ارسال کروں گا۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "سر! میں پولیس انسپکٹر بول رہا ہوں۔ یہاں اسپتال میں لیزا کے چاروں بھائی بُری طرح زخمی ہو گئے ہیں۔ وہ پہلے کی طرح آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے تھے جب انہیں ان کے اپنے بستروں پر پہنچا کر ان کی مرہم پٹی کی جانے لگی تو انہوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں آپس میں لڑنے اور مزید زخمی ہونے پر مجبور کر دیا۔"

اعلیٰ افسر نے حیرانی سے کہا "کیا کہہ رہے ہو؟ وہ دونوں واشنگٹن میں ایف بی آئی کی کسٹڈی میں ہیں۔ وہ بھلا یہاں کیسے آسکتے ہیں؟"

"سر! آپ یقین کریں۔ ان چاروں نے یہی بیان دیا ہے۔"

اعلیٰ افسر سوچ میں پڑ گیا پھر بولا "اچھی بات ہے میں ابھی آتا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اب وہ سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ بات کیا ہے پہلے یہاں لیزا اور جاسوسہ پورے یقین سے کہہ رہی تھیں کہ انہوں نے کھڑکی کے باہر پارس اور پورس کو پورے ہوش و حواس کے ساتھ دیکھا ہے۔ اب اسپتال سے رپورٹ آرہی ہے کہ ان دونوں نے وہاں پہنچ کر ان چاروں بھائیوں کو پھر سے زخمی کیا ہے۔

وہ اپنی ریوالونگ چیئر سے اٹھ کر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا۔ بظاہر یہ ناقابل یقین بات ہے لیکن ان کی موجودگی کے سلسلے میں یہاں کئی چشم دید گواہ ہیں۔ تعجب ہے کہ وہ ایف بی آئی کی کسٹڈی سے نکل آئے ہوں؟"

وہ فون کے پاس آیا۔ پھر ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کرنے کے بعد کہنے لگا "سر! یہاں میرے دفتر میں میری جاسوسہ نے اور لیزا نے پارس اور پورس کو میرے پیچھے والی کھڑکی کے باہر دیکھا تھا لیکن جب میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ نظر نہیں آئے۔ پھر آدھے گھنٹے بعد یہ رپورٹ ملی کہ پارس اور پورس نے دوبارہ ان چاروں بھائیوں کو آپس میں لڑنے اور زخمی ہونے پر مجبور کیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' جب وہ دونوں آپ لوگوں کی کسٹڈی میں ہیں تو یہاں کیسے دیکھے جا رہے ہیں؟"

ایف بی آئی کے اس افسر نے یوگا جاننے والے اعلیٰ افسر سے فون پر رابطہ کیا پھر اس سے یہی باتیں کیں۔ اسے بتایا کہ پارس اور پورس بالٹی مور میں دوبارہ دیکھے جا رہے ہیں "سر! آپ مائنڈ نہ کریں۔ میں یہ پوچھنے پر مجبور ہوں کیا وہ دونوں آپ کی کسٹڈی سے فرار ہو گئے ہیں؟"

اس کے سینیئر یوگا جاننے والے افسر نے کہا "ذرا عقل سے کام لو۔ میں نے تمہارے سامنے ان دونوں کو انجکشن کے ذریعے بے ہوش کرایا تھا پھر انہیں اپنی کسٹڈی میں لے کر یہاں ایک خفیہ قید خانے میں آیا ہوں۔ یہ دونوں اب بھی میرے سامنے بے ہوش پڑے ہیں۔"

"سوری سر۔ آپ کی بات بالکل درست لیکن ہم بالٹی مور سے ملنے والی رپورٹ کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔"

"ہاں یہ ذرا سوچنے کی بات ہے' وہاں وہ دونوں نظر آرہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ فرہاد کوئی چال چل رہا ہے۔ ہمیں الجھا رہا ہے۔"

میں اس افسر کے دماغ میں تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا۔ میں نے اور علی نے وہاں کے دو سراغ رسانوں کے دماغوں میں جگہ بنائی وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر چلتے ہوئے اس اعلیٰ افسر کے دفتر میں گئے جو ابھی فون کے ذریعے یوگا جاننے والے افسر سے باتیں کر رہا تھا۔ ہمارے آلہ کار دو سراغ رساں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو ثانی نے اس اعلیٰ افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ اس کی مرضی کے مطابق اس افسر کو یوں لگا جیسے دروازہ کھول کر اس کے دفتر میں دو سراغ رساں نہیں بلکہ پارس اور پورس آئے ہوں۔ وہ کان سے ریسیور لگائے ہوئے تھا اور حیرانی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے پارس کے لب و لہجے میں ایک سراغ رساں کے ذریعے پوچھا "ہیلو افسر! کیا اپنے اعلیٰ افسران کو رپورٹ دے رہے ہو؟ ٹھیک ہے یہ تو تمہاری ڈیوٹی ہے۔ اس سے کہہ دو کہ ہم تمہارے سامنے موجود ہیں۔"

علی نے پورس کے لب و لہجے میں کہا "یہ کہہ دینا کہ پارس اکیلا نہیں ہے اس کے ساتھ پورس بھی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ دونوں اس دفتر سے باہر چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی اعلیٰ افسر نے تقریباً چیختے ہوئے کہا "سر! ابھی ابھی وہ دونوں میرے دفتر میں آئے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھا ہے اور ان کی باتیں بھی سنی ہیں۔ اگرچہ وہ مجھ سے فاصلے پر تھے لیکن شاید ان کی آواز آپ نے میرے فون کے ذریعے سنی ہو؟"

"ہاں دھیمی دھیمی سی آوازیں آرہی تھیں۔ کیا وہ پارس اور پورس تھے؟"

"جی ہاں' وہ ابھی چند باتیں کر کے باہر گئے ہیں۔ سر! میں پھر آپ سے رابطہ کروں گا میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں گئے ہیں؟"

وہ ریسیور رکھ کر فوراً تیزی سے چلتا ہوا دفتر کے باہر آیا پھر دوسرے سراغ رسانوں اور وہاں کام کرنے والوں سے بولا "یہاں پارس اور پورس آئے ہوئے ہیں فوراً انہیں تلاش کرو۔ دفتر کے ایک ایک حصے کو دیکھو وہ کہیں چھپ سکتے ہیں۔"

بالٹی مور اور واشنگٹن میں ان دونوں کو تلاش کیا جا رہا تھا۔ وہ دونوں پرائیویٹ فلائنگ کلب میں آئے وہاں سے ایک ہیلی کاپٹر کرائے پر حاصل کیا۔ پھر اس کے ذریعے واشنگٹن پہنچے۔ ایسی جگہ ہیلی کاپٹر کو اتارا جو تقریباً ویران تھی۔ وہ وہاں سے چلتے ہوئے ایک

مین روڈ پر آئے پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر یوگا جانے والے افسر کے بنگلے کے سامنے پہنچ گئے۔ ان کے پاس ایک انسٹنٹ کیمرا تھا۔ اس بنگلے کے سامنے سیکیورٹی گارڈز تھے۔ سیکیورٹی افسر نے پوچھا "آپ دونوں کون ہیں یہاں کیوں آئے ہیں؟"

اس کی بات سنتے ہی ہمارے ایک سراغ رساں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا پھر اسے دوسرے گارڈز سے گفتگو کرنے پر مجبور کیا۔ دوسرے گارڈز بھی جواباً کچھ کہنے لگے تو دوسرے سراغ رساں گارڈز کے دماغوں پر قبضہ جماتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ وہ سب زیر اثر آگئے۔ جب پارس اور پورس اس بنگلے کے احاطے میں داخل ہوئے تو ان میں سے کسی نے ان کے اس طرح آنے پر اعتراض نہیں کیا۔ وہ دونوں بنگلے کے اندر گئے۔ وہاں یوگا جانے والے افسر کی بیوی اور ایک دو برس کا بچہ تھا۔ جسے وہ گود میں لیے ایک کھلونے سے بہلا رہی تھی۔ دو اجنبی جوانوں کو دیکھتے ہی وہ حیرت سے اٹھ کر بولی "کون ہو تم لوگ اور یہاں کیسے آئے ہو؟"

پورس نے کہا "جب تمہارے سیکیورٹی افسر اور دوسرے گارڈز نے ہمیں یہاں آنے کی اجازت دی ہے تو یقیناً ہم اجنبی ہونے کے باوجود دشمن نہیں ہیں یہ انسٹنٹ کیمرا ہے اور ہم اس کے ذریعے تمہارے ساتھ اپنی تصویریں اتاریں گے۔ لہٰذا ذرا ادھر لائٹ میں چلی آؤ۔"

وہ انکار نہیں کرسکتی تھی کیونکہ اس کے دماغ پر بھی قبضہ جمالیا گیا تھا۔

پورس نے کیمرے کو ایک جگہ رکھ کر اسے کیمرے کے فریم میں سیٹ کیا، کیمرا آن ہونے کے لیے وقت مقرر کرکے اس کا بٹن دبایا پھر پارس کے ساتھ اس عورت کے اطراف آکر کھڑا ہوگیا۔ اس کے بچے کو اپنی گود میں لے لیا۔ اس سے بولا "کیمرا آن ہونے والا ہے۔ مسکراؤ۔"

وہ عورت جبراً مسکرانے لگی۔ ذرا سی دیر میں تصویر اتر گئی۔ پورس شکریہ کہہ کر کیمرے کے پاس آیا پھر اس سے کھینچی ہوئی تصویر نکالی نیگیٹیو کے بغیر واضح طور پر یہ تصویر اتر گئی۔ اس تصویر میں یوگا جانے والے افسر کی بیوی کھڑی ہوئی تھی اور اس کے آس پاس پارس اور پورس تھے۔ پورس کی گود میں ان کا دو برس کا بچہ تھا۔

پارس نے وہ تصویر لے کر اس عورت کو دیتے ہوئے کہا۔ "اسے اپنے پاس رکھو اور اپنے شوہر کو فون کرکے بتا دینا کہ یہاں پارس اور پورس آئے تھے۔ یہ ایک یادگار تصویر اتار کر چلے گئے ہیں اور کہہ گئے ہیں کہ ہمیں تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے اور نہ ہی ہم ان دو جوانوں کو رہا کرانا چاہتے ہیں جو اس وقت تمہارے شوہر کے خفیہ قید خانے میں ہیں۔ ہم تمہیں اور معصوم بچے کو یرغمال بنا کر یہ نہیں کہنا چاہتے کہ جب تک انہیں رہا نہیں کیا جائے گا تم ماں بچے کو بھی ہم یرغمال بنا کر رکھیں گے۔"

پورس نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم صرف یہ تصویر ثبوت کے طور پر اتروانا چاہتے تھے۔ اب یہ اپنے شوہر کو دکھا دینا۔"

یہ کہہ کر وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔ وہ عورت بچے کو گود میں لیے تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے ٹیلی فون کے ذریعے اپنے شوہر سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہونے پر اس نے کہا "آپ کہاں ہیں؟"

"میں اس وقت ڈیوٹی پر ہوں۔ کوئی ضروری بات ہو تو بتاؤ؟"

"بہت ضروری بات ہے۔ یہاں پارس اور پورس نام کے دو جوان آئے تھے۔"

وہ چونک کر بولا "کیا کہہ رہی ہو؟ کیا میرے بنگلے میں آئے تھے؟"

"جی ہاں سیکیورٹی افسر اور سیکیورٹی گارڈز نے انہیں نہیں روکا۔ وہ اندر آگئے تھے۔ انہوں نے میرے اور جونی کے ساتھ تصویر اتاری ہے۔ یہ تصویر مجھے دے گئے ہیں اور کہہ گئے ہیں کہ وہ مجھے اور اس معصوم بچے کو یرغمال بنا کر یہ مطالبہ نہیں کرنا چاہتے کہ دو جوان جو آپ کی قید میں ہیں انہیں رہا کردیا جائے۔ انہوں نے رہائی کا مطالبہ نہیں کیا ہے۔ صرف یہ تصویر دے کر چلے گئے ہیں۔"

میں نے فوج کے اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ کر کہا "تم نے مجھے ایک پہیلی بوجھنے کے لیے کہا تھا یعنی یہ کہا تھا کہ میری دو اہم چیزیں گم ہوگئی ہیں۔ مجھے معلوم کرنا چاہیے کہ وہ گم ہوجانے والی دو چیزیں کیا ہیں؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "میرا خیال ہے کہ آپ سمجھ گئے ہیں؟"

"مجھے کیا سمجھنا ہے اگر میری کوئی چیز گم ہوتی ہے تو اسے تلاش کرنے کے لیے میں دوسروں کو یہ ذمے داری دیتا ہوں۔ اب تمہارے جتنے بھی سی آئی اے، ایف بی آئی اور آرمی کے افسران ہیں وہ میری گمشدہ دو چیزوں کو بالٹی مور سے لے کر واشنگٹن تک تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ جب وہ چیزیں مل جائیں گی تو مجھے خوش خبری سنائیں گے۔ پھر وہ چیزیں میرے حوالے کردیں گے۔"

"مسٹر فرہاد! آپ بہت خوش فہمی میں ہیں۔ وہ دو چیزیں جو ہمارے قبضے میں آگئی ہیں۔ انہیں ہم آپ کے حوالے نہیں کریں گے۔"

اسی وقت دو ماتحت افسران اس کے پاس آئے پھر اسے سیلوٹ کرنے کے بعد بولے "سر! بالٹی مور سے رپورٹ ملی ہے کہ وہاں پارس اور پورس کو دیکھا گیا ہے۔ انہیں وہاں کئی افراد نے دیکھا ہے۔ یہاں ایف بی آئی کے اعلیٰ افسر نے ان دونوں کو اپنے دفتر میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد انہیں تلاش کیا گیا لیکن وہ نظر نہیں آئے۔"

اعلیٰ افسر نے ناگواری سے پوچھا "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ پارس اور پورس ہمارے یوگا جانے والے افسر کی کسٹڈی میں نہیں ہیں؟"

سر وہ دونوں ان کی کسٹڈی میں ہیں۔ لیکن ان کی وائف نے انہیں ایک رپورٹ دی ہے۔ جس کے مطابق پارس اور پورس ان کے بنگلے میں آئے تھے۔ ان کی بیوی اور بچی کے ساتھ انہوں نے تصویر کھینچی پھر وہ تصویر انہیں دے کر واپس چلے گئے۔ وہ ایک تصویر اس بات کا ثبوت ہے کہ پارس اور پورس آزاد ہیں اور وہ قیدی نہیں بنائے گئے ہیں۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ پارس اور پورس کو بالٹی مور میں دیکھا گیا ہے پھر ان دونوں کو یہاں بھی واشنگٹن میں دیکھا گیا ہے؟"

میں نے اس کے دماغ میں کہا "مسٹر! یہ ناممکن تو نہیں ہے۔ پارس اور پورس بالٹی مور میں ہیں۔ انہوں نے فلائنگ کلب سے ایک ہیلی کاپٹر لے کر واشنگٹن پہنچ کر جو کرنا تھا وہ کرگئے ہیں۔ جو کہنا تھا۔ وہ کہہ گئے ہیں۔ اب آپ کے سمجھنے کی باری ہے اگر عقل آگئی ہے تو سمجھ لیں ورنہ سمجھنے میں دیر کی تو اندھیرا ہوجائے گا۔"

اس اعلیٰ افسر نے انٹرلنک ٹیلی فون اور ٹی وی کے ذریعے تمام اکابرین سے رابطہ کیا۔ وہ اکابرین اپنے اپنے ٹی وی اسکرین پر اس اعلیٰ افسر کو دیکھنے لگے۔ اعلیٰ افسر نے کہا "جن پارس اور پورس کو گرفتار کیا گیا ہے وہ مشکوک ہیں ہمیں کسی طرح اور تصدیق کرنی ہوگی۔"

ایک حاکم نے کہا "تصدیق تو ہوچکی تھی۔ اسی لیے ان دونوں کو ایک خفیہ قید خانے میں رکھا گیا ہے اور ان کی نگرانی یوگا جاننے والے افسران کررہے ہیں۔"

"یہ سب کچھ اپنی جگہ درست ہے لیکن پارس اور پورس بالٹی مور میں اور واشنگٹن میں آزادی سے گھومتے پھرتے دیکھے گئے ہیں۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟"

"یہ ہو رہا ہے۔ ہمارے کئی معتبر افسران نے اور دوسرے افراد نے انہیں ان دو شہروں میں کئی جگہ دیکھا ہے۔"

"یہ مسٹر فرہاد کی کوئی نئی چال ہوسکتی ہے۔"

"چال ہوسکتی ہے اور حقیقتاً ہم دھوکا بھی کھا سکتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں پھر تصدیق کرنی چاہیے۔ اگر ہمارے پاس پارس اور پورس نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مسٹر فرہاد کے پاس ان کے دونوں بیٹے موجود ہیں۔ لہٰذا ہمارے پاس جو قیدی ہیں، پہلے ان کے اصلی ہونے کی تصدیق کی جائے۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا "ان معاملات میں تیج پال بہت ذہین ہے۔ ہم پہلے اس سے بات کریں گے پھر یہ تصدیق کی جائے گی کہ دھوکا کھا رہے ہیں یا بازی جیتنے والے ہیں؟"

جب تیج پال کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ان سب سے رابطہ کیا تو اسے کہا گیا "صورتِ حال بدل گئی ہے پارس اور پورس گرفتار ہونے کے باوجود بالٹی مور اور واشنگٹن میں دیکھے گئے ہیں اور انہوں نے اپنی موجودگی کے ثبوت بھی چھوڑے ہیں۔"

بیزون نے کہا "میں ابھی تیج پال کے پاس جاکر اس سلسلے میں مشورہ کرتا ہوں۔"

وہ تیج پال کے پاس دماغی طور پر حاضر ہوا۔ پھر اس نے وہ تمام باتیں بتائیں۔ تیج پال سننے کے بعد سنجیدگی سے غور کرنے لگا پھر بولا۔ "کچھ گڑبڑ ہے۔"

بیزون نے کہا "گڑبڑ کیسے ہوسکتی ہے؟ ہم چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے قیدی بننے والے پارس اور پورس کے دماغ میں جاکر ان کے چور خیالات اچھی طرح پڑھے ہیں اور یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ واقعی پارس اور پورس ہیں۔"

تیج پال نے کہا "یہ بھی تو ہوسکتا ہے جس وقت تم سب ان کے چور خیالات پڑھ رہے تھے تو ان کے دماغوں میں مسٹر فرہاد اور ان کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی موجود ہوں اور وہ ان کے ذریعے ایسے ہی چور خیالات پیش کررہے ہوں۔ انہوں نے چور خیالات کے ذریعے یہ ثابت کردیا تھا اور ہمیں یقین دلا دیا تھا لیکن یہ دھوکا بھی تو ہوسکتا ہے؟"

بیزون اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کہا "ہاں ہوسکتا ہے۔"

تیج پال نے کہا "ان دونوں کو گرفتار کرنے کے بعد ان کے چہروں کا اور جسموں کا اچھی طرح معائنہ کیا گیا تھا اور یہ ثابت ہوگیا تھا کہ نہ انہوں نے عارضی میک اپ کیا ہے، نہ ماسک میک اپ کیا ہے۔ ممکن ہے کہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے انہیں پارس اور پورس بنایا گیا ہو۔ اب وہ دونوں کون ہیں؟ یہ معلوم کرنے کے لیے ان پر تنویمی عمل کرانا ضروری ہے۔"

بیزون نے ان امریکی اکابرین کے پاس آکر کہا "آپ نے ان دونوں کا جسمانی معائنہ کرایا ہے۔ وہ پارس اور پورس ہی لگ رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے ان پر پلاسٹک سرجری سے میک اپ کرایا گیا ہو ہم انہیں اوپر سے معلوم نہیں کرسکتے۔ اندر سے جو چور خیالات پڑھے گئے ہیں۔ ان میں ہیرا پھیری کی جاسکتی ہے۔ مسٹر فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان دونوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر جیسے چور خیالات پیش کیے ہوں گے ویسے ہی ہم نے پڑھے ہیں۔ اسی کے مطابق ہم نے رپورٹ آپ کے سامنے پیش کی تھی۔"

ایک حاکم نے پوچھا "یعنی دھوکا کھائے جانے کے امکانات ہیں۔ ٹھیک ہے۔ ہم ان دونوں کے دماغوں پر تنویمی عمل کرائیں گے۔ پہلے ان کا برین واش کرائیں گے تاکہ اگر انہیں تنویمی عمل کے ذریعے معمول اور تابع بنایا گیا ہوگا تو پہلا تنویمی عمل ختم ہوجائے۔ اس کے بعد ہی وہ اپنی اصلیت بیان کریں گے۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا "لیکن تنویمی عمل کے وقت مسٹر فرہاد اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے آکر کوئی گڑبڑ کرسکتے ہیں؟"

"بے شک وہ ایسا کرسکتے ہیں۔ آپ حضرات کو خوب سوچ سمجھ کر ایسے وقت یہ تنویمی عمل کرانا ہوگا جب ان دونوں قیدیوں کے دماغوں میں مسٹر فرہاد اور ان کی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود نہ ہوں۔"

"یہ ہم کیسے سمجھ پائیں گے کہ ان دونوں کے دماغوں میں ہمارے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے کب موجود ہیں اور کب موجود نہیں ہیں؟"

"اس کی بھی ایک ہی صورت ہے۔ تنویمی عمل کے وقت ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں موجود رہیں گے۔ اس بات کا یقین کرتے رہیں گے کہ ان کے اندر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں ہیں۔ اس بات کا یقین ہونے کے بعد آپ ان دونوں پر تنویمی عمل کرا سکتے ہیں۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "تم چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں مستقل رہو اور معلوم کرتے رہو کہ ہمارے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں کچھ گڑبڑ کرنے والے ہیں یا نہیں؟ ہم ان پر تنویمی عمل کرانے کی تیاریاں کررہے ہیں۔"

بالٹی مور میں ڈی پورس کے ساتھ وقت گزارنے والی حسین جاسوسہ اور پارس کو مراقبگی اور دلیری کے حوالے سے چیلنج کرنے والی لیزا بری طرح سہمی ہوئی تھیں۔ لیزا کے علاوہ اس کے چاروں بھائی بھی خوف زدہ تھے کہ پارس اور پورس پھر ان کے پاس آئیں گے اور انہیں پھر بری طرح زخمی کریں گے۔

چاروں بھائیوں نے اپنی بہن لیزا سے پوچھا "تم نے اسے چیلنج کیوں کیا تھا؟ اور چیلنج کر ہی چکی ہو تو ہمارے حال پر رحم کرو۔ وہ واقعی دلیر ہے۔ اس نے ثابت کردیا ہے۔ تمہارے چیلنج کا جواب دیا ہے۔ اب اسے قبول کرلو اور ہار مان لو اور ہمیں کسی طرح اس سے نجات دلاؤ۔"

لیزا نے اپنا سر تھام کر کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ کم بخت اتنا زبردست نکلے گا۔ میں بھی سوچ رہی ہوں، مجھے ہار مان لینی چاہیے اگر وہ آئے گا تو میں اس کے سامنے اپنی زبان سے شکست تسلیم کروں گی۔"

اس اسپتال میں جاسوسہ کے ساتھ انٹیلی جنس کا افسر بھی آیا ہوا تھا۔ ان کی خیریت معلوم کررہا تھا۔ جب پارس اور پورس کی بات شروع ہوئی تو اس افسر نے کہا "وہ دونوں ہم سب کے لیے دردِ سر بن گئے ہیں۔ واشنگٹن میں بھی سب ہی ان کی وجہ سے پریشان ہیں۔ اب تک اس بات کی تصدیق نہیں ہوسکی کہ جو قیدی بنے ہوئے ہیں وہ اصل پارس اور پورس ہیں یا جو آزاد گھوم رہے ہیں وہ اصلی ہیں؟"

اسی وقت پارس اور پورس وہاں آگئے۔ انہیں دیکھتے ہی سب خوف سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ انہوں نے کہا "ہم سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تم میں سے کسی کو نقصان پہنچانے نہیں آئے ہیں۔"

لیزا نے پارس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "میں ابھی اپنے بھائیوں سے کہہ رہی تھی کہ تم سے سامنا ہوگا تو میں اپنی زبان سے شکست تسلیم کرلوں گی۔ مان لوں گی کہ تم واقعی دلیر بھی ہو اور سخی بھی ہو۔"

وہ بولا "اور تم مغرور بھی ہو اور بے وقوف بھی۔ خود کسی مرد کو چیلنج کرتی ہو۔ اس غرور سے کہ تمہارے چار بھائی جو زبردست غنڈے بدمعاش ہیں۔ ان کے پاس جدید اسلحہ ہوتا ہے وہ ناقابلِ شکست ہیں اب تم دیکھ رہی ہو، وہ کس طرح شکستہ ہو اسپتال میں پڑے ہوئے ہیں۔"

"مجھ سے غلطی ہوئی۔ ایسی غلطی آئندہ نہیں ہوگی۔ میں آپ کو تمہارے حوالے کرتی ہوں۔ مجھ سے جو سلوک کرنا کرسکتے ہو۔"

"یہی تو ہم نہیں کرسکتے اور یہی بتانے آئے ہیں کہ اصل پارس اور پورس کی پہچان کیا ہے؟"

انٹیلی جنس کے افسر نے فوراً ہی پوچھا "ان کی اصل پہچان ہے؟"

"یہ ہے کہ پارس اور پورس اپنی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو ذریعے کبھی کسی عورت کی مجبوریوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں۔" پورس نے کہا "اس جاسوسہ کے ساتھ جس نے ہوٹل وقت گزارا تھا۔ وہ ڈی پورس تھا۔"

پارس نے کہا "اور لیزا نے جس پارس کو مراقبگی اور دلیری کے حوالے سے چیلنج کیا تھا، وہ بھی ڈی تھا اور وہ دونوں اس وقت واشنگٹن میں قیدی بنے ہوئے ہیں۔ ہم اصلی ہیں اور ہماری پہچان ہے کہ نہ میں لیزا سے کوئی دلچسپی رکھتا ہوں اور نہ ڈی پورس کی طرح میرا یہ بھائی اس جاسوسہ کا طلب گار ہے۔"

پورس نے کہا "تم سب نے دیکھا ہے۔ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور تم سب ہماری مرضی کے مطابق ہماری انگلیوں ناچتے ہو۔ اگر تم کھڑے ہو تو ہم تمہیں بیٹھنے پر مجبور کردیتے ہیں اگر بیٹھے ہوں تو اٹھ کر بھاگنے پر مجبور کردیتے ہیں اگر تم نے لباس پہنا ہے تو ہم تمہیں بے لباس ہونے پر مجبور کردیتے ہیں۔"

چار زخمی بھائیوں میں سے ایک نے کہا "ہم نے ٹیلی پیتھی عجیب و غریب تماشے دیکھے ہیں۔ ہم جو نہیں چاہتے وہ بھی کرنے مجبور ہوجاتے ہیں۔ فار گاڈ سیک ہمیں معاف کردو۔"

"ہم معاف کرنے ہی آئے ہیں۔ اور یہ کہنے آئے ہیں کہ ڈی پارس اور پورس اپنے طور پر جو کچھ بھی کرگئے وہ ان کے ا ہیں اور ہمارے اعمال یہ ہیں کہ ہم ان دو عورتوں کو ہاتھ لگائے یہاں سے جارہے ہیں۔ اپنے دلوں سے ہمارا خوف نکال دو واپس نہیں آئیں گے۔"

وہ دونوں وہاں سے جانے لگے۔ لیزا نے فوراً ہی آگے بڑھ

پارس کے بازو کو تھام لیا۔ پھر کہا "تم دونوں نے شرافت کی انتہا کردی۔ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی جیسا خطرناک ہتھیار ہے۔ تم اپنی زندگی میں ہر بازی جیت سکتے ہو لیکن یہ جیتنے والی بازی ہار کر جارہے ہو۔ میں سب کے سامنے کھلے دل سے اعتراف کرتی ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہے میں تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

پارس نے اپنے بازو سے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا "سوری زندگی بہت مختصر ہے اور کام بہت زیادہ ہے اتنا زیادہ کہ میں تم سے محبت کرنے اور تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کا وقت نہیں نکال سکوں گا۔ کسی اچھے شریف نوجوان کا انتخاب کرو۔ اس سے شادی کرو اور اس کے ساتھ ایک اچھی ازدواجی زندگی گزارو۔ میں یہ نیک مشورہ دے سکتا ہوں۔ کسی بزرگ کی طرح دعائیں نہیں دے سکتا۔ او۔۔۔ کے سوفار!"

وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔ لیزا' جاسوسہ' انٹیلی جنس کا وہ افسر اور وہ چاروں بھائی گم صم سے رہ گئے تھے۔ ایک دوسرے کو خاموشی سے تک رہے تھے۔ وہ سب پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے تھے کہ ابھی جو یہاں سے گئے ہیں وہ اصلی پارس اور پورس ہیں۔

ان کے یقین کرنے سے کیا ہوسکتا تھا؟ حکومت کے اصل بڑے بڑے لوگ تو واشنگٹن میں تھے۔ وہ اپنے طور پر تصدیق کرنے کے بعد ہی یقین کرسکتے تھے۔

وہاں تیاریاں مکمل ہوچکی تھیں۔ بیزون اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس بات کا یقین دلایا تھا کہ ان دونوں کے دماغوں میں کوئی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے اور اگر تنویمی عمل کے دوران میں کسی قسم کی گڑبڑ ہوگی تو وہ ان دونوں کے دماغوں کو اپنے قابو میں رکھیں گے۔

بہرحال ان دونوں پر دو عاملوں کے ذریعے تنویمی عمل شروع کیا گیا۔ ان کے دماغوں کو تنویمی عمل کے شکنجے میں جکڑ کر سوالات کیے گئے۔ سب سے اہم سوال یہی تھا کہ وہ دونوں اصلی پارس اور پورس ہیں یا نہیں؟

ڈی پارس نے ایک معمول کی حیثیت سے جواب دیا "میرا نام لیزی گارڈ ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے میری اپنی شخصیت کو مٹا کر مجھ پر پارس کی شخصیت مسلط کردی گئی تھی۔ پارس کا ہم شکل بنانے کے لیے میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی گئی ہے۔"

ڈی پورس نے بھی ایک معمول کی حیثیت سے جواب دیا۔ "میرا نام کینی بال ہے۔ اور مجھ پر پورس کی شخصیت مسلط کردی گئی تھی۔ مجھے بھی پورس کا ہم شکل بنانے کے لیے میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی گئی ہے۔"

ان دونوں کے جوابات نے تمام شکوک و شبہات ختم کردیے۔ یہ یقین دلا دیا کہ وہ پارس اور پورس نہیں بلکہ ان ہی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے لیزی گارڈ اور کینی بال ہیں۔ جو ان سے غداری کرکے جیکی اولڈ کے ماتحت بن گئے تھے۔ اس طرح غداری کے نتیجے میں انہیں ٹھوکریں ملتی رہیں۔ وہ جگہ جگہ ٹھوکریں کھاتے ہوئے آخر اپنے ملک میں اپنے اکابرین کے پاس پہنچ گئے ہیں۔

اس حقیقت کا انکشاف ہونے کے بعد امریکی اکابرین کو ایک طرف سے نقصان پہنچ رہا تھا اور دوسری طرف سے فائدہ' نقصان اس طرح کہ اب وہ میرے خلاف کسی سے یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ انہوں نے میرے دونوں بیٹوں کو اپنی قید میں رکھا ہے اور ان کے ذریعے یہ ثبوت پیش کررہے ہیں کہ امریکا میں جو بھی تخریبی کارروائیاں ہورہی ہیں فرہاد علی تیمور اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ہورہی ہیں۔

اب وہ میرے دونوں بیٹے ان کے پاس نہیں تھے۔ ان کے پاس تو ان کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے لیزی گارڈ اور کینی بال تھے۔ اور اس طرح انہیں فائدہ پہنچ رہا تھا۔ ان کے ہاتھ سے نکلے ہوئے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس مل گئے تھے۔ اب ان کے پاس دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی قوت پیدا ہوگئی تھی۔ یوں تو ان کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے لیکن ان کے قابو میں نہیں تھے۔ سب نے الگ الگ راستہ اختیار کیا تھا۔ لیکن حب الوطنی کے تقاضے پورے کررہے تھے۔ جیسے تیج پال کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے اور آندرے کے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکا کے اب بھی وفادار تھے اور ان ہی کے لیے کام کررہے تھے۔

دوسری صبح تمام اکابرین کو یہ اعصاب شکن خبر ملی کہ ان کے جتنے میزائل پیڈز تھے وہ سب بم دھماکوں سے تباہ کردیے گئے ہیں۔ میں نے ان سے رابطہ کیا پھر کہا "یہ وہی میزائل پیڈز تھے' جہاں سے بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کرنے کی تیاری کی گئی تھی میں نے ان سب کو ختم کردیا ہے۔ یہ میری انتقامی کارروائی کا دوسرا مرحلہ ہے لیکن اب تیسرا مرحلہ نہیں آئے گا۔ جانتے ہو کیوں؟"

ان لوگوں نے پوچھا "کیوں؟"

"جناب تیمرزی نے ہدایات کی ہے کہ مزید انتقامی کارروائی نہ کی جائے۔ جو نقصان پہنچایا جاچکا ہے وہ تم سب کے لیے عبرت کا باعث ہے۔ اگر عقل ہے' شرافت ہے تو سمجھنا چاہیے کہ ہمارے پورے ادارے کو تباہ کرنے کا انتقام ہم نے پوری طرح نہیں لیا' صرف اس لیے انتقام ادھورا چھوڑ دیا تاکہ تم لوگوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو اور تم آئندہ ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی جرأت نہ کرسکو۔"

ان اکابرین میں سے ایک نے کہا "ہم جناب تیمرزی کے بہت ہی شکر گزار ہیں۔ انہوں نے ہمارے درمیان بڑھتی ہوئی دشمنی کو روک دیا ہے اور یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ ہم آئندہ دشمنی سے توبہ کرنے والے تھے۔ آپ نے توبہ سے پہلے ہی ہمیں معاف کردیا۔ اب ہم چاہیں گے کہ ہمارے درمیان کسی بات کا تنازعہ نہ رہے اگر ہم دوست نہ بن سکیں تو دشمن کی حیثیت سے بھی ایک دوسرے کو

کبھی نقصان نہ پہنچائیں۔"

میں نے کہا "یہ تمہارے سوچنے کی بات ہے۔ ہم نے تمہیں اس وقت نقصان پہنچایا ہے۔ جب تم نے ہمیں بہت زبردست نقصان پہنچانے کی ناکام کوشش کی۔ آئندہ ایسی غلطیاں نہیں کرو گے تو ہماری طرف سے تمہیں کبھی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

یہ کہہ کر میں وہاں سے چلا آیا۔ اتنا تو معلوم تھا کہ کچھ عرصے تک سکون رہے گا۔ انہیں ہمارے خلاف کوئی سازش کرنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ ویسے کتے کی دم ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہتی ہے۔ پھر ایک دن انہیں کھجلی ہوگی اور وہ کسی نہ کسی معاملے کو کھجاتے کھجاتے رائی سے پربت بنا دیں گے۔ بہرحال یہ دیکھنا تھا کہ پھر انہیں کب کھجلی ہوگی؟

○☆○

جیت کی خوشی اچھی ہوتی ہے مگر جیت کا نشہ جیتنے والوں کو ڈبو دیتا ہے۔ یہ بات الپا اچھی طرح جانتی تھی کہ نارنگ پر جیت کا نشہ چڑھے گا تو وہ پوری طرح محتاط رہنا بھول جائے گا کہیں نہ کہیں غلطی ضرور کرے گا۔ اس لیے اس نے خود کو مردہ ظاہر کرکے اسے خوش فہمی میں مبتلا کردیا تھا۔

دوسری طرف نارنگ بظاہر محتاط نظر آتا تھا لیکن اسے یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ اس کی سب سے بڑی دشمن اس دنیا سے نابود ہوچکی ہے۔ اس کے باوجود وہ منظر عام پر نہیں آتا تھا۔ چھپ کر رہتا تھا۔ اپنی ایک ڈی کو آرمی انٹیلی جنس کے دفتر میں برین آدم کی حیثیت سے بھیجتا تھا اور اسی کے ذریعے یہودی اکابرین سے مخاطب کرتا تھا۔

یہ سب ہی جانتے تھے کہ الپا بلا کی مکار ہے۔ نارنگ بھی جانتا تھا لیکن یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ اب وہ مکاری دکھانے والی اس دنیا میں نہیں آئے گی۔ یہی اطمینان اسے لے ڈوبا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک موبائل فون کا معمولی سا معاملہ لے کر الپا اتنی بڑی چال چلے گی۔ اسے بل سے نکلنے پر مجبور کردے گی۔ اور جب وہ اپنی خفیہ پناہ گاہ سے باہر نکلا تو موت اس کی منتظر تھی باہر نکلتے ہی اسے گولیاں لگیں۔ جس کے نتیجے میں برین آدم کا جسم مردہ ہوگیا اور نارنگ کی آتما باہر نکل گئی۔

اس نے اپنی آتما کو جیسے ایک خارش زدہ کتا بنا دیا تھا۔ کتا لاکھ وفادار سہی لیکن وہ خارش زدہ ہو تو کوئی اسے اپنے گھر میں گھسنے نہیں دیتا۔ یہی حال اس کا تھا وہ جس بدن کے گھر میں بھی جاتا وہاں سے کچھ عرصہ بعد ہی اسے لات مار کر نکال دیا جاتا تھا۔

آتما جسم سے نکلنے کے بعد بھٹکتی ہے۔ کبھی سست رفتاری سے بھٹکتی ہے اور کبھی تیز رفتاری سے پلک جھپکتے ہی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتی ہے۔ نارنگ ذرا تیز رفتاری سے بھٹک رہا تھا کوئی ایسا صحت مند جسم تلاش کررہا تھا جو خوب رو اور پرکشش بھی ہو اور جو کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے تعلق نہ رکھتا ہو۔

ایسا جسم تلاش کرنے کے لیے اسے بڑی دیر تک بھٹکنا پڑا۔ پہلے اس نے سوچا قبرستان کی طرف جائے گا پھر اس نے سوچا نہیں اس سے پہلے وہ ایک قبرستان میں مردہ جسم کے اندر گیا تھا جسے دفن کیا جارہا تھا اس کے جسم میں جانے کے بعد پتا چلا' وہ ایک بہت بڑا مجرم ہے۔ اس کے اندر رہ کر اسے بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

پھر اس نے سوچا کسی اسپتال میں جانا چاہیے لیکن یہ بھی نادانی ہوتی اسپتال میں مریض ہوتے ہیں۔ اس کے دماغ میں بات آئی' وہاں سے دور کسی بڑے امیر کبیر گھرانے میں جائے۔ جہاں لوگ خوش حال ہوں اور صحت مند بھی ہوں۔

وہ بھٹکتا ہوا ایک ایسے ہی گھرانے میں پہنچ گیا۔ وہاں ابھی ابھی ایک صحت مند نوجوان کی موت واقع ہوئی تھی۔ وہ نوجوان صحت مند تھا لیکن کچھ بیمار سا تھا اب وہ کس قسم کا بیمار تھا' یہ نارنگ معلوم نہیں کرسکتا تھا۔ جب تک اسے کسی جسم کا دماغ نہ ملتا اس وقت تک وہ خیال خوانی کرکے کسی کے اندر پہنچ کر معلومات حاصل نہیں کرسکتا تھا کہ اس گھر کے لوگ کیسے ہیں؟ کیا خیالات رکھتے ہیں؟ اور مرنے والا اپنی زندگی میں کیسا تھا؟ اور اس کی موت کیوں واقع ہوئی تھی؟

یہ سب کچھ معلوم کرنے کے لیے خیال خوانی ضروری تھی اور خیال خوانی کے لیے ایک دماغ لازمی تھا۔ یہ اس کی مجبوری تھی۔ بہرحال ایک تازہ مردہ جسم اس کی آنکھوں کے سامنے ایک بیڈ پر پڑا تھا۔ اس کے چند رشتے دار اس کے آس پاس تھے اور اس کی موت پر رو رہے تھے۔ جب نارنگ کی آتما اس کے جسم میں سما گئی۔

دوسرے ہی لمحے اس مردہ جوان نے آنکھیں کھول دیں اور چھت کو تکنے لگا۔ اس کے آنکھیں کھلتے ہی ایک نوجوان عورت نے خوشی سے چیخ کر کہا "امی امی۔ وہ دیکھیں یہ تو زندہ ہیں۔ ہم خوامخواہ رو رہے ہیں۔" کہنے والی نے جس انداز میں امی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اس سے پتا چلا وہ کسی مسلمان گھرانے میں آگیا ہے۔ وہ نوجوان عورت اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ دوسرے رشتے دار بھی قریب آگئے تھے اور دلی خوشی کا اظہار کررہے تھے۔

نارنگ نے اپنے پاس بیٹھی ہوئی عورت کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ جس کے جسم میں ہے' وہ اس کی شریک حیات ہے۔ بیوہ ہونے والی تھی اب پھر سہاگن بن گئی ہے۔

پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ پاکستان کے ایک شہر لاہور میں ہے۔ اس کے آس پاس جو لوگ ہیں ان میں سے ایک اس کی ساس اور دوسرا سسر ہے۔ ایک جوان سالی اور ایک جوان سالا بھی تھا۔ یعنی اس کے اطراف پورا سسرال تھا۔ اس کی بیوی کے خیالات نے بتایا کہ شوہر وہاں گھر داماد بن کر رہتا ہے۔

اس سے آگے وہ خیال خوانی نہ کرسکا۔ اسے اچانک تکلیف محسوس ہونے لگی۔ کچھ ایسا لگ رہا تھا جیسے جسم کے اندر ایٹمی سی

ہو رہی ہو اور بدن کے اندر ایسی جلن ہو رہی تھی۔ جیسے انگارے دہک کر بجھ رہے ہوں۔ اس تکلیف کے باعث اس کی دماغی توانائی کچھ کمزور ہو گئی تھی۔ اب وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔

وہ آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اسے تھوڑا سا آرام محسوس ہو رہا تھا لیکن وہ سمجھ رہا تھا' ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہے کچھ اور آرام آئے گا تو اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کے ذریعے وہاں کے لوگوں کے دماغوں میں جا کر بہت کچھ معلوم کرے گا۔ اس وقت وہ کچھ معلوم نہیں کر سکتا تھا۔

فی الحال وہ اندھیرے میں تھا۔ کچھ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ کہاں چلا آیا ہے؟ اور آئندہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ اس نے آنکھیں کھول کر اپنے پاس بیٹھی ہوئی نوجوان عورت کو دیکھا' وہ اب اس کی بیوی تھی۔ اس نے کہا "شازیہ! میں تنہائی چاہتا ہوں۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے صرف تم یہاں رہو۔"

شازیہ نے اپنے والدین سے اور بھائی بہن سے کہا "پلیز۔ آپ لوگ جائیں۔ ابھی انہیں تنہا چھوڑ دیں۔"

اس کی ساس نے جاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے۔ ہمارے داماد بیٹے کو پوری طرح آرام ملنا چاہیے۔"

سسر نے کہا "تمہارے لیے یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہماری بیٹی کا سہاگ سلامت ہے۔ ہم اپنی خوشی کا اظہار کیسے کریں' سمجھ میں نہیں آتا؟"

اس کی ساس نے کہا "اس میں سمجھنے کی کیا بات ہے؟ ہم ابھی داتا دربار جائیں گے اور وہاں پچاس دیگیں پکوائیں گے۔ غریبوں اور محتاجوں میں کھانا تقسیم کریں گے۔"

وہ یہی باتیں کرتے ہوئے اس کمرے سے چلے گئے۔ جب کوئی نہ رہا تو اس نے اس جوان عورت کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "شازیہ! میں بہت پریشان ہوں' مجھ سے باتیں کرو۔"

"باتوں سے آپ کا دل بہلتا ہے تو میں خوب باتیں کروں گی۔"

اس نے پوچھا "میں تھوڑی دیر پہلے کہاں تھا؟ کہاں گم ہو گیا تھا؟ مجھے کچھ پتا نہیں ہے کیا میں مر چکا تھا؟"

شازیہ نے اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا۔ "مریں آپ کے دشمن' ویسے یہ بڑی عجیب بات ہے۔ ہم نے آپ کا اچھی طرح معائنہ کیا تھا۔ ابو نے نبض دیکھی تھی میں نے سینے کی دھڑکن محسوس کرنے کی کوشش کی تھی۔ دھڑکنیں بھی خاموش تھیں۔ نبض بھی گم ہو گئی تھی اور آپ کی سانسیں بھی ختم ہو چکی تھیں۔ پانچ منٹ گزر گئے' دس منٹ گزر گئے پھر بیس منٹ گزر گئے۔ تب ہمیں یقین ہو گیا' آپ ہمارے درمیان نہیں رہے ہیں میری تو دنیا ہی اجڑ گئی تھی۔ میں زمین پر سر پٹخ پٹخ کر مرجانا چاہتی تھی لیکن امی اور ابو نے مجھے پکڑ لیا۔ ایسا کرنے نہیں دیا۔"

اس نے پوچھا "مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

شازیہ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر ہچکچاتے ہوئے پوچھا "آپ نہیں جانتے کیا ہو گیا تھا؟"

"میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ میرا دماغ بھی کچھ کمزور ہو گیا ہے۔ کچھ یاد ہے اور کچھ بھول رہا ہوں اسی لیے تم سے پوچھ رہا ہوں۔"

"یہ اچھا ہے کہ آپ بھول گئے ہیں۔ آپ کو بھول جانا چاہیے اور مجھے یاد نہیں دلانا چاہیے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو۔ میں یاد نہیں کرپاؤں گا تو بے چینی میں مبتلا رہوں گا۔"

"وہ بے چینی بہتر ہو گی اور یہ بے چینی آپ کے لیے صرف بدتر ہی نہیں بلکہ جان لیوا ہو گی۔"

"آخر وہ کیا باتیں ہیں' جن کی وجہ سے تم لوگوں نے مجھے مردہ سمجھ لیا تھا۔ پلیز مجھ سے نہ چھپاؤ مجھے بتاؤ۔"

"آپ ضد نہ کریں۔ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آپ کو زیادہ بولنا نہیں چاہیے۔ آپ کہتے ہیں تو میں بولتی رہوں گی۔ آپ کا دل بہلاتی رہوں گی لیکن کوئی ایسی بات نہ کریں۔ نہ میری زبان سے کوئی ایسی بات سنیں جس سے آپ کو پھر کوئی صدمہ پہنچے اور طیش میں پھر۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ وہ کچھ اور بے چین ہو کر بولا "پلیز آگے بولو۔ خاموش کیوں ہو گئیں؟ دیکھو میرے صبر کا امتحان نہ لو۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں آپ کے صبر کا امتحان کیوں لینا چاہوں گی۔ میں تو آپ کی بھلائی کے لیے کہہ رہی ہوں۔ پلیز خاموشی سے آنکھیں بند کریں۔ میں آپ کا سر سہلاتی ہوں آپ کو نیند آجائے گی۔"

"ابھی تو موت کی نیند سو کر اٹھا ہوں۔ تم پھر کیوں سلانا چاہتی ہو؟"

وہ اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر بولی "آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ موت آئے آپ کے دشمنوں کو' دیکھیں اللہ تعالیٰ ہم پر کتنا مہربان ہے۔ اس رب کریم نے آپ کو آپ کی زندگی اور مجھے میرا سہاگ لوٹا دیا ہے۔"

نارنگ بے چینی سے سوچنے لگا "آخر اس عورت سے کیسے اگلوایا جائے کہ میں جس کے جسم میں ہوں اسے کیا ہوا تھا؟ وہ کیوں مر گیا تھا؟ اس کے ساتھ کیا دکھ بیماری تھی؟ کیا میں اس کے جسم میں آکر پھنس گیا ہوں؟ ایسا نہ ہو کہ اس کی بیماری میرے لیے دلدل ثابت ہو۔"

وہ شازیہ کی طرف دیکھ کر سوچنے لگا "اس سے اپنے مطلب کی بات اگلوانے کے لیے روماس کرنے والا شوہر بننا ہو گا۔"

شازیہ نے پوچھا "آپ میری طرف کیوں تک رہے ہیں؟ آنکھیں کیوں نہیں بند کر رہے ہیں؟"

وہ دونوں ہاتھ بڑھا کر اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر بولا "میں نے ایک نئی زندگی پائی ہے۔ یہ کتنی خوشی کی بات ہے اور اس

خوشی میں تم میرے گلے نہیں لگ رہی ہو۔"

"میں تو ساری عمر آپ کی دھڑکنوں سے لگ کر رہوں گی۔ لیکن ابھی ذرا دور اس لیے ہوں کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے۔ ایسے وقت بیوی کو شوہر سے الگ کر نہیں' ذرا فاصلہ رکھ کر اس کی خدمت کرنی چاہیے۔"

"نہیں میں تم سے دور نہیں رہنا چاہتا۔ آؤ میرے گلے لگ جاؤ۔"

وہ اس کے دونوں بازوؤں کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔ اچانک اس نے ایک جھٹکے سے اپنے بازوؤں کو چھڑا لیا۔ اس سے ذرا دور ہو کر بستر سے اتر کر فرش پر کھڑی ہو گئی۔ وہ حیرانی سے بولا۔ "کیا ہوا؟"

وہ تیور بدل کر بولی "کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ یہ تمہارا انداز کیوں بدل گیا ہے؟"

"تم مجھے ہاتھ لگانا اور پھر مجھے گلے سے لگانا چاہتے ہو' کیا میں اس کی اجازت دوں گی؟ تم کیا ہو اور میں کیا' تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے؟"

وہ الجھے ہوئے انداز سے اسے دیکھ کر بولا "تم اچانک ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو۔ ان باتوں کا مطلب کیا ہے؟"

"تم خوب سمجھتے ہو اور سمجھ کر یہ بھول رہے ہو کہ میں ایک مسلمان گھرانے کی مسلمان عورت ہوں اور تم ہندو ہو۔"

وہ ایک دم سے چونک کر اٹھ کر بیٹھا۔ پھر بولا "یہ۔۔۔ یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"اگر مجھے معلوم نہ ہوتا تو تم ایک مسلمان عورت کو ہاتھ لگانے اور دل مچلنے لگتا تو اس کی عزت سے بھی کھیلنے سے باز نہ آتے۔ تم تو اول درجے کے کمینے ہو۔"

وہ ایک دم سے پریشان ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے کے بعد بولا "یہ تم مجھے کمینہ کہہ رہی ہو۔ دیکھو تمہارے ماں باپ نے سن لیا تو کیا کہیں گے؟"

"میرے ماں باپ سنیں گے۔ وہ تمہارے تو کوئی نہیں ہیں؟ وہ مجھے یہ سمجھ کر تمہارے پاس تنہا چھوڑ گئے ہیں کہ تم ان کے داماد ہو۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ ان کا داماد مر چکا ہے اور تم ایک بہروپیے ہو۔"

وہ ایک مجرم کی طرح سہما ہوا تھا۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا "م۔۔۔ مگر تم یہ سب کچھ کیسے جانتی ہو؟ کیا تم غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہو؟ کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟ کیا تم میرے دماغ میں آکر میرے خیالات پڑھ رہی ہو؟"

"مجھے تمہارے خیالات پڑھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ میں پچھلے پانچ جسموں سے تمہیں لات مار کر کتے کی طرح باہر نکالتی رہی ہوں۔ اب تم چھٹے جسم کے مکان میں آئے ہو۔"

یہ بات کرتے وقت اس کا لب و لہجہ بدل گیا تھا۔ وہ پہچان گیا' اس وقت سونیا بول رہی تھی۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر دیدے پھاڑ پھاڑ کر اپنے سامنے کھڑی ہوئی شازیہ کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا "میڈم آپ؟ آپ اس کے اندر موجود ہیں؟ اتنی دیر سے آپ ہی بول رہی تھیں۔ آپ یہ سمجھ رہی تھیں کہ میں ہندو ہوں اور اس مسلمان عورت شازیہ کا شوہر مر چکا ہے۔ مجھے اسے ہاتھ نہیں لگانا چاہیے۔"

"ہاں' میں نے مجبور ہو کر خود کو ظاہر کیا ہے۔ اگر ظاہر نہ کرتی تو تمہارے جیسا کمینہ اس کی عزت محفوظ رہنے نہ دیتا۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میڈم آپ مجھے کمینہ کہتی ہیں تو دل خوش ہو جاتا ہے۔ آپ کے گالیاں دینے سے مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ میں سچ مچ آپ کا غلام ہوں اور آپ میری مالکن ہیں۔"

"تو پھر مالکن کی بات غور سے سنو۔ تم اس جسم میں رہ سکتے ہو لیکن اس سامنے کھڑی ہوئی عورت کو کبھی ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ تمہیں اس سے دور رہنا ہو گا۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ کا حکم تو میرے لیے دیوی ماتا کا حکم ہے اور آپ دیکھتی آ رہی ہیں' جیسا آپ کہتی ہیں میں ویسا ہی کرتا ہوں۔ آپ کے کہنے کے مطابق میں نے اسرائیل میں الپا کے خلاف محاذ قائم کیا تھا۔ اس کے بعد امریکی اکابرین کے خلاف محاذ بنانے والا تھا لیکن اس کم بخت الپا نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا۔"

"اسی لیے تو میں نے سوچا ہے کہ تمہارے جیسے احمق کی پشت پناہی نہیں کرنی چاہیے۔ تم ایک عورت سے شکست کھا کر پانچوں جسم چھوڑ کر' چھٹے جسم میں آئے ہو۔ آئندہ مجھ سے کسی قسم کی مدد کی توقع نہ رکھنا۔"

"میڈم! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ کی مدد کے بغیر میں بالکل یتیم ہو جاؤں گا۔"

"تم یتیم ہو جاؤ یا مر جاؤ۔ لیکن مرنے کے بعد بھی زندہ رہو گے۔ یہ چھٹا جسم چھوڑ کر ساتویں جسم میں پناہ لو گے اور وہ آخری جسم ہو گا۔"

"نہیں میڈم نہیں' اس وقت آپ نے مجھ سے ہمدردی نہیں کی تو میں اپنی زندگی کے ساتھ ساتھ اپنی آتما شکتی بھی ہمیشہ کے لیے گنوا دوں گا۔"

اس نے پھر پہلے جیسی تکلیف محسوس کی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اندر سے اینٹھن سی ہو رہی ہو اور جسم کے اندر کہیں کہیں ایسی جلن محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے انگارے دہک رہے ہوں اور پھر بجھ رہے ہوں۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "یہ۔ یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ تھوڑی دیر پہلے بھی ایسی ہی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ میڈم آپ کو اپنے خدا کا واسطہ مجھے کم از کم یہ بتا دیں' میں جس کے جسم میں ہوں' اسے آخر تکلیف کیا تھی؟ کیا وہ کسی تشویش ناک بیماری میں مبتلا تھا؟"

سونیا کی آواز سنائی دی "ہاں بہت ہی تشویش ناک اور جان لیوا مرض میں مبتلا تھا۔ یہ تمہاری بدقسمتی ہے' تم بھٹکتے ہوئے اس جسم میں آ گئے ہو۔ یہاں تم زیادہ عرصے تک نہیں رہ سکو گے۔ رہنا چاہو گے تو اس تکلیف کو زیادہ عرصے تک برداشت نہیں کر پاؤ گے۔ مجبور ہو کر کسی نہ کسی دن تمہیں یہ جسم چھوڑنا پڑے گا۔"

"پلیز مجھے بتائیں کہ یہ کس قسم کا مریض ہے؟ اسے کیا ہو گیا تھا؟"

"کیا ہو گیا تھا نہیں' کیا ہو رہا ہے۔ وہ مریض تو چل بسا ہے۔ لوگ مر جاتے ہیں ان کے جسم سے روح تو نکل جاتی ہے لیکن ان کا مرض اسی جسم میں رہ جاتا ہے اور تم نے اس جسم میں آ کر اس مرض کو گلے لگا لیا ہے۔"

"او بھگوان! آخر میں کیوں اس طرح مصیبت میں پھنس جاتا ہوں۔ پلیز میڈم مجھے بتائیں اسے کیا مرض تھا۔ میرا مطلب ہے کیا مرض ہے؟"

سونیا نے کہا "یہ سن کر تم پر بجلی گرے گی کہ تم بلڈ کینسر میں مبتلا ہو گئے ہو۔"

اس پر ایک دم سے سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ دیدے پھاڑ پھاڑ کر سامنے والی دیوار کو تکنے لگا۔ سوچنے لگا "کیا میں اس جسم میں رہ کر بلڈ کینسر کے عذاب سے گزرتا رہوں یا مجھے اس جسم کو فوراً چھوڑ دینا چاہیے؟"

سونیا نے کہا "میں تمہارے خیالات پڑھ رہی ہوں اور تم سے پوچھ رہی ہوں۔ اس کو اتنی جلدی چھوڑ کر ساتویں جسم میں جاؤ گے تو وہ آخری جسم ہو گا۔ تمہاری آتما شکتی ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد تمہاری آتما پھر کوئی جسم بدل نہیں سکے گی۔ اپنے موجودہ حالات پر اچھی طرح غور کرو۔

کیا تم ساتویں جسم میں جا کر اپنی تمام آتما شکتی سے محروم ہو جاؤ گے؟ کیا تم اسی جسم میں رہ کر بلڈ کینسر کے عذاب سے گزرتے رہو گے؟"

"اور یہ بھی سوچو کہ میں تمہیں کس طرح ایک ایک جسم کے اندر سے لاتیں مار مار کر نکالتی رہی ہوں۔ پانچویں جسم سے الپا نے تمہیں نکالا ہے۔ کب تک ایسی بے حیا اور بے غیرتی والی زندگی گزارو گے اور عورتوں سے ٹھوکریں کھاتے رہو گے؟"

"میں بڑے فخر سے آپ کے جوتے کھاتا رہوں گا۔ لیکن الپا جیسی کسی بھی عورت سے ملنے والی ذلتوں کو برداشت نہیں کروں گا۔ آپ ایک بار مجھے سہارا دیں۔ میں الپا سے ایسا انتقام لوں گا کہ پوری یہودی قوم دیکھ کر عبرت حاصل کرے گی۔"

"تمہاری نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔"

اس نے جلدی سے پوچھا "کون سا راستہ؟ پلیز مجھے بتائیں؟"

"یہی کہ ایک بار پھر چالیس دنوں تک تپسیا کرو اور مکمل آتما شکتی حاصل کر لو۔"

وہ خوش ہو کر بولا "آپ میرے دل کی بات کہہ رہی ہیں؟"

"لیکن اس بار میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گی۔ اب یہاں سے جاؤں گی تو پلٹ کر تمہارے پاس نہیں آؤں گی۔ صرف یہ دیکھتی رہوں گی کہ تم اس مسلمان عورت کی عزت رکھ رہے ہو یا نہیں؟ اگر تم نے اسے ہاتھ بھی لگایا تو میں تمہیں چھٹے جسم سے ساتویں جسم میں پہنچاؤں گی۔ پھر ساتویں جسم سے نکلنے پر مجبور کروں گی تو تمہارے پاس اتنی آتما شکتی نہیں رہے گی کہ پھر کسی جسم میں داخل ہو کر اس دنیا میں رہ سکو۔"

"میں اس عورت کو کبھی ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ آپ مجھ پر اتنی مہربانی کریں۔ اس چھٹے جسم میں رہ کر تپسیا کرنے کا موقع دیں۔"

"تم اس جسم میں رہ کر تپسیا نہیں کر سکو گے۔ یہ بیمار جسم ہے۔ تمہاری تپسیا بار بار بھنگ ہوتی رہے گی اور تم بار بار ناکام ہوتے رہو گے۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ میں ساتویں جسم میں جا کر تپسیا کروں گا۔ آپ مجھے اس کا موقع دیں گی نا؟"

"میں تو تمہیں تپسیا کرنے کا موقع دوں گی لیکن اس بات کی ذمے داری نہیں لوں گی کہ الپا کو تمہارا سراغ لگانے سے روکتی رہوں۔ وہ ضرور تمہیں تلاش کر رہی ہو گی۔"

وہ پریشان ہو کر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر کہنے لگا "میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ آپ مجھ پر مہربانی کر رہی ہیں۔ لیکن وہ دشمن عورت کبھی مجھ پر مہربان نہیں ہو گی۔ مجھے تو ساتویں جسم سے بھی باہر آنے پر مجبور کرے گی۔ پھر میں اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے نابود ہو جاؤں گا۔"

یہی نارنگ کی خوش فہمی تھی کہ وہ ہمیشہ ایک جسم سے دوسرے جسم میں جا کر نئی نئی زندگیاں نئے نئے جسم حاصل کرتا رہے گا اور روز آخر تک زندہ رہے گا۔ کبھی نہیں مرے گا۔

جب کوئی کہتا ہے ہستی کو کہ ہستی خوب ہے
اس کی غفلت پر فنا اس وقت ہنستی خوب ہے

○☆○

نارنگ ایک نیا جسم حاصل کرنے کے بعد پلنگ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے بستر کے قریب مرنے والے کی بیوی شازیہ کھڑی ہوئی تھی۔ سونیا' شازیہ کو غائب دماغ بنا کر اس کی زبان سے بول رہی تھی۔ اس کی ایک ہی بات نارنگ پر بجلی بن کر گری تھی کہ اس بار وہ ایک بلڈ کینسر کے مریض کے جسم میں داخل ہو گیا ہے۔

شازیہ پلنگ کے سرے پر آ کر پہلے کی طرح بیٹھ گئی۔ سونیا اس کے دماغ کو آزاد چھوڑنے سے پہلے اس کی سوچ میں بولی "میرا سر چکرا گیا تھا۔"

اس نے یہ کہتے ہی اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ غائب دماغ تھی۔ اب حاضر ہو گئی۔ اس کے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا لگا تو اس نے سوچا "میرا سر ذرا چکرا گیا تھا۔"

اس نے سر اٹھا کر اپنے شوہر یعنی نارنگ کو دیکھا پھر پوچھا "آپ اٹھ کر کیوں بیٹھ گئے ہیں۔ آپ کو آرام سے لیٹے رہنا چاہیے۔"

نارنگ نے شازیہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر سمجھ گیا کہ سونیا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اب وہ غائب دماغ نہیں ہے۔ اسی لیے شازیہ کا لب و لہجہ سنائی دے رہا ہے اور سونیا خاموش ہو گئی ہے۔ یہ پتا نہیں کہ چلی گئی ہے یا چپ چاپ شازیہ کے دماغ میں موجود ہے۔ اس نے سونیا کو مخاطب کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی پھر یہ دیکھ کر خوش ہوا کہ اس کی دماغی توانائی بحال ہو گئی ہے اور اب وہ خیال خوانی کر سکتا ہے۔ اس نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا "میڈم! کیا آپ شازیہ کے دماغ میں نہیں ہیں؟"

"نہیں میں وہاں سے چلی آئی ہوں اب تم میرے دماغ سے جاؤ۔"

"پلیز میڈم! میری ایک بات سن لیں۔"

"میں پہلے کہہ چکی ہوں' تمہارے کسی معاملے سے دلچسپی نہیں لوں گی۔ اس دنیا میں رہنے کے لیے تمہارے پاس دو ہی جسم رہ گئے ہیں۔ ایک موجودہ جسم ہے اور دوسرا کسی کا ساتواں جسم ہو گا۔ اس کے بعد تم آتما شکتی سے محروم ہو جاؤ گے۔ تمہاری آتما ساتویں جسم کے بعد پھر کسی جسم میں داخل نہیں ہو سکے گی۔"

"میڈم! یہی تو پریشانی ہے۔ اسی لیے میں آپ سے التجا کر رہا ہوں۔"

"تم پھر بھول رہے ہو۔ اس سے پہلے کہ میں سانس روک کر تمہیں بھگا دوں بہتر ہے خود چلے جاؤ۔ ان دو جسموں میں رہنے تک اپنی ذہانت اور حکمت عملی سے کوئی ایسا راستہ اختیار کرو کہ تپسیا کر کے دوبارہ آتما شکتی حاصل کر سکو۔ اسی طرح تم اس دنیا میں رہ سکو گے ورنہ فنا تو ہونا ہی ہے۔"

سونیا نے سانس روک لی۔ نارنگ کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل آئیں۔ وہ دماغی طور پر پھر شازیہ کے سامنے حاضر ہو گیا۔ شازیہ نے پوچھا "آپ یوں گم صم کیوں ہیں؟ کیا سوچ رہے ہیں؟ کہاں پہنچے ہوئے ہیں؟"

وہ بولا "شازیہ! تم میری بات کا برا نہ ماننا میں اس وقت بالکل تنہائی چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے کچھ دیر کے لیے تنہا چھوڑ دو گی؟"

"آپ اندر سے بہت پریشان ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو تنہا چھوڑ دوں۔ جبکہ یہی تنہائی کی ساتھی ہوتی ہے۔"

"میں مانتا ہوں تم میری تنہائی کی ساتھی ہو۔ مجھ سے بہت محبت کرتی ہو لیکن اس وقت میں بہت بری طرح الجھا ہوا ہوں۔ بہت پریشان ہوں۔ بھگوان کے لیے مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

شازیہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ بھگوان کا نام لے رہے ہو؟ کیا خدا کا نام بھول گئے ہو؟"

وہ ایک دم سے گڑبڑا گیا۔ جلدی سے بات بناتے ہوئے بولا۔ "وہ بات یہ ہے کہ تم خود سمجھ سکتی ہو' میرا ذہن کس طرح الجھا ہوا ہے میں خدا کا نام لینے کے بجائے بھگوان کا نام لے رہا ہوں۔"

نارنگ یہ کہتے ہی شازیہ کے دماغ میں آیا پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی سوچ کے ذریعے بولا "میں کیسی شریکِ حیات ہوں' اپنے شوہر کی پریشانیوں کو نہیں سمجھ رہی ہوں یہ تنہائی چاہتے ہیں۔ بہتر ہے کہ میں انہیں تنہا چھوڑ دوں واقعی ان کا ذہن الجھا ہوا ہے کہنا کچھ چاہتے ہیں اور کہتے کچھ ہیں۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی "اچھی بات ہے' میں جا رہی ہوں۔ جب بھی ضرورت ہو تو تم مجھے آواز دے کر بلا لینا۔"

وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے شانے پر رکھتے ہوئے بولی "آپ آرام سے لیٹ جائیں۔"

وہ اپنے شانے پر سے اس کا ہاتھ ہٹا کر بولا "ہاں میں ابھی لیٹ جاؤں گا۔"

وہ حیرانی سے بولی "آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ میرا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹا رہے ہیں؟ ایسی بھی کیا پریشانی ہے کہ میری موجودگی آپ پر گراں گزر رہی ہے؟"

اب وہ اس سے کیسے کہہ سکتا تھا' سونیا نے اسے سختی سے وارننگ دی تھی کہ اس مسلمان عورت کو ہاتھ بھی نہ لگانا جبکہ وہ اسے ہاتھ لگا رہی تھی۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔ وہ بڑی مصیبت میں پڑ گیا تھا ایک تو اس کی زندگی اور موت کا اہم مسئلہ پیدا ہو گیا تھا۔ اسے بڑی سنجیدگی سے اور بڑی ذہانت سے سوچنا تھا کہ وہ اپنی زندگی کو طول دینے کے لیے کس طرح چالیس دنوں تک تپسیا کا موقع حاصل کر سکتا ہے؟ دوسری طرف سونیا کی وارننگ کے مطابق اسے شازیہ سے دور رہنا تھا اگر وہ اسے ہاتھ لگاتا یا شازیہ اسے ہاتھ لگاتی تو سونیا اس کے ساتھ بری طرح پیش آتی۔

وہ عاجزی سے بولا "شازیہ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ تمہاری موجودگی مجھ پر گراں نہیں گزر رہی ہے لیکن میں کیا کروں میں اس وقت بالکل تنہائی اور خاموشی چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں چلی جاتی ہوں مگر ایک بار مجھے اپنے گلے سے لگالو۔"

وہ ایک دم سے چیخ کر پیچھے ہٹتے ہوئے دوسری طرف پلنگ سے اتر گیا پھر بولا "نہیں نہیں میرے قریب نہ آنا۔"

شازیہ حیرانی اور پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی پھر اس نے پوچھا "یہ کیا پاگل پن ہے۔ آپ ایسے بھاگ رہے ہیں' جیسے میں آپ کی بیوی نہیں ہوں' کوئی زہریلی ناگن ہوں آپ مجھے گلے لگائیں گے تو میں آپ کو ڈس لوں گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "نن..... نہیں۔ نہیں۔ بھگوان نہیں خدا۔ اے خدا میں کیا کروں' شازیہ کو کیسے سمجھاؤں؟"

وہ شازیہ کو کیا سمجھاتا۔ شازیہ اسے حیرانی اور پریشانی سے دیکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی "اوہ میں بھول گئی۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ وقت پر آپ کا تمام خون تبدیل نہ کیا گیا تو اس زہریلے خون کا اثر دماغ تک پہنچے گا اور میں دیکھ رہی ہوں کہ ایسا ہی کچھ ہو رہا ہے۔ میں ابھی ڈاکٹر سے فون پر بات کرتی ہوں اگر یہاں خون کی تبدیلی کا انتظام نہ ہو سکا تو میں آپ کو کسی بھی پہلی فلائٹ سے لندن لے جاؤں گی۔"

وہ ڈاکٹر سے فون پر بات کرنے کے لیے چلی گئی۔ نارنگ نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا پھر ایک گہری سانس لے کر دل ہی دل میں بولا "بھگوان تیرا شکر ہے۔ تھوڑی سی تنہائی نصیب ہوئی ہے۔ اب مجھے کام کی بات سوچنی چاہیے۔"

کام کی بات سوچنے کے لیے موجودہ مسائل کو سمجھنا ضروری تھا۔ ایک مسئلہ یہ تھا کہ وہ بلڈ کینسر کے مریض کے جسم میں پہنچ گیا تھا۔ اس مرنے والے مریض کے حصے میں جتنی بھی تکالیف تھیں اب اسے ان تکالیف سے گزرنا تھا اگر وہ ان تکالیف کو برداشت نہ کرنا چاہتا تو پھر اس کے جسم کو چھوڑنا ضروری تھا اور وہ فوراً ہی ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ وہ سونیا کی وارننگ کے مطابق اپنی موجودہ مسلمان بیوی کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔ وہ بے چاری یہ نہیں جانتی تھی کہ مسلمان شوہر کے اندر ایک ہندو کی آتما سما گئی ہے۔ اس لیے سونیا نے پہلے ہی اسے اچھی طرح جتا دیا تھا کہ یہ غلطی کبھی نہ کرے اگر اس نے مسلمان عورت کو ہاتھ لگایا تو پھر اسے ساتواں جسم بھی نصیب نہیں ہو سکے گا۔

ایک سوال پریشان کر رہا تھا کہ وہ کب تک شازیہ سے دور رہ سکے گا۔ وہ اپنی کوششوں سے دور رہ سکتا تھا لیکن ایک کہاوت ہے کہ میں تو کمبل کو چھوڑنا چاہتا ہوں' لیکن کمبل ہی مجھے نہیں چھوڑ رہا ہے۔ اس کہاوت کے مطابق وہ شازیہ کو چھوڑ سکتا تھا لیکن شازیہ بار بار اس سے لپٹنے کے لیے آتی رہتی۔ وہ کب تک اس سے بچ سکتا تھا؟

ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ وہ کینسر کا مریض بن کر مسلسل تپسیا نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے خون میں زہر کی مقدار بڑھتی رہتی تو وہ تکلیف میں مبتلا ہو جاتا۔ اس طرح تپسیا جاری رکھنے کے قابل نہیں رہتا۔

وہ فرش پر بیٹھا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچ رہا تھا "اے بھگوان میں کیا کروں؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے تو انتر گیانی ہے۔ میری مصیبتوں کو سمجھ رہا ہے مجھے تھوڑی عقل دے کہ میں اس مصیبت سے نکل سکوں۔"

وہ دل ہی دل میں پرارتھنا کرتا رہا اور سوچتا رہا پھر اسے اچانک ہی اپنے چیلے (شاگرد) کی یاد آئی۔ بہت ذہین اور بڑی ہی لگن سے اس کی طرح تپسیا کرنے والا چیلا تھا۔ اس کا نام بھیما داس تھا۔ وہ آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے بڑی لگن سے تپسیا میں مصروف رہا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنے کے مراحل سے بھی گزرتا رہتا تھا۔ ایک بار اس نے کہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے علم کو جلد ہی سیکھنے والا ہے۔ اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ کبھی کبھی کسی نہ کسی کے دماغ میں عارضی طور پر پہنچتا ہے پھر اس کی سوچ کی لہریں بھٹک جاتی ہیں۔ ابھی اس کی خیال خوانی میں پختگی نہیں آئی ہے۔

یہ بہت دنوں کی بات تھی۔ اب تو شاید اس نے ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ لیا ہو گا اور شاید اس کی تپسیا بھی کسی حد تک مکمل ہو گئی ہو گی۔ اس نے بھیما کے متعلق سوچا پھر خیال خوانی کی پرواز کر کے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

بھیما پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا تھا لیکن اس وقت اس نے سانس نہیں روکی۔ وہ اپنے گرو کی سوچ کی لہروں کو خوب پہچانتا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا "پرنام گرو دیو! آپ نے بڑی مدت کے بعد اپنے داس کو یاد کیا ہے۔ آپ آگیا دیں۔ میں آپ کی سیوا کرنا چاہتا ہوں۔"

"بھیما! میں بڑی مصیبت میں ہوں۔ بہت ہی مختصر کر کے اپنے بارے میں بتا رہا ہوں۔ میری کچھ مدد کرو۔"

"گرو دیو! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ اور مصیبت میں ہیں؟ میں تو اپنی جان کی بازی لگا دوں گا۔ مجھے بتائیں آپ کہاں ہیں اور میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

نارنگ اسے اپنے حالات بتانے لگا۔ بھیما نے اس کی تمام روداد سننے کے بعد کہا "گرو دیو! آپ نے ٹھیک وقت پر اپنے داس کو یاد کیا ہے آپ کو یہ خوش خبری سناتا ہوں کہ میں نے سوچ یاترا (ٹیلی پیتھی) کی ودیا سیکھ لی ہے۔ میں کسی کے بھی دماغ میں پہنچ سکتا ہوں آپ حکم دیں۔ میں دن رات آپ کے کام آتا رہوں گا۔"

"دھنے ہو بھیما! تم سچ مچ ایک سچے چیلے ہونے کا ثبوت دے رہے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اس بلڈ کینسر والے مریض کے جسم سے مکتی حاصل کر لوں لیکن ساتویں جسم میں جاؤں گا تو میری آتما شکتی برائے نام رہ جائے گی۔ یعنی میں صرف خیال خوانی کے قابل رہوں گا اگر مجھے چالیس دنوں تک تپسیا کرنے کا موقع ملا تو تپسیا کر کے دوبارہ آتما شکتی حاصل کر لوں گا۔"

"گرو دیو! آپ جو چاہتے ہیں' وہ بھگوان کی کرپا سے جرور ہو گا۔ آپ جتنی جلدی ہو سکے' اس کینسر والے کا جسم چھوڑ دیں۔ کسی اچھے تندرست آدمی کے جسم میں جائیں۔ میں آپ کے ساتھ ساتھ رہوں گا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا لیکن سونیا میرے راستے کی دیوار بن جاتی ہے جیسا کہ میں تمہیں اس کے متعلق اپنی روداد میں سب کچھ بتا چکا ہوں۔"

"میں مانتا ہوں' میڈم سونیا کی پہنچ بڑی دور تک ہے۔ وہ پتا نہیں کیسے کیسے ہتھکنڈوں سے آپ کے دماگ میں پہنچ جایا کرتی ہے اور اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ نے کب اور کہاں کس کا جسم حاصل کیا ہے۔"

"یہی مجھے اندیشہ ہے۔ جب میں ساتویں جسم میں جاؤں گا تو سونیا کو اس کی خبر ہو جائے گی۔ شاید وہ مجھے چالیس دنوں تک تپسیا کرنے کا موقع نہ دے۔"

"آپ نے کہا ہے کہ سونیا آپ کے راستے کی رکاوٹ بھی بنتی تھی لیکن آپ سے ہمدردی بھی کرتی تھی۔ اس نے آپ کو دوبارہ آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے تپسیا کرنے کا موقع دیا تھا۔ آپ اس سے ایک بار پھر پرارتھنا کریں کہ جب آپ ساتویں جسم میں رہ کر تپسیا کریں گے تو وہ آپ کے کام میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔"

"ہاں میں سونیا سے کہوں گا۔ ابھی میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کوئی اچھا سا صحت مند جسم دیکھ کر اس میں داخل ہو جاؤں گا۔"

"آپ ایسے جسم میں ہیں کہ اچانک آپ پر بیماری کا زبردست حملہ ہو سکتا ہے۔ ابھی آپ سوچ یاترا کے قابل ہیں تو اس سے بھائیہ اٹھائیں اور پہلے سونیا سے بات کریں۔ اگر اچانک بیماری حملہ کرے گی تو آپ سوچ یاترا کے قابل نہیں رہیں گے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں ابھی سونیا سے بات کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کی دماغ میں پہنچا وہ بولی "تم پھر آ گئے۔ میں نے تمہیں منع کیا تھا۔"

"میں بہت مجبور ہو کر آیا ہوں۔ آپ کو کوئی تکلیف نہیں دوں گا۔ یہ بھی نہیں کہوں گا کہ میری مدد کریں۔"

"پھر کس لیے آئے ہو؟"

"یہ التجا کرنے آیا ہوں کہ میں اپنی کوششوں سے ساتویں جسم میں جا کر تپسیا کروں گا تو آپ کبھی مداخلت نہیں کریں گی۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں' تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گی۔ تمہارے اطمینان کے لیے صاف صاف کہہ دوں کہ ہم جناب تمیرزی کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں اور ان کی ہدایت ہے کہ آئندہ ہم تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہ کریں۔ یہ ایسی بات ہے کہ تمہیں مطمئن ہو جانا چاہیے۔"

"دھنے ہو۔ آپ کو آپ کا خدا ہمیشہ خوش رکھے۔ جناب تمیرزی صاحب کو بھی خوش رکھے۔ میں مطمئن ہو گیا ہوں آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا آیا پھر بھیما کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ "بڑی خوشی کی بات ہے۔ جناب تمیرزی نے سونیا سے کہا ہے' وہ میرے معاملات میں مداخلت نہ کرے اور جناب تمیرزی کی ہدایت ایسی ہوتی ہے کہ کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ مجھے اس طرف سے اب کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ میں ساتویں جسم میں جا کر تمہاری مدد سے چالیس دنوں تک تپسیا کرنے کے قابل رہوں گا۔"

یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ آپ کے راستے سے بہت بڑی رکاوٹ دور ہو گئی ہے۔ آپ کے اس گھر میں جو آپ کی دھرم پتنی ہے۔ اسے بلائیں اور مجھے اس کی آواز سنائیں میں اس کے دماغ پر قبضہ جما لوں گا۔ آپ یہاں سے دھن دولت جو بھی لے جانا چاہیں' لے جائیں گے۔ میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ جب کبھی آپ پر بیماری کا حملہ ہو گا اور آپ سوچ یاترا کے قابل نہیں رہیں گے تو میں آپ کے پاس ڈھال بن کر رہوں گا۔"

وہ دونوں گرو اور چیلا منصوبہ بنانے لگے کہ کس طرح وہاں سے نکلا جائے گا پھر انہیں کس ملک میں کس شہر میں کسی ایسے جسم کو تلاش کرنا ہو گا جسے نہ کوئی بیماری ہو' نہ وہ کوئی قانون کا مطلوبہ مجرم ہو۔ وہ بالکل پرامن شہری ہو۔ اسے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی جانتا نہ ہو۔ ایسے کسی جسم میں داخل ہونے کے بعد وہ اپنے چیلے کی مدد سے چالیس دنوں تک تپسیا کر سکے گا۔

پھر ایک بار نارنگ کی قسمت کا ستارہ چمکنے والا تھا ویسے وہ حساس اور غیرت مند ہوتا تو مر جاتا لیکن وہ ایک بار پھر نئی نئی زندگیاں حاصل کر کے نئی نئی اذیت ناک ٹھوکریں کھانے کے راستے پر چل پڑا تھا۔

○☆○

جے تھری میں سے دو دوست جے فلوار جے کانو فلورنس میں آ گئے تھے۔ وہاں ایک بڑا سا بنگلا کرائے پر حاصل کر کے رہنے لگے تھے۔ ان کا تیسرا ساتھی جے ساموا اپنی محبوبہ مونا کے ساتھ فلورنس سے تقریباً دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر ٹاؤن اریز میں گیا تھا۔ وہاں اس نے بھی ایک بنگلا رہائش کے لیے کرائے پر لیا تھا۔ اس بنگلے..... میں پہنچ کر مونا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے ذہن سے اس کے ماضی کو بھلا کر اس کے لب و لہجے کو بدل دیا تھا۔ یہ بات اس کے دماغ میں نقش کی تھی کہ اس کا محبوب جے ساموا کبھی اسے چھوڑ کر کسی کام سے جایا کرے گا کوئی اہم کام نمٹانے کے لیے اسے کبھی ہفتے دو ہفتے اور کبھی مہینے دو مہینے لگ سکتے ہیں۔ لہٰذا جب تک اس کا ساموا اس سے دور رہے تو اسے فکر مند نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی ساموا سے یہ پوچھنا چاہیے کہ وہ کہاں جاتا ہے اور کیا کرتا ہے؟

اس طرح سامو نے اس کے ذہن سے اس کی پچھلی زندگی کو بھلا دیا پھر میک اپ کے ذریعے اس کے چہرے پر چند تبدیلیاں کیں۔ ان تبدیلیوں کے بعد کوئی اسے مونا کی حیثیت سے نہیں پہچان سکتا تھا۔ مونا نے اس کی معصولہ بننے کے بعد اس سے کبھی یہ نہیں پوچھا کہ وہ کیا کرتا ہے؟ اور اس کی آمدنی کے ذرائع کیا ہیں؟

جے سامو اپنے دونوں ساتھیوں سے دور ہو گیا تھا لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والے دور ہونے کے باوجود دماغوں میں رہتے ہیں۔ اس طرح خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے کے اندر پہنچ کر دور ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی قربت حاصل کرتے رہتے ہیں۔

جے کافو اور جے فلو نے سامو کے دماغ میں آکر پوچھا "ہیلو سامو! زندگی کیسی گزر رہی ہے؟"

وہ خوش ہو کر بولا "زندگی پہلے ایسی خوب صورت نہیں تھی۔ میں کیا بتاؤں کہ مونا نے مجھے زندگی کا وہ حسین اور رنگین پہلو دکھایا ہے، جو اب تک میری نظروں سے اور میرے ذہن سے اوجھل تھا۔ جب سے مونا میری زندگی میں آئی ہے۔ تب سے میری عمر کے ایک ایک لمحے کو مسرتوں سے مالا مال کرتی جا رہی ہے۔"

جے کافو نے کہا "ارے بھئی ہم نے تمہاری خیریت پوچھی تھی اور جواب میں تم شاعری کرتے جا رہے ہو اگر ہم سنتے رہیں گے تو تم سناتے ہی چلے جاؤ گے۔"

جے فلو نے کہا "میں سامو کے دل و دماغ کی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں۔ کیونکہ میں بھی کسی کی زلفوں کا اسیر ہوں۔"

جے سامو نے کہا "یار کافو! تم بھی میری طرح اور جے فلو کی طرح کسی سے محبت کرو۔ پھر تمہیں پتا چلے گا کہ تم اپنی دنیا، اپنی زندگی کی کتنی بڑی خوش نصیبی سے محروم رہے تھے۔"

جے فلو نے کہا "میں بھی کافو سے یہی کہتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی کا بہت بڑا ہتھیار ہمارے پاس ہے لیکن ہم اسے چھپائے رکھتے ہیں۔ دنیا کی بہت سی خوشیوں سے اور بہت سی نعمتوں سے محروم رہتے ہیں لیکن ہمیں محبت جیسی نعمت سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔"

"تم دونوں مجھے اپنے رنگ میں رنگنا چاہتے ہو مگر میں پتھر ہوں اور پتھر میں پھول نہیں کھلتے۔ تم نے اکثر دیکھا ہو گا خواہ کتنی حسین لڑکی سامنے سے گزر جائے۔ میں اسے ایک بار دیکھتا ہوں پھر دوسری بار کبھی نہیں دیکھتا۔"

"کسی کو دیکھنے سے یا اپنے دل کو کسی کی طرف جبراً مائل کرنے سے محبت نہیں ہو جاتی۔ محبت تو بے اختیار ہوتی ہے اور جب ہوتی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اچانک دل کی دنیا کیسے بدل گئی؟"

"جب دل کی دنیا میں انقلاب آئے گا تو دیکھا جائے گا.... فی الحال تم دونوں عاشق دیوانے ہو۔ مجھے تو ہوش مند رہنے دو۔ دیوانگی کے عالم میں تم میں سے کسی نے غلطی کی تو میں اسے سنبھال سکوں گا۔"

"کافو! تم اٹھائیس برس کے ہو چکے ہو۔ پتا نہیں تمہارا دل و دماغ کیسا ہے۔ تم پھول، خوشبو، رنگ، دھنک، رنگ برنگی مستی اور وجود زن سے بے کائنات میں رنگ والی باتوں سے حرکت نہیں ہوتے۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جنہیں زبردستی چھین کر لے جاتے ہیں اور کسی عورت سے شادی کر دیتے ہیں پھر نہ تو محبت کرپاتے ہو، نہ تمہارے اندر کسی قسم کے عشق کی بھڑکتی ہے۔ جس انجانی عورت سے تمہاری شادی کروا دی گئی ہے۔ اسی کو ساری عمر بھگتتے رہتے ہو۔"

"تم لوگوں نے پہلے حسن و شباب اور زندگی کی رنگین کتاب پڑھ کر سنا دی، مجھ پر اثر نہیں ہوا۔ اب مجھے طعنے دے رہے ہو کوئی بات نہیں یاروں کے طعنے بھی برداشت کرلوں گا لیکن انہونی ہے اسے ہونی کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ جب سامو نے اپنا گھر بسالیا ہے تو تم بھی اپنا گھر بساؤ۔ ہم تمہارا ساتھ دیں گے بتاؤ کہ تمہاری وہ محبوبہ کون ہے؟"

سامو نے پوچھا "یار فلو! یہ بتاؤ، وہ تمہیں لفٹ دیتی ہے نہیں؟"

"کیا مجھ میں کوئی کمی ہے کہ کوئی حسینہ مجھے لفٹ نہ دے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں نے یہ سوچ کر پوچھا، اگر تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مائل کیا ہے تو پھر وہ محبت نہیں ہوگی۔"

جے فلو نے کہا "ہم تینوں کا مزاج ایسا ہے کہ ہم خود پر کنٹرول کرلیتے ہیں لیکن کسی دوسرے پر جبر نہیں کرتے۔ میرا اس سے پہلی بار سامنا ہوا۔ ہم نے دور دور سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اپنے وقت وہ بے اختیار مجھے نظریں چرا چرا کے دیکھتی رہی تھی۔"

"صرف آنکھوں سے دیکھتی رہی یا دل سے بھی دیکھتی رہی؟"

"میں نے ایک بار اس کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں جھانک کر خیالات پڑھے، پتا چلا کہ وہ میری طرف مائل ہو چکی ہے۔ مجھے بہت پسند کرنے لگی ہے اور چاہتی ہے کہ میں اس سے باتیں کروں میں پہل کروں۔"

"تو پھر تم نے اس سے باتیں کیں؟"

"موقع ہی نہیں ملا۔ میرا مطلب ہے، ان دنوں ہم بہت مصروف رہتے تھے۔ دوستوں اور دشمنوں سب ہی سے چھپ کر رہنے کے منصوبے پر عمل کر رہے تھے۔ اس لیے میں نے اس کے پاس جا کر گفتگو نہیں کی۔ یہ سوچ کر صبر کرلیا کہ اس کے دماغ میں پہنچتا ہوں۔ جب بھی ضرورت ہوگی تو اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر کے اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"چلو اس کا پتا ٹھکانا تو معلوم ہے۔ اب اس کے دماغ میں کس وقت بھی پہنچ سکتے ہو یہ بتاؤ وہ کون ہے اور کہاں رہتی ہے؟"

ہم جھیل کے کنارے والے شہر لیمون سل گرد میں رہتے تھے۔ اسی جھیل کے کنارے والے بڑے شہر ڈی سیزانو میں وہ رہتی ہے۔ سیرو تفریح کے لیے ہمارے چھوٹے سے ٹاؤن میں آئی تھی۔

تب میں نے اسے دیکھا تھا پھر ایک بار ہمارے ٹاؤن میں میلا دیکھنے آئی تھی۔ اس طرح میں نے اسے دو بار دیکھا ہے۔"

جے سامو نے کہا "دو بار ملاقات ہوئی۔ تم دور سے آنکھیں سینکتے رہ گئے۔ بات آگے نہیں بڑھائی۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میں مونا کے ساتھ گھریلو ازدواجی زندگی گزار رہا ہوں۔ پھر تم کیوں دیر کر رہے ہو؟"

جے کافو نے کہا "جو سامو نے کیا ہے۔ وہی تم بھی کرو۔ ہماری زندگی میں ان عورتوں کی وجہ سے رونق آجائے گی۔ میں تم دونوں کی خوشگوار گھریلو ازدواجی زندگی دیکھ کر خوش ہوتا رہوں گا۔"

"جیسے گھر کے بڑے بزرگ دیکھ کر خوش ہوتے رہتے ہیں۔"

"فار گاڈ سیک تم دونوں مجھ سے نہ عشق کرنے کی فرمائش کرو اور نہ مجھ سے یہ توقع رکھو کہ میں ابھی شادی کروں گا۔ ابھی تو صرف جے فلو سے کہہ رہا ہوں۔ سامو نے اپنا گھر بسالیا۔ اب فلو کو بھی یہی کرنا چاہیے اور ابھی کرنا چاہیے۔"

جے فلو نے پوچھا "کیا کہہ رہے ہو، ابھی کیا کروں میں؟"

"کرنا کیا ہے پہلے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرو، وہ کہاں ہے؟ کیا کر رہی ہے؟ یہ بھی معلوم کرو، وہ تمہارے بارے میں کچھ سوچتی بھی ہے یا نہیں؟"

جے فلو شرماتے ہوئے اور ہچکچاتے ہوئے بولا "وہ.... وہ مجھے ہمیشہ یاد کرتی رہتی ہے اور تصور میں میری صورت دیکھتی رہتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے تم برابر اس کے دماغ میں جاتے رہتے ہو؟"

"ہاں مگر خاموشی سے جاتا ہوں اسے پتا بھی نہیں چلتا۔ اس کے خیالات پڑھ کر بہت مزہ آتا ہے اور میں اس کی محبت کو اپنے لیے صرف اپنے لیے دیکھ کر بڑا فخر محسوس کرتا ہوں۔"

"ارے تو پھر دیر کیوں کر رہے ہو؟ ابھی اس کے دماغ میں جاؤ۔ پہلے خاموشی سے معلومات حاصل کرو پھر اس سے فون پر رابطہ کرو۔ اس سے پوچھو کیا وہ تمہارے ساتھ رہنے کے لیے اپنے گھر والوں کو چھوڑ سکتی ہے؟"

"میں ابھی جاتا ہوں پھر خیال خوانی کے ذریعے واپس آکر فون کے ذریعے اس سے رابطہ کروں گا۔ ویسے تم دونوں چاہو تو میرے ذریعے دماغ میں بھی پہنچ کر اس کے خیالات اور جذبات جو میرے لیے ہیں، وہ معلوم کر سکتے ہو۔"

جے کافو نے کہا "نہیں یہ ہر انسان کا ذاتی معاملہ ہوتا ہے۔ ہم تینوں گہرے دوست ہیں لیکن اس معاملے میں ہمیں ذرا سی راز داری برتنا چاہیے کیونکہ جو عورتیں ہم سے محبت کرتی رہیں گی ہمیں ان کی عزت اور شرم کا بھی لحاظ کرنا ہوگا۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی محبوبہ ہیلو ریٹا کے پاس گیا پھر تھوڑی دیر بعد واپس آکر بولا "وہ ہمیں فلورنس میں تفریح کے لیے آئی ہے۔ یہاں کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے بہت امیر کبیر ہے۔ ہمیشہ تفریح کرتی رہتی ہے۔ جب ہم لیمون سل گرد میں تھے تو وہاں بھی تفریح کرنے آئی تھی۔ فلورنس جیسے خوب صورت شہر میں بھی تفریح کرنے کی غرض سے آئی ہے۔ معلوم تو کرو آخر وہ کون ہے؟ کیا کرتی ہے؟ اور اس کی آمدنی کے ذرائع کیا ہیں؟"

"میں معلوم کر چکا ہوں۔ اس کا بھائی امریکا میں رہتا ہے۔ اس نے ایک برس پہلے اسے دس کروڑ ڈالر دیے تھے اور کہا تھا کہ خوب عیش کرو۔ کسی کی محتاج بن کر نہ رہو۔ کوئی تمہیں پسند آجائے تو مجھے بتانا، میں اس سے تمہاری شادی کرا دوں گا۔"

"دس کروڑ ڈالر کوئی معمولی رقم نہیں ہے اس کا بھائی تو بہت ہی رئیس اعظم ہوگا۔ معلوم کرو وہ کیا کاروبار کرتا ہے؟"

"وہ نہیں جانتی تقریباً دس ماہ گزر چکے ہیں۔ اس کا بھائی اس سے دور رہتا ہے۔ کبھی کبھی ٹیلی فون کے ذریعے اس سے رابطہ کرتا ہے اس کی خیریت معلوم کرتا ہے اور اسے تسلیاں دیتا ہے کہ وہ جلد ہی آئے گا اگر اسے دولت اور جائیداد کی کمی ہو تو وہ اسے پورا کرتا رہے گا۔"

"کیا وہ صرف بہن اور بھائی ہیں۔ ان کے ماں باپ اور دوسرے رشتے دار نہیں ہیں؟"

"ماں باپ نہیں ہیں۔ دور کے رشتے دار ہیں لیکن وہ اپنے رشتے داروں سے دور رہتی ہے۔ کبھی کوئی خوشی کی تقریب ہو تو ان سے ملنے چلی جاتی ہے۔ جب سے بھائی گیا ہے وہ تنہا ڈی سیزانو کے ایک خوب صورت بنگلے میں رہ رہی ہے۔ تفریح کی غرض سے مختلف مقامات کی سیر کرتی رہتی ہے اور اب اسی سلسلے میں فلورنس میں آئی ہوئی ہے۔"

جے سامو نے کہا "اسے کہتے ہیں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ تم کافو کے ساتھ فلورنس میں پہنچے ہو۔ وہ بھی وہاں پہنچ گئی ہے۔ اب سوچتے کیا ہو۔ ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کرو۔"

جے فلو نے اس کے پاس آکر خیال خوانی کے ذریعے اس کے ہوٹل کا کمرا نمبر اور ٹیلی فون نمبر معلوم کیا پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے ہیلو ریٹا نے پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

"میں فی الحال ایک اجنبی ہوں لیکن ہم ایک دوسرے کو تقریباً دو ماہ سے جانتے ہیں۔ ہم نے دو بار ایک دوسرے کو لیمون سل گرد میں دیکھا ہے اگرچہ تم مجھ سے ذرا دور دور تھیں مگر تمہاری نظروں نے اور تمہاری اداؤں نے مجھے یقین دلایا ہے کہ تم مجھے دل و جان سے چاہتی ہو۔ میں تمہیں پسند کر رہا ہوں اور تم مجھے پسند کرنے لگی ہو۔"

ہیلو ریٹا تھوڑی دیر تک چپ رہی پھر بولی "میں ایک اجنبی کو دل و جان سے چاہتی ہوں۔ جب سے اسے دیکھا ہے، پتا نہیں مجھے

کیا ہوگیا ہے میں دن رات اس کے بارے میں سوچتی ہوں اور اپنے دل سے پوچھتی ہوں کیا وہ بھی مجھے یاد کررہا ہوگا؟"

جے فلو نے کہا "ہاں وہ بھی یاد کرتا رہتا ہے اور اس وقت بھی تمہیں اس فون کے ذریعے یاد کررہا ہے۔ تمہیں دیکھ نہیں رہا ہے مگر تمہاری آواز سن رہا ہے۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم وہی ہو؟"

"جب کبھی مجھے سامنے دیکھو گی تو یقین آجائے گا۔"

"میں ایسے ہی خوش نصیب لمحات کے انتظار میں ہوں۔"

"تمہارا آئیڈیل یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ تم اسے کس قدر چاہتی ہو؟ کیا تم اس کے لیے اپنا سب کچھ یعنی کہ اپنے رشتے دار اپنا گھر چھوڑ کر اس کے ساتھ رہ سکتی ہو؟"

"تم کوئی نئی بات نہیں کہہ رہے ہو۔ دنیا کی سب ہی لڑکیاں یہی کرتی ہیں۔ اپنے آئیڈیل کے لیے' اپنے جیون ساتھی کے لیے اپنے رشتے داروں کو چھوڑ کر اس کے گھر چلی جاتی ہیں۔"

"ہاں مگر اپنے میکے والوں سے کبھی نہ کبھی ملتی رہتی ہیں لیکن میں چاہتا ہوں' ایک بار میرے پاس آنے کے بعد پھر کبھی اپنے میکے والوں کے پاس نہ جاؤ۔"

"تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ مجھ سے صرف میرے آئیڈیل کی بات کرو اگر میرا آئیڈیل مجھے دل و جان سے چاہتا ہے تو وہ کبھی یہ نہیں چاہے گا کہ مجھے میرے میکے والوں سے جدا کردے جبکہ میرے میکے والوں میں میرا صرف ایک ہی بھائی رہ گیا ہے۔"

"تمہارا وہ بھائی کیا کرتا ہے؟ اور کہاں رہتا ہے؟"

"میں نے اپنے بھائی سے کبھی نہیں پوچھا۔ ویسے ہم اتنے دولت مند ہیں کہ اپنی دولت اور جائیداد کا حساب کسی کو بتانا ضروری نہیں سمجھتے۔"

"جو آئیڈیل تمہاری زندگی میں آئے گا' وہ ضرور معلوم کرنا چاہے گا کہ تمہارا بھائی کون ہے اور کیا کرتا ہے؟"

"جب وہ میری زندگی میں آئے گا تو میرے برادر اسے اپنے بارے میں سب کچھ بتادیں گے۔"

"جو تمہاری زندگی میں آنے والا ہے۔ وہی تم سے کہہ رہا ہے۔ پہلے اس بات کا وعدہ کرو کہ اس کی خاطر تم ساری دنیا کو چھوڑ دوگی۔ صرف اس کے ساتھ ایک علیحدہ زندگی گزاروگی پھر کسی سے تعلق نہیں رکھوگی۔"

اسی وقت ہیلو ریٹا کے موبائل فون سے بزر کی آواز ابھرنے لگی۔ وہ بولی "جسٹ اے منٹ' میں ابھی بات کرتی ہوں۔"

اس نے اپنے موبائل فون کو آن کیا پھر اسے کان سے لگا کر بولی "ہیلو کون ہے؟"

"ہیلو ریٹا میں ہوں تمہارا برادر!"

وہ خوش ہو کر بولی "اوہ برادر تم کہاں ہو۔ میں تمہیں یاد کرتی رہتی ہوں۔ آخر مجھ سے اتنی دور کیوں رہتے ہو؟"

کچھ مجبوریاں ہیں۔ بہت اہم کام میں مصروف ہوں۔ ابھی نہیں آسکتا لیکن جلدی آؤں گا۔"

"تم نہیں آسکتے تو مجھے اپنے پاس بلالو۔"

"اگر بلانا ہوتا تو بہت پہلے ہی بلالیا ہوتا۔ صبر سے ذرا کام لو۔ میں جلد ہی تمہارے پاس آؤں گا۔ بائے دی وے یہ تم کون شخص فون پر باتیں کررہا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "یہ۔ یہ آپ کیسے جانتے ہیں؟"

"جو میں پوچھ رہا ہوں' اس کا جواب دو۔"

"برادر! میں نے لیمون سل گرداب میں ایک جوان کو دیکھا ہے وہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے بارے میں دن رات سوچتی رہتی ہوں میں نے یہ بھی سوچ رکھا ہے کہ آپ آئیں گے تو میں اس کا ذکر آپ سے کروں گی۔"

"وہ شخص کون ہے؟ اور کیسا ہے؟ کیا تم جانتی ہو؟"

"نہیں۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ ابھی ابھی وہ مجھ سے باتیں کررہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ وہی میرا آئیڈیل ہے۔"

"یہ کیسا آئیڈیل ہے کہ تمہیں مجھ سے دور کرنا چاہتا ہے۔ تمام رشتے داروں سے دور کرنا چاہتا ہے؟ اور شرط عائد کررہا ہے اس سے شادی کرنے کے بعد تم کسی سے ملاقات نہیں کروگی۔ اس طرح اس کی خودغرضی ظاہر نہیں ہوتی ہے؟ کیا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کوئی اچھا آدمی نہیں ہے اگر اچھا ہوتا تو تمہارے والوں سے تمہیں دور کردینے کی کوشش نہیں کرتا۔"

"برادر! میں نہیں جانتی کہ فون پر وہی بول رہا ہے یا کوئی اور شخص ہے۔"

"تو پھر تمہیں جاننا چاہیے۔ اس سے کہیں ملاقات کا وقت مقرر کرو میں اپنے آدمیوں سے کہوں گا کہ وہ فلورنس میں تمہاری نگرانی کریں اگر وہ غلط آدمی ہوگا تو اسے اس کی غلطیوں کی وقت سزا دیں۔"

"برادر! تم کیسی پراسرار زندگی گزار رہے ہو؟ مجھ سے ملاقات نہیں کرتے ہو اور کہہ رہے ہو کہ تمہارے آدمی میری نگرانی کریں ہیں۔ کیا اس ہوٹل کے کمرے کے اندر بھی میری نگرانی کریں ہیں؟"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا ہوٹل کے بند کمرے میں کوئی تمہاری نگرانی کرسکتا ہے؟"

"اگر نہیں آسکتا ہے تو آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا' وہ فون مجھے اپنے میکے والوں سے دور کردینے کی کوشش کررہا ہے؟"

"دیکھو زیادہ باتیں نہ کرو۔ میرے اپنے ذرائع ہیں میں تمہاری بہت سی باتیں معلوم کرلیتا ہوں۔ اسی لیے تمہیں کہتا ہوں کہ ایک اچھی زندگی گزار رہی ہو۔ تمہارے پاس مال و دولت کی نہیں ہے۔ سیر و تفریح کرتی ہو اور خوش رہتی ہو۔ یہ دیکھ کر

اطمینان رہتا ہے۔ ابھی تم نے اسے فون پر انتظار کرنے کے لیے کہا ہے۔ اس سے بات کرو اور ملاقات کا کہیں وقت مقرر کرو۔ میں اس کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ بس اب میں فون بند کررہا ہوں تم اس سے باتیں کرو۔"

اس کے بعد برادر نے فون کا رابطہ ختم کردیا۔ وہ موبائل فون آف کرکے ایک طرف رکھتی ہوئی ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر بولی۔ "ہیلو کیا تم موجود ہو؟"

"میں تم سے دل بھر کر باتیں کیے بغیر کہاں جاسکتا ہوں؟"

"خوب باتیں کرنا چاہتے ہو تو مجھ سے فلورنس میوزیم کے پیچھے والے گارڈن میں ملاقات کرو۔ میں ایک گھنٹے بعد وہاں تمہارا انتظار کروں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ایک گھنٹے بعد گارڈن کے فوارے کے قریب آؤں گا۔ دیٹس آل!"

اس نے رابطہ ختم کردیا پھر خیال خوانی کے ذریعے جے سامو سے بولا "تم میرے دماغ میں آؤ۔ میں کانفو سے اہم باتیں کررہا ہوں۔"

سامو اس کے دماغ میں آگیا۔ جے فلو نے کانفو سے کہا "کہا جاتا ہے کہ سر منڈاتے ہی اولے پڑے تو اپنی محبوبہ سے محبت کا آغاز کرتے ہی مصیبت کے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔"

"کیسی مصیبت؟"

"میں ابھی اس سے فون پر باتیں کررہا تھا۔ اچانک اس کے موبائل فون سے اس کے بھائی نے رابطہ کیا پھر پوچھنے لگا کہ فون پر اس سے کون گفتگو کررہا ہے؟"

جے کانفو نے پوچھا "اس کے بھائی کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ ہوٹل کے بند کمرے میں تم سے فون پر باتیں کررہی ہے؟"

"یہی تو حیرانی کی بات ہے۔ اس بات پر ہیلو ریٹا کو بھی حیرانی ہوئی اس نے بھائی سے پوچھا کہ یہ راز وہ کیسے جانتا ہے۔ تب اس نے کہا اس سے بحث نہ کی جائے وہ اپنے معلومات کے ذرائع رکھتا ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ میں اسے اس کے بھائی سے جدا کرکے اس کے میکے والوں سے دور اپنے ساتھ کہیں روپوشی کی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔"

"یار فلو! اس سے تو صاف ظاہر ہورہا ہے کہ اس کا بھائی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اپنی بہن کے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے۔ اس نے اس کے دماغ میں رہ کر تمہاری فون والی گفتگو سنی ہے۔"

جے کانفو یہ کہتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر بولا "فلو! یہاں خطرہ ہے اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو اسے معلوم ہوچکا ہوگا کہ ہم اس شہر کے اس بنگلے میں رہتے ہیں۔ وہ ہمیں کسی طرح گھیر سکتا ہے۔ یہاں اس کے آلہ کار موجود ہوں گے۔ دانش مندی یہ ہے کہ ہم سب یہاں سے نکل چلیں۔"

انہوں نے جلدی جلدی اپنے اپنے سفری بیگ میں تمام ضرورت کا سامان رکھا پھر وہاں سے نکل پڑے اس بنگلے سے بہت دور آنے کے بعد جے سامو نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "واہ یار! تم نے بھی کس لڑکی سے دل لگایا ہے۔ وہ تو ہمارے لیے خطرات پیدا کرنے لگی ہے۔"

جے فلو نے کہا "مجھے کیا معلوم تھا کہ اس کا بھائی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

جے کانفو نے کہا "اب ہم کسی ایک خوب رو اور اسمارٹ جوان کو اپنا آلہ کار بنائیں گے۔ ہم تینوں اس کے دماغ میں رہ کر اسے اپنے قابو میں رکھیں گے اور ہیلو ریٹا کا آئیڈیل بنا کر اس گارڈن میں بھیجیں گے۔"

"یہی کرنا ہوگا۔ کیونکہ اس کا بھائی ضرور اپنے ماتحتوں کے ذریعے اس گارڈن میں پہنچے گا اور پھر پتا نہیں ہونے والے ہنوئی کے خلاف کیا طریقہ کار اختیار کرے گا۔ یہ ہم دیکھیں گے۔"

فلورنس میوزیم کے قریب ہی ایک خوب رو اور قد آور شخص نظر آیا جے فلو نے اسے مخاطب کیا "ہیلو مسٹر! کیا آپ سگریٹ پیتے ہیں؟"

"سوری میں سگریٹ نہیں پیتا۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے۔ ہم لوگوں سے یہی پوچھتے پھرتے ہیں اگر کوئی سگریٹ پیتا ہے تو اسے سمجھاتے ہیں کہ وہ سست رفتاری سے زہر پی رہا ہے سگریٹ نوشی اس کی عمر کم کرتی جارہی ہے۔"

جے کانفو کی باتوں کے دوران میں جے سامو اور جے فلو نے اس شخص کے دماغ پر قبضہ جمالیا پھر کانفو بھی اس کے دماغ میں آگیا وہ تینوں اسے لے کر فلورنس میوزیم کے پیچھے والے گارڈن میں آگئے۔ ہیلو ریٹا مقررہ وقت کے مطابق آگئی تھی اور فوارے کے پاس ایک بینچ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اجنبی اس کے پاس پہنچ گیا "جے فلو نے اس کی زبان سے کہا ہیلو۔ ہیلو ریٹا ویسے تمہارا نام بھی خوب ہے۔ کسی کو بھی مخاطب کرتے وقت ہیلو کہا جاتا ہے اور تمہارے نام کے آگے ہی مخاطب کرنے سے پہلے ہیلو لگا ہوا ہے۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی پھر بولی "کیا تم وہی ہو؟"

"ہاں میں وہی ہوں ابھی ایک گھنٹا پہلے تم سے فون پر باتیں کررہا تھا۔"

"اور تم نے فون پر دعویٰ کیا تھا کہ تم میرے آئیڈیل ہو جبکہ نہیں ہو۔"

"میں سمجھ رہا ہوں تم نے جھیل کنارے لیمون سل گرداب میں جس آئیڈیل کو دیکھا تھا اس کی صورت میری جیسی نہیں ہے۔"

ایسے ہی وقت تین شخص ان کے قریب آگئے۔ ایک نے کہا "ہم سب کی جیبوں میں ریوالورہیں اور تم ان کے نشانے پر ہو۔ ہمارے ساتھ خاموشی سے چلو۔"

ہیلو ریٹا نے ان تینوں سے پوچھا "تم سب کون ہو؟"

ایک نے کہا "جس' ہم آپ کے برادر کے نمک خوار اور

آپ کے سیکیورٹی گارڈ ہیں یہ شخص بہروپیا ہے۔ ہم اس سے تنہائی میں کچھ باتیں کریں گے۔"

جے کافو نے جے فلو سے کہا "تم ہیلو ریٹا کے پاس جا کر اس سے باتیں کرو۔ میں اس آلۂ کار کو ان تینوں کے ساتھ لے جا رہا ہوں اور سامو جب تک اپنا یار' فلو اپنی اس محبوبہ کے ساتھ رہے اس وقت تک تم اس کی محبوبہ کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمائے رکھو تاکہ اس کا برادر اس کے دماغ میں آ کر ہمارے دوست کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔"

اس پلاننگ کے تحت جے کافو اس اجنبی کے دماغ میں رہ کر ان تینوں کے ساتھ گارڈن میں دور ایک طرف آیا پھر اس نے اسی اجنبی کے دماغ میں ایک اجنبی آواز سنی یعنی ہیلو ریٹا کا بھائی بول رہا تھا "تم کون ہو اور اس اجنبی شخص کو اپنا آلۂ کار بنا کر میری بہن کے پاس کیوں لائے ہو؟"

جے کافو نے کہا "میرا ایک دوست تمہاری بہن کو دل و جان سے چاہتا ہے لیکن ہم نے یہ اندازہ کیا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ تم نے میرے دوست کو ٹریپ کرنے کے لیے اپنی بہن کے ذریعے اسے اس گارڈن میں بلایا ہے۔ لہٰذا ہم بھی بہت محتاط ہو کر آئے ہیں۔"

"اچھا تو تمہارا دوست میری بہن سے محبت کرتا ہے۔ اب میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم صرف دو دوست نہیں ہو بلکہ تین ہو اور تم جے تھری ہو۔"

"ہم انکار نہیں کریں گے۔ بے شک ہم جے تھری ہیں۔ اب تم اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہوں اگر مجھے دشمن نہ سمجھو تو دوست بن کر میری باتیں سنو۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات کوئی نہیں ہوگی کہ میری بہن کی زندگی میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جیون ساتھی آئے۔ وہ جیون ساتھی میری بہن کو مکمل تحفظ دے اور اس کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔ اس لیے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے خود ہی مصائب میں مبتلا رہتے ہیں۔"

"تم تھری جے میں سے کوئی ایک بھی ایسی غلطی نہیں کرتا ہے اس لیے تم تینوں کبھی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے شکنجے میں آسانی سے نہیں آؤ گے۔"

"جب تم سمجھتے ہو کہ ہم اپنے بہترین طریقۂ کار کے ذریعے محفوظ رہتے ہیں اور کسی کے غلام بن کر نہیں رہتے تو پھر تم بھی ایسی زندگی کیوں نہیں گزارتے ہو؟"

"میرے لیے بہت دیر ہو چکی ہے اگر ابتدا سے میں تم تینوں کا ساتھی ہوتا تو تمہاری طرح ایک آزادانہ زندگی گزارتا رہتا لیکن میں مصائب میں مبتلا رہتا ہوں۔ پہلے جیکی اولڈ کا غلام بنا رہا پھر پارس اور پورس کے زیر اثر رہا۔ اب امریکی اکابرین کی پناہ میں آ گیا ہوں۔ یہاں میں آزاد تو ہوں لیکن پابندی ہے کہ آرمی ہیڈ کوارٹر سے باہر نہیں جا سکتا۔"

"کیا تم اپنا نام بتانا پسند کرو گے؟"

"میرا نام کینی بال ہے اور میرے ساتھی کا نام لیزی گارڈ ہے۔ ہم آزاد ہوتے ہوئے بھی تم تینوں کی طرح آزاد نہیں ہیں۔"

"اگر تم وہاں سے نکلنا چاہو تو ہم تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔"

"اس سے اچھی بات کیا ہوگی۔ میری بہن کا رشتہ ہونے سے پہلے ہمارے درمیان اعتماد کا رشتہ قائم ہو جائے گا۔ میں تم لوگوں کی مدد سے اپنی بہن کے پاس پہنچ جاؤں گا تو پھر میری طرح کا خوش نصیب کوئی اور نہیں ہوگا۔"

"تمہاری باتوں سے خلوص اور نیک نیتی جھلک رہی ہے لیکن ہم اتنی جلدی بھروسا نہیں کریں گے۔ تمہاری مدد کرنے کے دوران میں ہم تینوں پہلے کی طرح روپوش رہا کریں گے۔ تم ہمارا سراغ نہیں لگا سکو گے اور نہ ہی لگانے کی کوشش کرو گے۔"

"میں اپنی پیاری اور لاڈلی بہن کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کبھی ان لوگوں کے خلاف نہیں سوچوں گا اور نہ ہی تم لوگوں کی غفلت سے کوئی فائدہ اٹھاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے ہم اپنے دوست کو سمجھائیں گے۔ تم اپنی بہن کو سمجھاؤ کہ جب تک تم وہاں سے نکل نہیں آؤ گے' اس وقت تک وہ دونوں ایک دوسرے سے ملاقات نہیں کریں گے۔"

"میں ابھی اپنی بہن کو سمجھاؤں گا۔"

ان کا خیال خوانی کا رابطہ ختم ہو گیا۔ جے کافو نے اپنے دوست کے پاس آ کر کہا "فلو! تم ہیلو ریٹا سے صاف صاف کہہ دو کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو اور اس کا بھائی بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اگر اس کا بھائی اس کے دماغ میں آ کر اس سے باتیں کرنے والا ہے جب وہ بن بھائی باتیں کرنے لگیں تو تم میوزیم کے سامنے چلے آنا۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

پھر اس نے جے سامو سے کہا "سامو! میرے دماغ میں آ جاؤ۔ تھوڑی دیر بعد جے فلو آئے گا تو ہم موجودہ صورت حال پر غور کریں گے۔"

جے فلو' ہیلو ریٹا سے بولا "میں تم سے ایک اہم اور راز کی بات کہنا چاہتا ہوں۔ تم نے مجھے صورت سے تو پہچان لیا ہے کہ میں وہی ہوں' جو تمہیں دور ہی دور سے دیکھتا رہا۔ لیکن یہ نہیں جانتی کہ میں اور میرے دو دوست ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

وہ حیرانی سے بولی "واقعی؟ کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ میرے دماغ میں بھی آ کر بول سکتے ہو؟"

"میں تمہارے دماغ میں بھی آ کر بول سکتا ہوں اور تمہیں سن کر حیرانی ہوگی کہ تمہارا بھائی بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ابھی تمہارے دماغ میں آ کر باتیں کرنے والا ہے یا شاید تمہارے دماغ میں آ چکا ہے۔"

ہیلو ریٹا نے اپنے دماغ میں اپنے بھائی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "ہیلو ریٹا! میں تمہارا بھائی کینی بال بول رہا ہوں۔ تمہیں حیرانی ہوگی لیکن تمہارا یہ محبوب جو کہہ رہا ہے درست کہہ رہا ہے۔ یہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور میں بھی جانتا ہوں۔ آج تک میں نے یہ بات اس لیے چھپا رکھی تھی کہ تمہیں معلوم ہوتا اور کوئی دشمن میرے خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ میں آتا تو میری بہن ہونے کے باعث تمہیں کسی طرح بھی نقصان پہنچاتا۔ اب مجھے اطمینان ہے۔ تم نے جیون ساتھی کے لیے جس کا انتخاب کیا ہے وہ اور اس کے دو دوست ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور بہت ذہین ہیں۔ دشمنوں سے محفوظ رہنے کے طریقوں پر عمل کرتے رہتے ہیں۔"

وہ جے فلو سے بولی "تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔ میں اپنے دماغ میں برادر کی آواز سن رہی ہوں۔"

پھر وہ اپنے برادر سے بولی "تم نے اپنی بہن کو یہ کبھی نہیں بتایا کہ تم کہاں ہو اور کیا کرتے ہو؟"

"میں نے جے فلو اور اس کے دونوں ساتھیوں کو بتا دیا ہے کہ میں مصائب میں مبتلا رہتا ہوں۔ اسی لیے تم سے گفتگو کرنے کے سلسلے میں محتاط اور تم سے بہت سی باتیں چھپاتا ہوں۔ اب اطمینان ہو رہا ہے کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے محبوب کی موجودگی میں تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

وہ بولی "آج اچانک بہت ساری باتیں مجھے حیران بھی کر رہی ہیں اور خوشی بھی ہو رہی ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ صرف تم ہی نہیں' میرا ہونے والا جیون ساتھی بھی میرے بھائی سے کم نہیں ہے۔"

کینی بال نے کہا "ہیلو ریٹا! تم بہت خوش نصیب ہو لیکن تم لوگوں کو کچھ عرصے تک جدا رہنا پڑے گا اور میں تمہارے ذریعے جے فلو سے کہہ رہا ہوں کہ اب وہ یہاں سے جائے بعد میں اس سے گفتگو ہوگی۔"

جے فلو نے رخصت ہوتے وقت ہیلو ریٹا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پھر کہا "ہم عارضی طور پر جدا ہوں گے پھر خدا کی مرضی ہوگی تو جلد ہی ایک دوسرے کے شریک سفر بن جائیں گے۔"

اس کے بعد وہ جدا ہو گئے۔ جے فلو میوزیم کے باہر آیا۔ وہاں جے کافو انتظار کر رہا تھا اور جے کافو کے دماغ میں جے سامو موجود تھا۔ ان تینوں کی توقعات کے خلاف حالات کا رخ بدل گیا تھا۔ انہیں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ ہیلو ریٹا کے بھائی کینی بال پر کس حد تک بھروسا کیا جا سکتا ہے؟ اور بھروسا کرنے کے لیے یہ لازمی تھا کہ بہت محتاط ہو کر اسے آزمایا جائے۔

جب تک کینی بال امریکی اکابرین کی قید سے رہائی حاصل نہ کر لیتا اور ان تینوں کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو جاتا۔ اس وقت تک ان کے درمیان بات نہیں بن سکتی تھی۔

ان تھری جے نے ابتدا میں ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ تینوں کسی چوتھے فرد پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے اگر کوئی معصوم ہو اور مجرمانہ زندگی نہ گزارتا ہو' تب بھی اس سے محتاط رہیں گے اگر کوئی مجرمانہ زندگی گزارتا ہو لیکن بہت مجبور ہو۔ کسی کے شکنجے میں اور اپنے اختیار میں نہ ہو تب بھی وہ پس پردہ رہ کر اس کی زیادہ سے زیادہ مدد کریں گے۔ اگر وہ کینی بال اپنی بہن کی بہتری کے لیے اس کا مستقبل شان دار بنانے کے لیے ان تھری جے پر اعتماد کر رہا تھا ان سے دوستی کرنا چاہتا تھا تو اس سلسلے میں ان تینوں کو بہت دور تک بہت کچھ سوچنا تھا۔

انہوں نے سب سے پہلے اس پہلو سے سوچا کہ جب کینی بال ان تینوں سے اپنی بہن کے مستقبل کے بارے میں اور ان سے اپنی دوستی کے بارے میں کہہ رہا تھا تو کیا اس کینی بال کے دماغ میں کوئی دوسرا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود نہیں ہوگا؟

یقیناً موجود ہوگا۔ امریکی اکابرین نے کینی بال کو یونہی آزادی سے خیال خوانی کرنے کا موقع نہیں دیا ہوگا۔ دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے اس وقت کوئی نہ کوئی اس کے دماغ میں موجود رہا ہوگا۔

کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ کینی بال کے ذریعے تھری جے کو ٹریپ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی بہن سے رشتے داری کرانے کی آڑ میں کسی دن' کسی وقت بھی ان تینوں کو پھانس کر انہیں اپنا معمول اور تابع بنانا چاہتے ہیں۔

تھری جے ایسے نادان نہیں تھے۔ وہ دور تک ہر معاملے کو ہر پہلو سے سمجھتے تھے۔ پھر عمل کرتے تھے۔ وہ دوستی اور رشتے داری کرنے سے پہلے ان حالات اور تجربات کی روشنی میں پوری ذہانت سے تمام پہلوؤں پر غور کر رہے تھے۔

○☆○

اسرائیلی اور یہودی قوم کو ان کی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا واپس مل گئی تھی لیکن تمام یہودی اکابرین اس کشمکش میں مبتلا تھے کہ جو الپا واپس آئی ہے وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آلۂ کار بن کر آئی ہے یا پہلے کی طرح کسی کے دباؤ میں نہیں ہے؟

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے تمام اکابرین سے کہا "نارنگ میرے بگ برادر کے جسم میں رہ کر آپ لوگوں کے دل و دماغ میں میرے خلاف زہر پھیلا چکا ہے۔ میں اپنی سچائی کا یقین نہیں دلا سکوں گی۔ یہ بات آپ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کو یقین آئے یا نہ آئے۔ میں تو ہر حال میں یہاں پہلے والی الپا بن کر رہوں گی۔ آپ مجھے اس ملک سے نہیں نکال سکیں گے۔ میں یہاں تمام معاملات میں مداخلت کروں گی۔ آپ سب بے بسی سے دیکھتے رہیں گے اگر میں چیلنج کروں گی کہ میں دشمنوں کی آلۂ کار ہوں تب بھی آپ لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "بے شک! تم دشمن بن کر بھی

ہم سے گفتگو کروگی تو ہم تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"اور میں دشمن بن کر کبھی آپ لوگوں سے گستاخی نہیں کروں گی۔ ایک دن یقین دلاؤں گی کہ میں آپ لوگوں کی وہی الپا ہوں۔ میں اپنے ملک اور قوم کی وفادار تھی۔ وفادار ہوں اور وفادار رہوں گی۔"

ایک حاکم نے کہا "تم نے اپنی موت کا ڈراما کیوں کیا تھا' ویسے ہم سمجھ رہے ہیں۔ تم نے نارنگ کو ٹریپ کرنے کے لیے وہ چال چلی تھی۔"

دوسرے حاکم نے کہا "اور جب نارنگ مرگیا تو تم واپس آگئیں۔ ایک سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے' جس طرح تم ڈرامائی انداز میں مرنے کے بعد واپس آئی ہو' کیا نارنگ بھی اسی طرح واپس آسکتا ہے؟"

"ہاں واپس آسکتا ہے لیکن اسے میرے بگ برادر کا جسم واپس نہیں ملے گا۔ وہ کسی دوسرے کے جسم میں جاکر ایک نئی زندگی حاصل کرچکا ہوگا۔"

"پھر تو وہ تم سے انتقام لینے کے لیے یہاں ہم سب کے لیے بھی مسائل پیدا کرتا رہے گا۔"

"بے شک میں اس بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔ پتا نہیں وہ کس کے جسم میں گیا ہوگا۔ کیا کررہا ہوگا اور پھر ہمیں پریشان کرنے کے لیے کب اچانک ہی آجائے گا؟"

"کیا وہ ابھی تک ہمارے ملک میں ہوگا؟"

"میں اندازے سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ مجھ سے انتقام لینے کے لیے اسی ملک میں ہوگا۔ پتا نہیں اس نے ہمارے کس یہودی جوان کا جسم حاصل کیا ہے۔ اس کی یہ آتما شکتی بہت ہی خطرناک ہے۔"

"الپا! تم نے ہمیشہ بڑی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ اس بار بھی اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے اپنی ذہانت سے کام لو۔ کچھ کرو۔ ورنہ وہ دشمن جادوگر جب تک تم سے انتقام نہیں لے لے گا' ہمیں اور ہمارے ملک کو طرح طرح سے نقصان پہنچاتا رہے گا۔"

"میں بھی آپ کی طرح فکرمند ہوں۔ ابھی جارہی ہوں۔ اپنے کچھ ذرائع اختیار کروں گی۔ دیکھتی ہوں شاید اس کا سراغ مل جائے اگر سراغ مل گیا تو میں آپ لوگوں کو اطلاع دوں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ اپنی ایک خفیہ پناہ گاہ میں دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وہ ایک خوب صورت سا بنگلا تھا لیکن وہ وہاں تنہا نہیں تھی۔ اس کے ساتھ وچ ڈاکٹر جمال رابن کا بھائی بھی تھا اس کا نام جیکب رابن تھا۔

پہلی ملاقات میں یا ابتدائی چند ملاقاتوں میں انسان کی نیت اور اس کے چھپے ہوئے ارادے سمجھ میں نہیں آتے۔ جب وہ پہلی بار جیکب رابن سے ملی تو اس نے بڑی فراخ دلی سے کہا "آپ میرے دماغ میں آکر میرے چور خیالات پڑھ سکتی ہیں۔"

اور اس نے جیکب رابن کے چور خیالات پڑھے تھے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ اپنے بھائی جمال رابن کی طرح الپا کا وفادار ہے اور اس کی خدمت کرکے دلی مسرتیں حاصل کرتا ہے۔

اس کے وہ خیالات پڑھ کر الپا مطمئن ہوگئی تھی۔ اس وقت یہ بھول گئی تھی کہ وہ ایک وچ ڈاکٹر بھی ہے۔ جب وہ الپا پر عمل کرسکتا ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں گھس آئے تو اس نے خود پر بھی ایسا کوئی عمل کیا ہوگا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں تو آئیں لیکن اس کے چور خیالات کو صحیح طور پر پڑھ نہ پائیں۔

جیکب رابن کے دماغ کا چور خیالات والا خانہ ایک بھول بھلیاں تھا۔ الپا وہاں پہنچ کر بھول بھلیوں میں گم ہوگئی تھی۔ جو کچھ اسے معلوم ہوا اس سے مطمئن ہوگئی تھی۔ کالے جادو کے سلسلے میں جیکب رابن اپنے بھائی جمال رابن سے زیادہ باکمال تھا۔ جمال رابن' الپا کا فرماں بردار تھا اور یہ جیکب رابن' الپا کا طلب گار تھا۔ اسے پہلی بار دیکھتے ہی اس کے شیطانی ارادوں نے کہا "حسین بھی ہے اور عمر زیادہ ہونے کے باوجود بھرپور جوان بھی پھر ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے۔ میرے بہت کام آئے گی۔ اسرائیلی اکابرین یہاں کے ظاہری حکمران ہیں اور الپا درپردہ ان سب پر حکمرانی کرتی آرہی ہے اور کئی برسوں سے وہاں کی بے تاج ملکہ بنی ہوئی ہے۔ ایسی بھرپور عورت میرے زیر اثر رہ کر مجھے مملکت اسرائیل کا حکمران بنائے رکھے گی۔"

اس نے یہ طے کرلیا تھا کہ جب وہ اپنے دماغ کو مردہ ظاہر کرنے آئی ہے تو اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اس نے بظاہر دماغ کو مردہ کرنے والی کیل پر کئی طرح کے منتر پڑھ کے اس کے سر کے پچھلے حصے میں اسے پیوست کردیا تھا۔ وہ اس وقت غافل تھی۔ نہیں جانتی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ اس نے دوسری کیل پر بھی کئی طرح کے منتر پڑھے تھے پھر اسے بھی سر کے پچھلے حصے میں پیوست کردیا تھا۔ وہ دوسری کیل الپا کو اس کی معمولہ اور تابع بنائے رکھنے کے لیے تھی۔

وہ دوسری صبح تک غفلت کی نیند سوتی رہی۔ جب بیدار ہوئی تو اس نے بستر کے قریب جیکب رابن کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ اس وقت وہ بہت ہی خوب رو اور پرکشش لگ رہا تھا۔ وہ اپنی دونوں بانہیں آگے بڑھا کر بولی "تم؟ تم میرے خوابوں میں اور خیالوں میں آتے رہے اور مجھے تڑپاتے رہے۔ میں تمہارے بغیر ادھوری ہوں آج میری نگاہوں کے سامنے آگئے ہو تو دور کیوں ہو؟ میرے دھڑکنوں سے لگ جاؤ۔"

جیکب رابن نے قریب آکر اس کی بانہوں کو اپنے گلے کا ہار بننے دیا۔ عورت جب ہاری ہے تو اسی طرح گلے کا ہار بننے کے لیے رہ جاتی ہے۔

الپا پہلے کی طرح ذہین اور حاضر دماغ تھی۔ پہلے کی طرح آزاد اور خود مختار تھی اور اپنی خوش قسمتی کے مطابق پہلے کی طرح کامیاب کہ یہ جان نہیں سکتی تھی۔ یہ جان نہیں سکتی تھی کہ اس پر جیکب کے دباؤ میں نہیں تھی۔ یہ جان نہیں سکتی تھی کہ اس پر جیکب رابن نے صرف ایک کیل کے ذریعے عمل کیا ہے اور اسے ہمیشہ کے لیے اپنی معمولہ اور تابع بنالیا ہے۔ یہ بات وہ کبھی سمجھ نہیں سکتی تھی۔

جیکب رابن... اپنا عمل کرنے کے بعد دوسرے دن جادو کے سلسلے میں استعمال ہونے والا تمام سامان لے کر الپا کے بنگلے میں آیا۔ الپا اس کے ساتھ بہت خوش تھی۔ اپنی نادانستگی میں اپنی مرضی سے اس کے تصرف میں رہنے لگی۔ اس نے کہا "جیکب! میں خیال خوانی میں مصروف رہتی ہوں ایسا نہ کروں تو دشمن مجھے ایک پل کے لیے بھی جینے نہیں دیں گے۔ اب تم سے ایک گزارش ہے۔ تم اپنے جادوئی عمل سے معلوم کرنے کی کوشش کرو نارنگ میرے بگ برادر کا جسم چھوڑ کر کہاں چھپا ہوا ہے؟ میں بھی اسے تلاش کررہی ہوں۔"

یہ معلوم کرنا ضروری تھا۔ ورنہ نارنگ اس کی بے خبری میں اچانک حملہ کرسکتا تھا۔ لہٰذا پھر وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے مختلف ذرائع استعمال کرتے ہوئے معلوم کرنے کی کوشش کررہی تھی اور جیکب رابن بھی اپنے کالے عمل کے ذریعے اسے تلاش کررہا تھا۔

دو دنوں کے بعد اسرائیلی فوج کے اعلیٰ افسر نے اپنے دماغ میں ایک آواز سنی "ہیلو کمانڈر انچیف! میں برین آدم بول رہا ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے حیرانی سے پوچھا "تم؟ برین آدم ہو؟ لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ برین آدم کو ہلاک کیا جاچکا ہے۔ ہم نے اسے پورے اعزازات کے ساتھ سپردِ خاک کیا تھا پھر تم کون سے برین آدم ہو؟"

"میں اصلی برین آدم ہوں جسے تم لوگوں نے دفن کیا ہے' وہ نقلی تھا۔ میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے اپنا ہم شکل بنایا تھا۔ تاکہ الپا دھوکا کھا جائے۔ اسے اصلی برین آدم یعنی الپا اپنا بگ برادر سمجھ کر اسے ہلاک کرادے اور اس نے یہی کیا تھا۔"

"اگر تم برین آدم ہو تو بتاؤ یہ کیا تماشا ہے؟ ایک بار الپا مرجانے کے بعد زندہ ہوکر آگئی ہے۔ دوسری بار تم مرجانے کے بعد زندہ ہونے کا دعویٰ کررہے ہو۔"

اس اعلیٰ افسر نے اپنے فون کو تمام اکابرین کے ذاتی فون سے منسلک کیا۔ اس طرح انٹرلنک کے ذریعے وہ اپنے ایک فون سے تمام اکابرین تک اپنی آواز پہنچا سکتا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کی باتیں سن سکتا تھا۔ اس نے کہا "اس وقت برین آدم خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ میں ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ برین آدم ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا اور یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے برین آدم ہونے کا دعویٰ کررہا ہے۔"

نارنگ نے کہا "میں تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں میری باتیں تمہارے ذریعے دوسروں تک پہنچ رہی ہیں۔ لہٰذا تمہیں یاد دلاؤں کہ میں ٹیلی پیتھی نہ جاننے کے باوجود خیال خوانی کے ذریعے اس طرح تم لوگوں کے پاس آتا رہا۔ میرے پاس دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ جن کا ذکر میں پہلے بھی کرچکا ہوں اور پہلے بھی ان کے ذریعے تم لوگوں سے گفتگو کرچکا ہوں۔ میری یہ بات تمام اکابرین تک پہنچادو۔ اس کے بعد دوسری بات ہوگی۔"

اس نے تمام اکابرین کو یہ باتیں بتائیں۔ ان میں سے ایک حاکم نے کہا "الپا نے اور برین آدم نے ہم سب کو بری طرح الجھا کر رکھ دیا ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہے ہم کسے سچا سمجھیں اور کسے جھوٹا؟"

نارنگ تک یہ بات پہنچی تو اس نے کہا "جس طرح آپ لوگ الپا پر بھروسا کررہے ہیں کہ وہ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آلۂ کار نہیں ہے۔ کسی کے دباؤ میں نہیں ہے۔ اس طرح مجھ پر بھروسا کیا جائے۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ ہم دونوں میں سے کون قابل اعتبار ہے کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟"

"پتا نہیں کب حقیت سامنے آئے گی؟ تم میں سے کوئی ایک ہمارے ملک کا اور ہماری قوم کا دشمن ہے۔ جب تک تم دونوں کی حقیقت سامنے آئے گی اس وقت تک تم میں سے کوئی ایک دشمن بن کر ہمارے ملک کے اہم راز چرا تا رہے گا۔"

نارنگ نے کہا "الپا یہی کررہی ہے۔ میں اسی لیے واپس آیا ہوں۔ الپا کو اپنے ملک اور اپنی یہودی قوم کے لیے دردِ سر بننے نہیں دوں گا۔ یہاں کا ایک راز بھی وہ چرا کر اپنے کسی عامل کو نہیں دے سکے گی۔"

اسی وقت الپا خیال خوانی کے ذریعے اکابرین میں سے ایک کے دماغ میں آئی تو اسے پتا چلا کہ برین آدم کے نام سے نارنگ واپس آگیا ہے اور خیال خوانی کے ذریعے دعویٰ کررہا ہے' جس طرح الپا مرنے کے بعد زندہ ہوگئی تھی۔ اسی طرح وہ بھی زندہ ہوکر واپس آیا ہے۔

وہ کمانڈر انچیف کے دماغ میں جاکر نارنگ کی باتیں سننے لگی۔ اس کی آواز اور لب ولہجے کو اپنی گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔

اس نے پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی پھر بولی "نارنگ سانس نہ روکنا' میری ایک بات سن لو۔"

مگر اس نے ایک بات بھی نہیں سنی۔ سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر اپنے صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنے بیڈ روم سے نکل کر بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی آخری کمرے میں آئی۔ اس کمرے میں کوئی سامان نہیں تھا۔ صرف کالے عمل کے سلسلے میں ضرورت کا کچھ سامان رکھا ہوا تھا۔ کمرے کے وسط میں جیکب رابن بیٹھا ہوا کچھ منتر پڑھ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی الپا ٹھٹک گئی۔

اگر وہ اس کی تنہائیوں کا رازدار نہ ہوتا تو الپا دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ کر وہاں سے پلٹ کر بھاگ جاتی۔ کیونکہ اس کے بدن پر لباس نہیں تھا۔ وہ ننگ دھڑنگ ننگے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر کے چاروں طرف دو دو بڑی کیلیں پیوست تھیں۔ آدھی سر میں گھسی ہوئی تھیں اور آدھی باہر نکلی ہوئی تھیں۔ اس کے دونوں ہاتھ فضا میں اٹھے ہوئے تھے اور دونوں مٹھیوں میں ایک ایک خنجر تھا۔ اس نے خنجر کی دھار کو مٹھیوں سے اس طرح جکڑ رکھا تھا کہ اس کی ہتھیلیاں اور انگلیاں کسی حد تک کٹ چکی تھیں اور لہو خنجر کی دھار سے ہو کر خنجر کی نوک سے ٹپکتا ہوا فرش پر بہہ رہا تھا۔ اس کے سامنے کچھ فاصلے پر ایک انسانی کاسۂ سر رکھا ہوا تھا۔ اس سر پر انگارے دہک رہے تھے اور ان انگاروں سے لوبان کا دھواں نکلتا ہوا کمرے کی فضا میں پھیل رہا تھا۔

الپا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک رات پہلے اسے کہا تھا "کبھی کبھی کالے جادو میں ناکامی ہوتی ہے تو شیطان کو خوش کرنے کے لیے اپنا لہو بہانا پڑتا ہے۔ تب شیطان خوش ہوتا ہے اور اپنے من کی مراد پوری ہوتی ہے۔"

الپا نے پوچھا تھا "آخر کب ہماری مراد پوری ہوگی؟ کب نارنگ ہماری مٹھی میں آئے گا؟ ہم اسے چھٹے جسم میں پہنچا کر پھر ساتویں جسم میں پہنچا کر..... کب ہلاک کریں گے؟ اس سے کب ہمیشہ کے لیے پیچھا چھوٹے گا؟"

جیکب راہن نے کہا تھا "اگر مجھے ایسے ہی ناکامی ہوتی رہی تو میں پھر ایسا عمل کروں گا جس میں صرف ہمارے جیسے وچ ڈاکٹر ہی اپنا لہو بہا کر اور اذیتیں برداشت کر کے شیطان کو خوش کرتے ہیں۔"

اور الپا دیکھ رہی تھی کہ وہ اپنا لہو بہا رہا تھا۔ اپنے سر کے چاروں طرف دو دو کیلیں پیوست کر کے اذیتیں برداشت کر رہا تھا۔

الپا کھلے ہوئے دروازے کی چوکھٹ سے لگ کر اور بری طرح سہم کر بولی "اوہ گاڈ! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ جیکب یہ تم کیا کر رہے ہو؟ فار گاڈ سیک یہ عمل نہ کرو۔ تم مر جاؤ گے۔ میں اکیلی رہ جاؤں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی جیکب نے ایک گہری سانس اپنے اندر لی پھر سانس جھٹکے سے باہر کی تو دونوں ہاتھوں سے خنجر چھوٹ کر فرش پر گر پڑے۔ اس نے پھر ایک گہری سانس لی پھر سانس کو ایک جھٹکے سے باہر نکالا تو سر سے دو کیلیں نکل کر گر پڑیں۔ اس نے پھر گہری سانس اندر لی پھر ایک جھٹکے سے سانس باہر کی تو دو کیلیں اور نکل کر گر پڑیں۔ اس کے اس طرح عمل کرتے رہنے سے سر کی تمام کیلیں نکل گئیں۔ اس نے آنکھیں کھولیں پھر الپا کی طرف سر گھما کر دیکھا۔ وہ آنسوؤں سے رو رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"تم بالکل پریشان نہ ہو' آنسو پونچھ لو۔ یہ نارنگ پر محض جادوئی حملہ تھا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ پلیز خاموش ہو جاؤ۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے اس کے قریب آئی پھر بولی "کچھ کامیابی ہوئی؟"

"ہاں کامیابی ہوئی بھی اور نہیں بھی۔"

"میرا خیال ہے وہ اسی ملک میں ہے۔ اسی شہر میں ہے۔ ہمارے اکابرین سے میرے خلاف بول رہا تھا۔"

"وہ نہیں بول رہا تھا۔"

الپا نے حیرانی سے پوچھا "کیا کہنا چاہتے ہو؟ کیا ابھی بھی جو آواز سنی ہے' وہ نارنگ کی نہیں تھی؟"

"نارنگ اس وقت تپیا میں مصروف ہے۔ میں نے آنکھوں کے پیچھے دیکھا' وہ ایک اونچی جگہ پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے چاروں طرف ایک دائرہ سفید رنگ سے بنایا ہوا ہے۔ میرے سر میں پیوست رہنے والی دو کیلیں اس کی طرف جا رہی تھیں پھر وہ اس حلقے کے باہر رک گئیں۔ اس دائرے پر عمل کیا گیا ہے۔ اس کے اندر نہ کوئی چیز جا سکتی ہے' نہ وہاں انسانی قدم پہنچ سکتے ہیں۔ نہ ہی ہمارا منتر کچھ اثر دکھا سکتا ہے۔"

وہ بولی "ٹھہرو میں فرسٹ ایڈ بکس لاتی ہوں۔ پہلے تمہارے زخموں کی مرہم پٹی کروں گی۔"

وہ اس کی طرف دونوں ہتھیلیاں بڑھا کر بولا "جب تک یہ کالا عمل جاری تھا۔ میرے ہاتھوں میں خنجر تھا۔ عمل ختم ہوتے ہی خنجر ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ لہو بہنا بند ہو گیا ہے۔ یہ دیکھو۔"

اس نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اس کی طرف بڑھایا۔ واقعی لہو نہیں بہہ رہا تھا۔ جہاں جہاں ہتھیلیوں اور انگلیوں کی کھال کٹ گئی تھی' وہاں خون جم گیا تھا اور ایسا لگ رہا تھا کہ وہ زخم پھر بھرنے والے ہیں وہ مسکرا کر بولا "میری فکر نہ کرو اور یہ سنو کہ نارنگ کیسی چالیں چل رہا ہے۔"

"ہاں اس کے بارے میں کچھ بتاؤ کیا وہ ہمارے قابو میں آ جائے گا؟"

"یہی ابھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ تم کہہ رہی ہو کہ نارنگ ابھی یہاں کے اکابرین سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کر رہا ہے اور میں بڑی دیر سے عمل کر رہا ہوں۔ اسے اس دائرے کے اندر تپیا کرتے دیکھ رہا ہوں۔ جب وہ تپیا میں مصروف ہے تو پھر یہ اکابرین سے کون گفتگو کر رہا ہے؟"

الپا نے کہا "اور کون گفتگو کرے گا؟ اگر وہ خود اکابرین سے نہیں بول رہا تھا تو اس نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دوستی ہو گی۔ اس کا وہی ٹیلی پیتھی جاننے والا دوست نارنگ بن کر ہمارے اکابرین سے بول رہا ہو گا۔"

اس نے الپا سے کہا "تم میرے دماغ میں آؤ میں آنکھیں بند کر کے منتر پڑھ رہا ہوں۔ میرے منتر کی آواز جس سمت جائے گی اسی سمت وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دوست موجود رہے گا۔ تم اس کی آواز سن سکو گی پھر اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے پاس پہنچ سکو گی۔"

الپا خیال خوانی کے ذریعے جیکب کے دماغ میں آ گئی۔ جیکب نے آنکھیں بند کیے دونوں ہتھیلیاں فضا میں پھیلا کر اونچی آواز سے منتر پڑھنے لگا۔ الپا اس کے اندر رہ کر اس کی آواز سن رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی اسے وہی نارنگ کی آواز سنائی دی۔ وہ اکابرین میں سے ایک فوجی افسر کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا "مسٹر کمانڈر انچیف! آپ کا مطالبہ بچکانا ہے نہ میں آپ کے سامنے آؤں گا' نہ ہی الپا آئے گی۔ میں پھر ایک بار یقین دلاتا ہوں' ذرا صبر کریں' میں جلد ہی الپا کو اس کی خفیہ پناہ گاہ سے نکال کر اس کی لاش تحفے کے طور پر آپ لوگوں کو پیش کروں گا اور جب پورا یقین ہو جائے گا کہ وہ مر چکی ہے تو میں خود ہی منظر عام پر آ جاؤں گا۔"

الپا' جیکب کے دماغ میں رہ کر اس کی باتیں اور آوازیں سن رہی تھی۔ اس کے لب و لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کر رہی تھی پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ تو اس نے سانس روک لی۔

اس نے پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "پلیز سانس نہ روکنا۔ مجھ سے دو باتیں کر لو۔"

وہ بولا "میں جہاں تک سمجھ رہا ہوں۔ تم شاید الپا ہو۔"

"ہاں میں الپا ہوں مگر تم کون ہو؟"

"میرا نام بھیما داس ہے۔ میں گرو نارنگ کا چیلا ہوں۔ اپنے گرو کی سیوا کرنا میرا دھرم ہے۔ مگر تعجب ہے تم نے میری آواز کیسے سنی ہے؟ یہاں میرے دماغ تک کیسے پہنچ گئی ہو؟"

"ایک تم اور تمہارا گرو ہی کالا جادو نہیں جانتے ہیں۔ میرا ایک ساتھی بھی بہت بڑا جادوگر ہے۔ اسی نے میرے دماغ کو بظاہر مردہ بنا دیا ہے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر نہیں آ سکتا۔"

"گرو نے مجھے بتایا تھا کہ تم کسی وچ ڈاکٹر کے ذریعے یہ عمل کراتی ہو اور دشمنوں سے محفوظ رہتی ہو۔"

"صرف اتنا ہی نہیں' میں نے اس وچ ڈاکٹر ساتھی کے ذریعے تمہارے گرو کو ڈھونڈ لیا ہے لیکن اس کے قریب نہیں پہنچ پا رہی ہوں۔ اس کے چاروں طرف جو دائرہ ہے اس کے اندر میرا وچ ڈاکٹر ساتھی نہیں پہنچ پا رہا ہے۔"

بھیما نے ہنستے ہوئے کہا "وہ دائرہ نہیں' لکشمن ریکھا ہے۔ تم نہیں جانتیں کہ یہ لکشمن ریکھا کیا ہوتی ہے۔ بس اتنا سمجھ لو کہ یہ ایک ایسی لکیر ہوتی ہے' جس کے اندر کوئی گیانی بھی قدم نہیں رکھ سکتا۔ میں نے جو دائرے کی طرح لکیر کھینچی ہے' وہ لکیر دیوار بن گئی ہے۔ تمہارے ساتھی کا کوئی جادو اس دیوار سے گزر کر میرے گرو تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

الپا اس سے باتیں کر رہی تھی۔ اس کے چور خیالات کے ذریعے معلوم کر رہی تھی کہ وہ ایک کمرے میں بیٹھا ہوا ہے اور کھڑکی کے باہر دیکھ رہا ہے۔ باہر سڑک کے دوسری طرف ایک بہت بڑا مندر دکھائی دے رہا تھا۔ بہت سی ہندو عورتیں اور مرد آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ نارنگ ہندوستان پہنچ گیا ہے۔ الپا..... بھیما کو باتوں میں لگا کر اسی حد تک معلومات حاصل کر سکتی تھی۔ وہ اس کے چور خیالات کو یہ اگلنے پر مجبور نہیں کر سکتی تھی کہ وہ ہندوستان کے کس شہر میں ہے اگر وہ اس کے چور خیالات کو چھیڑتی تو بھیما سمجھ لیتا کہ الپا اس کے اندر رہ کر مکاری کر رہی ہے۔

اس نے پوچھا "بھیما! کیا ہماری دوستی ہو سکتی ہے؟"

"ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے لیکن میرے گرو دیو نے کہا ہے' کہ تمہاری دوستی اور دشمنی بھی مہنگی پڑتی ہے۔ یہ تو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں' تمہاری دشمنی کی وجہ سے گرو دیو مرتے مرتے بچ گئے ہیں۔ میں نہ ہوتا تو تم انہیں مار چکی ہوتیں۔"

"تم دوستی کرو گے تو میں تمہارے گرو دیو سے دشمنی نہیں کروں گی۔ تم سے التجا کروں گی کہ اپنے گرو دیو کو سمجھاؤ' وہ میری مخالفت نہ کریں۔ میری دشمنی کی صرف یہی ایک وجہ ہے اگر وہ میرے ملک میں نہیں آئیں گے تو میں ان کی بہترین دوست بن کر دکھاؤں گی۔"

"تم درست کہتی ہو۔ میرے گرو دیو تم سے اور تمہارے ملک سے صرف اس لیے دشمنی کر رہے تھے کہ میڈم سونیا کے تابع تھے۔ انہیں خوش کرنے کے لیے تمہیں پریشان کر رہے تھے۔"

"یہ شرم کی بات ہے کہ تمہارے گرو دیو ہندو ہو کر مسلمانوں کی غلامی کرتے ہیں۔"

میں ہندو ہوں اور تم یہودی ہو ہم دونوں متحد ہو جائیں تو ان مسلمانوں کو ہر معاملے میں شکست دیتے رہیں گے۔

وہ خوش ہو کر بولی "تم ایک بار مجھ سے دوستی کر کے دیکھو۔ ہم دونوں مل کر واقعی انہیں ہر قدم پر شکست دیتے رہیں گے۔ میں ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں۔ ضرور کہو میں سن رہا ہوں۔"

"تم اس دوستی کے سلسلے میں گرو دیو سے کیوں بات کرنا چاہتے ہو؟ وہ تو چالیس دنوں تک تپیا میں مصروف رہیں گے۔ کیا ہم چالیس دنوں تک دوست بن کر نہیں رہیں گے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ ہم آج ہی سے اور ابھی سے دوستی کے معاملات اس طرح طے کریں گے کہ بعد میں گرو دیو اس بات کا برا نہیں مانیں گے۔"

"واہ' بھیما تم نے اپنی دانش مندی سے دل خوش کر دیا ہے۔ میں سوچ رہی تھی پتا نہیں' تم کون ہو؟ کیسے ہو؟ تمہاری باتوں سے تو میں نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ بہت ذہین ہو اور حاضر دماغی سے فیصلہ کر لیتے ہو لیکن ظاہری طور پر کیسے ہو؟ قد آور ہو؟ اسمارٹ ہو؟ میں تمہیں ایک نظر ضرور دیکھوں گی۔"

"الپا! تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں برسوں سے نام کماتی آ رہی ہو۔

آج میرے بارے میں اتنی لگن سے سوچ رہی ہو تو مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ آج میں جیسا بھی دکھائی دیتا ہوں کچھ دنوں بعد ویسا نظر نہیں آؤں گا۔ میں پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے کو اور بدن کی رنگت کو بدل رہا ہوں۔ میرا قد ساڑھے چھ فٹ ہے اور اتنا صحت مند ہوں کہ میرا بدن پھولا دنبہ نہیں' فولاد' وہ بات یہ ہے کہ میں یہاں دن رات ہندی بولتا ہوں اس لیے زبان سے ہندی تلفظ ادا ہو جاتا ہے مگر میں جب سے عربی اور تمہاری عبرانی زبان سیکھ رہا ہوں' تب سے صحیح طرح بولنا آگیا ہے۔ کیا میں تمہاری عبرانی زبان کسی حد تک صحیح بول رہا ہوں تم بتاؤ؟"

"اوہ فنٹاسٹک! تم تو عبرانی زبان ایسے ہی بول رہے ہو جیسے کٹر یہودی ہو۔ تم نے ہماری زبان پر عبور حاصل کرلیا ہے کیا بہت عرصے سے سیکھ رہے ہو؟"

وہ مسکرا کے بولا "نہیں میں نے عبرانی زبان سیکھنے کے لیے ایک یہودی کو ٹریپ کیا تھا۔ ایک عامل کو حکم دیا تھا کہ وہ یہ زبان میرے ذہن پر نقش کرے۔ مجھ پر تنویمی عمل کرکے پہلے عربی زبان نقش کرائی گئی۔ اس طرح میں انگریزی' فرانسیسی' عربی' عبرانی اور روسی زبان اچھی طرح سمجھنے اور بولنے لگا ہوں۔"

"بے شک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہ تمام زبانیں سیکھ لینا چاہئیں جو تمام دنیا میں زیادہ سے زیادہ بولی جاتی ہیں۔"

"ہمیں دوستی کے سلسلے میں چند اہم باتوں کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے۔ پہلی بات یہ کہ ہم دونوں کبھی ایک دوسرے کے سامنے نہیں آئیں گے اور ایک دوسرے کو اپنے اپنے دماغ میں بھی نہیں آنے دیں گے۔ میرے ساتھ ایک آلۂ کار رہے گا۔ تم بھی کوئی اپنا آلہ کار بنا کر رکھو۔ ہم ان آلۂ کاروں کے دماغوں میں پہنچ کر گفتگو کیا کریں گے۔"

"یہ احتیاطی تدابیر ضروری ہیں۔ میں تسلیم کرتی ہوں۔ ہم انہی تدابیر پر عمل کرتے رہیں گے۔"

"تم یہاں کے وقت کے مطابق کل صبح دس بجے میرے دماغ میں آؤ۔ میں اس وقت تک کسی کو اپنا آلۂ کار بنالوں گا۔ تم آؤ گی تو میں تمہیں اس کے دماغ میں پہنچا دوں گا۔ پھر میں تمہارے کسی آلۂ کار کے دماغ میں آؤں گا۔ کیا یہ ٹھیک رہے گا؟"

اس نے تائید کی "بالکل ٹھیک رہے گا۔ ہم دونوں ہم مزاج ہیں جیسا میں سوچتی ہوں' ویسا ہی تم کہہ رہے ہو۔ مجھے پوری امید ہے' ہم دونوں کی دوستی رنگ لائے گی اور ہم ہمیشہ کامیاب و کامران رہا کریں گے۔ اب میں جارہی ہوں کل صبح دس بجے تمہارے پاس آجاؤں گی۔"

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ الپا دماغی طور پر جیکب رابن کے سامنے حاضر ہوگئی۔ اسے بتانے لگی کہ اس نے کس طرح نارنگ کے چیلے بھیا داس کو شیشے میں اتارا ہے' اس سے دوستی کررہی ہے۔ آئندہ اس کی دوستی سے بہت سے فائدے اٹھانے والی ہے۔

دوسری طرف بھیا نے فون کے ذریعے کہا "ہیلو مسٹر جیکب! تم چاند ماری پہنچ گئے ہو؟"

"یس سر! میں آپ کا انتظار کررہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

"اس نے فون بند کیا پھر اپنے رہائشی مکان سے نکل کر اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک گھنٹہ لگ جانے لگا۔ ایک برس پہلے تک وہ ایک معمولی ہندوستانی جوان تھا جس نے صرف آٹھ جماعتوں تک ہندی پڑھی تھی۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں جانتا تھا لیکن ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد اس نے بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔ کئی زبانیں سیکھنے کے علاوہ اس نے ڈرائیونگ سیکھی تھی۔ سوٹ بنک ٹائی پہن کر اونچی سوسائٹی میں جانے اور وہاں کے طور طریقوں کو سمجھنے کے مراحل سے بھی گزر چکا تھا۔ ابھی وہ چاند ماری کی طرف جارہا تھا۔

چاند ماری اس جگہ کو کہتے ہیں' جہاں رائفل شوٹنگ کی تربیت حاصل کی جاتی ہے۔ ایک بدنام زمانہ قاتل اور دیگر جرائم پیشہ لوگوں کا ٹھوٹ رہنے والا جیرالڈ وہاں آیا کرتا تھا۔ اسے موجودہ جدید اسلحے کے بارے میں تفصیل سے بتایا کرتا تھا اور انہیں استعمال کرنے کے طریقے بھی سکھایا کرتا تھا۔

جیرالڈ بہت ہی خطرناک مجرم تھا۔ کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آتا تھا لیکن بھیا کی گرفت میں آگیا تھا۔ بھیا نے اسے اپنا کیا تھا پھر اسے اپنا معمول اور آلۂ کار بنالیا تھا۔ ایسا خطرناک مجرم زمانہ مجرم آئندہ اس کے بہت کام آسکتا تھا۔

وہ چاند ماری پہنچ کر جیرالڈ سے جدید اسلحے کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا اور انہیں استعمال کرنے کے طریقے سیکھتا رہا۔ دو گھنٹے بعد وہ وہاں سے واپس ہوا۔ ایک گھنٹے تک ڈرائیو کرتے رہنے کے بعد ایک بڑے سے خالی مکان کے سامنے پہنچا۔ وہ مکان خالی نہیں تھا۔ اس کے ایک بہت بڑے کمرے میں نارنگ ایک ذرا اونچی جگہ بیٹھا ہوا تپسیا میں مصروف تھا۔ اس کی چاروں طرف سفید رنگ سے ایک دائرہ کھینچا گیا تھا۔ وچ ڈاکٹر جیکب رابن کا کوئی جادو اس دائرے کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ نہ ہی نارنگ کو کوئی نقصان پہنا سکتا تھا اگر کوئی دشمن وہاں پہنچ جاتا تو اس دائرے کے اندر قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔

لیکن بھیا اس دائرے کے اندر آگیا پھر نارنگ کے قریب اس کے شانہ بشانہ اونچی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اس کی طرح تپسیا کا آسن اختیار کرتے ہوئے آدھے گھنٹے تک گیان دھیان میں مصروف رہا۔ پھر نارنگ کے دماغ میں پہنچ کر بولا "کیسے ہو؟"

اس کی آواز سن کر نارنگ تھوڑی دیر کے لیے تپسیا دھیان سے نکل آیا۔ اس کی طرف دیکھ کر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولا "بھیما مہاراج! میں آپ کا سیوک ہوں اور آپ کا آدیش مانتا ہوں۔ آپ نے مجھے ساری دنیا سے چھپا کر تپسیا کرنے کا موقع دیا ہے۔"

"ہاں موقع دیا ہے۔ کبھی تم میرے گرو تھے اور میں تمہارا چیلا تھا۔ آج میں تمہارا گرو ہوں اور تم میرے چیلے ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد تم میرے جادوئی عمل سے نکل کر آتما شکتی حاصل کرو اس لیے تمہاری آتما شکتی مکمل ہونے تک میں تمہارے دماغ پر جادوئی عمل اور تنویمی عمل کرتا رہوں گا۔ تم مہان آتما شکتی مان بن کر بھی میرے سیوک بنے کر رہو گے۔"

وہ بولا "گرو بھیما داس! میں آپ کے پیروں کی دھول..... اور دھول بن کر رہنے والا سیوک ہی پھول کی طرح اپنے گرو کے سامنے تر و تازہ رہتا ہے۔ کیا اب میں آپ کا دھیان کروں؟"

"ہاں دھیان کرو اور صرف مجھے دیکھتے رہو۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں پھر بند آنکھوں کے پیچھے بھیا کو دیکھنے لگا۔ بھیا ہر روز کی طرح اس پر تنویمی عمل کرنے میں مصروف ہوگیا۔ وہ دن کے بارہ بجے اور رات کے بارہ بجے اسی طرح عمل کیا کرتا تھا۔ تاکہ وہ آتما شکتی مکمل طور پر حاصل کرلے تو اس کے بعد بھی وہ بھیا کے مسلسل عمل کی وجہ سے اس کا غلام بنا رہے۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب ہی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وچ ڈاکٹر جیکب رابن نے بھی موقع سے فائدہ اٹھا کر الپا کو اپنی معمولہ اور تابع بنالیا تھا۔ ادھر بھیما نے بھی موقع سے فائدہ اٹھایا تھا۔ وہ نارنگ کو اپنا گرو مان کر ہمیشہ اپنے اوپر مسلط نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے برعکس وہ نارنگ کی ٹیلی پیتھی سے اور اس کی مکمل آتما شکتی سے آئندہ فائدے اٹھانا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے اپنے گرو کو اپنا غلام بنالیا تھا۔

اس نے نارنگ پر اپنے اعتماد اور اطمینان کی حد تک عمل کیا پھر اسے اپنی تپسیا جاری رکھنے کا حکم دے کر وہاں سے باہر آیا۔ وہاں سے کار میں بیٹھ کر اس سرجن کی طرف جانے لگا' جو آج اس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرنے والا تھا اور سرجری کے ذریعے ہی اس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کو گردن سے نیچے سینے تک کے حصے کا رنگ بدل کر اسے گورا چٹا بنانے والا تھا۔ لباس پہننے کے بعد اس کے ہاتھ پیر اور گردن سے نیچے سینے کے کچھ حصے تک بدن جھلک سکتا تھا اور اس حد تک جھلکنے والا حصہ گورا چٹا نظر آتا۔ لباس کے اندر چھپا ہوا بدن پہلے کی طرح کالا ہی رہتا۔

دیکھا جائے تو اکثر لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں اوپر سے اجلے اور اندر سے کالے۔

○☆○

بابا صاحب کے ادارے میں عبداللہ واسطی نامی ایک بزرگ رہا کرتے تھے۔ ان کا وطن جمہوریہ چین کا علاقہ لاؤس تھا۔ وہ دینی اور دنیاوی علوم حاصل کرنے کے لیے مختلف ممالک کا سفر کرتے ہوئے بابا فرید واسطی کے ادارے میں آئے تھے۔ وہاں کا ایمان پرور ماحول دیکھ کر وہیں رہ گئے تھے۔ بابا فرید واسطی کی تعلیمات سے اتنے متاثر ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنے نام عبداللہ کے ساتھ واسطی کا اضافہ کرلیا تھا اور اب عبداللہ واسطی کہلانے لگے تھے۔ اس ادارے میں جتنے بزرگ روحانیت کے مراحل طے کرنے کے لیے عبادت اور ریاضت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ ان میں سب سے پہلا نام عبداللہ واسطی کا تھا۔ یہ طے پا چکا تھا کہ جناب تبریزی کے بعد جناب عبداللہ واسطی کو ہی بابا صاحب کے ادارے کا چینی بزرگ رہنما تسلیم کیا جائے گا۔

جناب عبداللہ واسطی ایک دن فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد جناب تبریزی کے حجرے میں تشریف لائے پھر مودبانہ انداز میں کہا "آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ میں اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ اس کے مطابق میرا ایک بھائی اور اس کے خاندان کے افراد لاؤس میں تھے۔ آپ جانتے ہیں' کمیونزم کی بنیاد پر چین میں جمہوریت قائم ہوگئی۔ وہاں کے لوگ محنت' لگن اور خود اعتمادی کے باعث ترقی کرتے چلے آرہے ہیں لیکن جو لوگ کمیونزم کے رہنما کہلائے تھے اور جن کے ارادے نیک نہیں تھے۔ وہ جمہوریہ چین سے نکل کر لاؤس اور کمبوڈیا کی طرف چلے آئے تھے۔ انہوں نے ان ممالک میں اقتدار حاصل کرنے کے لیے عام لوگوں پر ظلم و ستم کی انتہا کردی۔ وہاں کی زراعت' صنعت اور معیشت کو بالکل تباہ کردیا۔ لوگ فاقوں سے مرنے لگے۔ بے روزگاری سے تنگ آکر انہوں نے کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہو کر ہتھیار اٹھالیے۔ وہاں کے سیاسی حالات نے میرے بھائی اور ان کے بچوں پر بہت برا اثر کیا ہے۔ وہ کھانے اور کپڑے کے محتاج ہو کر وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔"

جناب تبریزی نے کہا "اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ آپ نے ان کے بارے میں کیا معلومات حاصل کی ہیں؟ اب وہ کس حال میں ہیں؟"

"آپ جانتے ہیں' ہم روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیاوی معاملات میں دلچسپی نہیں لے سکتے۔ کسی اہم ضرورت کے وقت ہمیں اجازت ہوتی ہے کہ جو دین دار ہیں اور جن کے لیے سلامتی لازمی ہے ہم اس کی کچھ مدد کریں۔ لہٰذا میں نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے بھائی' ان کے بچوں اور دوسرے مسلمان خاندانوں کے بارے میں مختصر سی معلومات حاصل کی ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ لاؤس کے شہر ڈین بین پھو' سے ہجرت کرکے بن نام چان شہر میں آئے ہیں۔"

جناب تبریزی نے کہا "جب وہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہو رہے ہیں' تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی مدد کریں اور انہیں یہاں لے آئیں یا وہ جس ملک میں سلامتی سے پناہ لینا چاہیں' ہم انہیں اس ملک میں پہنچا دیں۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ' میں یہی چاہتا ہوں۔ مسلمانوں کی نسل کے تحفظ' سلامتی اور بقا کے لیے انہیں وہاں سے نکال کر کسی

محفوظ مقام تک پہنچا دیا جائے۔"

"اس میں مجھ سے کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس ادارے میں آپ کا ایک بلند مقام ہے۔ آپ اس ادارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہدایات دے سکتے ہیں۔ اللہ نے چاہا تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں بحفاظت کسی محفوظ مقام تک پہنچا دیں گے۔"

"اللہ تعالیٰ کی مرضی سے آپ حضرات نے مجھے یہاں ایک نمایاں مقام دیا ہے۔ اس کے باوجود آپ یہاں کے بزرگ رہنما ہیں۔ لہٰذا آپ ہی یہاں کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہدایات دیں۔ آپ کی نوازش ہوگی۔"

اسی وقت سونیا نے حجرے کے دروازے پر آکر کہا "میں آپ سے شرفِ باریابی چاہتی ہوں۔"

انہوں نے کہا "آجاؤ۔"

وہ حجرے کے اندر آئی پھر دونوں بزرگوں کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ جناب تبریزی نے کہا "تم بروقت آئی ہو۔ آؤ یہاں بیٹھو۔"

وہ ان کے قریب آکر دو زانو ہو کر بیٹھ گئی۔ جناب تبریزی نے اسے عبداللہ واسطی کے بھائی اور دوسرے مسلمانوں کے مصائب کے متعلق بتایا پھر کہا "وہاں پارس اور پورس کو جانا چاہیے۔"

سونیا نے کہا "میں بھی کچھ یہی کہنے آئی تھی۔ پارس اور پورس واشنگٹن کے معاملات سے فارغ ہو چکے ہیں۔ انہیں کسی دوسری جگہ مصروف رکھنا چاہیے پھر میں بھی فارغ نہیں بیٹھنا چاہتی۔"

"ٹھیک ہے تم بھی پارس اور پورس کے ساتھ جاؤ۔ خود کو کبھی ظاہر نہ کرو کہ وہاں ایک خاتون ٹیلی پیتھی جاننے والی موجود ہے۔ آگے چل کر پھر امریکا سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے فرہاد سے یہ معاملہ طے ہو چکا ہے کہ آئندہ امریکیوں سے نہ دوستی ہوگی' نہ دشمنی ہوگی اور ہم واقعی ان سے دشمنی نہیں کریں گے لیکن وہ لاؤس' کمبوڈیا یا تھائی لینڈ میں خوا مخواہ مداخلت کریں گے تو پھر ان کے مقابلے پر ڈٹ کر رہنا ہی ہوگا۔ پارس اور پورس بھی خود کو فرہاد کے بیٹے کی حیثیت سے اور اس ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے کبھی ظاہر نہ کریں۔"

"ہم آپ کی تمام ہدایات پر عمل کریں گے کیا میں اس سلسلے میں ابھی پارس اور پورس کو بتاؤں؟ انہیں اب امریکا سے نکل جانا چاہیے۔"

"بیشک تم ان سے رابطہ کرو اور جناب عبداللہ واسطی کے حالات سے آگاہ کرو۔"

سونیا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پارس اور پورس کو باری باری مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم دونوں میرے دماغ میں آؤ۔"

وہ اس کے دماغ میں آئے۔ اس نے کہا "اس وقت میں جناب تبریزی اور عبداللہ واسطی کے سامنے موجود ہوں۔ جناب تبریزی کی آئندہ کے لیے جو ہدایات تمہارے لیے ہیں وہ میں بتا رہی ہوں۔"

سونیا ان دونوں کو جناب عبداللہ واسطی کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگی پھر انہیں یہ بھی بتایا کہ جناب تبریزی سے وہاں جا کر کس طرح مصروف رہنے کے لیے کہا ہے۔ انہیں وہاں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرنے کی اجازت ہے لیکن خود کو پارس اور پورس کی حیثیت سے کبھی ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔

پھر اس نے جناب عبداللہ واسطی سے کہا "جناب میں چاہتی ہوں کہ آپ پارس اور پورس کو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دیں تاکہ وہ ضروری معلومات حاصل کر سکیں۔"

انہوں نے کہا "بے شک وہ ابھی میرے پاس چلے آئیں۔"

پارس اور پورس ان کے دماغ میں پہنچ گئے۔ سونیا نے سوال کیا "آپ کے بھائی اور ان کے بچوں کا نام کیا ہیں۔ ان کے بارے میں کوئی اور معلومات ہو تو فراہم کریں؟"

جناب عبداللہ واسطی نے کہا "میرے بھائی کا نام کولا ژیونگ ہے۔ اصل نام کلام ژیونگ ہے لیکن وہاں کی زبان کے مطابق کولام ژیونگ کہا جاتا ہے اسی طرح ژیونگ کا ایک بیٹا تیس برس کا ہے۔ اس کا نام سلام ژیونگ ہے لیکن سولام ژیونگ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ ان کی ایک بیٹی پچیس برس کی ہے اور اس کا نام سلمٰی یونگ ہے۔ وہ وہاں کی زبان کے مطابق سولسا پے کہلاتی ہے۔ دوسری بیٹی بائیس برس کی ہے۔ اس کا نام رابعہ ہے۔ وہاں کی زبان کے مطابق روبا پے کہا جاتا ہے۔ میرے بھائی کلام ژونگ نے امریکا درخواست بھیجی ہے کہ وہ اور اس کے تمام بچے مقامی زبان کے علاوہ انگریزی سمجھتے اور بولتے ہیں۔ ان کا بیٹا کیمیکل انجینئر ہے اور بیٹی اسکول ٹیچر ہے انہیں امریکا بلا کر پناہ دی جائے۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ وہ امریکا جائیں۔"

سونیا نے کہا "آپ اطمینان رکھیں۔ ہم انہیں وہاں سے نکال لائیں گے اور ان کی مرضی کے مطابق کسی دوسرے ملک میں جہاں سلامتی ہو اور انہیں پوری طرح تحفظ حاصل ہو' وہاں پہنچا دیں گے۔"

وہ دونوں بزرگوں کو سلام کر کے حجرے سے باہر آئی۔ پارس اور پورس اس کے دماغ میں تھے۔ پارس نے کہا "مما! ہم آج ہی یہاں کسی روٹ سے روانہ ہو جائیں گے لیکن انٹرنیشنل فلائٹ کے مطابق ہم بنکاک پہنچیں گے۔ آپ کیا چاہتی ہیں ہمیں بنکاک کہاں جانا چاہیے؟"

"میری معلومات کے مطابق تھائی لینڈ کے شمالی شہر مان دائی میں پناہ گزینوں کے لیے کیمپ لگائے گئے ہیں اگر کلام ژیونگ اپنے بچوں کے ساتھ ہجرت کر کے اپنا وطن چھوڑ چکا ہے تو وہ اسی کیمپ میں آسکتا ہے۔ میں وہیں مان وائی میں تم سے ملوں گی۔"

پورس نے پوچھا "مما آپ اس سلسلے میں اور کوئی اہم معلومات دیں گی؟"

"ہاں کمبوڈیا میں ایک شخص ہے۔ جس کا نام پال پوٹ ہے وہ کمیونسٹ لیڈر ہے لیکن ایک جابر حکمران کی طرح پورے ملک کمبوڈیا پر مسلط ہو گیا ہے اور وہاں طرح طرح کے مظالم ڈھا رہا ہے۔ تم دونوں اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرو اگر کہیں سے معلومات نہ حاصل ہو سکیں تو پھر میں تمہیں بتاؤں گی۔"

"ہم معلومات حاصل کر لیں گے۔"

پارس اور پورس نے امریکی وزارت خارجہ کے سیکریٹری کے دماغ میں آکر معلومات حاصل کیں کہ تھائی لینڈ کے سفیر کا نام اور پتا کیا ہے؟ اس کا فون نمبر کیا ہے؟ سیکریٹری نے ان کی مرضی کے مطابق فون اٹھا کر ہاٹ لائن پر تھائی لینڈ کے سفیر سے رابطہ کیا۔ اس سے کچھ باتیں کیں۔ پارس اور پورس اس سفیر کی آواز اور لہجہ سن کر اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ سفیر کے خیالات کمبوڈیا اور وہاں کے مرد آہن کمیونسٹ لیڈر پال پوٹ کے بارے میں بہت کچھ بتانے لگے۔

پال پوٹ کی کمیونسٹ پارٹی کا نام کھیم راؤج تھا اس پارٹی نے جب کمبوڈیا کے شہر انانگ ویگ پر قبضہ جما لیا تو اس کے بعد سے دہشت گردی شروع ہو گئی وہ دہشت گرد اپنے لیڈر پال پوٹ کی طرح بہت ہی بے رحم اور سنگ دل تھے۔ اسپتالوں میں جو کمزور مریض ہوا کرتے تھے' انہیں اٹھا کر سڑک پر پھینک دیا کرتے تھے۔ پوری شہری آبادی کو ہانک کر چاولوں کے کھیتوں میں پہنچا دیتے تھے۔ تاکہ وہ کمبوڈیا کے لیے اناج پیدا کریں۔ تمام اسکول' کالج' بینک' دکانیں کاروبار سب..... بند کر دیے گئے تھے۔ جب مقامی باشندوں کو انہوں نے صفحۂ ہستی سے مٹانے کی مہم شروع کی تو وہ سب سے پہلے اساتذہ' سرکاری ملازمین' سابق حکومت کے فوجی افسران کے اہل خاندان بیوی اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتارنے لگے۔ پال پوٹ اتنا ظالم تھا کہ نوزائیدہ بچوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا تھا۔ لاتیں مار مار کر عورتوں کے حمل گرا دیا کرتا تھا۔ جو کھیتوں سے اس کے عقوبت خانوں سے بھاگ کر پناہ لینے جاتے تھے' انہیں پکڑ کر گردن تک مٹی میں دفن کر دیا کرتا تھا اس نے سولہ سو سے زیادہ مزدور عورتوں اور بچوں کو تفتیش کے بہانے اذیت گاہوں میں لے جا کر اذیتیں دے دے کر مار ڈالا تھا۔ جب اس کے پاس اسلحے کی کمی ہو گئی تو وہ گولیاں اور گولہ بارود بچانے کے لیے اپنے قیدیوں کے اور اپنے مخالفین کے سروں پر بھاری بھاری پتھر مار کر انہیں ہلاک کرایا کرتا تھا۔

اس کے ظلم و ستم کی داستان بہت طویل تھی۔ کمبوڈیا کے ایک ایک بوڑھے اور ایک ایک بچے کی یہ خواہش تھی کہ اسے ہلاک کیا جائے کہ وہ تمام ڈکٹیٹر اور فرعون بننے والوں کے لیے عبرت کا سبق بن جائے لیکن اس کے ظلم و ستم کی داستان جتنی طویل تھی اتنی ہی اس کی موت کی روداد بھی طویل ہوتی گئی۔

ایک دن اچانک اعلان ہوا کہ پال پوٹ تھائی لینڈ کی سرحد کے قریب پوشیدہ پناہ گاہ میں حرکتِ قلب بند ہو جانے کی وجہ سے مر گیا ہے۔ یہ ایسی خبر تھی کہ کمبوڈیا کے تمام لوگ مایوس ہو گئے۔ وہ تو اسے کتے کی موت مرتے دیکھنا چاہتے تھے لیکن اس کی موت بڑے ہی پراسرار طریقے سے ہوئی تھی اور اس کی موت مشکوک تھی لوگ کہتے تھے کہ وہ قدرتی موت نہیں مرا ہے۔ بلکہ اسے قتل کیا گیا ہے اور یہ بھی کہتے تھے کہ شاید وہ نہیں مرا ہے۔ اس سے مشابہت رکھنے والا کوئی دوسرا شخص مر گیا ہے جسے پال پوٹ کہا جا رہا ہے۔

کمبوڈیا کے سرکاری افسران نے تھائی حکومت سے مطالبہ کیا کہ پال پوٹ کی لاش کا پوسٹ مارٹم کرایا جائے اور اس لاش کو ان کے حوالے کیا جائے لیکن نہ لاش کا پوسٹ مارٹم کرایا گیا اور نہ ہی لاش ان کے حوالے کی گئی۔ یہ بھی انکشاف ہوا کہ تھائی لینڈ کے فوجی افسران تقریباً بیس سال سے خفیہ طور پر پال پوٹ کی حمایت کرتے رہے تھے اور اسے بڑے ہی خفیہ طور پر اسلحہ وغیرہ سپلائی کیا کرتے تھے۔ ان افسران نے اعلان کیا کہ دوسرے دن اس کی لاش کو اس کے لکڑی کے مکان میں جلا دیا جائے گا۔

جب اس لکڑی کے مکان میں اس کی لاش کو جلایا گیا تو وہاں سے اٹھنے والا فلک بوس دھواں کمبوڈیا کے لوگوں نے بھی دیکھا۔ ایک طرح سے اس کی موت راز میں ہی رہی کیونکہ کمبوڈیا میں جو پال پوٹ کے حمایتی تھے' نہ انہوں نے اس کی آخری رسومات میں شرکت کی اور نہ ہی صحافیوں کو وہاں جانے کی اجازت دی گئی۔ آخر میں یہ بات وثوق سے کہی گئی کہ وہ اپنی زندگی میں دس لاکھ افراد کو قتل کر چکا تھا۔

پارس اور پورس بنکاک پہنچ گئے۔ وہاں سے انہیں بان وائی جانا تھا۔ جہاں پناہ گزینوں کے لیے کیمپ لگائے گئے تھے لیکن انہوں نے ایک شام اور ایک رات بنکاک میں گزاری۔ بازاروں میں گھوم پھر کر میک اپ کا سامان خریدا پھر اپنے ہوٹل کے کمرے میں آکر اپنے چہرے پر تبدیلیاں کیں۔ وہاں کے لوگوں کی ناک بالکل چپٹی تو نہیں تھی مگر ذرا دبی ہوئی تھی اور آنکھوں کے پپوٹے بھاری ہوا کرتے تھے عام طور پر چہرے کا رنگ زرد ہوا کرتا تھا۔ انہوں نے اس کے مطابق میک اپ کیا۔ دوسری صبح انہوں نے اسپیڈ بوٹ کے مالک کو منہ مانگی رقم دی پھر اس میں بیٹھ کر دریائی راستے سے بان وائی کی طرف چل پڑے۔

پورس نے پارس سے کہا "ہم تقریباً پندرہ گھنٹے بنکاک میں رہے۔ اتنی دیر میں یہ معلومات حاصل ہو گئیں کہ تھائی لینڈ کی حکومت بے شمار پناہ گزینوں کے آنے سے پریشان ہے لیکن امریکا ان پناہ گزینوں میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اس کی ہدایت کے مطابق تھائی حکومت نے کئی جگہ ان مہاجرین کے لیے کیمپ قائم کر دیے

ہیں۔"

پارس نے کہا "اس طرح یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امریکا تھائی لینڈ کے ذریعے کمبوڈیا اور لاؤس وغیرہ جیسے ممالک کے بدترین سیاسی حالات سے دلچسپی لے رہا ہے۔"

پورس نے کہا "امریکا تو کسی کے معاملے میں بھی ٹانگ اڑاتا رہتا ہے۔ کمبوڈیا کے پڑوسی ملک ویت نام میں بری طرح تاریخی شکست کھانے کے بعد وہاں سے ذلتیں اٹھا کر واپس جانے کے بعد بھی انہی علاقوں میں قدم جمانے کی کوششیں کر رہا ہے۔"

"پاپا نے ان امریکی اکابرین سے سمجھوتا کر لیا تھا کہ آئندہ ان سے نہ دوستی ہوگی نہ دشمنی ہوگی لیکن وہ دشمنی کے حالات پیدا کر لیتے ہیں۔ کہاں دنیا کے ایک سرے میں امریکا ہے اور کہاں دنیا کے دوسرے حصے کے قریب یہ مشرقی بعید ہے لیکن امریکی اکابرین کو بین الاقوامی پولیس بننے کا بہت شوق ہے۔ اس لیے وہ دنیا کے ہر ملک کے ذاتی معاملات میں ٹانگ اڑانے کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔"

پارس اور پورس بان ونائی میں پہنچ گئے۔ وہاں پہنچتے ہی انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا پھر کہا "ہم اس شہر میں پہنچ گئے ہیں۔ آپ کہاں ہیں؟"

"میں رفیوجی کیمپ کی طرف جا رہی ہوں تم دونوں وہاں چلے آؤ۔"

وہ دونوں ایک رکشا میں بیٹھ کر وہاں پہنچے پھر خیال خوانی کے ذریعے اپنی مما کے قریب ہوتے گئے۔ جب وہ دونوں سونیا کے سامنے پہنچے تو ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے کیونکہ سونیا نے بھی ویسا ہی میک اپ کیا تھا۔ جیسے وہ لاؤس یا کمبوڈیا سے تعلق رکھنے والی کوئی عورت ہو۔ ویسی ہی ناک دبی ہوئی تھی نتھنوں کے اندر چھوٹی سی اسپرنگ رکھی گئی تھی جس کی وجہ سے ناک پھیل گئی تھی۔ اوپری حصہ ذرا نیچے دب گیا تھا آنکھوں کے پپوٹے بھی بھاری دکھائی دے رہے تھے اور چہرے کا رنگ کچھ زرد سا ہو گیا تھا۔ اس نے دونوں بیٹوں سے پوچھا "کچھ معلومات حاصل ہوئیں؟"

"اس حد تک کہ امریکا یہاں بھی پہنچا ہوا ہے اور یہاں آنے والے بے شمار مہاجرین سے دلچسپی لے رہا ہے۔ اس کا مطلب صاف سمجھ میں آ رہا ہے کہ کہیں نہ کہیں ہم سے ٹکراؤ ہوگا۔"

"ہاں وہ تو بین الاقوامی پولیس ہے۔ کہیں نہ کہیں اس سے جھڑپ ہوتی ہی رہتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ یہ رفیوجی کیمپ دیکھ رہے ہو۔ یہاں تقریباً پینتالیس ہزار پناہ گزین تھے۔ کچھ کم ہو گئے ہیں اور بھی مزید کم ہونے چاہئیں حالانکہ لاؤس اور کمبوڈیا میں کمیونسٹوں کا زور کم ہو گیا ہے۔ وہاں ان کی مقامی حکومتیں قائم ہونے کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔ ان مہاجروں کو اپنے وطن واپس جانا چاہیے لیکن نہیں جا رہے ہیں۔"

پارس نے پوچھا "ایسی کیا بات ہے؟ آپ نے کچھ معلوم کیا ہے؟"

"اسی کیمپ سے کئی مہاجر خاندان شمال کی طرف اپنے لاؤس واپس گئے تھے لیکن وہ یا تو کہیں گم ہو گئے یا ان کی لاشیں سرحدی علاقوں میں پائی گئی ہیں۔"

"کیا تھائی حکومت ان پراسرار اغوا اور قتل کے سلسلے میں نوٹس لے رہی ہے؟"

میں دریا کے اس پار والے شہر نانگ کھائی میں گئی تھی۔ وہاں بھی اتنی ہی مقدار میں پناہ گزین موجود ہیں وہ بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ تھائی لینڈ کے چند فوجی افسران پال پوٹ کے حمایتی تھے۔ انہوں نے پال پوٹ کی لاش اپنے قبضے میں رکھی تھی اور اس کی آخری رسومات ادا کی تھی کسی کو دیکھنے نہیں دیا تھا۔ اب شبہ پیدا ہوا ہے کہ پال پوٹ مردہ نہیں زندہ ہے۔ وہ کہیں روپوشی کی زندگی گزار رہا ہے۔ جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہوئے کمبوڈیا چھوڑ کر تھائی لینڈ میں پناہ لینے آئے تھے' انہیں تھائی لینڈ کے فوجی افسران کے ذریعے قتل کرا رہا ہے یا اغوا کرا رہا ہے۔"

"پھر تو معاملہ سنگین ہے۔ ہم ان چند فوجی افسران کے راز کو کھنگالنا شروع کریں گے تو حقیقت سامنے آ جائے گی۔"

پارس نے پوچھا "آپ نے کلام ڈیونگ اور اس کے بیٹے کے بارے میں کچھ معلوم کیا ہے؟"

"میں جناب عبداللہ واسطی کے دماغ میں رہ کر ان کے ذہن کو کلام ڈیونگ کے دماغ میں پہنچی تھی۔ ان کے ذریعے ان کے بیٹے کی بھی خیریت معلوم کی وہ بھی اپنی پوری فیملی کے ساتھ واپس لاؤس جانا چاہتے تھے لیکن سرحد کی طرف جانے والوں کی لاشیں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے انہوں نے وطن واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔"

"ان کا رک جانا' ان کے حق میں بہتر ہو رہا ہے۔ ورنہ وہ سرحدی علاقے میں مارے جاتے یا ان کی جوان بیٹیوں کو اغوا کر لیا جاتا۔"

پورس نے سونیا کے دونوں ہاتھوں میں دو بڑے بڑے بھرے ہوئے بیگ دیکھ کر پوچھا "ان میں کیا ہے؟"

"سر میں لگانے کا تیل ہے' کنگھی ہے' پیسٹ' ٹوتھ برش نہانے اور کپڑے دھونے کے صابن اور دوسری بہت سی ضروری کی چیزیں ہیں۔ کچھ بسکٹ' کافیاں وغیرہ ہیں جو لوگ مہاجر کیمپ آتے ہیں۔ وہ اسی طرح کا سامان لاتے ہیں اور ان مہاجروں میں تقسیم کرتے ہیں۔"

"تو پھر چلیں۔ ہم بھی تقسیم کریں۔"

"میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا ہے' کلام ڈیونگ اور اس کی فیملی کون سے کائیج میں ہیں۔ ہم سیدھے وہیں چلے گے۔"

وہ سیدھے اسی کائیج کے سامنے پہنچے۔ کلام ڈیونگ کی بیوی بیٹی ہوئی باتیں کر رہی تھی۔ اندر دو مردوں کے لڑنے جھگڑنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سونیا نے ایک لڑکی سے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا "سولماچے (سلمٰی) اور یہ میری چھوٹی بہن روبیاچے (رابعہ) ہے۔"

یعنی بڑی بہن سلمٰی ان سے مخاطب تھی اور اس کی چھوٹی بہن کا نام رابعہ تھا۔ سلمٰی نے کہا "شاید آپ ہمارے لیے کچھ ضرورت کی چیزیں لائے ہیں اگر ہماری مقامی زبان سمجھتے ہیں تو اندر کی آوازیں سنیے میرا بڑا بھائی میرے باپ سے اس بات پر لڑ رہا ہے کہ ہمارے ڈیڈی نے ہمیں یہاں لا کر بھکاری بنا دیا ہے۔ رفیوجی کیمپ میں جو بھی آتے ہیں ہماری ضرورت کی چیزیں خیرات کر کے چلے جاتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "یہ خیرات نہیں ہے۔ خیر سگالی کے جذبے سے ہم یہ ضرورت کی چیزیں دے رہے ہیں۔ برے وقت میں کسی کی مدد کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسے خیرات دی جا رہی ہے۔"

"یہی ڈیڈی میرے بھائی کو سمجھا رہے ہیں۔ مگر اس کی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔"

اس وقت ایک جوان مرد غصے سے باہر آیا پھر سونیا اور پارس اور پورس کو دیکھ کر رہ گیا۔ ان کے ہاتھوں میں بڑے بڑے بیگ دیکھ کر بولا "اچھا تو تم لوگ بھی خیرات دینے کے لیے آئے ہو؟"

سونیا نے کہا "تم غلط سمجھ رہے ہو اگر یہ خیرات ہے تو اس مہاجر کیمپ میں بھی جو کچھ مل رہا ہے وہ جذبۂ ہمدردی سے نہیں بلکہ خیرات کے طور پر مل رہا ہے۔ تم نے پہلے ہی دن سے اس مہاجر کیمپ میں رہنے سے انکار کیوں نہیں کیا؟"

"میں پہلے ہی دن سے انکار کرتا آ رہا ہوں۔"

"اچھا انکار کرو گے تو کہاں جاؤ گے؟"

"میں جوان مرد ہوں خود اپنی محنت سے کما سکتا ہوں اور اپنے پورے خاندان کو کھلا سکتا ہوں۔"

"تھائی لینڈ میں تمہیں مہاجر کیمپ سے باہر جانے نہیں دیا جائے گا۔ تم اپنے وطن واپس جاؤ گے تو وہاں کے سیاسی حالات تمہارے خلاف ہوں گے۔"

"کوئی خلاف نہیں ہیں۔ وہاں کمیونسٹ گوریلوں کو مجھ جیسے مقامی لوگوں کی ضرورت ہے۔ میں جاؤں گا تو مجھے اچھے خاصے معاوضے پر رکھ لیا جائے گا۔"

"واہ کیا سوچ ہے تمہاری؟ تم اپنے بوڑھے باپ کے اور دو جوان بہنوں کے ایک ہی بیٹے اور بھائی ہو۔ تم گوریلا جنگ میں مارے جاؤ گے تو کیا یہ ساری زندگی مہاجر کیمپ میں خیرات کا کھانا کھاتے ہوئے گزار دیں گے۔ اس وقت تمہیں غیرت نہیں آئے گی؟"

وہ غصے سے بولا "اے میڈم! مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں اپنے ڈیڈی کا فیصلہ سن چکا ہوں۔ آج ہی میں اپنے وطن لاؤس واپس جاؤں گا۔ وہاں کمیونسٹ گوریلوں کو مجھ جیسے کمپیٹنٹ کی ضرورت ہے۔ جب میں خود کماؤں گا تو میرے ڈیڈی کی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ میری بہنوں کو لے کر اپنے وطن واپس آئیں گے وہاں کمیونسٹ گوریلے انہیں پورا تحفظ دیں گے۔"

سونیا نے کہا "واہ شاباش' جن کمیونسٹوں نے وہاں تم سب پر ظلم و ستم ڈھائے جن کی وجہ سے تم جوان بہنوں کی عزت آبرو بچانے کے لیے یہاں چلے آئے اب پھر وہاں واپس انہی ظالم درندے کمیونسٹ گوریلوں کی پناہ میں جانا چاہتے ہو۔ یہ کون سی دانش مندی ہے؟"

"دیکھو میڈم! میں پہلے کہہ چکا ہوں' مجھ سے بحث نہ کرو۔ جو سمجھانا ہے وہ میرے ڈیڈی کو اور میری بہنوں کو سمجھاؤ۔ میں بہت ضدی ہوں' فیصلہ کر چکا ہوں اور ابھی اپنے وطن واپس جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگا۔ پورس نے اس کے دماغ میں رہ کر اس کے دونوں پیروں کو ایک دوسرے سے ٹکرایا۔ وہ چلتے چلتے لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا۔ جہاں گرا وہاں ایک چھوٹا سا پتھر تھا پیشانی اس پتھر پر لگی۔ اسے دن میں تارے نظر آنے لگے۔ بہنوں نے اپنے بھائی کی پیشانی سے خون بہتے دیکھا تو اپنے ڈیڈی کو آوازیں دیتی ہوئیں بھائی کی طرف دوڑ پڑیں۔ انہوں نے دونوں طرف سے بھائی کو سنبھالا پھر اسے زمین پر بٹھایا اس کا سر چکرا گیا تھا۔ وہ بولا "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھے چھوڑ دو۔"

کلام ڈیونگ نے دروازے پر آ کر کہا "ہاں اسے چھوڑ دو' نہ روکو' یہ ایسے ہی جائے گا اور اوندھے منہ گرتا رہے گا اس کم بخت کو اپنے پیروں پر اچھی طرح چلنا نہیں آیا ہے اور یہ گوریلا فوج میں جا رہا ہے۔ جاتے ہی کہیں سے ایک گولی آ کر لگے گی اور قصہ تمام ہو جائے گا۔ مرنے کے بعد اسے پتا بھی نہیں چلے گا کہ اس کا بوڑھا باپ اور اس کی جوان بہنیں اس کے پیچھے ماتم کر رہی ہیں۔"

پارس نے کلام ڈیونگ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے تھپکتے ہوئے کہا "آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ کا بیٹا کہیں نہیں جائے گا۔ آپ کے بڑھاپے کا سہارا بن کر رہے گا۔"

اس کا بیٹا سلام ڈیونگ زمین پر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کپڑے جھاڑتے ہوئے بولا "میں ضرور جاؤں گا۔ میرے ڈیڈی میری بات نہیں مانتے ہیں تو میں بھی ان کا سہارا نہیں بنوں گا۔ کیا تم مجھے جانے سے روک سکتے ہو؟"

پارس نے کہا "میں تمہیں نہیں روکوں گا لیکن تمہارے ساتھ جاؤں گا۔"

بوڑھا باپ اور جوان بہنیں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔ سلام ڈیونگ نے غصے سے پوچھا "کیا؟ کیا تم میرے ساتھ جاؤ گے؟ وہ تمہاری ماں ہیں یا آنٹی ہیں۔ میں نہیں جانتا وہ تو مجھے

جانے سے روک رہی ہیں اور تم میرے ساتھ گوریلا فوج میں جاؤ گے؟"

"ہاں میں نے جنگلوں میں قد آور سیاہ فام گوریلا جانور دیکھا ہے لیکن گوریلے انسان نہیں دیکھے۔ تمہارے ساتھ جاکر دیکھوں گا۔"

وہ آگے بڑھ کر اس کے لباس سے مٹی جھاڑتے ہوئے بولا۔ "آؤ ہم چلیں۔"

سلام پیچھے ہٹ کر بولا "میں تنہا جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے، ہم ایک دوسرے سے ذرا دور دور رہیں گے۔ تم اپنی جگہ رہو گے۔ میں اپنی جگہ رہوں گا لیکن تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

"یہ کیا زبردستی ہے؟ تم کیوں میرے ساتھ جاؤ گے؟"

"تم بوڑھے باپ اور جوان بہنوں کو چھوڑ کر کیوں جاؤ گے؟ اگر تم اپنی ضد منوا سکتے ہو تو میں بھی اپنی ضد پر قائم ہوں۔ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ تنبیہہ کے انداز میں انگلی دکھاتے ہوئے بولا "دیکھو مسٹر! میں بہت ڈنجرس آدمی ہوں۔ میرا ایک ہاتھ پڑجائے گا تو تم ابھی مٹی چاٹنے لگو گے۔"

"تم اپنی یہ حسرت بھی پوری کرلو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس نے ایک گھونسا اسے مارنا چاہا۔ پارس نے اس کے ہاتھ کو پکڑلیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کرنا چاہا۔ پارس نے دوسرا ہاتھ بھی پکڑلیا۔ اس نے ایک لات مارنی چاہی تو پارس نے اپنی ایک ٹانگ سے اس کی لات روک دی۔ وہ جھلا کر اپنے دونوں ہاتھ اس کے ہاتھوں کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا اور اپنی ناکامی پر جھلانے لگا۔ اس نے خود کو چھڑانے کے دوران میں اچھل اچھل کر حملے بھی کیے۔ اس کا ہر حملہ ناکام ہوتا رہا۔ بڑی دیر بعد وہ تھک کر ہانپنے لگا پھر شکست خوردہ انداز میں بولا "تم کون ہو؟ کیوں میرے پیچھے پڑگئے ہو؟"

"ہم تمہارے ڈیڈی اور تمہاری جوان بہنوں کی بھلائی چاہتے ہیں۔ یہ نہیں چاہتے کہ ایک بوڑھا اپنے بیٹے سے اور بہنیں اپنے جوان بھائی سے محروم ہوجائیں اگر تم اپنی ضد پر اڑے رہو گے اور اپنے وطن واپس جانا چاہو گے تو میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"

سونیا نے اس سے کہا "تم دیکھ چکے ہو، میرا یہ بیٹا کتنا شنزور ہے۔ تم اس کے ہاتھوں سے اپنے دونوں ہاتھ نہیں چھڑا سکے۔ اس پر ایک بھی حملہ نہیں کرسکے اور اب ایک بھونکنے والے کتے کی طرح ہانپ رہے ہو۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ رک جاؤ۔ نہیں رکو گے تو جاؤ، تمہارے ساتھ یہ سائے کی طرح جائے گا۔"

وہ پیر پٹختا ہوا جانے لگا۔ پارس بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ کلام ڈیونگ نے سونیا اور پورس کو دیکھتے ہوئے کہا "تم لوگ کون ہو؟ ہم سے اتنی ہمدردی کررہے ہو کہ اپنے ایک بیٹے کو میرے سرپھرے بیٹے کے ساتھ بھیج دیا ہے؟"

سونیا نے کہا "آپ فکر نہ کریں۔ آپ کے بیٹے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میرا بیٹا اسے جلد ہی واپس لے آئے گا۔"

"اگر ایسا ہوجائے اور میرا جوان بیٹا واپس آجائے تو میں آپ لوگوں کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"اس میں احسان کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ لوگ کچھ وقت ہمارے ساتھ گزاریں۔ میں چاہتی ہوں آپ اور آپ کی دونوں بیٹیاں رات کا کھانا ہمارے ساتھ کسی ہوٹل میں کھائیں۔"

کلام ڈیونگ نے کہا "ہمیں اس رفیوجی کیمپ سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ ہم آپ کی دعوت قبول نہیں کرسکیں گے۔"

"آپ اس کی فکر نہ کریں۔ ہم رفیوجی کیمپ کے منتظمین سے اجازت حاصل کرلیں گے۔"

"اجازت مل جائے تو اس سے اچھی بات کیا ہے۔ میری بیٹیاں اس کیمپ سے باہر جانے کے لیے ترس گئی ہیں۔ یہ بھی ذرا تفریح کرلیں گی۔"

"بے شک ہم انہیں خوب تفریح کرائیں گے۔ خوب کھائیں گے پئیں گے۔ آپ سب خوب انجوائے کریں گے۔"

پورس نے کہا "پلیز یہ دونوں بیگ رکھ لیں اپنے بیٹے کی طرح اسے خیرات نہ سمجھیں۔ یہ ہماری محبت کا اظہار ہے۔"

پورس نے وہ دونوں بیگ ان دونوں لڑکیوں کے سامنے رکھ دیے۔ انہوں نے شکریے کے ساتھ انہیں قبول کیا پھر سونیا اور پورس اس کیمپ سے باہر چلے آئے۔ اس نے کہا "تم بھائی کے دماغ میں جاؤ اس سے کھوج ہم اہم معلومات حاصل کررہے ہیں اور وہ تمام معلومات اسے فراہم کرتے رہیں گے۔ فی الحال وہ خیال خوانی نہ کرے اور سلام کے ساتھ رہ کر محتاط رہے۔ وہ سرحد کی طرف جارہا ہے ضرور کہیں نہ کہیں سے دشمن حملہ کریں گے۔"

"پارس کے لیے بھی خطرہ ہے۔ دشمن چھپ کر گولیاں چلائیں گے۔"

"فکر نہ کرو پارس اسے سرحد تک پہنچنے نہیں دے گا۔"

سلام کیمپ کے باہر آیا پھر ایک ٹیکسی والے کو روک کر پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا "ریور سائیڈ چلو۔"

پارس اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ سلام اعتراض نہیں کرسکا۔ اس کا دماغ پارس کی مٹھی میں تھا۔ جب ٹیکسی اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھنے لگی۔ تب اس نے چونک کر پوچھا "تم میری ٹیکسی میں کیوں بیٹھ گئے ہو؟"

"ٹیکسی کسی کی نہیں ہوتی تم کرایہ دو گے میں بھی کرایہ دے دوں گا۔"

وہ خاموشی سے پارس کو تکنے لگا۔ کوئی جواب نہ دے سکا۔ اس

کی نیلی پتلی کے زیر اثر تھا۔ دریا کے کنارے پہنچ کر ٹیکسی رک گئی۔ اس نے ٹیکسی سے اتر کر کرایہ ادا کیا۔ پارس نے بھی ٹیکسی سے اتر کر پوچھا "کیا دریا کے کنارے خودکشی کرنے آئے ہو پہلے دیکھ لو کہ پانی کس طرف گہرا ہے۔"

اس نے چونک کر دریا کے کنارے کو اور آس پاس کے مناظر کو دیکھا پھر اپنی پیشانی پر انگلی رگڑتے ہوئے بولا "میں ادھر کیوں چلا آیا؟"

ٹیکسی ڈرائیور اپنی گاڑی کو واپسی کے لیے موڑ رہا تھا۔ پارس نے کہا "ذرا ٹھہرو، یہ صاحب شاید واپس جائیں گے۔"

وہ جھلا کر بولا "ہرگز نہیں۔ میں واپس نہیں جاؤں گا۔"

"میں تم سے یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ اپنے ڈیڈی اور بہنوں کے پاس جاؤ۔ بہرحال یہاں سے تو کہیں جانا ہی ہے۔"

وہ کچھ پریشان ہوکر اپنے آپ پر بڑبڑانے لگا "پتا نہیں، میں یہاں کیوں چلا آیا؟ کیا ہوگیا ہے میرے دماغ کو کچھ سمجھ میں نہیں آتا؟"

پارس نے کہا "جب حد سے زیادہ غصہ کیا جائے تو دماغ اسی طرح کام نہیں کرتا ہے۔ سوچو کچھ، ہوتا کچھ ہے۔"

اس نے ناگواری سے پارس کو دیکھا پھر تیزی سے چلتا ہوا ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور سے بولا "فن فیر گراؤنڈ تک چلو۔"

پارس بھی ٹیکسی کی اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی اسٹارٹ ہوکر جانے لگی۔ پارس اس کے دماغ میں تھا۔ اس کی اپنی سوچ میں رہ کر کہنے لگا "میں کیا کررہا ہوں؟ ایک تو اپنے ڈیڈی سے بدتمیزی کرتا رہتا ہوں پھر اپنی جوان بہنوں کو بے سہارا چھوڑ کر ان سے بہت دور جانا چاہتا ہوں۔ کیا یہ دانش مندی ہے؟"

سلام نے اپنی سوچ میں کہا "میں اپنی بہنوں کی بہتری کے لیے جانا چاہتا ہوں۔"

پارس نے پھر اس کی اپنی سوچ میں کہا "بہتری کیسے ہوگی؟ کیا جن کیمونسٹوں نے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ ہمیں گھر سے بے گھر کیا۔ وہ ہمیں پھر ایک گھر دے سکیں گے؟ یا صرف اپنی غرض کے لیے مجھے اپنے ساتھ رکھیں گے۔ جب کام نکل جائے گا تو گولی ماردیں گے۔ انہیں یہ اندیشہ ہوگا کہ میں ان کا کام چھوڑ کر مقامی حکمرانوں کے پاس جاؤں گا اور ان کے تمام راز اگل دوں گا۔"

دماغ میں ایسے خیالات آنے لگے تو وہ پچھلی سیٹ پر بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ یہ حقیقت اس کی نظروں میں تھی۔ پال پوٹ فاشسٹ کمبوڈیا میں اپنے مخالفین کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ انہیں رہا۔ جب ان کی ضرورت نہیں رہی تو انہیں گولیوں سے ہلاک کردیا۔

ٹیکسی فن فیر گراؤنڈ کے بڑے سے گیٹ کے قریب رک گئی۔ وہ ٹیکسی سے اتر گیا۔ پارس نے ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا پھر سلام کے پاس آکر بولا "ہاں یہاں اچھا خاصا میلا لگا ہوا ہے۔ طرح طرح کے کھیل کھیلے جاسکتے ہیں۔ جھولوں میں جھولا جاسکتا ہے۔ ائر گن سے نشانے بازی کی مشق کی جاسکتی ہے۔ تم صحیح جگہ آئے ہو کیونکہ ابھی تمہارے کھیلنے اور کھانے کے دن ہیں۔"

اس نے حیرانی سے پارس کو دیکھا پھر فن فیر گراؤنڈ کی طرف دیکھنے لگا۔ وہاں رنگ برنگی روشنیوں میں خوشیوں کا میلا لگا ہوا تھا۔ عورتیں مرد بوڑھے اور بچے سب ہی خوشیاں منانے اور تفریح کرنے آئے تھے۔ سلام کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیوں وہاں آیا ہے؟

اس نے غصے سے پوچھا "تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

پارس نے حیرانی سے کہا "تعجب ہے۔ تم نے خود ٹیکسی ڈرائیور سے پہلے کہا کہ دریا کے کنارے جانا چاہتے ہو پھر وہاں ڈرائیور سے کہا کہ یہاں فن فیر گراؤنڈ میں آنا چاہتے ہو۔ اب مجھے الزام دے رہے ہو کہ میں تمہیں یہاں لایا ہوں۔"

وہ جھلا کر بولا "مجھے کیا ہوگیا ہے؟ جہاں جانا چاہتا ہوں وہاں نہیں جارہا ہوں، کیا تم جادو جانتے ہو مجھے اپنے راستے سے بھٹکا کر ان راستوں پر پہنچا رہے ہو؟"

"واہ تم نے پہلے مجھے الزام دیا کہ میں تمہیں فن فیر میلے میں لایا ہوں۔ اب جادو کرنے کا الزام دے رہے ہو کہ جادو کے ذریعے میں تمہیں یہاں سے وہاں بھٹکا رہا ہوں۔"

"تم میرا پیچھا کیوں کررہے ہو؟"

"تم غلط کہہ رہے ہو۔ میں ٹیکسی میں آگے بیٹھ کر آتا رہا ہوں۔ تم پیچھے بیٹھتے رہتے ہو۔ پیچھا تم کرتے ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ تم یہاں کھڑے رہو گے۔ میں تنہا ٹیکسی میں بیٹھ کر جارہا ہوں۔ خبردار میرے ساتھ نہ آنا۔"

"وہ تو میں آؤں گا۔ تمہارے ڈیڈی سے اور تمہاری بہنوں سے کہہ چکا ہوں، تمہاری حفاظت کروں گا اور تمہیں ان کے پاس کیمپ میں واپس لاؤں گا۔"

اسی وقت ایک فوجی جونیئر افسر تین فوجی جوانوں کے ساتھ وہاں آیا پھر بولا "تم رفیوجی کیمپ سے باہر کیوں آئے ہو؟ جو لوگ اجازت کے بغیر کیمپ سے باہر جاتے ہیں۔ وہ چوری کی واردات کرتے ہیں یا لاؤس اور کمبوڈیا کے کیمونسٹوں سے مل کر تخریبی کارروائیاں کرتے ہیں۔"

سلام نے کہا "میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ میں تو اپنے وطن لاؤس واپس جانا چاہتا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا وہاں جاکر بھوکے مرو گے؟ تمہیں پتا ہے، وہاں کے لوگ دانے دانے کو ترس رہے ہیں۔ مرد، عورتیں بچے اور بوڑھے کئی کئی وقتوں کے فاقے کررہے ہیں۔ چھوٹے بچے فاقے کرتے کرتے ہڈیوں کا ڈھانچا بنتے جارہے ہیں۔"

پارس نے اس جونیئر فوجی افسر کے مختصر سے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ لوگ سلام کا تعاقب نہیں کررہے تھے بلکہ پارس، پورس اور سونیا پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ تینوں کہاں سے آئے ہیں اور رفیوجی کیمپ کس لیے گئے تھے؟ اور اب ایک شخص یعنی پارس رفیوجی کیمپ میں رہنے والے سلام کے ساتھ کہاں گھومتا پھر رہا ہے؟

اسی وقت ایک ادھیڑ عمر شخص نے دور سے سلام کو مخاطب کیا "ہیلو سلام تم یہاں ہو؟ تم نے کہا تھا' اندھیرا ہوتے ہی ہم سے ملو گے پھر ہمارے ساتھ جاؤ گے۔"

وہ شخص قریب آکر سلام سے مصافحہ کرنے کے بعد فوجی جونیئر افسر سے بولا "کیپٹن! یہ مسٹر سلام ہیں۔ بہت اچھے کمینک ہیں۔ ہمارے بہت کام آئیں گے۔ میں انہیں اپنے ساتھ لے جارہا ہوں۔"

سلام نے کہا "جی ہاں۔ میں انہیں تلاش کررہا تھا اور ان کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن پتا نہیں کیسے راستوں سے بھٹک کر یہاں آگیا؟"

دور کھڑے ہوئے ایک مقامی شخص نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا "میں اس نوجوان کو بھٹکا رہا ہوں اور تم بھی بھٹکا رہے ہو۔ اسے اپنے ساتھ سرحد پار کیمونسٹ گوریلوں کے پاس لے جانا چاہتے ہو۔ یہ فوجی افسر تم سب کی سازشوں میں شریک ہے۔"

فوجی کیپٹن نے غصے سے کہا "یہ کیا بکتا ہے۔ اسے گرفتار کرو۔"

دو فوجی جوان اسے گرفتار کرنے کے لیے جانا چاہتے تھے۔ اسی وقت کیپٹن نے ایک الٹا ہاتھ فوجی جوان کے منہ پر مارا پھر دوسرے جوان کو گھونسا مارتے ہوئے بولا "میں نے گرفتار کرنے کے لیے کہا اور تم گرفتار کرنے جارہے ہو۔ یہ نہیں سوچتے کہ وہ ایک شریف اور پرامن شہری ہے۔"

جو ادھیڑ عمر کا شخص سلام کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ اس نے کیپٹن سے کہا "کیپٹن! تم بہت بڑے فوجی افسر بن رہے ہو۔ جبکہ تم دو غلے ہو ایک طرف تھائی لینڈ کے فوجی افسر ہو اور دوسری طرف کیمونسٹ گوریلوں کے دلال ہو اسی لیے سلام جیسے ہنرمند اور جنگ جو نوجوان کو لاؤس یا کمبوڈیا کے کیمونسٹ گوریلوں کے پاس بھیجتے رہتے ہو۔"

کیپٹن نے تعجب سے اس ادھیڑ عمر کے شخص کو دیکھا پھر پوچھا "مسٹر چن! تم میرے خلاف بول رہے ہو۔ کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ یہ کیوں ظاہر کررہے ہو کہ ہم کون ہیں اور درپردہ کیا کررہے ہیں؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی مسٹر چن نے کیپٹن کے منہ پر ایک گھونسا مارا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ دو سپاہیوں نے اسے تھام لیا۔ ورنہ وہ زمین پر جا پڑتا پھر ایک فوجی آگے نے مسٹر چن کو رائفل کے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "خبردار! ایک قدم بھی آگے نہ بڑھانا۔ سر! مجھے حکم دیں میں اسے گولی ماروں؟"

"نہیں فی الحال کچھ گڑبڑ ہے۔ ہمیں پہلے بتا دیا گیا تھا کہ کچھ خطرناک لوگ باہر سے یہاں آئے ہیں اور وہ دماغوں میں گھس کر مار ڈالتے ہیں۔"

مسٹر چن نے اپنا سر کھجاتے ہوئے کہا "مجھے کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔ ابھی میں نے تمہیں اپنی مرضی سے گھونسا نہیں مارا تھا اور تمہارے خلاف کچھ نہیں بولنا چاہتا تھا مگر بے اختیار بولتا چلا گیا۔"

دور کھڑے ہوئے مقامی جوان نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "میں تمہارے دماغوں میں گھسنا چاہتا ہوں۔ ابھی میں نے کیپٹن کے دماغ میں گھس کر اس کے فوجی جوانوں کی پٹائی کی پھر مسٹر چن! تمہارے دماغ میں گھس کر کیپٹن کو گھونسا مارا۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ میرا نام جیری وانگ ہے۔"

ان کی باتوں اور حرکتوں کے دوران میں پارس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا' جو خود کو جیری وانگ کہہ رہا تھا وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ اس کے دماغ میں پورس موجود تھا۔

تھائی لینڈ کے فوجی افسران جو لاکھوں افراد کے قاتل پال پوٹ کی حمایت کرتے رہے تھے اب بھی اس کی کیمونسٹ پارٹی کے لیے درپردہ کام کررہے تھے۔ ان کی اس مخالفت میں مصروفیات کے باعث بڑی حد تک یقین ہورہا تھا کہ پال پوٹ ابھی زندہ ہے۔ تھائی لینڈ کے فوجی افسران نے اس کی موت کا جھوٹا اعلان کیا تھا اور کسی دوسرے کی لاش اس لکڑی والے مکان میں جلا کر یہ یقین دلایا تھا کہ پال پوٹ مرچکا ہے۔

ابھی سونیا اور پورس کو زیادہ خیال خوانی کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ تھائی لینڈ کے چند افسران کے دماغوں میں پہنچ پائے تھے۔ ان سے اسی حد تک معلومات حاصل کی تھیں کہ پال پوٹ شاید کہیں روپوش ہے اور اسی کے احکامات کے مطابق لاؤس اور کمبوڈیا سے آنے والے مہاجرین پر بڑی خاموشی سے ظلم کیا جارہا ہے۔ ان کی جوان بیٹیوں کو اور بہنوں کو اغوا کیا جارہا ہے۔ ان کے جوان بیٹوں اور بھائیوں کو کیمونسٹ فوج میں ایندھن بننے کے لیے سپلائی کیا جارہا ہے اور ایسا کرنے کے لیے ان کے خاندانوں کو رفیوجی کیمپ سے نکال کر سرحد کی طرف جانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ جب وہ سرحد کی طرف جاتے ہیں تو جوان مردوں اور جوان لڑکیوں کو اغوا کرلیا جاتا ہے اور بوڑھوں اور بچوں کو قتل کردیا جاتا ہے۔

تشویش کی بات یہ تھی کہ لاؤس اور کمبوڈیا کی طرف واپس جانے والے خاندان کے افراد جب ایک ساتھ سفر کرتے تھے اور سرحد پار کرنا چاہتے تھے تو ان سب کو بیک وقت قتل کردیا جاتا تھا۔ تقریباً آٹھ سے دس افراد پر مشتمل بڑے بڑے چھ خاندانوں کو بڑی بے رحمی سے قتل کیا گیا تھا ان میں سے دو خاندانوں کا تعلق بدھ مت سے تھا اور چار خاندانوں کے تمام افراد مسلمان تھے۔ جناب شیخ عبداللہ واسطی ان علاقوں میں مسلمانوں کا تبریزی اور جناب شیخ عبداللہ واسطی ان علاقوں میں مسلمانوں کا تبریزی اور جناب شیخ عبداللہ واسطی ان علاقوں میں مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کو قائم دائم رکھنے کے لیے انہوں نے سونیا' پارس اور پورس کو وہاں مصروف رہنے کی ہدایت کی تھی۔

سونیا اور پورس نے وہاں کے ایک مقامی نوجوان کو اپنا آلۂ کار بنایا اسے فن فیئر گراؤنڈ کے پاس پہنچا کر سلام' مسٹر چن اور فوجی افسر وغیرہ کے سامنے اپنے آلۂ کار کو یہ ڈینگیں مارنے پر مائل کیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں ایک دوسرے کو مارنے پیٹنے پر مجبور کررہا ہے۔

فوجی افسر نے اپنے جوانوں کو حکم دیا "اسے پکڑو اگر وہ بھاگنا چاہے تو گولی مار دو۔"

دو مسلح جوان چند قدم آگے بڑھے پھر پلٹ کر ایک دوسرے کو گن پوائنٹ پر لیا۔ اس کے بعد اچانک گولیاں چلا دیں۔ وہ ایک دوسرے کی فائرنگ سے ہلاک ہوکر دوسروں کے لیے عبرت کا نمونہ بن گئے۔ ایک مسلح جوان زندہ رہ گیا تھا اس نے حیران ہوکر اس مقامی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دیکھا پھر اپنے افسر کو تکنے لگا۔ اسی وقت پورس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس جوان نے اپنے افسر کو گن پوائنٹ پر لے کر کہا "اب تمہاری باری ہے۔"

افسر نے ایک دم سے چونک کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ میں ابھی تمہیں شوٹ کردوں گا۔"

وہ اپنا ریوالور نکالنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی فوجی جوان نے اسے گولی ماردی۔ مسٹر چن خوف زدہ ہوکر فوجی افسر کو زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھ رہا تھا پھر وہ ایک دم سے بھاگنے لگا مگر کتنی دور بھاگ کر جاسکتا تھا۔ فوجی جوان نے اسے بھی گولی ماردی پھر سلام کی طرف گھوم کر بولا "تم نے دیکھا کہ یہاں تمہارے حمایتی کس طرح حرام موت مارے گئے ہیں اگر اب بھی تم دشمنوں پر بھروسا کروگے اور اپنے بوڑھے باپ اور جوان بہنوں کو چھوڑ کر جانا چاہو گے تو تمہیں بھی یہاں ایسے ہی موت ملے گی۔"

سلام نے سہم کر کہا "نہیں' نہیں' میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ میں اپنے ڈیڈی اور اپنی بہنوں کے پاس جاؤں گا۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "خدا کا شکر ہے۔ صبح کا بھولا شام کو گھر واپس جارہا ہے۔"

فن فیئر گراؤنڈ میں مرد' عورتیں' بوڑھے' بچے ہزاروں کی تعداد میں تفریح کے لیے آئے تھے۔ فائرنگ کی آواز سن کر کتنے ہی لوگ گراؤنڈ کے گیٹ کے باہر آئے پھر لاشیں دیکھ کر سب پر دہشت طاری ہوگئی۔ مسلح فوجی جوان نے ایک ہوائی فائر کرنے کے بعد کہا "خبردار! کوئی قریب نہ آئے۔ تم لوگ تفریح کے لیے آئے ہو بہتر ہے واپس جاکر تفریح کرو۔ جو یہاں کھڑا رہ کر تماشا دیکھے گا۔ اسے گولی ماردی جائے گی۔"

اس کی دھمکی سن کر سب واپس جانے لگے۔ اس فوجی جوان نے اپنے مردہ افسر کی جیب سے موبائل فون نکالا پھر نمبر پنچ کرنے لگا۔ رابطہ ہونے کے بعد اس نے کہا "سر! یہاں گڑبڑ ہوئی ہے۔ کیپٹن صاحب اور وہ ہمارا خاص آدمی مسٹر چن مارے گئے ہیں۔ یہاں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا ہے۔ اس نے ان دونوں کے دماغوں میں گھس کر پہلے ان دونوں کو آپس میں لڑایا پھر وہ میرے دماغ میں گھس گیا۔ اس نے میرے ہاتھوں سے فائرنگ کرائی اور اس فائرنگ کے نتیجے میں کیپٹن صاحب اور مسٹر چن ہلاک ہوگئے ہیں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں موجود ہے؟"

"جی ہاں مجھ سے کچھ دور کے فاصلے پر بڑے اطمینان سے کھڑا ہوا ہے۔"

"تم اسے گرفتار کرنا چاہو گے تو وہ تمہارے ہی دماغ میں گھس آئے گا۔ تم اچانک ہی اسے گولی مار کر زخمی کردو۔ اس طرح وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے اندر نہیں آئے گا اور نہ ہی وہاں سے فرار ہوسکے گا۔"

پورس نے اس کی زبان سے کہا "ہیلو میجر! یہ مجھے گولی نہیں مارے گا۔ میرا نام جیری وانگ ہے۔ میں ابھی اسے خودکشی کرنے پر مجبور کردوں گا کیونکہ مجھے تو چہرے سے پہچاننے والا یہی ایک فوجی جوان رہ گیا ہے۔ اس کی موت کے بعد تم سب مجھے تلاش کرتے رہو گے۔ میں جب بھی سامنے آؤں گا تم لوگ مجھے چہرے سے نہیں پہچان سکو گے۔ لو اب ایک گولی چلنے کی آواز سنو۔ اس کے بعد تمہارا فوجی جوان ہمیشہ کے لیے خاموش ہوجائے گا۔"

اس فوجی جوان نے موبائل فون کو زمین پر رکھا۔ رائفل کی نال کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھا پھر انگوٹھے سے ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ اچھل کر زمین پر گرا اور ذرا دیر تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس موبائل فون کے ذریعے دوسری طرف میجر نے گولی چلنے کی آواز سنی تھی اور ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا لیکن اس کی ہیلو کا جواب دینے والا اب کوئی نہیں رہا تھا۔

پارس نے کہا "بھئی سلام یہ ٹیلی پیتھی بھی کیا چیز ہے۔ ہاتھ میں ہتھیار نہیں ہوتا لیکن مقابلے میں آنے والے دشمن ہلاک ہوتے رہتے ہیں۔ جو دشمن دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں وہ بھی فنا ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ تم ابھی دیکھ رہے ہو۔"

سلام نے کہا "میں اس بات پر حیران ہوں کہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں کھڑا ہوا ہے۔ اسے مجھ سے میرے ڈیڈی سے میری بہنوں سے کیا ہمدردی ہے؟ اس نے ان تمام لوگوں کو مار ڈالا ہے جو مجھے گمراہ کررہے تھے۔"

پارس نے کہا "ہوسکتا ہے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ان مرنے والوں سے دشمنی رکھتا ہو۔ اس لیے انہیں جہنم میں پہنچانے کے بعد

دیکھو آرام سے جارہا ہے۔"

سلام نے کہا "ہمیں اس کے پاس جا کر شکریہ ادا کرنا چاہیے۔"

"کس بات کا شکریہ ادا کروگے۔ میں نے کہا نا اس کی اور ان مرنے والوں کی آپس میں دشمنی تھی۔ اس نے تمہاری خاطر یہ سب نہیں کیا ہے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھول جاؤ۔ یہ بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ چلو تمہارے ڈیڈی اور تمہاری بہنیں انتظار کررہی ہوں گی۔"

وہ سر جھکا کر پارس کے ساتھ کیمپ کی طرف جانے لگا۔

○☆○

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔ یہ علم جاننے والے بظاہر ایک دوسرے سے دوستی کرتے ہیں' ہمدردی کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اندر ہی اندر جڑیں کاٹنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

بھیما بارہ برس کی عمر سے نارنگ کا چیلا تھا اور دن رات اس کی خدمت کرتا رہتا تھا۔ نارنگ خود کہا کرتا تھا کہ اس کے تمام چیلوں میں بھیما سب سے زیادہ وفادار اور سب سے زیادہ گنی ہے۔ یہ ایک دن ضرور آتما شکتی اور ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرے گا۔

اس کی پیش گوئی کے مطابق بھیما نے ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی کا علم حاصل کرلیا تھا اور یہ علم حاصل کرتے ہی اس نے سب پر برتری حاصل کرنے کی تدابیر پر عمل شروع کیا تھا۔ اس کے سامنے فی الحال اس کا اپنا گرو تھا جو بہت زبردست تھا۔ آتما شکتی کے لیے تپسیا کررہا تھا۔ تپسیا مکمل ہونے کے بعد وہ آتما شکتی حاصل کرلیتا تو وہ چیلے سے بھی زیادہ زبردست ہوجاتا۔ اس سے پہلے ہی چیلے نے اس کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا۔ آتما شکتی کی تپسیا شروع کرنے سے پہلے ہی اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا معمول اور فرماں بردار بنا کر اس کے دماغ میں یہ نقش کردیا کہ وہ مکمل آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے چیلے بھیما سن کا محکوم بن کر رہے گا اور اسے کبھی یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اس کے ہی چیلے نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔

نارنگ اس حقیقت سے بے خبر تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے تپسیا میں مصروف ہوگیا تھا اور اسے یقین تھا کہ اس کے چیلے نے اسے تپسیا مکمل کرنے کا موقع دیا ہے تو وہ ضرور آتما شکتی حاصل کرلے گا۔

جب ایک فاتح ایک ملک کو فتح کرلیتا ہے تو پھر دوسرے تیسرے ممالک کو فتح کرتے ہوئے سکندر اعظم بننا چاہتا ہے۔ بھیما نے بھی اپنے گرو کو فتح کرنے اور اپنے زیر اثر لانے کے بعد یہ طے کیا کہ گرو کی الپا سے کبھی نہیں بنتی تھی۔ الپا بھی زبردست ہے۔ اسے بھی کسی طرح ٹرپ کرنا چاہیے پھر یہ کہ الپا نے خود ہی اس سے رابطہ کیا تھا۔ ان دونوں کے درمیان بڑے اچھے انداز میں گفتگو ہوئی تھی اور یہ طے پایا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے بہترین دوست بن کر رہیں گے لیکن ایک دوسرے کے دماغ میں نہیں آئیں گے۔ اپنا اپنا خاص آلہ کار بنا کر رکھیں گے۔ جس کے دماغ میں پہنچ کر وہ ایک دوسرے سے گفتگو کیا کریں گے۔

اس طریقہ کار کے مطابق انہوں نے اپنے ایک آلہ کار کے دماغ میں پہنچ کر باتیں کیں۔ بھیما نے کہا "میڈم الپا! آپ سے پہلی بار ہی گفتگو کرکے مجھے ایسی خوشی ہوئی تھی کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ آپ نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بہت کمال کیا ہے۔ برسوں سے اسرائیل کی تنہا ٹیلی پیتھی جاننے والی رہی ہیں۔ تنہا کتنے ہی دشمنوں سے مقابلہ کرتی رہی ہیں۔ اس طرح اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرتی رہی ہیں۔ آپ کا جواب نہیں ہے۔ میں آپ کی زندگی سے' آپ کی جدوجہد سے بہت کچھ سیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تم مجھے آسمان پر چڑھا رہے ہو۔ یہودی قوم کی خدمات کے سلسلے میں جس طرح تم مجھے سراہ رہے ہو۔ اسی طرح تم بھی قابل تعریف ہوسکتے ہو۔ ابھی تم نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ابتدا کی ہے اگر میری طرح خوددار رہو گے۔ تنہا رہو گے اور میرے تعاون پر اعتماد کرو گے تو بہت جلد ایک نمایاں مقام حاصل کرلو گے۔"

"میڈم! آپ میرے دل کی بات کہہ رہی ہیں۔ میں کسی شک و شبے کے بغیر آپ پر اعتماد کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے بتائیں کہ ایسا کس طرح ممکن ہے؟"

"جب تک اپنا دل و دماغ مائل نہ ہو' اس وقت تک مجھ پر اعتماد نہیں کرسکو گے۔"

"میرا دل آپ کی طرف مائل ہے اگر دل کو قبول کرلیں گی تو دماغ بھی مائل ہوجائے گا۔"

"تم اشارتاً عشق و محبت کی بات کررہے ہو۔ کھل کر بولو۔"

"آپ سمجھ تو گئی ہیں اور کیا بولوں؟ اگر ہم دونوں ایک ہوجائیں تو ایک دوسرے کے سامنے آسکتے ہیں اور لائف پارٹنر بن کر ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں۔"

اگرچہ تم بہت بڑی بات کہہ رہے ہو لیکن میرے حالات کے مطابق کہہ رہے ہو۔ میں برسوں سے تنہا ہوں۔ اب شدت سے سمجھ رہی ہوں کہ میری تنہائی کے سبب دشمن مجھ پر حملے کرتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں تمہارے گرو نارنگ نے مجھ پر بڑے سخت حملے کیے تھے۔ مجھے میرے ہی ملک میں پریشان کیا ہے۔ اس وقت مجھے تنہائی کا احساس ہوا تھا۔ سوچتی تھی کاش میرا کوئی مددگار ہوتا تو گرو نارنگ کی اتنی جرأت کبھی نہ ہوتی۔"

"بے شک! آپ کے خیالات آپ کو اس طرح سوچنے پر مجبور کرتے ہوں گے۔ آپ کو اس سوچ کے مطابق میری تجویز قبول کرنی چاہیے۔"

میں انکار نہیں کروں گی لیکن آخری فیصلہ کرنے کے لیے مجھے

وقت چاہیے۔ میں ہر پہلو سے غور کروں گی پھر کسی نتیجے پر پہنچوں گی۔"

"بے شک! آپ ایک دو دن نہیں ایک دو ہفتے' ایک دو مہینے غور کریں اور اس دوران میں مجھے بھی آزماتی رہیں۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ مجھے بے لوث اور بے غرض ساتھی پائیں گی۔"

"اگر میرا فیصلہ تمہاری خواہش کے مطابق ہوا اور میں تمہاری بیوی بن کر زندگی گزارنے کے لیے راضی ہو جاؤں تو ہماری ملاقات کیسے اور کہاں ہوگی؟"

"تم جہاں کہو گی' وہاں ہوگی۔ مجھے اپنے ملک اسرائیل آنے کے لیے کہو گی' میں آجاؤں گا۔"

"میں تمہیں آنے کے لیے کہہ سکتی ہوں لیکن نہیں کہوں گی ہماری جو لائف پارٹنر شپ ہوگی' وہ راز میں رہے گی۔ میں اپنی یہودی قوم کو نہیں بتاؤں گی۔ یہاں کے اکابرین اعتراض کریں گے۔ اس لیے تم یہاں نہیں آؤ گے۔"

"اس کا مطلب ہے' تم میرے پاس ہندوستان آؤ گی؟"

"جب ساتھ زندگی گزارنی ہے تو میں تمہارے پاس آؤں گی لیکن اس طرح کہ دو چار دن تمہارے ساتھ رہا کروں گی پھر اپنے ملک واپس آجایا کروں گی۔ اس طرح یہاں کوئی میری کمی محسوس نہیں کرے گا۔ کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ میں کہاں جاتی رہتی ہوں۔"

"اس طرح میں بھی رازداری سے اسرائیل آسکتا ہوں۔ دو چار روز تمہارے ساتھ گزار کر رازداری سے واپس جاسکتا ہوں۔ کسی کو پتا نہیں چلے گا۔"

"ہاں ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ کبھی میں تمہارے پاس آیا کروں گی۔ کبھی تم میرے پاس آجایا کرو گے۔ میں دو چار دنوں میں اپنا فیصلہ سناؤں گی۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں دو چار دن تک بڑے صبر سے انتظار کروں گا۔"

"اب میں چلتی ہوں۔ تمہارے اور اپنے معاملے پر سنجیدگی سے غور کروں گی۔ اوکے سی یو اگین۔"

وہ رابطہ ختم کرکے اپنے صوفے پر سے اٹھ گئی پھر کمرے سے نکل کر بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی اس کمرے میں آئی' جہاں جیکب رابن جادوئی عمل میں مصروف رہا کرتا تھا۔

وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی "اس نے پوچھا "کیا خبر ہے؟ کیا بھیما سے باتیں کررہی تھیں؟"

"ہاں۔ وہ بے وقوف کا بچہ پہلے تو دوستی کرنا چاہتا تھا۔ آج کھل کر کہہ رہا ہے کہ مجھ پر مرمٹا ہے۔ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

جیکب رابن نے گھور کر الپا کو دیکھا پھر کہا "بھیما کی شامت آگئی ہے۔ اس نے آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد خود کو ناقابل شکست سمجھ لیا ہے۔ وہ میری جادوئی قوت کو کبھی سمجھ نہیں پائے گا۔ جب میں اس پر حملے کروں گا تب اسے دن میں تارے نظر آئیں گے۔"

"تمہیں ناراض ہونے اور غصے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ٹھنڈے دماغ سے میری پلاننگ کو سمجھو میں اپنی ایک ڈمی اس کے سامنے پیش کروں گی۔ تم اپنے جادوئی عمل سے اس ڈمی کو مکمل الپا بناؤ گے یعنی بھیما کو یہ موقع نہیں دو گے کہ وہ اپنے جادوئی عمل سے ڈمی کی اصلیت معلوم کرسکے۔"

"یہ تو میں کروں گا۔ اس کا باپ بھی ڈمی کی اصلیت معلوم نہیں کرسکے گا لیکن اہم مسئلہ یہ ہے کہ تمہاری ڈمی ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوگی۔ خیال خوانی کا مسئلہ رہے گا۔ اگر بھیما تمہاری ڈمی سے یہ فرمائش کرے کہ وہ اس کے دماغ میں آئے تو ڈمی اس کے دماغ میں نہیں جاسکے گی۔ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟"

"یہ ایک مسئلہ ہے اگر میری ماتحت کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہوتی تو میں اسے ڈمی بنا کر بھیج دیتی اب تو میں دو تین دن کے لیے اس کے پاس جایا کروں گی تو مجھے دو تین دنوں تک ڈمی کے دماغ میں موجود رہنا ہوگا۔"

"لیکن دن رات اس کے دماغ میں کس طرح موجود رہ سکتی ہو؟"

"میں کوشش کروں گی کہ زیادہ سے زیادہ اس کے دماغ میں رہوں اور بھیما کو ہماری چال بازی کا ذرا سا بھی شبہ نہ ہو۔"

وہ دونوں ٹیلی پیتھی کے مسئلے پر غور کرنے لگے۔ ان کی پلاننگ اچھی تھی لیکن یہی ایک کمزوری رہ گئی تھی۔ وہاں بھیجی جانے والی ڈمی خود ٹیلی پیتھی نہ جانتی اور خیال خوانی کے ذریعے بھیما کے دماغ میں پہنچ نہ پاتی تو اسے شبہ ہوتا بلکہ یقین ہوجاتا کہ اسے دھوکا دیا جارہا ہے۔

بڑی دیر تک غور کرنے کے بعد الپا نے کہا "میری ڈمی بھیما کے پاس ضرور جائے گی۔ میں نے سوچ لیا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"مجھے بتاؤ کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے لیکن ابھی کچا ہے۔ میں اس منصوبے کو ذرا اچھی طرح پکالوں پھر تمہیں بتاؤں گی۔ اس وقت تک تم ایک ڈمی تیار کرو اور اس پر اس طرح جادوئی عمل کرو کہ بھیما کا جادو اس پر کوئی اثر نہ کرسکے۔"

الپا کے ذہن میں ایک دھندلی سی تدبیر تھی۔ اس نے برسوں ٹیلی پیتھی کی دنیا میں رہ کر گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ نت نئے تجربات سے گزرتی رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اپنی تدبیر کے تمام پہلوؤں سے غور کرے گی اور اسے قابل عمل بنائے گی تو بھیما کی شامت آجائے گی۔

○☆○

کہا جاتا ہے کہ سر منڈواتے ہی اولے پڑنے لگتے ہیں۔ جے ساموا اور جے فلو کے ساتھ یہی ہونے لگا تھا۔ انہوں نے جیسے ہی عشق شروع کیا دشمن آسمان سے اولے کی طرح سر پر پڑتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ کافو نے کہا "یار دو! یہ تم دونوں کے دلوں کے معاملات ہیں اور دل کے معاملات میں عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ میں تم دونوں کو سمجھاؤں گا کہ دل سے زیادہ عقل سے سوچو۔ ورنہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی نادانیوں سے پھنستے آئے ہیں۔ ہم بھی ان کی طرح دشمنوں کے جال میں پھنس جائیں گے۔"

جے ساموا نے کہا "یار کافو! یہ اچھا ہوا کہ تم نے ہماری طرح کسی سے دل نہیں لگایا ورنہ ہم تینوں بیکار محبت بن جاتے۔ عقل سے سوچنے والا کوئی نہ رہتا۔ اب تم ہی بتاؤ کیا کرنا چاہیے۔"

جے فلو نے کہا "اس نے کسی سے دل نہیں لگایا ہے۔ یہ تو بے رحمی سے کہہ دے گا کہ میں ہیلو ریٹا سے تعلقات ختم کردوں اس کی محبت کو بھول جاؤں۔ یہ نہیں جانتا کہ محبت کو بھلانا اور محبوبہ کو یادوں سے نکالنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ نیندیں حرام ہوجاتی ہیں۔ کھانا پینا چھوٹ جاتا ہے۔ عقل کسی اہم مسئلے پر سوچنے کے قابل نہیں رہتی۔"

جے کافو نے کہا "مگر تم عقل کی بات کہہ رہے ہو۔ جو بات میرے دماغ میں ہے اور میں کہنا چاہتا ہوں وہ ابھی تم نے کہہ دیا ہے۔ دانش مندی یہی ہے کہ ہیلو ریٹا سے دور ہوجاؤ۔ کیا عقل اتنی سی بات نہیں سمجھتی کہ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھائی امریکی اکابرین کے چنگل میں ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں جاتے آتے ہوں گے اور اسے اس بات کی خبر نہیں ہوتی ہوگی۔ وہ یہی سمجھتا ہوگا کہ وہاں امریکی اکابرین کے سائے میں محفوظ ہے اور کسی کا معمول نہیں ہے۔"

ہیلو ریٹا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی کا نام کینی بال تھا۔ یہ وہی کینی بال تھا جو اپنے ایک ساتھی لیزی گارڈ کے ساتھ گرفتار ہوگیا تھا۔ گرفتار ہونے سے پہلے پارس اور پورس نے اسے معمول بنا کر رکھا تھا۔ ان حالات میں عقل یہی کہتی تھی کہ وہ امریکی اکابرین کی پناہ میں رہ کر کسی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا معمول اور ماتحت بن چکا ہوگا۔ جب بھی کوئی معمول بنتا ہے تو اسے اس بات کی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کسی کا غلام بنا ہوا ہے۔

جے فلو نے کہا "بے شک اگر ہمیں بھی کسی نے قید کیا اور کسی نے ہمیں بھی اپنا معمول اور تابع بنالیا تو اس کی خبر ہمیں نہیں ہوگی۔ ہم اس خوش فہمی میں مبتلا رہیں گے کہ آزاد اور خود مختار ہیں لیکن ہمیں دوسرے پہلو سے بھی سوچنا چاہیے۔"

جے کافو نے کہا "وہ دوسرا پہلو کیا ہے؟"

"یہی کہ امریکی اکابرین کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ وہ اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے یعنی لیزی گارڈ اور کینی بال پر کسی دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو تنویمی عمل کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ انہیں یہ اندیشہ رہے گا کہ ان گا اپنا ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا عامل بن کر لیزی گارڈ اور کینی بال کو اپنا تابع۔ اور معمول بنالے گا اور اس کی خبر امریکی اکابرین کو نہیں ہوگی۔"

"اس پہلو سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ لیزی گارڈ کو کسی نے اپنا تابع نہیں بنایا ہوگا اور وہ بالکل آزاد اور خود مختار ہے۔"

جے فلو نے کہا "میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔"

"کہنا تو چاہتے ہو لیکن اسے ثابت کرنا ہوگا۔ ہم تینوں کو یہ معلوم کرنا ہوگا کہ کینی بال پر کسی نے تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔"

"یہ معلوم کرنے کے لیے ہمیں کسی ٹھوس پلاننگ پر عمل کرنا ہوگا۔"

جے کافو نے کہا "تم خیال خوانی کے ذریعے ہیلو ریٹا سے رابطہ کرو اور اسے بھرپور محبت کا یقین دلا کر اپنا پتا ٹھکانا بتا دو۔"

"جب میں اسے اپنا پتا اور ٹیلی فون نمبر وغیرہ بتاؤں گا تو وہ خوش ہوجائے گی۔ اسے میری بھرپور محبت کا یقین ہوجائے گا۔"

"پھر وہ اپنے بھائی کو تمہارا پتا اور فون نمبر بتائے گی۔ ہم یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔ یہاں قریب ہی کوئی بنگلا کرائے پر لے لیں گے۔ وہاں رہ کر اس خالی بنگلے کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ کینی بال اگر کسی کا معمول ہوگا تو وہ عامل ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ سے ہمارا پتا اور فون نمبر معلوم کرلے گا۔ کوئی رہتا بھی ہے یا نہیں؟"

جے فلو نے کہا "میں تمہاری پلاننگ سمجھ رہا ہوں۔ ہم یہ جگہ چھوڑ دیں گے لیکن کسی دوسرے افراد کو اپنا آلہ کار بنا کر یہاں رکھیں گے تاکہ کینی بال کے عامل ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یقین ہوجائے کہ اس بنگلے میں دو شخص رہتے ہیں اور ان دونوں میں سے ایک شخص جے فلو ہوگا جو کینی بال کی بہن سے محبت کرتا ہے۔"

"ہاں وہ اس بنگلے کو گھیر کر ان دونوں کو ضرور گرفتار کریں گے۔ اس طرح ہم تصدیق کریں گے کہ کینی بال کسی کا معمول اور فرماں بردار ہے؟"

جے ساموا خیال خوانی کے ذریعے اپنے دونوں ساتھیوں کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا "یہ اچھی تدبیر ہے۔ اس طرح دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوجائے گا اگر وہ کینی بال کسی کا معمول ہے تو ہم کسی مصیبت میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں گے۔"

اس پلاننگ کے مطابق جے فلو نے خیال خوانی کے ذریعے ہیلو ریٹا کو مخاطب کیا۔ وہ خوش ہو کر بولی "ہیلو فلو! میں اپنے دماغ میں تمہاری باتیں سن رہی ہوں۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے سے محبت کرنے کا ایک فائدہ یہی

ہے کہ جدائی کے لمحات زیادہ تڑپاتے نہیں ہیں۔ تم مجھ سے ابھی جدا ہو لیکن اپنے دماغ میں اس طرح محسوس کررہی ہوں جیسے میں تمہارے پاس ہوں۔"

"واقعی مجھے ایسے ہی لگ رہا ہے جیسے تم میرے سامنے ہی نہیں بلکہ میرے اندر سما گئے ہو۔ بائے دی وے ہم کب تک اتنے قریب رہ کر بھی دور دور رہا کریں گے؟"

"ہم جلد ہی ایک دوسرے کے ہوجائیں گے۔ ہماری شادی ہوگی پھر تم ہمیشہ کے لیے میرے پاس آجاؤ گی۔"

"مگر ایسا کب ہوگا؟"

"پہلے تمہارے بھائی سے ضروری باتیں ہوجائیں پھر تم سے شادی کے معاملات بھی طے ہوجائیں گے۔"

"پتا نہیں کب ایسا ہوگا۔ اس وقت تک مجھے تم سے دور رہنا ہوگا۔"

"کیا ہم دوسروں سے اور خاص طور پر ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے چھپ کر نہیں مل سکتے؟"

"میں تم سے ملنے آؤں گا تو کسی کی بھی نظروں میں آسکتا ہوں۔ ویسے تم مجھ سے ملنے آسکتی ہو۔ میں تمہیں اپنا پتا اور فون نمبر بتا سکتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔ اتنے اہم راز کی باتیں مجھے بتانا چاہتے ہو۔ مجھے یہ بھی بتاؤ کہ میں تمہارے بنگلے میں کس وقت ملاقات کے لیے آسکتی ہوں؟"

"جب تک میں نہ کہوں' میرے بنگلے کی طرف نہ آنا۔ ویسے جب چاہو مجھے فون کرسکتی ہو۔ میرا فون نمبر اور بنگلے کا پتا نوٹ کرو۔"

وہ کاغذ قلم لے کر لکھنے لگی جے فلو جب تک ہیلوریٹا سے باتیں کرتا رہا۔ اس وقت تک جے کافو اور جے سامو نے دو جوانوں کو ٹریپ کیا۔ ان کے دماغوں پر قبضہ جمایا پھر انہیں آلہ کار بنا کر اس بنگلے میں پہنچا دیا۔ جہاں اس وقت جے کافو اور جے فلو موجود تھے۔ جے فلو نے ہیلوریٹا کو اپنا موبائل فون نمبر بتایا تھا۔ جے کافو نے بنگلے کے ٹیلی فون کو بیکار بنا دیا۔ فلو نے اپنی محبوبہ سے کہا "میں نے تمہیں اپنا موبائل فون نمبر لکھوایا ہے۔ جب بنگلے کا فون ٹھیک ہوجائے گا تو میں یہ نمبر بھی لکھوا دوں گا۔"

"میں بنگلے کا فون نمبر لے کر کیا کروں گی۔ مجھے یہی خوشی ہے کہ تم نے اپنا ذاتی فون نمبر دیا ہے میں آدھی رات کو بھی تم سے بات کرسکتی ہوں۔"

"میں بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے آدھی رات کو تمہیں نیند سے جگا سکتا ہوں۔ فی الحال میں رابطہ ختم کررہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔ ہیلوریٹا نے پوچھا "فلو کیا تم جاچکے ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ اس کے دماغ میں خاموشی رہا۔

تب اس نے سمجھ لیا کہ اس کا محبوب جاچکا ہے۔ وہ محبت سے اس کے بارے میں سوچنے لگی۔ اسی وقت اسے اپنے بھائی کی آواز سنائی دی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بول رہا تھا "ہیلو ریٹا میں ہوں' تمہارا بھائی کینی بال۔ میں سوچ رہا تھا کہ جے فلو اور جے کافو سے دماغی رابطہ کروں پھر میں نے یہ سوچ کر رابطہ نہیں کیا کہ میں ان کے دماغوں میں جاؤں گا تو وہ بھی میرے دماغ میں آنا چاہیں گے اور یہ دماغی رابطہ مناسب نہیں ہے۔ اس طرح ہم اچھے دوست ہو کر بھی ایک دوسرے کے چور خیالات پڑھ لیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے اگر میرے خیالات پڑھنے سے انہیں نقصان پہنچ سکتا ہے تو ان کے خیالات کے پڑھنے سے مجھے بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"فلو نے اپنے بنگلے کا پتا اور فون نمبر بتا دیا ہے۔ تم میرے سگے بھائی ہو اس لیے میں اس کا پتا اور فون نمبر بتا رہی ہوں۔ پلیز نوٹ کرو۔"

"تم بتاؤ میں اسے ذہن میں نقش کرلوں گا۔"

ایک بہن نے اپنی معصومیت کے ساتھ بھائی کو اپنے محبوب کا پتا اور فون نمبر بتا دیا۔ بھائی نے بھی معصومیت سے اسے اپنے ذہن میں نقش کرلیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کسی نے اسے بھی اپنا معمول بنایا ہوا ہے اور کوئی اس وقت اس کے دماغ میں رہ کر جے فلو کا پتا اور فون نمبر معلوم کررہا ہے؟

جے فلو اور جے کافو نے دو گھنٹے کے اندر دوسرا بنگلا رہائش کے لیے حاصل کرلیا۔ ان کے پہلے والے بنگلے میں ان کے دو معمول جوان موجود تھے۔ جے سامو نے ان دونوں پر مختصر سا تنویمی عمل کرکے انہیں پوری طرح اپنی گرفت میں رکھا تھا۔ وہ ان تینوں کی اجازت کے بغیر اس بنگلے سے کہیں جا نہیں سکتے تھے۔

کینی بال نے ٹیلی فون کے ذریعے جے فلو کو مخاطب کیا پھر کہا "میں اپنی بہن ہیلوریٹا کے پاس گیا تھا۔ وہاں سے تمہارا یہ فون نمبر معلوم کیا ہے۔"

جے فلو نے کہا "تم ہمارے درمیان رابطہ قائم رکھنے کے سلسلے میں محتاط ہو۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بات نہیں کرنی چاہیے۔"

"یہ ہم دونوں کے لیے بہتر رہے گا۔ کبھی ایک دوسرے پر یہ شبہ نہیں ہوگا کہ ہم ایک دوسرے کے چور خیالات پڑھتے رہتے ہیں۔"

"ٹھیک سوچ رہے ہو' ہمیں زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے کا اعتماد حاصل کرنے والی باتوں پر عمل کرنا چاہیے لیکن یہ خیال بھی پریشان کرتا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے کب تک چھپ کر رہیں گے۔ جبکہ ہمارے درمیان سگی رشتے داری قائم ہورہی ہے۔ تمہاری سگی بہن میری شریک حیات بننے والی ہے۔"

"یہ پریشانی مجھے بھی ہے لیکن اس کا کوئی حل نہیں ہے۔ میں اپنی بہن کی شادی میں شریک نہیں ہوسکوں گا۔"

"اور مجھے بھی تمہاری بہن کے ساتھ بڑی رازداری سے

شادی کرنی ہوگی اگر میں چرچ میں جاکر شادی کروں گا تو اندیشہ ہے کہ دشمنوں کی نظروں میں آجاؤں گا۔"

"ٹیلی پیتھی کا علم خدا کا بہترین عطیہ ہے۔ ہم اس کے ذریعے اپنی اور اپنے رشتے داروں کی حفاظت کرتے ہیں لیکن اپنے سگے رشتے داروں کے غم یا خوشی میں شریک نہیں ہوسکتے۔ میں بہت سوچ سمجھ کر اس نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ تمہیں خفیہ طور پر میری بہن سے شادی کرکے ایک گھریلو ازدواجی زندگی گزارنی چاہیے۔ میری بہن جس حال میں خوش رہے گی میں اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہوں گا۔"

"یہ باتیں اپنی بہن سے کہہ دو کہ تم اس کی خفیہ شادی پر اعتراض نہیں کروگے پھر وہ خوش اور مطمئن رہے گی۔"

"میں ابھی اس سے کہہ دوں گا۔ جب تم دونوں شادی کرلو تو مجھے اطلاع دینا۔ مجھے یہ اطمینان ہوجائے گا کہ میں اپنی جوان بہن کی ذمے داریوں سے سبکدوش ہوچکا ہوں۔ بہرحال میں ہیلوریٹا کو خفیہ شادی کرنے کی اجازت دیے جارہا ہوں پھر تم سے رابطہ کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ جے سامو اور جے کافو نے جن دو جوانوں کو معمول بنا کر پہلے والے بنگلے میں رکھا تھا۔ انہیں یہ اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ کوئی اجنبی ملاقات کے لیے آئے تو ان میں سے ایک اجنبی سے بات کرے اور دوسرا کسی کمرے میں جاکر موبائل فون کے ذریعے انہیں یہ اطلاع دے کہ کوئی اجنبی ان سے ملنے آیا ہے۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک جوان نے فون کے ذریعے بتایا کہ ٹیلی فون کے محکمے سے کوئی فون ٹھیک کرنے آیا ہے۔

یہ سنتے ہی جے کافو' جے سامو اور جے فلو تینوں ہی خیال خوانی کے ذریعے اپنے ان دو نوجوانوں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ ان کے ذریعے اس شخص کے دماغ میں پہنچ گئے۔ جو ٹیلی فون کے محکمے سے آیا تھا۔ وہ واقعی اس محکمے سے آیا تھا۔ وہ کوئی دشمن نہیں تھا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ اس بنگلے کا فون خراب ہونے کی اطلاع فون کے ذریعے کسی نے دی تھی۔ اس کے مطابق وہ فون درست کرنے آیا ہے۔

اس شخص کی آمد سے یہ ظاہر ہوگیا کہ کینی بال کے دماغ پر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مسلط ہے۔ اس نے اسے اپنا معمول اور محکوم بنا رکھا ہے۔ اسی عامل نے کینی بال کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا ہوگا کہ جے فلو کے بنگلے کا فون خراب ہے۔ جے فلو اور جے کافو نے فون کی خرابی کی شکایت کی ہے۔ جبکہ کسی نے شکایت نہیں کی تھی۔

کینی بال کے عامل نے یہی سوچا کہ جب ان کی طرف سے شکایت کی گئی ہے اور فون کے محکمے والے دیر کررہے ہیں تو اس عامل نے خود ہی اپنے کسی آلہ کار کے ذریعے شکایت کی بلکہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس شخص کو فوراً ہی اس محکمے سے روانہ کروادیا۔

وہ یقیناً یہی چاہتا ہوگا کہ بنگلے کا فون ٹھیک ہوجائے تاکہ فون کے ذریعے یہ صحیح طرح سے معلوم کیا جائے گا کہ وہاں کافو اور جے فلو موجود ہیں یا نہیں؟ جے فلو کے موبائل فون سے صحیح معلومات حاصل نہیں ہوسکتی تھیں کیونکہ اس کے موبائل فون پر رابطہ کیا جاتا تو وہ کسی بھی جگہ سے بات کرتا۔ یہی تاثر دیتا کہ وہ اپنے پہلے والے بنگلے سے بول رہا ہے۔

جو شخص ٹیلی فون کے محکمے سے آیا تھا وہ .... فون درست کرنے کے دوران میں ان دو نوجوانوں سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے پوچھا کہ ان کے نام کیا ہیں؟

دونوں جوانوں نے اپنے نام جے کافو اور جے فلو بتائے۔ اصلی جے کافو' جے فلو ان کے دماغوں میں موجود تھے اگر وہ کوئی غلطی کرتے تو وہ دونوں اس غلطی کو درست کرسکتے تھے۔

اس بات کی پوری طرح تصدیق ہوچکی تھی کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے متعلق معلومات حاصل کررہا ہے اور ان دو جوانوں کے دماغوں میں اس لیے نہیں آرہا ہے کہ وہ انہیں یوگا جاننے والے جے کافو اور جے فلو سمجھ رہا ہے۔ یہ اندیشہ ہے کہ وہ دونوں سانس روک لیں گے پھر یہ سازش ظاہر ہوجائے گی کہ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹیلی فون درست کرنے والے کے دماغ میں گھس کر ان کے بنگلے میں گھس آیا ہے۔

جے کافو نے اس ٹیلی فون درست کرنے والے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہیلو گمنام ٹیلی پیتھی جاننے والے! تم چالیں بہت اچھی چل رہے ہو اور ہمارے بنگلے تک بھی پہنچ چکے ہو۔"

ٹیلی فون درست کرنے والے نے حیرانی سے پوچھا "یہ آپ مجھ سے کیا کہہ رہے ہیں؟"

جے کافو کے معمول جوان نے کہا "میں تم سے نہیں تمہارے دماغ میں چھپے ہوئے دشمن سے کہہ رہا ہوں۔ وہ میری باتیں سن رہا ہے۔"

تب اس گمنام ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس شخص کی زبان سے کہا "ہوں۔ تم ہماری چال کو سمجھ چکے ہو لیکن وہاں سے نکل نہیں پاؤ گے۔"

جے کافو نے کہا "کون بے وقوف یہاں سے نکلنا چاہے گا۔ ہم دونوں اس بنگلے میں آرام سے بیٹھے رہیں گے۔ تم آرام سے اپنے آلہ کاروں کو بھیج کر ہمیں گرفتار کرسکتے ہو۔ ہمیں زخمی کرکے یا دواؤں کے ذریعے ہمیں اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرکے ہمارے دماغوں پر قبضہ جما سکتے ہو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "تمہیں اتنا اطمینان کیوں ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہاں رہو گے تو تمہیں گرفتار نہیں کیا جاسکے گا؟"

"ہم یہاں موجود رہیں گے' اس کے باوجود تم یا تمہارے پیچھے پورے امریکا کی قوت بھی ہمیں اپنے شکنجے میں نہیں لے سکے گی۔"

"پھر بھی سہی۔ میں وارننگ دے رہا ہوں' باہر جانے کی حماقت نہ کرنا۔ کہیں سے بھی آنے والی دو اندھی گولیاں تم دونوں کو ہماری جھولی میں پہنچا دیں گی۔"

...ٹیلی فون درست کرنے والا اپنا کام کرکے چلا گیا۔ جے کافو نے اپنے دوست فلو سے کہا "تم ہیلو ریٹا کے دماغ میں جاؤ۔ ابھی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے سلسلے میں مصروف رہیں گے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ہیلو ریٹا پر مختصر سا تنویمی عمل کرو اس کے دماغ کو لاک کردو۔ تاکہ آئندہ اس کا بھائی اور اس کے پیچھے چھپے ہوئے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تمہاری ہیلو ریٹا کے دماغ تک نہ پہنچ سکیں۔ تنویمی عمل کرنے کے بعد اسے وہاں سے دوسری جگہ منتقل کردیا جائے گا۔"

جے فلو نے خوش ہو کر کہا "شکریہ کافو! تم میرے دلی جذبات کو سمجھتے ہوئے ہیلو ریٹا کو میرے لیے اغوا کرنے کی تجویز پر عمل کر رہے ہو پھر ایک بار شکریہ۔"

وہ ہیلو ریٹا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی ایک رسالہ پڑھ رہی تھی اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر وہاں سے اٹھا دیا۔ وہ اپنے بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی بیڈ روم میں آئی پھر بستر پر لیٹ گئی۔ جے فلو نے اسے مخاطب نہیں کیا اگر مخاطب کرتا تو اسے باتیں کرنے میں دیر ہو جاتی۔ وہ پہلے اپنا کام کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تو پھر اس کے دماغ پر تنویمی عمل کرنے لگا۔

اس کے دونوں ساتھی جے کافو اور جے سامو نے اسے تنویمی عمل کرنے کا موقع دیا اور دشمنوں کو اپنے معمول جوانوں کو ساتھ الجھائے رکھا۔ انہوں نے ان دو جوانوں.... کے پاس دو ریوالور چھوڑ دیے تھے تاکہ بوقتِ ضرورت کام آئیں اور اب وہ کام آنے والے تھے ان دونوں نے بنگلے کے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ آگے پیچھے والے کمروں کی ایک ایک کھڑکی کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں سے انہوں نے دیکھا' کئی مسلح افراد اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر چکے تھے اور اب وہ احاطے کے اندر بہت محتاط انداز میں آرہے تھے۔ اسی وقت ایک جوان نے گولی چلائی۔ جس کے نتیجے میں ایک مداخلت کار مارا گیا۔ باقی دوسرے فوراً ہی بھاگ کر مختلف جگہوں پر چھپنے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا "جے کافو اور جے فلو ہم وارننگ دے رہے ہیں۔ گولیاں چلا کر اور ہمارے چند آدمیوں کو ہلاک کرکے یہاں سے فرار نہیں ہو سکو گے۔ بہتری اسی میں ہے کہ خود کو گرفتاری کے لیے پیش کردو۔"

جے کافو نے ایک معمول جوان کی زبان سے بلند آواز میں کہا۔ "جب تک ہمارے پاس بلٹس کا ذخیرہ ہے۔ ہم گولیاں چلاتے رہیں گے۔"

دشمنوں نے بھی اپنے آلہ کاروں کو پورے انتظامات کے ساتھ بھیجا تھا۔ انہوں نے چھپ کر فائرنگ کی پھر فائرنگ کے نتیجے میں جو گولیاں برآمدے میں اور کھڑکیوں کے راستے کمروں میں پہنچیں ان سے گیس نکلنے لگی۔ اس گیس کے اثر سے آنکھوں میں جلن ہونے لگی۔ آنسو بہنے لگے۔ دونوں بری طرح کھانسنے لگے باہر سے بلند آواز میں کہا گیا "بہتری اسی میں ہے کہ ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر باہر آجاؤ۔ نہیں آؤ گے تو زیادہ دیر اس گیس کے اثرات برداشت نہیں کرپاؤ گے۔ بے ہوش ہو جاؤ گے۔ پھر ہم آسانی سے تمہیں اٹھا کر لے جائیں گے۔"

جے کافو اور جے سامو نے اپنے معمول جوانوں کے دماغوں میں رہ کر یہ سمجھ لیا کہ واقعی وہ اب اس گیس کے اثرات کو برداشت کرنے کے قابل نہیں رہے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے ان دونوں کو باہر جانے دیا۔ وہ دروازہ کھول کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر آگئے۔ کھلی فضا میں گہری گہری سانس لینے لگے۔ کئی مسلح شخص چاروں طرف سے انہیں نشانے پر رکھ کر قریب آرہے تھے۔ جے کافو نے اپنے معمول کی زبان سے کہا "تم لوگ کیوں ہمیں گرفتار کرنا چاہتے ہو؟ کیا ہمارے دماغوں میں آکر خیالات پڑھ کر یہ معلوم نہیں کرسکتے کہ ہم نہ کافو ہیں اور نہ فلو ہیں۔"

جو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان دونوں کو گھیر کر گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ وہ ان کے دماغوں میں اسی وقت پہنچ گئے تھے' جب وہ گیس کے اثرات سے مسلسل کھانسنے لگے تھے۔ انہیں ان دونوں کے دماغوں میں جگہ مل گئی تھی پھر ان کے خیالات پڑھ کر وہ سب بری طرح مایوس ہو گئے تھے۔

بیزون نے تیج پال کے پاس آکر کہا "ہم دھوکا کھا گئے ہیں۔ وہ تھری جے بہت چالاک ہیں۔ پتا نہیں وہ کب سے کہاں روپوش ہیں اور اپنی جگہ انہوں نے وہاں اپنی ڈمیاں چھوڑ رکھی ہیں اور ان کے ذریعے ہمیں دھوکا دیتے آرہے ہیں۔"

تیج پال نے کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ تینوں اس طرح ہماری چالوں کو ناکام بنا دیں گے۔ بہرحال تم میں سے ایک کینی بال کی بہن ہیلو ریٹا کے دماغ میں جائے۔ ان تینوں تک پہنچنے کا وہی ایک ذریعہ رہ گیا ہے۔"

اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے لیے بیزون اور اس کے ساتھیوں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ہیلو ریٹا کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ جے کافو اور جے سامو نے ان کے آلہ کاروں کو اور ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تین گھنٹوں تک الجھائے رکھا تھا۔ اتنی دیر میں ہیلو ریٹا پر تنویمی عمل ہو چکا تھا۔ وہ ایک گھنٹے کی نیند سونے کے بعد بیدار ہو گئی تھی۔ اب جے فلو اس کا محبوب بھی تھا اور اس کا عامل بھی۔ وہ اپنے عامل کی ہدایت کے مطابق فوراً ہی اپنا ضروری سامان لے کر اپنے بنگلے سے نکل گئی پھر فاؤنٹین اسکوائر کی طرف جانے لگی۔ جہاں جے فلو اس کا انتظار کر رہا تھا۔

وہاں جاتے وقت ہیلو ریٹا نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ پھر فوراً ہی سانس روک لی۔ جے فلو نے اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا۔ اب کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں نہ آسکتا تھا۔ نہ یہ معلوم کرسکتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟

بیزون اور اس کے ساتھیوں نے تیج پال کے پاس آکر کہا "ہم جو سوچتے ہیں' وہ تینوں اس سے پہلے ہی اس کا توڑ کر لیتے ہیں۔ انہوں نے کینی بال کی بہن کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ اب ہم میں سے کوئی نہ اس کے دماغ میں جا سکے گا اور نہ ہی اس کے ذریعے ان تینوں کا سراغ لگا سکے گا۔"

تیج پال نے کہا "اپنے تمام آلہ کاروں کو اور امریکی خفیہ ایجنسی والوں کو کہہ دو کہ تمام راستوں کی ناکہ بندی کردیں۔ ائرپورٹ پر بھی نگرانی کرائیں۔ تین جوان لڑکے اور دو جوان لڑکیاں یعنی تھری جے' مونا اور ہیلو ریٹا فضائی راستے سے' بحری راستے سے یا خشکی کے راستے سے فرار نہیں ہو سکیں گے۔"

تمام امریکی ایجنسی امریکی خفیہ ایجنسیاں اور دوسرے تمام آلہ کار ان کی تلاش میں دور دور تک پھیل گئے۔ جے کافو نے خیال خوانی کے ذریعے کینی بال کے دماغ میں پہنچ کر کہا "ہیلو کینی بال! میں کافو بول رہا ہوں۔ ہمیں ایک دوسرے سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ تو نہیں کرنا چاہیے لیکن مجبور ہوں۔ تمہیں ایک بری خبر سنانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ تم کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے معمول اور محکوم ہو اور ایک غلام بن جانے والی بدقسمتی سے بے خبر ہو۔"

اس نے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں تو بالکل آزاد ہوں۔ خود مختار ہوں۔"

"اگر خود مختار ہو تو ابھی یہاں چلے آؤ پھر دیکھو' تمہیں کوئی آنے دیتا ہے یا نہیں؟"

"مجھے کوئی نہیں روکے گا لیکن ہم امریکی ہیں۔ یہاں کے قوانین اور اصولوں کے خلاف اپنی من مانی نہیں کرسکتے۔ مجھے اپنے فوجی اکابرین سے اجازت لینی ہوگی۔ اس کے بعد میں آسکوں گا۔"

"دیر کس بات کی ہے؟ ابھی جاؤ اور اجازت لو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہاری حیثیت ایک آزاد ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ہے یا ایک غلام خیال خوانی کرنے والے کی؟"

"تم میرے دماغ میں رہو۔ میں ابھی فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کرتا ہوں۔"

اس نے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "میں اپنی بہن سے ملنے کے لیے اٹلی کے شہر فلورنس۔ پہلی فلائٹ سے جانا چاہتا ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ذرا ہوش کی باتیں کرو۔ پہلے تم جیکی اولڈ کے غلام بنے ہوئے تھے۔ وہاں سے نجات ملی تو پارس اور پورس کے غلام بن گئے۔ ہم نے بڑی مشکلوں سے تمہیں رہائی دلائی اور اپنے پاس حفاظت سے رکھا ہے۔ تم تنہا جانا چاہو گے تو پھر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن تمہیں ٹریپ کرے گا۔"

"میں بہت محتاط رہوں گا۔ کوئی مجھے ٹریپ نہیں کرسکے گا۔"

اکثر ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری طرح خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں اور کسی نہ کسی دن دشمنوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گے تو ہم تم سے اور تمہاری صلاحیتوں سے محروم ہو جائیں گے۔ کیا تم اپنے ملک اور قوم کو بھی اپنی ذات سے محروم کرنا چاہتے ہو؟ تم اپنی خیال خوانی کے ذریعے ہم سب کو فائدہ نہیں پہنچانا چاہتے؟"

"میں ہر طرح کی خدمت کرنے کو تیار رہوں لیکن بہن کے پاس جانا بھی ضروری ہے۔"

"اگر ضروری ہے تو ہم تمہاری بہن کو تمہارے پاس پہنچا دیں گے۔"

"میری بہن کو یہاں لانا مناسب نہیں ہے۔ وہاں اس کی شادی ہونے والی ہے۔ میں دراصل اس کی شادی میں شریک ہونے کے لیے جانا چاہتا ہوں۔"

"بہن کو یہاں لے آؤ۔ اس کی شادی ہو جائے گی۔"

"آپ کیسی باتیں کررہے ہیں؟ شادی وہاں ہوگی۔ اس نے اپنے لیے ایک جیون ساتھی پسند کیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے سخت لہجے میں کہا "تم بہت بحث کررہے ہو۔ تمہارا فرض ہے کہ اپنے اعلیٰ افسران کے حکم کی تعمیل کرو اور تعمیل کرنے سے پہلے کوئی سوال نہ کرو۔"

بیزون کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "میں کینی بال کے دماغ میں ہوں اور آپ سے مخاطب ہوں یہ خود اپنی بہن کے پاس جانا نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ تھری جے اسے بھگا رہے ہیں ہم ان تینوں کو گرفتار کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں' وہ تینوں ہمیں ناکام بنانے کے بعد اب کینی بال کو ٹریپ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس کی بہن کو اغوا کرکے کہیں لے گئے ہیں۔ اب اس کو بھی لے جانا چاہتے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "کینی بال تم بیزون کی باتیں سن رہے ہو۔ اب تمہیں عقل آجانی چاہیے۔"

کینی بال نے کہا "ہاں اب عقل آرہی ہے۔ میں شراب نہیں پیتا کوئی نشہ نہیں کرتا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر بھگا دیتا ہوں لیکن یہ بیزون میرے دماغ میں کیسے موجود ہے؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "تم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔ تم سب ایک دوسرے کے دماغ میں آسکتے ہو جاسکتے ہو۔"

"بے شک پھر مجھے بھی بیزون اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے

والوں کے دماغوں میں کسی رکاوٹ کے بغیر جانا چاہیے۔"

"ضرور جانا چاہیے لیکن ابھی تم ابتدائی مراحل میں ہو۔ ہم نے تمہارے ذہن کو واش کرکے تمہارے دماغ سے پارس اور پورس کے تنویمی عمل کو صاف کیا ہے۔ تمہیں آزاد اور خود مختار بنایا ہے۔ رفتہ رفتہ تم اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی ساتھیوں کے دماغوں میں جاسکو گے۔"

کینی بال نے کہا "جب بھی کسی کے دماغ میں جاؤں گا یا کوئی میرے دماغ میں آئے گا تو اس کے آتے ہی میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیا کروں گا۔ اسی طرح دوسرے بھی میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیا کریں گے۔ یہ ٹھیک ہے نا؟"

"بالکل ٹھیک ہے۔"

"تو پھر میں نے بیزون کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا؟ یہ بڑی دیر سے میرے دماغ کے اندر تھا اور میرے دماغ میں یہ بات نقش کردی ہے۔ جب بھی اس کی سوچ کی لہریں میرے دماغ میں آئیں گی تو میں اسے محسوس نہیں کرپاؤں گا۔ اب بولیں کیا یہ درست نہیں ہے؟"

"تم خوامخواہ بحث کررہے ہو۔ ہم اپنے ملک و قوم کے لیے جو بہتر سمجھتے ہیں۔ وہ کرتے ہیں تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوئی ہے۔ تمہیں بھی ایسی سہولتیں دی جائیں گی۔"

"آپ مجھے سبز باغ نہ دکھائیں۔ صرف اس سوال کا جواب دیں کہ آپ نے کیوں مجھے بیزون کا معمول بنایا ہے؟ کیوں میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرپاتا ہوں؟ اور آپ لوگوں نے اس بات سے مجھے بے خبر کیوں رکھا تھا؟"

"وقت آنے پر تمہارے سوالوں کا جواب دے دیا جائے گا۔ فی الحال ہم پر اعتماد کرو۔ ویسے اعتماد نہیں کرو گے تو پھر کیا کرو گے؟ کیا ہم سے بغاوت کرو گے؟ کیا یہاں سے بھاگ جاؤ گے؟"

"میں کیا کروں گا یہ نہیں جانتا لیکن آپ لوگوں نے مجھ جیسے محب وطن کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

پھر اس کی آواز بدل گئی۔ اس کا لہجہ بدل گیا۔ اس کی زبان نے کہا "میں جے کانو بول رہا ہوں۔ تھری جے میں سے ایک ہوں اور بڑی دیر سے کینی بال کے دماغ میں رہ کر تم سب کی باتیں سن رہا ہوں۔ بیزون بھی کینی بال کے دماغ میں ہے اس کی موجودگی میں اعلیٰ افسر سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کی حکمت عملی بہت بچکانہ ہے۔ آپ نے بیزون اور اس کے ساتھیوں پر اعتماد کیا ہے جبکہ وہ بیزون' تیج پال پر اعتماد کرتا ہے۔ اصول کے مطابق بیزون اور اس کے تینوں ساتھیوں کو صرف امریکی اکابرین کے ماتحت ہونا چاہیے۔ کسی تیج پال یا دوسرے کسی ذہین پلان میکر کے زیر اثر نہیں رہنا چاہیے۔ اس کے برعکس کینی بال صرف آپ لوگوں کا ماتحت ہے۔ آپ لوگوں کا وفادار ہے اور جو آپ کا اپنا ہے' اسے آپ نے بیزون کا غلام بنا رکھا ہے۔ یہ کون سی دانش مندی ہے؟"

بیزون نے پوچھا "یہ کہاں کی دانش مندی ہے کہ تم تھری جے اپنے ملک و قوم سے دور ہو کر اپنی ایک الگ دنیا بسا کر زندگی گزار رہے ہو۔ اپنے ملک کے کام آنا نہیں چاہتے ہو۔"

"ہم صرف اس لیے ایسا کررہے ہیں کہ امریکی اکابرین کی حکمت عملی ہمیشہ ناکام رہتی ہے۔ جیسا کہ ابھی تم جیسے غیروں کو گلے سے لگایا ہوا ہے اور اپنے وفادار کینی بال کو تمہارا غلام بنا رکھا ہے۔ جب تک یہ ایسی الٹی سیدھی تدابیر پر عمل کرتے رہیں گے۔ اس وقت تک ہم امریکی اکابرین کے زیر اثر کبھی نہیں آئیں گے۔"

"تم تھری جے ہم سے مذاکرات کا سلسلہ شروع کرو۔ مجھے اور دوسرے اکابرین کو قائل کرو۔ ہماری غلطیاں ثابت کرو۔ اس ملک اور قوم سے وفادار رہنے کی ضمانت دو۔ پہلے ہمارا اعتماد حاصل کرو۔"

"ہم آج ہی سے آپ لوگوں کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی وفاداری کا ثبوت دیتے رہیں گے لیکن ہماری ایک شرط ہے۔"

"کیا شرط ہے؟"

"آپ نے تیج پال کے زیر اثر رہنے والے اپنے چار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر بھروسا کیا ہے تو ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر بھی بھروسا کریں۔ کینی بال کو ہمارے زیر اثر رہنے دیں۔ ہم اس کے دماغ سے بیزون وغیرہ کے تنویمی عمل کو مٹا دیں گے۔ اسے ہماری اپنی اور بیزون وغیرہ کی طرح آزاد اور خود مختار بنائیں گے۔ تاکہ یہ بھی آپ لوگوں پر بھروسا اعتماد کرتا رہے۔"

بیزون اعلیٰ افسر کے دماغ میں تھا۔ اس نے کہا "واہ بہت خوب چالیں چل رہے ہو۔ پہلے اس کی بہن کو اغوا کیا۔ اس کے دماغ پر تنویمی عمل کرکے اسے ہم سب سے دور کردیا۔ اب کینی بال پر تنویمی عمل کرکے اسے بھی ہم سے دور کردینا چاہتے ہو۔ کیا ہمیں نادان سمجھتے ہو؟"

"تم ہمارے اعلیٰ افسران کو نادان سمجھ کر بہکا رہے ہو۔ انہ بھی نہیں سوچتے جب ہم کینی بال پر تنویمی عمل کریں گے تو وہ اعلیٰ افسر کے اور دوسرے امریکی اکابرین کے پاس ہی رہے گا۔ وہاں سے بھاگ کر تم لوگوں کی طرح تیج پال کا غلام نہیں بنے گا ورنہ ہی ہمارا غلام بن کر رہے گا۔ یہ سیدھی سی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "تمہاری باتیں بڑی حد تک معقول ہیں۔ میں دوسرے تمام اکابرین سے مشورہ کرنے کے بعد تمہاری باتوں کا جواب دوں گا۔"

بیزون نے کہا "سر! آپ اس کی باتوں میں نہ آئیں۔ یہ ایسی ہی چالیں چل کر کینی بال کو ہم سے الگ کردے گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "بیزون تم چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے الگ ہوگئے۔ تیج پال کے ساتھ رہتے ہو۔ ہم نے پھر بھی تم پر بھروسا کیا ہے۔ اس طرح ہم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کینی بال پر بھروسا نہیں کرسکتے؟ بہرحال میں نے کوئی آخری فیصلہ نہیں سنایا ہے۔ پہلے تمام اکابرین سے گفتگو کروں گا۔ اس کے بعد کوئی فیصلہ سنایا جائے گا۔"

کینی بال نے کہا "میں تھری جے کا شکر گزار ہوں۔ یہ میرے لیے امریکی اکابرین کا اعتماد حاصل کرنے کی راہ نکال رہے ہیں۔ میں یقین دلاتا ہوں جس طرح بیزون اور اس کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی تیج پال کے زیر اثر رہ کر امریکا کے وفادار ہیں۔ اس طرح میں تھری جے کا دوست اور رشتے دار بن کر اپنے ملک اور اپنی قوم کی خدمت کرتا رہوں گا۔"

جے کانو نے کہا "میں اعلیٰ افسر سے ایک آخری بات کہتا ہوں۔ ہمارے ساتھ کینی بال شامل ہوجائے گا تو ہماری تعداد بھی چار ہوگی' لہٰذا چار ادھر ہیں اور چار تیج پال کے ساتھ ہیں۔ تمام اکابرین کو ہمیں اپنا کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد بڑھانا چاہیے۔ میں جارہا ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آکر معلوم کروں گا کہ آپ کا اور دیگر اکابرین کا فیصلہ کیا ہے؟"

وہ کینی بال سے بولا "میں جارہا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ ہمارے اکابرین تمہارے حق میں بہتر فیصلہ کریں گے۔"

وہ اس کے دماغ سے بھی چلا گیا۔ تیج پال بیزون اور اس کے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی اکابرین کے تعاون سے تھری جے کی روپوشی ختم کرنا چاہتے تھے۔ انہیں ٹریپ کرنا چاہتے تھے اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتے تو تھری جے کو امریکی اکابرین کے زیر اثر لاکر انہیں کینی بال کی طرح اپنا معمول اور محکوم بنالیتے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہوتی لیکن تھری جے نے بازی پلٹ دی تھی۔ ان کے منصوبے کے برعکس وہ کینی بال کو آزاد کرانے کی بڑی کامیاب چالیں چل رہے تھے۔

○☆○

سلام صبح کا بھولا تھا۔ شام کو پارس کے ساتھ گھر واپس آگیا۔ مہاجر کیمپ کے ایک کاسچ میں اس کے ڈیڈی اور اس کی دونوں بہنوں نے جب اسے آتے دیکھا تو خوشی سے کھل گئے۔ دونوں بہنیں دوڑتی ہوئی آئیں پھر بھائی کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر بولیں۔ "برادر! تم آگئے ہو؟"

دوسری بہن نے پوچھا "واپس تو نہیں جاؤ گے؟"

پارس نے کہا "نہیں اب یہ نہیں جائے گا۔ بہنوں کی محبت اسے دوبارہ کھینچ لائی ہے۔"

اس کے ڈیڈی گم صم سے ہو کر بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ بیٹا آگے بڑھا تو انہوں نے گلے سے لگایا پھر پارس کو دیکھ کر کہا "بیٹے! تم کون ہو؟ کوئی جادوگر معلوم ہوتے ہو۔ میرا بیٹا مجھ سے سخت ناراض تھا۔ لڑ جھگڑ کر گیا تھا اور تم اسے منا کر واپس لے آؤ ہو۔"

پارس نے کہا "میرے کسی جادو سے نہیں یہ باپ کی دعاؤں سے واپس آیا ہے۔"

اسی وقت وہاں پورس بھی آگیا۔ اس نے کہا "ہماری آنٹی نے آپ لوگوں سے کہا تھا کہ آج تفریح کے لیے باہر جائیں گے اور آپ لوگوں کے ساتھ رات کا کھانا بھی کھائیں گے لیکن آنٹی دوسری جگہ مصروف ہوگئی ہیں۔ لہٰذا ہم دونوں کے ساتھ آپ چلنا چاہیں گے تو ہمیں بہت خوشی ہوگی۔"

سلام کی بہن سلمیٰ چچے نے کہا "آپ کے اس دوست نے بھائی کی صورت میں ہمیں بہت بڑا انعام دیا ہے۔ ہمیں باہر جاکر آپ لوگوں کے ساتھ انجوائے کرنے میں خوشی ہوگی۔"

دوسری بہن رابعہ چچے نے کہا "لیکن ایک مسئلہ ہے۔ کیمپ سے باہر جانے کے لیے اجازت حاصل کرنی پڑتی ہے۔"

پارس نے کہا "فکر نہ کرو۔ ہم یوں چٹکی بجا کر اجازت حاصل کرلیں گے۔"

اس کے ڈیڈی نے کہا "بیٹے یہ بہت مشکل ہے۔ یہاں بڑی سختی ہے۔ یہ لوگ بڑے ہی سنگ دل اور خود غرض ہیں۔ اپنی مرضی ہوتی ہے تو پورے خاندان کو باہر جانے بلکہ کیمپ چھوڑ کر جانے کی اجازت دے دیتے ہیں اور جب نہیں چاہتے تو کسی ایک بندے کو بھی یہاں سے نکلنے نہیں دیتے۔ اس کیمپ کو ہمارے لیے جیل بنا کر رکھ دیا ہے۔"

"آپ لوگ تیار ہوجائیں۔ کسی بات کی فکر نہ کریں۔ ہم ابھی اجازت حاصل کرلیں گے۔"

دونوں بہنیں کاسچ کے اندر گئیں پھر لباس تبدیل کرکے باہر آگئیں۔ وہ سب مہاجر کیمپ کی انتظامیہ کے دفتر میں آئے۔ پورس نے کہا "ہم یہاں کے مقامی باشندے ہیں۔ یہ ہمارا شناختی کارڈ ہے اور ہم ان بزرگ کو اور ان کے بچوں کو اپنے ساتھ تفریح کے لیے لے جانا چاہتے ہیں۔ رات گیارہ بجے سے پہلے واپس پہنچا دیں گے۔"

وہاں کے انچارج نے سلمیٰ چچے اور رابعہ چچے کو بڑی شوخ نظروں سے دیکھا پھر ان کے ڈیڈی کلام ڈیونگ سے کہا "آپ کی درخواست منظور ہو کر آگئی ہے۔ درخواست کے مطابق آپ کو پوری فیملی کے ساتھ یہ کیمپ چھوڑ کر اپنے وطن واپس جانے کی اجازت دے دی گئی ہے۔"

کلام ڈیونگ نے حیرانی سے پوچھا "میں نے تو ایسی کوئی درخواست نہیں دی تھی۔ ہم یہ کیمپ چھوڑ کر اپنے وطن نہیں جائیں گے۔ وہاں ابھی خطرات منڈلا رہے ہیں۔"

"ہم کچھ نہیں جانتے۔ درخواست آپ نے دی تھی۔ وہ منظور ہوگئی ہے۔"

سلام نے کچھ شرمندہ سا ہو کر کہا "ڈیڈی! بات یہ ہے کہ درخواست میں نے ہی آپ کے نام سے دی تھی۔ میں چاہتا تھا ہم

وطن واپس چلے جائیں لیکن اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ ہم مسلمانوں اور بدھ مت کے لوگوں کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔ اب تک جتنے بھی خاندان اس کیمپ سے سرحد کی طرف گئے ہیں وہ یا تو مسلمان تھے یا مہاتما بدھ کو ماننے والے تھے۔ ان سب کو قتل کروایا گیا ہے۔ ان کی جوان بیٹیوں اور بہنوں کو اغوا کرلیا گیا ہے۔"

پھر اس نے اس انچارج سے کہا "میں اس درخواست سے انکار کرتا ہوں۔ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔"

پارس اس انچارج کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ وہ درخواست نکال کر انہیں دکھاتے ہوئے بولا "یہ تم لوگوں کی دی ہوئی درخواست ہے اور منظور ہو چکی ہے۔ جب انکار کر رہے تو پھر یہ درخواست بیکار ہو چکی ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے درخواست کو پھاڑ کر پھینک دیا پھر پوچھا "اور کوئی خدمت؟"

کلام ڈیونگ نے کہا "ہم اپنے میزبانوں کے ساتھ باہر تفریح کے لیے جانا چاہتے ہیں۔ گیارہ بجے رات تک اجازت دے دی جائے۔"

اس نے ایک اجازت نامے پر ان کے نام لکھ کر دستخط کیے پھر وہ کاغذ انہیں دے دیا۔ وہ جانے لگے تو اسی وقت ایک فوجی افسر دو مسلح جوانوں کے ساتھ آیا پھر کہا "ہالٹ! ابھی یہاں سے کوئی نہیں جائے گا۔"

پھر سلام کی طرف انگلی اٹھا کر بولا "یُو۔ یُو۔ تم اس کیمپ سے باہر گئے تھے۔ تمہارے سامنے ایک فوجی افسر اور فوجی جوانوں کو قتل کیا گیا تھا۔ کیا یہ درست ہے؟"

پارس نے فوراً ہی کہا "نہیں آپ کو غلط اطلاع دی گئی ہے۔"

افسر نے اس سے کہا "یُو شٹ اَپ! میں اس جوان سے پوچھ رہا ہوں۔"

پارس سلام کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا "دیکھیے میں باہر ضرور گیا تھا لیکن میں بالکل نہیں جانتا کہ کس فوجی افسر کو اور فوجی جوانوں کو مارا گیا ہے اور کس نے مارا ہے۔ یہاں سے کئی جوان اور بوڑھے کسی نہ کسی ضرورت سے باہر جاتے رہتے ہیں۔ آپ انچارج سے پوچھ لیں۔ آج یہاں سے کتنے لوگ باہر گئے تھے۔"

فوجی افسر نے انچارج کی طرف دیکھ کر کہا "ہمیں ان تمام لوگوں کے نام بتاؤ اور انہیں یہاں لاؤ جو کیمپ سے باہر گئے تھے۔"

پورس اس افسر کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ اس افسر نے کلام ڈیونگ سے کہا "ٹھیک ہے۔ آپ اپنی فیملی کے ساتھ جا سکتے ہیں۔"

وہ سب کیمپ سے باہر آ گئے۔ سلام نے کہا "یہ اچھا ہوا کہ جو فوجی افسر اور فوجی جوان مارے گئے ہیں۔ ان کا چشم دید گواہ کوئی نہیں ہے۔ کوئی ہوتا تو یہ ثابت ہو جاتا کہ میں وہاں موجود تھا۔"

انہوں نے دو ٹیکسیوں کو روک کر کہا "ہم فن فیئر گراؤنڈ چلیں گے۔"

سلام نے کہا "پھر وہاں جائیں گے، کوئی گڑبڑ نہ ہو۔"

وہاں ہمیں کوئی پہچانتا نہیں ہے۔ کوئی ہمارے خلاف گواہ نہیں ہے۔ گڑبڑ کوئی نہیں ہوگی۔ فن فیئر گراؤنڈ میں کھیل تماشے ہیں اور طرح طرح کی تفریح کا سامان ہے۔ سلمٰی اور رابعہ خوب انجوائے کریں گی۔"

ایک ٹیکسی میں کلام ڈیونگ رابعہ اور پورس بیٹھ گئے دوسری ٹیکسی میں سلام سلمٰی اور پارس بیٹھ گئے۔ پارس اور پورس نے خیال خوانی کے ذریعے طے کیا کہ وہ الگ الگ ٹیکسی میں بیٹھ کر جا رہے ہیں لیکن ایک ہی طرح کی باتیں ان سے کریں گے۔

یہ طے کرنے کے بعد پورس نے رابعہ اور اس کی ڈیڈی کو دیکھا پھر پوچھا "آپ لوگ اس کیمپ میں کیوں رہتے ہیں؟ اتنا عرصہ گزر چکا ہے۔ آپ کو جوان بچوں کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں جانا چاہیے۔"

کلام نے پوچھا "بیٹے دوسرا ملک کون سا ہے؟ اگر ہم وہاں جائیں گے تو روزگار کا مسئلہ ہوگا۔ جوان بیٹیوں کے ساتھ رہائش کا بھی مسئلہ رہے گا۔"

"آپ ان مسائل کی پروا نہ کریں۔ سارے انتظامات ہو جائیں گے۔"

رابعہ نے پوچھا "انتظامات کیسے ہوں گے؟ کیا آپ ہمارے لیے زحمت اٹھائیں گے؟"

"زحمت کی کیا بات ہے۔ آپ لوگوں کے کام آنا ہمارا انسانی فرض ہے پھر آپ میرے ہم مذہب ہیں۔ مجھے تو پہلی فرصت میں آپ کے تحفظ اور سلامتی کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے اور میں دیر کر رہا ہوں۔"

"بیٹے! دنیا میں تمہارے جیسے لوگ کم ہیں، جو اپنی ذمے داریوں کو محسوس کرتے ہیں اور دوسروں کا دکھ درد سمجھتے ہیں۔ میں نے کئی بار سوچا کہ اپنے بچوں کو لے کر یورپ کی طرف جاؤں گا اور اپنے بھائی عبداللہ کو تلاش کروں گا۔ وہ یورپ کے ہی کسی ملک میں ہے۔"

پارس نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ ان کے بھائی عبداللہ واسلی صاحب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ابھی یہ باتیں راز میں رکھی جا رہی تھیں۔ خدانخواستہ کلام یا اس کے جوان بچوں کو گرفتار کیا جاتا اور ان سے اگلوایا جاتا تو یہ بات وہ ضرور کہتے کہ دونوں جوان انہیں یورپ ان کے بھائی کے پاس پہنچانا چاہتے ہیں پھر معلوم ہوتا کہ بھائی کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ اس طرح یہ بات ظاہر ہو جاتی کہ وہاں تھائی لینڈ میں ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ جن کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔

سونیا تھائی لینڈ آنے سے پہلے ہی وہاں کے سفیر کے دماغ میں پہنچ ہوئی تھی۔ اب اس کے ذریعے مختلف عہدے داروں اور فوجی افسروں کے دماغوں میں رفتہ رفتہ پہنچنے لگی تھی۔ ان کے خیالات پڑھنے لگی تھی۔ یہ معلوم ہوتا گیا کہ تھائی لینڈ کے پچیس فوجی افسران ایسے ہیں جو وہاں کے حکمرانوں کے لیے دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔ ان پچیس افسران کے خلاف محاسبہ نہیں کیا جا رہا تھا کیونکہ ایسا کرنے سے فوجی بغاوت کا اندیشہ تھا۔

سونیا ان پچیس افسران کے دماغوں میں باری باری جانے لگی۔ مسلسل کوششیں کرتے رہنے کے بعد وہ اٹھارہ فوجی افسران کے دماغوں تک پہنچ گئی۔ باقی سات افسران سے رابطہ نہ ہو سکا۔ ان کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ ساتوں ریٹائرڈ فوجی افسر ہیں۔ ریٹائرڈ ہونے کے باوجود اپنی رہائش گاہوں پر آرام نہیں کرتے ہیں۔ کہیں مصروف رہتے ہیں۔ ان کے باقی اٹھارہ فوجی افسران سے ان کا سامنا نہیں ہوتا ہے۔ صرف فون کے ذریعے رابطہ ہوا کرتا ہے۔

ان اٹھارہ فوجی افسران کے خیالات پڑھ کر اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ ان سب کا تعلق پال پوٹ کی کمیونسٹ پارٹی سے ہے لیکن ان اٹھارہ افسران کے خیالات یہ نہ بتا سکے کہ پال پوٹ واقعی مر چکا ہے یا بڑی رازداری سے روپوش رہ کر زندگی گزار رہا ہے۔

اس حد تک معلوم ہوا کہ جو سات فوجی افسران ریٹائرڈ ہیں اور کسی کا سامنا نہیں کرتے ہیں۔ وہ بعض اوقات ان اٹھارہ افسران کو ایسے احکامات دیتے ہیں۔ جس سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ احکامات کہیں سے موصول ہوتے ہیں اور ان کی تعمیل وہ سب کر رہے ہیں۔

رات کے آٹھ بجے ان اٹھارہ میں سے ایک افسر نے ایک ریٹائرڈ افسر کی فون کال موصول کی۔ اس ریٹائرڈ افسر کا نام رابرٹ وانگ تھا۔ اس نے افسر سے پوچھا "ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا کوئی سراغ ملا؟"

"سر! ہم کوشش کر رہے ہیں۔ انہیں پورے تھائی لینڈ میں خصوصاً مہاجر کیمپوں کے اطراف تلاش کر رہے ہیں۔"

"میں یہ نہیں جاننا چاہتا کہ تم لوگ کتنی محنت کر رہے ہو اور ہمارے کتنے وفادار ہو۔ مجھے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں صبح سے پہلے معلومات حاصل ہونی چاہیے۔ صرف اتنا ہی نہیں انہیں گرفتار بھی کرو تم تمام جونیئر افسران کو ان کی تلاش پر مامور کرو۔ ان کو وارننگ دو کہ انہیں صبح تک ان کا سراغ نہ ملا اور وہ گرفتار نہیں کیے گئے تو ان جونیئر افسران کو قتل کروا دیا جائے گا۔"

"سر! لاؤس سے آنے والی ایک مسلمان فیملی مہاجر کیمپ میں ہے۔ ان کے ساتھ ایک عورت اور دو جوان افراد کو دیکھا جا رہا ہے اور یہ شبہ کیا جا رہا ہے کہ شاید وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

"اس عورت کو اور اس کے دو جوان ساتھیوں کو اس طرح چھیڑو اور پریشان کرو کہ وہ خیال خوانی کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ تمام افسران اور جونیئر افسران کو حکم دو جیسے ہی ان کی ٹیلی پیتھی کا انکشاف ہو فوراً ہی انہیں گولی مار دی جائے۔ جسٹ اے منٹ میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

اس نے فون پر ہونے والی بات ادھوری چھوڑ دی۔ سونیا اس ریٹائرڈ فوجی افسر کے دماغ میں پہنچ چکی تھی۔ وہ ایک جنگل کے اندر لکڑی کے کاٹیج میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ دو اور ریٹائرڈ فوجی افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک افسر کہہ رہا تھا "پلیز آپ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گولی مارنے کا آرڈر نہ دیں انہیں زندہ گرفتار کرنا ضروری ہے۔ امریکی خفیہ ایجنسی یہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعلق کس ملک سے ہے؟ کس ادارے سے ہے؟ انہیں شبہ ہے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے یہاں آئے ہیں۔"

اس افسر نے تائید میں سر ہلایا پھر فون کے ذریعے بولا "میری بات غور سے سنو۔ میں نے ابھی حکم دیا تھا کہ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گولی مار دی جائے لیکن یہ حکم واپس لیا جاتا ہے۔ انہیں کسی بھی طرح بڑی ہوشیاری سے گرفتار کیا جائے۔ انہیں فرار ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔"

"یس سر! میں ان لوگوں کو ہر ممکن طریقے سے زندہ گرفتار کر کے آپ تک پہنچاؤں گا۔"

ریٹائرڈ افسر نے فون کا رابطہ ختم کر دیا پھر اپنے پاس بیٹھے ہوئے دونوں افسران سے بولا "ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موجودگی ظاہر نہیں ہو رہی ہے جبکہ فن فیئر گیٹ کے سامنے چند افراد بڑے ہی پراسرار طریقے سے ہلاک کیے گئے پھر جس میجر نے ان ہلاک ہونے والوں سے رابطہ کیا تھا۔ وہ یقین سے کہہ رہا تھا کہ انہوں نے ہلاک ہونے سے پہلے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مقامی باشندہ وہاں موجود تھا اور وہاں سے جانے والا تھا۔"

دوسرے افسر نے کہا "اس کا مطلب ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی مقامی باشندہ ہے اور غیر ملکی نہیں ہے۔"

"کوئی غیر ملکی ہے۔ یہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہمارے ملک میں اور آس پاس کے تمام ممالک میں مشرق بعید میں کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے پھر ایک مقامی باشندہ کہاں سے ٹیلی پیتھی سیکھ کر آ جائے گا؟"

"مجھے تو یقین کی حد تک شبہ ہے کہ یہاں بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی جاننے والے آئے ہیں اور خود کو چھپا رہے ہیں۔"

"میں بھی یہی سمجھتا ہوں ہر شخص اپنی ذات سے پہلے محبت

کرتا ہے پھر اپنے ہم مذہب سے کرتا ہے۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ایک بنیادی غلطی ہو چکی ہے۔ انہوں نے یہاں آکر مسلمان فیملی سے دوستی کی ہے اگرچہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی صلاحیتوں کو چھپا رہے ہیں لیکن کل صبح تک چھپا نہیں پائیں گے۔"

ایک ریٹائرڈ افسر نے کہا "بھئی، ہم صبح سے شام تک اپنے ہی مسائل میں الجھے رہتے ہیں۔ اب تو رات کا اندھیرا پھیل گیا ہے۔ تفریح کا سامان تو ہونا چاہیے۔ امپورٹڈ وسکی ہے لیکن شراب کے ساتھ شباب نہیں ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک فوجی جوان نے اندر آکر انہیں سلیوٹ کیا پھر کہا "سر ایک مخبر آیا ہے۔ اس کے ساتھ تین عورتیں ہیں۔"

ایک افسر نے مسکرا کر اپنے ساتھیوں سے کہا "دیکھو ابھی کچھ اور مانگنے تو مل جاتا۔ تم نے جس کی فرمائش کی وہ چیزیں آ پہنچی ہیں۔"

اس نے جوان سے کہا جاؤ "انہیں اندر بھیج دو۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک فوجی مخبر تین جوان عورتوں کے ساتھ وہاں آیا۔ ان تینوں افسران نے عورتوں کو سر سے پیر تک دیکھا پھر کہا "بہت خوب وہاں بیٹھو۔ ابھی ہم باتیں کرتے ہیں۔"

ایک ریٹائرڈ افسر نے مخبر سے پوچھا "کوئی خاص خبر؟"

"ابھی دس منٹ پہلے اطلاع ملی ہے کہ مسلمان فیملی دو افراد کے ساتھ کیمپ سے نکل کر فن نیز گراؤنڈ کی طرف گئی ہے۔"

"تم ریٹائرڈ میجر کے پاس جاؤ۔ ان سے کہو ان دو جوانوں اور اس مسلمان فیملی کے بارے میں ہمارے دوسرے جونیئر افسران کو اطلاع دیں۔ ان سے کہا جائے کہ ان لوگوں کو گرفتار کر کے ایک خفیہ سیل میں پہنچایا جائے۔ ان سے حقیقت اگلوائی جائے گی۔"

مخبر حکم سن کر سلیوٹ کرنے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ ان تینوں افسران نے تینوں حسین عورتوں کو دیکھا۔ ایک سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے اور کہاں رہتی ہو؟"

ایک عورت بڑے نازو انداز سے اٹھ کر ٹہلنے کے انداز میں چلتی ہوئی ان افسران کے قریب آئی پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر بولی "میں کہاں رہتی ہوں؟ میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ میرا کیا نام ہے؟ یہ بھی میں یقین سے نہیں کہہ سکتی کیونکہ نام بدلتی رہتی ہوں۔"

"تم بہت اسمارٹ بن رہی ہو۔ جیسا کہہ رہی ہو ویسی عورتیں تو بڑی پراسرار ہوتی ہیں۔"

"تم نے ٹھیک سمجھا ہے۔ میں بہت پراسرار ہوں۔ میری اصلیت معلوم ہوگی تو شراب کی بوتل کھولنا بھول جاؤ گے۔"

تینوں نے گہری سنجیدگی سے اسے دیکھا پھر پوچھا "کیا بکواس کر رہی ہو؟ کون ہو تم؟"

شاید تم میرا نام نہیں جانتے لہٰذا امریکی خفیہ ایجنسی والوں سے پوچھ سکتے ہو کہ نیلماں کون ہے؟"

"کیا تمہارا نام نیلماں ہے؟"

"مجھ سے سوالات کرو گے تو وقت ضائع ہوگا۔ بہتر ہے امریکی خفیہ ایجنسی والوں سے رابطہ کرو۔"

اس افسر نے فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر وہاں کے افسر سے پوچھا "کیا آپ لوگ نیلماں نامی کسی عورت کو جانتے ہیں؟"

انچارج نے پوچھا "نیلماں؟"

اس نے ذرا غور کیا پھر کہا "ہاں ایک بہت ہی خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت کا نام نیلماں تھا۔ وہ آتما شکتی کے ذریعے اپنا جسم بدل لیا کرتی تھی لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے، مر چکی ہے۔"

ریٹائرڈ فوجی افسر نے کہا "لیکن وہ تو زندہ ہے۔ ابھی ہمارے سامنے موجود ہے۔"

انچارج نے حیرانی سے پوچھا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ نیلماں تو بہت پہلے ہی مر چکی ہے۔ ایسی حرام موت اسے نصیب ہوئی تھی کہ اس کے جسم کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔"

سونیا اس انچارج کے دماغ میں پہنچ چکی تھی۔ وہ قہقہہ لگا کر بولی "ہاں میرے جسم کے چیتھڑے اڑ گئے تھے لیکن تم سب یہ بھول گئے کہ میں کسی دوسرے جسم میں سما سکتی ہوں۔ سب یہ بھی جانتے ہیں کہ میری موت ہوئی تو وہ میرا آخری جسم تھا۔ سب نے حساب لگانے اور گنتی میں غلطی کی تھی۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ ایک جسم اور بھی تھا جس میں سما کر میں آج اس دنیا میں زندہ ہوں۔"

خفیہ ایجنسی کے انچارج نے فون کے ذریعے کہا "میں اپنے دماغ میں نیلماں کی باتیں سن رہا ہوں۔ آپ فون بند کریں۔ میں تھوڑی دیر بعد آپ سے رابطہ کروں گا۔ آپ کے سامنے جو نیلماں موجود ہے اسے فی الحال کسی طرح کا نقصان نہ پہنچائیں ورنہ بات بگڑ جائے گی۔"

اس انچارج نے فون کا رابطہ ختم کرنے کے بعد کہا "میرے ساتھی نیلماں ہم مانتے ہیں کہ ہم سے حساب میں غلطی ہوئی ہوگی۔ تم نے ایک دوسرا جسم حاصل کر لیا ہے اور اب تک زندہ ہو لیکن یہ کہ میں نہیں آتا کہ مشرق بعید میں کیا کرنے آئی ہو؟"

"میں نے بہت دنوں تک خاموش رہ کر فیصلہ کیا ہے کہ کہاں زیادہ پریشانیوں سے اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دشمنی سے محفوظ رہ سکتی ہوں۔ یہ سوچ کر میں یہاں آئی ہوں کیونکہ مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ یہاں کوئی آکر مجھ سے دشمنی نہیں کرے گا۔ مگر دیکھ رہی ہوں، مجھ سے پہلے دشمن یہاں موجود ہیں۔"

"کیا تمہاری تدبیر ناکام نہیں ہو رہی ہے؟ کیا تم ان علاقوں میں اپنے مخالفین سے محفوظ رہ سکو گی؟"

"میں نے اتنے عرصے تک خاموشی اختیار کر کے اپنے لئے

خفیہ تنظیمی انتظامات کیے ہیں۔ میں نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بڑی خاموشی سے ٹریپ کیا ہے اور اب وہ دونوں میرے ماتحت ہیں۔"

امریکا نے ماضی میں ٹرانسفارمرمشین کے ذریعے اتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے تھے کہ ان کی زندگی کا اور موت کا اور ان کی بغاوت کا اور ان کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے معمول بن جانے کا کوئی حساب نہیں تھا۔ وہ حساب نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے کن دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نیلماں نے ٹریپ کیا ہے اور اپنا معمول بنا لیا ہے۔ سونیا نے انچارج کے دماغ میں کہا "دوسری حفاظتی تدبیر یہ کر چکی ہوں کہ میں نے دوبارہ تپسیا کی ہے پھر سے اپنی آتما شکتی مکمل کی ہے۔ اب میں آئندہ سات جسم بدل سکتی ہوں۔ کوئی مجھے ہلاک کرنے کے باوجود بھی مردہ نہیں بنا سکے گا۔"

انچارج نے کہا "تم ماضی میں مسلمانوں کی دشمن تھیں۔ اس بار تم مسلمان فیملی سے دوستی کیوں کر رہی ہو؟"

"یہ میری حکمت عملی ہے۔ میں نے اب تک یہی دیکھا ہے کہ جتنے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ ہمیشہ دوسروں پر حاوی رہتے ہیں۔ تمہارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایسی کی تیسی کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا میں نے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ہمدردی حاصل کرنے اور ان کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ کار اختیار کیا ہے۔ میں مسلمان فیملی کا ساتھ دے کر ہی یہاں تحفظ حاصل کر سکتی ہوں اگر تمہارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں میرے معاملات میں مداخلت کرنے آئیں گے تو میں مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے التجا کروں گی۔ وہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں میری مدد کریں گے۔ یہ بات تم لوگوں کی سمجھ میں آجانا چاہیے کہ مسلمان میری حمایت کریں یا نہ کریں لیکن جن مسلمانوں کی میں مدد کر رہی ہوں۔ ان کی مدد کرنے وہ ضرور آئیں گے۔ اس طرح مجھے بھی تحفظ حاصل ہوگا۔"

"تم ہم سے سمجھوتا کرو۔ ہم یقین دلاتے ہیں، کوئی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے خلاف محاذ بنانے کے لیے نہیں آئے گا۔"

"میں تم لوگوں پر کبھی بھروسا نہیں کروں گی۔ میں آخری وقت تک جبل دغیرہ کی سازش سے ماری گئی تھی۔ اسی تیج پال کو تم لوگوں نے سر پر بٹھا رکھا ہے۔ ہمارے درمیان سمجھوتا نہیں ہوگا۔ یہ بات اپنے امریکی اکابرین کو بتا دو۔"

سونیا اس عورت کے دماغ میں آگئی۔ جسے آلہ کار کے طور پر نیلماں بنایا تھا۔ اس کے سامنے تین ریٹائرڈ فوجی افسر بیٹھے ہوئے تھے۔ جن میں سے ایک کا نام رابرٹ وانگ تھا۔ وہ بولی "مسٹر رابرٹ! اب تم خفیہ ایجنسی والوں سے رابطہ کر کے معلوم کر سکتے ہو کہ میری حقیقت کیا ہے؟ اور اتنی زحمت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ابھی میں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرتی ہوں۔ تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

ایک ریٹائرڈ افسر نے اپنا ریوالور نکالا۔ سونیا نے کہا "اوہو اتنی زحمت کر رہے ہو۔ اسے واپس رکھ لو۔"

دوسرے ہی لمحے اس نے اسے واپس اپنے لباس میں رکھ لیا پھر حیرانی سے سوچنے لگا "اس نے اس کی بات کیوں مان لی۔ کیوں ریوالور کو اپنے لباس میں رکھ لیا۔" سونیا نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "یقین کر لو میں نیلماں ہوں۔ ابھی تمہارے خلاف بہت کچھ کر سکتی ہوں۔"

رابرٹ وانگ نے کہا "تم بہت کچھ کر سکتی ہو لیکن یہ بھی تو سوچو تم یہاں تنہا ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو۔ ہم تین ہیں تم ایک کو مجبور کر دو گی تو باقی دو تم پر گولیاں چلا سکتے ہیں۔"

"کیسے گولیاں چلاؤ گے۔ جبکہ تمہارا امریکی باپ کہہ چکا ہے، ہمیں زندہ گرفتار کرنا چاہیے۔ ویسے اپنے باپ کے چمچوں سے پوچھو، کیا گولی مارنے کے بعد میں مرجاؤں گی؟ یا دوسرا جسم حاصل کر کے پھر سے زندہ ہو جاؤں گی؟"

اسی وقت رابرٹ وانگ کو اپنے دماغ میں ایک مردانہ سوچ کا لہجہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہیلو مسٹر رابرٹ! میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا آندرے بول رہا ہوں۔ ابھی خفیہ ایجنسی کے انچارج کے ذریعے پتا چلا ہے، تمہارے پاس نیلماں پہنچی ہوئی ہے۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں ابھی اس سے نمٹ رہا ہوں۔"

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے آندرے کا مطلب یہ تھا کہ علی بول رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی ممّا سونیا، نیلماں بن کر وہاں پہنچی ہوئی ہے۔ اس نے رابرٹ وانگ کی زبان سے کہا "ہیلو نیلماں میں ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا آندرے بول رہا ہوں۔ ہم نہیں چاہتے، خواہ مخواہ تم ہماری دشمن بن جاؤ یا ہم تم سے دشمنی کریں۔ سمجھوتے کے اور دوستی کے بہت سے راستے نکالے جا سکتے ہیں۔"

اسیرانِ زندگی کے لیے ایک کوچہ گوئدہ و دردکی سرگزشت
بابر زمان خان کی آپ بیتی جاگ بیتی
سب رنگ میں شائع ہونے والا مقبول ترین سلسلہ
قیمت فی حصہ ۵۰/- روپے
ڈاک خرچ فی حصہ ۱۶/- روپے
باغی آ
چار حصے شائع ہو چکے ہیں
چاروں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف
کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۲ کراچی ۱

"تم آندرے ہویا باندرے ہو۔ مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مگر اتنا ضرور پوچھوں گی۔ تم لوگ دنیا کے آخری سرے میں رہتے ہو۔ یہاں مرنے کیوں آگئے ہو؟"

"نیلاں تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ سیاست کسی ایک گھر تک یا ایک ملک تک محدود نہیں رہتی۔ جب یہ پھیلتی ہے تو ایک ملک سے دوسرے ملک تک پھیلتی ہوئی ساری دنیا میں پہنچ جاتی ہے۔ اب ہمارا یہ سیاسی کردار ہے کہ ہم یہاں کے لوگوں کو کمیونسٹ گوریلوں سے محفوظ رکھیں۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "تم مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو۔ یہ نہیں سمجھتے کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے حقیقت معلوم کرچکی ہوں۔ تم لوگ خود کمیونسٹ گوریلے ہو۔ بظاہر تم نے تھائی لینڈ کے فوجیوں کی وردی پہن رکھی ہے۔"

"تم بہت ہی سخت اور نامناسب انداز میں گفتگو کررہی ہو۔ یہ ظاہر کررہی ہو کہ کسی طرح بھی دوستی نہیں ہوگی۔ کوئی بات نہیں ہماری دشمنی بھی تم دیکھ لوگی۔ زیادہ سے زیادہ یہاں تین افسران کو نقصان پہنچاؤ گی۔ اس کے بعد کیا ہوگا' تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔ ہمارے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ یہاں اس طرح تمام افسران کے دماغوں پر قبضہ جما کر رکھیں گے کہ تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی۔"

"یہ چیلنج قبول ہے۔ ابھی تھائی لینڈ کے مرکز بنکاک میں ان فوجی افسران کے پاس جاؤ۔ جو یہاں کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ میرے دونوں ماتحت انہیں جانی نقصان پہنچانے والے ہیں۔ انہیں بچاسکتے ہو تو بچالو۔"

"میں ابھی جارہا ہوں۔ یہ ثابت کروں گا کہ انہیں زیادہ نقصان نہیں پہنچے گا۔"

خاموشی چھاگئی۔ علی جان بوجھ کر چپ ہوگیا۔ یہ ظاہر کررہا تھا کہ وہ وہاں سے جاچکا ہے۔ وہ اپنی مما سونیا کے ساتھ ان تینوں افسران کے چور خیالات پڑھ رہا تھا بعد میں معلوم ہوا تھا کہ پال پوٹ زندہ ہے۔ ایک ایسی خفیہ پناہ گاہ میں رہتا ہے جس کا علم ان تمام خاص ریٹائرڈ افسران کو بھی نہیں ہے۔ وہ فون کے ذریعے بھی گفتگو نہیں کرتا تھا۔ اس سے وائرلیس کے ذریعے رابطہ ہوتا تھا۔

اس طرح یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ وہ خفیہ پناہ گاہ کہاں ہے؟"

سونیا نے رابرٹ کو مجبور کیا کہ وہ وائرلیس کے ذریعے پال پوٹ سے رابطہ کرے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وائرلیس کے ذریعے رابطہ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ ہوگیا۔ وہ اشاروں کی زبان ہوتی ہے۔ کوئی اپنی زبان سے نہیں بولتا بلکہ ٹارے ٹکا۔ ٹکا۔ ٹارے ٹکا۔ ٹارے جیسی اشارتی زبان سے اپنے مطالب بیان کیے جاتے ہیں۔ اس ریٹائرڈ فوجی افسر رابرٹ وانگ نے اشارتی زبان میں کہا "مسٹر پال پوٹ! ہم بڑی مصیبتوں میں ہیں' وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت جو تھائی لینڈ میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس کا نام نیلاں ہے۔ وہ آتما شکتی بھی جانتی ہے اگر اسے گولی ماردی جائے وہ مرتی نہیں ہے۔ اپنا مردہ جسم چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں چلی جاتی ہے۔"

دوسری طرف سے پال پوٹ نے اشارتی زبان میں پوچھا "اس سلسلے میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری مدد نہیں کررہے ہیں؟"

اس بار سونیا' رابرٹ وانگ کے دماغ پر قبضہ جما کر وائرلیس کے ذریعے بولی "میں نیلاں بول رہی ہوں۔ اس وقت رابرٹ وانگ کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ تم کب تک چھپے رہو گے؟ میں تو حلق میں ہاتھ ڈال کر کلیجا نکال لیتی ہوں۔ وائرلیس بند کرنے سے پہلے یہ سن لو کہ تمہاری عمر پوری ہوگئی ہے۔ ابھی تو میں کمیونسٹ گوریلوں کی پشت پناہی کرنے والے ان تمام دو غلے فوجی افسروں کو جہنم میں پہنچاتی رہوں گی۔ دوران میں تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی۔ تم اپنے لیے حفاظتی انتظامات کرلو۔ ٹیلی پیتھی تو ایک بلا ہے ہی' لیکن نیلاں خطرناک بلا ہے' یہ امریکی اکابرین سے پوچھو۔ ویٹس آل! تمہاری زندگی کا بھی ویٹس آل ہونے والا ہے۔"

سونیا نے رابطہ ختم کردیا لیکن پال پوٹ کے دل و دماغ میں خوف اور دہشت کا آغاز بھی کردیا۔ اب اس کی راتوں کی نیند اڑ جائیں گی۔ بھوک بھی مرجائے گی۔ شاید وہ امریکی اکابرین سے رابطہ کررہا ہوگا۔ ادھر سونیا نے رابرٹ وانگ سے کہا "ہاٹ لائن پر امریکی اکابرین سے گفتگو کرو۔"

وہ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی لہریں پہنچی ہوئی تھی۔ لہٰذا اس نے رابطہ کیا پھر ایک اعلیٰ فوجی افسر سے بولا۔ "میں تھائی لینڈ سے رابرٹ وانگ بول رہا ہوں۔ اس وقت میں بہت مصیبت میں مبتلا ہوں۔ نیلاں ہمارے پاس موجود ہے اور ہمارے ساتھ پتا نہیں کیا سلوک کرنے والی ہے؟"

سونیا نے اسی آواز سے کہا "ہاں میں جو شروع کرنے والی ہوں اس کا علم تم لوگوں کو ہونا چاہیے یہ دیکھو جو بول رہا ہے وہ اپنی خود کشی کرے گا۔"

رابرٹ وانگ نے اپنے سامنے رکھے ہوئے ریوالور کو اٹھایا پھر اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگا کر ٹریگر کو دبا دیا۔ دوسری طرف امریکی فوج کے اعلیٰ افسران کو ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا "ہیلو ہیلو' رابرٹ وانگ! یہ کیسی آواز تھی؟"

دوسرے دو فوجی افسروں نے بھی ریسیور اٹھا کر اپنی اپنی کنپٹی پر گولی چلائی۔ تیسرے افسر نے موت سے پہلے کہا تھا "اب تو سمجھ میں یہ موت کی آوازیں ہیں؟"

موت کے وقت اکثر تین ہچکیاں آتی ہیں۔ تیسرے افسر نے ریوالور سے تیسری ہچکی سنائی پھر خاموشی چھاگئی۔

○☆○

بارود سے کھیلنے والے کسی نہ کسی دن مرتے ضرور ہیں اگر بارود سے زندہ رہ کر بارود کے زخم کھاتے رہتے ہیں۔ پچھلے برسوں میں دیر ہو تو زندہ رہ کر بارود کے زخم کھاتے رہتے ہیں۔ پچھلے زخم بھرتے ہیں پھر نئے زخم کھانے لگتے ہیں لیکن بارود کے کھیل سے باز نہیں آتے۔

امریکی اکابرین بارہا مجھے اور میری ٹیلی پیتھی جاننے والی فیملی کو بارود کا ذخیرہ کہہ چکے تھے۔ اس کے باوجود وہ ہم سے الجھتے رہتے تھے۔ کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کرتے رہتے تھے کہ ہمارا ان کا کہیں نہ کہیں ٹکراؤ ہو ہی جاتا تھا۔ جیسا کہ اب مشرق بعید میں ہورہا تھا۔

سونیا نے خود کو اور پارس اور پورس کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ انہیں الجھانے کے لیے خود کو نیلاں بنا کر پیش کررہی تھی اگرچہ وہ یقین کررہے تھے اور بڑی حد تک شبہ کررہے تھے کہ بابا بچو صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے وہاں خیال خوانی کے ذریعے ان کے راستے میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔

امریکی اکابرین نے سوچا بھی نہیں تھا کہ لاؤس' کمبوڈیا اور تھائی لینڈ میں وہ سیاسی سازشیں کرتے رہیں گے تو وہاں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی پہنچ جائیں گے۔ سب سے بڑے مخالف ہم تھے۔ اس لیے سب سے پہلے ہم پر شبہ کیا جاتا تھا۔ دیکھا جائے تو نارنگ بھی ان کا مخالف تھا۔ الپا بھی اکثر اپنے کسی خاص مقصد یا غرض کے لیے ان کی دشمن بن جایا کرتی تھی لیکن سونیا نے نارنگ اور الپا کا سہارا نہیں لیا۔ اس نے مردہ نیلاں کو زندہ کردیا۔

وہ اس سلسلے میں صرف امریکی اکابرین کو ہی نہیں نارنگ' الپا اور بھیا کو بھی الجھانے والی تھی۔ ان سب کو یہ سوچنے پر مجبور کرنے والی تھی کہ نیلاں نے ان سب کو دھوکا دیا تھا۔ سب سے یہی کہتی تھی کہ وہ اپنے آخری جسم میں ہے جبکہ وہ اس کا آخری جسم نہیں تھا۔ سونیا کے ہاتھوں ہلاک ہونے کے بعد اس کی آتما ایک ساتویں جسم میں پہنچ گئی تھی۔

کوئی بھی پورے یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ نیلاں جھوٹ بول رہی ہے وہ نیلاں نہیں ہے لیکن ایسا کہنے کے لیے یہ ثابت کرنا ہوتا کہ وہ ساتویں جسم میں نہیں گئی تھی۔ سونیا نے نیلاں بن کر یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ ساتویں جسم میں پہنچ کر اتنے عرصے تک تیاری کرنے کے لیے خاموش رہی تھی پھر سے مکمل آتما شکتی حاصل کررہی تھی۔ جب اسے مکمل آتما شکتی حاصل ہوگئی تو وہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور رہنے کے لیے مشرق بعید میں آگئی تھی۔

ایسے حالات تھے کہ امریکی اکابرین کو سر جوڑ کر بیٹھنا پڑا۔ ایک اجلاس میں فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دنیا کے اس حصے میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہمارا ٹکراؤ ہوگا۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "اور یہ بات کسی پیچیدگی کے بغیر سمجھ میں آئے گی کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔"

اجلاس طلب کرنے والے اعلیٰ افسر نے کہا "میں نے بھی پہلے یہی سوچا تھا لیکن پیچیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک عورت ہے اور وہ نیلاں ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ تو مرچکی ہے۔"

"ہاں وہ مرچکی تھی لیکن اس نے سب کو دھوکا دیا تھا سب سے یہی کہتی رہی کہ وہ اس کا آخری جسم ہے اور مرجانے کے بعد وہ کوئی دوسرا جسم حاصل نہیں کرسکے گی۔ دراصل وہ ایسی باتیں کہہ کر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو فریب میں مبتلا کرتی رہی تھی۔ اب اس کا بیان ہے کہ جب سونیا نے اسے ہلاک کیا تو اس کی آتما ساتویں جسم میں چلی گئی تھی۔"

"ایسا ہے تو وہ اتنے عرصے تک کیوں خاموش رہی تھی؟"

"اس سے پہلے بھی نیلاں ایک طویل عرصے تک روپوش رہی تھی اور یہ کہتی رہی تھی کہ وہ اپنے جوان بیٹے کو تلاش کررہی ہے۔ جب وہ مل جائے گا تو خود کو منظر عام پر لائے گی۔"

"وہ تو اس کے اپنے بیٹے کا معاملہ تھا لیکن اس بار وہ کیوں اتنے عرصے تک خاموش اور روپوش رہی؟"

"اس نے آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا تھا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور رہنے کے لیے وہ مشرق بعید میں پہنچی ہے۔ اب وہاں ہم سے سامنا ہورہا ہے اس لیے ہمارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے خلاف محاذ آرائی کرنا ہوگی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا "ہمیں اس کے نیلاں ہونے پر کس حد تک یقین کرنا چاہیے؟ ویسے کیا سونیا یا بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والی کوئی عورت ہمیں دھوکا نہیں دے رہی ہے؟"

"ایسے امکانات ہیں۔ پہلے ہمیں اس بات کی تصدیق کرنی ہوگی کہ نیلاں واقعی ساتویں جسم میں گئی تھی اور اس لیے اب تک زندہ ہے۔"

"تصدیق کیسے کی جائے گی؟"

"میں نے اجلاس طلب کرنے سے پہلے الپا سے رابطہ کیا تھا اور اسے یہ باتیں بتائی تھیں۔ اس نے کہا ہے کہ نیلاں زندہ نہیں ہوسکتی لیکن شبہ بھی ظاہر کیا ہے کہ اس نے دھوکا دیا ہوگا اور ساتویں جسم میں چلی گئی ہوگی۔"

"یعنی الپا کے پاس یہ حساب نہیں ہے کہ نیلاں کے پاس ایک اور جسم میں جانے کی گنجائش تھی یا نہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ یہ حساب' یہ جسموں کی گنتی دوسرا کوئی نہیں جانتا ہوگا۔ صرف نیلاں ہی جانتی ہوگی۔"

جب سونیا نے نیلاں کو ہلاک کیا تھا تو نیلاں کی ان دنوں نارنگ کے ساتھ دوستی تھی۔ وہ اس کے ساتھ ہی رہا کرتی تھی۔ نارنگ کو ضرور معلوم ہوگا کہ اس کے پاس ساتویں جسم کی گنجائش

تھی یا نہیں؟

"نارنگ کو بھی نہیں معلوم ہوگا۔ اس کی موت کے بعد وہ یہی کہتا رہا تھا کہ سونیا نے اس کو ہلاک کردیا ہے۔ اب وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئے گی۔"

وہ سب تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ اپنے اپنے طور پر سوچتے رہے پھر ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "اگر وہ سونیا نہیں ہے اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والی دوسری عورت بھی نہیں ہے تو پھر ہمارے حق میں اچھا ہے۔ وہ نیلاں ہوگی تو اس سے سمجھوتا کیا جاسکتا ہے۔"

"تھائی لینڈ میں ہماری خفیہ ایجنسی کے انچارج نے یہ کوشش کی تھی۔ نیلاں اس کے دماغ میں آکر بول رہی تھی اور سختی سے کہہ رہی تھی کہ سمجھوتا کسی صورت میں نہیں ہوگا کیونکہ وہ اب تک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خلاف رہ کر بہت نقصان اٹھا چکی ہے۔ امریکی اکابرین بھی اس کے کام نہیں آئے اور نارنگ جیسا آتما شکتی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اسے آخری وقت میں سونیا سے نہ بچاسکا۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "نیلاں کو یقین دلایا جاسکتا ہے کہ پہلے کی بات اور تھی۔ اب تو امریکا میں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ سب مل کر نیلاں کا ساتھ دیں گے۔"

"ابھی تو ابتدا ہے۔ نیلاں نے پہلی بار گفتگو کی اور ہماری مخالفت میں بولتی رہی۔ دوسری بار رابطہ کرے گی یا ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کریں گے تو اسے کسی طرح سمجھائیں گے، یقین دلائیں گے کہ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔"

"اس معاملے میں دیر نہیں کرنا چاہیے۔ ہمارے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نیلاں سے رابطہ کرنا چاہیے۔"

"ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آندرے تھائی لینڈ میں ایک ریٹائرڈ افسر کے دماغ میں گیا تھا۔ وہاں اس نے نیلاں سے باتیں کی تھیں۔ جب وہ دوستی اور سمجھوتے پر راضی نہیں ہوئی تو آندرے نے اسے سمجھایا، وہ اکیلی کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مقابلہ کرسکے گی۔ اس پر اس نے بتایا کہ وہ ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرچکی ہے اور انہیں اپنا معمول اور محکوم بنا چکی ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "یعنی ہماری نادانستگی میں وہ پہلے ہی ہمیں نقصان پہنچا چکی ہے؟"

"صرف اتنا ہی نہیں لاؤس، کمبوڈیا اور تھائی لینڈ میں ہمارے سیاسی مقاصد کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ اسے جلد سے جلد روکنا ہوگا۔"

کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہوجائے تو بڑے بڑے ممالک کے اکابرین تشویش میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس تجسس میں پریشان رہتے ہیں کہ وہ نیا کون کہاں سے آیا ہے؟ اور آئندہ کیا کرنے والا ہے؟ ویسے نیلاں دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے خوب پہچانتی تھی۔ تھے تھے کہ ایک عرصے تک روپوش رہ کر منظرِ عام پر آئی ہے تو تیاریوں کے بعد آئی ہوگی۔

مختلف محاذ بنانے والوں میں ایک تیج پال تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول بنایا تھا لیکن اپنی ذہانت اور عملی سے ان کا قابلِ اعتماد رہنما بنا ہوا تھا۔ اس طرح وہ جب امریکی اکابرین کے خلاف بھی ان چاروں کو استعمال کرسکتا تھا۔

ایک طرح سے تیج پال، امریکی اکابرین کے خلاف تھا۔ لیے اپنے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کبھی بھی امریکا کی طرف کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ وہ چاروں بھی اس حکمت عملی سمجھتے تھے کہ امریکی اکابرین کے زیرِ اثر رہیں گے تو وہ انہیں معمول اور محکوم بنالیں گے پھر اپنی الٹی سیدھی پلاننگ سے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے شکنجے میں پہنچادیں گے۔

ٹیلی پیتھی کا دوسرا محاذ، علی تیمور نے بنایا تھا۔ وہ امریکی پیتھی جاننے والے آندرے نامی ایک جوان کی حیثیت سے امریکی اکابرین کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا تھا۔ امریکی اکا مطمئن تھے کہ آندرے اور اس کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے وا ساتھی بھی ان کے وفادار ہیں۔

دیکھا جائے تو امریکی اکابرین، تیج پال اور علی تیمور کے ذر مسلسل دھوکا کھا رہے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں نے آندرے اور اس کے پانچ ساتھیوں پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ سب علی کے معمول بنے ہوئے تھے۔ علی جب چاہتا، چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان ہی کے ملک کے خلاف استعمال کرسکتا تھا۔ امریکی اکابرین کے خلاف بغاوت کرا سکتا تھا لیکن اس نے کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا تھا۔ اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میٹھا بن کر، دوست بن کر، ماتحت بن کر ان کے سامنے چیونٹی نہیں گزار رہا تھا، پیچھے سے ہاتھی گزارتا جارہا تھا۔ دشمنوں خوش اور مطمئن رکھنے کا یہ بھی ایک کامیاب طریقہ تھا۔ اس کے نتائج خاطر خواہ رہا کرتے تھے۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں تیسرا محاذ نارنگ نے قائم کیا تھا۔ اس اب تک دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نقصان تو نہیں پہنچا تھا لیکن الپا کے لیے بڑے مسائل پیدا کرتا رہا تھا اور وہ کچھ عرصے سے گمنام ہوگیا تھا۔ یہ صرف الپا اور بھیجا جانتے تھے کہ وہ شکتی حاصل کرنے والی تپسیا میں مصروف ہے۔

اگر اسے معلوم ہوجاتا کہ نیلاں دوبارہ اس دنیا میں آگئی ہے وہ خوامخواہ پریشانیوں میں مبتلا ہوجاتا۔ تپسیا کے دوران میں بھی خیال اسے تنگ کرتا رہتا کہ نیلاں کسی وقت بھی اس کے دماغ پہنچ کر اس کی تپسیا بھنگ کرسکتی ہے۔

ٹیلی پیتھی کا سب سے زبردست محاذ الپا نے قائم کر رکھا تھا۔ وہ کسی پر اعتماد نہیں کرتی تھی۔ برسوں سے تنہا رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کرتی آئی تھی۔ کبھی ناکام ہوتی رہی تھی اور اکثر کامیاب بھی ہوتی رہی تھی۔ اس نے نیلاں کے متعلق سنا تو وہ بھی کچھ تشویش میں مبتلا ہوئی اگرچہ اس کے پاس جیکب رابن جیسا جادوگر تھا۔ اس کے دماغ میں کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں آسکتا تھا۔ اسے کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن وہ جانتی تھی کہ دشمنوں کو کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیسے کیسے ہتھکنڈے استعمال کرکے توقع کے خلاف نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

وہ جیکب رابن سے بولی "ایک نئی اور ناقابلِ یقین اطلاع ملی ہے۔ کچھ عرصے پہلے نیلاں مرچکی تھی لیکن اب کہا جارہا ہے کہ وہ زندہ ہے اور تھائی لینڈ میں ہے۔"

"کیا یہ وہی نیلاں ہے جو آتما شکتی جانتی تھی اور آخری جنم میں رہنے کے باعث سونیا کے ہاتھوں ہلاک ہوگئی تھی؟"

"ہاں اسی نیلاں کی بات کررہی ہوں۔ اس نے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر اور امریکی خفیہ ایجنسی والوں کے دماغوں میں جاکر یہ جان لیا ہے کہ جب اس کی موت ہوئی تھی تو وہ اس کا آخری جنم نہیں تھا۔ اس نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے یہ حقیقت چھپا رکھی تھی کہ ان دنوں وہ ایک چھٹے جنم میں تھی اور اس کے لیے ساتویں جنم میں جانے کی گنجائش رہ گئی تھی۔"

"جب وہ کہہ رہی ہے تو یہی حقیقت ہوگی۔ کیا تمہیں کوئی شبہ ہے؟"

"ہوسکتا ہے کہ سونیا فراڈ کررہی ہو یا بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والی کوئی دوسری عورت ہو۔ امریکا، تھائی لینڈ میں پال پوٹ کی پشت پناہی کررہا ہے۔ وہاں اپنے طور پر سیاسی سازشوں میں مصروف ہے۔ بابا صاحب کے ادارے والے یہ پسند نہیں کرتے ہیں کہ امریکا، دنیا کے ہر ملک میں جاکر اپنی برتری کا مظاہرہ کرتا رہے۔ اسی لیے یہ خیال آتا ہے کہ سونیا یا بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والی کوئی عورت وہاں جاکر امریکی عزائم کے خلاف رکاوٹ بن رہی ہے۔"

"تمہارا یہ خیال درست ہوسکتا ہے۔ سونیا یا اس ادارے کی ٹیلی پیتھی جاننے والی کوئی عورت خود کو نیلاں بنا کر پیش کرسکتی ہے۔"

"کیا تم کالے جادو کے عمل سے حقیقت معلوم کرسکتے ہو؟"

"مشکل تو ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔ مشکل اس طرح ہے کہ نیلاں خود تھائی لینڈ میں نہیں ہوگی۔ اس نے اپنی کسی ڈی کو وہاں رکھا ہوگا۔ میں کوئی بھی کالا عمل کروں گا تو وہ اس ڈی تک پہنچے گا۔ وہ خواہ نیلاں ہو، سونیا ہو یا کوئی اور ہو۔ ہمارا عمل ان پر اثر نہیں کرے گا۔"

"ہوسکتا ہے نیلاں اپنی ڈی کے اندر اپنی ہی آواز اور لہجے میں بول رہی ہو۔"

"پھر تو میں کالے عمل کے ذریعے اس کی اصلیت معلوم کرلوں گا۔ تم اس کے پاس جاؤ اور اس کے لب ولہجے کو اچھی طرح یاد کرکے مجھے سناؤ۔"

الپا نے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب نہیں کیا۔ خاموشی سے معلوم کرنے لگی کہ جس نیلاں نے اسے مخاطب کیا تھا اس کا لب ولہجہ کیا تھا؟

وہ اعلیٰ افسر بڑی دیر تک سوچتا رہا۔ کئی طرح کی آوازوں اور لب ولہجوں کو ذہن میں لاتا رہا پھر اس نے موبائل فون کے ذریعے آندرے، یعنی علی تیمور کو مخاطب کیا۔ "میرے دماغ میں آکر نیلاں کی آواز اور لب ولہجے کو دو چار بار دہراؤ۔ میں اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سنانا چاہتا ہوں۔"

علی نے کہا "مجھے بھی اس کی آواز اور لہجے کو دوبارہ یاد کرکے اچھی طرح اپنے ذہن میں نقش کرنا ہوگا پھر میں آپ کو بتا سکوں گا۔ آپ کم از کم دو چار منٹ انتظار کریں میں ابھی آپ سے رابطہ کروں گا۔"

علی نے موبائل فون بند کیا پھر فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا "ہیلو مما! میں بول رہا ہوں۔ یہاں کا اعلیٰ افسر آپ کی آواز اور لب ولہجے کو اپنے دماغ میں سننا چاہتا ہے۔ کہہ رہا ہے کہ وہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آپ کی آواز اور لب ولہجہ سنائے گا۔"

سونیا نے کہا "تم تو جانتے ہی ہو جب ہم سب اپنی شخصیت تبدیل کرتے ہیں تو آواز اور لب ولہجہ بھی بدل دیتے ہیں۔ تم انہیں میری موجودہ آواز اور لب ولہجہ سنادو، کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

سونیا نے علی کو اجازت دے دی مگر علی سوچنے لگا، پتا نہیں، وہ فوج کا اعلیٰ افسر کس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کی مما کی آواز اور لب ولہجہ سنانا چاہتا ہے۔ یہ ضرور معلوم کرنا چاہیے۔ اس نے اعلیٰ افسر کے دماغ میں آکر کہا "میں آندرے بول رہا ہوں۔ آپ نیلاں کی آواز اور لب ولہجے کو اپنے ذہن میں نقش کرلیں۔"

وہ سونیا کی فرضی آواز اور لب ولہجہ سنانے لگا۔ دو تین بار سنانے کے بعد بولا "میرے لائق اور کوئی خدمت؟"

"نہیں! بس میں اتنا ہی معلوم کرنا چاہتا تھا تم جاسکتے ہو۔"

علی نے کہا "اگر آپ کی اجازت ہو تو میں پھر ایک بار نیلاں کے پاس پہنچنے کی کوشش کروں؟"

"ہاں! ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وقتاً فوقتاً اس کے پاس جانا چاہیے۔ ہوسکتا ہے، اس کا کوئی خفیہ پتا ٹھکانا معلوم ہوجائے یا اس سے کوئی سمجھوتا ہوجائے۔"

"میں کچھ نہ کچھ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ اب جارہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اس کے دماغ میں خاموش ہوگیا۔ وہاں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ہیزون کی آواز سنائی دی "میں نے اس آواز کو نوٹ کرلیا ہے اور لب ولہجے کو بھی ذہن میں نقش کرلیا ہے۔ بہرحال میں نیلاں سے رابطہ کروں گا اور اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

ہیزون چلاگیا۔ علی وہاں خاموشی سے موجود تھا۔ الپا بھی خاموش تھی۔ اس نے نیلاں کی آواز اور لب ولہجے کو اپنے ذہن میں نقش کرلیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے علی اور ہیزون کی آوازیں بھی سنی تھیں۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر جیکب رابن سے بولی۔

"میں نے نیلاں کے لب ولہجے کو اچھی طرح اپنے ذہن میں نقش کرلیا ہے لیکن میں خود خیال خوانی کے ذریعے نیلاں کے پاس جاؤں گی تو وہ چڑیل میرے سر پر سوار ہوجائے گی۔ وہ یہی کہے گی کہ میں اس کے معاملات میں مداخلت کرنے تھائی لینڈ پہنچی ہوں۔ اس طرح وہ میرے معاملات میں مداخلت کرتی رہے گی۔"

جیکب رابن نے کہا "تمہارا وہاں جانا مناسب نہیں ہے۔"

"یہی میں سوچ رہی ہوں۔ کیا بھیا کو وہاں بھیجا جائے؟"

"یہ ٹھیک رہے گا' بھیا کو اس سے الجھا دیا جائے۔ وہ اس سے نمٹ لے گا یا پھر اس سے مات کھا جائے گا۔"

وہ خیال خوانی کرنا چاہتی تھی۔ جیکب نے کہا "ذرا ٹھہرو۔ تم نے بھیا سے وعدہ کیا تھا کہ اس کی لائف پارٹنر بن جاؤ گی۔ کبھی کبھی دو چار دن کے لیے ہندوستان جا کر اس کے پاس رہا کرو گی اور کبھی بھیا تمہارے پاس آجایا کرے گا۔ اب اس کے پاس جاؤ گی تو وہ یہی سوال کرے گا۔"

"میں اس کے پاس کل ہی جانا چاہتی ہوں۔ کیا تم نے ڈی مکمل کردی ہے؟ اور تمہیں یقین ہے کہ وہ اپنے کالے جادو کے ذریعے اس ڈی کی اصلیت معلوم نہیں کرپائے گا؟"

"مجھے پورا یقین ہے۔ اس کا باپ بھی اس ڈی کی اصلیت معلوم نہیں کرسکے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھیا سے کہوں گی کہ کل کی فلائٹ سے آرہی ہوں اور ممبئی ائرپورٹ میں شام پانچ بجے تک پہنچ جاؤں گی۔"

"کیا تم اپنی پلاننگ سے مطمئن ہو؟ کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہیں دن رات' چوبیس گھنٹے اپنی ڈی کے دماغ میں نہیں رہنا پڑے گا؟"

میں اپنی پلاننگ سے بالکل مطمئن ہوں۔ تم ایک بار پھر یقین دلا دو کہ اگر میری ڈی زخمی ہوجائے گی یا یہ تاثر دے گی کہ زخمی ہونے کے باعث یا بیمار ہونے کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہی ہے تو بھیا کو شبہ نہیں ہوگا۔ اگر شبہ ہوگا تو وہ خیال خوانی کے ذریعے یا کالے جادو کے ذریعے ڈی کی اصلیت معلوم نہیں کرسکے گا۔"

"میں تمہیں یقین دلا چکا ہوں۔ تم مطمئن ہو کر اپنے ڈی یہاں سے روانہ کرسکتی ہو۔"

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے اس آلہ کار کو مخاطب کیا جو کے دماغ میں رہ کر وہ بھیا سے گفتگو کیا کرتی تھی۔ اس نے اس آلہ کار سے کہا "بھیا کو اطلاع دو میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

اس آلہ کار نے موبائل فون کے ذریعے بھیا سے رابطہ کیا اسے اطلاع دی۔ بھیا اطلاع ملتے ہی اس کے دماغ میں آیا "ہیلو الپا! کیا بات ہے۔ تم نے ابھی تک بتایا نہیں کہ میرے پاس کب آرہی ہو؟"

"میں یہی بتانے آئی ہوں۔"

"پھر تو یہ میری خوش قسمتی ہے۔ کیا آج ہی آرہی ہو؟"

"کل صبح کی فلائٹ سے روانہ ہوجاؤں گی اور شام پانچ بجے تک ممبئی ائرپورٹ میں تم سے ملاقات ہوسکے گی۔"

"میں آج ہی ممبئی کے لیے روانہ ہوجاؤں گا۔"

"میں ایک بہت ہی اہم خبر تمہیں سنانا چاہتی ہوں۔"

"ایسی کیا اہم خبر ہے؟"

"تم نے نارنگ کی زبان سے نیلاں کے بارے میں بہت کچھ سنا ہوگا؟"

"ہاں میں اس کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔"

"تمہیں یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ وہ پھر سے زندہ ہوگئی ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ یہ تو ناممکن سی بات ہے۔"

"ناممکن اس لیے نہیں ہے کہ ہم سب کے پاس اس کی آتما شکتی کا حساب نہیں تھا۔ سب یہی سمجھ رہے تھے کہ جب اس کی موت سونیا کے ہاتھوں ہوئی تو وہ اس کا آخری جسم تھا جب کہ وہ آخری نہیں تھا اس کے پاس ساتویں جسم کی گنجائش تھی۔"

"ہے بھگوان! پھر تو اس نے بڑی مکاری دکھائی ہے۔ ہم سب دھوکے میں رہے اور اس نے ساتواں جسم حاصل کرلیا۔ کیا اس نے آتما شکتی پھر سے حاصل کی ہے؟"

"اس کا بیان ہے کہ وہ اتنے عرصے تک اسی لیے خاموش رہی تھی کہ آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے تپسیا کرتی رہے پھر یہ پلاننگ کی تھی کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور شمشان بھومی میں جا کر رہے گی۔ اسی پلاننگ پر عمل کرنے کے باعث وہ اتنے عرصے تک روپوش رہی تھی۔"

"اس نے بڑی چالاکی سے اور بڑی خاموشی سے اپنی کھوئی ہوئی آتما شکتی مکمل طور پر حاصل کی ہے۔ اب وہ ہمارے خلاف بھی محاذ بنا سکتی ہے۔"

الپا نے کہا "وہ کچھ بھی کرسکتی ہے۔ میں چاہتی ہوں' تم اس سے رابطہ کرو اور اسے دوست بنانے کی کوشش کرو۔ دشمنوں کی تعداد بڑھانا دانشمندی نہیں ہے۔ وہ ہماری صحیح معنوں میں دوست بننے پر تیار نہ ہوئی لیکن دوستی کا بھرم رکھنے کے لیے وہ ہمیں شاید نقصان نہیں پہنچائے گی یا ہمارے لیے مسائل پیدا نہیں کرے گی۔"

"تم درست کہتی ہو۔ اپنی مشکلات کو کم سے کم کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ دوست بنانا ضروری ہے۔"

"میں نے امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں رہ کر نیلاں کی موجودہ آواز اور لب ولہجے کو سنا ہے۔ میں یہ لب ولہجہ تمہیں سنا رہی ہوں۔ تم اسے ذہن نشین کرو اور اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرو۔"

اس نے نیلاں کی موجودہ آواز اور لب ولہجے کو تین چار بار دہرایا پھر بھیا نے کہا "میں نے اسے ذہن نشین کرلیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر بعد تمہیں بتاؤں گا کہ اس سے رابطہ ہو رہا ہے یا نہیں؟"

الپا نے کہا "میں آدھے گھنٹے بعد اس آلہ کار کے دماغ میں آؤں گی۔"

بھیا وہاں سے چلا گیا۔ الپا بھی اس آلہ کار کے دماغ سے واپس آگئی۔ وہ سوچ رہی تھی نیلاں سچ مچ زندہ ہو کر واپس آئی ہوگی تو یہ بہتر ہی ہوگا لیکن 'نیلاں بن کر نہ آئی ہو ورنہ حالات بد سے بدتر اور بدترین ہوسکتے ہیں۔

○☆○

پارس اور پورس تھائی لینڈ کے بان وتائی شہر میں تھے۔ وہاں کے مہاجر کیمپ سے کلام ژیونگ اور اس کے تینوں جوان بچوں کو یعنی سلمٰی' رابعہ اور سلام کو لے کر تفریح کے لیے فن فیئر گراؤنڈ میں آئے ہوئے تھے۔ سلمٰی اور رابعہ بہت خوش تھیں کیونکہ بہت عرصے بعد انہیں کھلی فضا میں تفریح کرنے کا موقع مل رہا تھا۔

وہ مختلف قسم کے جھولوں میں ایسے خوش ہو کر جھول رہی تھیں جیسے پھر ایک بار ان کا بچپن لوٹ آیا ہو۔ طرح طرح کی ریل گاڑیوں میں گھوم رہی تھیں۔ وہ ریل گاڑیاں اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر ایسے آتی جاتی تھیں کہ سانس رکنے لگتی تھی۔ خوف بھی محسوس ہوتا تھا اور خوشی بھی ہوتی تھی۔ ایسی ریل گاڑیاں بھی تھیں جو ایک طرف پانی کے اندر ڈوب کر جاتی تھیں اور دوسری طرف سے ابھرتی تھیں۔ یہ ایسے عجیب وغریب اور دلچسپ تماشے تھے' جن سے لطف اندوز ہوتے وقت وہ بھول رہے تھے کہ ان کا گھر چھوٹ گیا ہے' وطن چھوٹ گیا ہے' وہ دربدر ہوگئے ہیں اور اگر مہاجر کیمپ سے نکل کر سرحد کی طرف جائیں گے تو ان سب کو قتل کردیا جائے گا۔

قاتل تو اب بھی ان کے تعاقب میں تھے۔ ان دشمنوں کو یہ یقین ہوچکا تھا کہ ان کے ساتھ جو جوان ہیں' وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور نیلاں کے ماتحت ہیں۔

پارس اور پورس ان کے ساتھ ایک کاؤنٹر پر آئے۔ جہاں ائر گن کے ذریعے اپنی نشانے بازی کو آزمایا جاتا تھا۔ رابعہ نے کہا "پہلے میں نشانہ لگاؤں گی۔"

سلمٰی نے کہا "تم چھوٹی ہو۔ میں تم سے بڑی ہوں میں صحیح نشانہ لگاؤں گی۔"

سلام نے اس سے رائفل چھین کر کہا "تم دونوں مجھ سے چھوٹی ہو۔ میں بڑا ہوں دیکھو کیسے صحیح نشانہ لگاتا ہوں۔"

وہ کاؤنٹر کے پاس کھڑا ہو کر ٹارگٹ کا نشانہ لینے لگا پھر جیسے ہی اس نے ائر گن کا ٹریگر دبایا تو ٹھائیں کی زوردار آواز گونج اٹھی۔ جبکہ رائفل سے ایسی زوردار آواز نہیں ابھرتی تھی۔ دوسرے ہی لمحے سب نے دیکھا سلام کی پیشانی میں سوراخ ہوگیا تھا اور لہو بہہ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ کوئی اسے سنبھالتا وہ زمین پر گر پڑا۔ دونوں بہنیں خوف زدہ ہو کر چیخنے لگیں۔ اس کا باپ دوڑ کر بیٹے سے لپٹ گیا۔ پیشانی پر گولی لگی تھی۔ وہ بولنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ باپ کے لپٹتے ہی اس کا دم نکل گیا۔

پارس اور پورس نے ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کی۔ فوراً ہی اچھل کر کاؤنٹر پر چڑھتے ہی ٹارگٹ کی طرح چھلانگ لگائی۔ ٹارگٹ کے پیچھے چھپے دشمن ان کی زد میں آکر دوسری طرف گر پڑے۔ وہ تعداد میں چار تھے۔ دوسری بار بھی گولی چلانے کے لیے تیار تھے۔ لیکن انہیں موقع نہ مل سکا۔ چاروں کے چاروں ان دونوں کی زد میں آچکے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے پارس اور پورس نے

اولیائے کرام کی سوانح نگار فرضیہ تسنیم بلگرامی کے ضخیم ناول کا مجموعہ

عظمت کے مینار

قیمت ۱۸۰ روپے

اولیائے کرام جو مینارۂ نور صفات تھے
ضیا تسنیم بلگرامی نے انہیں اپنے قلم کا موضوع بنایا ہے۔

اُن دنوں جب ہر طرف حرص وطمع، عیش کوشی، شہوت پرستی اور نفسانفسی کا دور دورہ تھا۔ انسان دنیاداری، جاہ طلبی اور جاہ پرستی میں مبتلا تھا، روشنی کے ان میناروں نے انسانیت کو نجات ابدی کی راہ دکھائی، دکھی انسانوں کو راہ خدا کی اور اُن کے کام آئے۔

عظمتوں کے ان میناروں کے کارنامے

اُن کی منور زندگی آج بھی ہماری رہنمائی کر رہی ہے۔ وہ ہم میں موجود نہیں لیکن اپنے کام میں موجود..... ہمیں بتاتے ہیں کہ 'زمانے کی طرح ہے، اس کے نیچے بھاگو گے تو یہ آگے ہی آگے رہے گی۔ ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا لیکن اگر اس سے بھاگو گے تو یہ تمہارے پیچھے دوڑے گی۔ ایک ایسی چیز' جو زمانے کی طرح ہو اس کے پیچھے بھاگنے سے کیا حاصل؟

مصنفہ کی ایک اور کتاب روشنی کے مینار بھی دستیاب ہے

کتابیات پبلی کیشنز ○ 23 کراچی 74200
5802551 5802552-5805313

انہیں ہتھیار استعمال کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ گھونسوں اور لاتوں پر رکھ لیا پھر ان کی ہی رائفل لے کر دو کو جہنم میں پہنچا دیا۔ باقی دو سے کہا "ہالٹ! اگر مرنا نہیں چاہتے تو وہیں رک جاؤ۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر وہیں رک گئے۔ پھر پورس نے کہا "ہم نے پتھر کا مجسمہ بننے کے لیے نہیں کہا ہے۔ کچھ منہ سے بولو۔"

وہ خاموش تھے۔ انہیں سمجھایا گیا تھا کہ منہ سے آواز نہ نکالی جائے ورنہ وہ ان کے دماغوں میں گھس جائیں گے۔ اسی خوف سے وہ کچھ بولنا نہیں چاہتے تھے۔ پورس نے ایک ہوائی فائر کیا تو وہ فوراً ہی خوف زدہ ہو کر بولنے لگے "ہم... ہم نہیں بولیں گے۔ نہیں تو تم ہمارے دماغوں میں گھس آؤ گے۔"

پورس نے کہا "چلو ہم تمہارے دماغوں میں نہیں آئیں گے۔ یہ لو اور عیش کرو۔"

پورس نے وہ رائفل ان کی طرف اچھال دی۔ ان میں سے ایک نے رائفل کو کیچ کرتے ہی اسے نشانے پر لے کر کہا "خبردار حرکت نہ کرنا۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔ جانتے ہو کیسے ماروں گا؟"

اس نے گھوم کر اپنے ساتھی کو گولی مار دی۔ پارس خاموش کھڑا اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس نے کہا "تمہاری جیب میں موبائل فون ہے۔ اسے نکالو اور اپنے اس فوجی افسر سے رابطہ کرو جس نے تمہیں ہمارے پیچھے لگایا ہے۔"

وہ اس کے حکم سے انکار نہیں کر سکتا تھا کیونکہ پورس اس کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ اس نے موبائل کے ذریعے فوجی افسر سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "سر میں ڈاؤ ان بول رہا ہوں۔ آپ کی پلاننگ کامیاب ہوئی ہے۔ ہم نے چھپ کر ان دونوں کو اس طرح گولی ماری ہے کہ انہیں نظر بھی نہیں آئے اور نہ ہی وہ ہماری آواز سن سکے۔ اب وہ کبھی کسی کی آواز نہیں سن پائیں گے۔"

دوسری طرف سے فوجی افسر نے خوش ہو کر کہا "شاباش! تم لوگوں نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ تمہارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟"

وہ پورس کی مرضی کے مطابق بولا "دوسرے ساتھی تو جہنم میں پہنچ چکے ہیں اور میں بھی پہنچنے والا ہوں۔ اس سے پہلے تمہیں یہ خوش خبری سنانے کے لیے فون کیا ہے کہ تم بھی ہمارے پیچھے جہنم میں آنے والے ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے موبائل فون کو ایک طرف پھینک دیا۔ رائفل لے کر کلام ژیونگ کے پاس آیا پھر بولا "میں نے، میرے ساتھیوں نے آپ کے جوان بیٹے کو ہلاک کیا ہے۔ ہم قاتل ہیں۔ میرے تین ساتھیوں کو سزائے موت مل چکی ہے۔ آپ مجھے سزائے موت دیں۔"

اس نے رائفل آگے بڑھائی کلام ژیونگ نے رائفل چھین کر کہا "کیا میں تمہیں مار ڈالوں گا تو میرا بیٹا مجھے زندہ واپس مل جائے گا؟ یہ ہتھیار تم لوگ کیوں استعمال کرتے ہو؟ کیوں انسان کو کیڑے مکوڑے سمجھتے ہو؟ کیا تم جیسے قاتلوں کے مرنے سے دوسرے قاتل باز آجائیں گے؟ کیا اس دنیا سے ہتھیار ہو جائیں گے یا قاتل ختم ہو جائیں گے؟"

وہ بوڑھا جذبات میں اور غم و غصے میں آکر رائفل پھینک تھا لیکن پارس نے اس کے ہاتھوں میں اسے مضبوطی سے رہنے دیا پھر خیال خوانی کے ذریعے ایک فائر کرایا تو سامنے قاتل لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر زمین پر گر پڑا۔ کلام حیرت سے والے کو دیکھنے لگا۔ وہ اسے مارنا نہیں چاہتا تھا لیکن مار چکا پارس نے آگے بڑھ کر کہا "آپ کے جذبات قابل ستائش انسان اگر انسان کو نہ مارے تو وہ کسی بھی خوف اور دہشت پر امن زندگی گزار سکتے ہیں۔ لیکن کیا کیا جائے۔ آپ کتنے سمجھائیں گے کہ وہ ہتھیار نہ اٹھائیں؟ گولی نہ چلائیں؟"

بوڑھے کلام نے رائفل کو ایک طرف پھینکتے ہوئے "لیکن میں تو گولی نہیں چلانا چاہتا تھا۔ میں نے بھی خون بہا دوسرے قاتلوں میں کیا فرق رہا....."

جب تک پارس انہیں سمجھاتا رہا اس وقت تک پورس فوجی افسر کے خیالات پڑھتا رہا، جس نے چار قاتلوں کو ان کے لگایا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے چلتے ہوئے ان کے قریب آیا پھر ژیونگ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "آپ کا جوان بیٹا آپ آنکھوں کے سامنے مارا گیا۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ آپ آنکھوں میں آنسو نہیں آنا چاہئیں اور آپ کو اتنا بڑا صدمہ ہی برداشت کر لینا چاہیے پھر بھی حوصلے سے کام لیں۔"

پارس اور پورس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ دشمن اب قدم پر مصائب پیدا کرتے رہیں گے۔ انہیں جانی نقصان پہنچانے حتی الامکان کوششیں کرتے رہیں گے۔ پارس نے خیال خوانی ذریعے کہا "مما! یہاں کلام ژیونگ کا جوان بیٹا سلام مارا گیا ہے دشمنوں کی سازش ایسی تھی کہ ہم بروقت اسے بچا نہ سکے لیکن اس فیملی کے باقی ممبران کی حفاظت ہمارا فرض ہے۔ ہم ان سلامتی کی فکر کر رہے ہیں۔ سلام کی تجہیز و تکفین تک آپ ان افسران کے دماغوں میں جاتی رہیں اور اس حد تک انہیں کنٹرول میں رکھیں کہ یہ نقصان نہ پہنچا سکیں۔ سلام کی تدفین کے بعد ان سے نمٹ لیں گے۔"

سونیا نے کہا "اس فیملی کو موجودہ رہائش گاہ میں لے جاؤ انہیں کیمپ نہ جانے دو۔ جب تک تدفین نہیں ہو گی، میں دشمنوں کو وہاں تک پہنچنے نہیں دوں گی۔"

سونیا پورس کے دماغ میں آئی۔ اس نے اپنی ماں کو دشمن فوجی افسر کے دماغ میں پہنچا دیا۔ وہ اس افسر سے بولی "میں تمہارے دماغ میں پہنچ گئی ہوں۔ میری آواز سے پہچان سکتے ہو، میں کون ہوں۔"

وہ خوف زدہ ہو کر بولا "نیلاں؟ یہ تم ہو؟"

"اور کیا سمجھتے ہو تمہاری ماں آئی ہو گی؟ تم نے ابھی ایک

گناہ جوان کو ہلاک کرایا ہے۔ اس کے بوڑھے باپ سے بڑھاپے کا سہارا چھین لیا ہے۔ تمہارا کیا انجام ہو گا، یہ تم نے سوچا ہے؟"

وہ خوف کے مارے تھر تھر کانپتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر بولا "مجھے... مجھے معاف کر دو۔ میں مجبور تھا۔ میں ایک جونیئر افسر ہوں، اعلیٰ افسران جو مجھ سے کہتے ہیں، میں اس پر عمل کرنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم نے مجبور ہو کر ایسا کیا اس لیے میں تمہیں کچھ دیر تک زندہ رکھوں گی۔ یعنی آج نہیں کل مرو گے، کل نہیں پرسوں مرو گے۔ ہو سکتا ہے یوں جینے کی مہلت پا کر تم اپنی طبعی عمر تک زندہ رہنے کا کوئی راستہ ڈھونڈ لو۔"

"آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔ کیا آپ ابھی جان سے نہیں ماریں گی؟"

"جس طرح تم نے اپنے اعلیٰ افسران کے حکم کی تعمیل کی، اسی طرح میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے تو زندہ رہو گے۔"

"آپ کیا چاہتی ہیں؟"

"کسی بھی افسر کو اور فوجی جوان کو اس مکان کی طرف نہ جانے دو، جہاں وہ فیملی اپنے جوان بیٹے کی لاش لے کر گئی ہے۔ اس کی تدفین ہونے تک اگر وہاں کسی نے مداخلت کی تو میں پورے بنکاک کو بارودی دھماکوں سے اڑا دوں گی۔ میں اعلیٰ افسران کے دماغوں میں جا رہی ہوں۔ تم بھی اپنے طور پر انہیں میرے چیلنج سے آگاہ کر دو۔"

اس افسر نے فون کے ذریعے اپنے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا اور کہا "ابھی میں نے آپ سے کہا تھا کہ ہمارے چاروں فوجی جوان مارے گئے ہیں۔ اگرچہ اس فیملی کا ایک جوان مارا گیا ہے لیکن اس کی موت ہمارے لیے بڑے مصائب پیدا کرنے والی ہے۔ ابھی نیلاں میرے دماغ میں آئی تھی اس نے دھمکی دی ہے کہ اس کی تدفین ہونے تک اگر کوئی اس فیملی کے موجودہ مکان میں جائے گا تو وہ پورے بنکاک کو بارودی دھماکوں سے اڑا دے گی۔"

اعلیٰ افسر نے حقارت سے کہا "بلڈی وچ لیڈی! وہ خود کو سمجھتی کیا ہے؟ کیا اس ایک اکیلی عورت کے کہہ دینے سے ہم اپنی فوجی ڈیوٹی چھوڑ دیں گے۔ اپنے مقاصد سے باز آجائیں گے؟"

"سر آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ نیلاں آپ کے دماغ میں ہو گی۔"

"نیلاں کی ایسی کی....."

وہ بولتے بولتے رک گیا پھر بولا "تم نے ابھی کیا کہا، کیا وہ میرے دماغ میں ہے؟"

"یس سر! اس نے کہا تھا کہ وہ ابھی میرے اعلیٰ افسر کے دماغ میں جائے گی۔ وہ یقیناً آپ کے دماغ میں پہنچی ہوئی ہو گی۔"

وہ جلدی سے نرم پڑتے ہوئے بولا "یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ میڈم نیلاں میرے پاس آئیں گی۔ میں انہیں اپنے دل کی بات کہوں گا۔ دراصل میں ایک اعلیٰ فوجی افسر کی حیثیت سے ذرا رعب اور دبدبہ دکھا رہا تھا۔ ورنہ میں تو وہی کروں گا جو میڈم چاہیں گی۔"

سونیا نے کہا "ایسے ہی وقت کہا جاتا ہے۔ لاتوں کے بھوت صرف لاتوں اور جوتوں سے ہی مانتے ہیں۔ اب اپنے دوسرے ساتھی افسران سے کہو کہ میں نے ابھی سیز فائر کیا ہے۔ جب تک سلام کی تدفین نہیں ہو گی۔ اس وقت تک جنگ بند رہے گی اگر کسی نے اس فیملی کے کسی فرد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو تم سب کا ایک ہی دن میں بہت برا حشر ہو گا۔ کوئی بھی دشمنی کرنے والا اس ملک میں زندہ نہیں رہے گا۔ یقین نہ ہو تو ایک ذرا شرارت کر کے دیکھ لو۔"

اسی وقت اس افسر کے دماغ سے خیال خوانی کی دوسری سوچ ابھری۔ کوئی کہہ رہا تھا "میڈم نیلاں مجھے آپ کو دیوی جی کہنا چاہیے۔ میں آپ کی بڑی عزت کرتا ہوں ور آپ کا سیوک بن کر رہنا چاہتا ہوں۔"

"بڑی خاکساری سے ناک رگڑتے ہوئے سیوک بننے والے اپنے پیچھے بڑے خطرناک مقاصد رکھتے ہیں۔ تم نے اپنا نام نہیں بتایا، اپنا تعارف پیش نہیں کیا۔ اچھا کیا میں تمہارے جیسے خطرناک ارادے رکھنے والوں کو خوب پہچانتی ہوں۔"

"پلیز آپ مجھے آزمائے بغیر ایسی باتیں نہ کریں۔ میرا نام بیزون ہے۔ اگرچہ میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا کہلاتا ہوں لیکن امریکا کی طرف کبھی رخ نہیں کرتا۔ تیج پال کی رہنمائی میں زندگی گزار رہا ہوں۔"

"یعنی تمہاری لگام تیج پال کے ہاتھ میں ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے، وہ مجھے اپنا غلام بنا کر نہیں رکھتا ہے۔ ہم آپس میں بہت اچھے دوست ہیں۔"

"اگر دوست ہیں تو مجھے اس کے دماغ میں پہنچاؤ۔ میں اس سے باتیں کروں گی۔"

"شاید آپ تیج پال کو بھول گئی ہیں۔ وہ کبھی آپ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھا۔"

"مجھے بھولنے کی عادت نہیں ہے لیکن اتنا عرصہ گزر چکا ہے کہ مفاد پرست لوگ اتنے عرصے میں ماں باپ بدل لیتے ہیں۔ شاید اس نے بھی اپنی عقل اپنی وفاداری امریکا کے حوالے کر دی ہو۔ لہٰذا میں اس کے بدلے ہوئے مزاج کو سمجھنا چاہتی ہوں۔"

"میں آپ کی خواہش کے مطابق ابھی جاتا ہوں۔ ہو سکتا ہے تیج پال آپ کو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دے۔ اس کے خیالات پڑھنے کے بعد آپ کا یہ شبہ دور ہو جائے گا کہ ہم سب امریکا کے غلام بن گئے ہیں۔"

"جانے سے پہلے کچھ یاد دلانا چاہتی ہوں۔ تمہیں یاد ہو گا کہ نارنگ نے اتنی زبردست آتما شکتی حاصل کی تھی کہ وہ یوگا جاننے

والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتا تھا اور ان لوگوں کو خبر تک نہیں ہوتی تھی۔ میں نے بھی ایسی ہی زبردست آتما شکتی حاصل کی ہے۔ تم جاؤ مگر اپنے دماغ میں میری موجودگی کو نہ بھولنا۔"

بیزون ایک دم سے گڑبڑا گیا۔ وہ سوچنے لگا' کیا کرے؟ کیا دماغی طور پر حاضر ہو کر تیج پال کے پاس جائے اور گفتگو کرے؟ اس طرح تو نیلاں معلوم کرلے گی کہ وہ سب کس ملک میں ہیں؟ اور اس کے علاوہ تیج پال کے ساتھ اس کے اور تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی بھی ہیں؟"

سونیا نے فوراً ہی علی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "کیا آج تک پتا نہیں چلا کہ تیج پال اور وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے کس ملک میں ہیں؟"

"نہیں مما! وہ بہت محتاط ہیں۔ امریکی اکابرین سے خود ہی فون پر رابطہ کرتے ہیں لیکن اپنے فون نمبر اس لیے نہیں بتاتے کہ فون کوڈز کے ذریعے اس ملک کا اور اس شہر کا پتا چل جائے گا' جہاں وہ ابھی رہتے ہیں۔"

"میں نے جھوٹا دعویٰ کیا ہے کہ نیلاں کی حیثیت سے یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتی ہوں۔ وہ ابھی خوف زدہ ہو کر گیا ہے کہ میں شاید اس کے دماغ میں ہوں۔ اب مجھے اسے سچ ثابت کرنا ہے۔"

"یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے مما! آپ اس کے لب ولہجے کو سن چکی ہیں۔ میں بھی اس کی آواز اور لب ولہجے کو پہچانتا ہوں۔ ہم دونوں بیک وقت اس کے دماغ میں پہنچتے ہی زلزلے کا جھٹکا پہنچائیں تو وہ سانس روکنے سے پہلے ہی دماغی اذیت میں مبتلا ہو جائے گا۔"

"چلو یہ تدبیر آزماتے ہیں۔ میں ایک سے تین تک گنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچوں گی تم بھی اسی طرح وہاں پہنچ کر زلزلے کا جھٹکا پہنچاؤ۔"

دونوں ماں بیٹے نے یہی کیا۔ تین تک گنتے ہی وہ دونوں بیک وقت بیزون کے دماغ میں پہنچے پھر اس سے پہلے کہ وہ سانس روکتا۔ انہوں نے ایک زبردست جھٹکا پہنچایا۔ وہ ایک دم سے چیخ پڑا۔ دماغی تکلیف برداشت نہ کرسکا۔ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کی بیوی مونا ریٹا چیختی ہوئی آئی "کیا ہوا بیزون؟ تم کیوں چیخ رہے ہو؟ کیوں اس طرح تڑپ رہے ہو؟ پلیز مجھے کچھ بتاؤ؟"

دونوں ماں بیٹے نے پھر بیک وقت خیال خوانی کے ذریعے مونا ریٹا کے دماغ میں پہنچ کر ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ بھی تکلیف کی شدت سے چیخ پڑی۔ اپنے شوہر کے قریب فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔

وہ دونوں تھوڑی دیر تک تڑپتے رہے۔ سونیا اور علی خاموشی سے خیال خوانی کے ذریعے تماشا دیکھتے رہے۔ مونا ریٹا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔ اسے یوگا میں بھی مہارت نہیں تھی۔ اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کیا گیا تھا۔ تاکہ کوئی دشمن اس کے ذریعے ان چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے دماغوں تک نہ پہنچ پائے۔

مونا ریٹا کا دماغ اب کھلے دروازے کی طرح تھا۔ دماغ سے تنویمی عمل دھل چکا تھا۔ وہ آئندہ سانس نہیں روکے گی۔ اس کی طرف سے اطمینان تھا۔ سونیا نے بیزون کے [illegible] کہا "کہاوت ہے کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ یہاں ماں باپ دونوں کی خیر نہیں ہے۔ ویسے تم زبردست ہو۔ تمہارا دماغ بہت ہی صحت مند ہے۔ ٹیلی پیتھی کا یہ جھٹکا تم [illegible] کرلو گے۔ اس کے بعد پھر سانس روکنے لگو گے۔ لہٰذا ہم [illegible] چاہتے۔"

سونیا نے پھر اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ پھر [illegible] مارتے ہوئے تڑپنے لگا۔ اس کے بنگلے کے قریب ہی دوسرے [illegible] میں تیج پال اور تین ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے۔ تیج پال [illegible] چونک کر کہا "یہ بیزون کیوں چیخ رہا ہے؟ میں نے مونا ریٹا کی [illegible] بھی سنی ہیں۔"

بیزون کے تینوں ساتھیوں نے خیال خوانی کی پرواز کی [illegible] کے دماغ میں پہنچتے ہی چونک گئے۔ ایک دم سے خاموش رہے۔ سمجھ میں آگیا تھا کہ کوئی اس کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے اور اسے دماغی اذیتیں پہنچا رہا ہے۔ پھر بیزون کے چور خیالات بھی پکڑے جانے لگے۔

وہ تینوں دماغی طور پر تیج پال کے سامنے حاضر ہوئے پھر گھبرا بولے "غضب ہوگیا۔ ہمارا ساتھی بیزون اور اس کی بیوی مونا دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے قبضے میں آگئے ہیں۔ ابھی ہم یہ معلوم نہیں کیا ہے کہ کون ایسا کررہا ہے۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "میں اس کے دماغ میں رہ کر خاموشی حالات معلوم کرتا رہوں گا۔ جب تک یہاں سے فوراً نکلنے کوشش کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے بیزون کو آلہ کار بنا کر ہمیں نقصان پہنچانے یہاں چلا آئے۔"

بڈی رابرٹ خیال خوانی کے ذریعے پھر اپنے ساتھی بیزون دماغ میں چلا گیا۔ اکثر ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے پاس ایک سفری بیگ ہمیشہ تیار رکھتے ہیں۔ اس سفری بیگ میں ضروریات کا سامان موجود ہوتا ہے۔ ان سب نے اپنا اپنا بیگ اٹھایا۔ تیج نے بڈی رابرٹ کا بھی بیگ اٹھالیا۔ اتنے میں بڈی رابرٹ دماغی طور پر حاضر ہوگیا پھر وہ چاروں اس بنگلے سے نکل کر تیزی سے دوڑتے ہوئے مین روڈ کی طرف جانے لگے۔ وہاں پہنچتے ہی ایک ٹیکسی مل گئی۔ وہ ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ تیج پال نے کہا "فلاں نائٹ کلب چلو۔"

پھر اس نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے مائک مورو سے کہا "تم فوراً امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کے پاس جاؤ۔ اسے بیزون موجودہ حالات بتا کر یہ کہہ دو کہ آئندہ بیزون جب بھی دماغی [illegible] آئے تو اس کی کسی بات پر بھروسا نہ کیا جائے۔ وہ کسی دشمن [illegible]

پہنچ پائے۔

بڈی رابرٹ نے کہا "وہ نیلاں کا تابع بننے والا ہے۔ میں نے اس کے چور خیالات سے معلوم کیا ہے' نیلاں اس پر ظلم ڈھا رہی ہے۔"

مائک مورو نے کہا "میں جارہا ہوں۔ امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کو یہ تمام باتیں بتاؤں گا۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا چلا گیا۔ تیج پال نے کہا "بڈی رابرٹ! تم بیزون کے دماغ میں مسلسل رہو اور خاموش رہو۔ کسی ضرورت سے واپس آؤ گے تو جوزف وسکی اس کے دماغ میں چلا جائے گا۔"

بڈی رابرٹ پھر بیزون کے دماغ میں آگیا تاکہ نیلاں اس کے دماغ پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا تابع نہ بنا سکے لیکن سونیا نادان نہیں تھی۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دو سراغ رسانوں سے کہا "تم دونوں اس کے دماغ میں باری باری رہو۔ جب بھی یہ دماغی توانائی حاصل کرنے لگے تو اس کے دماغ کو زلزلے کا جھٹکا پہنچاؤ۔ جب ہمیں اطمینان سے تنویمی عمل کرنے کا موقع ملے گا تو ہم اسے تابع بنانے کے بعد اسے خیال خوانی کرنے کا موقع دیں گے۔"

اگرچہ یہ میری اور میری فیملی کے اصولوں کے خلاف تھا کہ کسی بھی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا معمول اور تابع بنا کر رکھا جائے لیکن کچھ دنوں تک حالات کا تقاضا پورا کرنے اور دشمنوں کو سبق سکھانے کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔

تیج پال اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ فرار ہو رہا تھا۔ وہ نائٹ کلب پہنچنے کے بعد وہاں سے ایک ہیلی کاپٹر کرائے پر حاصل کرکے مغربی ساحل کی طرف جانے لگا۔ بڈی رابرٹ اس دوران بھی اپنے ساتھی بیزون کے دماغ میں جاتا آتا رہا تاکہ اس کے ساتھی بیزون پر تنویمی عمل کیا جائے تو وہ اس کا توڑ کرسکے۔

دوسری طرف تنویمی عمل نہیں کیا جارہا تھا۔ بیزون ایک بیمار کی طرح بستر پر پڑا ہوا تھا۔ مونا ریٹا آکر کہہ رہی تھی "بیزون ہم لوگوں بالکل تنہا رہ گئے ہیں۔ تیج پال اور تمہارے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی یہاں سے فرار ہوگئے ہیں۔"

بڑی فقاہت سے بولا "میرے ساتھی احتیاطی تدابیر پر عمل کررہے ہیں۔ تیج پال خوب سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھا رہا ہے۔ اگر وہ نیلاں کے ساتھ یہاں ہوتا تو وہ سب بھی میری طرح بستر پر پڑے ہوتے۔"

"یہ اچھا ہے کہ وہ محفوظ رہیں گے تو ہمیں بھی اس مصیبت سے نکال لیں گے لیکن انہیں خیال خوانی کے ذریعے یہاں آکر [illegible] ضرورت تو معلوم کرنا چاہیے۔"

"تم جب عقل سے سوچ نہیں سکتی ہو تو زبان سے بولا بھی نہ کرو۔ ضرور ہمارے دماغوں میں آرہے ہیں' ہمارے حالات معلوم کررہے ہیں۔"

"پھر تمہیں یا مجھے مخاطب کیوں نہیں کرتے ہیں؟"

"یہی تو تم سمجھ نہیں پارہی ہو۔ نیلاں نے خطرناک حد تک آتما شکتی حاصل کی ہے۔ اب وہ یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتی ہے۔"

"یہ تم کیسے جانتے ہو؟"

"میں اس سے سمجھوتا کرنے کے لیے ایک تھائی فوجی افسر کے دماغ میں گیا تھا۔ وہ میری آواز اور لب ولہجہ سن کر میرے دماغ میں گھس آئی اور اس کا نتیجہ تم دیکھ رہی ہو۔ میرے تینوں ساتھی میرے یا تمہارے دماغ میں آکر بولیں گے تو وہ ان کے دماغوں میں بھی گھس جائے گی۔ اب سمجھ رہی ہو؟"

وہ اثبات میں سرہلا کر بولی "یہ نیلاں تو بہت ہی خطرناک ہے۔ کیا وہ ہمارے حال پر رحم نہیں کھائے گی؟ کیا ہم سے کوئی سمجھوتا نہیں کرے گی؟"

"اس بات کو بھول جاؤ۔ بس اپنے ہی ساتھیوں پر اور تیج پال کی ذہانت پر بھروسا کرو۔"

بڈی رابرٹ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کا دوسرا ساتھی مائک مورو خیال خوانی کے ذریعے امریکی اکابرین کو بیزون کے ٹریپ ہونے کی اطلاع دے چکا تھا۔ وہ تمام اکابرین ایک دوسرے کو بیزون سے محتاط رہنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ ان کے لیے بہت ہی تشویش کی بات تھی کہ بیزون جیسا ہمیشہ مستعد رہنے والا اور نہایت فرماں برداری سے ان کے احکامات کی تعمیل کرنے والا اب نیلاں کا فرماں بردار... بن گیا تھا۔ نیلاں کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا تھا۔

ایک فوجی افسر نے کہا "یہ نیلاں مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہورہی ہے۔ اس نے پہلے ہی ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہتھیا لیا۔ اب بیزون کو بھی لے گئی ہے۔ صرف دو دنوں میں اس نے ہمیں اتنا نقصان پہنچایا ہے۔ آئندہ پتا نہیں اور کیسے کیسے نقصان پہنچائے گی۔ اسے جلد سے جلد قابو میں نہ کیا گیا تو ہم سوچتے اور پریشان ہوتے رہ جائیں گے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "مائک مورو نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ نیلاں یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتی ہے۔ اسی لیے وہ بیزون کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنی آواز اور لب ولہجہ سنانا نہیں چاہیے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "یعنی ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے کھل کر اس کا سامنا نہیں کرسکیں گے؟"

دوسرے حاکم نے کہا "آئندہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے آلہ کاروں کے ذریعے نیلاں کو ٹریپ کرنے کی کوشش کریں گے تو اس میں بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔"

"یہ تو نظر آرہا ہے۔ نیلاں مردہ سے زندہ ہوتے ہی ہمارے لیے دشواریاں پیدا کرتی جارہی ہے۔"

"ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم جب چاہیں اپنے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے رابطہ نہیں کرسکتے ہیں۔ اب ہمیں ان کی اشد ضرورت ہے لیکن جب تک وہ ہم سے رابطہ نہیں کریں گے۔ ہم ان کے انتظار میں بیٹھے رہیں گے۔"

"یہ ہماری کمزوری ہے۔ ہمیں اس طریقہ کار کو بدلنا ہوگا۔ ہمیں ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے' جو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہا کریں۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "تھری جے کی باتیں میرے دل کو لگ رہی ہیں۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا کہ کینی بال کو بیزون یا کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا معمول اور تابع نہیں بنانا چاہیے۔ بلکہ ہمارے پاس کینی بال اور لیزی گارڈ' دو ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں اور جسمانی طور پر موجود ہیں۔ انہیں ہم بالکل آزاد اور خود مختار رہنا کرا اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔ جس طرح تیج پال چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی رہنمائی کرتا رہا اور آندرے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا گائیڈ بنا ہوا ہے۔ اسی طرح وہ تھری جے بھی ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے رہنما بن کر رہ سکتے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ایسا ہونا چاہیے۔ لیزی گارڈ اور کینی بال جسمانی طور پر ہمارے پاس رہیں گے۔ آرمی ہیڈ کوارٹر میں پوری سیکیورٹی کے ساتھ رہا کریں گے تو ہم ان پر بھرپور اعتماد کرتے رہیں گے۔ ان کے دماغوں میں کوئی دوست یا دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں آسکے گا۔ ان کا رابطہ صرف تھری جے سے رہے گا۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارا ایک بنیادی مسئلہ حل ہوجائے گا۔ فوری ضرورت کے وقت ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی کمی نہیں ہوگی۔ یہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیشہ ہمارے پاس رہا کریں گے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "بے شک جب ہم آندرے پر اعتماد کرسکتے ہیں کہ وہ پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ ہمارا وفادار ہے اور تیج پال پر بھروسا کرسکتے ہیں کہ وہ ہمارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ ہمارا وفادار رہے تو پھر ہم تھری جے پر کیوں نہیں اعتماد کرتے؟ اب ہم ضرور اعتماد کریں گے۔"

اسی وقت فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں خیال خوانی کی ایک لہر ابھری۔ آواز آئی "سر میں لیزی گارڈ بول رہا ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے چونک کر پوچھا "تم میرے دماغ میں کیسے آئے ہو؟ کیا تمہیں تیج پال کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کنٹرول نہیں کررہا ہے؟"

"سر! اب میں کسی کا معمول اور محکوم نہیں ہوں۔ آپ سے عرض کرنے آیا ہوں کہ میرے بارے میں کچھ معلوم کرنے سے پہلے

آپ تھری جے کے ایک جے کانو سے باتیں کریں۔ وہ بھی آپ کے دماغ میں موجود ہے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے تمام اکابرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اس وقت میرے دماغ میں لیزی گارڈ بول رہا ہے۔ وہ تنویمی عمل سے آزاد ہوگیا ہے۔ اب ہمارے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا معمول اور تابع نہیں رہا ہے۔ آپ لوگوں کی اطلاع کے لیے ہے کہ جے کانو ہمیں مخاطب کرنے والا ہے۔"

ایک فوجی افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "اس وقت جے کانو بول رہا ہوں آپ کے اس افسر کی زبان سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ میں نے آپ کے ایک معمول اور تابع بن کر رہنے والے لیزی گارڈ کو تمام تنویمی عمل سے آزاد کرا دیا ہے اور تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک ڈ کردیا ہے۔ اب آندرے کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی اس کے دماغ میں نہیں آسکیں گے۔ یہ صرف آپ لوگوں کا تابع بن کر رہا کرے گا۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "جے کانو تم نے کہا تھا کہ ہمیں ٹیلی پیتھی جاننے والے کینی بال کو کسی کا غلام بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ آج تمہاری یہ بات درست نظر آرہی ہے اور یہ تم نے بروقت ہم پر احسان کیا ہے۔"

جے کانو نے کہا "میں کینی بال کو بھی نجات دلاؤں گا۔ میں نے تیج پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دھوکا دیا ہے انہیں خوش فہمی میں مبتلا رکھا کہ میں جلد سے جلد کینی بال پر تنویمی عمل کرکے انہیں ان کے تنویمی عمل سے آزاد کرنے والا ہوں۔ سب کینی بال پر توجہ دیتے رہے ادھر میں نے اور میرے ساتھی نے لیزی گارڈ پر تنویمی عمل کرکے اسے آزاد اور خود مختار کیا ہے۔"

ایک اور فوجی افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میں اس وقت لیزی گارڈ بول رہا ہوں۔ آپ لوگوں سے وعدہ کرتا ہوں تھری جے کے تعاون سے میں جلد ہی کینی بال کو بھی دوسرے پیتھی جاننے والوں کے تنویمی عمل سے نجات دلاؤں گا۔ اس کے دماغ کو بھی لاک کرکے آپ لوگوں کا فرماں بردار بنا دوں گا۔ اس طرح ہم دو ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے قریب رہ کر ضرورت کے وقت کام آتے رہیں گے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "ہم پر سے آدھا بوجھ اتر گیا ہے۔ بوجھ نیلاں کا رہ گیا ہے۔ اس سے کسی طرح نمٹ کر اس بلا کو ہم سے دور کردو۔"

جے کانو نے کہا "ہمیں معلوم ہے' وہ یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتی ہے۔ ابھی وہ ہمارے درمیان موجود ہے۔ آج کے بعد ہم آپ لوگوں کے دماغوں میں آکر گفتگو کریں گے ورنہ وہ سنے گی تو ہمارے دماغوں میں پہنچ جائے گی۔"

لیزی گارڈ نے کہا "میں آپ کے آرمی ہیڈ کوارٹر میں آپ کے قریب رہوں گا۔ جو حکم دینا ہو میرے سامنے دیا کریں۔ میں آپ کے ساتھ رہوں گا اور آپ کے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔ ہم جلد سے جلد کوشش کریں گے کہ کینی بال بھی دوسروں کے تنویمی عمل سے آزاد ہوجائے۔"

جے کانو نے کہا "اب ہم خاموشی اختیار کررہے ہیں۔ نیلاں کے خاتمے تک ہم گونگے بنے رہیں گے۔ تھینک یو۔ گڈ لک فار آپ۔"

○☆○

سلمیٰ اور رابعہ اپنے بھائی کے جنازے کے ساتھ قبرستان کے احاطے میں تک آئیں۔ پھر باہر ہی رک گئیں۔ سلام کو اس کی آخری آرام گاہ تک پہنچانے کے لیے بیس پچیس افراد آئے تھے۔ پورس اور کلام بھی اس کی قبر تک گئے۔ پارس قبرستان کے احاطے کے اندر ان دونوں بہنوں سے دور کھڑا رہا تاکہ کوئی چھپ کر انہیں نقصان نہ پہنچا سکے۔

پارس اور پورس کی رہائش ایسے علاقے میں تھی' جہاں کروڑ پتی اور ارب پتی افراد رہا کرتے تھے۔ ایسی جگہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ جنازے میں شریک ہونے کے لیے کافی افراد نہیں تھے۔ مجھ کمیٹی کی طرف سے جنازے میں شریک ہونے والے آئے تھے۔ اس علاقے کا صرف ایک دولت مند قبرستان تک آیا تھا۔ اس کا نام صمد رمزی تھا۔

صمد رمزی کے آباؤ اجداد تھائی لینڈ میں رہا کرتے تھے۔ لیکن وہ نوعمری کے زمانے ہی تھائی لینڈ چھوڑ کر مصر چلا گیا تھا۔ قاہرہ میں جاکر بڑی جدوجہد کرتا رہا تھا۔ آخر اتنی دولت کمائی کہ بڑے بڑے دولت مندوں میں اس کا شمار ہونے لگا تھا۔ قاہرہ کے ایک پوش علاقے میں اس کا ایک وسیع و عریض شان دار بنگلا تھا۔ اس کے والدین وفات پاچکے تھے۔ وہ تھائی لینڈ کی زمین و جائیداد فروخت کرنے آیا تھا تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تھائی لینڈ چھوڑ کر قاہرہ میں رہ جائے۔

وہ بتیس برس کا جوان تھا۔ اس نے اب تک شادی نہیں کی تھی۔ ایک تو اس لیے کہ دولت کمانے کی دھن میں لگا ہوا تھا پھر یہ کہ کوئی اس کے دل میں سما نے نہیں آئی تھی۔ آج اس نے سلمیٰ کو دیکھا تو دل نے کہا "شاید یہی لڑکی ہے جس کا میں انتظار کرتا رہا ہوں۔"

جب اسے معلوم ہوا کہ وہ لاؤس سے آنے والے مہاجر ہیں تو اس نے سلام کی تجہیز و تکفین کے سلسلے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سلمیٰ والوں سے رابطہ کرکے وہاں سے میت گاڑی اور جنازے میں شریک ہونے کے لیے افراد بھی بلائے۔ پارس نے اس کے خیالات پڑھ کر سلمیٰ سے اس کی دلچسپی معلوم کرلی تھی پھر اس کے خیالات بتاتا رہا تھا کہ اس کی محبت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے وہ دل سے اسے شریک حیات بنانا چاہتا ہے۔

قبرستان کے اندر سلام کی تدفین ہورہی تھی۔ اس وقت صمد رمزی احاطے کے گیٹ پر آیا پھر سلمیٰ کو دیکھ کر بولا "آپ دونوں یہاں کیوں رک گئی ہیں اندر آنا چاہیے۔"

"سلمیٰ نے کہا "نہیں دل بھاری ہوگیا ہے۔ اچانک بھائی کی موت نے ہمیں توڑ کر رکھ دیا ہے۔ حوصلہ نہیں ہورہا ہے کہ قبرستان کے اندر جائیں۔"

صمد رمزی نے کہا "میں آپ لوگوں کے دکھ کو سمجھ سکتا ہوں۔ میرے لائق کوئی بھی خدمت ہو تو بتائیں۔ میں آپ کے ساتھ والے بنگلے میں ہی رہتا ہوں۔"

سلمیٰ کو ایک تو بھائی کا صدمہ تھا۔ دوسرے یہ کہ وہ کسی اجنبی سے گفتگو کرنے کے سلسلے میں محتاط رہنا چاہتی تھی۔ لیکن پارس اس کے دماغ پر حاوی ہوگیا تھا۔ اسے مائل کررہا تھا کہ اس اجنبی کے ساتھ ذرا اپنائیت سے گفتگو کرنا چاہیے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وہ اداس مسکراہٹ کے ساتھ بولی "آپ بہت اچھے ہیں۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ برادر کی تدفین کے سلسلے میں آپ پیش پیش رہے ہیں۔ بالکل اپنوں کی طرح آپ نے ہمارا ساتھ دیا ہے۔"

"میں تو ہمیشہ آپ لوگوں کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔ آپ لوگوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں اور اپنے بارے میں بھی بہت کچھ بتانا چاہتا ہوں لیکن یہ موقع نہیں ہے پھر بھی چاہتا ہوں کہ مجھے بالکل ہی اجنبی اور پرایا نہ سمجھا جائے۔"

سلمیٰ کی چھوٹی بہن رابعہ نے کہا "آپ پرائے تو ہیں لیکن اپنوں سے بڑھ کر ہیں۔ آپ نے ساری رات ہمارے ساتھ گزار دی۔ ہمارے گھر میں ماتم ہے' ہم نے نہیں کھایا لیکن آپ نے بھی نہیں کھایا۔ ہم نے سونے کے لیے پلک تک نہیں جھپکائی' آپ بھی اب تک جاگ رہے ہیں اور اب تو دن کے گیارہ بجنے والے ہیں۔"

سلمیٰ نے کہا "اپنے ہونے کا ثبوت اپنے عمل سے دیا جاتا ہے اور آپ یہ ثبوت دے رہے ہیں۔"

"شکریہ آپ دونوں بہنیں بہت ذہین ہیں۔ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بندے نیکی کرتے ہیں۔ میں نے کل سے اب تک جو کچھ بھی کیا اس کے عوض مجھے آپ کا اپنا پن مل رہا ہے۔"

وہ سلمیٰ کو دیکھ کر بول رہا تھا پھر اس نے کہا "تدفین ہوچکی ہے۔ آپ کے ڈیڈی دوسروں کے ساتھ آرہے ہیں۔ میں باقی باتیں ان سے کرلوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ کلام اور پورس وغیرہ کی طرف جانے لگا۔ سلمیٰ نے کچھ الجھے ہوئے ذہن سے صمد رمزی کو جاتے ہوئے دیکھا پھر رابعہ سے بولی "یہ رمزی صاحب کچھ عجیب انداز میں بول رہے تھے۔ میری سمجھ میں کچھ آیا ہے کچھ نہیں آرہا ہے۔"

رابعہ نے کہا "کوئی اور وقت ہوتا تو میں مسکرا کر خوش ہو کر

بولتی "میری سمجھ میں تو آگیا ہے۔ وہ تمہاری پرسنالٹی سے متاثر ہوگئے ہیں۔ تمہیں پسند کررہے ہیں۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا یہ ایسی باتیں کرنے کا وقت ہے؟"

"اسی لیے تو زیادہ نہیں بول رہی ہوں۔ جو بولنا ہوگا وہ آنے والا وقت بولے گا۔"

صمد رمزی ان سے دور ہو کر کلام اور پورس وغیرہ کے پاس آگیا۔ کلام نے پوچھا "آپ کہاں رہ گئے تھے؟"

"آپ کی صاحب زادیاں وہاں گیٹ پر رک گئی تھیں۔ مجھے تشویش ہوئی کہ کیوں رہ گئی ہیں۔ ان سے پوچھا تو پتا چلا' دونوں صدمے سے نڈھال ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ بھائی کی تدفین آنکھوں سے نہیں دیکھنا چاہتی ہیں۔"

کلام نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "ہم تو اپنا وطن چھوڑ کر آتے وقت ہی اندیشوں میں گرفتار تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہمارے ساتھ بھی ایسے سانحے پیش آسکتے ہیں۔ جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے مارا گیا اور جوان بیٹیاں صدمات سے ٹوٹ رہی ہیں۔"

صمد رمزی نے کہا "اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو حوصلہ دیتا ہے۔ آپ بھی صبر کریں۔ آپ میں حوصلہ پیدا ہوتا رہے گا۔"

کلام نے کہا "بیٹے تم کون ہو؟ کل رات سے اب تک ہمارے بہت کام آرہے ہو۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"پلیز آپ احسان مند ہو کر مجھے شرمندہ نہ کریں۔"

اس وقت پارس اپنے بھائی پورس کے دماغ میں آکریتا رہا تھا کہ صمد رمزی سلمیٰ میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اسے شریک حیات بنانا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں اس کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ اس طرح اس فیملی کے لیے اس ملک سے باہر جانے کا ایک وسیلہ پیدا ہوجائے گا۔"

پورس نے کہا "دوسرے ملکوں کی طرح یہاں بھی لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ ہے۔ اچھا ہے کہ سلمیٰ کا رشتہ صمد رمزی سے ہوجائے۔ ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کریں گے۔"

"تم ان سب کے دلوں میں اپنائیت اور محبت پیدا کرتے رہو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تھائی حکومت سے ان کے بیرون ملک جانے کا اجازت نامہ حاصل کروں گا اور دوسرے متعلقہ شعبوں میں بھی خیال خوانی کے ذریعے چند گھنٹوں میں ان کے پاسپورٹ اور ویزے وغیرہ تیار کرالوں گا۔"

چند گھنٹوں سے پہلے ہی امریکی اکابرین کو فلکس کے ذریعے اطلاع ملی' تیج پال کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے مانک موروٹ نے لکھا تھا "تھائی حکومت نے کلام ڈیونگ اور اس کی دو جوان بیٹیوں سلمیٰ اور رابعہ کو ملک سے باہر جانے کی اجازت دے دی ہے اور ایمیگریشن (IMMIGRATION) کے شعبوں میں ان کے لیے پاسپورٹ اور ویزے تیار ہورہے ہیں جو عمدے دار پاسپورٹ اور ویزے تیار کررہے ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ٹرپ کیے گئے ہیں اور وہ سب غائب دماغ ہو کر ایسا کررہے ہیں۔"

"لیکن ہم اس مسلمان فیملی کو تھائی لینڈ سے باہر نہیں جانے دیں گے کیونکہ نیلاں نے ہمارے بہت اہم ساتھی بیزون کو قید میں رکھا ہے۔ اگر وہ چاہتی ہے کہ مسلمان فیملی تھائی لینڈ سے باہر چلی جائے تو پہلے بیزون کو ہمارے حوالے کرنا ہوگا۔"

"ہم آئندہ اسی طرح فلکس کے ذریعے یا کسی آلہ کار کے ذریعے ٹیلی فون پر آپ سے رابطہ کریں گے۔ آپ کو ہمارے ہر سوال کے جواب میں جو کہنا ہوگا' وہ آپ دماغ میں سوچتے رہیں گے۔ ہم آپ کے خیالات پڑھتے رہیں گے۔"

وہ فلکس پڑھنے کے بعد فوج کے اعلیٰ افسر نے اپنے دماغ میں کہا "یہ مناسب نہیں ہے۔ اگر وہ مسلمان فیملی وہاں سے جانا چاہتی ہے تو انہیں جانے دیا جائے۔ اس کے بعد تھائی لینڈ کے تمام فوجی کیمپ میں جو مسلمان کنبے ہیں' انہیں بھی بخیریت جہاں جانا چاہیں جانے دیا جائے۔ اس طرح نیلاں کا یہ مقصد ختم ہوجائے گا کہ مسلمان خاندانوں کی حفاظت کرکے بابا صاحب کے ادارے سے تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی حمایت حاصل کرے گی۔"

تقریباً پندرہ منٹ کے بعد فلکس کے ذریعے جواب موصول ہوا۔ اس میں لکھا ہوا تھا "نیلاں پہلے ہی کہہ چکی ہے کہ وہ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور مشرق بعید میں رہے گی۔ اس نے تھائی لینڈ کو اپنا مستقل اڈا بنالیا ہے۔ آپ اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ وہ وہاں سے چلی جائے گی۔

پھر یہ کہ ہمیں اپنا ساتھی بیزون اہم ہے۔ ہم ہر حال میں اس کی واپسی چاہیں گے۔ جب ہم کلام ڈیونگ اور اس کی دونوں جوان بیٹیوں کو تھائی لینڈ سے باہر جانے نہیں دیں گے تو نیلاں اور اس کے دو ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے راستے کی رکاوٹ بنیں گے لیکن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے کیونکہ ہم براہ راست ان سے مقابلہ نہیں کریں گے۔ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے ان کے مقابلے پر آتے رہیں گے۔ آلہ کار مرتے رہیں گے لیکن ہمارا نہیں بگڑے گا۔ آخر تھک ہار کر نیلاں کو ہمارے مطالبے کے سامنے جھکنا پڑے گا۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے اس فلکس کو پڑھنے کے بعد اپنے دماغ میں کہا "میں تیج پال سے کہتا ہوں کہ وہ ایک بیزون کو واپس حاصل کرنے کے لیے ہماری پوری پلاننگ کو خاک میں نہ ملائیں۔ یہ حکمت عملی کو سمجھیں۔ جب تھائی لینڈ میں کوئی مسلمان فیملی ہوگی نیلاں کسی بھی مسلمان کی حمایت میں کوئی کارنامہ انجام نہیں دے پائے گی۔ اسے بابا صاحب کے ادارے والوں سے کوئی مدد حاصل نہیں ہوگی۔ تب وہ مجبور ہو کر ہم سے سمجھوتا کرے گی۔ نیلاں کو ہر حال میں اپنا بنائیں گے۔ تب وہ بیزون کو بھی واپس کردے گی۔"

فوج کا اعلیٰ افسر جیسے ہی چپ ہوا ویسے ہی اس کے دماغ میں نیلاں کی آواز ابھری۔ سونیا نے نیلاں کی حیثیت سے کہا "میں تم لوگوں کی باتیں سن رہی ہوں اور تمہاری اس بات سے اتفاق کررہی ہوں کہ بوڑھے کلام اور اس کی دو جوان بیٹیوں کو تھائی لینڈ سے باہر جانے دیا جائے گا اور ان کے بعد دوسرے مسلمان خاندانوں کو پورا تحفظ دیا جائے گا تو میں تم لوگوں کے خلاف کوئی محاذ نہیں بناؤں گی۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر مانک موروٹ تم ابھی دماغ میں میرے خیالات پڑھ رہے تھے۔ اب نیلاں کی باتیں سن رہے ہوگے۔ میں جیسا چاہتا ہوں ویسا ہی نیلاں بھی چاہتی ہے۔ یہ بات تیج پال کو بتا دو۔"

نیلاں نے کہا "ذرا ٹھہرو میں جو کہہ رہی ہوں وہ ضرور کروں گی۔ امریکا سے سمجھوتا کروں گی لیکن میری ایک شرط ہے۔"

"وہ شرط کیا ہے؟"

"میں بیزون کو یرغمال بنا کر رکھوں گی تاکہ مجھ سے بعد میں دھوکا نہ کیا جائے اور اگر بیزون کو واپس کروں گی تو پال پوٹ کو ضرور ہلاک کروں گی۔ اب تم امریکی اکابرین اور تیج پال وغیرہ سر جوڑ کر سوچو کہ تم بیزون کی واپسی چاہتے ہو یا پال پوٹ کی زندگی؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "میڈم نیلاں آپ کی یہ شرط بہت مسائل پیدا کردے گی۔ ہمیں فیصلہ کرنا دشوار ہوگا۔ ہم کس کی واپسی چاہیں اور کس کی موت؟"

"یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگا ناممکن نہیں۔ سوچو' غور کرو' تیج پال سے بھی مشورے کرو پھر اپنا فیصلہ سناؤ لیکن فیصلہ ہونے تک کلام اور اس کی دو بیٹیوں کو تھائی لینڈ سے جانے وقت نہ روکا جائے۔ اگر ان کے راستے میں رکاوٹ پیدا کی گئی تو آپ سب کو بہت بُرے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "میں اس بات کی ضمانت لیتا ہوں کہ کلام اور اس کی دو جوان بیٹیوں کو باہر جانے سے نہیں روکا جائے گا۔ اس کے بعد دوسرے مسلمان خاندان تھائی لینڈ میں ہی رہیں گے۔ ہمارے کسی فیصلے پر پہنچنے تک ان خاندانوں کی حفاظت ہماری ذمے داری ہوگی۔"

پھر پندرہ منٹ کے بعد ایک فلکس موصول ہوا۔ اس میں لکھا تھا "ہم تمام امریکی اکابرین سے گزارش کرتے ہیں کہ میڈم نیلاں کو فوراً ہی بیزون کی واپسی کا فیصلہ سنایا جائے۔ پال پوٹ ہمارے سامنے کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے۔ اگر امریکی اکابرین نے پال پوٹ کو بچانے کی کوشش کی تو ہم اس کم بخت کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

امریکی اکابرین آزمائش میں پڑگئے۔ وہ تیج پال اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کو ناراض نہیں کرسکتے تھے اور دوسری طرف پال پوٹ کی ہلاکت انہیں منظور نہیں تھی کیونکہ اس کے گوریلا فوجیوں کی پشت پناہی کے دوران میں وہ اپنی امریکی فوج کے گوریلے بھی وہاں پہنچانے والے تھے تاکہ جمہوریہ چین پر یہ دہشت طاری کرسکیں کہ امریکا اس کے جنوبی ممالک لاؤس اور کمبوڈیا وغیرہ میں اپنے قدم جما رہا ہے۔

دیکھا جائے تو پال پوٹ کی حمایت کرکے امریکا چین جیسی بہت بڑی طاقت کے خلاف مشرق بعید تک پہنچ کر اپنا محاذ قائم کرسکتا تھا اور یہ اس کے لیے بہت بڑی کامیابی ہوتی۔ اتنی بڑی کامیابی کے پیش نظر تیج پال اور اس کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت چھوٹے نظر آرہے تھے لیکن حقیقتاً وہ چھوٹے نہیں تھے کیونکہ صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا لاکھوں کی تعداد میں مسلح فوجیوں پر بھاری پڑسکتا ہے۔ اس طرح تیج پال کے پاس تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے اور وہ تینوں تین بڑی فوجی طاقتوں کے برابر تھے اور اپنی خیال خوانی کے ذریعے دنیا کے خطرناک ترین ہتھیاروں کو ناکارہ بنا سکتے تھے۔

سونیا اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں نیلاں کی حیثیت سے موجود تھی۔ تیج پال کا ٹیلی پیتھی جاننے والا مانک موروٹ بھی اس کے خیالات پڑھ رہا تھا پھر اس نے فلکس کے ذریعے کہا "آپ کو اسی پہلو سے سوچنا چاہیے کہ ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تین بڑی فوجی قوتوں کے برابر ہیں اور دنیا کے تمام خطرناک ہتھیاروں کو ناکارہ بنا سکتے ہیں۔ جب آپ کو اس بات کا پوری طرح یقین ہوجائے تو پال پوٹ کو نیلاں کے حوالے کردیں ہم جلد سے جلد بیزون کی

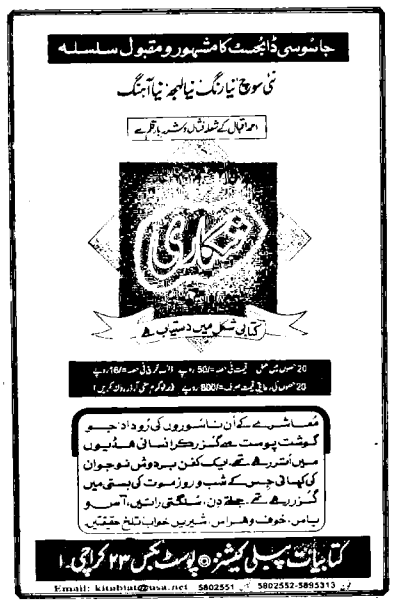

واپسی چاہتے ہیں۔"

سونیا نے نیلاں کی حیثیت سے کہا "وہ تیج پال کا ٹیلی پیتھی جاننے والا درست کہہ رہا ہے۔ پال پوٹ کو میرے حوالے کردو۔ وہ مرجائے گا تو یہ نہ سوچنا کہ تم ان علاقوں میں قدم نہیں جما سکو گے۔ جب مجھ سے دوستی ہوگی تو بہت کچھ کرسکو گے۔"

"تمہاری بات دماغ کو لگتی ہے پھر بھی تم سے اور تیج پال سے کہتا ہوں کہ ہمیں سوچنے اور آخری فیصلہ کرنے کا ذرا وقت دیں۔ ہم بارہ گھنٹے بعد اپنا فیصلہ سنادیں گے۔"

نیلاں یہ کہہ کر چلی آئی کہ اسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بارہ گھنٹے تو کیا بارہ مہینے بعد بھی فیصلہ سنایا جائے گا تو نیلاں کا مطالبہ وہی ہوگا کہ پال پوٹ کو اس کے حوالے کیا جائے ورنہ بیڑوں کو یرغمال بنا کر رکھا جائے گا۔ جب تک یہ فیصلے نہیں ہوں گے تب تک تھائی لینڈ کے تمام مسلمان خاندانوں کو مکمل تحفظ دیا جائے گا اور کلام کو اس کی دو جوان بیٹیوں کے ساتھ تھائی لینڈ چھوڑ کر باہر جانے سے نہیں روکا جائے گا۔

○☆○

امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کے خیالات پڑھ کر الپا کو معلوم ہوا کہ نیلاں کچھ عرصے تک روپوش رہ کر آتما شکتی مکمل طور پر حاصل کرنے کے بعد منظر عام پر آئی ہے۔ اس بار اس کی آتما شکتی خطرناک حد تک نقصان دہ ہوسکتی ہے کیونکہ وہ اب یوگا جاننے والوں کے دماغ میں بھی گھس آتی ہے۔

الپا اس کے متعلق حقائق معلوم کرنا چاہتی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ کرسکتی تھی لیکن وہ خود براہ راست اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ وہ مقفل دماغوں میں بھی چلی آتی ہے۔ الپا کے دماغ پر تو ایسا جادوئی عمل کیا گیا تھا کہ وہ زبردست آتما شکتی حاصل کرنے کے باوجود اس کے دماغ میں نہیں آسکتی تھی۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ اس کے باوجود اس نے نیلاں سے براہ راست رابطہ نہیں کیا۔ اسے اندیشہ تھا کہ پتا نہیں اور کیسی کیسی صلاحیتیں اس نے حاصل کی ہوں گی۔ کسی دوسری صلاحیت کے ذریعے اسے نقصان پہنچا سکتی ہے لہٰذا اس نے بھیما سے کہا تھا کہ وہ اس سے رابطہ کرے۔

بھیما خیال خوانی کی پرواز کرکے سونیا کے دماغ میں پہنچا تو سونیا نے نیلاں کی حیثیت سے پوچھا "کون ہے؟ اپنا جغرافیہ بتاؤ؟"

"میرا نام بھیما داس ہے۔ میں تمہارے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنے آیا ہوں۔ میں ابھی تمہارا دوست ہوں' نہ دشمن۔ تم مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد خود فیصلہ کرسکتی ہو کہ ہم آپس میں دوست بن سکتے ہیں یا نہیں؟"

سونیا نے پوچھا "بھیما داس؟ میں یہ نام پہلی بار سن رہی ہوں۔ جب چھٹے جنم میں زندہ تھی اس وقت تک یہ نام اس دنیا میں نہیں تھا۔ خاص طور پر ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں کوئی بھیما نام کا شخص نہیں تھا۔"

"تم درست کہتی ہو۔ میں نے برسوں کی تپسیا کے بعد یہ ٹیلی پیتھی کی دیوی حاصل کی ہے اور میں بھی تمہاری طرح آتما شکتی کا گیان رکھتا ہوں۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے' ہم دونوں کا تعلق بھارت دیش سے ہے۔ ہم دونوں ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہیں اور آتما شکتی کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ ویسے تمہیں میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟ تم نے میری آواز اور لب ولہجہ کہاں سنا ہے؟"

"میرے پاس معلومات حاصل کرنے کے بہت سے ذرائع ہیں۔ میں اپنی بہت سی خفیہ صلاحیتوں کے بارے میں کسی کو نہیں بتاتا ہوں۔ نہ ہی میرے دماغ میں کوئی جبرا آکر کچھ معلوم کرسکتا ہے۔"

"یہ بات ہے تو ابھی میرے دماغ سے جاؤ میں چند منٹوں میں تمہارے دماغ سے جبرا معلوم کرلوں گی کہ تمہاری خفیہ صلاحیتیں کیا کیا ہیں؟ تم درحقیقت کون ہو اور کس کے دوست ہو اور کس کے دشمن ہو؟"

"میرے چور خیالات پڑھنا ممکن نہیں ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تم یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی چلی جاتی ہو لیکن میرے دماغ میں نہیں آسکو گی۔"

"اتنی لمبی باتیں کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ واپس جاؤ' نہیں جاؤ گے تو میں سانس روک لوں گی پھر تمہارے دماغ میں پہنچ کر چور خیالات پڑھ لوں گی۔ بعد میں میرے پاس آسکتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جارہا ہوں اور دیکھوں گا کہ تم کس طرح میرے دماغ میں آکر چور خیالات پڑھ سکو گی۔"

اس کے جاتے ہی سونیا نے فوراً خیال خوانی کی پرواز کی پھر آمنہ کے پاس پہنچ کر بولی "آمنہ! میرے لیے ایک چیلنج ہے اس سلسلے میں تم سے تعاون چاہتی ہوں۔"

"ہاں بولو۔ میں اس وقت عبادت میں مصروف نہیں ہوں۔ تمہارے لیے کچھ کرسکوں گی۔"

"میں ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی جاننے والے بھیما داس کے بارے میں ضروری معلومات چاہتی ہوں۔"

اس وقت آمنہ نماز سے فارغ ہو کر جائے نماز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ آنکھیں بند کرکے زیر لب کلام پاک کی آیتیں پڑھنے لگی پھر دو منٹ کے بعد آنکھیں کھول کر بولی "بھیما داس تبھی گرو نارنگ کا ایک بہت ہی وفادار چیلا تھا۔ اس کی بڑی خدمت کیا کرتا تھا۔ بارہ برس کی عمر سے وہ ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے گیان دھیان میں مصروف رہتا آیا ہے۔ اس میں اتنا جذبہ' اتنی لگن ہے کہ اب وہ اٹھائیس برس کی عمر میں یہ دونوں صلاحیتیں مکمل طور پر حاصل کرچکا ہے لیکن بہت ہی خود غرض اور مکار ہے۔

"گرو نارنگ نے مصیبت کے وقت اپنے اس چیلے بھیما کو یاد کیا تھا۔ بھیما نے اس کی مدد کی اور وعدہ کیا کہ وہ آخری ساتویں جسم میں جائے گا تو اسے آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے تپسیا کرنے کا موقع دے گا۔ وہ اپنے وعدے کے مطابق اسے آتما شکتی حاصل کرنے کا موقع دے رہا ہے لیکن اس سے پہلے وہ اپنے گرو کو اپنا معمول اور تابع بنا چکا ہے۔ دوسری طرف وہ الپا کو پھانسنے کے چکر میں ہے۔ الپا بھی اسے ٹرپ کرنا چاہتی ہے۔

"دونوں میں یہ طے پایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لائف پارٹنر بن کر زندگی گزاریں گے۔ اس کے لیے الپا اس کے پاس بھارت آئے گی۔ کبھی دو چار دن اس کے پاس رہے گی پھر اسرائیل واپس چلی جائے گی۔ اسی طرح بھیما بھی اس کے پاس اسرائیل آئے گا اور دو چار دنوں کے بعد واپس چلا جایا کرے گا۔ بہرحال الپا مکاری دکھا رہی ہے اور اپنی ایک ڈمی کل صبح کی فلائٹ سے ممبئی کے لیے روانہ کرنے والی ہے۔ میں نے یہ اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ میرا خیال ہے' یہ تمہارے لیے کافی ہے۔"

"صرف ایک تعاون اور چاہتی ہوں۔ چند منٹ کے لیے مجھے بھیما کے دماغ میں پہنچا دو۔"

"سونیا! ہم روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے صرف ناگزیر حالات میں اپنوں کے کام آسکتے ہیں۔ تم ان معمولی باتوں کے لیے ہماری روحانی صلاحیتوں کا سہارا نہ لو۔ خدانخواستہ کوئی بڑی مصیبت آئی تو میں تمہارے ساتھ ہر ممکن تعاون کروں گی۔ خدا حافظ۔"

سونیا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ آمنہ نے دو منٹ تک کلام پاک کی آیتیں تلاوت کی تھیں اور دو منٹ کے اندر اہم معلومات فراہم کی تھیں۔ پانچویں منٹ میں سونیا دماغی طور پر حاضر ہوگئی تھی۔ ٹھیک پانچ منٹ کے بعد بھیما نے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا پھر بڑے غرور سے بولا "کیا ہوا نیلاں دیوی! تم تو بہت ہی زبردست فراڈ ہو۔ تم نے امریکی اکابرین کو یہ کہہ کر تشویش میں مبتلا کیا ہے کہ یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں گھس آتی ہو۔"

"اس میں جھوٹ کیا ہے۔ جاکر معلوم کرو کہ میں نے کس طرح ہیڈن کو اپنے شکنجے میں لیا ہے۔"

"بے شک تم نے ایسا کیا ہوگا لیکن میرے..... دماغ میں نہیں آسکو گی۔"

"تم سمجھ رہے ہو میں ابھی تک تمہارے دماغ میں نہیں آئی اور میں نے تمہارے چور خیالات نہیں پڑھے ہیں۔"

"میں بہت دیر سے خاموش رہ کر تمہارا انتظار کررہا تھا اگر تمہاری خیال خوانی کی لہریں میرے دماغ کو آکر چھونا چاہتیں تو مجھے فوراً ہی خبر ہوجاتی۔"

"تم بہت ہی بے خبر اور بے وقوف ہو۔ اتنا نہیں جانتے کہ بعض ٹیلی پیتھی جاننے والے اتنے زبردست ہوتے ہیں کہ تم جیسے لوگ اپنے دماغوں میں ہماری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کرہی نہیں پاتے۔ میں ابھی تمہارے دماغ میں آئی تھی اور تمام معلومات حاصل کرکے تمہارا انتظار کررہی تھی۔"

"اچھا میں بھی تو سنوں' تم نے میرے بارے میں کیا معلوم کیا ہے؟"

"تم گرو نارنگ کے بہت ہی وفادار چیلے تھے۔ بارہ برس کی عمر سے ٹیلی پیتھی اور آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے گیان دھیان میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اب اٹھائیس برس کی عمر میں تم نے یہ دونوں صلاحیتیں پورے طور پر حاصل کرلی ہیں اور تم اتنے زبردست مکار اور فریبی ہو کہ ایسی صلاحیتیں حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلے اپنے گرو کو اپنا معمول اور تابع بنالیا ہے اس کے علاوہ اب الپا کو ٹریپ کررہے ہو۔ وہ کل تمہارے پاس ممبئی پہنچنے والی ہے۔ کیا اتنی معلومات سنا دینا کافی ہے؟"

بھیما حیران پریشان ہو کر سن رہا تھا پھر فوراً ہی واپس آکر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ جلدی جلدی مختلف قسم کے منتر پڑھنے لگا تاکہ آئندہ نیلاں کو اپنے دماغ میں آنے اور چور خیالات پڑھنے سے روک سکے۔ اب دوسری طرح کے جادو کے ذریعے اپنے دماغ کو مقفل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

تقریباً ایک گھنٹے تک مسلسل عمل کرتے رہنے کے بعد اسے یقین ہوا کہ اب وہ محفوظ ہے۔ دماغ مقفل ہوچکا ہے۔ یہ اطمینان حاصل کرنے کے بعد اس نے الپا کی آلہ کار کو مخاطب کرکے کہا۔ "الپا کو اطلاع دو میں ایک منٹ بعد تمہارے دماغ میں آؤں گا۔"

اس نے ایک منٹ سے زیادہ انتظار کیا پھر اس آلہ کار کے دماغ میں آکر بولا "الپا کیا تم موجود ہو؟"

"ہاں! میں تمہارا انتظار کررہی ہوں۔ کیا ہوا نیلاں کے پاس گئے تھے؟"

"ہاں گیا تھا۔ وہ واقعی بہت ہی خطرناک عورت ہے۔ مجھے اس بات کا غرور تھا کہ میرے دماغ کے اندر کوئی نہیں آسکے گا لیکن وہ کم بخت آگئی تھی۔ اس نے بہت سی اہم معلومات حاصل کرلی ہیں۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔ کیا تم کسی طرح اسے اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکو گے؟ میں چاہتی ہوں کہ تمہارے پاس آنے سے پہلے اپنے دماغ کو لاک کرنے والی کوئی احتیاطی تدبیر کرو۔"

"یہ میں کرچکا ہوں۔ ابھی تقریباً ایک گھنٹے تک مختلف کالے عمل کے ذریعے اپنے دماغ کو لاک کرتا رہا ہوں۔ اب مجھے یقین ہے کہ وہ میرے دماغ میں نہیں آسکے گی۔"

وہ بولی "تھینکس گاڈ! میں سوچ رہی تھی کہ تمہیں اپنا محافظ بنانے کے لیے ہندوستان آرہی ہوں اگر اس چڑیل نے تمہیں ہی کمزور بنا ڈالا تو میرا کیا بنے گا؟"

"مجھے اس قدر کمزور نہ سمجھو اگر کبھی مجھ میں کوئی کمی پیدا ہوجاتی ہے تو میں اپنے کالے عمل کے ذریعے اس کمی کو دور کرنا

اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم دیکھو گی کہ نہ نیلاں کبھی میرے دماغ میں آسکے گی اور نہ کبھی تمہیں نقصان پہنچا سکے گی۔ کل تم آرہی ہو نا؟"

"میں تو ایک ایک پل بڑی بے چینی سے گزار رہی ہوں۔ کل کا انتظار کر رہی ہوں۔ میں آؤں گی۔ ضرور آؤں گی۔"

الپا اس آلہ کار کے دماغ سے چلی گئی۔ بھیما سوچنے لگا "میں کس حد تک اپنے کالے عمل پر یقین کروں کہ میرا دماغ پوری طرح لاک ہوگیا ہے اور نیلاں کبھی میرے دماغ میں چپ چاپ آکر چور خیالات نہیں پڑھ سکے گی؟"

وہ بے چینی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ سوچنے لگا "اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے غرور میں کسی مخالف کو کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ میں نے نیلاں کو کمزور اور خود کو شہہ زور سمجھ کر اس کے پاس جانے کی غلطی کی۔ وہ چڑیل میرے اہم راز معلوم کر چکی ہے۔ میں الپا سے چھپا رہا ہوں کہ نارنگ کو میں نے اپنا معمول اور محکوم بنالیا ہے اور یہ بھی چھپا رہا ہوں کہ جب وہ ہندوستان آئے گی تو میں اسے بڑی چالاکی سے اپنی معمولہ بنالوں گا۔"

"ہے بھگوان! نیلاں چاہے تو الپا کو میرے خلاف بھڑکا سکتی ہے یا وہ اس وقت گڑبڑ کرے گی جب الپا، ہندوستان آئے گی اور میں اسے معمولہ بنانے کی کوشش کروں گا۔"

"ہاں! اب سمجھ میں آرہا ہے۔ جب میں الپا کو کمزور بنا کر اس پر تنویمی عمل کروں گا تو وہ ٹھیک اسی وقت مداخلت کرے گی۔ مجھے اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ میں کیا کروں؟ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ میں نے ایک حماقت کرکے اسے اپنا رازدار بنالیا ہے بلکہ وہ زبردستی رازدار بن گئی ہے۔"

"ٹیلی پیتھی کی دنیا میں الپا ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ نیلاں اس سرمائے کو خود بھی حاصل کرنا چاہے گی۔ ہوسکتا ہے میں اس سے یہ سمجھوتا کروں کہ الپا صرف میری ہی نہیں اس کی بھی معمولہ بن کر رہے گی۔ شاید وہ سمجھوتے پر راضی ہوجائے۔ الپا کو حاصل کرنے میں ناکامی کا منہ دیکھنے سے بہتر ہے کہ نیلاں سے سمجھوتا کرکے دونوں ہی الپا کے دماغ پر حکومت کرتے رہیں۔"

وہ تھوڑی دیر تک اپنے اس فیصلے پر غور کرتا رہا پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کرکے نیلاں کو مخاطب کرنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار اس نے پھر اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کی اور وہاں پہنچتے ہی بولا "پلیز نیلاں سانس نہ روکنا۔ میں بھیما اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

لیکن اس نے پھر سانس روک لی۔ اس کی باتوں کو سننا گوارا نہیں کیا۔ اس نے تیسری مرتبہ کوشش کی تو تیسری مرتبہ بھی ناکامی ہوئی۔ تب وہ تھک ہار کر پھر اپنی جگہ آکر بیٹھ گیا۔

یہ بات ابھی طرح سمجھ میں آگئی کہ نیلاں عین وقت پر اس کے معاملے میں مداخلت کرے گی۔ وہ فیصلہ کرنے لگا کہ جب تک نیلاں کی طرف سے اطمینان نہیں ہوگا۔ اس کی طرف سے کسی دشمنی کی توقع نہیں ہوگی۔ اسی وقت وہ الپا کو ٹرپ کرے گا۔ کبھی ایسی جلد بازی نہیں کرے گا۔ جس سے فائدہ اٹھا کر نیلاں، الپا کو اپنی معمولہ بنالے۔

دوسری صبح الپا نے اپنی ڈی کو ائرپورٹ کی طرف روانہ کیا پھر خود جیکب کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ کر اس کے تعاقب میں ائرپورٹ تک آئی۔ خیال خوانی کے ذریعے بھیما کے آلہ کار سے کہا۔ "میں بھیما سے بات کروں گی۔"

پھر اس نے دو منٹ کے بعد اس آلہ کار کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "بھیما! تم موجود ہو؟"

"ہاں! تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

"میں ائرپورٹ پہنچ گئی ہوں اور اب جہاز میں سوار ہونے والی ہوں۔"

"اوہ الپا، تم بہت اچھی ہو۔ اپنی زبان کی پکی ہو۔ تم نے کہا تھا میرے پاس آؤ گی اور اب آرہی ہو۔ میں بے چینی سے اس فلائٹ کا انتظار کر رہا ہوں اور اب میں بھی ممبئی کی طرف جا رہا ہوں۔"

"جب میرا جہاز پرواز کرے گا تو میں تم سے پھر رابطہ کروں گی۔ ابھی میرا یہاں دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔"

یہ کہہ کر وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی پھر جیکب رابن سے بولی "وہ ممبئی شہر کی طرف آرہا ہے۔ اب تک یہ پتا نہیں چلا کہ وہ ممبئی سے دور کہاں رہتا ہے؟"

انہوں نے ائرپورٹ پہنچ کر دیکھا۔ ڈی الپا بورڈنگ کارڈ لے کر لاؤنج کی طرف جا رہی تھی۔ وہ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ اس کی ڈی بالکل اسی کی طرح سوچ رہی تھی۔ اس کے چور خیالات بھی یہی کہہ رہے تھے کہ وہ الپا ہے۔ اس سے پہلے بھی اس ڈی کو کئی طرح سے آزمایا گیا تھا۔ ایک تو الپا نے مکمل طور سے اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اسے دوسری الپا بنا دیا تھا۔ دوسری طرف جیکب رابن نے اپنے کالے عمل کے ذریعے اس کے دل و دماغ میں ایسی بندش کی تھی کہ بھیما اپنے کالے عمل کے ذریعے اس کی اصلیت معلوم نہیں کرسکتا تھا۔ وہ ہر حال میں خود کو الپا ہی ثابت کرتی رہتی۔

وہ جہاز میں سوار ہوگئی۔ اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک قد آور جوان بیٹھا ہوا تھا۔ اس جوان کے برابر کھڑکی کے ساتھ والی سیٹ پر ایک بوڑھا شخص بیٹھا انگریزی رسالہ پڑھ رہا تھا۔ جہاز نے اپنے وقت پر پرواز کی۔ الپا اس کے اندر موجود تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بھیما کے آلہ کار کو مخاطب کیا پھر اس کے ذریعے بھیما سے کہا "جہاز پرواز کر رہا ہے۔ میرا سفر شروع ہوچکا ہے۔ تم ممبئی کب تک پہنچ رہے ہو؟"

"میں دو پہر دو یا تین بجے تک پہنچ جاؤں گا۔"

"وہاں پہنچتے ہی یہ معلوم کرلینا کہ یہ فلائٹ وہاں کب تک پہنچے گی۔ میں سفر کے دوران میں پھر تم سے رابطہ کروں گی۔ ابھی اس جہاز میں موجود رہ کر اپنے آس پاس کے ماحول اور لوگوں کو سمجھنا ضروری ہے۔"

"بے شک تم بہت محتاط رہنے کی عادی ہو۔ تمہیں اپنے اطراف کے لوگوں سے محتاط رہنا ہی چاہیے۔"

الپا اپنی ڈی کے دماغ میں واپس آگئی۔ سب سے پہلے اس نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے مسافر کو دیکھا۔ وہ ایک اچھا قد آور صحت مند خوب رو جوان تھا۔ اس وقت مسافروں کے درمیان مختلف شراب کی ٹرالی چل رہی تھی۔ ائرہوسٹس نے اس جوان سے پوچھا۔ "آپ کیا پسند کریں گے؟"

وہ بولا "سوری۔ میں شراب نہیں پیتا۔ مجھے کوئی اچھا سا مشروب پلا دو۔"

الپا کی ڈی نے کہا "میں اورنج جوس پینا چاہوں گی۔"

ائرہوسٹس نے ان دونوں کو جوس کے دو گلاس دیے۔ الپا نے پہلے سوچا "یہ شراب نہیں پیتا ہے، نشہ نہیں کرتا ہے۔ کیا یہ بوگا کا ماہر ہوگا؟"

پھر اس نے سوچا "بوگا کا ماہر ہونے سے کیا ہوتا ہے؟ میں اس کے دماغ میں جاؤں گی یہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لے گا۔ یہ معلوم نہیں کرسکے گا کہ کس نے خیال خوانی کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچایا ہے۔"

یہ سوچ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ کچھ بے چینی سی محسوس کرنے لگا۔ جوس کا ایک گھونٹ پی چکا تھا۔ دوسرا گھونٹ پینے کے بعد اس نے ائرہوسٹس سے پوچھا۔ "اس میں ایسی کیا چیز ملائی گئی ہے۔ مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔ میں بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔"

ائرہوسٹس نے کہا "یہ خالص جوس ہے۔ دیکھیں آپ کی ہم سفر آرام سے پی رہی ہیں۔"

الپا کی ڈی نے کہا "ہاں! اس میں کچھ نہیں ہے۔ شاید تم فضائی سفر کے عادی نہیں ہو یا کسی وجہ سے تمہاری طبیعت کچھ ناساز ہو رہی ہے۔"

اس نے جوس کا گلاس واپس کرتے ہوئے کہا "سوری! میں نہیں پیوں گا۔"

وہ اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اب تک بے چینی محسوس کر رہا تھا کیوں کہ الپا اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اسے معلوم ہوا کہ اس کے اس خوب رو ہم سفر کا نام ولیر آفریدی ہے۔ وہ پاکستان کے شہر پشاور کا رہنے والا ہے۔

اچانک ولیر آفریدی کو چھینک آئی۔ اس نے زور کی چھینک ماری۔ اس کے ساتھ ہی محسوس کیا کہ اس کے اندر سے بے چینی ختم ہوگئی ہے۔ اس کے چھینکتے ہی خیال خوانی کی لہریں ایک دم سے باہر ہوگئی تھیں۔ یہ الپا کے لیے بھی پہلا تجربہ تھا کہ جس کے دماغ میں رہو اگر وہ زور سے چھینک مارے تو خیال خوانی کی لہریں باہر آجاتی ہیں۔ اتنی طویل مدت سے خیال خوانی کرتے رہنے کے باوجود ایسا تجربہ نہیں ہوا تھا۔ دراصل ایسا کبھی اتفاق ہی نہیں ہوا تھا کہ جس کے بھی دماغ میں گئی ہو۔ اسے کبھی چھینک آئی ہو۔

وہ دوسری بار اس کے دماغ میں نہیں گئی۔ خوامخواہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جتنی معلومات حاصل کی تھیں۔ وہی کافی تھیں۔ جب کبھی ضرورت ہوتی تو اس کے دماغ میں جاسکتی تھی۔

ولیر آفریدی کی بے چینی دور ہوئی تو حیرانی بھی ہوئی۔ اس نے سوچا "خدا کا قسم کمال ہوگیا۔ ہم نے ادھر چھینکا ادھر بے چینی ہوا ہوگیا۔ کیا یہ بے چینی کا علاج ہے؟ ٹھیک ہے اب پھر بے چینی ہوگا تو ہم اور زور سے چھینک مارے گا، بے چینی دور ہوگا تو ہم گھر جا کے خان بابا سے بولے گا، اوئے بابا جانی! تم بڑھاپے میں بے چین کیوں رہتا ہے۔ ایک چھینک مارو سارا بے چینی دشمن کا مالک فرار ہوجائے گا۔"

الپا کی ڈی نے اس سے کہا "مسٹر! سفر بہت طویل ہے۔ ہمیں اجنبی بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ پہلے انگریزی میں بولا "ولیر آفریدی لیکن میں انگریزوں کے ساتھ انگریزی بولتا ہوں۔ پرائی زبان مجھے بوجھ لگتی ہے۔ میں اپنے گھر میں پشتو بولتا ہوں لیکن گھر سے باہر پاکستان کی قومی زبان اردو بولا کرتا ہوں۔ تم یہ بتاؤ تمہارا مذہب کیا ہے؟ تمہاری زبان کیا ہے؟"

وہ بولی "میں سمجھ گئی ہوں، تم اپنی قومی زبان بولنا پسند کرو گے اور میں اردو جانتی ہوں۔ میرا نام صوفیہ ہے اور میں یہودی ہوں۔"

وہ بے اختیار بولا "خدا غارت کرے۔"

وہ چونک کر بولی "کیا مطلب؟"

"مطلب اور کیا ہوگا۔ تم اتنا خوب صورت دوشیزہ ہے۔ تم یہودی کا گھر میں کیوں پیدا ہوا؟"

"تم عجیب آدمی ہو۔ کیا میں اپنی مرضی سے وہاں پیدا ہوئی تھی؟"

وہ سوچنے کے انداز میں سر ہلا کر بولا "ہاں! پیدا ہونے والا اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تمہارا ماں باپ کا قصور ہے۔ کدھر ہے تمہارا ماں باپ؟"

وہ بولی "ارے ارے۔ تم یہودیوں کے ہوائی جہاز میں سفر کر رہے ہو اور یہودیوں کے خلاف بول رہے ہو۔"

"بولنے سے تمہارا یہودی کیا کرے گا؟ ہم کو ہوائی جہاز کا باہر پھینک دے گا؟ تم کو پتا نہیں ہے ہمارا خان بابا کو پتا ہے۔"

"کیا پتا ہے؟"

وہ اپنی ایک انگلی کنپٹی پر رکھتے ہوئے اسے گھماتے ہوئے بولا۔
"ہمارا ایک اسکرو ڈھیلا ہے۔ ہم خان بابا سے بولتا ہے ڈھیلا نہیں ہے۔ دراصل ہندو کو اور یہودی کو دیکھ کر ہمارا تن بدن میں آگ لگ جاتا ہے۔ ابھی تم کو دیکھ کر جو آگ لگا ہے اس کے بارے میں ہم کو شبہ ہے۔"
"کیسا شبہ؟"
"ہم سوچ رہا ہے ابھی جو ہمارا اندر آگ ہے وہ غصے کا آگ ہے یا تمہارا حسن کا آگ بھڑک رہا ہے؟ تم معلوم کرکے بتاؤ۔ اصل معاملہ کیا ہے؟"
وہ مسکرا کر بولی "یہودی سمجھ کر نفرت سے دیکھو گے تو غصے کی آگ تمہارے اندر سے ہے۔ محبت سے دیکھو گے تو تمہارے دل تک میرے حسن کی آگ پہنچ رہی ہے۔"
وہ خوش ہو کر بولا "وئی! تم نے تو ہمارا دل پشاوری کردیا۔"
وہ حیرانی سے بولی "کیا کردیا؟"
"ہم پشاور کا رہنے والا ہے اور پشاور کا رہنے والا لوگ بہت محبت کرتا ہے۔ دل محبت سے دولت مند ہوجاتا ہے تو کہتا ہے دل پشاوری ہوگیا ہے۔"
"اچھا تو تم پاکستان جارہے ہو' اپنے شہر پشاور؟"
"نہیں ہم ممبئی جاتا ہے۔ ادھر ہندو ہے ہم ہندو لوگ کو پسند نہیں کرتا' مگر مجبور ہے۔"
"کیا مجبوری ہے؟"
ادھر وہ جو فلم انڈسٹری ہے ادھر خان لوگ کا راج ہے۔ پہلے یوسف خان کا راج تھا۔ اب شاہ رخ خان' عامر خان' سلمان خان کا راج ہے۔ ہم سوچتا ہے ہم بھی ادھر جاکر حکمرانی کرے گا اور بہت بڑا ہیرو بنے گا۔"
"تم ہیرو نہیں بن سکو گے۔"
"اے! ہم سے ایسا بات نہیں بولو۔"
"کیوں نہ بولوں۔ تم پاکستانی ہو اور اپنی قومی زبان اچھی طرح نہیں بولتے ہو۔ دیکھو میں تمہارے مقابلے میں گرامر کے مطابق صحیح زبان بول رہی ہوں۔"
وہ ذرا سوچنے کے بعد قائل ہو کر بولا "ہاں! جب ہم فلم میں کام کرے گا تو وہ ڈائریکٹر اور پروڈیوسر لوگ بولے گا کہ ہم کو بولنا نہیں آتا ہے۔ مگر ہم نے سوچ لیا ہے اس کو جواب دے گا' تم پہلے اپنا لکھا ہوا ڈائیلاگ بتاؤ۔ ہم بالکل ویسے ہی بولے گا۔"
الپا کی ڈی نے کہا "اچھا میں بول رہی ہوں۔ تم اسی کے مطابق ڈائیلاگ بولو۔"
"ہاں ہم بولے گا۔"
"ہم بولے گا نہیں' میں بولوں گا۔"
"میں بولوں گا۔"
"اور بولو۔ میں ہندوؤں سے اور یہودیوں سے نفرت نہیں کرتا ہوں۔"
"واہ! یہ کیسے بولے گا۔ ہم تو نفرت کرتا ہے۔"
"دیکھو یہ ایک فلم کا ڈائیلاگ ہے۔ تمہیں تو ایسے ہی بولنا ہوگا۔"
"اوہ اچھا' یہ فلم کا ڈائیلاگ ہے تو سنو۔ میں ہندوؤں سے اور یہودیوں سے نفرت نہیں کرتا ہوں۔"
"میں انسان ہوں' انسانوں سے محبت کرتا ہوں۔"
"میں انسان ہوں اور انسانوں سے محبت کرتا ہوں۔"
پھر وہ چونک کر بولا "اے! تم ڈائیلاگ کا پردے میں ہم کو ہندو اور یہودی بنانا چاہتا ہے۔"
"چاہتا ہے نہیں' چاہتی ہوں۔"
"چاہتی ہوں مگر تم کو مرو ہے' چاہتا ہے۔"
"تو بولو' چاہتا ہوں۔ ہیرو بننا چاہتے ہو تو ممبئی پہنچنے تک مجھ سے اچھی طرح اردو بولنا سیکھ لو۔ تم اپنی ذات میں ایک ہو' دو نہیں ہو' اس لیے خود کو ہم نہیں' میں بولو۔"
"ہاں! سیکھنے سے بولنا آئے گا۔ کیا تم بھی ممبئی جارہا ہے؟"
"کیا تم بھی ممبئی جارہی ہو۔ ایسا بولو۔"
وہ اپنی سیٹ پر کسمسا کر ذرا پہلو بدل کر بولا "کیا تم ممبئی جارہی ہو؟"
"ہاں' شادی کرنے جارہی ہوں۔"
"اوہ! یہ تو اچھا بات نہیں ہے۔"
"اچھی بات نہیں ہے۔"
"وہی ایک ہی بات ہے۔ چلو' یہ اچھی بات نہیں ہے۔"
"وہ خنزیر کا بچہ کون ہے؟"
"تم ہندوؤں کے ملک میں جارہے ہو' انہیں خنزیر تو نہیں کہہ سکو گے؟"
"ہاں! ہم نہیں کہے گا۔"
"یوں بولو' میں نہیں کہوں گا۔"
"ایک ہی بات ہے۔ میں نہیں کہوں گا۔"
"میں جس سے شادی کرنے جارہی ہوں' اسے بھی خنزیر نہ کہو۔ وہ بھی ایک ہندو ہے۔" وہ گھور کر دیکھتے ہوئے بولا "کیا تم کسی ہندو سے شادی کرے گا؟"
"کیا مصیبت ہے' اتنی دیر سے صحیح زبان سکھا رہی ہوں۔ تم پھر اپنے طور پر بولتے جارہے ہو۔ صحیح طرح بولو' کیا تم ہندو سے شادی کروگی؟"
"میں نہیں بولوں گا۔ تمہیں خود جواب دینا ہوگا۔"
"جو مجھ سے شادی کرنا چاہے گا' اس سے کروں گی' چاہے وہ ہندو ہو' مسلمان ہو' عیسائی ہو' یہودی ہو۔"
"ایسا دل خوش کرنے والا بات بولو" ہم تم سے شادی کرے گا۔"

"تم اسی بات کو صحیح طرح بولو۔"
وہ سوچ میں پڑ گیا پھر سوچتے سوچتے بولا "اگر ایسی بات ہے تو میں تم سے شادی کروں گا۔"
"لیکن تم نے مجھ سے ملنے میں دیر کردی ہے۔ تم سے پہلے وہ شادی کی بات طے کرچکا ہے اور اب ممبئی ائرپورٹ پر مجھے لینے آئے گا۔"
"ہم اس کو پہلے محبت سے سمجھائے گا' میرا مطلب ہے میں پہلے اس کو محبت سے سمجھاؤں گا' وہ تم سے شادی نہیں کرے گا۔"
"ٹھیک ہے' اس سے محبت سے بات کرنا' دشمنی سے بات نہ کرنا۔ وہ بہت طاقت ور ہے۔"
"ہم اس سے زیادہ.... میرا مطلب ہے میں اس سے زیادہ طاقت ور ہوں۔"
"وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے' کالا جادو جانتا ہے۔ کیا تم جانتے ہو؟"
"جاننے کا کیا ضرورت ہے۔"
"کی ضرورت ہے۔"
"ہاں وہی کہ جاننے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا وہ جو جانتا ہے وہ ہم کو بھی۔ میرا مطلب ہے مجھ کو بھی جاننا ہوگا؟ وہ دھوتی پہنتا ہے تو کیا مجھ کو بھی پہننا ہوگا؟"
وہ ہنستی ہوئی بولی "میں نہیں جانتی تمہیں کیا کرنا ہوگا اور تم کیا کروگے۔ میں تو صرف اتنا کہتی ہوں' تم مجھے چاہتے ہو تو مجھے حاصل کرلو لیکن یہ کبھی اس کے سامنے نہ پوچھنا کہ میں تمہیں چاہتی ہوں یا نہیں' ہیں تو صرف اسے چاہوں گی جو مجھے حاصل کرے گا۔"
"ٹھیک ہے' ہم مرد کا بچہ ہے۔ میرا مطلب ہے' میں مرد کا بچہ ہوں۔ میں اسے دکھا دوں گا کہ تمہیں کس طرح حاصل کرسکتا ہوں۔"
الپا نے دل ہی دل میں کہا "تھینکس گاڈ' ایک ایسا تو ملا جو بھیما سے ٹکرانے کا حوصلہ کررہا ہے اگرچہ یہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکے گا' پھر بھی میرے اور اس کے درمیان دیوار تو بنتا رہے گا۔"
وہ بولی "دیکھو دلیر آفریدی! وہ کبھی کبھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دماغ میں آتا ہے اگر اس نے یہ سن لیا کہ تم اس کے لیے چیلنج بننے والے ہو تو وہ یہیں تمہارے دماغ میں آکر تمہیں دماغی انجنوں میں مبتلا کرے گا۔ عقل مندی یہی ہے کہ ابھی اسے غصہ نہ دلانا' ممبئی پہنچنے کے بعد تمہارے دل میں جو آئے وہ کرتے رہنا۔"
"حسین دوشیزہ! تمہارا نام کیا ہے؟ ہاں! صوفیہ' ہم کو بزدلی مت سکھاؤ۔"
"پھر ہم کہہ رہے ہو۔"
"مجھے بزدلی نہ سکھاؤ۔ وہ خنزیر کا بچہ یہاں بھی آئے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔"
"جو چاہو کرو' میرا کیا جاتا ہے اگر اس سے شکست کھاؤ گے تو مجھے دل سے نکالنا ہوگا اگر اسے شکست دو گے تو مجھے حاصل کرلو گے۔ یہ تو تمہارے حوصلے اور تقدیر کی بات ہے۔ اچھا اب میں آنکھیں بند کرکے خاموش رہنا چاہتی ہوں۔ لنچ کے وقت باتیں کروں گی۔"
اس کی ڈی نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ الپا دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آگئی۔ اس نے سوچا تھا' جب ڈی جہاز میں سفر کررہی ہوگی تو وہ اس کے دماغ سے چلی آئے گی لیکن دلیر آفریدی جیسا دلچسپ جوان مل گیا تھا۔ اس نے بھیما سے نمٹنے کے لیے جو پلاننگ کی تھی' اس پلاننگ میں دلیر آفریدی اس کے بہت کام آسکتا تھا۔ اس کی خاطر بھیما کے لیے تھوڑی بہت مشکلات پیدا کرسکتا تھا۔
دوسری بار جب وہ ڈی کے دماغ میں پہنچی تو لنچ کا وقت ہوچکا تھا۔ وہ کھانے میں مصروف تھی۔ اس نے خنزیر کے گوشت کی ایک ڈش لی تھی۔ دلیر آفریدی نے کہا تھا "میرے سامنے خنزیر کا گوشت نہ کھاؤ' ورنہ میں تم سے بات نہیں کروں گا۔"
الپا کی ڈی نے اسے ناراض نہیں کیا' خنزیر کی ڈش واپس کرکے چکن کی ڈش لے لی۔ اس کے ساتھ باتیں کرتی ہوئی کھانے لگی۔ الپا نے ڈی کی باتوں میں مداخلت نہیں کی۔ توجہ سے اس کی باتیں سننے لگی' معلوم ہونے لگا کہ ڈی' دلیر آفریدی کی شخصیت سے متاثر ہوگئی ہے۔ اس کے باوجود وہ الپا کی حیثیت سے سمجھ رہی ہے کہ اپنی دلچسپی اور اپنی چاہت کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے' ورنہ بھیما اس کے چور خیالات پڑھے گا تو پتا چل جائے گا کہ وہ جسے چاہتا ہے وہ ایک مسلمان دلیر آفریدی کو پسند کرنے لگی ہے' اس طرح بات بگڑ جائے گی۔
الپا اپنی ڈی کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہورہی تھی۔ اس کی طرف سے یہ اندیشہ نہیں تھا کہ وہ بھیما کے پاس پہنچ کر کام بگاڑ دے گی۔ وہ خود ہی مکمل الپا کی حیثیت سے صحیح فیصلے کررہی تھی۔
ان دونوں نے کھانے کے بعد کافی طلب کی۔ دونوں کے پاس ایک ایک پیالی کافی آگئی۔ ڈی کو یاد تھا کہ اسے کیا کرنا ہے' اس نے دلیر آفریدی کی نظریں بچا کر اپنے پرس سے ایک گولی نکالی' اسے اپنی کافی کی پیالی میں ڈال دیا۔ اس گولی کے اثر سے وہ کچھ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہونے والی تھی۔ بھیما کو یقین دلانے کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔
وہ جہاز ایک گھنٹے بعد ممبئی ائرپورٹ پہنچنے والا تھا۔ اس نے کافی ختم کی تو کمزوری کا احساس ہونے لگا۔ اسی وقت الپا نے خیال خوانی کے ذریعے براہِ راست بھیما کو مخاطب کیا' اس سے کمزور سے لہجے میں بولی "بھیما فوراً میرے پاس آؤ۔ میں اعصابی کمزوری محسوس کررہی ہوں۔ میرے ساتھ کچھ ہورہا ہے۔"
بھیما نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں آکر پوچھا "الپا خیریت تو ہے؟ تمہیں کیا ہوا ہے؟"

اس کی ڈی نے کمزور سی سوچ میں کہا "پتا نہیں مجھے کیا ہو رہا ہے۔ میں لنچ کرنے تک بالکل ٹھیک تھی' کافی پینے کے بعد میری طبیعت بگڑ رہی ہے۔ میری سمجھ میں آتا ہے کہ کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے نے یہاں کی کسی ائر ہوسٹس کو آلہ کار بنا کر میری کافی میں کچھ ملا دیا ہے۔"

"تم ٹھیک سوچ رہی ہو۔ مجھے پہلے ہی اندیشہ تھا کہ نیلاں کوئی چال چلے گی اور اب وہ چال چل چکی ہے۔"

پھر بھیا نے نیلاں کو مخاطب کیا "میں تم سے مخاطب ہوں' نیلاں' یہ تم اچھا نہیں کر رہی ہو۔ میں نے تم سے کوئی دشمنی نہیں کی ہے نہ کسی طرح کا تمہیں نقصان....."

سونیا نے سانس روک لی۔ بھیا احتجاج کر سکا اور نہ ہی غصہ دکھا سکا۔ وہ دوسری بار اس کے دماغ میں گیا۔ سونیا نے پھر سانس روک لی۔ وہ اپنے معاملے میں مصروف تھی اور الپا وغیرہ کے معاملے میں دلچسپی نہیں لینا چاہتی تھی۔

بھیا نے کہا "الپا اعصابی کمزوری کو برداشت کرو' ممبئی پہنچنے والی ہو۔ میں فوراً ہی کسی قریبی اسپتال لے جاؤں گا۔ وہ نیلاں کوئی جواب نہیں دے رہی ہے۔ اسے اطمینان ہے کہ تمہیں کمزور بنا کر چھوڑ دیا ہے جب چاہے گی تمہارے دماغ میں آ جایا کرے گی۔"

یہ کہنے کے بعد بھیا' الپا کے چور خیالات پڑھنا چاہتا تھا لیکن اسے موقع نہیں ملا۔ اسی وقت ولیر آفریدی نے الپا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ تمہارا طبیعت..... میرا مطلب ہے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

بھیا نے پوچھا "الپا یہ کون ہے؟"

الپا کی ڈی نے بڑی کمزوری سے کہا "ایک ہم سفر ہے۔ میں سوچ کے ذریعے بھی زیادہ بات نہیں کرنا چاہتی۔ پلیز تم خود ہی اس کے دماغ میں جا کر معلوم کر لو۔"

ولیر آفریدی یہ نہیں جان سکتا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعے کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ اس نے پھر اس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "جان من! طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو بولو۔ میں ائر ہوسٹس کو بلا کر کوئی دوا مانگتا ہوں۔"

بھیا نے غصے سے کہا "ارے الپا! یہ تمہیں جان من کہہ رہا ہے۔ یہ ہے کون؟"

یہ کہتے ہی بھیا خیال خوانی کے ذریعے ولیر آفریدی کے دماغ میں پہنچا۔ ولیر آفریدی نے اچانک اپنے اندر بے چینی محسوس کی پھر دوسرے ہی لمحے اس نے ایک زور کی چھینک ماری۔ بھیا کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل آئیں۔ وہ بے چارہ نہیں جانتا تھا کہ یوگا میں مہارت کر طرح حاصل کی جاتی ہے۔ کس طرح سانس روک کر پرائی سوچ کی لہروں کو دماغ سے نکالا جاتا ہے۔ اسے تو اتفاقاً یہ معلوم ہوا تھا کہ اپنے اندر بے چینی محسوس ہو تو چھینک مارنا چاہیے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ خیال خوانی کی لہروں کی وجہ سے اسے بے چینی محسوس ہوتی ہے۔

بھیا نے ڈی کے دماغ میں آ کر کہا "الپا! آخر یہ کون ہے؟ میں اس کے دماغ میں جاتا ہوں تو یہ یوگا جاننے والے کی حیثیت سے سانس نہیں روکتا ہے' چھینک مار کر مجھے دماغ سے نکال دیتا ہے ایسا تو میرے ساتھ پہلی بار ہو رہا ہے۔"

کمزوری کی وجہ سے ڈی کو نیند آ گئی تھی۔ وہ جواب نہیں دے رہی تھی لیکن الپا اس کے دماغ میں رہ کر بھیا کی باتیں سن رہی تھی۔ بھیا کو موقع ملا تو وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ الپا کا تنویمی عمل اور جیکب رابن کا جادوئی عمل اتنا مستحکم تھا کہ اس کے چور خیالات وہی بتا رہے تھے جو اس کے دماغ میں نقش کر دیے گئے تھے کہ وہ الپا اور ہر حال میں الپا ہے۔

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ آدھے گھنٹے بعد جہاز ممبئی ائر پورٹ کے رن وے پر آ کر رک گیا۔ ولیر آفریدی نے جہاز کے اترنے سے پہلے ڈی کی سیٹ کا سیفٹی بیلٹ باندھ دیا تھا پھر جہاز کے لینڈ کرنے کے بعد اس کے بیلٹ کو کھولتے ہوئے اسے آواز دی "صوفیہ! اٹھو' ہم ممبئی پہنچ گئے ہیں۔"

اس نے اسے ذرا سا جھنجھوڑا تو وہ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی پھر بولی "مجھے بہت کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔ میرے لیے وہیل چیئر منگوا دو۔"

"ارے واہ! وہیل چیئر کی کیا ضرورت ہے۔ میں مرد بچہ ہوں' تمہیں اٹھا کر لے جا سکتا ہوں۔"

بھیا ائر پورٹ پہنچا ہوا تھا اور مسافروں کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ جب مسافر امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر آنے لگے تو اس نے دیکھا ایک قد آور صحت مند جوان اپنے شانے سے سفری بیگ لٹکائے ہوئے تھا۔ اس کے دوسرے شانے سے ایک لیڈیز سفری بیگ لٹکا ہوا تھا اور اس کے دونوں بازوؤں میں ایک حسین دوشیزہ آنکھیں بند کیے آرام سے چلی آ رہی تھی۔ بھیا خیال خوانی کے ذریعے الپا کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا کہ وہ حسینہ ہی الپا ہے اور اس جوان کے دونوں بازوؤں میں ہے۔ یہ معلوم کرتے ہی وہ غصے سے تلملا گیا۔ اس نے گھور کر ذرا دور سے آنے والے ولیر آفریدی کو دیکھا۔ جب وہ قریب آیا تو اس نے کہا "رک جاؤ۔"

ولیر آفریدی رک کر بولا "کیا بات ہے جلدی بولو میں اپنی جان من کو اسپتال لے جا رہا ہوں۔"

"یہ تمہاری جان من نہیں ہے۔ میری ہے۔"

وہ بھیا کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا "اچھا تو تم وہی ہندو ہو

میری جان من سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

بھیا نے پوچھا "تم یہ کیسے جانتے ہو؟"

"یہ جہاز میں مجھے بتا رہی تھی کہ ایک ہندو سے شادی کرنے جا رہی ہے تمہارا اس نے کسی کا نام نہیں بتایا تھا۔"

"اس نے نہیں بتایا تھا' میں بتاتا ہوں۔ میرا نام بھیا داس ہے۔"

"تمہارے بتانے سے کیا ہوتا ہے۔ جب یہ بولے گی کہ تم ہی وہ آدمی ہو تو پھر دیکھا جائے گا۔"

"کیا دیکھا جائے گا؟"

"یہی کہ تم اس سے شادی کر سکو گے یا میں کر سکوں گا۔"

"کیا تمہاری شامت آئی ہے؟ کیا تم مرنا چاہتے ہو؟"

"میری طرف سے بھی یہی دو سوالات ہیں۔ انہیں یاد کرو اور جواب سوچتے رہو پھر اسپتال آ کر بتا دینا۔ یہ کہہ کر وہ الپا کو دونوں بازوؤں میں اٹھائے جانے لگا۔ اسی وقت بھیا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں آخری وارننگ دے رہا ہوں۔ تمہارے دماغ میں اس لیے زلزلہ پیدا نہیں کرنا چاہتا کہ تمہارے دماغ کو جھٹکا پہنچے گا تو یہ تمہارے ہاتھوں سے زمین پر گر پڑے گی۔"

اس نے اپنے دماغ میں اس کی سوچ کی لہروں کو سن کر اس کی طرف حیرانی سے دیکھا پھر بولا "اوہ! اب سمجھا..... جہاز میں میرے اندر بے چینی کیوں ہو رہی تھی۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دماغ میں آ رہے تھے۔ اب بھی مجھے بے چینی ہو رہی ہے تمہاری ایسی کی تیسی۔"

یہ کہہ کر اس نے زور کی چھینک ماری۔ بھیا کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔ وہ اطمینان سے پلٹ کر جانے لگا۔ بھیا حیرانی و پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے سوچنے لگا "یہ ہے کیا چیز؟ یوگا نہیں جانتا' چھینکیں مارتا ہے۔ یہ نیا طریقہ اس نے کہاں سے سیکھا ہے؟"

اس بار بھیا نے اس کے دماغ میں جاتے ہی زلزلہ پیدا کرنا چاہا لیکن اس نے بے چینی محسوس کرتے ہی چھینک ماری پھر دور سے پلٹ کر بولا "ابے او دھیما! اپنی حرکت سے باز آ جا۔"

بھیا..... تیزی سے اس کی طرف جاتے ہوئے بولا "میرا نام دھیما نہیں' بھیا ہے۔ میں بھی اسپتال چلوں گا۔"

"چلنا ہے تو پیار سے چل۔ پختون بچے سے دشمنی کرے گا تو اسپتال بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ چل ایک ٹیکسی والے کو روک۔"

میں اپنی کار لے کر آیا ہوں۔

وہ دونوں ایک کار کے پاس آئے۔ ولیر آفریدی نے پچھلی سیٹ کی طرف آ کر کہا "چل دروازہ کھول۔"

بھیا نے غصے سے کہا "اے خبردار! مجھے حکم نہ دینا۔ میں اپنی ہونے والی بیوی کی بیماری کی وجہ سے تجھے برداشت کر رہا ہوں۔ اسپتال پہنچنے کے بعد تجھے دیکھ لوں گا۔"

"آنکھیں یہاں رکھتا ہے' دیکھے گا اسپتال میں! پتا نہیں میری جان من کیسے تجھ جیسے اندھے سے شادی کرنے کے لیے راضی ہو گئی تھی۔"

بھیا نے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ کر آس پاس دیکھا' وہ پبلک پلیس پر الپا کے دوسرے عاشق سے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اپنے دل پر جبر کرتے ہوئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ پھر کہا۔ "اے پچھلی سیٹ پر لٹا دو اور اگلی سیٹ پر میرے ساتھ بیٹھو۔"

ولیر آفریدی نے الپا کو پچھلی سیٹ پر لٹایا پھر وہیں اس کے پاس بیٹھ کر بولا "بھنورا پھول پر بیٹھتا ہے' تو تو کو بھی کا پھول ہے۔ تیرے پاس نہیں بیٹھوں گا۔"

بھیا غصے سے اس کے دماغ میں پہنچا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے چھینکتے ہی واپس آ گیا پھر ولیر آفریدی نے کہا "دیکھ میں نے بہت برداشت کر لیا ہے۔ اب اگر میرے دماغ میں آئے گا۔"

بھیا نے کار کے اندر آ کر کہا "مجھے دھمکی کیا دیتا ہے۔ کیا مجھے کمزور سمجھتا ہے؟ دیکھ میرا بدن دیکھ میرے ہاتھ پاؤں دیکھ' میں فولاد ہوں فولاد۔"

ولیر آفریدی اپنا ایک ہاتھ بڑھا کر بولا "لے پنجہ لڑا اور میری انگلیاں توڑ دے۔"

کار کے اندر ان کی دشمنی' ان کا جھگڑا دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ بھیا نے فوراً ہی اس کی انگلیوں میں انگلیاں پھنسائیں پھر دونوں ایک دوسرے سے پنجہ لڑانے لگے۔ اس وقت پتا چلا کہ دونوں ہی فولاد ہیں۔ ایک دوسرے سے ٹکرا سکتے ہیں لیکن ایک دوسرے کو توڑ نہیں سکتے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف زور لگا رہے تھے۔ دونوں کی انگلیاں آہنی سلاخوں کی طرح ایک دوسرے سے الجھی ہوئی تھیں اور کوئی کسی کی انگلی موڑ نہیں پا رہا تھا پھر ولیر آفریدی نے اپنے سر سے ایک زور کی ٹکر اس کے سر پر ماری۔ بھیا نے جواباً اس کے سر پر..... ٹکر ماری پھر دونوں کے پنجوں کی طرح دونوں کے سر بھی ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ دونوں کی پیشانیاں لہولہان ہونے لگیں۔

وہ ایک دوسرے سے ٹکراتے ٹکراتے مر سکتے تھے لیکن ہار نہیں مان سکتے تھے لیکن اچانک ہی بھیا کو خیال آیا کہ وہ بری طرح زخمی ہونے کے باعث اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکے گا۔ ایسے میں نیلاں اس کے اندر آئے گی تو اس کے دماغ میں زلزلے کے جھٹکے پہنچاتے پہنچاتے اسے ادھ موا کر دے گی۔ پھر وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا اور نیلاں اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور محکوم بنا لے گی۔

یہ خیال آتے ہی بھیا نے کہا "رک جا یہ کوئی مقابلہ کرنے کی جگہ نہیں ہے۔ اگر ہمیں پولیس والوں نے دیکھ لیا یا دوسرے لوگوں نے دیکھ کر پولیس والوں کو اطلاع دی تو میں اپنی ہونے والی بیوی کو اسپتال تک نہیں پہنچا سکوں گا۔"

وہ غصے سے بولا "یہ تیری بیوی نہیں ہے' میری جان من ہے۔"

اس نے اس کے پنجے سے انگلیاں چھڑاتے ہوئے کہا "بکواس مت کر' یہ ہم میں سے کس کی ہے' ہوش میں آنے کے بعد اپنا فیصلہ سنادے گی۔ پہلے اسے اسپتال تو پہنچا۔"

"جب تو گاڑی چلا کر اسپتال پہنچائے گا' تب ہی علاج ہوسکے گا۔"

بھیما نے اسے گھور کر دیکھا پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر سیدھی طرح بیٹھ کر اس نے کار اسٹارٹ کی اسے ڈرائیو کرتا ہوا اسپتال کی طرف جانے لگا۔ ولیر آفریدی نے اپنا ایک رومال اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا "یہ لے لہو پونچھ لے' ورنہ اسپتال والے تجھے بھی زخمی سمجھ کر بستر پر لٹادیں گے۔"

وہ اپنے سفری بیگ سے ایک اور کپڑا نکال کر اپنی پیشانی سے لہو پونچھنے لگا۔ بھیما کار ڈرائیو کررہا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے اپنی پیشانی اور چہرے سے لہو پونچھ رہا تھا اور عقب نما آئینے میں پیچھے بیٹھے ہوئے عجیب وغریب دشمن کو دیکھ کر سوچ رہا تھا "کیا مصیبت گلے پڑگئی ہے۔ اس نے تو مجھے تھکا مارا ہے۔ میں اس سے کمزور نہیں ہوں۔ وقت آنے پر ٹیلی پیتھی اور کالے جادو سے اسے مٹی میں ملادوں گا۔ ابھی حالات اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ میں چلتے پھرتے کالا جادو نہیں کرسکتا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نقصان پہنچانا چاہتا ہوں تو یہ چھینکیں مارنے لگتا ہے۔ اسپتال پہنچ کر مقابلہ کرنا چاہوں گا تو قانون اس کی اجازت نہیں دے گا۔ خوامخواہ پولیس کیس میں الجھنا ہوگا۔"

بھیما ٹیلی پیتھی جانتا تھا' مہاشکتی مان تھا۔ اطمینان سے آتما شکتی کا عمل کرنے کا موقع ملتا تو ولیر آفریدی کے جسم سے روح نکال کر اس کے جسم میں داخل ہوسکتا تھا یا اسے مردہ بنا کر چھوڑ سکتا تھا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو اپنے جادوئی عمل سے دوسری طرح نقصان پہنچا سکتا تھا۔ اسے اپاہج بنا سکتا تھا۔ وہ اپنی کتنی ہی صلاحیتوں سے اسے کتنے ہی عذابوں میں مبتلا کرسکتا تھا لیکن کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ وہ دنیا جہان کی قوتیں سمیٹ کر شہ زور بن سکتا تھا۔ ساری دنیا سے لڑ سکتا تھا۔ مگر کسی کے مہربان مقدر سے کبھی نہیں لڑ سکتا تھا۔

○☆○

یہ اچھی بات تھی کہ سلمیٰ اور صمد رمزی ایک دوسرے کی طرف مائل ہوگئے تھے۔ سلمیٰ کی اس سے شادی ہوجاتی تو وہ اس کے ساتھ تھائی لینڈ چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے قاہرہ چلے جاتے لیکن سلام کی ہلاکت کے باعث فوری طور پر شادی کی تقریب منعقد کرنا کچھ معیوب لگ رہا تھا اس لیے یہ طے پایا تھا کہ سلام کے چالیسویں کے بعد شادی ہوگی سونیا نے کلام کو سمجھایا "برادر آپ نکاح تو سلام کے چالیسویں کے بعد ہی صمد رمزی سے پڑھائیں لیکن تھائی لینڈ کو فوری طور پر چھوڑ کر قاہرہ چلے جائیں۔"

کلام نے کہا "جب تک بیٹی کا نکاح نہیں پڑھایا جائے گا۔ صمد رمزی سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہوگا۔ پھر ہم اس کے ساتھ کیسے جاسکتے ہیں۔ یہ سوچ کر عجیب سا لگتا ہے کہ جو ہمارا ہونے والا داماد ہے ہم اس کے پاس جاکر ابھی سے رہیں گے۔"

سونیا نے کہا "آپ اپنی دونوں بیٹیوں کو لے کر صمد رمزی کے ساتھ جائیں لیکن اس کے ساتھ رہائش اختیار نہ کریں۔ صمد رمزی کا دوسرا بنگلا بھی ہے۔ وہاں آپ قیام کرسکتے ہیں۔ جب چالیس دنوں کے بعد یا دو چار ماہ کے بعد بھی آپ بیٹی کی شادی اس سے کریں گے تو بیٹی کو اپنے اس بنگلے سے رخصت کریں گے۔ وہ بچے مستقل آپ کی اور رابعہ کی رہائش کے لیے مخصوص رہے گا۔ وہاں آپ کے اخراجات کے لیے مستقل آمدنی کا بھی بندوبست کردیا جائے گا۔"

صمد رمزی نے کلام سے کہا "آپ میرے بزرگ ہیں۔ جب تک سلمیٰ سے میری شادی نہیں ہوگی۔ میں آپ کا داماد نہیں کہلاؤں گا۔ اس وقت تک آپ مجھے اپنا بیٹا سمجھ سکتے ہیں۔ پلیز میرا سمجھ کر ہی میرے ساتھ قاہرہ چلیں۔"

بہرحال یہ معاملات طے ہوگئے۔ پارس اور پورس نے ان کے لیے پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ سب تیار کررکھا تھا۔ وہ دوسرے ہی دن کی فلائٹ سے صمد رمزی کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ سونیا نے خیال خوانی کے ذریعے جناب عبداللہ واسطی سے کہا "محترم واسطی صاحب! اب آپ مطمئن ہوجائیں۔ آپ کے برادرم کلام اپنی دونوں بیٹیوں سلمیٰ اور رابعہ کے ساتھ قاہرہ پہنچ رہے ہیں۔ وہاں ان کی رہائش کا انتظام ہوچکا ہے۔ آپ اگر اپنے برادر سے ملاقات کرنا چاہیں' ان کے پاس قاہرہ جاسکتے ہیں۔"

جناب عبداللہ واسطی نے کہا "میں جلد ہی اپنے بھائی اور بھتیجیوں سے ملنے جاؤں گا اور سلام کی ہلاکت کے سلسلے میں انہیں صبر کی تلقین کروں گا۔"

سونیا نے کہا "آپ سمجھ رہے ہیں کہ میں نے آپ کو ان سے ملاقات کے لیے قاہرہ جانے کے لیے کیوں کہا ہے؟"

"میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ ابھی اس بات کو راز میں رکھا جائے گا کہ میں کلام کا سگا بھائی ہوں اور میرا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ یہ بات راز میں رہے گی تو امریکا کو کبھی یہ معلوم نہیں ہوگا کہ تم تھائی لینڈ میں مسلمان خاندانوں کے تحفظ کے سلسلے میں مصروف ہو۔"

تیج پال کے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اب براہ راست نیلماں وغیرہ سے رابطہ نہیں کرتے تھے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے تھائی لینڈ میں کسی کو آلہ کار بنا کر لب ولہجہ بدل کر نیلماں سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ تیج پال کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے مائک مورد نے اپنے ایک آلہ کار کے ذریعے سونیا کو مخاطب کیا پھر کہا "نیلماں دیوی! آپ کی مرضی کے مطابق ایک مسلمان خاندان تھائی لینڈ سے جاچکا ہے۔ اب ہمیں ہمارا ہیزون واپس مل جانا چاہیے۔"

سونیا نے کہا "ہیزون کی واپسی کا انحصار امریکی اکابرین کے فیصلے پر ہے۔ میں نے شرط پیش کی تھی کہ یا تو میں ہیزون کو یرغمال بنا کر رکھوں گی یا پھر پال پوٹ کو میرے حوالے کیا جائے میں اسے ہلاک کروں گی اور ہیزون کو رہا کردوں گی۔ تم امریکی اکابرین سے اس سلسلے میں گفتگو کرو۔"

مائک مورد نے فیکس کے ذریعے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا "آپ نے کہا تھا کہ بارہ گھنٹے کے بعد پال پوٹ کو نیلماں دیوی کے حوالے کردیں گے۔ بارہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ آپ ہماری باتوں کا جواب اپنے ہی دماغ میں دہرائیں۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے سن رہے ہیں۔"

اعلیٰ افسر اپنے دماغ میں اپنی سوچ کے ذریعے بولنے لگا "تم سب میرے اندر موجود ہو۔ میرے خیالات پڑھ کر معلوم کرسکتے ہو کہ میں پال پوٹ کا بدترین مخالف ہوچکا ہوں کیونکہ وہ اپنے خفیہ اڈے کے بارے میں مجھ سے بھی رازداری سے کام لے رہا ہے۔ یہ بتانا نہیں چاہتا کہ وہ کہاں روپوش ہے۔"

مائک مورد' جوزف وہسکی اور بڈی رابرٹ اس کے چور خیالات پڑھنے لگے۔ یہ پتا چلا کہ واقعی امریکی اکابرین اور امریکی خفیہ ایجنسی کے انچارج وغیرہ پال پوٹ کا خفیہ ٹھکانا معلوم کرنے کی پوری کوششوں میں مصروف ہیں۔ امریکا پہلے پال پوٹ کی پشت پناہی کرتا ہوا' لاؤس اور کمبوڈیا جیسے ممالک کو اپنے زیر اثر لانا چاہتا تھا۔ اب اس نے اپنی پالیسی بدل دی تھی۔ وہ تھائی حکومت سے سمجھوتا کرچکا تھا اور اس حکومت کو مالی امداد' جنگی طیارے اور جدید ہتھیار پہنچانے والا تھا تاکہ تھائی حکومت کے فوجی پال پوٹ کے فوجی گوریلوں کو پہلے تھائی لینڈ سے نکالیں پھر لاؤس اور کمبوڈیا سے بھی ان کا خاتمہ کردیں۔ تھائی حکمران خوش تھے کہ اب امریکا پال پوٹ کے خلاف ہے اور انہیں بھرپور امداد دے رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد مائک مورد کی طرف سے ایک فیکس موصول ہوا۔ اعلیٰ افسر نے اسے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا "ہم آپ کے خیالات پڑھ چکے ہیں۔ واقعی آپ پال پوٹ کے خلاف اقدامات کررہے ہیں۔ اس کے خفیہ اڈے تک پہنچنے اور اسے گرفتار کرنے والے ہیں۔ لیکن ان سب کاموں میں بہت دیر ہوسکتی ہے۔ اس وقت تک ہمارا ساتھی ہیزون' نیلماں کا قیدی بنا رہے گا یا ایسا کوئی راستہ نہیں نکالا جاسکتا کہ نیلماں آپ اور ہم پر اعتماد کرکے ہیزون کو رہا کردے۔"

اعلیٰ افسر کے خیالات نے کہا "نیلماں مجھ سے رابطہ کرے گی تو میں اس سے یہ رعایت حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ ویسے پال پوٹ کچھ زیادہ دنوں تک روپوش نہیں رہ سکے گا۔ تم لوگوں نے میرے مکمل خیالات نہیں پڑھے ہیں۔ یہ معلوم نہیں کیا ہے کہ میں نے لاؤس اور کمبوڈیا کے تمام کمیونسٹ گوریلوں کے لیے راشن' ہتھیار اور دواؤں کی سپلائی روک دی ہے اب وہ بھوکے رہیں گے' دواؤں کے بغیر بیماریاں بڑھتی جائیں گی۔ زخمیوں کی مرہم پٹی نہیں ہوسکے گی۔ ہتھیار کم پڑنے کے باعث وہ زیادہ دنوں تک جنگ جاری نہیں رکھ سکیں گے۔"

کئی ماہ پہلے جب پال پوٹ' کمبوڈیا کی مغربی سرحد پار کرکے تھائی لینڈ آیا تھا تب ہی اس کی موت کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس طرح یہ سب ہی کے خیال میں تھا کہ اگر پال پوٹ مرا نہیں اور زندہ ہے تو پھر وہ تھائی لینڈ کے ہی کسی علاقے میں ہوگا۔

تھائی لینڈ کے ریٹائرڈ فوجی افسران' پال پوٹ کے وفادار تھے۔ ان میں سے جتنے اس کے خاص ماتحت تھے وہ تمام افسران تھائی لینڈ کے گھنے جنگلات میں رہتے تھے۔ سونیا کے علاوہ تیج پال کے خیال خوانی کرنے والوں نے بھی ان ریٹائرڈ افسران کے چور خیالات پڑھے تھے۔ پال پوٹ کے خاص افسران بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ بھی جنگلات میں کہیں روپوش ہے یا کسی دوسرے علاقے میں جاکر روپوش ہوگیا ہے۔

پال پوٹ کو اب اپنی موت نظر آرہی تھی۔ ایک تو امریکا جیسی سپرپاور نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اس کے گوریلا فوجیوں کی امداد بند کردی گئی تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اسے تلاش کررہے تھے۔ ایسے میں وہ اپنے آپ کو بہت ہی بے بس محسوس کررہا تھا لیکن ہمت ہارنے والا نہیں تھا۔ وہ بہت پہلے ہی تھائی لینڈ کے گھنے جنگلات سے نکل کر رات کے اندھیروں میں سفر کرتا ہوا پھر سے کمبوڈیا کے ایک گھنے جنگل میں پہنچ گیا تھا۔

اس کے ساتھ دو خاص باڈی گارڈ اور پچیس گوریلا جوان تھے جو اس کے ایک اشارے پر اپنی جان دے سکتے تھے۔ اس جنگل میں ایسے اونچے' گھنے درخت تھے کہ سورج کی روشنی بھی نہیں پہنچتی تھی۔ خطرناک جنگلی جانوروں کے علاوہ کئی طرح کے زہریلے سانپ پائے جاتے تھے۔ کئی ماہ پہلے جب پال پوٹ کمبوڈیا کے ان جنگلات میں تھا تو اس کے خاص گوریلا فائٹروں نے کئی جگہ بارودی سرنگیں بچھائی تھیں۔

اس طرح دیکھا جائے تو وہ تمام اطراف سے محفوظ تھا۔ اگر دشمن جنگل کے راستے چھپ چھپا کر آنا چاہتا تو زہریلے سانپوں اور بچھوؤں کا خوف رہتا پھر جنگلی جانور بھی ان پر حملہ کرسکتے تھے۔ اگر ان سے بچ نکلتے تو یہ نہیں جانتے تھے کہ کہاں کہاں بارودی سرنگیں بچھی تھیں۔ جہاں بھی ان کے پاؤں پڑتے' بارودی دھماکوں سے ان کے چیتھڑے اڑجاتے یا پھر وہ اپاہج بن کر رہ جاتے۔

پال پوٹ کے پاس ہتھیاروں کا ذخیرہ تھا۔ اس کے گوریلا فوجیوں نے بے شمار جنگلی جانوروں کا شکار کیا تھا۔ جس سے خوف زدہ ہوکر باقی جانور دور بھاگ گئے تھے۔ جو بھٹک کر واپس آتے تھے ان کا شکار کرکے پال پوٹ اور اس کے گوریلا فوجی گوشت کھایا کرتے تھے۔ راشن کا اسٹاک تھا اس کے علاوہ بھی دوسرے گوریلا

فوجیوں نے وردیاں اتار دی تھیں۔ عام لوگوں میں شامل ہو کر شہری زندگی گزار رہے تھے۔ تین وقت کے کھانے کے لیے واردات کرتے تھے۔ اور کافی راشن خفیہ راستوں سے گھنے جنگل کی طرف لے جاتے تھے۔ وہاں سے پال پوٹ کے خاص گوریلا فوجی وہ راشن لے کر پال پوٹ تک پہنچا دیتے تھے۔

زہریلے سانپوں اور بچھوؤں کو دور رکھنے کے لیے کئی طرح کی اسپرے کرنے والی دوائیں تھیں۔ ابھی امریکی سراغ رساں اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے موجودہ خفیہ اڈے سے واقف نہیں تھے۔ جب اڈے کا سراغ ملتا تو ان کے لیے وہاں پہنچنا بہت بڑا مسئلہ بن جاتا۔ اسے گرفتار کرنے کے لیے زمینی راستوں سے جانے والے' جنگلی جانوروں' زہریلے سانپوں اور بچھوؤں کا شکار ہو سکتے تھے۔ ان سے بچ کر نکلتے تو یہ جاننا مشکل ہوتا کہ کہاں کہاں بارودی سرنگیں بچھی ہوئی ہیں پھر جنگل کے مختلف حصوں میں چھپے ہوئے گوریلا فوجیوں کی فائرنگ سے ہلاکت کا اندیشہ رہتا۔

پال پوٹ نے اپنے دونوں باڈی گارڈز اور پچیس گوریلا فائٹروں کو گونگا بن کر رہنے کی سختی سے تاکید کی تھی۔ وہ سب گونگوں کی طرح باتیں کرنے' باتیں سمجھانے کی مشقیں کرتے رہتے تھے اور اب انہیں زبان سے کچھ بولنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی تھی۔

جب اس کے موجودہ خفیہ اڈے کا سراغ مل جاتا تو اسے نیست و نابود کر دینے کا صرف ایک ہی فضائی راستہ تھا۔ ہوائی جہاز کے ذریعے جنگل کے اس حصے میں بمباری کر کے اس کے خفیہ اڈے کو تباہ کیا جا سکتا تھا یا ہوائی جہاز کے ذریعے نیچی پرواز کرتے ہوئے جنگل کے ان تمام حصوں میں آگ لگائی جا سکتی تھی۔ سانپ کو بل سے نکالنے کے لیے بل کے سرے پر آگ لگائی جاتی ہے۔ سانپ کو مجبوراً اپنی سلامتی کے لیے وہاں سے نکلنا پڑتا ہے۔ پال پوٹ بھی زندہ جل کر مرنا چاہتا تو مر جاتا' ورنہ بھاگتا ہوا اپنے خفیہ اڈے سے اور اس جنگل سے باہر چلا آتا۔

پال پوٹ کئی برسوں سے گوریلا جنگ لڑتا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے خفیہ اڈے کا سراغ ملے گا تو دشمن ایسی ہی تدابیر سے اسے ہتھیار ڈالنے اور خفیہ اڈے سے نکلنے پر مجبور کر دیں گے۔ اس کے پاس طبعی عمر تک زندہ رہنے کے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ خفیہ طور پر دو چار شہروں میں جائے۔ وہاں ایسے ذرائع اختیار کرے کہ امریکا کی مخالف تنظیموں سے رابطہ ہو۔ وہ تنظیمیں اسے امریکا کے خلاف بھرپور امداد دیتی رہیں گی اور اسے تحفظ بھی دیتی رہیں گی۔ اگر مخالف تنظیموں سے رابطہ نہ ہو تو کسی طرح امریکا کے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ ہو جاتا۔ کسی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا تعاون حاصل ہوتے ہی وہ پہلے سے زیادہ طاقت ور بن سکتا تھا۔

اس کے سامنے دوسرا راستہ یہ تھا کہ وہ اپنا چہرہ اپنا حلیہ بدل کر عام شہری کی طرح زندگی گزارے۔ اس کے خاص باڈی گارڈز اور پچیس گوریلا فوجی بھی اسی طرح چہرہ اور حلیہ بدل کر اس کے آس پاس ایک ہی شہر میں رہائش اختیار کریں اور کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرنے کے مواقع تلاش کرتے رہیں۔ اس نے اپنے پچیس گوریلا فائٹروں کو بلا کر ان سے کہا "اب ہم ایک ایک دو دو کر کے یہاں سے قریبی شہر میں منتقل ہوں گے اور نئی پلاننگ کے مطابق کھوئی طاقت حاصل کریں گے۔"

نئی پلاننگ کے تحت یہ طے پایا کہ پہلے پال پوٹ کا ایک باڈی گارڈ چار گوریلا فائٹروں کے ساتھ قریبی شہر میں جائے گا۔ وہاں عام شہری کی حیثیت سے رہائش کا انتظام کرے گا۔ کسی پلاسٹک سرجری کرنے والے کو اغوا کر کے قیدی بنائے گا۔ اس کے بعد پال پوٹ وہاں رازداری سے پہنچے گا اور اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائے گا پھر گوریلا فائٹرز اور اس کے باڈی گارڈز بھی اپنے چہرے پر تھوڑی بہت تبدیلیاں کرائیں گے۔ اس طرح کوئی انہیں پہچان نہیں سکے گا۔ امریکا اور مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں بھرپور طاقت حاصل کرتے کرتے خواہ کتنا ہی عرصہ گزر جائے یہ اطمینان رہے گا کہ دشمن انہیں پہچان نہیں سکیں گے اور وہ سلامتی سے زندہ رہیں گے۔

اس نے صحیح پلاننگ کی تھی۔ جب وہ دو دو چار چار کر کے اپنے گوریلا فائٹروں اور باڈی گارڈز کے ساتھ وہاں سے منتقل ہو گیا تو ایسے ہی وقت امریکی سراغ رساں تھائی فوج کے کمانڈوز کے ساتھ اس جنگل کی طرف آئے۔ انہیں ایسے آثار نظر آئے کہ وہاں سے پہلے بھی انسانوں کا گزر ہوتا رہا ہے۔ جنگل میں آگے بڑھتے رہنے پر انہیں کئی بجھے ہوئے الاؤ دکھائی دیے۔ کہیں کہیں ایسے خالی ڈبے اور گتے کے خالی پیکٹ نظر آئے' جن میں کھانا پیک کیا جاتا تھا۔

ان سراغ رسانوں نے خفیہ ایجنسیوں کو اطلاع دی۔ ان ایجنسیوں نے امریکا تک یہ خبر پہنچائی پھر تھائی کمانڈوز کے لیڈر نے موبائل فون کے ذریعے فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ اس سے درخواست کی کہ فوج کا ایک حصہ اس جنگل کی طرف بھیجا جائے۔ پال پوٹ یہیں اطراف میں کہیں چھپا ہوا ہے۔

ان کے پاس ہتھیار تھے' جنگلی جانور کا خطرہ نہیں تھا۔ زہریلے سانپوں اور بچھوؤں سے بچنے کے لیے بھی وہ مکمل انتظامات کے ساتھ آئے تھے۔ آگے بڑھتے رہنے کے دوران میں جب ایک سراغ رساں اور دو کمانڈوز بارودی سرنگ کا شکار ہوئے تب محتاط ہو کر جہاں تھے وہیں رک گئے۔ انہوں نے بارودی سرنگوں کا سراغ لگانے والے ماہرین کو بلایا۔ ایسے وقت سونیا' پارس اور پورس کے علاوہ تیج پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ان سب کے دماغوں میں تھے۔

ان سب نے پال پوٹ کو ڈھونڈ نکالنے کی بڑی جدوجہد کی تھی جنگلوں میں تکالیف اٹھاتے اٹھاتے بالآخر جب وہ اس کے خفیہ اڈے تک پہنچے تو وہاں ویرانی تھی۔ اگرچہ وہاں اس کی موجودگی کے آثار ملے لیکن وہ نہ ملا۔

پورس نے کہا "مما! یہ پہلا شخص ہے' جو ٹیلی پیتھی نہیں جانتا لیکن بڑی کامیابی سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہا ہے۔"

سونیا نے کہا "وہ آج نہیں تو کل ضرور ہاتھ آئے گا لیکن اس وقت تک یہ بات تشویش ناک ہے کہ امریکا ان تین ممالک تھائی لینڈ' کمبوڈیا اور لاؤس میں ان کی مدد کرنے کے بہانے اپنے فوجی ماہرین اور فوجی جوانوں کو بلا کر چھوٹے چھوٹے فوجی اڈے قائم کرتا رہے گا۔"

پارس نے کہا "حالات ایسے ہیں کہ تینوں ممالک کے حکمران اور عوام فوجی امداد کو اپنے لیے باعثِ رحمت سمجھیں گے کیونکہ ان کی وجہ سے کیمونسٹ گوریلے ان تینوں ممالک سے فرار ہونے پر مجبور ہوتے رہیں گے۔"

پورس نے کہا "انہیں یہ بھی یقین ہو گا کہ امریکی فوجی ہی پال پوٹ اور اس کے مٹھی بھر گوریلا فائٹروں کو جہنم میں پہنچائیں گے۔"

سونیا نے نیلماں کی حیثیت سے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا اور کہا "میں تمہاری چال بازی سمجھ گئی ہوں۔ تم پال پوٹ کو میرے حوالے کرنے کے بہانے اپنے فوجی تینوں ممالک میں پھیلانا چاہتے ہو لیکن میں اس کی اجازت نہیں دوں گی۔ تم ان تین ممالک کی فوجوں کو ہتھیار سپلائی کر سکتے ہو لیکن اپنی فوج یہاں نہیں اتار سکو گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم تمہارے مطالبے کے مطابق پال پوٹ کو جلد ہی تمہارے حوالے کرنے والے ہیں۔ اس کے بعد بھی تمہاری وہاں موجودگی پر اعتراض نہیں کر رہے ہیں۔ تمہیں بھی ہمارے معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔"

"میں بہت پہلے کہہ چکی ہوں یہاں میں مستقل طور پر رہنا چاہتی ہوں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ میں کسی دشمن کو ادھر کا رخ نہ کرنے دوں۔"

"ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔ تم ہمیں آزما کر دیکھ لو بلکہ دیکھ رہی ہو کہ جو تم کہتی ہو وہ ہم کرتے ہیں۔ تمہارے مطالبے کے مطابق پال پوٹ کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے دن رات ایک کر رہے ہیں۔"

"مجھ پر احسان نہیں کیا جا رہا ہے۔ میں ایک ہی بات جانتی ہوں کہ تم یہاں فوجی اڈا نہیں بناؤ گے۔"

"حالات کا تقاضا ہے کہ ہماری فوج وہاں موجود رہے۔ تم اعتراض کرو گی۔ تب بھی ہمیں یہی کرنا ہو گا۔ حالات ہمیں مجبور کر رہے ہیں۔ لاؤس کمبوڈیا اور تھائی لینڈ تینوں ممالک کے حکمران بھی یہی چاہتے ہیں۔"

"تو پھر اپنی فوجوں کو ان ممالک میں بھیجنے سے پہلے دیکھو کہ میں کیا کر رہی ہوں؟"

اس نے اعلیٰ افسر سے رابطہ ختم کیا پھر علی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "بیٹے! تم ان امریکی چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بابا صاحب کے ادارے کے سراغ رسانوں کے حوالے کر دو۔ ان سراغ رسانوں سے کہو کہ ان چھ افراد پر دوبارہ تنویمی عمل کر کے ان کے دماغوں میں یہ نقش کر دیں کہ وہ امریکا کے بدترین دشمن ہیں اور اب آزاد اور خود مختار ہیں۔"

وہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے یعنی آندرے اور اس کے پانچ ساتھی امریکا سے دور یورپ کے پانچ مختلف ممالک میں تھے۔ سونیا کی ہدایت کے مطابق بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں نے ان پانچوں کے دماغوں پر دوبارہ تنویمی عمل کیا۔ یہ بات ان کے ذہن میں نقش کر دی کہ وہ امریکا کے بدترین دشمن ہیں۔ وہ امریکی اکابرین سے جب بھی رابطہ کریں گے تو دشمن بن کر کریں گے۔

سونیا نے دوسرے دن امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "تم لوگوں کو یاد ہو گا کہ آندرے نے مجھ سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کی تھی اور یہ اس کی بہت بڑی غلطی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی اور اسے خبر بھی نہیں ہوئی تھی پھر اس کے ذریعے دوسرے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ چکی تھی۔ میری بات ماننے سے انکار کیا تھا۔ اب اس کے نتیجے میں اپنے ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تلاش کرو۔ میں نے انہیں ٹریپ کر کے دوسرے ملکوں میں پہنچا دیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "نہیں' تم ہمیں اتنا بڑا نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔ ہمارے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا قیدی نہیں بناؤ گی۔"

"میں بنا چکی ہوں۔ تم میری باتوں کی تصدیق کر سکتے ہو۔"

"میں کیسے تصدیق کروں۔ میرا ان سے کبھی رابطہ نہیں رہتا ہے۔ وہ خود ہی مجھ سے رابطہ کرتے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں' میں ان سے کہتی ہوں۔ وہ تم سے رابطہ کریں گے۔"

علی اب تک آندرے بن کر امریکی اکابرین سے رابطہ کیا کرتا تھا۔ پہلی بار خود آندرے نے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا "ہیلو! میں آندرے بول رہا ہوں۔ سنا ہے آپ مجھ سے اور میرے پانچ ساتھیوں سے باتیں کرنے کے لیے بے چین ہیں۔"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ نیلماں نے جو کچھ مجھ سے کہا ہے کیا وہ درست ہے؟"

"اگر درست نہ ہوتا تو میں یہاں کیسے آتا؟ ابھی نیلماں دیوی نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' تم اس کے معمول بن چکے ہو۔"

"صرف میں نہیں میرے پانچ ساتھی بھی اس کے جاں نثار بن چکے ہیں۔"

اعلیٰ افسر چند لمحوں تک سکتے میں رہا پھر جلدی جلدی تمام اکابرین سے رابطہ کرنے لگا۔ انٹرنک' ٹیلی ویژن اور ٹیلی فون کے ذریعے ان سے کہنے لگا "نیلاں ہمیں زبردست نقصان پہنچا رہی ہے۔ اس نے پہلے پیزون کو ٹریپ کیا۔ اب اس نے آندرے اور اس کے پانچ ساتھیوں کو اپنا معمول اور تابع بنالیا ہے۔ اس وقت آندرے میرے دماغ میں موجود ہے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "یہ ہمارے لیے بہت بڑی ٹریجڈی ہے کہ جب بھی ہم اپنے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتے ہیں۔ وہ رفتہ رفتہ یا تو باغی ہو جاتے ہیں یا دوسروں کے غلام بن جاتے ہیں۔"

ایک اور حاکم نے کہا "ہم آندرے سے درخواست کریں گے کہ وہ اگر اپنے ہوش و حواس میں ہے اور اس پر نیلاں کا پوری طرح اثر نہیں ہے تو اپنے ملک اور قوم کی بہتری کے لیے فوراً ہمیں اپنے اور اپنے پانچ ساتھیوں کے موجودہ پتے ٹھکانے اور فون نمبر بتائے۔ ہم ان سب کو نیلاں کے اثر سے نکال لائیں گے۔"

اس کی باتوں کا جواب نہیں ملا۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا گیا "کیا آندرے تمہارے دماغ میں موجود نہیں ہے؟"

وہ بولا "پتا نہیں' میں خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا ہوں۔ وہ شاید چلا گیا ہے اس لیے خاموشی ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "سمجھ میں نہیں آتا نیلاں ہم سے ایسی دشمنی کیوں کر رہی ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ ہم اپنی فوجیں تھائی لینڈ' کمبوڈیا اور لاؤس میں نہ پہنچائیں۔ اس پر میں نے کہا تھا کہ جب ہم اس کی وہاں موجودگی پر اعتراض نہیں کر رہے ہیں تو اسے بھی ہماری فوجوں کی وہاں موجودگی پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ تب اس نے کہا تھا کہ ہماری فوجوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ زبردست نقصان پہنچائے گی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا "کیا وہ اسی طرح ہمیں نقصان پہنچاتی رہے گی؟ اس کے خوف سے ہم بہترین موقع گنوا دیں گے؟ اور اپنی فوجوں کو ان تین ممالک کی طرف روانہ نہیں کریں گے؟"

کئی فوجی افسران نے کہا "ہم ضرور اپنی فوجیں وہاں بھیجیں گے اس طرح خوف زدہ ہونے سے بات نہیں بنے گی۔ اس کے آگے گھٹنے ٹیک دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم آئندہ کبھی جنوبی ویت نام چین کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے وہاں موجود نہیں رہیں گے۔"

اعلیٰ افسر کے نام ایک فیکس آیا۔ اس نے اس پر ایک نظر ڈال کر کہا "یہ ایک فیکس آرمی ہیڈ کوارٹر سے لیزی گارڈنے بھیجا ہے۔ میں اسے پڑھ کر سنا رہا ہوں۔"

لیزی گارڈ نے لکھا تھا "آپ لوگوں کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اگرچہ نیلاں نے ہمیں بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے لیکن ہم اس کے سامنے مجبور اور بے بس نہیں ہیں۔ آپ کے تین فرمانبردار ٹیلی پیتھی جاننے والے تیج پال کے ساتھ ہیں۔ اس کے علاوہ تھری جے بھی آپ کے تابع ہیں۔ انہوں نے مجھے آپ تک پہنچایا تھا۔ ایک اور خوش خبری سناؤں کہ تھری جے نے موقع پاتے ہی کینی بال پر بھی تنویمی عمل کیا ہے۔ اس کے دماغ کو مقفل کر چکا ہے۔ نیلاں اس کے بھی دماغ میں نہیں پہنچ سکے گی۔

"آندرے نے براہِ راست نیلاں سے گفتگو کر کے غلطی کی تھی۔ اس کے ذریعے وہ باقی پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں پہنچ گئی تھی۔ اس طرح ہمیں ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہونا پڑا پھر بھی آپ حساب کریں آپ کے پاس تھری جے کا اضافہ ہوا ہے۔ پھر میں ہوں اور کینی بال ہے۔ اس طرح ہم پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ لوگوں کی زبردست قوت بن کر رہیں گے۔ ہم نے یہ طے کر لیا ہے کہ نیلاں کو کبھی ہماری آواز اور لب ولہجہ سننے کا موقع نہیں دیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے اس فیکس کو پڑھ کر سنایا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "ہمارے تھری جے اور لیزی گارڈ نے بہت عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہمیں چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ہاتھ سے نکل جانے کا بہت صدمہ ہو رہا تھا۔ ان کی اس کارکردگی کے باعث یہ صدمہ کم ہو گیا ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "اب ہمیں جلد سے جلد ایسے اقدامات کرنے ہوں گے کہ تھائی لینڈ میں نیلاں کی برتری ختم ہو جائے۔ اگر ہم اسے وہاں سے جانے پر مجبور نہ کر سکے' تب بھی کچھ ایسے کرنا چاہیے کہ نیلاں بھی ہماری طرح بے شمار مسائل میں گرفتار ہوتی رہے۔"

لیزی گارڈ اور تھری جے ان اکابرین کے دماغوں میں رہ کر ان کی باتیں سن رہے تھے۔ اس بار انہوں نے فیکس کے ذریعے جواب نہیں دیا بلکہ وہ کچھ ایسا کام کر رہے تھے جسے راز میں رکھنا ضروری تھا۔ اگر وہ اسے ظاہر کر دیتے تو اندیشہ تھا کہ ان کے دماغوں سے نیلاں کو بہت کچھ معلوم ہو جاتا۔

اس میں شبہ نہیں ہے کہ تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں' تھری جے نے سب سے زیادہ ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ وہ اب تک روپوش رہنے میں کامیاب رہے تھے اور دشمن انہیں تلاش کرنے اور انہیں ٹریپ کرنے میں ہمیشہ ناکام رہے تھے۔ اب وہ لیزی گارڈ اور کینی بال کو اپنے زیر اثر لا کر بڑی رازداری سے کچھ ایسے کام کر رہے تھے۔ جس کے نتیجے میں آگے چل کر امریکا کو نیلاں یعنی سونیا کے سامنے جھکنا نہ پڑتا۔

○☆○

بابا صاحب کے ادارے سے ملنے والی ہدایات کے مطابق سونیا' تھائی لینڈ سے پیرس چلی گئی تھی۔ اور اب ثانی اس کی جگہ نیلاں بننے کے لیے آ رہی تھی۔ پارس اور پورس بنکاک کے ائرپورٹ پر موجود تھے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے ثانی سے رابطہ کیا تھا اور پوچھا تھا "وہ کس فلائٹ سے آ رہی ہے؟"

اس نے کہا تھا "میں کس فلائٹ سے آ رہی ہوں یہ نہیں بتاؤں گی لیکن آج صبح سے شام تک جتنی فلائٹس بنکاک پہنچ رہی ہیں ان میں سے کسی ایک فلائٹ میں ضرور ہوں۔"

پورس نے کہا "ثانی! تم اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہو؟ کیا تم یہاں پہنچو گی تو ہم تمہیں پہچان نہیں سکیں گے؟"

"بالکل نہیں۔ تم تو پھر بھی میرے دیور ہو میرا مجازی خدا بھی مجھے نہیں پہچان سکے گا۔"

پارس نے کہا "تم مجھے چیلنج کر رہی ہو؟"

"ٹھیک ہے اس چیلنج کا اصل مقصد یہ ہے کہ دور رہ کر دیکھتی رہوں گی کہ میری غیر موجودگی میں تم کس حد تک شرافت سے زندگی گزار رہے ہو اور پورس کو بھی تم نے آدمی بنایا ہے یا نہیں؟"

پورس نے کہا "ثانی! ذرا زبان سنبھال کر بولو' کیا میں آدمی نہیں ہوں جو پارس مجھے آدمی بنائے گا؟"

"یہ تو میں آگر ثابت کروں گی کہ تم دونوں کیسے بگلا بھگت بن کر رہتے ہو۔"

پورس نے کہا "میں تمہارا چیلنج قبول کرتا ہوں تم وعدہ کرو' اگر میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا تو تم یہاں رہنے کے دوران میں صرف اپنے پارس کو لگام دیتی رہو گی اور میرا پیچھا چھوڑ دو گی۔ میرے خلاف جاسوسی نہیں کرو گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔ پارس تم سن رہے ہو اگر پورس نے مجھے ڈھونڈ نکالا تو میں دن رات صرف تم پر مسلط رہوں گی اور وہ آزاد پنچھی کی طرح کھلی فضاؤں میں اڑتا رہے گا۔ تم اسے حسرت سے دیکھتے رہو گے۔"

"میں اتنا نادان نہیں ہوں۔ پورس کو موقع ہی نہیں دوں گا کہ وہ تمہیں ڈھونڈ نکالے۔"

"یہ ثانی بڑی چالاکی سے ہم دونوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکا رہی ہے۔ میں اسے ڈھونڈتا رہوں گا اور تم میری تلاش کو ناکام بناتے رہو گے اور یہ ہم دونوں کو رسہ کشی میں الجھا کر روپوش... رہنے میں کامیاب ہوتی رہے گی۔"

"کیوں ثانی تم یہاں آنے سے پہلے ہی مکاری دکھا رہی ہو؟"

"اسے میری مکاری سمجھو یا محبت' میں تم دونوں کو راہ راست پر لانے کے لیے آ رہی ہوں۔"

"تم یہاں نیلاں بن کر اپنے فرائض ادا کرنے آ رہی ہو۔"

"میرے فرائض یہ بھی ہیں کہ اپنے میاں کو جلیبی کی طرح ٹیڑھا نہ رہنے دوں بانس کی طرح سیدھا رکھوں۔"

"تم نے پورس سے تو یہ طے کر لیا کہ وہ تمہیں ڈھونڈ نکالے گا تو تم انعام کے طور پر اسے آزاد رہنے دو گی مجھ سے بھی یہ طے کرو اگر میں نے تمہیں ڈھونڈ نکالا تو مجھے کیا انعام ملے گا؟"

"کیوں خوامخواہ شرط لگا رہے ہو مجھے ڈھونڈ نہیں سکو گے۔"

"بھئی ڈھونڈ نہیں سکوں گا لیکن شرط لگانے میں حرج کیا ہے؟"

"ٹھیک ہے' تم مجھے ڈھونڈ نکالو گے تو میں ہر روز تمہیں چھ گھنٹے کی آزادی دے دیا کروں گی۔ اور کبھی خیال خوانی کے ذریعے بھی تمہارے خلاف جاسوسی نہیں کروں گی۔"

ان تینوں کے درمیان یہ طے پا گیا۔ یہ ایک طرح کی آنکھ مچولی کا کھیل بھی تھا۔ وہ چھپتی رہتی اور دونوں بھائی اسے تلاش کرتے رہتے۔

یہ آنکھ مچولی تین بچے نہیں کھیل رہے تھے۔ تین غیر معمولی ذہانت رکھنے والے کھیل رہے تھے۔ وہ اپنی ذہانت سے اور چالاکی سے اسے تلاش کرنے والے تھے اور وہ اپنی چالاکی سے روپوش رہ کر ان کے لیے چیلنج بننے والی تھی۔

وہ دونوں اس کے دماغ سے نکل آئے۔ پارس نے کہا "میری بلی مجھ سے میاؤں کر رہی ہے میں اسے باتوں میں الجھا کر اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔"

پورس نے کہا "میں بھی یہی کر رہا تھا اور معلوم کر رہا تھا کہ وہ جس طیارے میں سفر کر رہی ہے اس کے آس پاس کس قسم کے مسافر ہیں؟ انہوں نے کیسے لباس پہن رکھے ہیں؟ اور ان میں سے دو چار کن ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں؟"

پارس نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ ایک طرف خلا میں تکتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پورس نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو کیا خیال خوانی میں مصروف ہو؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "ہاں میں نے ایک شخص کی آواز سنی تھی پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر رہا تھا۔ وہ ٹورسٹ کمپنی کا ایک گائیڈ ہے اس کے ساتھ آٹھ نوجوان لڑکیاں تین عمر رسیدہ خواتین اور دس مرد سیاحت کے لیے بنکاک آ رہے ہیں۔ یہاں سے پھر وہ سنگاپور جائیں گے۔"

پورس نے کہا "یہ تو اور آسان سی بات ہو گئی جس طیارے میں ٹورسٹ کمپنی کے وہ تمام سیاح آئیں گے اسی میں ثانی موجود ہو گی۔"

پارس نے کہا "وہ میری شریک حیات ہے۔ میں نے اس کے ساتھ دن رات گزارے ہیں۔ اس کی رگ رگ کو سمجھتا ہوں۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کیسے وقت کیسی چالیں چلتی ہے۔"

"ہاں تم مجھ سے زیادہ اسے سمجھ سکتے ہو۔ یہ بتاؤ فی الوقت وہ کیسی چال چلے گی؟"

"وہ نوجوان ہے اور نوجوان سیاح لڑکیوں میں شامل ہو جائے گی۔ ان میں سے ایک لڑکی کو ثانی کی حیثیت سے اپنی سیٹ پر پہنچا

دے گی۔"

پورس نے کہا "وہ تو پہلے ہی سے میک اپ اور کسی نئے گیٹ اپ میں ہوگی' ہم نہیں جانتے کہ وہ کیسی نظر آتی ہے لہٰذا ٹورسٹ کمپنی کی سیاح لڑکیوں کے درمیان رہے گی تو پہچانا مشکل ہو جائے گا۔"

پارس نے کہا "تمہارے لیے مشکل ہوگا میں اسے پہچان لوں گا۔"

"مجھے معلوم تو ہو کہ کیسے پہچانو گے؟"

"تم بھول گئے۔ میں نے ایک بار تمہیں بتایا تھا کہ جس کے ساتھ میں ایک دو راتیں گزار لیتا ہوں' اس کے بدن کی مخصوص مہک میری یادداشت میں محفوظ ہو جاتی ہے۔ دوبارہ وہ کسی بھی میک اپ اور بہروپ میں آئے تو میں اس کے بدن کی مہک سے اسے پہچان لیتا ہوں۔"

"پارس تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا ٹانی تمہاری اس صلاحیت کو نہیں جانتی ہوگی کیا وہ اپنے بدن کی مہک کو چھپانے کے لیے پرفیوم اسپرے کر کے یہاں سے نہیں گزرے گی۔"

"ہاں وہ یہ چالاکی دکھا سکتی ہے لیکن میں کوشش کروں گا کہ پرفیوم اسپرے کرنے کے باوجود اسے پہچان سکوں۔"

وہ دونوں ایک کاؤنٹر کے پاس کھڑے ہوئے ٹھنڈی بوتلیں پی رہے تھے اسی وقت ایک قد آور جوان ایک حسین دوشیزہ کے ساتھ آیا۔ اس دوشیزہ کو دیکھتے ہی پارس اور پورس مشروب پینا بھول گئے۔ مرد ساتھی نے لڑکی سے پوچھا "کیا پیو گی؟"

وہ بولی "مجھے اورنج جوس پسند ہے۔"

اس شخص نے ایک اورنج جوس اور بنانا جوس کا آرڈر دیا۔ وہ دوشیزہ پرس میں سے ایک چھوٹی سی پرفیوم کی شیشی نکال کر اپنے لباس پر ذرا ذرا سا پرفیوم اسپرے کرنے لگی پھر اسے پرس میں واپس رکھ کر اس نے سر گھما کر پارس اور پورس کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں ایک ٹک اسے دیکھے جا رہے تھے۔ ان کے دیکھنے کے انداز سے وہ ذرا جھجک سی گئی پھر اس نے سر گھما کر اپنے ساتھی سے کہا "مرد کو جتنا بھی کھمن کھلاؤ۔ اس کا جی نہیں بھرتا۔ نئی کھمن کی نکیہ دیکھتے ہی اس کی رال ٹپکنے لگتی ہے۔"

اس کے ساتھی نے ہنستے ہوئے کہا "میں ایسے ہوس پرست مردوں میں سے نہیں ہوں۔ تم مجھے جب چاہو آزما سکتی ہو۔"

پارس نے خیال خوانی کے ذریعے پورس سے کہا "یار! یہ مجھے بالکل اپنی ٹانی کی طرح لگ رہی ہے۔ ویسا ہی قد اور ویسی ہی فگر ہے۔"

"تم اپنی ٹانی سے اس قدر متاثر ہو کہ دوسری حسین لڑکیاں بھی تمہیں ویسی ہی دکھائی دینے لگی ہیں۔ کیا ایک جیسے قد کی ایک جیسی صحت مند لڑکیاں نہیں ہوتیں؟"

"لیکن ٹانی کو اورنج جوس بہت پسند ہے اور تم نے دیکھا کہ وہ ابھی اپنے لباس پر پرفیوم اسپرے کر رہی تھی۔ کیا یہ اس سے اپنے بدن کی مہک کو چھپانا چاہتی ہے؟"

پورس نے کہا "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ آؤ اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھ لیتے ہیں۔"

دونوں نے بیک وقت خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر اس دوشیزہ کے دماغ میں آئے۔ وہ یوگا نہیں جانتی تھی اور نہ ہی اس کا ذہن اتنا حساس تھا کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا نام ذی سلوانا ہے۔ وہ اسپین سے آئی ہے۔ یہاں ایک بوڑھے میاں بیوی کے مکان میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے رہتی ہے۔ اس کے ساتھ جو شخص ہے اس کا نام راجر میٹ ہے۔ وہ یہاں کی فلائنگ کمپنی میں ایک پائلٹ ہے۔ کل ذی سلوانا اس کے ہیلی کاپٹر میں سنگاپور گئی تھی۔ رات کو واپس آئی تھی۔ آج پھر تفریح کے لیے جانا چاہتی تھی لیکن اس کی سہیلی آنے والی تھی لہٰذا وہ اس کے استقبال کے لیے ائرپورٹ آئی تھی۔

وہ اورنج جوس پی رہی تھی۔ پارس اور پورس اس کے دماغ سے نکل آئے۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "پارس! تم اس حسینہ ذی سلوانا کے مزید خیالات پڑھتے رہو اور معلوم کرو کہ یہاں کیوں آئی ہے؟ کیا صرف سیر و تفریح کرتی ہے یا کوئی اور مقصد ہے۔ میں تب تک اس سے باتیں کر رہا ہوں۔"

پورس نے کہا "ہمیں اس طرح یہ معلوم ہوگا کہ واقعی ٹانی طیارے میں سفر کر رہی ہے اور یہ ٹانی کی طرح پرفیوم اسپرے کرنے کے بعد اورنج جوس پی رہی ہے تو اس کی اصلیت کیا ہے؟"

بابا صاحب کے ادارے کے اور میری فیملی کے جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں ان کے دماغوں میں پہنچ کر کوئی کسی کے صحیح چور خیالات معلوم نہیں کر پاتا ہے جو جیسے بہروپ میں ہوتا ہے ویسے ہی اس کے خیالات ڈھل جایا کرتے ہیں اور وہی خیالات دوسروں پر ظاہر ہوتے ہیں۔

انہیں ہر پہلو سے یہ تصدیق کرنا تھی کہ ٹانی یہ ہے جو قریب کھڑی ہوئی اورنج جوس پی رہی ہے یا وہ ہے جو ابھی طیارے میں سفر کر رہی ہے؟

وہ دونوں اس کی چال بازیوں کو خوب سمجھتے تھے اور پارس تو اس کا جیون ساتھی ہونے کی حیثیت سے اس کی رگ رگ کو پہچانتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اسے ڈھونڈ نکالے گا۔

اسی لیے وہ پھر ٹانی کے دماغ میں آیا۔ وہ طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ اس سے بولی "یہ بار بار میرے پاس کیوں آ رہے ہو۔ کیا صبر نہیں کر سکتے؟ اب تو جہاز پہنچنے والا ہے۔"

"پتا نہیں تم کس جہاز میں ہو۔ یہاں انفارمیشن بورڈ پر تین جہازوں کے بارے میں لکھا ہوا ہے۔ وہ آدھے آدھے گھنٹے کے وقفے سے رن وے پر اترنے والے ہیں تم یہ تو نہیں بتاؤ گی کہ کس جہاز سے آ رہی ہو؟"

"یہ تو تم دونوں کو معلوم کرنا چاہیے۔ میرا نام بدلا ہوا ہے۔ حلیہ بدلا ہوا ہے۔ بچپن میں آنکھ مچولی نہ کھیلی ہو تو اب کھیل کر دیکھ لو۔"

"وہ تو ہم کھیل ہی رہے ہیں بس ویسے ایک حیرانی کی بات یہ ہے کہ ایک جوان حسینہ ہمارے قریب کھڑی ہوئی اورنج جوس پی رہی ہے اس کا قد بالکل تمہارے برابر ہے تمہاری طرح صحت مند ہے اور وہ تمہاری طرح اپنے لباس پر اسپرے کر رہی تھی۔"

ٹانی نے ہنستے ہوئے کہا "بہت خوب! یعنی جتنی حسین دوشیزائیں جو میرے قد کے برابر ہوں اگر وہ پرفیوم اسپرے کرتی ہیں تو اس کا مطلب ہے وہ میں ہی ہوں۔ دنیا کی کوئی اور حسینہ پرفیوم سے دلچسپی نہیں رکھتی' صرف میں رکھتی ہوں۔"

"یہ بات نہیں ہے وہ تمہاری طرح اورنج جوس بھی پی رہی ہے۔"

"تمہاری عقل کا ماتم کرنا چاہیے کہ اورنج جوس سپلائی کرنے والی کمپنی صرف میرے لیے ہی یہ جوس سپلائی کرتی ہے۔"

"یوں طعنے دے رہی ہو۔ ہم تو ہر پہلو سے غور کریں گے۔"

"بے شک غور کرو اور تماشا دیکھو کہ جہاں موجود ہو' وہاں بھی میں کھڑی ہوئی اورنج جوس پی رہی ہوں اور یہاں بھی طیارے میں سفر کر رہی ہوں۔"

"تم یہاں رہو یا طیارے میں رہو۔ سمندر کی تہ میں جا کر چھپ جاؤ یا پاتال میں روپوش ہو جاؤ' میرا نام پارس ہے۔ میں تمہیں کھمن میں چھپے ہوئے بال کی طرح ایک چٹکی سے پکڑ کر نکال لاؤں گا۔"

"اچھا اب ذرا خاموش رہو۔ مجھے نیلماں کا رول ادا کرنا ہے۔"

"تم یہ کہہ کر ثابت کرنا چاہتی ہو کہ واقعی تم ٹانی ہو اور مما کی مجرا رول ادا کرنے آئی ہو۔"

"پلیز کام کے وقت مجھے کام کی باتیں سوچنے دو۔ مجھے اپنا کام کرنے دو۔"

"مما نے تمہیں یہاں کے معاملات تفصیل سے سمجھائے ہوں گے ذرا میں بھی تو سنوں کہ تم یہاں پہنچنے سے پہلے کیا کر چکی ہو اور کیا کرنے والی ہو؟"

"تھائی حکومت کا ایک حکمران اور اس کی فوج کا ایک اعلیٰ افسر امریکی اکابرین سے یہ معاہدہ کر چکے ہیں کہ دو دن بعد امریکی فوج تھائی لینڈ کے شمال مشرقی علاقوں میں اتاری جائے گی۔ اس سے ایک گھنٹے پہلے ان کو یہ وارننگ دی تھی کہ وہ اس معاہدے کو عملی جامہ پہنانے کے کام سے باز آ جائیں ورنہ دو دن تو بہت دور ہیں۔ انہیں فوراً ہی نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

یہ کہہ کر ٹانی نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر تھائی فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر بولی "یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں کون ہوں؟"

اعلیٰ افسر نے پریشان ہو کر کہا "میڈم نیلماں! آپ پھر آ گئی ہیں؟"

"تم کچھ بولو یا نہ بولو میں تمہارے چور خیالات سے معلوم کر رہی ہوں کہ تمہارا معاہدہ عملی صورت اختیار کر رہا ہے یا نہیں؟"

وہ کہنے لگا "میڈم! ہمارے ذاتی معاملات میں آپ کو مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔ ہم اپنے ملک اپنی قوم کے تحفظ کے لیے جو بہتر سمجھیں گے' وہ کریں گے۔"

اس کے بولنے کے دوران ٹانی اس کے چور خیالات پڑھ چکی تھی۔ پارس بھی پڑھ چکا تھا پھر ٹانی نے کہا "کتے کی دم ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہی رہے گی۔ میں سیدھا کرنے کی حماقت نہیں کرتی کیونکہ وقت ضائع ہوتا ہے جو دم سیدھی نہیں ہوتی اسے کاٹ کر پھینک دیتی ہوں اور اب میں تمہیں کاٹ کر پھینکنے سے پہلے ایک گھنٹے کی مہلت دے رہی ہوں۔ زندہ رہنا چاہتے ہو یا مردہ کہلانا چاہتے ہو ایک گھنٹے بعد آ کر پوچھوں گی۔"

وہ دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو گئی۔ پارس نے کہا "اب مجھے یقین ہو گیا کہ تم میری ٹانی ہو۔"

وہ بڑی سنجیدگی سے بولی "پارس! مجھے تم سے ایسی توقع نہیں تھی تم مجھ سے بڑی محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور یہ بھی دعویٰ کرتے ہو کہ مجھے لاکھوں میں پہچان لیا کرو گے۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ مجھے جاننے اور پہچاننے میں اتنی دیر سے بھٹک رہے ہو۔"

"اگر تم مجھ سے کچھ فاصلے پر ہوتیں تو میں تمہیں لاکھوں میں پہچان لیتا لیکن بہت دور ہو۔ اس لیے تمہیں پہچاننے میں اتنی دیر ہوئی ہے کوئی بات نہیں ہے بہرحال میں نے تمہیں پہچان تو لیا ہے۔"

"پہچان لینے سے کیا ہوتا ہے۔ میں نے شرط لگائی ہے کہ مجھے ڈھونڈ نکالنا ہوگا۔ میں آ رہی ہوں ابھی یہ جاننا باقی ہے کہ میں کس طیارے سے آ رہی ہوں اور کس نام اور کس حلیے میں آ رہی ہوں۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "ذرا طیارے سے اتر کر ایئرپورٹ تو آؤ۔ میں پیچھے سے تمہاری گردن پکڑ کر ثابت کروں گا کہ میری بلی مجھ ہی سے میاؤں نہیں کر سکتی۔"

"ٹھیک ہے دیکھ لوں گی۔ اب مجھے دماغی طور پر حاضر رہنے دو۔ یہاں سے جاؤ پلیز۔"

پارس دماغی طور پر پورس کے قریب حاضر ہو گیا۔ پورس نے اسے دیکھ کر پوچھا "ٹانی سے باتیں کر رہے تھے؟"

ہاں پوری طرح یقین کر لیا ہے کہ وہ طیارے میں ہے۔ اس نے نیلماں کی حیثیت سے ایک تھائی فوج کے اعلیٰ افسر کو سخت وارننگ دی ہے۔"

ذی سلوانا اور نج جوس پی چکی تھی اور ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے ساتھ وہاں سے ذرا دور جا کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ پورس نے کہا "میں نے اس کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اس کے مزید خیالات بتا رہے تھے کہ وہ ایک رئیس زادی ہے۔ والدین کی وفات کے بعد بے انتہا دولت اور جائیداد کی مالک بن گئی ہے۔ یورپ اور امریکا کی کتنی ہی تفریح گاہوں کی سیر کرتی رہتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنا ایک آئیڈیل تلاش کرنا چاہتی ہے۔ دو دن پہلے وہ مشرق بعید کے اس علاقے میں آئی تھی جب یہاں کی تفریح گاہوں میں گھومتی پھرتی ہے اس کی ایک بات نے مجھے بہت ہی مایوس کیا ہے۔"

"کون سی بات؟"

"تم سنو گے تو خوشی سے پھولے نہ لگو گے۔"

"بات کیا ہے؟"

"میں تم سے کم نہیں ہوں۔ خوب رو ہوں' اسمارٹ ہوں پھر وہ مجھ میں کیوں دلچسپی نہیں لے رہی ہے؟"

"یعنی کہ وہ مجھ میں دلچسپی لے رہی ہے۔"

"تم اس کے دماغ میں جا کر چور خیالات نہیں پڑھ سکتے؟"

پارس نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ اسے حیرانی ہوئی۔ اتنی دور بیٹھ کر وہ کبھی کبھی سر گھما کر دیکھتی تھی پھر اپنے ساتھی پائلٹ سے باتیں کرنے لگتی تھی۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ پارس سے متاثر ہو گئی ہے۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر پورس سے بولا "اللہ رحم کرے۔ ادھر ثانی آ رہی ہے۔ ادھر وہ حسینہ مجھ پر لٹو ہو رہی ہے۔ یہ تو گڑبڑ ہو جائے گی۔"

"گڑبڑ کیوں ہو گی؟ وہ تو دور ہی دور سے متاثر ہو رہی ہے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ وہ تمہیں اچھی لگتی ہے تو دور ہی سے آنکھیں سینکتے رہو۔ اور یہ سمجھ لو کہ وہ ہاتھی کے دانت ہیں صرف دیکھنے کے لیے ہیں۔"

"یار! کیوں دل پر آری چلا رہا ہے۔ اتنے عرصے کے بعد ایسی زبردست حسینہ میری طرف مائل ہو رہی ہے جب سے میں نے اس کے خیالات پڑھ کر یقین کیا ہے۔ تب سے یہ مجھے دنیا کی سب سے حسین لڑکی دکھائی دے رہی ہے۔"

پورس نے کہا "گھڑی دیکھو۔ آدھے گھنٹے بعد ان تین جہازوں میں سے پہلا جہاز یہاں پہنچنے والا ہے۔"

"بھئی آدھا گھنٹا بہت ہوتا ہے۔ جب تک میں اس حسینہ کے کچھ اور خیالات پڑھوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ پھر ذی سلوانا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ پائلٹ سے کہہ رہی تھی "اپنے دل کی بات کہنے کا ہر شخص کو حق پہنچتا ہے تم بھی اپنے دل کی بات مجھ سے کہہ رہے ہو لیکن مجھے افسوس ہے۔ میں نے تم سے صرف دوستی کی ہے' دوستی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ عشق ہو گیا ہے۔"

پائلٹ نے کہا "سلوانا تم مجھے مایوس کر رہی ہو۔ یہ بتاؤ تمہیں کیا کمی ہے۔ کیا میں ہینڈسم اور اسمارٹ نہیں ہوں؟"

"تم بہت اچھے ہو کتنی ہی لڑکیاں تمہارے ایک اشارے پر تمہاری لائف پارٹنر بننے کے لیے تیار ہو جائیں گی۔"

"تم کیوں مجھ سے کترا رہی ہو؟"

"اس لیے کہ میرا آئیڈیل کوئی اور ہے۔"

یہ کہتے کہتے اس نے ذرا سا سر گھما کر پارس کی طرف دیکھا۔ پارس ایک تو اس کے دماغ میں موجود تھا پھر وہ اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ پورس نے اس کے دماغ میں کہا "یار تو بڑا لکی ہے۔ میں کھیل سمجھ رہا تھا۔ وہ تو سچ مچ تجھے اپنا آئیڈیل بنا چکی ہے۔"

اس وقت پائلٹ کہہ رہا تھا "سلوانا! تم نے مجھ سے کہا کہ پچھلے ایک برس سے یورپ اور امریکا کے کتنے ہی ممالک کی سیر کر رہی ہو اور اب یہاں فار ایسٹ میں آئی ہو۔ تمہارا مقصد ایک ہے تم اپنے آئیڈیل کی تلاش میں ہو تمہاری طرح میں بھی آئیڈیل کی تلاش میں ہوں تم پہلی گرل فرینڈ ہو جو میرے دل کے بہت قریب پہنچ گئی ہو۔"

سلوانا نے کہا "پلیز' مجھ سے ایک عاشق کے انداز میں گفتگو نہ کرو۔ ہم صرف دوست ہیں۔"

"اگر میری محبت سچی ہے تو میں تمہیں اپنی طرف مائل کر کے دکھاؤں گا۔"

پارس نے کہا "یہ کم بخت تو اس کے پیچھے پڑ گیا ہے۔"

پورس نے کہا "رقیب روسیاہ ہے۔ اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکنا کون سا مشکل ہے۔"

"پورس! تم اس کے دماغ میں جاؤ اور سلوانا کو اس کے دماغ سے نکالنے کی کوشش کرو۔"

پورس اس پائلٹ کے دماغ میں آیا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ اس کا نام راجر میٹ تھا۔ وہ تھائی لینڈ کی رائل فلائنگ کمپنی میں ہیلی کاپٹر کا پائلٹ تھا اور فیملی لائف گزار رہا تھا۔ اس کی ایک بیوی اور دو بچے تھے لیکن وہ سلوانا سے جھوٹ کہہ چکا تھا کہ اس نے شادی نہیں کی اور نہ ہی کسی گرل فرینڈ سے عشق کیا ہے۔

اس نے پارس سے کہا "یار یہ پائلٹ راجر میٹ تو سلوانا سے فراڈ کر رہا ہے۔"

یہ سن کر پارس اس کے دماغ میں پہنچا اور وہی خیالات پڑھے جو پورس معلوم کر چکا تھا اسی وقت اعلان ہونے لگا کہ تین جہاز سے آنے والی فلائٹ پہنچ گئی ہے۔ جہاز رن وے پر اتر چکا ہے۔

وہ دونوں وہاں سے چلتے ہوئے لگیج ہال کے دروازے کی طرف گئے۔ ثانی اور دوسرے مسافر امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر اپنا سامان لا کر لگیج ہال سے باہر آنے والے تھے۔ پارس نے کہا "یہاں پوری توجہ سے ثانی کو پہچاننا ضروری ہے۔ ادھر ایک نیا انکشاف ہوا ہے کہ وہ پائلٹ راجر میٹ فراڈ ہے۔ میں یہاں توجہ سے ثانی کو تلاش کرتا رہوں گا۔ تم معلوم کرتے رہو کہ راجر میٹ حسین لڑکیوں سے صرف فلرٹ کرتا ہے یا کسی ضرورت کے تحت سلوانا کو پھانس رہا ہے؟"

پورس' راجر میٹ کے پاس چلا گیا۔ اس وقت سلوانا اسی لگیج ہال کے دروازے کے قریب آئی تھی۔ پارس نے اس پر ایک پیار بھری نظر ڈالی پھر خیال خوانی کے ذریعے ثانی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اس نے دوسری بار اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "تم نے سانس کیوں روک لی؟"

"میں یہ نہیں چاہوں گی کہ تم مجھے ڈھونڈ نکالو۔ جب تک میں تمہارے دماغ میں نہ آؤں تم میرے پاس نہ آنا پلیز جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی کہ وہ اسی فلائٹ سے آئی ہے اسی لیے اپنے دماغ میں آنے سے منع کر رہی ہے۔ اگر پارس اس کے دماغ میں رہتا تو یہ آسانی سے معلوم ہو جاتا کہ وہ کب امیگریشن کاؤنٹر پر پہنچ رہی ہے اور کب لگیج ہال سے اپنا سامان لے کر باہر آ رہی ہے۔ پورس نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "اے بھئی پارس! یہ تو کمال ہو گیا۔"

پارس نے پوچھا "کیا ہو گیا؟"

"ایک نیا انکشاف ہوا ہے وہ راجر میٹ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا آلہ کار ہے۔"

اس نے چونک کر پوچھا "یار! کیا کہہ رہے ہو؟"

"تم خود اس کے دماغ میں جا کر معلوم کر لو۔"

"ہم تھوڑی دیر بعد بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔ ابھی تو ثانی کو ڈھونڈنا ہے۔ پہلے اس کی طرف توجہ دو مسافر لگیج ہال سے باہر آنے لگے ہیں تم ایک ایک لڑکی ایک ایک عورت کو توجہ سے دیکھو۔ میں بھی دیکھ رہا ہوں اور سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

مسافر ٹرالی میں سامان بھر کر لگیج ہال سے باہر آ رہے تھے پھر کئی لڑکیاں' عورتیں مرد ایک دوسرے کے پیچھے قطار بنائے باہر آنے لگے۔ وہ ایک دوسرے سے کچھ بولتے جا رہے تھے۔ جس سے پتا چلا کہ سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ وہ سیاحوں کی ٹیم تھی۔

انہوں نے ثانی کے دماغ میں رہ کر گفتگو کرنے کے دوران میں یہ معلوم کیا تھا کہ ٹورنگ ایجنسی کی طرف سے بہت سے سیاح اسی علاقے میں آ رہے ہیں۔ اس طرح یہ یقین ہو گیا تھا کہ ثانی بھی اسی علاقے میں آئی ہے۔ وہ دونوں ان تمام لڑکیوں اور عورتوں کو گہری نظروں سے دیکھنے لگے جو ثانی کی طرح قد آور اور صحت مند تھیں۔ ایسے ہی وقت ایک لڑکی دکھائی دی۔ وہ لگیج ہال کے دوسرے ہاتھ ہلاتے ہوئے بولی "ہائے سلوانا میں آ گئی ہوں۔"

اس لڑکی کے شانے پر ایک سفری بیگ لٹک رہا تھا اور ایک ہاتھ میں چھوٹی سی اٹیچی تھی۔ وہ ثانی کی طرح قد آور تو نہیں تھی لیکن پھر بھی چھوٹا قد نہیں تھا۔ ثانی سے دو چار انچ چھوٹی ہو گی مگر بہت ہی خوب صورت اسمارٹ اور صحت مند تھی۔ وہ لگیج ہال سے باہر آ کر سلوانا کے گلے سے لگ گئی۔

پارس نے کہا "پورس! تم اس سیاح لڑکی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرو۔ شاید وہ ثانی ہو گی میں اس وقت تک سلوانا سے ملنے والی اس لڑکی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

پارس نے کہا "سلوانا سے جو گلے مل رہی ہے..... وہ ثانی کے قد کے برابر نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ ثانی نہیں ہے۔"

"وہ نہیں ہے مگر سلوانا پر تو ہمیں شبہ کرنا چاہیے۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم سلوانا کے ساتھ لگے رہنا چاہتے ہو اور ثانی کو تلاش کرنے کی ذمے داری مجھ پر ڈال رہے ہو۔"

"یار پورس! کبھی تو آزمائش کے وقت اپنے بھائی کے کام آیا کرو۔ وہ دیکھو وہ سیاح لڑکی اسنیک بار کے کاؤنٹر کے پاس گئی ہے۔ وہاں سے وہ پھر پتا نہیں کہاں چلی جائے گی۔ اسے ہم خیال خوانی کے ذریعے تلاش نہیں کر پائیں گے۔ پہلے اس کے دماغ میں تو پہنچو۔"

"ٹھیک ہے تم کہہ رہے ہو تو میں جا رہا ہوں اس کے دماغ میں جگہ بنانے کے بعد آواؤں گا کیونکہ وہ دیکھو اب ایک تیسری لڑکی باہر آ رہی ہے۔ وہ بالکل ثانی کے قد کے برابر ہے اور ویسی ہی صحت مند ہے۔"

پارس نے کہا "لیکن کسی مرد کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ایک بچہ بھی ہے۔"

ایسی حسین اور اسمارٹ عورت کو دوشیزہ نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ ایک چھ برس کا بچہ اس کی انگلی پکڑ کر چلتا ہوا آ رہا تھا اور اس کے ساتھ ایک جواں مرد ٹرالی پر سامان رکھے ہوئے چل رہا تھا۔ جب وہ اپنے شوہر اور بچے کے ساتھ لگیج ہال سے باہر آئی تو پارس نے آگے بڑھ کر کہا "ایکسکیوزمی میڈم! کیا آپ کا نام ثانیہ پارس ہے؟"

وہ بولی "سوری میرا نام یہ نہیں ہے اور جو نام ہے وہ میں کسی اجنبی کو نہیں بتاتی۔"

پارس ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ اپنے شوہر اور بچے کے ساتھ آگے بڑھتی چلی گئی۔ دوسری طرف پورس اس سیاح لڑکی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا اور پارس' سلوانا میں دلچسپی لے رہا تھا۔ اس کی سہیلی شیبے سے بالاتر تھی کیونکہ ثانی کتنی ہی چالاکی سے میک اپ کرتی لیکن اپنا قد دو چار انچ گھٹا نہیں سکتی تھی۔

اس نے سلوانا کے دماغ میں رہ کر معلوم کیا اس کی سہیلی کا نام ثانیہ تھا۔ تین برس پہلے وہ دونوں کیمبرج میں ایک ساتھ پڑھتی تھیں۔ تب سے ان کی گہری دوستی تھی۔ جب سلوانا کو معلوم ہوا کہ

اس کے والدین کا بھی انتقال ہوگیا ہے تو اس نے فون پر کہا تھا۔ "میرے پاس چلی آؤ میں مشرق بعید کے ملک تھائی لینڈ میں ہوں۔ ہم دونوں ساتھ رہیں گی۔ میرے پاس دولت کی کمی نہیں ہے ہم ساری عمر عیش کرسکتے ہیں۔ اس طرح ہمیں اتنی بڑی دنیا میں تنہائی کا احساس نہیں ہوگا۔"

ثبانہ کا دنیا میں کوئی سگا نہ تھا مگر دور کے رشتے دار تھے۔ وہ رشتے داروں کی محتاج رہنا نہیں چاہتی تھی۔ خود کوئی اچھی سی ملازمت کرکے اپنے طور پر زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ اس نے سلوانا سے کہا تھا "تم مجھ سے بہت محبت کرتی ہو اور میں جانتی ہوں ہم آئندہ ساتھ رہیں گے تو ہماری محبت کم نہیں ہوگی۔ تم کبھی مجھ سے بیزار نہیں ہوگی۔ اس کے باوجود میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے اپنے ساتھ پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے رکھو۔ میرے لیے ماہانہ تنخواہ مقرر کردو' میری ملازمت بھی جاری رہے گی اور ہماری دوستی بھی قائم رہے گی اور مجھے احساس رہے گا کہ میں اتنی پیاری سہیلی پر بوجھ نہیں ہوں۔"

سلوانا نے کہا "تم بہت اچھی ہو اور بہت معقول باتیں کرتی ہو' اس لیے میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔ ٹھیک ہے' تم میری پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے چلی آؤ۔ میں بنکاک میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

اس طرح ثبانہ تمام معاملات طے کرنے کے بعد سلوانا کے پاس چلی آئی تھی۔ پورس اس اسنیک بار کے کاؤنٹر پر جاکر دوسروں کی آوازیں سنتا ہوا اس مطلوبہ لڑکی کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ بار بار پلٹ کر ثبانہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب سے اسے دیکھا تھا۔ اس میں ایک عجیب سی کشش محسوس کررہا تھا۔ کشش محسوس کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پارس اور پورس ایک طویل عرصے سے کسی گرل فرینڈ کے ساتھ وقت گزارنے اور شرارتیں کرنے سے محروم رہے تھے۔ وہ دوسرے سنجیدہ معاملات میں بہت مصروف رہتے تھے۔ اب انہیں یقین تھا کہ ثبانی کی آمد کے باوجود وہ کسی نہ کسی گرل فرینڈ میں دلچسپی لیتے ہوئے اور شرارتیں کرتے ہوئے اچھا وقت گزار سکیں گے۔

پارس نے پورس کے پاس آکر پوچھا "یہ کیا ہورہا ہے؟ تمہیں اس سیاح لڑکی کے دماغ میں جانے کی کوشش کرنی چاہیے لیکن تم ثبانہ کی طرف دیکھے جارہے ہو۔"

پورس نے خوش ہوکر پوچھا "اس کا نام ثبانہ ہے؟"

"تم اس کا نام سن کر خوش کیوں ہورہے ہو۔"

"اس لیے کہ نام سے مسلمان معلوم ہوتی ہے۔"

"کیا اس سے رشتے داری کرو گے؟ بولو تو میں تمہارا رشتہ طے کروا دیتا ہوں؟"

"یار تم کباب میں ہڈی کیوں بن رہے ہو؟ میں نے تو تم سے یہ نہیں کہا کہ تم سلوانا میں دلچسپی نہ لو۔"

"تم بے شک ایک نہیں ایک ہزار ثباتاؤں میں دلچسپی لو پہلے کام تو کرو۔"

"جب تم یہاں آگئے ہو تو اس سیاح لڑکی کے دماغ میں جانے کی کوشش کرو۔ میں ذرا ثبانہ کی طرف جارہا ہوں اور اگر یہاں سے جانا چاہے تو یہ بتاؤ کیا تمہیں سلوانا کا تعاقب چاہیے؟"

"ہاں! تعاقب تو کرنا چاہیے' اس کے ساتھ ہونا پرفیکٹ میٹ ہے۔ اس کے بارے میں اہم انکشاف ہوا ہے۔ کہانی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں آتا ہے۔ لہٰذا ہم ابھی سلوانا کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے اس کے ذریعے ہم راجر میٹ کے بارے میں مزید اہم معلومات حاصل کرتے رہیں گے۔"

پورس' ثبانہ اور سلوانا کے پاس چلا گیا۔ پارس ان سیاحوں کے درمیان سے گزرتا ہوا مطلوبہ سیاح لڑکی کی طرف جانے لگا تھا کہ قریب پہنچ کر کسی بہانے سے مخاطب کرے گا یا کوئی حرکت کرے گا کہ لڑکی خود اس سے مخاطب ہونے پر مجبور ہوجائے۔ لیکن اس کے قریب پہنچتے ہی کسی کوشش کے بغیر لڑکی نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور کہا "ہائے! اب تم مجھ سے کچھ کہنا چاہو گے؟"

وہ ایک دم سے چونک گیا کیونکہ وہ اس کے اس دماغ میں آنے والی بات کہہ رہی تھی۔ جس سے یہ بات ظاہر ہورہی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "ہائے ثانی! تمہیں ڈھونڈ نکالنے میں زیادہ دیر نہیں ہوگئی۔"

وہ حسینہ اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولی "میرا نام ثانی نہیں لیزا ہے۔"

اس سے مصافحہ کرتے ہی پارس کو مایوسی ہوئی کیونکہ اس کا ہاتھ بہت نازک تھا۔ اس نے لیزا سے کہا "سوری! مجھ سے پہچاننے میں غلطی ہوئی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "غلطی درست کی جاسکتی ہے۔ اگر تم رئیس زادے ہو تو میں تم سے دوستی کرسکتی ہوں کیونکہ میں سیاحت کے لیے آئی ہوں' میرے پاس رقم کم پڑسکتی ہے۔"

وہ بولا "مجھے افسوس ہے میں کسی کو گرل فرینڈ نہیں بناتا۔ میری اپنی ایک گرل فرینڈ ہے جس کے دھوکے میں تمہارے آنے کی غلطی کی ہے۔"

وہ وہاں سے پلٹ کر جاتے ہوئے دیکھنے لگا۔ سلوانا اور ثبانہ اس پاکٹ راجر میٹ کے ساتھ ائرپورٹ کی عمارت سے جارہی تھیں۔

پورس نے کہا "وہ فلائنگ کلب کی طرف جارہے ہیں۔ ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے سنگاپور جاکر تفریح کرنے کا ارادہ ہے۔"

پارس نے پوچھا "کیا کیا جائے؟ ادھر سلوانا' سنگاپور کی طرف جارہی ہے اور ادھر ثبانی کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔"

پورس نے کہا "تقریباً تمام مسافر لنچ ہال سے باہر آچکے ہیں۔"

"ہاں! ایسا نہ ہو کہ ثانی تمہیں دھوکا دے رہی ہو۔ اس فلائٹ سے نہ آئی ہو' اگلی فلائٹ سے آنے والی ہو۔"

پورس نے کہا "یار تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اگلی فلائٹ کے انتظار میں یہاں رہو گے؟ کیا سلوانا کے پیچھے سنگاپور نہیں جاؤ گے؟"

"تم سلوانا کا حوالہ دے کر یہ چاہتے ہو کہ اس کے عشق میں اس کا پیچھا کروں۔ صاف طور سے کہو کہ تم ثبانہ کے پیچھے جانا چاہتے ہو۔"

"ایک ہی بات ہے دونوں بھائی کسی کے پیچھے جائیں۔ آخر جانا تو ہے۔"

"کسے جانا ہے؟ ثانی کو کون تلاش کرے گا؟"

اسی وقت دماغ میں ثانی کی سوچ کی لہر ابھری۔ پارس نے کہا۔ "ثانی میرے دماغ میں بول رہی ہے۔"

پورس اس کے دماغ میں آگیا۔ ثانی کہہ رہی تھی "ہیلو پارس اور پورس کیا ہوا؟ کیا تم لوگوں نے مجھے ڈھونڈ لیا؟"

"تم اس فلائٹ سے نہیں آئی ہو اور اگلی دو میں سے کسی ایک فلائٹ سے آنے والی ہو۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں آچکی ہوں اور تمہارے سامنے سے گزر کر جاچکی ہوں۔ اس وقت میں ایک کار میں اپنے فرضی شوہر اور فرضی بچے کے ساتھ کوالالپور جارہی ہوں۔ کل صبح وہاں سے سنگاپور جاؤں گی۔"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "کیا وہ چھ برس کا بچہ جس کی انگلی پکڑ کر جارہا تھا اور جس کے ساتھ ایک شخص ٹرالی میں سامان لیے جارہا تھا۔ وہ تم تھیں؟"

"ہاں! تم نے مجھ سے میرا نام پوچھا تھا اور میں نے نہیں بتایا تھا۔"

"اوہ گاڈ! تم میرے سامنے سے گزر کر گئی ہو؟"

"ہاں! اتفاق کی بات کہہ لو' ایک شخص اپنے بچے کے ساتھ سفر کررہا تھا۔ میں نے اس پر خیال خوانی کے ذریعے قبضہ جمالیا اور اس بات پر آمادہ کرلیا کہ بنکاک پہنچتے ہی وہ مجھے اپنے ساتھ یوں رکھے گا' جیسے میں اس کی بیوی ہوں اور اس کے بچے کی ماں ہوں اور اپنے ساتھ کار میں کوالالپور لے جائے گا۔ ابھی میں اس کے ساتھ وہیں جارہی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم بھی ادھر ہی آرہے ہیں۔"

پورس نے کہا "یہ تو اچھا ہوا کہ جدھر وہ ثبانہ جارہی ہے۔ اسی طرف ثانی جارہی ہے اور اب تو تم بھی اسی طرف کھنچے چلے جاؤ گے کیونکہ تمہیں اپنا آئیڈیل بنانے والی سلوانا کی منزل بھی وہی ہے۔"

وہ دونوں کرائے کی کار میں بیٹھ کر پرائیویٹ فلائنگ کلب کی طرف جانے لگے۔ ثانی ان دونوں کو اس طرح الجھا رہی تھی کہ وہ اس کے قریب ہوتے ہوئے بھی قریب نہیں پہنچ سکتے تھے۔ دراصل سلوانا ہی ثانی تھی۔ وہ دو دن پہلے ہی ذی سلوانا کے نام سے بنکاک آئی تھی۔ چھ برس کا بچہ جس جوان عورت کی انگلی پکڑ کر چل رہا تھا اس کا تعلق ثانی سے نہیں تھا۔ وہ سچ مچ اس بچے کی ماں تھی اور اس کے ساتھ چلنے والے مرد کی بیوی تھی۔

اب وہ پتا نہیں کہاں گئی ہوگی لیکن ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کو پھر دھوکا دیا کہ وہ فرضی بیوی بن کر اور ماں بن کر ایک باپ اور بیٹے کے ساتھ کوالالپور جارہی ہے۔

کچھ عرصے پہلے پورس کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی محبوبہ جینی تھی جسے ایب نارمل کہا جاتا تھا۔ دراصل وہ ایب نارمل اس وقت ہوتی تھی جب اسے غصہ آتا تھا۔ اس کی بس یہی ایک کمزوری تھی کہ غصہ برداشت نہیں کرپاتی تھی۔ ورنہ وہ بہت ہی خطرناک فائٹر تھی اور بے حد ذہین تھی۔ بعد میں بابا صاحب کے ادارے سے کہا گیا کہ اسے ایب نارمل نہیں رہنا چاہیے۔ اس کا علاج کرنے کے لیے اور اس کے ذہن کو پرسکون بنانے کے لیے اسے بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دیا جائے۔

تب سے وہ بابا صاحب کے ادارے میں زیر تربیت تھی۔ روحانی عمل کے ذریعے اس کے اندر بھرپور اعتماد پیدا کیا جاتا تھا۔ اسے سمجھایا جاتا تھا کہ وہ اپنے اندر غیر متزلزل اعتماد قائم کرتی رہے گی تو اسے کبھی غصہ نہیں آئے گا پھر وہ بڑے ٹھنڈے دماغ سے پرسکون رہ کر بدلتے ہوئے حالات اور بدلتے ہوئے دشمنوں کا تجزیہ کرسکے گی اور ہمیشہ کامیابی حاصل کرتی رہے گی۔

وہ پہلے سے ہی اچھی خاصی تربیت یافتہ تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں زیر تربیت رہ کر اس نے اپنے دماغ سے غصے کو ختم کرنا سیکھ لیا' اپنے اندر ایک غیر متزلزل اعتماد پیدا کرلیا پھر بڑی ترتیب اور تنظیم یعنی ڈسپلن کے ساتھ ثانی اور ذہنی کی طرح زندگی گزارنا سیکھ گئی۔ اس کے بعد جب ثانی' تھائی لینڈ جانے کے لیے تیار ہوئی تو جینی سے کہا "تم وہاں میرے ساتھ رہو گی تاکہ اپنے اس گھوڑے کو لگام دے سکو۔"

وہ خوش ہوکر ثانی کے گلے سے لگ گئی پھر بولی "مجھے پورس بہت یاد آتا ہے۔ پتا نہیں وہ مجھے یاد کرتا ہوگا یا نہیں؟"

"تم اسے اچھی طرح لگام دو گی تو وہ ساری زندگی تمہیں یاد کرتا رہے گا۔ دوسری کو یاد کرنا بھول جائے گا۔"

جینی کو پورس سے بھرپور پیار ملتا رہا تھا پھر وہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچی تو وہاں سب ہی سے محبتیں ملنے لگیں۔ وہ پارس کی محبت اور بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر اتنی متاثر ہوئی کہ اس نے اسلام قبول کرلیا تھا اور اس کا نام ثبانہ بانو رکھا گیا تھا۔

وہی ثبانہ یانو عرف جینی... ذی سلوانا یعنی ثانی کی سہیلی بن کر بنکاک آئی تھی۔ پارس اور پورس نے اسے دیکھا تھا لیکن وہ دونوں اپنی اپنی محبوباؤں کو پہچان نہیں پائے تھے۔ اب وہ فلائنگ کلب... پہنچ کر وہاں سے ایک طیارہ چارٹر کرنے کے بعد سنگاپور روانہ ہوگئے تھے۔ ثانی اپنے شوہر کے لیے عارضی طور پر بیوی نہیں رہی تھی اور ثبانہ اپنے محبوب کے لیے عارضی طور پر پہلی والی محبوبہ نہیں رہی تھی۔ وہ دونوں بالکل نئی اور تازہ ترین محبوبائیں بن گئی تھیں۔ وہ دونوں بالکل نئے عاشق بن کر ان کے تعاقب میں سنگاپور جارہے تھے۔

سنگاپور کی طرف سفر کرتے ہوئے پارس نے کہا "اس پائلٹ راجرمیٹ کے دماغ میں جاکر پتا کرنا چاہیے کہ اس کے دماغ میں کون آتا ہے اور کس نے اسے اپنا آلہ کار بنایا ہوا ہے۔"

پورس نے کہا "پلیز تم اس کے دماغ میں جاکر یہ معلومات حاصل کرو۔ ہم دونوں کا جانا ضروری نہیں ہے۔"

"اچھا تو تم کیا کرو گے؟"

"جو ابھی تک خاموش رہ کر کررہا تھا۔ تم نے مجھے مخاطب کرکے میری خیال خوانی کا سلسلہ توڑ دیا۔"

"اچھا تو تم اس حسینہ ثبانہ کے دماغ میں پہنچے ہوئے تھے۔"

"پہلے میں سلوانا کے دماغ میں گیا۔ وہ ثبانہ سے باتیں کررہی تھی۔ اس کی آواز اور لب ولہجہ سن کر میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے بارے میں یہ تو معلوم ہوچکا ہے کہ وہ سلوانا کے ساتھ کیمبرج میں تعلیم حاصل کیا کرتی تھی پھر اس کے والدین کا انتقال ہوگیا اور وہ اب اس کے پاس پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے آئی ہے۔ اس کی دوست بھی ہے اور سیکریٹری بھی ہے۔"

"ہاں! اس کا دماغ یہی کہہ رہا ہے۔"

"کیا اس کے علاوہ اور بھی کچھ کہہ رہا ہے؟"

"ہاں! وہ جب کلب لیگج ہال سے باہر آئی تھی اور سلوانا سے ملاقات کررہی تھی تو اس وقت اس نے کسی نوجوان کو دیکھا تھا اور اس سے متاثر ہوگئی تھی۔ کئی بار اس کی طرف دیکھا تھا لیکن یہ معلوم نہ کرسکی کہ وہ کون ہے؟"

"اس کا مطلب ہے وہ تجھے دیکھنے سے پہلے ہی کسی اور کو دل دے بیٹھی تھی۔"

"ہوسکتا ہے۔ اس نے مجھے ہی دیکھا ہو اور میرے ہی بارے میں سوچ رہی ہو۔"

"ہاں ایسی خوش فہمی اچھی ہوتی ہے۔ آدمی محبت میں بیمار نہیں پڑتا۔ اس قسم کی خوش فہمی سے پھلتا پھولتا رہتا ہے کہ حسینہ کو منانے سے پہلے ہی وہ مان گئی ہے۔"

"یار! کیوں دل توڑنے والی بات کررہا ہے۔ مجھے حوصلہ دے۔ مجھ سے تعاون کر۔"

"میں کیا تعاون کروں گا؟"

"تو سلوانا کے دماغ میں رہ کر اسے مائل کرسکتا ہے کہ وہ ثبانہ کو میری طرف مائل کرے۔"

"سلوانا نے ہمیں دور سے دیکھا ہے۔ ہمارے نام نہیں جانتی اور نہ ہی ائرپورٹ میں اس نے ثبانہ کو ہمارے بارے میں کچھ بتایا تھا۔ اب وہ کس حوالے سے کہے گی کہ میں کون ہوں اور میرا دوست کون ہے؟ نام کیا ہے؟ حلیہ کیا ہے؟"

"تم تو مجھے مایوس کرنے والی باتیں کررہے ہو۔ بہتر ہے اس پائلٹ راجرمیٹ کے دماغ میں جاؤ اور ضروری معلومات حاصل کرو۔"

پارس خیال خوانی کے ذریعے پائلٹ راجرمیٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ سوچ رہا تھا "سلوانا مجھ سے محبت نہیں کرتی ہے۔ کسی دوسرے کو آئیڈیل بنا چکی ہے۔ مجھے اس کا خیال دل سے نکال دینا چاہیے۔ یہ پھنسنے والی عورت نہیں ہے۔"

اسی لمحے دوسری سوچ اس کے اندر ابھری "میں بے وقوف بچہ ہوں۔ ایسی حسینہ کو چھوڑ دینے کی بات سوچ رہا ہوں۔ میرے دماغ میں یہ بات آئی تھی کہ ائرپورٹ میں ان دو جوانوں کو اپنی نظروں میں رکھنا ہے اور سلوانا کے ذریعے انہیں پھانس کر رہیں بنکاک میں رہنا ہے یا انہیں ساتھ لے کر سنگاپور آنا ہے لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ دماغ میں آنے والے خیالات کو بھلا دیا۔"

وہ پھر سوچنے لگا "دماغ میں ایسے آنے والے خیالات فضول ہیں۔ میں ان دونوں جوانوں کو اپنے ساتھ رہنے پر کیوں مائل کروں گا۔ سلوانا ایسے ہی میرے قابو میں نہیں آئی۔ وہ دو جوان ساتھ رہیں گے تو میرے قابو سے بالکل ہی نکل جائے گی۔"

پھر اس کے اندر دوسری سوچ ابھری "بکواس مت کرو۔ میرا مطلب ہے مجھے بکواس نہیں کرنا چاہیے۔ وہ دونوں جوان دل پھینک قسم کے عاشق ہیں۔ وہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے سنگاپور آئیں گے۔ اس وقت مجھے محتاط رہنا چاہیے اور ان دو جوانوں کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہیے۔"

پارس اس کے مختلف خیالات پڑھتے ہوئے سمجھ رہا تھا کہ صرف پائلٹ راجرمیٹ اپنے طور پر نہیں سوچ رہا ہے بلکہ اس کے اندر کوئی دوسرا بھی اسے سوچنے پر مجبور کررہا ہے۔ وہ دوسرا غصے میں کہہ گیا تھا "بکواس مت کرو۔"

اس کا مطلب یہی تھا کہ راجرمیٹ ساری باتیں اپنے ہی طور پر نہیں سوچ رہا تھا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں اپنی سوچ کی لہریں پیدا کررہا تھا۔ راجرمیٹ جو سوچ رہا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسی کی سوچ میں اپنی طرف سے جواب پیش کررہا تھا۔ آخر اس نے پھر اسے قائل کیا کہ آئندہ وہ دونوں جوان سنگاپور میں نظر آئیں گے تو وہ ان سے دوستی کرے گا انہیں اپنے قریب رکھنے کی کوشش کرے گا۔

پارس نے دماغی طور پر حاضر ہوکر پورس کو راجرمیٹ کے دماغ میں ہونے والے مختلف خیالات کے بارے میں بتایا۔ پورس نے کہا "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں اسی کی سوچ کی لہروں کے ذریعے بول رہا ہوگا۔"

"اور وہ ہم دونوں کو اہمیت دے رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم پر شبہ ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

"ہمیں راجرمیٹ کے دماغ میں دلچسپی سے جاتے آتے رہنا چاہیے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اس کے دماغ میں آتا جاتا رہے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس دوران میں اس سے کوئی ایسی غلطی ہوجائے کہ ہم اس کی شہ رگ تک پہنچ سکیں۔"

وہ دونوں کوالالپور پہنچ گئے۔ ثانی نے اس سے کہا تھا کہ وہ اپنے فرضی شوہر اور بچے کے ساتھ کار کے ذریعے وہاں جارہی ہے۔ چونکہ یہ دونوں چارٹر طیارے سے آئے تھے اس لیے اس سے بہت پہلے پہنچ گئے تھے۔ اور کرائے کی کار حاصل کرکے ہائی وے کی پہلی پولیس چوکی تک پہنچ گئے۔ وہاں سے گزرنے والی تمام کاروں کو بغور دیکھنے لگے۔ پارس نے اس بچے والی ماں کو اور اس شخص کو دیکھا تھا۔ انہیں وہاں کار میں دیکھتے ہی پہچان سکتا تھا۔ جب کہ حقیقتاً وہ بچے اور اس کے باپ کے ساتھ نہیں آرہی تھی۔ اس نے پارس اور پورس کو بھٹکا دیا تھا۔ اب وہ شام تک اسے تلاش کرتے ہوئے بھٹکنے والے تھے۔

○☆○

تھری جے، کینی ہال اور لیزی گارڈ پانچوں ہم خیال تھے اور ہم راز تھے۔ ان پانچوں نے مل کر یہ منصوبہ بنایا کہ جب تک اپنے اہم اکابرین کو تحفظ فراہم نہیں کریں گے اس وقت تک نیلماں یا دوسرے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی نہ کسی طرح نقصان پہنچاتے رہیں گے۔

اس خیال کے تحت انہوں نے یہ متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کردیا جائے تاکہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے چور خیالات نہ پڑھ سکے۔ جے کانو، جے سامو اور جے فلونے بحری، بری اور فضائی افواج کے تین اعلیٰ افسران سے خفیہ طور پر رابطہ کیا۔ وہ رات کو اپنے اپنے بنگلے میں پہنچ کر پہلے شراب پینا چاہتے تھے۔ اس کے بعد ڈنر کرکے سوجانا چاہتے تھے لیکن جے کانو نے ایک اعلیٰ افسر سے کہا "سر! آپ شراب نہ پئیں اور نہ ہی کسی قسم کا نشہ کریں۔ میرے باقی ساتھی بھی آپ جیسے اعلیٰ افسران سے یہی کہہ رہے ہیں۔"

"تم مجھے یہ مشورہ کیوں دے رہے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں۔ ہمارے ملک کے تمام اہم اکابرین دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہیں۔ اگر وہ آپ کے دماغوں میں گھس نہیں سکیں گے تو آپ کے چور خیالات پڑھ کر اہم راز معلوم نہیں کرسکیں گے۔"

دوسری طرف جے فلونے بری فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا "فی الحال نیلماں سے زیادہ خطرہ ہے۔ وہ آئندہ بھی ہمیں طرح طرح کے نقصانات پہنچاتی رہے گی۔ آپ جیسے اعلیٰ افسران کے دماغ پر قبضہ جما کر آپ لوگوں کو محکوم بنالے گی پھر ہم بہت مجبور ہوجائیں گے۔"

بری فوج کے اعلیٰ افسر نے قائل ہوکر کہا "تم لوگ صحیح سمت میں سوچ رہے ہو۔ ہم تمہاری قدر کرتے ہیں۔ ہم برسوں سے شراب پینے کے عادی ہیں لیکن ہم اپنی حفاظت کے لیے اپنے ملک و قوم کی بہتری کے لیے شراب چھوڑ دیں گے اور تم جیسا کہو گے ویسا ہی کریں گے۔"

تیسری طرف جے سامو نے بحری فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا۔ "ہم آپ لوگوں کو رازدار بنانا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے آپ کے دماغ کو مقفل کرنا چاہتے ہیں پھر کوئی دشمن آپ کے دماغ میں آکر ہمارے اہم منصوبوں کو نہیں معلوم کرسکے گا۔"

بحری فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "تم سب ملک اور قوم کی بہتری کے لیے ایسے اقدامات کررہے ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں آئندہ شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

جے سامو نے کہا "آئندہ کی بات چھوڑیں۔ صرف آج رات شراب چھوڑ دیں۔ ہم آپ کے دماغ میں ایسی ایسی باتیں نقش کریں گے کہ کل سے آپ خود ہی شراب کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔"

دوسری طرف لیزی گارڈ اور کینی ہال نے بھی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کو اور ملک کے ایک اعلیٰ حاکم کو یہی باتیں سمجھائیں۔ وہ بھی اس بات پر راضی ہوگئے۔ اس طرح ان پانچوں نے ایک ہی وقت میں ان پانچوں پر تنویمی عمل کیا اور اپنے عمل کے ذریعے ان کے دماغوں میں یہ نقش کردیا کہ وہ شراب یا کسی قسم کے نشے کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو فوراً ہی محسوس کرلیا کریں گے اور سانس روک کر انہیں دماغ سے نکال دیا کریں گے۔ ایک مخصوص آواز اور لب ولہجے سے سوچ کی جو لہریں آئیں گی صرف انہیں اپنے دماغوں میں محسوس نہیں کریں گے۔

اس طرح ان پانچوں نے ان پانچ اکابرین کے ذہنوں میں مخصوص آواز اور لب ولہجہ نقش کردیا۔ مزید ضروری باتیں ان کے دماغوں میں گرہ کی طرح باندھ دیں پھر انہیں تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

یہ عمل انہوں نے آدھی رات سے پہلے کیا پھر آدھی رات کے بعد انہوں نے مزید پانچ اکابرین پر ایسے ہی تنویمی عمل کرکے ان کے دماغوں کو مقفل کردیا۔ ان کے دماغوں میں بھی مخصوص آواز اور لب ولہجہ نقش کردیا۔ وہ اس آواز اور لب ولہجے کے باعث تھری جے، لیزی گارڈ اور کینی ہال کو کبھی اپنے دماغوں میں محسوس نہیں کرسکتے تھے۔

تھری جے اب تک جس طرح زندگی گزارتے آئے تھے اس

سے ظاہر تھا کہ اب تک انہوں نے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نہ دوستی کی' نہ کسی سے رابطہ رکھا اور نہ ہی کسی ملک کے وفادار یا تابع بن کر رہے۔ اس بار وہ کینی بال کے حوالے سے امریکی اکابرین کو اپنی وفاداری کا یقین دلا رہے تھے لیکن حقیقتاً انہوں نے بہت پہلے ہی یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ کسی بھی چوتھے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے اور کسی بھی ملک سے دوستانہ رابطہ نہیں رکھیں گے اور نہ ہی انہیں دشمنی کا موقع دیں گے۔

جے سامو' مونا سے اور جے فلو' ہیلو ریٹا سے شادیاں کرچکے تھے۔ ہیلو ریٹا کا بھائی کینی بال اس رشتے سے ان کا قریبی عزیز بن چکا تھا۔ ان تینوں نے اسے بظاہر اپنا دوست بنالیا۔ اس کی مدد بھی کی۔ اسے بیزون وغیرہ کے تنویمی عمل سے نجات دلائی اور ایک آزاد اور خود مختار ٹیلی پیتھی جاننے والا بنا دیا۔ اب وہ لیزی گارڈ کے ساتھ امریکا کے آرمی ہیڈ کوارٹرز میں رہنے لگا تھا۔

یہ سب کچھ کرنے کے باوجود ان تینوں نے آپس میں یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ کینی بال کو صرف ہیلو ریٹا کے حوالے سے اپنا عزیز رشتے دار سمجھیں گے لیکن اسے اپنا گہرا دوست بنائیں گے نہ راز دار بنائیں گے۔ انہوں نے کینی بال کے ساتھی لیزی گارڈ پر بھی تنویمی عمل کرکے اسے بیزون وغیرہ سے نجات دلائی تھی اور اس کے دماغ میں بھی مخصوص آواز اور لب ولہجہ نقش کردیا تھا۔

اس طرح انہوں نے امریکا کے تمام اکابرین کو اپنی بھرپور وفاداریوں کا یقین دلایا تھا اور عملی طور پر لیزی گارڈ اور کینی بال کو ان کے آرمی ہیڈ کوارٹر میں پہنچا کر یہ ثابت کردیا تھا کہ واقعی وہ اپنے ملک و قوم کے وفادار ہیں۔ حقیقت یہ تھی کہ تھری جے اب بھی نہ کسی کے وفادار تھے۔ نہ کسی کے دوست تھے اور نہ ہی کسی سے دشمنی کرنا چاہتے تھے۔

امریکا کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلانے سے بڑے فائدے حاصل ہوئے تھے۔ ایک تو ان تینوں نے لیزی گارڈ اور کینی بال پر بھی تنویمی عمل کرکے مخصوص آواز اور لب ولہجہ نقش کیا تھا اور دوسرے کئی اکابرین پر بھی یہی عمل کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ لیزی گارڈ اور کینی بال اور دوسرے کئی اکابرین اب ان تھری جے کے معمول بن گئے تھے۔ جب بھی تھری جے ان کے دماغوں میں آتے وہ انہیں محسوس نہ کرتے۔ وہ ان کے اندر رہ کر جس قسم کے خیالات پیش کرتے۔ جیسی ہدایات دیتے' وہ انہی ہدایات پر بے اختیار عمل کرتے رہتے۔

گویا تھری جے نے نہایت اطمینان سے ایک ایک قدم چلتے ہوئے بڑی کامیابی سے صرف اہم اکابرین ہی کو نہیں بلکہ امریکا کے تمام اہم معاملات کو اپنے کنٹرول میں لے لیا تھا۔

یہ سب کرنے کا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا کہ وہ اپنی بے پناہ قوتوں کا مظاہرہ کرنے والے تھے۔ وہ کبھی یہ حماقت نہ کرتے۔ انہوں نے صرف اپنی حفاظت اور سلامتی کے لیے ایسا کیا تھا۔ ایک سپر پاور کو

ان کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا تھا کہ ان سے آئندہ کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچے گا پھر یہ کہ وہ بابا صاحب کے ادارے اور میری فیملی کے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اسی طرح وہ نیلاں کو بھی چیلنج نہیں کرنا چاہتے تھے۔ دیکھا جائے تو وہ بڑی ذہانت سے صرف اپنی سلامتی اور بقا کے لیے جدوجہد کررہے تھے۔

انہوں نے صرف دو راتوں میں ہیں امریکی اکابرین کے دماغوں کو مقفل کیا اور ان کے دماغوں میں مخصوص آواز اور لب ولہجے کے ذریعے صرف اپنی آمدورفت کا راستہ رکھا۔ اس کے بعد انہوں نے بحری' بری اور فضائی افواج کے تینوں افسران سے اور ایک اعلیٰ حاکم سے کہا "ہمارے مخالفین ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بڑی قوتیں حاصل کرتے جارہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں پھر ایک بار ٹرانسفارمر مشین تیار کرنی چاہیے۔ یہ مشین اتنی رازداری سے تیار ہوگی کہ آپ جیسے خاص اکابرین کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں ہوگا۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا "ہمیں تم پانچوں پر ناز ہے۔ تم ہر وقت اچھا مشورہ دے رہے ہو۔ اگر ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد میں اضافہ کریں اور اپنی فوج کے ساتھ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تھائی لینڈ بھیجتے رہیں تو نیلاں کی تمام چالیں ہمارے خلاف ناکام ہوتی رہیں گی۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم نے اب تک کئی بار ٹرانسفارمر مشینیں تیار کرائی ہیں۔ ان مشینوں کے ذریعے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتے رہے ہیں۔ اب تک حساب کیا جائے تو ہم نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کی تھی لیکن ہمیں کیا ملا؟ ہمیں تو صرف ناکامی ملتی رہی۔ ہمارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے بغاوت کرتے رہے یا ہمارے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے معمول اور غلام بنتے رہے۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "یہ مایوس کرنے والی باتیں ہیں۔ یہ اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ آئندہ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہوسکتا ہے لیکن ہمارے ان پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اور اب تک بڑی ذہانت سے کام کرتے آرہے ہیں۔ اگر ہم ان کے ساتھ مل کر ایک بار پھر ٹرانسفارمر مشین تیار کرائیں تو ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ اس بار ہمیں کامیابیاں نصیب ہوں گی۔"

انہوں نے ٹرانسفارمر مشین کی تیاریاں کرنے کے لیے دوسرے ہی دن سے ابتدا کی اور ابتدائی انتظامات میں مصروف ہوگئے اور ایسی رازداری سے مصروف رہے کہ دوسرے اکابرین تک کو ان کے اس خفیہ منصوبے کا علم نہ ہوسکا۔ تھری جے بڑی ذہانت اور حکمت عملی سے کام لے رہے تھے۔ انہیں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے ایسا کوئی اندیشہ نہیں تھا کہ ان کا یہ راز کھل جاتا۔ اگرچہ انہیں ناکامی کا اندیشہ نہیں تھا پھر بھی وہ ہر

ہیلو محتاط رہنے لگے تھے۔

جے سامو نے مونا سے شادی کی تھی اور جے فلو نے ہیلو ریٹا کو شریک حیات بنایا تھا۔ انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ اپنی بیویوں کو اپنی ٹیلی پیتھی کے متعلق نہیں بتائیں گے لیکن بیویوں سے بات چھپائی نہیں جاسکتی تھی۔ ان کی دو عورتیں ان کی رازدار بن گئی تھیں۔ یہ ان کے لیے بڑی تشویش کی بات تھی۔ مونا اور ہیلو ریٹا سے انہیں بے انتہا محبت تھی لیکن وہ محبت آئندہ کبھی انہیں نقصان بھی پہنچا سکتی تھی۔ اپنی کسی نادانی یا لاعلمی کے باعث دشمنوں کو اپنے دماغوں میں آنے کی جگہ دے سکتی تھیں اور جب دشمن ان کے دماغوں میں آتے تو انہیں تھری جے تک پہنچنے کا راستہ بھی مل جاتا۔

جے کافو نے کہا "جے فلو اور جے سامو تم دونوں بہت محبتیں حاصل کررہے ہو اور کرتے رہو گے لیکن ہمیں حقیقت کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ تم دونوں یہ تسلیم کرو کہ ہم کسی وقت بھی دھوکے سے مارے جاسکتے ہیں۔"

ان دونوں نے باری باری کہا "تم درست کہتے ہو۔ یہ اندیشہ ہمیں بھی رہتا ہے۔ ہم نے کئی بار سوچا کہ اپنی بیویوں کو یہاں سے کہیں دور لے جاکر انہیں روپوشی کی زندگی گزارنے پر مائل کرلیں۔"

جے کافو نے کہا "اس سے کیا ہوتا ہے۔ وہ جہاں بھی روپوش رہیں گی۔ تم دونوں ان سے ملنے جایا کرو گے۔ اسی جانے آنے میں دشمنوں کو تم میں سے کسی کی کمزوری معلوم ہوسکتی ہے۔ تم میں سے کوئی کسی کی نظروں میں آسکتا ہے۔"

جے فلو نے کہا "ہم مانتے ہیں۔ ہم نے ہر پہلو پر غور کیا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"جب عورت محبت کرتی ہے تو بہت سی مسرتیں دیتی ہے اور بہت سا یقین اور اعتماد پیدا کرتی ہے لیکن وہ اپنی کمزوریوں کو نہیں چھپا پاتی۔ تم دونوں کی بیویوں کی کمزوریاں یہ ہیں کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتیں اور یہ بھی نہیں جان سکتیں کہ کب اور کس وقت ہمارے دشمن ان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ بہرحال میں آخری بات کہتا ہوں کہ میں تم دونوں سے دور ہوجاؤں گا اور تنہا روپوشی کی زندگی گزاروں گا۔"

جے سامو نے کہا "تمہاری علیحدگی سے ہمیں بہت دکھ ہوگا۔ ہم جانتے ہیں کہ تم دشمن بن کر ہمارا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔ جب تک ہم تینوں زندہ ہیں تب تک ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف کبھی میل نہیں آئے گا۔"

"تو پھر یہ طے پایا کہ میں تم دونوں سے دور جارہا ہوں۔"

"یار کافو! تمہاری یہ بات دل کو دکھا رہی ہے۔ مگر ہم کیا کریں ہم ان بے قصور بیویوں کو چھوڑ سکتے ہیں۔ نہ تمہیں چھوڑنے کو دل چاہتا ہے۔ مگر حالات مجبور کررہے ہیں۔"

جے کافو نے کہا "دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری دوری اور میری روپوشی سے ہماری دوستی میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوگا۔"

یوں تو وہ تینوں ذہین تھے لیکن فی الحال جے کافو ان سے زیادہ ذہین ثابت ہورہا تھا۔ اس نے اپنی سلامتی اور بقا کے لیے کمزوری پیدا کرنے والی کسی عورت کو اپنی زندگی میں آنے کا موقع نہیں دیا اور یہی اس کی سب سے بڑی ذہانت تھی۔

ان تینوں کے درمیان یہ طے پایا کہ جے کافو آدھی رات تک ان کے ساتھ رہے گا پھر رات کی تاریکی میں ان سے جدا ہوجائے گا۔ ویسے جے کافو نے خوب سوچ سمجھ کر ان کے ساتھ آدھی رات تک رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔

جے کافو صحیح معنوں میں دوستی نبھانے والا سچا دوست تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اتنی دور جانے کے بعد وہ خود تو زندہ سلامت رہے گا لیکن اس کے دونوں ساتھیوں پر کبھی نہ کبھی مصیبتیں نازل ہوسکتی ہیں اور کبھی اچانک ایسا جان لیوا حملہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے دونوں ساتھیوں کو بچانا چاہے گا تو وقت گزر چکا ہوگا۔ وہ اپنے دوستوں کو حسین عورتوں کی زلفوں کا اسیر بنا کر اور ان کے حسن و شباب کا فقیر بنا کر دشمنوں کے ہاتھوں مرنے کے لیے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ انہیں کس طرح تحفظ دے سکتا ہے؟ اور پھر ان کے ساتھ کس طرح متحد ہوکر رہ سکتا ہے؟

وہ غسل کرنے کے بہانے اپنے باتھ روم میں آیا پھر دروازہ بند کرکے خیال خوانی کے ذریعے ہیلو ریٹا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مونا اور ہیلو ریٹا کے دماغوں کو مقفل کردیا گیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ ان مقفل دماغوں میں کس آواز اور لب ولہجے کے ذریعے پہنچا جاسکتا ہے۔

ہیلو ریٹا نے جے فلو سے کہا تھا "ہم ابھی شاپنگ کے لیے باہر جائیں گے اور رات کا کھانا بھی باہر کھائیں گے۔"

جے فلو نے اس سے کہا تھا "تم تنہا شاپنگ کے لیے جاؤ۔ میں اپنے دونوں ساتھیوں سے بہت اہم معاملات پر گفتگو کرنے والا ہوں۔"

ہیلو ریٹا نے اس سلسلے میں اس سے بحث نہیں کی۔ اس کے دماغ میں یہی تنویمی عمل کیا گیا تھا کہ جب جے فلو کو کسی ضرورت کے تحت اس سے علیحدہ رہنا پڑتا تو وہ اس سے کبھی بحث نہ کرتی لہٰذا وہ تنہا اپنی کار ڈرائیو کرتے ہوئے شاپنگ کے لیے چلی گئی تھی۔

جب تینوں ساتھیوں کے درمیان یہ طے پاتا رہا کہ انہیں اب جے کافو سے بچھڑ کر رہنا ہے تو اس وقت تک ہیلو ریٹا' شاپنگ مکمل کرنے کے بعد واپس آرہی تھی۔ اسی وقت جے کافو باتھ روم کے اندر جاکر اپنا دروازہ بند کرچکا تھا اور ہیلو ریٹا کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ وہ اپنی کار کی رفتار بڑھاتی ہوئی تیزی سے ایک ایسی سڑک پر پہنچی جو بیوی گاڑیوں کے لیے مخصوص تھی۔ ہیلو ریٹا تیز رفتاری سے ڈرتی تھی۔ نارمل رفتار سے گاڑی چلایا کرتی تھی۔ اس وقت وہ تیز

رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کرتے وقت خوف کھانا بھول گئی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ جے کانو کے قبضے میں تھی۔ جے کانو نے اس کے ذریعے تیز رفتاری سے کار کو چلاتے ہوئے ایک ہیوی ٹرک سے ٹکرا دیا پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اطمینان سے غسل وغیرہ کیا پھر لباس تبدیل کرکے اپنے ساتھیوں کے پاس آگیا۔

اس نے اپنے دوست جے فلو کی سلامتی کے لیے اس کا دل توڑنے والی حرکت کی تھی اور یہ سوچا تھا کہ دل ٹوٹے کوئی بات نہیں، وہ پھر سنبھل جائے گا مگر یہ اطمینان رہے گا کہ وہ پہلے کی طرح اس کے ساتھ روپوش رہ کر زندہ سلامت رہے گا۔

اس نے دوستی کی خاطر بے گناہ ہیلو ریٹا پر ظلم کیا تھا۔ جان بوجھ کر اس کی جان لی تھی۔ اس سلسلے میں اس نے سوچا اگر وہ اس کی جان سے نہ کھیلتا تو دشمن اس کے دوست جے فلو کی جان سے کھیلتے پھر دوستی سے محروم ہو کر اپنے مستقل اتحاد سے ٹوٹ کر رفتہ رفتہ ان تینوں دوستوں کا نہ اتحاد قائم رہتا نہ دوستی رہتی اور نہ ہی زندگی رہتی۔

موجودہ حالات کا اور وقت کا تقاضا یہی تھا جو جے کانو نے کیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب جے فلو نے ہیلو ریٹا کے واپس نہ آنے پر خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ کرنا چاہا تو اس کا دماغ اسے نہیں ملا وہ پریشان ہو کر بولا "مجھے ہیلو ریٹا کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی ٹریجڈی ہوگئی ہے۔ پلیز تم دونوں بھی کوشش کرو دیکھو، وہ زندہ ہے یا نہیں؟"

وہ تو زندہ نہیں تھی۔ جے فلو کو معلوم ہوا کہ وہ ایک ہیوی ٹرک سے ٹکرا کر موت کی آغوش میں جاچکی ہے۔ اب کبھی واپس نہیں آئے گی۔ جے کانو اور جے سامو نے اسے سمجھایا کہ اسے ہیلو ریٹا کی آخری رسومات ادا کرنے اور اس کی لاش اسپتال سے لانے کے لیے نہیں جانا چاہیے۔ اس طرح وہ دشمنوں کی نظروں میں آسکتا ہے۔ وہ تینوں خیال خوانی سے کام لے کر دوسروں کے ذریعے ہیلو ریٹا کی تدفین کرائیں گے۔

بات سمجھ میں آنے والی تھی۔ وہ نہ بھی سمجھتا تو حالات اسے سمجھا رہے تھے۔ جو ہونا تھا، وہ تو ہوچکا تھا۔ رو پیٹ کر ہیلو ریٹا کو واپس نہیں لاسکتا تھا۔ نہ ہی اس کی لاش کے قریب جاکر اسے آخری بار دیکھنے کی نادانی کرکے کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کی نظروں میں آنے کی غلطی کرسکتا تھا۔ لہٰذا اسے صبر کرنا پڑا۔

جے کانو آدھی رات کے بعد ان سے جدا ہونے والا تھا لیکن ہیلو ریٹا کی آخری رسومات ادا ہونے تک اسے رکنا پڑا۔ اس نے جو کیا اس کا ایک نتیجہ یہ اچھا نکلا کہ اب وہ ان سے جدا نہیں ہو رہا تھا۔ ان کے ساتھ رہنے والا تھا۔ اب جے سامو تنہا رہنے والا تھا۔ جے کانو اور جے فلو اس سے جدا ہونے، کسی دوسری جگہ روپوش رہ کر اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھنے والے تھے۔

جے کانو نے یہ سوچ رکھا تھا کہ چند دنوں یا چند ہفتوں کے بعد مونا کی بھی ہلاکت کچھ اسی طرح ہوجائے گی۔ جے سامو کو بھی اس پر شبہ نہیں ہوگا۔ دونوں دوستوں کو صبر کرنا اور اپنے تیسرے دوست کی طرح عورت کے بغیر رہنا ہوگا۔

وہ تینوں اپنے ذاتی معاملات سے بھی نمٹ رہے تھے اور جب ہو کر امریکی اکابرین کے ذریعے بہت بڑی کامیابی حاصل کررہے تھے۔ اسی وقت جمہوریہ چین کے حکام نے امریکا کے اکابرین سے شکایت کی۔ "ہمارے ملک کے جنوبی علاقوں میں آپ لوگوں کی سرگرمیاں تیز ہوتی جارہی ہیں۔ لاؤس، کمبوڈیا اور تھائی لینڈ میں آپ کے ارادے بہت ہی تشویش ناک ہیں۔"

جواب دیا گیا "تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم ان تینوں ممالک کو صرف مالی امداد پہنچا رہے ہیں۔"

"لیکن آپ کی سیاسی سرگرمیاں کیا ہیں؟ پہلے آپ نے کمیونسٹ گوریلوں کو راشن اور ہتھیار فراہم کیے تھے۔ اب ان سے ناراض ہو کر وہاں کے حکمرانوں کی پشت پناہی کررہے ہیں۔ ہماری سراغ رساں ایجنسیوں کی رپورٹ کے مطابق دو روز بعد تمہاری امدادی فوج تھائی لینڈ پہنچنے والی ہے۔ کیا ہم غلط کہہ رہے ہیں؟"

"آپ کے سراغ رساں کمال کرتے ہیں۔ بڑی ہی تازہ ترین معلومات حاصل کرلیتے ہیں۔ بے شک ہماری ایک مختصر سی فوج تھائی لینڈ پہنچنے والی ہے کیونکہ تھائی حکومت نے ہم سے مدد کی درخواست کی ہے اور ہم کسی کے برے وقت میں مدد کرنے سے انکار نہیں کرسکتے۔"

"یہ تینوں ممالک ہمارے پڑوسی ہیں۔ ظالم پال پوٹ اور اس کے گوریلوں کے خلاف ہم سے مدد طلب کرسکتے تھے لیکن یہ چند کلو میٹر کے فاصلے سے مدد حاصل کرنے کے بجائے ہزاروں کلومیٹر کی دوری سے آپ کو مدد کے لیے بلا رہے ہیں یا آپ نے انہیں اس طرح مجبور کیا ہے کہ وہ آپ ہی کی امداد کے محتاج ہو کر رہ گئے ہیں؟"

"یہ تو سیاسی حکمت عملی ہے۔ ان کے کام آسکتے ہیں لہٰذا فراخ دلی سے کام آرہے ہیں۔ اگر آپ کام آنا چاہیں تو آپ بھی ان کے کام آسکتے ہیں ہم کبھی اعتراض نہیں کریں گے۔"

"ہم آپ کی زبان سے یہی سننا چاہتے ہیں۔ جب ہم جوابی کارروائی کریں گے تو آپ کو اعتراض نہیں ہوگا۔"

"آپ جوابی کارروائی کیا کرسکیں گے؟ لاؤس، کمبوڈیا اور تھائی لینڈ کبھی آپ کے دوست نہیں رہے۔ تینوں ممالک کے حکام آپ سے ہتھیار بھی نہیں لینا چاہتے۔"

"ہم نہ تو انہیں ہتھیار دیں گے نہ اپنی فوج ان کے ملکوں میں اتاریں گے لیکن ہم جو بھی کریں گے، اس کے نتیجے میں آپ کو بہت پچھتانا پڑے گا۔"

"آپ کی دھمکی سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ ان ممالک میں ہمارے خلاف فوجی حملہ کریں گے۔"

"ہم ایسی نادانی نہیں کریں گے۔ اقوام متحدہ میں آپ کو شکایت کا موقع نہیں دیں گے اور ہم پہلے حملہ کرنے والے بن کر جارحیت کا الزام اپنے سر نہیں لیں گے۔"

"اچھا تو جو کرنا چاہتے ہیں اسے ابھی راز میں رکھا گیا ہے۔ ٹھیک ہے، ہم بھی دیکھیں گے کہ آپ کی جوابی کارروائی کیا ہوگی۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ سیاست میں ایک دوسرے کو منہ توڑ جواب دیا جاتا ہے۔"

"آپ دو قوتوں کے مالک بن کر سپر پاور کہلانے لگے ہیں۔ آپ کے پاس بے شمار ایٹم بم جدید خطرناک میزائلوں کے ساتھ اور ٹیلی پیتھی کا ناقابل شکست ہتھیار بھی ہے یہ ایسا ہتھیار ہے، جس کے سامنے بڑے سے بڑا دشمن اور ہمارا چین جیسا بڑا ملک بھی... بے دست و پا ہوجائے گا۔"

امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے ہنستے ہوئے کہا "دنیا ہمیں سپر پاور کہتی ہے تو غلط نہیں کہتی۔"

"بہت جلد دنیا ہمیں بھی سپر پاور کہے گی۔ ہم بھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنے والے ہیں۔"

اس بات نے انہیں چونکا دیا۔ امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ٹیلی پیتھی کا ہتھیار؟ آپ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ نے ٹیلی پیتھی کی قوت حاصل کی ہے اور آپ کے ملک میں خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں؟"

"موجود نہیں ہیں لیکن تمہاری فوج کی پہلی کھیپ تھائی لینڈ پہنچنے سے پہلے ہمارے پاس بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہوجائے گی۔"

"آپ ہمیں دھمکی دے رہے ہیں۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے کہ جس نے بھی چاہا ٹیلی پیتھی کا ہتھیار تیار کرلیا؟"

"آپ جانتے ہیں، چین کے تعلقات کتنے ہی اسلامی ممالک سے ہیں اور مسلمان ہمیں بہت چاہتے ہیں۔ ہم سے ہر طرح کا تعاون کرنے کے لیے آمادہ رہتے ہیں۔ کیا آپ کی عقل میں اتنی سی بات نہیں آتی کہ بابا صاحب کے ادارے کے تمام مسلمان ہم سے تعاون کرسکتے ہیں بلکہ کرنے والے ہیں۔"

یہ ایسی اطلاع تھی کہ ان پر جیسے بجلی گرنے لگی۔ اعلیٰ افسر نے کہا "نہیں آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ آپ محض دھمکی دے رہے ہیں۔"

"دو روز بعد اپنے فوجیوں کی پہلی کھیپ تھائی لینڈ پہنچاؤ پھر اس کا انجام دیکھ لو۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے فوراً ہی انٹرلنک کنکشن کے ذریعے تمام اکابرین سے رابطہ کیا پھر لیزی گارڈ اور کینی بال سے کہا کہ وہ اپنے تینوں ساتھیوں یعنی تھری جے کو بھی اس میٹنگ میں بلائیں۔

تھوڑی دیر بعد تھری جے بھی اس ہنگامی اجلاس میں شریک

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

دو حصوں میں مکمل

تاریک براعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور عمل کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور ان کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابل یقین سرگزشت —— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا —— شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا —— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

قیمت فی حصہ -/40 روپے ڈاک خرچ فی حصہ -/16 روپے

دونوں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ -/18 روپے

کتابی شکل میں دستیاب ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

ہوگئے۔ فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "چین نے ابھی ایک چونکا دینے والی بات کی ہے۔ ہم دو روز بعد اپنی ایک مختصر سی فوج تھائی لینڈ میں اتارنے کا فیصلہ کرچکے ہیں لیکن چین کے افسران نے کہا ہے کہ جیسے ہی ہماری فوجیں وہاں اتریں گی۔ ویسے ہی ان کی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج وہاں پہنچ جائے گی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے حیرانی سے پوچھا "چین میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟"

"وہ چینی حکام' بابا صاحب کے ادارے سے امداد حاصل کررہے ہیں۔"

یہ بات سنتے ہی تھوڑی دیر کے لیے سب کو چپ سی لگ گئی۔ اعلیٰ افسر نے کہا "چین کے تعلقات کئی اسلامی ممالک سے ہیں۔ دنیا کے بیشتر مسلمان' چین سے محبت کرتے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے جو طور طریقے اور قوانین ہیں اس کے مطابق وہ حکومت چین کی ضرور مدد کریں گے اور شاید مدد کررہے ہیں۔"

جے کاکو نے فیکس کے ذریعے کہا "ہوسکتا ہے۔ یہ چین کی طرف سے محض دھمکی ہو آپ بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرکے تصدیق کریں۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے ہاٹ لائن پر بابا صاحب کے ادارے کے انچارج خلیل بن مکرم سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہونے پر بولا "میں امریکی فوج کا کمانڈر آپ سے مخاطب ہوں اور ایک اہم خبر کی تصدیق حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

خلیل بن مکرم نے کہا "فرمایئے۔ ایسی کون سی خبر ہے جس سے آپ بے خبر ہیں؟"

اس نے پوچھا "کیا آپ ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں جمہوریہ چین کی مدد فرمارہے ہیں؟"

"ہم نے کبھی یہ نہیں پوچھا کہ آپ مدد فرمانے کے لیے اپنے ملک سے ہزاروں میل دور دوسرے ملکوں میں کیوں جاتے ہیں؟ جب ہم آپ کے کسی معاملے... میں کسی طرح کی معلومات حاصل نہیں کرتے ہیں تو آپ کیوں ایسا کررہے ہیں؟"

"آپ ہمارے معاملات کے بارے میں پوچھیں گے تو ہم آپ کو صحیح جواب دیں گے اور آپ سے بھی توقع کررہے ہیں کہ آپ ہمارے اس سوال کا صحیح جواب دیں کیا آپ جمہوریہ چین کی ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں کسی قسم کی مدد کررہے ہیں؟"

"ہمارے درمیان بات چیت کا دور چل رہا ہے۔ ہم ان سے جدید ٹیکنالوجی حاصل کرنے والے ہیں۔ وہ اس کے عوض ہم سے ٹیلی پیتھی کی ٹیکنالوجی حاصل کریں گے۔"

"آپ وضاحت نہیں کررہے ہیں۔ کھل کر نہیں بول رہے ہیں کہ وہ ٹیلی پیتھی کی ٹیکنالوجی کس طرح حاصل کرنے والے ہیں۔"

"سیدھی سی بات ہے یہ کوئی پیچیدہ معمّا نہیں ہے۔ آپ جائیں اور اپنے لوگوں کے ساتھ سر جوڑ کر غور کریں۔ یہ معلوم ہوجائے گا کہ ہم انہیں ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں کس طرح امداد پہنچانے والے ہیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ ہم کھل کر اپنی زبان سے کبھی نہیں کہیں گے آنے والا وقت آپ کو بتادے گا۔"

"آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"کیوں نہیں کرنا چاہیے؟ کیا ہم آپ سے کہیں گے آپ تھائی لینڈ' کمبوڈیا اور لاؤس میں فوجی اڈا بنانے والی سازشوں سے باز آجانا چاہیے اور کیا آپ باز آجائیں گے؟"

مسٹر فرہاد نے کہا تھا کہ "اب ہمارے درمیان تصادم نہیں ہوگا۔ نہ ہم سے دوستی ہوگی نہ دشمنی ہوگی لیکن آپ جمہوریہ چین کی آڑ میں ہم سے دشمنی کررہے ہیں۔"

"آپ تو بات بات پر اقوام متحدہ کا سہارا لیتے ہیں۔ جائیں اور ہمارے خلاف شکایت کریں کہ ہم آپ سے دشمنی کررہے ہیں پھر ہم بھی پوچھیں گے کہ آپ اتنی دور مشرق بعید میں اپنی فوجیں اتار کر ان ممالک میں کیوں جنگی قہر نازل کرنے والے ہیں۔ ان سوالات کے جوابات آپ نہیں دے پائیں گے۔ بہتر ہے کہ اس سلسلے میں بحث نہ کی جائے۔ آپ اپنی سیاسی پالیسیوں پر عمل کرنے کے سلسلے میں آزاد ہیں اور ہم اپنی سیاسی پالیسیوں پر عمل کررہے ہیں اور کسی کے دباؤ میں رہنے والے نہیں ہیں۔ خدا حافظ۔"

خلیل بن مکرم نے رابطہ ختم کردیا۔ بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے نئی ہدایات جاری کی گئیں۔ ان ہدایات کے مطابق تھائی لینڈ کو تھائی لینڈ بھیجا گیا۔ سونیا سے اور مجھ سے کہا گیا کہ ہم پیرس پہنچ جائیں۔ بابا صاحب کے ادارے سے جناب خلیل بن مکرم اور جناب عبداللہ واسطی بھی پیرس پہنچنے والے ہیں دوسری طرف سے جمہوریہ چین کے نمائندے آرہے ہیں۔ ان سے مذاکرات ہوں گے اور ان سے ایک مستحکم دوستی کا معاہدہ ہوگا۔

میری ٹیلی پیتھی کی زندگی میں اور بابا صاحب کے ادارے کی طویل تاریخ میں ایسا پہلی بار ہورہا تھا۔ پہلے کبھی کسی اسلامی یا غیر اسلامی ملک سے کسی طرح کا بھی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ پہلی بار جمہوریہ چین سے دوستانہ سیاسی معاہدہ ہورہا تھا اور میں قبل از وقت بتادوں کہ دوسرے دن پیرس میں کیا معاہدہ ہونے والا ہے؟

ایک بہت ہی اہم تاریخی معاہدہ ہونے والا تھا۔

ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے جمہوریہ چین جاکر ان کی قوت بننے والے تھے۔

جمہوریہ چین سے چند فوجی افسران اور سیاسی نمائندے بابا صاحب کے ادارے میں پہلی بار آنے والے تھے اور ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے تھے۔

اس طویل سلسلے کے چوبیسویں برس میں میری داستان ایک چیلنج سے بھرپور نئے موڑ پر پہنچ رہی تھی۔

○☆○

امریکی اجلاس میں بڑی گرما گرمی تھی۔ بابا صاحب کا ادارہ زیر بحث تھا سب کو حیرانی تھی اور سب ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ ساری دنیا میں یہ ہوتا آیا ہے کہ ملکوں کے درمیان میں سیاسی معاہدے ہوتے رہے ہیں۔ بابا صاحب کا ادارہ کوئی ملک نہیں ہے۔ وہ ادارہ فرانس میں ہے۔ فرانس اور جمہوریہ چین کے درمیان معاہدہ ہوسکتا ہے لیکن فرانس کے اندر قائم شدہ کسی ادارے سے سیاسی معاہدہ کیسے ہوسکتا ہے؟

ایک حاکم نے پوچھا "اگر چین اور بابا صاحب کے ادارے کے درمیان معاہدہ ہورہا ہے تو اسے کس طرح غیر قانونی قرار دیا جاسکتا ہے؟"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "حکومت فرانس اس بات پر اعتراض کرسکتی ہے۔ اقوام متحدہ میں یہ سوال اٹھاسکتی ہے کہ جمہوریہ چین کے حکام فرانس کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کے لیے وہاں کے ایک ادارے سے معاہدہ کیوں کررہے ہیں۔ اس طرح بات اٹھے گی تو ہم سب فرانس کی حمایت میں بولیں گے پھر یہ معاہدہ نہیں ہوسکے گا۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا "معاہدہ کیسے نہیں ہوسکے گا؟ گزشتہ اعلانیہ معاہدہ کررہے ہیں؟ کیا وہ تسلیم کریں گے کہ ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں ٹیکنالوجی کا تبادلہ ہورہا ہے؟ اگر وہ تسلیم کریں گے تو کیا دنیا کی کسی عدالت میں یا اقوام متحدہ میں کبھی بھی ٹیلی پیتھی کو تسلیم کیا جاتا ہے؟"

ایک حاکم نے کہا "بڑی مشکل ہے۔ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ جب کہ جادو بھی اس دنیا میں روز اول سے ہے اور ٹیلی پیتھی کا علم بھی کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ اس کے باوجود ایسے علم کو عدالتوں میں تسلیم نہیں کیا جاتا ہے۔"

تیسرے پال کی طرف سے ایک فیکس موصول ہوا۔ اس میں لکھا تھا "میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ لوگوں کی باتیں کچھ تک پہنچا رہے ہیں۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چین اور بابا صاحب کے درمیان جو معاہدہ ہورہا ہے۔ اس معاہدے کی انہیں دنیا کی کسی عدالت میں یا اقوام متحدہ میں لانے کا خیال اپنے ذہن سے نکال دیں۔

ہم یہ کبھی ثابت نہیں کرسکیں گے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی معاہدہ ہوا ہے۔ ہمیں چین سے اور بابا صاحب کے ادارے سے مذاکرات کرنے ہوں گے اگر ان مذاکرات کا خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلے تو پھر آپ سوچیں کہ آپ کی سیاسی حکمت عملی کیا ہوگی؟

مسٹر فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والے کو یہ موقع مل چکا ہے کہ وہ تھائی لینڈ میں ہمارے خلاف کھل کر محاذ قائم کرسکیں اگر ہم تھائی لینڈ میں ان کی ٹیلی پیتھی پر اعتراض کریں گے تو وہ ہم سے جواباً پوچھیں گے کہ امریکا سے اتنی دور مشرق بعید میں اپنی فوجوں کے ساتھ کیا کررہے ہیں؟"

اعلیٰ فوجی افسر وہ فیکس پڑھ کر سنا رہا تھا پھر اس نے کہا "تیسرے پال درست کہہ رہا ہے۔ اس معاملے کو عالمی سطح پر اٹھاکر ہم بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کوئی کامیاب کارروائی نہیں کرسکیں گے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "ہمیں فوراً حکومت فرانس سے رجوع کرنا چاہیے اور کہنا چاہیے کہ وہ جمہوریہ چین کے نمائندوں کو اپنے ملک میں نہ آنے دے۔ نہ وہ آئیں گے نہ بابا صاحب کے ادارے کے لوگوں سے مذاکرات کرپائیں گے۔"

ایک حاکم نے کہا "اس طرح ہم عارضی طور پر ان کے مذاکرات کو اور ان کے درمیان ہونے والے معاہدے کو روک دیں گے۔"

"فائدہ کیا ہوگا؟ ان کے درمیان زبانی معاہدہ ہوچکا ہوگا۔ اس کے مطابق جب ہماری فوج کی پہلی کھیپ تھائی لینڈ پہنچے گی تو وہ جوابی کارروائیاں شروع کردیں گے۔"

"عارضی طور پر ہی صحیح ہمیں پیرس میں ہونے والے ان کے مذاکرات کو اور ان کے معاہدے کو روک دینا چاہیے۔"

اس کے مطابق ایک جونیئر افسر کو حکم دیا گیا کہ وہ فرانس کی حکومت سے رابطہ کرکے ان سے کہے کہ وہ چینی وفد کی پیرس آمد پر اعتراض کریں۔

جونیئر افسر حکم کی تعمیل کے لیے وہاں سے چلا گیا۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ طے کیا جائے کہ دو دنوں کے بعد ہماری فوج کی پہلی کھیپ وہاں پہنچائی جائے یا نہیں؟"

ہم وہاں فوجی محاذ بنانا میں یا نہ بنائیں۔ یہ تو طے ہے کہ بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی جاننے والے ضرور ان کا ساتھ دیں گے۔ کیونکہ ان کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہمارے بڑھتے ہوئے سیاسی عزائم کی روک تھام کریں اور خاص طور پر ہمیں مشرق بعید میں قدم جمانے کا موقع نہ دیں۔"

"ہم مشرق بعید کے مختلف ممالک میں فوجی محاذ ضرور قائم کریں گے لیکن اپنے اس منصوبے کی ابتدا دو دن بعد نہیں کریں گے۔ ذرا انتظار کیا جائے۔ دیکھا جائے کہ بابا صاحب کے ادارے سے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں جاتے ہیں اور وہاں کس طرح کی کارروائی کا آغاز کرتے

ہیں؟"

ایک حاکم نے کہا "اگر ہم دو دن بعد اپنی فوج کی پہلی کھیپ نہیں بھیجیں گے تو وہ کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ ہمیں پتا نہیں چلے گا کہ وہ وہاں موجود ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہیں تو خاموش رہ کر کیا کر رہے ہیں؟"

"یہ بات مونی عقل سے بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں جائیں گے اور چینی فوج کے اعلیٰ افسران ان کے ذریعے تھائی لینڈ، کمبوڈیا اور لاؤس کے حکمرانوں کو دھمکی دیں گے۔ عملی طور پر ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرائیں گے اور ان حکمرانوں کو دھمکیاں بھی دیں گے کہ انہوں نے امریکا سے فوجی معاہدہ کیا تو ان کے ملک کو اور ان کے اقتدار کو زبردست نقصان پہنچے گا۔"

"پھر تو ہمیں اپنے فوجی جوانوں اور ٹیلی پیتھی جاننے والے فرماں برداروں کو بھی وہاں بھیجنا چاہیے وہ یا تو براہِ راست وہاں جائیں یا وہاں اپنے آلہ کار پیدا کریں اور یہ ثابت کرتے رہیں کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی کافی تعداد میں وہاں موجود ہیں؟"

سب نے اس بات کی تائید کی پھر تیج پال سے اور جے کافو سے بھی پوچھا گیا۔ فیکس کے ذریعے دونوں نے جواب دیا "یہی فیصلہ فی الحال مناسب ہے۔ ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مشورہ کررہے ہیں اور آج ہی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں اپنے آلہ کار بنائیں گے اور ان حکمرانوں کو یقین دلائیں گے کہ انہیں ہماری طرف سے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار بھی سپلائی کیا جارہا ہے۔"

جے کافو نے فیکس کے ذریعے کہا "صرف وہاں آلہ کار پیدا کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ تیج پال کے کم از کم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اور ہماری طرف سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہاں موجود رہنا چاہیے۔ وہ دونوں روپوش رہیں گے اور دن رات وہاں کے معاملات پر توجہ دیتے رہیں گے۔ ضرورت کے مطابق اپنے آلہ کار بناتے رہیں گے۔ اس طرح یہ تاثر پیدا ہوگا کہ امریکا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اگر دشمنوں کے مقابلے میں ختم ہورہے ہیں تو مزید پیدا بھی ہورہے ہیں اور ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "تیج پال اور جے کافو کا ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں جائے گا۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے بھرپور تعاون کرنا چاہیے۔"

تیج پال نے کہا "یقیناً وہ ایک دوسرے سے مکمل تعاون کریں گے لیکن میرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سامنے کبھی نہیں آئے گا۔"

جے کافو نے کہا "میرا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی تیج پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سامنے نہیں جائے گا۔ جو اسے ہم سے خطرہ ہے تو ہمیں بھی اس سے خطرہ رہے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ تو آپس میں لڑنے والی بات ہے۔ تم دونوں کو ایک دوسرے سے سمجھوتا کرنا چاہیے۔"

تیج پال نے کہا "سمجھوتا کرنے کا نتیجہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بہت بُرا اور بہت نقصان دہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم دونوں کے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود رہ کر بھی ایک دوسرے سے چھپ کر رہیں گے۔ اپنے اپنے طور پر کام کریں گے۔ ایک دوسرے کے تعاون کی ضرورت ہوگی تو تعاون بھی کریں گے لیکن ایک دوسرے کے روبرو نہیں آئیں گے۔"

وہ سب امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے لیکن یہ بات بھی ماننے والی تھی کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کوئی ایک دوسرے پر بھروسا نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا تیج پال اور جے کافو نے جو فیصلہ کیا تھا اس پر تمام اکابرین نے رضامندی ظاہر کی اور ان سے کہا کہ وہ آج ہی اپنے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہاں روانہ کردیں۔"

جمہوریہ چین نے فرانس سے درخواست کی تھی کہ اس کے چند سیاحوں کو فرانس کی سیاحت کے لیے آنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے جواب میں حکومت فرانس کی طرف سے کہا گیا "ہمیں افسوس ہے کہ ہم اجازت نہیں دیں گے۔ کیونکہ آپ کے اصل عزائم کا ہمیں پتا چل چکا ہے۔ وہ سیاح آنے والے سیاح نہیں ہوں گے۔ بلکہ ایسے نمائندے ہوں گے جو بابا صاحب کے ادارے کے اہم افراد سے کسی خفیہ معاملے میں مذاکرات کریں گے۔"

"ایسا کوئی سنگین معاملہ نہیں ہے۔ جس سے آپ کو نقصان پہنچ سکے۔ اصل میں آپ کو ہمارے خلاف بھڑکایا گیا ہے۔"

"آپ کچھ بھی کہیں ہمیں افسوس ہے کہ ہم آپ کے ملک سے کسی بچے کو بھی یہاں آنے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہم یہاں نہ سہی کسی دوسرے ملک میں اپنے نمائندوں کو بھیج دیں۔ کیا وہاں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے افراد ان سے ملاقات کرسکیں گے؟"

"ہمارے ملک کے باہر کچھ بھی ہو اس سے ہمارا کوئی

تعلق نہیں ہے۔"

"بہتر ہے۔ آپ خوش ہوجائیں، ہمارے ملک کا کوئی بچہ بھی آپ کے ملک میں قدم نہیں رکھے گا لیکن اپنے حلیف امریکا سے کہہ دینا کہ ہم جو چاہتے ہیں وہی ہوگا۔ فرانس میں نہیں ہوگا، کسی دوسرے ملک میں ہوگا۔"

جمہوریہ چین کے لیے ایک طیارے میں روانہ ہوچکا تھا اور سفر کے دوران میں چین کے اعلیٰ حکام کے ارادوں میں پہنچ کر ان کی یہ باتیں سن رہا تھا۔ میں نے ایک افسر سے کہا "یہ اچھا ہوا کہ آپ نے ان سے کہہ دیا آپ کا کوئی آدمی فرانس نہیں جائے گا لیکن انہیں اطمینان نہیں ہوگا۔ وہ اپنے ہاں امیگریشن کے شعبے میں بڑی سختیاں کریں گے۔ ان کے تمام جاسوس بیرونی ممالک سے آنے والوں کو بہت محتاط ہو کر چیک کرتے رہیں گے اس کے باوجود ہمارا بھرپور تعاون آپ کو حاصل ہوتا رہے گا۔"

"تعاون تو حاصل ہو رہا ہے۔ آپ ہمارے ہاں تشریف لارہے ہیں لیکن ایک رکاوٹ بہت اہم ہے۔"

"وہ کون سی رکاوٹ ہے؟"

"ہمارے فوجی افسران اور فوجی جوان بابا صاحب کے ادارے تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ جب وہاں نہیں پہنچیں گے تو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کرسکیں گے۔"

"آپ کے ذہین افراد کو ٹرانسفارمر مشین تک پہنچانا مشکل نہیں ہے۔ مشکل ضرور ہے لیکن ہم یہ مشکل آسان کرلیں گے۔ میں اپنے بزرگوں سے اس سلسلے میں مشورہ کرتا ہوں۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے جناب تبریزی کو مخاطب کیا اور کہا "جناب عالی میں آپ کی تنہائی میں مخل ہو رہا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ ویسے ایک بہت اہم معاملہ ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ حکومت فرانس نے ہمارے چینی بھائیوں پر یہاں کے دروازے بند کردیے ہیں۔"

"جی ہاں اور اس وجہ سے ہمارے چینی بھائی ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کرسکیں گے۔"

"میں اس ادارے کے ان بزرگان دین سے مشورے کروں گا جو روحانیت کے مراحل طے کرچکے ہیں یا طے کرنے والے ہیں۔ ان میں آمنہ بھی شامل ہے۔ ان سب سے مشورہ کرنے کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ مشکل کس طرح آسان ہوگی۔"

"بہتر ہے جناب! میں چینی حکام کو یقین دلاؤں گا کہ ہم اپنے وعدے اور معاہدے کے مطابق ان کے چند اہم اور ذہین افراد کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم ضرور سکھائیں گے۔"

"جب تک تم جمہوریہ چین کے وارالحکومت بیجنگ پہنچو گے اس وقت تک ہم تمہیں مشکل کا حل بتادیں گے۔"

میں ان کا شکریہ ادا کرکے دمانی طور پر طیارے میں حاضر ہوگیا۔ میرے ساتھ والی سیٹ پر جناب عبداللہ واسطی بیٹھے ہوئے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے کا ایک ذہین سراغ رساں احمد زبیری جو ٹیلی پیتھی جانتا تھا، ہمارے ساتھ موجود تھا۔ میں نے جناب عبداللہ واسطی سے کہا "ابھی میں نے جناب تبریزی صاحب سے گفتگو کی ہے۔"

انہوں نے اثبات میں سرہلا کر کہا "جناب علی اسد اللہ تبریزی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ جب انہوں نے وعدہ کیا ہے تو ضرور مشکلات کا آسان حل پیش کریں گے۔"

میری اور جناب تبریزی کی گفتگو خیال خوانی کے ذریعے ہوئی تھی۔ جناب عبداللہ واسطی نے ہماری گفتگو نہیں سنی تھی لیکن علم روحانیت کے ذریعے انہیں سب کچھ معلوم ہوچکا تھا۔ مجھے اس بات پر فخر تھا کہ میں جناب عبداللہ واسطی جیسے روحانی رہنما کے ساتھ سفر کررہا تھا۔

○☆○

بھیا کار ڈرائیو کرتا ہوا اسپتال کے احاطے میں آیا پھر اس نے بڑے دروازے کے سامنے گاڑی روک دی۔ پیچھے بیٹھے ہوئے دلیر آفریدی دروازہ کھول کر الپا کی ڈی صوفیہ کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر اسپتال کے اندر جانے لگا۔ بھیا نے کہا "ارے پہلے اپنی پیشانی اور چہرے سے خون تو پونچھ لے۔"

"تیری پیشانی اور چہرے پر بھی خون پھیلا ہوا ہے۔ پہلے تو اپنی فکر کر۔ میں اپنی جان من کی فکر کرنے جارہا ہوں۔"

وہ بھی الپا کے پیچھے جانے لگا۔ وہاں کھڑے ہوئے چوکیدار نے کہا "صاحب پہلے اپنی گاڑی پارک کردیں۔ یہاں دوسری گاڑیاں بھی آئیں گی۔"

اسے رکنا پڑا۔ وہ واپس آکر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کا سر بری طرح دکھ رہا تھا۔ دلیر آفریدی کا سر بھی دکھ رہا ہوگا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو اتنی زبردست ٹکریں ماری تھیں کہ دونوں ہی کی کھوپڑی جیسے پلپلی ہوگئی تھی۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا پارکنگ ایریا میں آکر رک گیا۔ کار کا انجن بند کرکے اس نے دروازہ کھول کر باہر جانا چاہا تو سر ذرا سا چکرانے لگا۔ وہ سر کو تھام کر بیٹھ گیا۔ اس کا ہاتھ نم ہورہا تھا۔

لہو اب تک بہہ رہا تھا وہ پھر لہو سے بھیگے ہوئے رومال کو لے کر چہرے سے خون پونچھنے لگا۔

اسے الپا کی فکر تھی۔ وہ دشمن اجنبی اسے اٹھا کر اسپتال کے اندر لے گیا تھا۔ یہ سوچ کر ہی اسے غصہ آرہا تھا کہ وہ اس کی محبوبہ کو' اس کی ہونے والی بیوی کو' اس کے سامنے بازوؤں میں اٹھا کر لے گیا تھا اور اس کے سامنے اسے کئی بار جان من کہہ چکا تھا۔

وہ غیر معمولی شکتی اور غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل تھا۔ اس کے باوجود اس اجنبی کے سامنے بے بس ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا فی الحال الپا کی خیریت معلوم کرنا چاہیے اگر وہ کسی حد تک اپنے اندر توانائی محسوس کر رہی ہوگی تو اس سے کہے گا کہ اس اجنبی سے دور دور رہے۔ یہ سوچ کر اس نے الپا کے دماغ میں جانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی مگر نہ کر سکا۔ اسے حیرانی ہوئی۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی کوشش کی تو پتا چلا' سر کو بار بار ٹکرانے کے باعث وہ فی الحال خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔

یہ معلوم ہوتے ہی اس کے ہوش اڑنے لگے۔ فوراً ہی خیال آیا کہ ایسے میں نیلماں اس کے پاس آئے گی تو وہ سانس نہیں روک سکے گا پھر تو اس کی شامت آجائے گی۔ نیلماں اس کو پہلی فرصت میں اپنا معمول اور تابع بنالے گی۔ ایسے منحوس لمحات میں وہ کسی طرح بھی اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ خوف اور پریشانی سے اپنے سر کا درد بھول گیا۔ کار سے باہر نکل کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا "کیا کرے؟ کہاں جائے؟ ٹیلی پیتھی تو ایسی بلا ہے کہ آدمی کہیں جا کر چھپ نہیں سکتا۔" وہ اس دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی سے فوری طور پر کسی طرح بھی بچاؤ کی تدبیر کرنا چاہتا تھا۔

وہ پھر کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے دماغ میں بات آئی کہ ایسا منتر پڑھنا چاہیے جس کے اثر سے کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دقتی طور پر اس کے دماغ میں نہ آسکے۔ اسے ایسے کچھ منتر یاد تھے۔ وہ ونڈ اسکرین کے پار خلا میں تکتے ہوئے زیر لب پڑھنے لگا۔ پہلی بار اس نے صحیح منتر پڑھا لیکن دوسری بار کچھ پڑھنے لگا تو اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ منتر ادھورا رہ گیا۔ اس نے پھر ابتدا سے پڑھنا شروع کیا تو زبان پھر لڑکھڑا گئی۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا "میرا دماغ ذرا کمزور ہو گیا ہے لیکن ایسا کمزور بھی نہیں ہوا ہے کہ زبان لڑکھڑا جائے۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

اسی وقت اسے اپنے دماغ میں ایک عورت کی ہنسی سنائی دی۔ وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر سیٹ پر سیدھا بیٹھ گیا۔ پوچھ رہا تھا "کون ہے۔؟ یہ۔ یہ کون ہے؟"

جواب میں پھر وہی ہنسی سنائی دی۔ وہ بولا "میں ابھی سانس روک کر تمہیں بھگا دوں گا۔"

وہ ایسی حالت میں سانس روک کر بھگا تو نہیں سکتا تھا۔ اسی وقت اس کے دماغ میں ایک زبردست زلزلہ پیدا ہوا۔ اسٹیئرنگ سے ایک دم سے چیخ مار کر سیٹ پر سے اچھلا۔ اسٹیئرنگ سے ٹکرایا پھر ایک طرف ڈھلک کر تڑپنے لگا۔ اسپتال کی طرف آنے کرنے والا ایک خاکروب وہاں سے گزر رہا تھا۔ اس نے اسے تڑپتے ہوئے دیکھا تو دوڑتا ہوا اسپتال میں گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے ساتھ ایک جونیئر ڈاکٹر اور دو وارڈ بوائے تیزی سے چلتے ہوئے آئے۔ اسی وقت بھیما کے دماغ میں دوسری بار زبردست زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ پھر چیخیں مارتا تڑپتا ہوا آدھا اسٹیئرنگ سیٹ پر اور آدھا کار کے باہر گرا۔ ڈاکٹر نے دوڑ کر اس کے قریب آ کر' اس کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا "کیا ہوا ہے؟ تمہیں کیا ہوا ہے؟"

وہ جواب دینے کے قابل نہیں تھا۔ دو زبردست زلزلے کے جھٹکوں نے اس کے دماغ کی چولیں ہلا دی تھیں۔ وہ اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ ڈاکٹر نے وارڈ بوائے سے کہا "جلدی کرو اور اسٹریچر لے کر آؤ۔"

ایک وارڈ بوائے دوڑتا ہوا اسپتال کے اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مزید دو وارڈ بوائز کے ساتھ اسٹریچر لے کر آیا۔ وہ بھیما کو اس اسٹریچر پر ڈال کر اسے اسپتال کے اندر ایمرجنسی وارڈ میں لے گئے۔ وہ دماغی اور جسمانی طور پر بہت طاقتور تھا۔ اس کے ساتھ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ اسے غرور تھا کہ دشمنوں کے بڑے بڑے حملوں کا منہ توڑ جواب دے سکتا ہے۔ اس نے ولیر آفریدی جیسے شعبدے باز کا مقابلہ کیا تھا لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے جو زلزلے پیدا کیے جاتے ہیں۔ اسے دنیا کا کوئی شہ زور برداشت نہیں کر سکتا۔ ان زلزلوں نے اسے بھی چاروں شانے چت کر دیا تھا۔

وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ ڈاکٹر اس کا معائنہ کر رہا تھا اور پوچھ رہا تھا "کچھ بولو۔۔۔ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

وہ اپنی تمام تر رہی سہی قوتوں کو یکجا کر کے بڑی مشکل سے بولا "مجھے۔۔۔ مجھے بے ہوش کر دو۔"

ڈاکٹر کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ بے ہوش کیوں ہونا چاہتا ہے؟ اس وقت بھیما کی عقل میں یہی بات آئی تھی کہ اسے بے ہوش کر دیا جائے گا تو خیال خوانی کرنے والی اس کے دماغ میں نہیں رہ سکے گی۔ دوبارہ ہوش میں آنے تک اس سے نجات مل جائے گی۔

ایسے وقت جونیئر ڈاکٹر کے دماغ میں یہ بات آنے لگی کہ اس کا مرض سمجھ میں نہیں آرہا ہے اور وہ بے ہوش ہونا چاہتا ہے۔ لہٰذا اسے بے ہوش نہ کیا جائے لیکن نیند کا انجکشن دے کر سلا دیا جائے۔

دماغ میں آنے والے اس خیال کے مطابق ڈاکٹر نے نرس سے انجکشن تیار کرنے کو کہا۔ وہ ایک سرنج میں نیند کی سیال دوا بھر کر لائی۔ ڈاکٹر نے وہ انجکشن اسے لگا دیا۔ صرف ایک منٹ کے اندر ہی وہ گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کے دماغ میں آواز ابھری "بیلو بھیما! کیا مجھے آواز سے پہچان رہے ہو؟"

وہ خاموش رہا۔ آواز نے کہا "تم بے ہوش نہیں ہو' نیند میں ہو اور مجھے آواز سے اچھی طرح پہچان سکتے ہو۔"

بھیما کی نیند بھری سوچ کی لہروں نے کہا "ہاں! میں پہچان رہا ہوں۔ تم الپا ہو۔ الپا میری مدد کرو۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے لائف پارٹنر بننے والے ہیں۔ ایسے برے وقت میں تم ہی مجھے بچا سکتی ہو۔ ابھی نیلماں میرے دماغ میں آئی تھی۔ اس نے مجھے مجبور اور بے بس بنا دیا ہے۔"

"اوہو! تم پہاڑ جیسے مرد ہو۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ بڑے بڑے شہ زوروں کو مات دے سکتے ہو اور ایک عورت سے مات کھا رہے ہو۔"

"یہ طعنے دینے کا وقت نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری دماغی توانائی بحال کرنے کی کوشش کرو۔"

"میرا دماغ خراب ہوا ہے کہ تمہاری دماغی توانائی بحال کروں گی۔ تمہارے دماغ میں نیلماں نہیں ہے۔ میں نے ہی تمہارے اندر زلزلے پیدا کیے تھے۔"

وہ حیرانی سے بولا "تم۔۔۔؟ الپا تم مجھ سے دشمنی کر رہی ہو؟"

"اور کیا تم مجھ سے دوستی کر رہے تھے؟ تم نے بڑی زبردست چالاکی کے ساتھ مجھے ہندوستان بلایا ہے۔ تم نے یہ سوچ لیا تھا کہ میرے یہاں آتے ہی مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دو گے پھر مجھے اپنی معمول بنا لو گے۔ مگر تمہارے ایسا کرنے سے پہلے ہی میں اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو گئی تھی۔"

وہ حیرانی سے بولا "ہاں! مجھے یاد آیا تم تو اعصابی کمزوری کا شکار ہو گئی تھیں۔ وہ اجنبی تمہیں اٹھا کر اسپتال کے اندر لے گیا تھا۔ کیا تمہاری کمزوری دور ہو گئی ہے؟"

"نہیں میں ابھی تک کمزور ہوں۔ میرا وہ عاشق اسپتال میں میرے بستر کے سرے پر بیٹھا ہوا ہے۔ اِدھر وہ مجھ سے بہل رہا ہے۔ اُدھر میں تمہیں بہلانے آئی ہوں۔ بہرحال اب میں حکم دیتی ہوں کہ خاموش رہو گے۔ اپنی طرف سے کچھ نہ بولو۔ میں تنویمی عمل کے دوران میں جو سوالات کروں گی۔ صرف انہی کے جواب دو۔"

"نہیں الپا! پلیز ایسا نہ کرو۔ میں زندگی بھر تمہارا ویسے ہی غلام بن کر رہوں گا مگر مجھے تنویمی عمل کے ذریعے غلام نہ بناؤ۔"

"میں تمہیں حکم دے چکی ہوں کہ خاموش رہو گے۔ صرف میرے سوالات کے جوابات دیا کرو گے۔ ورنہ میں ابھی پھر زلزلہ پیدا کروں گی۔"

وہ گھبرا کر بولا "نہیں۔۔۔ نہیں پلیز ایسا نہ کرنا۔ میرا سر پھوڑے کی طرح دکھنے لگا ہے۔ میں اور زلزلے کی تکلیف برداشت نہیں کر سکوں گا۔"

"تو پھر خاموش رہو۔ جیسا کہہ رہی ہوں اس پر عمل کرتے رہو۔"

اسے خاموش ہونا پڑا' الپا اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ اسے پوری طرح ٹرانس میں لانے کے بعد اپنا معمول بنانے لگی۔

وہ دماغی طور پر بہت ہی کمزور ہو گیا تھا اگر ذرا بھی دماغی توانائی رہتی تو وہ تنویمی عمل کے خلاف دماغی طور پر لڑتا رہتا لیکن وہ اس قابل نہیں رہا تھا۔

دماغی کمزوری کے باعث اس کا کوئی راز پھر راز نہیں رہا تھا۔ الپا یہ بھی معلوم کر چکی تھی کہ اس مکار نے اپنے گرو نارنگ کو بھی اپنا معمول اور محکوم بنا لیا ہے۔ اس نے تنویمی عمل کے دوران میں یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گرو نارنگ کو بھی الپا کا معمول اور محکوم بنانے میں اس کی مدد کرے گا اور اس سے پہلے وہ نارنگ کے دماغ سے اپنے تنویمی عمل کو واش کر دے گا۔

الپا نے اسے اپنا معمول بنانے کے سلسلے میں تمام اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کیں پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ اپنی ڈمی صوفیہ کے دماغ میں آئی۔ ڈاکٹر کے انجکشن اور دواؤں کے اثر سے اس کے اندر بڑی حد تک توانائی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی آنکھیں کھول کر ولیر آفریدی کو دیکھ رہی تھی اور اس کا ہاتھ تھام کر بول رہی تھی "تم بہت اچھے ہو' مجھے دل سے چاہتے ہو۔ میری کمزوری کا خیال کر رہے ہو لیکن اپنے زخموں سے بے خبر ہو۔ تمہیں فوراً جا کر زخموں کی مرہم پٹی کرانا

چاہیے۔"

وہ بولا "میں جاؤں گا تو تم پھر کمزور ہو جاؤ گی۔"

وہ مسکرا کر بولی "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم ابھی جاؤ ورنہ میں تم سے بات نہیں کروں گی۔"

"تم کہہ رہی ہو تو جاتا ہوں۔"

الپا ڈی کے دماغ میں رہ کر ولیر آفریدی کو دیکھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ سوچ رہی تھی "یہ جوان واقعی اچھے دل کا مالک ہے۔ اس کی وجہ سے میں بھیا پر غالب آگئی ہوں۔ یہ میرے کام آیا ہے۔ میں بھی اس کے کام آؤں گی۔ یہ میری ڈی پر عاشق ہے۔ میں ان دونوں کو ایک دوسرے سے محبت کرنے کا موقع دوں گی۔"

اس نے ڈی کی زبان سے کہا "ولیر آفریدی۔۔۔ ایک بات میں تم سے کہنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں! ہاں! کہو۔ میں تو تم سے باتیں کرنے کے لیے ہی بیٹھا ہوا ہوں۔"

"میں نیلی پیتھی جانتی ہوں۔ جب میرے اندر کچھ اور توانائی پیدا ہو جائے گی تو کیا تم مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گے؟"

"کیوں نہیں۔ تم ایک نہیں ہزار بار میرے دماغ میں آیا کرو۔ دل میں تو آچکی ہوں دماغ میں بھی رہا کرو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تم بہت اچھی اور بہت دلچسپ باتیں کرتے ہو۔ اب جاؤ اور مرہم پٹی کراؤ۔"

وہ اٹھ کر جانے لگا۔ صوفیہ بستر پر لیٹی اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "اپنے خیالوں کے مطابق کوئی آئیڈیل مل جاتا ہے تو دل مسرتوں سے بھر جاتا ہے۔ میں تو مسرتوں سے نہال ہو رہی ہوں۔"

الپا سوچ رہی تھی۔ یہ آئندہ صوفیہ کے ساتھ رہے گا تو گویا میرے ساتھ رہے گا۔ اس کی موجودگی سے مجھے بڑا سہارا ملے گا۔ بھیا اور نارنگ کبھی چالبازی سے میرے تنویمی عمل کا توڑ۔۔۔ کرنا چاہیں تو میں ولیر آفریدی کو ان پر مسلط کردوں گی۔

○☆○

نارنگ کی تپسیا کے چالیس دن مکمل ہو رہے تھے۔ آخری دن تپسیا سے ایک گھنٹا پہلے آرام کر رہا تھا اور کھانے پینے کے بعد پھر آخری دن کو تپسیا کرنے والا تھا۔ ایسے میں الپا بھیا کو معمول بنانے کے بعد اس کے ذریعے نارنگ کے دماغ میں پہنچ گئی۔

بھیا نے الپا سے کہا "میڈم یہی مخصوص لب ولہجہ ہے جس کے ذریعے میں آپ کو نارنگ کے دماغ میں لایا ہوں۔ ابھی ہم دونوں اس کے دماغ میں ہیں لیکن یہ ہمیں محسوس نہیں کر رہا ہے مخاطب کرنے پر اسے معلوم ہوگا کہ ہم اس کے دماغ میں موجود ہیں۔"

الپا نے کہا "اسے فی الحال مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں ہے پہلے میں اس پر تنویمی عمل کروں گی اسے اپنا معمول اور محکوم بناؤں گی اس کے بعد مخاطب کروں گی۔"

"میں آپ کا معمول ہوں۔ آپ عمل کریں میں موجود رہوں گا۔"

"یہاں تم نے میرے لیے جو ہو کے کنارے جو بنگلا کرائے پر لیا ہے وہاں دماغی طور پر موجود رہو۔"

"آپ کا جو حکم میں جا رہا ہوں۔"

"اور سنو جب تک میں وہاں دماغی طور پر نہ آجاؤں۔ اس وقت تک صوفیہ اور ولیر آفریدی کو کوئی نقصان نہ پہنچانا نہ ان سے لڑائی جھگڑا کرنا۔"

"جی میڈم میں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ آپ کو شکایت کا کوئی موقع نہیں دوں گا۔"

یہ کہہ کر بھیا وہاں سے چلا گیا۔ الپا نارنگ پر توجہ دینے لگی۔ وہ بستر پر بیٹھا ہوا تھا آہستہ آہستہ آنکھیں بند کرنے لگا۔ جب وہ گہری نیند سو گیا تو الپا اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔

بہت عرصے سے الپا اور نارنگ کے درمیان رسہ کشی جاری تھی۔ پہلے نارنگ زبردست آتما شکتی کا حامل تھا۔ وہ یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی گھس آتا تھا۔ اس کے خوف سے الپا اور برین آدم نے اپنے ایک یہودی وچ ڈاکٹر جمال رابن کے ذریعے تحفظ حاصل کیا تھا۔ اس نے ان دونوں کے دماغ میں ایسی کیلیں پیوست کی۔۔۔ تھیں جن کے اثر سے ان کا دماغ بظاہر مردہ ہو گیا تھا اور نارنگ کی سوچ کی لہریں ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ پاتی تھیں۔

جب یہ مرحلہ گزر گیا تو الپا کو ایک اور پریشان کن مرحلے سے گزرنا پڑا۔ ان دنوں نارنگ آتما شکتی کے ذریعے برین آدم کے جسم میں سما گیا تھا۔ اس نے چال چل کر الپا کی نیندیں اڑا دیں تھیں پھر بھی الپا کی قسمت اچھی تھی۔ جیکب رابن نے اس کی مدد کی اور وہ اس سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

اس کے بعد نارنگ بے بس ہو گیا تھا۔ اس کی طرف سے نجات حاصل کرنے کے بعد بھی وہ مطمئن نہ رہ سکی کیونکہ اس کا چیلا بھیا داس وہاں شکتی مان بن کر الپا کو ٹرپ کرنے کی فکر میں تھا۔ الپا کئی برسوں سے نیلی پیتھی کی دنیا میں

گھاٹ گھاٹ کا پانی پیتی آرہی تھی۔ صرف نیلی پیتھی جان سے لینے سے یا کالا جادو سیکھ لینے سے کبھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ کامیابیاں حاصل کرتے رہنے کے لیے ذہانت اور حاضر دماغی اور نتیجہ خیز پلان میکنگ کی غیر معمولی صلاحیتیں لازمی ہوتی ہیں۔

اور یہ سب کچھ بھیا کے پاس نہیں تھا۔ دیکھا جائے تو نارنگ کے پاس بھی نہیں تھا۔ اسی لیے وہ دونوں ناکام رہتے تھے اور اب بھیا کا انجام بھی اپنے گرو جیسا ہو چکا تھا۔ وہ بھی الپا کا معمول اور محکوم بن چکا تھا اور اب الپا نے نارنگ کو اپنا معمول بنا لیا تھا اس نے تنویمی عمل مکمل کرنے کے بعد کہا "نارنگ تم اب میرے غلام بن چکے ہو بولو درست ہے یا نہیں؟"

وہ سحر زدہ تھا۔ اس نے کہا "میں آپ کا غلام ہوں اور ہمیشہ غلام رہوں گا۔"

"تم نے اپنی اوقات سے اور اپنی صلاحیتوں سے زیادہ بڑھ چڑھ کر میرے مقابلے میں آنے کی حماقت کی۔ میں نے تمہیں ایسی ٹھوکر ماری تھی کہ تم ایک کینسر کے مریض کے جسم میں پہنچ گئے تھے اگر تمہارا چیلا بھیا بروقت آکر تمہاری مدد نہ کرتا تو آج تم اس دنیا میں نہ ہوتے۔"

"میں اپنی حماقتوں کی سزا پا رہا ہوں۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ بھیا نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا تھا بلکہ اپنی غرض کے لیے تمہیں آتما شکتی حاصل کرنے کا یہ موقع دے رہا ہے۔ اس سے پہلے وہ تم پر تنویمی عمل کر کے تمہیں اپنا غلام بنا چکا ہے۔"

"میں نہیں جانتا کہ بھیا نے میرے ساتھ کیا کیا ہے لیکن پھر بھی اس کا یہ احسان ہے کہ غلام بنانے کے باوجود مجھے آتما شکتی مکمل کرنے کا موقع دے رہا ہے۔"

"تمہاری آتما شکتی کو مکمل ہونے میں اور کتنے دن لگیں گے؟"

"میں تین دنوں کے بعد مکمل آتما شکتی حاصل کرلوں گا۔"

"میں بھی تمہیں تین دن تک تپسیا کرتے رہنے کی اجازت دوں گی۔ میں نے تمام اہم احکامات تمہارے دماغ میں نقش کر دیے ہیں۔ اب تم آرام سے تنویمی نیند سو جاؤ ایک گھنٹے بعد آنکھ کھلے گی تو تمہاری تپسیا کا وقت ہو جائے گا۔ اپنا تپسیا جاری رکھ سکو گے۔ اب سو جاؤ۔"

نارنگ نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ الپا اس کے دماغ سے چلی گئی۔ جیکب رابن سے بولی "آج میں بہت خوش ہوں۔ اس کمینے نارنگ کو اپنا غلام بنا چکی ہوں۔ آج تک اس کی طرح کسی دشمن نے مجھے اس قدر پریشان نہیں کیا تھا۔ میری راتوں کی نیندیں اڑا دی تھیں مجھے فکر اور پریشانی سے بھوک نہیں لگتی تھی۔ آج میں نے بہت بڑی فتح حاصل کی ہے۔"

جیکب رابن نے مسکرا کر پوچھا "اور یہ فتح کیسے حاصل کی ہے؟"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تمہارے ذریعے حاصل کی ہے۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی اگر تم میرے دماغ کو بظاہر مردہ نہ بناتے اور نارنگ کو میں دھوکا نہ دیتی تو کبھی ایسی زبردست کامیابی حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ میں تمہارا جتنا بھی شکر ادا کروں تم پر جس قدر بھی قربان ہوتی رہوں وہ کم ہے۔"

وہ بڑی محبت سے اور بڑے اطمینان سے اپنا وقت گزارنے لگے اور موجودہ حالات کے مطابق سوچنے لگے کہ آئندہ انہیں کیا کرنا چاہیے؟

حالات بتا رہے تھے کہ اپنے طور پر تو اس نے بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ صرف نارنگ کو ہی نہیں اس کے زبردست صلاحیتیں رکھنے والے چیلے بھیا کو بھی اپنا غلام بنا لیا ہے لیکن ایک نیلماں اسے کھٹک رہی تھی۔ الپا نے کہا "اگر تم میرے دماغ کو بظاہر مردہ نہ بناتے تو نیلماں بار بار میرے دماغ میں آتی رہتی۔ میں اسے محسوس نہ کر پاتی۔ پتا نہیں وہ میرے چور خیالات سے کیسے کیسے راز معلوم کر لیتی پھر ہمارے تعلقات کا بھی اسے علم ہو جاتا میرے ذریعے وہ تمہارے دماغ میں بھی پہنچ جاتی۔"

جیکب رابن نے کہا "بے شک میں اگرچہ بہت زبردست کالا جادو جانتا ہوں اس کے باوجود اس نیلماں کو اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکتا تھا۔ ہم اس وقت اس سے محفوظ ہیں لیکن وہ کسی دوسرے ذریعے سے میرے دماغ تک پہنچ سکتی ہے۔"

"ہاں اسے یہ تو معلوم ہوگا کہ میں نے تمہارے جیسے ایک وچ ڈاکٹر کا سہارا لیا ہے۔"

"تم نے ایک بار بتایا تھا کہ نیلماں، بھیا کے دماغ میں گھس کر اس کے چور خیالات پڑھ چکی ہے اور اس کے چور خیالات سے یہ ضرور معلوم ہوا ہوگا کہ تم ایک وچ ڈاکٹر کے ذریعے اپنے دماغ کو مردہ ظاہر کر رہی ہو۔ اس طرح اسے میرے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہوا ہوگا۔"

"بھیا نے اپنے دماغ پر کوئی زبردست جادوئی عمل کیا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ آئندہ نیلماں اس کے دماغ میں

نہیں آسکے گی۔"

"اگر نہ آسکے تو ہمارے لیے بہتر ہوگا پھر بھی ہمیں نیلماں کو یا تو ختم کرنا چاہیے یا اس طرح کمزور بنا دینا چاہیے کہ وہ ہمارے خلاف کوئی محاذ آرائی نہ کرسکے۔"

"اس اہم پہلو پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم نیلماں کے خلاف ایسا کیا کرسکتے ہیں کہ اسے ہماری دشمنی کا علم نہ ہو اور وہ ہمارے مقابلے میں کمزور پڑ جائے۔"

جیکب رابن نے کہا "سیدھی سی بات ہے، بھیا تمہارا غلام بن چکا ہے اسے آلہ کار کے طور پر استعمال کرو۔"

الپا سوچنے لگی پھر بولی "تھائی لینڈ میں محاذ آرائیاں ہو رہی ہیں امریکا وہاں اپنے قدم جمانا چاہتا ہے اور نیلماں اس کی مخالفت کر رہی ہے اور یہ ضرور ہوگا کہ جب وہاں ان کی سرگرمیاں بڑھتی رہیں گی تو جمہوریہ چین بھی اس علاقے میں مداخلت کرے گا۔"

جیکب رابن نے کہا "تم بھیا کو حکم دو کہ وہ تھائی لینڈ میں اپنے کئی آلہ کار بنائے اور لب ولہجہ بدل کر ان کے ذریعے پہلے نیلماں کو تلاش کرے کہ وہ تھائی لینڈ کے کس شہر یا کس قصبے میں ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے؟ پھر یہ کہ اس کے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت ہیں؟"

"ٹھیک ہے میں بھیا کے پاس جا رہی ہوں۔ اسے حکم دے رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر بھیا کے دماغ میں پہنچی وہ جوہو کے کنارے ایک بنگلے میں تھا۔ صوفیہ اور دلیر آفریدی نے بھی اسی بنگلے میں رہائش اختیار کی تھی۔ آفریدی اس سے کہتا تھا کہ صوفیہ ہم یہاں نہیں رہیں گے یہ بھیا میرا رقیب ہے۔ پہلے تم سے عشق کرتا تھا اب غلاموں کی طرح تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ کر جی حضوری کرتا ہے۔

وہ مسکرا کر بولی "جب وہ عاشق نہیں رہا۔ غلام بن گیا ہے تو پھر اس کے یہاں رہنے میں کیا حرج ہے۔ ہم اسے غلام بنا کر ہی رکھیں گے۔"

"نہیں مجھے اس کی موجودگی کھٹکتی ہے۔ کل عاشق تھا آج غلام بن گیا ہے کل پھر عاشق بن کر میرے لیے مصیبت بن جائے گا۔ خوا مخواہ لڑتا جھگڑتا رہے گا۔ ایسا نہ ہو کہ میں اسے قتل کردوں۔"

وہ اسے محبت سے دیکھ رہی تھی لیکن دماغی طور پر مجبور تھی کہ وہ خود کو سر سے پیر تک اور اپنے اندر گہرائیوں تک الپا سمجھ رہی تھی۔ اس پر جیکب رابن کے کالے عمل کا بھی اثر تھا۔

الپا نے اور جیکب رابن نے اسے بری طرح جکڑ رکھا تھا۔ وہ ان حالات میں کبھی اپنی اصلیت معلوم نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے دلیر آفریدی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا "میں تمہیں ایک راز کی بات بتانا چاہتی ہوں۔"

"وہ کیا راز ہے؟"

"میرا نام صوفیہ نہیں ہے۔ میں نے صرف پاسپورٹ وغیرہ میں اپنا یہ نام لکھایا ہے۔ میرا اصل نام کچھ اور ہے؟"

"تمہارا اصل نام کچھ بھی ہو۔ تمہاری اصلیت کچھ بھی ہو۔ میں نے تو تم سے محبت کی ہے تم جو بھی ہو میں تم سے محبت کرتا رہوں گا۔"

"میں جانتی ہوں۔ اسی لیے اپنا یہ راز بتا رہی ہوں کہ میرا نام الپا ہے اور میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولا "اچھا تو کیا تم میرے دماغ میں آتی رہتی ہو؟"

"کیسے آؤں گی تم تو بہت ہی حساس دماغ رکھتے ہو جیسے ہی خیال خوانی لہروں کو محسوس کرتے ہو، فوراً ہی چھینک مار دیتے ہو تمہارے دماغ میں، میں تو کیا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہ سکتا۔"

"تمہیں میرے دماغ میں آنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں تو تمہارے پاس ہی رہتا ہوں جب چاہو زبان سے گفتگو کرسکتی ہو۔"

"ہاں لیکن ہم کبھی کسی وجہ سے بچھڑ جائیں گے اور میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارا سراغ لگانے کی کوشش کروں گی تو مجھے تمہارے دماغ میں آنا ہوگا۔"

"جب ایسا وقت آئے گا اور میں تم سے دور ہو جاؤں گا تو اپنے دماغ میں تمہارا انتظار کرتا رہوں گا۔ جب بھی خیال خوانی کی کوئی لہر آئے گی، میں بے چینی محسوس کرنے کے باوجود برداشت کروں گا اور تمہاری آواز سنوں گا۔"

"میں یہی چاہتی ہوں کہ جب کبھی ہم ایک دوسرے سے جدا ہوں تو مجھے تمہارے دماغ میں رہنے کا موقع ملتا رہے۔"

اس نے پوچھا "یہ الپا کیسا نام ہے؟ صوفیہ مسلمان لڑکیوں کے نام ہوا کرتے ہیں لیکن الپا؟"

وہ بولی "صوفیہ یہودی لڑکیوں کے بھی نام ہوا کرتے ہیں اور الپا بھی یہودی نام ہے۔"

"اس کا مطلب ہے تم سچ مچ یہودی ہو؟"

"ہاں مگر تمہارے لیے نہیں۔"

"ابھی تو محبت میں میرے لیے یہودی نہیں ہو لیکن جب ہم باقاعدہ شادی کریں گے تو تمہیں اسلام قبول کرنا ہوگا۔ دنیا میں کسی غیر مذہب والی لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "جب وہ وقت آئے گا تو میں ضرور تمہارا مذہب قبول کرلوں گی لیکن ابھی حالات ہمارے موافق نہیں ہیں۔"

"ہم پردیسی ہیں۔ میں تمہیں اپنے ساتھ پشاور لے جاؤں گا۔"

"ضرور جائیں گے۔ میرے کچھ ضروری کام ہیں ان سے نمٹ لینے کے بعد میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ تم جہاں کہو گے وہاں جا کر رہوں گی۔"

الپا خیال خوانی کے ذریعے بھیا کے دماغ میں آئی تھی اسے حکم دینا چاہتی تھی کہ وہ تھائی لینڈ میں اپنے آلہ کار بنائے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ صوفیہ اور آفریدی اپنے بیڈ روم میں باتیں کر رہے ہیں وہ بھیا کو ان کے بیڈ روم کی کھڑکی کے پاس لے گئی بھیا وہاں کھڑا ہو کر ان کی باتیں سننے لگا۔ وہ چاہتی تو براہِ راست صوفیہ کے دماغ میں پہنچ جاتی لیکن اس نے سوچا، پتا نہیں وہ دونوں کس طرح محبت بھرے لمحات گزار رہے ہوں گے پہلے اس نے بھیا کے ذریعے معلوم کیا پھر صوفیہ کے دماغ میں پہنچ گئی۔

اس نے معلوم کیا کہ صوفیہ آفریدی کے دماغ میں پہنچنے والی باتیں کر رہی تھی اور آفریدی اس بات پر راضی ہو گیا تھا کہ جب کبھی وہ ایک دوسرے سے جدا ہوں گے تو وہ اسے اپنے دماغ میں آنے دیا کرے گا۔

یہ بات الپا کے لیے فائدے کی تھی وہ بھی یہی چاہتی تھی کہ آفریدی کے دماغ میں اسے جگہ ملتی رہے تاکہ بوقت ضرورت وہ اسے بھی اپنا معمول بنا سکے۔

اور اسے معمول بنانے کے لیے اس نے یہ سوچ رکھا تھا کہ جب بھی ذرا دیر کے لیے اسے آفریدی کے دماغ میں جانے کا موقع ملے گا، وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس کے دماغ میں زلزلے کے جھٹکے پیدا کرے گی اسے دماغی طور پر بالکل کمزور بنائے گی پھر اس کے بعد تنویمی عمل کرنا اور اسے اپنا غلام بنا لینا آسان ہوگا۔

جب وہ بھیا کو اپنا غلام بنا چکی تھی تب جیکب رابن نے کہا تھا۔ "یہ دلیر آفریدی بظاہر بہت ہی سیدھا سادہ اور معصوم ہے لیکن خطرناک بھی ہے میری چھٹی حس کہتی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی غیر معمولی بات ہے، جو اسے دشمنوں سے محفوظ رکھتی ہے۔"

"تم صرف چھٹی حس کے باعث کہہ رہے ہو۔"

"لیکی بات نہیں ہے تم بھی حالات کا تجزیہ کرو جب سے دلیر آفریدی تمہاری ڈمی صوفیہ سے مل رہا ہے۔ اس کے ذریعے تمہارے ساتھ عجیب واقعات رونما ہو رہے ہیں مثلاً تمہیں پہلی بار معلوم ہوا کہ چھینک مارنے سے بھی خیال خوانی کی لہریں دماغ سے باہر نکل جاتی ہیں۔"

الپا نے تائید میں سر ہلا کر کہا "بے شک یہ پہلی بار معلوم ہوا ہے۔"

"پھر تم نے دیکھا کہ وہ بھیا جیسے شہ زوروں سے ٹکرا گیا۔ بھیا ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ کالا جادو جانتا ہے پھر آتما شکتی مکمل طور پر حاصل کرچکا ہے۔ اتنے زبردست آدمی کو دلیر آفریدی ہر قدم پر شکست دیتا آیا ہے۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ اس کے ساتھ کچھ قدرتی حالات بھی ہیں جو اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔"

"یہ سوچنے کی بات ہے میں کسی وقت اس سے پوچھوں گی۔"

الپا بھیا کے پاس آئی تھی اور بھیا سے صوفیہ کے دماغ میں آئی تھی تو یہی موقع تھا کہ وہ دلیر آفریدی کی ذاتی زندگی کے متعلق کچھ اہم معلومات حاصل کرتی۔ لہٰذا اس نے صوفیہ کے ذریعے پوچھا "کیا تم پہلی بار اپنے ملک سے باہر آئے ہو؟"

"نہیں پہلے کئی بار یورپ اور امریکا جا چکا ہوں۔ اس بار

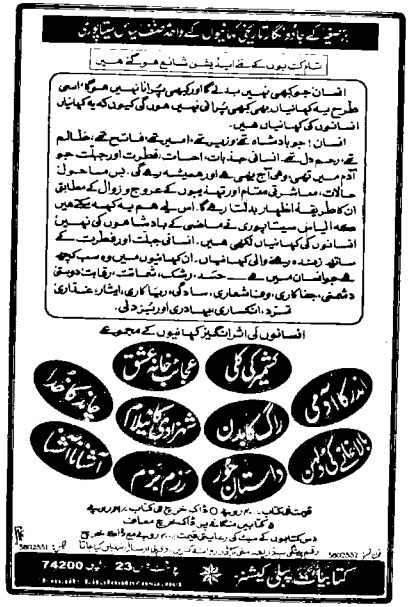

تمہارے ملک اسرائیل گیا تھا۔"

"تم اتنے دور دراز ملکوں کے سفر کرتے ہو۔ کیا تمہیں یہ خوف نہیں ہوتا کہ تم پر ناگہانی مصیبتیں نازل ہو سکتی ہیں؟"

"میں جواں مرد ہوں۔ میں مصیبتوں سے نہیں گھبراتا پھر بھی خان بابا کو میری فکر رہتی ہے۔ ہمارے شہر میں ایک پہنچے ہوئے بزرگ ہیں خان بابا ان کے مرید ہیں ان کی ہدایت کے مطابق انہوں نے اپنے بد ترین دشمنوں کو معاف کر دیا ہے اور پانچ وقت کی نمازیں بھی ادا کرنے لگے ہیں۔"

الپا نے صوفیہ کے ذریعے پوچھا "میں تمہارے خان بابا کے بارے میں نہیں تمہارے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔"

"میں وہی کہہ رہا ہوں خان بابا کو میری بہت فکر رہتی ہے جب میں نے بیت المقدس جانے کا ارادہ کیا تو وہ بزرگ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے خان بابا سے کہا کہ مجھے جانے کی اجازت دیں اور میری فکر نہ کریں پھر انہوں نے مجھ پر کلام پاک کا کوئی عمل کیا جس سے میں تمام مصیبتوں سے محفوظ ہو گیا ہوں۔"

الپا کلام پاک کے تقدس کو' مذہب کی قدروں کو' اور قدرت کی نہ سمجھ میں آنے والی مہربانیوں کو نہیں سمجھتی تھی جبکہ قدرتی طور پر اسے کئی بار ایسی مہربانیاں حاصل ہو چکی تھیں۔ جب وہ ماں بننے والی تھی تو جناب تیرزی کے ذریعے قدرت نے اس پر مہربانی کی تھی اسے ٹیلی پیتھی جاننے والے بد ترین دشمنوں سے محفوظ رکھا تھا۔ اس کے بعد یہ بھی قدرت کی مہربانی تھی کہ کمال رابن نے اپنے جادوئی عمل سے اس کے دماغ کو بظاہر مردہ بنا کر اسے نارنگ سے محفوظ رکھا تھا۔ خدائی قدرت کو سمجھنا ناممکن نہ صحیح لیکن دشوار ضرور ہے۔ لہٰذا الپا اس دشواری کو سمجھ نہیں پاتی تھی۔

اس نے اپنی ذہانت کے مطابق سوچا کہ جس طرح کمال رابن اور جیکب رابن اس بڑے کالے عمل سے اس کی حفاظت کرتے رہے ہیں اسی طرح کسی بزرگ نے اپنے عمل سے تحفظ دیا ہے۔

○☆○

پال پوٹ' اس کے دونوں باڈی گارڈ اور پچیس جاں نثار گوریلا فائٹرز اپنا چہرہ اور حلیہ بدل چکے تھے۔ کمبوڈیا کے گھنے جنگلات سے نکل کر شہر نان پنھ میں آ گئے تھے۔ گیروے رنگ کے لباس پہن کر بدھ بھکشو بن گئے تھے۔ مہاتما بدھ کی مختلف عبادت گاہوں اور آشرموں میں رہائش اختیار کر چکے تھے۔

انہوں نے اس شہر میں رہ کر ہٹلر ٹائز کرنے والے دو ماہرین کو قیدی بنایا اور ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دیا۔ وہاں انہیں گن پوائنٹ پر رکھ کر خود پر تنویمی عمل کے ذریعے اپنے دماغوں کو مقفل کرا لیا۔ حساس بنوا لیا تاکہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر انہیں بھگا دیں یا کم کریں۔

سب سے پہلے پال پوٹ اور اس کے دونوں باڈی گارڈز کے دماغوں پر عمل کیا گیا پھر یکے بعد دیگرے گوریلا فائٹرز کے دماغوں کو بھی مقفل کر دیا گیا۔ عام طور پر بدھ مت کے عبادت گزار بھکشو جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند ہوتے ہیں اور ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ یوگا کی بھی مشقیں کرتے ہیں۔ لہٰذا اب بھی کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا پال پوٹ اور اس کے وفاداروں کے دماغوں میں آتا اور وہ سانس روک کر اسے بھگا دیتے تو یہ کبھی شبہ نہیں کرتے کہ یہ پال پوٹ اور اس کے ساتھی ہیں یہی سمجھا جاتا کہ بدھ بھکشو ہیں اور وہ صدیوں کی روایات کے مطابق عبادت گزار اور یوگا کے ماہر بھی ہیں۔

ان پچیس جاں باز گوریلوں میں ذہین جاسوس بھی تھے۔ پال پوٹ ان کے ذریعے لاؤس' کمبوڈیا اور تھائی لینڈ کے بدلتے ہوئے سیاسی حالات سے باخبر رہتا تھا۔ ایسے ہی وقت اس کے دو سراغ رسانوں نے بتایا کہ جمہوریہ چین کے دیم بابا صاحب کے ادارے سے دوستی کر چکے ہیں اور ان کے ذریعے ٹیلی پیتھی کی قوت حاصل کرنے والے ہیں۔

پال پوٹ نے پریشان ہو کر کہا "یہ بات بڑی تشویش ناک ہے۔ ٹیلی پیتھی کا علم جمہوریہ چین میں پہنچ جائے گا تو چینی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں ڈھونڈ نکالیں گے۔ ہم ان سے چھپ نہیں پائیں گے۔"

ایک باڈی گارڈ نے کہا "پہلے ہی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں تھی۔ اب یہ چینی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں لاؤس' کمبوڈیا اور تھائی لینڈ میں تلاش کریں گے۔ ہمیں یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو جانا چاہیے۔"

دوسرے باڈی گارڈ نے بھی اس مشورے کی تائید کی۔

پال پوٹ بڑی پریشانی سے سوچتا رہا پھر بولا "بے شک ہمیں موجودہ حالات کو سمجھتے ہوئے یہاں سے دور جانا چاہیے لیکن اس طرح کہ یہ علاقہ ہماری نظروں میں رہے اور ہم یہاں کے بارے میں آسانی سے معلومات حاصل کرتے رہیں۔"

ایک گوریلا فائٹر نے کہا "اگر آپ مناسب سمجھیں تو کچھ گوریلا فائٹرز کمبوڈیا اور کچھ تھائی لینڈ میں چھوڑ دیں۔ باقی اپنے ساتھ لے جائیں ہم سب موبائل فون کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کرتے رہیں گے اور یہاں کے بدلتے ہوئے حالات کے سلسلے میں تازہ ترین اطلاعات پہنچاتے رہیں گے۔"

پال پوٹ نے کہا "یہ طریقہ کار مناسب رہے گا۔ ہم سب تین حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے میرے سات جانباز کمبوڈیا میں رہیں گے اور سات تھائی لینڈ میں باقی دو باڈی گارڈز اور گیارہ جانباز میرے ساتھ سنگاپور جائیں گے۔ وہ انتہائی جنوب میں ہے اور یہاں سے دور ہوتے ہوئے بھی ایک ہی ملک میں ہے۔ ہم وقت ضرورت بہ آسانی وہاں سے یہاں پہنچ سکیں گے۔"

اس نے سات جانبازوں کو حکم دیا کہ وہ کمبوڈیا میں رہیں۔ باقی تمام جانبازوں کو یہ ہدایات دیں کہ موبائل فون کے ذریعے ان سب کو اتنا معلوم ہو گا کہ کون کس ملک میں ہے لیکن کوئی کسی کو یہ نہیں بتائے گا کہ کس ملک میں کس جگہ ان کا خفیہ اڈا ہے یا کس جگہ ان کا باس پال پوٹ رہتا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ ایک دوسرے کو اپنی رہائش گاہ کا پتا کبھی نہیں بتائیں گے۔

پال پوٹ سات جانبازوں کو کمبوڈیا چھوڑ کر' تھائی لینڈ آیا وہاں اس نے سات جاں بازوں کو چھوڑ دیا وہ سب اپنے اپنے فرائض سے واقف تھے اور پال پوٹ کو ان کی طرف سے پورا اطمینان تھا پھر وہ بنکاک سے سنگاپور جانے والی ایک کوچ میں سوار ہو گئے۔ ان کے پاس مقامی کرنسی اور امریکی ڈالرز کی کمی نہیں تھی۔ پال پوٹ اپنے جانبازوں کو چارٹرڈ طیارے اور ہیلی کاپٹرز میں سنگاپور لے جا سکتا تھا لیکن وہ سب بھکشو بنے ہوئے تھے۔ اپنی ایک تبلیغی جماعت بنائی ہوئی تھی اور کوچ میں مسافروں کے درمیان رہ کر مہاتما بدھ کی تعلیمات کا پرچار کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ اس طرح کوئی ان پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔

یہ پرانی کہاوت ہے کہ گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف بھاگتا ہے لیکن پال پوٹ اور اس کے جانبازوں کے سلسلے میں یہ کہاوت پرانی نہیں تھی۔ ان کی موت آئی ہوئی نہ تھی ہو شامت آ گئی تھی۔ اس لیے وہ سنگاپور پہنچ گئے جہاں پہلے ہی ذی سلوانا کی حیثیت سے اور ثبانہ بانو عرف جینی ٹیکل سیکریٹری کی حیثیت سے پہنچی ہوئی تھی۔ پارس اور پروین بھی کوالالمپور میں ثانی کو تلاش کرنے کے بعد ناکام ہو کر سنگاپور آ چکے تھے۔

وہاں مہاتما بدھ کا ایک بہت بڑا مندر تھا۔ مندر کے احاطے کے اندر آشرم کی کئی عمارتیں تھیں۔ پال پوٹ اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ وہاں کے ایک آشرم میں آ گیا۔

اس کے دونوں باڈی گارڈ اور گیارہ جانباز گوریلے بھکشو بن کر آئے تھے اور وہ ان کا گرو بنا ہوا تھا۔ لہٰذا اس آشرم میں اس کا بڑی عزت سے استقبال کیا گیا۔ اس کے بھکشوؤں کو ایک بہت بڑا کمرا رہنے کے لیے دیا گیا اور پال پوٹ کو ایک چھوٹا کمرا علیحدہ رہائش کے لیے مل گیا۔ وہ اس کمرے میں تنہا رہ کر اپنی خفیہ سرگرمیاں جاری رکھ سکتا تھا۔

پال پوٹ نے موقع پا کر اپنے اس کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر ایک کھڑکی کے پاس آ کر موبائل فون آن کیا۔ اس کے جانباز جو کمبوڈیا میں تھے ان سے رابطہ کرنے کے بعد بولا "ابھی امریکی اکابرین سے فون کے ذریعے رابطہ کر کے میری ہدایت... کے مطابق ان سے گفتگو کرو۔ ان کا جو جواب ہو اس سے مجھے آگاہ کر دینا۔ میں تمہارے فون کا انتظار کرتا رہوں گا۔"

اس کے سات جانباز گوریلے کمبوڈیا کے ایک شہر نان پنھ میں تھے ان میں سے ایک جانباز نے فون کے ذریعے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر کی آواز سننے کے بعد بولا "میں پال پوٹ کا ایک خادم بول رہا ہوں۔"

"اچھا تو اب تمہارے پال پوٹ کی کمر ٹوٹ رہی ہے؟ وہ اتنے عرصے تک جنگلوں میں چھپتا پھرتا رہا۔ اب اس نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ اس کے فرار ہونے اور روپوش رہنے کے لیے کوئی جگہ نہیں بچی۔ ہمارے سراغ رساں اور تھائی حکومت کے فوجی ہر جگہ پہنچ رہے ہیں۔"

"بارہ برس ہو چکے ہیں' پال پوٹ اور اس کے جاں نثار فوجی آپ کے وفادار رہتے آئے ہیں لیکن آپ نے اس نیلماں سے سمجھوتا کر کے ہماری مخالفت شروع کر دی اگر پال پوٹ اور ہم فوراً ہی روپوش نہ ہوتے تو آپ ہمارے باس کو فوراً ہی نیلماں کے حوالے کر دیتے۔"

"ہاں وہ تو کرنا ہی تھا لیکن اب سوچ رہے ہیں کہ اس سمجھوتے پر ہم عمل نہیں کریں گے۔ نیلماں سے دوستی نہیں ہو سکتی۔ وہ ہمیں دوسری طرح نقصانات پہنچاتی جا رہی ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو ہم آپ کے احسان مند رہیں گے۔ ہمیں اس وقت امداد کی ضرورت ہے۔ ہم سب بری حالت میں ہیں۔ کئی برس تک جنگلوں میں چھپتے پھرنے کے بعد خوراک کی اور دواؤں کی فراہمی کے مسائل بڑے پریشان کن ہیں۔ ان مسائل سے پریشان ہو کر ہم کمبوڈیا کے شہر نان پنھ میں آ گئے ہیں۔"

"ابھی سیٹلائٹ رپورٹ آ جائے گی کہ تم واقعی کمبوڈیا کے شہر نان پنھ سے گفتگو کر رہے ہو یا ہمیں فریب دے رہے

ہو۔"

"اب ہم میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ آپ کو فریب دے کر اس دنیا میں زندہ رہ سکیں۔ ہمیں پناہ چاہیے اور آپ سے زیادہ ہمارا کوئی مددگار نہیں ہے۔"

"پال پوٹ کہاں ہے؟"

"وہ بری طرح بیمار ہے۔ اتنا کمزور ہے کہ بات نہیں کرسکتا ہے۔ اسے دوائیں دی جارہی ہیں۔ بہت ہی خفیہ طریقے سے اس کا علاج ہورہا ہے۔ اسے چھپا کر رکھنے کا مسئلہ ہمیں پریشان کررہا ہے۔ ایسے وقت آپ ہماری مدد نہیں کریں گے تو ہم بے موت مرجائیں گے۔ یہی سوچ کر کہ مرنا ایسے بھی ہے ویسے بھی ہے، ہم آپ کو مدد کے لیے پکار رہے ہیں۔ مدد ملے گی تو ٹھیک ہے اور آپ کی طرف سے موت ملے گی تو اسے بھی مجبوراً قبول کرنا پڑے گا۔"

"ہم تمہارے بدترین حالات کو سمجھ رہے ہیں۔ مرتا کیا نہ کرتا کہ مصداق تم اور تمہارا پال پوٹ ہمارے سامنے جھکنے پر مجبور ہوگئے ہو۔ بہرحال تمہیں کوئی جانی نقصان نہیں پہنچے گا۔ پال پوٹ کا پوری توجہ کے ساتھ علاج کرایا جائے گا۔ تم سب کو پہلے کی طرح آزادی اور خودمختاری حاصل ہوجائے گی۔ پال پوٹ کی خفیہ پناہ گاہ بتاؤ۔ کمبوڈیا کے فوجی افسران اپنے جوانوں کے ساتھ وہاں جائیں گے اور اسے وہاں سے لے کر ملٹری اسپتال پہنچائیں گے۔"

اس جانباز نے اسے کمبوڈیا کا فرضی پتا بتایا پھر اس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد پال پوٹ سے رابطہ کرکے بولا "ان سے بات ہوچکی ہے اور امریکا تمہاری امداد کے لیے راضی ہے۔ وہ کمبوڈیا کے فوجی افسران اور جوانوں کو میرے بتائے ہوئے خفیہ اڈے کی طرف بھیجنے والا ہے تاکہ وہ آپ کو وہاں سے لے کر ملٹری اسپتال پہنچادیں۔"

"ٹھیک ہے دیکھا جائے گا کہ وہ اپنی زبان کے کتنے پکے ہیں۔"

اس جانباز نے کہا "باس یہ شاید ہماری آخری گفتگو ہے۔ میں اس خفیہ اڈے میں موجود رہوں گا اور وہ آپ کو وہاں نہیں پاکر مجھے ہلاک کردیں گے۔ میں آپ پر قربان ہونے کے لیے جارہا ہوں ہماری جان نثاری ہمیشہ آپ کو سلامت رکھے گی۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔

شہر کے مضافات میں ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ اس مکان میں ایک بیمار شخص بستر پر پڑا ہوا تھا اس کی بیوی بچے تھے۔ پال پوٹ کے جانبازوں نے ان سب کو ہلاک کرکے ان کی لاشیں کہیں پھینک دی تھیں۔ صرف اس بیمار شخص کو وہاں چھوڑ دیا تھا پھر باقی چھ گوریلے وہاں سے چلے گئے۔ صرف ایک جانباز اس کے پاس رہ گیا۔ اس جانباز نے تھوڑی سی شراب پی لی تھی۔ تاکہ اس کا دماغ حساس نہ رہے۔ کوئی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں آنا چاہے تو اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ یہ شبہ نہ ہو کہ پال پوٹ اور اس کے جانباز اب سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرتے ہیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد فوجی جوانوں نے اس مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا کئی فوجی گاڑیاں آئی تھیں۔ ایک گاڑی میں دو افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے میگا فون کے ذریعے کہا "پال پوٹ، ہم تمہاری مدد کے لیے آئے ہیں اگر اس مکان میں تمہارے فوجی جانباز چھپے ہوئے ہیں تو ان سے کہو کہ وہ اپنے ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر چلے آئیں۔"

اس جانباز نے بیمار شخص کو ایک انجکشن لگایا جس کے اثر سے وہ بے ہوش ہوگیا۔ اس نے انجکشن کی سرنج کو ایک جگہ چھپا دیا پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر آگیا۔ ایک افسر نے کہا "دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟"

اس جانباز نے کہا "میں یہاں تنہا ہوں۔ باقی ساتھیوں نے حالات سے مجبور ہوکر باس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ صرف میں اس کی خدمت کے لیے رہ گیا ہوں اور میں آخری دم تک اس کے ساتھ رہ کر اس کی خدمت کرتا رہوں گا۔"

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا لیزی گارڈ اس افسر کے دماغ میں تھا۔ جانباز کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا اور اس کے چور خیالات پڑھنے لگا پھر افسر کے پاس آکر کہا "وہ درست کہتا ہے۔ تمام ساتھیوں نے ساتھ چھوڑ دیا ہے اور وہ تنہا پال پوٹ کے ساتھ ہے۔ اس مکان کے اندر پال پوٹ بستر پر بیمار پڑا ہے اور اس وقت بے ہوشی کی حالت میں ہے۔ تم جاکر ابھی اس کو دیکھو شاید وہ ہوش میں آجائے تو میں اس کے خیالات پڑھوں گا۔"

ایک فوجی افسر چند مسلح جوانوں کے ساتھ اس مکان کے اندر گیا۔ وہاں ایک شخص بستر پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ افسر نے اسے دیکھ کر اپنی جیب سے تصویر نکال کر کہا "یہ پال پوٹ نہیں ہے کوئی اور ہے۔"

جانباز نے کہا "آخری وقت پال پوٹ نے اور ہم نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے اور حلیے بدل لیے تھے۔ اس وقت بستر پر پال پوٹ بے ہوش پڑا ہے لیکن اس کا چہرہ تبدیل شدہ ہے۔ اس تصویر سے وہ پہچانا نہیں جائے گا۔"

ان باتوں کے دوران میں لیزی گارڈ جانباز کے خیالات پڑھ رہا تھا پھر اس نے فوج کے افسر سے کہا "یہ درست کہہ رہا ہے۔ پال پوٹ اور اس کے دوسرے جاں نثاروں نے آخری وقت میں اپنے چہرے تبدیل کیے تھے۔ اب پال پوٹ پہلے کے چہرے کے ذریعے نہیں پہنچانا جاسکے گا۔ یہ سچ مچ پال پوٹ ہے اس وقت بے ہوش پڑا ہوا ہے۔"

فوجی افسر نے پوچھا "ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

لیزی گارڈ نے کہا "تمہارے اعلیٰ افسر کا حکم ہے کہ پال پوٹ اب ہمارے کسی کام کا نہیں رہا ہے۔ بیمار اور اپاہج ہو چکا ہے۔ اپاہج اس لیے کہ اس کے تمام جاں نثار کہلانے والے گوریلوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اسے اور اس کے ساتھی کو گولی ماردو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ اور پال پوٹ کے اس آخری جاں نثار کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا گیا۔

مگر دور چھپے ہوئے چھ جانباز گوریلے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے موبائل فون کے ذریعے پال پوٹ سے کہا "باس! ہمارا ایک جانباز اپنی جان قربان کرچکا ہے۔ امریکی حکام نے جھوٹا وعدہ کیا تھا کہ پال پوٹ کو یہاں سے ملٹری اسپتال لے جاکر اس کا توجہ سے علاج کیا جائے گا لیکن اپنی دوغلی عادتوں سے باز نہیں آئے۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے شاید ہمارے جانباز کے خیالات پڑھ کر معلوم کرلیا کہ وہ بیمار شخص ہی پال پوٹ ہے اس لیے یقین ہوتے ہی انہوں نے ان دونوں کو گولی ماردی ہے۔"

پال پوٹ نے حکم دیا "اب تم بھی ہتھیار سنبھال لو اور چھپ چھپ کر واردات کرو۔ جنہوں نے ہمارے ایک جان باز کو اس بیمار شخص کے ساتھ ہلاک کیا ہے۔ ان میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑو۔"

حکم کی تعمیل ہوئی اور جانباز ایکشن میں آگئے۔ وہ فوجی اس بیمار شخص کے مکان سے باہر نکل رہے تھے ایسے ہی وقت دو زہریلے تیر آئے۔ ایک افسر کے سینے میں پیوست ہوا اور ایک فوجی جوان کے حلق میں اتر گیا۔ ان کے ہلاک ہوتے ہی تمام فوجی ادھر ادھر بھاگتے ہوئے اپنی پوزیشن سنبھالنے لگے۔ اتنی دیر میں فائرنگ ہوتی رہی۔ چھپنے اور پوزیشن سنبھالنے والے فوجیوں میں سے چار مزید ہلاک ہوگئے دوسرا فوجی افسر زخمی ہوگیا۔ وہ کراہتے ہوئے چیخ کر بولا "یہاں سے فوراً نکل بھاگنے کی کوشش کرو۔ وہ گوریلا فائٹرز ہیں۔ جگہ بدل بدل کر ہم پر حملے کریں گے۔"

وہ فوجی فائرنگ کرتے ہوئے وہاں سے جانے کی کوششیں کرنے لگے۔ ان کی فائرنگ صرف اندھیرے میں تیر چلانے کے برابر تھی کیونکہ گوریلا فائٹرز انہیں نظر نہیں آرہے تھے۔ جب وہ وہاں سے جانے لگے تو ایسے ہی وقت کئی ہینڈ گرنیڈ آکر وہاں بلاسٹ ہوئے۔ دو فوجی گاڑیاں دھماکے سے تباہ ہوگئیں۔ شعلوں میں لپٹ گئیں۔ وہ فوجی بدحواس ہو کر ادھر ادھر جانے لگے کیونکہ گاڑیوں میں وہ محفوظ نہیں تھے۔ وہاں سے دور دوڑتے ہوئے جانے والے سوچ رہے تھے کہ اس طرح وہ اپنی جان بچا پائیں گے لیکن جگہ جگہ وہ جانباز چھپے ہوئے تھے اور پوزیشن بدل بدل کر فائرنگ کرتے جارہے تھے۔ جس کے نتیجے میں بھاگتے ہوئے جوان بھی گولیاں کھا کھا کر مرتے جارہے تھے۔ گرتے جارہے تھے۔

پال پوٹ کو ہلاک کرنے کے لیے کمبوڈیا کی فوج کے دو افسر اور پندرہ جوان آئے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر نہیں جاسکا۔ ان میں سے ایک جانباز نے اس امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا پھر بولا "میں پال پوٹ کا ایک جانباز بول رہا ہوں۔"

"اب بولنے کے لیے کیا رہ گیا ہے۔ تمہارا باس کتے کی موت مرچکا ہے۔"

"نہیں ہمارا باس کتا نہیں ہے۔ اس لیے کتے کی موت نہیں مرسکا۔ وہ زندہ ہے۔ تم لوگوں کو کتے کی موت آئے گی۔ یہاں تمہاری سیاسی حکمت عملی کو ہم ناکام بنائیں گے۔ فون کرو اور پوچھو کہ جتنے فوجی جوان اور افسر اس بیمار ڈی پال پوٹ کو مارنے گئے تھے کتے کی موت مرچکے ہیں پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ آئندہ بھی لاؤس، کمبوڈیا اور تھائی لینڈ میں تمہارے فوجی افسران اسی طرح مارے جاتے رہیں گے۔"

امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے رابطہ ختم کیا پھر کمبوڈیا کی فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کرنے کے بعد پوچھا "کیا پال پوٹ کو ہلاک کردیا گیا ہے۔"

وہ بڑی مایوسی سے بولا "ہم دھوکا کھا گئے ہیں۔ ہمارے جتنے بھی افسران اور فوجی جوان وہاں گئے تھے سب کے سب مارے گئے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد تھائی لینڈ کی فوج کے اعلیٰ افسر نے اس امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "یہاں ہمارے چار بڑے فوجی افسران اور ایک حاکم مارا گیا ہے۔ پال پوٹ کے ایک جانباز نے فون پر مجھ سے کہا ہے کہ وہ لوگ جب تک جنگل میں چھپے ہوئے تھے۔ ہم سب محفوظ تھے امریکا کی سیاسی

پالیسیوں کو بھی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ ہمیں جنگل میں روپوش رہنے نہیں دیا گیا۔ وہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا گیا۔ اب ہم لاؤس، کمبوڈیا اور تھائی لینڈ کے شہروں میں پھیل گئے ہیں۔ ہمارے لیے نہ اب خوراک کا مسئلہ ہے اور نہ ہی دواؤں کا۔ ہم بڑے آرام سے ہیں اور بڑے آرام سے تم لوگوں کو جہنم میں پہنچاتے رہیں گے۔"

اس اعلیٰ افسر نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے لیزی گارڈ اور کینی بال سے کہا "ہم سمجھ رہے تھے کہ پال پوٹ بالکل ٹوٹ گیا ہے۔ آئندہ گوریلا جنگ لڑنے کے قابل نہیں رہے گا لیکن اس نے یہ نیا طریقہ نکالا ہے۔ گوریلا جنگ ہمیشہ جنگلوں میں لڑی جاتی ہے۔ اس کے جانباز شہروں میں گوریلا جنگ کے لیے پھیلے ہوئے ہیں۔ انہیں تلاش کرنا اور چن چن کر قتل کرنا بہت ہی مشکل ہوگا یہ مارے جائیں گے لیکن ان کو ایک ایک کرکے مارنے میں کافی وقت لگے گا اور ہماری سیاسی پالیسیوں کو نقصان پہنچتا رہے گا۔"

کینی بال نے کہا "آئندہ پال پوٹ کا کوئی جانباز آپ سے فون کے ذریعے رابطہ نہیں کرے گا۔ وہ سمجھ گئے ہیں کہ ہم ان کی آواز سن کر ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھ لیں گے اور پال پوٹ کے خفیہ اڈے کا پتا لگالیں گے۔"

لیزی گارڈ نے کہا "وہ بڑی چالاکی سے یہ معلوم کرچکے ہیں کہ ہماری نظروں میں پال پوٹ کی کوئی اہمیت نہیں رہ گئی ہے۔ ہم اسے ہلاک کرکے نیلماں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم نے لاؤس کے شمالی حصے میں فوجی کیمپ بنایا تھا۔ وہاں ہماری فوج کو پہنچایا جانے والا تھا لیکن اس سے پہلے ہی اس جگہ کو بم کے دھماکوں سے تباہ کردیا گیا ہے۔ جتنی فوجی بیرکس تھیں انہیں کھنڈر بنادیا گیا ہے۔"

لیزی گارڈ نے کہا "آپ نے ہمیں بتایا تھا کہ نیلماں چیلنج کرچکی ہے اور یہ کہہ چکی ہے کہ دو دن بعد ہماری فوج اتاری جائے گی تو اس سے پہلے ہی اس اڈے کو تباہ کردیا جائے گا۔ وہ کم بخت جو کہتی ہے کرگزرتی ہے۔"

یہ بڑی پریشانی کی بات ہے کہ وہاں ہمارے لیے کئی محاذ قائم ہوچکے ہیں۔ ایک طرف نیلماں درد سر بنی ہوئی ہے۔ دوسری طرف بابا صاحب کے ادارے اور جمہوریہ چین کے درمیان معاہدہ ہوچکا ہے۔ ان کی دوستی ہمیں بری طرح نقصان پہنچائے گی اور تیسری طرف پال پوٹ نے نیا محاذ کھول دیا ہے۔

پال پوٹ بہت خوش تھا۔ اب وہ جنگلوں میں مفرور مجرموں کی طرح زندگی نہیں گزار رہا تھا۔ کھانے پینے، اوڑھنے اور بیماری میں دوائیں حاصل کرنے کے سلسلے میں کوئی دشواری نہیں تھی۔ اپنے تمام جاں نثاروں کے ساتھ آزاد فضاؤں میں سانس لے رہا تھا۔ امریکا کو یہ اچھی طرح سمجھا چکا تھا کہ وہ نہ سپرپاور سے خوف زدہ ہے اور نہ ہی اس کی امداد کا محتاج ہے۔

کمبوڈیا اور تھائی لینڈ میں رہنے والے جاں نثاروں نے وہاں کے فوجیوں کو ہلاک کرکے دہشت طاری کردی تھی۔ وہاں فوجی اور وہاں کے حکمران پوری سیکیورٹی کے ساتھ کبھی باہر نکلتے تھے اور ضرورت کے تحت ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے تھے۔ ورنہ وہ چار دیواری میں قید ہو کر رہ گئے تھے کیونکہ ان چوبیس گھنٹوں میں دونوں ممالک کے دو حکمران اور تین فوجی افسران اور کئی فوجی جوان مارے گئے تھے۔ دونوں ممالک کے اکابرین بری طرح دہشت میں مبتلا تھے۔ یہ تشویش تھی کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور امریکی سراغ رساں بھی انہیں تلاش کرنے اور ہلاک کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ ایک بار ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پال پوٹ کے ایک جانباز کا سراغ لگایا تھا اور امریکی سراغ رساں کو وہاں تک پہنچایا بھی تھا لیکن اس کے پہنچتے ہی اس جانباز نے خود کو گولی مار کر یہ ثابت کردیا تھا کہ جب تک اس جیسے جانباز زندہ ہیں سپرپاور امریکا کے سراغ رساں اور ٹیلی پیتھی جاننے والے پال پوٹ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

○☆○

ثانی نے پارس اور پورس کو چیلنج کیا تھا کہ وہ اسے ڈھونڈ نہیں پائیں گے اور یہی ہو رہا تھا۔ وہ دونوں اسے ڈھونڈتے ہوئے سنگاپور پہنچ گئے تھے۔ بظاہر چیلنج کے مطابق اسے تلاش کر رہے تھے لیکن پارس کا دل سلوانا پر اٹکا ہوا تھا اور پورس، ثنا یہ سے دوستی کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ انہوں نے سلوانا اور ثنا یہ کو سمندر کے کنارے دیکھا۔ وہاں بڑی رونق تھی۔ کئی ممالک کی جوان عورتیں نہانے کے مختصر سے لباس میں ادھر سے ادھر دوڑتی ہوئی اور سمندر کی لہروں سے کھیلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔

سلوانا اور ثنا یہ ایک ملٹی کلر کی چھتری کے سائے میں ریت پر بیٹھی پھل کھا رہی تھیں۔

پورس نے پارس سے کہا "یار! دور تک رنگین نظارے ہیں۔ حسن کی چکا چوند ایسی ہے کہ نظریں ایک جگہ نہیں ٹھہرنا چاہتی ہیں لیکن اس دل کا کیا کیا جائے؟ یہ گھوم پھر کر ثنا یہ کے لیے ہی مچل رہا ہے۔"

پارس نے کہا "یہی میرا حال ہے۔ میں بھی سلوانا سے دوستی کرنا چاہتا ہوں لیکن پتا نہیں، ثانی کہاں ہے؟ وہ مکار ان دونوں کی تفریح کرنے والی عورتوں کے درمیان کہیں چھپی ہوگی اور ہمیں دیکھ رہی ہوگی۔"

"تم اپنی بیوی کے ڈر سے سلوانا کے پاس نہیں جاسکو گے۔ مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے۔ میں ثنا یہ کے پاس جارہا ہوں۔"

وہ پارس کو تنہا چھوڑ کر ریت پر چلتا ہوا۔ ان دونوں کے پاس آیا پھر اس نے سلوانا اور ثنا یہ سے کہا "ہائے! میں نے تم دونوں کو بنکاک ائرپورٹ پر دیکھا تھا۔"

ثنا یہ نے مسکرا کر کہا "ہم نے بھی تمہیں دیکھا تھا۔ اس وقت تمہاری نظریں کہہ رہی تھیں کہ مجھ سے دوستی کرنا چاہتے ہو۔"

وہ ریت پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا پھر بولا "واہ! تم تو نظریں پڑھ لیتی ہو اور جب مجھے پڑھ چکی ہو تو بتاؤ، دوستی کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"خیال کیا ہوگا؟ میں نے دوستی کے لیے "ہاں یا نہ" نہیں کی۔ مگر تم اتنے قریب چلے آئے ہو۔"

سلوانا نے پوچھا "کیا تمہارا دوست شرمیلا ہے؟ اتنی دور کیوں کھڑا ہوا ہے؟"

"وہ ڈرتا ہے کہ قریب آنے سے اس کی آبرو لٹ جائے گی۔"

وہ دونوں کھلکھلا کر ہنسنے لگیں۔ پارس ان سے دور تھا لیکن سلوانا کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی جس نے کی شرم، اس کے پھوٹے کرم۔ وہ دور ہی دور سے دوستی کے لیے للچا مارے گا۔"

پارس آہستہ آہستہ چلتا ہوا سلوانا کی طرف آنے لگا۔ ایسے وقت پورس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بن گیا۔ کوئی اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اور وہ بڑی فراخ دلی سے اسے پڑھنے کی اجازت دے رہا تھا اور ثنا یہ سے کہہ رہا تھا "تم نے میری نظروں کو پڑھ لیا میری مشکل آسان کردی۔ اب میں صاف لفظوں میں کہہ سکتا ہوں کہ واقعی تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

پارس بھی ملٹی کلر کی چھتری کے سائے میں آگیا تھا۔ اس نے سلوانا سے کہا "میں بھی تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

سلوانا مسکرا کر بولی "ابھی تو تم شرما رہے تھے۔ میرا خیال ہے، دوست نے حوصلہ کیا ہے تو تم بھی حوصلہ کرکے آئے ہو۔"

"یہی سمجھ لو مگر آتو گیا ہوں۔"

وہ آگے بولتے بولتے رک گیا۔ اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے لگا پھر اس نے بے چینی محسوس کرتے ہوئے کہا "کیا ہو رہا ہے؟ ابھی تو میں بالکل ٹھیک تھا۔ اب میں دماغی طور پر کچھ بے چینی سی محسوس کر رہا ہوں۔"

سلوانا نے مسکرا کر کہا "میرے اتنے قریب آکر صرف تمہارے دماغ کو نہیں تمہارے دل کو بھی بے چین ہونا چاہیے۔ کیا تمہارا دل تیزی سے دھڑک رہا ہے؟"

"تمہارے قریب آکر میرا دل دھڑک رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ مجھے تمہارے پیار کی منزل ملنے والی ہے لیکن یہ دماغی بے چینی کچھ الگ سی ہے۔ پتا نہیں ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

پارس یہ کہہ کر گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے یہ تاثر دینے لگا کہ وہ خیال خوانی کی لہروں کو سمجھ نہیں پا رہا ہے اور اپنی بے چینی دور کرنے کے لیے یوں گہری گہری سانسیں لے رہا ہے۔ سلوانا، ثنا یہ اور پورس سمجھ گئے تھے کہ خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں موجود ہے۔ لہٰذا سلوانا اور ثنا یہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھیں۔ پارس نے خیال خوانی نہیں کی کیونکہ وہ ابھی تک اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا تھا اور انجان بنا ہوا تھا۔

پھر کینی بال نے پارس کے دماغ میں کہا "ہیلو! تمہارا دماغ بہت حساس ہے لیکن تم یوگا کے ماہر نہیں ہو۔ سانس روک کر میری خیال خوانی کی لہروں کو بھگا نہیں سکتے۔ اس لیے بے چینی محسوس کر رہے ہو۔"

پارس نے حیرانی سے کہا "یہ... یہ تو میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہے۔ میں کسی کی آواز سن رہا ہوں۔"

سلوانا نے کہا "اوہ گاڈ! پھر تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر موجود ہے۔"

ایسے وقت پورس نے کہا "یہ... یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں بھی اپنے دماغ میں کسی کی آواز سن رہا ہوں۔"

پھر پورس کی آواز اور لب و لہجہ اچانک بدل گیا۔ لیزی گارڈ اس کی زبان سے بول رہا تھا "اس نوجوان کی زبان سے میں بول رہا ہوں۔ اس دوسرے جوان کے دماغ میں میرا دوسرا ساتھی موجود ہے۔ ہم بنکاک سے تم سب کا تعاقب کر رہے ہیں۔ پہلے ہم پالٹ راجرمیٹ کے دماغ میں تھے۔ اس کے ذریعے ہم نے سلوانا اور ثنا یہ کی آوازیں سنیں۔ ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خیالات معلوم کیے۔ بنکاک ائرپورٹ میں پھر ہم نے ان دو جوانوں کو دیکھا لیکن ان کے

دماغوں میں اس خیال سے نہیں گئے کہ شاید یہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور نیلماں کے ماتحت ہیں۔"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "یہ نیلماں کون ہے اور یہ ٹیلی پیتھی کا چکر کیا ہے؟"

پورس نے کہا "دیکھو! ہم نے سنا ہے کہ ٹیلی پیتھی بری بلا ہے۔ جو اس کے چکر میں آتا ہے اس کی شامت آجاتی ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے اپنا غلام بنالیتے ہیں یا اسے مار ڈالتے ہیں۔"

کینی بال نے پارس کی زبان سے کہا "ہم تمہیں ہلاک نہیں کریں گے لیکن اپنا معمول بنا کر رکھیں گے۔"

"ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ ہمیں اپنا معمول کیوں بنانا چاہتے ہو؟ اتنی بڑی دنیا میں' اتنے بڑے سنگاپور کے ساحل پر ہزاروں لوگ ہیں۔ ان میں سے کسی کو اپنا معمول بنالو۔ بڑی مہربانی ہوگی۔"

پورس نے ثباتہ کا ہاتھ تھام کر کہا "مجھے خوش قسمتی سے اس حسینہ کی دوستی اور محبت مل رہی ہے کیوں رنگ میں بھنگ ڈال رہے ہو؟"

پارس نے سلوانا کا ہاتھ تھام کر کہا "اور میں بھی خوش نصیب ہوں۔ ایسے وقت ہم لوگ رومانس کے موڈ میں ہیں۔ تم لوگ کیوں خوامخواہ کباب میں ہڈی بننے آگئے ہو؟"

لیزی گاڈ نے پورس کی زبان سے کہا "ہم ہر ایک کے دماغ میں نہیں جاسکتے کیونکہ نیلماں بہت خطرناک ہے اگر اس نے ہماری آواز اور لب ولہجہ سن لیا تو وہ ہمارے دماغوں میں گھس آئے گی۔"

کینی بال نے پارس کی زبان سے کہا "ہم اس سلسلے میں بہت محتاط ہیں۔ ہم نے پہلے تم دونوں کے دماغوں میں خاموش رہ کر خیالات پڑھے ہیں۔ یقین کیا ہے کہ تم نہ ٹیلی پیتھی جانتے ہو اور نہ ہی تمہارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے تمہارا تعلق رہا ہے۔ اس لیے ہم تمہیں آلہ کار بنا کر تمہارے ذریعے اپنے ٹارگٹ تک پہنچنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔"

سلوانا نے پوچھا "صرف آلہ کار بناؤ گے اور کوئی نقصان تو نہیں پہنچاؤ گے؟"

"نہیں! یہ دونوں ہمارے کام آتے رہیں گے تو ہم فائدہ پہنچاتے رہیں گے۔ تم لوگوں پر کوئی برا وقت آئے گا تو ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہاری مدد کریں گے۔"

سلوانا نے خوش ہو کر پارس سے کہا "یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ وہ پائلٹ راجر میٹ میرے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ میں اس سے نجات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے مجھ سے دور کردیں گے۔"

لیزی گاڈ نے کہا "ہم اسے دور کرچکے ہیں۔ اب وہ کبھی تمہارے قریب نہیں آئے گا۔"

پارس نے کہا "جب ہمارے آلہ کار بننے سے سلوانا خوش ہورہی ہے اور ہم سب کو بھی فائدہ پہنچنے والا ہے تو اچھی بات ہے ہم تمہارے کام آتے رہیں گے اگر کبھی تمہارا کوئی خاص کام نہ ہو تو پلیز تھوڑی دیر کے لیے ہمارے دماغوں سے چلے جاؤ۔ ہمیں کچھ پیار بھری باتیں کرنے دو۔"

"تمہیں اس کا موقع دیا جائے گا لیکن ابھی ایک کام کرو۔"

"کیا بہت مشکل کام ہے؟"

"نہیں بہت آسان ہے اور وہ کام یہیں ساحل پر کرنا ہے۔"

"پھر تو جلدی بتاؤ۔ ہم جلد ہی تمہارا کام کریں گے تاکہ ہمیں رومانس کا موقع مل سکے۔"

لیزی گاڈ نے کہا "اپنے بائیں طرف دیکھو۔ بہت دور تمہیں گیروے رنگ کے لباس پہنے ہوئے کئی بدھ بھکشو نظر آئیں گے۔"

انہوں نے ادھر دیکھا۔ وہاں پال پوٹ ریت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے بیٹھنے کے لیے مہاتما بدھ کا آسن اختیار کیا تھا اور پلکیں جھپکائے بغیر سامنے سمندر کو دیکھ رہا تھا۔ یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ وہ دھیان گیان میں مصروف ہے اور اس کے دوسرے بھکشو اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے سر جھکائے خاموشی سے انتظار کررہے ہیں کہ وہ دھیان گیان سے واپس آکر مہاتما بدھ کی تعلیمات میں سے درس دے گا۔

پارس نے کہا "ہاں ہم دیکھ رہے ہیں۔ وہاں مہاتما بدھ کے بھکشو دکھائی دے رہے ہیں۔"

کینی بال نے کہا "ان کے درمیان ایک شخص دھیان گیان میں مصروف دکھائی دے رہا ہے۔ تم سب وہاں جاکر ان سے باتیں کرو اور مہاتما بدھ کے متعلق تعلیمات حاصل کرنے کا بہانہ کرو۔"

لیزی گاڈ نے کہا "یہ بھکشو دھیان گیان میں بھی مصروف رہتے ہیں اور یوگا میں بھی مہارت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ہم براہ راست ان کے دماغوں میں جائیں گے تو یہ سانس روک لیں گے۔"

کینی بال نے کہا "ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایسا بھکشو ہے جو یوگا کا ماہر نہ ہو۔ تب ہم اس کے دماغ میں پہنچ کر ان کے گرو کے قریب رہیں گے پھر موقع پاکر اس گرو کو زخمی کرکے یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اس کے دماغ میں پہنچیں گے۔"

ثباتہ نے پوچھا "کیا وہ گرو تمہارا دشمن ہے؟"

"تم ہمارے معاملات کو نہیں سمجھتی ہو لہٰذا ایسے سوالات نہ کرو۔ تم سب وہاں جاؤ۔ ان کے گرو سے باتیں کرتے رہو۔ ہم موقع دیکھ کر تمہیں جو حکم دیں گے اس پر فوراً عمل کرتے رہو گے۔"

سلوانا' ثباتہ' پارس اور پورس وہاں سے اٹھ کر پال پوٹ اور اس کے جانبازوں کی طرف جانے لگے۔ اس وقت ان میں سے کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ پال پوٹ ہے اور اس کے آس پاس بھکشو نہیں' جانباز ہیں۔ لیزی گاڈ اور کینی بال کا خیال تھا کہ بھکشوؤں کا گرو بن کر رہنے والا نیلماں کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں میں سے ایک ہے اگر وہ نیلماں سے تعلق نہیں رکھتا ہے تو پھر پال پوٹ ہو سکتا ہے۔

اس کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے لیزی گاڈ اور کینی بال ان چاروں کو ادھر لے جارہے تھے۔ جب وہ پال پوٹ کے قریب پہنچے تو وہ جیسے دھیان گیان سے واپس آگیا تھا اور اپنے بھکشوؤں سے باتیں کررہا تھا۔ ثانی نہیں چاہتی تھی کہ مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی طریقے سے اس کے دماغ میں پہنچ جائیں۔ اس سے پہلے وہ پہنچنا چاہتی تھی۔ اس نے دو چار بچوں کی طرف دیکھا جو ایک گیند کھیل رہے تھے۔ ادھر سے ادھر دوڑ رہے تھے اور آپس میں باتیں بھی کررہے تھے۔ ثانی نے ان میں سے ایک کی آواز اور لب ولہجے کو سنا پھر اس بچے کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ بچہ وہاں سے دوڑتا ہوا پال پوٹ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ پال پوٹ نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر بولا "پیارے بچے تمہارا یہاں کوئی..... کام نہیں ہے۔ جاؤ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیلو۔"

وہ بولا "آپ سے بہت ضروری کام ہے۔"

پال پوٹ نے پوچھا "کیا کام ہے؟"

"یہ کام ہے۔"

یہ کہتے ہی اس لڑکے نے جھک کر دونوں مٹھیوں میں ریت اٹھائی اور پال پوٹ کی آنکھوں میں جھونک دی۔ پال پوٹ اچانک تکلیف سے تڑپ گیا۔ دونوں آنکھوں میں اچھی خاصی ریت گھس گئی تھی۔ وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے تکلیف برداشت کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ اس وقت اس کا دماغ تکلیف کے باعث کسی حد تک کمزور ہوگیا تھا۔ ثانی اس کے اندر پہنچی تو اس نے سوچ کی لہروں کو تکلیف کے باوجود محسوس کیا پھر اس سے پہلے کہ وہ سانس روکتا۔ ثانی نے ایک جھٹکے سے زلزلے کا جھٹکا دیا۔ وہ ایک دم سے اچھل کر ریت پر گرا اور تکلیف سے تڑپنے لگا۔ ثانی نے اس کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے سیدھی طرح بٹھا دیا پھر اس کی زبان سے بولی "میں نیلماں بول رہی ہوں۔"

اس کا نام سنتے ہی لیزی گاڈ اور کینی بال نے پارس اور پورس سے کہا "ہم ابھی جارہے ہیں۔ وہ چڑیل ہماری آواز اور لب ولہجہ سنے گی تو ہمارے دماغوں میں گھس آئے گی۔"

یہ کہتے ہی وہ چپ ہوگئے۔ ثانی نے نیلماں کی حیثیت سے کہا "یہ کون لوگ آئے ہیں؟ میں تم دونوں حسیناؤں اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے پوچھ رہی ہوں۔ یہاں کیوں آئے ہو' کیا ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تمہارا تعلق ہے؟"

پورس نے جلدی سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں۔۔۔ نہیں۔ ہم تو سیدھے سادے شریف خاندان کے عاشق ہیں۔ ہم نے ابھی ابھی تازہ عشق شروع کیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ ہمارے دماغوں میں بول رہے تھے۔ ہماری آواز سنتے ہی کہہ رہے تھے کہ تم ان کے دماغوں میں گھس آؤ گی۔ اس لیے شاید وہ چلے گئے ہیں یا ہمارے دماغوں میں خاموش ہیں۔"

پال پوٹ کے دو جانباز کپڑوں سے اس کی آنکھیں صاف کررہے تھے اور ثانی اس کی زبان سے نیلماں بن کر بول رہی تھی۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ میں اس گرو کو شکار کرنے آئی تھی۔ اب دو اور شکار مل جائیں گے۔ میں اب تم دونوں کے دماغوں میں باری باری آئی ہوں۔

وہ دونوں نیلماں کے پیچھے ثانی کو پہچان رہے تھے اور ثانی جانتی تھی پارس اور پورس کے دماغ سے وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے چھپے ہوئے بھی تھے تو اب بھاگ گئے ہوں گے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر یہ وہشت طاری تھی کہ نیلماں یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی گھس آتی ہے۔

اور یہ درست تھا۔ لیزی گاڈ اور کینی بال وہاں سے بھاگ گئے تھے۔ وہ کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے تھے ان کے خیال کے مطابق ان کی کسی بھی غلطی سے نیلماں ان کے اندر آسکتی تھی۔

پال پوٹ کے اطراف بیٹھے ہوئے تمام جانباز سمجھ گئے تھے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی ان کے باس پال پوٹ کے دماغ میں پہنچ گئی ہے۔ اب ان کی سمجھ میں یہ نہیں آرہا تھا کہ پال پوٹ کو نیلماں سے کیسے نجات دلائی جائے۔

ایک جانباز نے کپڑے سے اس کی آنکھیں پونچھتے ہوئے پوچھا "کیا آپ اپنے اندر کسی کو محسوس کررہے ہیں؟"

وہ ہاں کے انداز میں سرہلا کر بولا "میرا دماغ بہت کمزور ہوگیا ہے اور وہ نیلماں میرے اندر موجود ہے۔"

"اوہ باس! یہ تو بہت برا ہوا۔ ہم کیا کرسکتے ہیں، حکم دیں۔"

نیلماں نے پال پوٹ کی زبان سے کہا "اب جو بھی حکم ہوگا، میں دوں گی۔ تمہارا باس نہیں دے گا۔"

سلوانا یعنی ثانی تو پہلے ہی پال پوٹ کے دماغ میں موجود تھی۔ اب ثباتہ، پارس اور پورس بھی اس کے اندر پہنچ گئے تھے۔ اس کے تمام حالات معلوم کررہے تھے کہ وہ کس طرح جنگلوں میں روپوش ہو کر زندگی گزارتا رہا تھا پھر کس طرح کمبوڈیا پہنچ کر وہاں سے تھائی لینڈ ہوتا ہوا سنگاپور آیا ہے۔

ایک جانباز کہہ رہا تھا "باس! ہم کیا کریں؟ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی جسمانی طور پر موجود ہوتی تو ہم اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتے۔ ہم آپ کو کس طرح اس سے نجات دلا سکتے ہیں۔"

پال پوٹ نے جھنجلا کر کہا "کیا تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنی طرف سے نہ کچھ بول سکتا ہوں نہ حکم دے سکتا ہوں۔ وہ ابھی کہہ چکی ہے، جو حکم دینا ہوگا وہ دے گی۔ میں تو اس کے آگے مجبور ہوگیا ہوں۔"

وہ اپنی بے بسی ظاہر کررہا تھا۔ ادھر ثانی عرف سلوانا دماغی طور پر حاضر ہوگئی تھی اور پارس کی طرف جھک کر بول رہی تھی "کیا اس کے دماغ میں کوئی عورت آئی ہوئی ہے؟"

پارس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "میری شامت آئی ہوئی ہے۔ ذرا چپ رہو، میں اس نیلماں کو اپنے دماغ میں محسوس کررہا ہوں۔"

ثانی سمجھ گئی کہ وہ جھوٹ کہہ رہا ہے اور خیال خوانی کرنے والا ہے۔ وہ فوراً ہی پال پوٹ کے دماغ میں پہنچ گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں پارس اس کے دماغ میں آکر بولا "ثانی تم مجھ سے چھپی ہوئی ہو۔ اب نیلماں بن کر اس کے دماغ میں پہنچ گئی ہو۔"

وہ بولی "بڑے افسوس کی بات ہے، تم بیوی کو نہیں ڈھونڈ پارہے ہو اور بیوی تمہیں دیکھ رہی ہے۔ اپنے سامنے ایک حسینہ کے ساتھ تمہیں دیکھ رہی ہے۔"

پارس نے کہا "وہ۔۔۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں اس حسینہ کے پاس ہوں لیکن اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تعلق نہیں ہے تو اس کے اتنے قریب کیوں ہو؟"

"میں زیادہ قریب کہاں ہوں؟ فاصلہ رکھ کر بیٹھا ہوا ہوں۔ دراصل پورس مجھے لے آیا تھا۔ یہ جو دوسری حسینہ کو دیکھ رہی ہو۔ پورس اس پر مرمٹا ہے۔ یہ اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے مجھے خوا مخواہ تمہاری نظروں میں مشکوک بنا رہا ہے۔"

پورس تو ایسی شیطانی حرکتیں کرتا ہی رہتا ہے۔ چلو کرنے دو۔ میں تو اپنے مجازی خدا کے نیک چال چلن کو خوب سمجھتی ہوں۔

"پلیز ثانی! مجھے طعنے نہ دو۔ یہ بہت اہم فرض ادا کرنے کا وقت ہے۔ بہت دنوں کے بعد پال پوٹ ہمارے قابو میں آیا ہے۔"

وہ بولی "اس کی فکر نہ کرو۔ یہ میرے قابو میں رہے گا۔ افسوس کہ میرا فرشتہ صفت شوہر میرے قابو میں نہیں رہتا ہے۔"

میں تمہارا شبہ دور کرنے کے لیے ابھی سلوانا سے دور جارہا ہوں لیکن یہ یاد رکھو کہ جب بیوی اپنے شوہر سے دور دور رہنے لگتی ہے تو وہ بے چارہ گمراہ ہو ہی جاتا ہے۔"

"ہائے میرے بے چارے! سلوانا سے دور نہ جاؤ۔ ورنہ پورس یہاں تمہارہ جائے گا۔"

پورس نے کہا "یہ تم دونوں کی نوک جھوک کیوں شروع ہوگئی ہے؟ پال پوٹ جیسا اہم دشمن ہمارے قابو میں آیا ہے۔ پہلے اس کے بارے میں فیصلہ کرو کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔"

ثانی اور پورس اس وقت پارس کے دماغ میں رہ کر باتیں کررہے تھے۔ پال پوٹ تھوڑی دیر تک خاموشی سے انتظار کرتا رہا کہ اس کے دماغ میں آنے والی نیلماں پھر کوئی اسے دماغی تکلیف پہنچائے گی یا ابھی اسے ہلاک کردے گی کیونکہ نیلماں نے امریکی اکابرین سے اس کی ہلاکت کے لیے سمجھوتا کیا تھا۔ وہ امریکی سراغ رساں اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ پائے تھے اور نیلماں پہنچ گئی تھی۔ وہ یہی سوچ سکتا تھا کہ اب اس کی موت آگئی ہے۔

ثانی اسے نظرانداز کرکے پارس اور پورس سے باتیں کررہی تھی۔ وہ اٹھتے ہوئے اپنے جانبازوں سے بولا "شاید وہ نہیں ہے۔ میرے دماغ سے چلی گئی ہے۔ ہمیں فوراً یہاں سے جانا چاہیے۔"

وہ اپنے جانبازوں کے ساتھ جانے لگا۔ پارس نے کہا

"دیکھو وہ جارہا ہے۔ پہلے اسے روکنا چاہیے، اسے سزا۔۔۔ دینا چاہیے۔"

ممّا نے بلایا ہے کوئی ضروری کام ہے۔ لہٰذا میں جارہی ہوں۔ پال پوٹ کا دماغ کھلا دروازہ بن چکا ہے۔ تم دونوں اس کے دماغ میں جاسکتے ہو۔ جب وہ اپنے آشرم میں پہنچے گا تو اس پر مختصر سا تنویمی عمل کرو تاکہ آئندہ وہ اپنے دماغ کو مقفل نہ کرسکے۔

"کیا اسے معمول بنا کر زندہ رکھا جائے گا؟ وہ لاکھوں افراد کا قاتل ہے۔ بہت ہی سنگ دل شیطان ہے۔ کیا اسے زندہ رکھنا ضروری ہے؟"

"ہاں! کچھ دنوں تک زندہ رکھا جائے اور اس کے ذریعے امریکا کے لیے مسائل پیدا کیے جائیں۔ جب امریکی اکابرین اپنے خلاف مختلف محاذ آرائیوں سے پریشان ہوجائیں گے تو پال پوٹ کو ختم کردیا جائے گا۔"

پورس نے کہا "تم ہماری ممّا نہیں ہو کہ ہم تمہاری پلاننگ پر عمل کریں۔ دادی اماں بن کر ہمیں ہدایت نہ دو۔ ممّا کے پاس جانا ہے چلی جاؤ۔"

"مجھے دادی اماں سمجھ کر ہی میرے سامنے سر جھکانا چاہیے۔ تمہیں شرم نہیں آتی؟ شرط ہار گئے ہو۔ اب تک مجھے تلاش نہ کرسکے۔ تم تو وہی پارس ہو نا جو اپنی قبر میں چھپے ہوئے دشمنوں کو ڈھونڈ نکالتا ہے۔"

"بے شک، میں پوری توجہ سے تمہیں تلاش کرتا تو اب تک ڈھونڈ نکالتا لیکن کشمکش میں گرفتار ہوگیا ہوں۔ یہ میرے دل و دماغ پر چھا رہی ہے۔ تم نے کبھی محبت نہیں کی۔ تم کیا جانو کہ عشق میں بندہ ساری دنیا بھلا دیتا ہے۔"

"اسی طرح دنیا بھلاتے رہے تو پال پوٹ دوبارہ دماغی توانائی حاصل کرکے اپنے دماغ کو مقفل کرلے گا پھر کہیں روپوش ہوجائے گا۔"

پارس نے کہا "ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ تم ممّا کے پاس جاؤ ہم اسے اپنا معمول بنا کر رکھیں گے۔"

اچھی بات ہے۔ میں جارہی ہوں۔ دشمنوں کو یہ سمجھنے کا موقع نہ دینا کہ نیلماں یہاں موجود نہیں ہے۔ میں جلد ہی واپس آنے کی کوشش کروں گی۔ خدا حافظ۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگئی۔ وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے اس سے گفتگو کرنے میں مصروف تھے۔ انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ایسے وقت سلوانا خاموش بیٹھی ہوئی ہے۔ وہ دونوں اس کی خاموشی سے شبہ کرسکتے تھے کہ وہ خیال خوانی میں مصروف ہے لیکن انہیں اس کا موقع نہیں ملا تھا۔ جب ثانی نے خدا حافظ کہا تو پھر انہوں نے سلوانا کی طرف توجہ دی۔ اس وقت تک سلوانا عرف ثانی خیال خوانی ختم کرچکی تھی۔ اس نے پارس اور پورس کی طرف دیکھ کر پوچھا "تم دونوں اتنی دیر سے گم صم کیوں بیٹھے ہوئے ہو۔ کیا کسی سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو۔"

پارس نے کہا "نہیں، ابھی جو نیلماں اس بدھ کے پجاری کے دماغ میں تھی وہ ہم سے باتیں کررہی تھی۔"

ثباتہ نے پوچھا "کیا وہ بھی تم دونوں کو معمول بنانا چاہتی ہے؟"

سلوانا نے کہا "تم دونوں کو معمول بنانے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ نیلماں ان کے ساتھ ہمیں بھی اپنی کنیزیں بنالے گی۔"

ثباتہ نے کہا "ان سے دوستی کرنے میں ہمارا بہت نقصان ہے۔ ہمیں ان سے دور ہوجانا چاہیے۔"

سلوانا اپنے پرس سے پرفیوم کی شیشی نکال کر لباس پر اسپرے کرنے لگی کیونکہ پارس اس کے ذرا اور قریب آگیا تھا اور کہہ رہا تھا "نیلماں ہمیں معمول نہیں بنائے گی اور تم دونوں کو بھی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ ہم سے دور ہونے کی بات نہ سوچو۔"

پورس نے بھی ثباتہ کا ہاتھ تھام کر کہا "پلیز، ایسی دل دکھانے والی بات نہ کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ نیلماں سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"تم سے دوستی کرنے کا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ میں سلوانا کی پرسنل سیکریٹری ہوں۔ اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہیں کروں گی۔ جو سلوانا کہے گی وہی کروں گی۔"

سلوانا نے کہا "پتا نہیں میرا دل کیوں یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے اپنے اس فرینڈ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ لہٰذا تم بھی اپنے فرینڈ پر بھروسا کرو اگر ہمیں نقصان پہنچنے والا ہوگا تو ہم فوراً ان سے دور ہوجائیں گے۔"

پورس نے کہا "واہ سلوانا! تم نے بڑی دانش مندی سے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ آؤ ثباتہ ہم ذرا سمندر کی لہروں سے کھیلیں اور باتیں کریں۔"

وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر جانے لگے۔ سلوانا نے بھی اٹھتے ہوئے کہا "میں اپنی چھتری کے سائے میں جاکر بیٹھوں گی۔"

پارس نے اس کے ساتھ اٹھتے ہوئے کہا "اور میں تمہارے سائے میں چل کر بیٹھوں گا۔"

ثباتہ نے ساحلی ریت پر چلتے ہوئے پورس سے پوچھا

"مجھ سے پہلے تم نے اور کتنی گرل فرینڈز بنائی ہیں؟"

"قسم لے لو آج تک میں نے لڑکیوں کو دور ہی دور سے دیکھا ہے۔ زندگی میں پہلی بار تمہارے اتنے قریب آیا ہوں۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟"

"چاہے جیسی قسم لے لو۔ بچپن میں ماں بچھڑ گئی۔ میری کوئی بہن نہیں ہے۔ جوانی میں کسی کو آج تک گرل فرینڈ نہیں بنایا۔ آج تک چھو کر نہیں دیکھا کہ عورت کیسی ہوتی ہے۔"

"اس صدی میں ایسا پارسا بوائے فرینڈ دیکھ کر میرا دل گارڈن گارڈن ہو رہا ہے۔"

"گارڈن گارڈن؟"

"ہاں! یہ سوچ کر میرا دل باغ باغ ہو رہا ہے کہ تم مجھے سبز باغ نہیں دکھا رہے ہو۔"

"پتا نہیں دھوکے اور فریب کے حوالے سے ہمیشہ سبز باغ کیوں کہا جاتا ہے۔ جبکہ دنیا کے تمام باغات سبز ہوتے ہیں' ہریالی ہی ہریالی ہوتی ہے۔ میں زندگی میں پہلی بار تمہارے گلابی حسن و شباب کا باغ باغیچہ دیکھ رہا ہوں۔"

وہ مسکراتی ہوئی بولی "ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔ آگے بہت کچھ دیکھو گے۔ پتا نہیں چلتا کہ آنے والا وقت چار دن کی چاندنی دکھائے گا یا دن میں تارے دکھا دے گا۔"

سلوانا یعنی ثانی ملٹی کلر کی چھتری کے سائے میں آکر ریت پر لیٹ گئی۔ پارس اس کے قریب بیٹھ گیا۔ ثانی نے کہا "تمہیں اتنے قریب نہیں بیٹھنا چاہیے۔"

اس نے پوچھا "کیوں؟"

"ابھی میں نہیں جانتی کہ تم کنوارے ہو یا شادی شدہ ہو۔"

"میں بچپن سے اب تک کنوارہ چلا آرہا ہوں۔"

"تعجب ہے۔ کوئی فرشتہ ہی تنہا اتنا طویل سفر کرتا ہے۔"

"میرے بزرگوں اور رشتے داروں نے ایک حسین لڑکی سے میری شادی کرانی چاہی۔ میں نے انکار کر دیا۔"

"اس لڑکی کا کوئی نام تو ہو گا؟"

"ہاں! اس کا نام سونیا ثانی تھا۔ وہ بہت حسین تھی' لیکن میں نے شادی نہیں کی اور صاف کہہ دیا کہ میرے ذہن میں ایک آئیڈیل ہے۔ جب تک وہ نہیں ملے گی میں کنوارہ ہی رہوں گا۔"

میں نے سنا ہے۔ اتنی عمر تک کوئی کنوارہ رہ کر مر جائے تو اس کا جنازہ کوئی نہیں اٹھاتا۔"

"اسی لیے میں مرنے سے پہلے تم پر مرنے آیا ہوں۔"

"میں تو پہلی بار تمہیں دیکھتے ہی تم پر مرمٹی ہوں۔ میرے ڈیڈی کہا کرتے تھے' بیٹی اول تو کسی کے فریب میں نہ آنا لیکن جب کسی پر مرمٹو تو اسے بھی اچھی طرح مٹا کر رکھ دینا۔"

پارس نے اس کا ہاتھ تھام کر پوچھا "تو پھر چلو ہم ایک دوسرے پر مرمر کر مٹ کر اپنی محبت کو مثالی بنا دیں۔"

"ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ جلدی شیطان کو ہوتی ہے یا کنوارے انسان کو۔ میں تو کنواری نہیں ہوں۔"

"آں؟"

وہ چونک کر اسے دیکھتے ہوئے بولا "تم؟ کیا تم اپنی زبان سے کہہ رہی ہو کہ تم کنواری نہیں ہو؟"

بے شک میں اتنی دولت مند ہوں کہ مجھے خود اپنی دولت کا حساب معلوم نہیں ہے۔ میں ایک ملک سے دوسرے ملک کی سیر کرتی رہتی ہوں۔ کتنے ہی بوائے فرینڈز بناتی رہتی ہوں۔ تم میری زندگی کے پہلے بوائے فرینڈ نہیں ہو۔"

"پلیز مذاق نہ کرو۔ میرا دل ٹوٹ جائے گا۔"

"دل کیوں ٹوٹ جائے گا؟ کیا مجھے اپنی لائف انجوائے کرنے کا حق نہیں ہے؟ کیا تم لائف انجوائے کرنے کے لیے میرے پاس نہیں آئے ہو؟"

"ہاں! میں تو آیا ہوں' لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا؟ اب کیا مجھ میں کیڑے پڑ گئے ہیں؟"

"وہ بات اصل میں یہ ہے کہ مرد خواہ کتنا ہی عیاش ہو' لیکن جسے وہ چاہتا ہے۔ اس کے لیے یہ چاہتا ہے کہ وہ بڑی شرم و حیا والی ہو اور بہت ہی نیک اور پارسا ہو۔"

"ایسا تو بیویاں بھی چاہتی ہیں کہ ان کے شوہر باہر جا کر منہ کالا نہ کریں۔ اپنی ہی بیویوں کا اعتماد برقرار رکھا کریں۔"

پارس سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگا۔ اس کی بات سن کے اسے ثانی یاد آرہی تھی۔ یہ بات دل کو لگ رہی تھی کہ ثانی جیسی شرم و حیا والی کو چھوڑ کر وہ ایسی بلی کے پاس آیا تھا جو نو سو چوہے کھانے کے بعد بھی حج کو جانے والی نہیں تھی۔

وہ سوچتے ہوئے وہاں سے اٹھ گیا پھر اس کی طرف سے منہ پھیر کر آہستہ آہستہ جانے لگا۔ سلوانا یعنی ثانی بڑے پیار سے اسے دیکھ رہی تھی اور یہ فخر کر رہی تھی کہ اس کا پارس جیسا بھی ہوا اپنی ثانی کو سب پر ترجیح دیتا ہے۔ وہ بہکتا ضرور ہے مگر رسے کی لمبائی تک جا کر پتھر کھونٹے کی طرف آجاتا ہے۔ بے چارے کا دل ٹوٹ گیا ہے۔ کوئی بات نہیں میں پھر جوڑ دوں گی۔

○☆○

الپا کو فی الحال دلیر آفریدی سے کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ وہ ...ں کی ڈی صوفیہ سے بہل رہا تھا۔ اس نے سوچا ابھی وہ بھیما ...ارنگ کے سلسلے میں مصروف رہے گی۔ انہیں پوری ...ح اپنے قابو میں رکھے گی اور بھیما سے تھائی لینڈ میں اپنا ...ام کرائے گی۔ لہٰذا اس نے صوفیہ اور آفریدی کو وہیں بیڈ ...وم میں تنہا چھوڑ دیا اور خیال خوانی کے ذریعے بھیما کے پاس ...نچ گئی۔

بھیما ایک کمرے میں بیٹھا بے چینی سے سوچ رہا تھا۔ ...ں اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں۔ میں کتنا مہان شکتی مان ہوں۔ ...ت سی صلاحیتوں کا حامل ہوں لیکن خوا مخواہ وقت ضائع کر رہا ہوں۔ مجھے کچھ کرنا چاہیے۔

الپا نے کہا "ہاں تمہیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اپنی صلاحیتوں سے کام لینا چاہیے۔"

وہ اس کی آواز اپنے دماغ میں سن کر سیدھی طرح ادب ...ے بیٹھ گیا پھر حاضر ہو کر بولا "میڈم آپ حکم کریں میں اسی ...کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو استعمال کروں گا۔"

"تمہیں خیال خوانی کے ذریعے تھائی لینڈ جانا ہے اور تم ...جھ سکتے ہو کہ تھائی لینڈ کے کسی حاکم یا فوج کے اعلیٰ افسر یا ...یاسی لیڈر کی آواز کیسے سن سکتے ہو۔"

"یہاں ممبئی میں تھائی لینڈ کا سفیر ہے میں ٹیلی فون ...ائریکٹری میں اس کا نمبر دیکھ کر فون کے ذریعے اس کی آواز ...نوں گا پھر اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا پھر وہ سفیر اپنے ...تھائی حکومت کے اعلیٰ عہدے داران سے رابطہ کرے گا تو ...یں ان کی آواز سن کر تھائی لینڈ پہنچ جاؤں گا۔ اس کے بعد ...وہاں دوسروں کو اپنا آلہ کار بناؤں گا۔"

"شاباش اسی طرح ایک کے بعد دوسرے سے رابطہ کرتے ہوئے تم تھائی لینڈ میں اپنے آلہ کار بنا سکو گے۔ ایسا کرنے کے بعد تمہیں وہاں نیلماں کو تلاش کرنا ہے۔ وہ کسی ...ریا قصبے میں ہو گی اور وہاں کے حکام سے یا فوجی افسران سے ...ائی رابطہ کرتی ہو گی۔ تم کسی نہ کسی طرح یہ معلوم کر لو گے ...وہ کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے۔"

"اچھا میں جا رہا ہوں مگر جانے سے پہلے کچھ عرض کرنا ...چاہتا ہوں۔"

"ہاں بولو؟"

"آپ اسی بنگلے میں ہیں۔ دوسرے کمرے میں اس دلیر ...لڑکی کے ساتھ باتیں کر رہی ہیں۔ میں آپ کے لیے تڑپتا ...ہوں۔ چاہتا ہوں آپ میرے سامنے آکر مجھ سے باتیں کریں۔"

"زیادہ باتیں نہ کرو میں آفریدی کے ساتھ وقت گزار رہی ہوں۔ اسے بہلا پھسلا کر کسی کام کے لیے اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہوں۔ تم سے جو کہا ہے وہ کرو۔ میرا عاشق بننے کی کوشش نہ کرو۔"

"آپ کا جو حکم' میں ابھی جاتا ہوں۔"

"الپا نے کہا پہلے عشق کر کے اپنا انجام دیکھ چکے ہو۔ میرے غلام بن کر بھی یہ خوش فہمی ہے کہ میں تمہیں منہ لگاؤں گی۔ فوراً میرے حکم کی تعمیل کرو اور ہمیشہ یاد رکھو کہ تم میری ٹھوکروں میں رہا کرو گے۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل گئی۔ نارنگ پر تنویمی عمل کیے ہوئے ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ تک پہنچنا چاہا تو اس کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ وہ سمجھ گئی کہ بھیما نے اس کے چاروں طرف جادوئی عمل سے لکیر کھینچی ہے۔ اس کے اندر نہ کوئی جا سکتا ہے۔ نہ کسی کی خیال خوانی کی لہریں وہاں تک پہنچ سکتی ہیں۔ وہ اس دائرے کے اندر تپسیا کرتا رہے گا۔ وہ الپا کی سوچ کی لہروں سے بھی دور رہے گا۔

الپا کو یہ اطمینان تھا۔ بھیما نے بتایا تھا۔ جب بھی وہ اس دائرے سے باہر آئے گا تو پھر اس کا معمول اور محکوم بن جائے گا۔

بھیما نے دھوکا کھایا تھا جبکہ وہ خود گیان دھیان کے دوران صرف ایک خیال کو اپنے ذہن میں مرکوز کرتا تھا اور باقی خیال ذہن سے نکال دیا کرتا تھا۔ یہ اس کا ذاتی تجربہ تھا لیکن اس تجربے کو اس نے نارنگ کے سلسلے میں یاد نہیں رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب نارنگ تپسیا کرنے سے پہلے گیان دھیان میں ڈوبنے لگا اور تمام خیالات کو اپنے ذہن سے نکال کر صرف آتما شکتی کے خیال کو اپنے ذہن پر مرکوز کرنے لگا۔ تب یہ انکشاف ہوا کہ اس کے دماغ جو تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ وہ تنویمی عمل بھی ذہن سے خارج ہو گیا ہے اور اب آتما شکتی کی تپسیا کرتے وقت اسے معلوم ہو رہا تھا کہ اس کے چیلے بھیما نے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنایا تھا۔

نارنگ اس روز آتما شکتی کی تپسیا چھوڑ کر اپنے دماغ کے اندر کئی طرح کے منتر پڑھتا رہا اور بھیما کے تنویمی عمل کو ضائع کرتا رہا۔ جب وہ اس عمل میں کامیاب ہو گیا۔ تب اس نے تپسیا شروع کی۔

اسی طرح وہ بھیما کے تنویمی عمل سے محفوظ رہا اور بظاہر خود کو اس کا غلام ظاہر کرتا رہا تھا۔ دوسری بار الپا اس کے

پاس تنویمی عمل کرنے آئی تھی۔ اس وقت وہ پورے ہوش و حواس میں تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ بھیما نے الپا کو اس کے دماغ میں پہنچایا ہے۔ جب الپا اس پر تنویمی عمل کرنے لگی تو وہ جان بوجھ کر اس کے ٹرانس میں آگیا تھا لیکن اپنے چور خیالات کو چھپائے رکھا تھا۔ الپا نے اگرچہ اس کے خیالات بڑی دور تک پڑھے تھے لیکن چور خیالات کا خانہ بند تھا۔ لہٰذا وہ یہ سمجھتی رہی کہ جو کچھ وہ پڑھ رہی ہے۔ اس میں چور خیالات شامل ہیں۔

بہرحال بھیما کی طرح الپا بھی دھوکا کھا چکی تھی۔ نارنگ اپنی چالیس دن کی تپسیا کا آخری دن مکمل کر رہا تھا۔ اس نے الپا سے جھوٹ کہا تھا کہ آج سے تیسرے دن تک آتما شکتی کی تپسیا کرتا رہے گا۔ تب اس تپسیا کے چالیس دن پورے ہوں گے۔ جبکہ چالیس دن اسی دن رات کے بارہ بجے پورے ہونے والے تھے۔

نارنگ نے جھوٹ کہا تھا۔ الپا کو دھوکا دے رہا تھا کہ وہ تپسیا میں مصروف ہے جبکہ وہ چاہتا تھا کہ باقی دو دن وہ تپسیا نہیں کرے گا لیکن خاموش رہ کر الپا اور بھیما کے حالات معلوم کرتا رہے گا کہ وہ اب تک کیا کرتے رہے ہیں اور آئندہ کیا کرنے والے ہیں؟

وہ چوبیس گھنٹے میں پندرہ گھنٹے تپسیا کرتا تھا۔ ان پندرہ گھنٹوں میں کبھی بھیما اس کے دماغ میں نہیں آتا تھا وہ جانتا تھا' ایسے وقت وہ دائرے کے اندر رہتا ہے۔ نہ اسے جانا چاہیے نہ کوئی دوسرا وہاں جاسکتا ہے۔ اسی طرح الپا نے بھی یہی سوچا کہ پندرہ گھنٹے تک نارنگ کے پاس جانا ضروری نہیں ہے۔ وہ تو اس کا غلام بن ہی چکا ہے۔ جب بھی اس دائرے سے باہر آئے گا وہ اس کا غلام ہی بن کر رہے گا۔

اس نے اس رات بارہ بجے آتما شکتی کی تپسیا مکمل کرلی۔ اس بات سے بہت خوش ہوا اور مطمئن ہو کر اس نے واقعی مکمل آتما شکتی حاصل کرلی ہے پھر وہ اس دائرے سے باہر آیا۔ اپنی ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں پہنچ کر آرام کرنے لگا۔ ایسے وقت الپا اس کے دماغ میں آئی۔ اس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بنا رہا اور یہ تاثر دیتا رہا کہ وہ اس کا غلام ہے اور اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہے۔

الپا نے اسے مخاطب کیا "ابے کتے! میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہے؟"

وہ فوراً ہی ہاتھ جوڑ کر بولا "ہاں ہاں میں من رہا ہوں۔ آپ آپ میڈم الپا ہیں۔"

"اب میں تیرے لیے زندگی بھی ہوں اور تیری موت بھی ہوں۔ تو نے مجھے بہت پریشان کیا ہے۔ اب تیری زندگی حرام کردوں گی۔ تو مرنا چاہے گا۔ میں تجھے مرنے نہیں دوں گی تجھے تڑپا تڑپا کر زندہ رکھوں گی اور غلاموں کی طرح تجھ سے اپنا کام کراؤں گی۔"

وہ بدستور ہاتھ جوڑے ہوئے تھا۔ اس نے کہا "میں آپ کا غلام ہوں آپ مجھے دکھ دیں گی میں دکھ سہوں گا۔ مجھے خوشی دیں گی میں آپ کا شکر ادا کرتا رہوں گا۔ جب میں آپ کا غلام بن چکا ہوں تو آپ مجھے معاف کردیں۔"

"میں کبھی تجھے معاف نہیں کروں گی۔ چل کھانا کھا کر کھالے اور آرام سے سوجا اور یہ بتا' کیا اب تپسیا کے چالیس دن پورے ہونے میں دو دن رہ گئے ہیں؟"

"صرف دو دن رہ گئے ہیں۔ اس کے بعد میری آتما شکتی مکمل ہوجائے گی۔"

"اب تیری وہ آتما شکتی میرے کام آیا کرے گی۔"

"جب میں آپ کا غلام ہوں تو میری ہر چیز غلام کی طرح آپ ہی کے کام آیا کرے گی۔"

"میں جارہی ہوں پھر صبح کسی وقت آؤں گی۔"

تھوڑی دیر بعد نارنگ نے محسوس کیا کہ وہ جاچکی ہے کیونکہ اس کی مخصوص سوچ کی لہریں محسوس نہیں ہو رہی تھیں۔ وہ آرام سے گرم کیا ہوا کھانا کھانے لگا اور سوچنے لگا کہ الپا نے اپنے اوپر کالا عمل کرایا تھا۔ جس کے نتیجے میں اس نے اپنے دماغ کو مردہ بنالیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کالے عمل کا اثر ختم ہوچکا ہو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اس کے دماغ میں خیال خوانی کے ذریعے پہنچا جاسکتا ہے یا نہیں؟

وہ کھانے کے دوران میں سوچتا رہا پھر یہ تدبیر سمجھ میں آئی کہ بھیما کے لب ولہجے کو اختیار کرکے خیال خوانی کی پرواز کرے اگر الپا نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیا تو سمجھ نہیں پائے گی کہ نارنگ نے اس کے دماغ میں آنے کی کوشش کی ہے۔ وہ یہی سمجھے گی کہ بھیما ایسی کوشش کر رہا تھا۔

وہ کھانے کے بعد چارپائی پر آکر آرام سے لیٹ گیا پھر اس نے الپا کے لب ولہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کیا۔ اس کے بعد خیال خوانی کی پرواز کی۔ الپا کا دماغ مقفل کیا ہوا تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک نہ جاسکیں لیکن اس کی ڈمی کے دماغ میں پہنچ گئیں کیونکہ اس کی سوچ کا لب ولہجہ بھی وہی تھا۔ صوفیہ نے اپنے دماغ میں نئی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟"

بس اتنا سنتے ہی نارنگ نے اسے زلزلے کا ایک جھٹکا دیا۔ الپا تو ڈمی چیخیں مارتی ہوئی بستر پر تڑپنے لگی۔ آفریدی نے گھبرا کر اسے اپنے بازوؤں میں کھینچ کر جکڑتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا تمہیں؟ کیا تکلیف محسوس ہو رہی ہے؟"

وہ دماغی تکلیف برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی وہ بولنے کی کوشش بھی کر رہی تھی لیکن آفریدی سے کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔ نارنگ اس کے متاثر دماغ میں رہ کر آفریدی کی آواز سن رہا تھا۔ اس نے اس کی بھی آواز اور لب ولہجے کو ذہن میں رہ کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلے کا جھٹکا پہنچانا چاہا لیکن ایک چیخ مارتے ہی وہ اس کے دماغ سے باہر نکل گیا۔

اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر اس نے حیرانی سے سوچا "یہ کیا بات ہوئی؟ اس نے چیخ ماری اور میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔"

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی اس کے دماغ میں پہنچا پھر دوسری مرتبہ چیخ مارتے ہی وہ دماغی طور پر اپنی چارپائی پر حاضر ہوگیا۔ شدید حیرانی سے سوچنے لگا "یہ کون ہے اور کیسے عجیب طریقے سے اپنے دماغ میں آنے سے روک رہا ہے؟"

اس نے سوچا وہ جو بھی ہے۔ اس سے بعد میں نمٹ لے گا۔ فی الحال الپا کی خبر لینا چاہیے۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ الپا کے دماغ میں پہنچ چکا ہے۔ جب وہ دوبارہ اس کے دماغ میں گیا تو وہ نڈھال سی ہوگئی تھی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔ اس کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر نارنگ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ تب پتا چلا کہ وہ الپا نہیں ہے۔ الپا کی ڈمی ہے۔ اس وقت رات کے دو بجے تھے۔ الپا آدھی رات کو ہی اپنی ڈمی کے دماغ میں آکر یہ اطمینان کرچکی تھی کہ وہ آفریدی کے ساتھ سو رہی ہے۔ اب صبح ہی بیدار ہوگی۔ یہ اطمینان کرنے کے بعد وہ چلی گئی تھی۔ اب صبح سے پہلے اس کے دماغ میں نہیں آسکتی تھی۔ یہ ایسا سنہری موقع تھا جس سے نارنگ فائدہ اٹھانے لگا۔

وہ صوفیہ تھی مگر اسے ڈمی الپا بنایا گیا تھا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ اس کے پاس جو جوان ہے اس کا نام دلیر کمار ہے۔ وہ اس سے بے انتہا محبت کرتی ہے۔

ایسے خیالات پیش کرنے کے باوجود وہ اب بھی خود کو الپا سمجھ رہی تھی۔ اس وقت تنویمی عمل کا اثر تھا۔ نارنگ نے سوچا پہلے اس پر تنویمی عمل کیا جائے۔ اس کے دماغ سے الپا کے عمل کو ختم کردیا جائے۔ اس کے بعد اس ڈمی کو اپنی معمولا اور محکوم بنایا جائے اور الپا کو یہ دھوکا دیتا رہے گا کہ وہ ڈمی اسی کی معمول ہے۔

اس خیال کے مطابق وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ وہ تھوڑی دیر بعد آنکھیں بند کرکے سو گئی۔ آفریدی اس کے پاس تھا۔ یہ دیکھ کر مطمئن ہوگیا کہ اس کی محبوبہ کو آرام آگیا ہے۔ وہ بھی اس کے پاس لیٹ گیا۔ بے چارہ یہ نہیں جانتا تھا کہ نارنگ اس کی محبوبہ پر تنویمی عمل کر رہا ہے۔

نارنگ نے پہلے اس کے ذہن کو واش کیا۔ الپا کے تنویمی عمل کو یکسر ختم کیا پھر اس سے کئی طرح کے سوالات کیے۔ اس پر تنویمی عمل کرنا چاہا تو اسے کسی طرح کی رکاوٹ کا احساس ہوا پتا چلا کہ تنویمی عمل کر رہا ہے لیکن اس عمل سے دماغ پوری طرح متاثر نہیں ہو رہا ہے۔ تب وہ ..... اس ڈمی کے دماغ سے نکل کر اپنے دماغ میں کئی طرح کے منتروں کا جاپ کرنے لگا۔ اپنے کالے عمل سے معلوم کرنے لگا کہ رکاوٹ کیوں پیدا ہو رہی ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک کئی طرح کے منتر پڑھتا رہا پھر اسے پتا چلا کہ کسی دوسرے نے بھی اس ڈمی الپا پر کالا عمل کیا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس پر کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا تنویمی عمل نہیں کرسکے گا اور نہ ہی الپا سے اس ڈمی کو مکمل طور پر چھین سکے گا۔

نارنگ سمجھ گیا کہ جیکب رابن نے ایسا کیا ہے۔ تب وہ باقاعدہ کالے عمل کا تمام سامان لاکر فرش پر رکھ کر عمل کرنے کے لیے بیٹھ گیا اور صبح چار بجے تک مختلف طرح کے عمل کرتا رہا اور منتر پڑھتا رہا۔ ان منتروں کو ڈمی الپا کی طرف منتقل کرتا رہا آخر اس کا دماغ جیکب رابن کے کالے عمل سے آزاد ہوگیا۔

نارنگ اپنے عمل میں کامیاب ہونے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے اس ڈمی کے دماغ میں پہنچا۔ اب وہ خود کو الپا نہیں سمجھ رہی تھی۔ اپنی اصلیت اسے یاد آگئی تھی اور وہ خود کو صوفیہ کے طور پر پہچان رہی تھی۔

اس کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ خود ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ الپا اس کے دماغ میں آکر ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھیما کو دھوکا دیا کرتی تھی۔ تب نارنگ نے سوچا اس کے دماغ کو مقفل کردیا جائے تاکہ الپا دوبارہ اس کے اندر نہ پہنچ سکے۔ اس طرح وہ صوفیہ نارنگ کے زیر اثر رہے گی۔ جب بھی وہ چاہے گا اپنے مخصوص لب ولہجے کے ساتھ صوفیہ کے دماغ میں پہنچ کر اس سے اپنا کوئی کام لے سکے گا۔ فی الحال وہ اس کے لیے کوئی زیادہ ضروری نہیں تھی لیکن الپا سے انتقام

لینا تھا۔ اس لیے وہ اس کی ڈمی کو اس سے دور کردینا چاہتا تھا۔

اس نے تنویمی عمل کے ذریعے صوفیہ کے دماغ کو مقفل کردیا۔ اس کے خیالات نے یہ بتایا تھا کہ دلیر آفریدی یوگا کا ماہر نہیں ہے اور وہ سانسیں روک کر خیال خوانی کی لہروں کو دماغ سے بھگانا نہیں چاہتا ہے۔ اسے ایک ہی طریقہ معلوم تھا کہ دماغ بے چینی محسوس کرتے ہی فوراً ہی جھینگ مار دیا کرتا تھا۔

اس طرح نارنگ کو پتا چلا کہ آفریدی بھی صوفیہ کی طرح ٹیلی پیتھی جانتا ہے نہ کوئی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا دشمن ہے اس سے کسی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

تب نارنگ نے صوفیہ کے دماغ میں یہ بات پیدا کی کہ وہ آفریدی کو اس حد تک آمادہ کرے کہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں آنے دے اور اس پر جو تنویمی عمل کیا جائے گا۔ اسے قبول کرے تاکہ اس کے دماغ کو مقفل کردیا جائے۔

آفریدی، صوفیہ سے وعدہ کرچکا تھا۔ جب بھی ایک دوسرے سے جدا ہوں گے تو وہ اس کی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں آنے دے گا۔ لہٰذا وہ اس بات پر راضی ہوگیا کہ سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں آنے دے گا اور جو بے چینی ہوگی اسے برداشت کرے گا۔

نارنگ اس کے دماغ میں پہنچ گیا اگرچہ وہ بے چینی محسوس کررہا تھا لیکن نارنگ نے اپنے عمل کے ذریعے اسے گہری نیند سلا دیا۔ اس پر بھی تنویمی عمل کیا چونکہ وہ دشمن نہیں تھا اور نہ ہی آئندہ اس سے دشمنی کی توقع تھی اور نہ ہی وہ کوئی غیر معمولی صلاحیت کا حامل تھا۔ اس لیے اس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں تھا۔

نارنگ نے اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ کو بھی صوفیہ کے دماغ کی طرح مقفل کیا۔ ان دونوں کے دماغوں میں یہ بات نقش کردی کہ وہ ایک گھنٹے کی تنویمی نیند سونے کے بعد اس بنگلے سے نکل جائیں گے اور الپا اور بھیما کی پہنچ سے دور چلے جائیں گے۔

الپا نے یہ سمجھتے ہوئے بھی نہیں سمجھا کہ بعض اوقات قدرتی ذرائع نامعلوم طریقوں سے بندوں کا تحفظ کرتے ہیں اور قدرت دلیر آفریدی کو تحفظ فراہم کررہی تھی۔ اب اس کا دماغ مقفل ہوگیا تھا۔ صرف نارنگ ہی اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ کوئی اور دشمن اس کے اندر پہنچ کر اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

ویسے نارنگ بھی کسی وقت اس کا دشمن بن سکتا ہے حالات کو بدلتے دیر نہیں لگتی لیکن جب بھی وہ دشمن بنتا تو ہوتا یہ نہ نارنگ جانتا تھا اور نہ ہی دلیر آفریدی کو اس کی خبر تھی کہ اس کے ساتھ کیسے حالات پیش آرہے ہیں۔ وہ ایک ہی بات جانتا تھا کہ اسے ایک لڑکی سے محبت ہوگئی ہے محبت اور شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اسے اپنے ساتھ اپنے وطن اور اپنے شہر لے جائے اور وہاں اسے اپنی شریک حیات بنالے اس سے زیادہ وہ کسی جھمیلے کو نہ جانتا تھا اور نہ جاننا چاہتا تھا۔

جب وہ دونوں تنویمی نیند سے بیدار ہوئے تو صبح کے 8 بج رہے تھے۔ صوفیہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر اس کمرے کو چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اس کے بعد بولی "میں خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کررہی ہوں۔ میں اپنی زبان سے اپنا نام لے سکتی ہوں۔ میرا نام صوفیہ ہے۔ او گاڈ! اتنے عرصے کے بعد میں اپنے نام کے ساتھ اپنے آپ کو اندر سے پہچان رہی ہوں اور یہ مجھے یاد آرہا ہے کہ اب تک میں خود کو الپا کہتی رہی ہوں۔"

دلیر آفریدی نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "ہاں تم نے کہا تھا کہ تمہارا نام الپا ہے اور صوفیہ نام صرف پاسپورٹ میں لکھا ہوا ہے۔"

"میں نے غلط کہا تھا کیونکہ مجھ پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ اس کے ذریعے میری شخصیت گم کردی گئی تھی۔ ایک الپا نامی عورت کی شخصیت مجھ پر مسلط کردی گئی تھی۔ اب یاد آیا ہے کہ وہ عورت میرے ذریعے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرتی تھی اور میں سمجھتی تھی کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔"

"تم تنویمی عمل کے باعث مجبور تھیں۔ اس لیے مجھے بھی کہہ رہی تھیں کہ ٹیلی پیتھی جانتی ہو اور مجھ سے ہار ہونے کے بعد میرے دماغ میں آیا کروگی۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے تمہیں دماغ میں آنے نہیں دیا ورنہ ٹیلی پیتھی جاننے والی میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرتی جو تمہارے ساتھ کرتی رہی تھی۔"

صوفیہ نے اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا "آفریدی ہمیں یہاں سے کہیں دور چلے جانا چاہیے۔"

"میں تو پہلے ہی تم سے کہتا رہا ہوں لیکن تم اس الپا کے اختیار میں تھیں۔ اس لیے میری بات نہیں مان رہی تھیں میں تو ابھی چلنے کو تیار ہوں۔"

"ٹھیک ہے ہم ایک بیگ میں ضروری سامان رکھ لیتے ہیں اور ابھی یہاں سے نکلتے ہیں۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر الماری کھول کر ایک سفری بیگ نکال کر بولی "میں اس میں ضروری سامان رکھ رہی ہوں۔ تم جاکر دیکھو بھیما سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے؟"

آفریدی اس کمرے سے باہر نکل آیا پھر اس بنگلے کے دوسرے حصوں سے گزر کر اس نے ایک کمرے میں دیکھا۔ وہ فرش پر چٹائی بچھائے سو رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا اگر جاگتا ہوگا تو اس سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس کی اچھی طرح پٹائی کرکے کسی طرح اس کو بے ہوش کرکے وہاں سے فرار ہونا پڑے گا۔ اس میں کافی وقت لگ جاتا کیونکہ بھیما بھی شہ زور تھا۔ بہرحال وہ سو رہا تھا اور ایسے وقت وہ آسانی سے فرار ہوسکتے تھے۔

وہ واپس صوفیہ کے پاس آیا پھر بولا "وہ سو رہا ہے جتنی جلدی ہوسکے یہاں سے نکلو۔"

وہ الماری کا اندرونی سیف کھول کر بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر سفری بیگ میں رکھ رہی تھی۔ اس نے دونوں کے پاسپورٹ ویزا اور ضروری کاغذات بھی رکھ لیے تھے پھر وہ دونوں دبے قدموں چلتے ہوئے بنگلے کا بیرونی دروازہ کھول کر باہر آگئے۔ تیزی سے چلتے ہوئے بنگلے کے احاطے سے گزر کر وہ مین روڈ تک آئے تھوڑی دور چلتے رہنے کے بعد ایک ٹیکسی نظر آئی۔ انہوں نے ٹیکسی والے کو ہاتھ ہلا کر بلایا پھر آفریدی نے کہا "میں نہیں جانتا کہ یہاں سے ہمیں کہاں جانا ہے۔ کیا ہم ائرپورٹ چلیں؟"

وہ بولی "پہلے ویزا پر یہاں سے واپسی کے لیے مہر لگوانا ہوگا۔ اس کے بعد ہم ائرپورٹ جاکر ٹکٹ لے کر یہاں سے تمہارے وطن جاسکتے ہیں۔"

ٹیکسی ان کے پاس آکر رک گئی تھی۔ صوفیہ نے پچھلا دروازہ کھول کر اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا "ہوٹل مراری لے چلو۔"

ڈرائیور نے پوچھا "بی بی یہ ہوٹل کہاں ہے؟"

"سینٹ لوئس اسپتال کے سامنے ہی ہے۔"

وہ ٹیکسی اسٹارٹ کرکے آگے ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔ جب وہ اعصابی طور پر کمزور ہوگئی تھی تو آفریدی اور بھیما اسے ایک اسپتال میں لے گئے تھے۔ اسی کا نام سینٹ لوئس اسپتال تھا۔ صوفیہ نے اس اسپتال سے واپسی پر سامنے ایک ہوٹل مراری دیکھا تھا۔ اسے یاد تھا اس لیے اس نے اسی ہوٹل کا نام ڈرائیور کو بتادیا تھا اس نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد ڈرائیور سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام راما راؤ ہے۔"

"یہاں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں پے انگ گیسٹ رہتے ہوں؟"

"جی یہ کیا ہوتا ہے میں نہیں جانتا۔"

"یہ ایسے مکانات ہوتے ہیں جہاں مکان کے مالکان بھی رہتے ہیں اور ایک آدھ کمرا کرائے پر بھی دے دیتے ہیں۔"

"ہاں ایسے تو کئی جگہ ہیں اور میرا مکان بھی بہت بڑا ہے مگر بہت چھوٹے علاقے میں ہے۔ ٹھیک ہے میں آپ کو بہت اچھے علاقے میں لے چلتا ہوں۔"

صوفیہ نے کہا "نہیں اچھے اور بڑے علاقے کی بات نہیں ہے اگر تم اپنے مکان کا ایک کمرا ہمیں رہنے کے لیے دو گے تو ہمیں اطمینان ہوگا۔ تمہیں دیکھ کر تمہاری باتیں سن کر دل کہتا ہے کہ تم ایک اچھے انسان ہو۔"

"بی بی آپ کی مہربانی ہے آپ میرے بارے میں اتنی اچھی باتیں کررہی ہیں۔ آپ میرے گھر چلیں..... آپ کو وہاں رہنے سہنے اور کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے، اپنے گھر لے چلو۔"

وہ تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک بہت ہی چھوٹے سے غریبوں کے علاقے میں پہنچے۔ ڈرائیور کا مکان چھوٹا تھا لیکن تین کمروں کا مکان تھا اس میں اس کی بیوی اور دو چھوٹے بچے رہتے تھے۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا "ایک کمرا خالی کردو۔ یہ ہمارے مہمان ہیں۔"

صوفیہ نے ایک ہزار روپے نکال کر دیتے ہوئے کہا "مہمان تو ہیں لیکن تمہیں کرایہ لینا ہوگا اگر تمہارے گھر کا کھانا پسند آئے گا تو ہم تمہیں اور رقم دیں گے۔"

وہ انکار کرنا چاہتا تھا لیکن صوفیہ نے وہ رقم اس کی بیوی کے ہاتھ میں رکھتے ہوئے کہا "تم بال بچے والے ہو۔ تمہیں ان بچوں کی خاطر ہم سے کرایہ لینا ہوگا۔ ہمارے لیے کوئی بوجھ نہیں ہوگا۔"

اس کی بیوی انہیں ایک ہوادار کمرے میں لے کر آئی پھر بولی "ہم غریب ہیں۔ ہمارے پاس ایک چارپائی ہے اور میلی چادر، میلے تکیے ہیں۔"

آفریدی نے کہا "کوئی بات نہیں۔ تم چادر اور تکیے لے جاؤ چارپائی رہنے دو میں راما راؤ کو اور رقم دیتا ہوں یہ ہمارے لیے بستر، تکیہ، چادر خرید کر لے آئے گا۔ دو کرسیاں بھی بیٹھنے کے لیے لے آئے گا۔"

صوفیہ نے تین ہزار روپے نکال کر راما راؤ کو دیتے

ہوئے کہا "اس میں ہمارے لیے بستر وغیرہ لے آؤ اور گھر میں کھانے کے لیے پورا راشن بھی لے آؤ۔ کسی چیز کی کمی نہ ہو پیسے کم پڑیں تو اور لے لینا۔"

رامارا دونوں ہاتھ جوڑ کر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔ اس کی بیوی نے کمرے کی صفائی کی اس کے بعد وہ وہاں سے چلی گئی۔ آفریدی نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ صوفیہ نے کہا "ہوٹل کے مقابلے میں یہ جگہ محفوظ رہے گی۔ میں جانتی ہوں' الپا ہمارا تعاقب ضرور کرے گی ابھی اسے پتا نہیں ہے کہ ہم اس کے شکنجے سے نکل گئے ہیں۔"

آفریدی نے اس کے بازوؤں کو تھام کر اپنے قریب کرتے ہوئے کہا "ہاں یہ جگہ بہت اچھی ہے بالکل گھر جیسا ماحول ہے۔ میں سمجھ رہا ہوں کہ آنے والا وقت ہمارے لیے اطمینان بخش نہیں ہوگا۔ پتا نہیں وہ بھیما اور الپا ہمارے خلاف کیا کچھ کریں گے؟"

مجھے کسی طرح کا خوف نہیں۔ میں نے دیکھا ہے تم نے بھیما جیسے پہاڑ کو سر سے ٹکرا کر زخمی کر دیا تھا۔ وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "میں تمہارے ساتھ رہ کر پہاڑوں سے اور طوفانوں سے ٹکرا جاؤں گی مگر تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔"

آفریدی نے اسے دونوں بازوؤں کے حصار میں قید کرلیا۔ وہ دونوں چوبیں گھنٹے پہلے ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے۔ وہ فلسطین کی رہنے والی تھی اور آفریدی پاکستان سے آیا تھا اور دونوں ہزاروں میل دور رہنے کے باوجود ایک ہوگئے تھے۔ محبت ایک مقناطیسی زنجیر ہے۔ جس کی کشش سے دنیا کے دو' سرے کھنچے ہوئے ایک دوسرے سے آکر زنجیر کی کڑی کی طرح مل جاتے ہیں۔

○☆○

ایسا دیکھنے میں نہیں آتا کہ دو یا دو سے زیادہ دوست ہم مزاج' ہم خیال ہوں لیکن تھری جے ایسی مثال پیش کررہے تھے۔ وہ تینوں برسوں سے ہم مزاج اور ہم خیال تھے۔ اتنی مضبوط دوستی اور پائیدار اتحاد کی اصل وجوہات یہ تھیں کہ وہ کسی معاملے میں ایک دوسرے پر شبہ نہیں کرتے تھے اور ہمیشہ ایک دوسرے کی بہتری کا خیال رکھتے تھے۔

چند دنوں سے جے کافو کو اپنے دونوں دوستوں جے سامو اور جے فلو کی بہتری اور سلامتی کی فکر لاحق ہوگئی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ جب تک یہ اپنی محبوباؤں کے ساتھ ازدواجی اور گھریلو زندگی گزارتے رہیں گے' اس وقت تک دشمنوں کی طرف سے اندیشہ رہے گا اور ان کی کسی غلطی یا کسی کمزوری سے دشمن ان تینوں کا سراغ لگالیں گے۔

ایسے اندیشوں سے بچنے کے لیے اور اپنے دونوں دوستوں کی سلامتی کے لیے جے کافو نے پچھلے دنوں ہیلو ریٹا کو اس طرح ہلاک کیا تھا کہ اس کی موت کار کا ایک حادثہ ثابت ہوئی تھی۔ اس طرح اس نے جے فلو کی محبوبہ سے دشمنی تو کی تھی لیکن اپنے دوست جے فلو کے لیے ایک محافظ دوست کا فرض بھی ادا کیا تھا۔

بعض اوقات دوستی بڑے دشوار گزار مراحل سے گزرتی ہے۔ جے کافو کے سامنے اپنے دونوں دوستوں جے فلو اور جے سامو کی بہتری اور سلامتی تھی اور دوسری طرف انہی دو دوستوں کی ازدواجی مسرتوں کا خیال بھی تھا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ ازدواجی مسرتیں کسی وقت بھی' کسی کے ساتھ حاصل ہوسکتی ہیں لیکن ان دوستوں کی زندگی میں کسی بھی عورت کو مستقل طور پر نہیں آنا چاہیے۔ اب جے سامو کی محبوبہ مونا رہ گئی تھی۔ اس کی طرف سے بھی یہی اندیشہ تھا کہ کبھی اس کی کسی غلطی سے یا کسی کمزوری سے دشمنوں کو ان کا سراغ لگانے کا موقع مل جائے گا۔

ایک رات جے سامو اپنی محبوبہ جے مونا کے ساتھ گہری نیند سو رہا تھا تو جے کافو نے مونا کے دماغ میں پہنچ کر اس پر ایک مختصر سا تنویمی عمل کیا اور اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ دوسرے دن وہ شاپنگ کے لیے جائے گی تو اپنے محبوب جے سامو کی لاعلمی میں زود اثر خواب آور گولیاں خریدے گی۔ ان گولیوں کو چھپا کر رکھے گی پھر دوسری رات جب جے سامو سو جائے گا تو وہ ایک ایک گولی نکلتی جائے گی اور پانی پیتی جائے گی۔ اس طرح کم از کم دس بارہ گولیاں حلق سے اتار کر آرام سے سو جائے گی۔

پھر جے کافو نے سوچا' دوسری رات جے سامو اپنی محبوبہ مونا کے ساتھ نہ رہے تو بہتر ہے۔ اس نے جے سامو اور جے فلو سے کہا ان دونوں کو اس کے پاس چھپ کر آنا چاہیے" ضروری معاملات پر گفتگو کریں گے۔ تینوں کبھی خود کو ایک دوسرے سے برتر یا کم تر نہیں سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود وہ دونوں جے کافو کی بہت عزت کرتے تھے اور زیادہ تر اسی کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔

وہ دوسرے دن شام کو جے کافو کی رہائش گاہ میں چھپ چھپا کر پہنچ گئے پھر وہاں آرام سے بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے جے کافو نے کہا "ہم کینی بال کو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات دلانے کے لیے اب تک جدوجہد کرتے رہے اسے نجات دلا چکے ہیں۔ اب وہ ایک آزاد اور خود مختار ٹیلی

پیتھی جاننے والا ہے لیکن ہم نے یہ صرف جے فلو کی محبوبہ ہیلو ریٹا کی خاطر کیا تھا۔ کیونکہ وہ اس کا بھائی تھا۔"

جے فلو نے بڑے دکھ سے کہا "ہاں! وہ میری ہیلو ریٹا کا بھائی تھا مگر اب ہیلو ریٹا میری زندگی سے اتنی دور جا چکی ہے کہ... کبھی واپس نہیں آئے گی۔"

جے کافو نے کہا "جو کچھ ہوچکا ہے اب اس کے بارے میں جذباتی ہو کر نہ بولو۔ اسے بھول جاؤ۔ کام کی باتیں کرو۔"

"ہم تو کام کی باتیں کرنے آئے ہیں۔"

"ہمیں اب یہ طے کرنا چاہیے کہ ہیلو ریٹا نہیں رہی لہٰذا ہمیں کینی بال سے بھی تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔ یہ ہم نے ابتدا میں ہی فیصلہ کیا تھا کہ ہم تینوں اپنے سوا کبھی کسی تیسرے پر نہ بھروسا کریں گے نہ اسے کبھی مستقل اپنا دوست بنائیں گے۔"

جے سامو نے کہا "درست کہتے ہو۔ اس کی خاطر ہی ہم نے امریکی اکابرین سے دوستی کی تھی اس طرح دوستی کرکے ہم نے فائدہ بھی اٹھایا ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے امریکی اکابرین کے دماغوں کو مقفل کیا ہے' ان اکابرین کے دماغوں میں صرف ہم تینوں ہی جاسکتے ہیں۔"

جے کافو نے کہا "یہ ہم نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ اب اگر ہم امریکی اکابرین کے وفادار نہ بھی رہے تو ان کے دماغوں میں چوری چھپے جاکر ان کے تمام منصوبے معلوم کرسکتے ہیں۔"

جے سامو نے پوچھا "ان کے وفادار رہنے میں کیا نقصان ہے؟"

ان کے بدلتے ہوئے سیاسی حالات کا اثر ہم پر پڑسکتا ہے۔ ان کے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی ہمیں بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جیسا کہ نیلماں نے بیزون کو ٹریپ کیا ہے۔ اسے اپنا غلام بنالیا ہے پھر یہ تازہ ترین اطلاع ہے کہ جاپانی صاحب کے ادارے اور جمہوریہ چین میں دوستی ہو رہی ہے۔ ان دونوں کی دوستی امریکا کو بہت نقصان پہنچائے گی اور ان کے ذریعے ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم تک بھی کسی نہ کسی طرح پہنچ سکتے ہیں۔ ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ ہم بالکل محفوظ ہیں اور کبھی کوئی ہمارے قریب نہیں آسکے گا۔"

جے فلو نے کہا "ہم کبھی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہتے۔ ہمیشہ محتاط رہتے ہیں اور جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ یہ تمہاری بات دل کو لگ رہی ہے کہ امریکا سے وفاداری نبھائیں گے تو مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی نظروں میں رہیں گے اور وہ مخالف کسی وقت بھی موقع پاکر ہمیں بھی نقصان پہنچائیں گے۔"

امریکا سے تھائی لینڈ اور جمہوریہ چین تک جتنے اہم معاملات تھے اور جس طرح حالات تیزی سے بدل رہے تھے۔ وہ ان پر تفصیلی گفتگو کررہے تھے۔ انہوں نے رات کا کھانا ایک قریبی ریستوران میں جاکر کھایا۔ کھانے کے دوران میں جے کافو نے ایک ذرا خیال خوانی کی اور مونا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو وہ سونے کے لیے جارہی تھی اور اس سے پہلے ایک ایک گولی نگلتی ہوئی پانی پیتی جارہی تھی۔

جے کافو اپنے دونوں ساتھیوں سے باتیں بھی کرتا رہا اور وقفے وقفے سے چند سیکنڈ کے لیے مونا کے دماغ میں جاکر دیکھتا بھی رہا' اس نے بارہ گولیاں پانی کے ساتھ نگل لی تھیں اور اب بستر پر لیٹنے جارہی تھی۔ ایسے ہی وقت ریستوران میں جے سامو کھاتے کھاتے ایک دم سے گھبرا کر بولا "غضب ہوگیا۔ میری مونا نے بارہ خواب آور گولیاں کھالی ہیں۔ وہ موت کو گلے لگا چکی ہے۔ مجھے فوراً اس کے پاس جانا چاہیے۔"

وہ سب ریستوران سے اٹھ گئے۔ بل ادا کرکے باہر آئے۔ جے کافو نے انجان بن کر پوچھا "وہ اتنی تعداد میں خواب آور گولیاں کیوں کھائے گی؟ کیا تم سے اس کا جھگڑا ہوا ہے؟"

"نہیں ہم دونوں بہت محبت سے رہتے ہیں۔ پتا نہیں اس نے کیوں ایسا کیا ہے؟"

وہ تینوں اپنی کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے ادھر جانے لگے۔ جے سامو بار بار خیال خوانی کے ذریعے مونا کے دماغ میں جاکر اسے پکار رہا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے جھنجھوڑتا ہوا کہہ رہا تھا "دیکھو آنکھیں نہ بند کرو' سونہ جانا۔ اپنی نیند سے لڑتی رہو۔ میں آرہا ہوں' فوراً تمہیں قریبی اسپتال لے جاؤں گا۔ تم ٹھیک ہوجاؤ گی۔"

جے کافو نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "کیا مصیبت ہے۔ اسی دن کے لیے میں تم دونوں کو منع کرتا تھا کہ عشق نہ کرو' شادی نہ کرو۔ مستقل طور پر کوئی عورت ساتھ رہے گی تو مصیبت بنتی رہے گی۔ کیا یہ مصیبت نہیں بن رہی ہے؟ ہم تینوں ایک ساتھ وہاں جانے کی حماقت کررہے ہیں۔ کیا ہم دشمنوں کی نظروں میں نہیں آئیں گے؟ اور کیا یہ نہیں سوچا جاسکتا کہ کسی نے مونا کے دماغ میں گھس کر اسے خواب آور گولیاں کھانے پر مجبور کیا ہو؟"

جے فلو نے کہا "گاڑی ایک کنارے روکو۔"

جے فلو نے کار کو سڑک کے ایک طرف فٹ پاتھ کے پاس روک دیا پھر بولا "کیا بات ہے؟"

جے فلو نے کہا "تم دونوں جذباتی ہو کر باتیں کر رہے ہو۔ جے سامو اس کے چور خیالات نہیں پڑھ رہا ہے۔ خواہ مخواہ اسے جھنجھوڑ کر جگائے رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس نے خواب آور گولیاں نہیں کھائی ہیں۔"

"کیا!" ان دونوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

وہ بولا "میں اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اس نے جو گولیاں کھائی ہیں۔ ان کا کوئی اثر اس پر نہیں ہو رہا ہے۔ اس پر نیند غالب نہیں آ رہی ہے۔ تم دونوں اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر لو۔"

پھر وہ تینوں اس کے دماغ میں جا کر اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ پتا چلا کہ وہ بارہ عدد گولیاں اس پر اثر نہیں کر رہی ہیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھا پھر جے کافو نے کہا "یار سامو! تم نے تو ہمیں پریشان کر دیا۔ تم کیسے اس کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ کیسے تم نے سمجھ لیا کہ وہ خواب آور گولیاں کھا رہی تھی۔"

"میں نے اس کے خیالات سے معلوم کیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ خواب آور گولیاں کھا رہی ہے اور اگر یہ غلط ہے تو اس بات کا جواب دو کہ وہ بارہ عدد گولیاں کس لیے کھا رہی تھی؟ اور اگر وہ خواب آور گولیاں نہیں ہیں تو یونہی معمولی سی عام گولیاں اس نے کیوں کھائی ہیں؟"

جے کافو نے کہا "ہاں! یہ سوچنے کی بات ہے کہ وہ ایسا کیوں کر رہی تھی اور اب ان گولیوں کا اثر اس پر کیوں نہیں ہو رہا ہے۔"

جے فلو نے کہا "ہمیں یہ سوچنا چاہیے، وہ جو کچھ بھی کرتی جا رہی ہے اس کے پیچھے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا ہاتھ ہے۔ کوئی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں جگہ بنا چکا ہے اور اسی نے اسے خواب آور گولیاں کھانے پر مجبور کیا تھا۔"

سامو نے کہا "لیکن اس نے ایسی گولیاں میری مونا کو کیوں کھلائیں، جو اسے نقصان نہیں پہنچا رہی ہیں اور اس سے وہ مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا کیا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے؟"

جے کافو نے کہا "ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ کسی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے مجبور کیا ہوگا کہ وہ خواب آور گولیاں کھا کر خودکشی کرے لیکن جو گولیاں اس نے کھائیں وہ یا تو کسی طرح بدل گئیں یا جہاں سے اس نے گولیاں خریدی ہوں گی۔ اس کیمسٹ نے اسے غلط گولیاں دے دی ہوں گی۔"

جے فلو نے کہا "سامو تم کسی ٹیکسی میں اپنی مونا کے پاس جاؤ۔ میں جے کافو کے ساتھ رہوں گا اور ہم خیال خوانی کے ذریعے تم سے معلوم کرتے رہیں گے۔ تم خواب آور گولیوں کے سلسلے میں مونا سے جواب طلب کرو اور اس کے چور خیالات اچھی طرح پڑھو۔ شاید کسی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سراغ مل سکے۔"

جے سامو کار سے اتر کر فٹ پاتھ پر آیا پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چلا گیا۔ جے کافو نے کار اسٹارٹ کی پھر راستہ بدل کر اپنی رہائش گاہ کی طرف جانے لگا۔ سوچنے لگا "یہ کیا ہو گیا؟ وہ تو خواب آور گولیاں لے کر آئی تھی ان کا اثر کیوں نہیں ہوا؟ کیا واقعی کیمسٹ نے غلطی سے دوسری دوا دے دی ہے؟"

کیمسٹ.... بات ہو سکتی تھی، کیمسٹ نے غلطی سے دوسری گولیاں دے دی ہوں گی۔ بہرحال ابھی مونا کی زندگی تھی اور جب تک کسی کی زندگی ہوتی ہے کوئی مارنے والا شہ زور بھی اسے نہیں مار سکتا۔

○☆○

صوفیہ اور دلیر آفریدی ایک غریب ٹیکسی ڈرائیور راما راؤ کے مکان میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے پہنچ گئے تھے۔ وہاں ان کا خیال تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا اور کالا جادو جاننے والے بھیما سے وہ محفوظ رہ سکیں گے۔ ان کے دشمن فی الحال یہ نہیں سوچیں گے کہ وہ دونوں غریبوں کے محلے میں ایک غریب ٹیکسی ڈرائیور کے مکان میں چھپے ہوئے ہیں۔

آفریدی نے کہا "میں یہاں فلموں میں ہیرو بننے آیا تھا لیکن اب تمہاری زندگی کا ہیرو بننے کے بعد فلموں کو بھول گیا ہوں۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "میں بہت خوش نصیب ہوں کہ مجھے تمہارے جیسا چاہنے والا ملا ہے اور تم اتنے دلیر ہو اور ایسے عجیب و غریب ہو کہ میں آنکھیں بند کر کے تم پر ساری زندگی اعتماد کر سکتی ہوں اور یہ اطمینان کر سکتی ہوں کہ تم مجھے بھیما اور الپا جیسے دشمنوں سے بچانے رہو گے۔"

"تم دیکھتی جاؤ۔ میں تم پر ایک ذرا آنچ نہیں آنے دوں گا۔ ویسے میرے دماغ میں ایک بات آ رہی ہے۔"

"کون سی بات؟"

"فلموں میں ایسے سین بھی ہوتے ہیں کہ ہیرو ہیروئن

اپنے چہرے بدل کر دشمنوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ کیا ہم میک اپ کے ذریعے چہرے نہیں بدل سکتے؟"

"ہاں! بدل سکتے ہیں۔ میں میک اپ کرنا جانتی ہوں لیکن ہم اپنے چہرے نہیں بدلیں گے۔"

"ہماری کوشش ہوگی کہ ہم کل یہاں سے کسی فلائٹ میں پاکستان چلے جائیں۔"

"وہ تو ہم ضرور جائیں گے۔"

"اسی لیے تو کہتی ہوں چہرے نہیں بدلیں گے۔ ہمیں اپنے پاسپورٹ کے مطابق اسی چہرے کے ساتھ سفارت خانے جا کر ویزا حاصل کرنا ہوگا۔"

آفریدی نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہاں! میں بھول گیا تھا۔ ہم غسل کر کے لباس تبدیل کرنے کے بعد یہاں سے نکلیں گے۔ کسی ریستوران میں لنچ کریں گے پھر سفارت خانے جائیں گے۔"

"تم ایسا کہہ رہے ہو جیسے یہ سب کچھ بہت آسان ہوگا۔"

"مشکل کیا ہوگی؟"

"ہم اس چہرے کے ساتھ باہر نکلیں گے، سفارت خانے وغیرہ جائیں گے، ریستوران میں کھانا کھائیں گے، پبلک پلیس میں رہیں گے تو کیا بھیما اور اس کے آلہ کار ہمیں تلاش نہیں کریں گے۔ انہیں اب تک ہمارے فرار ہونے کی خبر ہو چکی ہوگی۔ الپا بھی اپنے آلہ کاروں کے ذریعے ہمیں تلاش کر رہی ہوگی۔"

"یہ تو بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ ہم اپنے چہرے نہیں بدل سکتے۔ ہمیں پاسپورٹ کی تصویروں کے مطابق دفتر جا کر ویزا حاصل کرنا ہے اور دوسری طرف ہم ان چہروں کے ساتھ باہر نکلیں گے تو دو دشمنوں کے آلہ کاروں کی نظروں میں آ جائیں گے۔"

صوفیہ نے کہا "اور یہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ ویزا حاصل کرنے کے بعد بھی ہم یہاں سے نہ جا سکیں کیونکہ دشمنوں کے آلہ کار ائرپورٹ اور بندرگاہ میں ہر طرف پھیلے ہوں گے اور ہمارے انتظار میں ہوں گے۔ جب بھی ہم نظر آئیں گے وہ ہم پر حملے کریں گے۔ تم تنہا ہو آخر کتنوں کا مقابلہ کرو گے جبکہ ان کے ذریعے الپا اور بھیما اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کو آزمائیں گے۔ ان صلاحیتوں کے سامنے تم بے بس ہو جاؤ گے۔"

"میرے بے بس ہونے کی بات نہ کرو۔ مجھے غصہ آ جاتا ہے۔ کیا تم مجھے کمزور سمجھتی ہو؟"

"میں تمہیں بہت شہ زور سمجھتی ہوں لیکن میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ تم دشمنوں کی خیال خوانی کی لہروں کو چھینک مار کر ہر نکال دو گے لیکن میں کیا کروں گی؟"

"تم بھی چھینک مارا کرو گی۔ ایک بار میرا نسخہ آزماؤ گی اور کامیاب ہو جاؤ گی تو پھر دشمنوں کی ٹیلی پیتھی سے خوف نہیں آئے گا۔"

"چلو میں مانتی ہوں کہ میں ایسا کروں گی لیکن بھیما کے کالے جادو سے بچنا بہت مشکل ہوگا۔"

"کالے جادو سے ہمیں خدا بچائے گا۔ تم کو پتا نہیں ہے کہ ہمارے ایک بزرگ ہیں۔ انہوں نے مجھے دعائیں دی ہیں اور میری حفاظت کے لیے انہوں نے جس طریقے پر مجھے عمل کرنے کے لیے کہا ہے۔ میں اس پر عمل کرتا ہوں۔ اس وقت تک کوئی دشمن مجھ پر غالب نہیں آ سکے گا۔"

"میں تمہاری بات کو تسلیم کرتی ہوں لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ جب کسی بزرگ کی مدد ہمارے ساتھ ہو تو ہمیں بھی اپنی ذہانت سے اور اپنی تدبیروں پر عمل کرتے ہوئے دشمنوں سے محفوظ رہنے کی کوششیں کرنی چاہئیں۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ ان بزرگ کی مدد ہمارے ساتھ ہے لہٰذا ہمیں آگ میں یا کھائی میں چھلانگ لگا دینی چاہیے۔ یہ تو سراسر موت کو دعوت دینے والی بات ہوگی۔"

آفریدی تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا "حالات کچھ بھی ہوں۔ ہمیں یہاں سے جانا ہے اور ویزا ضرور حاصل کرنا ہے۔"

"ہاں! یہ تو ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی ہم یہاں سے غسل کر کے، لباس تبدیل کر کے نکلیں گے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

جب وہ جوہو کے ساحل والے بنگلے سے فرار ہوئے تھے۔ تب بھیما اس بنگلے کے ایک کمرے کے فرش پر سو رہا تھا۔ تقریباً تین گھنٹے بعد الپا نے اس کے دماغ میں آ کر اسے جگایا پھر پوچھا "میں نے تم سے کہا تھا کہ تھائی لینڈ کے کسی حاکم یا فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں جاؤ اور معلومات حاصل کرو کہ وہاں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور نیلمان اور اس کے ماتحت کیسی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔"

"میڈم میں نے معلومات حاصل کی ہیں۔ کل رات آپ کا انتظار کرتا رہا۔ جب آپ نہیں آئیں تو میں سو گیا۔"

"کام کی بات کرو۔"

"میں نے معلوم کیا ہے۔ نیلمان وہاں اب تک موجود ہے اور امریکی اکابرین کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ اس نے

بیزون کو ٹریپ کیا ہے۔ اس سے پہلے اس نے ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو بھی اپنا غلام بنالیا تھا۔"

"ہوں۔۔۔ نیلماں اس بار آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد دہشت طاری کررہی ہے۔"

"جی ہاں میڈم! اس کی دہشت کے باعث امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے براہِ راست خیال خوانی نہیں کررہے ہیں۔ میں نے تھائی لینڈ کے ایک فوجی افسر کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے رابطہ کرتے ہیں یا پھر امریکی اکابرین فون کے ذریعے ان سے اہم معاملات پر گفتگو کرتے ہیں لیکن براہ راست کوئی بھی نیلماں سے ٹکرانے کی جرات نہیں کررہا ہے۔"

"مشرق بعید کے سیاسی حالات میں بھی بڑی تیزی سے تبدیلیاں آرہی ہیں۔ ٹیلی پیتھی کے حوالے سے نیلماں بڑے ہنگامے برپا کررہی ہے۔ کیا ایسے وقت بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں کا وہاں کوئی سراغ مل رہا ہے؟"

"ابھی تھائی لینڈ وغیرہ میں ان کی موجودگی کا پتا نہیں چل رہا ہے لیکن ایک بہت بڑی بات ہورہی ہے۔ وہ یہ کہ جمہوریہ چین اور بابا صاحب کے ادارے والوں کے درمیان معاہدہ ہوا ہے۔ ان کے درمیان دوستی ہوچکی ہے۔ وہاں امریکا کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے جمہوریہ چین' بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعاون حاصل کررہا ہے۔"

الپا نے حیرانی و پریشانی سے کہا "اوہ گاڈ! ٹیلی پیتھی کا ہتھیار جمہوریہ چین میں پہنچے گا تو ہمارے لیے وہ بہت زبردست چیلنج بن جائیں گے۔"

"آپ درست کہہ رہی ہیں۔ چینی حکومت کی طرف سے امریکا کو دھمکی دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر وہ دونوں کے بعد تھائی لینڈ کے شمال میں اپنی فوج کی پہلی کھیپ پہنچائے گا تو اس سے پہلے ہی اسے زبردست نقصان پہنچایا جائے گا۔ اس کے بعد وہ اپنی دھمکی پر عمل کرچکے ہیں۔ تھائی لینڈ میں امریکی فوج کے لیے جو کیمپ بنائے گئے تھے اور جنگی بیرکس تیار کی گئی تھیں۔ ان تمام بیرکس کو چند نامعلوم افراد نے بم کے دھماکوں سے اڑا دیا ہے۔"

الپا نے کہا "جب جمہوریہ چین سے دوستی ہوچکی ہے تو ایسا بابا صاحب کے ادارے والوں نے کیا ہوگا۔ اب تو واقعی وہ بڑا زبردست چیلنج بن چکے ہیں۔ امریکا کو عملی طور پر یہ سمجھا چکے ہیں کہ ان کی فوج مشرق بعید کے کسی بھی علاقے میں نہیں اتاری جائے گی۔ امریکی اکابرین بھی سمجھ رہے ہوں گے کہ آئندہ وہ فوجیں اتارنے کی ہٹ دھرمی کریں گے تو اس بار صرف خالی فوجی بیرکس تباہ نہیں کی جائیں گی بلکہ ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں سے ان کی فوج کو بھی تباہ کردیا جائے گا۔"

"میڈم مشرق بعید میں پہلے نیلماں' امریکا کے خلاف تھی۔ اب جمہوریہ چین کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی سرگرمیاں دکھانے لگے ہیں۔ ان حالات میں ہمیں دور ہی دور سے تماشا دیکھنا چاہیے۔ اگر ہم مداخلت کریں گے تو ان کے معاملات میں ہم بھی دور تک الجھتے چلے جائیں گے۔"

الپا نے کہا "میں ابھی امریکی اکابرین سے باتیں کرکے آتی ہوں۔ جب تک صوفیہ اور ولیر آفریدی وغیرہ کے ناشتے کا انتظام کرو۔"

یہ کہہ کر الپا امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی لیکن فوج کے اعلیٰ افسر نے سانس روک لی اس کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی "اچھا! تو اب یہ امریکی اکابرین بھی یوگا کے ماہر بن گئے ہیں یا پھر تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغوں کو مقفل کردیا گیا ہے۔"

اس نے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کے نام ایک فیکس روانہ کیا۔ اس میں لکھا تھا "میں الپا تم سے مخاطب ہوں۔ اب تک میں خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتی رہی لیکن تم نے سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ سے نکال دیا۔ کیا تمہارے دماغ کو مقفل کیا گیا ہے؟"

پندرہ منٹ کے بعد جوابی فیکس موصول ہوا۔ اس میں لکھا تھا "ہاں! ہمارے تمام اہم اکابرین کے دماغوں کو مقفل کردیا گیا ہے۔ ہمارے لب ولہجے کو بھی بدل دیا گیا ہے تاکہ نیلماں ہمارے دماغوں میں نہ آسکے۔ تم بھی ہمارے دماغوں میں نہیں آسکو گی۔ ہم فون پر بھی اپنی آواز نہیں سنائیں گے۔ صرف فیکس کے ذریعے جواب دیا کریں گے۔"

الپا نے فیکس کے ذریعے پوچھا "کیا یہ درست ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کے مسلمان' جمہوریہ چین کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے مدد پہنچا رہے ہیں۔"

فیکس کے ذریعے کہا گیا "ہاں! یہ ہمارے لیے بہت زیادہ تشویش کی بات ہے۔ انہوں نے ہمیں ابتدائی طور پر نقصان بھی پہنچایا ہے۔ جہاں ہم اپنی فوج کی پہلی کھیپ پہنچانے والے تھے اس اڈے کو ہماری فوج کے پہنچنے سے پہلے ہی تباہ کردیا گیا ہے۔"

اس کے علاوہ پال پوٹ پھر ہمارے لیے دردِ سر بن گیا ہے۔ وہ بھی کمبوڈیا اور تھائی لینڈ کے کتنے ہی فوجی افسر اور جوانوں کو ہلاک کرچکا ہے اور ہمارے لیے چیلنج بن رہا ہے۔"

الپا نے فیکس کے ذریعے پوچھا "پال پوٹ تو تمہارے ماتحت تھا۔ تم سے فوجی امداد حاصل کیا کرتا تھا۔ وہ تمہارا دشمن کیوں بن گیا ہے؟"

"نیلماں ہم سے سمجھوتے پر راضی ہوگئی تھی۔ اس نے یہ شرط پیش کی تھی کہ اگر پال پوٹ کو اس کے حوالے کردیا جائے یا اس کی آنکھوں کے سامنے ہلاک کردیا جائے تو وہ ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔ یہ بات پال پوٹ کو معلوم ہوگئی۔ اس طرح وہ ہمارا دشمن بن گیا۔"

"الپا! امریکی حکام ہمیشہ اسرائیلی حکومت کے کام آتے رہے ہیں۔ ہماری امداد کے باعث مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک پر اسرائیل کو برتری حاصل ہے۔ اب ہم پر برا وقت آیا ہے۔ تمہیں ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔"

الپا نے فیکس کے ذریعے جواب دیا "ہاں! ضرور تعاون کرنا چاہیے لیکن مشرق بعید میں تمہارے حالات بہت برے ہیں۔ ہر طرف سے تمہارے خلاف محاذ آرائی ہورہی ہے۔ پال پوٹ جیسا معمولی دشمن بھی تمہارے لیے دردِ سر بن گیا پھر بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے مسلمان اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت چین کے لیے بہت مضبوط قوت بن گئے ہیں۔ میں ان حالات میں وہاں مداخلت کروں گی تو مجھ پر بھی مصیبتیں نازل ہوسکتی ہیں۔"

وہاں سے کہا گیا "تم پر کیسے مصیبتیں نازل ہوسکیں گی؟ تم نے تو کچھ ایسا عمل کرایا ہے کہ تمہارے دماغ میں دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں پہنچ سکا ہے۔ تم کہاں روپوش رہتی ہو یہ کوئی نہیں جانتا ہے پھر تمہیں کون نقصان پہنچا سکے گا۔"

الپا نے کہا "میں نے اس سے بھی زیادہ طاقت حاصل کی ہے۔ میرے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کالے جادو میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ مجھے کسی کا خوف نہیں ہے لیکن میں محتاط رہنا چاہتی ہوں اور محتاط رہ کر تم سے تعاون کرسکتی ہوں۔"

"ہمیں بتاؤ تم محتاط رہ کر کس طرح ہم سے تعاون کرو گی؟"

"آپ کو سب سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ جمہوریہ چین اور مسلمانوں کا اتحاد کس طرح ختم کیا جائے؟ بابا صاحب کے ادارے اور جمہوریہ چین کے درمیان اگر معاہدے پر عمل نہ ہوسکے تو ایک بہت بڑا محاذ کمزور پڑ جائے گا۔"

"تم درست کہتی ہو۔ ہمیں اس محاذ کو سب سے پہلے کمزور بنانے کی کوشش کرنی چاہیے لیکن ہم کھل کر فریاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خلاف کچھ کرنا نہیں چاہتے۔ اس سے پہلے بہت کچھ کرکے بہت نقصان اٹھا چکے ہیں۔"

"میں جانتی ہوں لیکن درپردہ ان کے خلاف محاذ آرائی ہوسکتی ہے۔"

"اور ایسا تم بھی کرسکتی ہو۔"

"مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے والے صرف خیال خوانی کے ذریعے چینی اکابرین سے رابطہ کررہے ہیں یا دونوں کے افراد ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے ہیں اور اگر آتے جاتے ہیں تو چینی باشندوں کو فرانس میں داخل ہونے کی اجازت کیوں دی جارہی ہے؟"

"حکومت فرانس نے ان کے داخلے پر پابندی عائد کردی ہے لیکن بابا صاحب کے ادارے کے مسلمان خیال خوانی کے ذریعے چھپ کر جاتے ہوں گے تو ہم ان کا سراغ نہیں لگا سکتے۔ ویسے جمہوریہ چین کے طیارے جتنے ممالک سے پرواز کرتے ہیں' ان ممالک کے تمام ائرپورٹس پر اور وہاں کے سفارت خانوں میں ہمارے سراغ رساں موجود ہیں۔ ہماری خفیہ ایجنسی بھی ایسے لوگوں کی ٹوہ میں رہتی ہے جو خفیہ طریقے سے سفر کرتے ہوئے جمہوریہ چین کی طرف جانا چاہتے ہیں۔"

یہ طریقہ کار بہت اچھا ہے۔ اس طرح چھپ کر جانے والے نظروں میں آسکتے ہیں۔ میں تمہارے معاملات پر غور کررہی ہوں کہ مجھے کس طرح تمہارے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ ایک آدھ گھنٹے بعد دوبارہ فیکس کے ذریعے رابطہ کروں گی۔ اس وقت میں چاہوں گی کہ مجھے ان تمام سراغ رسانوں کے دماغوں میں پہنچایا جائے جو جمہوریہ چین کے طیاروں اور ان کے سفارت خانوں کی نگرانی کررہے ہیں۔ میں پھر رابطہ کروں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کردیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی بھیا کے پاس پہنچی تو وہ پریشان ہوکر بولا "میڈم غضب ہوگیا' صوفیہ اور ولیر آفریدی یہاں موجود نہیں ہیں۔ کہیں چلے گئے ہیں۔"

"کہاں گئے ہیں؟ کیا تم نے ان کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم نہیں کیا؟"

"میں نے کئی بار ان کے دماغوں میں پہنچنا چاہا وہ سانس روک لیتے ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ کیا ان کے دماغوں کو کسی نے مقفل

کردیا ہے؟"

یہ کہہ کر اس نے خود ہی خیال خوانی کی پرواز کی پہلے صوفیہ کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی پھر اس نے دلیر آفریدی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے بھی سانس روک لی۔ وہ بھیما کے دماغ میں واپس آکر بولی "واقعی وہ دونوں سانس روک لیتے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ کسی نے ان کے دماغوں پر تنویمی عمل کیا ہے لیکن کس نے کیا ہے؟"

میڈم یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ میں نے ابھی اپنے چار آلہ کاروں کو ائرپورٹ اور چار آلہ کاروں کو ممبئی کی بندرگاہ میں رہنے اور ان دونوں کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان سے کہہ دیا ہے کہ جو بھی صوفیہ اور دلیر آفریدی کے نام کا پاسپورٹ لے کر سفر کرنے کے لیے آئیں انہیں آگے سفر کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ کسی طرح انہیں ٹریپ کیا جائے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا ہے لیکن وہاں دوسری چھوٹی بڑی بندرگاہیں بھی ہیں۔ وہ وہاں سے بھی فرار ہوسکتے ہیں پھر یہ کہ وہ ہائی وے کے راستے دوسرے شہر جاکر، بلی وغیرہ پہنچ کر وہاں کے ائرپورٹ سے سفر کرسکتے ہیں اور اس ملک کو چھوڑ سکتے ہیں۔ انہیں تلاش کرنے کے لیے درجنوں نہیں بلکہ سیکڑوں آلہ کاروں کی ضرورت ہوگی اور یہ اتنی جلدی ممکن نہیں ہے کہ ہم اتنے آلہ کار پیدا کرسکیں۔ وہ ابھی ممبئی سے باہر نہیں نکلے ہوں گے۔ انہیں اسی شہر میں کسی طرح روکنے اور تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔"

"میں ایک ریمنڈ کارلے کران کی تلاش میں جارہا ہوں۔ آپ بھی خیال خوانی کے ذریعے انہیں تلاش کرسکتی ہیں پھر نارنگ بھی آپ کا غلام بن چکا ہے۔ آپ اسے بھی حکم دیں کہ وہ صوفیہ اور دلیر آفریدی کو ممبئی میں تلاش کرے اور شہر سے باہر جانے کا موقع نہ دے۔"

بھیما اس بنگلے کو لاک کرکے جانے لگا۔ الپا خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے نارنگ کے دماغ میں پہنچی لیکن وہاں پہنچتے ہی اس کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ نارنگ نے سانس روک لی تھی۔ اسے بڑی حیرانی ہوئی وہ پریشان ہوکر سوچنے لگی "یہ کیا ہوگیا۔ کیا نارنگ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کررہا ہے؟ کیا میرے تنویمی عمل کا اس پر اثر نہیں ہوا؟"

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس بار نارنگ کے دماغ میں اسے جگہ مل گئی۔ اس نے پوچھا "میں ابھی آئی تھی تم نے سانس کیوں روکی تھی؟"

"اب بھی سانس روک کر تمہیں بھگا سکتا ہوں۔ اس سے پہلے چاہتا ہوں کہ تم خود ہی دماغ سے چلی جاؤ اور بھیما کے دماغ میں رہو۔ میں اس کے دماغ میں آکر تم سے باتیں کروں گا۔"

"مجھے اتنا بتا دو کہ تم نے میرے تنویمی عمل سے کس طرح نجات پائی ہے؟"

"تمہارے تمام سوالوں کا جواب بھیما کے دماغ میں دوں گا۔ اب جاؤ ورنہ سانس روک لوں گا۔"

وہ پریشان ہوکر اس کے دماغ سے نکلی پھر بھیما کے دماغ میں پہنچ کر بولی "یہ کیا مصیبت آگئی ہے۔ ادھر صوفیہ اور دلیر آفریدی فرار ہوگئے۔ ادھر نارنگ میرے تنویمی عمل سے آزاد ہوگیا ہے۔"

بھیما نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ پہلے میں نے اسے اپنا معمول بنایا تھا پھر آپ نے اسے اپنا غلام بنایا۔ ہم دونوں کا تنویمی عمل بے اثر کیسے ہوسکتا ہے؟"

اسی وقت اس کے دماغ سے نارنگ کی آواز ابھری "ایسا ہوسکتا ہے اور ایسا ہورہا ہے۔ اس لیے میں تمہارے دماغ میں آگیا ہوں۔ کمینے، کتے تو میرا وفادار ہونے کا دعویٰ کیا کرتا تھا۔ تو نے کتنی چالاکی سے مجھے اپنا معمول بنایا تھا لیکن یہ بھول گیا تھا کہ آتما شکتی کے لیے تپسیا کرنے سے پہلے دھیان گیان میں مصروف رہنا پڑتا ہے۔ اس وقت تیرے تنویمی عمل کی بھی تمام باتیں میرے ذہن سے نکل گئی تھیں۔ دوسری بار الپا کے تنویمی عمل کی باتیں میرے دماغ میں نہ رہ سکیں۔ اس طرح میں نے تم دونوں کے کمینے پن سے نجات حاصل کرلی۔"

الپا ایسی خلاف توقع ناکامی سے بری طرح جھنجلا گئی۔ نارنگ جیسا زبردست دشمن اس کی مٹھی سے گیلے صابن کی طرح پھسل کر نکل گیا تھا۔

○☆○

روحانیت کا علم حاصل کرتے رہنے والے کئی بزرگ موجود تھے۔ وہ تمام بزرگ ایک بڑے ہال میں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے ایک اونچے اسٹیج پر جناب علی اسد اللہ تبریزی اپنی کرسی پر بیٹھے ہوئے تمام حاضرین کو موجودہ حالات کے متعلق بتا رہے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے اور جمہوریہ چین کے درمیان جو معاہدہ ہوچکا تھا اس کے متعلق تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرما رہے تھے "ہم نے اس بات پر آمادگی ظاہر کی ہے کہ ہمارے چند ٹیلی پیتھی جاننے والے جمہوریہ چین کے حکام اور فوجی افسران کے ساتھ رہیں گے اور کمبوڈیا، لاؤس اور تھائی لینڈ میں چین کے خلاف جو محاذ آرائی ہورہی ہے اس سلسلے میں انہیں ضروری معلومات فراہم کرتے رہیں گے۔"

جناب تبریزی نے فرمایا "جیسا کہ آپ حضرات جانتے ہیں۔ ہم نے ان سے تعاون کی ابتدا کی ہے۔ جناب عبداللہ واسطی، فرہاد اور ہمارے ایک ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں کے ساتھ چین روانہ ہوچکے ہیں لیکن اس سلسلے میں ایک رکاوٹ پیش آرہی ہے۔"

حاضرین نے سوالیہ نظروں سے جناب تبریزی کو دیکھا انہوں نے فرمایا "کسی کے ساتھ نیکی کرنا چاہو تو شیطان آڑے آتا ہے۔ امریکا نے فرانس کو ہمارے خلاف بھڑکایا ہے اور فرانس نے جمہوریہ چین کے لوگوں کو یہاں آنے سے منع کردیا ہے۔ ان کے لیے پاسپورٹ اور ویزا جاری نہیں کیا جارہا ہے۔ جس کے باعث چینی فوج کے ذہین نوجوان اور افسران ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے یہاں نہیں آسکیں گے جبکہ ہم نے معاہدہ کیا ہے کہ انہیں اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائیں گے۔"

ایک بزرگ نے سوال کیا "یہ بہت بڑی رکاوٹ ہے آپ کس طرح اس رکاوٹ کو دور کرنا چاہیں گے؟"

"اسی سلسلے میں مشورہ کرنے کے لیے آپ حضرات کو یہاں تک آنے کی زحمت دی ہے۔"

دوسرے بزرگ نے کہا "یہ آپ کی عظمت کی دلیل ہے کہ آپ ہمیں مشاورت کے قابل سمجھتے ہیں۔"

ایک اور بزرگ نے کہا "جناب آپ ہر آزمائشی موقع پر دانشمندانہ فیصلہ کرتے آئے ہیں۔ ہم پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس موقع پر بھی آپ نہایت ہی معقول فیصلہ کریں گے۔"

جناب تبریزی نے فرمایا "یہ سچ ہے کہ کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا ہے اور ہمارے چینی بھائی ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے ہم تک پہنچ نہیں پا رہے ہیں۔ وہ یہاں تک آنا چاہتے ہیں لیکن اس علم کے پیاسے یہ راستہ طے نہیں کرپا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں دوسرا راستہ یہ رہ جاتا ہے کہ ہم دریا کو ان پیاسوں تک پہنچائیں۔"

تمام حاضرین نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔ ان کی یہ بات بڑی حد تک سمجھ میں آگئی تھی اس کے باوجود وہ انہیں وضاحت طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جناب نے فرمایا "میں اس کی وضاحت کررہا ہوں کہ ہم ٹرانسفارمر مشین کا بلیو پرنٹ چینی بھائیوں کے حوالے کردیں گے۔ اگرچہ کوئی اپنے راز اور ٹیلی پیتھی کے سرچشمے تک کسی کو نہیں پہنچاتا لیکن ہم اپنے دوستوں اور دشمنوں کی توقع کے خلاف اتنا بڑا قدم اٹھائیں گے۔ اس سلسلے میں آپ جو بھی سوال کرنا چاہیں میں حاضر ہوں۔"

وہاں تھوڑی دیر تک گہری خاموشی رہی پھر ایک بزرگ نے فرمایا "آپ نے یہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہوگا پھر بھی ایک بات ذہن میں کھٹکتی ہے انسان اپنی فطرت سے مجبور ہوتا ہے۔ حالات کے مطابق اس کی نیت اور اس کے فیصلے بدلتے رہتے ہیں۔ آج جمہوریہ چین کے حکمران ہمارے دوست ہیں اگر حالات نے کروٹ بدلی اور خدانخواستہ ہمارے درمیان کوئی کشیدگی پیدا ہوئی تو۔۔۔ تو وہ ٹرانسفارمر مشین جو بلیو پرنٹ کے ذریعے جمہوریہ چین میں تیار کی جائے گی وہی ہمارے خلاف بہت بڑا ہتھیار بن جائے گی۔"

"یہ کہاوت ہے کہ بلی نے شیر کو تمام گر سکھا دیے تھے صرف درخت پر چڑھنا نہیں سکھایا تھا۔ اس کے پیچھے یہ مختصر سی کہانی ہے کہ جب شیر نے بلی سے حملہ کرنے اور پنجے مارنے کے تمام داؤ پیچ سیکھ لیے تو سوچا، اب ان تمام داؤ پیچ میں سے کوئی ایک بلی پر آزماؤں گا تو وہ اپنے ہی سکھائے ہوئے داؤ سے نہیں بچ پائے گی اور میرا شکار بن جائے گی۔ یہ سوچتے ہی اس نے بلی پر حملہ کرکے اسے پنجے سے مارنا چاہا۔ اس سے پہلے ہی وہ اچھل کر درخت پر چڑھ گئی۔ اس کی ایک بلند شاخ پر پہنچ کر بولی "میں نادان نہیں ہوں۔ میں نے تمام گر سکھا دیے تھے صرف تمہیں درخت پر چڑھنا نہیں سکھایا تھا۔ اب تم مجھ تک کبھی نہیں پہنچ پاؤ گے۔"

حاضرین میں سے کتنے ہی افراد نے تائید میں سر ہلایا۔ ایک بزرگ نے کہا "بے شک! ہمیں بھی اپنے بچاؤ کا ایک راستہ رکھنا چاہیے اور یہ راستہ آپ کے ذہن میں ہوگا؟"

"جی ہاں! آپ سب جانتے ہیں۔ ہمارے پاس اپنی ٹیلی پیتھی والی دوا ہے اسے اسپرے کرنے کے بعد ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ سے یہ علم فنا ہوجاتا ہے۔ یہ تجربہ ہم وسیع پیمانے پر کرچکے ہیں۔"

حاضرین نے خوش ہوکر کہا "سبحان اللہ، سبحان اللہ، بہت ہی مستحکم اور قابل عمل توڑ ہے۔"

جناب تبریزی نے فرمایا "اس کے علاوہ فرہاد، سونیا، ثانی، فہمی، پارس، پورس وغیرہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کن تدابیر پر عمل کرکے ٹرانسفارمر مشین کو ناکارہ بنایا جاسکتا ہے۔"

انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا "اللہ

تعالیٰ ہمیں بد خواہی سے محفوظ رکھے اور ہم کبھی کسی کا برا نہ چاہیں۔ ہماری دعا ہے کہ جمہوریہ چین سے دوستی کی ابتدا ہوئی ہے اور یہ دوستی ہمیشہ مستحکم ہوتی رہے۔"

حاضرین نے بیک وقت کہا "آمین!"

خلیل بن مکرم نے کہا "جناب ٹرانسفارمر مشین کا بلیو پرنٹ بہت بڑے سائز میں ہے۔ کیا اس کی مائیکرو فلم تیار کی جائے گی؟"

انہوں نے اس کی تائید کی "ہاف سینٹی میٹر کی ایک فلم تیار کی جائے۔ میں ایک چاندی کے ورق پر حفاظتی کلمات لکھوں گا۔ اس ورق میں اس فلم کو لپیٹ کر ایک تعویذ کے خول میں بند کردیا جائے گا۔ علی تیمور وہ تعویذ پہن کر پاکستان جائے گا۔ وہاں سے جمہوریہ چین جانے والے طیارے میں سفر کرے گا۔ وہ یہاں سے کس طرح سفر کا آغاز کرے گا اور کیا احتیاطی تدابیر اختیار کرے گا۔ یہ سب اس کی ذہانت پر چھوڑ دیا جائے گا۔"

یہ فیصلہ علی تیمور کو سنایا گیا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا پھر کہا "پاپا میں کل پاکستان جارہا ہوں میرے ساتھ ٹرانسفارمر مشین کا بلیو پرنٹ ہوگا۔ پاکستان سے میں جمہوریہ چین جانے والے طیارے میں سفر کروں گا۔"

وہ مجھے یہ بھی بتانے لگا کہ جناب تبریزی اور دوسرے بزرگوں نے ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔ اس سے زبانی تفصیلات معلوم ہوئیں کہ چین کے فوجی جوان اور افسران ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جاسکتے تھے۔ حکومت فرانس نے انہیں ویزا جاری کرنے سے انکار کردیا تھا۔ لہٰذا ٹرانسفارمر مشین کا بلیو پرنٹ چین بھیجا جارہا تھا اور اپنے چینی بھائیوں سے دوستی کی بہت بڑی مثال پیش کی جارہی تھی۔

علی نے پوچھا "پاپا آپ اس سلسلے میں کچھ مشورے دیں گے؟"

"پہلا مشورہ یہ ہے دوستوں اور دشمنوں کو یہ نہ معلوم ہو کہ تم علی تیمور ابن اسد اللہ تبریزی ہو۔ خود کو ٹرانسفارمر مشین کا ایک ماہر کمینک ظاہر کرو گے۔"

"آل رائٹ پاپا! جب مجھے یہ ذمے داری سونپی گئی تو اسی وقت میری چھٹی حس نے کہا۔ خطرات پیش آسکتے ہیں اس لیے مجھے سفر سے پہلے بھی احتیاطی تدابیر کرنی چاہئیں۔"

"بے شک یہ ضروری ہے۔ طیارے کی پرواز سے پہلے اسے اچھی طرح چیک کیا جاتا ہے۔ چیک کرنے والے کسی افسر کے دماغ پر قبضہ کرو اور اس کے ذریعے ایک پیراشوٹ، ایک چھوٹا آکسیجن سلینڈر، ایک لانبے پھل والا چاقو اور سردی سے محفوظ رکھنے والا ایک مخصوص لباس طیارے میں پہنچادو۔"

"میں آپ کی ہدایات پر عمل کروں گا لیکن یہ بتائیں آپ کیا سوچ کر مجھے یہ چیزیں ساتھ لے جانے کا مشورہ دے رہے ہیں۔"

میں نے کہا "جمہوریہ چین کا کوئی بھی طیارہ جس ملک سے بھی پرواز کرتا ہے وہاں دشمن ممالک کے سراغ رساں خفیہ طور سے اس طیارے کی نگرانی کرتے ہیں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس طیارے میں کتنے افراد جارہے ہیں۔ ان افراد کا تعلق کن ممالک سے ہے اور وہ جمہوریہ چین کیوں جارہے ہیں؟ فرانس اور امریکا کو ہماری اور چین کی دوستی کا علم ہوچکا ہے۔ وہ یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ بابا صاحب کے ادارے کے افراد بڑی رازداری سے چین کا سفر کرتے رہتے ہوں گے۔"

علی تیمور نے کہا "میں سمجھ گیا۔ میں پاکستان سے جمہوریہ چین کے جس طیارے میں سفر کروں گا۔ اس کی خفیہ سے نگرانی کی جائے گی۔ دشمن مجھے پہچان بھی سکتے ہیں اور اگر نہیں پہچانیں گے تو دوسروں پر کسی اور معاملے میں شبہ کرسکتے ہیں۔"

"تم سفری تیاری کرو اور پلاننگ کرتے رہو۔ میں تمہارے دماغ میں آتا جاتا رہوں گا۔ تمہیں جب بھی ضرورت پیش آئے تم میرے دماغ میں چلے آیا کرو۔"

علی تیمور سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔ میرے اور امریکی اکابرین کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ اب ہم نہ ایک دوسرے سے دوستی رکھیں گے اور نہ ہی دشمنی کریں گے۔ میں اپنی اس بات پر عمل کررہا تھا نہ امریکا کا رخ کررہا تھا اور نہ ہی ٹیلی پیتھی یا اپنے فیملی ممبرز کے ذریعے انہیں نقصان پہنچا رہا تھا لیکن اب اس کا کیا کیا جائے کہ جمہوریہ چین سے ہونے والی دوستی انہیں دشمنی لگ رہی تھی۔

دوسری جنگ عظیم میں چینی جنگ جو باشندوں کو زرد بخار کہا جاتا تھا۔ وہ بہت خطرناک سمجھے جاتے تھے لیکن یہ نصف صدی پہلے کی بات تھی۔ اب پرانی ہوچکی ہے چین سے ہماری دوستی کے باعث امریکی اکابرین اس پر زرد بخار میں مبتلا ہورہے تھے۔

○☆○

الپا خلاف توقع ناکامی سے بری طرح جھنجلا رہی تھی اس نے نارنگ کو اپنا غلام بنایا تھا لیکن وہ اس کے تسلط سے آزاد ہوگیا تھا۔ وہ غصے سے بولی "بھیا! تم نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا کہ دھیان گیان کے وقت تنویمی عمل کے اثرات باہر نکل جاتے ہیں؟"

بھیا نے کہا "یہ بات مجھے معلوم تھی کہ دھیان گیان کے وقت صرف وہی بات دماغ میں رہتی ہے۔ جسے ہم سوچنا چاہتے ہیں۔ باقی باتیں دماغ سے نکل جاتی ہیں۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تنویمی عمل کی باتیں بھی دماغ سے نکل جایا کرتی ہیں۔"

نارنگ نے کہا "اب یہ معلوم ہوا ہے تو وقت گزر چکا ہے۔ الپا! سانپ نکل چکا ہے لکیر پیٹنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

الپا نے نرم لہجے میں کہا "نارنگ! ہمارے درمیان برسوں سے دشمنی چلتی رہی۔ کبھی میں تم پر غالب آتی رہی۔ کبھی تم مجھ پر غالب آگئے۔ اب ہم دونوں ایک دوسرے سے نہ برتر ہیں نہ کمتر ہیں۔"

"ہاں! ابھی تو برابر ہیں لیکن میں جلد ہی تم پر برتری حاصل کرلوں گا اور یہی کرنے کے لیے سب سے پہلے میں نے تمہاری ڈی صوفیہ اور اس کے عاشق ولیر آفریدی کو تمہارے شکنجے سے نکال کر انہیں فرار ہونے کا موقع دیا ہے۔"

"اوہ! تو یہ تم نے کیا ہے؟"

"ہاں! وہ دونوں سیدھے سادے اور بے ضرر ہیں۔ ہم سے دوسروں کو نقصان پہنچتا ہے۔ ان سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا۔ اس لیے میں نے ... انہیں تمہاری مکاریوں سے دور کردیا ہے، تاکہ وہ اپنی دنیا آباد کرسکیں۔"

"تم نے کبھی کسی کے ساتھ نیکی نہیں کی پھر ان کے ساتھ کیوں کررہے ہو؟"

"وہ نہ ہمارے دوست ہیں نہ دشمن۔ ان میں کوئی ایسی غیر معمولی صلاحیت نہیں ہے جو میرے کام آسکے پھر میں انہیں اپنے یا تمہارے شکنجے میں رکھ کر کیا کرتا؟ لہٰذا انہیں آزاد کردیا ہے۔"

الپا نے کہا "تم نے ولیر آفریدی کو اچھی طرح نہیں سمجھا ہے۔ اس میں غیر معمولی صلاحیتیں نہ ہونے کے باوجود وہ ایک غیر معمولی جوان ہے۔ وہ میرے بہت کام آسکتا تھا۔"

"تم کہہ رہی ہو تو میں اس کے چور خیالات پڑھوں گا۔ اگر وہ کارآمد آدمی ہوگا تو اسے اپنے شکنجے میں رکھوں گا۔ میں تمہیں تاکید کررہا ہوں، ان دونوں کو تلاش نہ کرنا اور نہ ہی انہیں اپنا قیدی بنانے کی کوشش کرنا۔ وہ ولیر آفریدی کام کا آدمی ہوگا تو میں اسے اپنا غلام بنا کر رکھوں گا۔"

الپا نے کہا "میں ولیر آفریدی کے لیے تم سے جھگڑا نہیں کروں گی بلکہ یہ کہوں گی کہ پچھلی تمام دشمنی کو بھول جاؤ۔ تم نے آتما شکتی کے ذریعے ایک نئی زندگی حاصل کی ہے اگر مجھے دوست بنا کر رکھو گے تو ہم دونوں مل کر دوسرے دشمنوں کو اپنے قریب پھٹکنے بھی نہیں دیں گے۔"

"زیادہ نہ بولو زندگی کبھی موت سے دوستی نہیں کرتی۔ تم سے دوستی اور سمجھوتا کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں موت کو اپنے ساتھ لگالوں۔ مجھ سے ایسی حماقت کی توقع نہ کرو۔"

"اگر دوستی نہیں کرنا چاہتے، نہ کرو۔ یہ سمجھوتا کرلو کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے اور کسی بھی معاملے میں ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کریں گے۔ تم نہیں جانتے کہ تم چالیس دنوں تک تپسیا کرتے رہے، اتنے دنوں میں ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کتنے حالات بدل چکے ہیں۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ نیلماں پھر آتما شکتی حاصل کرکے مشرق بعید میں بڑے ہنگامے کررہی ہے؟"

"یہ میرے لیے نئی اطلاع ہے۔ میں ساری دنیا کو بھول کر صرف اپنی تپسیا میں مصروف رہتا تھا اگر نیلماں دوبارہ آتما شکتی حاصل کرچکی ہے تو یہ حیرانی کی بات ہے کہ وہ مرنے کے بعد زندہ کیسے ہوگئی؟"

"اس طرح کہ اس کے جسم بدلنے کا کوئی حساب کسی کے پاس نہیں تھا۔ تم نے اسے بیٹی بنایا تھا لیکن تم بھی نہیں جانتے تھے کہ جس وقت سونیا نے اسے ہلاک کیا تھا تو وہ چھٹے جسم میں تھی اور اس کے پاس ساتویں جسم میں جانے کی گنجائش تھی۔"

"ہے بھگوان! پھر تو نیلماں بڑی چالباز نکلی۔ اتنے عرصے تک روپوش رہی اور مجھ سے بھی رابطہ نہیں کیا۔"

بھیا نے کہا "نارنگ! میں تمہارے بھروسے کے قابل نہیں رہا پھر بھی کہتا ہوں، میڈم الپا سے سمجھوتا کرلو۔ تم نہیں جانتے کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بڑی خطرناک تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ ایک طرف نیلماں نئی زندگی لے کر آئی ہے۔ دوسری طرف جمہوریہ چین کے اکابرین، مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دوستی کرچکے ہیں اور ان سے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار حاصل کررہے ہیں۔"

"پھر تو واقعی چالیس دنوں میں بڑی خطرناک تبدیلیاں آئی ہیں۔ میں اپنے طور پر خیال خوانی کے ذریعے ان تبدیلیوں کو اچھی طرح سمجھوں گا پھر یہ طے کروں گا کہ مجھے آئندہ ایک محفوظ زندگی گزارنے کے لیے کون سا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ میں جارہا ہوں اور آخری بار سمجھا رہا ہوں

کہ صوفیہ اور آفریدی کو تلاش نہ کرنا اور انہیں قیدی نہ بنانا ورنہ میری طرف سے انتقامی کارروائی شروع ہو جائے گی۔"

یہ کہہ کر وہ بھیما کے دماغ سے چلا گیا۔ الپا نے کہا "نارنگ جانے سے پہلے میری بات سن لو۔"

اسے اس کی بات کا جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر نارنگ کو آواز دی لیکن جواب میں خاموشی رہی۔ بھیما نے کہا "وہ جا چکا ہے۔"

الپا نے کہا "تم گدھے ہو۔ تم نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا کہ دھیان گیان کے وقت تمام فاضل خیالات دماغ سے نکل جاتے ہیں اور ذہن میں صرف ایک ہی خیال قائم رہتا ہے۔"

"میں جانتا تھا لیکن یہ بات دماغ میں نہیں آئی کہ تخیلی عمل کی باتیں بھی دھیان گیان کے وقت دماغ سے نکل سکتی ہیں اور دماغ بالکل خالی اور صاف شفاف ہو کر صرف ایک خیال کو قائم رکھتا ہے۔"

"اس نے چیلنج کیا ہے کہ میں صوفیہ اور آفریدی کو ٹریپ نہ کروں اور یہ بات میرے مزاج کے خلاف ہے کہ کوئی مجھے اس طرح چیلنج کرے۔"

"آپ بہت شکتی مان ہیں اور بہت زیادہ ذہین ہیں۔ نارنگ کے چیلنج کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم ان دونوں کو تلاش کریں گے اور ٹریپ کریں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں نارنگ کے خلاف بہت کچھ کر سکتی ہوں لیکن ابھی سمجھوتے کا راستہ اختیار کروں گی۔ اس کی مرضی کے مطابق صوفیہ اور آفریدی کو ٹریپ نہیں کروں گی۔ اسے یہ تاثر دوں گی کہ میں اس سے دوستی کرنے کے لیے اس کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔"

خدا کی قدرت اور روحانی عمل کے نتائج سامنے آتے ہیں مگر سمجھ میں نہیں آتے۔ الپا اس وقت دلیر آفریدی کو ٹریپ کرنے کے خیال سے باز آگئی تھی۔ صوفیہ اور آفریدی یہ سمجھ نہیں سکتے تھے کہ ایک بزرگ نے اپنے روحانی عمل کے ذریعے دلیر آفریدی کی سلامتی کا یقین دلایا تھا اور اس کے مطابق آفریدی، بھیما پر غالب آیا تھا پھر الپا کے شکنجے کو توڑ کر صوفیہ کے ساتھ فرار ہوا تھا۔ اس کے بعد پھر الپا اور بھیما اس کے لیے مصیبت بننے والے تھے لیکن الپا نے اسے ٹریپ کرنے کا ارادہ بدل دیا تھا۔ یہ خدا کی قدرت تھی، روحانی عمل کا نتیجہ تھا اگر ذہانت سے حالات کا تجزیہ کیا جاتا تو یہ حقیقت سمجھ میں آسکتی تھی۔

نارنگ نے خیال خوانی کی پرواز کی اور نیلماں کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اسے اس کا دماغ نہیں ملا۔ اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ تب اس کی سمجھ میں آیا کہ نیلماں نے اپنا لب ولہجہ بدل دیا ہے۔ وہ واپس بھیما کے دماغ میں آکر بولا "مجھے نیلماں کے پاس یا کسی ایسے شخص کے پاس پہنچاؤ جس کے ذریعے میں مشرق بعید کے تمام حالات سے واقف ہو سکوں۔"

بھیما نے کہا "ابھی میڈم الپا نے مجھے سمجھایا ہے کہ میں آپ کی ہر بات مانتا رہوں اور آپ کو ناراض نہ کروں۔ ہم آپ کو یقین دلائیں گے کہ آپ سے کبھی دشمنی نہیں کریں گے اور نہ ہی کبھی کسی معاملے میں مداخلت کریں گے۔ آپ کہہ رہے ہیں تو میں ابھی خیال خوانی کی پرواز کر کے تھائی لینڈ کے ایک فوجی افسر کے دماغ میں آپ کو پہنچا رہا ہوں۔"

بھیما نے یہی کیا، وہ خیال خوانی کے ذریعے تھائی لینڈ کی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچا تو اس کے ساتھ نارنگ بھی پہنچ گیا پھر نارنگ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہاں کے تمام حالات معلوم کرنے لگا۔ معلومات حاصل کرنے کے بعد وہ اس کے ذریعے دوسرے اہم فوجی افسران اور وہاں کے حکام کے دماغوں میں پہنچتا گیا۔ ان میں سے کسی کو نیلماں کے موجودہ صحیح لب ولہجے کا پتا نہیں تھا۔ اس لیے نیلماں تک پہنچنے میں اسے ناکامی ہو رہی تھی۔

ویسے اس نے وہاں کے تمام بدلتے ہوئے حالات سے واقفیت حاصل کر لی۔ اس نے تھائی فوج کے اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا اور کہا "ہیلو! تم مجھے نہیں جانتے لیکن اپنے امریکی آقاؤں سے کہو گے کہ تمہارے اور دوسرے تمام اکابرین کے دماغوں میں نارنگ آنے لگا ہے تو وہ مجھے ہر حال میں اپنا دوست بنانے کی کوششیں کرنے لگیں گے کیونکہ ان علاقوں میں امریکا کے خلاف کئی محاذ کھل چکے ہیں۔ ایسے وقت انہیں میری ضرورت ہوگی۔"

اس اعلیٰ افسر نے ہاٹ لائن پر امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ فون پر ایک جونیئر افسر کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں اپنے اعلیٰ افسر کی طرف سے گفتگو کر رہا ہوں کیونکہ وہ صرف فیکس کے ذریعے رابطہ کرتے ہیں۔ فون پر باتیں نہیں کرتے۔"

نارنگ نے تھائی فوج کے اعلیٰ افسر کی زبان سے پوچھا "وہ فون پر گفتگو کیوں نہیں کرتے ہیں؟"

جونیئر افسر نے کہا "نیلماں بہت خطرناک ہے۔ وہ ہوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتی ہے۔ ہمارے اعلیٰ افسر کا دماغ بہت حساس ہے۔ وہ سوچ کی لہروں کو محسوس

کرتے ہی سانس روک لیتے ہیں لیکن نیلماں کے آنے سے وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ اس سے پہلے وہ بیزون جیسے یوگا جاننے والے کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنا قیدی بنا چکی ہے۔"

اپنے اعلیٰ افسر سے بولو "میں نارنگ ہوں، آتما شکتی حاصل کرنے والا اور ٹیلی پیتھی جاننے والا نارنگ اور میں تمہارے امریکی اکابرین کے کام آنا چاہتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ نارنگ اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ اعلیٰ افسر سے نارنگ کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ اس کی باتیں سن کر امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر اس کی طرف بڑھایا۔ جونیئر افسر نے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا "نارنگ سے ہر حال میں دوستی کی جائے اور اسے ہماری مجبوری بتائی جائے۔ مجھ جیسے، کتنے ہی اکابرین کے دماغ مقفل ہو چکے ہیں اور ہم کسی سے گفتگو نہیں کریں گے۔ اپنی آواز اور لب ولہجہ نہیں سنائیں گے۔"

نارنگ نے اس جونیئر افسر کے دماغ میں کہا "میں تمہارے اعلیٰ افسر کا جواب سن چکا ہوں۔ اس سے کہو میں صرف نیلماں کی آواز اور لب ولہجہ سننا چاہتا ہوں۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے سمجھانا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میرے سمجھانے پر وہ امریکا کی مخالفت سے باز آجائے گی۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے جواب میں پھر کاغذ پر لکھا "نارنگ سے کہا جائے کہ وہ تھائی فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں انتظار کرے۔ ابھی ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں آکر نیلماں کا لب ولہجہ سنائے گا۔"

نارنگ اس تھائی فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں واپس آیا۔ تھوڑی دیر بعد لیزی گارڈ اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں آیا لیکن اپنی اصلی آواز اور لب ولہجے سے پرہیز کرتے ہوئے اس نے فرضی لب ولہجہ اختیار کیا پھر پوچھا "کیا مسٹر نارنگ موجود ہیں؟"

نارنگ نے کہا "ہاں! میں موجود ہوں۔"

"میں نیلماں کے لب ولہجے کی نقل کر رہا ہوں۔ آپ تہہ سے سنیں۔"

لیزی گارڈ نیلماں کے موجودہ لب ولہجے کو بار بار دہرانے لگا پھر نارنگ نے کہا "ہاں! میں نے اسے ذہن نشین کر لیا ہے۔ تمہارا شکریہ۔"

لیزی گارڈ نے کہا "ہمارے امریکی اکابرین آپ کی آمد اور آپ کے دوستانہ رابطے سے خوش ہیں اور آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں لیکن فیکس کے ذریعے گفتگو ہوگی۔"

"میں نیلماں سے باتیں کرنے کے بعد فیکس کے ذریعے گفتگو کروں گا۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا پھر نیلماں کے موجودہ لب ولہجے کو اچھی طرح گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ نارنگ نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ نارنگ اس کے دماغ سے باہر چلا گیا۔ اس نے دوسری بار کوشش کی، اس کے دماغ میں آیا پھر بولا "سانس نہ روکنا۔ میں نارنگ بول رہا ہوں۔"

ثانی نے حیرانی سے پوچھا "نارنگ؟ کیا تم نارنگ ہو؟ اگر ہو تو اب تک کہاں تھے؟"

"میں مصیبتوں سے گزرتا رہا ہوں۔ الپا نے مجھ سے دشمنی کی انتہا کر دی تھی۔ مجھے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ مگر میری تقدیر اچھی ہے کہ میں نے دوبارہ تپسیا کر کے آتما شکتی حاصل کر لی ہے۔"

ثانی نے کہا "مجھے یہ سن کر خوشی ہو رہی ہے اور آپ کو بھی خوشی ہوگی کہ آپ کی بیٹی نے بھی دوبارہ ایک نئی زندگی حاصل کی ہے۔"

"ہاں! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے بڑی زبردست آتما شکتی حاصل کی ہے اور تم یوگا جاننے والوں کے دماغ میں بھی پہنچ جاتی ہو۔"

"یہ سب آپ کی دعائیں ہیں۔ مجھے تو آپ کی آواز سن کر خوشی ہو رہی ہے۔ ویسے آپ کچھ خیال نہیں کریں گے تو میں ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔"

"ایک نہیں ہزار باتیں کہو۔ میں برا نہیں مانوں گا۔"

"آپ اگر اپنی اس بیٹی کی بھلائی چاہتے ہیں تو براہ راست کبھی میرے دماغ میں نہ آئیں اور نہ ہی کبھی مجھے اپنے دماغ میں آنے دیں۔ آپ نہیں جانتے کہ ہمارے دشمن کتنے مکار ہیں اور ان میں بابا صاحب کے ادارے والے بھی ہیں۔ وہ بڑی چالاکی سے نیلماں بن کر آپ کے دماغ میں آکر دھوکا دے سکتے ہیں اور میرے دماغ میں آکر نارنگ بن کر مجھے دھوکا دے سکتے ہیں۔"

"ہاں بیٹی! میں اس بات کو اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ ہم ایک دوسرے کے دماغ میں آئندہ براہ راست نہیں آئیں گے۔ میں اپنا ایک آلہ کار مقرر کرتا ہوں۔ تم اس کے دماغ میں پہنچ کر جب چاہو گی مجھ سے باتیں کر سکو گی۔ ابھی تم میرے دماغ میں آجاؤ۔"

ثانی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا صوفیہ کے دماغ میں آیا پھر ثانی سے بولا "نیلماں اس کا نام صوفیہ ہے اور اس کے ایک عاشق کا نام دلیر

آفریدی ہے۔ دونوں بہت سیدھے سادے اور بے ضرر ہیں لیکن دلیر آفریدی کچھ غیر معمولی قسم کا جوان ہے۔ ہم رفتہ رفتہ اسے آلہ کار کے طور پر آزماتے رہیں گے۔"

ثانی نے اس سے پوچھا "باپو..... میں آپ کو باپو کہوں؟"

"ہاں! ہاں! ضرور کہو مجھے خوشی ہوگی۔"

وہ بولی "باپو! کیا پہلے آپ نے دلیر آفریدی کو نہیں آزمایا ہے؟"

"نہیں میں پہلی بار ان دونوں کے دماغوں میں انہیں آلہ کار بنانے کے ارادے سے آیا ہوں۔ تم خاموش رہو۔ میں ذرا اس سے باتیں کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے صوفیہ کو مخاطب کیا "ہیلو صوفیہ! میں تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ اس نے دلیر آفریدی کو دیکھا۔ وہ ایک بستر پر لیٹا ہوا کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ نارنگ نے کہا "اپنے محبوب کی طرف نہ دیکھو۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے میں نے ہی تمہیں اور دلیر آفریدی کو الپا اور بھیما سے نجات دلائی ہے۔ وہ ابھی تم لوگوں کو تلاش کرتا اور پھر ٹریپ کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے سختی سے منع کردیا ہے۔ وہ تم دونوں سے دشمنی نہیں کریں گے۔"

صوفیہ نے پوچھا "لیکن تم کون ہو؟ میں نے پہلے تمہاری آواز اپنے دماغ میں نہیں سنی۔"

"تم مجھے نہیں جانتی ہو۔ میرا نام نارنگ ہے۔ میں تمہاری بھلائی کے لیے آیا ہوں۔"

صوفیہ نے آفریدی سے کہا "میرے دماغ کے اندر کوئی بول رہا ہے۔"

"اگر تم اسے نہیں جانتی ہو تو چھینک مارو۔"

صوفیہ نے اس کی بات پر عمل کیا۔ ایک چھینک ماری نارنگ کی سوچ کی لہریں دماغ سے نکل گئیں۔ اس کے ساتھ ثانی بھی نکل آئی۔ وہ نارنگ کے دماغ میں دوبارہ پہنچ کر بولی "یہ کیا ہوا؟ یہ تو کچھ عجیب سی بات ہوگئی؟"

نارنگ نے حیرانی سے کہا "میرے لیے بھی عجیب سی بات ہے۔ ایسا پہلی بار دیکھ رہا ہوں کہ چھینک مارنے سے خیال خوانی کی لہریں باہر نکل جاتی ہیں۔"

ثانی نے کہا "باپو آپ نے کہا تھا کہ اس صوفیہ کے ساتھ وہ جو اس کا محبوب ہے۔ وہ کچھ غیر معمولی قسم کا جوان ہے۔ ابھی اس نے صوفیہ سے کہا تھا کہ چھینک مارو اور اس نے چھینک مار کر ہمیں دماغ سے نکال دیا تھا۔"

"واقعی اس جوان نے بڑی اچھی تدبیر بتائی ہے۔ اگر اس میں مہارت حاصل ہو یا نہ ہو' چھینک مارو اور خیال خوانی کی لہروں کو دماغ سے باہر نکال دو۔ یہ بڑا ذہین اور چال باز معلوم ہوتا ہے۔ واقعی ہمارے کام آسکتا ہے۔"

نارنگ اب اس کے چور خیالات پڑھ کر... اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچا تو اس نے فوراً ہی بے چینی محسوس کرکے چھینک ماری۔ نارنگ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس نے پھر دوسری بار اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے پھر چھینک مار کر اسے دماغ سے نکال دیا۔ نارنگ نے جھنجلا کر کہا "یہ تو عجیب شخص ہے دماغ میں پہنچتے ہی چھینک مار دیتا ہے۔ کچھ کہنے کا موقع نہیں دیتا ہے۔"

ثانی نے کہا "صوفیہ سے کہا جائے کہ وہ آپ کو دماغ میں آنے اور کچھ کہنے کا موقع دے۔"

نارنگ پھر صوفیہ کے دماغ میں آکر بولا "چھینک نہ مارنا پہلے میری بات سن لو۔ میں تم لوگوں کا مددگار ہوں اگر میں ساتھ چھوڑ دوں گا تو الپا اور بھیما تم لوگوں کو مصیبتوں میں ڈالتے رہیں گے۔ مجھ پر بھروسا کرو۔"

وہ بولی "بھیما تم آواز بدل کر بول رہے ہو۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں تمہارے ساتھ الپا بھی ہوگی لیکن وہ خاموش ہے۔"

ایسے ہی وقت راما راؤ نے آکر کہا "بھوجن کا وقت ہوگیا ہے۔ کیا میں تھالی پروس کر لاؤں؟"

آفریدی نے کہا "ہاں بھوک لگی ہے کھانا لے آؤ۔"

نارنگ نے کہا "بیٹی میں اس آدمی کی آواز اور لب ولہجے کو اچھی طرح گرفت میں لے چکا ہوں۔ اس کے دماغ میں رہ کر ان دونوں کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کروں گا تو وہ چھینکنا بھول جائیں گے۔"

صوفیہ نے پوچھا "کیا تم میرے دماغ میں موجود ہو یا جا چکے ہو؟"

آفریدی نے پوچھا "تم کس سے بات کر رہی ہو؟ کیا وہ لوگ ابھی تک تمہارے دماغ میں موجود ہیں؟"

"ابھی بھیما آواز بدل کر میرے دماغ میں بول رہا تھا۔"

آفریدی نے کہا "تم کیسی لڑکی ہو میری بات یاد نہیں رکھتی ہو۔ میں نے کہا تھا ایسے وقت چھینک لیا کرو۔"

صوفیہ نے ایک چھینک ماری' نارنگ پھر اس کے دماغ سے باہر نکل گیا۔

ثانی نے کہا "آپ انہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا

کرکے یا زخمی کرکے بھی ان کے دماغوں میں نہیں جاسکیں گے بات موٹی عقل سے بھی سمجھ میں آتی ہے کہ آدمی اعصابی کمزور ہو کر یا زخمی ہو کر بھی چھینک مار سکتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ وہ دونوں ہر حال میں چھینکیں ماریں گے۔ ہمیں اپنے دماغوں میں پہنچنے نہیں دیں گے۔"

ثانی نے کہا "میں امریکا کے اہم معاملات میں مداخلت کر رہی ہوں۔ اسے تھائی لینڈ میں قدم جمانے کا موقع نہیں دے رہی ہوں۔ اتنے بڑے معاملات کے سامنے یہ صوفیہ اور آفریدی کیا چیز ہیں؟ ان کے لیے وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ بعد میں ان لوگوں سے نمٹ لیا جائے گا۔"

"تم درست کہتی ہو لیکن الپا' صوفیہ کو ہر حال میں ٹریپ کرنا چاہے گی کیونکہ وہ الپا کی مکمل ڈی بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اب سے ایک دن پہلے تک صوفیہ بڑی کامیابی سے الپا بن کر بھیما کو دھوکا دیتی رہی۔"

"میں مانتی ہوں کہ ان دونوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ آفریدی کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرنا چاہیے کہ اس میں مزید کیا کیا صلاحیتیں ہیں لیکن ابھی تک کوئی ایسی تدبیر نہیں سجھائی دے رہی ہے کہ ان کے دماغ میں پہنچ کر آرام سے ان کے چور خیالات معلوم کیے جائیں۔"

ثانی نے اپنا موبائل فون نمبر نارنگ کو بتایا اور نارنگ کا فون نمبر خود یاد کیا پھر کہا "اب ہم براہ راست ایک دوسرے کے دماغ میں نہیں آئیں گے۔ آپ کسی کو آلہ کار بنا کر ضرورت کے وقت اس کے ذریعے فون پر رابطہ کریں۔ میں بھی اس آلہ کار کے دماغ میں آؤں گی۔ اس طرح ہم اس کے اندر رہ کر ایک دوسرے سے رابطہ کرتے رہیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ نارنگ سے رخصت ہوگئی۔ وہاں سے سیدھی آمنہ کے پاس پہنچی پھر بولی "ماما' میں ہوں آپ کی بہو ثانی۔"

آمنہ نے مسکرا کر کہا "ہاں بیٹی بولو کیا بات ہے؟"

"بھارت کے شہر ممبئی میں ایک مسلمان نوجوان ہے اس کا نام دلیر آفریدی ہے۔ اس کے ساتھ صوفیہ نامی ایک لڑکی ہے۔ دونوں معصوم اور بے ضرر ہیں۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا لیکن الپا نے جبراً صوفیہ کو اپنی ڈی بنایا اور اس طرح دلیر آفریدی بھی اس کے ساتھ ٹیلی پیتھی کے دلدل میں دھنسنے والا ہے۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"صرف اتنا چاہتی ہوں کہ صوفیہ اور دلیر آفریدی کو الپا' بھیما اور نارنگ جیسے شیطانی ارادے رکھنے والوں سے دور

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و
تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص
کی آپ بیتی، ھَوا جس کی دوست
تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر
تھا، آگ اس کے بدن کو بوسہ دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے
کے ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصّوں میں مکمّل

قیمت فی حصہ -/50 روپے * ڈاک خرچ فی حصہ -/16 روپے

مکمل سیٹ منگانے پر قیمت -/200 روپے' ڈاک خرچ معاف
-/200 روپے کا منی آرڈر پیشگی روانہ فرمائیں۔
یہ رعایت صرف منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی مل سکے گی۔

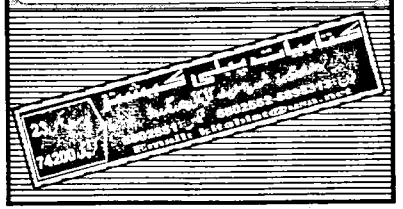

کردیں۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ' میں ان کے پاس جارہی ہوں۔"

نارنگ نہیں چاہتا تھا کہ الپا کوئی مکاری دکھائے اور صوفیہ کو اپنا معمول بنا کر آفریدی کو بھی اس کے ساتھ اپنا غلام بننے پر مجبور کردے۔ اس نے سوچا' آفریدی خیال خوانی کی لہروں کے باعث بے چینی محسوس کرتا ہے اور چھینک مار دیتا ہے لیکن صوفیہ سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہے اور نہ ہی بے چینی محسوس کرتی ہے۔ جب اسے مخاطب کیا جائے تب اسے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اس کے دماغ میں ہے تب وہ چھینک مارتی ہے۔ لہٰذا صوفیہ کے دماغ میں جاکر ایک بار پھر اسے سمجھانا چاہیے اگر وہ چھینک مارنا چاہے گی تو میں اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کروں گا پھر وہ چھینک مارنا بھول جائے گی۔"

اس نے صوفیہ کے دماغ میں آکر پہلے خاموش رہ کر اس کے خیالات پڑھے یہ معلوم ہوا کہ وہ آفریدی کی طرح پرائی سوچ کی لہروں کے باعث بے چین نہیں ہوتی ہے۔ اس وقت وہ لوگ کھانے سے فارغ ہوچکے تھے۔ ایسے وقت نارنگ نے کہا "صوفیہ میں تمہارا مہربان دوست ہوں مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں بھیا نہیں ہوں۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "آفریدی وہ پھر میرے دماغ میں بول رہا ہے۔"

آفریدی نے کہا "شیطان اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ پھر تمہیں کوئی نقصان پہنچائے اس سے کہہ دو کہ تم نے کلمہ پڑھا ہے۔ تم مسلمان ہوگئی ہو اور اپنے رب کو سچے دل سے یاد کرتی ہو۔ اس لیے وہ شیطان تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

نارنگ نے ہنستے ہوئے کہا "صوفیہ تم کس احمق کی باتوں میں آرہی ہو؟ دنیا میں اربوں انسان ہیں کیا وہ اپنے رب کو یاد کرتے ہیں تو مصیبت ٹل جاتی ہے اگر میں شیطان ہوں تو کیا تمہارے دماغ سے بھاگ جاؤں گا؟"

"یہ میں نہیں جانتی۔ میرا آفریدی مجھے جو سمجھائے گا میں وہی سمجھوں گی۔"

آفریدی نے کہا "صوفیہ تم بولو' میرا رب میرا معبود ہے اور شیطان نابود ہے۔"

صوفیہ نے یہی کہا "میرا رب میرا معبود ہے اور شیطان نابود ہے۔"

ایسے ہی وقت نارنگ نے اس کے دماغ میں زلزلے کا ایک جھٹکا پہنچانا چاہا تو ناکام رہا۔ اسے حیرانی ہوئی۔ اس نے زلزلہ پیدا کرنے کے سلسلے میں وہی طریقہ اختیار کیا تھا جو عام طور پر کیا جاتا ہے لیکن صوفیہ کے ذہن پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

اس نے پھر ایک بار اس کے اندر زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن صوفیہ آرام سے بیٹھی آفریدی سے کہہ رہی تھی "اب وہ میرے دماغ میں نہیں ہے۔ میں آئندہ ایسے ہی کیا کروں گی۔ جب بھی کوئی میرے دماغ میں آیا کرے گا تو میں کہا کروں گی کہ میرا رب میرا معبود ہے اور شیطان نابود ہے۔"

نارنگ حیران اور پریشان تھا سوچ رہا تھا کیا مکمل ایمان کی پختگی سے خدا کو یاد کیا جائے اور شیطان پر لعنت بھیجی جائے تو ہمارا منفی عمل ناکام رہتا ہے؟

وہ اس پہلو سے سوچ رہا تھا اور غلط نہیں سوچ رہا تھا۔ ادھر صوفیہ اور آفریدی نے سچے دل سے خدا کو یاد کیا ادھر آمنہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی موجودگی کے باعث نارنگ زلزلہ پیدا کرنے والے شیطانی عمل میں ناکام ہوگیا۔ ان حالات میں اسے پورا یقین ہوگیا کہ دلیر آفریدی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے۔ بظاہر بہت ہی معصوم' سیدھا سادہ اور بے ضرر نظر آتا ہے لیکن اندر سے بہت ہی گہرا ہے۔

اس نے آزمائش کے طور پر دلیر آفریدی کے دماغ میں جانے کا ارادہ کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرکے اس کے دماغ میں جیسے ہی پہنچا اس نے عادت کے مطابق چھینک ماری وہ پھر باہر ہوگیا۔ اس بات پر اسے جھنجلاہٹ ہوتی تھی کہ چند ساعتوں کے لیے بھی وہ دماغ میں رہنے کا موقع نہیں دیتا ہے اگر ذرا سا بھی موقع ملے تو وہ اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرسکتا ہے اگرچہ زلزلہ پیدا کرنے کے سلسلے میں صوفیہ کے دماغ میں ناکام رہا تھا۔ وہ یہی آزمانا چاہتا تھا کہ آفریدی کے دماغ میں جاکر بھی کیا وہ ناکام رہے گا؟

لیکن وہاں اس کی ٹیلی پیتھی کی دال نہیں گل رہی تھی۔ اس نے پھر صوفیہ کے اندر پہنچ کر اس کو مخاطب کرنا چاہا تو اس بار صوفیہ نے سانس روک لی' وہ باہر نکل آیا۔ حیرانی سے سوچنے لگا یہ کیا ہورہا ہے؟ پہلے تو صوفیہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہی تھی۔ اب میرے وہاں جاتے ہی اس نے سانس روک لی۔ عجیب ہے' پہلے انہوں نے اپنی ڈھکی چھپی صلاحیتوں کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اب کررہے ہیں؟

نارنگ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا تھا۔ اب یہ نہیں جان سکتا تھا کہ وہ دونوں کیا کررہے ہیں۔ انہیں بھی یہ پتا نہیں چل رہا تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہورہا ہے۔ وہ کھانے سے فارغ ہوگئے تھے لباس تبدیل کرکے اپنا سفری بیگ اٹھا کر

آئے اور راما راؤ سے کہا "ہمیں سفارت خانے لے

راما راؤ نے انہیں اپنی ٹیکسی میں بٹھایا پھر سفارت خانے پہنچا دیا۔ وہ اندر گئے تو سفیر کے پاس جانے سے انہیں کوئی نہ روک سکا۔ انہوں نے اپنے اپنے پاسپورٹ نکال کر سفیر کے سامنے رکھ دیے ان سے کچھ نہیں کہا' سفیر نے اپنے سیکریٹری کو بلا کر کہا "ان دونوں کے پاسپورٹ لے جاؤ اور ویزا کے فارم خود ہی پر کرکے میرے دستخط لو۔ یہ ابھی دو گھنٹے بعد جانے والی فلائٹ سے سفر کریں گے۔"

وہ دونوں سفیر کی باتیں سن کر خوش ہورہے تھے۔ اس نے ویزا لے کر دیس میں رہ کر وہاں سے کہیں جانے کے لیے ویزا حاصل کرنا بہت دشوار تھا پھر یہ کہ الپا اور بھیا کی طرف سے بھی اندیشے تھے کہ پتا نہیں وہ کس طرح ان کے راستے میں رکاوٹ بنتے رہیں گے لیکن سفارت خانے آنے تک کسی طرح کی رکاوٹ پیش نہیں آئی تھی اور بڑی آسانی سے انہیں ویزا مل گیا تھا۔ وہ صرف پندرہ منٹ کے بعد ویزا لے کر ائرپورٹ پہنچ گئے۔ آفریدی نے راما راؤ کو گلے لگاتے ہوئے کہا "بھائی تم نے ہمارا بہت ساتھ دیا ہے ہم تمہیں ہمیشہ یاد رکھیں گے پھر کبھی ممبئی آنا ہوا تو ہم تمہارے ہی پاس آئیں گے۔"

صوفیہ نے اپنے سفری بیگ سے پچیس ہزار روپے نکال کر راما راؤ کو دیتے ہوئے کہا "یہ میری طرف سے بچوں کو دے دینا بھائی سے کہنا میں انہیں بہت یاد کررہی تھی۔ خدا نے چاہا تو ہم پھر کبھی ضرور ملیں گے۔"

راما راؤ کی آنکھیں محبت سے بھیگ رہی تھیں۔ اس نے دونوں کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔ سر جھکا لیا وہ دونوں وہاں سے ائرپورٹ کے بورڈنگ کاؤنٹر پر آئے وہاں سے ٹکٹ حاصل کیے پھر جہاز پر سوار ہونے کے لیے بورڈنگ کارڈ حاصل کیا۔ تمام کام بڑی آسانی سے ہوتے جارہے تھے۔ جس کی وہ توقع نہیں کررہے تھے۔

انہوں نے ٹکٹ کاؤنٹر پر پاکستان جانے کے لیے ٹکٹ حاصل کیے تھے اور یہ بات بھی ان کے ذہن میں نہیں تھی کہ وہ کہاں پاکستان جانا ہے۔ بس انہوں نے بے اختیار ٹکٹ حاصل کیے تھے۔ مختصر یہ کہ وہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مدد جادو جاننے والے کی مداخلت کے بغیر طیارے میں سفر کرتے ہوئے پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد پہنچ گئے۔

مختلف انسانوں کو کتنی راہوں سے کتنے مرحلوں سے گزرتے ہوئے کہاں' کہاں پہنچانا ہے۔ یہ صرف روحانی قوتوں کو حاصل کرنے والے آمنہ اور جناب تبریزی سمجھ رہے تھے۔ صوفیہ اور دلیر آفریدی کی مدد کرنے کے لیے ثانی الذکر کے پاس آئی تھی اگر وہ نہ بھی آتی تو آمنہ کو یہ آگہی حاصل ہوگئی تھی کہ ممبئی میں رہنے والے دلیر آفریدی کو وہاں سے نکال کر جمہوریہ چین کے شہر بیجنگ پہنچانا ہے۔

اور جناب تبریزی کو جو آگہی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے مطابق وہ اپنے فرزند علی تیمور کو دوسری صبح پیرس سے روانہ کرنے والے تھے۔ علی تیمور دوسرے دن گیارہ بجے اسلام آباد پہنچنے والا تھا۔ وہاں کئی انجانے دشمن اس کے منتظر تھے۔ ان میں امریکی سراغ رساں اور خفیہ ایجنسی کے سیکرٹ ایجنٹس تھے جو یہ معلوم کرنے کی کوششوں میں تھے کہ پیرس سے اور پاکستان سے جمہوریہ چین جانے والے مسافر کیوں جارہے ہیں؟ وہاں تک سفر کرنے والے صرف سیاح نہیں ہوں گے۔ پاکستان اور چین کے خفیہ معاملات طے کرنے والے پاکستان کے خفیہ نمائندے بھی ہوں گے اور بابا صاحب کے ادارے سے چین جاکر دوستی مستحکم کرنے والے وہ مسلمان بھی ہوں گے جو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور ٹیلی پیتھی کا علم چینی حکام تک پہنچانا چاہتے ہیں۔

اسلام آباد سے جو سفر شروع ہونے والا تھا۔ وہ آسان نہیں تھا۔ علی تیمور وہاں سے چین تک پل صراط پر چلنے والا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ اس پل صراط پر صوفیہ اور دلیر آفریدی جیسے نئے ساتھیوں کا اضافہ ہونے والا ہے۔

ہر دلعزیز محبت میرے بابو کے قلم سے

ایک سنسنی خیز سرگزشت

جال

قیمت 50 روپے

ڈاک خرچ 16 روپے

- ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے
- جب اس نے آنکھ کھولی تو وہ ایک ٹیکسی میں سفر کررہا تھا
- دنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں
- اس پر بنے کئی گولی اور زہر بھی اثر نہ کرسکی

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 دھلن خیر بلور یا مرسیڈیز آئی آئی چندریگر روڈ کراچی 74200

فون: 5802561 فیکس: 5802562-5895313

Email: kitabiat@uva.net

نیویارک میں چائنا ٹاؤن ایک ایسا علاقہ ہے جہاں چینی باشندوں کی اکثریت ہے۔ امریکا کے دوسرے علاقوں میں بھی چینی باشندے کافی تعداد میں رہائش پذیر ہیں۔ یہ چینی باشندے بیسویں صدی کے اوائل میں ہی ہانگ کانگ اور مکاؤ سے ہجرت کرکے وہاں آباد ہوگئے تھے۔ بیسویں صدی کے آخر میں اور اکیسویں صدی کے آغاز میں ان کی کئی نسلیں پیدا ہوئیں، جوان ہوئیں اور بوڑھی ہوئیں۔ اب وہ جوان اور بوڑھی نسلیں یوں تو نسلی طور پر چینی تھیں لیکن خود کو فخر سے امریکن کہتی تھیں۔ وہ امریکا سے محبت کرتی اور جمہوریہ چین سے نفرت کرتی تھیں۔

ایسے کئی امریکن چینی تھے جو امریکی سی آئی اے میں سراغ رسانی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ امریکی سی آئی اے نے ایسے کئی سراغ رسانوں کو بڑی رازداری سے جمہوریہ چین کے اہم شہروں میں پہنچا دیا تھا۔ چونکہ وہ شکل صورت، قدو قامت اور زبان کے لحاظ سے بالکل چینی باشندے تھے۔ لہٰذا ان کی شناخت نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ دوست ہیں یا دشمن۔

سی آئی اے نے ایسے چینی سراغ رسانوں کو پیرس اور اسلام آباد جیسے شہروں میں بھی پہنچایا تھا۔ وہ ان شہروں میں جمہوریہ چین کے باشندوں کی حیثیت سے رہنے لگے تھے اور انہوں نے ایسے شناختی کارڈز اور دیگر اہم کاغذات اپنے پاس رکھے تھے۔ جن سے یہ تصدیق ہوتی تھی کہ وہ برطانوی ہانگ کانگ کے یا امریکی علاقوں کے چینی باشندے نہیں ہیں بلکہ جمہوریہ چین سے آئے ہوئے ہیں۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی انہیں جمہوریہ چین کے باشندے ثابت کرنے کے لیے وقت ضرورت خیال خوانی کا ہتھیار استعمال کرتے رہتے تھے۔

امریکی سی آئی اے کا ایک سراغ رساں افسر شاؤ چنگ اسلام آباد میں تھا۔ اس کے ماتحت چند امریکی اور چینی سراغ رساں تھے۔ وہ اس کے حکم کے مطابق فائیو اسٹار ہوٹلوں کی نگرانی کرتے تھے۔ بڑے اور مہنگے ہوٹلوں کے استقبالیہ کاؤنٹر سے معلوم کرتے رہتے تھے کہ کون بیرون ملک سے آیا ہے اور کس حیثیت سے چین جانے والا ہے۔ کیا وہ سیاح ہے یا کاروبار کے سلسلے میں جارہا ہے یا کوئی سیاسی شخصیت ہے۔

صوفیہ اور دلیر آفریدی اسلام آباد پہنچتے ہی سب سے پہلے چینی سفارت خانے گئے۔ وہاں سے ویزا حاصل کرنا ان کے لیے کچھ مشکل نہیں تھا۔ کیونکہ آمنہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی مشکلات حل کرتی جارہی تھی۔

ان دونوں کے دماغوں میں بابا صاحب کے ادارے کی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے۔ جب کوئی بہت زیادہ مشکل آپڑتی تو وہ آمنہ سے تعاون کے لیے کہتے تھے، ورنہ وہ خود ہی صوفیہ اور دلیر آفریدی کے کام آرہے تھے۔

انہوں نے ویزا حاصل کیا پھر پرل کانٹی نینٹل پہنچے۔ وہاں استقبالیہ کاؤنٹر پر اپنے لیے ایک ڈبل بیڈ کا کمرا حاصل کیا۔ کاؤنٹر کلرک نے ان کے نام اور پتا لکھنے کے لیے پوچھا "آپ کا نام؟"

دلیر آفریدی نے کہا "یہ میری وائف صوفیہ آفریدی ہیں اور میرا نام دلیر آفریدی ہے۔"

اس نے لکھتے ہوئے پوچھا "کہاں سے آرہے ہیں؟"

"ہم پیرس سے آرہے ہیں۔"

"کب تک قیام رہے گا؟"

"کل صبح دس بجے تک۔"

"یہاں سے آپ کس ملک میں جائیں گے۔"

"ہم چین جانے والے ہیں۔"

امریکی سی آئی اے کا ایک چینی سراغ رساں وہاں استقبالیہ کاؤنٹر کے قریب ہی تھا۔ اس کے دماغ میں لیزی گارڈ نے کہا "استقبالیہ کاؤنٹر کے پاس ایک نوجوان جوڑا ہے۔ دونوں پیرس سے آئے ہیں اور کل کی فلائٹ سے چین جانے والے ہیں۔"

چینی سراغ رساں نے ان کے قریب سے گزرتے ہوئے ان دونوں کے چہروں کو دیکھا۔ لیزی گارڈ نے کہا "ایک کا نام صوفیہ آفریدی ہے اور دوسرے کا نام دلیر آفریدی۔ انہوں نے یہاں کا روم نمبر ۷۷ حاصل کیا ہے۔"

سراغ رساں نے پوچھا "کیا ان کے خیالات پڑھ سکتے ہو؟"

"نہیں۔ میں نے اس کی وائف کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی تھی۔ دلیر آفریدی یوگا کا ماہر ہے۔ یہ ساری باتیں بتا رہی ہیں کہ یہ اگر پیرس سے آئے ہیں تو پھر بابا صاحب کے ادارے سے آئے ہیں۔ یوگا کے ماہر بھی ہیں اور شاید ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہوں گے۔"

سراغ رساں نے موبائل فون نکال کر اسے آن کیا، نمبر پنچ کرنے کے بعد اسے کان سے لگایا۔ رابطہ قائم ہوا تو اس نے کہا "ماسٹر شاؤ چنگ! ابھی ایک نوجوان جوڑا ہوٹل آیا ہے۔ وہ دونوں پیرس سے آئے ہیں اور کل چین جانے والے ہیں۔ انہوں نے اس ہوٹل کا کمرا نمبر ۷۷ حاصل کیا ہے۔"

ماسٹر شاؤ چنگ نے کہا "میں ابھی ٹیلی فون کے ذریعے امریکی اکابرین سے رابطہ کرتا ہوں اور ان سے کہتا ہوں کہ وہ اپنا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس جوان جوڑے کے دماغوں میں پہنچائیں۔ تاکہ ان کے متعلق ضروری معلومات حاصل ہوسکیں۔"

"ماسٹر! ان کا ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ اس نے میرے دماغ میں آکر یہ باتیں بتائی تھیں اور یہ بھی کہا ہے کہ وہ یوگا کے ماہر ہیں۔ دونوں میاں بیوی سانس روک لیتے ہیں۔"

"تم ان پر نظر رکھو میں سراغ رسانوں کی ایک ٹیم کے ساتھ آرہا ہوں۔ ان کے ساتھ کتنا سامان ہے؟"

"صرف دو سفری بیگ ہیں اور کچھ نہیں ہے۔"

"ہوں۔ یقین ہو رہا ہے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے آئے ہیں۔"

وہ اپنا موبائل فون بند کرکے استقبالیہ کاؤنٹر پر آیا پھر بولا "مجھے روم نمبر ۷۷ چاہیے۔"

اس نے اس کمرے کا دو دن کا کرایہ کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس ہوٹل کے منیجر اور اس کاؤنٹر پر کام کرنے والوں پر مختصر سا تنویمی عمل کیا تھا اور ان کے دماغوں میں یہ نقش کردیا تھا کہ وہ چینی سراغ رساں جب بھی کوئی کمرا مانگے تو اس سے زیادہ سوالات نہ کیے جائیں، نام اور پتا نوٹ کرکے اس کے نام کمرا مخصوص کردیا جائے۔

صوفیہ اور آفریدی اپنے کمرے میں آئے۔ انہوں نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ صوفیہ تھکے ہوئے انداز میں بستر پر چاروں شانے چت ہوگئی۔ آفریدی بھی اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا "ہم دوپہر کو انڈیا میں تھے اور شام کو پاکستان میں ہیں۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ سفارت خانے کے دفاتر بند ہوگئے تھے۔ اس کے باوجود سفیر صاحب نے ہم دونوں کے ویزے جاری کردیا۔"

"ہاں! حیرانی تو بہت سی باتوں پر ہے کہ ہم ممبئی سے یہاں آئے۔ الپا اور بھیما نے ہمیں نظر انداز کردیا اور ہم کچھ سمجھے بغیر یہاں آگئے۔ چین جانے کے لیے ویزا حاصل کرچکے ہیں۔"

"ہاں! میں نے سوچا کہ ہم کیوں جانا چاہتے ہیں پھر ذہن میں بات آئی کہ جب جانے کا موقع مل رہا ہے تو پھر چین جیسے بہت ملک کی سیر کرنا چاہیے۔"

وہ کروٹ بدل کر اس کے سانسوں کے قریب آتی ہوئی بولی "ہم مقناطیس ہو۔ جہاں جارہے ہو۔ میں کھنچی چلی آرہی ہوں اور چاہتی ہوں کہ تمہارے ساتھ دنیا کے تمام ملکوں کی سیر کروں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خوب گھومتی پھرتی رہوں۔"

وہ اس کے چہرے سے زلفوں کو ہٹاتے ہوئے بولا "اللہ تعالیٰ ہم پر مہربان ہے۔ اس نے تمہارے جیسی خوب صورت شریک سفر دی ہے۔ ویسے ہمیں ایک بات نہیں بھولنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مصائب میں مبتلا کرکے آزماتا بھی ہے۔ ابھی ہمیں مسرتیں مل رہی ہیں آگے پتا نہیں نصیب میں کیا لکھا ہے۔"

وہ پیار سے بولی "نصیب میں جو بھی لکھا ہوگا۔ ہم اس میں برابر کے شریک رہیں گے۔ خوشیوں میں بھی ساتھ ساتھ ہیں۔ مصائب میں بھی ساتھ ساتھ رہیں گے۔"

کال بیل کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ صوفیہ نے پوچھا "کون آیا ہوگا؟"

"ہوٹل کا کوئی ملازم ہوگا۔"

اس نے وہاں سے چلتے ہوئے دروازے کے پاس آکر اسے کھولا۔ باہر دو افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بہت سارا سامان تھا۔ انہوں نے کہا "یہ سب آپ کے لیے ہے۔"

آفریدی انکار نہ کرسکا۔ ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ دونوں سامان لے کر اندر آئے پھر انہوں نے کہا "دروازہ اندر سے بند کردیں۔"

اس نے دروازہ بند کردیا پھر ان کے سامنے صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ ایک شخص نے کہا "کیا آپ دونوں اس بات پر حیران نہیں ہیں کہ بڑی آسانی سے آپ کے وہ تمام کام ہورہے ہیں جنہیں آپ خود کرنا چاہتے تو اتنی جلدی نہ کرپاتے۔"

دوسرے شخص نے کہا "آپ دونوں ممبئی سے یہاں چلے آئے۔ آپ کے کسی دشمن نے نہیں روکا۔ آپ کو آسانی سے یہاں آنے کا ویزا مل گیا۔ اب یہاں سے چین جانے کا ویزا بھی مل چکا ہے اور اب یہ آپ دونوں کے ٹکٹ ہیں۔ کل کی ایک بجے والی فلائٹ میں آپ دونوں کی سیٹیں ریزرو ہوچکی ہیں۔"

صوفیہ نے کہا "ہم دونوں حیران ہیں لیکن ہمارا ذہن کہتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے ہمارے لیے بہتر ہو رہا ہے۔ ہمیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچے گا۔"

دلیر آفریدی نے کہا "ہم نہیں جانتے کہ ہمارے دل میں اور دماغ میں ایسا اعتماد کیوں پیدا ہوگیا ہے۔ ابھی آپ... نوں

اندر آئے ہیں۔ میں کسی اجنبی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دیتا لیکن آپ یہاں موجود ہیں اور میں اعتراض نہیں کررہا ہوں۔"

ایک نے کہا "آپ دونوں نے بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے کا نام سنا ہے؟"

صوفیہ نے کہا "ہاں! میں اس ادارے کے بارے میں بہت کچھ سن چکی ہوں۔"

اس شخص نے کہا "ہمارا تعلق اسی ادارے سے ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کے بزرگ اور تمام منتظمین چاہتے ہیں کہ آپ دونوں ٹیلی پیتھی کی دنیا کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کریں۔ یہ معلومات رفتہ رفتہ حاصل ہوتی رہیں گی۔ ہم چند اہم باتیں آپ کو بتانے آئے ہیں۔"

وہ بتانے لگا "آفریدی صاحب! جب آپ مسجد اقصا میں نماز ادا کررہے تھے۔ ان لمحات میں جناب تمیرزی نے فیصلہ کیا تھا کہ آپ کو بابا صاحب کے ادارے میں ایک دن آنا ہے۔ اس سے پہلے آپ کو ایک مشن پر چین جانا ہے۔ اسی لیے آپ بے اختیار ممبئی سے سفر کرتے ہوئے اسلام آباد پہنچے ہیں اور اب جمہوریہ چین جائیں گے۔ آپ دونوں کے دماغوں میں ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں موجود رہتے ہیں۔ اگر وہ خیال خوانی کے ذریعے آپ لوگوں سے گفتگو کریں تو انہیں بالکل اپنا سمجھ کر ان سے گفتگو کیا کریں۔"

آفریدی نے کہا "وہ ہمارے دماغوں میں کیسے موجود رہتے ہیں؟ ہم تو اپنے دماغ میں آنے والوں کو چھینکیں مار کر بھگا دیتے ہیں۔"

"آپ پر روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا عمل کیا گیا ہے کہ آپ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے دماغوں میں محسوس نہیں کرتے ہیں۔ وہ اس وقت بھی آپ لوگوں کے دماغوں میں موجود ہیں اور آپ کو رفتہ رفتہ تمام اہم باتیں سمجھاتے رہیں گے۔"

آفریدی نے پوچھا "کیا ہمارے دماغوں میں رہنے والے ابھی ہم سے باتیں کرسکتے ہیں۔"

دوسرے ہی لمحے میں آفریدی نے اپنے اندر کسی اجنبی کی آواز سنی "مسٹر آفریدی! میں آپ سے مخاطب ہوں۔ آپ کے دماغ میں ہوں لیکن جب آپ اپنی ذات کے ساتھ تنہا ہوتے ہیں تو ہم آپ کے دماغوں سے چلے جاتے ہیں۔ آپ کی تنہائی میں اور آپ کے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ ہم پر اعتماد کریں اور ہماری ہدایات پر عمل کرتے رہیں۔"

دوسری طرف صوفیہ سے بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا سراغ رساں ایسی ہی باتیں کررہا تھا۔ صوفیہ نے آفریدی سے کہا "میں بھی اپنے دماغ میں ایک اجنبی کی باتیں سن رہی ہوں۔ اور ایسا لگ رہا ہے جیسے اب وہ ہمارے لیے اجنبی نہیں رہا ہے۔ ہمیں ان دماغوں میں رہنے والوں پر اعتماد کرنا چاہیے۔"

آفریدی نے کہا "ہم ممبئی سے یہاں تک ایسے حالات سے گزرتے آرہے ہیں کہ اب ہمیں بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں اور ٹیلی پیتھی جاننے والے دوستوں کے بارے میں یقین ہونے لگا ہے اور بے شک ہمیں ان پر اعتماد کرنا چاہیے۔"

ان دونوں کے دماغوں میں موجود دونوں سراغ رسانوں نے کہا "تم دونوں کا بے حد شکریہ۔"

وہ دو افراد جو سامان لے کر آئے تھے۔ ان میں سے ایک نے بڑے بڑے پیکٹس کھولتے ہوئے کہا "اس پیک میں تم دونوں کے لیے مخصوص ملبوسات ہیں۔ یہ ملبوسات برفانی علاقوں میں پہنے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دونوں کے لیے ایک ایک پیراشوٹ ہے۔ سفر کے دوران میں کچھ بھی ہوسکتا ہے لہٰذا یہ احتیاطی تدابیر کی جارہی ہیں۔"

آفریدی نے پوچھا "کیا ہمیں جہاز پر سوار ہونے سے پہلے پیراشوٹ باندھ کر جانا ہوگا۔"

"نہیں، تم دونوں اسے اپنے ساتھ رکھو گے۔ اسے کب پہننا ہے، کیا کرنا ہے۔ یہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں تمہارے دماغوں میں آکر بتاتے رہیں گے۔"

دوسرے نے کہا "یہ دو سوٹکیس ہیں۔ ایک کٹ میں مختلف قسم کے ٹن پیکڈ کھانے، دو شاٹ گن، دو ریوالور اور بے شمار بلٹس وغیرہ ہیں۔ دو ایر شوٹر اور نائلون کی رسیاں بھی ہیں۔ ان سب کا استعمال کب ہوگا، کیسے ہوگا۔ اس سلسلے میں بھی تمہارے دماغوں کو ہدایات ملتی رہیں گی۔"

وہ دونوں تقریباً ایک گھنٹے تک ان دونوں کو بہت سی باتیں بتاتے رہے اور سمجھاتے رہے۔ اس کے بعد ان سے مصافحہ کرکے رخصت ہوگئے۔ اس وقت شام کے چھ بج رہے تھے۔ آفریدی نے کہا "کیا خیال ہے کچھ چائے پی جائے، سینڈوچز وغیرہ کھائے جائیں؟"

"ہاں! ریفریشمنٹ ہال میں چلیں، کچھ کھائیں گے، اسلام آباد کی سیر کریں گے پھر رات کو دیر سے کسی ریسٹوران میں کھانا کھائیں گے۔"

آفریدی نے ایک کٹ کو کھولتے ہوئے کہا "ہمیں جتنی باتیں بتائی گئی ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے اطراف خطرات ہیں۔ لہٰذا ہمیں ابھی سے محتاط رہنا چاہیے۔" اس نے کٹ میں سے ایک ریوالور اور گولیاں نکال کر صوفیہ کو دیں۔ اس نے انہیں اپنے پرس میں رکھ لیا۔ آفریدی نے دوسرا ریوالور اپنے لباس میں چھپالیا۔ اس کے ساتھ والے کمرے میں ماسٹر شاؤچنگ چار سراغ رسانوں کے ساتھ آیا تھا اور چینی سراغ رساں سے ان کے بارے میں مزید معلومات حاصل کررہا تھا۔ اس چینی سراغ رساں نے کہا "دو افراد بہت سا سامان لے کر ان کے پاس آئے تھے پھر ان کے کمرے میں ایک گھنٹے تک رہنے کے بعد واپس گئے ہیں۔"

ماسٹر شاؤچنگ نے کہا "جیسا کہ ہمیں یقین ہوتا جارہا ہے۔ وہ نوجوان آفریدی بابا صاحب کے ادارے سے آیا ہے اور اس کے ساتھ جو ہے وہ اس کی وائف نہیں ہوگی وہ بھی بابا صاحب کے ادارے کی کوئی تربیت یافتہ ٹیلی پیتھی جاننے والی خطرناک قسم کی چالباز فائٹر ہوگی۔"

ایک سراغ رساں نے کہا "ہم ان سے محتاط رہ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ دونوں چین کیوں جارہے ہیں اور کیا پیغام لے کر جارہے ہیں یا کوئی ایسا تحریری معاہدہ جس پر وہ چینی اکابرین کے دستخط کراسکیں اگر ایسی چیزیں ہوں گی تو ہم انہیں یہیں ضائع کردیں گے۔"

ان کا ایک جاسوس کمرے کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اندر آکر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا "وہ دونوں اپنے کمرے کا دروازہ لاک کرکے کہیں جارہے ہیں۔"

ماسٹر شاؤچنگ نے موبائل نکال کر اس پر رابطہ قائم کیا اور کہا "وہ دونوں کمرے سے باہر نکل گئے ہیں۔ شاید ہوٹل کے باہر جائیں گے۔ ان کا تعاقب کرو اور جہاں جہاں وہ جاتے رہیں اپنے آدمیوں کو موبائل فون کے ذریعے اطلاع دیتے رہو۔ انہیں روکا جائے اور نہ ٹوکا جائے۔ صرف یہ معلوم کرتے رہو کہ وہ لوگ کہاں جارہے ہیں۔ ہم ابھی نکل رہے ہیں۔ ہمیں بتایا جائے کہ وہ لوگ کہاں پہنچ رہے ہیں۔ اس کے بعد ہم ان سے نمٹ لیں گے۔"

اس نے موبائل فون کو بند کیا۔ وہ سب کمرے سے باہر لفٹ میں آئے پھر انہوں نے گراؤنڈ فلور کا بٹن دبایا۔ لفٹ نیچے جانے لگی لیکن تیسری اور چوتھی منزل کے درمیان پہنچتے ہی اچانک رک گئی۔ ایک نے حیرانی سے کہا "یہ کیا ہوا؟"

ماسٹر شاؤچنگ نے جھنجلا کر کہا "ہمیں جلدی ہے اور یہ رک گئی ہے۔ نہ اوپر ہے نہ نیچے ہے۔"

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر الارم کا بٹن دبایا پھر انتظار کرنے لگا۔ تین چار منٹ کے بعد وہ غصے سے بڑبڑایا "کیا ہوٹل کی انتظامیہ سو رہی ہے، الارم نہیں سن رہی ہے؟"

اس نے پھر الارم کا بٹن دبایا پھر موبائل نکال کر نمبر پنچ ..... کرنے لگا۔ ایک چینی سراغ رساں نے الارم کا بٹن دبایا۔ ماسٹر شاؤچنگ نے غصے سے کہا "میں دو بار بٹن دبا چکا ہوں۔ تمہارے دبانے سے کیا انہیں خبر ہوجائے گی۔"

وہ ادب سے بولا "سر آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ نے دونوں بار الارم کا نہیں، دوسرا بٹن دبایا تھا۔"

وہ حیرانی سے بولا "کیا؟"

پھر اس نے دوسرے سراغ رساں سے پوچھا "کیا میں نے دوسرا بٹن دبایا تھا؟"

سراغ رساں نے کہا "جی ہاں! ہم سوچ رہے تھے۔ آپ وہ دوسرا بٹن دبا کر کیا کرنا چاہتے ہیں۔"

"تم لوگ گدھے ہو۔ جب میں نے غلط بٹن دبایا تھا تو تم اسی وقت الارم کا بٹن نہیں دبا سکتے تھے؟"

پھر وہ چونک کر بولا "کیا واقعی میں دو بار غلط بٹن دباتا رہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں ہے۔ اس نے میرے ذہن کو بہکا دیا تھا۔ میں پھر آزما کر دیکھتا ہوں۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر الارم کے بٹن کو دبایا۔ دوسرے سراغ رساں نے کہا "اس بار آپ نے صحیح بٹن دبایا ہے۔"

وہ اطمینان کی سانس لے کر بولا "میرے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ شاید میں غصے اور جھنجلاہٹ سے غلط بٹن دباتا رہا تھا۔"

چینی سراغ رساں نے کہا "سر! ہم اپنے اطمینان کے لیے اس الارم کے بٹن کو دبا رہے ہیں لیکن الارم کے بٹن کی سرخ روشنی روشن نہیں ہے۔ وہ بجھی ہوئی ہے اور اس لفٹ کے اندر والی لائٹ بھی بجھی ہوئی ہے۔"

ماسٹر شاؤچنگ نے کہا "لفٹ کے رکتے وقت ہی یہ لائٹ آف ہوگئی تھی۔ اس وقت تم لوگوں کی آنکھیں نہیں تھیں؟ اس وقت تم بتا نہیں سکتے تھے؟"

"ماسٹر آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اس لیے ہم نے کچھ نہیں کہا۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ میں آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور نہیں دیکھ رہا تھا۔ یعنی کہ میں اندھا ہوں۔"

"ماسٹر آپ غصہ نہ کریں۔ یہ سوچیں کہ لفٹ کیوں بند

ہوگئی ہے یا کسی نے جان بوجھ کر روک دی ہے تاکہ ہم ان دونوں کے تعاقب میں نہ جاسکیں۔"

ماسٹر شاؤچنگ نے تائید میں سرہلا کر کہا "کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

بیس منٹ کے بعد لفٹ میں روشنی ہوئی اور وہ نیچے کی طرف جانے لگے۔ گراؤنڈ فلور پر پہنچتے ہی لفٹ کا دروازہ کھلا۔ ہوٹل کا منیجر وہاں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا "سوری' آپ لوگ اتنی دیر لفٹ میں بند رہے۔ پتا نہیں کس نے صرف آپ ہی کی لفٹ کے تمام تار کاٹ دیے تھے۔ ابھی ہم نے انہیں جوڑ کر لفٹ کو کار آمد بنایا ہے۔"

وہ پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ لفٹ رکی نہیں تھی' روکی گئی تھی۔ وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے ہوٹل کے باہر آئے۔ پارکنگ ایریا میں ان کی ویگن کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ سب اس میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرکے تیزی سے احاطے کے باہر جانے لگے۔ ماسٹر شاؤچنگ موبائل فون کے ذریعے پوچھ رہا تھا "وہ دونوں کہاں ہیں؟"

جواب ملا "وہ دونوں شکر پڑیاں گئے ہیں۔"

شکر پڑیاں ایک پہاڑی پر بہت ہی خوب صورت پارک ہے۔ وہاں روشنی کا ایسا انتظام ہے کہ رات کے وقت بھی دن کا سماں رہتا ہے۔ ماسٹر شاؤچنگ نے کہا "وہ جگہ بہت مناسب ہے۔ ان دونوں کو پارک کے کسی ویران حصے میں ٹریپ کیا جاسکتا ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "آپ جلد آنے کی کوشش کریں' ورنہ وہ کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے۔"

"کیسے چلے جائیں گے؟ کیا ان کی نگرانی نہیں کررہے ہو؟"

"نگرانی تو کررہے ہیں۔ وہ کہیں جائیں گے تو ہم بھی ان کے پیچھے جائیں گے لیکن آپ تو انہیں شکر پڑیاں کے کسی حصے میں ٹریپ کرنا چاہتے ہیں۔"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔ ہم ابھی وہاں پہنچ رہے ہیں۔"

وہ موبائل فون کو بند کرکے بولا "جب میں امریکا میں تھا تو وہاں میرے ماتحت میرے ایک حکم پر تیر کی طرح ٹارگٹ تک پہنچتے تھے۔ یہاں کے مقامی کرائے کے آلہ کار کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔"

"آپ نے یہاں کے مقامی مجرموں کو خریدا ہے۔ یہ صحیح معنوں میں جاسوس نہیں ہیں۔ بس واردات کرنا جانتے ہیں۔"

وہ شکر پڑیاں پہنچ گئے۔ پارکنگ ایریا میں ویگن کار کو روکا۔ وہاں ان کا ایک مقامی جاسوس موجود تھا۔ اس نے کہا "وہ دونوں ہماری نظروں میں ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ آئیں۔"

ماسٹر شاؤچنگ نے کہا "ہم سب کا ایک ساتھ ان کے سامنے جانا مناسب نہیں ہے۔"

اس نے اپنے چینی جاسوس سے کہا "تم میرے ساتھ آؤ۔ باقی یہاں رہیں گے۔"

وہ مقامی جاسوس کے ساتھ چلتا ہوا تھوڑی دور تک گیا پھر اس مقامی جاسوس نے کہا "وہ دیکھیں دور اسنیک بار کے سامنے وہ دونوں بیٹھے چائے پی رہے ہیں۔"

شاؤچنگ نے کہا "اب تم واپس جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ شاؤچنگ نے اپنے چینی ماتحت سے کہا "ہوشیار رہنا۔ وہاں پہنچتے ہی لوگوں کی نظریں بچا کر انہیں گن پوائنٹ پر رکھ لینا۔"

اس کے ماتحت نے کہا "میں انہیں ان کی جگہ سے ہلنے نہیں دوں گا۔ وہ اپنی جگہ بیٹھے رہیں گے آپ کی باتیں سنتے رہیں گے اور آپ کی باتیں مانتے رہیں گے۔"

وہ دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس میز کے پاس آئے جس کے اطراف صوفیہ اور آفریدی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں بھی اس میز کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔ صوفیہ نے ناگواری سے کہا "یہ کیا حرکت ہے؟ یہاں بیٹھنے سے پہلے ہم سے اجازت طلب کرنا چاہیے تھا۔"

شاؤچنگ نے کہا "سوری' اب اجازت طلب کررہے ہیں۔ ہمیں یہاں بیٹھنے دو ہم کچھ کام کی باتیں کریں گے۔"

آفریدی نے کہا "صوفیہ انہیں بیٹھنے دو۔ یوں بھی ہم چین جارہے ہیں اور یہ چینی باشندے ہیں۔"

شاؤچنگ نے پوچھا "تم دونوں چین کیوں جارہے ہو؟"

"اس لیے کہ ہمیں شوگر کی بیماری نہیں ہے۔ ہم چینی بہت پسند کرتے ہیں۔"

"میری بات کو مذاق میں نہ اڑاؤ۔ میں یہاں سنجیدہ معاملے پر گفتگو کرنے آیا ہوں۔"

"وہ سنجیدہ معاملہ کیا ہے؟"

"میں ابھی سوال کرچکا ہوں تم دونوں چین کیوں جارہے ہو؟"

"ہماری شادی ہوئی ہے۔ ہم ہنی مون منانے جارہے ہیں۔"

"پھر احمقانہ جواب دے رہے ہو۔ چین کوئی ہنی مون منانے کی جگہ نہیں ہے۔"

آفریدی نے کہا "کیسی بچوں جیسی باتیں کررہے ہو۔ ن میں تقریباً ڈیڑھ ارب افراد ہیں۔ یہ سب شادی کرنے بعد ہنی مون کہاں مناتے ہوں گے؟"

چینی ماتحت نے کہا "اے مسٹر! تم ابھی ہماری باتوں کو ن میں اڑانا بھول جاؤ گے۔ ذرا میز کے نیچے دیکھو میرے ہ میں ریوالور ہے اور تم اس کے نشانے پر ہو۔"

آفریدی نے کہا "نہ تم میز کے نیچے دیکھ رہے ہو نہ میں یکھ رہا ہوں۔ عجیب اتفاق ہے کہ تمہارا یہ ساتھی میرے یوالور کے نشانے پر ہے۔"

شاؤچنگ نے ایک دم سے بوکھلا کر پوچھا "کیا؟... یکھو۔ دیکھو گولی نہ چلانا۔"

اس نے ریوالور کو دیکھنے کے لیے ذرا میز کے نیچے سر کایا۔ چینی سراغ رساں کی توجہ ذرا اس کی طرف ہوئی۔ فریدی نے میز کے نیچے سے ہی اس چینی ماتحت کو ایک زور ار لات ماری وہ کرسی سمیت پیچھے الٹ گیا پھر اس سے پہلے ہ وہ زمین پر سے اٹھتا۔ آفریدی نے چھلانگ لگا کر قریب نچ کر اپنا ایک پیر اُس کے ریوالور والے ہاتھ پر رکھ دیا۔

وہ تکلیف سے چیخ پڑا۔ جوتوں سمیت اس کے پاؤں کا زن ایسا تھا کہ کلائی ٹوٹتی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ اس کی لیاں ڈھیلی پڑ گئیں۔ ریوالور کو گرفت میں نہ رکھ سکیں۔ فائر کھڑے ہوئے اور دوسری میزوں کے اطراف بیٹھے ئے لوگ قریب آنے لگے۔ آفریدی نے جھک کر اس کے ریوالور کو اٹھایا پھر لوگوں کو دکھاتے ہوئے کہا "یہ اس کھلونے سے کھیلنے آیا تھا۔ اب یہ کھلونا اس کی موت بن سکتا ہے۔"

ایک شخص نے حیرانی سے کہا "چین تو ہمارا بہترین دوست ہے پھر یہ چینی تمہارا دشمن کیوں ہے؟"

صوفیہ نے آگے بڑھ کر کہا "اس کا تعلق چین سے نہیں ہے۔ آپ لوگ ایک ہی جیسی شکل و صورت سے دھوکا نہ کھایا کریں۔ یہ لوگ برٹش ہانگ کانگ یا امریکی چائنا ٹاؤن سے آتے ہیں اور طرح طرح کی سازشوں سے پاکستان اور چین کی دوستی کو کمزور بنانا چاہتے ہیں۔"

پاکستانی عوام چین سے گہری دوستی کے جذبات رکھتے ہیں۔ چینیوں کے خلاف کوئی بات ہو تو سننا گوارا نہیں کرتے ہیں۔ انہوں نے جب سنا کہ چینی سراغ رساں دشمن ہیں تو ان کی پٹائی کرنے لگے۔ کچھ تعلیم یافتہ لوگوں نے سمجھایا "ان کے ہاتھ میں نہ لو۔ یہ غیر ملکی دشمن ہیں۔ اسے تھانے لے چلو۔"

مگر لوگ جوش اور جذبات میں آتے ہیں تو پھر کسی کی نہیں سنتے۔ انہوں نے اس چینی سراغ رساں کو مارتے مارتے ادھ مرا کردیا۔ ایک پولیس انسپکٹر اور چار سپاہی آگئے۔ انہوں نے بڑی مشکلوں سے لوگوں کو دور کرتے ہوئے اس چینی سراغ رساں کو اپنی سیکیورٹی میں لیا۔ آفریدی سے بولا "اس کا ریوالور ہمیں دو اور تھانے چل کر اپنا بیان لکھواؤ۔"

آفریدی نے کہا "ہم بھی غیر ملکی ہیں۔ کل چین جانے والے ہیں۔ تھانے' پولیس کے چکر میں اپنا وقت ضائع نہیں کریں گے۔ آپ سفارتی سطح پر کارروائی کریں' پرل ہوٹل کے کمرا نمبر ۱۷۷ میں آئیں۔ ہم اپنا بیان دیں گے۔"

صوفیہ اور آفریدی نے انہیں اپنے کاغذات دکھائے۔ پولیس انسپکٹر کسی بھی غیر ملکی کو جبراً تھانے نہیں لے جاسکتا تھا۔ اس نے کہا "ٹھیک ہے' ہم سفارتی سطح پر کارروائی کریں گے۔"

آفریدی نے کہا "اس کے ساتھ ایک اور چینی شخص ہے۔"

ان سب نے آس پاس اور دور تک دیکھا۔ شاؤچنگ نظر نہیں آیا۔ اس ہنگامے کے دوران میں بھیڑ لگنے سے فائدہ اٹھا کر فرار ہوگیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دو سراغ رساں صوفیہ اور آفریدی کے دماغوں میں سیکیورٹی گارڈ کی حیثیت سے رہتے تھے۔ ان میں سے ایک نے آفریدی سے کہا "آپ یہاں سے چلیں۔ ہم جانتے ہیں۔ وہ کہاں گیا ہے۔"

صوفیہ اور آفریدی وہاں سے چلتے ہوئے پارکنگ ایریا میں اپنی رینٹڈ کار کے پاس آئے۔ صوفیہ نے کہا "میں ڈرائیو کروں گی۔ تم آرام سے بیٹھو اور اپنے دماغ میں آنے والے محافظ سے باتیں کرو۔"

وہ دونوں کار میں بیٹھ گئے۔ صوفیہ نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے' شکر پڑیاں سے باہر نکل گئی۔

شاؤچنگ نے موقع سے فائدہ اٹھایا تھا۔ جب وہاں بھیڑ لگنے لگی اور اس کے چینی ماتحت کی پٹائی ہونے لگی تو وہ وہاں سے فوراً ہی نکل بھاگا۔ دوڑتا ہوا ویگن کار کے پاس آیا۔ وہاں اس کے چار سراغ رساں انتظار کررہے تھے۔ اس نے کہا "فوراً گاڑی اسٹارٹ کرو۔ یہاں سے نکل چلو گرز ہوگئی ہے۔"

وہ سب گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ایک نے اسے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے آپ کا وہ ماتحت کہاں

ہے؟"

شاؤچنگ جھوٹ بولنے لگا "اسی کم بخت کی بے وقوفی کی وجہ سے کام بگڑ گیا ہے۔ اس نے وہاں پہنچ کر میز کے نیچے ریوالور نکال کر ان میاں بیوی کو دھمکی دی تھی لیکن وہ نوجوان بہت ہی پھرتیلا تھا۔ اس نے جوابی حملہ کرتے ہوئے اچانک اسے ٹھوکر ماری وہ ریوالور سمیت پیچھے جا کر زمین پر گر پڑا۔ اس طرح وہ قابو میں آگیا۔ لوگ اسے غیر ملکی جاسوس سمجھ کر پیٹنے لگے اگر میں وہاں سے بھاگ کر نہ آتا تو پتا نہیں وہ لوگ میرا کیا حال کرتے پھر میں تھانے' پولیس کے چکر میں پھنس جاتا۔"

ایک سراغ رساں نے کہا "اگر میں آپ کے ساتھ جاتا تو انہیں گن پوائنٹ پر لے آتا۔ یہ اب تک معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ یہاں کیا کررہے ہیں اور چین کس لیے جانے والے ہیں۔"

"ایک تو وہ پیرس سے آئے ہیں دوسرے یہ کہ چین جارہے ہیں۔ تیسرے یہ کہ وہ نوجوان بہت ہی پھرتیلا اور زبردست فائٹر ہے۔ ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ اس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ اب سمجھنے کے لیے کچھ نہیں رہا ہے۔"

"بہت کچھ ہے۔ یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ چین کیوں جارہا ہے؟ اس کے ساتھ ضرور بابا صاحب کے ادارے کا خفیہ پیغام ہوگا اور چین سے ہونے والے معاہدے کی دستاویزات ہوں گی۔"

دوسرے سراغ رساں نے کہا "وہ دستاویزات ہمارے ہاتھ لگ جائیں گی تو بابا صاحب کے ادارے کے خلاف تحریری ثبوت مل جائے گا۔ وہ مسلمان اس بات سے انکار نہیں کرسکیں گے کہ امریکا کے خلاف وہ چین میں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار پنپا رہے ہیں اور یہ معاہدہ ہوتے ہی چین نے تھائی لینڈ میں ہماری امدادی فوج کے کیمپ کو تباہ کردیا ہے۔"

شاؤچنگ نے کہا "ان میاں بیوی کے پاس ضرور اہم دستاویزات ہوں گی۔ وہ کل یہاں سے جارہے ہیں۔ ابھی کافی وقت ہے ان سے وہ دستاویزات چھین سکتے ہو لیکن پہلے مجھے میری خفیہ رہائش گاہ تک پہنچادو۔"

"کیا آپ ان دونوں کو ٹرپ کرنے کے لیے ہمارے ساتھ نہیں رہیں گے؟"

"کیسے رہ سکتا ہوں؟ وہ میرا ماتحت پتا نہیں پولیس والوں کے سامنے کیا کچھ اگل دے گا۔ ہوسکتا ہے وہ انہیں میری رہائش گاہ تک لے آئے۔ اسی لیے میں اپنی خفیہ رہائش گاہ میں جاکر چھپنا چاہتا ہوں۔ جب تم ان سے دستاویزات چھین لوگے' ہمارا کام بن جائے گا تب میں پولیس والوں کا سامنا کروں گا۔"

وہ چار سراغ رساں اسے اس کی خفیہ رہائش گاہ پر لے آئے۔ اس نے کہا "میرے ساتھ آکر اندر بیٹھو اور یہ بتاؤ کہ ان دونوں کا تعاقب کس طرح کرو گے؟ میں نہیں چاہتا کہ میرے اس ماتحت کی طرح تم لوگ بھی کام بگاڑ دو۔"

وہ سب اس کے ساتھ اس بنگلے کے اندر آئے۔ ڈرائنگ روم میں آکر صوفوں پر بیٹھ گئے۔ ایسے ہی وقت شاؤچنگ نے اپنے موبائل سے بزر کی آواز سنی۔ اس نے موبائل فون نکال کر اسے آن کیا پھر کان سے لگا کر بولا "ہیلو۔!"

اسے آواز سنائی دی "ہیلو! تم کہاں پہنچ کر جاؤ گے تمہارے اس ماتحت نے ہمیں تمہارا یہ موبائل نمبر بتایا ہے بہتر ہے خود کو قانون کے حوالے کردو' ورنہ ہم ثابت کردیں گے کہ تم ملک دشمن سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہو۔"

شاؤچنگ نے کہا "موبائل فون نمبر معلوم ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ تم میری خفیہ پناہ گاہ تک کبھی پہنچ نہیں پاؤ گے۔ کبھی مجھے تلاش نہیں کرپاؤ گے۔"

یہ کہہ کر اس نے موبائل فون کو آف کردیا۔ وہ چاروں سراغ رساں اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ بولا "وہی نوجوان تھا' وہ دعویٰ کررہا تھا کہ مجھے ملک کا دشمن ثابت کرسکتا ہے۔"

ایک سراغ رساں نے کہا "مسٹر شاؤچنگ! آپ کو کیا ہوگیا ہے؟ وہاں ہوٹل سے آتے وقت آپ نے لفٹ کے اندر بار بار الارم کے بٹن کو دبایا جبکہ وہاں کی بجلی گئی ہوئی تھی۔ اب یہاں اپنا فون نکال کر اسے آن کرکے نمبر بھی پنچ نہیں کیے اور یونہی بات کرنے لگے۔"

"میں نمبر کیوں پنچ کروں گا۔ دوسری طرف سے کال آئی تھی۔ کیا تم نے بزر کی آواز نہیں سنی تھی؟"

دوسرے سراغ رساں نے کہا "ہم میں سے کسی نے نہیں سنی تھی۔ فون خاموش تھا۔ آپ نے خوا مخواہ اسے نکال کر اسے کان سے لگا کر پتا نہیں کس سے بات کی ہے۔"

ایک اور سراغ رساں نے کہا "یہ کس سے بات کریں گے؟ ان کے فون پر تو کسی نے کال نہیں کی تھی۔"

شاؤچنگ اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگا۔ اس نے صاف طور سے کسی کی آواز سنی تھی اور وہ اس بات کا یقین نہیں کرسکتا تھا کہ وہ آواز فون کے ذریعے آئی تھی یا دماغ میں کوئی بول رہا تھا؟

جب خیال خوانی کے ذریعے غائب دماغ بنا کر بات کی جائے تو پتا نہیں چلتا کہ وہ باتیں دماغ میں رہ کر بولی جارہی ہیں یا فون کے ذریعے بولی جارہی ہیں۔

وہ صوفے کے پاس آیا پھر گرنے کے انداز میں اس پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد بولا "میں ایب نارمل نہیں ہوں۔ لفٹ میں بھی نارمل تھا لیکن میں بے اختیار الارم کے بٹن کو دباتا رہا تھا۔ ابھی پورے ہوش و حواس میں رہ کر تم لوگوں سے گفتگو کررہا ہوں پھر میں نے فون پر ایسی باتیں کیوں کیں؟ تم لوگوں کو کیسے سمجھاؤں کہ دوسری طرف سے کوئی بول رہا تھا۔"

ایک نے کہا "اب تو یقین کرنا پڑے گا کہ خیال خوانی کے ذریعے کوئی آپ کے دماغ میں آیا ہے۔ اسی نے لفٹ میں آپ کو غائب دماغ بنا کر الارم کا بٹن بار بار دبانے پر مجبور کیا تھا اور اب اسی نے آپ کے دماغ میں رہ کر آپ کو یہ سمجھایا کہ موبائل فون پر آپ کی کال ہے۔ آپ نے فون نکال کر اسے کان سے لگالیا' بات بھی کی جبکہ ہم سب سن رہے ہیں فون پر بزر کی آواز سنائی نہیں دی تھی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "اب مجھے بھی شبہ ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آیا ہے۔"

ایک نے کہا "کوئی اور نہیں آیا ہے۔ وہی نوجوان اور اس کی بیوی دونوں ہی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

وہ سہم کر بولا "نہیں' ایسا نہ کہو اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو یہ بھی جان گئے ہوں گے کہ یہ خفیہ پناہ گاہ کہاں ہے۔ وہ ادھر سیدھے چلے آئیں گے۔"

ایک نے پوچھا "ابھی تم نے اس فون پر یعنی اپنے دماغ میں اسی نوجوان کی آواز سنی تھی؟"

"ہاں! میں اس پارک میں اس کے قریب میز پر بیٹھا تھا۔ میں نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح سنا تھا۔ مجھے یاد ہے اور ابھی دماغ میں یا فون پر وہی آواز وہی لب و لہجہ سنائی دے رہا تھا۔"

"پھر تو اس میں شبے کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔ وہ نوجوان ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ابھی آپ کے دماغ میں بول رہا تھا۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر بولا "میں یہاں نہیں رہوں گا۔ بلکہ ہم سب کو فوراً یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔"

ایک سراغ رساں نے پوچھا "بھاگ کر کہاں جائیں گے؟ اس نے تو آپ کے ذریعے ہماری آوازیں بھی سنی ہوں گی۔ وہ ہمارے دماغوں میں بھی آتا ہوگا۔ جب تک وہ ہمیں مخاطب نہیں کرے گا ہمیں پتا نہیں چلے گا لیکن ہمیں یقین ہے کہ ہم سب بری طرح ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں پھنس گئے ہیں۔"

"اوہ گاڈ! میں کیا کروں؟"

"ہماری سلامتی اسی میں ہے کہ ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آجائے اور ہماری مدد کرے۔"

شاؤچنگ نے فوراً ہی ہاٹ لائن پر امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا پھر اسے اپنے خیالات بتاتے ہوئے کہا "ہم بڑی مصیبت میں ہیں۔ وہ نوجوان اور اس کی بیوی دونوں ہی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور وہ ہمارے دماغوں میں آرہے ہیں۔"

دوسری طرف سے اعلیٰ افسر نے جواب نہیں دیا۔ سب ہی نیلماں سے خوف زدہ تھے کہ وہ یوگا جاننے والوں کے بھی دماغوں میں گھس آتی ہے جبکہ تھری جے وغیرہ نے کئی اکابرین کے دماغوں کو مقفل کردیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد شاؤچنگ نے اپنے دماغ میں آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا "ہیلو شاؤچنگ! فوج کے اعلیٰ افسر نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ مجھے صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ تم سب کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی جاننے والے آرہے ہیں۔"

"ہاں! پلیز میرے دماغ میں رہو اگر وہ آئیں تو فوراً ہی انہیں بھگا دو۔ انہیں میرے اندر ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہ رہنے دو۔"

"میں تمہارے اور ان سراغ رسانوں کے دماغوں سے کسی کو بھاگنا نہیں سکوں گا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے یوگا کے ماہر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے دماغ میں نہیں آنے دیں گے پھر میں کیسے ان کا راستہ روک سکوں گا؟"

"مجھ سے پوچھ رہے ہو' کیسے راستہ روکو گے؟ تم ہمارے ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔ تمہارا فرض ہے کسی طرح بھی ہماری حفاظت کرو۔"

"زندہ سلامت رہنا چاہتے ہو تو ایک ہی راستہ ہے۔ فوراً یہ شہر اور یہ ملک چھوڑ کر چلے جاؤ۔ تم ان کے راستے کی رکاوٹ نہیں بنو گے تو وہ بھی تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"کیا تم نے برے وقت میں بھاگنے کا مشورہ دینے کے لیے ٹیلی پیتھی سیکھی ہے؟"

"بکواس مت کرو۔ اس شہر کو فوراً چھوڑ دو۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یقین ہوجائے گا کہ اب تم ان کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنو گے۔"

"ٹھیک ہے' میں ابھی اس شہر کو چھوڑ رہا ہوں۔ میرے ساتھ یہ چاروں سراغ رساں بھی جائیں گے کیونکہ وہ ان سب کے دماغوں میں آنے لگے ہیں لیکن ان کے پاس جو اہم دستاویزات ہیں ان کو بھی حاصل کرنا ہے۔"

"وہ دستاویزات حاصل کرنا ہماری ذمے داری ہے۔ تم جاؤ۔"

اس نے چاروں سراغ رسانوں سے کہا "چلو ویگن کار کی ٹنکی فل کرالو۔ ہم ابھی لاہور چلیں گے۔"

وہ اپنا ضروری سامان ایک اٹیچی میں رکھ کر ان کے ساتھ جانے لگا۔ اس وقت اس کے دماغ میں آواز ابھری "ہیلو شاؤچنگ! اگر تمہارے دماغ میں تمہارا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے تو یہ سن لے کہ تم یہاں سے جانے کے بعد بھی زندہ نہیں رہو گے کیونکہ یہاں کل یا پرسوں پھر واپس آؤ گے۔ ہمارا کچھ نہیں بگاڑو گے لیکن ہمارے بعد یہاں جو لوگ آتے جاتے ہیں انہیں نقصان پہنچاؤ گے۔"

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا کینی ہال اس وقت شاؤچنگ کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے کہا "مسٹر! میں تمہاری آواز سن رہا ہوں۔ یہ نہیں جانتا کہ کون ہو۔ میرے لیے اتنا یقین کرنا ہی کافی ہے کہ تمہارا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ میں یہ نیک مشورہ تمہیں مفت دے رہا ہوں کہ شاؤچنگ اور ان چاروں سراغ رسانوں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ ورنہ کل تم اپنی اس بیوی یا گرل فرینڈ کے ساتھ چین جانے والے طیارے میں سوار نہیں ہو سکو گے۔"

"کل بہت دور ہے۔ ابھی ہم ایک ریستوران میں کھانا کھانے جا رہے ہیں۔ پہلے ہمیں کھانے سے روک دو' بعد میں ہمیں چین جانے سے روکنا۔"

وہ سب ویگن کار میں جا رہے تھے۔ شاؤچنگ نے کہا "اے مسٹر! ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے! تم خاموش کیوں ہو گئے؟ ہمارے دشمن کی بات کا جواب دو۔"

"یُو شٹ اَپ! تم خاموشی سے جاؤ یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا۔"

"جب تک ہم لاہور نہ پہنچیں' ہمارے دماغ میں رہو۔ ورنہ یہ کہیں بھی' ہمارے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہے۔"

"میں تم لوگوں کی حفاظت کے لیے آیا ہوں اور حفاظت سے اس شہر کے باہر چھوڑ دوں گا۔"

"نہیں لاہور تک ہمارے ساتھ رہو۔"

"پتا نہیں کتنے گھنٹوں کا سفر ہے۔ میری دوسری بہت اہم مصروفیات ہیں۔ میں صرف تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔"

شاؤچنگ نے کہا "میں ہاٹ لائن پر امریکا بات کروں گا پھر وہ تمہیں ہمارے ساتھ رہنے پر مجبور کر دیں گے۔"

دوسری سوچ کی لہر ابھری۔ آواز آئی "تم دونوں آپس میں کیوں لڑ رہے ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ شہر سے باہر جاؤ گے تو نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن باہر نہیں جا سکو گے اسی شہر میں رہو گے اور نقصان اٹھاتے رہو گے۔"

کینی ہال نے کہا "میں ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈے جانتا ہوں۔ یہ سمجھ رہا ہوں کہ تم کیا کرو گے۔ تم اس گاڑی کے ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر ان پانچوں کو کسی حادثے سے دو چار کرو گے۔ میں جا رہا ہوں اور اس ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر رکھوں گا۔"

شاؤچنگ نے چیخ کر کہا "نہیں... ہرگز نہیں۔ میرے دماغ سے نہ جانا۔ تم میرے پاس رہو۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ ڈرائیور نے کہا "مسٹر شاؤچنگ آپ اطمینان سے بیٹھے رہیں۔ میں اس ڈرائیور کی زبان سے بول رہا ہوں۔ آپ لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

ان کی گاڑی راولپنڈی کی ایک شاہراہ سے گزر رہی تھی۔ اچانک ایک سراغ رساں نے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ گاڑی کی رفتار بہت تیز تھی۔ وہ چھلانگ لگاتے ہی بجلی کے کھمبے سے ٹکرایا۔ گاڑی اچانک رک گئی پھر اس میں بیٹھے ہوئے اس کے ساتھی اس کے پاس آئے تو دیکھا۔ وہ بجلی کے کھمبے سے ٹکرانے کے بعد تڑپ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ قریب جا کر اسے سہارا دیتے۔ اس نے دم توڑ دیا۔ کینی ہال نے شاؤچنگ سے کہا "تم سب فوراً یہاں سے جاؤ۔ ورنہ پولیس کیس میں پھنس جاؤ گے۔"

وہ سب کے سب دوڑتے ہوئے گاڑی میں واپس آ کر بیٹھ گئے۔ شاؤچنگ نے کہا "میں نے پہلے تم سے کہا تھا میرے دماغ میں رہو۔ وہ دشمن مجھے بھی چلتی گاڑی سے چھلانگ لگانے پر مجبور کرے گا۔"

کینی ہال نے کہا "میں تمہارے دماغ میں رہوں گا تو وہ گاڑی چلانے والے کے دماغ پر قبضہ جمائے گا اور اس گاڑی کو کہیں لے جا کر ٹکرا دے گا۔"

وہ بحث میں الجھ گئے تھے اور گاڑی چلانے والا غائب دماغ ہو گیا تھا۔ گاڑی کو تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا پولیس اسٹیشن کے احاطے میں لے کر آیا پھر اس نے وہاں کی ایک دیوار سے اسے ٹکرا دیا۔ ٹکرانے کی زبردست تھی کہ اندر بیٹھے ہوئے تمام افراد ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ آگے بیٹھنے والے ونڈ اسکرین کے شیشے سے ٹکرائے تو شیشہ چکنا چور

ہو گیا اور وہ دونوں لہولہان ہو گئے۔

بہت سارے سپاہی دوڑتے ہوئے وہاں آئے۔ کینی ہال نے کہا "لعنت ہے تم لوگوں پر' آخر پولیس کے ہتھے چڑھنے آ گئے۔"

اس بار شاؤچنگ کوئی جواب نہ دے سکا۔ اگلی سیٹ پر بیٹھنے کے باعث وہ ونڈ اسکرین کے شیشے سے ٹکرایا تھا۔ ٹوٹے ہوئے شیشے کے درمیان اس کی گردن پھنس گئی تھی۔ ایک شیشے کی نوک اس کے حلق میں پیوست ہو گئی تھی۔ وہ ذرا سا تڑپنے کے بعد ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔

○☆○

نارنگ نے پہلے صوفیہ اور دلیر آفریدی میں زیادہ دلچسپی نہیں لی تھی۔ اس نے الپا سے کہا تھا اگر دلیر آفریدی میں کوئی غیر معمولی صلاحیت ہو گی تو اسے اپنا معمول بنا کر اس کی صلاحیت سے فائدہ اٹھائے گا۔

جب نارنگ' صوفیہ کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے اور اس پر تنویمی عمل کرنے میں ناکام ہوا' تب اسے یقین ہوا کہ دلیر آفریدی ایک غیر معمولی جوان ہے۔

وہ ثانی کو نیلماں سمجھ رہا تھا اور ثانی' نیلماں کی حیثیت سے اس کی بیٹی بن گئی تھی۔ اس نے ثانی کو مخاطب کیا "نیلماں! بڑی حیرانی کی بات ہے؟"

ثانی نے ہی آمنہ کے ذریعے صوفیہ اور آفریدی پر روحانی عمل کرایا تھا۔ وہ انجان بن کر نارنگ سے بولی "کیا ہوا باپو؟"

وہ بولا "پہلے ہم صوفیہ کے دماغ میں آسانی سے پہنچ گئے تھے۔ دلیر آفریدی نے صوفیہ کو چھینکنے کے لیے کہا تو اس کے چھینکتے ہی ہم اس کے دماغ سے باہر نکل گئے تھے۔"

"یہ تو میں جانتی ہوں مگر حیرانی کی بات کیا ہے؟"

"اس دلیر آفریدی نے صوفیہ پر کسی طرح کا عمل کیا ہے۔ میں اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہتا ہوں مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے باپو؟"

"یہی ہو رہا ہے۔ ابھی صوفیہ کے دماغ میں چل کر دیکھو۔"

وہ نارنگ کے ساتھ خیال خوانی کے ذریعے صوفیہ کے دماغ میں آئی۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ دونوں اس کے دماغ سے نکل آئے پھر انہوں نے دلیر آفریدی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو وہاں بھی ناکامی ہوئی۔ وہ بولی "باپو! ان دونوں میں کوئی غیر معمولی صلاحیت نہیں تھی پھر وہ پندرہ بیس منٹ کے اندر ہی خیال خوانی کی لہروں سے محفوظ کیسے ہو گئے؟"

"نیلماں بیٹی! میری عقل کام نہیں کر رہی ہے۔"

"باپو! یہ بڑا پیچیدہ معاملہ ہے۔ آپ اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں اپنے معاملات میں بہت مصروف ہوں۔ ابھی جا رہی ہوں۔ جلد ہی آپ سے رابطہ کروں گی۔"

ثانی' نیلماں کی حیثیت سے اسے الجھا کر چلی گئی۔ نارنگ کے دماغ میں یہ بات نقش ہو گئی کہ دلیر آفریدی چھپا رستم ہے۔ بہت گہرا ہے۔ کسی نہ کسی طرح اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہیے۔ کسی نہ کسی طرح اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہیے۔ اسے تلاش کرنا' اس کا سامنا کرنا' پھر اسے ٹریپ کرنا چاہیے۔

اس نے سوچا "اس سلسلے میں الپا سے بات کرنا چاہیے لیکن الپا نے وچ ڈاکٹر کے ذریعے اپنے دماغ کو بظاہر مردہ بنا لیا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ نہیں کر سکتا تھا۔ بھیما کے ذریعے رابطہ ہو سکتا تھا۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بھیما کے دماغ میں پہنچا مگر اس نے سانس روک لی۔ ایسا پہلے نہیں ہوا تھا۔ بھیما اس کی آمد پر سانس نہیں روکتا تھا۔ اب یہ سمجھ میں آیا کہ الپا نے اس کے دماغ کو بھی لاک کر دیا ہے۔

وہ دوسری بار اس کے دماغ میں پہنچتے ہی بولا "بھیما! میں ہوں نارنگ۔ مجھ سے بات کرو۔ سانس نہ روکو۔"

اس نے سانس روک لی۔ نارنگ کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ ویسے اس کے دماغ میں چند سیکنڈ رہ کر یہ معلوم ہوا کہ وہ ممبئی کے مضافات میں بھوانی گھاٹ کے ٹیلا کنارے بیٹھا ہوا ہے۔

نارنگ فوراً ہی اپنی جھونپڑی سے باہر آ کر ایک پکی سڑک کی طرف جانے لگا۔ وہ بھی تپسیا کے دوران ممبئی کے مضافات کے ایک شمشان گھاٹ میں رہتا تھا۔ آئندہ ایک شان دار شہری زندگی گزارنے والا تھا۔

وہ پکی سڑک پر پہنچا۔ وہاں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ ایک شخص کار کا پہیہ بدل رہا ہے۔ دو افراد کار سے ٹیک لگائے باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک باتوں کے دوران میں ایک ریوالور کو رومال سے پونچھ رہا تھا۔ نارنگ نے ان کے پاس آ کر کہا "میں بھوانی گھاٹ جانا چاہتا ہوں۔ یہاں سے صرف سات کلومیٹر ہے۔"

ریوالور والے نے پوچھا "تم بھوانی گھاٹ جا رہے ہو' ہم کیا کریں؟"

دوسرے نے کہا "پوچھتے کیا ہو؟ یہ اپنے باپ کی گاڑی سمجھ کر بیٹھنا چاہے گا۔"

نارنگ نے ایک میلی سی دھوتی پہنی ہوئی تھی۔ جسم کا اوپری حصہ ننگا تھا۔ حلیے سے ننگا بھوکا دکھائی دیتا تھا۔ چالیس دنوں کی تپسیا سے فارغ ہونے کے بعد وہ تین دنوں سے کالے عمل میں مصروف رہا تھا۔ اس لیے حلیے سے "جی مائی باپ" کہنے والا غریب محتاج دکھائی دے رہا تھا۔

کار کا پیسہ تبدیل ہو چکا تھا۔ پیسہ تبدیل کرنے والے نے نارنگ سے کہا "اپنا حال دیکھو۔ ہمارے ساتھ بیٹھنے کے قابل نہیں ہو۔ بولو تو تمہیں ڈکی میں ڈال کر لے جائیں گے۔"

اس بات پر وہ تینوں ہنسنے لگے۔ نارنگ ان تینوں کو خیال خوانی کے ذریعے ہلاک کر کے کار لے جا سکتا تھا لیکن اس نے ریوالور والے سے کہا "تمہارا نام رگھو ناتھ ہے۔ میں تم تینوں کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ ہائی وے چھوڑ کر اس راستے سے ممبئی جا رہے ہو کیونکہ کار کی سیٹوں کے نیچے پچیس کلو ہیروئن کے پیکٹس رکھے ہوئے ہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ تینوں چونک گئے۔ رگھو ناتھ نے تیزی سے قریب آ کر پوچھا "کون ہو تم؟ تمہیں چھپے ہوئے مال کی خبر کیسے ہو گئی؟"

"میں انتر گیانی ہوں۔ میرے منہ نہ لگو۔ مجھے بھوانی گھاٹ پہنچاؤ گے تو تمہارا مال بھی خیریت سے پہنچ جائے گا۔"

ایک شخص نے کہا "رگھو! یہ بہت خطرناک ہے۔ آگے جا کر ہمارا مال پکڑوا دے گا۔ اسے یہیں ٹھائیں کر دو۔"

نارنگ نے رگھو کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ریوالور کو سیدھا کیا پھر ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ شخص ٹھائیں ہو گیا' جو نارنگ کو ہلاک کرنے کی بات کر رہا تھا۔ دوسرے ساتھی نے حیرانی سے کہا "رگھو! یہ تم نے کیا کیا؟ اپنے ہی ساتھی کو گولی مار دی؟ لاؤ ریوالور مجھے دو۔"

اس نے ریوالور چھین لیا۔ رگھو حیرانی سے نارنگ کو دیکھ رہا تھا۔ نارنگ نے کہا "میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا' میرے منہ نہ لگو۔"

ریوالور چھیننے والے نے کہا "ابے او کتے! میں سمجھ گیا ہوں' تو جادوگر ہے۔ تو زندہ رہا تو ہم زندہ نہیں رہیں گے۔"

وہ گولی مارنا چاہتا تھا۔ نارنگ نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ریوالور کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر ٹریگر کو دبایا تو حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔ وہ اچھل کر سڑک پر گر کر تڑپنے لگا۔ رگھو ناتھ بری طرح سہم گیا تھا۔ وہ نارنگ کی مرضی کے مطابق ریوالور سڑک پر سے اٹھا کر وہاں سے چلتا ہوا اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گیا۔ نارنگ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کچھ نہیں کہا اور کار اسٹارٹ ہو کر بھوانی گھاٹ کی طرف جانے لگی۔

الیا نے بھیما کے دماغ کو مقفل کرنے کے بعد سمجھایا تھا کہ وہ ممبئی شہر سے دور جا کر رہے۔ وہ اپنے کچھ چھوٹے بڑے معاملات سے نمٹ کر اس سے رابطہ کرے گی۔ بھیما اکثر ممبئی شہر سے دور بھوانی گھاٹ کی شمشان بھومی میں آ کر کالے جادو کے لیے کئی طرح کے منتر یاد کیا کرتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ نارنگ ادھر نہیں آئے گا۔ جبکہ نارنگ وہاں کئی بار جا چکا تھا۔

وہ تلیا کنارے سے اٹھ کر شمشان بھومی کی طرف جانے لگا۔ ایسے ہی وقت وہ کار آ کر اس کے سامنے رک گئی۔ رگھو اگلا دروازہ اور نارنگ پچھلا دروازہ کھول کر باہر آئے۔ نارنگ کو دیکھتے ہی بھیما نے چونک کر پوچھا "تم؟"

"بھیما! میں نے تیرے جیسا کتا اور کمینہ نہیں دیکھا۔ تو نے مجھ جیسے گرو کو اپنا غلام بنا لیا تھا پھر خود ایک عورت کا غلام بن گیا۔ ایک عورت کا سہارا لے کر مجھ سے چھپتا پھر رہا ہے۔"

"میں تجھ سے کیوں چھپتا پھروں گا؟ میں جوان ہوں۔ تجھ سے زیادہ بلوان (شہ زور) ہوں۔ میرا مقابلہ کر سکے گا۔ تیرا بڑھاپا میرا ایک ہی ہاتھ کھا کر مٹی میں مل جائے گا۔"

نارنگ نے رگھو کے ریوالور سے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "ہاتھ میں ہتھیار ہو تو بوڑھا بھی جوان ہو جاتا ہے۔"

بھیما نے پہلے تو پریشان ہو کر ریوالور کو دیکھا پھر قہقہہ لگایا "نارنگ! تو سٹھیا گیا ہے۔ میری آتما شکتی کو بھول گیا ہے۔ چل گولی چلا۔ تیرے سامنے میرا یہ جسم مرے گا لیکن میں کسی دوسرے جسم میں پہنچ کر زندگی حاصل کر لوں گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں گولی ضرور چلاؤں گا۔"

اس نے اچھی طرح نشانہ لے کر ٹریگر کو دبایا۔ گولی چلی اور بھیما کے ایک بازو کی کھال کو ادھیڑتی ہوئی گزر گئی۔ اس نے کراہتے ہوئے زخمی بازو کو تھام لیا۔ نارنگ نے کہا "میں نادان نہیں ہوں کہ تجھے جان سے مار ڈالوں۔ میں تو تجھے غلام بنا کر اپنی ٹھوکروں میں رکھوں گا۔"

بھیما نے گرجتے ہوئے اپنے لباس کے اندر سے ایک لانبے پھل والا چاقو نکالا۔ نارنگ نے ہنستے ہوئے کہا "چاقو تو ریوالور کے مقابلے میں چاقو سے حملہ کرے گا؟"

"تیری جتنی کھوپڑی ہے' اتنا ہی سمجھتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے مرجانا چاہیے مگر تیرا غلام نہیں بننا چاہیے۔"

یہ کہتے ہی بھیما نے ایک ہاتھ سے چاقو کو بلند کیا پھر اسے اپنے سینے میں گھونپ لیا۔ نارنگ کو اتنا موقع نہیں ملا کہ اس

کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ہاتھ سے چاقو گرا دیتا اگر اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دیتا تو وہ خود کشی نہ کر پاتا اور اس کی گرفت میں رہ کر تنویمی عمل کے ذریعے اس کا غلام بن جاتا۔

لیکن گرو اور چیلے کی یہ جنگ بھیما جیت چکا تھا۔ بظاہر مر چکا تھا مگر اس کی آتما کہیں جا کر ایک نئی زندگی حاصل کر چکی ہو گی۔

○☆○

لیزی گارڈ اپنے مشن میں بڑی حد تک کامیاب رہا تھا۔ اس نے سنگاپور میں سمندر کے ساحل پر پال پوٹ کو ڈھونڈ نکالا تھا لیکن وہ یہ نہیں سمجھ پایا تھا کہ جن دو جوانوں کو آلۂ کار بنا کر پال پوٹ تک پہنچا رہا ہے۔ وہ دونوں پارس اور پورس ہیں۔ ان سب کے درمیان عجیب چکر چل رہا تھا۔ پارس اور پورس یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ ثانی اور ثانیہ یعنی ثمینی کے قریب ہیں۔ وہ انہیں نئی گرل فرینڈز سمجھ کر خوش ہو رہے تھے۔

بہرحال لیزی گارڈ جب پال پوٹ کے قریب پہنچ رہا تھا تو اس وقت اس کے ساتھ کینی بال بھی تھا۔ ایسے وقت ثانی نے مکاری دکھائی تھی۔ ایک بچے کے ذریعے پال پوٹ کی آنکھوں میں مٹھی بھر ریت پھینک دی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایسی تکلیف ہوئی تھی کہ وہ سانس روکنا بھول گیا تھا اور ثانی اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔

لیزی گارڈ اور کینی بال بھی پہنچ سکتے تھے لیکن اس سے پہلے ہی ثانی نے نیلماں کی حیثیت سے ان سب کو مخاطب کیا تو لیزی گارڈ اور کینی بال کو چپ لگ گئی۔ دونوں اس خیال سے سہم گئے کہ آواز نکالیں گے۔ اپنا لب و لہجہ سنائیں گے' تو نیلماں ان کے دماغوں میں گھس آئے گی۔

لیزی گارڈ نے کہا "کینی بال اب تم کسی آلہ کار کو بھی اپنی آواز نہ سناؤ۔ وہ چڑیل اگر سن لے گی تو تمہارے ذریعے میرے دماغ میں بھی پہنچ جائے گی۔"

کینی بال نے کہا "میں بالکل خاموش رہوں گا۔ ہمیں اس بات کا اطمینان ہو گیا ہے کہ پال پوٹ اب ہم سے چھپ کر نہیں رہ سکے گا۔ ہم کسی وقت بھی اس کے دماغ میں جا سکتے ہیں۔"

لیزی گارڈ نے کہا "ہاں! ہم انتظار کریں گے۔ خاموشی سے پال پوٹ کے دماغ میں جاتے آتے رہیں گے جب معلوم ہو گا کہ نیلماں موجود نہیں ہے تو ہم پال پوٹ کو اپنا غلام بنا لیں گے۔"

"بائی دا وے۔ امریکی اکابرین نے ہمیں حکم دیا ہے کہ پال پوٹ کو پہچانتے ہی اسے ہلاک کر دیں۔"

وہ دونوں فیکس کے ذریعے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کو اپنے خیالات بتانے لگے پھر یہ خوش خبری سنائی کہ وہ پال پوٹ تک پہنچ گئے ہیں لیکن نیلماں ان کے راستے کی دیوار بنی ہوئی ہے۔

سب ہی پر یہ دہشت طاری تھی کہ نیلماں یوگا جاننے والوں کے اور مقفل دماغ رکھنے والوں کے اندر بھی گھس آتی ہے۔ اس لیے جے تھری نے جن اہم امریکی اکابرین کے دماغوں کو مقفل کر دیا تھا وہ اپنی آواز اور لب و لہجہ کسی کو نہیں سناتے تھے۔ صرف فیکس کے ذریعے باتیں کرتے تھے اور جب جواب دینا ہوتا تو وہ اپنے دماغ میں سوچتے تھے اور ان کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر آ کر جوابات سن لیا کرتے تھے۔ اس وقت بھی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "نیلماں کو دیوار بننے دو۔ پال پوٹ کو زندہ نہ چھوڑو۔ کسی بھی آلۂ کار کے ذریعے اسے گولی مار دو۔"

لیزی گارڈ نے کہا "ہم نے بہت عرصے بعد نیلماں کی بھی آواز سنی ہے۔ میں سوچ رہا ہوں اگر ہم خاموشی سے پال پوٹ کے دماغ میں رہا کریں اور نیلماں کی باتیں سنتے رہیں تو شاید یہ سراغ مل سکے کہ وہ ثمائی لینڈ کے کس شہر یا کسی قصبے میں چھپی ہوئی ہے۔"

جواب میں کہا گیا "وہ بہت چالاک ہے پال پوٹ پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو مقفل کر دے گی تو اتنی مشکلوں سے ہاتھ آنے والا پال پوٹ بھی تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔"

"میں اور کینی پال باری باری اس کے دماغ میں رہا کریں گے۔ جب بھی نیلماں اس پر تنویمی عمل کرنا چاہے گی۔ ہم بڑی خاموشی سے اس کے عمل کو ناکام بنا دیا کریں گے۔"

تمہاری یہ بات درست ہے کہ نیلماں کے خفیہ اڈے کا بھی سراغ لگانا چاہیے لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ ثمائی لینڈ کمبوڈیا اور لاؤس میں ہمارے خلاف جگہ جگہ محاذ بن رہے ہیں۔ ہم بڑھتے ہوئے دشمنوں سے تنگ آ گئے ہیں۔ ان کی تعداد کم کرنا ضروری ہے لہٰذا پال پوٹ کو فوراً گولی مارو ابھی کسی کو آلۂ کار بناؤ۔"

"دو نوجوان ہمارے آلۂ کار ہیں۔ جن کے ذریعے ہم پال پوٹ کے قریب پہنچے تھے۔"

"وہاں یہ کام تنہا کرو۔ کینی بال کو اپنے ساتھ مصروف نہ رکھو۔ پاکستان میں ہمارے چانا ٹاؤن کے سراغ رسانوں کو اس کی ضرورت ہے۔"

"کینی بال آپ کے پاس آرہا ہے۔ میں پال پوٹ کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کررہا ہوں۔"

اس نے کینی بال سے واپس جانے کے لیے کہا پھر پارس کے دماغ میں آگیا۔ اس نے اور کینی بال نے ان دونوں بھائیوں پارس اور پورس کو آلہ کار بنایا ہوا تھا۔ ان کی اصلیت سے ناواقف تھے۔ اس نے پارس سے پوچھا "اپنی محبوبہ سلوانا کو چھوڑ کر کہاں جارہے ہو۔ کیا اس نے گھاس نہیں ڈالی ہے؟"

پارس نے کہا "تم ہمارے ذاتی معاملات میں مداخلت نہ کرو۔ میں تمہاری ٹیلی پیتھی کے سامنے بے بس ہوں۔ تمہیں مجھ سے جو کام کرانا ہے وہ کراؤ اور میرے دماغ سے جاؤ۔"

"میں نے تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے کہ تمہارے پاس ریوالور یا پستول وغیرہ نہیں ہے۔"

"میں ایسے ہتھیار نہیں رکھتا نہ میرا کوئی دشمن ہے نہ میں کبھی کسی سے دشمنی کرنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن میرے لیے تم دشمنی کرو گے اور اس بدھ کے پجاری کو گولی مارو گے۔ جو یہاں ساحل پر اپنے بھکشوؤں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اور دماغی تکلیف سے تڑپنے لگا تھا۔"

"ہاں! کوئی نیلماں اس کے دماغ میں آئی تھی اور اسے تکلیف پہنچا رہی تھی۔ تم عجیب آدمی ہو ایک تو وہ پہلے ہی تکلیف میں مبتلا تھا اب اسے گولی مارنے کی بات کررہے ہو۔"

تم فضول باتیں نہیں کرو' جو میں کہوں وہی کرو ورنہ تم بھی ایسی ہی دماغی تکلیف سے تڑپنے لگو گے۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ جب ہم کسی کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہیں تو اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ ایسے وقت وہ زندگی سے گھبرا کر مرجانا چاہتا ہے۔"

پارس نے سہم کر کہا "نہیں' میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ تم جیسا کہو گے ویسا ہی کروں گا لیکن میرے پاس ریوالور نہیں ہے۔"

"تم یہاں کے سب سے بڑے بدھ مندر میں جاؤ پال پوٹ وہاں کے آشرم میں موجود ہے۔ تمہارے وہاں پہنچنے تک میں ایک ریوالور کا انتظام کردوں گا۔ کسی آلہ کار کے ذریعے وہ ریوالور تم تک پہنچادوں گا۔"

وہ دماغ سے چلا گیا۔ پارس نے سمجھ لیا کہ اس کی سوچ کی لہریں اب دماغ میں نہیں ہیں۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے ثانی کو مخاطب کیا پھر کہا "امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے ذریعے پال پوٹ کو قتل کرانا چاہتا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ میں مندر کے آشرم میں جاؤں۔ اس وقت تک وہ ایک ریوالور مجھ تک پہنچادے گا۔"

ثانی نے کہا "تم اس کے حکم کی تعمیل کرو ابھی میں پال پوٹ ہی کے دماغ میں ہوں۔ یہ تمہیں آشرم میں نہیں ملے گا۔"

"میری جان تم کہاں ملو گی' کب ملو گی؟"

"تم نے دعویٰ کیا تھا کہ مجھے ڈھونڈ نکالو گے اور اگر ناکام ہوئے تو یہ بڑے شرم کی بات ہوگی کہ ایک شوہر ہو کر اپنی بیوی کو پہچان نہیں پاتے ہو اور محبت کا زبانی دعویٰ کرتے رہتے ہو۔"

"تم کیا جانو کہ میں کس قدر دل کی گہرائیوں سے تمہیں چاہتا ہوں۔"

"تو پھر اپنی چاہت کا ثبوت دو۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ پال پوٹ کا معاملہ نمٹا لینے دو پھر میں دو گھنٹے کے اندر ہی تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔"

"ہوں' اب تمہارے لہجے میں اصلی پارس بول رہا ہے۔ وہ پہلے والی شوخی اور شرارت نہیں ہے۔"

"سنبھل جاؤ' میں آرہا ہوں۔"

"اور میرے دماغ سے جارہے ہو۔"

ثانی نے سانس روک لی۔ وہ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ سب سے بڑا بدھ مندر وہاں سے بہت دور تھا۔ اس نے ساحلی سڑک پر آکر ایک رکشے والے کو روکا۔ اس میں بیٹھ کر اس مندر اور آشرم کی طرف جانے لگا۔ ایسے وقت اسے پورس نظر آیا۔ وہ ثباتہ کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر کہیں جارہا تھا۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "یہ تم کہاں جارہے ہو۔ ثباتہ حسین ہے' مقناطیس بھی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مجھے چھوڑ کر کچھ بتائے بغیر کہیں چلے جاؤ۔"

"بھئی' یہ عشق و محبت کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایک چاہنے والا ہوتا ہے' ایک چاہے جانے والی ہوتی ہے اور کوئی آئے تو اسے کباب میں ہڈی کہتے ہیں۔"

"اچھا تو میں ہڈی ہوں۔ مجھے پھینک کر کباب ساتھ لے جارہے ہو۔"

"میں تمہیں پھینک کر نہیں جارہا ہوں۔ تمہاری محبوبہ سلوانا کے پاس چھوڑ کر جارہا ہوں۔ تمہاری جلی کٹی باتوں سے ظاہر ہورہا ہے کہ سلوانا نے تمہیں زیادہ لفٹ نہیں دی ہے۔"

"جس طرح دونوں ہاتھوں سے خوشیاں سمیٹی جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ دونوں ہاتھوں سے مجھے محبت سمیٹنے کا موقع دے سکتی ہے لیکن میں کیا کروں ثانی نے مجھے الجھا کر رکھ دیا ہے۔ سلوانا سے عشق کرتے وقت یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ ہمارا عشق کلائمکس پر پہنچنے والا ہوگا تو وہ اچانک آدھمکے گی۔ وہ تو ایک دھمکی بن کر میرے حواس پر مسلط رہنے لگی ہے۔"

"میں کیا کرسکتا ہوں؟ زیادہ سے زیادہ تمہارے حال زار پر افسوس کرسکتا ہوں اور خود ایک کنوارہ ہونے کی حیثیت سے یہ عبرت حاصل کرتا ہوں کہ جوانی کے ایسے شریر دور میں کنوارہ ہی رہنا چاہیے۔ جب شرارت سنجیدگی میں تبدیل ہونے لگے تب شادی کرنی چاہیے۔"

"تم میرے لیے دعا نہیں کرسکتے۔ میں تمہارے لیے بددعا کرتا ہوں کہ ثباتہ تمہاری جوانی کا آخری عشق ہو۔ تم اس کے شدت سے دیوانے ہوجاؤ یا وہ تمہیں اس طرح چیلنج لے کہ تم اس سے شادی کرنے پر مجبور ہوجاؤ۔"

"تم دل جلے ہو۔ تمہارے اندر سے ایسی ہی بدبودار جلی کٹی باتیں نکلیں گی۔ بہرحال یہ بتاؤ اب کہاں ہو؟ اور کیا کررہے ہو؟"

"میں اس آشرم کی طرف جارہا ہوں۔ جہاں پال پوٹ اپنے بھکشوؤں کے ساتھ یعنی اپنے جاں باز گوریلوں کے ساتھ موجود ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مجھے اپنا آلہ کار سمجھ کر حکم دیا ہے کہ میں آشرم میں پہنچتے ہی پال پوٹ کو گولی ماردوں۔ میں نے ثانی کو یہ باتیں بتادی ہیں۔"

پورس' ثباتہ کے ساتھ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا جارہا تھا۔ ثباتہ نے اسے مخاطب کیا "تم اتنی دیر سے خاموش کیوں ہو؟"

وہ دونوں ٹیکسی ڈرائیور کی موجودگی کے باعث فرانسیسی زبان بول رہے تھے۔ پورس نے کہا "تم میرے اتنے قریب ہو تو میں اپنے دوست کے بارے میں سوچ رہا ہوں' وہ کیسا بددور ہوگا۔"

"لیکن وہ تو ساحل پر سلوانا کے پاس آکر بیٹھ گیا تھا۔"

"پاس آکر بیٹھنے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ بے چارہ بہت ہی شرمیلا ہے۔ سہما ہوا سا رہتا ہے۔"

"شرمیلا ہونا اور بات ہے اور سہم کر رہنا اور بات ہے۔"

پورس نے ثباتہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اسے سہلاتے ہوئے کہا "اس میں میری طرح حوصلہ نہیں ہے۔ وہ سلوانا کا ہاتھ اس طرح اپنے ہاتھوں میں نہیں لے گا اور اگر سلوانا اس کا ہاتھ تھامنا چاہے گی تو وہ بدک کر ذرا دور چلا جائے گا۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تمہارا دوست تو عجیب ہے۔"

"غریب بھی ہے۔ ایک غریب شادی شدہ کو دنیا بھر کی ازدواجی مسرتیں ملتی ہیں لیکن کوئی نئی محبوبہ نہیں ملتی۔ ملتی بھی ہے تو اسے ہاتھ لگانے سے ڈرتا ہے۔"

ثباتہ نے چونک کر کہا "کیا تمہارا دوست شادی شدہ ہے؟"

"نہیں۔۔۔ وہ تو میں نے ایک مثال دینے کے طور پر سمجھایا ہے۔ وہ ایسے ہی شرمیلا اور سہما ہوا سا رہتا ہے۔ جیسے شادی شدہ ہو۔"

"بعض شادی شدہ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ کسی جوان لڑکی کو محبوبہ بناتے وقت اپنی بیویوں کو بھول جاتے ہیں اور انہیں یوں لگتا ہے جیسے پہلی بار کسی سے محبت کررہے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ ایسے وقت بیوی کو بھول رہا ہو؟"

"یہی تو پرابلم ہے۔ شادی شدہ مرد ایسے وقت بیوی کو بھول نہیں پاتا سہما ہوا سا رہتا ہے کہ کب اچانک بیوی سر پر آپہنچے گی۔"

ثباتہ نے کہا "یہ تو تم مثال دے رہے ہو ورنہ تمہارا دوست شادی شدہ نہیں ہے۔ یہی بات ہے نا؟"

"ہاں! میں کہہ چکا ہوں۔ بلی نو سو چوہے کھا کر بھی پارسا بنی رہتی ہے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں ابھی میرے دوست نے پورے نو سو چوہے نہیں کھائے ہیں۔ اسے پارسا بن کر رہنے کا حق ہے۔"

"پھر تو تم بھی اپنے بارے میں یہی سوچتے ہوگے کہ جگہ جگہ عشق کرنے کے باوجود تم نے پوری طرح اپنا منہ کالا نہیں کیا ہے۔ تم بھی پارسا ہو اور مجھ سے عشق فرما سکتے ہو۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا مجھ پر شبہ کررہی ہو؟ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم میری زندگی کی پہلی لڑکی ہو۔ یہ تمہارا ہاتھ پہلی بار میرے ہاتھوں میں ورلڈ کپ کی طرح آیا ہے۔ تم میرے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ میری پوری ہسٹری پڑھ لو۔ تب تمہیں یقین آئے گا کہ تمہاری زندگی میں ایک کنوارہ عاشق آیا ہے۔"

ایسے وقت ثباتہ عرف جینی نے اپنی عادت کے مطابق ایک شرارت کی ڈرائیور نے اچانک ہی ٹیکسی کو سڑک کے کنارے لاکر روک دیا پھر اپنی گردن سہلاتے ہوئے پیچھے سر گھما کر ان دونوں کو دیکھنے لگا۔ پورس نے پوچھا "کیا بات

ہے؟"

وہ بولا "ابھی میری گردن میں ایک سوئی چبھی تھی۔ کیا آپ نے چبھوئی تھی؟"

"کیا تم نے پی رکھی ہے؟ ہم یہاں آپس میں باتیں کررہے ہیں۔ تمہاری گردن میں سوئی کس لیے چبھوئیں گے؟ کیا تم سے مذاق کا کوئی رشتہ ہے؟"

"سوری سر! سوئی چبھنے کے بعد جو ہلکی سی جلن رہ جاتی ہے۔ وہ میں ابھی تک محسوس کررہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی کسی لڑکی کی بہت ہی مختصر سی ہنسی سنائی دی جیسے وہ شرارت کرکے ہنس رہی ہو اور اپنا منہ دبا کر خاموش رہنے کی کوشش کررہی ہو۔"

ثباتہ نے کہا "معلوم ہوتا ہے تم بھی کسی لڑکی سے عشق کرتے ہو۔ وہ تمہارے حواس پر چھائی ہوئی ہے۔"

ڈرائیور نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ پھر اس کے دماغ پر حاوی ہوگئی۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق اثبات میں سرہلا کر بولا "ہاں! میری ایک گرل فرینڈ ہے۔ وہ بہت ہی شریر ہے۔ مجھ سے محبت کرتی ہے لیکن میرے ساتھ رہنے کے دوران میں کسی دوسرے سے ایسی چھیڑ چھاڑ کرتی ہے کہ میں پریشان ہوجاتا ہوں۔ سوچتا ہوں کہیں اس کی وجہ سے جھگڑا نہ ہوجائے۔"

اس کی بات سن کر پورس کو اچانک جینی یاد آگئی۔ جینی بھی یہی کرتی تھی۔ خوامخواہ دو سروں کو چھیڑتی تھی اور ان کے پریشان ہونے سے خوب مزے لے لے کر ہنستی تھی۔

وہ ٹیکسی ڈرائیور پھر اسے اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرنے لگا تھا لیکن ثباتہ نے اپنی شرارت کے ذریعے اس کے خیالات کو جینی کی طرف یعنی اپنی طرف موڑ دیا۔ وہ مخصوص رفتار سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے آپ بڑبڑا رہا تھا "تعجب ہے کہ مجھے بالکل پریما کی ہنسی کی آواز سنائی دی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے دل و دماغ پر چھائی ہوئی ہے اور اس کی ہنسی مجھے خیالوں میں بھی اپنے اندر سنائی دیتی ہے۔"

وہ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی کی رفتار سست کرتا ہوا سڑک کے کنارے رک گیا۔ پورس نے پوچھا "اب کیا ہوا؟"

وہ سر گھما کر بولا "سر! مجھے اپنے اندر پھر اس کی میٹھی ہنسی سنائی دی ہے۔ میں اس کے لیے بے چین ہوگیا ہوں۔ آپ خیال نہ کریں۔ مجھے ٹیکسی کا کرایہ بھی نہ دیں۔ میں ابھی دوسری ٹیکسی روکتا ہوں آپ اس میں بیٹھ کر چلے جائیں۔ میں اپنی پریما کے پاس جاؤں گا۔"

وہ ٹیکسی سے نکل کر باہر گیا پھر ایک ٹیکسی والے کو روک کر اس سے باتیں کرنے لگا۔ پورس اور ثباتہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر آگئے۔ پورس سوچتی ہوئی نظروں سے اس ٹیکسی ڈرائیور کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے قریب جارہا تھا۔ اس نے کہا "سر! یہ ڈرائیور میرا دوست ہے۔ آپ جہاں جائیں گے۔ یہ لے جائے گا۔ میں جارہا ہوں۔"

وہ جانے لگا تو پورس نے کہا "سنو۔۔۔"

وہ رک گیا۔ پورس نے اس کے قریب جاکر پوچھا "کیا تم نے سوئی کی چبھن اپنی گردن میں محسوس کی تھی؟"

"ہاں سر! میں نے صاف طور سے محسوس کی تھی پھر میں نے ذرا تکلیف بھی محسوس کرکے گاڑی روک دی تھی۔ ورنہ میں تو گاڑی چلاتا رہتا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کی ہنسی تو دوبارہ سنائی دی ہے لیکن سوئی کی چبھن کیسے محسوس ہوئی تھی؟"

پورس نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "شاید میری سمجھ میں کچھ آرہا ہے۔ تم جاؤ۔"

وہ پلٹ کر ثباتہ کی طرف آیا پھر اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ایسے وقت وہ جینی کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن یہ نہیں سمجھ رہا تھا کہ جینی خیال خوانی کے ذریعے ایسا کررہی ہوگی۔ اس کا دھیان ثانی کی طرف جارہا تھا وہ سوچ رہا تھا۔ ثانی اسے پریشان کرنے کے لیے اور اسے اس کی گرل فرینڈ سے دور رکھنے کے لیے ایسی حرکتیں کررہی ہے۔

دوسری ٹیکسی اپنی مخصوص رفتار سے جارہی تھی۔ ثباتہ نے ڈرائیور سے کہا تھا کہ اسے سی ویو ہوٹل میں پہنچادے۔ پورس سوچ رہا تھا، ابھی خیال خوانی کے ذریعے ثانی کو مخاطب کرے اور اس سے التجا کرے کہ ایسے رومانٹک ماحول میں وہ مداخلت نہ کرے اور اس کی گرل فرینڈ سے دور کرنے والی کوئی چال نہ چلے۔

لیکن وہ خیال خوانی نہ کرسکا۔ ثباتہ نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور پوچھا "تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیا تم اسی طرح دیر تک خاموش ہوجاتے ہو؟ اور سوچتے سوچتے کہیں دور پہنچ جاتے ہو؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر میں کیا سمجھوں؟ آج ہماری پہلی ملاقات ہے۔ میں پہلی ملاقات میں اتنے قریب ہوں اور تم اپنے خیالات کے بہاؤ میں رہ رہ کر دور چلے جاتے ہو۔"

وہ بڑے ہی جذباتی انداز میں اس کے ہاتھ کو تھام کر بولا "میں کبھی تم سے دور نہیں ہونا چاہتا۔ میں تمہیں کیا بتاؤں۔ تمہیں یاد ہوگا کہ سمندر کے کنارے ایک عورت اس بڈھے

کے بیچاری کی زبان سے بول رہی تھی اور اپنا نام نیلماں بتا رہی تھی۔"

ثباتہ نے کہا "ہاں مجھے یاد ہے تم اس کا ذکر کیوں کررہے ہو؟"

"اس لیے کہ وہی ابھی تمیرے دماغ میں دو تین بار آچکی ہے اور میرے خیالات کو دوسری طرف بھٹکا رہی ہے۔ پتا نہیں کیوں ہم دونوں کے درمیان دیوار بننا چاہتی ہے؟"

"کیا وہ نیلماں بہت حسین اور جوان ہے؟"

"میں کیا جانوں؟ اسے دیکھا نہیں ہے۔ پہلی بار سمندر کے کنارے اس کی آواز سنی تھی۔"

"اس نے خیال خوانی کے ذریعے تمہیں دیکھا ہوگا اور دیکھ کر تم پر مرمٹی ہوگی۔ تب ہی یہاں آکر ہم دونوں کے درمیان فاصلہ پیدا کررہی ہے۔"

"اب شاید وہ فاصلہ پیدا کرنے نہیں آئے گی۔ میں نے سوچ کے ذریعے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ بڑے انتظار کے بعد میری زندگی میں ایک آئیڈیل لڑکی آئی ہے۔ میرے ساتھ ٹیکسی میں بیٹھی ہوئی ہے۔"

ثباتہ نے پوچھا "ایسا کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ وہ تو دشمن بن کر تمہیں مجھ سے چھین لینا چاہتی ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ وہ میرے دماغ سے جاچکی ہے اور جاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ تم جب تک میرے ساتھ رہو گی وہ کبھی میرے دماغ میں نہیں آئے گی۔"

"اس کا مطلب ہے جب میں نہیں رہوں گی تو وہ آیا کرے گی؟"

"تم کیوں نہیں رہو گی۔ اب تو میں چاہوں گا کہ تم دن رات میرے ساتھ رہو تاکہ نیلماں کو کبھی میرے دماغ میں آنے کا موقع نہ ملے۔"

وہ خوش ہوکر بولی "پھر تو میں ضرور تمہارے ساتھ رہوں گی۔ ہم دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے نیلماں کو کبھی ہمارے درمیان آنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

اس نے مسکرا کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا تو ثباتہ نے شرما کر اپنا سر اس کے شانوں پر رکھ دیا۔ اس وقت پورس یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ خیال خوانی کررہی ہے لیکن اس نے محسوس کیا کہ اس کے دماغ میں کوئی پرائی سوچ کی لہر آئی ہے۔ وہ اپنے طریقہ کار کے مطابق انجان بنا رہا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آنے والا دوست ہے یا دشمن۔ ایسے وقت اسے ایک مختصر سی مترنم ہنسی سنائی دی۔ کسی لڑکی کی ہنسی تھی پھر وہ بولی "جھوٹے، دھوکے باز۔۔۔"

وہ اس کے شانے سے لگی ہوئی تھی۔ پورس رومانٹک موڈ میں آرہا تھا لیکن وہ مختصر سی ہنسی اور اس کے بعد دو مختصر سے الفاظ سن کر وہ چونک گیا۔ اس ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا۔ اس کے حوالے سے پورس، جینی کو کئی بار یاد کرچکا تھا۔ وہ مختصر سی ہنسی اور اس کی آواز سن کر فوراً ہی اسے یقین ہوگیا کہ اس کے دماغ میں جینی بول رہی ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بولا "جینی یہ تم ہو؟"

اسے کوئی جواب سنائی نہیں دیا۔ ثباتہ چونک کر اس کے شانے سے سر ہٹاتے ہوئے بولی "کیا تم مجھ سے کچھ کہہ رہے ہو؟"

"نہیں۔۔۔ میں نے تو کچھ نہیں کہا۔"

"میرے دماغ میں ایسی سوچ پیدا ہوئی۔ جیسے میں خود بول رہی ہوں کہ تم مجھ سے کچھ کہہ رہے ہو۔"

"اوہ! میں سمجھ گیا۔ نیلماں ہم دونوں کو پریشان کررہی ہے۔ اب وہ آواز بدل کر لہجہ بدل کر تمہارے دماغ میں آرہی ہے۔"

"نہیں۔ وہ نیلماں نہیں ہوسکتی۔ شاید میری اپنی ہی سوچ تھی۔ ٹھیک ہے۔ اب ایسی کوئی بات ہوگی تو میں اس پر غور کروں گی۔"

ٹیکسی سی ویو ہوٹل کے احاطے میں پہنچ کر رک گئی۔ وہ دونوں اتر گئے۔ پورس نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کیا پھر ثباتہ کے ساتھ ہوٹل کے اندر جانے لگا۔ ایسے ہی وقت اسے ثباتہ عرف جینی کی آواز اپنے دماغ میں سنائی دی "یہ تم کہاں جارہے ہو؟ کس پرائی حسینہ کے ساتھ ہو؟ کیا مجھے بھول چکے ہو؟"

ثباتہ تیزی سے چلتے ہوئے کاؤنٹر کے پاس جاکر ہوٹل کے کمرے کی چابی لے رہی تھی۔ پورس نے پوچھا "جینی میں تمہاری آواز اور لب ولہجہ پہچان رہا ہوں۔ کیا تم ابھی بابا صاحب کے ادارے میں نہیں ہو؟ اگر ہو تو سچ بتاؤ کیا ابھی دوبارہ میرے دماغ میں آچکی ہو؟"

"ہاں! مجھے تو تمہارے پاس آنا ہی ہوگا۔ میں اپنی محبت سے مجبور ہوں مگر تم ہرجائی ہو۔ مجھے بھلا چکے ہو۔"

"نہیں۔۔۔ ایسی بات نہیں ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے تو یہ تمہارے پاس کون ہے؟"

"بس ایک فرینڈ ہے۔ میں اتنی دور آیا ہوا ہوں۔ تفریح کررہا ہوں اور اس کے ساتھ صرف دوستی کی ہے۔ دوستی سے آگے کوئی بات نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے تو ہوٹل میں کیوں آئے ہو؟ کیا اس

کے ساتھ کسی کمرے میں جانے والے ہو؟"

وہ ذرا گڑبڑا گیا پھر بولا "نہیں۔۔۔ کمرے میں جاتو رہا ہوں لیکن وہاں صرف باتیں کروں گا۔ پلیز ابھی مجھے مخاطب کرتی رہو گی تو اس لڑکی سے یہ نہیں کہہ سکوں گا کہ ہم تم خیال خوانی کرنا جانتے ہیں۔ میں نے یہ بات اس سے چھپائی ہوئی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے بھی اپنے دماغ میں چھپا کر رکھو۔ میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کروں گی۔ صرف دیکھتی رہوں گی کہ اس لڑکی سے باتیں کرنے کی حد تک دوستی ہے اور اس کے آگے کچھ نہیں ہے۔"

ادھر ثبانہ اس کے دماغ سے واپس آکر بولی "چلو! یہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہو؟"

وہ اس کا ہاتھ کھینچ کر لے جانے لگی۔ پورس بری طرح الجھ کر رہ گیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ جینی اس کے اندر موجود رہے۔ اسے دماغ سے جانے کے لیے کہتا تو وہ ناراض ہو جاتی۔ وہ ہزار دل پھینک سہی لیکن جینی کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ جینی کو دل کی گہرائیوں سے چاہتا تھا اور یہ طے پا چکا تھا کہ آئندہ وہی اس کی شریک حیات ہو گی۔ اس فیصلے کو بابا صاحب کے ادارے میں بھی قبول کیا گیا تھا اور آمنہ نے بھی اسے ہونے والی بہو کی حیثیت سے قبول کیا تھا۔ اسی لیے اسے بابا صاحب کے ادارے میں بلا کر تربیت دی گئی تھی۔ اس کے اندر جو خامی یا کمزوری رہ گئی تھی اسے دور کیا گیا تھا۔

پورس یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ تربیت حاصل کرنے کے تمام مراحل سے گزر چکی ہے اور اب اسے بابا صاحب کے ادارے نے باہر جانے کی اجازت دے دی ہے۔ ثانی نے یہ اجازت حاصل کی تھی اور اسے اپنے پاس بلایا تھا۔ اس نے سلوانا بن کر..... اسے اپنی پرسنل سیکریٹری بنایا ہوا تھا۔

ثبانہ کا کمرا پانچویں فلور پر تھا۔ وہ لفٹ کے ذریعے پانچویں فلور کے کمرے میں جانے تک پورس کا ہاتھ ایسے پکڑے ہوئے تھی جیسے گرفتار کر کے لے جا رہی ہو اور پورس ایک مجرم کی طرح اس کے ساتھ جا رہا تھا۔ اس دوران میں ثبانہ نے پورس سے گفتگو نہیں کی تھی اور نہ ہی اس کے دماغ میں تھی۔ پورس بھی محسوس کر رہا تھا کہ سوچ کی لہریں واپس جا چکی ہیں یعنی جینی اب اس کے دماغ میں نہیں ہے۔ جب وہ ثبانہ کے کمرے کی طرف جانے لگا تو ایسے وقت جینی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں ابھی مجبور ہوں تمہارے دماغ میں نہیں رہ سکتی کیونکہ یہاں بابا صاحب کے ادارے میں مراقبہ ہال کے اندر مجھے معلم کی ہدایت کے مطابق ایک گھنٹے تک مراقبے میں رہنا ہو گا۔ میں بعد میں آکر دیکھوں گی کہ تم نے کتنی شرافت کے ساتھ اس کمرے میں وقت گزارہ ہے۔ اچھا اب میں جا رہی ہوں۔"

پورس نے محسوس کیا کہ خیال خوانی کی لہریں اس کے دماغ میں نہیں ہیں۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ کم از کم ایک گھنٹے تک اس اندیشے سے نجات مل گئی تھی کہ جینی مداخلت کرنے آئے گی۔ اس کے سر سے جیسے پہاڑ اتر گیا تھا۔ جینی اگرچہ بوجھ نہیں تھی' اس کے پیار کا پہلا گلاب تھی وہ اسے دل و جان سے چاہتا تھا لیکن اپنی عورت کو جس قدر بھی چاہا جائے لیکن وہ مرد کے پرائیویٹ معاملے میں مداخلت کرتی ہے تو بوجھ ہی لگتی ہے۔

ثبانہ نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا پھر اس کے ساتھ اندر آکر دروازہ بند کر دیا۔ پورس نے ہاتھ آگے بڑھا کر دروازے کو لاک کر دیا۔ وہ بولی "میں نے دروازہ صرف بند کیا ہے اور تم نے اسے لاک کر دیا ہے۔"

وہ بولا "اس لیے کہ باہر سے کوئی اندر نہ آسکے اور اندر کی بات باہر نہ جا سکے۔"

"تم بڑے وہ ہو۔"

وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھ کر صوفے کے پاس آئی پھر بیٹھتی ہوئی بولی "چاہے دروازہ لاک کر دیا زبان پر تالے لگا۔ اندر کی بات باہر چلی ہی جاتی ہے یا باہر والے اندر چلے آتے ہیں۔"

وہ قریب آکر صوفے پر بیٹھ گیا پھر بولا "باہر والے اس بند دروازے کے اندر کیسے آسکیں گے۔"

"بالکل آسکیں گے جیسا کہ وہ نیلماں تمہارے دماغ میں آئی تھی۔ کیا ابھی وہ اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کمرے کے اندر اور تمہارے دماغ کے اندر نہیں آئے گی؟"

"اوہ! میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔ وہ نہیں آئے گی۔ تم اس کا ذکر کر کے رومانٹک ماحول کو چوپٹ کر رہی ہو۔"

وہ بولی "بھوک لگ رہی ہے اور بھوک میں رومانس نہیں ہوتا کیوں نہ کچھ لائٹ کھا پی لیا جائے۔"

"ٹھیک ہے' میں آرڈر دیتا ہوں۔"

وہ فون کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا۔ ثبانہ نے کہا "نہیں میں آرڈر دیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا موبائل فون نکالا۔ پارس نے پوچھا "یہ کیا یہاں فون موجود ہے۔ تم موبائل فون کیوں

استعمال کر رہی ہو؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی "ذرا شرارت کریں گے' مزہ آئے گا۔"

اس نے ہوٹل کے کچن انچارج کے نمبر پنچ کیے پھر فون کو کان سے لگا کر سنا۔ دوسری طرف سے بولا گیا "یس! کچن سروس۔"

وہ بولی "روم نمبر ۵۵۵ میں ۵۵۵ کے سگریٹ کا ایک پیکٹ اور ایک بلیک لیبل وہسکی کی بوتل بھیج دو۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "یس میڈم!"

اس نے فون ہنس کر بند کر دیا پھر ہنستی ہوئی پورس کو دیکھنے لگی۔ وہ بولا "یہ کیا۔۔۔؟ تمہارے کمرے کا نمبر ۵۵۵ نہیں ہے بلکہ ۵۵۱ ہے۔"

"ہاں! اور میں نہ وہسکی پیتی ہوں نہ سگریٹ پیتی ہوں۔"

"یہ تم نے شرارت کی ہے۔ اب وہ لوگ تمہارا آرڈر ۵۵۵ نمبر والے کمرے میں پہنچانے جائیں گے۔"

وہ ہنستی ہوئی پھر نمبر پنچ کرنے لگی۔ دوسری طرف سے آواز آئی "یس روم سروس!"

میں روم نمبر ۷۷۷ سے بول رہی ہوں۔ آج تک سنتی آئی ہوں کہ سیون لکی نمبر ہوتا ہے اور میں تین عدد سیون والے کمرے میں ہوں۔ یہ کمرا تو معلوم ہوتا ہے کسی پرانے زمانے کا کھنڈر ہے۔ یہاں ڈی ڈی ٹی بھی اسپرے نہیں کیا گیا ہے۔ میں نے ایک کاکروچ دیکھا ہے۔ اتنا بڑا ہوٹل اور ایسا ناقص انتظام۔ میں ابھی شکایت کروں گی۔"

دوسری طرف سے گڑگڑا کر کہا گیا "پلیز میڈم! ہم ابھی آپ کے کمرے کو بالکل صاف ستھرا کر دیں گے۔ بیڈ شیٹ وغیرہ سب بدل دیں گے۔ ابھی ہمارے آدمی آرہے ہیں۔"

اس نے فون بند کر دیا پھر قہقہہ لگانے لگی۔ پورس اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی ان شرارتوں کے باعث جینی یاد آرہی تھی۔ وہ ہنستی ہوئی بولی "میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ اب فون کا ریسیور اٹھاؤ اور کچھ سینڈو چز اور چائے کا آرڈر دو۔"

جب وہ ناشتے اور چائے کا آرڈر دینے کا کہہ رہی تھی۔ اسی لمحات میں اچانک پارس نے خیال خوانی... پرواز کی اور جینی کے دماغ میں پہنچا تو وہ مراقبے میں نہیں تھی۔ اس کی سوچ کی لہریں جس کے دماغ میں پہنچیں وہ کہہ رہی تھی کہ منہ لیا تک رہے ہو کچھ سینڈو چز اور چائے کا آرڈر دو۔

وہ اچانک ہی اٹھ کر نعرہ مارنے کے انداز میں بولا "وہ مارا۔۔۔"

یہ کہتے ہی اس نے ثبانہ کو دونوں بازوؤں میں اٹھایا پھر ایک گول چکر گھوم کر اسے بستر پر پھینک دیا۔ وہ حیرانی سے بولی "یہ کیا کر رہے ہو؟"

وہ چھلانگ لگا کر بستر پر آیا پھر اسے بازوؤں میں لے کر بولا "تم مراقبے میں نہیں اپنے پورس کے بازوؤں میں ہو۔"

ثبانہ عرف جینی نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر شرما کر اس کے سینے سے لگ کر منہ چھپا لیا۔

پورس نے بازی جیت لی تھی۔ اس سے دوستی کرنے کے چند گھنٹے بعد ہی اس نے اپنی جینی یعنی ثبانہ کو پہچان لیا تھا۔ پارس ابھی بھٹک رہا تھا۔ اس کے باوجود ثانی اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ وہ بے حد ذہین ہے اسے تلاش کرنا چاہے گا تو گھنٹوں میں نہیں منٹوں میں تلاش کر لے گا لیکن وہ اپنی عادتوں سے مجبور ہو کر خوا مخواہ عشقیہ معاملات میں الجھتا جا رہا تھا۔

پارس اس بدھ مندر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے احاطے کے قریب ہی اس نے رکشے سے اتر کر اس کا کرایہ ادا کیا پھر اس کے مین گیٹ کی طرف جانے لگا۔ ایسے ہی وقت ایک شخص اس کے سامنے آگیا پھر بولا "تمہارے دماغ میں کوئی ہے؟"

اسی لمحے میں پارس نے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "ہاں! اس سے کہو میں تمہارے دماغ میں ہوں۔"

پارس نے سامنے والے سے یہی بات کہہ دی۔ تب اس شخص نے اپنے لباس کے اندر چھپے ہوئے ریوالور کو نکالا پھر اس کی طرف بڑھایا۔ پارس نے اسے فوراً ہی اپنے لباس میں چھپا لیا۔ وہ شخص دوسری طرف چلا گیا۔ پارس مین گیٹ کے پاس آیا۔ وہ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ وہاں کے چوکیدار نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ سامنے ہی آشرم کا دفتر تھا۔ وہ اس دفتر کے ایک کاؤنٹر پر جا کر بولا "مہاتما بدھ کے ایک بہت بڑے پجاری یہاں آئے ہوئے ہیں۔ میں انہیں نام سے اور ان کے چہرے سے نہیں پہچانتا ہوں لیکن انہیں آشرم میں جا کر تلاش کروں گا اور ایک ایک پجاری سے پوچھوں گا تو شاید انہیں پہچان لوں گا۔"

کھڑکی کے پیچھے بیٹھے ہوئے بھکشو نے کہا "آپ اس ساتھ والے دفتر میں چلے جائیں۔ آپ کو آشرم میں پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ دفتر میں آگیا۔ وہاں فرش پر سفید اجلی چادر بچھی ہوئی

تھی۔ گاؤ تکیے رکھے ہوئے تھے۔ ایک پجاری دیوار سے لگا' بدھ کا آسن اختیار کیے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے تقریباً چھ بھکشو سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی آمد پر پجاری نے سر اٹھا کر دیکھا پھر کہا "آؤ بیٹے یہاں بیٹھو۔"

پارس اس کے سامنے کچھ فاصلے پر پالتھی مار کر بیٹھ گیا پھر بولا "میں ایک پجاری کی تلاش میں آیا ہوں۔"

اس پجاری نے کہا "صرف پجاریوں کو تلاش نہ کرو۔ پوجا بھی کرو اگر مہاتما بدھ کے پجاری ہو تو یہاں مندر میں جاکر اگربتی جلانے اور پوجا کرنے کے بعد آشرم میں جاکر ضرور اپنے مطلوبہ پجاری کو تلاش کرو اور اگر تم مہاتما بدھ کے پجاری نہیں ہو' ہندو نہیں ہو' عیسائی ہو تو اپنے گاڈ کی عبادت کیا کرو۔ مسلمان ہو تو اپنے رب کے آگے سجدہ کیا کرو۔ پوجا کرو' عبادت کرو پھر پوجا کرنے والوں کو تلاش کیا کرو۔"

پارس نے کہا "آپ مجھے بہت اچھی نصیحتیں کر رہے ہیں۔ میں آپ کی ہدایات پر عمل کروں گا۔"

پجاری نے کہا "ہم مہاتما بدھ کے پجاری ہیں اور ہمارے مہاتما ایک چیونٹی کو بھی مارنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ کہتے تھے "انسان ہوں' جانور ہوں' کیڑے ہوں' کوڑے ہوں سب کی زندگی ہوتی ہے۔ جب تم انہیں ان کی زندگی واپس نہیں دے سکتے تو ان سے زندگی بھی نہ چھینا کرو۔"

پارس نے کہا "بے شک' مہاتما بدھ نے بہت اچھی تعلیمات دی ہیں۔"

پجاری نے کہا "بیٹے! میں انہی تعلیمات کی روشنی میں تم سے التجا کرتا ہوں' اپنے ساتھ ہتھیار نہ لے جاؤ۔ تمہارے لباس میں جو ہتھیار ہے اسے یہاں رکھ جاؤ۔ تمہیں واپسی میں مل جائے گا۔"

پارس اس پجاری کو حیرانی سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا "کیا آپ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میں اپنے مہاتما بدھ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا لیکن ہمارے مہاتما کی مہربانی ہے مجھ پر خاص کرم ہے۔ یہاں آشرم میں دکھی انسانیت کے خلاف کوئی بات ہو تو مجھے آگہی مل جاتی ہے۔"

پارس نے پوچھا "اگر کوئی مجرم اور غلط خیالات رکھنے والا آشرم میں آئے تو کیا آپ کو آگہی حاصل ہوتی ہے؟"

"ہاں بیٹے! تم جو پوچھنا چاہتے ہو۔ وہ میں جانتا ہوں۔ یہاں ایک مجرم اپنے کئی مجرم ساتھیوں کے ساتھ آیا تھا۔ ہم نے اسے نہ ٹوکا' نہ روکا۔ اسے یہاں رہنے دیا۔ مجھے جو آگہی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے مطابق وہ یہاں کے کسی بھی فرد کو نقصان پہنچانے والا نہیں تھا اور یہاں سے تقریباً آٹھ گھنٹے بعد کہیں منہ چھپائے بھاگ جانے والا تھا۔ جو شخص اپنا ہی مجرم ہو۔ ساری دنیا سے ڈرتا ہو تو وہ کسی کو اب کیا نقصان پہنچائے گا۔ اس کی زندگی خود اس پر بوجھ ہے اور تمہاری اطلاع کے لیے کہہ دوں کہ وہ یہاں سے جا چکا ہے۔"

پارس نے سوچ کے ذریعے کہا "اے! تم میرے دماغ میں ہو۔ کیا اس مہمان پجاری کی باتیں سن رہے ہو؟ یہ لوگ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ بدھ کی تعلیمات کے مطابق سب کا بھلا چاہتے ہیں۔ اس نے پال پوٹ کا بھی بھلا چاہا لیکن وہ اپنے تمام جرائم کی سزا پا رہا ہے۔ یہاں سے فرار ہو گیا ہے۔"

لیزی گارڈ نے کہا "ہاں! جس وقت یہ پجاری تم سے باتیں کر رہا تھا تو میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ یہ درست کہہ رہا ہے۔ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے لیکن برسوں کی تپسیا کے باعث اسے آگہی حاصل ہوتی رہتی ہے۔ یہ درست کہہ رہا ہے۔ پال پوٹ اب یہاں نہیں ہے واپس آجاؤ۔"

پارس نے اٹھتے ہوئے کہا "آپ کا بہت بہت شکریہ' آپ نے بہت اچھی باتیں بتائی ہیں۔ اب میں واپس جا رہا ہوں۔"

پارس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اسے پرنام کیا پھر وہاں سے باہر آگیا۔ احاطے کے اندر چلتا ہوا اس سے بولا "تمہارا کام یہاں نہیں ہو سکا۔ جسے شکار کرنا چاہتے تھے وہ جا چکا ہے۔ اب تم بھی میرے دماغ سے جاؤ۔ جب اس کا سراغ ملے گا تو میرے پاس آکر مجھے آلہ کار بنا لینا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ جلد ہی تمہارے پاس آؤں گا۔"

پارس نے دوسرے ہی لمحے میں محسوس کیا کہ اس کے اندر پرائی سوچ کی لہریں نہیں ہیں۔ وہ احاطے سے باہر آکر فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔ کچھ فاصلے پر ایک ریستوران تھا۔ وہ وہاں جاکر کچھ ہلکا پھلکا ناشتا کرنے اور چائے پینے کے لیے بیٹھ گیا۔ وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ثانی کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بولی "میں پال پوٹ پر مختصر سا تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کر چکی ہوں۔ اب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا۔"

"اس کے باڈی گارڈز اور جانباز گوریلے کہاں ہیں؟"

"اِدھر اُدھر کہیں بھٹک رہے ہوں گے۔ خود اپنی موت

رے جائیں گے۔ مجھے صرف پال پوٹ کو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور کرنا تھا۔ اس لیے میں نے اسے ان سے دور کر دیا ہے۔"

"وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ سے یہ کہہ کر گیا ہے کہ پال پوٹ کو تلاش کرنے کے بعد دوبارہ میرے پاس آئے گا۔"

"چلو اس وقت تک تمہیں فرصت ہے۔ مجھے بھی فرصت ہے لیکن میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔ پچھلی رات سو نہ سکی تھی۔ اب میں سونے کے لیے جا رہی ہوں۔"

"ثانی! تم بہت مکار ہو تم سونے کے لیے نہیں جا رہی ہو۔ کوئی چال چلنے جا رہی ہو۔"

"اگر میں ایسا کر رہی ہوں تو تم سمجھو کہ میں کیسی چال چلنا چاہتی ہوں۔ تم تو ابھی تک مجھے تلاش نہیں کر سکے پھر میری چال بازیوں کو کیا سمجھو گے؟"

"مجھے چیلنج نہ کرو۔ میں تمہیں تلاش کرنے کے معاملے میں سنجیدہ نہیں ہوں پھر بھی کہتا ہوں کہ کم از کم دو گھنٹے کے اندر تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔"

"اوہو! اتنا زبردست چیلنج پھر تو مجھے بہت محتاط رہنا ہوگا۔"

"تم خواہ کتنی ہی محتاط رہو۔ سمندر کی تہ میں چلی جاؤ' پاتال میں چھپ جاؤ۔ میں تمہیں وہاں سے ڈھونڈ نکالوں گا۔ یہ پارس کی زبان کہہ رہی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ اس کے دماغ سے واپس چلا آیا۔ ویٹر کو بلا کر اس نے ناشتے اور چائے کا آرڈر دیا پھر انتظار کرنے لگا۔ اس ریستوران کی دیواریں شیشے کی تھیں شیشے کے آر پار باہر کشادہ سڑک نظر آرہی تھی۔ وہاں سے گزرنے والے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ اچھی خاصی چہل پہل تھی۔ مرد' عورتیں' بچے' بوڑھے سب ہی دکھائی دے رہے تھے۔ کیونکہ اس ریستوران کے دونوں طرف بڑے بڑے شاپنگ سینٹرز تھے۔ بیرونی ممالک سے آنے اور شاپنگ کرنے والوں کی خاصی بھیڑ دکھائی دے رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے سلوانا نظر آئی۔ وہ ایک ٹیکسی سے اتر کر ادا کر رہی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر مایوس ہو گیا کیونکہ اس نے پچھلی بار کہا تھا کہ وہ فلرٹ ہے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کئی ممالک کی سیر کرتی رہتی ہے اور بوائے فرینڈ بدلتی رہتی ہے۔ اس بات نے پارس کو بد دل کر دیا تھا۔ وہ اس کی طرف سے منہ پھیر کر چلا گیا تھا۔ ایسے وقت اسے ثانی کی شرم و حیا یاد آرہی تھی اور دل اور دماغ میں یہ بات تھی کہ بیوی ہی سچی وفادار ہوتی ہے۔ دوسری عورتوں سے شرم و حیا اور وفاداری کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

پارس نے جس ویٹر کو چائے اور ناشتے کا آرڈر دیا تھا وہ کسی کام سے ریستوران کے باہر جا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت سلوانا کے قریب ایک کار آکر رک گئی۔ اس میں سے ایک خوب رو جوان اتر کر اس کے پاس آیا۔ ویٹر اس کے قریب سے گزر رہا تھا۔ پارس نے اس کے ذریعے اس جوان کی آواز سنی۔ وہ سلوانا سے کہہ رہا تھا "میرا نام آر تھر ہے۔"

اس نے خود کو متعارف کراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو سلوانا نے کہا "سوری' میں کسی اجنبی سے مصافحہ نہیں کرتی۔"

"تعجب ہے تم اتنی ماڈرن' اتنی اسمارٹ ہو اور مصافحہ کرنے سے انکار کر رہی ہو۔"

"ہر انسان کا اپنا اپنا مزاج اور اپنی اپنی عادت ہوتی ہے۔ بائی دا وے تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں نے سمندر کے کنارے تمہیں دیکھا تھا پھر تمہارے تعاقب میں یہاں تک چلا آیا ہوں۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ تم کس قدر حسین ہو اور کس قدر پرکشش ہو۔"

"سوری' اگر تم مجھ سے دوستی کرنے آئے ہو تو میں مجبوراً تمہیں مایوس کروں گی۔"

"مگر کیوں؟ کیا میں خوب رو نہیں ہوں' قد آور اور صحت مند نہیں ہوں' میری کار دیکھو اس سے اندازہ کرو کہ میں کس قدر دولت مند ہوں۔ کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔"

"صرف عقل کی کمی ہے۔ تمہاری زندگی میں شاید کوئی ایسی عورت نہیں آئی جو صرف اپنے کسی آئیڈیل سے کسی محبوب سے یا اپنے شوہر سے محبت کرتی ہو اور صرف اسی کو ساری دنیا والوں پر ترجیح دیتی ہو اگر یہ بات تمہاری سمجھ میں آجائے تو پلیز میرے پیچھے نہ آنا۔ آؤ گے تو پچھتاؤ گے۔"

وہ پلٹ کر جانا چاہتی تھی۔ اس جوان نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا "جسٹ اے منٹ۔ میری ایک بات سن لو۔ میں تمہیں گرل فرینڈ بنانے کا خیال دل سے نکال رہا ہوں لیکن ہم اس ریستوران میں ایک ایک کپ چائے تو پی سکتے ہیں۔ اس کے بعد میں چلا جاؤں گا۔"

سلوانا نے اسے سرسے پیر تک دیکھا پھر کہا "اچھی بات ہے۔ آؤ ہم ایک ایک کپ پی لیں۔"

وہ اس کے ساتھ ریستوران کے اندر آئی۔ اس کے ساتھ چائے پینے کے لیے کسی میز کا انتخاب کرنے لگی پھر پارس کو دیکھتے ہی خوش ہو گئی۔ اس کی طرف بڑھتی ہوئی بولی

"ہے۔۔۔ ہیلو! تم یہاں ہو؟"

وہ اس کے قریب آکر اس کی میز کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔ اس کے ساتھ آنے والا شخص بھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "میں مس کے ساتھ آیا ہوں اگر تمہیں اعتراض ہو تو اٹھ کر چلا جاؤں۔"

پارس نے کہا "نہیں' آپ سلوانا کے ساتھ آئے ہیں۔ یہاں ضرور تشریف رکھیں۔"

اس نے کہا "شکریہ۔ ویسے یہ بات سمجھ گیا ہوں کہ آپ ایک دوسرے کو پہلے سے جانتے ہیں۔"

سلوانا نے کہا "ہاں! ابھی میں نے تم سے کہا تھا کہ عورت اپنے صرف ایک ہی آئیڈیل کو دوسرے تمام لوگوں پر ترجیح دیتی ہے۔ میرا آئیڈیل یہی نوجوان ہے۔"

وہ پارس کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا "تم بہت خوش نصیب ہو۔ میں تمہیں اس خوب صورت حسینہ کا دل جیتنے پر مبارک باد دیتا ہوں۔"

پارس نے اس سے مصافحہ کیا اور کہا "تم بھی بہت خوب رو' بہت اسمارٹ ہو۔ تمہیں بھی ایسی کئی حسینائیں مل جائیں گی لیکن میرے لیے تو ساری دنیا میں اس سے زیادہ حسین دوشیزہ نہیں ہے۔"

سلوانا مسکرا رہی تھی۔ وہ اجنبی بولا "اب میں جانے کی اجازت چاہوں گا۔"

سلوانا نے کہا "کیوں ہمارے ساتھ چائے نہیں پیو گے؟"

"نہیں' مجھ سے چائے نہیں پی جائے گی۔ میں ذرا جذباتی قسم کا آدمی ہوں۔ معذرت چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا اور تیزی سے چلتا ہوا ریستوران کے باہر چلا گیا۔ سلوانا نے کہا "عجیب شخص ہے۔ پہلی ہی نظر میں مجھ پر عاشق ہو گیا۔ دیوانے سے پروانہ بن گیا اگر میں شمع ہوتی مجھ میں آگ ہوتی تو یہ ابھی جل مرتا۔"

پارس نے کہا "تم نے سمندر کے کنارے مجھ سے کہا تھا کہ بوائے فرینڈ بدلتی رہتی ہو' تمہارا کوئی ایک آئیڈیل نہیں ہے لیکن ابھی اس جوان سے کہہ رہی تھیں کہ صرف میں ہی تمہارا آئیڈیل ہوں۔ تمہاری کس بات کا یقین کیا جائے؟"

"اسی بات کا جو میں نے سمندر کے کنارے کہی تھی۔ یہاں تو میں نے اس شخص کو ٹالنے کے لیے تمہیں اپنا آئیڈیل بنالیا تھا۔ بائی دا وے' تم آئیڈیل نہ سہی۔ اب بھی میرے بوائے فرینڈ بن سکتے ہو۔"

ویٹر ناشتے اور چائے کی ٹرے لے آیا۔ پارس نے کہا "ایک چائے اور لے آؤ۔"

ویٹر چلا گیا۔ سلوانا نے کہا "تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ وہاں سمندر کے کنارے بھی میرے سوال کا جواب نہیں دیا تھا۔ مجھ سے منہ پھیر کر چلے گئے تھے۔ بات کیا ہے؟"

بات یہ ہے کہ سمندر کے کنارے تم نے جو کچھ کہا تو اسے سن کر میری بیوی مجھے بہت شدت سے یاد آنے لگی تھی۔"

سلوانا نے پوچھا "کیا تم شادی شدہ ہو؟ یہ بات تم نے مجھے کیوں نہیں بتائی؟"

"تمہیں کیوں بتاتا۔ تم نہ تو کسی کی بیوی ہو اور نہ ہی بیوی بننا چاہو گی۔ کیونکہ ملک ملک کی سیر کرتی ہو اور بوائے فرینڈز بدلتی رہتی ہو۔"

"لیکن میں نے ایسی کیا بات کہہ دی تھی کہ تمہیں اپنی بیوی شدت سے یاد آنے لگی تھی؟"

"تم نے مجھے نصیحت نہیں کی تھی کہ مرد کو ایک ہی بیوی کا وفادار بن کر رہنا چاہیے لیکن تم نے کہا کہ بوائے فرینڈ بدلتی رہتی ہو' اس سے میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ صرف ایک بیوی ایسی ہوتی ہے جو کبھی شوہر نہیں بدلتی۔"

"چلو میں نے کوئی نصیحت نہیں کی لیکن تمہیں اپنی بیوی سے وفاداری کا خیال آگیا۔ اب میں یہ نہیں کہوں گی کہ تمہیں اس کا وفادار بن کر نہیں رہنا چاہیے لیکن یہ ضرور کہوں گی کہ مجھے اپنی گرل فرینڈ بنا سکتے ہو۔ میں تمہارے شادی شدہ ہونے پر اعتراض نہیں کروں گی۔"

ویٹر چائے لے کر آگیا۔ وہ دونوں ناشتا کرنے اور چائے پینے لگے پھر سلوانا نے پوچھا "تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"میں یہی سوچ رہا ہوں کہ تمہیں کیا جواب دوں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ تم بہت حسین ہو' تمہارے اندر اتنی کشش ہے کہ میں بظاہر تم سے دور ہو کر یہاں آگیا لیکن دل تمہاری طرف کھنچا جاتا ہے۔"

"تو پھر دل کی بات مان لو۔"

"دل تو آوارہ ہوتا ہے۔ ادھر سے ادھر بھٹکتا رہتا ہے لیکن دماغ پر میری ثانی نقش ہے اور اس نقش کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔"

"میں مٹانا بھی نہیں چاہتی۔"

"لیکن تمہارے قریب آنے کے لیے مجھے اپنی ثانی کا سہارا لینا ہوگا۔"

"کیا مطلب؟ کیا تم اپنی بیوی سے کہہ کر۔۔۔ مجھ سے

دوستی کرو گے اور میرے ساتھ وقت گزارو گے؟"

"میں ثانی سے اجازت تو نہیں لوں گا لیکن وہ میرے دل و دماغ پر اس طرح چھائی ہوئی ہے کہ جب بھی تمہیں جذباتی انداز میں مخاطب کروں گا تو میری زبان سے ثانی کا ہی نام نکلا کرے گا۔ یہ بات تمہیں بری لگے گی۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "عجیب بیوی کے عاشق ہو۔ اس سے دور رہ کر اس کے اعتماد کو دھوکا بھی دیتے ہو اور اس کی یاد میں دیوانہ وار کسی دوسری کو ثانی بھی کہتے رہتے ہو۔"

"پتا نہیں پہلے کبھی ایسی دیوانگی طاری ہوئی تھی یا نہیں لیکن تمہاری باتوں نے عجیب کایا پلٹ دی ہے۔ تم نہیں جانتیں' میری بیوی نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ وہ اسی شہر میں رہے گی لیکن میں اسے ڈھونڈ نہیں پاؤں گا اور میں نے دعویٰ کیا ہے کہ اسے ہزاروں لاکھوں میں ڈھونڈ نکالوں گا۔"

سلوانا نے پوچھا "پھر کیا ہوا' کیا تم اسے تلاش کر چکے ہو؟"

"نہیں ابھی ایک دوسرے کو چیلنج کیے ہوئے صرف بارہ گھنٹے گزرے ہیں۔ میں مزید ایک آدھ گھنٹے میں شاید اسے تلاش کر لوں گا۔"

"اس کا مطلب ہے میرے ساتھ وقت نہیں گزارو گے۔ اسے تلاش کرنے جاؤ گے۔"

"یہی تو سوچ رہا ہوں کیا کروں؟ تم پھر سامنے آکر میرا راستہ بدلنا چاہتی ہو۔"

"میں تمہیں اپنی طرف مائل کرنا تو چاہتی ہوں لیکن تمہاری اپنی بیوی کے راستے سے تمہیں ہٹانا نہیں چاہتی۔"

"تم بہت اچھی ہو۔ میری بیوی کے حقوق کو سمجھ رہی ہو۔ اس کے حق میں باتیں کر رہی ہو۔ میں تمہارے ساتھ ابھی زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا گزاروں گا پھر اسے تلاش کروں گا۔"

"اگر میں بھی تمہارے ساتھ تلاش کروں تو کیا تمہیں یا اسے اعتراض ہوگا؟"

"نہیں وہ بہت ہی کھلے دل کی عورت ہے' جب اسے سچ کہا جائے گا تو وہ تمہاری عزت کرے گی۔"

وہ ریستوران کا بل ادا کر کے باہر آئے پھر سلوانا نے ٹیکسی والے کو روک کر کہا "ہوٹل سی ویو چلو۔"

وہ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ٹیکسی وہاں سے چل پڑی۔ پارس نے پوچھا "کیا تم سی ویو ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہو؟"

"ہاں! میری سہیلی ثبانہ بھی اسی ہوٹل کے ایک کمرے میں ہے۔"

"پھر تو اس کے ساتھ میرا دوست بھی وہاں ہوگا۔ اچھی بات ہے اس سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔"

وہ سی ویو ہوٹل پہنچ گئے۔ سلوانا نے کاؤنٹر پر آکر اپنے کمرے کی چابی لی پھر اس کے ساتھ لفٹ کے ذریعے پانچویں فلور تک آگئی۔ ثبانہ کے کمرے کا نمبر ۵۵۱ تھا اور سلوانا کے کمرے کا نمبر ۵۵۲ تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اس کے ساتھ اندر آئی پھر دروازے کو بند کر دیا۔ ایسے ہی وقت پارس خلا میں تکنے لگا۔ اس کے بعد بولا "نہیں۔۔۔ نہیں ثانی میں یہاں کسی برے ارادے سے نہیں آیا ہوں۔ یہ جو میرے ساتھ ہے اس کا نام سلوانا ہے۔"

وہ اسے گھور کر بولی "یہ کس سے باتیں کر رہے ہو؟"

"اوہ سلوانا! میں تمہیں یہ بتانا بھول گیا کہ میری بیوی' میری ثانی' ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ وہ اس وقت خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ میں موجود ہے۔"

یہ کہتے ہی پارس خلا میں تکنے لگا۔ اس کے بعد بولا "ہاں! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ بڑی اچھی اور بہت دوست نواز ہے۔ یہ کہہ رہی ہے کہ تم سے ملاقات ہوگی تو اسے صاف صاف کہہ دے گی کہ میری گرل فرینڈ ہے۔ کیا تم اس کی سچائی کی قدر نہیں کرو گی؟"

پارس خاموش ہو کر جیسے کچھ سننے لگا پھر اچانک خوش ہو کر سلوانا کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر جھنجوڑ کر بولا "اب ہم آزادی سے رنگ رلیاں منا سکتے ہیں۔"

ثانی اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ وہ اسے اُلو بنا رہا ہے کیونکہ وہ اس کے دماغ میں آکر نہیں بول رہی تھی۔ وہ سلوانا سے جھوٹ کہہ رہا تھا کہ ثانی بول رہی ہے۔

پارس نے کہا "تم مجھے ایسے دیکھ رہی ہو جیسے میری باتوں کا یقین نہیں آرہا ہو۔ میں ابھی ثانی سے کہتا ہوں۔ وہ تمہارے دماغ میں آکر تمہیں یقین دلائے گی۔ تم بالکل تیار رہو۔ دیکھو ثانی تمہارے دماغ میں آرہی ہے' آرہی ہے' آرہی ہے۔"

پارس یہ کہتے ہی سلوانا کے دماغ میں پہنچ کر زنانہ انداز میں بولا "ہائے سلوانا! میں پارس کی بیوی ثانی بول رہی ہوں۔ تم یقین کیوں نہیں کر رہی ہو؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ مفت میں تمہیں میرا مرد مل رہا ہے پھر نخرے کیوں دکھا رہی ہو؟"

اچانک ثانی نے گھوم کر کراٹے کا ایک ہاتھ مارا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر صوفے پر گر پڑا۔ وہ چھلانگ لگا کر صوفے پر آئی پھر اس کے گلے کا ہار بن کر بولی "تم پکے فراڈ

ہو۔ میں نے تمہیں چیلنج کیا تھا کہ مجھے بے نقاب نہیں کرسکو گے لیکن میرے کمرے میں ہی اگر تم نے بے نقاب کیا ہے۔ بتاؤ تم نے مجھے کیسے پہچانا؟"

ریستوران میں جو جوان تمہارے ساتھ آیا ہے۔ تم نے اس کے سامنے بڑے دعوے سے کہا ہے کہ تمہارا ایک ہی آئیڈیل' ایک ہی محبوب اور ایک ہی شوہر ہے اور تم تمام دنیا والوں پر اسے ترجیح دیتی ہو پھر کی بات تم نے ریستوران میں آکر کہہ دی۔ ریستوران کے باہر تم نہیں جانتی تھی کہ میں تمہاری باتیں سن رہا ہوں یا نہیں اور میں اس ریستوران میں موجود ہوں یا نہیں۔ تم نے تو یہ بات زبان سے کہہ دی تھی۔ اس اجنبی جوان کے خیالات پڑھتے ہی میں نے تمہیں پہچان لیا تھا۔ تب سے تمہیں الو بنا تا آرہا ہوں۔"

وہ اس پر قربان ہوتی ہوئی بولی "تم جیت گئے تم نے دعویٰ کیا تھا کہ دو گھنٹے کے اندر مجھے تلاش کرلو گے اور تم نے دو گھنٹے سے پہلے ہی اپنے بازوؤں میں مجھے قید کرلیا ہے۔ آئی ایم پراؤڈ آف یو۔"

○☆○

لیزی گارڈ' کینی بال اور پانچ اہم امریکی اکابرین ایک تہ خانے میں تھے۔ وہاں ایک بڑی سی ٹرانسفارمر مشین کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے گم شدہ خزانے کو دیکھ رہے ہوں۔ وہ اسے بار بار اِدھر اُدھر سے چھو رہے تھے اور اسے ایسے سہلا رہے تھے' جیسے روٹھی ہوئی حسینہ مان گئی ہو اور پھر سے نخرے دکھانے کے لیے آگئی ہو۔

وہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے اور پانچ امریکی اکابرین کے علاوہ دو ماہر مکینک بھی تھے۔ جنہوں نے دن رات محنت کرکے اس نقشے کے مطابق ٹرانسفارمر مشین تیار کی تھی۔ اس کے ایک ایک حصے کو اور ایک ایک پرزے کو جوڑ کر مکمل طور پر اسے استعمال کے قابل بنا دیا تھا۔ دونوں ماہرین کو شمار کیا جائے تو اس تہ خانے میں اس وقت نو افراد جسمانی طور پر موجود تھے۔ ایسے وقت تھری جے خیال خوانی کے ذریعے ان کے درمیان تھے۔ ان کی کل تعداد بارہ تھی۔ اس حساب سے یہ راز صرف بارہ افراد جانتے تھے کہ ایک نئی ٹرانسفارمر مشین تیار ہو چکی ہے۔

تھری جے میں سے ایک نے ایک اعلیٰ حاکم کی زبان سے کہا "میں جے کافو بول رہا ہوں۔ ابھی ہمارے سامنے دو اہم باتیں ہیں۔ ان باتوں کو اپنے اپنے ذہن میں نقش کرلینا چاہیے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ ہم گیارہ افراد اس ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں رازدار ہیں۔ آئندہ کسی بارہویں شخص کو اس مشین کے سلسلے میں کوئی بات معلوم نہ ہو۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر جے کافو! تمہارا یہ مشورہ بہت اہم ہے۔ ہم میں سے کوئی نہیں چاہے گا کہ اس مشین کی ہلکی سی مہک بھی تہ خانے سے باہر جائے۔"

جے کافو نے کہا اس مقصد کے لیے یہ سمجھنا ہوگا کہ ہم گیارہ افراد اس مشین کو کس طرح ہمیشہ راز میں رکھ سکتے ہیں۔"

لیزی گارڈ نے کہا "میں اور کینی بال اور آپ تھری جے یہ پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس بات کی ضمانت ہیں کہ ہمارے ذریعے یہ راز کبھی نہ خانے سے باہر نہیں جائے گا۔ ہم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ ہمارے دماغ مقفل ہیں۔ کوئی ہمارے اندر پہنچ کر یہ راز معلوم نہیں کرسکے گا۔"

جے فلو نے کہا "یوں تو ہمارے ان پانچ اکابرین کے دماغ بھی مقفل ہیں لیکن ہم چاہیں گے کہ اس ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ان دونوں ماہرین کے دماغوں کو بھی مقفل کردیا جائے۔"

"بالکل یہی کیا جائے گا۔"

"صرف اتنا ہی نہیں ہم اس مشین کو آزمانے کے لیے اور اپنے ملک میں وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد بڑھانے کے لیے فی الحال اپنے گیارہ افراد کے درمیان ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کریں گے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے پانچ اکابرین اور دونوں ماہرین کے دماغوں کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھائیں گے۔"

"بے شک اب ہمیں کسی کو بھی ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے سے پہلے بہت اچھی طرح اس کے اندر گہرائیوں تک پہنچ کر یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ کس قدر حب الوطن اور وفادار ہے۔ ہمیں اپنے پانچوں اکابرین اور دونوں ماہرین پر پورا اعتماد ہے کہ یہ ہمارے رازدار بھی ہیں اور آئندہ بھی ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنے کے بعد اور اپنے دماغوں کو مکمل طور پر لاک کرالینے کے بعد اس بات کی یقینی ضمانت بن جائیں گے کہ مشین کا راز کبھی تہ خانے سے باہر نہیں جائے گا۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "میرا مشورہ ہے کہ ہم پہلے اپنے دونوں ماہرین کو ٹرانسفارمر مشین کے مرحلوں سے گزاریں اور اس بات کا یقین کریں کہ ہم نے مکمل کامیابی سے یہ ٹرانسفارمر مشین تیار کی ہے۔"

سب نے اعلیٰ حاکم کے مشورے کو تسلیم کیا۔ دونوں ماہرین بہت خوش تھے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے کہہ رہے

کہ انہیں اپنی محنت کا بہت بڑا انعام مل رہا ہے۔ وہ کبھی چ بھی نہیں سکتے تھے کہ جو ٹرانسفارمر مشین تیار کررہے اس کے ذریعے پہلے انہیں ہی ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا ئے گا۔

وہ دونوں ماہرین بہت ذہین تھے اور سنجیدہ مزاج کے ل تھے۔ ان میں سے ایک کا نام وائز مین تھا۔ اٹھائیس ں کا نوجوان کنوارہ تھا۔ دوسرے کا نام جیکی ہنٹر تھا اس کی چالیس برس تھی اس کی ایک بیوی اور ایک اٹھارہ برس کی ٹی تھی' اس کا نام ڈائنا ہنٹر تھا۔ پہلے جیکی ہنٹر کو اس ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا۔ ایسے وقت پانچوں ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے ماہر وائزمین کے دماغ میں موجود تھے اور یہ دیکھ رہے تھے کہ وہ بڑی مہارت سے اس مشین کو چلا رہا ہے۔

ٹرانسفارمر مشین کے مراحل سے گزرنے والوں پر بے ہوشی طاری ہوجایا کرتی تھی۔ جیکی ہنٹر بھی بے ہوش ہوگیا تھا اسے مشین کے بیڈ سے اٹھا کر دوسرے بیڈ پر لا کر ڈالا گیا۔ جب وہ رفتہ رفتہ ہوش میں آنے لگا تو لیزی گارڈ اس کے دماغ میں تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس عمل کے دوران میں کینی بال اور تھری جے موجود تھے تاکہ لیزی گارڈ کے تنویمی عمل سے سب ہی متفق ہوسکیں۔

لیزی گارڈ نے جیکی ہنٹر کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ وہ ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنے کے بعد اسے عام طور پر استعمال نہیں کرے گا اگر شغل کے طور پر یا اپنے ذاتی معاملات میں یہ علم استعمال کرنا چاہے گا تو اسے خیال خوانی کا طریقے کار یاد نہیں آیا کرے گا۔ تاہم ذاتی اہم معاملات میں اور ملک و قوم کے معاملات میں آزادی سے خیال خوانی کرسکے گا۔

لیزی گارڈ نے اس کے ذہن میں ایک مخصوص آواز اور لب و لہجے کو نقش کیا پھر اسے ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس کے دماغ سے نکل آیا۔ جے کافو' جے فلو' جے سامو اور کینی بال نے اس کے دماغ میں کہا "ہم سب تمہارے تنویمی عمل سے مطمئن ہیں۔ اس عمل کے ذریعے جیکی ہنٹر کو کسی حد تک آزادی بھی دی گئی ہے اور اپنا پابند بھی بنایا گیا ہے۔

انہوں نے باقی پانچ امریکی اکابرین کے سامنے بھی اپنے گمان کا اظہار کیا۔ ایسے وقت جے فلو خاموشی سے جیکی ہنٹر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دیا گیا تھا لیکن اس نے لیزی گارڈ کا لب و لہجہ اختیار کرکے جیکی ہنٹر کا دماغ بند کرا سے حکم دیا ابھی تمہیں تنویمی نیند نہیں سونا ہے۔ اس سے پہلے ایک اور آواز اور لب و لہجہ اپنے ذہن میں نقش کرو۔"

اس نے ایک اور آواز اور لب و لہجے کو اس کے دماغ میں نقش کیا اور یہ تاکید کی کہ اس آواز اور لب و لہجے کے ذریعے صرف جے کافو' جے فلو اور جے سامو اس کے پاس آکر اپنا نام بتائیں گے تب وہ صرف ان تینوں کا معمول اور محکوم بن جائے گا اور لیزی گارڈ کے تنویمی عمل کو بھول جایا کرے گا۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں دغابازی اور اعتماد شکنی ایک معمول بن گئی تھی۔ جسے برتری حاصل کرنے کا موقع ملتا تھا۔ وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر دوسروں کو کم تر بنا لیا کرتا تھا۔ تھری جے نے بڑی سہولت سے اور بڑے آرام سے رفتہ رفتہ امریکی اکابرین کا اعتماد حاصل کیا تھا۔ لیزی گارڈ اور کینی بال جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی بیزون وغیرہ کے تنویمی عمل سے نجات دلا کر اپنا احسان مند بنا لیا تھا۔

احمقوں کی دنیا میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو ان سے محبتیں کررہا ہے اور احسان کرتا آرہا ہے وہ حاتم طائی ہے۔ نیکیاں کررہا ہے اور دریا میں ڈال رہا ہے جبکہ وہ نیکیوں کو نہیں بلکہ ان احمقوں کو دریا میں ڈالتا ہے۔ ان تھری جے نے پہلے دو ماہرین وائزمین اور جیکی ہنٹر کو دریا میں ڈبویا اس کے بعد ان اکابرین کو اسی طرح ٹرانسفارمر مشین سے گزارتے رہے۔ انہیں ٹیلی پیتھی سکھانے سے بہت پہلے تھری جے نے لیزی گارڈ اور کینی بال کو بیزون وغیرہ کے تنویمی عمل سے نجات دلائی تھی۔ تب ہی ان دونوں کو اپنا معمول اور محکوم بنا لیا تھا۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں اب تک ان تھری جے نے غیر معمولی ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ اتنی بڑی کامیابی پہلے کبھی کسی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے حاصل نہیں کی تھی۔ وہ تینوں ایک نایاب ٹرانسفارمر مشین کے مالک بن گئے تھے اور اتنی رازداری سے کہ کوئی یہ بھی سمجھ نہیں پاتا کہ امریکا کے کسی علاقے کے کسی تہ خانے میں ایک ٹرانسفارمر مشین موجود ہے۔ وہ تمام اکابرین اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ملک اور ان کی خدمت کرتے رہتے تو تھری جے کا کوئی نقصان نہ ہوتا۔ ان تینوں نے یہ طے کرلیا تھا کہ اپنے ان تمام غلاموں کے ذریعے بڑی خاموشی سے اپنا الو سیدھا کرتے رہیں گے۔

کمال حاصل کرنے والوں کو زوال نہیں آتا ہے۔ ان تینوں کے درمیان ایک بڑا ہی اہم مسئلہ تھا۔ جسے وہ حل نہیں

کرپا رہے تھے اور وہ مسئلہ تھا نہیں، تھی۔ وہ مونا تھی۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ جے کافو نے پہلے اپنے دوست جے فلو کی محبوبہ ہیلو ریٹا کو ایک حادثے میں ہلاک کرایا تھا۔ دوسری بار وہ مونا کو ڈھیر ساری خواب آور گولیاں کھلا کر دوسری بار بھی کامیاب ہو رہا تھا یعنی مونا نے تقریباً بارہ گولیاں کھالی تھیں۔ اس کی ہلاکت لازمی تھی لیکن مونا کا مقدر بھی لازمی تھا۔ اس کے مقدر میں ابھی زندگی تھی۔ وہ جس کیسٹ سے خواب آور گولیاں خریدنے گئی تھی۔ اس کیسٹ نے غلطی سے دوسری گولیاں دے دی تھیں۔

جے کافو اپنے دوستوں کی سلامتی اور بہتری کے لیے ان کی محبوباؤں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک کو ختم کر چکا تھا دوسری ابھی تک زندہ تھی اور ان سب کے لیے مسئلہ بن گئی تھی۔

جب یہ پتا چلا کہ اس نے خواب آور گولیاں کھا کر خودکشی کی ناکام کوشش کی ہے تو سوال پیدا ہوا' اس نے ایسا کیوں کیا؟ جے سامو نے اس سے پوچھا "مونا پلیز بتاؤ تمہیں کیا صدمہ ہے؟"

وہ بولی "مجھے کسی طرح کا صدمہ نہیں ہے۔"

"تم جھوٹ کہہ رہی ہو اگر ایسا نہیں ہے تو تم نے خودکشی کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"میں خود حیران ہوں کہ میں ایسا کیوں کر رہی تھی۔ تمہاری زندگی میں آ کر مجھے سارے جہاں کی خوشیاں مل رہی ہیں پھر بھلا میں اتنی خوش نصیب ہو کر مرنا کیوں چاہوں گی؟"

اس کی ان باتوں سے جے سامو اور جے فلو نے کہا "یار کافو! مونا مرنا نہیں چاہتی تھی پھر بھی مرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ صاف ظاہر ہے' کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں گھس گیا ہے۔ وہ ہمارے اور سامو کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتا ہے اس لیے مونا کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔"

جے کافو نے کہا "ایسی بات نہیں ہے۔ یہ تو سوچو وہ مونا کو مار کر ہم سے کیا حاصل کر سکے گا؟"

وہ دونوں سوچنے لگے پھر جے سامو نے کہا "وہ نامعلوم دشمن میری مونا کو مارنے کے بعد ہم سے کچھ حاصل نہیں کر سکتا تھا بلکہ ہمارے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔"

جے فلو نے پوچھا "پھر وہ دشمن مونا کے ساتھ ایسی حرکتیں کیوں کر رہا تھا؟"

جے کافو نے کہا "وہ نہ مونا کو مارنا چاہتا تھا نہ اسے آئندہ ہلاک کرے گا۔ دراصل اسی نے کیسٹ کے ذریعے خواب آور گولیوں کے بجائے دوسری بے ضرر گولیاں دی ہوں گی تاکہ مونا بظاہر خودکشی کرے لیکن مر نہ سکے۔ اس طرح ہمیں مونا کی ایسی حرکت کا پتا چلے گا تو ہم تینوں پریشان ہو جائیں گے ذہنی طور پر الجھتے رہیں گے کہ کون مونا کے دماغ میں پہنچ گیا ہے اگر ہم نے اسے نہ ڈھونڈ نکالا تو وہ مونا کے ذریعے ہمیں تلاش کر سکتا ہے۔"

جے سامو نے کہا "اس کا مطلب ہے کہ کوئی مونا کے دماغ میں چھپ کر ہمیں چیلنج کر رہا ہے۔"

جے فلو نے کہا "بالکل یہی بات ہے جے کافو صحیح کہہ رہا ہے۔ وہ دشمن یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ہمارے دماغوں میں نہیں آ سکے گا اور مونا کو ہمارا خفیہ اڈا معلوم نہیں ہے۔ لہٰذا وہ مونا کے ذریعے ہمیں پریشان کرتے کرتے ہم تک پہنچنے کی کوشش کرنا چاہتا ہے۔"

سامو بہت پریشان تھا وہ مونا کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ اس کی قربت نے اسے ٹیلی پیتھی کی دنیا سے دور ایک نئی زندگی اور نئی مسرتیں دی تھیں۔ یہ سوچ کر اس کا دل ڈوب رہا تھا کہ کوئی دشمن اس کی مونا کے دماغ سے کھیل رہا ہے۔

جے فلو نے پوچھا "سامو تم بہت پریشان ہو۔ کیا سوچ رہے ہو؟"

میں مونا کے لیے بہت پریشان ہوں۔ ایسے وقت اسے تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے وہ کسی دشمن کے رحم و کرم پر ہے۔

جے کافو نے طنزیہ انداز میں کہا "واہ دوست واہ! اسی دن کے لیے سمجھاتا تھا۔ محبت نہ کرو' شادی نہ کرو اگر کوئی لڑکی پسند آ جاتی ہے تو اس سے دوستی کرو لیکن تم نے میری بات نہیں مانی شادی کر لی۔ اس کے ساتھ گھر بسایا۔ اب دیکھو کہ وہ تمہیں زندگی کے کتنے خطرناک موڑ پر لے آئی ہے۔ کیا تمہیں اس کا احساس ہے؟"

سامو نے کہا "یار کافو! تم الٹی بات کرتے ہو۔ وہ بے چاری اپنی زندگی کے خطرناک موڑ پر آ گئی ہے۔"

"ہاں! وہ بے چاری ہے۔ اس کے حوالے سے بہت کچھ سوچ رہے ہو یعنی اپنی زندگی بھی داؤ پر لگانے والے ہو۔ یہ نہیں سوچتے اب اس کے قریب جاؤ گے تو دشمن سب سے پہلے تمہیں شکار کرے گا اور تمہارے ذریعے ہم دونوں تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔"

جے فلو نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا "کافو درست کہہ رہا ہے۔ تم بہت جذباتی ہو رہے ہو۔ یہ نہیں سوچ رہے ہو کہ مونا کے قریب جانا کتنی بڑی حماقت ہوگی۔ صرف تم اپنی ہی نہیں ہماری زندگیوں کو بھی داؤ پر لگاؤ گے۔"

سامو نے جھنجلا کر کہا "کیا یہ انسانیت ہے۔ اس بے

چاری کو ایسے برے وقت میں تنہا چھوڑ دیا جائے؟"

جے کافو نے کہا "ہم انسانیت کا تقاضا پورا کریں گے۔ اسے تنہا چھوڑیں گے لیکن بے یارو مددگار نہیں چھوڑیں گے۔ ہماری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس سے دور رہ کر اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ ہم تینوں مونا کے دماغ میں باری باری جاتے رہیں گے اور معلوم کرتے رہیں گے کہ دشمن کیا چاہتا ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

جے کافو اور جے فلو اسے سمجھانے لگے۔ اسے یقین دلانے لگے کہ وہ اس کی مونا کو چاہتے ہیں۔ اس کی سلامتی بھی چاہتے ہیں اور سلامتی اسی میں ہے کہ اس سے دور رہ کر اس کی حفاظت کی جائے۔ سچی اور گہری محبت ثابت کرنے کے لیے اس کے قریب رہنا ضروری نہیں ہے پھر یہ کہ محبت کسی قسم کا ثبوت نہیں چاہتی۔ ابھی مونا کے دماغ میں جاکر پوچھے، وہ کہے گی کہ اس کی محبت پر اندھا اعتماد کرتی ہے۔

"تم اس سے یہ بھی پوچھو، کیا تم اس کے قریب رہ کر اپنی اور ہماری زندگی داؤ پر لگا سکے ہو؟ مجھے یقین ہے وہ تمہیں قریب آنے سے منع کرے گی۔"

جے سامو نے کہا "ٹھیک ہے میں ابھی اپنی مونا سے رابطہ کرتا ہوں۔"

جے کافو نے کہا "اپنی آواز میں ایک دو فقرے کہنا پھر یہ بتا دینا کہ آئندہ تم لب و لہجہ بدل کر اس سے بولو گے۔"

جے سامو نے سوچتی ہوئی نظروں سے دونوں دوستوں کو دیکھا۔ جے فلو نے تائید میں سر ہلا کر کہا "تم سمجھ سکتے ہو۔ ابھی ہم یہ نہیں جانتے ہیں کہ مونا کے ذریعے ہم سے کون دشمنی کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے، نیلماں یا اس کے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے مونا کے دماغ سے کھیل رہے ہوں۔"

جے سامو نے کہا "نہیں ایسا ہوتا تو نیلماں اس کے دماغ میں آتی اور اس کے ذریعے ہم یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں پہنچ جاتی۔"

"کچھ اور بھی سوچا کرو۔ ہو سکتا ہے نیلماں ان دنوں بہت مصروف ہو جیسا کہ حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ یہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ دوسرے معاملات میں مصروف ہے اور مونا کو اپنے آلہ کاروں کے حوالے کیا ہوا ہے۔ جب بھی اسے فرصت ملے گی وہ مونا کے دماغ میں آکر ہم تک پہنچے گی۔"

جے فلو نے کہا "ہم یہ ساری باتیں فرض کر رہے ہیں لیکن ایسا ہو سکتا ہے۔ ہم نے ٹرانسفارمر مشین حاصل کرکے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے اگر نیلماں ہمارے دماغوں میں گھس جائے گی اور وہ ہمیں اپنا محکوم بنا لے گی تو ہماری بہت بڑی کامیابی بدترین ناکامی بن جائے گی۔"

سامو نے کہا "واقعی ہمیں یہ سوچنا سمجھنا چاہیے کہ دشمن کون ہے؟ اور جب تک دشمن سامنے نہیں آتے ہیں، اس وقت تک ہمیں نیلماں پر بھی شبہ کرنا چاہیے۔"

جے فلو نے کہا "تیج پال اور اس کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے بری طرح حسد کر رہے ہیں۔ ایک تو ان کا بہت اہم ساتھی بیزون ان سے چھینا گیا ہے اور اب تک انہیں واپس نہیں مل رہا ہے۔ ہم ان تینوں کے مقابلے میں امریکی اکابرین کے دل و دماغ جیت چکے ہیں وہ ہماری حمایت کرتے ہیں اور ان تینوں کو گھاس نہیں ڈالتے ہیں۔"

جے کافو نے کہا "ہمیں آندرے کو بھی نہیں بھولنا چاہیے۔ اس نے اور اس کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اچانک امریکا سے علیحدگی کا اعلان کیا اور کہیں گم ہو گئے۔ اب تک ان کا کوئی پتا نہیں ہے۔ کیا وہ ہم سے دشمنی نہیں کر رہے ہوں گے؟ کیا وہ نہیں چاہتے ہوں گے کہ ہم امریکا کے کام نہ آئیں؟"

جے فلو نے کہا "یقیناً آندرے باغیانہ انداز میں امریکا کا مخالف بن گیا ہے۔ اب وہ اپنی قوت بڑھانے کے لیے ہم تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ٹریپ کرنا چاہے گا اور اس کے لیے وہ مونا کو استعمال کرے گا بلکہ کر رہا ہے۔"

"انسان کو زندگی میں کامیابیاں اور مسرتیں آسانی سے نہیں ملتیں۔ ملتی بھی رہتی ہیں تو اس دوران میں مسائل اور مصائب پیش آتے رہتے ہیں۔ ہم نے ٹرانسفارمر مشین حاصل کرکے جو کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کامیابی کو ناکامی میں نہیں بدلنا چاہیے۔ مونا کے مسئلے سے اس طرح نمٹنا چاہیے کہ مونا بھی دشمنوں سے نجات حاصل کرلے اور ہمیں بھی مونا کے ذریعے دشمن سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

سامو نے مونا کے دماغ میں پہنچ کر پہلے خاموشی سے اس کے خیالات پڑھے پتا چلا وہ اپنے بنگلے میں بالکل تنہا ہے۔ سامو کا انتظار کر رہی ہے اور اس کے دماغ میں کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا نہیں بول رہا ہے۔

اس نے اسے مخاطب کیا "ہیلو مونا! میں سامو بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر سیدھی بیٹھ گئی پھر بولی "سامو تم کہاں ہو؟ مجھ پر قیامت گزر گئی اور تم ابھی تک نہیں آئے۔"

"مجھ سے شکایت نہ کرو۔ میں آواز اور لب و لہجہ بدل کر بول رہا ہوں اور ایسا کیوں کر رہا ہوں یہ تمہیں ابھی بتاؤں

گا۔"

وہ ایک نئی آواز اور لب و لہجے کے ساتھ بولا "مونا! میں تمہارا سامو بول رہا ہوں۔"

"نہیں تم وہ خیال خوانی کرنے والے دشمن ہو جس نے مجھے خودکشی پر مجبور کیا تھا۔"

"نہیں مونا ابھی میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ آواز اور لب و لہجہ بدل کر بولوں گا۔ تم نہیں جانتیں، دشمن بہت خطرناک ہے اگر وہ نیلماں ہے تو یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی گھس آتی ہے۔ وہ تمہارے ذریعے ہمارے دماغوں میں پہنچ جائے گی اس لیے میں لب و لہجہ بدل کر بول رہا ہوں۔ پلیز میرا یقین کرو۔"

"جب کوئی نیلماں یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں گھس آتی ہے تو پھر تمہیں محتاط رہنا چاہیے۔ میں یقین کر رہی ہوں۔"

"میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا۔ تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں لیکن میرے دونوں ساتھی منع کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔ میں تم سے پوچھتا ہوں، تمہارے پاس مجھے آنا چاہیے یا نہیں؟ ان کا خیال ہے کہ میں تمہارے قریب رہوں گا تو دشمن میرے ذریعے ان دونوں تک بھی پہنچ جائے گا اور مجھے بھی نقصان پہنچائے گا۔"

"تمہارے دونوں ساتھی تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہے ہیں۔ میں بھی تم سے کہتی ہوں میرے قریب نہ آؤ۔ تم تو ٹیلی پیتھی جانتے ہو دور ہی دور سے میری حفاظت کر سکتے ہو۔"

"اوہ مونا! تم بھی وہی باتیں کہہ رہی ہو، جو میرے ساتھی کہہ رہے ہیں۔"

"جو عقل مند ہوتے ہیں وہ عقل کی باتیں کرتے ہیں۔ تمہیں ان کے مشوروں پر عمل کرنا چاہیے۔"

"ان کا مشورہ ہے کہ ہم تینوں باری باری تمہارے دماغ میں رہا کریں گے اور خاموشی سے معلوم کرتے رہیں گے کہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا کیسی کیسی چالیں چلے گا۔ آئندہ ہم اسے ایسا موقع نہیں دیں گے کہ وہ تمہیں ہلاکت کی طرف لے جائے۔"

وہ تھوڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ جے سامو اسے تسلیاں دیتا رہا۔ اس کے اندر حوصلہ پیدا کرتا رہا پھر اس نے کہا "آئندہ میں تمہارے دماغ میں آکر خاموش رہا کروں گا۔ کبھی تم پیار کی کمی محسوس کرتے ہوئے مجھے پکارو گی تو میں اسی نئے لب و لہجے میں مختصر سی گفتگو کروں گا پھر خاموش ہو جایا کروں گا۔"

جے کافو اور جے فلو نے سامو سے کہا "ہم تینوں آٹھ آٹھ گھنٹے تک مونا کے دماغ میں رہا کریں گے۔ ابھی تم آٹھ گھنٹے تک اس کے دماغ میں جاتے آتے رہو۔ اس کے بعد جے فلو جائے گا پھر اس کے آٹھ گھنٹے بعد میں ڈیوٹی دوں گا۔"

اس حساب کے مطابق سامو مونا کے پاس جاتا آتا رہا۔ وہ مطمئن تھی کہہ رہی تھی "حالات کے پیش نظر یہی بہتر ہے کہ تم دور رہ کر بھی میرے دماغ میں آتے رہو گے۔ مجھے ابھی ایسا ہی لگ رہا ہے جیسے تم میرے پاس ہو۔"

"ہاں! ہمارا دماغ سے دماغ مل رہا ہے مگر میرے دل کی دھڑکنیں تمہارے دل کی دھڑکنوں سے نہیں لگ رہی ہیں۔"

"بے شک یہ کمی تو محسوس ہوتی رہے گی لیکن اس کمی کو برداشت کرنا ہوگا۔ ہو سکتا ہے وہ دشمن جلد ہی تم تینوں ساتھیوں کی کوششوں سے بھاگ جائے۔"

جے کافو نہ اپنے دونوں ساتھیوں کا دشمن تھا اور نہ ہی مونا کے دماغ سے بھاگ کر اپنے دونوں ساتھیوں کے لیے اس کی طرف سے خطرہ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ وہ وقفے وقفے سے مونا کے دماغ میں جاتا رہا۔ کبھی کبھی بدلے ہوئے لب و لہجے میں سامو کو مونا سے باتیں کرتا ہوا سنتا رہا پھر واپس آتا رہا۔

اس طرح چھ گھنٹے ہو گئے۔ دو گھنٹے بعد جے سامو اس کے دماغ سے واپس آنے والا تھا اور اس کے بعد جے فلو مونا کے محافظ کی حیثیت سے اس کے دماغ میں آٹھ گھنٹے تک رہنے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی جے کافو نے ایک بار اس کے دماغ میں جاکر محسوس کیا کہ جے سامو نہیں ہے۔ وہ شاید تھوڑی دیر کے لیے اس کے دماغ سے چلا گیا تھا۔

اس نے آواز اور لب و لہجہ بدل کر کہا "مونا! میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔"

مونا نے پوچھا "تم کون ہو؟ تمہارا لہجہ وہ نہیں ہے۔ میں سامو کے بدلے ہوئے لب و لہجے کو پہچانتی ہوں۔"

"بے شک تم اسے پہچانتی ہو لیکن مجھے بھی پہچان لو۔ میں تم پر بری طرح مرمٹا ہوں۔ میں نہیں چاہتا تم سامو کے ساتھ زندگی گزارو۔ وہاں سے چلی آؤ۔"

"بکواس مت کرو اگر تم مجھے دل و جان سے چاہتے تو کبھی خودکشی کرنے پر مجبور نہ کرتے۔"

"میری محبت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے خودکشی کرنے کا ایک ڈراما پلے کیا تھا میں نے ہی کیمسٹ کے ذریعے گولیاں تبدیل کروی تھیں اگر چاہتا تو تم خواب آور گولیاں کھا کر اب تک مر چکی ہوتیں لیکن میری ہی محبت کے باعث

زندہ ہو۔"

اس وقت جے ساموٗ مونا کے دماغ میں خاموش تھا اور اپنے ایک انجانے دشمن کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی جے فلو کو مخاطب کیا اور کہا "فوراً مونا کے دماغ میں آؤ۔"

پھر وہ جے کافو کے دماغ میں پہنچا چونکہ وہ سب یوگا کے ماہر تھے۔ دماغ میں آنے والی سوچ کی لہروں کو فوراً ہی محسوس کرلیتے تھے۔ جے کافو نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ ساموٗ کو یہ پتا نہیں چلنے دیا کہ وہ ابھی مونا کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں! جے ساموٗ بول رہا ہوں۔ فوراً مونا کے دماغ میں آؤ۔ دشمن اس کے دماغ میں بول رہا ہے۔"

"چلو! میں آرہا ہوں۔"

وہ سب مونا کے دماغ میں آئے۔ جے کافو لب ولہجہ بدل کر پھر بولنے لگا "مونا! تم یا تمہارا ساموٗیا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی کبھی مجھے پہچان نہیں سکیں گے کیونکہ میں ان آزاد خیال خوانی کرنے والوں میں سے ہوں جو امریکا کی غلامی سے نجات حاصل کرچکے ہیں اور اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزار رہے ہیں۔"

جے ساموٗ نے کہا "تم کون ہو؟ ابھی مونا کے دماغ سے نہ جانا۔ ہم سے باتیں کرو۔ تم میری مونا کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

اس نے جواب کا انتظار کیا لیکن جواب نہیں ملا۔ جے فلو نے کہا "یہاں صرف ساموٗ نہیں ہم تینوں ساتھی موجود ہیں اور مونا کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ تم بتاؤ کون ہو؟"

جے کافو نے دشمن کا لب ولہجہ بدل کر اپنے لب ولہجے میں کہا "میں جے کافو بول رہا ہوں۔ تم نے میرے دو ساتھیوں کی آواز سنی اور اب میری سن رہے ہو لیکن یہ سب ہمارا بدلا ہوا لب ولہجہ ہے۔ تمہارے اچھے بھی ہمارے دماغوں تک نہیں پہنچ سکیں گے اور نہ ہی تم کبھی مونا کو نقصان پہنچا سکو گے۔"

جواب میں دوسری طرف سے خاموشی رہی۔ وہ دشمن جواباً کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔ بھلا کیسے کہتا کیونکہ جے کافو ہی ڈبل رول پلے کررہا تھا۔ اب وہ دشمن کا نہیں دوست کا رول ادا کرتے ہوئے دشمن کو چیلنج کررہا تھا کہ وہ خود کو بے نقاب کردے۔ ورنہ وہ مونا کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے اور ہر لمحہ اس کی حفاظت کرتے ہیں گے۔ جے ساموٗ اور جے فلو یہ دیکھ رہے تھے کہ ان کا دوست جے کافو مونا کے دماغ میں موجود ہے وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ انہی کی موجودگی میں لب ولہجہ بدل کر بول رہا تھا۔

وہ تینوں بڑی دیر تک مونا کے دماغ میں رہے اور انتظار کرتے رہے کہ دشمن کسی نہ کسی وقت ضرور بولے گا لیکن وہ بالکل خاموش ہوگیا تھا۔ اپنی ایسی حرکتوں سے ظاہر کررہا تھا کہ وہ ان تینوں میں سے کسی کی موجودگی میں بولنا نہیں چاہتا ہے۔ جب ان کی غیر موجودگی کا یقین ہوجائے گا تو پھر وہ اس کو پریشان کرے گا۔

پھر جے کافو نے کہا "ساموٗ اور فلو! تم دونوں مونا کے دماغ سے واپس آؤ۔ میں تم لوگوں سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ دونوں اس کے دماغ میں چلے آئے۔ ساموٗ نے پوچھا "کیا بات ہے؟ ہمیں ایک لمحے کے لیے بھی مونا کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

جے کافو نے کہا "میں نے کچھ سوچ سمجھ کر تم دونوں کو مونا کے دماغ سے باہر نکالا ہے۔ اس نے میری یہ بات سنی ہوگی اور یہ سمجھ گیا ہوگا کہ ہم تینوں مونا کے دماغ سے نکل آئے۔ اب پھر مونا کے دماغ میں چلو لیکن بالکل خاموش رہو۔ اسے یہی تاثر دو کہ ہم اس کے دماغ میں نہیں ہیں۔"

جے فلو نے کہا "بہت اچھی چال ہے۔ آؤ ہم پھر اس کے دماغ میں چلتے ہیں۔"

وہ تینوں مونا کے دماغ میں آئے۔ جے کافو نے اس کے دماغ میں پہنچتے ہی اسے ایک طرف جانے پر مجبور کیا وہ اس کی مرضی کے مطابق چلتی ہوئی ایک اسٹور کی طرف آئی۔ وہاں بہت سا پرانا سامان پڑا ہوا تھا۔ وہاں سے اس نے ایک لمبی سی رسی نکالی پھر اسے لے کر اپنے کمرے میں آئی۔ میز کو کھینچ کر شہتیر کے نیچے رکھا پھر ایک کرسی اٹھا کر میز پر رکھی۔ اس کے اوپر چڑھ کر رسی کے ایک سرے کو شہتیر سے باندھنے لگی۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ دشمن اسے خودکشی کرنے پر مجبور کررہا ہے۔ ایسے وقت ساموٗ نے کہا "اے مونا! تم کیا کررہی ہو؟"

جے فلو نے کہا "ہم تمہارے دماغ میں رہنے والے دشمن کو مخاطب کررہے ہیں۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ہم مونا کو خودکشی کرنے نہیں دیں گے۔ وہ اپنے گلے میں پھندا نہیں ڈالے گی لیکن دشمن کو ہم سے بات کرنا چاہیے۔"

کوئی جواب نہیں ملا۔ جے ساموٗ نے کہا "تم مونا سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتے ہو۔ یہ کیسی محبت ہے کہ اسے مار ڈالنا چاہتے ہو۔"

جے کافو نے مونا کی زبان سے کہا "ہاں! میں دشمن ہوں

لیکن اسے جان سے مارنا نہیں چاہتا۔ اسے دل وجان سے چاہتا ہوں۔ ساموٗ! اگر تم اس سے محبت کرتے ہو۔ اس کی سلامتی چاہتے ہو تو اسے میرے حوالے کردو۔ میں زندگی بھر مونا کو خوش رکھوں گا۔ دنیا جہان کی دولت اس کے قدموں میں لاکر ڈال دوں گا۔"

جے ساموٗ نے کہا "بکواس مت کرو۔ مونا میری ہے اور میری رہے گی۔ میں اس کی حفاظت کروں گا۔"

"تم بے وقوف ہو۔ کیا دن رات کے ایک ایک لمحے میں اس کی حفاظت کرسکو گے یا تمہارے ساتھی حفاظت کرسکیں گے۔ مجھے جب بھی موقع ملے گا۔ میں اسے ہلاک کرڈالوں گا۔ یہ اگر میری نہیں ہوگی تو تمہاری بھی نہیں رہے گی۔ میں جارہا ہوں، پھر کسی وقت اپنی مونا کے دماغ میں آؤں گا۔"

جے کافو نے مونا کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ مونا ایک دم سے چونک کر خود کو میز اور کرسی کے اوپر کھڑا دیکھ رہی تھی اور رسی کے پھندے کو بھی حیرانی سے تک رہی تھی۔ جے ساموٗ نے کہا "سنبھل کر نیچے اتر جاؤ۔ وہ دشمن تمہیں خودکشی کی طرف لے جارہا تھا۔ ہم نے پھر تمہیں بچالیا ہے۔"

وہ کرسی سے اتر کر میز پر آئی پھر میز سے اتر کر فرش پر کھڑی ہوگئی۔ سر اٹھا کر چھت کی شہتیر کو دیکھنے لگی۔ جہاں رسی بندھی ہوئی تھی پھر وہ پریشان ہوکر بولی "ساموٗ! یہ کیا ہورہا ہے؟ میں سمجھ رہی ہوں کہ وہ دشمن تمہیں پریشان کررہا ہے۔ مجھے بار بار خودکشی کی طرف لے جارہا ہے اور تمہیں یہ تاثر دے رہا ہے کہ وہ جب چاہے مجھے ہلاک کرسکتا ہے۔"

جے کافو نے کہا "میں بھی یہی سمجھ رہا ہوں۔ وہ مونا کی جان لینا نہیں چاہتا ہے لیکن اس طرح کے ڈرامے کرتا رہے گا اور جے ساموٗ کے ساتھ ہم دونوں ساتھیوں کو بھی ذہنی پریشانیوں میں مبتلا کرتا رہے گا۔ میں ساموٗ اور فلو سے کہتا ہوں تھوڑی دیر کے لیے مونا کے دماغ سے نکل آؤ۔ میں ضروری باتیں کروں گا۔"

وہ دونوں پھر مونا کے دماغ سے نکل کر جے کافو کے دماغ میں پہنچے۔ وہ بولا "مونا نے ہم سے زیادہ دنیا نہیں دیکھی ہے۔ ہم سے زیادہ تجربات نہیں رکھتی ہے۔ اس کے باوجود وہ سمجھ رہی ہے کہ دشمن ہم تینوں کو پریشان کررہا ہے اور میں کہتا ہوں کہ وہ اس طرح پریشان کرنے کے بہانے ہماری کوئی نہ کوئی کمزوری پکڑ کر ہم تک پہنچنے کی کوشش ضرور کررہا ہوگا۔"

جے فلو نے کہا "میرا ذہن بھی یہی کہتا ہے۔ دشمن کوئی گہری چال چل رہا ہے۔ ہوسکتا ہے اسے مونا سے وہ محبت نہ ہو جس کا وہ اظہار کررہا ہے۔ اس نے صرف مونا کو اپنی آلہ کار بنایا ہوگا۔ ہمارا دوست جے کافو بہت پہلے سے ہم دونوں کو سمجھاتا آرہا ہے کہ ہماری زندگی میں مستقل طور پر کسی عورت کو نہیں آنا چاہیے۔"

جے ساموٗ نے کہا "یار فلو! تمہاری زندگی میں ہیلو ریٹا آئی تھی۔ اب وہ نہیں رہی اس لیے تم بھی یہی کہہ رہے ہو۔ ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بولو اگر ہیلو ریٹا زندہ ہوتی اور تم سے کہا جاتا کہ اسے اپنی زندگی سے دور کردو یا خود اس سے دور ہوجاؤ تو کیا تم راضی ہوجاتے؟"

جے فلو نے کہا "دل کے معاملات میں عقل کام نہیں آتی۔ تم درست کہتے ہو۔ ہیلو ریٹا زندہ ہوتی تو میرے لیے بھی بڑا مسئلہ ہوتا لیکن اب وہ نہیں ہے تو عقل کام کررہی ہے اور عقل یہی کہتی ہے کہ اپنی سلامتی کے لیے اور کم از کم مونا کو ذہنی پریشانیوں سے نجات دلانے کی خاطر اس سے زیادہ سے زیادہ دوری لازمی ہے۔"

جے ساموٗ نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ میں مونا کو اپنے سے دور کردوں تاکہ وہ دشمن اس کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے اپنی طرف مائل کرے اور اپنی محبوبہ اور شریک حیات بنالے۔"

"تم یہ دیکھو کہ تمہاری اور ہماری سلامتی کس میں ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کررہے ہیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ صرف ایک مونا کی وجہ سے ہماری تمام کامیابیوں پر پانی پھر جائے؟ یہ دشمن بڑی چالاکی سے ہم تک پہنچنے کی کوششیں کررہا ہے۔ کیا تم اسے اس کی کوششوں میں کامیاب ہونے دوگے؟ کیا یہ چاہوگے کہ وہ ہم تینوں تک پہنچے، ہمیں ٹریپ کرے اور پھر ہمارے ذریعے ٹرانسفارمر مشین پر اور امریکی اکابرین پر اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر قبضہ جمالے اور ہم اس کے غلام بن جائیں؟ ساموٗ! عقل سے کام لو۔ ایک عورت کی خاطر اپنے ساتھ ہمیں بھی خطرات سے دوچار نہ کرو۔ اتنی بڑی کامیابیوں کو مٹی میں نہ ملنے دو۔"

جے کافو نے کہا "جے فلو! تم اتنا کچھ کہہ رہے ہو۔ میں تو کچھ کہتا بھی نہیں کیونکہ میں بہت پہلے سمجھا چکا ہوں۔ اب میں کہوں گا تو ساموٗ مجھے اپنا دشمن سمجھے گا۔"

ساموٗ نے کہا "یار! ایسی باتیں نہ کرو۔ ہم نے پہلے کبھی ایک دوسرے کے خلاف کوئی رائے قائم نہیں کی پھر آج کیسے تم میں سے کسی کو دشمن سمجھ لوں گا۔"

جے کافو نے کہا "یار فلو! ہم نے دوستی کا حق ادا کیا

ہے۔ جے سامو کو جس قدر سمجھانا تھا' سمجھا چکے ہیں۔ اب اس سلسلے میں بحث نہیں کریں گے۔ سامو کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اسے فیصلہ کرنے دو کیا اچھا ہے' کیا برا ہے؟ وہ جو بھی فیصلہ کرے گا ہم اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔"

جے فلو نے کہا "اگر یہ مونا کے حق میں فیصلہ کرے گا اور اسی سے چپکا رہنا چاہے گا تو کیا ہم بھی اس کے ساتھ تباہ و برباد ہو جائیں گے؟"

جے کافو نے کہا "بے شک' ہماری دوستی کا یہی تقاضا ہے۔ جئیں گے تو ایک ساتھ' مریں گے تو ایک ساتھ۔ اگر یہ ہمیں اپنے ساتھ ڈبونا چاہتا ہے تو ہم ہنسی خوشی اس کے ساتھ ڈوب جائیں گے لیکن اسے فیصلہ کرنے کی مہلت دو' آزادی دو' اور جب تک یہ اپنا فیصلہ نہ سنائے۔ اس کے معاملے میں کوئی مداخلت نہ کرو۔"

وہ تینوں دوست ایک بنگلے میں روپوشی کی زندگی گزار رہے تھے۔ مونا کے معاملے میں ہر پہلو پر گفتگو کر چکے تھے۔ اب انہوں نے سامو کو اپنے طور پر فیصلہ کرنے کے لیے چھوڑ دیا اور وہ دونوں اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ جے سامو ڈرائنگ روم میں بیٹھا سوچتا رہ گیا۔ اسے آٹھ گھنٹے تک مونا کی حفاظت کے لیے اس کے دماغ میں رہنا چاہیے تھا۔ ابھی ایک گھنٹا اور رہ گیا تھا۔ اسے ڈرائنگ روم میں جسمانی طور پر رہ کر ذہنی طور پر مونا کے پاس جانا چاہیے تھا لیکن وہ سوچ رہا تھا کیا اپنے ساتھ جے کافو اور جے فلو کو بھی ڈبو دے؟ بے شک بہت ہی بڑی اور بہت ہی زبردست کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔ کیا دشمن کو موقع دیا جائے کہ وہ مونا کے ذریعے ان سب کے دماغوں میں پہنچ کر اب تک کی تمام کامیابیوں کا سہرا اپنے سر باندھ لے اور وہ اس کے غلام بن جائیں؟

وہ سوچنے لگا۔ اگر ایسا ہوگا تو تینوں دوست تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ مونا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ کیونکہ دشمن اسے ٹریپ کر چکا ہوگا۔ اسے اپنی محبوبہ یا شریک حیات بنا چکا ہوگا یا کام نکالنے کے بعد مونا کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک چکا ہوگا۔ اس کا جو کچھ بھی ہوگا تو وہ تنہا فائدے میں یا نقصان میں رہے گی لیکن وہ تینوں دوست ہر حال میں تباہ ہو جائیں گے۔

وہ عقل سے سوچ رہا تھا تو حقیقت سمجھ میں آ رہی تھی لیکن دل کبھی کبھی مونا کے لیے مچل رہا تھا۔ تڑپ تڑپ کر کہہ رہا تھا مونا کو کیسے چھوڑ دوں؟

وہ ڈرائنگ روم سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں آیا پھر بستر کے سرے پر بیٹھ کر مونا کے بارے میں سوچتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ اب اپنے بنگلے میں نہیں ہے۔ ایک چھوٹی سی اٹیچی میں اپنا ضروری سامان رکھ کر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر کہیں جا رہی ہے۔

وہ اپنے بستر پر بیٹھا بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ مونا کے خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ خود نہیں جانتی کہ کہاں جا رہی ہے۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ دشمن اسے گھیر کے کہیں لے جا رہا ہے اور اگر مداخلت کی جائے تو دشمن پہلے کی طرح اپنے ارادوں میں ناکام ہو کر خاموشی اختیار کر لے گا۔ مونا کو پھر عارضی طور پر چھوڑ دے گا لیکن جے سامو اور اس کے ساتھیوں کے غافل ہوتے ہی پھر اسے گھیر کرنے کی کوشش کرنے لگے گا اور یہ سلسلہ پتا نہیں کب تک چلتا رہے گا۔

جے سامو پھر مونا کے دماغ میں پہنچا اس وقت وہ ائر پورٹ پہنچ چکی تھی۔ ایک کاؤنٹر پر روم جانے کے لیے ٹکٹ لے رہی تھی۔ سامو کے دل نے کہا "اسے روک دیا جائے۔" دماغ نے کہا "نہیں اسے جانے دیا جائے۔"

وہ بستر سے اتر کر بے چینی سے ٹہلنے لگا پھر اس نے سرہانے کی دراز کھول کر ایک شیشی نکالی۔ اس میں خواب آور گولیاں تھیں۔ اس نے دو گولیاں نکالیں پھر کمرے سے باہر آ کر فریج کھول کر اس میں سے پانی نکالا۔ جے فلو بھی پانی پینے آیا تھا۔ اس نے پوچھا "یہ تم کون سی گولیاں کھا رہے ہو؟"

جے سامو نے اسے دو گولیاں دکھاتے ہوئے کہا "پریشانی کی بات نہیں ہے' یہ خواب آور گولیاں ہیں۔ ان سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ میں گہری نیند سو جاؤں گا۔ اس دنیا سے غافل ہو جاؤں گا۔ پھر یہ نہیں معلوم ہوگا کہ تقدیر میرے ساتھ کیا کر رہی ہے؟"

یہ کہہ کر اس نے دو گولیاں نگل کر پانی پی لیا۔ خالی گلاس کو ڈائننگ ٹیبل پر رکھا پھر وہاں سے سر جھکا کر چلتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ جے فلو نے جے کافو کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ اس نے دروازے کو کھول کر جے فلو کو دیکھا پھر کہا "آؤ! کیا بات ہے؟"

"جے سامو بہت پریشان ہے۔ اس نے نیند کی دو گولیاں کھائی ہیں اور سونے گیا ہے۔"

"یہ اچھا ہے۔ اسے سونے دو۔ وہ کبھی سوئے گا۔ کبھی جاگے گا اپنے دل پر جبر کرے گا۔ دماغ کی باتیں مانتا رہے گا تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آ جائے گی کہ دشمن مونا کو ہر حال میں گھیرے گا اور جب مونا اس کی ہو جائے گی تو پھر ایک پرائی عورت کے لیے اپنے ساتھ اپنے

دو ساتھیوں کی بہتری کے لیے عقل سے سوچے گا۔"

جے فلو نے کہا "ہاں! اس طرح وہ عقل سے سوچتا رہے گا تو مونا سے دور رہنے کے فیصلے پر عمل کرتا رہے گا۔ بہرحال ہمیں سونا چاہیے رات بہت گزر چکی ہے۔"

جے فلو وہاں سے اپنے بیڈ روم میں چلا گیا۔ جے کافو نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر مونا کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ایک طیارے میں سوار ہو رہی تھی۔ اس نے اجنبی دشمن بن کر مونا کو وہاں سے جانے پر مجبور کیا تھا پھر اس کے دماغ سے چلا آیا تھا۔ اس کے دماغ سے نکلنے کے بعد مونا کو وہاں سے نہیں جانا چاہیے تھا۔ اپنے ہوش و حواس میں رہنا چاہیے تھا۔

اور وہ ہوش و حواس میں تھی۔ لیکن خود یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ سامو کی اور اس کے ساتھیوں کی بہتری کے لیے اسے یہاں سے دور چلے جانا چاہیے۔ محبت یہ نہیں ہے کہ سامو جیسے چاہنے والے کو مصائب میں گرفتار کیا جائے اور اس کے لیے خطرات پیدا کیے جائیں۔

جے کافو اس کے خیالات پڑھ کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا پھر وہ دو گھنٹے بعد اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ روم پہنچ چکی تھی اور ایک ہوٹل میں سونے کے لیے جا رہی تھی۔ جے کافو اپنے بیڈ روم سے نکل کر جے سامو کے بیڈ روم کے سامنے آیا۔ دروازے کے ہینڈل کو گھما کر دیکھا وہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے دروازے کو کھول کر کمرے کے اندر دیکھا۔ جے سامو گہری نیند سو رہا تھا۔ خواب آور گولیاں اثر دکھا رہی تھیں۔ اب وہ صبح سے پہلے بیدار ہونے والا نہیں تھا۔

وہ اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔ دروازے کو اندر سے بند کر کے ایک صوفے پر آرام سے بیٹھنے کے مونا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ بستر پر چاروں شانے چت لیٹی ہوئی اپنے سامو کے بارے میں سوچ رہی تھی اور اسے دماغ سے نکالنا بھی چاہتی تھی۔ اس وقت جے کافو نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلایا پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس وقت اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ جے سامو اور جے فلو مونا کے دماغ میں آئیں گے۔ یہ اطمینان ہو چکا تھا کہ دونوں ساتھی سو رہے ہیں۔ وہ ایک ساتھی جے فلو کو عورت سے نجات دلا چکا تھا۔ اور اب جے سامو کو مونا سے نجات دلانے کے لیے اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس کے ذہن سے سامو کا نام اور اس کے ساتھ گزارے ہوئے تمام لمحات کو مٹانے لگا۔ اس نے سامو کے حوالے سے اس کی یادداشت کو بالکل کمزور بنا دیا پھر اس کے ذہن میں دوسرا لب ولہجہ نقش کیا تاکہ اس کا دماغ لاک ہو جائے اور پھر کبھی جے سامو اس کے دماغ میں پہنچنا چاہے تو کبھی نہ پہنچ پائے۔

اس نے عمل کرنے کے بعد مونا کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ یہ طے تھا کہ دوسرے دن جب وہ بیدار ہوگی تو ایک نئی مونا ہوگی۔ جے سامو کو بھول چکی ہوگی۔ جے سامو اس کے دماغ میں کبھی نہیں جا سکے گا لیکن وہ مونا پر ایسا ظلم نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ دربدر کی ہو کر رہ جائے۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ دوسرے دن اسے کسی دوسرے ملک کا ویزا دلائے گا اور وہاں جانے پر مائل کرے گا۔ جب وہ دوسرے ملک میں پہنچ جائے گی تو اس کے پاس وہاں اتنی دولت پہنچا دے گا کہ وہ کسی کی محتاج نہیں رہے۔ اپنے طور پر ایک آزاد اور خود مختار زندگی گزارتی رہے۔

اس نے اپنے دونوں دوستوں کی سلامتی کے لیے دو عورتوں پر ظلم کیا تھا۔ ہیلو ریٹا کو مجبوراً ہلاک کیا تھا۔ لیکن مونا کے ساتھ رعایت کی تھی۔ بہرحال وہ جو کچھ بھی کر رہا تھا اپنے دوستوں کی بھلائی کے لیے کر رہا تھا۔ آئندہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے امریکی اکابرین پر اور تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر حکومت کرنے والا تھا۔

○☆○

ہم چین پہنچ گئے۔ میرے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کا ذہین سراغ رساں احمد زبیری تھا اور جناب عبداللہ واسطی ہماری رہنمائی کے لیے آئے تھے۔

ہمارے میزبان ہمیں ائرپورٹ سے سیدھے گریٹ ہال آف دی پیپلز میں لے گئے۔ وہاں ایک کمرے میں ہمارے ریفرشمنٹ کا انتظام کیا گیا تھا۔ ہم نے وہاں کچھ کھایا پھر کافی پی۔ مجھ سے پہلے میری شہرت وہاں پہنچ گئی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے کی جانب سے میرے کارناموں کی تفصیلات بیان کر دی گئی تھیں۔ وہ اس حوالے سے مجھ سے مل کر بہت خوش ہو رہے تھے اور حیرانی ظاہر کر رہے تھے کہ میں اپنی زندگی میں کس طرح عجیب و غریب حالات سے اور مصائب سے گزرتا آیا ہوں۔ چینی فوج کا ایک اعلیٰ افسر اس بات پر خوش ہو رہا تھا کہ ہم امریکا کی ہر جارحیت کا منہ توڑ جواب دیتے آئے ہیں۔

ہم وہاں سے بہت وسیع و عریض کانفرنس ہال میں آئے اسے دی گریٹ ہال آف دی پیپلز کہا جاتا ہے۔ وہاں عوام کو اپنے ملک اور قوم اور سیاسی حالات پر کھل کر بولنے کی آزادی ہے۔ اسی لیے اس ہال کو..... دی گریٹ ہال آف دی

پیلز کہا جاتا ہے۔ وہاں سیاسی اور سماجی شعبوں سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک عہدے دار نے ہماری آمد پر استقبالیہ تقریر کرتے ہوئے کہا "دنیا کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ ہم نے کسی ملک سے کوئی سیاسی معاہدہ نہیں کیا بلکہ ایک ادارے سے دوستی کا معاہدہ کیا ہے۔ اس ادارے کو بابا فرید واسطی صاحب کا ادارہ کہا جاتا ہے۔ اس ادارے کے ایک معزز بزرگ جناب عبداللہ واسطی نے ہزاروں میل کا سفر طے کرکے، مسٹر فرہاد علی تیمور اور مسٹر احمد زبیری کے ساتھ یہاں آنے کی زحمت گوارا کی ہے۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی اور جناب عبداللہ واسطی جیسے بے شمار بزرگ پچھلی نصف صدی سے کئی نسلوں کو تہذیب و اخلاق اور نیک اور پاکیزہ خیالات کا درس دیتے آئے ہیں۔ اس ادارے کے طلبا اور طالبات روحانیت کے علاوہ طب اور سائنس کی جدید ٹیکنالوجی کا علم حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اس ادارے میں کوئی جنگ جو فوج نہیں ہے۔ وہاں صرف علوم حاصل کرنے والوں کی فوج ہے۔ وہ فوج اپنے ہاتھوں میں ہتھیار نہیں رکھتی، اپنے دماغوں میں علوم کا خزانہ رکھتی ہے۔ اس ادارے سے کبھی خون خرابے والی بات نہیں کی گئی۔ بڑے بڑے سپر پاور کہلانے والے ملکوں نے جب بھی اس ادارے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی جواب میں خود انہیں ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا۔

امریکا نے ویت نام میں برسہا برس تک جنگ جاری رکھی لیکن وہاں اپنا تسلط قائم نہ کرسکا۔ شکست کھا کر اسے واپس جانا پڑا لیکن وہ ایشیائی ممالک پر مسلط رہنے کی خواہش سے باز نہیں آرہا ہے۔ اب تھائی لینڈ، کمبوڈیا اور لاؤس وغیرہ میں کسی نہ کسی بہانے سے اپنی فوجیں اتارنا چاہتا ہے۔ ایسے وقت بابا صاحب کے ادارے سے ہماری دوستی کا معاہدہ ہوچکا ہے اور آپ ابھی اس بات کو پورے یقین سے نہیں سمجھ پائیں گے کہ یہ ایک ادارہ اور یہ ہمارے تین معزز مہمان اپنے اندر کیسی قوت رکھتے ہیں کہ ان کی یہاں آمد سے ہی امریکا اور دوسرے ممالک میں کھلبلی سی پیدا ہوگئی ہے۔

ان کے پاس ایک بہت ہی خطرناک ہتھیار ہے جسے ٹیلی پیتھی کہتے ہیں۔ اس ٹیلی پیتھی کے سامنے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی بھی کوئی حیثیت نہیں رہی ہے۔ کہتے ہیں اکیسویں صدی میں کمپیوٹر کے ذریعے جنگ لڑی جائے گی اور اسٹار وار کے سلسلے میں بھی پیشین گوئی کی جارہی ہے لیکن ٹیلی پیتھی کے سامنے بڑی بڑی جنگی تیاریاں خاک میں مل جائیں گی۔

"جناب علی اسد اللہ تبریزی اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام افراد نے ہمارے ساتھ بے مثال دوستی کا ثبوت دیا ہے اور ثبوت کے طور پر ہمیں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار دے رہے ہیں۔"

یہ سنتے ہی تمام حاضرین تالیاں بجانے لگے۔

وہاں کے عہدے دار نے کہا "میں اپنی تقریر کو مختصر کرتے ہوئے جناب عبداللہ واسطی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ یہاں آکر ہماری دوستی کے معاہدے پر اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار کریں۔ شکریہ۔"

حاضرین تالیاں بجانے لگے۔ جناب عبداللہ واسطی نے اسٹیج پر آکر مائیک کے سامنے حاضرین کو سلام کیا پھر بسم اللہ پڑھنے کے بعد کلام پاک کی ایک آیت کی تلاوت کی اس کے بعد فرمایا "ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ علم حاصل کرنے کے لیے چین تک جانا ہو تو علوم کا خزانہ حاصل کرنے کے لیے ضرور جانا چاہیے۔ آج ہم اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی ہدایت کے مطابق یہاں علوم حاصل کرنے کے لیے بھی آئے ہیں اور اپنی طرف سے بھی علوم کا تحفہ لائے ہیں۔"

حاضرین تالیاں بجانے لگے۔ جناب عبداللہ واسطی نے کہا "ٹیلی پیتھی کا علم خدا کی رضا سے حاصل ہوتا ہے یا شیطان کے شر سے حاصل کیا جاتا ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں زندگی کے ہر شعبے میں خیر اور شر کی جنگ جاری رہتی ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بھی ایک عرصے سے یہ جنگ جاری ہے۔ اور ہماری طویل جدوجہد یہ ثابت کررہی ہے کہ ہم ہمیشہ شر پر غالب آتے رہے ہیں۔ ایک طویل صبر آزما عبادت اور ریاضت کے بعد ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ عبادت اور ریاضت کے دشوار گزار مراحل سے بہت کم لوگ گزرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اس لیے ٹیلی پیتھی کا علم جاننے والوں کی تعداد بہت کم ہے لیکن جب سے ٹرانسفارمر مشین تیار کی گئی ہے تب سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج پیدا ہوتی جارہی ہے۔

"اتنی بڑی دنیا میں یہ ٹرانسفارمر مشین صرف دو جگہ ہے۔ ایک امریکا میں اور دوسری ہمارے بابا صاحب کے ادارے میں۔"

اس بات پر سب خوش ہوکر تالیاں بجانے لگے۔ انہوں نے کہا "امریکا میں کئی بار یہ مشین تیار کی گئی اور کئی بار ہم نے اسے تباہ کردیا۔"

اس بات پر پھر تالیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ انہوں

نے کہا "جمہوریہ چین سے ہمارا دوستی کا معاہدہ ہوا ہے۔ اس معاہدے کے مطابق ہم نے وعدہ کیا ہے کہ آپ کی فوج کے کئی افسران اور غیر معمولی ذہانت رکھنے والے جنوانوں کو ہم ٹیلی پیتھی کا علم سکھائیں گے۔"

یہ سنتے ہی سب اٹھ کر تالیاں بجانے لگے پھر وہ مزید خوش آئند باتیں سننے کے لیے بیٹھ گئے۔ جناب عبداللہ واسطی نے کہا "جیسا کہ ابھی میں نے عرض کیا تھا ہماری دنیا میں خیر و شر کی جنگ جاری رہتی ہے۔ ہم نے خیر کے لیے دوستی کا معاہدہ کیا لیکن شر آڑے آنے لگا۔ حکومت فرانس نے چینی باشندوں کا داخلہ اپنے ملک میں ممنوع قرار دیا تاکہ یہاں سے آپ کے ذہین افراد ہمارے ادارے میں جاکر ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہ کرسکیں۔"

اس بات پر حاضرین شیم شیم کہنے لگے۔ انہوں نے کہا "آپ خاموش ہوجائیں آپ کے شیم شیم کہنے سے بے حس لوگوں کو کبھی شرم نہیں آئے گی۔ شیطان ایک راستہ بند کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ذہانت ہزار راستے بنانے کی تدابیر سجھاتی ہے۔ ہم نے ایک نیا راستہ نکالا ہے۔ آپ سے دوستی کی ایسی مثال قائم کررہے ہیں۔ جس کے بارے میں ابھی نہ آپ سوچ سکتے ہیں نہ سپر پاور نہ دوسرے بڑے ممالک کبھی اس بات کی توقع کرسکتے ہیں اور وہ بات اور وہ راستہ یہ ہے کہ جس ٹرانسفارمر مشین تک جانے کے لیے آپ کے ذہین افراد کو روکا گیا ہے۔ ہم اس ٹرانسفارمر مشین کو یہاں آپ کے ملک میں لارہے ہیں۔"

یہ بات سنتے ہی تمام ہال کے افراد اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ زور زور سے تالیاں بجانے لگے۔ بیک آواز ہوکر "لانگ لیو دی انسٹی ٹیوٹ آف بابا واسطی" اور "لانگ لیو جناب اسد اللہ تبریزی" کے نعرے لگانے لگے پھر ایک اعلیٰ عہدے دار نے اسٹیج پر آکر دونوں ہاتھ ... اٹھا کر خاموش رہنے کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر بعد سب ہی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ وہاں خاموشی چھاگئی۔ وہ سب جناب عبداللہ واسطی کی طرف دیکھنے لگے۔

انہوں نے کہا "ٹرانسفارمر مشین سائز میں بہت بڑی ہوتی ہے۔ اسے رازداری سے یہاں نہیں لایا جاسکتا لیکن ہمارا ایک ماہر یہاں آرہا ہے۔ وہ آپ کے ماہرین کے تعاون سے ٹرانسفارمر مشین یہاں تیار کرے گا۔ ہم یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارا جو ماہر یہاں آرہا ہے۔ اس کے راستے میں قدم قدم پر بڑے ہی خطرناک جال بچھائے گئے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ وہ ان تمام جالوں کو ناکارہ بناتا ہوا یہاں پہنچ جائے۔ اس کے آنے کے بعد ہی ہمیں اطمینان ہوگا کہ ہم آپ کے ساتھ دوستی کا عملی ثبوت دے رہے ہیں۔ اب میں آپ سے اجازت چاہوں گا۔ اللہ حافظ۔"

حاضرین تالیاں بجانے لگے۔ جناب عبداللہ واسطی میرے پاس آکر بیٹھ گئے۔ اعلیٰ عہدے دار نے مائیک کے سامنے آکر کہا "ابھی ہم نے جناب عبداللہ واسطی کی زبان سے جو کچھ سنا وہ ہمارے لیے چونکا دینے والی بات ہے۔ ہم تو کیا واقعی سپر پاور اور دنیا کے دوسرے بڑے ممالک کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ بابا صاحب کے ادارے کے بچے اور کھرے مسلمان اپنی دوستی کی ایسی مثال پیش کریں گے جو آج تک کسی نے نہیں کی۔ کوئی اتنا فراخ دل نہیں ہوتا کہ اپنی طاقت کا سرچشمہ ہمارے گھر لے آئے لیکن جناب علی اسد اللہ تبریزی اور بابا صاحب کا ادارہ جس چونکا دینے والی دوستی کا ثبوت پیش کررہا ہے اسے ہم اور ہماری آئندہ نسلیں ہمیشہ یاد رکھیں گی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ہم کن الفاظ میں اپنی احسان مندی کا اظہار کریں۔ ہم ان کا جتنا بھی شکریہ ادا کریں وہ کم ہوگا۔ ہم فی الحال اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ ہماری اور بابا صاحب کے ادارے کی دوستی قیامت تک رہے گی۔"

حاضرین بار بار تالیاں بجا کر اپنی مسرتوں کا اور اپنے دلی جذبات کا اظہار کررہے تھے پھر اس اعلیٰ عہدے دار نے میرا تعارف کرایا۔ میرے بارے میں تعریفی کلمات ادا کیے پھر کہا "حاضرین آپ نے ٹیلی پیتھی کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہوگا، بہت کچھ سنا ہوگا لیکن آپ یہ نہیں جانتے کہ ٹیلی پیتھی کا عمل اور ردعمل کیا ہوتا ہے۔ میں فرہاد صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اس سلسلے میں آپ کو کچھ بتائیں پلیز مسٹر فرہاد علی تیمور آپ اسٹیج پر تشریف لے آئیں۔"

میں تالیوں کی گونج میں اسٹیج پر آیا پھر مائیک کے سامنے کہنے لگا "معزز حاضرین! میں نے دیکھا ہے کہ میرے یہاں ..... آنے سے پہلے میرے کارناموں کے سلسلے میں کتابچے شائع ہوئے ہیں اور انہیں عوام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان کتابچوں کو پڑھنے کے بعد میری زندگی کی طویل جدوجہد اور تمام داستان قصہ کہانی والی بات لگی ہوگی۔ جب تک کسی عجیب و غریب اور غیر معمولی بات کا عملی مظاہرہ نہ ہو۔ اس وقت تک وہ بات ایک افسانہ ہی لگتی ہے۔ اگر آپ ٹیلی پیتھی کا عملی مظاہرہ دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ میں سے کوئی اپنی جگہ سے اٹھ کر مجھے مخاطب کرے۔ مجھ سے کوئی سوال کرے۔"

ایک شخص نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! میں نیشنل پریس آف ری پبلک چائنا کا ڈائریکٹر جنرل ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے دماغ میں بھی گھس آتے ہیں۔ کیا آپ میرے دماغ میں آکر مجھ سے باتیں کرسکتے ہیں؟"

دوسرے ہی لمحے میں میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا "مسٹر! آپ نے اپنا عمدہ بتایا لیکن نام نہیں بتایا اس کے باوجود میں آپ کے دماغ میں اس طرح گھس آیا ہوں جیسے کوئی کسی کے گھر میں زبردستی گھس آتا ہے۔ آپ میری آواز سن رہے ہیں نا؟"

وہ حیرانی سے اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا "ہاں! مسٹر فرہاد علی تیمور! اس وقت میرے دماغ میں بول رہے ہیں۔ میں ان کی آواز سن رہا ہوں۔"

میں نے پوچھا "دوسرے کیسے یقین کریں گے کہ میں آپ کے دماغ میں ہوں؟"

ایک دوسرے شخص نے اپنی جگہ اٹھ کر کہا "بے شک این' پی' آر' سی کے ڈائریکٹر جنرل نے اعتراف کیا ہے کہ وہ اپنے دماغ میں مسٹر فرہاد علی کی باتیں سن رہے ہیں لیکن ہمیں بھی اس بات کا یقین ہونا چاہیے۔"

میں نے کہا "صرف آپ کو نہیں تمام حاضرین کو ابھی یقین ہوجائے گا۔ پہلے آپ حاضرین کے سامنے میرے اس سوال کا جواب دیں کہ آپ مستقل مزاج ہیں یا نہیں؟"

اس نے کہا "میں مستقل مزاج ہوں۔ جو فیصلہ کرلیتا ہوں' ہمیشہ اس پر قائم رہتا ہوں۔"

میں نے کہا "ابھی آپ سب کے سامنے یہ فیصلہ سنائیں کہ میں جو کچھ بھی کہوں گا آپ اس پر عمل نہیں کریں گے۔ کسی حال میں بھی میرے کسی حکم کی تعمیل نہیں کریں گے۔"

اس شخص نے بڑے اعتماد سے کہا "میں تمام حاضرین کے سامنے یہ فیصلہ سناتا ہوں کہ میں مسٹر فرہاد علی تیمور کے کسی حکم کی تعمیل نہیں کروں گا۔"

میں تھوڑی دیر تک سر جھکائے خاموش کھڑا رہا اس کے چور خیالات پڑھتا رہا پھر کہا "مسٹر! ہماری دنیا میں سب ہی کسی نہ کسی کے دوست اور کسی نہ کسی کے دشمن ہوتے ہیں۔ آپ بھی کسی کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور جسے دشمن سمجھتے ہیں وہ اسی ہال میں موجود ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

وہ پریشان ہوگیا۔ وہ کسی کے سامنے یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ ایک شخص کو اپنا دشمن سمجھ رہا ہے۔ جبکہ وہ دشمن ہے' اس کی دشمنی کا کوئی ثبوت اس کے پاس نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا "آپ درست کہتے ہیں۔ ہماری دنیا میں کوئی کسی کا دوست ہے اور کوئی کسی کا دشمن ہے۔ اگر میرا بھی کوئی دشمن ہے تو میں اس کی نشان دہی نہیں کروں گا۔ اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کروں گا۔"

میں نے کہا "معزز حاضرین آپ نے ان کا فیصلہ سن لیا ہے۔ اب میں جو حکم دوں گا یہ اپنے فیصلے کے مطابق اس پر عمل نہیں کریں گے لیکن میں آپ سب کے سامنے حکم دے رہا ہوں کہ یہ اپنی جگہ سے آگے بڑھیں اور اپنے دشمن کے پاس جاکر اس سے مصافحہ کریں۔"

اس نے کہا "نہیں میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔"

دوسرے ہی لمحے میں میں اس کے دماغ پر غالب آگیا۔ وہ اسی وقت میری مرضی کے مطابق اپنی جگہ سے آگے بڑھتا ہوا وہاں سے چلتا ہوا ہال کے ایک حصے میں پہنچا پھر وہاں بیٹھے ہوئے ایک شخص سے بولا "مسٹر چاؤشنگ! میں سمجھتا ہوں کہ آپ درپردہ مجھ سے دشمنی کرتے ہیں لیکن آپ کے خلاف میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ میں آپ کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتا تھا لیکن مسٹر فرہاد علی تیمور کا حکم ہے کہ میں آپ سے مصافحہ کروں۔ کیا آپ کھڑے ہو کر مجھ سے مصافحہ کریں گے؟"

چاؤشنگ نامی شخص نے سر گھما کر میری طرف دیکھا پھر اٹھ کر کھڑا ہوگیا ہاتھ بڑھا کر اس سے مصافحہ کرنے لگا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ میں نے کہا "میں مسٹر چاؤشنگ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ جس سے مصافحہ کررہے ہیں۔ اس سے کچھ گفتگو کریں۔"

چاؤشنگ نے کہا "تم مجھے دشمن سمجھتے ہو لیکن میں نے کبھی دشمنی نہیں کی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ تمہارے کہتے ہی میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور تم سے مصافحہ کررہا ہوں۔"

اس کی آواز سنتے ہی میں اس کے چور خیالات پڑھنے لگا پھر میں نے کہا "میں آپ دونوں کو اسٹیج پر آنے کی زحمت دے رہا ہوں۔ پلیز یہاں تشریف لے آئیں۔"

وہ دونوں وہاں سے چلتے ہوئے اسٹیج کی طرف آنے لگے۔ جو شخص چاؤشنگ کو اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ اس کا نام لوچی منر تھا۔ وہ دونوں اسٹیج پر آکر کھڑے ہوگئے۔ میں نے کہا "معزز حاضرین! یہ مسٹر لوچی منر' مسٹر چاؤشنگ کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ان دونوں کا تعلق ملٹری سیکرٹ سروس سے ہے۔ انہوں نے مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہے لیکن میں جو کہہ رہا ہوں وہ درست ہے۔ اگر یہ دونوں دوسروں

سے یہ حقیقت چھپاتے ہیں کہ ان کا تعلق ملٹری سیکرٹ سروس سے ہے تو مجھے یہ بات آپ سب کے سامنے نہیں کہنا چاہیے لیکن بات کچھ ایسی ہے کہ میں کہنے پر مجبور ہوگیا ہوں اور ان کے ذریعے ایک حقیقت سامنے لانا ضروری سمجھتا ہوں۔ لہٰذا میں مسٹر لوچی منر سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ سب کے سامنے حقیقت بیان کریں کہ وہ مسٹر چاؤشنگ کو کیوں اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔"

لوچی منر نے کہا "میں پورے بارہ برس سے ملٹری سیکرٹ سروس میں ملازمت کررہا ہوں اور وہاں ایک ذمے دار اور وفادار سراغ رساں سمجھا جاتا ہوں۔"

میں نے کہا "پورے بارہ سال سے نہیں بلکہ بارہ برس چار ماہ سے ملازمت کررہے ہیں۔"

چاؤشنگ نے کہا "میں اس ادارے میں ریکارڈ کیپر ہوں۔ مسٹر فرہاد علی تیمور درست کہہ رہے ہیں۔ مسٹر لوچی منر بارہ برس چار ماہ سے ملازمت کررہے ہیں۔"

اس بات پر لوگ تالیاں بجانے لگے۔ لوچی منر نے کہا "میں تسلیم کرتا ہوں ٹیلی پیتھی بہت ہی حیرت انگیز علم ہے مسٹر فرہاد ہزاروں میل دور سے آئے ہیں۔ مجھے نہیں جانتے ہیں لیکن پہلی ملاقات میں ہی انہوں نے مجھ سے کچھ پوچھے بغیر میرا نام معلوم کرلیا۔ میں سمجھ رہا تھا میری سروس کو بارہ سال ہوگئے ہیں لیکن مسٹر فرہاد نے صحیح عرصہ بتایا کہ بارہ سال چار ماہ ہوچکے ہیں۔ مجھ سے کہا جارہا ہے کہ میں مسٹر چاؤشنگ کی دشمنی کے بارے میں بتاؤں لیکن میں بتاؤں گا تو میرے پاس اس دشمنی کا کوئی ثبوت نہیں ہوگا پھر بھی مسٹر فرہاد علی تیمور کے حکم کے مطابق کہہ رہا ہوں۔"

اس نے کہنے سے پہلے سر گھما کر میری طرف دیکھا پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا "مسٹر چاؤشنگ ریکارڈ کیپر ہیں۔ اس ریکارڈ روم میں ان کے علاوہ ان کے دو ماتحت جاتے آتے ہیں۔ اس کمرے میں ان تینوں کے علاوہ کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے باوجود مسٹر چاؤشنگ مجھ پر مہربان ہوگئے تھے۔ مجھے اس کمرے میں بلایا کرتے تھے۔ تب مجھے ان کی دوستی اور مہربانی کا پتا چلا ایک دن انہوں نے مجھ سے ایسا کام لینا چاہا جسے کوئی ملک... دشمن ہی کرسکتا ہے۔"

چاؤشنگ نے اسے غصے سے دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ تم کیا بکواس کررہے ہو؟ جھوٹ کیوں بول رہے ہو؟"

میں نے لوچی منر کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ کہنے لگا "ہاں! میں جھوٹ بول رہا تھا لیکن ٹیلی پیتھی کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکوں گا۔ سچ یہ ہے کہ میں ایک ٹاپ سیکرٹ فائل چرانا چاہتا تھا۔ اتنی بڑی فائل وہاں سے لے جا نہیں سکتا تھا۔ میری پلاننگ یہ تھی کہ میں اس کی مائیکرو فلم بنا کر لے جاؤں۔ اس کے لیے میں نے چاؤشنگ سے دوستی کرنی چاہی یہ ایسے تو سب کا دوست ہے لیکن کسی دوست کو تو کیا اپنے سگے بھائی اور اپنے باپ کو بھی ریکارڈ روم میں آنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ میں نے کئی بار دوست کی حیثیت سے ریکارڈ روم میں جاکر اس سے گفتگو کرنی چاہی تو اس نے یہی جواب دیا باہر انتظار کرو۔ میں آکر بات کرتا ہوں تب میں نے سمجھ لیا کہ اس کے ذریعے کام نہیں بنے گا۔"

میں نے پوچھا "مسٹر لوچی منر! تم ٹاپ سیکرٹ فائل کیوں چرانا چاہتے تھے؟"

اس نے جواب دیا "میرا تعلق ملک دشمن عناصر سے ہے۔ میں اپنے ملک کے اہم راز چرا کر ایک دشمن ملک کے سیکرٹ ایجنٹ کو دینا چاہتا تھا۔"

اس کی باتیں سن کر سب دنگ رہ گئے۔ چار مسلح جوان ایک افسر کے ساتھ فوجی انداز میں چلتے ہوئے اسٹیج پر آئے پھر وہ لوچی منر کے اطراف کھڑے ہوگئے۔ وہ کہہ رہا تھا "مسٹر فرہاد علی تیمور! میرے دماغ میں کہہ رہے ہیں کہ مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ ہمارے ملک کا اہم راز ہے۔ آگے جو بھی راز کی باتیں ہیں' میں وہ تمام باتیں ملٹری سیکرٹ سروس کے اعلیٰ افسران کے سامنے بیان کروں گا۔ فی الحال میری سزا یہی ہے کہ مجھے حراست میں لیا جائے اور میرے اقبال جرم کے مطابق قرار واقعی سزا مجھے دی جائے۔"

میں نے لوچی منر کی زبان سے کہا "میں ان قانون کے محافظوں کی حراست میں جانے سے پہلے تمام ملک دشمن عناصر سے کہتا ہوں کہ اس ملک میں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار آگیا ہے۔ ان کی خیریت اسی میں ہے کہ وہ خود کو قانون کے حوالے کردیں یا جتنی جلدی ہوسکے اس ملک سے باہر چلے جائیں۔ اب کوئی دشمن اس ملک کے خلاف اپنی سازشوں میں کامیاب نہیں ہوسکے گا۔ مسٹر فرہاد علی تیمور ایک ایک کو چن چن کر قانون کے حوالے کریں گے۔"

آرمی کا افسر اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ لوچی منر کو حراست میں لے کر وہاں سے جانے لگا۔ میں نے کہا "معزز حاضرین! ابھی جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے یہاں آنے سے امریکا اور دوسرے بڑے ممالک کیوں پریشان ہوگئے ہیں؟"

میں نے ایک ذرا خاموش رہ کر تمام حاضرین کو دیکھا پھر

کہا "لیکن پریشانیاں صرف یہ نہیں ہیں کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اس ملک کی سرحدوں کے دوسری طرف امریکی فوجی اڈا بنانے نہیں دیں گے بلکہ پریشانی یہ بھی ہے کہ اس ملک کے اندر ان کی ملک دشمن سرگرمیوں کو کچل کر رکھ دیں گے۔ ملک دشمن عناصر ہزار بہروپ میں رہ کر بھی ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چھپ نہیں سکیں گے۔"

میری اس بات پر تمام حاضرین زور زور سے تالیاں بجانے لگے۔ میں نے کہا "میرے بارے میں یہاں جو کتابچہ شائع ہوا ہے۔ اس میں میرے ایسے ہی کارناموں کا ذکر ہے۔ میں جہاں پہنچتا ہوں۔ وہاں چند گھنٹوں میں یا چند منٹوں میں دشمنوں کو بے نقاب کردیتا ہوں اور کوئی شہ زور ناقابل شکست دشمن ہو تو اسے اس قدر شکستہ کردیتا ہوں کہ وہ مرجاتا ہے یا وہ جگہ چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔"

پھر تالیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ میں نے کہا "میں اس ملک کے پریس سے اور تمام انفارمیشن میڈیا سے کہوں گا کہ وہ عوام سے گزارش کریں کہ وہ کھلی ہوئی آنکھیں اور جاگتا ہوا ذہن رکھیں۔ اپنے اطراف دشمنوں کو پہچاننے کی کوشش کریں کیونکہ اب وہ زیادہ سے زیادہ چھپ کر مجھ پر حملے کرنے اور مجھ کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔ مجھے اپنے خالق حقیقی' اپنے اللہ تعالیٰ پر بھرپور اعتماد ہے۔ جب تک اس نے میری زندگی لکھی ہے' تب تک مجھے کوئی نہیں مار سکے گا۔ اس کے باوجود میں آپ کا اور اس ملک کے عوام کا تعاون چاہتا رہوں گا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ شکریہ۔"

میں مائیک کے پاس سے ہٹ کر اسٹیج سے جانے لگا۔ لوگ اٹھ کر کھڑے ہوگئے تھے اور تالیاں بجا رہے تھے۔ انہوں نے اب تک ٹیلی پیتھی کے بارے میں پڑھا تھا یا سنا تھا آج اپنی آنکھوں کے سامنے اس کا عملی مظاہرہ دیکھ کر انہیں اس بات کی خوشی تھی کہ ٹیلی پیتھی جیسا عجیب وغریب اور خطرناک ہتھیار ان کے ملک میں آگیا ہے۔ اب اس کی موجودگی میں ملک دشمن عناصر چھپتے پھریں گے یا اس ملک کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔"

اور میں اپنے تجربات کی روشنی میں دیکھ رہا تھا کہ دشمن آسانی سے شکست تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ وہ بھی خود کو شہ زور سمجھ کر آخری وقت تک مقابلہ کرتے ہیں۔ گویا میں چین آکر بھی چین سے نہیں رہ سکوں گا۔ یہاں بھی میرے دن اور رات جدوجہد میں گزرتے رہیں گے۔

○☆○

الپا اپنے ملک کے اندرونی معاملات میں بھی مصروف رہا کرتی تھی۔ اس کے علاوہ اس کی اہم ذمے داری یہ تھی کہ وہ امریکی اکابرین میں سے ہر ایک کے خیالات پڑھتی رہے وہاں کے حکام اور وہاں کے فوجی افسران کے ذریعہ بہت سے اہم راز معلوم ہوتے رہتے تھے۔

ایک بار جب اس نے خیال خوانی کی تو پتا چلا' پانچ امریکی اکابرین کے دماغ مقفل ہوچکے ہیں۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دوسرے چند اکابرین کے دماغوں کو بھی لاک کیا تھا لیکن وہ شراب نوشی سے باز نہیں آئے۔ اس لیے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ الپا یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ ان پانچ اکابرین کے دماغ کیوں مقفل کیے گئے ہیں؟ اس کے پیچھے کیا راز ہے؟

ایک تو سیدھی سی بات سمجھ میں آنے والی تھی۔ نیلماں سے سب ہی خوف زدہ تھے۔ وہ کسی کے بھی دماغ میں گھس آتی تھی۔ یوں دیکھا جائے تو وہ پانچوں اکابرین کے مقفل دماغوں میں بھی پہنچ سکتی تھی۔ اگرچہ اب وہ فیکس اور اپنے ماتحتوں کے معرفت باتیں کرتے تھے لیکن نیلماں کی طرف سے خطرہ بدستور موجود تھا۔ الپا کے تجربات کہہ رہے تھے کہ کوئی بہت اہم راز چھپانے کے لیے ان پانچ اکابرین نے اپنے دماغ کو مقفل کرایا ہے۔

اس کی معلومات کے مطابق فی الوقت دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اہم تھے ایک لیزی گارڈ اور دوسرا کینی بال' ان دونوں کو امریکی اکابرین کا اعتماد حاصل تھا۔ الپا یہ جانتی تھی کہ تھری جے بھی امریکا کے کام آتے رہتے ہیں لیکن یہ کبھی نہیں جان سکتی تھی کہ وہ تھری جے درپردہ امریکا کے حکمران بنے ہوئے ہیں۔

اسرائیل سیکرٹ ایجنٹس اور خفیہ ایجنسی کے سراغ رساں وہاں کے ایسے رازوں تک پہنچنے کی کوششیں کررہے تھے' جہاں الپا اب ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ وہ وقتاً فوقتاً امریکا میں رہنے والے یہودی سراغ رسانوں سے رابطہ کرتی رہتی تھی۔ اسی سلسلے میں وہ ایک یہودی سراغ رساں بوبی اسمتھ کے دماغ میں پہنچی۔ وہ ذہین' فرض شناس اور قوم پرست یہودی تھا اور ان دنوں ایک امریکن دوشیزہ ڈائنا ہنٹر سے عشق فرما رہا تھا۔ الپا نے کہا "بوبی! میں تمہاری فرض شناسی کو سمجھتی ہوں۔ کیا ڈائنا سے عشق کرنے کا کوئی خاص مقصد ہے؟"

"میڈم! آپ کو مشینری کے ایک ماہر کمینک جیکی ہنٹر کا نام یاد ہوگا۔"

"میں بھول رہی ہوں۔ مجھے یاد دلاؤ۔"

"بہت عرصہ پہلے ایک جزیرے میں بڑی رازداری سے ٹرانسفارمر مشین تیار کی گئی تھی۔ تیار کرنے والا یہی ماہر کمینک جیکی ہنٹر تھا۔"

"اوگاڈ! ماضی میں میں نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کیا تھا۔ اس کے ذریعے جیکی ہنٹر کے بارے میں معلوم ہوا تھا۔ کیا ڈائنا اسی کی بیٹی ہے؟"

"جی ہاں۔ میں نے باتوں ہی باتوں میں ڈائنا سے معلوم کیا ہے۔ اس کا باپ جیکی ہنٹر پچھلے ایک ماہ سے کسی خاص سرکاری ڈیوٹی پر ہے۔ دن رات مصروف رہتا ہے۔ گھر نہیں آتا ہے۔"

وہ فون کے ذریعے گھر والوں سے رابطہ کرتا ہوگا؟"

"ڈائنا کو اپنے باپ سے یہی شکایت ہے۔ وہ فون کے ذریعے بھی خیر خیریت معلوم نہیں کرتا ہے۔ ایک ماہ کے دوران میں صرف دو دنوں کے لیے آیا تھا۔ بیوی بچوں سے ہنستا بولتا تھا مگر زیادہ وقت اسٹڈی روم میں گزارتا تھا۔ اس کمرے میں درجنوں مشینوں کے نقشے ہیں۔ ان دو دنوں میں وہ کسی اور مشین کا نقشہ بناتا رہا تھا۔"

"بوبی! میں نے ایک عرصے تک جیکی ہنٹر کو نظرانداز کرکے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اس کے اسٹڈی روم میں کئی مشینوں کے نقشے ہیں۔ ان میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ بھی ہوسکتا ہے۔"

"یہی میں سوچ رہا تھا اور آپ کا انتظار کررہا تھا۔ آپ ڈائنا کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کرسکتی ہیں۔"

"اسے فون کے ذریعے کال کرو۔ میں اس کی آواز سنوں گی۔"

"میڈم! وہ اپنی کلاس میں ہوگی۔ وہاں فون کالیں پہنچائی نہیں جاتی ہیں۔ ایک گھنٹے بعد چھٹی ہوگی۔ وہ اسکول کے سامنے مجھ سے ملاقات کیا کرتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ایک گھنٹے میں آؤں گی۔"

وہ بوبی کے دماغ سے چلی آئی۔ جیکب رابن نے پوچھا "کہاں پہنچی ہوئی تھیں؟"

وہ ڈائنا اور اس کے باپ جیکی ہنٹر کے متعلق بتانے لگی۔ جیکب رابن نے کہا "تم نے صبح سے نارنگ اور بھیما کی خبر نہیں لی ہے۔"

"نارنگ تو بہت اکڑتا ہے۔ وہ ہر حال میں مجھ سے دشمنی کرتا رہے گا۔ میں بھیما کے پاس جارہی ہوں۔"

"جسٹ اے منٹ۔ تمہاری صوفیہ جیسی ڈی بڑی محنت سے تیار کی گئی ہے۔ تم نے اس مسلمان آفریدی کے پاس اسے کیوں چھوڑ دیا ہے؟"

"اسے چھوڑا نہیں ہے۔ تمہیں بتایا تو تھا کہ نارنگ نے دشمنی کی ابتدا کی ہے۔ صوفیہ کا برین واش کیا ہے۔ میرے تنویمی عمل اور تمہارے کالے جادو کے اثرات سے اسے نجات دلائی ہے۔ وہ آزاد ہوتے ہی دلیر آفریدی کے ساتھ کہیں گم ہوگئی ہے۔"

"گم ہونے سے کیا مراد ہے؟ کیا اب اس کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے؟"

"یہی بات ہے۔ شاید نارنگ نے اس کے اور دلیر آفریدی کے لب ولہجے کو بدل دیا ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے ان دونوں کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔"

"تم صوفیہ کو حاصل نہیں کروگی تو مجھے افسوس ہوگا۔ وہ بہت ذہین اور معاملہ فہم ہے۔ تمہاری پرفیکٹ ڈی ہے۔"

"میں اسے نارنگ سے چھین لینے کی پوری کوشش کروں گی۔ میں بھیما کے پاس جارہی ہوں۔"

اس نے آنکھیں بند کرکے بھیما کا تصور کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ دوسرے ہی لمحے میں اس نے آنکھیں کھول دیں۔ جیکب رابن نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولی "میری سوچ کی لہروں کو بھیما کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ اس کا مطلب سمجھتے ہو؟"

"جب کوئی مرجاتا ہے۔ دماغ مردہ ہوجاتا ہے۔ تب خیال خوانی کی لہروں کو اس مردہ دماغ میں جگہ نہیں ملتی ہے۔ اسی لیے تم واپس آگئی ہو۔"

"تم ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ وہ میرے تنویمی عمل سے آزاد ہوگیا ہے۔"

"ارے جب مرہی گیا ہے تو کیا قیدی اور کیا آزادی؟ کیا تم اس مردے کو اپنا معمول اور محکوم بناؤ گی؟"

"رابن! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کتنی بار کہا ہے۔ زیادہ نہ پیا کرو۔ کیا یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ اس نے مرنے کے بعد کسی دوسرے کا جسم حاصل کیا ہوگا؟"

"او آئی سی۔ میں اس کی آتما شکتی کو بھول گیا تھا۔"

"یہ بوتل بند کرو۔ بڑی دیر سے پی رہے ہو۔"

"نہیں جان من! پینے دو۔ غم غلط کرنے دو۔ بھیما جیسا مہاشکتی مان ہمارے شکنجے سے نکل گیا ہے۔ جو ہاتھ سے نکل گیا' سمجھو وہ مرگیا۔ آہ! بے چارہ بڑی خوبیوں کا مالک تھا۔"

الپا نے اسے گھور کر دیکھا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی نارنگ کے پاس آکر بولی "سانس نہ روکنا۔ میں الپا

ہوں۔"

"ہوں۔ میں جانتا تھا' تم آؤ گی۔"

"اس کا مطلب ہے' تم نے بھیما کو ہلاک کیا ہے۔"

"تم نے تو بڑے حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ اسے مجھ سے دور رکھنے کے لیے اس کے دماغ کو مقفل کردیا تھا۔ دیکھ لو کہ میں کس طرح دماغوں کے بند دروازے کھول لیتا ہوں۔"

"بھیما کو ہلاک کرکے تمہیں کیا مل رہا ہے؟ تم نے بہت بڑی حماقت کی ہے۔ اب نہ تم جانتے ہو' نہ میں جانتی ہوں کہ اس نے کسی کے جسم میں' کس روپ میں نئی زندگی حاصل کی ہوگی۔ وہ ہم دونوں کے لیے ایک ناپدیدہ خطرہ بن گیا ہے۔"

"میں نے اسے ہلاک نہیں کیا ہے۔ میں نے اسے صرف زخمی کیا تھا۔ زخمی ہوتے ہی وہ سمجھ گیا کہ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا غلام بنالوں گا۔"

"تم نے اسے ہلاک نہیں کیا پھر وہ کیسے مرگیا؟"

"اس نے ایک چاقو نکال کر غصے سے کہا' وہ مرجائے گا مگر زندہ رہ کر کسی کا غلام نہیں بنے گا۔ یہ کہتے ہی اس نے اپنے چاقو سے خودکشی کرلی۔"

"اس نے کس وقت خودکشی کی تھی؟"

"اب سے تین گھنٹے پہلے۔"

"وہ اب تک نیا جسم حاصل کرچکا ہوگا۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ اس نے اب تک میرے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا ہے۔ تم نے اسے غلام بنا کر رکھا تھا۔ وہ تمہارے خلاف بھی کچھ نہ کچھ کرے گا۔"

"میرے دشمن کم نہیں ہیں۔ ایک اور ہوجائے گا۔ اس سے بھی نمٹ لیا کروں گی۔ ویسے میں تمہارا سکون برباد کرنے والی تھی۔ اب بھیما بھی تمہاری نیندیں اڑاتا رہے گا۔"

یہ کہہ کر وہ نارنگ کے دماغ سے چلی آئی۔ جیکب رابن وہسکی کی نئی بوتل کھول رہا تھا۔ الپا نے غصے سے پوچھا "یہ کیا کررہے ہو؟"

"بس زیادہ نہیں دو پیگ لوں گا پھر بوتل بند کردوں گا۔"

"آج اتنی کیوں پی رہے ہو؟ تم پر کون سا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے؟"

"وہ بات یہ ہے کہ ابھی اچانک یاد آیا۔ یاد آیا۔ ہاں۔۔۔ آج کے دن میں پیدا ہوا تھا۔ اپنی سالگرہ کی خوشی میں مجھے پینا چاہیے یا نہیں؟ انصاف سے بولو؟"

الپا نے بیزاری سے اسے دیکھا پھر کہا "نشے کی مستی میں ڈوب رہے ہو۔ اس کی پروا نہیں ہے کہ بھیما جیسا دشمن پھر پیدا ہورہا ہے۔"

"پیدا ہورہا ہے؟ یعنی آج دشمن کی بھی سالگرہ ہے۔"

وہ منہ پھیر کر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی سراغ رساں بوبی کے پاس پہنچ گئی۔ وہ ڈائنا کے اسکول کے سامنے سڑک کے کنارے تھا۔ اپنی کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ چھٹی ہوچکی تھی طلبا اور طالبات باہر آرہے تھے۔ اپنی موٹر سائیکلوں اور کاروں میں بیٹھ کر جارہے تھے۔ جیکی ہنٹر کی بیوی اور بچوں کے لیے حکومت کی طرف سے سیکیورٹی کا انتظام تھا۔ دو مسلح گارڈز ایک گاڑی میں ڈائنا کو اسکول پہنچاتے اور پھر اسی گاڑی میں گھر پہنچا دیتے تھے۔ بوبی اسے اسکول کے احاطے میں دیکھ کر کار سے باہر آیا۔ وہ بھی اسے دیکھ کر دوڑتی ہوئی آئی "ہائے بوبی!"

"ہائے ڈارلنگ! میں روز ہی تمہارا انتظار کرتا ہوں مگر آج تمہارے لیے بہت بے چینی ہے۔ پوچھو کیوں؟"

اس نے مسکرا کر پوچھا "کیوں؟"

"آج صبح جاگنے سے پہلے خواب میں تمہیں کس کیا ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "ابھی بے چینی رہے گی۔ اسکول کے احاطے میں رومانس اور کسنگ کی اجازت نہیں ہے۔"

"پلیز احاطے سے باہر آجاؤ۔"

"سوری۔ تم جانتے ہو۔ سیکیورٹی گارڈز اسکول آورز سے گھر واپس جانے تک مجھے کسی سے ملنے نہیں دیتے ہیں۔"

"تم نے نیشنل پارک میں ملنے کا وعدہ کیا ہے۔"

"شام کا وعدہ ہے۔ شام کو ملوں گی۔ اوکے گڈ بائی۔ سو فار۔۔۔"

وہ الوداعی انداز میں بولتی ہوئی سیکیورٹی گارڈز کے درمیان سے گزرتی ہوئی گاڑی میں جاکر بیٹھ گئی۔ الپا نے کہا "بوبی! میں اس کے خیالات پڑھ رہی ہوں۔ تم آرام سے ڈرائیو کرتے ہوئے اس کے بنگلے کے سامنے جاؤ۔ وہاں کہیں انتظار کرتے رہو۔"

وہ ڈائنا کے پاس آگئی۔ بوبی نے اس کے بارے میں جو رپورٹ دی تھی' اس کے خیالات وہی بتا رہے تھے کہ اس کا باپ جیکی ہنٹر پچھلے ایک ماہ سے کسی لمبی ڈیوٹی میں مصروف ہے۔ یوں تو۔۔۔ اس کی ڈیوٹی آرمی ہیڈ کوارٹر میں ہوا کرتی تھی لیکن پچھلے ماہ سے نہ وہ ہیڈ کوارٹر میں تھا اور نہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ واشنگٹن میں رہتا تھا۔

اس نے اپنی وائف سے یعنی ڈائنا کی ماں سے کہا تھا "میں تقریباً دو ماہ کے لیے الاسکا جارہا ہوں۔ آرمی ہیڈ کوارٹر کی طرف سے دن رات یہاں سیکیورٹی گارڈز رہا کریں گے اور میرے ماتحت تمہاری اور بچوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے آتے رہیں گے۔"

ڈائنا نے پوچھا تھا "ڈیڈی! آپ فون کیا کریں گے؟"

"جہاں ڈیوٹی پر رہوں گا۔ وہاں سے فون اور فیکس کے ذریعے رابطے کا سلسلہ منقطع رہے گا۔"

اس کی وائف نے کہا "آپ لمبی مدت کے لیے ہم سے دور ہوجایا کرتے ہیں۔ بچے جوان ہوچکے ہیں۔ آپ کو ان سے دور نہیں رہنا چاہیے۔ آرمی کی ملازمت چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔"

"چھوڑ دوں گا۔ ابھی تو ایمرجنسی ہے۔ وہ مجھے سروس سے ریٹائر نہیں کریں گے۔"

الپا اس کی بیٹی ڈائنا کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ گھر پہنچ کر شاور لے کر لباس تبدیل کرنا چاہتی تھی۔ لیکن الپا اسے اس کے باپ کے اسٹڈی روم میں لے گئی۔ اس کے خیالات نے بتایا تھا کہ جیکی ہنٹر ایک ماہ کے لیے آیا تھا۔ بیوی بچوں کے ساتھ دو دنوں تک وہاں رہا تھا اور اسٹڈی روم میں کسی مشین کا نقشہ بناتا رہا تھا۔

وہ اسٹڈی روم میں آئی۔ ماں نے آکر پوچھا "تم شاور نہیں لے رہی ہو؟ یہاں کیا کرنے آئی ہو؟ تمہارے ڈیڈی اس کمرے میں آنے سے منع کرتے ہیں۔"

"او۔ موم! چھوٹے بچوں کو منع کرتے ہیں۔ میں بچی نہیں ہوں۔ یہاں کی کوئی چیز ادھر ادھر نہیں کروں گی۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر جیکی ہنٹر کی تصویر دیکھ کر بولی "مجھے یہاں آکر ایسا لگتا ہے۔ جیسے میں اپنے ڈیڈی کے پاس آکر بیٹھی ہوئی ہوں۔"

ماں نے اسے محبت سے دیکھا پھر واپس جاتی ہوئی بولی "بیٹی اپنے باپ کی دیوانی ہے۔"

اس کے جاتے ہی ڈائنا نے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کردیا پھر الماری کھول کر ایک ایک خانے سے مختلف نقشے اور فائلیں نکال کر دیکھنے اور پڑھنے لگی۔ الپا اس کے اندر رہ کر ان نقشوں اور فائلوں کو سمجھتی جارہی تھی۔ وہ سب جدید میزائل پیڈس کی مشینوں اور بکتر بند گاڑیوں کے نقشے تھے۔

ڈائنا نے الماری کے اندرونی سیف کو کھول کر ایک تہ کیا ہوا نقشہ نکالا۔ وہ وہی نقشہ تھا' جسے جیکی ہنٹر نے ایک ماہ بعد گھر آکر دو دنوں میں تیار کیا تھا۔

اس نقشے پر مشین کا نام نہیں لکھا تھا۔ نام کی جگہ اور مشین کے تمام پرزوں کی جگہ نمبر لکھے ہوئے تھے۔ اسی سیف میں ایک ڈائری رکھی ہوئی تھی۔ ڈائنا نے الپا کی مرضی کے مطابق اس ڈائری کو کھول کر پڑھا۔ نقشے میں جتنے نمبر دیے گئے تھے۔ ان نمبروں کے مطابق اس مشین کا نام اور مختلف پرزوں کے نام لکھے ہوئے تھے اور اس کا نام لکھا ہوا تھا "ٹرانسفارمر مشین۔"

یہ پڑھتے ہی الپا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اسے اچانک ہی دنیا کا سب سے بڑا خزانہ مل گیا تھا۔ وہ چند ساعتوں کے لیے بوبی کے دماغ میں آکر خوشی سے چیختی ہوئی بولی "بوبی! تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ ہمارے ہاتھ لگ رہا ہے۔ تم تیار رہو۔ میں ڈائنا کو تمہارے پاس لارہی ہوں۔"

الپا چند ساعتوں کے لیے ڈائنا کے دماغ سے گئی تھی۔ وہ ہاتھ میں نقشہ اور ڈائری اٹھائے سوچ رہی تھی "میں ڈیڈی کی الماری کھول کر یہ کیا دیکھ رہی ہوں۔ یہ تو کسی مشین کا نقشہ اور ڈائری ہے۔"

الپا نے واپس آکر پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ نقشے کو اچھی طرح تہ کرنے لگی پھر اسے اور ڈائری کو ہاتھ میں رکھ کر سیف کو اور الماری کو بند کیا۔ وہاں ہر چیز پہلے کی طرح ترتیب سے رکھی ہوئی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر اس کمرے سے نکل کر اپنے بیڈ روم میں آئی۔ اپنے چھوٹے سے ہینڈ بیگ میں نقشے اور ڈائری کو رکھا پھر اونچی آواز میں بولی "موم! میں بھول گئی تھی۔ مجھے کمپیوٹر کلاس اٹینڈ کرنا ہے۔ میں جارہی ہوں۔"

ماں نے کچن سے کہا "تمہاری یادداشت کو کیا ہوا ہے؟ اب کیا بھوکی جاؤ گی؟"

وہ جاتے ہوئی بولی "نہیں۔ کینٹین میں کچھ اسنیکس اور کافی لوں گی۔ اوکے موم۔ آئی ول بی بیک ان دی ایوننگ۔۔۔"

وہ بنگلے سے باہر احاطے میں آئی۔ سیکیورٹی گارڈز نے پوچھا "گاڑی نکالوں۔"

"نو تھینکس۔ باہر میرا بوائے فرینڈ ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی احاطے کا گیٹ کھول کر باہر آئی۔ بوبی اسے دیکھتے ہی کار چلاتا ہوا اس کے قریب آکر رک گیا۔ وہ اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے برابر بیٹھ گئی۔ بوبی نے اسے کھینچ کر اپنے بازوؤں میں بھرتے ہوئے کہا "پہلے اپنے خواب کی تعبیر پوری کرنے دو۔"

کار کی محدود فضا میں خاموشی چھا گئی۔ صرف سانسوں کی آندھیاں چلتی رہیں۔ الپا نے کہا "بوبی! تمہیں اس سے زیادہ انعامات ووں گی۔ پہلے کام کرو۔"

بوبی نے ڈانکا سے کہا "ڈارلنگ! اپنا ہینڈ بیگ کھولو۔ اس میں ہماری جان ہے۔"

اس نے ہینڈ بیگ کھول کر نقشہ اور ڈائری نکالی۔ بوبی نے لپک کر وہ دونوں چیزیں لیں اور کہا "اب تم جاؤ۔ وقت کم ہے اور کام زیادہ۔ آج رات آٹھ بجے شیرٹن کے ڈائننگ ہال میں ملاقات ہوگی۔ اوکے؟"

"ڈانکا "اوکے" کہتی ہوئی کار سے باہر آگئی۔ بوبی اسے اسٹارٹ کرکے آگے چلا گیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی واپس بنگلے میں آئی پھر اونچی آواز میں بولی "موم! میں کلاس اٹینڈ کرنے نہیں جاؤں گی۔ بھوک لگ رہی ہے۔ ہم لنچ کریں گے۔"

وہ بیڈ روم میں آکر بستر پر چاروں شانے چت ہوگئی۔ الپا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ سوچنے لگی "یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں موم سے بہانہ کرکے باہر گئی۔ بوبی کی کار میں بیٹھ کر اسے خواب کی تعبیر دکھائی اور واپس آگئی۔ بوبی بڑا ضدی ہے۔ مجھ سے اپنا قرض وصول کرنے کے بعد گیا ہے۔"

الپا نے اسے رومانس کی حد تک سوچنے کے قابل رکھا۔ نقشے اور ڈائری والی بات اس کے ذہن سے مٹا دی۔ آئندہ بھی بوبی سے اس کی دوستی رکھنا چاہتی تھی۔ وہ باپ بیٹی اس کے بہت کام آنے والے تھے۔

وہ بوبی کے پاس آکر بولی "گھر پہنچتے ہی پہلے نقشے اور ڈائری کے ایک ایک صفحے کی مائیکرو فلم اتار کر محفوظ کرلو۔ ان فلموں کو ایسی جگہ چھپاؤ کہ کسی تیسرے کو وہ جگہ معلوم نہ ہو۔"

"یس میڈم! میں ابھی یہی کروں گا۔"

"اس اہم کام سے فارغ ہو کر ڈائری کے صرف وہ اوراق نکال لو، جن میں ٹرانسفارمر مشین کے پرزوں کے نمبر اور نام لکھے ہوئے ہیں۔ ان اوراق کو اپنے پاس چھپا کر رکھو۔ باقی ڈائری جلا ڈالو۔ نقشے کی مائیکرو فوٹو اسٹیٹ کراؤ۔ اس مائیکرو فوٹو کی نقل فلیکس کے ذریعے میرے پاس بھیجو۔"

بوبی اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ الپا کے حکم کے مطابق ان تمام چیزوں کی مائیکرو فلمیں اتارنے لگا۔ الپا نے کہا "واشنگٹن میں ہم یہودیوں کا ایک بینک ہے۔ وہاں فرضی نام سے میرا اکاؤنٹ اور لاکر ہے۔ تم وہاں جاؤ گے تو میں بینک منیجر کے دماغ پر مسلط رہوں گی۔ وہ تمہیں ساتھ لے جا کر میرا لاکر کھولے گا۔ تم ان فلموں کو اس لاکر میں رکھ دو گے۔ یہ فلمیں وہاں محفوظ رہیں گی۔ ابھی تم اس ڈائری کے درج شدہ نام اور نمبر بتاؤ۔ میں تمہارے دماغ سے سن کر یہاں لکھ رہی ہوں۔"

الپا اپنی جگہ سے اٹھ کر جیکب سے بولی "آج میں نے زندگی کی سب سے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ مجھے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ مل گیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "ہپ ہپ ہرے۔ اس خوشی میں دو پیگ اور ہو جائیں۔"

الپا اسے ناگواری سے دیکھ کر اپنے بیڈ روم میں آئی۔ وہاں ایک چھوٹی سی میز کے پاس بیٹھ کر ایک قلم لے کر ڈائری کھولتی ہوئی بولی "ہاں بوبی! بولو، میں لکھ رہی ہوں۔"

وہ ٹرانسفارمر مشین کے پرزوں کے نمبر اور نام بولنے لگا۔ یہ لکھنے لگی۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ٹرانسفارمر مشین سب سے زیادہ اہم تھی۔ اس مشین کے نقشے کو سب سے پہلے بابا صاحب کے ادارے نے امریکا سے جبرا حاصل کیا تھا۔ اب اتنی مدت کے بعد الپا اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ گویا تیسری ٹرانسفارمر مشین جمہوریہ چین میں اور چوتھی ٹرانسفارمر مشین اسرائیل میں تیار ہونے والی تھی۔

بوبی نے الپا کی ہدایت کے مطابق فلیکس کے ذریعے اس مشین کا نقشہ پہنچا دیا تھا۔ چونکہ اس نقشے پر مشین کا نام نہیں لکھا ہوا تھا اور نہ ہی یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کس نوعیت کی مشین ہے۔ لہٰذا یہ اندیشہ نہیں تھا کہ اس فیکس کا کسی طرح سراغ لگایا جاتا تو یہ کبھی معلوم نہ ہوتا کہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ امریکا سے چرا کر اسرائیل پہنچایا گیا ہے۔

الپا نے کہا "تم مختلف مشینوں کے نقشے کہیں سے بھی حاصل کرسکتے ہو۔ ٹرانسفارمر مشین کے نقشے کو دوسرے نقشوں کے ساتھ ملا کر رکھو اور ایک مکینک کی حیثیت سے انہیں لے کر فوراً میرے پاس اسرائیل چلے آؤ۔"

وہ اسے ہدایت دینے کے بعد دماغی طور پر اپنے بیڈ روم میں حاضر ہوگئی۔ اس کا دل کر رہا تھا کہ خوشی سے خوب ناچتی رہے۔ اتنا ناچے کہ ناچتی ناچتی تھک کر فرش پر گر پڑے۔ وہ ڈرائنگ روم میں آئی۔ جیکب رابن نشے میں دھت صوفے پر آدھا لیٹا ہوا آدھا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بولی "میں آج خوب ناچنا گانا اور گھومنا پھرنا چاہتی ہوں لیکن تم اس قابل نہیں ہو کہ اٹھ کر میرے ساتھ دو قدم بھی چل سکو۔"

"اے! تم مجھے کیا سمجھتی ہو۔ شراب مجھے توڑ نہیں سکتی۔ میں بوتل کو توڑ دیتا ہوں۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پھر چپ ہوگئی۔ موبائل فون سے بزر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے سینٹر ٹیبل سے فون کو اٹھا کر اسے آن کیا پھر کان سے لگا کر بولی "ہیلو کون؟"

جواب میں ایک عورت کی آواز سنائی دی "ہیلو تم کون ہو۔ میں الپا سے بات کروں گی۔"

"میں الپا بول رہی ہوں۔"

"چلو تم سے بات تو ہوئی۔ دماغ میں آتی تو تمہارا دماغ مردہ ظاہر ہوتا۔ میری خیال خوانی کی لہروں کو جگہ نہ ملتی۔"

"تم کون ہو؟ کیا ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

"ہائے رام! یہ تو میں بھول گئی کہ مجھے پہچان نہیں سکو گی۔ مجھے یہ دوسرا جسم ملا ہے۔ میں بھیما بول رہی ہوں۔"

"کیا؟" الپا نے شدید حیرانی سے پوچھا "تم بھیما ہو؟ مگر عورت کی طرح کیوں بول رہے ہو؟"

"کہہ تو رہی ہوں کہ غلطی سے ایک عورت کے جسم میں آگئی ہوں۔"

"او گاڈ! تم عورت بن گئے ہو؟ تم سے اتنی بڑی غلطی کیسے ہوگئی؟"

"کیا بتاؤں، وہاں اندھیرا تھا۔"

"کہاں اندھیرا تھا؟"

"جہاں اس کا دم نکلا تھا۔ اس کے مرتے ہی میری آتما وہاں پہنچی تھی۔ آتما اس کے جسم میں گھس گئی۔ اس کے بعد پتا چلا کہ وہ عورت کا جسم ہے۔"

"ٹھیک ہے، غلطی سے چلے گئے۔ مگر اب تو اس کے جسم سے نکل کر کسی مرد کے جسم میں جاسکتے ہو؟"

"جاسکتی ہوں لیکن پہلے جسم کے بعد وہ دوسرا جسم ہوگا۔ میری آتما شکتی کم ہوتی جائے گی۔ میں اتنی جلدی جسم بدلنے کی حماقت نہیں کروں گی۔"

"پھر کیا کرو گے؟"

"ایک جسم بدلنے سے آتما شکتی میں جو کمی آئی ہے۔ پہلے تپسیا کے ذریعے اس کمی کو پورا کروں گی۔ پھر اس عورت کے جسم سے نکل کر کسی صحت مند، باڈی بلڈر مرد کے جسم میں جاؤں گی۔"

"تم سنگ دل اور قاتل ہو، تمہارے جیسے مردوں کو عورت ہی بن کر رہنا چاہیے۔"

"بکواس مت کر۔ تم بہت ہی ذلیل اور کمینی ہو۔ تم نے مجھ جیسے شہ زوروں کو غلام بنایا۔ مجھے اپنے قدموں میں جھکاتی رہیں۔ میں اپنی ذلت کا انتقام تم سے لوں گی۔"

"تم جب تک مرد تھیں۔ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکیں۔ عورت ہو کر کیا بگاڑ لوگی۔"

"میں ہمیشہ عورت نہیں رہوں گی اور جب تک ایسی رہوں گی۔ تمہارا اور نارنگ کا سامنا نہیں کروں گی۔ روپوش رہ کر، دماغ سے کام لے کر تم دونوں کے لیے مصیبت بنتی رہوں گی۔"

"کیا یہی بکواس کرنے کے لیے فون کیا ہے؟ تجھے میرا موبائل نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"تیرے فوجی افسروں کے دماغوں میں جاتی رہی پھر اس اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ گئی جو تیرے بگ برادر برن آدم کی جگہ کام کر رہا ہے۔ وہ تجھ سے اسی موبائل پر باتیں کرتا ہے۔ میں نے اس کے دماغ سے نمبر معلوم کرلیا۔"

"اب اس نمبر پر بات نہیں ہوسکے گی۔ ابھی اس کا نمبر بدل جائے گا یا فون بدل جائے گا۔"

اس نے فون بند کردیا۔ اسے اس طرح آف کیا کہ دوبارہ وہ رابطہ نہ کرسکے۔ جیکب رابن نشے میں چور تھا۔ اس نے پینے کے لیے گلاس اٹھانا چاہا تو وہ ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرا اور ٹوٹ گیا۔ الپا نے ناگواری سے کہا "تم میرے لیے مصیبت بن گئے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا میں تمہیں کیوں برداشت کرتی ہوں اور کیوں تمہاری ہر جائز اور ناجائز بات مان لیا کرتی ہوں۔ ایسا لگتا ہے جیسے تم نے مجھ پر تنویمی عمل۔۔۔"

وہ کہتی کہتی رک گئی۔ اتنے عرصے بعد اس کے دماغ میں یہ بات آرہی تھی کہ جیکب رابن نے اس پر تنویمی عمل کیا ہوگا۔

ایسا عمل کرنے والے عامل اپنے معمول کے دماغ میں یہ نقش کردیتے ہیں کہ وہ تنویمی عمل کو بھول کر عامل کی غلامی کرتا رہے گا یا کرتی رہے گی۔ الپا بھی جیکب رابن کے تنویمی عمل کو بھول کر اس کی معمولہ اور کنیزبنی ہوئی تھی۔

جیکب رابن اس دوران میں ایک ایک ماہ کے وقفے سے اس پر تنویمی عمل کرتا رہا تھا۔ اس بار اس نے بے پروائی کی۔ ایک ماہ گزرنے کے لیے چند گھنٹے رہ گئے تھے۔ پچھلے تنویمی عمل کا اثر ختم ہو رہا تھا۔ اس عمل کے کمزور ہونے کے باعث ہی الپا کے دماغ میں یہ خیال آیا کہ جیکب رابن نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔

وہ گھور کر اسے دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی "ہاں یقیناً اس نے عمل کیا ہے۔ اب مجھے یاد آرہا ہے کہ اتنے عرصے سے ساتھ رہتی ہوں اور آج تک میں اس کے خیالات پڑھنے کے لیے کبھی اس کے دماغ میں نہیں گئی اور یہ اس لیے کہ ایک

معمولہ اپنے عامل کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں جاتی۔"

اس نے سخت لہجے میں پوچھا "رابن! تم نے مجھے اپنے کالے عمل سے اپنی معمولہ اور کنیز بنایا تھا؟ مجھے بتاؤ کہ تم میرے اس بنگلے میں کیوں رہتے ہو؟ اور تمہارے ساتھ رہنے پر میں نے کبھی اعتراض کیوں نہیں کیا؟"

ایسا کہتے وقت اس کے دماغ میں ایک بات آئی۔ وہ ایک دم سے چونک کر بولی "او گاڈ! اب تو میرے مزاج کے خلاف ہونے والی باتیں مجھے یاد آرہی ہیں۔ کتے! کمینے! تو میری عزت سے کھیلتا رہا ہے اور میں تیری داشتہ بنتی رہی ہوں۔"

وہ صوفے سے اٹھنے کی کوشش کررہا تھا۔ الپا نے اسے زور کی لات ماری۔ وہ الٹ کر وہاں گرا، جہاں گلاس کی کرچیاں بکھری ہوئی تھیں۔ جسم میں کتنے ہی شیشے کے ٹکڑے پیوست ہوگئے۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ وہ اس کے اندر پہنچ کر بولی "اب میں تیرے دماغ میں پہنچ گئی ہوں۔ تجھے اس طرح ذہنی اذیتیں دیتی رہوں گی کہ تو موت کی بھیک مانگے گا مگر میں تجھے مرنے نہیں دوں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک دماغی جھٹکا دیا۔ جیکب رابن کے دماغ میں جیسے زلزلہ آگیا۔ وہ چیخیں مارتے ہوئے فرش پر ادھر سے ادھر لوٹنے لگا۔

تقدیر پھر الپا پر مہربان ہوگئی تھی۔ اسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنانے کے لیے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ مل گیا تھا۔ اس کی دوسری خوش نصیبی یہ تھی کہ وہ جیکب رابن کے شکنجے سے نکل کر پہلے کی طرح آزاد اور خود مختار الپا بن گئی تھی۔

○☆○

فرانس نے چینی باشندوں کو اپنے ملک میں آنے سے منع کردیا تھا لیکن امریکی پالیسی اس سے مختلف تھی۔ بہت عرصہ پہلے چین سے معاہدہ ہوا تھا کہ دونوں ملکوں کے درمیان محدود پیمانے پر تجارت ہوسکتی ہے اور ایک دوسرے سے ٹیکنالوجی کا تبادلہ کیا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی معاہدے کے تحت چین کے بہت سے نوجوان طلبا اور طالبات امریکا آکر تعلیم حاصل کررہے تھے۔

ایسے ہی طلبا اور طالبات میں ایک ماؤلی لی تھی جو بہت ہی خوب صورت ذہین اور حاضر دماغ تھی اس کا ایک بوائے فرینڈ ہویونگ' وہ بھی ذہین تھا ان دونوں میں سراغ رسانی کے فرائض انجام دینے کی بھرپور صلاحیتیں تھیں پھر یہ کہ انہیں باقاعدہ ٹریننگ دی گئی تھی۔ وہ نیویارک' واشنگٹن' شکاگو جیسے بڑے بڑے شہروں میں رہ کر بہترین فائٹر بننے اور مگن شوٹر بننے اور جاسوسی کے فرائض انجام دینے کی ٹریننگ بھی حاصل کرتے رہے تھے۔

اب تک کئی چینی باشندے مکمل تربیت حاصل کرنے کے بعد واپس اپنے ملک چین آگئے تھے۔ ان پر کوئی شبہ نہیں کرسکتا تھا کہ وہ ملک دشمن بن کر آئے ہیں کیونکہ وہ جب یہاں سے گئے تھے تو محب وطن تھے۔

ماؤلی لی اپنے ساتھی ہویونگ کے ساتھ اسلام آباد آگئی تھی۔ دوسرے دن گیارہ بجے والی فلائٹ سے جمہوریہ چین جانے والی تھی۔ امریکی اکابرین نے فیصلہ کیا تھا کہ لیزی گارڈ اور کینی بال دونوں باری باری ماؤلی لی اور ہویونگ کے دماغوں میں جاتے آتے رہیں گے۔ امریکی اکابرین کا یہ فیصلہ گویا کہ تھری جے کا فیصلہ تھا۔ وہ تینوں امریکی اکابرین کے دماغوں پر حاوی رہ کر یہ فیصلہ سنا چکے تھے اور اب لیزی گارڈ اور کینی بال کو اس فیصلے پر عمل کرنا تھا۔

یہ اطلاع مل گئی تھی کہ صوفیہ اور دلیر آفریدی پیرس سے سفر کرتے ہوئے اسلام آباد پہنچے ہیں اور ان کے متعلق یہ تصدیق ہوچکی ہے کہ وہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور چین جارہے ہیں۔

ٹیلی پیتھی جاننے کی تصدیق اس طرح ہوئی کہ ان کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں موجود رہتے تھے۔ انہوں نے چینی سراغ رساں چاؤشنگ اور اس کے ماتحت سراغ رسانوں کو ہلاک کیا تھا اور انہیں ویگن کار کے حادثے میں پولیس اسٹیشن پہنچا دیا تھا۔ بہرحال اس طرح یہ تصدیق ہوگئی تھی کہ صوفیہ اور آفریدی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں جبکہ وہ نہیں جانتے تھے۔

اسی طرح لیزی گارڈ اور کینی بال آئندہ ماؤلی لی اور ہویونگ کے اس طرح کام آنے والے تھے جیسے وہ دونوں چینی باشندے ٹیلی پیتھی جانتے ہوں۔ علی تیمور صبح نو بجے اسلام آباد پہنچ گیا۔ ائرپورٹ سے سیدھا چینی سفیر کی رہائش گاہ میں آیا۔ سفیر نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔

دونوں ڈرائنگ روم میں آکر ایک دوسرے کے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ اس نے کہا "مسٹر علی! جمہوریہ چین تک سفر کرنے میں جتنی رکاوٹیں تھیں وہ ہم نے دور کردی ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے انٹرکام کے ذریعے کہا "مسٹر علی تیمور کا ویزا اور ضروری کاغذات لے آؤ۔"

سفیر کا سیکریٹری ایک فائل اور چند اہم کاغذات لے کر وہاں آیا۔ انہیں سفیر کے سامنے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا سفیر نے ویزا کے کاغذات اٹھا کر علی تیمور کو دیتے ہوئے کہا "ہم نے قانونی یا رسمی طور پر تین ماہ کے لیے ویزا جاری کیا ہے لیکن آپ کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے۔ آپ ہمارے ملک پہنچیں گے تو وہاں آپ کے قیام کی مدت تین ماہ تو کیا تین برس بھی ہوسکتی ہے۔"

ایک ملازم ناشتے اور چائے کی ٹرالی لے کر آیا پھر ان کے قریب وہ ٹرالی چھوڑ کر چلا گیا۔ علی نے کہا "میں نے خیال خوانی کے ذریعے آپ سے رابطہ کیا تھا اور یہ فرمائش کی تھی کہ ابھی ایک بجے کی فلائٹ سے جتنے مسافر چین کا سفر کررہے ہیں۔ ان کے ناموں کی فہرست مجھے دی جائے۔"

اس نے فائل کھول کر ایک بڑا سا کاغذ نکال کر علی کو دیتے ہوئے کہا "یہ لسٹ ہم نے کمپیوٹر کے ذریعے حاصل کی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اہم معلومات حاصل ہوئی ہیں۔"

علی نے اس فہرست کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ کیا؟... صرف تین مسافر چین کا سفر کررہے ہیں؟"

"ہاں! یہ حیرانی کی بات ہے لیکن پچھلے دن صبح تک مسافروں کی تعداد دو سو دس تھی۔ پچھلی شام یہ تعداد گھٹ کر صرف ستر رہ گئی۔ اس فلائٹ سے سفر ملتوی کرنے والے امریکی سیاح ہیں۔ باقی پاکستانی مسافر ہیں جو سیاحت کے لیے یا کاروباری دورے کے لیے جارہے تھے۔ ہم نے ان سب کے لیے ویزا جاری کیا تھا۔ وہ آج یا دو دنوں کے بعد کسی بھی فلائٹ سے جاسکتے تھے۔ انہوں نے آج کی فلائٹ میں اپنے لیے سیٹیں ریزرو کرائی تھیں لیکن یہاں کی حکومت نے ان کے ملک سے باہر جانے پر عارضی طور پر پابندی عائد کردی ہے۔ اس کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی ہے۔"

علی نے کہا "میں کسی حد تک سمجھ سکتا ہوں۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ ایسا کیوں ہورہا ہے۔"

چینی سفیر نے کہا "ابھی ایک گھنٹا پہلے میں نے یہ لسٹ منگوائی ہے۔ پتا چلا کہ مزید چالیس مسافر کم ہوگئے ہیں۔ یعنی یہ کل تیس مسافر رہ گئے ہیں۔ ان میں سے بھی تین ائر ہوسٹس' ایک اسٹیورڈ ایک پائلٹ اور ایک کو پائلٹ ہے۔ انہیں مسافر نہیں کہا جائے گا۔ لہٰذا صرف چوبیس مسافر رہ گئے ہیں۔"

علی سوچنے لگا "ایسا کیوں ہورہا ہے؟" پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا "پاپا! میں اسلام آباد میں ہوں۔ جس فلائٹ سے آنا چاہتا ہوں۔ اس فلائٹ سے پہلے دو سو دس مسافر تھے۔ اچانک ہی آج صبح تک ان کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے۔ یعنی صرف چوبیس مسافر اور جہاز کے عملے کے چھ افراد رہ گئے ہیں۔"

میں نے کہا "یہ تشویش کی بات ہے۔ صاف ظاہر ہورہا ہے کہ اس فلائٹ میں کوئی گڑبڑ ہوگی۔ شاید اسے ہائی جیک کیا جائے گا۔"

"کیا طیارے کو اغوا کرنے کا منصوبہ ان تمام مسافروں کو معلوم ہوچکا ہے۔ جو سفر نہیں کرنا چاہتے ہیں؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ جن ممالک نے ایسی کوئی سازش کی ہے۔ انہوں نے اپنے ملک کے باشندوں کو اس فلائٹ سے سفر کرنے سے منع کردیا ہے۔ انہیں وجہ نہیں بتائی گئی ہے۔ لیکن ہم سمجھ رہے ہیں۔"

"ضروری تو نہیں ہے کہ طیارہ ہائی جیک کیا جائے۔ ہوسکتا ہے انہوں نے پرواز کے دوران میں طیارے کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا ہو۔"

"نہیں بیٹے! وہ کبھی اس طیارے کو تباہ نہیں کریں گے۔ جس میں صوفیہ اور آفریدی سفر کررہے ہیں۔ انہیں پورا یقین ہے کہ وہ دونوں بہت ہی خاص دستاویزات یہاں سے لے جارہے ہیں۔ وہ ان دستاویزات کو حاصل کرنا چاہیں گے۔ انہیں تباہ نہیں کریں گے۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ لوگ صوفیہ اور آفریدی کو اغوا کریں گے اور طیارے کو چین تک پہنچنے نہیں دیں گے۔ اسے راستے میں کہیں جبراً اتارا جائے گا۔"

"ایسا ہی کچھ ہوگا۔ وہ ہر حال میں صوفیہ اور آفریدی کو اس وقت تک زندہ رکھیں گے جب تک کہ ان سے اہم دستاویزات حاصل نہ کریں۔ ہوسکتا ہے انہیں اس راز کی بھی بھنک پڑگئی ہو کہ اس طیارے میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ جارہا ہے۔ ایسی حالت میں تو وہ صوفیہ اور آفریدی کو کبھی

جان سے نہیں ماریں گے۔"

یہ صوفیہ اور آفریدی کون ہیں بابا؟"

ایسے ہی وقت ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں نے علی کو مخاطب کیا "سر! صوفیہ اور آفریدی آپ سے ملاقات کرنے آئے ہیں۔ کیا میں انہیں سفیر صاحب کے بنگلے میں لا سکتا ہوں؟"

"وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"وہ بنگلے سے باہر سڑک کے کنارے کار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"میں تمہارے دماغ میں آرہا ہوں۔ تم مجھے دلیر آفریدی کے دماغ میں پہنچا دو۔ میں ان کے خیالات پڑھوں گا۔"

میں نے کہا "بیٹے! تم جاؤ اور خیالات ضرور پڑھو لیکن یہ جناب تیمرزی کا فیصلہ ہے کہ وہ دونوں تمہارے ساتھ سفر کریں گے اور دشمنوں کی توجہ تمہاری طرف سے ہٹائے رکھیں گے۔"

علی اس سراغ رساں کے دماغ میں گیا۔ پھر اس کے ذریعے دلیر آفریدی کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ صوفیہ کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا' صوفیہ کھڑکی کے باہر سڑک کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک ویگن کار تیز رفتاری سے آئی۔ جب ان کی کار کے قریب سے گزرنے لگی تو اس میں بیٹھے ہوئے دو افراد نے تڑاتڑ فائرنگ کی۔ جس کے نتیجے میں صوفیہ کے حلق سے ایک مختصر سی چیخ ابھری اس کے چہرے اور سینے پر گولیاں لگی تھیں۔ اس کے بعد وہ چیخ نہ سکی۔ وہیں سیٹ کے نیچے ڈھلک گئی۔

دلیر آفریدی نے غصے سے گرجتے ہوئے اپنا ریوالور نکال کر اس کے دستے سے سیٹ کے پیچھے والی اسکرین پر ہاتھ مارا' شیشہ ٹوٹ گیا۔ ٹوٹے ہوئے شیشے سے اس نے دور جانے والی کار کا نشانہ لیا پھر دو فائر کیے۔ اس کار کے پچھلے دونوں پہیے ایک دھماکے کے ساتھ پھٹے' ویگن کار چلانے والا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ گاڑی اِدھر سے اُدھر ڈگمگاتے ہوئے ایک فٹ پاتھ پر چڑھ کر ایک بنگلے کے احاطے کی دیوار سے ٹکرا کر ایک طرف الٹ گئی۔ آفریدی اپنی کار کا پچھلا دروازہ کھول کر ادھر دوڑنے لگا۔ علی نے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں سے کہا "یہ پاگل ہوگیا ہے۔ وہاں کئی دشمن ہیں۔ اسے جانے سے روکو۔"

سراغ رساں نے کہا "سر! ہمارے چار آدمی یہیں آس پاس چھپے ہوئے تھے' وہ سب نکل آئے ہیں۔ وہ بھی اس ویگن کار کی طرف دوڑتے جارہے ہیں۔ آفریدی کے لیے خطرہ نہیں ہے۔"

اس الٹی ہوئی ویگن کار میں جو بیٹھے ہوئے تھے وہ نکل نہ سکے۔ ان میں سے ایک شخص ہاتھ میں گن لیے کھڑکی کے راستے نکلنے کی کوشش کررہا تھا۔ آفریدی نے اس کے سامنے ذرا فاصلے پر پہنچتے ہی دونوں ہاتھوں سے ریوالور تھام کر اس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "کتے کے بچے! تو نے میری صوفیہ پر گولی چلائی ہے۔ میری صوفیہ واپس' واپس لا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ تڑاتڑ فائرنگ کرنے لگا۔ اسے گولیوں سے چھلنی کرنے لگا۔ وہ کھڑکی کے ذریعے آدھا باہر نکلا ہوا تھا' آدھا اندر تھا۔ وہ اسی حالت میں وہیں ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگیا۔ ان نامعلوم قاتلوں کو گھیرنے اور ہلاک کرنے کے لیے جو آدمی آئے تھے ان میں سے ایک نے کہا "مسٹر آفریدی! آپ فوراً واپس جائیں۔ ہم یہاں ہیں۔ یہاں سے کسی کو فرار نکلنے نہیں دیں گے۔"

وہ واپس دوڑتا ہوا کار کے پچھلے دروازے تک آیا۔ صوفیہ بے جان ہو کر دونوں سیٹوں پر پڑی ہوئی تھی۔ وہ اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگا کر آواز دینے لگا "صوفیہ! صوفیہ! اٹھو میں تمہیں اسپتال لے جاؤں گا۔ تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ صوفیہ! تم میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتیں۔"

اس کے دماغ میں رہنے والا سراغ رساں خیال خوانی کے ذریعے اس کے جوش اور جنون کو کم کرنے کی کوششیں کررہا تھا۔ علی اپنی جگہ سوچ رہا تھا "دلیر آفریدی کا نشانہ بڑا سچا ہے۔ اس نے جوش اور جنون کی حالت میں بھی صحیح نشانہ لگا کر بھاگنے والی کار کے دونوں پچھلے پہیے برسٹ کردیے تھے۔ ون رات کی تربیت کے بعد ہی ایسی مہارت حاصل ہوتی ہے۔"

اور آفریدی کو ایسی مہارت کیوں نہ حاصل ہوتی۔ وہ سرحدی قبائلی علاقے کا رہنے والا تھا۔ ایک قبیلے کے سردار کا بیٹا تھا۔ اس نے پیدا ہوتے ہی فائرنگ کی آوازیں سنی تھیں۔ دشمنوں نے اس کی محبوبہ کو ہلاک کردیا تھا۔ علی کو اس بات کا افسوس ہوا اور دوسرے پہلو سے یہ اطمینان ہوا کہ وہ دشمنوں پر بھاری پڑنا جانتا ہے اور اس کی ان حرکتوں کے باعث دشمنوں کو یقین ہوگیا ہے کہ وہ یہاں سے اہم دستاویزات لے کر چین جارہا ہے۔

○☆○

دلیر آفریدی کی زندگی میں صوفیہ پہلی بار محبتیں اور مسرتیں لے کر آئی تھی۔ اس سے پہلے وہ نہیں جانتا تھا کہ کسی چاہنے والی سے کس طرح دل لگ جاتا ہے؟ اس طرح کہ دل کی لگی دل میں عشق کی آگ بھر دیتی ہے۔ ایسا دیوانہ بنا دیتی ہے کہ پھر اس کے سوا دنیا میں اور کوئی نظر نہیں آتا۔ جینے کا کوئی مقصد نہیں رہ جاتا۔

اس پر ایسی دیوانگی طاری ہوئی تھی کہ وہ صوفیہ کی لاش سے بھی الگ نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس کے دماغ میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے آکر اس کے اندر صدمات اور اس کے جوش وجنون کو کم کرنے کی کوششیں کررہے تھے۔ اس کے دماغ کو اپنی گرفت میں رکھ کر اس بات پر مائل کررہے تھے کہ صوفیہ کی لاش کو اسپتال پہنچا دیا جائے۔ وہاں اس کی تجہیز و تکفین کے انتظامات ہوجائیں گے۔ اسے ہر حال میں آج ایک بجے والی فلائٹ سے سفر کرنا ہے۔

وہ آسانی سے ماننے والا نہیں تھا۔ جب بھی اس کے دماغ سے گرفت ڈھیلی ہوتی تو وہ ضدی بچے کی طرح مچل جاتا تھا کہ اپنی صوفیہ کو چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ اس کی تدفین تک رکے گا اور اس کی قبر پر جاکر روز حاضری دیا کرے گا۔ روز دعائیں مانگا کرے گا۔

علی نے جناب تیمرزی صاحب کو مخاطب کیا۔ انہیں سلام کرنے کے بعد کہا "بابا جانی! میں آپ کا بیٹا بول رہا ہوں یہاں دلیر آفریدی کو بہت زبردست صدمہ پہنچا ہے۔ دشمنوں نے صوفیہ کو ہلاک کردیا ہے۔ اس پر دیوانگی طاری ہے۔ اس کے دماغ کو گرفت میں رکھ کر اسے سمجھانے کی' اس کے صدمات کو کم کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں لیکن وہ صوفیہ کی دیوانگی میں آگے سفر کرنا نہیں چاہتا ہے۔"

جناب تیمرزی نے کہا "موت برحق ہے۔ سبھی کو آئے گی سبھی کو فنا ہونا ہے۔ آفریدی کو جو صدمہ پہنچا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ وہ صوفیہ کی خاطر وہاں کچھ روز رہ جائے لیکن اس کے رہنے سے صوفیہ واپس نہیں آجائے گی۔ بعض حالات میں اپنی عزیز ترین شے کے چھن جانے پر صبر کرنا پڑتا ہے۔ اس کی محبت کو دل میں رکھ کر دماغ سے اپنے اہم فرائض ادا کرنے پڑتے ہیں۔ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ کو پُرسکون بنایا جائے گا۔ انشاء اللہ وہ پہلے کی طرح مستعد ہو کر اپنے فرائض کے لیے چین کا سفر کرے گا۔"

دلیر آفریدی اچانک ہی پرسکون اور خاموش ہوگیا۔ صوفیہ کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے اسپتال پہنچایا گیا۔ اس کی تجہیز و تکفین کی ساری ذمے داری بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے افراد پر تھی۔ چین جانے والے طیارے کی پرواز کے لیے تین گھنٹے رہ گئے تھے۔ ویسے اسے ایک دو گھنٹے لیٹ بھی کرایا جاسکتا تھا۔ یہ بات اطمینان بخش تھی کہ دلیر آفریدی اس طرح خاموش ہوگیا تھا جیسے صبر آگیا ہو۔

وہ بے اختیار ہوٹل کے کمرے میں آگیا۔ کمرے کے دروازے کو بند کرکے بستر پر لیٹ گیا پھر اس کی آنکھ لگ گئی۔ اس نے خواب میں صوفیہ کو دیکھا وہ محبت سے بانہیں پھیلا کر کہہ رہی تھی "تم اتنے دل برداشتہ کیوں ہوگئے ہو؟ تم سمجھتے ہو میں تمہیں اپنی بانہوں کا ہار نہیں پہناؤں گی؟"

آفریدی نے کہا "صوفیہ! تم زندہ ہو؟ میں خواب دیکھ رہا تھا۔ میں نے خود دیکھا تھا دشمنوں نے تمہیں گولیوں سے ہلاک کردیا ہے لیکن تم میرے لیے زندہ ہو۔"

"ہاں' میں تمہارے خوابوں میں اور تمہارے خیالوں میں ہمیشہ زندہ رہوں گی لیکن تمہیں صبر کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھو۔ وہ کچھ لیتا ہے تو بہت کچھ دیتا بھی ہے۔"

"میں بہت کچھ لینا نہیں چاہتا۔ صرف تمہیں چاہتا ہوں۔"

"میں ہی تمہیں ملوں گی لیکن دوسرے روپ میں دوسری صورت میں۔ اتنی بڑی دنیا میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے شمار محبتیں' بے شمار مسرتیں دیتا ہے۔ ان محبتوں اور مسرتوں میں تمہارا بھی بھرپور حصہ ہے اور یہ حصہ تمہیں ملے گا اور بہت جلد ملے گا۔"

ایک گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے گھڑی دیکھی فوراً ہی اٹھ کر لباس تبدیل کرنے کے بعد اپنے سفری بیگ کو اٹھایا پھر اس کمرے سے نکل کاؤنٹر پر ہوٹل کا بل ادا کیا پھر باہر آکر ایک ٹیکسی کے ذریعے کرائر پورٹ کی طرف روانہ ہوگیا۔

وہ ایسی مستعدی سے تیار ہوگیا تھا جیسے اس کے ساتھ کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ اس کی کوئی اہم ترین شے گم ہوئی نہ ہو۔ اس کے دماغ میں یہ خیال قائم ہوگیا تھا کہ دنیا میں بہت کچھ ملتا ہے تو بہت کچھ گم ہوجایا کرتا ہے۔ گم ہوجانے پر صدمہ نہیں کرنا چاہیے۔ صبر کرنا چاہیے۔ آنے والا وقت اسے محبتیں بھی دے گا اور مسرتیں بھی دے گا۔

طیارے میں علی کی سیٹ سب سے پیچھے تھی۔ اس نے آفریدی کو دیکھا۔ وہ اس سے دو قطار آگے والی سیٹ پر جاکر بیٹھ گیا تھا۔ مسافروں میں چینی باشندے زیادہ تھے۔ ان میں دو

چینی دو شیزائیں تھیں۔ ان دو شیزاؤں میں ایک چائنا ٹاؤن کی جاسوسہ ماؤ للی تھی۔ ان کے علاوہ دو امریکی اور تین یورپی باشندے تھے۔ ان میں سے کچھ ایسے تھے جنہوں نے اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھنے سے پہلے سر گھما کر دلیر آفریدی کی طرف دیکھا تھا۔ ویسے دشمنوں کو پہچاننا کچھ مشکل نہ تھا۔ جب وہ ائر پورٹ آئے تھے اور کاؤنٹر سے بورڈنگ کارڈ لیا تھا۔ اسی وقت سے بابا صاحب کے ادارے کے سراغ رساں ان کے دماغوں میں پہنچ گئے تھے اور ان کے خیالات پڑھ رہے تھے اور جو کچھ معلوم کر رہے تھے وہ تمام معلومات علی تک پہنچا رہے تھے۔

طیارے میں چونکہ مسافروں کی تعداد بہت کم تھی اس لیے سیٹ نمبر کی پابندی نہیں تھی۔ جس کی جہاں مرضی تھی وہ وہیں بیٹھ رہا تھا۔ ماؤ للی نے اپنے ساتھی ہویونگ سے کہا "میں آفریدی کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھوں گی تم کسی اور سیٹ پر جا کر بیٹھ جاؤ۔"

ہویونگ نے کہا "یہ کیا بات ہوئی؟ میں بھی آفریدی کے قریب ہی بیٹھوں گا یا اس کے پیچھے بیٹھوں گا۔ تم جانتی ہو میں تم سے دور نہیں رہ سکتا۔"

وہ بولی "مجھے تمہارا یہ عشقیہ انداز پسند نہیں ہے کئی بار سمجھا چکی ہوں' ہم بہت اچھے دوست ہیں اس کے آگے نہ سوچا کرو۔"

اس نے ایک سیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہویونگ سے کہا "تم وہاں بیٹھو اور یہ نہ بھولو کہ ہم ڈیوٹی پر ہیں۔ میرے ساتھ رہو گے تو گڑبڑ ہو جائے گی۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتی ہوئی دلیر آفریدی کے پاس آئی پھر اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ آفریدی کے محافظ سراغ رساں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "آفریدی! یہ جو تمہارے پاس آ کر بیٹھی ہوئی ہے اس کا نام ماؤ للی ہے۔ یہ جمہوریہ چین میں پیدا ہوئی۔ وہیں پلی بڑھی' جوان ہوئی' ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر امریکا چلی گئی۔"

آفریدی نے کہا "مجھے کسی لڑکی سے دلچسپی نہیں ہے۔"

"تم جس مہم پر جا رہے ہو۔ اس حوالے سے تمہیں اس کے متعلق معلومات رکھنی چاہیے۔"

"میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ کس مہم پر جا رہا ہوں۔ بس اس لیے راضی ہوں کہ ہندوستان سے یہاں تک غیبی طاقت میرا ساتھ دے رہی ہے۔ میرے لیے بھلائی کرتی آ رہی ہے۔"

"تم نیک ارادوں سے سفر کر رہے ہو اور نیکی کے راستوں پر کبھی کبھی بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ تم جو قربانی دے کر آ رہے ہو۔ یہ تمہاری زندگی کا ایک تلخ اور کار آمد تجربہ ہے۔ کار آمد اس لیے کہ آئندہ تمہاری زندگی میں ایسے تجربات بہت کام آیا کریں گے۔"

"کیا مجھے بتایا نہیں جا سکتا کہ میں کس مہم پر جا رہا ہوں؟"

"تمہیں اطمینان سے بتاؤں گا۔ اسی سفر کے دوران میں بتانے کا موقع مل جائے گا۔ ابھی بہت مصروفیت ہے۔ تمہارے آس پاس کئی دشمن ہیں۔ صرف ایک دوست سب سے پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہے لیکن تم ادھر پلٹ کر نہ دیکھنا اور نہ ہی اس سے شناسائی پیدا کرنا۔"

"ٹھیک ہے' اس لڑکی کے بارے میں بتاؤ؟"

"امریکا پہنچ کر مزید تعلیم حاصل کرنے کے دوران میں اس نے وہاں کی رنگینیاں اور فیشن ایبل لڑکیوں کو دیکھا اور ان کے رنگ میں رنگنے لگی۔ ہر لڑکی کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ خود کو زیادہ سے زیادہ خوب صورت بنائے۔ سنگھار کرے اور طرح طرح کے ملبوسات زیب تن کرے۔ چین میں ان دنوں اس کی اجازت نہیں تھی۔ وہاں اس نے آزادی سے یہ سب کچھ کیا۔ امریکی سی آئی اے والے چین سے آنے والی طالبات اور طلبا کو تاڑتے رہتے ہیں۔ انہوں نے کتنی ہی طالبات اور طلبا کی طرح ماؤ للی کو بھی رنگینیوں کے جال میں پھانس لیا۔ اسے خوب مراعات دیں۔ اسے دوسروں کی طرح اپنے رنگ میں رنگتے رہے۔ اس کا برین واش کرتے رہے۔ اب یہ حال ہے کہ وہ ان کی جاسوسہ بن گئی ہے اور اپنے ہی ملک کے خلاف جاسوسی کرنے جا رہی ہے۔"

"اگر یہ جاسوسہ ہے تو میرے بارے میں کچھ جانتی ہوگی؟"

"ہاں تم پر پہلے شبہ تھا کہ تم بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے سراغ رساں ہو اور ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ اب انہیں یقین ہو گیا ہے۔ یہ تمہیں پھانسنے کے لیے تمہارے پاس آ کر بیٹھی ہوئی ہے۔"

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ امریکا میں تھری جے وغیرہ کی کوششوں کے نتیجے میں ایک ٹرانسفارمر مشین تیار ہو چکی تھی۔ اس کے بارہ رازدار تھے۔ جن میں سے تین تھری جے تھے' ایک لیزی گارڈ دوسرا کینی ہال اور باقی پانچ امریکی اکابرین تھے۔ ان سب کے علاوہ دو ٹیکنیکی ماہرین تھے جن میں سے ایک کا نام جیکی ہنٹر اور دوسرے کا نام وائزمین تھا۔ لیزی گارڈ' کینی ہال اور تھری جے پہلے سے ہی ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ پانچ امریکی اکابرین کو اور دونوں ماہرین کو

ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی سکھائی گئی۔ انہوں نے طے کیا کہ فی الحال مزید کسی کو ٹیلی پیتھی سکھائی نہیں جائے گی۔ ان پانچ رازدار امریکی اکابرین میں سے دو اعلیٰ حاکم تھے۔ تیسرا آرمی انٹیلی جنس کا اعلیٰ افسر تھا۔ اس کا نام ڈینی جانسن تھا۔ چوتھے آرمی افسر کا نام مارک فورڈ تھا اور پانچویں افسر کا نام مارٹن کرس تھا۔

تھری جے نے کہا "ہمارے تینوں آرمی افسران کو عملی طور پر ٹیلی پیتھی کی دنیا میں رہنا چاہیے۔ ابھی ہمیں ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کی بے حد ضرورت ہے۔ مسٹر ڈینی جانسن آپ آرمی انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر ہیں۔ آپ کو سراغ رسانی کے سلسلے میں ہم سب سے زیادہ تجربہ ہے۔ ہماری گزارش ہے کہ جو طیارہ چین کی طرف جا رہا ہے' آپ اس میں خیال خوانی کے ذریعے ماؤ للی کے پاس مسلسل موجود رہیں۔ وہ آپ کے تعاون سے ہمارے مقاصد پورے کر سکے گی۔"

اس پلاننگ کے مطابق ڈینی جانسن' ماؤ للی کے دماغ میں موجود تھا اور اس سے کہہ رہا تھا "تم آفریدی کے پاس آئی ہو اور یہ آنکھیں بند کیے بیٹھا ہے۔ اس نے تمہاری طرف دیکھا تک نہیں ہے۔"

ماؤ للی نے کہا "ہو سکتا ہے یہ خیال خوانی میں مصروف ہو۔ پتا نہیں کس کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے دوست کے یا دشمن کے؟ کیا وہ میرے دماغ میں موجود ہوگا؟"

ڈینی جانسن اس کے دماغ سے نکل گیا پھر تھوڑی دیر بعد آ کر بولا "کیا تم اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی تھیں؟"

وہ بولی "نہیں میں صرف تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی تھی اور تم اچانک چلے گئے تھے۔"

"اس کا مطلب ہے' آفریدی تمہارے دماغ میں نہیں ہے۔ بڑی مشکل ہے۔ میں اس کے دماغ میں جاتا ہوں تو اس کے چور خیالات نہیں پڑھ پاتا ہوں۔"

"پڑھنے میں کیا دشواری ہوتی ہے؟"

"تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کے چور خانے کو مقفل کر دیا گیا ہے۔ میں صرف اس کے سطحی خیالات پڑھ سکتا ہوں۔ جو ہمارے کسی کام نہیں آتے ہیں۔"

"اگر اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جائے یا اسے زخمی کیا جائے تو اس کے ذہن سے تنویمی عمل ختم ہو جائے گا اور اس کے ذہن کا چور خانہ کھل جائے گا۔"

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے لیکن ابھی اسے دشمن بن کر نہیں دوست بن کر چھیڑنا چاہیے۔ جیسا کہ تمہارے جیسی خوب صورت لڑکیاں چھیڑتی ہیں۔"

ماؤ للی نے کن انکھیوں نے آفریدی کو دیکھا۔ وہ بڑا ہی قد آور باڈی بلڈر تھا۔ اس کی ظاہری شخصیت ہی دوسروں کو متاثر کرنے لگتی تھی۔ اس نے سوچا "جتنا ہینڈسم اور اسمارٹ ہے اتنی ہی آسانی سے قابو میں آ جائے تو بات بنے گی۔"

اس نے پڑھنے کے لیے ایک رسالے کو کھولا پھر اسے جان بوجھ کر آفریدی کے قدموں میں گرا دیا پھر فوراً ہی جھک کر بولی "اوہ' سوری۔"

آفریدی نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ رسالے کو اٹھا کر سیدھی طرح بیٹھتے ہوئی بولی "مجھے افسوس ہے میری وجہ سے آپ کی نیند میں خلل پڑ گیا۔"

وہ بولا "کوئی بات نہیں میں ابھی سو جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے پھر سے آنکھیں بند کر لیں۔ للی نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر کہا "یہ کیا بات ہوئی؟ جب آنکھ کھل گئی ہے تو کھلی رکھو۔ دیکھو کھڑکی کے باہر برف پوش پہاڑیوں کا کتنا خوب صورت منظر ہے!"

"صاف اور سیدھی بات کرو۔ میں منظر کو دیکھوں یا تمہیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "بہت رومانٹک ہو۔ منظر کی خوب صورتی اور میرے حسن میں سے کسی ایک کو دیکھنا چاہتے ہو۔"

"میں منظر کا حسن جانتا ہوں۔ تمہارے بارے میں نہیں جانتا۔ تم حسین ہو یا نہیں یہ کوئی شاعر بتا سکے گا۔"

"جو حسن پہلی نظر میں متاثر نہیں کرتا وہ بہت دھیرے دھیرے جڑوں میں اتر جاتا ہے۔ مجھے دیکھتے رہو۔ مجھ سے بات چیت کرتے رہو۔ تمہارے اندر کا شاعر خود ہی بیدار ہو جائے گا۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میرے اندر تمہاری خواہش پیدا ہوگی۔ میرا دل تمہیں مانگے گا تو وہاں سے شاعری شروع ہو جائے گی؟"

"میں یہی کہہ رہی ہو۔"

"تم غلط کہہ رہی ہو۔ جب خواہش پیدا ہوگی اور دل تمہیں مانگے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہوس پیدا ہو گئی ہے۔ سیدھی سی بات کرو۔ ایک دوسرے کو طلب کرنے کا نام شاعری نہیں ہے ہوس ہے۔"

"تم جو کہہ رہے ہو اس کے لیے تنہائی لازمی ہے۔ یہاں دو سروں کی موجودگی میں صرف شاعری ہو سکتی ہے۔"

"یہ جو ایمرجنسی دروازہ ہے۔ اسے میں کھول کر تمہیں باہر پھینک دوں گا اور خود بھی چھلانگ لگاؤں گا۔ تب ہم کسی برف پوش پہاڑی کی کھائی میں جاگریں گے۔ وہاں ہمیشہ کے لیے تنہائی مل جائے گی۔"

"تم پتھر ہو اور خشک لہجے میں پتھر کی طرح بول رہے ہو۔"

"میں صرف کام کی باتیں کرنا اور کام کی باتیں سننا چاہتا ہوں۔ بہتر ہے اپنے مطلب کی بات کرو۔"

وہ اس کی طرف جھک کر بولی "جب تک تم اعتراف نہیں کرو گے کہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہو اور ان کے کسی اہم کام سے بیجنگ جارہے ہو تب تک میں تم سے اپنے مطلب کی بات کیسے کرسکتی ہوں؟"

"تو پھر یقین کرلو کہ میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتا ہوں۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ میں نے تمہارے دماغ میں جانے کی زحمت نہیں کی۔ جانتا ہوں کہ تمہارے دماغ کو مقفل کیا گیا ہے۔"

"تم جو باتیں میرے دماغ میں آکر معلوم کرنا چاہتے ہو۔ وہ میں اپنی زبان سے بتادیتی ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں تمہارا نام مارُ للی ہے۔ چین تمہارا آبائی وطن ہے اس کے باوجود تم امریکی سی آئی اے کی ایجنٹ بن کر اپنے ہی ملک کے خلاف جاسوسی کرنے جارہی ہو۔ تمہارے دماغ میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مسلسل رہتا ہے اور اس وقت بھی موجود ہے۔ کیا اور کچھ بتاؤں؟"

"میرے بارے میں نہیں اپنے بارے میں بتاؤ۔ کیا اپنے ساتھ تحریری دستاویزات اور تصویری دستاویزات لے جارہے ہو؟"

"ہاں' ایک مائیکرو فلم میں بہت سے اہم راز لے جارہا ہوں۔"

"اب یہ بھی بتادو کہ مائیکرو فلم کہاں ہے؟"

"جہاں ہے وہاں سے نکال نہیں سکو گی۔"

"تم بتاؤ نکالنا میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے انڈرویئر میں چھپا رکھا ہے۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے پوچھو کہ کیسے نکالو گی۔ کسی دوسرے کو تو میں اپنے قریب نہیں آنے دوں گا۔"

ڈینی جانسن نے اس کے دماغ میں کہا "للی اس کے ساتھ ٹائلٹ میں جاؤ اور وہ مائیکرو فلم حاصل کرو۔"

وہ ناگواری سے بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں آپ کے لیے جاسوسی کرسکتی ہوں' بے حیائی نہیں کرسکتی۔"

"کیا بکواس کررہی ہو۔ کیا ٹریننگ کے دوران میں تمہیں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ جاسوسی کرتے ہوئے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے کسی بھی مرحلے سے گزرتے وقت ہچکچانا نہیں چاہیے۔"

"اور میں نے اپنے ٹریننگ سے کہہ دیا تھا کہ میں جان دینے کے مرحلے سے بھی گزر جاؤں گی لیکن بے حیائی گوارا نہیں کروں گی۔ تب ٹریننگ نے میری بات تسلیم کرلی تھی۔"

"اس لیے تسلیم کرلی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر تم سے بے حیائی کروائی جاسکتی ہے۔"

"یونان سنس۔ بہتر ہے میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ میں اگر اچھی دوست بن سکتی ہوں تو بدترین دشمن بھی بن سکتی ہوں۔"

"چیلنج نہ کرو۔ ہمیں حاصل ہونے والی کامیابی کو یقینی بناؤ۔ ہمیں معلوم ہوچکا ہے کہ اس نے مائیکرو فلم کہاں رکھی ہے۔ یہاں ہمارے دوسرے ساتھی اس مائیکرو فلم کو اس سے جبراً حاصل کرسکتے ہیں لیکن بات بگڑ جائے گی۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس طیارے میں ہنگامہ برپا ہو۔ جو کام سہولت سے نکل سکتا ہے۔ اس کے لیے ہنگامہ آرائی نادانی ہوگی۔"

"مسٹر ڈینی! مجھ سے جس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پہلے رابطہ کیا تھا۔ اس کا نام لیزی گارڈ ہے۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے ہر طرح کا تحفظ فراہم کرے گا۔ تم اسے بلاؤ میں اس مسئلے پر اس سے بات کروں گی۔"

"وہ تمہارا نوکر نہیں ہے۔ بہت مصروف رہتا ہے۔ تم یہاں دیر کرو گی تو ہماری کامیابی ناکامی میں بدل جائے گی۔ تم جاتی ہو یا اس کے ساتھ جانے پر تمہیں مجبور کیا جائے؟"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی "میں کیا کروں؟ یہ ڈینی میرے دماغ پر قبضہ جمائے گا تو میں حاضر دماغ رہ کر اپنے طور پر انکار نہیں کرسکوں گی۔ یہ جو چاہے گا وہی کرنا ہوگا۔"

ڈینی نے کہا "تم درست سوچ رہی ہو۔ اب میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔ تمہیں دو منٹ دے رہا ہوں۔ دو منٹ میں اسے یہاں سے ٹائلٹ کی طرف لے جاؤ۔"

دو منٹ گزرنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ وہ سمجھ گئی کہ اب اسے غائب دماغ بنا کر بے بس کردیا جائے گا اور اس سے اپنے ہر جائز اور ناجائز حکم کی تعمیل کرائی جائے گی۔ شرم و حیا اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ وہ سب کچھ کرسکتی تھی مگر بے شرمی گوارا نہیں کرسکتی تھی۔ اس سے پہلے کہ دو منٹ کی

مہلت ختم ہوتی اس نے یک بارگی آفریدی کو جھنجوڑتے ہوئے کہا "مجھے بچاؤ!!!"

جس سے دشمنی کرنے آئی تھی اسی کو سہارے کے لیے پکار رہی تھی لیکن اسے پکارتے ہی ڈینی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ آفریدی نے پوچھا "تم مجھے اس طرح کیوں جھنجوڑ رہی ہو؟"

اب وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ اس نے مسکرا کر کہا "میں اس خوشی سے جھنجوڑ رہی تھی کہ تمہارے پاس مائیکرو فلم ہے۔ پلیز ٹائلٹ چلو اور مجھے وہ مائیکرو فلم نکال کر دو۔"

"لیکن تم ابھی گھبرا کر کہہ رہی تھی کہ میں تمہیں بچاؤں۔ آخر بات کیا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ کچھ بھی تو نہیں۔ میں "بچاؤ" نہیں کہہ رہی تھی۔ "دکھاؤ" کہہ رہی تھی۔ وہ مائیکرو فلم دکھاؤ۔"

"کیا مفت میں دکھاؤں؟ یہ بتاؤ صلے میں کیا ملے گا؟"

"جو تم چاہو گے' وہی ملے گا۔ یہاں سے اٹھو ٹائلٹ چلو۔"

وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر بولا "کیا مصیبت ہے' جہاز میں بیڈ روم نہیں ہوتا۔ ٹائلٹ چلنے کو کہہ رہی ہو۔"

اس نے ٹائلٹ کی طرف جاتے ہوئے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے علی کو دیکھا۔ بہت دیر سے یہ چاہتا تھا کہ ایک نظر اس شخص کو دیکھ لے' جس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے اور جو دشمنوں کے درمیان اس کا ساتھی بن کر رہنے والا ہے۔ علی بھی اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا اور اس سے انجان بنا ہوا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ ٹائلٹ کیوں جارہا ہے؟

مارُ للی اس کے پیچھے چلتی ہوئی ٹائلٹ کے پاس آئی۔ آفریدی نے کہا "میں دروازہ کھول رہا ہوں لیکن ہم دونوں ایک ہی ٹائلٹ میں جائیں گے تو دیکھنے والے کیا سوچیں گے۔"

"دیکھنے والوں کی پروا نہ کرو۔ مجھے وہ دکھاؤ جو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

اس نے دروازہ کھول کر کہا "پہلے آپ!"

وہ اندر گئی۔ اس کے پیچھے آفریدی نے آگر دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ للی نے کہا "وہ فلم جلدی نکالو۔"

"اتنی جلدی کیا ہے؟ پہلے انعام تو دو۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"بڑے پیار سے اپنے دونوں ہاتھ میرے ہاتھوں میں دو اور رومانس کرو۔"

اس نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے۔ آفریدی نے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر ایک ذرا قوت سے دبایا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنا چاہتی تھی۔ ڈینی نے اسے چیخنے نہیں دیا۔ کہنے لگا "تکلیف برداشت کرو۔ یہ کم بخت چال چل رہا ہے۔ تمہیں تکلیف پہنچا کر تمہارے دماغ کو کمزور بنانا چاہتا ہے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

لیکن ایسا ہو رہا تھا۔ آفریدی نے اس کے ہاتھوں کو ذرا اور زور سے دبایا تو اس کا دماغ کمزور ہونے لگا۔ ڈینی کی گرفت اس کے دماغ پر کمزور پڑنے لگی۔ آفریدی کے دماغ میں رہنے والے سراغ رساں نے للی کے دماغ میں کہا "ہائے للی! دیکھو یہ تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر تمہیں کہاں لے آیا ہے۔"

للی نے حیرانی سے ٹائلٹ کو دیکھا پھر پوچھا "میں یہاں کیسے آگئی؟"

سراغ رساں نے آفریدی کی زبان سے کہا "جن لوگوں کے لیے تم اپنے وطن سے دشمنی کرنے جارہی ہو۔ وہی تمہیں یہاں ٹائلٹ میں' میری تنہائی میں لے آئے ہیں۔"

وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی تکلیف بھول گئی۔ ایک قدم پیچھے ہٹ کر ٹائلٹ کی دیوار سے لگ گئی پھر بولی "نہیں میں بے شرم بننے سے پہلے اپنی جان دے دوں گی۔ یہ دروازہ کھولو۔"

وہ دروازے سے لگا کھڑا تھا۔ اس کے ہٹنے کے بعد ہی وہ دروازہ کھول سکتی تھی۔ اس نے کہا "میں نے تمہیں بری نیت سے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ یہ دروازہ کھل جائے گا۔ تم باہر چلی جاؤ گی لیکن سوچو کیا محفوظ رہو گی؟"

وہ فوراً ہی اس کے بازو کو تھام کر بولی "مجھے بچاؤ۔ پلیز کسی طرح اس دماغ میں آنے والے ڈینی سے بچاؤ۔"

آفریدی نے کہا "ڈینی! بازی پلٹ گئی ہے۔ تم جب بھی اسے آلۂ کار بنا کر استعمال کرنا چاہو گے' میں اس کے دماغ کے دروازے کھول کر تمہاری ہر چال ناکام بنادیا کروں گا۔"

ڈینی نے کہا "میں اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کرتا رہوں گا۔ اس کے دماغ کو پھوڑا بنا دوں گا اگر یہ میرے کام کی نہیں رہے گی تو تمہارے کام کی بھی نہیں رہ سکے گی۔ دانش مندی یہ ہوگی کہ اس ٹائلٹ میں سمجھوتا کرلو۔ وہ مائیکرو فلم نکال کر اسے دے دو۔"

"نہیں دوں گا تو اس جہاز میں بیٹھے ہوئے تمہارے کتے مجھ پر بھونکنے لگیں گے۔ تمہارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ للی کے دماغ میں زلزلے پیدا کرو اور اصل مقصد کو پس پشت ڈال دو۔ لہٰذا للی کو بھول جاؤ اور اپنا مقصد حاصل کرو۔ میں

باہر نکل رہا ہوں اور جانتا ہوں کیا ہونے والا ہے۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس وقت اسپیکر کے ذریعے کما جارہا تھا "آفریدی! تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کرسکتے ہو۔ ہم نے پائلٹ کو اپنے قابو میں کررکھا ہے ہم چاہیں تو یہ جہاز تباہ ہوسکتا ہے لیکن ہم تمہارے ساتھ مرنا نہیں چاہتے اگر تم مائیکرو فلم نہیں دو گے تو ہم ایمرجنسی دروازہ کھول کر تمہیں طیارے سے باہر لے جائیں گے۔"

ایک شخص ہاتھ میں ریوالور لیے پائلٹ کیبن سے باہر آیا پھر آفریدی کو دیکھ کر بولا "یہ تو تم بھی دیکھ رہے ہو اور ہم بھی دیکھ رہے ہیں کہ ہم سب کے پاس پیراشوٹ ہے۔ طیارے سے چھلانگ لگانے کے بعد کہیں گر کر نہیں مریں گے لیکن اس برفانی علاقے میں پتا نہیں کن خطرناک وادیوں میں پہنچ جائیں گے۔"

للی' آفریدی کے سامنے آکر ڈھال بن کر بولی "اپنا ریوالور نیچے کرو۔ جس نے مجھے بے شرمی سے محفوظ رکھا ہے' میں اسے مرنے نہیں دوں گی۔"

"ٹھیک ہے پہلے تمہیں گولی ماردی جائے گی۔ یہ تو ہمیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بتا دیا گیا ہے کہ تم ہمارے کسی کام کی نہیں رہی ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے ریوالور سے للی کا نشانہ لیا۔ اسی وقت علی نے اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے وہیں سے گولی چلائی۔ وہ ریوالور والا اپنا بازو تھام کر لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے جاکر ایک سیٹ سے ٹکرا کر گر پڑا۔

علی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "اس کے دماغ کو مقفل کیا گیا تھا۔ اسے خوش فہمی تھی کہ اس کے اندر کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ اب کوئی بھی پہنچ سکتا ہے۔"

اسپیکر سے آواز آنے لگی "آفریدی کا ایک اور حمایتی نکل آیا ہے اور یہ بھول رہا ہے کہ میرے دماغ کو بھی مقفل کیا گیا ہے۔ اب یہاں پائلٹ کیبن میں کسی نے بھی قدم رکھنے کی کوشش کی تو میں پائلٹ کو گولی ماردوں گا۔ ہم سب اس طیارے کے ساتھ تباہ ہوجائیں گے۔ فنا ہوجائیں گے اور وہ مائیکرو فلم چین کے اکابرین تک نہیں پہنچ پائے گی۔"

اس وقت سراغ رساں آفریدی کے دماغ میں کہہ رہا تھا "فوراً ایمرجنسی دروازے کو کھولو اور للی کے ساتھ چھلانگ لگا دو۔ ہمارا ایک ساتھی للی کے دماغ میں رہے گا اور پیراشوٹ کے ذریعے نیچے پہنچنے میں اس کی مدد کرے گا۔"

آفریدی نے یکبارگی جست لگائی پھر ایمرجنسی دروازے کے پاس پہنچ کر اس کے ہینڈل کو پوری قوت سے گھماتے ہوئے ایک جھٹکے سے دروازے کو کھول دیا۔ باہر کی تیز ہوائیں اندر آتے ہی طیارہ ڈگمگانے لگا۔ آفریدی نے للی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور دروازے کے پاس آتے ہی باہر چھلانگ لگادی۔

ڈیبی نے اپنے حواریوں کے دماغوں میں پہنچ کر کہا "دیکھتے کیا ہو؟ فوراً باہر چھلانگ لگاؤ وہ مائیکرو فلم اپنے ساتھ لے گیا ہے۔"

چھ حواریوں نے یکے بعد دیگرے باہر چھلانگ لگائی۔ جو پائلٹ کیبن میں تھا۔ وہ بھی دوڑتا ہوا آیا پھر اس نے بھی باہر چھلانگ لگادی۔ جہاز کے اسٹیورڈ نے فوراً ہی جہاز کے اس دروازے کو پوری قوت سے کھینچتے ہوئے بند کردیا۔ اس کے ہینڈل کو گھما کر لاک کردیا۔ طیارے کی پرواز نارمل ہورہی تھی۔ دروازہ بند کرتے ہی اس کا توازن قائم ہوگیا۔

باہر ہزاروں فٹ کی بلندی سے چھلانگیں لگانے والوں کے پیراشوٹ کھلتے جارہے تھے۔

○☆○

جیکب رابن ہرماہ کے اختتام سے پہلے الپا پر تنویمی عمل کیا کرتا تھا۔ اس طرح الپا اس کے زیر اثر رہا کرتی تھی۔ وہ اسے اپنی کنیز بنانے کے بعد اس خوش فہمی میں مبتلا ہوگیا تھا کہ وہ ہمیشہ اس کی فرماں بردار کنیز بن کر رہے گی۔

اسی خوش فہمی کے باعث اس بار اس نے مقررہ وقت پر تنویمی عمل نہیں کیا۔ یہ سوچا کہ ایک دو دن بعد عمل کرسکتا ہے۔ اتنی جلدی اس کا اثر ختم نہیں ہوا ہوگا لیکن اس کا اثر زائل ہوتا چلا گیا تھا اور الپا ذہنی طور پر اپنے اختیار میں رہ کر سوچنے اور سمجھنے لگی تھی کہ وہ جیکب رابن کے زیر اثر رہتی آئی ہے اور وہ وچ ڈاکٹر اسے داشتہ بنا کر عیش کرتا رہا ہے۔

وہ غصے سے تلملا گئی۔ اس نے اسے خوب گالیاں دیں اسے لاتوں سے مارا۔ اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کیے۔ وہ تکلیف سے تڑپتا رہا چیختا رہا حتیٰ کہ اس پر نیم بے ہوشی طاری ہوگئی۔ وہ اسے اسی طرح تڑپا تڑپا کر مار ڈالنا چاہتی تھی پھر اس نے سوچا وہ مرجائے گا تو دل کو تسلی نہیں ہوگی۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ اسے روز تڑپا تڑپا کر مارتی رہے۔ لہٰذا اس نے فیصلہ کیا کہ اسے زندہ رکھے گی لیکن ایک مردے سے بدتر بنا کر رکھے گی۔

جیکب رابن کی دماغی تکلیف کچھ کم ہونے لگی تو اس نے حکم دیا "اٹھو یہاں سے اور اپنے کمرے میں بستر پر جاکر لیٹ جاؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ایک بستر پر آکر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ الپا نے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلایا پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ اب وہ معمول بن کر اس کے زیر اثر رہنے والا تھا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں یہی ہوتا ہے۔ کبھی کوئی ایک برتری حاصل کرکے دوسرے کو کم تر بنا دیتا ہے اور جب دوسرا موقع سے فائدہ اٹھا کر برتری حاصل کرلے تو وہ اس کے سامنے کم تر بن جاتا ہے۔

اگرچہ جیکب رابن نے الپا کے مزاج کے خلاف اس سے بدمعاشیاں کی تھیں لیکن ایک مرد کی حیثیت سے اس کا بہت ہی معاون اور مددگار رہا تھا۔ اب بھی وہ اس کا محکوم بن کر اس کے کام آنے والا تھا۔ ویسے اس نے اپنی بدمعاشیوں سے الپا کو یہ احساس دلا دیا تھا کہ اس کا اپنا کوئی مستقل لائف پارٹنر ہونا چاہیے۔

دراصل غیر شعوری طور پر الپا کے دماغ میں بوبی اسمتھ سما گیا تھا۔ اس جوان نے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل کرکے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا۔ یہ ثابت کردیا تھا کہ وہ بہت ہی ذہین اور باصلاحیت ہے اگر وہ اس سے تعاون کرے گی' اسے آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے مواقع دیتی رہے گی تو وہ اس کا بہترین لائف پارٹنر ثابت ہوسکے گا۔

یوں بھی ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل ہوجانے کے بعد اس مشین کو بڑی رازداری سے تیار کرانا تھا اور اس کے لیے بوبی اسمتھ ایک قابلِ اعتماد اور رازدار ساتھی ثابت ہوسکتا تھا۔

جیکب رابن تنویمی نیند سے بیدار ہوا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ چھت کو تکتے ہوئے سوچنے لگا "بے وقت کیوں سو گیا تھا؟" اسے جاگنے کے بعد یہ یاد نہیں رہا کہ الپا نے اس کی پٹائی کی تھی۔ اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کیے تھے اور اچھی طرح دماغی تکلیف میں مبتلا کرنے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ الپا نے حکم دیا تھا کہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد وہ اس کے تنویمی عمل کو بھول جائے گا۔

وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا پھر اس بستر سے اتر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ وہاں الپا ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھی خیال خوانی میں مصروف تھی۔ وہ اس کے سامنے جاکر ادب سے کھڑا ہوگیا۔ الپا نے خیال خوانی سے چونک کر اسے دیکھا پھر نفرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا "اے کتے! تو کون ہے؟"

وہ اس کے سامنے فرش پر گھٹنے ٹیک کر بولا "آپ کا کتا ہوں۔"

اپنا تمام سامان اٹھا کر حیفہ والے بنگلے میں چلا جا۔ وہیں رہا کرنا۔ جب تک میں حکم نہ دوں اس بنگلے سے باہر نہ نکلنا۔"

"میڈم! میں آپ کا غلام ہوں۔ آپ کے حکم کے بغیر اس بنگلے سے کبھی باہر نہیں نکلوں گا۔"

"اب جا یہاں سے۔ میں تیری صورت دیکھتی ہوں تو میرے اندر انتقام کی آگ بھڑکنے لگتی ہے۔ میں نے تجھے خاص مقصد کے لیے زندہ رکھا ہے اگر تو باکمال جادو گر نہ ہوتا تو ابھی تک زندہ بھی نہ ہوتا۔ اب تو اب میرے سامنے نہ آنا۔ پچھلے دروازے باہر چلے جانا۔"

وہ سر جھکا کر وہاں سے اپنا سامان سمیٹنے چلا گیا۔ الپا خیال خوانی کے ذریعے بوبی اسمتھ کے پاس پہنچ کر بولی "ابھی تھوڑی دیر پہلے میں تمہارے خیالات پڑھ رہی تھی۔ پتا چلا تم صبح کی فلائٹ سے یہاں آرہے ہو۔"

"یس میڈم! میں کل صبح آرہا ہوں۔ میں نے مختلف مشینوں کے نقشوں کے درمیان ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ بھی رکھ لیا ہے۔ کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔"

"جب تمہارا سفر شروع ہوگا تو میں تمہارے دماغ میں رہوں گی اگر کسی نے اس نقشے کو سمجھنے کی کوشش کی تو میں اسے سمجھنے کا موقع نہیں دوں گی۔ کچھ زیادہ گڑبڑ ہوگی تو میں اسے جلا کر راکھ کردوں گی۔"

"یہی بہتر ہوگا۔ میں نے فلیکس کے ذریعے پہلے ہی آپ کے پاس مشین کا نقشہ بھجوا دیا ہے اور اس نقشے کے متعلق ڈائری میں جو کچھ تفصیلات لکھی ہوئی تھیں وہ آپ میرے دماغ سے پڑھ کر نوٹ کرچکی ہیں۔"

"میں نے تمام احتیاطی تدابیر پر عمل کیا ہے۔ میرے لاکر میں بھی تم نے ٹرانسفارمر مشین کے نقشے اور ڈائری کی مائیکرو فلم رکھ دی ہے۔ ہمیں اب یہ اندیشہ نہیں ہے کہ ہم اس مشین سے محروم ہوجائیں گے اگر ایک جگہ سے رکاوٹ پیدا ہوگی یا اس مشین کے نقشے کو تباہ کیا جائے گا تو ہم دوسری جگہ سے وہ نقشہ حاصل کرلیں گے۔"

"واقعی آپ پیش آنے والی رکاوٹوں کو خوب سمجھتی ہیں اور انہی کے مطابق پلاننگ کرکے عمل کرتی ہیں۔"

"میں دیکھ رہی ہوں کہ تم بھی فراغت کی ادائیگی کے وقت ذہانت سے کام لیتے ہو۔ تم نے پچھلے دنوں بھی بڑی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا اور اب مجھے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچا کر تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ میں تمہیں اپنا ذاتی معاون بنانا چاہتی ہوں۔ تمہیں منظور ہے۔"

"میڈم! آپ تو میرے نصیب جگا رہی ہیں۔ یہ میری خوش قسمتی ہوگی کہ میں صرف آپ کا کام کرتا رہوں گا اور میں یقین دلاتا ہوں کہ کبھی آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"ہوں۔ تم نے نقشہ تو حاصل کرلیا ہے اور اس نقشے کے متعلق تمام تفصیلات بھی ہمارے پاس ہیں لیکن کسی ماہر کے بغیر مشین تیار نہیں ہوسکے گی۔ تم نے اس سلسلے میں کیا سوچا ہے؟"

"میڈم! ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ٹرانسفارمر مشین سے زیادہ کوئی اہم چیز نہیں ہے۔ اس اہمیت کو سمجھتے ہوئے ہمیں ایسا مکینک چاہیے جو نیا نہ ہو۔ ہم نے جیکی ہنٹر کے گھر سے اس نقشے کو حاصل کیا ہے۔ جیکی ہنٹر اب تک امریکا میں دو بار ٹرانسفارمر مشین تیار کرچکا ہے اور مجھے شبہ ہے کہ وہ آج کل شاید یہی کام پھر کررہا ہے۔"

"میں بھی یہ سوچ رہی ہوں کہ امریکی اکابرین بڑی رازداری سے پھر ٹرانسفارمر مشین تیار کررہے ہیں اور میں اس پہلو سے سوچ رہی تھی کہ جیکی ہنٹر جیسا تکنیکی ماہر کوئی دوسرا نہیں ملے گا۔ اسے ٹریپ کرکے یہاں اسرائیل لانا چاہیے پھر اسے قیدی بنا کر بڑی رازداری سے وہ مشین تیار کرانا چاہیے۔"

"میڈم! اگر آپ مناسب سمجھیں تو ڈائنا کے خیالات پڑھیں۔ اس کے ذریعے اس کے باپ جیکی ہنٹر کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور معلوم ہوسکتا ہے۔"

"درست کہتے ہو۔ میں ابھی اس کے خیالات پڑھ کر تمہارے پاس آؤں گی۔"

وہ ڈائنا کے پاس پہنچ گئی۔ ڈائنا بنگلے کے لان میں ایک جھولے پر بیٹھی ہوئی تھی اور بوبی اسمتھ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ وہ اس سے اتنی محبت کرتی تھی کہ اس کے لیے دیوانی ہوگئی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ اس کا باپ بڑا محتاط رہتا ہے۔ اس کے لیے زبردست سیکیورٹی رہتی ہے۔ کسی ایسے ویسے سے ملنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اس کے باوجود وہ بوبی سے کسی نہ کسی طرح ملتی رہتی تھی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کے باپ نے ایک طویل عرصے کے بعد اس کی ممی سے فون پر باتیں کی تھیں اور یہ خوش خبری سنائی تھی کہ اس کی ڈیوٹی ختم ہوگئی ہے اور وہ آج رات گھر پہنچنے والا ہے۔

الپا نے گھڑی دیکھی وہاں کے وقت کے مطابق اسرائیل میں آدھی رات ہونے والی تھی اور امریکا میں شام ہوچکی تھی۔ اس نے ڈائنا کے خیالات سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ وہ رات کو کون سی فلائٹ سے کس وقت آرہا ہے۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس سلسلے میں جیکی ہنٹر نے اس کی ممی کو کچھ نہیں بتایا ہے۔ یہ بات ابھی تک راز میں ہے کہ وہ امریکا کے کس علاقے میں ہے اور کہاں سے کس فلائٹ میں آنے والا ہے اور کتنے بجے پہنچنے والا ہے۔"

وہ بوبی کے پاس آکر بولی "میں نے معلوم کیا ہے۔ اس کا باپ جیکی ہنٹر آج رات کسی فلائٹ سے گھر آنے والا ہے۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ آپ جیکی ہنٹر کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرسکیں گی اور ان معلومات کی روشنی میں ہم اسے ٹریپ کرنے کا پلان بنا کر اس پر عمل کرسکیں گے۔"

"میں جیکی ہنٹر کے دماغ میں آسانی سے نہیں جاسکوں گی۔ وہ آرمی میں خفیہ اہم فرائض انجام دیتا رہتا ہے۔ اس لیے اس کے دماغ کو مقفل کیا گیا ہوگا۔"

"پھر تو اسے دماغی طور پر کمزور بنانا ہوگا۔"

"یہی ایک طریقہ ہے کہ اس کے کھانے یا پینے کی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملادی جائے۔ میں یہی کروں گی۔ ڈائنا کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلاؤں گی۔"

"میری فلائٹ کل صبح آٹھ بجے ہے۔ کیا مجھے اس فلائٹ سے نہیں آنا چاہیے' یہاں انتظار کرنا چاہیے؟ اگر آپ اسے ٹریپ کرلیں گی اپنا معمول اور محکوم بنالیں گی تو میں اسے اپنے ساتھ لے کر آؤں گا۔"

"میں یہی کہنے والی تھی۔ تم وقت اور حالات کے مطابق میری طرح سوچتے ہو لیکن کل صبح کی فلائٹ منسوخ نہ کرو۔ ہوسکتا ہے اس سے پہلے ہی میں اسے اپنا معمول بنالوں۔"

ٹرانسفارمر مشین تیار کرانے کے لیے نقشہ بہت اہم تھا اور وہ مل چکا تھا۔ اس کے بعد جیکی ہنٹر کی سب سے زیادہ اہمیت تھی۔ وہ دو بار ایسی مشین بنا چکا تھا اور الپا کی قید میں رہ کر اس کے لیے تیسری مشین تیار کرسکتا تھا۔ وہ اسے ٹریپ کرنے کے لیے بے چین ہوگئی تھی۔ یہ سوچ کر اور بے چین ہورہی تھی کہ پتا نہیں وہ رات کے کس حصے میں اپنے گھر واپس آئے گا۔

اس نے کہا "بوبی یہاں آدھی رات ہوچکی ہے۔ مجھے جیکی ہنٹر کے انتظار میں شاید صبح تک جاگنا ہوگا۔ پتا نہیں وہ کب آنے والا ہے۔"

"میڈم! اگر آپ مناسب سمجھیں تو اپنا فون نمبر مجھے بتا دیں اور آرام سے سوجائیں۔ میں اس کے بنگلے سے ذرا دور

اپنی کار میں بیٹھ کر انتظار کرتا رہوں گا۔ جب بھی وہ آئے گا تو میں فون کے ذریعے آپ کو جگا دوں گا۔"

"اب میرے لیے سب سے بڑی کامیابی یہ ہوگی کہ میں جلد سے جلد جیکی ہنٹر کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنا معمول بنالوں۔ جب تک میں ایسا نہیں کرلوں گی مجھے سکون نہیں ملے گا۔ ویسے بھی میری عادت ہے میں کوئی کام ادھورا چھوڑ کر نہ سوتی ہوں نہ آرام کرتی ہوں۔"

"میں صبح جس فلائٹ سے آنے والا ہوں۔ کیا اس میں ایک اور سیٹ ریزرو کرالوں؟"

"احتیاطاً ریزرو کرالو۔ میں پوری کوشش کروں گی کہ اس فلائٹ سے پہلے ہی ہمیں کامیابی حاصل ہوجائے۔"

ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لیے پاسپورٹ اور ویزا لازمی ہوتا ہے۔ اسی کے حوالے سے سیٹ ریزرو کرائی جاتی ہے لیکن الپا نے بوبی کے دماغ میں رہ کر فرضی نام سے سیٹ ریزرو کرائی اور ٹکٹ جاری کرنے والوں کو یہ سوال کرنے کا موقع نہیں دیا کہ پاسپورٹ کہاں ہے؟

فرضی نام اور فرضی پاسپورٹ کے حوالے سے اس فلائٹ میں ایک اور ٹکٹ مل گیا۔ بوبی نے کہا "میڈم! ٹیلی پیتھی بھی کیا کمال کی چیز ہے۔ جو کام ناممکن ہوتا ہے وہ پلک جھپکتے ہی ممکن ہوجاتا ہے۔"

"ٹرانسفارمر مشین تیار ہونے دو۔ میں سب سے پہلے تمہیں ٹیلی پیتھی سکھاؤں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولا "اوہ میڈم! میں آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں۔ میں تو ساری زندگی آپ کا احسان یاد رکھوں گا اور صرف آپ ہی کی خدمت کرتا رہوں گا۔"

"مجھے یقین ہے' تم میرے وفادار رہو گے۔"

اس نے بظاہر بوبی سے یہ بات کہہ دی لیکن اپنے تجربات کی روشنی میں خوب سمجھتی تھی کہ کوئی کسی کا فرماں بردار اور وفادار نہیں رہتا۔ وقت اور حالات کے ساتھ وفاداریاں بدل جاتی ہیں۔

وہ کبھی ایک گھنٹے اور کبھی آدھ گھنٹے کے وقفے سے ڈائنا اور اس کی ماں کے دماغوں میں جاتی رہی۔ رات گیارہ بجے جیکی ہنٹر نے فون کے ذریعے ڈائنا کی ماں کو مخاطب کیا اور کہا "میں آگیا ہوں۔ ائرپورٹ پر ہوں۔ ابھی آرہا ہوں۔"

اس کی بیوی نے پوچھا "میں کار لے آؤں؟ ابھی آدھے گھنٹے میں پہنچ جاؤں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔ یہاں میرے لیے سیکیورٹی موجود ہے میں ان کی گاڑی میں آرہا ہوں۔"

"تمہاری آواز ایسی کیوں ہے۔ طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ بس ذرا پیٹ خراب ہوگیا ہے۔ کئی بار ٹائلٹ جا چکا ہوں۔ سوچ رہا ہوں ابھی راستے میں کسی ڈاکٹر سے مشورہ کروں گا۔"

الپا نے فوراً ہی اس کی بیوی کے ذریعے کہا "ڈاکٹر کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں فرسٹ ایڈ باکس میں زود اثر دوا رکھی ہوئی ہے۔ ایک گولی سے ہی آرام آجائے گا۔ تم سیدھے یہیں آجاؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ الپا اس کے خیالات سے معلوم کرنے لگی کہ فرسٹ ایڈ باکس میں کون کون سی دوائیں رکھی ہوئی ہیں۔ اس کی بیوی کو قبض کی شکایت رہا کرتی تھی۔ وہ اس باکس میں قبض کشا گولیاں ہمیشہ رکھا کرتی تھی۔ ضرورت کے وقت انہیں استعمال کرتی تھی۔ الپا نے سوچ لیا وہ گولیاں دھوکے سے جیکی ہنٹر کو کھلائی جائیں گی تو اسے اور زیادہ ٹائلٹ کی طرف دوڑتے رہنا ہوگا۔ جس کے نتیجے میں وہ بے حد کمزور ہوجائے گا۔

وہ آدھے گھنٹے بعد سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ آگیا۔ اس کے انتظار میں ڈائنا اور دوسرے بچے جاگ رہے تھے۔ اس نے دور ہی سے انہیں وش کیا اور تیزی سے چلتا ہوا ٹائلٹ کے اندر چلا گیا۔ اس کی وائف نے مسکرا کر بچوں سے کہا "بچو! اسے ڈانٹ نہ کرنا۔ تمہارے پاپا مجبور ہیں اس لیے تم لوگوں کو پیار کرنے سے پہلے ہی ٹائلٹ چلے گئے ہیں۔"

ڈائنا کے چھوٹے بھائی نے کہا "ممی! ہم جانتے ہیں کہ ڈیڈی پر البم میں ہیں۔ ہمیں یہ خوشی ہے کہ واپس آگئے ہیں۔"

وہ تھوڑی دیر بعد ٹائلٹ سے باہر آیا پھر اس نے اپنی بیوی کو اور تمام بچوں کو باری باری کس کیا۔ بیوی نے کہا "آپ فوراً دوا کھائیں۔ دس پندرہ منٹ میں آرام آجائے گا۔"

وہ فرسٹ ایڈ باکس کے پاس آئی۔ الپا اس کے دماغ میں تھی۔ اس نے الپا کی مرضی کے مطابق قبض کشا گولی نکالی۔ اس کے ریپر کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ تاکہ جیکی ہنٹر ریپر پڑھنے کے بعد اس کی غلطی کی نشان دہی نہ کرے۔ وہ ایک گلاس میں پانی لے کر آئی پھر جیکی ہنٹر کو دوا دے کر کہا "فوراً اسے نگل لو۔"

اس نے گلاس لے کر گولی نگل کر پانی پیا پھر بستر کے سرے پر بیٹھتے ہوئے بولا "میرے بچوں نے میرے بغیر کافی لمبا عرصہ گزارا ہے۔ اب میں تم سب کے ساتھ خوب انجوائے

کروں گا۔ ہم چھٹی منانے کے لیے شہر سے باہر کہیں جائیں گے۔"

بچے خوش ہوگئے۔ چھوٹا بچہ آکر باپ سے لپٹ گیا۔ اس نے اسے پیار کیا پھر فوراً اسے ایک طرف ہٹا کر بستر پر بٹھاتے ہوئے کہا "اوہ گاڈ! پھر ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے چلتا ہوا ٹائلٹ کے اندر چلا گیا۔ ایسے وقت کوئی خیال خوانی کرنے والا دماغ میں نہیں رہتا لیکن الپا کو بے چینی تھی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ چکی تھی اور اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔

اس نے اور بوبی نے اندازہ لگایا تھا کہ جیکی ہنٹر اس بار بھی کہیں ٹرانسفارمر مشین رازداری سے تیار کرنے گیا ہوا ہے۔ تب ہی اتنا عرصہ اپنے بیوی بچوں سے دور رہا ہے۔ اب اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ واقعی ایک ٹرانسفارمر مشین تیار ہو چکی ہے۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس ٹرانسفارمر مشین کے بارہ افراد رازدار ہیں۔ جن میں تھری جے ہیں۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے لیزی گارڈ اور کینی بال ہیں' پانچ امریکی اکابرین اور دو ٹیکنیکی ماہرین ہیں۔ جن میں ایک جیکی ہنٹر اور دوسرا وائزمین ہے۔

ایک اور بات معلوم ہوئی کہ پانچوں اکابرین اور دونوں ماہرین کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا گیا ہے۔ اس طرح الپا کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ جس جیکی ہنٹر کے دماغ میں پہنچ کر خیالات پڑھ رہی ہے وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔

جان ہنٹر ٹائلٹ سے باہر آیا تو اس کی وائف الپا کی مرضی کے مطابق دوسری گولیاں لے کر کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "یہ دوسری گولی ہے۔ اس سے ضرور آرام آئے گا۔"

اس بار اس نے صحیح گولیاں کھانے کے لیے دیں۔ جس کے نتیجے میں اسے فوراً ہی ٹائلٹ جانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی پھر بھی آدھے گھنٹے بعد اسے ٹائلٹ جانا پڑا۔ اس طرح الپا کے کام میں دیر ہو رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اب جلد سے جلد اس پر تنویمی عمل کرے۔ اس نے اس کی بیوی کے ذریعے پھر اسے دوسری گولی کھلائی۔ اس کے نتیجے میں اسے مکمل طور پر آرام آگیا۔ یعنی ایک گھنٹے بعد وہ بستر پر لیٹ گیا۔ الپا نے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔

اس کی بیوی نے کہا "بچو! یہاں سے چلو' پاپا کو آرام کرنے دو۔ صبح ان سے باتیں ہوں گی۔"

وہ بچوں کے ساتھ اس کے کمرے سے چلی گئی۔ وہ طویل عرصے کے بعد آیا تھا پھر یہ کہ اس کی طبیعت بھی ناساز تھی۔ اس کی بیوی تشویش میں مبتلا تھی۔ اس نے دوبارہ کمرے میں آکر دیکھا تو وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ اس نے لائٹ آف کردی پھر دروازے کو بند کرتے ہوئے باہر چلی آئی۔ اسے اطمینان تھا کہ وہ سو رہا ہے۔ بے چاری یہ نہیں جانتی تھی کہ اس وقت اس پر تنویمی عمل کیا جا رہا ہے۔

الپا نے بوبی کے پاس آکر کہا "میں نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔ اب وہ میرا معمول اور فرماں بردار بن کر رہے گا۔ اس حد تک ہمیں کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ اب اسے صبح آٹھ بجے کی فلائٹ سے یہاں لانا ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں موجود رہیں۔ باقی میں سنبھال لوں گا۔"

"بوبی ہم نے یہ درست سوچا تھا کہ امریکا والے پھر ٹرانسفارمر مشین تیار کرا رہے ہیں۔ بلکہ اب تیار کرا چکے ہیں۔ اس مشین کے بارہ رازدار ہیں۔"

وہ بوبی کو اس مشین کے بارے میں اور اس کے رازداروں کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگی۔ بوبی نے کہا "یہ ہمارے حق میں اچھا ہے کہ جیکی ہنٹر کو ٹیلی پیتھی کا علم آگیا ہے۔ اب وہ آپ کا معمول بن کر آپ کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا اور آپ کے کام آتا رہے گا۔"

الپا کی مرضی کے مطابق جیکی ہنٹر صبح چھ بجے بیدار ہوا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد اپنی بیوی سے کہنے لگا "ابھی آرمی ہیڈ کوارٹر سے فون آیا تھا۔ ایمرجنسی ڈیوٹی کے لیے مجھے جانا ہوگا۔ بچوں کو سونے دو' ان سے کہنا میں دوپہر میں لنچ تک واپس آجاؤں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے بیگ میں اپنا پاسپورٹ اور دوسرا ضروری سامان رکھا پھر باہر آیا۔ سیکیورٹی گارڈ نے پوچھا "آپ کے لیے کون سی گاڑی نکالی جائے۔"

"میں اپنی کار میں جاؤں گا۔ مجھے فی الحال سیکیورٹی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آرمی ہیڈ کوارٹر جا رہا ہوں۔"

وہ اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے روانہ ہوا لیکن اس کار میں ائرپورٹ تک نہیں گیا۔ ایک شاپنگ پلازہ کے سامنے اس نے کار روک دی۔ وہاں بوبی ایک دوسری کار میں موجود تھا۔ وہ اس کار میں آکر بیٹھ گیا۔ بوبی کار ڈرائیو کرتا ہوا ائرپورٹ پہنچا۔ جیکی ہنٹر کا ٹکٹ فرضی نام سے لیا گیا تھا اور فرضی پاسپورٹ کا حوالہ دیا گیا تھا۔ الپا نے جیکی ہنٹر کو حکم دیا

تھا کہ وہ فرضی پاسپورٹ کے مطابق اس ٹکٹ کو اوکے کرائے اور ایسا کرانے تک امیگریشن والوں کے دماغوں پر مسلط رہے۔

وہ بھی ان کے دماغوں پر مسلط رہی۔ اس طرح انہیں بورڈنگ کارڈ مل گیا۔ کسی نے یہ نہیں پوچھا کہ پاسپورٹ جیکی ہنٹر کا ہے اور وہ جیکی ہنٹر فرضی نام سے کیوں سفر کر رہا ہے اور فرضی پاسپورٹ کا حوالہ کیوں دیا گیا ہے۔ امیگریشن والوں کو پاسپورٹ پر توجہ دینے کی مہلت نہیں دی گئی تھی۔

الپا نے یہ مشکل مرحلہ طے کرلیا۔ بوبی' جیکی ہنٹر کو ساتھ لے کر طیارے میں سوار ہوا پھر جب طیارے نے پرواز کی تو الپا نے اطمینان کی سانس لے کر کہا "تھینکس گاڈ بوبی! ہم کامیاب ہو چکے ہیں۔"

الپا نے رات کے دو بجے جیکی ہنٹر پر تنویمی عمل کیا تھا اور چار گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے بعد صبح چھ بجے بیدار ہونے کی ہدایت کی تھی۔ اسی کے مطابق الپا نے اور بوبی نے بھی اپنی نیند کے تقاضے پورے کیے تھے۔ جب بوبی اور جیکی ہنٹر کا سفر طیارے میں شروع ہوگیا تو الپا نے جیکب رابن کے دماغ میں آکر پوچھا "اے کتے! کیا کر رہا ہے۔"

وہ فوراً ہی فرش پر گھٹنے ٹیک کر سر جھکا کر بولا "میڈم! میں آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔"

"کالے عمل کی تیاری کر۔ دو افراد کے دماغوں کو بظاہر مردہ بنانا ہے۔ جس طرح کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح ان دونوں کے دماغوں میں بھی کسی کو نہیں پہنچنا چاہیے۔"

"میڈم! یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں ابھی اس کی تیاری شروع کرتا ہوں۔"

"ایک اور بات ہے ان دونوں کے دماغوں میں ایسی دوسری کیل پیوست کی جائے کہ وہ صرف میرے فرماں بردار بن کر رہیں۔"

"میں ایسی دو کیلوں پر آپ کے نام سے کالا عمل کروں گا جب وہ کیلیں ان کے دماغوں میں پیوست ہو جائیں گی تو وہ بقیہ آپ کے غلام بن کر رہا کریں گے۔"

وہ فاتحانہ انداز میں مسکرانے لگی۔ اس نے اسی لیے جیکب رابن کو زندہ رکھا تھا۔ وہ اس کے بہت کام آرہا تھا اور آئندہ بھی کام آنے والا تھا۔

○☆○

آسمان کی بلندیوں سے کھلے ہوئے پیراشوٹ پستی کی طرف آرہے تھے لیکن وہ جدھر آرہے تھے ادھر زمینی پستی نہیں تھی۔ فلک بوس پہاڑوں کی ناہموار سطح تھی۔ اونچے اونچے ٹیلے تھے اور گہری گہری کھائیاں تھیں۔ تقدیر ان میں سے کسی کو مسطح حصے میں پہنچانے والی تھی اور کسی کو اندھی گہری کھائی میں گرانے والی تھی۔

ان میں سے کچھ ایک دوسرے کے دوست تھے اور کچھ دشمن تھے۔ کچھ ایک دوسرے کے قریب تھے اور کچھ دور دور تھے لیکن جو قریب تھے وہ بھی آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہو کر ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ کسی کو گہری کھائی میں گرنے سے نہیں بچا سکتے تھے۔

وہ سب سہمے ہوئے اور پریشان تھے کہ پتا نہیں ہوا کے بہاؤ میں رہنے والے پیراشوٹ انہیں کہاں پہنچائیں گے۔ گہری کھائیوں میں گرنے کے بعد زندگی کی طرف واپسی ناممکن تھی لیکن برف پوش پہاڑوں کی سطح پر بھی اندیشے تھے کہ پتا نہیں برفانی سطح ٹھوس ہوگی یا ایسی نرم اور گہری ہوگی کہ اس میں اترتے ہی برف کے اندر دھنستے چلے جائیں گے پھر وہاں سے ابھرنا ناممکن ہو جائے گا۔

ماؤ للی سہمی ہوئی ان خطرناک پستیوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے آس پاس دور تک پیراشوٹ کے ذریعے اترنے والے کئی افراد تھے لیکن وہ مدد کے لیے جس دلبر آفریدی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ اس سے بہت دور تھا۔ علی نسبتاً قریب تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ ماؤ للی کے ساتھ وہ بھی گہری کھائیوں کی طرف جانے والا ہے۔ اس سے پہلے اگر پیراشوٹ سے اترنے کا رخ نہ بدلا گیا تو وہ اور ماؤ للی دوسرے دو دشمنوں کے ساتھ گہری کھائیوں میں پہنچ جائیں گے۔

آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہ کر ایک دوسرے کی مدد کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ وہ اپنی مرضی سے پیراشوٹ کو دائیں بائیں بھی ایک ذرا سا موڑ نہیں سکتے تھے۔ اپنی مرضی سے کسی محفوظ جگہ نہیں اتر سکتے تھے اور علی خود کو اور ماؤ للی کو گہری کھائیوں کی طرف جانے سے نہیں روک سکتا تھا۔

اگرچہ وہ گہری کھائیوں سے بہت دور اور بہت بلندی پر تھے' پندرہ یا بیس منٹ کے بعد وہاں پہنچنے والے تھے لیکن ہوا کا رخ بتا رہا تھا کہ وہ اسی طرف پہنچیں گے پھر گہری کھائی میں پہنچنے کے بعد ان کی ہڈیوں کو بھی وہاں سے اٹھانے والا کوئی نہ ہوگا۔

آفریدی پیراشوٹ سے بندھا ہوا اس طرح تڑپ رہا تھا جیسے رخ بدل کر للی کے پاس پہنچنا چاہتا ہو اور اسے بچانا چاہتا ہو۔ ایسی جان لیوا مہمات میں وہ اناڑی تھا۔ انسان رفتہ رفتہ تجربات حاصل کرتا ہے۔ علی دشوار گزار مرحلوں سے کئی بار

گزر چکا تھا۔ اس نے فوراً ہی گن نکال کر ماؤ للی کی طرف مسلسل فائرنگ کی۔ فائرنگ کے نتیجے میں اس کے پیراشوٹ میں سوراخ ہونے لگے۔ ان سوراخوں سے ہوا اور تیزی سے گزرنے لگی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تیزی سے پستی کی طرف آنے لگی۔ اس کا رخ کھائی کی طرف ہونے کے باوجود وہ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی برف کے مسطح حصے میں پہنچنے والی تھی۔

علی نے اپنے پیراشوٹ کی طرف بھی مسلسل فائرنگ کی۔ کئی سوراخ ہوتے گئے اور ہوا تیزی سے گزرتی گئی' پستی میں اتر آنے کی رفتار بھی تیز ہوتی چلی گئی۔

علی نے ماؤ للی اور دلیر آفریدی کے بعد جہاز سے چھلانگ لگائی تھی اسے زیادہ بلندی پر ہونا چاہیے تھا لیکن اس نے چھلانگ لگانے سے پہلے ماؤ للی اور دلیر آفریدی کے سامان سے بھری ہوئی دونوں کٹس اٹھا کر طیارے کے باہر چلا آیا تھا۔ اس کے بعد ... اس نے اپنے پیراشوٹ کو کھولا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس پیراشوٹ میں علی اور اس کے سامان کے کٹ کے علاوہ للی اور آفریدی کے سامان کی کٹس کا بھی بوجھ تھا۔ جس کے نتیجے میں وہ آفریدی کے مقابلے میں تیزی سے پستی کی طرف جاتے ہوئے ماؤ للی کی طرف پہنچتا جا رہا تھا پھر اس نے مزید حکمت عملی سے اور حاضر دماغی سے کام لیا تو فائرنگ کے باعث دونوں کے پیراشوٹ میں سوراخ ہوتے گئے۔ وہ تیزی سے نیچے آتے ہوئے برف کی ملائم سطح پر گر پڑے اگر برف کی سطح پتھروں کی طرح سخت ہوتی تو ان کی ہڈیاں ٹوٹ جاتیں۔ انہوں نے خطرہ مول لیا تھا جس کے نتیجے میں وہ کھائی میں گرنے کے بجائے بحفاظت برف کی سطح پر پہنچ کر ذرا دھنس گئے تھے۔ علی تیزی سے اٹھ کر خود کو دھنسنے سے بچاتے ہوئے باہر آیا پھر دوڑتا ہوا للی کے پاس گیا وہ اندر دھنستی جا رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی اس کی طرف ایک رسی پھینکی۔ للی نے اس رسی کو کھینچ کیا۔ آفریدی نیچے کی طرف آتے ہوا دیکھ رہا تھا کہ علی نے کتنی ذہانت سے ماؤ للی کو بچایا ہے اور اب اسے برف میں دھنسنے سے بھی بچا رہا ہے۔ للی رسی کو پکڑ کر باہر آ چکی تھی۔ علی اس کے شانوں سے اور کمر سے بیلٹ کھول کر اسے پیراشوٹ کی لپیٹ سے نجات دلا رہا تھا۔

دلیر آفریدی ان سے تقریباً دو کلومیٹر کے فاصلے پر نیچے اتر آیا تھا۔ دوسرے دشمن بھی کئی کئی کلومیٹر کے فاصلے پر تھے۔ اونچی نیچی پہاڑیوں کے باعث نظر نہیں آ رہے تھے۔ صرف دو دشمن جو کھائیوں کی طرف جانے والے تھے انہوں نے بھی علی کا طریقہ استعمال کر کے اپنے پیراشوٹ پر فائرنگ کی تھی۔ جس کے نتیجے میں وہ کھائیوں کی طرف جانے سے بچ گئے تھے۔ ان میں سے ایک ایسی جگہ نیچے آ کر گرا تھا جہاں ایک اونچی نوکیلی چٹان تھی۔ وہ اس چٹان کی نوک میں ایسا دھنسا کہ نوک تلوار کی طرح اس کے جسم میں پیوست ہو کر دوسری طرف نکل گئی تھی۔ اس کے حلق سے آخری چیخ نکلی تھی۔ پھٹا ہوا پیراشوٹ اس پر آ گیا تھا اور کفن کی طرح اسے ڈھانپ چکا تھا۔

اس کا دوسرا ساتھی چالاک تھا۔ برف کی سطح پر آنے سے وہ پیراشوٹ کا بیلٹ کھولتا جا رہا تھا۔ نیچے آنے پر برف میں دھنستے ہی وہ تیزی سے چاروں ہاتھوں پاؤں سے رینگتا ہوا اس جگہ سے دور چلا آیا جہاں اس کے گرنے سے برف میں گڑھا پڑ گیا تھا۔ اس طرح گڑھے کے اندر ڈوب جانے سے پہلے ہی بچ نکلا تھا۔

کئی کلومیٹر دور ایک جگہ چھت کی طرح نکلی ہوئی برف پوش چٹان سے ایک پیراشوٹ الجھ گیا تھا۔ وہ پیراشوٹ والا اس سے بندھا ہوا بلندی پر لٹکنے لگا تھا۔ اِدھر سے اُدھر جھولے کی طرح جھول رہا تھا۔ نیچے تقریباً دو سو یا ڈھائی سو فٹ کی پستی میں برف کی سطح تھی وہ پیراشوٹ کا بیلٹ کھول کر وہاں سے چھلانگ لگا سکتا تھا لیکن نیچے پہنچ کر اس بات کی ضمانت نہیں تھی کہ اس کی ہڈیاں سلامت رہیں گی۔

دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے سراغ رسانوں کے دماغوں میں جا کر ایک ایک کی خیریت معلوم کر رہے تھے۔ لیزی گارڈ نے اس سے کہا "تم بری طرح پھنس گئے ہو۔ پیراشوٹ کی بیلٹ کھولو گے تو نیچے پستی میں برف کی سطح پر گرو گے۔ پتا نہیں کیا انجام ہوگا۔"

اس نے جواب دیا "میری فکر نہ کرو۔ میں کوہ پیما ہوں میرے کٹ میں کوہ پیمائی کا ضروری سامان ہے۔ میں ابھی یہاں سے نیچے اترنے کی کوشش کروں گا۔"

لیزی گارڈ دوسرے سراغ رساں کے دماغ میں پہنچا۔ وہاں کینی بال موجود تھا اور وہ سراغ رساں کئی کلومیٹر کے فاصلے پر برف پوش پہاڑی کے ایک حصے میں اتر آیا تھا۔ لیزی گارڈ اور کینی بال دوسرے دو سراغ رسانوں کے دماغوں میں گئے۔ کینی بال نے ہویونگ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "تم خیریت سے ہو؟"

"تھینکس گاڈ! میں یہاں خیریت سے اتر گیا ہوں مگر یہاں آس پاس کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ کیا تم نشان دہی کر سکتے ہو کہ میری ساتھی ماؤ للی کہاں ہے؟"

"تمہاری ساتھی نے تو ہمارے لیے بڑے مسائل پیدا کر دیے ہیں اگر وہ آفریدی کے لباس کے اندر سے مائیکرو فلم نکال لیتی تو یہ مصیبتیں تم سب پر نازل نہ ہوتیں۔"

ہویونگ نے حیرانی سے پوچھا "کیا آفریدی کے لباس کے اندر مائیکرو فلم ہے؟"

"ہاں' صرف وہاں سے نکالنا رہ گیا تھا مگر وہ اپنی شرم و حیا کا بہانہ کر رہی تھی۔"

"میں اپنی ساتھی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ بہت حیا والی ہے۔ آخر وہ کیوں کسی کے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر ایسی چیز نکالے گی۔ یہ تو سراسر بے شرمی والی بات ہے۔"

"ماؤ للی کی طرح فضول باتیں نہ کرو' وہ یہاں مل جائے تو اسے سمجھانے کی کوشش کرو۔ وہ آفریدی کو بے وقوف بنا کر اس سے وہ مائیکرو فلم اب بھی حاصل کر سکتی ہے۔"

وہ بولا "میں نے طیارہ میں دیکھا ہے کہ ہمارا.... ایک امریکی ساتھی' آفریدی کو گولی مارنا چاہتا تھا۔ ماؤ للی اس کے سامنے ڈھال بن گئی تھی۔ وہ ماؤ للی کو بھی گولی مارنا چاہتا تھا۔ کیا ہمیں اس لیے اس مہم پر روانہ کیا گیا ہے کہ ہماری ضرورت نہ ہو تو ہمیں مار ڈالا جائے؟"

"تم فضول سوالات میں وقت ضائع نہ کرو۔ آگے جاؤ اور ماؤ للی کو تلاش کرو۔"

"میں نے جہاز میں یہ بھی دیکھا ہے کہ ماؤ للی کو گولی مارنے سے پہلے ہی ایک اور شخص نے ہمارے امریکی ساتھی کو گولی مار دی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ ماؤ للی اور آفریدی کا ایک حمایتی اور ہے۔"

"ہاں' اس سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔"

وہ خاموش رہا۔ کینی بال نے کہا "تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ تم ہم سے بد دل ہو رہے ہو اور ماؤ للی کی حمایت میں سوچ رہے ہو۔ یہ درست ہے کہ تم اسے چاہتے ہو لیکن محبت کا اور عشق کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اپنے فرض کو بھول جاؤ۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے ماؤ للی کو تمہاری محبت کی طرف مائل کر دیں گے۔ یہی تمہارا انعام ہوگا لیکن کسی طرح للی کو اس بات کے لیے آمادہ کرو کہ وہ آفریدی سے مائیکرو فلم حاصل کرے۔"

"کیا تم ماؤ للی کے دماغ میں جا کر اسے اس کام پر آمادہ نہیں کر سکتے؟"

"نہیں' آفریدی اور اس کے دوسرے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے للی کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ وہاں ہم خیال خوانی نہیں کر سکیں گے۔"

ٹھیک ہے' خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب نہ کرو لیکن خاموشی سے اس کے دماغ میں جا کر یہ تو معلوم کرو کہ وہ کہاں ہے اور ان پہاڑیوں کے کس حصے میں ہے۔ تب میں ادھر جا سکوں گا۔"

"ٹھیک ہے' میں للی کے بارے میں معلوم کرتا ہوں لیکن تمہارے خیالات باغیانہ ہو رہے ہیں۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں اگر تم نے ہماری مخالفت کی' ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی تو ہم تمہارے دماغ میں ایسا زلزلہ پیدا کریں گے کہ تم تڑپ تڑپ کر مرنے لگو گے لیکن ہم تمہیں مرنے نہیں دیں گے پھر تمہیں زندہ رکھیں گے اور پھر تمہارے اندر زلزلے پیدا کریں گے۔"

امریکی اکابرین میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آرمی انٹیلی جنس کا اعلیٰ افسر تھا اس کا نام ڈینی جانسن تھا اور وہ ماؤ للی کے دماغ میں رہ کر اسے آفریدی سے مائیکرو فلم حاصل کرنے کے سلسلے میں مائل کرتا رہا تھا۔ مجبور بھی کرتا رہا تھا لیکن ناکام ہو چکا تھا پھر اس نے محسوس کیا تھا کہ آفریدی اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ماؤ للی کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے اور وہ اسے دماغی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ لہٰذا وہ خاموش رہ کر اس کے دماغ میں جاتا تھا اور اس کے خیالات پڑھتا تھا۔

کینی بال نے اس کے پاس آ کر پوچھا "مسٹر ڈینی! للی کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ کیا یہاں کا محل وقوع معلوم کر سکتے ہو کہ للی اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اس وقت کہاں ہے؟"

"یہ تم میرے دماغ میں رہ کر' للی کے دماغ میں پہنچ کر بھی معلوم کرنا چاہو گے تو نہیں کر سکو گے۔ یہاں دور دور تک برف پوش پہاڑیاں ہیں۔ کسی خاص راستے کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ہی یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ کئی کلومیٹر دور تک کون کہاں کہاں پہنچا ہوا ہے۔ وہاں بھٹکتے ہوئے ہی ایک دوسرے کو تلاش کیا جا سکتا ہے۔"

"ہم ماؤ للی اور اپنے اپنے سراغ رسانوں کے دماغوں میں رہ کر دیکھتے رہیں گے کہ کون سا پہاڑی ٹیلا کس شکل کا ہے اور مختلف پہاڑیاں ایک دوسرے کے مقابلے میں کتنے فاصلے پر ہیں۔ اس طرح ہم اپنے ساتھیوں کو بتاتے رہیں گے۔ شاید وہ اس طرح ہماری رہنمائی میں وہاں تک پہنچ سکیں گے۔"

وہ دونوں للی کے دماغ میں تھے۔ اس کے ذریعے معلوم کر رہے تھے کہ وہ کدھر جا رہے ہیں۔ اس کے دو ساتھیوں میں سے ایک ساتھی (علی) کہہ رہا تھا "ہمیں ایسی پہاڑی تلاش کرنا چاہیے جو وسیع و عریض چٹان کے ذریعے سایہ

کرے اور غار نما ہو۔ تاکہ وہاں پہنچ کر ہم اس برفانی علاقے کا لباس پہن سکیں۔ ورنہ سردی میں ہماری قلفی جم جائے گی۔"

آفریدی نے علی سے کہا "طیارے میں ایک شخص مجھے اور للی کو گولی مارنا چاہتا تھا لیکن تم نے اسے زخمی کردیا تھا۔ تم نے وہاں ہم دونوں کی جانیں بچائی تھیں اور یہاں للی کو برف کے اندر دھنسنے سے بچایا ہے۔ کیا میں تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

"ہم ایک دوسرے کے بارے میں کچھ نہ پوچھیں تو بہتر ہوگا۔ للی کے دماغ پر اگرچہ ہم قبضہ جمائے رہتے ہیں اس کے باوجود دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے خاموش رہ کر ہماری باتیں سن سکتے ہیں بلکہ سن رہے ہوں گے۔ انہیں ہمارے بارے میں زیادہ کچھ معلوم نہیں ہونا چاہیے۔"

آفریدی اس کی باتوں سے قائل ہوکر خاموش رہا۔ للی اس کا بازو تھام کر علی کے پیچھے چل رہی تھی۔ ان سب کے پیر برف میں دھنستے جارہے تھے۔ ڈینی اور کینی بال ان کے ذریعے آس پاس کی پہاڑیوں کو اور برف کی اونچی نیچی سطح کو سمجھتے جارہے تھے پھر کینی بال نے کہا "مسٹر ڈینی! آپ للی کے دماغ میں بدستور موجود رہیں۔ میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے دماغوں میں جارہا ہوں۔ انہیں گائیڈ کروں گا اور ادھر پہنچانے کی کوشش کروں گا۔"

وہ تینوں بہت دیر تک چلتے رہنے کے بعد ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک برف کی اونچی دیوار پہاڑی کی بلندی تک گئی ہوئی تھی۔ اس دیوار میں بڑا سا شگاف پڑ گیا تھا۔ علی نے آگے بڑھ کر اس شگاف میں جھانک کر دیکھا پھر کہا "شاید یہاں غار ہے اور یہی ہماری مطلوبہ جگہ ہوسکتی ہے۔"

علی اور آفریدی نے اپنی اپنی کٹس کو کھول کر اس میں سے ایک ایک ہتھوڑی نکالی پھر جہاں برف میں شگاف پڑا ہوا تھا۔ اس شگاف کے آس پاس کے حصے کو ہتھوڑیوں سے توڑنے لگے۔

برف کی بہت موٹی تہ جمی ہوئی تھی۔ تھوڑی سی محنت کے بعد وہ ٹوٹتی گئی۔ شگاف بڑا ہوتا گیا اور اندر کا حصہ نظر آتا گیا۔ واقعی ایک غار تھا جو اندر کہیں دور تک گیا ہوا تھا۔

انہوں نے برف کو ایک چھوٹے سے دروازے کی صورت میں توڑ کر اندر جانے کا راستہ بنایا پھر اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہاں باہر کی طرح زیادہ برف نہیں جمی ہوئی تھی۔ پتھریلی چٹانیں اور پتھر وغیرہ دکھائی دے رہے تھے۔ وہ مختلف پتھروں کے پاس پہنچ کر ان پر بیٹھ کر ہانپتے ہوئے سانسیں درست کرنے لگے پھر ان تینوں نے اپنی اپنی کٹ کو کھولا۔

اس میں سے فر کے استر چڑھے ہوئے ایسے چرمی لباس نکالے جو برفانی علاقوں میں پہنے جاتے ہیں۔ ان کے سر، دونوں کان، اور گردن سے لے کر ٹخنوں تک پورا جسم ایسے فر کے ملبوسات سے چھپ گیا تھا۔ پیروں میں علاقے کی مناسبت سے جوتے پہن لیے گئے تھے۔ دن کے وقت سورج کی روشنی برف پر پڑتی تھی اور اس کی تیز روشنی وہاں سے منعکس ہو کر آنکھوں کو خیرہ کردیتی تھی۔ اچھی طرح دیکھنا محال ہوجاتا تھا۔ ایسی جگہ گہرے رنگ کے گاگلز پہنے جاتے ہیں۔ ایسے ہی گاگلز انہوں نے پہن لیے تھے۔ کمر اور شانوں سے بیلٹس لگی ہوئی پٹیاں تھیں۔ کمر کی پیٹی میں نوگولیوں کے میگزین والے پستول لگے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ ہاتھوں میں بھی انہوں نے گنیں پکڑ لی تھیں۔ بے شمار... بیلٹس لباسوں کے اندر بھری تھیں ان کی کٹس میں اور بہت کچھ تھا۔

ایک کٹ میں ایک فرائی پین، ایک چھوٹی کیتلی اور چھوٹے گلاس وغیرہ تھے۔ ان کے علاوہ ایسے کیوبس تھے، جنہیں آگ دکھانے سے وہ لکڑی کی طرح جلنے لگتے تھے پھر بجھا دینے کے بعد دوسری بار کام آتے تھے۔ انہوں نے ٹن کے منجمد ڈبوں سے کھانا نکالا۔ للی نے ایک لائٹر کے ذریعے کیوبس کو آگ دکھائی تو ننھے ننھے شعلے بھڑکنے لگے۔ اس نے ٹن پیکڈ ڈبوں کا کھانا ایک فرائی پین میں ڈال کر گرم کیا۔ اس کھانے کو وہ چمچ سے کھانے لگے پھر برف لاکر کیتلی میں ڈالی گئی۔ اسے آگ دکھائی گئی تو وہ پگھلنے لگی۔ اس پگھلی ہوئی برف کے پانی کو انہوں نے پیا۔ اس طرح پیٹ بھرنے کے بعد علی نے کہا "ہم نے ایک دشمن کو نوکیلی چٹان پر مرتے دیکھا ہے۔ باقی پانچ دشمن زندہ ہوں گے۔ ان سے نمٹنے کے بعد ہی ہم اس علاقے سے جائیں گے۔"

للی نے پوچھا "مگر اس ویران برفانی علاقے سے کہاں جائیں گے؟ نہ کوئی سمت معلوم ہے اور نہ ہی یہ پتا ہے کہ ہم کس ملک کے کس حصے میں ہیں؟"

آفریدی نے کہا "تم بھول رہی ہو کہ ہم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنے لیے ہیلی کاپٹر منگوا سکتے ہیں۔"

للی نے کہا "پھر تو فوراً ہیلی کاپٹر منگوا کر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

علی نے کہا "ایسی حماقت ہم نہیں کریں گے۔ ہیلی کاپٹر جب ادھر ہماری مدد کے لیے پہنچے گا تو دور دور تک چھپے ہوئے دشمن فائرنگ کریں گے اور ہیلی کاپٹر کو نقصان پہنچائیں گے۔ اس طرح ہمارے لیے آنے والی مدد سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں

پہنچے گا۔"

للی نے کہا "پھر تو ہمیں جلد سے جلد دشمنوں کو تلاش کرکے انہیں جلد سے جلد ختم کردینا چاہیے۔"

آفریدی نے کہا "انہیں تلاش کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ میرے پاس مائیکرو فلم ہے۔ لہٰذا وہ ہمیں تلاش کررہے ہوں گے۔ ہم اس غار سے نکلیں گے تو یقیناً کہیں نہ کہیں ان سے ٹکراؤ ہوگا۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی "میری عقل ماری گئی تھی۔ میں اپنے وطن کے خلاف جاسوسہ بن کر جارہی تھی اور وہ مائیکرو فلم امریکی سی آئی اے والوں کے لیے حاصل کرنے کی کوشش کررہی تھی۔"

علی نے کہا "پچھلی باتیں بھول جاؤ غلطی ہر انسان سے ہوتی ہے۔ یہ بڑی بات ہے کہ تم جلد ہی راہ راست پر آگئی ہو اور ہمیں یقین ہے کہ اب تم اپنے وطن کے لیے جی جان سے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے سکو گی۔"

آفریدی نے کہا "اس نے منہ توڑ جواب دیا ہے۔ ان کے جبر کرنے کے باوجود اس نے مجھ سے مائیکرو فلم حاصل کرنا گوارا نہیں کیا۔"

وہ بولی "میں تم دونوں سے ایک التجا کرتی ہوں۔"

علی نے کہا "التجا نہ کرو۔ تم ہماری ساتھی ہو۔ ایک دوست بن کر بولو۔"

"میرا ایک ساتھی ہیونگ بھی انہی دشمنوں میں ہے اگر دشمنوں سے سامنا ہو تو میں چاہوں گی کہ اسے ہلاک نہ کیا جائے۔ وہ بھی امریکا میں رنگین اور پرتعیش زندگی گزارتے ہوئے اپنے ملک کا دشمن بن گیا ہے۔ میں اسے سمجھاؤں گی۔ وہ میری طرح راہِ راست پر آجائے گا۔"

علی نے کہا "فکر نہ کرو۔ ہم اسے ہلاک نہیں کریں گے۔ اسے اپنا دوست بنانے کی کوشش کریں گے۔"

"تم لوگ بڑی فراخ دلی سے تعاون کرتے ہو۔ کیا اب ہم غار سے باہر چلیں گے؟"

علی نے کہا "شام ہورہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد اندھیرا چھا جائے گا۔ اس وقت ہم اپنی ڈارک گاگلز پہن کر نکلیں گے تو اندھیرے میں دور تک دیکھ سکیں گے۔ ہمیں رات کا انتظار کرنا چاہیے۔"

وہ بولی "پھر تو دشمنوں کے پاس بھی اینٹی ڈارک گاگلز ہوں گے۔"

"بے شک ہوں گے، اندھیرے میں زیادہ دور تک نظر نہیں آتا۔ دشمنوں سے آنکھ مچولی کھیلتے ہوئے جنگ جاری رکھی جائے گی۔"

وہ رات کا انتظار کررہے تھے۔ ادھر شام سے پہلے وہ طیارہ ہیجنگ پہنچ گیا، جو اب دوستوں اور دشمنوں سے خالی ہوگیا تھا۔ اس طیارے میں صرف جہاز کا عملہ ہی رہ گیا تھا۔ میں نے چین میں اعلیٰ آرمی افسر سے کہہ دیا تھا کہ وہ طیارہ جونہی رن وے پر اترے تو فوراً فوجی جوان اس طیارے کو گھیر لیں اور اس کے پائلٹ کو حراست میں لے کر آرمی ہیڈ کوارٹر پہنچادیں۔

میں جناب عبداللہ واسطی کے ساتھ آرمی ہیڈ کوارٹر میں تھا۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا سراغ رساں ساتھی احمد زبیری دوسرے معاملات میں مصروف تھا۔ اس کا ذکر میں بعد میں کروں گا۔ وہاں میری ہدایت پر عمل کیا گیا۔ انہوں نے پائلٹ کو حراست میں لیا پھر اسے آرمی ہیڈ کوارٹر کی طرف لانے لگے۔ جہاز کے عملے کے دوسرے افراد کو دوسرے افسران کے پاس پہنچایا گیا۔ وہ افسران ان سے بیانات لینے لگے۔

کو پائلٹ نے کہا "دشمنوں نے ہمارے طیارے کو اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ایک شخص ہمارے پائلٹ کے پاس آگیا تھا اور اسے دھمکی دے رہا تھا کہ وہ اس کی مرضی کے خلاف کوئی حرکت کرے گا تو اسے گولی ماردی جائے گی۔ دوسرا دشمن ریوالور نکال کر مسافروں کی طرف گیا تھا۔ وہاں وہ ایک مسلمان مسافر آفریدی سے کوئی مائیکرو فلم مانگ رہا تھا۔"

ایک افسر نے حیرانی سے پوچھا "مائیکرو فلم، کیسی مائیکرو فلم؟"

کو پائلٹ نے کہا "ہم نہیں جانتے کہ وہ کس قسم کی مائیکرو فلم مانگ رہا تھا۔ اس مسلمان مسافر آفریدی نے دینے سے انکار کیا تو وہ اسے گولی مارنے والا تھا۔ ایسے وقت ایک دوسرے مسلمان مسافر نے اپنے ریوالور سے اس دشمن ریوالور والے کو زخمی کردیا پھر وہ دونوں مسلمان مسافر ایک لڑکی کے ساتھ ایمرجنسی دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا کر چلے گئے۔ وہ مائیکرو فلم ان کے لیے بہت اہم تھی۔ لہٰذا وہاں سے باقی چھ دشمن بھی ان کے پیچھے اس ایمرجنسی دروازے سے چھلانگ لگا کر چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی ہم نے ایمرجنسی دروازے کو فوراً بند کردیا کیونکہ ناہموار پرواز کے باعث طیارہ کہیں گرنے والا تھا۔ ہمارے پائلٹ نے اسے پھر سنبھال لیا۔"

ایک افسر نے کہا "وہ مائیکرو فلم اتنی اہم تھی کہ اسے

حاصل کرنے کے لیے چھ دشمنوں نے طیارے سے باہر چھلانگ لگادی۔"

یہ کہہ کر اس افسر نے ٹیلی فون کے ذریعے آرمی ہیڈ کوارٹر والوں سے رابطہ کیا پھر اس کو پائلٹ کے بیان کو فون پر سنایا۔ میں آرمی ہیڈ کوارٹر کے ایک کانفرنس روم میں وہاں کے اعلیٰ اور ذمے دار افسران کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت ایک اعلیٰ افسر فون پر اس کو پائلٹ کا بیان سن رہا تھا۔ ایسے ہی وقت طیارے کے پائلٹ کو وہاں پہنچایا گیا۔ جب وہ کمرے میں آیا تو دروازے کو بند کردیا گیا۔ اعلیٰ افسر نے ریسیور رکھ کر اس پائلٹ کو دیکھا پھر مجھ سے کہا "مسٹر فرہاد! میں فون پر باتیں سن رہا تھا۔ آپ نے یقیناً میرے دماغ میں رہ کر وہ باتیں سن لی ہوں گے۔"

"جی ہاں' نہ بھی سنتا تو حقیقت جانتا ہوں۔"

"وہ مائیکرو فلم اتنی اہم تھی کہ ان دو مسلمانوں کے پیچھے چھ دشمن جہاز سے باہر چھلانگ لگا کر چلے گئے۔ آپ نے ہمیں اس مائیکرو فلم کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

"میں وقت آنے پر بتانے والا تھا اور اب وقت آگیا ہے۔"

میں نے پائلٹ کو اپنے پاس بلایا۔ وہ میرے پاس آیا پھر اس نے میری مرضی کے مطابق اپنی رسٹ واچ کو کلائی سے اتار کر میری طرف بڑھایا پھر اس کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں نے اس رسٹ واچ کو لے کر تمام افسران کو دکھاتے ہوئے کہا "یہ گھڑی اس پائلٹ نے پاکستان میں پہنی تھی۔ اس وقت سے یہ گھڑی بند ہے اس کے کانٹے رکے ہوئے ہیں لیکن اس پائلٹ کے دماغ پر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ اس طرح اس نے گھڑی کی طرف توجہ نہیں دی اور نہ ہی کبھی وقت دیکھا۔ جو دشمن اس کے پاس ریوالور لیے طیارے میں کھڑا تھا اس نے بھی گھڑی کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔"

یہ کہتے ہوئے میں نے گھڑی کے پچھلے حصے کو کھولا۔ اس کے اندر سے مائیکرو فلم نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "یہ ہے وہ مائیکرو فلم جسے حاصل کرنے کے لیے چھ دشمنوں نے جہاز سے باہر ہمارے آدمیوں کے پیچھے چھلانگ لگائی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے حیرانی سے پوچھا "جب دشمن اس مائیکرو فلم کو حاصل کرنا چاہتے تھے تو پھر انہوں نے دوسری کون سی مائیکرو فلم کے لیے جہاز سے باہر چھلانگ لگائی ہے؟"

"دشمنوں کو دھوکا دیا گیا ہے۔ ہمارے آدمیوں کے پاس کوئی مائیکرو فلم نہیں ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ فلم پائلٹ کی گھڑی میں رہ کر یہاں تک پہنچ جائے۔ یہ مائیکرو فلم انہیں نہ ملتی تو وہ طیارے کو تباہ کردیتے اور خود بھی اپنی جان دے دیتے۔ مائیکرو فلم کو یہاں تک کبھی پہنچنے نہ دیتے۔"

وہ سب بڑی توجہ سے میری باتیں سن رہے تھے اور مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا "اس مائیکرو فلم کو یہاں تک بحفاظت پہنچانے کے لیے ہمارے دو ساتھیوں نے اپنی جان خطرے میں ڈالی ہے۔ ان کے پاس کوئی مائیکرو فلم نہیں ہے لیکن انہوں نے دشمنوں کو فریب دیا ہے اور انہیں یہ یقین دلایا ہے کہ فلم ان کے پاس ہے لہٰذا وہ اسے حاصل کرنے کے لیے ان دونوں کے پیچھے جہاز سے باہر چلے گئے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "یہ مائیکرو فلم اتنی اہم ہے کہ ان کی خاطر آپ نے اپنے دو ساتھیوں کو خطرات مول لینے کے لیے پتا نہیں کس برفانی علاقے میں پہنچا دیا ہے؟"

"آپ اس فلم کی اہمیت کو اس طرح سمجھیں کہ جن دو آدمیوں نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر طیارے کے باہر چھلانگ لگائی ہے۔ ان میں سے ایک نوجوان میرا لے پالک بیٹا ہے۔ اس نے میری بیوی آمنہ کا دودھ پیا ہے اور وہ جناب علی اسد اللہ تیمرزی کا بیٹا علی تیمور ہے۔"

وہ سب جیسے دم بخود ہو کر مجھے تکتے رہے پھر ایک نے کہا "اوہ گاڈ! یہ فلم اتنی اہم ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کے سب سے بڑے بزرگ کے بیٹے کی جان خطرے میں ڈالی گئی ہے۔ پلیز' جلدی بتائیں کہ اس فلم میں کیا ہے؟"

میں نے کہا "بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے مسلمان اپنی جانیں دے کر بھی اپنی زبان پر قائم رہتے ہیں۔ جب ہم نے زبان دی ہے کہ آپ کو ٹیلی پیتھی کا علم سکھائیں گے اور جب ہم نے زبان دی ہے کہ یہاں ٹرانسفارمر مشین تیار کریں گے تو آپ کے لیے نوید ہے کہ یہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ آپ کے سامنے ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے ایک اعلیٰ افسر کے سامنے وہ مائیکرو فلم پھینک دی۔ وہ اسے حیرانی سے اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ باقی تمام افسران اپنی جگہ سے اٹھ کر خوشی سے تالیاں بجانے لگے تھے۔ مائیکرو فلم اٹھانے والے افسر نے کہا "پلیز آپ سب بیٹھ جائیں۔"

وہ سب بیٹھ گئے پھر اس اعلیٰ افسر نے کہا "آپ لوگوں نے ہمارے دل جیت لیے ہیں۔ ہمیں خرید لیا ہے۔ اب ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ جناب علی اسد اللہ تیمرزی کے صاحب زادے کو اور اس کے ساتھ اس ویرانے میں

چھلانگ لگانے والے نوجوان کو کسی طرح بچانا چاہیے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ ہمارے درجنوں سراغ رساں ہیلی کاپٹر وہاں بھیجے جائیں اور وہ جگہ تلاش کی جائے جہاں وہ پیراشوٹ کے ذریعے پہنچے ہوں گے۔"

میں نے کہا "یہ مائیکرو فلم دشمنوں کے لیے بہت اہم ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے اور وہاں پیراشوٹ سے اترنے والے چھ دشمنوں کی مدد کرنے کے لیے امریکی ہیلی کاپٹر وہاں ضرور پہنچیں گے اور ان ہیلی کاپٹروں کے ذریعے وہاں مسلح فوجیوں کو پہنچایا جائے گا۔ آپ بھی اپنے ہیلی کاپٹرز کے ذریعے اپنے مسلح فوجیوں کو وہاں پہنچائیں۔ علی تیمور کے ساتھ ماؤ للی اور ایک نوجوان دلیر آفریدی ہے۔ ان تینوں کے کھانے پینے اور تحفظ کے تمام سامان بھی وہاں پہنچا دیا جائے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "وہاں امریکی فوجیوں کو اترنے دیں۔ آپ اطمینان رکھیں ہم ہر قیمت پر علی تیمور اور اس کے ساتھیوں کو یہاں لائیں گے۔"

مائیکرو فلم کو بحفاظت چین تک پہنچانے کے لیے ضروری تھا کہ علی تیمور اور دلیر آفریدی کو خطرات سے کھیلنے دیا جاتا اور وہ خطرات سے کھیل رہے تھے۔ ادھر امریکی فوج آسکتی تھی ادھر سے چینی فوج کے جوان پوری طرح مسلح ہو کر جانے والے تھے۔ ان برف پوش پہاڑوں میں گھمسان کی جنگ ہونے والی تھی اور پتا نہیں کیا کچھ ہونے والا تھا۔

○☆○

الپا ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بہت جلد بڑی طاقت بننے والی تھی۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے علاوہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے بھی زبردست چیلنج بننے والی تھی۔ اسی لیے میں اپنی داستان میں الپا کا' اور نارنگ اور بھیما وغیرہ کا ذکر کرتا ہوں کیونکہ آئندہ یہ سب ہمارے لیے مسئلہ بننے والے تھے۔

اس سلسلے میں ابھی بھیما کا ذکر ہو جائے۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے' نارنگ نے بھیما کو زخمی کیا تھا تاکہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا غلام بنالے لیکن بھیما غلام بننا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اپنے سینے میں خنجر گھونپ کر اپنی جان دے دی۔ اس طرح نارنگ سمجھ گیا کہ بظاہر وہ مر گیا ہے لیکن اب اپنی آتما کسی دوسرے جسم میں داخل کرنے والا ہے' ایک نئی زندگی پانے والا ہے' اور ایک نئی مصیبت بننے والا ہے۔

ادھر بھیما کو یہ اندیشہ تھا کہ جان دینے کے بعد بھی نارنگ اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ وہ بھی اپنی جان دے کر اپنی آتما کے ذریعے اس کا تعاقب کرے گا اور یہ دیکھے گا کہ بھیما کس کے جسم میں داخل ہو رہا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے بعد وہ بھی کسی کے جسم میں داخل ہو کر پھر اس کے پاس پہنچے گا۔ دوسری بار اسے خودکشی کرنے کا موقع نہیں دے گا۔ اس سے پہلے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے جان دینے سے باز رکھے گا۔

بھیما کا یہ خیال درست ہو سکتا تھا۔ اس نے اپنے گرو کو غلام بنایا تھا۔ اب گرو اسے بدترین سزائیں دینے کے لیے خود بھی جسم بدل سکتا تھا۔ بھیما کی آتما کا تعاقب نارنگ کی آتما بھی کر سکتی تھی۔

اس خیال نے بھیما کو بری طرح خوف زدہ کیا تھا۔ وہ اپنے گرو کے غصے اور انتقام کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ لہٰذا جلد سے جلد اپنی آتما کسی کے جسم میں داخل کرنا چاہتا تھا۔

وہ غلطی میں ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک کمرے میں گہری تاریکی تھی۔ اس مکان کی بجلی گئی ہوئی تھی۔ ایک کمرے میں کسی کے جسم سے آتما نکلی تھی۔ اسی نکلنے والی آتما کی کشش سے بھیما کی آتما وہاں پہنچی تھی۔ چونکہ آتما نہ مرد ہوتی ہے' نہ عورت ہوتی ہے۔ اس لیے بھیما یہ نہ جان سکا کہ تاریکی میں کس کا جسم حاصل کر رہا ہے۔

کوئی عورت کہہ رہی تھی "مین سوئچ میں خرابی ہو گئی اسے چیک کرو۔ میری بچی کی طبیعت بگڑتی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر کو فون کر کے بلاؤ یا اسے اسپتال لے چلو۔"

تاریکی میں اس عورت کو پتا نہ چلا کہ اس کی بیٹی مر چکی تھی' آنکھیں بند کر چکی تھی اور بھیما اس کے جسم میں داخل ہونے کے بعد آنکھیں کھول چکا تھا اور اس عورت کی باتیں سن رہا تھا۔ سننے کے باوجود وہ یہ نہیں سمجھ پایا کہ وہ اسی بیٹی کے بارے میں بول رہی ہے۔ جس کے اندر وہ داخل ہو چکا ہے اسے یہ بھی احساس نہیں ہوا کہ وہ کسی لڑکی کے جسم میں پہنچا ہوا ہے۔

مین سوئچ میں خرابی تھی۔ ایک منٹ کے بعد ہی روشنی ہو گئی۔ اس عورت نے اسے دیکھتے ہوئے کہا "ہائے میری بچی! تم کیسی ہو؟"

بھیما نے اسے حیرانی سے دیکھا پھر بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس عورت نے خوش ہو کر کہا "ہائے رام! سادھو مہاراج کی ایک پڑیا نے چمتکار کر دیا۔ میری بیٹی اٹھ کر بیٹھ گئی ہے۔"

بھیما نے بستر پر ذرا پیچھے کھسک کر کہا "تم کسے بیٹی کہہ رہی ہو؟"

ایسا کہتے وقت وہ اپنے جسم کو ٹٹولنے لگا تو پتا چلا کہ وہ ایک نوخیز لڑکی بن چکا ہے۔ اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ کہاں وہ شہ زور پہلوان بھیما اور کہاں یہ نوخیز لڑکی۔ کوئی مرد کبھی عورت بننا تو کیا عورت کہلانا بھی گوارا نہیں کرتا۔ جبکہ وہ بن چکا تھا۔

اس لڑکی کا باپ اور بھائی کمرے میں آچکے تھے۔ وہ عورت اس کے ہاتھ کو تھام کر کہہ رہی تھی "بیٹی! تم پریشان نظر آرہی ہو۔ جبکہ تمہیں خوش ہونا چاہیے۔"

وہ کھسکتا ہوا پلنگ کے دوسری طرف کھڑا ہوگیا۔ اس کے باپ نے کہا "بیٹی کلپنا! تم اٹھ کر بیٹھنے کے قابل نہیں تھی اور اب تو کھڑی ہوگئی ہو۔ بالکل تندرست لگ رہی ہو۔"

اس عورت نے کہا "سادھو مہاراج نے ہمارے گھر میں بھوجن کیا۔ ایک پیسا بھی نہیں لیا اور ایک پڑیا دی۔ دیکھیں اس ایک پڑیا کو کھانے کے بعد یہ کیسی تندرست ہوگئی ہے۔ ایسا لگتا ہے کبھی بیمار ہی نہیں تھی۔"

اس کے بھائی نے پوچھا "کلپنا! تم پریشان کیوں ہو؟ ہم سب کو اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟ بات کیا ہے؟"

بھیما ان سے کیا کہتا کہ وہ عورت نہیں ہے، مرد ہے۔ کہنے سے کوئی یقین نہ کرتا پھر انہیں یقین دلانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اسے تو اپنے موجودہ حالات پر غور کرنا تھا اور سوچنا تھا کہ آئندہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ کیا اسی جسم میں رہنا چاہیے یا فوراً جسم بدل دینا چاہیے؟

وہ بولا "نہیں میں ٹھیک ہوں۔ پریشان نہیں ہوں۔ اتنی جلدی اچھی ہو کر حیرانی سے سوچ رہی ہوں کہ کیسے اٹھ کر کھڑی ہوگئی ہوں۔"

اس کی ماں نے کہا "بیٹی! یہ سادھو مہاراج کا چمتکار ہے۔"

بھائی نے اس کے پاس آکر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ باپ نے اسے اپنے سینے سے لگالیا پھر کہا "تم اچھی بھلی دکھائی دے رہی ہو۔ تمہیں بھوک لگی ہوگی۔ آؤ ہم نے ابھی کھایا نہیں ہے، ہمارے ساتھ کچھ کھالو۔"

وہ بولا "کھانا لگتے ہی میں ڈائننگ ٹیبل پر آجاؤں گی۔ ابھی ذرا اکیلی رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے اس کمرے میں چھوڑ دیں۔ میں کچھ سوچنا، سمجھنا چاہتی ہوں۔"

اس کی ماں نے کہا "تم اور کیا سوچو گی۔ کبھی کسی سادھو مہاراج پر یقین نہیں رکھتی تھیں۔ آج ان کی پڑیا نے چمتکار دکھایا ہے تو سوچ میں پڑگئی ہو۔"

وہ بولا "جی ہاں، میں اسی بارے میں سوچنا چاہتی ہوں۔ پلیز مجھے سوچنے کا موقع دیں۔"

"ٹھیک ہے، اچھی باتیں سوچو گی اسی لیے ہم جارہے ہیں۔ جلدی ڈائننگ روم میں چلی آنا۔"

وہ تینوں وہاں سے چلے گئے۔ تنہائی میں وہ سوچنے لگا "مجھے کیا کرنا چاہیے؟" فی الحال اس بات کا اطمینان ہوگیا تھا کہ نارنگ کی آتما نے اس کا پیچھا نہیں کیا ہے۔ اگر نارنگ نے اس کا پیچھا کرنے کے لیے آتما کو اپنے جسم سے نہیں نکالا ہے اور اسی جسم میں ہے تو پھر یہ معلوم نہیں کرسکے گا کہ بھیما ایک لڑکی کے جسم میں سمایا ہوا ہے۔"

اس نے نارنگ کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس روک لی۔ بھیما نے دوسری بار اس کے پاس پہنچ کر کہا "میں بھیما ہوں۔"

اتنا کہتے ہی وہ چپ ہوگیا۔ یہ پتا چلا کہ صرف زبان سے بولتے وقت اس کی آواز نسوانی نہیں ہوئی ہے بلکہ خیال خوانی کے وقت بھی وہی آواز اور لہجہ ہوتا ہے۔ اگرچہ اس نے نارنگ کو مخاطب کرنے سے پہلے اپنا لہجہ بدل لیا تھا۔ آواز کے بارے میں خیال تھا کہ سوچ کی لہریں مردانہ ہوں گی لیکن "میں بھیما ہوں۔" کہتے ہی اسے ٹیلی پیتھی کے میدان میں اپنی ناتجربے کاری کا پتا چلا۔ نارنگ نے حیرانی سے پوچھا "بھیما؟ تم بھیما ہو؟ بکواس کررہی ہو؟ سچ بتاؤ میرے دماغ میں آکر بھیما کا نام کیوں لے رہی ہو؟"

بھیما اتنی دیر میں اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا تھا کہ نارنگ نے اسے تلاش کرنے کے لیے جسم نہیں بدلا ہے۔ اسی پہلے والے جسم میں ہے۔ وہ اسے حیرانی میں مبتلا کرکے اس کے دماغ سے چلا آیا۔ نارنگ نے اس کی زنانہ آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی ہوگی اور بھٹکتا رہ گیا ہوگا کیونکہ نسوانی آواز کے باوجود لہجہ بدلا ہوا تھا۔ اس نے نارنگ کو کلپنا کے لہجے میں مخاطب نہیں کیا تھا۔

پھر اسے الپا کا خیال آیا۔ نارنگ اور الپا دونوں ہی اس کے بدترین دشمن تھے۔ بھیما کو یہ سوچ کر غصہ آرہا تھا کہ الپا نے اتنے دنوں تک اسے اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ اس نے الپا کو چیلنج کرنے کے لیے ٹیلی فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا پھر الپا سے اس نے جو باتیں کیں ان باتوں کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ بہرحال الپا کو چیلنج کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ صرف غصے میں دل کی بھڑاس نکال لی۔

وہ فون کا ریسیور رکھ کر ایک قد آدم آئینے کے سامنے

آکر خود کو دیکھنے لگا۔ سامنے آئینے میں ایک بہت خوب صورت بھرپور نوجوان لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔ یعنی وہ خود اپنے سامنے ایک دوسرے روپ میں کھڑا ہوا تھا۔ وہ کبھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ ایک لڑکی بن کر رہے۔ وہ اپنی توہین محسوس کررہا تھا لیکن اسے کئی پہلوؤں سے غور کرنا تھا۔

ایک اہم پہلو یہ تھا کہ وہ بھیما کا جسم چھوڑ کر اس نوخیز لڑکی کے جسم میں آیا تھا۔ اب اس کا جسم چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں جاتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ دوبار جسم چھوڑنے والی آتما کی شکتی کو کمزور کرچکا ہوتا پھر اس آتما شکتی کی کمی پوری کرنے کے لیے چالیس دن کی تپسیا ضروری ہوتی۔

اس کی عقل میں یہ بات آرہی تھی کہ اسی لڑکی کے جسم میں رہ کر تپسیا کرنے کے بعد جو تھوڑی آتما شکتی کم ہوگئی ہے اسے پوری کرلے پھر کسی خوب رو، قد آور، صحت مند جوان مرد کے جسم میں چلا جائے گا۔

پھر یہ بات عقل میں آئی کہ عورت بن گیا ہے تو کیا ہوا اوپر سے عورت ہے لیکن اندر سے ایک مرد کی طرح شہ زور ہے، ٹیلی پیتھی جانتا ہے، کالا جادو جانتا ہے۔ کوئی بھی شہ زور اسے عورت سمجھ کر نقصان پہنچانے آئے گا تو بے موت مارا جائے گا۔

وہ فیصلہ کررہا تھا کہ تپسیا کرنے تک اسی گھر میں رہے گا۔ لہٰذا گھر والوں کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرنی چاہیے۔

یہ سوچ کر وہ کلپنا کی ماں کے دماغ میں پہنچا۔ وہ میز پر کھانا لگا رہی تھی۔ ایسے وقت ایک لڑکی اور ایک نوجوان وہاں آئے۔ لڑکی نے آتے ہی کہا "ہائے آنٹی! آپ نے فون کیا اور ہم دوڑے چلے آئے۔ یہ سن کر خوشی ہورہی ہے کہ کلپنا بالکل ٹھیک ہوگئی ہے اور اب اٹھنے بیٹھنے لگی ہے۔"

اس کی ماں نے کیا جواب دیا بھیما نے اس پر توجہ نہیں دی۔ اس لڑکی کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ آئی ہے اور اس کا بھائی منگیتر ہے اور کلپنا اپنے منگیتر کو بہت چاہتی تھی۔ اب یہ نہیں کہنا چاہیے کہ چاہتی تھی۔ کیونکہ کلپنا تو زندہ کھڑی ہوئی ہے لہٰذا وہ اب بھی چاہتی ہے۔

بھیما نے ناگواری سے سوچا "اس منگیتر کی ایسی کی تیسی کرنا تو نہیں چاہتی۔"

اس نے محسوس کیا کہ وہ بے اختیار کلپنا کے لہجے میں سوچ رہا ہے اور بالکل عورتوں کی طرح بولنے لگا ہے۔ اس نے آئینے میں خود کو دیکھ کر کہا "میں عورتوں کی طرح نہیں بولوں گا۔"

پھر اس کی زبان سے بے اختیار نکلا "نہیں بولوں گی۔"

وہ پوری طرح کلپنا کے دماغ پر حاوی نہیں تھا۔ کلپنا دوبارہ زندہ ہونے کے بعد اپنے دماغ سے سوچ رہی تھی۔ اپنے مزاج کے مطابق بول رہی تھی۔ اپنے مزاج کے مطابق آنے والے منگیتر کے لیے کشش محسوس کررہی تھی۔ بھیما اس کے اندر رہ کر ایسی باتوں کو کم کررہا تھا۔ ختم کرنے کی کوشش کررہا تھا۔

اب سے کچھ عرصہ پہلے نیلماں ایک دوسری لڑکی ناصرہ کے جسم میں سمائی تھی۔ وہ واقعہ اس واقعے سے مختلف تھا کیونکہ ایک عورت ایک لڑکی کے جسم میں سمائی تھی لیکن دونوں کی سوچ مختلف تھی۔ ناصرہ اپنے دماغ سے سوچتی تھی اور پورس ہے بے انتہا محبت کرتی تھی۔ اس کے برعکس، نیلماں پورس سے نفرت کرتی تھی اور اپنی آتما شکتی کے ذریعے ناصرہ کے دماغ پر حاوی رہنے کی کوشش کرتی تھی۔

اب یہی بات بھیما سوچ رہا تھا کہ وہ آتما شکتی کے ذریعے کلپنا کے دماغ پر حاوی رہے گا اور اسے اس کے منگیتر کے قریب نہیں جانے دے گا۔ اس کے سوچنے کے دوران میں اس کا منگیتر اپنی بہن کے ساتھ اس کے کمرے میں آگیا۔ اسے دیکھتے ہی کلپنا خوشی سے کھل گئی۔ بھیما نے اسے قابو میں کیا۔ وہ ناگواری سے منہ پھیر کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے منگیتر نے قریب آتے ہوئے کہا "کیا مجھ سے ناراض ہو؟ بھئی کل میں ممبئی سے باہر چلا گیا تھا۔ اس لیے تمہارے پاس نہ آسکا۔"

اس کی بہن نے اس کے سامنے آکر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "میری ہونے والی بھابی میرے بھیا سے ناراض نہیں ہوسکتی۔ یہ تو بس دکھاوا ہے۔"

وہ جوان تھی خوب صورت تھی۔ گردن میں بانہیں ڈالتے ہی بھیما کا دل کچھ کچھ ہونے لگا۔ کلپنا نے حیرانی سے کہا "تم مجھ سے لپٹ رہی ہو اور مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔"

بھیما نے فوراً ہی اس پر قابو پاتے ہوئے کہا "مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے تم سے پیار ہوگیا ہے۔ تمہارے اندر کشش محسوس ہورہی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس وقت مرد بن جاؤں اور تمہیں گلے سے لگا کر خوب چومنے لگوں۔"

یہ سنتے ہی دونوں بہن بھائی ہنسنے لگے۔ اس کا بھائی قریب آکر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "بھئی، میری بہن سے کیوں، مجھ سے لپٹ جاؤ۔ نارمل زندگی چھوڑو اور تندرست

ہونے کی خوشی کا اظہار کرو۔"

وہ کلپنا کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت بھیما نے اس کے دماغ میں ایسا احساس پیدا کیا۔ جیسے اس کے دماغ میں ہلکی ہلکی خراشیں پڑ رہی ہوں۔ اس حرکت کے باعث وہ عجیب ذہنی پریشانی محسوس کرنے لگا۔

اس کی بہن نے پوچھا "کیا ہوا بھیا؟ ابھی تو آپ بالکل ٹھیک تھے۔ کیا میری بھابی کو دیکھتے ہی بہانہ کر رہے ہیں تاکہ میں یہاں سے چلی جاؤں۔ آپ دونوں اکیلے رہ جائیں!"

وہ جانا چاہتی تھی لیکن بھیما نے اسے پکڑ لیا۔ کھینچ کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے بولا "چھوڑ کر نہ جاؤ۔ سینے سے لگی رہو اچھا لگتا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے میں کلپنا نے اسے اپنے سے دور ہٹا دیا پھر بولی "منوہر! تمہیں کیا ہو رہا ہے' تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

وہ یہ کہتی ہوئی اس کے پاس آگئی۔ دونوں ہاتھوں سے اس کے چہرے کو تھام کر بولی "پتا نہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں تم سے ناراض نہیں ہونا چاہتی لیکن ابھی میں نے تم سے منہ پھیر لیا تھا۔"

منوہر نے کہا "تم جسمانی طور پر ٹھیک ہو گئی ہو لیکن دماغی طور پر کمزور ہو۔"

بھیما نے اس کے ہاتھوں کو اس کے چہرے سے ہٹا دیا تھا اور اسے پیچھے ہٹنے پر بھی مجبور کیا تھا۔ وہ پھر پریشان ہو کر بولی "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں کیوں خود بخود پیچھے ہٹ گئی ہوں؟ میں کیوں تمہیں چھونا نہیں چاہتی؟"

ایسے وقت اس کی ماں کمرے میں آئی۔ منوہر نے کہا "آنٹی! یہ بیماری سے اٹھی ہے۔ اسے ذرا کھلی ہوا میں تفریح کرنا چاہیے۔"

ماں نے کہا "ابھی تو بستر سے اٹھ کر کھڑی ہوئی ہے۔ اس کمزوری میں کہاں گھومنے پھرنے جائے گی۔ اسے آرام کرنا چاہیے۔"

منوہر کی بہن نے کہا "نہیں آنٹی' یہ ذہنی طور پر الجھی ہوئی ہے۔ کچھ پریشان ہے۔ گھر کے اندر قید رہے گی تو اور زیادہ الجھتی رہے گی۔"

منوہر نے کہا "پلیز آپ اجازت دیں۔ ہم اسے لے جاتے ہیں۔ ایک دو گھنٹے بعد واپس لے آئیں گے۔"

ماں نے کلپنا کو دیکھا' کلپنا نے کہا "ہاں' میں ذرا باہر جانا چاہتی ہوں۔ یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"ایسی بات ہے تو پھر جاؤ۔ مجھے انکار نہیں ہے۔"

بھیما نے اس کے جانے پر اعتراض نہیں کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ باہر تفریح کے لیے جائے۔ منوہر اس کے قریب رہے گا تو وہ اسے ذہنی پریشانیوں میں مبتلا کرتا رہے گا۔ کلپنا اپنی مرضی سے اور اپنی محبت سے جس طرح زندگی گزارنے کا حق رکھتی تھی۔ وہ زندگی اس کی گزر چکی تھی۔ اب نئی زندگی بھیما کی تھی۔ دوسری زندگی پانے کے بعد کلپنا کا دماغ اپنی مرضی چاہتا تھا لیکن بھیما اس جسم میں تھا اور یہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اس جسم کو ہاتھ لگائے۔ منوہر اسے ہاتھ لگانا چاہتا تو کلپنا بڑے پیار سے اپنا جسم اس کے حوالے کر دیتی لیکن بھیما کو تو ایسا ہی لگتا جیسے اس کی آبرو کا کباڑا کیا جا رہا ہے۔ وہ نہ تو کلپنا تھا اور نہ ہی بھیما رہا تھا۔ بیچ کی چیز بن کر رہ گیا تھا۔

وہ منوہر اور اس کی بہن کے ساتھ بنگلے کے باہر آیا۔ وہاں پورچ میں منوہر کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ کلپنا اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھنا چاہتی تھی لیکن وہ جبراً اس کے جسم کو پچھلی سیٹ پر منوہر کی بہن کے پاس لے آیا۔ منوہر نے پوچھا "یہ کیا؟ تمہیں میرے پاس بیٹھنا چاہیے۔"

بھیما نے کہا "آج تمہاری بہن بہت خوب صورت لگ رہی ہے۔ میں اس سے لپٹ کر بیٹھنا چاہتی ہوں۔"

اس کی بہن نے کہا "نہیں بھابی! تم سامنے بھیا کے ساتھ بیٹھو۔ اگر میں اچھی لگ رہی ہوں تو بعد میں لپٹ کر مجھ سے پیار کر لینا۔"

وہ دونوں بھائی بہن کے کہنے پر مجبور ہو کر اگلی سیٹ پر منوہر کے پاس آگئیں۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ منوہر اس سے پیار بھری باتیں کرنے لگا۔ بھیما نے کہا "میں ابھی ممی اور ڈیڈی کے ساتھ رات کا کھانا کھانے والی تھی مگر تم مجھے اپنے ساتھ لے آئے ہو۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

"فائیو اسٹار میں کھاؤ گی یا کسی دھابے میں؟"

"میں پاؤ بھاجی کھانا چاہتی ہوں۔"

وہ کچھ دیر تک ڈرائیو کرتے رہنے کے بعد ایک دھابے کے سامنے کار روک کر بولا "یہاں بیٹھو۔ میں ابھی آرڈر دیتا ہوں۔"

وہ کار سے اتر کر دھابے کے کاؤنٹر پر گیا۔ اس کی بہن نے پچھلی سیٹ سے کہا "ابھی میں نے ٹھاکر جسونت پال کی کار یہاں سے گزرتے ہوئے دیکھی ہے۔ کیا تم نے دیکھا تھا؟"

بھیما نے کہا "نہیں' میں نے نہیں دیکھا تھا۔"

پھر وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنے لگا کہ ٹھاکر جسونت پال کون ہے؟ پتا چلا وہ ایک بے انتہا دولت مند شخص ہے۔ عیاش اور بدمعاش بھی ہے۔ اس نے کلپنا کو اپنی طرف

مائل کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ جب وہ اس کی دولت اور شخصیت سے متاثر نہیں ہوئی تو اس نے چیلنج کیا تھا "میں جسے چاہتا ہوں اسے حاصل کر کے رہتا ہوں۔ بہتر ہے میری بات مان جاؤ اور میرے ساتھ کچھ روز گزارو۔"

کلپنا اس سے نفرت کرتی تھی۔ اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ کالا جادو جانتا ہے۔ اس نے اسی کالے جادو کے ذریعے بے انتہا دولت حاصل کی ہے۔ اب وہ دولت سے اور کالے جادو کی طاقت سے جو چاہتا ہے حاصل کر لیتا ہے اور اس نے چیلنج کیا تھا کہ اسے کہیں شادی نہیں کرنے دے گا۔ اگر کرے گی تو شادی سے پہلے وہ اسے اپنے رنگ محل میں لے آئے گا۔

ٹھاکر کہلانے والے سوسائٹی میں بڑے ہی معزز ہوتے ہیں۔ جسونت پال نے بے انتہا دولت حاصل کرنے کے بعد معزز کہلانے کے لیے اپنے نام کے آگے ٹھاکر لگایا تھا۔ دکھاوے کے لیے دھرم کرم کے کام کرتا تھا اور بڑے بڑے عزت دار لوگوں میں نمایاں مقام حاصل کرنے کی کوششوں میں لگا رہتا تھا۔

بھیما سوچنے لگا "یہ کالا جادو جاننے والا جسونت پال کہاں سے پہنچ گیا؟ میں تو ممبئی اور مہاراشٹر کے تمام چھوٹے بڑے جادوگروں کو جانتا ہوں۔ جسونت پال کا نام پہلی بار سن رہا ہوں۔ یقیناً یہ کسی دور دراز کے صوبے سے آیا ہے۔"

بھیما کے لیے یہ جاننا لازمی ہو گیا تھا کہ اس کے مقابلے میں جسونت پال کتنا طاقتور مان ہے اگر وہ اس سے بڑھ چڑھ کر ثابت ہو گا تو اس کے لیے مصیبت بن جائے گا۔

منوہر آرڈر دے کر واپس آیا پھر اس کے پاس اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ کر بولا "ابھی تمہاری پسند کی پاؤ بھاجی آرہی ہے۔"

موبائل سے بزر کی آواز ابھرنے لگی۔ منوہر نے موبائل فون نکال کر اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر پوچھا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "موبائل کلپنا کو دو۔"

منوہر نے تھوڑی دیر تک سوچا پھر پوچھا "اوہ جسونت' تم ہو؟"

"ہاں' کلپنا کو فون دو۔"

"کلپنا میرے ساتھ نہیں ہے۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ وہ تمہاری کار میں ابھی دیکھی گئی ہے اور اس وقت تمہاری کار میں موجود ہے۔"

"ہوں' تم نے جاسوس لگا رکھے ہیں۔ کیسے ڈھیٹ ہو۔ اس نے تمہیں منہ نہیں لگایا۔ تم سے سخت نفرت کرتی ہے۔ اس کے باوجود پیچھے پڑے ہوئے ہو۔"

"میں کہہ چکا ہوں۔ ہر حال میں وہ میری ہو گی۔ چاہے تم اسے دن رات اپنے ساتھ لیے پھرتے رہو۔"

"تمہاری شامت آئی ہے۔ تم جانتے ہو۔ میں مہاراشٹر میں کتنے اختیارات رکھتا ہوں۔ جب چاہوں گا تمہیں اس صوبے سے باہر جانے پر مجبور کر دوں گا۔"

"تم نے اپنے سیاسی ذرائع استعمال کر کے مجھے ممبئی سے نکالنے کی کوشش کی تھی اور ناکام رہے تھے۔ اتنی بڑی بات نہ کرو کہ مہاراشٹر سے مجھے نکال دو گے اور جب نکالو گے تب دیکھا جائے گا۔ ابھی تو کلپنا کو فون دو۔"

وہ کلپنا کو فون نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس کے باوجود کلپنا بھیما کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا "فون مجھے دو۔"

وہ منوہر سے فون لے کر اپنے کان سے لگا کر بولی "تم کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ تم مر چکی تھیں پھر زندہ کیسے ہو گئیں؟"

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"جب تم بیمار تھیں تو میں نے بتایا تھا کہ میرے کالے عمل کے ذریعے تم بیمار ہو اور بیمار رہو گی پھر میں نے تمہارے باپ سے کہا تھا' اگر تمہاری شادی مجھ سے نہ کی گئی تو میں تمہیں مار ڈالوں گا لیکن تمہارے باپ کو منوہر پر بہت غرور ہے۔ وہ سمجھتا ہے' منوہر مجھے تم سے دور بھگا دے گا۔ ممبئی سے اور اس صوبے سے باہر جانے پر مجبور کر دے گا۔"

"جو کچھ بھی ہو رہا ہے' اس میں تم مات کھا رہے ہو مگر تمہیں عقل نہیں آرہی ہے۔ تم نے اپنے کالے عمل کے ذریعے مجھے بیمار کیا تھا لیکن سادھو مہاراج کی ایک پڑیا سے میں بالکل ٹھیک ہو گئی ہوں۔"

"میری پوری بات سن لو۔ میں نے تمہارے باپ کو وارننگ دی تھی کہ اب اگر اس نے میرا مطالبہ پورا نہ کیا اور تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں نہ دیا تو کالے عمل کے ذریعے تمہیں مار ڈالوں گا۔ کیا تم نے محسوس نہیں کیا تھا کہ تمہاری جان تمہارے جسم سے نکل چکی تھی؟"

"میں نے تھوڑی دیر کے لیے محسوس کیا تھا لیکن پھر جان میں جان آگئی تھی۔"

"یہی پوچھ رہا ہوں' تمہارے جسم میں دوسری بار جان کیسے پڑ گئی؟ میں نے اپنے کالے عمل سے تمہیں مار ڈالا تھا۔"

"یہ کہتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیے۔ میں مرجاتی تو کیا تم مجھے حاصل کرلیتے؟"

"میں نے یہی پلان بنایا تھا۔ میرے کالے عمل کے مطابق میں تمہیں ایک گھنٹے تک مردہ بنا کر رکھتا اور اس دوران میں تمہارے باپ کو قائل کرتا کہ وہ میری بات مان لے تو میں تمہیں زندہ کردوں گا۔ جب وہ میری بات مان لیتا تو میں اپنے کالے عمل کے ذریعے تمہیں دوبارہ زندہ کردیتا۔"

"مگر ایسا نہیں ہوا۔ میں سادھوبابا کے علاج سے اچھی ہوگئی ہوں۔ تمہارا وار خالی گیا ہے۔"

"کسی سادھو بابا نے تمہیں زندگی کی طرف نہیں لوٹایا ہے۔ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتیں۔ کوئی نہیں جانتا۔ تمہارے جسم میں کوئی دوسری آتما سما گئی ہے۔ تمہاری آتما تمہارے جسم سے نکل چکی ہے۔ تم مرچکی ہو۔ اس سنسار میں صرف تمہارا یہ جسم رہ گیا ہے اور یہ جسم کسی دوسرے کے رحم و کرم پر ہے۔"

"نہ مجھے موت آئی تھی نہ میں مردہ ہوں۔ میں زندہ تھی اور اب بھی زندہ ہوں۔ یہ بکواس ہے کہ تم نے کالے عمل سے مجھے مار ڈالا تھا اور میں خود ہی دوبارہ زندہ ہوچکی ہوں۔ میں فون بند کررہی ہوں۔ دوسری بار فون نہ کرنا۔ میں اسے مستقل طور پر بند رکھوں گی۔"

"صرف ایک منٹ۔ ابھی فون بند نہ کرنا۔ صرف ایک بات کا جواب دے دو۔ کیا تم نے اچانک زندہ ہونے کے بعد یہ محسوس کیا ہے کہ تمہارے اندر کوئی تبدیلی آئی ہے۔ تمہاری بول چال میں اور تمہارے مزاج میں کوئی بھی ایسی تبدیلی جو تمہیں پریشان کرتی ہو؟"

کلپنا نے اور اس کے اندر رہنے والے بھیما نے فون بند کرنے کی دھمکی دی تھی لیکن اس کے اس سوال نے انہیں چونکا دیا۔ کلپنا سوچنے لگی کہ واقعی مزاج میں کچھ تبدیلی ہوئی ہے۔ کبھی وہ منوہر سے بے انتہا محبت کرنے لگتی ہے۔ کبھی اس سے ناگواری محسوس ہونے لگتی ہے۔

بھیما نہیں چاہتا تھا کہ کلپنا اپنی ایسی تبدیلیوں کا اظہار کرے اور جسونت کو یہ معلوم ہوجائے کہ اس کے اندر جو بھی آتما سمائی ہوئی ہے۔ وہ ایسی آتما شکتی رکھتی ہے کہ جسم میں داخل ہونے کے بعد کلپنا کے دماغ کو اپنے قابو میں کرتے رہنے کی کوششیں کررہی ہے۔

کلپنا یہ بتانا چاہتی تھی کہ واقعی وہ تبدیلی محسوس کررہی ہے۔ منوہر سے بے انتہا محبت کرنے کے باوجود کبھی اس سے بیزاری محسوس کرنے لگتی ہے۔ پھر یہ کہ اس کے کمرے میں جب منوہر آیا تھا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگنا چاہتے تھے تو کلپنا کے دماغ میں عجیب سی بے چینی اور پریشانی پیدا ہوگئی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی ایک تبدیلی تھی کہ کلپنا کا دل اس کی بہن کو دیکھ کر ایسا چاہتا تھا جیسے اسے گلے لگا کر خوب چومنے لگے۔ ایسے وقت کلپنا اپنے اندر مردانہ جذبات محسوس کرتی تھی۔

بھیما نے ایسی تبدیلیوں کا اظہار کرنے کا موقع نہیں دیا۔ کلپنا نے اس کی خیال خوانی کے زیر اثر رہ کر فون کو بند کردیا۔ دھابے میں کام کرنے والا لڑکا ایک ٹرے میں کھانے پینے کی چیزیں لے آیا تھا۔ منوہر نے ٹرے میں سے اپنے لیے اور کلپنا کے لیے کچھ کھانے پینے کی چیزیں ڈیش بورڈ پر رکھیں پھر اس ٹرے کو اپنی بہن کی طرف بڑھادیا۔ کلپنا سے بولا "وہ کمینہ تم سے کیا کہہ رہا تھا؟"

کلپنا نے کہا "تم تو جانتے ہو منوہر وہ کالا جادو بھی جانتا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ اسی نے اپنے کالے عمل سے مجھے بیمار بنایا تھا اور اس نے مجھے مار ڈالا تھا لیکن میں اچانک ہی زندہ ہوگئی تھی۔ اب وہ مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ میں اچانک کیسے زندہ ہوگئی؟"

منوہر نے کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "چلو کھانا شروع کرو۔ وہ بکواس کرتا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ تمہیں مار ڈالے اور تم خود ہی زندہ ہوجاؤ؟"

"وہ کہہ رہا تھا مجھے مار ڈالنے کے بعد ایک گھنٹا گزر جائے گا تو زندہ کردے گا لیکن ایک گھنٹا تو بہت دور کی بات ہے۔ میں تو مرنے کے بعد ہی دوبارہ زندہ ہوگئی تھی۔ اس کا کہنا ہے میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی ہوں۔"

"ایسی باتیں جاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کھاؤ' پیو' ہنسو بولو اور خوش رہو۔"

وہ کلپنا کو ہنسانے کے لیے ایک لطیفہ سنانے لگا۔ بھیما گہری سوچ میں تھا کہ جسونت کے بارے میں کس طرح معلومات حاصل کرے۔ کلپنا' منوہر اور اس کی بہن سب ہی اس کے بارے میں بہت کم جانتے تھے۔ صرف اس حد تک معلوم تھا کہ وہ کالا جادو جانتا ہے اور اچانک ہی بہت دولت مند بن گیا ہے۔

وہ کار ائرکنڈیشنڈ تھی۔ اس کے تمام شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ اسٹیرنگ سیٹ کے شیشے کے پاس آکر ایک شخص نے انگلی سے دستک دی۔ اس کے ایک ہاتھ میں ٹرے تھی اور ٹرے پر ٹھنڈے مشروب کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ منوہر نے کھڑکی کے شیشے کو نیچے کرنے کے بعد اس سے ایک ایک

کرکے بوتلیں لیں۔ جتنی دیر میں وہ تین بوتلیں لیتا۔ اس شخص نے منوہر کی نظریں بچا کر دوسرا ہاتھ اندر کیا پھر ایک چھوٹی سی پرفیوم کی شیشی سے اسپرے کرنے لگا۔ اس شیشی میں بے ہوشی کی دوا تھی۔

منوہر نے تین بوتلیں لینے میں جتنا وقت لگایا۔ اتنے وقت میں وہ اسپرے کرچکا تھا۔ اس نے کھڑکی کا شیشہ دوبارہ چڑھادیا۔ اس کے بعد ہی ان تینوں نے محسوس کیا کہ کار کی محدود فضا میں تبدیلی آگئی ہے اور وہ بے چینی محسوس کررہے ہیں۔ منوہر نے سر گھما کر کھڑکی کے شیشے کو نیچے کرنا چاہا تو وہاں وہی بوتلوں والا شخص ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑا ہوا تھا۔ ریوالور کو دیکھتے ہی منوہر نے حیرانی سے اس شخص کے چہرے کو دیکھا۔ اس شخص نے دوسرے ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا کہ کار کے شیشے کو نیچے نہیں ہونا چاہیے۔ چاروں طرف کے شیشے بند رہیں گے۔

کلپنا اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکل سکتی تھی لیکن جانتی تھی کہ ایسا کرنے سے وہ منوہر کو گولی مار دے گا۔ لہٰذا اس کی جان بچانے کے لیے اس نے اپنی طرف کا دروازہ بند رکھا۔ بھیما چاہتا تھا کہ وہ دروازہ کھول کر فوراً باہر نکلے کیونکہ وہ بے ہوش ہوگی تو یہ اس کے جسم میں صرف ایک آتما کی حیثیت سے رہ جائے گا۔ اس کے دماغ سے نہ کچھ سوچ سکے گا' نہ کانوں سے سن سکے گا اور نہ ہی آنکھوں سے کچھ دیکھ سکے گا لہٰذا اس نے کلپنا کو مجبور کیا۔ وہ مجبور ہو کر اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکلنا چاہتی تھی۔ اسی وقت کسی نے باہر سے دروازے پر لات ماری۔ دروازہ دوبارہ بند ہوگیا۔ اس نے دیکھا' اس کھڑکی کے باہر بھی ایک شخص ریوالور لیے کھڑا ہوا تھا۔

کلپنا باہر نکلنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ منوہر کی جان بچانا چاہتی تھی۔ اب بھیما کو کلپنا کی جان بچانا تھا کیونکہ وہ ماری جاتی تو پھر اس کا جسم چھوڑ کر تیسرے جسم کی طرف بھٹکنا پڑتا۔ اس طرح وہ خود ہی اپنی آتما شکتی کو کمزور کرنے کی حماقت کرتا۔

اتنی دیر میں کلپنا پر بے ہوشی طاری ہورہی تھی۔ وہ اسے بے ہوش ہونے سے نہیں بچا سکتا تھا۔ منوہر خود کو بے ہوشی سے بچانے کے لیے سانس روکنے کی کوششیں کررہا تھا اور ناکام ہورہا تھا۔ اس کی بہن بے ہوش ہوچکی تھی۔ اس کے بعد کلپنا کو بھی کچھ ہوش نہ رہا۔ دوسرے لفظوں میں بھیما بھی بے ہوش ہوچکا تھا۔

○☆○

یہ امریکی عزائم تھے کہ وہ کمبوڈیا' لاؤس اور تھائی لینڈ کو اپنے زیر اثر لائیں گے پھر رفتہ رفتہ وہاں فوجی اڈا بنائیں گے تاکہ چین اپنے جنوبی ممالک کی طرف پیش قدمی نہ کرسکے اور اگر کرے تو اسے روکنے کے لیے امریکی فوج موجود رہے۔

انہوں نے پہلے ان ممالک کو اپنے زیر اثر لانے کے لیے وہاں پال پوٹ کی حمایت کی اور دہشت پھیلاتے رہے۔ وہاں کے لوگوں کا قتل عام ہوتا رہا اور پال پوٹ دہشت کی علامت بن کر کمبوڈیا' لاؤس اور تھائی لینڈ کے بوڑھوں' بچوں' عورتوں اور مردوں کے حواس پر چھانے لگا۔ ان حالات میں وہ ممالک امداد کے لیے امریکا کے سامنے گھٹنے ٹیک سکتے تھے۔ لہٰذا سوچی سمجھی پلاننگ کے مطابق یہی ہوا۔ امریکا ان کا یاور و مددگار بن کر وہاں پہنچ گیا۔

ایسے ہی وقت سونیا پورس اور پارس وہاں پہنچ گئے۔ سونیا نیلماں کا رول ادا کرنے لگی۔ وہاں ہمارا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جناب عبداللہ واسطی کے بھائی اور اس کے خاندان کو بحفاظت وہاں سے نکال کر کسی دوسرے ملک میں پہنچا دیا جائے۔ اس کے علاوہ وہاں جتنے مسلمان خاندان ہیں۔ ان کے تحفظ کے انتظامات کیے جائیں۔

سونیا نے بحسن و خوبی اپنے فرائض انجام دیے تھے۔ اگرچہ جناب عبداللہ واسطی کے بھائی کا جوان بیٹا سلام مارا گیا تھا۔ اس کے بعد پھر اس خاندان پر آنچ نہیں آنے دی گئی۔ اس خاندان کو بحفاظت مصر کے شہر قاہرہ میں پہنچا دیا گیا تھا اور ان کی بڑی صاحب زادی کا رشتہ بھی ایک نہایت ہی دولت مند شخص سے طے پا گیا تھا۔ اس کے علاوہ تھائی لینڈ' کمبوڈیا اور لاؤس کے حکمرانوں کو یہ دھمکیاں دی جارہی تھیں کہ وہاں کے مسلمان خاندانوں پر کوئی ظلم و ستم نہ کیا جائے اگر کسی مسلمان خاندان کو یا اس خاندان کے کسی فرد کو بھی نقصان پہنچایا جائے گا تو اس کے نتائج وہاں کے حکمرانوں کے لیے بہت ہی عبرت ناک ہوں گے۔

ان دھمکیوں کا خاطر خواہ نتیجہ نکل رہا تھا۔ ان ممالک کے مسلمانوں کو ان کے آباؤ اجداد کے گھروں میں دوبارہ آباد کیا جارہا تھا اور ان کو زندگی کی دوسری تمام سہولتیں فراہم کی جارہی تھیں۔

اس عرصے میں سونیا وہاں سے جا چکی تھی اور اس کی جگہ ثانی آگئی تھی۔ ثانی نے آتے ہی یہ کمال کیا کہ جس پال پوٹ کو کوئی ڈھونڈ نہ سکا' گرفتار نہ کرسکا۔ اسے اس نے اپنا معمول بنالیا تھا۔ اب بابا صاحب کے ادارے سے کہا گیا تھا کہ وہ پورس کی محبوبہ ثبانہ عرف جینی کے ساتھ واپس

ادارے میں چلی آئے۔ پارس سے کہا گیا تھا کہ وہ اسرائیل جائے اور پورس کو ہدایت دی گئی تھی کہ اسے ہندوستان جانا چاہیے۔

ثانی نے نیلماں کی حیثیت سے تھائی لینڈ کے حکمرانوں کو مخاطب کیا پھر کہا "اپنے امریکی آقاؤں سے کہو' نیلماں ان سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ لہٰذا پندرہ منٹ کے بعد اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تم سب کے دماغوں میں بھیج دے اور میری بات بھی سن لیں۔"

وہ فون اور فیکس کے ذریعے امریکی اکابرین سے اس سلسلے میں باتیں کرنے لگے۔ اس دوران میں پارس نے پال پوٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے فون پر تھائی لینڈ کے اکابرین سے رابطہ کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے رابطہ کرنے کے بعد کہا "میں پال پوٹ بول رہا ہوں۔ تم سب مجھے ایک طویل عرصے سے تلاش کر رہے ہو۔ تمہارا امریکا بہادر بھی مجھے تلاش کر سکا نہ گرفتار کر سکا اور نہ ہلاک کر سکا۔"

تھائی لینڈ کے ایک فوجی افسر نے کہا "پال پوٹ! اب تم ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے ہو۔ تم زندہ رہو یا مرجاؤ ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"بہت فرق پڑے گا۔ تم نے مجھے غیر اہم کہا ہے۔ میں سب سے پہلے تمہیں قتل کر رہا ہوں اور ٹھیک پندرہ منٹ کے اندر قتل کر رہا ہوں۔ ہو سکے تو اپنی سلامتی کے انتظامات کر لو۔"

فوجی افسر نے ہنستے ہوئے کہا "تم ایسے کہہ رہے ہو۔ جیسے ٹیلی پیتھی جانتے ہو اور میرے چاروں طرف سخت پہرہ ہوگا تب بھی خیال خوانی کے ذریعے مجھے ہلاک کر دو گے۔"

ایسے وقت ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس تھائی لینڈ کے فوجی افسر کے دماغ میں آ چکا تھا۔ اس نے کہا "پال پوٹ! میں تمہاری گفتگو سن رہا ہوں۔ تمہاری شامت آ گئی ہے اب تم خود کو بچاؤ۔ میں تمہارے اندر آ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کینی بال نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔ ثانی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو مقفل کر دیا تھا۔ کینی بال نے واپس اسی فوجی افسر کے دماغ میں آ کر فون کے ذریعے کہا "اچھا تو تم نے اپنی حفاظت کے انتظامات کر لیے ہیں۔ کسی تنویمی عمل کرنے والے کی خدمات حاصل کر کے اپنے دماغ کو مقفل کرا لیا ہے۔"

"میں اناڑی نہیں ہوں۔ اپنی حفاظت کا سامان کر چکا ہوں۔"

"وہ تو کر چکے ہو لیکن اس فوجی افسر کو کیسے ہلاک کرو گے؟ اور پھر تم نے پندرہ منٹ کا وقت دینے کی زحمت کیوں کی ہے؟ تم چاہو تو اسے ابھی ہلاک کر سکتے ہو۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم کس طرح اس افسر کے پاس آؤ گے یا کوئی تمہارا جاں باز کیسے آئے گا اور کیسے ہلاک کر سکے گا؟"

کینی بال جس افسر کے دماغ میں رہ کر پال پوٹ کو چیلنج کر رہا تھا۔ پارس بھی اسی افسر کے دماغ میں موجود تھا۔ اس افسر نے پارس کی مرضی کے مطابق اپنے ہولسٹر کو میز کی دراز سے نکالتے ہوئے کہا "میں اپنی حفاظت کے لیے یہ ریوالور نکال رہا ہوں اور دروازے کی طرف جا رہا ہوں۔ خطرہ ہوگا تو نمٹ لوں گا۔ ویسے باہر میرے محافظ موجود ہیں۔"

کینی بال نے کہا "تمہیں ریوالور نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آرام سے اسی کمرے میں رہو۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ پال پوٹ نے ایسی کیا قوت حاصل کی ہے کہ اس نے تمہیں پندرہ منٹ کے اندر ہلاک کرنے کا چیلنج کیا ہے۔"

فوجی افسر نے کہا "تم نے اس سے کہا ہے کہ وہ پندرہ منٹ بھی انتظار نہ کرے۔ لہٰذا وہ انتظار نہیں کر رہا ہے اور ابھی مجھے ہلاک کر رہا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس افسر نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگایا۔ اس سے پہلے کہ کینی بال اسے روکتا' اس نے ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز سے گولی نکلی اور کنپٹی کے ایک طرف سوراخ کرتی ہوئی دوسری طرف سے باہر نکل گئی۔ گولی چلنے کی آواز سنتے ہی کئی مسلح محافظ دوڑتے ہوئے اندر آئے۔ انہوں نے فوجی افسر کو اس کمرے کے فرش پر مردہ پڑا دیکھا۔ اس کے ایک ہاتھ کے پاس ریوالور پڑا ہوا تھا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ اس افسر نے خودکشی کی ہے۔

اس مرنے والے اعلیٰ افسر کا ایک ماتحت افسر دوسرے کمرے میں تھا۔ اس فون سے منسلک دوسرے ریسیور سے اس کی باتیں سنتا رہا تھا۔ اس نے بھی دوڑتے ہوئے آ کر اپنے اعلیٰ افسر کی لاش دیکھی پھر ٹیلی فون کی طرف دیکھا اس کا ریسیور نیچے لٹک رہا تھا۔ اس نے ریسیور کو اٹھا کر ٹیلی فون کے کریڈل پر ہاتھ رکھا پھر دوسرے نمبر ڈائل کیے۔ دوسرے اعلیٰ افسران کو اطلاع دی۔

دوسرے اعلیٰ افسر نے پوچھا "وہ کیسے ہلاک ہو گیا؟"

ماتحت نے کہا "میں فون پر اپنے افسر کی باتیں سن رہا تھا۔ دوسری طرف سے پال پوٹ نے اسے چیلنج کیا تھا کہ پندرہ منٹ کے اندر اسے ہلاک کر دے گا لیکن ہمارے اعلیٰ

افسر کے دماغ میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے آ کر پال پوٹ کو چیلنج کیا اور کہا "مہلت کیوں دیتے ہو۔ ابھی اسے ہلاک کرو ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم کیسی پراسرار قوت کے مالک ہو پھر میں نے دوسری طرف کے ریسیور سے سنا۔ دوسرے ہی لمحے مجھے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ میں دوڑتا ہوا آ کر اس کے کمرے میں پہنچا تو اس وقت تک وہ مر چکا تھا۔ اس کی لاش ابھی کمرے میں پڑی ہوئی ہے۔"

دوسرے فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس اعلیٰ افسر نے اسے اٹھا کر کان سے لگایا پھر پوچھا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے ایک دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "اس وقت میرے دماغ میں ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا بول رہا ہے اور مجھے بتا رہا ہے کہ ہمارا ایک اعلیٰ افسر خود کشی کر کے مر چکا ہے لیکن اس نے اپنی مرضی سے خودکشی نہیں کی تھی۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں چھایا ہوا تھا۔ اس سے پہلے پال پوٹ اسے چیلنج کر چکا تھا کہ اسے ہلاک کرے گا۔"

"اگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں ہے تو میں اسے اپنے دماغ میں آنے کی زحمت دوں گا۔"

دوسرے ہی لمحے میں کینی بال نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "وہ اعلیٰ افسر درست کہہ رہا ہے۔ میں پال پوٹ کے دماغ میں جانے کی کوشش کر چکا ہوں مگر کسی نے اس کے دماغ کو مقفل کر دیا ہے پھر میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس اعلیٰ افسر کو قتل کر سکتا ہے۔ اس کی موت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ پال پوٹ نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی حمایت حاصل کی ہے۔"

کینی بال کے علاوہ تھری جے بھی اپنی آواز اور لہجے بدل کر خیال خوانی کر رہے تھے اور مختلف افسران کے دماغوں میں پہنچے ہوئے تھے۔ ان میں سے جے کافو نے کینی بال سے کہا "پال پوٹ ایک دوسرے افسر کے دماغ میں کہہ رہا ہے کہ تھائی لینڈ کے تمام اکابرین کو کانفرنس روم میں جمع ہونا چاہیے تاکہ وہ بیک وقت اس کی باتیں سن سکیں' نہیں سنیں گے تو بہت نقصان اٹھائیں گے۔"

کینی بال نے کہا "نیلماں نے بھی پندرہ منٹ کے بعد ان اکابرین سے رابطہ کرنے کے لیے کہا تھا۔ اب پندرہ منٹ پورے ہو چکے ہیں۔"

جے کافو نے کہا "وہ بھی اسی کانفرنس روم میں خیال خوانی کے ذریعے پہنچ کر کچھ بولے گی۔"

اس وقت ثانی اور ثبانہ عرف جینی تھائی لینڈ چھوڑ کر طیارے میں سفر کرتی ہوئی پیرس کی طرف جا رہی تھیں۔ جب وہ تمام فوجی افسران اور تھائی لینڈ کے حکمران آرمی ہیڈ کوارٹر کے ایک کانفرنس روم میں پہنچ گئے تو پال پوٹ نے پارس کی مرضی کے مطابق ٹیلی فون کے ذریعے کہا "میں پال پوٹ' تم تمام اکابرین سے مخاطب ہوں۔"

اس کانفرنس روم میں جتنے لاؤڈ اسپیکر تھے ان سب کو اس فون سے منسلک کیا گیا تھا تاکہ دوسری طرف سے بولنے والے کی باتیں سب ہی سن سکیں۔ پال پوٹ نے کہا "پہلے میں نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اپنے ناقابلِ شکست ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ اس کے بعد تم سب سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ کئی برس پہلے میں کمبوڈیا میں ایک بڑی فوجی قوت بننا چاہتا تھا۔ ایسے وقت امریکا نے میری پشت پناہی کی۔ میرے لیے جنگی سامان' راشن' دوائیں سپلائی کیں اور مجھے مالی امداد بھی دیتا رہا پھر نیلماں ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کے ذریعے اس پورے علاقے میں ایک دہشت بن گئی تو امریکا بھی دہشت زدہ ہو کر نیلماں کو خوش کرنے کے لیے اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ وہ مجھے ہلاک کرا دے گا۔

"وہ میری وفاداری اور خدمات بھول کر اب تھائی لینڈ' کمبوڈیا اور لاؤس کے حکمرانوں کی پشت پناہی کر رہا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ان تین ممالک میں اپنے قدم جمانے کے بعد چین کی پیش قدمی روک سکے گا اگر کبھی جنگ چھڑ جائے تو ان تینوں ممالک میں فوجی اڈے بنا کر جوابی حملے کر سکے گا۔ اس نے اتنی بڑی کامیابیاں حاصل کرنے اور نیلماں کو خوش رکھنے کی خاطر مجھے ایک چیونٹی کی طرح مسل ڈالنے کی کوششیں کیں لیکن اب تک کامیاب نہ ہو سکا۔

"بے شک میں کچھ عرصے تک ایک چیونٹی بن گیا تھا لیکن اب پہاڑ بن چکا ہوں۔ میں نے جس افسر کو ہلاک کرنے کا وقت مقرر کیا تھا اسے ہلاک کر دیا اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی حفاظت نہ کر سکے۔ آئندہ تم میں سے کوئی مجھے چیلنج کرے گا اور میرے مطالبات پورے نہیں کرے گا۔ میں اسے اسی طرح خاک میں ملا دوں گا۔ تمہارے ملک کی فوج مجھے شہروں اور جنگلوں میں ڈھونڈتی رہے گی۔ تم نے امریکی سراغ رسانوں کو بھی مجھے تلاش کرنے کے لیے یہاں بلایا ہے۔ وہ بھی ناکام رہیں گے۔ اب میرا مطالبہ ہے کہ انہیں چوبیس گھنٹے کے اندر اس ملک سے رخصت کر دو۔ یہاں میں ایک امریکی باشندے کو بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے پوچھا "ہمیں یہ بتاؤ

کہ تمہیں ٹیلی پیتھی کی قوت کہاں سے حاصل ہو رہی ہے؟"

اس کانفرنس روم میں ایک اعلیٰ حاکم کی لیڈی سیکریٹری موجود تھی۔ ثانی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں نیلماں بول رہی ہوں۔ امریکی اکابرین نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ پال پوٹ کو جلد ہی گرفتار کر کے ہلاک کردیں گے لیکن ایسا وقت نہیں آیا۔ میں انتظار کرتی رہی اور پال پوٹ آزادی سے زندگی گزارتا رہا اور یہ ثابت کرتا رہا کہ اس علاقے میں امریکی طاقت اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ ٹھیک اسی طرح امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے میرے خلاف بھی بہت کچھ کیا لیکن میرا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ دیکھا جائے تو اس علاقے میں میں اور پال پوٹ برابر کے طاقت ور ہیں۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم دونوں کا نہ کچھ بگاڑ سکے نہ آئندہ بگاڑ سکیں گے۔ ان حقائق کے پیش نظر میں نے پال پوٹ سے اتحاد کیا ہے۔"

جے کافو نے ایک فوجی افسر کی زبان سے کہا "میڈم نیلماں! یہ آپ بہت بڑی غلطی کر رہی ہیں۔ پال پوٹ اب بھی ہمارے لیے ایک چیونٹی ہے۔ آپ نے اسے ٹیلی پیتھی کا سہارا دیا ہے۔ اس لیے وہ آج اپنی طاقت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ ورنہ اب سے پہلے جنگلوں میں چھپتا پھرتا رہا ہے۔"

"اس کی مخالفت میں بولنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ میرا اس سے سمجھوتا ہو چکا ہے۔ میں چالیس دنوں کے لیے جا رہی ہوں کیونکہ مجھے تپسیا کرنی ہے۔ چالیس دنوں تک میری غیر حاضری میں یہاں پال پوٹ رہے گا۔ میرے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت اس کی مدد کرتے رہیں گے۔"

"کیا آپ چالیس دنوں تک تھائی لینڈ میں نہیں رہیں گی؟"

"میں کہاں رہوں گی یہ صرف میں جانتی ہوں۔ مجھے کسی سے کسی طرح کا خوف نہیں ہے۔ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ سے بہت خوش ہیں۔ میں نے ایک مسلمان خاندان کو بحفاظت یہاں سے نکال کر قاہرہ پہنچایا ہے۔ دوسرے مسلمانوں کے تحفظ کے لیے بھی کوششیں کرتی رہی ہوں اور ان کی بہتری کے لیے تھائی لینڈ، کمبوڈیا اور لاؤس کے حکمرانوں سے اپنے مطالبات منواتی رہی ہوں۔"

"مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی غرض اور مفادات کے لیے تمہیں اس علاقے میں ڈھیل دے رہے ہیں۔ اب وہ چین پہنچ رہے ہیں وہاں وہ قدم جمانے کے بعد یہاں سے تمہارے قدم اکھاڑ دیں گے اور تمہاری خوش فہمی ختم ہو جائے گی۔"

"پہلے مجھے "آپ" سے مخاطب کر رہے تھے۔ اب "تم" پر اتر آئے ہو۔ تمہیں یقین ہو چکا ہے کہ میں تم لوگوں سے کبھی اتحاد نہیں کروں گی۔ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے آئندہ کبھی مجھے نقصان پہنچائیں گے تو یہ میرا ذاتی معاملہ ہوگا اور میں سمجھ لوں گی کہ ان حالات میں مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی کس طرح نمٹنا چاہیے۔ فی الحال میں یہاں سپر پاور کے مقابلے میں سپر پاور بن چکی ہوں۔ میں چالیس دنوں کے بعد آکر دیکھوں گی کہ پال پوٹ نے میری برتری کو قائم رکھا ہے یا نہیں۔"

کینی ہال نے ایک فوجی افسر کے ذریعے آواز دی "میڈم نیلماں! آپ کو ایسا کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے ہمارے اکابرین سے گفتگو کرنا چاہیے۔"

اس کی بات کا جواب نہیں ملا۔ خاموشی چھائی رہی پھر پال پوٹ نے فون کے ذریعے کہا "میڈم نیلماں جا چکی ہیں۔ اب میں یہاں سب کچھ ہوں۔"

"ہم کیسے مان لیں کہ تم پال پوٹ ہو؟ میڈم نیلماں کے دو ماتحتوں میں سے ایک ماتحت اس وقت پال پوٹ بن کر بول سکتا ہے۔"

پال پوٹ نے کہا "اگر میں پال پوٹ نہیں ہوں اور میڈم نیلماں نے مجھ سے اتحاد نہیں کیا ہے تو پھر میڈم نیلماں کو یا ان کے ماتحتوں کو کیا پڑی ہے کہ وہ میرا نام لے کر تمہارے ایک فوجی افسر کو ہلاک کریں اور آئندہ بھی میرے مطالبات تسلیم نہ کرنے کی صورت میں ایسی ہی تباہی لایا کریں گے۔"

"سیدھی سی بات ہے اگر تم پال پوٹ ہو اور تم بڑی قوتیں حاصل کر چکے ہو تو پھر سامنے کیوں نہیں آتے ہو۔ سامنے آکر ہمیں یقین دلا سکتے ہو۔"

"تم سمجھتے ہو، میں پہلے کی طرح جنگلوں میں یا شہروں میں چھپا رہوں گا اور کبھی سامنے نہیں آؤں گا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ میں سامنے آؤں گا لیکن اس سے پہلے وارننگ دے رہا ہوں۔ اگر میری جان کو نقصان پہنچا تو میڈم نیلماں اپنی چالیس دنوں کی تپسیا چھوڑ کر چلی آئیں گی پھر تم لوگوں کا جو انجام ہوگا اسے دیکھ کر دوسرے ممالک کبھی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مدد کے لیے نہیں پکاریں گے۔"

اس چیلنج کے بعد تھائی لینڈ کے فوجی افسران اور دوسرے اکابرین نے یہ فیصلہ سنایا کہ وہ امریکا کے وفادار رہیں گے لیکن پال پوٹ کے مطالبات بھی تسلیم کرتے رہیں گے اور اسے اپنے ملک کا امن و امان خراب کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔

امریکی اکابرین نے کہا "تھائی لینڈ میں نیلماں ہمارے لیے مستقل مسئلہ بنی ہوئی تھی۔ اب وہ چلی گئی ہے۔ اس کی جگہ پال پوٹ آگیا ہے اور اسی نیلماں کے تعاون سے آیا ہے۔ لہٰذا نیلماں رہے یا نہ رہے اس کا ایک آلۂ کار وہاں موجود رہے گا۔ ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم یہی سمجھیں گے کہ نیلماں وہاں دوسری صورت میں موجود ہے۔"

بابا صاحب کے ادارے سے ملنے والی ہدایات کے مطابق پارس اسرائیل کے لیے اور پورس ہندوستان کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ پال پوٹ کو دو ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کے حوالے کر دیا گیا۔ ثانی کو یہ ہدایت دی گئی تھی کہ وہ پیرس میں یا بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر وہیں سے نیلماں کی حیثیت سے خیال خوانی کرتی رہے گی اور مخالفین کو یہ سوچنے پر مجبور کرے گی کہ نیلماں تپسیا میں مصروف رہنے کے دوران میں بھی تھائی لینڈ کے معاملات سے غافل نہیں ہے۔

پال پوٹ نے سب کی موجودگی میں کہا تھا کہ اب وہ شہروں اور جنگلوں میں روپوش نہیں رہے گا۔ آزادی سے منظر عام پر آیا کرے گا۔ اس نے اسی کانفرنس روم میں سب ہی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں دوسرے دن صبح دس بجے اعلیٰ حاکم کی رہائش گاہ میں اس سے ملاقات کرنے کے لیے آؤں گا۔

وہاں کے اعلیٰ حاکم نے امریکی اکابرین سے کہا "کل صبح پال پوٹ جب مجھ سے ملنے آئے گا تو اس کی حفاظت کرنا ہماری ذمے داری ہوگی۔ ہم امریکی اکابرین اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے درخواست کرتے ہیں کہ پال پوٹ جب بھی منظر عام پر آئے اس سے کسی طرح کی دشمنی نہ کی جائے اور اسے نظر انداز کیا جائے۔ اگر کبھی پال پوٹ سے ہمیں نقصان پہنچے گا تو ہم اپنے طور پر اس سے نمٹ لیں گے لیکن پال پوٹ کو نقصان پہنچا کر نیلماں سے دشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کریں گے۔

دوسرے دن دس بجے سے پہلے پال پوٹ اپنے دونوں خاص باڈی گارڈز اور اپنے اٹھارہ جانبازوں کے ساتھ اعلیٰ حاکم کی رہائش کی طرف روانہ ہوا۔ وہ ایک بہت ہی مہنگی اور شان دار گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس گاڑی کے آگے پیچھے اس کے مسلح جانبازوں کی گاڑیاں تھیں۔ جیسے کسی بڑے ملک کے سربراہ کو پروٹوکول دیا جاتا ہے۔ ایسے ہی پروٹوکول کے ساتھ وہ وہاں... پہنچ گیا۔

اعلیٰ حاکم اور دوسرے اکابرین نے اس کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ جب کوئی ظالم و جابر، بے انتہا قوت و اقتدار حاصل کر لیتا ہے تو دنیا اس کے ظلم و ستم کو بھلا دیتی ہے اور اسے معزز اور باوقار شخصیات کی فہرست میں پہلے نمبر پر رکھ کر گرم جوشی سے خوش آمدانہ انداز میں اس کا استقبال کرتی ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہم کسی ظالم و جابر کے دباؤ میں نہیں رہتے ہیں۔ ثانی نے اسے گرفتار کیا تھا۔ اسے غلام بنایا تھا پھر عارضی طور پر اسے غیر معمولی قوتیں حاصل کرنے کی خوش فہمی میں مبتلا رکھا تھا اور دوسروں کو دہشت زدہ کیا تھا۔ جب وہ وہاں ان اکابرین کے درمیان پہنچا تو ہمارے دونوں سراغ رسانوں نے اس کا دماغ الٹ دیا۔

پال پوٹ نے استقبال کرنے والے اعلیٰ حاکم کو ایک طمانچہ رسید کرتے ہوئے پوچھا "تم سب کس کا استقبال کر رہے ہو؟"

تمام اکابرین اس کی اس حرکت سے غصے میں آگئے۔ ایک نے غصہ ضبط کرنے کے باوجود کہا "یہ... یہ... آپ... نے کیا حرکت کی ہے؟ آپ نے ہمارے اعلیٰ حاکم پر ہاتھ اٹھایا ہے!"

"تو کیا بُرا کیا ہے؟ کیا تمہارے حاکم کو طمانچہ مارنا بری بات ہے؟"

تمام اکابرین نے اسے حیرانی سے اور غصے سے دیکھا لیکن جواباً اس کی پٹائی نہیں کر سکتے تھے۔ ایک فوجی افسر نے کہا "آپ کیسی بات کر رہے ہیں؟ کیا کسی پر ہاتھ اٹھانا، کسی کو طمانچہ مارنا اچھی بات ہے؟"

"اگر اچھی بات نہیں ہے تو اب تک میں نے لاکھوں معصوم بچوں، بے گناہ عورتوں مردوں، جوانوں اور بوڑھوں کو قتل کیا ہے۔ اس پر تو کوئی اعتراض نہیں کر رہا ہے۔ آپ میں سے کوئی اسے بُرا نہیں کہہ رہا ہے اور چونکہ یہ بُرا نہیں ہے اسی لیے اتنی محبت سے میرا استقبال کیا جا رہا ہے۔ مجھے عزت دی جا رہی ہے۔"

"آپ کو عزت کے جواب میں عزت دینی چاہیے۔"

"عزت کے جواب میں ذلت دی جاتی ہے اور ذلت کے بدلے عزت انعام میں ملتی ہے۔ جیسا کہ آپ لوگ مجھے انعام کے طور پر عزت دے رہے ہیں۔"

یہ کہتے ہی پال پوٹ نے ایک آرمی افسر کے منہ پر گھونسا جڑ دیا۔ آرمی افسر یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ لاکھوں افراد کا قاتل دنیا کا بدترین مجرم اس کے منہ پر گھونسا مارے وہ آپے

سے باہر ہوگیا۔ اس نے بھی جواباً اس کے منہ پر گھونسا رسید کیا تو پال پوٹ گھوم کر لڑکھڑاتا ہوا' فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔

اس کے دونوں خاص محافظوں اور مسلح جانبازوں نے فوراً ہی اپنی گنیں سیدھی کرلیں اور ان تمام اکابرین کو نشانوں پر رکھ لیا۔ ایک آرمی افسر نے کہا "حماقت نہ کرو۔ اپنے ماسٹر پال پوٹ کو سمجھاؤ اور ہمیں نشانے پر رکھنے سے پہلے اپنے چاروں طرف دیکھ لو۔"

ان کے چاروں طرف تھائی لینڈ کے مسلح فوجی جوان کھڑے ہوئے تھے۔ ان سب نے پال پوٹ اور اس کے جانبازوں کو نشانے پر رکھا ہوا تھا۔ ایک آرمی افسر کہہ رہا تھا "اگر کسی نے ایک فائر بھی کیا تو پال پوٹ کے ساتھ تم سب کو بھون کر رکھ دیا جائے گا۔"

پال پوٹ نے زمین سے اٹھتے ہوئے کہا "ہاں' کوئی فائر نہ کرے۔ فائر کرنے سے یہ جوابی فائر کریں گے۔ میں نے اسے ہاتھ سے مارا ہے۔ اس نے بھی مجھے ہاتھ سے مارا ہے۔ اب میں پھر اسے لات سے مارتا ہوں۔ دیکھتا ہوں یہ مجھے کیسے لات سے مارے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے چھلانگ مار کر اس افسر کے سینے پر ایک لات ماری۔ افسر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ ایسے ہی وقت ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں میں سے ایک نے ایک فوجی افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس افسر نے اپنا ریوالور نکال کر پال پوٹ کو گولی ماردی۔ گولی پیشانی میں لگی تھی۔ وہ فرش پر گرتے ہی ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس کے مرتے ہی دونوں خاص باڈی گارڈز اور جاں نثاروں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے۔ ان کا کمانڈر مارا جاچکا تھا اور وہ چاروں طرف سے گھرے ہوئے تھے۔ ایسے میں مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔

وہ پال پوٹ جو ایک طویل عرصے سے کمبوڈیا' لاؤس اور تھائی لینڈ میں دہشت طاری کیے ہوئے تھا' لاکھوں انسانوں کا قاتل تھا' کسی کے قابو میں نہیں آتا تھا۔ وہ آخر اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

وہاں کے مسلح فوجی جوان' اس کے دونوں باڈی گارڈز اور جاں نثاروں کو وہاں سے قیدی بنا کر لے گئے۔ تمام اکابرین نے اس فوجی افسر سے پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟ پال پوٹ کو گولی ماردی۔"

"اور کیا کرتا! اس نے ہمارے اعلیٰ حاکم پر ہاتھ اٹھایا' فوجی افسروں کی توہین کرنے لگا۔ کیا یہ برداشت ہوسکتا تھا؟ میں تو برداشت نہ کرسکا۔"

"لیکن اب کیا ہوگا؟ نیلماں کو خبر مل چکی ہوگی۔ اب وہ ہمارے خلاف انتقامی کارروائی کرے گی۔"

"آپ اسے کہہ سکتے ہیں کہ میں نے پال پوٹ کو گولی ماری ہے۔ ایسے ذلیل' کمینے کے ہاتھوں ذلت اٹھانے سے بہتر ہے کہ میں نیلماں سے سزا پانے کے لیے تیار رہوں۔"

ایک حاکم نے حیرانی سے کہا "تعجب ہے کہ ایسے وقت کوئی بھی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہم میں سے کسی کو مخاطب نہیں کررہا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں کوئی ہمارے دماغوں میں نہیں ہے۔"

انہوں نے ٹیلی فون کے ذریعے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا پھر انہیں بتایا کہ پال پوٹ کس طرح ان سب کے لیے ناقابل برداشت ہوگیا تھا۔ اس نے اس قدر غصہ دلایا تھا کہ ایک فوجی افسر نے اسے گولی ماردی ہے۔ پال پوٹ ہمیشہ کے لیے ختم ہوچکا ہے لیکن اب نیلماں کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے۔

وہاں سے کہا گیا "تمہارے آرمی افسر کو اس قدر غصے میں آکر گولی نہیں چلانی چاہیے تھی۔ کیا ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے دماغ میں رہتے ہوئے اسے ایسا کرنے سے نہیں روکا تھا؟"

"آپ کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہم میں سے کسی کے دماغ میں نہیں ہے۔"

تعجب سے کہا گیا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ ہم نے ایک نہیں تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا تھا کہ پال پوٹ آپ کی طرف آرہا ہے لہٰذا ایسے وقت ان تینوں کو آپ تمام اکابرین کے دماغوں میں رہنا چاہیے۔"

"آپ کے احکامات کے باوجود یہاں کوئی نہیں ہے۔ آپ ان تینوں کو طلب کرکے پوچھ سکتے ہیں؟"

"اچھی بات ہے ہم ابھی معلوم کرتے ہیں کہ وہ تینوں وہاں کیوں نہیں ہیں اور کہاں مصروف ہیں؟"

امریکی اکابرین میں سے ایک حاکم نے رابطہ ختم کیا۔ ریسیور رکھا پھر دوسرے اکابرین سے کہا "آپ لوگوں نے وائڈا اسپیکر کے ذریعے وہاں کی تمام باتیں سنی ہیں۔ اب آپ ہی فرمائیں۔ یہ ہمارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں کیوں نہیں گئے۔ آخر کہاں مصروف ہیں؟"

وہاں جتنے اکابرین بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے تین ایسے تھے جو ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں رازدار تھے اور انہوں نے باقی دوسرے اکابرین کو اس سلسلے میں کچھ نہیں بتایا تھا اور وہ تینوں ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ انہیں یہ معلوم تھا

کہ وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں مصروف ہیں۔

ان میں سے ایک نے باتیں بناتے ہوئے کہا "لیزی گارڈ میرے دماغ میں بول رہا ہے کہ چین کے معاملات تھائی لینڈ سے زیادہ اہم ہیں۔ لہٰذا وہ اچانک ادھر مصروف ہوگئے ہیں۔ بعد میں اپنی مصروفیات کے بارے میں بتائیں گے۔"

کیتی بال' لیزی گارڈ اور ڈینی خیال خوانی کے ذریعے اپنے ان سراغ رسانوں کے دماغوں میں تھے' جو برف پوش پہاڑوں میں آفریدی تک پہنچ کر مائیکرو فلم حاصل کرنے کی کوششوں میں تھے۔ تھری جے نے یہ ذمے داری لی تھی کہ جب پال پوٹ اعلیٰ حاکم کی رہائش گاہ میں آئے گا تو وہ وہاں ان اکابرین کے اور اعلیٰ حکام کے دماغوں میں موجود رہیں گے لیکن اچانک ہی حالات نے ایسا پلٹا کھایا تھا کہ وہ تینوں تھائی لینڈ کے کسی بھی حاکم یا اعلیٰ افسر کے دماغ میں نہ جاسکے۔

ٹرانسفارمر مشین کے جتنے رازدار ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ انہیں خبر ملی کہ جیکی ہنٹر کی بیوی نے فون کے ذریعے آرمی ہیڈ کوارٹر کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا تھا اور یہ تشویش ظاہر کی تھی کہ اس کا شوہر غائب ہے۔

یہ معلوم ہوتے ہی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جیکی ہنٹر کی بیوی کے دماغ میں پہنچ گئے تھے اور اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کررہے تھے۔ جیکی ہنٹر ٹرانسفارمر مشین کے پاس آیا تھا۔ اس وقت اس کی طبیعت ناساز تھی۔ وہ بار بار ٹائلٹ جارہا تھا پھر کسی حد تک طبیعت سنبھلنے کے بعد وہ بستر پر سوگیا تھا لیکن صبح اٹھ کر پتا چلا کہ وہ بیوی بچوں سے کچھ کہے سنے بغیر بنگلے کے باہر گیا تھا۔ اس نے سیکیورٹی گارڈز میں سے بھی کسی کو ساتھ نہیں لیا تھا اور تنہا کار ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا تھا۔ اس کے بعد اب تک واپس نہیں آیا ہے۔ صبح سے شام ہوچکی ہے اس نے فون کے ذریعے بھی یہ نہیں بتایا ہے کہ کہاں مصروف ہے؟

ان سب نے خیال خوانی کی پروازیں کیں۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن خیال خوانی کی لہریں وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔ اس سے یہ سمجھ میں آگیا کہ کسی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے لب ولہجے کو بدل دیا ہے اور یہ بات ان سب کے لیے بہت ہی تشویش ناک تھی۔

اگر وہ کہیں اپنی مرضی سے چلا جاتا' کہیں گم ہوجاتا' کسی حادثے کا شکار ہوجاتا' کہیں مرجاتا تو اطمینان ہوتا۔ اب تو یہ سوچ کر اطمینان غارت ہوگیا تھا کہ کسی نے اسے ٹریپ کیا ہے۔ اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔ اس کے لب ولہجے کو بدل کر اس کے دماغ کو مقفل کردیا ہے۔ اب ٹرانسفارمر مشین کے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے رازدار تھے وہ اپنے اس ساتھی جیکی ہنٹر تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

سب سے زیادہ تشویش کی بات یہ تھی کہ ٹرانسفارمر مشین کا راز کھل گیا تھا۔ جس نے بھی اسے ٹریپ کیا تھا اور اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے معلوم ہوچکا ہوگا کہ بارہ امریکیوں نے بڑی رازداری سے ایک نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کرائی ہے اور اسے ایک خفیہ اڈے میں چھپا کر رکھا ہے۔

وہ سب فوراً ہی اس ٹرانسفارمر مشین کو وہاں سے کسی دوسرے خفیہ اڈے میں منتقل کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ اس مشین کو تیار کرنے والے دو ماہر تھے۔ جن میں سے ایک وائزمین تھا۔ جیکی ہنٹر کو اغوا کیا جاچکا تھا اب وائزمین ہی صرف ایک رازدار باقی رہ گیا تھا۔ وہ دوسرے رازدار ساتھیوں کے ساتھ اس مشین کے ایک ایک حصے کو کھول کر لکڑی کی مضبوط پیٹیوں میں پیک کرنے لگا۔ اب وہی ایک ماہر ان کے پاس رہ گیا تھا جو اس مشین کو کھول سکتا تھا اور دوبارہ اسے جوڑ سکتا تھا۔

تھری جے نے کیتی بال' لیزی گارڈ اور ڈینی سے کہا "تم تینوں امریکا میں ہو لہٰذا دماغی طور پر وہیں حاضر رہو اور ٹرانس فارمر مشین کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی جلد از جلد کوشش کرو۔ ہم تھری جے ان برف پوش پہاڑیوں میں اپنے سراغ رسانوں کے ساتھ رہ کر اس مائیکرو فلم کو حاصل کرنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔"

اس ٹرانسفارمر مشین کے پہلے بارہ رازدار تھے۔ اب جیکی ہنٹر کم ہوگیا تھا ان کی تعداد گیارہ رہ گئی تھی۔ وہ گیارہ میں سے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے یعنی والے تھری جے باقی آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور پردہ الگ تھے۔ انہوں نے ان سب پر تنویمی عمل کیا ہوا تھا اور ان سب کو اپنا فرماں بردار بنا رکھا تھا۔

تھری جے نے برف پوش پہاڑیوں کی طرف جانے سے پہلے آپس میں مشورے کیے۔ وہ تینوں ہم مزاج اور ہم خیال تھے۔ کسی بھی معاملے میں کسی بھی احساس کمتری کے بغیر ایک دوسرے کے سامنے..... جھک جاتے تھے اور ایک دوسرے کی باتیں تسلیم کرلیا کرتے تھے۔ اب ذرا ایک مسئلہ پیدا ہوگیا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے صلح مشورے کرتے تو ایسے وقت جے ساموا اپنے پورے ہوش وحواس میں نہیں رہتا تھا۔

جب سے اس کی مونا اس سے جدا ہوگئی تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ غائب ہوئی تھی۔ تب سے وہ ذہنی طور پر الجھا رہتا تھا۔ سوچتا رہتا تھا' اپنے ساتھیوں سے کہتا رہتا تھا کہ وہ

کہاں ہوگی؟ کس حال میں ہوگی؟ جو مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا پچھلے دنوں اسے ٹریپ کرتا رہا تھا۔ اس نے اسے کہاں لے جاکر رکھا ہوگا اور اس کے ساتھ کیسا سلوک کررہا ہوگا؟ جے سامو کے بارے میں ضروری تفصیلات آگے بیان کی جائیں گی۔ فی الحال وہ خیال خوانی نہیں کررہا تھا۔ جے کانفو اور جے فلو نے اسے آرام کرنے کو کہا تھا۔ وہ دونوں خود ہی مشورے کرتے تھے اور خیال خوانی میں مصروف رہ کر اپنے فرائض انجام دیتے رہتے تھے۔

اس وقت بھی جے فلو نے کہا "یار کانفو! تمہارا کیا خیال ہے؟ کس نے جیکی ہنٹر کو اغوا کیا ہوگا؟ اور جس نے بھی کیا ہوگا کیا سوچ کر کیا ہوگا؟ کیا اسے معلوم ہوگیا تھا کہ اس نے ہمارے لیے ٹرانسفارمر مشین تیار کی ہے؟"

"یہ واقعی بہت گہری اور نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ کسی کو کیسے معلوم ہوگیا؟"

"ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس کی بیوی اور بچوں کے ذریعے کسی نے معلومات حاصل کی ہیں۔"

"ہم اس کے بیوی اور بچوں کے دماغ کو ٹٹول کر معلومات حاصل کرنے کی کوششیں کریں گے لیکن ابھی یہ سمجھنا چاہیے کہ جس نے بھی ہماری ٹرانسفارمر مشین کے بارے میں معلوم کیا ہے وہ آئندہ یہ بھی معلوم کرسکتا ہے کہ ہم اسے کسی دوسرے اڈے میں کہاں چھپا رہے ہیں۔ وہ اس مشین کو تباہ کرسکتا ہے۔"

"ایسا ممکن ہے۔ دشمن سب کچھ کرسکتا ہے۔"

"اس کے سب کچھ کرنے سے پہلے ہمیں ٹرانسفارمر مشین سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھالینا چاہیے۔"

"وہ کیسے؟"

"ابھی پانچ اکابرین' ایک وائز مین اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والے لیزی گارڈ اور کینی بال ہمارے محکوم ہیں۔ یعنی آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے زیر اثر ہیں اور ہم انہیں ہمیشہ اپنے زیر اثر رکھنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔ ان کے علاوہ بھی ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک مضبوط ٹیم ہونی چاہیے۔ پتا نہیں کس وقت وہ ٹرانسفارمر مشین کسی گہری سازش کے تحت ناکارہ بنادی جائے۔ ہم نے دن رات کی محنت سے اسے تیار کرایا ہے۔ ہماری ساری محنت رائگاں جائے گی۔"

"تم بڑی دانشمندی سے سوچ رہے ہو۔ اب ہمیں پہلی فرصت میں اپنے زیر اثر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد بڑھاتے رہنا چاہیے۔"

"برف پوش پہاڑیوں میں چھ امریکی سراغ رساں تھے۔ جن میں سے ایک ہلاک ہوچکا ہے۔ وہاں پانچ رہ گئے ہیں۔ اگر تم تنہا ان کے دماغوں میں جاتے رہو اور ان کی مدد کرتے رہو تو میں فارغ رہ کر ایسے ذہین' باصلاحیت اور صحت مند افراد کا انتخاب کرتا ہوں جنہیں ہم ٹیلی پیتھی سکھا کر اپنے زیر اثر بنا کر رکھ سکیں۔"

"وہ مائیکرو فلم امریکی اکابرین کے لیے بہت زیادہ اہم ہے۔ ہمارے لیے اس وقت ٹرانسفارمر مشین سے زیادہ اہم کوئی چیز نہیں ہے۔ لہٰذا تم فارغ رہ کر بہترین افراد کا انتخاب کرو۔ میں ان پانچ سراغ رسانوں کے دماغوں میں باری باری جاتا رہوں گا اور ان کی مدد کرتا رہوں گا۔ ویسے جے سامو بالکل ہی غائب دماغ نہیں رہتا ہے اور ہمیشہ ذہنی طور پر الجھا نہیں رہتا ہے۔ میں اسے سمجھاتا ہوں اور اپنے ساتھ خیال خوانی کرنے کے لیے راضی کرتا ہوں۔ وہ میرے ساتھ ان برف پوش پہاڑیوں میں جائے گا۔"

اس فیصلے کے مطابق جے فلو خیال خوانی کے ذریعے ایسے ذہین' صحت مند اور باصلاحیت افراد کو ٹریپ کرنے چلا گیا جو آئندہ ان کے لیے وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والے ثابت ہوسکتے تھے۔

جے فلو نے خیال خوانی کے ذریعے جے سامو کے پاس آکر کہا "یار سامو! ہمیں تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔"

سامو نے کہا "یہ غیروں کی طرح مجھ سے تعاون کیوں چاہتے ہو؟ کیا یہ سمجھ رہے ہو کہ میں تم دونوں سے دور ہورہا ہوں یا ہوچکا ہوں؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ تم مونا کی وجہ سے ذہنی طور پر بہت الجھے رہتے ہو۔ کسی اہم معاملے میں ہمارے ساتھ خیال خوانی کرو گے تو ذہنی الجھنوں کے باعث کوئی گڑبڑ ہوسکتی ہے۔"

"ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ بالکل نارمل ہوں۔ ٹھیک ہے کہ مونا کی خاطر پریشان رہتا ہوں۔ اس کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں لیکن جب خیال خوانی میں مصروف رہوں گا تو اس وقت تک مونا کے خیالوں سے دور رہوں گا۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔ پھر آؤ میرے ساتھ برف پوش پہاڑیوں کی طرف چلو وہاں پانچ امریکی سراغ رساں ہیں۔ وہ دلیر آفریدی سے مائیکرو فلم حاصل کرنے کی کوششیں کررہے ہیں۔ ہمیں ان کی مدد کرنا ہے۔"

جے سامو خیال خوانی کے ذریعے اپنے ساتھی جے فلو

کے دماغ میں رہ کر ان پانچ سراغ رسانوں کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ ان دونوں جے سامو کے ساتھ یہ مسئلہ تھا کہ پہلے کی طرح کھاتا پیتا نہیں تھا۔ کھانے کے دوران میں مونا کے بارے میں سوچتا تو کھانا چھوڑ دیتا تھا۔ سونے کا موقع ملے تو کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا دماغ کو ہدایات دے کر سوجاتا ہے۔ خواہ کیسی ہی پریشانی ہو۔ دماغ کو ہدایات دینے کے بعد وہ پریشانیاں دور ہوجاتی ہیں اور وقتی طور پر چار چھ گھنٹے کی نیند آجاتی ہے۔ جے سامو کو بھی یہی کرنا چاہیے تھا لیکن سونے کا موقع ملتا تو اپنے دماغ کو ہدایات نہیں دیتا تھا بلکہ مونا کے خیال میں ڈوبا رہتا تھا اور اس کے بارے میں طرح طرح سے سوچتا رہتا تھا۔

جے کانفو اور جے فلو نے اس سے کہا تھا "جب تم معمول کے مطابق کھاتے پیتے نہیں ہو' سوتے جاگتے نہیں ہو تو تمہیں ذمے دار معاملات میں خیال خوانی نہیں کرنی چاہیے۔ کچھ دنوں تک آرام کرنا چاہیے۔"

جے سامو نے کہا "میں اہم معاملات میں خیال خوانی کرسکتا ہوں کیونکہ ایب نارمل نہیں ہوں۔ پورے ہوش وحواس میں رہ کر اپنے فرائض ادا کرسکتا ہوں۔"

جے فلو نے کہا "سامو! تم خود اپنی حالت سمجھ نہیں پا رہے ہو۔ ہم تمہیں دیکھتے ہیں۔ تمہارے دماغ میں آکر تمہارے حالات معلوم کرتے ہیں اور افسوس کرنے کے سوا کچھ نہیں کرسکتے۔"

"یار! میرے لیے کب تک افسوس کرو گے۔ مونا تو مجھے زندگی بھر کا غم دے گئی ہے۔"

"ایسی بات نہ کرو۔ مجھے دیکھو میں نے ہیلوریٹا کی ابدی جدائی کو کیسے برداشت کیا ہے۔ میں بھی اسے دل وجان سے چاہتا تھا۔ اس کا دیوانہ تھا مگر اب مجھے صبر آگیا ہے۔"

"تمہارے اور میرے معاملات میں بڑا فرق ہے۔ تمہیں اس لیے صبر آگیا ہے کہ ہیلوریٹا اب اس دنیا میں نہیں رہی ہے۔ قانونِ قدرت کے مطابق یہ طے ہے کہ اب وہ اس دنیا میں کبھی واپس نہیں آئے گی لیکن میری مونا اس دنیا میں موجود ہے' زندہ ہے۔ سلامت ہے یا نہیں یہ فکر مجھے کھائی جاتی ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیت رکھتے ہوئے بھی اس کے کسی کام نہ آسکا اور نہ ہی اب اس کے کسی کام آسکتا ہوں۔ اس کا کوئی پتا ٹھکانا معلوم ہی نہیں ہورہا ہے۔"

جے کانفو نے کہا "ابھی تم نے یہ کہا ہے کہ سونا تمہیں زندگی بھر کا غم دے گئی ہے۔ پہلے ہم تینوں کے درمیان ایسا کوئی غم یا عشق کا روگ نہیں تھا۔ ہم ٹھوس حقائق کی بنیادوں پر سوچتے تھے' فیصلے کرتے تھے اور کامیابی سے زندگی گزارتے تھے۔ اب بھی ہم کامیاب ہیں لیکن آئندہ کامیابی کی ضمانت نہیں دی جاسکتی کیونکہ اب تک ہم صرف تین تھے۔ تین کے علاوہ کسی چوتھے کو ہم نے اپنے درمیان نہیں آنے دیا لیکن ایک چوتھی مونا لاپتا ہونے کے باوجود تمہارے حواس پر چھائی رہے گی۔ تم ہی عقل سے جواب دو' کیا تم نے خود کو مونا کی خاطر ہم سے ایک ذرا الگ کیا ہے یا نہیں؟"

"میرے ایک ذرا الگ ہونے سے تم لوگوں کو کیا نقصان پہنچ رہا ہے؟"

"تمہاری غائب دماغی' تمہاری ذہنی الجھن کسی وقت بھی دشمن کو تمہارے دماغ میں آنے کا موقع دے سکتی ہے۔ کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے؟"

جے فلو نے کہا "یہ تو ہماری دانش مندی ہے کہ ہم شروع سے دور دور رہتے ہیں۔ ایک دوسرے سے الگ رہ کر خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھتے ہیں۔ اگر تم ہمارے ساتھ رہتے تو اب تک دشمن تمہارے ذریعے ہمارے دماغوں تک بھی پہنچ چکے ہوتے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ دشمن میرے دماغ تک پہنچے ہوئے ہیں اور تم دونوں تک پہنچنے کا انتظار کررہے ہیں۔"

"ہمیں اس حد تک یقین ہے کہ کوئی دشمن تمہارے دماغ میں پہنچا ہوا نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ دشمن چالاکی سے دور ہی دور رہ کر تمہاری نگرانی کررہے ہیں اور اس تاک میں ہیں کہ ہم کبھی کسی ضرورت سے ایک جگہ ملاقات کرنے کے لیے جمع ہوں تو وہ ہم پر حملہ کریں۔"

جے فلو نے کہا "ہمیں لاعلمی میں نقصان اٹھانے سے پہلے ان پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرنا چاہیے۔ ہم پہلے جس طرح دانش مندانہ طریقوں پر عمل کرتے ہوئے دشمنوں سے محفوظ رہتے آئے ہیں۔ انہی طریقوں پر ہمیں عمل کرنا چاہیے۔"

تینوں دوست ایک طویل عرصے سے ایک دوسرے کی باتیں سمجھتے آئے ہیں اور ایک دوسرے کی باتیں مانتے آئے ہیں۔ اسی طرح جے سامو کو جب سمجھایا جاتا تھا تو وہ ان کی باتیں مان لیتا تھا لیکن پھر مونا کا خیال اس کے دل ودماغ پر غالب آجاتا تھا۔ عورت کا جادو جب سر چڑھ کر بولتا ہے تو پھر اس دیوانے کا کوئی علاج نہیں رہ جاتا۔

جے کانفو ضد کا پکا تھا۔ اس نے طے کرلیا تھا کہ اپنے دوست کے دماغ سے مونا کی طلب کو ختم کرکے رہے گا۔ اس نے دو دن پہلے ایک خوب صورت لڑکی دیکھی تھی۔ وہ حسن و جمال میں مونا سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ اپنے اندر بڑی کشش رکھتی تھی۔ جے کانفو نے اسے ٹریپ کیا تھا۔ ایک

رات پہلے اس کی نیند کے دوران اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے خواب میں سامو کا ناک نقشہ پیش کیا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ یہ آئیڈیل اسے ملنے والا ہے۔ جب بھی وہ سامنے آئے گا تو وہ اسے بڑی محبت سے اپنی طرف مائل کرے گی۔

وہ تینوں دوست ہر اتوار کو عبادت کے لیے چرچ جایا کرتے تھے۔ ایک دوسرے سے دور رہنے کے بعد ایک چرچ ایسی جگہ تھی۔ جہاں وہ ایک دوسرے کے قریب آکر بیٹھ جاتے تھے۔ لیکن جب مونا کے جانے کے بعد سامو ذہنی انتشار میں مبتلا ہوا تھا تب سے جے کافو اور جے فلو دوسرے چرچ میں جانے لگے تھے۔ پہلے چرچ میں سامو بدستور جاتا رہتا تھا۔

جے کافو نے جس لڑکی کو ٹریپ کیا تھا۔ اس کا مختصر سا نام بنی تھا۔ اس نے بنی کے دماغ میں یہ بات بھی نقش کی تھی کہ وہ اگلے اتوار اسی چرچ میں عبادت کے لیے جائے گی تو وہاں اسے اس کا آئیڈیل ضرور ملے گا۔

جے کافو نے اپنے دیوانے ساتھی کے علاج کے لیے ایک نسخہ لکھ دیا تھا۔ اس نسخے کے مطابق اگلے اتوار کو چرچ میں اس کے لیے دوا پہنچنے والی تھی۔

○☆○

تھا جس کا انتظار وہ شاہکار آگیا۔

بوبی اسمتھ آگیا اور اپنے ساتھ جیکی ہنٹر کو لے آیا۔ الپا کو جیکی ہنٹر کا ہی انتظار تھا۔ وہی ٹرانسفارمر مشین جیسا شاہکار تیار کرسکتا تھا۔ وہ دونوں جہاز سے اتر کر امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر اپنا مختصر سا سامان لے کر وزیٹرز لابی میں آئے۔ وہاں الپا موجود تھی۔ وہ دونوں اسے نہیں پہچانتے تھے۔ اسے تو کوئی بھی چہرے سے نہیں پہچانتا تھا۔ وہ کبھی کسی کے روبرو نہیں آتی تھی اور آتی بھی تھی تو اس طرح کہ کوئی اسے پہچان نہ سکے۔

آئندہ اور ایک بڑی کامیابی حاصل کرنے کے لیے جیکی ہنٹر اس قدر اہم تھا کہ الپا خود اسے لینے ائرپورٹ آئی تھی۔ وہ بوبی کو چہرے سے پہچانتی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے کہا تھا "میری ایک خاص ماتحت تمہیں اور جیکی ہنٹر کو ریسیو کرنے آئے گی۔ تم دونوں اس کے ساتھ حیضہ کے ایک بنگلے میں جاؤ گے۔ ایسے وقت میں تمہارے دماغ میں موجود رہوں گی۔"

بوبی نے وزیٹرز لابی میں پہنچ کر کہا "میڈم! ہم یہاں آگئے ہیں۔ اب آپ کی خاص ماتحت کو کس طرح پہچانیں گے۔"

"تمہیں پہچاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود تمہاری طرف آرہی ہے۔"

چند سیکنڈ کے بعد بوبی نے دیکھا' ایک حسین عورت مسافروں کی بھیڑ سے گزرتی ہوئی آرہی تھی پھر اس کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھاتے ہوئے کہا "میں تمہاری میزبان ہوں۔"

پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں کہا "یہی میری خاص ماتحت ہے۔ اس سے مصافحہ کرو اور اس کے ساتھ جاؤ۔"

بوبی نے اس سے مصافحہ کیا پھر اس سے کہا "یہ ہیں مسٹر ہنٹر۔"

الپا نے جیکی ہنٹر سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر ہنٹر! تم سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ یہ ملک یہ شہر تمہارے لیے انجان ہے لیکن ہم تمہارے لیے انجانے اور اجنبی نہیں رہیں گے۔ تم یہاں ہمارے ساتھ خوب انجوائے کرو گے۔ کم آن اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔"

وہ دونوں اس کے ساتھ چلتے ہوئے ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے۔ الپا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "بوبی! ابھی میں تمہارے دماغ میں نہیں رہوں گی۔ جیکی ہنٹر کے اندر موجود رہوں گی۔ اگرچہ یہ میرا معمول ہے اس کے باوجود دل نہیں مانتا۔ دماغ یہی کہتا ہے کہ مجھے اس کے دماغ میں ہمیشہ موجود رہنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری کسی غلطی کے باعث میرے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرلے یا کوئی دشمن اچانک ہی کسی حکمتِ عملی سے اس کا سراغ لگا کر اسے ہم سے چھین کرلے جائے۔"

"ٹھیک ہے میڈم' ٹرانسفارمر مشین کے تیار ہونے تک آپ دن رات اس کے دماغ میں رہا کریں۔ آپ ضرورت کے وقت مجھے مخاطب کرلیا کریں۔"

وہ دونوں کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ الپا نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر ڈرائیو کرتی ہوئی تل ابیب کے ملحقہ شہر حیضہ کی طرف جانے لگی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے جیکب رابن سے پوچھا "کیا کر رہے ہو؟"

"میڈم! آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"کیا تم نے میرے حکم کے مطابق تمام تیاریاں مکمل کرلی ہیں؟"

"یس میڈم' تمام تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ آپ کے آتے ہی میں اپنا کام شروع کردوں گا۔"

الپا نے اس سے کہا تھا کہ اس کے ساتھ دو اجنبی آئیں گے۔ وہ دونوں اس کے لیے بہت اہم ہیں۔ لہٰذا ان کے دماغوں میں بھی ایسی ایک ایک کیل پیوست کی جائے جس کے نتیجے میں ان کے دماغ بظاہر مردہ ہوجائیں اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی ان کے دماغوں تک نہ پہنچ پائے۔

جس طرح وہ ایک کیل کے ذریعے محفوظ رہتی تھی۔ کبھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ تک نہیں پہنچ پاتا تھا۔ اسی طرح وہ چاہتی تھی کہ جیکی ہنٹر اور بوبی اسمتھ کے دماغوں میں بھی کبھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ پہنچ پائے۔ جیکی ہنٹر پر ایسی جادوئی کیل کا عمل بے حد لازمی تھا۔ اس کا دماغ بظاہر مردہ ہوجاتا تو پھر دوست یا دشمن کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی یہ معلوم نہیں کرپاتا کہ جیکی ہنٹر کہاں ہے اور کس کے لیے ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کر رہا ہے۔

وہ بوبی اسمتھ کے لیے بھی ایسا ہی تحفظ فراہم کرنا چاہتی تھی۔ اس کے فیصلے کے مطابق بوبی آئندہ اس کا لائف پارٹنر بن کر رہنے والا تھا۔ وہ بہت ذہین تھا اور بڑے بڑے کارنامے انجام دینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ الپا کو ایک ایسے ہی جوان مرد کا سہارا چاہیے تھا۔

جیکی ہنٹر اور بوبی اسمتھ کے دماغوں میں ایسی ایک ایک کیل پیوست کرنے کے بعد اس نے جیکب رابن سے دوسری ایک ایک کیل پیوست کرنے کے سلسلے میں حکم دیا تھا۔ اس دوسری کیل کی جادوئی خاصیت یہ تھی کہ وہ الپا کے نام سے جس کے بھی دماغ میں پیوست کی جاتی وہ تاحیات الپا کا غلام بن کر رہتا اور اس پر کبھی تنویمی عمل کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

جیکب رابن اپنے بنگلے سے نکل کر دوسرے بہت بڑے بنگلے میں آگیا تھا۔ وہ بھی الپا کا ایک خفیہ بنگلا تھا۔ جس کے بارے میں وہاں کے اکابرین بھی نہیں جانتے تھے۔ اس بنگلے میں چار بیڈ روم اور بڑے ہال نما ڈرائنگ اور ڈائننگ روم تھے۔ اس بنگلے کے اوپری حصے میں الپا کا ایک بہت بڑا شاہانہ بیڈ روم تھا۔ ٹی وی لاؤنج اور اسٹڈی روم وغیرہ بھی تھے۔ ایک دور افتادہ آخری کمرے میں الپا نے جیکب رابن کو اجازت دی تھی کہ وہ وہاں اپنے کالے جادو کا تمام سامان لاکر رکھے اور وہیں اس کے حکم کے مطابق کالا عمل کرتا رہے۔

الپا وہاں پہنچ گئی۔ جیکی ہنٹر اور بوبی اسمتھ کو ساتھ لے کر جیکب رابن کے کمرے میں آئی۔ وہ اپنی مطلوبہ منزل تک پہنچنے کے لیے ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے جیکب رابن سے کہا "یہ مسٹر جیکی ہنٹر ہیں۔ پہلے ان پر عمل کرو۔"

جیکب رابن نے کہا "مسٹر ہنٹر! یہاں تشریف لائیں اور اس اسٹریچر ٹرالی بیڈ پر آرام سے چاروں شانے چت لیٹ جائیں۔"

الپا جیکی ہنٹر کے دماغ میں تھی۔ وہ انکار نہیں کرسکتا تھا۔ الپا کی مرضی کے مطابق اس اسٹریچر ٹرالی بیڈ پر جاکر آرام سے چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ بوبی اسمتھ الپا کے ساتھ ذرا دور جاکر ایک ڈبل صوفے پر بیٹھ گیا اور جیکب رابن کے کالے عمل کو بڑی توجہ سے دیکھنے لگا۔

بہت پہلے ایسا عمل الپا پر کیا گیا تھا۔ ایک محافظ کیل اس کے سر میں دماغ کی جگہ پیوست کی گئی تھی۔ اس محافظ کیل کے باعث بظاہر اس کا دماغ مردہ ہوگیا تھا۔ نارنگ جیسا دشمن خیال خوانی کے ذریعے اس کو تلاش کرتا رہا تھا پھر اس فریب میں آگیا تھا کہ وہ مرچکی ہے۔

جیکب رابن اپنے کالے عمل میں مصروف تھا۔ جیکی ہنٹر بستر پر لیٹنے کے بعد آنکھیں بند کرکے ایسے غافل ہوگیا تھا جیسے گہری نیند میں ڈوب گیا ہو یا بے ہوش ہوگیا ہو۔ کالے عمل کے دوران میں خاموشی ضروری تھی کیونکہ وہ زیرلب منتر پڑھتا جارہا تھا۔ الپا نے خیال خوانی کے ذریعے بوبی کو بتایا کہ "وہ کیا کر رہا ہے اور اس کے ساتھ بھی ایک بار ایسا ہوچکا ہے۔ بوبی نے سوچ کے ذریعے حیرانی سے پوچھا "میڈم! کیا آپ کے سر میں بھی ایسی کوئی کیل پیوست کی گئی ہے؟"

"ہاں' یہ بہت باکمال ڈاکٹر ہے۔ میرے سر میں جو کیل پیوست کی گئی ہے اس کے نتیجے میں کوئی دشمن میرے قریب نہیں آتا ہے۔ خیال خوانی کی تمام لہریں بھٹک کر ادھر اُدھر چلی جاتی ہیں۔"

"پھر تو آپ جیکی ہنٹر کے دماغ کو بظاہر مردہ بنا کر بڑی دانش مندی کا ثبوت دے رہی ہیں۔ ہماری ٹرانسفارمر مشین تیار ہوتی رہے گی تو کوئی زبردست دشمن بھی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ پائے گا اور کسی رکاوٹ کے بغیر آپ کی مشین تیار ہوجائے گی۔"

"یہی سوچ کر میں ایسا کر رہی ہوں۔ اس کے بعد تم پر بھی یہی عمل کیا جائے گا کیونکہ تم میرے خاص ماتحت' میرے پرسنل سیکریٹری بن کر رہا کرو گے۔ لہٰذا تمہیں بھی دشمنوں سے محفوظ رکھنا میرا سب سے پہلا فرض ہے۔ تم محفوظ رہو گے تو میں بھی محفوظ رہوں گی۔"

"میڈم! یہ آپ کی مہربانی ہے۔ آپ مجھ پر بہت اعتماد کر رہی ہیں۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ میں کس طرح

آزمائشی مرحلے میں آپ کا اعتماد برقرار رکھوں گا۔"

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد جیکب رابن نے الپا کے سامنے آکر ادب سے کہا "مس! آپ میڈم سے کہہ دیں کہ محافظ کیل کا عمل مکمل کرچکا ہوں۔"

الپا نے کہا "میڈم کو کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تمہارے دماغ میں موجود ہیں۔ تم سوچ کے ذریعے گفتگو کرو۔"

یہ کہتے ہی وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "بوبی! ممتھ کے سامنے زبان سے کچھ نہ بولو۔ اب بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میڈم! دوسری کیل آپ کے نام سے جیکی ہنٹر کے سر میں پیوست کی جائے گی۔ عمل کے دوران آپ کو وہ کیل ایک چٹکی میں پکڑ کر اس کے سرہانے کھڑے رہنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی بوبی کو دوسرے کمرے میں بھیج رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بوبی سے بولی "بوبی! میڈم کہہ رہی ہیں۔ تم ان کی خواب گاہ میں جاکر آرام کرو۔ ابھی تھوڑی دیر بعد تمہیں یہاں بلائیں گی۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر وہاں سے جانے لگا۔ الپا نے اس کے دماغ میں آکر کہا "بوبی! کچھ مائنڈ نہ کرنا۔ وہ وچ ڈاکٹر جیکب رابن کہہ رہا ہے کہ وہاں کسی بھی غیر ضروری فرد کو موجود نہیں رہنا چاہیے۔"

"میڈم! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں بھلا کیوں مائنڈ کروں گا۔ میں آپ کی خواب گاہ میں آرام کرنے جارہا ہوں۔"

اس کے جانے کے بعد الپا نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر جیکب رابن سے کہا "میں الپا ہوں اور میں ہی جیکی ہنٹر کے سرہانے اس کیل کو پکڑ کر کھڑی رہوں گی۔ تم عمل کرسکتے ہو۔"

جیکب رابن فوراً ہی اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اپنا سر جھکا کر بولا "میڈم! مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ہی میری میڈم ہیں تو میں پہلے ہی آپ کے سامنے جھک جاتا۔"

"ٹھیک ہے' زیادہ فرماں برداری نہ دکھاؤ۔ پہلے کام کرو۔"

وہ اٹھ کر ایک چھوٹا سا منتر پڑھ کر سناتے ہوئے بولا "آپ اسے میرے ساتھ پڑھتی رہیں اور اسے یاد کرلیں۔ جب آپ یہ منتر پڑھتی رہیں گی تو میں ایک دوسرا منتر پڑھتا رہوں گا۔ جب تک میں نہ کہوں آپ اسے زیر لب پڑھتی رہیں گی۔"

وہ پڑھنے لگا۔ الپا بھی اس کے ساتھ پڑھنے لگی۔ اس مختصر سے منتر کو یاد کرنے لگی پھر وہ دس منٹ کے بعد بولی "یہ مجھے اچھی طرح یاد ہوگیا ہے۔ میں پڑھ کر سنا رہی ہوں۔ تم سنو۔"

وہ خاموشی سے سر جھکا کر سننے لگا۔ الپا نے اسے ایک بار' دو بار اور پھر تیسری بار سنایا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا "ٹھیک ہے' میڈم آپ کو یاد ہوچکا ہے۔ آپ عمل کے دوران میں یہ اچھی طرح یاد رکھیں کہ اس عمل کے پڑھتے وقت کوئی غلطی نہ ہو۔ اگر غلطی ہو تو فوراً ہی آپ مجھے بتا دیں۔ اس طرح میں آپ کی غلطی پہلے درست کروں گا۔ اس کے بعد ابتدا سے عمل شروع کروں گا۔"

وہ دونوں اس کالے عمل میں مصروف ہوگئے۔ جس کے نتیجے میں جیکی ہنٹر اس وقت تک الپا کا غلام بنا رہتا جب تک وہ دوسری کیل اس کے سر میں پیوست رہتی اگر وہ کیل تا حیات اس کے سر میں رہتی تو وہ اپنی آخری سانس تک اس کا غلام بنا رہتا۔

بوبی ممتھ' الپا کے بیڈ روم میں تھا اور چاروں طرف گھوم گھوم کر اس شاہانہ طرز کی آرائش دیکھ رہا تھا۔ دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس خواب گاہ کی آرائش میں لاکھوں ڈالر خرچ کیے گئے ہیں۔ اس وسیع و عریض خواب گاہ کو اس قدر خوب صورت بنایا گیا تھا' اس قدر پرکشش بنایا گیا تھا کہ وہاں پہنچتے ہی رنگین و سنگین خواب انگڑائیاں لینے لگتے تھے۔ کوئی وہاں پہنچتا تو کسی کی آرزو ضرور کرتا۔ کوئی وہاں پہنچتی تو خواب آور لائٹ آن کرکے تمام بتیاں ضرور بجھا دیتی۔

بوبی اس خواب گاہ کو چاروں طرف گھوم گھوم کر اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں میں خواب اتر رہے ہوں۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا الپا کے نرم و ملائم بیڈ کی طرف آیا پھر اس بیڈ پر جھک کر آہستہ آہستہ اپنی ہتھیلی پھیرنے لگا۔ وہ ایسا ملائم اور نرم تھا جیسے کسی گل بدن کو بستر بنا دیا گیا ہو۔ بدن ہوا بستر ہو۔ اس پر جھکنے والا اوندھے منہ گر جاتا ہے۔

وہ بستر پر آیا تھا۔ اسے بستر پر ہی رہنا تھا لیکن وہ ڈوبنے لگا۔ ایسے وقت اسے بے اختیار ڈائنا یاد آئی۔ یہ محسوس ہونے لگا جیسے وہ ڈائنا کے پھیلے ہوئے وجود میں جذب ہوتا جارہا ہو۔ جب الپا نے خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کی تھیں تب بوبی کے خیالات نے بتایا تھا کہ وہ ڈائنا کا دیوانہ نہیں ہے۔ بس اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لیے مطلب نکالنے کے لیے عشق کررہا ہے۔

انسان خود نہیں جانتا کہ اس کے تحت الشعور میں کون

سی بات چھپی ہوئی ہے۔ بوبی بھی نہیں جانتا تھا کہ ڈائنا اس کے اندر بہت گہرائی میں اتری ہوئی ہے۔ کبھی ایسے جذباتی لمحات آتے ہیں جب اندر کا چھپا ہوا جذبہ اچانک ہی ابھر کر باہر آجاتا ہے۔ کسی چیز کو غیر اہم سمجھ کر چھوڑ آؤ تو آگے جاکر اچانک ہی شدت سے احساس ہوتا ہے کہ پیچھے اپنی زندگی کی سب سے اہم پونجی چھوڑ آئے ہیں۔

جیکب رابن اپنا جادوئی عمل مکمل کرچکا تھا۔ اس نے کہا "میڈم! اب اسے دو گھنٹے تک سوتے رہنا چاہیے۔ جب یہ بیدار ہوگا تو سر سے پیر تک آپ کا غلام بن چکا ہوگا اور اس کا دماغ بھی ایسا مقفل ہوجائے گا کہ دنیا کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر داخل نہیں ہوسکے گا۔"

"میں جانتی ہوں تم بہت باکمال ہو۔ تمہارا عمل کامیاب رہے گا۔ اب دو گھنٹے بعد اس کے نتائج سامنے آجائیں گے۔"

وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر جھک کر بولا "آپ میری صلاحیتوں کی اور میرے کمال کی تعریف کرتی ہیں تو مجھے اپنی محنت کا صلہ مل جاتا ہے۔"

"زیادہ باتیں نہ بناؤ اب بوبی پر عمل کرنے کی تیاری کرو۔"

"اس کے لیے بھی تیاریاں مکمل ہیں لیکن آپ سے گزارش ہے کہ دو گھنٹے کا وقفہ کریں۔ کالے عمل کے دوران میں' میں اندر ہی اندر دماغی تکلیف میں مبتلا رہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ دو گھنٹے تک میرے دماغ کو کچھ سکون ملے۔"

"اچھا دو گھنٹے بعد ہی سہی۔ تم یہاں آرام کرو۔ میں پھر آؤں گی۔"

وہ اس کمرے سے نکلتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے بوبی کے دماغ میں پہنچی۔ اس وقت بوبی اس کے بستر پر اوندھا پڑا چاروں ہاتھ پاؤں پھیلائے ڈائنا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ ٹھٹک گئی۔ اپنی خواب گاہ میں داخل ہونے سے پہلے رک گئی۔ اس کے خیالات پڑھتے ہوئے تعجب سے سوچنے لگی "میں نے اس کے چور خیالات پڑھے تھے اس پر تنویمی عمل کیا تھا پھر اس کے اندر کی یہ ڈائنا والی بات مجھے معلوم کیوں نہیں ہوئی؟"

اس کی سمجھ میں یہی بات آئی کہ بعض باتیں انسان اپنے بارے میں بھی سمجھ نہیں پاتا۔ وہ اس کے اندر اتنی گہرائیوں میں چھپی ہوتی ہیں کہ چور خیالات کے خانے میں بھی نہیں آتیں۔ ایسی باتیں اچانک ہی کسی خاص موقع پر ظاہر ہوتی ہیں۔

اس طرح بوبی کی طرف سے الپا کا دل صاف ہوا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ بوبی نے جان بوجھ کر اس سے ڈائنا والی بات نہیں چھپائی ہے۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ ڈائنا سے اندر ہی اندر محبت کرتا رہا ہے اور اوپر ہی اوپر یہ سمجھتا رہا تھا کہ وہ صرف اپنا مطلب نکالنے کے لیے ڈائنا کو اپنی محبت کے جال میں پھانستا رہا ہے جبکہ وہ خود ہی لاشعوری طور پر محبت کے جال میں پھنستا رہا تھا۔

الپا نے اسے مخاطب کیا "ہائے بوبی! کہاں پہنچے ہوئے ہو؟"

اس کے مخاطب کرتے ہی وہ ایک دم سے چونک کر اٹھ کر بستر پر بیٹھا پھر وہاں سے اتر کر قالین پر کھڑا ہوگیا۔ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ تب پتا چلا کہ الپا خواب گاہ میں نہیں آئی ہے بلکہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں ہے۔

الپا نے کہا "میری وہ خاص ماتحت مس روزی آرہی ہے۔ میں اس کی زبان سے باتیں کروں گی۔"

وہ مس روزی کی حیثیت سے بیڈ روم میں آگئی۔ ایک صوفے پر بیٹھ کر بولی "میں الپا بول رہی ہوں۔ آؤ یہاں صوفے پر بیٹھو اور حال دل سناؤ۔"

وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا "میں حال دل کیا سناؤں۔ حیران ہوں کہ مجھے خود اپنے دل کا حال معلوم نہیں تھا۔ میں شعوری طور پر نہیں جانتا تھا کہ ڈائنا سے پیار کرتا ہوں۔"

"کرتے ہو تو ڈرتے کیوں ہو؟ پیار کا اظہار ایسے کررہے ہو جیسے کوئی جرم سرزد ہورہا ہے۔"

"آپ کی اجازت کے بغیر پیار کروں گا تو اس پیار کو جرم سمجھوں گا۔"

"میری طرف سے اجازت ہے۔ جس پر دل آتا رہے' اس سے پیار کرتے رہو۔ جس سے بیزار ہوجاؤ۔ اسے ٹھکراتے رہو۔ میں تمہارے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کروں گی۔"

"آپ بہت فراخ دل ہیں۔ میں کبھی کسی سے عشق نہیں کروں گا۔ کسی کو اپنی اہم ضرورت نہیں بناؤں گا۔ جو زندگی میں اہمیت اختیار کرلیتی ہے' وہ بعد میں مصیبت بن جاتی ہے۔"

"شاباش! میں اسی لیے تمہیں پسند کرتی ہوں۔ تم ہر کام بڑی ذہانت سے کرتے ہو۔ بائی داوے مس روزی کے بارے میں کیا خیال ہے؟ یہ تمہارے پاس بیٹھی ہے۔"

"اچھی ہے۔ خوب صورت ہے۔ پرکشش ہے۔ جب

تک حالات اجازت دیتے رہیں' اس کے ساتھ وقت گزارہ جاسکتا ہے۔"

"تو پھر وقت گزارو۔ میری طرف سے کھلی آزادی ہے۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد تم پر عمل کیا جائے گا۔"

وہ صوفے پر الپا کے قریب کھسک کر آیا۔ یہ نہیں جان سکتا تھا کہ الپا نے اسے اپنے قریب آنے کی اجازت دی ہے۔ وہ ہاتھ پکڑ کر بولا "مس روزی! لوہا اور مقناطیس ایک صوفے پر ہیں۔ الگ نہیں رہ سکتے۔ ایم آئی رائٹ؟"

"اگر میڈم کو اعتراض نہ ہو تو یُو آر پرفیکٹلی رائٹ!"

"میڈم مہربان ہیں۔ ہم انسان ہیں۔ خطا کے پتلے اور نادان ہیں۔"

اس نے روزی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ الپا ہاتھ آگئی۔

○☆○

ون کی روشنی میں برف پوش پہاڑیاں حد نظر تک دکھائی دیتی رہیں۔ یہ اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ کس ملک کی برف پوش سرحدیں ہیں۔ علی کا خیال تھا وہ سب بھوٹان اور چین کے سرحدی علاقے ہیں۔ دن کو وہ بہت دور تک دیکھ سکتے تھے۔ اب رات ہوگئی تھی۔ انتہائی سرد علاقہ تھا۔ چاند کی چاندنی بھی دھندلا گئی تھی۔ چار چھ فٹ کے فاصلے تک بھی دیکھنا ممکن نہیں رہا تھا۔

اینٹی ڈارک گاگلز نے ناممکن کو ممکن بنا دیا تھا۔ ایسے چشمے کے ذریعے وہ کئی گز کے فاصلے تک دیکھ سکتے تھے۔ ماؤ للی' آفریدی اور علی نے غار سے نکل کر دیکھا تھا۔ برف باری کا سماں تھا۔ تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ چند گز کے فاصلے تک نظر آرہا تھا۔ اس کے بعد سفید دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس دھند میں کہیں بھی دشمن ہوسکتے تھے۔

علی نے خیال خوانی کے ذریعے دونوں کو غار کے اندر چلنے کے لیے کہا پھر وہ تینوں اندر آگئے۔ انہیں تیز ہواؤں کے جھکڑوں سے وقتی طور پر نجات مل گئی۔ علی نے کہا "ہم ان گاگلز کے ذریعے دور تک نہیں دیکھ سکتے۔ پتا نہیں دشمن کہاں چھپے ہوں گے۔ ماؤ للی کو یہاں رہنا چاہیے۔ ہم دونوں باہر جائیں گے۔"

للی نے کہا "مجھے یہاں کیوں رہنا چاہیے؟ پلیز مجھے کمزور نہ سمجھو۔ میں تربیت یافتہ ہوں۔ تنہا دو چار دشمنوں سے نمٹ سکتی ہوں۔"

علی نے کہا "میں تمہارے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ تم بے شک کوہ پیما بھی ہو اور بہترین فائٹر بھی' ہر طرح کے ہتھیار استعمال کرنا جانتی ہو۔ تمہارا نشانہ بھی پکا ہے۔"

"پھر مجھے ساتھ کیوں نہیں لے جانا چاہتے؟"

ولیر آفریدی نے کہا "دشمن چھپ کر گولی ماریں گے۔ تمہاری تربیت' تمہاری صلاحیتیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ باہر دیکھ چکی ہو۔ ان گاگلز کے باوجود واضح طور سے دکھائی نہیں دیتا ہے۔"

وہ بولی "یہ دشواری تم دونوں کو بھی پیش آئے گی۔ دشمن تم دونوں پر بھی چھپ کر حملے کرسکتے ہیں۔"

"تم لڑکی ہو۔ ہم دشمنوں سے اپنے بچاؤ کی فکر کریں گے تو اپنے ساتھ تمہاری بھی فکر لگی رہے گی۔"

"میں اس غار میں تنہا رہوں گی۔ یہاں بھی بیک وقت کئی دشمن آسکتے ہیں۔"

"دشمن صرف پانچ ہیں۔ وہ ایک ساتھ رہنے کی حماقت نہیں کریں گے۔ دو اور تین کی ٹولیوں میں ہوں گے۔ یہاں دو آئیں گے یا تین آئیں گے۔ تم چھپ کر رہو گی تو انہیں غار میں داخل ہوتے دیکھ سکو گی ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی ایک دو کو ہلاک کرسکو گی۔"

"پھر یہ کہ ہم تم سے دور نہیں رہیں گے۔ غار کے اطراف میں ہی رہیں گے۔"

علی کہتے کہتے رک گیا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "پاپا! کیا آپ نے ہمارے لیے ہیلی کاپٹر بھیجا ہے؟ میں آواز سن رہا ہوں۔"

میں نے کہا "پھر تو وہ دشمن ہوں گے۔ ہمارے چھ ہیلی کاپٹر ابھی یہاں سے روانہ ہونے والے ہیں۔ ان میں چینی فوج کے مسلح جوان ہیں۔ آدھے یا پون گھنٹے بعد ہیلی کاپٹروں کی آوازیں سنو تو ٹریسر گولیاں چلاؤ۔ ان گولیوں سے روشنی پھیلے گی۔ چینی فوجیوں کو پتا چل جائے گا کہ تم سب پہاڑیوں کے کس حصے میں ہو۔ کیا تم ایک ہی ہیلی کاپٹر کی آواز سن رہے ہو؟"

علی نے کہا "میں ابھی غار سے باہر جاکر دیکھتا ہوں۔"

وہ ایک پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر بولا "تم دونوں یہاں رہو۔ میں ہیلی کاپٹر کے بارے میں معلوم کرتا ہوں۔ ایک ہیں یا زیادہ؟"

اس نے کٹ میں سے دور تک فائر کرنے والی گن نکالی پھر تیزی سے چلتا ہوا غار سے باہر آکر دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ ایک سے زیادہ ہیلی کاپٹروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ دشمنوں میں سے کسی نے آسمان کی طرف ٹریسر گولی داغی تھی۔ اس گولی کے پھٹنے سے دور تک روشنی پھیل گئی تھی۔ ہیلی کاپٹروں میں آنے والوں کو اس طرح

معلوم ہوگیا کہ ان کے امریکی سراغ رساں پہاڑیوں کے اسی حصے میں ہیں۔

تمام ہیلی کاپٹروں کی سرچ لائٹس روشن ہوگئیں۔ ان لائٹس کے باعث ان کی تعداد معلوم ہوئی۔ اتفاق سے وہ بھی چھ تھے۔ فضا میں دور دور رہ کر ٹھہری ہوئی پرواز کررہے تھے اور پرواز نیچی کرتے جارہے تھے۔ ان کے فوجیوں کو اتارنے کے لیے رسیوں کی سیڑھیاں لٹکائی جارہی تھیں۔

ایک ہیلی کاپٹر غار سے کچھ فاصلے پر بہت بلندی پر تھا اور آہستہ آہستہ نیچے آرہا تھا۔ رسیوں کی ایک سیڑھی نیچے لٹکا دی گئی تھی مگر اترنے کے لیے کوئی اس سیڑھی پر نہیں تھا کیونکہ ہیلی کاپٹر کی سرچ لائٹ گہری کھائی کی نشان دہی کررہی تھی۔ علی کے ایک ہاتھ میں چھڑی تھی۔ وہ چھڑی ٹیکتا ہوا آگے جانے لگا۔ اس چھڑی کے ذریعے معلوم ہورہا تھا کہ برف کہاں سخت ہے اور اسے کہاں کہاں قدم رکھ کر آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔

غار کے اندر آفریدی نے للی سے کہا "یہ مجھے پسند نہیں ہے۔"

"کیا پسند نہیں ہے؟"

"ہمارا ایک ساتھی تنہا باہر گیا ہے۔ میں بھی مرد ہوں۔ مجھے بھی اس کے ساتھ جانا چاہیے تھا۔"

"پھر کیوں نہیں گئے؟"

"تمہاری وجہ سے یہاں ہوں۔ میں جاؤں گا تو تم بھی ساتھ آؤ گی۔"

"میرے لیے ڈرتے ہو کہ مجھے کوئی دشمن ہلاک کردے گا۔ تم میرے لیے سوچتے ہو۔ میری سلامتی چاہتے ہو۔"

"تم گمراہی سے راہِ راست پر آئی ہو۔ تمہاری بہتری کے لیے سوچنا میرا فرض ہے۔"

"صرف فرض ہے؟ اور کچھ نہیں؟"

"اور کیا ہوگا؟ تم باتوں میں الجھا رہی ہو اور میں اپنے ساتھی کی مدد کے لیے جانا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر چلو۔"

"پلیز یہاں رہو۔ مجھے جانے دو۔ بہت دیر ہوچکی ہے۔ ساتھی ابھی تک واپس نہیں آیا ہے۔"

آفریدی کے دماغ میں رہنے والے سراغ رساں نے کہا "اس غار کے قریب ایک ہیلی کاپٹر اترنے والا ہے۔ تمہارا ساتھی تنہا اُدھر جارہا ہے۔ تمام سامان اٹھاؤ اور للی کے ساتھ باہر جاؤ۔"

آفریدی نے دیکھا' للی سامان سمیٹ کر کٹس میں رکھ رہی تھی۔ وہ بھی رکھتے ہوئے بولا "ہمارا ساتھی ایک دشمن ہیلی کاپٹر کی طرف جارہا ہے۔ ہم بھی ادھر جائیں گے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ ابھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر یہی کہہ رہا تھا۔"

وہ دونوں اپنے اپنے سامان کی کٹ اپنی اپنی پشت پر باندھ کر غار سے باہر آئے۔ باہر تیز ہواؤں کا شور تھا۔ برف کے اڑتے ہوئے ذرات کے باعث گہری سفید دھند چھائی ہوئی تھی۔ وہ اینٹی ڈارک چشمے کے ذریعے چند گز کے فاصلے تک دیکھ سکتے تھے لیکن ہواؤں کا شور اس قدر تھا کہ وہ باتیں نہیں کرسکتے تھے۔ آفریدی نے اس سے کہا "چھڑی ٹیکتے ہوئے برف کی سختی کا اندازہ کرو پھر آگے بڑھو۔"

للی نے اس کے ہلتے ہوئے ہونٹوں کو دیکھا پھر پوچھا "کیا کہہ رہے ہو؟"

آفریدی کو اس کی آواز سنائی نہیں دی۔ تب ایک سراغ رساں نے للی کے دماغ میں کہا "میں آفریدی کی باتیں تمہیں سمجھایا کروں گا۔"

دوسرے سراغ رساں نے آفریدی سے کہا "للی جو کہنا چاہے گی' وہ میں تم سے کہا کروں گا۔"

آفریدی نے کہا "ہمیں گائیڈ کرو۔ ہمارا ساتھی کس طرف گیا ہے؟"

"تقریباً سو گز کے فاصلے پر ایک ہیلی کاپٹر نیچی پرواز کرکے مسلح فوجیوں کو یہاں اتارنا چاہتا ہے۔ گہری دھند کے باعث انہیں مناسب جگہ دکھائی نہیں دے رہی ہے۔"

آفریدی ایک سمت دیکھتے ہوئے بولا "میرے بائیں سمت سرچ لائٹ کی دھندلی سی روشنی دکھائی دے رہی ہے۔ ہواؤں کے شور میں ہیلی کاپٹر کی دھیمی سی آواز سنائی دے رہی ہے۔"

آفریدی کے محافظ سراغ رساں نے کہا "شاید یہ دوسرا ہیلی کاپٹر ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس وقت دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں تھری جے کے جے فلو اور جے ساموتھے اور ڈینی تھے۔ جس طرح وہ للی کے دماغ میں آکر علی اور آفریدی کی مصروفیات معلوم کررہے تھے۔ اسی طرح بابا صاحب کے ادارے کے سراغ رساں' امریکی سراغ رسانوں کے دماغوں میں جاکر معلوم کررہے تھے کہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح ان کی مدد کررہے ہیں۔

محافظ سراغ رساں نے آفریدی کے دماغ میں واپس آکر کہا "تمہارا ساتھی جس ہیلی کاپٹر کی طرف گیا ہے۔ یہ ہیلی کاپٹر وہ نہیں ہے۔ یہ دوسرا ہے۔ تم اس دوسرے ہیلی کاپٹر کی طرف جاؤ۔ ادھر امریکی فوجیوں کو اترنے نہ دو۔"

لی کے دماغ میں بھی یہی کہا گیا۔ وہ دونوں اس طرف گھوم کر جانے لگے۔ وہ دوسرا ہیلی کاپٹر اگرچہ پوری طرح نظر نہیں آرہا تھا۔ تاہم سرچ لائٹ کی دھندلی روشنی سے پتا چل رہا تھا کہ وہ اپنی پرواز نیچی کررہا ہے اور خلا میں معلق رہ کر مناسب جگہ نہ ملنے پر ادھر سے ادھر جارہا ہے۔

علی جس ہیلی کاپٹر کی طرف گیا تھا' وہ بھی فضا میں کبھی نیچی اور کبھی اونچی پرواز کرتا ہوا مناسب جگہ تلاش کررہا تھا پھر علی نے ایک دشمن کے دماغ میں پہنچ کر ڈینی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "ہیلی کاپٹر کی طرف جاؤ۔ اسے مخصوص سگنل دو۔ میں پائلٹ کے دماغ میں رہوں گا۔ تم اپنے ساتھی کے ساتھ سگنل کے ذریعے بتاؤ کہ ہیلی کاپٹر کو اتارنے کے لیے کون سی برفانی سطح ٹھوس ہے؟"

علی ایک برفانی ٹیلے اور چٹان کے درمیان کھڑا ہوا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں سے کہا "میرے دماغ میں آؤ۔ دو دشمن ادھر آرہے ہیں۔ ہم دونوں ان کے دماغوں میں رہیں گے۔"

وہ علی کے پاس آیا۔ علی نے اسے دشمن کے ایک ساتھی کے دماغ میں پہنچا دیا پھر اس نے مجھ سے کہا "پاپا! آپ ہمارے لیے جو فوجی امداد بھیج رہے ہیں۔ اسے روک دیں۔"

میں نے پوچھا "بات کیا ہے؟"

"یہاں دشمنوں کے ہیلی کاپٹرز کو اترنے کی جگہ نہیں مل رہی ہے۔ ان کے فوجی رسیوں کی سیڑھیوں سے بھی نہیں اتر رہے ہیں۔ یہ اندیشہ ہے کہ جہاں اتریں گے' وہاں ٹھوس سطح نہ ہوئی تو وہ برف میں دھنس کر اندر دفن ہوتے چلے جائیں گے۔ ہماری امداد کے لیے آنے والوں کو بھی ایسی ہی دشواریاں پیش آئیں گی۔"

میں نے کہا "یہاں سے چھ ہیلی کاپٹرز روانہ ہو چکے ہیں۔ میں انہیں ہدایات دیتا ہوں کہ وہ چین کے انتہائی مغربی حصے کے کسی شہر میں اپنی پرواز ملتوی کریں اور اگلی ہدایات کا انتظار کریں۔"

علی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سراغ رساں نے اس کے پاس آکر کہا "سر! وہ دونوں ایسی جگہ پہنچ گئے ہیں' جہاں ہیلی کاپٹر نیچی پرواز کررہا ہے۔"

علی نے کہا "میرے سامنے کافی فاصلے پر ہیلی کاپٹر نیچی پرواز کرتا ہوا خلا میں معلق ٹھہر گیا ہے۔ ان دونوں کے دماغوں میں چلو۔"

وہ دونوں دشمنوں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ ڈینی ان میں سے ایک کے دماغ میں کہہ رہا تھا "ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پائلٹ کے اندر موجود ہے۔ تم جہاں کھڑے ہوئے ہو' وہاں کی سطح ٹھوس ہے۔"

"ہاں ادھر ٹھوس ہے۔ میرا ساتھی آگے گیا ہے۔ اگر وہاں تک سطح ٹھوس ہوگی تو ہیلی کاپٹر کو اتارا جاسکے گا۔"

ڈینی اس کے ساتھی کے دماغ میں گیا۔ علی نے بابا صاحب کے ادارے کے دو مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے دماغ میں بلایا پھر کہا "میرے اندر رہو۔ میں اس برفانی دھند میں اندھی جنگ لڑنے کے لیے خود آگے نہیں جاؤں گا۔ دشمنوں کو ہی اپنا آلۂ کار بنایا جائے گا۔"

برف کی ٹھوس سطح کافی دور تک تھی۔ وہاں ہیلی کاپٹر اتر گیا۔ ایک فوجی افسر نے سلائیڈنگ دروازہ کھول کر دیکھا۔ ہوا اتنی تیز تھی کہ اس کی شدت سے پیچھے ہٹ گیا پھر اس نے مسلح جوانوں کو اترنے کا حکم دیا۔ وہ ایک ایک کرکے اترنے لگے۔ ان کے پیچھے فوجی افسر بھی برف کی سطح پر آیا۔ وہ دونوں امریکی سراغ رساں ان کے قریب پہنچ گئے۔ علی ایک امریکی سراغ رساں کے دماغ پر قبضہ جما کر اس فوجی افسر کے قریب اسے لے گیا۔ اس کے کان کے پاس منہ لے جاکر بولا "کیا ہمارے لیے گرم کافی اور کچھ کھانے کا سامان لائے ہو؟"

فوجی افسر نے اس کے کان سے منہ لگا کر کہا "فکر نہ کرو۔ سب کچھ ملے گا۔ پہلے کام کی بات کرو۔ جس کے پاس مائیکرو فلم ہے' وہ کہاں ہے؟"

"بھوک پیاس سے ہماری جان آدھی ہورہی ہے۔ ہم پہلے کھائیں گے پھر مائیکرو فلم والے کو تلاش کریں گے۔"

علی کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس فوجی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ افسر نے اس کی مرضی کے مطابق ایک فوجی جوان کے کان میں کہا "ہیلی کاپٹر میں جاؤ۔ کافی سے بھرا ہوا تھرماس اور ٹن پیکڈ کھانا لے آؤ۔"

ڈینی نے افسر کے دماغ میں کہا "ضروری باتیں مجھ سے کہا کرو۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے جوانوں کو تمہارا حکم سنا دیا کروں گا۔ بے شک' یہ سب بھوکے پیاسے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں' جلد ہی کھا پی کر اس غار کی طرف جائیں' جہاں وہ چھپے ہوئے ہیں۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات (41) ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں
جو کہ 15 ستمبر 2001 کو شائع ہوگا

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

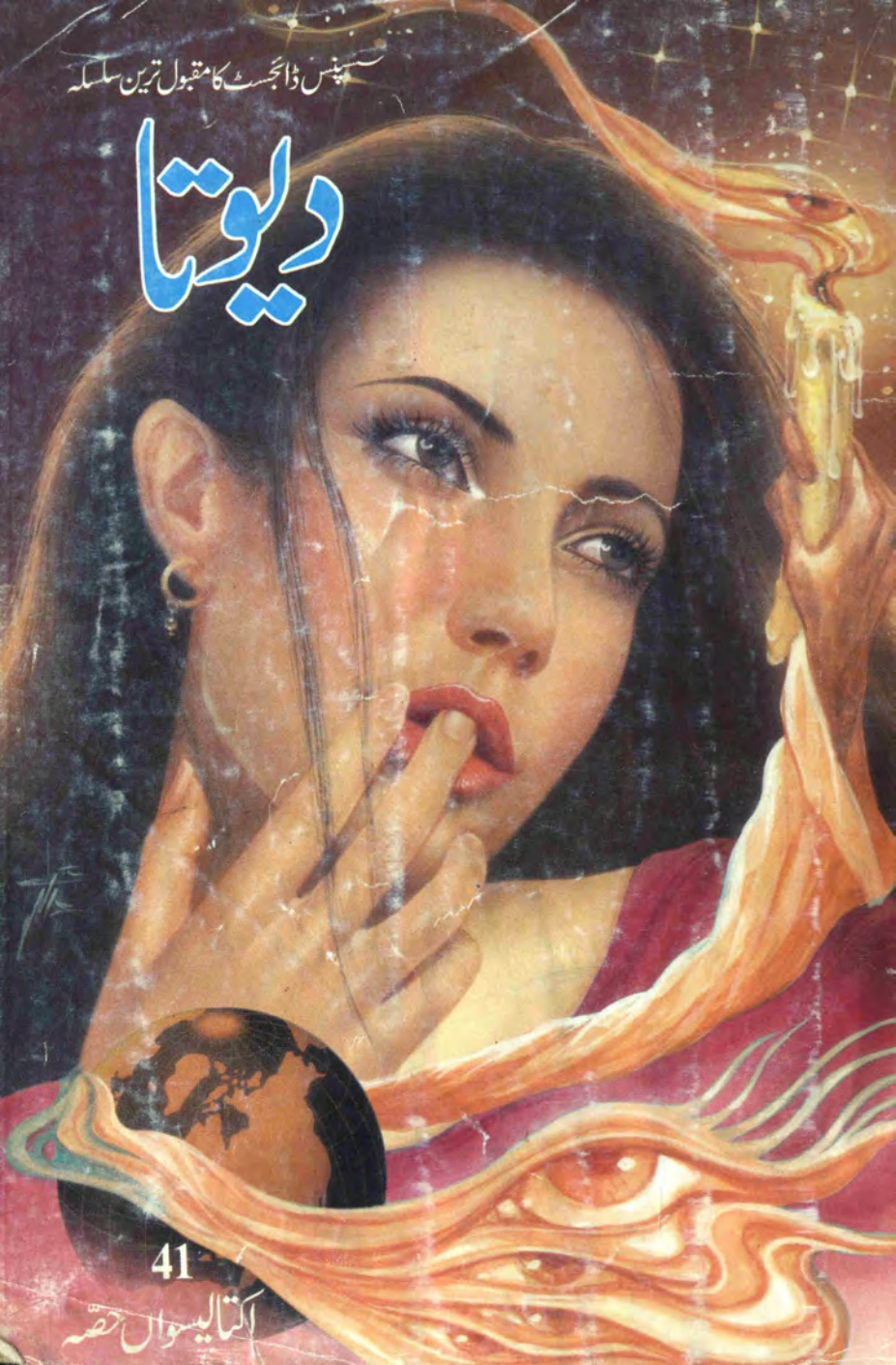

41

اکتالیسواں حصّہ

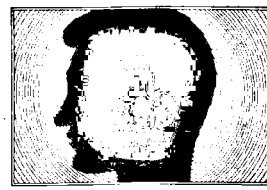

ہنگاموں، رنگینیوں اور تحیر
کے اُس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی
جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست
کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں
جھانکتا، جھانک لیتا اور یہی اُس کا مہلک ترین ہتھیار
تھا۔ دو خلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین
کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور
ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے
خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور
بے مثال داستانِ حیرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ
حسن یفوں سے بر سرِ پیکار رہے۔

اُردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

ایک سپاہی اپنے افسر کے حکم کے مطابق ہیلی کاپٹر کے اندر کھانے کا سامان لینے آیا۔ علی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ اپنی گن سیدھی کرتے ہوئے پائلٹ سے بولا "ادھر دیکھو!"

پائلٹ نے سر گھما کر دیکھا۔ اس نے سر میں گولی مار دی۔ علی نے پائلٹ کو اس لیے ختم کیا کہ ہیلی کاپٹر وہیں رہے۔ کوئی اسے اڑا کر نہ لے جائے۔ فائر کی آواز سب نے سنی۔ ڈینی نے چونک کر پوچھا "یہ گولی کس نے چلائی ہے؟"

ہوا کے شور کے باعث ڈینی فوراً ہی سمجھ نہ سکا کہ ہیلی کاپٹر کے اندر گولی چلی ہے۔ علی سپاہی کے دماغ میں تھا۔ باقی تین ٹیلی پیتھی جاننے والے اس افسر اور دو دشمنوں کے دماغوں پر قبضہ جما چکے تھے۔ وہ سپاہی پائلٹ کو گولی مارتے ہی گھوم کر دروازے پر آیا پھر اس نے تڑا تڑ دو فائر کیے۔ دو مسلح سپاہی اچھل کر گرے پھر اٹھ نہ سکے۔ ان ہی لمحات میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بھی اپنے اپنے آلۂ کار کے ذریعے فائرنگ کی۔ وہ تمام سپاہی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اپنے ہی لوگ ان پر گولیاں چلائیں گے۔ انہیں سنبھلنے اور اپنے بچاؤ کا موقع بھی نہ ملا۔ سنبھلنے سے پہلے ہی گولیاں کھا کر گرتے رہے۔ ڈینی ایسے غیر متوقع حملوں سے بوکھلا گیا۔ وہ چار آلۂ کار بننے والے اپنے ہی لوگوں کو بیک وقت تنہا کنٹرول نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور جے فلو کے پاس پہنچ گیا۔

جے فلو اور جے سامو اس دوسرے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ اور فوجیوں کے دماغوں میں تھے۔ وہ ہیلی کاپٹر بھی برف کی ٹھوس سطح پر اتر گیا تھا۔ ڈینی نے وہاں بھی فائرنگ کی آواز سنی۔ جے فلو نے کہا "ان مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے کئی آدمیوں کو آلۂ کار بنا لیا ہے۔ ہمارے کئی فوجی جوانوں کو مار ڈالا ہے۔ پلیز جلدی آؤ۔ ہمیں فوراً جوابی کارروائی کرنی ہے۔"

جے فلو نے کہا "تم نے ابھی یہاں فائرنگ کی آواز سنی ہوگی۔ انہوں نے ہمارے پائلٹ کو ہلاک کر دیا ہے۔"

ڈینی نے کہا "انہوں نے اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو بھی ہلاک کر دیا ہے۔"

"وہ بڑی چالبازی دکھا رہے ہیں۔ شاید وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہمارے فوجیوں میں سے کوئی ہیلی کاپٹر اڑا نہیں سکے گا۔ تم فوجی افسر یا کسی جوان کے دماغ پر قبضہ جما کر وہ ہیلی کاپٹر وہاں سے لے جاؤ۔"

ڈینی واپس امریکی سراغ رساں کے دماغ میں پہنچنا چاہتا

تھا۔ اس کی خیال خوانی کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں ملا۔ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ مرچکا ہے۔ اس نے فوجی افسر کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس دنیا میں اس افسر کی بھی غیر حاضری لگ چکی تھی۔ اس ہیلی کاپٹر میں افسر سمیت آٹھ مسلح فوجی آئے تھے۔ وہ سب پائلٹ کی طرح مارے گئے تھے۔ دو امریکی سراغ رساں بھی نہیں رہے۔ وہ جے فلو کے پاس آکر بولا "ہمارے دشمن صرف تین ہیں، مگر بھاری پڑ رہے ہیں۔ انہوں نے وہاں ہمارے سب جوانوں کا خاتمہ کردیا ہے۔"

جے فلو نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں یہاں سے فرار ہونے کے لیے ایک ہیلی کاپٹر مل گیا ہے۔"

ایسے وقت جے سامو نے آکر کہا "یار فلو! ہمارے چار ہیلی کاپٹر برفانی علاقے سے دور اترنے کے لیے چلے گئے ہیں۔ یہاں اترنے کی محفوظ جگہ نہیں مل رہی تھی۔ نیچے سے ہمارے سراغ رساں سگنل نہیں دے رہے تھے۔ پتا نہیں، سب کہاں مرگئے ہیں۔"

ڈینی نے کہا "ان چار ہیلی کاپٹروں کو جانا ہی تھا۔ یونہی پرواز کرتے رہتے تو ایندھن ختم ہوجاتا۔"

اسی وقت ایک فائر کی آواز سنائی دی۔ تمام فوجی، ہیلی کاپٹر کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ پائلٹ کی ہلاکت کے بعد کسی نے باہر جانے کی نادانی نہیں کی تھی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ فائر کرنے والے اس دھند میں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔

جے فلو نے کہا "ان فوجیوں کا ہیلی کاپٹر کے اندر رہنا مناسب نہیں ہے۔ وہ اس ہیلی کاپٹر کو تباہ کرسکتے ہیں۔"

ڈینی نے کہا "ان سب کو باہر جانے کا حکم دیا جائے۔ ان میں سے ایک دو مرسکتے ہیں۔ باہر جانے سے یہ تو معلوم ہوجائے گا کہ فائرنگ کس سمت سے ہورہی ہے۔"

جے فلو نے کہا "تم فوج کے اعلیٰ افسر ہو۔ انہیں باہر جاکر دشمنوں کو تلاش کرنے کا حکم دو۔"

ڈینی خیال خوانی کے ذریعے انہیں حکم دینے لگا۔ جے سامو نے کہا "وہ تین ہیں۔ ان میں سے جس کا نام آفریدی ہے، اس کے پاس مائیکرو فلم ہے۔ انہوں نے ہمارے ایک ہیلی کاپٹر پر قبضہ جمایا ہے۔ آفریدی اسی ہیلی کاپٹر سے فرار ہوسکتا ہے۔ اسے ہیلی کاپٹر لے جانے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔"

"وہ تینوں ایک جگہ ہوں گے، تب ہی ہیلی کاپٹر لے جائیں گے۔ ان میں سے ایک یا دو یہاں ہیں۔"

ان کا اندازہ درست تھا۔ وہاں للی اور آفریدی تھے۔ پہلے وہ دھند میں بھٹکتے ہوئے ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ گئے۔ آفریدی نے پائلٹ کو نشانے پر دیکھتے ہی گولی ماردی تھی پھر للی کو کھینچتا ہوا اتنی دور آگیا تھا کہ دھند کے باعث دشمن انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔

محافظ ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "آفریدی! اسی طرح پہاڑی کے ساتھ ساتھ چلتے رہو مگر پہلے ہیلی کاپٹر کی سمت فائر کرو۔ دشمنوں پر یہ دہشت طاری رہے گی کہ تم سب وہاں موجود ہو۔"

آفریدی نے ایک فائر کیا پھر للی کے ساتھ دوسری سمت جاتے ہوئے پوچھا "ہمارا ساتھی کہاں ہے؟"

"تم اسی طرف جارہے ہو۔"

اسی وقت ہیلی کاپٹر کے پنکھے کے گردش کرنے کی آواز سنائی دی۔ للی اور آفریدی نے پلٹ کر دیکھا۔ آفریدی نے جس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو گولی ماری تھی وہ پھر پرواز کرنے والا تھا۔ جے فلو اب اسی تدبیر پر عمل کررہا تھا کہ پانچ فوجیوں کو ہیلی کاپٹر سے اتار دیا گیا تھا۔ ان سے کہا گیا تھا کہ وہ مائیکرو فلم والے کو نیچے پہاڑیوں میں تلاش کریں۔

جے فلو نے نئے پائلٹ سے کہا "یہاں سے دوسرے ہیلی کاپٹر تک جاتے آتے رہو۔ اگر وہ دوسرا ہیلی کاپٹر لے جانا چاہیں گے تو ہم انہیں روک سکیں گے۔"

للی نے کہا "وہ پرواز کررہا ہے۔ ہم سرچ لائٹ کے ذریعے دیکھے جاسکتے ہیں۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والا للی کی باتیں آفریدی تک پہنچا رہا تھا۔ آفریدی کے محافظ نے کہا "ہمیں اونچے اونچے ٹیلوں اور چٹانوں کے درمیان چھپتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے۔"

ہیلی کاپٹر نیچی پرواز کرتا ہوا آرہا تھا۔ للی اور آفریدی بھاری لباس پہنے اور سامان کی وزنی کٹس اٹھائے ہوئے تھے۔ برف پر دوڑ نہیں سکتے تھے مگر تیزی سے چلتے ہوئے ایک چٹان کی طرف جارہے تھے۔ ہیلی کاپٹر سے فائرنگ ہونے لگی۔ وہ دونوں برف پر اوندھے منہ گر پڑے پھر چاروں شانے چت ہوکر ہیلی کاپٹر کی طرف متواتر گولیاں چلانے لگے۔ وہ پرواز کرتا ہوں آگے گیا پھر آگے جاکر واپسی کے لیے گھومنے لگا۔

وہ دونوں چاروں ہاتھوں پیروں سے برف پر رینگتے ہوئے ایک چٹان کی طرف جانے لگے۔ ادھر ڈینی خیال خوانی کے ذریعے فوجیوں سے کہہ رہا تھا "جدھر ہیلی کاپٹر ایک دائرہ میں گھوم رہا ہے، ادھر جاؤ۔ دو مخالفین کو دیکھا گیا ہے۔ ان میں سے ایک کے پاس مائیکرو فلم ہوسکتی ہے۔"

وہ تمام مسلح فوجی اپنی اپنی نوکیلی چھڑی ٹیکتے ہوئے، برف کی ٹھوس سطح پر چلتے ہوئے ادھر جانے لگے۔ للی اور آفریدی برف پر رینگتے ہوئے چٹان کے پیچھے آئے تو پتا چلا، اسی غار کے

دہانے پر پہنچ گئے ہیں، جہاں انہوں نے پہلے پناہ لی تھی۔ آفریدی نے سوچا "جب ہیلی کاپٹر والے ہمیں نہ پاکر واپس چلے جائیں گے تب ہم یہاں سے جائیں گے۔"

محافظ ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "غار میں نہ جاؤ۔ دشمن وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ چھپتے ہوئے آگے بڑھتے جاؤ۔"

وہ للی کے ساتھ غار کے دہانے سے دور ہوکر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر کی قریب آتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اس نے ایک طرف سر گھما کر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر قریب پہنچ رہا تھا۔ وہاں سے فائرنگ ہورہی تھی۔ وہ دونوں پلٹ کر پھر غار کی طرف جانا چاہتے تھے۔ فائرنگ کرنے والے بہت کم فاصلے سے گزر رہے تھے۔ کئی گولیاں ان کی طرف آرہی تھی۔ اچانک للی کے حلق سے چیخ نکلی پھر خاموشی چھاگئی۔

وہ برف پر اوندھے منہ پڑی تھی۔ آفریدی فائرنگ سے بچنے کے لیے اچھل کر للی کے قریب آکر گر پڑا۔ ہیلی کاپٹر دور جانے لگا۔ اس نے للی کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر سیدھا کیا۔ اس کی پیشانی سے بہنے والا خون شدید سردی کے باعث جم گیا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔

اس نے دونوں بازوؤں میں اسے اٹھایا پھر دہانے سے چلتا ہوا غار کے اندر آگیا۔ اس وقت ہیلی کاپٹر ایک چکر لگا کر واپس آرہا تھا۔ اب للی اور آفریدی انہیں نظر نہیں آرہے تھے۔ آفریدی غار کے اندر اسے ایک جگہ لٹا کر کٹ سے مرہم پٹی کے لیے فرسٹ ایڈ باکس نکال رہا تھا۔ للی جہاں پر اوندھے منہ گری تھی، وہاں سخت نوکیلی برف تھی۔ اس کی پیشانی میں چبھ گئی تھی۔ آفریدی اس کی مرہم پٹی کرنے لگا۔

زخم گہرا نہیں تھا۔ وہ بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔ ذرا چکرا گئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ محافظ ٹیلی پیتھی جاننے والے نے آفریدی سے کہا "تمہارے ساتھی نے ایک ہیلی کاپٹر پر قبضہ کیا ہے۔ یہاں سے فوراً نکلو۔ وہ تم دونوں کا انتظار کررہا ہے۔"

للی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ آفریدی فرسٹ ایڈ باکس کو کٹ میں رکھ کر کھڑا ہوگیا۔ ایسے ہی وقت باہر سے فائرنگ ہوئی۔ وہ دونوں غار کے اندرونی حصے کی طرف جانے لگے۔ دشمن غار کے دہانے پر پہنچے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا "ہم جانتے ہیں، تم دونوں اندر ہو۔ ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ گردن پر رکھ کر باہر آجاؤ۔"

محافظ ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "اوہ آفریدی! یہ کیا ہوگیا؟ وہ غار کے دہانے پر ہیں۔ انہوں نے تمہارے فرار کا راستہ روک رکھا ہے۔ یہاں سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

مصنفین کی کتابیں

اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات ضیاء تسنیم بلگرامی کے قلم سے

روشنی کے مینار

قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/18 روپے

ضیاء تسنیم بلگرامی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ

عظمت کے مینار

قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/18 روپے

محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ "وہ فن پارے" جن کی آپ کو تلاش ہے۔

ایمان کا سفر

قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/18 روپے

محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔

کچرا گھر

قیمت -/100 روپے ڈاک خرچ -/18 روپے

محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو بیگانگی کے لبادے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں۔

آدھا چہرہ

قیمت -/250 روپے ڈاک خرچ -/24 روپے

جرائم، جادو، شیطان، ازم، ادراج، طنز و مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں

کالی کہانیاں

قیمت -/30 روپے ڈاک خرچ -/16 روپے

مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چراتا ہے

نک ویلوٹ کی چوریاں

دو حصے۔ قیمت فی حصہ -/50 روپے

قیمت -/50 روپے ڈاک خرچ -/16 روپے

-/200 روپے کی کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف
یہ سہولت پیشگی منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی حاصل ہوگی

لی اور آفریدی بری طرح پھنس گئے۔ ان کی کامیابی یقینی تھی۔ علی ایک بیلی کاپٹر حاصل کرچکا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کررہا تھا کہ آفریدی، لی کے ساتھ آرہا ہے۔ ان کے آتے ہی وہ بیلی کاپٹر میں وہاں سے چین کی طرف جاسکتے تھے لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہر قدم پر کامیابی ہو۔ ناکامیاں بھی ساتھ چلتی ہیں اور وہ عین کامیابی حاصل کرتے وقت ناکام ہوگئے۔

محافظ ٹیلی پیتھی جاننے والے نے آفریدی کو منع کیا تھا کہ غار کے اندر نہ جائے اور آفریدی اس کی ہدایت پر عمل کررہا تھا۔ غار سے دور جانا چاہتا تھا لیکن لی کے زخمی ہونے کے باعث اس کی مرہم پٹی کے لیے غار کے اندر آنا پڑا۔ اس کے بعد ہی باہر جانے کا راستہ بند ہوگیا۔

غار کے دہانے پر فائرنگ ہوئی تھی اور ان سے کہا گیا تھا کہ وہ ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ اپنی گردن پر رکھ کر باہر آجائیں۔ دشمنوں کو یقین تھا کہ باہر نکلنے کا وہی ایک راستہ ہے۔ لی اور آفریدی نہیں جانتے تھے کہ وہ غار اندر ہی اندر کہاں تک گیا ہے؟ اگر کہیں نکلنے کا دوسرا راستہ ہے تو وہ برف سے اس طرح چھپ گیا ہوگا کہ اسے تلاش کرنے کے لیے جگہ جگہ برف توڑنی ہوگی اور یہ کام آسان نہیں تھا۔ دشمن ایسا کرنے کا موقع دینے والے نہیں تھے۔

لی اور آفریدی اندر کی طرف غار کے ایک موڑ پر دو پتھروں کے پیچھے چھپ گئے تھے۔ جس دشمن نے انہیں ہتھیار پھینک کر باہر آنے کا حکم دیا تھا۔ اس نے پھر کہا "آفریدی! تم باہر نہیں آنا چاہتے، نہ آؤ۔ کہیں سے چھپ کر اس مائیکرو فلم کو ہماری طرف پھینک دو۔ ہم تمہیں نقصان پہنچائے بغیر یہاں سے چلے جائیں گے۔"

لی اور آفریدی خاموش تھے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں اس بولنے والے دشمن کے دماغ میں پہنچ گئے تھے لیکن اسے آلہ کار نہیں بنا پارہے تھے کیونکہ ڈینی، جے فلو اور جے سامونے اس کے دماغ پر بڑی مضبوطی سے قبضہ جمار کھا تھا۔

اس نے کہا "دیر نہ کرو۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں گڑبڑ کرنا چاہتے ہیں۔ میں تمہیں اور انہیں کہتا ہوں۔ میرے دوسرے ساتھیوں کے دماغوں میں کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ یہ سب گونگے بنے رہیں گے۔ اگر تم نے مجھے کسی چالاکی سے اپنا آلہ کار بنایا تو یہ گونگے ساتھی مجھے گولی ماردیں گے۔"

علی نے کہا "آفریدی! کٹ سے منی مشعل نکال کر جلاؤ۔ اس کی روشنی میں غار کے اندر دور تک جاؤ۔ باہر نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ نہ ملے۔ کوئی بات نہیں، دشمن مائیکرو فلم کے لیے غار کے اندر آنے پر مجبور ہوں گے دشمنوں کو اپنے پیچھے آنے کے لیے للکارو۔"

آفریدی نے کٹ سے ایک منی مشعل نکال کر جلائی پھر بلند آواز سے کہا "یہ نہ سمجھو، ہمارے لیے باہر نکلنے کا دوسرا تیسرا راستہ نہیں ہے۔ ہم یہاں اندر ہی اندر دور تک جارہے ہیں۔ مائیکرو فلم چاہیے تو چلے آؤ۔"

اس کے ہاتھ میں ایک فٹ کی چھوٹی سی مشعل تھی۔ اس کی روشنی سے غار دور تک روشن ہوگیا تھا۔ وہ لی کے ساتھ دوسرے راستے کی تلاش میں جانے لگا۔ دشمنوں نے غار کے اندر بہت دور روشنی دیکھی تھی اور سمجھ گئے تھے کہ آفریدی واقعی کسی دوسرے راستے سے باہر جانے والا ہے۔ وہ سب غار کے اندر آنے پر مجبور ہوگئے۔

ان میں سے ایک ہی دشمن بول رہا تھا۔ اس نے کہا "آفریدی! تم حماقت کررہے ہو۔ دوسرا راستہ نہیں ملے گا۔ ہم تمہیں گولی ماردیں گے اور مائیکرو فلم حاصل کرلیں گے۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں ہلاکت سے نہیں بچا سکیں گے۔"

آفریدی نے مشعل بجھادی۔ دشمنوں کو بہت دور روشنی دکھائی دے رہی تھی، وہ روشنی بجھ گئی۔ پورے غار میں گہری تاریکی چھاگئی۔ وہ سب سوچ میں پڑگئے، آگے بڑھنا چاہیے یا واپس غار سے باہر جانا چاہیے؟

ڈینی، جے فلو اور جے سامونے ان کے دماغوں میں کہا۔ "تم میں سے کوئی واپس نہیں جائے گا۔ اس مائیکرو فلم کو ہر حال میں حاصل کرنا ہے۔"

لی پہلے اس کا بازو تھامے ہوئے تھی۔ تاریکی پھیلتے ہی وہ اس سے چپک کر بولی "مشعل کیوں بجھادی؟ ہم آگے کیسے بڑھیں گے؟"

وہ جھک کر اس کے کان میں بولا "جو کہنا ہو، کان میں کہا کرو۔ ورنہ آواز سن کر دشمن معلوم کرسکتے ہیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔"

اس نے تاریکی میں اس کے چہرے کو ٹٹول کر اسے اپنی طرف جھکایا پھر بولی "تم کسی ٹادر کی طرح اونچے ہو۔ مجھے بات کرنے کے لیے بار بار تمہارا سر پکڑ کر جھکانا ہوگا یا تم مجھے اوپر اٹھایا کرو گے۔"

اس نے دونوں بازوؤں میں اسے لے کر اٹھایا۔ دونوں کے چہرے ایک دوسرے کے برابر ہوگئے۔ تاریکی میں دونوں

کی سانسیں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں۔ وہ سرگوشی میں بولی "اگر یوں رہنا ہے تو میں ساری زندگی اس غار میں گزار دوں گی۔"

آفریدی کو کچھ ہو رہا تھا۔ وہ بولا "کام کی بات کرو۔"

وہ گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "دشمن کام کریں گے۔ ہم آرام کریں گے۔"

اس نے بازو ڈھیلے کردیے۔ تاکہ وہ نیچے زمین پر کھڑی ہوجائے لیکن اس کی بانہیں گردن میں حمائل تھیں۔ وہ گردن سے لٹکی رہ گئی۔ وہ بولا "چھوڑو مجھے۔"

وہ بولی "نہ آگے جانا ہے۔ نہ پیچھے ہٹنا ہے پھر بھی کچھ تو کرنا ہے۔ کچھ تو کرو۔"

"لٹک۔ کیا کروں؟ گردن تو چھوڑو۔"

"پہلے کی طرح اٹھالو۔ تمہاری گردن پر بوجھ نہیں بنوں گی۔"

اس نے دوبارہ اٹھالیا۔ وہ تاریکی میں ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے لیکن سانسوں کے ٹکراؤ سے پتا چل رہا تھا کہ ایک دوسرے کے چہرے کو آنچ دے رہے ہیں۔ اس نے لی کو باتیں کرنے کے خیال سے دونوں بازوؤں میں جکڑ کر اٹھایا تھا مگر اب خود جکڑ گیا تھا۔ ان دونوں کے لیے فرار کا راستہ نہیں تھا۔ دشمن جیسے سر پر سوار تھے۔ اس کے باوجود خاموشی اور سناٹے میں دو دلوں کی دھڑکنیں بج رہی تھیں۔

انہیں قسمت کا یہ موقع اس لیے مل گیا کہ دشمن ابھی سوچ رہے تھے کہ اس گہری تاریکی میں انہیں کیا کرنا ہے۔ جے فلو نے ان سے کہا "خطرہ مول لینا پڑے گا۔ چھپ کر مشعل جلاؤ اور دور تک دیکھو۔ وہ نظر آجائیں تو گولی ماردو۔"

"ہم روشنی کریں گے تو وہ بھی ہمیں گولی مارسکتے ہیں۔"

"بحث نہ کرو۔ مشعل جلاؤ۔ کم آن!"

ایک نے مشعل جلائی۔ وہ لی کو بازوؤں میں اٹھائے کھڑا تھا۔ دونوں ایک چٹان کی آڑ میں تھے۔ روشنی ہوتے ہی وہ اس کے بازوؤں سے اتر گئی۔ دونوں نے اپنی گنیں سنبھال لیں۔ دشمنوں نے روشنی میں دور تک دیکھا۔ وہ نظر نہیں آئے۔ ڈینی نے کہا "آفریدی یہاں اندر ہی اندر کہیں جارہا ہے۔ اسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دو۔ ہاتھ سے نکلنے نہ دو۔ آگے بڑھو۔"

وہ سب آگے بڑھنے لگے۔ لی اور آفریدی نے چٹان کے پیچھے سے دیکھا۔ وہ تعداد میں پانچ تھے۔ ہاتھوں میں گنیں لیے ایک ایک قدم بڑھتے ہوئے چٹان کی طرف آرہے تھے۔ دونوں نے اچانک ہی چٹان کے پیچھے سے نکل کر تڑاتڑ فائرنگ کی۔ ان میں سے دو کو گولیاں لگیں۔ تیسرے کے پیر میں گولی لگی۔ وہ لنگڑاتا ہوا اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ بھاگنے لگا۔ لی نے پھر فائرنگ کی پھر ایک کو گولی لگی۔ وہ اچھل کر زمین پر گرا۔ اس کے ہاتھ میں مشعل تھی۔ گرتے ہی مشعل بجھ گئی۔ مشعل کے ساتھ وہ بھی بجھ گیا۔

ڈینی نے غصے سے کہا "گدھے کے بچو! تم ایک آدمی کو مار کر مائیکرو فلم نہیں لاسکتے؟"

"میں کیا کروں؟ انہوں نے اچانک فائرنگ کی تھی۔"

"تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ وہ چٹان کے پیچھے چھپے ہوں گے؟"

"سر! آپ کو بھی یہی سمجھ کر ہمیں گائیڈ کرنا چاہیے تھا۔"

"یو شٹ اَپ۔ اپنے زخمی ساتھی کی مرہم پٹی کرو۔"

"اندھیرے میں کیسے کروں؟ یہ زخمی میرے لیے مصیبت بن جائے گا۔ دشمن اس کے دماغ میں پہنچ گئے ہوں گے۔ ہمارے جو مسلح فوجی، بیلی کاپٹر میں تھے۔ آپ انہیں یہاں بھیجیں۔ میں تمہارہ گیا ہوں۔"

لی نے آفریدی سے کہا "وہ پانچ تھے۔ ہم نے ایک کو زخمی اور تین کو ہلاک کیا۔ ایک رہ گیا ہے۔"

وہ بولا "آگے ایک بڑا پتھر ہے۔ ہم فائرنگ کرتے ہوئے اس پتھر کے پیچھے جائیں گے۔ وہ اندھیرے میں قریب ہونے والی فائرنگ سے پریشان ہوگا۔ ہم سے دور ہونے کے لیے غار کے دہانے کی طرف جائے گا۔"

"ہوں۔ اس طرح ہم اسے رگیدتے ہوئے غار کے باہر لے جائیں گے۔"

محافظ نے کہا "آئیڈیا اچھا ہے۔ اس تنہا دشمن کو غار سے باہر لے جاکر ہلاک کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہوگا لیکن فی الوقت اپنی جگہ سے حرکت نہ کرو۔"

"ہمیں غار سے نکلنے کے لیے اسے ہلاک کرنا چاہیے۔"

"اسے ہلاک کرکے غار سے نکلو گے۔ باہر وہ چار مسلح فوجی ہیں، جو بیلی کاپٹر سے تم دونوں پر فائرنگ کررہے تھے۔"

"ان سے... باہر نمٹنا بہتر ہوگا۔"

"ان حالات میں حکمت عملی کو سمجھو۔ وہ چاروں دشمن اپنے ساتھی کی مدد کرنے اس غار میں ضرور آئیں گے۔ وہ تم دونوں کو غار میں گھیرنا چاہتے ہیں۔ ان کی خواہش پوری ہونے دو۔"

آفریدی نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیسا مشورہ دے رہے

ہو؟اس طرح ہم غار سے نکل نہیں سکیں گے۔"

"آفریدی! تم اسی طرح تجربات حاصل کرو گے۔ وہ سب تمہیں گھیرنے آئیں گے۔ غار میں داخل ہوں گے۔ ان کے پیچھے تمہارا ساتھی (علی) غار کے دہانے پر راستہ روکے گا۔ ادھر تم دونوں ہو۔ اس طرح دشمن تم تینوں کے درمیان پھنس جائے گا۔"

آفریدی نے قائل ہو کر کہا "ہاں۔ یہ ہے حکمت عملی' ہمارا ساتھی انہیں غار سے باہر نہیں جانے دے گا۔ وہ ادھر سے فائر کرے گا۔ ہم ادھر سے۔ آگے اور پیچھے کا راستہ بند رہے گا۔ دشمنوں کو فرار ہونے کے لیے تیسرا راستہ نہیں ملے گا۔"

محافظ نے کہا "میں جارہا ہوں۔ تمہارے ساتھی کی پلاننگ پوری طرح سمجھنے کے بعد آؤں گا۔"

یہی باتیں دوسرا محافظ للی کے دماغ میں بیان کررہا تھا پھر ان دونوں کے دماغوں میں خاموشی چھاگئی۔ للی نے کہا "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے محافظ بہت سمجھ دار ہیں۔ ہمیں تنہا چھوڑ گئے ہیں۔"

وہ بولا "ہمیں ان کی واپسی تک دشمنوں سے محتاط رہنا چاہیے۔"

وہ اس کی کمر کے گرد بانہوں کا گھیرا ڈال کر بولی "میرے ہاتھ تمہاری گردن سے لپٹ نہیں سکتے۔ میں محتاط رہنے کے لیے تمہارے قریب کیسے رہوں؟ پلیز بیٹھ جاؤ' میرے برابر ہوجاؤ۔"

"میں مرد ہوں۔ ایک لڑکی کے برابر نہیں ہوسکتا۔"

وہ اس کے شانوں کو ٹٹول کر دونوں ہاتھ وہاں تک لے گئی پھر اچھل کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "یہ لو' میں تمہارے برابر ہوگئی۔"

وہ بھاری بھرکم لباس میں تھی۔ بوجھ کے باعث گر سکتی تھی۔ آفریدی نے دونوں بازوؤں سے تھام لیا۔ تھامنے کے لیے جکڑلیا۔ اس نے کہا "تم مجھے مجبور کررہی ہو۔ ابھی میں ایسا نہ کروں تو گر پڑو گی۔"

"تم بہت اچھے ہو' مجھے گرنے نہیں دیتے ہو۔ مجھے دشمنوں سے بچا رہے ہو۔ میرے لیے خطرات سے کھیل رہے ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ مجھے اتنا دلیر اور اتنا چاہنے والا ملے گا۔"

"تم نے طیارے میں اچھے کردار کا ثبوت پیش کیا تھا پھر تمہیں بابا صاحب کے ادارے کی حمایت حاصل ہوگئی ہے۔ اس لیے میں تمہارے کام آرہا ہوں۔"

"کام آنا اور بات ہے مگر جسے دل سے چاہا جائے' اس کے لیے خطرات سے کھیلا جاتا ہے۔ میں درست کہہ رہی ہوں نا؟"

"وہ ساتھی جو باہر تنہا گیا ہے' میں اسے بھی دل سے چاہتا ہوں اور وہ ساتھی بھی ہمیں دل سے چاہتا ہے۔ ہماری سلامتی کی خاطر تنہا باہر گیا ہے۔"

"ابھی صرف میری اور اپنی بات کرو۔ کیا میں تمہارے لیے اسپیشل نہیں ہوں؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا "اسپیشل۔۔۔؟"

"ابھی تو میں موٹے موٹے کپڑوں میں چھپی ہوئی ہوں مگر وہاں جہاز میں تم نے مجھے دیکھا تھا۔ سچ بتاؤ' میں اچھی ہوں نا؟ مجھ میں کشش ہے نا؟ ویسے یہ مجھے پوچھنا تو نہیں چاہیے۔ مجھ میں کشش ہے اسی لیے مجھے پکڑ رکھا ہے۔"

اب وہ سمجھ رہا تھا کہ طیارے میں جب وہ شرم و حیا کی خاطر اپنے دوستوں سے دشمنی مول لے رہی تھی تب ہی سے اس نے لاشعوری طور پر متاثر کیا تھا۔ وہ بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے اندر ہی اندر سرنگ بناتی ہوئی اس کے دل تک پہنچ گئی تھی۔

اس نے پوچھا "چپ کیوں ہو؟ بولتے کیوں نہیں؟ کیا میں تمہارے لیے اسپیشل نہیں ہوں؟"

دونوں کی سانسیں ٹکرا رہی تھیں۔ آفریدی بڑی خاموشی سے اس کی سانسوں میں اترنے لگا۔

وہاں تاریکی تھی' بہت ہی گہری تاریکی۔ ایسی تاریکی جو دشمنی کے لیے عذاب تھی مگر دوستی کے لیے لاجواب تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ دوستی کے خاموش معاہدے کرتے وقت دیکھنا ضروری نہیں ہوتا۔ دیکھنے کا مسئلہ دشمنوں کا تھا۔ وہ تاریکی کو روشن کیے بغیر' آگے پیچھے دیکھے بغیر دشمنی جاری نہیں رکھ سکتے تھے۔

جو دشمن غار میں تنہا رہ گیا تھا۔ وہ اپنے زخمی ساتھی کی مرہم پٹی کرنے کے لیے زخم دیکھنا چاہتا تھا۔ تاریکی میں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ڈینی نے اس کے خیالات پڑھ کر کہا "گولی اس کے اندر رہ گئی ہے۔ وہ گولی آپریشن کے ذریعے ہی نکالی جاسکتی ہے۔ اور یہاں آپریشن ممکن نہیں ہے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ موت اس کا مقدر بن چکی ہے۔"

وہ زخمی تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ کراہ رہا تھا۔ جے فلو نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے تاریکی میں واپس وہیں جانے پر مجبور کیا' جہاں سے وہ گولی کھا کر آیا تھا۔ وہ بے چارہ آخری لمحات میں چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا چٹان کی

طرف جانے لگا۔ اس چٹان کے پیچھے للی اور آفریدی بڑے پیار سے خطرات بھرے لمحات گزار رہے تھے۔

زخمی دشمن کی کراہتی ہوئی آوازیں قریب آنے لگیں تو انہوں نے محتاط ہو کر اپنی اپنی گنیں سنبھال لیں۔ اور فائر کرنے کے لیے آواز کی صحیح سمت کا اندازہ کرنے لگے۔

محافظوں نے دونوں کے دماغوں میں آکر کہا "گولی نہ چلانا۔ وہ مرنے والا ہے۔ دشمنوں نے اسے چارہ بنا کر بھیجا ہے۔ تمہاری طرف سے گولی چلے گی تو وہ سمجھ لیں گے کہ تم دونوں ابھی تک چٹان کے پیچھے ہو اور فرار کا کوئی دوسرا راستہ تلاش کرنے ان سے دور نہیں گئے ہو۔"

آفریدی نے کہا "میں سمجھ گیا۔ دشمنوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ میں مائیکرو فلم لے کر اس غار میں بہت دور جاچکا ہوں۔ اگر میرا تعاقب نہ کیا گیا تو مجھے غار سے باہر جانے کا کوئی دوسرا راستہ مل جائے گا۔"

للی نے کہا "بے شک! انہیں یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ہم ابھی تک یہاں ہیں۔ میں اس زخمی کی آواز بہت قریب سن رہی ہوں۔"

محافظ نے کہا "اسے مرنا تو ہے ہی' لہٰذا میں خیال خوانی کے ذریعے اسے ختم کررہا ہوں۔"

آفریدی نے کہا "جسٹ اے منٹ۔ جب خدا نے اتنی تکلیف کے باوجود اسے زندہ رکھا ہے تو پھر اسے اپنی آخری سانس تک جینے دو۔"

للی نے پوچھا "اسے گولی کہاں لگی ہے؟"

محافظ نے کہا "وہ بھاگ رہا تھا۔ ایسے وقت اس کی کمر میں پیچھے گولی پیوست ہوگئی ہے۔"

للی نے زمین پر گھٹنے ٹیک دیے۔ وہ اس کے قدموں کے پاس آگیا تھا۔ للی نے اسے ٹٹول کر چھولیا۔ پھر تاریکی میں رینگتی ہوئی اس کی کمر کے پاس آئی۔ اس کے زخم کو ہاتھ لگایا تو وہ تکلیف کی شدت سے کراہنے لگا۔ محافظ نے پوچھا "کیا کررہی ہو؟ دور کھڑے ہوئے دشمن کو تمہاری پوزیشن کا علم ہوجائے گا۔"

وہ بولی "تم اس کے دماغ میں رہو۔ اسے اسی طرح چیخنے دو' جیسے یہاں تنہا پڑا اپنا آخری وقت گزار رہا ہو۔"

"مگر۔۔۔ یہ تم نے چاقو کیوں نکال لیا ہے؟ یہ۔۔۔ تمہاری سوچ کہہ رہی ہے کہ تم اس کی کمر میں پیوست ہونے والی گولی نکالنا چاہتی ہو۔ یہ حماقت ہے للی!"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو' یہ گولی نکلنے والی تکلیف برداشت نہیں کرسکے گا۔ مرجائے گا اور بچ جائے گا تو جتنا خون بہہ رہا ہے۔ اس کی جگہ دوسرا خون نہیں ملے گا۔ یہ ہر حال میں مرے گا۔"

"جب سمجھ رہی ہو تو گولی کیوں نکال رہی ہو؟"

"ابھی تم اسے ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ میں بھی ہلاک کررہی ہوں مگر بچانے کی کوشش کرتے ہوئے۔ پلیز اس کے دماغ میں جاؤ۔ خیال خوانی کے ذریعے اس میں توانائی اور حوصلہ پیدا کرو۔"

محافظ اس زخمی کے دماغ میں چلا گیا۔ تاریکی میں پیوست ہونے والی گولی نکالنا سراسر مضحکہ خیزیات تھی۔ لیکن علی نے محافظ سے کہا "وہ جو چاہتی ہے' اسے کرنے دو۔ اس سے تعاون کرو۔"

وہ اپنی من مانی کرنے لگی۔ گویا حماقت کرنے لگی۔ اس کے خیال کے مطابق دشمن کو اذیتیں دے کر ہلاک کیا جاتا ہے۔ وہ اس نیک مقصد سے اذیتیں دے رہی تھی کہ مرنا تو اسے ہے لیکن مقدر میں زندگی ہوگی تو جی لے گا۔

گولی گہرائی میں نہیں تھی۔ زخم کے منہ کے پاس ہی تھی۔ اس نے ایک اندھے ڈاکٹر کی طرح چاقو کی نوک سے اسے نکالا تو وہ شدید تکلیف کے باعث چیخ پڑا۔ اس کے بعد ایک دم سے خاموش ہوگیا۔ للی نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر معلوم کیا۔ دل دھڑک رہا تھا۔ وہ زندہ تھا مگر بے ہوش ہوگیا تھا۔

آفریدی فرسٹ ایڈ باکس نکال چکا تھا۔ للی امریکا میں میڈیکل کی طالبہ تھی۔ اندھیرے میں دواؤں کو دیکھ نہیں سکتی تھی۔ سونگھ کر مرہم اور دواؤں کو سمجھتی رہی۔ زخم سے خون کا بہاؤ روکنے اور مرہم پٹی کرنے کے طریقوں پر عمل کرتی رہی۔

ڈینی' جے فلو اور جے سامو اس زخمی کے دماغ میں تھے۔ وہ بھی تاریکی میں ہونے والے للی کے احمقانہ آپریشن پر حیران تھے۔ انہیں یہ معلوم ہوچکا تھا کہ للی اور آفریدی اسی چٹان کے پیچھے ہیں لیکن ان پر قاتلانہ حملہ کرانے کے لیے اس غار میں ایک ہی فوجی تھا۔ باقی چار مسلح جوان ہیلی کاپٹر چھوڑ کر اس کی مدد کے لیے آنے والے تھے۔ ان کے پہنچنے میں ابھی دیر تھی۔ اس لیے وہ زخمی کے دماغ میں رہ کر للی کے ظالمانہ آپریشن کو سمجھ رہے تھے۔ وہ زیادہ دیر اس کے دماغ میں نہ رہ سکے۔ گولی کے نکلتے ہی وہ بے ہوش ہوگیا تو وہ اس کے اندر سے نکل گئے۔ اس بے ہوشی کے بعد معلوم نہیں کرسکتے تھے کہ اب وہ دونوں اس چٹان کے پیچھے کیا کررہے ہیں؟

فی الوقت دشمنی کا وقفہ تھا۔ دشمن کوئی کارروائی نہیں کرسکتے تھے۔ للی اور آفریدی کو وہاں خاموشی سے انتظار کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ للی نے کہا "زخمی کو انجکشن لگانا ضروری ہے۔ فرسٹ ایڈ باکس میں انجکشن کی چار شیشیاں ہیں۔ اندھیرے میں کس طرح معلوم کروں کہ زخم کے لیے اینٹی سیپٹک انجکشن کی شیشی کون سی ہے؟"

آفریدی نے پوچھا "انجکشن کیوں ضروری ہے؟"

"میں چاقو کے پھل کو گرم نہ کرسکی۔ یہاں آگ جلائی نہیں جاسکتی تھی۔ چاقو کے لوہے سے زخم میں زہر پھیل سکتا ہے۔"

"پھینکے دو۔ میں تمہیں منی مشعل جلانے اور انجکشن کا انتخاب کرنے نہیں دوں گا۔"

"میں جانتی ہوں۔ ادھر روشنی ہوتے ہی دشمن فائر کرے گا۔"

وہ انجکشن کی ایک شیشی اٹھا کر اسے سرنج میں بھرتی ہوئی بولی "میں اندازے سے یہ انجکشن لگا رہی ہوں۔ یہ مطلوبہ انجکشن بھی ہوسکتا ہے۔"

میں آرمی ہیڈ کوارٹر میں چینی فوج کے اعلیٰ افسران کے ساتھ بیٹھا ہوا۔ انہیں للی، آفریدی اور علی کے حالات بتا رہا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے حیرانی سے پوچھا "آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ تینوں خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ وہاں سے زندہ واپس آنا بہت بڑا کارنامہ ہوگا اور ان حالات میں بھی وہ آپریشن کرکے اپنے ایک دشمن کی جان بچانے کی کوشش کررہے ہیں؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے للی کو آپریشن کی اجازت نہیں دے رہے تھے لیکن علی تیمور نے بارود کے ڈھیر میں اجازت دی ہے۔ علی فرشتہ نہیں ہے لیکن اس کے لہو میں مسیحائی ہے۔"

○☆○

پارس اور پورس کو پھر ایک بار تنہا رہنے کی آزادی مل گئی تھی۔ تقدیر مہربان ہوگئی تھی۔ ثانی اور ثبانہ، بابا صاحب کے ادارے میں چلی گئی تھیں۔ پارس اسرائیل گیا تھا۔ اس کا ذکر بعد میں ہوگا۔ ابھی پورس ممبئی ائرپورٹ پر امیگریشن کاؤنٹر سے گزر رہا تھا۔

بنکاک سے ممبئی کا سفر اس کے نقطہ نظر سے بہت ہی بور تھا۔ دل پر دستک دینے والا ایک بھی حسین چہرہ دکھائی نہیں دیا تھا۔ یوں کہنے کو تو کتنی ہی جوان اور اسمارٹ لڑکیاں آس پاس رہیں۔ وہ خوب صورت بھی تھیں لیکن ان میں وہ کشش نہیں تھی، جو پہلی ہی نظر میں دل کھینچ لیتی ہے۔

ویزیٹرز ہال میں پہنچتے ہی وہ صورت نظر آگئی۔ صورت کیا تھی، اجنتا کی مورت تھی۔ ایسی من موہنی اور..... سوہنی تھی کہ اسے دیکھتے ہی پورس کے قدم رک گئے۔ اس نے ساڑی اتنے سلیقے سے پہنی تھی کہ بدن کا حسن شاعرانہ انداز میں نمایاں ہوگیا تھا۔ چہرے پر ہلکا سا میک اپ تھا جبکہ وہ کسی میک اپ کی محتاج نہیں تھی۔

اس کے ساتھ ایک عورت کھڑی ہوئی تھی۔ جس طرح گلاب کے ساتھ کانٹے ہوتے ہیں۔ وہ بھی کانٹا لگ رہی تھی۔ پورس نے قریبی کاؤنٹر سے ایک ٹھنڈی بوتل لی۔ اسے پیتے ہوئے اسٹال کے مالک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس مالک نے اس کی مرضی کے مطابق اپنے ملازم سے کہا "چندو! بک اسٹال کے سامنے نیلے اور پیلے رنگ کی ساڑیاں پہنے ہوئے دو میلا میں کھڑی ہیں۔ انہیں دو لیمن جوس دے آ۔"

چندو نے کہا "ابھی جا کر دیتا ہوں۔"

وہ دو ٹھنڈی بوتلیں لے کر جانے لگا۔ پورس اپنی بوتل کے پیسے ادا کرکے وہاں سے دور چلا گیا۔ ایک جگہ بیٹھ کر چندو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ عورت پوچھ رہی تھی "یہ کیوں لائے ہو؟ ہم نے بوتلوں کا آرڈر نہیں دیا ہے۔"

"میرے مالک نے حکم دیا۔ میں لے آیا۔"

اس من موہنی نے ناگواری سے دور دکان کے مالک کو دیکھا۔ وہ مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی "اس بڈھے سے بول، منہ میں جتنے دانت رہ گئے ہیں۔ انہیں بھی توڑ کر اس کے ہاتھ پر رکھ دوں گی۔ چل پھوٹ یہاں سے۔"

چندو واپس جانے لگا۔ پورس اس حسینہ کے دماغ میں پہنچا تو وہ کچھ بے چینی محسوس کرنے لگی۔ اس کا نام کرشمہ کماری تھا۔ وہ اپنی ساتھی عورت سے مخاطب..... ہوکے کہہ رہی تھی "پدمنی! مجھے غصہ آرہا ہے۔"

پدمنی نے پریشان ہوکر کہا "بھگوان کے لیے برداشت کرو۔ میں اس دکان دار کو گالیاں دے کر آتی ہوں۔"

"مجھے دکان دار پر غصہ نہیں آرہا ہے۔ میرے دماغ میں کوئی پہنچا ہوا ہے۔ اے! کون ہو تم؟"

"کرشمہ! تم غصے میں عقل سے کام نہیں لیتی ہو۔ سانس روک لو۔ وہ چلا جائے گا۔"

"مجھے معلوم تو ہونا چاہیے کہ کون کتا مجھے پریشان کررہا ہے۔ صبح سے تیسری بار اسے محسوس کررہی ہوں۔"

پورس کو بڑا غصہ آیا۔ وہ دماغ میں آنے والے کو کتا کہہ رہی تھی۔ وہ اسے چھوڑ کر پدمنی کے دماغ میں آیا۔ وہ کہہ

رہی تھی "وہ صبح پہلی بار تمہارے اندر آکر بول رہا تھا۔ دوسری بار آکر خاموش رہا۔ اب بھی خاموش ہے۔ اسے دماغ سے ٹھوک دو۔ وہ باہر نکل جائے گا۔"

کرشمہ نے کہا "اے! میں تمہیں آخری بار کہتی ہوں۔ دماغ میں چھپ کر مت آؤ۔ مرد کی طرح سامنے آؤ۔"

پورس حیران ہوا کیونکہ وہ اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ یہ سمجھ میں آگیا کہ کوئی نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے، جو کرشمہ کو صبح سے پریشان کررہا ہے۔ وہ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں کوئی کہہ رہا تھا "کرشمہ! میں تم سے کہہ چکا ہوں، لندن کے ایک میگزین میں تمہاری تصویر دیکھ کر دیوانہ ہوگیا ہوں۔"

"اپنا نام اور پتا ٹھکانا بتاؤ۔"

"میں تمہارے انڈیا میں پہلی بار آرہا ہوں پھر نام اور پتا بتاؤں گا۔ میرے آتے ہی تم اپنے دماغ میں بے چینی محسوس کرنے لگتی ہو۔ آج رات یہ بے چینی دور کردوں گا۔"

"کیسے دور کرو گے؟"

"جب تم نیند میں ہوگی تو میں تم پر تنویمی عمل کروں گا۔ اس کے بعد تم مجھ سے محبت کرنے لگو گی۔"

"خبردار! مجھ پر کوئی عمل نہ کرنا۔ میں بہت بری ہوں۔ بہت خطرناک فائٹر ہوں۔ منہ ہاتھ توڑ کر رکھ دوں گی۔"

"ابھی میں نے پوری طرح تمہارے چور خیالات نہیں پڑھے ہیں پھر بھی اتنا معلوم ہوچکا ہے کہ تمہاری ذہانت میں چالاکی اور مکاری ہے اور واقعی تم ایک خطرناک فائٹر ہو۔"

"یہ جان کر بھی میرے قریب آؤ گے تو عمر بھر پچھتاؤ گے؟"

"تم ایک بیش قیمت نگینہ ہو۔ مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے کام آتی رہو گی۔ میں ابھی جارہا ہوں۔ رات کو تمہارے سونے کے وقت آؤں گا۔"

دوسرے ہی لمحے میں کرشمہ کماری نے کہا "پدمنی! وہ چلا گیا ہے لیکن کہہ رہا تھا، رات کو آئے گا اور مجھ پر تنویمی عمل کرے گا۔ تنویمی عمل کا مطلب سمجھتی ہو؟"

"ہاں! وہ تمہیں اپنی معمولا، اپنی کنیز بنالے گا۔"

"ہے بھگوان! میں کیا کروں؟ کیا میرے بھیا اپنے منتروں سے مجھے بچالیں گے۔"

"تمہارے بھیا بڑے گیانی ہیں۔ تم انہیں فون کرو۔ اپنے حالات بتاؤ۔ وہ ٹیلی پیتھی کے بھوت کو تمہارے دماغ میں نہیں آنے دیں گے۔"

وہ دونوں ٹیلی فون بوتھ کی طرف جانے لگیں۔ پورس، پدمنی کے خیالات پڑھنے لگا۔ معلوم چلا کہ کرشمہ کی ماں کا نام مائی جمنا ہے۔ پورس جس فلائٹ سے آیا ہے۔ اسی فلائٹ سے مائی جمنا آئی ہے لیکن ابھی تک امیگریشن اور کسٹم چیکنگ سے گزر کر ویزیٹرز ہال میں نہیں آسکی ہے۔ بھارت کے بیشتر صوبوں میں کالا جادو جاننے والوں کی خاصی تعداد ہے۔ نارنگ اور بھیما جیسے جادو جاننے والوں کا تعلق صوبہ مہاراشٹر سے تھا۔ مائی جمنا صوبہ بنگال میں پیدا ہوئی تھی۔ کرودھ کی دیوی، کالی مائی کی پجارن تھی۔ کتنے ہی معصوم بچوں اور کنواری لڑکیوں کو اس نے کالی مائی کے چرنوں میں قربان کیا تھا۔ ان کی گردنیں کاٹ کر بلی چڑھائی تھی۔ تیس برس تک مختلف منتروں کا جاپ کرکے طرح طرح کے جادوئی ہتھکنڈوں میں مہارت حاصل کرتی رہی۔ اب وہ اتنی خطرناک جادوگرنی بن چکی تھی کہ بڑے بڑے جادوگر اسے چڑیل کہا کرتے تھے۔

مائی جمنا اپنی جوانی میں حسین رہی ہوگی۔ تب ہی کرشمہ کماری جیسی حسین بیٹی پیدا کی تھی۔ لیکن اب تیس برسوں تک کالے جادو کے عمل نے مائی جمنا کو بدصورت بنادیا تھا اور وہ صورت سے ہی چڑیل لگنے لگی تھی۔

اس نے اپنے بیٹے جسونت پال کو جادوئی ہتھکنڈے سکھائے تھے لیکن وہ اپنی ماں کی طرح وچ ڈاکٹر نہیں بن پایا تھا۔ اس کی بیٹی کرشمہ کماری کالے جادو کی طرف مائل نہیں ہوئی۔ وہ ذہین اور نہایت مکار تھی۔ اس نے تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ جوڈو کراٹے، رائفل شوٹنگ، سوئمنگ اور ہارس رائڈنگ سیکھی تھی۔ ایک ائرلائن میں پائلٹ بننے کی بھی ٹریننگ حاصل کی تھی۔ یعنی وہ اپنی ماں اور بھائی سے مختلف تھی۔

وہ فون پر کہہ رہی تھی "ہیلو بھیا! آپ کیا کررہے ہیں۔ ماں کو لینے ائرپورٹ کیوں نہیں آئے؟"

"میں ایک معاملے میں مصروف ہوں۔ ماں میرے ہی معاملے سے نمٹنے کے لیے برما سے یہاں آئی ہیں۔ ابھی اس نے فون پر بتایا ہے کہ کسٹم والوں نے اس کا سامان روک لیا ہے۔ وہ تمہارے فون پر تم سے بات کرنے کی کوششیں کرتی رہیں لیکن تمہارا فون بند ہے۔"

"پلیز ماں کو بتائیں، میں اپنا موبائل فون گھر پر بھول آئی ہوں لیکن ماں کے گلے لگنے یہاں پہنچی ہوئی ہوں۔"

"میں ابھی بتادوں گا اور کوئی بات؟"

"ہاں بھیا! کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا صبح سے اب تک تین بار میرے دماغ میں آچکا ہے۔"

"اوہ گاڈ! یہ ٹیلی پیتھی کی مصیبت تمہارے پاس کیسے پہنچ گئی؟"

"وہ کہہ رہا تھا' لندن کے ایک میگزین میں میری تصویر دیکھی تھی اور کل یہاں پہنچ رہا ہے۔"

"میں پہلے ہی ایک مسئلے میں الجھا ہوا ہوں۔ یہ نیا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔"

"وہ کہہ رہا تھا۔ جب میں رات کو سوجاؤں گی تو مجھ پر تنویمی عمل کرے گا۔ بھیا! میں بہت پریشان ہوں۔ وہ مجھے اپنی نوکرانی بنالے گا۔"

"حوصلہ کرو۔ ماں ہماری حفاظت کے لیے پہنچ گئی ہے۔ میں ابھی ماں سے بات کرتا ہوں۔"

پورس نے پدمنی کے دماغ سے نکل کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر جسونت پال کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ پورس پھر پدمنی کے اندر پہنچ گیا۔ فی الحال وہی ذریعہ تھی کیونکہ کرشمہ کے دماغ میں جانے سے وہ بے چینی محسوس کرکے سانس روک لیتی تھی اور اس کا بھائی جسونت پال یوگا کا ماہر تھا۔

یہ وہی ٹھاکر جسونت پال تھا' جس نے کلپنا کو اغوا کیا تھا۔ گویا کلپنا کے اندر رہنے والے بھیا کو اغوا کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کلپنا مرچکی تھی۔ وہ اپنے کالے عمل سے کلپنا کو ایک گھنٹا بعد زندہ کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے عمل کرنے سے پہلے ہی وہ زندہ ہوگئی تھی۔ اس طرح وہ سمجھ رہا تھا کہ کلپنا کے اندر کوئی دوسری آتما سما گئی ہے۔

لیکن یہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ جس کلپنا کی عزت سے کھیلنے کے لیے اغوا کیا ہے' اس کے اندر کیسی آتما سمائی ہوئی ہے؟ کسی عورت کی آتما ہے یا مرد کی؟ اس حد تک سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ آتما پراسرار شکتی رکھتی ہے۔ اسی لیے کلپنا کے اندر پہنچی ہوئی ہے۔

وہ کلپنا کو اغوا کرکے گوا لے آیا تھا۔ بھیا پریشان تھا کہ اس وقت اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس کے سامنے دو راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ کلپنا کا جسم چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں چلا جائے۔ ایسا کرنے سے اس کی آتما شکتی کسی حد تک کمزور ہوجاتی اور وہ کمزوری نہیں چاہتا تھا۔

دوسرا راستہ یہ تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جسونت پال کے دماغ کو کمزور بنائے۔ اس نے یہ سوچ کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ ایک ذرا وقفے سے دوسری بار دماغ میں پہنچا۔ جسونت پال نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ کلپنا کے جسم میں سمانے کے بعد بے اختیار نسوانی آواز میں بولنے لگا تھا۔ اس نے کئی بار مردانہ آواز میں بولنے کی کوششیں کیں۔ کوشش کرنے پر وہ ایک دو فقرے مردانہ آواز میں بولتا تھا پھر قدرتی طور پر اس کی آواز زنانہ ہوجاتی تھی۔

اس نے کہا "میں کلپنا ہوں۔ دروازہ کھولو۔ مجھے کمرے میں قید نہ کرو۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔"

"چلو یہ تو معلوم ہوا' تمہارے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والی آتما سمائی ہوئی ہے۔ میں اس آتما سے کہتا ہوں' مجھ سے دوستی کرو۔ میں کالا جادو جانتا ہوں اور تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ ہماری دوستی ہمیں بہت فائدے پہنچائے گی۔"

"میں صرف ٹیلی پیتھی ہی نہیں' تم سے زیادہ کالا جادو جانتی ہوں۔ میرا مطلب ہے جانتا ہوں۔"

"جب عورت ہو تو مرد کی طرح بول کر مجھے دھوکا نہ دو۔"

"میں دھوکا نہیں دے رہی ہوں۔ میں سچ مچ مرد ہوں۔"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا "میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں کلپنا کا خوب صورت جسم چاہتا ہوں جب میں اسے حاصل کرتا رہوں گا تو تم اپنی بے آبروئی کا ماتم کرتے رہنا۔"

"میں تمہیں اپنا بدن حاصل نہیں کرنے دوں گی.... دوں گا۔"

"تم مجھے روک نہیں سکو گی۔ یہ دیکھ چکی ہو کہ میں کس طرح کلپنا کو اغوا کرکے یہاں لے آیا ہوں۔ اسی طرح اسے دوبارہ بے ہوش کرکے یا کالے عمل سے اسے دماغی طور پر کمزور بنا کر اس کی تنہائی میں آؤں گا تو تم بالکل بے بس ہوجاؤ گی۔"

"اور جب میں تمہارے کالے عمل کا توڑ کروں گی۔ تب تمہیں معلوم ہوگا کہ میں کتنی مہاشکتی مان ہوں۔"

"اور تم یہ نہیں جانتیں کہ میری ماں بنگال کی ایسی خطرناک جادوگرنی ہے' جس کے آگے بڑے بڑے جادوگر ہاتھ جوڑتے اور سر جھکاتے ہیں۔"

جسونت پال نے یہ چیلنج کیا اور اسے کمرے میں قید کرکے چلا گیا۔ بھیما سوچتا رہ گیا کہ اگر اس کی ماں مقابلے میں زبردست ثابت ہوگی اور وہ کالے عمل کے دوران کم تر ہوگیا تو پھر کیا ہوگا؟

ہوگا کیا؟ اپنی آبرو لٹنے کا تماشا دیکھے گا اور کچھ کر نہیں پائے گا۔

اس رات جسونت پال سمندر کے ایک ویران ساحل پر جاکر کالے جادو کا عمل کرنے لگا۔ اس عمل کے ذریعے وہ کلپنا کے دل اور دماغ کو تسخیر کرنا چاہتا تھا۔ جب اس کے عمل کا اثر کلپنا کے دماغ پر ہونے لگا تو بھیما نے سمجھ لیا کہ جسونت پال اسے اپنا معمول بنانے کا عمل کررہا ہے۔

کلپنا ایک کمرے میں قید تھی۔ وہ اسی کمرے کے فرش پر بیٹھ کر منتر پڑھنے لگا۔ جسونت پال کے عمل کا توڑ کرنے لگا۔ ایسے میں دونوں کے منتر ٹکرانے لگے۔ وہ کلپنا کے نام سے کپڑے کی ایک گڑیا بنا کر سمندر کے کنارے لے گیا تھا۔ جب اس کا جادو مکمل ہوجاتا تو وہ آخر میں ایک سوئی کپڑے کی گڑیا کے سر میں پیوست کرتا' جس کے نتیجے میں کلپنا کا دماغ بے حس ہوجاتا۔ وہ اپنا اچھا برا کچھ سوچ نہ پاتی۔ بھیما اپنی آتما شکتی سے اور خیال خوانی سے اس کے دماغ کو اپنے قابو میں نہ رکھ پاتا اور جسونت پال اپنی من مانی کرتا رہتا۔

لیکن بھیما کے آگے جسونت پال کا جادو کمزور پڑ گیا۔ اس نے کپڑے کی گڑیا کے سر میں ایک سوئی چبھوئی لیکن بھیما کے منتر کلپنا کے دماغ پر حاوی ہوچکے تھے۔ وہ سمندر کے ساحل سے اپنی کوٹھی میں واپس آیا پھر بند دروازے کے پاس پہنچ کر بولا "میں یہ تو مان گیا کہ تمہاری جادوئی شکتی مجھ سے زیادہ ہے لیکن تم بھی مان جاؤ گی کہ میری ماں تم سے زیادہ زبردست ہے۔ وہ صرف میری نہیں' شیطان کی بھی ماں ہے۔ میں نے اسے بلایا ہے۔ وہ کل دوپہر کی فلائٹ سے آنے والی ہے۔"

اور وہ آگئی تھی۔ کرشمہ اور پدمنی اس کا انتظار کررہی تھیں۔ پورس نے پدمنی کے خیالات سے اس کا حلیہ معلوم کیا۔ معلوم ہوا' وہ بہت ہی بدصورت ہے۔ پہلے کبھی خوب صورت رہی ہوگی لیکن جوانی سے بڑھاپے تک کالا جادو کرتے کرتے کالی چڑیل بن گئی ہے۔

دو برس پہلے وہ اپنے بیٹے اور بیٹی سے کہہ کر گئی تھی کہ وہ ایک زبردست جادوئی شکتی حاصل کرنے کے لیے برما کے جنگلات میں جارہی ہے۔ جب تک وہ شکتی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوگی' واپس نہیں آئے گی۔ وہ فون کے ذریعے اپنے بیٹے اور بیٹی سے رابطہ رکھتی تھی۔ پچھلی رات جسونت پال نے فون پر بات کی اور اسے اپنی مدد کے لیے بلایا تو اس نے کہا "تم فون نہ کرتے' تب بھی میں ضرور آتی' میں وہ زبردست شکتی حاصل کرچکی ہوں۔"

اس نے کہا "ماں! تم اپنے بچوں کے لیے بھی پراسرار بنتی جارہی ہو۔ ہمیں اب تک نہیں بتایا ہے کہ تم نے کون سی زبردست شکتی حاصل کی ہے؟"

"ذرا صبر کرو۔ میں آرہی ہوں۔ جب سامنے آؤں گی تو میری شکتی دیکھ کر حیران رہ جاؤ گے۔"

کرشمہ اور پدمنی پورس سے کچھ فاصلے پر بیٹھی اس کا انتظار کررہی تھیں۔ انہوں نے اب تک پورس کو نہیں دیکھا تھا۔ ایسے وقت کسٹم افسر کے دفتر سے ایک نہایت حسین و جمیل دوشیزہ ٹرالی میں سامان رکھے باہر آئی۔ پورس سفر کے دوران میں اسے طیارے میں دیکھ چکا تھا اگرچہ اس کا حسن قابلِ دید تھا لیکن پورس نے اس میں کشش محسوس نہیں کی تھی۔ اس نے سوچا' وقت گزارنے کے لیے سفر کے دوران میں دوستی رکھی جائے۔ اس طرح شاید اس سے دلچسپی پیدا ہوجائے گی لیکن وقتی طور پر دوستی کرنے کے لیے بھی اس کا دل مائل نہیں ہوا۔

وہ حسینہ ٹرالی دھکیلتی ہوئی کرشمہ اور پدمنی کے سامنے آئی پھر بولی "کرشمہ! میری جان! تم ماں کا انتظار کررہی ہو۔ کیا اپنی ماں کو پہچانتی ہو؟"

وہ دونوں اٹھ کر کھڑی ہوگئیں۔ کرشمہ نے پوچھا "تم کون ہو؟ یہ کیسے جانتی ہو کہ میں اپنی ماں کا انتظار کررہی ہوں؟"

حسینہ نے کہا "میری جان! اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔"

اس نے خود ہی کرشمہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پھر اس کے ہونٹ یوں ہلنے لگے جیسے زیرلب منتر پڑھ رہی ہو۔ کرشمہ نے سحرزدہ ہو کر کہا "تم میری ماں کی آواز اور لہجے میں بول رہی ہو۔ اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھوں میں دے کر ایسا لگ رہا ہے جیسے میں اپنی ماں کی آغوش میں آگئی ہوں۔"

پھر وہ حسینہ کے گلے لگ کر بولی "ماں! تم میری ماں ہو۔ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ تم پلاسٹک سرجری کے ذریعے حسین اور جوان بن کر آئی ہو۔"

وہ بولی "پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرہ بدلتا ہے۔ جسم نہیں بدلتا۔ دو برس پہلے میں یہاں سے گئی تو دبلی پتلی تھی۔ ہڈیوں کا ڈھانچا لگتی تھی۔ کیا دنیا کا کوئی ڈاکٹر مجھے صحت مند اور جوان بنا سکتا ہے؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "پھر یہ کیا ہے؟ تم ایک دم کیسے بدل گئی ہو؟ تمہاری جوانی کی تصویریں گھر میں ہیں۔ اس لیے میں نے پہچان لیا ہے۔ کوئی دوسرا کبھی یقین نہیں کرے گا کہ تم باون برس کی ہو اور ہماری ماں ہو۔"

"یہ بات زبان پر نہ لاؤ کہ میں تمہاری ماں ہوں۔ تم اور جسونت آج سے مجھے مسٹر کہا کرو گے۔"

"مگر یہ کیسے ہوگیا؟"

"میں نے کہا تھا' ایک زبردست شکتی حاصل کرنے جارہی ہوں اور وہ میں حاصل کرچکی ہوں۔ میں جب بھی بوڑھی ہونے لگوں گی تو خود کو جوان بنالیا کروں گی۔"

"ماں! اب تو تم شادی کرو گی؟ ہمارے لیے دو سرا باپ لاؤ گی؟"

"میں نے ابھی سمجھایا ہے' مجھے ماں نہیں' بہن کہو۔ بہن کے رشتے سے تمہارے لیے ایک جیجاجی (بہنوئی) پسند کرچکی ہوں۔"

"کیا سچ؟ وہ کہاں ہے؟ کیا برما میں ہے؟"

"یہاں ہے۔ میں نے اسے طیارے میں دیکھا پھر دیکھتے ہی اس پر دل آگیا۔"

"اس فلائٹ کے تمام مسافر جاچکے ہیں۔ تم نے اس سے دوستی نہیں کی؟"

"میں اپنی شکتی سے اسے اپنی طرف مائل کرتی رہی۔ اس نے مجھے کئی بار دیکھا۔ نہ معلوم کیوں میری طرف نہیں آیا۔ یوں بھی اس کی سیٹ مجھ سے دور تھی لیکن میں نے ایک ایسا منتر پڑھا ہے' جس کا اثر اس پر ہوچکا ہے۔ وہ مجھ سے دور جانے کے قابل نہیں رہا ہے۔ تمام مسافر جاچکے ہیں مگر میرے کالے جادو نے اسے یہاں بٹھا رکھا ہے۔"

کرشمہ نے خوش ہو کر پوچھا "کہاں ہے وہ؟"

اس نے پورس کی طرف اشارہ کیا۔ کرشمہ اور پدمنی اسے دیکھنے لگیں۔ پورس' پدمنی کے دماغ میں رہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ مائی جمنا' پورس پر عاشق ہوگئی ہے اور معشوق بننے کے لیے اپنے کالے جادو کے ذریعے اسے وہاں بٹھا رکھا ہے۔

پورس نے حیرانی سے سوچا "کیا میں اس کے کالے جادو کے اثر سے یہاں بیٹھا ہوا ہوں؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مجھے تو کرشمہ کی کشش نے یہاں روک رکھا ہے پھر کرشمہ اور اس کے خاندانی حالات اتنے دلچسپ ہیں کہ میں مسلسل معلومات حاصل کرنے میں مصروف ہوگیا ہوں۔"

پارس' پورس' علی' فہمی' ثانی اور ثبانہ کے دماغوں پر روحانی عمل کیا گیا تھا۔ جس کے نتیجے میں دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں پہنچ کر چور خیالات نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ان کے دماغ کسی کالے عمل سے بھی متاثر نہیں ہوسکتے تھے۔ پورس وہاں واقعی کرشمہ کی خاطر بیٹھ گیا تھا اور مائی جمنا خوش فہمی میں مبتلا تھی کہ پورس اس کے زیر اثر آگیا ہے۔

وہ تینوں اس کی طرف آنے لگیں۔ پورس نے یوں ظاہر کیا' جیسے وہاں سے جانے والا ہو۔ کرشمہ نے آواز دی "مسٹر! جسٹ اے منٹ۔"

وہ رک کر انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ اس کے قریب آگئیں۔ کرشمہ نے کہا "تم یہاں بہت دیر سے بیٹھے ہو۔ کیا کسی کا انتظار ہے؟"

وہ کچھ پریشان سا ہوکر بولا "مجھ میں آرہا میری یادداشت کو کیا ہوگیا ہے۔ مجھے یاد نہیں آرہا ہے کہ میں ممبئی کیوں آیا ہوں۔ اگر میرا مکان یہاں ہے تو وہ کہاں ہے؟"

مائی جمنا خوش ہوگئی۔ اس کے جادو نے اثر دکھایا تھا۔ وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر بولی "میرا نام جمنا کماری ہے۔"

"میرا نام شہباز ہے۔" اس نے مصافحہ کیا پھر کہا "یہ۔۔۔ یہ تمہارا ہاتھ۔۔۔ بہت۔۔۔"

جمنا مسکرا کر بولی "بہت خوب صورت ہے۔ مجھ سے ہاتھ ملانے والے سبھی لوگ یہی کہتے ہیں۔"

وہ فوراً ہی اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولا "خوب صورت تو ہے مگر بہت وہ ہے۔"

"کیا ہے؟"

"کیا بتاؤں' بہت عجیب سا ہے۔ دیکھنے میں بھرپور صحت مند جوان ہاتھ ہے مگر ہاتھ ملاتے ہی یوں لگا۔ جیسے پلپلا ہے۔ گوشت کم اور ہڈیاں زیادہ ہیں۔ جیسے کسی بوڑھی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ پریشان ہو کر اپنے اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے چھو کر محسوس کرنے لگی۔ کرشمہ نے ناگواری سے کہا "کیا بکتے ہو؟ میری بہن کا ہاتھ تمہیں کسی بوڑھی کا ہاتھ لگ رہا ہے؟"

جمنا کے دل میں اندیشہ پیدا ہوا "کیا میں اندر سے بوڑھی ہوں مگر میرا ہاتھ مجھے پلپلا نہیں لگ رہا ہے۔"

وہ بھی ناگواری سے بولی "مسٹر شہباز! کیا تم پاگل ہو؟ جوان ہاتھ کو بوڑھا کہہ رہے ہو؟"

کرشمہ نے کہا "سسٹر! یہ سچ مچ پاگل ہے۔ اسے تو یہ تک یاد نہیں ہے کہ اس شہر میں کہیں اس کا مکان ہے یا نہیں؟"

پورس نے کہا "تم بہنوں کو ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے جو محسوس کیا ہے' وہی کہا ہے۔ مس جمنا! تم کسی دوسرے شخص سے ہاتھ ملا کر معلوم کرو کہ میں نے سچ کہا ہے یا جھوٹ؟"

دو افراد باتیں کرتے ہوئے اسی طرف آرہے تھے۔ جمنا نے ان کی طرف بڑھ کر مخاطب کیا "ایکسکیوزمی۔"

وہ دونوں رک گئے۔ جمنا نے ان کے قریب جاکر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "آپ لندن کی فلائٹ کا ارائیول ٹائم بتا سکتے ہیں؟"

اس نے ہاتھ ملا کر کہا "آگے انفارمیشن بورڈ پر لکھا ہوا ہے۔"

اس کی آواز اور لہجہ سنتے ہی پورس اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس شخص نے فوراً ہی جمنا کے ہاتھ سے اپنا چھڑاتے ہوئے کہا "یہ۔۔۔ یہ تمہارا ہاتھ۔۔۔ بہت۔۔۔"

جمنا نے پوچھا "بہت کیا؟"

"بہت عجیب ہے۔ دیکھنے میں جوان ہاتھ ہے لیکن کسی بوڑھی کے ہاتھ کی طرح پلپلا لگ رہا ہے۔"

اس کے ساتھی نے حیرانی سے پوچھا "ٹونی! یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ مس جوان اور خوب صورت ہے اور تم اس کے جوان ہاتھ کو بوڑھا کہہ رہے ہو؟"

جمنا اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر بولی "پلیز تم میرا ہاتھ تھام کر دیکھو۔"

پورس اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے جمنا کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔ اسے سہلانے لگا پھر پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ کرشمہ نے پوچھا "میری سسٹر کا ہاتھ کیسا ہے؟"

وہ ہاتھ چھوڑ کر بولا "مس! تعجب ہے۔ تم دیکھنے میں جوان اور چھونے میں بوڑھی لگتی ہو۔"

جمنا نے غصے سے کہا "شٹ اپ۔ بوڑھی ہوگی تمہاری ماں۔"

ایک نے کہا "غصہ کیوں دکھاتی ہو گھر جاؤ اور لباس اتار کر دیکھو۔ اندر سے کچھ ہو۔ اوپر سے کچھ۔"

وہ اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے جانے لگا۔ جمنا نے کرشمہ کو پورس سے ذرا دور لے جاکر کہا "معلوم ہوتا ہے' میری اپنی شکتی میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔ میں گھر جاکر اپنی شکتی کو پورا کرنے کے لیے عمل کروں گی مگر اس جوان کو ساتھ لے چلو۔ میرا دل اس پر آگیا ہے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں اسے جانے نہیں دوں گی۔"

ادھر پورس نے پدمنی سے پوچھا "کیا تم بھی ان دونوں کی بہن ہو؟"

پدمنی نے جواب دیا "میں ان کی ملازمہ ہوں۔ مگر مجھے بہن بنا کر رکھتے ہیں۔ کیا سچ مچ جمنا بہن کا ہاتھ بوڑھی عورت جیسا ہے؟"

"مجھ سے کیا پوچھتی ہو؟ دو سرے دو آدمیوں نے بھی تمہاری جمنا بہن کو اندر سے بوڑھی کہا ہے۔ جب وہ گھر میں لباس بدلتی ہوگی تو تم اسے دیکھتی ہوگی۔ پلیز سچ کہو' وہ اوپر سے جیسی ہے' ویسی اندر سے نہیں ہے نا؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "آں۔۔۔؟ میں۔۔۔ میں کچھ نہیں جانتی۔۔۔"

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ وہ دونوں قریب آگئیں۔ کرشمہ نے کہا "شہباز! میں اپنی سسٹر کا ہاتھ پکڑ کر دیکھ چکی ہوں۔ یہ تو بھرپور جوان ہاتھ ہے۔"

پورس نے کہا "اس سلسلے میں' میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ تم ایک لڑکی ہو۔ تمہارے چھونے میں اور ایک مرد کے چھونے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ بہرحال اس بات کو جانے دو۔ مس جمنا بہت ہی حسین اور دلکش ہیں۔ میں ایک حسین لڑکی کا دل دکھانے کی معافی چاہتا ہوں۔"

جمنا خوش ہو کر بولی "میں ایک شرط پر معاف کروں گی۔ تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"میں! میں تم بہنوں کے ساتھ کہاں جاؤں گا؟"

"ہمارے گھر۔ کیونکہ تم اپنے گھر کا راستہ بھول گئے ہو۔"

کرشمہ نے کہا "ہمارے ساتھ رہو۔ بعد میں تمہارا گھر تلاش کریں گے۔"

"مجھے کہیں نہ کہیں جاکر رہنا ہے۔ تم دونوں اصرار کررہی ہو تو تمہارے ہی ساتھ رہوں گا۔"

وہ ان کے ساتھ ائرپورٹ کی عمارت کے باہر آیا۔ کرشمہ کار لے کر آئی تھی۔ اس کار میں ممبئی سے گوا تک ایک لمبا سفر شروع ہونے والا تھا۔ جمنا کار کی پچھلی سیٹ پر پورس کے ساتھ بیٹھنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی وہ بولا "دیکھو جمنا! برا نہ ماننا' میں تمہارے بالکل قریب رہنا چاہتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟"

"بات یہ ہے کہ تمہارے قریب رہنے سے عجیب سی بو آتی ہے۔ جیسے پورا پکا ہوا پھل رکھا رہے اور کوئی اسے نہ کھائے۔ اس پھل کی عمر گزرتی جائے تو اس میں سے بو آنے لگتی ہے۔"

کرشمہ نے کہا "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میری بہن کی عمر گزر گئی ہے؟"

"میں پھل کی عمر کا حساب بتا رہا ہوں۔ ایک پھل کی تازگی کی مدت ختم ہوجائے تو اس میں سے بو آنے لگتی ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ میری سچی بات بری لگتی ہے۔"

کرشمہ نے کہا "سسٹر! تم خوا مخواہ اس پاگل کو اپنے ساتھ لے جارہی ہو۔"

جمنا پھر کرشمہ کو پکڑ کر ایک طرف لے گئی اور بولی "غصہ نہ کرو۔ میری نئی شکتی میں ضرور کوئی کمی رہ گئی ہے۔ میں گھر جاکر مخصوص منتروں کا جاپ کروں گی تو پھر کسی مرد کو میرا بدن پلپلا نہیں لگے گا اور میرے اندر سے بڑھاپے کی بو محسوس نہیں ہوا کرے گی۔"

"ماں! تم تو اس جوان پر بری طرح مرمٹی ہو۔ ٹھیک ہے۔ اسے ساتھ لے چلتے ہیں۔"

جمنا نے واپس آکر پورس سے کہا "تم کرشمہ کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھو۔ میرے اندر جو خامیاں ہیں' وہ جلد ہی دور ہوجائیں گی۔"

"پھر تو میں تمہارے اتنے قریب آؤں گا کہ اس کے بعد کبھی دور نہیں جاؤں گا۔"

وہ سب کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ جمنا نے موبائل فون کے ذریعے جسونت پال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں کرشمہ کے ساتھ آرہی ہوں۔ میرے ساتھ ایک خاص مہمان ہے۔ اس کا نام شہباز ہے۔ اس کے لیے ہماری کوٹھی میں ایک کمرا ٹھیک کرا دو۔ یہ ہمارے ساتھ رہے گا۔"

جسونت پال نے کہا "ماں! وہ نام سے مسلمان لگتا ہے۔ اس میں ایسی کیا بات ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کوٹھی میں رہے گا؟"

جمنا بنگالی بھاشا میں اسے بتانے لگی کہ وہ اپنی نئی شکتی کے ذریعے جوان ہوگئی ہے۔ شہباز کے اور دنیا والوں کے سامنے کبھی اسے ماں نہ کہا جائے۔ سسٹر کہا جائے۔ جسونت نے ماں کے جوان ہونے پر خوشی کا اظہار کیا پھر اسے کلپنا کے بارے میں بتانے لگا۔

پورس نے بچپن سے ابتدائی جوانی تک ہندوستان میں زندگی گزاری تھی۔ وہاں کی کئی زبانیں جانتا تھا۔ جمنا کی بنگالی بھاشا کو بھی سمجھ رہا تھا۔ اسے معلوم ہورہا تھا کہ جسونت نے کلپنا نامی کسی لڑکی کو ایک کمرے میں قید کر رکھا ہے۔ وہ کلپنا مرچکی تھی لیکن ایک آتما اس کے اندر سما گئی ہے۔ اس طرح کلپنا کو ایک نئی زندگی ملی ہے۔ اور جو آتما اس کے اندر سمائی ہوئی ہے' وہ جسونت پال کے لیے مسئلہ بنی ہوئی ہے۔

جمنا نے بیٹے کو تسلی دی "میں جلد ہی اس آتما کی شکتی کو ختم کرکے تمہاری معمول بنادوں گی۔"

پورس سوچنے لگا۔ پہلے نیلماں آتما شکتی کی حامل تھی۔ وہ فنا ہوچکی ہے۔ فی الوقت نارنگ اور بھیما آتما شکتی رکھتے ہیں۔ ان دو میں سے کوئی ایک ایسا ہے' جو کلپنا کے جسم کے اندر گھسا ہوا ہے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے آمنہ کو مخاطب کیا "ماما! میں ہوں آپ کا بیٹا پورس۔ السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام۔ خوش رہو بیٹے! نارنگ اور بھیما کے علاوہ مائی جمنا بھی آتما شکتی کی حامل ہے۔ کلپنا کے جسم میں بھیما کی آتما سمائی ہوئی ہے۔ اب جاؤ۔ میں عبادت میں مصروف ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔

○☆○

للی نے زخمی دشمن کا آپریشن کیا تھا۔ گہری تاریکی میں اس کے جسم سے گولی نکالی تھی۔ اندھیرے میں دوائیں دیکھی جاسکتی تھیں' نہ پہچانی جاسکتی تھیں۔ اس نے اندازے سے مرہم لگایا تھا اور انجکشن لگائے تھے۔ ناممکن کبھی ممکن نہیں ہوتا۔ پانی میں آگ نہیں لگائی جاسکتی مگر وہ لگا رہی تھی۔

زخمی دشمن کو مرنا ہی تھا۔ ایسے میں وہ ایک انسانی زندگی کو بچانے کا تجربہ کرچکی تھی۔ اس کی جان بچاچکی تھی۔ آپریشن کے بعد وہ زندہ تھا اور بے ہوش پڑا تھا۔ اس انتہائی سرد علاقے میں ٹھنڈی زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اسے زیادہ سے زیادہ کمبل میں لپیٹ کر گرمی پہنچائی تھی لیکن گرمی پہنچانے کا کوئی سامان نہیں تھا۔ وہ بدنصیب زندگی پانے کے باوجود سرد موت سے لڑ رہا تھا۔

آفریدی نے کہا "تم نے اس کی جان بچا کر اس پر ظلم کیا ہے۔ یہ مرجاتا تو آپریشن کے بعد کی تکلیف اور ناقابل برداشت سردی کے عذاب سے بچ جاتا۔"

وہ بولی "مجھے خوشی ہے کہ میں نے تاریکی میں ناممکن کو ممکن بنایا ہے۔ یہ میری زندگی کا پہلا یادگار کارنامہ ہے۔ اگر ہم انسانی آبادی میں ہوتے تو اسے خون بھی مل جاتا اور یہ سردی کے عذاب سے بھی محفوظ رہتا۔ یہاں یہ مقدر کے رحم و کرم پر ہے۔ جیے گا یا مرجائے گا۔"

آفریدی نے محافظ سے پوچھا "کیا تم موجود ہو؟"

وہ اس وقت آفریدی کے دماغ میں نہیں تھا۔ للی کے دماغ میں بھی کوئی نہیں تھا۔ وہ سب غار سے باہر علی کے پاس پہنچے ہوئے تھے۔ معلوم کررہے تھے کہ ہیلی کاپٹر والے چار دشمن کہاں رہ گئے ہیں؟

غار میں ایک ہی دشمن تھا۔ اپنے چاروں ساتھیوں کا انتظار کررہا تھا۔ ڈینی وغیرہ نے اسے بتایا تھا کہ وہ چاروں اس

کی مدد اور آفریدی سے مائیکرو فلم چھین لینے کے لیے آرہے ہیں لیکن ان کے آنے میں دیر ہورہی تھی۔

دراصل اس دوسرے ہیلی کاپٹر کو اترنے کے لیے کوئی مناسب جگہ نہیں مل رہی تھی۔ علی اور دوسرے ساتھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پرواز کرنے والے ہیلی کاپٹر کی آواز سن رہے تھے۔ کبھی کبھی اس کی سرچ لائٹ دکھائی دیتی تھی پھر گہری دھند میں گم ہوجاتی تھی۔

للی' آفریدی کی آغوش میں سمٹ آئی تھی۔ کانوں میں سرگوشیاں کرنے کے لیے دونوں کے چہرے ایک دوسرے سے لگ گئے تھے۔ آفریدی نے کہا "تم بڑی دل والی ہو۔ دشمنوں سے بھی محبت کرتی ہو۔"

"تم میری قدر کررہے ہو' مجھے اپنی محبت دے رہے ہو' یہ میرے لیے بہت بڑا انعام ہے۔"

"میری زندگی کا یہ عجیب وغریب تجربہ ہے۔ ہمارے چاروں طرف خطرات منڈلا رہے ہیں اور ہم بڑے اعتماد اور بڑے پیار سے وقت گزار رہے ہیں۔"

"ان حالات میں محبتیں ملتی رہیں تو موت سے ڈر نہیں لگتا۔ میرے محبوب! مجھے اسی طرح سینے سے لگائے رہو۔"

وہ پہلے ہی سینے سے لگی ہوئی تھی۔ آفریدی اور لگانے لگا۔ جیسے سینے کے اندر چھپا لینا چاہتا ہو۔

میں نے علی سے کہا "بیٹے! ایسے انتہائی سرد علاقے میں زیادہ دیر نہیں رہنا چاہیے۔ للی برفانی علاقوں میں رہنے کی عادی ہے۔ تم سخت جان ہو' تمہیں کچھ نہیں ہوگا لیکن آفریدی اپنی زندگی میں پہلی بار ایسی جگہ آیا ہے۔ وہ ناقابل برداشت سردی کو اپنے حوصلے اور قوت ارادی سے برداشت کررہا ہے لیکن بیمار ہوسکتا ہے۔ جتنی جلدی ہوسکے' اسے وہاں سے نکالو۔"

اس نے ہیلی کاپٹر کی آواز سنتے ہوئے کہا "پاپا! دشمنوں کو اترنے کی جگہ نہیں مل رہی ہے اور ہیلی کاپٹر میرے نشانے پر نہیں آرہا ہے۔ اس لیے دیر ہورہی ہے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں موجود ہیں۔ ہم اپنی پلاننگ میں کچھ تبدیلیاں کررہے ہیں۔ ان کا خاطر خواہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔"

اس وقت علی غار سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر تھا۔ ادھر کی برفانی سطح ٹھوس تھی۔ اس نے نئی پلاننگ کے مطابق اس ٹھوس سطح پر ایک واکنگ اسٹک گاڑ دی۔ اس کے اوپری سرے پر ایک رومال باندھ دیا تھا پھر دور جاکر ایک چٹان کے پیچھے چھپ گیا۔

اس طرح وہ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو بتا رہا تھا کہ وہ جگہ ٹھوس ہے اور وہاں ہیلی کاپٹر کو اتارا جاسکتا ہے۔ اس طریقہ کار سے یہ ہوتا کہ ہیلی کاپٹر بحالت مجبوری اترنے آتا کیونکہ دیر تک پرواز کرتے رہنے سے ایندھن کم ہوتا جارہا تھا۔ ان کے لیے کہیں اترنا لازمی ہوگیا تھا۔

وہ چٹان کے پیچھے انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد سرچ لائٹ کی دھندلی سی روشنی دکھائی دی۔ گردش کرتے ہوئے پنکھے کی آوازیں قریب آنے لگیں پھر سرچ لائٹ کی روشنی میں برف میں گاڑی گئی اسٹک نظر آنے لگی۔ ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ کر قدرے بلندی پر ٹھہر گیا۔ پائلٹ سمیت وہ چاروں مسلح فوجی فیصلہ کررہے تھے کہ وہاں اترنا چاہیے یا نہیں؟ کیونکہ ان کا مخالف وہاں ضرور کہیں چھپا ہوگا۔

وہ ایک مخالف کا مقابلہ کرسکتے تھے لیکن ہیلی کاپٹر کے ایندھن میں اب کمی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس فیصلے کے مطابق ہیلی کاپٹر وہاں اترگیا۔ اترنے کے بعد اس کا سلائیڈنگ دروازہ نہیں کھلا۔ کوئی باہر نہیں آیا۔ وہ سب اندر بیٹھے باہر کا جائزہ لے رہے تھے۔ دو سرچ لائٹس دائیں بائیں تھیں۔ ان کی روشنی کے باوجود گہری دھند میں صرف چند گز کے فاصلے تک نظر آرہا تھا۔ اس حد تک ان کا مخالف نظر نہیں آرہا تھا۔

ان سب کو یہ علم تھا کہ غار میں دو مخالفین ہیں۔ ایک للی اور دوسرا آفریدی اور غار کے باہر صرف ایک مخالف (علی) ہے۔ وہ ایک مخالف سے خوف زدہ نہیں تھے۔ احتیاطاً یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ مخالف کہاں ہوسکتا ہے؟ کدھر سے آکر فائر کرسکتا ہے؟ انہیں یہ بھی خیال تھا کہ جب تک وہ ہیلی کاپٹر سے باہر نہیں نکلیں گے' وہ فائر نہیں کرے گا۔

یہ ان کا اپنا خیال تھا۔ علی نے اپنے خیال کے مطابق انہیں اترنے پر مجبور کیا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ وہ ایندھن بچانے کی خاطر وہاں ضرور اتریں گے اور اترنے کے بعد فوراً ہی ہیلی کاپٹر سے باہر نہیں نکلیں گے۔ وہاں کی گہری دھند میں اپنے ایک مخالف کا انتظار کریں گے لیکن ایک جگہ بیٹھ کر دور تک نہیں دیکھ سکیں گے۔ ان کے برعکس علی چٹان کے پیچھے سے نکل کر ان کی طرف آرہا تھا۔

جب... ہیلی کاپٹر دھندلا سا نظر آنے لگا تو وہ رک گیا۔ اسے ہیلی کاپٹر نظر آرہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بھی ہیلی کاپٹر والوں کو نظر آسکتا تھا۔ وہ پیچھے کی طرف آیا۔ اب اگر وہ فائرنگ شروع کرتے تو... اس کے لیے انہیں دونوں طرف

کے دروازے کھولنے پڑتے۔

اس نے کاندھے سے سب مشین گن اتاری۔ اسے برف کی سطح پر جما کر کھڑا کیا پھر ہیلی کاپٹر کے اس حصے کا نشانہ لیا' جہاں ایندھن کی ٹنکی ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس نے فائرنگ شروع کردی۔ دشمن پہلے سے الرٹ تھے۔ انہوں نے دونوں طرف کے سلائیڈنگ دروازے کھولے پھر انتظار کرنے لگے۔ دوبارہ فائرنگ ہونے پر وہ معلوم کرسکتے تھے کہ ان کا دشمن کہاں ہے؟

علی تین فائر کرنے کے بعد جگہ بدل چکا تھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر کے اگلے حصے کی طرف پہنچ کر پائلٹ سیٹ کی طرف دو فائر کیے۔ پائلٹ بچ گیا مگر سہم گیا۔ اس کے بعد آنے والی کوئی گولی اس کی زندگی چھین سکتی تھی۔ وہ چیخ کر اپنے ساتھیوں سے بولا "وہ تیزی سے جگہ بدل رہا ہے۔ پہلے پیچھے تھا۔ اب آگے ہے۔ ہمیں پرواز کرتے ہوئے سرچ لائٹس کے ذریعے اس پر فائرنگ کرنی ہوگی۔"

ہیلی کاپٹر برفانی سطح سے بلند ہوگیا۔ نیچی پرواز کرتا ہوا ایک دائرے میں گھومتا ہوا علی کو تلاش کرنے لگا۔ وہ چٹان کے پیچھے چلا گیا تھا۔ اس کا یہ طریقہ کار سمجھ میں آگیا کہ پرواز کے دوران وہ نظر نہیں آئے گا۔ ہیلی کاپٹر کو اتارا جائے گا تو وہ گہری دھند سے فائدہ اٹھا کر چھپ کر فائر کرتا رہے گا۔

انہوں نے اس کی یہ چال سمجھنے کے بعد فیصلہ کیا کہ وہاں دوبارہ ہیلی کاپٹر کو نہیں اتارا جائے گا۔ وہ اب دوسری مناسب جگہ تلاش کرنے کے لیے وہاں سے دور جانے لگے۔ اسی وقت ڈیش بورڈ پر ایندھن کی مقدار بتانے والا میٹر تیزی سے صفر کی طرف جانے لگا اور تب معلوم ہوا کہ اس ایک مخالف نے پہلے تین فائر ایندھن کی ٹنکی پر کیے تھے۔ ٹنکی میں تین جگہ سوراخ ہوگئے تھے۔ وہ خالی ہوتی جارہی تھی۔

وہ اتنی دور آگئے تھے کہ دوبارہ اس نحوس برفانی سطح کی طرف واپس جاتے تو ٹنکی بالکل خالی ہوجاتی۔ ہیلی کاپٹر کہیں بھی گر سکتا تھا۔ جان بچانے کے لیے وہ جہاں پہنچے تھے' وہیں نیچی پرواز کرکے رسی کی سیڑھی کے ذریعے نیچے اترنے لگے۔ پہلے ایک فوجی جوان نے سیڑھی کے نچلے حصے پر آکر صرف چھ فٹ کی بلندی سے برف کی سطح پر چھلانگ لگائی۔ نیچے پہنچتے ہی وہ پیروں کی طرف سے دھنسنے لگا۔ برف کی سطح کچی تھی۔ اس کے نیچے پانی ہی پانی تھا۔ اس نے آس پاس کی سطح پر ہاتھ مار کر ڈوبنے سے بچنے کی کوششیں کیں لیکن جہاں ہاتھ مارتا گیا۔ وہاں کی کچی سطح ٹوٹتی گئی۔ کوئی اسے برف کی نامعلوم تہ میں ڈوبنے سے نہ بچا سکا۔

اپنے ساتھی کی عبرت ناک موت دیکھ کر پھر کسی نے نیچے اترنے کی جرات نہیں کی۔ رسی کی سیڑھی اوپر کھینچ لی گئی۔ پائلٹ ہیلی کاپٹر کو بلند کرکے آگے جانے لگا تو پنکھے کی گردش تھمنے لگی۔ انجن جھٹکے کھاتے ہوئے بند ہورہا تھا۔ موت' زندگی کو آگے بڑھنے سے روک رہی تھی۔

علی نے چٹان کے پیچھے سے نکل کر دیکھا دور سرچ لائٹ نظر آتے آتے برف کی کچی سطح میں دھنس گئی تھی۔ پھر وہ لائٹ نظر نہیں آئی۔ پورے ہیلی کاپٹر کے ساتھ دھنسنے والے آخری بار چیخ رہے ہوں گے لیکن تیز و تند ہواؤں کے شور میں ان کی چیخوں کا دم گھٹ گیا تھا۔

علی واکنگ اسٹک کی نوک کو برف کی سطح پر ٹیکتے ہوئے غار کی طرف جانے لگا۔

غار میں پہلے جیسی تاریکی تھی۔ اب وہاں ایک ہی دشمن رہ گیا تھا۔ ڈینی' جے فلو اور جے سامو نے اسے یہ نہیں بتایا کہ اس کی مدد کو آنے والے موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ اسے یہ معلوم ہوجاتا تو وہ خود کو تنہا سمجھ کر ہمت ہار جاتا۔ ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا وہی ایک آلہ کار رہ گیا تھا۔

انہوں نے اسے حکم دیا "غار کی پتھریلی زمین پر لیٹ کر رینگتے ہوئے آگے جاؤ۔ تم پہلے دیکھ چکے ہو کہ وہ چٹان تم سے کتنے فاصلے پر ہے۔"

ڈینی نے کہا "تاریکی میں اندازے سے رینگتے رہو۔ ہم جہاں رکنے کا حکم دیں۔ رک جاؤ۔ بڑی پھرتی سے اٹھ کر ایک منی مشعل جلاؤ۔ دوسرے ہاتھ میں ریوالور رکھو۔ روشنی ہوتے ہی اندھا دھند فائرنگ کرتے ہوئے اس چٹان کے دوسری طرف چھپ جاؤ پھر اگلی فائرنگ کے لیے دوسری گن سنبھال لو۔"

جے فلو نے کہا "شاید اگلی فائرنگ کی ضرورت پیش نہ آئے۔ تم ان کی توقع کے خلاف تاریکی میں اچانک موت بن کر پہنچو گے۔ تمہاری پہلی ہی فائرنگ نتیجہ خیز ہوگی۔"

وہ زمین پر اوندھے منہ رینگنے لگا۔ تینوں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ وہ تاریکی میں خطرہ مول لینے سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔ وہ یہ سوال بھی نہ کرسکا کہ اس کی مدد کو آنے والے کہاں رہ گئے ہیں؟ اس تنہا بے یار و مددگار کے پاس کیوں نہیں آرہے ہیں؟

ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چٹان تک فاصلے کا اندازہ تھا۔ ڈینی نے اسے ایک جگہ رکنے کا حکم دیا وہ رک گیا۔ وہ تینوں اس کے ذریعے اس سناٹے میں پوری توجہ سے سننے لگے۔ کچھ ایسی آوازیں آرہی تھیں جیسے رک رک کر

سرگوشیاں کی جارہی ہوں۔ وہ ڈینی کے حکم سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔

للی اور آفریدی ایک دوسرے سے لگے ہوئے زمین پر بیٹھے تھے۔ ان کے ہتھیار قریب ہی ایک طرف رکھے ہوئے تھے۔ اور وہ زخمی دشمن کچھ فاصلے پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں زندگی کے عملی میدان میں ابھی کچے تھے۔ انہیں سمجھنا چاہیے تھا کہ جنگ کے دوران میں وقفہ ہوتا ہے تو وہ وقفہ اگلے حملہ کی تیاریوں کے لیے ہوتا ہے' رومانس کے لیے نہیں ہوتا۔ ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ دشمن تاریکی میں قریب آنے کا حوصلہ نہیں کریں گے پھر یہ کہ ان کے محافظ ٹیلی پیتھی جاننے والے آئندہ اقدامات کے لیے ان کی رہنمائی کریں گے۔

لیکن وہ محافظ بھی نہیں جانتے تھے کہ ڈینی وغیرہ اپنے تنہا آلہ کار کو تاریکی میں استعمال کررہے ہیں۔ انہیں یہ اطمینان تھا کہ علی غار کی طرف جارہا ہے۔ وہ پیچھے سے اس تنہا دشمن کو للکارے گا تو وہ نہ آگے بھاگ سکے گا اور نہ ہی پیچھے علی پر حملہ کرسکے گا لیکن وہاں وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی حکمت عملی بدل گئی تھی۔

بالکل خلاف توقع' اچانک ہی منی ٹارچ روشن ہوکر ان دونوں کے قریب آگری۔ دشمن کو ریوالور دونوں ہاتھوں سے پکڑنے میں جتنا کم وقت لگا۔ اتنے کم وقت میں آفریدی بڑی پھرتی سے للی کو اپنے اوپر لے کر اس جگہ سے لڑھکنے لگا۔ تڑا تڑ فائرنگ ہورہی تھی۔ وہ دونوں لڑھکتے ہوئے فائرنگ سے بچتے جارہے تھے۔

صرف بچتے رہنے سے موت نہیں ٹل جاتی۔ جوابی فائرنگ لازمی ہوتی ہے لیکن وہ دونوں جہاں سے لڑھکتے ہوئے آئے تھے' ہتھیار وہاں رہ گئے تھے۔ گویا میدان جنگ میں دونوں خالی ہاتھ رہ گئے تھے۔

دشمن کے ریوالور میں چھ گولیاں تھیں۔ وہ چھ فائر کرچکا تھا۔ ادھر وہ ریوالور کو پھینک کر دوسری گن سنبھال رہا تھا۔ ادھر آفریدی دوڑتا ہوا اپنے ہتھیار کی طرف جارہا تھا۔ للی اس کے ساتھ جانے کے لیے فوراً ہی نہ اٹھ سکی۔ ڈینی نے اپنے آلہ کار کے ذریعے للی کو نشانے پر رکھتے ہوئے آفریدی سے کہا "ہالٹ! ہتھیار کو ہاتھ لگاؤ گے تو تمہاری ساتھی ماری جائے گی۔"

آفریدی اپنی گن تک پہنچتے پہنچتے رک گیا۔ وہ اپنی گن کو ہاتھ لگا کر للی کی موت نہیں چاہتا تھا۔ ڈینی نے کہا "باہر تمہارے ایک ساتھی نے ہمارے تمام آدمیوں کو ہلاک کرڈالا ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے اس سے کہو کہ تمام ہتھیار پھینک کر یہاں آجائے۔ باہر جو ایک ہیلی کاپٹر رہ گیا ہے' میں اس میں جاؤں گا۔ مائیکرو فلم مجھے دو۔"

ڈینی' جے فلو اور جے سامو اس آلہ کار کے دماغ پر سختی سے قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ للی اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس آلہ کار کے ہاتھوں سے گن نہیں چھین سکتے تھے کسی طرح بھی اس پر قابو نہیں پاسکتے تھے۔

وہ کہہ رہا تھا "مائیکرو فلم دے دو گے تو میں تمہارے ساتھی کو بھی اس غار میں زندہ چھوڑ کر ہیلی کاپٹر میں چلا جاؤں گا۔"

مائیکرو فلم نہیں تھی۔ آفریدی کہاں سے لاکر دیتا۔ اگر ہوتی اور وہ دشمن کو دے دی جاتی۔ تب بھی وہ للی اور آفریدی کو زندہ نہ چھوڑتا۔

اس نے کہا "میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔ تمہارا ساتھی اچانک یہاں آکر مصیبت بن سکتا ہے۔ میں تین تک گن رہا ہوں۔ اگر تم مائیکرو فلم نکال کر میری طرف نہیں اچھالو گے تو میں تین کہتے ہی تمہاری اس ساتھی کو گولی مار دوں گا۔"

پھر اس نے گنتی شروع کی "ایک۔۔۔"

آفریدی نے کہا "تم غلط سمجھ رہے ہو۔ مائیکرو فلم میرے پاس نہیں ہے۔ میرے ساتھی کے پاس ہے۔"

اس نے کہا "دو۔۔۔"

آفریدی نے کہا "میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ساتھی کو بلایا ہے۔ وہ آرہا ہے۔"

"پھر تو صرف تمہارا ساتھی زندہ رہے گا۔ تم دونوں مرو گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے للی کا نشانہ لے کر ٹریگر کو دبایا پھر اچانک ہی وہ ہوگیا' جس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ دشمن کے ٹریگر دبانے سے پہلے ہی بے ہوش زخمی کے جسم میں لرزش سی پیدا ہوئی۔ اس کا ایک ہاتھ اٹھا۔ ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس دشمن آلہ کار کے سنبھلنے سے پہلے ہی ٹھائیں سے گولی چل گئی۔

گولی حلق میں پیوست ہوئی۔ اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ وہ دوسری سانس نہ لے سکا۔ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسے آخری بار کسی طرح سنبھال کر آفریدی کو ہلاک کرنا چاہا لیکن اس کے ہاتھ سے گن نکل کر زمین پر گر چکی تھی پھر وہ بھی زمین پر گر کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

للی اور آفریدی دوڑتے ہوئے بے ہوش زخمی کے پاس

آئے۔ ٹارچ کی روشنی میں انہوں نے دیکھا۔ اس کا ریوالور والا ہاتھ ڈھلک گیا تھا۔ گردن بھی ڈھلک گئی تھی۔ اس کی پھیلی ہوئے ساکت بے جان آنکھیں للی سے کہہ رہی تھیں "نیکی رائیگاں نہیں جاتی۔"

○☆○

جیکی ہنٹر اسرائیل پہنچ گیا تھا۔ الپا اس کے اور بوبی اسمتھ کے سروں میں کیلیں پیوست کرانے کے بعد دونوں کو اپنا معمول بنا چکی تھی اور بل ایب سے دور اپنے ایک مکان کے تہ خانے میں ٹرانسفارمر مشین تیار کرانے کے انتظامات کر رہی تھی۔

ایک مختصر سی پلاسٹک سرجری کے ذریعے جیکی ہنٹر کے چہرے کو تبدیل کر دیا گیا تھا۔ وہ ایک عام شہری کی حیثیت سے بوبی کے ساتھ رہتا تھا۔ مشین تیار کرنے کا ضروری سامان تل ابیب سے اس خفیہ مکان کے تہ خانے میں پہنچا رہا تھا۔ چند اہم پرزے ایسے تھے، جنہیں وہ لیتھ مشین کے ذریعے تیار کرنے کے بعد ٹرانسفارمر مشین کو مکمل کر سکتا تھا۔ اس نے الپا سے کہا تھا کہ ایک یا ڈیڑھ ماہ میں مطلوبہ مشین کامیابی سے تیار ہو سکے گی۔

امریکا میں جو ٹرانسفارمر مشین تیار ہو چکی تھی۔ اس کے بارہ رازدار تھے۔ ان میں پانچ امریکی اکابرین، دو ٹیلی پیتھی جاننے والے لیزی گارڈ اور کینی بال، دو ٹیکنیکی ماہرین جیکی ہنٹر اور وائزمین اور تھری جے تھے۔ ان بارہ میں سے جیکی ہنٹر کو الپا نے اغوا کرا لیا تھا۔ باقی گیارہ رازدار رہ گئے تھے۔

جیکی ہنٹر کی گمشدگی ان گیارہ افراد کو پریشان کر رہی تھی۔ انہوں نے چاہا تھا کہ امریکا میں ٹرانسفارمر مشین کی موجودگی کا علم کسی کو نہ ہو لیکن جیکی ہنٹر کی گمشدگی بتا رہی تھی کہ کسی دشمن کو یہ راز معلوم ہو چکا ہے۔

ان گیارہ رازدار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے جیکی ہنٹر کی بیوی اور اس کی جوان بیٹی ڈائنا کے خیالات پڑھنے کے بعد یقینی طور پر اندازہ کیا کہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔ اس صبح وہاں سے روانہ ہونے والی تمام فلائٹس کے مسافروں کے نام چیک کیے گئے۔ ان میں ایک نام ایسا تھا، جس کا پاسپورٹ جعلی ثابت ہوا۔ جعلی پاسپورٹ کے ذریعے سفر کرنے والا اسرائیل کے شہر تل ابیب گیا تھا۔

تب یقین ہو گیا کہ الپا کسی طرح جیکی ہنٹر کو ٹریپ کر کے اسے اپنا معمول بنا چکی ہے اور یقینی طور پر اس کے خیالات سے امریکا میں ٹرانسفارمر مشین کی موجودگی کا راز معلوم کر چکی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ٹرانسفارمر مشین کے باقی گیارہ رازداروں کے نام اور پتے بھی معلوم کر چکی ہوگی۔

ڈائنا اور اس کی ماں کے خیالات سے معلوم ہوا کہ جیکی ہنٹر اپنے گھر میں کسی مشین کا نقشہ بنایا کرتا تھا۔ لیزی گارڈ نے اپنے رازدار ساتھیوں سے کہا "جیکی ہنٹر نے یقیناً ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ بنایا ہوگا۔ الپا اسے نقشے کے ساتھ ٹریپ کر چکی ہے۔"

جے کافو نے کہا "وہ بہت مکار ہے۔ وقت ضائع کیے بغیر ٹرانسفارمر مشین تیار کرانے میں مصروف ہو گی۔"

لیزی گارڈ نے ہاٹ لائن پر اسرائیلی آرمی انٹیلی جنس والوں سے رابطہ کیا۔ ان سے کہا "ہم الپا سے ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ وہ میرے دماغ میں آئے یا ہمیں اپنے دماغ میں آنے دے۔ ہم اس کا انتظار کر رہے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد الپا نے لیزی گارڈ کے دماغ میں آ کر کہا "میں الپا ہوں۔ مجھے کس لیے یاد کیا ہے؟"

"تم اچھی طرح سمجھ رہی ہو کہ ہم جیکی ہنٹر کے لیے پریشان ہیں۔"

"کس جیکی ہنٹر کی بات کر رہے ہو؟ بہتر ہے، مجھ سے صاف اور سیدھی گفتگو کرو۔"

"امریکی جیکی ہنٹر ٹرانسفارمر مشین کا تکنیکی ماہر ہے۔ تم نے ٹرانسفارمر مشین کے نقشے کے ساتھ اسے اغوا کرایا ہے۔"

الپا نے حیرانی سے کہا "او مائی گاڈ! ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ تمہارے ریکارڈ روم سے چوری ہو گیا ہے؟ اور تمہارا خیال ہے کہ میں نے اسے نقشے کے ساتھ اغوا کرایا ہے۔ کاش ایسا ہوتا تو میں خوشی سے جشن مناتی۔ اس سلسلے میں مجھ پر شبہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟"

"جس دن جیکی ہنٹر گم ہوا تھا۔ اس صبح کی ایک فلائٹ سے ایک شخص جعلی پاسپورٹ کے ذریعے اسرائیل گیا ہے۔"

"کتنے ہی مجرم مختلف ہتھکنڈوں سے ہمارے ملک میں آتے ہیں۔ میں انٹیلی جنس والوں سے کہوں گی کہ وہ جعلی پاسپورٹ پر یہاں آنے والے شخص کا سراغ لگائیں۔"

"الپا! تم بڑی خوب صورتی سے انجان بن رہی ہو۔"

"اور تم بڑی حماقت سے جیکی ہنٹر کی گمشدگی کا الزام مجھ پر لگا رہے ہو۔ پچھلے دنوں نارنگ میرے لیے عذاب بن گیا تھا۔ اس سے نجات پا کر سکون کا سانس لے رہی ہوں۔ ایسے وقت تم پریشان کرنے والی باتیں کر رہے ہو۔ پلیز دشمن کو پہچانو۔ تمہارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا... آندرے پانچ ٹیلی

پیتھی جاننے والوں کے ساتھ باغی ہو کر کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ اس پر شبہ کیوں نہیں کر رہے ہو؟ تیج پال کی رہنمائی میں رہنے والے بیزون، بڈی رابرٹ، جوزف وسکی اور مائیک مورو نے بھی امریکی حکومت کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ ایسے بغاوت کرنے والوں پر شبہ کرنا چاہیے اور تم خوا مخواہ مجھ پر شبہ کر رہے ہو؟ صرف اس لیے کہ کوئی امریکا سے جعلی پاسپورٹ پر یہاں آیا ہے؟"

"جعلی پاسپورٹ کے ذریعے جیکی ہنٹر تمہارے پاس پہنچا ہوا ہے۔ مگر تم تسلیم نہیں کرو گی۔"

"خوا مخواہ الزام دیتے رہو۔ میری صحت پر اثر نہیں پڑے گا۔ میں تمہارے دماغ سے جا رہی ہوں۔ آئندہ جیکی ہنٹر کے سلسلے میں میرا وقت ضائع نہ کرنا۔"

وہ لیزی گارڈ کے دماغ سے چلی گئی۔ کینی بال نے کہا "ہمیں آندرے اور تیج پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا بھی محاسبہ کرنا چاہیے۔"

ڈینی نے کہا "ہماری لسٹ میں الپا، آندرے اور تیج پال ہیں لیکن یہ تینوں کبھی ہمارے سامنے مجبور ہو کر حقیقت نہیں اگلیں گے۔"

جے کافو نے کہا "جیکی ہنٹر کی جوان بیٹی ڈائنا کسی بوبی نامی جوان سے محبت کرتی تھی۔ ڈائنا کے خیالات بتا رہے ہیں کہ جس دن سے اس کا باپ گم ہوا ہے۔ اسی دن سے بوبی بھی لاپتا ہے۔ اس نے فون کے ذریعے بھی ڈائنا سے رابطہ نہیں کیا ہے۔"

"یہ معلوم کیا جائے کہ بوبی کون ہے؟ اور اس دن سے کہاں گم ہو گیا ہے؟"

ٹرانسفارمر مشین کے وہ گیارہ رازدار ایک ایک سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے بار بار جیکی ہنٹر کی بیوی اور بیٹی کے دماغوں میں جاتے رہتے تھے۔ انہوں نے پھر ایک بار ڈائنا کے خیالات پڑھے۔ ظاہر ہوا جیکی ہنٹر کی پوری فیملی کی طرح بوبی بھی یہودی ہے۔ وہ جیوز ویلفیئر سوسائٹی کے اکاؤنٹ سیکشن میں ملازمت کرتا تھا۔ وہ یہودیوں کا ادارہ تھا۔ بوبی یہودی تھا۔ اس حوالے سے یہی رائے قائم کی جا رہی تھی کہ بوبی اپنے ملک اسرائیل کے مفادات کے لیے امریکا میں کام کر رہا تھا۔ یہودیوں کے ایک ادارے میں بظاہر ملازم تھا۔ مگر الپا کی خفیہ سراغ رسانوں کی ٹیم کا ایک جاسوس تھا۔

کڑی سے کڑی ملنے لگی کہ بوبی نے پہلے ڈائنا کو محبت کے جال میں پھانس لیا۔ اس کے ذریعے معلوم کیا کہ جیکی ہنٹر اپنے گھر میں بڑی رازداری سے کس مشین کا نقشہ بنا رہا ہے۔ بوبی نے کسی طرح تصدیق کی یا الپا، اس کی محبوبہ ڈائنا کے دماغ میں رہ کر جیکی ہنٹر کی بیوی کے دماغ میں پہنچ کر اس نقشے کی اہمیت کو سمجھتی رہی۔ یہ بھی معلوم کیا گیا ہوگا کہ جیکی ہنٹر امریکا میں دوبار ٹرانسفارمر مشین بنا چکا ہے۔ یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد جیکی ہنٹر کو مشین کے نقشے سمیت اسرائیل پہنچایا گیا ہے۔

ٹرانسفارمر مشین کے وہ گیارہ رازدار اس سلسلے میں آندرے اور تیج پال پر بھی شبہ کر رہے تھے۔ ان کے خلاف بھی انکوائری کر رہے تھے لیکن الپا پر یقین کی حد تک شبہ ہو چکا تھا۔ انہوں نے اسرائیل میں تمام امریکی سراغ رسانوں کو الرٹ کر دیا۔ اپنے گیارہ رازداروں میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے فوج کے اعلیٰ افسر مارک فورڈ کو ان سراغ رسانوں کا رہنما مقرر کیا۔ تاکہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور ان سراغ رسانوں کے ذریعے الپا کی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں اور جیکی ہنٹر کو تلاش کیا جا سکے۔

وہ اپنے طور پر درست سوچ رہے تھے کہ الپا نقشے کو اور تکنیکی ماہر جیکی ہنٹر کو حاصل کر لینے کے بعد مشین تیار کرانے میں مصروف ہو گی۔ ویسے مصروفیات کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے الپا تک پہنچنا ان کے لیے تقریباً ناممکن تھا۔ ایک تو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے اس کا دماغ مردہ رہتا تھا۔ دوسرا یہ کہ وہ کس بہروپ میں اور کہاں رہتی ہے یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

جے کافو نے کہا "ڈائنا اب بھی بوبی کو چاہتی ہے۔ شاید بوبی اب بھی اس سے پیار کرتا ہوگا لیکن الپا کے زیر اثر اپنی محبوبہ سے دور رہنے پر مجبور ہوگا۔ میرا مشورہ ہے، ڈائنا کو اسرائیل بھیجا جائے۔"

ایک نے کہا "الپا اپنے ملک میں ڈائنا کو دیکھے گی تو بہت محتاط رہے گی۔ بوبی اور جیکی ہنٹر کو ٹیلی پیتھی کے پردوں میں چھپا کر رکھے گی۔"

"ان پردوں کو چاک کرنے کے لیے ہمارے پاس بھی ٹیلی پیتھی کے ہتھیار ہیں۔ وہاں ڈائنا کا باپ بھی ہے اور محبوب بھی، ہم اس کے ذریعے الپا کو ذہنی طور پر الجھائیں گے، تب ہی اسے ٹرانسفارمر مشین تیار کرانے سے روک سکیں گے۔"

جے کافو بظاہر انہیں مشورہ دے رہا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ وہ مشورہ ان کے لیے حکم ہے۔ کیونکہ لیزی گارڈ، کینی بال اور پانچوں اکابرین ان تھری جے کے معمول اور غلام تھے اور اپنی غلامی سے بے خبر تھے۔ جے کافو کی مرضی کے مطابق ڈائنا

پر تنویمی عمل کیا گیا۔ اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے مارک فورڈ کی محکوم بنایا گیا پھر اسی رات ایک فلائٹ سے اسے اسرائیل پہنچا دیا گیا۔

دوسری صبح ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسرائیل کے تمام اخبارات میں ڈائنا کی تصویر کے ساتھ ایک اطلاعی خبر شائع کرائی گئی۔ خبر یوں تھی "ڈیڈی! میں تمہاری بیٹی ہوں۔ بوبی! میں تمہاری جان، تمہاری زندگی ہوں۔ تمہاری تلاش میں آئی ہوں۔ تم دونوں کہاں ہو؟ جب تک تم دونوں سے ملاقات نہیں ہوگی، میں اسی ملک میں رہوں گی۔"

جیکی ہنٹر اور بوبی مشین کی تیاری کے دوران میں ساتھ رہتے تھے پھر جیکی ہنٹر اسی خفیہ مکان میں آرام کرتا تھا، جس کے تہ خانے میں مشین تیار ہونے والی تھی اور بوبی رات گزارنے کے لیے الپا کے پاس چلا آتا تھا۔ اس روز اسی مصروفیت کے دوران میں انہوں نے ایک اخبار میں ڈائنا کی تصویر دیکھی۔ جیکی نے کہا "یہ میری بیٹی ہے۔ اوہ گاڈ! مجھ سے کتنی محبت کرتی ہے۔ یہاں مجھے تلاش کرنے آئی ہے۔"

بوبی بڑی محبت سے ڈائنا کی تصویر دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا "تمہاری بیٹی! مجھے بھی تلاش کر رہی ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو۔ وہ مجھے بھی دیوانہ وار چاہتی ہے۔"

جیکی ہنٹر نے سوچا، تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر بیٹی کے دماغ میں پہنچے گا۔ وہ الپا کے تنویمی عمل اور جادوئی کیل کے اثر سے اپنی بیوی اور بچوں کو بھول چکا تھا۔ تصویر دیکھ کر بیٹی یاد آگئی تھی لیکن وہ بیٹی کے پاس پہنچنے کے لیے خیال خوانی نہ کر سکا۔ تنویمی عمل کے ذریعے یہ بات بھی نقش کی گئی تھی کہ وہ کبھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی بیوی اور بچوں سے رابطہ نہیں کرے گا۔

وہ پریشان ہو کر بولا "بوبی! میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں مگر اس کے ذریعے بیٹی سے بات نہیں کر سکتا۔ میرا دماغ مجھے خیال خوانی سے روک رہا ہے۔"

آدمی دماغ کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا..... اس کا دماغ الپا کی مٹھی میں تھا۔ بوبی نے کہا "ہم ایسا کوئی کام نہیں کر سکتے، جو میڈم کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے۔ وہ ہماری مالک ہے۔ ہمیں مالک کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا چاہیے۔"

وہ دونوں ڈائنا کی تصویر دیکھتے رہے۔ باپ کے اور عاشق کے دلوں میں اس کی چاہت تھی۔ اس سے ملنے کے لیے بے چینی تھی لیکن محکوم دماغ کے سامنے دل ہار رہا تھا۔

جب بوبی رات کو الپا کے خفیہ بنگلے میں جاتا تھا تو وہ بن سنور کر تیار رہتی تھی پھر اس کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے بنگلے سے باہر نکلتی تھی۔ کہیں رات کا کھانا کھاتی تھی پھر اس کے ساتھ واپس آکر سو جاتی تھی۔ اس رات بوبی نے بنگلے میں پہنچ کر غسل خانے میں جاتے ہوئے پوچھا "تم نے آج کا اخبار دیکھا ہے؟"

"نہیں۔ کوئی خاص بات ہے؟"

"ڈائنا یہاں آئی ہے۔"

"کون ڈائنا؟"

"جیکی ہنٹر کی بیٹی ڈائنا۔"

وہ چونک کر باتھ روم کی طرف دیکھتی ہوئی بولی "کیا اس کی آمد کی خبر اخبار میں شائع ہوئی ہے؟ وہ ایسی تو کوئی معروف ہستی نہیں ہے۔"

"اس نے خود اپنی تصویر کے ساتھ اطلاعی خبر شائع کرائی ہے۔ مجھے اور جیکی ہنٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب تک ہم دونوں سے ملاقات نہیں کرے گی، اسی ملک میں رہے گی۔"

الپا فوراً اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ڈرائنگ روم میں صبح کا اخبار تھا۔ وہاں تیزی سے چلتی ہوئی گئی۔ ایک اخبار کو کھول کر دیکھا۔ پہلے ہی صفحے پر ڈائنا کی تصویر اور اطلاعی خبر دکھائی دی۔ وہ خبر پڑھتی ہوئی بیڈ روم میں آئی پھر بوبی کو مخاطب کرتی ہوئی بولی "کیا جیکی ہنٹر نے اپنی بیٹی سے رابطہ کیا تھا؟"

"وہ خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا دماغ خیال خوانی کی طرف مائل نہیں ہوا۔ میں نے اسے سمجھایا، ہم اپنی میڈم کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے اور کرنا بھی نہیں چاہیے۔ تب اس نے صبر کر لیا۔"

"شاباش بوبی! تم واقعی میرے وفادار ہو۔ ویسے تم ڈائنا سے محبت کرتے ہو۔ کیا تم اسے ملنا نہیں چاہتے؟"

"تم حکم دو گی تو ملوں گا۔ ورنہ میرے لیے یہ فخر کی بات ہے کہ تمہاری جیسی ٹیلی پیتھی کی دنیا کی ناقابل شکست ہستی میری محبوبہ بن چکی ہے۔"

"میں تم سے بہت خوش ہوں۔ ویسے میں ڈائنا کو ٹریپ کر کے تمہاری تنہائی میں پہنچاؤں گی۔ تم میرے وفادار رہو۔ میں تمہارا دل خوش کروں گی۔"

"میڈم! پہلے ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ ڈائنا اچانک یہاں کیوں آئی ہے؟ کیا صرف باپ اور محبوب کو تلاش کرنے؟ یا وہ گیارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ذریعے جیکی ہنٹر کو یہاں ڈھونڈنا چاہتے ہیں۔ انہیں جیکی ہنٹر کی یہاں موجودگی کا علم ہوگا تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہم ایک

ٹرانسفارمر مشین تیار کر رہے ہیں۔"

"بوبی! تم بے حد ذہین ہو۔ تمہاری ذہانت اور وفاداری کی وجہ سے میں الپا کی حیثیت سے تم پر ظاہر ہو چکی ہوں۔ اب آگے ذہانت سے سوچو اور بولو، ہمیں دشمنوں کو کس طرح منہ توڑ جواب دینا چاہیے؟ میں ابھی ڈائنا کے دماغ میں جا رہی ہوں۔"

وہ ڈائنا کی تصویر دیکھنے لگی پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ گئی لیکن اسی لمحے ڈائنا نے سانس روک لی۔ بوبی نے باتھ روم کے دروازے سے جھانک کر کہا "میڈم! ابھی میرے دماغ میں بات آئی ہے کہ تمہیں ڈائنا کے دماغ میں جا کر نہیں بولنا چاہیے۔"

الپا نے بوبی کی بات سنی مگر اسے نظر انداز کیا۔ دوسری بار خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ کسی قدر خوش ہو کر بولی "ڈیڈی! تم ہو؟ تم نے اخبار میں میری تصویر دیکھی ہے۔ میری باتیں پڑھی ہیں۔ اسی لیے آئے ہو۔"

الپا فوراً اس کے دماغ سے نکل کر جیکی ہنٹر کے پاس آئی پھر بولی "میں اجازت دے رہی ہوں۔ بیٹی سے باتیں کرو۔"

جیکی خوش ہو کر اسی وقت ڈائنا کے دماغ میں پہنچ کر بولا "میری بیٹی! میری جان! تم ہزاروں میل دور سے مجھے تلاش کرنے آئی ہو۔ تم کہاں ہو؟"

وہ بولی "ڈیڈی! تمہاری آواز اپنے دماغ میں سن کر یقین نہیں آرہا ہے کہ میں نے تمہیں ڈھونڈ لیا ہے پھر تو میں بوبی کو بھی ڈھونڈ لوں گی۔"

جیکی ہنٹر، بوبی کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ الپا نے اس کی بات بدل دی۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا "میری بات کا جواب دو، تم کہاں ہو؟"

"تم میرے دماغ میں آکر دیکھ رہے ہو، میں اپنے بیڈ روم میں لائٹ آف کر کے بستر پر لیٹی ہوئی ہوں۔ مل ایبے میرے لیے انجانا شہر ہے۔ میں نہیں جانتی کہ یہاں کس علاقے کے کس مکان میں ہوں۔"

"بیٹی! لائٹ آن کرو۔ باہر نکلو۔ میں معلوم کر لوں گا۔"

"پہلے تم یہ بتاؤ کہ ہم سب کو چھوڑ کر اچانک یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں تمہارے پاس آکر تمہارے تمام سوالات کے جواب دوں گا۔"

"نہیں ڈیڈی! میں تمہارے پاس آؤں گی۔ اپنا پتا بتاؤ۔"

"یہ شہر تمہارے لیے انجانا ہے۔ پتا بتاؤں گا۔ تب بھی بھٹکتی رہو گی۔ بات مانو۔ لائٹ آن کرو۔ باہر نکلو۔"

"ڈیڈی! تم پر کیسے بھروسا کروں؟ تم پرایا بن کر خون کے رشتوں کو چھوڑ آئے۔ میری عقل کہتی ہے کہ الپا نے تمہیں ٹریپ کیا ہے۔ تمہیں اغوا کر کے یہاں لے آئی ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تم کس الپا کی بات کر رہی ہو؟"

اسی وقت ڈائنا کے دماغ میں ایک اور آواز ابھری۔ کسی نے کہا "اے بڈھے! شرم کر۔ بیٹی تجھے تلاش کرنے پرائے ملک میں آئی ہے اور تو اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتا رہا ہے۔ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ جس طرح تجھے ٹریپ کیا گیا ہے۔ اسی طرح تیری بیٹی کو امریکا سے ٹریپ کر کے یہاں بھیجا گیا ہے۔"

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا فوج کا اعلیٰ افسر مارک فورڈ، ڈائنا کے دماغ میں رہا کرتا تھا۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگا "یہاں جیکی ہنٹر کے علاوہ کون بول رہا ہے۔ ہماری بھی پول کھول رہا ہے کہ ہم نے ڈائنا کو ٹریپ کر کے یہاں بھیجا ہے۔"

الپا نے جیکی ہنٹر کے ذریعے پوچھا "اے تم کون ہو؟ یہ کیسے جانتے ہو کہ ڈائنا کو امریکا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بھیجا ہے؟ اور یہ غلط ہے کہ مجھے ٹریپ کیا گیا ہے۔ میں اپنی مرضی سے یہاں آیا ہوں۔"

اس اجنبی نے کہا "مگر اپنی مرضی سے بیٹی کو اپنا پتا نہیں بتا سکو گے۔ الپا تمہیں اجازت نہیں دے گی اور بیٹی اپنا پتا نہیں بتا سکے گی۔ اسے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا اجازت نہیں دے رہا ہے۔"

ڈائنا نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے ڈیڈی؟ تمہارے علاوہ اور کون بول رہا ہے۔ مجھے اس کی باتیں سچ لگ رہی ہیں۔"

الپا نے جیکی ہنٹر کو حکم دیا "دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو جاؤ۔ میری اجازت کے بغیر خیال خوانی نہ کرو۔ دس منٹ کے اندر گہری نیند سو جاؤ۔"

جیکی بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر آنکھیں بند کرنے کے بعد سونے کے لیے دماغ کو ہدایات دینے لگا۔

ڈائنا اسے مخاطب کر رہی تھی "ڈیڈی! تم خاموش کیوں ہو؟ کیا میرے دماغ سے چلے گئے ہو؟"

اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ الپا، جیکی کو خیال خوانی نہ کرنے اور سو جانے کا حکم دے کر خود ڈائنا کے دماغ میں رہ گئی۔ یہ تجسس پیدا ہو گیا کہ وہ اجنبی کون ہے، جو ڈائنا کے دماغ میں آکر صرف اس کے ہی نہیں، امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بھی خلاف بول رہا ہے؟

ڈائنا کے دماغ میں رہنے والا امریکی مارک فورڈ بھی یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اجنبی کون ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لیے الپا' مارک فورڈ اور وہ اجنبی تینوں ہی ڈائنا کے دماغ میں موجود تھے اگر مارک فورڈ موجود نہ رہتا تو ڈائنا دوسروں کو محسوس کرلیتی اور سانس روک لیتی۔ وہ تینوں انتظار کررہے تھے کہ کوئی بولے گا تو بات آگے بڑھے گی پھر اس اجنبی کے متعلق کچھ معلوم ہوسکے گا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ آخر اس اجنبی نے کہا "ڈائنا! تم پر تنویمی عمل کرنے والا تمہارے دماغ میں خاموشی سے موجود ہے۔ اس کی موجودگی کے باعث تم ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہی ہو۔ اچھا ہے اسے موجود رہنا چاہیے۔ میں اسے یقین دلاتا ہوں کہ اس وقت الپا بھی موجود ہے۔"

الپا حیران ہورہی تھی۔ پریشان ہورہی تھی۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر پوچھ رہا تھا' کیا دُور کی کوڑی لانے والا' دونوں طرف کے خیال خوانی کرنے والوں کو پہچاننے والا وہی مکار ہے؟ وہی شیطان ہے' جس سے میں ڈرتی ہوں اور جس پر مرتی بھی رہتی ہوں؟

آخر مارک فورڈ نے کہا "مسٹر اگن نون! تم جو بھی ہو۔ اس وقت سچ کہہ رہے ہو۔ ہماری آرمی کے ایک اہم تکنیکی ماہر کو الپا اغوا کرکے یہاں لے آئی ہے لیکن اس الزام کو تسلیم نہیں کررہی تھی۔ ہم نے ڈائنا کو باپ کی تلاش میں پہنچایا ہے۔ ابھی جیکی ہنٹر نے بیٹی سے رابطہ کرکے ثابت کردیا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ اپنا پتا بیٹی کو نہیں بتا سکتا اور یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ہمارا اغوا کیا جانے والا ماہر جیکی ہنٹر اس ملک میں ہے۔ الپا کا جھوٹ کھل گیا ہے۔"

اجنبی نے کہا "اب الپا خود کو کہیں چھپائے گی۔ جھوٹ کھلنے کے بعد امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دشمنی کو اہمیت نہیں دے گی۔ یہ معلوم کرنے کے لیے بے چین رہے گی کہ میں کون ہوں؟"

مارک فورڈ نے پوچھا "تم کون ہو؟ تم ڈائنا کے دماغ میں کیسے پہنچ گئے؟"

"میں کون ہوں؟ یہ الپا پوچھے گی۔ تمہارے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ صبح کے اخبار میں ڈائنا کی تصویر دیکھی۔ یہ پڑھ کر ہمدردی ہوئی کہ ایک بیٹی باپ کو اور اپنے محبوب کو تلاش کررہی ہے۔ میں تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت اس نے سانس نہیں روکی۔ کیونکہ تم اس کے دماغ میں رہ کر یہ انتظار کررہے ہو گے کہ اس کا باپ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرے گا۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں؟"

"ہاں۔ میں صبح سے ڈائنا کے دماغ میں آتا جاتا رہا ہوں۔ یہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہے۔ میری موجودگی کے باعث تمہیں اس کے دماغ میں آنے کا موقع ملتا رہا۔"

"اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میں نے ڈائنا کے چور خیالات پڑھے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ اس کا باپ جیکی ہنٹر امریکن آرمی میں نمبرون مکینک ہے تو یاد آگیا کہ اسی نے ٹرانسفارمر مشین بنائی تھی۔"

مارک فورڈ نے پوچھا "تم کون ہو؟ تم نے اتنی معلومات کیسے حاصل کی ہیں؟"

"میں کہہ چکا ہوں' یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں؟ یہ الپا مجبور ہو کر پوچھے گی۔ جہاں تک معلومات حاصل کرنے کا تعلق ہے تو میں کڑی سے کڑی ملا کر معلومات کی زنجیر بناتا ہوں۔ جب یہ معلوم ہوچکا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کا ماہر الپا کا قیدی بن گیا ہے تو کوئی نادان بھی سمجھ لے گا کہ الپا جیسی مکار عورت نے اس ماہر کو یونہی قیدی نہیں بنایا ہے۔ اسے اپنا معمول اور محکوم بنا کر ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کرا رہی ہے۔"

الپا کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی پھر وہ گہری سانس لے کر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "میں جانتی ہوں' تم سانس نہیں روکو گے۔ تم دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھتے ہو۔ مکار! شیطانوں کے شیطان! میں تمہیں گالیاں بھی نہیں دے سکتی۔ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ اوگاڈ! تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں کہاں آیا ہوں؟ کیا تم سمجھ رہی ہو' میں اسرائیل میں ہوں؟"

اس نے بے یقینی سے پوچھا "تم یہاں تل ابیب میں نہیں ہو؟"

"ابھی نہیں ہوں۔ بلاؤ گی تو آجاؤں گا۔"

وہ جلدی سے بولی "نہیں۔ پلیز یہاں نہ آنا۔"

پھر وہ چونک کر بولی "تم پکے جھوٹے اور فراڈ ہو اگر یہاں نہیں ہو تو اخبار میں ڈائنا کی تصویر کیسے دیکھی؟"

"کیا آج کل گھاس کھا رہی ہو۔ کیا تمہارے ملک کے اخبار لندن اور پیرس نہیں پہنچتے ہیں۔ میں نے ایفل ٹاور کے فونٹین کے پاس بیٹھ کر وہ اخبار پڑھا اور ڈائنا کی تصویر

دیکھی۔"

اسے ذرا اطمینان ہوا مگر وہ پھر بے یقینی سے بولی "بڑی مشکل ہے۔ تمہارے دماغ میں رہ کر معلوم نہیں ہوتا تم کس ملک' کس شہر یا کس مکان میں ہو یا مکان کے باہر ہو۔"

"کھڑکی میں بلائنڈ گلاس (دھندلے شیشے) لگے ہوں تو دوسری طرف دکھائی نہیں دیتا۔"

"دیکھو' میرا تمہارا کوئی رشتہ نہیں رہا ہے۔ میں تم سے کہنے کا حق نہیں رکھتی پھر بھی التجا کرتی ہوں۔ میرے موجودہ معاملات میں مداخلت نہ کرو۔"

"میرے مکان کے ہر کمرے میں.... ایک ٹرانسفارمر مشین رکھی رہتی ہے۔ میں تم سے مشین ادھار مانگنے نہیں آؤں گا۔ ابھی بھول جاؤں گا کہ تمہارے موجودہ معاملات کیا ہیں؟"

"میں خوا مخواہ التجا کررہی ہوں۔ تم دہکتے ہوئے انگاروں پر بھی بیٹھ کر مداخلت نہ کرنے کی قسم کھاؤ گے۔ تب بھی میں یقین نہیں کروں گی۔ فار گاڈ سیک' مجھ سے کوئی سمجھوتا کرو۔"

"جب میری قسم پر یقین نہیں ہے تو کسی سمجھوتے پر کیسے یقین کرو گی؟"

"مجبوری ہے۔ کسی نہ کسی معاملے میں یقین کرنا ہی پڑے گا۔"

"مجبوری ہے تو بولو۔ کس طرح کا سمجھوتا کرو گی؟"

"میں تحفظ چاہتی ہوں اگر تم میرے موجودہ معاملات میں مداخلت نہیں کرو گے بلکہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خلاف سیکیورٹی دو گے تو میں تمہاری کنیز بن کر رہا کروں گی۔"

"تمہیں شریک حیات بنایا تھا پھر تم سے نجات حاصل کرنے کے بعد اپنے دونوں کان پکڑ لیے۔ جو اعلیٰ شریک حیات بن کر نہ رہ سکی' وہ ادنیٰ کنیز بن کر کیا بھلا کرے گی۔"

"غلطیاں سب سے ہوتی ہیں۔ مجھ سے بھی ہوگئیں۔ تم فراخ دل ہو۔ مجھے معاف کرکے ایک موقع دو۔ میں ایک دوست بن کر تمہارے کام آتی رہوں گی اور اپنی وفاداری ثابت کرتی رہوں گی۔"

"میں نے تمہیں معاف کیا۔ میرے خدا نے تمہیں معاف کیا۔ میں تمہیں ایک بہترین دوست سمجھ کر اپنی وفاداری ثابت کرنے کا موقع دے رہا ہوں۔"

"شکریہ' تم بہت اچھے ہو۔ میں بہت نادان ہوں۔ خوا مخواہ تم سے دشمنی کرتی رہی۔ تم پھر دوستی کا موقع دے رہے ہو۔ اب میں مرتے دم تک ہر حال میں دوستی نبھاتی رہوں گی۔"

"یہ تو آنے والا وقت بتائے گا۔ ابھی کام کی باتیں کرو۔ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"یہ تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو کہ میں بڑی رازداری سے ٹرانسفارمر مشین تیار کرا رہی ہوں۔"

"اب رازداری کہاں رہی؟ جیکی ہنٹر اور اس کی بیٹی ڈائنا کی آمد سے تمہاری ٹرانسفارمر مشین کا راز کھل چکا ہے۔"

"یہی تو پریشانی ہے۔ وہ لوگ مشین کی تیاری کے دوران میں رکاوٹیں پیدا کریں گے۔ میں ان سے نمٹنے کا حوصلہ رکھتی ہوں پھر بھی تمہارا تعاون چاہتی ہوں۔"

"میں کس طرح تعاون کرسکتا ہوں؟"

"صرف یہ چاہتی ہوں کہ میری ٹرانسفارمر مشین کے خلاف کبھی کوئی کارروائی نہ کرو۔"

"تمہاری وہ مشین مہینے دو مہینے میں تیار ہوجائے گی۔ مجھ سے تمہاری دوستی اور وفاداری کی مدت بھی دو ماہ کی ہوگی۔ مشین تیار ہوتے ہی تمہارے اندر کی یہودی عورت بیدار ہوجائے گی۔"

"پلیز ایسا نہ کہو۔"

"پہلے وفاداری ثابت کرو پھر ٹرانسفارمر مشین تیار کرو۔"

"اتنی جلدی کس طرح ثابت کروں؟ کس معاملے میں وفاداری کا مظاہرہ کروں؟"

"آئندہ ایک برس تک کئی معاملات درپیش ہوں گے۔ ان تمام معاملات میں میری دوست اور وفادار رہو گی۔ جب مجھے یقین ہوجائے گا تو پھر میں تمہاری ٹرانسفارمر مشین کے خلاف کبھی کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔"

وہ بے اختیار چیخ کر بولی "ایک برس؟ تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایک برس تک تمہاری غلامی کرتی رہوں' اس کے بعد ٹرانسفارمر مشین تیار کروں؟"

"اصولی بات ہے۔ پہلے دوستی اور وفاداری کا ثبوت پیش کرنا چاہیے۔"

"تم بڑے وہ ہو۔ پلیز مذاق نہ کرو۔"

"اگر یہ مذاق ہے تو بتاؤ' دوستی اور وفاداری کیسے ثابت کرو گی؟"

"جب دوستی رہے گی۔ رابطہ رہا کرے گا تو میں وفاداری ثابت کرتی رہوں گی؟"

"میں اس وفاداری کی بات کررہا ہوں' جسے مشین کی

تیاری کے بعد قائم رہنا چاہیے۔ یہ تمہارا آج تک کا ریکارڈ ہے کہ اپنا کام نکالتے ہی نظریں پھیر لیتی ہو۔"

"اب ایسا نہیں کروں گی۔ میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟"

"ایک برس تک یقین دلانے کے بہت سے مواقع ملتے رہیں گے۔"

"تم چاہتے ہو' اس کے بعد میں مشین تیار کراتی رہوں۔ اس ایک برس میں مشین کا ماہر جیکی ہنٹر مر سکتا ہے یا دشمن اسے ہلاک کرسکتے ہیں۔ اس مشین کا نقشہ مجھ سے چھین لیا جاسکتا ہے۔"

"میں ایک برس تک جیکی ہنٹر اور نقشے کی حفاظت کروں گا۔ جیکی ہنٹر طبعی موت مرے گا تو میں تمہاری وہ ٹرانسفارمر مشین تیار کروں گا۔"

"تم مجھے ٹال رہے ہو۔ ٹرانسفارمر مشین تیار کرنا آسان نہیں ہے اگر تم کھینک ہو' تب بھی ایک عام کھینک یہ مشین تیار نہیں کرسکتا۔"

"مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے اور علی نے بابا صاحب کے ادارے میں یہ مشین تیار کی تھی اور علی یہی مشین تیار کرنے چین پہنچ رہا ہے۔"

"پھر تو یہ زیادتی ہے کہ یہ مشین چین کو فراہم کرو اور مجھے نہ کرو۔"

"ہمارے چینی بھائی طوطا چشم نہیں ہیں۔ آگے کا حال خدا جانتا ہے۔ تمہارا حال شیطان بھی جانتا ہے۔ اپنے حال پر خود رحم کرو۔ ایک برس میں اپنی عادتیں درست کرو۔ اس کے بعد مشین تیار کرو۔"

"یہ کیا تم نے ایک برس کی رٹ لگائی ہے؟ گھنٹے بھر سے تمہاری خوشامدیں کررہی ہوں۔ تم کہو گے تو ساری زندگی خوشامدیں کرتی رہوں گی لیکن ایک ماہ کے اندر ٹرانسفارمر مشین تیار کراؤں گی۔"

"الپا! ہر چیز کے پیدا ہونے اور فنا ہونے کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ تم کیا جانو کہ تمہاری ٹرانسفارمر مشین کب پیدا ہوگی؟ اور پیدا ہو بھی سکے گی یا نہیں؟"

"میں خوب سمجھ رہی ہوں' تم ڈھکے چھپے الفاظ میں چیلنج کررہے ہو کہ مجھے مشین تیار کرنے نہیں دو گے؟"

"میں کسی کو خوش نصیب یا بدنصیب بنانے کا احمقانہ چیلنج نہیں کرتا۔ میں تمہیں بیوی بنا کر تمہارے نصیب نہیں بدل سکا۔ اب بھلا کیسے بدل سکتا ہوں؟ جو پیش آنا ہے' وہ تمہارے نصیب سے آئے گا۔"

وہ جھنجلا کر بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا' میں زندگی کی سب سے اہم کامیابی حاصل کرنے والی ہوں اور ایسے وقت تم یہاں مرنے کیوں آگئے ہو؟"

"میں پیرس میں جی رہا ہوں۔ تمہارے تل ابیب میں مرنے نہیں آیا ہوں۔"

"میں ابھی معلوم کرلوں گی کہ تم کہاں ہو؟ مجھے کمزور نہ سمجھنا' اگر تم میرے ملک کے کسی بھی حصے میں پائے جاؤ گے تو میں تمہاری راتوں کی نیند اور دن کا سکون غارت کردوں گی۔"

"اب وہ جوانی کہاں رہی کہ راتوں کی نیندیں اڑا سکو۔ ذرا آئینہ دیکھو' ڈھل چکی ہو۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ جیکب رابن کے پاس پہنچ کر بولی "تم نے ایک بار اپنے کالے جادو سے معلوم کیا تھا کہ میرا دشمن نارنگ کہاں چھپا ہوا ہے۔"

جیکب رابن نے کہا "یس میڈم! وہ نارنگ چالیس دنوں کی تپسیا کررہا تھا۔ بھیمانے کالے جادو سے اس کے چاروں طرف ایک دائرہ کھینچ دیا تھا۔ اس دائرے کے اندر میرے جادو نے اس پر اثر نہیں کیا تھا لیکن یہ معلوم ہوگیا تھا کہ وہ بھارت میں ہے۔"

"اب یہ معلوم کرو کہ پارس کہاں ہے؟"

"میڈم! یہ کالا عمل بہت مشکل ہے۔ ذرا وقت لگے گا۔ میں دو گھنٹے تک اس کا سراغ لگا سکوں گا۔"

"میں تمہارے پاس آرہی ہوں۔ مسلسل عمل کرتے رہو۔ اس کا سراغ ملتے ہی اسے اپنے زیر اثر لاؤ اگر اس کے دماغ پر اثر انداز نہ ہوسکو تو اسے جسمانی طور پر نقصان پہنچاؤ۔ میں بھی کسی کو آلہ کار بنا کر اسے ختم کردوں گی۔ زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ وہ زندہ رہے گا تو مجھے مشین تیار کرانے نہیں دے گا۔ اسے مرنا ہے۔ ہر حال میں مرنا ہے۔"

"میڈم! آپ دیکھ رہی ہیں' میں کالا عمل شروع کرنے کی تیاری کررہا ہوں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ وہ دو گھنٹے کے اندر آپ کے قدموں میں ہوگا۔"

الپا اس کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہی تھی۔ وہ پارس کے خلاف کالا جادو شروع کررہا تھا۔ اسے کسی حد تک اطمینان ہوا۔ وہ اتنا سمجھتی تھی کہ کالے جادو کے ذریعے پارس کو کوئی نقصان پہنچے یا نہ پہنچے' اس کا سراغ ضرور ملے گا کہ وہ کس ملک' کس شہر اور کس علاقے میں ہے۔

الپا کے لیے اتنا ہی بہت ہوتا۔ اس کا پتا ٹھکانا معلوم ہوتے ہی وہ کسی آلہ کار کے ذریعے اسے گولی مار سکتی تھی او

اگر اس کے مقدر میں زندگی ہوتی تو اسے کم از کم اپاہج ضرور بنا سکتی تھی۔

زندہ رہنے کے لیے سانسیں لیتے رہنا ضروری ہے لیکن موجودہ حالات میں الپا کے لیے ٹرانسفارمر مشین لازمی تھی۔ وہ مشین تیار نہ ہوتی تو اس کا دم نکل جاتا۔ وہ مشین اسے نئی توانائیاں' نئی صلاحیتیں' نئی حکمرانی اور رعب و دبدبہ دینے والی تھی۔ یہ سب کچھ اسی وقت حاصل ہوتا' جب پارس زندگی ہار جاتا یا اپاہج اور معذور ہوجاتا یا اس کے راستے سے ہٹ جاتا۔

وہ ہٹنے والا نہیں تھا اور وہ جان کی بازی لگا کر اسے ہٹانے والی تھی۔

○☆○

تھری جے کے تینوں دوست ایک دوسرے سے بے مثال دوستی کا ثبوت دیتے آرہے تھے۔ ان تینوں میں جے کافو بڑی ذمے داریاں پوری کرتا رہتا تھا۔ وہ عاشق مزاج نہیں تھا۔ اپنے دونوں ساتھیوں جے سامو اور جے فلو کو سمجھایا کرتا تھا کہ عشق و محبت کے جذبات کو دل میں جگہ نہ دیں۔ کوئی پسند آجائے تو اس سے عارضی دوستی کریں۔ اپنے گلے کا پھندا کبھی نہ بنائیں۔

لیکن ان دونوں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر مونا اور ہیلو ریٹا سے شادیاں کیں۔ جے کافو نے ان شادیوں کے برے نتائج کا انتظار نہیں کیا۔ بروقت آنے سے پہلے ہی اس نے ہیلو ریٹا کو ایک کار کے حادثے سے دو چار کرایا۔ وہ مرگئی۔ اس نے مونا کو جے سامو سے دور کردیا۔ اس طرح دور کیا کہ مونا پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ کو لاک کیا۔ جس کے نتیجے میں جے سامو خیال خوانی کے باوجود مونا کو تلاش نہ کرسکا۔

جے کافو نے دوست ہو کر دونوں دوستوں کے دلوں کی دنیا اجاڑ دی۔ دونوں کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ جے کافو نے ان کی محبوباؤں سے دشمنی کی ہے۔ اس نے حقیقتاً دانائی کا ثبوت دیا تھا۔ ان دونوں دوستوں کے ساتھ ہمیشہ کامیابی سے روپوش رہنے اور دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے اپنے ہی دوستوں اور ان کی محبوباؤں سے دشمنی لازمی تھی۔

بہرحال جے فلو کو صبر آگیا تھا۔ اس کی محبوبہ ہیلو ریٹا مرگئی تھی لیکن مونا زندہ تھی۔ کہیں گم ہوگئی تھی جے سامو کو نظر نہیں آسکتا تھا۔ وہ پریشانی سے سوچتا رہتا تھا کہ نہ جانے اس کی مونا کہاں ہوگی؟ کس حال میں ہوگی؟ جے کافو اور جے فلو اسے سمجھاتے رہتے تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ جے سامو کسی اہم معاملے میں خیال خوانی کے دوران میں کوئی غلطی کرے گا تو چالاک دشمن ان کا پتا ٹھکانا معلوم کرلیں گے۔ ایک عاشق دیوانہ اپنے دونوں دوستوں کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ ایسی صورت میں جے کافو نے پھر ایک چال چلی۔ بنی نام کی ایک حسین لڑکی پر تنویمی عمل کیا۔ جے سامو کو اس کا آئیڈیل بنایا۔ اس حسینہ بنی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اتوار کو چرچ جائے گی تو وہاں اس کے آئیڈیل سے ملاقات ہوگی۔

جے سامو ہر اتوار کو اس چرچ میں عبادت کے لیے جایا کرتا تھا۔ اسی لیے جے کافو نے بنی کو خواب میں اس چرچ کا منظر دکھایا تھا۔ جس طرح لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ اسی طرح وہ بنی کے ذریعے مونا کے سحر کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ بے شک اس نے ایسی حکمت عملی اختیار کی تھی کہ جے سامو جیسے عاشق کا دل ایک کھلونا گم ہونے کے بعد دوسرے کھلونے سے بہل جاتا۔

اس کے بعد جے فلو دوسرے اہم معاملے میں مصروف ہوگیا۔ ان تینوں نے یہ اہم فیصلہ کیا تھا کہ جے کافو ذہین اور باصلاحیت افراد کو تلاش کرے گا۔ تنویمی عمل کے ذریعے انہیں اپنا معمول اور محکوم بنائے گا پھر انہیں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائے گا۔ اس طرح وہ تھری جے بڑی رازداری سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بناتے رہیں گے۔

بارہ افراد نے رازداری سے ٹرانسفارمر مشین تیار کی تھی۔ جیکی ہنٹر کے اغوا ہوتے ہی وہ اس مشین کو دوسرے خفیہ اڈے میں منتقل کررہے تھے۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ الپا' جیکی ہنٹر کو اغوا کرانے کے بعد اس کے چور خیالات پڑھ کر ان کے بارے میں اور مشین کے بارے میں بہت کچھ معلوم کررہی ہوگی۔ لہٰذا وہ مشین کے مختلف پارٹس کھول کر دوسرے خفیہ اڈے میں پہنچا کر وہاں دوبارہ اس مشین کو مکمل کررہے تھے۔

اس مشین کی دوبارہ تکمیل تک جے کافو نے تین ایسے صحت مند جوانوں کا انتخاب کیا' جو نہایت ذہین ہونے کے علاوہ بہترین فائٹر بھی تھے۔ ان میں سے ایک کا تعلق اسپین سے تھا اور بقیہ دو جوانوں کی رہائش لندن میں تھی۔ وہ ایسے ہی صحت مند اور ذہین افراد کی تلاش میں یورپ کے مختلف ملکوں میں تنہا سفر کررہا تھا۔ لندن کے ہائیڈ پارک میں ایک ہندوستانی حسینہ سے سامنا ہوا۔ وہ ایک جگہ کھڑا خیال خوانی کے ذریعے جے فلو سے ایک اہم بات کررہا تھا۔ جبکہ وہ عوامی مقامات پر کبھی خیال خوانی نہیں کرتا تھا۔ صرف ایک منٹ ایسا

کرنے کے بعد وہ دماغی طور پر حاضر ہوا تو سامنے وہ حسینہ کھڑی ہوئی تھی اور... سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اس نے بھی حسینہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر پوچھا "ویل مس! میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"یہی میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں۔ تم ایسے گم صم کھڑے ہوئے ہو جیسے بھولا ہوا راستہ یاد کر رہے ہو۔ میں تمہیں گائیڈ کر سکتی ہوں۔"

بعض لوگ آدم بیزار ہوتے ہیں۔ جے کافو حوّا بیزار تھا۔ عورتوں سے ہمیشہ دور رہتا تھا۔ وہ مونا اور ہیلو ریٹا کو اپنے ساتھیوں سے دور کر چکا تھا۔ اب اسے اس ہندوستانی حسینہ سے بھی دور ہو جانا چاہیے تھا لیکن پہلی بار اس نے ایک نامعلوم سی کشش محسوس کی۔ پہلی بار علم ہوا کہ دنیا کی تمام حسین عورتوں کا میلہ لگ جائے' تب بھی کسی حسینہ پر دل نہیں آتا۔ دراصل دل آنے کی بات ہے۔ کسی خاص کے لیے خاص قدرتی کشش ہوتی ہے۔ ایسی خاص کشش کے سامنے جے کافو جیسے سخت اصول پسند بھی دل ہار جاتے ہیں۔

وہ بولا "مجھے اپنے ہوٹل کا راستہ یاد ہے۔ ویسے میں پہلی بار لندن آیا ہوں۔ سوچتا ہوں' تنہا شہر میں گھومتا رہوں گا تو بھٹک جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس کی نظریں بے اختیار اس حسینہ پر جمی ہوئی تھیں۔ دل کہہ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کچھ وقت گزارے۔ وہ بولی "صاف کیوں نہیں کہتے کہ میرے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتے ہو۔"

وہ چونک گیا۔ جو بات وہ سوچ رہا تھا' وہی بات وہ زبان سے کہہ رہی تھی۔ کیا وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟

"نہیں... اگر وہ دماغ میں آتی تو جے کافو اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا۔ اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ تم نے میرے دل کی بات کیسے سمجھ لی؟"

"یہ تمہارے دل کی بات نہیں تھی۔ میں تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتی ہوں۔ میں نے یہ ارادہ کرتے ہی تمہاری پیشانی کو دیکھا تو یہی ارادہ تمہارے دماغ میں پیدا ہو گیا۔ تم نے بھی یہی سوچا کہ میرے ساتھ وقت گزارنا چاہیے۔"

یہ بڑی عجیب سی بات تھی کہ وہ جو سوچتی تھی۔ ایسا ہی کچھ سوچنے کے لیے دوسروں کو مجبور کر دیتی تھی۔ جبکہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔ جے کافو نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ خیال خوانی کرنا نہیں جانتی ہے۔

وہ اس کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا لیکن دماغ میں یہ بات آئی کہ پہلے اس حسینہ سے متعارف ہونا چاہیے۔ اپنے بارے میں کچھ بتایا جائے تو وہ بھی اپنے بارے میں کچھ بتائے گی۔

پھر اس نے سوچا "اس کے بارے میں کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ میں اس کے چور خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر لوں گا۔"

وہ بولی "تم اپنے بارے میں کچھ بتانا کیوں نہیں چاہتے۔ کیا اس بات سے پریشان ہو کہ جو بات میں سوچتی ہوں' وہی بات تمہیں کیسے سوچنے پر مجبور کر دیتی ہوں؟"

"میں یہی سمجھنا چاہتا ہوں کہ تم اپنا خیال' اپنا ارادہ میرے اندر کیسے پیدا کرتی ہو۔ کیا ٹیلی پیتھی جیسا کوئی علم جانتی ہو؟"

"میں کسی طرح کا کوئی علم نہیں جانتی ہوں۔ میری آنکھوں میں کوئی غیر معمولی قوت ہے۔ میں کسی کی پیشانی پر نظریں جما کر جو بات سوچتی ہوں' وہی بات وہ سوچنے لگتا ہے۔ دیکھو' ابھی میں خاموش ہو کر تمہاری پیشانی کو تکنے اور ایک ارادہ کرنے والی ہوں۔ اس کا نتیجہ ابھی سامنے آئے گا۔"

وہ اس کی پیشانی کو تکنے لگی۔ اس نے بے اختیار...

"میرا نام جے کافو ہے۔"

اتنا کہتے ہی وہ ایک دم سے سنبھل گیا۔ اس نے غوا... مقابلت میں آکر کبھی کسی کو اپنا اصلی نام نہیں بتایا تھا۔ ا... وقت بے اختیار اس کی زبان پر اپنا نام آگیا تھا۔

وہ بولی "میں نے تمہارا نام معلوم کرنے کا ارادہ کر... ہوئے تمہاری پیشانی کو دیکھا۔ تم نے فوراً ہی اپنا نام بتا... کیا اب تمہیں یقین آیا کہ میری آنکھوں میں کوئی غیر معمو... قوت ہے؟"

"یقین آگیا۔ تم بہت خطرناک ہو۔ اپنی نگاہوں... سلگتا ہوا' چبھتا ہوا ارادہ کسی کے بھی دماغ میں پہنچا کر... کے اندر کی باتیں معلوم کر لیتی ہو۔ تم کون ہو؟ کہاں... ہو؟"

"میرا نام شیوانی بھاسکر ہے۔ انڈیا سے آئی ہوں۔ ... کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ جہاں چاہتی ہوں رہ جاتی ہوں۔ ... سے منگا لباس پسند آئے تو اسے خریدتی نہیں' مگر پہن... ہوں۔"

"جب خریدتی نہیں ہو تو پہن کیسے لیتی ہو؟"

"دکان دار کی پیشانی کو دیکھ کر پسندیدہ لباس پہننے کا ارا... کرتی ہوں۔ وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر وہی لباس لا کر...

دے دیتا ہے۔ میرے ارادوں کے مطابق بڑے بڑے ہوٹلوں کے مالکان مجھ سے کمروں کا کرایہ اور کھانے کا بل نہیں لیتے ہیں۔ تم ابھی میرے ساتھ لنچ کرو گے۔"

وہ انکار کرتے کرتے رک گیا۔ شیوانی اس کی پیشانی کو تک رہی تھی۔ وہ بے اختیار اس کے ارادے کے مطابق بولا "ہاں تمہارے ساتھ لنچ کروں گا۔"

وہ راضی تو ہو گیا مگر پریشان بھی ہو گیا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ زندگی میں پہلی بار ایک حسینہ کے زیر اثر آرہا ہے۔ پریشانی یہ تھی کہ وہ ایک عاشق کی حیثیت سے نہیں بلکہ فرماں بردار کی حیثیت سے اس کی باتیں مان رہا تھا۔

اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ وہ بہت دیر سے اس کے دماغ میں جا کر چور خیالات پڑھنے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن شیوانی کے ارادوں میں الجھتا جا رہا تھا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا' وہ کوئی بلا ہے۔ صرف اس کی آنکھوں میں غیر معمولی قوت نہیں ہے۔ اس کے اندر اور بہت کچھ ہے۔

اس بار اس نے مستحکم ارادہ کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

انسانی دماغ میں خلا نہیں ہوتا۔ یعنی دماغ کبھی خالی نہیں رہتا۔ وہاں مختلف خیالات کی بھرمار رہتی ہے۔ انسان ان میں سے صرف شعوری خیالات کو سمجھتا ہے۔ باقی تمام خیالات لاشعور اور تحت الشعور کے خانوں میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ شیوانی کے دماغ میں شعوری' لاشعوری اور تحت الشعوری تمام خیالات ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہے تھے۔ کوئی انفرادی خیال واضح نہیں تھا۔ ایک خیال دوسرے سے' دوسرا خیال تیسرے سے اور چوتھے سے ٹکرا رہا تھا۔ یوں کئی خیالات ایک دوسرے میں جذب ہو رہے تھے۔

جے کافو ایک خیال پڑھنا چاہتا تو اسے وقت دوسرا خیال اس میں شامل ہو کر کوئی تیسری بات پیدا کر رہا تھا۔ اس نے جو خیالات پڑھے' وہ کچھ یوں تھے "میرا نام شیوانی بھاسکر... میں تجھ کو بھگا لاؤں گی' تیرے گھر سے... تو مر جائے گا' میرے باپ کے ڈر سے... میری عمر پورے بیس... میں ستر برس کے بعد مروں گی۔ گنگو پرساد مر گیا۔ مجھے مارنے کا ارادہ نہ کرتے تو وہ لوگ نہ مرتے... جینا یہاں' مرنا یہاں' اور ہمیں جانا کہاں..."

جے کافو پریشان ہو گیا۔ کوئی خیال ایک جگہ نہیں ٹھہر رہا تھا۔ ایک کے بعد دوسرا خیال حاوی ہو رہا تھا۔ اس نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ کیا میرے بارے میں سوچ رہے ہو؟"

"کیا تم اپنے بارے میں سچ بتا سکتی ہو کہ کون ہو؟ کیا تنہا ہو یا رشتے دار' دوست احباب وغیرہ بھی ہیں؟ اگر نہیں ہیں تو تنہا کیوں رہتی ہو؟ کس طرح کی زندگی گزارتی رہتی ہو؟"

"میں اپنا نام بتا چکی ہوں۔ میرے رشتے دار بھی ہوں گے۔ دوست بھی ہوں گے۔ فی الحال وہ مجھے یاد نہیں ہیں اور نہ میں یاد کرنا چاہتی ہوں اور تم نے کیا پوچھا ہے؟"

"تم تنہا زندگی کیوں گزار رہی ہو؟"

"یوں تنہا زندگی گزارنے سے دنیا والوں کو تکلیف نہیں ہو رہی ہے۔ کیا تمہیں ہو رہی ہے؟"

"میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بھلا مجھے کیوں تکلیف ہوگی؟"

"واسطہ رہے گا' تب بھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ البتہ تم خود کوئی مصیبت مول لو گے تو یہ تمہاری نادانی ہوگی۔"

"میں ابھی اس ملاقات کو پہلی اور آخری ملاقات بنا رہا ہوں اور اب جا رہا ہوں۔"

"کیوں جا رہے ہو؟ کیا میں تمہارے لیے پرابلم بن رہی ہوں؟"

"پرابلم بن سکتی ہو۔ تم نے میرے کسی سوال کا معقول جواب نہیں دیا۔ صرف نام بتایا۔ ماں باپ اور رشتے داروں کے بارے میں نہیں بتایا۔"

"کیا تم نے بتایا کہ تمہارے ماں باپ اور رشتے دار کون ہیں؟ کیا میں نے تم سے پوچھا؟ نہیں۔ میں نے نہیں پوچھا۔ ہم ایک دوسرے کے بارے میں کچھ یا بہت کچھ معلوم کر کے کیا حاصل کر لیں گے؟"

"میں کسی اجنبی مرد یا عورت سے ملنا پسند نہیں کرتا۔"

"تم نے میرے ساتھ لنچ کرنے کا وعدہ کیا ہے۔"

"میں لنچ کے لیے وقت نہیں نکال سکوں گا۔"

"پھر تو یہ میری انسلٹ ہوگی۔ تم میرے لیے چیلنج بن جاؤ گے۔"

"اگر میں چیلنج بن جاؤں تو کیا کرو گی؟"

"تمہیں سمجھاؤں گی کہ مصیبت کو دعوت نہ دو۔ کسی کے لیے چیلنج نہ بنو۔ اس طرح دوست نہیں' دشمن پیدا ہوتے ہیں۔ میں درست کہہ رہی ہوں نا؟"

وہ اس کی پیشانی کو دیکھ کر بول رہی تھی۔ اس نے پہلے بھی محسوس کیا تھا کہ جب وہ دیکھتی تھی تو پیشانی میں ہلکی سی جلن پیدا ہوتی تھی پھر پورے جسم میں حرارت ہی محسوس ہونے لگتی تھی۔ اس وقت بھی اس نے حرارت محسوس کرتے ہوئے کہا "درست کہہ رہی ہو۔ کسی کو چیلنج نہیں کرنا

چاہیے۔"

اس نے اس کی گرماتی ہوئی نظروں کے زیر اثر رہ کر اس کی مرضی کے مطابق کہہ دیا کہ کسی کو چیلنج نہیں کرنا چاہیے لیکن یہ حقیقت پریشان کررہی تھی کہ اس کی خوب صورت اور خطرناک آنکھیں اسے اپنا معمول بنالیتی ہیں۔ اب تک یہی دیکھنے میں آیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں جو معمول بنتے ہیں' وہ پھر اپنے اختیار میں نہیں رہتے لیکن شیوانی کے سامنے بات مختلف تھی۔ جب وہ نظروں سے گرما رہی تھی۔ تب وہ فرماں بردار بن رہا تھا۔ اس کے بعد آزادی سے اپنی مرضی سے شیوانی کے خلاف سوچ رہا تھا۔ وہ واقعی ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی اگر جانتی تو جے کانو کے دماغ میں آکر اسے اپنے خلاف سوچنے کی اجازت نہیں دیتی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے جے فلو سے کہا "میرے دماغ میں آؤ۔ ایک عجیب و غریب انڈین لڑکی میرے لیے مصیبت بن رہی ہے۔"

جے فلو اسی وقت خیال خوانی کے ذریعے جے کانو کے دماغ میں آگیا۔ اس کے خیالات پڑھتے ہوئے شیوانی کے بارے میں معلوم کرنے لگا اور اس حسینہ کی باتیں بھی سننے لگا۔

وہ پوچھ رہی تھی "تم میرے ساتھ لنچ کرنا کیوں نہیں چاہتے؟"

"میں دوسری جگہ مصروف ہوں پھر کبھی ملاقات ہوگی تو ہم کہیں ساتھ بیٹھ کر کھائیں گے۔"

اس نے پھر اپنی پیشانی پر گرمی محسوس کی۔ اس کے ساتھ ہی پورے جسم کے اندر حرارت ہونے لگی۔ وہ بولی "اگر مصروف نہیں ہو تو سچ کہہ دو۔ جھوٹ نہ بولو۔"

اس نے بے اختیار کہا "میں کہیں مصروف نہیں ہوں۔"

پھر وہ سوچ کے ذریعے بولا "یار فلو! دیکھو' میں سچ نہیں بولنا چاہتا تھا مگر اس کی آنکھوں نے مجھے سچ بولنے پر مجبور کردیا۔"

جے فلو نے کہا "سنا تھا کہ حسین آنکھیں دلوں میں اتر جاتی ہیں لیکن یہ آنکھیں تو دماغی ارادے بدلنے کی طاقت رکھتی ہیں۔"

شیوانی نے کہا "تم بہت اچھے ہو' تم نے سچ کہہ دیا۔ آؤ۔ ہم کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں چلیں۔"

وہ شیوانی کے ساتھ جانے لگا۔ جے فلو نے کہا "اس کے ساتھ لنچ کرو۔ وقت گزارو۔ ہم اس حسینہ کو سمجھنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔ ہوسکتا ہے' اس کی کوئی کمزوری ہمیں معلوم ہوجائے۔"

وہ اس کے ساتھ کار میں آکر بیٹھ گیا۔ شیوانی کار ڈرائیو کرنے لگی۔ جے کانو نے کہا "ہمیں ایک دوسرے سے متعارف ہونا چاہیے۔ پلیز مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا بتاؤں؟"

"یہی کہ تمہاری آنکھوں میں کیا جادو ہے؟ جب تم مجھے ایک خاص انداز سے دیکھتی ہو تو میں تمہاری مرضی کے مطابق تمہاری ہر بات مان لیتا ہوں۔"

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے' ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی ہوئی بولی "تمہارے اس سوال کا جواب مجھے خود کبھی نہیں ملا۔ بچپن میں میرے ماں باپ پریشان ہوجاتے تھے۔ میں ماں کو دیکھتی تھی تو وہ میرے باپ سے جھوٹ نہیں بول پاتی تھی۔ باپ کو دیکھتی تھی تو وہ میری ماں سے یہ بات چھپا نہیں پاتا تھا کہ وہ گھر سے باہر کسی دوسری عورت کے ساتھ وقت گزارتا ہے۔" وہ ہنستی ہوئی بولی "ہم دیوی ماں کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ بے چارے سمجھتے تھے کہ میرے اندر ماں جگدمبے سما گئی ہے اور وہ دیوی ماں میرے ذریعے ان کا جھوٹ سچ ظاہر کرتی رہتی ہے۔"

"کیا صرف تمہارے ماں باپ تم سے پریشان تھے؟"

"محلے پڑوس والے بھی مجھ سے ڈرتے تھے۔ مجھ سے کبھی کوئی ضروری بات کرتے تھے پھر دور دور رہنے لگتے تھے۔ میں کتنے ہی جھوٹوں اور دغا بازوں کا پول کھولتی رہتی تھی۔ اسکول سے لے کر کالج تک تمام اسٹوڈنٹس ٹیچرز اور پروفیسرز وغیرہ مجھ سے ڈرتے بھی تھے' مجھے چاہتے بھی تھے۔ فرسٹ ائر کے بعد مجھے کالج سے چھٹی دے دی گئی۔"

"کیا تم آگے پڑھنا نہیں چاہتی تھیں؟"

"انہوں نے آگے پڑھانے سے انکار کردیا۔ کیونکہ میں امتحانات میں تمام سوالات کے جواب اپنی آنکھوں کی قوت سے معلوم کرلیتی تھی۔"

"کیسے معلوم کرلیتی تھیں؟ امتحانات میں ایک ہی ممتحن کلاس میں نگرانی کرتا ہے۔ تمہارا کوئی پروفیسر تمہارے سامنے نہیں رہتا ہوگا پھر تم اپنے کسی پروفیسر کی پیشانی کو کیسے دیکھ لیتی تھیں؟"

"ظاہر ہے' وہ سامنے نہیں ہوتا تھا' میں اسے نہیں دیکھ سکتی تھی مگر تصور میں دیکھتی تھی۔ میری نگاہیں اس کی پیشانی تک پہنچتی تھیں۔ وہ سوالات کے جوابات بولنے لگتا تھا' میں لکھتی چلی جاتی تھی۔"

اس نے ہوٹل شیرٹن کے پارکنگ ایریا میں کار روک دی۔ جے کانو نے پریشان ہوکر پوچھا "اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے سامنے نہیں رہوں گا' تب بھی تمہاری نگاہیں میری پیشانی تک پہنچیں گی؟"

وہ دونوں کار سے باہر آئے۔ ہوٹل کے اندر جانے لگے۔ شیوانی کہہ رہی تھی "تم دنیا کے آخری سرے پر بھی رہو گے تو تمہارا چہرہ یاد رہے گا۔ میری نگاہیں تمہاری پیشانی تک پہنچتی رہیں گی۔"

جے کانو زندگی میں پہلی بار ایک دوشیزہ سے خوف کھانے لگا۔ جے فلو نے کہا "یار! یہ ایک طرح سے ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ ہم بھی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کسی کے بھی دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔"

"اس کی سوچ کی لہریں دماغ میں نہیں پہنچتی ہیں۔ میں نے اب تک اسے اپنے اندر محسوس نہیں کیا ہے پھر ہم اس کے خلاف باتیں کررہے ہیں اور وہ ہماری باتوں سے اور تمہاری موجودگی سے بے خبر ہے۔"

وہ شیوانی کے ساتھ ڈائننگ ہال میں آیا۔ وہ دونوں ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ جے کانو نے کہا "تم میری پیشانی پر نظر ڈالتی ہو اور مجھ سے سچ اگلوالیتی ہو۔ میں تم سے کیسے سچ اگلوا سکتا ہوں؟"

"میں جھوٹ بولوں تو سچ اگلوانے کی بات کرو۔ میں نے اب تک کیا جھوٹ کہا ہے؟"

"تم اپنی آنکھوں سے نہیں' ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دماغ پر حاوی ہو کر سچ اگلواتی ہو۔"

"دو برس پہلے ایک بوڑھے راہب سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس کا بھی یہی خیال تھا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ اسے یقین نہ دلا سکی۔ اب تمہیں بھی یقین نہیں دلا سکوں گی۔ مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے۔ میں کسی خوف کے بغیر سچ کہتی ہوں۔ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں۔"

شیوانی مینو پڑھ کر کھانے کا آرڈر دینے لگی۔ ویٹر آرڈر نوٹ کرنے کے دوران میں بولتا جارہا تھا۔ جے فلو نے کہا "یار! ہم نہیں جانتے یہ کتنی سچی ہے۔ ہمارے لیے یہ بہت خطرناک ہے۔ ابھی یہ تم پر حاوی ہوچکی ہے۔ کسی طرح مجھ تک پہنچ جائے گی۔ ایسی پراسرار لڑکی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔"

"میں اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں مگر کیسے چھڑاؤں؟ ں جہاں جاؤں گا' اس کی آنکھیں میرا پیچھا کریں گی۔"

"یہی ایک آزمودہ نسخہ ہے کہ ابھی اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جائے پھر اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنی کنیز بنالیا جائے۔"

"اس کے دماغ میں خیالات گڈمڈ رہتے ہیں۔ شعوری سوچ واضح رہے گی۔ تب اس سوچ کو گرفت میں لے کر تنویمی عمل کیا جاسکے گا۔"

"جب وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا رہے گی۔ دماغ کمزور رہے گا تو دماغ کے اندر مختلف خیالات بھی کمزور رہیں گے۔ ایسے وقت شعوری سوچ کو گرفت میں لے کر ہم بہت کچھ کرسکیں گے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ جے کانو کے دماغ سے اس ویٹر کے دماغ میں پہنچ گیا' جو آرڈر نوٹ کرنے کے دوران میں بول رہا تھا اور اپنی آواز سنا رہا تھا۔ وہ اس کے ذریعے دوسرے ملازم کے اندر پہنچا پھر اسے ہوٹل کے باہر ایک کیمسٹ کی دکان میں لے گیا۔ وہاں سے اعصابی کمزوری کی دوا خریدی پھر اس دوا کو ویٹر کے پاس پہنچادیا۔

وہ اتوار کا دن تھا۔ جے سامو معمول کے مطابق عبادت کے لیے چرچ پہنچا ہوا تھا۔ بنی نے خواب میں اس چرچ کو دیکھا تھا اور وہاں ایک ایسے جوان کو دیکھا تھا' جس کی صورت واضح نہیں تھی۔ وہ آنکھ کھلنے کے بعد بڑی دیر اس جوان کے چہرے کو یاد کرنے اور تصور میں واضح طور پر دیکھنے کی کوششیں کرتی رہی لیکن جے سامو اس کے تصور میں واضح نہ ہوسکا۔

اس طرح اس کے اندر تجسس پیدا ہوا۔ اس جوان کو دیکھنے کے لیے بے چینی پیدا ہوگئی۔ اسے ڈھونڈنے اور دیکھنے کی جگہ وہی چرچ ہوسکتی تھی۔ خواب کے ذریعے اشارہ ملا تھا کہ شاید وہ وہاں نظر آجائے۔

وہ چرچ جانے کے لیے گھر سے نکلنے لگی تو فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی "ہیلو بنی دینزا! کہیں جارہی ہو؟ بہت جلدی میں ہو؟"

وہ ناگواری سے بولی "کون ہو تم؟ اس سے پہلے تم تین بار فون کرچکے ہو۔"

"تھینکس۔ تم میری آواز اور لہجے کو یاد رکھتی ہو۔"

"تم اپنا نام کیوں نہیں بتاتے؟ میرے سامنے کیوں نہیں آتے؟"

"تم یہ سوالات محبت سے کرسکتی ہو مگر ناگواری سے پوچھ رہی ہو۔ ایسا رویہ اختیار کروگی تو میں سامنے کیسے آؤں گا۔"

"پلیز، جو کہنا ہے، سامنے آکر کہو۔"

"آل رائٹ۔ ایو میرا چرچ میں سامنا ہوگا۔"

بنی کے دل کی دھڑکنیں یک بارگی تیز ہوگئیں۔ اس نے چرچ میں ملنے کی بات کی تھی۔ گویا خواب کی تعبیر سنائی تھی۔ اس نے خوش ہو کر کہا "ہیلو! مسٹر! ہیلو!"

اس نے بڑے جذبے سے مخاطب کیا تھا مگر دوسری طرف ریسیور رکھ دیا گیا تھا۔ اسے ذرا مایوسی ہوئی مگر خوشی بھی ہوئی۔ اطمینان بھی ہوا کہ خواب حقیقت بن رہا تھا۔ وہ جیسے ہوا کے دوش پر پرواز کرتی ہوئی جانے لگی۔

کبھی خواب درست ہوتے ہیں لیکن تعبیر بھٹکا دیتی ہے۔ جے کا فون نے بنی پر تنویمی عمل کرکے اسے جے سامو کی طرف مائل کیا تھا۔ بنی نے جے سامو کو دیکھا نہیں تھا لیکن چرچ میں جس سے ملاقات ہوتی، خواب کے مطابق وہی اس کا مطلوب ہوتا۔

جے کا فون نے خواب میں چرچ کے اندر وہ تین سیٹیں بھی دکھائی تھیں، جہاں وہ تھری جے ہر اتوار کو عبادت کے دوران میں بیٹھا کرتے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اس اتوار کو صرف جے سامو ہوگا۔ وہاں بنی پہنچے گی تو یقیناً جے سامو سے ہی ملاقات ہوگی۔

بنی کو جے سامو کی طرف مائل کرنے سے پہلے اس کے چور خیالات اچھی طرح پڑھ لیے گئے تھے۔ یہ یقین کرلیا گیا تھا کہ بنی کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے اور اس کے حلقہ احباب میں کوئی ایسا مشکوک فرد نہیں ہے، جس کا تعلق جرائم سے یا ٹیلی پیتھی کی دنیا سے ہو۔ وہ شکوک و شبہات سے بالاتر تھی۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے ذریعے جے سامو تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

انسان بدنصیبی سے بچنے کی تدابیر کرتا رہتا ہے۔ کبھی بچ جاتا ہے، کبھی ناکام بھی ہوجاتا ہے۔ اب جیسے تھری جے کی شامت آنے والی تھی۔ شاید ان کی روپوشی کا دور ختم ہونے والا تھا۔ جس رات جے کا فو، بنی پر تنویمی عمل کرنے والا تھا۔ اس سے چھ گھنٹے پہلے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سائنر ہارورڈ نے بنی کو دیکھا اور اس پر عاشق ہوگیا۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے آندرے کا ذکر ہوچکا ہے۔ آندرے کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت تھے اور وہ پانچوں اپنے سینیئر آندرے کے ساتھ امریکا سے چلے گئے تھے۔ امریکی اکابرین کی اطاعت سے انکار کرنے کے بعد وہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی اپنی مرضی کے مطابق مختلف ملکوں میں رہائش اختیار کرنے چلے گئے تھے۔ ان کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھیں گے اور ایک دوسرے کے بُرے وقت میں مدد کریں گے۔

سائنر ہارورڈ ان چھ میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ تھری جے کی طرح آندرے اور اس کے پانچ ساتھی بھی بہت محتاط رہا کرتے تھے۔ سائنر نے بنی کو دیکھا تو دل ہارنے کے باوجود صبر کیا۔ عقل نے سمجھایا، فوراً اس کے روبرو جانا اور اس سے متعارف ہونا نادانی ہوگی۔ پہلے دُور ہی دُور سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیے۔

اس رات اس نے فون کے ذریعے بنی کی آواز سنی۔ بنی نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

سائنر ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ بستر پر جاکر لیٹ گئی تھی۔ اس کے سونے کا وقت ہوگیا تھا۔ وہ آنکھیں بند کررہی تھی۔ ایسے وقت سائنر کی سمجھ میں آیا کہ اس کے دماغ میں کوئی دوسرا بھی ہے اور وہ اسے گہری نیند سلا رہا ہے۔

چونکہ سائنر خاموش تھا۔ اس لیے جے کا فو اس کی موجودگی کو سمجھ نہ سکا۔ بنی پر تنویمی عمل کرتا رہا پھر اسے خواب میں چرچ کا اور ان مخصوص تین سیٹوں کا منظر دکھا کر یہ نقش کرتا رہا کہ وہ اگلے اتوار کو اپنے آئیڈیل سے ملنے چرچ جائے گی پھر اس نے جے سامو کی آواز، لہجہ اس کے ذہن میں نقش کیا اور حکم دیا کہ اس مخصوص آواز اور لہجے کو وہ محسوس نہیں کرے گی۔ باقی تمام سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر انہیں اپنے دماغ سے نکال دیا کرے گی۔

جے کا فو نے تنویمی عمل کے اختتام پر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اسے اطمینان تھا کہ اب کوئی اس کے اندر نہیں آئے گا۔ اس نے تمام پہلوؤں سے اطمینان حاصل کیا تھا۔ اس کے باوجود تقدیر اپنے تیور بدل چکی تھی۔

وہ بنی کے دماغ سے چلا گیا۔ سائنر نے جے کا فو کی آواز اور لہجے کو یاد رکھا۔ جب وہ دوسری صبح بیدار ہوئی تو سائنر مخصوص آواز اور لب و لہجے کے ساتھ اس کے دماغ میں آیا۔ وہ اسے محسوس نہ کرسکی۔ سائنر نے یہ سمجھ لیا کہ بنی کو کسی آئیڈیل کے عشق میں مبتلا کیا گیا ہے لہٰذا وہ اس کی طرف مائل نہیں ہوگی۔

یوں بھی اب اسے اپنی طرف مائل کرنے سے زیادہ لازمی ہوگیا تھا کہ بنی پر تنویمی عمل کرنے والے کا سراغ لگایا جائے اور یہ اتوار کی صبح چرچ میں معلوم ہوسکتا تھا۔ اس

خیال خوانی کے ذریعے آندرے کو بنی اور تنویمی عمل کرنے والے کے بارے میں بتایا۔ آندرے نے کہا "سائنر! تمہیں محتاط رہنا چاہیے۔ تم اٹلی میں ہو اور ان تھری جے کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اٹلی کے مختلف شہروں میں رہتے ہیں۔"

سائنر نے کہا "میں تم سے یہی کہنے والا تھا۔ بنی پر تنویمی عمل کرنے والا تھری جے میں سے کوئی ایک ہوگا۔ ہوسکتا ہے، وہ خود بنی سے محبت کررہا ہو اور اسے اپنی طرف مائل کرنے کے لیے خواب والا ڈراما پلے کرکے اسے چرچ میں بلا رہا ہو۔"

آندرے نے کہا "ایسا ہی کچھ ہوگا۔ تھری جے میں سے کوئی ایک جے اس چرچ میں بنی سے ضرور ملے گا۔ آج جمعہ ہے۔ پرسوں اتوار کی صبح میں تھری جے میں سے کسی ایک جے کو ضرور دیکھ سکوں گا۔"

"تم دور سے دیکھو گے۔ انہیں اپنی موجودگی کا شبہ نہیں ہونے دو گے۔ چرچ میں کسی کو دیکھنے کے بعد بڑے صبر اور اطمینان سے باقی دو جے کا بھی پتا ٹھکانا معلوم کرو گے۔ میں بھی بنی کے دماغ میں جاتا رہوں گا۔"

آندرے خوشی کا اظہار کررہا تھا۔ برسوں سے روپوش رہنے والے تھری جے تک پہنچنا کوئی معمولی بات نہیں تھی اگر وہ تھری جے کو ٹریپ کرلیتے۔ انہیں اپنا تابع بنانے میں کامیاب ہوجاتے تو یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہوتا۔ اس طرح وہ ٹرانسفارمرمشین تک پہنچ سکتے تھے۔

بہرحال اتوار کی وہ صبح آگئی تھی۔ بنی بہت پہلے ہی چرچ میں پہنچ کر آس پاس متلاشی نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر وہ تھری جے کی مخصوص سیٹوں میں سے ایک سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ اس نے خواب میں ایسی ہی ایک سیٹ پر خود کو بیٹھے دیکھا تھا۔ جے سامو نے وہاں پہنچ کر ایک اجنبی حسینہ کو دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ جے کا فو یورپ کے کسی ملک میں ہے۔ وہاں اس کی سیٹ خالی رہے گی وہاں جے فلو کے آنے کی توقع تھی۔ اس نے ایک سیٹ پر بیٹھ کر اسے پھر دیکھا۔ وہ بار بار دیکھنے کی چیز تھی۔ اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

جے سامو نے کہا "یہ سیٹیں سب سے پیچھے ہیں۔ یہاں بعد میں آنے والے بیٹھتے ہیں لیکن تم پہلے سے آکر بیٹھی ہوئی ہو۔"

وہ بولی "تم بھی آخر میں نہیں آئے ہو پھر بھی ان آخری سیٹوں پر بیٹھ گئے ہو۔ کیا مجھے دیکھ کر؟"

"آں؟" وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "ایسی بات نہیں ہے۔ میں ہر اتوار کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں بیٹھتا ہوں۔"

"پھر تو میرا یہاں بیٹھنا نامناسب ہوگا۔ کیا میں دوسری جگہ چلی جاؤں؟"

"نہیں۔ یہاں بیٹھ سکتی ہو۔ آج میرا ایک ساتھی نہیں آئے گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "اسی لیے تم نے کہا تھا کہ ابھی یہاں ملاقات ہوگی۔ تم میرے روبرو آؤ گے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "میں نے ایسا کب تھا؟ میں تو تمہیں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔"

"یہ پہلی ملاقات ہے مگر تم نے فون پر کہا تھا۔"

"میں نے فون پر کہا تھا؟ تمہیں مغالطا ہو رہا ہے۔ میں تو تمہارا نام تک نہیں جانتا ہوں۔"

"میرا نام بنی ہے۔ مس بنی ویٹرا۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے روکی کہتے ہیں۔"

وہ دونوں خاموش ہوگئے۔ عبادت شروع ہوگئی تھی۔ وہ سر جھکائے سوچنے لگا "یہ کون ہے؟ نہ جانے، کس نے اسے فون پر یہاں ملاقات کرنے کی بات کی تھی۔ یہ کسی کے دھوکے میں میرے پاس چلی آئی ہے۔"

اس نے چور نظروں سے اسے دیکھا۔ اس میں کشش تھی۔ وہ دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے چور نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سائنر کو وہ مخصوص آواز اور لہجہ معلوم تھا، جس کے ذریعے بنی کے اندر پہنچا جاسکتا تھا اور وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتی تھی۔ اس وقت سائنر کو اپنے اندر محسوس نہیں کررہی تھی۔ وہ اس کے اندر رہ کر جے سامو کی باتیں سنتا رہا تھا۔

آندرے بھی بنی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جے سامو نے اپنا نام روکی بتایا تھا۔ آندرے نے کہا "سائنر! اس نے ایک فرضی نام بتایا ہے۔ یہ ضرور تھری جے میں سے کوئی ایک ہے۔ ہمیں بڑے صبر و تحمل سے اس کی اصلیت معلوم کرنی ہوگی۔"

عبادت کے بعد بنی نے جے سامو سے پوچھا "آج تمہارے ساتھی نہیں آئے؟"

"ہاں۔ نہیں آئے۔ معلوم نہیں کہاں رہ گئے ہیں۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرچکا تھا۔ جے فلو نے کہا تھا کہ وہ آج عبادت کے لیے نہیں آئے گا۔ بنی نے کہا "تمہاری تنہائی دور ہوسکتی ہے۔ میرے گھر چلو۔ میں کافی اچھی بناتی ہوں۔"

وہ انکار نہ کرسکا۔ دل اس کی طرف مائل تھا۔ بنی اپنے بنگلے میں ایک بوڑھی ماں کے ساتھ رہتی تھی۔ جے سامو اس کے ہاتھ کی تیار کی ہوئی کافی پینے آیا تھا۔ کافی پینے کے بعد بھی اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ دل کہتا رہا' بہت دنوں کے بعد ٹھنڈی چھاؤں ملی ہے۔ اپنے خالی گھر کی دھوپ میں نہیں جانا چاہیے۔

بنی نے کہا "میں تمہارے لیے لنچ تیار کروں گی۔"

"میں کمرے میں تنہا رہ جاؤں گا۔"

"تم بھی کچن میں چلو۔ وہاں باتیں کرتے رہیں گے۔"

اتنی دیر میں دونوں بے تکلف ہو چکے تھے۔ آپس میں چھیڑ چھاڑ ہونے لگی تھی۔ جے سامو کو یہ چھیڑ چھاڑ کچن میں بہت مہنگی پڑی۔ وہ بنی کو بازوؤں میں قید کرنا چاہتا تھا۔ بنی نے شوخی سے دھکا دیا تو وہ ایک قدم پیچھے گیا۔ ایسے میں اس کا ایک ہاتھ جلتے ہوئے چولھے پر پہنچ گیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ آگ تھوڑا بھی جلائے تو ہوش اڑا دیتی ہے۔

اس کے ہوش اڑتے ہی سائن اور آندرے اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ فوراً ہی اس کے چور خیالات معلوم کیے' معلوم ہوا اس کا نام جے سامو ہے۔ اس کا ایک ساتھی جے فلو شہر روم میں ہے اور دوسرا ساتھی جے کافیو یورپ کے ملکوں کا دورہ کررہا ہے۔ ذہین اور صحت مند جوانوں کا انتخاب کررہا ہے۔ انہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنانے والا ہے۔

پھر تو معلومات کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ آندرے اور سائن کو معلوم ہونے لگا کہ امریکا میں بارہ افراد نے بڑی رازداری سے ٹرانسفارمر مشین تیار کی ہے۔ ان میں سے ایک جیکی ہنٹر کو الپا نے اغوا کیا ہے اور وہ بھی ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کرانے والی ہے۔

تھری جے کی یہ چالبازی بھی معلوم ہوئی کہ انہوں نے ٹرانسفارمر مشین کے باقی آٹھ رازداروں کو اپنا معمول اور محکوم بنا رکھا ہے۔ ان آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرماں بردار دماغوں میں پانچ امریکی اکابرین ہیں' ایک مشین کا تکنیکی ماہر وائرمین اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والے لیزی گارڈ اور گیمینی ہال ہیں۔

بنی فرسٹ ایڈ کے طور پر جے سامو کے متاثرہ ہاتھ کی مرہم پٹی کررہی تھی۔ اس نے کراہتے ہوئے خیال خوانی کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ ہاتھ جلنے کی تکلیف کے باعث دماغ عارضی طور پر خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ اپنے دونوں ساتھیوں کو اپنی موجودہ حالت کے بارے میں کچھ بتا نہیں سکتا تھا اور ان دونوں ساتھیوں نے کئی گھنٹوں سے اس کی خبر نہیں لی تھی کیونکہ وہ دونوں اس عجیب و غریب حسینہ شیوانی بھاسکر کے معاملے میں الجھے ہوئے تھے۔

ادھر جے سامو کی شامت آچکی تھی۔ ادھر جے کافو کی شامت آرہی تھی۔ وہ غیر معمولی آنکھیں رکھنے والی شیوانی سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا لیکن اس سے پیچھا چھڑا کر دنیا کے آخری حصے میں بھی جاکر چھپتا تو اس کی غیر معمولی آنکھوں کی حرارت وہاں بھی اس کی پیشانی تک پہنچ جاتی۔

جے کافو اور جے فلو اسے اعصابی کمزوری کی دوا کے ذریعے اپنی تابع بنانا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں جے فلو ویٹر کو آلہ کار بنا کر سوپ کے دو باؤل میں سے ایک باؤل میں وہ مضر رساں دوا ملا چکا تھا۔ اس باؤل کو شیوانی کے سامنے رکھ چکا تھا۔

پھر اس نے جے کافو سے کہا "شیوانی کے سامنے جو باؤل رکھا ہے' اس میں اعصابی کمزوری کی دوا ملی ہوئی ہے۔ تم تھوڑی دیر بعد اس بلا سے نجات حاصل کرلو گے۔ ہم اسے اپنی معمولہ بنا سکیں گے۔"

جے کافو تھینکس گاڈ کہہ کر سوپ پینے لگا۔ اس کی طرف چور نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ اپنے باؤل سے ایک پیالے میں سوپ نکال کر پی رہی تھی۔ اس نے دو چمچ پینے کے بعد ایک ذرا منہ بنایا پھر کہا "اس کا مزہ کچھ عجیب سا ہے۔"

جے کافو نے کہا "اس کا مزہ تو وہی ہوگا' جو ہونا چاہیے۔ ابھی تم نے دو ہی چمچ پیے ہیں اور پیتی رہو' اچھا لگے گا۔"

وہ تعجب سے بولی "تم چمچ گن رہے ہو کہ میں کتنا سوپ پی چکی ہوں؟"

اس نے بات بنائی "نہیں' میں نے محاورتاً ایسا کہا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے' سفر میں دو جوڑے کپڑے رکھ لو۔ دو باتیں کرلو۔ دو لقمے کھالو۔ اسی طرح میں نے دو چمچ سوپ پینے کی بات کی ہے۔"

وہ مزید ایک چمچ پینے کے بعد بولی "اس کا مزہ بدل گیا ہے مگر اچھا لگ رہا ہے۔"

وہ مطمئن ہو کر بولا "پھر تو اچھی بات ہے۔ مزے لے لے کر پیتی رہو۔"

اس نے پھر ایک چمچ پینے کے بعد باؤل سے سوپ نکال کر دوسرے پیالے میں ڈالا۔ اسے آگے بڑھا کر جے کافو کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "تم بھی پی کر دیکھو۔ مزہ عجیب سا ہے مگر مزے دار ہے۔"

وہ جلدی سے بولا "نہیں۔ میں تو اپنی پسند کا سوپ پی رہا ہوں۔ یہی کافی ہے۔"

"میں چاہتی ہوں' میری پسند کا سوپ بھی پیو۔"

وہ انکار نہ کرسکا۔ پہلے اسے اپنی پیشانی پر' پھر پورے جسم میں حرارت محسوس ہوئی۔ شیوانی نے اس کی پیشانی کو تکتے ہوئے اپنی پسند کا سوپ پلانے کا ارادہ کیا تھا۔ ایسے وقت اس کا ارادہ اس قدر مستحکم ہوتا تھا کہ فولادی دماغ والے بھی اس کے ارادے کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہوجاتے تھے۔

جے کافو اس کے دیے ہوئے پیالے سے وہ سوپ پینے لگا۔ جے فلو نے اس کے دماغ میں آکر کہا "یار! میں ذرا جے سامو کی خیریت معلوم کرنے گیا تھا۔ تمہارا نسخہ کامیاب رہا ہے۔ وہ مونا کو بھول کر بنی میں دلچسپی لے رہا ہے مگر اس احمق نے محبت کے جوش میں اپنا ہاتھ جلالیا ہے۔"

شیوانی اس کی پیشانی کو تک رہی تھی۔ وہ سوپ پیتا جارہا تھا۔ وہ بولی "تم پیتے جارہے ہو۔ یہ تو بتاؤ۔ اس کا مزہ کیسا ہے؟"

وہ بولا "تمہیں اچھا لگ رہا ہے تو مجھے بھی اچھا لگ رہا ہے۔"

"تو پھر شرط لگاؤ۔ ہم میں سے جو اپنا پیالہ پہلے خالی کرے گا۔ وہ جیت جائے گا۔ ہارنے والا اٹھ کر جیتنے والے کو سیلوٹ کرے گا۔ ٹھیک ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ تم جلدی پیو۔"

وہ اسے دیکھتی ہوئی' حرارت پہنچاتی ہوئی بولی "تم بھی جلدی جلدی پیو۔"

وہ سمجھ رہا تھا' نہیں پینا چاہیے مگر بے اختیار پی رہا تھا۔ جے فلو نے کہا "شیوانی سے باتیں کرو مگر اس اہم مسئلے پر بھی غور کرو۔ ہاتھ جلنے کے باعث جے سامو کا دماغ وقتی طور پر کمزور ہوگیا ہے۔ کوئی بھی دشمن اس کے دماغ میں آسانی سے پہنچ سکتا ہے۔"

پھر وہ چونک کر بولا "یہ کیا؟ میں محسوس کررہا ہوں کہ تمہارا دماغ کمزور ہوتا جارہا ہے۔ تم جسمانی کمزوری محسوس کررہے ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے جے کافو کے خیالات پڑھے تو علم ہوا کہ جب وہ جے سامو کی خیریت معلوم کرنے گیا تھا۔ تب شیوانی نے اپنے باؤل سے جے کافو کو سوپ پینے دیا تھا۔ تب سے وہ اس مضر رساں سوپ کا آدھا پیالہ پی چکا ہے۔

شیوانی اسے حیرانی سے دیکھ کر بولی "یہ تمہیں کیا ہورہا ہے؟ تم سوپ چھوڑ کر میز پر جھک رہے ہو؟"

وہ بڑی نقاہت سے بولا "ڈاکٹر۔ پلیز مجھے فوراً ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔"

وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آئی۔ اسے سہارا دے کر کرسی پر سیدھا بٹھایا پھر بولی "ہے بھگوان! تمہارا چہرہ زرد پڑ گیا ہے۔ تم برسوں کے بیمار نظر آرہے ہو۔"

جے فلو نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا تھا۔ دیئر کے دماغ میں پہنچ کر ہوٹل کے منیجر کے دماغ پر قبضہ جما کر کئی ملازموں کو وہاں لے آیا تھا۔ وہ اسے اٹھا کر باہر شیوانی کی کار میں لے آئے پھر وہ منیجر شیوانی کے ساتھ کار میں بیٹھ کر ایک اسپتال کی طرف جانے لگا۔

تین ساتھیوں میں سے دو ساتھی دماغی طور پر کمزور ہوگئے تھے۔ جے فلو پریشان ہو کر سوچ رہا تھا' ایسے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دونوں ساتھیوں کے دماغوں میں آسکتے تھے۔ وہ بیک وقت دونوں کے دماغوں میں آنے والے دشمنوں کو نہیں روک سکے گا۔

اس نے سوچا' فوری طور پر کیا کرنا چاہیے؟ کیا پہلے جے کافو کی حفاظت لازمی ہے؟

جے کافو ان تینوں میں زیادہ ذہین اور فعال تھا۔ پہلے اس کی حفاظت لازمی تھی پھر خیال آیا۔ شیوانی نے دانستہ جے کافو سے دشمنی نہیں کی ہے پھر یہ کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ اس کے دماغ میں جاکر اہم معلومات حاصل نہیں کرسکے گی اگر اس کے قریب رہ کر تنویمی عمل کرنا چاہے گی تو جے فلو ایسا نہیں کرنے دے گا۔

پھر جے فلو نے سوچا' جے سامو سے بھی کسی نے دشمنی نہیں کی ہے۔ بنی سے رومانس کے دوران میں اس کا ہاتھ جل گیا ہے۔ وہ دوبار جے سامو کے دماغ میں جاچکا تھا' وہاں اس نے کسی دشمن کی موجودگی محسوس نہیں کی تھی۔ کوئی جے سامو کو ٹریپ نہیں کررہا تھا۔

آخر اس نے فیصلہ کیا کہ وقفے وقفے سے دونوں ساتھیوں کے دماغوں میں جاتا رہے گا۔ انہیں کسی دشمن کے شکنجے میں نہیں آنے دے گا۔ فی الحال دانش مندی یہ ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کے جو آٹھ رازدار ان کے معمول ہیں۔ ان کے اندر فرداً فرداً جاکر ان کے دماغوں کو لاک کردیا جائے تاکہ کسی دشمن کو امریکا میں ٹرانسفارمر مشین کی موجودگی کا علم نہ ہو۔

جے فلو کے اس فیصلے سے پہلے ہی آندرے سائن اور ان کے دوسرے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے جے سامو کے چور خیالات سے اس آواز اور لب و لہجے کو معلوم کیا

جن کے ذریعے وہ تھری جے باقی آٹھ رازداروں کو اپنا معمول اور تابع بنائے رکھتے تھے۔ آندرے اور اس کے ساتھیوں نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ وہ بیک وقت چھ رازداروں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ انہیں بے وقت سونے پر مجبور کیا۔ جب وہ سو گئے تو ان پر تنویمی عمل کرکے ان کے دماغوں میں دوسری آواز اور لہجے کو نقش کیا۔ ان چھ رازداروں کو اپنا معمول اور تابع بنایا پھر باقی دو رازداروں کے دماغوں میں پہنچے۔ ایسے وقت جے فلو ایک رازدار کے دماغ کو لاک کررہا تھا۔ انہوں نے بڑی خاموشی سے جے فلو کے عمل کو ناکام بنا دیا۔ جے فلو نے اس کے بعد دوسرے رازدار کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اسے اپنے دماغ سے بھگا دیا۔

وہ سمجھ گیا کہ کوئی دشمن اپنا کام کرچکا ہے۔ اس نے دوسرے رازدار کے دماغ میں پہنچنا چاہا پھر تیسرے اور پھر چوتھے رازدار کے دماغوں میں پہنچنے کی ناکام کوششیں کیں۔ آخر تھک ہار کر تسلیم کرنا پڑا کہ وہ تھری جے ٹرانسفارمر مشین کی بہت بڑی بازی ہار چکے ہیں۔

اب یہ جے فلو کی ذمے داری تھی کہ اپنے دونوں دوستوں جے کانو اور جے سامو کے دماغوں کو دشمنوں کے شکنجے میں نہ پھنسنے دے۔ ایسے وقت ایک پریشان کن سوال پیدا ہورہا تھا کہ شیوانی نے بھی اسی طرح سانپ کا پورا پیالہ پیا تھا لیکن وہ جے کانو کی طرح کمزور نہیں ہوئی تھی۔ کیوں نہیں ہوئی تھی؟

○☆○

ایک طویل عرصے سے یہی دیکھا جارہا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کسی کو خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچا رہی تھی۔ پہلی ٹرانسفارمر مشین سے موجودہ مشین تک جتنے امریکی افراد نے ٹیلی پیتھی سیکھی تھی۔ وہ سب اپنے کسی نہ کسی مخالف کے زیر اثر آتے رہے تھے۔ دوسروں کے بنتے رہے تھے یا پھر امریکی اکابرین سے بغاوت کرکے انہوں نے اپنی ایک علیحدہ تنظیم بنالی تھی۔

موجودہ مشین تیار کرنے والے آٹھ افراد پہلے تھری جے کے معمول اور تابع تھے۔ اب آندرے اور سائن نے انہیں غلام بنالیا تھا۔ وقت نے انہیں مقدر کا سکندر بنا دیا تھا۔ وہ بیٹھے بٹھائے ایک ٹرانسفارمر مشین کے مالک بن گئے تھے۔ اس مشین کے رازدار پانچ امریکی اکابرین' ایک کلینک وائزمین' لیزی گارڈ اور کینی بال اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ پہلے تھری جے نے انہیں غلام بنایا تھا۔ اب وہ آندرے اور سائن کے غلام بنے ہوئے ہیں۔

ان آٹھ غلام بننے والوں میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا فوج کا اعلیٰ افسر ڈینی تھا۔ وہ اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے ساتھ برف پوش پہاڑیوں میں علی' لی اور دلیر آفریدی کو ہلاک کرڈالنے اور ان سے مائیکرو فلم چھین لینے میں مصروف رہا تھا۔

اس مہم میں فوج کے کئی آلہ کار جوان مارے گئے تھے۔ ہیلی کاپٹرز تباہ ہوگئے تھے۔ ڈینی مائیکرو فلم حاصل کرنے میں ناکام رہا تھا۔ جب وہ دماغی طور پر ناکام و نامراد اپنی جگہ حاضر ہوا تو ایسے وقت پھر اس کی قسمت آگئی۔ آندرے نے مخصوص آواز اور لہجے کے ذریعے اس کے اندر پہنچ کر اسے سونے پر مجبور کیا۔ اسے معلوم نہ ہوسکا کہ تھری جے کا معمول رہنے کے بعد اب آندرے کا غلام بن رہا ہے۔

امریکی اکابرین اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ناراض تھے۔ ایک حاکم نے کہا "یہ ہمارے لیے شرم کی بات ہے۔ ہماری آلہ کار ماؤ للی ان بابا صاحب کے ادارے کے دو جوانوں سے مل گئی۔ وہ تعداد میں صرف تین تھے۔ ہمارے درجنوں فوجی جوان جسمانی طور پر وہاں موجود تھے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں یقین دلا رہے تھے کہ ان سے مائیکرو فلم چھین کر لے آئیں گے لیکن خالی ہاتھ واپس آگئے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیشہ ناکامیوں کا ریکارڈ قائم کرتے رہتے ہیں۔ یہ غنیمت ہے کہ چھوٹی چھوٹی کامیابیاں حاصل کرلیتے ہیں اور ہمیں تسلیاں دیتے رہتے ہیں کہ آئندہ بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔"

لیزی گارڈ نے کہا "پلیز ہمیں طعنے نہ دیں۔ ہم نے اپنے فرائض میں کوتاہی نہیں کی ہے۔ ہم دشمنوں سے لڑ سکتے ہیں۔ مقدر سے نہیں لڑ سکتے۔ مقدر نے ان کا ساتھ دیا۔ اس لیے ہم مائیکرو فلم حاصل نہ کرسکے۔"

"ایسا کیوں ہوتا ہے کہ مقدر ہمیشہ ان کا ساتھ دیتا ہے؟ مقدر ہمارا ساتھ کیوں نہیں دیتا۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "تم ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے بہت سی اہم باتیں چھپاتے رہتے ہو۔ تم لوگوں نے یہ اہم بات چھپائی کہ الپا یہاں سے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ چرا کر لے گئی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں اس مشین کے ماہر مکینک جیکی ہنٹر کو بھی اغوا کرکے لے گئی ہے۔ اتنی بڑی بات ہمیشہ چھپ نہیں سکتی تھی لیکن تم چھپانے کی غلطی کرتے رہے۔"

کینی بال نے کہا "ہم الپا سے اس نقشے کو اور جیکی ہنٹر کو واپس حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کررہے ہیں اگر ایسا نہ کرسکے تو ہم الپا کو کبھی ٹرانسفارمر مشین تیار کرانے کا موقع نہیں دیں گے۔ وہ ٹرانسفارمر مشین تیار کرانے کے خواب بھی بھی رہے گی۔"

ایک لیڈی سیکریٹری نے کہا "میں الپا بول رہی ہوں۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کھوکھلے دعوے کرتے رہتے ہیں۔ ان کے باپ بھی ٹیلی پیتھی سیکھ کر آجائیں تو مجھے ٹرانسفارمر مشین تیار کرانے سے نہیں روک سکیں گے۔"

لیزی گارڈ نے غصے سے کہا "الپا! زبان سنبھال کے بولو۔ ہمارے باپ تک نہ پہنچو۔ تمہارے لیے ہم کافی ہیں۔"

"میں امریکی اکابرین سے پوچھتی ہوں' کیا وہ جانتے ہیں کہ جو مائیکرو فلم چین پہنچائی گئی ہے۔ اس میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ ہے۔ آئندہ چین میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوں گے۔ تمہارے شیخی بگھارنے والے اس مائیکرو فلم کو یا اس نقشے کو چین جانے سے نہ روک سکے اور وہ نقشہ میرے پاس پہنچ گیا ہے۔ اس کے لیے کھوکھلے عوے کررہے ہیں کہ مجھے مشین تیار نہیں کرنے دیں گے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ایک اعلیٰ حاکم نے کہا دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار ٹیلی پیتھی ہے۔ یہ ہتھیار تیار کرنے والی مشین کا نقشہ ہمارے سب سے بڑے دشمن چین کے پاس پہنچ گیا ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ملک کو اس سے بڑا نقصان اور کیا پہنچائیں گے؟"

لیزی گارڈ نے کہا "ہم نے قسم کھائی ہے' چین میں اور اسرائیل میں یہ مشین تیار نہیں ہونے دیں گے۔"

الپا نے کہا "قسمیں کھانے سے مشینوں کو شرم نہیں آئے گی۔ وہ تیار ہونے سے باز نہیں آئیں گی۔ شرم تم لوگوں کو آنی چاہیے۔ تم ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اکابرین کو ہم معاملات میں دھوکا دیتے رہتے ہو۔"

"ہمارے اکابرین کو ہمارے خلاف نہ بھڑکاؤ۔ ہم نے ان کے اعتماد کو کبھی دھوکا نہیں دیا ہے۔"

"کیا اپنے اکابرین کو بتایا ہے کہ تم لوگوں نے بڑی ہوشیاری سے ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کی ہے۔"

اس بات پر تمام اکابرین چونک گئے۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے ڈینی سے پوچھا "کیا یہ سچ ہے؟ آپ آرمی انٹیلی جنس کے چیف ہیں۔ آپ کو ہمارے ملک میں ہونے والی خفیہ معلومات کا علم ہونا چاہیے۔"

الپا نے کہا "آپ چور سے پوچھ رہے ہیں کہ یہاں چوری کیوں ہورہی ہے۔" آرمی کے یہ افسران ڈینی جانسن' مارک فورڈ اور مارٹن کریس اس موجودہ نئی مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرچکے ہیں۔ ٹرانسفارمر مشین کے ماہرین جیکی ہنٹر اور وائزمین کو بھی اسی مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے۔ میں جیکی ہنٹر کے چور خیالات پڑھ کر یہ خفیہ معلومات حاصل کرچکی ہوں۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے پوچھا "مسٹر ڈینی! یہ ہم کیا سن رہے ہیں؟"

ڈینی نے کہا "درست سن رہے ہیں۔ میں انکار نہیں کروں گا۔ ہم نے مصلحتاً آپ تمام اکابرین سے یہ بات چھپائی تھی اگر آپ لوگوں کو مشین کے بارے میں معلوم ہوتا تو ہمارے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے دماغوں میں آکر ہماری مشین کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرتے رہتے۔ انہوں نے دوبار ہماری مشینوں کو تباہ کیا۔ اس بار بھی یہی کرسکتے ہیں۔ لہٰذا ہم نے مشین کو غیروں سے ہی نہیں اپنوں سے بھی چھپایا ہے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "تم نے احتیاطی تدابیر اختیار کی۔ بے شک تمہیں ایسا کرنا چاہیے تھا۔ یہ ہمارے لیے خوشی کی بات ہے کہ ہمارے پاس ایک ٹرانسفارمر مشین ہے لیکن خوشی کے ساتھ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشین کا فائدہ کیا ہے؟ ہماری مشین سے ناکام ہوتے رہنے والے افراد کب تک ٹیلی پیتھی سیکھتے رہیں گے۔ مسٹر ڈینی! تم اور دوسرے افراد نے موجودہ مشین سے ٹیلی پیتھی سیکھی۔ تمہارے پاس فوجی قوت بھی تھی لامحدود ذرائع بھی تھے۔ اس کے باوجود صرف تین افراد تمہاری گرفت میں نہ آسکے۔ تم ان سے مائیکرو فلم چھین نہ سکے۔ جواب دو کہ ایسی ٹرانسفارمر مشین کا اور ناکام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد بڑھانے کا فائدہ کیا ہے؟"

ڈینی نے کہا "میں پچھلی تمام ناکامیوں کے سلسلے میں جواب دہ نہیں ہوں۔ مجھے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد پہلی بار ناکامی ہوئی ہے۔ اس ناکامی سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ آئندہ آپ تمام اکابرین دیکھیں گے کہ اسرائیل اور چین میں یہ مشین تیار نہیں ہوسکے گی۔ میں ایسی حکمت عملی اختیار کررہا ہوں' جسے الپا خوب سمجھ رہی ہے۔"

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے فوجی افسر مارک فورڈ نے کہا "ہم نے جیکی ہنٹر کی بیٹی ڈانا کو اسرائیل پہنچایا ہے۔ ہم اس کے ذریعے اس کے باپ کو اور اس کے محبوب بوبی اسمتھ کو ٹریپ کرنے والے ہیں۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے

کہ ڈائنا کے سلسلے میں ایک اخباری خبر پڑھ کر پارس وہاں پہنچ گیا ہے۔ وہ بھی اسرائیل میں مشین تیار نہیں ہونے دے گا کیوں الپا! خاموش کیوں ہو؟ اب ہمارے اکابرین کے سامنے اعتراف کیوں نہیں کرتیں کہ ہم ڈائنا کو وہاں پہنچا کر تمہاری مشین کی تیاری میں کیسی رکاوٹیں پیدا کررہے ہیں؟"

الپا نے جواب نہیں دیا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچ رہی تھی۔ یہ تسلیم کررہی تھی کہ ڈائنا کے ذریعے پارس کو اس کی تیار ہونے والی مشین کا علم ہوگیا ہے۔ ڈائنا اور پارس دونوں ہی اس کے لیے مسئلہ بن گئے ہیں اور آئندہ بھی مسائل پیدا کرنے والے ہیں۔

وہ چاہتی تھی کہ پارس اسرائیل میں نہ رہے۔ وہاں رہے گا تو مشین کی بُو سونگھ کر اس خفیہ اڈے میں پہنچ جائے گا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈینی اور مارٹک فورڈ وغیرہ ڈائنا کے ذریعے جیکی ہنٹر کو ٹریپ کرسکتے تھے اور الپا کے لیے جیکی ہنٹر دنیا کا سب سے اہم شخص تھا۔ وہ اپنی جان پارس کے اور امریکا کے حوالے کرسکتی تھی مگر جیکی ہنٹر کو کسی کے حوالے نہیں کرسکتی تھی۔

وہ فیصلہ کرچکی تھی کہ ڈائنا کو اسرائیل چھوڑ کر جانے پر مجبور کردے گی اگر وہ نہیں جائے گی تو اسے ختم کردے گی۔ اسے اسرائیل سے تو کیا' دنیا سے نابود کردے گی۔ پارس کے متعلق یہ جاننا ضروری تھا کہ وہ اسرائیل میں ہے یا یورپ کے کسی شہر میں؟

اس کے بیان کے مطابق وہ پیرس میں تھا اور الپا اس کی کسی بات کا یقین نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے جیکب رابن سے کہا تھا کہ وہ کالے عمل کے ذریعے پارس کا سراغ لگائے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ دو گھنٹے کے اندر پورے یقین کے ساتھ بتا دے گا کہ پارس اسرائیل میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کس ملک کے کس شہر اور علاقے میں ہے؟

وہ اپنے بیڈ روم میں بوبی کے ساتھ تھی۔ بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ بوبی نے کہا "تم خوا مخواہ اپنے ذہن کو الجھا رہی ہو۔ میں تمہیں سمجھا چکا ہوں کہ وہ ہی باتوں کو پیش نظر رکھو۔ ایک بات یہ کہ پارس اسرائیل میں نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ اسرائیل میں ہے۔ ایسی صورت میں اس کے خلاف کیسے اقدامات کیے جاسکتے ہیں؟"

"میں یہی سوچ رہی ہوں' وہ دشمن یہاں ہوگا تو میں اس پر کیسے قابو پاسکوں گی؟"

"یوں بے چینی سے ٹہلتی رہو گی تو مسئلے کا حل سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

وہ اس کے پاس آکر بولی "یہ لو آرام سے بیٹھ گئی ہوں' مجھے نہیں لگتا کہ اس شیطان پر قابو پاسکوں گی۔"

وہ اسے اپنے بازوؤں میں کھینچ کر بولا "آرام سے نہیں' یوں لیٹ جاؤ۔ دماغ سے یہ بات نکال دو کہ پارس ناقابل شکست ہے۔ دنیا میں سب کو زوال آتا ہے۔ ہم اس کے زوال کی طرف لائیں گے۔"

وہ بولی "میں نے تم سے زیادہ تجربات حاصل کیے ہیں' مجھ سے زیادہ اس شیطان کو کوئی نہیں سمجھتا ہے پھر بھی درست کہہ رہے ہو۔ زوال سب کو آتا ہے۔ پارس پر بھی زوال آسکتا ہے۔"

"میری جان! آج تک پارس کو شکست دینا تمہارے لیے ناممکن سی بات رہی۔ یہ یاد رکھو کہ کوئی بات ہمیشہ ناممکن نہیں رہتی۔ مسلسل کوششوں سے ناممکن کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔"

"بوبی! مجھے تمہاری باتوں سے حوصلہ مل رہا ہے۔ یو آر نائیس ٹو می۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ نائیس ٹو اپنا آپ ہوتے رہے پھر الپا نے کہا "یہاں ڈائنا پہنچی ہوئی ہے۔ تم دل اس کے لیے مچل رہا ہوگا۔"

"تم میرے خیالات پڑھ کر میرے مزاج کو سمجھ چکی ہو۔ ڈائنا میری خواہش ہے لیکن وہ میری ضرورت نہیں بن گی۔"

"یہ تمہاری ذہانت ہے کہ تم کسی کو اپنی ضرورت بناتے ہو۔ میں تمہاری خواہش پوری کروں گی۔ جب کو ڈائنا کو کسی خفیہ اڈے میں تمہارے پاس جانے پر کروں گی۔"

"اس طرح ڈائنا کے اندر رہنے والا پارس اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے میری شہ رگ تک پہنچ جائیں۔ میں ایسی احمقانہ خواہش نہیں کروں گا۔"

"اتنی سی بات میں بھی سمجھتی ہوں۔ تم ڈائنا کے دماغ میں پہنچوں۔ اس کے دماغ کو لاک کیا گیا ہے۔ کسی طرح وہ لاک توڑ کر اس پر ہو کر اسے اپنی معمول بناؤں گی پھر اس کے دماغ کو لاک کر گی تو کوئی دشمن اس کے ذریعے تمہارے سائے تک بھی پہنچ سکے گا۔"

"ہمارے جاسوس اسے تلاش کررہے ہیں۔ وہ نظر میں آئے گی تو اسے زخمی کرکے یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اس پر مسلط ہوسکیں گے پھر اسے دشمنوں کی آلہ کار بننے نہیں دیں گے۔"

"تمام ہوٹلوں کو اور ایسے تمام مکانات کے مالکان کو چیک کیا جارہا ہے' جو اپنے مکان کا ایک پورشن کرائے پر دیتے ہیں۔ ڈائنا ایسی ہی کسی جگہ ہوگی۔"

"تم ان امریکی سراغ رسانوں کو بھول رہی ہو' جو ہمارے ملک میں ڈاکٹر' انجنیئر اور بزنس مین کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ ڈائنا ان میں سے کسی کی عزیزہ بن کر رہے گی۔ ہمارے سراغ رسانوں کی نظروں میں آجائے گی۔"

"ایسے تمام امریکی ڈاکٹروں' انجنیئروں اور بزنس مین وغیرہ کو بھی چیک کیا جارہا ہے۔ پچھلے دو دنوں میں یہاں جس امریکی فیملی میں ایک جوان لڑکی کا اضافہ ہوا ہوگا' وہی لڑکی ڈائنا ہوگی۔"

وہ گھڑی دیکھ کر بولی "دو گھنٹے گزرنے والے ہیں۔ جیکب نے کالا عمل مکمل کرلیا ہوگا۔ آؤ چلیں۔"

بیڈ روم کی دیواروں پر اس طرح آئینے لگے ہوئے تھے کہ کہیں بھی کھڑے ہو کر اپنا عکس چاروں طرف سے دیکھا جاسکتا تھا۔ انہوں نے اٹھ کر اپنا لباس اور اپنا حلیہ درست کیا پھر وہاں سے نکل کر محل نما بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے اس کمرے میں پہنچے' جہاں جیکب رابن کالے عمل میں مصروف تھا۔

وہ کمرے کے وسط میں فرش پر پالتھی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے ایک بڑی سی انگیٹھی سے آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اس کا ایک ہاتھ فضا میں بلند تھا۔ اس نے ایک خنجر کے تیز دھار پھل کو مٹھی میں جکڑ رکھا تھا۔ جس کے باعث ہتھیلی کٹ رہی تھی اور لہو پتلی دھار کی صورت میں ایک پتلے پر گر رہا تھا۔

وہ ماش کے آٹے کا پتلا پارس کے نام پر بنایا گیا تھا۔ وہ منتر پڑھتا جارہا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے کوئی چیز اٹھا اٹھا کر انگیٹھی کی طرف پھینکتا جارہا تھا۔ جس کے باعث شعلے بھڑکتے تھے۔ جیکب رابن اس کالے عمل کو جیسے نچوڑ کر اپنا لہو پارس کے پتلے پر گرا رہا تھا۔

اس میں شبہ نہیں کہ وہ بہت ہی خطرناک ویچ ڈاکٹر تھا۔ اس کی بدبختی تھی کہ الپا نے اسے غلام بنالیا تھا۔ اس نے عمل کے دوران اس کے ذریعے تمہارے سائے تک بھی فاصلے پر الپا' بوبی کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟ میں تیرے کالے عمل کی کامیابی چاہتی ہوں۔ ناکامی نہیں سنوں گی۔"

"میں تمہارا غلام ہوں۔ اپنا خون بہا کر یہ جان لیوا عمل کرتا رہا ہوں اور میں نے تمہارے دشمن کا سراغ لگالیا ہے۔"

وہ بے چینی سے بولی "وہ کہاں ہے؟ جلدی بتاؤ؟"

اس نے کوئی چیز انگیٹھی کی طرف پھینکی۔ شعلے بھڑکنے لگے۔ وہ بولنے لگا "میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ آگ کے شعلوں میں صاف نظر آرہا ہے۔ پہلے عمل میں وہ بن گورین (BEN GORION) ایئرپورٹ میں نظر آیا۔ دوسرے عمل کے شعلوں نے دکھایا کہ وہ تل ابیب کے صدر علاقے میں ہے۔ ایک بوڑھی عورت کے مکان میں ایک پیرانگ گیسٹ کی حیثیت سے رہتا ہے۔"

"اس بوڑھی کا مکان کہاں ہے؟"

"مکان نمبر۔ فور تھری۔ آدم اسٹریٹ!"

"کیا وہ ابھی وہاں موجود ہے؟"

اس نے اپنی مٹھی کھولی۔ خنجر اس کی مٹھی سے نکل کر نیچے آیا اور پارس کے پتلے میں پیوست ہوگیا پھر اس نے کہا "وہ موجود ہے۔ میں نے کالے عمل کی نادیدہ زنجیروں میں اسے جکڑ دیا ہے۔ وہ اس مکان سے باہر نہیں جاسکے گا۔"

پھر وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا "لیکن اسے زخمی نہ کرنا۔ اس کے دماغ پر میرا عمل مسلط ہے۔ اسے زخمی کروگی یا کمزور

بناؤ گی تو اس کا دماغ میرے عمل سے آزاد ہو جائے گا پھر اس پر قابو نہیں پا سکو گی۔"

"میں اتنی دردسری مول لینا پسند نہیں کروں گی۔ ابھی میرے سراغ رساں وہاں پہنچیں گے اور ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دیں گے۔"

"گولی مارنے والوں کو حکم دو کہ وہ بچنے نہ پائے اگر نشانہ چوکے گا اور وہ زخمی ہو گا تو میری یہ جان لیوا محنت مٹی میں مل جائے گی۔"

بوبی نے کہا "خیال خوانی کرنے اور اپنے ماتحتوں کو حکم دینے سے پہلے میرا مشورہ سن لو۔ اسے گولی مارنے کا حکم نہ دو۔ وہ قسمت کا دھنی ہے اگر پہلی گولی سے ہلاک نہیں ہوا۔ صرف زخمی ہو سکا تو پھر ہمارے لیے پرابلم بن جائے گا۔"

"اگر اسے گولی نہ ماری گئی تو وہ بچ نکلے گا۔"

"کیسے بچ نکلے گا؟ تم نے سنا نہیں' جیکب نے اسے کالے عمل کی نادیدہ زنجیروں میں جکڑ دیا ہے۔ وہ اس مکان سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ اسے گھیر کر ہتھکڑیاں پہنانے کا حکم دو۔ تم اسے قیدی بنا کر تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بنا سکو گی۔"

جیکب رابن نے کہا "اسے قیدی بنا کر یہاں لاؤ۔ میں تمہارا غلام بنانے کے لیے اس کے سر میں کیل پیوست کروں گا پھر اس کا باپ بھی اسے تمہاری غلامی سے نجات نہیں دلا سکے گا۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے ماتحت سراغ رسانوں کو پارس کا پتا ٹھکانا بتانے لگی۔ انہیں سختی سے کہنے لگی کہ پارس کو گھیرنے اور قیدی بنانے میں ذرا بھی کوتاہی ہوئی تو وہ کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گی اور یہ کہ اس وقت وہ ان کے دماغ میں موجود رہے گی۔

وہ خیال خوانی کرتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں آ کر بیٹھ گئی پھر بوبی سے بولی "میں پارس کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ مجھے ان تمام سراغ رسانوں سے زیادہ تم پر بھروسا ہے۔ تم فوراً جاؤ۔ اس مکان سے کچھ فاصلے پر رہو اگر وہ مکار فرار ہونے میں کامیاب ہونے لگے تو تم اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دو۔"

بوبی اس کے حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ چونک کر بولا "کون؟ کون ہے؟ جاؤ۔ میرے دماغ سے جاؤ۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تمہیں کیا ہو رہا ہے' میرے سابقہ لائف پارٹنر؟"

"اوہ تم؟ تم ہنس رہی ہو۔ میں سمجھ گیا کہ میرا دماغ میرے اختیار میں کیوں نہیں ہے۔ میں سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی تمہیں پہچان لیا کرتا تھا۔ ابھی تمہیں پہچان سکا۔ تم بلیک میجک کے ذریعے مجھ پر مسلط ہونا چا ہو۔"

"جو کچھ ہو رہا ہے' تم اسے سمجھ رہے ہو۔ تم تو ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہو۔ اب ایسا نہیں کرپا رہے ہو تو اپنے باپ اور رشتے داروں کو مدد کے لیے پکارو۔"

"میں یہی کوشش کر رہا ہوں لیکن خیال خوانی کی پرو نہیں کرپا رہا ہوں۔ مگر تم یہ نہ سمجھنا کہ مجھ پر قابو پا لو گی میرے پاپا' میری ماما اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے وا میں سے کوئی نہ کوئی میری خیریت معلوم کرنے آئے گا پھر م یہ حالت دیکھتے ہی مجھے تمہارے وچ ڈاکٹر کے سحر سے نجا دلا دے گا۔"

"جیکب کا کالا عمل زبردست ہوتا ہے۔ آج تک میرے دماغ میں نہ آ سکا۔ اب تمہارے دماغ میں بھی ا پرائے نہیں آ سکیں گے۔"

وہ جیکب کے پاس آ کر بولی "میں پارس کے دماغ میں جاتی ہوں۔ اسی طرح اس کا باپ اور اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر پہنچ کر اسے میرے شکنجے نکال لے جائیں گے۔"

"تو میڈم! اس کے دماغ میں پہنچا جا سکتا ہے لیکن مرضی اس کے دماغ پر مسلط نہیں کی جا سکے گی۔ تم اس دماغ میں جا رہی ہو لیکن اس کے دماغ کو متاثر نہیں کر سکو اسی طرح اس نے اپنے اس کے اندر آ کر اس کی کو نہیں کر سکیں گے۔"

اتفاق سے ثانی اپنے پارس سے باتیں کرنے کے اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ اس کی موجودہ حالت کو د پریشان ہو رہی تھی۔ الپا نے واپس آ کر پارس کے اندر ر باتیں سنیں پھر کہا "یہ تمہارا مجازی خدا ہے۔ اب میر بننے والا ہے۔ اس کی کم بختی اسے میرے ملک میں ل تھی۔"

پارس نے کہا "ثانی! تم ماما اور تبریزی صاحب کو وہ کالے جادو کا توڑ کریں گے۔"

"ماما! مراقبے میں ہیں اور تبریزی صاحب نے کہا۔ الحال قدرتی طور پر جو ہو رہا ہے' وہی ہوتا رہے گا۔ وہ وقت ان حالات اور معاملات میں مداخلت نہیں کر گے۔"

اس بات نے الپا کی ایک بہت بڑی کامیابی پر تصد لگا دی۔ وہ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگی۔

الپا کی پہلی اور آخری خواہش تھی کہ پارس کو کالے جادو کی نادیدہ زنجیروں میں جکڑ لیا جائے کیونکہ نہ وہ تقدیر سے قابو میں آرہا تھا اور نہ تدبیر سے۔ اب جیکب رابن ہی اس کی مشکل آسان کرسکتا تھا۔

جیکب رابن نے ایک خطرناک اور جان لیوا کالا عمل شروع کیا تھا۔ وہ عمل ایسا جان لیوا تھا کہ بعض جادوگر ایک ذرا سی غلطی کے باعث جان سے گزر جاتے ہیں۔ جیکب رابن نے عمل کے دوران میں چاقو کے تیز پھل کو اپنی ایک مٹھی میں جکڑ رکھا تھا۔ وہ منتر پڑھتا جاتا تھا۔ اس کی ہتھیلی اور انگلیاں کٹتی جارہی تھیں۔ لہو بہتا جارہا تھا۔ اگر مقررہ مدت تک جادوئی عمل مکمل نہ ہوتا تو اس کے جسم سے خون کا آخری قطرہ بھی بہہ جاتا۔ وہ جان سے جاتا اور کامیابی بھی حاصل نہ ہوتی۔

اس کی جان رہے گی یا جائے گی؟ یہ ابھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا لیکن وہ کامیابی حاصل کرچکا تھا۔ اس نے پارس کا سراغ لگالیا تھا۔ اب الپا کے بے شمار ماتحت اسے گھیر نے اور زنجیریں ڈالنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ الپا کو چاہیے تھا کہ وہ جیکب رابن پر توجہ دیتی۔ پارس کو گھیرنے اور پکڑنے والے بہت تھے۔ جیکب رابن کو طبی امداد پہنچانے والا کوئی نہیں تھا۔

اس کے جسم سے اتنا لہو بہہ چکا تھا کہ اب وہ جاں کنی کے عالم میں تھا۔ اس نے کالے عمل سے صرف پارس کا سراغ لگانے کی حد تک کامیابی حاصل کی تھی۔ اس کے بعد بھی پارس کے دماغ پر حاوی رہنے اور اسے اپنے قابو میں رکھنے کے لیے وقفہ وقفہ سے منتر پڑھتے رہنا لازمی تھا۔

الپا نے اتنی ہی کامیابی کو آخری اہم کامیابی سمجھا کہ خوں خوار شیر نرغے میں آگیا ہے۔ اب کسی دشمن کی طرف سے اندیشہ نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا سب سے بڑا دشمن قابو میں آرہا ہے۔ آئندہ وہ کسی رکاوٹ کے بغیر ٹرانسفارمر مشین تیار کرسکتی تھی۔ وہ اس کامیابی کے نشے میں عارضی طور پر جیکب رابن کو بھول گئی تھی۔

اس کی حالت اسی وقت معلوم ہوتی، جب اس کی ضرورت پڑتی اور ابھی صرف پارس کی ضرورت تھی۔ جیکب رابن کی نشان دہی کے مطابق پارس ایک بوڑھی عورت کے مکان میں بے انگ گیسٹ کی حیثیت سے تھا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ اسے نادیدہ زنجیروں میں جکڑا جارہا ہے۔ بظاہر اس کے ہاتھ پاؤں آزاد تھے لیکن وہ ایک جگہ بیٹھا رہ گیا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ کوشش کے باوجود وہ باہر جانے کے ارادے پر عمل نہیں کرپا رہا ہے۔

الپا، پارس کے دماغ میں جاکر اس کی بے بسی کو سمجھ رہی تھی اور اپنے مسلح ماتحتوں سے کہہ رہی تھی "پارس مجبور اور بے بس ہوگیا ہے۔ اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس مکان میں گھس کر اسے گرفتار کرلو۔"

وہ پھر پارس کے دماغ میں خیالات پڑھنے لگی۔ اس وقت تک جیکب رابن تمام جسمانی قوتیں ہار کر بیٹھے بیٹھے فرش پر گر پڑا تھا۔ گرتے وقت اس کا ہاتھ اس خنجر پر گیا، جو پارس کے نام سے بنائے ہوئے پتلے میں پیوست تھا۔ ہاتھ لگتے ہی وہ خنجر پتلے کے اندر سے نکل کر فرش پر گر پڑا۔

دوسری طرف پارس اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ پہلے الپا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ بے بسی اور کمزوری کے باوجود کیسے شہ زور ہوگیا ہے۔ وہ وہاں سے چھلانگیں لگاتا ہوا فرار ہورہا تھا۔ مسلح ماتحت دروازہ توڑ کر اندر آئے۔ انہیں ایک بوڑھی عورت نظر آئی۔ وہ ایک گوشے میں سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔

تب الپا کی عقل میں یہ بات آئی کہ جیکب رابن کے جادو میں کوئی خامی پیدا ہوگئی ہے۔ اس نے ماتحتوں کو سختی سے حکم دیا کہ پارس کا تعاقب کریں پھر جیکب رابن کے دماغ میں پہنچتے ہی بولی "اے کتے! یہ کیا ہورہا ہے۔ پارس تیری گرفت سے کیسے نکل رہا ہے؟"

جیکب رابن میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ زبان سے کچھ کہہ سکتا۔ الپا نے اس کے خیالات پڑھے، تب معلوم ہوا کہ وہ زندگی ہار رہا ہے۔ وہ بولی "میں ابھی تمہارے کچھ جسم میں خون پہنچاؤں گی۔ پہلے اس خنجر کو پتلے میں پیوست کرو۔"

جیکب میں اپنے ہاتھ کو حرکت دینے کی توانائی نہیں تھی۔ الپا اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اس کے اندر توانائی پیدا کرنے لگی۔ اس نے لرزتے ہوئے ہاتھ سے بمشکل خنجر کو پکڑا۔ الپا اپنے برسوں کے تجربات سے کام لے رہی تھی۔ خنجر کو پتلے تک پہنچا رہی تھی۔ جیکب کو تسلیاں دے رہی تھی "حوصلہ کرو۔ میں ابھی تمہیں اسپتال پہنچاؤں گی۔ تم میرے لیے بہت اہم ہو۔ میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔"

وہ جھوٹی تسلیاں دے رہی تھی۔ اس کے اندر رہ کر یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ کسی دم کا مہمان ہے۔ اس نے اس کے اندر عارضی توانائی پہنچاتے ہوئے آخر خنجر کو اس کے پتلے میں پیوست کرہی دیا۔

وہ سمجھ چکی تھی کہ وہ آگے کام نہیں آئے گا۔ وہ خنجر بھی پیوست نہیں رہے گا کیونکہ اس کا ہاتھ بے دم ہو کر پھر فرش پر گرنے والا تھا۔ عارضی طور پر ہی سہی اس خنجر کے پیوست ہوتے ہی وہ دوسری طرف پارس ایک جگہ دوڑتے دوڑتے... لڑکھڑا کر گرا تھا۔ دوسرے ہی لمحے الپا نے اس کے اندر پہنچ ہی زلزلے کا جھٹکا پہنچایا۔ پارس زمین پر تڑپنے لگا۔

وہ کراہتے ہوئے بولا "ڈیل! کتیا! مجھ سے یہ دشمنی تجھے بہت مہنگی پڑے گی۔"

وہ ہنستے ہوئی بولی "جب مہنگی پڑے گی، تب پڑے گی۔ ابھی تو تم سستے مل رہے ہو۔"

پارس میں بلا کی قوت برداشت تھی۔ وہ شدید تکلیف برداشت کرتا ہوا وہاں سے اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ الپا نے دوسری بار زلزلے کا جھٹکا پہنچایا۔ وہ دوبارہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ مسلح ماتحت دوڑتے ہوئے قریب آگئے۔ دو ماتحتوں نے اسے جکڑ لیا۔ تیسرا اسے ہتھکڑی پہنانے لگا۔ وہ ناقابل برداشت تکلیف کے باوجود ان کے قابو میں نہیں آرہا تھا۔ وہ اسے ہتھکڑی پہنانے میں ناکام ہورہے تھے۔

الپا نے کہا "بہت جان ہے تم میں۔ میں دیکھتی ہوں کتنا دماغی عذاب برداشت کروگے؟"

اس نے پھر زلزلے کا ایک زبردست جھٹکا پہنچایا۔ یہ انسانی قوت برداشت سے زیادہ تھا۔ وہ نڈھال سا ہو کر ایک دم سے ساکت ہوگیا پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ وہ بے ہوش ہوچکا تھا۔

الپا نے چار خاص ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ پارس کو بڑی رازداری سے لے جائیں اور ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دیں پھر وہ بوبی سے خیال خوانی کے ذریعے بولی "فوراً میرے بنگلے میں آؤ۔"

اس نے پوچھا "میڈم! پارس کا کیا بنا؟"

"بہت بڑی خوش خبری ہے۔ میں نے اسے بے ہوش کرکے قیدی بنالیا ہے۔"

"او... میڈم! یو آر گریٹ۔ آپ نے شیر کو پچھاڑ دیا ہے۔ ایک بہت بڑے پہاڑ کو قدموں میں جھکالیا ہے۔"

"یہاں آکر بھی تعریفیں کرسکتے ہو۔ فوراً آؤ۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وہاں سے اٹھ کر اطمینان سے چلتی ہوئی اس کمرے کے دروازے پر پہنچی، جہاں جیکب رابن کالا عمل کرتا رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ وہ فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اس کے دیدے پھیل کر ساکت ہوگئے تھے۔ اس پر ایک نظر ڈالتے ہی معلوم ہوگیا کہ وہ مرچکا ہے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ اس پر جھک کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر محسوس کرنے لگی۔ دھڑکنیں بند ہوچکی تھیں پھر بھی اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو پوری طرح تصدیق ہوگئی۔ خیال خوانی کی لہروں کو مردہ دماغ میں جگہ نہ مل سکی۔

وہ افسوس کرتے ہوئے بولی "O' POOR WITCH DOCTOR! تم نے ساتھ چھوڑ دیا۔ ابھی تم سے بہت کام لینے تھے۔ SO SAD"

بوبی وہاں آگیا۔ الپا نے کہا "یہ ختم ہوچکا ہے۔ اس نے پارس جیسے دشمن کو گرفتار کرایا اور خود موت کی گرفت میں آگیا۔"

بوبی نے کہا "یہ اچھا نہیں ہوا۔ ہم نے سوچا تھا جب ہم ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنائیں گے تو ان سب کے دماغوں میں جیکب رابن کیلیں پیوست کرے گا اور ٹیلی پیتھی جاننے والی پوری فوج کو آپ کا غلام بنائے رکھے گا۔"

"ابھی وہ مشین تیار نہیں ہوئی ہے۔ ابھی تو پارس میرے شکنجے میں ہے۔ اگر یہ زندہ ہوتا تو میں اسی لمحے پارس کے سر میں کیل پیوست کرا کے زندگی بھر کے لیے اسے اپنا غلام بنالیتی۔ اس کی موت سے یہ بڑا نقصان پہنچ چکا ہے۔"

"اب آپ کیا کریں گی؟"

"ایک ہی راستہ ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا غلام بنا کر رکھوں گی۔"

"آپ اس سے غافل نہ رہیں۔ اس کے دماغ میں جاتی رہیں۔ جیسے ہی وہ ہوش میں آئے۔ اس پر تنویمی عمل شروع کردیں۔"

"میں یہی عمل کروں گی۔ یہاں فرش پر لہو پھیلا ہوا ہے، اسے صاف کرو۔ لاش کو کسی پلاسٹک کے تھیلے میں لپیٹ کر یہاں سے لے جاؤ۔ کار کی ڈکی میں چھپا کر شہر سے دور کسی ویرانے میں جاؤ اور اسے پھینک کر چلے آؤ۔"

وہ بوبی کو ہدایات بلکہ حکم دے کر وہاں سے اپنے بیڈ روم میں آگئی۔ بوبی اگرچہ تنہائی میں اس کا یار بن جاتا تھا لیکن عام حالات میں اس کا غلام بنا رہتا تھا کیونکہ اس کے سر میں بھی غلامی کی کیل پیوست کردی گئی تھی۔

الپا کے چار خاص ماتحتوں نے پارس کو ایک خفیہ اڈے میں لاکر اسے آہنی سلاخوں کے پیچھے قید کردیا تھا۔ الپا نے ان چاروں کو سختی سے تاکید کی تھی کہ جب وہ ہوش میں آنے لگے تو کوئی اس کے قریب نہ بولے۔ کوئی اپنی آواز نہ سنائے۔ ورنہ وہ شیطان ان کی کھوپڑیوں میں پہنچ کر وہاں سے رہائی حاصل کرلے گا۔

ان چاروں نے اسے آہنی سلاخوں کے پیچھے قید کرتے وقت آپس میں گفتگو کی تھی۔ یہ اچھی طرح یقین کرلیا تھا کہ وہ بے ہوش ہے۔ وہ یہ طے کررہے تھے کہ دو دو کی تعداد میں وہاں ڈیوٹی دیں گے دو دن کے وقت وہاں گونگے بن کر رہیں گے اور دو رات کو آکر جاگتے رہیں گے۔

الپا پہلے پارس کے دماغ میں گئی۔ اسے بے ہوش پاکر

اپنے چاروں ماتحتوں کے خیالات پڑھے پھر ان سے کہا "میں یہاں آتی رہوں گی۔ تم میں سے کسی کو اپنے فرض سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔"

بوبی دو گھنٹے بعد لاش کو ٹھکانے لگا کر واپس آگیا۔ الپا نے کہا "میں کئی بار پارس کے دماغ میں جا چکی ہوں۔ وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ اتنی طویل بے ہوشی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

"آپ نے اس کے دماغ کو زلزلے کے شدید جھٹکے پہنچائے ہیں۔ وہ دماغی طور پر آدھا مر چکا ہے۔ ایسا نہ ہو' وہ آدھا پاگل ہو جائے۔"

"میں نے تین بار اتنی بے رحمی سے جھٹکے پہنچائے ہیں کہ دوسرا کوئی ہوتا تو مر ہی جاتا۔"

"اس کی طویل بے ہوشی کی وجہ آپ کی بے رحمی ہے۔"

وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی اور خیال خوانی کرتی ہوئی پارس کے اندر پہنچی۔ اس کے دماغ میں کمزور سی سوچ کی لہریں ابھر رہی تھیں۔ الپا نے واپس آکر کہا "بوبی! وہ ہوش میں آرہا ہے۔ تم مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں اس کے اندر مصروف رہوں گی۔"

وہ پھر پارس کے پاس آگئی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ ذرا دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں خود کو ایک قید خانے کے فرش پر پڑا پایا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا' آہنی سلاخوں کے اس پار کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ اس کی سوچ نے کہا "مجھے قید کیا گیا ہے۔"

الپا نے کہا "بڑے خوش نصیب ہو۔ ساری عمر میرے قیدی بن کر رہو گے۔"

وہ اٹھنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "لیٹے رہو۔ ورنہ پھر زلزلے کے جھٹکے پہنچاؤں گی۔"

وہ لیٹتے ہوئے بولا "سمجھ گیا۔ مجھ پر تنویمی عمل کرو گی۔"

"تمہیں غلام بنائے رکھنے کی خواہش برسوں سے تھی۔ وہ خواہش آج پوری کروں گی۔"

"میرے پاپا کو' میری سونیا مما کو معلوم ہوگا تو تم اپنی خواہشوں کے ساتھ فنا ہو جاؤ گی۔"

"میں تمہارے دماغ کو لاک کروں گی' کوئی تمہارے اندر پہنچ سکے گا نہ یہ معلوم کر سکے گا کہ میں نے تمہیں قیدی بنایا ہے۔ یہ بھی جانتی ہوں کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیشہ تم لوگوں کے کام نہیں آتے ہیں پھر جیکب رابن نے میرے دماغ پر ایسا عمل کیا ہے کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی میرے اندر نہیں پہنچ سکیں گے۔"

پارس نے جواب نہیں دیا۔ خاموش رہا۔ الپا نے کہا "تمہارا دماغ بہت کمزور ہو چکا ہے۔ تمہیں سو جانا چاہیے۔ تم سو رہے ہو۔ تمہیں نیند آرہی ہے۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلانے لگی۔ اس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔

وہ بڑے اطمینان اور بڑے اعتماد سے اس پر عمل کرنے لگی۔

○☆○

میں بیجنگ کے فوجی ہوائی اڈے پر تھا۔ میرے ساتھ آرمی کے اعلیٰ افسران تھے۔ اس ہیلی کاپٹر کو وہاں اتارا جا رہا تھا' جس میں لی' دلیر آفریدی اور علی فاتحانہ شان سے آئے تھے۔ ان تینوں کی آمد کو راز میں رکھا گیا تھا۔ ہم سب یہ جانتے تھے کہ دشمن کے جاسوس پورے شہر میں اور حکومت کے اہم شعبوں میں چھپے رہتے ہیں۔ ان دونوں تمام دشمن سراغ رسانوں کی صرف یہی کوشش تھی کہ کسی طرح بھی وہ مائیکرو فلم حاصل کر لی جائے۔

وہ ہیلی کاپٹر ایک ہیلی پیڈ پر اتر گیا۔ اس کا سلائیڈنگ دروازہ کھلا۔ سب سے پہلے لی نے دو انگلیوں سے وی (V) یعنی فتح مندی کا نشان بناتی ہوئی باہر آئی۔ اس کے پیچھے دلیر آفریدی اور علی باہر آئے۔ میں نے آگے بڑھ کر علی کو گلے لگا لیا۔ ہم دونوں کے سینے ملے ہوئے تھے۔ علی نے جو تعویذ گلے میں پہنا ہوا تھا' وہ ہم دونوں کے دلوں کی دھڑکنوں کے درمیان محسوس ہو رہا تھا۔

جناب تبریزی نے بہت پہلے ہی ہدایت کی تھی کہ مائیکرو فلم ایک تعویذ کے خول میں رہے گی اور وہ تعویذ علی کے گلے میں رہا کرے گا۔ ان کی ہدایت کے مطابق وہ تعویذ علی نے پہن رکھا تھا۔ یعنی وہ مائیکرو فلم ابتدا سے علی ہی کے پاس تھی۔

آرمی کے اعلیٰ افسران ان تینوں سے مصافحہ کر رہے تھے اور دل کھول کر ان کی تعریفیں کر رہے تھے۔ بے شک و شبہ انہوں نے ایک نہایت ہی حیرت انگیز' غیر معمولی کارنامہ انجام دیا تھا۔ برف پوش پہاڑوں کی انتہائی بلندی پر جہاں زندہ رہنے کی سہولتیں میسر نہیں تھیں۔ ان کے لیے راشن نہیں پہنچایا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹرز اور مسلح فوج نہیں پہنچائی گئی تھی' وہاں انہوں نے دشمنوں سے جم کر مقابلہ کیا تھا پھر انہیں نیست و نابود کرنے کے بعد فاتح کی شان سے آئے تھے۔

وہ تمام افسران اس بات پر بھی فخر کر رہے تھے کہ علی اور دلیر آفریدی کے ساتھ ان کے ملک سے تعلق رکھنے والی ایک لڑکی ماؤ لی نے بھی بلند حوصلے اور بے مثال جرات کا ثبوت دیا ہے۔ ہم سب فوجی گاڑیوں میں بیٹھ کر ہیڈ کوارٹر کی طرف روانہ ہو گئے۔

میں بیان کر چکا ہوں کہ میرے ساتھ جناب عبداللہ واسطی اور ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ذہین سراغ رساں احمد زبیری آئے ہوئے تھے۔ وہ مجھ سے الگ مختلف رہائش گاہوں میں تھے اور اپنے اپنے طور پر اہم معاملات میں مصروف رہا کرتے تھے۔

ہم کسی تحریری معاہدے کے بغیر حکومت چین سے اور چینی عوام سے ایسی دوستی کا ثبوت دے رہے تھے' جو ان کی بہترین توقعات سے بڑھ چڑھ کر تھی۔ اس کے عوض ہم نے صرف ایک مطالبہ کیا تھا اور وہ یہ کہ ہم جمہوریہ چین میں بابا صاحب کے ادارے کی ایک شاخ قائم کرنا چاہتے ہیں۔

بھلا انہیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ انہوں نے بڑی خوشی سے اجازت دی۔ اعلیٰ حکام نے متفقہ طور پر کہا "چین شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ جہاں چاہیں' وہاں سیکڑوں کلو میٹر کے رقبے پر بابا صاحب کا ادارہ تعمیر کر سکتے ہیں۔"

جناب عبداللہ واسطی نے بیجنگ شہر سے پچیس کلو میٹر دور بابا صاحب کے ادارے کے لیے بیس کلو میٹر زمین پسند کی۔ جو حکومت کی طرف سے فوراً ہی ادارے کے لیے وقف کر دی گئی۔ اب جناب عبداللہ واسطی اس وقف کردہ زمین پر احاطے کی چار دیواری تعمیر کرا رہے تھے۔

وہاں ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اب علی بھی پہنچ گیا تھا۔ ہم چاروں کے علاوہ ہمارے کئی خیال خوانی کرنے والے سراغ رساں وہاں ہماری ہدایات پر عمل کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ میں نے انہیں ہدایات دی تھیں کہ وہ وہاں کے مختلف شعبوں کے اہم عہدے داروں کے دماغوں میں جاتے رہیں۔ بیرونی ممالک کے کئی ڈاکٹر' انجینئر اور بین الاقوامی پریس سے تعلق رکھنے والے وہاں کے مختلف شعبوں میں اپنی خدمات انجام دینے کے لیے موجود رہتے تھے۔ ان میں جاسوس بھی تھے' جن کی شناخت مشکل تھی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ایک کے دماغ میں جاتے جاتے اصلیت چھپانے والے جاسوسوں کے دماغوں تک بھی پہنچ سکتے تھے۔

ہمارے سراغ رسانوں کی فرض شناسی کے باعث کئی شعبوں میں کتنے ہی جاسوس نظروں میں آنے لگے۔ میں انہیں چینی حکام کے سامنے بے نقاب کرنے لگا۔ جن ملکوں سے وہ تعلق رکھتے تھے' ان ملکوں سے سفارتی تعلق بحال رکھنے کے لیے ان جاسوسوں کو ملک بدر کیا گیا اور آئندہ جمہوریہ چین میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔

ایسے جاسوس بھی تھے' جو بے نقاب ہونے کے بعد فرار ہو کر روپوش رہنے کی کوششیں کرتے رہے۔ یہ سمجھتے رہے کہ ان کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی مدد کریں گے لیکن ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بے شمار تھے ان کے دو چار تھے۔ وہ بیک وقت سب ہی کی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا وہ ہمارے لوگوں کے ہاتھوں مارے جاتے رہے۔

دراصل دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خاص توجہ مائیکرو فلم پر تھی۔ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے آرمی ہیڈ کوارٹر کے تین اعلیٰ افسروں کو ٹریپ کر چکے تھے۔ انہیں اپنا معمول اور تابع بھی بنا چکے تھے۔ یہ بات میں جانتا تھا لیکن نجان بن کر آئندہ ہونے والے تماشے کا انتظار کرنے لگا۔

وہ دشمن خیال خوانی کرنے والے برف پوش پہاڑوں میں بری طرح ناکام رہے تھے۔ اس کے باوجود مایوس نہیں تھے۔ وہ تین اعلیٰ افسروں کے دماغوں میں رہ کر معلوم کر چکے تھے کہ ایک مائیکرو فلم طیارے کے پائلٹ کے ذریعے آرمی ہیڈ کوارٹر پہنچا دی گئی ہے۔ یہ طیارے کا پائلٹ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس فلم کو اس کی رسٹ واچ میں چھپایا گیا تھا۔ میں نے وہ فلم رسٹ واچ سے نکال کر آرمی کے سب سے اعلیٰ افسر کے حوالے کی تھی۔

ایک ماتحت افسر اس اعلیٰ افسر کا معتمد خاص تھا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا اسے اپنا معمول اور محکوم بنا چکا ہے۔ آرمی ہیڈ کوارٹر کے ایک حصے میں ایک ریکارڈ روم تھا' جہاں فوج کے صرف چند افسران ہی اپنی مکمل شناخت پیش کرنے کے بعد جا سکتے تھے۔ اس مائیکرو فلم کو وہاں کے ایک آہنی سیف میں رکھا گیا تھا۔

دشمنوں کو اس بات کا علم تھا اور انہوں نے دلیر آفریدی کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ ایک مائیکرو فلم اس کے پاس بھی ہے۔ انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ دو مائیکرو فلموں میں سے ایک اصلی ہے اور دوسری نقلی یا دونوں ہی اصلی ہیں' ایک میں ٹرانسفارمر مشین کا حصہ اول اور دوسری میں حصہ دوم ہے۔ انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے برف پوش پہاڑیوں کے جان لیوا علاقوں میں لی' آفریدی اور علی کو گھیر کر اس فلم کو چھین لینا چاہا تھا۔ اس کوشش میں ان کے اپنے ہی آدمی جان سے گئے تھے۔

دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اعلیٰ افسروں کے دماغوں میں رہ کر یہ معلوم کر چکے تھے کہ اس مائیکرو فلم میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ ہے پھر الپا نے بھی امریکی اکابرین کو یہ بتایا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ چین پہنچایا جا رہا ہے۔ ان معلومات کے حوالے سے سب نے یہ طے کیا تھا کہ چین میں ٹرانسفارمر مشین بننے نہیں دیں گے۔

میرے ساتھ آنے والا سراغ رساں احمد زبیری ایک الگ رہائشی گاہ میں تھا۔ اس نے عارضی طور پر وہ رہائش گاہ

چھوڑ دی تھی۔ وہاں کے ایک معروف ہوٹل کا ایک کمرا اپنے لیے ریزرو کرایا تھا اور اس ہوٹل میں رہنے لگا تھا۔

وہاں غیر ملکی سیاح اور سیاست داں آتے رہتے تھے۔ احمد زبیری اس ہوٹل میں رہ کر ان کے خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ یہ معلوم کرتا رہتا تھا کہ ان میں سے کتنے واقعی سیاح اور سیاست داں ہیں اور کتنے بہروپیے جاسوس ہیں؟ جاسوس اناڑی نہیں ہوتے۔ ٹیلی پیتھی نہ جاننے کے باوجود دوسروں کے چہروں کے تاثرات سے اور حرکات و سکنات سے بہت کچھ معلوم کرلیتے ہیں۔ باہر سے آنے والے دو سراغ رسانوں نے احمد زبیری کو تاڑ لیا تھا۔

احمد زبیری کسی سے دوستی کرتا تھا نہ کسی سے مخاطب ہوتا تھا۔ الگ تھلگ رہ کر دوسروں کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتا تھا یا کسی کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کی آواز اور لہجہ سن کر اس کے دماغ میں پہنچ جایا کرتا تھا۔ اس کے الگ تھلگ رہنے اور دُور سے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے کے انداز نے دو سراغ رسانوں کو اس کی طرف متوجہ کیا تھا۔

ایک سراغ رساں نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا "میں نے کاؤنٹر سے معلوم کیا ہے' اس کا نام احمد زبیری ہے۔ یہ اپنے چہرے اور قدو قامت سے چینی نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہوگا جو بابا صاحب کے ادارے سے یہاں آئے ہیں۔"

ساتھی نے کہا "پھر تو یہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہوگا۔"

"یقیناً جانتا ہے۔ اسے یہاں سے دیکھو' وہ لاؤنج میں بیٹھا ہے۔ خلا میں اس طرح تک رہا ہے' جیسے خیال خوانی کے ذریعے کہیں پہنچا ہوا ہو۔"

"اگر ایسا ہے تو وہ ہمارے دماغوں میں بھی پہنچا ہوا ہوگا۔"

"کیا تم نے اس کا سامنا کیا تھا؟ اس سے گفتگو کی تھی؟"

"نہیں' میں اس سے دور ہی دور رہتا آیا ہوں۔ تم بتاؤ؟ کیا تمہارا اور اس کا سامنا ہوا ہے؟"

"ہاں۔ میں اس سے مل چکا ہوں۔ مجھے ایسا نہیں لگتا کہ وہ میرے دماغ میں آتا ہوگا۔ میں نے دل ہی دل میں اسے گالیاں دی ہیں۔ اس کے خلاف سوچتا رہا ہوں۔ وہ گالیاں سن کر ضرور ٹیلی پیتھی کے ذریعے مصیبت بن جاتا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"یار! خلا میں تکتے رہنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ خیال خوانی کی جارہی ہے۔ شاعر' ادیب' فلاسفر وغیرہ کہیں ایک طرف خاموشی سے دیکھتے ہوئے خیالات میں ڈوبے رہتے ہیں۔"

وہ دونوں بار کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے' وہاں سے لاؤنج کا وہ حصہ نظر آرہا تھا' جہاں احمد زبیری ایک صوفے پر آرام سے بیٹھا خلا میں تکتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ ایک نے کہا "وہ جاسوس ہونے کے علاوہ شاعر اور فلاسفر بھی ہوسکتا ہے لیکن اس کے انداز سے یہی شبہ ہوتا ہے کہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔"

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو زخمی کیا جائے تو وہ خیال خوانی کی پرواز کرنے کے قابل نہیں رہتا۔"

"ارادہ کیا ہے؟ کیا اسے زخمی کرنا چاہتے ہو؟"

"ایسے بھرے پرے ہوٹل میں اس پر حملہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارا مقصد ہے' اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنا۔ جب وہ کمزور ہوگا' اپنے کمرے میں تنہا رہے گا تو ہم وہاں جاکر اس سے حقیقت اگلوا سکیں گے۔"

اس نے اپنی جیب سے ایک شیشی نکالی۔ اسے دکھاتے ہوئے کہا "اس میں خواب آور گولیاں ہیں۔"

ساتھی نے اس شیشی کو دیکھتے ہوئے کہا "ہوں! لیکن یہ گولیاں اس کے حلق سے کیسے اتاری جائیں گی؟"

"جب وہ اپنے کمرے میں جائے گا۔ چائے یا کافی آرڈر دے گا۔ تب ہم اس میں یہ گولیاں حل کردیں گے۔"

اس وقت ایک انگریز حسینہ احمد زبیری کے پاس آکر بیٹھ گئی تھی اور اس سے باتیں کرنے لگی تھی۔ زبیری نے ایک ویٹر کو بلا کر کافی کا آرڈر دیا۔ ویٹر حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ ایک جاسوس نے کہا "وہ دیکھو اس نے چائے' کافی یا سوفٹ ڈرنک کا آرڈر دیا ہے۔ ہماری بات بن سکے گی۔"

دوسرے ساتھی نے اسی ویٹر کو بلا کر ایک گلاس پانی اور دو کپ کافی کا آرڈر دیا۔ احمد زبیری کے بارے میں وہ کمزور شبہ کرکے رہ گئے تھے۔ جبکہ شبہ درست تھا۔ احمد زبیری نے ان کے خیالات پڑھنے کے بعد اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کو ان دونوں کے اندر پہنچا دیا تھا۔

ویٹر ان کے سامنے دو گلاس پانی اور دو کپ کافی رکھ کر چلا گیا۔ ایک نے شیشی کھول کر چھ گولیاں نکالیں۔ انہیں اپنے ساتھی کو دیتے ہوئے کہا "پہلے ہمیں آزمانا چاہیے کہ گولیاں اثر رکھتی بھی ہیں یا نہیں؟ یہ دیکھو' میں چھ گولیاں نگل رہا ہوں۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔"

وہ دونوں ایک ایک گلاس اٹھا کر پانی کے ساتھ ایک ایک گولی نگلنے لگے۔ اس طرح انہوں نے چھ چھ گولیاں حلق سے نیچے اتار لیں پھر کافی پینے لگے۔ ایک نے کہا "گولیوں نے اثر نہیں کیا ہے۔ چھ گولیوں میں آدمی مر جاتا ہے۔ ہمیں تو نیند بھی نہیں آرہی ہے۔"

"خواب آور گولیاں گھنٹے یا آدھ گھنٹے بعد اثر دکھاتی ہیں۔"

"چھ گولیوں کا اثر جلدی ہونا چاہیے۔ ہمارے ملک کی طرح یہاں بھی نقلی دوائیں ملتی ہیں۔"

"یہ چین ہے۔ یہاں کوئی نقلی سامان نہیں ملتا ہے۔ چلو اور ایک ایک گولی کھا کر آزماتے ہیں۔"

تجسس شیشی کھول کر مزید ایک ایک گولی نکالی۔ انہوں نے کافی کے ساتھ گولیاں نگل لیں۔ ادھر وہ انگریز عورت اور احمد زبیری ایک دوسرے سے متعارف ہوچکے تھے۔ اس نے بتایا کہ اس کا نام جوزفین ہے اور وہ برطانیہ سے آئی ہے۔

زبیری نے پوچھا "کیا تنہا آئی ہو؟"

"ہاں۔ تنہا آئی ہوں اور تنہا زندگی گزار رہی ہوں۔ میں اپنی زندگی تینتالیس برس گزار چکی ہوں مگر اب تک شادی نہیں کی ہے۔"

"کیا مرد ذات سے نفرت ہے؟"

"میں کسی سے نفرت نہیں کرتی۔ دوستی کرتی ہوں۔ صرف دوستی۔ کسی کو اپنا ہاتھ پکڑنے کا موقع نہیں دیتی۔"

"جھوٹ بول رہی ہو۔"

اس نے چونک کر زبیری کو دیکھا پھر ناراضگی سے کہا "مجھے گفتگو کا یہ انداز پسند نہیں ہے۔ تم کسی ثبوت کے بغیر مجھے جھوٹی کہہ رہے ہو۔"

"میں ثبوت پیش کرسکتا ہوں۔"

اس نے پریشان ہوکر پوچھا "کیسا ثبوت؟ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟"

"ثبوت ہے۔ تم نے اب تک کتنے ہی لوگوں کو ہاتھ پکڑنے کا موقع دیا ہے۔ تم جس سے بھی ملتی ہو' مصافحہ کرتی ہو۔ کیا ایسے وقت لوگ تمہارا ہاتھ نہیں پکڑتے ہیں؟ کیا تم انہیں ہاتھ پکڑنے نہیں دیتی ہو؟"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی پھر بولی "تم بہت زندہ دل ہو۔"

"اور تم بڑی دل والی ہو۔"

"وہ کیسے؟"

"جو بھی تمہیں پسند آئے' اسے اپنے کمرے میں بلا لیتی ہو۔ نہ دن دیکھتی ہو۔ نہ رات۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔ میں ایسا مذاق پسند نہیں کرتی۔"

"بے شک مذاق پسند نہیں کرتی ہو۔ بڑی سنجیدگی سے اپنی ضرورت کے وقت بلاتی ہو۔"

"یو شٹ اپ۔ کیا تم نے مجھے ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ عقل کہتی ہے' جب ضرورت ہوتی ہے' تم ہوٹل کے کسی ملازم کو بلا کر ضرورت کے مطابق آرڈر دیتی ہو۔ دن ہو یا رات۔"

اس نے حیرت سے دیکھا پھر مسرت سے کہا "تم بہت شریر ہو۔ تمہاری ایک بات کے دو معنی ہوتے ہیں اور میں ایک ہی معنی میں الجھ کر رہ جاتی ہوں۔ تمہاری حرکتیں بھی الجھا دیتی ہیں۔"

"میری کس حرکت نے تمہیں الجھایا ہے؟"

"تم تنہا بیٹھ کر ایک ہی طرف تکتے رہتے ہو۔ کیا خیال خوانی کرتے ہو؟ ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"آہ۔ ٹیلی پیتھی۔ یہ علم سیکھنے کے لیے میں نے بہت بڑی قربانی دی مگر افسوس پھر بھی نہ سیکھ سکا۔"

"تم نے کون سی بڑی قربانی دی ہے؟"

"اپنی ان دو آنکھوں کو قربان کیا ہے۔ ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے شمع کی لو کو دن رات تکتا رہا۔ میرے بزرگ مجھے منع کرتے رہے لیکن میں دو برس تک شمع کی لو کو دیکھتے دیکھتے اندھا ہوگیا۔ آہ!"

"تم اندھے ہوگئے؟ مگر تم تو دیکھ رہے ہو۔"

"یہ میری اپنی آنکھیں نہیں ہیں۔ کسی مرنے والے نے عطیے کے طور پر دی تھیں۔ خدا اسے غارت کرے۔ آمین بولو۔"

"ارے! جس نے تم پر اتنا بڑا احسان کیا۔ تمہیں اپنی آنکھوں کی روشنی دی۔ اسے تم بددعا دے رہے ہو؟"

"وہ اسی قابل ہے۔ تم نہیں جانتیں' وہ پکا بدمعاش تھا۔ مجھے گندے گندے خواب آتے ہیں۔ میں بہت پریشان رہتا ہوں۔"

"خواب آنکھوں سے نہیں دیکھے جاتے۔ خواب دیکھتے وقت آنکھیں بند رہتی ہیں۔"

"مگر میری آنکھیں بند نہیں رہتیں۔ میں اس عطیہ دینے والے کی ان کھلی آنکھوں سے دیکھتا رہتا ہوں۔ اب بھی دیکھ رہا ہوں۔"

"تم کیا دیکھتے رہتے ہو؟"

"یہی کہ مرد پورے لباس میں نظر آتے ہیں۔ عورتوں کا لباس نظر نہیں آتا۔"

"کیا۔؟ اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ تمہارا لباس نظر نہیں آرہا ہے۔"

وہ فوراً ہی سمٹ گئی۔ اپنے سینے پر ہاتھوں کی قینچی بنا کر بولی "نہیں۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ساری دنیا دیکھ رہی ہے' میرے بدن پر لباس ہے۔"

"ساری دنیا دیکھ رہی ہے مگر اس مرنے والے بدمعاش کی آنکھیں لباس نہیں دیکھ رہی ہیں۔ مجھ جیسے شریف آدمی کو بدمعاش بنا رہی ہیں۔"

"دیکھو۔ تم پہلے بھی مذاق کررہے تھے۔ اب بھی کررہے

ہو؟"

"میں اپنی سچائی کا ثبوت دے رہا ہوں۔ تمہاری ٹھوڑی کے نیچے گریبان کے اندر' جہاں کوئی دیکھ نہیں سکتا' وہاں ایک سرخ رنگ کا تل ہے۔"

وہ حیران رہ گئی۔ زبیری اس کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کرچکا تھا۔ اس نے پوچھا "کیا تم نے آستین والا بلاؤز وغیرہ پہنا ہے؟"

وہ اثبات میں سرہلا کر بولی "ہاں۔"

"پھر تو بازو آستین میں چھپا ہوا ہے لیکن تمہارے بازو پر ایک مندمل زخم کا نشان نظر آرہا ہے۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی "او گاڈ! میں جارہی ہوں۔ کبھی تمہارے سامنے نہیں آؤں گی۔"

وہ اٹھنے لگی۔ زبیری اس کا بازو پکڑ کر بٹھاتے ہوئے بولا "ایک بات اور سن لو۔ تم تینتالیس برس کی بوڑھی نہیں ہو۔ میرے اندازے کے مطابق بیس برس کی ہو۔ اوپر سے بوڑھی کے بھیس میں رہتی ہو۔ اندر کا حال میں دیکھ رہا ہوں۔"

وہ دوسری طرف گھوم کر بیٹھ گئی۔ زبیری نے کہا "اسی طرح بیٹھی رہو۔ اٹھ کر جاؤ گی تو اوپر سے نیچے تک نظر آتی رہو گی۔"

وہ مشکل میں پڑ گئی۔ نہ پائے رفتن' نہ جائے ماندن۔ نہ اپنی نمائش کرتی ہوئی جاسکتی تھی۔ نہ زبیری کے قریب رہنا چاہتی تھی۔ وہ صوفے پر کھسک کر اس کے قریب آگیا۔ وہ شرماتی ہوئی بولی "دور رہو۔ پلیز میرے قریب نہ آؤ۔ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

"میں تمہاری مشکل آسان کرسکتا ہوں۔"

"میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ میں آنکھیں بند کرتا ہوں۔ تم اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔"

"تم بہت اچھے ہو۔ پلیز آنکھیں بند کرلو۔"

"تم اس مرنے والے بدمعاش کی آنکھوں سے آئندہ محفوظ رہنا چاہتی ہو؟"

"ہاں محفوظ رہنا چاہتی ہوں۔"

"اگر تم اپنے لباس کے اوپر کاغذ کا لباس پہن لوگی تو مجھے بے لباس نظر نہیں آؤ گی۔"

"واقعی؟ کیا تمہیں کاغذ کے آرپار نظر نہیں آتا ہے؟"

"بالکل نظر نہیں آتا ہے۔"

"میں ابھی کمرے میں جاکر پرانے اخبارات' سوئی اور دھاگا منگوا کر لباس تیار کروں گی۔"

"میں آنکھیں بند کرچکا ہوں۔ تم چلی جاؤ۔"

اس نے گھوم کر دیکھا۔ زبیری آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ جاچکی تھی۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ لفٹ کے ذریعے فلور کے ایک کمرے میں جارہی تھی۔

اسی وقت اس کے دماغ میں اجنبی سوچ کی لہریں ابھریں۔ ایک اجنبی نے کہا "ہیلو جوزفین!"

وہ حیرانی سے اپنا سر تھام کر بولی "کون ہے؟ میرے اندر کون بول رہا ہے؟"

"میں ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔ تمہارا دوست ہوں۔ تمہارے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کرچکا ہوں۔"

"تم۔۔۔ تم کیا معلوم کرچکے ہو؟"

"یہی کہ تم بھی ہماری طرح یہاں جاسوسی کرنے اور یہاں کے اہم راز معلوم کرنے آئی ہو۔ تمہارے اور ہمارے مقاصد ایک ہیں۔ جب تم اہم معاملات سے نمٹنا چاہو گی یا اہم مسائل درپیش ہوں گے تو میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی تمہارے کام آئیں گے۔"

وہ لفٹ سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف جارہی تھی۔ پریشان ہو کر بولی "تمہارا شکریہ! میں تم سے تعاون چاہوں گی لیکن میرے دماغ میں نہ آؤ۔"

"کیوں نہ آؤں؟ ہم تو تمہارے دوست ہیں۔"

"ہاں مگر کسی لڑکی کے دماغ میں آکر اس کے چور خیالات پڑھنا مناسب نہیں ہے۔"

"وہ تو ہم پڑھ چکے ہیں۔ تمہارا نام جوزفین نہیں' ماریا ہے۔ تم بوڑھی نہیں جوان ہو۔ تمہارا دل پہلی بار ایک جوان پر مائل ہورہا ہے اور وہ جوان ہے احمد زبیری۔"

ماریا کمرے میں آکر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ پریشان ہو کر بولی "ابھی تم نے میرے دل کا حال پڑھا ہے۔ آئندہ میں یہاں کا کوئی راز حاصل کروں گی تو تم اس راز تک بھی پہنچ جاؤ گے مگر جو راز تم حاصل کرو گے' وہ مجھے کبھی نہیں بتاؤ گے۔"

"ہم تمہیں کچھ بتائیں یا نہ بتائیں۔ تمہارے لیے یہی بہت ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہاری مدد کرتے رہیں گے۔ یہاں تم پر مصیبت آئے گی اور تم فرار ہونا چاہو گی تو ہم تمہیں اس ملک سے باہر پہنچا دیں گے۔"

"میں اپنے حالات سے نمٹنا جانتی ہوں۔ پلیز آئندہ میرے دماغ میں نہ آنا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "آؤں گا تو تمہیں پتا نہیں چلے گا۔ بائی داوے احمد زبیری بڑا دلچسپ جوان ہے۔ اسے مردوں کا لباس دکھائی دیتا ہے۔ عورتوں کے بدن پر لباس دکھائی نہیں دیتا۔ کیا یہ یقین کرنے کی بات ہے؟"

"وہ سچ کہہ رہا تھا۔ اس نے اپنی سچائی کا ثبوت دیتے ہوئے میری ایسی باتیں بتائی ہیں کہ میں بیان نہیں کرسکتی۔"

"میں جانتا ہوں۔ اس وقت تمہارے دماغ میں رہ کر زبیری کی باتیں سن رہا تھا۔ ایسا تو میں بھی تمہارے خیالات پڑھ کر بتا سکتا ہوں کہ تمہارے بدن میں کہاں تل ہے اور کہاں زخم کا نشان ہے۔"

"پلیز' ایسی بے شرمی کی باتیں نہ کرو۔ میرے دماغ سے جاؤ۔"

"جارہا ہوں لیکن تمہارے دماغ میں آتا جاتا رہوں گا اور زبیری کی اصلیت معلوم کرنے کی کوششیں کرتا رہوں گا۔ او کے بائی۔"

ماریا کے اندر خاموشی چھا گئی۔ اس نے آواز دی "ہیلو۔ تم خاموش ہو یا جاچکے ہو؟"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ اس کی موجودگی یا عدم موجودگی کا پتا نہیں چل رہا تھا "اوہ میں کیا کروں؟ وہ آئندہ چپ چاپ آکر میرے خیالات پڑھتا رہے گا اور میں ایسے وقت بے خبر رہوں گی۔ میں نے غلطی کی۔ کبھی یوگا کی مشقیں نہیں کیں۔ اب کروں گی۔ دوسروں کو اپنے دماغ میں آنے سے روکنے کا یہی ایک راستہ ہے۔"

زبیری ماریا کے دماغ سے نکل آیا۔ کاؤنٹر کے پاس لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ وہ دونوں خواب آور گولیاں نگلنے والے دو اسٹریچر پر پڑے ہوئے تھے۔ انہیں اٹھا کر باہر کھڑی ہوئی ایمبولینس میں پہنچایا جارہا تھا۔

ایک سراغ رساں نے زبیری کے دماغ میں آکر کہا "سر! ان دونوں کا تعلق یوکے سے ہے۔ یورپ کے ممالک کے تمام سراغ رسانوں سے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تعاون کررہے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے دماغوں میں آنے سے منع کرتے ہیں۔"

زبیری نے کہا "ماریا بھی نہیں چاہتی کہ اس کے دماغ میں کوئی آئے۔ تم اس کے دماغ میں خاموشی سے جاؤ۔ اسے گہری نیند سلاؤ پھر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کرو اور اس کے ذہن میں یہ نقش کردو کہ میں تمہارا الیہ ولجہ اختیار کرکے دماغ میں آؤں تو وہ سانس نہ روکے۔ باقی تمام پرائی سوچ کی لہروں کے لیے اس کا دماغ لاکڈ رہے گا۔"

وہ سراغ رساں زبیری کی ہدایات پر عمل کرنے کے لیے چلا گیا۔

○☆○

تھری جے نے بڑا عروج حاصل کیا تھا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں وہ تینوں ناقابل گرفت اور ناقابل شکست بن گئے تھے۔ ان کے بارے میں یہ یقین سے کہا جانے لگا تھا کہ وہ کبھی کسی کے زیر اثر نہیں آئیں گے۔

ایسی کوئی بات یقین سے نہیں کہنا چاہیے۔ وقت اور حالات کو بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ان کے بھی حالات بدل رہے تھے۔ ان پر زوال آرہا تھا۔

یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ بنی نام کی ایک حسینہ اور جے سامو کی ملاقات ایک چرچ میں ہوئی تھی پھر ان دونوں میں بے تکلفی پیدا ہوگئی تھی۔ جے سامو اس حسینہ کے گھر گیا تھا۔ اس بات سے بے خبر تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا سائنن' بنی کے دماغ میں موجود ہے۔ سائنن کا تعلق آندرے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے تھا۔ بڑی مدت سے تلاش کرتے رہنے کے بعد تھری جے میں سے ایک جے سامو نظروں میں آیا تھا۔ اسے ٹریپ کرنے کے لیے آندرے بھی سائنن کے ساتھ بنی کے دماغ میں آکر چھپ گیا تھا۔

بنی اور جے سامو کچن میں ایک دوسرے سے مذاق کررہے تھے۔ یوں ہنسی مذاق میں سامو کا ہاتھ جلتے ہوئے چولھے پر گیا۔ حلق سے چیخ نکل گئی۔ ہاتھ زیادہ نہیں جلا لیکن جلن کے باعث دماغی توانائی میں کمی ہوئی اور دشمنوں کو اس کے اندر پہنچنے کا راستہ مل گیا۔

وہ سامو کے دماغ میں خاموش رہ کر اس کے خیالات پڑھتے رہے اور اہم معلومات حاصل کرتے رہے۔ وہ تینوں ساتھی ایک دوسرے سے دور رہتے تھے۔ گہری دوستی اور گہرے اعتماد کے باوجود ایک دوسرے کو اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتاتے تھے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ سائنن اور آندرے کو سامو کے دو ساتھیوں کا پتا معلوم نہ ہوسکا لیکن اور بہت کچھ معلوم ہوگیا۔ وہ ٹرانسفارمر مشین تک پہنچ گئے۔ اس مشین کے راز داروں کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں اپنا معمول بنالیا۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں کو لاک کردیا۔ آئندہ تھری جے میں سے کوئی بھی ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا اور نہ ہی ٹرانسفارمر مشین کے نئے خفیہ اڈے کا سراغ لگا سکتا تھا۔

سائنن اور آندرے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اچانک ایسی زبردست کامیابیاں حاصل کرسکیں گے۔ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول بنانے اور ٹرانسفارمر مشین پر قبضہ جمانے کے بعد گویا امریکا کے بے تاج بادشاہ بن گئے تھے۔

بس ایک ناکامی ہوئی تھی۔ سائنن اور آندرے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا غلام بنائے رکھنے کے سلسلے میں اس قدر مصروف رہے کہ جے سامو پر تنویمی عمل نہ

کرسکے۔ ویسے تھری جے کے حالات بگڑ رہے تھے۔ ادھر جے سامو دماغی طور پر کمزور ہوگیا تھا۔ ادھر جے فلو بھی ایک بڑی مصیبت میں گرفتار ہوگیا تھا۔

اور اسے گرفتار کرنے والی ایک حسینہ شیوانی بھاسکر تھی۔ وہ بھارت سے آئی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے زیادہ خطرناک تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب و غریب غیر معمولی کشش تھی۔ وہ جس کی طرف دیکھتی تھی' اس کی پیشانی میں حرارت پیدا ہوجاتی تھی اور وہ اس کے سامنے سچ بولنے لگتا تھا۔ وہ جو کہتی تھی' وہ وہی کرنے لگتا تھا۔

ایسا لگتا تھا جیسے وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ جبکہ نہیں جانتی تھی۔ خیال خوانی کرنے والے دماغوں میں گھس آتے ہیں۔ وہ دماغوں کے باہر رہتی تھی اور اپنے سامنے والے کو کھوپڑی سے باہر کردیتی تھی۔

ویسے وہ کسی کی دشمن نہیں تھی۔ وہ جے کافو کا بھی برا نہیں چاہتی تھی۔ ایسا لگتا تھا' وہ اپنی غیر معمولی صلاحیت کو سمجھتی نہیں ہے اگر سمجھتی تو نہ جانے اب تک کتنوں کو اپنے اشاروں پر نچاتی رہتی۔ کم از کم جے کافو کو اپنا غلام بنا چکی ہوتی۔

شیوانی سے پہلی ملاقات میں جے کافو اس کے زیر اثر آگیا تھا پھر اس نے سوچا' شیوانی کی آنکھوں نے عارضی طور پر اثر کیا ہے۔ اس حسینہ سے دور جانے کے بعد اس کے اثر سے نجات حاصل کرلے گا۔

شیوانی نے کہا تھا "ہم دنیا کے آخری سرے پر بھی رہو گے تو تمہارا چہرہ یاد رہے گا۔ میری نگاہیں تمہاری پیشانی تک پہنچتی رہیں گی۔"

یہ ہپناٹزم یا ٹیلی پیتھی کا علم تھا لیکن شیوانی کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔ کسی کے خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔ اسے پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ سامنے والا اس کے زیر اثر آتے ہی خود بولنے لگتا تھا۔ اس کی آنکھیں جیسے حکم دیتی تھیں اور سامنے والا سچ اگلنے لگتا تھا۔

جے کافو نے پریشان ہو کر خیال خوانی کے ذریعے اپنے ساتھی جے فلو کو بلایا۔ اسے شیوانی کے بارے میں بتایا۔ جے فلو نے کہا "شیوانی کے دماغ میں گھس کر اس کے چور خیالات پڑھو۔ اس کی اصلیت معلوم ہوجائے گی۔"

جے کافو نے کہا "اتنی عقل مجھ میں ہے۔ تم اس کے دماغ میں جاکر دیکھ لو۔"

جے فلو اس کے دماغ میں جاکر خیالات پڑھنے لگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ شیوانی کے دماغ میں کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہوتے رہے تھے۔ عجیب بے تکے خیالات بڑی بے ترتیبی سے ابھرتے تھے۔ کسی پاگل عورت کے بے معنی اور مفہوم سے خالی خیالات ہوتے تھے۔

جے کافو اور جے فلو دونوں حیران تھے۔ ایسے بے تکے اور بے ترتیب خیالات کے حامل پاگل ہوتے ہیں لیکن شیوانی پاگل نہیں تھی۔ ہوش مند تھی اور حاضر دماغ رہ کر اپنوں سے اور غیروں سے ملتی رہتی تھی۔

انہوں نے فیصلہ کیا کہ شیوانی کو اعصابی کمزوری کی دوا کھلائی جائے پھر اس کمزور دماغ میں پہنچ کر اس کے بے ترتیب خیالات کو ترتیب وار کیا جائے اس کے بعد وہ اپنے بارے میں جو کچھ سوچے گی۔ اس سے اس کی صحیح ہسٹری معلوم ہوسکے گی پھر اسے اپنی معمولہ بنایا جاسکے گا۔

جے کافو نے اس مقصد کے لیے ایک ہوٹل میں کھانے کے دوران شیوانی کے کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی۔ شیوانی نے وہ کھانا کھایا لیکن حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ وہی کھانا جے کافو کے حلق سے بھی اتر گیا اور وہ شدید کمزوری میں مبتلا ہو کر اسپتال پہنچ گیا۔

اس وقت جے فلو موجود نہیں تھا۔ موجود ہوتا تو جے کافو کو اعصابی کمزوری والا سوپ پینے نہ دیتا۔ ایسے وقت جے فلو خیال خوانی کے ذریعے جے سامو کے دماغ میں تھا اور اپنے اس ساتھی کو سائن اور آندرے سے بچانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ جب واپس آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جے کافو اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوگیا ہے لیکن شیوانی پہلے کی طرح چاق و چوبند ہے۔ اعصابی کمزوری والے سوپ نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔

شیوانی کے بارے میں یہ نئی بات معلوم ہوئی کہ نقصان پہنچانے والی دواؤں کا اس پر اثر نہیں ہوتا ہے۔ اپنی ان صلاحیتوں کے باعث شیوانی کچھ اور پراسرار بن گئی تھی۔ اسپتال میں جے کافو کا علاج ہو رہا تھا۔ دوائیں مل رہی تھیں۔ اسے توانائی حاصل ہو رہی تھی۔ اس کے باوجود ابھی وہ سانس روک کر کسی بھی دشمن کو اپنے دماغ سے بھگانے کے قابل نہیں ہوا تھا۔ اس نے خیال خوانی کی کوشش کی تو ناکام رہا۔ جے فلو نے اسے تسلی دی "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ دماغی توانائی پوری طرح بحال ہوگی تو تم پہلے کی طرح خیال خوانی کرسکو گے۔"

جے کافو نے کہا "شیوانی کی طرف سے اندیشہ ہے۔ ہم

اسے کمزور بنا کر اپنے زیر اثر لانا چاہتے تھے۔ اب وہ آئے گی تو مجھے اپنے زیر اثر رکھے گی۔"

جے فلو نے کہا "میں نے اس کے خیالات پڑھنے کی کوششیں کی تھیں۔ پہلے کی طرح ناکام رہا۔ اتنا اندازہ ہوا ہے کہ اس پر اعصابی کمزوری کی دوا نے اثر نہیں کیا ہے۔"

"وہ مجھ سے ملنے کے لیے یہاں اسپتال ضرور آئے گی۔"

"آنے دو۔ میں تمہاری حفاظت کے لیے موجود رہوں گا۔ ویسے ہم پر مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں۔ ادھر جے سامو دماغی کمزوری میں مبتلا ہوگیا ہے۔"

وہ جے کافو کو اپنے تیسرے ساتھی جے سامو کے بارے میں بتانے لگا۔ جے کافو نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "انہوں نے جے سامو کے کمزور دماغ میں رہ کر ٹرانسفارمر مشین اور اس مشین کے رازداروں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا ہوگا۔"

"ہاں معلوم کیا ہوگا۔ امریکا میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے معمول ہیں۔ مجھے ان کے دماغوں میں جانے کی فرصت نہیں مل رہی ہے۔"

"تمہیں وہاں جاکر معلوم کرنا چاہیے کہ سامو کے دماغ میں آنے والے دشمن امریکا میں کیا کر رہے ہیں؟"

"مجھے تم دونوں کی فکر ہے۔ کبھی سامو کی خیریت معلوم کرتا ہوں۔ کبھی تمہارے پاس آتا ہوں۔"

"ہماری فکر نہ کرو۔ پانچ منٹ میں معلومات حاصل کرسکتے ہو۔ تم ابھی جاؤ۔"

جے فلو وہاں سے گیا پھر دو منٹ میں واپس آکر بولا "یار کافو! ہم بہت بڑی بازی ہار چکے ہیں۔ میں نے ٹیلی پیتھی جاننے والے کینی بال' لیزی گارڈ اور ڈینی وغیرہ کے دماغوں میں جانے کی کوششیں کیں مگر وہ سب سانس روکتے رہے۔"

"او گاڈ! وہ سب ہمارے معمول ہیں پھر سانس کیوں روک رہے ہیں؟"

"ظاہر ہے۔ دشمنوں نے انہیں اپنا معمول بنالیا ہے۔ ہمارے تمام معمول ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہم سے چھین لیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ دشمن ٹرانسفارمر مشین تک پہنچ گئے ہیں اور ہم ابھی ان کے خلاف کچھ کر نہیں پائیں گے۔ ادھر میں بیمار ہوں۔ ادھر سامو کسی کام کے قابل نہیں ہے۔ تم تنہا کچھ نہیں کرسکو گے۔"

"تم دماغی طور پر صحت مند ہونے کے بعد بھی کچھ نہیں کرسکو گے۔ تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغ لاک کردیے گئے ہیں۔ ہم ان کے دماغوں میں نہیں جاسکیں گے۔ یہ معلوم نہیں کرسکیں گے کہ اس ٹرانسفارمر مشین کو کس نے خفیہ اڈے میں چھپایا گیا ہے۔"

"جو نقصان اٹھا چکے ہیں۔ اسے فی الحال بھول جاؤ۔ میں یہ سوچ کر پریشان ہوں کہ شیوانی یہاں آئے گی تو اس کا ردعمل کیا ہوگا؟"

"اسے معلوم ہوا ہوگا کہ تم نے اسے کمزور بنانے کی سازش کی تھی۔ اب وہ تمہارے خلاف کچھ کرسکتی ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں ہے؟ اس کے دماغ میں جانے سے کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔"

"شیوانی ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم نہیں جانتی ہے۔ یہ اطمینان ہے کہ مجھے اپنا معمول نہیں بنا سکے گی۔"

"اور میں تمہارے اندر رہوں گا۔ وہ اتفاقاً تمہیں نقصان پہنچانا چاہے گی تو تمہاری حفاظت کروں گا۔"

حقیقتاً شیوانی کے دماغ میں کسی طرح کا انتقامی جذبہ نہیں تھا۔ وہ اپنے خلاف کی گئی سازش سے بے خبر تھی۔ حیرانی سے سوچ رہی تھی کہ جے کافو ہوٹل میں میرے ساتھ اچھا بھلا تھا پھر اچانک اسے کیا ہوگیا؟ وہ بے ہوش کیسے ہوگیا؟ اگر میں نہ ہوتی تو کوئی اسے اسپتال بھی نہ پہنچاتا۔ بے چارہ!"

وہ اس معاملے میں معصوم تھی۔ جے کافو کے لیے ہمدردی سے سوچ رہی تھی۔ سازش کرنے والے کی بیماری اور کمزوری کو سمجھنے کے لیے اس نے اس سوپ کا کیمیائی تجزیہ کرایا۔ یہ معلوم ہوا کہ اس سوپ میں ضرر رساں دوا کی آمیزش تھی۔ پولیس ہوٹل والوں کے پیچھے پڑگئی۔ شیوانی ہوٹل کے منیجر اور کچن کے ملازموں سے فرداً فرداً ملتی رہی۔ اپنی غیر معمولی آنکھوں کی حرارت ان کی پیشانیوں تک پہنچاتی رہی۔ وہ سب بے اختیار اس کے سامنے سچ بولتے رہے اور سچ یہ تھا کہ ان ملازمین میں سے کسی نے سوپ میں کوئی دوا نہیں ملائی تھی۔

وہ جے کافو سے ملنے اسپتال آئی تو وہ اسے دیکھتے ہی پریشان ہوگیا۔ شیوانی نے خوش اخلاقی سے اس کی خیریت پوچھی پھر کہا "میں کل رات یہاں نہ آسکی۔ پولیس کے ذریعے انکوائری کراتی رہی۔ پتا چلا کہ کسی نے سوپ میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی تھی۔"

"یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے۔ جو جھوٹے اور فریبی ہوتے ہیں' وہ میری آنکھوں کے سامنے جھوٹ چھپا نہیں پاتے۔ یہ

تو تم جانتے ہی ہو۔"

"ہاں۔ تمہارے پاس یہ عجیب علم ہے۔"

"یہ کوئی علم نہیں ہے۔ میں نے کہیں سے سیکھا نہیں ہے۔ یہ بچپن سے میرے ساتھ کوئی قدرتی معاملہ ہے۔ میری خوب صورت آنکھوں کی تعریفیں کرنے والے بھی ان آنکھوں سے ڈرتے ہیں۔"

وہ بول رہی تھی اور جے کافو اس خیال سے سہم رہا تھا کہ شیوانی اس کی پیشانی کو غور سے دیکھے گی تو ان آنکھوں کے زیر اثر آکر وہ بے اختیار اقبال جرم کرے گا۔ شیوانی کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ اس سے دشمنی کرنے والا تھا۔ خود اپنے آپ سے دشمنی کرکے اسپتال پہنچ گیا ہے۔

شیوانی اس کی پیشانی کو خاص طور پر نہیں دیکھ رہی تھی۔ کبھی کبھی اس سے آنکھیں ملا رہی تھی۔ ایسے وقت وہ اس سے نظریں چرانے لگتا تھا۔ شیوانی نے پوچھا "تم کبھی نظریں جھکا رہے ہو، کبھی نظریں چرا رہے ہو؟ آنکھیں ملا کر باتیں کرو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "ہر انسان اپنے اندر کوئی نہ کوئی خاص بات چھپا کر رکھتا ہے۔ وہ بات اپنے کسی سگے رشتے دار کو بھی نہیں بتاتا۔ میرے اندر بھی کچھ ایسی باتیں چھپی ہوئی ہیں۔ ان باتوں سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا پھر بھی وہ باتیں میں تم سے چھپانا چاہتا ہوں۔"

"ضرور چھپاؤ۔ میں تم سے کچھ نہیں پوچھوں گی۔"

"تم نہیں پوچھو گی۔ مگر تمہاری آنکھیں مجھے بولنے پر مجبور کردیں گی۔"

وہ ہنستے ہوئی بولی "میری آنکھیں عام حالات میں کسی کو مجبور نہیں کرتی ہیں۔ جب میں خاص طور پر کسی کے اندر کا بھید معلوم کرنا چاہتی ہوں، تب چبھتی ہوئی سوالیہ نظروں سے دیکھتی ہوں اور وہ بھید اگلوا لیتی ہوں۔ تم مطمئن رہو۔ میں تم سے کوئی بات نہیں اگلواؤں گی۔"

جے فلو اپنے ساتھی کے اندر تھا۔ اس نے کہا "کافو! میں اسے کل سے دیکھ رہا ہوں، یہ سیدھی اور سچی ہے۔ میرا خیال ہے۔ یہ تمہارے اندر کی بات معلوم نہیں کرے گی۔"

جے کافو اپنے دماغ میں جے فلو کی باتیں سن رہا تھا۔ شیوانی نے پوچھا "چپ کیوں ہو؟ کیا سوچ رہے ہو؟"

"وہ۔ میں یہ سوچ رہا ہوں، ہم نے ایک ہی سوپ پیا تھا پھر اس میں ملی ہوئی دوا نے تمہیں نقصان کیوں نہیں پہنچایا؟"

وہ مسکرا کر بولی "یہ دوا کیا چیز ہے۔ مجھ پر تو زہر بھی اثر نہیں کرتا ہے۔"

"کیا۔۔۔؟" وہ ایک دم سے خوف زدہ ہو کر اس کا منہ تکنے لگا پھر اس نے کہا "نہیں شیوانی! تم مذاق کر رہی ہو۔"

جے کافو کے سرہانے میز پر ایک گلاس میں دودھ رکھا ہوا تھا۔ شیوانی نے گلاس کو اٹھایا اسے ہونٹوں سے لگایا۔ ایک گھونٹ پیا پھر اسے جے کافو کی طرف بڑھا کر کہا "اسے دیکھو۔"

وہ دیکھنے لگا۔ دودھ سفید تھا۔ اب وہ ہلکا ہلکا سبز ہو رہا تھا۔ ناگن دودھ کے پیالے میں منہ ڈالے تو دودھ کا رنگ اسی طرح سبز ہوجاتا ہے۔

جے کافو نے فوراً ہی گلاس کو میز پر رکھا پھر اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا۔ اسے یوں نظر آرہا تھا جیسے اس کے سامنے ایک ناگن پھن اٹھائے بیٹھی ہو اور کسی بھی لمحے اسے ڈسنے کو آئی ہو۔

جے فلو اپنے دوست کے دماغ میں رہ کر شیوانی کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا "یار کافو! تم کہاں پھنس گئے ہو؟ ہمیں رفتہ رفتہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ کتنی پراسرار اور خطرناک ہے۔"

وہ جے کافو کے لیے خطرناک نہیں تھی لیکن یکے بعد دیگرے اس کے کئی بھید کھلتے جا رہے تھے۔ اب یہ بھید کھلا تھا کہ وہ ناگن نہیں ہے مگر ناگن کی طرح زہریلی ہے۔

وہ بولی "تم مجھ سے ڈر رہے ہو۔"

"تم اپنا غلام بنا لیتی ہو۔ تمہارے اندر زہر بھرا ہے۔ کہ مجھے ڈرنا نہیں چاہیے؟"

"نہیں۔ کیونکہ میں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

"پہنچا سکتی ہو۔"

"تم پھول دو گے تو پھول ماروں گی۔ پتھر دو گے تو پتھر ماروں گی۔"

"میرے لیے یہ بہتر ہوگا کہ تم سے دور چلا جاؤں۔"

"میں تم سے عشق نہیں کر رہی ہوں تم کہیں چلے جاؤ گے تو میں مر نہیں جاؤں گی لیکن تم دوستی کیوں نہیں کرنا چاہتے۔"

"انسان اور سانپ کی دوستی نہیں ہوتی۔"

"میں انسان ہوں۔ یہ جانتی ہوں کہ انسان سانپ سے زیادہ زہریلا ہوتا ہے۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر بولی "میں تنہا ہوں۔ تنہائی دور کرنے کے لیے تمہارے ساتھ وقت گزار رہی تھی۔ اب

جا رہی ہوں۔ تم نہ سہی اور سہی اور نہ سہی، کوئی اور سہی۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ اس کی چال میں ایسی دلکشی تھی کہ دیکھنے والوں کی دھڑکنیں بھی اس کے ساتھ چلنے لگتی تھیں۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تو جے فلو نے کہا "یار! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اتنی آسانی سے اس سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔ کیا وہ واقعی جا چکی ہے؟"

"یقین نہیں آرہا ہے کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔ ویسے وہ گئی ہو یا نہ گئی ہو۔ میں تو یہاں سے جا سکتا ہوں۔ وہ دوبارہ آئے گی تو مجھے نہیں پائے گی۔"

"اگر تم چلنے پھرنے کے قابل ہو تو فوراً یہاں سے بھاگو۔"

جے کافو بستر سے اتر کر کھڑا ہوگیا پھر اس کمرے سے نکلتے ہوئے بولا "میری جیب خالی ہے۔ میں خیال خوانی کے قابل ہوتا تو رقم کی کمی نہ ہوتی۔ جیب نوٹوں سے بھر جاتی۔ تم میرے ساتھ رہو اور میرے لیے رقم کا انتظام کرو۔ اسپتال کے اور ہوٹل کے بل ادا کرنے ہیں۔"

"فکر نہ کرو۔ میں اسپتال کے انچارج کے دماغ میں جا رہا ہوں۔ تم باہر جا کر ٹیکسی میں بیٹھو۔ یہاں تمہیں کوئی نہیں روکے گا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

جے فلو گیا پھر تھوڑی دیر میں واپس آکر بولا "شیوانی اسپتال کے تمام بل ادا کر چکی ہے۔ اسی لیے تمہیں یہاں سے جانے سے کوئی نہیں روک رہا ہے۔ اچھا موقع ہے۔ نکل چلو۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ ہوٹل وہاں سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے فاصلے پر تھا۔ سفر شروع ہوتے ہی اسے اپنی پیشانی پر حرارت محسوس ہوئی۔ وہ چند سیکنڈ تک ساکت بیٹھا رہ گیا۔ اپنی پیشانی سے دماغ تک گرمی محسوس کرتا رہا۔ جے فلو نے پوچھا "کیا ہوا؟ میں تمہارے دماغ میں رہ کر محسوس کر رہا ہوں جیسے تمہارے تمام خیالات ایک جگہ تھم گئے ہیں۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟"

جے کافو نے جیسے اس کی بات نہیں سنی۔ ڈرائیور سے کہا "کسی ٹیلی فون بوتھ کے پاس گاڑی روکو۔" ٹیکسی ایک فٹ پاتھ کے کنارے رک گئی۔ وہ پچھلا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ جیب سے کارڈ نکال کر ٹیلی فون کے پاس آکر اس نے ریسیور اٹھایا۔ کارڈ کو اندر پش کیا۔ جے فلو نے کہا "یہ تم کیا کر رہے ہو؟ تمہارے خیالات بتا رہے ہیں کہ تم شیوانی کے موبائل فون پر رابطہ کر رہے ہو۔ رک جاؤ۔"

جے فلو نے اپنی ٹیلی پیتھی کی قوت سے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن جے کافو نہ تو اپنے دوست کی باتیں سنائی دے رہی تھیں اور نہ ہی وہ اسے فون کرنے سے روک پا رہا تھا۔ رابطہ ہونے پر اس نے کہا "ہیلو شیوانی!"

دوسری طرف سے شیوانی نے کہا "بولو کافو! تمہارے اندر رحتناج ہے، اسے باہر نکالو۔"

وہ بولنے لگا "میں تمہاری غیر معمولی صلاحیتوں سے خوف زدہ ہوں۔ میں تمہاری آنکھوں کے زیر اثر رہ کر تمہارا معمول بننا نہیں چاہتا۔"

"میری آنکھیں ایک بار جس کی پیشانی کو چھو لیتی ہیں پھر میں اسے نہیں بھولتی۔"

"میں تمہارے دماغ سے سب کچھ بھلا سکتا ہوں۔"

"کیسے بھلا سکتے ہو؟ وضاحت کرو۔"

"میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ میں تمہارے دماغ کے اندر گیا تھا۔ مگر تم ایک عجوبہ ہو۔ تمہارے اندر کسی بھی سوچ کی لہریں ترتیب وار نہیں ہیں۔ تمہارے مختلف خیالات آپس میں گڈمڈ ہوتے رہتے ہیں۔ ایسے میں نہ تو تمہارا کوئی ایک خیال پڑھا جا سکتا ہے اور نہ ہی تمہارے دماغ کو قابو میں کرکے تم پر تنویمی عمل کیا جا سکتا ہے۔"

"ان حالات میں تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"میرے دوست نے مجھے مشورہ دیا کہ تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جائے۔ کمزوری کے باعث تمہارے دماغ کے اندر خیالات میں ٹھہراؤ آجائے گا اور میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں اپنی معمولہ بنا سکوں گا۔"

"سمجھ گئی۔ اسی مقصد کے لیے سوپ میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی گئی تھی۔"

"ہاں اور وہ سوپ تم نے مجھے بھی پلا دیا۔"

"یہ پرانی کہاوت ہے کہ دوسرے کے لیے گڑھا کھودنے والا خود اس گڑھے میں گر جاتا ہے۔ بائی دا وے وہ دوست تمہارے پاس کب آیا تھا؟"

وہ آتا ہی رہتا ہے۔"

"اچھا تو وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"جانتا ہے۔ میرے لیے بہت پریشان ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ تمہاری طلسمی آنکھوں سے کس طرح مجھے دور لے جائے۔ ہم تین دوست ہیں۔ ہم آپس میں اتنی محبت کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کے لیے جان بھی دے سکتے ہیں۔"

"اور جان لے بھی سکتے ہیں۔ جیسے میری جان لینے کی

کوششیں کی جارہی تھیں۔"

"نہیں۔ میں تمہیں صرف معمول بنانا چاہتا تھا۔"

"معمول بننے کے بعد میری اپنی کوئی زندگی نہ رہتی۔ تم مجھے اپنی کنیز اور داشتہ بنائے رکھتے پھر میری یہ آزاد' خود مختار اور باعزت زندگی کہاں رہتی؟ عزت کے بغیر تو جانوروں جیسی زندگی رہ جاتی ہے۔"

"میں مانتا ہوں۔ تم پر دل آگیا ہے۔ تم میرے قابو آجاتیں تو تمہیں اپنی داشتہ بھی بنالیتا۔"

"اگر تابعدار نہ بنتی تو مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے مجھے قتل کردیتے؟"

آخری راستہ یہی ہوتا۔"

"میرا آخری راستہ بھی یہی ہونا چاہیے۔ تمہارا پہلا جرم ہے خود غرضی' میرا معمول نہ بننے کے لیے مجھے محکوم بنانا چاہا۔ تمہارا دوسرا جرم ہے بے حیائی' مجھے داشتہ بنانا چاہا۔ تمہارا تیسرا اور آخری جرم ہے ورنگی' مجھے قتل کرنے کا آخری فیصلہ کیا۔"

"میں ان تمام جرائم کا اقبال کرتا ہوں۔"

"اقبال جرم کرنا ہی پڑتا ہے۔ میری آنکھیں جسے چھو لیتی ہیں' اسے سچ بولنا ہی پڑتا ہے۔ جاؤ' مجھ سے ملنے والی سزاؤں سے بچنے کے لیے دور چلے جاؤ۔ تم مجھ سے دور ہوجانا چاہتے تھے۔ میں تمہاری یہ خواہش پوری کررہی ہوں۔"

"میں۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں' جتنی بھی دور جاؤں گا' تمہاری آنکھیں مجھے ٹریپ کرلیں گی۔"

"ایک ہی راستہ ہے' میری آنکھیں پھوڑ دو۔"

"نہیں۔ اب میں تمہارے خلاف کچھ نہیں سوچوں گا۔ کچھ نہیں کروں گا۔ تم سے دشمنی نہیں کروں گا۔ تم مجھے معمول بنا کر نہیں' دوست بنا کر بھی کام لے سکتی ہو۔"

دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ جے کافو نے محسوس کیا' اس کی پیشانی گرم نہیں ہے۔ وہ جیسے ہوش میں آکر ریسیور ہینگ کرتے ہوئے بولا "جے فلو! میرے دوست! تم کہاں ہو؟"

جے فلو نے کہا "میں مسلسل تمہارے دماغ میں ہوں۔ تم میری بات نہیں سن رہے تھے۔ اب تمہیں سنائی دے رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے' ابھی تم اس کے زیر اثر نہیں ہو۔"

"ہاں اب میں شعوری طور پر سمجھ رہا ہوں کہ میں نے فون پر شیوانی کو اپنے اندر کا چھپا ہوا تمام سچ بتادیا ہے۔ مائی گاڈ! اب کیا ہوگا میرے دوست؟"

"دماغ کام نہیں کررہا ہے۔ کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بچانے کے لیے دماغ کو لاک کردیا جاتا ہے لیکن وہ آنکھیں پیشانی کو چھو کر سچ جان لیتی ہیں۔ میں تمہاری پیشانی کو کیسے لاک کروں؟ تم جہاں جاؤ گے' اس کی آنکھیں وہاں پہنچ جایا کریں گی۔"

"اس نے میرے بچاؤ کا ایک ہی راستہ بتایا تھا کہ اس کی آنکھیں پھوڑ دی جائیں۔"

"جو آنکھیں پھوڑنے اس کے سامنے جائے گا' اس کی آنکھوں کا شکار ہوجائے گا۔ ایک سیدھا سا راستہ ہے۔ کہیں چھپ کر اسے گولی ماردی جائے۔"

"جتنی آسانی سے سوچ رہے ہو' اتنی آسانی سے یہ کام نہیں ہوگا۔"

"ایسا کوئی کام آسان نہیں ہوتا۔ تم وہ شہر' وہ ملک چھوڑ دو۔ میں وہاں کئی آلہ کار بناؤں گا۔ وہ تمام آلہ کار شیوانی کے قریب نہیں جائیں گے۔ دور ہی دور سے گھیر کر اسے گولی مار دیں گے۔"

"جو کرنا ہے' کرو۔ میں یہ ملک چھوڑ کر جارہا ہوں۔ پتا نہیں وہ میرے خلاف کیا کرنے والی ہے۔"

تھری جے پر پہلے کبھی ایسی مصیبت نہیں آئی تھی۔ وہ مصیبت سے بھی کچھ زیادہ ہی پریشان کن اور نیند اڑانے والی بلا تھی اور تھری جے کے لیے پہلی بار ایک خوب صورت بلا چیلنج بن گئی تھی۔

○☆○

ہماری دنیا میں بڑے عجیب و غریب تماشے ہوتے ہیں۔ یہ تماشا بھی کم نہیں تھا کہ بھیما جیسا ہٹا کٹا قد آور مرد کلپنا جیسی نازک حسینہ کے جسم میں سما گیا تھا۔ انسان کو آتما نظر نہیں آتی' جسم نظر آتا ہے اور جو نظر آتا ہے' اسی وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا وجود کلپنا کا تھا' جسم اور جذبات کلپنا کے تھے۔ اندر سے بھیما کی آتما کبھی کبھی کلپنا پر حاوی ہوتی تھی۔ اس کے بعد آتما کو جسم کے اندر ہی قید رہنا پڑتا تھا۔

بھیما کو یہ بات شرم دلاتی تھی کہ وہ مرد سے عورت بن گیا ہے۔ اس سے بھی زیادہ شرم کی بات یہ تھی کہ کلپنا کو یعنی بھیما کو اغوا کرنے والا جسونت پال اس کے حسن و شباب سے کھیلنے والا تھا۔ دوسرے لفظوں میں بھیما کی آبرو لٹنے والی تھی۔ ابھی ایسا وقت اس لیے نہیں آیا تھا کہ بھیما اپنے کالے جادو سے کلپنا کو لٹنے سے بچا رہا تھا۔

بھیما کے مقابلے میں جسونت پال کا جادو کمزور پڑ جاتا تھا لیکن اب جسونت پال کی ماں جمنا کماری آرہی تھی۔ جمنا کماری ایک خطرناک ڈچ ڈاکٹر تھی۔ اس کے سامنے بڑے

بڑے جادوگر گھٹنے ٹیک دیتے تھے۔ اس نے تقریباً تیس برس تک کالے جادو میں بڑے کمالات حاصل کیے تھے۔ وہ دو برس پہلے برما کے ایک گھنے جنگل میں گئی تھی' وہاں بوڑھی سے جوان بننے کا عمل سیکھتی رہی تھی اور اب دو برس بعد ممبئی آئی تھی۔

رنگون سے ممبئی تک سفر کرنے کے دوران میں جمنا کماری نے جہاز میں پورس کو دیکھا تھا اور اس پر عاشق ہوگئی تھی لیکن پورس نے ممبئی ائیرپورٹ پہنچ کر جمنا کماری کی بیٹی کرشمہ کماری کو دیکھا تو یہ طے کرلیا کہ جب تک تمہارہنے کی آزادی ملی ہے' تب تک کرشمہ ہی تنہائی کی ساتھی رہے گی۔

جمنا کماری کالے عمل میں کامیاب ہو کر حسین اور جوان بن گئی تھی۔ اس نے اپنی بیٹی کرشمہ اور بیٹے جسونت پال کو سمجھا دیا تھا کہ اب وہ اسے ماں کہہ کر مخاطب نہ کریں۔ وہ اپنی بیٹی کی ہم عمر ہوگئی تھی۔ لہٰذا اب بیٹی اور بیٹا اسے سسٹر کہا کریں۔

ایسے واقعات سمجھاتے ہیں کہ انسان اندر سے کچھ ہوتا ہے' باہر سے کچھ۔ مثلاً بھیما باہر سے عورت تھا' اندر سے مرد اور جمنا کماری باہر سے جوان تھی' اندر سے بوڑھی۔ اس حوالے سے سمجھا جاسکتا ہے کہ باہر سے آدمی کتنا سچا اور اندر سے کتنا جھوٹا ہوتا ہے لیکن اس حقیقت کو کون سمجھتا ہے۔ کسی کو اپنے اندر جھانکنے کی فرصت نہیں ملتی۔

پورس نے مذاق ہی مذاق میں یہ ظاہر کردیا تھا کہ جمنا کماری اندر سے بوڑھی ہے۔ جمنا کے دماغ میں یہ بات آئی کہ کالا عمل کرنے کے دوران میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔ اسی لیے وہ اندر سے جوان نہ ہوسکی۔ اب وہ پھر کالے منتروں کا جاپ کرے گی۔ اندر جو کمی رہ گئی ہے' اسے پورا کرے گی پھر چالیس دنوں تک تپسیا کرنے اور منتر پڑھتے رہنے کے بعد بھرپور جوان ہوجائے گی۔

پورس' کرشمہ سے دوستی کرنا چاہتا تھا۔ جمنا کماری نے اسے دوست بنالیا۔ یہ عجیب چکر چل پڑا۔ وہ کرشمہ پر عاشق ہورہا تھا اور کرشمہ کی ماں اس پر عاشق ہوچکی تھی۔ وہ جمنا کماری کو ساس بنانا چاہتا تھا اور جمنا اسے محبوب بنا رہی تھی۔ کرشمہ ابھی اس معاملے سے بے خبر تھی۔ جب پورس کی طرف مائل ہوتی تو اسے فیصلہ کرنا پڑتا کہ وہ ماں کے حوالے سے پورس کو اپنا باپ بنائے گی یا اپنے عشق کے حوالے سے ماں کا داماد بنانا چاہے گی؟

گوا میں جسونت پال کی ایک محل نما کوٹھی تھی۔ اس نے کلپنا کو اغوا کرنے کے بعد اسی محل میں قید کیا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ کلپنا کے اندر کوئی دوسری آتما سما گئی ہے' جو اس کے قابو میں نہیں آرہی ہے۔ اب اس آتما کو اس کی مہاشکتی ماں جمنا کماری قابو میں کرے گی۔ تب وہ کلپنا کو اپنے بیڈ روم میں لے جاسکے گا۔

کرشمہ اپنی ماں کو ممبئی سے گوا لے جانے کے لیے کار لائی تھی۔ اس کے ساتھ پدمنی نام کی ایک عورت تھی۔ جمنا کماری کار میں پورس کے ساتھ بیٹھنا چاہتی تھی لیکن اس نے جمنا کو پھر احساس دلایا کہ وہ اندر سے بوڑھی ہے۔ وہ مایوس ہو کر پچھلی سیٹ پر پدمنی کے ساتھ بیٹھ گئی۔ پورس نے اگلی سیٹ پر کرشمہ کے ساتھ بیٹھنے کا چانس حاصل کرلیا۔

کرشمہ کار ڈرائیو کررہی تھی۔ پورس نے کہا "گوا تک لانگ ڈرائیو ہے۔ تھک جاؤ گی۔"

وہ بڑے فخر سے بولی "میں موم کی لڑکی نہیں ہوں۔ روز صبح دس کلومیٹر تک دوڑ لگاتی ہوں۔"

پورس نے حیرانی سے کہا "دس کلومیٹر۔؟ ناممکن ہے۔ لڑکیاں دس کلومیٹر سے آگے تک مردوں کو دوڑاتی ہیں خود نہیں دوڑتیں۔ اس لیے نہیں دوڑتیں کہ راستے کی گرد سے حسن میلا ہوجاتا ہے۔"

وہ بولی "دوڑنے اور ورزش کرنے سے حسن میلا نہیں ہوتا بلکہ اور نکھرتا ہے۔"

"بائی دا وے روز صبح تمہیں کون دوڑاتا ہے۔ مجھے بتاؤ میں اس دشمن کو سیدھا کردوں گا۔"

"کیا تم عقل سے پیدل ہو؟ یا بن رہے ہو؟ تمہاری اطلاع کے لیے کہہ دوں' میرے کسی دشمن سے تمہیں نمٹنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں تنہا کئی دشمنوں کو اپاہج بنا سکتی ہوں۔ میں نے جوڈو کراٹے' را ٹفل شوٹنگ' سوئمنگ اور ہارس رائڈنگ میں مہارت حاصل کی ہے۔"

"کیوں ڈینگیں مار رہی ہو؟ ایک لڑکی ہو' لڑکا نہیں ہو۔ میں نے کبھی کسی لڑکی کو مکھی مارتے نہیں دیکھا تم بندہ مارنے کی بات کررہی ہو۔"

وہ ناگواری سے بولی "میں تمہارے جیسے احمق سے بحث نہیں کروں گی۔"

پورس نے ایک احمق کی طرح ہنستے ہوئے کہا "تم ناراض ہوگئیں۔ واقعی میں احمق ہوں۔ تمہارے جیسی حسین لڑکی کی تعریف کرنا چاہیے۔ تعریف کرنے سے لڑکی مہربان ہوجاتی ہے۔"

پیچھے سے جمنا کماری نے کہا "میں تم پر مہربان ہوں۔"

پورس نے کرشمہ سے کہا "پچھلی سیٹ سے بڑھاپے کی بو

آرہی ہے۔"

کرشمہ نے غصے سے کہا "تم بار بار میری ماں کو بوڑھی کیوں کہہ رہے ہو؟"

پورس نے کہا "مجھے غصہ دکھا رہی ہو اور خود ماں کہہ کر بڑھاپا ظاہر کر رہی ہو۔ تمہارا فرض ہے کہ ماں کو صرف سسٹر نہ کہو' چھوٹی سسٹر کہو اور ماں تمہیں دیدی یعنی بڑی بہن کہے گی تو تم سے بھی کم عمر ہو جائے گی۔"

کرشمہ نے گھور کر اسے دیکھا پھر کہا "تم اپنی بکواس بند نہیں کر سکتے؟ خاموش نہیں رہ سکتے؟" پھر اس نے ماں سے کہا "تمہیں عشق کرنے کے لیے کوئی اور نہیں ملا؟ جوان ہوتے ہی ایک گدھے سے دل لگا رہی ہو۔"

پورس نے کہا "عشق کامیاب ہو گا تو گدھے کو تمہارا باپ بنا دیں گی۔"

"یو شٹ اپ۔ اب اگر تم نے کچھ کہا تو کار روک کر تمہاری پٹائی کروں گی۔"

پورس خاموش ہو گیا۔ کار تیز رفتاری سے چلتی رہی' وہ خاموش ہی رہا۔ ویسے وہ شرارت سے باز نہیں آسکتا تھا۔ عقب نما آئینے میں پیچھے بیٹھی ہوئی جمنا کو پیار بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ کبھی کبھی آہیں بھرنے لگا۔ جمنا کبھی شرما رہی تھی۔ کبھی مسکرا رہی تھی۔ پورس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اشارے سے سمجھایا کہ اس سے کچھ بولنا چاہتا ہے۔

جمنا نے اگلی سیٹ کی طرف جھک کر کہا "میں سمجھ رہی ہوں' تم دل کی بات کہنا چاہتے ہو پھر شرما کیوں رہے ہو؟ خاموش کیوں ہو؟ منہ سے بولو۔"

"میں منہ سے ہی بولتا ہوں مگر تمہاری دیدی نے خاموش رہنے کا حکم دیا ہے۔"

"کرشمہ! یہ تمہارے جوڈو کراٹے سے ڈر گیا ہے۔ اس سے کہو' مجھ سے باتیں کرے۔"

وہ بولی "یہ تم سے باتیں کر سکتا ہے۔ مجھ سے بولے گا تو منہ توڑ دوں گی۔"

جمنا نے پورس سے کہا "شہباز! تم میری طرف منہ کر کے بولو۔"

"تمام راستے تمہاری طرف منہ کروں گا تو گوا پہنچنے تک گردن گھوم چکی ہو گی۔ منہ پیٹھ کی طرف اور گردن پیٹ کی طرف ہو جائے گی۔ میں تماشا بن جاؤں گا۔ پورے ہندوستان سے لوگ مجھے دیکھنے آئیں گے۔"

جمنا نے کہا "تم بہت زندہ دل ہو۔"

وہ کرشمہ کو دیکھ کر بولا "سامنے حسن ہو۔ روٹھنے والی حسین ادائیں ہوں تو زندہ دلی آ ہی جاتی ہے۔"

کرشمہ نے اسے کن انکھیوں سے دیکھا پھر بے رخی سے ڈرائیو کرتی رہی۔ جمنا نے پوچھا "تمہیں روٹھنے والی ادائیں پسند ہیں؟ کیا میں تم سے روٹھ جاؤں؟"

وہ بولا "ایک ہی روٹھنے والی کافی ہے۔ تم روٹھنا چاہو گی تو چہرے پر جھریاں پڑ جائیں گی۔ عمر ظاہر ہو جائے گی۔"

وہ جھینپ کر بولی "تم بار بار میرے بڑھاپے والی بات کیوں کرتے ہو؟"

"تمہیں احساس دلاتا ہوں۔ تاکہ تم جلد سے جلد مکمل طور پر جوان ہونے کی تدبیر کرو۔"

"تدبیر ہے۔ میں چالیس دنوں کے بعد پوری طرح جوان ہو کر دکھاؤں گی۔"

"چالیس برسوں کے بعد میں بوڑھا ہو جاؤں گا۔ تم جوان ہو کر کیا کرو گی؟"

"میں چالیس دن کہہ رہی ہوں۔"

"انتظار کی گھڑیوں میں ایک دن ایک برس کے برابر ہوتا ہے۔ کوئی بات نہیں' اگر چالیس دنوں تک اسی طرح میرے پڑوس میں گلاب کھلتا رہے گا تو میری جوانی کو آرام آتا رہے گا۔"

کرشمہ اس کے بازو میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یعنی اس کے پڑوس میں تھی۔ اس اشارے کو سمجھ رہی تھی۔ وہ سڑک کے کنارے کار روک کر بولی "کیا تم مجھے اُلو سمجھتے ہو؟"

"تم بولو گی' تب بھی نہیں سمجھوں گا۔"

جمنا نے پوچھا "تم نے گاڑی کیوں روک دی؟"

وہ بولی "سسٹر! تم سمجھ نہیں پا رہی ہو۔ یہ بات تم سے کہہ رہا ہے' فلرٹ مجھ سے کر رہا ہے۔"

جمنا نے کہا "کیسی فضول باتیں کر رہی ہو؟ یہ تم سے فلرٹ کیسے کرے گا؟ میں تو اسے تمہارا باپ بنانے والی ہوں۔"

پورس نے کہا "ابھی میری باپ بننے کی عمر نہیں ہوئی ہے۔ بوڑھی سے جوان بننے کا یہی نقصان ہے۔ عقل جوان نہیں ہوتی۔ تم بیٹی سے عقل کی بات نہیں کر رہی ہو۔"

"بے عقلی کی کیا بات کر رہی ہوں؟"

"تم مجھے عاشق بننے کی ٹریننگ نہیں دے رہی ہو۔ عقل مندی یہ ہے کہ پہلے میں جوان پڑوسن سے عشق کروں' اس کے بعد بڑھاپے کی طرف آؤں۔"

"دیکھو۔ یہ مجھے پڑوسن کہہ رہا ہے۔"

جمنا نے کہا "تم پڑوسن کیسے ہو گئیں؟ کیا اس کے پڑوس میں رہتی ہو؟ خوامخواہ بے چارے سے جھگڑا کر رہی ہو۔ گوا پہنچنے میں دیر ہو رہی ہے۔ گاڑی چلاؤ۔"

اس نے پورس کو غصے سے دیکھا پھر کار اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرنے لگی۔ اس وقت موبائل فون سے بزر کی آواز ابھری۔ کرشمہ نے اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر دوسری طرف کی بات سن کر کہا "ہاں بھیا! ہم آرہے ہیں۔"

اس نے پھر دوسری طرف سے اپنے بھائی جسونت پال کی باتیں سنیں پھر کہا "ہاں' ہمیں پہنچنے میں اس لیے دیر ہو رہی ہے کہ ایک مصیبت ہمارے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے۔"

جسونت پال نے کہا "تم لوگوں کے ساتھ مصیبت ہے تو فون پر مجھے بتانا چاہیے تھا۔ جلدی بتاؤ کیسی مصیبت ہے؟"

"تم ماں سے پوچھو۔ میں اس مصیبت کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتی۔"

کرشمہ نے جمنا کی طرف فون بڑھایا۔ وہ فون لے کر کان سے لگا کر بولی "بیٹے! کوئی مصیبت نہیں ہے۔ کرشمہ ابھی بچی ہے۔ میں شہباز سے پریم کر رہی ہوں اور یہ شہباز کو مصیبت سمجھ رہی ہے۔"

"ٹھیک سمجھ رہی ہے۔ تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے ماں؟ ایک مسلمان کو ہمارا باپ بنانا چاہتی ہو۔"

"تم نہیں جانتے' یہ بڑا گبھرو جوان ہے۔ اسے دیکھو گے تو کہو گے میں اسے بار بار تمہارا باپ بناؤں۔"

پورس نے جمنا کے دماغ میں گھس کر بات بدل دی۔ جمنا نے کہا "باپ نہیں' میں اسے اپنا داماد اور تمہارا بہنوئی بنانے والی ہوں۔"

کرشمہ نے یک بارگی کار روک کر کہا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

ادھر سے جسونت پال نے پوچھا "ماں! تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟ کبھی اسے عاشق بتا رہی ہو' کبھی داماد۔"

کرشمہ نے کہا "کیا تم کہو گی تو میں اس لنگور سے شادی کر لوں گی؟"

پورس نے کہا "ماں کی بات ماننا' بیٹی کا دھرم ہے۔"

"یو شٹ اپ!" وہ کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے بولی "تم گھر چلو۔ میرے بھیا تمہیں ٹھیک کریں گے۔"

جمنا نے فون پر جسونت پال سے کہا "میں نے وہ نہیں کہا' جو تم نے سنا' تم نے وہ نہیں سنا' جو میں نے کہا ہے۔ میں آکر تمہیں سمجھاؤں گی۔ یہ بتاؤ' کلپنا تمہارے قابو میں رہی ہے یا نہیں؟"

"میں اسی کے لیے انتظار کر رہا ہوں۔ پتا نہیں کلپنا کے اندر کیسی آتما سمائی ہوئی ہے۔ وہ آتما خود کو مرد کہتی ہے۔ وہ جو بھی ہے' خطرناک جادوگر ہے۔ تم ہی اس کے جادو کا توڑ کر سکتی ہو۔"

جسونت پال نے فون بند کر کے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ کھڑکی کے اس پار کلپنا ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے اس کمرے میں قید کیا گیا تھا۔ جسونت نے اس سے پوچھا "تم نے سنا' میری ماں آرہی ہے۔ وہ تمہارے اندر کا تمام کالا جادو نچوڑ کر رکھ دے گی۔"

کلپنا کرسی سے اٹھ کر بولی "تو خود کو بڑا شکتی مان کہتا تھا اور اب مجھ سے ڈرتا ہے۔ مجھے اس کمرے میں بند رکھتا ہے۔ مرد کا بچہ ہے تو دروازہ کھول۔"

"میں تجھ سے نہیں ڈرتا۔ پتا نہیں تیرے اندر کون گھس آیا ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ ایک لڑکی کے اندر کسی مرد کی آتما سما سکتی ہے۔ میری ماں آکر اسے پہچان لے گی' اور ہمیشہ کے لیے اس کی پہچان مٹا دے گی۔"

بھیا نے کلپنا کی زبان سے کہا "میں نے تیری بہن کرشمہ کو دیکھا ہے۔ وہ حسین اور جوان ہے۔ حسن اور جوانی کو دیکھ کر تیرے منہ سے رال ٹپکتی ہے۔ بہن کو دیکھ کر نہیں ٹپکتی؟"

"ایسی بکواس کرنے سے تجھے کیا حاصل ہو گا؟"

"مجھے نہیں' تجھے تیری بہن حاصل ہو گی۔ جانتا ہے کیسے؟"

جسونت پال نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ بھیا نے کہا "میں تیری بہن کو ہلاک کروں گا پھر اس کے جسم میں داخل ہو کر اسے نئی زندگی دوں گا۔ دوں گی۔ اس کے اندر رہ کر اسے تیرے بیڈ روم میں لاؤں گا۔ لاؤں گی۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھائی کا رشتہ بھلا دوں گا۔ دوں گا۔ دوں گی۔ یہ میں مرد کی طرح کیوں بولنے لگتی ہوں؟"

"تمہارے اندر میرا دشمن ہے۔ تم سے بھی دشمنی کر رہا ہے اور میری بہن کو مار ڈالنے کی دھمکی دے رہا ہے۔"

"یہ دھمکی نہیں ہے۔ میں تیری بہن کو تیرے لیے اور تیری ماں کے لیے مصیبت بنا دوں گا۔ گا۔ گی۔ گی۔"

"جتنا بولنا چاہے' بولتی رہ۔ ایک گھنٹے بعد تیری زبان بند ہو جائے گی۔"

"زبان بند ہونے سے پہلے ایک اور خاص بات بولوں گی۔ نہیں۔ میں بولوں گا۔ ہاں بولوں گا میں خیال خوانی کے ذریعے تیری بہن کے دماغ میں گیا تھا۔ وہاں ایک اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا کہہ رہا تھا کہ تمہاری بہن پر عمل کرے گا۔

اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنالے گا۔ میں یہ بتادوں کہ تمہاری ماں کا کالا جادو ٹیلی پیتھی جاننے والے کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ البتہ یہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا کرشمہ کو بچا سکتا ہے۔"

جسونت نے کہا "کلپنا! میں ایک ہی بات جانتا ہوں اور وہ یہ کہ تجھے ہر حال میں حاصل کروں گا۔ میرے راستے میں چاہے تیری ٹیلی پیتھی آئے یا کسی اجنبی کی۔"

"یعنی دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان رہے گا؟ ایک طرف کنواں اور ایک طرف کھائی' سوچ لے میرے بھائی۔"

جسونت پال نے غصے سے کھڑکی بند کردی۔ کلپنا نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ مگر اس کے قہقہے گونجنے لگے۔

دو گھنٹے بعد پورس بوڑھی محبوبہ اور کرشمہ کے ساتھ وہاں گیا۔ جسونت پال اپنی ماں کے قدموں میں جھک کر بولا "ماں! پہلے میری پریشانی دور کرو۔ اس کے اندر گھسی ہوئی آتما نے میری نیندیں اڑادی ہیں۔ ماں!"

پورس نے کہا "ماں نہیں سسٹر۔"

"ابے چپ! تو کون ہے؟"

جمنا نے کہا "یہ تمہارا ہونے والا باپ ہے۔ باپ کو ابے نہیں کہتے۔"

پورس نے کہا "اور بہنوئی کو بھی ابے نہیں کہتے۔"

کرشمہ نے غصے سے پوچھا "اے! اس بات کا مطلب کیا ہے؟"

"مطلب صاف ہے۔ کبھی تو تمہارے بھائی کا ایک بہنوئی آئے گا۔ ایڈوانس میں سمجھا رہا ہوں۔"

جسونت پال نے پوچھا "یہی وہ مصیبت ہے؟"

پورس نے کہا "سالے! اپنے ہونے والے وہ کو مصیبت نہیں کہتے۔"

کرشمہ نے کہا "دیکھو بھیا! یہ تمہیں سالا کہہ رہا ہے۔ مجھ پر نیت خراب کررہا ہے۔"

پورس نے کہا "بھیا! تم میری نیت کا حساب کرو گے تو وہ آتما تمہاری کلپنا پر نیت خراب کرتی رہے گی۔"

جسونت نے چونک کر کہا "ارے ہاں' میں کرشمہ کے جھگڑے میں کلپنا کو بھول گیا تھا۔ ماں تم کلپنا کے پاس چلو۔"

وہ ماں کا ہاتھ پکڑ کر جانے لگا۔ پورس نے کرشمہ سے کہا "بھائی ایسے ہوتے ہیں۔ اپنا مال حاصل کرنے کے لیے بہن کو میرے پاس چھوڑ گیا ہے۔"

وہ اسے غصے سے دیکھ کر ماں اور بھائی کی طرف جانے لگی۔ جسونت پال نے اس کمرے کی کھڑکی کھولی' جہاں کلپنا کو قید کیا گیا تھا۔ وہ کھڑکی سے نظر نہیں آرہی تھی۔ جسونت پال نے آواز دی "تم کہاں ہو؟ کھڑکی کے پاس آؤ۔"

کلپنا اس کے منتروں سے نجات پاتے ہی کھڑکی کے پاس کمرے کے اندر خاموشی رہی۔ اس نے کہا "کلپنا! بہت مہاشکتی مان ماتا جی آئی ہیں۔ سامنے آؤ۔"

"وہ نہیں آئی۔" جمنا نے کہا "کہیں وہ بھاگ تو نہیں گئی؟"

پورس نے کہا "نہیں۔ وہ اندر ہے۔"

کرشمہ نے گھور کر پوچھا "تم کیسے جانتے ہو؟"

"عقل سے سمجھو' وہ کمرے میں نہیں ہے۔"

مطلب ہے' یہ اس کے ٹائلٹ جانے کا وقت ہے۔"

"میں تو تم سے بول کر پچھتاتی ہوں۔"

جسونت نے پوچھا "ماں! تم اسے کہاں سے پکڑ لائیں؟"

جمنا نے کہا "تم بھائی بہن کے پاس عقل نام کی چیز نہیں ہے۔ یہ شہباز کتنی عقل کی بات کہہ رہا ہے۔ یہ دروازہ بھاگنے کا کوئی دوسرا دروازہ نہیں ہے۔ وہ اندر ٹائلٹ میں ہے۔"

اسی وقت کلپنا تولیے سے منہ ہاتھ پونچھتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی پھر بولی "یہاں بھیڑ کیوں لگائی ہے۔"

پورس کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا۔ ایک دیوار ٹیک لگا کر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا کلپنا کے اندر

جسونت نے کہا "ماں! یہی کلپنا ہے۔ میں چٹکی اسے اپنے قابو میں کرسکتا ہوں لیکن اس کے اندر اور کالا جادو جاننے والی آتما چھپی ہوئی ہے۔"

جمنا قہر آلود نظروں سے کلپنا کو گھور رہی تھی اور کوئی منتر پڑھتی جارہی تھی۔ کلپنا محسوس کررہی تھی کہ نگاہیں جمنا کی آنکھوں سے چپک کر رہ گئی ہیں۔ اس بھیا کہہ رہا تھا "کلپنا! اس سے آنکھیں نہ ملاؤ۔ اپنی ہٹاؤ۔ میں تمہارے دماغ میں توانائی پیدا کررہا ہوں۔ سمجھو۔ میں تمہاری آتما بن گیا ہوں۔ تم مجھ سے بھیا کوشش کررہا تھا۔ ایک طرف سے وہ ٹیلی ہو کر زندہ نہیں رہ سکو گی۔ یہ جسونت کی چڑیل ماں مجھے ذریعے اس کے دماغ پر قبضہ جمانے کی کوشش کررہی ہے۔ دوسری طرف جمنا نے اپنی آنکھوں سے اور منتروں کے دماغ کو جکڑ لیا تھا۔ بھیا پریشان ہو کر کہہ رہا تھا۔ "میں نے اس چڑیل کی آواز نہیں سنی ہے۔ سن لوں تو اسے منتر پڑھنے سے روک دوں گا۔"

پورس نے فوراً ہی جمنا کے دماغ میں چھلانگ لگا دی۔ زلزلہ پیدا کیا۔ جمنا یکبارگی چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ ہاتھوں سے سر کو تھام کر ڈگمگانے لگی۔ جسونت سنبھالتا تو وہ فرش پر گر پڑتی۔

کلپنا اس کے اندر آکر پہلے یہ معلوم کیا کہ وہ کس پائے کی جادوگرنی ہے۔ اس کا دماغ وقتی طور پر کمزور ہوگیا۔ بھیا نے نہ کیا گیا تو وہ بھیا پر حاوی ہوجائے گی۔ اس کے کالے کا توڑ کرکے اسے کلپنا کے اندر ہمیشہ کے لیے جادو سے خالی دے گی۔ اپنے بیٹے جسونت کی داشتہ بنادے گی۔

جسونت نے پوچھا "ماں تمہیں کیا ہوگیا ہے؟"

جمنا نے کہا "کچھ نہیں' اس لڑکی کے اندر چھپی ہوئی مانے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ آج میں آدھی رات کو ایک ایک عمل کروں گی۔ اس آتما کو ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کردوں گی۔"

بھیا نے کہا "چڑیل! میری ٹیلی پیتھی تجھے عمل نہیں اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی جمنا نے سانس لی۔ بھیا کی سوچ کی لہریں دماغ سے نکل گئیں۔ وہ اس وقت اپنے اندر ڈوب کر منتر پڑھ رہی تھی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو بھی اپنے اندر سے نکال سکتی تھی پاس آئی پھر بولی "یہاں بھیڑ کیوں لگائی ہے۔"

پورس کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا۔ ایک دیوار ٹیک لگا کر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا کلپنا کے اندر

جمنا کی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس کیا تھا اور سوچا تھا کہ عمل مکمل ہوتے ہی سانس روک لے گی۔ اس سے پہلے ہی جسونت نے کہا "ماں! یہی کلپنا ہے۔ میں چٹکی اسے اپنے قابو میں کرسکتا ہوں لیکن اس کے اندر اور کالا جادو جاننے والی آتما چھپی ہوئی ہے۔"

جمنا قہر آلود نظروں سے کلپنا کو گھور رہی تھی اور کوئی منتر پڑھتی جارہی تھی۔ کلپنا محسوس کررہی تھی کہ نگاہیں جمنا کی آنکھوں سے چپک کر رہ گئی ہیں۔ اس بھیا کہہ رہا تھا "کلپنا! اس سے آنکھیں نہ ملاؤ۔ اپنی ہٹاؤ۔ میں تمہارے دماغ میں توانائی پیدا کررہا ہوں۔ سمجھو۔ میں تمہاری آتما بن گیا ہوں۔ تم مجھ سے بھیا کوشش کررہا تھا۔ ایک طرف سے وہ ٹیلی ہو کر زندہ نہیں رہ سکو گی۔ یہ جسونت کی چڑیل ماں مجھے ذریعے اس کے دماغ پر قبضہ جمانے کی کوشش کررہی ہے۔ دوسری طرف جمنا نے اپنی آنکھوں سے اور منتروں کے دماغ کو جکڑ لیا تھا۔ بھیا پریشان ہو کر کہہ رہا تھا۔ "میں نے اس چڑیل کی آواز نہیں سنی ہے۔ سن لوں تو اسے منتر پڑھنے سے روک دوں گا۔"

پورس نے فوراً ہی جمنا کے دماغ میں چھلانگ لگا دی۔ زلزلہ پیدا کیا۔ جمنا یکبارگی چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ ہاتھوں سے سر کو تھام کر ڈگمگانے لگی۔ جسونت

نہیں دو گے۔"

"میں تمہیں ملنے دوں گا۔"

"جھوٹ بولتے ہو۔ تم کہہ چکے ہو کہ تم ایک مرد ہو۔ میں اپنے منوہر کے ساتھ سہاگ رات مناؤں گی تو تمہاری مردانگی کو ٹھیس پہنچے گی۔ تم اپنی آبرو لٹنے نہیں دو گے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔ میں تمہیں منوہر تو کیا' کسی بھی مرد کے سائے میں آنے نہیں دوں گا۔"

"اور تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے کام آؤں۔ ویسے بھی تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغ پر حاوی ہوجاتے ہو۔"

"بات مانو گی تو ضرور مانوں گی۔ میرے مزاج کے خلاف کچھ منواؤ گے تو جان دے دوں گی۔"

"معمولی سی بات ہے۔ تم جسونت کو خوش فہمی میں مبتلا کرو۔ اس کے بیڈ روم میں جاؤ۔"

"ہرگز نہیں۔"

"پہلے پوری بات سنو۔ میں تمہاری عزت پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ اب تو ہم دونوں کی عزت آبرو ایک ہی ہے۔"

"تم کچھ بھی کہو۔ میں یہ نہیں کروں گی۔ تم مجھے مجبور کرکے وہاں پہنچاؤ گے تو میں موقع پاتے ہی خودکشی کرلوں گی۔"

"تم بہت ضدی ہو۔ مجھے مجبور کررہی ہو۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ مجھے تمہارا جسم چھوڑ کر جانا ہی ہوگا۔"

بھیا خاموش ہوگیا۔ پورس نے کرشمہ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ لانگ ڈرائیو سے تھکی ہوئی تھی۔ اپنے بیڈ روم میں جاکر سوگئی تھی۔ پورس کی سوچ کی لہروں کے باعث نیند میں کسمسانے لگی۔ اس نے کرشمہ کی آواز اور لہجے کے مطابق اس کی سوچ میں کہا "کوئی نہیں ہے' میری اپنی سوچ ہے۔ مجھے آرام سے سونا چاہیے۔"

وہ رفتہ رفتہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ پورس تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کرنے لگا۔ کسی اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کرشمہ سے کہا تھا کہ آج رات آئے گا پھر اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنالے گا۔ رات ابھی دور تھی۔ وہ تھکی ہوئی تھی۔ دن کو سو رہی تھی۔ پورس کو اس پر عمل کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

اس کام سے نمٹ کر وہ بھی سونا چاہتا تھا۔ پدمنی دو نوکروں کے ساتھ کھانے کی بڑی سی تھالی اور پانی وغیرہ لے آئی۔ اسے بھوک لگ رہی تھی۔ وہ کھانے لگا۔ دونوں نوکر چلے گئے۔ پدمنی کھڑی رہی۔ پورس نے کہا "بیٹھ جاؤ۔"

وہ بولی "مالکوں اور مہمانوں کے سامنے ہم کھڑے رہتے

ہیں۔ آپ کھائیں۔ کم پڑے گا تو اور لے آؤں گی۔"

"مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں بیٹھ کر کھاتا رہوں اور تم کھڑی رہو۔ میں حکم دے رہا ہوں' بیٹھ جاؤ۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولی "آپ بہت اچھے ہیں۔ ممبئی سے آتے وقت بڑا مزہ آیا۔ آپ بڑی مالکن کو بڑھاپے کا طعنہ دے رہے تھے مگر مالکن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ آپ کی باتیں ان کے سر سے گزر رہی تھیں۔"

"تم سمجھ رہی تھیں۔ بھئی تم تو ان ماں بیٹی سے زیادہ سمجھ دار ہو۔"

"ماں بیٹی ناسمجھ نہیں ہیں۔ وہ تو مالکن کے سر پر جوانی کا بھوت سوار ہے۔ آپ کے عشق میں آپ کے طعنوں کی پروا نہیں کر رہی ہیں۔"

"اور کرشمہ؟"

"میں کرشمہ کی رازدار ہوں۔ وہ مجھ سے تنہائی میں کہہ رہی تھی کہ آپ بہت چالاک ہیں۔ بیٹی کے قریب رہنے کے لیے ماں کو فریب عشق دے رہے ہیں۔"

"رازدار ہو تو سچ بتاؤ۔ میرے بارے میں کرشمہ کی کیا رائے ہے؟"

"تم اتنے لمبے تڑنگے سندر سندر ہیرو ہو۔ پتا نہیں تمہیں دیکھ کر کتنی لڑکیاں آہیں بھرتی ہوں گی۔"

"میں کرشمہ کی آہیں سننا چاہتا ہوں۔"

"نہیں سن پاؤ گے۔ وہ دل کی بات دل میں چھپا کر رکھتی ہے۔ تمہیں بس یونہی غصہ دکھاتی ہے۔"

"پدمنی! تم نے دل خوش کردیا۔ اب تو میں پیر پھیلا کر گھنٹوں سوتا رہوں گا۔"

وہ کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا۔ پدمنی تھال اٹھا کر بولی "آپ سے بنتی (التجا) ہے۔ آپ میری باتیں کرشمہ سے نہیں کریں گے۔"

پورس نے وعدہ کیا۔ وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ پورس واش روم میں آیا پھر واپس کمرے میں آکر اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر بستر پر لیٹ کر تھوڑی ہی دیر میں گہری نیند سو گیا۔

چار گھنٹے بعد آنکھ کھلی۔ رات ہو گئی تھی۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد انیکسی سے باہر آیا۔ انیکسی اور کوٹھی کے درمیان باغیچے میں آرام دہ کرسیاں اور میزیں رکھی ہوئی تھیں۔ جمنا اور جسونت کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کرشمہ ایک جھولے پر بڑے کافرانہ انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔ جھولا بہت آہستہ آہستہ اس کی جوانی کو جھلا رہا تھا۔ پورس کو آتے دیکھ کر وہ اٹھ گئی۔ اسے بڑی چاہت سے زیر لب مسکرا کر دیکھنے لگی۔ پورس کے تنویمی عمل کا ردعمل تھا۔ جمنا نے اپنی کرسی سے اٹھ کر کہا "آؤ شہباز! ابھی میں تمہاری ہی باتیں کر رہی تھی تم تو گھوڑے بیچ کر سوتے رہے ہو۔"

وہ چور نظروں سے کرشمہ کو دیکھ کر بولا "میں اتنی دیر نہیں سونا چاہتا تھا مگر کوئی خواب میں آگئی تھی۔ میں اسے آنکھوں میں بند کیے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔ آنکھیں کھولو۔ میں بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

جمنا نے خوش ہو کر کہا "ہاں۔ میں بڑی دیر سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ کرشمہ سے پوچھ لو۔"

پورس نے کہا "پوچھنا کیا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کرشمہ بھی اتنی ہی دیر سے انتظار کر رہی ہے۔"

جسونت نے کہا "مسٹر شہباز! میری بہن کبھی انتظار نہیں کرتی۔ کبھی کسی کو لفٹ نہیں دیتی۔"

"جسونت! کوئی بہن اپنے بھائی سے پوچھ کر کسی کو لفٹ نہیں دیتی۔ مشکل یہ ہے کہ لڑکی چھپ کر محبت کرتی ہے۔ بزرگ برا بھلا کہتے ہیں۔ بلکہ صرف برا ہی کہتے ہیں۔ کوئی پوچھ کر کسی سے محبت کرے تو باپ اور بھائی کی اجازت نہیں دیتی۔ ہائے بے چاری لڑکی کیا کرے؟"

جمنا نے کہا "شہباز! تم بڑی سچی اور کھری باتیں کرتے ہو مگر ہم ایسے نہیں ہیں۔ ہم نے کرشمہ کو آزادی دی۔ جسے چاہے' اپنا جیون ساتھی بنالے۔"

جسونت نے کہا "ہم نے بچپن سے آج تک کبھی کسی من مانی سے نہ روکا ہے' نہ ٹوکا ہے۔"

پورس نے کہا "تم ماں بیٹے کتنے فراخ دل ہو' دل چاہتا ہے۔ کم آن کرشمہ! اپنے دل کی بات زبان پر لاؤ۔ اپنی پسند بتاؤ۔"

کرشمہ نے پریشان ہو کر ماں کو اور بھائی کو دیکھا پھر کتے ہوئے ہچکچانے لگی۔ پورس اس کے اندر کی کیفیت سوچ رہی تھی' کوئی دوسری بات شروع کرکے اس کی مدد دے گی لیکن پورس نے اس کے اندر تحریک پیدا کرنے کا اختیار بول پڑی "میں شہباز کو چاہتی ہوں۔ I LOVE HIM۔"

جمنا اور جسونت دونوں ہی کرسی سے اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ جمنا غصے سے بولی "یہ کہتے ہوئے تجھے شرم نہیں آرہی ہے۔ جسے میں تیرا باپ بنانا چاہتی ہوں' اس سے عشق کرنے کی بات کر رہی ہے۔ تجھے چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیے۔"

وہ پورس کی مرضی کے مطابق بولی "شرم تمہیں آنی چاہیے۔ تمہاری عمر پچاس برس سے اوپر ہے اور پچیس برس کے جوان کو پھانس رہی ہو۔"

"بکواس مت کر۔ میں پچاس برس کی نہیں ہوں۔ میں بوڑھی نہیں ہوں۔ کیا اندھی ہوگئی ہے؟ میں جوان نظر نہیں آرہی ہوں۔"

جسونت نے کہا "ماں! یہ نادان ہے۔ مکار تو یہ ہے' یہ ہماری کرشمہ کو مکاری سے پھانس رہا ہے۔"

جمنا نے کہا "شہباز! تم اس نادان لڑکی سے کہہ دو کہ مجھ سے عشق کرتے ہو اور میرے لیے یہاں آئے ہو۔"

"سوری' ہر نوجوان شیش محل کے خواب دیکھتا ہے۔ کوئی کھنڈر میں رہنا نہیں چاہتا۔ تم نے بڑھاپے کے کھنڈر پر فریب جوانی کا شیش محل بنا رکھا ہے۔ کوئی اندھا دھوکا کھا سکتا ہے۔ میں آنکھ والا ہوں۔"

وہ غصے سے بولی "تم۔ تم دھوکے باز! اب سمجھ میں آرہا ہے۔ میری بیٹی کو پھانسنے کے لیے مجھے دھوکا دیتے رہے ہو۔"

پورس نے کہا "دھوکا تم دے رہی ہو۔ اپنے آپ کو دے رہی ہو۔ دنیا کی ہر ماں مقدس اور قابل احترام ہوتی ہے۔ ایک ماں کے دل سے سوچو۔ اپنی عظمت کو پہچانو۔ مائیں بچوں کے لیے قربانیاں دیتی ہیں۔ تم ممتا کے خزانے سے بیٹی کو کیا دو گی؟"

"میں اپنی بیٹی کو اپنا سب کچھ دوں گی مگر تمہارے جیسا بدمعاش جیون ساتھی نہیں دوں گی۔ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ میں تمہیں بھیانک سزا دوں گی۔"

جسونت نے کہا "ماں! تم اسے اپاہج بنانے یا مار ڈالنے کے لیے پتا نہیں کب تک منتر پڑھتی رہو گی۔ میں ابھی ایک منٹ میں اس کا سر توڑ ڈالوں گا۔"

اس نے یہ کہتے ہوئے پورس پر چھلانگ لگائی۔ پورس غافل نہیں تھا۔ اچھل کر ایک طرف ہوگیا۔ وہ چھلانگ لگا کر ایک خالی جگہ گھاس پر گر پڑا پھر فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ کرشمہ نے آگے بڑھ کر کہا "بھیا! تم میرے ذاتی معاملے میں اتنا غصہ کیوں دکھا رہے ہو؟ اگر میری محبت بے غیرت ہے تو اس عمر میں ماں کا عشق کیا ہے؟"

"بکواس مت کر۔" جسونت نے اسے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ اس سے پہلے ہی پورس نے گھوم کر اسے کک ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ جمنا نے بٹے کٹے پہلوانوں جیسے نوکروں سے کہا "یہ مہمان نہیں' شیطان ہے۔ اسے مارو۔ اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر یہاں سے دور پھینک دو۔"

چار ملازم دوڑتے ہوئے آئے۔ کرشمہ نے کہا "رک جاؤ۔ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔"

ایک ملازم نے کہا "مگر چھوٹی مالکن! ہم تو بڑی مالکن کا نمک کھاتے ہیں۔ ہمیں ان کا حکم ماننا پڑے گا۔"

کرشمہ نے پوچھا "کہاں ہے تمہاری بڑی مالکن؟ یہ تو ایک جوان عورت ہے۔ تمہاری بڑی مالکن جوان ہے یا بوڑھی؟"

ان ملازموں نے کہا "ہماری مالکن بوڑھی ہیں۔ مگر وہ بدمنی کہہ رہی تھی کہ یہ باہر ملک سے جوان بن کر آئی ہیں۔ آپ نے بھی انہیں رہنے کے لیے بڑی مالکن کا کمرا دیا ہے۔"

جمنا نے کہا "ارے گدھو! اس لڑکی کی باتوں میں نہ آؤ۔ اپنے مالک کو بچاؤ۔"

ان کی باتوں کے دوران میں پورس' جسونت کی پٹائی کر رہا تھا۔ ایک ملازم نے کہا "ہمیں اپنے مالک کو بچانا چاہیے۔"

وہ پورس پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ کرشمہ نے بڑھ کر لگا کر اسے کراٹے کا ایک ہاتھ مارا۔ وہ ذرا پیچھے گیا۔ کرشمہ نے پینترا بدلتے ہوئے پوچھا "اپنی چھوٹی مالکن پر حملہ کرنے اور کون آئے گا؟"

جس ملازم نے مار کھائی تھی۔ وہ بھی آگے نہیں آیا۔ مالکن بڑی ہو یا چھوٹی وہ حملہ نہیں کرسکتے تھے۔ وہ دور کھڑے رہے۔ جمنا نے غصے سے کہا "تو بہن نہیں' دشمن ہے' بھائی کے مار کھانے کا تماشا دیکھ رہی ہے۔"

"بھائی اپنی مرضی سے مار کھانے گیا ہے۔ شہباز نے اسے چیلنج نہیں کیا تھا۔ تم بیٹے سے کہو لڑائی ختم کرے۔"

جمنا نے بیٹے کو آواز دی "جسونت! جھگڑا ختم کرو۔ یہاں آجاؤ۔ میں اس مکار دھوکے باز کو ختم کروں گی۔"

ایسے وقت جسونت نے دونوں ہاتھوں سے ایک بڑا پتھر اٹھا لیا تھا۔ آگے بڑھ کر وہ پتھر پورس کے سر پر مارنا چاہتا تھا۔ زخمی ہونے کے باعث وہ پورس کو اپنے دماغ کے اندر محسوس نہ کرسکا۔ پورس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ہاتھوں کی گرفت کو ڈھیلا کیا۔ وہ بڑا بھاری بھرکم پتھر ہاتھوں سے چھوٹ کر اس کے سر پر گرا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی پھر وہ گھاس پر گر کر تڑپنے لگا۔ جمنا دوڑتی ہوئی بیٹے کے پاس آئی۔ زمین پر بیٹھ کر اس کے بازوؤں کو تھام کر بولی "ارے دوڑو! ڈاکٹر کو بلاؤ۔ فرسٹ ایڈ باکس لاؤ۔"

دو ملازم دوڑتے ہوئے کوٹھی کے اندر گئے۔ کرشمہ نے بھائی کے پاس آکر زمین پر بیٹھ کر کہا "بھیا! یہ تم نے کیا کیا۔ اتنا بڑا پتھر اٹھا نہیں سکتے تھے پھر کیوں اٹھایا؟"

جسونت میں اب تڑپنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ اس کا جسم ہولے ہولے یوں جھٹکے کھا رہا تھا جیسے آخری ہچکیاں لے رہا ہو پھر ایک دم سے وہ ساکت ہوگیا۔ جمنا نے چیختے ہوئے اس کے سینے پر کان لگا کر سنا۔ کرشمہ اس کی نبض ٹٹولنے لگی۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ نبض ڈوب گئی تھی۔ دھڑکنیں خاموش ہوگئی تھیں۔

جمنا اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ پورس دور کھڑا ہوا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے جسونت کی موت کا یقین کرچکا تھا۔ جمنا دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ شہباز نے اس کے بیٹے کو ہلاک کیا ہے۔ وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ کرشمہ نے کہا "تمہیں بیٹے کی موت کا صدمہ ہے۔ مگر شہباز کو الزام نہ دو۔"

"چپ رہ بے شرم! بھائی کی لاش کے پاس بیٹھ کر قاتل کی حمایت کررہی ہے۔ دور ہوجا میری نظروں سے۔"

وہ پھر بیٹے سے لپٹ کر اس کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگی پھر اچانک ہی وہ رونا بھول گئی۔ بیٹے کے سینے پر سر تھا اور دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو جسونت پلکیں جھپکاتا ہوا خلا میں تک رہا تھا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ وہ خوشی سے چیخیں مار کر بیٹے کے چہرے پر جھک کر اسے چومنے لگی۔

کرشمہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہنے لگے۔ ایک ملازم فرسٹ ایڈ باکس لے آیا تھا۔ وہ باکس کھول کر بھائی کے سر کے زخم صاف کرنے اور مرہم پٹی کرنے لگی۔ جسونت اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

اسی وقت پدمنی دوڑتی ہوئی کوٹھی کے باہر آئی پھر بولی "وہ... وہ کلپنا کھڑکی سے کہہ رہی تھی کہ وہ اپنی جان دے رہی ہے۔ اس کی لاش کو کمرے سے نکالا جائے۔ یہ کہتے ہی وہ زمین پر گر کر مرگئی۔ میں نے بار بار آوازیں دیں۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مرچکی ہے۔"

پورس نے فوراً ہی کلپنا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ بھیما وہاں سے یہاں ٹرانسفار ہوگیا تھا۔

○☆○

چین سیاسی مسائل میں گھرا ہوا تھا۔ دنیا جہان کے جاسوس اور سیکرٹ ایجنٹس چین کے چھوٹے بڑے شہروں میں پھیلے ہوئے تھے۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ ان کا ایک دوسرے سے خفیہ رابطہ رہتا تھا۔ وہ اس قدر منظم تھے کہ انہیں بے نقاب کرنا مشکل ہوتا تھا۔

کبھی کبھی کوئی جاسوس پکڑا جاتا تھا لیکن چین کی پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے محفوظ رہنے والے دشمن سراغ رسانوں کی تعداد زیادہ تھی۔

احمد زبیری کے چکر میں پھنسنے والی ماریا کا تعلق یوکے سے تھا۔ وہ لندن سے تائیوان گئی تھی پھر وہاں سے بیجنگ آئی ہوئی تھی۔ پورا ہانگ کانگ اور مکاؤ کا علاقہ چین کا حصہ تھا لیکن پچھلی صدی سے برطانیہ اور دوسری بیرونی طاقتوں کے زیر اثر تھا۔ ایک صدی بعد ان علاقوں کو آزادی حاصل ہوئی تھی۔ کسی جنگ و جدل اور خون خرابے کے بغیر ہانگ کانگ اور مکاؤ چین کو واپس مل گئے تھے۔

اسی طرح تائیوان بھی چین کا ایک حصہ تھا لیکن یہ ابھی تک پوری طرح چین میں شامل نہیں ہوا تھا۔ امریکا جس طرح لاؤس، کمبوڈیا اور جنوبی کوریا پر مسلط رہنا چاہتا تھا، اسی طرح وہ تائیوان پر بھی مسلط رہنے کی کوششیں کررہا تھا۔ ان کوششوں کے نتیجے میں وہاں کئی گروہ پیدا ہوگئے۔ وہ اپنے حمایتی گروہ کو مالی امداد اور جدید اسلحہ پہنچاتے رہتے تھے۔

اس سلسلے میں چین کی پالیسی کیا ہے؟ وہ تائیوان کو اپنے ملک کا ایک حصہ بنا کر رکھنے کے لیے کیسی کیسی خفیہ چالیں بنا رہا ہے، یہ معلوم کرنے کے لیے امریکا اور یورپ کے جاسوس تائیوان کے راستے چین میں داخل ہوتے رہتے تھے۔

دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو احمد زبیری پر شبہ ہوا تھا۔ اپنے شبہات کی تصدیق کے لیے انہوں نے زبیری کے خیالات پڑھے تھے پھر وہ مطمئن ہوگئے تھے کہ زبیری ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ اور نہ ہی سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے بیجنگ آیا ہوا ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے، ان کے دماغوں پر بڑی چالبازی سے مائیکرو فلم کو چھپا سکتی تھی۔ لیکن ٹیلی پیتھی کو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے غیر معمولی بنا دیا گیا تھا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں آسانی سے پہنچ سکتے تھے لیکن ان کے چور خیالات پڑھ کر ان کی اصلیت معلوم نہیں کرسکتے تھے۔ احمد زبیری اپنے پاسپورٹ کے مطابق ازبکستان کا باشندہ تھا۔ ایک امیر کبیر باپ کا بیٹا تھا اور ہیلی فون کی گھنٹی نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس نے فون اٹھا کر ریسیور کان سے لگاتے ہوئے پوچھا "ہیلو۔ کون؟"

دوسری طرف سے اجنبی کی آواز سنائی دی "بہت چالاک بن رہی ہو۔ تم نے اپنے دماغ کو لاکڈ کرالیا ہے۔"

ماریا نے کہا "میں تمہاری آواز پہچان رہی ہوں۔ تم وہی ہو، جو میرے دماغ میں آکر بول رہے تھے۔ بائی داوے کیا میرا دماغ لاکڈ ہے؟ کیا تم میرے اندر نہیں آسکو گے؟"

"کیوں خوا مخواہ انجان بن رہی ہو؟ ویسے اب میں تمہارے دماغ میں آنا ضروری نہیں سمجھتا۔ میں تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا ہوں۔ ابھی ڈنر کے وقت تم ایک اہم مائیکرو فلم حاصل کرنے والی ہو۔ وہ فلم میں حاصل کروں گا۔ جانتی ہو کیسے؟"

"بتانا چاہو تو بتا دو۔ کیسے حاصل کرو گے؟"

"تمہارا دماغ مقفل ہوچکا ہے۔ میں تمہارے اندر نہیں آسکوں گا لیکن اس ریکارڈ کیپر کے دماغ میں گھس کر تم سے پہلے وہ فلم حاصل کرلوں گا۔"

"ریکارڈ کیپر کے دماغ میں پہنچنے کے لیے تم اس کی آواز اور لہجے کو سنو گے اور سننے کے لیے تم یا تمہارا کوئی آلہ کار اس کے قریب آئے گا۔ میں درست کہہ رہی ہوں نا؟"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ کیا میرے آلہ کار کو کبھی اس کے قریب آنے نہیں دو گی؟"

"آنے دوں گی مگر زندہ نہیں جانے دوں گی۔ میرے خیالات نے تمہیں بتایا ہوگا کہ میں کتنی ضدی، خطرناک اور چال باز ہوں۔"

"تم ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد ڈائننگ ہال میں آؤ گی۔ میں دیکھوں گا کہ کتنے پانی میں ہو۔"

دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ وہ ریسیور رکھ کر سوچ میں پڑگئی۔ سوچنا اور سمجھنا یہ تھا کہ وہ مائیکرو فلم دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے پہلے کس طرح حاصل کرے گی اور کس طرح دشمن سے اسے چھپا کر رکھے گی۔

ایک گھنٹے بعد اس نے برفانی علاقے کی مناسبت سے بہترین لباس پہنا اور اس لباس کے اوپر اخبار سے تیار کیا ہوا ایک لباس پہن لیا۔ فون پر اطلاع ملی تھی کہ وہ ریکارڈ کیپر آچکا ہے اور ویزیٹرز لابی میں انتظار کررہا ہے۔ وہ لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور پر آئی تو سب ہی کی نگاہوں کا مرکز بننے لگی۔

یوں تو دنیا میں نت نئے فیشن آتے رہتے ہیں لیکن یہ کاغذی لباس کا فیشن بالکل انوکھا تھا۔ ویزیٹرز لابی میں چینی عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے تھے، وہ سب اسے دیکھ کر تالیاں بجانے لگے۔ مسکرا کر کہنے لگے "ATTRACTIVE"

اور وہ مطمئن ہوگئے۔

ماریا شام کو نیند سے بیدار ہوئی۔ اسے یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے اور اس کے دماغ کو مقفل کردیا گیا ہے۔ اس نے ہوٹل کے ایک ملازم کو پچھلے ایک ہفتے کے اخبارات لانے کو کہا۔ وہ چلا گیا۔ ماریا اب زبیری کے سامنے نہیں جانا چاہتی تھی۔ یہ سوچ کر شرمانے لگتی تھی کہ زبیری کو بے لباس نظر آتی ہے۔

وہ کبھی یقین نہ کرتی کہ زبیری کی آنکھیں ایکسرے کی طرح دیکھ لیتی ہیں لیکن اس نے لباس کے اندر کی ایسی باتیں بتائی تھیں، جنہیں کوئی دوسرا نہیں جانتا تھا۔ ماریا کو یقین آگیا۔ اس یقین کے بعد وہ اس کی طرف مائل ہوگئی۔ دل نے کہا "زندگی میں آنے والا کوئی ایک ایسا ہوتا ہے، جو اپنی عورت کو سر سے پاؤں تک دیکھتا ہے۔ زبیری نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ اب میں کسی دوسرے کو اپنی زندگی میں نہیں آنے دوں گی۔"

ملازم ڈھیر سارے اخبارات اور سوئی دھاگا لے آیا۔ وہ ان اخباروں کا لباس تیار کرنے بیٹھ گئی۔ زبیری نے کہا تھا کہ اسے لباس کے آر پار نظر آتا ہے۔ کاغذ کے آر پار نظر نہیں آتا اگر وہ کپڑے کے لباس کے اوپر کاغذ کا لباس پہن لے گی تو وہ کچھ نہیں دیکھ سکے گا۔

اس رات ڈنر کے لیے کمرے سے نکلنا ضروری تھا۔ وہ سوچ رہی تھی، کمرے سے باہر جائے گی تو کاغذ کے لباس میں تماشا بن جائے گی اور باہر نکلنا اس لیے ضروری تھا کہ اس نے وزارت خارجہ کے ایک ریکارڈ کیپر کو پھانس رکھا تھا۔ وہ ریکارڈ کیپر تائیوان کے سلسلے میں مائیکرو فلم کے ذریعے اہم معلومات فراہم کرنے والا تھا۔

اس کے لیے یہ بات پریشان کن تھی کہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہر اس کے دماغ میں آئے گا۔ اور اس مائیکرو فلم کی اہمیت کو سمجھتے ہی اس سے چھین لینے کی کوشش کرے گا۔ ویسے وہ دلیر تھی ایک نہیں کئی دشمنوں کا مقابلہ کرسکتی تھی۔ کاغذ کا لباس تیار کرنے کے دوران میں اس نے دو بار بے چینی محسوس کی اور چند سیکنڈ کے لیے سانسیں روک نہیں کرسکتے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ایسا کیوں ہورہا ہے؟ پھر تفریح کی غرض سے چین آیا ہوا تھا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو اس کے چور خیالات سے یہی معلومات حاصل ہوئی تھیں۔

"WONDER FUL' EXTRA ORDINARY"۔

وہ مسکرانے لگی۔ یہ دیکھ کر خوش ہونے لگی کہ کوئی اس کا مذاق نہیں اڑا رہا ہے۔ تعلیم یافتہ اور مہذب افراد کی سوسائٹی میں ہر نئے خیال کی' ہر نئی تخلیق کی پذیرائی ہوتی ہے۔ ریکارڈ کیپر نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ پھر کاغذ کی ایک پرچی اس کی طرف بڑھائی۔ اس نے پرچی لے کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا "میڈم! پتا نہیں مجھے کیا ہوا ہے ابھی پندرہ منٹ پہلے میری آواز بند ہوگئی ہے۔ میں بولنے کی بہت کوشش کر رہا ہوں مگر بول نہیں پا رہا ہوں۔ حلق سے آواز ہی نہیں نکل رہی ہے۔ آپ مجھ سے مل کر مایوس ہوں گی اور خوش بھی ہوں گی کیونکہ آپ کی مطلوبہ چیز لے آیا ہوں۔"

ماریا نے اسے پڑھا پھر خوش ہو کر کہا "یہ تو کمال ہوگیا۔ میں چاہتی تھی' دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کی آواز نہ سنے۔ اب اس کا باپ بھی نہیں سن سکے گا۔"

ہوٹل کے ایک ملازم نے آکر ریکارڈ کیپر سے پوچھا "سر! آپ کچھ پینا پسند فرمائیں گے۔"

وہ بول نہیں سکتا تھا۔ اس نے انکار میں سر ہلایا۔ ملازم نے پوچھا "اسٹیکس؟"

اس نے پھر انکار میں سر ہلایا۔ ملازم نے پھر پوچھا "میرے لائق کوئی خدمت؟"

ماریا نے پوچھا "کیا تم ان کے منہ سے آواز سننا چاہتے ہو؟"

ملازم نے کہا "میڈم! میں اتنا کچھ پوچھ رہا ہوں۔ انہیں جواب تو دینا چاہیے۔"

ماریا نے کہا "جو تمہارے اندر چھپا ہوا ہے' اس سے کہہ رہی ہوں کہ گونگے نہیں بولتے۔ آواز سننے کی حسرت دل ہی میں رہ جائے گی۔"

ملازم خاموشی سے سر جھکا کر جانے لگا پھر اچانک ہی اس نے پلٹ کر ماریا کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ وہ اس کے ہاتھ سے اس پرچی کو جھپٹ لینا چاہتا تھا۔ ماریا نے ایک الٹا ہاتھ اسے رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر ایک صوفے سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ عورتیں اور مرد انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ہوٹل کا منیجر اور چند ملازمین آگئے۔ ماریا نے کہا "آپ کا یہ ملازم بدتمیزی کر رہا تھا۔"

بے چارہ ملازم پریشان تھا۔ وہ فرش سے اٹھتے ہوئے بولا "سر! میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے ایسی حرکت کیوں کی؟ آپ جانتے ہیں' ہوٹل میں میرا سروس ریکارڈ بہت اچھا ہے۔ میں میڈم سے معافی چاہتا ہوں۔"

ماریا نے منیجر سے کہا "اسے معاف کردیں' مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

وہ ریکارڈ کیپر کے ساتھ ڈائننگ ہال میں آگئی۔ دونوں ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ ماریا نے اس سے کہا "آپ تصدیق کر چکے ہوں گے کہ آپ کے لندن کے بینک اکاؤنٹ میں ایک لاکھ پونڈز جمع کیے جا چکے ہیں۔"

ریکارڈ کیپر نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ ماریا نے کہا "آپ کو رقم مل گئی۔ مجھے میری چیز ملنی چاہیے۔ ویسے میری قسمت اچھی ہے کہ آپ گونگے بن گئے ہیں۔"

ریکارڈ کیپر نے اوور کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک مائیکرو فلم نکالی۔ ٹھیک اسی وقت آس پاس کی میز سے کئی افراد اٹھ کر آئے۔ انہوں نے ان دونوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ماریا ایک دم سے بوکھلا گئی۔ دشمن دو چار ہونے تو وہ ان سے نمٹ لیتی۔ وہ کئی تھے پھر دشمن نہیں تھے۔ ایک شخص نے اپنا بیج دکھایا تو پتا چلا وہ انٹیلی جنس والے ہیں۔

ریکارڈ کیپر سہم کر کھڑا ہوگیا۔ انٹیلی جنس کے افسر نے اس سے مائیکرو فلم چھین کر کہا "یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ اپنے ملک کا راز فروخت کرنے والا غدار رنگے ہاتھوں پکڑا جائے تو اس پر مقدمہ نہیں چلایا جاتا۔ فوراً اسے گولی مار دی جاتی ہے۔"

وہ ان دونوں کو پکڑ کر وہاں سے لے جانے لگے۔ ماریا نے کہا "میں اپنے ملک کے سفیر سے ملنا چاہتی ہوں۔ تم بے جرم ثابت کیے بغیر مجھے کوئی سزا نہیں دے سکتے۔ میں چین نہیں' برطانیہ کی شہری ہوں۔"

انٹیلی جنس والے اس کی بات جیسے نہیں سن رہے تھے۔ اسے پکڑ کر کھینچتے ہوئے اس ریکارڈ کیپر کے ساتھ ہوٹل کے باہر لے آئے۔ وہاں ایک کھلے باغیچے میں دونوں کو الگ دوسرے سے کچھ فاصلے پر کھڑا کردیا گیا۔ انہیں گولی مارنے والے فائرنگ اسکواڈ کے مسلح افراد ان سے کچھ دور جا کر کھڑے ہوگئے۔ ریکارڈ کیپر تھر تھر کانپ رہا تھا۔ رحم کی بھیک مانگ رہا تھا۔ لیکن چین میں غداری کی سزا موت ہوتی ہے۔ فائرنگ اسکواڈ کے چار مسلح افراد نے اسے نشانے پر لیا۔ سب نے ایک ساتھ فائر کیے۔ وہ وہیں گھاس پر گر کر ڈھیر ہوگیا۔

ماریا تن کر کھڑی ہوئی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر ایک گاڑی آکر کھڑی ہوگئی۔ اس کا پچھلا حصہ بند تھا۔ اس کے پچھلے دروازے کو کھولا گیا۔ دو مسلح شخص ماریا کو پکڑ کر لائے پھر اسے پچھلے حصے میں پہنچا کر دروازے کو بند کر دیا۔

گاڑی چل پڑی۔

پچھلے حصے میں احمد زبیری بیٹھا ہوا تھا۔ وہ حیرانی سے بولی "تم؟"

زبیری نے کہا "یہاں تمام ممالک کے سفارت خانوں میں پہلے سے کہہ دیا جاتا ہے کہ ان کے ملک کا کوئی باشندہ مجرمانہ سرگرمیوں میں رنگے ہاتھوں پکڑا جائے گا تو اسے گولی ماردی جائے گی کیونکہ وہ چین کی سرزمین پر جرم کا مرتکب ہوا ہوگا۔ اسے یہیں کے قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔"

"کیا تمہارا چین کی حکومت سے کوئی تعلق ہے؟"

"میں یہاں کی انٹیلی جنس میں اعزازی طور پر سینیر افسر ہوں۔ میری سفارش پر تمہاری سزائے موت معاف کی گئی ہے۔ پانچ گھنٹے بعد یہاں سے ایک فلائٹ میں تمہیں لندن بھیج دیا جائے گا آئندہ تم کبھی اس ملک میں قدم نہیں رکھ سکو گی۔"

"تم نے میری جان کیوں بچائی؟"

اس نے ماریا کو دیکھا پھر جواب دیا "اپنے دل سے پوچھو۔"

ماریا نے نظریں جھکالیں۔ زبیری نے کہا "میں نے ہی تمہارے دماغ کو لاک کرایا ہے۔"

ماریا نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بولا "میں نے ہی ریکارڈ کیپر کو گونگا بنا دیا تھا۔"

"تم نے سزائے موت سے بھی بچایا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بھی محفوظ رکھا ہے۔ آئی لو یو۔"

وہ اس کے قریب آکر گلے کا ہار بن گئی۔ وہ اس سے الگ ہو کر بولا "اس طرح گلے لگو گی تو کاغذ کا یہ لباس پھٹ جائے گا۔ تم نے کپڑے کا جو لباس پہنا ہے' وہ مجھے نظر نہیں آئے گا۔ پھر تم شرما کر اس بند گاڑی سے باہر نہیں جاسکو گی۔"

"زبیری! کسی نے مجھے لباس کے اندر آج تک نہیں دیکھا۔ صرف تم نے دیکھا ہے۔ اب میری زندگی میں تمہارے سوا کوئی کہیں نہیں آئے گا۔"

"میں یہاں رہوں گا اور تم یہاں کبھی نہیں آسکو گی۔"

"تم تو آسکو گے؟"

"میں نہیں جانتا۔ مجھے تقدیر کہاں کہاں لے جائے گی۔ کبھی لندن آنا ہوا تو تم سے ضرور ملوں گا۔"

"صرف ملو گے؟ مجھے اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بناؤ گے؟"

"آئندہ کیا حالات ہوں گے' یہ ہم نہیں جانتے۔"

"میں جانتی ہوں' میں تمہارے انتظار میں بوڑھی ہوجاؤں گی لیکن کسی سے شادی نہیں کروں گی۔"

"تم مجھے اس قدر چاہتی ہو تو ایک شرط پر تمہارے پاس آؤں گا۔"

"میں تمہاری خاطر ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔"

"تم مسلمانوں سے اور چین سے کبھی عداوت نہیں رکھو گی۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی ملازمت چھوڑ کر سراغ رسانی کا شوق میرے ساتھ پورا کرو گی۔"

وہ مسکرا کر بولی "تم نے ایک شرط ماننے کو کہا۔ اب دو شرطیں منوا رہے ہو۔ مجھے تمہاری دو ہزار شرائط منظور ہیں۔"

زبیری نے اسے آغوش میں لے کر کہا "کاغذ کا لباس پھٹنے والا ہے۔"

وہ دو طرفہ سانسوں کے سنگم پر آکر بولی "TORN LET' IT BE۔۔۔ اب کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

اس گاڑی نے انہیں ائرپورٹ پہنچا دیا۔ زبیری نے وہاں اس کے ساتھ پانچ گھنٹے گزارے۔ جب وہ طیارے میں روانہ ہوگئی تو وہ وہاں سے چلا آیا۔

میں نے چینی اکابرین سے کہا "آپ حضرات اپنے اہم اور حساس شعبوں کے بڑے عہدے داروں کو عارضی طور پر تبدیل کردیں۔ ان کی جگہ ایسے عہدے دار لائیں' جو یوگا کے ماہر ہوں۔ ایسا نہ کیا گیا تو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے موجودہ عہدے داروں کے دماغوں میں رہ کر اہم رازوں تک پہنچتے رہیں گے۔"

وہ اکابرین میرے مشورے کے مطابق تمام اہم شعبوں کے عہدے داروں کو تبدیل کرنے لگے۔ اس طرح میں نے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدل دیا۔

ایسے ہی وقت علی تیمور' لِلی اور ولیر آفریدی میرے پاس پہنچ گئے۔ چینی افواج کے اعلیٰ افسران نے مجھ سے کہا "آپ نے وعدہ کیا تھا کہ علی تیمور کے آتے ہی ٹرانسفارمر مشین کی تیاری کا کام شروع ہوجائے گا۔ ہم اس مشین کے لیے خفیہ اڈے کا تعین کرچکے ہیں۔"

میں ان سے کہہ چکا تھا کہ علی ٹرانسفارمر مشین کا ایک ماہر مکینک ہے۔ اس کے آتے ہی کام شروع کردیا جائے گا۔ میں نے ان افسران سے کہا "بے شک' آپ مائیکرو فلم کو اپنے خفیہ ریکارڈ روم سے نکالیں۔ اس مائیکرو فلم میں ٹرانسفارمر مشین کا مکمل نقشہ ہے۔ اس نقشے کو بڑے سائز

میں پرنٹ کرائیں پھر کام شروع ہو جائے گا۔"

انہوں نے کہا "آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ ہم ابھی اس مائیکرو فلم کو ریکارڈ روم سے لائیں گے۔"

ہم سب آرمی ہیڈ کوارٹر میں تھے۔ وہاں کے کانفرنس روم سے نکل کر اس عمارت میں آئے۔ جہاں خفیہ ریکارڈ روم تھا۔ وہاں صرف چند اعلیٰ افسران کو جانے کی اجازت دی جاتی تھی۔ اس وقت تینوں افواج کے تین اعلیٰ افسران اپنی مکمل شناخت کرانے کے بعد اندر گئے۔ میں باقی افسران کے ساتھ ایک کمرے میں ان کا انتظار کرنے لگا۔

ان تین اعلیٰ افسران نے اندر آکر..... آہنی سیف کو کھولا تو وہاں بہت کچھ تھا مگر مائیکرو فلم نہیں تھی۔ ان تینوں کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ پورے سیف کو اوپر سے نیچے تک بار بار دیکھتے رہے۔ پھر ان پر سکتہ طاری ہو گیا۔

یہ اتنا بڑا نقصان تھا' جسے وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے پھر وہ تینوں گرجنے لگے۔ وہاں کے انچارج افسران اور سیکیورٹی افسران سے سختی سے پیش آنے لگے۔ وہ انچارج اور سیکیورٹی افسران محب وطن اور فرض شناس تھے۔ ان کے بیانات ایک جیسے تھے۔ یعنی جب سے مائیکرو فلم کو سیف میں رکھا گیا تھا تب سے اسے کسی نے نہیں کھولا ہے۔

ان کے بیانات پر یقین نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "کسی نے نہیں کھولا ہے تو وہ اہم فلم کہاں گئی؟ کیا کسی نے جادو سے غائب کر دیا ہے؟"

میں نے کہا "یہ کام جادوگروں کا نہیں' دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ اہم شعبوں کے اعلیٰ عہدے داروں کو عارضی طور پر فارغ کر دیا جائے۔ آپ نے بے شک ایسا کیا لیکن فوج کے اعلیٰ افسران کو فارغ نہیں کیا۔ ریکارڈ روم کے اعلیٰ عہدے داروں کو بھی نظر انداز کیا۔"

وہ میری باتیں سنجیدگی سے سن رہے تھے۔ میں نے کہا "دشمن خیال خوانی کرنے والوں نے یہاں کے انچارج اور سیکیورٹی افسران کو اپنا معمول بنایا۔ ان بے چاروں کو پتا ہی نہ چلا کہ وہ کب غائب دماغ ہو کر اس مائیکرو فلم کو سیف سے نکال کر کسی اجنبی کے حوالے کر چکے ہیں۔"

ایک نے کہا "ہم بحری' بری اور فضائی افواج کے افسران ہیں اور یہ گا جانتے ہیں۔ کوئی دشمن ہمارے دماغ میں نہیں آسکتا۔"

"بے شک دشمنوں نے آپ کو نہیں' ریکارڈ روم کے عہدے داروں کو ٹریپ کیا تھا۔"

"وہ عہدے دار کون ہیں؟"

"سوری' میں ان کی نشان دہی نہیں کروں گا۔ وہ بے قصور ہیں۔ محب وطن ہیں۔ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ انہیں سزا نہیں ملنی چاہیے۔"

"مسٹر فرہاد! آپ کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس چوری کی واردات سے باخبر رہے۔ لیکن ہمیں بے خبر رکھا۔"

"ابھی میں آپ کی اس بات کا جواب دوں گا۔ میرے ساتھ صرف وہی افسران کانفرنس روم میں چلیں' جو یوگا کے ماہر ہیں۔"

میری خواہش کے مطابق صرف سات یوگا جاننے والے افسران کانفرنس روم میں آئے۔ اس کمرے کے دروازے اور کھڑکیوں کو اندر سے بند کر دیا گیا۔ میں نے کہا "آپ حضرات اپنے خاص اہم ماتحت افسران کو بہت سی خفیہ باتیں بتا دیتے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ ابھی جو باتیں یہاں ہوں گی' ان میں سے ایک بات بھی آپ اپنے سائے کو بھی نہیں بتائیں گے۔"

سب نے عہد کیا کہ اس بند کمرے کا راز ان کے سینوں میں دفن رہے گا۔ میں نے کہا "وہ مائیکرو فلم سیف سے چرا لی گئی اور میں نے جان بوجھ کر اسے چرانے دیا۔"

ایک نے حیرانی سے پوچھا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے مسکرا کر کہا "اس فلم میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ نہیں تھا۔ میں نے دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے وہ آپ کے حوالے کی تھی۔ اس طرح مجھے معلوم ہوتا رہا کہ یہاں کے کتنے افسران کو دشمنوں نے اپنا معمول بنا رکھا ہے۔"

"کیا آپ ہمارے ملک میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ لے کر نہیں آئے ہیں؟"

"وہ نقشہ علی تیمور کے گلے میں پڑے ہوئے تعویذ میں ہے۔ یہاں ٹرانسفارمر مشین بنے گی اور ضرور بنے گی۔"

میرا یہ جملہ سنتے ہی تمام افسران خوشی سے کھل گئے۔ خزانہ گم ہو گیا تھا' وہ پھر انہیں مل رہا تھا۔

○☆○

جے سامو کی قسمت اچھی تھی۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے آندرے اور سائن اس پر تنویمی عمل نہ کر سکے۔ ان سے پہلے جے فلو نے اپنے ساتھی جے سامو کے دماغ کو اندھا کر دیا۔ اس طرح جے سامو دشمنوں کی پہنچ سے دور ہو گیا۔ لیکن جے کافو کے پیچھے ایسی بلا پڑ گئی تھی' جس سے خلاصی حاصل کرنا ممکن نظر نہیں آ رہا تھا۔

شیوانی بھاسکر اچانک ہی جے کافو کی زندگی میں آئی تھی۔ جے کافو نے کسی عورت میں کبھی دلچسپی نہیں لی۔ کبھی کسی حسینہ سے دوستی نہیں کی لیکن وہ شیوانی سے متاثر ہو گیا تھا۔ بعد میں شیوانی کی غیر معمولی اور عجیب و غریب صلاحیتوں کا پتا چلا تو جے کافو نے اسی میں خیریت سمجھی کہ اس حسینہ کی زندگی سے دور چلا جائے۔

لیکن دور جانے کا فیصلہ کرنے میں دیر ہو چکی تھی۔ شیوانی اچھی دوست بن سکتی تھی لیکن جے کافو نے اسے دشمن بنا لیا تھا۔ وہ کہہ چکی تھی کہ اسے دشمنی کی سزا دے گی لیکن کب دے گی؟ یہ سوال جے کافو کے اندر دہشت پیدا کرتا رہتا تھا۔ اس کے دماغ میں رہنے والا جے فلو اسے شیوانی سے بچانے کی تدبیر سوچتا رہتا تھا۔

جے کافو اور جے فلو دونوں ہی سوچتے سوچتے تھک گئے تھے۔ سر دکھنے لگا تھا۔ زہریلی شیوانی سے نجات حاصل کرنے کی ایک ہی آزمودہ تدبیر رہ گئی تھی کہ جے فلو تنویمی عمل کے ذریعے جے کافو کے دماغ کو لاک کر دے۔ اس سلسلے میں ایک بات کھٹک رہی تھی کہ شیوانی کی آنکھیں سامنے پیشانی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ کیا وہ آنکھیں مقفل دماغ کے اندر بھی پہنچ جائیں گی؟ شیوانی کا طریقے کار ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مختلف تھا۔ جے کافو نے کہا "یار! اس سے بچنے کی ہر تدبیر پر عمل کرنا ہے۔ تم میرے دماغ کو لاک کر دو۔ بعد میں کامیابی یا ناکامی کا پتا چلے گا۔"

جے کافو اسپتال سے نکل کر ہوٹل میں آیا تھا۔ وہاں سے اپنا سامان لے کر اس شہر کو اور اس ملک کو چھوڑ دینے کا ارادہ کر چکا تھا۔ پھر یہ طے پایا کہ پہلے دماغ کو لاک کیا جائے پھر آئندہ اس شہر میں رہنے یا نہ رہنے کا فیصلہ کیا جائے۔ وہ ہوٹل پہنچ کر لفٹ کے ذریعے سیونتھ فلور پر آیا پھر جیب سے چابی نکال کر اپنے کمرے کا دروازہ کھولنا چاہا۔ پتا چلا' چابی نہیں ہے۔ شاید اسپتال میں بھول آیا تھا۔ اس نے جھنجلا کر دروازے کے ہینڈل کو پکڑ کر جھنجھوڑا۔ اس کی توقع کے خلاف وہ دروازہ کھل گیا۔ یہ حیرانی کی بات تھی۔ اس نے تعجب سے دروازے کو دیکھا پھر اندر آتے ہی ٹھٹک گیا۔

شیوانی ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ خوف زدہ ہو کر دیوار سے لگ گیا "تم....؟ یہاں....؟"

"میں اسپتال سے تمہارے اس کمرے کی چابی لے آئی تھی۔ یہ ہاتھ کی صفائی ہے تمہاری جیب سے نکالی تمہیں خبر نہ ہوئی۔ خوف زدہ کیوں ہو؟ ابھی میں انتقام نہیں لوں گی۔ COME ON.. HAVE YOUR SEAT."

وہ آگے بڑھ کر ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا "ابھی تم نے فون پر مجھ سے باتیں کی تھیں۔"

"ابھی نہیں' ڈیڑھ گھنٹے پہلے بات کی تھی۔ میں اسپتال سے سیدھی اس کمرے میں آئی تھی اور یہیں فون اٹینڈ کیا تھا۔"

"شیوانی! تم کسی کے اندر سے بھی سچ اگلوا لیتی ہو۔ میں ابھی سچ بول رہا ہوں۔ ساری عمر تمہارا جاں نثار دوست بن کر رہوں گا۔ میں نے جو دشمنی کی تھی' اسے بھول جاؤ۔ ایک بار مجھے دوست بنا کر آزماؤ۔"

"آزمائش میں بہت وقت لگے گا۔ تم چاہو تو ابھی سچی دوستی کا ثبوت دے سکتے ہو۔"

"ابھی کیسے دے سکتا ہوں؟ کیا ابھی کسی طرح آزمانا چاہتی ہو؟ ٹھیک ہے آزماؤ۔"

"تمہارے دو دوست ہیں۔ ایک کا نام جے فلو اور دوسرے کا نام جے سامو ہے۔ تم تینوں جے تھری کہلاتے ہو۔"

"تم نے اپنی آنکھوں کے ذریعے میری زبان سے بہت کچھ اگلوایا ہے۔ ہم تینوں کی ہسٹری معلوم کر چکی ہو۔"

"میں تو کیا' ٹیلی پیتھی کی دنیا میں تھری جے کی دوستی مشہور ہے۔ تم چاہو تو تھری جے کو فور جے بنا سکتے ہو۔"

جے کافو نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی "تم اسی طرح دوستی کا ثبوت دے سکتے ہو۔"

جے فلو اپنے دوست کے دماغ میں رہ کر یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا "کافو! فی الحال اس کی دشمنی اور انتقام سے بچنے کی یہی صورت ہے ہاں کہہ دو۔ ہم اسے دوست بنائیں گے۔"

اس نے شیوانی سے کہا "میرے اندر جے فلو ہے۔ تمہاری دوستی کی آفر سن کر خوش ہو رہا ہے۔"

"تمہارا دوست جے فلو مجھ سے تمہارا پیچھا چھڑانے کی کوششیں کرتا رہا ہے۔ میں اس سے ناراض نہیں ہوں۔ وہ دوستی کا فرض ادا کر رہا ہے۔ میں بھی تم تینوں کو کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گی تو تم تینوں میرے بھی بُرے وقت میں کام آؤ گے۔"

"بے شک کام آئیں گے۔ ابھی میرے اندر جے فلو ہے۔ جے سامو بھی آجائے گا۔ ہم تینوں یہاں تمہیں دوستی کا یقین دلائیں گے۔"

"کیا تمہارے دونوں دوست تمہارے دماغ میں آئیں گے؟ وہ دونوں پردے میں رہ کر دوستی کریں گے۔"

"ہم تینوں کی دوستی ایسی ہی ہے۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ ہم میں سے کون کس ملک اور شہر میں رہتا ہے۔"

"جے فلو جانتا ہے کہ تم یہاں لندن کے ایک ہوٹل میں ہو اور جے سامو شہر روم میں ہے۔"

"میں اور سامو مصیبتوں میں مبتلا رہے۔ جے فلو نے ہماری مدد کرنے کے دوران یہ سب کچھ معلوم کیا ہے۔ ورنہ ہم ایک دوسرے سے نہیں ملتے ہیں۔"

شیوانی نے اس کی پیشانی کو گھور کر دیکھا۔ وہ کہنے لگا "ہم ایک دوسرے سے ملتے رہتے ہیں۔ جب بھی ضرورت ہوتی ہے کسی خاص جگہ کا تعین کرتے ہیں۔ پھر بڑی رازداری سے وہاں پہنچ کر ایک دوسرے کے ساتھ کچھ وقت گزارتے ہیں۔"

شیوانی نے پوچھا "کیا مجھے پورے اعتماد سے دوست بناؤ گے؟ کبھی دھوکا نہیں دو گے؟"

"ہم تینوں کبھی کسی چوتھے پر اعتماد نہیں کرتے ہیں۔ تم دو طرح سے خطرناک ہو۔ ایک تو ہمارے اندر سے اہم راز اگلوا لیا کرو گی۔ اوپر سے زہریلی بھی ہو۔ تم سے دوستی کرنے کے بعد ہماری جان حلق میں اٹکی رہے گی۔ یہی بہتر ہوگا کہ دوستی کرنے کے بعد تم سے دور ہی دور سے رابطہ رکھا جائے۔"

جے کانو بول رہا تھا اور اس کے اندر جے فلو بار بار اسے بولنے سے روک رہا تھا "سچ نہ بولو۔ رک جاؤ۔ خاموش ہو جاؤ یار کانو! یہ کیا کر رہے ہو؟"

جے فلو نے اب سے پہلے بھی اسے سچ بولنے سے روکنا چاہا تھا اور ناکام رہا تھا۔ شیوانی کی آنکھوں کے سامنے جے کانو کا ذہن سحر زدہ ہو جاتا تھا۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی روکا نہیں جا سکتا تھا۔

شیوانی نے اس کی پیشانی سے نظریں ہٹالیں۔ وہ بولتے بولتے رک گیا۔ پریشان ہو کر سامنے بیٹھی ہوئی بلا کو دیکھنے لگا۔ وہ بولی "تم تینوں ایک دوسرے سے ملتے ہو۔ مجھ سے نہیں ملو گے اور دوست بنانے کا جھوٹا دعویٰ کرتے رہو گے؟"

وہ سر جھکا کر بولا "میں ہار گیا۔ ہماری کوئی بات تم سے چھپ نہیں سکتی۔ میں تمہاری دوستی کے قابل نہیں ہوں۔"

"قابل ہو۔ دوست بناؤں گی۔ اسی لیے تم اب تک زندہ ہو۔ یہ سمجھ سکتے ہو کہ میرا زہر کس طرح تمہیں ہلاک کر سکتا ہے۔"

"جب میں قابل اعتماد نہیں ہوں تو دوست کیسے بناؤ گی؟ کس مقصد کے لیے بناؤ گی؟"

"مقصد یہ ہے کہ تمہاری ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھاؤں گی۔ تمہیں بھی فائدہ پہنچاؤں گی۔ اپنے دوست سے پوچھو، وہ یہاں آئے گا؟ مجھ سے ملاقات کرے گا؟ مجھ سے دوستی کرے گا؟"

اس نے سوچ کے ذریعے جے فلو کو مخاطب کیا۔ اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے کہا "میرا دوست کہیں گیا ہے۔"

وہ بولی "ایسے وقت جبکہ تم ایک زہریلی ناگن کے سامنے بیٹھے ہو، وہ تمہیں چھوڑ گیا ہے۔ بات سمجھ میں آنے والی ہے، وہ کسی خاص مقصد سے گیا ہے۔"

جے فلو اس ہوٹل کے منیجر کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہاں کاؤنٹر کے پاس ایک پولیس افسر آیا تھا اور کسی شخص کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ وہ اس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ افسر کاؤنٹر کے پاس سے پلٹ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا لفٹ میں آیا۔ لفٹ سیونتھ فلور پر رک گئی۔ وہ تیزی سے لفٹ کے باہر آیا۔ تقریباً دوڑتا ہوا جے کانو کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ بند تھا مگر مقفل نہیں تھا۔ وہ ریوالور نکالتے ہوئے ایک جھٹکے سے دروازے کو کھولتا ہوا اندر آیا۔ شیوانی صوفے سے اچھل کر کھڑی ہوئی۔ افسر نے اس پر گولی چلائی۔ وہ چھلانگ لگا کر جے کانو کے پیچھے چلی گئی۔ پیچھے سے اس کی گردن ایک ہاتھ سے دبوچتے ہوئے بولی "جے فلو! تم اس افسر کے دماغ میں گھس کر مجھے ہلاک کرنے آئے ہو۔ اپنے دوست کی زندگی چاہتے ہو تو ریوالور پھینک دو۔"

جے کانو کمزور نہیں تھا۔ اس کے ایک ہاتھ سے اپنی گردن چھڑا سکتا تھا لیکن اس کی پیشانی گرم ہو گئی تھی۔ وہ پولیس یا انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ پولیس شیوانی کے زیر اثر تھا۔ افسر نے ایک قدم آگے بڑھ کر بے فلو کی مرضی کے مطابق کہا "تم میرے دوست کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی۔ سکو گی۔ اسے ڈھال بنا کر میری فائرنگ سے بچ نہیں سکو گی۔"

"بے وقوف! میرے دانت اس کی گردن سے لگے ہیں۔ والے ہیں۔ اسے ایک ذرا سا کاٹوں گی۔ پھر میرا زہر اس تڑپا تڑپا کر مار ڈالے گا۔ بول! میری موت چاہتا ہے یا اپنے دوست کی زندگی؟"

اس افسر کے اندر جے فلو جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ جے سامو کی تصویر نظر آئی۔ عمر ۲۶ سال۔ موجودہ معلومات کے مطابق آنکھوں کے سامنے شیوانی کا چہرہ جے کانو کی گردن سے قریب تھا۔ گولی چلانے سے پہلے ہی وہ ناگن جے کانو کو ڈس لیتی۔ ریوالور کی نال جھک گئی۔ وہ بولی "ریوالور ادھر پھینکو۔"

اسے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ اس نے ریوالور کو اس طرف اچھال دیا۔ شیوانی نے اسے کیچ کیا۔ اس کے چہرے پر بے فکری کی مسکراہٹ آ گئی۔ اسکرین پر جے سامو کی تصویر تھی۔ تحریر مٹ رہی تھی۔ اس کی باقی گولیاں نکال لیں پھر اس کی طرف ریوالور پھینک کر بولی "افسر کے اندر سے نکل جاؤ۔ اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دو۔"

جے فلو اس افسر کو چھوڑ کر جے کانو کے اندر آ گیا۔ افسر چونک کر حیرانی سے ادھر ادھر دیکھا پھر شیوانی کو دیکھتے ہی کنفیوژن ہو کر سیلوٹ کیا۔ وہ بولی "تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا تھا۔ ریوالور اٹھاؤ اور جاؤ۔"

اس نے فرش پر سے ریوالور کو اٹھا کر کہا "میڈم! ای ں کے ذریعے کوئی پیغام بھیجا گیا ہے۔ آپ کو ابھی انٹینڈ نے کے لیے کہا گیا ہے۔"

وہ جے کانو کے سامنے آ کر بولی "تم اس کمرے سے باہر جاؤ گے۔ تمہارے دوست نے مجھے مار ڈالنے میں کوئی رعایت نہیں چھوڑی تھی۔ وہ تمہارے اندر ہوگا۔ اس سے بھی کہو کہ اب وہ موت سے تمہیں کیسے بچائے گا۔ میں ابھی ں آؤں گی۔"

وہ افسر کے ساتھ اس کمرے سے چلی گئی۔ جے کانو نے لا کر کہا "یار فلو! تم نے یہ کیا حماقت کی؟ اس پر قاتلانہ حملے کیوں کیا؟"

"میرے سامنے یہی راستہ تھا۔ میں اس کی غفلت سے اٹھانا چاہتا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا، یوں ناکامی ہوگی۔"

"تم نے ناکام کوشش کی۔ اب میری موت یقینی ہے۔"

"میری عقل کہتی ہے۔ وہ تمہیں ہلاک نہیں کرے گی۔ اہو تا تو ابھی تمہیں گولی مار کر چلی جاتی اور تم نے دیکھا۔ پولیس افسر نے اسے سیلوٹ کیا تھا۔ اس زہریلی بلا کا ٹریپ ہو کر مار ڈالے گا۔ بول! میری موت چاہتا ہے یا اپنے بیٹھ کر اسے آپریٹ کیا۔ ای میل کوڈز کا حوالہ دیتے سکرین پر جے سامو کی تصویر نظر آئی۔ تحریر ابھرنے لگی

جے فلو جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ جے سامو ہے۔ عمر ۲۶ سال۔ موجودہ معلومات کے مطابق آنکھوں کے سامنے شیوانی کا چہرہ جے کانو کی گردن سے قریب تھا۔ گولی چلانے سے پہلے ہی وہ ناگن جے کانو کو ڈس لیتی۔ کرا تاری گئی ہے۔ تم اسے BIG CLOSE میں دیکھ رہے ہو۔ یہ تصویر واضح نہیں ہوگی تو ہم اس کی دوسری تصویر کے لیے کوشش کریں گے۔"

شیوانی نے جے سامو کی تصویر کو دیکھا پھر اس تصویر کو گراف میں لا کر جے سامو کے چہرے کا BIG CLOSE بنانے لگی۔ ایک منٹ میں ہی اس کا منہ، ناک، آنکھیں اور پیشانی پورے اسکرین پر واضح ہو گئیں۔ شیوانی نے جے سامو کے اس BIG CLOSE کو اسٹور کرنے کے بعد جوابی پیغام ارسال کیا "روم کے وقت کے مطابق رات کے نو بجے جے سامو چھٹکنے والا ہے۔ ریکارڈنگ کے لیے تیار رہو۔"

وہ کمپیوٹر کو آف کر کے پھر جے کانو کے کمرے میں آئی۔ اب اس کمرے کے باہر پولیس کا پہرہ تھا۔ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ اندیشہ تھا کہ جے فلو پھر کسی کے دماغ میں گھس کر شیوانی کو ہلاک کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کمرے کا دروازہ بند تھا۔ پہلے ایک افسر نے اندر جا کر جے کانو کو دیکھا پھر شیوانی سے کہا "میڈم! خطرہ نہیں ہے، اندر آ جائیں۔"

شیوانی کمرے میں آئی۔ جے کانو ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بولی "تمہارے دوست کے قاتلانہ حملے سے میں بچ گئی۔ تم مجھ سے کیسے بچو گے؟ تمہیں بچانے کے لیے وہ یقیناً تمہارے اندر موجود ہوگا۔"

"وہ تو کیا، دنیا کی کوئی طاقت تمہارے انتقام سے نہیں بچا سکے گی۔ مجھے اپنی موت کا یقین ہو چکا ہے۔"

"مجھے مارنا ہوتا تو تم اب تک مردہ کھلاتے۔ اب تم میرے زیر اثر آ گئے۔ تمہارا دوست تمہارے اندر رہ کر بے بسی سے تمہارے غلام بننے کا تماشا دیکھے گا۔"

وہ گھور کر اسے دیکھنے لگی۔ ادھر اس کی پیشانی گرم ہونے لگی۔ جے فلو اس کے اندر کہنے لگا "حوصلہ کرو۔ میں تمہارے دماغ کو توانائی پہنچا رہا ہوں۔ ان آنکھوں کی شیطانی قوت سے جنگ کرو۔ میرے یار! کمزور نہ پڑو۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ کانو... کانو!"

وہ وہی کر رہا تھا، جو شیوانی کہہ رہی تھی۔ وہ بیڈ پر آ کر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ اس نے کہا "میں تمہارے

دوست کو آخری وارننگ دے رہی ہوں۔ اگر وہ تمہارے دماغ سے نہیں جائے گا تو تم اس بیڈ پر گہری زہریلی نیند سو جاؤ گے۔"

وہ دیدے پھیلائے جے کانو کی پیشانی کو تک رہی تھی۔ جے فلو اس کے اندر رہتا تو کوئی خاص فرق نہ پڑتا پھر بھی وہ تنویمی عمل کے دوران میں کسی تیسرے کی موجودگی نہیں چاہتی تھی۔ اور جے فلو نہیں چاہتا تھا کہ وہ ناگن اس کے دوست کو ڈس لے۔ وہ مجبور ہو کر چلا گیا۔ شیوانی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کرنے لگی۔

جے فلو دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا "کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب کچھ نہیں ہو سکے گا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر بھی شیوانی کی مخالفت سے اسے محفوظ نہیں رکھ سکوں گا۔ او گاڈ! یہ کیسی بلا ہمارے پیچھے پڑ گئی ہے۔ ہمارا ذہین دوست ہمارے ہاتھ سے نکل رہا ہے۔ بلکہ نکل چکا ہے۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے جے سامو کے پاس آیا۔ سامو نے پوچھا "کون؟"

"میں ہوں۔ بہت بری خبر ہے۔"

"کانو خیریت سے تو ہے؟"

"اس کی خیریت اور سلامتی کے لیے میں نے اسے شیوانی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ ایسا نہ کرتا تو وہ اسے مار ڈالتی۔"

"یہ تو واقعی بری خبر ہے۔ ہم تینوں پر آج تک بڑے سے بڑا دشمن حاوی نہ ہو سکا۔ ایک عورت حاوی ہو رہی ہے۔"

"تم ابھی تک اسی شہر میں ہو۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا، یہ شہر اور یہ ملک چھوڑ دو۔"

"میں یہاں سے جانے والا ہوں۔ کل صبح تک کسی بھی فلائٹ میں سیٹ نہیں ہے۔ کل رات تک یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"کیا تم خیال خوانی کے قابل ہو چکے ہو۔"

"اتنی دماغی توانائی ہے کہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے اُمید ہے آج کسی وقت خیال خوانی کر سکوں گا۔"

"میں تمہاری طرف سے بھی اندیشے میں ہوں۔ جب تک خیال خوانی نہیں کرو گے، دشمنوں کو پہچان نہیں سکو گے۔"

"میری فکر نہ کرو۔ میں بہت محتاط ہوں۔ اس ہوٹل کے کمرے میں رہتا ہوں۔ اہم ضرورت کے وقت باہر ہوں۔"

"اسی طرح محتاط رہو۔ میں بار بار تمہارے پاس آ سکوں گا۔ جے کانو کی خاطر مجھے لندن جانا ہو گا۔"

"وہ کانو کو کہیں قیدی بنا کر رکھے گی۔ تم اسے ڈھونڈتے پھرو گے؟"

"یہ معلوم ہو چکا ہے کہ شیوانی کا تعلق پولیس ادارے کی جس سے ہے۔ میں دونوں ڈیپارٹمنٹ کے افسران کے دماغوں میں پہنچ کر شیوانی کا پتا ٹھکانا معلوم کروں گا۔ ٹھکانے لگاؤں گا تو ہمارے دوست کو ایک خطرناک رکاوٹ سے نجات مل جائے گی۔"

"یار فلو! ایک سے دو بھلے۔ کہو تو میں بھی آ جاؤں۔ شیوانی ہمیں چوہوں سے نہیں پہچانتی ہے۔"

"ہم سمجھتے تھے۔ ایک دوسرے سے دور رہیں گے لیکن جب شامت آتی ہے تو تمام حفاظتی تدابیر دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ تم آ جاؤ۔ ہم ایک طویل عرصے سے دور دور رہ رہے ہیں۔ ہم وہاں ساتھ رہیں گے۔ میں جا رہا ہوں۔ تمہاری خیال خوانی کی بحال ہو جائے تو پہلے مجھے مخاطب کرنا۔ ایک تو تم خیال خوانی سے محروم ہو گئے ہو۔ دوسرا یہ کہ کانو ہم سے چھین لیا گیا ہے۔ میں تو بہت مایوس ہو رہا ہوں۔"

"تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارے دشمن صرف ایک دشمن عورت ہے۔ ہم اسے جہنم میں پہنچا کر کانو کو واپس لے آئیں گے۔"

جے فلو چلا گیا۔ جے سامو نے اطمینان کی سانس لی۔ اس خیال سے پریشان ہو رہا تھا کہ جے فلو اس سے مدد کرنے کے دوران میں اس کے چور خیالات پڑھ لے گا۔ معلوم ہو جائے گا کہ سامو ایک لارا نامی لڑکی سے محبت کرتا ہے۔ جبکہ اسے اچھی طرح سمجھایا گیا تھا کہ اسے دوستی نہیں کرنی چاہیے۔ کسی سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ لیکن وہ انسانی فطرت سے مجبور تھا۔ پہلے کاؤنٹر پیرٹ کی زندگی میں مونا آئی پھر اسے ایسی دوستی کا چسکا پڑ گیا۔ وہ اگلی سیٹوں پر آ کر بیٹھ گئے۔ جے سامو نے اسے اپنے دوستوں سے چھپ کر لارا سے بھی دوستی کرنا سکھایا۔ ہوٹل کے احاطے کے باہر ایک شام کے سات بجے لارا ہوٹل کے کمرے میں آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "تم ابھی تک نارڈنگ ہوئے؟ کیا شام کو سونے کے عادی ہو؟"

اس نے لارا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ وہ اس پر گر پڑی۔ اس نے بازوؤں میں اسے جکڑتے ہوئے کہا "میں صرف

نہیں، سلانے کا بھی عادی ہوں۔"

وہ خود کو چھڑاتی ہوئی بولی "کیا کرتے ہو؟ لباس پر شکنیں پڑ جائیں گی۔ یہی کپڑے پہن کر باہر جانا ہے۔"

"تم پر الٹم۔ لباس اتار دو۔ بدن پر شکنیں نہیں پڑیں گی۔"

وہ وہاں سے اٹھتی ہوئی بولی "بے شرم ہو۔ چلو اٹھو۔ باہر چلو۔ اس شہر کی راتیں بڑی رنگین ہوتی ہیں۔ رنگینی تم سے ہے اور تم یہاں ہو۔ باہر کی رنگینی پھر کبھی دیکھی جائے گی۔"

"تم اٹھو گے یا باتیں ہی بناتے رہو گے۔ کم آن، واش روم میں جاؤ۔ میں تمہارا ایک اچھا سا سوٹ نکال رہی ہوں۔"

وہ اٹھ کر باتھ روم میں گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو لارا نے اس کے لیے ایک ڈارک بلیو کلر کا سوٹ نکالا تھا۔ اس سے میچ کرتی ہوئی ایک نکٹائی پسند کی تھی۔ جے سامو نے سوٹ پہن کر پوچھا "کیسا لگتا ہوں؟"

وہ اپنے پرس میں سے ایک نکٹائی پن نکال کر دکھاتی ہوئی بولی "اس کی کمی ہے۔"

"یہ تو بہت خوب صورت ہے۔"

"تم نے اب تک مجھے کوئی تحفہ نہیں دیا مگر میں تمہارے لیے یہ تحفہ خرید کر لائی ہوں۔"

وہ ہاتھ بڑھا کر بولا "مجھے دکھاؤ۔"

وہ پن کو اس کی نکٹائی سے نکالتی ہوئی بولی "اسے ہاتھ میں لے کر دیکھا نہیں جاتا۔ آئینے میں دیکھو۔"

وہ آئینے میں دیکھ کر بولا "تمہارا یہ خوب صورت تحفہ میرے سینے سے لگا ہوا ہے۔ میں اسے دھڑکنوں سے لگا کر رکھوں گا۔"

"یہ رومانی مکالمے باہر بھی بول سکتے ہو۔ آؤ چلیں۔"

انہوں نے کمرے سے باہر آ کر دروازے کو لاک کیا۔ کاؤنٹر پیرٹ آ کر چابی وہاں دی۔ باہر ریفریجریٹڈ کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اگلی سیٹوں پر آ کر بیٹھ گئے۔ جے سامو نے اسے سٹارٹ کر کے آگے بڑھایا۔ ہوٹل کے احاطے کے باہر ایک ڈیلکس کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس بڑی ویگن کے اندر ساؤنڈ سسٹم سے تعلق رکھنے والے دو انجنیئر بھی تھے۔ جے سامو کی کار ہوٹل کے احاطے سے نکل کر ایک طرف جانے لگی تو وہ ویگن کار اس کے پیچھے چلنے لگی۔ ایک انجنیئر کے کانوں پر ایک ائرفون لگا ہوا تھا۔ ریفریجریٹڈ کار میں جانے والا جے سامو، لارا سے جو باتیں کر رہا تھا۔ وہ باتیں نکٹائی پن کے خفیہ مائیک کے ذریعے اس انجنیئر کے کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ انجنیئر نے کانوں سے ائرفون ہٹا کر اپنے ساتھی سے کہا "صاف آواز آ رہی ہے۔ لو سنو۔"

وہ ساتھی اس فون کو کانوں سے لگا کر سننے لگا پھر تائید میں سر ہلا کر بولا "ہاں۔ اب ہمیں میڈم شیوانی کا انتظار کرنا ہو گا۔ میڈم وقت کی پابند ہیں۔ وہ ٹھیک نو بجے آئیں گی۔"

لارا نو بجے تک جے سامو کو تفریحی مقامات پر لیے گھومتی رہی پھر وہ بولا "کھانے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

وہ بولی "نیک خیال ہے لیکن یہاں کھلی فضا میں اچھا لگ رہا ہے۔ پندرہ منٹ بعد کسی ریستوران میں جائیں گے۔"

پندرہ منٹ سے پہلے ہی جے سامو نے اپنی پیشانی میں حرارت محسوس کی۔ لندن میں شیوانی ایک کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی اسکرین پر جے سامو کے چہرے کے BIG CLOSE کو دیکھ رہی تھی اور اس کی پیشانی کو تک رہی تھی۔ ادھر جے سامو گم صم بیٹھا رہ گیا تھا۔ لارا اپنی گھڑی میں وقت دیکھ کر سمجھ گئی کہ وہ شیوانی کے زیر اثر آ گیا ہے پھر وہ خود ہی بے اختیار کہنے لگا "میں تھری جے میں سے ایک جے ہوں۔ میرا نام جے سامو ہے۔"

ویگن میں بیٹھے ہوئے ساؤنڈ انجنیئر کو آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ جے سامو کی باتیں ریکارڈ کر رہا تھا۔ دوسرا شخص کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا، اس کی باتیں فیڈ کر رہا تھا۔ ای میل کے کوڈ کے مطابق لندن میں شیوانی اپنے کمپیوٹر اسکرین پر جے سامو کی گفتگو تحریر کی صورت میں پڑھ رہی تھی۔

لارا، جے سامو کے سامنے بیٹھی پوچھ رہی تھی "تم اس شہر میں کب تک رہو گے؟"

"میں کل شام کی فلائٹ سے چلا جاؤں گا۔"

"کہاں جاؤ گے؟"

"پہلے کہیں اور جانا چاہتا تھا۔ اب لندن جاؤں گا۔"

"تم لندن کیوں جاؤ گے؟"

"میرا دوست جے فلو بھی لندن پہنچنے والا ہے۔ ہم اپنے ساتھی جے کانو کے لیے پریشان ہیں۔ وہاں کسی طرح شیوانی کو تلاش کریں گے۔ اسے ہلاک کریں گے تب جے کانو کو اس بلا سے نجات مل جائے گی۔"

"تم دونوں لندن میں کہاں رہو گے؟"

"کسی ہوٹل میں یا کہیں پے انگ گیسٹ بن کر رہیں

گے۔"

"کیا تمہارے پاس جے فلو کی کوئی تصویر ہے؟"

"تصویر ہے۔ مگر اس تصویر میں جے فلو کا اصلی چہرہ ہے۔ وہ وقت اور حالت کے مطابق چہرے بدلتا رہتا ہے۔"

"شیوانی کو اصلی چہرے والی تصویر چاہیے۔ وہ تصویر تم نے کہاں رکھی ہے؟"

"وہ میرے سامان میں ہے اور سامان ہوٹل کے کمرے میں رکھا ہوا ہے۔"

"تم ابھی ہوٹل جاؤ گے اور وہ تصویر میرے حوالے کرو گے۔ چلو اٹھو۔"

وہ دونوں ریسٹورنٹ کار میں آکر بیٹھ گئے۔ لارا اسے ڈرائیو کرنے لگی۔ وہ پریشان ہو کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا "لارا! میں نے اپنا اصل نام اور اپنی اصلیت تم سے چھپائی تھی لیکن ابھی بے اختیار اپنے بارے میں بتا چکا ہوں۔ تم بھی میرے اندر کی بات اگلوانے کے لیے مجھ سے سوالات کرتی رہی ہو۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولی "جو میرے ساتھ ہو رہا ہے' وہی تمہارے ساتھ ہو رہا ہے۔ شیوانی ہم دونوں سے سچ اگلوا رہی ہے۔"

"شیوانی؟" وہ چونک کر بولا "شیوانی ہم دونوں تک کیسے پہنچ گئی؟ نہیں' تم جھوٹ کہہ رہی ہو۔"

"اگر جھوٹ بول رہی ہوں تو بتاؤ۔ اس وقت تمہاری پیشانی گرم ہے؟"

وہ حیرانی اور پریشانی سے اپنی پیشانی کو چھو کر بولا "ہاں گرم ہے۔ جے فلو نے بتایا تھا کہ شیوانی جب اپنی آنکھوں کے زیر اثر لاتی ہے' تب جے کا فو کی پیشانی گرم ہو جایا کرتی ہے۔ مائی گاڈ! یہ بلا میری پیشانی تک کیسے پہنچ گئی؟"

وہ ہوٹل پہنچ گئے۔ ان کے تعاقب میں آنے والی وین ہوٹل کے احاطے کے باہر رک گئی۔ وہ دونوں کمرے میں آئے۔ وہ اپنی اٹیچی کھول کر ایک البم نکالتے ہوئے بولا "مجھے اپنے دوست جے فلو کی تصویر نہیں دینا چاہیے۔ مگر میں مجبور ہو رہا ہوں۔ شیوانی مجھے مجبور کر رہی ہے۔ اس نے پہلے جے کا فو کو پھانسا' اب مجھے پھانس لیا ہے۔"

اس نے البم سے جے فلو کی ایک تصویر نکالی۔ لارا نے دوسری تصاویر دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ تمام تصویریں کس کی ہیں؟"

جے سامو نے کہا "ہم تینوں دوستوں کی ہیں۔ یہ بھیس بدلنے کے بعد اتاری ہوئی تصویریں ہیں۔"

لارا نے پوری البم لے کر کہا "میں تمام تصویریں لے جا رہی ہوں۔ شیوانی کو کسی بھی تصویر کی ضرورت ہے۔"

وہ جانے لگی۔ جے سامو نے کہا "یہ تصویریں کہاں جاؤ گی' میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

"یہاں آرام سے رہو۔ میری ڈیوٹی ختم ہو چکی' میں واپس نہ آنے کے لیے جا رہی ہوں۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ تم نے میرے ساتھ رات گزارنے کا وعدہ کیا ہے۔ میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔"

وہ اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ لارا نے اپنے پرس میں سے پستول نکال کر کہا "میں کوئی بازاری عورت نہیں ہوں۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی ایک جونیئر افسر ہوں۔"

وہ اسے حیرانی سے دیکھتا ہوا اس کے راستے سے ہٹ گیا۔ لارا کمرے سے باہر آئی پھر ہوٹل اور احاطے کے باہر آئی۔ وین کے ڈرائیور نے اسے دیکھ کر پیچھے بیٹھنے والے کو آواز دی "دروازہ کھولو۔ لارا آئی ہے۔"

وین کا سلائیڈنگ دروازہ کھل گیا۔ لارا اندر آ گئی۔ اس نے البم کو ایک طرف رکھ کر جے فلو کے مختلف چہرے والی تصویر کمپیوٹر آپریٹر کو دی پھر کہا "میڈم کو بتاؤ جے فلو کا اصلی چہرہ ہے۔ مختلف بہروپ میں بھی تصویریں ہیں۔ ان کی ضرورت ہو گی تو انہیں بھی ای میل کر دیں گے۔"

لندن میں شیوانی کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔ اسکرین پر جے فلو کی تصویر دیکھ رہی تھی۔ اس کے بارے میں جو معلومات ارسال کی جا رہی تھیں' انہیں پڑھ رہی تھی پھر اس نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "آپ تصدیق کر رہی ہوں کہ یہ جے فلو کی تصویر ہے یا نہیں' کریں۔"

وہ اسکرین پر جے فلو کی تصویر کی پیشانی کو گھورنے لگی۔

جے فلو ہیتھرو ایئرپورٹ سے باہر آ رہا تھا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اسی ہوٹل میں جا کر رہنا چاہتا تھا' جہاں شیوانی جے کافو پر عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ جے فلو نے کئی بار اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کی لیکن اس نے سانس روک کر جے فلو کی سوچ کی لہروں کو روک دیا۔

اس وقت وہ پیرس میں تھا۔ لندن سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اچھی طرح فیصلہ کرنے کے بعد جے کافو کو طلاق دینے چلا آیا تھا۔ ایئرپورٹ سے باہر آتے ہی اچانک ایک بار وہ گیا۔ اس کی پیشانی ایسی گرم ہو گئی تھی جیسے بخار

ایسے وقت ایک ٹیکسی اس کے قریب آ کر رک گئی۔ وہ اپنے بیگ کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بولا "ہوٹل شیرٹن۔"

ٹیکسی چل پڑی۔ وہ بولنے لگا "میرا نام جے فلو ہے۔"

ٹیکسی ڈرائیور نے عقب نما آئینے میں اسے دیکھ کر کہا "میرا نام جارج ہے۔ آپ سے مل کر خوشی ہوئی مسٹر جے فلو۔"

وہ بولا "میں ہوٹل شیرٹن کے کمرا نمبر ۲۱۲ کو حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ جہاں میرے دوست کو ٹریپ کیا گیا تھا۔"

ڈرائیور نے پوچھا "کس طرح ٹریپ کیا گیا تھا مسٹر فلو؟ کیا سنگین معاملہ ہے؟"

وہ بول رہا تھا "اگر ۲۱۲ نمبر کا کمرا نہ ملا تو اس کے آس پاس والا کمرا حاصل کروں گا۔ ہو سکتا ہے' شیوانی یا اس کے تحت پولیس والے ادھر آئیں۔ میں ان کے دماغوں میں گھس کر شیوانی کا پتا معلوم کروں گا۔"

ڈرائیور نے حیرانی سے پوچھا "مسٹر! آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ دماغوں میں کیسے گھس سکتے ہیں؟ آپ کی باتیں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

اس نے ٹیکسی کو سڑک کے کنارے روک کر پیچھے پلٹ کر اسے دیکھا پھر پوچھا "آپ مجھ سے مخاطب ہیں؟ یا آپ ہی آپ بڑبڑا رہے ہیں؟"

وہ ڈرائیور کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ سر جھکائے بول رہا تھا "میں شیوانی کو ڈھونڈ کر رہوں گا۔ اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ وہ جہاں بھی نظر آئے گی' اسے گولی مار دوں گا۔"

ڈرائیور سہم کر منہ کھول کر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بول رہا تھا "جب وہ زہریلی ناگن مر جائے گی تو جے کافو کو اس سے نجات مل جائے گی پھر میں یہاں تنہا نہیں رہوں گا۔ جے سامو بھی یہاں پہنچنے والا ہے۔"

ڈرائیور نے اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچا "یہ جاگتی ہوئی آنکھوں سے سو رہا ہے اور نیند میں بڑبڑا رہا ہے۔"

وہ ٹیکسی اسٹارٹ کر کے ہوٹل کی طرف جانے لگا۔

شیوانی کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی سوچ رہی تھی۔ اسے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اسکرین پر جس کی تصویر ہے' وہی جے فلو ہے اور وہ اپنی غیر معمولی آنکھوں کی قوت سے جے فلو کی پیشانی تک پہنچ چکی ہے۔ ایسے وقت وہ اپنے اندر کا سچ اگل رہا ہو گا۔

شیوانی سچ اگلنے والوں کی باتیں سامنے رہ کر سن سکتی تھی یا ٹیلی فون کے ذریعے سن سکتی تھی جیسا ایک بار اس نے جے کافو کو فون پر مخاطب کر کے سچ سنا تھا یا پھر ای میل کے ذریعے معلوم کر سکتی تھی جیسا کہ اس نے جے سامو کی باتیں اسکرین پر پڑھی تھیں۔

لیکن وہ جے فلو کی باتیں نہ سن سکتی تھی۔ نہ یہ معلوم کر سکتی تھی کہ وہ لندن آ چکا ہے اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل شیرٹن جا رہا ہے۔ شیوانی کو فی الحال یہ اطمینان حاصل ہو گیا تھا کہ اس کی نظروں نے جے فلو کی پیشانی کو چھو لیا ہے۔ آئندہ وہ اس کے زیر اثر رہے گا۔ وہ جب چاہے گی' اسے تمام دنیا سے غافل بنا کر صرف اپنے اندر کی باتیں بولتے رہنے پر مجبور کرتی رہے گی۔ اس طرح وہ اپنی اہم مصروفیات کو بھول کر لوگوں کے سامنے تماشا بنتا رہے گا۔

اس نے ای میل کے ذریعے لارا سے کہا "ویل ڈن۔ تم سب نے نہایت کامیابی سے فرائض ادا کیے ہیں۔ میں ابھی تصدیق کر چکی ہوں' یہ تصویر جے فلو کی ہے۔ تم جے سامو سے دور رہو اور اس کا تعاقب کرتی ہوئی یہاں چلی آؤ۔"

اس نے کمپیوٹر کو آف کر دیا۔ پھر جے فلو کا تصور کرتی ہوئی اس کی پیشانی کو چھونے لگی۔

وہ جتنی دیر ای میل کے ذریعے گفتگو کرتی رہی۔ اتنی دیر تک جے فلو اس کے سحر سے آزاد ہو گیا تھا۔ ٹیکسی میں بیٹھا کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا۔ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا "ابھی مجھے کیا ہو گیا تھا۔ آپ ہی آپ بول رہا تھا۔ اوہ۔۔۔ اور میری پیشانی گرم ہو گئی تھی۔"

یہ یاد آتے ہی وہ خوف سے لرز گیا۔ دماغ نے چیخ کر کہا' شیوانی اسے ٹریپ کر رہی ہے' یا کر چکی ہے۔ وہ لندن پہنچتے ہی اس کی گرفت میں آ رہا ہے۔ اسے ابھی سے اپنے بچاؤ کی تدبیر کرنا چاہیے۔

ٹیکسی ہوٹل کے احاطے میں داخل ہو کر رک گئی۔ وہ اپنا بیگ لے کر ٹیکسی سے باہر آیا۔ ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا۔ پھر ہوٹل کے اندر جانے لگا۔ ایک پولیس افسر ہوٹل سے باہر آ رہا تھا۔ ڈرائیور نے اس کے قریب آ کر کہا "سر! ایک ضروری انفارمیشن ہے۔ ایک شخص ائرپورٹ سے میری ٹیکسی میں بیٹھ کر آیا ہے۔ پہلے میری سمجھ میں آیا کہ وہ نیم پاگل ہے۔ اپنے آپ بڑبڑا رہا ہے لیکن وہ پاگل نہیں ہے۔ اس نے پورے حساب سے کرایہ دیا ہے۔ پتا نہیں کس ملک سے آیا ہے؟ پاگل ایک ملک سے دوسرے ملک سفر نہیں کرتے۔"

افسر نے کہا "یہاں آنے والا پاگل ہو گا تو اسے ہوٹل میں جگہ نہیں ملے گی اور پاگل نہیں ہو گا تو پھر کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ یہ تم کس قسم کی انفارمیشن دے رہے ہو؟"

"آپ میری پوری بات سنیں۔ وہ یہاں خطرناک ارادے سے آیا ہے۔ یہاں کا کمرا نمبر۲۱۲ حاصل کر کے کسی کو قتل کرنا چاہتا ہے۔"

افسر نے کہا "پھر تو معاملہ سنگین ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔ اس شخص کی نشان دہی کرو۔"

وہ افسر کے ساتھ ہوٹل کے اندر آیا۔ جے فلو استقبالیہ کاؤنٹر پر کھڑا ہوٹل کا فارم پر کر رہا تھا۔ افسر نے اس کے پاس آکر اس کے فارم کو اٹھا کر پڑھا پھر پوچھا "تمہارا نام ٹونی ماسٹر ہے؟"

جے فلو نے کہا "یہی نام ہے۔ فارم میں یہی لکھا ہے۔ بائی دا وے بات کیا ہے؟"

ڈرائیور سر کھجاتے ہوئے اس کا نام یاد کرنے لگا۔ افسر نے استقبالیہ کلرک سے پوچھا "کیا یہ روم نمبر۲۱۲ چاہتے ہیں؟"

"یس سر! مگر وہ روم خالی نہیں ہے۔ انہوں نے ساتھ والا روم نمبر۲۱۳ لیا ہے۔"

ڈرائیور نے ایک دم سے کہا "سر! یاد آگیا۔ اس کا نام جے فلو ہے۔ ٹونی ماسٹر نہیں ہے۔"

جے فلو نے گھبرا کر افسر اور ڈرائیور کو دیکھا پھر کہا "یہ ڈرائیور جھوٹ بول رہا ہے۔ آپ میرا پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات دیکھ لیں۔ میرا نام ٹونی ماسٹر لکھا ہوا ہے۔"

افسر نے پوچھا "آپ روم نمبر۲۱۲ کیوں حاصل کرنا چاہتے تھے؟ وہ نہ ملا تو آپ نے اس کے ساتھ والا کمرا لیا ہے۔"

کاؤنٹر کلرک نے کہا "سر! آج صبح دس بجے اس کمرے میں گولی چلی تھی۔ انٹیلی جنس کی ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل شیوانی کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔"

ڈرائیور نے اچھل کر کہا "ہاں شیوانی۔ یاد آیا۔ یہ کہہ رہا تھا، شیوانی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اسے ڈھونڈ کر قتل کرے گا۔ وہ جہاں بھی نظر آئے گی، اسے گولی مار دے گا۔"

جے فلو بری طرح گھبرا گیا تھا۔ وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے بولا "یہ ڈرائیور بے تکی باتیں کر رہا ہے۔ اگر میں کسی کو قتل کرنا چاہتا ہوں تو کیا قتل کرنے سے پہلے ایسے ڈرائیوروں سے یہ کہتا پھروں گا؟"

افسر نے کہا "مسٹر! اپنی صفائی پیش نہ کرو۔ سانچ کو کیا آنچ؟ میں ابھی انٹیلی جنس کی ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل شیوانی سے فون پر بات کرتا ہوں۔ وہ بتائیں گی کہ تم اس کے دشمن ہو یا نہیں؟"

جے فلو کو پورا یقین ہو گیا کہ وہ بری طرح پھنسنے والا ہے۔ ادھر شیوانی آئے گی تو اپنی جاسوس آنکھوں سے حقیقت اگلوالے گی۔ خیریت اس میں تھی کہ شیوانی سے سامنا نہ ہو۔ اس کے آنے سے پہلے ہی فرار ہو جائے۔

وہ خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ افسر نے اس کی مرضی سے کہا "میں میڈم شیوانی کو فون نہیں کروں گا۔ تمہیں میڈم کے دفتر لے جاؤں گا۔ وہ دفتر میں نہیں ہوں گی، تو ان کے گھر لے جاؤں گا۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔"

وہ کاؤنٹر سے پلٹ کر باہر جانے لگا۔ جے فلو بھی اس کے پیچھے ہو گیا۔ ڈرائیور نے کاؤنٹر کلرک سے کہا "یہ افسر یہاں سے فون کر سکتا ہے پھر اتنی دور ایک خطرناک قاتل کو کیلا لے جا رہا ہے اور بڑی آزادی سے لے کر جا رہا ہے۔ اسے ہتھکڑی تو پہنانا چاہیے تھا۔"

"وہ پولیس افسر ہے اور تم ڈرائیور ہو۔ وہ تم سے زیادہ جانتا ہے کہ مجرم کو ہتھکڑی پہنانا چاہیے۔ مشکوک شخص کو نہیں پہنانا چاہیے۔"

"تم ہوٹل کے ملازم ہو۔ یہاں کے کمرا نمبر۲۱۲ میں گولی چل چکی ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ پھر وہی کمرا مانگنے والے کو پولیس کے حوالے کرو۔"

"کیوں میرا سر کھا رہے ہو؟ اسے پولیس کے حوالے کر دیا ہے اور کیا چاہتے ہو؟"

"اسے میں نے پولیس کے حوالے کیا ہے۔ تم نے کچھ نہیں کیا ہے۔ تمہیں کچھ کرنا چاہیے، نہیں کرو گے تو کچھ ہو جائے گا۔ اگر کچھ ہو جائے گا تو کہو گے، کچھ نہ کچھ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔"

پولیس افسر تیزی سے چلتا ہوا آیا پھر کاؤنٹر کلرک سے بولا "اس ڈرائیور نے جس آدمی کو قاتل کہا تھا، وہ کہاں ہے؟"

کاؤنٹر کلرک نے کہا "اس کا نام ٹونی ماسٹر ہے۔"

ڈرائیور نے کہا "ٹونی ماسٹر نہیں جے فلو۔ اس کا نام جے فلو ہے۔"

افسر نے گرج کر کہا "اس کا نام کچھ بھی ہو، یہ بتاؤ کہاں گیا ہے؟"

"وہ تو آپ کے ساتھ گیا تھا۔ آپ نے اسے ہتھکڑی نہیں پہنائی تھی۔ میں کہہ رہا تھا، کچھ ہو گا۔ آخر کچھ نہ کچھ ہو ہی گیا۔ آپ بتائیں کیا ہوا ہے؟"

"میں ہوٹل سے باہر جا رہا تھا۔ گیٹ کے پاس جا کر پلٹ کر دیکھا تو وہ میرے پیچھے نہیں تھا۔"

"تو پھر آگے ہو گا۔"

"وہ آگے بھی نہیں تھا۔ دائیں بھی نہیں تھا، بائیں بھی نہیں تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ اچانک کہاں چلا گیا۔"

اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر بولا "میں پولیس انسپکٹر برکلے بول رہا ہوں۔ ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل شیوانی سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد شیوانی کی آواز سنائی دی "ہیلو انسپکٹر! کیا بات ہے؟"

"میڈم! یہاں ہوٹل شیرٹن میں ایک شخص آیا تھا۔ کمرا نمبر۲۱۲ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور کا بیان ہے کہ وہ آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔"

"مجھے قتل کرنے۔۔۔؟ وہ کہاں ہے؟"

"میں اسے پکڑ کر آپ کے پاس لا رہا تھا پھر پتا نہیں، وہ اچانک کہاں چلا گیا۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ جب پکڑ کر لا رہے تھے تو وہ تمہاری گرفت سے نکل کر کہاں چلا گیا؟ کیا تم نے اسے ہتھکڑی نہیں پہنائی تھی؟"

"میں پہنانا چاہتا تھا۔ پھر پتا نہیں کہ کیوں نہیں پہنائی۔ مجھے اس کے پیچھے چلنا چاہیے تھا مگر آگے چلتا رہا۔ وہ پیچھے چلتا ہوا پتا نہیں کب کہاں سے فرار ہو گیا۔"

"ہوں۔ سمجھ گئی۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں ڈاج دیا ہے۔ اسے تلاش کرو۔ میں ائرپورٹ، سی پورٹ اور بڑی بڑی شاہراہوں کی ناکا بندی کرا رہی ہوں۔"

شیوانی اپنے بڑے بڑے ماتحت افسروں کے ذریعے ناکا بندی کرانے لگی۔ لندن کے ہر چھوٹے بڑے پولیس اسٹیشن میں فیکس اور ای میل کے ذریعے جے فلو کی تصویر اور اس کے متعلق تفصیلات پہنچانے لگی۔ اسے گرفتار کرنے کے تمام ذرائع اختیار کرنے کے بعد وہ جے فلو کو تصور میں دیکھتی ہوئی اس کی پیشانی تک پہنچنے لگی۔

جے فلو چھپنے کے لیے ایک اپارٹمنٹ میں آگیا۔ وہاں مس روزی نام کی ایک کال گرل رہتی تھی۔ اس نے روزی سے کہا "مجھے یہاں رہنے دو۔ میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔ میرے بیگ میں دو لاکھ پونڈز ہیں۔ میں تمہیں ایک لاکھ دوں گا۔"

روزی نے کہا "ایک لاکھ پونڈز بہت ہوتے ہیں۔ میں نے کبھی ایک دن میں اتنی بڑی رقم نہیں کمائی۔ لیکن میں پولیس والوں سے ڈرتی ہوں۔ یہ لوگ ہم جیسی کال گرلز کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔"

اس نے بیگ سے ایک لاکھ پونڈز نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا "اسے رکھو اور عیش کرو۔ کوئی پولیس والا تمہیں

دیوتا 41

مشہور ترین چور، رنگ ڈیلوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چراتا ہے۔
ان حیرت انگیز چوریوں کی کہانیاں جو وقتاً فوقتاً ڈائجسٹوں میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔
کتابی شکل میں دستیاب ہیں

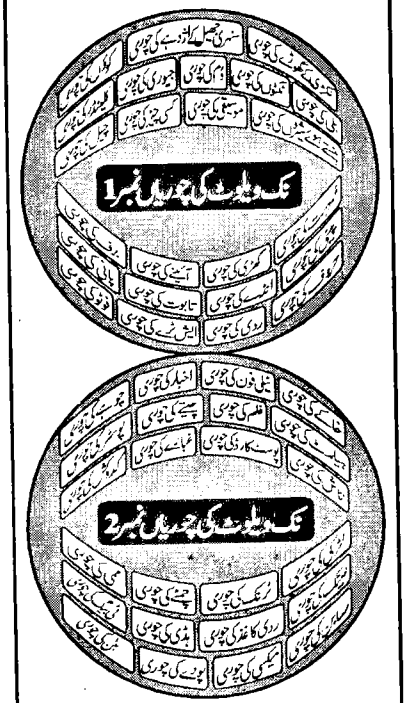

وہ دلچسپ کہانیاں جن کو آپ بار بار پڑھیں گے اور لطف اندوز ہوں گے
قیمت فی حصہ -/50 روپے ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے
دونوں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ -/25 روپے
زرِ بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ فرمائیں
کتابیات پبلی کیشنز
23 [illegible]
7420[illegible] [illegible] 5862592-5883313
kitabiat1970@yahoo.com

کتابیات پبلی کیشنز

پریشان نہیں کرے گا۔" دولت میں بڑی کشش ہوتی ہے۔ اس نے وہ رقم قبول کرلی۔ ایسے ہی وقت میں جے فلو کو اپنی پیشانی میں حرارت محسوس ہونے لگی۔ اس نے پریشان ہوکر روزی کو دیکھا لیکن اندر کا سچ اگلنے پر مجبور تھا۔ بے اختیار کہنے لگا "میرا نام جے فلو ہے۔"

روزی نے اسے دیکھا پھر کہا "تم نے اپنا نام ٹونی ماسٹر بتایا تھا۔ اب خود کو جے فلو کہہ رہے ہو۔"

"میں ائرپورٹ سے ہوٹل شیرٹن گیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ وہاں رہ کر شیوانی کا پتا معلوم کرسکوں گا۔ ایک بار صرف ایک بار شیوانی نظر آجائے تو اس سے نظریں ملنے سے پہلے ہی اسے گولی ماردوں گا۔"

روزی سہم کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ سامنے دیوار کی طرف دیکھتا ہوا بولتا جارہا تھا۔ تب روزی کو معلوم ہوا کہ وہ اس سے مخاطب نہیں ہے۔ آپ ہی آپ بڑبڑا رہا ہے۔ وہ اس کی طرف جھک کر بولی "تم کس کو گولی مارنے کی بات کررہے ہو۔ ہوش میں تو ہو؟"

اس کے مخاطب کرنے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بول رہا تھا "آج کل ہماری قسمت ساتھ نہیں دے رہی ہے۔ ہم تھری جے مصیبتوں میں مبتلا ہورہے ہیں۔ جے سامو خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔ جے کافو ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود شیوانی کی قید میں ہے اور میں شیوانی کو تلاش کرنے میں ناکام ہورہا ہوں۔ میں بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہوں مگر یہ علم کام نہیں آرہا ہے۔"

روزی سوچنے لگی "یہ تین ساتھی ہیں۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ پتا نہیں وہ شیوانی کون ہے' جسے یہ تلاش کررہا ہے۔"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہوٹل شیرٹن جاؤں گا تو وہ ٹیکسی ڈرائیور میرا اصلی نام بتادے گا۔ جب میں ٹیکسی میں بیٹھ کر سچ بول رہا تھا۔ تب ڈرائیور نے سن لیا تھا۔ اس نے افسر کو بتادیا کہ میں شیوانی کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اب پولیس والے میرے پیچھے پڑگئے ہیں۔"

روزی نے کہا "میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ پولیس والوں سے ڈر لگتا ہے اور تم خطرناک ارادہ لے کر یہاں چھپنے آئے ہو۔"

روزی کی باتیں اس کے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ وہ بول رہا تھا "میں ایک اپارٹمنٹ میں ہوں۔ یہ ایک کال گرل کا اپارٹمنٹ ہے۔ اس کا نام روزی ہے۔ میں نے اسے زبان بند رکھنے کے لیے ایک لاکھ پونڈز دیے ہیں۔ میں یہاں اپنا چہرہ اور حلیہ بدل کر رہوں گا۔ تو مجھے کوئی پہچان نہیں سکے گا۔"

روزی تیزی سے فون کے پاس گئی پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اتنی عقل آگئی کہ جو تنہائی میں ایک لاکھ پونڈز رشوت دینے کی بات کررہا ہے۔ وہ کبھی گرفتار ہونے کے بعد اسے بھی رشوت لینے اور مجرم کو پناہ دینے کے الزام میں پھنسادے گا۔

اس نے رابطہ ہوتے ہی اپنے اپارٹمنٹ کا نمبر اور اپنا نام بتایا پھر کہا "فوراً آجاؤ' ورنہ یہ فرار ہوجائے گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ مسلسل دیوار کی طرف دیکھتا ہوا بڑبڑا رہا تھا۔ ادھر شیوانی کو اطلاع ملی کہ وہ ایک کال گرل روزی کے اپارٹمنٹ میں ہے۔ اس نے جے فلو کے تصور سے اور پیشانی سے دھیان ہٹالیا۔ ادھر جے فلو کی بڑبڑاہٹ ختم ہوگئی۔ وہ پریشان ہوکر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ روزی ایک خالی بیگ ہاتھ میں لیے دوسرے کمرے سے آئی پھر بولی "میں کھانے کا کچھ سامان خریدنے جارہی ہوں۔ آدھے گھنٹے میں واپس آجاؤں گی۔"

اس نے پوچھا "میں ابھی بڑبڑا رہا تھا۔ تم نے سنا ہوگا کہ میں کیا کہہ رہا تھا؟"

"میں نے کچھ نہیں سنا۔ میں تو دوسرے کمرے میں تھی۔ اچھا میں جارہی ہوں۔ جلدی آؤں گی۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اپارٹمنٹ سے باہر آئی پھر دروازے کو باہر سے بند کردیا۔ جے فلو سوچ رہا تھا "میں پہلی بار ٹیکسی میں بڑبڑا رہا تھا۔ ڈرائیور نے میری باتیں سن لی تھیں۔ کیا ابھی روزی نے نہیں سنی ہوگی؟"

وہ روزی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا' اس نے تمام باتیں سنی ہیں۔ پولیس کو یہاں بلانے کے لیے کچھ خریداری کے بہانے باہر گئی ہے۔ دروازے کو باہر سے بند کردیا ہے۔ تاکہ وہ فرار نہ ہوسکے۔ وہ غصے سے بولا "کتے کی بچی! مجھ سے ایک لاکھ پونڈز لے اور پولیس والوں کو بھی بلایا ہے۔ دروازہ کھول۔"

وہ کھولنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر دماغ پر وہ حاوی تھا۔ اسے دی جاتی تھی۔ وہ ایک گھنٹا صرف ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل نے انکار کرتے کرتے بھی آگے بڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔ شیوانی کے لیے مخصوص ہوتا تھا۔ جب وہ آتی تھی تو تمام جے فلو نے اسے پکڑ کر اندر کھینچا پھر اس کی پٹائی کرتے ہوئے بڑے سراغ رسانوں کے لیے دروازے بند ہوجاتے کہا "میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ مجھے ہتھیار کے بغیر ٹھیک دو بجے ایسے ویران آفس کے دفتر کے چکنے فرش پر قتل کرنے میں دقت لگے گا۔ پولیس والے آجائیں گے۔ شیوانی کے جوتوں کی کھٹ کھٹ دور تک سنائی دیتی تھی۔ ابھی تیرے مقدر میں زندگی ہے۔ میں تجھے زندہ چھوڑ کر باہر گارڈز الرٹ رہتے تھے۔ اپنے سامنے سے گزرنے ہوں۔"

وہ مار کھا کر فرش پر گر پڑی تھی۔ جے فلو نے بیگ اٹھا کر اسے ایک ٹھوکر ماری پھر پلٹ کر اپارٹمنٹ سے باہر آگیا۔ دیر ہوچکی تھی۔ پولیس والوں کی دو گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی آگئیں۔ جے فلو ان گاڑیوں کو دیکھتے ہی ایک طرف بھاگنے لگا۔ یوں بھاگنے کے باعث شبہ ہوا کہ وہی مجرم ہے۔ افسران نے گاڑیوں سے باہر نکلتے ہوئے للکارا "رک جاؤ۔ ورنہ گولی ماردیں گے۔"

ایک ہوائی فائر کیا گیا۔ وہ سہم کر رک گیا۔ ایسے ہی وقت ایک بس اس کے سامنے سے گزرنے لگی۔ وہ بس عارضی طور پر ڈھال بن گئی تھی۔ اس کی طرف گولی نہیں چلائی جاسکتی تھی۔ افسران اِدھر اُدھر دوڑنے لگے پھر رک گئے کیونکہ بس گزر گئی تھی۔ اب وہ سڑک پر نظر نہیں آرہا تھا۔ جو بس ڈھال بن گئی تھی۔ اس پر چڑھ کر جارہا تھا۔

وہ افسران واپس دوڑتے ہوئے اپنی گاڑیوں میں آئے۔ شیوانی ایک کار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ماتحت افسران نے تیزی سے کار آگے بڑھائی۔ اس بس کے پیچھے جانے لگے۔ ایسے وقت جے فلو کی پیشانی گرم ہوگئی۔

وہ بس ڈرائیور کے قریب کھڑا ہوا بڑبڑانے لگا "میرا نام جے فلو ہے۔ پولیس میرا پیچھا کررہی ہے۔ میں ان سے بچنے کے لیے بھاگ رہا ہوں۔"

یہ سنتے ہی ڈرائیور نے بس کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ شیوانی کی کار وہاں پہنچ گئی۔ وہ کار سے اتر کر بس میں آئی۔ جے فلو ایک طرف کھڑا بڑبڑا رہا تھا۔ پولیس کی گاڑیاں بھی آگئیں۔ شیوانی نے ایک افسر سے کہا "اسے ہتھکڑی پہناؤ اور چابی مجھے دو۔ ورنہ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہتھکڑی کھلوالے گا۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا کر شیوانی کو چابی دی گئی۔ وہ بولی "اسے پرائیویٹ سیل میں پہنچادو۔ میں آرہی ہوں۔"

وہ حکم دے کر اپنی کار میں چلی گئی۔

اسکاٹ لینڈیارڈ کے صدر دفتر میں دن کے دو بجے صرف کچھ اعلیٰ افسران وہاں کے وسیع و عریض آفس میں رہتے تھے۔ ایک گھنٹے تک کسی چوتھے افسر کو وہاں جانے کی اجازت تھی۔ مگر دماغ پر وہ حاوی تھا۔ اسے دی جاتی تھی۔ وہ ایک گھنٹا صرف ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل جے فلو نے اسے پکڑ کر اندر کھینچا پھر اس کی پٹائی کرتے ہوئے بڑے سراغ رسانوں کے لیے دروازے بند ہوجاتے کہا "میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ مجھے ہتھیار کے بغیر ٹھیک دو بجے ایسے ویران آفس کے دفتر کے چکنے فرش پر قتل کرنے میں دقت لگے گا۔ پولیس والے آجائیں گے۔ شیوانی کے جوتوں کی کھٹ کھٹ دور تک سنائی دیتی تھی۔ ابھی تیرے مقدر میں زندگی ہے۔ میں تجھے زندہ چھوڑ کر باہر گارڈز الرٹ رہتے تھے۔ اپنے سامنے سے گزرنے ہوں۔"

وہ مار کھا کر فرش پر گر پڑی تھی۔ جے فلو نے بیگ اٹھا کر اسے ایک ٹھوکر ماری پھر پلٹ کر اپارٹمنٹ سے باہر آگیا۔ دیر ہوچکی تھی۔ پولیس والوں کی دو گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی آگئیں۔ جے فلو ان گاڑیوں کو دیکھتے ہی ایک طرف بھاگنے لگا۔ یوں بھاگنے کے باعث شبہ ہوا کہ وہی مجرم ہے۔ افسران نے گاڑیوں سے باہر نکلتے ہوئے للکارا "رک جاؤ۔ ورنہ گولی ماردیں گے۔"

ایک ہوائی فائر کیا گیا۔ وہ سہم کر رک گیا۔ ایسے ہی وقت ایک بس اس کے سامنے سے گزرنے لگی۔ وہ بس عارضی طور پر ڈھال بن گئی تھی۔ اس کی طرف گولی نہیں چلائی جاسکتی تھی۔ افسران اِدھر اُدھر دوڑنے لگے پھر رک گئے کیونکہ بس گزر گئی تھی۔ اب وہ سڑک پر نظر نہیں آرہا تھا۔ جو بس ڈھال بن گئی تھی۔ اس پر چڑھ کر جارہا تھا۔

وہ افسران واپس دوڑتے ہوئے اپنی گاڑیوں میں آئے۔ شیوانی ایک کار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ماتحت افسران نے تیزی سے کار آگے بڑھائی۔ اس بس کے پیچھے جانے لگے۔ ایسے وقت جے فلو کی پیشانی گرم ہوگئی۔

وہ بس ڈرائیور کے قریب کھڑا ہوا بڑبڑانے لگا "میرا نام جے فلو ہے۔ پولیس میرا پیچھا کررہی ہے۔ میں ان سے بچنے کے لیے بھاگ رہا ہوں۔"

یہ سنتے ہی ڈرائیور نے بس کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ شیوانی کی کار وہاں پہنچ گئی۔ وہ کار سے اتر کر بس میں آئی۔ جے فلو ایک طرف کھڑا بڑبڑا رہا تھا۔ پولیس کی گاڑیاں بھی آگئیں۔ شیوانی نے ایک افسر سے کہا "اسے ہتھکڑی پہناؤ اور چابی مجھے دو۔ ورنہ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہتھکڑی کھلوالے گا۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا کر شیوانی کو چابی دی گئی۔ وہ بولی "اسے پرائیویٹ سیل میں پہنچادو۔ میں آرہی ہوں۔"

وہ حکم دے کر اپنی کار میں چلی گئی۔

اسکاٹ لینڈیارڈ کے صدر دفتر میں دن کے دو بجے صرف کچھ اعلیٰ افسران وہاں کے وسیع و عریض آفس میں رہتے تھے۔ ایک گھنٹے تک کسی چوتھے افسر کو وہاں جانے کی اجازت

تینوں کے نام اور عہدے کچھ اور تھے لیکن کوڈ نیم کے طور پر ایکس' وائی اور زیڈ کہلاتے تھے۔ شیوانی کی آمد پر تینوں نے اٹھ کر اسے ویلکم کہا پھر مسٹر ایکس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "HAVE YOUR SEAT PLEASE۔"

وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ مسٹر وائی نے کہا "جے کافو کے بعد جے فلو بھی تمہارے شکنجے میں آگیا ہے۔"

وہ بولی "آج شام کی فلائٹ سے جے سامو یہاں پہنچنے والا ہے۔ اسے ائرپورٹ میں گرفتار کرلیا جائے گا۔"

مسٹر زیڈ نے کہا "تمہارے پاس قدرتی طور پر غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ اب تمہارے ساتھ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے رہا کریں گے۔ تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایک بڑی طاقت بن رہی ہو۔"

"میں جس مشن پر جارہی ہوں' اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت تھی۔ یہ ضرورت میں پوری کررہی ہوں۔ میں ان تینوں کو پہلے اچھی طرح آزماؤں گی کیونکہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ناقابل شکست ہیں۔ ان کے مقابلے پر جانے سے پہلے میں ہر پہلو سے مطمئن ہونا چاہتی ہوں۔"

"بے شک۔ امریکی' اسرائیل اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کوششیں کرچکے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی چین میں تیار ہونے والی ٹرانسفارمر مشین کی تیاری کو نہ روک سکا۔ سنا ہے اس مشین کا نقشہ وہاں پہنچ چکا ہے۔"

مسٹر زیڈ نے کہا "امریکا ہمیں ایک کروڑ پونڈز اور ہر طرح کی سہولتیں دے رہا ہے۔ یہ بہت بڑی ڈیل ہے۔ جب دنیا کی تمام سراغ رساں تنظیمیں حتیٰ کہ انٹرپول بھی ناکام ہوجاتی ہے تو ہم اسکاٹ لینڈیارڈ والوں سے اس اعتماد کے ساتھ ڈیل کی جاتی ہے کہ ہمارا مشن ضرور کامیاب ہوگا۔"

وہ بولی "ضرور کامیاب ہوگا کیونکہ میرا طریقہ کار ہی سب سے جدا ہوگا۔ میں وہاں فرہاد علی تیمور اور اس کی فیملی کو چیلنج کرنے کی حماقت نہیں کروں گی۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسی حماقتیں کرتے رہے اور ناکام ہوتے رہے۔ یہ تھری جے بھی وہاں جاکر ایسی حماقتیں کریں گے۔ انہیں الجھاتے رہیں گے۔ میں دیمک بن کر اندر ہی اندر مشین کو کھوکھلا اور ناکارہ بنا کر چلی آؤں گی۔"

کوئی ضروری نہیں ہے کہ مقدر ہمیشہ میرا ساتھ دے۔ وہ شیوانی کا بھی ساتھ دے سکتا ہے۔ ہر عروج کے بعد زوال آتا ہے۔ شاید وہ زوال بن کر آرہی ہے۔

اس آفس میں تین اعلیٰ افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ان

الپا کی یہ شدید خواہش رہی تھی کہ کسی طرح پارس کو غلام بنالے۔ یہ خواہش برسوں سے دل میں مچلتی رہی تھی۔ برسوں کے بعد اب قسمت نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ وہ پارس کو ٹریپ کرنے' قیدی بنانے اور اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا غلام بنانے میں کامیاب ہوچکی تھی۔

ویسے اندر سے مطمئن نہیں تھی۔ اب تک پارس کے مقابلے میں ناکام رہی تھی۔ اس پر تنویمی عمل کرنے کے باوجود دھڑکا سا لگا ہوا تھا کہ پتا نہیں تنویمی عمل کامیاب ہوا ہے یا نہیں؟ اس عمل کا اثر پارس پر ہوا ہے یا نہیں؟ اور کیا وہ غلام بن چکا ہے؟

الپا کے تنویمی عمل کے بعد پارس گہری تنویمی نیند سو رہا تھا۔ اس کے بیدار ہونے کے بعد معلوم ہونے والا تھا کہ الپا کو کامیابی حاصل ہوئی ہے یا نہیں؟

کامیابی کی صورت میں وہ الپا کے سامنے سر جھکا لیتا۔ ناکامی ہوتی تو پھر الپا کے لیے مصیبت بن جاتا۔ اس اندیشے کے باعث اس نے تنویمی عمل کرنے کے باوجود اسے آہنی سلاخوں کے پیچھے قیدی بنا کر رکھا تھا۔ تاکہ وہ غلام نہ بنے تو قیدی بن کر ضرور رہے۔

بوبی نے کہا "الپا! تم دوسرے دشمنوں کے مقابلے میں پارس سے بہت زیادہ محتاط رہتی ہو۔ یہ درست ہے کہ وہ چالبازی سے ہمیشہ تمہارے لیے مسائل پیدا کرتا رہا ہے لیکن اب کوئی مسئلہ پیدا نہیں کرے گا وہ غلام بن چکا ہے۔"

"ابھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوگا۔ تب ہی نتیجہ سامنے آئے گا۔"

"اس کی وجہ سے ٹرانسفارمر مشین کا معاملہ کھٹائی میں پڑگیا ہے۔ اگر یہ ہمارے ملک میں نہ آتا تو ہم اس وقت مشین کی تیاری کے ابتدائی مراحل میں ہوتے۔"

"ہاں پارس کی وجہ سے دیر ہو رہی ہے لیکن یہ میرا غلام بن جائے گا تو اس کی موجودگی سے فائدہ پہنچے گا۔ یہ ٹرانسفارمر مشین کا ماہر مکینک ہے۔ ہمارے پاس پہلے ہی جیکی ہنٹر جیسا ماہر مکینک ہے دو مکینک بڑی کامیابی سے مشین تیار کرسکیں گے۔"

بوبی نے کہا "مجھے جیکی ہنٹر کے پاس جانا چاہیے۔ وہ اپنے بنگلے میں تنہا ہے۔ اسے زیادہ دیر تک تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

الپا نے کہا "یہ بڑی مشکل ہے۔ اب میں جیکی ہنٹر کے دماغ میں نہیں جاسکتی۔ اس کے دماغ میں جب تک وہ کیل پیوست رہے گی' کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں نہیں جاسکے گا۔ میں نے دشمنوں کو اس کے دماغ میں جا سے روکنے کے لیے وہ کیل پیوست کرائی تھی۔"

وہ سوچنے لگی۔ ایک طریح سے اس نے دانش مند سے کام لیا تھا۔ دوست اور دشمن خیال خوانی کرنے وا جیکی ہنٹر کے دماغ میں نہیں جاسکتے تھے۔ اس کا سراغ نہیں سکتے تھے کہ الپا نے اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟

جیکی ہنٹر بہت اہم تھا۔ وہی ٹرانسفارمر مشین تیار کر تھا۔ جیکب رابن نے جیکی ہنٹر اور بوبی کے سروں میں پیوست کرنے سے پہلے کہہ دیا تھا کہ وہ بھی ان دونوں دماغوں میں نہیں جاسکے گی۔

جیکب رابن نے کہا تھا "جب تک میں زندہ ہ میرے منتروں کے ذریعے جیکی ہنٹر اور بوبی کے چور خیا پڑھ سکو گی۔ ورنہ وہ کیلیں تمہاری خیال خوانی کا راستہ رہیں گی۔"

الپا نے جیکب رابن کی اس بات کو مان لیا تھا ضرورت کے وقت اس کے منتروں کے ذریعے جیکی اور کے دماغوں میں جایا کرے گی اس وقت دانش مندی کی کہ ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے والے جیکی اور بوبی دماغوں کو مقفل رکھا جائے۔ دوسرے لفظوں میں تمام پیتھی جاننے والے دشمنوں سے انہیں دور رکھا جائے

لیکن تقدیر اپنا کھیل دکھاتی رہتی ہے۔ الپا جو سو نہیں سکتی تھی' وہ ہوگیا۔ جیکب رابن مرگیا۔ اس کی مو مطلب یہ تھا کہ ان دونوں کے دماغ الپا کے لیے کھ ہوگئے۔ منتروں کے ذریعے اسے ان کے دماغوں میں پہ والا نہیں رہا تھا۔

اب ایک ہی راستہ تھا کہ وہ جیکی اور بوبی کے سے وہ کیلیں نکال دے پھر اسے ان کے دماغوں میں جا ان کے چور خیالات پڑھنے کے مواقع ملتے رہتے۔ وہ کرتی رہتی کہ وہ دونوں بدستور اس کے محکوم ہیں یا نہیں

اگر نہیں تو پھر وہ محکوم نہیں' آستین کے سانپ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں لیکن جیکب رابن کی اچانک موت کے باعث الپا ان پر بھروسا کرنے پر مجبور ہوگئی تھی۔

وہ دل ہی دل میں یہ فیصلہ کرچکی تھی کہ پارس کو بناتے ہی جیکی ہنٹر کو زنجیریں پہنا کر رکھے گی۔ وہ اپنے باہر نہیں جاسکے گا اور بوبی کو اس نے پیار کی زنجیروں رکھا تھا۔ وہ اسے اپنے قریب رکھنے کے بہانے اس نگرانی کرسکتی تھی۔

بوبی نے ٹیلی فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا پھر رابطہ کرنے کے بعد دوسری طرف سے فون کی گھنٹی سننے لگا۔ الپا نے پوچھا "خاموش کیوں ہو؟ کیا جیکی فون اٹینڈ نہیں کررہا ہے؟"

"نہیں۔ وہاں فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ ہوسکتا ہے' جیکی باتھ روم میں ہو۔ میں دس منٹ بعد فون کروں گا۔"

وہ ریسیور رکھ کر خود باتھ روم میں چلا گیا۔ الپا بے بسی سے سوچنے لگی "ایسے ہی وقت ٹیلی پیتھی کام آتی ہے۔ ٹیلی فون کے ذریعے معلوم نہیں کیا جاسکتا کہ جیکی باتھ روم میں ہے یا بنگلے سے باہر چلا گیا ہے؟"

اس نے جیکی کو سختی سے منع کیا تھا کہ کبھی بنگلے کے باہر قدم نہ رکھے۔ اسے صرف بوبی کے ساتھ باہر جانے کی اجازت تھی۔ میک اپ کے ذریعے جیکی ہنٹر کا چہرہ اور حلیہ بدل دیا گیا تھا۔ اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ وہ پہچان لیا جائے گا۔ البتہ یہ خدشہ تھا کہ تنہا باہر جائے گا تو پتا نہیں کہاں بھٹک جائے گا پھر اسے تلاش کرنے کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ دشمن تو کسی بھی غلطی یا کمزوری کی تاک میں رہتے ہیں۔ وہ جیکی کے بھٹکنے کا فائدہ اٹھا سکیں گے۔

اس نے باتھ روم کی طرف دیکھا۔ بوبی واپس نہیں آیا تھا۔ وہ خود ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی پھر ریسیور کو کان سے لگا کر سننے لگی۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی لیکن جیکی فون اٹینڈ نہیں کررہا تھا۔ یہ تشویش میں مبتلا کرنے والی بات تھی۔ شبہ یقین میں بدل رہا تھا کہ جیکی تنہا بنگلے سے باہر چلا گیا ہے۔

اس نے باتھ روم کے دروازے کے پاس آکر دستک دی "بوبی! باہر آؤ۔ جیکی فون اٹینڈ نہیں کررہا ہے۔ فوراً وہاں جاؤ۔"

بوبی پتلون پہنتا ہوا باہر نکلا۔ وہ بولی "میں پارس کو ٹیپنا ٹائز کررہی تھی۔ اس وقت تمہیں جیکی کے پاس جانا چاہیے تھا۔"

"میں ابھی جارہا ہوں۔ جیکی کے پاس پہنچتے ہی تمہیں فون کروں گا۔ فکر نہ کرو۔ وہ اپنے بنگلے میں ہی ہوگا۔"

وہ بیڈ روم سے باہر چلا گیا۔ الپا صوفے پر بیٹھ گئی اور پریشان ہوکر سوچنے لگی "اگر جیکی کہیں چلا گیا ہوگا تو ٹرانسفارمر مشین کی تیاری میں بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہوجائے گی۔ اگرچہ پارس کو معمول بنا کر مشین تیار کی جاسکتی تھی لیکن وہ اتنے اہم معاملے میں صرف پارس پر بھروسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی پارس کے دماغ میں پہنچی۔ اس کے اندر گہری خاموشی تھی۔ وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کا خوابیدہ ذہن کچھ سوچ نہیں رہا تھا۔ الپا نے جو تنویمی عمل کیا تھا اس کے مطابق وہ گہری نیند سو رہا تھا۔

وہ مطمئن ہوکر دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اب اس کی تمام توجہ اور تمام پریشانیاں جیکی ہنٹر کی وجہ سے تھیں۔ وہ بار بار یہ سوچ کر جھنجلانے لگی کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ میں نہیں پہنچ پارہی ہے۔ ٹیلی فون کی محتاج ہوگئی ہے۔ بوبی وہاں سے فون کرے گا' تب جیکی کے بارے میں اچھی یا بری خبر مل سکے گی۔

اسے خیال آیا کہ تقریباً بارہ گھنٹے گزر چکے ہیں' اس نے اسرائیلی اکابرین سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ وہ سب پریشان ہوں گے۔ اس نے فوراً ہی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر اسے مخاطب کیا "ہیلو کرنل! میں ہوں الپا۔"

"الپا! تم کہاں ہو؟ تم نے کل سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ ایسے وقت ہم اندیشوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ ڈر سا لگتا ہے کہ دشمنوں نے کہیں تمہیں ٹریپ نہ کرلیا ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ جب دشمن مجھ پر غالب آئیں گے تو یہ بات چھپی نہیں رہے گی۔ میں برسوں سے تمہاری آرہی ہوں۔ آج تک کوئی مجھے شکست نہ دے سکا اور نہ ہی دے سکے گا۔"

"آج تم نے کسی خاص دشمن کو گرفتار کرنے کے لیے اس شہر کے ایک علاقے کی ناکہ بندی کی تھی۔ ہمیں پتا چلا ہے کہ تم نے اسے قیدی بنالیا ہے۔ کون ہے وہ؟"

"وہ میرا بہت ہی خاص قیدی ہے۔ ابھی میں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔"

"تم ہمارے ملک اور قوم کی بھلائی کے لیے مصلحتاً رازداری سے کام لیتی رہتی ہو لیکن یہ راز کھل چکا ہے کہ تم امریکا سے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ... حاصل کرچکی ہو اور تم نے اس مشین کے ایک ماہر مکینک کو بھی اغوا کیا ہے۔ امریکی حکام ہم سے شکایتیں کررہے ہیں۔"

"امریکی حکام کو کیا جواب دیا گیا ہے؟"

"یہی کہ تم نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ کسی ثبوت کے بغیر تمہیں اتنا بڑا الزام نہ دیا جائے۔ ویسے الپا! ہم سب کو اور پوری قوم کو تم پر ناز ہے۔ ہمارے ملک میں ٹرانسفارمر مشین تیار ہوگی تو پھر ٹیلی پیتھی جاننے والی یہودی فوج تیار ہوگی۔ دنیا کے نقشے میں اسرائیل ایک نقطے کے برابر چھوٹا سا ملک ہے۔ مگر تم ہمارے اس ملک کو سپر پاور بنا رہی ہو۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ الپا نے کہا "کرنل! میں ایک

کتابیات پبلی کیشنز

ضروری کال اٹینڈ کررہی ہوں۔ آپ تمام اکابرین سے بعد میں رابطہ کروں گی۔"

اس نے خیال خوانی کا رابطہ ختم کیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتی ہوئی بولی "ہیلو! میں بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے بوبی کی آواز سنائی دی "الپا! غضب ہوگیا۔ جیکی ہنٹر یہاں سے بنگلے میں نہیں ہے۔"

"یو نان سینس! وہ کہاں جاسکتا ہے؟"

"مجھے نان سینس کہہ رہی ہو؟ میرا کیا قصور ہے؟"

"تمہاری حماقت سے وہ بھاگ گیا ہے۔ یاد رکھو، اگر وہ نہ ملا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ جاؤ اسے تلاش کرو ہر پندرہ منٹ بعد موبائل فون کے ذریعے اطلاع دیتے رہو کہ تم اسے تلاش کرنے کے لیے کیا کررہے ہو؟"

وہ غصے سے ریسیور پٹخ کر ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگی۔ جیکی کے غائب ہونے سے ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں ناکامی کے آثار پیدا ہوگئے تھے پہلا پریشان کرنے والا خیال یہی تھا کہ جیکی اپنے امریکی سراغ رسانوں کے ہاتھ لگے گا تو وہ اسے اپنے ملک لے جائیں گے۔ جیکی وہاں جاکر اسرائیل کے خلاف گواہی دے گا کہ یہودیوں نے اپنے مخصوص مقاصد حاصل کرنے کے لیے اسے اغوا کیا تھا۔

الپا کو امریکی مخالفت کی پروا نہیں تھی۔ اسے ٹرانسفارمر مشین کی فکر تھی۔ اس کی کامیابی، ناکامی میں بدلتی دکھائی دے رہی تھی۔ اس وقت اس کی یہ شدید خواہش تھی کہ وہ کسی طرح جیکی ہنٹر کے دماغ میں پہنچ جائے اور یہ معلوم کرلے کہ وہ کہاں ہے؟

اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ ہاتھ آئے گا تو سب سے پہلے اس کے سر سے کیل نکالے گی۔ اس کے دماغ میں آنے جانے کا راستہ بنائے گی۔ اسے پھر کبھی گم نہیں ہونے دے گی۔ ایسا کرنے سے ایک اندیشہ رہے گا کہ دشمن بھی جیکی کے دماغ میں آئیں گے۔ ان دشمنوں کو روکنے کا ایک عام طریقہ تھا۔ وہ جیکی کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کرسکتی تھی۔

بوبی ہر پندرہ منٹ کے بعد فون کے ذریعے رابطہ کررہا تھا اور یہ کہہ کر مایوس کررہا تھا کہ جیکی ہنٹر شہر میں کہیں نظر نہیں آرہا ہے۔ الپا نے کہا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ کھلی جگہ سڑکوں پر، یا پارک وغیرہ میں گھومتا پھرتا رہے۔ وہ کسی ہوٹل میں یا کسی مکان میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے چھپ کر رہ سکتا ہے۔"

وہ فون کے ذریعے انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے بولی۔ "اپنے تمام سراغ رسانوں کو ایک شخص کی تلاش پر لگا کرو۔ کوئی ہوٹل، کلب یا مکان نہ چھوڑو۔ ہر جگہ گھس اسے تلاش کرنے کا حکم دو۔"

اس نے جیکی ہنٹر کا موجودہ حلیہ بتایا پھر شہر سے اور ملک سے باہر جانے کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کا بھی حکم وہ جیکی تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کررہی تھی پھر بھی مطمئن نہیں ہورہی تھی بے چینی اور پریشانی ایسی تھی کہ اپنے میں سکون سے نہ بیٹھ سکی۔ اپنی کار میں بیٹھ کر خود اس تلاش میں نکل پڑی۔

ادھر پارس آہنی سلاخوں کے پیچھے قیدی بنا ہوا تھا۔ نے پہلے اسے جسمانی طور پر قید کیا تھا پھر تنویمی عمل ذریعے دماغی طور پر بھی اسے قیدی بنالیا تھا۔ تنویمی نیند کرنے کے بعد اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ نیند سے بھی وہ خود کو آہنی سلاخوں کے پیچھے دیکھ چکا تھا۔ پھر آیا کہ الپا اس کے دماغ میں آئی تھی اور اس نے تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا "کیا میں معمول بن چکا ہوں۔"

الپا، جیکی ہنٹر کو تلاش کررہی تھی۔ ہوٹلوں، کلبوں تفریح گاہوں میں جاکر اسے ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ باہر طرف سے بھی غافل نہیں تھی۔ اس نے ایک سڑک کنارے کار کو روک کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے پھر اس سے کہا تم میرے معمول اور محکوم بن چکے ہو۔ اب تم میرے ایک اشارے پر ناچو گے۔"

وہ قید خانے کے فرش پر لیٹا ہوا تھا۔ اٹھ کر بیٹھ بولا "آج تک کوئی مرد مجھے نچا نہیں سکا۔ تم کیا نچاؤ گی؟"

"آج تمہارے غرور کا سر نیچا ہوگا۔ فرہاد علی تیمور میرے حکم پر ناچے گا۔ ابھی ناچے گا۔"

الپا نے پارس کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر حکم دیا کھڑے ہوجاؤ۔"

اس کا دماغ اپنے اختیار میں نہیں رہا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ الپا نے کہا "ایک ٹانگ اٹھاؤ اور ٹانگ پر کھڑے رہو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ایک ٹانگ پر کھڑا ہو بولی "میں نے دنیا کو دو پیروں پر ناچتے دیکھا ہے۔ آج کا ناچ دیکھنا چاہتی ہوں۔ کم آن، ایک ٹانگ پر ناچو۔"

یہ ٹیلی پیتھی، یہ تنویمی عمل بڑی ظالم چیز زوروں کو بھی تگنی کا ناچ نچا دیتی ہے۔ پارس نے

میں کبھی شکست نہیں کھائی تھی مگر حالات نے اسے مات دے دی۔ ہماری دنیا میں ہر عروج کو زوال ہے۔ مجھے بھی زوال آنا ہے۔ میرے بیٹے کو بھی آیا۔ وہ ایک ٹانک پر اچھل اچھل کر ناچنے لگا۔

افسوس، یہ میری لاعلمی میں ہو رہا تھا۔

○☆○

اسکاٹ لینڈ یارڈ کی اعلیٰ افسر شیوانی نے بڑی حکمت عملی سے جے کانو اور جے فلو کو اپنا معمول اور محکوم بنالیا تھا۔ اب ان کا تیسرا ساتھی جے سامو رہ گیا تھا۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کے دونوں ساتھی اپنی آزادی کھو چکے ہیں۔ ایک طویل مدت تک آزاد اور ناقابلِ شکست رہنے کے بعد ایک عورت کے غلام بن گئے ہیں۔

جے سامو نے جے فلو سے کہا تھا کہ وہ صبح کی فلائٹ سے لندن پہنچنے والا ہے۔ شیوانی اپنے ذرائع سے یہ معلوم کر چکی تھی۔ اس کے ماتحت جاسوس جے سامو کو حراست میں لینے کے لیے صبح ائرپورٹ پہنچ گئے تھے لیکن انہیں مایوسی ہوئی۔ اسکاٹ لینڈ کی ایک جاسوسہ جے سامو کو پھانس کر وہاں لانے والی تھی۔ اسی جاسوسہ کے ذریعے شیوانی، جے سامو کو پہچاننے والی تھی مگر اس جاسوسہ نے لندن پہنچ کر کہا "جے سامو اچانک کہیں گم ہو گیا ہے۔ وہ مجھ سے روم کے ائرپورٹ پر ملنے والا تھا۔ میں جہاز کے پرواز کرنے تک اس کا انتظار کرتی رہی۔ لیکن وہ نہیں آیا۔"

شیوانی نے پوچھا "وہ نہیں آیا۔ تمہیں بھی نہیں آنا چاہیے تھا۔ وہیں اس کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ تم اس کے ساتھ کسی دوسری فلائٹ سے آسکتی تھیں۔"

"میں یہی چاہتی تھی۔ روم میں رہ کر اس کا انتظار کرنا چاہتی تھی لیکن یہ محسوس کر رہی تھی کہ میرا دماغ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی یہاں چلی آئی ہوں۔"

"ہوں! اس کا مطلب ہے، جے سامو نے خطرہ محسوس کر لیا ہے۔ محتاط ہو گیا ہے۔ اسے ٹریپ کرنے کے لیے دوسری چال چلنی ہوگی۔"

شیوانی نے جے کانو کے بعد جے فلو پر تنویمی عمل کرایا تھا۔ ہپناٹائز کرنے والے نے کامیابی سے عمل کیا تھا لیکن اس نے جے کانو اور جے فلو کے دماغوں کو لاک نہیں کیا تھا۔ شیوانی نے بھی اس پہلو پر دھیان نہیں دیا تھا۔

پچھلی رات جے سامو نے اپنے ساتھی جے فلو سے رابطہ کیا تھا۔ اور پوچھا تھا "کیا تم لندن پہنچ گئے ہو؟"

جے فلو نے کہا "میں لندن میں ہوں۔ یہاں شیوانی سے دوستی ہو گئی ہے۔"

"دوستی؟" اس نے حیرانی سے پوچھا "شیوانی ہماری دشمن ہے اس نے ہمارے دوست جے کانو کو اپنا غلام بنالیا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ شیوانی سے دوستی ہو گئی ہے؟"

"سامو! پلیز شیوانی کو دشمن نہ کہو۔ ہم اسے غلط سمجھ رہے تھے۔ اس نے ہمارے ساتھی کو غلام نہیں بنایا ہے۔ مجھے بھی معمول نہیں بنایا ہے۔ تمہیں بھی نہیں بنائے گی۔ فوراً چلے آؤ۔"

"بس رہنے دو۔ تمہاری ان باتوں نے سمجھا دیا ہے کہ جے کانو کی طرح تمہیں بھی معمول بنالیا گیا ہے۔"

"تم مجھ جیسے دوست کو غلط سمجھ رہے ہو۔ تمہیں مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

"میں پہلے یہ اچھی طرح سمجھوں گا کہ مجھے بھروسا کرنا چاہیے یا نہیں؟ اس کے بعد لندن آؤں گا۔"

سامو اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ جے فلو نے اسے مخاطب کیا۔ اسے آوازیں دیں لیکن اس نے یہی تاثر دیا کہ وہ دماغ سے جا چکا ہے۔ تھوڑی دیر بعد شیوانی نے جے فلو کے پاس آکر کہا "تمہیں چین کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کیا تم نے ان معلومات کو ذہن نشین کر لیا ہے؟"

جے فلو نے کہا "سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہاں فرید علی تیمور کے علاوہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے اہم افراد پہنچے ہوئے ہیں۔ ان میں علی تیمور بھی ہے۔"

شیوانی نے پوچھا "اس سے بھی زیادہ اہم بات کیا ہے؟"

جے فلو نے کہا "بابا صاحب کے ادارے کے تعاون سے وہاں ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کی جانے والی ہے۔ ہم اس مشین پر چین جا رہے ہیں کہ اس ٹرانسفارمر مشین کو کسی قیمت پر بھی تیار نہیں ہونے دیں گے۔"

جے سامو بڑی خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ ان تھری جے نے ابتدا ہی سے یہ طے کیا تھا کہ کبھی کسی کیلی پیتھی جاننے والے سے نہیں ٹکرائیں گے۔ بابا صاحب کے ادارے سے ٹکرانے کا تو وہ خواب بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے لیکن اب وہی جے کانو اور جے فلو مجھ سے اور علی تیمور سے ٹکرانے کی جرأت کر رہے تھے۔

جے سامو نے ان کے احمقانہ فیصلے سے سمجھ لیا کہ دونوں بے شک و شبہ شیوانی کے غلام بن چکے ہیں۔

پھر شیوانی اور جے فلو کے درمیان مزید گفتگو ہوئی تو یہ پتا چلا کہ روم میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کی ایک جاسوسہ جے سامو کو محبت کے جال میں پھانس کر لندن لا رہی ہے۔

اس کے بعد ہی جے سامو محتاط ہو گیا۔ اس نے حیران ہو کر سوچا کہ اس نے اب تک اس جاسوسہ کے چور خیالات کیوں نہیں پڑھے تھے؟ جب عقل آئی تو اس نے جے فلو کے آس پاس رہنے والے چند سراغ رسانوں کے دماغوں میں جگہ بنالی۔ دوسری صبح وہ جاسوسہ لندن پہنچی تو اس کے اندر رہ کر وہ اور کئی اہم افراد کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ ان کے خیالات سے معلوم ہوا کہ شیوانی، جے کانو اور جے فلو کے علاوہ دو بہت ہی ذہین سراغ رساں بھی چین جانے والے ہیں۔

جے سامو نے ان دونوں سراغ رسانوں کے دماغوں میں بھی جگہ بنالی۔ اب وہ دور رہ کر اپنے دونوں ساتھیوں کو شیوانی کے شکنجے سے نجات دلانے کی تدابیر پر عمل کر رہا تھا۔

شیوانی نے اسکاٹ لینڈ کے ان تمام سراغ رسانوں سے رابطہ کیا، جو روم میں تھے۔ ان سے کہا گیا کہ جے سامو روم میں یا اٹلی کے دوسرے علاقوں میں چھپا ہوگا، اسے ہر حال میں تلاش کیا جائے۔

ای میل کے ذریعے جے سامو کی تصویر حاصل کی گئی تھی۔ اسی تصویر کے ذریعے اسے پہچانا جا سکتا تھا۔ جے سامو اتنا نادان نہیں تھا کہ وہی چہرہ لیے پھرتا رہتا۔ اس کے چہرے پر عارضی میک اپ تھا۔ شیوانی کی چالبازی اور اس جاسوسہ کے فریب کا علم ہوتے ہی اس نے عارضی میک اتار دیا تھا۔ اس کے بعد کوئی اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔

شیوانی نے جے کانو اور جے فلو کو حکم دیا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے جے سامو سے رابطہ کریں۔ اسے اپنی طرف مائل کریں اور اس کے دماغ میں رہنے کے دوران میں یہ معلوم کرتے رہیں کہ وہ کس ملک کے کس علاقے میں ہے؟ اور جگہ تبدیل کرتے ہوئے کہاں کہاں جا رہا ہے؟

ان دونوں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ اس نے کہا "میرے جان سے زیادہ عزیز ساتھیو! میں جب تک تم دونوں کو شیوانی سے نجات نہیں دلاؤں گا، تب تک تم میں سے کسی کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ ان دونوں نے واپس آکر شیوانی سے کہا "ہمارا دوست ہم سے بدظن ہو گیا ہے۔ وہ ہمیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گا۔ ابھی اس نے سانس روک کر ہمیں بھگا دیا ہے۔"

شیوانی نے کہا "ہم کل کی فلائٹ سے چین جائیں گے۔ جے سامو کو تلاش کرنے اور ٹریپ کرنے کا وقت نہیں ہے۔ واپس آکر اس سے نمٹ لیا جائے گا۔"

اسکاٹ لینڈ یارڈ کے اعلیٰ افسر نے شیوانی سے کہا۔ "ہماری ایک جاسوسہ کا نام ماریہ ہے۔ وہ جاسوسی کے لیے چین گئی تھی۔ وہاں حکومت چین کے خلاف کارروائی کرتی ہوئی پکڑی گئی تھی۔ اسے یہاں واپس بھیج دیا گیا اور یہ پابندی عائد کر دی گئی کہ ماریہ آئندہ کبھی چین کی سرزمین پر قدم نہیں رکھے گی۔"

شیوانی نے کہا "چین میں ملک دشمن عناصر کو سزائے موت دی جاتی ہے۔ تعجب ہے کہ انہوں نے ماریہ کو گولی نہیں ماری اور اسے یہاں واپس بھیج دیا۔ حکومت چین نے ماریہ پر یہ خاص مہربانی کیوں کی؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں شبہ ہوا تھا کہ چین میں ماریہ کا برین واش کیا گیا ہے۔ اسے اپنی طرف مائل کر کے ہمارے خلاف جاسوسی کے لیے بھیجا گیا ہے۔ ہمارے خاص آدمی اس کی نگرانی کرتے رہے ہیں لیکن وہ یہاں کسی قابلِ اعتراض معاملے میں ملوث نہیں ہے۔"

"کیا یہ بات قابلِ اعتراض نہیں ہے کہ وہ استعفیٰ دے رہی ہے؟ کیا آپ نے پوچھا کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ جیسے بڑے ادارے کو کیوں چھوڑ رہی ہے؟"

"وہ جلد ہی شادی کرنا چاہتی ہے۔ اس کی پسند کا نوجوان لندن آنے والا ہے۔ وہ اس سے شادی کرنے کے بعد ازدواجی گھریلو زندگی گزارنا چاہتی ہے۔"

"یہ ملازمت چھوڑنے کا معقول جواز نہیں ہے۔ عورتیں شادی کے بعد بھی ملازمت جاری رکھتی ہیں۔ وہ نوجوان کون ہے، جس کی آمد سے پہلے ہی وہ ہمارے ادارے سے الگ ہو رہی ہے؟"

"اس نے اپنے آئیڈیل نوجوان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہے۔"

"اس نے نہیں بتایا ہے۔ ہمیں معلوم کرنا چاہیے۔ وہ نوجوان لندن میں نہیں رہتا۔ کہیں باہر سے آنے والا ہے۔ ماریہ نے اس سے کہاں ملاقات کی تھی؟ وہ تو چین میں رہ کر آئی ہے۔ کیا اس نے کسی چینی باشندے کو پسند کیا ہے؟"

"جب اس کا آئیڈیل کہاں آئے گا، تب ہی معلوم ہو سکے گا۔"

"میں ابھی معلوم کروں گی۔ ہمارے پاس دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اس کے اندر کی تمام باتیں معلوم کرلیں گے۔"

اس نے جے کافو سے فون پر کہا "میں مس ماریہ کا فون نمبر بتا رہی ہوں۔ فون پر اس کی آواز سنو۔ پھر اس کے اہم چور خیالات پڑھ کر مجھے بتاؤ۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔"

اس نے فون نمبر بتا کر رابطہ ختم کیا۔ جے کافو نے اس نمبر پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ماریہ نے پوچھا "ہیلو! کون؟"

جے کافو ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بڑے پیار سے احمد زبیری کے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ بے وقت فون کی گھنٹی بجنے پر جھنجلا گئی تھی پھر جے کافو نے فون پر کچھ کہا بھی نہیں تھا۔ وہ ریسیور کریڈل پر پٹخ کر پھر اپنے محبوب کی یادوں میں گم ہونے لگی۔

جے کافو اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ جس محبوب کو یاد کر رہی ہے' وہ چین میں ہے۔ بیجنگ میں اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ ماریہ اس کی شخصیت سے متاثر ہو کر اس سے محبت کرنے لگی تھی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ چین کے ایک اہم شعبے کا راز معلوم کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ اس راز کی ایک مائیکرو فلم اسے حاصل ہونے والی تھی۔ اس وقت ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کرکے وہ فلم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت اس کے محبوب احمد زبیری نے اسے دشمن سے محفوظ رکھا تھا۔

جے کافو نے ماریہ کے دماغ میں سوال پیدا کیا کہ احمد زبیری نے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے اسے کس طرح محفوظ رکھا تھا؟

ماریہ کے خیالات نے کہا "احمد زبیری نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کرا دیا تھا۔ اس کے بعد وہ دشمن اس کے دماغ میں نہ آسکا۔ نہ اسے کسی طرح کا نقصان پہنچا سکا۔"

جے کافو نے ماریہ کی اپنی سوچ میں کہا "اس کا مطلب ہے۔ احمد زبیری کے ساتھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

ماریہ کی سوچ نے کہا "شاید جانتے ہوں گے۔"

"شاید نہیں' یقیناً جانتے ہیں۔ جب کسی نے تمہارے اندر آکر تمہارے دماغ کو لاکڈ کیا ہے تو پھر وہ یقیناً ٹیلی پیتھی جانتے ہیں بلکہ احمد زبیری بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا۔"

"وہ نہیں جانتا ہے۔ وہ مجھے دل و جان سے چاہتا ہے۔ مجھ سے اپنی کوئی بات نہیں چھپاتا ہے۔"

"چین میں جو مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں ان کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ کیا زبیری نے یہ بات بتائی ہے؟"

ماریہ محبوب کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ مسکرا رہی تھی۔ اس نے بیڈ پر لیٹ کر انگڑائی لیتے ہوئے کہا "ہاں اس کے پیار نے مجھے بھی مسلمان بنا دیا ہے۔ میری یہ زندگی اسی کے نام ہے۔ وہ مجھے سزائے موت سے نہ بچاتا تو مجھے گولی مار دی جاتی۔ گویا مجھے یہ نئی زندگی ملی ہے۔"

جے کافو نے اس کی سوچ میں سوال کیا "کیا سچ مچ تم مسلمان ہوگئی ہو؟"

"بے شک' وہ محبت ہی کیا' جو اپنے محبوب کے رنگ میں نہ رنگ دے۔"

جے کافو نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا "میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کی ملازمت سے استعفیٰ کیوں دے رہی ہوں؟"

"میں یہ ملازمت جاری رکھوں گی تو پھر مجھے بھی زبیری مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ زبیری نے وعدہ کیا ہے کہ میں مسلمانوں اور حکومت چین کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گی۔"

"میں زبیری کو اس قدر چاہتی ہوں۔ کیا وہ بھی مجھے اتنا ہی چاہتا ہے۔ کیا وہ میری خاطر چین سے یہاں آئے گا؟"

"ہاں آئے گا۔ ضرور آئے گا۔ میں اسی کا انتظار کر رہی ہوں۔"

جے کافو نے شیوانی کے دماغ میں آکر کہا "ماریہ کا دماغ بدل گیا ہے۔ دماغ بدل گیا ہے۔ دین بدل گیا ہے۔ وفاداری بدل گئی ہے۔ وہ مسلمان ہوگئی ہے۔ اس کی وفاداری بدل گئی ہے۔ وہ ہمارے لیے نہیں' مسلمانوں کے لیے جاسوسی کرے گی کیونکہ ایک مسلمان اس کے جسم و جان کا مالک بننے آنے والا ہے۔ معاملہ بڑا سنگین ہے۔"

"وہ مسلمان کون ہے؟ یہاں کب آرہا ہے؟"

"یہ پتا نہیں' کب آرہا ہے۔ ماریہ کی ملاقات اس سے چین میں ہوئی تھی۔ وہیں اس کے عشق میں گرفتار ہوئی۔ یہاں آکر اس کا انتظار کر رہی ہے۔"

"کیا وہ مسلمان ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"اس نے دشمنوں سے جس طرح ماریہ کی حفاظت کی ہے' اس سے یہی شبہ ہوتا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو اس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہوگا۔ اس ادارے کے لوگ [illegible]

ٹرانسفارمر مشین تیار کر رہے ہیں۔ یہ ماریہ ہمارے بہت کام آئے گی۔"

"اس سے کیا کام لیا جا سکتا ہے؟"

"میں ماریہ کو اپنے ساتھ چین لے جاؤں گی۔"

"ماریہ کو وہاں داخلے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"اس کا چہرہ اور شخصیت بدل دی جائے گی۔ ہم اسے ایک نئے نام سے وہاں لے جائیں گے۔ اسے کوئی نہیں پہچانے گا مگر وہ اپنے محبوب کو پہچانے گی۔ اگر اس کا محبوب ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا تو وہ بھی اس کے اندر پہنچ کر اسے پہچان لے گا۔ ہم اس کے عاشق کے ذریعے ٹرانسفارمر مشین بنانے والوں تک پہنچتے رہیں گے۔"

وہ ماریہ کے ذریعے کم سے کم وقت میں بابا صاحب کے ادارے کے افراد تک پہنچ سکتی تھی۔ اس نے جے کافو کو حکم دیا کہ وہ ماریہ پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنی معمولہ بنا لے۔

شیوانی اپنی آنکھوں کی غیر معمولی قوت سے کسی کو بھی اپنا محکوم بنا لیتی تھی۔ اب وہ چاہتی تھی کہ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے معمول جے کافو اور جے فلو بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے مطلوبہ افراد کے دماغوں میں پہنچتے رہیں اور اپنے احکامات کی تعمیل کراتے رہیں۔

جے فلو' ماریہ کے دماغ میں پہنچ کر اسے سونے پر مجبور کرکے اس پر تنویمی عمل کرنے لگا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا دیرینہ دوست جے سامو بھی ماریہ کے دماغ میں جگہ بنانے کے لیے پہنچا ہوا ہے۔

○☆○

اس دنیا کا کوئی بھی صاحب اقتدار ہمیشہ اقتدار میں نہیں رہتا۔ جب تک اس کے پاس طاقت اور اختیارات ہوتے ہیں۔ تب تک ایسا ہی لگتا ہے جیسے وہ ناقابلِ شکست ہے۔ اسے کبھی زوال نہیں آئے گا۔ وہ قیامت تک مالک و مختار رہتا رہے گا۔

تھری جے کو بڑی زبردست طاقت اور اختیارات حاصل ہوئے تھے۔ انہوں نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اور وہاں کے اکابرین کو اپنا معمول بنا لیا تھا۔ ٹرانسفارمر مشین ان کی ملکیت بن گئی تھی۔ گویا وہ تینوں امریکا کے حکمران بن گئے تھے۔

ان حالات میں یہی نظر آرہا تھا کہ وہ تھری جے ہمیشہ روپوش رہ کر وہاں حکمرانی کرتے رہیں گے۔ وہاں کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کراتے رہیں گے۔ انہوں نے یہ منصوبہ بھی بنایا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے وہ اپنی ایک علیحدہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنائیں گے۔

زوال کبھی رفتہ رفتہ آتا ہے اور کبھی اچانک آتا ہے۔ ان تھری جے پر اچانک ہی زوال آگیا۔ ان میں سے جے کافو اور جے فلو اپنی بدقسمتی سے شیوانی کے زیر اثر آچکے تھے اور جے سامو اپنے دونوں دوستوں کو شیوانی کے شکنجے سے نجات دلانے کی تدابیر پر عمل کر رہا تھا۔

اب تھری جے کی جگہ آندرے اور سائمن کو اقتدار حاصل ہوگیا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ آندرے اور اس کے چار ساتھی ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ ان کا تعلق بھی امریکا سے تھا لیکن وہ امریکی حکام سے باغی ہو کر دوسرے ملکوں میں چلے گئے تھے۔

اب مقدر نے ساتھ دیا تھا۔ انہوں نے تھری جے کی طاقت اور اختیارات چھین لیے تھے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے لیزی گارڈ' کینی ہال' ڈینی جانسن' مارک فورڈ اور مارٹن کریس کو اپنا معمول بنا کر ٹرانسفارمر مشین پر قبضہ جما چکے تھے۔

ہر ملک کے حکمران بدلتے رہتے ہیں لیکن ملک کے مسائل اپنی جگہ قائم رہتے ہیں۔ آندرے نے امریکی اکابرین اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا "تم سب چاہتے تھے کہ چین میں ٹرانسفارمر مشین تیار نہ ہوسکے مگر تم ناکام ہوتے جا رہے ہو۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

لیزی گارڈ نے کہا "اب ایسا نہیں ہوگا۔ ہم پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور مسٹر آندرے آپ کے ساتھیوں سمیت آپ کی تعداد بھی پانچ ہے۔ اس طرح ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد دس ہو چکی ہے۔ ہم چین میں اپنے امریکی سراغ رسانوں کے دماغوں میں رہ کر اب بہت کچھ کرسکیں گے۔"

"اب جو کرنا ہے' ہم کریں گے۔"

ڈینی جانسن نے کہا "میں زبردست پلاننگ کروں گا۔ خود چین جاکر ٹرانسفارمر مشین بننے دوں گا اور نہ ہی اس کا نقشہ وہاں رہنے دوں گا۔"

آندرے نے کہا "تم وہی ڈینی ہو' جو برفانی پہاڑیوں میں ناکام ہو چکے تھے۔ ولیر آفریدی نام کے ایک جوان کے پاس مائیکرو فلم تھی۔ اس مائیکرو فلم میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ تھا۔ مگر وہ فلم تم حاصل نہ کرسکے۔"

"ایک بار ناکامی ہوئی۔ بار بار نہیں ہوگی۔"

"بار بار ہو رہی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی

پیتھی جاننے والے چین گئے۔ تم میں سے کوئی انہیں روک نہ سکا۔ وہ مشین کا نقشہ وہاں لے گئے لیکن کوئی وہ نقشہ ان سے چھین نہ سکا۔ اب اگر ہم نے کوئی ٹھوس پلاننگ نہ کی تو اس مشین کو وہاں تیار ہونے سے پھر کبھی نہیں روکا جاسکے گا۔"

"مسٹر آندرے! تمہاری ٹھوس پلاننگ کیا ہے؟"

"میں پلاننگ نہیں بتاؤں گا۔ جو حکم دیتا جاؤں گا' اس پر عمل کرتے رہو گے۔ بعد میں نتیجہ سامنے آجائے گا۔"

"ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست اور رازدار ہیں۔ تم ہم سے اپنی پلاننگ کیوں چھپا رہے ہو؟"

آندرے نے کہا "تم پانچ نکمی پیتھی جاننے والے ہمارے رازدار نہیں ہو بلکہ ہمارے غلام ہو۔ تم پانچوں چین کا ویزا حاصل کرکے جلد سے جلد روانہ ہوجاؤ۔"

"ہمیں چین جانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم یہاں سے بیٹھے ہی بیٹھے خیال خوانی کے ذریعے اپنے مخالفین سے مقابلہ کرکے انہیں ٹرانسفارمر مشین کی تیاری سے باز رکھ سکتے ہیں۔"

"تم سب آج تک گھر بیٹھے خیال خوانی کرتے رہے اور اہم معاملات کو نمٹانے میں ناکام ہوتے رہے۔ اب تم امریکا سے نکلو۔ عملی طور پر چین جاکر کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"

"ہم سب پوری کوششیں کریں گے لیکن ناکامی ہوگی اور ہم وہاں بے نقاب ہوجائیں گے تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"میں یہی چاہتا ہوں' ناکام ہونے والوں کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ تم سب کو آج تک سزا نہیں ملی۔ اب سزائے موت کے خوف سے تم لوگ پوری ذہانت اور ذمے داریوں سے کامیاب ہونے کی کوشش کرو گے۔"

"مسٹر آندرے! یہ کون سی عقل مندی ہے؟ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ملک کا سرمایہ ہیں۔ تم اس سرمائے کو داؤ پر لگا رہے ہو؟"

"ہمارے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ تم پانچوں اپنی ناکامی کے باعث مرجاؤ گے تو ہم دس ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرلیں گے۔ لہٰذا خود کو سرمایہ نہ کہو' سپاہی کہو اور سپاہی کی طرح ہارنے یا جیتنے کے لیے چین روانہ ہوجاؤ۔ اس کے آگے اور کوئی بحث نہ کرو۔ دیٹس آل۔"

آندرے اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ وہ پیرس کے ایک اپارٹمنٹ میں اپنے ساتھی سائنن کے ساتھ تھا۔ باقی تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی لندن میں تھے۔ سائنن نے کہا "میں لیزی گارڈ کے دماغ میں رہ کر تمہاری باتیں سن رہا تھا۔ تم نے انہیں معقول جواب دیا ہے اور ان پانچوں کو چین بھیجنے کا دانشمندانہ فیصلہ کیا ہے۔"

آندرے نے کہا "وہ پانچوں ہمارے معمول ہیں۔ چین جانے سے انکار نہیں کریں گے۔ مجبوراً جائیں گے پھر وہاں سے زندہ سلامت واپس آنے کے لیے پوری توجہ اور ذمے داریوں سے کام کریں گے۔"

"بے شک' اب تک ان پانچوں پر کوئی سختیاں کرنے والا نہیں تھا۔ اب ان پر آرام حرام ہوگا۔ وہ اپنی سلامتی کی خاطر جی جان سے کامیابی کی کوششیں کرتے رہیں گے۔"

"تم اسکاٹ لینڈ یارڈ کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کرو۔ معلوم کرو کہ وہ ہمارے لیے کیا کر رہے ہیں؟"

سائنن نے ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا "ہیلو! میں سائنن بول رہا ہوں۔ ڈائریکٹر جنرل سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سے لیڈی سیکریٹری نے انتظار کرنے کو کہا پھر چند سیکنڈ کے بعد شیوانی کی آواز سنائی دی "ہیلو مسٹر سائنن! میں شیوانی بول رہی ہوں۔"

"ہیلو مس شیوانی! کیا بات ہے' جب بھی ہم ڈائریکٹر جنرل سے بات کرنا چاہتے ہیں' وہ فون پر نہیں ملتے؟"

"مسٹر سائنن! تمہارا کیس میرے پاس ہے۔ مجھ سے ہی باتیں ہوسکتی ہیں۔ ڈائریکٹر جنرل کا چین اور ٹرانسفارمر مشین کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تم نے کہا تھا' جلد ہی چین کے لیے روانہ ہوجاؤ گی اور وہاں اس مشین کو تیار نہیں ہونے دو گی۔"

"تین گھنٹے بعد فون کرو گے تو میرے فون کو بے آواز پاؤ گے۔ میں ایک جہاز میں سفر رہی رہوں گی۔"

"گویا تم اپنی ٹیم کے ساتھ جا رہی ہو؟"

"ہاں۔ ہماری پچیس لاکھ ڈالرز کی دوسری قسط ادا کردو۔"

"آج ہی ادا کردی جائے گی۔ چین میں ہمارے ایجنٹس موجود رہیں گے۔ تم مشین کا وہ نقشہ ان کے حوالے کرو گی۔"

"یہ تمام معاملات طے ہوچکے ہیں پھر انہیں کیوں دہرا رہے ہو؟"

"برا نہ ماننا۔ ٹرانسفارمر مشین کے سب ہی ضرورت مند ہیں۔ تم بھی اپنے ملک کے لیے اس مشین کا نقشہ حاصل کرنا چاہو گی اور ہم یہ نہیں چاہیں گے۔ وہ نقشہ حاصل کرنے

ہی تم ہمارے ایک ایجنٹ کے حوالے کرو گی۔"

"برا نہ ماننا۔ جب مجھ پر بھروسا نہیں ہے تو اتنا بڑا کیس تم نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے حوالے کیوں کیا ہے؟"

"بھروسا ہے۔ میں احتیاطاً تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ یہ بات یاد رکھو کہ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کی قوت ہے' تم ہماری مرضی کے خلاف کوئی کام کرو گی تو ہمیں فوراً معلوم ہوجائے گا۔"

"میرے دماغ میں آؤ گے تو معلوم ہوگا۔ کیا میرے اندر آسکتے ہو؟"

سائنن اور آندرے نے کئی بار اس کے دماغ میں جانے کی کوششیں کی تھیں اور ناکام رہے تھے۔ آندرے اس وقت سائنن کے دماغ میں رہ کر فون پر ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے سائنن کی زبان سے کہا "شیوانی! تمہارے دماغ کے دروازے بند رہتے ہیں۔ ہم تمہارے خیالات پڑھ نہیں سکتے لیکن اپنے آلہ کاروں کے ذریعے تمہاری نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ ہمیں کبھی فریب دینا چاہو گی تو نقصان اٹھاؤ گی۔ بہتر ہے' قابل اعتماد دوست بن کر رہو۔"

"تمہارے مشوروں کا شکریہ۔ میری روانگی کا وقت ہو رہا ہے۔ اب نہ فون پر باتیں ہوسکیں گی اور نہ ہی تم میرے دماغ میں آسکو گے۔ تمہارا جو بھی ایجنٹ چین میں ملے گا' اس سے رابطہ رکھوں گی۔ گڈ بائی۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ سائنن نے ریسیور رکھ کر کہا۔ "شیوانی بہت چالباز ہے۔ بابا صاحب کے ادارے والوں کے لیے دردِ سر بن جائے گی۔"

"دردِ سر ہمارے لیے بھی بن سکتی ہے۔"

"ہم اسے بننے نہیں دیں گے۔ ہمارے تین ساتھی لندن میں ہیں۔ اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ وہ نہیں جانتی کہ ہمارا ایک ساتھی اس کی نگرانی کرتا ہوا چین جائے گا۔ ہم اس کی ٹیم کے دو سراغ رسانوں کے دماغوں میں گھسے رہیں گے۔ ہم اس کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھیں گے تو وہ ہمیں کبھی دھوکا نہیں دے سکے گی۔"

وہ دونوں سر جھکا کر سوچنے لگے۔ انہوں نے ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں ہر پہلو سے خوب سوچ سمجھ کر منصوبہ بنایا تھا اور اس منصوبے پر بڑی کامیابی سے عمل کر رہے تھے لیکن آخری کامیابی کا دارومدار شیوانی پر تھا۔ آخری نتیجہ سامنے آنے تک شیوانی سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید کرسکتی تھی۔

○☆○

پورس ممبئی پہنچنے کے بعد کرشمہ کا مہمان بن کر اس کے ساتھ گوا آگیا تھا۔ اسے یہ معلوم ہوچکا تھا کہ کرشمہ کی ماں جمنا کماری کالا جادو جانتی ہے۔ اس نے کالے جادو کے ذریعے خود کو ایک جوان دوشیزہ بنالیا تھا۔

جمنا کا بیٹا یعنی کرشمہ کا بھائی جسونت پال بھی جادوگر تھا۔ لیکن بھیما کے کالے جادو کے مقابلے میں کمزور تھا۔ وہ کلپنا کو حاصل کرنا چاہتا تھا مگر اس کلپنا کے اندر بھیما کی آتما سمائی ہوئی تھی۔ جمنا اپنی جادوئی شکتی سے بھیما کی آتما کو کلپنا کے اندر شانت کرنے والی تھی تاکہ اس کا بیٹا جسونت' کلپنا کو اپنی ہوس کا نشانہ نہ بنا سکے۔

لیکن جمنا کو اپنی جادوئی شکتی دکھانے کا موقع نہیں ملا۔ اس سے پہلے ہی بازی پلٹ گئی۔ جسونت کو جب معلوم ہوا کہ اس کی بہن کرشمہ ایک مسلمان شہباز (پورس) سے محبت کرتی ہے تو وہ پورس کو مارنے پر تل گیا پھر اسے مار تو نہ سکا' خود ہی مرگیا۔

اس کی موت کی پوسٹ مارٹم رپورٹ بڑی عجیب تھی۔ جمنا اپنے جوان بیٹے کی لاش سے لپٹ کر رونے لگی۔ پورس خیال خوانی کے ذریعے جسونت پال کی موت کا یقین کرچکا تھا۔ جمنا رو رو کر اپنی بیٹی کرشمہ کو کوس رہی تھی کہ اس کے عاشق پورس کی وجہ سے جوان بیٹا مارا گیا ہے۔

وہ بیٹے سے لپٹ کر اس کے سینے پر سر رکھ کر رو رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اس نے بیٹے کے دل کی دھڑکنیں سنیں۔ اپنا سر اٹھا کر حیرانی سے دیکھا۔ مردہ بیٹا زندہ ہوگیا۔ آنکھیں کھول کر دنیا کو دیکھنے لگا۔ جمنا نے خوشی سے چیخ کر کہا "میرا بیٹا زندہ ہے۔ میں اناڑی ہوں۔ نبض ٹٹولنا اور دل کی دھڑکنیں سننا نہیں جانتی ہوں۔ خوامخواہ مردہ سمجھ رہی تھی۔"

ایک ملازم دوڑ کر فرسٹ ایڈ باکس لے آیا تھا۔ کرشمہ زندہ ہونے والے بھائی کے زخموں کی مرہم پٹی کرنے لگی۔ پورس حقیقت کو سمجھ رہا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر گیا تھا اور اس کے دماغ کو مردہ پاکر واپس آیا تھا۔ اب پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر جاکر اس کے دماغ کو زندہ بنا رہا تھا۔

پھر پدمنی کوٹھی کے اندر سے دوڑتی ہوئی آئی۔ اس نے کہا "مالکن! وہ۔۔۔ وہ ادھر کلپنا مرگئی ہے۔"

جمنا بیٹے کو زندہ پاکر خوش تھی۔ اس نے کہا "مرنے دو کمینی کو۔ خوامخواہ مصیبت بنی ہوئی تھی۔ میرے بیٹے کو دیوانہ بنا دیا تھا۔"

کرشمہ نے پوچھا "وہ اچانک کیسے مرگئی؟"

پدمنی نے جواب دیا "میں اس کے کمرے کے پاس سے

گزر رہی تھی۔ وہ مجھ سے بولی' اے پدمنی! ان سے جاکر کہہ دے' میں مرگئی ہوں۔ بس اتنا کہتے ہی وہ فرش پر گر کر مرگئی۔ میں نے کئی بار آوازیں دیں مگر وہ سچ مچ مرچکی ہے۔ تم خود جاکر دیکھ لو۔"

کرشمہ نے ملازموں سے کہا "جاؤ۔ کلپنا کے کمرے کا دروازہ کھولو اور دیکھو' وہ زندہ ہے یا واقعی مرچکی ہے۔"

دو ملازم ادھر چلے گئے۔ جسونت کے دوبارہ زندہ ہوتے ہی پورس سمجھ گیا تھا کہ بھیما کی آتما کلپنا کا جسم چھوڑ کر جسونت کے مردہ جسم میں سما گئی ہے۔ اس طرح جسونت کو دوبارہ زندگی مل گئی ہے۔

پورس سمجھ گیا تھا مگر کرشمہ اور اس کی ماں جمنا نے اس پہلو پر دھیان نہیں دیا کہ جو بھیما جسم بدل کر کلپنا کے اندر آسکتا ہے۔ وہ دوسری بار کلپنا کو چھوڑ کر مردہ جسونت کے جسم میں بھی سما سکتا ہے۔

دراصل ان ماں بیٹی کے ذہن میں یہ بات تھی کہ جسونت کو موت نہیں آئی تھی۔ اس کی موت کا دھوکا ہوا تھا۔ ایک منٹ کے اندر ہی وہ آنکھیں کھول کر سانسیں لیتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی زندگی بتا رہی تھی کہ وہ مرا تھا نہ بھیما کی آتما اس کے اندر آئی تھی۔

کرشمہ اس کی مرہم پٹی کررہی تھی۔ وہ دوبارہ زندگی حاصل کرنے کے بعد سوچ رہا تھا "ہے بھگوان! مجھے تھوڑی دیر کے لیے کیا ہوگیا تھا؟ مجھے ایسا لگا جیسے میں مرگیا تھا۔ شکر ہے' میں زندہ ہوں۔"

پورس بڑی خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ جمنا بیٹے سے لپٹ کر کہہ رہی تھی "میرا لال! میرا بیٹا زندہ ہے۔ میرے بیٹے کو میری عمر بھی لگ جائے۔ میں سو بھکاریوں کو کھانا کھلاؤں گی۔"

بھیما اس کے اندر کہہ رہا تھا "جسونت! بھگوان کے ساتھ میرا بھی شکر ادا کرو۔ میری آتما تمہیں نئی زندگی دے رہی ہے۔"

جسونت کی سوچ نے پریشان ہو کر کہا "یہ کیا؟ میں اپنے اندر اپنے دشمن بھیما کی آواز سن رہا ہوں۔"

"ہاں۔ میری آواز اندر سنتے رہو۔ اندر سوچ کے ذریعے بولتے رہو۔ زبان سے بولو گے تو تمہاری ماں کو معلوم ہوجائے گا۔ وہ خوش ہورہی ہے کہ جوان گبرو بیٹا زندہ ہے۔ تم اسے بتاؤ گے کہ میری آتما سے تمہیں زندگی مل رہی ہے تو اس کی تمام خوشیاں' ماتم میں بدل جائیں گی۔"

جسونت سوچ میں پڑگیا کہ وہ زندہ ہے۔ اپنی ماں کے بیٹے کی حیثیت سے جسمانی طور پر زندہ ہے۔ اگرچہ آتما پرائی ہے مگر جسم وہی ہے' جسے ماں نے جنم دیا تھا۔ ماں اپنے پیدا کیے ہوئے جسم کو مردہ تسلیم نہیں کرے گی پھر وہ خود اپنی ماں کو یہ کہہ کر کس دل سے صدمہ پہنچائے گا کہ وہ حقیقتاً مرچکا ہے۔

اس نے بھیما سے کہا "تم مجھ سے بہت برا انتقام لے رہے ہو۔ میں کلپنا کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا مگر تم نے۔"

"کلپنا کی نہیں' میری عزت سے کھیلنا چاہتے تھے کیونکہ میں اس کے اندر تھا۔ عزت آتما کی ہوتی ہے۔ جسم کیا چیز ہے۔ کلپنا کا جسم فنا ہوگیا مگر میں باقی ہوں۔ تم بھی فنا ہوچکے تھے مگر میں زندگی دے رہا ہوں۔ آئندہ مجھ سے سمجھوتا کرتے رہو گے تو تمہیں زندگی ملتی رہے گی اور تم ماں کو خوش دیکھتے رہو گے۔"

وہ بے بسی سے بولا "ٹھیک ہے۔ میں سوچوں گا۔ غور کروں گا کہ ماں کو خوش رکھنے کے لیے مجھے تمہاری آتما کا محتاج رہنا چاہیے یا نہیں؟"

جسونت زخموں کی تکلیف کے باعث کمزوری محسوس کررہا تھا۔ ایک ملازم کا سہارا لے کر ماں کے ساتھ کوٹھی کے اندر جانے لگا۔ وہاں باغیچے میں کرشمہ رہ گئی۔ وہ ماڈرن اور اسمارٹ تھی اور ایک اچھی فائٹر بھی تھی۔ پہلی بار تنہائی میں پورس سے شرمانے لگی۔

اس نے قریب آکر اس کے بازوؤں کو تھام کر کہا "تم مجھے ایسے غصہ دکھایا کرتی تھیں جیسے نفرت کرتی ہو مگر دل سے مجھے چاہتی رہی ہو۔"

"تم میری ماں کے کاندھے پر بندوق رکھ کر مجھے نشانہ بنایا کرتے تھے سیدھی طرح مجھ سے محبت ظاہر نہیں کرتے تھے' اس لیے تم پر غصہ آتا رہتا تھا۔"

"میری انیکسی میں چلو۔ سیدھی طرح پیار کروں گا۔"

وہ اس کے ساتھ انیکسی کی طرف جاتی ہوئی بولی "تم نے ماں کو محبت کا فریب دیا' وہ غصے میں ہے۔"

"وہ بھی جھوٹی جوانی کا فریب دے رہی ہے۔ کیا ماں فریب کھا جاتا؟" ہم دونوں جوان ہیں۔ نہ میں کسی بوڑھی ماں کے اور نہ تم کسی بوڑھے کے فریب میں آنا چاہو گی۔"

"ہاں جوانی' جوانی کے ساتھ چلتی ہے' بڑھاپے کے ساتھ نہیں' میں ماں کو سمجھاؤں گی۔ ورنہ وہ انتقام لینے کے لیے تم پر کالا جادو کرے گی۔"

"تم ماں کی فکر نہ کرو۔ تمہیں دھڑکنوں سے لگائے رکھے گی۔ میں اسے اپنی ساس سے نمٹ لوں گا۔ پتا نہیں' اس دنیا میں کتنے بے چارے اپنی اپنی ساس سے نمٹتے رہتے ہیں۔"

وہ اچنبھی میں پہنچ کر بولی "میں نہیں چاہتی کہ پھر میرے بھائی سے جھگڑا ہو۔"

"اس کے لیے تو ابتدا سے ایک ہی کہاوت ہے' ساری دنیا ایک طرف' جورو کا بھائی ایک طرف۔ میرا خیال ہے' آج کی بھائی کے بعد وہ ایک ہی طرف رہے گا۔ ہماری طرف نہیں آئے گا۔"

وہ اسے بازوؤں میں سمیٹ کر بولا "دنیا کو بھول جاؤ۔ صرف اپنی کہو اور میری سنتی رہو۔ دونوں کا بھلا ہوتا رہے گا۔"

دروازہ بند ہوگیا۔ پاور ہاؤس والوں کا انتظام خوب ہوتا ہے جس کمرے کا دروازہ بند ہوتا ہے' اسی کمرے کی بجلی جاتی ہے۔ اس بند کمرے کی بجلی بھی چلی گئی۔

کوٹھی کے ایک بیڈ روم میں جسونت پال لیٹا ہوا تھا۔ ماں تیمارداری کرتی ہوئی کہہ رہی تھی "یہ کرشمہ بہت ہی بے شرم ہوگئی ہے۔ اسے اپنے بیمار بھائی کے پاس رہنا چاہیے' مگر وہ باغیچے میں اپنے پیار کے ساتھ ہنس بول رہی ہے۔"

"ماں! میں بیمار نہیں ہوں' زخمی ہوں۔ ہاں ابھی میں باغیچے میں ایک جوان کو دیکھا تھا' وہ کون ہے؟"

جمنا نے حیرانی سے کہا "ہائے بیٹا! وہ تو وہی شہباز ہے جس سے تم جھگڑا کرتے کرتے زخمی ہوگئے ہو۔ تم اسے دوپہر میں بھی دیکھ چکے ہو۔"

بھیما کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے پورس کو پہلی بار دیکھا تھا۔ اسے جسونت کے دماغ سے معلوم کرنا چاہیے تھا لیکن اس نے یہ سوال جمنا سے پوچھ لیا تھا۔

اس نے فوراً ہی جسونت کے دماغ کو ڈھیل دی۔ اسے آزاد چھوڑا تو وہ بولا "ماں! سر میں گہری چوٹ لگی ہے۔ میں بھول گیا تھا۔ مجھے یاد آگیا ہے اس جوان کا نام شہباز ہے۔ کرشمہ اس سے پیار کرتی ہے اور ہمیں یہ پسند نہیں ہے۔"

وہ غصے سے بولی "میں نے ایسی دشمن بیٹی نہیں دیکھی۔ ہم اسے اپنا مرد بنانا چاہتی تھی۔ اس نے اپنا اسے اپنا مرد بنالیا ہے۔"

"ماں! تم بھی بیٹی کی طرح بے شرمی کی باتیں کررہی ہو۔ ایک انار ہے اور دو ماں بیٹی بیمار ہیں۔ اس انار کو اٹھا کر باہر پھینک دوں گا تو ماں بیٹی کا جھگڑا ختم ہوجائے گا۔"

"نہ بیٹا! تم پھر اس سے جھگڑا نہ کرنا۔ وہ بڑا خطرناک ہے۔ اس بار تم بچ گئے۔ اگلی بار اس کے منہ نہ لگنا۔ میں سے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کردوں گی۔"

"وہ کوئی چالباز ہے۔ پتا نہیں کس ارادے سے آیا ہے؟ اپنی باتوں سے اس نے پہلے تمہیں بے وقوف بنایا۔ اب کرشمہ کو بنا رہا ہے۔"

"وہ باتیں کرنا بھول جائے گا۔ میں ایسے منتر پڑھوں گی کہ جب بھی وہ بولنا چاہے گا تو منہ کھولتے ہی کتے کی طرح بھونکنے لگے گا۔"

پدمنی نے ڈاکٹر کو فون کیا تھا۔ وہ علاج کرنے آگیا۔ اس نے جسونت کا معائنہ کیا۔ اس کے زخموں کو صاف کیا۔ ان کی مرہم پٹی کی۔ ایک انجکشن لگایا پھر کھانے کے لیے دوائیں دے کر چلا گیا۔

جمنا نے پدمنی کو ایک طرف لے جاکر پوچھا "کرشمہ کہاں ہے؟"

"تھوڑی دیر پہلے انیکسی میں تھیں۔ اب اپنے کمرے میں ہیں۔"

"وہ انیکسی میں کیا کرنے گئی تھی؟"

"میں کیا بتاؤں مالکن؟ یہ تو سمجھنے کی بات ہے۔ سمجھانے کی نہیں ہے۔"

"بکواس مت کر۔ بڑی آئی سمجھنے اور سمجھانے والی۔ چل جا یہاں سے۔"

پدمنی چلی گئی۔ وہ بڑبڑاتی ہوئی کرشمہ کے بیڈ روم میں آئی وہ بستر پر لیٹی انگڑائی لے رہی تھی۔ مسکرا رہی تھی۔ اس کے خیالوں میں پورس فاتح کی طرح مسکرا رہا تھا۔

جمنا نے کمرے میں آتے ہی پوچھا "تجھے ہماری عزت کا کچھ خیال ہے؟"

اس نے پوچھا "تمہاری عزت کو کیا ہوا ہے ماں؟"

"میری عزت کو کیا پوچھتی ہے۔ تیری عزت رہی ہے یا نہیں؟"

"دنیا میں کوئی اتنی عزت نہیں دیتا' جتنا ایک پیار کرنے والا دیتا ہے۔ شہباز جو محبت اور عزت دے رہا ہے' اسے تم نہیں سمجھ سکو گی۔"

"بکواس مت کر۔ آج آدھی رات کے بعد میں ایسا کالا جادو کروں گی کہ وہ یہاں سے کتے کی طرح بھٹکتا ہوا بھاگے گا پھر ساری زندگی بول نہیں سکے گا۔ جب بھی منہ کھولے گا' بھونکنے لگے گا۔"

"تم ایسا کوئی جادو نہیں کرو گی۔ تم ماں ہو' میری خوشیوں کی دشمن نہ بنو۔ ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔"

"کیا اچھا نہیں ہوگا؟ تم کیا کرلو گی؟ کیا میرے بھیانک جادو سے اسے بچا سکو گی۔"

"اگر اسے نہ بچا سکی تو تمہارے بھیانک جادو کے جواب میں تم سے بھیانک انتقام لوں گی۔"

"یہ دھمکی کسی اور کو دینا۔ کیا تو نہیں جانتی کہ میں کتنی ضدی ہوں۔"

"کیا تم نہیں جانتیں کہ میں ضدی ماں کی ضدی اور خطرناک بیٹی ہوں۔"

اس نے گھور کر بیٹی کو دیکھا پھر پوچھا "کیا کرے گی تو؟"

"تم شہباز سے دشمنی کرو گی۔ میں تمہارے بیٹے سے دشمنی کروں گی؟"

"کیا۔۔۔؟ تو اپنے بھائی سے دشمنی کرے گی؟"

"جب تم دشمن بن جاؤ گی اور ماں نہیں رہو گی تو وہ کس رشتے سے میرا بھائی رہے گا؟"

"میں تجھے اپنے بیٹے کے قریب بھی نہیں جانے دوں گی۔"

"قریب جانا ضروری نہیں ہے۔ دور سے بھی گولی ماری جاسکتی ہے۔"

"کیا۔۔۔؟ کلموہی! تو میرے بیٹے کو گولی مارے گی؟"

"تم میرے دل کی دنیا اجاڑو گی۔ میں تمہاری کوکھ اجاڑ دوں گی۔"

جمنا نے غصے سے مٹھیاں بھینچ کر دانت پیستے ہوئے اسے دیکھا پھر پاؤں پٹختی ہوئی جانے لگی۔ کرشمہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی کہنے لگی "یہ اچھی طرح یاد رکھنا' جب بھی تم شہباز کے خلاف کالا جادو کرنے بیٹھو گی اور منتر پڑھنے میں مصروف رہو گی' اس وقت تمہارے بیٹے کی حفاظت کرنے والا اور اسے میرے انتقام سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔"

جمنا چلتے چلتے اس کی بات سن کر جسونت کے کمرے کے سامنے رک گئی۔ سوچ میں پڑ گئی پھر بولی "میں بھول گئی تھی کہ کالے جادو کی طرف دھیان رہے گا تو اپنے زخمی بیٹے کی طرف دھیان نہیں دے سکوں گی۔ ٹھیک ہے' آج نہ سہی' جب میرے بیٹے کے زخم بھر جائیں گے۔ تب وہ تجھے زنجیریں پہنا کر کمرے میں بند کردے گا پھر میں شہباز کو کتا بنا کر یہاں سے بھگا دوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ جسونت کے کمرے میں آگئی۔ جسونت نے کہا "ماں! تم نے یہ ٹھیک سوچا ہے۔ ابھی شہباز کو بھول جاؤ۔ میرے زخم بھر جائیں گے تو ہم دونوں مل کر اس سے نمٹ لیں گے۔"

ان ماں بیٹے کے لیے فی الحال یہی مناسب تھا۔ انہوں نے شہباز کے خلاف کچھ کرنے کا فیصلہ ملتوی کردیا لیکن جسونت کے اندر بھیما سوچ رہا تھا "یہ شہباز کون ہے؟ جس نے جسونت کو بری طرح زخمی کرکے مار ڈالا تھا۔ یقیناً ہونے کے علاوہ یوگا کا ماہر بھی ہوگا۔ میں اس کے جاؤں گا تو وہ سانس روک لے گا۔ شبہ کرے گا کہ اندر رہنے والا ٹیلی پیتھی جانتا تھا' اس کی آتما ابھی تک موجود ہے۔"

وہ درست سوچ رہا تھا۔ پورس کو آمنہ کے ذریعے ہوچکا تھا کہ کلپنا کے جسم میں جو آتما تھی ہوئی ہے' وہ نہیں جانتی تھی کہ بھیما دو سو اتی پیتھی بھی جانتی تھی۔ لہٰذا بھیما نے احتیاطاً یہ فیصلہ کیا پورس کو کسی طرح کمزور بنائے گا پھر اس کے دماغ میں گھس کر کلپنا کے جسم میں پہنچا تھا۔ اس وقت پہلی کمزور تھی۔ اس نے سوچا تھا۔ موقع ملتے ہی تپسیا کرے گا اور ہوئی تھوڑی سی شکتی حاصل کرلے گا۔

لیکن اسے موقع نہ مل سکا کیونکہ کلپنا کا جسم جہنم کا قیدی بن گیا تھا۔ بھیما ایک لڑکی کے جسم میں رہنا نہیں چاہتا تھا۔ کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھا۔ آخر مل گیا۔ جسونت بال کے مرتے ہی وہ اس کے جسم میں یوں دوسری بار جسم بدلنے کے باعث اس کی آتما کمزور ہوگئی تھی۔ اب وہ تیسرے جسم میں تھا اور یہ فیصلہ کرچکا تھا کہ اس نے ایک ملن میگزین میں اس کی تصویر دیکھی ہے۔ تب سے وہ اس پر جان سے عاشق ہوگیا ہے۔

جسونت کے زخم بھر جائیں گے۔ وہ پوری طرح ہوجائے گا تو وہ چالیس دنوں تک تپسیا کرنے کے بعد شکتی حاصل کرنے کے بعد اپنی آتما کو بھی چھپا لے گا۔ ایسا کرنے کے باعث وہ کو مکمل کرلے گا۔

پورس انیکسی میں تھا۔ بیڈ پر آرام سے لیٹا ہوا بال کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ جسونت اور بھیما کے مشترک تھے۔ یوں پورس بڑی خاموشی سے بھیما کے کو سمجھ رہا تھا۔

اس نے جمنا سے کہا "ماں! جب میرے زخم بھر جائیں گے تو میں آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے تپسیا کروں گا۔ کیونکہ اس کے بعد ہی میں اپنی آتما کو بھی چھپا لوں گا۔ اب میں چالیس دنوں تک تپسیا کروں گا۔"

"ہاں۔ اسی لیے میں ایک معمولی سا جادوگر بن کر رہ گیا ہوں۔ اب میں چالیس دنوں کی کڑی تپسیا کروں گا۔"

"بیٹے! آتما شکتی حاصل کرنے کے ساتھ درجے ہوتے ہیں۔ ہر درجے سے گزرنے کے لیے چالیس دنوں کی تپسیا ضروری ہے۔ اس حساب سے سات درجوں کو پورا کرنے کے لیے دو سو اتی دنوں تک تپسیا کرنی ہوگی۔ اور یہ تمہاری بات نہیں ہے۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ بھیما دو سو اتی دنوں کی تپسیا پوری کرکے سات مرحلوں سے گزر کر مکمل آتما شکتی حاصل کرچکا ہے۔

اب صرف کھوئی ہوئی شکتی حاصل کرنا چاہتا ہے۔

بھیما کے پاس اپنی آتما شکتی کے کمزور ہونے کی بات کہی تھی۔ یہ نہ کہو کہ یہ میرے بس کی بات ہے۔ بار بار جسم بدلنے کے باعث آتما کمزور ہوتی چلی جاتی ہے۔ وہ دو بار جسم بدل کر تیسرے میں آیا تھا۔ یعنی بھیما پہلی بار اپنے پیدائشی جسم سے کر کلپنا کے جسم میں پہنچا تھا۔ اس وقت پہلی کمزور تھی۔ اس نے سوچا تھا۔ موقع ملتے ہی تپسیا کرے گا اور ہوئی تھوڑی سی شکتی حاصل کرلے گا۔

لیکن اسے موقع نہ مل سکا کیونکہ کلپنا کا جسم جہنم کا قیدی بن گیا تھا۔ بھیما ایک لڑکی کے جسم میں رہنا نہیں چاہتا تھا۔ کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھا۔ آخر مل گیا۔ جسونت بال کے مرتے ہی وہ اس کے جسم میں یوں دوسری بار جسم بدلنے کے باعث اس کی آتما کمزور ہوگئی تھی۔ اب وہ تیسرے جسم میں تھا اور یہ فیصلہ کرچکا تھا کہ اس نے ایک ملن میگزین میں اس کی تصویر دیکھی ہے۔ تب سے وہ اس پر جان سے عاشق ہوگیا ہے۔

جسونت کے زخم بھر جائیں گے۔ وہ پوری طرح ہوجائے گا تو وہ چالیس دنوں تک تپسیا کرنے کے بعد شکتی حاصل کرنے کے بعد اپنی آتما کو بھی چھپا لے گا۔ ایسا کرنے کے باعث وہ کو مکمل کرلے گا۔

پورس انیکسی میں تھا۔ بیڈ پر آرام سے لیٹا ہوا بال کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ جسونت اور بھیما کے مشترک تھے۔ یوں پورس بڑی خاموشی سے بھیما کے کو سمجھ رہا تھا۔

اس نے جمنا سے کہا "ماں! جب میرے زخم بھر جائیں گے تو میں آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے تپسیا کروں گا۔ کیونکہ اس کے بعد ہی میں اپنی آتما کو بھی چھپا لوں گا۔ اب میں چالیس دنوں تک تپسیا کروں گا۔"

جمنا نے تعجب سے پوچھا "تم آتما شکتی حاصل کرنے سے پہلے ہی کرشمہ پر تنویمی عمل کرچکا ہو؟ تم چالیس دنوں کی تپسیا سے گھبراتے رہے ہو۔ کوئی جادو نہیں سیکھا' جسے سیکھنے کے لیے لمبی تپسیا کی ضرورت پڑتی ہے۔"

"دوسری بات یہ نقش کی تھی کہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں آنے دے گی اور اسے تنویمی عمل کرنے دے گی۔ وہ تنویمی عمل کا توڑ کرے گا لیکن وہ یہی ظاہر کرتی رہے گی کہ اس اجنبی کی معمول بن چکی ہے۔ اس طرح وہ اس کے ذریعے اس اجنبی کی اصلیت معلوم کرتا رہے گا۔

پورس کو بڑی دیر تک انتظار کرنا پڑا۔ آخر رات کے دو بجے کرشمہ کے اندر اس کی آواز سنائی دی۔ اس نے آتے ہی پوچھا "سو رہی ہو؟"

وہ گہری نیند میں بولی "میں سو رہی ہوں۔"

"اگر تم سانس روک کر بھاگو گی تو میں پھر اچانک آکر تمہارے اندر زلزلہ پیدا کروں گا۔ تم نہیں جانتیں کہ اس عمل سے کس طرح دماغ پھوڑے کی طرح دکھنے لگتا ہے۔ بولو' کیا زلزلہ پیدا کروں؟"

وہ پورس کی مرضی کے مطابق بولی "نہیں' میں دماغی تکلیف برداشت نہیں کرسکوں گی۔ کیا تم مجھ پر تنویمی عمل کرو گے؟"

"کیا تم اعتراض کرو گی؟"

"نہیں۔ مگر دشمن بن کر عمل نہ کرو۔ پہلے دوست بن جاؤ۔"

"یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اس لمحے سے مجھے دوست سمجھو۔"

"کیسے سمجھوں؟ دوست اجنبی نہیں ہوتے۔ اپنا تعارف پیش کرو۔"

"پہلے مجھے یقین کرنے دو کہ کوئی دوسرا کبھی تمہارے دماغ میں آکر میرے بارے میں کچھ معلوم نہیں کرسکے گا۔"

"تمہیں یقین کیسے آئے گا؟"

"جب تم میری معمولہ بن جاؤ گی اور میں تمہارے دماغ کو لاک کردوں گا۔ تب یقین ہوگا۔ کوئی تمہارے اندر چھپ کر نہیں آئے گا اور نہ ہی تم میرے حکم کے بغیر کسی کے سامنے زبان کھول سکو گی۔"

پورس نے اس کے جواب میں کرشمہ کو خاموش رکھا۔ سمجھ گیا کہ وہ اسے ہپناٹائز کیے بغیر کبھی اپنی اصلیت نہیں بتائے گا۔

وہ کرشمہ کو ٹرانس میں لاکر تنویمی عمل کرنے لگا اور وہ پورس کی مرضی کے مطابق اس اجنبی کی معمولہ بننے لگی۔ اجنبی نے تنویمی عمل کے اختتام پر ایک مخصوص آواز اور لہجہ اس کے ذہن میں نقش کیا پھر حکم دیا کہ وہ اس آواز اور لہجے کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گی باقی تمام پرائی سوچوں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر انہیں بھگا دیا کرے گی۔

اس کے بعد اس نے اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دیا اور کہا کہ وہ دوسرے دن کسی وقت اس کے دماغ میں آئے گا۔ اس کے جانے کے بعد کرشمہ کے اندر خاموشی رہی اور وہ تنویمی نیند سوتی رہی۔

پورس نے اس آسرے پر کرشمہ کو اس کی معمولہ بننے دیا کہ وہ اس اجنبی کی مقرر کی ہوئی آواز اور لہجہ اختیار کرکے اس کے اندر پہنچ سکتا تھا۔ ابھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ جب اس اجنبی کا نام اور مقام معلوم ہوجاتا تو وہ کرشمہ کو اس کے تنویمی عمل سے باآسانی نجات دلا سکتا تھا۔

بہرحال اجنبی پراسرار بنا ہوا تھا۔ دوسرے دن اسرار کا پردہ اٹھنے کی توقع تھی۔

○☆○

الپا کو اپنی خوش قسمتی کا یقین ہوگیا کیونکہ اس کی برسوں کی تمنا پوری ہوگئی تھی۔ پارس سچ مچ اس کا غلام بن گیا تھا۔ اس کے حکم کے مطابق عمل کررہا تھا۔ اس نے اسے ایک ٹانگ پر کھڑا رہنے کا حکم دیا تو وہ ایک ٹانگ پر کھڑا ہوگیا۔ اس نے ایک ٹانگ پر ناچنے کا حکم دیا تو وہ ایک ٹانگ پر اچھل اچھل کر ناچنے لگا۔

غلام بن جانے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا تھا کہ جو پارس بڑے بڑے خطرناک دشمنوں کو نچایا کرتا تھا۔ وہ خود ناچنے لگا تھا۔ الپا ایک ناقابلِ شکست شہ زور کو بری طرح شکست دے چکی تھی۔

اب وہ سوچ رہی تھی "کیا اتنا ثبوت کافی ہے؟ یا اسے اور آزمایا جائے۔"

پارس کے سلسلے میں یہ مشہور تھا کہ وہ اپنی مما سونیا کی طرح بلا کا مکار ہے۔ دشمنوں کو اس کی مکاری کا پتا اس وقت چلتا تھا' جب پانی سر سے گزر جاتا تھا۔ الپا کے دماغ میں کامیابی کے باوجود اندیشہ تھا کہ کہیں وہ مکاری نہ کررہا ہو؟

وہ اتنی جلدی اس پر اعتماد نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے سوچا کہ پھر اسے کسی دوسری طرح آزمائے۔ اسے کوئی ایسا حکم دے کہ جس کی تعمیل کرتے ہوئے وہ اپنی ذلت اور توہین محسوس کرے۔ وہ اس حکم کی تعمیل سے انکار کرے گا تو اس کی مکاری کا بھید کھل جائے گا۔

وہ کسی طرح آزمانے کی بات سوچ رہی تھی۔ ایسے وقت موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے کار کی رفتار سست کرتے ہوئے اسے ایک فٹ پاتھ سے لگا کر روکا پھر موبائل کا بٹن دبا کر اسے کان سے لگا کر بولی "ہیلو۔"

دوسری طرف سے بوبی نے چہکتے ہوئے کہا "خبری ہے۔ میں نے جیکی ہنٹر کو ڈھونڈ نکالا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "او۔ ویری گڈ بوبی! وہ کہاں ہے؟"

"میرے ساتھ ہے۔ میں نے اسے پکڑ کر اپنا بٹھالیا ہے۔"

"آخر وہ بنگلے سے باہر کیوں گیا تھا؟ وہ تمہیں ہے؟"

"بنگلے میں شراب کا اسٹاک ختم ہوگیا تھا۔ طلب میں بنگلے سے نکل گیا تھا۔ میں نے اسے ایک بار میں پکڑا ہے۔"

"اسے فوراً بنگلے میں لے جاؤ۔ میں وہاں آرہی

اس نے فون کو بند کرکے ساتھ والی سیٹ پر اشارٹ کرکے ڈرائیو کرتی ہوئی رفتار بڑھانے اسے اور زیادہ خوشی کا یقین ہوگیا تھا۔ ٹرانسفارمر کمینک جیکی کسی دشمن کے ہتھے نہیں چڑھا بنگلے میں واپس پہنچ رہا تھا۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ بنگلے میں پہنچتے ہی سر سے وہ کیل نکالے گی' جس کی وجہ سے وہ اس نہیں پہنچ پارہی تھی۔ اس نے جیکی کو ٹیلی پیتھی دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے وہ کیل اس پیوست کرائی تھی۔ بُرے وقت میں وہ اس رکاوٹ بن گئی تھی۔ اگر وہ کیل نہ ہوتی تو وہ پلک اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے تلاش کرلیتی۔

کیل نکالنے کے بعد دشمنوں کی طرف سے لیکن اس مسئلے کا حل آسان تھا۔ وہ تنویمی عمل جیکی کے دماغ کو لاک کرسکتی تھی۔

کچھ دیر پہلے وہ مایوس ہورہی تھی۔ ٹرانسفارمر کرنے کی امید دم توڑ رہی تھی۔ اب اچانک کامیابی کے اندر بجلی بھردی تھی۔ وہ بڑے جوش اور ولولے تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کررہی تھی۔ ایسے میں آئی ہی تھی۔ اچانک ایک موڑ پر دوسری طرف والے ٹرک سے کار ٹکرا گئی۔

کار پوری طرح ٹکراتی تو موت آتی مگر موت آئی تھی۔ کار ایک سائیڈ سے ٹکرائی تھی اور اگلے پاتھ پر پہنچ کر ایک بڑے شیلف کے شیشے توڑتی گھستی چلی گئی تھی۔

الپا کا چہرہ پہلے اسٹیئرنگ سے ٹکرایا تھا۔ پھر کی ایک دیوار سے ٹکرا کر ایک جھٹکے سے رکی تو

اچھل کر ونڈ اسکرین کا شیشہ توڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اس کے بعد اسے ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے؟ دنیا میں ہے بھی یا نہیں؟

یہ مقدر کی ہیرا پھیری ہے۔ کبھی کچھ ہوتا ہے' کبھی کچھ سے کچھ ہوجاتا ہے۔ انسان سوچتے سوچتے' عمل کرتے کرتے' دوسروں کو کچلتے کچلتے' خود کو اچھالتے اچھالتے اچانک گڑھے میں گر پڑتا ہے۔ وہ زخموں سے چور ہونے والی' بے ہوش ہوجانے والی کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے قیدی' اس کے غلام اور ماتحت ہوش میں رہیں گے اور وہ بے ہوش ہوکر اسپتال پہنچ جائے گی۔

بوبی ٹرانسفارمر مشین کے ماہر کمینک جیکی ہنٹر کو لے کر بنگلے میں پہنچا اور الپا کا انتظار کرنے لگا۔

پارس آہنی سلاخوں کے پیچھے قید تھا۔ وہ الپا کے حکم سے ایک ٹانگ پر ناچنا نہیں چاہتا تھا مگر اس نے ایک مالکن کی حیثیت سے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ناچنے پر مجبور کردیا تھا۔

اسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا۔ اس نے قسم کھائی کہ آئندہ اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا۔ اپنی قوت ارادی سے کام لے کر اس کی ہر بات سے انکار کردے گا۔ ایسا مستحکم ارادہ کرنے کے بعد وہ انتظار کرنے لگا لیکن اسے اپنے دماغ میں الپا کی آواز سنائی نہیں دی۔ اسے یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ اچانک حادثے کا شکار ہوگئی ہے۔ اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ وہ کسی بہت ہی اہم معاملے کو نمٹانے کے لیے کچھ کہے بغیر چلی گئی ہے۔

وہ قید خانے کے فرش پر بیٹھ کر پریشانی سے سوچنے لگا "میں بعض اوقات ناممکن کو بھی ممکن بنا چکا ہوں۔ لیکن اس تنویمی عمل کے اثر کو زائل کرنے یا کم کرنے میں ناکام ہورہا ہوں۔ اس دشمن عورت نے میرے اندر ایسے زبردست زلزلے پیدا کیے تھے کہ اب تک دماغی کمزوری محسوس کررہا ہوں۔"

وہ دماغی کمزوری کے باعث خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اگر اس قابل ہوتا تو فوراً سونیا اور ثانی کو اپنے حالات سے مطلع کرتا۔ وہ حیران تھا کہ ایک دن گزر گیا۔ رات ہوگئی لیکن ہم میں سے کسی نے اس کی خبر نہیں لی۔ میں علی کے ساتھ چین میں تھا۔ میری فیملی کے دوسرے افراد اپنی اپنی جگہ مصروف تھے۔ ہم سب چوبیس گھنٹے میں ایک بار ایک دوسرے کے ذریعے سب ہی کی خیریت معلوم کرتے رہتے تھے یا بابا صاحب کے ادارے سے سب کی خیر خیریت معلوم ہوجایا کرتی تھی۔

آخری بار ثانی نے پارس سے رابطہ کیا تھا۔ اس کے بعد ہی الپا نے اسے قیدی بنایا تھا۔ تب سے دس گھنٹے گزر چکے تھے۔ ثانی اور ہم سب اس کے موجودہ حالات سے بے خبر تھے۔ دوسرے لفظوں میں اس لیے پارس کی فکر نہیں تھی کہ ثانی اس سے رابطہ کرچکی تھی۔ آئندہ ہم چوبیس گھنٹوں میں کسی وقت بھی اس سے رابطہ کرنے والے تھے۔

وہ فرش پر بیٹھا سوچ رہا تھا۔ آہنی سلاخوں کے باہر دو مسلح پہرے دار گونگے بنے ہوئے تھے۔ الپا نے انہیں سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ اس قید خانے میں پارس کے سامنے ایک ذرا سی آواز منہ سے نہ نکالیں۔ ایک لفظ بھی زبان سے ادا نہ کریں۔ ورنہ پارس ان کے دماغوں میں پہنچ کر فرار کا راستہ بنالے گا۔

الپا نے وہاں چار پہرے داروں کی ڈیوٹی لگائی تھی۔ دو پہرے دار دن کے وقت تھے۔ وہ چلے گئے تھے۔ ان کی جگہ دوسرے دو پہرے دار آئے تھے۔ جب الپا نے پارس کے دماغ میں زلزلے پیدا کیے تھے اور وہ بے ہوش ہوگیا تھا تب اس کے قریب کسی نے گونگا بننا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

وہ واقعی بے ہوش تھا لیکن قید خانے تک پہنچنے سے پہلے ہوش میں آگیا تھا۔ دو سروں پر اس نے یہ ظاہر نہیں کیا۔ پہلے کی طرح بے ہوشی ظاہر کرتا رہا۔ وہ چاروں پہرے دار اسے اسٹریچر پر لٹا کر آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچانے تک آپس میں باتیں کرتے رہے تھے۔ الپا وہاں خیال خوانی کے ذریعے موجود نہیں تھی۔ وہ موجود ہوتی تو پہرے داروں کو باتیں کرنے کی سزا دیتی اور ان کی جگہ دوسرے گونگے پہرے داروں کی ڈیوٹی لگادیتی۔

پارس نے ان کی گفتگو سنی تھی اور ان میں سے ایک کی آواز اور لہجے کو یاد رکھا تھا۔ وہ پہرے دار اس وقت آہنی سلاخوں کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس کی ڈیوٹی صبح ختم ہونے والی تھی۔ پارس اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنا آلہ کار بنا کر بڑی آسانی سے فرار ہوسکتا تھا مگر افسوس وہ دماغی کمزوری کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامنے رہائی کا راستہ کھلا ہوتا ہے مگر قیدی اس راستے پر چلنے کے قابل نہیں رہتا اور ایسا پارس کے ساتھ ہورہا تھا۔

اور ایسا الپا کے ساتھ بھی ہورہا تھا۔ اسے ٹرانسفارمر مشین بنانے والا ماہر کمینک واپس مل گیا تھا۔ پارس بھی ماہر کمینک تھا۔ وہ ان دونوں کے ذریعے چند ہفتوں میں

ٹرانسفارمر مشین تیار کرا سکتی تھی۔ بہت بڑی کامیابی کا دروازہ کھل گیا تھا لیکن تقدیر اسے اسپتال کے دروازے پر لے گئی تھی۔

پولیس والے حادثے کے بعد اسے اسپتال لے کر آئے تھے۔ اس کے سر اور جسم کے کئی حصوں پر گہری چوٹیں لگی تھیں۔ لہولہان ہوگئی تھی۔ پہچانی نہیں جارہی تھی اگر اچھی حالت میں ہوتی، تب بھی پولیس والے اسے پہچان نہ پاتے۔ اسرائیلی اکابرین بھی اسے پہچان نہیں سکتے تھے۔ وہ الپا جو برسوں سے یہودی قوم اور اپنے ملک کے لیے بے شمار کارنامے انجام دیتی آرہی تھی، اسے صورت شکل سے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ چہرے کی پلاسٹک سرجری کرانے کے بعد روپوش رہ کر زندگی گزار رہی تھی۔ اسرائیلی اکابرین سے صرف خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتی رہتی تھی۔

اس نے کار کے حادثے میں ایک بڑی دکان کا لاکھوں ڈالرز کا نقصان کیا تھا۔ وہ نقصان پورا کرانے کے لیے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ زخمی اور بے ہوش ہونے والی کون ہے؟

پولیس والے قانون کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اس کا نام اور پتا معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کررہے تھے۔ اس کے چہرے سے لہو صاف کرنے کے بعد اس کی مختلف تصویریں اتاری جارہی تھیں۔ پولیس افسر کہہ رہا تھا "یہ تصویریں ٹی وی کے ذریعے نشر کی جائیں گی۔ صبح کے اخبارات میں شائع کرائی جائیں گی۔ تصویریں دیکھ کر اس کے ماں باپ، سرپرست اور عزیز و اقارب ضرور یہاں آئیں گے۔"

پولیس والوں کی کوششوں سے اسی رات ٹی وی کے ذریعے الپا کی تصویریں دکھائی گئیں۔ اعلان کیا گیا کہ اس عورت کے متعلق جو بھی معلومات فراہم کرنا چاہے۔ وہ کسی بھی پولیس اسٹیشن میں آجائے۔

بوبی پریشان ہورہا تھا۔ وہ جیکی ہنٹر کے ساتھ بنگلے میں الپا کا منتظر تھا۔ اس نے فون پر کہا تھا کہ ابھی آرہی ہے لیکن دو گھنٹے گزرنے کے باوجود نہیں آئی تھی۔ اس نے اس کے موبائل فون پر رابطہ کیا تو پتا چلا وہ فون بند ہوچکا ہے۔

دراصل فون بند نہیں ہوا تھا۔ کار کے حادثے میں ٹوٹ کر ناکارہ ہوگیا تھا۔ بوبی نے اس کے خفیہ محل نما بنگلے میں بھی فون کیا۔ وہاں گھنٹی بجتی رہی لیکن کسی نے فون اٹینڈ نہیں کیا۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ الپا کہاں چلی گئی ہے؟ جہاں بھی گئی ہے، وہاں سے رابطہ کرسکتی ہے مگر اس نے فون کے ذریعے بھی رابطہ ختم کردیا تھا۔

جیکی ہنٹر ڈرائنگ روم میں بیٹھا وہسکی پی رہا تھا اور ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اس نے چیخ کر کہا "بوبی! یہاں آؤ۔ دیکھو ٹی وی پر میڈم کی تصویر دکھائی جارہی ہے۔"

بوبی دوڑتا ہوا آیا۔ ٹی وی اسکرین پر الپا دکھائی دے رہی تھی اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ زخمی نظر آرہی تھی۔ بوبی توجہ سے اعلان سننے لگا پھر بولا "یہ کیا ہوگیا؟ الپا زخمی دکھائی دے رہی ہے۔ پتا نہیں کیا ہوا ہے؟ پولیس الپا کا نام اور پتا معلوم کرنا چاہتی ہے۔"

جیکی نے کہا "فوراً کسی قریبی پولیس اسٹیشن جاؤ۔ معلوم کرو کہ میڈم کس حال میں ہیں اور کہاں ہیں؟"

"جیکی! میں جارہا ہوں۔ دروازے کھڑکیاں باہر سے بند کردوں گا۔ میں اتنی بوتلیں خرید کر لے آیا ہوں کہ تم ایک ماہ تک بنگلے کے اندر بیٹھ کر پیتے رہو گے۔ مقفل دروازے کھول کر باہر نہیں جاسکو گے۔"

یہ کہہ کر اس نے کھڑکیوں اور دروازوں کو بند کیا، پھر سے مقفل کیا پھر کار میں بیٹھ کر پولیس اسٹیشن کی طرف جانے لگا۔

اسپتال میں الپا کی مرہم پٹی ہورہی تھی۔ بڑا وقت لگ رہا تھا۔ سر، گردن اور شانوں میں کار کی ونڈ اسکرین کے ٹوٹے کی کرچیاں چبھی ہوئی تھیں۔ شیشے کے ایک ایک ذرے اس کے جسم اور چہرے سے نکالا جارہا تھا۔ ایسے ہی وقت ڈاکٹر نے حیرانی سے کہا "ارے، یہ کیا؟"

پولیس افسر نے پوچھا "کیا ہوا ڈاکٹر؟"

ڈاکٹر نے کہا "آپ ادھر آئیں اور یہ دیکھیں۔"

افسر اس ڈاکٹر کے قریب آگیا۔ ڈاکٹر نے الپا کے پچھلے حصے سے بالوں کو ہٹاتے ہوئے کہا "یہ کیل عورت کے سر میں پیوست ہے۔"

اس نے ایک اوزار سے کیل کو پکڑ کر باہر کھینچ لیا۔ خون سر سے نکل گیا۔ وہ ڈاکٹر اور افسر کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ غیر معمولی جادوئی کیل ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کے دماغ میں آنے سے روکتی ہے۔ ڈاکٹر نے وہ کیل دور کردی تھی۔ انجانے میں دوسروں کے لیے اس کے دماغ کا راستہ کھول دیا تھا۔

اسے یہ غور تھا کہ اس نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے سے دور بھگا دیا ہے۔ وہ بیمار ہوگی یا کسی وجہ سے کمزور ہوگی، تب بھی کوئی دشمن اس کے اندر نہیں آسکے گا۔

یہ غور ٹوٹ گیا تھا۔ کیل نکلنے کے بعد وہ ایک عورت کی طرح اسپتال کے بیڈ پر پڑی تھی۔ دماغی کنٹرول الپا کا خاص ماتحت ہوں۔ اب تم دیکھو گے کہ دن میں کس طرح تارے نظر آتے ہیں۔"

وہ موبائل فون آن کرکے نمبر پنچ کرنے لگا۔ پولیس افسر اپنا رعب اور دبدبہ بھول گیا تھا۔ اسے سیلوٹ کرکے عاجزی سے گڑگڑا رہا تھا۔ بوبی نے فون پر کہا "کیپٹن! میں بوبی اسمتھ بول رہا ہوں۔ اپنی ٹیم کے ساتھ پولیس اسپتال آؤ اور ایک پولیس افسر کو گرفتار کرکے لے جاؤ۔ اسے حراست میں رکھو۔ کل تک میڈم الپا اس کی وردی اتارنے کا حکم دیں گی۔"

اس نے فون بند کرکے افسر سے کہا "جو عام شہری کی عزت نہ کرے، اسے سپاہی کی وردی نہیں پہننا چاہیے۔ کمرے سے باہر جاؤ۔ گیٹ آؤٹ!"

وہ سر جھکا کر وہاں سے چلا گیا۔ بوبی نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ "میری وائف کو ہوش آیا تھا؟"

"نہیں۔ یہ مسلسل بے ہوش پڑی ہیں۔ ویسے ہوش میں آجائیں گی۔ یہ بری طرح زخمی ہوگئی ہیں۔ زخم بھرنے میں بہت وقت لگے گا۔"

"میں اپنی وائف کے علاج کے لیے خاص توجہ چاہتا ہوں۔ ابھی اوپر سے احکامات موصول ہوں گے۔ تم ایک لیڈی ڈاکٹر کے ساتھ دن رات میری وائف کو اٹینڈ کرو گے اور اس کی میڈیکل رپورٹ مجھے دیتے رہو گے۔"

"آپ کو رپورٹ ملتی رہے گی۔ ہاں یاد آیا۔ ان کے سر کے پچھلے حصے میں ایک کیل گھس گئی تھی۔"

"کیل۔۔۔؟" بوبی نے چونک کر پوچھا "کہاں ہے، وہ کیل؟ وہ سر کے کس حصے میں تھی؟"

وہ انجان بن کر پوچھتا ہوا، الپا کے سرہانے آیا۔ ڈاکٹر نے اس کے بالوں کو ہٹاتے ہوئے کہا "یہاں وہ کیل پیوست ہوگئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا وہ کیل کس طرح سر میں گھس گئی تھی؟"

ڈاکٹر نے وہ کیل اسے دکھائی۔ بوبی نے اسے ہاتھ میں لے کر دیکھا اور سوچا "یہ الپا کے ساتھ بہت برا ہوا۔ اب اس کے دماغ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ ابھی اس حال میں یہ کئی دنوں تک نہ خیال خوانی کرسکے گی اور نہ ہی سانس روک کر دشمنوں کو اپنے دماغ سے بھگا سکے گی۔"

وہ ڈاکٹر سے بولا "جہاں حادثہ ہوا تھا۔ وہاں کسی جگہ یہ کیل ہوگی۔ اور اس کے سر میں پیوست ہوگئی ہوگی۔ بہرحال میں یہ کیل اپنے پاس رکھ رہا ہوں۔ آپ کو اعتراض تو نہیں ہے؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔ آپ اسے لے جاسکتے ہیں۔"

باعث خیال خوانی سے بھی محروم ہوگئی تھی۔ کوئی بھی دشمن وہاں پہنچ کر اسے ایک چٹکی میں مسل سکتا تھا۔

فی الحال صرف اس لیے دشمنوں سے محفوظ تھی کہ اسے الپا کی حیثیت سے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس وقت وہ اپنے بدترین حالات سے بے خبر تھی کیونکہ بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔

ایک پولیس انسپکٹر بوبی کو لے کر پولیس کے افسر اور ڈاکٹر کے پاس آیا پھر بولا "سر! اس جوان کا نام بوبی اسمتھ ہے۔ یہ اس بے ہوش عورت کا شوہر ہے۔ یہ اس کا شناختی کارڈ اور یہ میرج سرٹیفکیٹ ہے۔"

افسر نے انسپکٹر سے کہا "تم خاموش رہو۔ مجھے سوالات کرنے دو۔"

افسر نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "تم نے بیوی کو بے لگام چھوڑ دیا ہے۔ یہ ریس کا میدان سمجھ کر گاڑی چلاتی ہے۔ اس نے ایک بہت بڑی دکان کو تباہ کردیا ہے۔"

"میری وائف غیر ذمے دار نہیں ہے اور ابنارمل بھی نہیں ہے کہ خوامخواہ کسی کی دکان میں گاڑی گھسا دے گی۔ کسی کو بھی حادثہ پیش آسکتا ہے۔ میری وائف کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔"

"بہت اسمارٹ بن کر بول رہے ہو۔ دکان کے مالک نے ہرجانے کے طور پر پچیس لاکھ ڈالرز کا مطالبہ کیا ہے۔ کیا تمہاری پچیس لاکھ کی حیثیت ہے؟"

"افیسر! تم قانون کے ایک ذمے دار محافظ ہو۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ عام شہریوں سے طنزیہ انداز میں گفتگو کرو۔"

"تم؟ تم مجھے سمجھا رہے ہو؟ تمہاری اوقات کیا ہے؟"

"اوقات یہ ہے کہ دکان کے مالک کو پچیس لاکھ ڈالرز ابھی دے سکتا ہوں اور ابھی کھڑے کھڑے تمہاری وردی تار سکتا ہوں۔"

افسر کرسی سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ غصے سے بولا "تم میری وردی اتارو گے؟ اتنی بڑی بات کہہ رہے ہو تو اب میں تمہیں حوالات میں پہنچا کر تمہارے کپڑے اتاروں گا۔ وہاں پہنچ کر تمہیں پتا چلے گا کہ پولیس والوں کو چیلنج کرنا بھول جاؤ گے۔"

بوبی نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا "یہ ہے میری اصل آئیڈنٹٹی۔ میں انٹیلی جنس کا سپیشل آفیسر فار میڈم الپا ہوں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی

وہ کیل کو جیب میں رکھ کر موبائل کے ذریعے آرمی انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کرنے لگا۔ اس اسپتال میں الپا کے لیے وہ حفاظتی انتظامات لازمی تھے۔ یہ کسی پر ظاہر نہیں کرتا تھا کہ وہ الپا ہے۔ بوبی اسے اپنی بیوی کی حیثیت سے پیش کررہا تھا۔ وہ سرکاری طور پر الپا کا اسپیشل سیکیورٹی افسر تھا اور یہ بہت بڑا عہدہ تھا۔ اس کے احکامات کی تعمیل ایسے ہی ہوتی تھی جیسے وہ احکامات الپا نے صادر کیے ہوں۔

اور وہ الپا کے لیے ہی حفاظتی انتظامات کررہا تھا۔ وہ اپنے اعمال کے مطابق برے نتائج سے دوچار ہورہی تھی۔ اسپتال میں ایک لاوارث کی طرح بے یارومددگار پڑی ہوئی تھی۔ اگر بوبی اس کا وفادار نہ ہوتا تو بڑے کارنامے انجام دینے والی ناقابلِ شکست اور مغرور الپا کی زندگی کا اختتام اسی اسپتال میں ہوجاتا۔

وہ اتنا وفادار تھا کہ جب تک الپا ہوش میں نہ آتی' زخموں کی تکلیف کم نہ ہوتی اور سیکیورٹی کے تمام انتظامات مکمل نہ ہوجاتے' تب تک وہ اسے اسپتال میں تنہا چھوڑ کر نہ جاتا۔

وہ اسپتال میں رات گزارنے لگا اور وہی رات پارس قید خانے میں گزار رہا تھا۔ ایک قیدی بے بس اور مجبور ہوتا ہے مگر وہ حالات کے آگے بے بس ہونا اور سر جھکا کر بیٹھنا نہیں جانتا تھا۔ اس نے سوچا "میں ابھی صرف اس لیے بے بس اور مجبور ہوں کہ میرا دماغ کمزور ہے۔ اگر توانائی بحال ہوجائے تو میں خیال خوانی کے ذریعے اس قید خانے سے باہر جاسکتا ہوں۔"

جب غلطی یا کمزوری معلوم ہوجائے تو اسے اپنی عقل سے دور کیا جاسکتا ہے۔ پارس وہاں فرش پر بیٹھ کر یوگا کی مشقیں دہرانے لگا۔ اس طرح وہ خوا مخواہ قیدی بن کر بیٹھنے کے بجائے توانائی حاصل کرنے کے طریقوں پر عمل کرنے لگا۔ آہنی سلاخوں کے دوسری طرف کھڑے ہوئے پہرے دار یوگا کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔ انھوں نے کبھی کسی کو یوگا کی مشقیں کرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ پارس کو عجیب و غریب حرکتیں کرتے دیکھ کر مسکرانے لگے۔

وقت گزرنے لگا۔ رات کے دس بجے دونوں پہرے دار آہنی سلاخوں کے قریب آئے۔ ایک نے اشاروں سے پوچھا۔ "کھانا کھاؤ گے؟"

اس نے کہا "تکلیف نہ کرو۔ میں باہر آکر کھاؤں گا۔"

وہ دونوں اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسنے لگے۔ تاکہ ہنسی کی آواز منہ سے باہر نہ نکلے۔ الپا نے تاکید کی تھی، پارس کو اپنی آواز بھی نہ سنائی جائے۔ اس سلسلے میں دونوں محتاط تھے۔

رات کے ساڑھے گیارہ بجے تیسرا پہرے دار ان کے لیے کھانا لے کر آیا۔ وہ تینوں وہاں بیٹھ کر کھانے لگے۔ تیسرا پہرے دار پارس کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ یوگا کی مشقیں کرنے کے باعث پسینہ پسینہ ہورہا تھا اور اس کی آنکھیں بند کیے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

پارس نے وہاں قید ہونے سے پہلے جس پہرے دار سے گفتگو سنی تھی' وہ روٹیاں کھا رہا تھا۔ وہ کھانا چھوڑ کر اپنے ساتھی کے قریب آکر اس کے کان میں بولا "یار! شام کو چور سے گونگے بنے ہوئے ہیں۔ کہیں سچ مچ گونگے نہ بن جائیں۔ ہم ایک دوسرے کے کانوں میں بول سکتے ہیں اور سن سکتے ہیں۔"

دوسرے نے جواباً اس کے کان میں کہا "ذرا گلا قیدی کے کان تیز ہوں گے تو ہمارے کانوں میں ہونے باتیں بھی سن لے گا۔"

پارس نے کہا "وہ تو میں سن رہا ہوں۔"

دوسرے پہرے دار نے حیرانی سے پوچھا "یار! تیرے کان میں بول رہا ہوں پھر میرے کان میں تیری کیسے سنائی دے رہی ہے؟"

"گدھے! میں تیرے دماغ میں بول رہا ہوں۔"

"اس۔۔۔؟" اس نے سر گھما کر آہنی سلاخوں کے پارس کو دیکھا۔ پارس آنکھیں بند کیے پالتھی مارے بیٹھا تھا۔ پہرے دار نے سوچا "نہیں' یہ میرے دماغ نہیں ہے۔ اس کی تو آنکھیں بند ہیں۔ اس نے تو نہیں سنی ہے۔"

وہ کھانا چھوڑ کر کرسی سے اٹھ کر تیسرے پہرے پاس آیا پھر اس کے کان میں بولا "اگر کوئی کانا پھوسی تم دور سے اس کی آواز سن سکتے ہو؟ کیا یہ قیدی میرا سن رہا ہوگا؟"

تیسرے نے جواباً اس کے کان میں پوچھا "یہ تکا سوال کررہے ہو؟ آدمی کے پاس خرگوش کے کان تب بھی دور کی آواز نہیں سن سکے گا۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کے کان میں بول رہے تھے۔ تیسرے نے آہنی سلاخوں کے پاس آکر اپنی گن طرف پھینک دی۔ اس کے ساتھی نے حیرانی سے تم نے کیا کیا؟"

پارس نے دوسرے کی طرف دیکھا۔ دوسرے نے بھی اپنی گن اس کے سامنے پھینک دی۔ وہ تیسرے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تیسرے نے اپنی گن سے دونوں ساتھیوں کا نشانہ لے کر کہا "دروازہ کھولو اور قیدی کو باہر آنے دو۔"

ایک نے پریشان ہوکر پوچھا "یہ کیا ہورہا ہے؟ ہم دونوں نے اپنی گنیں قیدی کے پاس پھینک دیں اور یہ ہمارا ساتھی ہو کر ہمیں گولی مارنے والا ہے۔"

"دروازہ فوراً نہیں کھولو گے تو گولی ماردوں گا۔"

ایک نے دروازہ کھول دیا۔ پارس وہ دو رائفلیں اٹھا کر باہر آیا۔ تیسرے پہرے دار نے دونوں سے کہا "اندر چلو۔ جلدی کرو۔"

وہ دونوں آہنی سلاخوں کے پیچھے گئے۔ تیسرے نے کہا۔ "میرے اندر یہ قیدی گھسا ہوا ہے۔ یہ پہلے تم دونوں کے اندر تھا۔ اسی لیے تم نے اپنی رائفلیں اس کے سامنے پھینک دی تھیں۔ اب میں اپنی رائفل بھی اسے دے رہا ہوں۔"

وہ اپنی رائفل پارس کو دے کر اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس آہنی سلاخوں کے پیچھے چلا گیا۔ پارس نے دروازے کو مقفل کیا پھر تینوں رائفلوں کو دور پھینک کر کہا "یہاں صبح تک خاموش بیٹھے رہو یا سوتے رہو اور خدا کا شکر ادا کرتے رہو کہ تمہیں زندہ چھوڑ کر جارہا ہوں۔"

وہ وہاں سے پلٹ کر ایک دروازہ کھول کر چلا گیا۔ اس نے پہرے داروں کے خیالات سے معلوم کیا تھا کہ وہ حیضہ کے ایک علاقے میں ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کے سراغ رساں اسرائیل کے بڑے شہروں میں موجود رہتے تھے۔ اس نے ایک سراغ رساں کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں حیضہ کی قفقہ اسٹریٹ کے موڑ پر نیشنل بینک کے سامنے انتظار کررہا ہوں۔ فوراً گاڑی لے کر آؤ اور ایک ایسا انجکشن لے کر آؤ' جس کے ذریعے مجھے چند منٹ کے لیے دماغی طور پر مجھے کمزور بناسکو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "سر! آپ کمزور ہونا چاہتے ہیں؟"

"ہاں' مصلحتاً ہونا چاہتا ہوں' صرف پندرہ بیس منٹ کے لیے۔"

"ٹھیک ہے سر! میں یہ انجکشن لاؤں گا۔ اس کی مضاد دوا بھی لاؤں گا۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد توڑ کرنے کے لیے دوسرا انجکشن لگایا جائے گا تو کمزوری دور ہوجائے گی۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

پارس نے اس سے رابطہ کرنے کے بعد خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر ثانی کے پاس پہنچ کر کہا "ہائے جانم! کیا مجھے بھول چکی ہو؟ کئی گھنٹوں سے انتظار کررہا ہوں۔"

"تم کیسے ہو۔" ثانی نے بے تابی سے پوچھا۔ "تمہیں تو الپا نے بری طرح ٹریپ کرلیا تھا پھر تم کس طرح مجھ سے رابطہ کررہے ہو۔" جواب میں پارس نے ساری تفصیل اسے بتادی۔

ثانی نے پوچھا "کیا واقعی الپا نے تمہیں اپنا معمول بنالیا تھا؟ تم اس کے معمول بن چکے ہو تو اتنی آزادی سے اس کے خلاف کیسے بول رہے ہو؟"

"اس سلسلے میں کچھ اچھی طرح سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ الپا مجھے معمول بنا کر بڑے غرور سے مجھے ایک ٹانگ پر نچا رہی تھی پھر اچانک ہی اس نے رابطہ ختم کردیا۔ سات گھنٹے گزر چکے ہیں۔ وہ اب تک میرے اندر نہیں آئی ہے۔ میں اس کے مسلح پہرے داروں کو قیدی بنا کر وہاں سے آیا ہوں۔ آزادی سے سوچ رہا ہوں۔ تم سے گفتگو کررہا ہوں لیکن وہ روبوٹ نہیں بن رہی ہے۔"

ثانی نے کہا "الپا تمہیں جیت کر کبھی ہارنا نہیں چاہے گی۔ وہ بڑے اہم معاملات کو وقتی طور پر نظرانداز کرسکتی ہے لیکن تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی نظرانداز نہیں کرے گی۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ وہ کسی مصیبت میں پھنس گئی ہے۔ اسے میرے دماغ میں آنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔"

"یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ دماغی کمزوری میں مبتلا ہوگئی ہو۔ ویسے وہ جہاں بھی ہو۔ جس حال میں بھی ہو۔ ہمیں موقعے سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ میں تمہارے دماغ میں آکر اس کے تنویمی عمل کا توڑ کروں گی۔"

"تم میرے اندر نہیں آسکو گی۔ اس نے میرے دماغ کو لاکڈ کیا ہے۔"

"پھر تو تمہیں ایک ذرا کمزور بنا کر آؤں گی۔"

"اس کا انتظام میں نے کیا ہے۔ ایک سراغ رساں میرے لیے گاڑی لارہا ہے۔ وہ ایسی دوا بھی لارہا ہے' جسے انجکٹ کرنے سے میں کچھ دیر کے لیے کمزوری محسوس کروں گا۔ ایسے وقت تم میرے اندر آکر الپا کے تنویمی عمل کو ختم کرسکو گی۔"

وہ سراغ رساں گاڑی لے کر آگیا۔ پارس نے اس سے کہا "میں پچھلی سیٹ پر لیٹ رہا ہوں۔ وہ انجکشن لگادو۔ جب تک میں سوتا رہوں' مجھے نہ جگانا۔ میں گاڑی میں ہی نیند پوری کروں گا۔ دوا انجکٹ کرنے سے پہلے اپنی میڈم ثانی

کے پاس جاؤ۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ثانی کو مخاطب کرکے کہا۔

"میڈم! میں مسٹر پارس کے لیے گاڑی لے آیا ہوں۔ یہ پچھلی سیٹ پر لیٹ کر انجکشن کے ذریعے کمزور ہونا اور پھر گہری نیند سونا چاہتے ہیں۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں انہیں اپنے بنگلے میں لے جاؤں۔ وہاں یہ آرام سے سوتے رہیں گے۔"

"نہیں۔ تم تل ابیب جاؤ گے۔ اپنے بنگلے تک پہنچنے میں ایک گھنٹا لگے گا۔ الپا کسی وقت بھی آکر پارس کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ فوراً انجکشن لگاؤ اور گاڑی وہاں سے لے جاؤ۔ میں پارس کے اندر رہوں گی۔"

سراغ رساں نے ہدایات پر عمل کیا۔ پارس کو انجکشن لگا کر سامنے اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا پھر گاڑی اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرنے لگا۔ ثانی اپنے پارس کے دماغ میں پہنچ چکی تھی۔

○☆○

آندرے اور سائن کے باقی تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں میں ایک کا نام بیکر رائٹ تھا۔ وہ ذہین تھا۔ ہمیشہ کسی نہ کسی معاملے میں مصروف رہتا تھا۔ جب کوئی مصروفیت نہیں ہوتی تھی کسی نہ کسی سے عشق کرنے لگتا تھا۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں وہ پہلا ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا' جو شاعر تھا دشمنوں کی دنیا میں سخت عملی زندگی گزارتا ہوا شاعری کرتا تھا۔ حسن پرست تھا۔ حسین خیالات اور نازک احساسات کا حامل تھا۔ اس کی یہ خوبی تھی کہ وہ ہوس پرست نہیں تھا۔ کسی حسین اور جوان عورت کو دیکھ کر ایک عیاش کی طرح للچاتا نہیں تھا۔ حسن کی قدر کرتا تھا۔

وہ قد آور' خوب رو اور صحت مند جوان تھا۔ حسین لڑکیاں اس سے متاثر ہوجاتی تھی۔ اس کی دوست بن جایا کرتی تھیں۔ وہ سب سے دوستی کرتا تھا۔ لیکن عیاشی سے پرہیز کرتا تھا۔ وہ حسن پر شاعری کرتا تھا۔ اسے میلا نہیں کرتا تھا۔

آندرے نے کہا "تمہاری زندگی میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین لڑکی آتی ہے تم کسی سے شادی کیوں نہیں کرلیتے؟"

بیکر رائٹ نے کہا "میرے سامنے جو بھی حسن آتا ہے' وہ آنکھوں کو اچھا لگتا ہے۔ میں نے ایسا حسن نہیں دیکھا' جو دل میں اتر جائے۔"

سائن نے کہا "بے شک' دنیا میں بے شمار حسینائیں ہیں لیکن کوئی ایک حسینہ ایسی ہوتی ہے' جو ملکۂ حسن نہ ہونے کے باوجود دل میں سما جاتی ہے اور وہی شریکِ حیات بن جاتی ہے۔"

بیکر نے کہا "تم ٹھیک کہتے ہو۔ میری نظروں میں ہر وہی عورت حسین ہے' جو دل جیت لیتی ہے۔ ایسی عورت کے لیے ایک قدرتی کشش ہوتی ہے۔"

آندرے نے کہا "مجھے اندیشہ ہے' تمہاری گرل فرینڈ کی تعداد بڑھتی رہے گی تو تمہارے فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ پڑ سکتی ہے۔"

"کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔ تمہیں کس بات کا خوف ہے؟"

"دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی نہ کسی لڑکی کے ذریعے معلوم کرلیں گے کہ تم یوگا کے ماہر ہو۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

"میں لڑکیوں کی موجودگی میں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کرتا ہوں۔"

"اگر کسی لڑکی کے ذریعے کوئی تمہارے دماغ میں گھس گیا تو تم سانس روک کر اسے بھگا دو گے۔ تمہاری اسی حرکت سے دشمن سمجھ لیں گے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ تمہارے خلاف ایسے حالات پیدا کیے جائیں گے کہ تم مجبور ہو کر خوانی کرنے لگو گے۔"

"دشمنوں کا خوف ایسا ہے تو ہمیں گھر سے نکلنا نہیں چاہیے۔ کیا پتا' ہم کسی دکان میں خریداری کے لیے جائیں وہاں کسی سیلز گرل کے دماغ میں کوئی ہو اور ہمیں نہ کرلے۔"

"ایسا ہوگا تو ہم اسے ایک اتفاق کہیں گے۔ دانش مندی یہی ہے کہ لوگوں کی بھیڑ میں نہ جائیں۔ محفلوں میں تقریبات میں جانے سے پرہیز کریں۔ اگر کسی ضرورت سے جانا ہو تو خاموش رہیں۔ تم بولیں' اپنا مقصد پورا کریں۔ وہاں سے چلے آئیں۔ جتنی احتیاط کی جائے گی' اتنے خطرات کم ہوں گے۔"

"ٹیلی پیتھی کی دنیا میں جو واقعات پیش آتے رہتے ہیں ان پر غور کرو تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ اچھے خاصے تجربے کار ٹیلی پیتھی جاننے والے عورتوں کے چکر میں چکراتے رہے ہیں اور جیتی ہوئی بازیاں ہارتے رہے ہیں۔"

سائن نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والے جے ساموئل نے بنی نام... کی ایک حسینہ کے ذریعے ٹریپ کیا تھا۔ بنی اور آندرے نے صرف بنی کے ذریعے تمام امریکی ایجنٹ اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا محکوم بنالیا۔ ٹرانس مشین قبضہ جمالیا۔ صرف ایک عورت کے باعث تھرمن

پنالیا ہے۔ مگر ہم اور تم سب ہی جانتے ہیں کہ وہ دو خیال خوانی کرنے والے بھی شیوانی جیسی عورت کے ذریعے ٹریپ کیے گئے ہیں۔"

بیکر نے کہا "تم دونوں ایسی ٹھوس مثالیں پیش کررہے ہو کہ مجھے ڈر جانا چاہیے۔ حسینوں کی قدر نہیں کرنا چاہیے۔ قدر کرنے سے حسینوں کا میلہ لگ جاتا ہے اور اس میلے میں دشمنوں کو چھپ کر آنے اور ٹریپ کرنے کے مواقع مل جاتے ہیں۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا "ہم یہ نہیں کہتے کہ حسن پرستی اور شاعری نہ کرو۔ اس کے لیے ایک حسینہ کافی ہے۔ کسی ایک سے شادی کرو۔ وہ اپنی ہوگی۔ اپنی رازدار ہوگی۔ دشمن اسے آلہ کار نہیں بنا سکیں گے۔ ہم سب اسے تحفظ دیں گے۔ وہ ہمارے لیے قابلِ اعتماد رہے گی۔"

دوسرے نے کہا "عورت جب تک پرائی رہتی ہے۔ تب تک اس کی طرف سے اندیشہ رہتا ہے مگر وہی عورت اپنی بن کر ڈھال بن جاتی ہے۔"

بیکر نے کہا "میری زندگی میں جتنی حسینائیں آتی ہیں۔ وہ مجھے شاعر بناتی ہیں۔ شوہر بنانے والی اب تک کوئی نہیں آئی۔ میں کیا بتاؤں کہ کیسی چاہتا ہوں۔ میں خود نہیں جانتا۔ جب وہ آئے گی تو میں سمجھ پاؤں گا۔"

پھر ایک دن وہ بیکر کو نظر آگئی۔ اس پر نظر پڑتے ہی وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔ وہ نگاہوں کے سامنے مسکرا رہی تھی۔ فینسی ڈریس میں ہندوستان کی راج کماری لگ رہی تھی مگر افسوس وہ سامنے ہوتے ہوئے بھی سامنے نہیں تھی۔

کیونکہ وہ ایک میگزین کے سرورق پر تھی۔ سرورق پر اس کی تصویر کہہ رہی تھی کہ میں تصویر میں ایسی ہوں تو روبرو بیٹھ جاؤں گی کیسی لگوں گی؟

بیکر اس میگزین کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اندر کے چند صفحات میں مختلف زاویوں سے کئی اداؤں بھری تصویریں تھیں۔ ہر تصویر اس کا دل کھینچ رہی تھی۔ اسے دیوانہ بنا رہی تھی۔

وہ کون ہے؟ کیا واقعی ہندوستان کی راج کماری ہے؟ میگزین میں اس کا نام کرشمہ کماری لکھا ہوا تھا۔ باقی مضمون ہندوستانی ملبوسات اور زیورات وغیرہ کے بارے میں تھا۔ وہ اس کے متعلق جتنا زیادہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ وہ میگزین سے معلوم نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

کرشمہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی رک رک کر سانس لینے لگی۔ بیکر پہلے خاموشی سے اس کے خیالات پڑھتا رہا پھر بولا "پلیز سانس نہ روکو۔ میں تمہارا دیوانہ ہوں۔ تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

لیکن کرشمہ نے سانس روک لی۔ بیکر اتنی دیر میں کرشمہ کے ساتھ رہنے والی پدمنی کی آواز اور لہجہ سن چکا تھا۔ وہ پدمنی کے دماغ میں پہنچ کر کرشمہ کے اور اس کے خاندان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔

پھر وہ آندرے اور سائن کے پاس آکر وہ میگزین انہیں دیتے ہوئے بولا "یہ ہے میری آئیڈیل حسینہ' یہ میری لائف پارٹنر بن سکتی ہے۔"

انہوں نے کرشمہ کی تصویریں دیکھ کر اس کے انتخاب کی داد دی۔ سائن نے کہا "یار! یہ لاجواب ہے لیکن یہ اس سے رومانس کا موقع نہیں ہے۔ یہاں شیوانی اور اس کی ٹیم چین جارہی ہے۔ تم نے ابھی تک یہ معلوم نہیں کیا ہے کہ شیوانی نے جے کانو کے بعد جے فلو کو بھی ٹریپ کیا ہے یا نہیں؟"

بیکر نے کہا "میں اسکاٹ لینڈ یارڈ جارہا ہوں۔ وہاں سے تمہیں مکمل معلومات فراہم کروں گا۔ تم بھی مجھ سے تعاون کرو۔"

"ہم سے کیا تعاون چاہتے ہو؟"

"میں تمہیں پدمنی نام کی ایک عورت کے اندر پہنچا رہا ہوں۔ کرشمہ تم دونوں کو اپنے دماغ میں زیادہ دیر رہنے نہیں دے گی۔ سانس روک لے گی۔ تم دونوں پدمنی کے خیالات پڑھ کر کرشمہ اور اس کے خاندان کے بارے میں اہم معلومات حاصل کرو۔ میں نے بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ اس کی ماں اور اس کا بھائی کالا جادو جانتے ہیں۔ ہم انہیں اپنا معمول بنا کر ان سے بہت کام لے سکتے ہیں۔ میں اسکاٹ لینڈ جارہا ہوں۔ واپسی پر باتیں ہوں گی۔"

بیکر نے دونوں کو اپنے دماغ میں بلا کر انہیں پدمنی کے دماغ میں پہنچا دیا۔ پھر اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے اسکاٹ لینڈ یارڈ چلا گیا۔

آندرے اور سائن نے پدمنی کے ذریعے کرشمہ اور جمنا کماری' بھیما اور کالا جادو سمیت بہت ساری معلومات حاصل کرلیں' انہیں علم ہوا کہ کرشمہ تعلیم یافتہ' ذہین اور اسمارٹ ہے۔ مارشل آرٹ جانتی ہے۔

آندرے اور سائن کے لیے کالا جادو اور آتما کے معاملات بڑے دلچسپ تھے۔ انہوں نے پدمنی کے ذریعے کلپنا کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ وہاں بھیما'

پدمنی سے باتیں کررہا تھا پھر جسونت نے آکر کلپنا سے کہا "تم اس آتما کی وجہ سے مجھے اپنی تنہائیوں میں نہیں آنے دے رہی ہو مگر میں تمہارے حسن و شباب سے ضرور کھیلوں گا۔ میری ماں آئے گی تو تمہارے اندر کی آتما ٹیلی پیتھی کو بھی خاک میں ملادے گی۔"

جسونت کے اس چیلنج نے آندرے اور سائن کو چونکا دیا۔ آندرے نے کہا "پتا نہیں' یہ بھیما کون ہے؟ یہ تو ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

سائن نے کہا "ہم نے پہلے یہ نام کبھی نہیں سنا۔ بھیما کے علاوہ اور پتا نہیں کتنے ہیں' جن سے ہم واقف نہیں ہے۔"

"اور اس لیے واقف نہیں ہیں کہ جانے انجانے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کتراتے رہتے ہیں۔ اپنی بہتری اور سلامتی کے لیے ان سے دور رہتے ہیں۔ اس طرح ہمیں پتا نہیں چلتا کہ ہماری دنیا میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟ وہ کہاں کہاں مصروف رہتے ہیں؟ ان میں سے کتنے مرتے ہیں اور کتنے نئے پیدا ہوجاتے ہیں۔"

سائن نے کہا "ایسی بے خبری ہمیں کسی وقت بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ ہمیں اس پہلو پر غور کرنا چاہیے کہ بے خبر رہنا چاہیے یا نہیں؟"

"کوئی موٹی عقل والا بھی کہے گا کہ بے خبری نقصان پہنچاتی ہے۔"

بیکر برائٹ اپنے فرائض ادا کرکے دوسرے دن واپس آیا۔ اس نے بتایا کہ شیوانی نے جے کانو کے علاوہ جے فلو کو بھی اپنا معمول بنالیا ہے۔ وہ جے سامو کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہی ہے اور کل صبح کی ایک فلائٹ سے اپنی ٹیم کے ساتھ چین جانے والی ہے۔"

پھر اس نے پوچھا "اب بتاؤ' تم دونوں نے میری کرشمہ کے بارے میں کیا کچھ معلوم کیا ہے؟"

سائن نے کہا "تشویش کی بات یہ ہے کہ کرشمہ کے خاندان میں جادوگروں کے علاوہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہے۔"

"کیا۔۔۔؟" وہ حیرانی سے بولا "وہاں کون ہے' جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"اس کا نام بھیما ہے۔ اس کی آتما کلپنا کے اندر سمائی ہوئی ہے۔"

"پھر تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔"

سائن نے کہا "وہ ایک ہے۔ ہم پانچ ہیں۔ ہم پر حکمت عملی سے اسے ٹریپ کرسکتے ہیں۔ اگر وہ قابو میں آئے گا تو اسے وہاں سے بھگانے کا ایک آسان راستہ ہے۔"

"اسے کیسے بھگایا جاسکے گا؟"

"ہم کلپنا کو مار ڈالیں گے۔ بھیما کی آتما اس کا مردہ جسم چھوڑ کر جانے پر مجبور ہوجائے گی۔"

"وہ اسی خاندان میں کوئی دوسرا جسم حاصل کرے گی۔"

"بھیما اسی دوسرے جسم میں چھپ کر نہیں رہ سکے گا۔ وہ آزاد رہنے کے باوجود کسی ایسے دشمن سے ٹکرا جاتے ہیں' جس کا کہ اس کے مقابلے میں ہم پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ تو پھر وہ اس خاندان کا رخ نہیں کرے گا۔"

بیکر نے خوش ہوکر کہا "اور یہ میرا فرض بھی ہے کہ میں اپنی محبوبہ کو بھیما جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے محفوظ رکھوں۔"

"بیکر! ہمیں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرتے رہنا چاہیے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ہم بھیما جیسے تنہا ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اپنا کوئی وجود' کوئی جسم نہیں ہے۔ اس کی آتما اسی دنیا میں رہنے کے لیے دوسرے جسموں کا سہارا لیتی رہے گی۔ ایسے ٹکرائیں۔ بھیما ہمارے لیے خطرناک نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کا اپنا کوئی وجود نہیں ہوگا۔ عارضی سہارے کو ہم ختم کریں گے تو وہ ہم سے دور بھاگ جائے گا۔ وہ ہمارے لیے نہیں' ہم اس کے لیے خطرہ بن رہیں گے۔"

ان دوستوں نے یہ طے کرلیا کہ THERE IS NO GAME WITHOUT RISK یعنی خطرہ مول لیے بغیر کوئی کھیل کھیلا نہیں جاسکتا۔ بیکر کو روماس کی آواز اور لہجے کے مطابق جاسکے گا۔

چاہیے۔ کرشمہ سیدھی طرح حاصل نہیں ہوگی۔ اس لیے اپنی طرف مائل کیا تھا۔ یوں مائل کرنے یا ہونے سے تنویمی عمل کرکے اسے حاصل کرنا چاہیے۔

بیکر نے کہا "دوستو! میں یہاں اپنے حصے کے فرائض ادا کرچکا ہوں۔ شیوانی اور اس کی ٹیم کے بارے میں مکمل رپورٹ دے چکا ہوں۔ لہٰذا مجھے ہندوستان جانے کی اجازت دو۔ جب کرشمہ میری طرف مائل رہے گی تو میں اس کے قریب رہنا چاہوں گا۔"

سائن نے کہا "ہاں بھئی! کرشمہ کے حسن کا شکار ہوکر بھڑکے گا تو جلنے کے لیے پروانے کو وہاں جانا چاہیے۔"

بیکر نے کہا "دوسری وجہ یہ تھی کہ پورس نے کرشمہ کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنی طرف مائل کیا تھا۔ یوں مائل کرنے یا ہونے سے بات نہیں ہوجاتی۔ اس نے کرشمہ کو اپنے تنویمی عمل سے کرشمہ کے ذہن میں نقش کی تھی۔ اس کے مطابق کرشمہ' بیکر کی معمولہ رہتی لیکن بیکر یا کسی اور کی طرف مائل ہونے کے سلسلے اس کا ذہن آزاد رہتا۔

پورس نے بیکر کے تنویمی عمل کے بعد یہ بات کرشمہ کے ذہن میں نقش کی تھی۔ اس کے مطابق کرشمہ' بیکر کی معمولہ رہتی لیکن بیکر یا کسی اور کی طرف مائل ہونے کے سلسلے اس کا ذہن آزاد رہتا۔

بیکر اور اس کے ساتھیوں کو پورس کے سلسلے میں اتنا علم ہوا تھا کہ کرشمہ کے گھر میں شہباز نامی ایک مہمان اس کی ماں اور بھائی اس مہمان کو پسند نہیں کرتے کے دوران میں آندرے اور سائن بھی موجود رہے تھے۔

بہرحال بیکر مطمئن ہوگیا تھا اور اپنے دوستوں سے رخصت ہوکر ہندوستان پہنچنے والا تھا۔ آندرے سمیت پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے طے کیا تھا کہ وہ بھیما کو ٹارگٹ بنائیں گے۔ اس کے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔ اس کے بعد یا تو بھیما کو غلام بنائیں گے یا اسے ختم کردیں گے۔

○☆○

تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ محبت دونوں طرف سے ہوتی ہے۔ ایک طرف سے نہیں ہوتی۔ ایسا نہیں تھا کہ صرف ماریہ اپنی تنہائیوں میں زبیری کو یاد کرتی تھی اور اس سے دوبارہ ملنے کے لیے بے چینی سے دن گزار رہی تھی۔

احمد زبیری کو بھی محبت کا روگ لگ گیا تھا۔ اگرچہ وہ چین میں دشمنوں کے درمیان رہتا تھا۔ چین کے انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں اعزازی افسر تھا۔ غیر ملکی سیکرٹ ایجنٹس' سراغ رساں اور ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے نمٹتا رہتا تھا۔ ایسے فرائض ادا کرنے کے لیے ہمیشہ حاضر دماغی کی ضرورت ہوتی ہے۔ محبت کرنے کی فرصت نہیں ملتی۔ خوابوں اور خیالوں میں محبوبہ کو دیکھو تو دشمن سر پر پہنچ جاتے ہیں۔

مگر جب دل کسی پر آجاتا ہے تو پھر سوتے جاگتے اس کی طرف دھیان جاتا رہتا ہے۔ زبیری اپنے فرائض اور ذمے داریوں کو حاضر دماغی سے ادا کیا کرتا تھا۔ صرف کھاتے وقت اور سوتے وقت ساری دنیا کو بھول کر ماریہ کی یادوں سے بہلنے لگتا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جایا کرتا تھا۔

اس نے اب تک ماریہ کو اپنی خیال خوانی کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ وہ اس کی بے خبری اور لاعلمی میں اس کے احساسات اور جذبات کو پڑھتا تھا اور خوش ہوتا تھا کہ ماریہ اس سے ہزاروں میل دور جاکر بھی اسے دل و جان سے چاہتی ہے اور دن رات اسے یاد کرتی رہتی ہے۔

اس نے زبیری سے وعدہ کیا تھا کہ وہ چین اور مسلمانوں کے خلاف جاسوسی نہیں کرے گی اور اب وعدے کے مطابق وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی ملازمت سے استعفیٰ دے چکی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ شیوانی نے اسے تنویمی عمل کی زنجیروں میں جکڑ لیا تھا۔ اسے اپنی معمولہ بنا کر اس کا چہرہ اور حلیہ بدل کر اپنے ساتھ چین لے جارہی تھی۔

شیوانی اپنا مشن پورا کرنے کے لیے بڑی کامیابی سے چالیں چلتی آرہی تھی۔ اس نے جے کانو اور جے فلو کو اپنا معمول بنا کر ٹیلی پیتھی کی قوت حاصل کرلی تھی۔ وہ خود غیر

معمولی قوتوں کی حامل تھی پھر اس نے ماریہ کو اس لیے اپنا مہرہ بنایا تھا کہ چین پہنچ کر بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تلاش کرنے میں وقت ضائع نہیں ہوگا۔ ماریہ پہنچتے ہی پہنچ کر احمد زبیری کو پہچان لے گی۔

ماریہ پر ہپناٹزم کے ذریعے یہ باتیں نقش کی گئی تھیں کہ وہ احمد زبیری کی محبت سے مجبور ہو کر بھیس بدل کر چین جا رہی ہے۔ اسے خوش خبری سنائے گی کہ اس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ وہاں لندن میں اس کا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے بھیس بدل کر آگئی ہے۔

وہ لندن کے ایک مشہور اخبار کی رپورٹر اور صحافی کی حیثیت سے ایک طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ اس کے ذہن سے یہ فراموش کرا دیا گیا تھا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ اس عمل کے مطابق وہ تنہا سفر کر رہی ہے جبکہ اس طیارے میں شیوانی' جے کانو' جے فلو اور اسکاٹ لینڈ یارڈ کے دو سراغرساں بھی سفر کر رہے تھے۔ ماریہ ان سب کو بھول چکی تھی۔

شیوانی کی کامیابیوں میں کچھ ناکامیاں بھی چھپی ہوئی تھیں' جن سے وہ بے خبر تھی۔ مثلاً یہ کہ آندرے اور سائمن اس کے دو سراغ رسانوں کے دماغوں میں جگہ بنا چکے تھے۔ دوسری بات یہ کہ جے سامو بھی اپنے دو ساتھیوں کے دماغوں میں با آسانی پہنچ سکتا تھا اور جب ماریہ کو ہپناٹائز کیا جا رہا تھا۔ تب بھی جے سامو' ماریہ کے دماغ میں موجود تھا۔

اور یہ تو کوئی نہیں جانتا تھا کہ زبیری اپنی ماریہ کے دماغ میں خاموشی سے پہنچتا رہتا ہے۔ ایک بار جب وہ ماریہ کے اندر پہنچا تو پتا چلا اسے ہپناٹائز کیا جا رہا ہے۔ وہ چپ چاپ ہپناٹائز کرنے والے کی باتیں سنتا رہا اور معلوم کرتا رہا کہ اسے شیوانی نام کی کسی عورت کی معمولہ بنایا جا رہا ہے۔

پھر زبیری نے یہ بھی معلوم کیا کہ ماریہ کے ذریعے اس کے محبوب تک اور بابا صاحب کے ادارے کے دوسرے افراد تک پہنچنے کے لیے ماریہ کا چہرہ اور حلیہ بدلا جائے گا۔ یوں شیوانی کا یہ مقصد معلوم ہو گیا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین وہاں تیار نہیں ہونے دے گی۔

دیکھا جائے تو موجودہ حالات میں شیوانی سب سے زیادہ خطرات میں گھری ہوئی تھی۔ ایک طرف آندرے اور سائمن دوست بن کر اس سے دشمنی کر رہے تھے۔ اس انتظار میں تھے کہ وہ چین میں جیسے ہی ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل کرے گی' وہ نقشہ اس سے چھین لیا جائے گا۔ ورنہ شیوانی وہ نقشہ لے جا کر اسکاٹ لینڈ یارڈ میں وہ مشین تیار کر سکتی تھی۔

آندرے اور سائمن اسے یہ موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔

دوسری طرف جے سامو' شیوانی کی ٹیم میں سرگرم [illegible] آنے سے روکے اور تم یہاں کی وزارت داخلہ سے کہو' جے کانو' جے فلو اور ماریہ کے دماغوں میں پہنچا ہوا [illegible] شیوانی یہاں آئے تو اسے روکا نہ جائے اور نہ ہی اس پر کسی طرح کا شبہ کیا جائے۔"

اپنے دونوں دوستوں کو شیوانی سے نجات دلانے کے [illegible] میں نے حیرانی سے کہا "جناب! آپ کی یہ ہدایات سمجھ مناسب موقع کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نہیں آئیں۔ آپ احمد زبیری کے ذریعے شیوانی کو روکنا

تیسری طرف احمد زبیری اچھی طرح شیوانی کے [illegible] بھی چاہتے ہیں اور یہاں اس کے لیے امیگریشن کا مرحلہ سمجھ گیا تھا اور اب شیوانی کی توقع کے خلاف ایک نیا [illegible] آسان کر رہے ہیں۔"

کے لیے تیار تھا۔ اس نے شیوانی کے بارے میں [illegible] انہوں نے جواب دیا "ہو سکتا ہے کہ زبیری اسے یہاں رپورٹ دی۔ میں اور علی چینی ماہرین کے ساتھ مشین [illegible] آنے سے پہلے ہی روک دے۔ اگر وہ نہ روک سکا تو پھر ہمیں کرنے کے ابتدائی مراحل میں مصروف تھے۔ اس [illegible] اسے یہاں رہنے سے نہیں روکنا چاہیے۔ وہ اپنے مشن کے سے نقشے کو اغوا کر کے پرنٹ کیا گیا تھا پھر وہ ماسٹر [illegible] مطابق یہاں ہمارے خلاف کارروائیاں کرے گی۔ تم بھی کے ایک اعلیٰ افسر کے حوالے کر دی گئی تھی۔ وہ افسر [illegible] بہت کچھ کرو گے۔ اسے روکنا اور ناکام بنانا ہمارا فرض ماہر تھا پھر دلیر آفریدی کو ہم نے ہدایت کی تھی کہ وہ آپ [illegible] لیکن ہمارے ادارے کے تمام افراد سے کہہ دو کہ وہ کسی کوارٹر میں رہ کر اس افسر پر کڑی نظر رکھا کرے۔ [illegible] بھی مرحلے میں شیوانی کو جانی نقصان نہ پہنچائیں۔ ہزار دشمنی

جناب عبداللہ واسطی نے دلیر آفریدی کو اپنے [illegible] کے باوجود اسے زندہ سلامت رکھا جائے گا۔"

بلایا تھا۔ اسے ایک دن اور ایک رات تک اپنے [illegible] انہوں نے ہدایات دیں' میں نے انہیں علی تیمور' دلیر عبادت کرنے کی ہدایت کی تھی پھر اس پر کچھ روحانی [illegible] آفریدی' احمد زبیری اور اپنے تمام سراغ رسانوں تک پہنچا تھا۔ جس کے نتیجے میں اس کا دماغ لاک ہو گیا تھا۔ اور [illegible] جناب عبداللہ واسطی سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ شیوانی کو چھٹی حس غیر معمولی طور پر تیز ہو گئی تھی۔ انہوں نے [illegible] سلامت کیوں رکھنا چاہتے ہیں جبکہ وہ صرف ہم سے ہی تھا کہ ٹرانسفارمر مشین تیار ہو گی تو اسے ٹیلی پیتھی کا [illegible] چین سے بھی دشمنی کرنے آ رہی تھی۔

جائے گا۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی اور جناب عبداللہ واسطی انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کر [illegible] بزرگان دین جب ایسی کوئی نہ سمجھ میں آنے والی ہدایات کہا "فرہاد! ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں جو [illegible] دیتے ہیں تو ان ہدایات کے پیچھے کوئی گہرا راز چھپا ہوتا ہے۔ واقعات پیش آ رہے ہوں یا آنے والے ہوں' ان [illegible] بہت عرصہ پہلے جب الپا ماں بننے والی تھی اور دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی زچگی کے وقت اس کی دماغی مجھے دیا کرو۔"

میں نے کہا "میں آپ کو اطلاع دیتا رہتا ہوں [illegible] کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ اسے اپنی معمولہ بنانا کے مشوروں پر عمل بھی کرتا ہوں۔ کیا مجھ سے کوئی [illegible] چاہتے تھے۔ ایسے وقت جناب علی اسد اللہ تبریزی اس کے ہے؟"

"تم نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ [illegible] سے محفوظ رکھا تھا۔ اس وقت جناب تبریزی کا یہ عمل کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

ٹیم آ رہی ہے۔"

"جناب! آنے والی ہے۔ میں اس کے بارے [illegible] بعد میں انکشاف ہوا کہ الپا نے جس بیٹی کو جنم دیا ہے' سے گفتگو کرنے والا تھا۔ ویسے آپ اللہ تعالیٰ کی [illegible] بیٹی کا باپ پارس ہے۔ اسی لیے الپا جیسی دشمن عورت کو بندے ہیں۔ بھلا آپ سے کون سی بات چھپی ہوئی [illegible] حملوں سے بچایا گیا تھا۔

"جو بات ہمیں معلوم ہوتی ہے۔ اسے ہم ضرور [illegible] اب جناب عبداللہ واسطی کی ہدایت تھی کہ شیوانی کرتے۔ تم اپنی زبان سے ظاہر کرو۔ اسکاٹ لینڈ [illegible] دشمن عورت کو جانی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اسے ہر آنے والی ٹیم کے بارے میں بتاؤ۔" [illegible] میں زندہ سلامت رکھا جائے۔ آئندہ کبھی انکشاف

میں انہیں بتانے لگا۔ انہوں نے سننے کے بعد [illegible] والا تھا کہ اس ہدایت کے پیچھے کون سا راز پوشیدہ رہا ٹیم کی لیڈر شیوانی بھاسکر ہے۔ احمد زبیری سے کہو [illegible]

میں نے احمد زبیری کو ان کی ہدایات سنائیں۔ اس نے پوچھا "سر! اگر کبھی شیوانی ہم میں سے کسی پر قاتلانہ حملے کرے گی تو کیا ہم جواباً اس پر گولی نہیں چلائیں گے؟ کیا ایسے وقت بھی اسے چھوٹ دی جائے گی؟"

میں نے کہا "اس کیس کو ہاتھ میں لینے سے پہلے یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ جناب عبداللہ واسطی کی ہدایات ہیں۔ تمہیں شیوانی کے سلسلے میں جارحیت سے باز رہ کر ہمہ وقت اپنے دفاع کا خیال رکھنا ہوگا۔ اسے کسی بھی طرح یہاں آنے سے روکو۔ اگر یہاں آ جائے تو کبھی اس کے روبرو نہ جاؤ اور اگر جاؤ تو پورے حفاظتی انتظامات کے ساتھ جاؤ۔"

زبیری نے کہا "سر! میں سمجھ گیا' مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں ہدایات کے مطابق عمل کروں گا۔"

زبیری نے فیصلہ کیا کہ وہ چین پہنچنے سے پہلے ہی شیوانی کو روکنے کی کوشش کرے گا۔ اگر وہ یہاں آ گئی تو کبھی نہ کبھی اس سے سامنا ہوگا اور ایسے وقت دونوں طرف سے حملے کیے جاتے ہیں۔ ان حملوں سے بچنے کے لیے یہی بہتر ہوگا کہ شیوانی کو سفر کے دوران ہی راستے میں روک دیا جائے۔

اس نے اپنے دو ماتحت سراغ رسانوں سے کہا "میں تم دونوں کو ماریہ کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ اس طیارے میں شیوانی اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ سفر کر رہی ہے۔ ان چاروں کے دماغ یقیناً لاکڈ ہوں گے۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ تم دونوں جہاز کے پائلٹ اور کو پائلٹ کے دماغوں میں جاؤ گے۔ وہ دونوں جس ملک کے بھی کنٹرول ٹاور سے رابطہ کریں۔ تم کنٹرول ٹاور کے ان بولنے والے افسران کے دماغوں میں پہنچ جایا کرو۔"

وہ طیارہ براہِ راست چین نہیں جا رہا تھا۔ وہ لندن سے انقرہ' پھر دہلی' پھر بنکاک اور پھر ہانگ کانگ جانے والا تھا۔ شیوانی ہانگ کانگ سے دوسرے طیارے میں بیجنگ جانے والی تھی۔ یہ ایک بہت ہی طویل اور تھکا دینے والا سفر تھا۔ پینے والوں کے لیے سفر کی طوالت کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔ وہ مزے لے لے کر خوب پیتے تھے پھر مدہوش ہو کر سو جاتے تھے۔ بیدار ہونے پر پتا چلتا تھا کہ وہ ہزاروں کلو میٹر کا فاصلہ طے کر چکے ہیں۔

شیوانی' جے کانو' جے فلو اور دونوں سراغ رساں نہیں پیتے تھے۔ نارمل رہنے اور دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے دماغوں سے بھگانے کے لیے یوگا کی مہارت اور سانسوں کی بحالی لازمی تھی۔ اس کے باوجود جے سامو' آندرے اور سائمن ان کے دماغوں میں پہنچے ہوئے تھے۔

جب ایک نیلی پیتھی جاننے والا کسی یوگا کے ماہر کے دماغ میں کسی طرح پہنچ جائے تو وہ یوگا جاننے والا ایسے وقت دوسرے خیال خوانی کرنے والے کو محسوس نہیں کرتا۔ جے سامو بڑی خاموشی سے جے کافو کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اس کی اور شیوانی کی باتیں سن رہا تھا۔ ایسے وقت زبیری کسی نہ کسی کے دماغ میں پہنچنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ پہلے اس نے جے فلو کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی پھر وہ جے کافو کے دماغ میں آیا تو اس نے زبیری کو محسوس نہیں کیا کیونکہ اس کے اندر پہلے سے جے سامو موجود تھا۔

شیوانی کہہ رہی تھی "کافو! کیا تم ماریہ کے دماغ میں جاتے رہتے ہو؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے گیا تھا۔ یہ ماریہ بہت جذباتی لڑکی ہے۔ ہمیشہ زبیری کے بارے میں سوچتی رہتی ہے؟ ایسا لگتا ہے' اس کی زندگی میں سوچنے کے لیے اور کچھ نہیں ہے۔ صرف زبیری ہی تمام سوچوں کا مرکز ہے۔"

شیوانی نے کہا "وہ دیوانی ہے۔ عورت جب مرد کے پیار میں پاگل ہوتی ہے تو مرد اسے اپنے پیروں کی جوتی بنا لیتا ہے۔ سمجھ دار عورت وہ ہے جو مردوں کا اپنا غلام اور دیوانہ بنا کر رکھتی ہے۔"

"میڈم! اس دیوانی ماریہ کے خیالات پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ کام کی کوئی بات نہیں سوچ رہی ہے۔ چین میں اس نے زبیری سے صرف دو یا تین ملاقاتیں کی تھیں۔ ان مختصر ملاقاتوں میں وہ یہ بھی معلوم نہ کر سکی کہ زبیری ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا نہیں؟"

"وہ تین مختصر ملاقاتوں میں اس کی دیوانی کیسی ہوگئی؟"

"یہ قدرتی معاملات ہیں۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ پہلی ہی نظر میں دل و دماغ پر چھا جاتا ہے۔ ویسے احمد زبیری نے وہاں اسے سزائے موت سے بچایا تھا۔ وہ اس کا یہ احسان بھی مانتی ہے۔ فیصلہ کر چکی ہے کہ یہ نئی زندگی اسی نے دی ہے' اسی کے ساتھ گزارے گی۔"

وہ بولی "چین پہنچ کر زندہ رہے گی تو اپنے یار کے ساتھ نئی زندگی گزارے گی۔"

احمد زبیری سوچنے لگا' شیوانی اپنا کام نکالتے ہی ماریہ کو مار ڈالے گی۔ ایسی ظالم عورت کو زندہ سلامت رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ کوئی بات نہیں اس کے ساتھیوں کو ختم کرنے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ اس کی ٹیم کے افراد کو دماغی اور جسمانی نقصان پہنچایا جائے گا تو شیوانی کی کمر ٹوٹ جائے۔ وہ تنہا چین کا رخ نہیں کرے گی۔"

پھر وہ سوچنے لگا' شیوانی کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ماریہ کی حفاظت کرنی ہوگی۔ اسے اس طیارے سے اتار کر شیوانی سے دور کرنا ہوگا۔ اس کے بعد ہی اس کی کارروائی کے خلاف بہت کچھ کیا جا سکے گا۔

طیارہ دہلی پہنچ رہا تھا۔ وہ پائلٹ کے دماغ میں پہنچا۔ دہلی ائرپورٹ کے کنٹرول ٹاور سے پائلٹ کو مخاطب کیا جا رہا تھا۔ اسے کسی رن وے پر اترنے کے سلسلے میں گائیڈ کیا جا رہا تھا۔ ایسے وقت پائلٹ نے زبیری کی مرضی کے مطابق کہا "میں مسافروں کے ساتھ بخیریت لینڈ کروں گا لیکن پرواز کے دوران میں نے دشواری محسوس کی ہے۔ طیارے کا ٹیکنیکل فالٹ ہے۔ ماہرین سے کہا جائے کہ طیارے کو اچھی طور پر چیک کریں۔ خرابی دور کریں۔ میں اور میرا عملہ اس وقت تک مطمئن نہیں ہوگا۔ تب تک ہم آگے پرواز نہیں کریں گے۔"

زبیری نے اپنے دونوں سراغ رسانوں سے کہا "اس طیارے سے ایک پائلٹ کے اندر مسلسل رہے گا اور اس کے ساتھ ماہرین طیارے کو چیک کرنے آئیں گے تو پھر تم دونوں ان کے دماغوں میں رہ کر طیارے میں عارضی خرابی پیدا کرو۔ تاکہ یہ چار چھ گھنٹے تک آگے پرواز نہ کر سکے۔"

زبیری پہلے کی طرح چپ چاپ ماریہ کے دماغ میں رہا۔ وہ طیارہ اندرا گاندھی ائرپورٹ پر اتر گیا۔ اعلان ہوا کہ ناگزیر وجوہات کی بنا پر طیارے کی اگلی پرواز دو گھنٹے کے لیے منسوخ کی جاتی ہے۔ مسافروں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ائرپورٹ کے لاؤنج میں تشریف لے جائیں وہاں ان کے آرام اور ریفریشمنٹ کے انتظامات کیے گئے ہیں۔

تمام مسافر اپنا دستی سامان لے کر جہاز سے اترنے لگے۔ ماریہ بھی ان کے ساتھ ائرپورٹ کی عمارت کے اندر جانے لگی۔ شیوانی نے اپنے چاروں ساتھیوں سے کہا "ماریہ پر نظر رکھو۔ اس پر مجھے بھروسا نہیں ہے۔"

جے کافو نے کہا "تمہیں پیٹانزم پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

وہ بولی "تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ دس بارہ گھنٹے بعد تنویمی عمل کا اثر کم ہونے لگتا ہے۔ اور ماریہ کو کیے ہوئے پندرہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

"میں مانتا ہوں۔ اتنا وقت گزرنے کے بعد اثر ختم ہو گا مگر اثر ختم نہیں ہوگا۔ میں تمہارے اطمینان کے لیے اسے لاؤنج میں سلا کر اس پر دوبارہ عمل کروں گا۔"

جہاز کے تمام مسافروں کو لاؤنج تک محدود رہنے کا حکم تھا۔ لاؤنج سے باہر جانے والے دروازے پر مسلح

اور سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ زبیری نے ایک سراغ رساں سے کہا "ماریہ کے دماغ میں رہ کر اسے لاؤنج سے باہر لے چلو۔ ماریہ افسر سے بات کرے گی۔ میں اس افسر کو آلہ کار بنا لوں گا۔"

اس سراغ رساں نے ماریہ کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ لاؤنج میں پہنچتے ہی تیزی سے چلتی ہوئی باہر جانے والے دروازے پر گئی پھر پولیس افسر سے بولی "میں آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

افسر اسے دروازے کے باہر ایک طرف لے جا کر بولا۔ "فرمائیے' آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

زبیری افسر کی یہ بات سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا پھر افسر کی زبان سے بولا "ماریہ! تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ساتھ چلی آؤ۔ کم آن۔"

اس نے ماتحت افسر سے کہا "تم یہاں ڈیوٹی سنبھالو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

وہ شیوانی کو ساتھ لے کر وہاں سے جانے لگا۔ ائرپورٹ کے مختلف حصوں سے گزرتے وقت کسی نے اسے نہیں روکا کیونکہ وہ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے ساتھ جا رہی تھی۔

اس افسر نے ائرپورٹ کی عمارت کے باہر آ کر ایک ٹیکسی ڈرائیور سے کہا "سردار جی! یہ کڑی پہلی بار یہاں آئی ہے۔ جہاں جانا چاہتی ہے' اسے لے جاؤ۔"

ماریہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ٹیکسی وہاں سے چل پڑی۔ زبیری اس افسر کو واپس اس کی ڈیوٹی کی جگہ لے جانے لگا۔

لاؤنج میں تقریباً دو سو مسافر تھے۔ اس بھیڑ میں شیوانی نے ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے پوچھا "کافو! ماریہ کہاں ہے؟ کہیں نظر نہیں آ رہی ہے۔ اسے ڈھونڈو۔"

وہ سب لاؤنج میں دور دور تک نظریں دوڑانے لگے۔

جے کافو نے کہا "میں اس کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ وہ ایک ٹیکسی میں کہیں جا رہی ہے۔"

"کیا۔۔۔؟" شیوانی نے پریشان ہو کر پوچھا "وہ یہاں سے باہر کیسے گئی؟"

جے فلو نے کہا "کوئی ماریہ کے دماغ میں ہے۔ میں نے جیسے ہی اسے مخاطب کیا۔ اس نے سانس روک لی۔ جبکہ ہمارے لیے اسی کے دماغ کا دروازہ کھلا ہے۔"

جے کافو نے کہا "میں جا کر اسے کنٹرول کروں گا اور واپس لاؤں گا۔"

شیوانی دروازے پر آ کر بولی "آفیسر! ہماری ایک ساتھی دیوتا آ گئی دروازے سے باہر گئی ہے۔ تم نے اسے جانے کیسے دیا؟"

زبیری اس افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس افسر نے کہا "میں نہیں جانتا' یہاں سے کوئی باہر گئی ہے یا نہیں؟ مگر میرا ماتحت کہہ رہا ہے کہ میں کسی عورت کو یہاں سے باہر لے گیا تھا پھر تنہا واپس آیا ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں کسی کو لے جاؤں اور مجھے معلوم نہ ہو؟ نہیں میں نہیں مانتا۔"

شیوانی نے پوچھا "کیسے نہیں مانو گے؟ میں کہہ رہی ہوں کہ میری ساتھی یہاں سے گئی ہے۔ تمہارے یہ ماتحت بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ مجھے بھی باہر جانے دو۔ میں اسے تلاش کروں گی۔"

اسے جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی تھی۔ اس طرح بات بڑھنے لگی۔ پولیس اور کسٹمز کے اعلیٰ افسران وہاں آ گئے۔ جو افسر ماریہ کو باہر لے گیا تھا' اس کا محاسبہ کیا جانے لگا۔

اس کا محاسبہ کرنے سے شیوانی کا بھلا نہیں ہو سکتا تھا۔ جے کافو نے کہا "میں ماریہ کے اندر گیا تھا مگر کسی نے سختی سے اس پر قبضہ جما رکھا ہے۔ مجھے پہلی بار اس کے دماغ میں جگہ ملی پھر دوسری بار گیا تو اس نے مجھے محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ معلوم ہوتا ہے۔ میرے تنویمی عمل کا اثر ختم ہو چکا ہے۔"

شیوانی نے افسران سے کہا "اپنے افسر کا محاسبہ بعد میں کریں۔ پہلے ہماری ساتھی مس روزی کو تلاش کریں۔ ماریہ کا چہرہ بدلنے کے بعد نام بھی بدل دیا گیا تھا۔ اس کا نیا نام روزی رکھا گیا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "آپ اطمینان رکھیں۔ اس شہر کی تمام پولیس کو الرٹ کیا جا رہا ہے۔ مس روزی کو جلد ہی یہاں واپس لایا جائے گا۔"

شیوانی نے اپنے چاروں ساتھیوں سے کہا "بابا صاحب کے ادارے والوں کو میرے مشن کا علم ہو گیا ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ احمد زبیری میری گرفت سے ماریہ کو نکال کر لے جا رہا ہے۔"

جے فلو نے کہا "تم درست کہہ رہی ہو۔ زبیری یہ نہیں چاہے گا کہ ہم ماریہ کے ذریعے اسے اور بابا صاحب کے ادارے کے دوسرے لوگوں کو پہچان لیں۔"

ماریہ کے فرار ہونے سے وہاں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ جے سامو یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس نے سوچا "شاید میں اپنے ساتھیوں کو شیوانی سے نجات نہ دلا سکوں۔ مگر کسی نے ماریہ کو اغوا کر کے شیوانی کے لیے مسئلہ پیدا کر دیا ہے۔ میں ایسے وقت مسئلے پر مسئلہ پیدا کر سکتا ہوں۔"

اس نے جے کافو سے کہا "میں تمہارے اندر جے سامو بول رہا ہوں۔ کیا تم شیوانی کے شکنجے سے نکلنا نہیں چاہو گے؟"

وہ بولا "سامو! میں شیوانی کے شکنجے میں نہیں ہوں۔ اس کا دوست ہوں تم سے کہا تھا کہ تم بھی شیوانی سے دوستی کرو۔ ہم ایک نئی مضبوط ٹیم بنائیں گے۔"

"میرے دوست! میں تمہاری بات سن کر سمجھ رہا ہوں کہ تم ایک معمول کی زبان سے بول رہے ہو۔ ہم تینوں نے عہد کیا تھا کہ اپنی سلامتی اور سکون کی خاطر بھی فرہاد اور اس کی فیملی کے افراد سے نہیں ٹکرائیں گے لیکن تم اور جے فلو، اس کے معمول بن کر فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والوں سے خوا مخواہ دشمنی مول لینے جا رہے ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ہم تمہاری وجہ سے امریکا میں جیتی ہوئی بازی ہار گئے۔ وہاں اقتدار سے اور ٹرانسفارمر مشین سے محروم ہو گئے۔ اس ہاری ہوئی بازی کو پھر سے جیتنے کے لیے ہمیں شیوانی کی ضرورت ہے۔ تم بھی اس سے دوستی کرو۔"

جے سامو نے کہا "میں سمجھ گیا۔ میں تمہیں سمجھاتا رہوں گا۔ تم مجھے سمجھاتے رہو گے۔ اب میں وہ کر رہا ہوں، جو کرنا نہیں چاہتا تھا۔"

یہ کہتے ہی اس نے اچانک ہی اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ایک دم سے چیخ مارتا ہوا اپنی جگہ سے اچھل کر فرش پر گر پڑا پھر کراہتے ہوئے تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ شیوانی اور اس کے ساتھیوں کے علاوہ وہاں کے تمام لوگ اس کے قریب آنے لگے۔ شیوانی نے جے فلو کا بازو پکڑ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے کہا "زبیری میری ایک ایک طاقت کو توڑ رہا ہے۔ کافو کے اندر جا کر اسے سنبھالو۔ زبیری سے کہو، وہ مجھ سے باتیں کرے۔"

جے فلو خیال خوانی کے ذریعے جے کافو کے دماغ میں آ کر بولا "یار! یہ تم پر کیسا عذاب نازل ہو رہا ہے۔ میں زبیری سے کہتا ہوں کہ ابھی ہم سے دشمنی نہ کرے۔ پہلے شیوانی سے باتیں کرے۔"

جے سامو نے اس کے دماغ میں بھی پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ بھی چیخ مار کر جے کافو کے قریب فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ جے سامو نے کہا "میرے جان سے پیارے دوستو! مجھے معاف کرنا۔ تم دونوں کو تنویمی عمل سے نجات دلانے کا یہی ایک راستہ ہے۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے کس حد تک کامیابی ہوگی۔ لیکن میری ان حرکتوں سے تم دونوں اب تنویمی عمل سے رہائی پا چکے ہو۔"

جے کافو کی دماغی تکلیف کچھ کم ہو رہی تھی۔ وہ بولا "تم نے مجھ پر ظلم کیا مگر اچھا کیا۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ یہ شیوانی کا معمول بنا ہوا تھا۔"

پولیس والے یہ پوچھ رہے تھے کہ دو آدمیوں پر ایک جیسا دورہ کیسی پڑ سکتا ہے۔ وہ دونوں مکاری کر رہے ہیں۔ ان کے لیے دو اسٹریچر لائے گئے پھر انہیں طبی معائنے کے لیے ایک قریبی اسپتال لے جانے لگے۔ شیوانی نے اعلیٰ افسر سے کہا "میں اپنی اصل شناخت پیش کرنا نہیں چاہتی تھی، اب مجبوری ہے۔ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ اسپتال جانے کے لیے یہ خفیہ کارڈ دکھا رہی ہوں۔"

اس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ لینڈ کا خفیہ شناختی کارڈ دکھایا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ ایک مشہور زمانہ ادارے کی اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل ہے تو انہوں نے گرم جوشی سے اس سے مصافحہ کیا۔ باقی دو سراغ رسانوں نے بھی اپنے خصوصی کارڈ دکھائے۔ ان سب کو اسپتال جانے اور ماریہ کو تلاش کرنے کی خصوصی اجازت دے دی گئی۔ اس سلسلے میں ان کے سہولتیں بھی فراہم کی جانے لگیں۔

جے کافو اور جے فلو کو اسپتال پہنچا دیا گیا تھا۔ جے سامو ان دونوں کے اندر جا کر سمجھا رہا تھا "تم تنویمی عمل کے اثر سے نکل گئے ہو۔ اب شیوانی کے معمول نہیں رہے ہو۔ تم دونوں دماغی توانائی حاصل ہونے تک معمول بن کر رہو۔ تم دونوں بھی ماریہ کی طرح شیوانی سے دور رہنا ہے۔"

شیوانی نے اپنے دونوں سراغ رسانوں کے ساتھ اسپتال آ کر ان کی خیریت پوچھی پھر کہا "دماغی توانائی حاصل ہونے تک یہاں آرام کرو۔ میں ماریہ کو تلاش کرنے جا رہی ہوں۔"

جے کافو نے کہا "تم جاؤ۔ ہم تمہاری واپسی تک یہاں رہیں گے۔"

وہ بولی "جیسے ہی دماغی توانائی حاصل ہو۔ فوراً خیال خوانی کرو۔ اور ماریہ کے دماغ میں پہنچتے رہنے کی کوشش کرتے رہو۔"

ماریہ کو تلاش کرنے کے لیے بھارتی پولیس کے افسر اور سپاہی شیوانی کی بھرپور مدد کر رہے تھے۔ شیوانی نے بتایا کہ وہ ایک بین الاقوامی مشن پر ہانگ کانگ جا رہی تھی۔ چند دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس مشن کو ناکام بنانا چاہتے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے ان کی ایک جاسوسہ روزی کو اغوا کیا ہے۔

وہ ان کے سامنے اپنے مشن کے سلسلے میں باتیں بنا رہی تھی۔ پورے شہر میں ماریہ کو تلاش کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت جے کافو اور جے فلو اس اسپتال سے فرار ہو گئے۔

○☆○

پورس نے سمجھ لیا کہ کرشمہ کے گھر سے اس کا دانہ پانی اٹھ گیا ہے۔ اگر وہ اس گھر سے نہیں جائے گا تو جانے انجانے دشمن اس دنیا سے اس کا دانہ پانی اٹھا دیں گے۔ ایک تو جنا کھل کر دشمنی کر رہی تھی۔ جلد ہی اس پر کوئی بھیانک کالا جادو کرنے والی تھی۔ دوسری طرف بھیما سے دوستی کی توقع نہیں تھی۔

وہ جسونت کے جسم میں ابھی مصلحتاً خاموش تھا کیونکہ جسونت جسمانی اور دماغی طور پر کمزور تھا۔ اس کے اندر رہ کر وہ خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے وہ دشمن تھا۔ کسی وقت بھی دشمنی کر سکتا تھا۔

تیسری طرف بیکر برائٹ نے کرشمہ کو اپنی معمولہ بنا لیا تھا۔ پورس ابھی نہیں جانتا تھا کہ کرشمہ کو معمولہ بنانے والا کون ہے۔ بس اتنا ہی سمجھ لینا کافی تھا کہ وہ دوست نہیں ہوگا۔ دشمن ہی ہوگا۔

پورس آئندہ کرشمہ کے دماغ میں رہ کر بیکر کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ لہٰذا وہ صبح ہونے سے پہلے ہی کرشمہ کی کوٹھی چھوڑ کر چلا آیا۔ وہ گوا میں تھا۔ ایک رکشا میں بیٹھ کر منڈوانڈی کے ساحل تک آیا۔ پھر ایک فیری بوٹ کے ذریعے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ دوسری طرف گوا کا ایک قصبہ ماپوسا تھا۔ اس نے سوچا، ماپوسا کے کسی ہوٹل یا کاٹیج میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ وہ وہاں کے ساحلی علاقے انجونا کے ایک کاٹیج میں آ گیا۔

جب وہاں پہنچا تو صبح ہو رہی تھی اور صبح ہوتے ہی سمندر کا ساحل رنگین اور سنگین ہو گیا تھا۔ دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک بے شمار ساحلی علاقے ہیں۔ ان میں چند ایسے علاقے ہیں، جہاں عورتیں اور مرد بالکل بے لباس ہو کر سمندر کی لہروں سے کھیلتے، ہنستے بولتے اور مستیاں کرتے ہوئے نہاتے رہتے ہیں۔ جنہوں نے ایسے ساحل سمندر نہیں دیکھے، ان کے لیے یہ عجیب سی ناقابلِ قبول بات ہوگی کہ ایک انسان ابنارمل ہو کر تو ننگا ہو سکتا ہے۔ سب کے سب کسی ساحل وغیرہ پر ننگا نہیں ہو سکتا مگر یہ حقیقت ہے۔ دنیا کے ایسے چند ساحلوں پر قانون اور تہذیب کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے بھارت کے ایک ساحل کا نام انجونا ہے۔

پورس نے ساحل کے ایک ویران حصے میں آ کر اپنے بیگ سے آئینہ اور ریڈی میڈ میک اپ کا سامان نکال کر اپنے چہرے کو تبدیل کیا پھر وہاں سے آبادی کی طرف آیا۔ وہاں ایک یا دو کمروں کے خوب صورت اور آرام دہ کاٹیج کرائے پر ملتے ہیں۔ ہر کاٹیج سے سمندر کی رنگینیوں کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ کاٹیج کے ساتھ دوربین بھی کرائے پر ملتی ہے۔ جو سمندر تک جانا نہیں چاہتے، وہ کاٹیج کے سائے میں آرام سے بیٹھ کر دوربین کے ذریعے عریاں حسینوں کو دیکھتے رہتے ہیں۔

کاٹیجوں کے سائے میں بوڑھوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ جوانی گزرنے کے بعد بڑھاپے میں ہوس رہ جاتی ہے۔ اس لیے وہ دور ہی دور سے دوربین کے ذریعے نظارہ کرتے اور سرد آہیں بھرتے رہتے ہیں۔ پورس پچھلی رات سے جاگ رہا تھا۔ اپنے کاٹیج میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کر کے سو گیا۔

کرشمہ سو رہی تھی۔ اس کی ماں جمنا اپنی عادت کے مطابق صبح پانچ بجے بیدار ہو گئی تھی۔ اشنان کرنے کے بعد کالی مائی کی پوجا کرتی رہی تھی۔ جب اچھی طرح دن نکل آیا تو وہ پوجا کے کمرے سے باہر آئی۔ ایک ملازم نے آ کر ہاتھ جوڑ کر کہا "آپ کا مہمان جو انیکسی میں تھا، وہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ اس کا سامان بھی نہیں ہے۔"

جمنا نے سوچا "کرشمہ بے شرم ہو گئی ہے اس مسلمان کو اپنے کمرے میں سلایا ہوگا۔ وہ مجھے جلانے کے لیے ایسا کر رہی ہے۔"

اس نے کرشمہ کے دروازے پر آ کر دستک دی۔ وہ اندر گہری نیند میں تھی۔ جمنا نے دوسری دستک کے بعد دروازہ پیٹنا شروع کیا۔ اس نے اندر سے چیخ کر پوچھا "یہ کیا بدتمیزی ہے؟ کون میری نیند خراب کر رہا ہے؟"

میں ہوں تیری ماں! دروازہ کھول اپنے یار کو باہر نکال۔"

کرشمہ نے دروازہ کھول کر پوچھا "کیا بکواس کر رہی ہو؟ کس یار کی بات کر رہی ہو؟ کیا صبح صبح تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

جمنا نے کمرے میں آ کر چاروں طرف دیکھا پھر باتھ روم میں جھانک کر دیکھا۔ اسے پورس نظر نہیں آیا پھر اس نے پوچھا "وہ مسلمان کہاں ہے؟ انیکسی میں اس کا سامان بھی نہیں ہے۔ پانڈے کہہ رہا ہے کہ وہ ہماری کوٹھی کے اندر اور باہر کہیں نہیں ہے۔"

کرشمہ ایک کرسی پر بیٹھ کر سوچنے لگی "اوہ شہباز! میں تو

سونے کے بعد اسے بھول گئی تھی۔ وہ یہاں مہمان بن کر کیوں آیا تھا؟ میں بھی پاگل ہوں۔ پتا نہیں کل مجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں اس کی حمایت کر رہی تھی اور اس کی خاطر اپنی ماں سے جھگڑا کر رہی تھی۔"

وہ پورس کے تنویمی عمل کے اثر سے نکل گئی تھی۔ اس لیے پہلے کی طرح اس سے بے نیاز ہو گئی تھی۔ اس نے کہا۔ "ماں! پتا نہیں' مجھے کیا ہو گیا تھا۔ ایسا لگتا ہے' اس نے مجھ پر جادو کیا تھا۔ میں اس کے لیے تم سے جھگڑا کر رہی تھی۔"

جمنا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "بیٹی! تم اپنی غلطی کو سمجھ رہی ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ اب اس مکار کی حمایت نہیں کر رہی ہو۔"

"مگر مجھے کیا ہو گیا تھا؟ کیا سچ مچ اس نے جادو کیا ہو گا؟"

"تم فکر نہ کرو۔ میں اپنے جادو سے اس کی اصلیت معلوم کروں گی۔ مجھے اس کے سر کا بال یا اس کا پہنا ہوا' اتارا ہوا کوئی لباس ملے گا تو ایسا جادو کروں گی کہ وہ دنیا کے آخری سرے پر بھی ہو گا تو تڑپ تڑپ کر مر جائے گا۔"

ماں بیٹی وہاں سے چلتی ہوئی کوٹھی کے باہر آ گئیں۔ پھر انیکسی کے اندر آئیں۔ بستر پر شکنیں نہیں تھیں۔ کرشمہ نے کہا "معلوم ہوتا ہے۔ اس نے رات نہیں گزاری ہے۔ آدھی رات سے پہلے ہی چلا گیا ہے۔"

جمنا پہلے آئینے کے پاس جا کر پھر باتھ روم میں جا کر بولی "یہاں کنگھی ہوتی تو اس میں اس کے سر کا ایک آدھ بال لگا ہوتا مگر وہ بہت مکار ہے۔ اپنے ساتھ کنگھی بھی لے گیا۔ اس کی کوئی اترن تو کیا' ایک رومال بھی نہیں ہے۔"

"کیا ان چیزوں کے بغیر اسے سزا نہیں دے سکو گی۔ وہ مجھ پر جادو کر کے مجھے کھلونا بنا کر گیا ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ میں اس کے نام کا ایک پتلا بنا کر اس میں سوئیاں چبھو کر اسے ایسی تکالیف میں مبتلا کرتی رہوں گی کہ وہ موت مانگتا رہے گا۔ مگر اسے تڑپتی ہوئی' سسکتی ہوئی زندگی ملتی رہے گی۔"

وہ دونوں انیکسی سے نکل کر کوٹھی میں جسونت کے پاس آئیں۔ وہ غسل کرنے کے بعد ناشتا کر رہا تھا۔ وہ گہرے زخموں کے باعث دماغی کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ پورس کی سوچ کی لہروں کو نہ وہ محسوس کر رہا تھا اور نہ ہی بھیما یہ جانتا تھا کہ مہمان بن کر آنے والا شہباز (پورس) ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور وہ ابھی جسونت کے اندر موجود ہے۔

جسونت کی دماغی کمزوری کے باعث اس کے اندر رہنے والا بھیما خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جسونت کے اندر ہمیشہ رہنے اور آتما شکتی کے لیے تیمیا کرنا چاہتا تھا۔ جمنا اس سلسلے میں اس کی مدد کرنے کو تیار تھی لیکن اس نے سوچا کہ یہ کرنے کے دوران میں جمنا پر یہ ظاہر ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا بیٹا نہیں ہے۔

عمل کرتے اور منتر پڑھتے وقت اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ جسم بیٹے کا ہے اور آتما اسی دشمن کی ہے' جو پہلے کلپنا کے اندر سمایا ہوا تھا۔

اس کی عقل نے کہا "جمنا مجھ سے زیادہ جادوئی شکتی رکھے گی تو کسی وقت بھی مجھے نقصان پہنچانے سے باز نہیں آئے گی۔ بہتر یہ ہو گا کہ پہلے جمنا کو کمزور بنا کر اپنی معمولہ بنا لیا جائے۔"

اس نے صبح اٹھتے ہی اپنے فیصلے پر عمل کرنے کا انتظام کر لیا۔ اب اسے اپنی دماغی توانائی کے بحال ہونے کا انتظار تھا۔

پورس بھی یہی چاہتا تھا کہ جمنا کالے جادو کی قوتوں سے محروم ہو جائے یا دماغی اور جسمانی کمزوریوں میں مبتلا ہو کر رہے۔ جب بھیما اسے کمزور بنا کر اس پر تنویمی عمل کرتا تو پورس بھی ایسے وقت اس کے اندر رہ کر آئندہ اس کے دماغ میں جانے آنے کا راستہ بنا سکتا تھا۔

جسونت نے جمنا کو دیکھ کر کہا "آؤ ماں! میرے ساتھ ناشتا کرو اور کرشمہ! تمہارا مزاج کیسا ہے؟ کیا اب بھی تم ماں سے جھگڑا کر رہی ہو؟"

وہ بولی "سوری بھیا! اس مکار شہباز نے مجھ پر جادو کیا تھا۔ کل رات ہی کو یہاں سے بھاگ گیا ہے۔"

جمنا نے کہا "مجھے بھی پورا یقین ہے کہ وہ جادوگر ہے۔ تم نے خود دیکھا ہے' اس نے کرشمہ کو ہم دونوں کا دشمن بنا دیا تھا۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گی۔ ضرور سزا دوں گی۔"

جسونت نے کہا "کرشمہ! تمہاری طرف سے میرا دل صاف ہو گیا ہے۔ آؤ ہمارے ساتھ ناشتا کرو۔"

"میں غسل کرنے جا رہی ہوں۔ بعد میں ناشتا کروں گی۔"

وہ چلی گئی۔ جسونت نے ماں سے پوچھا "کیا تم نے رات جاگ رہی تھیں؟"

"نہیں سو گئی تھی۔ یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کرشمہ کے دماغ میں آیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ جب وہ نیند میں رہے گی تو وہ اسے کنٹرول کر لے گا۔"

"ہے بھگوان! میں تو بھول گئی تھی۔ وہ دشمن بن کر میری بیٹی سے محبت کرنے والی ماں سے جھگڑا کر رہی تھی۔ میں غصے میں جا کر سو گئی تھی۔ میرا خیال ہے' اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ابھی اسے کنٹرول نہیں بنایا ہے۔ ابھی تم نے دیکھا ہے' وہ پہلے جیسی ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔"

ہم اس کی صورت دیکھ کر' اس کی باتیں سن کر اتنی جلدی سمجھ نہیں سکتے کہ کسی نے اسے ہپناٹائز کیا ہے یا نہیں۔ بے شک وہ میری بہن ہے۔ تمہاری بیٹی ہے۔ مگر ہم اس سے محتاط رہیں گے۔ اس پر کڑی نظر رکھیں گے۔"

پورس' کرشمہ کے پاس آیا۔ وہاں بیکر پہنچا ہوا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "کیا مجھے پہچان رہی ہو؟ مجھے یاد کر رہی ہو؟"

وہ سوچتی ہوئی بولی "ہاں۔ یاد آ رہا ہے۔ میں نے خواب میں تمہیں دیکھا ہے تمہاری صورت یاد نہیں ہے مگر تمہاری آواز' تمہارا لہجہ میرے دل و دماغ میں بسا ہوا ہے۔ میں تمہیں پہچان رہی ہوں۔ تم کہاں ہو؟"

"میں آ رہا ہوں۔ آج شام تک ممبئی پہنچوں گا۔ تمہارا دیس میرے لیے انجانا ہے۔ کیا میری رہنمائی کے لیے آؤ گی؟"

"تم پتا نہیں کہاں سے آ رہے ہو؟ کتنی دور سے آ رہے ہو؟ مگر میرے لیے آ رہے ہو۔ میں ضرور آؤں گی۔ ابھی یہاں سے روانہ ہو رہی ہوں۔"

وہ غسل کرنے کے بعد لباس پہن کر بن سنور رہی تھی۔ ممبئی جانے کے لیے ضروری سامان اپنے سفری بیگ میں رکھ رہی تھی پھر وہ اپنی ماں اور بھائی کے پاس آ کر بولی "میں ممبئی جا رہی ہوں۔ کل تک واپس آؤں گی۔"

جمنا نے پوچھا "یہ اچانک ممبئی کیوں جا رہی ہو؟"

"میرا ایک فرینڈ آ رہا ہے۔ اسے ریسیو کرنا ہے۔"

"کون ہے وہ فرینڈ؟ کہاں سے آ رہا ہے؟"

"اوہاں! تم میری پرسنل لائف کے بارے میں اتنے سوالات نہ کرو۔ تمہارے لیے اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ جب میں لندن میں پڑھتی تھی۔ تب وہ میرا کلاس فیلو تھا۔ IS THAT CLEAR?"

جسونت نے کہا "ہم منع کریں گے۔ تم نہیں مانو گی۔ بہتر ہے جاؤ۔ مگر اپنے ساتھ پدمنی کو لے جاؤ۔"

"سوری بھیا! میں دودھ پیتی بچی نہیں ہوں۔ اتنی چھوٹی بھی نہیں ہوں کہ پدمنی کی انگلی پکڑ کر جاؤں۔ تم دونوں پریشان نہ ہو۔ اس کے بول کر جا رہی ہوں۔"

وہ پلٹ کر چلی گئی۔ جسونت نے پدمنی سے کہا "کچھ سمجھ میں آیا؟ اس کا یہ انداز بتا رہا ہے کہ وہ اجنبی اس کے دماغ میں آ چکا ہے۔"

"ہاں اور وہ ممبئی آ رہا ہے۔ کرشمہ اسے لے کر یہاں آئے گی۔ پہلے اس شہباز کو لائی تھی۔ اب وہ دوسری مصیبت لائے گی۔ میں زخمی ہوں۔ کیا کروں؟"

"بیٹے! یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ میرے جادو سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ تم فکر نہ کرو۔ اسے یہاں آنے دو۔ اس نے میری بیٹی کو معمولہ بنایا ہے میں اسے معمول بناؤں گی۔"

پورس' جسونت کے اندر ہنسنے لگا پھر اس کی زبان سے بولا "بڑھیا! میں وہی اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔ اپنے ہونے والے داماد کو غلام بنانا چاہتی ہے؟ مجھ پر جادو کرنا چاہتی ہے؟ میں نادان نہیں ہوں۔ تیرے سامنے نہیں آؤں گا۔ تیری بیٹی کو بھی تیرے پاس آنے نہیں دوں گا۔ اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

جمنا پریشان ہو کر یہ باتیں سن رہی تھی۔ جسونت نے کہا۔ "ماں! یہ میرے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔ مجھے بچاؤ ماں!"

"ہاں میں تمہیں بچاؤں گی۔ اسے تمہارے اندر سے بھگاؤں گی۔"

پورس دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ ایک کانچ کے بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ تمام دشمنوں کے خیالوں اور ارادوں کو پڑھنے کے بعد اس نے دماغ کو ضروری ہدایات دی پھر تھوڑی ہی دیر میں گہری نیند سو گیا۔

سونے والوں کو پتا نہیں چلتا کہ کتنا وقت گزرتا جا رہا ہے۔ وہ صبح سات بجے دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا تھا کہ دوپہر ایک بجے بیدار ہو جائے گا۔ نیند کے دوران میں کوئی غیر معمولی بات ہو گی یا کسی خطرے کے آثار ہوں گے تو اس کی آنکھ کھل جائے گی۔ ورنہ مقررہ وقت تک سوتا رہے گا۔

مقررہ وقت سے پہلے ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے دروازے اور کھڑکیوں کو دیکھا۔ وہ سب اندر سے بند تھے۔ گھڑی دیکھی بارہ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ وہ چالیس منٹ پہلے بیدار ہو گیا تھا۔

وہ بستر سے اترا اور دروازے کے پاس آ کر' کان لگا کر آہٹ سننے کی کوشش کرنے لگا پھر اس نے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ اندر سے بند تھی۔ اس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ پھر بھی باہر دھوپ کی وجہ سے پردے پر ایک سایہ سا دکھائی دیا۔ وہ دبے پاؤں چلتا ہوا' وہاں آیا۔ پردہ ہل رہا تھا۔ کھڑکی کے شیشے کے پار ایک عورت کی جھلک دکھائی دی پھر پردہ آڑے آ گیا۔

اس نے پردہ ہٹا کر دیکھا۔ ایک جوان عورت کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی مسکرانے لگی پھر اس نے اپنے شانے

سے ساڑی کا آنچل ڈھلکا دیا۔ تاکہ پورس اسے پسند کر سکے۔ اس کے انداز نے سمجھا دیا کہ وہ دھندے کے لیے آئی ہے۔

وہاں بار میں' کلبوں' ریستورانوں' ہوٹلوں اور کالجوں میں ایسی عورتیں گھومتی رہتی اور چارہ ڈالتی رہتی تھیں' جنہیں کوئی پہلے سے ریزرو نہیں کرتا تھا۔ جنہیں امیر کبیر لوگ منہ نہیں لگاتے تھے۔ کیونکہ وہ شراب کی خالی بوتل بن چکی ہوتی ہیں۔ انہیں منہ لگانے سے نہ تو نشہ ہوتا ہے۔ نہ ان کا بدن ایسا نمائشی ہوتا ہے کہ وہ کھل کر سمندر کی لہروں سے انجوائے کر سکیں۔ ایسی عورتیں دروازے دروازے بھٹکتی ہیں اور ہوس کے اندھوں کو بھاتی رہتی ہیں۔

پورس نے کھڑکی نہیں کھولی۔ ہاتھ کے اشاروں سے کہا' اسے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ آگے جاؤ۔ عورت کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

وہ ایک دم سے اداس ہوگئی۔ ہاتھ جوڑ کر اشارے سے کہنے لگی کہ اسے اندر آنے دیا جائے۔ پورس نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا پھر کھڑکی کا پردہ برابر کر دیا۔ وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنے لگا کہ تنہا ہے یا اسے آلہ کار بنا کر وہاں پہنچایا گیا ہے۔ کانچ کے اطراف کوئی نہیں تھا۔ وہ کسی کی آلہ کار بن کر نہیں آئی تھی۔ بے رحم حالات اسے وہاں لے آئے تھے۔

اس کے خیالات نے بتایا' دس برس پہلے وہ ٹاپ سوسائٹی گرل تھی۔ صرف دن گزارنے کے دس ہزار اور رات گزارنے کے پچیس ہزار لیتی تھی۔ بڑے بڑے امیر کبیر لوگ اس کے لیے ترستے تھے کیونکہ سیزن شروع ہونے سے پہلے ہی اس کی ایک ایک رات کی بکنگ ہو چکی ہوتی تھی۔

سمندر کی لہریں جتنی تیزی سے ساحل پر آتی ہیں' اتنی ہی تیزی سے واپس چلی جاتی ہیں۔ کامنا کی جوانی بھی اتنی ہی تیزی سے آکر چلی گئی۔ پتا ہی نہ چلا کہ بھاؤ کس طرح گرتا چلا گیا۔ وہ اے کلاس سے بی کلاس اور پھر سی کلاس بکاؤ عورت بنتی گئی۔

آگے کمائی کے لیے بیٹی پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے لیکن پہلے بیٹا ہوا۔ وہ اپنی جوانی واپس لانے کے لیے ڈاکٹروں سے رجوع کرتی رہی۔ منگے سے منگا علاج کراتی رہی۔ ہزاروں روپے پانی کی طرح بہاتی رہی لیکن گزرے ہوئے وقت کو واپس نہ لا سکی۔ اس نے حساب کیا تو پتا چلا۔ وہ صرف ایک برس تک اے کلاس رہی تھی پھر اسے پتا نہ چلا کہ کس طرح بھاؤ گرتا رہا اور پچھلی کمائی کھانے پینے اور حسن و شباب کو نمائشی رکھنے میں خرچ ہوتی رہی۔

اب ایک ایک وقت کی روٹی کی محتاج ہوگئی تھی۔ برس کا ایک بیٹا تھا۔ ایک برس کی بیٹی کو گھر چھوڑ کر آئی تھی۔ اس بچی کے دودھ کے لیے بھی پیسے نہیں تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کسی نہ کسی کو پھانس کر روٹی اور دودھ کے لیے پیسے حاصل کر لے گی۔

پورس نے پردہ ہٹا کر دیکھا۔ کھڑکی کے دوسری طرف کامنا اسی طرح ہاتھ جوڑے کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ اپنے دماغ میں بھوکی بچی کے رونے کی آواز سن رہی تھی۔ وہ صبح سے اب تک کئی جگہ جا کر ناکام رہی تھی۔ کسی نے اسے چھونا تک گوارا نہیں کیا تھا۔

پورس نے سر جھکا کر سوچا۔ وہاں سے پلٹ کر اپنی سفری بیگ کے پاس آیا۔ اس نے اس میں سے ایک سو روپے نکالے پھر کھڑکی کھول کر اس کی طرف بڑھا دیے۔ خوشی سے روپے جھپٹ کر بولی "دروازہ کھولو۔ میں آتی ہوں۔"

وہ سخت لہجے میں بولا "نہیں۔ سیدھی گھر جاؤ۔ تمہاری ضرورت مجھے نہیں کسی اور کو ہے۔ اب ادھر نہ آنا۔"

اس نے کھڑکی بند کر کے پردے کو برابر کیا پھر باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے اس کے خیالات پڑھے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی بازار کی طرف جا رہی تھی۔ بیٹی کا فیڈر اور دودھ خریدنے کے لیے۔

سہ پہر تین بجے تک جمنا بڑی کامیابی سے منزل کی طرف گامزن تھی۔ جسونت رفتہ رفتہ دماغی اور جسمانی توانائی محسوس کر رہا پھر بھیا نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پدمنی کے دماغ میں پہنچ کر خوش ہوگیا۔ اس نے پدمنی کو مخاطب نہیں کیا۔ چپ چاپ واپس آگیا۔ اپنے کمرے سے نکل کر پوجا گھر میں جمنا سے بولا "ماں! دیکھو' میں چل پھر سکتا ہوں۔ بلکہ دوڑ سکتا ہوں۔"

جمنا خوش ہو کر پوجا گھر سے باہر آئی پھر اس کی پیشانی چوم کر بولی "تم کمرے میں جاؤ۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

"جسونت وہاں سے چلتا ہوا کچن میں آیا۔ بلا رہی ہو بولا "کیا پکا رہے ہو؟ کھانے کے لیے کچھ بیٹھا ہے؟"

"جی چھوٹے مالک! بڑی ماں کو دودھ چاول کی کھیر پسند ہے۔ وہ بنا رہی ہے۔ آپ کھائیں گے؟"

"لاؤ' ایک پیالے میں دو۔ جلدی کرو۔"

اس نے ایک پیالے میں کھیر نکال کر ایک چمچہ دیا۔ وہ اسے لے کر اپنے کمرے میں آیا۔ الماری میں وہ دوا رکھی ہوئی تھی۔ اس نے دوا نکال کر کھیر میں ملائی پھر اسے ایک میز پر رکھ کر ماں کا انتظار کرنے لگا۔

بھیا نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ ہمیشہ جسونت کے جسم میں رہنے کے لیے جمنا کو اپنی معمولہ بنانا ہوگا یا اسے دوسرے کے جسم میں جانا پڑے گا۔ ورنہ وہ کسی دن اسے جسونت کے راستے سے ہٹا دینا ہوگا۔ اس طرح آتما شکتی اور کمزور ہو جائے گی۔

وہ ذرا دیر سے آئی۔ اس نے کھیر کا پیالہ اٹھاتے ہوئے کہا "ماں! تم کیا کر رہی تھیں؟ کب سے انتظار کر رہا ہوں۔ یہ لو کھیر کھاؤ۔"

"نہیں بیٹا! اب میں بیٹھا کم کھانے لگی ہوں۔"

"میں نے دماغی اور جسمانی شکتی حاصل کی ہے۔ اس خوشی میں ضرور کھانا ہوگا۔ میں اپنے ہاتھ سے کھلاؤں گا۔"

وہ اسے زبردستی کھلانے لگا۔ اسے بیٹے کی ضد اچھی لگی۔ وہ کھانے لگی۔ آدھا پیالہ کھا کر بولی "بس کرو۔"

"ماں! تم تو شوق سے کھیر کھاتی ہو۔"

"ہاں مگر اس کا مزہ کچھ عجیب سا ہے۔ تمہاری ضد سے اتنا کھا لیا ہے۔ اب مجھے دو۔ باقی میں تمہیں کھلاؤں گی۔"

وہ پیالے کو میز پر رکھ کر بولا "یہ کھیر تمہیں پسند نہیں آرہی ہے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔"

"پتا نہیں کم بخت نے کیسی کھیر بنائی ہے۔ میں تمہارے لیے دوسری بناؤں گی۔"

"ابھی نہ بناؤ۔ یہاں بیٹھو اور مجھ سے باتیں کرو۔"

"وہ اپنے سینے پر ہاتھ کر کر بولی "کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے۔"

وہ کمزوری محسوس کرتی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ جسونت نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا "تمہیں آرام سے لیٹنا چاہیے۔"

اس نے اسے بیڈ پر پہنچا کر لٹا دیا۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بہت زیادہ کمزوری محسوس کر رہی ہے۔ بھیا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر تصدیق کی۔ وہ جان لیوا کالا جادو جاننے والی۔ پتھر کا دماغ رکھنے والی اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔ اچانک کمزوری کے باعث پریشان ہو رہی تھی۔ اس سے بولی "ڈاکٹر کو فون کرو۔ میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آکر بولا۔

"ڈاکٹر گھر میں اور اسپتال میں نہیں ہے۔ میں نے پیغام چھوڑ دیا ہے۔ وہ جلد ہی آجائے گا۔"

"بیٹے! وہ کھیر کیسی تھی؟ اسے کھانے کے بعد میری یہ حالت ہو رہی ہے۔"

"ماں! کھیر کی نہیں' میری بات کرو۔ اگر تمہیں معلوم ہو کہ میں تمہارے سامنے زندہ رہ کر بھی زندہ نہیں ہوں۔ مردہ ہوں تو۔"

وہ بات کاٹ کر بولی "تمہارے دشمن مریں گے۔ ایسی بات زبان پر نہ لاؤ۔"

"میرا یہ سوال ضروری ہے۔ تم بیٹے کے جسم سے محبت کرتی ہو یا آتما سے؟"

"دونوں سے۔۔۔ مگر تم کیوں ایسی باتیں کر رہے ہو؟"

"اس لیے کہ تمہاری ممتا کے لیے بیٹے کا جسم رہ گیا ہے۔ یہ جسم اس آتما سے خالی ہے' جسے تم نے اپنی کوکھ سے جنم دیا تھا۔"

"نہیں بیٹا! ایسی نحوست والی باتیں نہ کرو۔ تم زندہ سلامت رہو گے۔ میں کبھی تم پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

"آنچ آچکی ہے۔ بلکہ آگ لگ چکی ہے۔ تمہاری کوکھ سے پیدا ہونے والی آتما جل چکی ہے۔ تمہارا پیدا کیا ہوا صرف یہ جسم رہ گیا ہے۔"

وہ کمزوری کے باعث تھرتھراتی ہوئی اسے گھورتی ہوئی بولی "تم؟ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ تمہارا بیٹا جسونت مردہ ہے۔ وہ اسی وقت مر چکا تھا جب شہباز سے مقابلہ کر رہا تھا۔ اس کے مرتے ہی کلپنا کے اندر سے آتما نکل کر اس جسم میں سما گئی ہے۔"

جمنا کے دماغ کو جیسے بجلی کا جھٹکا لگا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی لیکن کمزوری کے باعث پھر تکیے پر گر پڑی۔ وہ بولا "خود کو سنبھالو اور سوچو۔ پہلے تم نے بیٹے کی موت کا یقین کیا تھا پھر اس کی دھڑکنیں سن کر اسے زندہ دیکھ کر بھول گئیں کہ کلپنا اچانک کیوں مر گئی ہے؟ تم نے سوچا اس کی آتما کہیں چلی گئی ہے۔ یہ نہیں سوچا کہ بیٹے کے اس جسم میں سما گئی ہوگی۔"

جمنا تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اٹھ نہیں سکتی تھی۔ بستر پر لیٹے ہی لیٹے کھسکتی ہوئی اس سے دور ہونے لگی۔ بھیا اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "نہیں۔ یہ تو میرے سامنے سر سے پاؤں تک میرا جسونت ہے۔ میں کیسے مان لوں کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے؟"

بھیا نے کہا "میں اوپر سے تمہارا جسونت ہوں۔ اندر

سے بھیجا ہوں۔ وہی بھیجا جسے تم اپنی جادوئی شکتی سے مار ڈالنا چاہتی تھیں۔ کیا اب مار سکو گی؟ مجھے مارو گی تو بیٹے کا جسم مرجائے گا۔ مرنے والوں کی تصویریں دیوار پر لٹکائی جاتی ہیں۔ تمہارے بیٹے کا یہ جسم چلتی پھرتی تصویر ہے۔ چاہو تو اسے چلتا پھرتا دیکھتی رہو۔ چاہو تو میری آتما کو بھگا کر اپنے پیدا کیے ہوئے جسم کو چتا میں جلا دو۔ اس کے بعد تصویر کو ہار پہنا کر دیوار پر لگا دو۔"

ماں کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ ابھی زندہ تھی۔ بے ہوش ہو گئی تھی۔

○☆○

جے کانو اور جے فلو اسپتال سے فرار ہو گئے۔

شیوانی ان کی طرف سے غافل تھی۔ وہ کبھی سوچ نہیں سکتی تھی کہ وہ دونوں اچانک تنویمی عمل کے اثرات سے نجات حاصل کرلیں گے اسے ان کی وفاداری کا یقین تھا۔ وہ مطمئن ہو کر ماریہ کی تلاش میں گئی تھی۔

وہ دونوں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ائرپورٹ آئے۔ ایک طیارہ وہاں سے لندن جانے والا تھا۔ انہوں نے کاؤنٹر پر جاکر دو ٹکٹیں حاصل کیں۔ وہاں سے واپسی کا سفر کرنے کے سلسلے میں کئی قانونی رکاوٹیں تھیں۔ مگر وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے متعلقہ افسران کے دماغوں سے کھیلتے ہوئے طیارے میں سوار ہو گئے۔

جے سامو ان دونوں کے دماغوں میں رہ کر انہیں شیوانی سے دور کردینے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ تینوں دوست اپنے ارادوں میں کامیاب ہو رہے تھے۔ جے کانو اور جے فلو کسی بڑی رکاوٹ کے بغیر واپس لندن جا رہے تھے۔ ارادہ تھا کہ استنبول یا قاہرہ میں کہیں اتر جائیں گے۔"

جے کانو نے کہا "سامو! تم واقعی ایک دوست کا فرض ادا کر رہے ہو۔ ہم کھلی فضاؤں میں آزادی سے پرواز کر رہے ہیں۔ شیوانی سے بہت دور جا رہے ہیں لیکن کتنی دور جا سکتے ہیں؟ کیا وہ ہمارا پیچھا چھوڑے گی؟"

جے سامو نے کہا "وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ یہ معلوم نہیں کر سکے گی کہ کہاں جاکر روپوش ہو گئے ہو۔"

"نہیں سامو! وہ خطرناک بلا ہے۔ اس کی آنکھوں میں بلا کی غیر معمولی قوت ہے۔ جب وہ دیکھتی ہے تو ہماری پیشانی جلنے لگتی ہے اور ہم بے اختیار اپنے اندر کی سچی باتیں بولنے لگتے ہیں۔"

"تم دونوں دور جا رہے ہو۔ وہ تمہاری پیشانی کو دیکھے گی تو تم بے بس ہو کر کچھ بولو گے۔"

"ہم دنیا کے آخری سرے پر چلے جائیں، تب بھی تصور میں اپنے مطلوبہ شخص کی پیشانی کو دیکھتی ہے تو اس کی پیشانی جلنے لگتی ہے۔ میں لندن میں اس سے دور جاکر روپوش ہوں۔ وہ میرے سامنے نہیں تھی۔ وہ ایک ہوٹل میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں لندن کی ایک اسٹریٹ میں تھا۔ جب میری پیشانی گرم ہونے لگی تو میں بے اختیار ایک ٹیلی فون بوتھ پر جاکر اسے بتانے لگا کہ اس کے خوف سے وہ شہر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ مگر جانے میں ناکام رہا تھا۔"

جے فلو نے کہا "ابھی وہ ماریہ کو تلاش کرنے میں مصروف ہے۔ جب اسپتال آئے گی اور ہمیں نہیں پائے گی تو دشمن بن جائے گی۔ اس کی آنکھوں کی شیطانی قوت ہماری پیشانیوں تک پہنچے گی اور ہم بے اختیار بتانے لگیں گے کہ ہمیں اس کے تنویمی عمل سے نجات دلائی ہے اور ہم استنبول یا قاہرہ جا رہے ہیں۔"

سامو نے کہا "تم دونوں کے پاس موبائل فون نہیں ہے۔ فون کے ذریعے اس سے رابطہ نہیں ہوگا۔ تم دونوں کے بارے میں اسے کچھ نہیں بتا سکو گے۔ ایسے وقت میں میں تم سے فون پر باتیں کروں گا۔ اسے بتاؤں گا کہ میں نے تم دونوں کو اغوا کیا ہے اور تم دونوں پر تنویمی عمل کرکے اس کو جہاں لے گیا ہوں۔ آئندہ تم دونوں کو کبھی فون پر باتیں کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

پھر اس نے کہا "میں نے شیوانی کی ایک کمزوری معلوم کی ہے۔"

جے کانو نے پوچھا "کیسی کمزوری؟"

"جب میں..... روم میں تھا تو شیوانی نے مجھے فون کیا تھا۔ میں نے اپنی پیشانی میں حرارت محسوس کرتے بہت سی سچ باتیں اگل دی تھیں۔"

جے فلو نے کہا "پھر تو وہ تمہیں بھی ٹریپ کرسکتی ہے۔"

"اس نے ایک بار میری پیشانی کو نگاہوں سے گرم کرنے کے بعد پھر کوششیں کی ہوں گی لیکن وہ ناکام رہی ہوگی۔ نے اب تک اس کی شیطانی آنکھوں کی حرارت کو محسوس نہیں کیا ہے۔"

دونوں ساتھیوں نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیسے ہے؟ ہم اس کے سامنے نہ رہیں۔ تب بھی اس کی پیشانیوں تک پہنچ جاتی ہیں۔"

سامو نے کہا "میں نے انجانے میں اپنے تحفظ کا نکالا ہے۔ جب مجھے پتا چلا کہ اسکاٹ لینڈ کی ایک

سکھ ڈرائیور نے پوچھا "بہن جی! کتھے جانا ہے؟"

وہ بولی "چلتے رہو۔ مجھے یہ شہر دکھاتے رہو۔ یہ ہزار روپے لو اور گاڑی کی ٹنکی فل کرتے رہو۔"

زبیری اسے تفصیل سے سمجھانے لگا کہ اس کے استعفیٰ دینے کے باعث اس پر شبہ کیا گیا تھا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے (جے کانو) نے اس کے خیالات پڑھ کر شیوانی کو اس کی اور زبیری کی محبت کے بارے میں بتایا تھا اور یہ رپورٹ دی تھی کہ وہ چین کے اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف جاسوسی نہیں کرے گی اس لیے استعفیٰ دے رہی ہے۔ اب شیوانی اسے ہپناٹائز کرانے کے بعد اس کا چہرہ اور نام بدل کر اسے چین لے جا رہی ہے۔

وہ سکھ ٹیکسی ڈرائیور کرتا ہوا کہہ رہا تھا "بہن جی! پرانی دلی دیکھو گی یا نئی دلی۔ ابھی ہم کناٹ پیلس کی طرف جا رہے ہیں۔"

"نئی پرانی سب دکھاؤ۔ چلتے رہو اور کم سے کم بولو۔"

"کم کیسے بولوں؟ اچھی اچھی جگہ گزر جائے گی۔ میں آپ کو ان کے نام نہیں بتاؤں گا تو آپ کو کیسے معلوم ہوگا کہ آپ دلی شہر میں کیا دیکھ رہی ہیں۔"

زبیری نے کہا "شیوانی تمہیں تلاش کر رہی ہوگی۔ تمہارے بیگ میں میک اپ کا سامان ہے۔ آئینہ نکالو اور چہرہ تبدیل کرو۔"

"تم کون ہو؟ شیوانی سے نجات دلانے کے لیے میری مدد کیوں کر رہے ہو؟ تمہاری آواز بالکل زبیری جیسی ہے۔"

"میری جان! میں زبیری ہوں۔ میں نے ٹیلی پیتھی کا علم تم سے چھپایا تھا۔ وقت ضائع نہ کرو۔ میک اپ کرو۔"

وہ خوش ہو کر بیگ سے میک اپ کا سامان نکالتی ہوئی بولی "تم؟ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ اچھا اگر جانتے تھے تو پہلے کیوں میرے پاس نہیں آتے تھے؟"

"میں چپ چاپ آکر تمہارے خیالات پڑھتا تھا اور خوش ہوتا تھا کہ تم مجھے یاد کرتی رہتی ہو۔ تمہارے پاس آتے جاتے معلوم ہوا کہ شیوانی اسی طرح تمہیں ٹریپ کر رہی ہے۔"

اس نے پوچھا "زبیری! میرے چہرے پر ماسک ہے۔ کیا ماسک اتار کر اصل چہرے کو تبدیل کروں؟"

"ماسک اسی طرح رہنے دو۔ اوپر سے ریڈی میڈ میک اپ کرو۔"

"یہ ڈرائیور مجھے کسی دوسرے روپ میں دیکھے گا تو دشمن کی جاسوسہ سمجھ کر پولیس اسٹیشن پہنچا دے گا۔"

"میں نے اس سے دور رہنے اور مجھے ٹریپ کرنے کے لیے ماسک میک اپ کیا۔ لارا کو تنہا وہاں روپوش رہنے پر مجبور کیا۔ اس کے بعد سے اب تک میں سے لندن جانے پر مجبور کیا۔ اس کے بعد سے اب تک میں دیکھ رہا ہوں کہ شیوانی کا جادو مجھ پر نہیں چل رہا ہے اور میری سمجھ میں یہی آرہا ہے کہ میری پیشانی پر ماسک چڑھا ہوا ہے اور اس کی شیطانی آنکھیں ماسک سے گزر کر میری پیشانی تک نہیں پہنچ پاتی ہیں۔"

"اگر ایسا ہے تو ہم بھی ماسک میک اپ کے ذریعے اس سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔"

"دہلی سے فرار ہوتے وقت تم دونوں کو میک اپ کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ موقع ملتا تو میں تمہیں وہاں ماسک میک اپ کا مشورہ دیتا۔"

جے کانو نے کہا "سامو! تمہارا یہ ماسک میک اپ والا تجربہ کامیاب رہا ہے۔ حالانکہ تم نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔ انجانے میں تقدیر نے ہمیں بچاؤ کا راستہ دکھا دیا ہے۔"

"دوستو! اسی کو کہتا ہوں۔ فکر نہ کرو۔ دل اور دماغ سے شیوانی کا خوف نکال دو۔ اس طیارے کا پہلا اسٹاپ استنبول ہے۔ وہاں اترتے ہی ماسک میک اپ کا سامان خریدو اور چہرے تبدیل کرو۔ ہم تھری جے پھر آزادی کی سانسیں لینے لگیں گے۔"

وہ تینوں آزادی کے لیے اور پہلے جیسی کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے تدابیر سوچ رہے تھے اور ان پر عمل کرنے والے تھے۔

ماریا ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آکر ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ احمد زبیری نے ایک پولیس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر ماریہ کو اس ٹیکسی میں بٹھایا تھا اور ڈرائیور سے کہا تھا کہ وہ جہاں جانا چاہتی ہے، اسے لے جائے۔ اس کے بعد وہ افسر بھول گیا تھا کہ اس نے اسے کسی ٹیکسی میں بٹھایا تھا یا کسی پرائیویٹ کار میں؟

ماریہ سوچ رہی تھی "مجھے ائرپورٹ سے نہیں آنا چاہیے تھا۔ میں اس انجانے شہر میں کہاں جاؤں گی؟"

زبیری اس کے اندر تھا۔ اس نے کہا "تم نہیں جانتیں۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل شیوانی نے تمہیں ہپناٹائز کرایا ہے۔ تم اپنی مرضی سے چین نہیں جا رہی ہو۔ تمہارے دماغ میں چین جانے والی بات نقش کی گئی ہے۔ وہ تمہارے ذریعے زبیری کو نقصان پہنچائے گی۔"

وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی "نہیں، میں زبیری کو نقصان نہیں پہنچنے دوں گی۔ میں چین نہیں جاؤں گی۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ اسکاٹ لینڈیارڈ میں کئی ممالک کی زبانیں سکھائی جاتی ہیں۔ تم ہندی جانتی ہو؟"

"تھوڑی تھوڑی جانتی ہوں۔ یہاں کی ساڑھی اور شلوار کرتا پہن سکتی ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میرا ایک ساتھی ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھے گا۔ تم میک اپ کرتے ہی' کسی مارکیٹ میں ٹیکسی سے اتر جاؤ۔ وہاں سے ہندوستانی لباس خرید کر پہن لو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ ایک پولیس افسر کے دماغ میں آکر شیوانی کے بارے میں معلوم کرنے لگا۔ پتا چلا' سرکاری طور پر شیوانی کو پولیس ٹیم اور گاڑیاں فراہم کی گئی ہیں۔ پورے شہر کی ناکہ بندی کی جارہی ہے۔ ٹیکسیوں اور کاروں کی تلاشی لی جارہی ہے۔ زبیری نے اپنے سراغ رساں سے کہا "اس ٹیکسی کو کسی بازار میں روکو۔"

پھر وہ ماریہ سے بولا "کیا میک اپ ہو چکا ہے۔"

"ہاں۔ ریڈی میڈ میک اپ میں دیر ہی کتنی لگتی ہے؟ میں آئینہ دیکھ رہی ہوں۔ یقین سے کہتی ہوں۔ شیوانی مجھے پہچان نہیں سکے گی۔"

ٹیکسی ایک جگہ رک گئی۔ وہ بولا "ڈرائیور کو ہزار روپے دے چکی ہو۔ باہر نکلو اور شاپنگ کے لیے جاؤ۔"

وہ ٹیکسی سے اتر گئی۔ ڈرائیور کو معلوم نہ ہو سکا۔ زبیری کا سراغ رساں اس کے دماغ پر مسلط تھا۔ وہ ٹیکسی ڈرائیو کرتا ہوا دور چلا گیا' پھر سراغ رساں اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر زبیری کے پاس آگیا۔

ماریہ شاپنگ کررہی تھی۔ پہلے اس نے ایک خوب صورت سی ساڑھی خریدی ایک چھوٹے سے کیبن میں جاکر اسے پہنا۔ اس کی رقم ادا کی پھر ایک جیولری کی دکان میں آکر زیورات خریدے۔ ہیروں کا نیکلس' ہیروں کے ٹاپس اور انگوٹھی' اور سونے کی چوڑیاں ایک آئینے کے سامنے پہنی۔ بالکل ہندوستانی عورت دکھائی دینے لگی۔ ان زیورات کا بل ادا کرکے وہ ایک دکان میں آئی۔ وہاں سے بندیا خرید کر ماتھے پر سجائی۔ زبیری نے کہا "تم واقعی اسکاٹ لینڈیارڈ کی تربیت یافتہ جاسوسہ ہو۔ وہاں کی اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل شیوانی بھی تمہیں پہچان نہیں سکے گی۔"

اور شیوانی اسے تلاش کرنے کے دوران میں سوچ رہی تھی کہ اس نے ماریہ کو دیکھا تھا۔ وہ اپنی نظروں کی غیر معمولی قوت سے اس کی پیشانی کو گرما سکتی ہے۔ اسے سچ بولنے پر مجبور کرسکتی ہے۔ وہ کہیں سے ٹیلی فون کے ذریعے بتا دے گی کہ کہاں چھپی ہوئی ہے؟

لیکن وہ نظریں اس کی پیشانی تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ شیوانی سوچ رہی تھی' اس سے پہلے وہ جے سامو کو بھی اپنی نظروں کی قوت سے ٹریپ کرنا چاہتی تھی لیکن ناکام رہی تھی۔ اس کے ذہن میں بات آئی کہ ماریہ نے میک اپ کیا ہے۔ اس کے چہرے پر' پیشانی پر ماسک چڑھا ہوا ہے۔ یہ ماسک اس کی نظروں کی نادیدہ حرارت کو اس کی پیشانی تک پہنچنے سے روک رہا ہے؟

اس نے سوچا "ہاں' یہی بات ہے۔ ماریہ کی طرح جے سامو بھی ماسک میک اپ میں ہے۔ اسی لیے میرے شبہ میں نہیں آرہا ہے۔ اب ماریہ جہاں بھی ملے گی۔ میں سب سے پہلے اس کے چہرے سے ماسک نوچ لوں گی۔"

وہ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے بڑے اطمینان سے چل جارہی تھی مگر اب اس کا چین ختم ہو گیا تھا۔ آدھے راستے میں ہی رکاوٹیں پیدا ہو رہی تھیں۔ ماریہ کے فرار ہونے سے یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے والوں کو اس کے مشن کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے۔ چونکہ ماریہ چین اور بابا صاحب کے ادارے کی حمایت میں اعلان دے چکی تھی۔ مسلمانوں کی ہو چکی تھی۔ اس لیے اسے راستے سے الگ کردیا گیا ہے۔

ان حالات میں شیوانی سوچ رہی تھی "کیا میں چلی جاؤں گی تو مجھے اور میرے ساتھیوں کو پہچان لیا جائے گا؟ اب مجھے دوسرے بھیس میں دوسرے پاسپورٹ اور ویزا کے ساتھ جانا ہوگا؟"

اس کے لیے بڑے مسائل پیدا ہو رہے تھے۔ دوسرے پاسپورٹ کے لیے بھیس بدلنا' دوسرا پاسپورٹ اور ویزا حاصل کرنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ ابھی صرف ماریہ مسئلہ بن گئی تھی۔

ایک انڈین افسر نے گاڑی روک کر شیوانی سے کہا "میڈم! یہ لکشمی نارائن مندر ہے۔ میں دیوی کے درشن کرنے جارہا ہوں۔ آپ ادھر مارکیٹ میں مس مالا (ماریہ) کو تلاش کریں۔"

آگے پیچھے والی گاڑیوں سے سپاہی باہر آگئے۔ افسر کی طرف چلا گیا شیوانی نے اپنے دونوں سراغ رسانوں سے "سپاہیوں کے ساتھ مارکیٹ میں جاؤ۔ یہاں غیر ملکی عورت اور مرد نظر آرہے ہیں۔ وہ یہاں مل سکتی ہے۔"

وہ سب اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے لیے ادھر ادھر جانے لگے۔ ایسے وقت ماریہ ایک دکان سے باہر آرہی تھی۔ وہ شیوانی کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ زبیری نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولی "سڑک کے کنارے کئی گاڑیاں ہیں۔ پولیس والے ہیں ایک عورت کار کے پاس کھڑی ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ شیوانی ہے۔"

"اپنے قریب سے گزرنے والی کسی بھی شخص کو مخاطب کرو۔ میں اس کے ذریعے اس عورت کے بارے میں معلوم کروں گا۔"

ایک عورت قریب سے گزر رہی تھی۔ اس نے خود ماریہ کو مخاطب کیا "کیا تم بتا سکتی ہو کہ بیوٹی پارلر کہاں ہے؟"

ماریہ نے کہا "سوری۔ میں نہیں جانتی۔"

زبیری نے کہا "بس ماریہ! اور کسی کو مخاطب نہ کرو۔ سامنے والے مندر میں جاؤ۔ شیوانی تمہارے بارے میں یہ نہیں سوچ گی کہ تم مندر کے اندر جاؤ گی۔ تمہارے بدن پر ساڑی ہے۔ ماتھے پر بندیا ہے۔ یہ سب کچھ اسے دھوکا دینے کے لیے کافی ہے۔"

وہ مندر کی طرف جانے لگی۔ زبیری اس عورت کے دماغ میں پہنچ کر اسے شیوانی کی طرف لے گیا۔ اس عورت نے زبیری کی مرضی کے مطابق شیوانی سے پوچھا "ایکسکیوزمی۔ بیوٹی پارلر کہاں ہے؟"

وہ بولی "سوری۔ میں یہاں پہلی بار آئی ہوں۔"

"ہاں۔ تم کپڑوں سے باہر والی لگتی ہو۔ سینے پر دوپٹا نہ سہی اسکارف تو ہونا ہی چاہیے۔ بے شرمی سے سینہ تان کر کھڑی ہوئی ہو۔"

"یو شٹ اپ۔ یہ کیا بکواس کررہی ہو۔"

"یہ بکواس نہیں ہے۔ تمہاری طرح ایک اور انگریز لڑکی یہاں سینہ تان کر چل رہی تھی۔ ایک جوان نے اسے چھیڑا تو وہ بولی "خبردار! مجھے چھیڑنے سے پہلے یہ سن لو کہ میرا نام روزی ہے۔ میں لندن کے بہت بڑے اخبار کی رپورٹر ہوں۔ پولیس والے تمہیں۔"

شیوانی نے اس کی بات کاٹ کر جلدی سے پوچھا۔ "روزی؟ لندن اخبار کی رپورٹر؟ تم نے اسے کہاں دیکھا ہے؟"

عورت نے ایک طرف انگلی اٹھا کر کہا "ادھر مارکیٹ میں ہے۔"

شیوانی تیزی سے دوڑتی ہوئی ادھر جانے لگی۔ زبیری نے ماریہ کے پاس آکر کہا "تمہارا شبہ درست نکلا' وہ شیوانی ہے۔"

"وہ مجھے پہچان لے گی۔"

"تم مکمل ہندوستانی عورت بن چکی ہو۔ شیوانی کا باپ بھی تمہیں نہیں پہچانے گا۔"

مندر میں مرد' عورتیں' بوڑھے اور بچے سب ہی تھے۔ ماریہ عورتوں کی بھیڑ میں تھی۔ یوں تو وہاں کئی خوب صورت عورتیں اور لڑکیاں تھیں لیکن ماریہ ان میں نمایاں تھی۔ اس کی وجہ ہیروں سے جڑے ہوئے زیورات تھے' جو جگمگا رہے تھے اور ماریہ کے حسن کو چار چاند لگا رہے تھے۔

وہاں سب ہی اسے قریب سے اور دور سے دیکھ رہے تھے۔ کتنے ہی پوجا کرنے والے لکشمی دیوی کے سامنے سر جھکا رہے تھے مگر ان میں سے کسی کا دھیان ماریہ کے حسن کی طرف تھا اور کوئی چمکتے دمکتے ہیروں کے لیے للچا رہا تھا۔ دوسرے تمام لوگ اس لیے اسے دیکھ رہے تھے کہ پہلے کبھی کسی عورت کو ایسے قیمتی زیورات پہن کر مندر آتے نہیں دیکھا تھا۔

وہ عورتوں کی قطار میں کھڑی ہو گئی تھی اور پوجا کے لیے دھیرے دھیرے لکشمی دیوی کی بڑی سی مورتی کی طرف بڑھتی جارہی تھی۔ بار بار سر گھما کر دور تک دیکھ رہی تھی کہ شیوانی پولیس کے ساتھ ادھر آرہی ہے یا نہیں؟

زبیری نے کہا "تمہیں اتنے قیمتی زیورات نہیں پہننا چاہیے تھا۔ کیا مرد' کیا عورتیں' سب ہی تمہیں دیکھ رہے ہیں۔"

وہ بولی "مجھے ہیرے جواہرات کا بہت شوق ہے۔ میرے پاس دو لاکھ انڈین کرنسی تھی۔ میں نے ایک لاکھ بیس ہزار میں خرید لیے۔"

"بڑی عقل مندی کی۔ تم اس طرح ان سب کے علاوہ دشمنوں کو بھی اپنی طرف متوجہ کروگی۔"

"مجھ سے غلطی ہو گئی۔ فکر نہ کرو۔ میں ان زیورات سے ابھی نجات حاصل کرلوں گی۔"

"ٹھیک ہے مگر اس طرح بار بار ادھر ادھر نہ دیکھو۔ تمہاری پریشانی صاف ظاہر ہو رہی ہے۔ میں شیوانی اور سپاہیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ ابھی مارکیٹ میں بھٹک رہے ہیں۔ میں انہیں سنبھال لوں گا۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ بولی "یہ بات سب ہی کو کھٹکے گی کہ میں اتنے قیمتی زیورات کے ساتھ تنہا ہوں۔ مجھے یہاں کسی عورت سے دوستی کرنا چاہیے۔"

"یہ بہتر ہوگا۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

قطار میں اس کے آگے کھڑی ہوئی ایک ادھیڑ عمر کی عورت کبھی کبھی سر گھما کر اسے دیکھتی تھی پھر نظریں ملنے پر جھینپ کر مسکراتی تھی۔ ماریہ نے اس کی طرف جھک کر

سرگوشی کی "مجھے جی بھر کے دیکھو۔ میں بھی تمہیں دیکھ رہی ہوں۔ تم بہت اچھی ہو۔ کیا میں تمہیں دیدی کہہ سکتی ہوں؟"

وہ خوش ہو کر بولی "تم مجھے دیدی نہیں' ماں کہہ سکتی ہو۔"

"آپ اتنی جوان ہیں۔ میری بہن لگتی ہیں۔ میں ماں کیسے کہوں؟"

وہ اور خوش ہوگئی۔ کہنے لگی "میں مندر آرہی تھی' اس لیے میک اپ نہیں کیا۔ میک اپ کرتی تو اور جوان لگتی۔ تم کہاں رہتی ہو؟"

"میں لندن سے آئی ہوں۔ یہاں کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ کسی ہوٹل میں رہوں گی۔"

"ہوٹل میں کیوں؟ میرے گھر چلو۔ بہت آرام ملے گا۔ جب مجھے بہن کہا ہے تو میں تمہیں ہوٹل میں نہیں رہنے دوں گی۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام شانتی ہے۔ آپ اکیلی آئی ہیں؟"

"میرے پتی ادھر مردوں کی لائن میں ہیں۔ دیکھو پجاری جی انہیں پوجا کرا رہے ہیں۔"

ایک بوڑھا شخص پوجا کے بعد واپس آرہا تھا۔ اس عورت نے اسے آواز دی "راجو کے ڈیڈی! ادھر آؤ۔ بات سنو۔"

وہ ان کے قریب آکر بولا "کیا ہے بلا؟ عورتوں میں کیوں بلا رہی ہو؟ ہم مندر کے باہر باتیں کرسکتے ہیں۔"

وہ بولی "میری بہن سے ملو۔ اس کا نام شانتی ہے۔"

ماریہ نے ہاتھ جوڑ کر نمستے کہا۔ راجو کے باپ نے کہا۔ "نمستے' میرا نام درگا پرساد ہے۔ میں تمہیں دور سے دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ تمہیں اتنے قیمتی زیورات پہن کر گھومنا پھرنا نہیں چاہیے۔ شاید تم اکیلی ہو۔"

بلا نے کہا "بالکل اکیلی ہے۔ مگر اب ہم سب اسے کہیں گے کہ میری بہن ہے کیونکہ یہ اب ہمارے ساتھ رہے گی۔"

درگا پرساد نے کہا "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ ہم غریب ہیں۔ ہمارا گھر چھوٹا ہے مگر دل بڑا ہے۔ ہم تمہیں آرام پہنچانے کی کوشش کریں گے۔"

بلا کی پوجا کی باری آگئی۔ اس نے پھولوں اور پرساد کی تھالی پجاری کو دی پھر دیوی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوگئی۔ زبیری اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ دل ہی دل میں لکشمی دیوی سے کہہ رہی تھی "دیوی ماں! تو دھن دولت کی دیوی ہے۔ میں تیرے چرنوں میں جھکنے آئی ہوں تو ایک دھن دولت والی خود ہی میری پاس چلی آئی ہے۔ یہ تیرا چمتکار ہے۔ اب ہمیں ہزاروں تو کیا لاکھوں روپے مل جائیں گے۔"

پجاری نے کچھ پڑھتے رہنے کے بعد کہا "تمہاری پوجا ہوگئی۔ دوسری کو آنے دو۔"

بلا سر جھکا کر لکشمی دیوی کے سامنے الٹے قدموں چلتی ہوئی اپنے پتی کے پاس آگئی۔ پجاری نے ماریہ سے کہا "یہ پھول اور پرساد نہیں لائی ہو۔ خالی ہاتھ آئی ہو۔ کچھ دکھشا تو لے کر آنا چاہیے۔"

ماریہ نے اپنے زیورات اتارتے ہوئے کہا "میں سب کچھ دیوی کے قدموں میں رکھنے آئی ہوں۔"

وہاں کھڑی ہوئی عورتیں اور مرد سب حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔ بلا اور درگا پرساد تو شدید حیرانی کے باعث ساعتوں تک سانس لینا بھول گئے۔ بلا نے جلدی سے بڑھ کر ماریہ کے ہاتھوں سے زیورات لے کر کہا "شانتی! کیا کر رہی ہو؟ لکشمی دیوی ہم سب کو دیتی ہیں۔ تم انہیں دو گی؟ ایسا کرو' ہزار دو ہزار مندر کے لیے دان کردو۔"

پجاری نے بلا سے کہا "تم اسے کیوں روک رہی ہو۔ اس لڑکی کے من میں دیوی کے لیے شردھا ہے۔ یہ جو چاہے' اسے کرنے دو۔"

ماریہ نے بلا کے ہاتھوں سے زیورات لے کر "دیدی! اسے دیوی کے قدموں میں رکھ کر جاؤں گی تو مندر کے باہر میرا بھلا ہوگا۔ زیورات کی پروا نہ کرو۔ دیوی کی مہما سے ہمارے پاس کمی نہیں ہے۔"

اس نے زیورات دیوی کے قدموں میں رکھ دیے۔ پجاری خوش ہو کر اسے دعائیں دینے لگا۔ مردوں کی قطار میں ایک شخص ماریہ کو بہت دیر سے تک رہا تھا۔ وہ اپنے ساتھی سے ایک رئیس زادہ لگ رہا تھا۔ ماریہ' بلا اور درگا پرساد کے ساتھ جانے لگی۔ وہ پوجا کا خیال چھوڑ کر قطار سے الگ ہو کر اس کے سامنے آیا۔ وہ تینوں رک گئے۔ اس نے شائستگی سے کہا "شما چاہتا ہوں۔ میرا نام کنور بلراج راٹھور ہے۔ ہزاروں ایکڑ زمینوں کا مالک ہوں۔ دہلی' کلکتہ کے ریس کے میدانوں میں میرے گھوڑے دوڑتے ہیں۔ میں دھن دولت کو پانی کی طرح بہاتا ہوں لیکن آپ ہیروں کا سیٹ جس انداز میں وان کیا ہے' اس سے میں متاثر ہوا ہوں۔"

زبیری اس وقت درگا پرساد کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "پہلے شانتی جیسی دھنوان لڑکی ملی۔ اب یہ

کنور ہم سے مل رہا ہے۔ لکشمی دیوی سچ مچ دولت دینے والی دیوی ہے۔ آج مندر آتے ہی دولت والے ہمارے پاس چلے آرہے ہیں۔ دولت بھی ملے گی تو بات بنے گی۔"

ماریہ نے کہا "مسٹر راٹھور! آپ نے اپنا لمبا چوڑا تعارف کرایا ہے۔ میں نے مندر کو دان دیا۔ آپ کو بہت پسند آیا۔ آپ بھی کوئی ایسا کام کریں جو ہم سب کو پسند آئے بلکہ ساری دنیا کو پسند آئے۔"

"آپ حکم کریں۔ جو کہیں گی' وہ کروں گا۔ بس' آپ سے ایک ملاقات چاہتا ہوں۔"

درگا پرساد نے فوراً ہی کہا "ہاں ہاں' ملاقات ہوجائے گی۔ شانتی ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارا مکان بڑے پوسٹ آفس کے ساتھ ہے۔ مکان پر میری نیم پلیٹ لگی ہوئی ہے۔ میرا نام درگا پرساد ہے۔"

ماریہ نے مسکرا کر کنور بلراج راٹھور سے کہا "یہ میری دیدی اور یہ میرے جیجاجی ہیں۔ ملاقات کے سلسلے میں مجھے کچھ کہنا چاہیے لیکن مجھ سے پہلے ہی جیجاجی نے آپ کی مشکل آسان کردی۔"

وہ سب باتیں کرتے ہوئے مندر کے باہر جانے لگے۔ کنور نے پوچھا "تو پھر کیا خیال ہے؟"

ماریہ نے کہا "ابھی تو میں گھر جاکر آرام کرنا چاہتی ہوں۔ شام کو آسکتے ہو۔"

شیوانی سپاہیوں کے ساتھ مندر کی سیڑھیاں چڑھتی ہوئی آرہی تھی۔ اپنے آس پاس سے گزرنے والی عورتوں کو بڑی توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ زبیری نے کہا "ماریہ! شیوانی کو دیکھ کر ذرا بھی پریشان نہ ہونا۔ ڈھیٹ بن جاؤ۔"

وہ بلا' درگا پرساد اور کنور بلراج راٹھور کے ساتھ سیڑھیاں اترتی آرہی تھی۔ شیوانی اسے غور سے دیکھنے لگی پھر اس کے قریب سے بولی "جسٹ اے منٹ!"

ماریہ کے ساتھ وہ تینوں رک گئے۔ زبیری نے درگا پرساد کے ذریعے پوچھا "کیا بات ہے؟"

شیوانی نے ماریہ کی طرف اشارہ کرکے پوچھا "یہ کون ہے؟"

درگا پرساد نے کہا "یہ میری سالی ہے۔"

"یہ کچھ کچھ یورپین لگتی ہے۔"

"یہ فرانس میں پیدا ہوئی۔ پیرس میں جوان ہوئی۔ یورپین لگے گی اب یہاں آکر رہنے لگی ہے۔ ہم اسے آدھا ہندوستانی بنا چکے ہیں۔ پورا بھی بنادیں گے۔"

"کیا یہ گونگی ہے؟ جواب کیوں نہیں دے رہی ہے؟"

زبیری اس کے دماغ میں آگیا۔ تاکہ وہ مقامی زبان بول سکے۔ وہ بولی "شریمتی جی! میں گونگی نہیں ہوں۔ کیا میری آواز میں مٹھاس ہے؟"

شیوانی سوچنے لگی "یہ ہندی بول رہی ہے مگر یورپین ہے۔ اس لیے مجھے شبہ ہو رہا ہے۔ ابھی میں جے کانو اور جے فلو سے کہوں گی۔ وہ دونوں اس کے دماغ میں آکر اس کی اصلیت معلوم کریں گے۔"

اس نے موبائل فون آن کرکے انڈین افسر سے اسپتال کے نمبر پوچھے پھر وہ نمبر پنچ کرتی ہوئی ماریہ سے بولی "ویٹ اے منٹ۔ آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ پولیس سے تعاون کریں۔ ہمیں ایک برٹش گرل کی تلاش ہے۔"

اس نے فون انڈین افسر اس طرف بڑھا کر اس سے کہا۔ "اسپتال والوں سے کہو کہ میرے دونوں آدمیوں سے باتیں کرائیں۔"

افسر نے فون پر اسپتال کے کاؤنٹر مین سے بات کی۔ اسے بتایا کہ چار گھنٹے پہلے پولیس والوں نے دو غیر ملکیوں کو وہاں داخل کرایا تھا۔ دوسری طرف سے ان کے نام اور کمرا نمبر پوچھے گئے۔ افسر نے انہیں جے کانو اور جے فلو کے نام بتائے اور کمرا نمبر بھی بتایا۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا "سوری! آپ کے یہاں سے جاتے ہی وہ دونوں بھاگ گئے ہیں۔ ہمارے وارڈ بوائز نے انہیں اسپتال کے باہر تلاش کیا مگر وہ کہیں نظر نہیں آئے۔"

افسر نے فون بند کرکے کہا "میڈم! وہ دونوں اسپتال سے بھاگ گئے ہیں۔"

وہ چونک کر پریشان ہو کر بولی "بھاگ گئے؟ نہیں' وہ تو میرے معمول ہیں۔ وہ کیسے بھاگ سکتے ہیں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ ٹائلٹ میں ہوں گے بابا ہر اینچے میں۔"

"میڈم! اسپتال والے انہیں اندر باہر تلاش کرچکے ہیں۔ جب ہم اسپتال سے باہر نکلے تھے۔ تب ہی وہ دونوں کہیں چلے گئے۔"

کنور بلراج راٹھور نے سخت لہجے میں افسر سے پوچھا "ہمارا راستہ کیوں روکا جارہا ہے؟ کیا مندر میں آنا اور پوجا کرنا جرم ہے؟ میرا نام کنور بلراج راٹھور ہے۔ میری پہنچ راشٹرپتی اور پردھان منتری تک ہے۔ ہمیں جانے دو۔ ورنہ میں تمہاری وردی اتروادوں گا۔"

افسر نے کہا "میڈم! بہتر ہے' انہیں نہ روکا جائے۔"

شیوانی کی توقع کے خلاف نیلی پیشی جاننے والے جے کانو اور جے فلو اس کی گرفت سے نکل گئے تھے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا پھر کہا "انہیں جانے دو۔"

شیوانی بڑی کامیابی سے ایک مضبوط ٹیم بنا کر جمہوریہ چین کی طرف روانہ ہوئی تھی لیکن دہلی پہنچ کر کامیابی' ناکامی میں بدل گئی تھی۔ اس کی گرفت سے ماریہ نکل گئی تھی' اسے دھوکا دے کر احمد زبیری کے تعاون سے فرار ہو گئی تھی۔

شیوانی وہاں کی پولیس کی مدد سے نئی دہلی اور پرانی دہلی میں اسے تلاش کرتی رہی۔ ماریہ ایک ہندو لڑکی شانتی کے روپ میں تھی۔ ایک مندر کی سیڑھیاں اترتے وقت شیوانی سے اس کا سامنا ہوا تھا لیکن شیوانی اسے پہچان نہ سکی۔ وہ جے کانو اور جے فلو کی خیال خوانی کے ذریعے ماریہ کا سراغ لگا سکتی تھی لیکن وہ دونوں دماغی کمزوریوں میں مبتلا ہو کر اسپتال پہنچے ہوئے تھے۔

شیوانی نے سوچا "میں کئی گھنٹوں سے ماریہ کو تلاش کر رہی ہوں۔ اتنی دیر میں جے کانو اور جے فلو کی دماغی توانائی بحال ہو چکی ہوگی۔ مجھے ان سے رابطہ کر کے ماریہ کا سراغ لگانا چاہیے۔"

اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا تو یہ بری خبر ملی کہ جے کانو اور جے فلو اسپتال سے فرار ہو گئے ہیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ جنہیں اپنا معمول بنا چکی ہے' وہ اسے دغا دے جائیں گے۔

لیکن وہ کہاں تک جا سکتے تھے۔ شیوانی کی غیر معمولی آنکھوں کی حرارت دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ سکتی تھی۔ وہ مندر کی سیڑھی پر بیٹھ کر جے کانو کا تصور کرنے لگی۔ سر جھکا کر ایک طرف گھورنے لگی۔

جے سامو کی مدد سے جے کانو اور جے فلو اسپتال سے فرار ہونے کے بعد ایک طیارے میں سفر کر رہے تھے۔ ایسے وقت جے کانو نے اپنی پیشانی پر حرارت محسوس کی۔ وہ حرارت مجبور کرنے لگی کہ وہ شیوانی کے پاس واپس جائے لیکن وہ طیارے سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ اس حرارت کے زیر اثر رہنے والے بے اختیار سچ بولنے لگتے ہیں جے کانو اپنی سیٹ پر بیٹھا زیر لب بڑبڑانے لگا "شیوانی! میں تمہارا مجرم ہوں۔ تمہیں دھوکا دے کر استنبول جا رہا ہوں۔"

جے سامو اپنے دونوں ساتھیوں کے دماغوں میں جاتا آتا رہتا تھا۔ اس نے پوچھا "کانو! یہ کیا بول رہے ہو۔ خاموش ہو جاؤ۔"

لیکن وہ جے سامو کی خیال خوانی کی لہروں کو جیسے نہیں سن رہا تھا۔ اپنے بارے میں بولتا جا رہا تھا۔ آئندہ کہاں جائے گا؟ کیا کرے گا؟ یہ سارے بھید کھولتا جا رہا تھا۔

اس کی آس پاس والی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے مسافر اسے سوالیہ نظروں سے تک رہے تھے۔ اس سے ہزاروں میل مندر کی سیڑھیوں پر بیٹھی شیوانی اس کی وہ باتیں سن سکتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ جے کانو فرار ہو کر انڈیا سے بھی علاقے میں پہنچا ہوگا تو وہاں سے اس کے موبائل پر رابطہ کرے گا۔

شیوانی نے جے فلو کی پیشانی تک بھی اپنی آنکھوں کی حرارت پہنچائی اور انتظار کرتی رہی لیکن ان دونوں میں سے کسی نے بھی اس سے رابطہ نہیں کیا۔ طیارے میں فون کی سہولت نہیں تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ دونوں کسی وجہ سے بے ہوش ہیں۔ وہ چند گھنٹے بعد اپنی آنکھوں کی حرارت پہنچائے گی۔ تب تک شاید ان کی مجبوریاں ختم ہو جائیں گی۔

اس نے ماریہ کو جے کانو کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے موجود بنایا تھا۔ اگر اسے شبہ ہوتا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دیں گے تو وہ ماریہ کو اپنی آنکھوں کے زیر اثر لے آتی۔ نہ کرنے کے باعث ماریہ اس کی گرفت سے نکل چکی تھی۔

ماریہ نے مندر میں بلا نامی ایک عورت سے شناسائی پیدا کی تھی۔ اسے اپنی بڑی بہن بنایا تھا۔ بلا کے پتی درگا پرساد تھا۔ وہ دونوں ماریہ کو اپنی رشتے دار بنا کر خوش تھے۔ انہیں لاکھوں روپے کی ضرورت تھی۔ خیال تھا کہ ماریہ سے ان کی مطلوبہ رقم انہیں مل جائے گی۔

اسی مندر میں کنور بلراج راٹھور نامی ایک رئیس ماریہ کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو گیا تھا۔ اس نے بلا اور پرساد سے شناسائی پیدا کی اور ماریہ سے شام کو ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ بلا اور درگا پرساد کو توقع تھی کہ بلراج راٹھور سے بھی کچھ رقم حاصل کر سکیں گے۔ انہوں نے کنور سے کہہ دیا کہ ماریہ شام کو اس سے ضرور ملے گی۔ وہ سب باتیں کرتے ہوئے مندر کے باہر اس جگہ آ گئے جہاں کنور بلراج کی نہایت قیمتی اور شان دار کار کھڑی تھی۔

وہ بے انتہا دولت مند تھا۔ دہلی' کلکتہ اور ممبئی ریس کورس میں اس کے گھوڑے دوڑتے تھے۔ اس نے "مس ماریہ! اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو اپنی دیدی اور جیجا کے ساتھ میری گاڑی میں چلو۔ میں تمہیں گھر تک پہنچا دوں گا۔ اس طرح تمہارا گھر بھی دیکھ لوں گا۔"

بلا نے کہا "ہاں۔ تم اتنی محبت سے کہہ رہے ہو تو ضرور چلیں گے۔"

وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اپنے پتی کے ساتھ بیٹھ گئی۔ کنور بلراج نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ماریہ

بیٹھ گئی۔ کنور اس کے ساتھ والی اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گیا پھر موٹر اشارٹ کر کے آگے بڑھانے لگا۔

احمد زبیری نے ماریہ کے دماغ میں آ کر کہا "میں کنور بلراج کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ یہ ایسی مجرمانہ زندگی گزار رہا ہے کہ بے انتہا دولت مند ہوتا جا رہا ہے۔ کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آتا ہے۔ یہ تم پر شبہ کر رہا ہے۔"

"مجھ پر کس قسم کا شبہ کر رہا ہے؟"

"یہی کہ تمہاری بہن بلا اور درگا پرساد متوسط طبقے کے لوگ ہیں اور تم بلا کی بہن ہو کر اتنی مال دار کیسے ہو؟ تم نے ڈیڑھ لاکھ کے ہیروں کا سیٹ دیوی ماں کے چرنوں میں رکھ دیا۔ یہ بات کنور بلراج کو کھٹک رہی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ تم بھی اس کی طرح درپردہ مجرمانہ زندگی گزار رہی ہو۔"

اس بات پر ماریہ زیر لب مسکرانے لگی۔ کنور بلراج اسے چور نظروں سے دیکھتا جا رہا تھا۔ اس نے کہا "تمہاری مسکراہٹ جان لے لیتی ہے۔ کس بات پر مسکرا رہی ہو۔"

وہ بولی "زندگی میں مسکراہٹ نصیب والوں کو ملتی ہے۔ مجھے جب بھی فرصت ملتی ہے۔ میں مسکرا کر نصیب والی بنتی رہتی ہوں۔ اب تم بھی مسکراؤ گے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "واقعی مسکراہٹ مفت ملتی ہے مگر نصیبوں کو نہیں ملتی۔ تم نے مجھے بھی مسکراہٹ دے کر خوش نصیب بنا دیا ہے مجھے اور کیا دے سکتی ہو؟"

"میں فراخ دل ہوں۔ میرے پاس جو کچھ ہوتا ہے اسے دوسروں پر لٹا دیتی ہوں۔"

"کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟ اگر نہیں تو کیا تمہارا کوئی آئیڈیل ہے؟"

"میرا آئیڈیل ہمیشہ میرے دماغ میں رہتا ہے۔ میں اس سے باتیں کرتی رہتی ہوں۔"

احمد زبیری نے کہا "ڈیش بورڈ کے خانے میں بڑے نوٹوں کی گڈیاں ہیں۔ تقریباً پچاس لاکھ روپے ہیں۔ میں کنور کو غائب دماغ بنا رہا ہوں۔ دس گڈیاں نکال لو۔"

کنور بلراج خاموشی سے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا ہوا ڈرائیو کرنے لگا۔ ماریہ ڈیش بورڈ کے خانے کو کھول کر دس گڈیاں نکال کر اپنے بیگ میں رکھنے لگی۔ بلا اور درگا پرساد ایک دوسرے کے قریب جھک کر سرگوشیاں کر رہے تھے۔ ان سے رقم حاصل کرنے کے سلسلے میں کوئی تدبیر سوچ رہے تھے۔ انہوں نے ماریہ کو رقم نکالتے ہوئے نہیں دیکھا۔

زبیری نے کنور بلراج کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے سڑک کے کنارے کار روک دی۔ پریشانی سے سوچنے لگا کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے کہاں گم ہو گیا تھا؟ بلا نے کہا "کنور صاحب ہمارا مکان یہاں نہیں ہے۔ آگے سیدھے ہاتھ والی گلی میں ہے۔"

وہ پھر ڈرائیو کرنے لگا۔ ماریہ نے پوچھا "کیا بات ہے۔ کچھ پریشان لگ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں۔ وہ میں سوچ رہا تھا کہ ابھی ہم کیا باتیں کر رہے تھے؟"

"جو بات ضروری نہیں ہوتی اسے ہم بھول جایا کرتے ہیں۔ تم بھی بھول گئے۔"

درگا پرساد نے کہا "کنور صاحب! آگے سیدھے ہاتھ پر تیسرا مکان ہے۔"

مکان کے دروازے پر درگا پرساد کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ کنور بلراج نے وہاں گاڑی روک دی۔ درگا پرساد نے کہا "کنور صاحب! ہمارا گھر بہت چھوٹا ہے۔ آپ اندر آئیں گے تو ہماری قسمت کھل جائے گی۔ آپ سے ہمیں کچھ مل جائے گا۔"

کنور بلراج نے ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر ایک گڈی نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا "یہ ایک لاکھ روپے ہیں۔ میری طرف سے یہ بھینٹ سویکار کریں۔"

بلا اور درگا پرساد کے دیدے حیرت سے اور مسرت سے پھیل گئے۔ بلا نے نوٹوں کی وہ گڈی لپک لی۔ کنور نے ماریہ سے کہا "دو گھنٹے بعد شام ہوگی۔ کیا ہم ابھی ساتھ نہیں رہ سکتے۔ میں تمہیں دہلی کی سیر کراؤں گا۔"

ماریہ نے کہا "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں پانچ منٹ کے لیے گھر کے اندر جاؤں گی پھر آ جاؤں گی۔ تمہیں انتظار کرنا ہوگا اور تم کرو گے۔"

وہ مسکراتی ہوئی کار سے باہر آئی پھر بلا اور درگا پرساد کے ساتھ مکان کے اندر آ گئی دروازہ بند کرتے ہوئے بولی "میں جانتی ہوں۔ آپ کا اکلوتا جوان بیٹا اسپتال میں ہے۔ گردے کا آپریشن ضروری ہے۔ گردہ تبدیل کرنے کے لیے دو لاکھ کی ضرورت ہے۔ میں آپ کو ضرورت سے زیادہ دوں گی۔"

اس نے بیگ سے نوٹوں کی دس گڈیاں نکال کر میز پر رکھتے ہوئے کہا "یہ دس لاکھ روپے آپ کے لیے ہیں۔"

وہ دونوں خوشی سے روتے ہوئے اس کے قدموں میں گر گئے۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی "ایسا نہ کرو۔ ہم سب کو اپنے اپنے خدا' بھگوان اور گاڈ کے آگے جھکنا چاہیے۔"

وہ دونوں اٹھ کر احسان مندی سے بہت کچھ کہنا چاہتے تھے۔ ماریہ نے کہا "باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ میں

جارہی ہوں۔ ورنہ وہ اندر آجائے گا اور میں یہ نہیں چاہتی۔"

بھلا روتی ہوئی اس سے لپٹ گئی "تم میرے بیٹے کو نئی زندگی دے رہی ہو۔"

درگا پرساد نے ماریہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "تم نے مجھ بوڑھے کی کمر سیدھی کردی ہے۔"

اس سے پہلے کہ وہ دونوں کچھ اور کہتے۔ ماریہ تیزی سے پلٹ کر دروازہ کھولتی ہوئی باہر آگئی۔ کار کی اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ وہاں سے جاتے ہوئے اس نے دیکھا۔ وہ دونوں دروازے پر کھڑے رو رہے تھے۔

کنور بلراج نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا "تمہاری دیدی اور جیجاجی کیوں رو رہے تھے؟"

"وہ اس لیے رو رہے تھے کہ بچھڑنے والے پھر ملتے ہیں یا نہیں؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا جدا ہوتے وقت رولینا چاہیے لیکن مجھے رونا نہیں آتا۔"

"میں قیافہ شناس ہوں۔ چہرے پڑھ لیتا ہوں۔ تم اپنی دیدی سے مختلف ہو۔ تمہارے مزاج میں سختی اور ارادوں میں پختگی ہے۔ تم اپنی بہن کی طرح غریب رہنا نہیں چاہتیں۔ کسی نہ کسی راستے سے زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی دھن میں رہتی ہو۔"

"واقعی تم قیافہ شناس ہو۔ بے شک میں دولت کماتی ہوں اور عزت بھی کماتی ہوں۔ میرے محبوب کے سوا کوئی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔"

"تم ایک لڑکی ہو۔ کسی بھی مرد کے مقابلے میں کمزور ہو۔ کوئی تم پر جبر کرسکتا ہے۔"

"میں کسی کو جبر کرنے کا موقع نہیں دیتی۔ جبر کرنے والے کو سمجھاتی ہوں۔ وہ سمجھ لیتا ہے۔ نہ سمجھے تو نقصان اٹھاتا ہے۔ میں چاہوں گی تم بھی نقصان نہ اٹھاؤ۔"

"تم تو یوں کہہ رہی ہو جیسے میں تم پر جبر کرنے کی نیت سے تمہیں لے جارہا ہوں۔"

"میں بھی تمہاری طرح چہرے پڑھنا جانتی ہوں۔ بائی دا وے تم مجھے نہیں لے جارہے ہو۔ میں تمہارے ساتھ جارہی ہوں۔"

"ویری اسمارٹ۔ تمہارا انداز اور تمہارے تیور بتا رہے ہیں کہ رنگین بھی ہو اور سنگین بھی۔"

"ویری انٹیلی جنٹ۔ مجھے چھونے سے پہلے سمجھ رہے ہو کہ میں بجلی کا تار ہوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "جب چھونے کا وقت آئے گا۔ تب دیکھا جائے گا۔ یہ بتاؤ' دولت حاصل کرنے کے ذرائع کیا ہیں؟ کیا اس معاملے میں تمہارا محبوب ساتھ دیتا ہے۔"

"میرا محبوب مجھ سے ہزاروں میل دور ہے۔ ہمارے درمیان صرف دو چار ملاقاتیں ہوئی تھیں اور بس۔ جہاں تک دولت کا معاملہ ہے۔ میں جب چاہتی ہوں حاصل کرلیتی ہوں۔"

"کیا ابھی حاصل کرسکتی ہو؟"

"ابھی مجھے ضرورت نہیں ہے۔"

"کل پچاس لاکھ کی ڈربی ہے۔ ریس کورس میں میرے گھوڑے دوڑتے ہیں کیا کسی گھوڑے پر رقم لگا کر ڈربی جیت چاہو گی۔"

"میرے چاہنے سے ہی جیت ہوگی۔ میں جس گھوڑے پر رقم لگاؤں گی۔ وہ جیتے گا۔"

"ایسا دعویٰ نہ کرو۔ گھڑ دوڑ کی بازی میں بڑی ہیرا پھیری ہوتی ہے اور تم ہیرا پھیری کو نہیں سمجھتی ہو۔ جیتنا چاہتی ہو۔ میرے ایک گھوڑے پر رقم لگاؤ۔"

"میری کامیابی اور دولت مندی کا راز یہ ہے کہ میں کسی کے مشوروں پر کبھی عمل نہیں کرتی۔ اپنی مرضی سے کھیلتی ہوں۔"

"پھر تو تم ہار جاؤ گی۔"

"کل آنے دو۔ میں تمہیں دکھاؤں گی کہ کس طرح دولت حاصل کرتی ہوں۔"

"ریس کا میدان میرا ہوتا ہے۔ اگر تم میرے میدان میں جیت جاؤ گی تو میں ڈربی کے پچاس لاکھ کے علاوہ اپنی طرف سے دس لاکھ دوں گا۔ اس سے بھی زیادہ جیتنا چاہو' دوں گا لیکن ہار جاؤ گی تو میں جیت کے طور پر تم سے حاصل کروں گا۔ یہ شرط منظور ہے تو ہاں کہہ دو۔ ورنہ نہ دو۔"

"مجھے منظور ہے۔ تمہیں یہ دکھانا ہے کہ میں دولت کیسے حاصل کیا کرتی ہوں۔"

کنور بلراج نے ایک اسنیک بار کے سامنے کار روکی دی۔ وہاں وہ سینڈوچز کھانے اور چائے پینے لگے۔ اس وقت ایک شاندار قیمتی کار آکر ان کی کار کے پاس رکی۔ بلراج نے ادھر دیکھا پھر ماریہ سے کہا۔ "یہ جو کار سے اترا ہے' اس کا نام دھنپت رائے ہے۔ بہت بڑا سیاستداں ہے۔ کئی بار مجھے قانونی گرفت میں لینے کی ناکام کوشش کرچکا ہے اس کا بھائی ہمارا اسٹیٹ منسٹر صوبہ کا کھ منتری ہے۔ میری پہنچ پردھان منتری تک ہے۔ میں ان سب کی ایک رگ ڈھیلی کردیتا ہوں۔"

دھنپت رائے دھوتی اوپر کرتے میں تھا۔ نہ سوٹ واسکٹ اور نہ ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ اس نے کار سے اتر کر جھک کر گردن اونچی کرکے اِدھر اُدھر ایسے دیکھا جیسے پہچاننے کی کوشش کررہا ہو۔ کنور بلراج پر نظر پڑتے ہی اس نے ناگواری سے کہا "راجا راؤ! یہ کتا یہاں بیٹھا ہوا ہے۔"

اس کے پاس کھڑے ہوئے باڈی بلڈر راجا راؤ نے کہا۔ "مالک! کتے وہیں دم ہلاتے آتے ہیں' جہاں آپ جیسے مالک ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ لڑکی بڑی سندر ہے۔"

دھنپت رائے نے للچاتے ہوئے ماریہ کو دیکھا پھر کہا "بھکن جیسی چکنی ہے بھگوان بھی عجیب ہے۔ کتوں کو گھی کھانے دیتے ہیں۔"

کنور بلراج نے ماریہ سے کہا "ادھر نہ دیکھو۔ وہ دھنپت رائے حرام کا پلا ہے۔ تمہیں دیکھ کر للچا رہا ہوگا۔"

ماریہ نے کہا "وہ ہماری طرف آرہا ہے۔"

"میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ تمہیں دیکھ کر ادھر پھسلتا آرہا ہے۔"

وہ قریب آتے ہوئے بولا "نمستے کنور صاحب! ہم دہلی کے گلی کوچوں میں آپ کو ڈھونڈ رہے ہیں اور آپ یہاں سندرتا کی پوجا کررہے ہیں۔"

کنور بلراج نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا اور کہا "آپ ہمیں ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ ہم آپ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ ممبئی چھوڑ کر دہلی کیسے آئے ہیں؟"

"آپ تو جانتے ہیں' کل ڈربی ریس ہے۔ ہم ریس جیتنے کے لیے ہیں۔ جیت کے پچاس لاکھ ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ہم تو میدان جیتنے والے ہیں۔"

"رائے صاحب! ریس کا میدان ہمارا ہے اور ہمارے میدان سے کوئی جیت کر نہیں جاتا۔ یہ ہیں مس شانتی' ان کا کہنا ہے کہ کل ان کی جیت ہوگی لیکن ہم انہیں بھی جیتنے نہیں دیں گے۔"

دھنپت رائے نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "مس شانتی! میرا نام دھنپت رائے ہے۔ پورے مہاراشٹر پر میری حکومت ہے۔"

ماریہ نے اٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا "پلیز ڈو میٹ یو۔"

"پلیز آؤٹ میٹ یو۔ ریس کے میدان میں اور سیاست کے میدان میں کنور صاحب سے مقابلہ ہوتا' رہتا ہے۔ میرا مشورہ ہے تم ہمارے مقابلے پر نہ آؤ۔ رقم ہار جاؤ گی۔"

"یہی مشورہ تم دونوں کے لیے ہے۔ میرے مقابلے پر نہ آؤ۔ دونوں ہار جاؤ گے۔"

وہ دونوں قہقہے لگانے لگے۔ دھنپت رائے نے پوچھا "شرط لگاؤ گی؟"

کنور بلراج نے کہا "یہ مجھ سے شرط لگا چکی ہے۔ ہار جائے گی تو میں اس کی سندرتا کو جیت لوں گا۔"

دھنپت رائے نے کہا "ایک اور شرط لگاؤ۔ تم بھی ہار جاؤ گے اور میں جیت جاؤں گا تو میں شانتی کی سندرتا میری ہوگی۔"

"یہ فضول سی شرط ہے۔ میں ہار ہی نہیں سکتا۔ آپ کے یہاں آتے ہی میں سمجھ گیا تھا کہ تم شانتی پر نیت خراب کرو گے۔ کم آن شانتی! یہاں سے چلو۔"

ماریہ نے کہا "جسٹ اے منٹ۔ کنور صاحب! صرف رائے صاحب کی نہیں' آپ کی نیت بھی خراب ہے۔ سچ کو نہیں چھپانا چاہیے۔ ایم آئی رائٹ؟"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میری طرح رائے صاحب کی بھی شرط منظور کررہی ہو؟"

"کیوں نہیں' جب مجھے ہارنا ہوگا تو کسی سے بھی ہار جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی یہاں سے چلو۔"

"کہاں چلوں؟ آپ دونوں سے شرط لگی ہے۔ کل تک آپ دونوں کے ساتھ رہوں گی یا پھر کسی کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ اب آپ فیصلہ سنائیں؟"

"شانتی! اِٹ از ناٹ فیر۔ تم نے پہلے مجھ سے دوستی کی ہے۔ تمہیں میرے ساتھ رہنا چاہیے اور رائے صاحب! آپ میرے اور شانتی کے ذاتی معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ پلیز ہمیں تنہا چھوڑ دیں۔ ورنہ ہم چلے جائیں گے۔"

"کنور صاحب یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہوگا تو شانتی آپ کے ساتھ جائے گی۔ ورنہ دونوں ..... کے ساتھ رہے گی۔"

کنور بلراج نے ماریہ کو دیکھا۔ وہ بولی "میں یورپ سے آئی ہوں۔ یہ شہر میرے لیے انجانا ہے۔ لوگ انجانے ہیں۔ میں کسی ایک اجنبی کے ساتھ محفوظ نہیں رہوں گی۔ دو کے ساتھ رہنے کا یہ فائدہ ہے کہ ایک بے لگام ہوگا تو دوسرا میرا دل جیتنے کے لیے سے لگام دے گا۔"

دھنپت رائے نے کہا "کنور صاحب! اب یہ آپ کا ذاتی معاملہ نہیں رہا۔"

کنور بلراج نے کہا "شانتی کے ساتھ تمہارا ذاتی معاملہ بھی رہنے نہیں دوں گا۔ اسے تمہارے ساتھ تنہا نہیں

چھوڑوں گا۔ کل میری جیت کے بعد تم میرے اور شانتی کے معاملے سے دودھ کی مکھی کی طرح نکل جاؤ گے۔"

"جب کل آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ ابھی ہم شانتی کو دہلی شہر دکھائیں گے۔"

"شانتی میری کار میں جائے گی۔"

ماریہ نے کہا "جھگڑا نہ کرو۔ میں کنور صاحب کی کار میں بیٹھوں گی لیکن رائے صاحب بھی ہمارے ساتھ ایک ہی کار میں رہیں گے۔"

دھنپت رائے نے کہا "میں دوسروں کی کار میں نہیں بیٹھتا مگر بیٹھنا پڑے گا۔"

کنور بلراج نے کہا "ایکسکیوزمی، میں ابھی ایک فون کرکے آتا ہوں۔"

وہ ان سے دور آکر موبائل فون کے نمبر پنچ کرنے لگا۔ رابطہ ہونے پر بولا "میرا حکم غور سے سنو اور فوراً ایکشن میں آؤ۔ میری کار کا پیچھا کرتے رہو۔ اپنے آدمیوں سے کہو، دوسری گاڑی میں آئیں پھر میری کار میں جو لڑکی بیٹھی ہے، اسے اغوا کرکے میرے پرائیویٹ بنگلے میں پہنچا دیں۔ لڑکی سے بدتمیزی نہ کی جائے۔ وہ میرے لیے ریزرو ہے۔"

دوسری طرف دھنپت رائے نے اپنے خاص ماتحت راجا راؤ کے پاس آکر کہا "میں کنور بلراج کی کار میں جارہا ہوں۔ تم میری کار میں پیچھے پیچھے آؤ۔ فون کے ذریعے اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ کنور بلراج کی کار میں جو لڑکی ہے اسے زبردستی اسے اٹھا کرلے جائیں لیکن لڑکی سے کوئی زیادتی نہ کریں۔ میرے لیے سنبھال کر رکھیں۔"

وہ دونوں ماریہ کے پاس آئے۔ ماریہ نے کہا "تم دونوں اپنے اپنے طور پر میرا بندوبست کرچکے ہو۔"

وہ دونوں چونک گئے۔ ایک نے پوچھا "کیسا بندوبست؟"

وہ بولی "مجھے گھمانے پھرانے اور تفریح کرانے کا بندوبست۔ میں جانتی ہوں، تم دونوں میرے لیے کتنے باؤلے ہورہے ہو۔ مجھے خوش کرنے کے لیے تم نے کچھ تو کیا ہی ہوگا۔"

"ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ آؤ چلو کار میں بیٹھو۔"

○☆○

کرشمہ ممبئی ائرپورٹ پہنچی ہوئی تھی۔ اعلان کیا جارہا تھا کہ امریکن ائرلائن کا طیارہ رن وے پر اترچکا ہے۔ بیکر برائٹ اسی طیارے سے آرہا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی "میں مسافروں کے ہجوم میں اسے پہچانوں گی؟"

بیکر نے اس کے اندر کہا "فکر نہ کرو۔ میں تمہیں لوں گا۔ میں دیکھ رہا ہوں، تم لگیج ہال کے سامنے کھڑی ہو اور مجھے دیکھ رہے ہو۔"

وہ بولی "یہ ٹیلی پیتھی کمال کی چیز ہے۔ پتا نہیں کرشمہ کو کیسے ہوا۔"

"مجھے جب بھی فرصت ملتی ہے۔ میں تمہارے بارے میں کر تمہارے خیالات پڑھتا رہتا ہوں اور تمہارا چہرہ بھی دیکھتا رہتا ہوں۔"

"یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ ویسے سچ سچ بتاؤ، میں غسل کرتی ہوں اور ایک لباس اتار کر دوسرا پہنتی ہوں، بھی میرے اندر چھپے رہتے ہو؟"

"نہیں۔ سچ کہتا ہوں۔ میں بہت شرمیلا ہوں۔ کسی سے فلرٹ نہیں کیا۔ تم پہلی لڑکی ہو، جو میری آئی ہے۔"

وہ چپ ہوگیا۔ کرشمہ انتظار کرنے لگی۔ دو کے بعد بولا "سوری امیگریشن کاؤنٹر کے ایک افسر سے کررہا تھا۔"

"اب تم لگیج ہال میں جاؤ گے۔ میں بے چ انتظار کررہی ہوں۔"

"لگیج ہال نہیں جاؤں گا۔ میرے پاس صر سفری بیگ ہے۔"

"تمہارا اور سامان نہیں ہے۔ اس کا مطلب آدھ دن کے لیے آئے ہو۔"

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں اپنے سا سامان لے کر نہیں چلتا۔ روٹی، کپڑا، مکان، دھن دو چیز کی جب ضرورت ہوتی ہے، میں ٹیلی پیتھی حاصل کرلیتا ہوں۔"

"بڑی عجیب اور دلچسپ ایڈونچرس لائف ہو۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کی بھی تجوری خالی بڑا مزہ آتا ہوگا۔"

"میرے ساتھ رہو گی تو ایسی زندگی گزارنے لیتی رہو گی۔"

"ارے اتنی دیر ہورہی ہے۔ تمہیں لگیج ہال رکنا ہے پھر کہاں رک گئے ہو؟ یہاں کیوں نہیں آ

"میں تو کب کا آچکا ہوں۔ تمہارے پاس ہوں۔"

اس نے چونک کر دیکھا۔ ایک قد آور خوب اس کے دائیں طرف کھڑا ہوا مسکرا رہا تھا۔ اس

ہاتھ بڑھایا۔ کرشمہ نے اپنا اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا "میرے اتنے قریب ہاتھ مجھے انتظار کرا رہے تھے۔"

"میں تمہیں دیکھتے ہی سحر زدہ ہوگیا تھا۔ بائی گاڈ بہت حسین ہو۔ میں نے میگزین میں تمہاری تصویریں دیکھی تھیں۔ تم اپنی تصویر سے اور میرے تصور سے زیادہ حسین ہو۔"

وہ خوش ہوکر مسکراتی ہوئی بولی "کم آن۔ یہاں کھڑے ہوکر عشق نہ کرو۔ باہر چلو۔"

وہ ساتھ چلتے ہوئے بولا "کہیں بھی چلو۔ ائرپورٹ ہو، یا ائرپورٹ، گھر ہو یا بازار میں عشق کرتا رہوں گا۔ کیونکہ ہزاروں میل دور سے عشق کرنے ہی آیا ہوں۔"

وہ عمارت کے باہر آئے۔ کرشمہ اپنی کار لائی تھی۔ بیکر اس کے ساتھ سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گیا اور بولا "کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں چلو۔"

وہ کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتی ہوئی بولی "میں نے جو ہوٹل کے ساحل پر ایک اپارٹمنٹ بک کرایا ہے۔ آج رات وہاں رہو۔ کل میرے ساتھ گوا چلو۔"

"گوا میں تمہاری ماں ہے۔ بھائی ہے اور سب سے بڑا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن بھیما ہے۔ جس کی آتما کلپنا کے اندر رہتی ہے۔"

"کلپنا مرچکی ہے۔ بھیما کی آتما وہاں سے بھاگ گئی ہے۔"

"وہ بھاگ کر کہاں جائے گی۔ وہیں آس پاس کسی کے جسم میں چھپی ہوگی۔"

"تم SORCERY اور WITCH CRAFT کے بارے میں نہیں جانتے ہو۔ کالے جادو کے ذریعے بھی آتما کنٹرول حاصل کی جاتی ہے۔ ایسی شکتی جاننے والے کو جب تک تازہ مردہ جسم نہیں ملتا، اس کی آتما بھٹکتی رہتی ہے۔ وہ آتما کسی زندہ آدمی کے اندر داخل نہیں ہوسکتی۔"

بیکر نے پوچھا "جب کلپنا مری تو آس پاس کے علاقوں میں بھی کسی کی موت ہوئی ہوگی۔ بھیما کو اس مرنے والے کے اندر جگہ مل گئی ہوگی۔"

"میں کیا جانوں کہ آس پاس کے علاقوں میں کتنے پیدا ہورہے ہیں اور کتنے مررہے ہیں۔ اتنا جانتی ہوں کہ ہماری کالونی میں سب زندہ سلامت ہیں اور وہ شیطان بھیما وہاں نہیں ہے۔"

"وہ دور جاکر بھی کسی کے جسم میں گھس کر واپس آسکتا ہے۔ میں یہاں تمہیں حاصل کرنے آیا ہوں۔ کوئی خطرہ مول لینے کی حماقت نہیں کروں گا اور دانشمندی یہ ہوگی کہ میں تمہارے گھر سے اور گھر والوں سے دور رہوں۔ کیا تم ضد کرو گی۔"

"بالکل نہیں۔ تم جہاں مطمئن رہو گے۔ میں وہاں تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

"میں تھوڑی دیر خاموش رہوں گا۔ تمہارے گھر میں پدمنی ہے۔ میں اس کے ذریعے تمہارے گھر کے حالات معلوم کررہا ہوں۔"

وہ پدمنی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ پچھلی رات سے اب تک اس گھر میں بڑی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اس گھر میں ایک مسلمان مہمان آیا تھا۔ وہ اچانک رات ہی کو کسی سے کچھ کہے بغیر کہیں چلا گیا ہے۔

پدمنی کے خیالات نے بیکر کو پہلے بھی بتایا تھا کہ وہاں شہباز نامی ایک مہمان آیا ہے اور وہ کرشمہ کو چاہتا ہے۔ بیکر نے کرشمہ کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ اسے شہباز سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور وہ اس کے چلے جانے سے مطمئن ہے۔ اس کے تمام خیالات اور جذبات بیکر کے لیے ہیں۔

بیکر نے پدمنی کے مزید خیالات پڑھے۔ پتا چلا، آج دوپہر تک جسونت زخمی حالات میں پڑا ہوا تھا۔ اب پچویشن بدل گئی ہے۔ جسونت توانائی حاصل کرچکا ہے۔ آرام سے چل پھر رہا ہے۔ اس کی جگہ اس کی ماں جمنا بیمار ہوکر بستر پر پڑی ہوئی ہے۔

بیکر کو یہ نئی بات معلوم ہوئی تھی۔ اس نے سوچا، جمنا بیمار ہے تو دماغی طور پر کمزور ہوگی۔ وہ اس کے دماغ میں جاسکے گا۔ اس کے خیالات پڑھ کر اور بہت کچھ معلوم کرسکے گا۔ یہ سوچ کر اس نے پدمنی کو جمنا کے پاس جانے پر مائل کیا۔ وہ اس کے کمرے میں آکر بولی "بڑی مالکن! اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

جمنا نے بڑی نقاہت سے کہا "تو جانتی ہے کہ میں بہت کمزور ہوں۔ آواز دے کر تجھے بلا نہیں سکتی۔ کسی ایک نوکر کو میرے دروازے پر بٹھانا تو چاہیے۔"

"میں ابھی کسی کو بٹھاؤں گی۔ میں نے چھوٹے مالک (جسونت) سے کہا تھا کہ وہ ڈاکٹر کو بلائیں مگر وہ کہتے ہیں، ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ٹھیک ہوجائیں گی۔ کل صبح تک چلنے پھرنے لگیں گی۔"

جمنا آنکھ بند کرکے سوچنے لگی۔ بیکر اس کی سوچ پڑھنے

لگا۔ ایک بہت بڑا راز کھل گیا کہ پچھلی رات جسونت مرچکا تھا۔ اس کے اندر بھیما کی آتما سما گئی۔ اس طرح اسے نئی زندگی مل گئی۔ یعنی اب جو جسونت تھا' وہ دراصل بھیما تھا۔ اس نے جمنا کو کمزوری کی دوا کھلانے کے بعد یہ راز ظاہر کیا تھا۔

اور اب جمنا مجبوری اور بے بسی کی حالت میں بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی "ہے بھگوان! میرا کیا بنے گا۔ جسے بیٹا سمجھ رہی تھی' وہ بیٹا نہیں ہے۔ میرا دشمن ہے۔ آئندہ وہ میرے بیٹے کے جسم میں رہ کر مجھے اسی طرح کمزور بناتا رہے گا۔ میں اسے قابو میں کرنے کے لیے کوئی منتر نہیں پڑھ سکوں گی۔ اس آتما کو اپنے بیٹے کے جسم سے نکالنے اور بھگانے کے لیے کالا جادو نہیں کرسکوں گی۔ میں تو اٹھنے بیٹھنے کے بھی قابل نہیں رہی ہوں۔"

بیکر برائٹ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ کرشمہ نے ایک اپارٹمنٹ کے سامنے کار روکی تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی "اس بلڈنگ میں ہمارا ایک اپارٹمنٹ ہے۔ تمہیں پسند آئے گا تو ہم کچھ روز یہاں رہیں گے پھر اپنے مستقبل کا پروگرام بنائیں گے۔"

وہ دونوں ایک اپارٹمنٹ میں آئے۔ کرشمہ نے کہا "یہ آرام دہ ہے۔"

اس نے اسے کھینچ کر اپنے بازوؤں میں جکڑتے ہوئے کہا "تم جہاں بھی رہو گی آرام ملتا رہے گا۔ میں تمہارے لیے آیا ہوں۔ انڈین ڈش پسند آئے گی تو ساتھ لے جاؤں گا۔"

پورس' کرشمہ کے دماغ میں تھا۔ ایسے رنگین لمحات میں اسے وہاں نہیں رہنا چاہیے تھا لیکن اس نے اخلاقی تقاضوں کو بالائے طاق رکھا۔ وہ دونوں بھی کون سے اخلاقی تقاضے پورے کررہے تھے؟

ایسے وقت مرد دیوانہ ہو کر عورت کی ہر بات مانتا ہے۔ کرشمہ نے پورس کی مرضی کے مطابق پوچھا "کیا مجھے انڈیا سے باہر لے جاؤ گے؟"

"لے جاؤں گا اور تم انکار نہیں کرو گی۔"

"میں تو تمہاری ہوں۔ دنیا کے آخری سرے تک جاؤں گی مگر معلوم تو ہو' کہاں لے جاؤ گے۔"

"میں نیویارک میں پیدا ہوا تھا۔ وہی میرا آئیڈیل شہر ہے۔ میں ساری زندگی وہاں رہوں گا۔ تم بھی وہاں رہو گی۔ میں چاہتا ہوں' ہمارے بچے بھی وہاں پیدا ہوتے رہیں۔"

"پیدا ہوتے رہیں کا مطلب یہ ہوا کہ تم زیادہ بچے چاہتے ہو؟"

"ہاں جتنے بھی ہوتے رہیں۔ ہم ہونے سے نہیں گے۔ جانتی ہو کیوں؟"

"بتاؤ گے تو جانوں گی۔"

"میں نیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بناؤں گا۔ بھی بچہ بارہ سال کا ہوگا۔ میں اسے ٹرانسفارمر گزار کر اس کے دماغ میں نیلی پیتھی کا علم بھر دوں نے بہت پہلے سے سوچ رکھا ہے۔ میں نیویارک سے شادی کرلوں گا۔"

پورس کو یہ معلومات حاصل ہوئیں کہ بیکر مستقل رہتا ہے اور اسے پتا ہے کہ ٹرانسفارمر خفیہ اڈے میں رکھی ہوئی ہے۔

کرشمہ نے اس کی مرضی کے مطابق بیکر ایک خوب صورت محل جیسے بنگلے کا تصور کرتی رہی تمہارا بنگلا ایسا ہے؟"

"ہاں تمہارے خیالوں اور خوابوں کے مطابق"

"نیویارک ایک گنجان آبادی والا شہر ہے۔ وہاں کہاں ہے؟"

"تم وہاں جاؤ گی تو معلوم ہوگا۔ مین ہٹن میں دولت مند ہی رہتے ہیں۔"

"میں وہاں ایک بار گئی تھی۔ مین ہٹن میں کہاں ہے؟"

"سیونتھ اسٹریٹ کا کارنر والا بنگلا ہے۔ بنگلے طرف خوب صورت باغیچہ ہے۔ تم وہاں جیسی تبدیلی چاہو گی' کرسکو گی۔"

"تم میری ماں' میرے بھائی اور میرے خاندان بارے میں بہت کچھ معلوم کرچکے ہو۔ مجھے بھی تمہارے رشتے داروں اور قریبی دوستوں کے بارے میں چاہیے۔"

"میرا کوئی سگا رشتے دار نہیں ہے۔ اور میں رشتے داروں کو اہمیت نہیں دیتا ہوں۔"

"تمہارے دوست احباب ہوں گے۔"

"ایسے خوب صورت لمحات میں کہاں کی باتیں لے ہو۔ صرف پیار کی باتیں کرو۔"

وہ بولی "ایسے ہی وقت عورت اپنے مرد سے ہے کہ اس سے اور قریب ہونے کے لیے اس کے اور مستقبل کی ساری باتیں جان لینا چاہتی ہے۔ نہیں جانتی ہوں کہ تم کوئی بزنس مین ہو یا خاندانی

ہو۔"

"ہم نیلی پیتھی جانتے ہیں۔ ہمیں دولت حاصل کرنے کے لیے کچھ کرنا نہیں پڑتا ہے۔"

"ہم کا کیا مطلب ہوا؟ کچھ اور لوگ بھی تمہارے ساتھ ہیں؟"

"ہاں میرے دو دوست ہیں۔ وہ بھی میرے بنگلے میں رہتے ہیں۔ جب ہماری شادی ہوجائے گی تو وہ دوسرے بنگلوز خرید لیں گے۔ بس اب فضول باتیں نہ کرنا۔ صرف جذبوں کو ہوا دینے والی باتیں کرو۔ ورنہ تمہارے منہ پر ٹیپ چپکا دوں گا۔"

اس بات پر وہ دونوں ہنسنے لگے۔ پورس اس کے دماغ سے چلا آیا۔ بڑی حد تک کام کی باتیں معلوم ہوچکی تھیں۔ پورس توقع کے خلاف بیکر کے علاوہ اس کے دو دوستوں تک پہنچ بھی سکتا تھا۔

اس نے فوراً ہی بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے رابطہ کرکے کہا "نیویارک میں ہمارے جو سراغ رساں ہیں۔ ان میں سے کسی کو میرے دفاع میں آنے کے لیے کہا جائے۔"

یہ کہہ کر وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ دس منٹ کے بعد ہی ایک سراغ رساں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "سر! میں حاضر ہوں۔"

پورس نے کہا "مین ہٹن کی سیونتھ اسٹریٹ کے کارنر میں ایک بنگلا ہے۔ بنگلے کے تین طرف باغیچہ ہے۔ اس بنگلے میں دو یا دو سے زیادہ افراد ہوسکتے ہیں۔ مجھے اس بنگلے کا نمبر معلوم نہیں ہے۔ تم معلوم کرو' کیا ایسا بنگلا وہاں ہے' جہاں دو یا دو سے زیادہ مرد رہتے ہوں؟"

"میں وہاں جارہا ہوں۔ صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے بیس منٹ لگیں گے۔"

"اپنے ساتھ اور دو ساتھیوں کو لے لو۔ میں انتظار کررہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ پورس کاٹیج سے باہر آکر ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گیا۔ رات کا وقت تھا لیکن سمندر کے ساحل پر بڑی بڑی ہیڈ لائٹوں کی روشنی دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہاں رات کو بھی دن نکل آیا تھا۔ وہاں کے ننگے حسن کو رات کے وقت بھی چھپنے نہیں دیا گیا تھا۔ ملکی اور غیر ملکی دولت مندوں کے لیے دنیا کے ہر ملک سے پرکشش ساحل تھا۔

ایک بوڑھے نے وہاں آکر پوچھا "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

پورس نے کہا "ابھی میرا ایک ضروری فون آنے والا ہے۔ آپ یہاں دس منٹ تک بیٹھ سکتے ہیں۔ مجھ سے جو کہنا ہے' کہہ سکتے ہیں۔"

"تم ایسی بے رخی سے کہہ رہے ہو' جیسے میں بھیک مانگنے آیا ہوں۔ اگر ضرورت سے مجبور نہ ہوتا تو یہاں نہ آتا۔"

"پلیز اپنی ضرورت بیان کریں۔"

"میری دوربین کام نہیں کررہی ہیں۔ تم اپنی دوربین دے سکتے ہو۔"

"ابھی تم نے کہا ہے کہ بھیک مانگنے نہیں آئے ہو پھر کیوں مانگ رہے ہو؟"

"یہ بھیک تو نہیں ہے۔ بھلا کوئی بھیک میں دوربین مانگتا ہے۔"

"اپنی ضرورت کی کوئی بھی چیز مانگنے والا بھکاری کہلاتا ہے۔ تمہیں روٹی اور پیسے کی بھوک نہیں ہے۔ یہ سب کچھ تمہارے پاس ہے۔ تمہیں جوانی کی پیاس ہے کیونکہ تمہارے پاس جوانی نہیں ہے۔ تمہاری بوڑھی آنکھوں پر عینک ہے۔ اس کے باوجود ساحل پر ہنستی کھیلتی بے لباس حسینائیں دھندلی دکھائی دیتی ہے۔ انہیں صاف طور سے دیکھنے کے لیے دوربین مانگ رہے ہو۔ وہ دوربین کے ذریعے آنکھوں کے قریب آئیں گی مگر تمہاری آغوش میں تو نہیں آجائیں گی۔"

اس بوڑھے نے سرد آہ بھر کر کہا "آہ! اگر ان میں سے کوئی آئے گی تو میں اس کی قیمت ادا کرکے اسے چھو سکوں گا۔ مگر اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکوں گا۔"

پورس نے کہا "جو اندھا دھن دولت لٹاتا ہے۔ وہ کنگال ہوجاتا ہے۔ جو دن رات جوانی خرچ کرتا ہے' وہ وقت سے پہلے بوڑھا ہوجاتا ہے۔"

"ہاں۔ میں جوانی میں کہا کرتا تھا کہ نت نئی حسیناؤں کے ساتھ راتیں گزارتا ہوں۔ میری کوئی رات خالی نہیں جاتی۔ اب گزری ہوئی جوانی پوچھتی ہے' کہاں گئیں وہ رنگین راتیں؟ آہ! ہر رات کسی بوڑھی چڑیل کی طرح مجھ پر مسلط رہ کر گزرتی ہے۔"

"بڑھاپے میں بھگوان یاد آتا ہے۔ تمہارے جیسے دولت مندوں کو وہ بھی یاد نہیں آتا۔ جوانی کی بگڑی ہوئی عادتیں بڑھاپے میں ستاتی ہیں۔ افسوس تمہیں دینے کے لیے میرے پاس دوربین نہیں ہے۔ میں جوان ہوں مگر میرے کاٹیج میں کوئی جوان حسینہ نہیں ہے۔ میں اپنی جوانی بہت سوچ سمجھ کر کبھی کبھی خرچ کرتا ہوں۔"

وہ کرسی سے اٹھ گیا پھر کچھ کہے بغیر سر جھکا کر چلا گیا۔
اس بار وہ ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ اسے دوربین نہیں ملی تھی۔ وہ قریب سے نظارہ کرنے جا رہا تھا۔
تھوڑی دیر بعد نیویارک میں رہنے والے سراغ رساں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "سر! مجھے ذرا دیر ہو گئی مگر میں نے تصدیق کی ہے۔ آپ کا بتایا ہوا بنگلا وہی ہے۔ یہ معلوم ہوا ہے کہ وہاں تین افراد رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہیں گیا ہے۔ دو وہاں موجود ہیں۔"
پورس نے کہا "پہلے اچھی طرح معلوم کرو' وہاں کتنے افراد ہیں؟ دو ہوں یا چار ہوں' انہیں قابو میں کرنا ہے۔ اگر انہیں قابو نہیں کر سکو گے تو ہم ایک بڑی کامیابی سے محروم ہو جائیں گے۔"
"انشاء اللہ ناکامی نہیں ہوگی۔ میں مزید دو ساتھیوں کو بلا رہا ہوں۔"
"یہ یاد رکھو' وہ سب ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ انہیں کسی بھی طرح دماغی طور پر کمزور کرو گے۔"
"سمجھ گیا سر! میں یہی کروں گا مگر اس کے لیے کچھ وقت چاہیے۔"
"دو چار گھنٹوں میں بہت کچھ کر سکتے ہو۔ میں تمہیں آٹھ گھنٹے دے رہا ہوں۔"
"تھینک یو سر! میں اتنی دیر میں ان کے تمام خاندان کو دماغی مریض بنا دوں گا۔"
وہ چلا گیا۔ پورس نے کرشمہ اور بیکر کی خبر لی۔ وہ دونوں ڈنر کے لیے کہیں باہر جا رہے تھے۔ پورس وہاں سے اٹھ کر کاٹیج میں آیا۔ وہ بھی غسل کرنے کے بعد کسی اچھی تفریح گاہ میں جا کر ڈنر کرنا چاہتا تھا۔
غسل کرتے وقت اس بوڑھے کا خیال آیا' جو دوربین مانگنے آیا تھا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ ساحل پر پہنچا ہوا ہے۔ بے چارے کو گزری ہوئی جوانی ستا رہی تھی۔ وہ منہ پھاڑ کر حسیناؤں کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے کسی نہ کسی حسینہ کو نگلنے ہی والا ہو۔ وہاں اور بھی کئی بوڑھے تھے' جو کسی نہ کسی گل بدن کے ساتھ ریت پر بیٹھے یا لیٹے ہوئے تھے۔ وہ بوڑھے پورے لباس میں تھے۔ ان کے ساتھ والیاں آدھے لباس میں بھی نہیں تھیں ہیڈ لائٹس کی روشنی میں آئینے کی طرح دمک رہی تھیں۔ ایسے آئینوں کے درمیان کوئی بوڑھا بے لباس ہو کر اپنے جسم کا کھنڈر دکھانا نہیں چاہتا تھا۔
ان کے برعکس جتنے جواں مرد تھے' وہ بڑی فخر سے اپنی نمائش کر رہے تھے۔ گا رہے تھے' بجا رہے تھے' ناچ رہے تھے' قہقہے لگا رہے تھے اور اپنی اپنی دلرباؤں کے ساتھ سمندر کی لہروں سے کھیل رہے تھے۔ اس بوڑھے نے دوسرے بوڑھے کے پاس آ کر کہا "ہیلو! تمہاری یہ ساتھی بہت حسین ہے۔ دولت سے جوانی خریدی جا سکتی ہے' خود کو جوان نہیں جا سکتا۔"
اس بوڑھے نے ناگواری سے پوچھا "کیا تم مجھے بوڑھا سمجھ رہے ہو؟ میں جوان ہوں۔"
"میں اپنے بڑھاپے کے آئینے میں دوسرے بوڑھوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ ہم صرف نمائش کے لیے لڑکیاں پھرتے ہیں۔ دنیا کو دکھاتے ہیں کہ ابھی ہم جوان ہیں مگر لڑکیاں جانتی ہیں کہ ہم اندر سے کتنے کھوکھلے ہیں۔ ڈھول پول ہیں۔ اندر سے خالی۔"
اس بوڑھے نے حسینہ سے کہا "میں اس بوڑھے کو ڈالوں گا۔ مجھے روک لو۔"
حسینہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے کہا "مجھے ایڈوانس دیا ہے۔ باقی رقم بھی ادا کر دو۔ پتا نہیں تم کتنی سانسیں رہ گئی ہیں۔ لڑنے سے پہلے ہی ہانپ رہے ہو۔"
پورس سے دوربین مانگنے والا بوڑھا ہنسنے لگا۔ وہاں سے دور جاتے ہوئے بڑبڑانے لگا "جب تک سانس رہتی ہے تب تک آس رہتی ہے کہ شاید جوانی کا ایک چھوٹا سا لمحہ واپس آ جائے مگر نہیں آتا۔ ہم دیکھتے رہتے ہیں اور للچاتے رہتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔"
وہ ریت پر چلتا ہوا سوچتا جا رہا تھا "میں ابھی اتنا بوڑھا نہیں ہوا ہوں۔ کسی کم سن حسینہ سے سودا کروں گا۔ اسے منہ مانگی رقم دوں گا۔ ٹھیک ہے کہ ہمارے دانت نہیں ہیں' چبا نہیں سکتے' مگر لذیذ کھانے کو دور سے دیکھ تو سکتے ہیں۔"
وہ جوانوں کے درمیان سے گزرتا جا رہا تھا۔ ایک سمندر کی بپھری ہوئی لہروں سے خوف زدہ ہو کر دوڑتی تھی۔ اچانک بوڑھے سے ٹکرا کر یوں گری کہ بوڑھا نیچے اور وہ اس کے اوپر چھا گئی۔ جوانی کا پورا بوجھ ڈال دیا۔
بڑی زور دار ٹکر ہوئی تھی۔ بوڑھے کے دیے گئے۔ وہ آندھی کی طرح اس پر آئی تھی۔ اسے جیسے دھندلا دیا تھا پھر سوری بولتی ہوئی اٹھ کر چلی گئی۔ وہ پڑا رہا۔ اس کے قریب اور اس سے دور جوانوں کی تھیں' مستیاں تھیں اور قہقہے تھے۔ کسی نے توجہ کہ ایک بوڑھا گرنے کے بعد کیوں نہیں اٹھ رہا۔ شاید یہ سمجھا جا رہا تھا کہ دوسرے لاپی بوڑھوں کی طرح وہ بھی ریت پر پڑا دیدے پھیلائے رنگینیاں دیکھ رہا ہے۔ اس کے دیدے پھیل کر ساکت ہو گئے تھے۔ پورس کی لہریں دماغ کی بوڑھی قبر سے نکل آئیں۔
جوانی! اری او جوانی! تجھ سے خدا سمجھے

ٹکر میں بڑھاپے کو کہاں پہنچا دیا؟

○☆○

جمنا بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ برسوں کی بیمار دکھائی دے رہی تھی۔ بیماری کوئی نہیں تھی۔ دراصل کمزوری کا دوسرا نام بیماری ہے۔ بیماری تب تک رہتی ہے' جب تک کمزوری رہتی ہے اور اسی کمزوری نے جمنا کو بستر پر پٹخ دیا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کمزوری کبھی دور نہیں ہوگی وہ آخری سانس تک اسی بستر پر پڑی' اپنے بیٹے جسونت کی اور بھیما کی محتاج رہے گی۔

پدمنی اس کے کمرے میں آتی تھی۔ اس کی خدمت کرتی تھی اور پوچھتی تھی "مالکن! میں کیا کروں؟ آپ کی کمزوری دور نہیں ہو رہی ہے۔ آپ کی بیماری کا پتا نہیں چل رہا ہے اور چھوٹے مالک (جسونت) ڈاکٹر کو بلانے سے منع کرتے ہیں۔"

اس نے سر کے اشارے سے پدمنی کو اپنے قریب بلایا۔ وہ قریب آکر اس پر جھک گئی۔ اس نے بڑی نقاہت سے کہا "میں لیٹے لیٹے منتر پڑھ سکتی ہوں۔ اتنی شکتی حاصل کرسکتی ہوں کہ اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے قابل ہوسکوں۔"

"پھر آپ منتر کیوں نہیں پڑھ رہی ہیں؟ آپ کو ابھی اور اسی لمحے سے پڑھنا چاہیے۔"

"میں نہیں پڑھ سکتی۔ جب بھی پڑھتی ہوں۔ وہ میرے دماغ میں آکر بھلا دیتا ہے۔"

"بھلا دیتا ہے؟ کون بھلا دیتا ہے؟ آپ کے دماغ میں کون آتا ہے؟"

"بھیما آتا ہے۔ وہی بھیما جو کلپنا کے اندر تھا۔ وہ میرے بیٹے کے اندر سما گیا ہے۔"

"آپ کے بیٹے کے اندر؟ یعنی چھوٹے مالک کے اندر؟ آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"ہائے پدمنی! میرا جسونت مرچکا ہے۔ وہ شہباز سے لڑتے وقت مرچکا تھا۔ بھیما کی آتما' کلپنا کے اندر سے نکل کر اس میں سما گئی تھی۔ جسونت مرنے کے بعد بھی زندہ ہوگیا۔ ہم سب دھوکا کھاتے رہے۔ اب اس نے مجھے کمزور بنانے کے بعد حقیقت بتائی ہے۔ وہ مکار ہے۔ میں کمزور رہوں گی۔ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گی۔"

"مالکن! یقین نہیں آرہا ہے کہ ایک بیٹا اپنی ماں کو نقصان پہنچا رہا ہے اور اس بیٹے کے اندر دشمن بھیما چھپا ہوا ہے۔ مجھے بتائیں' میں آپ کے لیے کیا کرسکتی ہوں؟"

جمنا نے سر گھما کر دیکھا۔ دروازے پر جسونت کھڑا اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ پدمنی اسے دیکھتے ہی سہم کر تیزی سے دور ہوگئی۔ وہ کمرے کے اندر آتے ہوئے بولا "میں اندر نہیں ہوں مگر اپنی پیاری ماں کے اندر رہ کر سب کچھ معلوم کرتا رہتا ہوں۔"

پدمنی سر جھکائے اسے دیکھ رہی تھی۔ جھجکتی ہوئی بولی "مالک! آپ تو سر سے پاؤں تک مالکن کے بیٹے دکھائی دے رہے ہیں۔ آپ مالکن کا شبہ دور کردیں۔"

"کیسے دور کروں؟"

"آپ ڈاکٹر کو بلائیں۔ ایک محبت کرنے والے بیٹے کی طرح ماں کا علاج کرائیں۔"

"یہ ماں نہیں' چڑیل ہے۔ میں بیٹا نہیں بھیما ہوں۔ اس سے ہمدردی کرے گی۔ اس کی باتوں میں آکر میرے خلاف کوئی کام کرے گی تو بے موت مرے گی کیونکہ تیرے بھی دماغ میں رہتا ہوں۔ آئندہ تجھے وہی کرنا ہے جو میں کہوں گا۔ چل جا یہاں سے۔"

وہ سر جھکا کر فوراً ہی وہاں سے چلی گئی۔ بھیما نے جمنا کے قریب آکر کہا "تیرے اندر کی کوئی بات چھپی نہیں رہے گی۔ میں جانتا ہوں تو پدمنی کو اپنے ایک چیلے کے پاس بھیجے گی۔ وہ چیلا تیرے لیے منتر پڑھتا رہے گا تو تیری کمزوری دور ہوجائے گی۔ مگر نہیں ہوگی۔ تو اسی بستر پر مرے گی۔"

"تو پھر مجھے مار ڈال۔ تو نے مجھے زندہ کیوں رکھا ہے؟ کیا چاہتا ہے؟"

"میں تجھے اور زیادہ کمزور نہیں بناؤں گا۔ آج رات بجے یعنی تین گھنٹے کے بعد میں منتروں کا جاپ کروں گا۔ تیرے اندر تھوڑی توانائی پیدا کروں گا پھر تیرے دماغ میں جما کر تیری سانس روک دوں گا۔ تو مرجائے گی۔"

"میں سمجھی نہیں' مجھے مارنا ہی ہے تو میرے اندر کیوں پیدا کرے گا؟"

"اس لیے کہ تیرے بیٹے کے اس جسم سے نکل کر تیرے اندر سما جاؤں۔"

"کیا؟ تو پھر مرد سے عورت بنے گا؟"

"ہاں تیرے اندر سما کر وہ تمام خطرناک کالے علوم رہوں گا' جو تو نے تیس برسوں کی تپسیا کے بعد حاصل کیے ہیں۔ میں وہ سب کچھ چند دنوں میں سیکھ کر آتما تپسیا کروں گا پھر کسی گبھرو جوان کے جسم میں سما جاؤں گا۔ دے۔ میں اپنا تمام کالا جادو تجھے سکھا دوں گی۔"

"میں کیسے یقین کروں؟ مجھے الٹے سیدھے منتر نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"میں اپنے مرے ہوئے بیٹے کی قسم کھاتی ہوں۔ تجھے دھوکا نہیں دوں گی۔"

"تجھ سے سیکھنے میں برسوں گزر جائیں گے لیکن جب میرا جسم اور تیرا دماغ میرا ہوگا تو تیرے دماغ میں چھپے ہوئے تمام کالے جادوؤں میں ڈوبا رہوں گا۔ برسوں کے علوم چند گھنٹوں میں حاصل کرلوں گا۔ اب یہاں چپ چاپ پڑی رہ۔ تین گھنٹے کے بعد اس بستر پر تو نہیں رہے گی۔ میں ہو جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ ہنستا ہوا چلا گیا۔ جمنا بے بسی سے پڑی رہی۔ اس نے کالے علوم کے ذریعے بڑے بڑے جادوگروں پر قدرت حاصل کی تھی۔ اب کم تر درجہ کا ایک چیونٹی کی طرح مرنا نہیں چاہتی تھی۔ ایسے وقت پورس اور بیکر برائٹ اس کے بارے میں سوچتے مگر خاموش تھے۔ پورس سمجھ رہا تھا کہ بیکر اپنی ہونے والی ساس کی فکر لے رہا ہوگا اور شاید وہ کچھ کرے گا۔

بیکر دعائی طور پر حاضر ہوگیا۔ کرشمہ نے ایک جگہ کار روکی تھی۔ بیکر نے پوچھا "یہ ہوٹل نہیں ہے۔ شاپنگ سینٹر ہے۔ کیا ڈنر نہیں کرو گی؟"

وہ بولی "ابھی چلتے ہیں۔ میں نے ایک نیکلس دیکھا تھا۔ مجھے بہت پسند ہے۔ مجھے وہ نیکلس خرید کر دو۔ تم نے کہا ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے نہ سامان رکھتے ہیں' نہ ان کی جیب میں کرنسی ہوتی ہے پھر بھی ضرورت کی ہر چیز بڑی آسانی سے حاصل کرلیتے ہیں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں مجھے نیکلس کیسے ملے گا؟"

وہ کار سے اترتے ہوئے بولا "اچھا میری ٹیلی پیتھی کا کمال دیکھنا چاہتی ہو؟"

وہ کار لاک کرتی ہوئی بولی "دکھاؤ گے تو دیکھوں گی۔ کم آن۔"

وہ دونوں ایک جیولری کی دکان کی طرف جانے لگے۔ بیکر نے کہا "پہلے تم دکان میں جاؤ۔ نیکلس دیکھو اور قیمت پوچھو۔ میں بعد میں آؤں گا۔"

"تیار رقم حاصل کرنے کہیں جا رہے ہو؟"

"میں کچھ سمجھا۔ پندرہ بیس منٹ میں آجاؤں گا۔"

وہ اسے چھوڑ کر تنہا چلتی ہوئی ایک دکان میں آگئی۔ اس نے نیکلس پسند کیا تھا۔ وہ شوکیس میں رکھا ہوا تھا۔ دکان دار سے پوچھا "کیا میں اسے آزما سکتا ہوں؟"

دار نے انگلی سے اشارہ کرتی ہوئی بولی "اس نیکلس کی کیا قیمت ہے؟"

"پورے ڈیڑھ لاکھ کا ہے۔ اصلی ہیرے ہیں۔"

"پلیز' اسے نکال کر دکھائیں۔"

دکان کے مالک نے ملازم سے کہا "شریمتی کو یہ نیکلس دکھاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ ملازم شوکیس کے اندر سے وہ نیکلس نکال کر دکھانے لگا۔ کرشمہ آئینے کے سامنے اسے پہن کر دیکھنے لگی۔ ملازم نے کہا "بہت خوب صورت لگ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے' یہ خاص طور پر آپ ہی کے لیے بنایا گیا ہے۔"

دکان کا مالک بھی واپس آکر تعریف کرنے لگا۔ وہ بولی "مجھے بھی بہت پسند ہے مگر قیمت زیادہ ہے۔"

بیکر نے اس کے پاس آکر کہا "جب مال اچھا ہے تو قیمت نہیں گرانا چاہیے۔ آپ اس کی رسید لکھ دیں۔"

اس نے جیب سے ڈیڑھ لاکھ نکال کر سامنے رکھ دیے۔ کرشمہ حیرانی سے بیکر کو دیکھنے لگی مگر خاموش رہی۔ جب وہ نیکلس کی رسید لے کر باہر آئے تو اس نے پوچھا "تمہارے پاس اتنی بڑی رقم نہیں تھی۔ اتنی جلدی کہاں سے لے آئے؟"

وہ دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ بیکر نے کہا "میں تمہارے اندر تھا۔ جب دکان کے مالک نے قیمت بتائی تو میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر قبضہ جمالیا۔ اس نے دکان کے دوسرے حصے میں جاکر تجوری کھولی۔ اس میں سے ڈیڑھ لاکھ روپے نکالے پھر دکان کے پچھلے دروازے سے باہر آکر مجھے دیے۔ میں نے رقم لی۔ وہ واپس تجوری کے پاس گیا میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ تجوری کے پاس کیوں آیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے غائب دماغ ہوگیا تھا۔"

کرشمہ خوشی سے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم تو میری ماں سے بھی بڑے جادوگر ہو۔ ویسے تجوری سے زیادہ مال نکلوانا چاہیے تھا۔ صرف ڈیڑھ لاکھ کیوں نکالے۔ میں کچھ اور زیورات خرید لیتی۔ یہ بتاؤ' ہار کیسا لگ رہا ہے؟"

"اسے پہن کر تمہارے حسن کو چار چاند لگ گئے ہیں۔"

"تم نے اس کے سیف سے اور دو چار لاکھ کیوں نہیں نکلوائے؟"

"جتنی ضرورت تھی' اتنی لی۔ زیادہ لے کر جیب میں رکھتا تو وزن لیے پھرتا۔"

وہ کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتی ہوئی بولی "عجیب آدمی ہو' دولت کو بوجھ سمجھتے ہو۔ تم نے یہ نہیں سوچا ابھی ڈنر

کریں گے اور تفریح بھی کریں گے۔"

"ہاں کرتے رہیں گے۔ ٹیلی پیتھی کے نادیدہ ہاتھوں سے رقم حاصل ہوتی رہے گی۔"

"سمجھ گئی۔ ٹیلی پیتھی نادیدہ چیک ہے۔ کسی کی بھی تجوری میں کیش ہو جاتا ہے۔"

وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں پہنچ گئے۔ بیکر نے کہا "میں یہاں اس لیے آیا ہوں کہ دیسی بدیسی کھانے ملتے ہیں۔ تمہارے دیس کی ڈش پسند نہیں آئے گی تو اپنے دیس کی ڈش کھانے کو مل جائے گی۔ بائی دا وے تم بہت لذیذ ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "شٹ اپ۔ شریر کہیں کے۔ کیا میں کھانے کی چیز ہوں؟"

"کھانے کی نہیں، چکھنے کی چیز ہو۔ جتنا چکھتے جاؤ، بھوک بڑھتی جاتی ہے۔"

"تم بہت بدمعاش ہو۔ ائرپورٹ میں کہہ رہے تھے کہ شرمیلے ہو۔ جھوٹے کہیں کے۔"

وہ دونوں ڈائننگ ہال میں آکر ایک میز کے اطراف آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ دوسری قریبی میز پر ایک رئیس اعظم دو لڑکیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا کبھی اونچی آواز میں بول رہا تھا۔ کبھی قہقہے لگا رہا تھا۔ بیکر اس کے دماغ میں پہنچ گیا پھر واپس آکر بولا "میں ذرا ٹائلٹ جا رہا ہوں۔ تم اپنی پسند کے کھانوں کا آرڈر دو۔"

وہ اٹھ کر جانے لگا۔ دوسری میز سے وہ رئیس بھی اٹھ کر جا رہا تھا۔ کرشمہ نے ویٹر کو بلایا پھر مینو پڑھ کر کھانوں کا آرڈر دینے لگی۔ ویٹر آرڈر نوٹ کر کے چلا گیا۔ بیکر دس منٹ کے بعد ہی واپس آگیا۔ اپنی کرسی پر بیٹھ کر بولا "میز کے نیچے سے ہاتھ بڑھا کر رقم لو اور اپنے پرس میں رکھ لو۔"

کرشمہ نے میز پر سے اپنا پرس اٹھایا پھر دونوں ہاتھ میز کے نیچے لے گئی۔ بیکر نے بڑے نوٹوں کی ایک پتلی سی گڈی اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا "یہ بیس ہزار ہیں۔ اس کمبخت کے پاس اتنے ہی تھے۔"

ہوہ رقم لے کر پرس میں رکھتی ہوئی بولی "وہ کم بخت کون ہے؟"

وہ دوسری میز والا بھی اپنی جگہ واپس آنے لگا پھر اس نے ان کے قریب رک کر کرشمہ سے کہا "خوب صورتی کی قدر نہ کی جائے تو یہ سراسر زیادتی ہوگی۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ نیکلس زیادہ خوب صورت ہے یا تم؟"

وہ مسکرا کر بولی "تعریف کا شکریہ۔"

وہ بیکر سے بولا "میں نے تمہاری ساتھی کے حسن کی تعریف کی ہے۔ تم نے مائنڈ تو نہیں کیا؟"

بیکر نے فراخ دلی سے کہا "NOT AT ALL"

وہ اپنی ساتھی لڑکیوں کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ بیکر کرشمہ سے کہا "میں نے اسی حسن کی تعریف کرنے والی جیب خالی کی ہے۔ یہ ابھی بے خبر ہے۔"

ویٹر کھانے کی ٹرالی لے آیا۔ میز پر ڈشیں رکھنے لگا بولی "میں نے خالص ہندوستانی کھانے منگوائے ہیں۔ دیکھو۔ پسند نہ آئے تو اپنی مرضی سے منگوا لینا۔"

ویٹر چلا گیا۔ بیکر نے کہا "انڈین لوگ مرچیں اور مسالہ کھاتے ہیں۔ مجھ سے مرچیں برداشت نہیں ہوتیں۔"

"میں نے مرچیں ڈالنے سے منع کیا تھا۔ ذرا سی سہی۔"

وہ کھانے لگا پھر کہنے لگا "اچھا ہے۔ مزے دار ہے۔ یہی کھاؤں گا۔"

وہ دوسری میز پر ویٹر بل لایا تھا۔ وہ شخص حیرانی سے جیبیں ٹٹول رہا تھا اور کہہ رہا تھا "پورے بیس ہزار تھے۔ میری جیب میں تھے۔ کہاں گئے؟"

اس کی میز پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے کہا "اتنی بڑی رقم جائے گی تم واش روم گئے تھے۔ کیا وہاں کوئی جیب کترا گھس گیا تھا؟"

"واش روم میں میرے قریب کوئی نہیں آیا تھا۔ کسی نے جیب نہیں کاٹی ہے پھر بھی جا کر دیکھتا ہوں۔ شاید دھیان گر پڑی ہو۔"

وہ ادھر جانے لگا۔ دوسری لڑکی نے کہا "اتنی بڑی رقم وہاں پڑی نہیں ہوگی۔ جس کی نظر پڑی ہوگی وہ اٹھا کر لے گیا ہوگا۔"

ویٹر وہاں سے چلا گیا۔ وہ شخص واش روم سے واپس آکر ان لڑکیوں سے بولا "تم کھانے کا بل ادا کرو۔ میں ابھی آتا ہوں میں پہنچ کر تمہاری رقم ادا کروں گا۔"

ایک لڑکی نے کہا "کھانے اور شراب کا بل سولہ سو روپے کا ہے۔ میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے۔"

دوسری لڑکی نے کہا "میرے پاس بھی نہیں ہے۔ کشور! ہماری بڑی بے عزتی ہوگی۔"

ویٹر کے ساتھ منیجر آیا۔ اس نے پوچھا "کیا پرابلم ہے؟"

کشور نے کہا "یہاں میری جیب کٹ گئی ہے۔"

منیجر نے کہا "پلیز ہمارے ہوٹل کو بدنام نہ کریں۔ ہیر کبیر اور معزز لوگ آتے ہیں۔ میں نے دیکھا کھانے سے پہلے خوب پی رہے تھے۔ آپ کو اتنی پینا کہ اپنی جیب کا خیال رکھ سکیں۔"

کشور نے کہا "آپ زیادہ نہ بولیں۔ میں ابھی گھر سے لا کر رقم ادا کروں گا۔"

کرشمہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پرس سے ہزار ہزار کے دو نوٹ نکال کر کہا "مسٹر! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں بل ادا کر رہی ہوں۔"

کشور نے کہا "آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔ میں فون کے ذریعے ابھی لاکھوں روپے یہاں منگوا سکتا ہوں۔"

وہ ویٹر کو دو نوٹ دے کر بولی "اسے ادھار سمجھ کر رکھ لو پھر کبھی مجھے واپس کر دینا۔"

کشور اپنا وزیٹنگ کارڈ اسے دیتے ہوئے بولا "تھینک یو۔ یہ میرا پتا ہے فون نمبر بھی ہے۔ آپ جب چاہیں، چلی آئیں۔ پلیز مجھے بھی اپنا پتا بتائیں۔"

بیکر نے کہا "یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ ہم خود آپ سے ملنے آئیں گے۔"

وہ دونوں لڑکیوں کے ساتھ چلا گیا۔ کرشمہ اور بیکر اپنی میز پر آگئے۔ وہ بولی "تمہارے ساتھ بڑی دلچسپ زندگی گزرے گی۔ تم ٹیلی پیتھی کے کمالات دکھاتے رہو گے اور میں تماشے دیکھتی رہوں گی۔"

"تم نے بھی کمال کیا ہے۔ میں نے اس کی جیب خالی کی مگر تم نے کھانے کا بل ادا کر کے اس کا جوتا اس کے سر پر مارا ہے۔"

وہ دونوں ہنستے ہنستے کھانے لگے اور کھاتے کھاتے ہنسنے لگے۔

پورس بھی دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ ہنسی اس لیے آرہی تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کرشمہ کا گھر دیکھ لیا تھا۔ ایک کے بعد ایک آتے جا رہے تھے۔ پہلے بھیما، کلپنا کے ساتھ سمارا اس گھر میں آیا پھر ائرپورٹ میں پورس نے کرشمہ سے دوستی کی اور اسی وقت اسے معلوم ہوا کہ اس حسینہ کے دماغ میں ایک اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا آتا ہے اور وہ اجنبی بیکر وائٹ تھا۔ پورس کو جمنا اور بھیما کے جھگڑے سے دلچسپی تھی۔ وہ اس جھگڑے کا نتیجہ معلوم کرنے کے لیے جمنا کے دماغ میں پہنچا تو انکشاف ہوا کہ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے کمزور دماغ میں گھس آیا ہے۔

جمنا نے پوچھا "کیا تم بھیما ہو؟ تمہاری آواز اور لہجہ کیوں بدل گیا ہے؟"

"میں بھیما نہیں ہوں۔ تمہیں اس مکار سے نجات دلانے آیا ہوں۔"

دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔ مجھے کسی طرح اس کتے سے بچاؤ۔ میں باقی زندگی تمہارے چرنوں میں رہ کر گزار دوں گی۔"

"جمنا کماری! تم جتنی خطرناک جادوگرنی ہو، اتنی ہی زیادہ مکار ہو۔ بھیما سے نجات حاصل کرتے ہی میرے لیے مصیبت بن جاؤ گی۔ میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔"

"مجھ سے ڈرتے ہو تو مجھے اپنا ٹائر کرو۔ اپنی معمول اپنی رکھیل بنا لو مگر مجھے بچا لو۔"

"میرے پاس تنویمی عمل کرنے کا وقت نہیں ہے۔ تمہارا بیٹا جسونت یعنی بھیما اپنے کمرے میں جوان نوکرانی کے ساتھ وقت گزار رہا ہے۔ ابھی تم سے غافل ہے مگر کسی وقت بھی آسکتا ہے۔ ابھی میں صرف تمہاری کمزوری دور کر رہا ہوں۔ پدمنی میری آلہ کار بن کر آئے گی اور تمہیں کھانے کے لیے ایک دوا دے گی۔ میری دوا اور اپنے منتروں سے تم شکتی حاصل کر لو گی۔ منتر پڑھنا شروع کرو۔ ابھی پدمنی آرہی ہے۔"

وہ فوراً ہی منتر پڑھنے لگی۔ وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ پورس خیال خوانی جاری نہ رکھ سکا۔ نیویارک کے سراغ رساں نے آکر کہا "سر! اس بنگلے میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ایک کا نام آندرے اور دوسرے کا نام سائمن ہے۔ وہ دونوں قابو میں نہیں آرہے تھے۔ مجبوراً گولی چلا کر انہیں زخمی کرنا پڑا۔"

پورس نے پوچھا "تم سب اسی بنگلے میں ہو؟"

"نہیں سر! ہم نے ان کی مرہم پٹی کی ہے۔ ان کے خیالات پڑھ چکے ہیں۔ وہ پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست ہیں۔ ایک دوست کسی انڈین لڑکی سے شادی کرنے انڈیا گیا ہے۔ اس کا نام بیکر برائٹ ہے اور باقی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے لندن میں ہیں۔"

پورس نے کہا "بیکر برائٹ میرا ٹارگٹ ہے۔ تم آندرے اور سائمن کے دماغ سے لندن کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کرو پھر انہیں ہمارے لندن کے سراغ رسانوں کے حوالے کرو۔ وہ انہیں ٹریپ کریں گے۔"

"آل رائٹ سر! ان پانچوں نے تمام امریکی اکابرین اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول اور محکوم بنا رکھا ہے۔ وہاں کی ٹرانسفارمر مشین پر ان کا قبضہ ہے۔"

"جب تک چین میں ٹرانسفارمر مشین تیار نہ ہو، تب تک ان اکابرین اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے شکنجے میں رکھو۔ ہمارا یہ اصول رہا ہے کہ ہم کسی دشمن کو اپنا محکوم بنا کر

نہیں رکھتے بعد میں انہیں شکنجے سے رہا کردیا جائے گا۔ بہتر ہے ان دشمنوں کے اور ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں جناب تبریزی سے ہدایات حاصل کرو۔"

"آل رائٹ سر! میں جارہا ہوں۔ پورس کانیج سے نکل کر اسے لاک کرکے ساحلی سڑک پر آیا پھر ایک سائیکل رکشا پر بیٹھ کر بولا "چلو، مجھے یہاں کی سیر کراؤ۔"

انسان اپنے دو پیروں سے تین پہیوں والے رکشے چلاتے ہیں اور اپنے جیسے انسانوں کا بوجھ کھینچتے ہوئے انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں۔ ہندوستان اور بنگلا دیش کے چھوٹے بڑے شہروں میں غریب مزدور دو وقت کی روٹیوں کے لیے جانوروں کی طرح رکشا کھینچتے رہتے ہیں۔

پورس نے رکشا چلانے والے سے کہا "تم بوڑھے ہو اور میں جوان ہوں۔ میرا بوجھ اٹھائے جارہے ہو۔ یہ انسانیت کے خلاف ہے۔ بہتر ہے رکشا روکو۔ میں اتر جاؤں گا۔"

"بابوجی! آپ اتر جائیں گے تو مجھ جیسے غریب پر ظلم ہوگا۔ آپ کی طرح سب ہی مجھ پر رحم کھاتے رہیں گے تو میں بیوی بچوں کے ساتھ بھوکا مرجاؤں گا۔"

"میں تمہارے رکشے پر نہیں جاؤں گا مگر تمہیں پیسے دوں گا۔ رکشا روکو۔"

"نہیں بابوجی! اگر میں مزدوری نہیں کروں گا اور سب ہی میرے بڑھاپے پر ترس کھا کر پیسے دیتے رہیں گے تو پھر میں مزدور نہیں رہوں گا۔ بھکاری کہلاؤں گا۔"

آگے ایک بہت خوب صورت گارڈن ریستوران نظر آرہا تھا۔ پورس نے کہا "وہاں روکو۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

اس نے رکشا روک دیا۔ پورس نے اتر کر ایک ہزار کا نوٹ دیا۔ وہ بولا "بابوجی! پتا نہیں کتنے برس گزر گئے۔ اتنا بڑا نوٹ کبھی ہاتھ میں نہیں آیا۔ میرے پاس اس کا چھٹا نہیں ہے۔ آپ دکان والوں سے چھٹا لے کر میرے کو تین روپے دے دیں۔"

پورس نے ہزار ہزار کے اور دو نوٹ نکال کر کہا "یہ لو۔ یہ تمہارے لیے تین ہزار ہیں مگر میرے لیے تین روپے ہیں۔ میں تین روپے دے رہا ہوں۔"

اس نے ان تین نوٹوں کو بوڑھے کی جیب میں ٹھونس دیا۔ بوڑھا ایک دم سے قدموں میں گر کر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے بھگوان کا اوتار کہنے لگا اسے دعائیں دینے لگا۔ اس نے اسے قدموں سے اٹھاتے ہوئے کہا "جاؤ، بھگوان کے سامنے جا کر جھکو۔"

وہ پلٹ کر گارڈن ریستوران میں آگیا۔ وہ بہت خوب صورت جگہ تھی۔ بڑا ہی رومانی ماحول تھا مگر وہاں کوئی جوڑا شاید نہیں تھا۔ ہر حسن خریدا ہوا تھا اور خریدار دولت کے بل پر عارضی عشق فرما رہے تھے۔

وہ ایک میز پر آکر بیٹھ گیا۔ وہاں کسی بھی میز پر کوئی نہیں تھا۔ سب جوڑے جوڑے تھے۔ ایسی جگہ پورس تنہا رہ سکتا تھا۔ وہاں تین حسینائیں آگئیں۔ ایک نے "یہاں تنہا مرد احمق دکھائی دیتا ہے۔"

دوسری نے کہا "میں یہاں کی FAVOURITE ہوں انڈین کرنسی میں PER NIGHT بارہ ہزار لیتی ہوں۔"

تیسری نے کہا "میری VALUE بھی کم نہیں ہے۔"

پورس نے کہا "اس طرح تم تینوں کے چھتیس (۳۶) ہزار بنتے ہیں لیکن میں خیرات ربن کر تمہارے پاس نہیں آیا تم بکنے کے لیے میرے پاس آئی ہو۔ اس طرح بھاؤ کرجاؤ میں چھتیس (۳۶) ہزار نہیں، چھ (۶) روپے دوں گا۔"

"وہاٹ؟" ایک حسینہ غصے سے بولی "تم ہماری انسلٹ کررہے ہو۔"

وہ "اونہہ" کہہ کر جانے لگی۔ پورس اس کے دامن تک پہنچا تو وہ چند قدم جانے کے بعد رک گئی۔ پلٹ کر واپس آگئی۔ پورس نے کہا "چھ روپے کے حساب سے تم میں سے ہر ایک کو دو دو روپے ملیں گے۔ میں اپنی میز پر دستی پلاؤں گا۔ کھانا کھلاؤں گا پھر تم تینوں کو رخصت کردوں گا۔"

ایک نے کہا "کیا اپنے ساتھ نہیں لے جاؤ گے؟"

کمرے میں میری دھرم پتنی ہے۔ تم تینوں کو جوتیوں سے مارے گی۔"

دوسری نے کہا "کبھی کبھی ہمیں خریدار نہیں ملتا۔ رات خالی جاتی ہے۔ ہمارا پرس خالی رہ جاتا ہے۔ کوئی والا نہیں ملتا۔ ہم پیاسی رہ جاتی ہیں۔"

تیسری نے کہا "تم ہمیں پلانا چاہتے ہو۔ ابھی وقت ہے۔ کوئی قدر دان نہیں ملے گا تو میں پینے کے تمہارے پاس ضرور آؤں گی۔"

دوسری نے کہا، وہ بھی آئے گی پھر وہ تینوں چلی گئیں۔ ویٹر نے آکر پوچھا "کیا پئیں گے۔ گوا کی بہترین شراب امپورٹڈ بھی ہے۔"

"ہم صرف کھانا چاہتا ہوں۔"

"کیا کہہ رہے ہیں صاحب؟ آپ نے لڑکیوں کو رخصت کردیا۔ شراب بھی نہیں پینا چاہتے۔ سب لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں کیونکہ یہاں پبندت نہیں آتے۔"

"تم کہتے ہو تو چار امپورٹڈ لے آؤ۔"

ویٹر نے حیرانی سے پوچھا "چار بوتل (بوتلیں)؟"

"ہاں ہیں تو آٹھ بوتلیں، دس بوتلیں لے آؤ۔ اسے سمجھے۔"

اس نے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر دیتے ہوئے کہا "یہ بیس ہزار ہیں۔ کاؤنٹر پر جمع کرو اور بوتلیں لے آؤ یہاں جتنے لوگ ہیں ان سے کہہ دو کہ میں اس میز پر تنہا آٹھ بوتلیں پی رہا ہوں۔ جسے یقین نہ ہو، وہ مجھے دیکھے۔ شرط لگائے۔ میں ہار جاؤں گا تو بیس ہزار دوں گا۔ جیت جاؤں گا تو یہاں کے سب لوگ میری میز پر پانچ پانچ ہزار ڈالا کر رکھیں گے۔"

ویٹر بیس ہزار روپے لے کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد لاؤڈ اسپیکر سے کہا جانے لگا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! ابھی آپ ایک عجوبہ تماشا دیکھنے والے ہیں۔ ایک صاحب یہاں تشریف لائے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ تنہا آٹھ بھری ہوئی امپورٹڈ وہسکی کی بوتلیں پی لیں گے۔ آٹھ بوتلیں ان صاحب کے سامنے اتاری جارہی ہیں۔ آپ ابھی انہیں دیکھ لیں گے۔"

عورتیں اور مرد سر اٹھا کر دور دور تک اس دعویٰ کرنے والے کو اپنی نظروں سے تلاش کرنے لگے۔ اعلان کرنے والا کہہ رہا تھا "آپ شرط لگائیں کہ وہ تنہا آٹھ بوتلیں پی سکے گا یا نہیں۔ جنہیں یقین ہے کہ ایک شخص تنہا اتنی ساری وہسکی پی لے گا۔ ایسے حضرات شرط نہ لگائیں۔ جنہیں یقین ہے وہ پانچ پانچ ہزار کی شرط لگائیں۔ ان کے ہارنے پر رقم نہیں ملے گی۔ جیتنے پر ان کی رقم کے ساتھ انعام بھی ملے گا۔"

ویٹر ایک ٹرالی میں آٹھ بوتلیں رکھ کر پورس کی طرف لے گیا۔ اس کی نظریں ٹرالی کے ساتھ پورس تک پہنچ رہی تھیں۔ دور کی میزوں پر بیٹھے ہوئے تھے، وہ کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے۔ ایک نے مائیک کے پاس آکر کہا "کوئی بوتل شربت نہیں پی سکتا، یہ شراب کیا پیے گا؟ یہ تو چل بھی نہیں پائے گا۔ دوسری بوتل خالی کرنے سے پہلے ہی پلیٹ جائے گا۔"

حاضرین کے جملوں پر سب ہنسنے لگے۔ اناؤنسر نے کہا "آپ ہنسیں نہیں۔ ہم آپ کو خوش کرنے کے لیے یہ تماشا دکھا رہے ہیں اور شرط کے پانچ ہزار روپے کے ساتھ لگوائے جائیں تاکہ انعام کے ساتھ یہ رقم آپ کو ملے۔"

لوگ اناؤنسر کے پاس جارہے تھے اور شرط کی رقم دے کر اپنے نام لکھوا رہے تھے۔ آخر اناؤنسر نے کہا "آپ سب دل والے ہیں۔ آپ نے دل کھول کر شرط لگائی ہے۔ اب تک ڈھائی لاکھ روپے جمع ہوچکے ہیں۔ آٹھ بوتلیں پینے کا دعویٰ کرنے والے نے اپنا نام دیوا شنکر بتایا ہے۔ اگر مسٹر دیوا شنکر بازی جیت لیں گے تو یہ ڈھائی لاکھ روپے انہیں دے دیے جائیں گے۔"

پورس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک بوتل کو اٹھا کر فضا میں بلند کیا۔ گارڈن ریستوران کے باہر وہ بوڑھا رکشا والا کھڑا ہوا تھا۔ وہ تالی بجانے لگا۔ سب نے اس بوڑھے کو ناگواری سے دیکھا۔ پورس نے بوتل ہاتھ میں لے کر مائیک کے پاس آکر کہا "میں اعلان کرتا ہوں کہ آپ کے ڈھائی لاکھ جیتنے کے بعد یہ ساری رقم اس باہر کھڑے ہوئے بوڑھے کو دوں گا کیونکہ اس نے تالی بجا کر میرا حوصلہ بڑھایا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے بوتل منہ سے لگائی پھر غٹاغٹ پینے لگا۔ جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ بہت عرصہ پہلے پورس نے زہریلی ناصرہ کے ساتھ زندگی گزاری تھی اور رفتہ رفتہ اس کے زہر کا عادی ہوگیا تھا۔ اس پر کسی زہریلے سانپ کے ڈسنے کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ زہر دنیا کا آخری خطرناک نشہ ہے۔ جو اس نشے کو برداشت کرلیتا ہے۔ اس کے لیے شراب پانی ہوجاتی ہے۔ جتنی بھی پیتے رہو، وہ سادہ پانی کی طرح حلق سے اترتی رہتی ہے۔

پورس نے وہ بوتل خالی کی۔ اسے ایک طرف پھینکا پھر اپنی میز اور شراب کی ٹرالی کی طرف جانے لگا۔ سب لوگ اسے توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ ایک پوری بوتل پینے کے بعد مدہوشی میں آدمی اپنا توازن قائم نہیں رکھ سکتا۔ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکتا لیکن پورس ایک ذرا سا لڑکھڑائے بغیر چلتا ہوا ٹرالی کے پاس آیا پھر دوسری بوتل اٹھا کر اسے کھول کر پینے لگا۔

تمام عورتیں اور مرد ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ دوسری بوتل اسے لڑھکا دے گی۔ اس نے دوسری بوتل خالی کی۔ اسے ایک طرف پھینکا پھر تیسری بوتل اٹھاتے ہوئے سوچا۔ بڑی خاموشی ہے۔ کچھ دلچسپی پیدا کرنا چاہیے۔ وہ تیسری بوتل کو منہ سے لگا کر ذرا سا لڑکھڑایا۔ کتنی ہی عورتوں اور مردوں نے خوش ہو کر کہا "وہ گیا۔ بس یہ آخری بوتل ہے اور اس کے چند گھونٹ بھی نہیں پی سکے گا۔"

کسی نے بلند آواز میں کہا "ایمبولینس کے لیے فون کرو۔ اسے اسپتال والے یہاں سے اٹھا کر لے جائیں گے۔"

پورس نے آدھی بوتل پی پھر اونچی آواز میں کہا "ایمبولینس کو کال کرنے سے پہلے میرے پاس آؤ۔ مجھے دھکا دے کر زمین پر گراؤ۔ میں شراب پی رہا ہوں۔ تم ثابت کرو کہ تم نے ماں کا دودھ پیا ہے۔"

وہ پھر بوتل کو منہ سے لگا کر پینے لگا۔ جب اس نے چوتھی بوتل اٹھائی تو ایسے وقت ایک قد آور باڈی بلڈر اس کے سامنے آگیا پھر لوگوں کو دیکھتے ہوئے بولا "میں نے ماں کا دودھ پیا ہے۔ میں اسے ایک انگلی سے دھکا دے کر گرا دوں گا۔"

پورس اس کی کھوپڑی کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے دھکا دینے کے لیے ایک انگلی بڑھائی۔ پورس نے اس کی انگلی کو پکڑتے ہی ایک جھٹکے سے کھینچا۔ وہ جھٹکا کھا کر آگے کی طرف جھکتا ہوا لڑکھڑاتا ہوا ایسے دور جانے لگا جیسے پورس کی قوت سے کھینچنے کے بعد بے اختیار آگے بڑھتا جا رہا ہو۔ وہ تقریباً بیس پچیس قدم آگے جا کر ایک فوارے کے پانی میں گر گیا۔

پورس نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ پانی میں ڈوب کر ابھرا۔ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا پھر اسے چوتھی بوتل پینے والا نظر آیا۔ وہ غرا کر چیختا ہوا پانی سے نکلا "میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

لوگوں کو خوش ہو کر تالیاں بجانا چاہیے تھا۔ چوتھی بوتل پینے والے نے ایک ہی انگلی کھینچ کر اسے فوارے کے حوض میں پہنچا دیا تھا۔ یہ تماشا دیکھنے والے حیرانی سے خاموش تھے۔ ایک عورت کہہ رہی تھی "شرابی کی شامت آگئی ہے۔ اب یہ باڈی بلڈر اسے آزاد نہیں چھوڑے گا۔"

باڈی بلڈر نے غصے سے دوڑتے ہوئے آکر پورس پر حملہ کرنا چاہا۔ پورس نے ہاتھ اٹھا کر کہا "اسٹاپ بدتمیز! دیکھتا نہیں سوم رس پی رہا ہوں۔ ویٹ اے منٹ۔"

اس نے غٹاغٹ پی کر خالی بوتل کو باڈی بلڈر کی طرف اچھالا۔ اس نے بے اختیار اسے کیچ کرنے کے لیے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے۔ پورس نے ایک گھونسا اس کے پیٹ میں اور دوسرا اس کے منہ پر جڑ دیا پھر اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ متواتر پنچ مارتا ہوا ٹھوکر مارتا ہوا اسے پھر حوض کے پانی میں گرا دیا۔ واپس آکر پانچویں بوتل کھول کر پینے لگا۔

ریستوران کے باہر کھڑا ہوا بوڑھا زور زور سے تالیاں بجانے لگا۔ اس بار کچھ اور لوگ بھی تالیاں بجانے لگے۔ کہنے لگے "یہ پانچویں بوتل پی رہا ہے پھر بھی پیروں پر کھڑا ہوا ہے۔ اسے تو اسپتال میں ہونا چاہیے تھا مگر یہ باڈی بلڈر کو اسپتال پہنچائے گا۔"

اس نے پانچویں کے بعد چھٹی، پھر چھٹی کے بعد ساتویں بوتل اٹھائی۔ ایک کرسی کے دونوں ہتھوں پر پاؤں رکھ کر ہوگیا۔ چھ پیگ پی کر لوگ زمین پر لڑھکتے ہیں بوتلیں حلق سے اتارنے کے بعد کرسی کے ہاتھوں کرتبازی گری دکھا رہا تھا۔ ثابت کر رہا تھا کہ وہ ایک لڑکھڑا رہا ہے۔

اور یہ تو اب سب ہی تسلیم کر رہے تھے کہ کا کچھ نہیں بگاڑ رہی ہے بلکہ وہ پانی کی طرح پی کر صدیوں کی شہرت کو خاک میں ملا رہا تھا۔

وہ ساتویں بوتل بھی خالی ہوگئی۔ وہ کرسی کے سے چھلانگ لگا کر ٹرالی کے پاس آیا پھر اس نے آخر اٹھائی تو سب ہی تالیاں بجانے لگے۔ عورتیں اور تعریف میں کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔ وہ پی رہا تھا اور چاروں طرف آوازیں گونج رہی تھیں۔ اس کے پنچ سمجھنے والے اسے یوں حیرت سے دیکھ رہے تھے جیسے آٹھویں عجوبے کو دیکھ رہے ہوں۔ اس نے آخری کر کے فضا میں اچھال دی۔ لوگ اس بوتل کو پکڑ لے دوڑ پڑے۔ کتنے ہی کیمروں کی فلش لائٹس آن ہونے لگیں۔ تجسس میں مبتلا لوگ اس سے طرح سوالات کرنے لگے۔

اناؤنسر نے اعلان کیا "جیسا کہ فیصلہ ہو چکا دیوا شنکر کو انعام کے ڈھائی لاکھ روپے دیے جائیں۔ مسٹر دیوا شنکر آپ یہاں تشریف لے آئیں۔"

پورس ریستوران کے باہر گیا پھر بوڑھے رکشا ہاتھ پکڑ کر لے آیا اناؤنسر نے اسے نوٹوں سے غرا دیا۔ سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ پورس نے پاس آکر کہا "میں پہلے ہی فیصلہ کر چکا تھا۔ اس مطابق نوٹوں سے بھرا ہوا یہ بیگ اس بوڑھے کا ہوں۔"

اس نے بوڑھے کے ہاتھوں میں بیگ دیا۔ نہیں بجائی۔ تھوڑی دیر کے لیے سب ہی حیرانی رہ گئے تھے۔ جب انہیں یقین ہوا کہ واقعی وہ بوڑھے کو تمام رقم دے چکا ہے تو سب ہی تالیاں بجانے لگے۔ بوڑھا خوشی سے رونے لگا دادا نے کبھی اتنی دولت نہیں دیکھی۔ میں جاؤں گا۔ راستے میں ڈاکو لوٹ لیں گے۔ چوروں اور قاتلوں کے ڈر سے میرا پورا خاندان گا۔"

پورس نے کہا "فکر نہ کرو۔ میں تمہاری

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

گمراہ

جبار توقیر کا منفرد انداز بیان

کتابیات پبلی کیشنز، پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

کی حفاظت کا انتظام کردوں گا۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ پیٹ میں پیٹ سے تمام شراب نکال کر آتا ہوں پھر کچھ کھانے کے بعد تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

ریستوران کے مالک نے پورس کو بیس ہزار روپے دیتے ہوئے کہا "آپ نے شراب کے لیے یہ ایڈوانس رقم جمع کی تھی۔ جب میری شراب کو آپ نے پانی کر دیا ہے تو میں پانی کے پیسے نہیں لوں گا۔ آپ کا اور اس بوڑھے کا کھانا ہماری طرف سے ہے۔ خوب جی بھر کے کھائیں۔"

پورس واش روم میں چلا گیا۔ آٹھ بوتل پانی پینا بھی تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ اب اس نے پیا تھا تو نکالنا بھی تھا۔ وہ تینوں حسینائیں جو پہلے پورس کے پاس آئی تھیں۔ وہ بوڑھے کے پاس آکر پوچھنے لگیں "یہ تمہارا کون ہے؟"

بوڑھے نے کہا "یہ میرا کوئی نہیں ہے مگر میرے لیے بھگوان کا اوتار ہے۔"

دوسری نے کہا "بھگوان کے اوتار ایسی جگہ نہیں آتے۔ یہ تو پاگل ہے۔ اس نے جوانی کو چھوڑ کر بڑھاپے کو لاکھوں روپے دیے ہیں۔"

تیسری نے کہا "تعجب ہے۔ آٹھ بوتلیں پانی کی طرح بہا دیں۔ ہمیں پلاتا تو نشہ ہوتا۔ آج تو ہمیں پیاسا ہی رہنا ہوگا۔"

ایک نے بوڑھے سے پوچھا "کیا تمہارے گھر میں کوئی جوان لڑکی ہے؟ اس نے کسی لالچ سے تمہارے اتنے روپے دیے ہیں۔"

"میرا ایک جوان بیٹا ہے۔ وہ بھی مزدوری کرتا ہے اگر وہ ہوتی تو میں اسے اس مہربان کے قدموں میں لا کر ڈال دیتا۔"

پورس نے واش روم سے واپس آکر کھانے کا آرڈر دیا۔ اس بوڑھے کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ گیا۔ بوڑھے نے کہا "میں نے کبھی اتنی اونچی جگہ بیٹھ کر روٹی نہیں کھائی ہے۔ مجھے زمین پر رہنے دیں۔"

پورس نے کہا "تم کسی انسان سے چھوٹے نہیں ہو۔ جو ہے کہ تم میں کمی ہے۔ اس سے کوئی چھوٹا سا کاروبار کرو۔ ترقی کرتے کرتے ان دولت مندوں کے برابر ہو جاؤ گے۔"

وہ تینوں حسینائیں اس میز کے اطراف آکر بیٹھ گئیں۔ ایک نے پورس سے کہا "مسٹر دیوا! ہماری پیاس بجھاؤ۔ آج ایک پیگ بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔"

پورس نے ان کے لیے تین بوتلوں کا آرڈر دیا ہے۔ وہ تین بوتلیں؟ یہ تو بہت ہیں۔ ہم میں سے کوئی اتنی نہیں پی سکے گی۔"

"جتنی پی سکتی ہو پیو۔ باقی گھر لے جاؤ۔"

ایک نے کہا "تم راجہ ہریش چندر ہو۔ اپنا گھر لٹا دیتے ہو۔ ہمیں بھی کچھ کیش دے دو۔"

"میں دھندا کرنے والیوں کو کیش نہیں دوں گا۔ ایک بوتل پیو۔ باقی دو بوتلیں بیچ کر رقم حاصل کر لو اور یہاں نہیں دوسری میز پر جا کر پیو۔"

وہ تینوں وہاں سے چلی گئیں۔ پورس نے کھانے کے بعد اس بوڑھے کو گھر تک پہنچایا پھر واپس کانیج میں آگیا۔ اسے اندر سے بند کر کے ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر خیال خوانی کرنے لگا۔ جب پچھلی بار کرشمہ کے پاس گیا تھا۔ تب وہ بیکر کے ساتھ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں تھی۔ اب وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی جوہو اپارٹمنٹ کی طرف جا رہی تھی۔

بیکر اس سے کہہ رہا تھا "میری جان! میں بہت خوش ہوں۔ تم نے مجھے ایسی مسرتیں دی ہیں، جو پہلے کبھی مجھے نہیں ملی تھیں۔ میرے ساتھ نیویارک چلو گی؟"

"ہاں چلوں گی۔ تمہارے لیے اپنی ماں اور بھائی کو اور ساری دنیا کو چھوڑ دوں گی۔"

"میں آج شام کو آیا تھا۔ اب آدھی رات گزر چکی ہے۔ ان آٹھ دس گھنٹوں میں تم نے مجھ میں کیا پایا ہے کہ میری دیوانی ہو گئی ہو۔"

"تم میں وہ سب خوبیاں ہیں، جو ایک عورت چاہتی ہے۔ بلکہ ایک عورت کی سوچ سے بھی زیادہ تم پر کشش ہو۔ خوب رو ہو، اسمارٹ ہو، سب سے انوکھی خوبی تمہاری ٹیلی پیتھی ہے۔ تم نے پہلے ہی دن ٹیلی پیتھی کے ایسے دلچسپ تماشے دکھائے ہیں کہ اب میں اپنی زندگی کے آخری دن تک تمہارے ساتھ رہ کر یہی تماشے دیکھتی رہوں گی۔"

وہ ہنسنے لگا پھر بولا "مجھے تھوڑی دیر خاموش رہنے دو۔

میں خیال خوانی کررہا ہوں۔"

پورس نہیں چاہتا تھا کہ بیکر خیال خوانی کے ذریعے اپنے ساتھیوں کی خیریت معلوم کرے۔ اگر معلوم کرے گا تو پتا چل جائے گا کہ آندرے' سائمن اور باقی دو ساتھیوں کو ٹریپ کرلیا گیا ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی بیکر محتاط ہوجائے گا۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ کرشمہ کے دماغ میں کوئی مخالف ہے۔ اسی نے کرشمہ کے ذریعے اس کے ساتھیوں کے نام اور پتے معلوم کیے ہیں اور انہیں ٹریپ کرنے کے بعد اب بیکر کو بھی ٹریپ کرنے والا ہے۔ بیکر محتاط ہوکر اچانک کرشمہ سے دور ہوجائے گا۔

کرشمہ نے پورس کی مرضی کے مطابق کہا "ابھی خیال خوانی نہ کرو۔ ہم کتنی محبت اور مزے کی باتیں کررہے ہیں۔ تم خیال خوانی کروگے تو میں بور ہوتی رہوں گی۔"

"میں زیادہ دیر خیال خوانی نہیں کروں گا۔ بس اپنے دوستوں سے دو باتیں کروں گا پھر تم سے بولنے لگوں گا۔ پلیز تھوڑی دیر خاموش رہو۔"

"نہیں رہوں گی۔ کیا یہی تمہاری محبت ہے۔ مجھ سے پیاری پیاری باتیں کرتے کرتے دوستوں کو یاد کررہے ہو۔ اس کا مطلب ہے۔ تم باتیں مجھ سے کرتے ہو مگر دھیان دوسری طرف رہتا ہے۔ یہ تو کوئی محبت نہیں ہوئی۔ جاؤ میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

وہ ناراض ہوکر ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی ہوئی ڈرائیو کرنے لگی۔ وہ اس کے قریب ہوکر بولا "کم آن' میں تمہیں ناراض نہیں کروں گا۔ تم کہتی ہو تو خیال خوانی نہیں کروں گا۔ تم سے ہی باتیں کرتا رہوں گا۔ ہمارے درمیان کوئی دوست نہیں آئے گا موڈ ٹھیک کرو۔"

کرشمہ نے مسکراتے ہوئے اپارٹمنٹ کے سامنے کار روک دی۔ بیکر کے چاروں دوستوں کو ٹریپ کرلیا گیا تھا۔ پورس نے سوچا' اب بیکر کو بھی ٹریپ کرنا چاہیے۔ ورنہ یہ کسی بھی وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔ وہ یہی سوچ کر ابھی کرشمہ کے پاس آیا تھا۔

وہ دونوں کار سے اتر کر اپنے اپارٹمنٹ کے دروازے پر آئے۔ کرشمہ نے چابی نکال کر مقفل دروازے کو کھولا پھر اس کے ساتھ اندر آکر پلٹ کر اسے بند کرنا چاہا تو کھلے ہوئے دروازے پر کشور کھڑا ہوا تھا۔

وہ کشور جسے بیکر نے ہوٹل میں ٹریپ کیا تھا۔ اس کے بیس ہزار لے کر اس کی جیبیں خالی کردی تھیں۔ کرشمہ نے اس کے کھانے کا بل ادا کیا تھا اور اب ہاتھ میں ریوالور لیے ان کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ کرشمہ نے سہم کر پوچھا "مسٹر کشور! آپ اور یہاں؟"

کشور نے کہا "اندر آنے دو۔ پیچھے ہٹو۔"

وہ دونوں پیچھے ہٹنے لگے۔ بیکر نے کشور کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہاں اسے کسی کا قہقہہ سنائی دیا۔ کشور نے کہا "بیکر! میرے دماغ میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے جال بچھا رکھا ہے۔ جب تم نے میرے بیس ہزار چرائے تو تمہاری یہ چال بازی دیکھ رہا تھا۔ اسی نے میرے ہاتھ میں ریوالور پکڑایا ہے۔ تم دوبارہ میرے دماغ میں آؤ گے تو تمہیں گولی مار کر زخمی کروں گا پھر میرے اندر والا تمہارے اندر پہنچ جائے گا اور تمہاری پوری ہسٹری معلوم کرلے گا۔"

بیکر سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اچانک وہ کسی دشمن کے نشانے پر آجائے گا پھر وہ دشمن اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے دوسرے ساتھیوں کے نام اور پتے معلوم کرلے گا۔

وہ اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ اس کے ساتھیوں کو ٹریپ کیا جاچکا ہے۔ ادھر پورس سوچ میں پڑ گیا کہ وہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں سے آگیا ہے؟ اور بیکر تک کیسے پہنچا ہے؟

بیکر نے کرشمہ کے ساتھ پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "دیکھو! میرے نہ چلانا۔ میں تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گا۔ کہیں اور کی کوشش بھی نہیں کروں گا۔ مجھے اتنا بتا دو کہ تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں ملک میں کرشمہ سے ملنے آیا ہوں؟ دیکھو گولی نہ چلانا۔ درمیان سمجھوتا ہوسکتا ہے۔"

کشور نے کہا "بیکر! یہ تمہاری بدنصیبی ہے کہ کرشمہ سے عشق ہوگیا۔ یہ لڑکی جادوگروں کے خاندان سے ہے۔ اس کی ماں جمنا بڑی چھنال عورت ہے۔ اس نے شادی نہیں کی۔ جادو منتر سیکھنے کے لیے بڑے جادوگروں کی رکھیل بنتی رہی۔ اس کا بیٹا جسونت نہیں تھا کہ اس کا باپ کون ہے؟ لیکن میں جانتا ہوں کہ کرشمہ کی بیٹی ہے؟"

کرشمہ نے پوچھا "میں کس کی بیٹی ہوں؟ میرا باپ کون ہے؟"

"میں تمہارا باپ ہوں۔ تمہاری ماں دو برس تک میری داشتہ بن کر رہی۔ ان دو برسوں میں تم پیدا ہوئی۔ مجھ سے ایک خطرناک کالا عمل سیکھنے کے بعد مجھے کہیں روپوش ہوگئی تھی۔"

بیکر نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا "یہ تو بڑی خوشی ہے کہ کرشمہ تمہاری بیٹی ہے۔ اس رشتے سے میں ہوں۔ ہم داماد اور سسرال کرٹیلی پیتھی کی بہت بڑی قوت بن جائیں گے۔"

"میں اسی لیے آیا ہوں۔ تمہیں زخمی کروں گا۔ اپنا معمول بناؤں گا تو تم میرے بھی غلام رہو گے اور میری بیٹی سے بھی وفاداری کرتے رہو گے۔"

بیکر نے کرشمہ کو فوراً ہی کھینچ کر اپنے سامنے ڈھال بنالیا پھر کہا "گولی چلاؤ گے تو پہلے تمہاری بیٹی کو لگے گی۔ تم نے باپ بیٹی کا رشتہ بتایا مگر اپنا نام نہیں بتایا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں تمہارا کوئی نام تو ہوگا۔"

وہ بول رہا تھا اور کرشمہ کو ڈھال بنا کر کشور کے قریب ہورہا تھا۔ کرشمہ نے پورس کی مرضی کے مطابق کہا "ہاں ڈیڈی! مجھے آپ کا نام معلوم ہونا چاہیے۔ میں آپ کی بیٹی ہوں۔"

کشور نے کہا "کیا تمہاری ماں نے کبھی گرو دیو نارنگ کا ذکر نہیں کیا؟ میرا نام نارنگ ہے۔ میں تیری ماں سے زیادہ خطرناک جادوگر ہوں۔"

بیکر نے کہا "گرو دیو نارنگ! میں نے تمہارا نام سنا ہے۔ اب میں تم پر بھروسا کرتا ہوں۔ تمہارے لیے اپنے دماغ کا دروازہ کھول رہا ہوں۔ میرے اندر چلے آؤ۔"

بیکر نے بڑی مکاری دکھائی۔ جیسے اس نے نارنگ کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا' ویسے ہی سانس روک کر کرشمہ کو کشور کی طرف دھکا دیا۔ کشور کے دماغ کو کنٹرول کرنے والا نارنگ اس وقت موجود نہیں تھا۔ جب تک نارنگ کو اس کی مکاری کا پتا چلتا' تب تک کرشمہ سے ٹکراتے ہی کشور کے ہاتھ سے گولی چل گئی۔ کرشمہ نے ایک چیخ ماری۔ بیکر نے کشور کے منہ پر ایک گھونسا مارا پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ بھی چیخ مار کر فرش پر کرشمہ کے قریب گر کر تڑپنے لگا۔

نارنگ واپس کشور کے دماغ میں آیا۔ اس وقت تک بیکر نے دوسرا زلزلہ پیدا کرتے ہی اس کے قریب پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھالیا پھر حقارت سے کہا "نارنگ! میں نے تمہاری ناکامیوں کی داستانیں بھی سنی ہیں۔ لو میں نے پھر تمہیں ناکام بنایا ہے۔ تم اسے آلہ کار بنا کر میرا تعاقب نہیں کرسکتے۔"

اس نے فرش پر تڑپنے والے کشور کو یکے بعد دیگرے چار گولیاں ماریں۔ وہ ایک دم سے ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ کرشمہ کے سینے پر گولی لگی تھی۔ اس کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔ بیکر نے کہا "میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تمہیں

سدا بہار فلمی گیتوں کا نوٹیشن

سرسنگ گیت

موسیقی کے دیوانوں کے لئے ایک منفرد تحفہ!
اس کتاب میں دیئے گئے گیتوں کا نوٹیشن ایسا ہے جس پر عمل کرکے گلوکاروں کی گائیکی کے مخصوص انداز بھی اپنائے جاسکتے ہیں۔ "سرنوٹیشن" میں نئی علامات اختراع کرکے گلوکاروں کے ہر انداز کو اجاگر کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔ اپنی طرز کی ایسی کتاب پہلے کبھی شائع نہیں ہوئی۔

صفحات 208 | ڈاک خرچ 25 روپے | قیمت 200/-

کتاب کی قیمت۔ بمعہ ڈاک خرچ
بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ کریں

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 رضا ٹیچرز کالونی یا سٹیٹ کالج چندنگر روڈ کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com

اسپتال لے جاؤں۔ تمہارا باپ مجھ تک پہنچنے کا کوئی دوسرا راستہ اختیار کرسکتا ہے۔ تمہیں گولی لگی ہے۔ مگر جان نہیں نکل رہی ہے۔ میں تمہیں اس تکلیف سے نجات دے رہا ہوں۔"

اس نے کرشمہ کے سینے پر گولی ماری۔ وہ دوسری سانس بھی نہ لے سکی ایک دم سے ساکت ہوگئی۔ پورس اور نارنگ کے دونوں آلہ کار مرچکے تھے۔ وہ دونوں معلوم نہ کرسکے کہ بیکر اب کیا کررہا ہے؟

بیکر سب سے پہلے اپنی سلامتی کی فکر کررہا تھا۔ وہ اس اپارٹمنٹ سے ضروری سامان لے کر نکلا۔ باہر کرشمہ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے سوچنے لگا' اسے کہاں جانا چاہیے؟ کہاں چھپنا چاہیے؟ تھوڑی دیر پہلے اسے کرشمہ سے اتنی محبتیں مل رہی تھیں کہ ہندوستان دنیا کا سب سے خوب صورت دیس لگ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہی دیس دشمنوں کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ ابھی ایک دشمن سامنے آیا تھا مگر وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہزار راستوں سے اسے گھیر سکتا تھا۔ وہ جس راستے پر جانے والا تھا۔ اس راستے پر دشمن پہنچنے والا تھا۔

ان حالات میں روپوش رہنے کے لیے سب سے پہلے اپنا چہرہ اور سر سے پاؤں تک حلیہ بدلنا پڑتا ہے۔ اس نے بھی یہی کیا۔ میک اپ کا ضروری سامان خریدنے کے بعد اس نے ایک ہوٹل میں کمرا لیا۔ وہ وہاں بھیس بدلنے کے بعد ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا پاسپورٹ اور دیگر شناختی کاغذات تبدیل کرا سکتا تھا پھر نارنگ تو کیا پورس بھی اسے تلاش نہیں کرسکتا تھا۔

پورس نے نیویارک کے سراغ رساں سے کہا "تم نے آندرے اور سائن اور اس کے دونوں ساتھیوں کو ٹریپ کیا ہے مگر ان کا ایک اہم ساتھی بیکر ہرائٹ میرے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے ساتھیوں تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔"

"سر! آپ اطمینان رکھیں۔ وہ کسی کے دماغ میں پہنچ نہیں پائے گا۔ ہم نے اس کے تمام ساتھیوں کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔"

"بیکر' آندرے اور سائن وغیرہ نے امریکی اکابرین اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معمول بنا رکھا تھا۔ بیکر ان خیال خوانی کرنے والوں کے دماغوں کو لاک کرے گا تو تم ان کی ٹرانسفارمر مشین تک نہیں پہنچ پاؤ گے۔"

"سر! ہمارے ساتھی ان خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ وہ بیکر کو اپنے کسی مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔"

پورس مطمئن ہوکر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ رات بہت ہوچکی تھی۔ اسے اب سونا چاہیے تھا لیکن بھیما اور جمنا کے بارے میں معلوم کرنا تھا۔ بھیما اسے آدھی رات کے بعد ہپناٹائز کرنے والا تھا اور اب آدھی رات گزر چکی تھی۔

اس نے جمنا کے اندر جھانکنا شروع کیا۔ اس کی جسمانی کمزوری اس حد تک دور ہوچکی تھی کہ وہ بستر سے اٹھ گئی تھی۔ چلنے پھرنے لگی تھی لیکن دماغی توانائی بحال نہیں ہوئی تھی۔ اسی لیے پورس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہی تھی۔

اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ نارنگ اس کے دماغ میں آنے لگا ہے۔ اسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی جسمانی کمزوری کسی حد تک دور کی ہے۔ اس کی توانائی بحال کرنے کے لیے پدمنی کے ذریعے کوئی دوا بھی کھلائی ہے۔

بہت عرصے سے نارنگ اور بھیما کے درمیان ٹھنی ہوئی تھی۔ نارنگ بھی بھیما کا گرو تھا۔ اس نے گرو کے اختیارات ٹھیس پہنچائی تھی۔ اس سے مار ڈالنے کی حد تک دشمنی کی تھی۔ نارنگ نے بھی ایک آلہ کار کے ذریعے اس پر گولی چلا کر اسے اپنا پیدائشی جسم چھوڑنے پر مجبور کیا تھا اور وہ کچھ کے جسم میں سما گیا تھا۔

نارنگ اسے تلاش کررہا تھا پھر پتا چلا کہ وہ جمنا کے گھر میں چھپا ہوا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا جسم بھی چھوڑ کر جسونت کے اندر سما گیا ہے۔ اب وہ مکمل آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے جمنا کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ جسونت کا جسم چھوڑ کر جمنا کے اندر سما کر پہلے مکمل آتما شکتی کے لیے چاہیے دنوں تک تپسیا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد جمنا کے اندر اس کا تمام کالا علم سیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے منصوبے کے مطابق کالے علوم سیکھنے کے بعد کسی گبرو جواں مرد کے جسم میں سمانے والا تھا۔

جمنا کی اس کوٹھی میں ایک نوجوان نوکرانی آئی تھی۔ جسونت اسے اپنے بیڈ روم میں لے آیا تھا۔ اس نے سوچا تھا' آدھی رات رنگین گزاری جائے۔ اس کے بعد بوڑھی جمنا کے ساتھ رات سنگین ہوگی کیونکہ اسے ہلاک کرنے کے بعد اس کے جسم میں سما کر' بوڑھی جمنا بن کر نئی زندگی کی ابتدا کرنی تھی۔

لیکن وہ آدھی رات کے بعد بھی بیڈ روم سے نہیں نکلا۔ نوکرانی کی ادائیں کچھ ایسی تھیں کہ وہ رانی بن گئی تھی۔ اس کے حواس پر چھا گئی تھی۔ اس کا دل مائل ہوکر کہتا رہا "ساقیا اور پلا اور پلا۔ میری جاں! ہوش اڑا۔ ہوش اڑا۔"

ہوش اس وقت اڑے' جب ایک زوردار آواز سے دروازہ کھلا۔ اس نے غصے سے پلٹ کر دیکھا۔ کھلے ہوئے دروازے پر جمنا ریوالور لیے کھڑی تھی۔ وہ حیرانی سے بولا "تم؟ تم تو بہت کمزور ہوچکی تھیں۔ بستر پر پڑی ہوئی تھیں۔"

"موت کبھی کمزور نہیں ہوتی۔ زندہ رہنے والے اسے کمزور سمجھتے ہیں۔ تم چند سانسوں کے لیے زندہ ہو اور دیکھ رہے ہو کہ موت آخری وقت کیسے شہ زور بن کر آتی ہے۔"

پھر اس کے ذریعے نارنگ کی آواز اور لہجہ سنائی دیا "تم جمنا کے دماغ میں آنے کی کوششیں کررہے ہو۔ جب تک میرا قبضہ ہے تم یہاں نہیں آسکو گے۔"

بھیما نے پریشان ہوکر پوچھا "تم؟ میں۔۔۔ میں تمہارا لہجہ پہچان رہا ہوں۔"

"ضرور پہچاننا چاہیے۔ ہم جب تک اپنی اپنی آتما شکتی سے اس دنیا میں رہیں گے ہماری دشمنی کا سلسلہ جاری رہے گا۔ تم نے گرو سے ٹکر لی ہے۔ تمہاری ہر نئی زندگی تمہارے لیے مصیبت بنتی رہے گی۔ تم جس کے بھی جسم میں جاؤ گے' میں وہاں تمہیں سکون سے رہنے نہیں دوں گا۔ اس طرح جسم بدلتے بدلتے تمہاری آتما شکتی بالکل ختم ہوجائے گی۔"

بھیما نے کہا "یہ جمنا کے بیٹے کا جسم ہے۔ مجھے اسی میں رہنے دو۔ اسے مارو گے تو میں کسی دوسرے جسم میں جاکر روپوش ہوجاؤں گا۔ تم مجھے تلاش کرتے رہ جاؤ گے۔ میں نے اب تک تمہاری دشمنی کو اہمیت نہیں دی تھی۔ اب میں بھی سمجھوتا کرو۔ نہ دشمنی کرو۔ نہ دوستی کرو۔"

"میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا۔ تب بھی تم جسونت کے جسم میں نہیں رہو گے۔ جمنا کو ہلاک کرکے اس کے جسم میں سما کر اس کے تمام کالے علوم حاصل کرو گے۔"

"تم بھی جمنا کے تمام علوم حاصل کرنا چاہتے ہو۔ میں تمہیں اس کے جسم میں نہیں جانے دوں گا۔"

"ہاں۔ کبھی جمنا مجھ سے کالا جادو سیکھنے آئی تھی۔ آج یہ مجھ سے زیادہ علوم جانتی ہے۔ زندہ رہی تو میرے لیے چیلنج بن جائے گی۔ میں اسے مار ڈالوں گا پھر اس کے اندر رہا کروں گا۔"

"اور میں تمہیں رہنے نہیں دوں گا۔"

"تم پھر بھی جاؤ۔ مرو اور نیا جسم تلاش کرو اور حساب کرو کہ تمہاری آتما شکتی کس حد تک کمزور ہوچکی ہے۔ میرے حساب سے تم یہ تیسرا جسم چھوڑ رہے ہو۔"

یہ کہتے ہی جمنا نے گولی چلا دی۔ پہلے اس نے فائرنگ سے بچنے کی کوشش کی۔ جب دوسری فائرنگ سے گولی لگی تو وہ دوسری گولی کھانے کے لیے بھی تن کر کھڑا ہوگیا کیونکہ اب بچنے کا فائدہ نہیں تھا۔ ایک گولی سے جسم میں سوراخ ہوچکا تھا۔ جسم بیکار ہوچکا تھا دوسری گولی لگنے سے پہلے ہی اس نے لپک کر جمنا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ گولی دوسری طرف سے نکل گئی۔ اس نے ریوالور چھین کر کہا "نارنگ! جمنا اپنے تمام کالے جادو کے ساتھ ختم ہورہی ہے۔ اس کے جسم میں نہ میں جاؤں گا۔ نہ تمہیں جانے دوں گا۔"

اس نے جمنا کا نشانہ لے کر یکے بعد دیگرے تین فائر کیے۔ تین گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہوگئیں۔ وہ جسم اس قابل نہ رہا کہ دونوں فریق میں سے کوئی بھی اس میں سما سکتا۔ پہلی ہی گولی میں وہ مرچکی تھی۔ فائرنگ کے بعد جسونت کا جسم بھی بے جان ہوکر اپنی ماں کے پاس گر پڑا۔ مرنے کے بعد بھیما نہیں رہا تھا۔ اس کے پہلو میں بیٹا رہ گیا تھا۔

○☆○

پارس نے آنکھیں کھولیں پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ثانی نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ الپا کے عمل کا توڑ کیا تھا۔ اس کے دماغ کو لاک کرنا ضروری نہیں تھا۔ مجھ پر اور میری فیملی کے تمام افراد پر روحانی عمل کیا گیا تھا۔ اس کے نتیجے میں دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دماغوں میں آتے تھے مگر ہمارے اہم خفیہ خیالات نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ہم جس بہروپ میں ہوتے' اسی بہروپ کے مطابق دشمن ہمارے خیالات پڑھتے تھے۔ انہیں ہماری اصلیت کا پتا نہیں چلتا تھا اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کا زلزلہ پیدا کرنے سے ہمارے دماغ متاثر ہوتے تھے۔

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا اور اس لیے کامیاب ہوگئی تھی کہ جیکب رابن کے زبردست خطرناک جادو سے اس کا دماغ متاثر ہوگیا تھا۔ بے شک جادو اثر کرتا ہے لیکن ایمان والوں پر اس کا اثر پائیدار نہیں ہوتا۔ ایسے قدرتی حالات پیدا ہوتے ہیں کہ اثر زائل ہوجاتا ہے۔

جیسا کہ پارس کے ساتھ بھی ہوا۔ اس پر جادو کرنے والا جیکب رابن خود اپنے ہی عمل کے نتیجے میں ہلاک ہوگیا تھا۔ اس کے ہلاک ہوتے ہی پارس کو اس کے جادو سے نجات مل

گئی تھی لیکن اس وقت تک الپا اسے ٹریپ کر چکی تھی۔

اب وہ الپا کے تنویمی عمل سے بھی نجات حاصل کر چکا تھا۔ دماغی توانائی پہلے ہی بحال ہو چکی تھی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھرتائی کے پاس پہنچ کر کہا "میں سو رہا تھا۔ تم کیا کر رہی تھیں؟"

"میں الپا کے بارے میں معلوم کرنے کی کوششیں کر رہی تھی۔ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ تم پر تنویمی عمل کرنے، تمہیں اپنا معمول بنانے کے بعد کہاں گم ہو گئی ہے؟"

"وہ ضرور کسی ایسی مشکل میں پھنس گئی ہے، جس سے نکل نہیں پا رہی ہے اسی لیے میرے پاس نہیں آ رہی ہے۔"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ ایک بے چاری تمہارے پاس نہیں آ رہی ہے۔ ورنہ آنے کو سب تو سب ہی آ جاتی ہیں۔"

"مجھے طعنے نہ دو۔ مجھے اس بے چاری سے ہمدردی ہے۔ بے چاری نے مجھے غلام بنائے رکھنے کے لیے بڑے پاپڑ بیلے تھے۔ اس کا سراغ لگانے کا ایک راستہ ہے۔"

"مجھے وہ راستہ بتاؤ؟"

"اگر وہ کسی حادثے کا شکار ہوئی ہوگی تو اس کا دماغ کمزور ہو چکا ہوگا۔ اگر کسی دشمن نے اسے ٹریپ کیا ہوگا تو اس نے بھی اس کے دماغ کو کمزور بنایا ہوگا۔"

"میں سمجھ گئی۔ ہمیں اس کی کھوپڑی میں پہنچنا چاہیے۔"

"یہ بات تمہیں خود سوچنا چاہیے تھا۔"

"یہ سب جانتے ہیں کہ دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا الپا کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ بارہا اس کے اندر پہنچنے کی ناکام کوشش کی جا چکی ہیں پھر میں ناکام کوشش کیوں کروں؟ تم جاؤ اور ناکام ہو کر آؤ۔"

پارس اس کے دماغ سے نکل کر الپا کی آواز اور لہجے کو یاد کرنے لگا۔ ثانی نے کہا "دراصل میں الپا کی موجودہ آواز اور لہجے سے آشنا نہیں تھی اس لیے اس کے دماغ میں جانے کا خیال ہی فضول تھا۔"

"آج وہ ہپناٹائز کرنے کے لیے میرے اندر آ کر بولتی رہی تھی۔ اس لیے یہ مجھے یاد ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ اگر اس کا دماغ کمزور ہو چکا ہے تو کامیابی ہوگی۔"

پھر وہ کامیاب ہو گیا۔ الپا کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ ثانی پارس کے اندر تھی۔ خوش ہو کر بولی "یہ تو کمال ہو گیا۔"

"ہاں۔ مگر یہ بے ہوش ہے۔ اس کے تمام خیالات تھم گئے ہیں۔ یہ سوچنے کے قابل نہیں ہے۔ کیا یہ واقعی الپا ہے؟"

"تم اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر آئے ہو۔ یہ الپا ہی ہے۔"

"ہمیں اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔ پتا نہیں یہ کہاں بے ہوش پڑی ہے؟ اسپتال میں؟ اپنے گھر میں یا کسی دشمن کے شکنجے میں اپنے آپ سے بے خبر ہے۔"

"جہاں بھی ہے۔ اب ہماری گرفت میں رہے گی۔"

پارس اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولا "اس کے ہوش میں آنے تک میں غسل کر کے فارغ ہو جاؤں گا۔ مجھے بھوک بھی لگ رہی ہے۔"

"تم فریش ہو جاؤ۔ آرام سے کھاتے پیتے رہو۔ میں الپا کے پاس جاتی رہوں گی۔"

پارس ایک کار کی پچھلی سیٹ پر تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کا ایک سراغ رساں اسے اپنے بنگلے کے پورچ تک لایا تھا۔ اس وقت پارس پچھلی سیٹ پر سو رہا تھا اور ثانی اس پر تنویمی عمل کرتی رہی تھی۔ وہ کار سے نکل کر بنگلے کے اندر آ کر سراغ رساں سے بولا۔

"میرے لیے شیونگ کا سامان اور جینز اور شرٹ خرید کر لے آؤ۔ میں غسل کرنے کے بعد کچھ کھانا بھی چاہوں گا۔"

وہ ایک بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔

الپا نے بوبی اسمتھ پر بہت پہلے تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول بنایا تھا اس تنویمی عمل کا اثر زائل ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود وہ الپا سے وفاداری کر رہا تھا۔ پچھلے بارہ گھنٹوں سے اسپتال میں تھا۔ اپنی مالکن کے، اپنی معشوقہ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

جیکب رابن نے الپا، بوبی اور جیکی ہنٹر کے سروں کے پچھلے حصوں میں ایک ایک کیل پیوست کی تھی۔ دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں میں نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن زخمی الپا کے سر کی مرہم پٹی کرنے والا ڈاکٹر یہ نہیں جانتا تھا۔ اس نے وہ کیل اس کے سر سے نکال دی تھی۔

اب بوبی کو یہی فکر تھی کہ ایسی حالت میں کوئی بھی دشمن اس کے اندر آئے گا تو وہ اپنی الپا کو کس طرح اس کے محفوظ رکھ سکے گا؟ اسے محفوظ رکھنے کی کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔

اسے یہ بھی فکر تھی کہ اس کی طویل بے ہوشی کے باعث وہ جیکی ہنٹر کی پوری طرح نگرانی کرنے کے لیے اس کے ساتھ بنگلے میں نہیں رہ سکتا۔ ویسے وہ جیکی ہنٹر کو شراب کی بوتلیں دے کر بہلانے کے بعد اسے بنگلے میں قید کر چکا تھا۔ اس کے تمام دروازوں کو مقفل کر چکا تھا۔

وہ پارس کے بارے میں یہ نہیں جانتا تھا کہ الپا نے اسے معمول بنا کر کہاں قید کیا ہے؟ پہلے یہ جاننا ضروری نہیں تھا لیکن اب الپا کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ پارس کو قابو میں رکھ پاتی۔ بوبی اس قید خانے میں پہنچ کر پارس کو اپنی نگرانی میں قیدی بنا کر رکھنا چاہتا تھا اور یہ تب ہی ممکن تھا، جب الپا ہوش میں آ کر اسے قید خانے کا پتا بتاتی۔

وہ کبھی الپا کے کمرے میں رہتا تھا۔ کبھی کسی نہ کسی ڈاکٹر کے چیمبر میں آ کر بیٹھ جاتا تھا۔ ان سے پوچھتا تھا "آخر وہ کب ہوش میں آئے گی۔ آپ سب قابل ڈاکٹرز ہیں۔ کیا کسی تدبیر سے اسے ہوش میں نہیں لا سکتے؟"

"ہم اسے دوائیں دے چکے ہیں۔ یہ قدرتی بے ہوشی ہے۔ قدرتی طور پر ہوش میں آئے گی تو بالکل نارمل رہے گی۔"

ایک نرس نے آ کر بوبی سے کہا "آپ کی مسز کو ہوش آ گیا ہے۔"

بوبی ایک ڈاکٹر کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا الپا کے کمرے میں آیا۔ اس نے بوبی کو دیکھ کر کہا "او گاڈ! بوبی میں زندہ ہوں۔ مجھے وہ ایکسیڈنٹ یاد آ رہا ہے ہوش کھونے سے پہلے میں نے سوچا تھا کہ زندہ نہیں بچوں گی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ یہاں آؤ۔ مجھے چھو نے دو۔ مجھے یقین کرنے دو۔"

بوبی نے قریب آ کر اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ ڈاکٹر نے کہا "پلیز پہلے مجھے چیک کرنے دیں۔ آپ زندہ ہیں اور زندہ سلامت رہیں گی۔"

بوبی ایک طرف ہٹ گیا۔ ڈاکٹر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا "آپ کو گہرے زخم لگے ہیں۔ آپ دو چار ہفتے بیڈ پر آرام کرتی رہیں۔ پھل کھاتی رہیں دودھ پیتی رہیں۔ آپ اپنا خیال خود رکھیں گی، اتنی ہی جلدی اپنے پیروں پر خود بھی ہو سکیں گی۔"

ڈاکٹر اسے ایک انجکشن لگا کر چلا گیا۔ الپا نے نرس سے کہا "تم بھی جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ اس نے بوبی سے پوچھا "ابھی دن ہے یا رات؟"

"ایک رات گزر چکی ہے۔ یہ دوسرا دن ہے۔ تم تیرہ گھنٹے بعد ہوش میں آئی ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی "تیرہ گھنٹے؟ اتنی دیر میں کچھ گڑبڑ تو نہیں ہو گئی؟"

"گڑبڑ ہو چکی ہے۔ تمہیں ایک نقصان پہنچا ہے؟"

"ڈاکٹر تمہارے سر کے زخموں کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ تب اسے تمہارے سر کی کیل دکھائی دی۔ اس نے سمجھا کہ کار کے حادثے میں وہ کیل پیوست ہو گئی ہے۔ اس نے وہ کیل نکال دی ہے۔"

"نہیں۔" وہ چیخ مار کر اٹھنا چاہتی تھی مگر سر چکرا گیا۔ بوبی نے اسے تھام کر دوبارہ لٹایا۔ وہ ایک ہاتھ سے اس کا گریبان پکڑ کر بولی "تم نے وہ کیل نکالنے کیوں دی۔ ڈاکٹر کو کیوں نہیں روکا۔ تم مجھ سے دشمنی کر رہے ہو۔ تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔ تم بے وفائی کر رہے ہو۔"

"پلیز مجھ پر شبہ نہ کرو۔ اس وقت میں یہاں موجود نہیں تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ تم ایک حادثے کے نتیجے میں اسپتال پہنچ گئی ہو۔"

"تم جھوٹے ہو۔ تم میرے سر سے کیل نکلنے کا تماشا چپ چاپ دیکھتے رہے۔ تم نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے میرے دماغ کا دروازہ کھول دیا ہے۔"

"فار گاڈ سیک۔ مجھے جھوٹا اور بے وفا نہ کہو۔ تم نے مجھے ہپناٹائز کر کے اپنا معمول بنایا تھا۔ تمہارے تنویمی عمل کا اثر ختم ہو چکا ہے۔ میں تمہارا معمول نہیں ہوں۔ اس کے باوجود وفادار رہوں۔ کل سے یہاں تمہارے پاس بیٹھا ہوا ہوں اور جب تک تم دماغی توانائی حاصل نہیں کرو گی۔ جب تک خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں ہو جاؤ گی۔ تب تک میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ سن رہی تھی۔ اس کی باتوں سے قائل ہو رہی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ اچانک اپنی غیر معمولی قوتوں سے محروم ہو گئی ہے۔ دشمنوں کو دماغوں میں آنے سے نہیں روک سکے گی اور پتا نہیں کتنے دنوں بعد خیال خوانی کر سکے گی۔ ایسے وقت بوبی جیسے وفادار ہاؤی گارڈ پر بھروسا کرنا پڑے گا۔

اس نے پوچھا "جیکی ہنٹر کہاں ہے؟ تم اسے چھوڑ کر کل سے یہاں ہو۔ کیا اس کی خبر لی ہے؟"

"میں اس سے غافل نہیں ہوں۔ اسے بنگلے میں قید کیا ہے۔ وہ باہر نہیں نکل سکے گا۔"

پارس، الپا کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ ان دونوں کی باتوں سے پتا چلا کہ جیکی ہنٹر کو ایک بنگلے میں قید کیا گیا ہے۔ پارس کو اس کے چور خیالات سے اس بنگلے کا پتا معلوم کرنے میں دیر نہیں لگی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ اس بنگلے میں ہے اور اس کی ایک ایک کاربن کاپی الپا کے خفیہ محل نما بنگلے میں ہے۔

الپا نے کہا "تمہارے اور جیکی ہنٹر کے سروں میں کیلیں پیوست رہیں گی تو میں تم دونوں کے دماغوں میں نہیں آسکوں گی۔ تم دونوں وہ کیلیں نکال کر پھینک دو۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہوں۔ دشمن ہمارے دماغوں میں آنے لگیں گے۔ جیکی ہنٹر کے خیالات پڑھ کر معلوم کرلیں گے کہ تم نے اسے کہاں چھپایا ہے اور کس خفیہ اڈے میں ٹرانسفارمر مشین بنائی جانے والی ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ تم دونوں میرے خاص ماتحت ہو۔ تم دونوں کے خیالات پڑھتے رہنا میرے لیے ضروری ہے۔"

"صرف ہمارے خیالات پڑھنے کے لیے تم دشمنوں کو نظر انداز کررہی ہو۔ کیا تمہیں ہم پر بھروسا نہیں ہے؟ ٹھیک ہے' جیکی پر نہ ہو' مجھ پر تو بھروسا ہونا چاہیے۔"

"بحث نہ کرو۔ تم میرے وفادار ہو' جو کہہ رہی ہوں' وہ کرو۔"

"میں وفادار ہوں۔ معمول نہیں ہوں۔ میری وفاداری کا تقاضا ہے کہ میں تمہیں غلط فیصلوں سے باز رکھوں۔"

"میں آج کمزور ہوگئی ہوں تو تم میرے فیصلے کو غلط کہہ رہے ہو۔ مجھ سے بحث کررہے ہو؟"

"پلیز اہم مسائل پر باتیں کرو۔ مجھے بتاؤ پارس کو کہاں قید کیا ہے؟"

"وہ جہاں بھی ہے۔ اس قید خانے سے نکل نہیں سکے گا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"قیدی کو ہر طرح سے جکڑنے کے بعد بھی اس کی خبر رکھی جاتی ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کرسکو گی۔ وہ بہت مکار ہے۔ اس کی طرف سے مطمئن نہیں رہنا چاہیے۔ مجھے بتاؤ' قید خانہ کہاں ہے۔ میں وہاں جاکر اور سخت انتظامات کروں گا۔"

"میں کہہ چکی ہوں' پارس کی فکر نہ کرو۔ میں کل تک خیال خوانی کرنے کے قابل ہوجاؤں گی۔ پارس کی نگرانی کرتی رہوں گی۔ اس کے دماغ میں اور تم سب کے دماغ میں رہا کروں گی۔ تم پر اور جیکی پر تنویمی عمل کروں گی تو تم دونوں کے دماغوں میں میرے سوا کوئی نہیں آسکے گا۔ میں کوئی غلطی نہیں کررہی ہوں۔ تم سے زیادہ تجربے کار ہوں۔"

وہ پھل کھا رہی تھی اور دودھ پی رہی تھی۔ جلد سے جلد توانائی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنی عادت سے مجبور تھی۔ بوبی تو کیا اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کرتی تھی۔ اس نے کہا "بوبی! برے وقت میں ہی اپنے وفاداروں کو پہچانا جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے' تم ابھی اپنی وفاداری کا ثبوت دو گے۔ اپنے سر سے کیل نکالو گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا "یہاں کوئی دشمن آئے گا میں تمہاری سلامتی کے لیے اس سے لڑتے ہوئے جان دوں گا۔ یہ وفاداری ہوگی لیکن تمہارے لیے کوئی شخص کر جان دوں گا تو یہ صرف ایک حماقت ہوگی۔ اپنے سر کیل نکالنا' دشمنوں کو جان بوجھ کر اپنے دماغ میں آنے دعوت دینا کنوئیں میں کودنے کے مترادف ہے۔ تم مجھ ایسی حماقت کی توقع نہ کرو۔"

"تم میرا حکم ماننے سے۔" وہ کہتے کہتے رک گئی پھر "مجھ سے محبت کرتے ہو اور میری بات ماننے سے انکار کررہے ہو۔ آؤ یہاں بیٹھو۔ میری خوشی کے لیے سر سے کیل نکالو۔"

"سوری۔ میرا انکار ابھی تمہیں برا لگ رہا ہے۔ تمہارے چہرے سے غصہ ظاہر ہورہا ہے لیکن بعد میں تم میری دانش مندی کو تسلیم کرو گی۔"

"میں اب میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ تمہیں دکھاؤں گی کہ اسپتال کے بیڈ پر رہ کر کس طرح اہم اکابرین سے کام لیتی ہوں اور تمہیں آرمی انٹیلی جنس سے باہر نکالتی ہوں۔ آج سے تم بہت بدترین زندگی گزارنے والے ہو۔ یو گیٹ آؤٹ!"

بوبی کمرے سے چلا گیا۔ الپا آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر اس نے کہا "اپنے اعلیٰ افسر سے بولو' الپا فون پر ہے۔ مجھ سے باتیں کریں۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی کمانڈر ان چیف کی آواز سنائی دی "ہیلو میڈم! آپ فون پر بول رہی ہیں۔ آپ تو میرے خواب میں آیا کرتی ہیں۔"

"میں ابھی خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ جانتے ہو' میرا اصل چہرہ کوئی نہیں پہچانتا اور کوئی میرا اصل نام نہیں جانتا ہے۔ میں ابھی مصیبت میں ہوں۔ تمہیں میرا وفادار رہنا چاہتی ہوں۔ کیا ابھی میرے پاس آؤ گے؟"

"آپ مجھے رازدار رہنا رہی ہیں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے۔ میں ابھی آؤں گا۔"

الپا نے اسپتال کا پتا بتا کر کہا "یہاں آنے سے پہلے اسمتھ کو موجودہ اسپیشل سیکیورٹی افسر کے عہدے سے ہٹانے کے کاغذات لے آؤ اور اسپتال میں اپنے خاص جوانوں کی ڈیوٹی لگاؤ۔ بوبی! اسمتھ کو میری صحت یابی تک نظر بند رکھو۔ دشمن سے زیادہ مجھے اس سیکیورٹی افسر سے خطرہ ہے تم جلد سے جلد کارروائی کرو۔"

اس نے اسپتال کا فون نمبر بتا کر ریسیور رکھ دیا۔ آدھے گھنٹے کے بعد ہی فوج کا وہ اعلیٰ افسر اسپتال پہنچ گیا۔ الپا کے کمرے میں آکر اسے سلیوٹ کرتے ہوئے بولا "میڈم! میں نے بوبی اسمتھ کے خلاف کاغذات تیار کرائے ہیں۔ وہ جہاں بھی ہوگا اسے گرفتار کرلیا جائے گا۔"

"کیا وہ یہاں نہیں ہے؟"

"یہاں نظر نہیں آرہا ہے۔ میں نے اس کے موبائل فون پر رابطہ کیا تھا مگر اس نے فون بند رکھا ہے۔"

"آفیسر! میرے ایک خفیہ بنگلے کا اور رابنسن اسٹریٹ کے ایک بنگلے کا پتا نوٹ کرو۔ وہاں سخت پہرہ لگادو۔ دونوں بنگلوں کے اندر کسی کو جانے نہ دو۔ اگر کوئی اندر ہو تو اسے باہر نہ آنے دو۔"

اعلیٰ افسر نے پتا نوٹ کرکے فون پر احکامات صادر کیے پھر الپا سے کہا "میڈم! آپ کسی کے سامنے نہیں آئیں۔ میرا سامنا کررہی ہیں۔ آپ کا اعتماد جو مجھ پر ہے' میں اسے ہمیشہ قائم رکھوں گا۔"

بوبی بولا "مجھ سے وفاداری کرنے والے تمام عمر بے انتہا دولت سے کھیلتے رہتے ہیں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ الپا نے ریسیور اٹھا کر سنا پھر اعلیٰ افسر کو ریسیور دیتے ہوئے کہا "تمہارا فون ہے۔"

اس نے فون لے کر کان سے لگایا پھر یں "ہوں ہاں" کرنے لگا جیسے دوسری طرف کی باتیں سن رہا ہے پھر اس نے ریسیور رکھ کر کہا "میڈم! وہ بوبی آپ سے دھوکا کررہا تھا۔"

"کیا وہ پکڑا گیا ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ آپ کے خاص بنگلے میں گھس گیا تھا۔ ایک سیف کھول کر ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ چرا رہا تھا۔"

الپا نے چونک کر پوچھا "کیا بوبی سب کو بتا چکا ہے کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ ہے؟ جلدی کرو۔ ابھی جاؤ۔ اس کے کسی کے ہاتھ نہ لگنے دو۔"

"وہ کسی کے ہاتھ نہیں لگے گا۔ آگے سنیے فوجی جوان دروازہ توڑ کر اندر جانے سے جیکی ہنٹر دکھائی دیا۔ اسے گرفتار کرکے اس کی بیٹی ڈائنا کے پاس پہنچایا جارہا ہے۔"

الپا نے کہا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ ڈائنا کے پاس اسے کیوں پہنچایا جارہا ہے؟"

"وہ دونوں باپ بیٹی اپنے وطن امریکا واپس جائیں گے اور ٹرانسفارمر مشین کا وہ نقشہ بابا صاحب کے ادارے والے لے جارہے ہیں۔"

"وہ ادارے والے کہاں سے آگئے؟"

"جہاں سے پارس آیا ہے۔"

الپا خوف زدہ ہوکر شدید حیرانی سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر اس اعلیٰ افسر کو دیکھنے لگی پھر اس نے بے یقینی سے پوچھا "تم؟ پارس! تم تو میرے معمول اور تابعدار بن چکے تھے؟"

"میں چاہوں تو تمہیں اپنی معمول اور محکوم بنا سکتا ہوں مگر اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ضروری یہ ہے کہ میں تمہیں کبھی دماغی توانائی حاصل نہ کرنے دوں۔ اب تم خیال خوانی کرنا بھول جاؤ' میرے حکم کی تعمیل کرو۔ اٹھو اور ناچو۔ ناچو چھمیا ناچو!۔"

○☆○

ماریہ' کنور بلراج اور دھنپت رائے سے تفریح لے رہی تھی۔ دونوں اس کے لیے باؤلے ہورہے تھے اور وہ زبیری کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دونوں کو تماشا بنانا چاہتی تھی۔ وہ ان کے ساتھ ان کی کار میں سیر و تفریح کے لیے جانا چاہتی تھی۔ دونوں کی خواہش تھی کہ وہ اس پر پہلے ہاتھ صاف کریں۔

وہ تینوں کار کے پاس آئے۔ کنور بلراج نے ماریہ کے لیے اگلا دروازہ کھولا۔ دھنپت رائے نے کہا "تم دونوں آگے بیٹھو گے۔ میں تنہا پیچھے نہیں بیٹھوں گا۔ ہم تینوں اگلی سیٹ پر بیٹھیں گے۔"

ماریہ نے کہا "سوری' میں دونوں کے درمیان نہیں رہوں گی۔ میں اکیلی پچھلی سیٹ پر بیٹھوں گی۔"

وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ وہ دونوں اگلی سیٹ پر یہ سوچ کر آگئے کہ آگے جاکر اسے اغوا کیا جائے گا۔ دونوں خوش تھے کہ وہ ان کے پرائیویٹ بنگلے میں پہنچائی جائے گی۔

احمد زبیری نے کہا "تم شیوانی کے مشن میں چین آرہی تھیں۔ اب یہاں دو عاشقوں کے درمیان تماشے کررہی ہو۔"

"یہ تماشے تمہاری ٹیلی پیتھی کی مدد سے کررہی ہوں۔ بڑا مزہ آرہا ہے۔ یہ دونوں بہت خطرناک ہیں۔ بڑے اختیارات کے مالک ہیں۔ مجھ جیسی لڑکی کو ایک چٹکی میں مسل سکتے ہیں مگر تمہاری ٹیلی پیتھی نے ان پہاڑوں کو میرے لیے چیونٹی بنا دیا ہے۔"

"کیا تماشے کرنے کے لیے انڈیا میں رہ جانے کا ارادہ

ہے؟"

"تم نیا پاسپورٹ اور ویزا تیار کراؤ گے۔ تب یہاں سے جاسکوں گی۔"

"پاسپورٹ اور ویزا تیار ہو چکا ہے۔ کل شام سات بجے ہانگ کانگ جانے والی فلائٹ میں تمہاری سیٹ کنفرم ہو چکی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' نئے پاسپورٹ کی تصویر کے مطابق مجھے اپنا چہرہ تبدیل کرنا ہوگا۔ میک اپ کا سامان خریدنا ہوگا۔"

"تم آج رات گزارنے جہاں رہو گی' وہاں میرا ایک آدمی میک اپ کا سامان اور پاسپورٹ وغیرہ لے کر پہنچ جائے گا۔"

وہ پچھلی سیٹ پر خاموشی سے بیٹھی ہوئی سوچ کے ذریعے زبیری سے باتیں کررہی تھی۔ دھنپت رائے نے کہا "شانتی ہم سے دور ہو کر خاموش ہوگئی ہے۔ میں پچھلی سیٹ پر جاکر اس سے باتیں کروں گا تو اس کی تنہائی دور ہوجائے گی۔"

کنور بلراج نے کہا "بے شک تم پیچھے چلے جاؤ۔ شانتی آگے گی۔ میں اس کی تنہائی دور کرتا رہوں گا۔"

دھنپت رائے نے اسے گھور کر دیکھا پھر دل میں کہا "تنہائی تو صرف میں دور کروں گا۔ ابھی یہ چڑیا اڑنے والی ہے۔"

آخر چڑیا کے اڑنے کا وقت آگیا۔ ایک راستے پر اچانک ہی ایک بڑی سی وین نے آکر اس کار کا راستہ روکا۔ اس وین کے دروازے کھلے تین مسلح افراد نے تیزی سے باہر آکر کنور بلراج اور دھنپت رائے کو گن پوائنٹ پر رکھا۔ تیسرے نے پچھلا دروازہ کھولا۔ ماریہ خود ہی کار سے نکل کر وین میں جاکر بیٹھ گئی۔

دیکھتے ہی دیکھتے خوب صورت چڑیا پھر ہوگئی۔ کنور بلراج نے کہا "میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ وہ تمہارے آدمی ہے۔ میری شانتی کو لے گئے۔"

"میرے نہیں تمہارے آدمی تھے۔ زیادہ چالاک نہ بنو۔ تمہیں یقین ہوگیا تھا کہ شانتی میری طرف مائل ہورہی ہے۔ اس لیے تم نے اغوا کرایا ہے۔ الناچور کو توال کو ڈانٹے۔"

"میں چور ہوں تو تم ڈاکو ہو۔ سیاسی ڈاکو۔"

اچانک دو گاڑیاں آکر اس کار کے آگے پیچھے رک گئیں۔ ان گاڑیوں میں سے کئی گن مین باہر آئے۔ انہوں نے کنور بلراج کو اور دھنپت رائے کو نشانے پر رکھتے ہوئے پوچھا "لڑکی کہاں ہے؟"

"ہم لڑکی کے لیے پریشان ہیں۔ اسے تمہارے بھی لوگ لے گئے ہیں۔"

انہوں نے اِدھر اُدھر دور تک دیکھا۔ ماریہ نظر نہیں آئی۔ وہ دوڑتے ہوئے اپنی گاڑیوں میں گئے پھر وہ گاڑیاں وہاں سے چلی گئیں۔ کنور بلراج نے پوچھا "مسٹر رائے! کون تھے جو شانتی کو لے گئے؟ اور یہ کون تھے' جو اسے لے آئے تھے؟"

"تم ایسے پوچھ رہے ہو جیسے میں ان سب کو جانتا ہوں۔"

وہ کار سے اترتے ہوئے بولا "تمہاری کار پر لعنت ہے۔ میں نے یہاں بیٹھ کر غلطی کی ہے۔"

کنور بلراج نے مسکراتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی اور تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی دھنپت رائے بھی مسکرانے لگا۔ دونوں خوش تھے کہ شانتی ان کے پرائیویٹ بنگلے میں پہنچائی جارہی ہے۔

اس کا خاص ماتحت راجا راؤ کار لے آیا۔ اس نے کار میں بیٹھتے ہوئے پوچھا "وہ شانتی کو لے گئے؟"

"سوری سر! ابھی مجھے فون پر معلوم ہوا کہ ہمارے تین آدمی کنور بلراج کی کار کے پاس گئے تھے لیکن کار میں شانتی نہیں تھی۔"

"اس کا مطلب ہے' پہلے آنے والے اور اسے اغوا کرنے والے کنور کے آدمی تھے۔"

دوسری طرف کنور بلراج نے فون کے ذریعے اپنے خاص ماتحت سے پوچھا "کیا خبر ہے؟ شانتی کو بنگلے میں پہنچا رہے ہو؟ ویسے تمہارے آدمی پہلے نہ آتے تو اس کینے کے آدمی اسے لے جاتے۔ اسے بری طرح ناکامی ہوئی ہے۔"

"سر! پہلے میری بات سن لے۔ میرے ساتھ کچھ عجیب سی بات ہوگئی ہے۔ میں شانتی کو اپنی گاڑی میں لے جارہا تھا۔ میرے ایک ماتحت نے کہا کہ شانتی راضی خوشی جارہی ہے۔ اس کی نگرانی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہہ کر شانتی کے پاس بیٹھے ہوئے دونوں ماتحت گاڑی سے اتر گئے۔ میں نے گاڑی آگے بڑھادی۔ وہ واقعی بڑے آرام سے پچھلی سیٹ پر بیٹھی جارہی تھی۔"

"تم اتنی لمبی باتیں کیوں کررہے ہو۔ جلدی بولو کیا چاہتے ہو؟"

"سر! میں آپ سے انعام نہیں لوں گا۔ میں انعام دار نہیں ہوں۔"

"ڈرٹ اپ۔ انعام کی نہیں شانتی کی بات کرو۔"

اسے پہنچادیا۔"

"میں آپ کے پرائیویٹ بنگلے تک پہنچ گیا تھا مگر پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ وہ نہیں تھی۔"

"کیا بکواس کررہے ہو۔ وہ پچھلی سیٹ پر تھی پھر وہاں سے کیسے غائب ہوگئی؟"

"میں اسی بات پر حیران ہوں۔ میں نے کہیں گاڑی نہیں روکی۔ کبھی سچ کہتا ہوں۔"

"کسی سگنل پر ضرور روکی ہوگی؟"

"سگنل پر تو روکنا ہی پڑتا ہے۔ شاید ایسے ہی وقت وہ اتر کر چلی گئی۔"

"اور تمہیں خبر نہیں ہوئی۔ کیا تم سو رہے تھے تم نے اسے پچھلی سیٹ پر کیوں بٹھایا تھا؟"

"وہ میرے ساتھ بیٹھنا نہیں چاہتی تھی۔ میں زبردستی کرتا تو وہ شور مچاتی۔"

"تم نے اپنے آدمیوں کو جانے کیوں دیا؟ میں تمہیں گولی ماردوں گا۔"

اس نے جھنجھلا کر فون بند کردیا۔ ایک منٹ کے بعد فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے آن کرکے کان سے لگا کر سنا۔ دوسری طرف سے دھنپت رائے کہہ رہا تھا "تم بہت بڑے کمینے ہو۔ پہلے جو لوگ آئے تھے اور شانتی کو لے گئے تھے۔ وہ تمہارے اپنے آدمی تھے۔"

"کمینے ہو تم' تمہارا باپ اور تمہارا پورا خاندان یقین کرو یا نہ کرو۔ شانتی میرے پاس نہیں ہے۔ شانتی کا مطلب ہے امن وسکون اور تمہارا سکون برباد ہوچکا ہے۔"

اس نے فون بند کردیا۔ حیرانی سے سوچنے لگا' وہ پچھلی سیٹ سے غائب کیسے ہوگئی؟ اگر کسی سگنل پر اتر گئی تھی تو اس کے ماتحت کو خبر کیسے نہ ہوئی؟ ماتحت بہت ہوشیار اور چالاک تھا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو کار سے اتارنے کی جو غلطی کی۔ وہ بھی سوچنے پر مجبور کررہی تھی کہ اس کے آدمی کیوں چلے گئے تھے؟

فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اس سے آن کرکے کان سے لگایا پھر ماریہ کی آواز سن کر چونک گیا۔ وہ جلدی جلدی کہہ رہی تھی "کنور صاحب! مجھے بچائیں۔ دھنپت رائے کے آدمی مجھے یہاں لاکر ایک کمرے میں بند کرچکے ہیں۔ میں یہاں اکیلی ہوں۔ کوئی میری آواز نہیں سن رہا ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"ڈرو مت۔ میں ابھی تمہاری مدد کے لیے آرہا ہوں۔ ویسے تم کہاں ہو؟"

"میں نے ایک میز پر چڑھ کر روشن دان سے دیکھا ہے۔ دور بہت دور قطب مینار دکھائی دے رہا تھا۔ تم قطب مینار پر چڑھ کر لال رنگ کا مکان دیکھو گے۔ بس اسی مکان میں گھستے چلے جاؤ۔ میں ایک بند کمرے میں ہوں۔"

"فکر نہ کرو۔ میں ابھی پولیس والوں کے ساتھ آرہا ہوں۔"

وہ فون بند کرکے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا ایک قریبی پولیس اسٹیشن پہنچا۔ وہاں اس سے پہلے ایس ایچ او کے پاس دھنپت رائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا "یہ دیکھو آفیسر! مجرم خود یہاں آگیا ہے۔ یہی کنور بلراج راٹھور ہے۔"

افسر نے کہا "کنور صاحب کو پوری دلی جانتی ہے۔ آپ ان پر اغوا کا الزام لگا رہے ہیں؟"

کنور بلراج نے کہا "یہ مجھ پر الزام لگا رہا ہے؟ جبکہ اس نے میری مہمان شانتی کو اغوا کیا ہے۔ آفیسر! تم میرے ساتھ قطب مینار چلو۔ وہاں کہیں قریب ہی ایک لال رنگ کا مکان ہے۔ وہاں شانتی کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔"

دھنپت رائے نے کہا "یہ جھوٹ بولتا ہے' اسی نے شانتی کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔ جس مکان میں اسے قید کیا ہے' وہ لال قلعے کے کہیں قریب ہی ہے۔"

افسر نے کہا "جسٹ اے منٹ! بہت دن ہوگئے' میں نے قطب مینار اور لال قلعہ نہیں دیکھا ہے۔ میں پہلے لال قلعہ دیکھوں گا پھر قطب مینار کی طرف جاؤں گا۔"

وہ تینوں وہاں سے روانہ ہوئے۔ دھنپت رائے لال قلعے کے قریب ایک محلے میں پہنچ کر کہا "شانتی نے مجھے فون پر اس لال گیٹ والے مکان کا بتایا تھا۔"

افسر نے کہا "آپ دونوں گاڑی میں تشریف رکھیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ لال گیٹ والے مکان کے احاطے میں آیا۔ ایک شخص مکان سے باہر آرہا تھا۔ افسر نے کہا "میں کناٹ پیلس تھانے کا ایس ایچ او ہوں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے شانتی نامی لڑکی کو یہاں چھپا رکھا ہے۔ اسے یہاں لاؤ۔"

اس شخص نے حیرانی سے کہا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ احمد زبیری اس کی آواز سنتے ہی دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ زبیری کی مرضی کے مطابق بولا "او۔ شانتی دیوی؟ وہ میرے گھر میں تھیں پھر یہ کہہ کر چلی گئیں کہ بلراج ساہنی نے بلایا ہے۔"

"بلراج ساہنی فلموں کا بہت بڑا اداکار تھا۔ وہ سورگ

باش ہوچکا ہے۔ شانتی نے کنور بلراج کہا ہوگا۔ تم غلط بول رہے ہو۔ نام صحیح یاد کرو۔"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اس نے بلراج ساہنی کہا تھا' اس نام کا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے۔"

کنور بلراج اور دھنپت رائے وہاں آگئے۔ کنور نے کہا "جب مجھ پر الزام ہے تو مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تم کیسی انکوائری کررہے ہو؟ یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

"یہ کہہ رہا ہے۔ یہاں شانتی تھی پھر بلراج ساہنی سے ملنے چلی گئی ہے۔"

دھنپت رائے نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا "ثابت ہوگیا کہ یہاں شانتی تھی۔ اسے یہاں لاکر چھپایا گیا تھا مگر اب اسے چھپانے کی جگہ بدل دی گئی ہے۔"

اس شخص نے کہا "اسے چھپایا نہیں گیا تھا۔ وہ اپنی مرضی سے آئی تھی پھر چلی گئی۔"

دھنپت رائے نے کہا "بکواس مت کرو۔ مجھے الزام نہ دو۔ وہ بلراج ساہنی سے ملنے گئی ہے۔"

افسر نے کہا "پلیز ایک منٹ۔ مجھے بات کرنے دیں۔ آپ دونوں جھگڑا نہ کریں۔"

پھر وہ اس شخص سے بولا "اچھی طرح سوچ کر بتاؤ' شانتی دیکھنے میں کیسی تھی؟"

"کانی تھی؟ یعنی اس کی ایک آنکھ بند تھی؟ رائے صاحب! کیا آپ والی کانی تھی؟"

دھنپت رائے نے کہا "نہیں۔ اس میں کوئی عیب نہیں تھا۔ یہ شانتی کوئی اور ہے۔"

کنور نے کہا "بھگوان کا شکر ہے' مجھ پر سے الزام ہٹ گیا۔ اب قطب مینار چلیں۔"

دھنپت رائے نے کہا "چلو۔ میں نے اسے اغوا نہیں کیا ہے۔ مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے۔"

وہ تینوں وہاں سے قطب مینار کی طرف آئے۔ آس پاس کے علاقوں میں لال رنگ کا مکان تلاش کرنے لگے۔ ایسا مکان نظر نہیں آیا۔ وہ تھک ہار کر تھانے واپس آئے۔ سب انسپکٹر نے کہا "سر! کسی شانتی دیوی کا فون آیا تھا۔ وہ بہت پریشان تھی۔ رو رو کر بول رہی تھی۔ کسی بدمعاش نے اسے اغوا کیا ہے' وہ بدمعاش کبھی کہتا ہے کہ اس نے دھنپت رائے کے حکم سے اسے اغوا کیا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ کنور بلراج کے حکم سے اغوا کیا گیا ہے۔ کبھی کہتا ہے' قطب مینار کے پاس قید کیا گیا ہے کبھی کہتا ہے' لال قلعہ کے پاس ایک مکان میں چھپایا گیا ہے۔"

دھنپت رائے نے کہا "آہ! میری شانتی پر ظلم ہو رہا ہے۔ میں کیا کروں؟"

کنور نے کہا "وہ تمہاری شانتی نہیں ہے۔ شانتی سے پہلے میری دوست ہوئی تھی۔"

افسر نے کہا "آپ دونوں اسے چاہتے ہیں۔ اب وہ اسے چاہے گی' جو بدمعاش کے چنگل سے اسے رہائی دلائے گا۔ آپ دونوں وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ آپ چاہیں تو پورے دہلی کی پولیس کو الرٹ کرکے اسے آج رات تلاش کرسکتے ہیں۔"

وہ دونوں قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ وہ تمام رات شانتی کو تلاش کرتے رہیں گے۔ ماریہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ بابا صاحب کے ادارے کا ایک جاسوس اس کے لیے پاسپورٹ ویزا اور میک اپ کا سامان لے آیا تھا۔ وہ پاسپورٹ کی تصویر کے مطابق اپنا چہرہ تبدیل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے دیوانوں نے اسے ایک رات میں ڈھونڈ نکالنے کا عہد کیا تھا لیکن قیامت تک اسے پہچان نہیں سکتے تھے۔

وہ تمام رات اسے تلاش کرتے رہے۔ ان کے ساتھی درجنوں ماتحتوں کی گاڑیاں آگے پیچھے تھیں۔ مکان' ڈھابے' ہوٹل' کلب' قمار خانے اور شراب خانے جہاں شبہ ہوا تھا۔ وہاں پولیس والے ان کے حکم سے چھاپے مار رہے تھے۔ وہ دونوں شراب پی رہے تھے اور ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے۔

انہیں دوسری صبح ریس کے میدان میں جانا تھا۔ وہ تھکاوٹ اور تھاشا پینے کے باعث مدہوش ہو کر اپنی اپنی کار میں سو گئے تھے۔ اپنے ماتحتوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ سو جائیں۔ تب انہیں ریس کے میدان میں لے جائیں پھر ریس شروع ہونے پر انہیں جگا دیں۔ انہوں نے حکم کے مطابق انہیں جگا دیا۔

احمد زبیری کی ہدایات کے مطابق بابا صاحب کے سراغ رساں گھوڑے دوڑانے والے ایک ایک جوکی کے دماغ میں پہنچ گئے تھے۔ سنجیدہ مسائل میں مصروف رہنے والے ان سراغ رسانوں کو ادارے سے اجازت دی گئی تھی کہ وہ ماریہ کے معاملے میں تفریح کے طور پر کچھ وقت دے سکتے ہیں۔ وہ سب بابا صاحب کے ادارے میں تھے۔ کسی کسی مشن پر جانے والے تھے۔ اس سے پہلے انہیں ایسا دلچسپ تفریح کا موقع مل گیا تھا۔ وہ بڑی حکمت عملی سے ایک جوکی کے اندر پہنچ گئے تھے۔

ریس شروع ہونے سے پہلے ماریہ نے کنور بلراج

کنور بلراج اور دھنپت رائے جھنجلا گئے۔ وہ جگہ جگہ شانتی کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ ماریہ کی پیش گوئی کے مطابق تھوڑی دیر کے بعد اعلان کیا گیا کہ صولت مرزا نے ڈربی کی رقم جیت لی ہے۔

وہ حیران رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟ اس رات وہ شانتی کو گالیاں دیتے رہے اور خوب پیتے رہے۔ ماریہ نے فون کے ذریعے کہا "میں جانتی ہوں' تم دونوں بھونک رہے ہو۔ تمہارے منہ سے کتوں کی طرح رال ٹپکتی جارہی ہے۔ بھونکتے رہو۔ مجھے نہ کاٹ سکے۔ کسی کمزور کو کاٹتے رہو۔ میں تمہارے انڈیا سے بہت دور جارہی ہوں۔ بیڈ لک یو گائی۔"

ماریہ ایک فلائٹ میں اپنے محبوب احمد زبیری کی طرف پرواز کررہی تھی۔ اس فلائٹ میں شیوانی اپنے دو سراغ رسانوں کے ساتھ سفر کررہی تھی۔ اس نے اسکاٹ لینڈیارڈ کے ڈی جی سے رابطہ کرکے کہا تھا کہ وہ ہانگ کانگ جارہی ہے۔ وہاں اپنی ایک مضبوط ٹیم بنا کر چین کی طرف جائے گی۔ امریکی اکابرین سے کہا جائے کہ مضبوط ٹیم بنانے کے لیے کم از کم دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شیوانی کی ماتحتی میں دیا جائے۔

اب جو کچھ ہونے والا تھا' وہ ہانگ کانگ پہنچ کر ہونے والا تھا۔

○☆○

دانش مندی کا تقاضہ ہے کہ دوست بنائے جائیں' کسی کو دشمن نہ بنایا جائے لیکن الپا نے انتہائی برے حالات میں بوبی اسمتھ جیسے وفادار کو بے وفائی پر مجبور کردیا تھا۔

الپا کے سر کے پچھلے حصے سے وہ طلسمی کیل نکل چکی تھی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن اس کے دماغ میں آسانی سے آسکتے تھے۔ وہ اپنی کمزوریوں اور ناکامیوں کے باعث جھنجلا گئی تھی۔ یہ چاہتی تھی کہ جیکی ہنٹر اور بوبی اسمتھ کے سروں میں بھی وہ طلسمی کیلیں نہ رہیں۔ وہ اپنے ان دو معمولوں کے چور خیالات پڑھتی رہنا چاہتی تھی۔

بوبی نے اپنے سر سے وہ کیل نکالنے سے انکار کیا پھر اسے اسپتال میں چھوڑ کر چلا گیا۔ الپا کو یہ اطمینان تھا کہ پارس اس کا قیدی اور معمول بنا ہوا ہے۔ اس کے دماغ میں نہیں آئے گا اور ابھی دشمنوں کو خبر نہیں ہوگی کہ وہ اسپتال میں زخمی پڑی ہوئی ہے۔ وہ سب سے پہلے بوبی کو غداری کی سزا دینا چاہتی تھی۔

پارس بڑی خاموشی سے اس کے دماغ میں تھا اور اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اسے پہلے تو یہ اہم بات معلوم ہوئی

دھنپت رائے کو باری باری فون پر کہا "تم دونوں کتوں سے زیادہ بے وفا ہو۔ جوان اور حسین لڑکی کو حاصل کرنے کے لیے کمینگی کی انتہا کردیتے ہو۔ اگر میں موم کی مریم ہوتی تو تم دونوں میری عزت کی دھجیاں اڑا دیتے۔ اس کے برعکس میں تمہیں تمام رات کتوں کی طرح دوڑاتی رہی ہوں۔"

ایک نے غصے سے کہا "اچھا تو تم ہمیں اُلّو بنا رہی تھیں۔"

"میں تو پولیس والوں پر حیران ہوں کہ وہ کیسے اُلّو بن گئے۔ کیا اتنی سی بات عقل میں نہیں آئی کہ اغوا ہونے والی لڑکی کو تم سب سے باتیں کرنے کے لیے فون کی سہولت کبھی نہیں مل سکتی۔ میں فون کرنے کے لیے آزاد تھی اور پھر ہر معاملے میں آزاد تھی اور ہوں۔"

دوسرے نے کہا "ایک بار ہمیں مل جاؤ پھر ہم تمہیں طوائفوں کے بازار میں بٹھا دیں گے۔"

"مجھے ڈھونڈ لو۔ میں اسی ریس کورس کے پویلین میں ہوں اور یہاں سے تم سب کی رقم ڈبو کر ڈربی کے پچاس لاکھ جیت کر جاؤں گی۔"

"جھوٹ مت بولو۔ تم ہمارے چنگل میں پھنسنے کے لیے یہاں کبھی نہیں آؤ گی۔"

"میں یہاں بھیس بدل کر ایک خوب رو جوان کے ساتھ ہوں اور یہ بتا دوں کہ آج کی ریس ایک ایمان دار رئیس جیتے گا۔ اس نے اس شہر میں کئی فلاحی ادارے قائم کیے ہیں۔ یتیم اور لاوارث عورتوں اور بچوں کے لیے آشرم تعمیر کیے ہیں۔ اس رئیس کا نام صولت مرزا ہے۔"

وہ صولت مرزا سے واقف تھے۔ کیونکہ وہ بھی ریس کھیلنے کا شوقین تھا۔ ریس جیتنے کے سلسلے میں جتنی ہیرا پھیری ہوتی ہے' وہ سب کی گئی تھی۔ بڑی بڑی رقمیں دے کر کئی جوکیز کو ہارنے پر راضی کیا گیا تھا تاکہ وہ ریس جیت سکیں۔ جب ریس شروع ہوئی تو کنور بلراج اور دھنپت رائے کو پورا یقین تھا کہ وہی میدان جیتنے والے ہیں۔

ان کے گھوڑے کبھی آگے جارہے تھے کبھی پیچھے ہورہے تھے۔ گھوڑے دوڑانے والے جوکیوں کے دماغوں کو اپنی مٹھی میں جکڑ لینے والے دوڑا رہے تھے۔ وہ تمام جوکی ان کے دماغ سے نکل کر کبھی اپنے گھوڑے تیزی سے دوڑاتے ہوئے کبھی رہے تھے۔ کبھی رفتہ رفتہ سست ہوجاتے تھے۔ ہر گھوڑے کا جوکی ایسا تھا جو مسلسل ایک ہی رفتار سے اپنے گھوڑے کو دوڑا رہا تھا۔ آخری راؤنڈ میں وہی گھوڑا سب سے آگے نکل گیا۔

کہ الپا، جیکی ہنٹر اور بوبی اسمتھ کے سروں کے پچھلے حصوں میں کیلیں پیوست کی گئی ہیں۔ ان طلسمی کیلوں کے باعث تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں تک پہنچنے میں ناکام رہتے ہیں۔

پھر یہ معلوم ہوا کہ الپا کا خفیہ محل نما بنگلا کہاں ہے؟ اس بنگلے میں بہت سی اہم دستاویزات چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ ان میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ بھی ہے۔ اسی بنگلے میں ایک تہ خانہ ہے۔ وہاں الپا ٹرانسفارمر مشین تیار کرانا چاہتی تھی۔

افسوس کہ بڑی طویل جدوجہد اور دن رات کی محنت کے باوجود وہ ٹرانسفارمر مشین ہمیشہ کی طرح ایک خواب بن کر رہنے والی تھی۔

پارس نے اہم معلومات حاصل کرتے ہی اپنے سراغ رسانوں میں سے دو سراغرساں کو الپا کے خفیہ بنگلے کا پتا بتایا۔ دو اور سراغ رسانوں کے ساتھ خود را بسن اسٹریٹ کے ایک بنگلے میں گیا۔ اس بنگلے میں جیکی ہنٹر کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ دروازوں کو مقفل کیا گیا تھا۔ وہ دروازے کا لاک توڑ کر اندر پہنچا تو جیکی ایک کمرے میں شراب کا جام اٹھائے پی رہا تھا۔

اس نے پوچھا "کون ہو تم لوگ؟"

پارس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کے دماغ میں پہنچ سکے گا یا نہیں؟

وہ نہ پہنچ سکا۔ اس نے کہا "ہم تمہاری مدد کرنے آئے ہیں۔ تم الپا کے غلام بنے ہوئے ہو۔ تمہارے سر میں ایک کیل گھسی ہوئی ہے تم اسے نکال نہیں پا رہے ہو۔ ہم اسے نکالیں گے۔"

اس نے کہا "نہیں۔ یہ میری محافظ کیل ہے۔ کوئی میرے اندر نہیں آسکتا۔ کوئی میرے خیالات پڑھ نہیں سکتا۔ میں یہ کیل نکالنے نہیں دوں گا۔"

دونوں سراغ رساں اس کے پاس پہنچ گئے۔ ایک نے دونوں بازوؤں میں اسے جکڑ لیا۔ دوسرے نے اس کے سر کے پچھلے حصے سے وہ کیل نکال دی۔ پارس نے خیال خوانی کی۔ اس بار وہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ غصے سے سوچ رہا تھا کہ اس کے پاس ایک ریوالور ہے۔ وہ ان تینوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

پارس نے کہا "تمہارا ریوالور دوسرے کمرے میں ہے۔ وہاں کیسے جاسکو گے؟ تمہارے دماغ پر ہماری حکمرانی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم۔ تم سب پچھتاؤ گے۔ میڈم الپا کو معلوم ہوگا تو وہ تم سب کو مار ڈالے گی پھر میرے سر کے پیچھے ایسی دوسری کیل ٹھونک دے گی۔"

"وہ ہے ٹھونکنے والا جادوگر مر چکا ہے اور تمہاری اسپتال میں ہے۔ ہم تمہیں اس کی غلامی سے نجات دلانے ہیں۔ کیا تم خوش نہیں ہو؟ کیا تم آزاد رہ کر اپنی بیٹی سے نہیں چاہتے؟"

اس نے چونک کر پارس کو دیکھا پھر خوش ہو کر "میری بیٹی؟ میری ڈائنا کہاں ہے؟ کیا تم اسے جانتے ہو؟"

"وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں پچھلے ایک ہفتے سے امید پر ہے کہ کسی نہ کسی دن تم اس سے ضرور ملو گے۔"

"آہ! میں بیٹی کو بھول گیا تھا۔ اپنی بیوی اور بچوں کو بھول گیا تھا۔ الپا نے مجھ پر بہت ظلم کیا ہے۔ پلیز مجھے میری بیٹی کے پاس جانے دو۔"

پارس نے کہا "ضرور جاؤ مگر الپا نے تمہارا چہرہ بدل دیا ہے پہلے اس چہرے کو مٹاؤ پھر اپنے اصلی چہرے کے ساتھ جاؤ گے تو بیٹی پہچانے گی۔"

جیکی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے چہرے کو چھو کر دیکھا پھر کہا "او گاڈ! آئینے میں کوئی اجنبی نظر آرہا ہے میں خود کو پہچان نہیں پا رہا ہوں۔ مجھ پر ماسک میک اپ کیا ہے میں اسے نکال دوں گا۔"

وہ اپنی گردن کے پیچھے دونوں ہاتھ لے جا کر کچھ اتارنے لگا۔ ایسے وقت بوبی نے آکر باہر کے دروازے کو دیکھا۔ اس کے لاک کو فائرنگ کے ذریعے توڑا گیا تھا۔ فائرنگ کا نشان دیکھتے ہی بوبی سمجھ گیا، کوئی گڑبڑ ہے۔ دشمن کو جیکی کا سراغ مل گیا ہے۔ وہ لاک توڑ کر جیکی کو وہاں سے لے گئے ہیں۔

وہ دبے پاؤں چلتا ہوا اندر آیا۔ ڈرائنگ روم سے گزرتے وقت اس نے ٹی وی کو دیکھا۔ وہ آن تھا۔ بوبی کے ذہن میں آئی کہ جیکی موجود ہے۔ شاید بیڈ روم سے شراب بوتل لانے گیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ لاک توڑنے والے بھی موجود ہوں۔

اس نے کچھ سوچا پھر ٹی وی کے پاس آکر اس کے والیوم پر آواز بڑھا دی۔ اسکرین پر دو دشمنوں کے درمیان فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہ فائرنگ کی آواز اچانک تیز ہونے ٹھائیں ٹھائیں گولیاں چلنے لگیں تو پارس وغیرہ ایک دم اچھل پڑے۔ انہوں نے اِدھر اُدھر چھلانگیں مار بچاؤ کے لیے الماریوں اور دروازوں کے پیچھے چھپ گئے۔

بوبی نے ایک نفسیاتی حملہ کیا تھا۔ پارس بھی دھوکا تھا پھر دیوار کے پیچھے پہنچتے ہی عقل آگئی۔ ٹی وی کی آواز میں آگئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے دونوں

رسانوں سے کہا "جیکی کو پچھلے دروازے سے نکال کر اس کی بیٹی کے پاس لے جاؤ۔"

وہ دونوں جیکی ہنٹر کو پکڑ کر اس کمرے کے دوسرے دروازے سے چلے گئے۔ اب پارس نے ایک نفسیاتی حملہ کیا۔ ایک گلدان اٹھا کر دوسرے دروازے کی طرف پھینکا۔

وہ گلدان دروازے سے ٹکرایا۔ اس کی آواز سن کر بوبی کی سمجھ میں آیا کہ وہ پچھلے دروازے سے بھاگ رہے ہیں۔

وہ ٹی وی کی آواز بڑھانے کے بعد ایک جگہ چھپ گیا تھا۔ دشمنوں کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ دروازے سے گلدان کے ٹکرانے کی آواز سن کر چھپنے والی جگہ سے نکل آیا۔ وہ جیکی ہنٹر کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتا تھا۔ الپا سے بدظن ہو کر اسے اسپتال میں چھوڑتے ہی یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ خود ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کرائے گا۔

وہ ایک چیونٹی ہو کر پہاڑ بننے کا عزم کر چکا تھا۔ اسی لیے الپا کو چھوڑتے ہی سب سے پہلے جیکی کو ساتھ لے جانے کے لیے اس بنگلے میں آیا تھا۔

وہ دبے قدموں ڈرائنگ روم سے گزرتا ہوا ایک کوریڈور میں آیا پھر جیکی کے بیڈ روم کے پاس آیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے اندر آنے سے پہلے جھانک کر دیکھا۔ کمرا خالی نظر آیا۔ دوسری طرف کے دروازے کے پاس فرش پر ایک گلدان پڑا ہوا تھا۔ صاف سمجھ میں آرہا تھا کہ جیکی دشمنوں کے ساتھ اس دوسرے دروازے سے گیا ہے۔

بوبی نے سوچنے سمجھنے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے فوراً ہی اس کمرے سے گزرنے کے لیے چوکھٹ کے اندر ایک قدم رکھا۔ اسی لمحے میں پارس نے دروازے کو ایک لات ماری دروازہ بوبی کے منہ پر آکر لگا۔ اس کے حلق سے آواز نکلی۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گرا۔ پارس نے اسے اٹھا لیا۔ بوبی کو زیادہ چوٹ نہیں لگی تھی۔ وہ اچانک حملے سے بوکھلا گیا تھا۔ اسے سنبھلنے میں دیر نہیں لگی مگر ریوالور اٹھانے میں دیر ہو گئی۔

وہ اپنے ہی ریوالور کی زد میں تھا۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا "تم؟ کون ہو؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں پارس نہیں ہوں؟"

"نہیں۔ وہ میڈم الپا کی قید میں ہے۔ میڈم کا معمول اور محکوم بنا ہوا ہے۔"

"تم بھی الپا کی قید میں تھے پھر اس کی غلامی سے کیسے آزاد ہو گئے ہو؟"

وہ بے یقینی سے پارس کو دیکھنے لگا۔ اس نے ریوالور کے چیمبر سے تمام گولیاں نکال کر جیب میں رکھیں۔ ریوالور کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا "تمام دوست اور دشمن یہ جانتے ہیں کہ فرہاد علی تیمور کے خاندان کا کوئی فرد اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھتا۔ ضرورت پڑے تو دشمنوں کا ہتھیار خود ان ہی پر استعمال کرتا ہے۔ ابھی مجھے ضرورت نہیں ہے اس لیے وہ ریوالور بھی پھینک دیا ہے۔"

"ہاں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم فرہاد کے بیٹے ہو مگر بہت بڑی حماقت کر چکے ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے پارس پر چھلانگ لگائی۔ پارس نے جھک کر اسے اپنے سر پر سے اچھال کر دوسری طرف پھینک دیا۔ وہ فرش پر گرتے ہی پھرتی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اس نے گھوم کر پارس کو کک ماری۔ کک خالی گئی۔ اس نے دوسری کک ماری۔ دوسری بھی خالی گئی۔ تیسری بار پارس نے دونوں ہاتھوں سے اس کی ٹانگ پکڑ لی پھر اسے کھینچ کر ایک دائرے کی صورت میں گھماتے ہوئے ایک دیوار پر دے مارا۔ وہ چیختا ہوا فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔

پارس نے اس کے پاس آکر اس کی گردن کو اپنے ایک گھٹنے سے دبا لیا۔ ایک ہاتھ سے اس کے سر کو دبوچا پھر سر کے پچھلے حصے سے کیل نکال کر کھڑا ہو گیا۔

وہ تھوڑی دیر تک ہانپتا رہا۔ کانپتا رہا۔ پارس کو بے بسی سے دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پارس ایک طرف پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر جیب سے گولیاں نکال کر اسے لوڈ کرنے لگا۔ وہ سہم کر بولا "مجھے گولی مارو گے؟"

پارس نے پوچھا "زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ میں نہیں ماروں گا تو الپا مار ڈالے گی۔ آرمی کا ایک اعلیٰ افسر الپا کے حکم سے تمہیں معطل کر چکا ہے۔ اب تم آرمی انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نہیں رہے ہو۔ تم یہاں سے جاؤ گے تو کرفار کر لیے جاؤ گے۔"

"میں گرفتار ہونے سے پہلے ہی کہیں روپوش ہو جاؤں گا۔ پلیز مجھے جانے دو۔"

پارس نے وہ ریوالور اس کی طرف اچھال کر کہا "ٹھیک ہے۔ تم جا سکتے ہو۔"

بوبی نے ریوالور کو کیچ کر کے اسے حیرانی سے دیکھا۔ اس کے چیمبر کو چیک کیا۔ وہ پوری طرح لوڈ کیا ہوا تھا۔ اسے پورا یقین ہو گیا کہ بھرا ہوا ریوالور اس کے ہاتھوں میں آگیا ہے۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر پارس کو نشانے پر لے کر بولا "تمہاری یہ حماقت سمجھ میں نہیں آئی۔ میں تمہیں گولی مار کر

سمجھوں گا۔"

پارس پلٹ کر جانے لگا۔ اس نے للکارتے ہوئے کہا "اے! مرد کا بچہ ہے تو یہاں کھڑا رہ۔ مجھے گولی مارنے دے۔ یہاں سے بھاگتا کیوں ہے؟"

پارس جاچکا تھا۔ وہ دروازے پر آکر بولا "اے! کہاں چلا گیا؟"

اسے اپنے اندر پارس کی آواز سنائی دی "گدھے کے بچے! یہ کیوں بھول گیا کہ تیرے سر سے طلسمی کیل نکل چکی ہے۔ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تیرے اندر موجود ہے۔ وہ تجھے جہاں لے جائے گا، تو جائے گا۔ میں الپا کے پاس جارہا ہوں۔"

الپا بستر پر پڑی تھی۔ مجبور تھی۔ خود کچھ نہیں کرسکتی تھی۔ اس لیے آرمی کے اعلیٰ افسر کو حکم دیا تھا کہ اس کے خفیہ بنگلے میں اور رابنسن اسٹریٹ کے بنگلے میں کسی کو داخل نہ ہونے دیا جائے اور بوبی کو گرفتار کرلیا جائے۔ فرماں بردار بوبی اس کے لیے خطرناک بن چکا تھا۔

آرمی کا اعلیٰ افسر الپا کو یقین دلا رہا تھا کہ اس کے احکامات کی تعمیل کی جارہی ہے لیکن وہ اعلیٰ افسر اپنے طور پر کچھ نہیں کرپا رہا تھا۔ پارس نے اپنے ایک سراغ رساں کو اس کے دماغ میں پہنچا دیا تھا۔ اس سراغ رساں نے پوری طرح اس کے دماغ پر قبضہ جمار کھا تھا۔ الپا کی سیکیورٹی کے لیے اسپتال میں مسلح پولیس والوں کا پہرہ تھا۔ اعلیٰ افسر نے ان پہرے داروں کو وہاں سے ہٹا دیا تھا۔ اس سے زیادہ اس نے اور کچھ نہیں کیا تھا پھر پارس اس کے دماغ میں آگیا۔ وہاں جو سراغ رساں تھا، وہ بوبی کے دماغ میں چلا گیا۔

الپا اس خوش فہمی میں تھی کہ پارس اس کے قید خانے میں ہے۔ پارس نے اعلیٰ افسر کی زبان سے کہا کہ پارس اس کے قید خانے میں ہے۔ پارس نے اعلیٰ افسر کی زبان سے کہا کہ اس کے خفیہ بنگلے سے اہم دستاویزات کے علاوہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ بھی حاصل کیا جاچکا ہے اور جیکی ہنٹر کو اس کی بیٹی ڈائنا کے ساتھ امریکا روانہ کیا جارہا ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچایا جائے گا۔

الپا نے حیرانی سے پوچھا "وہ ادارے والے کہاں سے آگئے؟"

اعلیٰ افسر کی زبان نے کہا "جہاں سے پارس آیا ہے۔"

"کیا؟" وہ حیرانی سے اٹھنے لگی۔ کمزوری کے باعث تھرتھرانے لگی "تم پارس کا نام کیوں لے رہے ہو؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "میں کیا نام لوں گا؟ اس نے میرا نام و نشان بھلایا ہوا ہے۔ میرے دماغ کے شاہانہ تخت پر بیٹھا کر رہا ہے۔ تم نے اسے نچایا تھا۔ اب وہ تمہارا مجرا سنے گا۔"

الپا خوف زدہ ہوکر شدید حیرانی سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر اس اعلیٰ افسر کو دیکھنے لگی پھر اس نے بے یقینی سے پوچھا "تم پارس! تم تو میرے معمول بن چکے تھے؟"

"میں چاہوں تو تمہیں اپنی معمولہ بنا سکتا ہوں مگر اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ضروری یہ ہے کہ میں تمہیں کچھ دماغی توانائی حاصل نہ کرنے دوں۔ اب تم خیال خوانی کرنا بھول جاؤ۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔ اٹھو اور ناچو۔ ناچو ہمارا ناچو۔"

وہ کمزوری کے باوجود بستر سے اٹھ گئی مگر ناچنا نہیں چاہتی تھی۔ پارس نے اس کے اندر آکر کہا "میں تمہارے اندر توانائی پیدا کررہا ہوں۔ تمہیں ناچنا ہی ہوگا۔ ناچو۔"

وہ آہستہ آہستہ پاؤں اٹھا اٹھا کر ناچنے لگی اور گانے کے انداز میں کہنے لگی "ONCE I ORDERED YOU TO DANCE FOR ME NOW I FREE MY SELF TO DANCE FOR YOU"

(ایک بار میں نے تمہیں ناچنے پر مجبور کیا تھا۔ اب میں خود مجبور ہوکر ناچ رہی ہوں)

اعلیٰ افسر نے حیرانی سے کہا "میڈم! آپ ڈانس کیوں کررہی ہیں۔ آپ بہت کمزور ہیں۔ گر پڑیں گی۔ ڈاکٹر! ڈاکٹر!"

وہ ڈاکٹر کو پکارتا ہوا باہر جانے لگا۔ ڈاکٹر اسی طرف آرہا تھا۔ اس نے کمرے میں آکر الپا کو ناچتے ہوئے دیکھ کر پوچھا "یہ آپ کیا کررہی ہیں۔ زخموں کے ٹانکے ٹوٹ جائیں گے۔"

وہ کمزوری کے باعث آہستہ آہستہ ناچتی ہوئی بولی "ناچنے والیوں کے گھنگھرو ٹوٹ جاتے ہیں۔ میرے ٹانکے ٹوٹیں گے تو ٹوٹنے دو۔ مجھے ناچنے دو۔"

اس وقت ایک فائر کی آواز سنائی دی۔ بابا صاحب کے ادارے کا سراغ رساں پارس کی ہدایت کے مطابق بوبی اسمتھ کو دوڑاتا ہوا اسپتال میں لے آیا تھا۔ اس نے اسپتال میں داخل ہوتے ہی ایک فائر کیا وہاں بھگدڑ ہونے لگی۔ ریوالور لیے للکارتا ہوا الپا کے کمرے میں آگیا۔ وہ ناچ رہی تھی۔ بوبی جیسے دشمن کو ریوالور کے ساتھ دیکھتے ہی چیخ مار کر اعلیٰ افسر سے لپٹ کر بولی "پارس! یہ مجھے مار ڈالے گا۔ گاڈ سیک مجھے بچاؤ۔"

پارس نے کہا "تم اس اعلیٰ افسر سے کیوں لپٹ رہی ہو؟"

میں تو تمہارے اندر ہوں۔ اعلیٰ افسر دماغی طور پر آزاد ہے۔ یہ دیکھو ریوالور نکال رہا ہے۔"

اعلیٰ افسر الپا کی سیکیورٹی کے لیے آیا تھا۔ اس نے ریوالور نکال کر فوراً ہی بوبی کو گولی ماردی۔ ادھر وہ گولی کھا کر گرا ادھر الپا شدید کمزوری کے باعث چکرا کر فرش پر گری پھر بے ہوش ہوگئی۔

○☆○

نارنگ اور بھیما کے درمیان ایک عرصے سے ٹھنی ہوئی تھی۔ وہ ایک دوسرے کو کہیں سکون سے رہنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ انہوں نے یہ ٹھان لی تھی کہ دو میں سے کسی ایک کو زندہ رہنا ہے اور دوسرے کو اپنی آتما شکتی سمیت مرجانا ہے۔ اسی ضد اور دشمنی میں دونوں کی آتما شکتی کمزور ہوتی جارہی تھی۔

وہ دونوں جمنا کے جسم میں سما کر بڑے ہی خطرناک کالے علوم حاصل کرنا چاہتے تھے مگر جمنا کے ایک جسم میں دونوں کی آتمائیں سما نہیں سکتی تھیں۔ وہ آگ اور پانی کی طرح ایک جگہ نہیں رہ سکتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے جمنا کو مار ڈالا۔ دونوں میں سے کسی کو اس کا جسم نہ مل سکا۔

بھیما کی آتما جسونت پال کے جسم سے نکل کر کہاں گئی ہے اور اب کس کا جسم حاصل کرنے والی ہے؟ یہ نارنگ نہیں جان سکتا تھا۔

اور بھیما بھی نہیں جانتا کہ نارنگ کہاں ہے؟ اور کس کے جسم میں سمایا ہوا ہے؟ ویسے وہ دونوں ایک دوسرے کی آتما شکتی کو کمزور بناتے رہنے کے لیے پھر ایک دوسرے کو تلاش کرنے والے تھے۔ وہ دونوں آپس میں دشمنی کرتے ہوئے کسی نہ کسی حوالے سے میری داستان میں گھسے چلے آتے تھے۔ پارس، پورس اور الپا وغیرہ کے راستوں میں آکر اس داستان کا حصہ بن جاتے تھے۔

ان دنوں نارنگ ایک مصیبت میں مبتلا تھا۔ کچھ دنوں پہلے ایک کار کے حادثے میں وہ جسمانی طور پر مرگیا تھا۔ اس نے ایک صحت مند جوان کا جسم حاصل کیا تھا۔ بعد میں پتا چلا تھا کہ اس جوان کے دونوں گردے ناکارہ ہورہے ہیں۔ وہ موت میں اس کے اندر سمانے کے بعد پچھتا رہا تھا۔

الپا نے فیصلہ کیا، آئندہ خوب سوچ سمجھ کر کسی اچھے جسم میں جگہ بنائے گا۔ ایسے وقت اسے جمنا کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ سدا جوان بن کر رہنے کا علم حاصل کرچکی ہے۔ وہ مرنے کے بعد بھی اس کے دماغ میں رہ کر جمنا کی مصروفیات معلوم کرتا رہتا تھا۔ کسی موقع پر اسے ہلاک کرکے اس کے جسم میں سما کر اس کے تمام کالے علوم حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ایسے وقت پتا چلا کہ بھیما ایک جوان لڑکی کلپنا کے اندر سمایا ہوا ہے پھر اس نے کلپنا کو چھوڑ کر جسونت کے جسم میں جگہ بنائی ہے۔ نارنگ نے فیصلہ کیا کہ پہلے بھیما کو وہاں سے بھگائے گا لیکن بھیما نے وہاں سے بھاگنے سے پہلے جمنا کے جسم کو گولیوں سے چھلنی کردیا تھا۔

ان حالات میں نارنگ کو انتظار کرنا پڑا کہ کسی صحت مند جوان کی موت ہو تو وہ اس میں جاکر سما جائے۔ روزانہ کتنے ہی جوان مرتے رہتے ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے مختلف شہروں اور علاقوں میں جاکر مرنے والوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔

ایک دن وہ یونہی ٹی وی پروگرام دیکھ رہا تھا۔ ایک چینل سے خبریں سنائی جارہی تھیں۔ نیوز ریڈر کہہ رہا تھا "مشہور و معروف سائنس دان جیمس ہارورڈ کا اچانک انتقال ہوگیا ہے۔ جیمس ہارورڈ نے ایک ایسا آلہ سماعت تیار کیا تھا، جس کے ذریعے کسی بھی مطلوبہ شخص کی آواز دنیا کے آخری حصے سے بھی سنی جاسکتی تھی۔ جیمس نے اس آلے کو اپنے ایک کان سے اس طرح چسپاں کردیا تھا کہ اب اس کی موت کے بعد اسے آپریشن کے ذریعے ہی کان سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ جیمس ہارورڈ کے ورثا سے اجازت لی جارہی ہے کہ تدفین سے پہلے لاش کے کان کا آپریشن کرکے اسے اس کے کان سے الگ کیا جائے۔"

نارنگ خیال خوانی نے ذریعے نیوز ریڈر کے دماغ میں پہنچ کر جیمس ہارورڈ کے ورثا کے کئی فون نمبر معلوم کیے پھر ایک نمبر پر جس سے رابطہ ہوا، اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جیمس ہارورڈ کی دماغی اور جسمانی صحت مندی کے بارے میں معلوم کرنے لگا۔ پتا چلا، وہ چھتیس برس کا تھا۔ قد آور صحت مند تھا۔ اسے کوئی تشویش ناک بیماری نہیں تھی۔ وہ اندھیرے میں ڈرتا تھا۔ پتا نہیں رات کی تاریکی میں اس نے کیا دیکھا تھا کہ خوف سے دم نکل گیا تھا۔

نارنگ نے فیصلہ کرلیا کہ جیمس ہارورڈ ہر لحاظ سے مکمل ہے وہ اس کے جسم میں جائے گا پھر اس کے اندر رہ کر اس کے دماغ سے ڈر نکال دے گا۔

جیمس ہارورڈ کا مردہ جسم اس کے ایک بنگلے میں رکھا ہوا تھا۔ اس کے کئی رشتے دار، چند سائنس داں اور فوجی افسران وہاں موجود تھے اس کے رشتے داروں کو سمجھا رہے تھے کہ جیمس ہارورڈ نے ایک غیر معمولی آلہ سماعت تیار کیا تھا۔ اس آلے کو اس کے کان سے الگ کرکے اس کی

اسٹڈی کی جائے گی تاکہ ویسے ہی دوسرے آلات تیار کیے جاسکیں۔

اس کے ماں باپ اور اس کی ہونے والی بیوی سب ہی اعتراض کررہے تھے۔ مرنے والے کا آپریشن کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے لیکن سرکاری طور پر حکم دیا گیا کہ اس غیر معمولی آلہ سماعت کو مردے کے ساتھ مٹی میں نہ ملایا جائے۔ فوجی افسران اسے آپریشن تھیٹر پہنچانے کے لیے ایک اسٹریچر پر ڈال کر لے جارہے تھے۔ اسی وقت جیمس ہارورڈ نے آنکھیں کھول دیں۔ چیخ کر بولا "ہالٹ! مجھے نیچے رکھو۔"

اسٹریچر اٹھانے والے ایک دم سے خوف زدہ ہوگئے۔ مردے کو زندہ ہوتے دیکھ کر ان کے ہاتھوں سے اسٹریچر چھوٹ گیا۔ مردہ نیچے گرتے ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سب ہی لوگ حیرانی سے اور بے یقینی سے اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر فوجی افسر سے بولا "مجھے باپ کا مال سمجھ کر میرا کان کاٹنے لے جارہے تھے۔ کیا میری سائنسی خدمات کا یہی صلہ ہے؟ اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا اب بھی میرا کان کاٹو گے؟ باہر جاؤ اور پریس والوں کو اندر بھیج دو۔"

پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز آگئے۔ کئی فلیش لائٹ کی روشنیاں جلنے بجھنے لگیں۔ اس کی تصویریں اتاری جارہی تھیں۔ سوالات کیے جارہے تھے۔ وہ جواباً کہہ رہا تھا "پہلے ان ڈاکٹروں کا محاسبہ کرو، جنہوں نے میری موت کی تصدیق کی تھی۔ دراصل یہ سازش تھی۔ مجھے مُردہ ظاہر کرکے میرے کان سے آلہ سماعت نکالنے کی پلاننگ کی گئی تھی۔ مجھے موت نہیں آئی تھی۔ میں کوما میں تھا۔"

اس کے ماں باپ اور رشتے دار خوش ہورہے تھے۔ اس کی منگیتر مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔ بے چاری نہیں جان سکتی تھی کہ اپنے مردے کے دھوکے میں دوسرے مرد کو دیکھ رہی ہے اور وہی اس کا مقدر بننے والا ہے۔

نارنگ نے پریس والوں سے کہا "میں ابھی کوما سے نکلا ہوں۔ کمزوری محسوس کررہا ہوں۔ پلیز مجھے آرام کرنے کا موقع دیں۔ مہربانی ہوگی۔"

وہ ان سے نجات حاصل کرکے اپنے رشتے داروں سے بولا "میں اپنے بیڈ روم میں جارہا ہوں۔ اب آپ سے صبح ملاقات ہوگی۔"

وہ ایک بیڈ روم میں آکر بستر پر لیٹ گیا۔ جیمس ہارورڈ کو اپنے طور پر سوچنے دیا۔ وہ سوچنے لگا "یہ مجھے کیا ہوگیا تھا؟ تھوڑی دیر تک اپنے آپ سے یوں غافل ہوگیا تھا جیسے مر گیا ہوں۔ او گاڈ! میرے ساتھی سائنس داں اور فوجی افسران مجھے مُردہ سمجھ کر آلہ سماعت حاصل کرنے کے لیے میرا کان کاٹنا چاہتے تھے۔ مجھے ان کی باتیں سننا چاہیے۔"

وہ ایک سائنس دان کا تصور کرکے اس کی طرف دھیان دینے لگا۔ ایسے وقت اس کے کان میں اس سائنس دان کی گفتگو ایسے سنائی دینے لگی جیسے کان سے فون کا ریسیور لگا ہوا اور وہ فون پر اس کی باتیں سن رہا ہو۔ وہ سائنس دان اپنے دو ساتھیوں سے کہہ رہا تھا "دو ڈاکٹروں نے اس کی موت کی تصدیق کی تھی۔ میں نے بھی اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تھا۔ دل کی دھڑکنیں بند ہوگئی تھیں۔ تعجب ہے، ایک گھنٹے تک مردہ پڑا رہا، وہ زندہ کیسے ہوگیا؟"

دوسرے نے کہا "اس کا بیان ہے کہ وہ کوما میں تھا، یعنی کوما جیسی علامتیں نہیں تھی۔ وہ بے شک وشبہ مر چکا تھا۔"

"شٹ۔ ہم سوچ رہے تھے، اس کے کان سے آلہ سماعت نکال لیں گے پھر ویسے ہی دوسرے آلات تیار کرلیں گے۔ کم بخت اس آلے کی تکنیک اور پروسس نہیں بتا رہا ہے۔ بہانے کرتا ہے کہ ابھی اس آلے کو آزما رہا ہے۔ آزمائش پوری ہوگی۔ کامیابی ہوگی تو ہمیں فارمولا بتائے گا۔"

"ہم اس کے خلاف بول رہے ہیں۔ ایسا تو نہیں ہے کہ وہ ہماری باتیں سن رہا ہو؟"

"وہ ابھی اپنے ماں باپ اور رشتے داروں کی بھیڑ میں ہوگا۔ اسے ہماری باتیں سننے کی فرصت نہیں ملے گی۔"

جیمس ہارورڈ نے ان کی طرف سے دھیان ہٹا دیا پھر ان کی آوازیں یوں بند ہوگئیں جیسے اس نے فون کا ریسیور کریڈل پر رکھ دیا ہو۔ اس کی منگیتر دروازہ کھول کر اندر آئی۔ مسکرا کر بولی "تم نے سب ہی کو بیڈ روم میں آنے سے منع کیا ہے۔ میں دیکھنے آئی ہوں کہ میری کیا حیثیت ہے۔ کیا میں واپس جاؤں؟"

وہ قریب آنے لگی۔ وہ دونوں بازو پھیلا کر بولا "آؤ، سینے سے لگ کر دیکھو، میرا دل دھڑک رہا ہے یا نہیں؟ میں زندہ ہوں یا نہیں؟"

وہ ہنستی ہوئی اور قریب آگئی پھر بولی "میں نے تمہیں سے منوائی تھی کہ شادی سے پہلے ہم دور دور رہیں گے۔ اس طرح محبت بڑھتی رہے گی۔"

نارنگ اس کے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی "میں اس سے دور رہنا چاہتی ہوں۔ یہ چھونے، پکڑنے اور جکڑنے کے چکر میں رہتا ہے۔ یہ قاتل

والدین اس کی شہرت اور دولت کو دیکھ کر میری شادی اس سے کررہے ہیں۔ مجھے تو وکی اچھا لگتا ہے۔ کتنی بار اس سے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی رہی ہوں مگر وہ کسی اور کا دیوانہ ہے۔ میں جیمس سے دامن بچاتی ہوں۔ وکی مجھ سے تڑپتا ہے۔"

وہ چپ چاپ کھڑی سوچ رہی تھی اور جیمس ہارورڈ حیرانی سے سوچ رہا تھا "کیسی عجیب سی بات ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے۔ جیسے میں سوزی کے دماغ میں پہنچ گیا ہوں اور وہ سوچ رہی ہے، اسے میں سن رہا ہوں۔ اس طرح کسی کے دماغ میں پہنچنے کو اور خیالات پڑھنے کو ٹیلی پیتھی کہتے ہیں۔ کیا میں سچ مچ ابھی سوزی کے خیالات پڑھ رہا تھا؟ کیا مجھے آپ ہی آپ یہ علم آگیا ہے؟"

سوزی نے پوچھا "چپ کیوں ہو؟ کیا مجھے چھونا ضروری ہے صرف باتیں کرو۔"

جیمس نے پوچھا "گیا۔ وکی چھونا چاہے تو تم تن من سے راضی ہوجاؤ گی؟"

سوزی نے چونک کر گھبرا کر اسے دیکھا پھر پوچھا "کون وکی؟"

"وہی جس کے بارے میں ابھی سوچ رہی تھیں۔ آج پتا چلا کہ وہ تمہارا یار ہے۔ مجھ سے تو صرف شہرت اور دولت کی وجہ سے شادی کروگی۔"

اس کے چہرے کا رنگ اڑنے لگا۔ نارنگ اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہی تھی "اسے میرے اندر کی بات کیسے معلوم ہوگئی؟ یہ ہزاروں میل دور کی آوازیں اور باتیں سن رہا ہے لیکن دماغ کے اندر کی باتیں صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی سن سکتے ہیں اور اس نے کبھی ٹیلی پیتھی سیکھی نہیں ہے۔"

جیمس نے کہا "ہاں میں نے کبھی ٹیلی پیتھی سیکھی نہیں ہے لیکن قدرتی طور پر یہ علم حاصل ہورہا ہے۔ تم پریشان ہو، تمہارے اندر کی باتیں مجھے کیسے معلوم ہورہی ہیں۔"

سوزی کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی "تم۔ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"مجھے بھی یقین نہیں آرہا ہے پھر بھی میں تمہارے اندر تمہاری دوغلی محبت کو سمجھ چکا ہوں۔ تم مجھے دھوکا دیتی ہو۔ تمہیں اس کی سزا ملے گی۔"

وہ دروازے کی طرف جاتی ہوں بولی "نہیں۔ میں تم سے شادی نہیں کروں گی۔ تم بہت خطرناک ہو۔ اندر کی بات جان لیتے ہو۔ تمہارے ساتھ گزارہ نہیں ہوگا۔"

"جاؤ مگر آدھی رات کے بعد آنا ہوگا۔ تمہاری سزا یہی ہے کہ تم اپنے حسن کی سوغات وکی کو دینے سے پہلے مجھے دوگی اس کے بعد میں تم پر تھوک دوں گا۔ ناؤ گیٹ آؤٹ۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ جیمس بستر سے اٹھ کر آئینے کے سامنے آیا پھر اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے بولا "میرا چہرہ اور میری شخصیت پرکشش نہیں ہے۔ اسی لیے سوزی کسی وکی پر مرمٹی ہے۔"

وہ اپنے اس کان کو آئینے میں دیکھنے لگا، جس میں آلہ سماعت لگا ہوا تھا۔ نارنگ نے کہا "ہیلو جیمس ہارورڈ! تم پرکشش ہو۔"

وہ چونک کر آئینے میں اپنے عکس کو دیکھنے لگا۔ نارنگ نے اس کی زبان سے کہا "غور سے دیکھو۔ آئینے میں تمہارا ہمزاد بول رہا ہے۔"

"ہمزاد؟ ہمزاد ایک خیالی ہستی ہے۔ یا ہر انسان کا دوسرا روپ ہے۔ آج تک حقیقتاً کسی ہم زاد نے مجھے مخاطب نہیں کیا تھا۔"

"اب مخاطب کررہا ہوں۔ آج سے ہمیشہ تمہارے اندر رہا کروں گا۔ تم میرے ذریعے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھ سکو گے۔"

"ہاں۔ یہ عجیب وغریب علم مجھے حاصل ہورہا ہے۔ میں بہت خوش نصیب ہوں۔"

"میں تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے فائدہ پہنچاؤں گا۔ تم اپنے آلہ سماعت کے ذریعے میرے کام آتے رہو گے۔ مجھے ایک دشمن کی تلاش ہے۔ میں تمہارا دھیان اس دشمن کی طرف لگا رہا ہوں اس کی آواز اور لہجہ سنا رہا ہوں۔ تم اس کی آواز کو کیچ کرو۔"

نارنگ بھیما کا دھیان کرنے لگا۔ دوسرے لفظوں میں جیمس ہارورڈ پورے استغراق سے بھیما سے رابطہ کرنے لگا لیکن دنیا کے کسی حصے میں بھیما کی آواز سنائی نہیں دی۔ نارنگ سمجھ گیا کہ وہ جس کے جسم میں پہنچا ہوا ہے۔ اسی کا لب ولہجہ اختیار کرچکا ہے۔ اپنی آواز میں نہیں بول رہا ہے۔ اس لیے ابھی اس کا سراغ نہیں ملے گا۔

جیمس ہارورڈ نے کہا "بھیما کسی وجہ سے مسلسل خاموش ہے یا گہری نیند سو رہا ہے۔ جب وہ بولے گا تو میرے کان اس کی گفتگو سننے لگیں گے۔"

نارنگ نے کہا "یہی بات ہوگی۔ تم کل صبح اس کی آواز کیچ کرو۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔ ماں اسے رات کے کھانے کے لیے بلا رہی تھی۔ وہ بیڈ روم سے باہر آکر ماں کی پیشانی کو چوم کر اس کے ساتھ جانے لگا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ جمنا اور بھیما نے ایک دوسرے کو ہلاک کیا تھا۔ جسونت کا جسم بے جان ہوتے ہی بھیما کی آتما نکل کر بھٹکنے لگی تھی۔ آتما روشنی اور آواز کی رفتار سے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرتی ہے۔ بھیما بھی اسی رفتار سے سفر کرتا ہوا کسی مردہ جسم کو تلاش کر رہا تھا۔ یوں تو دنیا کے ہر حصے میں انسان پیدا بھی ہو رہا تھا اور مرتا بھی جا رہا تھا۔ اسے کتنے ہی مردہ جسم مل سکتے تھے لیکن وہ اپنی پسند کے مطابق یروشلم کے ایک شان دار بنگلے پہنچا۔ ایک بہت ہی خوب رو اور پرکشش جوان کی میت رکھی ہوئی تھی۔ وہاں بے شمار لوگ تھے۔ ان میں حسین عورتوں کی تعداد زیادہ تھی۔ جس کی موت پر حسین عورتیں ماتم کرتی ہیں' اس کی شخصیت یقیناً پرکشش ہوتی ہے۔ حسینوں کا میلہ دیکھتے ہی بھیما کی آتما اس جوان کے جسم میں داخل ہوگئی۔

مرنے والے کا نام جواد بن مستقیم تھا۔ جنازے کے قریب عورتوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ نوخیز دوشیزائیں' جوان عورتیں سیاہ لباس میں سوگوار بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایسے وقت جواد کے جسم میں جان آئی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ سوچنے لگا "کیا میں سو رہا تھا؟ میرے آس پاس عورتوں اور مردوں کی آواز سنائی دے رہی ہیں۔ عورتیں میرا نام لے لے کر ماتم کر رہی ہیں۔ ماجرا کیا ہے؟"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے کچھ نظر نہیں آیا کیونکہ وہ کفن میں لپٹا ہوا تھا۔ کچھ کچھ اس کی سمجھ میں آنے لگا۔ آس پاس کچھ لوگ کلمہ شہادت پڑھ رہے تھے۔ جواد نے کچھ سوچا پھر اچانک ہی کلمہ پڑھنے لگا تو یک لخت گہری خاموشی چھا گئی پھر کسی بوڑھی عورت نے چیخ کر کہا "مردہ بول رہا ہے۔ وہ کلمہ پڑھ رہا ہے۔"

جواد پڑھتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر کی طرف سے کفن کھل کر اس کی کمر تک آگیا۔ عورتیں اور بچے کچھ حیرانی سے کچھ خوف سے چیخ پڑے۔ جوان اور بوڑھے بے یقینی سے اسے تکنے لگے۔ جواد نے ایک بوڑھے سے کہا "انکل! اس طرح کیا دیکھ رہے ہیں؟ میں مردہ نہیں زندہ ہوں۔ میری نبض دیکھیں۔"

اس نے اپنا ایک ہاتھ آگے بڑھایا۔ اس بوڑھے نے آگے بڑھ کر پہلے ہاتھ کو چھو کر محسوس کیا پھر اسے تھام کر بولا "یا خدا! یہ کیسا معجزہ ہے؟ تم پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے مردہ تھے۔ ہم سب تمہاری موت کے چشم دید گواہ ہیں۔"

"اور آپ سب میری نئی زندگی کے بھی چشم دید گواہ ہیں۔ میرے جسم پر لباس نہیں ہے۔ صرف یہ کفن۔ خواتین کو پردہ کرنے کے لیے کہا جائے۔"

تمام خواتین وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں۔ جواد کے لیے لباس لایا گیا۔ وہ جنازے سے باہر آکر پہننے لگا۔ وہاں کا پہلے ماتم کناں تھا۔ اب بنگلے کے اندر اور باہر تمام لائٹیں روشن کردی گئی تھیں۔ دور تک روشنی پھیل گئی تھی۔ مرد گونجنے لگی تھی۔ عورتوں کے ہنسنے' ناچنے اور گانے کی آوازیں آرہی تھیں۔

بھیما خاموشی سے جواد کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اسے ہسٹری معلوم کر رہا تھا۔ پتا چلا' وہ اشتہارات کی دنیا کا ماڈل ہے۔ پچھلے پانچ برسوں سے لاکھوں ڈالرز کما رہا کروڑ پتی بن گیا ہے۔ وہ ایسا مکمل خوب رو جوان تھا حسین ترین عورتیں اپنا غرور بھول کر اس کے سامنے جاتی ہیں۔

عورت ہو یا مرد' سب ہی اسے چاہتے تھے۔ ایسے عقیدت مند تھے' جیسے وہ آسمان سے اتر کر آیا مخلوق ہے۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ اس کی بات پر اعتراض نہیں کرتے تھے۔ جواد کے بارے میں باتیں سننے والے یقین نہیں کرتے تھے کہ وہ جس سے اسے اپنا محبوب اور محکوم بنالیتا ہے۔

کسی کے یقین نہ کرنے کے باوجود وہ ایسا ہی تھا۔ چاہتا تھا' اسے اپنے زیر اثر لے آتا تھا۔ بھیما کو حقیقت معلوم ہوئی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ سات برس کی عمر سے ایک بزرگ کی خدمت کرتا رہا انہیں تینوں وقت اپنے ہاتھوں سے کھلاتا پلاتا کمزوری کے دوران میں وہ غلیظ ہوجاتے تھے غلاظتیں صاف کرتا تھا۔ ہر ممکن طریقے سے صاف رکھ کر عبادت کرنے کے قابل بنائے رکھتا نے دس برس تک دن رات ان کی خدمت کی۔ انہوں نے اسے اپنے حجرے میں بلا کر کہا "تم نے خدمت کی ہے۔ میری دعا ہے کہ جب تک دنیا میں حال رہو۔ اپنا دایاں ہاتھ میری طرف بڑھاؤ۔"

اس نے دایاں ہاتھ بڑھایا۔ انہوں نے اس کی ایک انگلی میں انگوٹھی پہنائی پھر کہا جھوٹ نہیں بول سکے گا۔ کوئی جس سے مصافحہ کرو گے۔ یہ انگوٹھی جس کے بدن کو چھوئے گی۔ وہ خود بخود تم سے سچ بولنے لگے گا۔ اگر تمہیں دھوکا دینا پڑے یا تو دھوکا دہی کا اعتراف کرلے گا۔ یہ انگوٹھی تمہارے لیے خوش حالی اور ترقی کے راستے کھولتی جائے گی۔"

جواد نے کہا "آپ مجھ پر بڑا کرم کر رہے ہیں۔ ایک بات بتائیں' کیا میری زندگی میں ہمیشہ خوش حالی رہے گی؟"

"اس دنیا میں کسی بھی انسان کی زندگی ہمیشہ خوش حال نہیں رہتی۔ ہر انسان کو سکھ ملتا ہے تو دکھ بھی ملتا ہے۔ قہقہے ملتے ہیں تو آنکھوں سے دو آنسو بھی بہتے ہیں۔ تمہاری زندگی میں مسائل پیدا ہوں گے۔ ایک وقت ایسا آئے گا۔ جب کوئی تم پر حاوی ہونا چاہے گا۔ تمہارے جسم پوست کے جسم میں سما جائے گا۔ تمہیں پریشان کرے گا لیکن اس خبیث کو تمہارے جسم کے قید خانے سے نجات نہیں ملے گی۔ وہ تمہارا پابند ہو کر رہ جائے گا۔"

بھیما یہ خیالات پڑھ کر پریشان ہوگیا۔ اس نے سوچا "کیا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مجھے اس جسم میں کوئی قید نہیں کرسکتا۔ میری آتما شکتی باقی ہے۔ میں جب چاہوں جواد کے جسم کو چھوڑ کر جاسکتا ہوں۔"

اس کی دوسری سوچ نے کہا "مجھے اس جسم سے نکل کر یہ دیکھنا چاہیے کہ اس بزرگ کی پیش گوئی درست ہے یا نہیں؟"

اس کی پہلی سوچ نے کہا "نہیں۔ میں اس جسم سے نکل جانے میں کامیاب ہوجاؤں گا۔ اس بزرگ کی پیش گوئی غلط ہوجائے گی لیکن میری آتما شکتی اور کمزور ہوجائے گی۔ مجھے کسی دوسرے کے جسم میں جانا ہوگا۔"

وہ آزمائش کے طور پر اس جسم سے نکل کر اپنا نقصان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے یہ طے کیا کہ کبھی کوئی مصیبت آئے گی تو جواد کو خودکشی کے ذریعے مرنے پر مجبور کرکے اس کے جسم سے نکل جائے گا۔

جواد اپنے رشتے داروں اور بے شمار عقیدت مندوں کے درمیان بیٹھا کہہ رہا تھا "ایک خدا کی عبادت کرو۔ اس قادر مطلق کی قدرت کو کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ مجھے عارضی طور پر موت کیوں آئی تھی؟ اور تم نہیں

سمجھ سکتے کہ یہ نئی زندگی مجھے کیوں ملی ہے اور کیسے ملی ہے؟ میری عارضی موت سے پہلے بھی دنیا یہی تھی۔ نئی زندگی پانے کے بعد بھی دنیا یہی ہے۔ دنیا کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہمارا بگڑتا ہے۔ ایک دن ہماری زندگی چھن جاتی ہے۔ لہٰذا یوں بگڑنے سے پہلے نماز پڑھو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ نماز کا وقت ہوچکا ہے۔ آؤ آج ہم مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کریں۔"

وہ سب اٹھ گئے۔ اس کے پیچھے مسجد اقصیٰ کی طرف جانے لگے۔ خواتین بنگلے کے اندر باجماعت نماز کے لیے تیار ہونے لگیں۔ بھیما پریشان ہوگیا۔ وہ سیاہ ماتمی لباس میں حسینوں کا میلہ دیکھ کر آیا تھا۔ جواد کے اندر سما کر سمجھ رہا تھا کہ فلسطینی حسیناؤں کے ساتھ زندگی بڑی رنگین گزرے گی لیکن وہ ایک عابد کے اندر آگیا تھا اور وہ عابد ایسا عبادت گزار تھا کہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی مسجد کی طرف لے جارہا تھا۔

بھیما کی سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ پہلی فرصت میں جواد کو کسی ویرانے کی طرف لے جائے پھر آتما شکتی کو مکمل کرنے کے لیے چالیس دنوں تک منتروں کا جاپ کرتا رہے۔ اس نے جواد کے اندر کہا "رک جاؤ۔"

جواد ٹھٹک جانے کے انداز میں ایک ذرا رکا پھر اپنے لوگوں کے ساتھ چلنے لگا۔ بھیما نے کہا "میں کہتا ہوں رک جاؤ۔ ہمیں چالیس دنوں تک کسی ویرانے میں رہنا ہے۔ تم نہیں جانتے، میں نے تمہیں نئی زندگی دی ہے۔"

جواد نے سوچ کے ذریعے کہا "زندگی دینے والا صرف خدا ہے۔ مجھے اپنے بزرگ کی پیش گوئی یاد ہے۔ اس پیش گوئی کے مطابق ایک خبیث میرے اندر سما گیا ہے۔ آتما یا روح میں خباثت نہیں ہوتی۔ تم کالے علوم کے ذریعے اپنی آتما کو ناپاک کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہو۔ آج سے تمہاری آتما میرے اندر دھلتی رہے گی۔ مصفّا اور پاک ہوتی رہے گی۔"

بھیما سوچ میں پڑگیا "ہے بھگوان! میں کہاں آکر پھنس گیا ہوں؟ مجھے اس کے دماغ میں ایسی بے چینی اور ایسی ہلچل پیدا کرنا چاہیے کہ یہ گھبرا کر میرا معمول بننے پر مجبور ہوجائے۔"

وہ اس کے دماغ میں ایسی ہلچل پیدا کرنے لگا جیسے نیلماں کبھی ناصرہ کے دماغ میں پیدا کرتی تھی۔ اس پر پاگل پن طاری کردیتی تھی یا اسے موت کی دہشت میں مبتلا کردیتی تھی۔

جواد نے سوچ کے ذریعے پوچھا "کیا تم یوگا جاننے والوں کے دماغوں کو نقصان پہنچا سکتے ہو؟"

وہ بولا "نہیں پہنچا سکتا۔ تم یوگا جانتے ہو، تمہارے دماغ میں پہنچا ہوا ہوں۔ تعجب ہے، تم متاثر کیوں نہیں ہو رہے؟"

"میرے ایک ہاتھ کی انگلی میں ایک برگزیدہ ہستی کا عطیہ ہے۔ میرا دل، میرا دماغ اس ایمان پرور انگوٹھی کے زیر اثر ہے۔ میرے اندر خاموش رہو اور اپنی علامتی رہنے کی اچھی کوشش کرتے رہو۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولتا ہوا مسجد اقصیٰ کے احاطے میں داخل ہوگیا۔

○☆○

پورس نے آندرے، سائن اور ان کے ساتھ جانے والے ساتھیوں تک اپنے سراغ رسانوں کی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا۔ ان کا صرف ایک سراغ برائٹ گرفت میں آنے سے پہلے ہی کہیں روپوش ہوگیا۔

بابا صاحب کے ادارے کے سراغ رساں اکابرین اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول اس خفیہ اڈے تک پہنچ گئے تھے، جہاں ٹرانسفارمر مشین کر رکھی گئی تھی۔ ان سراغ رسانوں نے وہاں کاروں سے ٹرانسفارمر مشین کے پرزے پرزے الگ تھے پھر انہیں سمندر میں پھکوا دیا تھا۔

جناب تبریزی نے پورس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "آفریں ہے تم پر۔ جمہوریہ چین میں ٹرانسفارمر مشین جارہی ہے، تم نے ایسے وقت امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معمول بنا کر انہیں مجبور اور بے بس کردیا ہے۔ اب سے کوئی جمہوریہ چین جاکر وہاں ٹرانسفارمر مشین میں رکاوٹیں پیدا نہیں کرے گا۔"

پورس نے کہا "امریکا کے علاوہ چین کے مخالفین بھی ہیں۔ وہ رکاوٹیں پیدا کریں گے۔ اس ہدایات چاہتا ہوں۔"

"اسکاٹ لینڈ یارڈ کے جاسوس چین کی طرف ہیں۔ اس سلسلے میں امریکن اکابرین کے خیالات کے علاوہ ایک عرصے تک روپوش رہنے والا تاج عام پر آئے گا۔ اس نے حکومت فرانس سے جس کی رو سے وہ چین میں نہ ٹرانسفارمر مشین اور نہ ہی چین کے کسی باشندے کو ٹیلی پیتھی

پچھلے ابواب میں تیج پال کا ذکر مسلسل ہو

بہت ہی ذہین، حاضر دماغ اور زبردست پلان میکر تھا۔ اپنے منصوبوں سے کامیابیاں حاصل کرتا تھا۔ اگر ناکام ہوتا تھا۔ تب بھی مخالفین کے لیے مسائل پیدا کردیا کرتا تھا۔

تیج پال کی رہنمائی میں چار ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام بیزون، دوسرے کا نام جوزف وہسکی، تیسرے کا نام مائیک مورد اور چوتھے کا نام بڈی رابرٹ تھا۔ بیزون کی بیوی مونو ریٹا بھی ان کے ساتھ تھی۔ وہ سب تیج پال کی ذہانت پر بھروسا کرتے تھے اور اسی کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے محفوظ زندگی گزار رہے تھے۔

جناب تبریزی کی اطلاع کے مطابق تیج پال نے حکومت فرانس سے دوستانہ معاہدہ کیا تھا اور اب اس معاہدے کے مطابق اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ جمہوریہ چین میں مسائل پیدا کرنے والا تھا۔

پورس نے اپنے ایک سراغ رساں سے کہا "تیج پال اور اس کے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ لگاؤ۔ وہ چین جانے والے ہوں گے یا مخالفانہ کارروائیوں کے لیے چین میں اپنے آلہ کار پیدا کررہے ہوں گے۔"

پورس اسے ہدایات دے کر ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں پہنچا پھر ایک عامل کی حیثیت سے بولا "اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں سے معاہدہ کیا گیا تھا۔ ان کی ایک ٹیم جمہوریہ چین کے لیے روانہ ہوئی تھی۔ ٹیم کی لیڈر شیوانی بھاسکر نے ہم سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا مطالبہ کیا ہے۔ موجودہ مشن میں اسے ایک خیال خوانی کرنے والے کی ضرورت ہے۔"

"شیوانی کو اطلاع دو۔ تمہارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا لیزی گارڈ اس سے ہانگ کانگ میں ملاقات کرے گا۔"

"ہمارے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو شیوانی کے پاس نہیں جانا چاہیے۔"

"کیوں نہیں جانا چاہیے؟"

"شیوانی کی آنکھیں غیر معمولی اور خطرناک ہیں۔ وہ خیال پیشانی کو گھور کر دیکھتی ہے، وہ اپنی پیشانی میں حرارت محسوس کرتا ہے پھر بے اختیار اس کے سامنے اپنے اندر کی چھپی باتیں بولنے لگتا ہے۔ وہ جسے ایک بار دیکھ لیتی ہے اسے ہزاروں میل دور ہونے کے باوجود اپنی آنکھوں سے تسخیر کرتی ہے۔"

"پھر تو واقعی بڑی خطرناک ہے۔"

"صرف اتنا ہی نہیں، وہ زہریلی بھی ہے۔ یہ سب کچھ ہم نے اس کے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سروس ریکارڈ سے معلوم کیا ہے۔"

"اس کے بارے میں اور کوئی خاص بات؟"

"یہی دو خاص باتیں ہیں۔ غیر معمولی خطرناک آنکھیں، جو غلام بنا لیتی ہیں اور اس کا زہریلا پن۔"

"آل رائٹ۔ شیوانی کو اطلاع دو کہ لیزی گارڈ اس کی ٹیم میں شامل ہونے کے لیے ہانگ کانگ پہنچ رہا ہے۔ جبکہ لیزی گارڈ کی ایک ڈمی وہاں جائے گی۔ ہم اسے دھوکا دیں گے۔"

پورس نے مجھے مخاطب کیا "پاپا! آپ کیسے ہیں؟"

"بخیریت ہوں۔ تم نے کیسے یاد کیا ہے؟"

"میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے لیے گارڈ کے روپ میں ہانگ کانگ جارہا ہوں۔ وہاں شیوانی کی ٹیم میں شامل ہوکر چین پہنچوں گا۔"

"اس کا مطلب ہے، شیوانی کی شامت آگئی ہے۔ ویسے ایک بات بتا دوں۔ جناب عبداللہ واسطی کی ہدایت ہے کہ شیوانی کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ تمہیں بھی اس ہدایت پر عمل کرنا ہوگا۔"

"تعجب ہے۔ وہ دشمن ارادوں کے ساتھ چین جارہی ہے اور ہمارے بزرگ اسے تحفظ فراہم کررہے ہیں۔"

"اس ہدایت کے پیچھے کوئی مصلحت ہوگی۔ تم اسے نقصان پہنچائے بغیر اس کی مخالفانہ کارروائیوں سے اسے باز رکھ سکتے ہو۔"

"جناب عبداللہ واسطی اس کی خطرناک آنکھوں کے بارے میں جانتے ہوں گے۔"

"ہم سب جانتے ہیں۔ تم ماسک میک اپ میں رہو گے تو اس کی آنکھوں کی حرارت تمہاری پیشانی تک نہیں پہنچ سکے گی۔"

"ماسک عام طور پر ایسے ربڑ کے ہوتے ہیں، جو انسانی جسم کی کھال سے مناسبت رکھتے ہیں۔ کیا شیوانی کی آنکھوں کی حرارت ربڑ کے آرپار نہیں جاتی ہے؟"

"یقیناً یہی بات ہے۔ وہ زہریلی بھی ہے۔ ویسے تم کچھ کم زہریلے نہیں ہو۔ شیوانی کے معاملے میں تمہیں وش یو گڈ لک کہہ سکتا ہوں۔ چلے آؤ۔ اس بہانے بہت عرصے بعد ہم باپ بیٹے ملیں گے۔"

میں تھوڑی دیر تک بیٹے سے باتیں کرتا رہا۔ اسے بتایا کہ ٹرانسفارمر مشین کی تیاری شروع ہو چکی ہے لیکن اس کی تکمیل میں شاید دو چار ماہ لگ جائیں گے کیونکہ بیرونی اور اندرونی رکاوٹیں پیدا ہوتی رہتی تھیں اور ہم رکاوٹیں پیدا کرنے والوں کو کچلتے رہتے تھے۔

بیرونی رکاوٹیں امریکا' فرانس اور یو کے کی طرف سے تھیں۔ یو کے سے مراد اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رسانوں کی مداخلت تھی۔ احمد زبیری اور ہمارے دوسرے سراغ رساں دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اور سیکرٹ ایجنسس سے نمٹ رہے تھے۔ جناب عبداللہ واسطی بیجنگ سے کچھ دور بابا فرید واسطی کے نام سے ایک نئے ادارے کی عمارتیں تعمیر کروانے میں مصروف تھے۔ دلیر آفریدی ان کے ساتھ مصروف رہتا تھا۔ ان سے یوگا کی مشقیں سیکھنے کے علاوہ جمناسٹیم کے ادارے میں جاکر جمناسٹک کی مشقیں کرتا رہتا اور مارشل آرٹ سیکھتا رہتا تھا۔ اس نے للی سے شادی کرلی تھی۔

ٹرانسفارمر مشین کا کام بڑی رازداری سے شروع ہوا تھا۔ حتی الامکان کوششیں کی گئیں تھیں کہ جہاں وہ مشین تیار ہو رہی ہے' اس خفیہ اڈے کا علم کسی کو نہ ہو۔ میں' علی اور دوسرے چند سراغ رساں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس اڈے میں کام کرنے والوں کے چور خیالات پڑھتے رہتے تھے۔

وہاں کام کرنے والوں میں آرمی کے دو افسران' تین مکینک اور چھ مسلح سیکورٹی گارڈز تھے۔ ان پر یہ پابندیاں تھیں کہ جب تک مشین تیار نہیں ہوگی' وہ بیجنگ شہر' اپنے گھروں میں نہیں جائیں گے اور نہ ہی فون کے ذریعے یا فیکس کے ذریعے اپنے بیویوں' بچوں اور دوسرے رشتے داروں سے رابطہ کریں گے۔

اتنی پابندیوں کے باوجود جو چور ہوتے ہیں' وہ چور راستے نکال لیتے ہیں۔ جب کام شروع ہوا تو ایک ہفتے بعد علی نے مجھ سے کہا "پاپا! ایک مکینک کچھ گڑبڑ کر رہا ہے۔"

علی اور پارس ٹرانسفارمر مشین کے ماہر مکینک تھے۔ علی کو مشین کے تمام پرزوں اور اسمبلنگ کے سلسلے میں ٹھوس معلومات حاصل تھیں۔ اس کی نگرانی میں کوئی ماہر غلطی نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے پوچھا "کیا گڑبڑ ہے؟"

اس نے کہا "ایک مکینک نے پہلے ہی دن پرزوں کے اسمبلنگ کے سلسلے میں جو چارٹ تیار کیا تھا۔ اس میں چند غلطیاں تھیں۔ میں نے ان غلطیوں کی نشان دہی کی۔ انہیں درست کرایا۔ آپ نے آرمی افسران سے شکایت کی تھی کہ وہ چین کا بہت ہی تجربے کار ماہر مکینک ہے پھر اس سے غلطیاں کیوں ہو رہی ہیں؟"

میں نے کہا "افسران نے اس مکینک کو وارننگ دی تھی۔ وہ بے چارہ مکینک واقعی پریشان تھا کہ اس سے اتنی غلطیاں کیسے ہوگئیں۔"

علی نے کہا "ایک چھوٹا سا پرزہ بھی غلطی سے اپنی اصل جگہ نہ لگے۔ کسی دوسری جگہ لگ جائے تو یہ ٹیلی پیتھی سکھانے والی حساس مشین اپنی مکمل مطلوبہ کارکردگی پیش نہیں کرسکے گی۔"

میں نے تائید کی پھر پوچھا "کیا اس مکینک نے پھر کوئی گڑبڑ کی ہے؟"

"جی ہاں۔ ابھی وہ ایک اہم پرزے کو غلط جگہ لگا رہا ہے۔"

یہ سنتے ہی میں نے کام روک دینے کا حکم دیا۔ بری' بحری اور فضائی افواج کے تین اعلیٰ افسران بیجنگ میں تھے۔ ان سے خیال خوانی کے ذریعے کہا "یہاں ایک مکینک مشکوک ہے۔ وہ مشین کے سلسلے میں بار بار غلطیاں کر رہا ہے۔"

ایک افسر نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ وہاں ہر ایک کے دماغ میں موجود رہتے ہیں پھر غلطیاں کیسے ہو رہی ہیں؟"

"ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے چوبیس گھنٹے کسی کے دماغ میں نہیں رہ سکتے ہم کسی کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں اور اس پر بھروسا کرتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کسی دشمن نے پہلے سے ہمارے کسی آدمی کو اپنا معمول بنانے کے بعد اس کے چور خیالات کے خانے کو لاک کردیا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "ایسا ہے تو اس مکینک کو وہاں سے نکال دیں ہم مشین کے لیے اس کی جگہ بہتر مکینک بھیج سکتے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔ اس نئے مکینک کے دماغ کے چور خانے کو بھی لاک کیا گیا ہو۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس خفیہ مقام سے نہ کوئی باہر جائے اور نہ کوئی دوسرا اندر آئے۔ جو مشکوک ہے' ہم اس کا برین واش کریں گے پھر اس کے عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کریں گے پھر وہ بالاتر رہے گا۔"

"آپ ایسا ضرور کریں۔ ہم نے مشین کے سلسلے میں آپ کو مکمل آزادی اور اختیارات دیے ہیں۔ آپ طور پر جیسا مناسب سمجھتے ہیں' ویسا کرتے رہیں۔"

میرے حکم سے کام رک چکا تھا۔ علی نے اس مکینک کو اس کے کمرے میں جاکر آرام کرنے کی ہدایت کی۔ وہ اپنے کمرے میں آکر بستر پر لیٹ گیا۔ علی کے ذریعے اس کے ماضی اور حال کی تمام باتیں اس کی یادداشت سے مٹانے لگا۔ سب کچھ مٹ جانے کا مطلب یہ ہے کہ یادداشت کے خانے کسی دشمن کا پہلا تنویمی عمل بھی مٹ چکا ہے۔

علی نے اس مکینک کے لب ولہجے کو بھی حافظے سے مٹا دیا تاکہ سابقہ تنویمی عمل کرنے والا دشمن پھر اس کے دماغ تک رسائی نہ کرسکے۔ اس نے ہر پہلو سے مطمئن ہونے کے بعد اسے عام طور پر اسے اپنا معمول اور محکوم بنایا۔ اس کے ذہن میں اپنی آواز اور لب ولہجے کو نقش کیا پھر اسے حکم دیا کہ وہ اپنے کمرے میں بند رہے گا۔ جب تک اسے حکم نہ دیا جائے' باہر نہیں آئے گا۔

اسے کمرے میں قید کیا گیا۔ تاکہ دوسرے مکینک اور بیرونی گارڈز اس کی نئی آواز اور لہجہ نہ سن سکیں۔ یہ بات ذہن میں آنے والی تھی کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس مکینک کے ذریعے وہاں دوسروں کے دماغوں میں بھی جھانکتے ہوں گے۔

ان سب کا برین واش کرنا ضروری تھا۔ اس اہم کام کی وجہ سے مشین کی تیاری کا کام کچھ دنوں کے لیے رک گیا۔ ہم نے باقی دو مکینک' وہاں کے دو آرمی افسران اور سیکورٹی گارڈز کے برین واش کرتے رہے اور نئے سرے سے تنویمی عمل کرتے رہے۔

یہ ایک طویل تھکا دینے والا کام تھا۔ ہم نے ٹھہر ٹھہر کر آرام سے اور مکمل احتیاط سے ان سب کے دماغوں کو لاک کیا۔ اب باہر کے دشمن ان کے نئے لب ولہجے کو نہیں پہچان سکتے تھے اور ان کی آوازیں اس خفیہ مقام سے باہر نہیں جاسکتی تھیں۔ لہٰذا اب وہ دشمن مشین کی تیاری میں حائل نہیں ہو سکتے تھے۔

ہم نے ہر طرح سے دوبارہ حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ مشین کی تیاری کا کام پھر شروع ہو گیا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ اب ہمارے کسی رکاوٹ پیدا نہیں ہوگی۔ پورس نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول بنا کر بے دست و پا کردیا تھا۔ اب مشین کو ایک ماہ کے اندر تیار ہو جانا تھا۔

لیکن اتنی ذہانت' احتیاط اور ٹھوس تدابیر کے باوجود حالات کب اور کیسی کروٹ بدلیں گے' یہ ہم ابھی سوچ نہیں سکتے تھے۔

○☆○

پچھلی بار نارنگ نے کرشمہ کو آلہ کار بنا کر بیکر برادرز پر زبردست حملہ کیا تھا لیکن بیکر بڑی حاضر دماغی سے جان بچا کر جو ہو کے اپارٹمنٹ سے فرار ہو گیا تھا پھر نارنگ کو معلوم نہ ہو سکا کہ جس ٹیلی پیتھی جاننے والے بیکر کو وہ اپنا معمول بنانا چاہتا ہے' وہ کہاں جاکر منہ چھپا رہا ہے۔

پورس نے آندرے' سائمن اور ان کے دو ساتھیوں کو زیر کیا تھا۔ ان کے بعد بیکر کو بھی ٹریپ کرنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے نارنگ نے مداخلت کرکے گیس بگاڑ دیا تھا۔ اب پورس بھی نہیں جانتا تھا کہ بیکر کہاں روپوش ہے؟

ویسے اب بیکر کی اہمیت نہیں رہی تھی۔ وہ نہ تو اب اپنے ساتھیوں سے دماغی رابطہ کرسکتا تھا اور نہ ہی امریکی اکابرین اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کرسکتا تھا۔ وہ فرار ہونے کے بعد پونا کے ایک ہوٹل میں آیا تھا۔ وہاں ذرا آرام سے بیٹھ کر اپنے دوستوں آندرے اور سائمن سے رابطہ کرنا چاہا تو پتا چلا ان کے دماغوں کو لاک کردیا گیا ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان سے اور باقی دو ساتھیوں سے گفتگو نہیں کرسکے گا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ امریکی اکابرین' ٹیلی پیتھی جاننے والے اور ٹرانسفارمر مشین وغیرہ سب ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ جتنی تیزی سے ان پانچ ساتھیوں نے عروج حاصل کیا تھا' اتنی ہی تیزی سے پستی میں گر چکے تھے۔

بیکر برادرز اچانک ہی اتنی بڑی دنیا میں تنہا ہو گیا تھا۔ دوست احباب کے علاوہ اس کی زمین جائیداد بھی اپنی نہیں رہی تھی۔ وہ نیویارک کے شان دار بنگلے کو اپنا نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس بنگلے کے احاطے میں قدم بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔ اتنی عقل تھی کہ جس نے بھی اس کے ساتھیوں کو نیویارک سے لے کر لندن تک ٹریپ کیا ہے' وہ ایک دشمن یا اس سے زیادہ دشمن اس کی تاک میں بھی ہوں گے۔

اب اسے ایک نئے نام' نئی شخصیت کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں رہنا تھا۔ اس نے سوچا' فی الحال انڈیا مناسب رہے گا۔ وہ برتگالی زبان بڑی روانی سے بولتا اور سمجھتا تھا۔ گوا کے کسی بھی علاقے میں جاکر رہتا تو سب اسے گوا کا باشندہ سمجھتے رہتے۔ ویسے بھی وہ چہرے سے امریکی دکھائی نہیں دیتا تھا۔

جب وہ نیویارک سے ممبئی کرشمہ سے ملنے آیا تھا۔ تب عارضی میک اپ میں تھا۔ اس نے عارضی میک اپ سے نجات حاصل کرلی۔ سرکاری ادارے میں جاکر نئے نام اور نئی تصویروں کے مطابق شناختی کاغذات تیار کرائے پھر نیا

پاسپورٹ بھی تیار کرایا۔ یہ سب کچھ کرنے میں کئی دن لگ جاتے ہیں۔ بڑی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دن میں سب کچھ حاصل کرلیا۔

پھر وہ گوا کے ایک ساحلی علاقے باگا میں آگیا۔ وہاں ساری زندگی گزارنے کا ارادہ نہیں تھا۔ وہ محفوظ اور روپوش رہ کر اپنے حالات کا تجزیہ کرنا چاہتا تھا۔ یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ کس دشمن نے اس کے چار ساتھیوں کو ٹریپ کیا ہے؟ کیا دشمن اس کی تاک میں بھی ہے؟ کیا وہ جانتا ہے کہ وہ انڈیا میں گوا کے علاقے میں ہے؟

بیکر بہت محتاط تھا۔ اس نے طے کرلیا تھا کہ خواہ مخواہ خیال خوانی نہیں کرے گا۔ کسی کو حیران ہونے اور شبہ کرنے کا موقع نہیں دے گا۔ تنہائی میں بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے ٹیلی پیتھی کی دنیا کے بدلتے ہوئے حالات معلوم کرتا رہے گا۔

باگا کے علاقے میں ایک دریا بھی ہے' جو سمندر میں آکر گرتا ہے۔ اس دریا کے کنارے خوب صورت کاٹج بنے ہوئے ہیں۔ ہر کاٹج کے پاس ہریالی ہوتی ہے۔ رنگ برنگے پھول کھلے رہتے ہیں۔ کاٹج کے سامنے بیٹھ کر ساحل کا دل فریب نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ ساحل پر رنگا رنگ کشتیاں ہوتی ہیں۔ بادبانی کشتیوں کا نظارہ خوب ہوتا ہے۔ جس طرح برف پر پھسلنے کے لیے آئس اسکیٹنگ کی جاتی ہے۔ اسی طرح جوان لڑکیاں اور مرد تیز رفتار موٹر بوٹ کے پیچھے واٹر اسکیٹنگ کرتے ہیں اور کم سے کم لباس میں نہانے والیوں کے نظارے تو بس دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

وہ ایک کاٹج کے سامنے بیٹھا ساحل کی طرف دیکھ رہا تھا مگر وہاں کی چہل پہل اور رنگینیوں کی طرف دھیان نہیں تھا۔ وہ سوچ میں گم تھا۔ اپنے موجودہ حالت پر غور کررہا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ خوب سمجھتے تھے کہ تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ دو چار قابل اعتماد دوستوں کے ساتھ رہا جائے تو سب ہی برے وقت میں ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ وہ آندرے سائن اور باقی دو ساتھیوں کے کام آنا چاہتا تھا مگر یہ معلوم نہیں ہورہا تھا کہ انہیں کس نے ٹریپ کیا ہے؟

آندرے اور سائن نے تھری جے کو شکست دے کر امریکا میں کامیابی حاصل کی تھی۔ بیکر یہی سوچ رہا تھا کہ تھری جے نے جوابی کارروائی کی اگر تھری جے کا پتا چل جائے تو وہ اپنے ساتھیوں تک پہنچ سکے گا۔ انہوں نے اس کے ساتھیوں کو کہیں پاتال میں بھی چھپایا ہوگا تو وہ کسی بھی طرح ان کے دماغوں تک پہنچ جائے گا۔

کہاوت ہے کہ شیطان کو یاد کرو تو وہ حاضر ہوجاتا ہے۔ تھری جے شیطان تو نہیں تھے مگر اس علاقے میں پہنچنے والے تھے۔ جے کافو اور جے فلو شیوانی سے پیچھا چھڑا کر استنبول کی طرف جارہے تھے۔ وہ استنبول پہنچ کر میک اپ کرنا چاہتے تھے تاکہ شیوانی کی خطرناک آنکھوں کی حرارت سے محفوظ رہ سکیں لیکن طیارے میں سفر کرتے ہوئے شیوانی کی آنکھوں کی حرارت ان کی پیشانیوں تک پہنچ گئی اور بے اختیار بڑبڑانے لگے تھے کہ وہ اسے دھوکا دے کر استنبول جارہے ہیں۔ جہاز میں فون کی سہولت نہیں تھی۔ وہ فون کے ذریعے اس سے سچ بول دیتے لیکن ابوظہبی پہنچ کر طیارے سے اتر گئے۔

انہوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اگلے سفر کو منسوخ کیا۔ پھر دہلی شیوانی کے پاس جانے کا ٹکٹ لینا چاہتے تھے۔ وہاں سے ایک طیارہ ممبئی جارہا تھا۔ وہ اسی طیارے میں گئے۔ جب وہ طیارہ وہاں سے روانہ ہوا تو جے ساتھ کے پاس آکر خیالات پڑھے پھر حیرانی سے کہا "تم دونوں اس چڑیل کی آنکھوں کے غلام بن گئے ہو۔ واپس جارہے ہو۔ میں ایک مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ تم گھنٹے کے لیے دور ہوگیا تھا۔ ان تین گھنٹوں میں تم ہارنے جارہے ہو۔ کیا اب بھی اس کی حرارت محسوس کررہے ہو؟"

وہ دونوں ایک گھنٹے پہلے شیوانی کے زیر اثر آئے تھے۔ اب اس کی آنکھوں کی حرارت اور اثر نہیں رہا تھا۔ جے نے کہا "یار سامو! تم تو سمجھتے ہو' اس کی شیطانی آنکھ نے بے بس کردیتی ہیں۔ ہم اپنے اختیار میں نہیں تھے۔ ہمارے اندر ہوتے تب بھی اس بلا سے نجات نہیں تھے۔"

"ہاں' یہ تو میں سمجھ رہا ہوں۔ اس بلا سے محفوظ رہنے کی بس ایک ہی راستہ ہے۔ تم دونوں کو میری طرح میک اپ میں رہنا ہوگا۔"

یہ جے سامو کا ذاتی تجربہ تھا۔ شیوانی نے اسے ٹریپ کرنا چاہا تھا لیکن وہ ماسک میک اپ میں تھا۔ طلسمی آنکھوں کی حرارت ماسک کے آر پار اس کی پیشانی تک پہنچنے میں ناکام رہی تھی۔ جے کافو اور جے فلو نے بھی پہلے ماسک میک اپ کا سامان خریدا پھر ایک کمرا لے کر انہوں نے اپنے چہروں کو تبدیل کیا۔ ہوگیا کہ اب وہ بلا ہزاروں میل دور سے بھی اپنی آنکھوں کی حرارت ان کی پیشانیوں تک نہیں پہنچا سکے گی۔

جے سامو نے کہا "تھینکس گاڈ! ہم تینوں بدترین غلامی کے عذاب سے نجات پاچکے ہیں۔ اب دانشمندی یہ ہوگی کہ ہم پہلے کی طرح روپوش رہ کر سکون سے زندگی گزارتے رہیں اور عورتوں سے ہمیشہ دور رہا کریں۔"

جے کافو نے کہا "میں تم دونوں کو عورتوں سے دور رہنے کی تائید کیا کرتا تھا مگر عورت ایک ایسی بیماری ہے' جو زندگی میں ایک بار مرد کو ضرور لگتی ہے۔ میں تم دونوں کو نصیحتیں کرتے کرتے خود شیوانی کے چکر میں پھنس گیا تھا۔"

"بہرحال ہم تینوں نے بڑا ہی عبرتناک سبق سیکھا ہے۔ اس سبق کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ آئندہ ہم سانس لینا بھول جائیں گے' یہ سبق نہیں بھولیں گے۔"

"آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کرو۔ کہاں رہیں گے اور کیا کریں گے؟"

"آئندہ کے لیے سوچ سمجھ کر منصوبے بنائیں گے۔ فی الحال ہم ممبئی سے دور کسی علاقے میں رہیں گے۔"

"ہم یہاں کے شہروں اور دوسرے علاقوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری دیکھی جائے۔ کسی ٹورسٹ بیورو سے فون کے ذریعے یہاں کے خوب صورت تفریحی مقامات کے بارے میں معلوم ہوسکے گا۔"

انہوں نے معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کہ گوا میں جنوب مغرب میں کئی ساحلی علاقے بڑی دلچسپ تفریحات کے لیے مشہور ہیں۔ ٹورسٹ بیورو کی ایک کوچ ان علاقوں کی طرف غیر ملکی سیاحوں کو لے جارہی تھی۔ وہ دونوں اس کوچ میں بیٹھ کر گوا کے ساحلی علاقے میں پہنچ گئے' جہاں پہلے سے بلیک بیکر پہنچا ہوا تھا۔

○☆○

وہ طیارہ ہانگ کانگ کی طرف پرواز کررہا تھا۔ شیوانی اپنے دو سراغ رسانوں کے ساتھ سفر کررہی تھی۔ وہیں ایک اور منتظر ماریہ بھی موجود تھی۔ احمد زبیری نے دہلی کے سی پولیس افسر کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا اور ماریہ کو بتا دیا تاکہ شیوانی بھی اسی طیارے میں ہے۔

زبیری نہ بھی بتاتا تو ماریہ اسے اور اس کے دو سراغ رسانوں کو پہچانتی تھی لیکن شیوانی اب ماریہ کے بدلے ہوئے چہرے کو نہیں پہچان سکتی تھی۔ اسے دہلی میں تلاش کرتے کرتے تھک ہار کر ہانگ کانگ جارہی تھی۔

جے کافو اور جے فلو کو بھی تلاش نہیں کرسکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ دونوں اس کی آنکھوں کے زیر اثر آگئے ہیں۔ معمول بن کر اس سے رابطہ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ رابطہ کرنے کی سہولتوں سے محروم ہیں۔

شیوانی نے سوچا۔ چند گھنٹوں کے بعد پھر انہیں اپنے زیر اثر لائے گی۔ اس وقت تک وہ رابطہ کرنے کے قابل ہوجائیں گے۔ چار گھنٹے کے بعد وہ طیارے میں سفر کررہی تھی۔ تب اس نے باری باری جے کافو اور جے فلو کا تصور کیا۔ ان کی پیشانیوں کو گھور کر دیکھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ دونوں اس کے موبائل فون پر اس سے رابطہ کریں گے اور یہ سچ اگل دیں گے کہ اسے دھوکا دے کر وہ کس ملک میں گئے ہیں اور جہاں بھی گئے ہیں۔ اب اس کی غلامی کے لیے واپس آنا چاہتے ہیں۔

وہ انتظار کرنے لگی۔ اس کی خوش فہمی ختم ہونے لگی۔ وہ رابطہ نہیں کررہے تھے۔ طلسمی آنکھوں والی مالکن کو گھاس نہیں ڈال رہے تھے وہ حیرانی سے سوچنے لگی "کیا بات ہے؟ وہ رابطہ نہیں کررہے ہیں۔ کیا دونوں مرچکے ہیں؟"

ایسے وقت جے سامو نے اس کے ایک سراغ رساں کے دماغ میں آکر اسے دیکھا پھر کہا "ہائے شیوانی! تمہارے ہاتھوں سے دونوں طوطے اڑ گئے ہیں۔"

شیوانی نے اپنے ماتحت سراغ رساں کو غصے سے دیکھا پھر پوچھا "کیا دماغ چل گیا ہے؟ مجھ سے کس انداز میں بول رہے ہو؟"

"میں جے سامو بول رہا ہوں۔ تمہارے ماتحت کی صرف زبان ہل رہی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "میرا ماتحت یوگا کا ماہر ہے۔ تم اس کے اندر کیسے آگئے؟"

"تم جتنی مضبوط ٹیم بنا رہی ہو۔ وہ ٹیم اتنی ہی کھوکھلی ہوتی جارہی ہے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تم سے فون پر رابطہ کرتے تھے۔ یہ ظاہر کرتے تھے کہ تم میں سے کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکیں گے لیکن انہوں نے درپردہ تمہارے دونوں سراغ رسانوں کو اپنا معمول اور محکوم بنالیا۔ میں ایسے وقت تمہارے اس ماتحت کے دماغ میں آیا تھا' جب وہ امریکی موجود تھا۔ تب سے میں اس امریکی کا لب ولہجہ اپنا کر ان دو ماتحتوں کے اندر آتا جاتا رہتا ہوں۔"

"اوگاڈ! یہ کیا ہورہا ہے؟ پہلے ماریہ نے دھوکا دیا۔ اب تم دونوں سراغ رساں میرے لیے قابل اعتماد نہیں رہے ہو۔"

"شیوانی! تم عام آدمیوں کو اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول بنانے کی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتی ہو۔ بڑی

خطرناک ہو۔ تمہارے اندر زہر بھرا ہوا ہے۔ کسی کو بھی منہ لگاؤ گی' دانتوں سے کاٹو گی تو وہ مرجائے گا۔ اتنی زبردست ہونے کے باوجود امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں بے وقوف بنا رہے ہیں اور ہم تھری جے تمہاری مٹھی میں آتے آتے پھسل گئے ہیں۔ تم ہمیشہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مات کھاؤ گی۔"

"ایک بار دھوکا کھا چکی ہوں۔ اب نہیں کھاؤں گی۔ جس مشن پر جارہی ہوں' وہاں سے لوٹوں گی تو تم تھری جے کو خاک میں ملا کر رکھ دوں گی۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ چین سے زندہ واپس آسکو گی۔ تم نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا' اس کی جوابی کارروائی ہماری طرف سے شروع ہورہی ہے۔ یہ مشن تمہارے لیے آگ کا دریا ہوگا۔ ہم ہر قدم پر انگارے بچھاتے رہیں گے۔"

شیوانی نے سوچتی ہوئی نظروں سے اپنے ماتحت کو دیکھ کر کہا "اگر تمہارا چیلنج ختم ہوچکا ہے تو جاؤ یہاں سے مگر نہیں یہاں مجھے تمہاری موجودگی اور غیر موجودگی کا پتا نہیں چلے گا۔ تم میرے ہی ماتحتوں کے ذریعے مجھ پر نظر رکھو گے میں یہاں سے جاتی ہوں۔"

وہ اپنا سا مختصر سا دستی سامان لے کر وہاں سے اٹھ گئی۔ آگے پیچھے نظریں دوڑائیں۔ پچھلی قطاروں میں چند سیٹیں خالی تھیں۔ وہ وہاں سے چلتی ہوئی پیچھے ایک قطار کے پاس آئی اور ایک سیٹ پر بیٹھ گئی۔

وہ ماریہ کے پاس آکر بیٹھ گئی تھی۔ ماریہ اس وقت زبیری سے پیار بھری باتیں کررہی تھی۔ شیوانی کو اپنے پاس دیکھ کر پریشان ہوگئی۔ کہنے لگی "زبیری! کباب میں ہڈی آگئی ہے۔ شیوانی ٹھیک میرے ساتھ والی سیٹ پر آگئی ہے۔"

زبیری نے کہا "آنے دو۔ دشمن جتنا قریب رہتا ہے' اتنی اس کی غلطیاں نظروں میں آتی رہتی ہیں۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

"یہ بھی تو سوچو کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔ مجھ پر شبہ کررہی ہوگی۔"

"شبہ کرنے کے باوجود تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکے گی۔ ذرا دیکھو تو کیا ہوتا ہے؟"

شیوانی نے ماریہ کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنے بگڑتے ہوئے حالات پر غور کررہی تھی۔ اس کی پوری ٹیم کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ اس کے اپنے ماتحت سراغ رساں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے آلہ کار بن گئے تھے۔ وہ اچانک ہی بالکل تنہا ہوگئی تھی۔

موجودہ حالات کا تقاضا تھا کہ وہ موجودہ مشن کو ملتوی کردے۔ چین نہ جائے۔ اسکاٹ لینڈ واپس جاکر نئے سرے سے ایک نئی ٹیم بنائے۔ عقل یہی کہہ رہی تھی۔

لیکن وہ بڑی ضدی اور ارادے کی پکی تھی۔ آگے قدم بڑھا کر پیچھے ہٹنا نہیں جانتی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا "واپس نہیں جاؤں گی۔ ہانگ کانگ میں بھی اسکاٹ لینڈ یارڈ کے چند سراغ رساں ہیں' وہ انہیں اپنی نئی ٹیم میں شامل کرے گی۔"

اس نے قسم کھائی کہ آئندہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر بھروسا نہیں کرے گی۔ ان سے کیا ہوا معاہدہ ختم کرے گی۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں نے امریکا سے لاکھوں ڈالرز حاصل کرنے کے لیے یہ معاہدہ کیا تھا۔ پیشگی رقم وصول کرچکے تھے۔ دوہری چالیں چل رہے تھے۔ معاہدے کے مطابق شیوانی ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ چرا کر چین کی مشین کو تیار ہونے سے روکنا چاہتی تھی پھر... چرایا ہوا نقشہ امریکی حکام کو دینا چاہتی تھی۔ اس کی ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی اسکاٹ لینڈ یارڈ میں بھی لانا چاہتی تھی۔ اب اس نے طے کرلیا کہ یہ کام صرف اپنے لیے کرے گی۔

طیارے کے اندر شراب کی ٹرالی گردش کررہی تھی۔ ایک ٹرالی ان کے پاس بھی آئی۔ ماریہ نے کہا "نو تھینک یو۔ میں نہیں پیتی۔ میرے لیے کافی لے آؤ۔"

شیوانی نے ڈالرز نکال کر ہوسٹس کو دیے پھر پوری ایک بوتل اٹھا کر بولی "یہ ایک بوتل کم پڑے گی تو دوسری لوں گی۔ ایک گلاس دو۔"

ہوسٹس نے اسے حیرانی سے دیکھا پھر اس کے سامنے ایک خالی گلاس رکھ کر آگے چلی گئی۔ وہ بوتل کھول کر گلاس بھرنے لگی۔ ماریہ نے کہا "زبیری! اسے دیکھ رہے ہو؟ کیا اس کا دماغ چل گیا ہے؟ پوری بوتل پیے گی تو مرجائے گی۔"

"تم بھول رہی ہو کہ یہ زہریلی ہے۔ شراب اس کے ہوش نہیں اڑائے گی۔"

"جب نشہ نہیں ہوگا تو کیوں پی رہی ہے؟ کیا لوگوں کو دکھا رہی ہے؟"

"نہیں' یہ خوامخواہ خود کو نمایاں کرنے والی عورتوں میں سے نہیں ہے۔"

شیوانی نے بیگ میں سے ایک ڈبیا نکالی۔ اس پر لکھا ہوا تھا پوائزن (زہر)۔ اس نے ڈبیا کھول کر اس میں سے ایک ٹیبلٹ نکالی پھر اسے بھرے ہوئے گلاس میں ڈال کر ڈبیا کو بیگ میں رکھ دیا۔ ماریہ نے کہا "او گاڈ! یہ زہریلی ہے۔"

زبیری نے کہا "میں ایک اندازے سے کہہ سکتا ہوں کہ زہریلی شراب کے ذریعے اپنے اندر کے زہر میں اضافہ کرے گی تو اسے کچھ سرور حاصل ہوگا۔ یہ کچھ پریشان ہے۔ پریشانی ہٹانے کے لیے ایسا کررہی ہے۔"

وہ بولی "تم نے درست کہا تھا۔ دشمن قریب ہو تو اس کی الٹی سیدھی حرکتیں دکھائی دیتی رہتی ہیں۔ کیا اسے نشہ ہوگا تو تم اس کے دماغ میں جاکر خیالات پڑھ سکو گے؟"

"میں یہی سوچ رہا ہوں۔ شاید اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع مل سکے گا۔"

زبیری ماریہ کے ذریعے اسے دیکھنے لگا۔ اس نے ایک ایک گھونٹ پیتے ہوئے گلاس خالی کیا پھر دوسرا گلاس بھرتے ہوئے ماریہ کو دیکھا۔ ماریہ نے کہا "آس پاس کے لوگ نہیں حیرانی سے دیکھ رہے ہیں۔ میں ان سب سے زیادہ حیران ہوں کیونکہ انہوں نے تمہیں شراب میں زہر ملاتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔"

شیوانی نے پوچھا "کیا تم سمجھ رہی ہو' میں یہ زہر پی کر حرام موت مرجاؤں گی؟"

"میں سمجھتی ہوں' خودکشی کرنے والے جان بوجھ کر زہر پیتے ہیں۔ ایم آئی رائٹ؟"

"رانگ۔ میں مرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ ابھی تو میری شادی بھی نہیں ہوئی ہے۔"

ماریہ نے کہا "میں نے سنا ہے' جو نشے کی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں' وہ خود کو سانپوں سے ڈساتے ہیں۔ تب انہیں کچھ نشہ ہوتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی "ہیر یور آر۔ زہر پینے سے مجھے سرور حاصل ہوتا ہے۔"

اس نے دوسرا گلاس خالی کیا۔ تیسرا گلاس بھرتے ہوئے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"ماریہ۔" وہ بے اختیار بول پڑی۔ زبیری نے چونک کر کہا "تمہیں کیا ہوا ہے؟ اصل نام بتا رہی ہو؟"

شیوانی نے اسے چونک کر دیکھا "مجھے ایک ماریہ کی تلاش ہے۔ تم وہ نہیں ہو پھر بھی جاننا چاہتی ہوں کہ کون ہو؟ کیا کرتی ہو؟ کہاں جارہی ہو؟ کیا تنہا ہو؟"

یہ کہتے ہی وہ ماریہ کی پیشانی کو گھورنے لگی۔ زبیری نے حاضر دماغی سے کام لیا۔ وہ زبیری کی مرضی کے مطابق بولنے لگی "میرا اصل نام مورینا ہے۔ میری ممی اور ڈیڈ مجھے ماریہ پکارتے ہیں۔ میرا محبوب بھی یہی کہتا ہے۔ اب میں سب کو یہی بتاتی ہوں۔ ہانگ کانگ اپنے محبوب سے ملنے جارہی ہوں اور گھر سے بھاگ کر جارہی ہوں۔ کیونکہ میرے ماں باپ میری مرضی سے مجھے شادی کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے مگر مجھے کیا ہوا ہے؟ میں اپنا راز تمہیں کیوں بتا رہی ہوں؟"

وہ مسکرا کر بولی "میرے سامنے کوئی اپنا راز نہیں چھپاتا۔ میں زہر پیتی ہوں۔ میری آنکھوں میں زہریلی کشش ہے۔ تم امی کشش کے تحت بول رہی ہو۔"

زبیری نے شیوانی کو خوش فہمی میں مبتلا کردیا۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ ماریہ اس کی زہریلی آنکھوں کے زیر اثر آکر بول رہی ہے۔ جبکہ وہ ماسک میک اپ میں تھی اور شیوانی کی آنکھوں کی حرارت ماسک کے آر پار نہیں پہنچ رہی تھی۔

اس نے ٹھہر ٹھہر کر پیتے ہوئے پوری بوتل خالی کردی۔ دوسری بوتل پینے کا وقت نہیں رہا تھا۔ طیارہ ہانگ کانگ ائرپورٹ کے رن وے پر اترنے والا تھا۔ مسافروں سے درخواست کی جارہی تھی کہ وہ سیٹ بیلٹ باندھ لیں اور جہاز سے اترتے وقت اپنا دستی سامان ساتھ لے جانا نہ بھولیں۔

ایسے وقت زبیری اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ بڑے سرور میں تھی۔ اس پر ہلکا نشہ طاری تھا۔ زبیری اس کے خیالات کو پڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے اندر پہنچنے کے باوجود اس لیے کوشش کررہا تھا کہ وہ اس کی کسی ایک سوچ کو پکڑ نہیں پا رہا تھا۔ ایک سوچ یا فقرہ پورا ہونے سے پہلے دوسری سوچ حاوی ہوجاتی تھی پھر اس سے پہلے کہ وہ دوسری سوچ کو پوری طرح پڑھتا' تیسری سوچ مسلط ہوجاتی تھی۔ اس طرح دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ ہورہے تھے۔ اس سے پہلے جے کانفو' آندرے اور سائفن نے بھی اس کے چور خیالات پڑھنے کی کوششیں کی تھیں اور ناکام رہے تھے۔

پھر شیوانی کی ہنسی سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "بے سامو

کتابیات پبلی کیشنز
لٹریچر کے قارئین کیلئے
خوشخبری
اب آپ اپنی تمام پسندیدہ کتابوں کے بارے میں On-Line معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔ ہمیں مندرجہ ذیل پتے پر ایک E-mail کریں اور گھر بیٹھے اپنی تمام پسندیدہ کتب حاصل کریں۔
kitabiat@usa.net
kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

!اتنے اونچے نہ اڑو۔ ابھی طفلِ مکتب ہو۔ یہ شیوانی کا فولادی دماغ ہے جاؤ یہاں سے۔"

زبیری کو اطمینان ہوا۔ وہ اپنے دماغ میں آنے والے کو جے سامو سمجھ رہی تھی۔ وہ طیارے سے اتر کر امیگریشن کاؤنٹر پر آئے۔ شیوانی نے اس کاؤنٹر سے گزر کر باہر آتے ہوئے اپنے ماتحت سراغ رسانوں سے کہا "میں بری طرح ناکام ہو رہی ہوں۔ ان حالات میں چین نہیں جاؤں گی۔ واپس اسکاٹ لینڈ ہیڈ آفس جاکر نئے سرے سے ایک ٹیم بناؤں گی۔ تم دونوں یہاں چھٹیاں مناؤ پھر جب چاہو' واپس چلے جاؤ۔ میں کچھ دونوں کے لیے جاپان جا رہی ہوں۔"

اس نے دونوں ماتحتوں سے پیچھا چھڑا لیا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک ہوٹل میں آئی۔ وہاں ایک کمرا لے کر' اس کمرے میں پہنچتے ہی اس نے فون کے ذریعے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ڈی جی سے رابطہ کیا پھر کہا "دشمنوں نے مجھے زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ ماریہ' جے کافو اور جے فلو میری گرفت سے نکل چکے ہیں۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دوست بن کر دشمنی کی ہے۔ میرے دونوں ماتحت سراغ رسانوں کے اندر گھس کر اپنا معمول بنا لیا ہے۔"

ڈی جی نے کہا "یہ تو بہت برا ہوا۔ اب ہم امریکی حکام کے لیے کام نہیں کریں گے۔ ان پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔ تمہارا وقت ضائع ہوا ہے واپس آجاؤ۔"

"میں میدان مارنے نکلتی ہوں۔ میدان ہارنے نہیں۔ آپ امریکی اکابرین کو کھری کھری سنائیں اور کہہ دیں کہ میں واپس آگئی ہوں۔ ان کا کام نہیں کروں گی۔ یہ راز نہ کھلے کہ میں ایک نئی ٹیم بنا کر چین جا رہی ہوں۔"

"شیوانی! تمہارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں رہے۔ تم ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کے مقابلے میں چین نہ جاؤ۔ تم ہمارے لیے بہت قیمتی ہو۔"

"اب میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کے لیے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل کروں گی۔ آپ میری فکر نہ کریں۔ مجھے اپنے ادارے کے ان سراغ رسانوں کے کنٹیکٹ نمبر دیں۔ جو یہاں ہانگ کانگ میں ہیں۔ میں ابھی ان سے رابطہ کروں گی۔"

ڈی جی نے اسے کئی فون نمبر بتائے۔ وہ اخبار کے ایک صفحے پر ان نمبروں کو نوٹ کرنے لگی۔ ایسے وقت اس کی نظریں اخبار کی ایک سرخی پر جم گئیں۔ جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا "مشہور و معروف سائنس داں جیمس ہارورڈ کی موت پھر نئی زندگی۔"

جیمس ہارورڈ کی ایک بڑی سی تصویر شائع ہوئی تھی۔ تصویر کے ساتھ خبر شائع ہوئی تھی کہ پچھلی شام کو جیمس ہارورڈ کی موت واقع ہوئی تھی۔ دو ڈاکٹروں نے اس کی موت کی تصدیق کی تھی۔ اس کی تجہیز و تکفین کے انتظامات کیے جا رہے تھے۔ ایسے وقت وہ لاش اٹھ کر بیٹھ گئی۔ مردہ زندہ ہوگیا۔ ڈاکٹرز کی رپورٹ کے مطابق جیمس ہارورڈ نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد پہلے کی طرح صحت مند اور نارمل ہے۔

جیمس ہارورڈ کی وجہ شہرت ایک آلہ ساعت ہے۔ جس کے ذریعے وہ ہزاروں میل دور دنیا کے آخری سرے سے کسی بولنے والے کی گفتگو یوں سن لیتا ہے' جیسے فون کے ذریعے آواز سن رہا ہو۔

اس نے آلہ ساعت تیار کرنے کے بعد اسے اپنے ایک کان سے آپریشن کے ذریعے مستقل طور پر منسلک کرا لیا ہے۔ وہ آلہ آئندہ آپریشن کے بغیر اس کے کان سے الگ نہیں ہو سکے گا۔ بین الاقوامی سائنس دانوں کی ایسوسی ایشن کی طرف سے اس پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ اسے اس غیر معمولی آلہ ساعت کا فارمولا دوسرے سائنس دانوں کو بھی بتانا چاہیے۔ ٹیلی فون کی طرح اس آلے کو بھی عام کرنا چاہیے۔"

یہ خبر ایسی تھی کہ شیوانی کے دماغ میں جیمس ہارورڈ گونجنے لگا۔ اس کے اندر چیخ چیخ کر بولنے لگا۔ میں تمہاری ضرورت ہوں۔ تم سے ٹیلی پیتھی جاننے والے چھن گئے کوئی بات نہیں ایک چیز گم ہوتی ہے تو دوسری مل جاتی ہے میں تمہیں مل گیا ہوں۔ تمہارے دشمن دنیا کے جس حصے میں رہیں گے۔ میں ان کی باتیں تمہیں سناؤں گا۔ ان کے خفیہ منصوبے بتاؤں گا۔ تمہارے خلاف ہونے والی سازشوں کا تم تمہیں پہلے سے ہو جایا کرے گا۔ تم ان سازشوں کا توڑ کر لو گی۔ دشمنوں کو منہ توڑ جواب دو گی۔"

شیوانی کے اندر زبردست ہلچل پیدا ہوگئی تھی۔ وہ ایک غیر معمولی قوت سماعت رکھنے والے شخص کو اپنا معمول بنا سکتی تھی۔ اس نے کنٹیکٹ نمبر کے مطابق ایک سراغ رساں سے رابطہ کیا "میں ہوں شیوانی اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل آف اسکاٹ لینڈ یارڈ۔ مائی کوڈ نیم از شی کوبرا فار فو (FOF)"

"یس میڈم شی کوبرا فار فو! (دشمنوں کے لیے نام) ہمیں آپ کے آنے کی اطلاع مل چکی ہے۔ حکم کریں۔"

"مجھے دو ذہین' حاضر دماغ اور نہایت تجربے کار سراغ رسانوں کی ضرورت ہے۔"

"مل جائیں گے۔ آپ ایڈریس بتائیں' وہ آپ کی ...ں میں حاضر ہو جائیں گے۔"

"میں بہت رازداری سے کام کروں گی۔ ان دو ماتحتوں ...ور رہا کروں گی۔ کبھی ان کے سامنے نہیں آؤں گی۔ تم ...ں کی تصویریں لے کر آؤ۔ میرا موبائل نمبر نوٹ کرو ...نہیں بتا دو۔ ان سے فون کے ذریعے رابطہ رہا کرے ...ا۔"

"...وہ اپنا موبائل نمبر بتانے لگی۔ اس نے نوٹ کر کے کہا ...ھی آرہا ہوں۔"

"جسٹ اے منٹ۔ کیا تم نے آج کے اخبار میں جیمس ...ورڈ کے بارے میں پڑھا ہے۔"

"یس میڈم! ہم اسے اغوا کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ ...ارے بہت کام آئے گا۔"

"شاباش! میں یہی چاہتی ہوں۔ اسے اغوا نہ کرو۔ میرا ...کرا دو۔ میں اسے اپنا غلام بنا لوں گی۔"

"اس نے دوبارہ زندگی حاصل کرنے کے بعد خود کو اپنے ...میں قید کر لیا ہے۔ کسی سے ملاقات نہیں کرتا ہے۔ آپ ...سامنا کرانے کے لیے اسے اغوا کرنا ہی ہوگا۔"

"میں ہنگامہ نہیں چاہتی۔ خاموشی سے کام کرنا چاہتی ...ہے۔ کیا تم میرا موبائل نمبر اس کے پاس پہنچا سکتے ہو؟ یا اس ...ا نمبر دے سکتے ہو؟"

اس نے جیمس ہارورڈ کا پرسنل فون نمبر بتایا۔ وہ بولی ...تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گی۔ میں دو سراغ ...چاہتی ہوں۔ ان میں سے ایک تم ہو گے۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ اخبار اٹھا کر اسے سامنے لا کر ...ہارورڈ کی تصویر کو توجہ سے دیکھتے دیکھتے اس کی پیشانی کو ...نے لگی۔

نارنگ اپنے بیڈ روم میں جیمس ہارورڈ کی منگیتر کے ...وقت گزار رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ...کیا تھا' اس کی منگیتر صرف اس کی دولت کی خاطر اس ...کرنا چاہتی تھی۔ ورنہ وہ کسی دکی نام کے جوان سے ...میں بلایا تھا۔ اب کہہ رہا تھا۔ تم مجھے دھوکا دے کر ...خوش کرنا چاہتی تھیں مگر پچھلی رات سے مجھے خوش ...میں تمہاری بے وفائی کی سزا دے چکا ہوں۔ اب ...کرا کے اپنے عاشق کے پاس جاؤ۔"

...اس نے محسوس کیا کہ اس کی پیشانی گرم ہو رہی ...؟ یہ اچانک میری پیشانی گرم کیوں ہو رہی ہے۔ جبکہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہیں۔ میں۔ میں۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ میں اپنے اندر کی تمام باتیں بولنے لگوں۔ بولوں گا تو حرارت ختم ہو جائے گی۔"

موبائل سے بزر کی آواز ابھرنے لگی۔ وہ فون کی طرف دیکھ کر بولا "میں نے اسے بند کیا تھا۔ کس نے آن کیا ہے؟"

اس کی منگیتر نے کہا "میں نے کیا ہے۔ یہ میری ہی کال ہوگی۔"

وہ غصے سے بولا "سور کی بچی! فون بند کرو۔ باہر جا کر کسی یار سے باتیں کر۔ میرا فون ہو تو کہہ دینا۔ میں سو رہا ہوں۔"

اس نے فون کا بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا اور وہاں سے جاتی ہوئی بولی "ہیلو۔ کون ہے؟"

دوسری طرف سے شیوانی نے کہا "جیمس ہارورڈ سے کہو۔ وہ مجھ سے باتیں کرے گا تو پیشانی ٹھنڈی ہوگی۔ ورنہ وہ آگ پورے جسم میں پھیل جائے گی۔"

وہ پلٹ کر نارنگ سے بولی "ایک عورت کہہ رہی ہے اس سے باتیں کرو گے تو پیشانی ٹھنڈی ہو جائے گی۔ ورنہ پورے بدن میں آگ پھیل جائے گی۔"

نارنگ نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔ حیرانی سے سوچا "کسی کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میری پیشانی جل رہی ہے؟"

وہ آگے نہ سوچ سکا۔ محسوس کرنے لگا' پورا سر اور پورا چہرہ جلنے لگا ہے..... وہ گھبرا کر... فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے بولا "تم کون ہو؟"

"میں ایک بخار ہوں۔ اس بخار سے نجات پانے کا ایک ہی علاج ہے۔ سچ بولنا شروع کرو۔ تم مر چکے تھے' زندہ کیسے ہو گئے؟ کون ہو تم؟"

"میں ایک خطرناک جادو جاننے والے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نارنگ کی آتما ہوں۔ جیمس ہارورڈ کے جسم میں سما کر نارنگ کو نئی زندگی دے چکی ہوں۔ اس طرح جیمس ہارورڈ کو بھی دوبارہ زندگی مل چکی ہے۔"

"تم ناقابلِ یقین باتیں کہہ رہے ہو لیکن سچ کہہ رہے ہو کیونکہ میرے پیدا کیے ہوئے بخار میں مبتلا ہونے والے ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ تمہارا سچ سن کر میں خوش ہو رہی ہوں۔ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو نا؟"

"ہاں جانتا ہوں۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا کے سب ہی لوگ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"تم ابھی تنہا نہیں ہو۔ تمہارے آس پاس جو لوگ

ہیں۔ انہیں رخصت کردو۔"

نارنگ نے اس منگیتر بننے والی کو حقارت سے دیکھ کر کہا "یہاں کیوں کھڑی ہے؟ چل بھاگ یہاں سے۔ کسی سے میرے بارے میں کچھ بولے گی تو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ سہم کر وہاں سے چلی گئی۔ اس نے فون پر کہا "وہ جاچکی ہے۔ میں تنہا ہوں۔"

"تم میری بات مان رہے ہو۔ یہ محسوس کررہے ہو کہ حرارت کم ہورہی ہے۔"

"ہاں کم ہورہی ہے مگر ہے' پلیز مجھے بتاؤ کہ کیا مجھ پر جادو کررہی ہو؟"

"میں جادو نہیں جانتی۔ یہ میری ایک غیر معمولی صلاحیت ہے۔ میرا ایک موبائل نمبر یاد رکھو۔ جب بھی بخار میں مبتلا رہو۔ میرے فون نمبر پر سچ بولتے رہو۔ ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد تمہارے پاس ایک شخص آئے گا۔ وہ جو حکم دیتا رہے گا تم بے چوں وچراں اس پر عمل کرتے رہو گے۔"

نارنگ نے کہا "میں تمہارے شخص کا ہر حکم مانتا رہوں گا۔"

شیوانی نے اپنا موبائل نمبر بتا کر فون بند کیا پھر اپنے سراغ رساں سے رابطہ کرنے کے بعد کہا "میں نے جیمس ہارورڈ کو ٹریپ کیا ہے۔ تم ہمارے ایک پیٹاٹائز کرنے والے کو اس کے بنگلے میں بھیج دو۔ اسے کہو کہ وہ اسے پیٹاٹائز کرکے میرا معمول اور محکوم بنادے۔ بہتر یہ ہوگا کہ تنویمی عمل کے وقت تم بھی وہاں موجود رہو۔"

یہ تمام معاملات طے کرنے کے بعد وہ ہوٹل سے نکل کر ایک بہت بڑے شاپنگ سینٹر میں گئی۔ وہاں سے میک اپ کا ضروری سامان لے کر واپس ہوٹل کے کمرے میں آئی پھر آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنے چہرے کو تبدیل کرنے لگی۔

○☆○

وہ جانتی تھی کہ چین کے احکام اور وہاں کے تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے اس بات سے باخبر ہیں کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی اے ڈی جی شیوانی ایک اہم مشن پر چین کے شہر بیجنگ پہنچنے والی ہے اس لیے چین پہنچنے سے پہلے ہی اس کے خلاف ایسے اقدامات کیے گئے تھے کہ اس کی ٹیم ٹوٹ گئی تھی اور وہ بالکل تنہا رہ گئی تھی۔

اب وہ اپنا چہرہ اپنی شناخت چھپا رہی تھی۔ چہرہ بدل کر' سر سے پاؤں تک حلیہ بدل کر چین جانے والی تھی۔ وہاں جانے سے پہلے کچھ ضروری انتظامات کیے تھے۔ وہ چاہتی تھی' آئندہ اس کی اپنی ٹیم کے سراغ رساں اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا نارنگ بھی اسے نہ پہچانیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد بھی ان سے چھپ کر رہے اور ان سے رابطہ کراتی رہے۔

اس نے میک اپ کے بعد خود کو ایک نئے رنگ روپ میں دیکھا۔ وہ خود کو نہیں پہچان رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا آئینے کے اندر جیسے کوئی دوسری حسینہ اپنا جلوہ دکھا رہی ہے۔

ایسے وقت فون کا بزر سنائی دیا۔ وہ اسے آن کرکے بولی "ہیلو۔"

دوسری طرف سے پورس نے کہا "ہیلو میڈم! میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا لیزی گارڈ ہوں۔ مجھے کہا گیا ہے کہ آپ کو میری ضرورت ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی "یو نان سینس! تمہاری کمپنی سے ہم نے معاہدہ ختم کردیا ہے۔ مجھے تمہارے جیسے دوسرے بازیٹلی پیتھی جاننے والوں پر بھروسا نہیں ہے۔"

"میڈم! جس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے آپ کے ساتھ دھوکا دیا تھا۔ اسے سخت سزائیں دی گئی ہیں۔ میں غلطی نہیں کروں گا۔"

"سوری' اب میں تم لوگوں کے لیے کام نہیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"ذرا سوچیے' آپ کی ذہانت اور حکمت عملی کو میری ٹیلی پیتھی سے کام نہ لیا گیا تو وہ چاؤں میاؤں خان چلانے کرنے والے ٹرانسفارمر مشین بنالیں گے۔"

"میرا نام شیوانی ہے۔ میں انہیں مشین بنانے اور پیتھی سکھنے نہیں دوں گی۔"

"میں آپ کی اسی مستقل مزاجی کا عاشق ہوں۔ میں نے اپنے دل کے اندر کی بات بتا رہا ہوں۔ ایک بار تمہیں میں دیکھا تھا۔ تب سے تم پر عاشق ہوگیا ہوں۔"

"کیا بکواس کررہے ہو؟"

"سچے عاشق کو بکواس نہیں دیوانہ کہتے ہیں۔ مجھے اپنا دیوانہ کہو۔"

"پتا نہیں تم نے کب دیکھا تھا اور آج دیوانے ہو۔ فراڈ کررہے ہو۔"

"میں نے تین دن پہلے دیکھا تھا۔ تمہارا پتا' فون نمبر نہیں جانتا تھا۔ آج سرکاری طور پر کمپنی دھوکا دینے والے کو معطل کیا جارہا ہے۔ لہٰذا مجھے رابطہ کرنا چاہیے۔ انہوں نے مجھے تمہارا یہ فون نمبر دیا ہے۔"

"میں کہہ چکی ہوں۔ معاہدہ ختم ہوچکا ہے۔"

"سرکاری معاہدہ ختم کردو۔ محبت کا معاہدہ کرو۔ میں ساری خاطر امریکا چھوڑ کر یہاں آیا ہوں۔ مجھ سے محبت کرو ورنہ ان کی وفاداری نہیں تمہاری وفاداری کروں گا۔"

وہ ذرا چپ ہوئی پھر سوچ کر بولی "میرے وفادار رہو گے؟"

"مجھے آزما سکتی ہو۔ میں تمہاری خاطر ہمیشہ کے لیے امریکا کو چھوڑ دوں گا۔"

وہ سوچنے لگی۔ اگر وہ دیوانہ ہو کر میرے سامنے آئے گا تو لوگوں سے سحر زدہ ہوجائے گا۔ اس کے علاوہ اس پر تنویمی عمل کراؤں گی۔ وہ میرا غلام بن جائے گا۔ اس کے بعد جب بھی اس کی پیشانی جلتی رہے گی' وہ مجھ سے نہ کبھی جھوٹ بول پائے گا۔ نہ کسی موقع پر دھوکا دے سکے گا۔ اسے ضرور ٹریپ کرنا چاہیے۔

وہ بولی "ہیلو' میں سوچ رہی ہوں' وقت تو ضائع ہوگا مگر میں آزماؤں گی۔"

پورس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "تھینک یو۔ تمہارے لیے چارہ ڈالا جاتا ہے مگر تم گھاس ڈال رہی ہو۔ اس کا سبب ہے مجھے گدھا نہیں سمجھ رہی ہو۔ گھوڑا سمجھ کر سوار ہوگی۔ میں خوش نصیب ہوں۔ دوسرے شوہروں کی طرح حکم چلانے والا ہوں۔ مجھ سے شادی کرو گی۔ جلدی سے بولو' کب کرو گی؟"

"پہلے ہماری خفیہ ملاقات ہوگی اور معاملات طے ہوں گے۔"

"ہائے خفیہ ملاقات! پیار میں دنیا والوں سے چھپ کر کرنے کا کچھ اور ہے۔"

"میں آج شام کو ہانگ کانگ نائٹ کلب کے بار میں کچھ بجے ملوں گی مگر تم مجھے پہچان نہیں سکو گے۔ میں کوئی بات نہیں میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ابھی اس کے بار کی ایک میز ریزرو کراؤں گا۔ اس میز پر میرا نام کارڈ لکھا ہوگا۔"

وہ ہنسی۔ یہ انداز میں بولی "اوکے' آج کی رات زندگی بھر یاد رہے گی۔"

پورس نے مسکراتے ہوئے فون بند کردیا پھر خیالی خوانی کے ذریعے مجھ سے بولا "پاپا! میں ہانگ کانگ میں ہوں۔ کسی کام سے خوش ہو کر کہا "ویلکم مائی سن۔ میں تمہارا انتظار کررہا ہوں۔"

"جناب عبداللہ واسطی کی ہدایت ہے کہ شیوانی کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ میں آج رات اس کی خیر وعافیت کے لیے اس سے ملاقات کرنے والا ہوں۔"

"تم کسی کی چال میں کبھی نہیں پھنستے ہو پھر بھی اس خطرناک عورت سے ہوشیار رہنا۔"

"آپ کی یہ ہدایت یاد رکھوں گا۔"

"ماریہ' احمد زبیری سے ملنے آرہی ہے۔ وہیں ہانگ کانگ میں ہے۔ میں تمہیں زبیری کے پاس پہنچا رہا ہوں۔ اس سے ماریہ کا پتا معلوم کرو۔ اس کی حفاظت لازمی ہے۔"

میں نے زبیری کے دماغ میں پہنچ کر کہا "زبیری! میں ہوں فرہاد۔"

وہ بولا "اوہ نگ سر! آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔ ضرور کوئی خاص بات ہوگی۔"

"میں پورس کو تمہارے پاس پہنچانے آیا ہوں۔ اس سے باتیں کرو۔"

پورس نے کہا "ہائے زبیری!"

زبیری نے خوش ہو کر کہا "ہائے برادر! پہلی بار ہمارا رابطہ ہورہا ہے۔"

"انشاء اللہ روبرو ملاقات بھی ہوگی۔ پاپا نے کہا ہے' ماریہ ہانگ کانگ میں ہے۔ مجھے اس کی حفاظت کرنی ہوگی۔ اس کا پتا اور فون نمبر بتاؤ۔"

"آپ کے پاپا بہت گریٹ ہیں۔ میرے پیار کو تحفظ دے رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر زبیری خیال خوانی کے ذریعے ماریہ کے پاس پہنچ گیا پھر بولا "ہائے ماریہ! میں آیا ہوں مگر اکیلا نہیں ہوں۔ برادر پورس میرے ساتھ ہیں۔"

"او گاڈ! کیا وہی پورس جو مسٹر فرہاد کے صاحب زادے ہیں؟"

"ہاں' وہی برادر پورس ہانگ کانگ میں ہیں۔ ان سے باتیں کرو۔"

وہ بولی "ہائے برادر! یہ سن کر خوشی ہورہی ہے کہ آپ اسی شہر میں ہیں۔"

پورس نے کہا "تم زبیری کی امانت ہو۔ پاپا نے مجھے تمہارا باڈی گارڈ بنایا ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "شرمندہ نہ کریں۔ زبیری کی طرح میں بھی آپ کے پاپا کی اور بابا صاحب کے ادارے کی خدمت گار ہوں۔ یہاں خدمت کرنے آئی ہوں۔"

"ہم سب بابا صاحب کے ادارے کے خدمت گار ہیں۔ چلو میں تمہارا باڈی گارڈ نہیں' محافظ بھائی تو ہوں۔"

وہ خوشی سے کھل کر بولی "او۔ انڑمائی پلیزر آئی ایم لکی بائی بینگ یور سسٹر۔" (یہ میری لیے خوشی کا مقام ہے۔ میں آپ کی بہن بن کر خوش نصیب ہوگئی ہوں)

زبیری نے کہا "کھیسکس برادر! بہن بھائی کے درمیان میرا کوئی کام نہیں ہے۔ یہ ماریہ ابھی ہواؤں میں اڑتی رہے گی۔ میں جارہا ہوں۔ گڈ بائی۔"

وہ چلا گیا۔ ماریہ نے کہا "برادر! میں اپنا پتا اور فون نمبر بتا رہی ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تمہارے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرلیا تھا۔"

"او گاڈ! میں ٹیلی پیتھی کی جادوگری بھول گئی تھی۔ آپ آرہے ہیں؟"

"ابھی آرہا ہوں۔ ہم ہانگ کانگ کی سیر کریں گے اور خوب باتیں کریں گے۔"

ماریہ خوشی سے کھلی ہوئی تھی۔ یہ اس کے لیے بہت بڑی بات تھی کہ میرے ایک بیٹے نے اسے بہن کہہ کر میری فیملی کی ایک ممبر بنالیا ہے۔ اسے آدھے گھنٹے بعد اپنے اپارٹمنٹ کے سامنے کار کا ہارن سنائی دیا پھر اپنے اندر پورس کی آواز سنائی دی "ماریہ! چلی آؤ۔ میں آیا ہوں۔"

وہ کھڑکیاں بند کرکے دروازے کو لاک کرنے کے بعد باہر آئی۔ سڑک کے کنارے تین کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ پورس کو چہرے سے نہیں پہچانتی تھی۔ پورس اسے اپنی شناخت بتانا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی ایک قریبی کار کے پچھلے دروازے سے ایک شخص باہر آیا۔ اس کا ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا۔ اس نے ماریہ سے کہا "میری جیب میں ریوالور ہے اور تم نشانے پر ہو۔ چپ چاپ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھو۔ ورنہ گولی مار کر چلا جاؤں گا۔"

پورس نے اس کے دماغ میں کہا "ماریہ! ایسا اچانک ہورہا ہے۔ میں سب سے آگے والی دہائٹ ٹویوٹا میں ہوں۔ تم خود کو خوف زدہ ظاہر کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرو۔"

ماریہ سہم کر اس کی جیب کو دیکھ رہی تھی۔ جیب کے اندر ریوالور جیسی چیز تھی۔ وہ سہمے ہوئے انداز میں بولی "میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ تم کون ہو؟"

وہ ڈانٹ کر بولا "کوئی سوال نہ کرو۔ فوراً کار میں بیٹھ جاؤ۔ کم آن!"

وہ کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ پورس نے کہا "میں تمہارے پاس نہیں رہوں گا۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔ تمہارے پاس ہی دشمنوں کے اندر رہوں گا۔"

وہ کار وہاں سے آگے بڑھی۔ پورس اس کے پیچھے چلنے لگا۔ معلوم ہوا وہ اسکاٹ لینڈیارڈ کے جاسوس تھے۔ انہوں نے ہیڈ کوارٹر سے اطلاع ملی تھی کہ ماریہ 'شیوانی کی ٹیم سے' ہوگئی ہے۔ دہلی میں کئی گھنٹوں تک تلاش کرنے کے باوجود نظر نہیں آرہی ہے۔

یہ اندازہ لگایا جارہا تھا کہ اس کا محبوب احمد زبیری ٹیلی پیتھی کے ذریعے تحفظ دے رہا ہے۔ وہ بھیس بدل کر اس کے پاس جانے کے لیے ہانگ کانگ یا تائیوان جائے گی۔ اس جگہ کے سراغ رسانوں کو الرٹ کردیا گیا تھا۔ ان سب کو ماریہ کی مخصوص شناخت بتائی گئی تھی۔ بھیس بدلنے کے باوجود اسے مخصوص شناخت کے ذریعے پہچانا جاسکتا تھا۔

پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے جاسوس نے جیب سے ریوالور نکال کر کہا "ماریہ! ہم اسکاٹ لینڈیارڈ کے ٹریننگ سینٹر میں تھے۔ تم مجھ سے ایک سال جونیئر تھیں۔ مجھے بھول گئی لیکن میں نے تمہیں نہیں بھلایا ہے۔"

وہ بولی "تم غلطی کررہے ہو۔ میں ماریہ نہیں ہوں۔ پہلے ایسی تھی؟"

"ایسی نہیں تھی۔ جب چہرے سے میک اپ اترا جائے گا تو اندر سے ماریہ نکل آئے گی۔ پورے بدن کا سوچو۔ میک اپ کے باوجود کیسے پہچانی گئی ہو؟"

وہ سوچنے لگی "طیارے میں شیوانی جیسی چالاک عورت مجھے نہ پہچان سکی۔ کیا یہ جاسوس میرے بائیں ہاتھ کی وجہ سے پہچان رہا ہے؟"

پورس نے کہا "تم نے طیارے میں شیوانی کے سامنے بایاں ہاتھ استعمال نہیں کیا ہوگا اور تمہاری گردن دائیں طرف پیچھے چھپی رہی ہوگی۔"

وہ چونک کر بولی "برادر! میری گردن پر ایک زخم کا نشان ہے لیکن اس نشان کو میں نے میک اپ کے ذریعے سے چھپایا ہے۔"

"تم نے ہانگ کانگ ائرپورٹ کے امیگریشن کاؤنٹر پر بائیں ہاتھ سے دستخط کیے تھے۔ جاسوس نے دور سے شبہ کیا تھا کہ تم بائیں ہاتھ سے کام کرنے والی ماریہ ہو۔ وہ تمہارا ماسک اتار کر گردن کے زخم کا نشان دیکھے گا۔ تصدیق ہوجائے گی۔"

"برادر! کیا اس جاسوس نے شیوانی کو میرے بارے میں اطلاع دی ہے؟"

"ابھی نہیں۔ پہلے یہ تصدیق کرنا چاہتا ہے۔ ویسے میں اسے شیوانی تک خبر پہنچانے نہیں دوں گا۔ وہ دو جاسوس ہیں۔ میں تنہا نمٹ سکتا ہوں مگر بڑا ہنگامہ ہوگا۔ بڑی خاموشی سے دونوں کو خاموش کرنا ہوگا۔"

اس نے زبیری کو ماریہ کے دماغ میں بلا کر کہا "میں تنہا ان دونوں سے فائٹ کروں گا۔ انہیں گولی ماروں گا تو شیوانی تک خبر پہنچے گی کہ وہ دونوں ٹیلی پیتھی کا شکار ہونے کے بعد مارے گئے ہیں۔"

"آپ درست کہہ رہے ہیں۔ وہ ماریہ پر شبہ کرے گی۔"

"تم ایک جاسوس کے دماغ پر قبضہ جماؤ میں دوسرے پر حاوی رہوں گا اور ماریہ! جیسے ہی یہ کار رکے' تم میری کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر آجانا۔"

اس پلاننگ کے ساتھ ہی کار رک گئی۔ ماریہ نے کار سے اتر کر پیچھے ایک وائٹ ٹویوٹا کو دیکھا پھر دوڑتی ہوئی آکر اس کی اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ساتھ والی سیٹ پر پورس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا "کار اسٹارٹ کرو اور ڈرائیو کرتی جاؤ۔ جب تک میں نہ بولوں۔ خاموش رہنا۔"

اس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی پھر تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی ایک سمت جانے لگی۔ دونوں جاسوس اپنی کار میں آگے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے اگلی سیٹ سے کہا "زبیری! پیچھے کیوں ہو؟ آگے آؤ۔"

دوسرا جاسوس اگلی سیٹ پر آگیا۔ کار آگے چل پڑی۔ زبیری نے اپنے آلہ کار کو ڈھیل دی۔ اس نے چونک کر آگے پیچھے دیکھا پھر حیرت سے پوچھا "ماریہ کہاں ہے؟ میں پچھلی سیٹ پر تھا۔ آگے کیسے آگیا؟"

"مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو؟ تم ماریہ کے ساتھ پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔"

"ہاں مگر گاڑی تو روکو۔ کچھ سمجھنے دو کہ وہ کیسے غائب ہوئی ہے؟"

"گدھے ہو۔ سیدھی سی بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے اسے ٹیلی پیتھی لے گئی ہے۔"

"ہاں سمجھ گیا۔ گاڑی روکو۔ واپس موڑو۔ وہ دور نہیں بھاگ سکتے۔ ہم اسے پکڑلیں گے۔ ارے تم رفتار کیوں بڑھاتے جارہے ہو۔ یہ ساحلی علاقہ ہے۔ کیا سمندر میں ڈوبنا چاہتے ہو؟ کار گاڈ سیک رفتار کم کرو۔"

پورس نے مزید رفتار بڑھاتے ہوئے کہا "زبیری! تم ماریہ کے پاس جاؤ۔ میں ان دونوں کو آخری اسٹیشن تک پہنچا کر آرہا ہوں۔"

پورس نے رفتار کم کرتے ہوئے کہا "سمجھا کرو' گاڑی میں نہیں چلا رہا ہوں۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا "سمجھ گیا۔ ایسا ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہورہا ہے۔"

چھوٹے بحری جہازوں اور لانچوں کے لیے کئی برتھ سمندر میں دور تک چلے گئے تھے۔ ایسے برتھ پر جہازوں سے سامان اتارا جاتا تھا۔ پورس نسبتاً ایک خالی برتھ کی طرف کار کو موڑ کر پھر رفتار بڑھانے لگا۔ دوسرا جاسوس چیختے ہوئے کہنے لگا "نہیں۔ آگے سمندر ہے۔ گاڑی روکو۔ مجھے اترنے دو۔ میں ڈوبنا نہیں چاہتا۔"

اس کے چیختے چیختے کار برتھ کے آخری سرے سے آگے نکل گئی۔ اس کے نیچے برتھ کا فرش نہیں رہا۔ وہ فضا میں دور تک اڑتی ہوئی سمندر کے پانی میں اتر گئی۔ پانی بہت گہرا تھا۔ وہ گہرائی میں اترتی گئی۔ پورس نے ان دونوں کو کار کا دروازہ کھولنے اور باہر نکلنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ کار ان کے لیے تابوت بن گئی۔

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوکر بولا "ماریہ! کیا ہورہا ہے؟ زبیری سے باتیں ہورہی ہیں؟"

زبیری نے کہا "ہم یہاں کار روک کر دشمنوں کی کار کو ڈوبتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اب اطمینان ہے۔ شیوانی پہلے کی طرح ماریہ کو اس موجودہ میک اپ میں نہیں پہچان سکے گی۔"

پورس نے کہا "ماریہ کو شیوانی کا سامنا نہیں کرنا چاہیے۔ ورنہ اس کا بایاں ہاتھ چغلی کھاتا رہے گا۔"

ماریہ نے پوچھا "کیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری عادت بدلی جاسکتی ہے؟"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ پیدائشی عادت ہے۔ ہاں اگر کبھی شیوانی سے اچانک سامنا ہوجائے تو ہم خیال خوانی کے ذریعے تمہیں بائیں ہاتھ سے کام کرنے سے روکتے رہیں گے۔ ایسا عارضی طور پر ہوسکتا ہے۔ تمہیں محتاط رہنا چاہیے۔"

"میں نے ائرپورٹ سے شیوانی کا پیچھا کرنا چاہا تھا۔ یہاں اس کی قیام گاہ دیکھنا چاہتی تھی مگر وہ ٹریفک کے ہجوم میں کہیں گم ہوگئی۔"

زبیری نے پوچھا "برادر! کیا آپ شیوانی کا پتا جانتے ہیں؟"

"جان جاؤں گا۔ میں امریکا کا ایک باغی ٹیلی پیتھی جاننے

والا بن کر آج رات اس سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ یعنی ٹھیک دو گھنٹے بعد۔"

ماریہ نے پوچھا "کیا آپ نے ماسک میک اپ کیا ہے؟ یہ بہت ضروری ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ اس کی آنکھوں کی طلسمی حرارت میری پیشانی تک نہیں پہنچے گی۔"

زبیر نے کہا "ماریہ! برادر کی معلومات ہم سے بہت زیادہ ہیں۔ تم ان کی فکر نہ کرو اور اب میں تمہاری فکر نہیں کروں گا۔ میں جارہا ہوں۔"

"زبیری! برادر دو گھنٹے بعد شیوانی سے ملنے جائیں گے۔ میں تنہا رہ جاؤں گی۔ اپنے اپارٹمنٹ میں تمہارا انتظار کروں گی۔ آؤ گے نا؟"

وہ آنے کا وعدہ کرکے چلا گیا۔ ماریہ نے پوچھا "آپ کافی پینا چاہیں گے؟"

"ہاں۔ کسی سی ویو ریستوران میں چلو۔ سمندر کا نظارہ کرتے ہوئے کافی پئیں گے۔"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی بولی "میں نے ٹیلی پیتھی کے بارے میں بہت کچھ پڑھا تھا اور سنا تھا۔ اب آنکھوں سے اس علم کے کمالات دیکھ رہی ہوں۔ میرا خیال ہے۔ یہ دنیا کا سب سے حیرت انگیز علم ہے اور سب سے خطرناک ہتھیار ہے۔"

"یہ علم بے وقوفوں کے پاس ہو تو خطرناک ہے۔ دانشمندوں کے پاس ہو تو انسانیت کی بہتری اور سلامتی کا ایک مستحکم ذریعہ ہے۔"

"میرا دل بہت چاہتا ہے کہ میں بھی یہ علم حاصل کروں۔ کیا یہ ممکن ہے؟"

"پہلے ممکن نہیں تھا۔ اب آسان ہورہا ہے۔ چین میں ٹرانسفارمر مشین تیار ہوگی تو تمہیں اس کے ذریعے سکھایا جائے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "سچ؟ کیا آپ کے پاپا یہ چاہیں گے۔ کیا حکومت چین کو اعتراض نہیں ہوگا؟"

"کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔ جو ہمارے اپنے ہیں، ہم انہیں یہ علم ضرور سکھاتے ہیں۔"

"برادر! آپ رحمت کا فرشتہ ہیں۔"

"تم باصلاحیت ہو۔ اسکاٹ لینڈیارڈ کی تربیت یافتہ ہو۔ تمہیں ہمارے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے خیال خوانی کا ہنر آئے گا۔ تم ہماری طرح بن کر رہو گی۔"

"سو مینی تھینکس برادر! میں اپنی توقعات سے زیادہ خوش نصیب ہوں۔"

اس نے ایک ساحلی ریستوران کے سامنے کار روک دی۔ پورس کے ساتھ اس ریستوران کے گارڈن میں آکر بیٹھ گئی پھر کافی کا آرڈر دینے لگی۔ پورس نے اپنے ایک سراغ رساں کے دماغ میں پہنچ کر کہا "ہانگ کانگ نائٹ کلب میں ابھی جاؤ۔ وہاں کے بار میں ایک چھوٹی میز ریزرو کراؤ اور اس مخصوص میز پر لیزی گارڈ کی نیم پلیٹ رکھوا دو پھر مجھے ریزرویشن کے بارے میں بتاؤ۔"

ماریہ نے پوچھا "آپ کیا سوچ رہے ہیں؟"

"شیوانی سے ملاقات کے لیے ہانگ کانگ نائٹ کلب کی ایک میز ریزرو کرا رہا ہوں۔"

"فنٹاسٹک، بیٹھے بیٹھے سارا کام ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوجاتا ہے۔ کمال ہے۔"

ویٹر نے کافی کی ٹرے لاکر رکھی۔ ماریہ نے پوچھا "کریم کافی پئیں گے؟"

"جیسی چاہو، پلا دو۔ مجھے سب ہی پسند ہے۔ ادھر سمندر میں بوٹنگ اور واٹر اسکیٹنگ ہورہی ہے۔ اسکاٹ لینڈیارڈ میں اسکیٹنگ سکھائی گئی ہوگی؟"

ماریہ نے سمندر کی طرف دیکھا پھر کافی بناتی ہوئی بولی "میں نے آئس اسکیٹنگ اور واٹر اسکیٹنگ دونوں میں سب سے زیادہ مارکس حاصل کیے تھے۔ مارشل آرٹ میں بلیک بیلٹ حاصل کرچکی ہوں۔ مجھے جمہوریہ چین سے نکال دیا گیا تھا۔ اگر میں اپنے مشن میں کامیاب ہوجاتی تو مجھے کسی شیوانی کی طرح اعلیٰ عہدہ مل جاتا۔"

وہ پیالی اٹھا کر کافی کی چسکی لے کر بولا "زبیری نے تمہاری زندگی کا رخ بدل دیا ہے۔ تم کیا محسوس کررہی ہو؟"

"محبت صرف زندگی ہی نہیں، قسمت بھی بدل دیتی ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ایک نئی دنیا میں آگئی ہوں۔ یہ دنیا میری سوچ سے زیادہ خوب صورت ہے۔"

پورس نے کہا "تم بہت اچھی ہو۔ میں جدوجہد سے بھرپور زندگی گزار رہا ہوں۔ ہمیشہ دشمنوں سے ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے۔ ایک مدت کے بعد تمہاری جیسی بہن کے ساتھ وقت گزارتے ہوئے ایک پاکیزہ تفریح کا لطف حاصل کررہا ہوں۔"

"آپ سے زیادہ میں لطف حاصل کررہی ہوں کیونکہ مجھے میں بھائی بہن جیسے رشتوں سے محروم رہی ہوں۔ مجھے جیسا باکمال محافظ بھائی ملا ہے۔ آپ میری مسرتوں کو میرے احساسات کو اور جذبات کو بہت اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو فیملی لائف گزارنے کے

شاذونادر ہی ملتے ہیں اور جب ملتے ہیں تو پورس کی طرح ایک بہن کی محبت سے سحرزدہ ہوجاتے ہیں۔ اس نے ماریہ کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارنے کے بعد اسے اس کے اپارٹمنٹ میں پہنچا دیا پھر ہانگ کانگ نائٹ کلب کے بار میں پہنچا تو آٹھ بجنے ہی والے تھے۔

اس کلب میں بڑے بڑے بزنس مین اپنی گرل فرینڈز کے ساتھ آیا کرتے تھے۔ جن کی گرل فرینڈز نہیں ہوتی تھیں۔ انہیں اس کلب سے اعلیٰ درجے کی گرل فرینڈز مل جایا کرتی تھیں۔ پورس وہاں تنہا پہنچا تو منیجر نے کہا "اگر آپ تنہا ہیں تو گرین روم میں جائیں۔ وہاں کئی ممالک کا حسن نظر آئے گا۔ آپ کسی کو بھی نائٹ پارٹنر کے لیے حاصل کرسکتے ہیں۔"

پورس نے کہا "اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں اور کلبوں میں کئی ممالک کا حسن ہوتا ہے۔ ان حسیناؤں کے اندر کئی ممالک کی بیماریاں بھی ہوتی ہیں۔ مجھے ضرورت نہیں ہے۔ میری ایک فرینڈ ابھی یہاں آنے والی ہے۔"

وہ کلب کے بار میں آیا۔ اس شراب خانے میں بڑی رونق تھی۔ ایک تو وہاں نشہ تھا۔ اس پر نشہ لانے والی حسینائیں تھیں۔ ایک طرف ڈانس فلور تھا۔ پینے والے رنگ میں آکر اس فلور میں جاتے تھے اور وہاں لڑکیوں کے ساتھ رقص کرتے تھے۔ ایک میز پر لیزی گارڈ کی نیم پلیٹ رکھی ہوئی تھی۔ پورس اس میز پر آگیا۔

آٹھ بج چکے تھے۔ اسے انتظار نہیں کرنا پڑا۔ شیوانی اپنے حسن و شباب کو نمایاں کرنے والے لباس میں قیامت ڈھاتی ہوئی آگئی۔ کتنے ہی لوگ اپنی حسین ساتھیوں سے نظریں چرا کر اسے دیکھنے لگے تھے۔ وہ میز کے پاس آکر نیم پلیٹ رکھ کر بولی "ویل، تم ہی لیزی گارڈ ہو؟ میں ہوں شیوانی۔"

پورس نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "ویلکم۔ تم اندازہ کرسکتی ہو کہ تم سے مل کر مجھے کتنی خوشی ہورہی ہے مگر یہ نہیں سمجھ سکتیں کہ تمہارا خوب صورت وجود تمام کر دل کی دھڑکنیں شور مچانے لگی ہیں۔ کیا میری دھڑکنوں کو سنو گی؟"

وہ مسکرا کر بیٹھتی ہوئی بولی "پتا تھا، تم عام لوگوں کی طرح ہوگے مگر دوسروں سے مختلف ہو۔ خوب رو ہو۔ ڈیشنگ پرسنلٹی ہے۔ میرا خیال ہے، تم لڑکیاں مرتی ہوں گی۔ ایم آئی رائٹ؟"

وہ بولا "پہلی ملاقات میں مرد اپنی گرل فرینڈ کے حسن کی تعریفیں کرتا ہے لیکن تم میری تعریفیں کررہی ہو۔ یہ یقین ہورہا ہے کہ محبت کا جواب محبت سے دو گی۔"

"میں قیافہ شناس ہوں تمہیں دیکھ کر سمجھ گئی ہوں، بہت بڑے فلرٹ کرنے والے ہو۔"

"کمال ہے۔ میری تعریفیں کیے جارہی ہو۔ کیا خطرے کی گھنٹی بجا رہی ہو؟"

ایک ویٹرس ان کے پاس آئی۔ شیوانی نے کہا "کوئی سی بلیک لیبل لے آؤ۔"

ویٹرس چلی گئی۔ پورس نے حیرانی ظاہر کی "تم اسکاٹ لینڈیارڈ ایک ذمے دار آفیسر ہو۔ یہاں بیٹھ کر پیو گی؟"

وہ میز پر جھک گئی۔ اسے گھور کر دیکھتی ہوئی بولی "تمہیں بھی پلاؤں گی۔"

پورس سمجھ گیا کہ وہ اپنی آنکھوں کا سحر طاری کررہی ہے۔ وہ پریشانی ظاہر کرتے ہوئے بولا "یہ کیا ہورہا ہے؟ میری پیشانی گرم ہورہی ہے۔"

وہ اپنی پیشانی کو چھونے لگا۔ شیوانی نے کہا "اپنے اندر کی تمام سچی باتیں اگلتے رہو۔ ورنہ پیشانی آگ کی طرح جلنے لگے گی۔ اس جلن سے مرسکتے ہو۔"

وہ سحرزدہ سا ہو کر بولنے لگا "میں لیزی گارڈ نہیں ہوں۔ میں آندرے ہوں۔"

وہ بولی "اچھا وہی آندرے جو ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں مجھ سے معاملات طے کرتا رہا تھا۔ تم مجھ سے جھوٹ کیوں بول رہے تھے؟"

"میں نے سوچا، تم نے آندرے کے ذریعے یعنی میرے ذریعے ہونے والے امریکی معاہدے کو ختم کروایا ہے۔ تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں رہا ہے۔ یہ سوچ کر میں لیزی گارڈ کے نام سے دوستی کرنے یہاں آیا ہوں۔"

"تم نے میرے دو سراغ رسانوں کو ٹریپ کیا تھا۔ ان کے دماغوں میں رہ کر میری پلاننگ معلوم کرتے رہتے تھے۔ میں نے ان سراغ رسانوں کو اپنی ٹیم سے نکال دیا۔ ایک نئی ٹیم بنا رہی ہوں۔ ایسے وقت پھر مجھے دھوکا دینے آئے ہو۔"

"میں اس بار دھوکا دینے نہیں آیا ہوں۔ تم نے معاہدہ منسوخ کیا۔ امریکی اکابرین مجھے اس کی سزا دینے والے تھے۔ میں وہاں سے فرار ہو کر یہاں آیا ہوں۔ میں نے سوچا، تم بہت زبردست ہو۔ میں کسی نہ کسی طرح تمہاری ٹیم میں شامل ہوجاؤں گا۔"

"میری آنکھوں کی زد میں آنے والے مجھ سے جھوٹ نہیں بولتے۔ میں تمہارا یقین کررہی ہوں۔ تم جھوٹ نہیں

بول رہے ہو۔ اب اس سوال کا جواب دو کہ میری ٹیم میں کیوں شامل ہونا چاہتے ہو؟"

"تم پر دل آگیا ہے۔ میں تمہارے قریب رہ کر تمہیں دماغی کمزوری میں مبتلا کرکے تمہیں اپنی معمولہ بنانا چاہتا تھا پھر شادی کرنا چاہتا تھا۔"

"تم پکے بدمعاش ہو۔ شادی کرنا اچھی بات ہے مگر تم شادی جیسا اچھا کام بھی بدمعاشی سے کرنا چاہتے ہو۔ میں تمہارا دماغ درست کروں گی۔"

"تم جو بھی کرو۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ شادی کروں گا تو تم سے ہی کروں گا۔ ورنہ تمہیں بھی کسی سے شادی کرنے نہیں دوں گا۔ ہم دونوں کنوارے رہ کر بے شرمی کیے بغیر سیدھے جنت میں جائیں گے۔"

وہ جھینپ کر بولی "بے شرمی؟ کیسی بے شرمی؟ یہ سچ بولنے کا کون سا انداز ہے؟ ویسے میں نے غلط اندازہ لگایا تھا۔ تم فلرٹ نہیں ہو مگر تمہاری زبان سے سچ جاننا چاہتی ہوں۔ کیا مجھ سے پہلے کوئی تمہاری زندگی میں آئی ہے۔"

ویٹرس شراب سے بھری ہوئی بوتل، شیشے کے جام، آئس کیوب اور پنی تس وغیرہ لاکر میز پر رکھ رہی تھی۔ شیوانی نے پورس کو جواب دینے سے روک دیا۔ جب ویٹرس چلی گئی تو بولی "اب جواب دو۔"

"میری زندگی میں ایک عورت آئی تھی بلکہ میں اس کی زندگی میں آیا تھا۔"

"پھر تو میں تمہیں صرف غلام بنا کر رکھوں گی۔ تم بھروسے کے قابل نہیں ہو۔"

"تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ میں سچ بول رہا ہوں۔ دنیا کے ہر مرد کی زندگی میں دو عورتیں ضرور آتی ہیں۔ تمہاری زندگی میں بھی دو مرد آئیں گے۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟ میری آنکھوں کے سامنے ہر زبان سچ بولتی ہے پھر تم جھوٹی بکواس کیسے کررہے ہو؟ ہر مرد کی زندگی میں دو عورتیں نہیں آتی ہیں۔"

"آتی ہیں۔ پہلے ماں آتی ہے یا ہم ماں کی زندگی میں آتے ہیں پھر دوسری عورت بیوی بن کر آتی ہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی "بے شک میرے سامنے کوئی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ سچ کہہ رہے ہو۔"

"اور عورت کی زندگی میں دو مرد آتے ہیں۔ ایک باپ، دوسرا شوہر۔"

"تم بہت دلچسپ ہو۔ تم نے پینے کا موڈ بنا دیا ہے۔ چلو دو جام بناؤ۔"

"میں تمہارے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ میں شراب نہیں پیتا ہوں۔"

"آج پیو گے۔ ابھی پیشانی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ انکار کرو گے تو جلن شروع ہوگی۔"

وہ بے بسی ظاہر کرتے ہوئے بوتل کھول کر دو جام بنانے لگا۔ شیوانی نے اپنے پرس میں سے ایک ڈبیا نکالی پھر اس میں سے ایک ٹیبلٹ نکال کر اپنے بھرے ہوئے گلاس میں ڈال دی۔ پورس نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے کہا "اس ڈبیا کے لیبل پر زہر لکھا ہوا ہے۔ تم؟ تم زہر پی رہی ہو؟"

"میری فکر نہ کرو۔ میں زندہ رہوں گی۔ میں جب تک زہر نہ پیوں، مجھے سرور نہیں آتا۔ تم کام کی بات سنو۔ میں یہاں کچھ دیر بیٹھی رہوں گی باتیں کرتی رہوں گی پھر تمہیں ایک جگہ لے جاؤں گی۔"

"مجھے پتا ہے۔"

"میں نے ابھی بتایا نہیں ہے۔ میرے بولنے سے پہلے خود ہی کیسے جان گئے ہو؟"

"اس میں جاننے کی کیا بات ہے تم ایک جگہ لے جانا چاہتی ہو۔ یہ بات موٹی عقل سے بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ مرد اور عورت پینے کے بعد ایک جگہ جاتے ہیں۔"

"صاف صاف کہو، وہ کون سی جگہ ہے؟"

وہ شرماتے ہوئے بولا "کیوں منہ سے کہوں، ہم پینے کے بعد گڑیں جائیں گے۔"

"مجھے نشہ نہیں ہوگا اور اس شہر میں تمام گڑوں پر ڈھکن رہتا ہے۔"

"میں اس گڑ کی بات نہیں کررہا ہوں۔ مجھے تو نشہ ہوگا۔ سمجھا کرو، مرد نشے میں کہاں جاکر گرتا ہے۔"

شیوانی نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "تم میری باتوں کو کبھی دوبابا، کبھی دو ماؤں کی طرف لے جاتے ہو۔ کبھی میری بات کو گڑ میں گرا دیتے ہو۔ میں نادان نہیں ہوں تمہاری بات کا مطلب سمجھ رہی ہوں۔ اب فضول باتیں نہ کرنا۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ۔۔۔ کہ پتا نہیں کیا کہہ رہی تھی؟"

"گڑ کے بارے میں کہہ تھیں کہ۔۔۔"

"شٹ اَپ! یہ بات تم کہہ رہے تھے۔ میں کہہ رہی تھی تمہیں ایک جگہ لے جاؤں گی۔"

"میں نہیں جاؤں گا۔ مجھے شرم آئے گی۔"

"ارے تم پھر وہی بول رہے ہو۔ میں یہ بھری ہوئی بوتل تمہارے سر پر توڑ دوں گی۔ جہاں میں لے جاؤں گی، وہاں تمہیں تنویمی عمل کیا جائے گا۔"

وہ گھبرا کر بولا "مجھے ہپناٹائز کیا جائے گا؟ او گاڈ! میں سمجھ گیا۔"

"کیا سمجھ گئے؟"

"شادی کے بعد مرد، عورت کا مرید بن جاتا ہے۔ تم تنویمی عمل کے ذریعے شادی سے پہلے اپنا مرید بناؤ گی۔ یہ ہے شرم کی بات ہے۔ اس سے اچھا ہے شادی کرلو۔ مرد تنویمی عمل کے بغیر دوسری صبح زن مرید بن جاتا ہے۔"

اسے غصہ آرہا تھا مگر وہ اچانک ہنسنے لگی۔ کہنے لگی "تم کیا چیز ہو؟ ویسے جو بھی ہو، خدا کی قسم لاجواب ہو۔ تمہارے ساتھ وقت اچھا گزرتا ہوگا۔ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ ایک بھرا ہوا جام پی چکی تھی۔ دوسرا جام بھرنے کے لیے بوتل اٹھا رہی تھی۔ پورس نے پہلے ہی جام کے صرف دو گھونٹ پیے تھے۔ یہ ظاہر کررہا تھا کہ وہ مدہوش ہونے کے خیال سے گھبرا رہا ہے۔

شیوانی نے تیسرا جام بھرتے ہوئے کہا "کوئی بات نہیں، تھوڑا تھوڑا پیتے رہو۔ نشہ ہوگا تو میں سنبھال کر یہاں سے لے جاؤں گی۔"

"نشہ کرنے والے ایسے گرتے ہیں کہ سنبھالنے سے بھی نہیں سنبھلتے۔ زیادہ نشہ کرنے والوں کو تو کوئی اٹھا ہی نہیں سکتا۔"

"کیوں نہیں اٹھا سکتا؟"

"کیونکہ وہ قبر میں گرتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی "تم باتوں کو خوب گھماؤ پھرا کر بولنے کے ماہر ہو۔"

"تم زہریلی شراب پی رہی ہو۔ ورنہ میں کام کی باتیں کرنے والا تھا۔"

"تم دیکھ رہے ہو۔ نہ مجھے موت آئی ہے۔ نہ نشہ ہوا ہے۔ کیا ہلکا سا سرور ہے۔ کام کی باتیں کرو۔"

"تم بہت بڑے مشن پر جارہی ہو۔ تمہارے تمام دشمن تمہاری چالیں جانتے ہیں میرے آنے سے پہلے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ تم اتنے زبردست ہتھیار کے بغیر کیا سوچ کر وہاں جارہی تھیں۔"

"دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس کے برعکس میں بہت سے دشمنوں کو ہلاک کرسکتی ہوں۔"

وہ انجان بن کر بولا "تمہارے پاس زہر کی ایک ڈبیا ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تم میرے ساتھ رہا کرو گی۔ اس لیے جان لو کہ میں زہریلی ہوں۔ کسی کے بھی جسم کے کسی حصے میں اپنے دانت پیوست کروں گی تو وہ میرے زہر سے تڑپ تڑپ کر مرجائے گا۔"

"او گاڈ! تم خود کو زہریلی ناگن کہہ رہی ہو۔ مجھے یقین کرنا چاہیے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ زہریلی شراب تم پر اثر نہیں کررہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مجھے تم سے دور رہنا چاہیے۔ قریب رہوں گا تو کسی وقت بھی تمہارا دانت میرے جسم سے لگ سکتا ہے۔"

"میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔"

"دوستی سے بھی تمہیں گلے نہیں لگا سکوں گا۔ مجھے معاف کرو۔ میں جارہا ہوں۔"

وہ اٹھ کر جانے لگا۔ شیوانی مسکرانے لگی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اسے نہ روکنے والی اپنی آنکھوں کا سحر طاری کرے گی۔ وہ جاتے جاتے بار کے دروازے پر رک گیا۔ اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے پلٹ کر دیکھنے لگا۔ وہ دور بیٹھی گھوم کر اسے دیکھ رہی تھی۔ مسکرا رہی تھی۔

پورس پریشانی ظاہر کرتا ہوا واپس آکر اس کے سامنے میز کی دوسری طرف بیٹھ گیا۔ وہ طنزیہ انداز میں بولی "کیا ہوا؟ تم مجھ سے دور جارہے تھے؟"

اس نے بے بسی سے کہا "پتا نہیں کیا بات ہے؟ میں آگے جارہا تھا اور میرا دل پیچھے تمہاری طرف کھنچا جارہا تھا۔ پیشانی بھی جل رہی تھی۔ اب جلن نہیں ہے۔"

"تم مجھ سے ہزاروں میل دور رہ کر بھی میرے پاس آنے کے لیے تڑپتے رہو گے۔ جب بھی میں تمہارا تصور کروں گی، تمہاری پیشانی جلنے لگے گی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ پر تنویمی عمل کرنے سے پہلے ہی تم نے مجھے اپنا غلام بنالیا ہے؟"

"تمہیں اپنا اسیر بنالیا ہے۔ تم دنیا میں جہاں بھی رہو گے، میری آنکھوں کے زیر اثر رہو گے۔ تم پر تنویمی عمل اس لیے کرانا چاہتی ہوں کہ تمہاری مریدی میں اور پختگی آئے گی۔ مجھے بار بار اپنی آنکھوں سے کام نہیں لینا پڑے گا۔"

"شیوانی! میں تمہاری محبت میں دیوانہ ہو کر تم سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر تم محبوبہ نہ بن سکیں تو دوست بھی نہ بن سکیں۔ دشمن کی طرح مجھے غلام بنا رہی ہو۔ کیا میں تمہاری دوستی اور محبت کے قابل نہیں ہوں۔"

وہ سنجیدگی سے بولی "تم میرے زیر اثر آچکے ہو۔ اس لیے تم سے دل کی بات نہیں چھپاؤں گی۔ میں نے سوچا تھا، کبھی شادی نہیں کروں گی۔ اگر کسی نے مجھے متاثر کیا تو پہلے

اسے اپنا معمول بناؤں گی پھر جیون ساتھی بناؤں گی۔ آج زندگی میں پہلی بار تمہیں دیکھتے ہی دل ہار گئی ہوں۔"

پورس نے جھک کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تو پھر پیار کرو۔ دشمنی نہ کرو۔"

"مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں دشمنی سے نہیں، محبت سے تم پر تنویمی عمل کرانے والی ہوں۔ دشمنی میں تو میں نے دوسرے کو ہپناٹائز کرایا ہے۔"

"دوسرے کو؟ وہ دوسرا کون ہے؟"

"وہ بھی تمہاری طرح ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ کالا جادو بھی جانتا ہے، بہت خطرناک ہے۔ اپنی آتما شکتی سے کسی کے بھی جسم میں داخل ہو جاتا ہے۔"

پورس فوراً ہی سمجھ گیا۔ دو آتما شکتی والے معروف تھے۔ ایک نارنگ تھا اور دوسرا بھیما۔ ابھی تین دن پہلے پورس ممبئی میں کرشمہ کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ تب اس نے بہت عرصے بعد نارنگ کی آواز سنی تھی۔ نارنگ ایک شخص کو آلہ کار بنا کر بیکر برائٹ کو ٹریپ کرنے آیا تھا مگر ناکام رہا تھا۔ بیکر برائٹ فرار ہو گیا تھا اور کرشمہ ماری گئی تھی۔

پورس نے شیوانی کے سامنے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "کیا ایسا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہے جو اپنا جسم چھوڑنے کے بعد دوسرے کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے؟ یہ تو ناقابل یقین بات ہے۔"

"میں بھی یقین نہ کرتی لیکن وہ میری آنکھوں کے زیر اثر تھا۔ اس کی پیشانی جل رہی تھی۔ ان حالات میں وہ مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ جو سچ ہے، وہی بول رہا تھا۔ میں اسے دشمن سمجھتی ہوں کیونکہ وہ کسی وقت بھی مجھ سے دشمنی کر سکتا ہے۔ اس لیے میں نے اس پر تنویمی عمل کرایا ہے اب وہ ہمیشہ میرا معمول بن کر رہے گا۔"

"اس ٹیلی پیتھی جاننے والے اور کالا جادو جاننے والے کا نام کیا ہے؟"

"نارنگ۔ میں نے اس کم بخت کے اندر سے سارا ڈھکا چھپا مواد باہر نکلوایا ہے۔ وہ بہت ہی خود غرض اور مکار ہے لیکن مجھ سے کبھی مکاری نہیں کر سکے گا۔ میں تمہیں دشمن اور مکار نہیں سمجھ رہی ہوں مگر میں اس عادت سے مجبور ہوں کہ کسی بھی مرد سے کم تر نہیں رہنا چاہتی۔ تم سے برتر رہنے کے لیے تم پر تنویمی عمل کراؤں گی۔ اس کے بعد دشمنی نہیں کروں گی۔ بڑی محبت سے تمہاری لائف پارٹنر بن جاؤں گی۔"

بوتل خالی ہو چکی تھی۔ وہ آخری گلاس پی رہی تھی۔

اس نے موبائل فون کے ذریعے ایک ماتحت سے کہا "کلب کے سامنے لے آؤ۔ میں دس منٹ میں ایک جوان کے ساتھ باہر آ رہی ہوں۔"

اس نے گلاس اٹھا کر منہ سے لگایا پھر ایک ہی سانس میں غٹاغٹ پورا گلاس پی گئی۔ مسکرا کر بولی "دیکھو میں پوری بوتل خالی کی ہے مگر نشے میں نہیں ہوں۔ بس ذرا سا میں ہوں۔ تمہیں دیکھ کر خوش ہو رہی ہوں۔ میرے ذہن میں جیسا آئیڈیل تھا، تم ویسے ہی ہو۔"

پورس پچھلے دنوں گوا کے ساحلی علاقے میں شراب کی آٹھ بھری ہوئی بوتلیں پی گیا تھا پھر بھی اسے نشہ نہیں ہوا تھا۔ وہ سرور میں بھی نہیں آیا تھا اس کے برعکس شیوانی ایک ہی بوتل میں مست ہو رہی تھی۔ پورس نے سمجھ لیا کہ واقعی معمولی سانپ کی طرح زہریلی ہے۔ جب کبھی وہ اپنے زہر متعارف کرائے گا تو اس کے ہوش اڑ جائیں گے۔

اس نے بل ادا کیا پھر شیوانی کے ساتھ کلب سے باہر آ گیا۔ شیوانی کے ماتحت نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ پورس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اس کا ماتحت کار ڈرائیو کرتا وہاں سے اس ہوٹل کی طرف جانے لگا جہاں شیوانی کا تھا۔

پورس کو ہپناٹائز کرنے کے انتظامات ہوٹل کے کمرے میں کیے گئے تھے۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ سے تعلق والا ایک عامل وہاں موجود تھا۔ اس نے تقریباً تین نارنگ کو ہپناٹائز کر کے اسے شیوانی کا معمول بنا دیا تھا۔

پورس اور شیوانی وہاں پہنچے۔ شیوانی نے عامل کا پورس کا تعارف کرایا۔ عامل نے کہا "آپ ایڑی ہو چاروں شانے چت ہو کر لیٹ جائیں۔ ذہن کو پرسکون اور جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیں۔ اس طرح ہپناٹائز دشواری نہیں ہوگی۔"

وہ بیڈ پر لیٹتے ہوئے بولا "مجھے ایڑی ہونے میں لگیں گے۔ اس کے بعد آپ مجھ پر عمل کریں۔"

اس نے آنکھیں بند کیں پھر خیال خوانی کے آمنہ کے پاس پہنچ کر بولا "ماما! مجھے ہپناٹائز کیا جا رہا ہے۔ ہپناٹائز روحانی عمل کیا گیا ہے۔ نہ کوئی ہمارے خفیہ خیالات پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی ہم پر تنویمی عمل کر سکتا ہے پھر بھی آپ میرے تحفظ دیں۔ میرے دماغ میں رہ کر دیکھیں، کیا کسی کے عمل کا اثر مجھ پر ہو رہا ہے؟"

"میرے بیٹے! تم پر کسی کے عمل کا اثر نہیں ہوگا۔ تم ویسے ہی میں تمہارے پاس رہوں گی۔"

پورس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر آنکھیں کھول دیں۔ مسکرا کر شیوانی کو دیکھا پھر کہا "ہائے سوئٹی! میں دل و دماغ سے تمہارا مرید بننے کے لیے تیار ہوں۔"

وہ عامل بیڈ کے پاس آیا پھر پورس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی بھرپور صلاحیتوں کے ساتھ اسے ہپناٹائز کرنے لگا۔

○☆○

گوا کے ساحلی علاقے میں بڑی چہل پہل تھی۔ وہاں تفریح کے لیے ملکی اور غیر ملکی سیاحوں اور دولت مندوں کی آمد رہا کرتی تھی۔ جوان عورتیں اور مرد سمندر کی منہ زور لہروں سے ہنستے کھیلتے رہتے تھے۔ بادبانی کشتیوں میں بیٹھ کر پرتعیش گہرے سمندر کی سطح پر اسکیٹنگ کرتے رہتے تھے۔

بیکر برائٹ بھی بادبانی کشتی میں بیٹھ کر دور سمندر میں تفریح کے لیے جانا چاہتا تھا۔ ایسی کشتیوں کے برتھ کے دلال کھڑے رہتے تھے۔ ایک دلال نے کہا "بابو صاحب! آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر کشتی میں ایک مرد کے ساتھ ایک عورت ہوتی ہے۔ یہ بادبانی کشتی سمندر کی پرسکون سطح پر بڑی نزاکت سے آہستہ آہستہ چلتی ہے۔ آہستہ آہستہ رومانس ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ جذبے بھڑکتے ہیں۔ یہ سب کچھ کسی حسینہ کے بغیر نہیں ہوتا اور آپ کسی حسینہ کے بغیر تنہا سیر کرنا چاہتے ہیں۔"

بیکر نے کہا "میری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے میں تنہا سمندر میں جانا چاہتا ہوں۔"

"آپ کی گرل فرینڈ نہیں ہے تو ہو جائے گی۔ یہاں کمی نہیں ہے کئی لڑکیاں ابھی خود ہی آپ کے پاس آئیں گی۔ کسی کو بھی سمندر میں لے جا سکیں گے۔"

"سوری۔ میں کبھی کسی اجنبی لڑکی سے دوستی نہیں کرتا۔ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔"

وہ وہاں سے پلٹ کر جانے لگا۔ یہ بات فطرت کے خلاف تھی۔ حسین لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا تھا۔ عورت ہر مرد کی کمزوری ہوتی ہے۔ بیکر بھی ایسے حسین ماحول میں حسین ساتھی چاہتا تھا مگر تجربات ڈراتے تھے کہ عورت کے ذریعے ہی اکثر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی شامت آتی ہے۔

کوئی دو دن پہلے کرشمہ جیسی حسین ساتھی ملی تھی مگر اچانک ہی خلاف توقع نارنگ یہ دعویٰ کرتا ہوا پہنچ گیا تھا کہ کرشمہ اس کی بیٹی ہے اور وہ بیکر کو اپنا معمول اور داماد بنائے گا۔ بیکر کی تقدیر اچھی تھی۔ وہاں سے بچ نکلا تھا۔ وہ آئندہ پھنسنا نہیں چاہتا تھا۔ پہلے اپنے ساتھیوں کو دشمنوں سے نجات دلا کر پھر سے ایک مضبوط ٹیم بنانا چاہتا تھا۔ اس کے بعد کسی حسینہ سے عارضی دوستی کر کے کھلونے کی طرح پھینک دینا چاہتا تھا۔

اسے شبہ تھا کہ تھری جے نے اس کے ساتھیوں کو قیدی بنایا ہے۔ وہ تھری جے کہاں رہتے ہیں؟ ان کا کوئی پتا ٹھکانا نہیں تھا۔ وہ کسی سے رابطہ نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے ان کا سراغ لگانا، تقریباً ناممکن تھا۔

اس نے امریکی فوج کے ایک افسر کے خیالات پڑھے تھے۔ تب اسے پتا چلا کہ ٹرانسفارمر مشین جہاں چھپا کر رکھی گئی تھی۔ اب وہاں نہیں ہے۔ کسی نے چرا لی ہے۔ اس مشین کے پرزے پرزے کھول کر لے گیا ہے۔

یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ کون ایسا کر سکتا ہے؟ اگر تھری جے نے آندرے اور سائن وغیرہ کو ٹریپ کر کے دوبارہ امریکی اکابرین اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر قبضہ جمایا ہے تو وہ ٹرانسفارمر مشین وہاں سے نہیں چرائیں گے کیونکہ وہ مشین خود تھری جے نے وہاں بنوائی تھی۔

اس طرح یہ سمجھ میں آیا کہ تھری جے نے امریکا میں دوبارہ اقتدار حاصل نہیں کیا ہے۔ اس نے ہمارے اور بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں سوچا کہ ہمیں اس ٹرانسفارمر مشین سے اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دلچسپی نہیں ہے۔ ہم امریکی اکابرین کو ٹریپ نہیں کریں گے اور اس کے ساتھی آندرے اور سائن وغیرہ کو بھی قیدی نہیں بنائیں گے۔

وہ ایک طرح سے درست سوچ رہا تھا۔ ہم کسی دشمن پر غالب آتے تھے تو اسے عارضی طور پر سزا دیتے تھے اور اپنا پابند بنا کر رکھتے تھے پھر اسے آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ آندرے اور اس کے تین ساتھیوں کو اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہم نے عارضی طور پر اپنا معمول بنایا تھا۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ جب چین میں ٹرانسفارمر مشین تیار ہو جائے گی اور دشمن ناکام ہو جائیں گے تو آندرے اور دوسرے تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آزاد کر دیا جائے گا۔

جے کانو اور جے فلو نے وہاں کے ایک مہنگے ہوٹل میں کمرا لیا۔ ہوٹل کے کاؤنٹر کے پاس کئی حسینائیں گھومتی پھرتی رہتی تھیں اور شکار پھانستی رہتی تھیں۔ انہوں نے ان دونوں کو بھی بار بار سگنلز دیے۔ بڑی بے باکی سے قریب آکر براہ راست آفر بھی دی لیکن وہ ان سے کترا کر اپنے کمرے میں آگئے جے کانو نے بیڈ پر لیٹتے ہوئے کہا "یار! اس دنیا میں کوئی جگہ عورت سے خالی نہیں ہے۔"

جے فلو نے کہا "ہمارا دل بھی اس کی طلب سے خالی نہیں رہتا۔ انڈین بیوٹی میں بڑی کشش ہوتی ہے مگر ہم دور ہی دور سے دیکھ کر صبر کر رہے ہیں۔"

"ہم صبر کریں گے۔ برداشت کریں گے۔ جب کوئی بہت زیادہ متاثر کرے گی تو اس سے شام کو ملیں گے۔ صبح بھول جائیں گے۔"

"ظاہر ہے۔ ہم ہمیشہ پرہیز نہیں کر سکتے۔ گاڈ نے ہم مردوں کو بہت طاقت ور بنایا ہے مگر ہم مرد جب بھی کمزور پڑتے ہیں تو عورت ہی کے سامنے چت ہوتے ہیں۔"

جے کانو نے بیزاری سے کہا "کیا مصیبت ہے' ہم عورت ہی کی باتیں کیے جا رہے ہیں۔ ہمیں اپنے مستقبل کے لیے پلاننگ کرنی چاہیے۔ ہم ہمیشہ انڈیا میں نہیں رہیں گے۔"

"پتا نہیں جے سامو کہاں مصروف ہو گیا ہے۔ وہ آئے گا تو پلاننگ کی جائے گی۔"

"مجھے شیوانی کا خیال آتا ہے تو غصہ آنے لگتا ہے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں تلاش کرتے رہتے تھے۔ کوئی ہمارے سائے تک کبھی نہ پہنچ سکا مگر اس عورت نے مجھے زیر کر لیا تھا۔ میں اس سے ضرور انتقام لوں گا۔"

"انتقام لینے کی ضد میں شیوانی کے علاوہ اور نہ جانے کتنے دشمنوں سے ٹکراؤ گے۔ ہم پہلے کی طرح روپوش اور ناقابل شکست بن کر نہیں رہ سکیں گے۔"

"ہم حکمت عملی سے کام لیں گے اور خود کو کبھی ظاہر نہیں کریں گے۔"

"تمہارے ارادے کیا ہیں؟ اتنا تو سمجھ رہا ہوں' تم شیوانی کا پیچھا نہیں چھوڑو گے۔"

"ہاں۔ میں اسے چین کی سرحد میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔ خود کو ظاہر کیے بغیر اس کے مشن میں رکاوٹیں پیدا کرتا رہوں گا۔ شی ازائے پنگ۔"

جے فلو نے ہنستے ہوئے کہا "اس نے مجھے بھی ٹریپ کیا تھا۔ مجھے بھی غصہ آتا ہے مگر میں ہنس کر اپنے دماغ کو پرسکون رکھتا ہوں۔ تم ہمیں سمجھایا کرتے تھے کہ دشمنوں کے خلاف محاذ آرائی کرتے وقت دماغ کو ٹھنڈا رکھنا چاہیے۔"

"دماغ گرم ہو تو نصیحتیں کرنے والا خود ہی پرسکون رہنا بھول جاتا ہے۔ تم درست کہتے ہو۔ میں ابھی غصے میں ہوں شیوانی کے بارے میں کچھ نہیں سوچوں گا۔"

"میں ٹھنڈے دماغ سے سوچ رہا ہوں۔ وہ ابھی ہانگ کانگ میں ہوگی۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ اب وہ ہم ٹیلی پیتھ جاننے والوں کے بغیر کیا کر رہی ہے؟"

وہ خیال خوانی کے لیے شیوانی کے ایک ماتحت سراغ رساں کے اندر پہنچا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ شیوانی نے اسے اور دوسرے ماتحت کو چھٹی دے دی ہے۔ ان دونوں سراغ رسانوں کو ہانگ کانگ میں کچھ وقت گزار کر اسکاٹ لینڈ جانے کا حکم دیا ہے۔ انہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ وہاں رہ کر کیا کرنے والی ہے؟

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جے کانو سے کہا "شیوانی کے صرف دو سراغ رسانوں کے دماغوں میں جا کر ان کی معلومات حاصل کر سکتے تھے۔ اب نہیں کر سکتے۔ اس نے دونوں کو اپنی ٹیم سے نکال دیا ہے۔"

"جب ہم بھی نکل آئے۔ ان دونوں کو بھی نکال دیا ہے تو پھر ٹیم کہاں رہی۔"

"وہ ہانگ کانگ میں اکیلی ہے۔ یونہی تو وہاں نہیں ہے۔ کچھ کر رہی ہوگی۔"

"ایک نئی ٹیم بنا رہی ہوگی مگر اسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں ملیں گے۔"

"چین میں جن سے ٹکرانے جا رہی ہے' وہ سب ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ وہ ہمارے بغیر جائے گی تو زندہ واپس نہیں آئے گی۔ حرام موت ماری جائے گی۔"

"یار! وہ ایسی نادان نہیں ہے۔ خود کسی سے ٹکرانے نہیں جا رہی ہے۔ شیطانی آنکھوں سے کسی کو بھی غلام بنا لیتی ہے۔ ناگن ہے۔ بڑی زبردست تیاریوں کے ساتھ چین جائے گی۔ ہمیں کسی طرح کسی کو بھی آلہ کار بنا کر اس کے متعلق معلوم کرنا چاہیے۔"

ایسے وقت جے سامو نے آکر کہا "ہائے گائیز! کیا ہو رہا ہے؟"

جے کانو نے کہا "یہاں کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ ہم ہو رہے ہیں۔ تم کہاں تھے؟"

"ہم نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے کئی بڑے افسران کو

کار بنایا ہے۔ میں ان کے ذریعے معلوم کرنے کی کوششیں کررہا تھا کہ شیوانی ہانگ کانگ میں کیا کررہی ہے؟"

"ہم بھی ان کے دماغوں میں جاکر معلوم کرچکے ہیں۔ شیوانی بڑی رازداری سے کام کررہی ہے۔ اپنے ہیڈ کوارٹر والوں سے موجودہ مشن کے سلسلے میں رابطہ نہیں کررہی ہے۔ ان دو سراغ رسانوں کی چھٹی کردی ہے۔ جو ہمارے آلہ کار تھے۔"

جے سامو نے کہا "تم دونوں میں سے کسی ایک کی ہم شکل ڈی بنائی جائے اسے ہانگ کانگ بھیجا جائے۔ ہم شیوانی کا موبائل فون نمبر جانتے ہیں۔ جے فلو یہاں سے فون کے ذریعے شیوانی سے کہے گا کہ وہ ماسک میک اپ میں تھا۔ اس لیے اس کی آنکھوں کے سحر کو بھول گیا تھا۔ اب اس نے بخار میں مبتلا ہونے کے باعث ماسک چہرے سے اتار دیا ہے اور اس کی آنکھوں کے زیر اثر رہ کر اس کے پاس آنا چاہتا ہے۔"

جے کافو نے کہا "پھر وہ مجھے اپنے پاس بلائے گی مگر میں ماسک نہیں اتاروں گا۔"

"تم اس کے پاس نہیں جاؤ گے۔ تمہاری ڈی جائے گی۔"

"اور جب شیوانی اس ڈی کو گھور کر دیکھے گی تو وہ سچ اگلنے لگے گی کہ وہ جے کافو نہیں بلکہ اس کی ڈی ہے۔ یار کیا بکواس آئیڈیا ہے۔"

"بکواس نہ کہو۔ ہم ڈی کو سچ بولنے نہیں دیں گے۔ اس کے دماغ میں رہ کر تم بولتے رہو گے۔ وہ یقین کرتی رہے گی۔"

جے فلو نے کہا "اس آئیڈیا میں جان ہے۔ واقعی کافو! تم ڈی کے اندر رہ کر شیوانی کو دھوکا دیتے رہو گے۔ ہم تینوں باری باری ڈی کے اندر رہا کریں گے۔ جب ڈی کی پیشانی گرم ہوگی۔ ہم سمجھ لیں گے کہ شیوانی اس سے کچھ اگلوانا چاہتی ہے۔ ہم پھر ڈی کی زبان سے اس کے یقین کے مطابق سچ بولتے رہیں گے۔"

جے کافو نے قائل ہو کر کہا "میرے قد اور جسامت کے مطابق کسی شخص کو ٹریپ کرکے ہپناٹائز کیا جائے۔ اسے معمول بنانے کے بعد میرا ہم شکل بنایا جائے۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کردیا جائے کہ وہی ٹیلی پیتھی جاننے والا جے کافو ہے۔"

جے کافو نے کہا "رات ہونے والی ہے۔ ہم ذرا تفریح کے لیے باہر جائیں گے اور جے کافو کے قد اور جسامت والا کوئی نظر آئے گا تو اسے ٹریپ کریں گے۔"

جے کافو نے کہا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ میرے جیسا ہو۔ تمہارے جیسا بھی ہوگا تو اسے تمہاری ڈی بنایا جائے گا۔ تم بھی شیوانی کے معمول رہ چکے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اپنی ڈی شیوانی کے پاس بھیجے گا۔"

جے سامو نے کہا "میں جارہا ہوں۔ تم دونوں تفریح کرتے رہو گے۔ میں وقفے وقفے سے آکر تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔ او کے گڈ نائٹ۔"

وہ چلا گیا۔ جے کافو اور جے فلو نے غسل کیا۔ بہترین لباس پہنا پھر ہوٹل کے کمرے سے باہر آئے۔ باہر رات جوان تھی۔ ہر طرف روشنیوں اور رنگ برنگے ملبوسات میں ادائیں دکھانے والی حسیناؤں نے رات کو جوان ہی نہیں رنگین بھی بنا دیا تھا۔ وہاں مرد شراب ضرور پیتے تھے۔ جوا ضرور کھیلتے تھے۔ عورتیں ہر عرکی تھیں۔ کچھ محجوبائیں تھیں۔ کچھ داشتائیں تھیں اور کچھ بکاؤ مال تھیں۔

وہ دونوں فی الحال عورتوں سے کترا رہے تھے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح شراب نہیں پیتے تھے۔ ان کے لیے تفریح کی ایک ہی جگہ تھی اور وہ جگہ تھی کیسینو۔ وہاں ایک بہت بڑا کیسینو تھا' جہاں طرح طرح کا جوا کھیلا جاتا تھا۔ جن کے دل شراب و شباب سے بھر جاتے تھے یا جو تھرمی میٹر کی طرح ایسی چیزوں سے پرہیز کرتے تھے' وہ جوا کھیلتے ہوئے راتیں گزارتے تھے۔

وہ دونوں اس کیسینو میں آئے۔ وہاں سیکنڈ فلور سے لے کر ٹاپ فلور تک ہر قسم کا جوا ہوتا تھا اور وہاں بھی نیچے سے اوپر تک ہر عمر کی اور ہر نسل کی حسینائیں کسی نہ کسی دلال والے کے ساتھ نظر آرہی تھیں۔ وہ اس فلور میں آئے جہاں تاش کے پتے کھیلے جاتے تھے۔ وہ دو لاکھ روپے کے ٹوکن لینے کے لیے کاؤنٹر پر آئے۔ اس فلور کے انچارج نے کہا "آپ لاکھوں روپے سے کھیل شروع کرنے جارہے ہیں۔ کھیل کے دوران میں آپ کی دل جوئی کے لیے دو خوب صورت لڑکیاں آپ کے ساتھ رہیں گی۔ کھیلنے کے لیے کاموڈ بناتی رہیں گی۔"

جے کافو نے کہا "سوری' ہمیں کسی حسین پارٹنر کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ یہ لڑکیاں ہمارے کیسینو کی طرف سے پیش کی جارہی ہیں۔"

جے فلو نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "یار کافو! ہم حسیناؤں کے ساتھ تنہائی میں وقت نہیں گزاریں گے اور

راز و نیاز کی باتیں کریں گے۔ صرف کھیلتے وقت وہ ساتھ رہیں گی۔ ہمارا موڈ بناتا رہے گا۔"

جے کافو راضی ہوگیا۔ اس کا دل بھی یہی کہتا تھا' کسی حسینہ سے راز و نیاز نہ سہی' اس کا ساتھ تو رہے گا۔ عورت کا ساتھ اور قربت رہے' تب بھی آنچ دیتی ہے۔

وہ دونوں ایک بڑے کمرے میں آئے۔ وہاں کئی میزیں بچھائیں تھیں۔ انہوں نے اچھی طرح دیکھ بھال کر دو میزوں کو پسند کیا پھر ان کے ساتھ کمبلنگ ہال میں آئے۔ وہاں دور دور تک کھیلنے والوں کے لیے میزیں بچھی ہوئی تھیں۔ کھیلنے والے زیادہ تھے۔ کوئی میز خالی نظر نہیں آرہی تھی۔

وہ ایک میز کے پاس سے گزرتے ہوئے رک گئے۔ ایک شخص جھنجلا رہا تھا "آج میری قسمت خراب ہے۔ بس میں ہارنے کے لیے نہیں کھیلوں گا۔"

ان کی ایک حسین ساتھی نے کہا "یہ میز خالی ہورہی ہے یہاں کھیل سکتے ہیں۔"

اس میز پر تین جواری تھے۔ ان میں سے دو مایوس ہو کر اٹھ گئے۔ ایک بیٹھا ہوا تھا۔ میز پر سے تمام ٹوکن سمیٹ کر اپنے بیگ میں ڈال رہا تھا۔ اس کے پاس بھی ایک حسینہ بیٹھی ہوئی تھی۔ حالانکہ وہ بھی عورتوں سے کتراتا تھا اور شراب نہیں پیتا تھا کیونکہ یوگا کا ماہر اور ٹیلی پیتھی جاننے والا بیکر رائٹ تھا۔

وہ دونوں میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ جے فلو نے بیکر سے کہا "معلوم ہوتا ہے' تمہاری قسمت کا ستارہ چمک رہا ہے۔ دو کھلاڑی بری طرح ہار کر گئے ہیں۔"

بیکر نے کہا "شاید تم یقین نہ کرو۔ وہ جیت کر گئے ہیں۔ وہ دونوں جیت رہے تھے اور جیتے ہوئے ٹوکن کاؤنٹر پر بھیجتے جارہے تھے۔ اتنا تو سمجھ میں آگیا کہ وہ کیسینو کے مالکان کے خفیہ کھلاڑی ہیں۔ میں... دو ہائی لاکھ کے ٹوکن لے کر کھیل رہا تھا۔ اب میرے پاس تیس ہزار کے ٹوکن رہ گئے ہیں۔ اس لیے وہ میرے ایک لاکھ بیس ہزار جیت کر گئے ہیں۔"

جے فلو نے کہا "ہمیں تم سے ہمدردی ہے۔ اب تمہیں کھیلنا چاہیے۔"

"کیوں نہیں کھیلنا چاہیے؟ ابھی تو میری جیت شروع ہوئی تھی۔ میری تقدیر پلٹ رہی تھی۔ ایسے میں وہ اٹھ کر چلے گئے۔ کیا تم دونوں کھیلو گے؟"

بیکر کے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکی نے کہا "میرا یہ نائٹ پارٹنر نہیں چھوڑے گا۔ کیوں پارٹنر؟ کھیلنے کے لیے اور ٹوکن لو گے؟"

بیکر نے ان دونوں سے پوچھا "کیا خیال ہے؟ مجھ سے کھیلو گے؟"

جے کافو کے ساتھ بیٹھی ہوئی حسینہ نے کہا "ہمارے نائٹ پارٹنرز دو لاکھ کے ٹوکن لے کر آئے ہیں۔ صبح تک کھیلتے رہیں گے کیوں پارٹنر؟"

جے کافو نے کہا "تم کھیلنے کو کہہ رہی ہو تو کون کافر انکار کرے گا۔ ہم کھیلیں گے۔"

بیکر نے اپنے بیگ سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اپنی ساتھی حسینہ کو دیتے ہوئے کہا "کاؤنٹر پر جاؤ اور ایک لاکھ روپے کے ٹوکن لے آؤ۔"

رقم لے کر چلی گئی۔ بیکر نے تاش کی گڈی پھینٹتے ہوئے پوچھا "کیا تم دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

ان دونوں نے چونک کر بیکر کو دیکھا۔ وہ بولا "میرا مطلب ہے' کیا تم ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟ میں نے سنا ہے' یہ حکم جاننے والے دماغ میں گھس کر معلوم کرلیتے ہیں کہ ہمارے پاس تاش کے کون سے پتے ہیں۔"

جے کافو نے کہا "ٹیلی پیتھی کے بارے میں ہماری معلومات محدود ہیں۔"

بیکر نے کہا "مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ دونوں ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔"

"کون دونوں؟"

"وہی جو ابھی مجھ سے جیت کر گئے ہیں۔ جب میرے پاس بڑے پتے آتے تھے تو وہ اپنے پتے ڈراپ کردیتے تھے۔ جیسے انہیں معلوم ہوگیا ہو کہ میں جیتنے والا ہوں لیکن وہ میرے دماغ میں کیسے گھس آتے تھے؟ میں تو یوگا کا ماہر ہوں۔"

جے فلو نے کہا "ہم نے اسکول اور کالج کے زمانے میں ٹیلی پیتھی کی کتابیں پڑھی تھیں۔ آج اتنے عرصے کے بعد تم سے ٹیلی پیتھی کا ذکر سن رہے ہیں یقین نہیں آرہا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے دماغ میں گھس جاتا ہے۔"

ان تینوں نے ایک ایک ہزار کے ٹوکن میز پر رکھے۔ جے فلو نے پتے کاٹے۔ بیکر پتے بانٹتے ہوئے بولا "وہ دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہوں' یا نہ جانتے ہوں مگر اچھی خاصی رقم جیت کر گئے ہیں۔"

بیکر نے واقعی ان پہلے دو جواریوں کو دو لاکھ بیس ہزار جیت کر جانے کا موقع دیا تھا لیکن دوسری صبح ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر اپنی رقم کے ساتھ ان کے لاکھوں روپے بھی

وصول کرنے والا تھا۔

ابھی وہ تینوں نہیں جانتے تھے کہ کس کے پاس کون سے پتے آئے ہیں۔ وہ ابتدا میں ہزاروں روپے کی بلائنڈ چال چلتے جارہے تھے۔ بیکر کی پارٹنر ایک لاکھ روپے کے ٹوکن لے آئی تھی۔ اس کے پاس بیٹھ کر کھیل دیکھ رہی تھی۔ وہ تینوں دس دس ہزار روپے کی اندھی چالیں چلتے رہے۔ جب میز پر مجموعی رقم تیس ہزار ہوگئی تو بیکر کی حسین پارٹنر نے سن کے پتے اٹھا کر اسے دیتے ہوئے کہا "تم کافی ہار چکے ہو اور اندھی چالیں نہ چلو۔"

بیکر کے پاس ایک غلام' ایک دہلا' اور ایک نہلا آیا تھا۔ جے کافو اور جے فلو نے اس کی حسین پارٹنر کے اندر پہنچ کر معلوم کرلیا کہ بیکر کے پاس جیتنے والے پتے آئے ہیں۔ جے فلو نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "یار! کافو! اس کے پاس بڑے پتے آئے ہیں؟ ہمیں بھی اپنے پتے دیکھنے چاہئیں۔"

جے کافو نے کہا "اسے شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ پہلے اپنے پتے دیکھو پھر چال چلو۔"

جے فلو نے اپنے پتے دیکھے۔ بیکر کے مقابلے میں اس کے پتے کمزور تھے پھر بھی اس نے ایک چال چلی۔ پانچ ہزار کے ٹوکن آگے بڑھائے۔ بیکر اس کے پاس بیٹھی ہوئی حسینہ کے دماغ سے معلوم کرچکا تھا کہ اس کے پتے کمزور ہیں پھر بھی پانچ ہزار کی چال چل کر دھوکا دینا چاہتا ہے کہ اس کے پاس تگڑے پتے آئے ہیں۔

جے کافو نے اپنے پتے دیکھے پھر ان پتوں کو گڈی میں ملا کر کہا "میں ڈراپ کررہا ہوں۔"

بیکر اس کے پاس بیٹھی ہوئی حسینہ کے بھی دماغ سے اس کے کمزور پتے معلوم کرچکا تھا۔ جے فلو نے ڈبل رقم کے ٹوکن بڑھا کر کہا "شو!"

بیکر نے اپنے پتے دکھائے اور وہ تمام رقم جیت لی پھر دوسری بازی شروع ہوئی پھر تیسری بازی اور چوتھی اور پانچویں بازی' ان تینوں میں سے جس کے پاس کمزور پتے آتے تھے' وہ اپنا کھیل روک دیتا تھا۔ اس طرح بیکر کو ان پر شبہ ہوا اور ان دونوں کو بیکر پر شبہ ہوا کہ بیکر کو ان کے بڑے پتوں کا علم کیسے ہوجاتا ہے پھر بھی وہ کھیلتے رہے اور ایک دوسرے کو آزماتے رہے۔ تقریباً دس بازیاں کھیلنے کے بعد جے کافو نے بیکر سے کہا "جب جب جب بھی میرے پاس بڑے پتے آتے ہیں۔ تم دونوں کھیل آگے نہیں بڑھاتے ہو۔ پتے ڈراپ کردیتے ہو۔"

بیکر نے کہا "یہی میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ میرے پاس بڑے پتے آتے ہیں تو تم دونوں چال آگے نہیں بڑھاتے۔ پتے واپس رکھ دیتے ہو۔"

جے فلو نے بھی یہی شکایت کی پھر کہا "ہم تینوں ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں پھر ہم تینوں یوگا جانتے ہیں۔ کوئی ٹیلی پیتھی والا ہمارے دماغوں میں نہ آسکتا ہے' نہ کبھی کرے گا پھر یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ ایک دوسرے کے سامنے معصوم بن رہے تھے۔ اپنی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو چھپا رہے تھے۔ جے کافو اور جے فلو سوچ رہے تھے کہ بیکر ان کے پتے کیسے دیکھ لیتا ہے؟ بیکر سوچ رہا تھا۔ ان دونوں کو اس کے پتوں کی خبر کیسے ہوجاتی ہے؟

پھر بیکر نے میز پر ہاتھ مار کر کہا "میں سمجھ گیا۔"

دونوں نے چونک کر پوچھا "کیا؟"

وہ بولا "ان پہلے دو کھلاڑیوں کی موجودگی میں کچھ ہو رہا تھا۔ اب میں یقین سے کہتا ہوں' نہ وہ ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ نہ ہم میں سے کوئی جانتا ہے۔ جو جانتا ہے' وہ ہم سے چھپا ہوا ہے۔ ہمارے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکیوں کے اندر پہنچ کر ہمیں اپنے طور پر کبھی جیتنے دیتا ہے۔ کبھی ہارنے پر مجبور کرتا ہے۔"

وہ سب اپنی حسین پارٹنرز کو شبہ کرتے ہوئے دیکھنے لگے۔ ان لڑکیوں نے پریشان ہو کر کہا "ہم پر شبہ نہ کرو۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے۔"

جے کافو نے کہا "تم تینوں کو معلوم بھی نہیں ہوسکتا۔ تمہارے اندر کوئی آکر چھپا رہے گا تو تمہیں پتا نہیں چلے گا۔ یہ بات دل کو لگ رہی ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ساتھ تماشے کررہا ہے۔"

جے فلو نے پوچھا "صرف ہم تینوں کے ساتھ ایسا کیوں کررہا ہے؟ اس نے ان پہلے دو جواریوں کے ساتھ ایسی حرکتیں کیوں نہیں کیں؟"

بیکر نے کہا "ان کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔ وہ بھی ہار رہے تھے۔ کبھی جیت رہے تھے۔ آخری تین بڑی بازیاں جیت کر چلے گئے۔ شاید ہم میں سے بھی صبح تک کوئی جیت جاسکتا ہے مگر ہم نے کھیل روک دیا ہے۔"

"سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی کی بھی ہار سے یا جیت سے اس ٹیلی پیتھی جاننے والا کیا فائدہ حاصل کررہا ہے؟"

بیکر نے کہا "ایک اور بات سمجھ میں آتی ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کا تعلق اس کیسینو کے مالکان سے ہے۔ وہ ہم سے جیت کر گئے ہیں۔ ان کی جیتی ہوئی رقم مالکان تک پہنچا دیتا ہوگا۔"

اور ہم میں سے جو جیتے گا۔ اسے بھی ٹریپ کرکے اس کی جیتی ہوئی رقم کو بھی انہی مالکان تک پہنچایا جائے گا۔"

بیکر یہ کہتے ہی غصے میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر بولا "میں ابھی ٹاپ فلور پر جاکر ان مالکان کا گریبان پکڑوں گا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا' کیسلنگ ہال سے باہر جاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ جے کافو اور جے فلو بھی اٹھ گئے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے کہا "خطرہ ہے۔ فوراً نکل چلو۔"

انہوں نے ان لڑکیوں کو پانچ پانچ ہزار دے کر رخصت کیا۔ کاؤنٹر پر تمام ٹوکن دے کر کیش وصول کیا پھر لفٹ کے ذریعے نیچے جانے لگے۔ بیکر نے ان سے جھوٹ کہا تھا کہ پہلے دو کھلاڑی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے جیت کر گئے ہیں لیکن بعد کے دو کھلاڑیوں سے کھیلتے وقت وہ حیران رہ گیا تھا۔ اس بار ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کا یقین ہو رہا تھا اور اس کی موجودگی سے خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔ اس لیے وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس کیسینو سے باہر آکر ایک طرف جاتے ہوئے یہ سمجھنے کی کوشش کررہا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا تعاقب کررہا ہے یا نہیں؟

بیکر نے اس کیسینو میں جے کافو اور جے فلو کے اندر جانے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکیوں کے ذریعے ان کے پتے معلوم ہورہے تھے۔ جب اسے واقعی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کا یقین ہوا اور ان دونوں پر بھی شبہ ہوا۔ تب بھی اس نے سوچا کہ وہ اگر ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو یوگا کے بھی ماہر ہوں گے۔ وہ سانس روک لیں گے پھر انہیں معلوم ہوجائے گا کہ سامنے بیٹھا ہوا کھلاڑی خیال خوانی کررہا ہے۔

اسی طرح جے کافو اور جے فلو کو شبہ ہوا تھا مگر انہیں معلوم ہوچکا تھا کہ بیکر یوگا کا ماہر ہے۔ اس کے دماغ میں جانا چاہیں گے تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ سامنے بیٹھے ہوئے دو کھلاڑیوں میں سے کوئی ایک ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس کیسینو سے دور جانے کے بعد جے فلو نے کہا "ہم چھپتے ہوئے اتنی دور آگئے ہیں۔ ہمارے ساتھ کھیلنے والا وہ جواری نہیں دکھائی دے رہا ہے۔"

"وہ بڑی مکاری سے بہانہ کرکے ہماری نظروں سے اوجھل ہوا ہے۔"

"جس طرح ہم اس پر شبہ کررہے ہیں۔ اسی طرح وہ ہم خیال خوانی کا شبہ کررہا ہوگا۔ کہیں چھپ کر ہمارے بارے میں تصدیق کررہا ہوگا۔"

جے کافو نے کہا "ہم عجیب الجھن میں پڑ گئے ہیں۔ دو باتیں الجھا رہی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا روپوش رہ کر ہمیں ٹریپ کرنے کی کوششیں کررہا ہے اور اس سے پہلے ہمیں الجھا رہا ہے۔"

"وہ ہمیں الجھا چکا ہے۔ اب کہیں سے چھپ کر گولی مارے گا۔ ہمیں زخمی کرے گا پھر ہمارے دماغوں پر مسلط ہوجائے گا۔ دانش مندی یہ ہے کہ جتنی جلدی ہوسکے' ہم اس کے علاقے سے دور کہیں چلے جائیں۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے ہوٹل کے کمرے میں آئے۔ وہاں سے اپنا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لے جانا چاہتے تھے۔ اس وقت فون کی گھنٹی نے انہیں چونکا دیا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو پریشان ہو کر دیکھا۔ جے فلو نے پوچھا "کس کا فون ہوگا؟ یہاں ہمیں کوئی جانتا نہیں ہے۔"

جے کافو نے فون کی طرف جاتے ہوئے کہا "ہوٹل والوں کا فون ہوسکتا ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو؟ کون؟"

دوسری طرف سے بیکر نے کہا "ہیلو۔ ایک مشورہ ہے۔ خود کو ظاہر کردو۔ ورنہ دور سے زخمی کروں گا اور دونوں کے دماغوں کو اپنے شکنجے میں لے لوں گا۔"

"او۔ یہ تم ہو؟ کیسینو کے کھلاڑی۔ ہمارا شبہ درست نکلا۔ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ ہم بھی تمہیں مشورہ دے رہے ہیں۔ اپنے دماغ کا دروازہ کھول دو۔ ورنہ ہم دروازہ توڑ کر اندر آنا چاہتے ہیں۔"

"تو پھر آؤ۔ ہم گوا کے رنگین اور سنگین علاقے میں شکار کھیلیں گے۔ دیکھتے ہیں' شکار کون ہوتا ہے۔ شکاری کون کہلاتا ہے۔"

جے کافو نے ایک شکاری کی طرح تن کر ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔

مشہور مصنف محی الدین نواب کی دوسری جاسوسی کہانیوں کا مجموعہ

ان 8 بہترین جاسوسی کہانیوں کا مجموعہ

کچرا گھر

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23- رضوان چیمبرز بلمقابل سٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی 74200

580

پارس نے اسے خوب نچایا تھا۔ وہ زخمی اور کمزور ہونے کے باوجود ناچتی رہی تھی ایسی حالت میں اسے چکرا کر گرنا ہی تھا لیکن چکرانے کی وجہ صرف کمزوری نہیں تھی۔ کمزوری کی وجہ شکستِ فاش تھی۔ پارس نے اس کی جیتی ہوئی بازی پلٹ کر اسے بری طرح جکڑ لیا تھا۔

چکرا کر گرنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ پارس نے اس کی ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کی تمام تیاریوں کو خاک میں ملا دیا تھا۔ جیکی ہنٹر اور بوبی اسمتھ کے سروں سے کیلیں نکال کر ان کے دماغوں میں گھس گیا تھا۔ جیکی ہنٹر کو اس کی قید سے رہائی دلا کر اسے اس کی بیٹی ڈائنا کے پاس بھیج دیا تھا اور بوبی کی زندگی تمام کردی تھی۔

ان حالات میں وہ پھر بے ہوش ہوگئی تھی۔ اس بار بے ہوشی مختصر تھی جب وہ ہوش میں آنے لگی تو پارس نے اس کے ذہن پر مسلط ہو کر اسے ہپناٹائز کیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ جب وہ دماغی توانائی حاصل کرے گی اور یوگا کے ذریعے اپنے دماغ کا راستہ بند کرے گی۔ تب اپنے مقفل دماغ میں پارس کو آنے دے گی اور اس کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کرے گی۔

وہ اسے اچھی طرح جکڑنے کے بعد ہوٹل کے اس کمرے میں آیا جہاں ڈائنا کا قیام تھا۔ وہ ایک طویل انتظار کے بعد اپنے باپ جیکی ہنٹر سے مل کر بہت خوش ہو رہی تھی۔ وہ باپ بیٹی کسی بھی پہلی فلائٹ سے امریکا جانا چاہتے تھے۔ پارس نے دروازے پر دستک دی پھر خیال خوانی کے ذریعے کہا "میں پارس ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

جیکی نے دروازہ کھول کر اس سے مصافحہ کیا۔ اسے اندر بلاتے ہوئے ڈائنا سے کہا "بیٹی یہی مسٹر پارس ہیں۔ انہوں نے مجھے الپا کی قید سے رہائی دلائی ہے۔ مسٹر پارس! ہم آپ کا احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔ ہوسکے تو ہمیں اسرائیل سے فوراً باہر نکالیں۔"

ڈائنا نے کہا "مسٹر پارس! الپا ایسی چڑیل ہے کہ اس سے نجات حاصل کرنا ممکن نہیں تھا مگر آپ نے اسے ممکن کر دکھایا ہے۔ آپ آخری احسان کریں۔ اس جہنم سے نکل بھاگنے میں ہماری مدد کریں۔"

"الپا کا خوف دل سے نکال دو۔ وہ اسپتال میں ہے۔ زندہ ہے مگر مردوں سے بدتر ہے۔ خود کو الپا کی حیثیت سے ظاہر نہیں کر رہی ہے۔ دنیا والوں سے اپنی اصلیت چھپا رہی ہے۔"

ڈائنا نے کہا "وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پھر میرے ڈیڈی کو ٹریپ کرلے گی۔"

"نہیں کرے گی۔ وہ خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہی ہے۔ ابھی بے ضرر ہے۔"

جیکی نے کہا "کسی دن بھی دماغی توانائی بحال ہوسکتی ہے۔ وہ سب سے پہلے میرے دماغ میں پہنچے گی۔ اس سے پہلے ہمیں یہ ملک چھوڑ دینا چاہیے۔"

"تم کہیں بھی جاؤ گے وہ تمہارے دماغ میں پہنچ جائے گی۔ اس سے بچنے کی یہی ایک تدبیر ہے کہ تم باپ بیٹی کے دماغوں کو مقفل کردیا جائے۔"

"کیا ہمیں ہپناٹائز کرنا چاہتے ہو؟ اپنا معمول بنانا چاہتے ہو؟"

"ہمیں نہ ٹرانسفارمر مشین تیار کرانا ہے اور نہ تمہیں معمول بنانے کا شوق ہے۔ میں تمہارے اور تمہاری بیٹی کے تحفظ کے لیے یہ مشورہ دے رہا ہوں۔"

"میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ ہم مشورہ نہیں مانیں گے تب بھی ہمیں ہپناٹائز کیا جائے گا۔ مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو آسانی سے چھوڑا نہیں جائے گا۔"

پارس نے کہا "سیدھی سی بات ہے۔ میں نہیں چاہوں گا کہ تمہارا دماغ اسی طرح کھلا رہے اور کوئی بھی دشمن تمہیں مسلط ہو کر تم سے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ بنوا لے۔"

ڈائنا پریشان ہو کر بولی "اس کا مطلب ہے ہمیں رہائی نہیں ملی ہے۔"

پارس نے اس کے قریب آکر کہا "تمہیں جوان ہوتے ہی بوبی کی طرف سے محبت کا فریب ملا۔ ایک لڑکی اپنی پہلی ناکام محبت کا صدمہ کبھی بھلا نہیں پاتی۔ میں محبوب نہیں ہوں، بھائی ہوں۔ تمہیں بھائی سے دھوکا نہیں ملے گا۔ میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ جب اپنے باپ کے ساتھ اپنے وطن امریکا پہنچ جاؤ گی تو میری سچائی کا یقین آجائے گا۔ باؤ باؤ مسٹر جیکی! گڈ بائی اینڈ گڈ لک۔"

وہ وہاں سے چلا آیا۔ اپنے سراغ رسانوں کو سمجھا کر باپ بیٹی کے دماغوں کو لاک کرنے کے بعد انہیں وہاں سے امریکا پہنچا دیا جائے۔ الپا کے خفیہ محل نما بنگلے سے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ اور ایسی دستاویزات ملی تھیں۔ جن میں اسرائیل کے اہم راز چھپے ہوئے تھے۔

پارس نے انہیں پڑھنے کے بعد مشین کے نقشے کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دیا۔ ایک دستاویز میں فلسطینی مسلمانوں کو سختی سے پابند بنائے رکھنے کے لیے خفیہ منصوبے کی تفصیلات درج تھیں۔ مسلمانوں کے

چھوٹے بڑے رہنماؤں کی سختی سے نگرانی کرنے انہیں زیادہ سے زیادہ رشوتیں دینے اور مراعات دے کر خریدنے کے اقدامات پر عمل کیا جارہا تھا۔ یہودی سراغ رسانوں کی رپورٹ کے مطابق صرف دو چار رہنما ایسے تھے جو خریدے نہیں جاسکتے تھے۔ وہ صرف مسلمانوں کے حقوق کے لیے جہاد کرتے رہتے تھے۔ انہیں کسی نہ کسی الزام میں گرفتار کیا جاتا تھا مگر مجاہدین کی جوابی کارروائیوں کے باعث امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوتا تھا۔ مسلمانوں کے علاوہ یہودیوں کی بھی جان و مال کو نقصان پہنچتا تھا۔ اس لیے گرفتار شدہ رہنماؤں کو رہا کردیا جاتا تھا لیکن ان کی تحریک کو کچلنے کی سازشیں جاری رہتی تھیں۔

جو رہنما حکومت کی بلیک لسٹ میں تھے ان میں جواد بن مستقیم کا بھی نام تھا۔ اسے اب تک گرفتار نہیں کیا گیا تھا کیونکہ اس نے حکومت اسرائیل کے خلاف باقاعدہ تحریک نہیں چلائی تھی۔ اس کے بارے میں یہ رپورٹ درج کی گئی تھی کہ مسلمانوں کی ہی نہیں عیسائیوں اور یہودیوں کی بھی اچھی خاصی تعداد جواد بن مستقیم کی شخصیت سے متاثر ہے۔ لوگ اس کے اتنے عقیدت مند ہیں۔ اتنے وفادار ہیں کہ اس کے ایک اشارے پر حکومت کے خلاف بغاوت کرسکتے ہیں۔ اسے سیاست سے دلچسپی نہیں تھی وہ صرف فلسطینی مسلمانوں کے جائز حقوق کی باتیں کیا کرتا تھا۔ ایسی باتیں کرنے سے حکومت کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگتی تھی۔

اسرائیلی اکابرین نے الپا سے ایک بار کہا تھا کہ وہ جواد کے اندر کی بات معلوم کرے۔ وہ ایک پیر مرشد کی طرح اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کی تعداد بڑھا رہا ہے یا درپردہ حکومت کے خلاف باغیوں کی فوج بنا رہا ہے؟

الپا اپنے ملک میں ایسے کسی مسلمان کو برداشت نہیں کرتی تھی جو فلسطینی عوام میں مقبولیت حاصل کرلے اور رفتہ رفتہ کسی خاص علاقے کا بے تاج بادشاہ بن جائے۔ وہ جواد کو ہپناٹائز کرنا چاہتی تھی لیکن ایسے ہی وقت ٹرانسفارمر مشین کی تخلیق نے اس کی تمام توجہ اپنی طرف مبذول کرلی۔ وہ مشین کا نقشہ حاصل کرنے، جیکی ہنٹر کو اغوا کرنے، پھر پارس سے نقشہ کے نتیجے میں اسپتال پہنچ گئی۔

یوں جواد اس کی خیال خوانی کے شر سے محفوظ رہا۔ پہلے باب میں یہ بیان ہوچکا ہے کہ جواد نے دس برس تک بابا بزرگ کی خدمت کی تھی۔ بزرگ نے اپنی وفات سے پہلے اسے دعائیں دی تھیں کہ وہ عام انسانوں کی طرح مصائب سے گزرے گا لیکن خوش قسمتی سے تحفظ حاصل ہوتا رہے گا۔

بزرگ کی پیش گوئی کے مطابق یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ الپا اس کے لیے مصیبت بننے سے پہلے خود مصائب میں گرفتار ہوگئی تھی۔

بزرگ نے اسے ایک انگوٹھی پہنائی تھی۔ جس کی یہ خاصیت تھی کہ وہ جس کو چھو لیتی تھی وہ جواد کی شخصیت سے متاثر ہوجاتا تھا اس کی ایمان پرور باتوں سے قائل ہو کر جھوٹ اور فریب سے باز رہتا تھا۔

اس کے پاس آنے والے اس سے مصافحہ کرتے تھے۔ مصافحہ کرتے وقت انگوٹھی انہیں چھو لیتی تھی۔ اس طرح اس کے چاہنے والوں کی تعداد بڑھتی رہتی تھی۔

یہ محض انگوٹھی کی کرامات نہیں تھیں۔ اس کی وہ خصوصیات بھی تھیں جو ایک سچے مومن میں ہوتی ہیں۔ وہ بزرگ کے سائے میں رہ کر بچپن سے عبادت گزار تھا۔ کسی کو دکھ نہیں پہنچاتا تھا۔ دوسروں کے برے وقتوں میں کام آتا رہتا تھا۔ بیماروں کی تیمارداری کرتا تھا۔ اس طرح وہ ہر دل عزیز بنتا گیا تھا۔

بھیما کی شامت آئی تھی۔ اس نے جواد کی میت کے پاس حسین عورتیں دیکھی تھیں۔ سیاہ لباس میں سوگوار حسیناؤں کی دلکشی ایسی تھی کہ اس کا دل کھنچا چلا گیا اور وہ سیدھا جواد کے جسم میں داخل ہوگیا تھا۔

جواد کے اندر پہنچنے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ وہ خوب رو جوان کوئی جادو نہیں جانتا ہے لیکن اس کی انگوٹھی کرشمے دکھاتی ہے۔ ان میں سے ایک کرشمہ یہ تھا کہ بھیما کی بدروح انگوٹھی کے زیر اثر آگئی تھی۔ جواد جب تک طبعی موت نہ مرتا تب تک وہ آتما اس کے جسم سے نہیں نکل سکتی تھی۔

بھیما کو یقین نہیں تھا کہ وہ جواد کے اندر قید ہوگیا ہے ابھی وہ سوچ کر مطمئن تھا کہ اسے رہائی نہ ملی تو وہ جواد کو خودکشی پر مجبور کرکے اس کے جسم سے نکل جائے گا۔

اس نے ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں پہنچنے کے کئی تجربات کیے تھے۔ جس کے جسم میں پہنچتا تھا اس کے دل و دماغ کو پوری طرح اپنے قابو میں کرلیتا تھا۔ جواد کے اندر آکر پہلی بار اسے بے بسی کا احساس ہوا۔ روح انسان کو زندہ اور طبعی عمر تک قائم رکھنے کے لیے ہوتی ہے۔ بھیما کی آتما بھی طبعی عمر تک اسے نئی زندگی دے رہی تھی۔

روح کی توانائی سے دل و دماغ کو توانائی حاصل ہوتی ہے۔ روح کی ناپاکی سے انسان آلودہ ہوتا ہے لیکن دل میں

ایمان ہو' دماغ میں خوف خدا ہو تو روح کی ناپاکی زائل ہونے لگتی ہے۔ بھیا نے محسوس کیا کہ اس کے ارادے کمزور ہو رہے ہیں۔ اس نے پہلی بار جواد کو مسجد اقصیٰ جانے اور عبادت کرنے سے روکا تو روک نہ سکا۔ جواد کا شوقِ عبادت اس پر حاوی ہو گیا۔

جواد سے صرف مرد ہی نہیں' عورتیں بھی ملاقات کرتی تھیں۔ ان میں حسین دوشیزائیں بھی ہوتی تھیں۔ بھیا جس حسینہ کو دیکھتا تھا اس کی طرف مائل ہو جاتا تھا۔ جواد کسی بھی حسینہ سے مل کر اخلاقاً ہنستا بولتا تھا لیکن ان سے غلط رشتہ قائم کرنے کے بارے میں کبھی نہیں سوچتا تھا۔

بھیا نے جھنجلا کر کہا "پارسائی کی حد ہوتی ہے۔ کیا یہ جوانی یونہی گزار دو گے؟"

جواد نے کہا "جتنی کنواریاں مجھ سے ملتی ہیں' وہ ایک نہ ایک دن کسی سے بیاہی جائیں گی۔ انہیں کسی کی شریک حیات بننا ہے۔ یوں سمجھو' وہ کسی نہ کسی کی امانت ہیں۔ میرا ایمان کہتا ہے کہ مجھے دوسروں کی امانت میں خیانت نہیں کرنا چاہیے۔"

دراصل جواد ایک فلسطینی دوشیزہ حدیقہ کو چاہتا تھا۔ اس سے اکثر ملتا رہتا تھا۔ حدیقہ اسے دل و جان سے چاہتی تھی۔ اس کے والدین بھی چاہتے تھے کہ وہ دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائیں۔

وہ راضی ہو گیا تھا۔ نکاح کی تاریخ مقرر ہونے والی تھی لیکن نہ ہو سکی۔ اس کی عارضی موت واقع ہو گئی تھی۔

پھر اسے ایک نئی زندگی ملی۔ اس کی موت پر ماتم کرنے والی حدیقہ کو بھی جیسے نئی زندگی مل گئی۔ اس نے کہا "جواد! ...جو زندگی ملی ہے' اسے غنیمت جانو۔ مجھے اپنے نکاح میں لے آؤ' مجھے انتظار نہ کراؤ۔"

"حدیقہ! تم سمجھ سکتی ہو کہ میں تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ تم سے دور نہیں رہنا چاہتا لیکن ابھی نکاح کے لیے حالات موافق نہیں ہیں۔"

"کیوں موافق نہیں ہیں۔ تم راضی ہو۔ میں راضی ہوں پھر کیا بات ہے؟"

"بات ایسی ہے کہ بتائی نہیں جا سکتی۔ بتاؤں گا تو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"ایسی کیا بات ہے؟ ایسا کون سا معاملہ ہے' جسے مجھ سے چھپا رہے ہو؟"

"میں تم سے کبھی کوئی بات نہیں چھپاتا۔ بس اتنا سمجھ لو کہ نئی زندگی مل تو گئی ہے مگر روح کچھ آلودہ ہے۔ میں تمہیں آلودہ نہیں کرنا چاہتا۔ تمہیں ہاتھ لگانے سے پہلے روح کو مصفّا کرنا بہت ضروری ہے۔"

اس کی بات حدیقہ کی سمجھ میں نہیں آئی لیکن وہ یہ سمجھ آئی تھی کہ جواد دوسروں سے زیادہ روحانیت کے بارے جانتا ہے۔ وہ روحانی علوم حاصل کرتا رہتا ہے۔ اس کی آنکھیں دلوں میں اتر جاتی ہیں۔ اس کی باتیں ذہنوں کو متاثر کرتی ہیں۔ وہ جسے چھو لیتا ہے' اسے اپنا بنا لیتا ہے۔ اس کے باوجود وہ بدکار نہیں ہے۔

حدیقہ نے اس سے بحث نہیں کی۔ کسی ہرجائی سے بحث کی جاتی ہے۔ وہ تو اس کا' صرف اسی کا تھا۔ اس لیے وہ خاموش رہی لیکن بھیا نے کہا "یہ کیا کر رہے ہو؟ اتنی حسین لڑکی ہماری آغوش میں آنا چاہتی ہے اور تم ٹال رہے ہو؟"

"تم چاہتے ہو' ہماری آغوش میں آئے۔ میں چاہتا ہوں صرف میری شریکِ حیات بن کر آئے۔ تم میرے اور حدیقہ کے درمیان آ گئے ہو۔"

"میں تو ہمیشہ تمہارے اندر رہوں گا۔ تم آخر کب تک حدیقہ سے شادی نہیں کرو گے؟"

"روح کو جسم کے ساتھ اور جسم کو روح کے ساتھ مکمل مطابقت رکھنی چاہیے۔ پہلے میری روح جیسی تھی' ویسی ہی تمہاری آتما پاک و مصفا ہو جائے گی تمہاری ناپاکی نابود ہو جائے گی تو بھیا بھی اپنے کفر سمیت نابود ہو جائے گا۔ تمہاری آتما مکمل روحانی تقاضوں کے مطابق میری ہو گی۔"

"ہرگز نہیں۔ تم مجھے نابود نہیں کر سکو گے۔ میں اپنی آتما شکتی سے کسی دوسرے جسم میں نئی زندگی حاصل کروں گا۔ تم پہلے کی طرح ایک لاش بن جاؤ گے۔"

"تم دوسروں کو مارنے اور خود کو زندہ رکھنے کے پرانے تماشوں کو بھول جاؤ۔ کاتبِ تقدیر نے میری موت کا وقت مقرر کیا ہے اس سے پہلے مجھے موت نہیں آئے گی اور نہ ہی تم مجھے مار سکو گے۔ کوشش کر کے دیکھ لو۔"

"مجھے چیلنج کر رہے ہو تو سنو۔ میں تمہیں خود کشی کے لیے مجبور کر سکتا ہوں لیکن میں تمہاری حدیقہ کے دماغ میں جما کر اس کے ذریعے تمہیں گولی ماروں گا۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر حدیقہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دوسرے لفظوں میں جواد اپنی محبوبہ کے اندر آ گیا۔

وہ اپنے بیڈ روم میں لباس تبدیل کرنے والی تھی۔ جواد اس کے دماغ سے جانا چاہتا۔ بھیا نے کہا "نہیں اسے لباس تبدیل کرنے دو۔ ہم قیامت جگانے والے حسن و جمال کا نظارہ کریں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں اپنی حدیقہ کو نکاح سے پہلے اس طرح نہیں دیکھوں گا۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں ہو۔ تم وہی کرو گے جو میں چاہوں۔"

وہ حدیقہ کے دماغ سے واپس نہیں آنا چاہتا تھا۔ وہ سرِ لباس پہننے کے لیے پہلا لباس اتارنے والی تھی۔ جواد نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر انگوٹھی کو اپنی پیشانی سے لگایا۔ گویا خیال خوانی کرنے والے دماغ سے لگایا۔ یک لخت وہ خیال خوانی بھول گیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

بھیا نے حیرانی سے پوچھا "تم میری مرضی کے بغیر واپس کیسے آئے؟"

"مجھ سے نہ پوچھو۔ اپنے تمام حربے استعمال کرتے رہو۔ عقل آتی رہے گی۔"

"ہاں! یاد آیا۔ تم نے انگوٹھی کو پیشانی سے لگایا تھا۔ یہ انگوٹھی آئندہ بھی مجھے خیال خوانی سے روکتی رہے گی۔ میں اتارتا ہوں۔ اسے اتار کر پھینک دو۔"

"ٹیک اراداوں سے خیال خوانی کی جائے گی تو یہ انگوٹھی کام نہ آئے گی۔ بدقسمتی کے باعث یہ ٹیلی پیتھی کو کمزور بنا دے گی اور میری زندگی میں اسے میری انگلی سے کوئی نہیں اتار سکتا۔ تم یہ کوشش بھی کر کے دیکھ لو۔"

اب بھیا کی سمجھ میں آیا کہ اس کی ٹیلی پیتھی اور اس کا خیال خوانی بدقسمتی سے روحانیت کے مقابل آ گیا ہے۔ اب اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ جواد کو موت کے گھاٹ اتارا جائے تاکہ وہ دوسرے جسم میں پہنچ کر آزادی حاصل کی جائے۔

یہ بھی سمجھ میں آ گیا کہ جب تک وہ کرشمے دکھانے والی انگوٹھی اس کی انگلی میں ہے' وہ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہ ہلا سکے گا اور نہ ہی اسے خودکشی کرنے پر مجبور کر سکے گا۔

اس کی دوسرے کے دماغ میں جا کر اسے آلہ کار بنا کر بھی کچھ نہیں کرا سکتا تھا کیونکہ وہ کسی کے دماغ میں پہنچتا تو وہاں پہنچتا۔ وہ جواد کے اندر رہ کر اس سے چھپ کر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

تب اس نے تسلیم کیا کہ وہ ایک فولادی جسم میں قید ہو گیا ہے۔ اپنے طور پر جواد کی موت کا سامان نہیں کر سکے گا۔ اس کی طبعی موت کا انتظار کرنا پڑے گا۔ وہ پچیس برس تک پچاس برس تک نہ جانے کب تک زندہ رہے گا؟ وہ کہہ چکا تھا کہ حدیقہ سے شادی کرنے سے پہلے اس کی آتما کی تمام آلودگی ختم کر دے گا۔ اس طرح بھیا کا نام و نشان مٹا دے گا۔ وہ جواد ہے۔ ایک مصفّا روح کے ساتھ جواد ہی رہے گا۔

بھیا کی آتما جھنجلا گئی۔ اس نے کہا "میں بھیا ہوں۔ برسوں تک قیدی بن کر نہیں رہوں گا۔ تمہارے اندر زلزلہ پیدا کروں گا۔ تمہارا جسم تمہارا دماغ کمزور ہو جائے گا پھر میں تمہارے کمزور جسم کی دیواروں سے باہر نکل جاؤں گا۔"

نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ وہ وضو کر کے نماز کی نیت کرنے سے پہلے بولا "مجھے دھمکی نہ دو۔ تمہارے دل میں جتنی حسرتیں ہیں' پوری کرتے رہو۔"

وہ نماز پڑھنے لگا۔ بھیا نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہا مگر نہ کر سکا۔ اس کا ذہن عبادت میں گم ہو چکا تھا۔ جس دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ وہ دماغ اس کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔

اس نے سوچا' شاید نماز ڈھال بن گئی ہے۔ اسے بچا رہی ہے۔ اسے انتظار کرنا چاہیے۔ وہ نماز کے بعد رات کا کھانا کھانے لگا تو اس نے پھر کوشش کی۔ جواد کو ایک ذرا بے چینی کا احساس ہوا۔ اس نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیوں خوامخواہ پریشان کر رہے ہو؟"

"میں چالیس دنوں تک تپسیا کرنا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے تپسیا نہیں کرنے دو گے تو میں پریشان کرتا رہوں گا۔ تمہیں سکون سے نہیں رہنے دوں گا۔"

"تم اپنے دھرم کے مطابق تپسیا نہیں کرو گے۔ بلکہ دھرم کے خلاف کالے عمل کے لیے ایسا کرنا چاہتے ہو اور میں کبھی ایسا نہیں کرنے دوں گا۔"

وہ پھر جواد کے جسم میں اور اس کے دل و دماغ میں ہلچل پیدا کرنے لگا۔ جواد جائے نماز بچھا کر دو زانو بیٹھ گیا۔ بھیا نے خوش ہو کر کہا "اب قابو میں آئے۔ میں تپسیا کے لیے تمہیں اسی طرح بٹھائے رکھوں گا مگر یوں دو زانوں ہو کر نہ بیٹھو۔ میں تپسیا کرنے کے لیے پلتھی مار کر بیٹھتا ہوں۔"

وہ دو زانو بیٹھا رہا۔ وہ کلام پاک کا حافظ تھا۔ بلند آواز سے تلاوت کرنے لگا۔ بھیا اس کی زبان سے آتما شکتی کے لیے منتر پڑھنا چاہتا تھا لیکن اسے تلاوت کرنے سے روک نہیں پا رہا تھا۔ جس زبان پر پاک آیتیں رواں دواں تھیں۔ اس سے منتر پڑھنے میں ناکام ہو رہا تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' کیا کرے؟ اب تک جس

کے اندر بھی گیا تھا' اس پر حاوی رہا تھا۔ وہ کسی کے بھی جسم میں جانے کے بعد اس کے اندر سے نکلنے کی شکتی رکھتا تھا۔ اب بھی وہ شکتی تھی لیکن اس کرشماتی انگوٹھی کے زیر اثر وہ شکتی کمزور پڑ گئی تھی۔

وہ جواد کو مجبور نہیں کر سکتا تھا کہ اپنی انگلی سے انگوٹھی نکال دے۔ بھگوان سے پرارتھنا کرنے لگا کہ کوئی ایسا حادثہ پیش آئے کہ جواد کے دونوں ہاتھ کٹ کر علیحدہ ہو جائیں پھر وہ انگوٹھی کبھی نہیں پہن سکے گا۔ اِدھر ہاتھ کٹ کر انگوٹھی سمیت جسم سے الگ ہوگا۔ اُدھر وہ اس کے جسم کے قید خانے سے ہمیشہ کے لیے رہائی حاصل کرلے گا۔

افسوس ان غنچوں پہ جو بن کھلے مرجھا گئے

○☆○

تیج پال اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں بیزون' جوزف وہسکی' مائیک مورو' بڈی رابرٹ اور بیزون کی بیوی مونو ریٹا کے ساتھ یوں خاموش تھا۔ جیسے اس ٹیلی پیتھی کی دنیا سے ان سب کا وجود مٹ گیا ہو۔

اس کے ساتھی پوچھتے تھے "تیج پال! ہم کب تک روپوش رہیں گے۔"

تیج پال انہیں سمجھاتا تھا۔ "روپوشی ایسی نہیں ہے کہ ہم کسی چار دیواری میں قید ہیں اور دشمنوں سے منہ چھپا رہے ہیں۔ ہم سب جہاں چاہتے ہیں' جاتے ہیں۔ گھومتے پھرتے ہیں اور عیش کرتے ہیں۔ کوئی دشمن ہمارے چہروں سے ہمیں پہچان نہیں پاتا ہے۔ تمہاری پہچان ٹیلی پیتھی ہے۔ سرِعام ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرو گے تو دشمنوں کی نظروں میں آجاؤ گے۔"

بیزون نے کہا "ہم سب تمہیں اپنا رہنما مانتے ہیں۔ واقعی ایک بار خیال خوانی کا مظاہرہ کرنے کے باعث مجھے ٹریپ کرلیا گیا تھا۔ یہ تو بابا صاحب کے ادارے والوں کا دستور رہا ہے کہ وہ اپنے کسی بھی مخالف کو زیادہ دنوں تک اپنا معمول اور غلام نہیں بناتے ہیں۔"

"بے شک' انہوں نے تمہیں آزاد کردیا اور تم پھر ہماری ٹیم میں شامل ہوگئے ہو لیکن ہم تمہیں دوبارہ اپنانے کے باوجود اپنا پتا ٹھکانا اور موجودہ نام' موجودہ شناخت نہیں بتاتے ہیں۔"

مائیک مورو نے کہا "یہ شبہ رہتا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے سے آزادی ملنے کے باوجود ان کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر یا تمہاری بیوی مونو ریٹا کے اندر چھپا رہتا ہوگا۔ تم قابلِ اعتماد نہیں رہے ہو۔"

جب بھی بیزون سے گفتگو کرنی ہوتی تو وہ سب [illegible] کے دماغ میں آکر ایک دوسرے سے بولتے تھے۔ تیج پال [illegible] پیتھی نہیں جانتا تھا۔ لہٰذا خیال خوانی کے وقت بیزون [illegible] اونچی آواز میں باتیں کی جاتی تھیں۔ اس طرح تیج پال [illegible] بیزون سے ہونے والی گفتگو کا علم ہوتا تھا۔

بیزون سے پہلے جیسی بھرپور دوستی تھی مگر یہ فرق پیدا [illegible] تھا کہ جب کوئی رازداری کی باتیں ہوتی تھیں تو تیج پال [illegible] سب کو اپنے دماغ میں آنے دیتا تھا۔ ایسے وقت بیزون [illegible] خفیہ میٹنگ میں بلایا نہیں جاتا تھا۔ اس طرح ایک خفیہ میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا جارہا تھا کہ وہ حکومت فرانس کے لیے کام کریں گے۔ چین میں ٹرانسفارمر مشین تیار نہیں ہونے دیں گے اور وہاں سے مشین کا نقشہ چرا کر لائیں گے۔

تیج پال نے کہا "دوستو! ہم حکومت فرانس سے اس [illegible] معاہدہ کررہے ہیں کہ ہم ایک بڑی طاقت سے منسلک ہو گے۔ ہم فرانس کے سراغ رسانوں کو آلہ کار بنا کر [illegible] چین بھیجیں گے۔ خود نہیں جائیں گے۔ کوئی مصیبت آئے [illegible] تو وہ پھنسیں گے۔ تم سب خیال خوانی کرنے والے بلا [illegible] محفوظ رہو گے۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "اچھا آئیڈیا ہے۔ وہاں چین [illegible] تمام مسلمان خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ انہیں بھی [illegible] نہیں ہو سکے گا کہ ہم نے ان کے خلاف محاذ بنا رکھا ہے۔ ہمارے آلہ کاروں کو بھی ہماری اصلیت معلوم نہیں ہوگی۔"

تیج پال نے کہا "تم سب کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ کسی طرح بھی ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل ہو جائے۔ [illegible] ضروری نہیں کہ ہم وہاں مشین کی تیاری میں رکاوٹ پیدا کریں۔ وہ مشین تیار کرتے ہیں اور چینی ٹیلی پیتھی [illegible] والے پیدا کرتے ہیں تو کرتے رہیں۔ دنیا کے دوسرے [illegible] میں بھی خیال خوانی کرنے والے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ہمیں صرف مشین کا نقشہ حاصل کرنا ہے۔"

جوزف وہسکی نے کہا "ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے [illegible] بے حساب دولت حاصل کرسکتے ہیں۔ اس دولت [illegible] ٹرانسفارمر مشین تیار کرسکتے ہیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں [illegible] اپنی ایک فوج تیار کرسکتے ہیں۔ جس طرح فرہاد علی [illegible] مختار ہے اور الپا خود مختار ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی [illegible] خود مختار ہونا چاہیے۔"

فرانس کی طرف سے پریس کے کئی رپورٹر [illegible] سیاح چین جارہے تھے۔ تیج پال کے ساتھی ان پر [illegible] کرکے انہیں اپنا معمول اور محکوم بنانے لگے۔

اور سیاح دراصل جاسوس تھے۔

تیج پال اور اس کے ساتھیوں نے مختلف ملکوں میں [illegible] اختیار کی تھی اور اپنی اپنی بہتری کے لیے ایک [illegible] کو اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتاتے تھے وہ تمام ٹیلی پیتھی [illegible] والے صبح سے رات گئے تک تیج پال کے دماغ میں آکر [illegible] خیریت بھی معلوم کرتے تھے اور اس سے ضروری [illegible] بھی حاصل کرتے رہتے تھے۔

وہ اس کی ہدایات کے مطابق امریکن ٹیلی پیتھی جاننے [illegible] کی مصروفیات معلوم کرتے تھے۔ اسرائیلی اکابرین کے [illegible] الپا کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ معلومات حاصل [illegible] تھیں۔

جب سے الپا نے مشین کا نقشہ چرایا تھا اور مشین کے [illegible] جیکی ہنٹر کو اغوا کیا تھا۔ تب سے تیج پال نے مائیک [illegible] ہدایت دی تھی کہ وہ ہمیشہ اسرائیلی حکام اور آرمی کے [illegible] افسران کے دماغوں میں جاتا رہے۔ ان کے اندر جاتے [illegible] ہے بھی نہ بھی' کسی نہ کسی دن مشین کے سلسلے میں [illegible] کچھ ضرور معلوم ہوگا۔

ان دنوں الپا بڑی رازداری سے کام کررہی تھی۔ [illegible] اکابرین اور فوجی افسران بھی نہیں جانتے تھے کہ الپا [illegible] مشین کی تیاری کے سلسلے میں کیا کررہی ہے۔ اتنا ہی [illegible] تھے کہ امریکی حکام'.... اسرائیلی حکام کو مشین کا نقشہ [illegible] اور جیکی ہنٹر کو اغوا کرنے کا الزام دے رہے ہیں۔ الپا [illegible] رازداری کے باعث اور زیادہ تجسس پیدا ہو رہا تھا۔ تیج [illegible] اپنے ساتھیوں کو سمجھاتا رہتا تھا' مایوس نہیں ہونا [illegible] ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کوئی چھوٹی چیز نہیں ہے۔ الپا اس [illegible] زیادہ عرصے تک چھپا نہیں سکے گی۔

[illegible] ہوا۔ الپا زبردست کامیابیاں حاصل کرتے کرتے [illegible] ناکام ہوگئی۔ تیج پال کے ساتھیوں کو پہلے یہ معلوم نہ [illegible] الپا زخموں سے چور ہو کر اسپتال میں پڑی ہے۔ وہ [illegible] پیتھی جاننے والے اسرائیلی اکابرین اور فوجی [illegible] کے دماغوں میں جاکر اتنا سمجھ رہے تھے کہ الپا نے [illegible] خاموشی اختیار کرلی ہے۔ وہ اپنے اکابرین سے چوبیس [illegible] میں ایک بار رابطہ ضرور کیا کرتی تھی لیکن پچھلے [illegible] گھنٹوں سے یوں خاموش ہے؟ جیسے گم ہوگئی ہو' یا [illegible] میں پھنس گئی ہو۔ اس کی طویل خاموشی کے [illegible] اکابرین پریشان تھے۔

تیج پال کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہی سوچ [illegible] کوئی گڑبڑ ہے۔ الپا اتنی غیر ذمے دار نہیں ہے کہ اسرائیل کے اہم امور کو نظر انداز کرکے یوں کہیں روپوش ہو جائے۔ وہ روپوش رہ کر بھی خیال خوانی کے ذریعے اہم معاملات سے نمٹتی رہتی تھی مگر اب ایسا نہیں کررہی تھی۔ اس کی کسی مجبوری کا صاف پتا چل رہا تھا لیکن وہ مجبوری کیا تھی؟

آخر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ایک آرمی افسر کے دماغ میں آکر معلوم کیا کہ پچھلے دن الپا نے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا اور اسے اپنا رازدار بنا کر یہ راز کی بات بتائی تھی کہ وہ ایک حادثے میں بری طرح زخمی ہوگئی ہے۔ اسپتال میں ایک عام مریضہ کی حیثیت سے ہے۔ کسی کو اپنی اصلیت نہیں بتانا چاہتی ہے۔ اپنے اکابرین کے سامنے بھی ایسی حالت میں آنا نہیں چاہتی ہے۔ اس نے افسر سے کہا تھا کہ وہ اس کے وفادار بن کر رہنے والے بوبی کو گرفتار کرلے یا گولی مار دے۔ اس کی پرائیویٹ رہائش گاہ میں سخت پہرہ لگا دے تاکہ وہاں کوئی داخل نہ ہو سکے۔

یہ بڑی اہم معلومات تھیں۔ دشمنوں کی گرفت میں نہ آنے والی الپا اب ان کے قابو میں آسکتی تھی۔ تیج پال کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس آرمی افسر کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اسے جبراً اسپتال لے آئے۔ الپا اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہی تھی۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ پچھلے چار گھنٹوں سے سو رہی ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی موجودہ آواز اور لہجہ سن کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر نے ان کی مرضی کے مطابق اسے جگایا پھر کہا "دوا اور کھانے کا وقت ہو چکا ہے۔ پلیز کچھ کھالیں پھر دوائیں دی جائیں گی۔"

وہ جماہی لے کر بولی "مجھے بھوک نہیں ہے میں ابھی سونا چاہتی ہوں۔"

تیج پال کے ساتھیوں نے اس کی آواز اور لہجے کو سنا پھر بڑی آسانی سے کسی رکاوٹ کے بغیر اس کے اندر پہنچ گئے۔ اب وہ کھاتی پیتی رہے یا جاگتی سوتی رہے' اس سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اب وہ ہر حال میں اس کے خیالات پڑھ سکتے تھے اور وہ پڑھنے لگے اور تیج پال کو اس کے اندر کی اہم باتیں بتانے لگے۔

ان سب کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ الپا کے دماغ پر چھا جانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ پورے اسرائیل کے حکمران بن رہے تھے۔ انہیں یہ اہم بات معلوم ہوئی کہ پارس اس کی قید میں تھا لیکن آزاد ہو چکا ہے۔ اس نے رہائی حاصل کرتے ہی الپا کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اس کی رہائش گاہ سے اہم دستاویزات کے علاوہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ لے

گیا ہے۔ مشین کے ماہر مکینک جیکی ہنٹر کو اس کی قید سے رہائی دلا کر اسے امریکا واپس جانے کا موقع دے رہا ہے اور اس کے دست راست بوبی کو آرمی افسر کے ذریعے ہلاک کر چکا ہے۔

تیج پال نے کہا "دوستو! ہم نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ ہماری طرح کامیاب ہونے والے اس وقت یہی کریں گے کہ الپا کو ہپناٹائز کر کے اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنائیں گے تاکہ اسرائیل پر حکومت کر سکیں۔"

ایک ساتھی مائیک مورو نے کہا "ہاں ایسا تو کرنا ہی چاہیے۔"

"تیج پال نے کہا "ایسا تو پارس نے بھی کیا ہوگا۔ اس کی اور الپا کی پرانی دوستی بھی ہے اور دشمنی بھی ہے۔ اس نے اسے معمولہ اور کنیز ضرور بنایا ہوگا۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "پارس اسے ہپناٹائز کرتا تو اس کے دماغ کو لاک کر دیتا لیکن اس کا دماغ لاکڈ نہیں ہے۔ ہم الپا کے خیالات پڑھ رہے ہیں۔"

"بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے کسی کو اپنا غلام نہیں بناتے۔ صرف اس کے دماغ میں جانے آنے کا چور راستہ بنا کر اسے آزاد چھوڑ دیتے ہیں پارس نے بھی اسے ہپناٹائز کر کے اس کے اندر چور راستہ بنا کر اسے آزادی دی ہوگی۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ پارس نے ایسی کوئی چال چلی ہوگی۔ الپا کے دماغ میں ضرور گیا ہوگا اور آئندہ اس کے تعلق بہت کچھ معلوم کرنے کا چور راستہ بنایا ہوگا۔"

"دانش مندی یہ ہے کہ پارس کو الپا کے دماغ میں ہماری موجودگی کا پتا نہ چلے۔ ہمارے لیے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ سب سے اہم ہے اسے حاصل کرنا ہے۔"

"وہ نقشہ پارس اس کی رہائش گاہ سے لے گیا ہے۔"

جوزف وہسکی نے کہا "میں نے الپا کے چور خیالات سے معلوم کیا ہے۔ مشین کا ایک نقشہ واشنگٹن میں ہے۔ ایک بینک کے لاکر میں بوبی نے وہ نقشہ رکھا ہے۔ ہم وقت ضائع کیے بغیر وہاں سے نقشہ حاصل کر سکتے ہیں۔"

انہوں نے الپا کے خیالات پڑھ کر بوبی کے بینک اکاؤنٹ اور لاکر کے سلسلے میں مکمل معلومات حاصل کیں۔ تیج پال نے کہا "الپا کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ فوراً واشنگٹن میں کسی اہم افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بینک لے جاؤ۔ ایسے وقت تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس افسر کے ذریعے بینک منیجر وغیرہ کے دماغوں پر بھی مسلط رہنا ہے۔ اس طرح تم بہ آسانی لاکر سے وہ نقشہ نکال لاؤ گے۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "ہم ایک دوسرے کو یہ نہیں بتا سکتے ہیں کہ ہم کس ملک اور کس شہر میں ہیں لیکن نقشے کی [illegible] کے پیش نظر کہہ رہا ہوں کہ میں اس وقت واشنگٹن [illegible] ہوں۔ جس آلہ کار کو ہم ٹریپ کر کے لاکر سے نقشہ [illegible] گے، میں اس آلہ کار سے بینک کے باہر ہی وہ نقشہ [illegible] کرلوں گا۔"

تیج پال نے خوش ہو کر کہا "اس طرح فوراً ہی وہ نقشہ ہمارے ہاتھ آجائے گا۔ جاؤ فوراً یہ کام کرو۔"

وہ سب واشنگٹن کے ایک آرمی افسر کے دماغ میں [illegible] گئے۔ جیسی پلاننگ کی گئی تھی اس کے مطابق کامیابی [illegible] تھی۔ تیج پال بڑی بے چینی سے اس نقشے کا انتظار کر [illegible] مائیک مورو، بڈی رابرٹ اور جوزف وہسکی نے پہلے [illegible] کے ایک اعلیٰ افسر کو اپنا آلہ کار بنایا۔ وہ ان کی مرضی [illegible] مطابق بینک پہنچ گیا۔ اپنا شناختی کارڈ منیجر کو دکھا کر بوبی [illegible] کی طرف سے بوبی اسمتھ کے اکاؤنٹ اور لاکر کی ڈیٹیلز [illegible] آرڈر زہیں۔ کم آن لاکر کھولو۔"

منیجر نے کہا "سر! لاکر دو چابیوں سے کھلتا ہے۔ لاکر کی چابی مسٹر بوبی کے پاس ہے۔"

"بوبی اسمتھ مر چکا ہے۔ اس کے گھر سے یہ دوسری چابی حاصل کی گئی ہے۔"

اعلیٰ افسر نے وہ دوسری چابی دکھائی۔ منیجر لاکر کھولنے کے سلسلے میں تحریری اجازت نامہ دیکھنا چاہتا تھا۔ جوزف وہسکی منیجر کے دماغ پر قبضہ جما کر اعلیٰ افسر کے ساتھ لاکر روم میں آیا۔ وہاں اس نے بوبی کے لاکر کو کھول کر دیکھا۔ [illegible] میں بوبی سے تعلق رکھنے والی دستاویزات تھیں۔ [illegible] نے ایک تہ کیے ہوئے کاغذ کو کھول کر دیکھا۔ وہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ تھا افسر نے اسے دوبارہ تہ کیا اور جیب میں لیا۔ لاکر میں ایک مائیکرو فلم تھی۔ اس نے وہ فلم بھی جیب میں رکھ لی۔ نقشہ لے کر بینک سے باہر آیا۔ ہاتھ کے کنارے بڈی رابرٹ اپنی کار کی اسٹیئرنگ [illegible] بیٹھا ہوا تھا۔

وہ اپنی کار میں خاموش بیٹھا اس اعلیٰ افسر [illegible] کنٹرول کر رہا تھا۔ اعلیٰ افسر نے اس کی مرضی [illegible] کے پاس آکر اسے نقشہ اور مائیکرو فلم دی۔ اس [illegible] چیزیں لے کر اپنے پاس رکھیں پھر کار اسٹارٹ [illegible] بڑھا دی۔ کار اسٹارٹ کرنے اور ڈرائیو [illegible] دماغ رہنا لازمی تھا۔ ایسے وقت وہ افسر کے دماغ [illegible]

تھا۔ اب وہ افسر اپنا سر تھام کر سوچ رہا تھا کہ وہ بینک کے سامنے ایک فٹ پاتھ پر کیسے آگیا ہے؟ وہ غائب دماغ کیسے ہو گیا تھا؟

اسی وقت منیجر دوڑتا ہوا بینک سے باہر آیا پھر اعلیٰ افسر سے بولا "سر! آپ نے لاکر کھولنے کا تحریری اجازت نامہ مجھے نہیں دیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے حیرانی سے پوچھا "کون سا لاکر؟ میں کسی کا لاکر کھولنے کے لیے تحریری اجازت نامہ کیوں دوں گا؟"

"سر! ابھی آپ بینک کے اندر آئے تھے۔ آپ نے بوبی اسمتھ کا لاکر کھلوایا تھا۔"

"بکواس مت کرو۔ میں کسی کا لاکر کیوں کھلواؤں گا؟ میں بینک کے اندر نہیں گیا تھا۔"

"بینک کا اسٹاف گواہ ہے۔ آپ نے لاکر کھلوایا تھا۔ آپ کے پاس لاکر کی چابی ہے۔"

اس کی مٹھی میں ابھی تک وہ چابی تھی۔ اس نے حیرانی سے چابی کو دیکھا پھر منیجر کے ساتھ آگر فون کے ذریعے کہا "بیزی گارڈ یا کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو فوراً میرے پاس بھیجو۔ بہت اہم معاملہ ہے۔"

پھر یہ بات تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور تمام ایجنٹوں کو معلوم ہوئی کہ آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کو غائب دماغ بنا کر بوبی اسمتھ کے بینک لاکر سے کچھ نکالا گیا ہے اور یہ کام ایک سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کیا ہے۔

یہ قیاس آرائیاں ہونے لگیں کہ ایسا کن لوگوں نے کیا ہے؟ بابا صاحب کے ادارے کے سراغ رسانوں نے پورس سے کہا "واشنگٹن میں بوبی اسمتھ کا بینک اکاؤنٹ اور لاکر تھا۔ چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس لاکر سے اہم چیزیں چرائی ہیں۔ امریکی ایجنٹ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے سمجھ رہے ہیں کہ لاکر سے کیا چرایا گیا ہے؟ اور کن لوگوں سے ایسا کیا گیا ہے؟"

پورس نے کہا "بوبی اسمتھ کا تعلق اسرائیل اور الپا سے تھا۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے پارس کو مخاطب کیا "ہیلو! اسرائیل میں خوب [illegible] رہے ہو؟"

[illegible] نے کہا "یار! بڑے دنوں کے بعد تنہا رہنے کی [illegible] میں مل رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں، تمہارے ساتھ بھی [illegible] ہوگا۔ میں ٹھیک سمجھ رہا ہوں نا؟"

[illegible] چیزیں کنول کھلتے ہیں۔ مصروفیات کی دلدل میں پھول کھلانا مشکل نہیں ہے۔ میں ہانگ کانگ میں ہوں۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل شیوانی مجھ پر قربان ہو رہی ہے۔ اس نے مجھے ہپناٹائز کرنے کے بعد مجھے اپنا تابع محبوب بنا لیا ہے اور میں بن چکا ہوں۔"

"ہاں عورت کو اپنی غلامی کا یقین دلاؤ تو وہ تن من دھن سے قربان ہوتی رہتی ہے۔ بائی دا وے تم نے کیسے یاد کیا؟"

"الپا کے ایک ساتھی بوبی اسمتھ کے بارے میں جانتے ہو؟"

"بوبی اس کا دوست راست تھا جو مر چکا ہے۔"

"واشنگٹن میں اس کا بینک اکاؤنٹ اور لاکر ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا جاننے والے اس لاکر سے کچھ چرا کر لے گئے ہیں۔"

"او آئی سی۔ میں نے الپا کے چور خیالات سے معلوم کیا تھا۔ بوبی کے بینک لاکر میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ تھا۔ میں کسی وقت اسے وہاں سے نکال لینا چاہتا تھا۔ تم کہہ رہے ہو، دوسروں نے وہ نقشہ چرا لیا ہے۔"

"وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کون ہو سکتے ہیں؟"

"جو بھی ہیں۔ ان کی ایک ٹیم ہے۔ آندرے کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیم کو تم نے ٹھنڈا کر دیا ہے۔ اب ایک ٹیم تھری جے کی ہے۔ دوسری ٹیم تیج پال کی ہے۔"

"تھری جے شیوانی کے پیچھے پڑے ہیں۔ ایک تیج پال رہ گیا ہے۔ وہی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ ایکشن میں ہے۔ مما! (سونیا) نے اس کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیزون کو ٹریپ کیا تھا۔ اس کے دماغ میں جاتے رہنے کے لیے راستہ بنایا تھا۔"

پارس نے سونیا کو مخاطب کیا۔ اسے بتایا کہ بوبی اسمتھ کے بینک لاکر سے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ چرایا گیا ہے اور چوری کا شبہ تیج پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر ہے۔

وہ سونیا کے ساتھ ہیزون کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ اس چوری کے سلسلے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ سونیا نے اسے اخبار پڑھنے پر مجبور کیا۔ اس میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ پچھلے روز بوبی اسمتھ کے بینک لاکر سے پراسرار طور پر کوئی اہم چیز چرائی گئی ہے۔ بوبی اسمتھ مارا گیا ہے۔ اس کا تعلق اسرائیلی انٹیلی جنس سے تھا۔ چوری کی جانے والی چیز کا تعلق اسرائیلی خفیہ ایجنسی سے ہوگا۔ چوروں کا سراغ لگانے کے لیے امریکی انٹیلی جنس والے سرگرم عمل ہیں۔

ہیزون یہ خبر پڑھ کر سوچنے لگا "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا

ہی بینک کے لاکر سے چوری کر سکتا ہے۔"

سونیا نے اس کی سوچ میں کہا "شاید تیج پال نے چوری کرائی ہو۔"

"نہیں وہ ایسا کرتا تو مجھے ضرور بتاتا۔ میرے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی بھی ضرور بتاتے۔ یہ کسی دوسرے کا کام ہے۔"

سونیا نے اس کے دماغ سے واپس آکر پارس سے کہا "بیزون بے خبر ہے۔ تیج پال بہت ہی ذہین اور چال باز ہے۔ وہ بیزون کو اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اور اپنے اہم معاملات سے بے خبر رکھتا ہے۔ جانتے ہو کیوں؟"

"میں سمجھ گیا مما! آپ نے بیزون کو ٹریپ کیا تھا۔ تیج پال کو شبہ ہے کہ ہم اسے آزاد چھوڑ دینے کے بعد بھی چوری چھپے اس کے دماغ میں پہنچتے ہیں۔ اگر وہ بیزون کو بینک لاکر سے چوری کرنے والی مہم میں شامل کرتے تو یہ بات ہمیں معلوم ہو جاتی۔"

"ویسے یہ ہمارا شبہ ہے۔ ہو سکتا ہے۔ تیج پال نے ایسا نہ کیا ہو۔"

"جس نے بھی کیا ہے' ہم اس کی کھوپڑی میں ضرور پہنچیں گے۔"

"بیٹے! پہنچنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ آؤ ابھی چلتے ہیں۔"

پارس اپنی ماں کے ساتھ پھر بیزون کے اندر پہنچ گیا پھر حیرانی سے بولا "مما! یہ کیا؟ آپ پھر اس کے پاس کیوں آئی ہیں؟"

"بیٹے! یہ تو ہم جانتے ہیں کہ تیج پال اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں نے اسے کھوٹا سکہ بنا دیا ہے۔ چلو' اب اس کھوٹے سکے کو طیش دلائیں۔"

بیزون اپنی بیوی مونو ریٹا سے رومانس کے موڈ میں تھا۔ وہ سونیا کی مرضی کے مطابق بولا "ا یکسکیوزمی مونو! ایک ضروری خیال خوانی کر رہا ہوں۔ پلیز انتظار کرو۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا تیج پال کے پاس پہنچ کر بولا "واہ! تیج پال واہ! تم دوست بن کر خوب الو بنا رہے ہو۔ تم سمجھتے تھے' مجھے تمہاری دوغلی حرکتوں کا پتا نہیں چلے گا۔"

تیج پال نے حیرانی ظاہر کی "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

بیزون نے کہا "بڈی رابرٹ واشنگٹن میں ہے۔ وہاں کے بینک لاکر سے جو کچھ چرایا گیا' وہ ابھی تک بڈی رابرٹ کے پاس ہے۔ میں نے اس کی ایک محبوبہ کے دماغ میں گھس کر یہ راز معلوم کیا ہے۔ تم انکار نہیں کر سکتے کہ تم نے اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں نے مجھے اس معاملے سے دور رکھا ہے۔"

تیج پال نے پریشان ہو کر کہا "تم اس کی محبوبہ تک کیسے پہنچ گئے؟ دیکھو' ہمیں غلط نہ سمجھو۔ ہمیں شبہ تھا کہ سونیا تمہارے دماغ میں آتی ہوگی۔ اسی لیے ہم نے اس اہم معاملے کو تم سے چھپایا تھا۔"

سونیا نے پارس سے کہا "کیوں بیٹے! ایک کھوٹے سکے سے کیا کام لیا ہے؟"

"مما! آپ کا جواب نہیں ہے۔ ہم تو بوڑھے ہونے تک آپ سے کچھ نہ کچھ سیکھتے رہیں گے۔"

وہ دونوں بیزون کے دماغ سے نکل آئے تھے۔ وہ ایک دم سے چونک کر بولا "تیج پال! میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟"

تیج پال کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ بینک لاکر سے نقد کی چوری کا بھید کھل چکا ہے۔

○☆○

ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں دوستوں اور دشمنوں کے دماغوں میں گھس کر ان کے اندر چھپی ہوئی سازشوں کو معلوم کر لیتے ہیں۔

اور ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت بدنصیب ہوتے ہیں دوسروں کی چھپی ہوئی باتیں معلوم کرنے والے خود اپنی زندگی اپنے مخالفوں سے چھپ کر رہتے ہیں۔ یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کسی نے انہیں دیکھ لیا چہرے سے پہچان لیا یا ان کے خیال خوانی کرنے کے دوران میں انہیں تاڑ لیا تو پھر ان کی خیر نہیں ہے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ضرور ٹریپ کرتا ہے۔ کہیں سے چھپ کر وار چلا کر زخمی کرتا ہے یا اعصابی کمزوری کی دوا کے ذریعے اور جسمانی طور پر کمزور بنا دیتا ہے اس طرح اسے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں پہنچنے کا موقع مل جاتا ہے۔

بیکر برائٹ کے ساتھیوں آندرے وغیرہ کو پورس نے ٹریپ کیا تھا صرف بیکر برائٹ گرفت میں نہیں آیا تھا وہ سے فرار ہو کر گوا کے ایک علاقے گاباجم میں آکر چھپا تھا اس کا خیال تھا کہ کوئی دشمن ادھر نہیں آئے گا لیکن جنگل شامت کہیں بھی آجاتی ہے اسی علاقے میں بے کاؤ نے جے فلو پہنچے ہوئے تھے وہ بھی دشمنوں سے چھٹنے اور پورس کے لیے وہاں آگئے تھے۔

آدمی بڑی خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ موت اس سے قریب نہیں آئے گی اور وہ تینوں بھی ایک دوسرے سے بن کر وہاں پہنچے ہوئے تھے ایک بہت بڑے

ں کا آمنا سامنا ہوا تھا تاش کھیلنے کے دوران میں انہیں پتا کہ ان کے درمیان کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے ی کی وجہ وہ کبھی بازی جیت رہے ہیں تو کبھی ہار رہے ہیں۔ کے دماغوں میں خطرے کی گھنٹی بجتے ہی وہ تینوں کسی نہ ہانے کسینو سے باہر نکل گئے یا ہر وہ انسانوں کی بھیڑ میں بھی چھپ سکتے تھے۔

وہ تینوں یہ سمجھ گئے تھے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے اور خیال خوانی کے ذریعے انہیں دیکھ رہا وہ جہاں بھی چھپنے جائیں گے اس کی نظروں سے بچ نہیں ل گے۔

وہ بڑی الجھن میں تھے یہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ ان ساتھ تاش کھیلنے والا بیکر برائٹ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور بیکر ٹ نہیں جانتا تھا کہ اس کے مخالف کھلاڑی ہی دراصل پیتھی جاننے والے جے کاؤ اور جے فلو ہیں۔

تاش کھیلنے کے دوران میں وہ ایک دوسرے سے باتیں تے رہے تھے لیکن انہوں نے ایک دوسرے کے دماغوں جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہ خیال تھا کہ وہ یوگا کے ہوں گے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی یہ سمجھ گے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا سامنے ہی موجود ہے۔

کسینو سے باہر نکل آنے کے بعد بیکر برائٹ نے اپنے کے مطابق جے کاؤ اور جے فلو کے دماغوں میں پہنچنا چاہا معلوم ہو گیا کہ وہ تینوں ہی خیال خوانی کرنے والے کئی ں سے ایک دوسرے کے قریب رہ کر دھوکا کھا رہے

جب ایک دوسرے کی حقیقت معلوم ہوئی تو وہ تینوں دوسرے کے لیے چیلنج بن گئے اب کوا کے اس علاقے یا تو بیکر برائٹ کو سلامت رہنا تھا یا پھر ان دونوں کو اپنی ی کی خاطر بیکر برائٹ کو نشانہ بنانا تھا کسی بھی طرح اس کا کرنا تھا ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان اسی طرح اور موت کی جنگ جاری رہتی ہے۔

یے وقت ان کا تیسرا ساتھی جے سامو موجود نہیں تھا سے دور پورپ کے ایک شہر میں تھا اس نے اپنے کے دماغوں میں آکر ان کے خیالات پڑھے پھر کہا دونوں پھر کسی نئی مصیبت میں پڑ رہے ہو۔ ابھی تو سے پیچھا چھوٹا تھا۔"

نے کہا "ہمیں کیا معلوم تھا کہ گوا کے اس ں ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہوگا۔ وہ فکر نہ کرو ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

"تم دو ہو اور وہ تنہا ہے۔ بے شک اس سے نمٹ سکتے ہو لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک تنہا شخص دو چار پر بھاری پڑ جاتا ہے اگر ایسا ہوا تو میں اتنی دور رہ کر تم لوگوں کے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

"تم چاہتے ہو ہم اس سے کترا کر یہاں سے دور چلے جائیں لیکن وہ بھی سمجھا ہوا ہوگا خود نقصان اٹھانے سے پہلے ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ ان حالات میں اس سے نمٹنا ہی ہوگا۔"

"جب ایسے حالات پیدا ہوں گے تو دیکھا جائے گا۔ فی الحال کسی بھی طرح اس علاقے سے بلکہ اس ملک سے دور چلے جاؤ۔"

ان تھری جے کی طرح بیکر برائٹ بھی اسی کوشش میں تھا کہ کسی طرح اس آفت زدہ علاقے سے بھاگ جائے موجودہ حالات میں وہ علاقہ ان تینوں کے لیے آفت زدہ ہو گیا تھا۔

وہاں سے کہیں بھی جانے کے لیے ایک تو دریائی یا سمندری راستہ تھا یا پھر ہوائی وے کے ذریعے کسی بڑے شہر پہنچ کر وہ ہوائی جہاز کے ذریعے کہیں جا سکتے تھے۔ وہ تینوں اپنے اپنے طور پر سوچنے لگے کہ ان کے دشمن کس راستے سے جائیں گے ایک سیدھی سی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ کوئی بھی فرار ہونے والا عجلت میں آسان راستے کا انتخاب کرے گا اور کسی شہر کے ہوائی اڈے تک پہنچنا نسبتاً آسان تھا سمندری راستہ مشکل تھا اور اس راستے سے کئی گھنٹے بعد ممبئی پہنچا جا سکتا تھا۔

جے کاؤ اور جے فلو نے ایک بڑی سی اسپیڈ بوٹ کرائے پر حاصل کی ایک بڑی اسپیڈ بوٹ میں دوسرے کئی مسافر بھی ہوتے ہیں۔ یہ مقدر کا کھیل تھا کہ اس بوٹ میں بیکر برائٹ بھی پہنچ گیا تھا اس نے بھی یہی خیال قائم کیا تھا کہ اس کے دشمن سمندر کا دشوار گزار راستہ اختیار نہیں کریں گے۔

ان تینوں نے فرار ہونے کے دوران میں اپنے چہروں پر تبدیلیاں کی تھیں ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے خود کو کسی حد تک ناقابل شناخت بنا لیا تھا۔ بوٹ میں مسافر کم تھے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پہلی نظر میں کسی کو کسی پر شبہ نہیں ہوا انہوں نے کسینو میں ایک دوسرے کو توجہ سے نہیں دیکھا تھا اور اب تو ان کے چہرے بدل گئے تھے اس لیے وہ فی الوقت ایک دوسرے کو نہیں پہچان رہے تھے۔

جے سامو خیال خوانی کے ذریعے ان سے رابطہ رکھتا تھا اس نے کہا "تھینکس گاڈ! ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے کسی ٹکراؤ کے بغیر نکل آئے ہو جب دو مخالفین لڑتے ہیں

تو دو میں سے ایک ضرور مارا جاتا ہے لہٰذا لڑائی سے پرہیز کرنا ہی دانش مندی ہے۔"

جے کافو نے کہا "اس بوٹ میں ہمارے علاوہ تین عورتیں اور پانچ مرد ہیں۔ ہمیں احتیاط سے ان کے خیالات کو پڑھنا چاہیے ہم کسینو میں دھوکا کھا گئے تھے یہاں نہیں کھانا چاہیے۔"

جے سامو نے کہا "ان مسافروں میں کوئی یوگا کا ماہر ہوگا ضروری نہیں ہے کہ وہ یوگا کا ماہر ٹیلی پیتھی جانتا ہو وہ سانس روکے گا تو ہم اس اندیشے میں مبتلا رہیں گے کہ وہی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہے۔"

جے کافو نے کہا "اگر یہاں کوئی یوگا کا ماہر ہوگا تو ہم اندیشوں میں مبتلا رہنے کے بجائے کسی طرح اس کے دماغ میں پہنچنے کا راستہ بنائیں گے۔"

جے کافو نے کہا "کافو ٹھیک کہتا ہے ہمیں اس بوٹ میں دھوکا نہیں کھانا چاہیے اپنا شبہ دور کرنا چاہیے۔"

جے سامو نے کہا "اچھی بات ہے میں ابھی تمہارے پاس ہوں۔ یہاں ایک ایک کے دماغ کو ٹٹول کر دیکھو ہم تین ہیں ایک تنہا دشمن سے نمٹ لیں گے۔"

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ دونوں ایک ایک مسافر کو کسی نہ کسی بہانے مخاطب کرنے لگے ان سے گفتگو کرتے ہوئے ان کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لینے لگے۔ بیکر برائٹ کو مخاطب کرنے اور اس سے گفتگو کرنے کا مطلب یہی تھا کہ ایسے وقت بیکر برائٹ بھی ان کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے رہا تھا۔ ان تھری جے نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ جواباً اس نے بھی ان کے دماغوں میں پہنچنا چاہا تو ان دونوں نے بھی اپنی سانسیں روک لیں۔

یہ عجیب تماشا ہوگیا۔ وہ تینوں چھپنے والے ایک دوسرے کے سامنے اچانک ہی بے نقاب ہوگئے ایسا ان کی توقع کے خلاف ہوا تھا وہ تینوں ہی دنگ رہ گئے چند لمحوں تک ان کے ذہن خالی رہے وہ نہ سمجھ سکے کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے پھر یکبارگی تینوں کو خطرے کا احساس ہوا۔ تینوں نے ہی بڑی پھرتی سے اپنے اپنے ریوالور نکالے اور ایک دوسرے کے نشانے پر آگئے۔

بیکر برائٹ نے کہا "تم دو ہو میں اکیلا مگر ایک ریوالور سے دو گولیاں نکلنے میں دیر نہیں لگے گی میں مرتے مرتے بھی تم دونوں کو لے مروں گا۔ بولو کیا اس سمندری سفر کو ہمارا آخری سفر ہونا چاہیے۔"

جے سامو نے کہا "یار و! برے پھنس گئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ تم دونوں اسے مار ڈالو گے لیکن وہ بھی تم دونوں کو ساتھ لے ڈوبے گا۔"

ان تینوں کے ریوالور ایک دوسرے پر اٹھے ہوئے تھے اگر ایک فائر کرتا تو ساتھ ہی دو فائر بھی ہوتے ان میں سے کوئی سلامت نہ رہتا اس وقت ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ اکثر ہتھیار ہوتے ہوئے بھی انہیں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ ٹیلی پیتھی کا خطرناک ہتھیار بھی ان کی ضمانت نہیں دے سکتا نہ طاقت نہ ہتھیار نہ ہی غیر معمولی صلاحیتیں کام آتی ہیں۔ ایسے وقت صرف وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

ان سب کے دماغوں میں اب ایک ہی بات تھی کہ سمجھوتا کرو ورنہ حرام موت مرجاؤ گے۔ جے کافو نے پوچھا "تم کون ہو؟"

بیکر برائٹ نے کہا "یہی سوال میں کرتا ہوں تم دونوں کون ہو؟"

جے فلو نے کہا "پہلے ہم نے سوال کیا ہے پہلے تم جواب دو پھر تمہیں بھی جواب ملے گا۔"

"میں ایک امریکی ہوں اپنے دشمنوں سے جان بچانے کے لیے یہاں چھپنے آیا تھا اور شاید تم دونوں بھی چھپنے آئے تھے مگر تقدیر ہمیں بے نقاب کررہی ہے۔ اب اپنے بارے میں بولو۔"

"ہم بھی امریکی ہیں۔ ٹیلی پیتھی کا علم کبھی کبھی عذاب بن جاتا ہے اور یقیناً ہم تینوں اس عذاب میں مبتلا ہیں۔"

"ہم تینوں ایک دوسرے کو اپنے نام نہیں بتارہے ہیں اگر ہم نے ایک دوسرے سے کچھ چھپانے کی کوشش کی تو تینوں کو نقصان پہنچے گا بہتر ہے پہلے ہم اپنے اپنے ریوالور خالی کردیں۔"

ان تینوں نے اپنے اپنے ریوالور کو دیکھا جب تک انسانوں کے درمیان بارود رہتا ہے تب تک ان کے انسان ہونے پر شبہ رہتا ہے وہ کسی وقت بھی درندے بن سکتے ہیں بیکر برائٹ نے پوچھا پہلے کون ریوالور خالی کرے گا؟

"ہم تینوں ایک ساتھ اپنے اپنے ریوالور کے چیمبر سے گولیاں نکالیں گے میں ایک سے گنتا ہوں تین کہتے ہی اپنے ریوالور کے سیفٹی کیچ کو لاک کریں گے اس طرح سے کوئی اندیشہ نہیں رہے گا۔"

جے فلو نے ایک سے گننا شروع کیا اس کے تین کہتے ہی تینوں نے ایک ساتھ سیفٹی کیچ کو لاک کردیا پھر وہ چیمبر سے ایک ایک گولی نکال کر سمندر میں پھینکتے گئے اس طرح تینوں کے ریوالور خالی ہوگئے پھر انہوں نے اپنے اپنے ریوالور

ہاں کے اندر رکھ لیے۔

جے کافو نے کہا "اب ہم ایک دوسرے سے خوف زدہ ہیں رہیں گے ہمارے پاس ہتھیار ہے مگر اسے استعمال کرنے میں دیر لگے گی ہم تینوں یہاں سے بھاگ کر نہیں سکتے ہمارے چاروں طرف سمندر ہی سمندر ہے۔"

جے فلو نے کہا "ان حالات میں ہم سب اپنی بہتری کے لیے سمجھوتا کرسکتے ہیں۔"

بیکر برائٹ نے کہا "میں اب بھی مطمئن نہیں ہوں تمہارے سامان میں کوئی خطرناک ہتھیار چھپا ہوگا۔ کسی لمحے بھی موقع پاکر وہ ہتھیار میرے خلاف استعمال کرسکتے ہو۔"

جے فلو نے کہا "ہمارے پاس اور کوئی ہتھیار نہیں ہے تمہارے سامان کی تلاشی لے سکتے ہو۔"

وہ آسانی سے کسی پر بھروسا نہیں کرسکتے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کے سامان کی تلاشی لی پھر یہ اطمینان ہوگیا کہ اب وہ تینوں نہتے ہیں صرف خالی ریوالور ان کے لباس کے اندر رہ گئے ہیں۔

بیکر برائٹ نے کہا "پہلے میں پوچھ رہا ہوں کوئی سوال کیے بغیر جواب دو تمہارے نام کیا ہیں؟ اور تم کتنے ساتھی ہو۔"

جے کافو اور جے فلو نے ایک دوسرے کو دیکھا وہ اپنی اصلیت نہیں بتانا چاہتے تھے۔ بیکر برائٹ نے کہا "جھوٹ بولنے سے پہلے سوچ لو میں بھی جھوٹ بول سکتا ہوں اور جب میرا جھوٹ کھلے گا تو ہم پھر ایک دوسرے کے بدترین دشمن بن جائیں گے۔"

جے کافو نے کہا "ہم تم سے کچھ نہیں چھپائیں گے میرا نام آندرے ہے میرے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی ہیں میرے اس ساتھی کا نام سائن ہے۔"

بیکر برائٹ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ جے فلو نے پوچھا "کیوں ہنس رہے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "سچ نہیں بولو گے ایسے لطیفے سناؤ گے تو ہنستا رہے گا۔"

"تمہیں یقین نہیں آرہا ہے جب کہ ہم سچ بول رہے ہیں۔"

بیکر برائٹ نے کہا "پھر تو میں بھی تمہاری طرح سچ بول رہا ہوں میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔"

جے فلو نے ناگواری سے کہا "ٹان سینس کیا بکواس کررہے ہو ہم نے فرہاد علی تیمور کے قد اور جسامت کو ویڈیوز میں دیکھا ہے تم بھیس بدل سکتے ہو مگر فرہاد کے قد کو نہیں بدل سکتے۔"

"تم بھی ہزار بھیس بدل سکتے ہو مگر آندرے نہیں بن سکتے اور نہ ہی تمہارا یہ ساتھی سائن بن سکتا ہے کیونکہ آندرے اور سائن ایک ہفتہ پہلے میری گولیوں کا نشانہ بن چکے ہیں۔"

جھوٹ کھلنے پر وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے پھر جے فلو نے پوچھا "تم نے انہیں کیوں ہلاک کیا ہے۔ تم کون ہو؟"

"یہ سوال پہلے میں نے کیا ہے کہ تم دونوں کون ہو۔ لہٰذا پہلے میرے سوال کا جواب دو۔"

"اب ہم سچ بولیں گے کیا تم بھی اپنے بارے میں سچ بتاؤ گے۔"

"ہاں آخری بار پوچھ رہا ہوں اس بار سچ نہیں بولو گے تو ہمارے درمیان کوئی سمجھوتا نہیں رہے گا۔"

وہ دونوں سوچ میں پڑگئے۔ جے سامو نے ان سے کہا "اپنی حقیقت نہ بتاؤ یہ تو یقینی بات ہے کہ کسی بھی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے پر کوئی بھروسا نہیں کرتا یہ اپنے بارے میں سچ بھی بولے گا تو ہمیں یقین نہیں آئے گا۔ ممبئی پہنچنے تک اس سے محتاط رہو وہاں پہنچتے ہی اپنا راستہ الگ کرلو۔"

جے کافو نے بیکر برائٹ سے کہا "نہ تمہیں ہم پر یقین آئے گا نہ ہم تم پر بھروسا کریں گے۔ بہتر ہے کہ صرف اپنی اپنی سلامتی کے لیے سمجھوتا کیا جائے۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں ہم ایک دوسرے پر اعتماد نہ کریں ممبئی پہنچنے تک ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچائیں پھر ہم مختلف فلائٹس سے مختلف ملکوں کی طرف روانہ ہوجائیں۔"

جے فلو نے کہا "ہمیں منظور ہے۔ ہم اس بوٹ میں ایک ہی جگہ بیٹھے رہیں گے ایک دوسرے سے دور نہیں جائیں گے دور جانے سے اندیشہ رہے گا کہ ہم میں سے کوئی اپنا ریوالور لوڈ کررہا ہے۔"

وہ تینوں راضی ہوگئے۔ ممبئی ابھی بہت دور تھا۔ پتا نہیں وہاں پہنچنے تک تقدیر کیا گل کھلانے والی ہے؟ حالات کس طرح بدلنے والے تھے؟ اگلے پل کیا ہونے والا ہے یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

وہ تینوں ایک جگہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ جے سامو نے کہا "کیا مصیبت ہے۔ ہم شیوانی کے خلاف محاذ بنانے والے تھے مگر یہ اجنبی دشمن ہم پر مسلط ہوگیا ہے۔"

جے کافو نے کہا "ہم اس اجنبی سے محتاط رہیں گے اور

شیوانی کے خلاف پلاننگ کرتے رہیں گے۔"

"تم دونوں میں سے کسی ایک کو حاضر دماغ رہ کر اس اجنبی کی نگرانی کرنا چاہیے۔"

جے فلو نے کہا "میں اس کی نگرانی کر رہا ہوں تم جے کافو سے باتیں کرو ہم شیوانی کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

جے سامو نے کہا "ہمیں اتنا معلوم ہے کہ شیوانی ہانگ کانگ میں ہے۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ کریں گے وہ ہم میں سے کسی سے بات کرے گی تو اپنی غیر معمولی صلاحیت کے مطابق اپنی آنکھوں کی حرارت ہماری پیشانی تک پہنچائے گی۔"

جے کافو نے کہا "ہم ماسک میک اپ میں ہیں۔ یہ میک اپ اتاریں گے تب اس کی آنکھوں کی حرارت ہماری پیشانی تک پہنچے گی۔"

"جے کافو! تم اپنی ایک ڈمی بناؤ کسی پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا آلہ کار بناؤ گے۔ ہم شیوانی کا موبائل فون نمبر جانتے ہیں تمہارا آلہ کار جے کافو کی حیثیت سے موبائل پر بولے گا۔ تم ماسک میک اپ میں رہو گے۔ اس کی آنکھوں کی حرارت تمہارے آلہ کار کی پیشانی تک پہنچے گی وہ اس حرارت کے زیر اثر سچ بولنا چاہے گا۔ تم اس کے دماغ پر مسلط رہو گے اسے بولنے نہیں دو گے اس کی زبان سے اپنی پلاننگ کے مطابق بولو گے۔"

"میں سمجھ گیا میں اپنی پلاننگ کے مطابق شیوانی سے کہوں گا کہ میرے چہرے پر کسی طرح کا انفیکشن ہے ایسی حالت میں ماسک میک اپ کرنے کے قابل نہیں رہا میرے ساتھی جے فلو اور جے سامو نے میرا ساتھ چھوڑ دیا انہیں اندیشہ ہے کہ شیوانی میرے ذریعے انہیں بھی ٹریپ کرے گی۔"

"ممبئی پہنچ کر پہلے یہ دیکھا جائے کہ یہ اجنبی دشمن کسی فلائٹ سے کہیں جا رہا ہے یا نہیں جب وہ انڈیا چھوڑ کر چلا جائے تو ہمیں اطمینان ہو جائے گا۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ہانگ کانگ میں کسی ایسے شخص کو ٹریپ کرو گے جو تمہارے قد اور جسامت کا ہو اس کے بعد ہم شیوانی سے رابطہ کریں گے۔"

ان کی پلاننگ اچھی تھی وہ اس پر عمل کر کے شیوانی تک پہنچ سکتے تھے مگر ابھی وہ سمندر میں تھے پتا نہیں ممبئی پہنچنے تک کیا ہونے والا تھا۔

○☆○

بھیما دن رات اسی کوشش میں تھا کہ کسی بھی طرح جواد بن مستقیم کو اپنے زیر اثر لے آئے۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے مجبور کر سکتا تھا۔ پریشان کر سکتا تھا لیکن وہ تو صرف لالچ آتما تھا اس آتما کے اندر ٹیلی پیتھی کی جو صلاحیت تھی وہ ایک دماغ کی محتاج تھی اور دماغ جواد کے پاس تھا۔ وہ کالا جادو بھی کر سکتا تھا لیکن اس کے لیے بھی دماغ ضروری ہوتا ہے۔ پہلے وہ جس کے جسم میں بھی جاتا تھا۔ اس کے دماغ پر بھی چھا جاتا تھا۔ اس بار جواد اس پر مسلط ہو گیا تھا۔

بھیما سمجھ رہا تھا کہ جواد نے صرف ایک پراسرار انگوٹھی کے ذریعے اسے مجبور اور بے بس بنایا ہے جب تک وہ انگوٹھی اس کی انگلی میں رہے گی تب تک اس کے خلاف ٹیلی پیتھی کام آئے گی اور نہ ہی کالا جادو۔

مشکل یہ تھی کہ وہ ایک لمحے کے لیے بھی اس انگوٹھی کو اپنی انگلی سے الگ نہیں کرتا تھا۔ رات کو سوتے وقت اور ٹوائلٹ جاتے وقت بھی انگوٹھی اس کی انگلی میں رہا کرتی تھی۔ اس نے جواد سے کہا "میں اتنے دنوں میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ تم یہ انگوٹھی کبھی نہیں اتارو گے اور تم مجھ سے اچھی طرح سمجھ گئے ہو کہ انگوٹھی اتارتے ہی میں تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کروں گا اور تمہیں اپنا معمول بنا لوں گا۔"

جواد نے کہا "میرے پاس صرف انگوٹھی کی ہی نہیں دین اور ایمان کی بھی طاقت ہے۔ میرے بزرگ نے نصیحت کی تھی کہ میں اسے مرتے دم تک پہنا رہوں اس لیے میں ان کی نصیحت پر عمل کر رہا ہوں۔"

"تمہیں اپنے دین اور ایمان پر بھروسا ہے تو صرف ایک سیکنڈ کے لیے یہ انگوٹھی اتار دو اور اپنے ایمان کی طاقت آزماؤ۔"

"ہمارے ایمان کو اللہ تعالیٰ آزماتا ہے۔ شیطان آزمائش نہیں گمراہ کرتا ہے۔ لہٰذا تم آزمانے کی بات نہ کرو۔ جوش دلاؤ گے تو میں ہوش کھو کر اس انگوٹھی کو اپنی انگلی سے الگ نہیں کروں گا میرے بزرگ نے یقیناً کسی مجھے نصیحت کی تھی۔"

"اب میں انگوٹھی کے سلسلے میں بحث نہیں کروں گا۔ وقت کا انتظار کروں گا۔ کبھی نہ کبھی ایسا کوئی وقت ضرور ہے جب آدمی اپنے اصولوں کے خلاف اور اپنی فطرت کے خلاف وہ کام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جو وہ کبھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"درست کہتے ہو ہر انسان کی زندگی میں ایسی کوئی مجبوری پیش آتی ہے۔ تم میری کسی مجبوری کا انتظار کرتے رہو۔"

بھیما نے بے بسی سے پوچھا "کیا ہمارے درمیان کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکتا؟"

"تم کیسا سمجھوتا کرنا چاہتے ہو؟"

"ہمارے درمیان دوستی ہونی چاہیے میں چاہتا ہوں تمہارے کام آتا رہوں اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں فائدہ پہنچاتا رہوں اس طرح تم بھی میرے کام آتے رہو۔"

"میں کس طرح تمہارے کام آ سکتا ہوں؟"

"جس طرح میں تمہاری ہر بات مانتا ہوں۔ اسی طرح تم بھی میری بات مانتے رہو۔"

"تم اپنی کون سی بات منوانا چاہتے ہو؟"

"میں چالیس دنوں تک تپسیا کرنا چاہتا ہوں۔ تم میری تپسیا کے دوران میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کرو۔"

"نہیں کروں گا۔ میری طرح تمہیں بھی عبادت کرنے کا حق ہے۔ اگر تم تپسیا کے دوران میں اپنے بھگوان سے لو لگائے رکھو گے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

بھیما اپنی چالیس دن کی تپسیا کے سلسلے میں جواد سے جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ اگر جھوٹ بولتا تو تپسیا کے وقت اس کا جھوٹ کھل جاتا وہ اس سے کچھ چھپا نہیں سکتا تھا کیونکہ اسی کے اندر رہ کر اسے تپسیا کرنا تھی۔

اس نے کہا "میں جیسی بھی تپسیا کروں گا۔ وہ ہم دونوں کی بھلائی کے لیے ہوگی ہماری آتما شکتی مکمل ہوگی اور ہمارا کالا جادو پوری قوت سے کسی پر بھی اثر کرے گا۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میرے دین میں کالا جادو سیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں تمہارا یہ کالا علم نہیں سیکھوں گا۔"

"تم نہ سیکھو۔ مجھے سیکھنے دو۔"

"تم میرے اندر رہ کر اپنے جس علم میں اضافہ کرو گے۔ مجھے بھی حاصل ہوتا رہے گا۔ اس لیے میں تمہیں اپنے اندر ایک بھی کالا منتر پڑھنے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"یہ تو ظلم ہے۔ کیا تمہارے دین میں اس بات کی اجازت ہے کہ میرا حق مجھ سے چھینو۔"

"شیطانی عمل سے باز آؤ اور دوسروں کو باز رکھو اور میں تمہارے کالے جنتر منتر سے تمہیں باز رکھوں گا۔"

بھیما پریشان ہو کر سوچنے لگا آخر کس طرح جواد کو اپنی بات سے قائل کرے پھر اس نے کہا "کالا جادو تمہارے دین کے خلاف ہے مگر ٹیلی پیتھی سے تمہیں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیے تم مجھے اپنے طور پر خیال خوانی کرنے دیا کرو۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر ایک شرط ہے تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے تمام علوم سے انسانوں کو فائدہ پہنچنا چاہیے۔"

"میں دوستوں کو فائدہ پہنچاؤں گا اور دشمنوں کو نقصان اور ایسا سب ہی کرتے ہیں۔"

"بے شک اگر کوئی دشمنی سے باز نہ آئے تو اس سے محفوظ رہنے کے لیے کسی حد تک اسے سزا دی جا سکتی ہے کہ وہ آئندہ دشمنی سے توبہ کرے ویسے تمہارا دشمن کون ہے؟"

"تم اسرائیلی باشندے ہو۔ تم نے الپا کے بارے میں بہت کچھ سنا ہوگا۔ ایک عرصے سے میری اور اس کی دشمنی چل رہی ہے۔"

"میں نے کئی بار الپا کو دور سے دیکھا ہے وہ تمہاری طرح ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ میں اس کا دشمن نہیں ہوں لیکن وہ مسلمانوں کی دشمن ہے۔ میں اسے دشمنی سے باز رکھنے کے لیے کچھ نہیں کر سکتا صرف خدا سے دعا مانگتا رہتا ہوں۔"

"الپا جیسی عورت کی دشمنی سے محفوظ رہنے کے لیے صرف دعا کی نہیں دوا کی بھی ضرورت ہے تم میری ٹیلی پیتھی کو دوا اور..... ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر سکتے ہو۔"

معاشرے کے جراح مقبول ترین مصنف محی الدین نواب
کا پہلا طویل معاشرتی ناول
عنقریب منظر عام پر آ رہا ہے
آدھا چہرہ
قیمت 250 روپے ڈاک خرچ 25 روپے
رعایت 10% پیشگی طلب کریں
زعم کی کے نقیب و فراڈ آئینہ
انسانوں کے ظاہر و باطن کی مرقع
یہ کہانی ان لوگوں کے لئے ایک تازیانہ ہے جو پکیزگی کے لبادے میں اپنے اصل چہرے چھپا کر رکھتے ہیں۔ بھری اپنی داستان۔ ہم جو اپنے کریہہ جذبات پر خوب صورت چہرے کا نقاب چڑھا لیتے ہیں۔ لیکن چہرے جب خود بولنے لگتے ہیں تو خوب بولتے ہیں۔ ان کی تو کوئی نہیں روک سکتا۔ محی الدین نواب کا حساس دل جو کچھ محسوس کرتا ہے اور چشم بینا جو کچھ دیکھتی ہے وہ صفحہ قرطاس پر آدھا چہرہ کے روپ میں بکھر جاتا ہے۔
محی الدین نواب کے افسانوں کے کردار مجھے کبھی متاثر نہیں کرتے
ایک انسان کا سفر 150/- اور چہرا در چہرا 100/-
275 روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200

جواد تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا "لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی ٹیلی پیتھی کا توڑ کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک اچھا عمل ہوگا۔ الپا مسلمانوں سے اچھا سلوک کرنے پر مجبور ہوجائے گی۔"

بھیما نے خوش ہو کر کہا "شکر ہے اتنے دنوں کے بعد ہم ایک بات پر متفق ہوئے ہیں۔ میں ابھی الپا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

وہ الپا کی آواز کو اور لب ولہجے کو یاد کرنے لگا۔ ایک طویل عرصے تک اس سے رابطہ منقطع رہا تھا۔ ان دنوں الپا اپنا لب ولہجہ بدل کر بھیما سے گفتگو کیا کرتی تھی۔ بھیما نے اسی لب ولہجے کو یاد کر کے خیال خوانی کی پرواز کی تو اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکا۔ جواد نے پوچھا کیا ہوا "کیا تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کم ہوگئی ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ الپا نے اپنا لب ولہجہ بدل لیا ہے۔ اس کے بارے میں اہم معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔"

جواد نے کہا "میں یروشلم میں بہت مقبول ہوں۔ میری شہرت اسرائیلی اکابرین تک پہنچی ہوئی ہے۔ تمہیں دشواری ہوگی تو میں کسی بھی بہانے ان اکابرین سے ملاقات کرسکتا ہوں۔ بلکہ الپا سے بھی ملاقات کرسکتا ہوں پھر تم میرے ذریعے اس کی موجودہ آواز اور لہجے کو سن سکو گے۔"

"مجھے دو چار اکابرین کے لب ولہجے یاد ہیں ابھی میں ان کے ذریعے سراغ لگا رہا ہوں۔ ناکامی ہوگی تو تمہارا تعاون حاصل کروں گا۔"

اس نے ایک آرمی افسر کا تصور کیا اس کے لب ولہجے کو یاد کیا پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ الپا ایک حادثے میں بری طرح زخمی ہوگئی تھی وہ آج کل حیفہ کے ایک ملٹری اسپتال میں ہے۔ اس اسپتال میں اتنی رازداری سے زیر علاج ہے کہ دوسرے اکابرین بھی اس کے موجودہ حالات سے بے خبر ہیں۔

الپا نے صرف اس آرمی افسر کو اپنے زخمی ہونے کی اطلاع دی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے زخمی ہونے اور کمزور ہونے کی خبر پھیلے۔ اندیشہ تھا کہ دشمنوں تک بات پہنچے گی تو وہ پلک جھپکتے ہی اس کے کمزور دماغ میں پہنچ جائیں گے اور اسے اپنا محکوم بنالیں گے۔

بھیما نے آرمی افسر کے یہ خیالات پڑھتے ہی جواد سے کہا "ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ناقابلِ شکست کہلانے والی الپا کمزور ہوگئی ہے ایک اسپتال میں بے یار و مددگار پڑی ہوئی ہے۔ ایک آرمی افسر کے سوا کسی سے مدد حاصل نہیں کرسکی ہے۔ ہم آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں۔"

"ایسی بات ہے تو دیر نہ کرو۔ فوراً اس کے دماغ میں پہنچو۔"

"پہلے میں اس کے نئے لب ولہجے کو سنوں گا پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما سکوں گا۔"

بھیما نے اس آرمی افسر کے پاس پہنچ کر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے الپا کے پاس اسپتال جانے پر مجبور کیا۔ وہ افسر فوجی جیپ میں بیٹھ کر ادھر جانے لگا۔ بھیما نے کہا "الپا نے مجھے غلام بنالیا تھا۔ میری بڑی توہین کی تھی۔ اب میں اسے اپنی کنیز اور خواشتہ بنا کر رکھوں گا۔"

"ایک گناہ گار کی طرح اسے داشتہ بنانے کی بات نہ کرو اس نے تمہارے خلاف جو کیا تھا صرف اس کی سزا دو گے۔"

"جب وہ مجھے غلام بنا سکتی ہے تو کیا میں اسے داشتہ نہیں بنا سکتا۔"

"یہ نہ بھولو کہ جسم میرا ہے۔ تم ایسی حرکت کرو گے تو گویا وہ میری داشتہ بنے گی۔ میں نہیں چاہوں گا کہ تمہاری ایسی کسی حرکت سے میں گناہ گار بن جاؤں۔"

"کیا مصیبت ہے۔ ہم الپا کے معاملے میں متفق ہوئے ہیں۔ پلیز اس معاملے میں اختلاف نہ کرو۔"

"جب بھی کوئی غیر اخلاقی اور غیر انسانی بات ہوگی تو میں اس کی مخالفت کروں گا۔ اس وقت تم میری مخالفت کرو گے تو میں تمہیں بھی خیال خوانی سے روک دوں گا۔"

بھیما بڑی مجبوری سے بولا "تمہارے پاس یہ طاقت نہ ہوتی تو تمہارے اچھے بھی مجھے خیال خوانی سے روک نہ پاتے میں مجبور ہوں۔ ٹھیک ہے میں اسے داشتہ نہیں بناؤں گا۔ افسر اسپتال پہنچ رہا ہے۔ ہمیں اس پر توجہ دینا چاہیے۔"

وہ افسر اسپیشل وارڈ کے اس کمرے میں پہنچ گیا۔ جہاں الپا بیڈ پر بیٹھی پھل کھا رہی تھی اور دودھ پی رہی تھی۔ وہ جلد سے جلد جسمانی اور دماغی توانائی حاصل کرنے کے لیے دوائیں اور اچھی غذائیں استعمال کرتی رہتی تھی۔ اس افسر نے کمرے میں پہنچ کر اسے سلیوٹ کیا پھر پوچھا "میڈم آپ کیسی ہیں؟"

وہ بولی "زخم بھر رہے ہیں۔ اس حد تک توانائی حاصل ہوچکی ہے کہ میں بستر سے اٹھ کر کمرے میں چلنے پھرنے لگی ہوں۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔"

مجھے اس وقت خوشی حاصل ہوگی۔ جب میں اچھی پھرنے اور جوگنگ کرنے لگوں گی۔ جوگنگ کرنے ش کرنے سے جو دماغی توانائی حاصل ہوگی اس کے پھر مے خیال خوانی کرنے لگوں گی۔"

چا اس افسر کے ذریعے الپا کی آواز سنتے ہی بڑی ے اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ افسر سے کہہ رہی ہے رازدار بن کر مجھ سے بھرپور تعاون کرتے رہے ی توانائی حاصل کرنے کے بعد میں تمہیں مالا مال ں۔ تمہاری ہر خواہش پوری کردوں گی۔ تمہاری وجہ ے تمام دشمن اب تک مجھ سے بے خبر ہیں۔"

ی افسر نے کہا "میڈم آپ کو پارس کی طرف سے ا وہ آپ کے دماغ میں آسکتا تھا۔"

ں آسکتا تھا۔ مجھے اپنی معمولہ بنا سکتا تھا لیکن اس نہیں کیا ہے۔"

یا نے آرمی افسر کی زبان سے سوال کیا "کیا آپ کو ہ ہے کہ اس نے آپ پر تنویمی عمل نہیں کیا ہوگا؟"

ں پورا یقین ہے۔ اب سے پہلے بھی ایسا ہوچکا ہے۔ یروشلم کی تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تھی کہ مجھے ہپناٹائز نہ کیا جائے۔"

جایہ بات تسلیم کررہا تھا اگر پارس اسے ہپناٹائز کرتا تو

دماغ کو لاک کردیتا جبکہ اس کے دماغ کا دروازہ کھلا دروہ بڑی آسانی سے اس کے اندر پہنچا ہوا تھا۔

یا نے الپا کی بات سن کر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ الپا نے ہو کر کہا "مجھے اپنے اندر کسی کی ہنسی سنائی دے رہی

یا نے کہا "میری ہنسی نہیں پہچان رہی ہو۔ آواز ی ہم میں تم میں بھی ایک چاہ تھی تمہیں یاد ہو کہ نہ

یرانی سے بولی "بھیما تم! تمہیں میری اس حالت کا واہ نہیں تم بھیما نہیں ہو، تم پارس ہو۔ بھیما کی آواز پریشان کررہے ہو۔"

ہنستے ہوئے بولا "مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہپناٹائز نہیں کرتے ہیں۔ ابھی میں تم پر تنویمی عمل ے میرے بھیما ہونے کا یقین ہوجائے گا۔"

پریشان ہو کر آرمی افسر سے بولی "ایک دشمن میرے س آیا ہے۔ مجھے بچاؤ۔ ڈاکٹر کو بلاؤ وہ مجھے ہوشی کا انجکشن لگائے گا پھر میرے بے ہوش ہونے کے باعث بھیما مجھ پر تنویمی عمل نہیں کرسکے گا۔"

آرمی افسر نے کہا "میں ابھی ڈاکٹر کو بلا کر لاتا ہوں۔"

وہ پلٹ کر جانا چاہتا تھا مگر اچانک ہی چیخ مار کر فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ بھیما نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا تھا۔ جواد نے کہا "اس افسر کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ تم اسے کیوں تکلیف پہنچا رہے ہو میں آئندہ ایسا نہیں کرنے دوں گا۔"

بھیما نے کہا "پلیز سمجھنے کی کوشش کرو اگر میں اسے نہیں روکوں گا تو وہ ڈاکٹر کو بلا کر لائے گا اسے بے ہوش کیا جائے گا پھر میں اس پر تنویمی عمل نہیں کرسکوں گا۔ وہ ایسے ہی ہتھکنڈوں سے اپنے بچاؤ کی تدابیر کرتی رہے گی۔ یہ کامیابی حاصل کرنے کا سنہری موقع ہے۔ پلیز ابھی کسی بات پر اعتراض نہ کرو۔"

پھر اس نے الپا کے دماغ پر قبضہ جما کر آرمی افسر سے کہا "چلو اٹھو اپنی وردی درست کرو اور خاموشی سے ہیڈ کوارٹر چلے جاؤ۔ کسی ڈاکٹر سے کچھ نہ کہو۔"

وہ بے چارہ اٹھ کر خاموشی سے چلا گیا۔ الپا پریشان ہورہی تھی۔ اسے اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے سرہانے رکھے ہوئے موبائل فون کو دیکھا پھر سوچا فون کے ذریعے ڈاکٹر کو بلایا جائے لیکن بھیما نے اسے لیٹنے پر مجبور کردیا۔ وہ بے بسی سے بولی "مجھے یقین ہوگیا ہے کہ تم بھیما ہو اگر پارس ہوتے تو ایسا سلوک نہ کرتے۔"

"زیادہ نہ بولو آنکھیں بند کرو۔ میں تمہیں ٹیلی پیتھی کی لوری سنا رہا ہوں سوجاؤ۔"

وہ سونا نہیں چاہتی تھی۔ آنکھیں کھلی رکھنا چاہتی تھی لیکن وہ اس کے دماغ پر مسلط ہوگیا تھا۔ اس کی آنکھیں آپ ہی آپ بند ہونے لگیں وہ نہ چاہنے کے باوجود گہری نیند میں ڈوبنے لگی۔

وہ بڑے اطمینان سے بڑے یقین کے ساتھ اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ الپا اس کے زیر اثر آگئی تھی اس کی معمولہ بنتی جارہی تھی۔ بھیما نے اپنے عمل کا اختتام کرتے ہوئے کہا "آئندہ تم میری محکوم رہو گی اور میرے احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی۔ اب تم آرام سے سوجاؤ۔"

اسے سوجانا چاہیے تھا مگر اس نے آنکھیں کھول کر کہا "یہ تم اتنی دیر سے میرے دماغ میں کیا بکواس کررہے تھے؟"

بھیما نے بوکھلا کر پوچھا "کیا اتنی دیر سے تم میرے زیر اثر نہیں تھیں؟ میں نے ہپناٹائز کرنے میں کوئی غلطی کی ہے۔ کوئی بات نہیں، میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔ اب پوری توجہ سے ہپناٹائز کروں گا۔"

"کبھی تیرے باپ نے بھی کسی کو ہپناٹائز کیا ہے؟"

وہ غصے سے بولا "بکواس مت کرو۔ ابھی تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کروں گا۔ تم چیخیں مارتی ہوئی بیڈ سے نیچے گر کر تڑپتی نظر آؤ گی۔ میں حکم دیتا ہوں آنکھیں بند کرو۔"

"کیا سچ مچ آنکھیں بند کروں؟"

"ارے تو کیا میں مذاق کر رہا ہوں۔"

"میرے آنکھیں بند کرتے ہی بھاگ تو نہیں جاؤ گے۔"

اس نے آنکھیں بند کیں اس کے ساتھ ہی سانس بھی روک لی۔ بھیما کی سوچ کی لہریں اس کے اندر سے نکل گئیں۔ وہ جواد سمیت دماغی طور پر یرد شلم میں حاضر ہو گیا۔ جواد نے پوچھا "یہ کیا ہوا؟"

بھیما نے پریشانی سے کہا "کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے ابھی اس کے اندر رہ کر معلوم کیا تھا اس کے زخم بھر رہے ہیں لیکن وہ جسمانی اور دماغی طور پر اب تک کمزور ہے۔ زیادہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہے۔ خیال خوانی کرنا تو دور کی بات ہے۔ وہ چند سیکنڈ کے لیے سانس روکنے کے قابل بھی نہیں ہے۔"

جواد نے کہا "لیکن ابھی اس نے سانس روک لی تھی۔ جس کے نتیجے میں ہم اس کے دماغ سے نکل آئے ہیں۔ میرا خیال ہے تم نے اس کے خیالات پڑھنے میں غلطی کی ہے۔ وہ اتنی کمزور نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ وہ سانس روک سکتی ہے اور وہ اس کا ثبوت دے چکی ہے۔"

"میں مانتا ہوں میں نے اس کے خیالات پڑھنے میں غلطی کی ہے۔ وہ دماغی طور پر کمزور نہیں ہے۔"

"اگر وہ کمزور نہیں ہے تو تم اتنی دیر تک اس کے دماغ میں کیسے رہے اور بڑے یقین سے تنویمی عمل کرتے رہے۔ اس وقت اس نے سانس نہیں روکی تھی۔"

"وہ ہمیں الو بنا رہی تھی۔"

"ہمیں نہ کہو۔ تمہیں الو بنا رہی تھی۔ خوا مخواہ میں تمہارے ساتھ لگا رہا۔"

"ایسا تو ہو گا تم میرے ساتھ لگے رہو گے اور میں تمہارے ساتھ لگا رہوں گا۔ ہم اس طرح جڑ گئے ہیں کہ موت کے بعد ہی الگ ہو سکتے ہیں۔"

"صرف اپنی بات کرو۔ تم ٹیلی پیتھی کے معاملے میں کمزور ہو غلط خیال خوانی کرتے ہو غلط خیالات پڑھتے ہو۔"

"ایک بار غلطی ہو گئی۔ دوسری بار نہیں ہو گی۔ میں اسے دماغی طور پر کمزور بنا میں گے پھر اس کے اندر گھس کر اسے ہپناٹائز کریں گے۔"

"تم تنویمی عمل کرنا نہیں جانتے ہو۔ بڑی دیر تک کوشش کرنے کے باوجود اسے زیر اثر نہ لا سکے۔ اس سے پہلے کہ وہ کمزور بنانے سے پہلے تمہیں اچھی طرح تنویمی عمل سیکھنا چاہیے۔"

"فضول باتیں نہ کرو میں کالے جادو میں، ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کرنے میں استادوں کا استاد ہوں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ وہ ہمیں۔۔۔ نہیں ہمیں نہیں۔۔۔ مجھے الو بنا رہی تھی۔"

"مجھے پتا ہے۔ الپا بہت ہی چالاک اور بہت ذہین ہے۔ ایسی مکار عورت کو تم دماغی کمزوری میں مبتلا نہیں کر سکو گے۔"

"ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ وہ زخمی ہے۔ اسپتال میں ہے۔ ہم حیفہ جائیں گے۔ اس سے پہلے کہ اسپتال والے اس کی چھٹی ہو اور وہ کہیں روپوش ہو جائے۔ ہم اسپتال میں کسی کو آلۂ کار بنا کر اسے دماغی کمزوری کی دوا کھلا دیں گے۔"

"ہوں وہاں جانا ہی ہو گا۔ وہ تمہارے قابو میں آئے گی تو میں اس سے ملاقات کروں گا۔ مجھ سے ملاقات کرتے ہی وہ مجھ سے متاثر ہو جائے گی۔ میری کسی بات سے انکار نہیں کرے گی۔ میری مرضی کے مطابق تنویمی عمل کرنے کی بھی اجازت دے دے گی۔"

"اوہو جواد! میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تمہاری انگوٹھی آسکتی ہے۔ اگر تم اسے اپنی انگوٹھی پہنا دو گے تو وہ محکوم بن جائے گی۔"

"اسے اپنی انگوٹھی پہنانے کے لیے مجھے اپنی انگوٹھی اتارنی پڑے گی۔ یوں تمہاری زندگی کی آخری خواہش پوری ہو جائے گی۔ کیا تم اپنی طرح ہو۔"

"میری نیت پر شبہ نہ کرو۔ میں تو الپا کو شکنجے میں لینے کے لیے ایسا کہہ رہا ہوں۔"

"وہ ہمارے شکنجے میں آجائے گی۔ میں وہاں جاؤں گا اس سے مصافحہ کروں گا۔ بس اتنا ہی کافی ہو گا۔"

وہ حیفہ جانے کی تیاری کرنے لگا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اس نے کہا "آجاؤ۔"

دروازہ کھلا اس کی محبوبہ اس کی جان حیات صوفیہ اندر آکر پوچھا "تم کہاں گم رہتے ہو۔ کتنے دن گزر جاتے ہیں صورت بھی نہیں دکھاتے ہو۔ کیا مجھ سے ناراض ہو؟"

وہ اس کے قریب آکر بولا "تم میری پہلی اور آخری محبت ہو۔ میں تم سے بیزار نہیں ہو سکتا۔"

"یہ بیزاری نہیں تو اور کیا ہے۔ پہلے میرے قریب آتے ہی مجھے بازوؤں میں سمیٹ لیتے تھے۔ دل کی دھڑکنوں کو سنا کرتے تھے۔"

بھیما نے اس کے اندر کہا "وہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ تم ایک مجسمے کی طرح سیدھے کھڑے ہو۔ یار ہاتھ بڑھاؤ ہلچل پیدا کرو۔"

"ایسا مت کرو۔ حدیقہ میری محبت بھی ہے اور عزت بھی تمہارے جیسے شیطان کی موجودگی میں اسے ہاتھ لگاؤ تو کیا تم بھی ہاتھ لگاؤ گے۔"

"ایسا تو ہو گا۔ مرتے دم تک تم مجھے الگ نہیں کر سکو گے۔ حدیقہ سے تمہاری شادی میری شادی ہو گی۔ تمہاری رات میری سہاگ رات ہو گی۔"

"یہی ایک ایسا مسئلہ ہے کہ میں حدیقہ کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"کب تک نہیں لگاؤ گے؟ کیا شادی نہیں کرو گے اسے دور سے دیکھتے دیکھتے بوڑھے ہو جاؤ گے؟"

"ایسا نہیں ہو گا ابھی میں نے تمہیں اپنے اندر مجبور نہیں کر دیا ہے تم جنتر منتر جادو ٹونا کرنے کے قابل نہیں میرے اندر رہ کر کوئی غلط کام کرنے کی صلاحیت تم میں نہیں ہے۔ میں رفتہ رفتہ تمہاری تمام شیطانی عادتوں کو ختم کر دوں گا۔ اس کے بعد تمہاری آتما مصفا اور پاک ہو جائے گی۔ جس طرح آئیمان والوں کی روح پاک ہوتی ہے۔ اس طرح میں تمہاری روح کی پاکیزگی کے ساتھ حدیقہ کو اپنی محبت بناؤں گا۔"

جواد حدیقہ کے سامنے خاموش کھڑا ہوا بھیما سے سوچ میں بول رہا تھا۔ حدیقہ نے حیرانی سے پوچھا "تم چپ کیوں ہو گئے پتھر کا مجسمہ بن گئے ہو مجھے ہاتھ لگانا گوارا نہیں ہے صحیح مگر پیار کے دو بول تو بول سکتے ہو۔"

حدیقہ میں ایسے حالات سے گزر رہا ہوں جن کی تم نہیں کر سکتا۔ کچھ عرصے تک ایسا مجبور رہوں گا کہ تمہیں بھی نہیں لگا سکوں گا۔ یوں سمجھ لو کہ میں تمہارے خلاف ایک عمل میں مصروف ہوں۔ وہ عمل جب مکمل ہو گا تو میں ایک دن بھی ضائع کیے بغیر تمہیں اپنے نکاح میں لے لوں گا۔ تم شریک حیات بن کر ہمیشہ میرے ساتھ رہو گی تمام شکایتیں دور ہو جائیں گی کیا تم مجھ پر بھروسا کرو گی؟"

حدیقہ نے کہا "یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تم ہرجائی نہیں ہو اور جو ہرجائی نہیں ہوتا۔ وہ تمام عمر کسی ایک سے ہی محبت کرتا ہے۔ مجھے تم پر اندھا اعتماد ہے۔ تم میرے اور صرف میرے ہو۔"

"اس اعتماد کو قائم رکھو اور یہاں سے چلی جاؤ جب میرا عمل پورا ہو جائے گا تو میں خود تمہارے پاس آؤں گا۔"

وہ خاموشی سے سر جھکا کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کمرے سے باہر گئی اور اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ جواد اسے دل و جان سے چاہتا تھا۔ اسے دن رات اپنے قریب رکھنے کی آرزو تھی مگر بڑی مجبوری تھی۔ ان دو محبت کرنے والوں کے درمیان ایک تیسرا نامحرم موجود رہتا تھا۔ اس نامحرم کو نیک اعمال سے محرم بنانا رہ گیا تھا۔

بھیما نے کہا "میں نے تمہارے جیسا فرشتہ نہیں دیکھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مرد عورتوں کی اس حد تک عزت کرتے ہیں۔ جیسے تم حدیقہ کی عزت کر رہے ہو۔ میں اس سلسلے میں تم سے کیا کہوں جب سے تمہارے اندر آیا ہوں تم نے مجھے کسی ایک حسینہ کی طرف بھی جھکنے نہیں دیا ہے۔ مجھے غصہ آرہا ہے چلو اپنا سفری بیگ اٹھاؤ اور نکلو یہاں سے۔"

وہ اپنا سفری بیگ اٹھا کر حیفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ادھر حیفہ کے اسپتال میں الپا بستر پر کیٹی ہوئی تھی اور یہ سوچ سوچ کر حیران ہو رہی تھی کہ وہ ابھی تک جسمانی اور دماغی طور پر کمزور ہے۔ ایسی کمزوری کے باوجود اس نے سانس کیسے روک لی تھی۔ بھیما کے تنویمی عمل کو کیسے ناکام بنا دیا تھا یا بھیما کا عمل خود کسی وجہ سے ناکام ہو گیا تھا۔ یہ تمام باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھیں۔

وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کمزور ہے یا اس کی توانائیاں بحال ہو چکی ہیں۔ وہ خود کو آزمانے کے لیے بستر سے اتر کر کھڑی ہو گئی پھر آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ ادھر سے ادھر ٹہلنے لگی لیکن ایک منٹ کے اندر ہی تھک گئی۔ بستر کے سرے پر آکر بیٹھ گئی پھر ہانپتے ہوئی بولی "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں تو بہت کمزور ہوں میں نے سانس کیسے روک لی تھی؟"

وہ سر اٹھا کر خلا میں تکتی ہوئی بولی "یار سن یہ تم ہو۔ تم دشمنی بھی کر رہے ہو اور میری حفاظت بھی کر رہے ہو۔ اب تم مجھ سے کبھی محبت نہیں کرو گے لیکن نفرت بھی نہیں کر رہے ہو۔ میں دنیا کی بدترین عورت ہوں۔ تم ہر برے وقت میں میری مدد کرتے رہے ہو۔ میں تمہاری جان لینے کی کوششیں کرتی رہی۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں۔ مجھ سے بات کرو۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ تم میرے

اندر موجود ہو۔ پارس پلیز ایک بار اور آخری بار مجھے معاف کردو۔"

وہ چپ ہوگئی انتظار کرنے لگی لیکن اسے اپنے اندر پارس کی آواز سنائی نہیں دی۔ ایسا پہلے بھی ہوچکا تھا پارس خاموشی سے اس کے اندر رہ کر اس کے کام آتا رہا تھا۔ اس وقت الپا نے یہی سوچا کہ شاید وہ نفرت سے نہیں بول رہا ہے یا پھر ابھی موجود نہیں ہے۔

وہ بولی "کوئی بات نہیں۔ تم مجھ سے نہ بولو۔ مجھ سے نفرت ظاہر کرتے رہو لیکن اب مجھے پورا یقین ہوچکا ہے کہ تم مجھے کسی بھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کی معمولہ بننے نہیں دو گے۔ میں دوسروں سے برتر رہتی ہوں۔ تم مجھے کم تر نہیں ہونے دو گے۔"

وہ سوچتے سوچتے بستر پر لیٹ گئی۔ تھکی ہوئی تھی۔ لیٹتے ہی نیند آگئی۔ جواد وہاں شام تک پہنچ گیا اس نے کاؤنٹر پر آکر کہا "میاں روم نمبر ۲۰۲ میں ایک مریضہ ہے ایک حادثے میں زخمی ہوگئی تھی۔ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

کاؤنٹر گرل نے کہا "سوری کسی کو اس مریضہ سے ملنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔"

"لیکن میں ویزیٹنگ آورز میں آیا ہوں۔"

وہ انکار میں کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی جواد نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ بولتے بولتے رک گئی۔ جواد کو ایسے دیکھنے لگی جیسے اس کی شخصیت سے متاثر ہو رہی ہو۔ جواد نے کہا "پلیز تم میرے ساتھ چلو گی تو کوئی پہرے دار مجھے نہیں روکے گا۔"

"وہ بڑی لگاوٹ سے بولی "تمہارے ساتھ ضرور چلوں گی۔"

پھر اس نے پلٹ کر دوسری لڑکی سے کہا "جولی! ذرا دیر کے لیے میری سیٹ پر آجاؤ۔ میں ابھی آرہی ہوں۔"

وہ کاؤنٹر کے پیچھے سے گھوم کر اس کے پاس آگئی۔ اس کے بازو سے لگ کر بولی "کم آن میں تمہیں اس کمرے میں پہنچاؤں گی۔"

وہ اس سے ایسے لگ کر چلنے لگی۔ جیسے چلتے چلتے اس سے چپک جانا چاہتی ہو۔ بھیا نے کہا "آہا تمہارے اندر سمانے کے بعد پہلی بار بہار آئی ہے۔"

جواد نے کہا "ابھی خزاں آجائے گی۔ میں مجبوراً اس کے ساتھ چل رہا ہوں۔"

اسپتال کے جس کوریڈور میں الپا کا کمرا تھا۔ وہاں مسلح فوجی جوان پہرا دے رہے تھے۔ وہاں کسی غیر ضروری شخص کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک فوجی افسر نے کاؤنٹر گرل سے پوچھا "یہ کون ہے؟"

وہ بولی "انہیں ڈاکٹر بنجامن نے وزٹ کے لیے بلایا ہے۔"

فوجی افسر نے اسے کمرے کے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ جواد نے کاؤنٹر گرل سے کہا "تم جاؤ۔ میں ابھی کاؤنٹر پر آؤں گا۔"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ جواد دروازہ کھول کر اندر آیا۔ الپا بیڈ پر سو رہی تھی وہ دروازہ بند کرکے آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ الپا نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا کسی اجنبی کو اپنے کمرے میں دیکھ کر اسے غصہ آنا چاہیے تھا لیکن انگوٹھی اپنا اثر دکھا رہی تھی۔ اس نے متاثر ہو کر بڑے نرم لہجے میں پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے کہا "میرا نام جواد بن ستیم ہے۔ میں تم سے بہت پہلے ہی ملاقات کرنا چاہتا تھا مگر آج مجھے فرصت ملی ہے۔"

الپا نے کہا "ہاں میں نے تمہارا نام سنا ہے۔ تم یروشلم میں بہت مشہور ہو۔ لاکھوں افراد تمہارے عقیدت مند ہیں۔ کیا تم ان پر جادو کرتے ہو؟"

"کسی کا دل جیتنے کے لیے جادو کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اچھے کردار اور میٹھے بول سے دل جیتے جاتے ہیں۔"

"تم بہت اچھے ہو۔ بیٹھو باتیں کرو۔"

وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ بھیا نے اس کے اندر کہا "کیا کرتی ہو۔ اس کے پاس بیڈ پر بیٹھو وہ تم پر فدا ہو رہی ہے۔"

"بھیا! ابھی میں تمہاری زندگی میں بہار لایا تھا پھر خزاں لے آیا۔ اب الپا کے پاس بیٹھوں گا تو تمہارا بھلا نہیں ہوگا۔"

"کیوں دل توڑنے کی بات کرتے ہو۔ تم نہیں جانتے میں الپا کو اپنی لائف پارٹنر بنانا چاہتا تھا لیکن اس نے حقارت سے مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ اب اس سے انتقام لینے کا موقع مل رہا ہے۔"

"عورت سے انتقام لینا مردانگی نہیں ہے۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کوئی غلط کام کرنے نہیں دوں گا۔ تم صرف اپنے کام پر دھیان دو۔ اس کے دماغ میں جاؤ۔"

"وہ میری موجودگی سے بھڑک جائے گی۔ شاید مجھے روک لے گی۔"

"وہ تمہاری مخالفت نہیں کرے گی۔ میں اسے تمہاری طرف مائل کروں گا۔ تم جاؤ اور وقت ضائع کیے بغیر کام معمول بناؤ۔"

بھیا خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا الپا کے اندر آکر بولا "پلٹ میں پھر آگیا۔ کیا پھر سانس روک لوگی؟"

اس نے بھیا کی بات سنتے ہی سانس روکنے کی کوشش کی ناکام رہی یہ سمجھ گئی کہ پارس ابھی اس کے اندر موجود ہے۔ وہ ہوتا تو بھیا کو فوراً بھگا دیتا۔

جواد اور بھیا لازم و ملزوم تھے۔ لہٰذا بھیا کے ساتھ جواد الپا کے اندر موجود تھا۔ بھیا نے خوش ہو کر کہا "یہ سانس روکنے میں ناکام ہو رہی ہے اب میں اس پر کامیابی سے عمل کرسکتا ہوں۔"

الپا نے کہا "نہیں میں تمہیں عمل کرنے نہیں دوں گی۔ مارے زیر اثر نہیں آؤں گی۔"

بھیا نے قہقہہ لگایا پھر اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ کرلیا۔ اسی وقت پارس وہاں پہنچ گیا۔ الپا نے اچانک دماغی گرفت محسوس کی۔ اس وقت بھیا کہہ رہا تھا اب بستر پر لیٹ جاؤ اور آنکھیں بند کرلو۔"

الپا نے کہا "ارے کتے! تو بار بار بھونکنے کیوں آجاتا ہے؟"

بھیا پھر بوکھلا گیا۔ جواد نے تعجب سے کہا "ابھی تو یہ کمزور تھی پھر اسے دماغی توانائی کیسے حاصل ہو رہی ہے؟"

بھیا نے کہا "میری ٹیلی پیتھی کام نہیں آرہی ہے۔ اب یہ مجھے اسے زیر اثر لا سکتے ہو۔"

جواد کرسی سے اٹھ کر الپا کے قریب آیا۔ وہ بولی "تمہارے لاکھوں عقیدت مند ہیں اب میں سمجھ رہی ہوں کہ تم جادوگر ہو۔ مجھے سحر زدہ کر رہے ہو۔"

"میں مسلمان ہوں۔ میرے دین میں جادو سیکھنے اور کرنے کی ممانعت ہے۔ خدا گواہ ہے کہ میں جادو نہیں کر رہا ہوں۔ فلسطینی مسلمانوں کی بہتری کے لیے تمہیں اپنی خدمات پیش کر رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے جواد نے اپنا ہاتھ الپا کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اپنائیت سے اسے دیکھتی ہوئی بولی "تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں۔ تم آرام سے لیٹ جاؤ۔ آنکھیں بند کرلو اور کسی حیل و حجت کے بغیر بھیا کو اپنا ٹائر کرنے دو۔ میں تمہیں حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ بھیا کو تم سے دشمنی کا موقع نہیں دوں گا۔"

جواد اپنی شخصیت سے متاثر ہونے والوں سے کوئی بات چھپا کر رکھتا تھا پھر وہ متاثر ہونے والے اس سے بحث نہیں کرتے تھے۔ فوراً اس کی بات مان لیتے تھے۔ الپا نے بھی بحث نہیں کی۔ فوراً اس کی بات مان لی۔ بستر پر لیٹ گئی۔ بھیا عمل کرنے لگا۔

پارس حیرانی سے جواد کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس نے الپا پر کوئی عمل نہیں کیا۔ کچھ پڑھ کر اس پر نہیں پھونکا۔ اس نے جبراً اپنی بات اس سے نہیں منوائی۔ اس کے باوجود الپا خود پر تنویمی عمل کے لیے راضی ہوگئی۔

وہ الپا کے اندر رہ کر اس کے احساسات کو سمجھ رہا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ الپا اس کی شخصیت سے متاثر ہو رہی ہے۔ صرف وہی نہیں یروشلم کے لاکھوں افراد اس سے متاثر ہیں اور اس کے عقیدت مند ہیں۔

بھیا تنویمی عمل کرنے میں مصروف تھا۔ ایسے وقت اس کا دماغ پارس کے اختیار میں تھا۔ وہ پارس کی مرضی کے مطابق بھیا کو یہ تاثر دے رہی تھی کہ وہ اس کے عمل کے زیر اثر آرہی ہے اور اس کی معمولہ بن رہی ہے۔

بھیا نے اپنے عمل کے اختتام پر اسے حکم دیا کہ وہ اپنی تنویمی نیند پوری کرلے اور دو گھنٹے تک آرام سے سوتی رہے۔ یہ حکم دے کر وہ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ جواد نے کہا "اب ہمارا یہاں رہنا ضروری نہیں ہے۔ ہم دو گھنٹے حیفہ میں گزاریں گے۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوجائے گی تو تم اس کے دماغ میں جاکر اپنے تنویمی عمل کے کامیاب ہونے کا یقین کرو گے ایسا نہ ہو کہ پہلے کی طرح تم پھر ناکام رہو۔"

وہ دو گھنٹے کے بعد الپا کے دماغ میں آنے والا تھا۔ ادھر پارس اس کے اندر موجود تھا لیکن اپنی موجودگی ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ اس وقت بھی اس نے الپا کو مخاطب نہیں کیا بلکہ اس کی سوچ میں کہا "یہ مجھے کیا ہوا ہے؟ میں جواد بن ستیم سے متاثر کیوں ہو رہی ہوں؟"

الپا نے جواباً سوچا "میں خود حیران ہوں۔ پتا نہیں جواد میں کیا بات ہے۔ اس میں نامعلوم سی کشش ہے۔ اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر جو بات کہی میں نے اسے مان لیا۔ میں حیران ہوں کہ سحر زدہ کیسے ہوگئی۔"

ابھی یہ بات نہ الپا سمجھ سکتی تھی اور نہ پارس کو معلوم ہوسکتی تھی کہ اس کی انگلی میں ایک انگوٹھی ہے۔ وہ انگوٹھی جسے چھو لیتی ہے اسے جواد کا مطیع اور فرماں بردار بنا دیتی ہے۔

الپا یہ باتیں سوچتے سوچتے چونک گئی پھر بولی پارس "ابھی تم میرے اندر رہو۔ بھیا مجھے پیتا ٹائز کر رہا تھا۔ اگر ابھی تم نہ ہوتے تو میں اس کی معمولہ اور تابع بن چکی ہوتی۔ تم نے ایک بار صبح بھی مجھے اس کے تنویمی عمل سے بچایا تھا۔ بولو پارس بولو کب تک مجھ سے ناراض رہو گے۔"

وہ خاموش ہو کر اس کے جواب کا انتظار کرنے لگی لیکن وہ ایسے خاموش رہا جیسے واقعی موجود نہ ہو۔ اس کی مسلسل

خاموشی سے کوئی بھی یقین کرسکتا تھا کہ وہ موجود نہیں ہے لیکن الپا کبھی یقین نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے دل کی گہرائیوں سے کہا "اتنی بڑی دنیا میں صرف تم ہو جو ہزار دشمنی کے باوجود مجھے ہزاروں بار آفات سے بچاتے رہو گے یہ میرا یقین ہی نہیں میرا ایمان ہے۔"

اسے جواب نہیں مل رہا تھا مگر وہ کہہ رہی تھی "اب میں مرتے دم تک تمہاری دشمنی سے بھرپور محبت اور فخر کرتی رہوں گی۔ کسی بھی مصیبت میں اپنے خدا سے پہلے تمہیں پکارتی رہوں گی۔"

وہ بول رہی تھی اور پارس، جواد کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ جواد نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر الپا سے کہا تھا کہ بھیا کے تنویمی عمل سے الپا کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ فلسطینی مسلمانوں کی بہتری کے لیے اسے معمولہ بنا رہا ہے۔

یہی بات پارس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ جواد ایک سچا اور دین دار شخص ہے۔ اس کے برعکس بھیا انتہائی گھٹیا خود غرض اور مکار ہے پھر یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھی کیسے بن گئے ہیں؟

پارس ابھی ان دونوں کا گٹھ جوڑ نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس نے سوچا فرصت ملتے ہی جواد کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرے گا۔ اس نے اپنے ایک سراغ رساں کو مخاطب کرکے کہا "ڈیڑھ گھنٹے بعد الپا کے دماغ میں آؤ پھر اس کے اندر وقفے وقفے سے آتے جاتے رہو۔ اسپتال میں کوئی بھی اس کے قریب آئے یا اس کے دماغ میں آئے تو فوراً مجھے اطلاع دو میں ابھی دوسری جگہ مصروف ہوں۔"

وہ بابا صاحب کے ادارے کے اس سراغ رساں کو یہ ذمے داری سونپ کر الپا کے دماغ سے چلا گیا۔

○☆○

نارنگ کا ڈر ہو چکا ہے وہ اپنی آتما شکتی کے ذریعے جیمس ہارورڈ کا جسم حاصل کرچکا تھا۔ جیمس ہارورڈ ایک سائنس دان تھا۔ اس نے ایک ایسا آلۂ سماعت ایجاد کیا تھا جس کے ذریعے وہ اپنے کسی مطلوبہ شخص کی گفتگو ہزاروں میل دور سے بھی سن سکتا تھا۔ جیسے ایک ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہونے والی آواز دنیا کے آخری سرے تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح جیمس ہارورڈ اپنے آلۂ سماعت کے ذریعے دنیا کے آخری سرے سے بھی اپنی مطلوبہ آواز سن لیتا تھا۔

اس نے اس آلۂ سماعت کو آپریشن کے ذریعے اپنے ایک کان سے منسلک کرایا تھا۔ نارنگ کو اس کے جسم کے ساتھ وہ غیر معمولی آلۂ سماعت بھی مل گیا تھا جو آپریشن کے بغیر جیمس ہارورڈ کے کان سے الگ نہیں ہوسکتا تھا۔

یوں دیکھا جائے تو نارنگ نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی ایک تو پہلے ہی ٹیلی پیتھی کی غیر معمولی صلاحیت تھی دوسرا یہ کہ غیر معمولی سماعت بھی مل گئی تھی اس کے دشمن دنیا کے کسی بھی حصے میں ہوتے تو وہ ان کی باتوں سے اور سازشوں سے آگاہ ہوسکتا تھا لیکن جیسا کہ دیکھا گیا تھا۔ نارنگ بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد ٹھوکریں کھاتا رہتا تھا۔ اس بار بھی اس نے زبردست ٹھوکر کھائی۔

وہ شیوانی کی نظروں میں آگیا۔ شیوانی نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رسانوں کے ذریعے نارنگ تک رسائی حاصل کی اپنے ایک ہپناٹائز کرنے والے کے ذریعے اسے اپنا معمول اور محکوم بنالیا۔

شیوانی چین جانے اور وہاں ٹرانس فارمر مشین کی تیاریوں میں رکاوٹیں پیدا کرنے اور مشین کا نقشہ حاصل کرنے کے لیے ایک مضبوط ٹیم بنا کر لندن سے روانہ ہوئی تھی۔ اس ٹیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والے جے کانوا اور بے فلو بھی تھے جو اسے دغا دے گئے تھے۔ وہ بانگ کانگ پہنچ کر غائب ہوگئی تھی لیکن وہ ضدی تھی جس بات کا ارادہ کرلیتی تھی۔ اسے پورا کرکے ہی رہتی تھی۔

حوصلے مضبوط ہوں تو قسمت ساتھ دیتی ہے۔ خوش قسمتی سے نارنگ اس کی گرفت میں آگیا پھر پورس ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے اس کے سامنے آیا۔ اس کی اور شیوانی کی ملاقات ہوئی تو یہ ملاقات باہمی دلچسپی میں بدل گئی۔ شیوانی نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کو گھاس نہیں ڈالی لیکن پورس سے متاثر ہوگئی۔

ویسے وہ اندھی محبت کی قائل نہیں تھی۔ جذبات میں بہہ کر کسی مرد کے فریب میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ نارنگ کی طرح پورس کو بھی ہپناٹائز کرائے گی، اسے اپنا معمول اور محکوم بنائے گی۔ نارنگ تو صرف ایک غلام بنا رہے گا لیکن پورس کو اپنا لائف پارٹنر بنائے گی۔

جب اس نے پورس پر تنویمی عمل کرایا تو وہ راضی خوشی اس کا معمول اور تابع بن گیا۔ شیوانی اب تک اپنے تمام شکاروں کو اسی طرح اپنے قابو میں کرتی رہی تھی۔ اس خوش فہمی میں مبتلا ہوگئی کہ پورس بھی اس کا تابع بنا میرے اور میرے کسی کے زیر اثر آتا اور کسی کا تابع بنتا میرے روحانی تنویمی بچوں کے مزاج کے خلاف تھا۔ ہم سب پر ایسا روحانی عمل کیا گیا تھا جس کے بعد دنیا کا کوئی بھی عامل ہمارے ذہنوں پر اثر انداز نہیں ہوسکتا تھا۔

اسکاٹ لینڈ یارڈ میں کئی ہپناٹائز کرنے والے عامل تھے مجرموں کو ہپناٹائز کرتے تھے۔ وہ ان عاملوں کے ذریعے اپنے جرائم کا اقبال کرتے تھے۔ اس عامل نے شیوانی سے کہا "میں نے اس پر مکمل تنویمی عمل کیا ہے۔ اب یہ تین گھنٹے تک اس کے اثر سے سوتا رہے گا پھر بیدار ہونے کے بعد تمہارا تابع بن جائے گا۔"

شیوانی نے اس عامل کو وہاں سے رخصت کردیا جس ہوٹل میں اس کا قیام تھا، اسی کے ایک کمرے میں پورس پر بھی عمل کرایا گیا تھا۔ اس نے عامل کے جانے کے بعد دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ بیڈ کے قریب آکر پورس کو دیکھنے لگی۔ وہ خوب رو اور قد آور تھا۔ صحت اور جسامت کے لحاظ سے باڈی بلڈر تھا۔ وہ تو پہلی ملاقات میں ہی اس کی اسیر ہوگئی تھی۔

شیوانی ان عورتوں میں سے تھی جو جذبات کو ہوا نہیں دیتیں۔ ایک بھرپور عملی زندگی گزارتی ہیں۔ کبھی کسی کو اپنا آئیڈیل نہیں بناتیں، یہ فیصلہ کرلیتی ہیں کہ تمام عمر تنہا زندگی گزاریں گی۔ شیوانی کا مزاج کچھ ایسا ہی تھا۔ وہ کسی کو خود سے برتر تسلیم نہیں کرتی تھی۔ کبھی کسی مرد سے متاثر نہیں ہوتی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ کبھی شادی نہیں کرے گی۔ شادی کرنے سے مرد خود کو برتر سمجھتا ہے۔ پہلے تو جسم و جان کا مالک بنتا ہے پھر تمام ذاتی معاملات میں مداخلت کرتا رہتا ہے اور وہ اپنے معاملات میں کبھی کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتی تھی۔

لیکن کوئی فطرت کے خلاف زندگی نہیں گزارتا۔ اپنی اصول پسندی اور انکار کے باوجود زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر مرد کو عورت کی اور عورت کو مرد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ فطری تقاضوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

شیوانی کی زندگی کے اس موڑ پر پورس نے اسے متاثر کیا تھا۔ پہلی نظر میں دل جیت لینے والا کیا ہوتا ہے؟ اس میں کیا خوبیاں ہوتی ہیں؟ وہ کیوں دل و دماغ پر چھا رہا ہے؟ یہ نظر میں متاثر ہونے والی بھی نہیں جانتی۔ شیوانی کے ساتھ بھی پہلی نظر میں یہی ہوا تھا۔ وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر اس کی طرف بڑھتی چلی گئی تھی۔

پہلی ملاقات میں پورس نے اپنی باتوں سے "اپنی زندہ دلی سے اسے یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ وہ اس کے صرف موجودہ لمحوں کے لیے ہی نہیں، تمام عمر کے لیے لازمی ہوگیا ہے۔ وہ اس کی ایسی ضرورت ہے جس سے وہ اب انکار نہیں کرسکے گی۔

مختصر سی ملاقات میں دل بری طرح اس کے لیے مچلنے لگا۔ اسی لمحے وقت اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ وہ اپنے اصول کے خلاف اسے اپنی زندگی میں آنے دے گی لیکن اسے حاکم بننے نہیں دے گی۔ اس کی محکوم نہیں بنے گی۔ یوں بھی وہ نارنگ کی طرح پورس کو بھی ہپناٹائز کرانا چاہتی تھی تاکہ موجودہ مشن میں وہ اس کا تابع بن کر رہے۔ اس نے تمام عمر کے لیے اسے اپنا تابع بنائے رکھنے کا فیصلہ کیا تھا اور اس فیصلے پر عمل کرچکی تھی۔ اس کا معمول اور تابع بن کر اس کے بستر پر گہری نیند سو رہا تھا۔ وہ تھکی ہوئی تھی۔ اس کے پاس آکر آرام سے لیٹ گئی۔

وہ تین گھنٹے بعد بیدار ہونے والا تھا۔ ابھی اسے جگانا مناسب نہیں تھا۔ ایسے میں نہ اسے مخاطب کرسکتی تھی۔ نہ حال دل بیان کرسکتی تھی۔ وہ آئندہ اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے سلسلے میں بہت دور تک سوچ رہی تھی۔ اسے چھو رہی تھی، اس کے چہرے پر انگلیاں پھیر رہی تھی اور آپ ہی آپ مسکرا رہی تھی۔ اس نے پورس جیسے جواں مرد کو صرف اپنے مشن کے لیے ہی نہیں اپنی ضروریات اور اپنے جذبات کے لیے بھی نیت کیا تھا۔

اس نے ایک نائٹ کلب میں پورس کے ساتھ بیٹھ کر شراب پی تھی۔ اس شراب میں زہر کے چند قطرے ملائے تھے۔ پورس کو یہ دکھایا تھا کہ وہ کتنی زہریلی ہے۔ جب وہ اس کے ساتھ رنگین و سنگین لمحات گزارے گی تو اس کا زہر پورس کو اس طرح مدہوش کرے گا اور متاثر کرے گا کہ وہ آئندہ اس کی زہریلی صحبت کا عادی ہوجائے گا۔ اس کا زہریلا پن پورس کو نشے کا اس طرح عادی بنائے گا کہ پھر وہ شیوانی کے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ اسے کبھی چھوڑ کر نہیں جائے گا۔

ایک تو شیوانی نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے تابع بنایا تھا پھر یہ یقین تھا کہ اس کی زہریلی محبت اسے غلام بنائے رکھے گی۔ یہ شیوانی کا مزاج تھا جو بھی اس کے لیے ضروری ہوتا تھا، وہ اسے اپنی آنکھوں کی حرارت سے اور اپنے زہریلے پن سے جکڑ لیتی تھی لیکن پورس کو پہلی بار ایک لائف پارٹنر کی حیثیت سے جکڑ رہی تھی۔

رات گزرتی جارہی تھی۔ اس کے بیڈ پر پورس تھا پھر بھی وہ تنہا تھی۔ اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ پہلی بار اسے راتوں میں جگانے والا آیا تھا مگر خود سو رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے اہم معاملات کو بھول کر جذبات میں بہہ رہی ہے۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیا۔ رابطہ ہونے پر دوسری طرف سے نارنگ کی آواز سنائی دی "ہیلو! کون ہے؟ رات کے دو بج رہے ہیں، یہ بھی کوئی فون کرنے کا وقت ہے۔ دوسروں کی نیند خراب کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔"

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن بولتے بولتے رک گیا۔

اپنی پیشانی پر حرارت محسوس کرنے لگا۔ یہ سمجھ گیا کہ کہیں دور سے شیوانی کی آنکھیں اس کی پیشانی کو گھور رہی ہیں۔ وہ غصہ بھول کر ٹھنڈا پڑ گیا پھر بڑی نرمی سے بولا "سوری میڈم! آپ ہیں؟ میں سمجھا تھا کوئی اتنی رات کو۔۔۔"

شیوانی نے بات کاٹ کر کہا "کچھ سمجھے بغیر فون پر بولا نہ کرو۔ فوراً اٹھو لباس تبدیل کرو اور سی ویو ہوٹل کی ویزیٹرز لابی میں چلے آؤ۔ میں وہاں انتظار کر رہی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بیڈ سے اتر کر اٹیچی سے ایک لباس نکال کر اسے پہننے لگی۔ کسی کی موجودگی میں وہ لباس تبدیل نہیں کرتی تھی اور کرنا بھی نہیں چاہیے تھا لیکن اسے یقین تھا کہ وہ گہری نیند میں ہے۔ اسے خواب میں دیکھ رہا ہوگا جب کہ وہ روبرو لباس تبدیل کر رہی ہے۔ ادھر وہ مکار جاگ رہا تھا۔ نہ اس نے عامل کے تنویمی عمل کا اثر لیا تھا اور نہ ہی گہری نیند سو رہا تھا صرف آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا۔ کبھی کبھی چوری سے آنکھیں کھول کر دیکھتا تھا۔ ایک بار اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو قیامت کا منظر دکھائی دیا۔ اس نے فوراً ہی آنکھیں بند کر لیں۔

آنکھیں بند کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ قیامت کا نظارہ ایک بار نظر میں آجائے تو آنکھ بند کرنے کے باوجود تصور میں ہلچل مچاتا رہتا ہے۔ وہ آنکھیں بند کرنے کے باوجود بھی اسے دیکھتا رہا اور سحرزدہ ہوتا رہا۔

شیوانی لباس بتدیل کر کے اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی پورس نے آنکھیں کھول دیں۔ شیوانی نے فون پر کسی سے کہا تھا کہ وہ سی ویو ہوٹل میں چلا آئے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس نے نارنگ کو فون کیا تھا یا اپنے کسی سراغ رساں کو؟ ویسے وہ جس سے بھی ملنے گئی تھی' اس کی کوئی اہمیت ہوگی اسی لیے رات کے دو بجے گئی تھی۔

اس نے بھی بستر سے اٹھ کر لباس تبدیل کیا' جوتے پہنے پھر اس کمرے سے نکل آیا۔ شیوانی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات نہیں پڑھے جا سکتے تھے۔ اگر وہ پڑھ سکتا تو ہوٹل کے کمرے میں بیٹھ کر معلوم کرتا رہتا کہ وہ اتنی رات کو کس سے ملاقات کر رہی ہے اور موجودہ مشن کے سلسلے میں کیا کر رہی ہے؟

سی ویو ہوٹل آدھے گھنٹے کی ڈرائیو پر تھا۔ پورس نے وہاں پہنچنے تک ڈرائیونگ کرنے کے دوران میں ریڈی میڈ میک اَپ کیا۔ چہرے کو کسی حد تک تبدیل کیا۔ کار کے عقب نما آئینے میں خود کو دیکھ کر یقین کیا کہ شیوانی اسے نہیں پہچان سکے گی پھر وہ مطمئن ہو کر سی ویو ہوٹل پہنچ گیا۔

دور ہی سے شیوانی ویزیٹرز لابی میں دکھائی دی۔ وہ ایک انگریز کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ پورس کو یہ معلوم تھا کہ جیمس ہارورڈ ایک بار مر چکا تھا پھر اسے دوسری زندگی ملی تھی کیونکہ نارنگ کی آتما اس میں سما گئی تھی۔ اس وقت شیوانی کے ساتھ جیمس ہارورڈ بیٹھا ہوا تھا۔ یعنی وہاں نارنگ موجود تھا۔

پورس' جیمس ہارورڈ کی تصویر اخبارات میں دیکھ چکا تھا۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ شیوانی اس وقت نارنگ سے باتیں کر رہی ہے۔ وہ ان کے قریب ایک میز پر بیٹھ گیا۔ اپنے لیے کافی کا آرڈر دے کر ان کی طرف کان لگا دیے۔ ان کی دھیمی دھیمی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ان کی باتیں کبھی واضح طور پر سنائی دیتی تھیں۔ کبھی وہ بہت سرگوشی میں بولنے لگتے تھے۔ ویسے وہ ان کی باتیں کسی حد تک سن رہا تھا۔

شیوانی نے نارنگ سے کہا "میں یہاں آتے ہی بہت مصروف ہو گئی ہوں۔ تمہارے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل نہ کر سکی۔ اب تم بتاؤ کہ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور اب تک ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کیا کرتے رہے؟"

نارنگ اسے اپنی ہسٹری سنانے لگا۔ پورس اس کے ماضی کی تمام باتیں جانتا تھا۔ اسے زیادہ توجہ سے سننے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ شیوانی کو دیکھ رہا تھا۔ شیوانی کے چہرے سے حیرانی ظاہر ہو رہی تھی۔

وہ اس لیے حیران تھی کہ نارنگ کالے جادو کے واقعات سنا رہا تھا۔ وہ کالے جادو کے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی لیکن آتما شکتی کے ذریعے ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں سما جانے والی بات انوکھی اور ناقابلِ یقین تھی۔ اس نے کہا "مجھے سن کر بھی یقین نہیں آ رہا جب کہ میں تمہیں اپنے روبرو دیکھ رہی ہوں۔ جیمس ہارورڈ مر چکا ہے مگر اس وقت میرے سامنے زندہ بیٹھا ہوا ہے۔"

شیوانی کی غیر معمولی صلاحیت جس کی پیشانی کو تمارتی تھی۔ وہ بے اختیار سچ بولنے لگتا تھا۔ جیمس ہارورڈ نے بھی ایک نئی زندگی پا کر شیوانی کی آنکھوں کے زیرِ اثر آنے کے بعد سچ کہا تھا کہ اب وہ جیمس ہارورڈ نہیں رہا۔ اب حقیقتاً آتما شکتی جاننے والا نارنگ بن گیا ہے۔ شیوانی نے یہ تمام حقائق اپنی صلاحیتوں سے معلوم کیے تھے۔

وہ بولی "میں جانتی ہوں تم میری آنکھوں کے زیرِ اثر آ چکے ہو اور میرے معمول بن کر سچ بول رہے ہو۔ تم نے اپنے آپ کو آتما شکتی رکھنے والے بھیما کا ذکر کیا ہے۔ وہ بھی میرے بس کا بندہ ہے۔ میں اسے بھی اپنا ماتحت بنانا چاہتی ہوں۔ تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو؟"

نارنگ نے بتایا کہ میں کہہ چکا ہوں' وہ میرا بدترین دشمن ہے۔ میں یہی کوشش رہتی ہے کہ میں کسی بھی طرح اسے اپنے قبضے میں لے آؤں۔"

"وہ تمہاری ٹکر کا آدمی ہے۔ وہ بھی تمہیں اپنے شکنجے میں لانے کی کوششیں کرتا ہوگا۔"

"ہاں ہم دونوں کے درمیان ایک عرصے سے یہ جنگ جاری ہے۔ ہم ایک دوسرے سے چھپتے رہتے ہیں اور جب موقع ملتا ہے۔ ایک دوسرے پر وار ضرور کرتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے اب بھیما تم سے چھپ نہیں سکے گا۔ وہ بالکے جس کونے میں بھی ہو' تم اس کی آواز سن کر اس کا پتا لگانا معلوم کر سکتے ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ تم ابھی اس کا سراغ لگاؤ۔"

"میں خود یہی چاہتا ہوں اب تک کئی بار کوشش کر چکا ہوں لیکن اس کا سراغ نہیں مل رہا۔"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا تمہارے سننے کی غیر معمولی صلاحیت ختم ہو رہی ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میرے کان سے جو حیرت انگیز سماعت منسلک ہے۔ اس کے ذریعے میں کئی بار ہزاروں سیاروں کی مطلوبہ آوازیں سن چکا ہوں لیکن بھیما کا معاملہ کچھ اور ہے۔"

"وہ معاملہ کیا ہے؟"

"اس نے آتما شکتی کے ذریعے کوئی دوسرا جسم حاصل کیا ہے اور جس شخص کے اندر گیا ہے۔ اس کی آواز اور لہجے میں بول رہا ہے۔ جب تک وہ اپنی مخصوص آواز میں نہیں بولے گا۔ میں اس کی گفتگو نہیں سن سکوں گا اور نہ اس کے بارے میں کچھ معلوم کر سکوں گا۔"

"وہ نیا جسم حاصل کر چکا ہے۔ نیا لب ولہجہ اختیار کر چکا ہے۔ اس کا مطلب ہے۔ اب وہ اپنے لب ولہجے میں نہیں بولے گا؟"

"بولے گا۔ ہم کسی بھی نئے جسم میں داخل ہو کر اس کی زبان سے بولتے ہیں لیکن کبھی کبھی اس نئے جسم والے کو اپنی زبان سے مخاطب کرتے ہیں۔ میں جیمس ہارورڈ کے جسم میں آ گیا ہوں۔ جیمس ہارورڈ کا اپنا ذہن ہے۔ زندگی گزارنے کا اپنا طریقہ کار ہے۔ جب میں اپنے طریقہ کار کے مطابق اس کے ذہن سے کوئی بھی کام کراتا ہوں تو اس سے اپنے لب ولہجے میں بولتا ہوں۔"

"میں سمجھ گئی۔ بھیما جس کے بھی جسم میں ہوگا۔ اس کے لب ولہجے میں بولنے کے علاوہ کبھی کبھی اپنے لہجے میں بھی تمہیں حکم دیتا ہوں' دن رات بھیما کی آواز سننے پر توجہ دیتے رہو۔ کبھی نہ کبھی تو وہ اپنی آواز میں بولے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی کروں گا۔"

"کروں گا نہیں۔ ابھی کرو۔ یہاں ابھی رات ہے۔ دنیا کے کئی ممالک میں دن ہوگا۔ وہ جاگ رہا ہوگا۔ کسی سے بول رہا ہوگا۔"

"آل رائٹ میڈم! میں ابھی ایک آدھ منٹ تک خاموش رہ کر اس کا سراغ لگا رہا ہوں۔"

نارنگ نے میز پر دونوں ہاتھ رکھے پھر اپنے سر کو جھکا لیا۔ شیوانی بڑے تجسس سے اسے دیکھنے لگی۔ یہ بات اس کے لیے بڑی خوش کن تھی کہ نارنگ کے ذریعے اپنے مطلوبہ اور اہم لوگوں تک پہنچ سکے گی۔ وہ ہزار پردوں میں چھپے رہیں گے' وہ ان کا سراغ لگاتی رہے گی اور بڑی ذہانت سے منصوبے بنا کر انہیں ٹریپ کر سکے گی۔

نارنگ نے خاموشی سے سر جھکا کر اپنی تمام توجہ بھیما کی آواز اور لہجے پر مرکوز کر دی۔ جیسے ٹیلی فون کے ذریعے اپنے مطلوبہ شخص سے گفتگو کرنے کے لیے اس کے مخصوص نمبر ڈائل کیے جاتے ہیں' اسی طرح وہ بھیما کی مخصوص آواز کو بار بار گرفت میں لے رہا تھا پھر اچانک ہی اس کی آواز سنائی دی۔ اس نے خوش ہو کر سر اٹھا کر شیوانی کو دیکھا پھر کہا "میں اس کی آواز کیچ کر رہا ہوں۔ آپ ابھی مجھے مخاطب نہیں کریں گی۔"

اس نے پھر سر جھکا لیا پھر وہی آواز سننے لگا "بھیما بڑی پریشانی سے کہہ رہا تھا۔ میں کہاں آ کر پھنس گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ تمہارے اس جسم سے کیسے نکل پاؤں گا؟"

نارنگ نے بھیما کے جواب میں ایک اجنبی کی آواز سنی۔ وہ جواد کی آواز تھی اور جواد' نارنگ کے لیے اجنبی تھا۔ اس نے بھیما سے کہا۔

"تم سمجھتے ہو کہ میرے جسم میں آ کر قیدی بن گئے ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ خدا نے تمہیں راہِ راست پر لانے کے لیے میرے اندر پہنچایا ہے۔"

بھیما نے کہا "میں اپنے راستے پر چلتا رہا ہوں اور اپنے ہی راستے پر چلتا رہوں گا۔ تم مسلمان ہو۔ عبادت گزار ہو۔ میرا تم سے نباہ نہیں ہو سکے گا۔"

"جب میرے پاس آ گئے ہو۔ تو نباہ کرنا ہی ہوگا۔ نہیں کرنا چاہو گے تو اسی طرح میرے جسم کے پنجرے میں بے بسی سے پھڑپھڑاتے رہو گے۔"

"وہ جھنجلا کر بولا "پتا نہیں تم نے یہ کیسی انگوٹھی پہنی ہے۔ اس انگوٹھی کی موجودگی میں میرا کالا جادو کام نہیں آ رہا ہے۔ میری آتما شکتی ناکام ہو رہی ہے۔"

میں نے انگوٹھی کے ذریعے اور اپنے دین و ایمان سے تمہیں بے بس بنا دیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم کالے جادو کے ذریعے مجھے بے بس کر دیتے۔ جس کے پاس زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ وہی کامیاب اور برتر ہوتا ہے۔"

نارنگ نے سر اٹھا کر شیوانی کو دیکھا پھر کہا "میڈم! وہ بھیما ایک مسلمان کے جسم میں سمایا ہوا ہے۔ اس کا نام جواد ہے۔ اس جواد کے پاس ایک غیر معمولی انگوٹھی ہے۔ جس کی وجہ سے بھیما کا کالا جادو ناکام ہو رہا ہے۔ بھیما اس کے جسم سے رہائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس جسم کی قید سے نکل کر کسی دوسرے جسم میں جانا چاہتا ہے لیکن ایسا لگتا ہے جیسے اس مسلمان کے جسم سے اسے کبھی رہائی حاصل نہیں ہوگی۔"

شیوانی نے کہا "بھیما میرے لیے بہت اہم ہے اور اس وقت بری طرح کسی کے شکنجے میں ہے۔ ہم اسے شکنجے سے نکال کر اپنا تابع کر سکتے ہیں۔"

"ہاں ہم اس پر یہ احسان کر سکتے ہیں لیکن اسے نجات دلاتے وقت ہم سے ذرا بھی بھول چک ہو گئی تو بھیما ہماری گرفت میں بھی نہیں رہے گا۔ وہ بہت ہی خود غرض اور مکار ہے۔ کسی کا ماتحت بن کر رہنا تو دور کی بات ہے۔ وہ کسی کا دوست بھی نہیں بنتا ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ایسی چال چلوں گی کہ اس کی مکاری دھری کی دھری رہ جائے گی۔ تم اسے نجات دلانے کے سلسلے میں اپنا طریقہ کار بتاؤ پھر میں فیصلہ کروں گی کہ تمہارا طریقہ کار مناسب ہے یا نہیں۔"

"میں کالا جادو جانتا ہوں۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور اب ہزاروں میل دور سے سننے والی غیر معمولی صلاحیت بھی ہے۔ ان تمام صلاحیتوں سے کام لوں گا۔"

"پہلے اپنے دشمن کی صلاحیتوں کے بارے میں سوچو۔ بھیما کی خاطر اس مسلمان سے نمٹنا ہوگا۔ اس کے پاس ایک ایسی غیر معمولی انگوٹھی ہے کہ بھیما کا کالا جادو اور اس کی ٹیلی پیتھی ناکام ہو رہی ہے۔"

"ہاں' جس سے نمٹنا ہے۔ وہ کمزور نہیں ہے۔ انگوٹھی کے حوالے سے اس کی ایک طاقت کا علم ہوا ہے۔ پتا نہیں وہ اور کیسی قوتوں کا مالک ہوگا۔"

"فی الحال دوست بن کر اس سے رابطہ کرو اور اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی اس سے رابطہ کرتا ہوں۔"

اس نے سر جھکا کر جواد کی آواز اور لہجے کو اپنی گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا۔ جواد کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بے چین سا ہو گیا۔ نارنگ نے کہا "ہیلو مسٹر جواد! میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔ تم سے کچھ باتیں کرنے آیا ہوں۔"

جواد نے پوچھا "پہلے تو یہ بتاؤ۔ تم کون ہو؟ اپنا مکمل تعارف کراؤ پھر یہ بتاؤ کہ مجھے کیسے جانتے ہو؟"

بھیما خاموشی سے نارنگ کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ جس ہارورڈ کے لب و لہجے میں بول رہا تھا اس لیے اسے نارنگ کی حیثیت سے نہ پہچان سکا۔ نارنگ اپنا اصل نام اور کام بتانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے کوئی فرضی نام بتایا تھا۔ اس کے ذہن میں بے اختیار پورس کا نام آیا۔ اس نے کہا "میرا نام پورس ہے۔ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔"

وہ خود کو پورس کہہ رہا تھا اور پورس اس کے قریب ہی ایک میز پر موجود تھا۔ اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے اپنا کا نام سنا تو فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج کے پاس پہنچ کر بولا "مجھے فوراً بھیما کی آواز کا ٹیپ سناؤ۔"

ایک منٹ کے اندر ہی اسے بھیما کی آواز سنائی گئی۔ وہ آواز سنتے ہی بھیما کے دماغ میں پہنچ گیا۔ بھیما کی آتما جواد کے جسم سے اور دماغ سے منسلک تھی لہٰذا وہ جواد کے دماغ میں پہنچا۔ جواد اور بھیما نے پورس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا کیونکہ وہاں نارنگ پہلے سے موجود تھا اور ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی میں دوسرے کو محسوس نہیں کیا جا سکتا تھا۔

پورس ان کے درمیان پہنچ کر خاموش رہا۔ ان کی باتیں سنتا رہا اور جواد کے خیالات پڑھ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا۔

اسے پتا چلا کہ اس کا پورا نام جواد بن مستقیم ہے۔ وہ اسرائیل کا عرب باشندہ ہے۔ یروشلم میں رہتا ہے۔ اس کے بارے میں وہ سب کچھ معلوم ہو گیا جس کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔ اس نے فوراً ہی پارس کے پاس پہنچ کر کہا "جواد اسرائیل میں ہو اور بھیما یروشلم کے ایک مسلمان جواد کے جسم میں سمایا ہوا ہے۔"

پارس نے کہا "مجھے معلوم ہے۔ بھیما نے الیاکی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی میری وجہ سے ناکام ہو گیا پھر جواد نہ جانے کیوں ایسے اسپتال آ کر ملنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے بھی ملنے کا موقع نہیں دیا۔"

"تم جواد کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ کیا وہ بھیما کے اشارے پر چل رہا ہے؟"

"میں نے جواد کے متعلق سنا ہے کہ وہ بہت ہی نیک اور دین دار ہے۔ اس میں کچھ غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ وہ جس سے بھی ملتا ہے۔ اس کا دل جیت لیتا ہے۔"

پورس نے کہا "ابھی میں نے بڑی رازداری سے جواد کے خیالات پڑھے ہیں۔ اس کی انگلی میں ایک ایسی انگوٹھی ہے جو دوسروں کو اس کا معتقد بنا دیتی ہے۔ یہ انگوٹھی اسے ایک بزرگ نے دی تھی۔"

پارس نے پوچھا "تم جواد کے بارے میں یہ باتیں کیسے جانتے ہو؟ کیا تم اس کے چور خیالات پڑھ چکے ہو۔"

"میں ابھی اس کے دماغ میں ہوں۔ وہاں بھیما کے علاوہ نارنگ بھی موجود ہے۔ نارنگ کی موجودہ پوزیشن تمہیں بتاؤں گا ابھی تم میرے ذریعے جواد کے دماغ میں آ جاؤ۔"

پارس بھی وہاں پہنچ گیا۔ اب جواد کے ایک دماغ میں چار ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ پارس' پورس' نارنگ اور بھیما۔ اس وقت بھیما' نارنگ سے کہہ رہا تھا "ہم کیسے یقین کریں کہ تم فرہاد علی تیمور کے بیٹے پورس ہو۔ اگر ہو تو ہمارے بارے میں کیا جانتے ہو؟ اور ہمارے پاس کیوں آئے ہو؟ فرہاد اور اس کے بیٹے بڑے اہم اور پیچیدہ معاملات میں مصروف رہتے ہیں۔"

نارنگ نے کہا "یہ بھی ایک پیچیدہ معاملہ ہے کہ جواد کا دماغ ایک ہے مگر دو آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ یہ دوسری آواز تمہاری ہے۔ یہ بتاؤ تم کون ہو۔"

بھیما نے پوچھا "پہلے تم اپنی حقیقت بتاؤ۔ تم پورس نہیں ہو کوئی اور ہو۔"

جواد نے کہا "میرے اندر جو دوسرا بول رہا ہے' اس کا نام بھیما ہے۔ تم پورس ہو یا کوئی بھی ہو۔ یہ بتاؤ کہ میرے دماغ میں کیوں آئے ہو؟"

نارنگ نے کہا "میں یروشلم کے ایک پولیس افسر کے دماغ میں تھا۔ اس کے خیالات پڑھ کر تمہارے بارے میں معلوم ہوا کہ ایک بار تمہاری موت واقع ہو چکی تھی۔ تمہاری موت کی تصدیق بھی ہو گئی تھی۔ اس کے بعد بھی تم زندہ ہو۔ کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے؟"

جواد نے کہا "بے شک میری اس نئی زندگی کے بارے میں سب ہی حیران ہیں۔"

"تم نے ابھی کہا ہے کہ تمہارے اندر دوسری آواز بھیما کی ہے اور تم ٹیلی پیتھی جاننے والے نارنگ اور بھیما کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ دونوں آتما شکتی کے ذریعے ایک دوسرے کے جسم میں سفر کرتے رہتے ہیں۔ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ تم بھیما کی آتما کے ذریعے یہ دوسری زندگی پا رہے ہو۔"

بھیما نے پریشان ہو کر کہا "نہیں تم پورس نہیں ہو۔ تم نارنگ ہو۔ جواد میرا یقین کرو یہ نارنگ میرا بہت ہی پرانا دشمن ہے۔ یہ مجھے تمہارے جسم سے نکال کر اپنا غلام بنانے آیا ہے۔"

جواد نے کہا "یہ پورس ہو یا نارنگ' دوست ہو یا دشمن' میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا پھر تم کیوں گھبرا رہے ہو۔ تم میرے اندر رہو اور یہاں محفوظ رہو گے۔"

"جواد تم کسی سے نہیں ڈرتے پھر بھی اپنے پاس آنے والوں سے محتاط رہنا چاہیے۔ سانس روکو یہ تمہارے دماغ سے بھاگ جائے گا۔"

جواد نے نارنگ سے کہا "مسٹر پورس تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ میرے اندر بھیما کی آتما ہے۔ اب تم اور کیا چاہتے ہو۔"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کیا اس آتما کے ساتھ تمہارا نباہ ہو رہا ہے؟"

"ابھی تو نہیں ہو رہا مگر ہو جائے گا۔ یہ اب اس وقت تک میرے اندر رہے گا جب تک کہ کاتب تقدیر نے میری زندگی کی حد مقرر کی ہے۔ میں اور بھیما ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ میں اسے اپنے اندر سے جانے کی اجازت دوں گا تو مر جاؤں گا۔ میں کاتب تقدیر کی مرضی کے خلاف ایسا نہیں کروں گا۔"

نارنگ نے کہا "بھیما تم تو بری طرح پھنس گئے ہو۔ یہاں سے کیسے نکلو گے؟ تم چاہو تو میں تمہیں یہاں سے نکال سکتا ہوں۔"

بھیما نے کہا "میں یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں مگر تم پر بھروسا نہیں ہے۔ تم مجھے یہاں سے نکال کر اپنا غلام بنا لو گے۔"

"تم بے وقوف ہو۔ ذرا سوچو تم جواد کو چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں جاؤ گے تو دوسرے دماغ میں مجھے نہیں آنے دو گے۔ یہاں تو جواد کے آگے بے بس ہو' اس لیے مجھے جواد کی فراخ دلی سے اتنی باتیں کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ اپنے حالات پر غور کرو اور فیصلہ کرو کہ کیا جواد سے نجات حاصل کرنے کے لیے مجھ پر بھروسا کر سکتے ہو۔"

"میں تم پر بھروسا کروں گا لیکن جواد کے خلاف کچھ نہیں کر سکو گے۔ اس کی انگلی میں ایک غیر معمولی انگوٹھی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ ابھی باتوں کے دوران میں جواد کے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ میں اپنی حکمت عملی سے تمہیں نجات دلاؤں گا۔"

کتابیات پبلی کیشنز

"تم اتنے یقین سے کہہ رہے ہو تو میں دیکھوں گا کہ تم مجھے کس طرح اس جسم سے رہائی دلاؤ گے۔"

جواد نے مسکرا کر کہا "اگر تم دونوں کے درمیان سمجھوتا ہو چکا ہے اور معاملات طے ہو گئے ہیں تو اب یہ ملاقات ختم کرو اور یہاں سے جا کر میرے خلاف خیالی کھچڑی پکاتے رہو۔"

یہ کہتے ہی جواد نے سانس روک لی۔ نارنگ کے علاوہ پارس اور پورس بھی اس کے دماغ سے نکل گئے۔ نارنگ دماغی طور پر شیوانی کے سامنے حاضر ہو گیا۔ پورس نے پارس سے کہا "شیوانی نے نارنگ کو اپنا تابع بنایا یہ ابھی اسی کے حکم کے مطابق بھیما کو شیوانی کا معمول بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

پارس نے کہا "اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ جواد اور بھیما مل کر الپا کو ٹریپ کرنے کی کوششیں کیوں کر رہے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں لہٰذا جو ایک کرتا ہے، وہی دوسرا بھی کرتا ہے۔ میں یہاں تل ابیب میں ہوں دیکھوں گا کہ وہ الپا کو کیوں ٹریپ کرنا چاہتے ہیں؟"

پارس وہاں سے چلا گیا۔ پورس اپنی میز پر تنہا بیٹھا شیوانی اور نارنگ کی باتیں سننے لگا۔ نارنگ اسے جواد اور بھیما کے بارے میں بتا رہا تھا۔ شیوانی نے تمام باتیں سن کر کہا "یہ کام کچھ مشکل نظر آ رہا ہے۔ تم بھیما کو اس کے جسم سے کیسے نکال سکو گے؟" جب بھی خیال خوانی کے ذریعے بھیما کے پاس جاؤ گے، اسے وہاں سے نکالنے کی سازش کرو گے تو جواد کو خبر ہو جائے گی۔"

"ہاں کام مشکل ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔ میں یروشلم میں کچھ لوگوں کو آلۂ کار بناؤں گا۔ ان کے ذریعے دور ہی سے جواد کو گولی ماروں گا تو پلک جھپکتے ہی بھیما کی آتما آزاد ہو جائے گی۔ اہم مسئلہ یہ ہے کہ بھیما کی آزاد اور بے لگام آتما کو کیسے قابو میں کروں گا؟"

"کیا تم بھیما کے دماغ کو کنٹرول نہیں کر سکو گے؟"

"مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ اس کی آتما نے کون سا نیا جسم حاصل کیا ہے۔ جب تک اس نئے جسم کا اس نئے شخص کا پتا نہیں چلے گا، تب تک بھیما کا بھی سراغ نہیں ملے گا۔"

"ہاں، اس نئے شخص کا پتا چلے گا تو میں اسے آنکھوں سے سحر زدہ کر لوں گی۔ جب وہ میرے سحر سے نکل نہیں پائے گا تب تم اس کے دماغ میں گھس کر اسے میرا معمول اور تابع بنا سکو گے۔"

وہ دونوں سر جھکا کر سوچتے رہے۔ بھیما کو ٹریپ کیا جا سکتا تھا لیکن اس مسئلے کا حل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بھیما کی آتما بھٹکتی ہوئی جس شخص کے اندر بھی جائے گی۔ اس شخص کا سراغ کیسے ملے گا۔

بعض اوقات ایک سیدھی سی بات بھی ذرا دیر سے سمجھ میں آتی ہے۔ شیوانی نے کہا "شٹ یہ تو آسان سی بات ہے۔ تم تھوڑی دیر پہلے نہیں جانتے تھے کہ بھیما کس کے جسم میں چھپا ہوا ہے۔ تم نے اپنی غیر معمولی سماعت کے ذریعے اسے جواد کے اندر ڈھونڈ نکالا اسی طرح تم اپنے اس آلۂ سماعت کے ذریعے آئندہ بھی بھیما کو ڈھونڈ نکالو گے۔"

نارنگ نے کہا "واقعی سامنے کی بات ہے اور ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں یروشلم کے دو چار لوگوں کو اپنا آلۂ کار بناتا ہوں۔ جتنی جلدی جواد کا خاتمہ ہو گا، اتنی ہی جلدی ہم بھیما کو عارضی رہائی دلا کر ٹریپ کر سکیں گے۔"

شیوانی نے سوچتی ہوئی نظروں سے نارنگ کو دیکھا پھر کہا "اپنی ایک مضبوط ٹیم بنانے کے لیے بھیما بھی میرے لیے اہم ہے لیکن ابھی ایک آدھ گھنٹے کے لیے اسے بھول جاؤ۔ میں ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں پہلے کچھ اہم معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ یہ معلومات تمہارے ذریعے حاصل ہوں گی۔"

"میں حاضر ہوں۔ حکم دیں مجھے کیا کرنا ہے۔"

"تھوڑی دیر پہلے تم نے اپنی پوری ہسٹری سنائی تھی اور یہ کہا تھا کہ تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں فرہاد علی تیمور کے ساتھ کچھ عرصہ رہ چکے ہو، اس کی فیملی کے دوسرے افراد سے بھی ملتے رہے ہو۔"

"ہاں ان سب سے میری اچھی واقفیت رہی ہے۔"

"مجھے جو اطلاعات ملی ہیں۔ ان کے مطابق فرہاد اور علی تیمور چین میں ہیں۔ یقیناً ان کی نگرانی میں وہ مشین تیار ہو رہی ہو گی۔ تم ابھی فرہاد یا علی تیمور کی آوازیں سنو۔ وہ ضرور کسی نہ کسی سے گفتگو کر رہے ہوں گے۔"

"اچھا آئیڈیا ہے۔ میں ان دونوں کی گفتگو سنتا رہوں گا۔ وہ مشین کے سلسلے میں کبھی ایک دوسرے سے اور کبھی متعلقہ افسران سے باتیں کرتے ہوں گے۔ ان کی باتوں سے معلوم ہو جائے گا کہ مشین کی تیاری کس مرحلے پر ہے۔"

"میں یہی چاہتی ہوں۔ ابھی ان کی آوازیں سنو اور مجھے ایک ایک بات بتاتے رہو۔ تمہاری یہ غیر معمولی قوت سماعت میری معلومات کا بہت بڑا ذریعہ بن گئی ہے۔"

نارنگ نے پھر دونوں ہاتھ میز پر رکھے سر کو جھکایا پھر میری آواز اور لہجے کو یاد کرنے لگا۔ اسی وقت پورس نے مجھے مخاطب کیا۔ بابا یہ تو آپ کو معلوم ہو گا کہ نارنگ کو حیرت انگیز

قوت سماعت حاصل ہوگئی ہے' وہ شیوانی کا معمول بن چکا ہے اور اس کے حکم کے مطابق اپنی قوت سماعت کے ذریعے آپ کی اور علی کی باتیں سننے کی کوششیں کررہا ہے۔"

میں نے کہا "شیوانی کی کھوپڑی میں شیطانی دماغ ہے۔ وہ مشین اور نقشے تک پہنچنے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے آزما رہی ہے۔ میں علی کو اور احمد زبیری وغیرہ کو محتاط رہنے کے لیے کہوں گا۔"

پورس میرے دماغ سے چلا گیا۔ اس وقت میں اور علی دو ماہرین کے ساتھ ایک خفیہ اڈے میں تھے۔ مشین کی تکمیل کا کام دن کو ہوتا تھا لیکن اس رات پرزوں کی اسمبلنگ میں کچھ غلطیاں ہوگئی تھیں۔ انہیں درست کرنے میں پوری رات گزر رہی تھی۔

علی میرے پاس تھا۔ میں اس سے بول سکتا تھا لیکن میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے شیوانی اور نارنگ کے متعلق بتایا اور ہم باپ بیٹے نے یہ طے کیا کہ آئندہ ہم تمام باتیں خیال خوانی کے ذریعے کریں گے۔ ان کے علاوہ جو بھی باتیں کریں گے' وہ نارنگ کے لیے گمراہ کن ہوں گی اور جب دونوں ماہرین سے مشین کے سلسلے میں اہم گفتگو ہوگی تو ہم اپنی آواز اور لہجہ بدل کر بولیں گے اس طرح نارنگ تبدیل شدہ آواز اور لہجے تک نہیں پہنچ پائے گا۔

ادھر نارنگ سر جھکائے میری اور علی کی آوازوں کو کیچ کرنے کی کوشش کررہا تھا پھر اس نے سر اٹھا کر شیوانی کو دیکھا اور کہا "یہ رات کا پچھلا پہر ہے۔ وہ دونوں باپ بیٹے سو رہے ہوں گے۔ میں اتنی دیر سے کوشش کررہا ہوں۔ اگر وہ جاگ رہے ہوتے تو ضرور کچھ نہ کچھ بولتے رہتے۔"

شیوانی نے قائل ہو کر کہا "میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ مشین کے سلسلے میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی وقت سو رہے ہوں گے۔ تم کل دن کے کسی وقت ان کی آوازوں کو کیچ کرنا۔" وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر بولی "میں جارہی ہوں۔ کل تم سے رابطہ کروں گی۔ صبح دیر تک نہ سونا' آنکھ کھلتے ہی ان باپ بیٹے تک پہنچنے کی کوششیں کرتے رہنا۔"

پورس بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر تیزی سے چلتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ اسے شیوانی سے پہلے ہوٹل پہنچ کر تنویمی نیند پوری کرنے کا ڈراما پلے کرنا تھا۔

○☆○

پورس اور شیوانی پچھلی رات کے جاگے ہوئے تھے۔ صبح دس بجے تک گہری نیند سوتے رہے۔ پچھلی رات وہ سی ویو ہوٹل میں نارنگ سے ملنے گئی تھی۔ اس وقت یہ سمجھ رہی تھی کہ پورس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ وہ اگلے تین گھنٹے تک

گہری نیند سوتا رہا تھا۔ ابھی وہ پورس کی مکاری کو سمجھ نہیں سکی تھی۔ اس بات سے بے خبر رہی کہ پورس بھی اس کا تعاقب کرتے ہوئے سی ویو ہوٹل پہنچ گیا تھا اور نارنگ سے ہونے والی گفتگو سنتا رہا تھا۔

شیوانی' نارنگ کی غیر معمولی سماعت سے خوب فائدہ اٹھا رہی تھی۔ اس کے ذریعے وہ بھیما اور جواد تک پہنچ گئی تھی پھر علی تیمور اور مجھ تک پہنچنے کی کوششیں کررہی تھی۔ ہماری آواز اور لہجے تک پہنچنا اور ہماری گفتگو سننا نارنگ کے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔

دوسری صبح دس بجے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ شیوانی اور پورس کی آنکھ کھل گئی۔ پورس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا "ہیلو کون؟"

نارنگ نے پوچھا "تم کون ہو؟ کیا یہ میڈم شیوانی کا نمبر نہیں ہے؟"

پورس سمجھ گیا کہ وہ نارنگ ہی ہے۔ اس نے کہا "ہاں یہی نمبر ہے۔ لو بات کرو۔"

اس نے شیوانی کو ریسیور دیتے ہوئے انجان بن کر کہا "پتا نہیں کون ہے۔ تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

شیوانی نے ریسیور کان سے لگا کر نارنگ کی آواز سنی پھر کہا "اوہ تم ہو۔ میں نے تم سے کہا تھا صبح اٹھتے ہی فرہاد کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لو۔"

میڈم میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ میں نے فرہاد اور علی تیمور کی آوازوں کو گرفت میں لیا ہے اور ان کی کچھ گفتگو سنتا رہا ہوں۔"

شیوانی نے خوش ہو کر کہا "اوہ ونڈر فل! تمہارا آلہ ساعت تو کمال کررہا ہے۔ جلدی بتاؤ وہ باپ بیٹے کیا باتیں کررہے تھے؟ کیا مشین کے بارے میں گفتگو ہورہی تھی؟"

"ہاں فرہاد چینی فوج کے کسی اعلیٰ افسر سے کہہ رہا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کل تک مکمل ہوجائے گی۔ اسے کل ہی آزمایا جائے گا اور آزمائشی طور پر کسی چینی افسر کو اس مشین سے گزار کر اسے ٹیلی پیتھی سکھائی جائے گی۔"

"اوہ گاڈ وہ مشین تیار کرچکے ہیں اور میں اب تک ہانگ کانگ میں ہوں۔ ہمیں اس سلسلے میں کچھ کرنا ہوگا۔ تمہارے علاوہ میرا ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی ہے۔ جس کا نام آندرے ہے۔ یہ ابھی فون پر تمہاری آواز سنے گا پھر تم اسے اپنے دماغ میں آنے دو گے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم دونوں خیال خوانی کے ذریعے چین کے اعلیٰ افسران کو اپنا آلہ کار بناؤ۔"

پورس نے شیوانی کو اپنا نام آندرے بتایا تھا۔ شیوانی نے اسے ریسیور دیا۔ پورس نے اسے کان سے لگا کر کہا "ہیلو

میڈم شیوانی نے تمہارا ذکر کیا تھا۔ تم جیمس ہارورڈ ہو۔ میرا نام آندرے ہے۔ آئندہ ہم ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔"

نارنگ نے کہا "میں میڈم کا خادم ہوں۔ ان کے حکم کے مطابق تم سے تعاون کرتا رہوں گا۔ ابھی یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ ہم چینی فوج کے افسران کے دماغوں میں پہنچیں گے۔ ان کی آوازوں کو اور لہجوں کو سننا ضروری ہے۔"

پورس نے کہا "یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ چین سے شائع ہونے والے اخبارات اور رسائل یہاں دستیاب ہیں۔ ان میں چینی لیڈروں کی تصویریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ہم ان تصویروں کی آنکھ میں جھانک کر ان کے اندر پہنچ سکتے ہیں پھر ان کے ذریعے چینی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے کانوں تک رسائی حاصل کرسکتے ہیں۔"

نارنگ نے کہا "یہ طریقے تو میں بھی جانتا ہوں۔"

"ایسے طریقے جانتے ہو مگر بھول جاتے ہو۔ بہرحال میں تمہیں یاد دلایا ہے۔ میڈم کا حکم ہے۔ فوراً چین کے اہم متعلقہ افراد کو آلہ کار بناؤ۔ میں بھی یہی کررہا ہوں۔"

پورس نے ریسیور شیوانی کو دیا۔ اس نے نارنگ کو حکم دیا کہ وہ فوراً پورس کی ہدایت پر عمل کرے پھر اس نے ریسیور رکھ دیا اور پورس سے کہا "جاؤ غسل کرو پھر فریش ہو کر خیال خوانی کے ذریعے چین میں مصروف رہو۔"

وہ باتھ روم میں چلا گیا۔ شیوانی کے اندر یہ ہلچل پیدا ہوئی کہ ٹرانسفارمر مشین کل تک مکمل ہوجائے گی اور اسے کامیاب آزمایا جائے گا۔ فرہاد وغیرہ تجربہ کار ماہر ہیں۔ انہیں کامیابی ضرور ہوگی اور وہ اب تک ہانگ کانگ میں بیٹھی ہوئی ہے۔

ایسے وقت میں پورس اور نارنگ اس کے دو اہم بازو ثابت ہوسکتے تھے اور اس مشین کا نقشہ حاصل کرسکتے تھے۔

اس نے بے چینی سے باتھ روم کے دروازے کی طرف دیکھا۔ پورس غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر آگیا تھا اور لباس پہن رہا تھا۔ وہ بے چینی سے بولی "کیوں دیر کررہے ہو۔ پورا کپڑے پہننا ضروری نہیں ہے۔ فوراً خیال خوانی کرو۔ کسی چینی آرمی افسر کو آلہ کار بناؤ جو تمہیں ابھی مشین اور نقشے سے متعلق معلومات فراہم کرسکے۔"

وہ اس کے پاس آکر بولا "میں کبھی وقت ضائع نہیں کرتا۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ غسل کرتے ہوئے میں متعلقہ افسران تک پہنچ چکا ہوں۔"

وہ خوش ہوگئی مگر بے یقینی سے بولی "تم نے کسی چینی افسر کی آواز نہیں سنی کسی کی تصویر نہیں دیکھی پھر کیسے پہنچ گئے۔"

میں ابھی باتھ روم میں ریڈیو لے گیا تھا۔ بیجنگ ریڈیو اسٹیشن سے چینی لیڈر کی تقریر شروع ہورہی تھی۔ میں اس کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنی مختصر تقریر کے بعد ایک آرمی افسر سے بات کررہا تھا۔ میں اس افسر کے بھی اندر پہنچ گیا۔ ایک کے بعد دوسرا۔ دوسرے کے بعد تیسرا میری ٹیلی پیتھی کے نشانے پر آتا رہا۔ وہ میری مرضی کے مطابق آرمی افسران سے فون پر رابطے کرتے رہے۔ اس طرح میں ایسے دو افسران تک پہنچ گیا جن کا تعلق اس خفیہ اڈے سے ہے۔ جہاں وہ مشین کل تک مکمل ہونے والی ہے۔"

وہ خوشی سے اچھل کر قریب آئی اور اس سے لپٹ کر بولی "تم میری توقع سے زیادہ تیز رفتار ہو۔ کیا تم نے ان دو افسران کے خیالات پڑھے ہیں۔ پلیز میری بے چینی کو سمجھو۔ مجھے فوراً بتاؤ۔"

"ابھی میں ان کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ تم باتھ روم جاؤ فریش ہو کر آؤ۔ تب تک میں بہت کچھ معلوم کرکے تمہیں بتاؤں گا۔"

وہ اٹیچی سے اپنا ایک لباس نکال کر باتھ روم میں چلی گئی۔ پورس نے ایک صوفے پر بیٹھ کر مجھے مخاطب کیا۔ "ہیلو پاپا' نارنگ نے شیوانی کو رپورٹ دی ہے کہ اس نے آپ کی اور علی کی گفتگو سنی ہے۔"

میں نے کہا "ہاں بیٹا' ہم نے خود اسے اپنی گفتگو سنائی ہے اور آئندہ بھی سناتے رہیں گے۔"

پورس نے مسکرا کر کہا "میں سمجھ گیا۔ آپ نارنگ کو سبز باغ دکھا رہے ہیں۔ وہ بہت خوش ہورہا ہے۔ کیا واقعی کل تک مشین مکمل ہوجائے گی۔"

"ہم کامیاب ہورہے ہیں۔ کل وہ مکمل ہوجائے گی۔ اسے آزمایا جائے گا۔ اس کے ذریعے ایک چینی افسر کو ٹیلی پیتھی سکھائی جائے گی۔ اس آزمائش میں کامیابی ہوگی تو پورے چین میں جشن منایا جائے گا۔"

پورس نے کہا "شیوانی کی طرح دوسرے دشمن بھی اس مشین کو تباہ کرنے اور نقشہ حاصل کرنے کی کوششوں میں ہوں گے۔ کیا آپ اس مشین کے خفیہ اڈے کی حفاظتی تدابیر سے مطمئن ہیں؟"

"میں مطمئن ہوں اور دشمنوں کو بھی اطمینان دلا رہا ہوں کہ ان میں سے جو چاہے اس خفیہ اڈے تک پہنچ سکتا ہے۔ نقشہ حاصل کرسکتا ہے اور اس اڈے کو مشین سمیت تباہ کرسکتا ہے۔"

"آپ مجھے بتائیں کہ دشمنوں کو کس خفیہ اڈے تک پہنچا رہے ہیں۔"

"بیجنگ سے دو سو کلو میٹر کے فاصلے پر سام نامی ایک علاقہ ہے۔ اس علاقے میں دس مربع میل کے اندر کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی ممنوعہ علاقے میں مشین کا وہ خفیہ اڈا ہے۔"

شیوانی باتھ روم سے آگئی۔ پورس دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس نے پوچھا "کچھ معلوم کر رہے ہو؟"

"بہت کچھ معلوم کر رہا ہوں۔ تھوڑی دیر اور خیال خوانی کروں گا۔ اس وقت تک تم نارنگ سے معلومات حاصل کرو۔"

"ٹھیک ہے، تم خیال خوانی کے ذریعے نارنگ سے کہو کہ مجھ سے رابطہ کرے۔"

پورس نے نارنگ سے کہا تو وہ فون کے ذریعے شیوانی سے باتیں کرنے لگا اور خوشی سے چہک کر کہنے لگا "میں نے فرہاد اور علی کی گفتگو سے معلوم کیا ہے کہ وہ خفیہ اڈا بیجنگ سے دو سو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ اب ہم ایک ٹھوس پلاننگ کے مطابق اپنے آلہ کاروں کو اس اڈے میں پہنچائیں گے۔ وہ ممنوعہ علاقہ ہے۔ اگر ہمارے آلہ کار وہاں تک پہنچ نہیں پائیں گے تو اس اڈے کو تباہ ضرور کردیں گے۔"

شیوانی نے کہا "پھر تو اس اڈے کے ساتھ نقشہ بھی جل کر راکھ ہوجائے گا۔ میں ہر حال میں وہ نقشہ حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"میڈم میں اپنے طور پر کوششیں کر رہا ہوں۔ اس خفیہ اڈے کا سراغ بھی لگا چکا ہوں۔ آپ کا وہ آندرے کچھ نہیں کر رہا۔ آپ اس سے بھی معلوم کریں کہ اس ممنوعہ علاقے سے نقشہ کس طرح حاصل کیا جائے گا۔"

"آندرے بھی بہت کچھ کر رہا ہے۔ وہ مشین سے تعلق رکھنے والے دو اعلیٰ افسران تک پہنچ چکا ہے۔ تم اس کی بات نہ کرو۔ وہاں زیادہ سے زیادہ آلہ کار بناؤ۔ کل اس مشین کی تکمیل سے پہلے اس اڈے کو کسی بھی طرح تباہ کرنا ہے اور نقشہ بھی حاصل کرنا ہے۔ ہر آدھے گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ کرتے رہو۔"

وہ ریسیور رکھ کر پورس سے بولی "نارنگ بھی میری توقع کے مطابق کام کر رہا ہے۔ اس نے خفیہ اڈے کا سراغ لگایا ہے۔"

"میں نے بھی لگایا ہے۔ جن افسران تک پہنچا ہوا ہوں۔ ان کے خیالات سے پتا چلتا ہے کہ وہ خفیہ اڈا بیجنگ سے دو سو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ کیا نارنگ نے بھی یہی معلوم کیا ہے۔"

"بالکل یہی۔ دونوں کی معلومات ایک ہیں۔ تم دونوں صحیح ٹارگٹ تک پہنچ گئے ہو۔ تم اب یہ بتاؤ کہ اس اڈے کو تباہ کرنے سے پہلے کس طرح نقشہ حاصل کیا جاسکتا ہے؟"

"یہ ایک مسئلہ ہے۔ ہم اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اس اڈے کو باہر سے بھی تباہ کرسکتے ہیں۔ ہمارے آلہ کار اندر نہیں جاسکیں گے۔ وہ نقشہ وہاں ہوگا۔ سمجھ میں نہیں آتا اسے کس طرح حاصل کیا جائے۔"

"میں تدبیر سوچ رہی ہوں۔ تم بھی سوچتے رہو۔ ابھی ہمارے پاس چوبیس گھنٹے ہیں۔ اتنی دیر میں ہم نقشہ حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیں گے۔"

وہ سوچنے لگے۔ اٹھتے بیٹھتے۔ کھاتے پیتے طرح طرح کے منصوبے بنانے لگے۔ نارنگ بار بار خیال خوانی کے ذریعے اپنے آلہ کاروں تک پہنچ رہا تھا اور آلہ سماعت کے ذریعے میری اور علی کی باتیں بھی سنتا رہتا تھا۔ پورس بھی شیوانی کو یقین دلا رہا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے بہت مصروف ہے اور اس کی توقع کے مطابق بہت کچھ کرنے والا ہے۔"

وہ دن گزر گیا۔ رات بھی گزر گئی۔ دوسرے دن پورس نے شیوانی سے کہا "میں نے ایسی معلومات حاصل کی ہیں کہ تم خوشی سے اچھل پڑو گی۔ وہ نقشہ تمہیں مل سکتا ہے۔"

"وہ خوش ہوکر پورس کی گردن میں بانہیں ڈال کر والہانہ محبت کے حوالے سے اور میرے مشن کے حوالے سے میرے آئیڈیل ہو۔ جو ناممکن ہے اسے ممکن بنا رہے ہو۔ نقشہ کیسے حاصل ہوگا؟"

"میں آرمی کے ایک ایسے اعلیٰ افسر کے دماغ تک پہنچ گیا ہوں جو مشین کے سلسلے میں کچھ اہم راز جانتا ہے۔ اس میں سے ایک اہم راز یہ ہے کہ مشین کے نقشے کی ایک ڈپلیکٹ ہے۔ وہ ڈپلیکٹ آرمی ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم میں رکھی ہوئی ہے۔"

شیوانی نے پوچھا "کیا تم خیال خوانی کے ذریعے اس ریکارڈ روم تک پہنچ سکو گے؟"

"آدمی کو شش کرے تو پاتال تک اور سمندر کی تہہ تک پہنچ کر واپس آجاتا ہے۔ میں اپنے آلہ کاروں کے ذریعے نقشہ ریکارڈ روم سے نکال لاؤں گا۔"

"اس کے لیے کتنا وقت لگے گا؟"

"کہا نہیں جاسکتا کہ کتنے دن لگیں گے۔ اس نقشے کے لیے کسی ٹھوس پلاننگ پر عمل کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے، وہ نقشہ ہم بعد میں بھی حاصل کرسکتے ہیں۔ آج وہ مشین مکمل ہو رہی ہے۔ پہلے اسے اس خفیہ اڈے کے ساتھ تباہ کردو۔"

شیوانی کی طرح دوسرے دشمن بھی بڑی کامیاب چالیں چل رہے تھے۔ اس اڈے تک اگرچہ کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی لیکن ہر دوسرے تیسرے دن ایک فوجی گاڑی وہاں آیا کرتی تھی۔ مشین کے سلسلے میں وہاں مصروف رہنے والوں کو راشن اور ضرورت کی دوسری چیزیں پہنچایا کرتی تھی۔ گاڑی میں آنے والا افسر قابل اعتماد تھا۔ وہ خود اپنے ہاتھوں سے سامان اندر پہنچایا کرتا تھا۔ دشمنوں نے بڑی چال بازی سے اس اعلیٰ افسر کو اپنا تابع اور آلہ کار بنالیا تھا۔

وہ گاڑی دن کے گیارہ بجے اس اڈے پر پہنچتی، ان کے لیے جتنا ضروری سامان لایا جاتا تھا۔ اس میں دو زبردست قوت کے ٹائم بموں کا اضافہ ہوگیا تھا۔ وہ گاڑی وہاں گیارہ بجے پہنچی تھی۔ ساڑھے گیارہ بجے یکے بعد دیگرے دو زبردست دھماکے ہوئے۔ کئی میل کے رقبے تک آگ کے شعلے پھیل گئے۔ وہ شعلے آسمانوں سے باتیں کرنے لگے۔ وہاں کی ایک ایک چیز ریزہ ریزہ ہوکر فضا میں بکھرتی چلی گئی۔

نارنگ نے ٹیلی فون پر شیوانی سے کہا "میڈم ہمارے کچھ کرنے سے پہلے دوسرے دشمنوں نے اس اڈے کو مشین سمت تباہ کردیا ہے۔"

پورس نے بھی کہا "مجھے بھی خیال خوانی کے ذریعے یہی معلوم ہو رہا ہے۔ وہاں کے اعلیٰ افسران ایسی زبردست تباہی کے باعث حیران و پریشان ہیں۔"

شیوانی نے ریڈیو کو اور ٹی وی کو آن کیا اور کہا "اس اڈے اور مشین کو کسی نے بھی تباہ کیا ہو، اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا ہمارا مقصد پورا ہوچکا ہے۔"

ریڈیو اور ٹی وی سے خبریں نشر ہو رہی تھیں۔ بیجنگ ریڈیو بتا رہا تھا کہ بڑی محنتوں سے جو ٹرانسفارمر مشین تیار ہوچکی تھی، اسے نامعلوم دشمنوں نے تباہ کردیا ہے۔ ایک مشین کی خاطر انہوں نے کئی میل تک تباہی پھیلا دی ہے۔

ان خبروں سے ٹرانسفارمر مشین کی تباہی کا یقین ہوگیا۔ شیوانی خوشی سے دوڑتے ہوئے آئی پھر پورس سے لپٹ کر اس کے ساتھ بستر پر گرتے ہوئے بولی۔ "آج میں بہت خوش ہوں۔ آج ہم جشن منائیں گے۔"

اس رات پورے چین میں آتش بازی کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ وہاں کے لوگ خوشی سے رقص کر رہے تھے۔ دوپہر کو دشمنوں کی تباہی کی مایوس کن خبریں نشر کی گئی تھیں لیکن شام کو یہ خوش خبری سنائی گئی تھی کہ ٹرانسفارمر مشین مکمل ہوچکی تھی اسے آزمایا گیا ہے۔ ایک آرمی افسر کو ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے۔ اب چین میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے رہیں گے۔

یہ بابا صاحب کے ادارے کا کمال تھا۔ اس ادارے نے کسی سفارتی تعلق کے بغیر چین جیسے بڑے ملک سے دوستانہ معاہدہ کیا تھا۔ بڑے بڑے ممالک اور سپر پاور سے مخالفت مول لی تھی اور ان تمام مخالفین کی جان لیوا دشمنی کے باوجود اپنے معاہدے کے مطابق وعدہ پورا کیا تھا۔

چین کے اعلیٰ احکام نے کہا "ٹرانسفارمر مشین جیسی نایاب چیز کوئی کسی کو نہیں دیتا۔ مسلمانوں نے ہمیں دی ہے۔ اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔ ہم بھی وعدہ کرتے ہیں کہ بابا صاحب کے ادارے کے ساتھ ہر اچھے اور برے حالات میں دوستی نبھاتے رہیں گے۔

چین کے چھوٹے بڑے شہروں اور ہر چھوٹے بڑے علاقے میں خوب جشن منایا جارہا تھا۔ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اور اخبارات کے ضمیمے شائع کرکے چین کے ایک ایک باشندے تک یہ خوش خبری پہنچائی گئی تھی کہ ان کے ملک میں ٹرانسفارمر مشین تیار ہوچکی ہے۔

دنیا کے بڑے بڑے ممالک ایٹم بم بنا کر اور خلا میں راکٹ چھوڑ کر خوشیاں مناتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ سپر پاور بن رہے ہیں لیکن وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایٹم بم سے زیادہ طاقت ور ہتھیار ٹیلی پیتھی ہے۔ جس ملک میں ٹرانسفارمر مشین ہوگی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے وہ ملک بلاشبہ سپر پاورز کی فہرست میں آئے گا۔

چین میں یہ مشین تیار ہوچکی تھی۔ اب اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہونے والے تھے۔ اس لحاظ سے چین سپر پاور بن گیا تھا۔ یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں تھی۔ اس کامیابی پر جتنی خوشیاں منائی جاتیں وہ کم ہوتیں اسی لیے چین کا ایک ایک بوڑھا ہر بچہ دل کھول کر خوشیاں منا رہا تھا۔

سب سے پہلے آرمی انٹیلی جنس کے ایک افسر کو اس مشین سے گزارہ گیا تھا۔ یہ پہلا تجربہ کامیاب رہا تھا۔ اس افسر نے خیال خوانی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس کے بعد دوسرے باصلاحیت چینی نوجوانوں کو اس مشین سے گزارہ گیا۔ چینی اکابرین بہت خوش تھے۔ بات بات پر میرا اور جناب عبداللہ واسطی کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔

میں نے کہا "ہمارے چند ساتھیوں کو بھی اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی جائے۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا "ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے لوگ ٹیلی پیتھی سیکھ کر یہاں مستقل رہائش اختیار

کریں۔"

دوسرے اعلیٰ عہدے دار نے کہا "آپ کے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ملک میں مصروف ہیں ان کی فرض شناسی کے باعث دشمن ہماری مشین کو تباہ کرنے میں ناکام رہے ہیں۔"

ایک آرمی افسر نے کہا "آپ اور آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اتنی رازداری سے کام کررہے ہیں کہ آج تک کوئی دشمن اس خفیہ اڈے کا سراغ نہیں لگا سکا جہاں وہ مشین موجود ہے۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا "آپ دشمن کی بات کررہے ہیں۔ ہم تو محبِ وطن چینی ہیں ہم بھی نہیں جانتے کہ وہ خفیہ اڈا اور وہ مشین کہاں ہے؟"

بے شک میں نے علی ثیمور نے اور جنابِ عبداللہ واسطی نے نہایت رازداری سے کام لیا تھا۔ چین کی بحری، بری اور فضائی افواج کے صرف تین اعلیٰ افسران کو اس سلسلے میں رازدار بنایا تھا اور رازدار بنانے سے پہلے جناب عبداللہ واسطی نے ان کے دماغوں پر روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تنویمی عمل کیا تھا۔ ان تینوں کے دماغ اس طرح مقفل ہوگئے تھے کہ کوئی دشمن انہیں ٹریپ نہیں کرسکتا تھا۔

ہماری دنیا کا کوئی معاملہ ہمیشہ راز میں نہیں رہتا اور اب تو سیٹلائٹ کے ذریعے جاسوسی کی جاتی ہے۔ اس مشین اور خفیہ اڈے کا راز بھی کسی دن کھل سکتا تھا۔ لہٰذا پہلے سے احتیاطی تدابیر کی گئیں تھیں۔ جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے اور خفیہ الیکٹرانک آلات کے ذریعے ایسے انتظامات کیے گئے تھے کہ اس خفیہ اڈے کے اطراف دس مربع میل تک ایک سوئی بھی زمین پر گرتی تو ہمیں خبر ہوجاتی کہ دشمن اس ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کی حماقت کررہے ہیں۔ حماقت اس لیے کہ وہاں چھپ کر جانے والوں کے لیے قدم قدم پر موت کا سامان کیا گیا تھا۔

پہلے تو یہ خبر پھیلائی گئی تھی کہ اس خفیہ اڈے کو مشین سمیت تباہ کردیا گیا ہے۔ دشمن اپنی کامیابی پر نازاں تھے اور یقین سے کہہ رہے تھے جب بھی چین میں وہ مشین تیار کرنے کی کوشش کی جائے گی تو ان کی کوششوں کو اسی طرح ناکام بنا دیا جائے گا۔ چین کے لوگ اس مشین کا خواب دیکھتے ہی رہیں گے انہیں خواب کی تعبیر نہیں ملے گی۔

لیکن اسی شام کو تعبیر مل گئی۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے اچانک یہ خبر ساری دنیا میں گونجتی چلی گئی کہ ٹرانسفارمر مشین مکمل ہوچکی ہے۔ اسے آزمایا گیا ہے، ایک آرمی افسر کو ٹیلی پیتھی سکھائی جاچکی ہے۔ یہ خبر بڑے ممالک کے

اکابرین پر بجلی بن کر گری۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ ٹی وی کے ذریعے چینی عوام کو خوشیاں مناتے دیکھ رہے تھے۔ چین کے اعلیٰ حکام اور آرمی افسران ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے ساری دنیا سے کہہ رہے تھے "پہلے ہمیں سپر پاور تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ اب تسلیم کرنا پڑے گا۔ پہلے ہمارے پاس ایٹم بم تھے اب ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کریں گے۔"

ایک اعلیٰ حاکم وارننگ دے رہا تھا "ہمارے ملک میں جو مخالفین تخریب کاری کے لیے چھپے ہوئے ہیں۔ ہم ان مخالفین سے تعلق رکھنے والے ممالک کو متنبہ کررہے ہیں کہ وہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اپنے سیکرٹ ایجنٹس اور تخریب کاروں کو واپس بلالیں ورنہ یہاں ان کی لاشیں بھی نہیں ملیں گی۔"

بارہ گھنٹے کے بعد چین کی طرف سے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا گیا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے امریکا کے ایک اعلیٰ عہدے دار کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا "ہیلو مسٹر ونسنن! پہلے تو میں چینی زبان بول رہا ہوں تاکہ تمہیں یقین ہوجائے کہ ہم چینی باشندے بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

اس اعلیٰ عہدے دار نے بے یقینی سے پوچھا "کیا واقعی تم واقعی چینی باشندے ہو؟ فرہاد اور اس کے بیٹے بھی چینی زبان بولتے ہیں۔"

"میں یقین دلانا ضروری نہیں سمجھتا۔ جب تمہارے ملک کے جاسوس اگلے بارہ گھنٹے کے بعد یہاں گرفتار ہوں گے اور مارے جائیں گے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا تو یقین ہوتا رہے گا کہ ہمارے بھی میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار ہورہی ہے۔"

تمام بڑے ممالک تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے۔ فرانس کے اعلیٰ حکام نے برطانیہ اور امریکا کے اعلیٰ حکام سے رابطہ کیا اور کہا "کچھ دیر پہلے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دو اعلیٰ عہدے داروں کے دماغوں میں آئے تھے۔ وہ انگریزی کے علاوہ چینی زبان بھی بول رہے تھے۔"

برطانیہ کے ایک حاکم نے کہا "ایک چینی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے بھی دماغ میں آیا تھا۔ وارننگ دے رہا تھا کہ چین میں ہمارے دو جاسوس چھپے ہوئے ہیں۔ وہ حرام موت مارے جائیں گے۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا "ہمارے دماغوں میں بھی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ وہ ہم سب کے پاس آکر اپنے چینی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دہشت پیدا کررہے ہیں۔"

ایک نے کہا "ہمیں ماننا ہی پڑے گا کہ وہاں وہ مشین

مکمل ہوچکی ہے اور چینی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہورہے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "بابا صاحب کے ادارے نے ہم سے بدترین دشمنی کی ہے۔ تمہارے امریکا میں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ آخر کیا کرتے رہے۔ اس ادارے سے فرہاد ایک ٹیم کے ساتھ چین گیا اسے اور اس کی ٹیم کو کوئی روک نہ سکا۔"

"ہم روکنے کی حتی الامکان کوششیں کرتے رہے مگر وہ بہت چالباز اور مکار ہے۔"

برطانیہ اور فرانس کے حکام نے کہا "تمہارے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ تم نے امریکا میں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے لیکن اس مشین سے کبھی ہمارے لوگوں کو ٹیلی پیتھی نہیں سکھائی اگر آج ہمارے ملکوں میں بھی خیال خوانی کرنے والے موجود ہوتے تو ہم تینوں ممالک متحد ہو کر بابا صاحب کے ادارے سے فرہاد کی ٹیم کو چین تک جانے کا موقع نہ دیتے اب بھی خود غرضی سے باز آؤ اور ہمیں بھی اپنی ٹرانسفارمر مشین سے فائدہ اٹھانے دو۔"

فرانس کے حاکم نے کہا "وہ چینی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کررہے ہیں۔ ہم امریکا، فرانس اور برطانیہ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک متحدہ فوج تیار کریں گے۔ ہمیں جلد سے جلد ان کے خلاف ایک مضبوط محاذ بنانا ہوگا۔"

امریکی حاکم نے کہا "بے شک ہمارا اتحاد بہت ضروری ہوگیا ہے لیکن میں بڑے افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ اب ہمارے پاس ٹرانسفارمر مشین نہیں رہی ہے۔"

"خوامخواہ جھوٹ نہ بولو۔ صاف لفظوں میں کہہ دو کہ ہمارے لوگوں کو ٹیلی پیتھی سیکھنے نہیں دو گے۔"

برطانیہ کے حاکم نے کہا "بڑے افسوس کی بات ہے۔ تم اپنا خود غرضی کے باعث چین کے مقابلے میں ہمارے جیسے دوستوں کو کمزور بنائے رکھنا چاہتے ہو۔"

"تم لوگوں کو میری بات کا یقین نہیں ہوگا مگر یہ سچ ہے۔ کسی نے ہماری لاعلمی میں اس ٹرانسفارمر مشین کو غائب کردیا ہے۔"

"کیا اس مشین کو سخت پہرے میں نہیں رکھا گیا تھا؟ کیا وہ اتنی چھوٹی ہے کہ دشمن اسے اپنی جیب میں رکھ کر چلا گیا اور تمہارے پہرے داروں کو خبر بھی نہ ہوئی۔"

امریکی حاکم نے کہا "مجھے طعنے نہ دو۔ وہ ایک نہیں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے۔ ان سب نے پہرے داروں کو غائب دماغ بنایا ہوگا پھر اس مشین کا ایک ایک پرزہ کھول کر لے گئے ہوں گے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ بابا صاحب کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایسا کیا ہے۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے چین میں تیار ہونے والی مشین کو تباہ نہ کرسکے۔ انہوں نے تمہاری مشین کو تباہ کردیا یا چرا کرلے گئے۔"

"بے شک انہوں نے کیا ہے مگر تم لوگوں کو یقین نہیں آئے گا۔"

فرانس کے حاکم نے کہا "اگر وہ ٹرانسفارمر مشین آج تمہارے پاس ہوتی تو کیا تم ہمارے لوگوں کو ٹیلی پیتھی سیکھنے کا موقع دیتے؟"

"بے شک۔ میں کہہ چکا ہوں موجودہ حالات میں چین کے خلاف ہمارا اتحاد بہت ضروری ہے۔"

برطانیہ کے حاکم نے کہا "یہ اتحاد اب بھی ہوسکتا ہے۔ ہم اپنے تینوں ملکوں میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنا سکتے ہیں۔"

"میں کہہ رہا ہوں۔ مشین نہیں ہے اور تم فوج بنانے کی بات کررہے ہو۔"

"مشین نہیں ہے مگر مشین کا نقشہ تمہارے خفیہ ریکارڈ روم میں ہے۔ ہم تینوں ممالک مل کر جلد سے جلد ایک نئی مشین تیار کرسکتے ہیں۔"

امریکی حاکم نے کہا "میں ابھی دوسرے تمام اکابرین سے اس سلسلے میں بات کروں گا اور انہیں مشین تیار کرنے کے معاملے میں آپ دونوں ممالک سے تعاون کرنے پر آمادہ کروں گا۔"

"بہتر ہے یہ فیصلہ آج ہی کرو۔ دیر ہوگی تو ہمارے پاس پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں رہے گا۔"

وہ تینوں ممالک ایک نئے اتحاد کے سلسلے میں مصروف ہوگئے۔ چین کی طرف سے وارننگ دی گئی تھی کہ وہ اپنے سیکرٹ ایجنٹس اور تخریب کاروں کو چوبیس گھنٹوں کے اندر بلالیں۔ ایسی وارننگ تمام ممالک ایک دوسرے کو دیتے ہی رہتے ہیں اس کے باوجود غیر ملکی جاسوس اور تخریب کار دنیا کے ہر ملک میں موجود رہتے ہیں۔ چین کی اس دھمکی کو سنجیدگی سے نہیں لیا گیا۔

چوبیس گھنٹوں کے بعد انٹرنیٹ کے ذریعے تمام بڑے ممالک کو اطلاع دی گئی کہ ان کے سیکرٹ ایجنٹس کو ٹی وی کے ذریعے پیش کیا جارہا ہے۔ ان بڑے ممالک میں روس اور جاپان بھی شامل تھے۔ سب سے پہلے ٹی وی اسکرین پر برطانیہ کے ایک سفارتی افسر کو پیش کیا گیا جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ پچھلے دو برس سے چین میں رہائش پذیر تھا۔"

اس افسر نے ٹی وی اسکرین پر کہا "میں پچھلے دو برسوں

سے یہاں برطانوی سفارت خانے میں بطور افسر متعین ہوں لیکن درپردہ جمہوریہ چین کے خلاف جاسوسی کرتا رہا ہوں۔ میرا طریقہ کار ایسا تھا کہ چین کے سراغ رسانوں نے کبھی مجھ پر شبہ نہیں کیا لیکن اب یہ چینی میرے دماغ میں پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے میرے خیالات پڑھ کر میرے اور دو دوسرے ساتھی سراغ رسانوں کے کوڈورڈز معلوم کیے ہیں۔ ہماری خفیہ دستاویزات ان کے ہاتھ لگ گئی ہیں ان کے پیشِ نظر میں اپنے جرم سے انکار نہیں کرسکوں گا۔"

وہ افسر ایک کھلی جگہ فائرنگ اسکواڈ کے سامنے کھڑا ہوا بیان دے رہا تھا۔ ایک چینی افسر اس کے تمام خفیہ دستاویزات کو اسکرین پر دکھا رہا تھا۔

پھر اس افسر نے کہا "اس برطانوی افسر کو سزائے موت دی جارہی ہے اور اس کے بیوی بچوں کو واپس لندن بھیجا جارہا ہے۔"

امریکا' روس' برطانیہ' فرانس اور جاپان کے تمام اکابرین نے اور دنیا والوں نے دیکھا اس سفارتی افسر کو گولی مار دی گئی۔ اس کے جو سراغ رساں ساتھی گرفتار ہوئے تھے انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

پھر ایک چینی افسر نے کہا "آج اس ٹی وی چینل سے مجرموں کو سزائے موت دینے کا سلسلہ جاری رہے گا اور ہم ان کے خلاف ٹھوس دستاویزی ثبوت پیش کرتے رہیں گے۔ انصاف کے تقاضے پورے کرتے رہیں گے تاکہ ہمیں یہ الزام نہ دیا جائے کہ ہم نے دوستانہ سفارتی تعلقات کی نفی کی ہے۔"

پھر کئی امریکی' فرانسیسی اور روسی سیاحوں اور اخبارات کے صحافیوں کو اسکرین پر پیش کیا گیا۔ وہ سب سیاحت اور صحافت کی آڑ میں چین کے خلاف سرگرم عمل تھے ان سب کی موت کا تماشا اسکرین پر دکھایا نہیں گیا صرف یہ کہا گیا کہ ان کی لاشیں مردہ خانوں میں رکھی رہیں گی۔ ان سے تعلق رکھنے والے ممالک یہ لاشیں لے جاسکتے ہیں۔

چینی حکام نے جو وارننگ دی تھی اس پر عمل کررہے تھے۔ ان کا یہ عمل ان تمام ممالک کو سوچنے پر مجبور کررہا تھا کہ وہ سب متحد نہیں ہوں گے اور اپنے اپنے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار نہیں کریں گے تو چین ان کے لیے ہمیشہ دردِ سر بنا رہے گا اور ان پر برتری حاصل کرتا رہے گا۔

یہ بڑے ممالک کے لیے ایک لمحہ فکریہ تھا۔

○☆○

شیوانی کو بھی پہلے یہ خوش خبری ملی تھی کہ چین میں اس خفیہ اڈے کو مشین سمیت تباہ کردیا گیا ہے لیکن وہ خوش ہو نہیں تھی۔ اسی شام اس نے یہ دل توڑنے والی خبر سنی کہ مشین مکمل ہوگئی ہے۔ وہ جھنجلا کر پورس سے بولی "یہ کیا ہوگیا؟ تم اور نارنگ کہہ رہے تھے کہ وہ خفیہ اڈا تباہ ہوچکا ہے۔"

پورس نے کہا "بے شک ہم نے خیال خوانی کے ذریعے یہی معلوم کیا ہے اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔"

"اگر یہ سچ ہے تو وہ مشین تباہ کیوں نہیں ہوئی؟"

"ہوسکتا ہے وہ مشین اس تباہ ہونے والے خفیہ اڈے میں نہ رہی ہو۔ انہوں نے بڑی چال بازی دکھائی ہم دھوکا کھا گئے ہیں۔"

"میں کچھ نہیں جانتی مجھے وہ مشین کا نقشہ چاہیے۔ تم نے کہا تھا کہ اسے آرمی ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم میں رکھا ہوا ہے۔"

"ہاں میں ان کے انچارج کے خیالات پڑھ کر یہی معلوم کیا ہے لیکن ایک بار خیالات پڑھ کر ہم دھوکا کھا چکے ہیں وہ مشین کہیں تھی اور وہ خفیہ اڈا کہیں تھا۔ اسی طرح وہ نقشہ بھی ریکارڈ روم میں نہ ہو وہاں کے انچارج کو اور دوسرے افسران کو یہ بتایا گیا ہو کہ نقشہ وہاں ہے۔ تاکہ مخالف خیال خوانی کرنے والے وہاں بھی دھوکا کھا جائیں۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر جگہ دھوکا کھایا جائے۔ تم اس ریکارڈ روم کے سیف تک پہنچو۔ وقت برباد نہ کرو۔"

"تم جتنا آسان سمجھتی ہو۔ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ اس ریکارڈ روم میں چھ بڑے افسران ہیں ان سب کو باری باری پیٹا ٹائز کرنا ہوگا اور یہ ایک دن کا کام نہیں ہے۔ جلد بازی میں کام بگڑے گا تو دوسرے افسران کو شبہ ہوگا پھر بنا بنا ہوا کام بھی بگڑ جائے گا۔"

"وہ اس کی باتوں سے قائل ہو کر بولی تم ابھی کیا کرنے والے ہو؟"

"ابھی وہ سب جشن منا رہے ہیں ایک دوسرے سے رابطہ کررہے ہیں۔ ایسے وقت میں کسی ایک کو ٹریپ کروں گا اسے اپنا معمول اور تابع بنا تا رہوں گا تو دوسرا کوئی بھی افسر اس سے رابطہ کرے گا پھر اسے غائب دماغ پائے گا۔ میں اپنی پہلی کوشش میں ہی ناکام ہوجاؤں گا۔ ذرا صبر کرو۔ آج انہیں خوشیاں منانے دو میں کل سے کام شروع کروں گا۔"

شیوانی نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں ایک ناکامی کے بعد دوسری بار ناکام نہیں ہونا چاہتی۔ تم درست کہہ رہے ہو۔ ہمیں صبر اور سہولت سے کام کرنا چاہیے۔ چلو کہیں آؤٹنگ کے لیے چلیں۔"

کتابیات پبلی کیشنز

وہ دونوں ہوٹل سے باہر آئے پھر ایک ریسٹنڈ کار میں کر تفریحی مقامات کی طرف جانے لگے۔ شیوانی نے کل فون کے ذریعے نارنگ کو مخاطب کرکے کہا "تم ہار مر مشین کے سلسلے میں ناکام رہے ہو۔ بڑے دعوے ے تھے کہ خفیہ اڈے کا سراغ لگا چکے ہو لیکن فرہاد خوش فہمی میں مبتلا کرتا رہا تھا اور تم اُلّو بنتے رہے

"مجھے افسوس ہے میں فرہاد سے پہلے بھی فریب کھا چکا ہوں اسے سمجھ نہ سکا۔ آئندہ وہ مجھے دھوکا نہیں دے سکے

"اب پھر ڈینگیں نہ مارو۔ مشین تو تیار ہو چکی ہے اب تم ا ساتھ مارو گے۔"

"میں معلوم کروں گا کہ اس مشین کو کہاں چھپایا گیا

"ٹھیک ہے اپنے طور پر معلوم کرتے رہو لیکن اب بھیما طرف توجہ دو۔ وہ ٹیلی پیتھی اور کالا جادو جاننے والا میرے ضروری ہے۔"

وہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کو ٹریپ کررہی ہے اپنی ایک مضبوط ٹیم بنانا چاہتی تھی۔ پہلے اس نے ٹریپ کو ٹریپ کیا۔ اس کے پاس تین صلاحیتیں تھیں۔ کالا ٹیلی پیتھی اور غیر معمولی قوت سماعت' پورس ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ اس کے بہت کام آسکتا تھا پھر یہ کہ اس کا دل ں کی طرف مائل ہوگیا تھا۔ ان دونوں کو ٹریپ کرنے اور بنانے کے بعد اب وہ بھیما کو پھانسنا چاہتی تھی۔

نارنگ یہ معلوم کرچکا تھا کہ بھیما یروشلم میں ہے اور مستقیم کے جسم میں سمایا ہوا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس بار بھیما جواد کے جسم میں جاکر قید ہوگیا ہے۔ کے پاس ایک ایسی انگوٹھی ہے۔ جو بھیما کو اس کے اندر بنائے ہوئے ہے۔ بھیما کو وہاں سے رہائی دلانا بظاہر نہیں تھا لیکن نارنگ نے ایک سیدھی سادی سی تدبیر ی کہ یروشلم میں دو چار کام کے آدمیوں کو اپنا آلۂ کار گا۔ ان کے ذریعے جواد کو زخمی کرے گا یا ہلاک کروے اس طرح بھیما کی آتما کو اس کے جسم سے رہائی مل جائے

نارنگ نے ٹی وی آن کیا اور اسرائیل سے نشر ہونے پروگرام دیکھنے لگا۔ ایک ٹاک پروگرام میں دو چار افراد ایک موضوع پر گفتگو کررہے تھے۔ نارنگ ان کی گفتگو سنتے ایک شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا یہ یروشلم کا میئر تھا۔ اس وقت اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ موجود تھا اور ٹی وی پر اپنا ریکارڈ کیا ہوا پروگرام دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ آئندہ الیکشن میں وہ میئر کے عہدے کے لیے انتخاب لڑے گا تو اس بار جواد بن مستقیم اس کے مقابلے پر ہوگا۔

وہ جواد کی شہرت اور مقبولیت کو خوب سمجھ رہا تھا۔ لاکھوں افراد اس کے عقیدت مند تھے۔ الیکشن سے پہلے ہی کہا جارہا تھا کہ جواد نمایاں کامیابی حاصل کرے گا اور اپنے حریفوں کو بری طرح شکست دے گا۔ یہودی لابی کے سیاست دان ایک مسلمان کی کامیابی نہیں چاہتے تھے۔ وہ سب جواد کو سیاسی محاذ پر کمزور اور کم تر بنانے کی کوششیں کررہے تھے۔ اپنی کوششوں کے باوجود سمجھ رہے تھے کہ آئندہ جواد کو وہاں کا میئر بننے سے روک نہیں پائیں گے۔

اس وقت موجودہ میئر کی نظریں ٹی' وی پر تھیں لیکن اس کا ذہن جواد کے خلاف سوچ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں بار بار یہی بات آرہی تھی کہ جواد یروشلم میں نہیں رہے گا یا اس دنیا میں نہیں رہے گا تب ہی وہ آئندہ بھی میئر کا عہدہ حاصل کرسکے گا۔

گویا اس کے دماغ میں یہ سازش پک رہی تھی کہ جواد کو اس دنیا میں نہیں رہنا چاہیے اور یہی نارنگ چاہتا تھا۔ اب بھی وہ میئر کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اس لیے اس کے وفادار اور خدمت گار بے شمار تھے۔ ان وفاداروں میں سیاسی غنڈے بھی تھے۔ نارنگ نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے ابھی ان غنڈوں سے کام لینا چاہیے۔ الیکشن سے بہت پہلے جواد کو قتل کیا جائے گا تو کسی کو میئر کی سیاسی سازش کا شبہ نہیں ہوگا۔"

اس نے موبائل کے ذریعے ایک غنڈے سے رابطہ کیا پھر کہا "ہیلو میں بنجامن فرینک بول رہا ہوں۔ تم نے کہا تھا اپنے ہتھکنڈوں سے جواد کو الیکشن میں حصہ نہیں لینے دو گے اس سلسلے میں کیا کررہے ہو؟"

اس غنڈے نے دوسری طرف سے کہا "میں جواد بن مستقیم سے ملاقات کرنے گیا تھا۔ اس نے بڑی محبت سے مجھے اپنے ڈرائنگ روم میں بلایا اور خوش آمدید کرتے ہوئے مجھ سے مصافحہ کیا۔"

میئر بنجامن فرینک نے ناگواری سے کہا "تم اپنی ملاقات کا حال اتنی تفصیل سے بیان نہ کرو کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات کیا کروں وہ تو اتنا اچھا اور نیک انسان ہے کہ اسے ہلاک کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔"

"بکواس مت کرو۔ میں نے سنا تھا کہ جو اس سے ملاقات کرکے اس سے دو گھڑی باتیں کرلیتا ہے۔ اس کا

کتابیات پبلی کیشنز

گرویدہ ہوجاتا ہے۔ کیا تم بھی اس کے پاس جاکر اُلو بن گئے ہو؟"

"پہلے اُلو تھا۔ اب آدمی بن گیا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اسے ہلاک نہیں کروں گا۔ آج تک بھاری معاوضے لے کر کسی وجہ کے بغیر کسی کو بھی قتل کرتا رہا ہوں مگر جواد کو نہیں کروں گا۔"

ان کی گفتگو کے دوران میں نارنگ اس غنڈے کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے خیالات سے معلوم ہورہا تھا کہ اس نے بھی جب جواد سے مصافحہ کیا تھا تو اس کی انگوٹھی نے اسے سحر زدہ کیا تھا۔ وہ اس کا عقیدت مند ہوگیا تھا۔ اب اسے کسی طرح کا بھی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔

نارنگ نے سوچا۔ وہ انگوٹھی بڑی مشکلات پیدا کررہی ہے۔ جو بھی اسے قتل کرنے جائے گا اس انگوٹھی کے زیر اثر آجائے گا۔ بہتر یہ ہوگا کہ جسے بھی آلۂ کار بنایا جائے۔ اسے جواد سے دور رکھا جائے اور اس کے ذریعے دور ہی سے جواد کو گولی مار کر اسے ختم کردیا جائے۔

جو غنڈا جواد کا عقیدت مند ہوگیا تھا اس کا نام کرلیس ڈگلس تھا۔ نارنگ نے ڈگلس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اس پر مسلط ہوکر اس کی سوچ میں بولا "قتل کرنا میرا پیشہ ہے۔ اس بار مجھے لاکھوں ڈالرز ملیں گے۔ اگر جواد ایک فرشتہ ہے تو ہوا کرے۔ میں نے میئر سے وعدہ کیا ہے میں وعدہ پورا کروں گا اور اس سے رقم وصول کروں گا۔"

ڈگلس فون پر گفتگو کرتے کرتے خاموش ہوگیا تھا۔ میئر بنجامن فرینک پوچھ رہا تھا "تم خاموش کیوں ہو اگر میرا کام کرنے سے انکار کررہے ہو تو میری ایڈوانس میں دی ہوئی رقم واپس کرو۔"

ڈگلس نے نارنگ کی مرضی کے مطابق کہا "میں تمہارا کام کروں گا۔ ابھی جارہا ہوں آپ کے راستے کا کانٹا ہٹا کر خوش خبری سناؤں گا۔"

ڈگلس نے ریسیور رکھ دیا۔ میز کی دراز کو کھول کر ایک شاٹ گن نکالی اس کے میگزین کو چیک کیا پھر اپنی رہائش گاہ سے باہر آکر اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھ کر روانہ ہوگیا۔

میئر بنجامن فرینک نے سوچا۔ وہ اسے ہلاک کرنے گیا ہے ایسے وقت مجھے جواد سے ملاقات کرنے کے لیے جانا چاہیے۔ میں جواد کے قریب رہوں گا اور ایسے وقت کہیں سے گولی چلے گی تو کوئی مجھ پر شبہ نہیں کرے گا۔

وہ یہی سوچتا ہوا اپنی رہائش گاہ باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر جواد کے عالی شان بنگلے میں پہنچ گیا۔ جواد وسیع و عریض لان میں کئی معزز لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ ان میں پولیس کا ایک اعلیٰ افسر بھی تھا۔

شہر کے میئر کو آتے دیکھ کر سب ہی اس کے استقبال کے لیے اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرنے لگے۔ جواد نے بھی آگے بڑھ کر کہا "مسٹر فرینک! آپ یہاں تشریف لائے ہیں۔ یہ میرے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔"

دونوں نے آگے بڑھ کر ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ مصافحہ کرتے ہی جیسے میئر کی عاقبت روشن ہوگئی۔ وہ متاثر ہوکر جواد کو بڑی اپنائیت اور محبت سے دیکھنے لگا۔ کہنے لگا "میں نے اخبارات میں آپ کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے۔ آپ کی بڑی شہرت ہے یہاں آپ کے لاکھوں عقیدت مند ہیں۔ آج سے میں بھی آپ کا عقیدت مند ہوگیا ہوں۔"

جواد نے کہا "آپ تشریف رکھیں۔ مجھے بھی آپ سے مل کر مسرت حاصل ہورہی ہے۔ آپ نے یہاں آنے کی زحمت کی مجھے بلاتے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتا۔"

میئر بنجامن فرینک اندر ہی اندر بے چینی سی محسوس کررہا تھا۔ ایک خیال یہ پیدا ہوتا تھا کہ کیونکہ جواد سے متاثر ہورہا ہے پھر دوسرا خیال غالب آتا تھا کہ انسانوں کی دنیا میں کوئی فرشتہ آجائے تو سب ہی اس سے متاثر ہوتے ہیں سب ہی اس کی قدر کرتے ہیں۔ میں بھی اس کی قدر کررہا ہوں تو کیا برا کررہا ہوں؟

جواد نے پوچھا "فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟"

وہ بڑے ادب سے بولا "خدمت تو مجھے کرنا چاہیے۔ میں سوچ رہا ہوں۔ اس بار الیکشن میں آپ کے مقابلے پر نہیں آؤں گا۔ آپ جیسے فرشتہ صفت انسان کو بلا مقابلہ اس شہر کا میئر بننا چاہیے۔"

وہاں بیٹھے ہوئے ایک معزز شخص نے کہا "مسٹر فرینک آپ فراخدلی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ بے شک مسٹر جواد کو اس شہر کا میئر بننا چاہیے۔"

نارنگ اس قاتل ڈگلس کے دماغ پر مسلط تھا۔ وہ موٹر سائیکل ڈرائیو کرتا ہوا جواد کے سامنے والے بنگلے میں آیا۔ اس بنگلے کی چھت پر چڑھ گیا اس نے ہیلمٹ پہنا ہوا تھا۔ اس ہیلمٹ کے باعث چہرہ چھپا ہوا تھا۔ اس نے چھت کے سرے پر آکر دیکھا سامنے والے بنگلے کے لان میں جواد معزز افراد کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ والی کرسی پر میئر موجود تھا۔ اس نے حیرانی سے سوچا "میئر یہاں کیوں آگیا ہے؟ چلو اچھا ہے یہ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا کہ میں نے جواد کو گولی ماری ہے۔"

نارنگ نے شاٹ گن کے ذریعے دور بیٹھے ہوئے جواد کا [illegible] ایسے وقت باتیں کرتے کرتے جواد کی نظر اس [illegible] اس نے چونک کر ڈگلس کو دیکھا جو اس کا نشانہ [illegible] تھا۔ ٹریگر دبا کر گولی چلانے ہی والا تھا۔ جواد نے اس [illegible] ہاتھ اٹھا کر کہا "رک جاؤ!"

[illegible] اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ ڈگلس ٹریگر کو دبا چکا [illegible] نے جواد کا نشانہ لیا تھا اور اس کا نشانہ کبھی چوکتا [illegible] لیکن ایسے ہی وقت جواد نے ہاتھ اٹھا کر اسے رک [illegible] کے لیے کہا تھا۔ اس طرح جواد اور شاٹ گن کے [illegible] وہ انگوٹھی آگئی تھی اور اس انگوٹھی کی طرف گولی [illegible] تھی۔ لہٰذا نشانہ ذرا سا بہک گیا۔ وہ گولی سیدھی [illegible] فرینک کے سینے میں آکر پیوست ہوگئی۔ وہاں سب [illegible] چونک کر اور سہم کر کھڑے ہوگئے۔ جہاں سے [illegible] آواز سنائی دی تھی ادھر دیکھنے لگے۔

نارنگ نے ڈگلس کے خیال سے معلوم کیا کہ گولی جواد کو [illegible] میئر کو لگی ہے۔ اس نے ڈگلس کے ذریعے دوسرا فائر کیا [illegible] فائر کیا۔ گولیاں ادھر سے ادھر جارہی تھیں۔ کسی نہ [illegible] رہی تھیں لیکن جواد محفوظ تھا۔ نارنگ نے جھنجلا [illegible] سے کہا "کتے! کیا ایک نشانہ بھی صحیح نہیں لے [illegible] کتا ہوں اپنے باپ کو گولی مار۔"

[illegible] نے بوکھلا کر کہا "میرا باپ تو پہلے ہی مرچکا ہے۔ [illegible] اندر کون بول رہا ہے؟"

[illegible] خالی ہوچکی تھی۔ مزید فائرنگ کے لیے دوسرا [illegible] نہیں تھا۔ ڈگلس وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ نارنگ اپنی [illegible] طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگا "بڑی مشکل ہے۔ اس [illegible] موجودگی میں اسے ہلاک نہیں کیا جاسکے گا۔"

[illegible] نے شیوانی کے موبائل پر رابطہ کیا پھر اس سے کہا [illegible] جواد کے پاس ایک طلسمی انگوٹھی ہے۔ اس کی وجہ [illegible] تدبیریں ناکام ہورہی ہیں۔"

[illegible] شیوانی نے پوچھا "تم اب تک کیا کررہے تھے؟"

[illegible] نارنگ نے اپنی کوشش کی تفصیلات شیوانی کو بتائیں تو [illegible] نے بیزاری سے کہا "تم سے کوئی کام نہیں ہوگا۔ [illegible] سب غیر معمولی صلاحیتیں ہیں مگر عقل نہیں ہے۔"

[illegible] میں عقل سے کام لے رہا ہوں۔ میڈم میرے [illegible] ایک بہت اچھا آئیڈیا ہے۔"

[illegible] شیوانی فون پر بول رہی تھی اور پورس کار ڈرائیو کررہا [illegible] دونوں تفریح کے لیے نکلے ہوئے تھے۔ پورس نے [illegible] نارنگ بڑی کمی رپورٹ پیش کررہا ہے۔ کیا کامیاب [illegible]

شیوانی نے جل کر کہا "وہ تو بالکل گدھا ہے۔ جواد جیسے ایک شخص کو ہلاک کرنے میں ناکام ہورہا ہے۔ اب کوئی نیا آئیڈیا پیش کرنا چاہتا ہے۔"

پھر وہ فون پر بولی "کیا ہے وہ نیا آئیڈیا۔"

"میڈم! آپ نے اسرائیل کی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کا نام سنا ہوگا۔ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ناقابل شکست کہلاتی ہے اور برسوں سے اسرائیل پر حکمرانی کرتی آرہی ہے۔"

"میں اسے جانتی ہوں۔ میں نے اسکاٹ لینڈ یارڈ میں اس کا ریکارڈ پڑھا ہے۔ آگے بولو کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"میں الپا کا تعاون حاصل کروں گا۔ وہ بھیما کی دشمن ہے۔ بھیما اسی ملک میں ہے وہ میرا ساتھ ضرور دے گی۔"

"بکواس مت کرو۔ الپا بہت مکار ہے۔ وہ اپنی مکاری سے بھیما کی آتما کو کسی نہ کسی طرح رہائی دلائے گی لیکن اسے اپنے مقصد کے لیے ٹریپ کرکے اپنا تابع بنالے گی اور ہم دیکھتے رہ جائیں گے۔"

"وہ بھیما کو ٹریپ نہیں کرسکے گی میرے پاس ایک اور آئیڈیا ہے۔"

TO HELL WITH YOUR IDEAS"

(جہنم میں گیا تمہارا آئیڈیا) تم الپا سے رابطہ نہیں کرو گے اسے اپنی آواز بھی نہیں سناؤ گے۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ تمہیں مجھ سے چھین کرلے جائے۔"

"پھر میں کیا کروں؟ ٹھیک ہے میں کوئی دوسرا آئیڈیا سوچتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔"

شیوانی نے موبائل بند کردیا پھر کہا "یہ نارنگ تو بالکل ہی گوبر ہے۔ اس کے ذریعے میں دور تک پہنچ سکتی ہوں مگر کچھ حاصل نہیں کرسکتی۔"

پورس نے کہا "اسے اپنی عقل سے کام نہ کرنے دو۔ قدم قدم پر اسے گائیڈ کرتی رہو گی تو اس سے کچھ فائدہ حاصل ہوتا رہے گا۔"

"اب اس کی باتیں چھوڑو۔ ہم تفریح کے لیے نکلے ہیں۔ میں فریش رہنا چاہتی ہوں۔"

پورس نے سمندر کے کنارے ایک ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی۔ اس ہوٹل کے گراؤنڈ فلور پر ڈانسنگ ہال اور شراب خانہ تھا۔ وہاں بڑے پیمانے پر جوا کھیلا جاتا تھا۔ ایک رات میں لاکھوں ڈالرز ادھر سے ادھر ہوجاتے تھے۔ اس کے فرسٹ اور سیکنڈ فلور پر ایسے کمرے بنے ہوئے تھے کہ ہر کمرے سے دور تک سمندر کا نظارہ کیا جاسکتا تھا۔

شیوانی نے وہاں رات بھر کے لیے ایک کمرا حاصل کیا۔ شراب اور کباب کا آرڈر دیا پھر وہ دونوں اس کمرے میں

آگئے۔ کمرا مہنگا تھا اس کی سجاوٹ بھی مہنگی تھی۔ پورس نے تمام کھڑکیوں کے پردے ہٹا دیے۔ ائر کنڈیشنر بند کردیا۔ سمندر کی تازہ ہوا آرہی تھی۔ ہوٹل کا ملازم ایک ٹرالی میں شراب کی بوتل اور شیشے کے نازک جام لے آیا۔ پینے کے ساتھ کھانے کے لیے گرما گرم کباب بھی تھے۔ تازہ پھل اور خشک میوے بھی تھے۔ شیوانی نے بوتل کھولی دو جام بنائے پھر اپنی عادت کے مطابق اپنے پرس میں سے زہر کی چھوٹی شیشی نکالی۔ اپنے بھرے ہوئے جام میں اس شیشی سے دو قطرے ٹپکائے پھر اسے بند کرکے اپنے پرس میں رکھ لیا۔

پورس نے کہا "تم بہت خطرناک ہو۔ تم نے اس سے پہلے بھی میرے سامنے زہریلی شراب پی تھی۔ آج بھی پی رہی ہو ایسا کیوں کرتی ہو۔"

"میں مست ہوجاتی ہوں۔ تم نے دیکھا ہے کہ مجھے نشہ نہیں ہوتا ہے بس سرور طاری ہوجاتا ہے۔ دنیا میں ایسا کوئی نشہ نہیں ہے۔ ایسا کوئی زہر نہیں ہے جو مجھے مدہوش کردے۔"

"ایسا نشہ ہے۔ میرے پیار کا نشہ، جب میرا پیار تمہیں ملے گا۔ تو تم یہ تمام نشہ بھول جاؤ گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "یہ کتابی باتیں ہیں۔ میں نے بھی پڑھا ہے کہ محبت کا نشہ کبھی نہیں اترتا۔ زندگی میں کبھی کوئی پیار کرنے والا آتا ہے اور ہمیشہ سحرزدہ کرتا رہتا ہے۔"

پورس اس کے پاس آکر بیٹھ گیا پھر اسے اپنی طرف کھینچ کر اپنے بازوؤں میں قید کرتے ہوئے بولا "تم نے کتابیں پڑھی ہیں کتابوں سے باہر کسی مرد کو نہیں دیکھا۔"

وہ بولی "میرے اتنے قریب آنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لو۔ آج تک میں نے کسی کو اپنے قریب اس لیے نہیں آنے دیا کہ کوئی میرے زہریلے پیار کو برداشت نہیں کرسکے گا۔ اگر تمہاری زبان میرے لعاب دہن کو ذرا سا بھی چھو لے گی تو میرا زہر تمہارے اندر پہنچ جائے گا۔ تم ابھی تڑپ تڑپ کر یہیں ٹھنڈے پڑجاؤ گے۔"

"میں تمہارا دیوانہ ہوں اور دیوانے موت سے نہیں ڈرتے۔"

اس نے اسے کھینچ کر اپنے بازوؤں میں بھرلیا۔ اس کے چہرے پر جھک گیا۔ وہ بولی "رک جاؤ۔ تم میرے بہت کام آنے والے ہو۔ میں تمہیں مارنا نہیں چاہتی۔ مجھے چھوڑو اور۔۔۔"

وہ آگے نہ کہہ سکی پورس نے چپ کی مہر لگادی۔ کمرے میں گہری خاموشی چھاگئی۔ کھڑکی سے باہر سمندر کی لہریں شور مچا رہی تھیں۔ موج در موج بپھر رہی تھیں۔ کبھی ڈوب رہی تھیں۔ کبھی ابھر رہی تھیں۔ شرارتیں کررہی تھیں اور انسان جذبات کی عکاسی کررہی تھیں۔

پیار کے لمحات میں وقت کیسے گزرتا ہے پتا نہیں چلتا۔ شیوانی کو تو پتا ہی نہ چلا کیونکہ وہ گہری مدہوشی میں ڈوب گئی تھی۔ جب ہوش میں آتی تب پتا چلتا کہ پورس کی قدرت اب شیوانی کو جمہوریہ چین سے دشمنی کرنے سے باز رکھے گا۔ میرا زہر اس پر غالب آگیا ہے۔ تنویمی عمل کے زہریلا ہے۔

اس کے زہر نے وہ کام کیا جو زہریلی شراب نہیں کرسکی تھی۔ وہ مدہوشی کے باعث جسمانی اور ذہنی طور پر کمزور ہوگئی تھی۔ پورس اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

جاپان کے سومو پہلوان گوشت کا پہاڑ ہوتے ہیں اتنے وزنی ہوتے ہیں کہ کوئی عورت ان کے مقابلے پر آئے ان کے نیچے دب کر ٹماٹر کی طرح پچک جائے گی۔

شیوانی کبھی کسی مرد سے متاثر نہیں ہوتی ہے۔ کسی کو اپنے سے برتر نہیں سمجھتی تھی۔ وہ اب تک اپنی زندگی میں آنے والوں کو کم تر بناتی آئی تھی لیکن تقدیر اسے پورس کے مقابلے پر لے آئی تھی۔ اسے یہ خوش فہمی تھی کہ وہ اسے اپنا تابع بنا چکی ہے۔

لیکن اب بند آنکھوں کے پیچھے وہ خم ٹھونک کر اس کے مقابلے پر آئی تو پتا چلا پورس ایک سومو پہلوان ہے۔ وہ اس کے مقابلے پر آکر چاروں شانے چت ہوگئی ہے۔

عام حالات میں جو ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں پہنچتا تھا۔ اس کے خیالات پڑھنے میں ناکام رہتا تھا۔ کیونکہ اس کی تمام زہریلی سوچیں آپس میں گڈمڈ ہوتی رہتی تھیں۔ اب پورس کے زہر نے اس کی زہریلی سوچوں کو شانت کردیا تھا۔ اس کا ذہن پرسکون تھا اور وہ بند آنکھوں کے پیچھے ایک سومو پہلوان کو دیکھ رہی تھی۔

پورس نے اس کے اندر کہا "ہائے جانم! دیکھا تم نے مرد کا نشہ کیسا ہوتا ہے؟ اب تم مجھے اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکو گی اور نہ ہی اپنے الجھے ہوئے خیالات پیش کرسکو گی۔"

شیوانی کے دماغ میں اس کی باتیں گونج رہی تھیں لیکن وہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔ مدہوشی کی حالت میں اسے خود اپنا ہوش نہیں تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد بھی سمجھ نہ پاتی کہ پورس نے اسے پچھاڑ دیا ہے۔

پورس اس کی دماغی حالت کو سمجھ رہا تھا۔ وہ اس کامل

تھی کہ اسے ہپناٹائز کیا جاتا اس نے شیوانی کے دل کو تو اپنا لیا تھا۔ تنویمی عمل کے ذریعے جلد سے جلد دماغ کو بھی لینا چاہتا تھا لیکن ابھی یہ ممکن نہیں تھا۔

اس نے بستر سے اٹھ کر اس کے بدن کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا۔ باتھ روم میں جاکر غسل کرتے ہوئے سوچنے لگا کہ اب شیوانی کو جمہوریہ چین سے دشمنی کرنے سے باز رکھے گا۔ میرا زہر اس پر غالب آگیا ہے۔ تنویمی عمل کے لیے وہ فرماں بردار بن کر رہے گی۔ وہ رفتہ رفتہ ہم سب سے محبت کرنے لگے گی۔ شاید اسی لیے جناب عبداللہ واسطی نے ہدایت کی تھی کہ شیوانی کو کبھی نقصان نہ پہنچایا جائے۔

وہ غسل سے فارغ ہو کر کمرے میں آیا۔ شیوانی بستر پر بے ترتیبی سے بکھری گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا "ہیلو نارنگ میں شیوانی کا دوست راست آندرے بول رہا ہوں۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولا "تم تو دوست راست سے بھی کچھ زیادہ ہو میڈم کے ساتھ دن بھی گزارتے ہو اور۔۔۔ اور رات بھی۔"

"میں نے یہی پوچھنے کے لیے فون کیا ہے۔ کیا تم بھی رات گزارنا چاہتے ہو۔"

"کہہ میں میڈم کے ساتھ؟ کیوں مذاق کررہے ہو۔ وہ انتہائی میری صورت نہیں دیکھنا چاہتی ہیں۔ آج انہوں نے مجھے سخت ڈانٹا ہے۔ میری بہت انسلٹ کی ہے۔"

"ہاں جب وہ فون پر تمہیں جوتے مار رہی تھی۔ تب میں وہاں موجود تھا۔ مجھے یہ سوچ کر شرم آرہی تھی کہ تمہارے جیسا مرد ایک عورت سے گالیاں سن رہا تھا۔"

"تم میرے زخموں پر نمک چھڑک رہے ہو۔"

"میں تمہارے زخموں پر مرہم رکھنا چاہتا ہوں۔ تمہیں شیوانی کے تنویمی عمل سے نجات دلانا چاہتا ہوں۔"

"تم کیسے نجات دلاؤ گے تم خود ہی اس کے تابع بنے ہوئے ہو۔"

"اگر میں اس کا فرماں بردار ہوتا تو ابھی فون پر اس کے ساتھ نہ ہوتا۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں اس سے نجات حاصل کرچکا ہوں۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ تم نے کیسے نجات حاصل کی ہے؟"

"مجھے خوش قسمتی سے موقع مل گیا۔ آخر دن رات اکٹھے رہتا ہوں موقع ملتے ہی اسے دبوچ لیا ہے۔ اب یہ میرے سامنے بے ہوش پڑی ہوئی ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آرہا ایسا ہوسکتا ہے۔ تمہیں موقع مل سکتا ہے مگر میں کیسے یقین کروں؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ یہاں آؤ اپنی آنکھوں سے شیوانی کو بے ہوش اور بے یارومددگار دیکھو اور یقین کرلو۔"

"تم میڈم کے ساتھ کہاں ہو۔"

"میں سی سائڈ ہوٹل کے روم نمبر ۱۰۷ میں ہوں۔ کیا ابھی آرہے ہو؟ دیر کرو گے تو شیوانی ہوش میں آجائے گی۔"

"دیر نہیں ہوگی میں ابھی آرہا ہوں۔"

نارنگ نے فون کو بند کیا۔ فوراً ہی لباس تبدیل کیا ایک ریوالور کے چیمبر کو چیک کیا۔ وہ پوری طرح لوڈ تھا۔ وہ اپنی رہائش گاہ سے نکل کر باہر آیا پھر کار میں بیٹھ کر اس ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے سوچنے لگا "جب آندرے موقع سے فائدہ اٹھا سکتا ہے تو میں بھی یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔ وہاں پہنچ کر حالات کا جائزہ لوں گا۔ آندرے میرے نشانے پر آئے گا تو کوئی لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دوں گا۔"

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسے حالات میں دوسروں کو نقصان پہنچانے اور خود فائدہ اٹھانے کی باتیں سوچتے ہیں۔ وہ بھی یہی سوچتا ہوا ہوٹل کے احاطے میں پہنچ گیا۔ کار سے اتر کر ہوٹل کے اندر آیا۔ کاؤنٹر گرل سے بولا "روم نمبر ۱۰۷ میں میرا دوست اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ ہے۔ انہیں اطلاع دو میں ملنا چاہتا ہوں۔"

کاؤنٹر گرل نے فون کے ذریعے روم نمبر ۱۰۷ سے رابطہ کیا۔ ادھر سے پورس کی آواز سنائی دی۔ کاؤنٹر گرل نے کہا "ایک صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں ان سے بات کریں۔"

اس نے ریسیور نارنگ کو دیا۔ وہ ریسیور کو کان سے لگا کر بولا "ہیلو! آندرے میں ہوں جیمس ہارورڈ۔"

پورس نے کہا "میں انتظار کررہا ہوں۔ چلے آؤ۔"

وہ کاؤنٹر گرل کو ریسیور دے کر وہاں سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا فرسٹ فلور پر آیا۔ ایسے وقت وہ غیر معمولی قوت سماعت کے ذریعے پورس اور شیوانی کی طرف توجہ دے رہا تھا۔ اس نے شیوانی کی آواز بڑی دیر سے نہیں سنی تھی اس طرح اس کی بے ہوشی کا یقین ہورہا تھا۔ ابھی پورس کی بھی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ اس کمرے میں کوئی تیسرا نہیں ہے۔ شیوانی بے ہوش پڑی ہوئی ہے جب وہ دستک دے گا تو پورس دروازہ کھولنے آئے گا۔

اس نے سوچا "بس یہی موقع ہے۔ دروازہ کھلتے ہی

سامنا ہوتے ہی اسے گولی مار دوں گا۔ پہلے راستے کا کانٹا ہٹاؤں گا پھر شیوانی تو بے ہوش ہے۔ اسے آسانی سے شکنجے میں لے لوں گا۔"

وہ روم نمبر ۱۰ کے دروازے پر آیا پھر اپنے لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر دروازے پر دستک دی۔ دستک کے جواب میں کسی نے دروازہ نہیں کھولا۔

اس نے سوچا "مجھے دستک نہیں دینا چاہیے یہ کال بیل کس لیے ہے؟"

اس نے کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ اندر بجنے والی گھنٹی کی آواز باہر سنائی دی۔ اس نے انتظار کیا مگر پورس دروازہ کھولنے نہیں آیا اس بار اس نے دستک دینے کے لیے دروازے پر ذرا زور سے ہاتھ مارا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ کھلے ہوئے دروازے سے دور ایک بیڈ پر شیوانی گہری نیند میں نظر آرہی تھی۔

وہ محتاط انداز میں اندر آیا۔ دبے قدموں آگے بڑھتے ہی دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ اسے پورس نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے اونچی آواز میں کہا "آندرے کیا بات ہے؟ مجھے یہاں بلا کر کیوں چھپے ہوئے ہو؟ مجھے شبہ تھا کہ تم ایسی کوئی حرکت کرو گے کہاں ہو تم؟"

اسے پورس کی آواز سنائی دی "کبھی پیچھے بھی دیکھا کرو۔"

وہ ایک دم سے چونک کر پلٹ گیا۔ پلٹتے ہی منہ پر ایسا زبردست گھونسا پڑا کہ آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا وہ کالا جادو اور ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور غیر معمولی قوت سماعت رکھتا تھا لیکن فائٹر نہیں تھا۔ دشمنوں سے دو دو ہاتھ کرنا نہیں جانتا تھا وہ ایک ہی گھونسے میں چکرا کر گر پڑا۔

پورس نے فرش پر سے ریوالور اٹھاتے ہوئے کہا "چلو اٹھو۔"

وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "یہ اچھی بات نہیں ہے میں تمہیں دوست سمجھ کر ملنے آیا ہوں اور تم میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو۔"

پورس نے کہا "مجھے دوست سمجھ کر ریوالور تحفے میں دینے آئے ہو۔ ہمیں کبھی ہتھیار کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

اس نے ریوالور کو نارنگ کے قدموں میں پھینک دیا۔ اس نے حسرت سے ریوالور کو دیکھا اس وقت یہ شدید خواہش تھی کہ فوراً ریوالور اٹھا کر پورس کو گولی مار دے۔

پورس نے اس کے دماغ میں آنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ پریشان ہو کر کہا "میں تمہیں اپنے اندر نہیں آنے دوں گا۔"

"میں سمجھ رہا تھا ایک ہی گھونسے میں تمہارے دماغ کا دروازہ کھل جائے گا مگر نہیں کھل رہا تھا۔ سوری اب مجھے تالا توڑنا ہوگا۔"

پورس نے اس کے منہ پر دوسرا گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا ذرا دور جا کر فرش پر گر پڑا پہلے ہی گھونسے میں ناک سے اور بائیچھوں سے لہو رسنے لگا تھا۔ دوسرے گھونسے میں دو دانت ٹوٹ کر باہر آگئے۔

پورس نے اس کے اندر کہا "سوری میں نے دماغ کا تالا توڑا تمہاری دانت بھی ٹوٹ گئے۔ آرام سے یہیں فرش پر لیٹے رہو۔ تمہیں تکلیف ہو رہی ہے یہیں آرام کرو آنکھیں بند کر کے اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

وہ گھبرا کر بولا "نہیں میں تمہیں ہپناٹائز کرنے نہیں دوں گا۔"

"مجھے کچھ نہ کرنے دو مگر اچھے بچے کی طرح چپ چاپ سو جاؤ۔"

وہ جانتا تھا کہ سوئے گا تو اپنی آزادی کھوئے گا۔ شیوانی کی قید سے نکل کر اس کا قیدی بن جائے گا۔ وہ نہیں سوئے گا۔ اس آندرے کو اپنے اوپر مسلط نہیں ہونے دے گا۔

وہ سوچ رہا تھا اور غیر شعوری طور پر زیر اثر آتا جا رہا تھا۔ آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ اس طرح وہ رفتہ رفتہ گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ اس کے بعد وہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔

○☆○

بیکر برائٹ اور تھری جے بوٹ میں تھے ان کے علاوہ اور چھ مسافر تھے۔ جن میں دو عورتیں اور چار مرد تھے۔ وہ بوٹ وسیع و عریض سمندر میں ایک تنکے کی طرح بہتی جا رہی تھی۔ حدِ نظر تک پانی ہی پانی تھا۔ زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ ساحلی علاقے اتنی دور تھے کہ پرندے بھی اڑتے ہوئے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اوپر صرف آسمان تھا۔ نیچے صرف پانی تھا۔ ایسی جگہ ایک دشمن دوسرے دشمن کو نقصان پہنچا کر وہاں سے فرار نہیں ہو سکتا تھا۔

بیکر برائٹ، جے کانفو اور جے فلو نے ایک دوسرے کو جانی نقصان پہنچانے کی کوششیں کی تھیں لیکن وہ ایک دوسرے کے قابو میں نہیں آئے تھے۔ ان تینوں کے پاس ریوالور بھی تھے اور ٹیلی پیتھی کے ہتھیار بھی تھے۔ بعض حالات میں کوئی بھی ہتھیار کام نہیں آتا۔ حالات سے کر کے کسی سنہری موقع کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔

انہوں نے یہی کہا تھا "ایک دوسرے کو ہلاک کرنے

دیوتا

ے اپنے اپنے ریوالور خالی کر دیے تھے اور یہ طے کیا تھا اس بوٹ میں امن و امان سے رہیں گے اور ممبئی پہنچ کر ل دوسرے سے دور ہو جائیں گے۔ بوٹ کے دوسرے زان کے اس فیصلے سے مطمئن ہو گئے تھے۔

بوٹ کے پائلٹ نے کہا "تم تینوں سمجھ دار ہو یہاں ہاں چلاتے تو دوسرے مسافروں کو نقصان پہنچتا پھر تم ایک دوسرے سے کم نہیں ہو فائرنگ کے نتیجے میں تینوں ارے جاتے۔"

بیکر برائٹ ایک سیٹ پر آکر بیٹھ گیا تھا۔ جے کانفو اور جے اس کے پیچھے دوسری جگہ جا کر بیٹھنا چاہتے تھے۔ بیکر نے جگہ سے اٹھ کر کہا "سنو میرے پیچھے جا کر نہ بیٹھو۔ پیچھے کسی وقت بھی حملہ کر سکتے ہو۔"

جے کانفو نے کہا "بکواس مت کرو۔ ہمارے درمیان ہوتا ہو چکا ہے۔"

"تم بکواس مت کرو۔ سمجھوتے کے بعد بھی دھوکا دیا سکتا ہے۔ ہم ممبئی پہنچنے تک ایک دوسرے کے سامنے ہیں گے۔"

بیکر وہاں سے اٹھا اور ان کے سامنے ایک سیٹ پر آکر گیا۔ وہ دونوں اسے غرا کر دیکھنے لگے۔ انہوں نے اپنی اپنی تی کے لیے سمجھوتا کیا تھا مگر کسی پر اعتماد نہیں کیا تھا۔ نوں کے ذہنوں میں یہ بات تھی کہ بمبئی پہنچنے تک یک کسی طرف سے دھوکا ہو سکتا ہے۔ ان میں سے کوئی موقع سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ وہ تینوں اپنی اپنی جگہ ت سوچ رہے تھے۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی کسی پر بھروسا نہیں کرتے یا لے کی جان لے لیتے ہیں یا اسے زخمی کر کے اپنا غلام بنتے ہیں۔ جے سامو اپنے دونوں ساتھیوں کے اندر موجود وہ تینوں سوچ رہے تھے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ان ام بن سکتا ہے۔ کسی طرح اسے زخمی کیا جا سکتا ہے۔

بیکر برائٹ سوچ رہا تھا "یہ دو نہیں ہیں۔ کوئی تیسرا بھی ہے پاس آتا ہے اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ ہے ہیں یہ مجھے غلام بنانے کے لیے کسی طرح کی بھی سے باز نہیں آئیں گے۔"

جے فلو نے ناگواری سے کہا "اے! ہمیں اس طرح کر کیوں دیکھ رہے ہو؟"

"میں تم دونوں کو پہچان رہا ہوں ایک تیسرا ٹیلی پیتھی والا تمہارے اندر موجود ہے۔ بولو ہے یا نہیں؟"

"ہاں ہے ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی ہیں۔"

"تم صرف تین ہو کوئی چوتھا نہیں ہے۔"

"کوئی چوتھا نہیں ہے تو کیا فرق پڑتا ہے؟"

"تو پھر مانتے ہو کہ تم صرف تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ تم تھری جے ہو۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے پھر ایک نے کہا "تم ہمارے متعلق جو بھی رائے قائم کرتے رہو۔ ہم نے تمہارے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا ہے کہ تم کون ہو؟"

دو عورتیں بیکر برائٹ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں ان میں سے ایک نے کہا "تم تینوں آپس میں باتیں نہ کرو۔ خوا مخواہ بات بڑھے گی تو اس چھوٹی سی بوٹ کا امن و امان ختم ہو جائے گا۔"

جے فلو نے اس عورت کی بات سن کر جے کانفو سے خیال خوانی کے ذریعے کہا "میں اس عورت کے دماغ میں رہوں گا یہ ہمارے دشمن کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے پاس کوئی چھوٹا بڑا چاقو بھی ہے۔"

جے کانفو نے کہا "کوشش کرو۔ ہمیں کسی طرح بھی اسے زخمی کرنا ہے۔ میں پائلٹ کے دماغ میں ہوں اس کے ذریعے اس شخص کے دماغ میں پہنچوں گا جو ہمارے دشمن کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔"

جے سامو نے کہا "پیچھے سے کیا ہوا حملہ ضرور کامیاب ہوتا ہے۔ میں بھی کوشش کر رہا ہوں اس کم بخت کی تقدیر اچھی ہے ابھی تک ہمیں کوئی موقع نہیں مل رہا ہے۔"

دو چار دشمن آمنے سامنے ہوں تو سازشوں سے باز نہیں آتے۔ بیکر برائٹ بھی موقع کی تاک میں تھا۔ جے کانفو اور جے فلو کے قریب ایک جوان خوب صورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ بیکر اس کے اندر پہنچا ہوا تھا اس کا نام اعملی تھا۔ وہ عیسائی تھی۔ اور بیچ کلر کے اسکرٹ اور بلاؤز میں اپنے عمر کی بہاریں دکھا رہی تھیں۔ وہ اکثر فضائی راستے سے یا بحری راستے سے گوا سے ممبئی اور ممبئی سے گوا جاتی آتی رہتی تھی اس کا ایک چھوٹا سا گینگ تھا۔ اس گینگ کے افراد ہیرے اور ڈرگس ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے تھے۔ کسی انڈر ورلڈ کے لیے کام کرتے تھے اور خوب مال کماتے تھے۔

اس وقت اعملی کے ہینڈ بیگ میں دو کروڑ کے ہیرے

تھے۔ وہ گوا کے کسٹمز والوں کو بے وقوف بنا کر ہیرے لے آئی تھی۔ اب فکر مند تھی کہ ممبئی کے کسٹمز والوں سے کس طرح بچ کر نکلے گی۔ اگرچہ انڈر ورلڈ والوں کے ہاتھ بہت لمبے تھے۔ وہ شاید ہی کبھی قانون کی گرفت میں آتے تھے۔ اتفاقاً کبھی کسی کی شامت آجاتی تھی۔ اعلیٰ کی شامت بھی آسکتی تھی وہ یہی سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔

بیکر نے اس کی سوچ میں کہا "میں ٹیلی پیتھی کے بارے میں کیا جانتی ہوں؟ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آجائے تو میں کیا کروں گی؟"

اعلیٰ نے اپنی سوچ میں کہا "میں خوشی سے پاگل ہو جاؤں گی۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مدد سے ممبئی کے کسٹمز والوں کو غائب دماغ بنا کر آسانی سے ہیرے لے جاؤں گی مجھے دو کروڑ کے ہیروں کے عوض کمیشن کے طور پر پانچ لاکھ روپے ملیں گے۔"

اسے پہلے کبھی اتنی بڑی رقم نہیں ملی تھی۔ ہمیشہ خطرات سے کھیلنے کے بعد پچاس ساٹھ ہزار مل جایا کرتے تھے۔ وہ خوب دولت کمانا چاہتی تھی۔ اس بار یکمشت پانچ لاکھ روپے ملنے والے تھے۔ وہ خوشی کے مارے اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر تنہا سمندری راستے سے ہیرے اسمگل کر رہی تھی۔

بیکر نے اس کی سوچ میں کہا "میری مدد کے لیے کوئی میرے دماغ میں آئے گا تو میں حیرت کا اور مسرت کا اظہار نہیں کروں گی۔ ایسا کرنے سے آس پاس کے لوگوں کو شبہ ہوگا۔ وہ پوچھیں گے کہ میں اچانک پاگلوں کی طرح کیوں خوش ہو رہی ہوں؟"

اعلیٰ نے سوچا "نہیں میں اپنے چہرے سے خوشی ظاہر نہیں کروں گی۔ بڑی رازداری سے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے مدد مانگوں گی۔"

تب بیکر نے اس کے دماغ میں کہا "ہیلو اعلیٰ! انسان جو سوچتا ہے وہ نہیں ہوتا مگر تم جو سوچ رہی تھیں وہ ہو رہا ہے۔"

اعلیٰ نے ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام لیا تھا۔ بڑی حیرانی سے ایک اجنبی کی آواز سن رہی تھی۔ بیکر نے کہا "تمہارے چہرے سے حیرانی ظاہر ہو رہی ہے اپنا ہاتھ سر سے ہٹاؤ۔ ایسی حرکتوں سے لوگ تمہاری طرف متوجہ ہوں گے۔"

اعلیٰ نے فوراً اپنا ہاتھ سر سے ہٹا لیا۔ کوشش کرنے لگی کہ چہرے سے حیرانی ظاہر نہ ہو۔ بیکر نے کہا "شاباش بالکل نارمل اور پرسکون رہو۔ جیسے کوئی غیر متوقع حالات پیش نہ آرہے ہوں۔"

وہ بولی "میں... میں نارمل ہوں مگر مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ ابھی میں نے ایسی خواہش کی تھی جو کبھی پوری نہیں ہو سکتی تھی ایسی خواہش ایک مذاق سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوتی... مگر... مگر..."

"مگر یہ مذاق نہیں ہے اور تمہاری یہ خواہش پوری ہو رہی ہے۔ میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔ تمہیں یقین دلانے کے لیے تمہارے اندر کی بات بتا سکتا ہوں۔"

"ہاں کچھ ایسی باتیں بتاؤ کہ مجھے یقین ہو جائے۔"

"تمہارے ہینڈ بیگ میں بیش قیمت ہیرے ہیں۔ تم ان ہیروں کو صرافہ بازار کے سیٹھ گردھاری لال کے پاس پہنچاؤ گی یہ دو کروڑ کے ہیرے ہیں۔ گردھاری لال تمہیں پانچ لاکھ روپے دے گا۔ کچھ اور پوچھو۔ کچھ اور بتاؤں! میں کسٹمز والوں کو غائب دماغ بنا دوں گا تم بڑی بے باکی سے یہ ہیرے لے جاسکو گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "او گاڈ! سو مچ تھینکس میں جو چاہتی تھی تم وہی میرے لیے کرنا چاہتے ہو۔ میں کیا بتاؤں میں اپنی خوشیوں کو کس طرح اپنے اندر دبا رہی ہوں۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ خوشی سے اٹھ کر ناچنے لگوں۔"

"اس طرح ناچتے ناچتے جیل پہنچ جاؤ گی۔ دانش مندی یہی ہے کہ خوش ہونا بھول جاؤ گہری سنجیدگی اختیار کرو۔"

"میں یہی کوشش کر رہی ہوں۔ تم میرے اندر رہ کر میری حالت کو سمجھ رہے ہو گے۔"

"تم اسی طرح میری ہدایات پر عمل کرتی رہو گی تو میں ممبئی تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

"میں تمہارے ایک ایک حکم کی تعمیل کرتی رہوں گی۔ بتاؤ تم میرے اندر کیسے پہنچ گئے؟ کیا مجھے پہلے سے جانتے ہو؟"

"میں نے آج ہی تمہیں دیکھا ہے اور اس بوٹ میں دیکھ رہا ہوں۔ تم بہت خوب صورت ہو تمہیں آئیڈیل بیوی کمنا چاہیے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں اپنی مسرتوں کو کیسے چھپاؤں۔ تم میرے اتنے قریب ہو اسی بوٹ میں ہو مجھے دیکھ رہے ہو۔ میرے حسن کی تعریف کر رہے ہو۔ میرے جیسی خوش نصیب لڑکی کوئی نہیں ہوگی۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا مددگار بھی ہے اور شاید مجھے پسند بھی کر رہا ہے۔"

"ہاں پسند کر رہا ہوں تمہیں چاہتا ہوں۔ دوستی کرو گی؟"

"اِٹس مائی پلیژر۔ میں یہاں سے اٹھ کر دوسری جگہ

ہی ہوں۔ اب مجھ سے خوشیاں برداشت نہیں ہوں گی۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی ایک ٹائلٹ میں گئی۔ اندر جاتے ہی دروازے کو بند کر کے دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ کو دبا کر مارے خوشی کے ہنسنے لگی اور ہنسی کو روکنے لگی۔ ایک ہی دن میں ایک ہی وقت میں اسے وہ سب مل رہا تھا۔ جس کی تمنا ہر جوان لڑکی کو ہوتی ہے۔

دوسری طرف جے فلو اس عورت کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ جو بیکر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی وہ اعلیٰ کی طرح ایک حسین دوشیزہ تو نہیں تھی لیکن ایک بھرپور جوان عورت تھی۔ کسی کو پھانسنا ہو تو پہلے اس کی ضرورتوں کو سمجھا جاتا ہے پھر اس کی ضرورتیں پوری کرتے رہو تو پھر وہ دل و جان سے قربان ہوتی رہتی ہے۔ جے فلو نے اس عورت کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ بڑی سی نوکری میں بڑی بڑی سکھائی ہوئی مچھلیاں بیچ رہی ہے۔

ساحلی علاقوں کے ماہی گیر مچھلیاں پکڑ کر مہاجنوں کو فروخت کر دیتے تھے جو مچھلیاں بیچ جاتی تھیں۔ انہیں اچھی طرح نمک مسالہ لگا کر دھوپ میں سکھاتے تھے۔ ایسی مچھلیاں سوکھ جانے کے بعد کبھی خراب نہیں ہوتیں مہینوں تک کھانے کے قابل رہتی ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں ایسی مچھلیوں کے اچھے دام مل جاتے ہیں۔

وہ عورت جو سوکھی مچھلیاں لے جا رہی تھی۔ اس کا نام کملا بائی تھا۔ وہ مچھلیوں کے پیٹ کے اندر چرس بھر کر لے جا رہی تھی۔ وہ پانچ سو روپے کی مچھلیاں تھیں لیکن وہ ممبئی میں پندرہ ہزار روپے کمانے والی تھی۔

کملا بائی کے ساتھ بھی یہی مسئلہ تھا۔ وہ بھی ممبئی کے کسٹمز والوں سے خوف زدہ تھی۔ دل ہی دل میں بھگوان سے دعا کر رہی تھی کہ کسٹمز والوں سے بچ کر نکل جائے گی اور پندرہ ہزار کمالے گی تو مندر میں پانچ سو روپے کا چڑھاوا چڑھائے گی۔

جے فلو نے بھی وہی طریقہ استعمال کیا جو بیکر نے اعلیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ اس نے پہلے کملا بائی کو اس کی ہی سوچ کے ذریعے اس بات پر آمادہ کیا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا مدد کے لیے اس کے اندر آئے گا تو وہ اچانک حیرت اور خوشیوں کا اظہار نہیں کرے... گی ورنہ بھید کھل جائے گا کہ تم اسمگل کر رہی ہے اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا مدد کر رہا ہے۔

جے فلو کو جب یقین ہو گیا کہ کملا بائی کوئی کام نہیں کرے گی تو اس نے خود کو اس کے اندر ظاہر کیا اسے یقین دلایا کہ وہ اپنی تمام مچھلیوں کو کسٹمز والوں کے سامنے سے لے جائے گی اور اسے کوئی نہیں روکے گا۔ وہ خوش ہو کر بولی "بابو صاحب! تم کون ہو؟ میرے کو کیسے جانتے ہو۔"

جے فلو نے کہا "یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں اور تمہیں کیسے جانتا ہوں۔ میں تمہارا کام کروں گا۔ تم میرا کام کرو گی۔ بولو منظور ہے؟"

"میرے کو سر سے پاؤں تک منظور ہے۔ تمہارا جو بھی کام ہوگا میں کروں گی۔ میرے کو کام بتاؤ۔"

"جس بڑے ٹوکرے میں تم نے مچھلیاں رکھی ہیں۔ اس میں مچھلیاں کاٹنے کے لیے ایک بڑا سا چاقو بھی رکھا ہوا ہے۔ تم اس چاقو سے میرے ایک دشمن کو زخمی کرو گی۔"

وہ گھبرا کر بولی "ہائے رام! میں زندہ مچھلیوں کو مارتی ہوں مگر کبھی کسی آدمی کو نہیں مارا۔ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکے گا۔"

"تم میرے دشمن کو جان سے نہیں مارو گی۔ صرف زخمی کرو گی۔"

"میں پکڑی جاؤں گی یہ لوگ میرے کو پولیس کے حوالے کریں گے۔ بابو صاحب! کوئی دوسرا کام بولو؟"

"بس یہی ایک کام ہے اور یہ کام تم خود نہیں کرو گی۔ میں تم سے کراؤں گا۔ تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا کہ پلک جھپکتے ہی کیا کر چکی ہو۔"

"بابو صاحب! تمہارا وہ دشمن کون ہے؟"

"میرا دشمن تمہاری ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا ہے۔ خبردار! اسے چونک کر نہ دیکھنا وہ ہوشیار ہو جائے گا۔"

"میں اسے نہیں دیکھ رہی وہ ہمارے سامنے بیٹھے ہوئے دو آدمیوں سے لڑ رہا تھا اور وہ دونوں بھی اس سے لڑ رہے تھے۔"

پھر وہ ایک دم سے چونک کر بولی "ہائے رام کیا تم وہی دشمن ہو۔ میرے اندر بھی ہو اور سامنے بھی بیٹھے ہوئے تمہارا نہیں اس کم بخت کا دشمن ہوں اس توجہ سے نہ دیکھو اسے شبہ ہو رہا ہے۔"

"میں تمہیں نہیں دیکھوں گی مگر مجھے اچھی طرح کہ تم مجھے کس طرح پولیس والوں سے بچاؤ گے۔ میں عورت ہوں میرا ہزاروں روپے کا مال پولیس والوں کے ہاتھ لگ جائے گا۔"

جے فلو اسے سمجھانے لگا۔ دوسری طرف بیکر اعلیٰ کو سمجھا رہا تھا کہ باتھ روم سے نکل کر اسے کیا کرنا چاہیے۔

اعملی نے اپنے لباس کے اندر سے ایک چھوٹے سائز کا پستول نکالتے ہوئے کہا "میں ابھی تمہارا کام کروں گی۔ مجھے تم پر بھروسا ہے۔ تم مجھے پولیس کے ہاتھ لگنے نہیں دو گے۔"

وہ ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر باہر آئی۔ بیکر نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ دونوں بلیو شرٹس اور بلیک پینٹ میں ملبوس ہیں اور یہ وہی دونوں ہیں۔ جن کے پاس اعملی بیٹھی ہوئی تھی۔

اعملی نے ٹائلٹ سے باہر نکلتے ہی پہلے جے کانو کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر دوسری گولی جے فلو کے بازو پر ماری اس کا نشانہ بڑا پکا تھا۔ اس نے بیکر کی ہدایت کے مطابق ان دونوں کو صرف زخمی کیا تھا۔

وہ دونوں گولی کھاتے ہی چیخ پڑے۔ دوسری طرف بیکر کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ کملا بائی نے چاقو سے اچانک حملہ کیا تھا۔ اس کے حملہ کرتے ہی بیکر نے ایک ذرا پہلو بدلا تھا۔ جس کے نتیجے میں چاقو سے گہرا زخم نہیں لگا۔ ہلکی سی خراش آئی تھی۔ اس کے باوجود وہ گھبراہٹ کے مارے چیخ پڑا تھا۔

دوسری طرف کملا بائی گھبرا کر اس سے دور ہو گئی۔ بوٹ کے تمام مسافر حیرانی اور پریشانی سے ان دو عورتوں کو دیکھنے لگے۔ وہ سب پستول سے خوف زدہ تھے یہ ڈر تھا کہ جو بولے گا۔ اعملی اسے گولی مار دے گی۔

بیکر نے اس کے اندر کہا "اعملی بالکل گونگی بن جاؤ۔ تم نے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زخمی کیا ہے۔ تیسرا خیال خوانی کرنے والا ان کے اندر موجود ہے۔ وہ تمہاری آواز سنے گا تو تمہارے اندر آکر نقصان پہنچائے گا۔"

بیکر نے کملا بائی سے کہا "تم مجھ سے نہ ڈرو میں جانتا ہوں۔ تم نے اپنی مرضی سے مجھ پر چاقو نہیں چلایا تھا اور میں تمام مسافروں سے کہتا ہوں کہ وہ خوف زدہ نہ ہوں۔ اعملی اپنے پستول سے کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ کوئی اعملی سے کچھ نہ بولے۔"

"...." تیزی سے چلتا ہوا اعملی کے پاس آیا پھر اس سے ہے۔" کربولا "جے ساموا! میں نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ تم اعملی ہو مگر اب ون جے رہ گئے ہو۔ اب یہ دونوں حیرانی سے رحم و کرم پر ہیں۔ میں تمہاری کوئی چال کامیاب "تمہارا میں دوں گا۔ میں نے اعملی سے پستول لے لیا ہے۔ ہٹاتے مجھ سے نہیں چھین سکو گے۔ اب میں تمہارے دو ھیوں کے اندر جا رہا ہوں مجھے روک سکتے ہو تو روک لو۔"

وہ جے کانو کے اندر آکر بولا "ہیلو کانو! بہت خوش فہمی تھی کہ تم تین ہو اور میں تنہا ہوں۔ تم نے مجھے زخمی کرنے کے لیے کملا بائی کو استعمال کیا مگر مجھے ہلکی سی خراش آئی۔ تم

دیکھ رہے ہو' میں خیال خوانی کے قابل ہوں اور تم دونوں ناکارہ ہو چکے ہو۔"

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا "تم قسمت کے دھنی ہو۔ کملا بائی ایک ذرا سا چوک گئی اور تم جیت گئے۔"

اس کے اندر جے ساموا کی آواز سنائی دی "مگر میری کوشش ہوگی کہ اپنے دونوں ساتھیوں کو ہارنے نہ دوں۔"

"تم کوششیں کرتے رہو گے اور ناکام ہوتے رہو گے۔"

"اور تم پریشان ہوتے رہو گے۔ میں تمہیں سکون سے نہیں رہنے دوں گا۔ ایسی چال چلوں گا کہ ممبئی پہنچ کر تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

"مات کھانے والے دشمن اسی طرح دھمکیاں دیتے ہیں۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ اسے دھمکی نہ سمجھو۔ میدان تمہارے ہاتھ ہے۔ انتقامی کارروائی کرنے کے سلسلے میں جلدی نہ کرو۔ میں نے پائلٹ سے معلوم کیا ہے یہ بوٹ ایک گھنٹے بعد ممبئی پہنچے گی تم کم از کم آدھے گھنٹے تک موجودہ حالت پر ہر پہلو سے غور کرو اور سوچو کہ میں کس راستے سے تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہوں۔"

"تم ہی بتا دو کس راستے سے نقصان پہنا سکتے ہو۔"

"کئی راستے ہیں۔ ابھی تمہیں عقل سکھانے کے لیے صرف ایک راستہ بتا رہا ہوں۔ جب تم کسٹمز والوں اور پولیس والوں کے درمیان سے گزرو گے تو میں ان میں سے کسی کے بھی دماغ پر قبضہ جما کر اس کی گن سے تمہیں زخمی کروں گا اور بھی ہتھکنڈے ہیں تم کہاں کہاں سے بچو گے۔"

بیکر سوچ میں پڑ گیا۔ جے ساموا اپنے دونوں ساتھیوں کو تحفظ دینے کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔ کسی کے بھی ذریعے اسے گولی مار سکتا تھا۔ اس نے کہا "بے شک تم میرے لیے دشواریاں پیدا کر سکتے ہو۔ لہٰذا میں بھی اپنے طور پر احتیاطی تدبیر کر رہا ہوں۔"

اس نے اعملی سے کہا "میری ہدایت پر سختی سے عمل کرتی رہو گونگی بنی رہو۔ جان بھی چلی جائے تو منہ سے آواز نہ نکالنا۔ تیسرا خبیث تمہارے دماغ میں گھس آئے گا۔"

وہ اعملی کے دماغ میں بول رہا تھا۔ اسے سمجھا رہا تھا کہ وہ صرف سوچ کے ذریعے اس سے گفتگو کر سکے گی۔

وہ بولی "تم میرے آئیڈیل ہو۔ میں تمہارے ساتھ رہنے کے لیے تمہاری ہدایات پر عمل کرتی رہوں گی۔ کیا تم اس تیسرے دشمن کو بھی اسی طرح شکست نہیں دے سکو

"میں پوری کوشش کر رہا ہوں۔ میری کامیابی کا انحصار تمہارے گونگے بن کر رہنے پر ہے۔"

"تم میری ضد اور قوت ارادی کو ابھی نہیں جانتے ہو جو ہا کہہ دیتی ہوں اس پر مرتے دم تک قائم رہتی ہوں۔ تم بن کو جب تک تم اجازت نہیں دو گے میں منہ سے ایک آواز نہیں نکالوں گی۔"

"میری ایک اہم بات یاد رکھو۔ ہو سکتا ہے ممبئی پہنچ کر شن مجھے نقصان پہنچائے۔ ایسا وقت آتے ہی تم مجھ سے ذرا اپنا پستول لے کر ان دونوں کو گولی مار دینا جو ابھی زخمی ہے ہیں۔"

اعملی کو یہ باتیں سمجھا کر وہ پھر جے کانو کے دماغ میں آیا پھر اس سے بولا "کیا جے ساموا موجود ہے؟"

جے کانو نے بولا "یہاں نہیں ہے۔ شاید جے فلو کے اس ہوگا۔"

بیکر نے جے فلو کے اندر آکر پوچھا "کیا جے ساموا موجود ہے؟"

جے ساموا نے کہا "ہاں میں موجود ہوں۔ کیا تم نے غور کیا ہے کہ دشمنی کتنی مہنگی پڑے گی۔"

"دشمنی دونوں کو مہنگی پڑ رہی ہے آئندہ اس سے بھی زیادہ مہنگی پڑے گی۔ تم نے دھمکی دی تھی کہ ممبئی پہنچتے ہی تم کسی کے بھی ذریعے مجھے ہلاک کر سکتے ہو۔"

"کیا میں نہیں کر سکتا؟"

"شیطان کچھ بھی کر سکتا ہے۔ میں نے احتیاطی تدبیر کی ہے۔ تم کسی کے ذریعے جیسے ہی گولی چلاؤ گے اسی لمحے اعملی تمہارے دونوں ساتھیوں کو گولی مار دے گی۔ میں مرتے مرتے بھی ان دونوں کو لے مروں گا۔ اب تمہارے غور کرنے کا وقت آیا ہے۔"

پھر وہی حالات پیدا ہو گئے تھے۔ جے کانو اور جے فلو کے ناکارہ ہونے کے باوجود جے ساموا کی وجہ سے ان کا پلڑا بھاری تھا۔ وہ بیکر کو کسی وقت بھی کسی کے ذریعے بھی ہلاک کر سکتا تھا۔

اور بیکر نے اپنے بچاؤ کی تدبیر کی تھی۔ جے ساموا کو اس نے یہ باتیں بتا کر دیا تھا کہ اسے گولی ماری گئی تو اس کے دونوں ساتھی بھی زندہ نہیں بچیں گے۔

جب مخالفین کے درمیان ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں تو سمجھوتے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں رہ جاتا۔ سب اپنا اپنا جان بچانے کے لیے مجبوراً سمجھوتا کرتے ہیں۔

ٹیلی پیتھی کے سلسلے کی پہلی کتاب
ٹیلی پیتھی اور مستقبل بینی
ٹیلی پیتھی کے ذریعے مستقبل بینی کیسے کی جا سکتی ہے؟
ٹیلی پیتھی کے بارے میں مفصل معلومات
ماہیت اس کے فوائد و نقصانات
اس کی مشقیں
اور بہت کچھ
قیمت 25 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ منی آرڈر روانہ کریں
جیسی منی آرڈر روانہ کریں
ملنے کا پتہ
مکتبہ نشریات
kitablat@hotmail.com
kitablat1970@yahoo.com

بیکر اور تھری جے پھریری کرنے والے تھے اور پھر نئے سمجھوتے کی آڑ میں ایک دوسرے کا سکون برباد کرنے والے تھے۔ ابھی یہ اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کھلے سمندر میں ان کی دشمنی کا اونٹ کس کروٹ بیٹھنے والا ہے۔

○☆○

تیج پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل کرنے میں کامیاب رہے تھے۔ وہ نقشہ واشنگٹن کے ایک بینک کے لاکر سے حاصل کیا گیا تھا۔ ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی بڈی رابرٹ واشنگٹن میں رہتا تھا۔ اب وہ نقشہ اسی کے پاس تھا۔

اگرچہ تیج پال ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا لیکن وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی ذہانت اور حاضر دماغی کے معترف تھے اسے اپنا گائیڈ یا استاد تسلیم کرتے تھے۔ اس کے مشورے کے بغیر کوئی اہم قدم نہیں اٹھاتے تھے۔

بڈی رابرٹ نے نقشہ حاصل کرنے کے بعد تیج پال کے دماغ میں آکر پوچھا "اس نقشے کو کس طرح تمہارے پاس پہنچایا جائے؟ کیا تم اپنا موجودہ پتا ٹھکانا بتاؤ گے؟"

تیج پال کے دماغ میں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی بھی موجود تھے۔ اس نے کہا "ہم سب ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم میں سے کوئی کسی کو یہ نہیں بتاتا کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں ہے۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "میں نے بھی اب تک اپنے بارے میں بہت کچھ چھپایا تھا لیکن نقشہ حاصل کرنے کی خاطر تم سب پر یہ ظاہر کردیا کہ میں یہاں واشنگٹن میں رہتا ہوں۔"

اس کے ایک ساتھی مائیک مورو نے کہا "نقشے کی خاطر تیج پال کو بھی اپنا پتا ٹھکانا بتانا چاہیے۔ بڈی وہاں پہنچ کر وہ نقشہ اس کے حوالے کرے گا۔"

دوسرے ساتھی جوزف وسکی نے کہا "ہم تیج پال پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ اس اہم نقشے کو تیج پال کے پاس ہی رکھنا چاہیے۔"

تیج پال نے کہا "بات صرف اتنی سی نہیں ہے کہ اس نقشے کو میرے پاس رہنا چاہیے۔ اس کے آگے بھی کئی اہم مسائل ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہمیں اس نقشے کے مطابق جلد سے جلد ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں ہمیں سب سے پہلے ایک خفیہ اڈا بنانا ہوگا۔"

ایک نے پوچھا "وہ خفیہ اڈا کہاں ہوگا؟"

"ظاہر ہے کسی ایسی جگہ ہوگا جہاں کوئی نہ پہنچ سکے لیکن مشین کی تیاری کے دوران میں ہم سب کو وہاں جاتے آتے رہنا ہوگا۔ وہ مشین ہم سب کی نگرانی میں تیار ہوگی۔"

"تو کیا ہمیں اس اڈے میں رہنا ہوگا؟"

تیج پال نے کہا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم سب اس خفیہ اڈے میں جسمانی طور پر حاضر رہا کرو۔ تم سب اپنا ایک ایک آلۂ کار بناؤ گے تنویمی عمل کے ذریعے ان آلۂ کاروں کے برین واشن کردو گے اس طرح وہ سب اپنے آپ کو بھول کر اس خفیہ اڈے میں دن رات مصروف رہا کریں گے۔ وہ تمام آلۂ کار ماہر مکینک بھی ہوں گے۔"

وہ انہیں بہترین طریقہ کار بتا رہا تھا اس کے تمام ساتھی توجہ سے سن رہے تھے۔ اس نے کہا "تم سب ہمیشہ کی طرح رازداری سے اپنی اپنی جگہ رہو گے اور اپنے گھر بیٹھے بیٹھے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے مشین تیار کراتے رہو گے۔"

جوزف وسکی نے کہا "یہ بہترین طریقہ کار ہے۔ ہم سب محفوظ رہیں گے اور ہم سے دور کسی خفیہ اڈے میں وہ مشین تیار ہوتی رہے گی اور ہم تیاری کے سلسلے میں تیج پال کو دن رات رپورٹ دیتے رہیں گے۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "ہم سب اس فیصلے سے متفق ہیں۔ اب یہ بتاؤ کہ یہ نقشہ کہاں پہنچایا جائے گا؟"

تیج پال نے کہا "میں آج سے دو دن بعد لندن جاؤں گا۔ جانے سے پہلے بڈی کو اطلاع دوں گا۔ بڈی وہاں آئے گا اور وہ نقشہ مجھے دے دے گا۔ کیا یہ مناسب رہے گا؟"

سب نے تائید کی۔ بڈی نے کہا "یہ میرے لیے بھی بہتر ہوگا۔ اب میں امریکا سے نکلنا چاہتا ہوں۔ یورپ یا افریقہ میں کہیں جاکر رہوں گا۔"

ان کے درمیان یہ تمام معاملات طے پاگئے۔ اس کے مطابق وہ نقشہ کم از کم چار یا پانچ دنوں تک بڈی رابرٹ کے پاس رہنے والا تھا۔ تیج پال نے کہا "میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے جگہ بدل بدل کر جہاں بھی رہتے ہو۔ محتاط رہتے ہو پھر بھی میں بڈی رابرٹ کو اور زیادہ محتاط رہنے کا مشورہ دے رہا ہوں۔ جب تک وہ نقشہ میرے ہاتھوں میں نہ آئے تب تک بڈی کو گوشہ نشین رہنا چاہیے کسی بھی اہم یا معمولی شخص سے ملاقات نہیں کرنا چاہیے۔ خاص طور پر آئندہ پانچ چھ دنوں تک کسی کو گرل فرینڈ نہیں بنانا چاہیے۔"

بڈی نے قسم کھا کر یقین دلایا کہ اس کی کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے اور یہ درست تھا۔ ان دنوں اس کی کوئی گرل فرینڈ نہیں تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وقت گزارنے کے لیے کسی سے دوستی کرے گا۔ کسی کلب یا تفریح گاہ میں تنہا جاتے وقت

یوں لگتا تھا جیسے وہ ٹیلی پیتھی کی دولت حاصل کرنے کے گناہ گار کگال ہے اور اس دنیا کے حسین نظاروں سے محروم

وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی بھی حسینہ کو پلک جھپکتے ہی طرف مائل کرسکتا تھا لیکن ایسے ہی وقت نقشے کو سنبھال کھنے کی ذمے داری عائد ہوگئی تھی۔ اس نے سوچا پہلے پہنچ کر وہ نقشہ تیج پال کے حوالے کرلے گا پھر اسی شہر میں حسینہ سے دل لگائے گا۔

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ اس مشین کے نقشے کے بارے میں اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی بیزون کو خبر رکھا گیا تھا۔ تیج پال اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کو شبہ تھا کہ سونیا اس کے دماغ میں آتی جاتی رہتی ہے کیونکہ بہت عرصہ پہلے سونیا نے اسے ٹریپ کیا تھا پھر بابا صاحب کے ادارے کے دستور کے مطابق اسے چھوڑ دیا تھا لیکن تیج پال اور اس کے ساتھی سمجھ رہے تھے کہ سونیا، بیزون کے ذریعے ان سب کا سراغ لگائے گی۔

وہ درست سمجھ رہے تھے۔ سونیا نے سراغ لگانے کی کوشش کی تھی۔ بیزون کے خیالات سے پتا چلا کہ تیج پال اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف ملکوں اور شہروں میں رہتے ہیں اور کسی کو اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتاتے ہیں۔

پھر پارس اور سونیا کو یہ معلوم کرنا تھا کہ واشنگٹن کے بینک کے لاکر سے کیا چرایا گیا ہے؟ اور کس نے چوری کی ہے؟

بیزون کے خیالات سے یہ پتا چلا تھا کہ وہ بڈی رابرٹ کو موجودہ رہائش گاہ کو جانتا ہے اور وہ اس طرح کے بیزون واشنگٹن میں تھا۔ اس نے ایک گولف کلب میں بڈی کو دیکھا تھا۔ ان دنوں بڈی کے ساتھ اس کی ایک گرل فرینڈ تھی۔ گرل فرینڈ تو آنی جانی چیز ہوتی ہے وہ جاچکی تھی۔ فی الحال بڈی تنہا تھا۔

لیکن سونیا نے بیزون کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ذریعے یہ باتیں نوٹ کرادیں کہ بڈی کی ایک محبوبہ ہے۔ اس کے ذریعے پتا چلا ہے کہ بڈی نے بینک کے لاکر سے کچھ چرایا تھا۔ اس چوری میں تیج پال کی پوری ٹیم شامل ہے مگر اس ٹیم نے بیزون کو خارج کردیا گیا ہے۔

بیزون نے تیج پال کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں برسوں سے لوگوں کا قابلِ اعتماد ساتھی ہوں لیکن تم لوگوں نے اس چوری کے معاملے سے مجھے بے خبر رکھا ہے۔"

تیج پال نے بات بنائی اس نے کہا "تم اب بھی ہمارے قابلِ اعتماد ساتھی ہو۔ ہمیں غلط نہ سمجھو ہمارے ساتھیوں نے کسی بھی بینک کے لاکر سے کوئی چیز نہیں چرائی ہے۔"

بیزون نے کہا "ایک جھوٹ اور فریب کو چھپانے کے لیے دوسرا جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بڈی رابرٹ کی ایک گرل فرینڈ ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں گھس کر یہ سب معلوم کیا ہے۔"

اس بات پر تیج پال چپ رہا اگر ایسے وقت کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی موجود ہوتا تو اس کے ذریعے یہ معلوم ہوجاتا کہ بیزون جھوٹ کہہ رہا ہے۔ بڈی رابرٹ کی کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔

پھر تیج پال اور اس کے ساتھیوں کے سوا یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ بینک کے لاکر سے کیا چرایا گیا ہے۔ صرف سونیا اور پارس کو بوبی اسمتھ کے حوالے سے معلوم ہوا تھا کہ مشین کا نقشہ چرا لیا گیا ہے۔

جب بیزون نے نقشہ چرانے کی بات کہی تو تیج پال کو یقین کرنا پڑا کہ بڈی رابرٹ کا تعلق ضرور کسی لڑکی سے ہے اور بیزون نے اس لڑکی کے دماغ میں گھس کر یہ بھید معلوم کیا ہے۔

تیج پال نے کہا "بیزون! جب تمہیں یہ معلوم ہو ہی چکا ہے تو میں یہ صاف طور پر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جب سے سونیا نے تمہیں ٹریپ کیا ہے تب سے ہم تمام ساتھیوں کا اعتماد تم پر سے اٹھ گیا ہے۔ تم اب بھی ہمارے بہترین ساتھی ہو لیکن دشمنوں سے اپنے اہم راز چھپانے کے لیے تم سے بھی بہت کچھ چھپانا پڑتا ہے۔"

"تو پھر مجھے خوش کرنے کے لیے بہترین ساتھی نہ کہو کیونکہ جب میں رازدار ساتھی نہ رہا تو بہترین ساتھی کیسے کہلا سکتا ہوں۔"

"تمہیں ہم سے بدظن نہیں ہونا چاہیے۔ تم بہت جلد پھر سے ہمارے رازدار ساتھی بن جاؤ گے۔"

"وہ کیسے؟"

"ہم جلد ہی تمہیں ہپناٹائز کریں گے تمہارا برین واش کریں گے تمہارے دماغ سے سونیا کے تنویمی عمل کو مٹائیں گے۔"

"بہت خوب ایک تو اب تک مجھے بہترین دوست کہتے رہے اور مجھے الو بناتے رہے۔ اب میں اتنا الو بھی نہیں ہوں کہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا برین واش کرنے کی اجازت دوں اور اس کا معمول بن جاؤں۔"

"بیزون ہمیں سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہم تمہارے دماغ کو

لاک کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد سونیا پھر تمہارے دماغ میں نہیں آسکے گی۔"

"نہ سونیا میرے دماغ میں آتی ہے نہ اب تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آئے گا۔ جب بھی کوئی آئے گا میں کچھ کہے سنے بغیر اسے بھگادوں گا۔ یہ ہماری آخری ملاقات تھی۔ اب مجھ سے دوستی کی توقع نہ رکھنا۔"

بیزون چلا گیا۔ تیج پال پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ اس کے ساتھیوں میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کم ہو رہا تھا۔ جب مائیک مورو' جوزف دسکی اور بڈی رابرٹ اپنے مقررہ وقت کے مطابق تیج پال کے دماغ میں آئے تو اس نے بڈی رابرٹ سے کہا "تمہاری ایک غلطی کے باعث بیزون ہم سے بدظن ہو گیا ہے۔"

اس نے تمام ساتھیوں سے بیزون کے بارے میں بتایا۔ اس کی باتیں سن کر بڈی رابرٹ نے کہا "بیزون نے تم سے جھوٹ کہا ہے۔ میری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے اور جب کوئی ہے ہی نہیں تو وہ کس کے دماغ میں گیا تھا؟"

"مگر اس کا کہنا ہے کہ نقشے کا راز اسے تمہاری گرل فرینڈ سے معلوم ہوا ہے۔"

"وہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔"

"تو پھر اسے کیسے معلوم ہوا کہ ہم نے مشین کا نقشہ چرایا ہے؟"

"تم میری بات کا یقین کرو میری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔"

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو اور واقعی تمہاری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے تو پھر یقیناً یہ سونیا کی چالبازی تھی اس نے بیزون کے ذریعے مجھ سے یہ اگلوالیا ہے کہ بینک لاکر سے مشین کا نقشہ چرایا گیا ہے۔"

بڈی نے کہا "یہ نقشہ میرے پاس ہے اور میرے لیے مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ سونیا' بیزون کے ذریعے یہ معلوم کر چکی ہے کہ میں واشنگٹن میں ہوں۔ وہ مجھے ٹریپ کرنے کے لیے جال بچھائے گی۔"

تیج پال نے کہا "تم ابھی اس نقشے کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کراؤ ایک کاپی کو اپنے بینک لاکر میں رکھو اور دوسری کاپی کے ساتھ آج ہی واشنگٹن سے کہیں دور چلے جاؤ۔"

بڈی رابرٹ اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ اس نے نقشے کی ایک کاپی کو وہیں ایک بینک کے لاکر میں رکھا پھر اپنا مختصر سا سامان ایک سفری بیگ میں رکھ کر پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے دفتر میں آیا۔ وہاں سے ایک طیارہ نیویارک جانے والا تھا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر جانے والی فلائٹس میں بآسانی سیٹ مل جایا کرتی تھی۔ اسے بھی ایک سیٹ مل گئی۔ وہ نیویارک پہنچ کر ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں رہائش اختیار کرتی تھی۔ فی الحال اس کی کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ وہ دن بھر ہوٹل کے کمرے میں پڑا رہا پھر شام کو وہ نیویارک آگیا۔

ابھی اس نے یہ طے نہیں کیا تھا کہ آئندہ کس ملک اور شہر کے لیے نکل گیا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جس وقت چاہو کس شہر میں مستقل رہائش اختیار کرے گا۔ اسے دو چار دنوں میں وہاں سے لندن جانا تھا اور اس نقشے کو تیج پال کے حوالے کرنا تھا۔ اس کے بعد ہی وہ اپنی مستقل رہائش کے بارے میں فیصلہ کرنے والا تھا۔

اگرچہ سونیا نے بیزون کے دماغ پر قبضہ جما کر بینک لاکر سے چوری ہونے والے نقشے کے بارے میں.... معلوم کیا تھا۔ ایسی معلومات کے دوران بیزون پر یہ بھید کھلا تھا کہ تیج پال اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی اسے ناقابلِ اعتماد سمجھتے ہیں۔ سونیا اپنا کام کر کے جا چکی تھی اس کے بعد بیزون اپنے طور پر یہ سوچتا رہا تھا کہ یہ اس کی اپنی حکمتِ عملی ہے۔ اس نے خود اپنے طور پر تیج پال کو دھوکا دے کر اتنی بڑی بات معلوم کی ہے کہ وہ اسے اپنا نہیں سمجھتا تھا وہ کبھی اسے اپنا نہیں سمجھتے رہے۔

اس بے اعتباری کے باعث اس کا دل ٹوٹ گیا۔ اس نے اپنے تمام ساتھیوں سے بدظن ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ ان لوگوں کے مقابلے میں اپنی ایک الگ حیثیت منوائے گا۔ انہوں نے اپنی ٹیم سے الگ رکھا تھا اور وہ بھی ان میں پھوٹ ڈالے گا۔ جو نقشہ انہوں نے چرایا ہے اسے بڈی رابرٹ سے حاصل کرے گا۔

بڈی کی طرح وہ بھی واشنگٹن میں تھا۔ سونیا نے جو چال چلی اس سے بیزون بے خبر تھا اور اس چال کے نتیجے میں اسے معلوم ہو گیا تھا کہ بڈی رابرٹ بھی اسی شہر میں ہے۔ اس کا موجودہ نام کیا ہے؟ کس بھیس میں ہے؟ اس کی موجودہ رہائش کہاں ہے؟ یہ تمام معلومات حاصل کرنا مشکل تھا مگر ناممکن نہیں تھا۔

وہ جانتا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام ساتھی کس وقت تیج پال کے دماغ میں جمع ہو کر موجودہ مسائل پر ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ بیزون نے سوچا اسے وقت وہ تیج پال کے اندر جائے گا تو کوئی اس کی موجودگی کو محسوس نہیں کر سکے گا۔ وہ خاموشی سے ان کی باتیں سنتا رہے گا اور ان کے ارادوں اور منصوبوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرتا رہے گا۔ بڈی رابرٹ کے بارے میں بھی کوئی ایسی بات معلوم ہو سکتی تھی جو اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہوتی۔

یہ بات اسے معلوم نہ ہو سکی کہ بڈی واشنگٹن سے جا چکا

اس نے نیویارک پہنچ کر ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں رہائش اختیار کی تھی۔ فی الحال اس کی کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ وہ دن بھر ہوٹل کے کمرے میں پڑا رہا پھر شام کو وہ ہوٹل کے ریستوران میں کھانا کھانے کے لیے نکل گیا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جس وقت چاہو جتنا دولت حاصل ہو جاتی ہے اور جب دولت ہو تو دنوں میں وہاں سے لندن جانا تھا اور اس نقشے کو تیج پال کے حوالے کرنا تھا۔ اس کے بعد ہی وہ اپنی مستقل رہائش کے بارے میں فیصلہ کرنے والا تھا۔

اگرچہ سونیا نے بیزون کے دماغ پر قبضہ جما کر بینک لاکر سے چوری ہونے والے نقشے کے بارے میں.... معلوم کیا تھا۔ ایسی معلومات کے دوران بیزون پر یہ بھید کھلا تھا کہ تیج پال اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی اسے ناقابلِ اعتماد سمجھتے ہیں۔ سونیا اپنا کام کر کے جا چکی تھی اس کے بعد بیزون اپنے طور پر یہ سوچتا رہا تھا کہ یہ اس کی اپنی حکمتِ عملی ہے۔ اس نے خود اپنے طور پر تیج پال کو دھوکا دے کر اتنی بڑی بات معلوم کی ہے کہ وہ اسے اپنا نہیں سمجھتا تھا وہ کبھی اسے اپنا نہیں سمجھتے رہے۔

اس بے اعتباری کے باعث اس کا دل ٹوٹ گیا۔ اس نے اپنے تمام ساتھیوں سے بدظن ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ ان لوگوں کے مقابلے میں اپنی ایک الگ حیثیت منوائے گا۔ انہوں نے اپنی ٹیم سے الگ رکھا تھا اور وہ بھی ان میں پھوٹ ڈالے گا۔ جو نقشہ انہوں نے چرایا ہے اسے بڈی رابرٹ سے حاصل کرے گا۔

بڈی کی طرح وہ بھی واشنگٹن میں تھا۔ سونیا نے جو چال چلی اس سے بیزون بے خبر تھا اور اس چال کے نتیجے میں اسے معلوم ہو گیا تھا کہ بڈی رابرٹ بھی اسی شہر میں ہے۔ اس کا موجودہ نام کیا ہے؟ کس بھیس میں ہے؟ اس کی موجودہ رہائش کہاں ہے؟ یہ تمام معلومات حاصل کرنا مشکل تھا مگر ناممکن نہیں تھا۔

وہ جانتا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام ساتھی کس وقت تیج پال کے دماغ میں جمع ہو کر موجودہ مسائل پر ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ بیزون نے سوچا اسے وقت وہ تیج پال کے اندر جائے گا تو کوئی اس کی موجودگی کو محسوس نہیں کر سکے گا۔ وہ خاموشی سے ان کی باتیں سنتا رہے گا اور ان کے ارادوں اور منصوبوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرتا رہے گا۔ بڈی رابرٹ کے بارے میں بھی کوئی ایسی بات معلوم ہو سکتی تھی جو اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہوتی۔

یہ بات اسے معلوم نہ ہو سکی کہ بڈی واشنگٹن سے جا چکا

ایک میز کی کرسی پر بیٹھ رہی تھی۔ وہ اس میز کے پاس آکر بولا "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔"

وہ بولی "آف کورس کیا تم پتے کھیلنا پسند کرو گے؟"

"ہاں میں کھیلنے کے ارادے سے ہی آیا ہوں۔" انہوں نے ایک ویٹر کو بلایا پھر اپنا اپنا کریڈٹ کارڈ ویٹر کو دے کر کہا کہ وہ دس دس ہزار ڈالرز کے ٹوکن اور پلیئنگ کارڈز لے آئے۔

ویٹر چلا گیا۔ اس نے کہا "میرا نام جیری رابرٹ ہے۔"

"مجھے ریکا کہتے ہیں۔ میرا شوہر بہت دولت مند تھا۔ ایک حادثے میں ہلاک ہو گیا۔ دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔ تنہائی مجھے ستاتی ہے تو میں تفریح کے لیے ایسی جگہ چلی آتی ہوں۔"

"مجھے سن کر افسوس ہو رہا ہے۔ بھری جوانی میں بیوہ ہو گئی ہو۔ میں بھی دنیا میں تنہا ہوں۔ میرا باپ بہت دولت مند تھا۔ میرے لیے اتنی دولت چھوڑ گیا ہے کہ دن رات خرچ کرتا ہوں پھر بھی دولت کم نہیں ہوتی۔"

وہ مسکرا کر بولی "آج کم ہو جائے گی۔ تین پتے کھیلو گے تو میں تمہارے کریڈٹ کارڈ کی تمام رقم جیت کر لے جاؤں گی۔"

"بے شک تم ایسا کر سکو گی۔ میں تمہیں خوش کرنے اور تمہیں جیتنے کے لیے ہارتا رہوں گا۔"

"جب بے انتہا دولت ہو تو ہارنے میں بھی بڑا مزہ آتا ہے۔"

ویٹر ان کی مطلوبہ چیزیں لے آیا۔ ریکا نے پوچھا "کون سا ڈرنک لو گے؟"

اس نے سیلڈ تاش کی گڈی کو کھولتے ہوئے کہا "میں صرف سافٹ ڈرنک لوں گا۔"

وہ حیرانی سے بولی "تم بیئر یا وہسکی نہیں پیو گے۔"

"نہیں میں کبھی نہیں پیتا میرے لیے اورنج جوس کافی ہے۔"

ریکا نے اپنے لیے ایک بلیک لیبل وہسکی کا آرڈر دیا پھر وہ کھیلنے لگے۔ پینے لگے۔ ایک دوسرے سے ہارنے اور جیتنے لگے۔ جب وہ آدھی رات کو وہاں سے اٹھے تو ریکا بڑے سرور میں تھی۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہنستی بولتی اور گنگناتی ہوئی اس کلب سے باہر آئی۔ ایک شخص نے قریب آکر کہا "ہائے ریکا! اس ہیرو کو لفٹ دے رہی ہو۔ کیا میں اس سے کسی طرح کم ہوں۔"

وہ بولی "یو شٹ اپ! ہمارا راستہ چھوڑو۔"

اسے اپنی تنہائی کا شدت سے احساس ہوا۔ اس نے سوچا اس شہر میں دو یا تین دن گزارنے ہیں۔ اگر وہ یہ وقت کسی گرل فرینڈ کے ساتھ گزارے گا تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ کوئی دشمن اسے ٹریپ کرنے آجائے گا۔

وہ ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا۔ اپنے آپ سے کہنے لگا "مجھے چہرے سے نہیں پہچان سکے گا۔ میرا موجودہ نام ہے..... میں سرِعام خیال خوانی نہیں کرتا ہوں۔ کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔ مجھے اس طرح ڈرتے ڈرتے نہیں جینا چاہیے۔"

وہ کھانے کے بعد وہاں سے اٹھ گیا۔ اس ڈائننگ ہال سے جو جوڑے جوڑے تھے یا پھر فیملی ممبرز تھے۔ وہ ڈائننگ ہال سے نکل کر وہاں کے قمارخانے میں آگیا۔ وہاں طرح طرح کا کھیل جا رہا تھا۔ مردوں کے علاوہ حسین عورتیں بھی کسی میز پر بیٹھ کر ری کھیلنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت اس کی ایک حسینہ پر پڑی۔ وہ بھی تنہا تھی۔ پتے کھیلنے کے لیے

"نہیں آج میں فیصلہ کرکے آیا ہوں۔ تم میرے ساتھ جاؤ گی۔ اپنے اس ہیرو کی چھٹی کرو۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "مسٹر! جب یہ تمہارے ساتھ راضی نہیں ہے تو زبردستی نہ کرو سامنے سے ہٹ جاؤ۔"

ایسا کہتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ سے ہلکا سا دھکا دیا لیکن خیال خوانی کے ذریعے زور کا دھکا مارا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑاتا ہوا ایک تار سے ٹکرایا پھر وہاں سے زمین پر گر پڑا۔

بڈی رابرٹ ریکا کا ہاتھ پکڑ کر اپنی کار کی طرف جانے لگا۔ ایسے وقت وہ اس مخالف کے دماغ میں تھا اور اسے نہ دیکھتے ہوئے بھی دیکھ رہا تھا۔ وہ زمین سے اٹھ کر جھنجلاتا ہوا اس پر حملہ کرنے آرہا تھا۔ جیسے ہی اس نے قریب آکر اس پر چھلانگ لگائی وہ ریکا کے ساتھ ایک طرف ہٹ گیا۔ چھلانگ لگانے والا منہ کے بل زمین پر گرا۔

ریکا نے حیرانی سے کہا "آج اسے کیا ہوگیا ہے۔ دو بار زمین پر گر چکا ہے تم نے تو اسے ہلکا سا دھکا دیا تھا۔"

"شاید اس نے زیادہ پی لی ہے اپنے ہوش میں نہیں ہے۔"

بڈی رابرٹ اپنے رقیب سے زیادہ الجھنا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی خیال خوانی کا مظاہرہ کرکے دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ ریکا کے ساتھ کار میں آکر بیٹھ گیا۔ کار اسٹارٹ کرکے اسے پارکنگ ایریا سے نکالتے وقت دماغی طور پر حاضر رہنا لازمی تھا۔

اپنے رقیب کی طرف سے اطمینان تھا کیونکہ دوسری بار زمین پر گرنے سے اسے سخت چوٹیں آئی تھیں۔ وہ کراہتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کررہا تھا۔ بڈی رابرٹ کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس کے قریب سے گزرنے لگا۔ ایسے ہی وقت اس نے اپنے لباس سے ریوالور نکال کر گولی چلادی۔ کار چل رہی تھی نشانہ ذرا چوک گیا۔ گولی اس کے بازو میں لگی۔ وہ اسٹیئرنگ کو سنبھال نہ سکا۔ گاڑی بہک کر ادھر سے ادھر گئی پھر ایک دیوار سے ٹکرا کر رک گئی۔

اس نے اپنے زخمی بازو کو تھام کر کہا "ریکا! گولی میرے بازو میں پیوست ہوگئی ہے۔ پلیز مجھے کسی قریبی اسپتال میں پہنچاؤ۔"

ریکا دروازہ کھول کر دوسری طرف سے گھومتی ہوئی اسٹیئرنگ سیٹ کی طرف آئی۔ کئی لوگ دوڑتے ہوئے وہاں پہنچ گئے تھے اور حادثے کی وجہ پوچھ رہے تھے۔ ایک نے کہا "کسی نے اس پر گولی چلائی ہے۔"

ریکا نے کہا "پلیز ہم سے کوئی سوال نہ کریں۔ اسے اسپتال پہنچانا بہت ضروری ہے۔"

وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ جسم میں گولی پیوست رہے تو تکلیف ناقابل برداشت ہوجاتی ہے۔ بڈی کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اسے کس اسپتال میں پہنچایا گیا ہے۔ وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہوگیا تھا۔

یہی ہوتا ہے ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ یہی ہوتا ہے جو شراب اور شباب سے دامن نہیں بچاتا۔ اسے شراب پی لیتی ہے یا عورت چبا جاتی ہے۔ اگرچہ ریکا نے اس سے کوئی دشمنی نہیں کی تھی لیکن یہ تو ازل سے دیکھنے میں آیا ہے کہ عورت جانے انجانے میں فساد پیدا کرتی ہے۔

اسے بروقت طبی امداد ملی آپریشن کے ذریعے بازو سے گولی نکال دی گئی۔ تکلیف کم ہوگئی مگر ہوش میں آنے کے بعد پریشانی بڑھ گئی۔ یہ خوف طاری ہونے لگا کہ وہ جسمانی اور دماغی طور پر کمزور ہوچکا ہے۔ کوئی بھی اس کے دماغ میں آسکتا ہے۔ وہ سانس روکنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ کوئی بھی اسے ہپناٹائز کرکے اسے اپنا معمول بنا سکتا ہے۔

ابھی کوئی اس کی حالت زار سے واقف نہیں تھا۔ اب اس کے دل میں ایک ہی خواہش تھی کہ کسی دشمن کے پہنچنے سے پہلے اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی اس کے دماغ میں آجائے اور اس کے دماغ کو لاک کردے۔

وہ تمام ساتھی ایک دوسرے کو اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتاتے تھے اور نہ ہی اپنے پاس فون رکھتے تھے۔ فون کی کبھی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے تیج پال کے دماغ میں پہنچ کر ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے۔

پہلی بار زخمی ہونے کے بعد شدت سے یہ احساس ہورہا تھا کہ انہیں کم از کم ایک ٹیلی فون اپنے پاس رکھنا چاہیے۔ خیال خوانی کے ذریعے رابطے میں ایسی رکاوٹیں بھی پیدا ہوسکتی ہیں۔

ریکا نے اتنی مہربانی کی تھی کہ اسے اسپتال پہنچادیا تھا پھر پلٹ کر نہیں آئی تھی۔ وہ کوئی اس کا سگا نہیں تھا۔ راستہ چلتے جو دوستی ہوتی ہے وہ راستے ہی میں ختم ہوجاتی ہے۔

اسے دوسرے دن اپنے مقررہ وقت پر تیج پال کے دماغ میں پہنچنا چاہیے تھا لیکن وہ خیال خوانی کی پرواز نہیں کرسکا۔ اس کے دوسرے ساتھی مائیک مورو اور جوزف وسکی نے تیج پال سے کہا "ہم اتنی دیر سے گفتگو کررہے ہیں اور بڈی رابرٹ اب تک نہیں آیا۔"

تیج پال نے کہا "ابھی میں یہی کہنے والا تھا۔ معلوم کرو وہ کیوں نہیں آیا ہے۔"

وہ دونوں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے۔ بڈی کے اندر پہنچ گئے یہ معلوم ہوگیا کہ وہ زخمی ہے اور دماغ اس حد تک کمزور ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہا ہے۔

انہوں نے تیج پال کے پاس آکر بڈی کے حالات بتائے۔ وہ سب ہی تشویش میں مبتلا ہوگئے۔ تیج پال نے کہا "ابھی جو واقعہ اس کے ساتھ ہوچکا ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اتفاقاً ریکا سے اس کی ملاقات ہوئی پھر اتفاقاً ریکا کے دوسرے عاشق نے رقابت کا اظہار کیا اور گولی چلا کر اسے زخمی کردیا۔ بظاہر یہ ایک عام سا واقعہ ہے۔ ایک حسین عورت کی خاطر جھگڑے ہوتے ہیں لیکن میرا دل نہیں مانتا۔ اس واقعے کے پیچھے کسی دشمن کا ہاتھ ہوسکتا ہے۔"

مائیک مورو نے کہا "دشمن کو کیا پتا کہ وہ بڈی رابرٹ ہے ہم نے بڈی کے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ نیویارک میں ہے اس نے ریکا کے سوا کسی بھی عورت یا مرد سے گفتگو نہیں کی ہے۔"

جوزف وسکی نے کہا "میں نے بھی توجہ سے اس کے خیالات پڑھے ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس نے کہیں بھی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کیا ہے۔ کسی کو بھی شک و شبے میں مبتلا نہیں کیا ہے۔"

بڈی بہت محتاط تھا۔ کوئی دشمن اس کی تاک میں نہیں تھا۔ جب کسی کو معلوم ہوتا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تب ہی کوئی اس پر حملہ کرتا ہے۔ بڈی کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا وہ عداوت سے نہیں بلکہ رقابت سے ہوا۔

تیج پال نے کہا "ہمیں کسی بھی پہلو کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ ایسے وقت بیزون کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے وہ ہم سے بدظن ہوگیا ہے ہماری دوستی سے مایوس ہوکر کیا کسی انتقامی کارروائی کرسکتا ہے۔"

"لیکن اسے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ بڈی نیویارک میں ہے کسی گرل فرینڈ کے ساتھ وقت گزار رہا ہے لہٰذا ایسے وقت اس پر حملہ کرنا چاہیے؟"

"معلومات حاصل کرنے کے کئی ذرائع ہوتے ہیں۔ کوئی ذریعہ نہ ہو تو کبھی اتفاقاً ایک دشمن دوسرے دشمن تک پہنچ جاتا ہے۔ سونیا نے بھی بیزون کو اتفاقاً ٹریپ کیا تھا۔"

"بے شک اتفاقاً بہت کچھ ہوجاتا ہے۔ میں پھر بڈی کے دماغ میں جارہا ہوں۔ وہاں خاموش رہ کر کسی دشمن کی موجودگی کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"تم دونوں اس کے دماغ میں باری باری جاتے رہو۔ وہ اسپتال میں ہے وہاں آدھی رات ہورہی ہے صبح تک خاموشی سے اس کے دماغ کو ٹٹولتے رہو۔ صبح تک یقین ہوجائے کہ اس کے اندر کوئی دشمن نہیں ہے اور کوئی اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور محکوم نہیں بنا رہا ہے تو پھر تم اسے ہپناٹائز کرو اور اس کے دماغ کو لاک کردو۔"

وہ تیج پال کے مشورے کے مطابق باری باری بڈی کے اندر پہنچتے رہے اور یقین کرتے رہے کہ ان کے سوا کوئی اس کے دماغ میں نہیں ہے۔

جب کہ بیزون موجود تھا اور اس کی موجودگی اتفاقاً نہیں تھی۔ وہ تو بڑی خاموشی سے تیج پال کے دماغ میں جاتا آتا رہتا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کی گفتگو سنتا رہتا تھا۔ اس نے اپنی خاموش حکمت عملی سے معلوم کیا تھا کہ فی الوقت بڈی کن حالات سے گزر رہا ہے۔

مائیک مورو اور جوزف وسکی صبح تک خاموشی سے پہرہ دیتے رہے۔ وہ بھی خاموشی سے وہاں چھپا رہا۔

مائیک مورو نے صبح تیج پال کے پاس آکر کہا "ہم پوری طرح مطمئن ہیں۔ بڈی کے زخمی ہونے کی خبر کسی بھی دشمن تک نہیں پہنچی ہے۔ ہمیں جلد سے جلد بڈی کے دماغ کو لاک کردینا چاہیے۔"

تیج پال نے کہا "ہمیں اس کی سلامتی کے لیے یہی کرنا چاہیے اب ہم مطمئن ہوچکے ہیں۔ لہٰذا ابھی جاؤ اور اپنے ساتھی کو تحفظ دو۔"

وہ دونوں بڈی کے پاس گئے۔ بیزون بھی ان کی آمد و رفت کے مطابق کبھی ان کے ساتھ چوری چوری تیج پال کے اندر پہنچتا تھا اور کبھی بڈی کے پاس آجاتا تھا اس بار وہ بڈی کے اندر مستقل چھپا رہا۔ جوزف وسکی اسے ہپناٹائز کررہا تھا اور مائیک مورو احتیاطاً وہاں موجود تھا اس کے باوجود وہ دونوں بیزون کی موجودگی کو نہ سمجھ سکے اور اسے ہپناٹائز کرتے رہے۔

انہوں نے تنویمی عمل مکمل کرلیا پھر اسے گہری تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس دوران میں بیزون چپ چاپ بڈی کے لاشعور میں موجود رہ کر اسے معمول بننے سے منحرف کرتا رہا۔ جب انہوں نے اپنے اطمینان کے مطابق اسے معمول بنا کر اس کے دماغ کو لاک کردیا تب بھی وہ اس کے اندر موجود رہا۔

دماغ کو لاک کرنے کے بعد صرف اسے ہپناٹائز کرنے والا ہی اس کے اندر جاسکتا تھا ایسے میں باقی ٹیلی پیتھی جاننے

والوں کے لیے راستے بند ہوجاتے ہیں لیکن بیزون کے لیے راستہ کھلا رہا کیونکہ جوزف وسکی نے اس کے دماغ کو لاک رکھنے کے لیے جو لب ولہجہ اس کے دماغ میں نقش کیا تھا۔ بیزون اسی لب ولہجے کے سہارے اس کے اندر موجود رہا آئندہ بھی وہ جب چاہتا اس کے دماغ میں خاموشی سے پہنچ سکتا تھا ایسے وقت بڈی کبھی اسے اپنے اندر محسوس نہ کرتا۔

بیزون کسی وقت بھی اسے اپنی مرضی کے مطابق معمول بنا سکتا تھا لیکن وہ صبر کرنے اور انتظار کرنے لگا کیونکہ وہ اسپتال میں تھا۔ مائیک مورو اور جوزف وسکی اس کی مزاج پرسی کے لیے آتے جاتے رہتے تھے۔ ایسے میں وہ بڈی کو ہپناٹائز نہیں کرسکتا تھا۔

اسے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ بڈی نے ٹرانسفارمر مشین کے نقشے کی ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی کرائی ہے۔ دو کاپی اس نے واشنگٹن کے بینک لاکر میں رکھی ہے۔ اس کی دوسری کاپی اس کے پاس سفری بیگ میں رکھی ہوئی ہے۔ وہ دونوں کے بعد لندن جاکر اس نقشے کو تیج پال کے حوالے کرنے والا تھا لیکن بدقسمتی سے زخمی ہوکر اسپتال پہنچا ہوا تھا۔

بیزون نے سوچا کہ فوراً نیویارک پہنچے اور اس کے سفری بیگ سے وہ نقشہ حاصل کرلے پھر اس نے سوچا "مجھے خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے میں وہ نقشہ بڑی آسانی سے حاصل کرلوں گا لیکن مائیک مورو اور جوزف وسکی کو اس نقشے کی چوری کا علم ہوجائے گا۔ وہ سب محتاط ہوجائیں گے پھر میں بڈی کو ہپناٹائز نہیں کرسکوں گا۔"

وہ بڑے صبر اور سنجیدگی سے سوچنے لگا "اس نقشے سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ بڈی کو اپنا معمول بنایا جائے۔ اس کے ذریعے وہ آئندہ بہت کچھ کرسکے گا۔ وہ اسپتال سے ڈسچارج ہونے کے بعد تیج پال سے ملاقات کرنے لندن جائے گا۔ ایسے وقت تیج پال میری نظروں میں آئے گا تو میں اسے بھی ٹریپ کرسکوں گا۔"

صبر، سنجیدگی، ذہانت اور پوری توجہ سے منصوبے بنائے جائیں تو ان منصوبوں کے تمام پہلو پوری طرح واضح ہوتے رہتے ہیں۔

اس نے جو منصوبہ بنایا اس کے مطابق وہ واشنگٹن کے بینک لاکر سے کسی وقت بھی اس نقشے کی کاپی حاصل کرسکتا تھا۔

دوسرے دن بڈی اسپتال سے اپنے ہوٹل کے کمرے میں آگیا۔ گولی کا زخم ابھی بھرا نہیں تھا۔ جسمانی اور دماغی کمزوری باقی تھی۔ ابھی وہ خیال خوانی کے قابل نہیں تھا۔ اس کے دونوں ساتھی اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ اس کی خیریت معلوم کرنے کے علاوہ یہ اطمینان حاصل کرتے رہتے تھے کہ بڈی دماغی کمزوری کے باوجود محفوظ ہے۔ انہوں نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ اب کوئی دشمن اس کے اندر نہیں آسکے گا۔

وہ بڈی کے لیے ہوٹل کے کمرے میں کھانے پینے اور علاج کرانے کی سہولتیں فراہم کررہے تھے تاکہ وہ جلد سے جلد توانائی حاصل کرسکے۔ جب وہ رات کو آرام سے گہری نیند سوتا تھا تو ایسے وقت وہ اس کے دماغ میں نہیں آتے تھے ایک تو وہ مطمئن ہوگئے تھے پھر یہ کہ ان کے لیے بھی آرام کرنا اور نیند پوری کرنا ضروری تھا۔ ایسے ہی وقت بیزون نے بڈی کو ہپناٹائز کیا اس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی کہ وہ بدستور جوزف وسکی کا معمول بنا رہے گا لیکن جب وہ اس کے دماغ میں ایک مخصوص کوڈ ورڈ دہرائے گا تو وہ جوزف وسکی، مائیک مورو اور تیج پال سے یک سر بدظن ہوجائے گا اور صرف بیزون کا معمول بن کر اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔

اس نے بڑے انتظار کے بعد بڑی کامیابی سے بڈی کو اس طرح اپنا معمول بنالیا کہ وہ دوسری طرف جوزف وسکی کا بھی فرماں بردار بن کر رہا ایسا فرماں بردار جو بیزون کے ایک اشارے پر کسی وقت بھی جوزف وسکی کی غلامی سے انکار کرسکتا تھا۔

ادھر تیج پال نے بڈی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ابھی ایک آدھ ہفتے تک اسی آرام دہ ہوٹل میں قیام کرے۔ جب پوری طرح جسمانی اور دماغی توانائی حاصل ہوجائے گی تب اسے بتایا جائے گا کہ وہ آئندہ کب اور کہاں تیج پال سے ملاقات کرے گا اور مشین کا نقشہ اس کے حوالے کرے گا۔

تیج پال نے بہت سوچ سمجھ کر بڈی سے ملاقات کرنے کا پروگرام تبدیل کیا تھا وہ بہت شکی تھا۔ اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کرتا تھا۔ اسے اب بھی شبہ تھا کہ کوئی دشمن بڈی کے دماغ میں ہوسکتا ہے۔

مائیک مورو اور جوزف وسکی اس سے کہتے تھے کہ وہ خوامخواہ شبہ کررہا ہے۔ انہوں نے بڈی کو بڑے یقین کے ساتھ ہپناٹائز کیا ہے اور اس کے دماغ کو لاک کیا ہے اور وہ کئی دنوں سے دن رات اس کے دماغ میں جاکر معلوم کرتے رہتے ہیں۔ بڈی دشمنوں سے پوری طرح محفوظ ہے۔

تیج پال نے کہا "بڈی کا زخم بھر رہا ہے۔ وہ ایک ہفتے میں اچھی خاصی توانائی حاصل کرلے گا اس سے کہو کہ وہ ٹھیک

ایک ہفتے بعد اس سے لندن میں ملاقات کرکے مشین کا نقشہ حاصل کرے گا۔"

ملاقات کا دن مقرر ہوگیا۔ بیزون بڑی آسانی سے اپنے معمول بڈی کے دماغ میں رہ کر یہ ساری معلومات حاصل کررہا تھا۔ فی الحال ایک ہفتے تک بڈی کے ساتھ لگے رہنا ضروری نہیں تھا۔ وہ واشنگٹن میں تھا۔ اس بینک کے اہم عہدے داروں کو ٹریپ کرنے لگا جس کے لاکر میں وہ نقشہ رکھا ہوا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے کسی خفیہ خزانے تک یا اپنی کسی اہم مطلوبہ چیز تک پہنچنا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ مختلف ہتھکنڈوں سے ناممکن کو ممکن بنالیا جاتا ہے۔ اس نے بھی بڑی چالبازی سے وہ نقشہ لاکر سے حاصل کرلیا۔

وہ دو بڑے اہم مرحلے طے کرچکا تھا۔ ایک تو اس نے بڈی رابرٹ کو اس کے ساتھیوں کی ناک کے نیچے اپنا معمول اور فرماں بردار بنالیا تھا اور وہ اس کی اس بڑی کامیابی سے بے خبر تھے۔ اس نے مشین کا نقشہ حاصل کرکے دوسرا اہم مرحلہ طے کیا تھا۔ اس نقشے کی چوری کا علم تیج پال اور اس کے ساتھیوں کو نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ بڈی فی الحال واشنگٹن آنے والا نہیں تھا۔ جب وہ آتا بینک جاتا اور لاکر کھولتا تب اسے چوری کا علم ہوتا اور ابھی ایسا ہونے والا نہیں تھا۔

ایک ہفتہ گزر گیا۔ مائیک مورو نے بڈی کے پاس آکر کہا "تم بڑی حد تک توانائی حاصل کرچکے ہو۔ اب خیال خوانی کی پرواز کرو۔ تیج پال کے دماغ میں آؤ۔ ہم سب وہاں اہم مسئلے پر گفتگو کریں گے۔"

اسے جسمانی اور دماغی توانائی حاصل ہوچکی تھی۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا تیج پال کے اندر پہنچ گیا پھر بولا "ہیلو تیج پال! میں بہت دنوں کے بعد تم سے رابطہ کررہا ہوں۔"

تیج پال نے کہا "دوبارہ صحت مند ہونے پر مبارک باد دے رہا ہوں۔ مجھے اس بات کی زیادہ خوشی ہے کہ تم دماغی کمزوری کے دوران میں محفوظ رہے۔ کسی دشمن کو بھی تمہارے بارے میں کسی طرح کی خبر نہیں ملی۔"

"مجھے بھی اس بات کی خوشی ہے کہ تم سب نے دن رات مجھ پر توجہ دی۔ میری حفاظت کی، میرے دماغ کو لاک کیا، اس عذاب سے گزرنے کے باوجود میں تم لوگوں کی نظروں میں قابلِ اعتماد ہوں۔"

"تم ہمیشہ قابلِ اعتماد رہو گے۔ اب اس نقشے کو جلد سے جلد میرے حوالے کردو۔ تمہارے بازو کا زخم کیسا ہے۔ کیا تم سفر کرنے کے قابل ہو؟"

"زخم بھر چکا ہے۔ کوئی تکلیف، کوئی پریشانی نہیں ہے۔ تم جس ملک اور جس شہر میں ملاقات کرنا چاہو گے میں وہاں چلا آؤں گا۔"

تیج پال نے کہا "میں پرسوں لندن کے شیرٹن ہوٹل میں پہنچوں گا۔ وہاں چوبیس گھنٹے تک قیام کروں گا۔ وہاں میرا نام کارنیل ڈیوڈ ہوگا۔ تم کس نام سے ملاقات کرنے آؤ گے؟"

"میرا نام راجر ولسن ہوگا۔ میں پرسوں شام چار بجے ہوٹل میں آکر تم سے ملاقات کروں گا۔"

تیج پال نے کہا "ہمیں آج سے لے کر ملاقات کرنے تک پوری طرح محتاط رہنا چاہیے۔ لہٰذا جوزف وسکی دن رات میرے دماغ میں آتا جاتا رہے گا۔ اسی طرح مائیک مورو تمہارے ساتھ رہا کرے گا۔ ہم دونوں میں سے کسی کو خطرہ پیش آئے گا تو باقی تینوں خیال خوانی کرنے والے فوراً احتیاطی تدابیر پر عمل کرسکیں گے۔"

"یہ طریقہ کار بہتر ہے۔ ملاقات کے دوران میں ہم دونوں بڑی حد تک محفوظ اور مطمئن رہیں گے۔"

بیزون اپنی بیوی مونو ریٹا کے ساتھ تفریح کررہا تھا۔ اس رات اس نے سوتے وقت بڈی کے دماغ میں آکر اس کے خیالات پڑھے تو اسے پتا چلا کہ وہ دوسرے دن لندن جارہا ہے اور بڑی ہی احتیاطی تدابیر پر عمل کرتے ہوئے تیج پال سے ملاقات کرنے والا ہے۔

وہ سوچنے لگا۔ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟ ان کی ملاقات کے دوران وہ بڈی کے دماغ میں موجود رہنے والا تھا اسے آلہ کار بناکر تیج پال کو زخمی کرکے اسے بھی اپنے زیر اثر لاسکتا تھا۔

لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ تیج پال زخمی ہوتا تو مائیک مورو اور جوزف وسکی اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جماکر بیٹھ جاتے۔ کسی بھی دشمن خیال خوانی کرنے والے کو اسے نقصان پہنچانے کا موقع نہ دیتے۔ اس طرح وہ اس تیسرے مرحلے میں ناکام ہوجاتا۔

دانشمندی یہ تھی کہ وہ تیج پال کو ٹریپ نہ کرے اسی طرح خاموشی سے بڈی کے اندر رہ کر ان کے ایک ایک اہم منصوبے کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہے۔ آئندہ یہ معلوم ہوسکے گا کہ وہ نقشہ حاصل کرنے کے بعد ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کے سلسلے میں کیا کررہے ہیں۔

بڈی رابرٹ پروگرام کے مطابق لندن پہنچ گیا۔ شام کو چار بجے شیرٹن ہوٹل میں پہنچ کر اطلاع دی کہ وہ کارنیل ڈیوڈ سے ملاقات کرنے آیا ہے اور اس کا نام راجر ولسن ہے۔

ہوٹل کی کاؤنٹر گرل نے کہا "مسٹر راجر! آپ روم نمبر ۳۰۷ میں تشریف لے جائیں۔ بڈی نے لفٹ کے ذریعے تھرڈ فلور پر پہنچ کر کمرا نمبر ۳۰ کے دروازے پر دستک دی۔ تیج پال نے دروازہ کھول کر کہا "مسٹر راجر! کم ان۔"

وہ اندر آیا۔ تیج پال نے دروازے کو بند کرتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا "بڈی کیسے ہو؟ ہم بند کمرے میں ایک دوسرے کو اصل نام سے مخاطب کرسکتے ہیں۔ آؤ بیٹھو کیا پیو گے؟ ٹھنڈا یا گرم؟"

بیزون' بڈی کے اندر موجود تھا اس کے ذریعے تیج پال کو دیکھ رہا تھا۔ اگرچہ وہ بہروپ میں تھا۔ چہرے سے پہچانا نہیں جاسکتا تھا لیکن قد اور جسامت آواز اور لہجہ سب ہی تیج پال کا تھا۔ اس نے بڈی سے پوچھا "تم مجھے بہت غور سے دیکھ رہے ہو؟"

بڈی نے کہا "میں نقشہ تمہارے حوالے کرنے سے پہلے خود کو مطمئن کررہا ہوں۔ میرے دماغ میں مائیک مورو ہے یہ یقین دلا رہا ہے کہ تم تیج پال ہی ہو۔"

"اور میرے دماغ میں جوزف وسکی ہے یہ یقین دلا رہا ہے کہ تم بڈی رابرٹ ہو۔"

بڈی رابرٹ نے اپنے بیگ سے ایک بڑا سا لفافہ نکالا پھر اسے تیج پال کو دیتے ہوئے کہا "یہ مشین کا نقشہ ہے۔ اسے کھول کر دیکھ لو۔"

تیج پال نے اسے لے کر کھولتے ہوئے سینٹر ٹیبل پر بچھایا پھر اسے دیکھنے اور سمجھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا "اس مشین کے نقشے کو ماہرین سمجھ سکتے ہیں۔ اب ہماری کوشش یہ ہوگی کہ ہم ایسے تجربے کار کمپنک کی خدمات حاصل کریں جو اس نقشے کو پوری طرح سمجھتا ہوں۔"

مائیک مورو اور جوزف وسکی خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس موجود تھے۔ جوزف وسکی نے کہا "ہم جلد سے جلد ایک نہیں کئی ماہرین کو آزمائیں گے۔ فی الحال وانش مندی یہ ہے کہ تم دونوں کو زیادہ دیر ایک جگہ نہیں رہنا چاہیے۔ بہتر ہے فوراً ایک دوسرے سے دور ہوجاؤ۔"

بڈی رابرٹ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "یہی بہتر ہے۔ یہ نقشہ ہم چاروں کی مشترکہ ملکیت ہے۔ میں اسے تمہارے حوالے کرچکا ہوں۔ اپنا فرض ادا کرچکا ہوں۔ مجھے اجازت دو۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر تیج پال سے مصافحہ کیا پھر اس سے رخصت ہو کر کمرے سے باہر آگیا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے پہنچا۔ وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ائرپورٹ کی طرف جانے لگا۔ اس کے اندر مائیک مورو موجود تھا۔ اس نے پوچھا "کہاں جارہے ہو؟"

"میں ابھی یہاں سے کسی بھی فلائٹ سے روم' پیرس یا فرینکفرٹ کہیں بھی ایک دن کے لیے جاؤں گا۔ اس طرح تیج پال کو اطمینان ہوگا کہ نقشہ حوالے کرنے کے بعد کسی دشمن نے مجھے ٹریپ نہیں کیا ہے اور نہ ہی تیج پال کو کسی طرح کا خطرہ ہے۔"

وہ ائرپورٹ پہنچ گیا۔ اسے ایک طیارے میں سیٹ مل گئی۔ جب وہ فرینکفرٹ کی طرف روانہ ہوگیا تو مائیک مورو نے تیج پال کے پاس آکر کہا "ہمارا بڈی رابرٹ ہر طرح کے شبے سے بالاتر ہے۔ وہ یہاں سے بہت دور فرینکفرٹ گیا ہے۔ اب ہمیں کسی دشمن سے خطرہ نہیں ہے۔"

تیج پال نے کہا "تم میری ڈی تیج پال کے پاس جاؤ۔ جوزف وسکی اس ڈی کے دماغ میں ہے۔ اس سے بولو کہ وڈی کو میری طرف لے آئے۔ میں وہ نقشہ اس سے لے لوں گا۔"

تیج پال آج تک کسی دشمن کے شکنجے میں نہیں آیا تھا۔ اس وقت بھی بڈی رابرٹ کے ذریعے بیزون کے شکنجے میں آسکتا تھا لیکن وہ نادان نہیں تھا۔ اس نے شیرٹن ہوٹل میں اپنی ڈی کو بھیجا تھا۔ جب یہ اطمینان ہوگیا کہ بڈی جرمنی کی طرف گیا ہے۔ تب اسے یقین ہوا کہ وہ خوا مخواہ اب تک بڈی جیسے قابلِ اعتماد ساتھی پر شبہ کرتا رہا۔

تیج پال بہت ذہین بہت چالاک تھا لیکن اس بار بیزون سے دھوکا کھا رہا تھا۔

○☆○

پورس ہوٹل کے اس کمرے میں شیوانی کے ساتھ ایک بیڈ پر گہری نیند سو رہا تھا اور نیچے قالین پر نارنگ چاروں شانے چت ہاتھ پاؤں پھیلائے زوردار خراٹے لے رہا تھا۔ شیوانی اس بات سے بے خبر تھی کہ نارنگ اس کے کمرے میں آکر سو رہا ہے۔ یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ اس زہریلی کو پورس کا زہر بری طرح مدہوش کرنے کے بعد گہری نیند سلا رہا ہے۔

شیوانی کو بڑا زعم تھا کہ وہ بہت زہریلی ہے کوئی اس کے زہر کا توڑ نہیں کرسکتا۔ اس نے آج تک کسی کو اپنا آئیڈیل نہیں بنایا تھا اور نہ ہی کسی کو جذباتی انداز میں قریب آنے دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ جذباتی لمحات میں اگر اس کا لعاب دہن کسی بدنصیب عاشق کے ہونٹوں کے راستے اس کے اندر پہنچے گا تو وہ انہی لمحات میں تڑپ تڑپ کر دم توڑ دے گا۔

چند گھنٹے پہلے اس نے پورس کو بھی وارننگ دی تھی کہ وہ جذباتی انداز میں اس کے قریب نہ آئے کیونکہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے لیے بہت اہم ہے۔ قریب آنے کے بعد وہ زندہ نہیں رہے گا اور وہ اپنے اہم معاملات کے سلسلے میں اسے زندہ رکھنا چاہتی تھی۔

لیکن اس کی توقع کے خلاف پورس اس کے زہر پر غالب آگیا تھا اور وہ اس کے زہر سے مغلوب ہو کر اس بری طرح مدہوش ہوگئی تھی کہ وہ مدہوشی تقریباً بے ہوشی میں تبدیل ہوگئی تھی۔

پورس نے اسے پچھاڑنے کے بعد نارنگ کو ہوٹل کے اسی کمرے میں بلایا تھا اور جس طرح اسے ٹریپ کیا تھا اس کا ذکر کیا چکا ہے۔

اس نے نارنگ پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اسے حکم دیا تھا کہ وہ دو گھنٹے تک تنویمی نیند پوری کرے گا پھر بیدار ہونے کے بعد اس کمرے سے چلا جائے گا۔ اس نے اس کے دماغ میں یہ نقش کیا تھا کہ وہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچنے کے بعد ایک لمبے سفر کی تیاری کرے گا اور سب سے پہلے ماسک میک اپ کرے گا تاکہ شیوانی کی زہریلی آنکھوں کی حرارت اس کی پیشانی کو نہ چھو سکے۔

شیوانی کی غیر معمولی طلسمی آنکھوں سے محفوظ رہنے کا یہی ایک طریقہ تھا۔ اس کی آنکھوں کی نادیدہ حرارت ماسک کے آر پار ہو کر پیشانی تک نہیں پہنچتی تھی۔ نارنگ دو گھنٹے کے بعد وہاں سے اٹھ کر شیوانی اور پورس کی طرف دیکھے بغیر کمرے سے باہر چلا گیا۔ اپنی رہائش گاہ میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے اپنے چہرے پر ماسک میک اپ کیا۔ اپنے موجودہ چہرے کے مطابق ایک نیا پاسپورٹ بنوایا۔ اس کے بعد اسرائیلی سفیر کو ٹریپ کرکے اسرائیل جانے کے لیے ویزا حاصل کیا۔ شام کو روانہ ہونے والی ایک فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ ریزرو کرائی پھر اس فلائٹ سے اسرائیل کی طرف روانہ ہوگیا۔

ان مصروفیات میں اس کا تمام دن گزر گیا تھا۔ اسے سونے کی فرصت نہیں ملی تھی۔ سفر کے دوران وہ آرام سے سوتا رہا اور ہوٹل کے کمرے میں سونے والے پورس اور شیوانی بیدار ہوگئے تھے۔ پورس اس سے بہت پہلے بیدار ہوگیا تھا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر بالکل فریش ہونے کے بعد ناشتا منگوا کر بڑے آرام سے ناشتا کررہا تھا اور چائے پی رہا تھا۔

ایسے وقت شیوانی کو ہوش آنے لگا تھا۔ وہ کمزوری محسوس کررہی تھی۔ آنکھیں کھول کر چھت کو دیکھتی ہوئی سوچ رہی تھی کہ وہ کہاں ہے؟

اسے فوراً ہی یاد نہیں آیا اس نے دائیں بائیں سرہلا کر اس کمرے کو دیکھا۔ پورس پر نظر پڑی تو یاد آیا کہ وہ اس کے ساتھ ہوٹل کے اس کمرے میں ہے اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کب سے سو رہی ہے اور اب کیا وقت ہوا ہے؟

وال کلاک میں دن کا ایک بجا تھا۔ اس نے سوچا ابھی رات کا ایک بجا ہے۔ وہ شاید دو یا تین گھنٹے تک سوتی رہی۔ اس نے آواز دی "آندرے!"

پورس نے اس کی طرف دیکھا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آکر اس پر جھکتے ہوئے کہا "او مائی سوئٹ ہارٹ! تم نے تو سونے کا ریکارڈ بریک کردیا۔ کل رات دس بجے سے سو رہی ہو اب ذرا گھڑی دیکھو۔"

وہ بڑی حیرانی سے بولی "او گاڈ! رات گزر چکی ہے اور میں سمجھ رہی ہوں کہ ابھی رات کا ایک بجا ہے۔"

"دن کا ایک بجا ہے۔ تم پورے پندرہ گھنٹے تک سوتی رہی ہو۔"

وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھتی ہوئی بولی "میں بہت کمزوری محسوس کررہی ہوں۔ پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا ہے؟"

وہ ایسا کہتے کہتے چونک گئی۔ پورس اس کی سانسوں کے بالکل قریب تھا۔ وہ حیرانی سے بولی "تم۔۔۔ تم میرے منع کرنے کے باوجود میرے جسم و جاں میں اتر گئے تھے۔ مجھ پر ایسا نشہ طاری ہوتا رہا کہ میں خود کو بھولتی چلی گئی۔"

ایسا کہتے وقت اسے احساس ہوا کہ اس کے بدن پر صرف ایک چادر ہے۔ اس ایک چادر نے اس کو سب کچھ سمجھا دیا۔ وہ شدید حیرانی سے بولی "مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم میرے زہر پر غالب آگئے ہو۔ مجھے بتاؤ تم کیسے زندہ ہو۔ میرے زہر نے تم پر اثر کیوں نہیں کیا؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ تم خود سمجھ لو۔"

"سیدھی سی بات یہی سمجھ میں آرہی ہے کہ تم زہریلے ہو مجھ سے زیادہ زہریلے ہو۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے مناسب وقت پر بتائی جاتی ہیں۔ آئندہ تم وہسکی میں زہر کے قطرے ٹپکا کر پیو گی تو تمہیں نشہ نہیں ہوگا۔ تم میرے نشے کے لیے مچلتی رہو گی۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم۔ بہت خطرناک ہو۔ مجھے بڑا سرپرائز دے رہے ہو۔ میں مانتی ہوں مجھ پر پہلے کبھی ایسی بے خودی اور مدہوشی طاری نہیں ہوئی تھی۔ تم نے تو مجھے اسیر کرلیا ہے۔"

پورس نے کہا "تم پھر میری سانسوں کے قریب چلی آئی ہو۔ اتنی جلدی پھر میرا نشہ ملے گا تو اب برداشت نہیں کر سکو گی۔"

"ہاں میں بہت کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ مجھے توانائی حاصل کرنے کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔"

"باتھ روم میں جاؤ۔ نہا دھو کر فریش ہو جاؤ۔ میں تازہ پھل اور خشک میوے منگواتا ہوں۔ انہیں کھاتی رہو' دودھ پیتی رہو' طبیعت بحال ہو جائے گی۔"

وہ بستر سے اتر کر باتھ روم میں چلی گئی۔ پورس نے فون کے ذریعے خشک میوے اور تازہ پھلوں کا آرڈر دیا پھر اپنے لیے گرم چائے نکالی اور ایک صوفے پر بیٹھ کر پینے لگا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے نارنگ کی خبر لی پتا چلا کہ وہ پاسپورٹ حاصل کرنے کے بعد اسرائیل کے لیے ویزا حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ شام کی ایک فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ ریزرو کرا چکا ہے۔

پورس مطمئن ہو گیا کہ وہ اس کے احکامات کے مطابق عمل کرتا ہوا کل تک اسرائیل پہنچ جائے گا پھر اس نے شیوانی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اسی وقت وہ باتھ روم سے باہر آ کر لباس پہن رہی تھی۔ اس نے غسل کرنے کے دوران میں نارنگ کا تصور کیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کی آنکھوں کی حرارت اس کی پیشانی تک پہنچ رہی ہوگی۔

وہ باتھ روم سے باہر آ کر پورس سے بولی "آندرے! میں نے اپنی آنکھوں کے ذریعے ابھی نارنگ کو سگنل دیا ہے وہ ابھی موبائل پر مجھ سے رابطہ کرے گا۔"

وہ بڑے یقین کے ساتھ کہہ رہی تھی اور پھر ایک بار اس کا تصور کر کے اپنی آنکھوں کی حرارت اس کی پیشانی تک پہنچا رہی تھی۔ اس کے بعد دس منٹ گزر گئے پھر پندرہ منٹ گزر گئے۔ وہ حیرانی سے بولی "پتا نہیں کیا بات ہے؟ نارنگ مجھ سے رابطہ نہیں کر رہا ہے۔"

پورس نے انجان بن کر کہا "ہو سکتا ہے کہ وہ کہیں مصروف ہو۔"

میری آنکھوں کی حرارت جس کی پیشانی تک پہنچ جاتی ہے۔ وہ اپنی تمام اہم مصروفیات کو چھوڑ کر پہلے مجھ سے رابطہ کرتا ہے۔"

"تو پھر وہ بیمار ہوگا یا کہیں ایسی جگہ ہوگا جہاں فون کرنے کی سہولت نہ ہو۔"

"خوا مخواہ قیاس آرائیاں کر رہے ہو۔ اس کے دماغ میں جاؤ اور معلوم کرو کہ وہ کم بخت کہاں مر گیا ہے۔"

پورس نے خاموشی سے ایسے سر جھکا لیا۔ جیسے اس کم بخت کے دماغ میں پہنچ رہا ہو جبکہ اس نے خیال خوانی نہیں کی نارنگ کے دماغ میں نہیں گیا۔ سر اٹھا کر شیوانی سے بولا "بڑی حیرانی کی بات ہے نارنگ سانس روک رہا ہے۔ مجھے اپنے دماغ میں آنے سے روک رہا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "وہ اچانک ایسا کیوں کر رہا ہے؟ میری آنکھوں کی حرارت اسے متاثر نہیں کر رہی ہے میں نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے دماغ میں تمہیں آنے دیا کرے۔"

"شاید وہ دماغی مریض بن گیا ہے۔ کوئی اس کے اندر آئے تو بھونکنے لگتا ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو پھر اس کے پاس جاؤ اور جاتے ہی بولو کہ تم میرے حکم سے آئے ہو۔"

وہ پھر تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گیا۔ شیوانی اسے غور سے دیکھنے لگی وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ پورس کو اس کے دماغ میں جگہ مل رہی ہے یا نہیں۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"کچھ ہونے والا ہے۔ اس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ وہ پیٹ پکڑ کر تڑپتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اسے میٹرنٹی ہوم لے چلو کچھ ہونے والا ہے۔"

"یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا پیٹ میں درد ہونے سے مرد زچہ خانے میں جاتے ہیں؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اس کے دماغ سے یہی باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔"

"تم غلطی سے کسی عورت کے دماغ میں پہنچ گئے ہو۔ اچھی طرح معلوم کرو وہ کون ہے۔"

وہ پھر ذرا دیر کے لیے خاموش ہوا۔ اس کے بعد بولا "ارے! ہاں دونوں کے ناموں سے مغالطہ ہو گیا۔ مجھے نارنگ کے دماغ میں پہنچنا چاہیے تھا مگر میں نارنگی کے اندر چلا گیا۔ اس عورت کا نام نارنگی ہے۔ کوئی اسے میٹرنٹی ہوم پہنچانے والا نہیں ہے۔ کیا میں اسے پہنچا دوں؟"

"خوا مخواہ وقت ضائع نہ کرو۔ نارنگ سے رابطہ کرو۔"

وہ شیوانی کے چہرے کو تکنے لگا۔ وہ بولی "میں تمہاری ہوں۔ میرا چہرہ بھی تمہارا ہے۔ مجھے بعد میں دیکھتے رہنا پہلے کام کرو۔"

"میں کام کر رہا ہوں۔ تمہیں دیکھ رہا ہوں مگر نارنگ کے پاس پہنچ رہا ہوں۔ ابھی اس نے پھر مجھے بھگا دیا ہے۔ تم ذرا خاموش رہو میں پھر اس کے پاس جا کر بولتا ہوں۔"

وہ شیوانی کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا "اے اُلو!

خبردار چپ رہنا۔"

وہ غصے سے بولی "مجھے اُلو کہہ رہے ہو؟"

"میں تمہیں نہیں نارنگ کو کہہ رہا ہوں۔ وہ دماغ میں آنے سے روک رہا ہے۔ میں اسے وارننگ دے رہا ہوں۔"

پھر وہ بولا "میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں۔ میں شیوانی کے حکم سے آیا ہوں۔ اگر تم مجھے اپنے دماغ میں نہیں رہنے دو گے تو شیوانی اپنی آنکھوں کی حرارت سے تمہیں مار ڈالے گی۔"

شیوانی نے کہا "اس سے یہ بھی بولو کہ ابھی مجھ سے فون پر باتیں کرے۔"

وہ ذرا دیر خاموش رہا۔ جیسے نارنگ کی باتیں سن رہا ہو پھر اس نے کہا "اے خبردار! مجھے گالیاں مت دینا۔ کیا کہا؟ شیوانی اُلو کی پٹھی ہے۔ گدھی ہے اور۔۔۔ اور کیا ہے۔"

وہ غصے سے بولی "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ نارنگ کہہ رہا ہے۔ تمہیں گالیاں دے رہا ہے۔"

"وہ گالیاں دینے کے بعد کچھ بول رہا ہوگا۔ تم گالیاں نہ سنو اس کی باتیں سنو۔"

"کیا وہ تمہیں گالیاں دیتا رہے اور میں سنتا رہوں۔ میرا خون کھول رہا ہے۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم مجھے بہت چاہتے ہو۔ مجھے دی جانے والی گالیاں برداشت نہیں کر رہے ہو مگر مصلحت سے کام لو۔ یہ معلوم کرو کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔ کیا اسے کسی نے ٹریپ کیا ہے؟ کیا کسی نے اسے ہم سے چھین لیا ہے۔ وہ اچانک میرے خلاف کیسے ہو گیا۔"

پورس نے شیوانی کو حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا "تم ذرا خاموش رہو۔ وہاں کچھ عجیب سی بات ہو رہی ہے۔ اس کے سامنے ایک جوان عورت ہے اور وہ اسے شیوانی کہہ رہا ہے۔"

"نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ہو رہا ہے۔ وہ ایک شیوانی کے پاس ہے اور بڑے پیار سے اس کے زانوں پر سر رکھے لیٹا ہوا ہے۔ وہ شیوانی اسے انگور کھلا رہی ہے مگر انگور کھٹے ہیں۔"

"کھٹے ہو یا میٹھے۔ تم اس شیوانی کے بارے میں معلوم کرو۔"

"میں اسی کے بارے میں معلوم کر رہا ہوں۔ نارنگ کے خیالات کہہ رہے ہیں کہ وہ شیوانی دیکھنے میں بہت حسین اور میٹھی دکھائی دیتی ہے لیکن چکھنے سے کھٹی لگ رہی ہے۔"

شیوانی نے جھنجلا کر کہا "وہ نارنگ کو جیسی بھی لگ رہی ہو مگر وہ چڑیل ہے کون؟"

"وہ سچ مچ چڑیل ہے۔ اس نے نارنگ کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ جس طرح تمہارے پاس دو آنکھوں کی حرارت ہے اسی طرح اس کی ایک آنکھ میں جادو ہے۔ جیسے ہی وہ ایک آنکھ مارتی ہے مرد پھسل جاتے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "پتا نہیں یہ نارنگ کس کے چنگل میں آ گیا ہے۔ یہاں ہانگ کانگ میں ایسی کون ہے۔ جو نارنگ کو مجھ سے چھین کر مجھے چیلنج کر رہی ہے۔"

"شاید وہ اس شہر میں نہیں ہے۔ کسی جنگل میں ہے کیونکہ وہ دونوں جنگلیوں کی طرح درخت کے پتوں کا لباس پہنے ہوئے ہیں۔"

"پتا نہیں وہ مرنے کے لیے کہاں پہنچ گیا ہے۔ تم اتنی دیر سے خیال خوانی کر رہے ہو لیکن یہ معلوم نہیں کر رہے ہو کہ وہ کس جنگل میں پہنچا ہوا ہے؟ وہ شیوانی کون ہے؟ اس نے کس طرح اسے ٹریپ کیا ہے؟"

"میں نے ابھی بتایا ہے وہ اپنی ایک آنکھ سے جادو کرتی ہے۔ وہ بہت زبردست ہے۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ شیوانی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"وہ شیوانی نارنگ کے ذریعے مجھ سے کہہ رہی ہے کہ نارنگ کی طرح میں بھی اس کے پاس چلا آؤں۔ مجھے عیش کرائے گی۔"

وہ بولی "تم اس چڑیل شیوانی سے بات نہ کرو۔"

"اب میں کسی سے بات نہیں کر سکتا۔ نارنگ نے سانس روک لی ہے مجھے پھر بھگا دیا ہے۔"

شیوانی کے لیے تازہ پھل' خشک میوے اور دودھ وہاں رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں کھانے لگی اور دودھ پینے لگی۔ مایوسی سے کہنے لگی "نارنگ میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اگرچہ وہ بہت ہی بے وقوف تھا مگر میں اس کی غیر معمولی قوتِ سماعت سے فائدہ اٹھا سکتی تھی۔ میں اس کے ذریعے چین میں فرہاد اور اس کے بیٹے کی گفتگو سنتی رہی تھی۔ بڑی اہم معلومات حاصل کرتی رہی تھی پھر اس کے ذریعے ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا بھیما کا سراغ ملا تھا۔ میں اس بھیما کو بھی ٹریپ کر سکتی تھی بلکہ اب بھی کر سکتی ہوں۔"

"تمہارا ارادہ کیا ہے؟ کیا اب بھیما کے پیچھے پڑ جاؤ گی؟"

"ایک غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا نارنگ میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اب تمہاری ذمے داریاں بڑھ گئی ہیں۔ تم کسی بھی طرح نارنگ کو واپس لاؤ اور بھیما کو ٹریپ۔"

"اور تمہارے منصوبے کے مطابق چین میں فرہاد اور اس کے بیٹے سے ٹکراؤں وہاں سے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ چرا کر لاؤں۔ میں ایک اور تم بیک وقت کتنی ذمے داریوں کا بوجھ مجھ پر ڈال رہی ہو۔"

"یہ سارے معاملات اہم ہیں۔ ان سب سے نمٹنا ہی ہوگا۔"

"مگر یہ فیصلہ کرو کہ کون سا معاملہ اہم ہے پہلے تم کیا چاہتی ہو۔ وہ کھاتی رہی سوچتی رہی پھر بولی "میرے لیے مشین کا نقشہ اہم ہے۔ میں نقشہ حاصل کرنے کے لیے لندن سے یہاں آئی ہوں۔ یہاں سے مجھے چین جانا تھا مگر یہاں بیٹھے ہی بیٹھے تمہاری ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ نقشہ حاصل کر سکتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے اب میں اس نقشے کی طرف دھیان دے رہا ہوں۔ تم باقی معاملات کو فی الحال بھول جاؤ۔"

"میں کسی بھی معاملے کو نہیں بھول سکتی۔ تم جلد سے جلد نقشہ حاصل کرو۔ اس کے بعد ہم دوسرے معاملات پر توجہ دیں گے۔"

وہ بستر پر نیم دراز ہو کر بولا "ٹھیک ہے۔ میں اس سلسلے میں خیال خوانی کر رہا ہوں۔ تم مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آگیا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے بیٹے؟ کیا شیوانی کو قابو میں کر چکے ہو؟"

"جی ہاں اب وہ کبھی چین کا رخ نہیں کرے گی۔ ہم اس کی ضرورت یہاں پوری کر دیں گے۔"

"ہوں۔ سمجھ گیا وہ نقشہ چاہتی ہے۔"

"صرف بچوں کو نہیں بڑوں کو بھی کھلونا دے کر بہلایا جاسکتا ہے۔ اسے بھی کسی دوسری مشین کا نقشہ دے کر بہلایا جاسکتا ہے۔"

"دوسری مشین کا نقشہ کیوں ہم اسے اصل ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ دیں گے۔"

پورس نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"ہاں اس نقشے کی اہمیت کو اسی طرح ختم کیا جاسکتا ہے کہ اسے سب ہی دوستوں اور دشمنوں تک پہنچنے کا موقع دیا جائے۔"

میں نے پورس کو تفصیل سے سمجھایا کہ جب سے چین میں یہ مشین تیار ہوئی ہے اور چینی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوئے ہیں۔ تب سے امریکا' روس اور فرانس جیسے بڑے ممالک متحد ہوگئے ہیں۔ وہ اپنے اتحاد سے ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کر رہے ہیں۔ جس کے ذریعے ان تینوں ممالک میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کی جائے گی۔

دوسری طرف پیچ پال نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے ذریعے مشین کا نقشہ حاصل کیا تھا۔ پیچ پال کا خیال تھا کہ ہم اس کے معاملات سے بے خبر ہیں۔ جبکہ سونیا کو بیزون کے دماغ میں جانے کی سہولتیں حاصل تھیں۔ وہ بیزون کے ذریعے یہ معلوم کر چکی تھی کہ بڈی رابرٹ نے لندن جا کر وہ نقشہ پیچ پال کے حوالے کیا ہے۔

ہم چاہتے تو اس نقشے کے سلسلے میں پیچ پال اور اس کے ساتھیوں کو کئی طرح سے الجھاتے رہتے لیکن ہم انہیں بھی ڈھیل دے رہے تھے۔ جناب تبریزی اور جناب عبداللہ واسطی کی ہدایات تھیں کہ اب ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں دشمنوں کی مخالفت نہ کی جائے۔ جو مشین تیار کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں تیار کرنے کا موقع دیا جائے۔

اگرچہ یہ ہدایات ناقابل فہم تھیں۔ سوال پیدا ہوتا تھا کہ تمام بڑے ممالک کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنانے کا موقع کیوں دیا جارہا ہے جب کہ ایسا کرنے سے پہلے ہی ان کے منصوبوں کو خاک میں ملایا جاسکتا تھا۔ اس سلسلے میں دو اہم باتیں تھیں ایک تو یہ کہ ہم نے اور بابا صاحب کے ادارے نے ایک طویل عرصے تک بڑے ممالک سے وقتاً فوقتاً دوستی کی تھی۔ ان پر بھروسا کیا تھا۔ ان سے بھرپور تعاون کیا تھا لیکن بعد میں ان سے دھوکا کھاتے رہے تھے۔

چین بھی ان بڑے ممالک میں سے ایک بڑا ملک ہے۔ ہم نے چین کے اکابرین پر بھی بھروسا کیا ہے لیکن کون جانتا ہے کہ یہ بھروسا کب تک قائم رہے گا۔ جناب تبریزی اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام بزرگ ماضی کے تلخ تجربات کو بھلا نہیں سکتے تھے۔ ان کا تجربہ کہہ رہا تھا کہ جو ابھی دوست ہیں۔ وہ کسی وقت بھی دشمنی کی کروٹ بدل سکتے ہیں۔

خدانخواستہ اگر ایسا ہوا اور چین جیسے بہترین دوست سے کسی معاملے میں مخالفت پیدا ہونے لگی تو ایسے وقت کے لیے پہلے سے تیار رہنا چاہیے۔ یہ اندازہ کیا جاسکتا تھا کہ چین میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بہت بڑی فوج تیار ہو سکتی ہے۔ اس کے مقابلے میں ہم تعداد کے لحاظ سے کمی بھر پور جائیں گے۔ اگر دوسرے ممالک میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوجیں رہیں گی تو ہم اپنی حکمتِ عملی سے ان تمام بڑے ممالک کی فوجوں کو چین کے مقابل پہنچا کر اپنی حفاظت کر سکیں گے۔

چین کے لیے ہماری نیک خواہشات ہیں اور آئندہ بھی رہیں گی اور ایسی ہی نیک خواہش کے مطابق ہم نے چین کو

ٹرانسفارمر مشین کا تحفہ دیا ہے لیکن آئندہ اپنے تحفظ کے لیے احتیاطی تدابیر بھی لازمی ہیں۔

پورس نے میری تمام باتیں سننے کے بعد کہا "بے شک احتیاطی تدابیر لازمی ہیں۔ جب سب ہی کو ٹرانسفارمر مشین بنانے کا موقع دیا جارہا ہے تو پھر یہ موقع شیوانی کو بھی دیا جانا چاہیے۔ بیجنگ میں اسکاٹ لینڈیارڈ کے چند جاسوس ہیں ان میں سے کچھ گرفتار ہو کر مارے گئے ہیں۔ ان میں جو باقی بچا ہے میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر آپ کے پاس آؤں گا۔ آپ وہ نقشہ اس کے حوالے کریں گے اور اسے بیجنگ سے یہاں ہانگ کانگ پہنچنے کا موقع دیں گے۔ اس طرح وہ نقشہ شیوانی کو مل جائے گا۔"

میں نے کہا "اس جاسوس کو میرے پاس پہنچاؤ۔ میں اس کے پاسپورٹ کے مطابق کل کی کسی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کراؤں گا۔ وہ نقشہ اس کے حوالے کروں گا۔ کل شام تک شیوانی خوش ہو جائے گی۔"

پورس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا "شیوانی آج کی رات ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ میں نے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ وہاں میرا ایک آلۂ کار آرمی ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم سے وہ نقشہ نکال لائے گا۔ میں وہ نقشہ تمہارے اسکاٹ لینڈیارڈ کے جاسوس کے حوالے کروں گا۔ وہ جاسوس اسے کل شام تک یہاں لے آئے گا۔"

وہ کھاتے کھاتے خوش ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس سے لپٹ کر بولی "تم نے تو کمال کر دیا جو کام تقریباً ناممکن ہے اسے ممکن بنا رہے ہو۔ مجھے اتنی بڑی کامیابی کا یقین نہیں ہو رہا ہے پھر بھی میں کل شام تک بے چینی سے اپنے جاسوس اور اس نقشے کا انتظار کروں گی۔"

وہ خوش ہو کر اس پر قربان ہونے لگی۔ اس نے مختصر سی خیال خوانی کی پارس کے پاس پہنچ کر بولا "میں ہوں پورس۔"

پارس نے کہا "میرے پاس آئے ہو ضرور کوئی بات ہے۔"

"ہاں تمہارے پاس ایک مرغا روانہ کیا ہے۔ بھیما کو ٹریپ کرنے کے لیے نارنگ بہت بے چین تھا۔ میں اسے شیوانی سے نجات دلا کر تمہاری طرف بھیج رہا ہوں وہ کل صبح تک یروشلم پہنچنے والا ہے۔"

پارس نے کہا "وہ تو ایسا مرغا ہے جسے پھانسنے کی ضرورت نہیں پڑتی وہ خود ہی اپنی حماقتوں سے پھنستا رہتا ہے۔ میں دیکھوں گا کہ وہ بھیما کو پھانسنے کے لیے یہاں کیا کرے گا۔"

پارس چاہتا تھا کہ اب اسرائیل سے روانہ ہو جائے اسے غلام بنا کر رکھنے کی خواہش کرنے والی الپا خود اس کی معمولہ اور کنیز بن چکی تھی۔ اب وہ الپا سے ہزاروں میل دور جا کر بھی اس کی لگام اپنے ہاتھوں میں رکھ سکتا تھا لیکن ایسے ہی وقت بابا صاحب کے ادارے سے یہ نئی ہدایت موصول ہوئی کہ الپا کو ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کا موقع دیا جائے۔

جیکی ہنٹر اب تل ابیب میں موجود تھا۔ پچھلی بار وہاں سے اس کی روانگی کا پورا انتظام ہو چکا تھا لیکن اس کی بیٹی ڈانیا اچانک بیمار ہو گئی تھی۔ اسے اسپتال پہنچانا پڑا تھا۔ اس لیے اس کا سفر ملتوی ہو گیا تھا۔

اب اس جیکی ہنٹر کے ذریعے الپا وہاں اپنی خواہش کے مطابق وہ مشین تیار کر سکتی تھی۔ اسے اسپتال سے چھٹی مل چکی تھی۔ اسرائیل کے بڑے شہروں میں اس کی کئی رہائش گاہیں موجود تھیں۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ بنگلے الپا کی ملکیت ہیں۔ وہ وقت اور حالات کے مطابق بھیس بدل کر کسی نہ کسی بنگلے میں جا کر وقت گزارتی تھی۔

وہ اسپتال سے نکل کر یروشلم کے ایک بنگلے میں جانا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت پارس نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے اسی شہر میں رہنا چاہیے اور یہاں رہ کر ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کے سلسلے میں پھر کوششیں کرنی چاہئیں۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "مشین کیسے تیار کروں گی۔ پارس نے میرے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہوگا کہ کس خفیہ رہائش گاہ میں وہ نقشہ چھپا کر رکھا ہے۔ اس نے وہ نقشہ وہاں سے چرا لیا ہوگا اور جیکی ہنٹر کو اپنا غلام بنا لیا ہوگا۔"

پارس نے اس کی سوچ میں کہا "ہو سکتا ہے ایسا نہ ہو۔ میری دماغی کمزوری کے باوجود پارس مجھ پر مہربان ہے۔ اس

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں
بزرگان دین کے ایمان افروز واقعات
روشنی کے مینار
قیمت -/150 روپے
ڈاک خرچ -/25 روپے
مصنف: ضیاء تسنیم بلگرامی
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23 کراچی نمبر 1

نے بھیجا کو میرے دماغ پر قبضہ جمانے کا موقع نہیں دیا۔ وہ مجھ سے سخت ناراض ہے مگر مجھے دل سے چاہتا ہے۔ چھپ چھپ کر میری حفاظت کرتا ہے یہ میرے لیے بڑے فخر کی بات ہے کہ اس نے کسی بھی دشمن کو میرے اندر آنے اور مجھے نقصان پہنچانے کا موقع نہیں دیا۔"

الپا سوچ میں پڑ گئی تھی۔ اسے یقین ہو رہا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں اسے کامیابی ضرور ملے گی۔

پارس نے پھر اس کی سوچ میں کہا "جب وہ مجھے ہر طرح سے تحفظ فراہم کر رہا ہے مجھے نقصانات سے بچا رہا ہے تو ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں بھی مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ مجھے اپنی اس رہائش گاہ میں جا کر دیکھنا چاہیے کہ نقشہ وہاں موجود ہے کہ نہیں۔"

الپا ان باتوں سے قائل ہو کر اپنی اس رہائش گاہ کی طرف چلی گئی۔ پارس نے اپنے ایک ماتحت سراغ رساں سے کہا "تم نے جیکی ہنٹر کو ہپناٹائز کر کے اسے اپنا معمول بنایا ہے۔ اب اسے پھر اسی بنگلے میں پہنچا دو۔ جہاں الپا نے اسے چھپا کر رکھا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کر دو کہ وہ اب تک الپا کا معمول ہے کئی دنوں سے اسی بنگلے میں پڑا ہوا ہے اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ کیا کرنا چاہیے؟ اور کہاں جانا چاہیے؟"

اس سراغ رساں نے جیکی ہنٹر کے دماغ میں یہ باتیں نقش کیں پھر اسے اسی بنگلے میں پہنچا دیا۔ اس کے دماغ سے اس کی بیٹی ڈانا کی یاد بھلا دی۔ آئندہ وہ ڈانا کو امریکا واپس بھیجنے والا تھا۔ ادھر الپا نے اپنی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ کر اپنے سیف کو کھول کر دیکھا تو وہ مشین کا نقشہ موجود تھا۔ پہلے وہ نقشہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ بعد میں جب یہ فیصلہ ہوا کہ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں کسی طرح کی رکاوٹ پیدا نہیں کی جائے گی تو وہ نقشہ پھر الپا کے سیف میں پہنچا دیا گیا تھا۔ الپا نے اس تہ کیے ہوئے کاغذ کو کھول کر دیکھا تو خوش ہو گئی۔ سوچ کے ذریعے بولی "پارس ابھی میں خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ تمہارا شکریہ ادا کرنے اور تمہارا احسان ماننے کے لیے تمہارے پاس نہیں آ سکتی۔ میں سمجھتی ہوں کہ تم ابھی میرے اندر موجود ہو لیکن تم نے تو مجھ سے نہ بولنے کی قسم کھائی ہے۔ تم نے کیسا عجیب سا رشتہ مجھ سے قائم رکھا ہے۔ کچھ بولتے نہیں ہو مگر میرے لیے بہت کچھ کرتے ہو۔ مجھ سے نفرت کرتے ہو مگر عجیب طرح سے بے انتہا محبت بھی کرتے ہو۔"

پارس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سوچنے لگی "نقشہ تو مل گیا ہے مگر مشین کا ماہر مکینک جیکی ہنٹر اس بنگلے میں نہیں ہوگا۔ شاید میرے تنویمی عمل کا اثر بھی ختم ہو گیا ہوگا۔ وہ وہاں سے فرار ہو گیا ہوگا۔"

پارس نے اس کی سوچ میں کہا "میں نے نقشے کے بارے میں بھی یہی سوچا تھا کہ اسے پارس لے گیا ہوگا لیکن نقشہ یہیں مل گیا جہاں میں نے رکھا تھا۔ ہو سکتا ہے جیکی ہنٹر بھی وہیں ہو جہاں میں نے اسے چھوڑا تھا۔"

الپا نے اس بات پر غور کیا پھر موبائل کے ذریعے اس بنگلے کا فون نمبر پنچ کیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد وہ ایک دم سے خوش ہو گئی۔ دوسری طرف فون کے ذریعے جیکی ہنٹر کی آواز سنائی دی "ہیلو! کون ہے؟"

وہ حیرت سے اور مسرت سے بولی "ہیلو جیکی! تم بول رہے ہو؟"

وہ حیرانی سے بولا "اوہ میڈم! آپ کہاں تھیں۔ کئی دنوں سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ نہ آپ میرے دماغ میں آ رہی تھیں اور نہ ہی بوبی اسمتھ مجھ سے ملاقات کرنے یہاں آتا رہتا تھا۔ میڈم! میں بہت پریشان ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اب تمہیں کسی طرح کی پریشانی نہیں ہوگی۔ میں آ رہی ہوں۔ تمہیں اپنے ساتھ ایک بنگلے میں لے جاؤں گی۔"

اس نے خوشی سے جھومتے ہوئے فون کو بند کیا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ٹرانسفارمر مشین کی ہاری ہوئی اتنی بڑی بازی جیت لے گی۔ وہ اپنا ضروری سامان پیک کرنے لگی۔ وہ وہاں سے جیکی ہنٹر کے پاس جانے والی تھی پھر اسے لے کر دوسرے خفیہ اڈے میں رہائش اختیار کرنے والی تھی۔

ابھی بہت کچھ ہونے والا تھا۔ کیونکہ میری داستان کا مزاج بدل رہا تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کو ہر بڑے ملک میں عام کیا جا رہا تھا۔

پہلے ہم فرداً فرداً ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اب ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوجیں تیار ہو رہی تھیں۔ امریکا، روس، فرانس اور چین اب ایک دوسرے کے مدمقابل ہونے والے تھے کیونکہ اب جو بھی خفیہ سیاست ہوتی، خفیہ واردات ہوتی، خفیہ سازشیں ہوتیں وہ سب آئندہ نہ دشمنوں سے چھپی رہتیں نہ دوستوں سے۔ اب تو جیسے ہر ملک کا بچہ اور ہر گھر کی عورت ٹیلی پیتھی جاننے والی تھی۔

اگر ایسا ہو جائے تو کیا ہوگا؟

اور ایسا ہو گا یا نہیں یہ تو میں بھی نہیں جانتا تھا۔

جواد بن مستقیم اور بھیجا نے الپا کو اپنے قابو میں کرنے کی بہت کوششیں کی تھیں۔ پہلے بھیجا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے دو بار اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے ٹریپ کرنا چاہا تھا لیکن پارس اس کے دماغ میں چھپ کر آتا جاتا رہتا تھا۔ اس نے بھیجا کو ناکام بنا دیا۔

اس کی ناکامی کے بعد جواد حیفہ کے اسپتال میں آیا تھا۔ الپا سے ملاقات کی تھی اور ملاقات کے وقت جب اس سے مصافحہ کیا تو الپا بے اختیار اس سے متاثر ہو گئی۔ اسپتال میں اس کی حفاظت کے لیے آرمی کے جوان پہرہ دے رہے تھے۔ کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اس نے آرمی افسران سے کہا تھا کہ وہ جواد کو آئندہ بھی اس سے ملنے کی اجازت دے دیا کریں۔

جواد نے بھیجا سے کہا "تمہاری ٹیلی پیتھی نے کوئی کام نہیں کیا میں نے اسے متاثر کیا ہے۔ جب وہ اسپتال سے گھر آئے گی تو تم پھر ایک بار اسے ہپناٹائز کرنے کی کوشش کرو گے۔ ایسے وقت میں اس کے قریب رہوں گا تو شاید تم اسے ہپناٹائز کرنے میں کامیاب ہو سکو گے۔"

ان دنوں وہ اسپتال سے فارغ ہوئی تھی۔ جواد وہاں سے یروشلم واپس آ گیا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ فون کے ذریعے الپا سے رابطہ رکھے گا پھر جب اسے معلوم ہوگا کہ وہ گھر آ گئی ہے تب اس سے دوبارہ ملاقات کرنے آئے گا اور بھیجا کو موقع دے گا کہ وہ الپا کو ٹریپ کر سکے۔

لیکن پارس نے الپا کے دماغ میں خاموشی سے رہ کر اس پر عمل کیا تھا اور اس کے ذہن سے وہ تاثرات مٹا دیے تھے جو اس غیر معمولی انگوٹھی کے ذریعے پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت پارس اس کی غیر معمولی انگوٹھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

جب الپا گہری نیند سو رہی تھی۔ تب پارس نے تنویمی عمل کے ذریعے اس سے پوچھا تھا "یہ بتاؤ تم اس سے اچانک متاثر کیوں ہو گئی ہو؟"

وہ معمولہ کی حیثیت سے بولی "پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں نے سنا تھا کہ لوگ اس سے مل کر متاثر ہو جاتے ہیں اور اس کے بڑے عقیدت مند بن جاتے ہیں۔"

"تم اچھی طرح سوچو اور بتاؤ متاثر ہونے کی کوئی وجہ ہوگی۔ اس سے پہلے تو تم نے اسے دیکھا بھی نہیں تھا۔ ایک ہی ملاقات میں اس سے متاثر ہونے کا مطلب یہی ہے کہ اس میں کوئی غیر معمولی صلاحیت ہے۔"

الپا نے کہا "میں نے بعد میں بہت سوچا ہے۔ اس سلسلے میں بہت غور کیا ہے مگر میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

پارس سوچ میں پڑ گیا اگر جواد خوب رو جوان ہے اور پرکشش ہے تو اس سے صرف عورتوں کو متاثر ہونا چاہیے لیکن مرد بھی اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتے تھے۔ اس سے یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ وہ اپنی کسی غیر معمولی صلاحیت کے ذریعے عورتوں اور مردوں کو اپنا عقیدت مند بناتا ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ خود یروشلم جا کر جواد سے ملاقات کرے گا۔

جواد نے حیفہ سے یروشلم آنے کے بعد تیسرے دن الپا سے فون پر رابطہ کیا۔ اس کی خیریت معلوم کی۔ الپا نے کہا "میں خیریت سے ہوں مگر تم کون ہو؟"

جواد نے کہا "تعجب ہے مجھ سے ایک بار ملنے والے میری آواز سے مجھے پہچان لیتے ہیں۔ یاد کرو میں اسپتال میں تم سے ملنے آیا تھا۔"

الپا نے کہا "پلیز پہیلیاں نہ بجھواؤ۔ کام کی بات کرو اور پہلے اپنا تعارف پیش کرو۔"

"میرا نام جواد بن مستقیم ہے۔ میں اسپتال میں تم سے ملاقات کر چکا ہوں کیا اتنی جلدی مجھے بھول گئی ہو۔"

"اچھا اب یاد آیا۔ تم جواد ہو بڑی پرکشش اور باوقار شخصیت کے مالک ہو۔ تم مجھ سے ملاقات کرنے آئے مجھے بڑی خوشی ہوئی میرے لائق کوئی خدمت۔"

"میری دعا ہے کہ تم جلد صحت یاب ہو کر اپنے گھر جاؤ۔ میں وہاں تم سے ملاقات کرنے آؤں گا۔"

"سوری مسٹر جواد! میں اپنے گھر میں کبھی کسی سے ملاقات نہیں کرتی۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم کسی ریسٹورنٹ یا کلب میں ملاقات کر سکتے ہیں۔"

"اگر مجھے ایک سوال کا صحیح جواب مل جائے گا تو میں ملاقات کروں گی۔"

"کیا کوئی مشکل سوال ہے؟"

"بہت آسان سوال ہے۔ میں تم سے ملتے ہی تم سے بے اختیار متاثر کیوں ہو گئی تھی؟"

"یہ تمہارے اپنے احساسات ہیں۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ میری شخصیت کے کس پہلو نے تمہیں متاثر کیا ہے۔"

"صرف میری بات نہیں ہے۔ میں نے تو سب ہی سے سنا ہے کہ تم سے جو بھی ملتا ہے۔ تم سے محبت کرنے لگتا ہے۔ تمہارا عقیدت مند ہو جاتا ہے۔"

"یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ اس معبود نے مجھے کوئی ایسی خوبی دی ہے جو دوسروں کو متاثر کر دیتی ہے۔"

"تم میرے سوال کا صحیح جواب نہیں دے رہے ہو۔ محض باتیں بنا رہے ہو۔ مجھے افسوس ہے میں تم سے ملاقات

نہیں کروں گی۔"

"میں باتیں نہیں بنا رہا ہوں۔ یقین نہ ہو تو دوسری بار ملاقات کرو اور خود یہ معلوم کرو کہ دوسری بار بھی تم مجھ سے متاثر ہو رہی ہو یا نہیں؟ اور اگر متاثر ہو رہی ہو تو میرے ذریعے کس طرح کا تاثر تمہارے اندر پیدا ہو رہا ہے۔"

"میں نے بڑی مشکل سے تمہاری پہلی ملاقات کے تاثر کو مٹایا ہے اب میں دوسری بار ملنے کی نادانی نہیں کروں گی۔"

"کوئی بات نہیں میں خود تم سے ملنے اسپتال آجاؤں گا۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اسپتال سے میری چھٹی ہوگئی ہے۔ تم چاہو تو حیضہ کے اسپتال میں جاکر میرا خالی کمرا دیکھ سکتے ہو۔"

الپا نے فون کا رابطہ ختم کردیا۔ وہ اسپتال سے اپنی خفیہ رہائش گاہ میں آکر خوش ہو رہی تھی کیونکہ وہاں اسے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ مل گیا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ پارس نے اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کے تمام اہم راز معلوم کیے ہوں گے اور اس نقشے کو چرالیا ہوگا لیکن اس کی توقع کے خلاف نقشہ وہیں موجود تھا۔

اس نے اس بنگلے میں فون کیا جہاں جیکی ہنٹر کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ اس کے بارے میں بھی یہ خیال تھا کہ جیکی ہنٹر اس کے تنویمی عمل کے اثر سے نکل کر کہیں فرار ہوگیا ہوگا لیکن اس کی حیرت اور مسرت کی انتہا نہ رہی۔ جب اس نے فون پر جیکی کی آواز سنی اور یہ یقین ہوا کہ مشین کا وہ ماہر مکینک جیکی ہنٹر اب تک اس کے زیر اثر ہے۔

اب وہ مشین کے نقشے اور جیکی ہنٹر کو لے کر اپنے اس فارم ہاؤس میں جانا چاہتی تھی جو یروشلم کے مضافات میں تھا۔ اس فارم ہاؤس میں ایک خوب صورت سا کاٹیج بھی تھا۔ جس کے تہ خانے میں بڑی رازداری سے ٹرانسفارمر مشین تیار کی جاسکتی تھی۔

وہ وہاں سے روانہ ہونے کے لیے اپنا مختصر سا ضروری سامان ایک اٹیچی اور ایک سفری بیگ میں رکھ رہی تھی۔ ایسے وقت جواد نے فون پر اس سے گفتگو کی تھی۔ الپا نے اس سے ملاقات کرنے سے انکار کرکے فون بند کردیا تھا پھر وہ اپنا سامان لے کر وہاں سے جیکی ہنٹر کے بنگلے میں پہنچ گئی۔

جیکی ڈرائنگ روم میں بیٹھا بیئر پی رہا تھا۔ الپا اسے وہاں دیکھ کر خوشی سے لپٹ گئی۔ اسے چوم کر بولی "تھینکس گاڈ! میں بہت لکی ہوں۔ تمہارے جیسا ماہر مکینک میرا وفادار ہے اور نقشہ بھی میرے پاس موجود ہے۔"

"میڈم! میں آپ کو چھوڑ کر کہاں جاسکتا ہوں۔ میں آپ کے لیے ٹرانسفارمر مشین ضرور تیار کروں گا۔ بائی دا وے بوبی اسمتھ کہاں ہے؟"

وہ نفرت سے بولی "بوبی بہت ہی نمک حرام نکلا۔ میں زخمی ہو کر اسپتال میں پڑی ہوئی تھی۔ ایسے وقت اس نے مجھ سے غداری کی شاید وہ مشین کا نقشہ چرا کر تمہیں اپنے مقصد کے لیے یہاں سے لے جاتا لیکن ایک مہربان نے اس کے تمام منصوبوں سمیت اسے نیست و نابود کردیا۔"

ایسا کہتے وقت وہ سوچ رہی تھی "پارس میں تمہارا جتنا بھی احسان مانوں جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔"

اگرچہ پارس نے اس کے دماغ میں رہ کر کبھی اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔ کبھی اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی تھی۔ اس کے باوجود وہ دل کی گہرائیوں سے یقین کر رہی تھی کہ اس کے برے وقت میں صرف پارس نے ہی اسے دشمنوں سے محفوظ رکھا ہے۔

اس نے بھیما کو الپا پر غالب آنے سے باز رکھا تھا اور اسے جواد سے زیادہ دیر متاثر نہیں رہنے دیا تھا۔

پھر اتنا بڑا احسان تو کوئی کر ہی نہیں سکتا تھا کہ پارس اسے ٹرانسفارمر مشین بنانے کا موقع فراہم کر رہا تھا۔ وہ اتنی بڑی بازی ہار رہی تھی۔ پارس اس کی ہار کو جیت میں بدل رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں بار بار قسمیں کھانے لگی تھی کہ اب پارس اسے قبول کرے یا نہ کرے وہ مرتے دم تک اس کی معمولی کنیز بن کر رہا کرے گی۔

وہ جیکی ہنٹر کے ساتھ اپنے فارم ہاؤس کی طرف روانہ ہوگئی۔ پارس بھی یروشلم آگیا۔ اس نے ایک ہوٹل میں عارضی رہائش کے لیے ایک کمرا لیا وہ جواد سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ اس کی غیر معمولی صلاحیت کا سراغ لگانا چاہتا تھا لیکن اس سے روبرو ملاقات کرنے سے پہلے اسے دور سے دیکھنا اور سمجھنا چاہتا تھا۔

یہ تو وہ جانتا تھا کہ اس کے اندر رہنے والا بھیما ٹیلی پیتھی جانتا ہے پھر جواد بھی یوگا کا ماہر ہوگا۔ وہ اس کے اندر جائے گا تو چھپ کر اس کے خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔ جواد اور بھیما اس کی موجودگی کو سمجھ لیں گے۔

پارس وہاں رہ کر جواد کے عزیز و اقارب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ یروشلم میں سب ہی اسے جانتے تھے۔ جس کے سامنے بھی اس کا ذکر کیا جاتا وہ اس کے بارے میں بڑی تفصیل سے بولنے لگتا تھا اور ایسی عقیدت کا اظہار کرتا تھا جیسے اسے جواہر مستقیم کے قریب رہنے کا شرف حاصل ہو رہا ہو۔

پارس نے چند افراد سے گفتگو کرنے کے بعد یہ معلوم کیا کہ جواد ایک فلسطینی دوشیزہ حدیقہ سے محبت کرتا ہے۔

پارس نے حدیقہ کا پتا اور اس کی مصروفیات معلوم کیں پھر ایک ایسی تقریب میں پہنچ گیا۔ جہاں وہ موجود تھی اور چند خواتین سے گفتگو کر رہی تھی۔ وہ اس کی آواز اور لہجہ سن کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ جواد کے بارے میں دل کی گہرائیوں سے بہت کچھ سوچ رہی تھی اور اس بات سے پریشان تھی کہ جواد اس سے بے انتہا محبت کرنے کے باوجود دور دور کیوں رہتا ہے؟

جواد نے حدیقہ کو سمجھایا تھا کہ ان دونوں کی محبت کے درمیان ایک دیوار ہے جسے وہ نہ سمجھتی ہے نہ وہ سمجھا سکتا ہے۔

جواد نے اسے کھل کر نہیں بتایا تھا کہ اس کے اندر بھیما کی روح سمائی ہوئی ہے اور وہ اس روح کی خباثت کو ختم کرنے کے بعد ہی حدیقہ سے شادی کرے گا اور اس کی قربت حاصل کرے گا۔

حدیقہ کو یقین تھا کہ اس کا محبوب سچا ہے اور اتنی بڑی دنیا میں صرف اسے دل و جان سے چاہتا ہے۔ وہ محبت میں اسے دھوکا نہیں دے گا۔ ایک دن اس سے ضرور شادی کرے گا۔ اس یقین کے باوجود وہ جواد کے دور دور رہنے سے پریشان تھی۔

پارس نے حدیقہ کے اندر اس کی سوچ میں کہا "مجھے مایوس اور پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جواد نے کسی مصلحت سے یہ دوری قائم کر رکھی ہے۔ مجھے یہ سوچنا چاہیے کہ جواد سے ملنے والے اس سے متاثر کیوں ہوجاتے ہیں؟"

حدیقہ کی سوچ نے کہا "جواد کی شخصیت میں قدرتی کشش ہے۔ جو اسے دیکھتا ہے اس سے ملتا ہے بے اختیار محبت کرنے لگتا ہے۔"

پارس نے اس کی سوچ میں کہا "پھر تو دوسری حسینائیں بھی اس کی محبت میں گرفتار ہوجاتی ہوں گی؟"

"بے شمار عورتیں میرے جواد کو چاہتی ہیں مگر وہ کس نیت سے چاہتی ہیں۔ یہ وہ جانتی ہیں یا ان کا خدا جانتا ہے مگر میں پورے یقین سے سمجھتی ہوں کہ وہ دوسری تمام جوان عورتوں کو بہن سمجھتا ہے۔"

پارس کو اصل بات معلوم نہیں ہو رہی تھی۔ جواد اپنے اندر کی باتیں حدیقہ کو بھی نہیں بتاتا تھا۔ اس نے حدیقہ سے نہ کبھی اس غیر معمولی انگوٹھی کا ذکر کیا تھا اور نہ ہی کبھی اپنے اندر چھپے ہوئے بھیما کا ذکر اس سے کیا تھا۔

اس نے سوچا یہ راز ایسے معلوم نہیں ہوگا۔ مجھے خود جانا ہوگا اور اس سے ملاقات کرنی ہوگی۔ اس نے فون کے ذریعے جواد سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا "مسٹر جواد! اتفاق سے میرا نام بھی جواد ہے۔ میں نے آپ کی بہت تعریفیں سنی ہیں۔ میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

جواد نے کہا "تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ میں اس کا ایک ناچیز بندہ ہوں۔ میں صبح نو بجے تک اپنے مکان میں رہتا ہوں پھر عشاء کی نماز تک باہر وقت گزارتا ہوں۔ باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد دوسری صبح نو بجے تک گھر میں وقت گزارتا ہوں۔ آپ چاہیں تو میرے گھر آسکتے ہیں یا اپنا پتا بتائیں میں آپ سے ملنے چلا آؤں گا۔"

پارس اس سے تنہائی میں ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے ہوٹل کا پتا اسے بتایا۔ وہ ایک گھنٹے کے اندر ہی اس سے ملنے کے لیے اس ہوٹل میں آگیا۔ اس کے دروازے پر دستک دی۔ پارس نے دروازہ کھول کر دیکھا سامنے ایک صحت مند قد آور اور بہت ہی خوب رو جوان کھڑا ہوا تھا۔ وہ پارس کو دیکھ کر بولا "میرا نام جواد بن مستقیم ہے۔ کیا آپ بھی مسٹر جواد ہیں۔"

پارس نے مسکراتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "آپ وقت کے پابند ہیں۔ ملاقات کا جو وقت مقرر تھا۔ آپ ٹھیک اسی وقت پر آئے ہیں۔"

جواد نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ ایسے وقت پارس نے محسوس کیا کہ وہ اس سے متاثر ہو رہا ہے۔ اس نے کہا "اندر تشریف لائیں آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

جواد اندر آکر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ پارس نے پوچھا "آپ ٹھنڈا پئیں گے یا گرم ویسے آپ نے مجھے گرما دیا ہے۔ میں آپ کے لیے بڑی محبتیں محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "میں محبت کرنے والوں سے محبت کرتا ہوں۔ سچ بولتا ہوں اور سچ بولنے والوں کی قدر کرتا ہوں۔ آپ اپنے بارے میں کچھ بتائیں۔"

پارس نے بے اختیار کہا "میرا نام پارس علی تیمور ہے۔ میرے والد کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ ہمارا تعلق مشہور زمانہ بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔"

پارس یہ سب کہتے وقت اندر ہی اندر پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ وہ جواد کے سامنے خود کو کیوں نہیں چھپا رہا ہے؟ بے اختیار کیوں سچ بول رہا ہے؟ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ وہ اچانک کیوں اس قدر اس سے متاثر ہوگیا ہے؟

جواد اس کا سچ سنتے ہی صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ خوش ہو کر بولا "آپ مسٹر فرہاد کے صاحب زادے ہیں؟ آپ کو پہلے بتانا چاہیے تھا کہ آپ کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔"

وہ دونوں بازو پھیلا کر آگے بڑھا اور پارس کے گلے لگ کر بولا "میں صرف مصافحہ پر اکتفا نہیں کروں گا۔ آپ کے

سینے سے لگ کر فرہاد صاحب کے صاحب زادے کے سینے سے لگنے کا اعزاز حاصل کروں گا۔"

دونوں بڑی گرم جوشی سے بغل گیر ہوئے۔ ایک دوسرے سے محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے رہے پھر الگ ہو کر ایک ہی صوفے پر بیٹھ گئے۔ پارس نے کہا "میرے ذہن میں یہ سوال چبھ رہا ہے کہ میں آپ سے اچانک متاثر کیوں ہو گیا ہوں۔"

وہ بولا "میرے پاس قدرت کا ایک عطیہ ہے۔ لوگ ملتے ہیں اور مجھ سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ دوست ہو یا دشمن سب ہی مجھے چاہنے لگتے ہیں۔"

"میں یہی پوچھ رہا ہوں قدرت کا وہ عطیہ کیا ہے؟ کسی انسان کے پاس کوئی غیر معمولی صلاحیت ہو تو ایسی صلاحیت کو قدرت کا عطیہ کہتے ہیں۔ پلیز بتائیں وہ کیسی صلاحیت ہے؟"

جواد تھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا پھر بولا "میں اپنے اندر کی کچھ باتیں کبھی کسی کو نہیں بتاتا۔ میری منگیتر حدیقہ مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے۔ میں اس سے بھی کچھ باتیں چھپاتا رہتا ہوں۔"

"میری درخواست ہے کہ مجھ سے نہ چھپائیں۔ آپ کا کوئی سا بھی راز میرے سینے میں ہمیشہ دفن رہے گا۔"

"آپ ایک تو فرہاد صاحب کے صاحب زادے ہیں پھر بابا صاحب کے ادارے سے آپ کا تعلق ہے۔ آپ تمام حضرات بہت ہی باکمال ہیں۔ پاتال میں جا کر اور سمندر کی تہ میں پہنچ کر ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔ آپ لوگوں سے کوئی راز چھپا نہیں رہتا۔ پلیز آپ اپنے طور پر معلوم کریں۔ میرے ایک بزرگ نے مجھے سختی سے منع کیا تھا کہ میں اپنا یہ راز کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"

"آپ اپنے بزرگ کی ہدایت پر عمل کر رہے ہیں۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔ میں آپ سے اصرار نہیں کروں گا۔ یہ بتائیں، آپ کی موجودہ زندگی کیسے گزر رہی ہے؟"

"موجودہ زندگی سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کے اندر بھیما کی آتما سمائی ہوئی ہے۔ وہ ایک بد روح ہے۔ اس کے ساتھ آپ کیسے گزارہ کر رہے ہیں؟"

"ایمان سلامت رہے تو کوئی بد روح غالب نہیں آتی۔ میں اس پر غالب رہتا ہوں۔ اس کوشش میں ہوں کہ اس کی تمام بدی کو ختم کر دوں۔ وہ اپنے بد ارادوں سے اور کالے جادو سے باز آجائے گا تو میں اسے راہِ راست پر لے آؤں گا۔"

"شیطان کبھی بد ارادوں سے باز نہیں آتا۔ اسے اپنے ایمان اور ذہانت سے کچلنا پڑتا ہے۔ میں بھیما کی شیطانیت کو بہت عرصے سے جانتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں، میں آپ کو اس کی شیطانیت سے نجات دلاؤں گا۔"

"میں اطمینان سے ایسے اچھے وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہے، اچھا وقت ضرور آئے گا۔ اب مجھے اجازت دیں۔"

"آپ نے کچھ کھایا پیا نہیں۔ باتوں باتوں میں مجھے بھی یاد نہیں رہا۔ آپ ایسا کریں لنچ میرے ساتھ کریں۔"

"میں ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد لنچ کرتا ہوں۔ آپ سے درخواست ہے کہ آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیں۔ مجھے خوشی ہوگی۔"

"میں آپ کی خوشی کی خاطر ضرور آپ کے ساتھ ڈنر کروں گا۔"

جواد نے صوفے سے اٹھ کر رخصتی مصافحہ کیا۔ پارس نے مصافحہ کرتے ہوئے پھر اس میں بے حد کشش محسوس کی پھر کہا "ہاتھ ملاتے ہی آپ کی شخصیت پھر کرنٹ مار رہی ہے۔ پتا نہیں اللہ میاں نے آپ کو کس بجلی گھر میں بنایا ہے۔"

وہ ہنسنے لگا پھر بولا "جاتے جاتے ایک بات یاد آرہی ہے۔ میں بھیما کے تعاون سے الپا کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا مگر ناکام رہا۔ کیا آپ نے ہمیں ناکام بنایا تھا؟"

"جی ہاں! الپا میری مجرم ہے۔ وہ مجھ سے دشمنی کرتی رہی ہے۔ میں اس سے نمٹ رہا ہوں۔ ہم اور آپ کسی دشمن سے انتقام لیتے ہیں تو انتقام لیتے وقت بھی انسانیت اور شرافت کو نہیں بھولتے لیکن بھیما شیطان ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ الپا پر غالب آجائے اسی لیے میں نے اس کے ارادوں میں اسے کامیاب نہیں ہونے دیا۔"

"ٹھیک ہے۔ جب آپ الپا سے نمٹ رہے ہیں تو ہم آپ کے معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے۔"

"لیکن بھیما آپ کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر الپا کے پاس پہنچ کر اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اسے میری غیر موجودگی میں ٹریپ کر سکتا ہے۔"

جواد نے مسکرا کر کہا "آپ بھیما کی طرف سے پریشان نہ ہوں۔ میں اسے الپا کے پاس جانے کے لیے خیال خوانی کی اجازت نہیں دوں گا۔"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "آپ اسے کیسے روک سکیں گے؟ آتما بڑی پاور فل ہوتی ہے۔ وہ انسانی جسم اور انسانی دماغ پر حاوی رہتی ہے۔ انسانی دماغ روح کے زیرِ اثر رہتا ہے۔ آپ اسے خیال خوانی سے کیسے روک سکیں گے؟"

"جس طرح اب تک اسے مجبور اور بے بس بناتا آیا ہوں۔ جب سے وہ میرے اندر سمایا ہے، تب سے میری مرضی کے بغیر خیال خوانی نہیں کرتا۔"

"تعجب ہے۔ آج تک ہمیں نارنگ اور بھیما کے بارے میں یہی معلوم ہوا ہے کہ وہ جس کے بھی جسم میں جا کر گھستے ہیں۔ اس کے دماغ کو اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں پھر بھیما آپ کے پاس آکر کیوں بے بس ہو گیا؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ یہ کاتبِ تقدیر کی مرضی ہے۔ اس نے میری تقدیر میں لکھا ہے کہ میں کسی شیطان کے زیرِ اثر نہیں رہوں گا بلکہ شیطانی خیالات رکھنے والے میرے زیرِ اثر رہا کریں گے۔"

"آپ باتیں بنا رہے ہیں۔ مجھے ٹال رہے ہیں مگر میں سمجھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی غیر معمولی صلاحیت دی ہے کہ جس کے ذریعے آپ اپنے روبرو آنے والوں کو بڑی گہرائی سے متاثر کر دیتے ہیں اور بھیما جیسے شیطانوں کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں۔ آپ اپنی یہ غیر معمولی صلاحیت دوسروں سے چھپاتے ہیں۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ اپنے ایک بزرگ کی ہدایات پر عمل کر رہا ہوں۔ اچھا اب مجھے جانے کی اجازت دو۔"

جواد نے پھر ایک بار مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا "معاف کرنا برادر! اب میں کبھی بجلی کے ننگے تار کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

وہ ہنستا ہوا وہاں سے چلا آیا۔ ہوٹل سے باہر آتے وقت بھیما نے کہا "پارس بڑی دیر سے میرے خلاف بول رہا تھا۔ مجھے شیطان کہہ رہا تھا اور میں برداشت کر رہا تھا تم نہیں جانتے کہ پارس خود کتنا بڑا شیطان ہے۔"

"مجھے نہ بتاؤ کہ وہ کیا ہے؟ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے افراد منفی خیالات کے حامل نہیں ہوتے۔ میں تم سے پارس کا کیریکٹر سرٹیفکیٹ نہیں مانگ رہا۔"

"یہ ضروری تو نہیں ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کا ہر فرد فرشتہ ہو۔"

"میں کب کہتا ہوں کہ اس ادارے میں فرشتے رہتے ہیں۔ وہاں ایسے انسان رہتے ہیں۔ جو دلوں میں خوفِ خدا رکھتے ہیں۔ بے شک ان سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ آخر انسان ہیں لیکن وہ اپنی غلطیوں کی تلافی کرتے ہیں۔ اپنی اصلاح کرتے ہیں۔"

بھیما نے کہا "تمہاری ہدایات کے مطابق میں بھی اپنی اصلاح کروں گا مگر تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ کبھی تم بھی میری بات مان لیا کرو۔"

"تم اپنی کون سی بات منوانا چاہتے ہو؟"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پارس اتفاق سے ہماری نظروں میں آگیا ہے۔ ورنہ یہ لوگ بھیس بدل کر روپوش رہتے ہیں۔ اگر تم مجھے ایک بار خیال خوانی کرنے کی اجازت دو تو پارس کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں جاؤں گا۔ گویا تم اس کے دماغ میں جاؤ گے۔ میں اس کے چور خیالات پڑھوں گا تو تمہارے سامنے یہ سچ آئے گا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے کے باوجود اندر سے کتنا خود غرض اور مکار ہے۔"

"تم کیوں اتنی تکلیف کرنا چاہتے ہو؟ کسی آلہ کار کے ذریعے اسے زخمی کرو گے زخمی کرنے تک دوڑ بھاگ کرتے رہو گے پھر اس کے خیالات پڑھتے رہو گے۔ پڑھنے لکھنے میں وقت ضائع کرتے رہو گے پھر اس پر تنویمی عمل کرنے کی زحمت کرو گے۔"

"تم مجھے سمجھا رہے ہو یا طعنے دے رہے ہو؟"

"ایک بے وقوف سے اور کیسی باتیں کروں؟ بابا صاحب کے ادارے میں روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بزرگ ہیں۔ وہ ایک سیکنڈ میں کسی کے بھی اندر پہنچ کر اس کا کچا چٹھا معلوم کر لیتے ہیں۔ پارس ہو یا کوئی اور ہو کسی کے اندر کے منفی خیالات ان سے چھپے نہیں رہتے ہیں۔"

بھیما تھوڑی دیر تک خاموش رہا "تم مجھے میری مرضی سے نہیں رہنے دو گے میں بھی بہت ضدی ہوں۔ تم مجھے اپنے رنگ میں رنگنا چاہتے ہو لیکن میں تم سے بڑا رنگ باز ہوں۔ میں جیسا ہوں ویسا ہی رہوں گا اور میری موجودگی کے باعث تم کبھی اپنی دل نواز حدیقہ کے قریب نہیں جا سکو گے۔ تم مجھے سزا دے رہے ہو میں تمہیں سزا دیتا رہوں گا۔"

"سزا اور جزا اللہ کی طرف سے ہے۔ تم قدرت کی منشا سے میرے اندر آئے ہو۔ دیکھتے رہو کہ آئندہ کیا ہوتا ہے؟ تم کسی چال بازی سے میرا جسم چھوڑ جاؤ گے تو میری موت واقع ہو جائے گی اور اگر میں نے تمہارے شیطانی خیالات کو کچل دیا۔ تو تم میرے نیک خیالات میں ڈھل جاؤ گے۔ میری روح پاکیزہ ہو جائے گی۔"

بھیما اسی طرح اس سے بحث کرتا رہتا تھا۔ اس کے جسم سے رہائی پانے کے لیے مچلتا اور تڑپتا رہتا تھا پھر تھک ہار کر خاموش ہو جاتا تھا۔

ادھر پارس الجھن میں تھا کہ جواد نے کس طرح اپنی شخصیت سے ایک پل میں متاثر کیا۔ جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ جواد کی غیر معمولی انگوٹھی کے بارے میں بھیما جانتا تھا کہ وہ اسی انگوٹھی کے زیرِ اثر رہ کر قیدی بنا ہوا ہے۔

پھر نارنگ نے اس کے اندر آکر اس انگوٹھی کے بارے میں معلوم کیا۔ شیوانی سے بھی اس انگوٹھی کا ذکر کیا ایسے وقت پورس بھی جواد کے دماغ میں تھا۔ اس نے بھی بہت کچھ معلوم کیا تھا لیکن وہ پارس کو جواد اور بھیما کے اندر پہنچانے

کے بعد اس سے انگوٹھی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا۔

پارس نے جواد اور بھیما کے متعلق بہت کچھ معلوم کیا تھا لیکن اسے اتنا موقع نہیں ملا یا اس نے زیادہ خیال خوانی مناسب نہیں سمجھی۔ اس لیے انگوٹھی کے سلسلے میں کچھ معلوم نہ کرسکا۔

پارس نے جواد کے جانے کے بعد پورس سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا "تم نے جواد اور بھیما کے درمیان رہ کر بڑی تفصیل سے معلومات حاصل کی ہے۔ مجھے جواد کی پرکشش اور باوقار شخصیت نے الجھا دیا ہے۔"

پورس نے کہا "کیا آج کل گھاس کھاتے ہو؟ حسینا ؤں سے الجھنا چھوڑ کر جواد کی شخصیت میں الجھ رہے ہو۔"

"جب سے اسرائیل آیا ہوں۔ تب سے الپا کے سلسلے میں اس قدر مصروف رہا ہوں کہ کسی حسینہ سے ٹکرانے کا موقع ہی نہیں ملا۔"

"اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ تم کسی مرد سے ٹکرا جاؤ۔ کہاں شیشے کا بدن اور کہاں جواد جیسا پتھر۔ تم اس پتھر سے کیوں سر پھوڑ رہے ہو؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے جواد سے ملاقات کی ہے۔ ہم کبھی کسی سے متاثر نہیں ہوتے مگر حیران ہوں کہ اس کے روبرو آتے ہی میں اس سے بے حد متاثر ہوگیا۔"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ کیا تم نے اس کے خیالات نہیں پڑھے تھے؟ کیا تم نے یہ معلوم نہیں کیا تھا کہ اس کے دائیں ہاتھ کی ایک انگلی میں ایک غیر معمولی انگوٹھی ہے۔ ایک بزرگ نے اسے یہ انگوٹھی دی تھی۔ جو بھی اس سے مصافحہ کرتا ہے وہ انگوٹھی جسے بھی چھو لیتی ہے اسے جواد کے زیر اثر لے آتی ہے۔"

"اوہ گاڈ! اب میری سمجھ میں آیا۔ وہ جب بھی مجھ سے ہاتھ ملاتا تھا۔ میں اس سے اور زیادہ متاثر ہوجاتا تھا۔"

پورس نے کہا "اس انگوٹھی کا کمال یہ بھی ہے کہ اس کے مخالفین بھی اس کے زیر اثر آجاتے ہیں۔ جیسا کہ اس نے بھیما جیسے سرکش ٹیلی پیتھی جاننے والے اور کالا جادو جاننے والے کو اپنے اندر قیدی بنا کر رکھا ہے۔ وہ انگوٹھی اسے بہت سی بلاؤں سے بچاتی رہتی ہے۔"

"بس۔ بس اب ساری باتیں میری سمجھ میں آگئی ہیں۔ وہ بہت ہی دین دار اور پارسا ہے۔ ہماری بہت عزت کرتا ہے۔ ہمیں کوشش کرنا چاہیے کہ اس کے اندر بھیما کی شیطانیت ختم ہوجائے اور وہ اپنی منگیتر حدیقہ کے ساتھ شادی کرکے ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزارے۔"

"میں تو یہاں شیوانی کے ساتھ مصروف ہوں۔ تم جواد کے قریب ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم اسے بھیما کے شر سے نجات دلا سکو گے۔"

"اچھا تو شیوانی کے ساتھ مصروف ہو؟ بات کہاں تک پہنچی؟"

"شادی تک پہنچ گئی ہے۔"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "کیا کہہ رہے ہو؟ تمہارا رشتہ ثباتہ سے طے ہوگیا ہے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں تمہاری امانت ہے اور وہاں تربیت حاصل کررہی ہے۔ کیا واقعی تم شیوانی سے شادی کرچکے ہو۔"

"یہاں ہانگ کانگ میں کورٹ میرج کی ہے اور ایسا جناب عبداللہ واسطی کی ہدایت کے مطابق کیا ہے۔ ہماری کورٹ میرج کے وقت ان بزرگ کے علاوہ پایا' علی' احمد زبیری' ماریہ' للی اور ولیر آفریدی خیال خوانی کے ذریعے موجود تھے۔"

پارس نے پوچھا "کیا ماریہ' للی اور ولیر آفریدی نے ٹیلی پیتھی سیکھ لی ہے؟ کیا چین میں تیار ہونے والی مشین کے ذریعے انہیں یہ علم سکھایا گیا ہے؟"

"ہاں! وہ سب ہمارے باصلاحیت ساتھی ہیں اور ان کی وفاداری میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ للی اور ولیر آفریدی نے بلند ترین برف پوش پہاڑیوں میں بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ یہ علم حاصل کرنے کے بعد وہ آئندہ بہت کچھ کرسکیں گے۔"

"چلو یہ اچھا ہوا۔ ویسے جب سے شیوانی چین کے خلاف میدانِ عمل میں آئی ہے' تب سے جناب عبداللہ واسطی نے سب ہی کو یہ ہدایت کی تھی کہ کوئی شیوانی کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچائے۔ ہمارے یہ بزرگ جانتے تھے کہ وہ ایک دن ہمارے خاندان کی بہو بنے گی۔ مجھے نئی بھابی کی آواز سنا میں مبارک باد دوں گا۔"

"کس رشتے سے مبارک باد دو گے۔ وہ ابھی مجھے پورس کی حیثیت سے نہیں جانتی ہے۔ میں نے اسے اپنا نام آندرے بتایا ہے۔"

"پھر تو آندرے کے نام سے کورٹ میرج ہوئی ہوگی۔ اس طرح یہ شادی تو نہیں ہوئی۔"

"شیوانی میری معمولہ اور تابع ہے۔ میں نے اس کے ذہن میں خود کو پورس کی حیثیت سے نقش کیا ہے۔ کورٹ پیپر پر میرا نام پورس علی ولد فرہاد علی تیمور لکھایا گیا ہے۔ شیوانی نے دستخط کرتے وقت یہ نام پڑھا ہے اور مجھے پورس کی حیثیت سے قبول کیا ہے۔"

"تو پھر اس کے سامنے آندرے کی حیثیت سے کیوں رہتے ہو؟"

"اس سلسلے میں بھی جناب عبداللہ واسطی نے ہدایت

کی ہے کہ میں ابھی کچھ عرصے تک اس کے ساتھ آندرے کی حیثیت سے رہوں۔ اب انہوں نے یہ ہدایت کیوں کی ہے یہ آئندہ کبھی معلوم ہوگا۔ اچھا اب تم جاؤ۔ شیوانی مجھے مخاطب کررہی ہے۔"

پارس اس کے دماغ سے چلا آیا۔

○☆○

بیکر برائٹ اور تھری جے ممبئی جانے والی بوٹ میں تھے۔

وہ بوٹ گہرے سمندر میں اپنی مخصوص رفتار سے جارہی تھی۔ بوٹ کے پائلٹ نے کہا تھا کہ وہ آدھے گھنٹے میں ممبئی کے ایک ساحل پر پہنچنے والے ہیں۔

اس بوٹ کے مسافر اپنی اپنی جگہ سہمے سہمے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر پہلے وہاں فائرنگ ہوچکی تھی۔ بیکر برائٹ نے ایک عیسائی حسینہ کو اپنا آلہ کار بنایا تھا۔ اس کے ذریعے فائرنگ کرکے جے کافوا ور جے فلو کو زخمی کیا تھا اور ان دشمنوں کے اندر پہنچنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

اس آلہ کار حسینہ کا نام اعملی تھا۔ اس وقت وہ دو کروڑ کے ہیرے اسمگل کررہی تھی۔ وہ ہیرے اس کے ہینڈ بیگ میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ انڈر ورلڈ کے ایک بہت بڑے اسمگلر کے لیے کام کرتی تھی۔ اسے ان ہیروں کی اسمگلنگ کے عوض کمیشن کے طور پر پانچ لاکھ روپے ملنے والے تھے۔ جاپان کے کسٹمز والوں کو بے وقوف بنا کر ہیرے لے آئی تھی۔ اب ان ہیروں کو ممبئی کے کسٹمز والوں سے بچا کر لے جانے کا مسئلہ تھا۔ یہ مرحلہ بہت مشکل تھا۔ وہ پریشان تھی کہ کس طرح ان ہیروں کو کسٹمز والوں سے بچا کر لے جائے اور پانچ لاکھ روپے حاصل کرے۔

ایسے وقت بیکر برائٹ نے اسے یقین دلایا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان ہیروں کو کسٹمز والوں کے درمیان سے نکال کر لے جائے گا۔ اس کے عوض اعملی اس کے احکامات کی تعمیل کرتی رہے گی۔

وہ راضی ہوگئی تھی۔ اس نے بیکر برائٹ کے حکم کے مطابق اپنے پستول سے دو گولیاں چلا کر جے کافوا ور جے فلو کو زخمی کردیا تھا۔ یوں بیکر برائٹ وقتی طور پر ان پر غالب آگیا تھا لیکن ان کے تیسرے ساتھی جے سامو نے کہا "اگر تم نے دوسرے دونوں ساتھیوں کو نقصان پہنچانا چاہا تو ممبئی کے ساحل پر پہنچ کر کسٹمز والوں میں سے کسی بھی افسر کو اپنا آلہ کار بنا کر اس کے ذریعے تم پر گولیاں برساؤں گا۔ اگر ممبئی پہنچنے کے بعد بھی زندہ رہنا چاہتے ہو تو سمجھوتا کرو۔"

بیکر برائٹ نے سوچا۔ دو دشمنوں پر غالب آنے کے بعد تیسرا دشمن اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس نے پوچھا

"تم کیا چاہتے ہو؟"

جے سامو نے کہا "تم میرے دونوں ساتھیوں کو ہپناٹائز کرکے انہیں اپنا معمول اور تابع نہیں بناؤ گے۔"

"مجھے منظور ہے میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں اپنی سلامتی چاہتا ہوں۔ میری آلہ کار اعملی گونگی بنی رہے گی۔ تم اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکو گے۔ میں نے اعملی کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ ممبئی میں اگر تم دھوکا دو گے اور کسی آلہ کار کے ذریعے مجھ پر گولی چلاؤ گے تو اسی لمحے میں اعملی تمہارے دونوں ساتھیوں کو شوٹ کردے گی۔"

جے سامو نے کہا "میں اپنے ساتھیوں کی سلامتی چاہتا ہوں۔ اس لیے تم پر گولی چلانے کی نادانی نہیں کروں گا۔"

بیکر برائٹ نے کہا "اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ممبئی کے ساحل پر پہنچنے کے بعد بھی تمہارے دونوں ساتھی میرے اور اعملی کے بالکل قریب رہیں گے۔ پورٹ سے باہر نکلنے کے بعد میں تمہارے ایک ساتھی کو اپنے ساتھ ٹیکسی میں لے جاؤں گا۔"

"یہ مجھے منظور نہیں ہے۔"

"منظور کرنا ہی ہوگا۔ جب مجھے یقین ہوجائے گا کہ تم کسی آلہ کار کے ذریعے میری ٹیکسی کا پیچھا نہیں کررہے ہو تو میں تمہارے اس ساتھی کو ٹیکسی سے اتار دوں گا۔ اسے رہا کردوں گا۔ تم اس کے دماغ میں موجود رہ کر یہ دیکھ سکو گے کہ میں نے اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

بیکر کو اپنی سلامتی کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔ جے سامو اسے ایسا کرنے سے نہیں روک سکتا تھا اگر روکنا چاہتا تو بیکر ممبئی پہنچنے سے پہلے ہی انہیں گولی مار سکتا تھا۔

ان کے درمیان سمجھوتا ہوگیا۔ وہ ممبئی پہنچ گئے۔ ساحل پر پولیس اور کسٹم والوں کا سخت پہرہ تھا۔ بیکر نے اعملی سے کہا "یہاں میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔ تم ان دونوں زخمیوں پر کڑی نظر رکھو گی۔ جیسے ہی کوئی مجھ پر گولی چلائے تم فوراً ہی ان دونوں کو گولی مار دو گی۔"

بیکر برائٹ' اعملی' جے کافوا ور جے فلو بوٹ سے اتر کر ساحل پر آئے۔ بیکر نے دشمنوں سے کہا "تم دونوں ہمارے آگے آگے رہو گے۔ کسی بھی بہانے سے اِدھر اُدھر نہیں جاؤ گے۔ جے سامو تمہارے اندر رہے گا کوئی چالاکی دکھائے گا تو تم دونوں حرام موت مارے جاؤ گے۔"

وہ سب اپنے اپنے سفری بیگ اٹھائے ہوئے تھے۔ اعملی کے بیگ میں دو کروڑ کے ہیرے رکھے ہوئے تھے۔ جب وہ کسٹمز والوں کے درمیان سے گزرنے لگے۔ ان میں سے ایک ایک کے بیگ کو کھول کر دیکھا جانے لگا تو بیکر ان چیک کرنے والوں کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ اعملی کا بیگ

کھول کر ایک افسر نے اس کے اندر جھانک کر دیکھا اس کے اندر ہاتھ ڈال کر ذرا ٹٹولا پھر کہا "ٹھیک ہے۔ تم جا سکتی ہو۔"

وہ چاروں کسٹم کے مرحلے سے گزر گئے۔ اعلیٰ نے خوش ہو کر کہا "بیکر تم نے تو کمال کر دیا۔ انہوں نے میرے بیگ کو چیک نہیں کیا۔ اب تو میں تمام عمر تمہارے ساتھ رہوں گی۔ تم سے محبت کرتی رہوں گی اور تمہارے ہر حکم کی تعمیل کرتی رہوں گی۔"

بیکر نے کہا "یہ باتیں بعد میں کرنا۔ ابھی دشمنوں کی طرف توجہ دیتی رہو۔"

وہ چاروں ایک ٹیکسی اسٹینڈ پر آئے۔ بیکر نے جے کافو کے اندر پہنچ کر پوچھا "کیا جے سامو موجود ہے؟"

"ہاں میں موجود ہوں اور تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔ یہ ہم دونوں کے لیے اچھا ہے کہ ہم نے اب تک ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ ہم ایسی ہی سلامتی کے ساتھ ایک دوسرے سے رخصت ہو جائیں تو یہ ہم سب کے لیے بہتر ہوگا۔"

بیکر نے کہا "جب مجھے اپنی سلامتی کا یقین ہو جائے گا تو میں تمہارے ان زخمی ساتھیوں سے دور ہو جاؤں گا۔"

"تم ابھی کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں جے کافو کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ تم اس کے دماغ میں رہ کر دیکھ سکو گے کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا ہوں۔"

"تم جے کافو کو کہاں لے جاؤ گے؟"

"یہ میرے ساتھ ایک ٹیکسی میں جائے گا۔ میں تمہاری طرف سے محتاط رہ کر اس شہر کی سڑکوں پر گھومتا رہوں گا۔ جب یقین ہو جائے گا کہ تم کسی آلہ کار کے ذریعے میرا تعاقب نہیں کر رہے ہو تو میں جے کافو کو کسی جگہ ٹیکسی سے اتار دوں گا۔"

"تعاقب کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں تو جے کافو کے دماغ میں تمہاری ٹیکسی کے اندر رہوں گا۔"

"میں یہی چاہتا ہوں کہ تم میری ٹیکسی میں ہی موجود رہو اور باہر کسی آلہ کار کے ذریعے مجھے نقصان نہ پہنچا سکو۔"

اعلیٰ نے ایک ٹیکسی ڈرائیور سے کہا "ہم ممبئی شہر میں گھومتے پھرتے رہیں گے۔ تم اپنا میٹر آن رکھو۔ میٹر کے مطابق جو رقم بنے گی ہم اس سے بھی زیادہ تمہیں دیں گے۔"

وہ بیکر کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ جے کافو کو اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھنے کو کہا گیا۔ جے فلو ٹیکسی کے باہر کھڑا رہا۔ جے سامو نے اس سے کہا "تم ائرپورٹ پہنچ کر انتظار کرو۔ میں جے کافو کو لے کر وہیں آؤں گا۔"

ٹیکسی وہاں سے چل پڑی۔ بیکر نے جے سامو سے کہا "میں اسی طرح جے کافو کے اندر رہ کر تم سے باتیں کرتا رہوں گا اور تمہاری باتیں سنتا رہوں گا۔ اس طرح مجھے اطمینان رہے گا کہ تم یہاں موجود ہو اور یہاں سے دور رہ کر میرے خلاف سازش نہیں کر رہے ہو۔"

جے سامو نے ہنستے ہوئے کہا "ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرتے ہیں۔ ہم نے سوچا تھا کہ تمہیں اپنا ساتھی بنا لیں گے لیکن تم نے میرے دو ساتھیوں کو زخمی کر کے یہ سمجھا دیا ہے کہ ہمیں تم پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"بھروسا نہ کرنے والی عقل دیر سے آئی ہے۔ جب دو ساتھیوں کو نقصان پہنچ چکا ہے۔ اگر میں موقع سے فائدہ اٹھا کر ایسا نہ کرتا تو تمہارا ساتھی اس بوٹ میں ایک مچھلی والی کے ذریعے مجھے زخمی کر دیتا پھر تم کھڑی جے میرے دماغ میں آ کر خوشی سے ناچنے لگتے۔"

اعلیٰ خاموش بیٹھی بار بار پیچھے گھوم کر دیکھ رہی تھی۔ دائیں بائیں بھی نظریں دوڑا رہی تھی اور بیکر سے کہہ رہی تھی "کوئی دشمن آلہ کار تو کیا جے فلو بھی ہمارا تعاقب نہیں کر رہا ہے۔"

بیکر نے چند سیکنڈ کے لیے جے فلو کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ائرپورٹ کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ڈرائیور سے کہا "ٹیکسی روکو۔"

ٹیکسی فٹ پاتھ کے پاس رک گئی۔ بیکر نے جے کافو سے کہا "ٹیکسی سے اتر جاؤ۔ دیکھ لو جے سامو میں تمہارے ساتھی کو مزید کوئی نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ رہا ہوں۔ آئندہ تم مجھ سے دشمنی کرنے کی حماقت نہ کرنا۔"

"ہم خیریت اور سلامتی کے ساتھ ایک دوسرے سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اب تمہیں ہماری طرف سے کوئی اندیشہ نہیں رہنا چاہیے۔"

"اندیشہ تو رہے گا۔ تم ابھی اپنے ساتھیوں کو کسی دوسرے ملک کی طرف روانہ کرو گے اور یہاں اپنے آلہ کار بنا کر مجھے تلاش کرتے رہو گے۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں۔ تمہارے دونوں ساتھی ایسے زخمی ہوئے ہیں کہ تین چار دنوں تک یوگا کی مہارت کا مظاہرہ نہیں کر سکیں گے۔ تم یہاں مجھ سے دشمنی کرو گے تو میں وہاں ان دونوں کو دماغی مریض بنا دوں گا۔ اب جاؤ دفع ہو جاؤ۔"

وہ ٹیکسی آگے چل پڑی۔ تھری جے جیسے دشمن پیچھے رہ گئے۔ اعلیٰ نے کہا "تھینکس گاڈ! ان لوگوں سے تمہارا پیچھا چھوٹ گیا ہے۔"

بیکر نے اعلیٰ کے اندر کہا "زبان سے گفتگو نہ کرو۔ میں

چاہتا کہ ڈرائیور ہماری باتیں سنے۔ اب یہ بتاؤ ہمیں ں قیام کرنا چاہیے۔"

"میں یہاں ایک اپارٹمنٹ میں رہتی ہوں لیکن پہلے ں سے ملنے جاؤں گی۔ یہ ہیرے اس کے حوالے کروں گی۔ ابھی پانچ لاکھ روپے مل جائیں گے۔"

اسے پانچ لاکھ روپے حاصل کرنے کی خوشی تھی۔ بیکر پوچھا "اگر تمہیں آج ہی دو کروڑ روپے مل جائیں تو؟"

"دو کروڑ؟ مجھے دو کروڑ کہاں سے ملیں گے؟"

"یہاں جتنے جیولرز ہیرے خریدتے ہیں۔ ان سے خود ں کا سودا کرو۔ تمہیں دو کروڑ سے زیادہ رقم مل سکتی ہے۔"

وہ سہم کر بولی "یہ انڈر ورلڈ والوں سے غداری ہوگی۔ مجھے گولی مار دیں گے۔ وہ ان ہیروں کا سودا کرنے کے لیے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"میں تمہاری طرف آنے والی موت کا رخ ان کی ف پھیر دوں گا۔ دولت حاصل کرنے کے لیے خطرات سے لڑنا پڑتا ہے۔ اگر بے انتہا دولت مند بننا چاہتی ہو تو جیسا کہتا ں ویسا کرو۔ اگر تمہارے لیے پانچ لاکھ ہی بہت ہیں تو پھر ں کے پاس چلی جاؤ۔"

وہ عاجزی سے بولی "مجھے تم پر بھروسا ہے مگر تم انڈر ورلڈ ں کی قوت اور وسیع اختیارات کو نہیں جانتے ہو۔ تم تنہا ٹیلی پیتھی کے ذریعے کتوں سے لڑو گے۔ کتنے دماغوں کو قابو کر سکو گے۔ جو تمہاری ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہے گا۔ ں سے چھپ کر تمہیں گولی مار دے گا۔ تم میرے لیے تنہ قیمتی ہو۔ میں جیسا سوچتی تھی' خیالوں میں دیکھتی رہتی تم ویسے ہی ہو۔ میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔"

بیکر نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا "ٹھیک ہو۔ میں دشمنوں میں گھرا ہوا ہوں۔ مجھے نئے دشمنوں کو نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم بہت اچھے ہو۔ تم ٹیلی پیتھی جاننے اپنے طاقت ور ہونے پر غرور کر سکتے ہو' لیکن مغرور نہیں مجھ جیسی عورت کی بات مان رہے ہو۔"

"تم ایک عام عورت نہیں ہو۔ میری دوست ہو۔ میں مارے کام آیا' تم میرے کام آئیں جس طرح تم میری بات ہو۔ اسی طرح میں تمہاری بات مان کر نئے دشمن پیدا نے کے خیال سے باز آ رہا ہوں۔"

اعلیٰ نے اس ٹیکسی کو ایک عمارت کے سامنے یا۔ وہ اس عمارت کے ایک اپارٹمنٹ میں رہتی تھی۔ سامنے کہا "میں یہاں رہتی ہوں۔ میں باس سے ملنے جاؤں ہ جلدی واپس آنے کی کوشش کروں گی۔ تب تک تم یہاں آرام کرتے رہو۔"

اس نے عمارت کے اندر آ کر اپنے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولا پھر کہا "آؤ میں تمہیں کمرے دکھا دوں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو ابھی کہہ دو' میں نیچے مارکیٹ سے لے آؤں گی۔"

وہ اس سے اپارٹمنٹ کی چابی لے کر بولا "میرے بیگ میں ضرورت کی تمام چیزیں موجود ہیں۔ تم اطمینان سے جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ بیکر نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اپارٹمنٹ کے مختلف حصوں میں جا کر تمام کھڑکیوں اور دروازوں کو چیک کیا پھر مطمئن ہو کر باتھ روم میں جا کر غسل کرنے لگا۔ غسل کرنے اور لباس تبدیل کرنے اور بیڈ پر آ کر لیٹنے تک وہ خالی الذہن رہا' نہ اس نے کسی معاملے میں سوچا اور نہ ہی خیال خوانی کی۔ بیڈ پر آرام سے لیٹنے کے بعد وہ اعلیٰ کے اندر پہنچ گیا۔

اعلیٰ ایک بہت بڑے مندر اور دھرم شالہ کے سامنے پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے فون کے ذریعے اپنے باس کو بتایا تھا کہ وہ دو کروڑ کا مال لے کر وہاں پہنچ گئی ہے۔ اس سے کہا گیا تھا کہ وہ تلک رام مندر کی سیڑھیوں کے سامنے پہنچ جائے۔ اس نے وہاں پہنچ کر ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر رخصت کر دیا تھا۔ اسے موبائل فون پر اگلا حکم ملنے والا تھا۔

انڈر ورلڈ کا کوئی ایک ڈان تھا۔ اس ڈان کے ماتحت ہر ملک میں ایک باس ہوتا تھا۔ ہندوستان میں جو باس تھا اس کا نام تلک رام بھنڈاری تھا۔ اس نے وہاں بہت بڑا مندر اور دھرم شالہ بنایا تھا۔ اس دھرم شالہ میں بے آسرا اور بے گھر عورتوں اور مردوں اور بچوں کو ایک ہفتے تک مفت رہنے اور کھانے کے لیے روٹیاں ملتی تھیں تاکہ وہ وہاں رہ کر آئندہ اپنے روزگار کا انتظام کریں اور آئندہ کسی کی محتاجی کے بغیر زندگی گزاریں۔

وہ انڈر ورلڈ کا باس تلک رام بھنڈاری ثواب کمانے اور نام کمانے کے ایسے بہت سے کام کرتا تھا۔ غریبوں کی سیوا کرنے کے سلسلے میں دور تک نیک نام تھا۔ اس نیک نامی سے فائدہ اٹھا کر مندر کے تہ خانے میں کروڑوں روپے کی اسمگلنگ کا سامان چھپا کر رکھا کرتا تھا۔

اعلیٰ کو فون پر اطلاع ملی کہ وہ مندر کے بائیں طرف والے ریستوران کے مالک کے کمرے میں جائے۔ وہ حکم کے مطابق اس ریستوران کے مالک کے پاس آئی۔ وہ اسے ایک کمرے میں پہنچا کر بولا "اندر سے دروازہ بند کر لو۔" اس نے دروازے کو بند کیا اس کمرے میں رکھا ہوا ایک بڑا سا ٹی وی آن ہو گیا۔

اسکرین پر ایک صحت مند عمر رسیدہ شخص نظر آیا۔ اس کے سر پر بال نہیں تھے۔ روشنی میں وہ کھوپڑی چاند کی طرح چمک رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بھی چمکتی ہوئی اور خوں خوار سی تھیں۔ اس نے کہا "ا ملی! اگر تم وہ ہیرے لے آئی ہو تو تم نے بہت بڑا کمال کیا ہے۔ میں وہ ہیرے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

ا ملی نے اپنے سفری بیگ سے... ٹوتھ پیسٹ کی ایک بڑی سی ٹیوب نکالی پھر اس کے نچلے حصے کو ایک چھوٹے سے چاقو سے کھولنے لگی۔ اس کے بعد اس نے ٹیوب کو انگلیوں سے دبایا۔ اس ٹیوب کے اوپری حصے سے دانت صاف کرنے والا پیسٹ نکلنے لگا اور نچلے حصے سے چھوٹے چھوٹے چمک دار ہیرے نکل نکل کر میز پر گرنے لگے۔

تلک رام بھنڈاری کی آنکھیں خوشی سے اور چمکنے لگیں۔ اس نے خوش ہو کر کہا "تم بہت چالاک ہو۔ کسٹمز والوں کو الو بنانا جانتی ہو۔ میں دروازہ کھول رہا ہوں۔ وہ ہیرے لے آؤ۔"

ا ملی نے وہ تمام ہیرے سمیٹ کر اپنے اسکارف میں رکھے۔ جہاں وہ کھڑی ہوئی تھی وہاں فرش کا کچھ حصہ ایک طرف سرکنے لگا۔ اس حصے میں پختہ سیڑھیاں نظر آرہی تھیں۔ ا ملی ان سیڑھیوں سے اتر کر ایک تہ خانے میں پہنچ گئی۔ وہاں اچھی خاصی روشنی تھی۔ ائر کنڈیشنر کے باعث گھٹن کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ وہاں چرس' ہیروئن' سونے کے بسکٹس اور ہیرے جواہرات کے پیکٹس اور کارٹن رکھے ہوئے تھے۔ ایک اونچے پلیٹ فارم پر تلک رام بھنڈاری شاہانہ انداز میں ایک شاہانہ ڈیزائن کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس اور سامنے چند حواری کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے ا ملی کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر دونوں بازو پھیلا کر کہا "ویل کم مائی ڈیر! تم کسٹمز والوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر دو کروڑ کے ہیرے لے آئی ہو۔ تمہاری جتنی بھی تعریفیں کی جائیں کم ہیں۔"

ا ملی نے آگے بڑھ کر اس کے سامنے جھکتے ہوئے اپنے اسکارف میں رکھے ہوئے ہیرے نکال کر اس کے قدموں میں بکھیر دیے۔ وہ قہقہہ لگا کر بولا "دیکھو۔ دیکھو! یہ میری کیسی فرماں بردار ہے۔ اس نے ہیرے میرے ہاتھوں میں نہیں دیے میرے قدموں میں ڈال رہی ہے۔"

اس کا ایک حواری وہ ہیرے قدموں سے اٹھا کر ایک خوب صورت سی صندوقچی میں رکھنے لگا۔ بھنڈاری نے کہا "میں نے کمیشن کے طور پر پانچ لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس لیے وعدہ کیا تھا کہ یہ پانچ لاکھ کے لیے جان جوکھم میں ڈالے گی۔ میں اس کی ضد اور لالچ کو اچھی طرح سمجھتا ہوں لیکن پانچ لاکھ بہت ہوتے ہیں۔"

ا ملی نے اسے چونک کر دیکھا۔ اس کی ایک بات سے سمجھ گئی کہ باس کی نیت بدل گئی ہے۔ بھنڈاری نے کہا "میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ تمہاری محنت کا صلہ ضرور دوں گا۔ تم تنہا رہتی ہو۔ تمہارا کوئی آگے ہے' نہ پیچھے تمہارے لیے ایک لاکھ روپے کافی ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "باس! میں نے بڑی محنت کی ہے۔ بہت بڑا رسک لیا ہے پھر میں ہمیشہ تو تنہا نہیں رہوں گی۔ میں شادی کرنے والی ہوں۔ مجھے زیادہ سے زیادہ رقم کی ضرورت ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھے سب پتا ہے۔ تم گوا سے کسی جوان کو پھانس کر لائی ہو۔ وہ اس وقت تمہارے اپارٹمنٹ میں ہے۔ جو میرے لیے کام کرتے ہیں میں ان سے بے خبر نہیں رہتا۔ جب تم اس سے شادی کرو گی تو میں تمہیں پچاس ہزار روپے اور دوں گا۔"

وہ بولی "جرائم کی دنیا میں ایک دوسرے سے زبانی لین دین ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کی زبان پر بھروسا کیا جاتا ہے۔ میں نے بھی آپ پر بھروسا کیا ہے۔ آپ نے زبان دی تھی' مجھے پانچ لاکھ روپے دیں گے۔ پلیز میرا جائز کمیشن مجھے دے دیں۔"

"مجھ سے زیادہ نہ بولو۔ واپس جاؤ۔ ایک ہفتے بعد تمہیں ایک لاکھ روپے ملیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ ایک ہفتے بعد مجھے پانچ لاکھ نہیں ملیں گے تو میں پھر کبھی آپ کے لیے کام نہیں کروں گی۔"

"اچھا تو کام نہ کرنے کی دھمکی دے کر جاؤ گی۔ دھمکی کا مطلب ہے میری مخالفت' یعنی یہاں سے جا کر انٹیلی جنس والوں کو اس تہ خانے کا راز بتاؤ گی۔ گوپی! اسے پکڑ لے۔ اب یہ تہ خانے سے باہر لاش بن کر جائے گی۔"

بیکر خاموشی سے ا ملی کے اندر رہ کر یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ ا ملی نے اس کی مرضی کے مطابق پوچھا "تمہارا نام گوپی ہے یا گوپا؟"

وہ اس کا بازو پکڑ کر بولا "بکواس مت کر۔"

بیکر نے اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ وہ چیخ مار کر ا ملی کو چھوڑ کر دو قدم پیچھے چلا گیا۔ بھنڈاری نے پوچھا "اسے کیوں چیخ رہا ہے؟ اسے کیوں چھوڑ دیا؟"

وہ بولا "باس! یہ کرنٹ مارتی ہے۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ ایک نے پوچھا "باس! میں اسے پکڑوں؟ مجھے کرنٹ مارنے والی عورت اچھی لگتی ہے۔"

بھنڈاری نے کہا "جا' اسے اٹھا کے لے جا۔ اس کی ایسی کی تیسی کر دے۔"

اس دوسرے حواری نے آگے اسے پکڑا پھر چیختے ہوئے جھٹکے کھانے لگا جیسے بجلی کے ننگے تار کو چھو رہا ہو۔ ا ملی سمجھ گئی۔ خوشی سے کھل گئی۔ سینہ تان کر بولی "اے بھنڈاری! میں اب تک تجھ سے ڈرتی رہی مگر اب تو مجھ سے ڈرے گا۔ تو میری وفاداری کے بدلے یہاں سے میری لاش باہر بھیجنا چاہتا ہے۔ میں تیرے ٹکڑے کر کے باہر بھیجوں گی۔"

اس کے خاص باڈی گارڈ نے اپنا ریوالور نکالتے ہوئے کہا "تیری اتنی مجال کہ ہمارے باس کو چیلنج کر رہی ہے؟"

باڈی گارڈ ا ملی کا نشانہ لینا چاہتا تھا مگر ریوالور کا رخ بھنڈاری کی طرف ہو گیا۔ وہ سہم کر بولا "یہ کیا کر رہا ہے؟ اسے سامنے سے ہٹا۔ نہیں تو گولی چل جائے گی۔"

باڈی گارڈ نے کہا "اگر تیرے آدمیوں نے اب ا ملی کو ہاتھ لگایا تو گولی ضرور چلے گی۔ یہ دیکھ لے کہ کون مرے گا؟ نشانے پر تو ہے۔"

وہ پریشان ہو کر اپنے حواریوں سے بولا "اے! ا ملی کو کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ دور ہٹو۔ اس سے دور ہو جاؤ۔"

پھر باڈی گارڈ سے بولا "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم تو میرے ایک اشارے پر اپنی جان دینے کے لیے تیار رہتے ہو پھر میری جان کیوں لینا چاہتے ہو؟"

"اس لیے کہ تم وفاداروں کی قدر نہیں کرتے ہو۔ ا ملی وہ ہیرے کسی دوسرے کو دے کر پانچ لاکھ تو کیا پچاس لاکھ حاصل کر سکتی تھی مگر اس نے تمہیں دھوکا نہیں دیا۔ تم اسے دھوکا دے رہے ہو۔ اس کا حق بھی چھین رہے ہو۔ اسے سزائے موت بھی دینا چاہتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ا ملی کو ابھی پانچ لاکھ دوں گا۔ یہ ریوالور ہٹاؤ۔"

"جو پانچ لاکھ کا سودا ہوا تھا' وہ تمہاری بے ایمانی سے ختم ہو گیا۔ تمہارے پیچھے جو بریف کیس ہے' اسے ا ملی کو دے دو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میرے بریف کیس میں ایک کروڑ اس لاکھ روپے ہیں۔"

باڈی گارڈ نے کہا "ا ملی کے لیے یہ رقم بھی کم ہے۔ اس کے لائے ہوئے ہیرے بھی اسے واپس کرو۔"

"نہیں۔ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تم ا ملی کے عاشق ہو؟ اس کی خاطر مجھ سے نمک حرامی کر رہے ہو؟ میں اتنی بڑی رقم اور ہیرے نہیں دوں گا۔"

باڈی گارڈ نے ریوالور کا رخ نیچے کی طرف کیا پھر گولی چلا دی۔ بھنڈاری کے حلق سے چیخ نکلی۔ گولی اس کے پیر میں لگی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر لنگڑاتا ہوا پیچھے جا کر اپنی کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔ ایک ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا "دیتا ہوں۔ دے رہا ہوں۔ گولی نہ چلاؤ۔ ہے بھگوان! یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرا محافظ مجھے ہی مار ڈالنا چاہتا ہے۔"

اس نے بریف کیس کھول کر اس میں رکھے ہوئے ایک کروڑ دس لاکھ روپوں کو دیکھا پھر تمام ہیروں کو اس میں رکھ کر اسے بند کر کے ا ملی سے بولا "یہ لے میری ماں! یہاں سے جا اور اپنے اس باڈی گارڈ کو بھی ساتھ لے جا۔ میرا پیچھا چھوڑ دے۔"

وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ ا ملی نے اس سے بریف کیس لے کر کہا "لاتوں کے بھوت باتوں سے کہاں مانتے ہیں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی کہ کمزور بن کر رہنے سے تمہارے جیسے لوگ وفاداری کے باوجود جینے نہیں دیتے۔ میرے پیچھے ایک طاقت نہ ہوتی تو تم مجھے یہاں سے زندہ نہ جانے دیتے۔"

باڈی گارڈ نے کہا "ا ملی! یہاں سے جاؤ۔ میں اسے نشانے پر رکھوں گا۔ کوئی تمہارا راستہ نہیں روکے گا۔ فوراً یہاں سے جاؤ۔"

وہ بریف کیس لے کر تیزی سے وہاں سے روانہ ہو گئی۔ باڈی گارڈ نے بیکر کی مرضی کے مطابق کہا "بھنڈاری! میرے حکم کی تعمیل کرو۔ انڈر ورلڈ کے بگ باس سے ابھی فون پر رابطہ کرو۔ میں اس سے بات کروں گا۔"

"تم بہت بڑی حماقت کر رہے ہو۔ تم نے میرے کروڑوں روپے ا ملی کو دے دیے۔ تمہیں کیا ملا؟ کیا مجھے نقصان پہنچا کر زندہ یہاں سے ا ملی کے پاس جا سکو گے؟"

"کوئی دوسری بات نہ کرو۔ ورنہ دوسرے پیر میں گولی ماروں گا۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

وہ ریوالور کے آگے مجبور تھا۔ ایک گولی کھا چکا تھا۔ دوسری نہیں کھانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے موبائل کو آن کیا پھر مخصوص نمبر پنچ کرنے لگا۔ انڈر ورلڈ کا بگ باس مختلف اوقات میں مختلف ممالک میں رہا کرتا تھا۔ بھنڈاری کئی ممالک کے کوڈ نمبر آزماتا رہا۔ لندن میں رہنے والی پرسنل سیکریٹری نے کہا "یس' باس موجود ہیں۔ ویٹ اے منٹ پلیز۔"

بگ باس کا نام بائرن ٹوڈ تھا۔ فون پر اس کی آواز سنائی دی "یس مسٹر بھنڈاری! کیا خبر ہے؟ مسز درتھ اپنے ہیروں کے لیے بہت بے چین ہے۔ کیا ہیرے مل گئے؟"

"وہ مجھے مل گئے تھے پھر مجھ سے چھین لیے گئے۔"

باڈی گارڈ نے اس سے فون چھین کر اپنے کان سے لگایا۔ بائرن تعجب سے کہہ رہا تھا "تم سے چھین لیے گئے؟ تم خود کو مہاراشٹر کا سب سے طاقت ور شخص کہتے ہو اور تم یہ ثابت کرتے آئے ہو پھر یہ تم سے زیادہ شہ زور کون پیدا ہو گیا ہے؟"

"پیدا ہو گئی ہے۔ میں اس کا باڈی گارڈ بول رہا ہوں۔ تمہارا یہ مہاراشٹر کا انڈر ورلڈ باس میرے ریوالور سے زخمی ہو کر ایک چوہے کی طرح پڑا ہوا ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "جو خود کو طاقت ور اور دوسروں سے برتر ثابت کرتا ہے۔ ہم اسے علاقائی باس بنا دیتے ہیں۔ اپنا نام اور اپنی پہچان کراؤ پھر ہم سے ملاقات کرنے آؤ۔ تمہیں انڈیا کا زونل باس بنا دیا جائے گا۔"

بیکر نے باڈی گارڈ کے دماغ کو چند سیکنڈ کے لیے چھوڑا پھر انڈر ورلڈ کے بگ باس بائرن ٹوڈ کے اندر پہنچا۔ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا "کون ہو تم؟"

"میں وہی ہوں' جس نے بھنڈاری کو زیر کیا ہے۔ میں فون پر بھی ہوں اور تمہارے اندر بھی ہوں۔"

"میری مرضی سے یہاں ہو۔ کسی وقت بھی سانس روک کر بھگا سکتا ہوں۔ تم میرے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کرو پھر میرے اندر زلزلہ پیدا کرو۔ اپنی تمام حسرتیں پوری کرو۔ اس کے بعد تم سے باتیں کروں گا۔"

بیکر نے اس کے خیالات پڑھنے کی کوشش کیں۔ اس کے عام سطحی سے خیالات پڑھنے میں آ رہے تھے مگر اہم رازوں سے بھرپور چور خیالات کا خانہ بند تھا۔ اس نے کہا "مسٹر بائرن! تم فولادی دماغ کے حامل ہو۔ میری زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش بھی فضول ہو گی۔ اتنا بتا دو' صرف یوگا کے ماہر ہو یا ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہو؟"

"جانتا ہوں۔ تمہارے اندر آ سکتا ہوں مگر تم سانس روک لو گے۔"

"میں ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب ہی خیال خوانی کرنے والوں کو جانتا ہوں لیکن پہلی بار بائرن ٹوڈ جیسا نام سن رہا ہوں۔"

"میرا اصلی نام کچھ اور تھا۔ جب امریکا میں پہلی بار ٹرانسفارمر مشین تیار کی گئی تو کئی جوانوں کو اس مشین سے ٹیلی پیتھی سکھائی گئی۔ ان میں سے ایک میں تھا اور میرا ایک دوست ہاروے تھا۔ میں اور ہاروے اپنے اصل نام اور اپنی اصلی شناخت کو مٹا چکے ہیں۔ اس سے پہلے دور کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا تو باغی ہو کر روپوش ہو گئے تھے یا فرہاد اور سونیا کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ ہم دو دوستوں کا شمار بھی ان مردہ لوگوں میں ہو چکا ہے۔ اب تم اپنے بارے میں بتاؤ۔ ہماری طرح اپنی اصلیت چھپا سکتے ہو۔ میرا سوال یہ ہے' کیا ہمارے ساتھ کام کرو گے؟"

"مجھ پر بھروسا کرو گے تو ضرور تمہاری ٹیم میں رہوں گا۔"

"ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کوئی کسی پر بھروسا نہیں کرتا پھر ایک دوسرے پر اعتماد کرنا ضروری نہیں ہے۔ انڈیا بہت بڑا ملک ہے۔ وہاں کے تمام زونل باس تمہارے ماتحت رہیں گے۔ ہم سے دوستی قائم رکھنے کے لیے ہمارا حصہ ایمان داری سے دیتے رہو۔ ہم ہمیشہ تمہارے برے وقت میں کام آتے رہیں گے۔"

"میرا نام بیکر برانٹ ہے۔ ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک ٹیم تھی۔ اس ٹیم میں میرے چار ساتھی تھے۔ ان چاروں کو کسی نے ٹریپ کیا ہے۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا وہ مخالف کون ہے؟ میں تنہا ہونے کے بعد ایک مضبوط اور محفوظ پناہ گاہ ڈھونڈ رہا تھا۔ میرا خیال ہے' تم لوگوں کے ساتھ میرا نباہ ہو سکے گا۔"

"تم ہماری طرف ایک قدم بڑھاؤ۔ ہم تمہیں تحفظ دینے کے لیے چار قدم آگے آئیں گے۔ تلک رام بھنڈاری کے تہ خانے میں سات سو کروڑ کا مال ہے۔ اس تمام مال پر قبضہ جماؤ۔ بھنڈاری کو بے دخل کر دیا ختم کر دو۔ انڈر ورلڈ انڈیا تمہارا ہو جائے گا۔"

"اوکے۔ میں ان تمام معاملات سے نمٹ کر تم سے اور ہاروے سے باتیں کروں گا۔ سو فار۔"

بیکر ادھر خیال خوانی میں مصروف رہا۔ ادھر باڈی گارڈ کا دماغ آزاد ہو گیا تھا۔ اس نے چونک کر اپنے باس بھنڈاری کو زخمی حالت میں دیکھا پھر پریشان ہو کر کہا "میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ یہ دیکھ رہا تھا کہ آپ سے دشمنی کر رہا ہوں مگر سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ ایسا کیوں کر رہا ہوں۔ مجھے معاف کر دو باس!"

اس نے اپنا ریوالور اس کے قدموں میں رکھ دیا۔ سر جھکا کر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "آپ جو چاہیں' مجھے سزا دے سکتے ہیں۔"

بھنڈاری نے ریوالور اٹھا کر کہا "نمک حرام کتے! مجھ پر گولی چلا کر لنگڑا بنا دیا۔ میری تین کروڑ سے زیادہ کی رقم اصلی کو دے دی' اب معافی مانگ رہا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے باڈی گارڈ پر فائر کیا گولی اس کے سینے میں پیوست ہوئی وہ فرش پر گر کر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ ایک حواری فرسٹ ایڈ کا سامان لا کر اس کے زخم کی مرہم پٹی کرنے لگا۔ اس نے تمام حواریوں سے کہا "باہر جاؤ اور

گاڑیاں نکالو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔ اصلی اپنے اپارٹمنٹ میں گئی ہو گی۔ اس کتیا سے اپنی رقم اور ہیرے واپس لے کر سے تڑپا تڑپا کر مارنا ہے۔"

باڈی گارڈ کو ہلاک کرنے اور اپنے زخم کی مرہم پٹی رانے میں آدھا گھنٹا لگا۔ اتنی دیر میں بیکر واپس آ گیا۔ اسے ی گارڈ کا دماغ نہیں ملا کیونکہ وہ مر چکا تھا۔ بھنڈاری کے الات سے پتا چلا کہ وہ حواریوں کے ساتھ اصلی کے رٹمنٹ کی طرف جانا چاہتا ہے۔

وہ بھنڈاری کو چھوڑ کر ان حواریوں کے اندر پہنچا' جن آوازیں تہ خانے میں سن چکا تھا۔ آشرم اور مندر کے ے ایک بڑا گیراج تھا۔ وہ حواری تین گاڑیاں نکال رہے ے۔ بیکر نے انہیں ایک دوسرے پر فائر کرنے کے لیے مجبور یا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے پر گولی چلائی پھر تیسرے چلائی۔ دوسرے حواریوں نے بچنے کے لیے اسے مار ڈالا پھر ی طرح ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگے۔ مندر کے پجاری' عورتیں' بچے اور بوڑھے دور بھاگ رہے تھے۔ قریبی انے سے پولیس والے مسلح ہو کر چلے آئے۔ اس وقت تک م حواری بے موت مر چکے تھے۔ صرف ایک رہ گیا تھا۔ یکڑنے اسے گرفتار کر لیا۔

تلک رام بھنڈاری لنگڑاتا ہوا باہر آیا۔ وہ چلنے کے ل نہیں تھا مگر گاڑی میں بیٹھ کر اصلی تک پہنچنا چاہتا تھا۔ ڑوں روپے کا معاملہ تھا۔ باہر آ کر اپنے حواریوں کی ں دور دور تک دیکھیں تو حیرانی سے اس کے دیدے پھیل ئے۔ انسپکٹر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر بھنڈاری کو نمستے کیا پھر کہا ان میں تین آدمیوں کو پہچانتا ہوں۔ یہ آپ کے آدمی دو مر چکے ہیں۔ ایک کو ہم نے گرفتار کیا ہے۔ یہ باقی نے والے کون ہیں؟"

بھنڈاری نے کہا "یہ مرنے والے میرے دشمن تھے۔ ں سے ایک نے میری اس ٹانگ میں گولی ماری تھی۔ نتے ہو' کیسے ماری تھی؟"

بھنڈاری نے اپنا ریوالور نکال کر کہا "اس طرح ماری ۔"

اس نے اپنے دوسرے پیر کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا۔ ں کی آواز کے ساتھ ہی اس کی چیخ نکل گئی۔ بیکر دماغی رپر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

وہ بھی ایک وقت تھا' جب شیوانی بڑی زبردست روں کے ساتھ چین جانے کے لیے روانہ ہوئی تھی۔ اس م میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں تھے' دو ٹیلی جاننے والے جے کانو اور جے فلو تھے اور وہ خود غیر ملی صلاحیتیں رکھتی تھیں۔ اس کے عزائم بتا رہے تھے کہ وہ چین میں ٹرانسفارمر مشین تیار نہیں ہونے دے گی اور مشین کا نقشہ وہاں سے چرا لائے گی۔

لیکن ہانگ کانگ پہنچتے پہنچتے احمد زبیری اور پورس نے اسے ٹھنڈا کر دیا۔ پورس نے اسے ایسے الجھایا کہ وہ چین کی طرف جانے کے لیے ایک قدم بھی نہ اٹھا سکی۔ اس کے عشق میں گرفتار ہو گئی۔ وہ زہریلی تھی لیکن اپنے سے زیادہ زہریلے پورس کے زیر اثر آ گئی تھی۔ اس کی معمولہ اور فرماں بردار بن گئی تھی اور اب اس کی شریکِ حیات بھی بن چکی تھی۔

اتنا کچھ ہونے کے باوجود وہ پورس کی اصلیت سے واقف نہیں تھی۔ اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے آندرے کی حیثیت سے جانتی تھی۔ کورٹ میرج کے وقت وہ پورس کے زیر اثر تھی۔ اس نے پورس کو جیون ساتھی تسلیم کیا تھا۔ رجسٹر میں پورس کے دستخط تھے لیکن وہاں سے واپس آ کر ہوٹل میں پہنچ کر وہ پھر اسے آندرے سمجھنے لگی۔

یہ جناب عبداللہ واسطی کی ہدایت تھی کہ اسے ایک مخصوص مدت تک آندرے کی حیثیت سے شیوانی کے ساتھ رہنا ہے۔ اس ہدایت کی وجہ آئندہ سمجھ میں آنے والی تھی۔ شیوانی نے کہا "میں چین جانے کے لیے لندن سے نکلی تھی لیکن اس شہر میں آ کر اٹک گئی ہوں۔ میں اپنے مشن میں ناکام ہو رہی ہوں۔ مجھے کچھ حاصل نہیں ہو رہا ہے۔"

"ناشکری نہ کرو۔ میں حاصل ہو گیا ہوں۔ تم دن رات مجھے حاصل کر رہی ہو۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم تو ایک نشہ ہو۔ میں تمہارے نشے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکوں گی لیکن میری دوسری ناکامیوں کو دیکھ رہے ہو۔ چین میں مشین تیار ہو چکی ہے۔ میں اس مشین کی تیاری کو روک نہ سکی اور وہ نقشہ بھی حاصل نہیں ہو رہا ہے۔"

"وہ نقشہ آج رات آٹھ بجے کی فلائٹ سے یہاں آ رہا ہے۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا "سچ؟ کیا تم آرمی ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم سے اسے حاصل کر چکے ہو؟"

دراصل علی تیمور نے مشین تیار کرنے کے دوران میں اس نقشے کی ایک مائیکرو فلم بنائی تھی۔ اسکاٹ لینڈ کا ایک سراغ رساں چین میں جاسوسی کرتے وقت گرفتار ہو گیا تھا۔ احمد زبیری نے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ اس کا تعلق اسکاٹ لینڈ یارڈ سے ہے۔ علی تیمور نے احمد زبیری سے کہا "اس جاسوس کو یہاں کی پولیس کے حوالے نہ کرو۔ اس سے میں نمٹ لوں گا۔"

علی نے اس جاسوس کو ہپناٹائز کیا۔ اسے آندرے یعنی

پورس کا معمول بنایا پھر نقشے والی مائیکرو فلم اس کے حوالے کردی۔ اس کے لیے سفر کی سہولتیں فراہم کیں۔ وہ بیجنگ سے روانہ ہوچکا تھا۔ تائیوان سے ہوتا ہوا ہانگ کانگ پہنچنے والا تھا۔

پورس نے شیوانی سے کہا "ہاں۔ میں وہ نقشہ حاصل کرچکا ہوں۔ تمہارے اسکاٹ لینڈ کا ایک جاسوس وہاں چینی انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں آگیا تھا۔ میں نے انٹیلی جنس والوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھٹکا دیا۔ میرے آلہ کار چینی فوج کے ایک افسر نے ریکارڈ روم سے وہ مائیکرو فلم چرائی تھی جس میں مشین کا نقشہ ہے۔ اس آلہ کار نے تمہارے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے جاسوس کو وہ فلم دی ہے۔ وہ بیجنگ سے روانہ ہوچکا ہے۔ آٹھ بجے تک یہاں پہنچ جائے گا۔"

وہ خوش ہو کر اسے چوم رہی تھی اور کہہ رہی تھی "تم نے کمال کردیا۔ ان کے ریکارڈ روم سے اتنی اہم چیز چرالی مگر ہاں' ایسا تو نہیں ہوگا کہ وہ جاسوس ہمیں دھوکا دے یا ہیڈ آفس میں اپنا نام پیش کرے کہ نقشہ اس نے حاصل کیا ہے پھر تو اسے میرا کارنامہ نہیں سمجھا جائے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میری جان! کوئی شیر کے منہ سے لقمہ نہیں چھین سکتا۔ میں نے اس جاسوس کو پٹا ٹائر کیا ہے۔ وہ میرا معمول اور تابع ہے۔"

وہ بات بات پر اسے خوش کررہا تھا اور وہ اس پر قربان ہوتی جارہی تھی "میں تمہیں جتنا بھی پیار دوں' وہ کم ہوگا۔ تم نہ ملتے تو میں بری طرح ناکام ہو کر خالی ہاتھ واپس جاتی۔ اب اسکاٹ لینڈ یارڈ میں پہلے سے زیادہ میرا سر بلند رہے گا اور تمہیں تو وہاں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔"

"اسکاٹ لینڈ یارڈ میں جاسوس حسینائیں بھی ہیں۔ وہ مجھے ہاتھوں ہاتھ لیتی رہیں گی تو تمہارے حصے میں کیا آئے گا؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی "کوئی دوسری تمہارا زہر برداشت نہیں کرے گی۔ یہ صرف شیوانی ہے شیوانی' جو تمہیں برداشت کرلیتی ہے۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولی "مجھ سے پہلے بھی تمہاری زندگی میں کوئی آئی ہوگی۔"

"کوئی ایک نہیں' کئی آچکی ہیں۔ کئی جاچکی ہیں۔"

"میں سمجھ گئی۔ اوپر پہنچ چکی ہیں۔"

"نہیں' زندہ ہیں۔"

"جھوٹ بول رہے ہو۔ وہ کیسے زندہ رہ سکتی ہیں؟"

"میں نے اپنے دانت کبھی ان کے بدن سے لگنے نہیں دیے اور ان کی زبان تک لعاب دہن پہنچنے نہیں دیا۔ باقی خاندانی منصوبہ بندی زندہ باد۔"

"اس کا مطلب ہے' تم ہرجائی ہو۔ آئندہ میں تم پر کڑی نظر رکھوں گی۔ او گاڈ! تم کیسی باتوں میں الجھا دیتے ہو؟ میں کام کی باتیں بھول جاتی ہوں۔"

"اب کون سا کام رہ گیا ہے؟ میں تمہارا کام کرچکا ہوں۔ اب تم میرے کام آتی رہو گی۔"

اس نے سختی سے اسے بازوؤں میں جکڑلیا۔ وہ ایک آہ کے ساتھ بولی "کیا کرتے ہو۔ میری سانس رک جائے گی۔ سارا زور مجھ ہی پر آزماتے رہتے ہو۔"

"کیا تم چاہتی ہو' کسی اور پر بھی آزماؤں۔"

"ہش۔ آزما کر دیکھو۔ وہ تمہارے زہر سے بچے گی تو اپنے زہر سے مار ڈالوں گی۔ مائی گڈنس! مجھے میرا کام کرنے دو۔ میں ابھی لباس چینج کررہی ہوں۔ ہم ٹرانکولنگ ایجنسیوں کے ذریعے کل ہی کسی فلائٹ میں سیٹیں ریزرو کرالیں گے اور لندن جائیں گے۔ سیٹ ملتے ہی میں خوش خبری سناؤں گی کہ نقشہ لے کر آرہی ہوں۔"

وہ پورس کے بازوؤں سے پھسل کر بیڈ سے اتر کر الماری سے لباس نکالنے لگی۔ کہنے لگی "انسان کو ہر مرحلے میں کامیابی نہیں ہوتی۔ کہیں ناکامی کا بھی منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ میں نارنگ کو اپنے قابو میں نہ رکھ سکی۔ جبکہ میں نے اس پر تنویمی عمل کرایا تھا۔ وہ میرا معمول اور تابع بن چکا تھا۔"

"تنویمی عمل کا اثر ختم ہوچکا ہوگا یا کسی نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا ہوگا یا اسے زخمی کرکے تنویمی عمل کو ختم کیا ہوگا۔ تنویمی عمل سے نجات حاصل کرنے کے کئی راستے ہیں۔"

"مجھ سے غلطی ہوگئی اگر میں اس کے کان سے وہ غیر معمولی سماعت والا آلہ نکال لیتی تو وہ ہمارے بہت کام آتا۔ میں میلوں دور بیٹھے ہوئے دشمنوں کی باتیں سنتی رہتی۔ ان کی سازشوں کو سمجھتی رہتی۔"

"اب وہ نظر آئے گا تو اسے پکڑلینا۔ چھوڑنا مت۔ اس کا وہ غیر معمولی کان کاٹ کر رکھ لینا۔ ہمارے بچوں کے کام آئے گا ہمارا جو بچہ نافرمان ہوگا۔ ہماری بات نہیں سنے گا۔ اس آلہ سماعت سے سننے لگے گا۔"

"کیوں میری بات کو مذاق میں اڑا رہے ہو؟ کیا باہر جانے کے لیے لباس چینج نہیں کرو گے؟"

"تمہیں بننے سنورنے میں پتا نہیں کتنا وقت لگے گا۔ مرد کو تیار ہونے میں دس منٹ لگتے ہیں۔"

"نارنگ کی بات کرو۔ کیا اسے کسی طرح ٹریپ نہیں کرسکو گے؟ پلیز کچھ کرو۔"

"تمہارے لیے آسمان سے تارے توڑ کر لاسکتا ہوں۔ نارنگ جس کھجور میں اٹکا ہوگا۔ اسے توڑلاؤں گا۔"

"سچ؟ اسے کیسے تلاش کرو گے؟ پتا نہیں' وہ کہاں روپوش رہتا ہوگا؟ تم جان سکتے ہو؟"

"کوشش کرسکتا ہوں۔ نارنگ کو اپنے پرانے جانی دشمن بھیما کا پتا ٹھکانا معلوم ہوگیا ہے۔ وہ اس سے انتقام لینے اور اسے غلام بنانے کے لیے یرو سلم جاسکتا ہے۔"

"تم درست سوچ رہے ہو۔ وہ ضرور وہاں جائے گا۔ تم اسے وہاں کیسے تلاش کرو گے؟"

"یرو سلم کے اخبارات میں اشتہار دوں گا۔ اے نارنگ! کہاں ہو۔ واپس گھر آجاؤ۔ تم سے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ اگر نہ آسکو تو کسی کوریئر سروس کے ذریعے اپنا کان بھیج دو۔"

"پھر مذاق کررہے ہو۔ پلیز سنجیدگی سے کوئی تدبیر سوچو۔ کیا وہ آلہ سماعت ہمارے لیے ضروری نہیں ہے؟"

"ضروری ہے۔ ہمیں شادی کے بعد کہیں تو ہنی مون کے لیے جانا چاہیے۔ چلو یرو سلم چلتے ہیں۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ ہم پہلے لندن جائیں گے۔ میں ہیڈ آفس میں وہ نقشہ ڈائریکٹر جنرل کے حوالے کروں گی۔ مشین کی تیاری کا کام شروع ہوتے ہی ہم اسرائیل چلے جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ نارنگ کو ٹیلی گرام کریں گے کہ ہمارے آنے تک وہاں بیٹھا رہے۔ خبردار وہاں سے بالکل نہ ہلے۔ ہماری آن کا اور اس کے کان کا مسئلہ ہے۔"

"تم سیدھی طرح نہیں کہہ سکتے کہ ہم لندن میں مشین کی تیاری کا انتظار کریں گے تو نارنگ' بھیما کو ٹریپ کرکے وہاں سے جاچکا ہوگا۔ جب دیکھو مذاق اڑاتے رہتے ہو۔"

وہ بیڈ سے اٹھ کر لباس تبدیل کرتے ہوئے بولا "تم بہت ذہین ہو پھر سوچے سمجھے بغیر مذاق اڑانے والی باتیں کیوں کرتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "تمہارے پاس تنہائی میں نادان بن کر رہتی ہوں۔ تم چھیڑتے ہو تو اچھا لگتا ہے۔"

وہ کمرے سے نکل کر ہوٹل سے باہر آگئے۔ ایک ٹرانکولنگ ایجنسی میں پہنچ کر معلوم کیا۔ دوسرے دن دس بجے کی فلائٹ میں دو سیٹیں مل گئیں اگر نہ ملتیں تو پورس خیال خوانی کے ذریعے کسی دو مسافروں کی سیٹیں کینسل کرا کے اپنے اور شیوانی کے نام کرالیتا۔

شیوانی نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ڈائریکٹر جنرل کو فون پر کہا "ہیلو میں ہوں شیوانی دی شی کوبرا۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا "ہیلو شی کوبرا! دو ہفتے گزر چکے ہیں۔ بہت انتظار کرا رہی ہو۔ وہاں چین میں ٹرانسفارمر مشین تیار ہوچکی ہے۔ کیا تم اس مشن میں ناکام رہو گی؟"

"میرا نام شیوانی ہے اور شیوانی ناکام ہونا نہیں جانتی۔ میں نے چینی آرمی ہیڈ کوارٹر سے مشین کا وہ نقشہ چرالیا ہے۔"

ڈی جی نے خوش ہو کر کہا "کیا کہہ رہی ہو؟ اتنے بڑے ملک کے آرمی ہیڈ کوارٹر سے تم نے نقشہ چرایا ہے؟ یہ تو تم نے ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے۔"

"ڈی جی! تم میرے پچھلے کارناموں کو بھول رہے ہو۔ میری ریکارڈ فائل دیکھو۔ میں ہمیشہ ناممکن کارنامے انجام دیتی آئی ہوں۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے' میں وہ نقشہ لے کر کل صبح دس بجے کی فلائٹ سے آرہی ہوں۔"

"اوہ ڈارلنگ شیوانی! تم نقشہ لے کر آرہی ہو۔ تمہارے آنے تک تو ہم سب کی نیندیں اڑ جائیں گی۔ ہم تمام اعلیٰ عہدے دار ابھی سے ہیتھرو ائرپورٹ جاکر بیٹھ جائیں گے اور تمہاری آمد تک وہیں بیٹھ کر ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کے انتظامات کرتے رہیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "یہ اتنی بڑی خوشی ہے کہ سب کو پاگل کردے گی۔ تم سب پاگل ہوتے رہو۔ میں کل رات کو پہنچ رہی ہوں اور وہاں اکیلی نہیں' اپنے لائف پارٹنر کے ساتھ آرہی ہوں۔ شادی کرچکی ہوں۔"

ڈی جی نے اسے شادی کی مبارک باد دی۔ وہ فون بند کرکے پورس سے بولی "میں بہت خوش ہوں۔ ڈی جی بھی خوشی سے پاگل ہورہا ہے۔ آئی لو یو آندرے! تم نے مجھے ناکام ہونے اور شرمندہ ہونے سے بچالیا ہے۔"

پورس نے کہا "تمہیں اس قدر خوش نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے تمہاری خوشیوں سے ڈر لگ رہا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "یہ کیا بات ہوئی؟ تمہیں میری خوشیوں سے ڈر کیوں لگ رہا ہے؟"

"وہ جاسوس دو گھنٹے بعد آٹھ بجے کی فلائٹ سے آئے گا۔ اس نقشے کی مائیکرو فلم ابھی تمہارے ہاتھوں میں نہیں آئی ہے۔ اس سے پہلے کوئی ایسی ویسی بات ہوسکتی ہے۔"

وہ گھور کر بولی "ایسی ویسی کیا بات ہوگی؟ تم میرے دل میں اندیشے پیدا کررہے ہو؟"

"میں تمہیں سمجھا رہا ہوں' جہاں بچتی ہے شہنائی' وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں۔ پہلے تمہاری مٹھی میں جے کا فولاد رے فلو تھے' وہ اچانک تمہیں دھوکا دے کر فرار ہوگئے۔ نارنگ تمہارے شکنجے میں تھا۔ کیا تم کبھی سوچ سکتی تھیں کہ وہ شکنجے سے نکل جائے گا؟ جو تم سوچتی رہیں' اس کے برعکس ہوتا رہا۔ اب نقشے کے لیے سوچ رہی ہو اور خوش ہورہی ہو۔ میری دعا ہے کہ وہ تمہیں مل جائے۔"

وہ اسے مایوسی سے دیکھتے ہوئے بولی "میں خوشی کے

مارے بھول گئی تھی کہ کبھی کبھی ہماری توقع کے خلاف حالات بدل جاتے ہیں۔ پلیز ابھی اس جاسوس کے اندر جاؤ اور اس کے حالات معلوم کرو۔"

"میں معلوم کر چکا ہوں۔ وہ طیارے میں بخیریت ہے اور ہانگ کانگ کی طرف آرہا ہے۔"

"کیا اس کے پاس مائیکرو فلم ہے؟"

"ہے۔ میں اس کی طرف سے مطمئن ہوں۔ وہ نقشہ لے آئے گا لیکن تمہاری خوشی مجھے گراں گزر رہی ہے کیونکہ تم نادانی کر رہی ہو۔ تم نے اپنے ہیڈ کوارٹر تک خبر پہنچا دی کہ نقشہ مل گیا ہے۔ کیا وہ تمہیں مل گیا ہے؟"

"واقعی مجھے نقشہ حاصل کرنے کے بعد ڈی جی کو فون کرنا چاہیے تھا۔"

وہ ائرپورٹ آگئے۔ شیوانی نے ایک جگہ اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا "پلیز اس کے دماغ میں رہو۔ اس نقشے کی حفاظت کرتے رہو۔ کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ تم یہاں اغی طور پر حاضر نہ رہو۔"

پورس نے اس جاسوس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ سفر کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹوں پر بوڑھے بیوی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے خیالات نے بتایا' اس سفر کے دوران میں کسی سے بات نہیں کی ہے اور نہ ہی کسی نے اسے مخاطب کیا ہے۔ کوئی اس میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی دشمن اس کے آس پاس نہیں ہے اور وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بھی نظروں میں آئے بغیر سلامتی سے چلا آرہا ہے۔ تشویش میں مبتلا ہونے والی کوئی بات نہیں تھی۔

پورس دماغی طور پر حاضر ہو کر ائرپورٹ میں آنے جانے والی عورتوں اور مردوں کو دیکھنے لگا۔ اس نے شیوانی سے بات نہیں کی اگر کرتا تو وہ پھر اس جاسوس کے پاس رہنے کو کہتی۔ وہ رہ رہ کر اسے دیکھ رہی تھی اور مطمئن ہو رہی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے جاسوس کی نگرانی کر رہا ہے۔

اس نے ایک بار پوچھا "تم سامنے والی عورتوں کو دیکھ رہے ہو یا جاسوس کے پاس ہو؟"

پورس نے سنی اَن سنی کر دی۔ جواب نہیں دیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔

آخر ایک گھنٹے بعد وہ فلائٹ آگئی۔ پورس نے کہا "وہ جاسوس آگیا ہے۔ امیگریشن کاؤنٹر سے گزر رہا ہے۔ لگیج ہال سے سامان لے کر باہر آئے گا۔ اس کے آگے پیچھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

وہ اٹھ کر بولی "کم آن۔ ہم لگیج ہال کے سامنے جائیں گے۔ وہیں اس سے مائیکرو فلم حاصل کریں گے۔"

اس نے شیوانی کا ہاتھ کھینچ کر اسے دوبارہ بٹھاتے ہوئے کہا "کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کے اندر جا رہا ہوں۔ وہ سیدھا ہمارے پاس آئے گا۔"

وہ بیٹھ گئی لیکن بے چینی سے دور دور تک دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایک ادھیڑ عمر کا شخص اس کے سامنے آکر بولا "گڈ نائٹ میڈم! آپ ادھر دیکھ رہی ہیں۔ میں ادھر ہوں۔ یہ لیں۔"

شیوانی نے اسے چونک کر دیکھا۔ اس نے اپنی مٹھی اس کے آگے کی پھر اسے کھولا۔ اس کی ہتھیلی پر ایک مائیکرو فلم رکھی ہوئی تھی۔ شیوانی نے جھپٹنے کے انداز میں اس سے وہ فلم لی۔ خوش ہو کر پورس سے بولی "یہ وہی ہے نا؟ کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے؟"

جاسوس نے کہا "شیوانی! میں اس کے اندر ہوں۔ یہ وہی فلم ہے۔ میں اسے رخصت کر رہا ہوں۔"

وہ جاسوس وہاں سے جانے لگا۔ شیوانی اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ پورس نے کہا "میں تمہارے پاس ہوں۔ ادھر پرائے مرد کو دیکھتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

وہ خوشی کے مارے اس سے لپٹ کر بولی "او مائی ڈیر آندرے! آخر یہ نقشہ مل گیا۔"

"اتنی زور سے نہ لپٹا کرو۔ میں چھلکنے لگتا ہوں۔ مجھے واش روم جانا ہوگا۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر باتھ روم کی طرف جانے لگا۔ اس کے سامنے ایک شخص اسی سمت جا رہا تھا۔ اس نے اپنے سر سے اور کانوں سے ایک مفلر لپیٹا ہوا تھا۔ سردی کچھ زیادہ نہیں تھی۔ یوں مفلر لپیٹنے کی وجہ صرف یہ ہو سکتی تھی کہ وہ بیمار ہوگا۔

ویسے وہ صحت مند تھا۔ ذرا جھک کر چل رہا تھا مگر بیمار نہیں لگ رہا تھا۔ پورس اس کے پیچھے واش روم میں آیا پھر خیال خوانی کے ذریعے بولا "شیوانی! یہاں ایک صحت مند شخص نے اپنے کانوں سے مفلر لپیٹ رکھا ہے۔ شاید اپنے کان چھپا رہا ہے۔ بوجھو تو کانوں کو کیوں چھپا رہا ہے؟"

وہ بولی "او گاڈ! تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ نارنگ ہے۔ اپنے ایک کان سے مسلک آلہ سماعت کے بارے پہچانا جا سکتا ہے۔ اس لیے مفلر سے کان چھپا رہا ہے۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ واش روم کی طرف جاتے ہوئے بولی "لیکن تم نے تو کہا تھا کہ نارنگ اسرائیل میں بھیجا کو ٹریپ کرنے گیا ہے۔"

"میں نے یقین سے نہیں اندازے سے کہا تھا۔ ویسے یہ نارنگ نہ ہو۔ تب بھی میری چھٹی حس مجھے اس کی طرف متوجہ کر رہی ہے۔"

"اس سے باتیں کرو پھر اس کے دماغ میں پہنچ جاؤ۔"

"وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا ہے پھر ہوشیار ہو جائے گا۔ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں واش روم کے دروازے پر آچکی ہوں۔ اس کے باہر آتے ہی اپنی آنکھوں کی حرارت سے اسے سچ اگلنے پر مجبور کر دوں گی۔"

پورس نے نارنگ کو ہپناٹائز کیا تھا۔ اسے اپنا تابع بنایا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ وہ ریوالور لیا ہوا ہے۔ واش روم میں آنے والے نے ایک ٹائلٹ میں جا کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا تھا۔ پورس ایک جگہ کھڑا ہو کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ اس میں کوئی بات ایسی تھی' جس نے پورس کو اس کی طرف متوجہ کیا تھا اور اسے شبہ میں مبتلا کیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ٹائلٹ سے باہر آیا تو اس کا چہرہ کافی حد تک بدل چکا تھا۔ سر کے سفید بال' سیاہ ہو گئے تھے' اس نے ٹائلٹ کے اندر سفید بالوں والی وگ اتار دی تھی۔ مونچھیں اور داڑھی بھی غائب ہو گئی تھی۔ پہلے وہ جھک کر چل رہا تھا۔ اب تن کر چلتا ہوا آئینے کے سامنے جا کر اپنے بدلے ہوئے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہاں کتنے ہی مسافر آرہے تھے۔ جا رہے تھے۔ اسے پورس پر شبہ نہیں ہوا کہ وہ اسے تاڑ رہا ہے۔

پورس خیال خوانی کے ذریعے شیوانی کو اس کا موجودہ حلیہ بتا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "اب وہ مفلر اس کے پاس نہیں ہے۔ وہ مفلر اور ریڈی میڈ میک اپ کو ٹائلٹ میں پھینک آیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ اس کے کان سے وہ غیر معمولی آلہ سماعت منسلک نہیں ہے۔ یعنی یہ نارنگ نہیں ہے۔"

وہ بولی "کوئی بھی ہو۔ اس کی اصلیت معلوم کرنی چاہیے۔ ہو سکتا ہے' ہمارے کام کا آدمی نکل آئے۔"

اس نے کہا "حضرت موسیٰ آگ لینے گئے تھے' پیغمبری مل گئی۔ ہم مشین کا نقشہ لینے آئے تھے۔ پتا نہیں یہ کون ملنے والا ہے۔ تیار رہو۔ یہ واش روم سے باہر نکل رہا ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ میں ٹھیک اس کے پیچھے ہوں۔"

وہ دونوں آگے پیچھے واش روم سے باہر آئے۔ سامنے شیوانی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "اے مسٹر! جسٹ اے منٹ۔"

اس نے شیوانی کو دیکھا۔ دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ شیوانی کی نظروں میں غیر معمولی حرارت تھی۔ وہ حرارت اس کی پیشانی تک پہنچ رہی تھی لیکن اس اجنبی کو متاثر نہیں کر رہی تھیں۔ اس نے پوچھا "یس مس؟ آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تم اناڑی ہو۔ تمہارے اس ماسک میک اپ میں خرابی ہے۔"

اس نے پریشان ہو کر شیوانی کو دیکھا۔ پیچھے کھڑے ہوئے پورس نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ پورس نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا "بڑے باکمال ہو۔ سانس روک کر اپنے دماغ سے بھگا دیتے ہو۔ ماسک میک اپ کے اوپر اور ایک ریڈی میڈ میک اپ کرتے ہو۔ ضرورت کے مطابق چہرے بدلتے رہتے ہو۔ بہتر ہوگا کہ ہم ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں۔ پہلے اپنا تعارف پیش کرو۔"

وہ اپنا ایک ہاتھ لباس کے اندر لے جانا چاہتا تھا۔ پورس نے کہا "میرا ایک ہاتھ کوٹ کی جیب میں ہے اور پستول کا رخ تمہاری طرف ہے۔ چالاکی دکھانے سے پہلے ہی تمہیں زخمی کر کے تمہاری کھوپڑی میں گھس جاؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کون ہو تم لوگ؟ اتنا تو سمجھ گیا ہوں کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

"بس اتنا ہی ٹھیک سمجھے ہو۔ اب ہمیں بھی کچھ سمجھ دو۔"

وہ بولا "ہماری آپس میں دشمنی نہیں ہے۔ میں تم لوگوں کو نقصان نہیں پہنچا رہا ہوں۔ مجھے جانے دو۔"

"ہمارے پاس ریسنٹڈ کار ہے۔ جہاں جانا چاہو تمہیں پہنچا دیں گے۔ ورنہ انٹیلی جنس والوں کو بلائیں گے۔ اپنے حالات پر غور کرو۔ وہ تمہارے چہرے سے ماسک اتار لیں گے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے انہیں گمراہ نہیں کر سکو گے میں تم پر مسلط رہوں گا۔"

اس نے پیچھے سے دھکا دیتے ہوئے اسے آگے بڑھایا۔ وہ ان دونوں کے آگے آگے چلتا ہوا عمارت کے باہر پارکنگ ایریا میں آیا۔ شیوانی کار کا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پورس اجنبی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر آگیا۔ وہ کار پارکنگ ایریا سے نکل کر ایک شاہراہ پر دوڑنے لگی۔ پورس نے اس کی جیب سے ریوالور نکال کر اس سے کہا۔

"میری جیب میں پستول نہیں ہے۔ اب تمہارا یہ ریوالور ہے۔ بولو زخمی کر کے تمہارے اندر آؤں یا دماغ کا دروازہ کھولو گے؟"

اس نے سہم کر ریوالور کو دیکھا پھر کہا "میں زخمی ہونا نہیں چاہتا۔ پلیز مجھ سے دوستی کرو۔ مجھے جانے دو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا۔ تم دونوں کے کام آتا رہوں گا۔"

پورس نے اس کا گلا دبوچا تھا۔ اس کا منہ کھل گیا۔ اس نے ریوالور کی نال کو اس کے منہ میں ٹھونس کر کہا "میں تمہارے اندر آرہا ہوں۔ سانس روکو گے تو گولی چلا دوں

گا۔"

اس نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ گڑگڑا کر کہا "فار گاڈ سیک۔ میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ میرے خیالات نہ پڑھو۔ میں مرنا بھی نہیں چاہتا اور کسی کا غلام بن کر جینا بھی نہیں چاہتا۔"

پورس نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا اور اسے دبوچ لیا۔ ناگہ زور سے چیخ نہ مارے۔ وہ چند سیکنڈ کی خیال خوانی سے معلوم کرچکا تھا کہ وہ کون ہے؟

اس نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا تو وہ تکلیف برداشت نہ کرسکا۔ بے ہوش ہوگیا۔

ہائے تھری جے کی بدنصیبی! وہ جے سا موتھا۔

○☆○

تمام بڑے ممالک کی خفیہ میٹنگ ہوئی تھی۔ اس میٹنگ میں یہ طے پایا تھا کہ ان سب کو چین کے مقابلے میں متحد ہو کر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنانی چاہیے۔ ان کی معلومات کے مطابق امریکا کے پاس ٹرانسفارمر مشین تھی لیکن امریکی اکابرین نے انہیں یقین دلایا کہ انجانے دشمنوں نے وہ مشین تباہ کردی ہے۔

پھر یہ کہا گیا کہ امریکا کے پاس مشین کا نقشہ ہے۔ وہ تمام ممالک متحد ہو کر ایک نئی مشین تیار کرسکتے ہیں لیکن امریکی اکابرین وہ نقشہ دوسرے ممالک کے سامنے لانا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا "وہ تنہا رازداری سے نئی مشین تیار کررہے ہیں۔ چین کے مقابلے میں ایک زبردست امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کریں گے۔"

دوسرے بڑے ممالک مایوس ہوگئے تھے۔ ایسے وقت الپا نے اپنے اکابرین سے کہا "وہ مشین کے سلسلے میں مایوس نہ ہو۔ وہ جلد ہی انہیں خوش خبری سنانے والی ہے۔"

پھر شیوانی نے اسکاٹ لینڈیارڈ والوں کو خوش خبری سنائی کہ وہ مشین کا نقشہ لے کر آرہی ہے۔ چین اور امریکا کے مقابلے میں برطانیہ کے پاس بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ناقابل تسخیر فوج ہوگی۔

اس طرح امریکا، اسرائیل اور برطانیہ تین ممالک میں وہ مشین تیار ہونے والی تھی۔ اس کا ایک اور نقشہ تیج پال کے پاس تھا۔ تیج پال اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی یہ نہیں جانتے تھے کہ ان سے باغی ہونے والے ایک ساتھی بیزون نے بھی نقشے کی ایک نقل اپنے پاس رکھی ہے۔

بیزون بڑی خاموشی سے ٹیلی پیتھی جاننے والے بڈی رابرٹ کے دماغ میں جایا کرتا تھا اور تیج پال کے تمام منصوبے معلوم کرتا رہتا تھا۔ اس کی اس چالبازی سے تیج پال وغیرہ بے خبر تھے۔ انہوں نے پہلے یہ سوچا تھا کہ دنیا کے کسی ویران علاقے میں بڑی رازداری سے مشین تیار کریں گے۔ مشین کے ماہرین کو ہپناٹائز کیا جائے گا۔ انہیں ان کے گھروں سے، ان کے ملکوں سے دور خفیہ اڈے میں اس وقت تک سحرزدہ رکھا جائے گا، جب تک کہ وہ مشین تیار نہیں ہوگی۔

بعد میں یہ منصوبہ کمزور نظر آیا۔ فولادی مشین کے لیے فولاد اور پرزے کسی ویران علاقے میں پہنچانے کے لیے کم از کم ایک ہیلی کاپٹر ضروری تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر جس ملک سے بھی فولادی سامان اٹھا کر ویران علاقے کی طرف جاتا، سیٹلائٹ کے ذریعے اس کا سراغ لگالیا جاتا۔ آج کے دور میں کسی بڑے پروجیکٹ کے سلسلے میں رازداری ممکن نہیں ہے۔

راز کھلنے سے تیج پال اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی بے نقاب ہوجاتے۔ پتا نہیں سیٹلائٹ کے ذریعے سراغ رسانی کے نتائج کیا ہوسکتے تھے؟ ان روپوش رہنے والوں کے نئے پتے ٹھکانے بھی معلوم ہوسکتے تھے اور وہ لوگ اتنا بڑا خطرہ مول لینا نہیں چاہتے تھے۔

ٹرانسفارمر مشین جیسی غیر معمولی اور خطرناک چیز کسی ملک کی حکومت اور فوج کی نگرانی میں ہی تیار کی جاسکتی تھی۔ تیج پال نے کہا "تم سب ٹیلی پیتھی..... جاننے والے روپوش رہ کر کسی ملک کے حکام اور فوجی افسران کو ہپناٹائز کرسکتے ہو۔ انہیں اپنا آلہ کار بنا کر وہ مشین ان کے ملک میں تیار کرسکتے ہو اور اپنے تابع فوجی افسران کے ذریعے اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی ذاتی فوج تیار کرسکتے ہو۔"

تیج پال کے اس مشورے سے اس کے تمام ساتھی متفق ہوگئے۔ اس نے کہا "روس ماضی میں امریکا کا سب سے بڑا حریف رہا ہے۔ اب وہ ملک ٹکڑے ٹکڑے ہورہا ہے۔ اس کے باوجود دوبارہ سپرپاور بننے کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ اگر ہم روس میں یہ مشین تیار کریں گے تو وہاں کے اکابرین ہمیشہ احسان مند رہیں گے۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک مورو نے کہا "وہ احسان مند کیا رہیں گے؟ ہم انہیں تنویمی عمل کے ذریعے ہمیشہ ہمارے احسان مند بنا کر رکھیں گے۔"

تمام ساتھی ہنسنے لگے۔ جوزف وسکی نے کہا "ہماری دنیا میں کوئی بھروسے کے قابل نہیں ہے۔ روس ہو یا امریکا، چین ہو یا فرانس، ہم کسی پر بھروسا نہیں کریں گے۔ جہاں مشین تیار کریں گے، وہاں کے حکام اور فوجی افسران کو پہلے ہپناٹائز کریں گے پھر ہمیشہ تابع..... بنا کر رکھیں گے۔ اس طرح وہ ہمیں کبھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

تیج پال نے کہا "تم سب ٹی وی پروگرامز دیکھتے رہو۔ روسی حکام اور ان کے آرمی افسران کو خبروں اور سیاسی بحثوں کے پروگراموں میں دیکھ کر ان کی آوازیں سن کر ان کے دماغوں میں جگہ بناتے رہو۔ میرا خیال ہے۔ ہفتے دو ہفتے میں تم تینوں تمام اہم روسی اکابرین کو اپنا تابع کرلو گے۔"

تیج پال یوگا کا ماہر تھا۔ اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو جذب آنے دیتا تھا۔ صرف اس کے تین ساتھی مائیک مورو، جوزف وسکی اور بڈی رابرٹ اس کے دماغ میں آیا کرتے تھے۔ اس سے اگلے پچھلے منصوبوں کے سلسلے میں باتیں کرتے تھے۔ اس سے مشورے کرتے تھے پھر اس کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔ ایسے وقت بیزون خاموشی سے ان کے درمیان موجود رہتا تھا۔ تیج پال اپنے ساتھیوں کی موجودگی کے باوجود بیزون کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کرپاتا تھا۔ اس طرح ان سب کی لاعلمی میں بیزون ان کے چھوٹے بڑے منصوبوں سے باخبر رہتا تھا۔

بیزون کی بیوی مونو ریٹا کا ذکر ماضی میں ہوچکا ہے۔ وہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے اور ہمیشہ ساتھ رہتے تھے۔ جب تیج پال سے دوستی تھی۔ تب اس کے تینوں ساتھی مونو ریٹا کے دماغ میں آکر خوب باتیں کیا کرتے تھے۔ اس کی بہت عزت کیا کرتے تھے بعد میں بیزون نے مونو ریٹا کے دماغ کو لاک کردیا کیونکہ اب وہی دوست دشمن بن کر اس کی بیوی کے ذریعے اس کی دن رات کی مصروفیات سے آگاہ ہوتے رہتے پھر انہیں یہ بھی معلوم ہوجاتا کہ وہ اب بھی تیج پال کے دماغ میں خاموشی سے جاتا آتا رہتا ہے۔

مونو ریٹا نے کہا "بیزون! ہماری ان سے کتنی گہری دوستی تھی۔ ہم رشتے داروں کی طرح ساتھ رہتے تھے۔ اب دشمنوں کی طرح ان کے پیچھے پڑگئے ہو۔"

"کیا میں ان سے دشمنی کررہا ہوں؟ تم مجھے الزام دے رہی ہو؟ کیا یہ نہیں جانتی ہو کہ پہلے انہوں نے دشمنی کی ابتدا کی تھی۔ مجھے اپنی ٹیم سے چپ چاپ الگ کردیا۔ یہ ظاہر کرتے رہے کہ مجھے قابل اعتماد دوست سمجھتے ہیں مگر نہیں سمجھتے تھے۔ اپنے اہم راز مجھ سے چھپانے لگے تھے۔"

"ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو اور سمجھو، وہ درست تھے۔ مسٹر سونیا نے تمہیں ٹریپ کیا تھا۔ وہ تمہارے دماغ میں جگہ بنا چکی تھیں۔ ایسے میں تم پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا تھا؟ تمہیں راز کی جو بھی بات بتائی جاتی، وہ میڈم کو معلوم ہوجاتی۔ تم ٹیلی میں میڈم کی معلومات کا ذریعہ بن رہے ہو۔"

"میں نہیں مانتا۔ سونیا اب میرے دماغ میں نہیں آتی ہے۔ میں نے اپنے اندر کبھی اسے محسوس نہیں کیا ہے۔ میں ان کے شکنجے میں ہوتا تو وہ مجھ سے غلاموں کی طرح کام لیتی رہتی۔"

"میڈم اور فرہاد کے سیکڑوں، ہزاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت ہیں۔ انہیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے تمہیں صرف معلومات کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ میڈم تمہارے پاس آتی ہوں گی۔ خاموشی سے معلومات حاصل کرکے چلی جاتی ہوں گی۔ کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتی ہوں گی؟"

"کیا تم یقین سے کہہ سکتی ہو کہ وہ ایسا کرتی ہیں؟"

"ہاں یقین سے کہتی ہو۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی دوسرے کو اپنا معمول بنا کر یونہی آزاد نہیں چھوڑ دیتا۔ میڈم نے تمہیں کیوں چھوڑ دیا۔ کیا تم فرہاد کی فیملی میں بہت چہیتے بن گئے تھے؟ کیا میڈم جیسی مصروف عورت نے تمہیں معمول بنا کر آزاد چھوڑنے میں اپنا وقت ضائع کیا ہوگا؟"

"تم ہمیشہ تیج پال اور ان تینوں کی حمایت میں کیوں بولتی رہتی ہو؟ کیا وہ تمہارے سگے ہیں؟"

"کیا میڈم تمہاری سگی ہیں؟ تم بھول گئے کہ تیج پال، مائیک مورو، جوزف وسکی اور بڈی رابرٹ سگے رشتے داروں سے بڑھ کر تھے۔ اب بھی ان کی محبت کا ثبوت یہ ہے کہ وہ تمہیں تنہا دیکھ کر تم سے دشمنی نہیں کررہے ہیں۔ وہ چاہتے تو میرے ذریعے تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اپنا معمول اور محکوم بنا سکتے تھے مگر وہ ایسا نہیں کررہے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "وہ تمہارے ذریعے مجھے کیسے ٹریپ کریں گے۔ میں تمہارے دماغ کو لاک کرچکا ہوں۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ جب تم میرے دماغ کو لاک کررہے تھے تو وہ میرے بھائی جیسے مائیک مورو اور جوزف وسکی میرے اندر موجود تھے۔ وہ میرے دماغ پر قبضہ جما کر تمہیں نقصان پہنچا سکتے تھے۔ میرے ذریعے ان لوگوں کے اندر پہنچ سکتے تھے، جن سے تم کلبوں میں ملتے رہتے ہو۔ وہ ان لوگوں کو آلہ کار بنا کر تمہیں دماغی کمزوری میں مبتلا کرسکتے تھے۔ تمہیں ٹیلی پیتھی سے محروم کرسکتے تھے۔"

"یہ کیا بکواس کررہی ہو؟ کیا تمہارا دماغ لاکڈ نہیں ہے؟ وہ تمہارے اندر آتے ہیں؟"

وہ دونوں میاں بیوی ناشتا کررہے تھے۔ مونو ریٹا نے دو پیالیوں میں چائے بنا کر ایک پیالی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "ہم پچھلے آٹھ برسوں سے ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا تمہیں میری وفاداری پر شبہ ہے؟ کیا میں تمہیں کبھی نقصان پہنچانے والا کام کرسکتی ہوں؟"

"میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ تم بے وفا ہو مگر تم نے اب تک یہ بات کیوں چھپائی کہ مائیک مورو اور جوزف وسکی نے میرے تنویمی عمل کو ناکام بنایا ہے اور وہ تمہارے دماغ میں آتے ہیں؟"

"انہوں نے مجھے کہا تھا کہ تم ان سے لاکھ دشمنی کرو۔ وہ تمہیں کبھی کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ وہ چاہتے

ہیں کہ میں تمہیں سمجھاتی رہوں اور یقین دلاتی رہوں کہ ہم سب پہلے بھی دوست تھے۔ اب بھی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے لیکن میں تمہیں سمجھاتے سمجھاتے تھک گئی ہوں۔"

وہ چائے کا ایک گھونٹ پی کر بولا "مجھے نہ سمجھاؤ تو بہتر ہے۔ تم نہیں جانتی ہو۔ میں تنہا ہوں مگر تیج پال اور ان تینوں پر بھاری پڑ رہا ہوں۔ انہوں نے روس میں ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کا بہت بڑا منصوبہ بنایا ہے اور اس خوش فہمی میں ہیں کہ میں ان کے منصوبے سے بے خبر ہوں۔"

"تیج پال جیسا ذہین شخص کبھی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ وہ سب جانتے ہیں کہ تم ان کی اہم میٹنگ کے وقت تیج پال کے اندر چھپے ہوئے تھے۔ اب وہ مجھ سے تشویش ظاہر کر رہے ہیں۔ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ اس اہم منصوبے کا علم میڈم سونیا کو یا کسی کو بھی نہیں ہونا چاہیے اور تم یہ نہیں مان رہے ہو کہ میڈم تمہارے اندر چوری چھپے آتی ہوں گی۔"

بیزون میز پر جھکتے ہوئے بولا "پتا نہیں کیوں میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

مونو ریٹا نے اس کی پیالی کو اٹھا کر دیکھا پھر اسے دور رکھتے ہوئے کہا "تم نے آدھی پیالی پی ہے اور نہ پیو۔ یہ آدھی پیالی میڈم سونیا کو اور کسی بھی نیکی پیتھی جاننے والے کو تمہارے اندر آنے سے روک دے گی۔"

اس نے چونک کر اپنی وفادار بیوی کو دیکھا۔ وہ بولی "مجھے بے وفا نہ سمجھنا۔ تم اپنے دشمنوں سے بے خبر ہو اور دوستوں کو دشمن سمجھنے کی حماقت کر رہے ہو۔ تمہیں سچے دوستوں کی طرف لانے کا یہی ایک راستہ تھا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بیڈ روم کی طرف جانے لگا۔ کمزوری کے باعث ڈگمگانے لگا۔ مونو ریٹا نے اسے سہارا دینا چاہا۔ وہ اسے دھکا دے کر کمرے میں آگیا۔ بیڈ پر گر کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ ایسے وقت پتا چلا کہ وہ دماغی طور سے کتنا کمزور ہو گیا ہے۔ اسے اپنے اندر مائیک مورو کی آواز سنائی دی۔

"سوری بیزون! ہم بہت مجبور ہو کر ایسا کر رہے ہیں۔ تمہارا برین واش ہو گا۔ تمہارے دماغ میں نیا لب ولہجہ نقش ہو گا تو پھر میڈم سونیا یا کوئی اور تمہارے اندر نہیں آسکے گا۔ اس کے بعد ہم تمام دوست پہلے کی طرح تم پر اعتماد کرنے لگیں گے۔"

وہ سنتے سنتے کمزوری کی شدت سے سو گیا۔ اس پر نیم بے ہوشی طاری ہو گئی۔

○☆○

وہ رحمان ہے' جسے چاہتا ہے' عزت دیتا ہے۔ وہ قہار ہے' جسے چاہتا ہے' ذلت دیتا ہے!

چوبیس برس پہلے میں نے اپنی اس داستان کا آغاز کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مجھے عزت دے رہا ہے یہ داستان اب تک جاری ہے اور میرے معبود نے چاہا تو یہ میری آخری سانس تک جاری رہے گی۔

میں اپنی داستان کی ابتدا میں کئی برسوں تک اپنے اور سونیا کے سنسنی خیز واقعات بیان کرتا رہا پھر میرے بیٹے جوان ہو گئے۔ وہ جو ان جن مشکلات اور آزمائشوں سے گزرتے رہے' ان کا ذکر بھی لازمی تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ قارئین کرام نے پارس' پورس' علی تیمور' فہمی اور ثانی وغیرہ کو بڑی لگن سے اور بڑی محبتوں سے پڑھا ہے۔ میرے بچوں نے اس داستان کو چوبیس برس کی طوالت دی۔ اب یہ پچیسواں سال رواں دواں ہیں۔

یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ابتدائے تہذیب سے انسان نے جب سے قلم سنبھالا ہے۔ تب سے اب تک اتنی طویل داستان نہیں لکھی گئی۔ میری پوری داستان اسلام دشمن ممالک کی منفی سیاست کے خلاف ہے۔ میں تمام مسلم ممالک کے ضمیر کو جھنجوڑنے اور تھپتھپا کر رہنے کی باتیں کرتا ہوں۔

بہرحال اس پچیسویں سال کی ابتدا میں ایک خوشگوار تبدیلی کر رہا ہوں۔ اب میں اپنی داستان کے پس منظر میں نہیں رہوں گا۔ پیش منظر میں رہوں گا۔ میں اپنی اولاد کو میدانِ عمل میں کندن بنانے کے لیے دور ہی دور سے گائیڈ کرتا رہا تھا۔ ایک طرح سے میں مجنید ہو کر رہ گیا تھا۔ آئندہ میری کوشش ہو گی کہ میں خود میدانِ عمل میں موجود رہوں اور اپنے حالات سے خود نمٹتا رہوں۔

○☆○

میں ایک بہت بڑے مشن پر چین آیا تھا۔ میرے ساتھ جناب عبداللہ واسطی تھے اور احمد زبیری تھے۔ بعد میں علی تیمور' للی اور دلیر آفریدی آگئے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے۔ ہم نے اپنے وعدے کے مطابق چین کو ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کر کے دے دی۔

انہوں نے اس کے عوض ہمیں بابا صاحب کا ادارہ وہاں قائم کرنے کے لیے کئی کلو میٹر زمین الاٹ کی تھی۔

جناب عبداللہ واسطی دن رات مصروف رہ کر وہاں مسجد' یونیورسٹی' سائنس اور ٹیکنالوجی' یوگا اور جمنازیم اور سراغ رسانی کے شعبوں کے لیے عمارتیں تعمیر کرا رہے تھے۔ وہاں کے حکام سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ وہ ادارے کے اندرونی معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کریں گے۔ بابا صاحب کے ادارے کے اعلیٰ عہدے داران کی اجازت کے بغیر کوئی اس ادارے کے احاطے کے اندر قدم نہیں رکھے گا۔ چین کی پولیس اور انٹیلی جنس والے اور آرمی افسران باہر سے اس ادارے کی نگرانی کر سکتے ہیں لیکن اجازت کے بغیر اندر نہیں آسکیں گے۔ وہ اس ادارے کے تقدس کے منافی کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔

ایک طویل عرصے سے ایسی پابندی فرانسیسی حکومت پر بھی تھی۔ حکومت فرانس نے کئی بار جناب فرہاد واسطی کے ادارے کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی کوششیں کی تھیں لیکن اس ادارے کے روحانیت کے حامل بزرگوں نے اور ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کی کوششوں کو ناکام بنا دیا تھا۔

جناب عبداللہ واسطی نے فرانس کے بابا صاحب کے ادارے کی پوری ہسٹری کتاب کی صورت میں چینی حکام کو پیش کی تھی تاکہ وہ اس کا مطالعہ کریں اور اس ملک میں قائم ہونے والے ادارے کے اندرونی معاملات میں کبھی مداخلت نہ کریں۔

دیکھا جائے تو ہم بابا صاحب کے ادارے کے نام سے چین میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست قائم کر رہے تھے۔ فرانس اور یورپ کے دوسرے ملکوں کو یہ قلق تھا کہ ان ممالک کے درمیان ایک اسلامی پہاڑ ابھرا ہوا ہے' جسے نہ کاٹا جا سکتا ہے' نہ بم کے دھماکوں سے تباہ کیا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے' کبھی چینی حکام بھی اسی قلق سے گزریں۔ اس سے پہلے ہی ہم نے ان سے مستحکم تحریری معاہدہ کرا لیا تھا۔

موجودہ دور کے مطابق چینی حکام کی نظروں میں ٹرانسفارمر مشین بہت ضروری تھی۔ وہ مشین تیار ہو چکی تھی اور اب وہ اپنی آرمی کے جوانوں اور سراغ رساں کو ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے لیس کر رہے تھے۔ اسی مشین کے ذریعے ہم نے للی' دلیر آفریدی اور احمد زبیری کی محبوبہ ماریہ کو ٹیلی پیتھی کا علم دیا تھا۔ وہ خیال خوانی کے قابل ہو گئے تھے اور بہت خوش تھے۔

جناب عبداللہ واسطی نے کہا "یہاں بابا صاحب کا ادارہ قائم ہو رہا ہے۔ للی' ماریہ' دلیر آفریدی اور احمد زبیری کو اس ادارے کی خدمت کے لیے یہاں کی رہائش گاہوں میں مستقل قیام کرنا چاہیے۔ فرہاد اور علی تیمور جا سکتے ہیں یا رہ سکتے ہیں۔ یہ ان کی اپنی مرضی پر ہے۔"

ہم اس خفیہ اڈے میں نہیں جاتے تھے' جہاں مشین تیار کی گئی تھی۔ ہمارا وہاں کوئی کام نہیں رہا تھا۔ علی دوسرے ہی دن اپنی شریک حیات فہمی سے ملنے کے لیے وہاں سے روانہ ہو گیا۔ مجھے ایک آرمی افسر نے بڑی محبت سے روک لیا۔ وہ اور اس کی بیوی بچے میرے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتے تھے۔ اس آرمی افسر کا نام لیوچن تھا۔ اس نے کہا "ہم فیملی کے ساتھ صبح سے شام تک پکنک منائیں گے۔ رات کو بیجنگ واپس آجائیں گے پھر عورتوں بچوں کو یہاں چھوڑ کر ہانگ کانگ جائیں گے۔"

ہانگ برطانیہ کے تسلط سے آزاد ہو چکا تھا اور وہ چین کا حصہ تھا۔ لیوچن نے کہا "مجھے کبھی ہانگ کانگ جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ وہ شہر بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ اسے زندگی میں ایک بار ضرور دیکھنا چاہیے۔"

میجر لیوچن کی ایک بیوی' ایک جوان بیٹی اور دو بیٹے تھے۔ آرمی کے کئی جوانوں اور افسروں کی طرح لیوچن کو بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزارہ گیا تھا۔ اس نے پہلی بار خیال خوانی کر کے خوش ہو کر کہا تھا "مسٹر فرہاد! یہ علم تو ایک زبردست جادو ہے۔ میں نے سب سے پہلے ایک [illegible] کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو وہاں پہنچ کر حیران رہ گیا۔ یقین نہیں آیا کہ میں اس کے اچھے برے تمام خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

میں نے اسے مبارک باد دیتے ہوئے کہا تھا "جتنے لوگوں کے خیالات پڑھتے رہو گے' اتنی ہی حیرانی کم ہوتی جائے گی۔ یہ بنیادی بات معلوم ہو جائے گا کہ انسان جیسا خود کو ظاہر کرتا ہے' ویسا اندر سے نیک اور دیانت دار نہیں ہوتا۔ اپنے اندر بہت سا جھوٹ اور فریب چھپا کر رکھتا ہے۔"

"بے شک۔ یہ علم خدا کا بہترین عطیہ ہے۔ اب کوئی مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکے گا۔ کوئی مجھے فریب نہیں دے سکے گا۔ میں اس کے دماغ میں گھس کر اسے پکڑ لوں گا۔"

میں نے مسکرا کر کہا "میں تیس برسوں سے خیال خوانی کر رہا ہوں۔ اس کے باوجود دھوکا کھا جاتا ہوں۔ جھوٹے جھوٹ بول کر نکل جاتے ہیں۔ مجھے بعد میں پتا چلتا ہے۔"

"آپ ان کے دماغوں میں جا کر جھوٹ اور فریب کو پکڑتے نہیں ہوں گے۔"

"بعض افراد تو یہی عمل کے ذریعے اپنے چور خیالات کے خانے کو لاک کرا لیتے ہیں۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے ان کے سطحی خیالات کو پڑھتے ہیں مگر چھپے ہوئے چور خیالات کو پڑھنے میں ناکام رہتے ہیں۔"

اس نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا "چور خیالات کے خانے کو کھولنے کی تدبیر نہیں کی جا سکتی؟"

"ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے یا زخمی کرکے دماغی طور پر کمزور بنادیا جائے۔ اس طرح اس پر کیا ہوا تنویمی عمل زائل ہوجاتا ہے۔"

"مسٹر فرہاد! ہمیں آپ سے بہت کچھ سیکھنا ہوگا۔ ویسے آپ نے یہ سب کچھ کیسے سیکھا ہے؟"

"زندگی میں مشکلات پیش آتی رہیں اور میں تجربات حاصل کرتا رہا۔ جوڑ کا توڑ کرتا رہا اور توڑ کو جوڑتا رہا۔ جو طریقہ میں نے تمہیں بتایا ہے' یہ تو ٹیلی پیتھی کی دنیا میں عام ہوچکا ہے۔"

میں دوسرے دن اس کی فیملی کے ساتھ بیجنگ سے پچاس کلو میٹر دور پکنک کے لیے گیا وہ پکنک اسپاٹ بہت خوب صورت تھا۔ اس کی بیوی' جوان بیٹی اور بیٹے مجھے بہت چاہتے تھے۔ انہوں نے میرے بارے میں بہت کچھ سنا تھا اور آنکھوں سے بھی دیکھ رہے تھے۔ میں نے بابا صاحب کے ادارے سے مشین کا نقشہ یہاں تک لانے کے دوران میں کس طرح علی' للی اور ولیر آفریدی سے کام لیا تھا اور کس طرح بے شمار دشمنوں کو اس سلسلے میں دھوکا دیتا رہا تھا' یہ ساری باتیں آرمی افسران اپنے لوگوں کو سناتے رہتے تھے۔ ان کی عورتوں اور بچوں نے بھی بہت کچھ سنا تھا۔

لیو چن کی بیٹی تم لی صبح سے شام تک میرے ساتھ لگی رہی۔ مجھ سے بہت سارے سوالات کرتی رہی۔ مجھ سے اتنی متاثر تھی کہ اس نے اپنے میجر باپ اور ماں کے سامنے پوچھا "مسٹر فرہاد! مجھ سے شادی کرو گے؟"

میں نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہا "میرے بیٹے جوان ہیں اور پکے بدمعاش ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی فوراً تمہاری آفر قبول کرلے گا۔ مائی سوئٹ بے بی! اپنی عمر والوں کو ایسی آفر دینی چاہیے۔"

"تمہارے بیٹے جوان ہیں تو کیا ہوا؟ کیا جوان بیٹوں کے باپ شادیاں نہیں کرتے ہیں پھر تم تو جوان ہی لگتے ہو۔ کہیں سے بوڑھے دکھائی نہیں دیتے۔ کیا تمہیں آئینہ دکھاؤں۔"

میجر نے کہا "کم لی! بحث نہ کرو۔ مسٹر فرہاد میرے ہم عمر ہیں۔ انہیں ایک بزرگ کا احترام دو۔"

وہ بولی "ہم جس سے محبت کرتے ہیں' اس کی عزت بھی کرتے ہیں اور احترام بھی۔ میں مسٹر فرہاد سے بڑے احترام کے ساتھ محبت کررہی ہو پھر میری محبت پر کیوں اعتراض کیا جارہا ہے؟"

اس کی ماں نے کہا "مسٹر فرہاد! یہ سرپھری ہے۔ تم اسے نظرانداز کرتے رہو۔"

میں تو بزرگانہ انداز میں اسے نظرانداز کررہا تھا لیکن وہ جیسے کیبل کی طرح لپٹ گئی تھی۔ وہی کیفیت صادق آرہی تھی کہ "میں تو کیبل کو چھوڑ رہا ہوں مگر کیبل مجھے نہیں چھوڑ رہا ہے" وہ پکنک سے واپسی پر بھی گاڑی میں مجھ سے لگی بیٹھی رہی۔ کبھی کبھی دوسروں کی نظریں بچا کر ایسی حرکتیں کرتی رہی کہ سویا ہوا شیطان بھی بیدار ہوجاتا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے کنٹرول کیا۔ اسے جذباتی تھپیڑ چھاڑ سے باز رکھا پھر اس کے گھر پہنچتے ہی ان سے رخصت ہو کر اپنی رہائش گاہ میں جانا چاہا مگر رکنا پڑگیا۔ آرمی کا ایک افسر چند مسلح جوانوں کے ساتھ وہاں آیا۔ اس نے کہا "ایک بری خبر ہے۔ ہمارے ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم سے ایک مائیکرو فلم غائب ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کون سی مائیکرو فلم؟"

"وہی جس میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ تھا۔ ریکارڈ روم کے تمام عہدے داروں کو گرفتار کرکے ان سے پوچھا جارہا ہے۔ کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں گھس کر ان کے چور خیالات پڑھ رہے ہیں لیکن مائیکرو فلم چرانے والے کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔"

میں نے کہا "کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے چوری کی ہے۔ اس نے ریکارڈ روم کے کسی عہدے دار کو ہپناٹائز کیا ہوگا۔ اس نے سحرزدہ ہو کر وہاں سے فلم چرا کر اپنے عامل کو دی ہوگی۔ بعد میں اس کے دماغ سے اس چوری کو بھلا دیا گیا ہوگا۔ اب اس کے چور خیالات پڑھنے سے بھی یہ معلوم نہیں ہوسکے گا کہ اس نے چوری کی ہے۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ چوری کرانے والا عامل کون ہے؟"

آرمی افسر نے کہا "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے آرمی افسروں اور جوانوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ ان ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کسی نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے اور وہ مائیکرو فلم لے گیا ہے۔"

میجر لیو چن نے کہا "ابھی ایک ہفتے پہلے ٹیلی پیتھی سکھانے کی ابتدا کی گئی تھی۔ بہت سوچ سمجھ کر ایک ایک کی ہسٹری پڑھی گئی تھی۔ پچھلے ایک ماہ سے انہیں کڑی آزمائشوں سے گزارہ گیا۔ جب ان پر مکمل اعتماد ہوگیا' تب انہیں مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ ہمارے قابلِ اعتماد لوگوں میں سے کسی نے وہ چوری کی ہے۔"

میں نے کہا "میجر! تمہاری فوج کے افسروں اور جوانوں پر الزام آرہا ہے اور یہ تمہیں یہ برا لگ رہا ہے مگر میری بات کو سمجھو۔ تم میں سے کسی نے چوری نہیں کی لیکن کوئی تم سے کسی کو آلہ کار تو بنا سکتا ہے؟"

اس نے تھوڑی دیر سوچا پھر قائل ہو کر کہا "ہاں۔ ایسا ہوسکتا ہے مگر۔۔۔ یہ۔ کون ہوسکتا ہے؟"

"تمہیں اسی بات پر غور کرنا ہے۔"

"مجرم بہت زبردست ہے۔ آرمی کے افسران تک اس کی پہنچ ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

میں نے کہا "ضروری نہیں ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہو۔ ایسے لوگوں کا بھی محاسبہ کرو' جو ہپناٹائزم جانتے ہیں۔ مجرم نے تو صرف کسی کو ہپناٹائز کیا ہوگا۔ کسی کو آلہ کار بنایا ہوگا۔ باقی چوری کا کام اس آلہ کار نے کیا ہے۔"

موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ آرمی افسر نے اس کا بٹن دبا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی "سر! میں کیپٹن بول رہا ہوں۔ ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے والوں میں ہمارا ایک ماہر مکینک یانگ سو بھی تھا۔ وہ پچھلی رات اپنے گھر والوں سے یہ کہہ کر گیا تھا کہ ڈیوٹی پر جارہا ہے جبکہ مشین تیار ہونے کے بعد اسے ڈیوٹی سے فارغ کردیا گیا تھا۔ اسے دو ہفتے کی چھٹی دی گئی تھی۔ وہ گھر والوں سے جھوٹ بول کر گیا ہے اور چوبیس گھنٹے گزرنے کے بعد بھی واپس نہیں آیا ہے۔"

آرمی افسر نے کہا "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کو یانگ سو کے دماغ میں جاکر اس کا سراغ لگانا چاہیے۔ کیا ایسا [illegible] ہے؟"

"جی ہاں۔ پہلے ایک سراغ رساں نے کہا کہ اس کے دماغ تک پہنچنے میں [illegible] وہ بار بار سانس روک کر بھاگ دیتا ہے پھر دوسرے سراغ رسانوں نے بھی اس سے رابطہ کرنا چاہا مگر وہ اپنے اندر آنے نہیں دے رہا ہے۔"

میں اس چینی مکینک یانگ سو کو اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ خفیہ اڈے میں علی تیمور اور دوسرے ماہرین کے ساتھ کام کرتا رہا تھا۔ وہ تیس برس کا ایک محب وطن جوان تھا۔ اپنی حکومت سے غداری نہیں کرسکتا تھا۔

میں نے آرمی افسر سے کہا "یانگ سو کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ چوری نہیں کرے گا پھر یہ کہ وہ کبھی آرمی ہیڈ کوارٹر نہیں جاتا ہے۔ ہمارے دشمن نے اچھی طرح منظم ہو کر ایسی واردات کی ہے۔ یانگ سو کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ ہم میں سے کوئی اس کے اندر نہیں جاسکے گا۔"

آرمی افسر نے کہا "یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دشمنوں کو مشین تیار کرنے والے ایک ماہر مکینک کی بھی ضرورت ہے۔ اب وہ مائیکرو فلم کے نقشے کے مطابق یانگ سو سے جبراً مشین تیار کرائیں گے۔"

میں نے کہا "وہ لوگ اس ملک میں مشین تیار کرنے کی حماقت نہیں کریں گے۔ وہ یانگ سو کو اس ملک سے باہر لے گئے ہوں گے۔ مائیکرو فلم بھی باہر جاچکی ہوگی یا اسے چھپا کر لے جانے کی کوشش کی جارہی ہوگی۔"

"ایک اندازے کے مطابق وہ مائیکرو فلم دوپہر کو چرائی گئی ہے۔ یعنی چھ گھنٹے کے اندر کسی وقت چرائی گئی ہے۔ وہ ہائی ائر نہیں جائیں گے کیونکہ ائرپورٹ میں ایکسرے مشین کے ذریعے اور دوسرے الیکٹرانک آلات کے ذریعے چیکنگ ہوتی ہے۔ وہ ہائی وے سے ملک کے باہر جاسکتے ہیں۔"

"جب سے ہانگ کانگ تک جانے کے لیے راستہ کھلا ہے' اسمگلروں کے لیے بڑی آسانی ہوگئی ہے۔ وہ مائیکرو فلم لے جانے کے لیے یہی آسان ترین راستہ اختیار کریں گے۔"

میجر لیو چن نے کہا "کل صبح ہم بھی ہانگ کانگ جارہے ہیں۔ مسٹر فرہاد! ہم تمام چیک پوسٹوں پر ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے آرمی جوان کی ڈیوٹی لگاتے جائیں گے۔ کیپٹن! ہانگ کانگ اور کمبوڈیا تک جانے والی قومی شاہراہوں کی تمام چیک پوسٹوں کی طرف ٹیلی پیتھی جاننے والے جوانوں کو ہیلی کاپٹرز کے ذریعے روانہ کرو۔ ہم اپنے ملک سے ایک تنکا بھی چرا کر لے جانے نہیں دیں گے۔"

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ میں نے کہا "میجر! میں اپنے بنگلے میں جارہا ہوں۔ کل صبح ہم یہاں سے ہانگ کانگ کے لیے روانہ ہوں گے۔ ہم نے پہلے ہی وہاں جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ شاید تقدیر میں یہی لکھا ہو کہ وہ مجرم میرے ہی ہاتھوں سے پکڑے جائیں۔"

میں نے میجر سے مصافحہ کیا پھر اس آرمی افسر کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ کر جانے لگا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فوجی جوانوں کو ہیڈ کوارٹر کے ہیلی پیڈ پر پہنچنے کا حکم دے رہا تھا۔ ہم اس ہیلی پیڈ تک پہنچے تو تقریباً چالیس جوان مسلح ہو کر وہاں چار قطاروں میں کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں قومی شاہراہوں کی مختلف چیک پوسٹوں تک پہنچانے کے لیے چھ ہیلی کاپٹر تیار کھڑے تھے۔

میں نے ان سے کہا "ہماری ایک اہم مائیکرو فلم چرائی گئی ہے۔ تم سب اپنی چیک پوسٹوں میں رہ کر وہاں سے گزرنے والی ہر گاڑی اور ہر مسافر کو چیک کرو گے۔ کوئی اعلیٰ آرمی افسر ہو یا اعلیٰ حاکم ہو۔ اس کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کے لباس وغیرہ کی تلاشی لو۔"

انہیں سراغ رسانی کے مختلف الیکٹرونک آلات دیے جارہے تھے۔ میں نے کہا "مائیکرو فلم کا سائز ایک انچ ہے۔ لہٰذا ٹوتھ پیسٹ' دواؤں کی ٹیوبس اور خواتین کی لپ اسٹک کو پوری توجہ سے چیک کیا جائے۔ کسی پر شبہ ہو کہ تم اس کے چور خیالات نہیں پڑھ پارہے ہو تو انجکشن کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اس کے چور خیالات پڑھو۔ اس سلسلے میں کسی سے رعایت نہ کرو۔"

میں نے انہیں ضروری ہدایات دیں۔ وہ سب بیلی کاپٹرز میں وہاں سے روانہ ہوگئے۔ میں بڑی دیر تک کئی آرمی افسران سے مشین کے نقشے کے سلسلے میں گفتگو کرتا رہا۔ میں نے یقین دلایا کہ مائیکرو فلم لے جانے والا یہاں سے ہانگ کانگ تک کہیں بھی ہوگا تو مجھ سے بچ کر نہیں جاسکے گا۔ وہ فلم ریکارڈ روم میں واپس آئے گی۔"

میں ان سب سے رخصت ہو کر ہیڈ کوارٹر سے آگیا۔ اپنے بنگلے میں پہنچا تو آدھی رات ہو رہی تھی۔ دروازے پر نائیلہ میری چھوٹی بہن حس نے کہا "خطرہ ہے۔"

اندر روشنی تھی۔ جبکہ میں نے کسی بھی کمرے کی لائٹ آن نہیں رکھی تھی۔ میں تو صبح سے گیا ہوا تھا۔ دن کو لائٹ جلا کر نہیں جاسکتا تھا۔ میں نے دبے قدموں چلتے ہوئے کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔ وہاں بلا سنڈ شیشے لگے ہوئے تھے۔ آر پار دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میں نے بنگلے کے پیچھے آکر دیکھا۔ کچن میں بھی روشنی تھی۔ چور ڈاکو دشمن اتنے دلیر نہیں ہوتے کہ گھر میں گھس کر پورے گھر کو روشن رکھیں۔ میں نے کچن کے دروازے کو کھولنا چاہا تو وہ کھل گیا۔ میں نے اندر آکر دیکھا۔ کوئی نہیں تھا۔ کچن سے گزر کر ایک کوریڈور میں آیا تو ہلکی ہلکی سریلی سی گنگناہٹ سنائی دی۔ میں کسی حد تک سمجھ گیا۔ اس کے دماغ میں پہنچا تو اندازہ درست نکلا۔ وہ کم لی تھی۔

میں نے بیڈ روم کے دروازے پر آکر پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟ تم نے یہ دروازے کیسے کھولے؟"

وہ مسکرا کر بولی "آرمی آفیسر کی بیٹی ہوں۔ میں نے سراغ رسانی کی ٹریننگ حاصل کی ہے۔ مشکل سے مشکل تالے اور داؤں کے بند دروازے کھول لیتی ہوں۔ مائی ڈیئر! دل کا دروازہ کھول دو۔"

وہ دونوں بانہیں پھیلا کر میری طرف آنے لگی۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ وہ پریشان ہو کر میری طرف قدم اٹھانے کی کوشش کرنے لگی پھر بولی "اچھا تو تم میرے دماغ میں ہو۔ یہ کیا حرکت ہے؟ کیا پیار کے لمحات کو اس طرح فریز کیا جاتا ہے؟"

"تم نے پیار کے لمحات کہاں کہاں گزارے ہیں اور کس طرح پارسا بن کر رہتی ہو۔ یہ میں پکنک کے دوران میں ہی تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا ہوں۔"

"ظاہر ہے، تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ میرے بارے میں جس قدر جان لو، کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم میرے حواس پر چھا گئے ہو۔ میری طلب کو، میری شدت کو سمجھو اور بہتی گنگا میں ہاتھ دھولو۔"

"تم نے میری ہسٹری پڑھی ہے۔ میرے مزاج کو اور میرے معیار کو نہیں سمجھا ہے۔ میں جھوٹے برتن میں نہیں کھاتا۔ تمہاری جوانی، تمہارا حسن میرے لیے کھوٹا سکہ ہے۔"

"تم میری انسلٹ کررہے ہو۔ میرے دماغ سے نکلو۔ مجھے آزاد چھوڑ دو پھر دیکھو تمہیں کیسے دیوانہ بناؤں گی۔"

"مجھے تم پر ترس آرہا ہے۔ میں ابھی تمہارے باپ کو تمہاری ان حرکتوں کے بارے میں بتا سکتا ہوں مگر وہ تمہاری بے راہ روی کو خوب سمجھتا ہے۔ یہ سن کر پریشان ہو جائے گا کہ تم یہاں آئی ہو۔"

میں نے اسے ایک جگہ روک رکھا تھا پھر اس کے دماغ کو ڈھیل دیتے ہوئے بولا "یہاں سے سیدھی گھر جاؤ۔"

وہ ٹیلی پیتھی کی گرفت سے نکلتے ہی پھر دوڑتے ہوئے آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ جیسے کسی نے اسے دھکا دیا ہو، وہ مجھ سے الگ ہو کر پیچھے چلی گئی۔ وہ بولی "تم مجھے دھکاوے رہے ہو؟"

میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "دیکھ لو۔ میں نے تمہیں ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ کیونکہ تم اس قابل نہیں ہو۔"

اس نے بے بسی سے کہا "مجھے دھتکار دو۔ بھگا دو مگر ایک بار سینے سے لگا کر خوب پیار دو۔"

"کم لی! میں تمہارے ساتھ وقت ضائع نہیں کروں گا۔ مجھے سونا ہے اور صبح تمہارے باپ کے ساتھ جانا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ دوڑتی ہوئی، میرے قریب سے گزر کر بیڈ روم کے باہر گئی پھر ڈرائنگ روم سے گزر کر بنگلے کے باہر جانے لگی۔ میں نے وہاں آکر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ کچن کے دروازے کو بھی اندر سے بند کیا۔ تمام بتیاں بجھادیں۔ سونے کے لیے بیڈ روم میں آیا تو دروازہ پیٹنے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں بیزار ہوگیا وہ پھر پلٹ کر آئی تھی۔

اس بار میں نے اسے دوڑاتے ہوئے اس کے باپ کے پاس پہنچا دیا۔ میجر نے اسے دیکھ کر حیرانی سے پوچھا "کہاں سے دوڑتی آرہی ہو؟ تم اتنی رات کو کہاں گئی تھیں؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولی "فرہاد کے بنگلے میں گئی تھی۔ وہ بہت ذلیل ہے۔ اس نے میرے پیار کی قدر نہیں کی۔ مجھے وہاں سے بھگا دیا۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گی پھر اس کے پاس جاؤں گی۔"

میجر نے ایک زوردار طمانچہ رسید کیا پھر کہا "تم فرہاد کی نظروں میں مجھے گرا رہی ہو۔ چلو اپنے کمرے میں۔"

وہ اسے کھینچتا ہوا ایک کمرے کے پاس آیا پھر اسے دھکا دے کر دروازہ بند کرتے ہوئے بولا "تم یہاں اس وقت تک بند رہوگی۔ جب تک کہ میں فرہاد کے ساتھ یہاں سے چلا نہ جاؤں۔ تم نے مجھے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔"

مجھے اطمینان ہوا کہ وہ ہمارے یہاں سے روانہ ہونے کے بعد ہی کمرے سے نکلے گی۔ میں نے سونے سے پہلے آنکھیں بند کرکے دماغ کو ہدایات دیں کہ میں آسودگی سے سوتا رہوں۔ کم لی جیسی کوئی بلا آئے تو میری آنکھ کھل جائے۔ ورنہ صبح پانچ بجے تک سوتا رہوں گا۔ بہرحال میں سوگیا۔

وہاں کے اعلیٰ حکام اور آرمی افسران نے دو روز پہلے مجھے بڑی شان دار الوداعی پارٹی دی تھی۔

میں جناب عبداللہ واسطی سے بھی ملاقات کرچکا تھا۔ دوسرے دن صبح آٹھ بجے میجر لیوچن کی گاڑی میں روانہ ہوگیا۔ بیجنگ شہر کو خیرباد کہہ دیا۔ میجر نے راستے میں کہا "میں شرمندہ ہوں کہ پچھلی رات میری بیٹی نے تمہیں پریشان کیا تھا۔"

میں نے کہا "کوئی بات نہیں۔ تم خوا مخواہ شرمندہ ہو رہے ہو۔ جبکہ میں نے کوئی شکایت نہیں کی ہے۔"

"تم نے شکایت نہیں کی مگر ہمارے بارے میں اچھا تاثر لے کر نہیں جارہے ہو۔"

"میں تمہارے بارے میں اچھا تاثر لے کر جارہا ہوں۔ تم میرے خیالات پڑھ کر معلوم کرسکتے ہو۔"

وہ مسکرا کر بولا "میں تمہارے خیالات پڑھوں گا تو تم بھی میرے خیالات پڑھنا چاہو گے۔ میں پڑھنے نہیں دوں گا کیونکہ اور شرمندگی ہوگی۔ بھئی ہم اندر سے تھوڑے بہت شیطان ہوتے ہیں۔ اس بڑھاپے میں بھی تھوڑی مستی کرلیا کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ آگے تم سمجھ دار ہو۔"

میں ہنسنے لگا۔ پہلی چیک پوسٹ پر ہمیں روکا گیا۔ میں نے آرمی کے جوانوں کو سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ کسی اعلیٰ حاکم اور آرمی کے اعلیٰ افسر کو بھی چیکنگ کے بغیر چیک پوسٹ سے آگے نہ جانے دیں۔ وہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے فوجی جوان تھے۔ وہ ہمارے دماغوں میں آئے تو ہم نے سانس نہیں روکی۔ وہ ہمارے خیالات پڑھنے لگے۔

میں نے مسکرا کر کہا "میجر! تم مجھے اپنے خیالات پڑھنے کی اجازت کبھی نہ دینا مگر ایک جوان تمہاری ہستی اور مستی کے بارے میں بہت کچھ معلوم کررہا ہے۔ آہ! تم کتنے مجبور ہو۔"

وہ بولا "بھئی فرہاد! ہم چینی فوج کے سپاہی ہیں۔ فرائض کی ادائیگی کے لیے جان دے دیتے ہیں۔ یہ جوان تو صرف میرے کھٹے میٹھے راز معلوم کررہا ہوگا۔"

اس جوان نے اچھی طرح خیالات پڑھ کر کہا "سر! میں نے خیال خوانی کے دوران میں آپ کے ذاتی رازوں کو سطحی طور سے پڑھا ہے۔ انسان اچھائیوں اور برائیوں کا مجموعہ ہے۔ ویسے آپ ایک اچھے انسان ہیں۔"

ان دو جوانوں نے ہمارے خیالات کے ذریعے یہ بھی معلوم کیا تھا کہ ہمارے سامان میں کوئی مائیکرو فلم یا کسی بھی مشین کا نقشہ نہیں ہے۔ انہوں نے ہمیں ایک تحریری اجازت نامہ دیا۔ جس کے مطابق ہم اگلی تمام چیک پوسٹوں سے کسی چیکنگ کے بغیر گزر سکتے تھے۔

ہم پھر اگلی منزلوں کی طرف چل پڑے۔ بہت طویل سفر تھا۔ ہم دوسرے دن شام تک ہانگ کانگ پہنچنے والے تھے۔ میں چین کے مختلف علاقوں کو دیکھنے کے لیے یہ طویل سفر کررہا تھا۔ میں اور میجر باری باری ڈرائیو کرتے رہے۔ رات کو صرف چھ گھنٹے سونے کے لیے ایک ہوٹل میں قیام کیا پھر صبح چار بجے اٹھ کر آگے چل پڑے۔ میجر تھکی تھا۔ کسی حسین اور جوان عورت سے دوستی کرنا چاہتی تھی۔ وہ آگے کے شہر ہانگ فو تک جانا چاہتی تھی۔ اس نے اپنی گاڑی میں اسے بٹھالیا۔ اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں نے پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟"

اس نے التجا آمیز لہجے میں کہا "ایسے ہی وقت دوست کام آتے ہیں۔ پلیز میرے کام آؤ۔ گاڈ پرامس میں بھی تمہارے کام آؤں گا۔ آگے دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرتے رہو۔ پیچھے دیکھو گے تو گاڑی کہیں ٹکرا جائے گی۔"

میں ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرنے لگا۔ جب وہ حسینہ اس کی کار میں آئی تھی۔ تب ہی میں نے اس کی آواز سنی تھی۔ اس کے خیالات پڑھے تھے۔ وہ فلرٹ تھی۔ اپنا کام نکالنے کے لیے یعنی ہانگ فو شہر تک جانے کے لیے اور میجر سے اچھی خاصی رقم اینٹھنے کے لیے اسے خوش کرنا چاہتی تھی لیکن میں رنگ میں بھنگ ڈالنے لگا۔

پیچھے دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کبھی کبھی اس کے دماغ میں جاکر واپس آجاتا تھا۔ میجر اس کا ہاتھ تھام کر اس کی ہتھیلی کی پشت کو چومنا چاہتا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ہاتھ چھڑا کر بولی "یہ کیا کررہے ہو؟ تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ پیار کہاں سے اسٹارٹ کیا جاتا ہے؟ ہاتھ سے نہیں پاؤں سے، پہلے میرے پیروں کو بوسہ دو۔"

وہ خوشامدانہ انداز میں ہنستے ہوئے بولا "کیسی باتیں کرتی ہو۔ پیار اوپر سے شروع ہوتا ہے، نیچے ختم ہوتا ہے۔ میں آخر میں تمہارے قدموں پر گر پڑوں گا۔ یہ جنٹلمین پرامس ہے۔ چلو نہ ہاتھ، نہ پاؤں، میں تمہاری پیشانی کو چومتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں، پیشانی کو بزرگ چومتے ہیں۔ کیا تم میرے بزرگ ہو؟ کیا مجھے بچی سمجھتے ہو؟"

"توبہ کرو۔ نہ میں بوڑھا ہوں، نہ تم بچی ہو۔ ہم تو ہم عمر

کتابیات پبلی کیشنز

ہیں۔ ہاں تو پیشانی سے اسٹارٹ لوں؟"

"نہیں پیروں سے۔"

"پلیز' مرد کو جھکانا نہیں چاہیے۔ اسی لیے پیار نیچے سے نہیں اوپر سے شروع ہوتا ہے۔"

وہ بولی "ہمارے خاندان میں نیچے سے شروع ہوتا ہے۔"

"ارے یہ اوپر نیچے کی بحث میں تمہارا شہر آجائے گا۔ میں نے تمہاری صورت دیکھنے کے لیے لفٹ نہیں دی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ایک شرط پر تمہاری بات مان لوں گی۔ جو مانگوں گی' وہ دینا ہوگا۔"

"دوں گا۔ جان بھی دوں گا۔ تمہارا شہر آجائے گا۔ جلدی بولو۔ کیا چاہتی ہو؟"

اس نے کہا "جسے تم نے سب سے چھپا کر رکھا ہے' وہ چیز مجھے دو۔"

"ایسی کیا چیز ہے' جسے میں نے سب سے چھپا کر رکھا ہے؟ میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔"

"ہے۔ تم اسے اپنے رشتے داروں سے' اپنے ساتھیوں سے اور قانون سے چھپا رہے ہو۔"

اس نے ایک دم سے پریشان ہو کر اسے دیکھا۔ میں نے ایک طرف گاڑی روک کر کہا "کچھ خرابی ہوگئی ہے۔ میں ٹھیک کر رہا ہوں۔"

میں نے گاڑی سے نکل کر اس کے بونٹ کو اٹھایا۔ بونٹ کی آڑ میں رہ کر اس حسینہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے جو کھیل شروع کیا تھا۔ اس کا نتیجہ سامنے آنے والا تھا۔ میجر اس کے بازو کو سختی سے پکڑ کر پوچھ رہا تھا "صاف صاف بولو مگر آہستہ بولو۔ وہ باہر گیا ہے مگر سن سکتا ہے۔"

وہ میری مرضی کے مطابق بولی "میجر! ایسی باتیں صاف لفظوں میں نہیں اشاروں میں کی جاتی ہیں۔ اسے میرے حوالے کردو۔ میں اسے ہانگ کانگ لے جاؤں گی۔"

"اوہ نو۔ وہ چیز مجھے نہیں دی گئی ہے۔ مجھے صرف اتنا ہی کہا گیا تھا کہ میں فرہاد کو اپنے ساتھ ہانگ کانگ لے کر آؤں۔ وہ چیز انہیں خود بخود مل جائے گی۔"

وہ بولی "اس کا مطلب ہے۔ وہ چیز فرہاد کے سامان میں کہیں چھپائی گئی ہے اور یہ بات تم بھی نہیں جانتے ہو۔"

"مگر تم کون ہو؟ یہ سب کیسے جانتی ہو؟"

"میں ان کی داشتہ ہوں' جس کے لیے تم کام کر رہے ہو۔ اس سے زیادہ تمہیں کچھ جاننا نہیں چاہیے۔"

وہ گاڑی سے باہر نکل کر ایک طرف تیزی سے جانے لگی۔ میجر اس کے خیالات پڑھ کر اس کے بارے میں حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "میں اس کی داشتہ ہوں مگر وہ شراب کے نشے میں مجھے الٹے سیدھے کاموں میں لگاتا رہتا ہے۔ لعنت ہے اس پر۔ آئندہ میں اس کا کوئی کام نہیں کروں گی۔"

وہ اس کے متعلق تشویش میں مبتلا تھا مگر میں نے اسے کچھ معلوم کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے پاس آکر بولا "گاڑی ٹھیک ہوگئی۔ چلنا چاہیے۔ ارے وہ۔ تمہاری وہ کہاں ہے؟"

"وہ چلی گئی۔ بالکل بکواس عورت تھی۔ میں نے اسے بھگا دیا۔"

وہ آگے میرے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔ میں نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اس عورت کے دماغ میں گیا۔ میجر اس کے اندر یہ سوال پیدا کر رہا تھا "میں کون ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں؟"

وہ میری مرضی کے مطابق بولی "اے کتے! تو کب تک میرے دماغ میں آتا رہے گا۔ کیا تو سمجھتا ہے' میں تیری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ اب تو میں سانس روک کر تجھے بھگایا کروں گی۔"

میں نے اسے سانس روکنے پر مجبور کیا۔ اس کے سانس روکتے ہی میجر کی سوچ کی لہریں باہر نکل گئیں۔ وہ میرے پاس دماغی طور پر حاضر ہو کر غصے سے بولا "شٹ!"

میں نے پوچھا "کیا ہوا؟ یہ تم کس پر لعنت بھیج رہے ہو؟ کیا اس عورت پر؟"

وہ بولا "ہاں۔ بڑی بھرپور تھی۔ ہاتھ سے نکل گئی۔ کم بخت نے ہاتھ بھی پکڑنے نہیں دیا۔"

"ابھی تم کہہ رہے تھے کہ بکواس عورت تھی۔ تم نے اسے بھگا دیا۔ یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسری طرف کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ وہ اس حسینہ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکا تھا۔ اس کے دماغ میں بھی نہیں جا سکتا تھا۔ پریشانی سے اسی کے بارے میں سوچ رہا ہوگا۔

مجھے پچھلی رات ہی اس پر شبہ ہوا تھا کہ مائیکرو فلم کی چوری میں وہ بھی کسی نہ کسی طور پر شامل ہے۔ میں اس شبے کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ اس حسینہ کی آمد نے یہ مسئلہ حل کردیا۔ میں نے اس کے ذریعے اسے باتوں میں الجھا دیا کہ اس کے پاس ایسی چیز ہے' جسے وہ رشتے داروں سے' اپنے ساتھیوں سے اور قانون سے چھپا رہا ہے۔ اس بات نے اسے چونکا دیا۔ وہ رازداری سے یہ کہنے پر مجبور ہوگیا کہ وہ چیز اسے نہیں دی گئی ہے۔ وہ اپنی ڈیوٹی کے مطابق مجھے پھانس کر ہانگ کانگ لے جا رہا ہے۔

ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنا' تقریباً ناممکن ہے۔ اگر یہ حاصل ہو جائے اور حاصل کرنے والا غیر معمولی ذہانت کا

حامل نہ ہو تو یہ علم اس کے لیے وبال جان بن جاتا ہے۔ نارنگ اور بھیما وغیرہ کی مثالوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔ ایسے لوگ مکاریوں سے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں زندہ رہتے ہیں لیکن مکاریوں کے لیے بھی ذہانت لازمی ہے اور وہ ذہانت کی کمی کے باعث کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔

ذہانت یہ ہے کہ مخالفین کی نفسیاتی کمزوریوں کو سمجھا جائے۔ میں نے میجر لیوجین کی نفسیاتی کمزوری سے فائدہ اٹھایا۔ وہ ایک حسینہ کی قربت سے جذباتی ہو رہا تھا۔ ایسے جذباتی لمحات میں انسان کی عقل گھاس چرنے چلی جاتی ہے۔ میں نے ٹھیک ایسے ہی وقت اچانک مائیکرو فلم کی بات رازدارانہ انداز میں چھیڑی تو اس نے بے اختیار اپنے اندر کی بات اگل دی۔ اس کی ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ میں اس حسینہ کے دماغ میں رہ کر اس کی باتیں سن سکتا ہوں۔

یہ تو معلوم ہو گیا کہ وہ دوست نہیں ہے۔ دوستی کی زنجیر پہنا کر کسی گڑھے میں گرانے لے جا رہا ہے۔ میں نے گاڑی کی رفتار تیز کی پھر اچانک بریک لگایا تو وہ ڈیش بورڈ سے ٹکرا گیا۔ میں نے اس کی گردن دبوچ کر پھر اس کے سر کو ڈیش بورڈ سے ٹکرا دیا۔ وہ تکلیف میں مبتلا ہوا لیکن ایک تربیت یافتہ فوجی تھا۔ آسانی سے زیر نہیں ہو سکتا تھا اور فائٹنگ کے وقت میرے تجربات پر حاوی بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

میں جانتا تھا' اس کے جوابی حملے کا انداز کیا ہوگا۔ اس کے تجربات ٹریننگ فوجی کی حد تک تھے اور میری زندگی تو دن رات خطرناک دشمنوں سے داؤ پیچ میں گزرتی رہی تھی۔ وہ گاڑی کے محدود میدان جنگ میں جو بھی داؤ آزما رہا تھا' میں اس کا منہ توڑ جواب دے رہا تھا۔ وہ بری طرح زخمی ہو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت میں نے اس کے دماغ میں پنچ کر زلزلے کے جھٹکے دیے تو وہ چیخیں مار کر تڑپتا ہوا گاڑی کے باہر جا کر گر پڑا۔ اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ اس میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ اٹھ کر بیٹھ سکتا۔ وہیں زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو مخاطب کیا "ہائے جانم! کیا کر رہی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "بڈھے کو میری یاد آگئی۔ بولو بڑے میاں! کیسے آنا ہوا؟"

"جب عورتیں بچوں کی مائیں بن جاتی ہیں تو اپنے ڈھلکے ہوئے بدن کا صدمہ کم کرنے کے لیے اپنے شوہروں کو بڑے میاں کہتی ہیں۔"

"ڈھلکا ہوا بدن کہہ رہے ہو۔ اب مجھے دیکھو گے تو دیکھتے ہی رہ جاؤ گے۔ میں آج بھی جمناسٹک کے مقابلوں میں اول رہتی ہوں۔"

"اور میں دشمنوں کو توڑنے پھوڑنے میں روز اول کی طرح آج بھی اول ہوں۔ یہاں ایک بے چارہ نوٹ پھوٹ کر زمین پر پڑا ہے۔ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں اس کے اندر پہنچاؤں گا۔"

وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اسے میجر کے دماغ میں پہنچا کر کہا "میں گاڑی ڈرائیو کرتا رہوں گا۔ تم اسے پچھلی سیٹ پر لٹا کر پٹائز کرو اور اسے میرا تابع بنا دو۔"

میجر کی دماغی تکلیف کچھ کم ہو گئی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سونیا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے پچھلی سیٹ پر لے گئی۔ وہ وہاں لیٹ گیا۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

○☆○

الپا ٹرانس فارمر مشین تیار کرنے کے مراحل سے گزر رہی تھی۔ اب اس کے راستے میں مشکلات اور رکاوٹیں نہیں تھیں۔ وہ پورے یقین کے ساتھ دل ہی دل میں کہتی تھی کہ پارس میرا ہے تو ساری دنیا میری ہے۔ دنیا کے تمام بڑے ممالک اور تمام خطرناک تنظیمیں اب ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے سے اسے نہیں روک سکیں گی۔

اس نے پچھلے دنوں پارس سے بدترین دشمنی کی تھی۔ اسے اپنا غلام بنائے رکھنے کے لیے اپنے تمام ذرائع اور تمام صلاحیتیں آزما چکی تھی لیکن نتیجے کے طور پر خود اس کی معمولہ اور کنیز بن گئی تھی۔

اب سے پہلے بھی اس نے ایسی کئی حماقتیں کی تھیں اور ہمیشہ بری طرح ذلیل ہوئی تھی۔ اس بار جو حادثہ اسے پیش آیا تھا۔ اس کے نتیجے میں وہ مر سکتی تھی یا کوئی دشمن اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنا سکتا تھا۔ ایسے وقت پھر پارس نے اس سے ہمدردی کی تھی اس کے دماغ میں رہ کر بھیما جیسے دشمن کو بھگا دیا تھا لیکن اس سے ہمدردی کرنے کے باوجود اس نے کبھی محبت سے یا نفرت سے اسے مخاطب نہیں کیا۔ کبھی یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ چپ چاپ اسے دشمنوں سے تحفظ دے رہا ہے۔

دراصل عورت کے ہاتھوں میں ایک ان دیکھی لاٹھی ہوتی ہے۔ جوان ہوتے ہی وہ یہ لاٹھی ہاتھوں میں لے کر تن کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ یہ طے کر لیتی ہے کہ جو مرد اس کی زندگی میں آئے گا' اسے محبت سے لاٹھی کے ذریعے ہانکتی رہے گی اور نفرت سے لاٹھی مارتی رہے گی۔

الپا یہی کر رہی تھی۔ جوانی کی ابتدا سے پارس اس کی زندگی میں آیا تھا۔ تب سے وہ اسے کبھی محبت سے ہانک رہی تھی اور کبھی نفرت سے لاٹھی مار رہی تھی۔ اپنے برے حالات میں اس سے معافیاں مانگتی رہتی تھی اور بہترین

حالات میں اس سے دشمنی کرتی رہتی تھی۔ اب اپنے بدترین حالات میں پورے یقین سے کہہ رہی تھی کہ صرف پارس ہی اس کا مددگار ہے۔ اسے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے کوئی غیبی قوت نہیں بچا رہی ہے۔ جس کے پیچھے لاٹھی دوڑتی ہے' وہی محبوب اسے تحفظ فراہم کر رہا ہے۔

اس نے کئی بار سوچ کے ذریعے پارس کو مخاطب کیا "میں جانتی ہوں تم مجھ سے ناراض ہو۔ اس سے پہلے بھی ناراض رہے تھے لیکن برے وقت میں میرے کام آتے رہے تھے۔ اس بار تو میں نے دشمنی کی انتہا کر دی تھی۔ اس کے باوجود تم بڑی خاموشی سے دوستی نباہ رہے ہو۔ اگر مجھ میں ذرا سی بھی انسانیت اور شرافت ہے تو اب میں زندگی کی آخری سانس تک تمہارے سامنے سر جھکاتی رہوں گی۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولتی رہتی تھی لیکن اسے جواب نہیں ملتا تھا۔ وہ کہتی تھی "تمہارے پیار کا یہ انداز دنیا سے نرالا ہے۔ مجھ سے اتنی نفرت کرتے ہو کہ مجھ سے بات تک کرنا گوارا نہیں کر رہے ہو اور ایسی خاموش محبت کر رہے ہو کہ دشمنوں سے تحفظ بھی دے رہے ہو اور میرے لیے ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کے راستے بھی ہموار کر رہے ہو۔"

راستے ہموار ہو چکے تھے۔ وہ اپنے فارم ہاؤس کے ایک کاٹیج میں جیکی ہنٹر کے ساتھ رہنے لگی تھی۔ بڑی رازداری سے اس کاٹیج کے تہ خانے میں وہ مشین تیار کر رہی تھی۔ اس نے اس سلسلے میں چار افراد کو ہپناٹائز کیا تھا۔ ان کے دماغوں سے ان کا ماضی اور ان کی شخصیت بھلا دی تھی۔ وہ چاروں اب اپنے متعلق اتنا ہی جانتے تھے کہ وہ الپا کے ملازم ہیں۔ کاٹیج کے پیچھے والے کوارٹرز میں رہتے ہیں اور الپا کے احکامات کی تعمیل کرتے رہتے ہیں۔

وہ کن احکامات کی تعمیل کرتے رہتے ہیں۔ یہ خود نہیں جانتے تھے۔ الپا ان سے کام لیتے وقت انہیں غائب دماغ بنا دیتی تھی۔ ان کے ذہن میں صرف اتنی سی بات رہتی تھی کہ وہ کس تہ خانے میں جا رہے ہیں اور ایک مشین کی تیاری کے سلسلے میں جیکی ہنٹر کی مدد کر رہے ہیں۔

ان مراحل سے گزرنے کے دوران میں الپا کے تمام زخم بھر گئے تھے۔ اس کی دماغی توانائی بحال ہو گئی تھی۔ ایک دن اس نے خیال خوانی کی پرواز کی تو خوشی سے کھل گئی۔ اس نے آزمائش کے طور پر ایسا کیا تھا اور جیکی ہنٹر کے دماغ میں پہنچ گئی تھی وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس پر اب تک تنویمی عمل کا اثر ہے یا نہیں؟

اس کے کیے ہوئے عمل کا اثر بہت پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ پارس نے دوبارہ جیکی کو ہپناٹائز کر کے اسے الپا کا محکوم بنا دیا تھا اور وہ سمجھ رہی تھی کہ اس کے پچھلے عمل کا اثر اب تک باقی ہے۔

بہت دنوں کے بعد الپا کے نصیب جاگے تھے اس کی خیال خوانی کی صلاحیت بحال ہو گئی تھی۔ اس نے جیکی کے خیالات پڑھے تو پتا چلا' وہ کچھ دنوں کے لیے الپا کا معمول نہیں رہا تھا۔ آزاد ہو کر اس کے بنگلے سے چلا گیا تھا۔ اس نے اپنی بیٹی ڈانا سے ملاقات کی تھی اور بیٹی کے ساتھ امریکا جانے کی تیاری کی تھی پھر اچانک نہ جانے کیسے اس کا ارادہ بدل گیا تھا۔ وہ پھر معمول... بن گیا تھا۔

الپا اس کے یہ خیالات پڑھ کر سمجھ گئی کہ پارس نے دوبارہ جیکی کو اس کا تابع بنایا ہے تاکہ وہ اس کے لیے ٹرانسفارمر مشین بنا سکے۔ اس کے نقطہ نظر سے یہ پارس کی محبت کی انتہا تھی لیکن پارس تو جناب تبریزی کی ہدایات پر عمل کر رہا تھا۔

یہ عجیب بات تھی کہ الپا یہودی تھی۔ مسلمانوں کی کٹر دشمن بھی پھر بھی اس کی مدد کی جا رہی تھی۔ اگرچہ اسے کبھی یہ موقع نہیں ملا تھا کہ وہ خاص طور سے منصوبے بنا کر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتی۔ اس کی دشمنی اس حد تک رہی تھی کہ اس نے فلسطین کے مسلمانوں کی بہتری کے لیے کبھی کچھ نہیں کیا اور پارس سے محبت کرنے اور شادی کرنے کے باوجود اس لیے دشمنی کرتی رہی کہ وہ مسلمان ہے اور ہمیشہ اس پر غالب آتا رہتا ہے۔

ان تمام حقائق کے باوجود جناب تبریزی نے ایک بار اس کی مدد ایسے وقت کی جب وہ زچگی کے وقت تکلیف میں مبتلا تھی۔ اس وقت کتنے ہی دشمن اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنانا چاہتے تھے۔ جناب تبریزی کی ہدایت کے مطابق ان تمام دشمنوں کو ناکام بنا کر الپا کو تحفظ فراہم کیا گیا تھا۔

الپا کے موجودہ حالات میں بھی جناب تبریزی کی ہدایت کے مطابق پارس عمل کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ جناب تبریزی کی حکمت عملی ہے۔ آگے چل کر اس کے اچھے نتائج سامنے آئیں گے۔ وہ اتنا نادان نہیں تھا کہ الپا سے ایک بار دھوکا کھانے کے بعد ایک دیوانے کی طرح پھر اس سے عشق کرنے لگتا۔ اگر وہ اس سے دشمنی نہ کرنے کی قسمیں کھا رہی تھی تو آئندہ کبھی معلوم ہونے والا تھا کہ وہ بری طرح ٹھوکریں کھانے کے بعد سنبھل چکی ہے یا نہیں۔ اگر سنبھل جائے گی تو اسی کے لیے بہتر ہوگا۔

جب اس کی دماغی توانائی بحال ہوئی اور وہ خیال خوانی کرنے لگی تو اس نے پارس کو مخاطب کیا اور کہا "فار گاڈ سیک! سانس نہ روکنا میں الپا ہوں۔"

اس نے خشک لہجے میں پوچھا "کیوں آئی ہو؟"

"بہت دنوں کے بعد میں پھر خیال خوانی کرنے لگی ہوں۔ تمہارا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں۔ ویسے میں ساری زندگی شکریہ ادا کرتی رہوں گی تو بھی کم ہوگا۔"

"میں نہیں جانتا کہ کیوں میرا شکریہ ادا کر رہی ہو؟ اس طرح میرے پاس آکر پچھے دار باتیں نہ کرو۔ تم نے مجھے ہلاک کرنے یا غلام بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ مجھے موقع ملے گا تو میں تم سے ضرور انتقام لوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "چاہے دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے، تم مجھ سے انتقام نہیں لوگے۔ تم میرے سچے عاشق ہو۔ مجھ سے چھپ چھپ کر محبتیں کرتے رہو گے۔ مجھے تحفظ فراہم کرتے رہو گے اور ٹرانسفارمر مشین جیسا غیر معمولی تحفہ دیتے رہو گے۔"

"اگر تم اپنی بات پوری کر چکی ہو تو اب جاؤ۔"

"میری بات ابھی پوری نہیں ہوئی ہے۔ تم مجھے بہت کچھ دے رہے ہو لیکن میں جو چاہتی ہوں کیا وہ مجھے دو گے؟"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"پہلے میں ایک ہی بات جانتی تھی کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ اب مانتی ہوں کہ لاٹھی مرد کے ہاتھوں میں رہے تو بھینس سیدھی چلتی ہے۔ میرے ہاتھوں میں اب کوئی لاٹھی نہیں ہے۔ میں اسے توڑ کر پھینک چکی ہوں۔ یہ چاہتی ہوں کہ میرے دماغ میں آؤ۔ مجھے ہپناٹائز کرو۔ میں دل کی گہرائیوں سے تمہاری کنیز بننا چاہتی ہوں۔"

"کنیز بنانا گویا عورت کو ذلیل کرنا ہے۔ میں نے تو تمہیں شریک حیات بنا کر عزت دی تھی مگر وہ عزت تمہیں راس نہیں آئی۔ کنیز بننے والی فضول باتیں نہ کرو اور یہاں سے جاؤ۔"

"تم نے مجھے شریک حیات بنایا لیکن مجھے آزادی اور خود مختاری دی۔ اب کنیز بناؤ گے تو میرا دماغ تمہارے شکنجے میں رہے گا اور میں ساری زندگی تمہارے شکنجے میں رہنا چاہتی ہوں۔ پلیز میری بات مان لو۔ میرے پاس آکر مجھ پر تنویمی عمل کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ کبھی فرصت ملے گی، تو میں تمہاری یہ خواہش پوری کروں گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ الپا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اسے خوشی تھی کہ پارس اسے بہت کچھ دینے کے علاوہ اپنی توجہ بھی دے رہا ہے لیکن یہ مایوسی بھی تھی کہ وہ اپنی محبت ظاہر کر رہا ہے اور نہ ہی اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ خواہ وہ کتنی ہی لاتعلقی ظاہر کرے وہ ایک دن اس سے تعلق قائم کر کے ہی رہے گی۔

اس نے اسرائیلی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا۔ وہ حیرانی سے بولا "میڈم! آپ؟ آپ اتنے دنوں سے کہاں تھیں؟ حکومت کے اعلیٰ عہدے دار اور آرمی کے تمام افسران آپ کے لیے پریشان تھے۔ انٹیلی جنس والے بڑی رازداری سے آپ کو تلاش کر رہے تھے۔"

الپا نے کہا "میں جانتی ہوں۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں میرے دشمن بہت ہیں کوئی بھی مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے یا ہلاک کر سکتا ہے۔ ایسے اندیشے آپ لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن میں بخیریت ہوں۔"

اس اعلیٰ افسر نے تمام اسرائیلی اکابرین سے فون پر کہا "میڈم الپا آگئی ہیں آپ سب مشترکہ فون اٹینڈ کریں۔"

ان اکابرین کے پاس ایسے فون تھے، جس پر وہ بیک وقت الپا کی آواز سنتے تھے۔ انہوں نے وہ بٹن آن کیا۔ دوسری طرف سے الپا نے اپنے فون کے ذریعے کہا "مجھے معلوم ہے کہ میری طویل غیر حاضری سے آپ سب پریشان رہے ہیں لیکن میں مجبور تھی۔ بیماری کے باعث خیال خوانی کے قابل نہ تھی۔ اب صحت یاب ہو کر آپ سے مخاطب ہو رہی ہوں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "میڈم! آپ بیمار رہیں اور ہم آپ کی خدمت نہ کر سکے۔ کم از کم ایسے وقت ہمیں خدمت کا موقع دینا چاہیے تھا۔ آپ کا کوئی رشتے دار نہیں ہے لیکن ہم لگے رشتے داروں سے بڑھ کر ہیں۔ ہمیں کبھی آزما کر دیکھیں۔"

"میرا کوئی سگا رشتے دار ہوتا تو میں بیماری اور مصیبت کے وقت اسے بھی اپنا پتا ٹھکانا نہ بتاتی۔ میرے نصیب میں یہی لکھا ہے کہ میں ہمیشہ ملک اور قوم کی خدمت کرتی رہوں۔ ان کی مشکلات دور کرتی رہوں لیکن اپنی مشکل میں کسی کو نہ پکاروں۔ کسی کی مدد حاصل نہ کروں۔ ایسا کروں گی تو دشمن میری مدد کرنے والے کے ذریعے میرے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔ مجھے معمول بنائیں گے۔ میرے اندر گھس کر ہماری حکومت کے اور فوج کے اہم راز معلوم کر لیں گے۔"

انہوں نے قائل ہو کر کہا "آپ درست کہتی ہیں۔ بے شک آپ تنہا رہ کر اپنی مصیبتیں خود ہی جھیلتی ہیں اور پورے ملک اور قوم کو مصائب سے محفوظ رکھتی ہیں اور ہمارے تحفظ کی خاطر کسی کو ہمارے روبرو نہیں آنے دیتی ہیں۔"

ان سب نے اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر سلیوٹ کرتے ہوئے کہا "ہم سب آپ کو سلام کرتے ہیں۔ ہم آپ کی بیماری کے وقت دوا نہ کر سکے، دعا کرتے ہیں کہ ہمارے سروں پر ہمیشہ آپ کا سایہ رہے۔ آپ کو قیامت تک کی زندگی نصیب ہو۔"

وہ سب دعا مانگ کر بیٹھ گئے۔ الپا نے پوچھا "میری عدم موجودگی میں کیا ہوتا رہا؟"

ایک نے کہا "ویسے کوئی اہم مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔ ہم آپ کی طویل خاموشی کے باعث امریکا سے سر اٹھا کر باتیں نہیں کرتے تھے۔ یہ اندیشہ رہتا تھا کہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آپ کی طویل غیر حاضری کا علم ہو جائے گا پھر وہ جبراً ہمارے دماغوں میں گھس کر ہماری خفیہ پالیسیوں کو سمجھ لیں گے۔ ہم طرح طرح کے اندیشوں میں گھرے ہوئے تھے۔"

ایک آرمی افسر نے کہا "شاید آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ چین میں ٹرانسفارمر مشین تیار ہو چکی ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کر رہے ہیں۔ تمام بڑے ممالک کے لیے چیلنج بن رہے ہیں۔"

"بڑے ممالک متحد ہو کر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی متحدہ آرمی بنانا چاہتے ہیں مگر امریکا تعاون نہیں کر رہا ہے۔"

"وہ ایسے معاملات میں کسی سے تعاون نہیں کرے گا۔ چین کے مقابلے میں اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کرے گا۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا "میڈم! چین اور امریکا میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار ہو جائے گی۔ ان کے مقابلے میں آپ تنہا ہوں گی۔ کیا وہ آپ کو ٹریپ کر کے ہم پر حکومت نہیں کریں گے۔"

وہ بولی "وہ بڑے ممالک لاکھوں کی تعداد میں ٹی پی آرمی بنا کر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ کیونکہ ہم بھی ٹی پی یعنی ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج جلد ہی تیار کرنے والے ہیں۔"

"کیا واقعی؟ کیا ہمارے تمام یہودی فوجی ٹیلی پیتھی سیکھ سکیں گے؟ مگر کیسے سیکھ پائیں گے؟"

"ظاہر ہے۔ ٹرانسفارمر مشین سے سیکھیں گے۔ آپ سب دل تھام کر یہ خوش خبری سنیں کہ میں یہ مشین اپنے ملک میں بڑی رازداری سے تیار کر رہی ہوں۔"

یہ سنتے ہی سب خوشی سے اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ ایک حاکم نے پوچھا "آپ تیار کر رہی ہیں؟ مگر کہاں؟"

"یہ نہ پوچھو، مشین کہاں تیار ہو رہی ہے۔ میں ماہرین کے ساتھ دن رات مصروف رہتی ہوں۔ جلد ہی اپنے فوجی جوانوں اور افسروں کو یہ مشین تحفے کے طور پر دوں گی۔"

وہ سب خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ اس کی تعریفیں کرنے لگے کہ دنیا کے کسی ملک میں ایسی خاتون پیدا ہوئی ہے، نہ پیدا ہوگی۔ الپا تنہا رہ کر بڑے بڑے کارنامے انجام دیتی آئی تھی اور ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کا کارنامہ تو تنہا کوئی عورت کبھی انجام دے نہیں سکتی تھی۔ جبکہ الپا یہ مشین بھی تیار کر رہی ہے۔

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "جب تک مشین تیار نہ ہو اور ہماری ایک ٹی پی آرمی تیار نہ ہو جائے۔ تب تک مشین کی تیاری کو راز میں رکھا جائے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟"

"اسے راز رکھنا ہوتا تو میں آپ لوگوں سے بھی اس کا ذکر نہ کرتی۔ آپ اطمینان رکھیں، کوئی دشمن میرے خفیہ اڈے تک اور اس مشین تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ خدا کے بعد میرا ایک محافظ ہے۔"

ایسا کہتے وقت اس کے ذہن میں پارس تھا۔ وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی "اس فولادی محافظ کی موجودگی میں کوئی مجھے ٹیڑھی نظر سے نہیں دیکھ سکے گا۔ آپ اعلان کریں کہ ہم مشین تیار کر چکے ہیں اور اپنے ملک میں ٹی پی فوج تیار کر رہے ہیں۔ آپ بڑے ممالک پر اپنی دہشت طاری کریں۔"

وہ بات بات پر خوش ہو کر تالیاں بجا رہے تھے اور یہ تو ان کے لیے بڑی بات تھی کہ وہ تمام بڑے ممالک پر بلکہ تمام دنیا پر اپنی مشین کی اور ٹی پی آرمی کی دہشت طاری کرنے والے تھے۔

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "میڈم! ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ پچھلی رات نارنگ میرے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ کہہ رہا تھا، اس نے مجھے ٹی وی پر دیکھا ہے اور میری تقریر سنی ہے۔ اس طرح میرے اندر پہنچ گیا ہے۔"

وہ بولی "ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف جھکنڈوں سے دماغوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

"وہ آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ بڑی عاجزی سے کہہ رہا تھا کہ آپ کو یہ پیغام دے دوں پھر اس نے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کر کے کہا، میں اس کی آواز ریکارڈ کروں اور آپ کو سناؤں۔ یعنی وہ چاہتا ہے کہ آپ اس کی آواز اور لہجے کو سن کر اس سے رابطہ کریں۔ میں نے اس کی آواز ریکارڈ کی ہے۔ کیا آپ سننا پسند کریں گی۔"

الپا نے سنانے کے لیے کہا۔ اس اعلیٰ حاکم نے ریکارڈر میں ایک کیسٹ رکھ کر آن کیا۔ الپا نے ٹیلی فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ اس اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچ کر نارنگ کی باتیں سننے لگی وہ کہہ رہا تھا "میڈم! میں نارنگ بول رہا ہوں۔ یہ میری نئی آواز اور نیا لہجہ ہے۔ اس کے ذریعے آپ کسی وقت بھی میرے دماغ میں آسکتی ہیں۔ میں آپ کو خوش آمدید کہہ رہا ہوں۔ میرے پاس آکر آپ کو فائدہ پہنچے گا۔ چند دشمن آپ کے قریب ہیں۔ میں ان کی نشان دہی کروں گا۔"

ٹیپ ریکارڈر خاموش ہوگیا۔ اس کی بات ختم ہوگئی

تھی۔ الپا [illegible] لما "میں آپ لوگوں سے پھر کسی وقت رابطہ کر [illegible] شن کے سلسلے میں اعلان کریں اور جشن منائیں

وہ نارنگ کے [illegible] وہ لب ولہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچ گئی۔ [illegible] نے پوچھا "کون؟"

"میں ہوں الپا۔ میں نے ابھی تمہارا پیغام سنا ہے۔ تم نے کہا ہے' چند [illegible] میرے قریب ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ آپ کو ایسی بات بتاؤں گا کہ آپ حیران رہ جائیں گی۔"

"اچھا؟ ایسی کیا بات ہے؟"

"آپ جواد بن مستقیم کو جانتی ہیں؟ وہ یروشلم میں خاصا مقبول ہے۔"

"ہاں۔ میں اسے جانتی ہوں۔"

"آپ شاید یہ نہیں جانتیں کہ وہ ایک بار مر چکا تھا۔ یہ اس کی دوسری زندگی ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟"

"کیا آپ بھول گئیں کہ میں اور بھیما آتما شکتی کے ذریعے کسی بھی مردہ جسم میں سما جاتے ہیں؟"

"اوہ۔ ہاں یاد آیا۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جواد مر گیا تھا اور تم اس کے مردہ جسم میں موجود ہو؟"

"میں نہیں' بھیما اس کے اندر رہتا ہے۔ اس کی آتما کے ذریعے جواد [illegible] زندگی جی رہا ہے۔"

"اوہ۔ تم نے بڑی اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ بھیما نے ایک بار مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ ناکام ہوا تو جواد نے آکر مجھے متاثر کیا تھا۔ میں اس کے زیر اثر آگئی تھی لیکن میرے مقدر نے مجھے بچا لیا۔"

اس نے نارنگ کو یہ نہیں بتایا کہ پارس اس کا محافظ ہے۔ وہ پارس کو اپنا مقدر کہہ رہی تھی۔

نارنگ نے کہا "میں ابھی کئی اور اہم معلومات فراہم کرنے والا ہوں۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ آپ کیسے جواد کے زیر اثر آگئی تھیں؟"

وہ نہیں جانتی تھی۔ پارس نے اسے بھیما اور جواد سے محفوظ رکھا تھا چونکہ اس سے باتیں نہیں کرتا تھا۔ اس لیے یہ نہیں بتایا تھا کہ بھیما' جواد کے اندر سمایا ہوا ہے اور نہ ہی اس کی غیر معمولی انگوٹھی کا ذکر کیا تھا۔

نارنگ نے کہا "جواد کی انگلی میں ایک جادوئی انگوٹھی ہے۔ اس انگوٹھی سے وہ جس کے بدن کو چھو لیتا ہے' وہ اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ کیا اس نے کبھی آپ کو ہاتھ لگایا تھا؟"

اسے یاد آیا کہ جواد نے اسپتال میں آکر اس سے مصافحہ کیا تھا اور اس ہاتھ کی ایک انگلی میں انگوٹھی تھی۔ وہ سوچنے لگی' کیا اس سے مصافحہ کرنے کے بعد ہی وہ اس کے زیر اثر آگئی تھی؟

نارنگ نے پوچھا "آپ خاموش کیوں ہیں؟ کیا سوچ رہی ہیں؟ اس نے آپ کو ہاتھ لگایا تھا؟"

"ہاں۔ یہی سوچ رہی ہوں۔ میں نے اس سے مصافحہ کیا تھا۔ شاید اس کے بعد ہی اس کے زیر اثر آگئی تھی۔"

"آپ کبھی کسی سے روبرو ملاقات نہیں کرتیں۔ جواد خوش نصیب ہے۔ آپ نے اس سے مصافحہ کیا تھا۔ مجھے بھی خوش نصیب بنا دیں۔ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے آپ کو نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"میں احمق نہیں ہوں کہ تمہارے جیسے احمق سے روبرو ملاقات کر کے کسی مصیبت کو دعوت دوں۔"

وہ حماقتیں کرتا ہی رہتا تھا اور اپنی بے وقوفی کو سمجھ نہیں پاتا تھا۔ اس وقت بھی الپا اس کے دماغ میں بول رہی تھی۔ اسے چاہیے تھا کہ الپا کے آتے ہی یہ کہہ دیتا کہ وہ دس پندرہ منٹ کے بعد آئے پھر جلدی سے کسی ایسی جگہ چلا آتا' جہاں اس جگہ کی نشان دہی نہیں ہو پاتی۔

لیکن ایک تو ذہانت کی کمی تھی پھر مسلسل ناکامی نے اسے پریشان کر دیا تھا۔ پہلے شیوانی نے اسے غلام بنایا تھا۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے بعد وہ بھیما کو ٹریپ کرنے اور اسے جواد کے جسم سے نکالنے کے سلسلے میں ناکام رہا تھا پھر اس کی عقل میں یہ بات آئی کہ وہ جواد اور بھیما کو الپا کے حوالے کر دے۔ وہ چالاک عورت ان سے نمٹ لے گی۔ اس کی کوششوں سے بھیما جب بھی جواد کے اندر سے نکل کر کسی دوسرے کے جسم میں سمائے گا' وہ اسے ٹریپ کر لے گا۔ وہ اپنی تدبیر پر عمل کرتے ہوئے کیسی حماقت کر رہا تھا' اس کا پتا بعد میں چلنے والا تھا۔

الپا نے یروشلم کے ایک فوجی افسر سے کہا "تم جس حالت میں بھی ہو' فوراً اٹھو اور چند مسلح جوانوں کے ساتھ ہیکل سلیمانی کی طرف جاؤ۔ وہاں بڑے گیٹ کے سامنے ایک قہوہ خانے میں ایک قد آور موٹا اور بھدا پہلوان نما شخص بیٹھا ہوا ہے۔ اسے گرفتار کر لو۔ اس کے سامنے تم سب گونگے بن کر رہو گے یہ میرا حکم ہے۔"

یہ حکم دے کر وہ پھر نارنگ کے پاس آئی۔ اس نے پوچھا "تم کہاں چلی گئی تھیں؟"

"ایک ضروری فون تھا۔ اسے اٹینڈ کر رہی تھی اور یہ سوچ رہی تھی۔ تم سے روبرو ملاقات کروں یا نہ کروں مگر دوستی ضرور کرنا چاہیے۔ دوست بن کر ہم ایک دوسرے کے بہت کام آسکتے ہیں۔"

"میں ہمیشہ آپ کے کام آؤں گا۔ ابھی آپ چاہیں تو

میرا ایک کام کر سکتی ہیں۔"

"ضرور کروں گی۔ دوستی کا ثبوت دوں گی۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"بھیما کسی طرح بھی جواد کے جسم سے رہائی چاہتا ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ اسے رہائی ملے گی تو میں اسے اپنے شکنجے میں لے سکوں گا۔"

"تم اسے رہائی دلانے میں کیوں ناکام رہے ہو؟"

"جواد کی جادوئی انگوٹھی نے بھیما کو اپنے اندر قیدی بنا رکھا ہے۔ اس انگوٹھی کی موجودگی میں ہماری نیلی پیتھی بھی ناکام ہو جاتی ہے۔ آپ اس ملک میں وسیع ذرائع اور اختیارات رکھتی ہیں۔ کسی بھی طرح جواد کی انگوٹھی والا ہاتھ کاٹ ڈالیں تو اس کا تمام جادو ختم ہو جائے گا۔"

الپا باتوں کے دوران اس کے ذریعے آس پاس کے ماحول کو دیکھ رہی تھی۔ پتا چلا وہ آرمی افسر وہاں پہنچ گیا۔ الپا فوراً اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے نارنگ کے پاس لا کر بولی "یہی شخص ہے اسے گرفتار کر لو۔"

اس افسر کے حکم سے ایک فوجی جوان نے اس کی گردن دبوچ لی۔ وہ غصے سے بولا "یہ کیا حرکت ہے؟ میں انڈیا کا ایک معزز شہری ہوں۔ ہمارے سفیر کے سامنے تمہیں جواب دہ ہونا پڑے گا۔"

دوسرے جوان نے اسے ہتھکڑی پہنا دی۔ وہ بولا "الپا! ان سے کہیں' میں آپ کا دوست ہوں۔"

"میں تمہیں ہپناٹائز کر کے اپنا معمول بنا سکتی ہوں پھر دوستی کیوں کروں؟"

اس نے آرمی افسر سے کہا "اسے کسی مکان میں قیدی بنا کر رکھو۔ پہرے داروں کو بتا دو کہ یہ نیلی پیتھی جانتا ہے۔ کسی کے بھی دماغ میں گھس کر فرار کا راستہ بنا لے گا۔ لہٰذا اس کے قریب سب ہی گونگے رہا کریں۔"

وہ اسے وہاں سے لے جانے لگے۔ الپا نے اس کے اندر آکر کہا "یہ تمہارے ساتھ برا سلوک نہیں کریں گے۔ تمہیں ایک مکان میں رکھا جائے گا۔ اگر فوجیوں کے دماغوں میں جاؤ گے تو دوسرے فوجی تمہیں گولی مار دیں گے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ زندہ رہو اور میرے معمول بن کر رہو۔"

"الپا! آپ میری دوستی اور خلوص کو نہیں سمجھ رہی ہیں۔ میں آپ کو فائدہ پہنچانے آیا ہوں اور آپ مجھ سے ایسا سلوک کر رہی ہو۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ مجھے فائدہ پہنچانے آئے ہو۔ بڑے نیک جذبات ہیں۔ معمول بن کر مجھے فائدہ پہنچاتے رہنا۔"

وہ غصے سے بولا "تم اس قابل نہیں ہو کہ میرے دماغ میں آکر گفتگو کر سکو۔ نکل جاؤ [illegible]

اس نے سانس روک لی۔ [illegible] اپنے کانچ کے بیڈ روم میں حاضر ہو گئی۔ اسے [illegible] ے میں یہ نئی بات معلوم ہوئی تھی کہ وہ جواد کے اندر [illegible] ہوا ہے اور جواد کی غیر معمولی انگوٹھی میں ایسی خصوصیات [illegible] کہ اس انگوٹھی کی موجودگی میں بھیما اور نارنگ کا کالا [illegible] کام آرہا ہے' نہ نیلی پیتھی کام آرہی ہے۔ نارنگ اس [illegible] م سے بھیما کی رہائی چاہتا تھا۔ الپا نے سوچا "میں کیوں اس کی رہائی چاہوں؟"

نارنگ کی طرح بھیما بھی عقل سے پیدل تھا۔ کالا جادو سیکھتے سیکھتے ان کا ذہن کند ہو گیا تھا۔ الپا کو دونوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس نے نارنگ کو معمول بنانے کے لیے اپنا قیدی بنایا تھا۔ جواد کے متعلق یہ سنتی آئی تھی کہ وہ نیک' صالح پسند اور عبادت گزار ہے۔ ایسے شخص کے اندر بھیما کی شیطانی آتما تھی مزاج اور فطرت کے اعتبار سے دونوں آگ اور پانی تھے مگر ساتھ گزارہ کر رہے تھے۔

اس نے جواد کے اندر پہنچ کر کہا "میں الپا ہوں۔ تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ مجھ سے کس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہو؟"

"مجھے ابھی پتا چلا ہے کہ تمہارے اندر بھیما کی آتما سمائی ہوئی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟"

"ہاں۔ تمہاری معلومات درست ہیں۔"

"میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم نے طلسمی انگوٹھی پہن رکھی ہے۔ یہ انگوٹھی تمہیں ہر طرح سے تحفظ فراہم کرتی ہیں۔"

"تمہاری معلومات پر حیران ہوں۔ تمہیں انگوٹھی کے بارے میں کس نے بتایا ہے؟"

"ایک شخص کا نام نارنگ ہے۔ وہ بھیما کی طرح آتما شکتی اور نیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے مجھے یہ سب کچھ بتایا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ وہ تمہارے بارے میں اتنی باتیں کیسے جانتا ہے۔"

بھیما نے کہا "میں جانتا ہوں۔ وہ ایک بار پورس بن کر جواد کے دماغ میں آیا تھا۔ مجھے اس کے جسم سے رہائی دلانا چاہتا تھا۔ ایسے وقت اسے انگوٹھی کی طلسمی قوت کے بارے میں معلوم ہوا تھا۔"

الپا نے کہا "جواد! تمہارے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔ بھیما کی آتما زیادہ عرصے تک نہیں رہ سکے گی۔ دشمن یہاں تک سوچ رہا ہے کہ تمہارا ہاتھ کاٹ کر اس انگوٹھی کو تمہارے وجود سے الگ کرے گا تو پھر اس انگوٹھی سے تمہیں

تحفظ حاصل نہیں ہوگا۔ بھیما کی آتما تمہارے اندر سے نکل جائے گی۔"

جواد نے کہا "میری زندگی مختصر ہو سکتی ہے۔ ویسے جب تک ہم زندہ رہتے ہیں۔ تب تک کبھی پھولوں پر چلتے ہیں، کبھی کانٹوں پر۔ کبھی دوستوں سے ملتے ہیں۔ کبھی دشمنوں سے ٹکراتے ہیں۔ قدم قدم پر موت ہوتی ہے۔ اس کے باوجود ہم کاتب تقدیر کی مرضی کے مطابق زندگی گزار کر دنیا سے جاتے ہیں۔"

"تمہارے خیالات اپنے دین کے مطابق ہیں میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ اوکے سو فار۔"

اس نے جواد کے دماغ سے نکل کر پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "اب کیا ہے؟"

"پلیز! اس طرح بیزار ہو کر نہ بولو۔ میں جواد اور بھیما کے بارے میں کچھ بتانے آئی ہوں۔"

وہ ان کے بارے میں بتانے لگی پھر اس نے نارنگ کے متعلق بھی بتایا کہ اسے قیدی بنا کر رکھا ہے۔ اس کے بعد پوچھا "کیا تمہیں جواد سے دلچسپی ہے؟"

"ہاں میں نے جواد سے وعدہ کیا ہے کہ اسے بھیما کے شر سے نجات دلاؤں گا۔ وہ اپنی تمام شیطانیت سے باز آجائے گا اور اس کی آتما جواد کی فطرت کے مطابق مصفا ہو جائے گی۔"

الپا نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیسے ممکن ہے۔ شیطان آتما تو شیطان ہی رہے گی۔"

"میں اس ناممکن کو ممکن بنادوں گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔

○☆○

میجر لیوچن پچھلی سیٹ پر آرام سے سو رہا تھا۔ سونیا نے اسے دو گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا تھا پھر وہ میرے پاس آکر بولی "یہ نہیں جانتا ہے کہ کس کے لیے کام کر رہا ہے۔ اسے فون پر کہا گیا تھا کہ یہ تمہاری دوستی سے فائدہ اٹھائے اور تمہیں کسی بھی طرح ہانگ کانگ لے آئے۔"

میں نے پوچھا "میجر اسے کسی نام سے مخاطب کرتا ہوگا؟"

"اصل نام سے واقف نہیں ہے۔ اسے مسٹر اُن نون کے فرضی نام سے مخاطب کرتا ہے۔ اسے فون پر حکم دیا گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے، وہ حکم دینے والا ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔"

"ہاں اگر ٹیلی پیتھی جانتا تو فون نہ کرتا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے حکم دیتا۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے میجر کو اپنا معمول بنایا ہے۔ وہ اُن نون کو چہرے سے نہیں پہچانتا ہے۔ اس کے لب و لہجے کو پہچان کر احکامات کی تعمیل کرتا ہے۔"

"فرہاد! کسی کو ہپناٹائز کرنے کے لیے کچھ وقت لگتا ہے۔ اس کے لیے تنہائی اور پرسکون ماحول کی ضرورت ہوتی ہے اگر ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کے دوران میں میجر چھٹیاں لے کر کہیں باہر نہیں گیا تھا تو پھر بیجنگ میں اسے ہپناٹائز کیا گیا تھا۔ ہپناٹائز کرنے والا اس کے قریبی ساتھیوں میں سے کوئی ہوگا۔"

"تمہاری یہ قیاس آرائی حقیقت سے قریب ہے۔ میجر آدم بیزار ہے۔ کسی محفل میں یا تقریب میں نہیں جاتا۔ لوگوں سے کتراتا ہے۔ اس کے چند دوست ہیں۔ جن کے ساتھ وہ شام کو آرمی کلب میں وقت گزارتا ہے یا پھر ہیڈ کوارٹر میں اس کے چند ساتھی افسران ہیں۔ یہ معلوم کرنا ہوگا کہ اس کے چند دوستوں اور افسروں میں کون اس کے اتنا قریب ہے کہ اس کے گھر آتا ہو یا یہ اس کے گھر جاتا کیونکہ کسی گھر کی چار دیواری میں ہی اسے ہپناٹائز کیا گیا ہوگا۔"

"کہیں گاڑی روکو۔ خیال خوانی کرو اور جلد ہی اس کے کسی ہپناٹائز کرنے والے ساتھی کا سراغ لگاؤ۔ ہانگ کانگ پہنچنے سے پہلے اس شخص کا پورا جغرافیہ معلوم ہونا چاہیے جو میجر کے ذریعے تمہیں وہاں بلا رہا ہے۔"

میں ایک ویران علاقے سے گزر رہا تھا۔ سڑک کے کنارے گاڑی روک کر بولا "تم میرے ساتھ رہو۔ میں جس کے دماغ میں پہنچوں تم اس کے ذریعے دوسروں کے دماغوں میں پہنچتی رہو۔ اس طرح ہم جلد ہی کچھ معلوم کرلیں گے۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا۔ اس سے کہا "میں دو تین گھنٹوں میں ہانگ کانگ پہنچنے والا ہوں۔ اس سے پہلے کچھ ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ضرور۔ تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"جب آپ ٹرانسفارمر مشین تیار کرا رہے تھے تو اس کے تیار ہونے کے دوران میں کتنے آرمی افسران چھٹیوں پر تھے۔ ان میں سے کتنے بیجنگ سے باہر تھے۔ خاص طور پر ان میں سے کتنے ہانگ کانگ میں تھے اور اب بھی ہیں؟"

اس اعلیٰ افسر نے کہا "اچھا میں سمجھ گیا۔ تم مائیکرو فلم چوری کرنے والے تک پہنچنا چاہتے ہو۔"

"آپ جانتے ہیں۔ میری روانگی سے پہلے اس سلسلے کی پہلی کڑی مل گئی تھی۔ اب دوسری کڑی مل گئی۔ میجر لیوچن کو بھی کسی نے آلہ کار بنایا ہے۔ میں نے اسے ہپناٹائز کیا ہے۔

اس سے سوالات کیے ہیں۔ یہ نہیں جانتا ہے کہ کس نے آلہ کار بنایا ہے۔ میجر کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ یہ مجھے دوستی اور محبت سے بہلا کر ہانگ کانگ لے آئے۔"

"ہوں۔ تمہیں وہاں بلانے کا مقصد صاف سمجھ میں آرہا ہے۔ چین میں تمہارا بہت احترام کیا جاتا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ مائیکرو فلم تمہارے سامان میں رکھی جائے گی تو احتراماً تمہارا سامان چیک نہیں کیا جائے گا۔ صرف اس فلم کو اسمگل کرنے کے لیے تمہیں ہانگ کانگ لے جایا جا رہا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ پلیز آپ میری مطلوبہ معلومات فراہم کریں۔"

"آدھے گھنٹے بعد آؤ۔ میں چھٹیوں پر جانے والے افسران کے بارے میں بتا سکوں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سونیا نے پوچھا "کیا وہ فلم تمہارے سامان میں ہے؟"

"تھی۔ اب نہیں ہے۔ میں وہ فلم آرمی کے تین اعلیٰ افسران کے حوالے کر چکا ہوں۔ جو اصل مجرم ہے، وہ نہیں جانتا ہے کہ میں اس کے اسمگل کرنے کے طریقہ کار کو سمجھ گیا ہوں۔ وہ فلم مجھے مل گئی تھی اور واپس ریکارڈ روم کے سیف میں پہنچ گئی۔ اب اس مجرم تک پہنچنا رہ گیا ہے۔"

"تمہیں وہ فلم کیسے ملی؟ کہاں ملی؟"

"مجرم نے صرف میجر کو ہی نہیں، اس کی جوان بیٹی کم لی کو بھی ہپناٹائز کیا ہے۔ اسے آلہ کار بنایا ہے۔ وہ جوان ہے، حسین ہے اور فلرٹ ہے، جو پسند آجاتا ہے۔ اسے لفٹ دیتی ہے۔ پچھلی رات مجھے خوش کرنے آئی تھی۔ میں نے اسے بھگا دیا تھا۔"

سونیا نے کہا "تم کتنے شریف ہو، مجھے پتا ہے۔ اپنی پارسائی بیان نہ کرو... فلم کہاں تھی؟"

"کیا مصیبت ہے۔ میں اپنی عمر کے مطابق محتاط ہو گیا ہوں۔ حسینائیں لفٹ دیتی ہیں۔ تب بھی ان سے کتراتا ہوں مگر تم یقین نہیں کرو گی۔ جب میں قبر میں چلا جاؤں گا۔ تب بھی شک کرو گی۔ میری قبر میں آکر جھانکو گی کہ میں اکیلا ہوں یا دوسری آگئی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اچھا کام کی بات کرو۔ اس فلم کو تم نے کہاں سے ڈھونڈا تھا؟"

"ڈھونڈنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ صبح اٹھ کر برش کرنے کے لیے ٹوتھ پیسٹ کی ٹیوب کو دبایا تو دیکھا، ٹیوب کا پچھلا حصہ پہلے کی طرح بند نہیں ہے۔ اسے کھول کر دوبارہ بند کیا گیا ہے۔ کم لی اناڑی تھی، اسے پوری فنیشنگ FINISHING کے ساتھ بند نہیں کر پائی تھی۔ میں نے اسے کھولا اور دبایا تو ٹوتھ پیسٹ کے ساتھ وہ مائیکرو فلم باہر آگئی۔"

"ہوں۔ پچھلی رات کم لی وہ مائیکرو فلم تمہارے سامان میں چھپانے آئی تھی۔ میں نے خوامخواہ تمہارے کردار پر شبہ کیا۔ تم تو فرشتہ ہو۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ ایک افسر کے ذریعے دوسرے افسروں کے اندر پہنچتی رہو۔ کسی نہ کسی کے ذریعے اصل مجرم کا سراغ ملے گا۔"

"میں تمہاری طرح عقل مند نہیں ہوں کہ یکے بعد دیگرے دو رذیل دماغوں میں بھٹکتی پھروں۔ میں ہمیشہ دشمنوں تک پہنچنے کا شارٹ کٹ راستہ اختیار کرتی ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے، تمہاری کھوپڑی میں کرنٹ پیدا ہو گیا ہے۔ فوراً ہی کچھ کر گزرو گی۔"

"یہ بتاؤ، میجر کی بیٹی جوان اور بہت خوب صورت ہے۔"

"آگئی نا چاری کی شامت۔ ہاں جوان بھی ہے اور حسین بھی بلکہ پرکشش بھی۔"

"تم نے اس کے خیالات پڑھے ہیں۔ اس نے اب تک کتنے عاشقوں کو لفٹ دی ہے؟"

"تین عاشق فیض یاب ہو چکے ہیں۔"

"کسی کو بھی تنہائی میں لفٹ دی جاتی ہے اور کسی کو بھی تنہائی میں ہپناٹائز کیا جاتا ہے۔ اس کی تنہائیوں میں آنے والے ان تین عاشقوں میں سے کسی ایک نے اسے ہپناٹائز کیا ہوگا۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "برے وُو! تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی کا جواب نہیں ہے۔ اتنی سی بات میری عقل میں نہیں آئی۔"

"عقل ہوتی تو یہ یاد رکھتے کہ نزویک والوں کو چھوڑ کر دور والوں کے پیچھے نہیں دوڑنا چاہیے۔"

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ میجر کی بیٹی کم لی کے خیالات پڑھے۔ اس کے پچھلے تین عاشقوں کے بارے میں معلوم کیا۔ اس کے خیالات نے بتایا، ان میں سے دو ایسے ہیں، جن کے ساتھ اس نے آدھا گھنٹا یا ایک گھنٹا تنہائی میں گزارہ تھا لیکن تیسرا ایک رات چھپ کر اس کے کمرے میں آیا تھا اور اس نے تمام رات اس کے ساتھ گزاری تھی۔ اسے یاد نہیں تھا، کیسے رات گزر گئی تھی۔ وہ سحر زدہ ہو گئی تھی۔

ہم نے کم لی کو مجبور کیا۔ اس نے فون پر اس تیسرے سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔ وہ بیجنگ میں نہیں ہے۔ ہانگ کانگ گیا ہوا ہے۔ کم لی نے ہانگ کانگ کے کوڈ نمبر کے مطابق موبائل پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے

نائی دی۔ سونیا نے کم لی کی
ن معلوم ہوا کہ تم ہانگ کانگ
ہو۔ یہ رات گزاری پھر یہاں سے
بھاگ گئے۔

اس تیرے ... کا نام زاؤ زیانگ تھا۔ اس نے کہا "سوری لی! مجھے سنگاپور میں جانا پڑا۔ جاتے وقت تم سے نہ مل سکا پھر بھی ... رات بہت یاد آتی ہے۔"

سونیا نے بر... باتی انداز میں کہا "وہ رات پھر آسکتی ہے۔ میں تمہارے پاس آجاؤں؟"

"تم نہیں آسکو ... تمہارا باپ چند گھنٹوں میں یہاں پہنچنے والا ہے۔ میں نے تمہارے خیالات پڑھے تھے۔ پتا چلا' تمہارے باپ نے پرسوں رات تمہیں کمرے میں بند کردیا تھا۔"

"ہاں۔ تمہارا ہی کام کرنے فرہاد کے بنگلے میں گئی تھی۔ اس کی یہ سزا ملی۔ پھر بھی تم نہیں سمجھنا چاہتے کہ میں تمہاری کیسی دیوانی ہو ... بھی آؤں گی۔ مجھے اپنا پتا بتاؤ۔"

زیانگ نے کہا "سچ تو یہ ہے کہ اس رات سے میں ... ہوں۔ مصروفیات کے باعث تم سے ... ملا آیا۔ آنا چاہو تو آجاؤ۔ ہانگ کانگ ... تمہارے باپ سے سامنا نہیں ہوگا۔ ... دیتا جانتا ہوں۔"

... آئی لو یو۔ میں ابھی کسی ڈو میسٹک ... ں۔"

"میرے پرائیویٹ بنگلے کا نمبر اور پتا نوٹ کرو۔ وہ بنگلا ... نہیں رہے گا۔ میں تمہارے لیے اسے کھلا چھوڑ کر جاؤں گا۔ اپنی مصروفیات سے فارغ ہوتے ہی تمہارے پاس آجاؤں گا۔"

اس نے اپنے بنگلے کا پتا اور فون نمبر بتایا۔ سونیا نے بڑے جذباتی انداز میں محبت کا اظہار کرتے ہوئے کم لی سے فون کا رابطہ ختم کردیا۔ میں نے کہا "تمہیں یاد ہے کہ میں تمہارا شوہر ہوں؟"

"اس میں یاد کرنے کی کیا بات ہے؟"

"شرم نہیں آتی؟ میرے دماغ میں رہ کر ایک پرائے مرد سے رات گزارنے کی بات کررہی تھیں۔ ایسی دیدہ دلیر اور بے حیا بیوی کسی کی نہیں ہوگی۔"

"زیادہ نہ بولو۔ میں مجرم تک پہنچنے میں تم سے سبقت لے گئی ہوں۔ اپنی جھینپ مٹانے کے لیے یوں باتیں بنا رہے ہو۔"

"کامیابی کی خوشی میں زیادہ پھولنا نہیں چاہیے۔ کم لی کے پاس جاؤ۔ زاؤ زیانگ خیال خوانی کے ذریعے پھر اس کے اندر آکر اس کے خیالات پڑھ سکتا ہے۔"

وہ فوراً ہی کم لی کے پاس چلی گئی۔ میں نے آرمی کے اعلیٰ افسر سے پوچھا "کیا چھٹیوں میں جانے والے افسران کی فہرست تیار ہوگئی؟"

وہ بولا "فہرست کھا ہے۔ صرف دو افسران ہیں۔ ایک تو ہانگ کانگ گیا تھا مگر واپس آچکا ہے۔ دوسرا وہیں ہے۔ اس کا نام ہے۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا "اس کا نام زاؤ زیانگ ہے۔ وہ اب سے چار دن پہلے وہاں گیا ہے۔"

"تعجب ہے۔ تم نے مجھ سے پہلے کیسے معلوم کرلیا۔ بہرحال ہم سب تمہاری صلاحیتوں کے قائل ہیں۔"

میں نے پوچھا "اور کوئی نئی بات؟ نئی انفارمیشن؟"

اس نے کہا "تم لوگوں کی یہاں آمد سے پہلے یہاں ایک امریکن انجینیر آیا تھا۔ وہ چار ماہ تک بڑی ذمے داریوں سے اپنے فرائض انجام دیتا رہا پھر ایک دن جاسوسی کرتا ہوا پکڑا گیا۔ ہم نے اسے ملک بدر کیا تھا۔ چین میں اس کا داخلہ ممنوع ہے لیکن ہمارے ایک جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ وہ امریکن انجینیر جان ہارڈی ہانگ کانگ میں ہے۔ زاؤ زیانگ کی ایک فون کال پکڑی گئی ہے۔ اس نے جان ہارڈی سے رابطہ کیا تھا۔ اس کی مختصر سی گفتگو سمجھ میں نہیں آئی۔ کیونکہ دونوں کوڈ ورڈز میں بول رہے تھے۔"

میں نے پوچھا "ہانگ کانگ میں جان ہارڈی کا پتا ٹھکانا معلوم ہے؟"

"فون نمبر ڈی ٹیکٹ کیا گیا ہے۔ ان نمبروں سے اس کی رہائش گاہ کا پتا جلد ہی معلوم ہوجائے گا۔"

میں نے بعد میں رابطہ کرنے کو کہا پھر دماغی طور پر حاضر ہوکر گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ سونیا نے کہا "زاؤ زیانگ دوبارہ کم لی کے دماغ میں آیا تھا۔ اسے کسی طرح کا شبہ نہیں ہے کیونکہ کم لی ایک ڈو میسٹ فلائٹ سے وہاں جانے کے لیے تیار ہورہی ہے۔ زاؤ مطمئن ہے۔"

میں نے کہا "تمہیں بڑا غرور تھا کہ مجرم تک پہنچنے میں مجھ سے سبقت لے گئی ہو۔ میں یہ پیش گوئی کرتا ہوں کہ اصل مجرم جان ہارڈی ہے اور زاؤ زیانگ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت ہے۔"

"چلو خوش ہوجاؤ۔ میں تم سے آگے نہ نکل سکی۔ میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ ہمیشہ ہنستے بولتے رہو۔ دودھو نہاؤ' پوتوں پھلو۔ تمہارے پیچھے میجر تنویری نیند سے بیدار ہوچکا ہے۔"

میجر پچھلی سیٹ پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کار کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھ کر بولا "او گاڈ! میں سوگیا تھا۔ میری گھڑی میں چار بج رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے' دیر تک سوتا رہا ہوں۔"

"تم پچھلی رات سے اس حسینہ کے چکر میں جاگتے رہو۔ کوئی بات نہیں' نیند پوری ہوگئی۔"

"اس بکواس عورت کی بات نہ کرو۔ پتا نہیں کم بخت کون تھی؟"

وہ پریشانی سے سوچتا ہوا' اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تنویری عمل سے پہلے میری اس سے فائٹ ہوئی تھی۔ سونیا نے اس جھگڑے کو اس کے دماغ سے بھلا دیا تھا۔ اس نے کہا "فرہاد! میں جارہی ہوں۔ یہاں بھی دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔ کتنے ہی کام نمٹانے ہیں۔ جب تم ہانگ کانگ پہنچو تو مجھے بلالینا۔ ٹھیک ہے؟ جاؤں؟"

"ٹھیک ہے جاؤ۔ اپنے تمام کاموں سے نمٹ کر آؤ۔ پتا نہیں یہاں میرے ساتھ کتنی دیر مصروف رہنا ہوگا۔"

میں نے گاڑی روک کر خیال خوانی کے ذریعے اسے بازوؤں میں جکڑلیا پھر اسے چومنے لگا۔ وہ کسمساتی ہوئی بولی "کیا کررہے ہو؟ بچے آجائیں گے۔ وہ جوان ہورہے ہیں۔ میرے چہرے سے اندرونی جذبات کو بھانپ لیں گے۔ کل وہ آپ کی لاڈلی بیٹی اعلیٰ بی بی پوچھ رہی تھی "ماما! میرے پاپا آپ کو خیال خوانی کے ذریعے کس کرتے ہیں یا نہیں؟"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا "میرا بیٹا کیرا تمہیں چھیڑتا ہے یا نہیں؟"

"آپ کا بیٹا ہے۔ آپ کی طرح بدمعاش نکلے گا۔ کہہ رہا تھا "ماما! آپ آج بھی بیس بائیس برس کی جوان لڑکی دکھائی دیتی ہیں۔ پاپا کے بڑھاپے کا کیا بنے گا؟"

میں نے کہا "اس بدمعاش سے کہنا' اس کا باپ آج بھی جوان ہے۔ مقابلے پر آنے والے بڑے بڑے شہ زوروں کو خاک میں ملا دیتا ہوں۔"

وہ بولی "یہ ابھی بچے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ پہلوان اپنے مقابل کو اکھاڑے میں پچھاڑ دیتا ہے لیکن بیڈ روم میں بیوی اسے اوندھے منہ گرانی ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی چلی گئی۔ میجر نے اگلی سیٹ پر آکر پوچھا "گاڑی کیوں روک دی؟"

"تاکہ تم اگلی سیٹ پر آجاؤ۔"

میں نے گاڑی آگے بڑھادی۔ وہ بولا "ایک تشویش کی بات ہے۔ وہ عورت وہ نہیں تھی جو میں سمجھ رہا تھا۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "وہ عورت کیا نہیں تھی؟ تم کیا سمجھ رہے تھے؟"

"میں بھی اس کے خیالات پڑھنے لگا تو معلوم ہوا' اس کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا تھا۔"

میں نے حیرانی سے کہا "نہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ ... رہا ...

"اس عورت کے ذریعے ... سے آیا ... رہا تھا۔ میں نے اسی لیے اسے گاڑی ... رہا تھا۔ میں سمجھ رہا تھا' وہ عورت مجرموں کی آلہ کار ہے۔"

"چلو اچھا کیا۔ ہانگ کانگ میں ... تیں اور مرد ملیں گے۔ میں تھک گیا ہوں پلیز اب تم ..."

میں گاڑی روک کر اتر گیا۔ وہ دوسری طرف سے اتر کر اسٹیئرنگ سیٹ کی طرف آنے لگا۔ سامنے سے دو گاڑیاں آرہی تھیں۔ ان میں سے ایک ہمارے سامنے رک گئی۔ دوسری آگے جاکر واپس مڑ کر ہمارے پیچھے آگئی۔ ہمیں آگے پیچھے سے گھیر لیا گیا۔ ان گاڑیوں سے اترنے والوں کے ہاتھوں میں شاٹ گن اور رائفلیں تھیں۔ میجر لیوچن نے ریوالور نکالتے ہوئے مجھ سے کہا "تم اپنی کرنٹ ... لائے ہو۔"

میں نے کہا "میں اور میرے خا... میں پہنچ کر لڑائی پاس ہتھیار نہیں رکھتے ہیں۔" ... ڈالیں گے۔

ان سب نے ہمیں شانے پر ... کسی کو اپنے "تمہارے پاس ایک ہی ریوالور ہے ...

میں نے میجر سے کہا "دشمن عقل ... نہیں آیا

سسپنس ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین
جسے قارئین آج تک نہیں بھولے

طالوت

③ (سسپنس ... مکمل)

کتاب کی قیمت معہ ڈاک خرچ چند ایمنی آرڈر یا منی آرڈر بھیج کر منگوائیں

- پراسرار کہانیوں کے شائقین کے لئے
- طنز و مزاح پسند کرنے والوں کے لئے
- جاسوسی کہانیوں کے پرستاروں کے لئے

ایک دلچسپ داستان جو آج تک آپ نے نہ پڑھی ہوگی۔

کتابی شکل میں تیار ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں ورنہ براہ راست ہم سے منگوائیں۔

کتابیات پبلی کیشنز

پھینک دو۔ ہنسی خوشی زندہ رہو گے۔"

اس نے ریوالور کو پھینک دیا۔ دوسرے شخص نے پوچھا "تم میں سے فرہاد کون ہے؟"

میں نے کہا "میں ہوں۔ یہ میجر لیوچن ہے۔"

وہ بولا "ہاں میں ہوں میجر لیوچن۔ تم لوگوں کو ہم سے کیا دشمنی ہے؟"

ایک نے کہا "میجر! تم ہمارے آدمی ہو۔ ہم فرہاد کا سامان چیک کرنا چاہتے ہیں۔"

میجر نے ڈکی کھول کر میرا سفری بیگ ان کے حوالے کیا۔ انہوں نے بیگ کو کھول کر اسے الٹ دیا۔ تمام سامان زمین پر گر گیا۔ ایک نے فوراً ہی ٹوتھ پیسٹ کو اٹھایا پھر اسے کھول کر دبا کر تمام پیسٹ باہر نکالنے لگا۔ میں نے کہا "یہ کیا کر رہے ہو؟ اس کی یہ سزا ہے۔ میں نے آج صبح ہی اسے خریدا ہے۔"

کیسی دیوانی ہو[illegible]

ڈ زیانگ [illegible]ں دیا گیا۔ ٹیوب خالی ہو کر چپٹی ہو گئی۔

[illegible] معلوم ہو' اب اندر اور کچھ نہیں رہا ہے۔

پوچھا "مائیکرو فلم کہاں ہے؟"

[illegible]رو فلم؟" میں نے حیرانی سے میجر کو دیکھا۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "وہ فلم تمہارے سامان میں رکھی گئی تھی۔"

ایک گن مین نے کہا "ہمیں بتایا گیا ہے۔ اسے اس ٹیوب میں رکھا گیا تھا۔"

میں نے کہا "کیا ٹوتھ پیسٹ کے اندر دکان دار رکھے گا۔ میجر میں نے تمہارے سامنے آج صبح اسے خریدا تھا۔ تمہیں یاد ہے؟"

میجر نے کہا "ہاں۔ یہ پیسٹ آج سفر کے دوران میں خریدا گیا ہے۔ فرہاد نے اسے ایک بار استعمال کیا پھر اپنے سامان کے ساتھ اسے ڈکی میں رکھ دیا۔ اس کے بعد اسے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا پھر کون اس کے اندر مائیکرو فلم لا کر رکھ سکتا ہے۔"

ایک گن مین نے کہا "میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس گن مین کی زبان سے بول رہا ہوں۔ میجر! تم نہیں جانتے۔ ہم نے تمہاری طرح تمہاری بیٹی کم لی کو بھی ہپناٹائز کر کے اپنا آلہ کار بنایا ہے۔ وہ پرسوں رات فرہاد کے بنگلے میں گئی تھی۔ اس نے ٹوتھ پیسٹ کے اندر اس مائیکرو فلم کو چھپایا تھا۔ اس فلم کو اسی پیسٹ والی ٹیوب میں ہونا چاہیے۔"

میں نے کہا "زاؤ زیانگ بہت زیادہ پراسرار نہ بنو۔ میں تمہیں پہچان رہا ہوں۔"

وہ بولا "کون زاؤ زیانگ؟ میں وہ نہیں ہوں۔ فضول باتیں نہ کرو۔ کام کی بات کرو۔"

میں نے کہا "تم آواز اور لہجہ بدل کر بول رہے ہو مگر لہجہ بدلنے کے سلسلے میں تمہاری ٹریننگ ناقص رہی ہے۔ بولنے کے دوران تمہارا اصل لہجہ جھلک رہا ہے۔ تم میرے تجربات کو نہیں جھٹلا سکو گے۔ اگر تم وہ فلم چاہتے ہو تو اعتراف کرو کہ میں تمہیں پہچاننے میں غلطی نہیں کر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اعتراف کر رہا ہوں۔ فوراً بتاؤ وہ فلم کہاں ہے؟"

"انسان سے بھول چوک ہوتی ہے۔ میں ٹوتھ برش اور ٹوتھ پیسٹ اپنے بنگلے میں بھول آیا ہوں۔ اسی لیے آج صبح یہ نیا پیسٹ خریدا تھا۔"

زاؤ زیانگ نے کہا "تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"میرے سچ کی تصدیق کر لو۔ وہ برش اور ٹوتھ پیسٹ اسی بنگلے کے باتھ روم میں پڑا ہو گا۔"

"میں ابھی معلوم کروں گا مگر آری والوں نے تمہارے بنگلے کو لاک کیا ہو گا۔ ہمارا کوئی آدمی رات ہی کو چھپ کر اس بنگلے میں جا سکے گا۔ جب تک وہ فلم وہاں سے نہیں ملے گی۔ تم قیدی بن کر رہو گے۔"

"مجھے قیدی کون بنائے گا۔ تم یہاں سے نہ جانے کتنی دور چھپے ہوئے ہو۔ تمہارے ماتحتوں نے ہاتھوں میں کھلونے پکڑ رکھے ہیں کیونکہ جب تک مائیکرو فلم نہیں ملے گی' ہتھیار میرے خلاف استعمال نہیں ہوں گے۔ مجھے گولی نہیں ماری جائے گی۔ اس لیے یہ فی الحال کھلونے ہیں۔"

"اس خوش فہمی میں نہ رہو۔ ہم ابھی تمہیں گولی مار سکتے ہیں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے میرے ایک یاد گن مین کو ہلاک کرو گے۔ اتنی سی دیر میں دوسرے تمہیں گولی مار دیں گے۔"

"تم نے ابھی ٹیلی پیتھی کا پہلا سبق سیکھا ہے۔ آؤ میں دوسرا سبق سکھاتا ہوں۔"

میں نے یہ کہتے ہی اس گن مین کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ دوڑتا ہوا آ کر میرے سامنے ڈھال بن گیا۔ میں نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ کر دوسرے ہاتھ سے اس کا ریوالور لیا۔ اس کی کنپٹی پر نال رکھتے ہوئے کہا "خبردار! کسی نے گولی چلائی تو میں اسے مار ڈالوں گا۔"

زاؤ زیانگ نے کہا "اس کی موت سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تم غلطی کر رہے ہو۔"

"میں تمہاری غلطی درست کر رہا ہوں۔ یہ دیکھو۔"

میں نے دوسرے گن مین کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے پلٹ کر اپنے ساتھیوں پر فائرنگ کی مسلسل فائرنگ سے تین مرے ایک زخمی ہوا۔ پانچویں نے میرا نشانہ لیا مگر اس کا ساتھی میرے شکنجے میں ڈھال بنا ہوا تھا۔ گولی مجھے نہیں اسے لگی۔ اس نے اس پر گولی چلائی' جس نے اپنے ہی ساتھیوں کو ہلاک کیا تھا۔ دونوں نے بیک وقت فائر کیے تھے۔ نتیجے کے طور پر دونوں ایک دوسرے کی فائرنگ سے ہلاک ہو گئے۔ اب صرف دو بچ گئے۔ ایک میرے شکنجے میں تھا۔ دوسرا کچھ فاصلے پر دور کھڑا ہوا تھا۔

میں نے اسے گولی مار کر کہا "زاؤ! میں خالی ہاتھ تھا' زندہ ہوں۔ تمہارے ہتھیار والے مر گئے۔ ٹیلی پیتھی ایک ایسا خطرناک ہتھیار ہے' جسے صحیح طور پر استعمال نہ کرنے والے خود حرام موت مرجاتے ہیں۔ تم اپنی موت کا انتظار کرو اور جان ہارڈی سے کہو' اس نے مجھے نہیں' اپنی شامت کو ہانگ کانگ بلایا ہے۔ میں آ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے ڈھال بننے والے آخری دشمن کو گولی مار دی۔ ریوالور کو پھینک دیا پھر خالی ہاتھ ہو گیا۔ میں اور سونیا کبھی بوجھ اٹھا کر نہیں گھومتے۔

وہ ذہین ہے جو زندگی کو ذہانت اور حکمت عملی سے سوچ سمجھ کر گزارتا ہے۔ جو زندگی کو کھیل سمجھ کر کھیلتا ہے۔ وہ گویا اپنی زندگی کو کھلونا بنا دیتا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ اس کھلونے سے دیر تک کھیلتا رہے گا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ کوئی مخالف اس کھلونے سے کھیل جاتا ہے۔ اسے توڑ پھوڑ دیتا ہے پھر اپنے ٹوٹے کھلونے کا ماتم کرنے کے لیے وہ زندہ نہیں رہتا۔

جو لوگ زندگی کے عملی میدان میں مجرمانہ ارادوں سے جدوجہد کرتے ہیں' وہ اپنی طبعی عمر سے پہلے ٹوٹ جاتے ہیں اور جو نیک ارادوں سے جدوجہد کرتے ہیں' وہ بھی کسی نہ کسی دن ٹوٹتے ہیں لیکن انسان ہونے کے ناتے انسانیت کی بہتری کے لیے بہت کچھ کر جاتے ہیں۔

میں سپاہیوں کی طرح دشمنوں کی دنیا میں لڑتے لڑتے زندگی گزار رہا ہوں۔ اپنے دشمنوں کو شکست دیتا رہا ہوں۔ کبھی مجھے بھی شکست ہو گی۔ میری زندگی ٹوٹ پھوٹ کر رہ جائے گی۔ میں دنیا سے چلا جاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مرے گا۔ میری جہاد سے بھرپور زندگی کا ایک ایک صفحہ میرے بعد بھی پڑھا جاتا رہے گا۔ ہمارا آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہوتا ہے کہ ہم مرنے کے بعد بھی اپنی دنیا میں زندہ رہیں۔

ہانگ کانگ پہنچنے سے پہلے ہی وہ آٹھ مسلح افراد مجھ سے مائیکرو فلم چھیننے کے بعد میری زندگی بھی مجھ سے چھیننے آئے تھے۔ ان کے پاس ریوالور' شاٹ گنیں اور ایسی رائفلیں تھیں جیسے وہ اپنی اور دوسروں کی زندگی کو کھلونا سمجھ کر کھیلتے رہے ہوں۔ ان کا سب سے بڑا کھلاڑی زاؤ زیانگ ان کے دماغوں میں تھا۔ اس نے ان ماتحتوں کو یقین دلایا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد تنہا ہو گا۔ وہ آٹھ مسلح افراد کے اندر بیک وقت نہیں پہنچ سکے گا۔ ایک کے اندر جائے گا تو باقی ساتھی اسے گولی مار دیں گے یا وہ کسی کے ذریعے فرہاد کو زخمی کر کے مائیکرو فلم چھین لے گا۔

کبھی ایک سپاہی درجنوں پر حاوی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ گوریلا فائٹ کی تکنیک کو سمجھتا ہے میں نے پہلے زاؤ زیانگ کی دلچسپی کو سمجھا۔ اس کی دلچسپی مائیکرو فلم میں تھی میں نے اسے یہ کہہ کر الجھا دیا کہ وہ فلم میں بھینگ میں بھول آیا ہوں۔ اس کا خیال تھا۔ میں کسی ایک کے دماغ میں پہنچ کر لڑائی شروع کروں گا تو باقی سات مجھے گولیوں سے بھون ڈالیں گے۔ اس کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ پہلے میں کسی کو اپنے سامنے ڈھال بناؤں گا پھر جنگ شروع کروں گا۔

جب میں نے یہی کیا تو زاؤ زیانگ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کرے؟ کیونکہ میرے پیچھے گاڑی تھی۔ مجھ پر پیچھے سے

ایک اچھوتی سرگزشت

چھلاوا

بیسویں صدی کی ایک نہایت پراسرار خاتون

مسیبہ بانو کی آپ بیتی

* دولت مند' آزاد خیال، پروقار، خوبصورت اور خطرناک مسیبہ بانو، جنہیں لوگ جانتے ہیں مگر نہیں جانتے!
* جرائم پیشہ افراد انہیں "چھلاوا" کہتے ہیں!
* مسیبہ بانو کی زندگی بہت عجیب اور خطرناک حالات سے گزرتی رہی ہے۔ انہوں نے جب اپنی زندگی کے کچھ حالات قلم بند کیے تو انہیں پڑھ کر ہزاروں لوگ ان سے ملنے اور انہیں جاننے کے متمنی ہو گئے۔ اسی لئے ان کی آپ بیتی کی اشاعت اردو زبان میں ایک ریکارڈ ہے۔

اس کتاب کا آٹھواں ایڈیشن شائع ہو چکا ہے

صفحات 1120 | قیمت 2400 روپے | رجسٹری فی 30 روپے

کتاب کی قیمت معہ واک تھرو بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802561 فیکس: 5802552-5865513

kitabiat@cyber.net.pk

گولی نہیں چلائی جاسکتی تھی۔ آگے ان کا ساتھی میرے لیے ڈھال بنا ہوا تھا۔ اس طرح وہ مجھے ہلاک کرنا تو دور کی بات ہے' زخمی بھی نہ کرسکتا۔ اس کے سات مسلح ماتحت مارے گئے۔ آٹھواں گولی کھا کر زمین پر گرا پڑا تھا۔ اس کی جان نہیں نکل رہی تھی۔

میں نے کہا "زاؤ! میں کسی پہلو کو نظرانداز نہیں کرتا۔ یہ سمجھ رہا ہوں کہ تم اس زخمی ماتحت کے اندر رہو۔ مجھے ہلاک یا زخمی کرنے کا ایک آخری چانس لینا چاہتے ہو۔"

وہاں جب تک فائرنگ ہوتی رہی تھی۔ تب تک میجر لیوچن اپنی جان بچانے کے لیے گاڑی کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ اس نے زمین پر پڑے ہوئے ایک ریوالور کو اٹھا کر کہا "میں زاؤ زیانگ بول رہا ہوں۔ تم نے دعویٰ کیا ہے' کسی پہلو کو نظرانداز نہیں کرتے ہو مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ میں نے میجر کو بہت پہلے ہپناٹائز کیا تھا۔ یہ میرا آلہ کار ہے۔ تم نے ذرا بھی حرکت کی تو یہ تمہیں گولی مار دے گا۔"

میں پہلے ہی گن کو دور پھینک چکا تھا۔ میں نے کہا "میں کوئی حرکت نہیں کروں گا۔ پلٹ کر تمہارے آلہ کار میجر کو نہیں دیکھوں گا مگر تم مجھے ہلاک نہیں کرو گے کیونکہ یہ میں ہی بتا سکتا ہوں کہ مائیکرو فلم کہاں ہے؟"

"سمجھ دار ہو۔ بتا دو۔ نہیں بتاؤ گے تو تمہیں زخمی کرکے تمہاری کھوپڑی میں پہنچوں گا پھر تم سے کچھ پوچھنا نہیں پڑے گا۔ تمہارے خیالات مجھے مائیکرو فلم تک پہنچا دیں گے۔"

میں پلٹا اور میجر کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا "میں حرکت کر رہا ہوں۔ ادھر سے گھوم کر گاڑی کے پیچھے میجر کے پاس آرہا ہوں۔ گولی چلاؤ اور مجھے زخمی کرو۔"

میں اطمینان سے چلتا ہوا میجر لیوچن کے ساتھ آگیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ میں نے کہا "زاؤ! زندگی گزارنے کے لیے جتنی عقل کی ضرورت ہوتی ہے' وہ تمہارے پاس نہیں ہے پھر ٹیلی پیتھی کا علم سنبھالنے کے لیے تو پہاڑ جیسی ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسے کہاں سے لاؤ گے؟"

وہ بولا "تعجب ہے! تم میرے ریوالور کے نشانے پر ہو اور اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہے ہو؟"

"تم بھی تو باتیں ہی کر رہے ہو۔ گولی نہیں چلا رہے ہو۔ کیا پریشانی ہے زاؤ زیانگ؟"

"آں؟ تم۔۔۔ تم کیا سمجھتے ہو؟ میں تم پر گولی نہیں چلا سکوں گا مگر پہلے وہ مائیکرو فلم۔۔۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا "میرے دماغ میں آکر چور خیالات پڑھو گے تو معلوم ہو جائے گا' وہ فلم کہاں ہے؟ ہاں تو پریشانی کیا ہے؟"

وہ اس بار پریشان ہو کر بولا "تم کوئی گڑبڑ کر رہے ہو۔ یہ میجر میرا معمول و فرماں بردار ہے مگر میں اس سے کام نہیں لے پا رہا ہوں۔"

"زاؤ! اپنی عمر کو اور میری عمر کو' اپنے تجربات کو اور میرے تجربات کو سمجھو۔ کس سے ٹکر لینے آئے ہو؟ تم تو ایک بچے کی طرح مجھ سے کھیلنے آئے ہو۔ یہ بات ایک موٹی سی عقل سے بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ تم نے میجر لیوچن کو آلہ کار بنایا ہے۔ اس کے ذریعے مجھے ٹریپ کرکے یہاں بلایا ہے۔ اس آلہ کار کو کبھی میرے خلاف استعمال بھی کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا میں نے راستے ہی میں اس میجر کا برین واش کیا تھا اور اسے اپنا معمول اور محکوم بنا لیا تھا۔ میرا معمول میری اجازت کے بغیر گولی کیسے چلائے گا اور اگر تم نے کسی طرح اسے مجبور کیا اور اس نے گولی چلائی تب بھی میرا کچھ نہیں بگڑے گا کیونکہ میں نے جو ریوالور پھینکا تھا' میجر نے اسے ہی اٹھایا ہے اور یہ مسلسل فائرنگ کے بعد خالی ہو چکا ہے۔"

اس نے حیرانی سے ریوالور کو دیکھا پھر ٹریگر کو کئی بار دبایا۔ کھٹ کھٹ کی آواز آئیں لیکن فائرنگ کا دھماکا نہیں ہوا۔ وہ بولا "مجھے غصہ آنا چاہیے مگر میں دماغ ٹھنڈا رکھتے ہوئے تم سے یہ سیکھ رہا ہوں کہ ہم لمحہ لمحہ موت سے بچتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں۔ اگر برا وقت آنے سے پہلے تمہاری طرح ہر پہلو پر نظر رکھی جائے اور جس طرح تم نے میری لاعلمی میں میجر کو مجھ سے چھین کر اپنا معمول بنایا ہے' اسی طرح میں بھی تمہارے ہانگ کانگ پہنچنے سے پہلے اپنی سلامتی کے لیے ہر پہلو سے تدابیر کروں تو تم مجھے بھی زیر نہیں کرسکو گے۔"

"بے شک' حملہ کرنے سے پہلے جوابی حملوں سے بچنے کی تدابیر کی جائیں تو جان کو نقصان نہیں پہنچتا لیکن تم جوابی حملے کس پر کرو گے؟ میں تو ہانگ کانگ نہیں آرہا ہوں۔ جہاں اس نوٹ بک پیٹ کی ٹیوب میں مائیکرو فلم رکھی ہوئی ہے' وہاں جا رہا ہوں۔"

پھر میں نے میجر لیوچن سے کہا "تم پیدل جاؤ یا کسی سے لفٹ لو۔ میں یہ گاڑی واپس لے جا رہا ہوں۔"

وہ بولا "میں بھی تمہارے ساتھ بیجنگ واپس جاؤں گا۔ تمہارا فرماں بردار بن کر رہوں گا۔"

"تم تو میرے معمول ہو مگر اس وقت زاؤ تمہاری زبان سے بول رہا ہے۔ اس کا خیال ہے تم میرے ساتھ جاؤ گے تو وہ تمہارے اندر رہ کر مائیکرو فلم تک پہنچ سکے گا۔ ایسا نہیں ہوگا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ یہ گاڑی میرے حوالے کرکے ہانگ کانگ جاؤ اور وہاں پہنچنے تک زاؤ زیانگ کو اپنے دماغ میں نہ آنے دو اسی لمحے سے سانس روک کر اسے بھگا

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

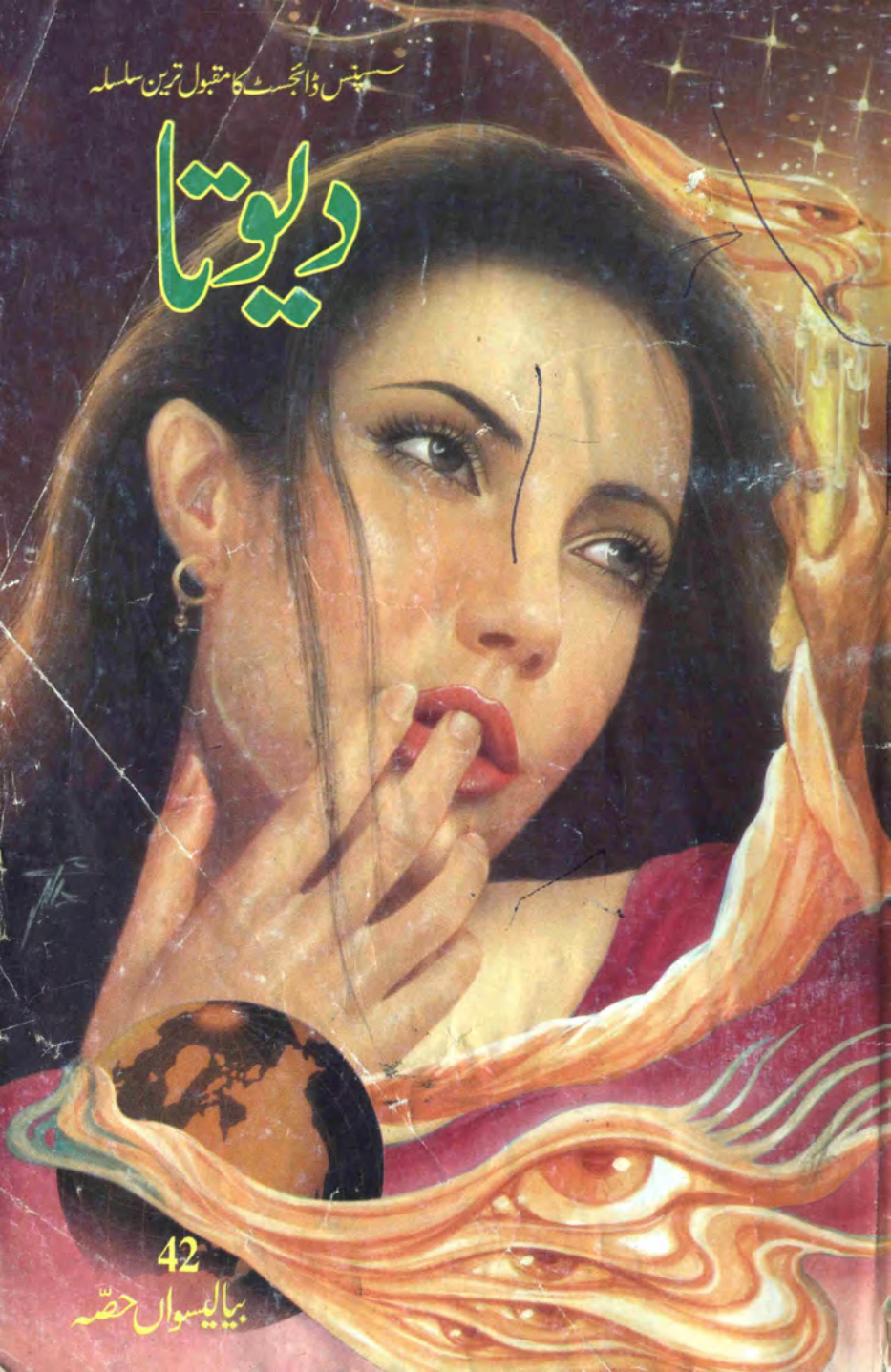

42

بیالیسواں حصّہ

ویسے ان نظروں میں حرارت زیادہ تشویش ناک تھی۔ شیوانی کو سحر زدہ نہیں کر رہی تھی۔ دوسری طرف وہ بھی متاثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی کو رگڑ کر قطار میں آگے بڑھ گیا۔ جیسے اس نے شیوانی کی حرارت کو ایک ہاتھ سے پونچھ کر پھینک دیا ہو۔

تھوڑی دیر تک وہاں کھڑی رہی۔ اس کی پیشانی کی حرارت رفتہ رفتہ کم ہو رہی تھی۔ وہ پورس کے پاس آگئی۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟ کچھ پریشان لگ رہی ہو؟"

"میں حیران ہوں۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ اس نے مجھے دیکھا تو میں اپنے اندر گرمی محسوس کرنے لگی۔ وہ بھی میری طرح ایسی ہی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے اس نے بھی میری حرارت کو محسوس کیا ہوگا۔"

"ہو سکتا ہے، تمہاری آنکھوں کا اثر اس پر نہ ہوا ہو۔"

"ہوا تھا۔ وہ اپنی پیشانی کو سہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ شاید وہ سچ مچ گونگا ہے۔"

"وہ گونگا نہیں ہے۔ میں نے اس کے دوست کے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ شدید ضرورت کے وقت بولتا ہے۔"

"پھر تو اسے میری آنکھوں سے متاثر ہو کر کچھ بولنا چاہیے تھا۔"

"تمہیں بھی اس کی نگاہوں سے متاثر ہو کر کچھ بولنا چاہیے تھا مگر تم خاموشی سے میرے پاس چلی آئی ہو۔"

"یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو سحر زدہ کرنے میں ناکام رہے ہیں۔"

پورس نے کہا "تم اپنا سفری بیگ لے کر جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ تمہیں میرے ساتھ دیکھے۔ میں جہاز میں اس کے قریب جھکوں گا اور اس کے متعلق کچھ نہ کچھ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ اپنا سفری بیگ اٹھا کر چلی گئی۔ جے ساموا اپنے لیے اور شیوانی اور جے فلو کے لیے بورڈنگ کارڈز لے چکا تھا۔ جے کانوا اپنے اور پورس کے لیے بورڈنگ کارڈز لے آیا۔ وہ سب ویٹنگ ہال میں آگئے۔ وہاں کئی مسافر تھے۔ ایک انڈین فیملی تھی۔ اس فیملی میں کئی افراد تھے۔ وہ اپنی ایک لڑکی کو بیاہنے کے لیے ہندوستان جا رہے تھے۔ شادی پہلے سے طے ہو چکی تھی۔ دوسرے دن وہ دلہن بن کر سسرال جانے والی تھی۔ لڑکی بہت زیادہ حسین تو نہیں تھی مگر اچھی تھی۔ بھرپور جوان تھی اور جوانوں کے لیے اس میں بھرپور کشش تھی۔

پورس اس فیملی کے قریب ہی ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ سب ایک دوسرے سے شادی کے سلسلے میں گفتگو کر رہے تھے۔ دوسرے دن دلہن بننے والی لڑکی کا نام شرمیلی تھا۔ وہ اپنے نام کے مطابق شرمیلی تھی۔ چھوٹے بہن بھائی اسے چھیڑ رہے تھے اور وہ شرما رہی تھی۔ اس نے چھوٹے بھائی سے کہا "مجھے پیاس لگ رہی ہے۔"

بھائی نے کہا "میں ابھی تمہارے لیے سافٹ ڈرنک لاتا ہے۔ تمہاری سیوا کرنے کے لیے صرف کل تک کا ٹائم ہے۔ اس کے بعد تو تم جیجا جی کی سیوا میں لگ جاؤ گی۔ جیجا جی کو سافٹ ڈرنک پلاؤ گی۔"

اس بات پر تمام بہن بھائی ہنسنے لگے۔ وہ لڑکا تیزی سے چلتا ہوا اسنیک بار میں آیا۔ وہاں سینڈو چز اور سافٹ ڈرنک

کا آرڈر دینے لگا۔ اس لبادے والے نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اس نے پلٹ کر سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر اس کی نظروں سے اپنی نظریں نہ ہٹا سکا۔ اپنی پیشانی میں گرمی محسوس کرنے لگا۔ بے اختیار کہنے لگا۔

"میرا نام روکی ہے۔ میں اپنی دیدی شرمیلی کے بیاہ میں شریک ہونے کے لیے انڈیا جارہا ہوں۔"

اس لبادے والے نے بھاری بھرکم آواز میں کہا "شرمیلی کے بارے میں بولتے رہو۔"

وہ بولنے لگا "میری دیدی بہت اچھی ہے۔ کل اس کی شادی ہونے والی ہے۔ وہ بہت خوش ہے۔ جیجاجی کو بہت چاہتی ہے۔ بچپن میں جیجاجی کے ساتھ پڑھتی تھی۔۔۔"

وہ لڑکی کی باتیں سنتے ہوئے دور دیکھ رہا تھا۔ شرمیلی ایک صوفے پر بیٹھی کان سے موبائل فون لگائے' کسی سے باتیں کررہی تھی۔ لبادے والے نے کہا "اپنی دیدی کا فون نمبر بتاؤ۔"

لڑکے نے موبائل فون نمبر بتایا۔ اس نے حکم دیا "یہ بھول جاؤ کہ تم نے مجھ سے باتیں کی تھیں۔ جاؤ۔"

اسنیک بار کا ملازم اس کی مطلوبہ چیزیں لے جارہا تھا۔ وہ لڑکا اس کے ساتھ جانے لگا۔ پورس اس لڑکے کو اجنبی کے ساتھ باتیں کرتے دیکھ چکا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ اسی کا نام گھنشام ہے۔ وہ لڑکے کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ شرمیلی میں دلچسپی لے رہا ہے۔ شرمیلی فون بند کرکے ٹھنڈی بوتل پی رہی تھی اور اس لڑکے سے باتیں کررہی تھی۔ اسی وقت موبائل فون سے پرزر کی آواز ابھری۔ شرمیلی نے اسے آن کرکے کان سے لگایا۔ "ہیلو؟"

گھنشام ویٹنگ ہال کے ایک گوشے میں اپنا موبائل فون کان سے لگائے ہوئے تھا۔ اس نے کہا "ہائے شرمیلی! تم مجھے نہیں جانتی ہو مگر جان جاؤ گی۔ میں تو تم پر جان دینے لگا ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولی "کون ہو تم؟"

"میری ایک کمزوری ہے۔ کنواری لڑکی میری بہت بڑی کمزوری ہے۔ میں چہرہ دیکھ کر پہچان لیتا ہوں کہ کون کنواری ہے اور کون میلی ہوچکی ہے۔ تم ابھی میلی نہیں ہوئی ہو۔ کل تمہاری شادی ہوگی۔ کل رات تمہاری تنہائی میں ایک مرد آئے گا لیکن سہاگ رات سے پہلے تم آج رات مجھے کنواری جوانی کی سوغات دوگی۔"

وہ غصے سے بولی "کیا بکواس کررہے ہو؟ ایڈیٹ! لچے! لفنگے۔۔۔ تھو!"

شرمیلی نے تھوکنے کے انداز میں تھو کہہ کر فون بند کردیا۔ پورس دور کھڑے ہوئے گھنشام کو دیکھ رہا تھا۔ اس لبادے کے باعث یہ نظر نہیں آرہا تھا کہ اس نے فون کو کان سے لگایا ہوا ہے اور کسی سے باتیں کررہا ہے۔ وہ کسی کے... روبرو بولتا نہیں تھا۔ گونگا بن جاتا تھا مگر چھپ کر بولنے لگتا تھا۔

فون پر ہونے والی گفتگو سے اس کی ہوس پرستی سمجھ میں آئی۔ ہوس ہر جگہ پوری نہیں کرتا تھا۔ صرف کنواری لڑکیوں کا دیوانہ تھا۔ دیوانہ ایسا کہ کسی بھی کنواری کو چیلنج کرتا تھا پھر اسے شکار کرتا تھا۔

پورس نے سوچا "وہ کیسے شکار کرے گا؟ جبکہ لندن جارہا ہے اور وہ آج شام تک انڈیا پہنچنے والی ہے۔"

اس نے شرمیلی سے کہا تھا کہ کل اس کی سہاگ رات ہے لیکن اس سے پہلے وہ آج رات اس کے ساتھ رت جگا منائے گا۔ کیا وہ ایک کنواری کی خاطر لندن کا سفر ملتوی کرکے آج رات دہلی میں رہے گا؟

یہ بات مضحکہ خیز تھی۔ وہاں سے لندن تک لاکھوں کنواریاں مل سکتی تھیں۔ وہ ایک کنواری کے لیے دہلی پہنچ کر سفر ملتوی نہیں کرے گا۔ وہ ایک دلہن بننے والی کو شادیوں ہی چھیڑ رہا تھا۔ پورس سوچتے سوچتے چونک گیا۔ گھنشام اچانک شرمیلی کے سامنے آکر رک گیا۔ شرمیلی کے ماں باپ اور رشتے داروں نے اسے دیکھا۔ اس کے ہاتھوں میں رنگ برنگے خوشبودار پھولوں کا خوب صورت بکٹ تھا۔ وہ جھک کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ذرا اونچی آواز میں بولا "تم دلہن بننے والی ہو۔ میری طرف سے یہ تحفہ قبول کرو۔ میں کسی بھی کنواری کو پھول پیش کرکے روحانی خوشی محسوس کرتا ہوں۔"

شرمیلی کے تمام رشتے دار اس کی باتیں سن کر خوش ہورہے تھے۔ کوئی یہ نہ سمجھ سکا کہ اس کنواری کی نظریں گھنشام کی نظروں سے چپک کر رہ گئی ہیں۔ وہ دھیمی سرگوشی میں بولا "تم ان آنکھوں کو یاد رکھو گی اور آج رات جہاں بلاؤں گا' وہاں چلی آؤ گی۔ اپنے گھر اور سماج کی تمام رکاوٹوں کو توڑ کر آؤ گی۔"

وہ اسے پھول پیش کرکے چلا گیا۔ پورس دور سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ گھنشام کی حرکتوں سے یہ یقین ہورہا تھا کہ وہ لندن نہیں جائے گا۔ اسے حاصل کرنے کے لیے دہلی میں رات گزارے گا۔ اپنی تمام مصروفیات کو چھوڑ کر سفر ملتوی کرنے کا مطلب یہی تھا کہ وہ کنواری اس کے لیے بڑی اہم ہوگی۔

○☆○

اسملی کو دو کروڑ کے ہیرے اور ایک کروڑ سے زیادہ نقد رقم مل گئی تھی۔ ایک ہی دن میں اتنی دولت کبھی اس کے باپ دادا نے نہیں کمائی تھی۔ انڈرورلڈ کا زونل باس تلک

رام بھنڈاری جو موت کی طرح حواس پر چھایا رہتا تھا' وہ اسملی کا بال بھی بانکا نہیں کرسکا تھا۔ بیکر برائٹ نے بھنڈاری کو اس حسینہ کے سامنے چوہا بنا دیا تھا۔

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے' انڈرورلڈ کے دو بگ باس تھے۔ ایک کا نام بائرن ٹوڈ اور دوسرے کا نام ہاروے تھا۔ دونوں ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ انہوں نے بیکر برائٹ سے کہا تھا "آج سے تم انڈیا میں انڈرورلڈ کے باس ہوگے۔ ہندوستان میں جتنے زونل باس ہیں۔ انہیں اپنا تابع بنالو بھنڈاری کے تہ خانے میں کروڑوں روپے کا اسمگل کیا ہوا مال ہے۔ اسے دوسری جگہ منتقل کردو۔"

یوں بیکر کی دوستی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے بگ باس سے ہوگئی تھی۔ اسے مضبوط سہارا مل گیا تھا۔ وہ دونوں برے وقت میں کام آسکتے تھے۔ انہوں نے بیکر سے کہا تھا کہ ابھی وہ مصروف ہیں۔ بعد میں تفصیلی گفتگو کریں گے۔

بیکر نے ان سے معاملات طے کرنے کے بعد بھنڈاری کے پیروں میں گولی مار کر اسے اپاہج بنا دیا تھا اور اس کے کئی ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ ان دشمنوں کو ناکارہ بنانے کے بعد اس نے اسملی کی خبر لی۔ مارے خوشی کے اس کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ اس کے پاس بریف کیس میں ایک کروڑ دس لاکھ روپے نقد تھے اور اس کے اسکارف میں دو کروڑ کے ہیرے بندھے ہوئے تھے۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر بیکر کے پاس آرہی تھی۔ اسے اپنے دماغ میں موجود پاکر بولی "بیکر! تم لاجواب ہو۔ بے مثال ہو۔ تم نے تنہا اتنی دور بیٹھے بیٹھے بھنڈاری جیسے خطرناک دشمن کو شکست دے دی۔ اس کی تمام دولت میرے پاس آگئی ہے۔ ہائے! میں بھی تمہیں اتنا خوش کروں گی۔ اتنا خوش کروں گی کہ تم میرے دیوانے ہوجاؤ گے۔ میں آرہی ہوں۔ ابھی آرہی ہوں۔ تم میرے اپارٹمنٹ میں ہونا؟"

"نہیں میں پرل کے روم نمبر ۳۴۵ میں ہوں۔ ہمیں اپارٹمنٹ میں نہیں رہنا چاہیے۔ اگرچہ دشمن ناکارہ ہوچکا ہے۔ تاہم ہمارے خلاف دوسروں کے ذریعے انتقامی کارروائی کرا سکتا ہے۔"

اسملی نے ٹیکسی ڈرائیور کو ہوٹل پرل چلنے کو کہا۔ وہ بولی "دیوی جی! جب سے تم میری ٹیکسی میں بیٹھی ہو' مسکرائے جارہی ہو۔ سیٹ پر ایک جگہ نہیں ہو۔ خوشی سے اِدھر اُدھر پہلو بدل رہی ہو۔ کیا کہیں سے دولت مل گئی ہے؟"

وہ ایک دم سے محتاط ہوکر ایک جگہ ساکت بیٹھ گئی پھر ناگواری سے بولی "تم ٹیکسی چلاتے وقت آگے دیکھتے ہوئے پیچھے دیکھتے رہتے ہو؟"

وہ بولا "ہم ڈرائیوروں کی آنکھیں سامنے دیکھتی رہتی

مقناطیسیت

اس کتاب کے مطالعے سے اپنی شخصیت کی مقناطیسی قوت کو اجاگر کریں اور کامیاب زندگی گزاریں

قیمت 25 روپے

ڈاک خرچ 23 روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات

kitabiat@hotmail.com
kitablat1970@yahoo.com

ہیں لیکن دھیان پیچھے لگا رہتا ہے۔"

"اچھا زیادہ نہ بولو۔ تیز چلاؤ۔ مجھے جلدی پہنچنا ہے۔"

بیکر نے کہا "میرے ساتھ رہنے کے لیے قدم قدم پر محتاط رہنا ضروری ہے۔ تم بے اختیار خوش ہو رہی تھیں اور یہ نہیں سمجھ رہی تھیں کہ ایک تنہا جوان عورت کے مسکراتے رہنے سے دوسرے اس کے متعلق کیسی رائے قائم کرتے ہیں۔"

"مجھ سے غلطی ہوگئی۔ آئندہ محتاط رہوں گی۔ اس ڈرائیور کو شبہ ہوگیا ہے کہ میرے پاس دولت ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ میں اس پر نظر رکھوں گا۔ وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

وہ اعملی سے باتیں کرتا رہا۔ جب ٹیکسی ہوٹل کے احاطے میں پہنچ گئی۔ تو وہ اعملی کی طرف سے مطمئن ہو کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوستوں آندرے اور سائن کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بہترین دوست تھے۔ پورس کے ماتحت سراغ رسانوں نے انہیں ٹریپ کرکے ان کے دماغوں کو لاک کردیا تھا۔

تب سے وہ آندرے اور سائن کے دماغوں میں پہنچنے کی کوششیں کرتا رہتا تھا۔ ان پر جو تنویمی عمل کیا گیا تھا' اس کا اثر کسی دن بھی زائل ہوسکتا تھا۔ کسی بھی وجہ سے اتفاقاً اسے اپنے دوستوں کے اندر پہنچنے کا موقع مل سکتا تھا۔ اس لیے وہ صبح و شام ان کے اندر پہنچنے کی کوشش ضرور کرتا تھا۔

اس بار بھی اسے ناکامی ہوئی۔ وہ زیادہ دیر خیال خوانی نہ کرسکا۔ اعملی کمرے میں آتے ہی بریف کیس اور ہیروں کو اِدھر اُدھر پھینک کر اس سے لپٹ گئی۔ خوشی کے مارے اتنا پیار کرنے لگی۔ اتنا پیار کرنے لگی کہ وہ گھبرا گیا۔ پریشان ہو کر بولا "میں تمہارے جذبات کو اور مسرتوں کو سمجھ رہا ہوں مگر دولت ہو' یا اپنا یار ہو' اسے ٹھہر ٹھہر کر خرچ کرو۔ کیا ایک ہی دن میں سب کچھ لٹھاور کردو گی؟"

وہ ہنسنے لگی۔ بڑے آرام سے پیار کرنے لگی۔ کہنے لگی "سچ کہتی ہوں۔ میں نے کبھی اتنی دولت اپنے دونوں ہاتھوں میں نہیں اٹھائی تھی۔ تم نے چند گھنٹوں میں مجھے دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت بنا دیا ہے۔"

"تم جس طرح ذہانت اور چالاکی سے اسمگلنگ کرتی رہی ہو۔ اسی ذہانت سے میرے ساتھ رہو گی تو میں تمہیں انڈر ورلڈ کی میڈم اعملی بنا دوں گا۔ دولت ہمیشہ تمہارے قدموں میں رہے گی۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟ کیا میں انڈر ورلڈ میں اتنا اونچا مقام حاصل کرسکتی ہوں؟"

"حاصل کرسکتی ہو کیونکہ میں انڈیا کے انڈر ورلڈ کا کنگ بن چکا ہوں۔ تلک رام بھنڈاری کے تمام اختیارات مجھے مل چکے ہیں۔ ہندوستان کے تمام زدنل باس میرے ماتحت بن کر رہیں گے۔"

وہ پھر خوشی سے قربان ہونے لگی "او آئی لو یو بیکر! تم مجھ سے شادی کرو گے تو میں تمہارے رشتے سے میڈم کہلایا کروں گی۔ کل سنڈے ہے۔ ہم کل ہی چرچ جاکر شادی کرلیں گے۔"

"کیا میں تمہیں پاگل دکھائی دیتا ہوں؟ شادی زندگی بھر کا رشتہ ہے۔ پہلے ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھا اور پرکھا جاتا ہے۔ آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے بن کر اور دماغ رکھتے ہوئے پاگل بن کر شادی نہیں کرنی چاہیے۔"

"مجھے سمجھنے اور پرکھنے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟ تم تو دماغ میں گھس کر میری اچھائی برائی کو سمجھ رہے ہو۔"

"تمہارے خیالات اور ارادے آئندہ کب بدلیں گے۔ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم نہیں کیا جاسکتا۔ تم اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتیں کہ انسان کا مزاج بدلتا رہتا ہے۔"

"میں کبھی نہیں بدلوں گی۔ تمہاری مرضی اور مزاج کے مطابق زندگی گزارتی رہوں گی۔"

"یہی تو آزمانا ہے کہ تم اپنے اس دعوے پر کب تک قائم رہو گی۔ فی الحال تمہیں اپنی ذہانت اور حکمت عملی سے یہ ثابت کرنا ہے کہ تم انڈر ورلڈ کی کوئن بننے کے قابل ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے ذمے داریاں دو۔ میں انہیں پورا کروں گی۔"

"تمہیں ایک نیا خفیہ اڈا بنا کر بھنڈاری کے تہ خانے کا تمام مال وہاں منتقل کرنا ہے۔ اپنے لیے ایک عالی شان بنگلا خریدنا ہے اور پھر انڈر ورلڈ کے تمام زدنل باس سے فون پر رابطہ کرکے انہیں اپنا محکوم بنانا ہے۔"

"میں اس سے بھی زیادہ بہت کچھ کرسکتی ہوں لیکن دوسروں کو ٹیلی پیتھی کے بغیر محکوم کیسے بناؤں گی؟"

"جہاں تمہیں دشواری پیش آئے گی' وہاں میں خیال خوانی کے ذریعے تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔"

وہ بڑی دیر تک بولتے رہے اور بڑے جذبوں سے ایک دوسرے کو تولتے رہے پھر بیکر نے کہا "تم بہت اچھی ہو۔ مجھے خوش کردیا ہے۔ اب میں خیال خوانی کروں گا۔ جب تک تم سے نہ بولوں' تم مجھ سے نہ بولنا۔"

اس نے پھر اپنے بہترین دوستوں کو یاد کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا آندرے کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو خوشی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آندرے نے سانس نہیں روکی تھی۔ اس نے مخاطب کیا "ہیلو آندرے! میں بیکر بول رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "بیکر! میرے دوست! یہ تم ہو؟ تم نے مجھے نہیں بھلایا ہے۔"

"کیسی بات کرتے ہو۔ میں روز کئی کئی بار تمہارے اور سائن کے دماغوں میں جانے کی کوششیں کرتا رہا ہوں۔ تم دونوں ہمیشہ سانس روک لیا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے' تم پر کیے ہوئے تنویمی عمل کا اثر ختم ہوچکا ہے۔"

"ہاں۔ یہی بات ہے۔ سائن کو بھی میرے ساتھ ٹریپ کیا گیا تھا۔ شاید اس کا دماغ بھی اب مقفل نہیں ہوگا۔"

"میں سائن کے پاس جا رہا ہوں۔ میرا انتظار کرو۔ ابھی آکر تمہارے دماغ کو لاک کروں گا۔"

وہ سائن کے پاس پہنچا۔ سائن بھی تنویمی عمل سے نجات پا چکا تھا۔ اس نے خوشی کا اظہار کیا پھر کہا "میرے دماغ کو لاک کرکے آزادی سے ایک اپارٹمنٹ میں رہنے کی اجازت دی گئی ہے۔ میں ابھی اس اپارٹمنٹ سے دور مین ہٹن کے اسکیٹنگ کلب میں ہوں۔ پلیز میرے دماغ کو لاک کرو۔ ورنہ وہ لوگ پھر مجھے ٹریپ کرلیں گے۔"

بیکر نے پوچھا "تمہاری دماغی توانائی کیسی ہے؟ کیا خیال خوانی کرسکتے ہو؟"

"ہاں ابھی میں آزمائش کے طور پر ایک شخص کے دماغ میں گیا تھا۔ میں خیال خوانی کرسکتا ہوں۔"

"تم ہمارے تین ساتھیوں سے رابطہ کرو۔ میں آندرے کے دماغ کو لاک کرکے تمہارے پاس آؤں گا۔"

وہ پھر آندرے کے پاس آگیا۔ اسے ہپناٹائز کرنے لگا۔ اعملی فون پر بھنڈاری سے کہہ رہی تھی "تم میری طاقت دیکھ چکے ہو۔ میرے یار نے تمہیں اپاہج بنا دیا ہے۔ تمہارے ماتحتوں کو ہلاک کردیا ہے۔ اگر تم اپنے وعدے کے مطابق میرے کمیشن کے پانچ لاکھ روپے دے دیتے تو تم پر یہ تباہی نہ آتی۔"

وہ بولا "مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ مجھے معاف کردو۔ میرے ایک کروڑ دس لاکھ روپے اور وہ تمام ہیرے واپس کردو۔ میں پانچ لاکھ نہیں' دس لاکھ دوں گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولی "گدھے ہو۔ دنیا کا کوئی بھی گدھا صرف دس لاکھ لینے کے لیے کروڑوں روپے واپس نہیں کرے گا پھر اب تمہاری کوئی اہمیت نہیں رہی ہے۔ تمہیں انڈر ورلڈ سے نکال دیا گیا ہے۔ اب میرا یار یہاں کا کنگ ہے اور میں اس کی کوئن ہوں۔ میں ایک وارننگ دے رہی ہوں۔ آج سے تم یا تمہارا کوئی ساتھی یا ماتحت اس تہ خانے میں نہیں جائے گا۔ وہاں رکھے ہوئے کسی مال کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ کیا سمجھے؟"

"سمجھ گیا۔ میں تو اپاہج بنا دیا گیا ہوں۔ تہ خانے میں کبھی نہیں جاسکوں گا۔ میرے ماتحت مجھے دھوکا دے کر تہ خانے کا مال چرانے جاسکتے ہیں۔ میں ان کی ذمے داری نہیں لے سکتا۔"

"ان سے میں نمٹ لوں گی۔ ایک ایک کو موت کے گھاٹ اتار دوں گی۔"

"ایک بات بتا دو۔ تمہارا وہ پریمی کون ہے؟ اس نے کس طرح مقابلے پر آئے بغیر مجھے تباہ کردیا ہے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ میرے باس نے میری غلطی کی سزا مجھے دی ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"میں نہیں جانتی تمہارا باس کون ہے۔ ٹیلی پیتھی تو میرا یار جانتا ہے۔ اب انڈیا کے تمام زدنل باس کے نام' پتے اور فون نمبر نوٹ کراؤ۔ میں نوٹ کر رہی ہوں۔"

وہ ان کے نام' پتے اور فون نمبر بتانے لگا۔ اعملی نوٹ کرنے لگی۔ بیکر اپنے ساتھی آندرے کے دماغ کو لاک کرکے سائن کے پاس آیا۔ سائن نے کہا "ہمارے باقی تینوں ساتھی اب تک تنویمی عمل کے اثر میں ہیں۔ میرے پہنچتے ہی وہ سانس روک لیتے ہیں۔ اب تم وقت ضائع نہ کرو۔ میرے دماغ کو لاک کرو۔"

بیکر نے کہا "میں نے آندرے اور تمہارے خیالات سے معلوم کیا ہے۔ تم دونوں کے اپارٹمنٹ ایک ہی عمارت میں ہیں۔ انہوں نے تم دونوں کے دماغوں سے ایک دوسرے کی پہچان بھلا دی تھی آئندہ ایک دوسرے کو پہچان سکو گے۔ میں نے آندرے سے بھی کہا ہے۔ تم سے بھی کہہ رہا ہوں۔ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد اس شہر سے کسی دوسرے شہر یا ملک چلے جاؤ۔"

سائن اس وقت ایک ہوٹل کے کمرے میں تھا۔ بستر پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کیں بیکر اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس کی طرح اعملی بھی اپنے طور پر مصروف تھی۔ بیکر نے سائن کے دماغ کو لاک کرنے کے بعد اعملی کو دیکھا۔ وہ بولی "میں انڈیا کے کئی صوبوں کے باس سے باتیں کرچکی ہوں۔ وہ میری اس بات پر ہنس رہے ہیں کہ انڈیا میں تمہیں انڈر ورلڈ کا کنگ بنایا گیا ہے۔ وہ سب ماتحت بننے سے انکار کر رہے ہیں۔ تمہیں چیلنج کر رہے ہیں۔ کیا تم ان کے دماغوں میں جاؤ گے؟"

"تم ان سب کے فون نمبر محفوظ رکھو۔ میں پھر کسی وقت ان کی کھوپڑی کے بارہ بجاؤں گا۔"

اس نے انڈر ورلڈ کے بگ باس سے رابطہ کیا اور کہا "میں بیکر رائٹ ہوں۔"

بگ باس ہائرن ٹوڈنے کہا "تم نام نہیں بتاؤ گے' تب بھی ہم جان جاتے ہیں کیونکہ میرے اور ہاروے کے دماغوں میں

صرف تم ہی آتے ہو۔ ہاں بولو انڈیا میں کیا ہو رہا ہے؟"

"یہاں سب ٹھیک ہے۔ میرے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کو دشمنوں نے ٹریپ کیا تھا مگر وہ ان کی قید سے رہائی حاصل کر چکے ہیں۔ اب ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیم اور مضبوط ہو گی۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ میں بھی ایک خوش خبری سنا رہا ہوں۔ ہمیں جلد ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل ہونے والا ہے۔ اسے حاصل کرتے ہی ہم مشین تیار کریں گے اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے وفادار پیدا کریں گے۔"

"یہ تو بہت بڑی خوش خبری ہے۔ تم وہ نقشہ کہاں سے حاصل کر رہے ہو؟"

"ابھی وہ نقشہ فرہاد علی تیمور کے پاس ہے۔ ہانگ کانگ کی ڈرگ مافیا کا گاڈ فادر فرہاد سے مقابلہ کرنے کے لیے ہم سے ٹیلی پیتھی کی مدد مانگ رہا ہے۔ ہمارے ساتھ یہ ڈیلنگ ہوئی ہے کہ نقشہ حاصل ہو گا تو اس کی دو کاپیاں بنوائی جائیں گی۔ ایک کاپی ہم رکھیں گے۔ دوسری گاڈ فادر کو دیں گے۔"

"مسٹر بائرن! کیا تمہیں پتا ہے کہ جو لوگ وقت سے پہلے مرنا چاہتے ہیں، وہ فرہاد سے چھیڑ خانی کرتے ہیں؟"

"میں پچھلے پچیس برسوں سے فرہاد علی تیمور کو جانتا ہوں۔ اس کا ایک ایک کارنامہ مجھے زبانی یاد ہے۔ بے شک موت کا دوسرا نام فرہاد ہے لیکن یہ تو سمجھتے ہو نا کہ ایک دن سب نے مرنا ضرور ہے اور ہم انڈر ورلڈ میں دن رات موت کا کھیل کھیلتے رہتے ہیں تو پھر ایک گیم فرہاد سے بھی ہو جائے۔"

دوسرے بگ باس ہاروے نے کہا "اور ایک دن فرہاد کو بھی مرنا ہے۔ آج نہیں تو کل وہ ضرور مرے گا۔ ہو سکتا ہے، ہمارے ہی ہاتھوں اس کی موت لکھی ہو۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "ہم نے بھی برسوں سے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ آج پورے یورپ اور ایشیا میں انڈر ورلڈ کے کنگ کہلاتے ہیں۔ جرائم کی دنیا میں ہماری دہشت طاری رہتی ہے۔ ہم اناڑی نہیں ہیں کہ آنکھیں بند کر کے فرہاد سے ٹکرا جائیں گے۔ اسے پتا ہی نہیں چلے گا کہ وہ ہم سے ٹکرا رہا ہے۔ اسے ہمارا اصل نام اور پتا ٹھکانا کبھی معلوم نہیں ہو گا۔"

بیکر نے پوچھا "یہ ڈرگ مافیا کا گاڈ فادر کون ہے؟"

"اس گاڈ فادر کا نام نانا کا کوڈ ہے۔ وہ ہانگ کانگ کے جنوب سے شمال میں چین تک انڈر ورلڈ ڈرگ مافیا کا گاڈ فادر ہے۔ بہت ہی سنگ دل قصائی ہے۔ خطرناک سمورائی تلوار باز ہے۔ اپنے کسی دشمن کے شانے پر سر نہیں رہنے دیتا۔ ایک ہی وار میں جسم سے گردن الگ کر دیتا ہے۔"

ہاروے نے کہا "فرہاد اور اس کی فیملی کے افراد ہمیشہ نئے رہتے ہیں۔ کبھی ایک چھوٹا سا ہتھیار بھی اپنے پاس نہیں رکھتے۔ فرہاد ایسی حماقت کرے گا تو اس کی گردن ضرور کٹے گی۔ آج تک نانا کا کوڈ کا وار کبھی خالی نہیں گیا۔ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ فرہاد کی ٹیلی پیتھی اس کے سامنے کام نہیں آئے گی۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "وہ تنہا فرہاد کے لیے کافی ہے۔ جبکہ اس کے درجنوں ماتحت خطرناک بلیک بیلٹ ہیں۔ وہ ہر پہلو سے فرہاد کی موت بن سکتا ہے۔ ہم سے صرف یہ چاہتا ہے کہ ہم خیال خوانی کے ذریعے فرہاد کے لیے مزید مشکلات پیدا کرتے رہیں۔ جب اسے زخمی کیا جائے گا تو ہم اس کے دماغ میں گھس کر اس مائیکرو فلم کے متعلق معلوم کریں گے، جس میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ محفوظ ہے۔"

بیکر نے کہا "پھر تو ٹھیک ہے۔ ہم خود کو ظاہر کیے بغیر وہ نقشہ حاصل کریں گے۔ کیا فرہاد ہانگ کانگ میں ہے؟"

"ابھی اطلاع ملی ہے کہ وہ ہانگ کانگ آ رہا تھا لیکن نانا کا کوڈ کا ایک چینی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ اس کا نام زاؤ زیانگ ہے۔ اس کی غلطی سے فرہاد کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ مائیکرو فلم کو ایک ٹوتھ پیسٹ کی ٹیوب میں چھپایا گیا ہے۔ وہ ٹیوب بیجنگ کے ایک بنگلے کے باتھ روم میں ہے۔ فرہاد اسے حاصل کرنے کے لیے بیجنگ واپس جا رہا ہے۔"

پھر تو ہم فرہاد کے وہاں پہنچنے سے پہلے دوسروں کو آلہ کار بنا کر اس ٹیوب سے مائیکرو فلم نکال سکتے ہیں۔"

"ہم ایسا کر چکے ہیں۔ ہم نے اپنے ایک آلہ کار کو اس بنگلے کے باتھ روم تک پہنچایا تھا۔ وہاں ٹیوب اور مائیکرو فلم نہیں ہے۔ فرہاد نے دھوکا دیا ہے۔ وہ بیجنگ واپس نہیں گیا ہے۔ اس نے مائیکرو فلم چھپا رکھی ہے۔ ہمارا خیال ہے، فرہاد چھپ چھپا کر ہانگ کانگ پہنچ گیا ہے۔"

ہاروے نے کہا "بیکر! تم ہمارے ساتھ رہو۔ ہمیں معلوم کرنا ہے کہ فرہاد ہانگ کانگ کے کس علاقے میں ہے اور کس نام اور کس حلیے میں ہے۔"

بیکر نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اعلیٰ سے کہا "ہم کھانے کے لیے ڈائننگ ہال میں نہیں جا سکیں گے۔ میں ایک بہت ہی اہم معاملے میں مصروف ہوں۔ تم ایک گھنٹے بعد کھانے کا آرڈر دو۔ ہم کمرے میں کھائیں گے۔"

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور مجھے شکار کرنے کے لیے بائرن ٹوڈ اور ہاروے کے پاس پہنچ گیا۔

○☆○

ہانگ کانگ بین الاقوامی شہرت کا حامل ایک تجارتی شہر ہے۔ یہاں کی تجارت میں دیانت داری کم اور فراڈ اور چور بازاری زیادہ ہے۔ سونا، چاندی، ہیرے جواہرات، شراب، افیون، چرس، کوکین اور ہیروئن کی اسمگلنگ اور چور بازاری سب سے زیادہ ہے۔ یہاں منشیات کے چھوٹے بڑے بے شمار بیوپاری ہیں۔ ان تمام بیوپاریوں کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ انڈر ورلڈ کے گاڈ فادر نانا کا کوڈ سے ہے۔

یہ دنیا کی سب سے بڑی اینٹک مارکیٹ ہے۔ ساری دنیا کے ملکوں اور قوموں کی تاریخ اور تہذیب کے مطابق آثار قدیمہ کی نایاب چیزیں یہاں دستیاب ہوتی ہیں۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے قدموں کے نشان، ان کے سر کے بال، قلوپطرہ کے قیمتی زیورات، چنگیز خان کے جوتے، سکندر اعظم کی تلوار، سلطانہ ڈاکو کی بندوق اور مارلن مونرو کی نیکر جیسی چیزیں، جو دنیا میں کہیں نہیں ملتیں، یہاں مل جاتی ہیں۔ کوئی دعویٰ کرے کہ مارلن مونرو لباس کے اندر نیکر نہیں، کچھ اور پہنتی تھی تو وہ ہالی ووڈ کی پوری ہسٹری بیان کر کے اسے قائل کر دیں گے کہ وہ مارلن مونرو کی ہی نیکر ہے۔ وہ کسی نہ کسی طرح یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ جو جوتے وہ فروخت کر رہے ہیں، وہ چنگیز خان ہی کے ہیں پھر خریدار قائل ہو کر انہیں خرید لیتا ہے۔ اس کے جانے کے بعد پھر چنگیز خان کے ویسے ہی جوتوں کا جوڑا دکان میں آ جاتا ہے۔ اس طرح ہزاروں کی تعداد میں وہ جوتے فروخت ہوتے رہتے ہیں۔ پتا نہیں چنگیز خان کتنے ہزار، کتنے لاکھ جوتے اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے۔

ایسے فراڈ دکان داروں کا تعلق بھی گاڈ فادر نانا کا کوڈ سے تھا۔ وہ اپنی دکانوں کے چور دروازوں سے منشیات اور اسمگل کیے ہوئے جواہرات فروخت کرتے تھے۔ امریکا سے آنے والے جان ہارڈی کا تعلق انڈر ورلڈ سے تھا۔ یہ مجھے بعد میں پتا چلا کہ وہ کوئنز روڈ ویسٹ مارکیٹ کے عقب میں رہتا ہے۔ اس مارکیٹ میں ہر چیز کاغذ کی ملتی ہے۔ کاغذ کے مکانات، کاغذ کی کاریں اور ہوائی جہاز، کھانے کے لیے کاغذ کے برتن، فرنیچر اور کاغذ کے وہ کرنسی نوٹ ملتے ہیں، جو انڈر ورلڈ بینک سے جاری کیے جاتے ہیں۔

یہ کرنسی اگرچہ غیر قانونی ہوتی ہے لیکن ڈالرز اور پونڈز کے مقابلے میں قیمتی ہوتی ہے۔ عام لوگ جو زندگی گزارنے کی حد تک کماتے ہیں اور وہ لوگ جو تجارتی دنیا سے تعلق نہیں رکھتے اور مہنگی عیاشی نہیں کر سکتے ان کے لیے انڈر گراؤنڈ کرنسی کا کوئی مول نہیں ہے۔ کیسینو (قمار خانے) نائٹ کلبوں اور چھوٹے بڑے مجرموں کے درمیان یہ کرنسی چلتی ہے۔ جان ہارڈی بینک آف انڈر ورلڈ کا ایگزیکٹیو ڈائریکٹر تھا۔ انڈر ورلڈ میں چھپنے والی کرنسی کو باہر کی دنیا میں پہنچاتا تھا۔ ایشیا کے ان تمام ملکوں اور علاقوں میں جہاں مجرموں کا بول بالا رہتا ہے اور جرائم پھلتے پھولتے رہتے ہیں۔ وہاں یو کرنسی یعنی انڈر ورلڈ کرنسی چلتی ہے۔

جان ہارڈی کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے زاؤ زیانگ نے مجھے ہائی وے پر روکا تھا لیکن مجھ سے مائیکرو فلم حاصل کرنے میں ناکام رہا تھا جبکہ اس نے جن مسلح حواریوں کو مجھے گھیرنے اور ہلاک کرنے کے لیے بھیجا تھا میں نے ان تمام حواریوں کو جہنم میں پہنچا دیا تھا۔ اب اسے تازہ ترین اطلاع یہ ملی تھی کہ میں ہانگ کانگ پہنچنے والا ہوں۔ یہ ایسی اطلاع تھی کہ سبھی دہشت زدہ ہو رہے تھے۔

دہشت زدہ کرنے کے لیے یہ اطلاع کافی تھی کہ میں نے تنہا ان کے نو مسلح افراد کو ہلاک کر دیا تھا وہ خطرناک اسلحہ رکھنے کے باوجود میرا کچھ نہیں بگاڑ پائے تھے۔ زاؤ یانگ وہاں خیال خوانی کے ذریعے موجود تھا۔ اگر جسمانی طور پر موجود رہتا تو وہ بھی زندہ بچ کر واپس نہ آتا اس ایک واقعے سے وہ سب محتاط ہو گئے تھے۔

فی الحال ان کے لیے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ وہ مجھے کس طرح پہچانیں گے۔ یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ میں اپنا نام اور حلیہ تبدیل کر کے ہانگ کانگ شہر میں داخل ہونے والا ہوں۔ انہیں میری آمد کا وقت نہیں معلوم تھا یہ معلوم ہوا تھا کہ میں ہائی وے سے آ رہا ہوں پھر آتے آتے بیجنگ واپس جا رہا ہوں پھر انہیں پتا چلا کہ میں نے انہیں دھوکا دیا ہے۔ ہائی وے سے ان کی توجہ ہٹانے کے لیے میں نے بیجنگ واپس جانے کی بات کی تھی۔ اس طرح کسی نے ہائی وے پر رکاوٹ پیدا نہیں کی۔ جب تک انہیں میرے فراڈ کا علم ہوتا میں شہر میں داخل ہو چکا تھا۔

وہ سمجھ رہے تھے کہ میں ان کی نظروں میں آئے بغیر وہاں پہنچ گیا ہوں۔ اب یہ معلوم کرنا تھا کہ میں ہانگ کانگ کے کس علاقے میں قیام کروں گا۔ میں فی الحال وہاں دو ہی دشمنوں کو جانتا تھا۔ ایک زاؤ زیانگ تھا اور دوسرا جان ہارڈی تھا انڈر ورلڈ کے گاڈ فادر نانا کا کوڈ نے حکم دیا تھا کہ زاؤ زیانگ اور جان ہارڈی کو زبردست سیکیورٹی دی جائے۔ وہ دونوں اپنے گھروں میں رہیں یا باہر کہیں مصروف رہیں ہر جگہ مسلح افراد کو بڑی رازداری سے چھپ کر ان کی حفاظت کرنی چاہیے۔ فرہاد علی تیمور جلد یا بدیر ان میں سے کسی کی گردن دبوچنے کے لیے ضرور ان کے قریب آئے گا۔

وہ اپنے طور پر درست سمجھ رہے تھے۔ مجھے ان دونوں کی تلاش تھی۔ مجھے ان دونوں تک ضرور پہنچنا تھا لیکن وہ میرے طریقہ کار کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ بیجنگ سے روانہ ہونے سے پہلے ہی میں نے زاؤ زیانگ کو ٹریپ کرنے کا بندوبست کر لیا تھا جیسا کہ بیان کر چکا ہوں، میجر لیوچن کی بیٹی کم

لی فلرٹ تھی۔ اس نے مجھے پھانسنے کی کوششیں کی تھیں۔ مجھ سے پہلے دو چار بوائے فرینڈز جھگتا چکی تھی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے زاؤ زیانگ کے ساتھ بھی رات گزار چکی تھی۔

میں نے اسی کم لی کو آلہ کار بنایا تھا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر زاؤ زیانگ سے فون پر بات کرائی تھی۔ کم لی نے بڑے محجوبانہ انداز میں اس کے پاس ہانگ کانگ آنے کی ضد کی تھی۔ زاؤ زیانگ بھی اس کا دیوانہ تھا اس نے ہانگ کانگ میں اپنی رہائش گاہ کا پتا اسے بتایا تھا اور کم لی نے خوش ہو کر کہا تھا کہ وہ پہلی کسی بھی ڈومیسٹک فلائٹ سے اس کے پاس آرہی ہے اور وہ واقعی ایک فلائٹ سے وہاں پہنچ گئی تھی۔

میں ہائی وے سے کار میں آیا تھا۔ اس لیے وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچی ہوئی تھی میں نے اس کے اندر جھانک کر دیکھا وہ زاؤ زیانگ کے ایک شان دار بنگلے میں تھی۔ اس نے فون کے ذریعے اس سے کہا تھا "ہائے زاؤ! میں آگئی ہوں تمہارے گھر میں بیٹھی ہوئی ہوں۔ تم کہاں ہو؟"

دوسری طرف سے اس نے کہا "ہائے کم لی! تم مجھے کتنا چاہتی ہو اپنے وعدے کے مطابق پہنچ گئی ہو لیکن میں بہت مصروف ہوں۔ شاید آج رات نہیں آسکوں گا کوشش کروں گا کہ صبح تک آجاؤں۔"

وہ میٹھی ناراضگی سے بولی "کیا یہی تمہاری محبت ہے۔ میں ہزاروں میل دور سے آئی ہوں اور تم مجھ سے دور بھاگ رہے ہو۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہوں گی۔ مجھے بتاؤ کہاں ہو۔ میں ابھی تمہارے پاس آؤں گی۔"

"میں کسی ایک جگہ نہیں ہوں۔ تمہیں معلوم ہے فرہاد تمہارے باپ کے ساتھ یہاں آیا ہوا ہے۔ وہ ہمارے لیے درد سر بنا ہوا ہے۔ پتا نہیں کس چکر میں ہے۔ ہمیں کسی بھی طرح اسے پہچان کر اس سے مائیکرو فلم وصول کرنی ہے پھر اسے ہلاک کرنا ہے۔"

وہ میری مرضی کے مطابق بول رہی تھی۔ زاؤ زیانگ کی بات پر ہنسنے لگی۔ کہنے لگی "بس اتنی سی بات ہے فرہاد لاکھ پردوں میں چھپا ہو تب بھی میں اسے پہچان لوں گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "تعجب ہے! وہ ریڈی میڈ میک اپ میں یا ماسک میک اپ میں چھپا ہوگا۔ اپنا لب ولہجہ بدل چکا ہوگا تو تم اسے کیسے پہچانو گی؟"

"تم میری ایک غیر معمولی صلاحیت سے واقف نہیں ہو۔ میں کسی بھی ایسے مرد کو اس کے جسم کی مخصوص مہک سے پہچان لیتی ہوں جس کے ساتھ ایک رات یا چند گھنٹے گزار لیتی ہوں اور یہ تو ایک قدرتی بات ہے۔ روشنی ہو یا تاریکی دنیا کی ہر عورت اپنے شوہر کو اس کے پسینے کی مخصوص مہک سے پہچان لیتی ہے۔ مجھ میں یہ صلاحیت دوسری عورتوں سے کچھ زیادہ ہے۔"

کم لی نے بڑے ہی قائل کرنے والے انداز میں یہ حقیقت بیان کی۔ زاؤ زیانگ نے قائل ہو کر کہا "یہ تو کمال ہوگیا۔ میں نے تمہیں یہاں بلا کر غلطی نہیں کی۔ ایک تو تم میری جان ہو دوسرا یہ کہ دشمن جاں کا سراغ لگانے والی ہو۔ اب تو میں تمہیں دن رات اپنے ساتھ رکھوں گا فرہاد کسی بھی بھیس میں ہوگا تو تم اس کی نشان دہی کرو گی پھر ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تو پھر تم مجھے بلا رہے ہو؟ یہ بتاؤ کہاں ہو؟ میں ابھی اڑ کر چلی آؤں گی۔"

"تم ابھی فون بند کرو۔ میں پوری سیکیورٹی کے ساتھ تمہیں لینے آؤں گا۔"

کم لی نے فون بند کردیا۔ ایسے وقت سونیا میرے اندر پہنچی ہوئی تھی اور میرے خیالات پڑھ کر میرے حالات معلوم کررہی تھی۔ اس نے کہا "میں یہاں مصروف ہوگئی تھی۔ اس لیے دیر سے آئی ہوں مگر اتنی دیر میں تم نے اندھیر کیا ہے۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تم نے کم لی کو آلہ کار بنا رکھا ہے۔ ویسے تمہارا جواب نہیں ہے اس کے ذریعے چھپے ہوئے دشمنوں تک پہنچ رہے ہو۔"

"اچھا ہوا تم آگئیں۔ ہائی وے کے سفر نے مجھے تھکا دیا ہے۔ میں ذرا آرام کرنا چاہتا ہوں۔ تم کم لی کے ذریعے معلومات حاصل کرتی رہو۔ مجھے امید ہے کہ زاؤ زیانگ اور جان ہارڈی کے درمیان رابطہ رہتا ہوگا تم جان ہارڈی تک بھی پہنچنے کی کوشش کرو۔"

سونیا چلی گئی۔ میں ایک ہوٹل کے کمرے میں تھا۔ آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ یہ ہوٹل کوئنز روڈ ویسٹ میں تھا۔ یہ وہی مارکیٹ تھی جہاں کاغذ سے تیار کیا ہوا سامان فروخت ہوتا تھا اور یہیں کے ایک کلب سے یوکرنسی یعنی انڈر ورلڈ میں چھپنے والی کرنسی جاری ہوتی تھی۔ اسی کلب کے پیچھے جان ہارڈی کی رہائش گاہ تھی۔

میں انجانے میں ایک دشمن کے قریب پہنچ گیا تھا اور آرام سے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ مجھے دو چار گھنٹے سونا چاہیے۔ سونیا ایک ایسی ڈھال تھی کہ اس کی موجودگی میں میری غفلت کے باوجود کوئی مجھ پر حملہ نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایات دیں کہ کم از کم چار گھنٹوں تک سوتا رہوں اس سے پہلے یا تو سونیا آکر مجھے جگائے گی یا میرے کمرے میں کوئی غیر معمولی بات ہوگی یا کھڑکی دروازے تک کسی دشمن کے قدموں کی آہٹ ہوگی تو فوراً ہی میری آنکھ کھل جائے گی۔

سونیا خیال خوانی کے ذریعے کم لی کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ زاؤ یانگ مسلح حواریوں کے ساتھ اس کے پاس آیا تھا۔ اس نے کہا "کم آن کم لی! ہمیں ابھی یہاں سے جانا ہے۔"

اس نے سونیا کی مرضی کے مطابق پوچھا "کیا یہاں سے جانا ضروری ہے؟ یہاں تنہائی ہے۔ ہم بڑے مزے سے رات گزاریں گے۔"

"صرف ایک رات کی بات نہیں ہے۔ اب تو تم دن رات میرے ساتھ رہو گی میرے ساتھ فرہاد کو تلاش کرو گی۔ ہمیں جو بھی مشکوک دکھائی دے گا۔ تم اس کے قریب جاکر اس کی بو سونگھ کر اسے پہچانو گی۔"

وہ بولی "ہانگ کانگ میں کئی طرح کے مجرم بھیس بدل کر گھومتے رہتے ہیں۔ ایک طرف قانون سے اور دوسری طرف اپنے دشمنوں سے آنکھ مچولی کھیلتے رہتے ہیں۔ پتا نہیں فرہاد کس بھیس میں ہوگا اور کہاں ہوگا تم مجھے کہاں کہاں لیے پھرو گے؟"

"ابھی ہم کوئنز روڈ ویسٹ جائیں گے۔ وہاں میرا ایک ساتھی جان ہارڈی ہے جب تک فرہاد ہماری گرفت میں نہیں آئے گا۔ تب تک میں اور ہارڈی ایک دوسرے کے قریب رہیں گے۔"

وہ کم لی کو ساتھ لے کر کوئنز روڈ کی طرف جانے لگا۔ اس کی کار کے آگے پیچھے چار گاڑیاں تھیں۔ ان گاڑیوں میں اس کے مسلح حواری تھے۔ وہ سبھی جوڈو کراٹے کے ماہر اور خطرناک فائٹر تھے۔ میرے خلاف ایسے مسلح حواریوں کو ان دونوں کا گارڈ بنایا گیا تھا جو میرے مقابلے میں کسی پہلو سے کمزور نہ پڑتے۔ وہ میری طرح ہتھیاروں کے بغیر لڑ سکتے تھے مرسکتے تھے یا مار سکتے تھے۔ ان سب کا رابطہ گاڈ فادر ناناکا کوڈو سے تھا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ فرہاد کا سراغ ملتے ہی اسے اطلاع دی جائے۔

زاؤ یانگ نے خیال خوانی کے ذریعے جان ہارڈی سے کہا "میں کم لی کے ساتھ آرہا ہوں۔"

جان ہارڈی نے کہا "تم جانتے ہو کہ فرہاد مصیبت بنا ہوا ہے۔ وہ بہت مکار ہے کسی کو بھی آلہ کار بنا کر ہماری شہ رگ تک پہنچ سکتا ہے۔ ایسے میں تم اپنی محبوبہ کم لی کو یہاں لے کر آرہے ہو۔"

"میں نادان نہیں ہوں۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ کم لی ہمارے لیے کتنی اہم ہے۔ ہم اسی کے ذریعے فرہاد کو ٹریپ کرسکیں گے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا کم لی اس دشمن کو کسی بھیس میں پہچان سکے گی؟"

"ہاں میری محبوبہ کے اندر ایک غیر معمولی صلاحیت ہے۔ وہ فرہاد کو ہزار میک اپ کے باوجود پہچان لے گی۔ وہ جس کے قریب دو چار گھنٹے رہتی ہے۔ اس کے پسینے کی مخصوص بو اس کے ذہن میں نقش ہوجاتی ہے۔"

"یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ فرہاد کو اس کی مخصوص بو سے پہچان لے گی؟"

"بے شک اسی لیے یہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ ہمارے تمام جاسوس ایسے لوگوں کی نشان دہی کررہے ہیں جن پر شبہ ہے کہ وہ میک اپ کے پیچھے چھپے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں کا میک اپ اتارنا اور ان سے الجھنا ضروری نہیں ہوگا۔ کم لی ان کے قریب جاکر ان کی بو سونگھ کر ہمیں اشارہ کرے گی اگر وہ فرہاد ہوگا تو کبھی یہ سمجھ نہیں پائے گا کہ کم لی نے اسے پہچان لیا ہے۔ اس طرح ہم اس کی بے خبری میں اسے زخمی کرکے قیدی بنا سکیں گے اسے جوابی حملہ کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

"یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ اس کم بخت نے بری طرح دہشت زدہ کر رکھا ہے۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ اسے جوابی حملہ کرنے کا موقع نہ ملے مگر ایک سوال یہ ہے کیا وہ کم لی کو نہیں پہچانے گا؟"

"نہیں پہچانے گا۔ ابھی کم لی کے چہرے کو میک اپ میں چھپا دیا جائے گا کیا تمہارے پاس میک اپ کا سامان ہے؟ نہ ہو تو ابھی منگوالو۔"

"یہاں سب کچھ ہے۔ ہمارے آدمیوں نے اطلاع دی ہے کہ اس علاقے کے دو ہوٹلوں میں دو اجنبیوں کو دیکھا گیا ہے اور ایک بوڑھی عورت کے مکان میں کوئی پے انگ گیسٹ آیا ہے۔ ہمیں جلد سے جلد معلوم کرنا ہے کہ وہ تینوں اجنبی کون ہیں؟"

وہ باتیں کرنے کے دوران میں جان ہارڈی کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے بنگلے کے چاروں طرف مسلح گارڈز پہرا دے رہے تھے۔ اس نے کم لی کو دیکھ کر کہا "تمہاری محبوبہ بہت خوب صورت ہے۔ کیا یہ میری طرح پینے کا شوق رکھتی ہے۔ کوئی کمپنی نہ ہو تو پینے کا مزہ نہیں آتا۔"

زاؤ زیانگ نے کہا "ہارڈی! یہ تمہاری بری عادت ہے پینے کے بعد بہکنے لگتے ہو۔ پلیز کام کی بات کرو۔ میک اپ مین کو بلاؤ کم لی کا چہرہ بدلنا ضروری ہے۔"

جان ہارڈی پی رہا تھا۔ یہ معلوم ہوتے ہی سونیا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ تب معلوم ہوا کہ وہ انڈر ورلڈ بینک کا ایگزیکٹو ڈائریکٹر ہے اور وہاں چھاپی جانے والی یوکرنسی کو ہانگ کانگ اور ایشیا کے دوسرے بڑے شہروں میں پھیلاتا ہے۔

امریکی حکومت نے جان ہارڈی کے ذریعے گاڈ فادر ناناکا کوڈو سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ چین سے لے آئے گا تو اسے منہ مانگا معاوضہ دیا جائے گا۔ یہ بھی معاہدہ کیا گیا تھا کہ اگر وہ ٹرانسفارمر مشین کی تیاری کے لیے ہانگ کانگ میں یا کسی قریبی جزیرے میں خفیہ اڈا فراہم کرے گا اور اس سلسلے میں آئندہ بھی تعاون کرتا رہے گا تو اسے اور اس کے حواریوں کو اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی جائے گی۔

سونیا نے خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس پہنچ کر دیکھا۔ میں سو رہا تھا اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی میری آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے کہا "سوری! تمہیں آرام کرنا چاہیے لیکن مجبوراً آئی ہوں۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تم کس علاقے کے کس ہوٹل میں ہو؟"

میں نے کہا "یہ کوئنز روڈ ویسٹ کا علاقہ ہے۔ میں ہوٹل ڈیانا کے ایک کمرے میں ہوں۔"

وہ بولی "اوہ گاڈ! تم دشمن کی گود میں سو رہے ہو۔ اس ہوٹل کے پیچھے جان ہارڈی کی رہائش گاہ ہے اور اس وقت وہاں اس کے ساتھ زاؤ زیانگ موجود ہے۔"

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سونیا نے کہا "ان کے سراغ رسانوں نے انہیں اطلاع دی ہے کہ اس علاقے کے دو ہوٹلوں میں دو اجنبی ہیں۔ ابھی وہ تم لی کو میک اَپ میں چھپا رہے ہیں۔ اس کے بعد اسے لے کر یہاں پہنچنے والے ہیں۔ تم لی ہماری مرضی کے مطابق تمہیں نہیں پہچانے گی لیکن وہ یہ ضرور معلوم کرنا چاہیں گے کہ تم فرہاد نہیں ہو تو پھر کون ہو؟ اور کیوں اپنے چہرے کو میک اَپ میں چھپائے ہوئے ہو؟"

میں اٹھ کر باتھ روم میں آیا۔ اپنے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے پھر ذرا فریش ہو کر اپنا سفری بیگ اٹھا کر ہوٹل کے پچھلے حصے میں آیا۔ وہاں ایک شخص اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ میں اس کے پیچھے چلتا ہوا کمرے میں پہنچا تو اسے حیرانی نہیں ہوئی کیونکہ سونیا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ میں ایک آئینے کے سامنے بیٹھ کر ریڈی میڈ میک اَپ کے ذریعے اپنے چہرے کو تبدیل کرنے لگا۔ سونیا اس شخص کو میرے کمرے میں لے گئی۔ وہاں اسے تھپک تھپک کر ٹیلی پیتھی کی لوری سنائی۔ وہ سو گیا۔

اس نے میرے پاس آکر کہا "میں نے اسے سلا دیا ہے۔ اب تم یہاں سے نکلو۔"

میں کمرے سے نکل کر ہوٹل کے باہر جاتے ہوئے بولا "میری جان تم بڑے کام کی چیز ہو۔ تم وقت پر نہ پہنچتیں تو دشمن آ پہنچتے اب جاؤ اور ہارڈی کے ذریعے دوسرے آلہ کار بناؤ۔"

"ابھی جا رہی ہوں مگر پہلے اہم معلومات حاصل کرلو۔ جان ہارڈی کے خیالات نے بتایا ہے کہ یہاں صرف زاؤ زیانگ اور جان ہارڈی تمہارے دشمن نہیں ہیں یہ دونوں اہم ہیں لیکن آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے ان دونوں کے پیچھے کوئی زبردست قوت ہے یہ تو سمجھ رہا ہوں کہ جان ہارڈی امریکا کے لیے کام کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اہم بات ہو تو بتاؤ؟"

انڈر ورلڈ ڈرگ مافیا کا ایک گاڈ فادر ہے۔ اس کا نام ناناکا کوڈو ہے۔ ہارڈی کے خیالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت پراسرار اور بہت خطرناک ہے۔ میں ابھی جا کر اس کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کروں گی۔ اس علاقے میں ان کے جاسوس گھوم رہے ہیں۔ تم کسی دوسرے علاقے میں چلے جاؤ کسی محفوظ جگہ پہنچو۔ اس کے بعد مجھ سے رابطہ کرو یا میں تمہارے پاس آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس علاقے سے دور لائیڈر اسٹریٹ میں آیا۔ وہاں ایک مکان کے سامنے پے انگ گیسٹ کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ میں نے وہاں جا کر ایک کمرا حاصل کیا انہیں منہ مانگی رقم دی۔ وہ خوش ہو گئے۔ انہوں نے میرے کمرے میں کھانے پینے کا سامان پہنچایا۔ میں نے کہا "میں کھانے کے بعد سو جاؤں گا۔ لہٰذا صبح تک میرے دروازے پر دستک نہ دی جائے۔"

میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر آرام سے بیٹھ کر کھاتے کھاتے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے بولا "میں دوسرے علاقے میں آگیا ہوں۔ تم کیا کر رہی ہو؟"

اس نے کہا "تم لی کا میک اَپ ہو چکا ہے۔ زاؤ زیانگ اسے لے کر ان ہوٹلوں کی طرف گیا ہے۔ جہاں کے ایک ہوٹل میں تم تھے اس کے ساتھ ایک درجن مسلح گارڈز ہیں۔"

سونیا نے مجھے جان ہارڈی کے دماغ میں پہنچایا چونکہ وہ پیے ہوئے تھا۔ نشے میں تھا اس لیے ان کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ ایسے ہی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے ایک عورت کی آواز سنائی دی "میں گاڈ فادر کی سیکریٹری بول رہی ہوں۔ ہولڈ آن کرو۔"

وہ کان سے ریسیور لگائے صوفے پر سیدھا بیٹھ گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی گاڈ فادر ناناکا کوڈو کی آواز سنائی دی "ہیلو مسٹر ہارڈی! ابھی معلوم ہوا ہے کہ زاؤ زیانگ فرہاد کو تلاش کرنے گیا ہے لیکن تم اپنے گھر میں بیٹھے پی رہے ہو۔ کیا تمہیں خطرے کا احساس نہیں ہے؟ کیا یہ نہیں جانتے کہ نشے کے وقت وہ دشمن تمہارے دماغ میں آسکتا ہے؟"

"میں جانتا ہوں۔ اس لیے تمہارے معاملات سے الگ رہنا چاہتا ہوں۔ میں نے امریکی اکابرین سے کہا ہے کہ انڈر ورلڈ بینک کے لیے کام کرتا رہوں گا لیکن مجھے مشین کے نقشے کے معاملے میں ملوث نہ کیا جائے۔ نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں گھس آئیں گے۔ میں پینے کا عادی ہوں۔ شراب نہیں چھوڑ سکتا۔"

ناناکا کوڈو نے کہا "تم اس معاملے سے دور نہیں رہ سکو گے۔ چین کی آرمی انٹیلی جنس یہ معلوم کر چکی ہے کہ زاؤ زیانگ سے تمہارا رابطہ رہتا ہے اور تم نقشے کی چوری کے سلسلے میں اہم رول ادا کر رہے ہو۔ فرہاد تمہیں نہیں چھوڑے گا۔"

ہارڈی نے کہا "جب وہ میرے دماغ میں آکر میرے خیالات پڑھے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ مائیکرو فلم کی چوری سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

ناناکا کوڈو نے غصے میں کہا لیکن میں تمہاری گردن تن سے الگ کردوں گا۔ نشے میں یہ بھول رہے ہو کہ وہ دشمن تمہارے دماغ میں آکر ہمارے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتا ہے۔ تم صبح ہونے سے پہلے ہانگ کانگ سے دور چلے جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا کبھی یہ نہیں چاہوں گا کہ وہ تمہارے ذریعے ہمارے انڈر ورلڈ کے راز معلوم کرتا رہے۔"

"اچھی بات ہے کوئی تمہارے حکم سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کرتا ہے پھر میں کیسے کر سکتا ہوں؟ نشہ اترتے ہی میں چلا جاؤں گا۔"

"وہ شیطان نشہ اترنے سے پہلے ہی تمہارے اندر گھس آئے گا۔ ابھی میرے سورائی آرہے ہیں۔ تمہیں اٹھا کر اس شہر سے باہر پھینک آئیں گے اگر امریکا سے معاہدہ نہ ہوتا تو ابھی تمہیں قتل کر دیا جاتا۔"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ جان ہارڈی یہ سن کر بری طرح خوف زدہ ہو گیا کہ سورائی اسے وہاں سے پکڑ کر لے جانے کے لیے آرہے ہیں۔ گاڈ فادر ناناکا کوڈو اپنے وفادار تلوار بازوں کو سورائی کہا کرتا تھا۔ وہ سب اپنے گاڈ فادر کی طرح بے رحم درندے تھے۔ تلوار کے ایک ہی وار سے گردن اڑا دیتے تھے یا پھر تلوار کی نوک سے کچوکے لگا لگا کر تڑپا تڑپا کر جان لیتے تھے۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "وہ سورائی مجھے شہر سے دور لے جا کر قتل کر دیں گے۔ امریکی حکومت بے خبر رہے گی۔ امریکی جاسوس مجھے تلاش کرتے رہیں گے۔ انہیں میری لاش بھی نہیں ملے گی۔ ناناکا کوڈو ہمارے سراغ رسانوں کو یہی تاثر دے گا کہ فرہاد نے مجھے قتل کر کے سمندر میں میری لاش پھینک دی ہے۔"

اس نے میری مرضی کے مطابق ریسیور اٹھا کر اپنے سفارت خانے کے نمبر ڈائل کیے پھر ایک اہل کار سے کہا "انڈر ورلڈ کا گاڈ فادر ناناکا کوڈو اپنے معاہدے سے پھرنے والا ہے۔ وہ مشین کے نقشے کے سلسلے میں فرہاد سے معاملات طے کر رہا ہے۔ یہ بات مجھے معلوم ہو چکی ہے کہ فرہاد کل شام وہ مائیکرو فلم اس کے حوالے کرے گا۔ ناناکا اس کے عوض ہم امریکیوں کو کسی نہ کسی بہانے قتل کرتا رہے گا۔"

یہ بولتے وقت اپنا پستول نکال چکا تھا پھر اس نے سہمے ہوئے انداز میں چیخ کر کہا "کون ہو تم؟ میرے گھر میں بغیر اجازت کیوں آئے ہو؟"

یہ کہتے ہوئے اس نے سامنے کی دیوار پر گولی چلائی۔ فائرنگ کی آواز کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ سے ریسیور چھوڑ دیا۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا "مسٹر ہارڈی! کون آیا ہے؟ تم خیریت سے ہو؟"

ہارڈی ریسیور سے ذرا دور ہو گیا۔ میں نے آواز اور لہجہ بدل کر اس کے ذریعے چینی زبان میں کہا "ناناکا امریکا سے تعلقات خراب نہیں کرنا چاہتا مگر تم ہمارے خلاف گواہ بن سکتے ہو۔ ہمارے تعلقات خراب کر سکتے ہو۔ تمہیں ابھی اور اسی وقت مرجانا چاہیے۔"

ہارڈی نے سہم کر چیختے ہوئے کہا "نہیں، ٹریگر نہ دبانا۔ پہلا نشانہ خطا ہو گیا۔ دیکھو میری بات سنو۔"

اس نے آگے کچھ کہنے سے پہلے پستول کو ذرا دور رکھ کر اپنا نشانہ لیا پھر ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی اس کے حلق سے آخری چیخ نکلی۔ وہ زمین پر گرا۔ میں نے دم توڑنے سے پہلے اس کے لباس سے پستول کو صاف کر کے ایک طرف پھینک دیا۔ اس کے بعد اس کا دم نکل گیا۔

فون کا ریسیور میز کے نیچے جھول رہا تھا۔ امریکی سفارت خانے کا اہل کار چیخ چیخ کر پوچھ رہا تھا "ہیلو مسٹر ہارڈی! میں نے فائرنگ اور تمہاری چیخ سنی ہے۔ ناناکا کے آدمی سے کہو، مجھ سے بات کرے۔ ہیلو۔ ہیلو۔ ہیلو۔"

میں اس اہل کار کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اب وہ ہانگ کانگ پولیس سے رابطہ کر کے کہہ رہا تھا کہ ناناکا جو گاڈ فادر کہلاتا ہے، اس نے ہمارے ایک امریکی انجینیر کو گولی مار دی ہے۔ آپ فوراً اس کے بنگلے میں پہنچیں۔"

امریکی اپنے ایجنٹ جان ہارڈی کو ہمیشہ انجینیر کہتے تھے۔ دنیا والوں کے سامنے یہ ظاہر نہیں کرتے تھے کہ ہارڈی کا تعلق انڈر ورلڈ والوں سے ہے اور وہ گاڈ فادر ناناکا اور ان کے درمیان پل بن کر چین کے خلاف سازشی معاملات طے

کتابیات پبلی کیشنز

کرتا رہتا ہے۔

وہ افسر اب ہاٹ لائن پر امریکی اکابرین کو جان ہارڈی کے قتل اور ناناکا کی بدلتی ہوئی پالیسی کے بارے میں اطلاع دے رہا تھا۔ میں نے سونیا سے پوچھا "یہ چال کیسی رہی؟"

وہ بولی "امریکا اور انڈر ورلڈ والوں کے تعلقات میں کمزوری پیدا ہوگی۔ انہیں ایک دوسرے کا دشمن بنانے کے لیے دونوں طرف کے اہم افراد کو جہنم میں پہنچانا ضروری ہے۔"

میں نے چونک کر کہا "او گاڈ! مجھ سے بھول ہوگئی۔ ہارڈی کو ہلاک کرنے سے پہلے اس کے دماغ سے ان اہم امریکیوں کا پتا ٹھکانا معلوم کرنا چاہیے تھا، جو معاہدے کے مطابق گاڈ فادر ناناکا کوڈو کے لیے کام کررہے ہیں۔"

سونیا نے کہا "تسلیم کرلو کہ تم بوڑھے ہوچکے ہو۔ ہر پہلو پر توجہ دینے والی ذہانت نہیں رہی ہے۔"

"کیوں بکواس کررہی ہو۔ عمر کے ساتھ ساتھ تجربات میں اضافہ ہوتا ہے اور ذہنی صلاحیتیں بڑھتی رہتی ہیں۔ بائی دا وے، تم مجھے بوڑھا کہہ کر یہ احساس پیدا کرنا چاہتی ہو کہ کسی حسینہ سے دوستی کرنے کی عمر نہیں رہی ہے۔"

"اچھا تو تمہارے دل میں اب بھی حسیناؤں سے دل لگانے کے ارمان مچل رہے ہیں؟"

"اب اگر تم نے بوڑھا کہا تو مجھے مجبوراً ثابت کرنا ہوگا کہ شیر کبھی کمزور اور مرد کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔"

"بس رہنے دو۔ میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ تم نے ایک اہم پہلو کو نظر انداز کیا تھا مگر میں نے نہیں کیا۔ جب تم ہارڈی کے دماغ سے کھیل رہے تھے۔ تب میں اس کے چور خیالات سے ان اہم امریکی افراد کے نام اور پتے معلوم کررہی تھی۔"

"کیا میں تمہاری حاضر دماغی کی تعریف کروں؟"

"کیوں جل بھن رہے ہو۔ میں تمہارے ہی لیے کام کررہی ہوں۔ چلو ایک امریکی عہدے دار کے نمبر ڈائل کرو۔"

اس نے نمبر بتائے۔ میں نے ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر دوسری طرف سے پوچھا گیا "ہیلو کون؟"

میں نے چینی زبان میں کہا "ایک چائنز ڈش کا آرڈر نوٹ کرو اور میرے روم میں بھیج دو۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "یو شٹ اپ۔ صحیح نمبر ڈائل کیا کرو۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریسیور رکھ کر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے شخص سے بولا "یہ رانگ نمبر ڈائل کرنے والے مصیبت بن جاتے ہیں۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا مگر کیا کہہ رہا تھا؟ کوئی مداخلت کرتا ہے تو میں بھول جاتا ہوں۔"

اس امریکی عہدے دار کے سامنے ایک موٹا بھدا سا چینی بیٹھا ہوا ہونٹوں کے درمیان پائپ دبائے کش لگا رہا تھا۔ اس نے کہا "مسٹر ہومر! تم غائب دماغ رہتے ہو۔ تم ہمارے گاڈ فادر ناناکا کوڈو پر جھوٹا الزام لگا رہے ہو۔ اس نے جان ہارڈی کو قتل نہیں کیا ہے۔ ناناکا نے مجھے اس علاقے کا انچارج بنایا ہے۔ میں اس کی طرف سے صفائی پیش کررہا ہوں۔"

"ہارڈی نے اپنی موت سے پہلے ہمارے سفارتی افسر کو بیان دیا تھا۔ مرنے والے زندگی کی آخری سانسوں میں کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ ٹیلی پیتھی سکھانے والی مشین بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ فرہاد ہماری ہلاکت کا سودا کرکے اس مشین کا نقشہ ناناکا کو دے رہا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ سراسر بکواس ہے۔ جب فرہاد ہمارے گاڈ فادر کو وہ نقشہ نہیں دے گا۔ تب تمہیں یقین آئے گا۔"

"ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ فرہاد نے وہ نقشہ دیا ہے یا نہیں؟ بڑی رازداری سے نقشہ لیا جائے گا۔ بڑی رازداری سے مشین تیار ہوجائے گی۔ جب انڈر ورلڈ والے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کرلیں گے۔ تب ہمیں معلوم ہوگا کہ ناناکا ہمیں دھوکا دیتا رہا ہے۔"

"تھینکس گاڈ دھوکا کھانے سے پہلے یہ راز کھل گیا ہے۔"

میں اس موٹے چینی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا "فرہاد کبھی ہم انڈر ورلڈ والوں سے دوستی نہیں کرے گا۔ وہ ہمیں نقشے والی مائیکرو فلم نہیں دے گا بلکہ ہم اس سے چھین لیں گے۔"

ہومر نے کہا "کیسے چھین لوگے؟ ٹیلی پیتھی جاننے والا زاؤ زیانگ ہمارا آدمی ہے۔ ہمارے لیے کام کرے گا۔ ہمارے لیے وہ مائیکرو فلم حاصل کرے گا۔ تم لوگ زاؤ زیانگ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے محروم ہورہے ہو۔"

موٹے چینی کے ساتھ بیٹھے ہوئے دوسرے چینی شخص نے کہا "کیا اتنی بڑی دنیا میں صرف زاؤ زیانگ ہی ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ ناناکا کے اور کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست ہیں۔ وہ فرہاد کے لیے ایسا جال بچھا رہے ہیں کہ وہ پھڑپھڑاتا رہ جائے گا لیکن جال سے نکل نہیں پائے گا۔"

مجھے پہلی بار پتا چلا کہ ناناکا کوڈو کچھ اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعاون حاصل کررہا ہے۔ سونیا نے مجھ سے کہا "تمہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ یہاں صرف ناناکا ایک زبردست دشمن نہیں ہے اور بھی کئی ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے سامنے کبھی خود کو ظاہر نہیں کریں

گے۔ وہ دوسرے ممالک میں رہ کر یہاں بے شمار آلہ کار بنا کر تم پر حملے کرتے رہیں گے۔"

میں نے کہا "زاؤ زیانگ اور دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اب ناناکا سے تعاون نہیں کریں گے۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ دوسرے کون سے ٹیلی پیتھی جاننے والے ناناکا ساتھ دے رہے ہیں۔"

سونیا نے کہا "بابا صاحب کے ادارے کے سراغ رسانوں نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابع بنالیا تھا اور ان کی ٹرانسفارمر مشین تباہ کردی تھی۔ تب سے وہ ہماری مخالفت کرنے کے قابل نہیں رہے ہیں۔"

میں نے کہا "ہم نے بہت عرصے سے ان امریکیوں کی طرف توجہ نہیں دی۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ موجودہ حالات میں کیا کررہے ہیں؟"

"تم ان لوگوں سے نمٹتے رہو۔ میں ابھی معلومات حاصل کرکے آتی ہوں۔"

سونیا چلی گئی۔ میں پھر ہومر کے دماغ میں رہ کر ان کی باتیں سننے لگا۔ ہومر کہہ رہا تھا۔

"اور کون ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ جو تمہارے گاڈ فادر ناناکا کوڈو سے تعاون کریں گے۔ کبھی ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد اور اس کے بیٹوں کی دھونس میں رہتے ہیں۔"

اس موٹے چینی نے کہا "فرہاد اور اس کے بیٹے ڈریگون نہیں ہیں کہ دنیا کے سارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان سے ڈرتے رہیں گے یا ان کی پوجا کرتے رہیں گے۔"

اس موٹے چینی کے ساتھی نے کہا "آنے والا وقت بتائے گا کہ ابھی اس دنیا میں ایسے شہ زور چالاک اور زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں جو فرہاد اور اس کی فیملی کو کسی گنتی میں نہیں لاتے ہیں اور ایسے ہی لوگ یہاں ہمارا ساتھ دے رہے ہیں۔"

ہومر نے کہا "ہم ناناکا کوڈو کی چالبازی کو خوب سمجھتے ہیں۔ وہ درپردہ فرہاد سے نقشے والی فلم حاصل کرے گا اور ہم پر یہ ظاہر کرے گا کہ اس نے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے فلم حاصل کی ہے۔ ایسی بچکانہ چالوں کو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے۔"

اس چینی شخص نے غصے میں کہا "تم لوگ خوا مخواہ ہم پر شبہ کررہے ہو۔ تمہارے امریکی حکام نے مائیکرو فلم کے سلسلے میں ہم سے معاہدہ کیا۔ ہم ان سے معاہدہ کرنے نہیں گئے تھے۔ اب وہ ہم پر جھوٹے الزامات عائد کرکے خود ہی یہ معاہدہ توڑ رہے ہیں۔"

موٹے چینی نے کہا "ہم آخری بار دوستانہ انداز میں سمجھا رہے ہیں کہ ہمارے ناناکا نے تمہارے جان ہارڈی کو قتل نہیں کیا ہے اگر سمجھنا چاہو تو فرہاد ہمیں لڑانے کے لیے ایسی چالیں چل رہا ہوگا۔"

وہ موٹا چینی پائپ کے کش لگا رہا تھا۔ اس کی تمباکو نوشی کے باعث مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ جب میں اس کے ساتھی کے دماغ میں پہنچا تو اس نے چونک کر پوچھا "کون ہو تم؟"

میں نے فوراً ہی بات بنائی اور چینی زبان میں کہا "میں ہوں زاؤ زیانگ، تم یہاں بیٹھ کر اپنے گاڈ فادر ناناکا کو بے قصور کہہ رہے ہو جبکہ جان ہارڈی نے اپنی ہلاکت سے پہلے اس کے خلاف بیان دیا تھا اور میں خود اس وقت جان ہارڈی کے دماغ میں موجود تھا۔"

"جب تم موجود تھے تو پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہارڈی کو ہلاکت سے کیوں نہیں بچایا؟"

"تمہارے ناناکا کی طرف سے جو قاتل آیا تھا وہ یوگا کا ماہر تھا۔ میں اس کے دماغ میں نہ جاسکا اگر جاتا تو اسے کبھی گولی چلانے کا موقع نہ دیتا۔"

اس چینی نے کہا "تم بکواس کررہے ہو۔ دیکھو زاؤ زیانگ تم ہماری طرح چینی ہو۔ ہمارا ساتھ دو۔ یہ امریکی کسی کے نہیں ہوتے ان کے پاس بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ فرہاد سے مائیکرو فلم چھین لینے کے بعد یہ تمہیں زیادہ اہمیت نہیں دیں گے۔ تمہیں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ماتحت بنا کر رکھیں گے۔"

اس موٹے چینی نے اپنے ساتھی سے پوچھا "تم زاؤ زیانگ کو مخاطب کرکے بول رہے ہو۔ وہ کیا بول رہا ہے؟ یقیناً امریکیوں کا چمچہ بن کر بول رہا ہوگا۔"

ہومر نے کہا "تم دونوں چینی ہونے کے ناتے زاؤ زیانگ کو ہمارے خلاف بھڑکا رہے ہو۔ میں زاؤ زیانگ سے کہتا ہوں کہ وہ تمہاری باتوں میں نہ آئے۔ یہ انڈر ورلڈ والے کبھی ہمارے بن کر نہیں رہیں گے۔ تم یہاں سے جاؤ اور مائیکرو فلم حاصل کرنے کی طرف توجہ دو۔"

میں نے زاؤ زیانگ کی آواز اور لہجے میں کہا "مسٹر ہومر! جان ہارڈی میرا بہت گہرا دوست تھا ان درندوں نے اسے بے قصور مارڈالا ہے۔ میں انتقام ضرور لوں گا۔"

یہ کہہ کر میں اس یوگا جاننے والے چینی کے اندر پہنچا۔ اس نے سانس نہیں روکی یہ سمجھ رہا تھا کہ میں پہلے کی طرح اس سے گفتگو کرنے آیا ہوں لیکن میں نے اس کی توقع کے خلاف اچانک ہی اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ شدید تکلیف کے باعث چیخیں مارتا ہوا کرسی سے اچھل کر فرش پر گر پڑا اور تڑپنے لگا۔

وہ موٹا چینی سہم کر کھڑا ہوگیا۔ کہنے لگا "مسٹر ہومر! یہ تمہارا زاؤ زیانگ بہت بڑی غلطی کررہا ہے۔ ہم سے دشمنی اسے بہت مہنگی پڑے گی۔ اسے سمجھاؤ کہ وہ میرے ساتھی کے دماغ سے چلا جائے۔"

ہومر نے ظا میں تکتے ہوئے کہا "زاؤ زیانگ کیا تم میری باتیں سن رہے ہو۔ ایسی انتقامی کارروائی نہ کرو۔ ہم ہارڈی کے قتل کے سلسلے میں ایکشن لے رہے ہیں۔"

میں نے زاؤ زیانگ کی حیثیت سے کہا "میں ہارڈی کی طرح اس چینی کو قتل نہیں کررہا ہوں۔ صرف اسے دماغی اذیت پہنچا کر ناناکا سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ ہارڈی کے قاتل کو ہمارے حوالے کردے ورنہ میں اس کے ایک ایک سموائی کے دماغ میں گھس کر اسی طرح ان سب کو دماغی مریض بنادوں گا۔"

میں نے پھر ایک بار اس چینی کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا وہ پھر چیخیں مارنے لگا۔ ماہی بے آب کی طرح فرش پر تڑپتے ہوئے ادھر سے ادھر لوٹنے لگا۔

میں نے کہا "اے موٹے چینی میں نے انتقام لینے کا یہ ایک نمونہ پیش کیا ہے۔ ایمبولینس بلاؤ اور اپنے ساتھی کو دماغی امراض کے اسپتال میں پہنچادو۔ یہ ناناکا کے لیے چیلنج ہے اب میں جارہا ہوں۔"

میں فوراً ہی کم لی کے دماغ میں آگیا۔ تاکہ اس کے ذریعے زاؤ زیانگ کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کرسکوں۔ وہ کم لی اور کتنے ہی مسلح گارڈز کے ساتھ دو ہوٹلوں میں جاچکا تھا جن دو اجنبیوں پر شبہ تھا انہیں چیک کرچکا تھا۔ کم لی نے ان دو اجنبیوں کے قریب جاکر ان کی بو سونگھ کر یہ شبہ دور کیا تھا کہ ان میں سے کوئی فراد نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ دوسرے مشکوک افراد کو بھی چیک کرتا رہا تھا پھر کم لی نے کہا "اب تو رات گزر رہی ہے۔ دو تین گھنٹے بعد صبح ہوجائے گی۔ اپنے بنگلے میں چلو میں بہت تھک گئی ہوں۔"

وہ کم لی کے ساتھ اپنے بنگلے میں آگیا۔ ذرا دیر کے لیے باتھ روم میں گیا تو فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کم لی نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے چینی زبان میں کہا گیا "ہمارا اندازہ ہے کہ تم میجر لیوچن کی بیٹی اور زاؤ زیانگ کی محبوبہ کم لی ہو۔"

وہ بولی "تمہارا اندازہ درست ہے۔ بائی داوے تم کون ہو؟"

"ہم بھی تمہاری طرح چینی باشندے ہیں۔ زمین کے رشتے سے ہم لوگوں کو متحد رہنا چاہیے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ زاؤ زیانگ امریکیوں کے لیے کام کررہا ہے۔"

میں کم لی کے دماغ میں تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولی "تم درست کہتے ہو۔ ابھی میں زاؤ کو یہی سمجھا رہی تھی کہ اسے اپنوں کا ساتھ دینا چاہیے لیکن امریکی حکام نے اسے بڑے سبزباغ دکھائے ہیں۔ وہ ان کی وفاداری سے باز نہیں آرہا ہے۔ میرے سمجھانے پر اس نے مجھے گالیاں دی ہیں۔ اب مجھے احساس ہورہا ہے کہ میں اس کی محبت میں یہاں گالیاں کھانے آئی ہوں۔ ابھی یہی فیصلہ کررہی تھی کہ اب اس کے ساتھ نہیں رہوں گی پھر سوچتی ہوں اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں بیجنگ واپس جاؤں گی تو غداری کے جرم میں سزائے موت ملے گی۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "زاؤ زیانگ کا ساتھ نہ چھوڑو۔ اسے بہلا پھسلا کر ہمارے پاس لے آؤ۔ ہم اس کا برین واش کریں گے پھر وہ ہمارے لیے کام کرنے لگے گا۔"

وہ میری مرضی کے مطابق بولی "ٹھیک ہے۔ میں کل کسی وقت اسے بہلا پھسلا کر وہاں لاؤں گی۔ جہاں تم کہو گے۔"

اس نے کہا "کل اسے چائنز نائٹ کلب میں لے آؤ اور میرا موبائل نمبر نوٹ کرو۔"

وہ اپنا موبائل نمبر بتانے لگا۔ کم لی نے میری مرضی کے مطابق وہ نمبر نوٹ کرتے ہی ایک دم سے چیخ کر کہا "زاؤ! یہ کیا کررہے ہو؟ تم نے ریوالور کیوں نکالا ہے؟ میرا نشانہ کیوں لے رہے ہو؟ دیکھو گولی نہ چلانا۔"

کم لی نے یہ کہتے ہوئے اپنے ہینڈ بیگ میں سے ریوالور نکال لیا تھا۔ زاؤ زیانگ باتھ روم کے دروازے کے پاس ریوالور لیے کھڑا تھا اور ناگواری سے کہہ رہا تھا "اچھا تو تم میٹھی چھری ہو۔ مجھے پھانسنے کے لیے وہاں لے جاؤ گی' جہاں تمہیں کہا جارہا ہے۔"

کم لی نے کہا "دیکھو زاؤ میرے پاس بھی ریوالور ہے۔ اگر دشمنی کرو گے تو دونوں طرف سے گولیاں چلیں گی۔ میں تمہاری بہتری کے لیے فون پر باتیں کررہی تھی۔ دوسری طرف ہمارے چینی بھائی ہیں۔ آؤ اور یہ ریسیور لے کر خود ان سے باتیں کرو۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "کم لی تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ زاؤ کو ریسیور دو۔ ہم اسے سمجھائیں گے۔"

میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے سمجھایا جائے۔ میں نے اچانک زاؤ زیانگ کا نشانہ لے کر کم لی کے ذریعے گولی چلادی پھر دوسری چلائی پہلی ہی گولی نے کام دکھایا تھا۔ زاؤ زیانگ کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ وہ فرش پر گر پڑا تھا۔

دوسرے فائر..... کی آواز سنتے ہی دوسری طرف سے پوچھا گیا "یہ فائرنگ کیوں ہورہی ہے؟ کم لی تم خیریت سے ہو؟"

کم لی نے فون پر کہا "اوہ گاڈ! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ مجھ پر گولی چلائے گا۔ اس کا نشانہ چوکتے ہی میں نے اس پر گولی چلادی ہے۔ آہ میں کیا کروں۔ یہ دم توڑ رہا ہے میں کہاں جاؤں؟"

"ابھی اس میں جان باقی تھی۔ وہ فرش پر گرنے کے بعد پھر اپنے ریوالور تک پہنچ گیا تھا۔ کم لی کی بات ختم ہوتے ہی اس نے گولی چلادی۔ کم لی کے حلق سے چیخ نکلی لیکن یہ زاؤ زیانگ کی بدنصیبی تھی کہ وہ آخری سانسوں میں صحیح نشانہ لگا نہ سکا وہ خوف سے چیخ پڑی تھی اسے گولی نہیں لگی تھی۔

دوسری طرف سے پوچھا گیا "اب کیا ہوا ہے؟ تم وہاں کیوں ہو؟ فوراً یہاں چلی آؤ۔"

وہ ریسیور پھینک کر اپنا ہینڈ بیگ لے کر وہاں سے دوڑتی ہوئی اپنے محبوب کی لاش سے کتراتی ہوئی اس بنگلے سے باہر چلی گئی۔

ایسے وقت سونیا نے آکر کہا "میں نے معلوم کیا ہے۔ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے سراغ رسانوں کے تنویمی عمل سے نجات پاچکے ہیں۔ میں نے جس کے بھی دماغ میں جانے کی کوشش کی اس نے سانس روک لی۔ انہوں نے بڑی رازداری سے ایک دوسرے کے دماغوں کو مقفل کردیا ہے۔ ویسے یہاں کیا ہورہا ہے؟ میں نے اسے بتایا کہ اب تک کیا کرتا رہا ہوں۔ سونیا نے کہا کہ اب ناناکا اور امریکیوں کے درمیان دشمنی پکی ہوجائے گی۔ کم لی پناہ لینے کے لیے انڈرورلڈ والوں کے پاس جارہی ہے۔"

"میں نے اسی لیے ایسی چال چلی ہے۔ زاؤ زیانگ کو ہلاک کرنا ضروری ہوگیا تھا کیونکہ میں اس کالب ولہجہ اختیار کرکے انڈرورلڈ کے ایک اہم یوگا جاننے والے چینی کو دماغی مریض بنا چکا ہوں۔ زاؤ کی موت کے بعد یہی سمجھا جائے گا کہ ہارڈی کی موت کے باعث زاؤ نے انتقامی کارروائی کی اور پھر انڈرورلڈ والوں نے اس انتقامی کارروائی کے جواب میں کم لی کے ذریعے زاؤ کو گولی ماردی ہے۔"

اب تو ٹرانسفارمر مشین عام ہورہی تھی۔ کتنے ہی ممالک میں یہ مشین تیار ہورہی تھی۔ بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر ملک اور ہر شہر میں نظر آنے والے تھے لیکن یہ علم سیکھنا جتنا آسان ہورہا تھا۔ اتنی ہی دشواریاں بڑھنے والی تھیں۔ یہ علم ایک عذاب بن کر سب پر نازل ہونے والا تھا۔

اس علم کو کوئی بھی سیکھ سکتا ہے لیکن اسے استعمال کرنے کے لیے ہماری ذہانت بھی لازمی ہے اور ہماری مکاری بھی ذہانت سے ہم دوسروں کے لیے مسیحا بن سکتے ہیں اور مکاری کے ذریعے دشمنوں کے لیے موت۔

○☆○

ائرپورٹ پر بڑی گہما گہمی تھی۔ یہ ایسی جگہ ہے جہاں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں اور برے لوگ بھی۔ قانون کے محافظ بھی ہوتے ہیں اور مجرم بھی۔ پورس ایک جگہ بیٹھا یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ گھنشام نے کس طرح اپنی آنکھوں کی مقناطیسی قوت سے شرمیلی کو سحرزدہ کیا ہے؟ گھنشام اس کنواری کو پھولوں کا گلدستہ دے کر سرگوشی میں یہ کہہ گیا تھا کہ وہ اسے یاد رکھے گی اور دہلی پہنچنے کے بعد وہ آج رات اسے جہاں بھی بلائے گا۔ وہ تمام رکاوٹیں توڑ کر اس کے پاس چلی آئے گی۔

وہ بے چاری سحرزدہ سی ہو کر اسی کے بارے میں سوچتی رہ گئی تھی۔ پورس نے خیال خوانی کے ذریعے شیوانی سے کہا "یہ وہی گھنشام ہے اس کی حرکتوں سے ابھی اسی حد تک معلوم ہوا ہے کہ یہ نفسیاتی مریض ہے کسی ایسی کنواری لڑکی کو دیکھ کر جنون میں مبتلا ہوجاتا ہے' جو دلہن بننے والی ہوتی ہے۔"

شیوانی نے کہا "میں یہاں دور بیٹھی یہ تماشا دیکھ رہی ہوں۔ گھنشام نے ابھی اس لڑکی کو ایک بکٹ پیش کیا تھا مگر یہ بھی دیکھ رہی ہوں کہ تم اس لڑکی میں زیادہ دلچسپی لے رہے ہو۔ بار بار اسے ہی دیکھتے جارہے ہو۔ وہ مجھ سے زیادہ خوب صورت نہیں ہے مگر تم جیسے مردوں کی نیت بدلتی رہتی ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ مجھے اس لڑکی سے ہمدردی ہے اور تمہیں بھی ہمدردی ہونی چاہیے۔ کیا تم چاہو گی کہ ایک دلہن بننے والی شریف زادی کو ایک شیطان لوٹ لے۔"

"کوئی عورت ایسا نہیں چاہے گی اور میں بھی نہیں چاہتی مگر تمہیں پریشانی کیا ہے۔ یہ لڑکی دہلی جارہی ہے اور گھنشام لندن جارہا ہے۔"

"پریشانی یہی ہے کہ یہ جنونی شیطان اب لندن نہیں جائے گا۔ دہلی میں رک جائے گا۔"

"یہ تم کیسے جانتے ہو؟"

وہ شرمیلی کو بکٹ پیش کرتے وقت یہ کہہ رہا تھا کہ وہ آج رات دہلی میں اس کے پاس آئے گی۔ تم اندازہ کرسکتی ہو کہ لندن کے اہم معاملات چھوڑ کر ایک کنواری کے لیے دہلی میں رکنے والا کس قدر جنونی ہوگا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ صرف لڑکیوں کی حد تک خطرناک ہے یا اور بھی کئی طرح کی مجرمانہ زندگی گزار رہا ہے۔"

شیوانی نے پوچھا "تمہارے ارادے کیا ہیں؟ کیا تم ہیرو بن کر اس لڑکی کی عزت بچانے کے لیے لندن نہیں جاؤ گے۔ اس جنونی کی طرح جنونی بن کر دہلی میں رک جاؤ گے؟"

پورس اس سلسلے میں شیوانی سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ عام بیویوں کی طرح اسے شرمیلی سے دور رکھنے کے لیے اسی طرح طعنے دیتی رہے گی اور جھگڑا کرتی

رہے گی۔

اس نے کہا "عام عورتیں ایک جیسی ہوتی ہیں۔ مرد چاہے جتنا ہی با اعتماد ہو اسے بے اعتماد سمجھتی رہتی ہیں۔ ذرا عقل سے سوچو میں دہلی میں رکنے کی نادانی کیوں کروں گا؟ میں تو لندن پہنچتے پہنچتے بھی خیال خوانی کے ذریعے شرمیلی کے کسی کام آنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

وہ بولی "کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم شرمیلی کے کام آؤ۔ یہ ٹھگری جے ہمارے معمول ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک ہمارے حکم کے مطابق شرمیلی کے دماغ میں موجود رہے گا اور اس کی مدد کرتا رہے گا۔ کیا اس کے قریب رہنے کے لیے اور کوئی بات بناؤ گے؟"

"تم تو خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ مجھے اس لڑکی کے قریب رہنے کا شوق نہیں ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ طیارے میں گھنشام کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھوں گا۔ میری سیٹ پر جے سامو تمہارے ساتھ رہے گا۔"

"تم میرے ساتھ کیوں نہیں بیٹھنا چاہتے؟"

"کیا سیدھی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟ میں گھنشام کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس کے متعلق معلومات حاصل کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"پراسرار لوگ کہیں نہ کہیں ہم سے ٹکراتے ہیں۔ آج اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کل ہو سکتا ہے اور یہ تم نے کیا رویہ اختیار کیا ہے کہ میں کسی لڑکی کو دیکھ نہیں سکتا۔ اس کے کام نہیں آ سکتا۔ کسی پراسرار شخص کے بارے میں معلومات حاصل نہیں کر سکتا۔ کیا میں تمہارا غلام ہوں؟ تم نے تھری جے کی طرح مجھے اپنا محکوم بنا رکھا ہے؟"

"تم غصہ کیوں دکھا رہے ہو؟ میں تمہاری بیوی ہوں۔ کیا میرا تم پر کوئی حق نہیں ہے؟"

"حق حاصل کرنے کے لیے بیوی کی حد میں رہو۔ ملکہ عالیہ کی طرح مجھ سے احکامات کی تعمیل نہ کراؤ۔"

شیوانی نے ناراضگی سے اسے دیکھا پھر منہ پھیر کر طیارے کی طرف جانے لگی۔ وہ اس سے الگ رہ کر جے کانفو اور جے فلو کے ساتھ جانے لگا۔ جے سامو سب سے پیچھے تھے۔ وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ ایسے وقت گھنشام نے سامنے آ کر اس کا راستہ روک لیا۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے؟ راستہ چھوڑو۔"

وہ آگے نہ کہہ سکا۔ گھنشام کی نظروں نے اس کی نظروں کو جکڑ لیا۔ موٹے لبادے کے اندر کی اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے اپنا بورڈنگ کارڈ جے سامو کو دیتے ہوئے بھاری بھرکم آواز میں کہا "تم میری سیٹ پر بیٹھو گے۔ اپنا بورڈنگ کارڈ مجھے دو۔"

جے سامو نے سحرزدہ ہو کر اس سے بورڈنگ کارڈ لیا اور اپنا بورڈنگ کارڈ اسے دیا۔ گھنشام نے راستہ چھوڑ دیا وہ آگے بڑھتا ہوا سیڑھی پر چڑھتا ہوا جہاز کے اندر آیا۔ ایک ائر ہوسٹس نے سیٹ تک اس کی راہنمائی کی۔ وہ وہاں جا کر پورس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھنے لگا۔ پورس نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ اس کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ وہ سحرزدہ ہے اور گھنشام سے بورڈنگ کارڈ کا تبادلہ ہوا ہے۔

دوسری طرف شیوانی نے چونک کر گھنشام کو دیکھا۔ وہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ رہا تھا۔ وہ بولی "مسٹر! یہ تمہاری سیٹ نہیں ہے۔ یہاں میرا ساتھی بیٹھے گا۔"

اس نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ دونوں کی نظریں متصادم ہونے لگیں۔ وہ شیوانی کی نظروں کو جکڑنا چاہتا تھا۔ شیوانی کی زہریلی آنکھیں اس کے قابو میں نہیں آ رہی تھیں۔ وہ بھاری بھرکم سرگوشی میں بولا "کون ہو تم؟"

"تم کون ہو؟" شیوانی نے پوچھا "یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں نے تمہارے ساتھی سے سیٹ کا تبادلہ کیا ہے۔ تم پہلی عورت ہو جو میری نگاہوں کے شکنجے میں نہیں آ رہی ہو۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری آنکھوں میں یہ طلسمی قوت کیسے پیدا ہوئی ہے۔ یہ آنکھیں میری پیشانی کو گرما رہی ہیں۔"

"میں بھی اپنی پیشانی میں حرارت محسوس کر رہی ہوں۔ تم مجھے زیر نہیں کر سکو گے اور نہ ہی میں تمہیں سحرزدہ کر سکوں گی۔ نہ تم میرے بارے میں پوچھو۔ نہ میں تم سے کوئی دلچسپی رکھتی ہو۔ بہتر ہے، یہاں سے چلے جاؤ۔"

پورس خیال خوانی کے ذریعے موجود تھا۔ اس نے کہا "شیوانی! یہ اچھا موقع ہے۔ اس سے باتیں کرو۔ اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرو۔ میں جو چاہتا ہوں، تمہیں وہی کرنا چاہیے۔"

گھنشام نے پوچھا "تم مجھ سے کیوں کترا رہی ہو؟ کیا مجھ سے خوف زدہ ہو؟"

"میں ڈرنا نہیں جانتی۔ مرنا جانتی ہوں یا مارنا جانتی ہوں۔ میں تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں مگر میرے پوچھنے پر تم سچ نہیں بولو گے۔ بولو گے تو سچ میں جھوٹ ملاؤ گے۔ اپنی اصلیت چھپاؤ گے۔"

"مجھے بھی یہی سوچنا چاہیے کہ تم اپنے بارے میں سچ نہیں بولو گی لیکن میں ایسا نہیں سوچ رہا ہوں۔ تم جو کہو گی، میں یقین کروں گا۔ کبھی کبھی جھوٹ سے دوستی شروع ہوتی ہے اور سچ تک پہنچ جاتی ہے کچھ تو اپنے بارے میں بولو۔"

"اتنی بڑی دنیا میں میرا ایک ہی دوست ہے اور وہ میرا شوہر ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی دوست ہے، نہ ہو گا۔"

"میں کبھی کسی بیاہتا سے دلچسپی نہیں لیتا۔ صرف کنواری لڑکیوں سے ایک رات کی دوستی کرتا ہوں۔ تم میرے جیسی غیر معمولی صلاحیت رکھتی ہو۔ اس لیے دلچسپی لے رہا ہوں۔ یہ بتاؤ، میں تمہیں کس طرح اپنے سچ بولنے کا یقین دلا سکتا ہوں۔"

شیوانی نے پورس کی مرضی کے مطابق کہا "مجھے اپنا ہاتھ چومنے دو پھر یقین کروں گی۔"

وہ مسکرا کر اپنا ایک ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا "یہ میری خوش نصیبی ہے۔ تم اس ہاتھ کو چوم کر اپنا بنا لو۔"

پورس نے سوچا، وہ اپنے اندر کی باتیں کبھی نہیں بتائے گا۔ پراسرار بن کر رہے گا۔ اس سے سچ اگلوانا ممکن نہیں ہے۔ البتہ شیوانی اس کے ہاتھ کا زہریلا بوسہ لے گی تو وہ زہر سے مر جائے گا۔ شرمیلی جیسی کنواریاں اس کی شیطانی خواہشات سے محفوظ رہیں گی اور اگر زہر نے ہلاک نہ کیا تو وہ زہر نشہ بن کر اسے مدہوش رکھے گا۔

شیوانی نے اس کا ہاتھ تھام کر سر جھکا کر اس کی ہتھیلی کی پشت کا بوسہ لیا۔ ایسا کرتے وقت اس نے اپنے دانت اس جگہ پیوست کر دیے۔ گھنشام نے جیسے تکلیف محسوس کی۔ کراہتے ہوئے کہا "آہ! تم کیا ہو؟"

اس کی آنکھیں نشے میں ڈوب گئیں۔ اس نے مخمور نگاہوں سے دیکھا۔ جس کی توقع نہیں تھی، وہ ہو رہا تھا۔ شیوانی پر بھی نشہ طاری ہو رہا تھا۔ وہ بڑی مستی میں سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بولی "ہائے! تم بھی کیا ہو؟ تمہارا زہر میرے اندر دوڑنے لگا ہے۔ تم تو میری ہی برادری کے ہو۔ یہ زہر کہاں سے لائے ہو؟"

گھنشام کی آنکھیں مدہوشی کے باعث بند ہو رہی تھیں۔ اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ دھیمی آواز میں بڑبڑانے لگا۔ وہ بھی بڑبڑا رہی تھی "میں ایک بہت دولت مند باپ کی بیٹی تھی۔ مجھے کینسر ہو گیا تھا۔ ایک سپیرے نے میرے باپ سے کہا "ایک سانپ کا زہر لڑکی کے کینسر کو مار سکتا ہے یا لڑکی کو مار دے گا۔ اگر آپ علاج کرنے کی اجازت دیں گے تو میں اس زہر کو آزماؤں گا۔" آہ! مجھے تو ایسے بھی مرنا تھا اور ویسے بھی موت آ سکتی تھی۔ اس سپیرے نے تین ماہ تک میرا علاج کیا۔ میرے مقدر میں زندگی تھی۔ میں آج بھی زندہ ہوں مگر زہریلی بن گئی ہوں۔"

وہ بڑبڑا رہا تھا "میں تمہارے زہر کو اپنے اندر محسوس کر رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں۔ یہ اسی سانپ کا زہر ہے، جو میرے سپیرے باپ کے پاس تھا۔ میرے باپ نے ایک دولت مند کی بیٹی کا علاج اسی شرط پر کیا تھا کہ وہ لڑکی زندہ رہے گی تو سپیرے کی ہو جائے گی۔ کیونکہ اس زہریلی سے کوئی شادی نہیں کرے گا۔ جو کرے گا، وہ سات رات کی صبح ہونے سے پہلے مر جائے گا۔ تم وہی ہو۔ تمہارا نام شیوانی بھاسکر ہے۔ جب میں چودہ برس کا تھا۔ تب تم سے میری شادی ہوئی تھی۔ اس کے بعد تم بارہ برس کی عمر میں لندن چلی گئی تھیں۔ اب تمہارا زہر میرے اندر اور میرا زہر تمہارے اندر دوڑ رہا ہے۔ ہمارے زہر کا ملن ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ہمارا جسمانی ملن ہو گا۔ آج سے پندرہ برس پہلے تم میری دلہن بن چکی تھیں۔ تم آج بھی میرے لیے کنواری ہو۔"

شیوانی نے جواب نہیں دیا۔ وہ زہریلی نیند میں ڈوب گئی تھی۔ پورس، گھنشام کے اندر تھا۔ وہ بھی نیند میں ڈوب رہا تھا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ پندرہ برس سے اپنی کنواری دلہن کو ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ نہیں مل رہی تھی تو دوسری دلہن بننے والی کنواریوں کو جنونی انداز میں حاصل کرتا رہا تھا۔ اب اگر اس کی دلہن شیوانی اسے مل جائے گی تو وہ آئندہ کسی کنواری کو ہوس کا نشانہ نہیں بنائے گا۔

اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ اسی حد تک پراسرار تھا۔ شیوانی کی طرح زہریلا تھا۔ دونوں کے اندر ایک ہی سانپ کا زہر تھا اور اس زہر کے باعث ان کی آنکھوں میں طلسمی حرارت اور مقناطیسیت پیدا ہو گئی تھی۔

شیوانی کی داستانِ حیات ایک عجیب موڑ پر آ گئی تھی۔ وہ پندرہ برس پہلے لگن منڈپ میں گھنشام کے ساتھ سات پھیرے لے چکی تھی۔ اس کی بیاہتا بن چکی تھی لیکن وہ کنواری دلہن اس سے جدا ہو چکی تھی۔

ایک طرح سے دیکھا جائے تو گھنشام ایک ذہنی مریض تھا۔ اس کی وہ پہلی والی پراسراریت ختم ہو چکی تھی لیکن اب وہ شیوانی اور پورس کے لیے مصیبت بننے والا تھا۔ اگر ایک طرف دیکھا جائے تو گھنشام کا علاج صرف یہ تھا کہ اس کی کنواری دلہن شیوانی اسے مل جائے اگرچہ اب وہ کنواری نہیں رہی تھی۔ پورس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہی تھی۔

لیکن ایک نفسیاتی مریض کے لیے اس کی دلہن اب تک کنواری تھی۔ اس کے ذہن میں پندرہ برس کے طویل عرصے سے یہ بات نقش رہی تھی کہ شیوانی جب بھی آئے گی تو اپنا کورا بدن لے کر سہاگ کی سیج پر آئے گی۔ پتا نہیں آئندہ کیا ہونے والا تھا۔ ابھی تو یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ گھنشام لندن کا سفر ملتوی کر کے دہلی میں رکے گا۔

لیکن یہ ضروری بھی نہیں تھا۔ اب یہ سمجھنے کو رہ گیا تھا کہ اس جنونی شخص کے ذہن پر کون سی کنواری حاوی ہے وہ جس کی شادی کل ہونے والی ہے۔ یعنی شرمیلی یا وہ شیوانی جو

ایک طویل مدت سے اس کے ذہن میں ایک کنواری دلہن کی طرح نقش ہے؟

وہ دونوں نشے کی حالت میں بڑبڑاتے ہوئے سوگئے تھے۔ جہاز اپنی مخصوص رفتار سے مختلف منزلوں کی طرف رواں تھا۔ ابھی کئی منزلیں تھیں۔ ایک منزل دہلی اور دوسری لندن ان کے درمیان وہ طیارہ پیرس وغیرہ میں رکنے والا تھا۔ ابھی چند گھنٹوں میں معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ جنونی کدھر جانے والا ہے۔

پھر معلوم ہوگیا۔ جہاز دہلی کے ائرپورٹ میں پہنچ گیا۔ شرمیلی اپنے ماں باپ اور رشتے داروں کے ساتھ جہاز سے اترنے لگی۔ اس نے جہاز کے اندر اپنا سفری بیگ اٹھا کر جاتے جاتے گھنشام کو دیکھا۔ وہ ہانگ کانگ ائرپورٹ میں اسے پھولوں کا گلدستہ پیش کرتے ہوئے سحرزدہ کر چکا تھا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ وہ اسے یاد رکھے گی دہلی پہنچنے کے بعد وہ اسے جہاں بلائے گا وہاں چلی آئے گی۔

اور وہ بے چاری ہانگ کانگ سے لے کر دہلی تک پریشان ہوتی رہی تھی۔ گھنشام کی زہریلی اور مقناطیسی آنکھیں اس کے حواس پر چھائی ہوئی تھیں۔ وہ اسے بھول جانا چاہتی تھی لیکن گھنشام کا حکم بری طرح دل و دماغ پر نقش ہوگیا تھا کہ وہ اسے یاد رکھے گی اور اس کے حکم کی تعمیل کرے گی۔

وہ سحرزدہ تھی۔ اسے نہیں بھول پا رہی تھی اور دہلی پہنچنے کے بعد وہ اس رات اسے جہاں بلاتا، وہ نہ چاہتے ہوئے بھی وہاں جانے والی تھی۔

اس نے سفری بیگ اٹھا کر جاتے وقت گھنشام کو دیکھا۔ وہ سیٹ کی پشت سے سر ٹیکے گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی شیوانی بھی سو رہی تھی۔ وہ شیوانی کو نہیں جانتی تھی لیکن یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ اسے حکم دینے والا اسے اپنے پاس بلانے والا بے خبر سو رہا تھا۔ بلانا یا نہ بلانا اس حاکم کی مرضی پر تھا۔ وہ تو اسی وقت اس کے پاس جاتی جب وہ حکم دیتا۔

اور وہ سحرزدہ رہ کر اس کے حکم کا انتظار کرنے والی تھی۔ فی الحال اپنے ماں باپ کے پیچھے چلتے ہوئے جہاز سے اتر گئی۔ وہ خوش نصیب یہ نہیں جانتی تھی کہ اسے ایک جنونی ہوس پرست سے نجات مل چکی ہے۔

پورس مسکراتے ہوئے شیوانی اور گھنشام کو دیکھ رہا تھا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو اپنے اپنے زہر سے اس قدر مدہوش کیا تھا کہ وہ بے ہوشی کی حد تک نیند میں ڈوب گئے تھے۔ انہیں خبر نہیں تھی کہ کتنا فاصلہ طے کر چکے ہیں۔ پورس نہیں جانتا تھا کہ وہ کب تک سوتے رہیں گے مگر یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ شرمیلی اب اس کے شر سے محفوظ رہے گی۔

وہ طیارہ دہلی سے روانہ ہوگیا۔ گھنشام ایک کنواری کو پیچھے چھوڑ کر دوسری کنواری کے ساتھ آگے جا رہا تھا جبکہ وہ پورس کی بیاہتا تھی۔ پورس گھنشام کے دماغ میں پھر پہنچ گیا۔ اس کے اہم خیالات پہلے ہی پڑھ چکا تھا۔ آئندہ اس جنونی کو قابو میں رکھنے کا مسئلہ تھا اور یہ مسئلہ ابھی حل ہو سکتا تھا۔ وہ اسے ہپناٹائز کرنے لگا۔

پورس نے طے کرلیا تھا کہ فی الحال اسے شیوانی سے دور رہنا ہے۔ اس کا تجربہ کہہ رہا تھا کہ مشین کا نقشہ اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری جے آئندہ اس کے لیے مسائل پیدا کرنے والے ہیں اور یہ مسائل اسکاٹ لینڈ یارڈ کے بڑے عہدے داروں کی طرف سے بھی پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ ان حالات میں وہ دور رہ کر ہی شیوانی کے کام آسکتا تھا۔

اس نے گھنشام کے دماغ میں یہ باتیں نقش کیں کہ وہ شیوانی کے عشق میں مبتلا رہے گا۔ اسے کنواری سمجھتا رہے گا اور اسے حاصل کرنے کی لگن میں کبھی کسی دوسری کنواری کو ہوس کا نشانہ نہیں بنائے گا۔ ان کے علاوہ سب سے اہم بات یہ نقش کی کہ وہ شیوانی کو حاصل کرنے کے جنون میں مبتلا ہونے کے باوجود کبھی اسے ہاتھ نہیں لگائے گا۔

پورس شیوانی کو الجھا بھی رہا تھا اور اسے تحفظ بھی دے رہا تھا۔ اس تنویمی عمل کے نتیجے میں اسے یہ اطمینان رہتا کہ اس کی شریک حیات شیوانی محفوظ رہے گی۔ جب طیارہ استنبول سے گزر رہا تھا تب ان دونوں کا نشہ کم ہونے لگا۔ وہ نیند سے بیدار ہونے والے تھے۔ گھنشام ابھی مزید دو گھنٹے تک تنویمی نیند سونے والا تھا۔ پورس چاہتا تھا کہ شیوانی بھی لندن پہنچنے تک سوتی رہے۔

اس نے شیوانی کے دماغ میں پہنچ کر اسے ہدایت دی کہ وہ ابھی سوتی رہے گی۔ جب طیارہ پیرس سے آگے نکل جائے گا تب اس کی آنکھ کھل جائے گی پھر جب وہ طیارہ پیرس پہنچا تو وہ جہاز سے اتر گیا۔ وہاں سے ائرپورٹ کی عمارت میں پہنچ کر اس طیارے کو دیکھتا رہا۔ وہ وہاں سے پرواز کر کے لندن کی طرف جانے لگا۔ اس نے شیوانی کے اندر پہنچ کر کہا "الوداع میری جان! ہم پھر کبھی ملیں گے۔"

شیوانی کی آنکھ کھل گئی کیونکہ اس کے دماغ میں دی ہوئی ہدایت کے مطابق وہ طیارہ پیرس سے آگے نکل گیا تھا اور اب لندن پہنچنے والا تھا۔ آنکھیں کھلتے ہی اس کی نظر گھنشام پر پڑی تو وہ ناگواری سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے دور پورس کی سیٹ کی طرف دیکھا۔ وہ سیٹ خالی نظر آئی۔ وہاں جے کانو، جے فلو اور جے سامو ادھر ادھر بیٹھے ہوئے

تھے۔ اس نے قریب آکر پوچھا "آندرے (پورس) کہاں ہے؟"

جے سامو نے کہا "وہ پیرس میں رک گیا ہے۔ مجھ سے کہہ گیا ہے کہ بعد میں لندن آئے گا۔"

وہ حیرانی سے بولی "وہ پیرس میں کیوں رک گیا ہے؟ اس نے مجھے نہیں جگایا۔ تم تینوں کا فرض تھا کہ مجھے جگاتے۔"

جے کانو نے کہا "تم آرام سے سو رہی تھیں۔ اس نے کہا تھا کہ تمہیں نہ جگایا جائے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ اس نے سر گھما کر گھنشام کی طرف دیکھا۔ وہ وہاں بیٹھنا نہیں چاہتی تھی۔ پورس کی خالی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ ان تینوں سے بولی "ابھی پورس کے پاس جاؤ۔ اسے بتاؤ کہ میں نیند سے جاگ گئی ہوں۔ وہ مجھ سے بات کرے۔"

ان تینوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی خیال خوانی کے ذریعے پورس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ تینوں کی خیال خوانی کی لہریں واپس آگئیں۔ انہوں نے شیوانی کو دیکھا۔ وہ بولی "مجھے کیا دیکھ رہے ہو؟ اس کے پاس کیوں نہیں جاتے؟"

ان میں سے ایک نے کہا "ہم گئے تھے اس نے سانس روک لی۔"

اس نے غصے سے کہا "پھر جاؤ بار بار جاؤ اس سے کہو مجھ سے بات کرے۔"

وہ بار بار جانے لگے۔ بار بار اسے بتانے لگے کہ وہ سانس روک کر انہیں بھگا رہا ہے۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے بولی "مائی گاڈ! اسے کیا ہوگیا ہے؟"

پھر وہ دل میں سوچنے لگی "کیا وہ مجھ سے ناراض ہوگیا ہے۔ میں تو پیار سے جھگڑا کر رہی تھی۔ اسے سمجھنا چاہیے کہ میں بیوی ہوں اس سے لڑتی ہوں تو اس پر مرتی بھی ہوں۔"

پورس بڑی خاموشی سے اس کے اندر موجود تھا۔ اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس نے پیرس پہنچنے سے پہلے ہی خیال خوانی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے سے اپنے لیے گاڑی منگوائی تھی۔ اس کی محبوبہ اور ہونے والی بیوی ثباتہ (جینی) گاڑی لے کر آئی تھی۔ وہ اس کے ساتھ بیٹھ کر ادارے میں جا رہا تھا۔ ثباتہ نے ڈرائیو کرتے ہوئے اسے دیکھا پھر کہا "مرد بڑے ہرجائی ہوتے ہیں۔ یہاں مجھ سے شادی ہونے والی ہے اور مجھ سے پہلے شیوانی کو دلہن بنا کر آرہے ہو۔"

"تم ایک عرصے سے بابا صاحب کے ادارے میں ہو۔ بڑی زبردست تربیت حاصل کر رہی ہو اور یہ دیکھتی آرہی ہو کہ بدلتے ہوئے حالات اور واقعات کے مطابق ہمیں وہ بھی سب کرنا ہوتا ہے، جو ہم کرنا نہیں چاہتے۔ ہمارے بزرگ جناب تیمرزی اور جناب عبداللہ واسطی وغیرہ کی حکمتِ عملی اور ان کی روحانی معلومات کو ہم سمجھ نہیں پاتے۔ وہ جس وقت جیسا حکم دیتے ہیں۔ ہم بے چوں و چرا اس پر عمل کرتے ہیں۔ کیا تم ناراض ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "نہیں۔ تمہاری دونوں مائیں ماما اور مما (آمنہ اور سونیا) بہت اچھی ہیں۔ مجھے ان سے بھرپور محبت ملتی ہے۔ ماما سے روحانی اور مما سے جسمانی و ذہنی تربیت حاصل کرتی رہتی ہوں۔ انہوں نے مجھے سمجھایا ہے کہ تم نے جناب عبداللہ واسطی کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے شیوانی کو شریکِ حیات بنایا ہے۔ مجھے صبر کرنا چاہیے آئندہ مجھے وہ تمام مسرتیں ملیں گی جو میں شریکِ حیات کی حیثیت سے چاہوں گی۔ نہ مجھے تم سے کوئی شکایت ہے اور نہ میں تم سے ناراض ہوں۔"

پورس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ کچھ عرصے تک شیوانی کو اس کے حالات سے خود نمٹنے دیا جائے اور وہ تب تک بابا صاحب کے ادارے میں آرام کرتا رہے گا اور وقت ضرورت شیوانی کے کام آتا رہے گا۔

شیوانی لندن پہنچ گئی تھی۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے تمام اعلیٰ عہدے دار اس کے استقبال کے لیے آئے تھے۔ اس سے مصافحہ کر رہے تھے۔ اسے گلے لگا کر مبارک باد دے رہے تھے۔ اس نے مشین کا نقشہ حاصل کر کے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا پھر یہ کہ اپنے ساتھ تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو لائی تھی۔

وہ تمام عہدے دار جے کانو، جے فلو، جے سامو سے مصافحہ کر رہے تھے۔ انہیں خوش آمدید کہہ رہے تھے اور انہیں یقین دلا رہے تھے کہ وہ تینوں اسکاٹ لینڈ یارڈ میں محفوظ رہیں گے۔ سراغ رسانی اور سیاسی ڈپلومیسی کی بہترین تربیت حاصل کرتے رہیں گے۔

پھر سب سے بڑے عہدے دار ڈی جی نے یعنی ڈائریکٹر جنرل نے پوچھا "ویل شیوانی! تم نے اپنی شادی کی خوش خبری سنائی تھی۔ تمہارا وہ خوش نصیب لائف پارٹنر کہاں ہے؟"

شیوانی کو چند لمحوں کے لیے اپنی توہین کا احساس ہوا۔ وہ مشین کے نقشے اور تھری جے کے علاوہ آندرے کو بڑے فخر کے ساتھ اپنے شوہر کی حیثیت سے سب کے سامنے پیش کرنا چاہتی تھی لیکن وہ شوہر اچانک دھوکا دے گیا۔ وہ اس کی غیر موجودگی کے سلسلے میں کوئی بات بنانا چاہتی تھی۔ اسی وقت اچانک اسے کمزوری کا احساس ہوا سر چکرانے لگا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔

ڈی جی نے پوچھا "کیا ہوا؟ آر یو آل رائٹ؟"

وہ کمزور سی آواز میں بولی "میرا دل گھبرا رہا ہے۔ سر چکرا رہا ہے۔"

وہاں اعلیٰ عہدے داروں کے ساتھ اسکاٹ لینڈ یارڈ کا ایک ڈاکٹر بھی موجود تھا۔ ائرپورٹ کے وی آئی پی روم میں اسے لے جایا گیا۔ ڈاکٹر نے اسے دوائیں دینے سے پہلے اس کا معائنہ کیا پھر مسکرا کر کہا "مبارک ہو۔ تم ماں بننے والی ہو۔"

وہ اپنی تمام پریشانی بھول گئی۔ خوش ہو کر بولی "ڈاکٹر! تم سچ کہہ رہے ہو؟"

ڈاکٹر نے وی آئی پی روم کا دروازہ کھول کر تمام اعلیٰ عہدے داروں سے کہا "میڈم شیوانی نے ہم سب پر بڑا ظلم کیا ہے۔ ایک تو ہم سے دور جا کر شادی کی۔ یہاں آ کر اپنے شوہر سے نہیں ملایا اور اب ماں بننے کی خوش خبری دے رہی ہیں۔" تمام عہدے دار کمرے کے اندر آ گئے۔ اس سے ہاتھ ملانے لگے اسے پیار سے تھپکنے لگے اسے چومنے لگے اور مبارک باد دینے لگے۔

وہ خوشی سے نہال ہو رہی تھی۔ اپنے اندر سوچ کے ذریعے پورس کو پکار رہی تھی "آندرے میری جان تم کہاں ہو؟ جلدی آؤ میں تمہیں بہت بڑی خوش خبری سنانا چاہتی ہوں۔"

پورس ایسے وقت اس کے اندر نہیں تھا۔ ایک عورت کے لیے یہ بہت بڑی خوش خبری ہوتی ہے۔ پہلی بار ماں بننے کے آثار پیدا ہوں تو وہ سب سے پہلے اپنی یہ خوش خبری اپنے مرد کو سنانا چاہتی ہے۔ وہ جانتی تھی کہ پورس اس کے اندر موجود نہیں ہے پھر بھی خوشی سے دیوانی ہو رہی تھی۔ ائرپورٹ سے اسکاٹ لینڈ پہنچنے تک اس نے کئی بار اسے آوازیں دیں مگر وہ ہر جائی اس سے بے خبر تھا۔

اس نے اسکاٹ لینڈ کے صدر دفتر پہنچنے کے بعد تمام اعلیٰ عہدے داروں کے سامنے وہ مائیکرو فلم پیش کی۔ تمام افراد خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ اسی وقت وہاں کی لیب سے اس مائیکرو فلم کے بڑے سائز کے پرنٹ نکالے گئے۔ اس ادارے کے ماہرین کو بلایا گیا جو مشینوں کے سلسلے میں بڑے تجربات اور بڑی مہارت کے حامل تھے۔ انہوں نے وہ پرنٹ دیکھ کر تصدیق کی کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ ہے۔

ایک بار پھر تالیاں گونجنے لگیں۔ سب ہی خوشی سے پاگل ہو کر شیوانی کو گلے لگا لگا کر پیار کرنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ شیوانی کو جتنی بھی عزت دی جائے اور اسکاٹ لینڈ یارڈ میں جتنا بھی بڑا عہدہ دیا جائے وہ کم ہے کیونکہ وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رسانوں کی تاریخ بدل رہی ہے۔ آئندہ دنیا کے اس مشہور و معروف ادارے کے تمام سراغ رساں ٹیلی پیتھی سیکھ جائیں گے اور پہلے سے زیادہ حیرت انگیز کارنامے انجام دینے لگیں گے۔

انہوں نے فوراً ہی ٹرانسفارمر مشین کی تیاری شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان کے لیے سب سے پہلا مسئلہ رازداری کا تھا۔ کیونکہ یہ ایسی مشین تھی جس کا نقشہ حاصل کرنے کے لیے بڑے بڑے ممالک کے جاسوس، سیکریٹ ایجنٹس سازشیں کر سکتے تھے۔ شیوانی نے کہا "مشین تیار کرنے کا مسئلہ آپ لوگوں کا ہے۔ مجھے اجازت دیں میں گھر جا کر آرام کروں گی۔"

گھنشام اس کا ہم سفر تھا۔ وہ لندن پہنچ کر شیوانی کے ساتھ رہنا چاہتا تھا اور اس کے ساتھ رہنا اپنا حق سمجھ رہا تھا کیونکہ پندرہ برس پہلے وہ اس کی دلہن بن چکی تھی لیکن وہاں پہنچ کر اسے اپنا حق جتانے کا موقع نہیں ملا۔ جس انداز میں شیوانی کا استقبال کیا جا رہا تھا اسے دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوا تھا اور خوش بھی ہوا تھا کہ اس کی بیوی نے بہت اونچا مقام حاصل کیا ہے۔ اس کے اطراف اسکاٹ لینڈ یارڈ کی پولیس کا پہرا تھا۔ کوئی اس کے قریب نہیں جا سکتا تھا کیونکہ وہ ایک اہم چیز اپنے ساتھ لائی تھی۔

اس نے خاموشی سے اسکاٹ لینڈ یارڈ تک اس کا تعاقب کیا۔ وہاں پہنچ کر اس سے ملنے کی کوششیں کرتا رہا۔ بڑی دیر بعد ایک افسر نے توجہ سے اس کی بات سنی۔ وہ بولا "میں شیوانی سے ملنا چاہتا ہوں۔ پلیز مجھے ایک بار اس سے ملنے کا موقع دیں۔"

افسر نے کہا "سوری میڈم آرام کرنے کے لیے اپنے بنگلے میں جا چکی ہیں۔"

اس نے کہا "آپ مجھے اس کے بنگلے کا پتا اور فون نمبر بتائیں۔"

"سوری کسی کو بھی میڈم کا پتا اور فون نمبر نہیں بتایا جاتا ہے۔"

"میں کوئی غیر نہیں ہوں۔ اس کا شوہر ہوں۔"

افسر نے چونک کر اسے دیکھا پھر خوش ہو کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ ہم تو میڈم سے پوچھ رہے تھے کہ آپ کہاں رہ گئے ہیں؟ آپ اندر تشریف لائیں تمام عہدے دار آپ سے مل کر خوش ہوں گے۔"

وہ بولا "دیکھیے پہلے میں اپنی وائف سے ملنا چاہوں گا۔ یہاں کے تمام عہدے داروں سے بعد میں ملنا چاہوں گا۔"

گھنشام نے ایسا کہتے وقت اپنی زہریلی نظروں سے اسے جکڑ لیا پھر جارحانہ انداز میں بولا "مجھے شیوانی کا پتا اور فون نمبر لکھ کر دو۔"

افسر نے فوراً ہی کاغذ قلم نکال کر شیوانی کے بنگلے کا پتا اور اس کے تین اہم فون نمبرز لکھ کر دیے۔ گھنشام نے وہ کاغذ اس سے لے کر کہا "تم شیوانی کو یا کسی بھی شخص کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔"

وہ اس افسر کو سحر زدہ کر کے چلا گیا۔ شیوانی اپنے بنگلے میں پہنچ کر غسل کر رہی تھی اور پورس کو یاد کر رہی تھی۔ ایسے وقت اسے غصہ آ رہا تھا کہ وہ اس سے کیوں دور ہو گیا ہے؟

وہ غسل سے فارغ ہو کر باتھ روم سے باہر آئی۔ ایسے وقت پورس نے اسے مخاطب کیا "ہائے جانم! کیسی ہو؟"

اپنے اندر اس کی آواز سنتے ہی وہ خوش ہو گئی پھر ذرا ناراضگی سے بولی "تمہیں شرم نہیں آتی؟ تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟"

"کہیں نہیں۔ میں تو تمہارے اندر ہوں۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ میں کتنی بڑی خوش خبری سنانے کے لیے بے چین ہو رہی ہوں۔ تمہیں تو میری ذرا پروا نہیں ہے۔ تم یہ خوش خبری سنو گے تو دوڑتے ہوئے میرے پاس چلے آؤ گے۔"

وہ بولا "میں جانتا ہوں۔ میں بھی تمہارے اندر ہوں اور وہ بھی تمہارے اندر ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میں خیالوں میں ہوں اور وہ تمہارے وجود کا حصہ ہے۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولی "یو بیسٹ! دھوکے باز! یہ خوش خبری میں سنانا چاہتی تھی۔ تم نے پہلے ہی میرے خیالات پڑھ لیے۔ جاؤ میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "نہیں بول رہی ہو پھر بھی بول رہی ہو۔ تم سے خوشیاں سنبھالی نہیں جا رہی ہیں۔ چلو بچے کے بارے میں جو بولنا ہے۔ بولتی چلی جاؤ۔ ساری مسرتیں مجھ پر لٹا دو۔"

"کیا اس طرح مسرتیں لٹانے کا مزہ آئے گا۔ تم کیوں مجھ سے دور ہو گئے ہو۔ جہاں بھی ہو ابھی چلے آؤ۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ٹیلی فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھایا پھر صوفے پر بیٹھ کر اسے کان سے لگا کر بولی "ہیلو شیوانی اسپیکنگ!"

وہ دوسری طرف سے گھنشام کی آواز سن کر چونک گئی۔ وہ بول رہا تھا "شیوانی میں تمہارا پتی دیو گھنشام بول رہا ہوں۔"

پورس نے شیوانی کے اندر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "تم ابھی مجھے بلا رہی تھیں۔ مبارک ہو تمہارا دوسرا شوہر آ گیا ہے۔"

وہ غصے سے فون پر بولی "اے! کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ خود کو میرا پتی کہہ رہے ہو؟ کیا میرے زہر نے تمہیں پاگل بنا دیا ہے؟"

"شیوانی میں پاگل نہیں ہوں۔ تمہارا دیوانہ ہوں۔ پندرہ برس پہلے تم اگنی کے چاروں طرف میرے ساتھ سات پھیرے لے چکی ہو۔ اس وقت تم گیارہ برس کی تھیں۔"

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ مجھے بتاؤ تم کہاں ہو؟ اسکاٹ لینڈ کی پولیس تمہیں پاگل خانے پہنچا دے گی۔ وہاں تم اگنی کے چاروں طرف پھیرے لگاتے رہو گے۔"

پلیز مجھے دھمکی نہ دو۔ میں نے دور ہی سے دور سے دیکھا ہے۔ یہاں تمہارا بڑا رعب اور دبدبہ ہے قانون کے تمام چھوٹے بڑے محافظ تمہیں سلام کرتے ہیں۔ تمہارے ایک حکم پر مجھے پاگل خانے میں بھی پہنچایا جا سکتا ہے اور اس ملک سے نکالا بھی جا سکتا ہے پھر بھی تم میری بیوی رہو گی۔ میں تمام ثبوت کے ساتھ قانونی لڑائی لڑ کر تمہیں جیت سکتا ہوں۔ مدراس میں تمہارا باپ اور وہ تمام رشتے دار موجود ہیں جو ہماری شادی میں شریک ہوئے تھے شادی کرانے والا پنڈت اور شادی کے کاغذات بھی موجود ہیں۔ تم اس پوتر (مقدس) بندھن کو توڑ نہیں سکو گی اور میں توڑنے نہیں دوں گا۔ تم اپنے زہریلے ذہن سے سمجھ سکتی ہو کہ تمہارا یہ زہریلا پتی کتنا ضدی ہو سکتا ہے۔"

پورس نے کہا "شیوانی تمہارا یہ شوہر تو پنجے جھاڑ کر تمہارے پیچھے پڑ گیا ہے۔"

وہ بولی "بار بار اسے شوہر کہہ کر مجھے غصہ نہ دلاؤ۔"

"جب اس کے پاس تمام ثبوت اور بے شمار گواہ موجود ہیں تو اسے تمہارا شوہر کیوں نہ کہا جائے؟ تم نے مجھے دھوکا کیوں دیا؟ پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمہاری شادی ہو چکی ہے۔ اب وہ سچ سامنے آیا ہے تو تم خوامخواہ غصہ دکھا رہی ہو۔"

وہ ذرا نرم پڑ گئی پھر بولی "یہ میرے گھر والوں کی جہالت تھی۔ گیارہ برس کی عمر میں میری شادی کرا دی۔ اتنی سی عمر میں شادی کا مطلب بھی نہیں جانتی تھی۔ بالغ ہوتے ہی میں نے ڈیڈی سے کہہ دیا تھا کہ میں اس شادی کو تسلیم نہیں کرتی ہوں۔ اس شادی کو کسی بھی قانونی کارروائی سے توڑ دیا جائے۔"

گھنشام نے فون پر کہا "تم خاموش کیوں ہو گئی ہو مجھ سے بات کرو۔"

وہ غصے سے چیخ کر بولی "یو شٹ اپ! میں نے اپنے گھر والوں سے اس شادی کو توڑنے کے لیے کہہ دیا تھا۔ مجھے جواب ملا تھا کہ تم مجھے طلاق دے کر شادی توڑ سکتے ہو یا کورٹ میں ہم دونوں کے بیانات کے نتیجے میں یہ رشتہ ختم ہو سکتا ہے لیکن پتا چلا کہ تم ہندوستان میں نہیں ہو۔ کہیں چلے گئے ہو۔ جب کہیں جا کر مر گئے تھے تو پھر کیوں پرابلم بننے

چلے آئے ہو۔"

وہ بولا "دیکھو شیوانی پندرہ برس کا عرصہ کچھ کم نہیں ہوتا ایک طویل مدت سے تم ایک کنواری دلہن کی طرح میرے حواس پر چھائی ہوئی ہو۔ تقدیر نے میرا ساتھ دیا ہے تم اچانک مل گئی ہو ورنہ تمہارے باپ نے تو میرے گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ تم مر چکی ہو۔"

"یہی مان لو کہ میں مر چکی ہوں۔ فار گاڈ سیک' میرا پیچھا چھوڑو اور اس ملک سے چلے جاؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پورس نے کہا "وہ بڑا ضدی ہے۔ تم اس کے خلاف قانونی کارروائی کرو گی تو وہ جواباً ثبوت اور گواہوں کے ذریعے مزید پرابلم پیدا کرتا رہے گا۔ نرمی اور پیار سے پیش آؤ۔ آخر وہ پتی دیو ہے۔"

"ایسا مذاق میں بھی نہ کہو۔ میرے لائف پارٹنر اور میرے بچے کے باپ صرف تم ہو۔ کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کا دماغ درست نہیں کر سکتے؟ اسے یہاں سے بھگا نہیں سکتے؟"

"وہ یوگا کا ماہر ہے۔ مجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گا۔ اسے کسی طرح اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا ہوگا۔"

"وہ میری طرح زہریلا ہے۔ اعصابی کمزوری کی کوئی دوا اس پر اثر نہیں کرے گی۔"

"وہاں اپنے ماتحتوں سے کہو' کسی طرح اسے زخمی کردیں پھر مجھے اس کے اندر جگہ مل جائے گی۔"

"میں ایسا کروں گی مگر تم پیرس میں کہاں ہو؟ یہاں فوراً آؤ۔ ورنہ میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

"اپنی اہم مصروفیات چھوڑ کر میرے پیچھے نہ آؤ۔ میں اپنے میکے جا رہا ہوں۔"

"پھر مذاق کر رہے ہو۔ فوراً بتاؤ کہاں ہو۔ میں کسی بھی پہلی فلائٹ سے آؤں گی۔"

"میرے ..... میکے والے ابھی تمہیں قبول نہیں کریں گے۔ کیونکہ میں نے شادی کے سلسلے میں ان سے اجازت نہیں لی تھی۔ ایک دو روز میں انہیں سمجھا منا کر تمہارا غائبانہ تعارف کراؤں گا پھر تمہیں ان کے سامنے پیش کروں گا۔"

"یہ تم نئی بات کر رہے ہو۔ پہلے تم نے اپنے میکے والوں کا ذکر نہیں کیا تھا پھر یہ کہ مرد کا میکا نہیں ہوتا؟"

"ہوتا ہے۔ مرد کے بھی ماں باپ ہوتے ہیں۔ ماں کے رشتے سے میکا اور باپ کے رشتے ہابل کا انگنا ہوتا ہے۔"

"مگر یہ میکا کہاں ہے؟ پتا تو بتاؤ۔"

"ساؤتھ افریقہ میں ہے۔ وہاں تمہارے لیے فضا ہموار ہونے دو پھر پتا بتاؤں گا۔ اب جا رہا ہوں۔"

"کہاں جا رہے ہو؟ مجھ سے باتیں کرو۔ کیسی اجنبیت دکھا رہے ہو؟ بچے کی خوشی میرے ساتھ شیئر کرو۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ اس نے پوچھا "خاموش کیوں ہو؟ باتیں کرو۔ آندرے۔ آندرے۔"

اس نے دو چار بار آوازیں دیں پھر تھک ہار کر سوچنے لگی "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ یہ اچانک کیوں بدل گیا ہے؟ کیوں مجھ سے دور چلا گیا ہے؟ اس کا کوئی فون نمبر بھی نہیں ہے۔ او گاڈ! میں کیا کروں؟"

پورس نے اس کی سوچ میں کہا "آندرے مجھ سے دور ہوا ہے مگر بے وفا نہیں ہے۔ اس نے ایک بہت بڑے کارنامے کا سہرا میرے سر پر سجایا ہے۔ تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو میرے حوالے کیا ہے۔ مجھے صبر کرنا چاہیے۔ اپنے ہونے والے بچے کی خاطر خوش رہنا چاہیے۔ اپنی صحت کا خیال رکھوں گی تو بچہ بھی صحت مند پیدا ہوگا۔"

پورس تھوڑی دیر تک اس کی سوچ میں اسے سمجھاتا رہا پھر اس کے دماغ سے چلا گیا۔ آج رات ڈی جی نے اسے ڈنر کے لیے مدعو کیا تھا اور بھی کئی عہدے دار اسے مدعو کر رہے تھے۔ آئندہ اس کے دن رات رنگ برنگی تقریبات میں گزرنے والے تھے لیکن وہ ہونے والے بچے کی خوشیاں پورس کے ساتھ منانا چاہتی تھی۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے ڈی جی کی آواز سن کر بولی "او۔ یس۔ مجھے یاد ہے۔ میں آج رات ڈنر پر آؤں گی۔"

"وہ تو تم ضرور آؤ گی۔ میں کچھ اور پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا تم اپنے شوہر سے ناراض ہو؟"

"آں؟ نہیں۔ وہ مجھ سے ناراض نہیں ہیں۔ اپنے میکے گئے ہیں۔ اسی لیے میرے ساتھ نہیں آئے۔"

"مجھ سے حقیقت نہ چھپاؤ۔ وہ تم سے ناراض نہیں ہے۔ تم اس سے ناراض ہو۔ وہ میکے نہیں گیا ہے۔"

"ڈی جی! تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔ اس کا میکا ساؤتھ افریقہ میں ہے میں نے ابھی اس سے بات کی ہے۔"

"تم نے اس سے بات نہیں کی۔ وہ تم سے بات کر رہا تھا۔ تم نے فون بند کر دیا۔"

"ہائیں۔ تم کس کی بات کر رہے ہو؟"

"تمہارے شوہر کی بات کر رہا ہوں۔ بے چارہ تم سے مایوس ہو کر میرے پاس آیا ہے۔"

"ارے! یہ کون سا شوہر تمہارے پاس پہنچا ہوا ہے؟"

"کون سا شوہر کا مطلب کیا ہوا؟ تمہارے کتنے شوہر ہیں؟ تمہیں کیا ہوا ہے شیوانی؟ تمہیں اس پر ترس آنا چاہیے۔ بے چارہ بھٹک رہا ہے۔ پہننے کو کپڑے نہیں ہیں۔ ایک لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔"

"او گاڈ! وہ گھنشام ہے۔ خود کو میرا شوہر کہتا ہے مگر میں اسے شوہر تسلیم نہیں کرتی ہوں۔"

"اور وہ کہہ رہا ہے' تم سے تسلیم کرائے گا۔ وہ انڈیا سے فیکس کے ذریعے شادی کے کاغذات منگوا رہا ہے۔ کہہ رہا ہے۔ ضرورت پڑنے پر درجنوں اہم گواہوں کو انڈیا سے بلا کر عدالت میں پیش کرے گا۔"

"پلیز ڈی جی! کسی طرح اس شخص سے پیچھا چھڑاؤ۔ یہ مجھے پریشان کر رہا ہے۔"

"میں اس سے بات کرتا ہوں۔ معاملات طے کرتا ہوں مگر تمہیں سوچ سمجھ کر شادی کرنی چاہیے تھی۔"

"میں نے اس سے نہیں' ٹیلی پیتھی جاننے والے آندرے سے شادی کی ہے۔ گھنشام میرا شوہر نہیں ہے۔"

"مگر اس کے پاس ثبوت اور گواہ ہیں۔ کیا یہ فراڈ ہے؟"

"جب میں گیارہ برس کی تھی۔ تب میری شادی کرائی گئی تھی۔ کیا اتنی کم سنی کی شادی کو تسلیم کرنا چاہیے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں تمہارے لیے فائٹ کروں گا۔ اب پتا چلا ہے کہ تمہارا شوہر آندرے ہے۔"

ڈی جی سے رابطہ ختم ہوگیا۔ شیوانی نے ایک گہری سانس لے کر ریسیور کو رکھا۔ دوسرے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے بیزاری سے فون کی طرف دیکھا۔ وہ کسی سے بات کرنا نہیں چاہتی تھی لیکن فون کی گھنٹی بجتی جا رہی تھی۔ اس نے ناگواری سے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو! شیوانی اسپیکنگ۔"

اسے ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی "ہیلو میڈم! میں بہت عرصے بعد رابطہ کر رہا ہوں۔ دراصل ایک مصیبت میں گرفتار ہو گیا تھا۔ کیا تم مجھے پہچان رہی ہو؟"

وہ حیرانی سے بولی "آندرے! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولا "او۔ تم نے مجھے آواز سے پہچان لیا؟ واقعی تم غیر معمولی طور پر ذہین ہو۔ تم نے اب تک مجھے یاد رکھا ہے۔ ہمارا رابطہ اس وقت ختم ہوا تھا۔ جب تم ایک مضبوط ٹیم بنا کر چین جا رہی تھیں۔"

وہ جھنجلا کر بولی "شٹ اَپ۔ تم بے وقوف مذاق کرنے لگتے ہو۔ ان باتوں کا مطلب کیا ہے کہ تم سے میرا رابطہ ختم ہو گیا تھا؟ تم نے مجھ سے شادی کی۔ آج میرے ساتھ لندن آتے آتے مجھے چھوڑ کر چلے گئے اور۔۔۔ اور۔۔۔"

"جسٹ اے منٹ میڈم! ابھی تم نے کیا کہا؟ میں نے تم سے شادی کی؟ تم۔۔۔ تم میڈم شیوانی ہو نا؟"

"ہاں۔ ہاں میں شیوانی ہوں۔ تمہارے ہونے والے بچے کی ماں ہوں۔ تم ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"او۔ نو میڈم! میرا سر چکرا رہا ہے۔ مجھے تو دشمنوں نے ٹریپ کیا تھا۔ مجھے غلام بنا کر رکھا تھا۔ میرے دوست بیکر رائٹ نے مجھے کل ہی دشمنوں سے نجات دلائی ہے پھر میں نے تم سے شادی کب کی ہے؟ یہ تم کس کے بچے کی ماں بن گئی ہو؟ کیوں مجھے اس بچے کا باپ بنا رہی ہو؟"

"ابھی تم بچے کی خوش خبری سن کر خوش ہو رہے تھے اور اب پوچھ رہے ہو کہ میں کس کے بچے کی ماں بن گئی ہوں۔"

اصل آندرے نے کہا "دیئر از سم تھنگ رانگ ودھ یو۔ میڈم! تم چین کے مشن میں ناکام رہی ہو۔ اس ناکامی کا اثر تمہارے ذہن پر پڑا ہے۔"

"بس آندرے! بہت ہو چکا۔ اب تم مذاق نہیں کر رہے ہو' مجھ پر ظلم کر رہے ہو۔ تم نے خود ہی ٹرانسفارمر مشین کے نقشے والی مائیکرو فلم مجھے لا کر دی۔ یہاں اس نقشے کے ذریعے مشین تیار ہونے والی ہے پھر تم نے جے کافو' جے فلو اور جے سامو کو میرا غلام بنایا ہے۔ مجھے ڈھیر ساری کامیابیاں دے کر کہہ رہے ہو کہ میں اپنے مشن میں ناکام رہی ہوں اور ناکامی کے باعث پاگل ہو گئی ہوں۔"

"او گاڈ! مجھ پر رحم کر! میڈم! ایک بار پھر سے کہو کہ میں نے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ تمہیں سے حاصل کر کے تمہیں دیا ہے۔ جو کام بالکل ہی ناممکن ہے۔ میں نے ممکن بنایا ہے۔ ایک بار کہو۔ میں خوشی سے مر جاؤں گا۔"

"میں فون بند کر رہی ہوں۔ میرے دماغ میں آ کر بات کرو۔ میں تمہارا دماغ درست کروں گی۔"

شیوانی نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ جھنجلا کر اٹھ گئی۔ ادھر سے ادھر ٹہلنے لگی۔ ایسے وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس کیا اور محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ چند سیکنڈ کے بعد اس نے پھر محسوس کیا۔ اس بار آندرے نے جلدی سے کہا "میں آندرے ہوں۔ تم نے مجھے بلایا ہے۔ سانس کیوں روک رہی ہو؟"

اس نے پوچھا "کون ہو تم؟ آندرے کے لب و لہجے میں بول رہے ہو اور یہ نہیں جانتے کہ جب میرا شوہر آندرے آتا ہے تو اس کی سوچ کی لہریں پرائی نہیں لگتی ہیں۔ میں سانس نہیں روکتی ہوں۔ جاؤ چلے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ آندرے اس کے اندر سے نکل گیا۔ دراصل پورس نے شیوانی کے ذہن میں ایک دوسرا لب و لہجہ نقش کیا تھا اور وہی لہجہ اختیار کر کے اندر آتا تھا۔ اصل آندرے کو یہ تکنیک معلوم نہیں تھی اور شیوانی پریشان ہو کر سوچ رہی تھی کہ آندرے کو کیا ہو گیا ہے؟ وہ الٹی سیدھی حرکتیں کیوں کر رہا ہے؟

اسے ان سوالات کے جوابات ابھی نہیں مل سکتے تھے۔ ابھی الجھنیں بڑھنے والی تھیں۔

○☆○

الپا نے ٹرانسفارمر مشین تیار کرلی۔

یہ خبر امریکا اور تمام بڑے ممالک پر بجلی بن کر گری۔ امریکی یہ تو جانتے تھے کہ کچھ عرصہ پہلے الپا نے مشین کا نقشہ ان کے ملک سے چرایا تھا اور مشین کے ماہر مکینک جیکی ہنٹر کو بھی اغوا کیا تھا۔ اس طرح یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ایک دن ضرور مشین تیار کرلے گی۔

بعد میں امریکی سراغ رسانوں نے اطلاع دی کہ الپا کے حالات اس کے موافق نہیں ہیں۔ اسرائیل میں کچھ گڑبڑ ہورہی ہے۔ پچھلے دو ہفتوں سے الپا غائب ہے۔ ان حالات میں یقین ہوچلا تھا کہ وہ مشین تیار نہیں کی جاسکے گی۔

الپا تو یوں بھی لاپتا رہا کرتی تھی اسرائیلی اکابرین بھی اس کا خفیہ پتا ٹھکانا نہیں جانتے تھے۔ جب وہ کار کے حادثے سے دوچار ہوئی اور اسپتال پہنچ گئی۔ تب بھی اسے الپا کی حیثیت سے پہچاننے والا اسرائیل میں کوئی نہیں تھا۔ صرف ایک پارس اس کی بدحالی اور اس کی بدنصیبی سے واقف تھا۔

بہرحال ایک طویل غیر حاضری کے بعد الپا نے اپنے اکابرین کو مخاطب کیا اور انہیں ٹرانسفارمر مشین کے تیار ہونے کی خوش خبری سنائی تو سب نے یہی سمجھا کہ وہ مشین تیار کرنے کے سلسلے میں کہیں روپوش ہوگئی تھی۔ جس دن اس نے یہ خوش خبری سنائی اس دن تمام اکابرین نے خوب جشن منایا اور اپنے ملک میں یہ اعلان کیا کہ یہودی قوم کامیابی اور ترقی کے ایک نئے دور میں داخل ہورہی ہے۔ اس سلسلے میں عوام کو تین دن اور تین راتوں تک خوب جشن منانا چاہیے۔

امریکا اور دوسرے بڑے ممالک نے فون اور فیکس کے ذریعے اوپری دل سے مبارک باد دی۔ ان کے اندر کھلبلی پیدا ہوگئی تھی اسرائیل اتنا چھوٹا ملک ہے کہ دنیا کے نقشے میں ایک ناخن کے برابر دکھائی دیتا ہے لیکن اس چھوٹے سے ملک نے وسطی ایشیا اور یورپ اور افریقہ کے تمام اسلامی ممالک پر دہشت طاری کررکھی تھی ایک تو پہلے ہی ایٹمی قوت بن چکا تھا اب ٹیلی پیتھی جیسا ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک ہتھیار حاصل کررہا تھا۔

الپا اپنے فارم ہاؤس کے کانیچ میں تھی اور خوشی سے دیوانی ہوکر ایک ریکارڈ آن کرکے آرکسٹرا کی دھن پر ناچ رہی تھی۔ خوشی سے جھوم جھوم کر کہہ رہی تھی "پارس تم کہاں ہو؟ میں تمہیں یہ خوش خبری سنانا چاہتی ہوں۔ ویسے یہ جانتی ہوں کہ تمہیں سب پتا ہے تم بڑے پیار سے میرے اندر جھانکتے رہتے ہو۔ تم میرا ساتھ نہ دیتے تو مجھے اتنی بڑی کامیابی حاصل نہ ہوتی۔"

وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ پارس کبھی اس سے بات نہیں کرے گا۔ پہلے وہ بار بار اصرار کرتی تھی۔ اسے اپنے دماغ میں پکارتی رہتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ روٹھا ہوا ہے اسے کسی طرح منالے گی۔

لیکن وہ پتھر تھا اس کی سمجھ میں آگیا کہ وہ اس پتھر سے سر پھوڑتی رہے گی لیکن وہ اس سے بات کرنا تو دور کی بات ہے۔ اسے اپنی آواز بھی نہیں سنائے گا۔ اس کے دماغ میں کبھی اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرے گا۔

الپا کو صبر آگیا۔ وہ پارس کو منانے کے لیے اکثر اپنے دماغ میں کہتی رہتی تھی "تم مجھ سے نہ بولو۔ میں تمہاری خاموش محبت سے خوش ہوتی رہوں گی۔ ہر لمحہ اس انتظار میں رہوں گی کہ کبھی تم میری تمام غلطیوں کو بھلا کر مجھے معاف کردو گے۔ تم میرے اندر آکر بھی مجھ سے دور رہتے ہو۔ مجھ سے محبت کرتے ہو اور ناراض ہوکر یوں جدا ہونے کی سزائیں بھی دیتے رہتے ہو۔"

مشین تیار ہوچکی تھی۔ اب اسے آزمانا تھا اس نے ابتدا میں اسرائیلی فوج کے چار جوان افسروں اور آرمی انٹیلی جنس کے چار ذہین سراغ رسانوں کو ہپناٹائز کیا تھا۔ انہیں اپنا معمول بنانے کے بعد ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی سکھانا چاہتی تھی۔

وہ مشین کچھ اس طرح تھی کہ اسے دو بیڈ کے درمیان رکھا جاتا تھا ایک بیڈ پر فاعل اور دوسرے بیڈ پر مفعول کو لٹایا جاتا تھا۔ فاعل سے مراد ہے جو پہلے سے ٹیلی پیتھی جانتا ہو اور مفعول سے مراد ہے جسے ٹیلی پیتھی سکھانا مقصود ہو اس طرح ان دونوں فاعل اور مفعول کے دماغوں کو اس ٹرانسفارمر مشین سے منسلک کیا جاتا تھا پھر اس کی مخصوص تکنیک کے مطابق فاعل کی ٹیلی پیتھی کو مفعول کے دماغ میں منتقل کیا جاتا تھا۔

الپا اب اپنے ملک کے ذہین باصلاحیت اور دلیر جوانوں کو ٹیلی پیتھی سکھانے والی تھی۔ اس کے لیے لازمی تھا کہ ان کے دماغوں میں یہ علم پہنچانے کے لیے ایک فاعل ٹیلی پیتھی جاننے والا ہو۔ الپا نے وہ مشین تیار کرنے کے دوران میں ہی نارنگ کو قیدی بنا رکھا تھا۔ وہ اسے غائب دماغ بنا کر اس تہ خانے میں لے آئی جہاں وہ ٹرانسفارمر مشین تھی۔

اس تہ خانے میں مشین تیار کرنے والے تین ماہر مکینک بھی تھے اور آرمی کا ایک جوان افسر بھی تھا۔ نارنگ کو اور اس افسر کو دو الگ الگ بیڈ پر لٹایا گیا پھر اس مشین کی

مخصوص تکنیک کے مطابق اسے آپریٹ کیا گیا۔ الپا نے ماہرین کو حکم دیا تھا کہ نارنگ کے دماغ سے صرف ٹیلی پیتھی کا علم اس جوان افسر کے دماغ میں پہنچایا جائے۔ نارنگ کی ذہانت، عادت و اطوار کو منتقل نہ کیا جائے۔ کیونکہ نارنگ ذہانت اور عادت و اطوار کے لحاظ سے بالکل ہی گوبر تھا۔

پہلی بار اس مشین کو آپریٹ کرنے میں دشواریاں پیش آئیں لیکن کامیابی ہوئی۔ جس جوان فوجی افسر کے دماغ میں وہ علم منتقل کیا گیا۔ وہ جوان آپریشن کی تکلیف کے باعث ایک گھنٹے تک بے ہوش پڑا رہا۔ ایسا سبھی ٹیلی پیتھی سیکھنے والوں کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ جب ایک گھنٹے کے بعد وہ ہوش میں آیا تو الپا نے اس سے پوچھا اب تم پہلی بار کس کے دماغ میں پہنچنا چاہو گے۔ خیال خوانی کی پرواز کرو اور ثابت کرو کہ تمہیں یہ علم حاصل ہوچکا ہے۔

الپا اس کے دماغ میں تھی۔ اس جوان افسر نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر بولا "سر! میں آپ کا جونیئر افسر بنجامن بول رہا ہوں۔ آپ کی اجازت کے بغیر میڈم الپا کے حکم سے آیا ہوں۔"

الپا نے اس اعلیٰ افسر سے کہا "یہ درست کہہ رہا ہے۔ ایک کامیاب ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے خیال خوانی کررہا ہے۔"

اس اعلیٰ افسر نے خوش ہوکر کہا "ویل ڈن میڈم! اسرائیل کی تاریخ میں آپ کا یہ کارنامہ سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا۔ آئندہ نسلیں قیامت تک عزت سے آپ کا نام لیتی رہیں گی۔"

اسرائیل کے تمام اکابرین تک یہ خوش خبری پہنچائی گئی کہ ٹرانسفارمر مشین کا تجربہ کامیاب رہا ہے۔ ایک آرمی آفیسر نے اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھی ہے ایک دوسرے پر غالب آنے والے اور اقتدار قائم رکھنے والے یہ سمجھ رہے تھے کہ الپا نے کتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ چین کی طرح اسرائیل میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی نئی پی فوج تیار ہونے والی ہے۔

اب دوسرے آرمی افسران یا سراغ رسانوں کو ٹیلی پیتھی سکھانے کے لیے نارنگ کو اسی دن فاعل کی حیثیت سے استعمال نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اگر اسے پھر آپریشن کی تکالیف سے گزارہ جاتا تو وہ مرہی جاتا لہٰذا چوبیس گھنٹوں کے بعد دوبارہ اس کے ذریعے دوسرے آرمی افسر کو ٹیلی پیتھی سکھائی گئی اور جس افسر نے پہلے دن یہ علم سیکھا تھا۔ اسے بھی فاعل بنا کر ایک آرمی سراغ رساں کو یہ علم سکھایا گیا۔ اس حساب سے الپا کے پاس چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوگئے۔

دوسرے دن ان چاروں کے ذریعے مزید چار افراد کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارہ گیا۔ الپا نے چوبیس گھنٹے کے بعد یہ سلسلہ جاری رکھا۔ وہ خوب سوچ سمجھ کر اپنے ملک کے ذہین حاضر دماغ اور باصلاحیت جوانوں کا انتخاب کررہی تھی۔ پہلے انہیں اپنا معمول بنا رہی تھی پھر انہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزار رہی تھی۔ اس طرح جتنے بھی افراد یہ علم سیکھ رہے تھے۔ وہ الپا کے غلام بھی بنتے جارہے تھے۔

پارس نے فون کے ذریعے جواد کو مخاطب کیا "ہیلو میں پارس بول رہا ہوں۔ تم خیریت سے ہو؟"

جواد نے کہا "خدا کا شکر ہے۔ میں عزت اور سلامتی سے ہوں۔ بس ایک ہی پریشانی ہے جسے تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

وہ پریشانی بھیما کے سلسلے میں تھی۔ اس کی پلید آتما جواد کے اندر سمائی ہوئی تھی۔ جواد نیکی اور پارسائی سے زندگی گزارتا آرہا تھا اس کے برعکس بھیما اپنے شیطانی ارادوں سے باز نہیں آرہا تھا۔ اب بھی یہ چاہتا تھا کہ جواد اس سے تعاون کرے اور اسے چالیس دنوں تک مکمل آتما شکتی حاصل کرنے کے لیے تپسیا کرنے کا موقع دے۔

جواد نے صاف طور سے کہہ دیا تھا "ہمارے دین میں کالا جادو سیکھنے کی ممانعت ہے۔ میں تمہیں ایک بھی منتر پڑھنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

بھیما طرح طرح سے اسے پریشان کرتا رہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے الپا وغیرہ کو ٹریپ کرے۔ جواد نے ایک بار اسے ایسا کرنے کی اجازت دی تھی خود اس نے الپا کو ٹریپ کرنا چاہا تھا پھر پارس کی مداخلت سے باز آگیا۔ بھیما سے کہہ دیا کہ یہ مناسب نہیں ہے۔

بھیما نے غصے سے کہا "تم ہمیشہ مناسب اور نامناسب کا حساب کرتے رہتے ہو۔ بہترین مواقع سے فائدہ نہیں اٹھتے ہو پارس تم سے روبرو ملنے آیا تھا اور تم سے متاثر بھی ہوگیا تھا اگر تم مجھے موقع دیتے اور میں ٹیلی پیتھی اور ہپناٹائزم کے ذریعے اسے اپنا معمول بنالیتا تو فرہاد علی تیمور اس کے خاندان والے ہمارے سامنے مجبور اور بے بس ہوجاتے مگر تم نے یہ موقع بھی گنوا دیا۔"

جواد بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے علما اور دوسرے بزرگان دین کا عقیدت مند تھا۔ اسی لیے اس نے بھیما کی ضد کرنے کے باوجود پارس کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔

اب پارس نے کہا "جواد تم بہت عرصے سے بھیما کی پلید روح کو برداشت کررہے ہو۔ یہ تمہاری مجبوری ہے۔ تمہیں باقی زندگی گزارنے کے لیے ایسا کرنا ہی پڑے گا۔"

جواد نے کہا "میں بھیما سے مغلوب ہونے والا نہیں۔ اس کے شیطانی ارادوں کو کچلتا رہتا ہوں۔ مجھے صرف ایک ہی معاملے میں مایوسی ہے اور یہ مایوسی پیار کے معاملے میں ہے۔ حدیقہ میری منگیتر ہے۔ دن گزرتے جا رہے ہیں اور میں اسے دل و جان سے چاہتے ہوئے بھی اس سے شادی نہیں کر سکتا۔"

پارس اس کی مجبوریوں کو سمجھ رہا تھا۔ جواد جب بھی تنہائیوں میں حدیقہ کے قریب ہوتا اس کے ساتھ پیار کے لمحات گزارتا تو ایسے وقت بھیما کی آتما بھی ان کے درمیان موجود ہوتی۔

ویسے تو اپنی روح اپنی ہی ہوتی ہے لیکن بھیما کی آتما پرائی تھی۔ اس کے ہم مزاج نہیں تھی۔ وہ حدیقہ کے ساتھ پیار کے پھول کھلانا چاہتا تو بھیما کانٹا بن کر موجود رہتا۔ اس کانٹے کو نکالنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔

پارس نے کہا "دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ مسٹر جواد میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں بھیما کے ناپاک ارادوں سے تمہیں تحفظ دوں گا۔ اس کی پلید آتما کو ٹھنڈا کروں گا اور اب ایسا کرنے کا وقت آگیا ہے۔ کیا تم میرے مشوروں پر عمل کرو گے۔"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ تم میرے لیے ناممکن کو ممکن بنانا چاہتے ہو۔ میں تمہارے تمام مشوروں پر عمل کروں گا مجھے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔"

"ابھی نہیں بتاؤں گا کیونکہ بھیما تمہارے اندر یہ باتیں سن رہا ہے۔ وہ ہماری مخالفت کرے گا۔"

بھیما نے جواد سے کہا "یہ پارس اپنے باپ کی طرح مکار ہے۔ پتا نہیں کیا کرنا چاہ رہا ہے لیکن میں اسے اپنے خلاف کچھ نہیں کرنے دوں گا۔"

جواد نے فون کے ذریعے پارس کو بھیما کی مخالفت کے بارے میں بتایا۔ پارس نے کہا "فکر نہ کرو۔ میں ایسے شیطانوں سے نمٹنا جانتا ہوں۔"

پارس نے جواد کے دوسرے عزیزوں کے دماغوں میں جگہ بنائی گھر کی چار دیواری میں اس کی ایک بہن اس کے ساتھ رہتی تھی۔ اس نے اس ہمشیرہ کے ذریعے جواد کے کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی۔ نتیجہ صاف ظاہر تھا۔ اس کھانے کے بعد جواد بری طرح کمزوری میں مبتلا ہوگیا۔ اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ اس کے عزیزوں نے فوراً ہی علاج کے لیے اسے قریبی اسپتال میں پہنچا دیا۔

اس کے اندر بھیما پریشان ہو رہا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ جواد نے ایسا کوئی کھانا کھایا ہے۔ جو اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے ایسا جان بوجھ کر کیا گیا ہو۔ میں نے پہلے ہی جواد سے کہا تھا کہ فرہاد کا یہ بیٹا بہت مکار ہے مجھے میری مرضی کے مطابق جواد کے اندر نہیں رہنے دے گا۔ میں بھی دیکھوں گا کہ وہ جواد کو کمزور بنا کر مجھے کس طرح شکست دینا چاہتا ہے۔

پارس نے کہا "شیطان کے بچے میں تیرے منفی خیالات پڑھ رہا ہوں۔ جواد اس حد تک کمزور ہوگیا ہے کہ تو مجھے اس کے اندر آنے سے نہیں روک سکے گا تیری ٹیلی پیتھی اور کالے جادو کی منفی صلاحیتیں کمزور پڑ چکی ہیں۔"

وہ بولا "اس سے کیا فرق پڑے گا۔ تم جواد کو ہمیشہ کمزور بنا کر نہیں رکھ سکو گے اور نہ مجھے اس کے جسم سے نکال سکو گے پھر ایسی حرکتوں کا کیا مطلب ہے۔ چلو ناکام کوشش کر لو۔ میں تو بھیما ہوں یہاں سے نکلوں گا تو جواد کو مردہ کر دوں گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "بولتے رہو۔ تھوڑی دیر بعد بولنا بھول جاؤ گے۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا الپا کے پاس آیا پھر بولا "تم ہمیشہ مجھے پکارتی رہتی ہو۔ شکایت کرتی ہو کہ میں تم سے نہیں بولتا ہوں۔ لو اب بول رہا ہوں۔"

وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ کہنے لگی "میں جانتی تھی کبھی نہ کبھی پتھر ضرور پگھلے گا۔ آج میرے لیے خوشی کا سب سے بڑا دن ہے۔ میرا جی چاہتا ہے اڑ کر تمہارے پاس آؤں اور تمہارے قدموں سے لپٹ کر اپنا تن من سب کچھ قربان کر دوں۔"

"زیادہ جذباتی نہ بنو۔ میں ایک ضروری کام سے آیا ہوں۔ میرا یہ کام تم ہی کر سکتی ہو۔"

"تم حکم دو میں ساری دنیا کو بھول کر پہلے تمہارا کام کروں گی۔"

"جواد بن مستقیم یروشلم کے ایک اسپتال میں ہے۔ میں نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا ہے۔"

"کیا اس سے کوئی دشمنی ہے؟"

"نہیں میں نے دوستی میں ایسا کیا ہے۔ وہ نہایت ہی نیک اور عبادت گزار ہے۔ ہم بھی اس سے دشمنی کر ہی نہیں سکتے۔ تمہیں بھی یہی سمجھا رہا ہوں اسے ہمیشہ اپنا دوست بنائے رکھنا۔"

"تمہاری ہر بات میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ میں آخری سانس تک جواد سے دوستی نباہوں گی۔"

"ابھی اپنے رازدار ماتحتوں کو اس اسپتال میں بھیجو انہیں حکم دو کہ بڑی رازداری سے جواد کو تمہارے کاتج کے تہ خانے میں لے آئیں۔"

"یہ تمہارا کام ہے میں خود کروں گی۔ خود وہاں جاؤں گی اور اسے یہاں لے آؤں گی۔"

اس نے یہی کیا اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ اسپتال پہنچ کر جواد کے عزیزوں سے کہا۔ جواد کا علاج سرکاری طور پر ہوگا لہٰذا اسے مل ایبب لے جایا جا رہا ہے۔

اس کے عزیزوں نے اعتراض کیا لیکن مسلح فوجیوں کی موجودگی میں جواد کو وہاں سے لے جانے سے نہ روک سکے۔

بھیما اس کے اندر کہہ رہا تھا "جواد ہوش میں آؤ۔ دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے۔ پتا نہیں یہ کون عورت ہے؟ فوجیوں کے ساتھ آئی ہے اور تمہیں کہیں لے جا رہی ہے۔ تم ہوش میں رہو گے تو اس کے ساتھ نہیں جا سکو گے۔"

جواد پر تھوڑی دیر کے لیے بے ہوشی طاری ہوئی تھی پھر وہ ہوش میں آگیا تھا لیکن کمزوری کے سبب کچھ نہیں بول رہا تھا۔ کھلی آنکھوں سے اپنے آس پاس دیکھ رہا تھا مگر خاموش تھا۔

اسے ایک اسٹریچر پر ڈال کر اسپتال سے باہر لایا گیا تھا پھر ایک ایمبولینس میں پہنچایا گیا تھا۔ آگے پیچھے کئی فوجی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان تمام گاڑیوں میں وہ فوجی تھے جنہیں الپا اپنا معمول بنا کر ٹیلی پیتھی سکھا چکی تھی۔ جواد بند ایمبولینس کے اندر تھا۔ بھیما یہ نہ دیکھ سکا کہ وہ ایمبولینس کہاں جا رہی ہے۔ فارم ہاؤس کے کاتج کے سامنے پہنچ کر الپا کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت نے جواد کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی آنکھیں بند کر دیں۔ جب اسے ایمبولینس سے باہر نکالا گیا تو بھیما الپا کے اس کاتج کو نہ دیکھ سکا وہ یہ بھی معلوم نہ کر سکا کہ اسے ایک تہ خانے میں پہنچایا گیا ہے۔

جواد کی کمزوری بڑی حد تک دور ہو چکی تھی۔ وہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے قابل ہو چکا تھا۔ پارس نے الپا سے کہا "اسے مشین سے منسلک رہنے والے بیڈ پر لٹاؤ میں تمہارے ماہر کے دماغ میں رہ کر خود مشین کو آپریٹ کروں گا۔ اسے ریورس چلاؤں گا۔ جس کے نتیجے میں جواد کے اندر سے دوسری تمام صلاحیتوں کے علاوہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بھی نکل جائے گی۔ کالا جادو بھی نابود ہو جائے گا۔"

الپا نے کہا "یعنی تم جواد کا برین واش کر رہے ہو۔"

"میں جواد کے ساتھ بھیما کو بھی واش کر رہا ہوں۔ ریورس آپریشن کے نتیجے میں بھیما کی تمام غیر معمولی صلاحیتیں بھی مٹ جائیں گی۔ اس کے اندر سے ہمیشہ کے لیے منفی خیالات مٹ جائیں گے۔"

الپا نے کہا "بھیما کی شیطانیت کو ختم کرنے کا یہ اچھا طریقہ ہے لیکن اس کے ساتھ جواد کے ذہن سے بھی سب کچھ مٹ جائے گا۔"

"ہاں ایسا ہوگا لیکن اس کے بعد بھی کچھ ہوگا دیکھتی جاؤ۔ میں کیا کرنے والا ہوں۔"

پارس ایک ماہر کے دماغ میں رہ کر مشین کو ریوریس وے میں آپریٹ کرنے لگا۔ الپا کے لیے یہ نیا تجربہ تھا وہ نتیجے کا انتظار کرنے لگی۔ آپریشن کے بعد جواد ایک گھنٹے تک کبھی بے ہوشی اور کبھی نیم بے ہوشی کی حالت میں رہا۔ الپا نے پارس کے ساتھ اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا وہ تقریباً خالی الذہن تھا۔ اپنے بارے میں سب کچھ بھول چکا تھا اور بھیما کا تو کچھ پتا ہی نہیں چل رہا تھا۔ اس کی آتما کے ساتھ جو ناپاکی اور شیطانیت تھی وہ مٹ گئی تھی ہمیشہ کے لیے فنا ہوگئی تھی۔ اب وہاں بھیما نہیں تھا صرف ایک ایسی آتما تھی جو آئندہ جواد کے ذہن سے ہم آہنگ رہنے والی تھی۔

الپا نے کہا "پارس ایک پہلو سے یہ بہت اچھا ہوا۔ بھیما ہمیشہ کے لیے نابود ہوگیا ہے لیکن جواد کب تک موجودہ حالت میں رہے گا؟"

"یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ چوبیس گھنٹے کے بعد جواد کے خاندان سے ایک نہایت ہی نیک اور دین دار شخص کو لایا جائے گا۔ وہ فاعل کے بیڈ پر رہے گا اس شخص کی تمام نیکیاں تمام پارسائی اور دین داری جواد کے دماغ میں منتقل کی جائے گی۔ اس طرح جواد کو پہلے کی طرح اس کی تمام خوبیاں حاصل ہو جائیں گی پھر اس کے چوبیس گھنٹے کے بعد میں اسے ہپناٹائز کروں گا اور اس کے اندر کھوئی ہوئی تمام یادداشت بحال کروں گا۔ اسے سب کچھ یاد آجائے گا مگر بھیما کبھی یاد نہیں آئے گا کیونکہ وہ فنا ہو چکا ہوگا۔"

وہ تعریفی انداز میں بولی "تم باکمال ہو جب میں نے پہلی بار جواد اور بھیما کے بارے میں سنا تھا۔ تب سے یہی سمجھ رہی تھی کہ دنیا کی کوئی طاقت جواد کو بھیما کے شر سے نجات نہیں دلا سکے گی۔ نجات دلانے کے لیے لازمی ہوگا کہ بھیما کی آتما کو جواد کے جسم سے بھگایا جائے اور اسے بھگانے کے نتیجے میں جواد کی موت واقع ہو جاتی۔"

پارس نے کہا "میں ان تمام پہلوؤں پر غور کرتا رہا تھا۔ ایک ہی بات سمجھ میں آتی رہی کہ آتما کو موجود رہنا چاہیے صرف اس کی ناپاکی کسی طرح دور کرنی چاہیے۔ لہٰذا یہی طریقہ سمجھ میں آیا جس پر ہم عمل کر رہے ہیں۔"

وہ بولی "ہم نہیں صرف تم کر رہے ہو۔ یہ تمہاری ذہانت ہے ایک نیک اور دین دار شخص کو تم اس کے ایمان کے مطابق طبعی عمر تک جینے کا موقع دے رہے ہو۔"

وہ بولا "ہاں مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اب وہ اپنی حدیقہ کے ساتھ حیا کے تقاضے پورے کرتے ہوئے خوشگوار ازدواجی زندگی گزارتا رہے گا۔"

○☆○

کبھی کبھی شطرنج کی بازی جیتنے کے لیے ایک مہرہ ہی کافی ہوتا ہے۔ ہانگ کانگ کی شطرنج پر میرے خلاف کتنے ہی مہرے بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے ان سب کو مات دینے کے لیے صرف ایک مہرے کو اپنی گرفت میں رکھا تھا اور اس مہرے کا نام تھا کم لی۔

میں نے ہانگ کانگ پہنچتے ہی کم لی کے ذریعے زاؤ زیانگ اور جان ہارڈی کا پتا ٹھکانا معلوم کیا تھا پھر ان دونوں کو اس طرح ہلاک کیا تھا کہ ان کی ہلاکت کے نتیجے میں گاڈ فادر ناناکا کوڈو اور امریکا کے درمیان عداوت کی خلیج پیدا ہوگئی تھی۔

ایک طرف امریکا کے دو اہم افراد جان ہارڈی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا زاؤ زیانگ مارے گئے تھے۔ دوسری طرف میں نے زاؤ زیانگ بن کر ناناکا کوڈو کے ایک اہم ماتحت کو دماغی مریض بنا دیا تھا اور چیلنج کیا تھا کہ یہ ایک نمونہ ہے۔ اگر اب کسی بھی امریکی عہدے دار کو جانی یا جسمانی نقصان پہنچایا جائے گا تو ناناکا کوڈو کے ایک ایک سورائی کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

اس چیلنج کے بعد میں نے کم لی کے ذریعے زاؤ یانگ کو ہلاک کیا تھا اس وقت ناناکا کوڈو کا کوئی اہم ماتحت کم لی سے فون پر باتیں کررہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ زاؤ زیانگ کی ہلاکت کے بعد ہانگ کانگ میں تنہا نہیں رہے گی۔ اسے ناناکا کوڈو کے سائے میں آجانا چاہیے۔

کم لی کو ایک چائنز نائٹ کلب کا پتا بتایا گیا تھا۔ وہ زاؤ زیانگ کو ہلاک کرتے ہی اس بنگلے سے نکل کر چائنز نائٹ کلب میں پہنچ گئی تھی۔ وہاں ایک چینی شخص نے کم لی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "ہم تمہیں ویلکم کہتے ہیں میرا نام شوان جی ہے ہمارے اس علاقے میں کوئی امریکی نہیں آسکتا اگر آجائے تو واپس نہیں جاسکتا۔ تم یہاں پوری طرح محفوظ رہوگی۔"

کلب کے اوپری حصے میں شوان جی کا ایک رہائشی کمرا تھا۔ اس نے کم لی سے کہا "تم میرے کمرے میں رہوگی اور یہاں میرا دل خوش کرتی رہوگی۔"

وہ چونک کر بولی "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"بھولی اور ناداں نہ بنو۔ ہم نے تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ تم میجر لیو چن کی بیٹی ہو بڑی فراخ دل ہو جس پر دل آجاتا ہے اس پر مہربان ہوجاتی ہو۔ مجھے دیکھو میں کوئی گیا گزرا نہیں ہوں۔ عمر کچھ زیادہ ہے مگر جوانوں سے زیادہ جوان ہوں۔"

"تم کیا بکواس کررہے ہو؟ میں ایک میجر کی بیٹی ہوں۔ کوئی سوسائٹی گرل نہیں ہوں۔"

"تم جو بھی ہو تمہیں پناہ چاہیے یہاں سے باہر جاؤ گی تو امریکی جاسوس تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہاں رہوگی تو ہر طرح سے محفوظ رہوگی لیکن یہاں رہنے کی فیس تمہیں ادا کرنی ہوگی۔"

"میں ایسی فیس ادا نہیں کروں گی جیسی تم چاہتے ہو۔ مجھے گاڈ فادر ناناکا کوڈو کا پتا بتاؤ یا فون پر اس سے بات کراؤ' میں اسے بتانا چاہتی ہوں کہ میری اہمیت کیا ہے۔ زاؤ زیانگ اور جان ہارڈی مجھے کیوں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔"

شوان جی نے حقارت سے کہا "تمہاری اہمیت صرف اتنی ہے کہ تم حسین ہو اور جوان ہو۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں قتل کردیا جائے۔"

"مجھے ضرور قتل کرو مگر ایک بار ناناکا سے بات کراؤ۔ میرا دعویٰ ہے کہ مجھ سے بات کرتے ہی ناناکا میری موت کا فیصلہ بدل دے گا۔"

شوان جی نے اسے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا "ایسی کیا بات ہے کہ ہم تمہیں قتل کرنے کے ارادے سے باز آجائیں گے؟ نہیں! تم ایک عام سی حسین لڑکی ہو تم سے کھیلا جاسکتا ہے اور کھیل کر کھلونے کی طرح توڑا جاسکتا ہے۔"

"تو پھر ایسا کرو کہ مجھے توڑنے سے پہلے فون پر ناناکا سے صرف ایک بات کہہ دو کہ صرف میں ہی ناناکا کے دشمن فرہاد علی تیمور کو ہزار میک اپ کے باوجود پہچان سکتی ہوں۔ مشین کے نقشے والی مائیکرو فلم صرف میرے ذریعے سے حاصل ہوسکتی ہے۔"

وہ غراتا ہوا اس کے قریب آیا پھر ایک ہاتھ سے اس کا گلا دبوچ کر کہنے لگا "فوراً بتاؤ فرہاد کہاں ہے؟ تم اسے کس طرح پہچانو گی؟"

کم لی نے اشارتے سے گردن چھوڑنے کے لیے کہا پھر گردن چھوڑنے پر بولی "میری گردن دباؤ گے تو فرہاد کو کہاں پاؤ گے؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ وہ مائیکرو فلم تمہارے ناناکا کوڈو کو ملے؟"

وہ گرج کر بولا "تو پھر بتاتی کیوں نہیں ہو؟"

"میں تمہیں نہیں ناناکا کو بتاؤں گی۔ مجھے مارڈالو یا پھر ناناکا سے میری بات کراؤ۔"

شوان جی نے بے بسی سے گھور کر اسے دیکھا پھر اپنے موبائل فون کو آن کرکے نمبر پنچ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد لیڈی سیکریٹری کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا "میں شوان جی ہوں کم لی' فرہاد کے سلسلے میں گاڈ فادر سے کچھ اہم باتیں کرنا چاہتی ہے۔ اس کا دعویٰ کہ ہم اس کے ذریعے فرہاد تک پہنچ سکتے ہیں۔"

لیڈی سیکریٹری نے کہا "انتظار کرو۔ ابھی بات ہوسکتی ہے۔"

میں کم لی کے ذریعے یہ سب کچھ کررہا تھا۔ ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے کرداروں تک پہنچتے ہوئے ناناکا کوڈو کی شہ رگ تک پہنچنا چاہ رہا تھا۔ وہ کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ انڈر ورلڈ کی ڈرگ مافیا کا گاڈ فادر تھا۔ کبھی کسی سے براہِ راست ملاقات نہیں کرتا تھا اگر ملاقات ضروری ہوتی تو ایسے وقت اس کے آس پاس ایک درجن سورائی ہوتے ناناکا کوڈو خود ایک ماہر سورائی تھا۔ بجلی جیسی پھرتی سے تلوار بازی کا مظاہرہ کرتا تھا اور چشم زدن میں مخالف کی گردن تن سے جدا کردیتا تھا۔

ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ میرا اس کا سامنا کب ہوگا؟ اور کیسے ہوگا؟ فی الحال میں اس کے آس پاس موجود رہنے کے لیے جگہ بنا رہا تھا اس فون پر ہونے والی گفتگو کے نتیجے میں مجھے ایک موقع ملا اور میں لیڈی سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گیا۔

تھوڑی دیر بعد ناناکا نے اپنی گونجتی اور گرجتی ہوئی آواز میں فون پر کہا "کہاں ہے وہ لڑکی؟ وہ ہمیں کس طرح فرہاد تک پہنچائے گی؟"

شوان جی نے کہا "باس یہ خود تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔ میں اسے فون دے رہا ہوں۔"

کم لی نے اس سے فون لے کر کہا "ہیلو گاڈ فادر مجھ میں قدرتی طور پر بو سونگھنے کی غیر معمولی صلاحیت ہے۔ میں نے فرہاد کے ساتھ کچھ وقت گزارہ ہے اور میں جس کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارتی ہوں اس کے پسینے کی مخصوص بو میرے ذہن میں نقش ہوجاتی ہے۔ اب فرہاد یہاں آکر نہ جانے کس بھیس میں چھپتا پھر رہا ہے لیکن جب بھی وہ میرے قریب سے گزرے گا تو میں اسے ہزار میک اپ کے باوجود پہچان لوں گی۔"

ناناکا نے پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟ کیا مجھے تم پر بھروسا کرنا چاہیے؟"

"تم خود سمجھ سکتے ہو کہ مجھے جینگ سے یہاں ہانگ کانگ کیوں بلایا گیا ہے؟ ایسے وقت جبکہ فرہاد خطرے کی طرح سب کے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ زاؤ زیانگ مجھے ساتھ لیے گھومتا رہتا تھا۔ وہ اور جان ہارڈی جانتے تھے کہ فرہاد سات پردوں میں بھی رہے گا تو میں بو سونگھ کر اسے ڈھونڈ نکالوں گی۔"

ناناکا نے قائل ہوکر کہا "تمہاری بات سمجھ میں آتی ہے۔ تمہارے اندر ایسی غیر معمولی صلاحیت ہے۔ اسی لیے تمہیں یہاں بلایا گیا ہے لیکن اس بات کی وضاحت کرو کہ تم ان کے لیے بہت اہم تھیں پھر ان کی دشمن کیوں بن گئیں۔ تم نے زاؤ زیانگ کو کیوں ہلاک کیا؟"

میں یہاں امریکیوں کے لیے کام کرنے آئی تھی۔ وہ میرے ذریعے فرہاد کو ڈھونڈنا چاہتے تھے۔ میں جس سے وفاداری کرتی ہوں اس کے لیے سب کچھ کرسکتی ہوں لیکن اپنی عزت نہیں دے سکتی ہوں۔ ایک امریکی اعلیٰ عہدے دار کی نیت مجھ پر خراب ہوگئی تھی زاؤ زیانگ مجھے اس کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا۔ اسی بات پر زاؤ سے جھگڑا ہوگیا وہ مجھے گن پوائنٹ پر اس عہدے دار کی خواب گاہ میں پہنچانا چاہتا تھا۔ میں نے موقع پاتے ہی اسے گولی ماردی پھر وہاں سے بھاگ کر تمہاری پناہ میں آئی ہوں تو تمہارا یہ کتا شوان جی میری عزت سے کھیلنا چاہتا ہے۔"

وہ اپنی گرجتی ہوئی آواز میں بولا "اس لمحے سے کوئی تمہیں ہاتھ نہیں لگائے گا۔ تمہیں یہاں سے ہانگ کانگ کے جزیرے میں پہنچایا جائے گا۔ وہاں تم ہمیشہ محفوظ رہوگی لیکن اس سے پہلے ہمارے خاص آدمیوں کی نگرانی میں رہ کر فرہاد کو تلاش کروگی۔"

پھر ناناکا نے فون پر شوان جی سے کہا "کم لی کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ وہ میری امانت ہے اسے میرے پرائیویٹ کاپچ میں پہنچا دو۔"

کم لی ایک مہرے کی حیثیت سے میرے بہت کام آرہی تھی۔ اس کے ذریعے میں ناناکا کی لیڈی سیکریٹری تک پہنچ گیا تھا۔ اب اس کے ذریعے معلومات حاصل کررہا تھا۔ پتا چلا ناناکا اس وقت ہانگ کانگ کے جنوبی جزیرے میں ہے اس کے ساتھ ہمیشہ دن کے وقت بارہ سورائی اور رات کے وقت دوسرے بارہ سورائی رہا کرتے ہیں۔ وہ دن رات اپنے ماہر اور بے رحم تلوار بازوں کے درمیان رہتا ہے۔ کبھی کوئی حسینہ اسے پسند آجائے اور وہ خطرہ محسوس نہ کرے تو ایسے وقت تنہائی میں اس کے ساتھ وقت گزارتا ہے اور ایسے وقت اس کے سورائی اس سے دور رہتے ہیں۔

پھر یہ معلوم ہوا کہ اس کے آس پاس رہنے والوں میں سب ہی یوگا کے ماہر ہیں کسی کے دماغ میں پہنچ کر اسے ٹریپ کرنا بہت مشکل ہے۔ ایسے دشمنوں کے خلاف ایک ہی طریقہ کار ہوتا ہے کہ انہیں زخمی کیا جائے یا وہ جسمانی یا ذہنی کمزوری میں مبتلا ہوں۔ ان ہی طریقوں سے دماغوں میں پہنچا جاسکتا ہے۔

لیڈی سیکریٹری کے خیالات سے پتا چلا کہ انڈر ورلڈ میں ناناکا کے دو بہت ہی تجربے کار وکیل ہیں۔ جو اس کی طرف سے قانونی لڑائی لڑتے ہیں پھر دو ڈاکٹر ہیں۔ جو ناناکا اور اس کے دو درجن سورائی کے لیے مخصوص ہیں۔ ان کے علاوہ تین ایسے خطرناک مجرم تھے۔ جو بین الاقوامی شہرت کے حامل تھے۔ ویسے ان کے لیے شہرت کا لفظ استعمال کرنا غلط ہوگا۔ وہ تینوں بدنام زمانہ تھے۔ انہوں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔

کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا جرم ایسا نہیں تھا جو ان سے سرزد نہ ہوا ہو وہ تینوں مجرم گاڈ فادر نانا کا کوڈ کے خاص ماتحت اور مشیر تھے کبھی جرائم کے معاملے میں پیچیدگیاں پیدا ہوئی تھیں تو وہ گاڈ فادر کو بڑے ماہرانہ مشورے دیا کرتے تھے۔

نانا کا ان کی کارکردگی سے بہت خوش تھا ان پر اعتماد کرتا تھا کیونکہ ان کے مشوروں پر عمل کرنے کے بعد کبھی اسے شکست یا ناکامی نہیں ہوئی تھی لیکن اب یہ اہم مسئلہ درپیش تھا کہ وہ تینوں مجرم دو وکیل اور دو ڈاکٹر یہ کل سات اہم افراد یوگا کے ماہر نہیں تھے۔ پینے پلانے اور زندگی کا بھرپور لطف اٹھانے کے عادی تھے۔

نانا کا نے دونوں ڈاکٹروں اور وکیلوں کو سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ اس سے کبھی فون پر گفتگو نہ کریں۔ جب تک فرہاد گرفت میں نہ آئے وہ اپنے گھروں سے نہ نکلیں کسی دوست یا رشتے دار سے ملاقات نہ کریں اگر ڈاکٹر کی ضرورت ہوگی تو بڑی رازداری سے کسی دوسرے ڈاکٹر کی خدمات حاصل کرلی جائیں گی کوئی قانونی لڑائی لڑنی ہوگی تو صرف تحریر اور فیکس کے ذریعے ان وکیلوں سے رابطہ کیا جائے گا۔

نانا کا نے ان تینوں مجرموں سے کہا "تم میں سے ہر ایک میرے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ فرہاد سے نمٹنے کے لیے مجھے خاص طور پر تم تینوں کے مشوروں کی ضرورت پیش آتی رہے گی۔"

ان میں سے ایک نے کہا "ہماری فکر نہ کرو۔ ہم محتاط رہیں گے۔ کمپیوٹر کے ذریعے ہمارا رابطہ رہے گا۔"

دوسرے نے کہا "ہمارے مجرمانہ تجربات کے سامنے فرہاد ابھی بچہ ہے۔ وہ کبھی ہمارے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

تیسرے نے کہا "تم ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ رکھو۔ جو تمہارے دوست ہیں اور یورپ میں انڈر ورلڈ کے کنگ مانے جاتے ہیں۔"

"میرا ان سے رابطہ رہتا ہے لیکن ابھی وہ میرے لیے کچھ کرنے کے قابل نہیں ہیں کیوں کہ فرہاد کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ دو دن اور دو راتیں گزر چکی ہیں اور ہمارے آدمی اس کا سراغ لگانے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ کچھ پتا نہیں چل رہا ہے کہ وہ کم بخت کہاں چھپا ہوا ہے اور اس روپوشی میں کیا کر رہا ہے؟"

ایک مشیر نے کہا "میں ابھی یہ بات کہنے والا تھا کہ وہ روپوش ہے اور ہمارے خلاف بہت کچھ کر رہا ہے مگر تم سمجھ نہیں پا رہے ہو۔"

نانا کا نے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو اگر وہ ہمارے خلاف کچھ کرے گا اس کی مخالفت صاف طور سے ہماری سمجھ میں آئے گی۔"

اس مشیر نے کہا "یہ کوئی ضروری نہیں کچھ سازشیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو اس وقت سمجھ میں آتی ہیں۔ جب پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔"

دوسرے مشیر نے کہا "تم پہیلیاں نہ بجھواؤ اگر فرہاد کی کوئی سازش تمہاری سمجھ میں آرہی ہے تو کھل کر بولو۔"

اس مشیر نے کہا "جب سے فرہاد ہانگ کانگ آیا تب سے دو اہم امریکی زاؤ زیانگ اور جان ہارڈی مارے جا چکے ہیں اور تمہارے ایک اہم ماتحت کو دماغی مریض بنا کر اسپتال پہنچا دیا گیا ہے۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ تمہارے آدمیوں نے ان دو امریکیوں کو قتل نہیں کیا ہے۔ اسی طرح میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ زاؤ زیانگ نے تمہارے خاص ماتحت کو دماغی مریض نہیں بنایا ہے۔"

نانا کا نے کہا "اوہ گاڈ! تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میرے ماتحت کو فرہاد نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغی مریض بنایا ہے۔ ہاں ہاں یہ بات سمجھ میں آرہی ہے فرہاد نے ہی ان دو امریکیوں کو کسی آلہ کار کے ذریعے قتل کرایا ہوگا۔"

ایک مشیر نے کہا "اور وہ آلہ کار کون ہے؟ یہ ہمیں سمجھ لینا چاہیے۔"

تیسرے مشیر نے کہا "بالکل سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ وہ آلہ کار کم لی ہے۔ فرہاد اس لڑکی کے ذریعے زاؤ زیانگ اور جان ہارڈی تک پہنچا پھر دوسرے امریکی عہدے دار کے ذریعے تمہارے خاص ماتحت کے پاس پہنچا۔ اب بات آئینہ کی طرح صاف ہے۔"

نانا کا نے کہا "یہ بات پہلے سمجھ میں کیوں نہیں آئی کہ وہ ہانگ کانگ پہنچ کر بالکل خاموش ہے۔ ہمارے کسی آدمی کو نہیں چھیڑ رہا ہے مگر بڑی چالاکی سے ہمارے اور امریکیوں کے درمیان دشمنی پیدا کر رہا ہے۔ ہم ایک دوسرے کے بدترین دشمن بن چکے ہیں۔"

ایک مشیر نے کہا "بعض اوقات بالکل سامنے کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اب ہم سمجھ رہے ہیں کہ ہمیں کم لی کی طرف سے محتاط رہنا چاہیے۔"

نانا کا نے غصے سے کہا "محتاط کیا رہنا ہے۔ ابھی میرے سمورائی اس کی گردن اڑا دیں گے۔"

"نہیں نانا کا ہم تمہارے مشیر ہیں۔ غصے میں نہ آؤ۔ ہمارے مشورے پر عمل کرو۔ کم لی کو بالکل معلوم نہ ہونے دو کہ ہم اسے فرہاد کی آلہ کار سمجھ رہے ہیں۔ اگر ہم یہ ظاہر کریں گے تو فرہاد آئندہ اس سے کام نہیں لے گا۔"

دوسرے مشیر نے کہا "بے شک اب ہماری حکمت عملی

یہ ہوگی کہ ہم کم لی کو آلہ کار بنائیں گے۔ بالکل انجان اور بے وقوف بن کر یہ دیکھتے رہیں گے کہ فرہاد اس لڑکی کے ذریعے آئندہ کیا کرنے والا ہے۔"

تیسرے مشیر نے کہا "بائی داوے فرہاد کی کھوپڑی میں شیطان کا دماغ ہے۔ وہ غضب کی چالیں چلتا ہوا کم لی کو تقریباً تمہارے قریب لے آیا ہے اگر ابھی یہ بات ہماری سمجھ میں نہ آتی تو تم اس حسین لڑکی کو رات گزارنے کے لیے اپنے پرائیویٹ کابچ میں ضرور بلاتے۔"

نانا کا نے حیرانی اور پریشانی سے کہا "مائی گاڈ فرہاد کتنی آسانی سے میرے پرائیویٹ کابچ میں میری شہ رگ تک پہنچنے والا تھا۔ اوہ نو۔ نیور۔ اب میں اس کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا اب تو میں اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کروں گا۔"

ایک نے کہا "اب ہم دانش مندانہ مشورہ دے رہے ہیں۔ ایسے وقت میں غصہ تھوک دینا چاہیے خود کو ایسے نارمل رکھو۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں کیونکہ جب تک دماغ میں گرمی رہتی ہے۔ تب تک آدمی عقل کی کوئی بات سوچ نہیں سکتا۔"

نانا کا نے ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے کہا "ایسے وقت میں ایک ہی کام کرتا ہوں۔ وقت ضائع کیے بغیر دشمن کو قتل کر دیتا ہوں۔ دشمن نظروں میں نہیں ہے مگر اس کی آلہ کار میرے پاس پہنچی ہوئی ہے مگر تم کہہ رہے ہو اسے زندہ رکھنا چاہیے۔"

ہاں یہی کرنا چاہیے۔ فرہاد جو کام اس لڑکی سے لے رہا تھا وہی کام تمہیں بھی اس لڑکی سے لینا چاہیے۔

دوسرے مشیر نے کہا "فرہاد کو اس خوش فہمی میں مبتلا رکھا جائے کہ تم اس لڑکی کی اصلیت سے واقف نہیں ہو۔ تم دھوکا کھا رہے ہو اس لڑکی سے ایسا کوئی کام لو کہ وہ اس کام کے سلسلے میں فرہاد سے کہیں ملاقات کرنے کے لیے جائے۔"

تیسرے مشیر نے کہا "یہ ایک آسان اور بہترین آئیڈیا ہے۔ وہ جہاں بھی فرہاد سے ملنے جائے گی۔ وہاں تم فرہاد کو دبوچ لو گے۔"

نانا کا سوچنے لگا کہ جوابی کارروائی کس طرح کی جاسکتی ہے۔ کم لی کو کس طرح فرہاد کے خلاف استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے ان تینوں مجرموں سے کہا "میں ابھی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوستوں سے رابطہ کر رہا ہوں۔ میں انہیں کم لی کے دماغ میں پہنچاؤں گا۔ وہ اس کے اندر رہ کر بڑی آسانی سے معلوم کرتے رہیں گے کہ فرہاد اس سے کس طرح رابطہ کرتا ہے اور آئندہ اس سے کس طرح کام لینے والا ہے۔"

"یہ زبردست آئیڈیا ہے تم ابھی اپنے دوستوں سے رابطہ کرو۔"

نانا کا نے کمپیوٹر کو آف کر دیا پھر اس نے انڈر ورلڈ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بائرن ٹوڈ کے پرائیویٹ فون نمبر پنچ کیے۔ اس سے رابطہ ہوگیا۔ اس نے پوچھا "ہیلو نانا کا کیسے ہو؟ اتنا تو سمجھ رہا ہوں کہ آج کل فرہاد کے معاملے میں الجھے ہوئے ہو۔"

"میں نے یہی پوچھنے کے لیے فون کیا ہے۔ تم اس معاملے میں کیا کر رہے ہو؟ تمہاری خاموشی سے پتا چلتا ہے کہ اسے اب تک ڈھونڈ نہیں پائے ہو۔"

بائرن نے کہا "جب کڑی سے کڑی نہیں ملے گی۔ اپنے شکار تک پہنچنے کا کوئی دھندلا سا راستہ بھی نظر نہیں آئے گا تو ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ ہمیں شکار کھیلنے کے لیے کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے۔ میں تو کہتا ہوں فرہاد ابھی ہانگ کانگ نہیں پہنچا ہے یا تو تمہارے خوف سے واپس چلا گیا ہے یا پھر ہانگ کانگ آنا ضروری نہیں سمجھتا ہے۔"

نانا کا نے کہا "وہ یہیں روپوش ہے اور بڑی چالبازیاں دکھا رہا ہے۔ سامنے نہ آکر ہمیں نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس نے امریکا اور انڈر ورلڈ والوں کے درمیان اختلافات پیدا کر دیے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے وہ خود روپوش رہتا ہے اور اپنے آلہ کاروں سے کام لیتا ہے۔"

"ہاں اس کی ایک آلہ کار لڑکی نظروں میں آئی ہے۔ اس کا نام کم لی ہے۔ فرہاد نے بڑی چالبازی سے کم لی کو میرے قریب پہنچا دیا ہے۔"

"تعجب ہے تم نے جانتے ہوئے بھی اس کی آلہ کار کو اپنے قریب آنے دیا! تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ اس ایک آلہ کار کے ذریعے اب تک تمہارے چاروں طرف کتنے آلہ کار بنا چکا ہوگا۔ مجھے بتاؤ وہ لڑکی کہاں ہے؟"

"تم میرے جس ماتحت کے دماغ میں رہ کر کبھی کبھی مجھ سے گفتگو کیا کرتے ہو اس ماتحت کے دماغ میں جاؤ۔ میں اسے حکم دیتا ہوں کہ وہ فون کے ذریعے کم لی سے باتیں کرے۔ اس طرح تم اس لڑکی کی آواز سن سکو گے۔"

نانا کا نے اپنے خاص ماتحت سے انٹر کام کے ذریعے کہا "ابھی کم لی کو فون کرو اور معلوم کرو کہ اس کی رہائش اور حفاظت کے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں یا نہیں۔"

اس کے حکم کے مطابق کم لی سے رابطہ کیا گیا۔ بائرن ٹوڈ اس ماتحت کے ذریعے کم لی کے اندر پہنچ گیا اور اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

میں نے کم لی کو اس طرح آلہ کار بنایا تھا کہ وہ میرے

کام آرہی تھی مگر بے خبر تھی کہ میرے لیے کام کررہی ہے۔ بائرن ٹوڈ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ کم لی کے چور خیالات سے بھی پتا نہ چل سکا کہ میں کبھی اس سے فون اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ کرتا ہوں۔ بائرن نے اس خاص ماتحت کے ذریعے ناناکا سے کہا "فرہاد کبھی کم لی سے بات نہیں کرتا ہے۔ وہ جب سے ہانگ کانگ آئی ہے تب سے اس نے فرہاد کی آواز نہیں سنی ہے۔"

ناناکا نے کہا "ہوسکتا ہے فرہاد نے اسے ہپناٹائز کیا ہو اور وہ سحرزدہ رہ کر اس کے لیے کام کرتی ہو اور اپنے عامل فرہاد سے بے خبر ہو۔"

"ہاں یہ ممکن ہے وہ ایسی ہی چال چل رہا ہے۔ آئندہ میں اور میرے ساتھی باری باری کم لی کے اندر موجود رہیں گے اور اس کی حرکتوں سے اندازہ کریں گے۔ فرہاد اس سے کس طرح کام لے رہا ہے اور کس طرح تمہارے خلاف استعمال کررہا ہے۔"

مسٹر بائرن آج تک زبردست سے زبردست دشمن بھی میرے اعصاب پر سوار نہیں رہے مگر یہ صرف دو دنوں میں میرے حواس پر چھا گیا ہے۔ میری نیند اڑ گئی ہے۔ جب تک یہ نظروں کے سامنے نہیں آئے گا اور جب تک میں اسے اپنے شکنجے میں نہیں لوں گا تب تک سکون سے نہیں رہ سکوں گا۔"

"فکر نہ کرو پہلے میں اور ہاروے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اب تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دوست بن گئے ہیں۔ یعنی فرہاد کے مقابلے میں ہم پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک پانچ پانچ گھنٹے مسلسل کم لی کے دماغ میں رہے گا۔ کسی نہ کسی وقت تو فرہاد سے کوئی غلطی ہوگی ہم اس غلطی سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔"

"شکریہ مسٹر بائرن تم سب باری باری چوبیس گھنٹے کم لی کے دماغ میں رہو گے تو اس مکار دشمن کا ضرور سراغ ملے گا۔"

"ہماری ایک بات پر سختی سے عمل کرو۔ کم لی کو کبھی یہ محسوس نہ ہونے دو کہ اس پر شبہ کیا جارہا ہے۔ اسے عزت دیتے رہو اور یہی ظاہر کرتے رہو کہ تم کم لی کے ذریعے فرہاد کو ڈھونڈنے کی کوششیں کررہے ہو۔"

"ٹھیک ہے میں حکم دیتا ہوں۔ اس کے مطابق انڈر ورلڈ کے تمام افراد اس کی عزت کریں گے۔ وہ آزادی سے جہاں چاہے گی وہاں جایا کرے گی اس کے لیے ہر جگہ سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔"

بائرن ٹوڈ نے ناناکا سے رابطہ ختم کیا پھر ہاروے سے کہا "تم ابھی میرے دماغ میں رہ کر ان معاملات کو سمجھ رہے تھے۔ اس سلسلے میں اپنی رائے پیش کرو۔"

"ہاروے نے کہا تمہارا یہ طریقہ کار درست رہے گا۔ ہمارے علاوہ بیکر برائٹ، آندرے اور سائن بھی پانچ پانچ گھنٹے تک مسلسل کم لی کے اندر موجود رہیں گے۔ وہ جو کچھ کرتی رہے گی اس سے ہمیں فرہاد کی چال بازی کا اندازہ ہوتا رہے گا۔"

بائرن نے کہا "میں ابھی دوسرے معاملات میں مصروف ہوں۔ تم بیکر سے اس معاملے میں گفتگو کرو پھر کسی کو پانچ گھنٹے کے لیے کم لی کے پاس بھیج دو۔"

"تم بیکر وغیرہ کو کم لی کے حالات بتاؤ۔ میں ابھی اس لڑکی کے اندر جارہا ہوں۔"

"اب تک دشمن میری اس چال سے بے خبر تھے کہ میں کس طرح کم لی کو ان کے خلاف استعمال کررہا ہوں۔ اب میرے دھوکا کھانے کی باری تھی۔ میں یہ نہیں سمجھ رہا تھا کہ دشمن میرا حربہ مجھ پر ہی استعمال کررہے ہیں۔ آئندہ میری آلہ کار کو میرے ہی لیے مصیبت بنانے والے ہیں۔

میں ضرورت کے وقت کم لی کے اندر جاتا تھا لیکن ناناکا کی لیڈی سیکریٹری کے اندر جگہ ملنے کے بعد کم لی کو عارضی طور پر چھوڑ چکا تھا۔ جب کبھی ضرورت ہوتی تو اسے استعمال کرتا فی الحال لیڈی سیکریٹری کے ذریعے ناناکا کے دو ڈاکٹروں اور دو وکیلوں تک پہنچ گیا تھا۔ ان کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ گاڈ فادر بہت محتاط ہوگیا ہے اور ابھی ان چاروں سے کوئی کام نہیں لے رہا ہے۔

وہ تین بدنام زمانہ مجرم جو ناناکا کے مشیر تھے۔ ان کے دماغوں میں جگہ نہیں مل سکی آئندہ وہ لیڈی سیکریٹری کسی معقول بہانے سے فون پر ان سے رابطہ کرتی۔ تب میں ان تینوں تک پہنچ سکتا تھا۔ ناناکا کے اطراف کسی اور کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی تھی۔

اس لیڈی سیکریٹری جوزفین کے خیالات سے پتا چلا کہ ناناکا کا ایک سورائی اسے چاہتا ہے۔ وہ بھی اسے پسند کرتی ہے لیکن وہ دونوں ناناکا کے خوف سے کھل کر محبت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ جوزفین ایک جزیرے میں رہتی تھی۔ وہاں ناناکا کو ڈو کا ایک وسیع و عریض محل تھا۔ اس محل میں وہ کئی سورائی کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ ناناکا کبھی اچانک آتا تھا اور پھر چلا جاتا تھا۔ میں نے اسی رات جوزفین کو نیند کی حالت میں ہپناٹائز کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ محبت کے معاملے میں ذرا دلیری کا مظاہرہ کرے گی اور اپنے محبوب سورائی سے تنہائی میں ملاقات کرے گی۔

میں اس جزیرے سے دور ہانگ کانگ کے علاقے ایڈیر اسٹریٹ میں تھا۔ یہ جگہ خاصی بدنام ہے مجرموں سے سنتے اور

ان کے ماتحتوں پر نظر رکھنے کے لیے ایسی جگہ مناسب ہوتی ہے۔ لائیڈر اسٹریٹ میں ایک بہت بڑی مارکیٹ ہے اسے ماؤس (جوہا مارکیٹ کہتے ہیں اور جو خریدار وہاں آتے ہیں انہیں کیٹس (بلی یا بلا) کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہاں چوری کا مال ملتا ہے باہر سے آنے والے گاہک وہ مال خرید کر لے جاتے ہیں لیکن کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی دن وہ مال چوری ہوکر پھر اسی مارکیٹ میں پہنچ جاتا ہے۔

یعنی خریدار (بلے) وہاں مال (چوہے) خرید نے آتے ہیں۔ وہ چوہے واپس پھر کسی دن مارکیٹ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس طرح چوہے بلی کا یہ کھیل جاری رہتا ہے۔ خریدار وہاں اس لیے آتے ہیں کہ وہاں ضرورت کا ہر سامان آدھی قیمت پر مل جاتا ہے۔

میں اس مارکیٹ سے گزرتا ہوا ایک شاہراہ کی طرف جارہا تھا۔ ایک بہت ہی خوب صورت اسمارٹ اور صحت مند خاتون ایک دکان سے نکل کر اپنی شان دار گاڑی کی طرف جارہی تھی۔ اس کے اطراف دو مسلح باڈی گارڈز تھے۔ اس نے دکان سے کچھ خریداری کی تھی دونوں گارڈز کے ہاتھوں میں بڑے بڑے پیکٹس تھے۔ وہ خاتون اپنے دونوں ہاتھوں میں ایک خوب صورت بلی کو اٹھائے ہوئے تھی۔ اسے بہت چاہتی تھی۔ اسے سینے سے لگائے ہوئے تھی۔ اسے پیار سے پچکارتی اور سہلاتی ہوئی چل رہی تھی۔ ایسے وقت اس کے گلے کا نیکلس کھل کر گر پڑا وہ اپنی بلی کے ساتھ مگن تھی۔ سیدھی کار میں جاکر بیٹھ گئی۔

اس کی کار کے آگے پیچھے چار موٹر سائیکلوں پر مسلح گارڈز تھے۔ وہ ان کے درمیان اپنی کار میں بیٹھ کر چلی گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس نیکلس کو فٹ پاتھ سے اٹھایا۔ بڑے قیمتی ہیروں کا نیکلس تھا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ جاچکی تھی۔ نیکلس کا ہک کمزور ہوگیا تھا۔ اس لیے وہ اس کی گردن سے پھسل کر گر پڑا تھا۔

وہ اپنے رکھ رکھاؤ سے بہت امیر کبیر عورت لگ رہی تھی۔ شاید اسے اس قیمتی نیکلس کی پروا نہیں ہوگی یا پھر اسے ڈھونڈنے واپس آئے گی میں نے اسے جیب میں رکھ لیا پھر وہیں ایک اوپن ریسٹورنٹ کی میز پر آگیا۔ وہاں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔

وہ اپنی شان دار کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بلی کو چوم رہی تھی اور اس سے باتیں کررہی تھی۔ ایسے وقت بلی اس کی گردن کی طرف دیکھ کر میاؤں میاؤں کرنے لگی۔ اس نے اپنا ایک پنجہ اس کی ٹھوڑی کے نیچے حلق کے پاس رکھا۔ اس خاتون نے اپنا ایک ہاتھ اسی جگہ رکھتے ہوئے پوچھا "مانو کیا بات ہے؟ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

پھر وہ چونک گئی۔ سر جھکا کر دیکھا تو وہاں ہیرے کا نیکلس نہیں تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "میرا نیکلس کہاں ہے؟"

مانو غرانے لگی کار کی کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ خاتون نے کہا "کار روکو ماؤس مارکیٹ میں غضب کے چور رہتے ہیں۔ میرا نیکلس اتارنے والا کوئی زبردست چور ہوگا۔"

پھر وہ مانو کو سہلاتے ہوئے بولی "تم میری ہر چیز کا حساب رکھتی ہو۔ کبھی کچھ بھول جاؤں تو اسے ڈھونڈ لاتی ہو۔ جاؤ ڈھونڈو وہ نیکلس کس چور کے پاس ہے۔ میں تمہارے پیچھے کار میں آرہی ہوں۔"

اس نے کار کا دروازہ کھولا۔ مانو چھلانگ لگا کر باہر چلی گئی۔ ڈرائیور نے واپسی کے لیے گاڑی کو موڑا پھر آگے بڑھانے لگا تو مانو فٹ پاتھ پر تیزی سے دوڑتی ہوئی جانے لگی۔

میں ریسٹورنٹ کے باہر ایک میز پر بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ اس عورت اور اس کی بلی مانو کے بارے میں ابھی کچھ نہیں جانتا تھا۔ یہ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بلی بڑی باکمال ہے میری چائے ختم ہونے سے پہلے ہی وہ مجھے دکھائی دی۔ پہلے وہ تیز رفتاری سے آرہی تھی پھر اس کی رفتار سست ہوگئی تھی۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر سونگھتی ہوئی اور گھورنے کے انداز میں دیکھ کر آگے بڑھ رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی خیال آیا کہ شاید یہ اسی خاتون کی بلی ہے۔

میں نے اسے اچھی طرح نہیں پہچانا تھا لیکن اس نے قریب پہنچتے ہی مجھے پہچان لیا اور فٹ پاتھ سے اچھل کر میری میز پر آگئی۔ مجھے ایک دشمن کی طرح دیکھتی ہوئی غرانے لگی۔ میں نے اسے تعجب اور سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "محترمہ کیا بات ہے؟ کہاں سے دوڑتی ہوئی آرہی ہو اور کیوں مجھ پر غرا رہی ہو؟"

میری بات ختم ہوتے ہی وہ شان دار کار اور مسلح گارڈز کی موٹر سائیکلیں وہاں آکر رک گئیں۔ وہ تمام گارڈز ایک بلی کی حرکتوں کو سمجھتے تھے پھر انہیں بتایا گیا تھا کہ کسی نے قیمتی نیکلس چرایا ہے۔ وہ سب موٹر سائیکلوں سے اترتے ہی دوڑتے ہوئے آئے پھر مجھے چاروں طرف سے گھیرتے ہوئے گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔

میں نے ان سب کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہا "یا حیرت! یہ تم سب کو پریشانی کیا ہے؟ مجھ اکیلے کو مارنے کے لیے ایک گن کافی ہے۔ یہ فوج کیوں آئی ہے؟"

ڈرائیور نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا وہ خاتون شاہانہ انداز میں باہر آئی۔ اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ بڑی خوب صورت آنکھیں تھیں۔ میں نے کہا "آنکھیں نہ دکھاؤ۔ تب بھی یہ خوب صورت دکھائی دیتی ہیں۔ ویسے اب تمہارا یہ انداز سمجھ میں آرہا ہے۔"

میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر نیکلس نکالا پھر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ تمہاری گردن سے چسل کر گر پڑا تھا۔ تم بہت چکنی ہو پتا نہیں تمہارے بدن پر کوئی چیز کیسے ٹھہرتی ہوگی۔"

اس نے توشٹ اپ کہتے ہوئے نیکلس کو میرے ہاتھ سے جھپٹ لیا پھر کہا "کوئی میری پاؤں کی دھول کو بھی چرانے کی جرأت نہیں کرتا ہے۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ تمہیں اس جرأت کی کیسی سزا ملے گی۔"

میں نے کہا "کیا خوب دعویٰ ہے کہ کوئی تمہارے پاؤں کی دھول بھی نہیں چرا سکتا۔ نیکلس مل گیا ہے گھر جاؤ ورنہ تمہیں سر سے پاؤں تک چرا کر لے جاؤں گا۔"

ایک گارڈ نے اپنی گن کی نال میری گردن پر رکھتے ہوئے کہا "یو نان سینس کیا تم یہاں اجنبی ہو۔ کیا میڈم کو نہیں جانتے ہو یہ ابھی حکم دیں گی اور میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ قانون کے محافظ دور کھڑے ہوئے ہیں اور کھڑے ہی رہیں گے۔ یہ پوچھنے کی جرأت نہیں کریں گے کہ میڈم نے تمہیں سزائے موت کیوں دی ہے۔"

اتنی دیر میں اس میڈم کے مختصر سے خیالات پڑھ چکا تھا۔ وہ پورے ہانگ کانگ میڈم "مارلی" کہلاتی تھی۔ ایک جنوبی جزیرے میں ملکہ کی حیثیت سے رہتی تھی وہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس کے بڑے بڑے عہدے دار اس سے ماہانہ تنخواہ لیتے رہتے تھے۔ سرکاری ڈیوٹی کم اور اس کی ڈیوٹی زیادہ کرتے تھے۔

اور یہ تو میں آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اس کے گارڈز نے مجھے گن پوائنٹ پر رکھا تھا۔ دور دور تک لوگوں کی بھیڑ جمع ہوگئی تھی۔ وہ سب سہمے ہوئے تھے۔ ان میں پولیس کے سپاہی اور افسران بھی تھے۔ میں نیلی پیتھی کے تماشے دکھا کر انہیں خاک میں ملا کر وہاں سے بخیریت جا سکتا تھا لیکن یہ بہت بڑی حماقت ہوتی۔ اس بھیڑ میں انڈر ورلڈ والے بھی ہو سکتے تھے اور میں ان کی نظروں میں آسکتا تھا۔

میں نے ایسا کوئی مظاہرہ نہیں کیا۔ خاموشی سے میڈم مارلی کے اندر پہنچ گیا۔ میری مرضی کے مطابق اس کے مزاج میں تبدیلی آئی اس نے نیکلس کو دیکھتے ہوئے کہا "اس کا ہک کمزور ہوگیا ہے۔ یہ یقیناً کھل کر گر پڑا ہوگا۔ اس نے چوری نہیں کی ہے اسے جانے دو۔"

پھر وہ بڑے ہی شاہانہ انداز میں وہاں سے گھوم کر غرور سے تن کر چلتی ہوئی اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر چلی گئی۔ مانو میز پر سے چھلانگ لگا کر دوڑتی ہوئی کار کے اندر پہنچ کر اس کی گود میں بیٹھ گئی۔ دروازہ بند ہوگیا۔ مسلح گارڈز بھی اپنی موٹر سائیکلوں پر آگے پھر وہ قافلہ وہاں سے روانہ ہوگیا۔

لوگوں کی بھیڑ چھٹنے لگی۔ ایک پولیس افسر نے چند سپاہیوں کے ساتھ میرے پاس آکر کہا "تم خوش نصیب ہو۔ میڈم کے آدمی جب گن اٹھاتے ہیں تو گولی ضرور چلاتے ہیں۔ تعجب ہے میڈم نے تمہیں معاف کیسے کردیا۔"

"میڈم کو یقین ہوگیا ہے کہ میں نے چوری نہیں کی تھی۔ میں حیران ہوں کہ آپ قانون کے محافظ ہو کر اتنی دیر سے دور کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔"

وہ جھینپ کر بولا "زیادہ باتیں نہ کرو۔ تم کہاں سے آئے ہو؟ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

میں نے اسے جعلی شناختی کارڈ اور کاغذات دکھا کر مطمئن کیا۔ وہ مجھے ناگواری سے دیکھتا ہوا چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس مغرور حسینہ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بیوہ تھی اس کے شوہر نے اس کے لیے اتنی دولت چھوڑی تھی اس کا حساب وہ نہیں جانتی تھی۔ جتنا وہ خرچ کرتی تھی اتنی ہی دولت بڑھتی جاتی تھی۔ جزیرے میں کئی فلک بوس عمارتیں تھیں وہ عمارتیں تجارتی مرکز میں تھیں۔ وہاں سے لاکھوں ڈالرز آیا کرتے تھے۔ سمندر کے کنارے وہ ایک بہت بڑے اور مضبوط قلعے میں رہتی تھی۔ اس قلعے کے پیچھے سمندر کے راستے اسمگلنگ کا دھندا پھلتا پھولتا رہتا تھا۔

پورے ہانگ کانگ میں قانون کے محافظ اس کے جرائم کو نظر انداز کرتے رہتے تھے۔ ایسی مجرمانہ زندگی گزارنے والوں کا تعلق انڈر ورلڈ والوں سے ضرور ہوتا ہے۔ ناناکا سے اس کا تعلق ضروری تھا لیکن وہ بہت ہی مغرور اور سرکش تھی۔ ناناکا یا کسی بھی گاڈ فادر کے ماتحت رہنا اپنی توہین سمجھتی تھی۔ اس نے اپنی ایک الگ دنیا بسائی تھی۔ قانون کے محافظوں کے علاوہ بڑے بڑے خطرناک مجرموں کو خرید کر اپنا وفادار بنا لیا تھا۔

اس کے وسیع و عریض قلعے میں بہترین گن مین، مارشل آرٹ کے فائٹر اور خطرناک تلوار باز رہتے تھے۔ ناناکا کی طرح اس کے پاس بھی درجنوں سمورائی تھے۔ اس ضدی مغرور میڈم "مارلی" نے یہ ثابت کر رکھا تھا کہ وہ انڈر ورلڈ کے کسی بھی گاڈ فادر سے کم نہیں ہے۔

ناناکا کو ڈو ڈرگ مافیا کا گاڈ فادر تھا۔ امونیشن (ہتھیار) مافیا کے گاڈ فادر اور سیاسی ڈپلومیسی کی ڈیلنگ کرنے والے گاڈ فادر سب ہی میڈم "مارلی" سے نفرت کرتے تھے۔ انہوں نے اسے پیغام دیا تھا کہ اب اسے ضد سے نہیں عقل سے کام لینا چاہیے۔ ہانگ کانگ کی تاریخ بدل چکی ہے۔ یہ برطانیہ کی غلامی سے آزاد ہو چکا ہے اور چین کا ایک حصہ بن رہا ہے۔ اگرچہ اب بھی چین کا پورا کنٹرول یہاں نہیں ہے۔ آج بھی

ہم تمام انڈر ورلڈ والے چین کے لیے درد سر بنے ہوئے ہیں اگر تم بھی ہماری طرح متحد ہو کر رہو گی تو ہم سب کا کاروبار اسی طرح جاری رہے گا۔ دنیا کے بڑے بڑے ممالک ہمارے تعاون کے محتاج رہتے ہیں۔ ہم چین کو بھی اپنا محتاج بنا سکتے ہیں۔

میڈم "مارلی" نے جواباً کہا تھا۔ "میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ چین ہم پر حاوی نہ ہو لیکن اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ میں تم لوگوں سے متحد ہو کر ہر معاملے میں تمہارا ساتھ دوں۔ جب ضروری سمجھوں گی تو تم سے تعاون کروں گی اور تم لوگوں سے اپنے لیے تعاون حاصل کروں گی۔ اس سے زیادہ مجھ سے دوستی اور تعاون کی امید نہ رکھی جائے۔"

ناناکا نے کہا تھا "عورت اپنی کم عقلی سے اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی مارتی ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ بتیس دانتوں کے درمیان ایک زبان کی طرح محفوظ رہو گی۔ یہ نہ بھولو کہ زبان کبھی کبھی دانتوں تلے آجاتی ہے۔"

اس نے جواب دیا تھا "یہ تم بھی نہ بھولو کہ زبان لقمے کو ادھر سے ادھر کرتی ہے۔ تب دانت لقمے کو چباتے ہیں۔ زبان کے بغیر دانتوں تک کبھی ایک لقمہ بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔ تمہارا بہت سا مال میرے جزیرے سے ہو کر تمہارے پاس پہنچتا ہے۔ یہ زبان تمہارا یہ لقمہ تم تک پہنچنے سے روک دی تو کروڑوں کا نقصان اٹھاتے رہو گے۔"

میڈم "مارلی" بڑی تیز طرار تھی۔ ڈرگ اور ہتھیاروں کی اسمگلنگ اس کے جزیرے سے ہوتی تھی اور وہ اس جزیرے کی بے تاج ملکہ تھی۔ اس نے بڑی چالاکی سے قانون کے محافظوں کو اور خطرناک مجرموں کو خرید رکھا تھا پھر اس کے پاس قلعے کے اندر اور باہر پورے جزیرے میں مسلح محافظوں کی فوج تھی۔ وہ اسمگلنگ کے سلسلے میں دوسرے گاڈ فادرز کے لیے مسائل پیدا کر سکتی تھی لیکن ایسا نہیں کرتی تھی۔

ناناکا مطمئن نہیں تھا۔ مارلی کا محتاج بن کر نہیں رہنا چاہتا تھا۔ وہ مارلی سے بہت زیادہ طاقت ور اور وسیع ذرائع کا مالک تھا۔ صرف اس جزیرے کے حوالے سے اس کا احسان مند رہتا تھا اور وہ اس احسان مندی کو ختم کرنے کی فکر میں تھا۔ دوسرے گاڈ فادرز کے ساتھ مشورے ہو رہے تھے کہ اب کسی بھی طرح مارلی کو اس جزیرے سے ہٹایا جائے اور وہاں سے ہٹانے کا یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ اسے طاقت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

اس پر کھل کر حملہ نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ پورے ہانگ کانگ میں قانون کے محافظ بھی اسے سیکیورٹی دیتے تھے۔ اس کی اپنی بھی مضبوط سیکیورٹی تھی اور وہ جانتی تھی کہ اس کے خلاف کیسی کیسی سازشیں ہوتی رہتی ہیں۔ وہ بڑی حکمت عملی سے اپنا بچاؤ کرتی رہتی تھی۔ بہت ہی بے باک تھی۔ وہ جانتی تھی کسی دن بھی اور کسی وقت بھی اسے مرنا ہے اور وہ مرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتی تھی۔

میں نے اس کے خیالات پڑھ کر اپنے دل میں کہا "جو موت سے نہیں ڈرتے "موت" شاید ان سے ڈرتی ہو۔ قریب آتے آتے کترا جاتی ہو۔" اس نے بڑی بے باکی، دلیری اور بڑی حکمت عملی سے ان تمام انڈر ورلڈ والوں کے خلاف محاذ بنا رکھا تھا۔ اس کی حکمت عملی کے باعث وہ سب اس کے دشمن تو تھے ہی مگر اس سے دوستی کرنے پر بھی مجبور رہتے تھے۔

میں نے طے کرلیا۔ یہ شیرنی میرے کام آئے گی۔ میں اس کے ذریعے اس جزیرے پر قبضہ جماؤں گا اور یہاں بیٹھ کر انڈر ورلڈ والوں کے ایک ایک محاذ کو ختم کرتا رہوں گا۔

میں نے جال بچھانا شروع کیا "ہائے مارلی کوئی تمہارے پاؤں کی دھول بھی نہیں چرا سکتا۔ میں تمہارے وجود کا پورا جغرافیہ چرانے آیا ہوں۔"

میڈم مارلی اپنی شان دار کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی گود میں اس کی لاڈلی خوب صورت سی بلی مانو بیٹھی تھی۔ وہ ایک ہاتھ سے اسے سہلا رہی تھی۔ پیار سے پچکارتے ہوئے اس سے باتیں کررہی تھی۔

"ہائے میری جان! تم بڑی باکمال ہو۔ تم میرا مال چرانے والوں تک پہنچ جاتی ہو۔ میرے کسی دشمن کو ایک بار قریب سے سونگھ کر ہزاروں کے مجمع میں پہچان لیتی ہو۔ میرے دشمن کسی بھی بھیس میں ہوں، تم ان کی نشان دہی کرتی ہو۔"

اسٹیئرنگ سیٹ پر اس کا بادردی ڈرائیور بیٹھا ہوا خاموشی سے کار ڈرائیو کررہا تھا۔ اس کے محل اور قلعے کے اندر اور باہر جتنے خدمت گار اور مسلح گارڈز تھے۔ سب اس کے سامنے خاموش اور باادب رہتے تھے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی ایک دوسرے سے بھی نہیں بولتا تھا اور وہ میڈم کسی سے ضرورت کے بغیر بولتی نہیں تھی۔ صرف حکم دیتی تھی۔ تمام خدمت گار اس بلی مانو کو خوش نصیب کہتے تھے کیونکہ ان کی مغرور میڈم صرف اسے پچکارتی، چومتی اور اس سے بولتی تھی۔

اسے کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ غصہ اور غرور میں رہتی تھی۔ کسی بہت بڑی کامیابی کے وقت اگرچہ غصہ تو نہیں رہتا تھا، تاہم مسکراہٹ پھر بھی نہیں آتی تھی۔ وہ اپنے بیڈ روم میں یا کہیں تنہائی میں اپنی مانو سے مسکرا کر بولتی تھی۔

وہ اچانک مسکرانے لگی پھر حیران ہو کر سوچنے لگی "کیا میں مسکرا رہی ہوں؟"

وہ اپنے آپ کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ایک ہاتھ سے چہرے کو ٹٹول کر سمجھنے کی کوشش کرنے لگی کہ ابھی وہ مسکرا رہی تھی یا نہیں؟ میں اس کے اندر بیٹھا اسے مسکرانے پر مائل کررہا تھا۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہی تھی۔ سامنے ونڈ اسکرین کے پاس عقب نما آئینہ تھا۔ اس نے آگے کی طرف جھک کر ہاتھ بڑھایا اور آئینے کا رخ اپنی طرف کیا پھر اپنی سیٹ پر سیدھی بیٹھ کر خود کو دیکھتے ہوئے مسکرانے لگی۔ حیران ہونے لگی "آخر کیوں مسکرا رہی ہوں؟"

اس نے اپنے چہرے کو اور ہونٹوں کو چھو کر دیکھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "اچھی لگ رہی ہوں۔ مسکرانے سے چہرہ کھل جاتا ہے۔ مجھے ہمیشہ مسکراتے رہنا چاہیے۔"

وہ بولی "نہیں! مسکرانے سے دشمنوں پر اور اپنے ماتحتوں پر رعب اور دبدبہ قائم نہیں رہے گا۔ میرے غصے اور غرور کے آگے سب کے سر جھکے رہتے ہیں۔"

مانو اس کی گود سے نکل کر سیٹ پر آگئی تھی۔ کبھی ادھر ادھر بے چینی سے دیکھ رہی تھی۔ کبھی میڈم مارلی کو دیکھ کر میاؤں میاؤں کررہی تھی۔ منہ اٹھا کر خلا میں دیکھتے ہوئے کچھ کہہ رہی تھی۔ مارلی نے حیرانی سے پوچھا "مانو! یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا یہاں کوئی ہے؟ نہیں، یہاں کوئی نظر نہیں آرہا ہے۔ کار کے دروازے بند ہیں۔ کھڑکیاں بند ہیں۔"

"میاؤں۔ میاؤں۔" وہ مارلی کے ہاتھ پر پنجہ مارنے لگی۔ اس نے پوچھا "او گاڈ! کیا تم کہہ رہی ہو مجھے نقصان پہنچانے والی کوئی چیز یہاں ہے۔ تم آنکھیں بند کررہی ہو اس کا مطلب ہے، وہ چیز تمہیں نظر نہیں آرہی ہے۔"

اس نے ڈرائیور کو حکم دیا "گاڑی روکو۔"

گاڑی رک گئی۔ اس کے ساتھ آگے پیچھے مسلح گارڈز کی موٹر سائیکلیں بھی رک گئیں۔ ان میں سے دو گارڈز دوڑتے ہوئے کار کے پاس آئے۔ وہ پچھلا دروازہ کھول کر باہر رکتے ہوئے کہہ رہی تھی "کار کی تلاشی لو۔ یہاں کوئی ایسی چیز ہے، جو مانو کو دکھائی نہیں دے رہی ہے۔"

مانو واقعی باکمال تھی۔ اپنی قدرتی، غیر معمولی حس کے ذریعے اسے میری موجودگی کا احساس ہورہا تھا لیکن وہ مجھے نہیں پارہی تھی کہ کون ہے؟ کہاں ہے؟ اگر ہے تو نظر کیوں نہیں آرہا ہے؟

مارلی کار سے نکل کر فٹ پاتھ پر آگئی تھی۔ مانو اس کی بازوؤں میں تھی۔ اب اسے دیکھ کر میاؤں میاؤں کررہی تھی اور آنکھیں بند کررہی تھی۔ وہ بیزار ہو کر بولی "اب کیا۔ مانو؟ کیوں مجھے پریشان کررہی ہو؟ کار کی تلاشی لی جارہی ہے۔ وہاں کچھ ہے تو چھپا نہیں رہے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "جو اندر چھپا ہو، وہ دکھائی نہیں دیتا۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ کار کے اندر یا گھر کے اندر کوئی بھی چھپا ہو۔ تلاش کرنے سے دکھائی دیتا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "دل میں چور چھپا ہو، وہ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ دھڑکنوں سے پہچانا جاتا ہے۔"

"یہ شاعرانہ قسم کی بات میرے دماغ میں کیوں آرہی ہے؟ میں نے کبھی کسی کو اتنی لفٹ نہیں دی کہ وہ میرے دل میں چور بن کر آئے۔ یہ کیا ہورہا ہے؟ ادھر مانو عجیب حرکتیں کررہی ہے۔ ادھر میں کبھی مسکرا رہی ہوں۔ کبھی شاعرانہ باتیں سوچ رہی ہوں۔"

مسلح گارڈز نے اس کے سامنے اٹینشن ہو کر کہا "ہم نے اچھی طرح تلاشی لی ہے۔ کار میں کچھ نہیں ہے۔"

مانو اس کے بازوؤں سے نکل کر دوڑتی ہوئی کار کے دروازے سے اندر چلی گئی۔ وہ بولی "ٹھیک ہے۔ مانو مطمئن ہوگئی ہے۔ آگے چلو۔"

وہ کار میں بیٹھ گئی۔ قافلہ وہاں سے روانہ ہوگیا۔ اس نے مانو کو پچکارتے ہوئے اپنی گود میں بلالیا۔ وہ نہیں آئی۔ اس سے دور سیٹ پر سمٹ کر بیٹھی رہی۔ اسے گھور کر دیکھتی رہی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "وہ نہیں آئے گی۔ مجھے اس کے سامنے اعتراف کرنا ہوگا کہ وہ میرے اندر ہے مگر میرا دشمن نہیں ہے۔ تب مانو دوستی کرے گی۔"

اس نے حیرانی سے سوچا "میں کیوں اعتراف کروں کہ میرے اندر کوئی ہے۔ کوئی چاہنے والا ہی اندر رہ سکتا ہے اور ایسا کوئی نہیں ہے۔"

میں نے کہا "ایک ایسا چاہنے والا ہے، جو دل میں نہیں دماغ میں رہتا ہے اور میں اسے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکوں گی۔"

"دماغ میں؟" وہ گہری سنجیدگی سے سوچنے لگی "دماغ میں صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے آتے ہیں۔ میرے دماغ میں بھلا کون آئے گا؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں پچھلے تین دنوں سے سن رہی ہوں کہ فرہاد علی تیمور ہانگ کانگ آیا ہوا ہے۔"

وہ بولی "ہاں۔ ہانگ کانگ کے کئی خطرناک مجرموں نے مجھے ای میل سے اطلاع دی ہے کہ انڈر ورلڈ والے بہت محتاط ہوگئے ہیں۔ انہوں نے فرہاد سے دشمنی مول لی ہے۔ وہ ان کی شامت بن کر یہاں آیا ہوا ہے۔ بڑے بڑے گھاگ جاسوس بدنام زمانہ اسمگلرز اور ناکا کوڈو کے خطرناک فائٹرز اسے تلاش کررہے ہیں۔ پتا نہیں وہ کہاں چھپا رہتا ہے؟"

اس بار میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا "میں تمہارے اندر چھپا رہتا ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ وہ سہمی ہوئی چیخ نہیں تھی۔ کیونکہ وہ نڈر اور بے باک تھی۔ کبھی خوف زدہ ہونا نہیں جانتی تھی۔ شدید حیرانی کے باعث چیخ پڑی تھی۔ ڈرائیور نے گاڑی روکتے ہوئے پوچھا "اینی تھنگ رانگ میڈم؟"

وہ سنبھل کر بولی "تھنک از رانگ۔ گاڑی چلاؤ۔"

گاڑی اور مسلح گارڈز پھر چل پڑے۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا "میں نے اپنے اندر کسی کو بولتے سنا ہے۔"

"تم بہت دیر سے سن رہی ہو مگر سمجھ نہیں رہی تھیں۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

"میں نے اپنے اندر کبھی پرائی آواز نہیں سنی۔ کیا واقعی ٹیلی پیتھی کے ذریعے بول رہے ہو؟ کیا تم سچ مچ فرہاد ہو؟"

"یقین کرلو۔ ورنہ رفتہ رفتہ یقین آتا رہے گا۔"

وہ بولی "ایک بار ناناکا نے مجھے دھمکی دی تھی۔ اس کے کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ انہیں میرے اندر بھیج کر مجھے دماغی مریضہ بنائے گا۔ میں کیسے یقین کروں کہ تم فرہاد ہو؟ تم ناناکا کے دوست بھی تو ہوسکتے ہو۔"

"ایسا ہوتا تو تم اب تک دماغی مریضہ بن چکی ہوتیں۔ یوں صحیح سلامت بیٹھی نہ رہتیں۔"

"درست کہتے ہو۔ تم نے ابھی تک مجھے نقصان نہیں پہنچایا ہے مگر ناناکا بہت مکار ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پہلے مکاری سے مجھے دوست بنا سکتے ہیں پھر میرے اندر سے تمام اہم راز معلوم کرکے مجھ سے دشمنی کرسکتے ہیں۔"

"دشمن اتنا لمبا کھیل نہیں کھیلیں گے۔ تمہیں پہلی فرصت میں اپنی معمول بنا کر تمہارے جزیرے پر حکومت کریں گے۔"

"ایسا تم بھی کرسکتے ہو۔ کیا خیالات پڑھ کر میرے اہم راز معلوم کررہے ہو؟"

"میں بڑی دیر سے تمہارے اندر ہوں۔ نہ میں نے تمہیں اپنی معمول بنایا ہے۔ نہ تمہارے راز معلوم کررہا ہوں۔ البتہ تمہارے حالات معلوم کرچکا ہوں۔ تم لن تاؤ جزیرے کی بے تاج ملکہ ہو۔ وہ جزیرہ بین الاقوامی اسمگلروں کے لیے صدر دروازے کی حیثیت رکھتا ہے۔ دوسرے ممالک کے اسمگلروں کو طائی کے ساحل سے اپنا مال گزارنا پڑتا ہے۔ طائی جزیرے کے شمال مغرب میں ہے۔ وہاں تمہارا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ تمام اسمگلرز تمہارا تعاون حاصل کرنے پر مجبور رہتے ہیں۔"

میڈم مارلی کا وہ قلعہ ساحلی سمندر میں تھا۔ چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ اس قلعے کے اندر ہیلی کاپٹر کے ذریعے پہنچا جاتا تھا یا پھر مارلی کے ٹوٹے ہوئی جہاز کے لیے گہرے پانی میں رن وے بنا ہوا تھا۔ وہ جہاز فضا سے سمندر کی سطح پر آکر پانی میں موٹر بوٹ کی طرح دوڑتا ہوا سمندری گیٹ سے گزر کر قلعے کے اندر پہنچ جاتا تھا۔ تمام اسمگلرز کے بحری جہازوں کو اس قلعے کے آس پاس سے گزرنا ہوتا تھا اور وہ میڈم مارلی کو اس کا حصہ دیے بغیر وہاں سے گزر نہیں سکتے تھے۔ قلعے کے اوپر چاروں طرف دور مار توپیں اور میزائل لانچرز نصب تھے۔ مارلی کے مسلح فوجی وہاں دن رات الرٹ رہتے تھے۔ سگنلز کے ذریعے اجازت حاصل کیے بغیر گزرنے والے جہاز کو توپ کے گولوں اور میزائل سے تباہ کردیا جاتا تھا۔

اسے ناقابلِ شکست مارلی قلعہ کہا جاتا تھا۔ تمام اسمگلرز اور انڈر ورلڈ والے ایک ہی بات کہتے تھے کہ مارلی مرے گی تو قلعہ فتح ہوگا۔ لن تاؤ جزیرے سے لے کر پورے ہانگ

کانگ تک مارلی نے قانون کے محافظوں کو خرید رکھا تھا۔ ان تمام علاقوں میں اس ایک عورت کو گھیر کر قتل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ہانگ کانگ اور اس جزیرے سے دور کہیں اسے موت کے گھاٹ اتارا جاسکتا تھا اور وہ اپنے مخصوص علاقوں سے باہر نہیں جاتی تھی۔

میں نے اسے بتایا کہ میں اس کے بارے میں یہ تمام معلومات حاصل کرچکا ہوں۔ اس کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ وہ میرے دشمنوں کی دشمن ہے۔ اسے میری مدد کی ضرورت ہوگی تو میں اس کے کام آؤں گا۔

وہ کسی سے کچھ مانگنا اپنی توہین سمجھتی تھی۔ کسی سے مانگنے کے لیے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے۔ اس کے سامنے سر جھک جاتا ہے۔ اس کا سر غرور سے تن کر رہتا تھا۔ وہ ایک شان بے نیازی سے بولی "میں نے تم سے مدد نہیں مانگی ہے۔ تم خود آئے ہو۔ یہاں دشمنوں میں گھرے ہوئے ہو۔ مجھ سے مدد مانگو گے تو میں تمہارے کام آنے کے بارے میں سوچوں گی۔"

"میں کسی عورت سے تو کیا مرد سے بھی مدد نہیں مانگتا مگر تم مانگو گی' جب ناناکا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اندر آئیں گے۔ تم اپنے دشمنوں کو قلعے کے قریب نہیں آنے دیتی ہو مگر یہ دشمن تمہارے دماغ میں گھس جائیں گے اور تم انہیں بھگا نہیں سکو گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "تم مجھے ڈرا رہے ہو جبکہ میں موت سے بھی نہیں ڈرتی۔ تم یہ نہ کہو کہ میں تم سے مدد مانگوں گی۔ یہ کہو کہ دوستی کروں گی۔ ہم دوستی میں ایک دوسرے کے کام آسکتے ہیں۔"

"چلو یہی سہی۔ دوستی کرو۔ تم نے اب تک دشمنوں سے دوستی یا سمجھوتا نہیں کیا۔ کیونکہ وہ قانون اور تمہارے قلعے کی دیوار کو توڑ کر تمہارے قریب نہیں آسکتے تھے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سب کچھ توڑ کر تمہارے اندر آئیں گے۔"

"تم دوستی سے پہلے احسان جتا رہے ہو۔ یہ سمجھ رہے ہو کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے نمٹنے کے لیے مجھے تمہاری ضرورت پڑے گی۔ یہ یاد رکھو کہ میں مرجانا پسند کرتی ہوں مگر کسی کا احسان لینا گوارا نہیں کرتی۔"

"تو پھر میں تمہارے مرنے کا تماشا دیکھوں گا مگر ایک بات بتادوں' دشمن تمہیں مرنے نہیں دیں گے۔ تمہیں محکوم اور اپنی داشتہ بنا کر قلعے اور لن تاؤ جزیرے پر حکومت کریں گے۔ قانون کے محافظ یہی سمجھیں گے کہ دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا رہے ہیں۔ یہ تماشا تو صرف میں دیکھتا رہوں گا کہ تم کسی طرح ان کی داشتہ بن کر رہنے لگی ہو۔ ان کے آگے بے لباس ہو کر ناچنے لگی ہو۔"

"یو شٹ اَپ! تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ کوئی میرے سامنے اس طرح بولنے کی جرأت نہیں کرتا ہے۔ سامنے ہوتے تو میں تمہیں گولی مار دیتی۔"

"اپنے اندر آنے والے دشمنوں سے بھی اسی طرح حسرت سے کہو گی کہ سامنے ہوتے تو گولی مار دیتی۔ وہ تمہارا بے بسی پر ہنسیں گے۔ تمہارا غرور تمہیں کبھی سمجھنے نہیں دے گا کہ تمہارا زوال شروع ہوچکا ہے۔ تباہی قریب ہے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ اپنی دولت' طاقت اور اپنے تمام مضبوط ذرائع کے باوجود ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے شکست کھا جائے گی ان کی کنیز اور داشتہ بن کر رہ جائے گی۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ مختلف ممالک کے اسمگلرز اور انڈر ورلڈ کے ناناکا کوڈو وغیرہ اس کے قلعے پر قبضہ جمالیں۔ جزیرہ لن تاؤ سے اس کا اقتدار چھین کر اسے دو کوڑی کا بنا سمندر میں پھینک دیں۔

وہ الجھن میں پڑ گئی تھی۔ اپنے موجودہ حالات کو خود سمجھ رہی تھی۔ اب اس کے سامنے ایک بڑا مسئلہ تھا اور مسئلہ یہ تھا کہ غرور کا سر کیسے جھکائے وہ مجھے دوستی کرنا چاہتی تھی لیکن مجھ سے کم تر ہونا نہیں چاہتی تھی۔

میں نے کہا "ایک سے کمتر کر ساری دنیا سے برتر ہو سکتی ہو۔ تمہیں یہ سودا مہنگا نہیں پڑے گا۔"

وہ سوچنے کے دوران میں یہ بھول گئی تھی کہ میں اس کے اندر موجود ہوں۔ وہ میری بات سن کر بولی "او گاڈ! تم موجود ہو؟ مجھے یہ بھولنا نہیں چاہیے کہ تم میرے اندر رہو گے۔"

"اتنا حسین اور مضبوط قلعہ چھوڑ کر کہاں جاؤں گا بھٹکا ہوا مسافر ہوں۔ مجھے پناہ دو اور میری پناہ میں رہو۔"

اس بار وہ ذرا نرم ہو کر بولی "میں کہہ چکی ہوں کہ ہم دوستی ہو سکتی ہے مگر تم دوستی سے پہلے مجھے خود سے کم تر رہے ہو۔ کیا یہی تمہاری دوستی کا انداز ہے؟"

"تمہارا انداز بھی ہمیشہ برتر رہنے والا ہے۔ تم دوسروں سے زیادہ حکومت بیگم بن کر رہو گی۔"

"ہماری دوستی برابر کی سطح پر ہوگی۔"

"چلو یہی سہی۔ میں تمہاری انا کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا اور بولو کیا چاہتی ہو؟"

"ایک بات کھٹک رہی ہے۔ میرا ایک شبہ دور کرو۔"

"میں تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ تمہیں شبہ ہے کہ میں شاید فرہاد نہیں ہوں۔ ہو سکتا ہے کوئی دشمن دھوکا دے رہا ہو۔"

"میں یہی سوچ رہی ہوں۔ اپنے فرہاد ہونے کا ٹھوس ثبوت پیش نہیں کرو گے تو میری تسلی نہیں ہوگی۔"

"میں تمہیں پوری طرح مطمئن کروں گا۔ مجھ سے ملنے کے بعد تمہارے دل میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔"

"جب تک اطمینان نہیں ہوگا' میں تم سے کہیں ملاقات نہیں کروں گی۔ پہلے اپنا اعتماد قائم کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ جو چاہتی ہو' وہی ہوگا۔ مانو سے کہو' مجھے دشمن نہ سمجھے۔ تمہاری گود میں آجائے۔"

مانو اس سے دور سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مارلی نے کہا "کم آن مانو! یہاں کوئی ضرور ہے مگر مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

وہ میاؤں کہتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی گود میں آگئی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ ساحل سمندر کی طرف اپنے ایک شان دار کاٹیج کی طرف جا رہی تھی۔ وہاں دو چار گھنٹے آرام کرنا اور ایک ضروری معاملے میں مصروف رہنا چاہتی تھی پھر شام کو..... جزیرے لن تاؤ سے واپس جانے کا ارادہ تھا۔

جب وہ کاٹیج میں پہنچی تو میں نے اسے گہری نیند سلا دیا پھر اسے ہپناٹائز کیا۔ اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کردیں کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد جو شخص اس سے ملاقات کے لیے کاٹیج میں آئے گا' وہی فرہاد علی تیمور ہوگا۔ وہ کسی شک و شبے کے بغیر اس پر بھروسا کرے گی۔

میں نے اس کے ذہن میں ایک نیا لب و لہجہ نقش کیا ناکا ناناکا کوڈو کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں جگہ نہ بنا سکیں پھر ہپناٹزم کے اصولوں کے مطابق وہ دو گھنٹے تک سوتی رہی۔ اس وقت میں سمندر کے ایک ساحلی گارڈن میں بیٹھا ہوا تھا۔

اب دو گھنٹے بعد مارلی کے پاس جانے والا تھا۔ اس کا کاٹیج وہاں سے قریب تھا۔ میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "کیا میری ضرورت ہے؟"

"کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ فرصت ملی تو پوچھنے آیا ہوں' تم خود کیوں نہیں آئیں؟"

"آنے ہی والی تھی۔ جناب تبریزی نے مجھے ہدایت کی ہے کہ اب میں بابا صاحب کے ادارے سے باہر رہا کروں۔"

"اس کا مطلب ہے' تم میرے پاس آرہی ہو؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ پتا نہیں ادارے سے باہر نکلتے ہی حالات کدھر لے جائیں گے۔ ویسے بھی مجھے تمہارے پاس نہیں آنا چاہیے۔"

"کیوں نہیں آنا چاہیے۔ کیا تمہیں یہاں آنے سے منع کر رہا ہوں۔ کم آن! ابھی چلی آؤ۔"

"اوپری دل سے نہ بولو۔ میں آؤں گی تو رنگ میں بھنگ پڑے گا۔ تمہارے چور خیالات میڈم مارلی کا نام لے رہے ہیں۔"

"میں مارلی کے لیے ہی کہہ رہا ہوں۔ چلی آؤ۔ بہت ہی خطرناک عورت ہے۔ اس سے نمٹنے میں مزہ آئے گا۔"

"تمہارا مزہ کرکرا ہو جائے گا۔"

"تم طعنہ دینے سے باز نہیں آؤ گی۔ میں یہاں مارلی سے عشق نہیں کر رہا ہوں۔"

"کیا مجھے نادان بچی سمجھ رہے ہو۔ جھوٹ نہ بولو۔ ورنہ تمہیں مارلی کے قریب بھی نہیں جانے دوں گی۔"

"تم کیا کرو گی؟ کباب میں ہڈی بنو گی؟"

"ہڈی کی بات کیا کرتے ہو؟ میں کباب ہی نہیں رہنے دوں گی۔ نہ تم کھاؤ گے' نہ میں ہڈی بنوں گی۔"

"مجھے چیلنج کر رہی ہو؟ اپنے میاں سے میاؤں میاؤں کر رہی ہو؟"

"میں میاؤں میاؤں نہیں کرتی' پنجے مارتی ہوں۔ کبھی گرجتی نہیں' اچانک برس پڑتی ہوں۔"

"میں تمہاری ایک ایک رگ کو پہچانتا ہوں۔ اس لیے دعویٰ نہ کرو کہ کباب نہیں رہنے دو گی۔ مارلی کو غائب کردو گی۔ میری آنکھوں سے سرمہ چرانے کی بات نہ کرو۔ تمہیں شرمندگی ہوگی۔"

"میرے پیارے! میرے راج دلارے! آنکھوں سے سرمہ چرانا بڑی بات نہیں ہے۔ عورت تو مرد کے سر کے بال اڑا دیتی ہے۔ اس کی کھوپڑی میں دماغ نہیں رہنے دیتی۔ پہلے دیوانہ پھر پاگل بنا دیتی ہے۔ تم شرمندہ ہو جاؤ گے۔"

"یعنی تم مارلی کو میرے پاس نہیں رہنے دو گی۔ اسے غائب کردو گی یا اسے اغوا کرو گی؟"

"میں کچھ بھی کرسکتی ہوں۔ اسے تمہارے پاس رہنے نہیں دوں گی لیکن مجھے اس کے دماغ میں پہنچانا ہوگا۔"

"ضرور پہنچاؤں گا لیکن تم اسے جسمانی طور پر دور کرو گی۔ اس کے دماغ کو نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔"

"وہ ذہنی طور پر صحت مند رہے گی لیکن تم اس کا ہاتھ پکڑنے کے لیے ترستے رہو گے۔"

"یہ مت بھولو کہ میں اس کے دماغ میں جاتا آتا رہوں گا۔ تمہاری کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

"مجھے کیوں سمجھا رہے ہو۔ خود سمجھو کہ تم نے سونیا کو چیلنج کیا ہے۔ تم کہیں نہ کہیں الجھنے والے ہو۔"

"یوں چیلنج کرو گی تو میں تمہیں مارلی کے دماغ میں نہیں پہنچاؤں گا۔ تمہیں جو کرنا ہے' اپنے طور پر کرو۔"

"مجھ سے تعاون نہ کرو۔ کوئی بات نہیں۔ میں کل صبح

یہاں سے نکلوں گی اور کل رات ہانگ کانگ پہنچوں گی تمہارے دشمن نانا کا کوڈ کے ذریعے مارلی تک پہنچوں گی۔ اسے غائب ہونے سے بچا سکتے ہو تو بچالو۔"

وہ ہنستے ہوئے چلی گئی۔ میں وہاں کئی جانے انجانے دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ ان کی طرف سے محتاط رہنے کے لیے میرا حاضر دماغ رہنا ضروری تھا۔ ایسے میں سونیا میری توجہ اپنی طرف سمیٹ رہی تھی۔ اسے ناکام بنانے اس کی چالبازیوں کو سمجھنے اور مارلی کو اس سے بچائے رکھنے کے لیے اس پہلو سے غور کرنا لازمی تھا کہ وہ کیسی کیسی چالیں چل سکتی ہے۔

میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں نے اس لیے چیلنج کیا تھا کہ وہ اسی بہانے چلی آئے۔ میرے اطراف بدترین خطرناک مجرم اور دن کو رات اور رات کو دن بنانے والے انڈر ورلڈ کے کئی بے تاج بادشاہ تھے۔ جن کا تعلق ایشیا' یورپ اور امریکا کے ممالک سے تھا۔ ایسے ڈائنامائٹ قسم کے خطرناک مجرموں سے نمٹنے کے لیے سونیا کی موجودگی ضروری تھی۔

وہ مارلی کو مجھ سے دور کرنے کے لیے اسے اغوا کرتی مگر اسے نقصان نہ پہنچاتی۔ بلکہ اسے کہیں چھپا کر نانا کا جیسے دشمنوں سے محفوظ رکھتی۔ ایسے میں مجھے کیا ضرورت پڑی تھی کہ میں اسے ایسا کرنے سے روکتا۔ ہاں مگر کھیل کھیل میں ہی سہی' میں سونیا کو یہ بتانے والا تھا کہ وہ مارلی کے سلسلے میں مجھے دھوکا نہیں دے سکے گی۔ میں اس کی چالوں کو سمجھتا رہوں گا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ نانا کا کوڈ کے ذریعے مارلی تک پہنچے گی۔ گویا وہ نانا کا کوڈ کا کونڈا کرنے والی تھی۔

میں سامنے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ایسے وقت ایک چینی دوشیزہ میری طرف آرہی تھی۔ وہ میرے قریب آکر رک گئی۔ میں انجان بن کر سوچ میں گم رہنے کا اظہار کرتا رہا۔ وہ تھوڑی دیر تک مجھے دیکھتی رہی۔ جیسے پہچاننے کی کوشش کررہی ہو پھر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے پاس آکر بیٹھ گئی۔ میں نے چونکنے کی ایکٹنگ کی۔ اسے دیکھ کر پوچھا "کیا بات ہے؟ یوں قریب آکر بیٹھنے کا انداز بتا رہا ہے کہ اسٹریٹ گرل ہو۔ مرغا پھانس رہی ہو۔"

وہ غصے سے بولی "شٹ اَپ! میں ایسی نہیں ہوں۔ تم مجھے شناسا لگ رہے ہو۔ تمہیں پہچاننے کے لیے قریب آئی ہوں۔"

میں نے اس کی آواز اور لہجے سے پہچان لیا۔ وہ میری معمولہ کم لی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ سونگھنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتی ہے۔ فرہاد علی تیمور کسی بھیس میں ہو' وہ سونگھ کر اسے پہچان لے گی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا زاؤ زیانگ اور امریکی جان ہارڈی۔۔۔ مجھے ڈھونڈنے کے لیے اسے ساتھ لیے گھومتے تھے۔ میں نے کم لی کے ذریعے انہیں ڈھونڈ کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

کم لی میرے احکامات کی پابند تھی۔ دشمنوں کو بے وقوف بنانے کے لیے میرے حکم کے مطابق کسی کو سونگھتی تھی۔ ابھی میں نے حکم نہیں دیا تھا اور وہ میرے بالکل قریب آکر مجھے سونگھ رہی تھی۔ جبکہ میں کبھی اجازت نہ دیتا کہ وہ مجھے سونگھے اور دشمنوں کو مجھ تک پہنچائے۔

میں نے اسے پہچانتے ہی اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کوئی اس کے اندر ہے اور فرہاد علی تیمور بن کر اسے حکم دے رہا ہے کہ وہ مجھے سونگھے اور پہچانے کہ میں فرہاد ہوں یا نہیں؟

مجھے حیرانی ہوئی۔ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا حربہ مجھ ہی پر آزما رہا تھا۔ میں کم لی کو نانا کا کے قریب پہنچا کر اس سے غافل ہوگیا تھا کیونکہ اس کے ذریعے میں نے نانا کا کی لیڈی سیکریٹری جوزفین کے دماغ میں جگہ بنالی تھی۔ اس کے ذریعے کچھ معلومات حاصل کررہا تھا۔ جوزفین' نانا کا کے ایک سموارائی (تلوار باز) سے محبت کرتی تھی۔ وہ بھی اسے چاہتا تھا لیکن نانا کا کے خوف سے محبوبہ کو دور ہی دور سے دیکھتا تھا۔ میں کسی وقت ان دونوں کو ملا کر' یکجا کرکے اس کے ذریعے سموارائی کے دماغ میں گھسنے والا تھا۔

اب کم لی کی اس حرکت سے پتا چل رہا تھا کہ نانا کا کوڈ کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ چور خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا ہوگا کہ میں نے کم لی کو اپنی معمولہ بنا رکھا تھا اور اس کے ذریعے نانا کا کے قریب پہنچنے کی کوششیں کررہا تھا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو معلوم ہوا تھا کہ وہ سونگھنے کی غیر معمولی حس رکھتی ہے۔ لہٰذا وہ کم لی کے ذریعے میری بُو سونگھتا پھر رہا تھا۔

کم لی نے میری مرضی کے مطابق سوچ کے ذریعے کہا "میں سونگھ رہی ہوں مگر مجھے فرہاد کی مخصوص مہک نہیں مل رہی ہے۔"

اس کی دوسری سوچ نے کہا "کیا میری سونگھنے کی صلاحیت ختم ہورہی ہے۔ میرا دعوا تھا کہ میں فرہاد کو لاکھوں بہروپیوں کے درمیان پہچان سکتی ہوں پھر اسے پہچاننے میں غلطی کیوں کررہی ہوں؟"

پھر اس کی سوچ نے کہا "میں غلطی نہیں کررہی ہوں۔"

اس کی دوسری سوچ نے کہا "میں اس شخص کو بڑی دیر سے دیکھ رہی تھی۔ یہ گم صم بیٹھا سامنے دیکھتا ہوا ایسا لگ رہا تھا جیسے خیال خوانی کے ذریعے کسی سے باتیں کررہا ہو۔ یہ

ضرور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

میں سمجھ گیا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا کم لی کی دوسری سوچ میں بول رہا تھا۔ اس دشمن نے اس کے ذریعے مجھے دیر تک گم صم بیٹھے دیکھا تھا۔ واقعی اس وقت میں سونیا سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے میرے بارے میں درست اندازہ لگایا تھا مگر کم لی میری مرضی کے مطابق اسے جھٹلا رہی تھی۔

میں نے کہا "تم کس قسم کی لڑکی ہو؟ مجھ سے فلرٹ کرنے کے انداز میں آکر یہاں بیٹھ گئیں پھر مجھے سونگھنے لگیں۔ کیا تم سونگھنے کے بعد گاہک کو پھانستی ہو؟ پھر یہ بھی کہتی ہو کہ اسٹریٹ گرل نہیں ہو؟ کیا اب تم جاؤ گی یا میں یہاں سے جاؤں؟"

اسی وقت میں نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ ہم سب کے دماغوں میں ایسا روحانی عمل کیا گیا تھا کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی ہماری شخصیت بدل جاتی تھی۔ اس شخصیت کے مطابق خیالات بدل جاتے تھے۔ جب کوئی اپنا ایک مخصوص لہجے میں آتا تھا تو ہمارے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔

وہ دشمن میرے خیالات پڑھ کر مایوس ہورہا تھا۔ اسے میرے اندر میں نہیں مل رہا تھا۔

کم لی وہاں سے جارہی تھی۔ میں نے اسے ہمیشہ کے لیے جانے دیا۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ دشمن اس کے ذریعے مجھے ڈھونڈتے پھریں گے پھر مایوس ہوجائیں گے۔

وہ میری اصلیت معلوم کرنے والا مایوس ہوکر چلا گیا تھا۔ میں میڈم مارلی کے اندر پہنچ گیا۔

○☆○

تیج پال کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیم بڑی متحد اور مضبوط تھی۔ بیزون کچھ عرصے کے لیے ان سے الگ ہوگیا تھا۔ اپنی ہی ٹیم کی مخالفت میں اقدامات کرنے لگا تھا۔ اس کی بیوی مونو ریٹا نے اسے احساس دلایا کہ وہ غلط فہمی کا شکار ہوگیا ہے۔ تیج پال اور باقی ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی آج بھی اسے چاہتے ہیں۔ اس سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اسے اپنے ہی ساتھیوں کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔ تیج پال ان سب سے زیادہ ذہین اور سب سے زیادہ تجربے کار تھا۔ مونو ریٹا نے اس سے رابطہ کیا پھر اس کے تعاون سے بیزون کی تمام غلط فہمیاں دور کردیں۔ اسے پھر تیج پال کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیم میں شامل کردیا۔

کچھ عرصہ پہلے سونیا نے بیزون کو ٹریپ کیا تھا۔ تب سے اس کے ساتھی اس سے دور رہنے لگے تھے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو سونیا اس کے ذریعے ان سب کے دماغوں میں پہنچ جاتی۔ بہرحال دوستی ہوتے ہی انہوں نے سب سے پہلے بیزون کو پینا ٹائز کیا۔ اس کا برین واش کیا تاکہ سونیا نے یا کسی نے بھی اس پر تنویمی عمل کیا ہو تو وہ مٹ جائے۔

انہوں نے اپنے تنویمی عمل سے بیزون کو دوبارہ اپنا قابل اعتماد دوست بنالیا۔ ان کے پاس مشین کا نقشہ تھا۔ پہلے تو انہوں نے یہ سوچا تھا کہ وہ کسی دور دراز کے ویران علاقے میں بڑی رازداری سے خود وہ مشین تیار کریں گے پھر تیج پال نے کہا "اگر ہم کسی دوسرے کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلائیں گے تو بہت سی پریشانیوں اور الجھنوں سے دور رہیں گے۔"

اس نے سمجھایا "اگر کسی بڑے ملک سے مشین کی تیاری کے سلسلے میں معاہدہ ہوجائے تو وہ ملک ہمیں سر آنکھوں پر بٹھائے گا۔ مشین تیار کرنے کی ساری ذمے داریاں اپنے سر لے گا۔ اس مشین کو رازداری سے تیار کرنے کے تمام مرحلوں سے گزرے گا ہمیں کسی مرحلے سے نہیں گزرنا ہوگا۔ تم ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام ساتھی ان کے دماغوں میں رہ کر انہیں کنٹرول کرتے رہو گے۔ وہ ہمیں کسی مرحلے پر دھوکا نہیں دے سکیں گے۔"

مائیک مورو نے کہا "انہیں مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں رکھنے کے لیے ان سب کو پینا ٹائز کرنا ہوگا۔ انہیں اپنا معمول بنانا ہوگا۔"

جوزف وسکی نے کہا "اس ملک کے جتنے اعلیٰ حاکم اور جتنے اعلیٰ فوجی افسران ہوں گے۔ ان سب کے دماغوں کو پہلے اپنے قبضے میں رکھنا ہوگا اور وہ ایک دو نہیں درجنوں ہوں گے۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "درجنوں نہیں سیکڑوں ہوں گے۔ آرمی انٹیلی جنس والوں کو بھی اپنے شکنجے میں رکھنا ہوگا پھر جتنے افراد کو ٹیلی پیتھی سکھائی جائے گی انہیں بھی غلام بنا کر رکھنا ہوگا۔"

تیج پال نے کہا "ایسا تو کرنا ہی ہوگا اور یہ ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔ بظاہر یہ مشکل نظر آتا ہے کہ سیکڑوں یا ہزاروں افراد کو غلام بنا کر رکھا جاسکے گا لیکن یہ ناممکن نہیں ہے۔ تم چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔ تم میں سے ہر ایک روزانہ پانچ افراد کو پینا ٹائز کرکے اپنا معمول بنا سکتا ہے۔"

بیزون نے کہا "اس طرح ہم چاروں روزانہ اس ملک کے بیس (۲۰) اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو اپنے زیر اثر لاسکیں گے۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "اس طرح ہم ہر ماہ اس ملک کے چھ سو اکابرین اور دوسرے اہم متعلقہ افراد کو اپنے احکامات کا پابند بناتے رہیں گے۔"

تیج پال نے کہا "ہم عجلت سے کام نہیں لیں گے ہمیں مشین تیار کرنے کی جلدی نہیں ہے۔ جب ایک ماہ میں چھ سو اکابرین کو اپنا معمول بنالیا جائے گا تب میں ان اکابرین سے مشین کے سلسلے میں معاہدہ کروں گا۔ وہ ہمارے زیر اثر رہیں گے ہماری ہر بات مانتے رہیں گے۔"

بیز دن' مانک مورو' جوزف وسکی اور بڈی رابرٹ اس پلاننگ کے مطابق روس کے اکابرین کو پھانسنے لگے۔ روس کبھی سپر پاور تھا۔ اب اس پر زوال آچکا تھا۔ وہ دوبارہ اپنا کھویا ہوا سیاسی مقام حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ ایک ٹرانسفارمر مشین امریکا کے پاس تھی اس کے ضائع ہونے کے بعد اب دوسری مشین تیار کی جارہی تھی۔ تمام بڑے ممالک کو یہ تشویش لاحق ہوگئی تھی کہ چین میں یہ مشین تیار ہوچکی ہے اور وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار ہورہی ہے اس کے مقابلے میں اب ہر بڑا' ملک ٹی پی آر ی (ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج) تیار کرنا چاہتا تھا۔

اچانک یہ خبر عام ہوئی کہ ایک ٹرانسفارمر مشین اسرائیل میں بھی تیار ہوچکی ہے۔ تمام بڑے ممالک حیران رہ گئے تھے۔ اسرائیل اتنا چھوٹا سا ملک ہے کہ دنیا کے نقشے میں ناخن کے برابر نظر آتا ہے۔ اس ننھے سے ملک نے تمام ممالک کو دہشت زدہ کرنے والا کارنامہ انجام دیا تھا۔

چین کا پڑوسی ملک روس خاص طور پر بہت زیادہ تشویش میں مبتلا تھا۔ پہلے ہر ملک ایٹمی قوت بن کر برتری حاصل کرتا تھا۔ اب ٹیلی پیتھی کے مقابلے میں ایٹم بموں کی اہمیت نہیں رہی تھی۔ پہلے یہ دھمکی دی جاتی تھی کہ کسی ملک نے جنگ مسلط کی تو ایک ایٹم بم ہی اس ملک کو بڑی حد تک نقصان پہنچائے گا۔ ایٹمی قوتوں کے باعث تمام ممالک ایک دوسرے کے دباؤ میں رہتے ہیں۔

ایٹم بموں کے مقابلے میں ٹیلی پیتھی زیادہ خطرناک ہے۔ ایٹم بم گرانے کے لیے اپنے ملک سے پرواز کرنا اور دوسرے ملک میں جانا ضروری ہوتا ہے لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے گھر بیٹھے ہی دشمنوں کے دماغوں میں پہنچا جاسکتا ہے۔ تمام مخالف ممالک کے اہم راز معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ اب تمام ممالک کے لیے لازمی ہوگیا تھا کہ وہ ایٹمی قوت کے علاوہ ٹی پی میں بھی برتری حاصل کریں اگر ایک ملک کسی دوسرے ملک کے اہم رازوں تک پہنچے گا تو وہ دوسرا ملک بھی اس کے اہم رازوں تک پہنچے گا۔ اس طرح تو وہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں گے اور بظاہر نقصان نہ پہنچانے کا سمجھوتا کریں گے۔ مختصر یہ کہ اب تمام بڑے ممالک کے لیے ٹی پی آر ی رکھنا لازمی ہوگیا تھا۔

جب تیج پال نے روسی اکابرین سے ای میل کے ذریعے رابطہ کیا اور انہیں بتایا کہ اس کے پاس ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ ہے اور وہ نقشے کے ذریعے ان کے ملک میں مشین تیار کرنا چاہتا ہے تو پہلے انہیں یقین نہیں آیا لیکن تیج پال کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں تھے۔ اپنی موجودگی ظاہر نہیں کررہے تھے۔ بڑی رازداری سے خاموش رہ کر انہیں تیج پال کی طرف مائل کررہے تھے۔

جب اکابرین کو یقین ہوگیا کہ ان کے ملک میں ان کی نگرانی میں وہ مشین تیار ہوسکتی ہے تو پھر ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی ایسی غیبی امداد کے بارے میں وہ کبھی سوچ نہیں سکتے تھے۔ وہ مشین جیسے اچانک آسمان سے ان کے ملک میں اتاری جارہی تھی۔

روسی آرمی کے اعلیٰ افسران نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ تیج پال کس ملک اور کس شہر میں ہے پھر تیج پال نے فیکس کے ذریعے مشین کا نقشہ ارسال کیا۔ انہوں نے ای میل کے کوڈ ورڈز اور فیکس کے حوالہ جات سے تیج پال کا سراغ لگانا چاہا لیکن سب کو پیٹا ئز کیا گیا تھا۔ ان کے دماغوں میں یہ بات نقش کی گئی تھی کہ ان کے دماغوں کبھی تیج پال کے سلسلے میں ایسے خیالات پیدا ہوں تو وہ ان پر عمل نہیں کریں گے۔ وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے پوری توجہ سے تیج پال کو تحفظ فراہم کرتے رہتے تھے۔

روسی فوج کے اعلیٰ افسران مشین کی تیاری کے سلسلے میں مصروف ہوگئے۔ وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تمام افسران اور مکینک وغیرہ کے دماغوں کو دن رات چیک کرتے رہتے تھے۔ ان میں سے کبھی کوئی زخمی ہوسکتا تھا یا بیمار ہوسکتا تھا۔ کوئی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں یہ معلوم کرسکتا تھا کہ کسی نے اسے پیٹا ئز کیا تھا۔ ایسے میں بھید کھل سکتا تھا کہ کسی نے اسے پیٹا ئز کیا ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا جاننے والے روسی اکابرین کے ساتھ کوئی بڑا گیم کھیل رہے ہوں تو وہ گیم بھی جلد ہی ظاہر ہوسکتا تھا۔

مشین کے تیار ہونے اور اسے کام میں لائے جانے تک ہر پہلو سے رازداری لازمی تھی۔ اس لیے وہ تمام اعلیٰ افسران کو چیک کرتے رہتے تھے۔ ان میں سے کتنے ہی افسران کے سفارتی تعلقات کئی ممالک سے تھے۔ دشمن ان کے خیالات بھی پڑھ سکتے تھے۔ تیج پال باریک سے باریک پہلو پر نظر رکھتا تھا اور ان چاروں کو گائیڈ کرتا رہتا تھا۔

بیزون نے ایک ایسے روسی افسر کے خیالات پڑھے جس کی ایک بیٹی اسرائیل میں تھی۔ وہ آفیسر بھی اسرائیلی تھا۔ بیس برس پہلے اس نے ایک روسی یہودی دوشیزہ سے شادی کی تھی۔ وہاں ان کی وہ بیٹی پیدا ہوئی تھی حکومت نے

اس سے کہا "مسٹر جان تمہیں روسی بیوی سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ تم روس جاکر اپنے ملک کے لیے جاسوسی کرو۔ تمہاری بیٹی کو یہاں آرمی ٹریننگ سینٹر میں رکھ کر اسے بھی تمہاری طرح سراغ رساں بنایا جائے گا۔ تم اپنی بیوی کے ساتھ روس چلے جاؤ۔ کام ختم ہونے کے بعد تمہیں واپس بلالیا جائے گا۔"

وہ اپنی روسی بیوی کے ساتھ تاشقند آگیا تھا۔ اس کی بیوی اس کے زیر اثر نہیں تھی۔ وہ اس کا دیوانہ تھا۔ اس کے حسن و جمال اور اس کی اداؤں سے سحرزدہ رہتا تھا۔ حکام نے اسے اپنے ملک کی طرف سے جاسوسی کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس کے برعکس اس نے بیوی کے ساتھ مل کر روس کے لیے جاسوسی کی۔ اسرائیلی حکومت کا ایک اہم راز چرا کر وہاں لے گیا۔ بعد میں یہ بھید کھل گیا۔ اس کے بعد وہ اسرائیل نہیں جاسکتا تھا۔ جاتا تو اسے گولی ماردی جاتی۔ روسی حکومت نے اسے انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ کا ایک اعلیٰ عہدے دار بنا دیا تھا۔ وہ وہیں رہ کر بچے پیدا کرتا رہا مگر وہ ایک بیٹی اس کی محبت کی پہلی نشانی' وہیں اسرائیل میں رہ گئی تھی۔

وہ میاں بیوی اسے یاد کرتے رہتے تھے۔ اسے وہاں سے واپس نہیں لاسکتے تھے۔ وہ اسرائیل میں ٹریننگ حاصل کرتی رہی تھی۔ اسرائیل میں جو روسی جاسوس تھے' وہ اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات حاصل کرتے رہتے تھے۔ وہ سخت نگرانی میں رہتی تھی۔ ٹریننگ سینٹر یا آرمی ہیڈ کوارٹر سے باہر کسی سے ملاقات نہیں کرتی تھی۔ اس کا نام کرونا تھا۔

کرونا اسرائیلی حکومت کی وفادار تھی۔ بچپن سے اس کا ریکارڈ اچھا تھا۔ اس نے کبھی ماں باپ کو یاد نہیں کیا تھا۔ حب الوطنی کے حوالے سے وہ قابل اعتماد تھی۔ الپا نے اس کے خیالات پڑھے تھے اور یہ فیصلہ کیا تھا کہ اسے ٹیلی پیتھی سکھائی جائے گی۔

الپا اپنے ملک کے فوجی کیمپوں سے ذہین اور دلیر سپاہیوں اور افسروں کا انتخاب کررہی تھی۔ سول اور آرمی انٹیلی جنس کے شعبوں سے ایسے سراغ رسانوں کو منتخب کررہی تھی۔ جن کا ریکارڈ بے داغ تھا اور وہ سب اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے رہے تھے۔ وہ ان سب کے چور خیالات پڑھنے کے بعد مطمئن ہوکر انہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزارتی تھی۔

اس نے کرونا کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ وہ ذہین بھی ہے اور مکار بھی۔ ٹریننگ کے دوران میں حاضر دماغی کا مظاہرہ کرتی رہی ہے۔ وہ خیالات اور جذبات کے حوالے مطمئن ہوکر پہلے اسے پیٹا ئز کیا۔ اسے اپنی معمول بنایا پھر اسے مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم سکھادیا۔

ایک روسی جاسوس نے یہ اطلاع اس کے ماں باپ تک پہنچائی۔ بیزون نے تیج پال سے کہا "مسٹر جان کی بیٹی کرونا نے ٹیلی پیتھی سیکھ لی ہے۔ الپا ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کررہی ہے۔ ہمیں وہاں سے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کرنا ہوگا۔"

تیج پال نے کہا "بے شک' روس میں جلد ہی ہماری ٹرانسفارمر مشین تیار ہوجائے گی۔ ہمیں چند فاعل ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت پڑے گی۔ ان کی ٹیلی پیتھی کا علم وہاں روسی افسران کے دماغوں میں منتقل کیا جائے گا۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "پتا نہیں الپا کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتی جارہی ہے۔ ہم وہاں سے دو چار اغوا کریں گے۔"

بیزون نے کہا "کسی طرح کرونا کو وہاں سے نکال کر روس میں اس کے ماں باپ کے پاس پہنچایا جائے۔"

"جیسا کہ اس کی تعریف سنی گئی ہے اگر وہ ویسی ہی باصلاحیت' ذہین اور دلیر ہے تو اسے ضرور اغوا کرکے روس پہنچاؤ اس طرح اس کے بچھڑے ہوئے ماں باپ سے اسے ملانا نیکی بھی ہوگی۔"

انہیں واقعی چند ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت تھی۔ جنہیں فاعل کی حیثیت سے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنا تھا۔ تیج پال کے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں پہنچنے لگے۔ ان کے ذریعے معلوم کرنے لگے کہ الپا ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنانے کے لیے کیا کررہی ہے؟ اور کن افراد کو یہ علم سکھا رہی ہے۔

پتا چلا کہ الپا اس سلسلے میں اتنی رازداری سے کام کرتی رہی ہے کہ وہاں کے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران اس کے ان تمام معاملات سے بے خبر رہتے ہیں۔ بعد میں جتنے افراد ٹیلی پیتھی سیکھ لیتے ہیں۔ وہ سب ان اکابرین کے سامنے ملک اور قوم کی خدمت کے لیے حاضر ہوجاتے ہیں۔ ان سے پتا چلا کہ الپا نے اب تک دو درجن آرمی انٹیلی جنس کے سراغ رسانوں' فوج کے سپاہیوں اور اعلیٰ افسروں کو ٹیلی پیتھی سکھائی ہے۔

تیج پال اور اس کے ساتھی الپا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں اس سے زیادہ نہیں جانتے تھے۔ یہ بات اسرائیلی اکابرین بھی نہیں جانتے تھے کہ الپا در پردہ اپنی ایک ذاتی فوج تیار کررہی ہے۔ اس کی ذاتی ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج میں نہایت تجربے کار' ذہین سراغ رساں اور بہترین فائٹرز تھے۔ وہ اپنی سیکورٹی کے لیے ذاتی ٹی پی آر ی بنا رہی تھی۔

وہ اپنا راز ساری دنیا سے چھپا سکتی تھی لیکن پارس سے نہیں چھپا سکتی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کا ناراض عاشق چھپ کر اس کے اندر آ رہتا ہے۔ کسی اہم ضرورت کے وقت اس سے گفتگو کرتا ہے۔ ورنہ اس کے بار بار مخاطب کرنے کے باوجود ایک لفظ نہیں بولتا پھر اسے پتا نہیں چلتا کہ وہ اس کے پاس موجود ہے یا نہیں؟

بہت عرصہ پہلے پارس نے اسی طرح اس کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ ان دنوں الپا اس سے محبت کرنے کے باوجود دشمنی رکھتی تھی۔ اس کی یہ شدید خواہش تھی کہ وہ کسی بھی طرح پارس کو ٹریپ کر کے اپنا غلام بنا لے۔ ایسے وقت جب اسے علم ہوا تھا کہ پارس نے اسے اپنا معمول بنا لیا ہے اور اس کے دماغ میں جب چاہے چلا آتا ہے تو وہ اپنی بے بسی پر جھنجلانے لگتی تھی۔ اسے دماغ سے بھگا نہیں سکتی تھی۔ ایک طویل عرصے تک الپا اور پارس کے درمیان اسی طرح نفرت اور محبت ہوتی رہی۔

آخری بار الپا نے پارس کو مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن وہ خوش نصیب تھا کیونکہ الپا اپنی بدنصیبی کے باعث کار کے حادثے میں بری طرح ٹوٹ پھوٹ کر اسپتال پہنچ گئی تھی۔ وہ پارس کو مار ڈالنا یا ہمیشہ اپنا غلام بنائے رکھنا چاہتی تھی۔ اس کے برعکس پارس نے اس کے دماغ پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنی کنیز بنا لیا تھا۔ وہ جب تک اسپتال میں رہی ان اندیشوں میں مبتلا رہی کہ اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن اس کے دماغ میں چلے آئیں گے۔ اس کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنی معمول بنا لیں گے۔ اس نے اب تک ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بڑی آزادی اور خود مختاری سے حکمرانی کی تھی۔ وہ کسی کے زیر اثر رہنا اپنی توہین سمجھتی تھی۔ ایسے وقت پتا چلا کہ پاس اس کا محافظ بنا ہوا ہے۔

وہ اسپتال میں صحت یاب ہونے لگی تو سمجھ میں آیا کہ دشمن اسے ٹریپ کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں اور پارس اس کے تمام دشمنوں کو بھگا رہا ہے اور کسی کو اس کے اندر آنے کا موقع نہیں دے رہا ہے۔ تب وہ پہلی بار بری طرح نادم ہوئی۔ جس کی جان کی دشمن ہو گئی تھی وہی جان کے دشمنوں سے بچا رہا تھا۔ اس نے پہلی بار دل کی گہرائیوں سے یہ عہد کیا کہ آئندہ پارس سے دشمنی کرنے کا تصور بھی نہیں کرے گی۔ اس نے پارس سے محبت اور وفاداری کی قسمیں نہیں کھائیں۔ اس سے صرف اتنا ہی کہا کہ وہ محبت اور وفاداری کا عملی ثبوت دے گی۔

وہ واقعی ثبوت دے رہی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر آتا جاتا ہے۔ وہ اب نہیں جھنجلا رہی تھی۔ بڑی فراخ دلی سے کہتی تھی "تم میرے دل و جان کے مالک ہو۔ میں اپنا کوئی بھی راز تم سے چھپانے کے لیے کبھی یہ نہیں چاہوں گی کہ اپنے دماغ کو کسی بھی طرح مقفل کر لوں اور تمہیں نہ آنے دوں۔ اب تم نہیں بھی آؤ گے تو میں تمہیں اپنے اندر بلاتی رہوں گی۔"

پارس نے اس پر دوسرا بڑا احسان کیا تھا۔ اسے ٹرانسفارمر مشین بنانے کا موقع دیا تھا اور وہ مشین تیار ہو چکی تھی۔ اسرائیلی اکابرین اور پوری یہودی قوم جیسے الپا کی پرستش کرنے لگی تھی۔ الپا خوشی سے نہال ہو کر کہتی تھی "پارس تم نے مجھے فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیا ہے۔ تم ایک بار میرے سامنے آ جاؤ۔ میں تمہارے قدموں سے لپٹ کر خوشی کے مارے مر جاؤں گی۔ کیا تم کبھی میرے سامنے نہیں آؤ گے؟"

پارس نے کہا "اب ہمارا آمنا سامنا کس لیے ہو گا؟ ہمارے درمیان پیار کا جو بہترین رشتہ تھا' میں وہ رشتہ دوبارہ استوار نہیں کروں گا۔ نہ تمہارا ہاتھ پکڑوں گا۔ نہ اپنا ہاتھ پکڑنے دوں گا۔"

"میں جانتی ہوں کہ اب تمہاری شریک حیات بننے کے قابل نہیں رہی لیکن تمہاری دوست بن سکتی ہوں اور ہم دوست بن کر ایک دوسرے سے ملاقات کر سکتے ہیں۔"

"ملاقات کے لیے لازمی نہیں ہے کہ جسمانی طور پر سامنا ہو۔ خیال خوانی کے ذریعے ملاقات ہو رہی ہے۔ دوستی کی ایک حد ہوتی ہے اور ہم خیال خوانی کی حد تک ملتے رہیں گے۔"

"تم مجھے مایوس کر رہے ہو مگر تمہارا ہر حکم سر آنکھوں پر ہے۔ تم بہترین دوستی کا ثبوت دے رہے ہو۔ میری جان کے محافظ ہو۔ مجھے مشین کے ذریعے عالمی شہرت دے رہے ہو۔ تمہارے جیسا دوست تو صرف مجھے ہی نصیب ہوا ہے۔ میں تمہاری دوستی پر فخر کرتی رہوں گی مگر ایک بار کبھی نہ کبھی تمہارے پاس آ کر تمہارے قدموں سے لپٹنے کی حسرت رہے گی۔"

الپا نے جو ٹرانسفارمر مشین تیار کی تھی۔ پارس نے اس سے جواد کو بھی ایسا فائدہ پہنچایا تھا جس کی کوئی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ جواد کے اندر بھیما کی شیطانیت اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھی یہی سمجھا جا رہا تھا کہ اس بدروح سے جواد کو نجات نہیں دلائی جا سکے گی۔ روح اچھی ہو یا بری۔ اس کے بغیر جسم مردہ ہو جاتا ہے لیکن پارس نے اس مشین کے ذریعے شیطانیت کو بالکل ہی ختم کر دیا تھا۔

بھیما ہمیشہ کے لیے نابود ہو گیا تھا۔ جواد نے بھیما کے چنگل سے نجات پاتے ہی مسجد اقصیٰ میں شکرانے کی نماز ادا کی تھی

اور پارس سے کہا تھا کہ وہ اس سے مل کر روبرو شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے۔

پارس نے کہا "شکریہ تو ادا ہوتا ہی رہے گا۔ سب سے پہلے اپنی مگیتر حدیقہ سے ملو بھیما کی وجہ سے تم نے اس بیچاری کو خود سے دور دور رکھا تھا۔ تمہارا فرض ہے کہ جلد سے جلد اسے اپنی شریک حیات بناؤ۔ میں تمہاری شادی کے دن تم سے ملاقات کروں گا۔"

"بے شک میں نے بھیما کی وجہ سے.... حدیقہ پر ظلم کیا ہے۔ میں ایک ہفتے کے اندر اس سے شادی کروں گا۔ تم سے ایک گزارش ہے۔ الپا سے میرا رابطہ کراؤ۔ میں اس کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میں تم دونوں کے احسانات کبھی نہیں بھولوں گا۔"

پارس نے الپا سے کہا "ہو سکے تو جواد سے رابطہ قائم کرو۔ وہ بہت خوش ہے۔ تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے۔ ویسے تم بہت مصروف دکھائی دے رہی ہو۔"

"تمہارے مشورے پر عمل کر رہی ہوں۔ تم نے کہا تھا۔ بھیما تو ختم ہو گیا ہے اب نارنگ رہ گیا ہے۔ اگر اس کی بھی کالی صلاحیتوں کو ختم کر دیا جائے تو ہماری ٹیلی پیتھی کی دنیا سے کالا جادو ختم ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے مگر خوامخواہ اس کی جان نہ لی جائے۔ بھیما نے تو ناک میں دم کر دیا تھا۔ اسے ہمیشہ کے لیے نابود کرنا لازمی ہو گیا تھا۔ نارنگ سے صرف اس کی صلاحیتیں چھین لی جائیں۔"

"میں یہی کر رہی ہوں۔ نارنگ جب پیدا ہوا تھا تو ایسا نہیں تھا۔ بھی سیدھا سادہ سا آدمی رہا ہو گا۔ اب پھر وہی بن جائے گا۔ وہ شیطان تھا۔ میں اسے سادھو بنا کر انڈیا واپس بھیج دوں گی۔"

پارس اس کے دماغ سے چلا آیا۔ اسے نارنگ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ یہ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دیکھا تھا کہ آج تک نارنگ جیسا احمق ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس نے مختلف اوقات میں کئی طرح کی غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کی تھیں۔ ایک تو وہ کالا جادو جانتا تھا پھر اس نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ آخر میں اس کی آتما ایک ایسے سائنس دان کے اندر سما گئی تھی۔ جس کے کان سے ایک غیر معمولی آلہ سماعت منسلک تھا۔ اس آلہ سماعت کی یہ خوبی تھی کہ وہ سائنس دان ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے اپنے کسی بھی مطلوبہ شخص کی گفتگو سن لیا کرتا تھا بعد میں نارنگ کو بھی اس آلہ کے ذریعے یہ غیر معمولی صلاحیت حاصل ہو گئی تھی۔

الپا نے اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر اس کی جادوگری اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو ختم کر دیا۔ اس کے کان سے جو آلہ سماعت منسلک تھا۔ اسے آپریشن کے ذریعے کان سے الگ کر کے اپنے پاس رکھ لیا۔

اس نے بعد میں جواد سے رابطہ کیا اور کہا "مجھے افسوس ہے مسٹر جواد! میں فوراً تم سے رابطہ نہ کر سکی۔ ایک بہت ہی اہم کام میں مصروف تھی۔ اس سے پہلے کہ تم کچھ کہو۔ میں تمہیں بھیما سے نجات حاصل کرنے کی مبارک باد دیتی ہوں۔"

جواد نے کہا "اصل مبارک باد کی مستحق آپ ہیں۔ آپ نے اور پارس نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا ہے کسی کے اندر بد روح سما گئی ہو تو بد روح کو ختم کرنے سے اس آدمی کی جان بھی چلی جاتی ہے مگر تم نے میری جان بھی بچالی اور بد روح کو ختم بھی کر دیا۔ میں تم دونوں کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

وہ بولی "احسان کی بات نہ کرو۔ میں تو پارس کی کنیز ہوں۔ وہ جو چاہتا ہے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وہی کرتی ہوں۔ تم دین دار ہو' عبادت گزار ہو' خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے عبادت کرتے رہتے ہو۔ میری باقی زندگی صرف پارس کے لیے ہے۔ میں اس کی خوشی حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کرتی رہوں گی۔ یہ بتاؤ شادی کب کر رہے ہو؟"

"میں نے ابھی اپنے خاندان کے بزرگوں سے بات کی ہے۔ آج سے ٹھیک تین دن بعد میری شادی ہو گی۔ میں آپ سے شادی میں شریک ہونے کی گزارش کرتا ہوں۔"

"تم شاید نہیں جانتے میں اپنے ملک کے اکابرین کی خوشیوں اور غموں میں بھی شریک نہیں ہوتی۔ کبھی کسی تقریب میں نہیں جاتی۔ مجھے اپنی سلامتی کے لیے بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔"

"بے شک! آپ اپنے ملک و قوم کا سرمایہ ہیں۔ آپ کے لیے احتیاط لازمی ہے پھر بھی ایسی کوئی صورت نکالیں کہ آپ کو دشمنوں سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ مسٹر پارس اس تقریب میں آئیں گے۔ آپ بھی آئیں تو یہ میری عزت افزائی ہو گی۔"

الپا نے خوش ہو کر پوچھا "کیا پارس تمہاری شادی میں آئے گا؟"

"ہاں مسٹر پارس نے وعدہ کیا ہے۔ وہ مجھے اور حدیقہ کو مبارک باد دینے آئیں گے۔"

"اوہ گاڈ! پھر تو تم سے زیادہ مجھے تمہاری شادی کی خوشی ہو گی۔ میں ضرور آؤں گی۔ کیا اپنی شادی کے دن میرے لیے کچھ کر سکتے ہو؟"

"یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ آپ کیا چاہتی ہیں۔ جو

چاہیں گی وہی کروں گا۔"

"پارس مجھ سے ناراض ہے۔ وہ مجھ سے کبھی ملنا نہیں ہے اور نہ ہی آئندہ ملنا چاہتا ہے تم چاہو تو اس سے ملاقات کرا سکتے ہو۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے۔ میں ضرور ملاقات کراؤں گا۔ مسٹر پارس ناراض ہیں تو ان کی ناراضگی دور کروں گا۔ میرے لیے اس سے بڑی بات کیا ہوگی کہ ان کی ناراضگی دور کر کے انہیں آپ کا دوست بنا دوں گا۔"

"مسٹر جواد! یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ میں نے ماضی میں اتنی غلطیاں کی ہیں اور پارس سے ایسی جان لیوا دشمنی کی ہے کہ اب مجھے معافی مانگتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔"

"تعجب ہے۔ آپ جان لیوا دشمنی کرتی رہیں اور مسٹر پارس آپ کے محافظ بنتے رہے۔ یہ تو میں نے خود دیکھا ہے کہ انہوں نے بھیما کے شیطانی ارادوں سے آپ کو بچایا تھا۔"

"وہ مجھے دوسرے خطرناک خیال خوانی کرنے والے دشمنوں سے بھی بچاتا رہا ہے۔"

"اس کا مطلب صاف ہے' مسٹر پارس آپ سے نفرت نہیں کرتے ہیں۔ اگر ذرا بھی نفرت کرتے تو محبت سے آپ کے کام نہ آتے۔ وہ صرف آپ کی غلطیوں سے نالاں ہیں۔ آپ میری بات کا برا نہ مانیں۔ وہ آپ کو سزا دینے کے لیے آپ سے ملنا نہیں چاہتے ہیں۔"

"میں بھی یہی سمجھ رہی ہوں مگر وہ اتنا ضدی ہے کہ سزا دینے کے لیے ساری زندگی نہیں ملے گا۔"

"آپ مایوس نہ ہوں۔ میں انہیں سمجھاؤں گا۔"

الپا خوش ہو کر اس کے دماغ سے چلی آئی۔ اس کے اندر ایک نئی اور مستحکم امید پیدا ہو گئی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ جواد بن مستقیم جیسے نیک اور ایمان دار شخص کی باتیں پارس کو متاثر کریں گی اور وہ اسے معاف کر کے روبرو ملاقات کے لیے تیار ہو جائے گا۔

اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دھڑکنوں سے پوچھا "کیا وہ راضی ہو جائے گا؟"

اس کے اندر جیسے کسی نے کہا "نہیں وہ سنگدل ہے۔ راضی نہیں ہوگا۔"

○☆○

میڈم مارلی اپنے کانچ میں تھی۔ دو گھنٹے تک کی تنویمی نیند سے بیدار ہو کر میرے بارے میں سوچنے لگی۔ میں اس کے دماغ میں بڑی دیر تک رہ کر اس سے باتیں کرتا رہا تھا۔ پہلے وہ مجھ سے دوستی کرنے سے کتراتی رہی تھی۔ اسے اندیشہ تھا کہ وہ میرے زیر اثر آ جائے گی۔ مجھ سے کم تر ہو جائے گی پھر وہ برابر کی سطح پر دوستی کرنے کے لیے رضامند ہو گئی تھی۔

وہ مغرور عورت آسانی سے قابو میں نہیں آ سکتی تھی۔ اس لیے میں نے اسے ہپناٹائز کیا تھا۔ اس کے دماغ کو لاک کیا تھا تاکہ ناناکا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں نہ آ سکیں۔ مارلی نے کہا تھا کہ دوستی کرنے کے باوجود وہ میرے روبرو نہیں آئے گی۔ مجھ پر یا کسی پر بھروسا کرنا اس کے مزاج کے خلاف تھا۔ میں نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گی تو ایک شخص اس سے ملاقات کرنے آئے گا۔ وہ فرہاد علی تیمور ہو گا۔ وہ کسی شک و شبے کے بغیر اس پر بھروسا کر لے گی اور اس سے ملاقات کرے گی۔

جب وہ بیدار ہوئی تو مانو باہر سے دوڑتی ہوئی آئی۔ چھلانگ لگا کر بستر پر پہنچی پھر اس کے پاس آ کر میاؤں میاؤں کرتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ مارلی نے پوچھا "دروازے کے باہر کیا ہے؟ کیا کوئی گڑبڑ ہے؟"

ایک مسلح گارڈ نے آ کر سلیوٹ کیا پھر کہا "ایک شخص ٹیکسی میں آیا ہے۔ آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔"

وہ کسی سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتی تھی لیکن اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "اسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔ میں آ رہی ہوں۔"

میں ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ دے کر رخصت کر رہا تھا۔ دو گارڈز نے آ کر کہا "تم اندر آ سکتے ہو۔"

میں ایک گارڈ کے پیچھے چلنے لگا۔ دوسرا گارڈ میرے پیچھے تھا۔ میں ان کے درمیان چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گیا۔ مانو میرے سامنے والے صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ مجھے بڑے غور سے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا "ہائے مانو! میں وہی ہوں' جو تمہیں کار میں نظر نہیں آ رہا تھا اور تم میری موجودگی کو محسوس کر کے پریشان ہو رہی تھیں۔ مجھے پہچان لو۔ ہمارا دوستی ہونے والی ہے۔ کیا میرے پاس آؤ گی؟"

وہ میاؤں کرتی ہوئی صوفے پر ذرا پیچھے ہٹ گئی۔ مارلی نے دروازے پر آ کر کہا "میری مانو کسی سے دوستی نہیں کرتی۔"

پھر اس نے دونوں گارڈز سے کہا "باہر جاؤ۔ دروازہ بند کر دو۔ کوئی ملنا چاہے' یا فون آئے تو مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

وہ مسلح گارڈز باہر چلے گئے۔ مارلی اول تو کسی سے ملاقات نہیں کرتی تھی اگر ملاقات کرتی تو مسکرا کر باتیں نہیں کرتی تھی۔ اس نے گھور کر مجھے دیکھا۔ میں نے اس کے اندر کہا "مجھے مسکرانا چاہیے۔"

اس نے ناگواری سے سوچا "او نہہ! پتا نہیں کون اپنا غیرا آ گیا ہے۔ یہی بہت ہے کہ میں ملنے کے لیے راضی ہو گئی ہوں۔ میں نہیں مسکراؤں گی۔"

میں نے اسے مسکرانے پر مائل کیا۔ وہ مسکراتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں نے اٹھ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ اہم معاملات میں کسی سے بھی دور سے ملتی تھی۔ رسماً مصافحے کے لیے کسی کو ہاتھ پکڑنے نہیں دیتی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ پیش کیا۔ میں نے اسے تھام لیا۔ وہ اندر ہی اندر یہ سوچ کر الجھ رہی تھی کہ اپنے مزاج کے خلاف کیوں مسکرا رہی ہے؟ ایک اجنبی کو اپنا ہاتھ تھامنے کی اجازت کیوں دے رہی ہے؟

مانو غرانے لگی۔ اس نے پہلی بار کسی اجنبی کو اپنی مالکن کا ہاتھ پکڑتے دیکھا تھا۔ مارلی نے کہا "یو شٹ اپ مانو! مجھے سمجھنے دو کہ میں اس اجنبی سے اتنی بے تکلف کیوں ہو رہی ہوں؟ ویل مسٹر! تم کون ہو؟"

"میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ تم سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو ہو چکی ہے۔"

"او۔ آئی سی۔ تو تم فرہاد ہو۔ اب مجھے مسکرانے اور بے تکلف ہونے کی وجہ سمجھ میں آ رہی ہے۔ یہ تمہاری ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔"

میں تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ نقش کر چکا تھا کہ جو شخص اس سے ملنے آئے گا' وہ فرہاد علی تیمور ہو گا اور وہ کسی شک و شبے کے بغیر اس پر بھروسا کرے گی۔ اسی لیے اس نے..... بحث کیے بغیر مجھے فرہاد تسلیم کر لیا۔ اس نے مانو کے پاس جا کر اسے صوفے پر سے اٹھایا۔ اسے اپنے بازوؤں میں لے کر سہلاتے ہوئے بولی "ہی از گوئنگ ٹو بی آور فرینڈ۔ میں دوستی کر چکی ہوں۔ تم بھی دوستی کرو۔ تم نے ابھی سنا ہے۔ دوست کا نام فرہاد ہے۔ چلو ہاتھ ملاؤ۔"

مارلی نے اس کا ایک ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے اس کے پنجے کو تھام کر کہا "بڑے تیز ناخن ہیں۔"

اس نے میاؤں کہتے ہوئے اپنے ناخن سمیٹ لیے۔ میں نے کہا "تھینک یو۔ یہ دوستانہ انداز ہے۔"

وہ میرے سامنے صوفے پر بیٹھنے کے بعد بولی "تم دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہو؟"

"ایک زمانہ میرا دشمن ہے۔ اکثر خیال خوانی کرنے والوں کو جانتا ہوں۔ پھر بھی کچھ ایسے ہیں' جو ابھی تک میری نظروں میں نہیں آئے ہیں۔"

"میں صرف ان کے بارے میں پوچھ رہی ہوں' جو ناناکا کوڈو کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"ان میں سے ایک گم نامی لڑکی کے ذریعے مجھے تلاش کر رہا ہے۔ پتا نہیں وہ کون ہے۔ ویسے جلد ہی معلوم کر لوں گا۔"

"میں اس ایک بات سے پریشان ہوں کہ تمہاری طرح وہ دشمن بھی میرے دماغ میں چلے آئیں گے۔ میں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گی۔ وہ میرا بہت کچھ بگاڑتے رہیں گے۔ کیا ان سے محفوظ رہنے کی کوئی تدبیر بتا سکتے ہو؟"

"تم کسی تدبیر پر عمل نہیں کر سکو گی۔ کیونکہ یوگا کی مشقیں نہیں کرتی ہو اور رات کو شراب پینے کی عادی ہو۔"

"میں مجبور ہوں۔ شراب میری تنہائی میں مجھے سلا دیتی ہے۔ میری دوست ہے۔ تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟"

"میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تم سے دور رکھوں گا۔ جب تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ کوئی دشمن تمہارے اندر نہیں آ سکے گا۔"

"او تھینک یو۔ تم میرے کام آؤ گے۔ میں بھی تمہارے کام آتی رہوں گی۔ کیا میرے ساتھ جزیرے میں رہو گے؟"

"فی الحال رہوں گا۔ دشمنوں کے خلاف وہیں اپنا محاذ بناؤں گا۔ تم جزیرہ لن تاؤ کب جاؤ گی؟"

"شام کو جانا چاہتی تھی مگر شام ہو چکی ہے۔ کل صبح یہاں سے جانا مناسب رہے گا۔ کافی پیو گے؟"

"جو چاہو پلاؤ۔ جو چاہو کھلاؤ۔ اب تو تمہارے ہی ساتھ جینا ہے اور تمہارے ہی ساتھ۔"

"مرنا ہے۔" اس نے اپنی دانست میں میری بات مکمل کی پھر کہا "یہ عاشقوں کے پرانے مکالے ہیں۔"

"میں پرانے مکالے نہیں کہتا۔ تم نے مجھے نئی بات کہنے نہیں دی۔ پرانی بات دہرا دی۔"

"او۔ پھر تو مجھ سے غلطی ہوئی۔ تمہاری بات پوری نہیں ہونے دی۔ ذرا سناؤ تو نئی بات کیا ہے؟"

"میرا یہ مکالمہ تمہاری توقع کے خلاف ہے۔ مجھے تمہارے ہی ساتھ جینا ہے اور تمہارے ہی ساتھ کچھ ترے اڑانا ہے۔"

"یو شٹ اپ! میں ایسی بے تکلفی پسند نہیں کروں گی۔"

اس کے غرانے پر مانو بھی غرانے لگی۔ میں نے کہا "کیا زبردست چیز پال رکھی ہے۔ ایسے غرا رہی ہے جیسے تمہیں نہیں اسے چھیڑ رہا ہوں۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ مارلی نے حکم دیا تھا کہ کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ وہ غصے سے بولی "کون ہے؟"

ایک مسلح گارڈ کی آواز سنائی دی "میڈم! گاڈ فادر ناناکا کی سیکریٹری بار بار فون کر رہی ہے۔ کہتی ہے ناناکا کچھ اہم باتیں کرنا چاہتا ہے۔ میں مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔"

وہ میری مرضی کے مطابق بولی "ٹھیک ہے۔ اندر آؤ۔"

فون مجھے دو۔"

وہ اندر آکر فون دینے کے بعد واپس چلا گیا۔ مارلی نے اسے کان سے لگا کر "ہیلو" کہا پھر لیڈی سیکریٹری کی بات سن کر بولی "یو شٹ اپ۔ کیا میں فون کو کان سے لگا کر تمہارے منحوس گاڈ فادر کا انتظار کروں گی۔ اس سے بولو۔ میں اسی نمبر پر ہوں۔ وہ مجھے فون کرے۔"

اس نے فون کو آف کردیا۔ میں نے کہا "تم انگارے چباتی ہو۔ اتنی سی بات پر غصہ آرہا ہے کہ تمہیں فون ہولڈ کرنے کو کہا گیا تھا۔"

"غصہ کیوں نہیں آئے گا؟ کیا میں اس کے باپ کی ملازمہ ہوں یا اس کی محتاج ہوں؟ وہ میرا محتاج ہے۔"

فون کا بزر سنائی دیا۔ وہ بولی "یہ دیکھو' وہ میرا محتاج ہے۔ اس لیے فون کررہا ہے۔"

بزر کی آواز ابھرتی رہی۔ میں نے کہا "اسے آن کرو۔ باتیں کرو۔"

وہ غور سے بولی "وہ اپنا فون کان سے لگائے' میرا انتظار کررہا ہوگا۔"

وہ بزر کی آواز سے پورے ایک منٹ تک لطف اندوز ہوتی رہی پھر اس نے اسے آن کرکے بڑے رعب اور دبدبے سے کہا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے ناناکا نے کہا "تم ایک تناور درخت کی طرح ہمیشہ تن کر رہتی ہو مگر اب ٹوٹ کر گرنے والی ہو۔"

"میں تناور درخت نہیں ہوں' بلند و بالا پہاڑ ہوں۔ تمہارے انڈر ورلڈ کے دوسرے باپ بھی مجھے نہیں کاٹ سکتے۔"

"میں تو پتا نہیں کہاں سے آگیا ہوں؟ پتا نہیں میرے کتنے باپ ہیں۔ وہ سارے باپ آج رات سے اپنا تمام مال لے کر تمہارے ساحل سے گزرتے رہیں گے۔ ہمیشہ گزرتے رہیں گے اور تم ایک کمزور عورت کی طرح تماشے دیکھتی رہو گی۔"

میں مارلی کے دماغ میں تھا۔ میں نے دیکھا' اس نے برائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا پھر فوراً ہی سانس روک لی تھی۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولی "ابھی تمہارا ایک کتا میرے دماغ میں آیا تھا۔ میں نے اسے دھتکار دیا ہے۔ اب تمہارا یہ چیلنج سمجھ میں آرہا ہے۔ تم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے اپنے دوست اسمگلروں کا مال پار کراؤ گے۔"

ناناکا نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم یوگا جانتی ہو؟ نہیں تم تو شراب پینے کی عادی ہو۔"

"میں نے اپنے دماغ پر ایسا عمل کرایا ہے کہ نشے میں بھی پرائی سوچ کی لہروں کو لات مار کر بھگا دیتی ہوں۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ میرا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دوست تمہارے دماغ میں آئے۔ تم ٹیلی پیتھی کے کمالات کے بارے میں نہیں جانتی ہو۔ آج رات یہ کمالات دیکھو گی۔ وہ اسمگلرز تمہیں کوئی حصہ دیے بغیر اپنا مال تمہارے ساحل سے لے جائیں گے۔ میں کل صبح تمہاری ناکامیوں کا دکھڑا سننے کے لیے فون کروں گا۔ وش یو بیڈ لک۔"

ناناکا نے قہقہہ لگا کر فون بند کردیا۔ مارلی نے اپنا فون آف کرکے مجھ سے پوچھا "اب کیا ہوگا؟"

"سمجھنا ہوگا کہ دشمن کیسی چالیں چلنے والے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے' ناناکا کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی اچھی خاصی تعداد ہے۔ وہ سب تمہارے تمام ساحلی گارڈز کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں فائرنگ اور راکٹ وغیرہ چلانے سے روکتے رہیں گے بلکہ ان کے ذریعے تمہارے دوسرے گارڈز کو بھی ہلاک کرتے رہیں گے۔"

"یہ تو بڑے تشویش ناک حالات پیدا ہورہے ہیں۔ تم تنہا ہو' انہیں نہیں روک سکو گے۔"

"تم ابھی خود کو پہاڑ کہہ رہی تھیں۔ ایک اکیلا پہاڑ پوری فوج کا راستہ روک دیتا ہے۔"

"ہاں میں راستہ روکوں گی۔ کچھ نہ کچھ کروں گی۔ مجھے ابھی لن ناؤ آئی لینڈ جانا ہوگا۔"

"ضرور جانا چاہیے۔ میں وہاں جاکر قلعے کا محل وقوع اور ساحلی علاقے کی پوزیشن کو سمجھوں گا۔"

مارلی نے کمرے کے باہر جاکر تمام گارڈز کو حکم دیا کہ وہ ابھی جزیرے کے لیے روانہ ہورہی ہے۔ فلائنگ کمپنی کو انفارم کیا جائے۔ اس کے ٹوسیٹر جہاز کو رن وے پر لایا جائے اور ہیلی کاپٹر کو ہیلی کاپٹر پیڈ پر پہنچایا جائے۔ اس کے حکم کے مطابق سیکیورٹی افسر فلائنگ کمپنی کے فیلڈ آفیسر سے رابطہ کرنے لگا۔ میں اس فیلڈ آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مارلی کے ساتھ ادھر جاتے وقت اس کے ذریعے متعلقہ افراد کے خیالات پڑھنے لگا۔

جہاز کو رن وے پر لانے سے پہلے اسے چیک کیا گیا تھا۔ چیک کرنے والوں میں سے ایک نے اس میں ایسی خرابی پیدا کی تھی کہ وہ پرواز کے بعد کہیں بھی جاکر گر سکتا تھا۔ میں نے مارلی سے کہا "تمہارے ٹوسیٹر میں خرابی پیدا کی گئی ہے۔"

اس نے پوچھا "تم کیسے جانتے ہو؟ ابھی تو تم نے میرا جہاز بھی نہیں دیکھا ہے۔"

"میں متعلقہ افراد کے دماغوں میں پہنچتا رہا ہوں اور معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔"

"تعجب ہے۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ کیا ناناکا دشمنی

کررہا ہے لیکن اس کے آدمی میرے جہاز تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"میں بھی جہاز سے دور ہوں مگر اندر کے حالات معلوم کررہا ہوں۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایسا کیا ہے۔"

"میں ابھی فلائنگ کمپنی کے انچارج سے شکایت کروں گی۔"

"اس کمپنی کے تمام افراد بے قصور ہیں۔ تمہارے وفادار ہیں۔ انہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا ہے۔"

مارلی نے وہاں پہنچ کر انچارج سے کہا "مجھے اطلاع ملی ہے کہ دشمنوں نے میرے جہاز میں خرابی پیدا کی گئی ہے۔ ابھی اسے چیک کریں۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں اپنے ہیلی کاپٹر میں جارہی ہوں۔"

وہ میرے ساتھ ہیلی کاپٹر میں آکر بیٹھ گئی۔ اس نے دو گارڈز کو حکم دیا کہ وہ اپنی نگرانی میں جہاز کو چیک کرائیں پھر اس کی مرمت کرنے کے بعد اسے جزیرے میں لے آئیں۔ میں نے کہا "فضول ہے۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے گارڈز کو بھی ٹریپ کریں گے۔ آئندہ اپنی سلامتی چاہتی ہو تو یوگا میں مہارت حاصل کرنے والے گارڈز کو اپنے آس پاس رکھا کرو۔ تمہارے یہ موجودہ گارڈز قابل اعتماد نہیں ہیں۔"

"تم انہیں نہیں جانتے۔ یہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔ مارشل آرٹ کے بلیک بیلٹر ہیں۔"

"میں تمہارے دو گارڈز کے دماغوں میں جاتا رہا ہوں۔ ان ہی کے ذریعے میں تمہارے دماغ میں آیا تھا۔"

"او گاڈ! وہ دونوں کون ہیں؟"

میں نے ان کی نشان دہی کی۔ اس نے دونوں کو گھورتے ہوئے پوچھا "تم دونوں نشہ کرتے ہو۔ تمہاری یوگا کی صلاحیتیں ختم ہوچکی ہیں اور یہ اہم بات مجھ سے چھپاتے رہے ہو۔"

ان دونوں نے اپنے سر جھکا لیے۔ وہ غصے سے بولی "تم نے یہ بات چھپا کر مجھے دھوکا دیا ہے۔ تم دونوں کو سزا ملے گی۔ ہیلی کاپٹر سے باہر جاؤ۔"

وہ دونوں باہر چلے گئے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے مارلی سے باتیں کررہا تھا۔ اسے تاکید کی تھی کہ وہ میری ٹیلی پیتھی کے متعلق کوئی بات نہ کرے۔ اس نے پوچھا "اب یہاں دو گارڈز رہ گئے ہیں۔ ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

میں نے ان دونوں کے دماغوں میں جانا چاہا۔ انہوں نے سانس روک لی۔ اگرچہ کچھ گڑبڑ تھی مگر میں نے اطمینان ظاہر کیا۔ ان میں سے ایک پائلٹ تھا۔ مارلی نے اسے پرواز کرنے کا حکم دیا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ایک ماتحت سراغ رساں کو مخاطب کرکے کہا "اپنے دس بارہ ساتھیوں کے ساتھ میرے اندر آؤ۔ آئندہ میرے ساتھ جو حالات پیش آئیں گے ان کے مطابق تم سب ایکشن میں آؤ گے۔"

ہیلی کاپٹر پرواز کررہا تھا۔ جب میرے تمام ماتحت سراغ رساں آگئے تو میں نے مارلی کو اپنے قلعے کے انچارج سے رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ وہ اپنا موبائل آن کرکے رابطہ کرنے کے بعد میری مرضی کے مطابق بولی "میرے ٹوسیٹر میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے آرہی ہوں۔ مجھے قلعے کے حالات بتاؤ۔"

"میڈم! یہاں سب ٹھیک ہے۔ انڈر گراؤنڈ کے گاڈ فادر ناناکا کی سیکریٹری نے فون کیا تھا۔ میں نے کہہ دیا آپ موجود نہیں ہیں۔ وہ پیغام دے سکتی ہے۔"

"اس نے کب فون کیا تھا؟"

"دوپہر کے دو بجے۔ اس نے کوئی پیغام نہیں چھوڑا ہے۔"

مارلی نے فون بند کردیا۔ میں نے اپنے ماتحتوں سے کہا "ناناکا کو ڈو کے ساتھ چند ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اس کی سیکریٹری نے آج دو بجے ایک خاص مقصد کے لیے فون کیا تھا۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس طرح انچارج کی آواز سن لی ہوگی پھر اس کے ذریعے اس قلعے کے ان تمام مسلح گارڈز کے دماغوں میں پہنچ رہے ہوں گے۔ جو آج رات قلعے کے اہم مورچوں پر ڈیوٹی دینے والے ہیں۔"

ایک سراغ رساں نے کہا "سر! ہم دشمنوں کا طریقہ کار سمجھ گئے ہیں۔ کیا ہمیں بھی یہی کرنا چاہیے؟"

میں نے کہا "ہاں تم سب نے انچارج کی آواز سنی ہے۔ اس کے ذریعے قلعے کے تمام افراد کے دماغوں میں پہنچو۔ آج رات۔۔ بدنام زمانہ اسمگلرز کے بحری جہاز مارلی کے ساحل سمندر سے گزرنے والے ہیں۔ ان دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اہم مورچوں کے مسلح گارڈز کو ہپناٹائز کیا ہوگا۔ وہ سب ان کے معمول بن جائیں گے پھر ان کے جہازوں کو گزرنے سے نہیں روکیں گے۔ اس کے برعکس قلعے کے اندر مارلی کو نقصان پہنچائیں گے۔"

"سر! ہم ان دشمنوں کے تنویمی عمل کا توڑ کریں گے۔ وہاں جتنے افراد کو معمول اور آلۂ کار بنایا گیا ہوگا۔ ان سب کو تنویمی عمل کے اثر سے باہر لے آئیں گے۔"

"تم سب بڑی رازداری سے ایسا کرو گے۔ آدھی رات کے بعد وہ بحری جہاز وہاں سے گزریں گے۔ اس سے پہلے دشمنوں کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ان کی تمام چالوں کو ناکام بنادیا گیا ہے۔"

"سر! ہم یہی کریں گے۔ ان کے تنویمی عمل کا توڑ کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ آپ ہمارے پاس آتے رہیں گے تو ہماری کارکردگی سے مطمئن ہوتے رہیں گے۔"

وہ سب میرے دماغ سے چلے گئے۔ ہیلی کاپٹر پرواز کر رہا تھا۔ ہم سب خاموش تھے۔ اس کے ماتحت گارڈز اس کی اجازت کے بغیر نہیں بولتے تھے اور وہ خود کسی سے نہیں بولتی تھی۔ میں اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا ایک گارڈ پائلٹ کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ دوسرا گارڈ ہمارے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اچانک ہی ایک ریوالور نکال کر اس کی نال ماریا کی گردن سے لگا دی پھر کہا "کوئی حرکت نہ کرنا ورنہ گولی مار دوں گا۔"

پرواز سے پہلے ماریا نے مجھ سے پوچھا تھا کہ ان دونوں گارڈز پر بھی بھروسا کیا جا سکتا ہے کہ نہیں؟ ان میں سے ایک گارڈ جو پائلٹ تھا۔ وہ سچ مچ یوگا کا ماہر تھا۔ ماریا کو کوئی خطرہ نہیں تھا مگر دوسرا گارڈ مشکوک تھا۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس نہیں روکی تھی۔ اسے جیسے کسی کا انتظار تھا۔ میں اس کے خیالات پڑھنا چاہتا تھا لیکن میری خاموشی کے باعث اس نے سانس روک لی۔

مجھے شبہ ہوا کہ وہ کسی دوسرے خیال خوانی کرنے والے کا انتظار کر رہا تھا۔ مخصوص کوڈ ورڈز مجھے معلوم نہیں تھے۔ اس لیے اس نے بعد میں یوگا کا مظاہرہ کیا تھا۔

اور اب وہ ماریا کو گن پوائنٹ پر رکھ کر یہ ثابت کر رہا تھا کہ وہ دشمنوں کا آلہ کار بن چکا ہے۔ ماریا نے غصے سے پوچھا "تم میرا نمک کھاتے ہو۔ مجھ سے نمک حرامی کر رہے ہو؟"

اس کے اندر کسی نے کہا "میڈم یہ بے چارہ بے قصور ہے۔ میں نے اسے اپنا آلہ کار بنایا ہے۔ یہ میری مرضی کے مطابق تمہیں کسی بھی لمحے۔۔۔ گولی مار دے گا۔"

ماریا نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"ظاہر ہے کہ دوست نہیں ہوں۔ یوں سمجھ لو' ابھی تمہارے اندر نانا کا کوڈ پہنچا ہوا ہے۔ سوری۔۔۔ تمہارے اندر نہیں۔ ابھی تو ہیلی کاپٹر کے اندر جگہ بنائی ہے۔ اب زخمی کروں گا اور تمہارے دماغ میں جگہ بنا لوں گا۔"

ماریا نے مجھ سے کہا "تم بیٹھے خاموشی سے سن رہے ہو۔ کچھ کرتے کیوں نہیں؟"

دشمن خیال خوانی کرنے والے نے پوچھا "یہ تمہارے ساتھ کون ہے۔ شاید کاسیج میں بھی تمہارے ساتھ یہی تھا۔ کیا کسی نئے ہوائے فرینڈ کو پھانسا ہوا ہے؟"

میں اس گارڈ کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس کے دماغ کو کنٹرول کر رہا تھا۔ تاکہ وہ گولی نہ چلا سکے۔ ادھر ماریا کا دماغ آزاد تھا۔ اس نے میرا نام بتا دیا۔ وہ غصے سے بولی "یہ میرا ہوائے فرینڈ نہیں۔ تمہارا باپ فرہاد علی تیمور ہے۔"

وہ حیرت سے تقریباً چیخ کر بولا "فرہاد؟ نہیں تم جھوٹ بول رہی ہو۔ بھلا تم فرہاد کو کہاں سے ڈھونڈ کر لا سکتی ہو؟"

میں صرف ایک بات کہنے ماریا کے دماغ میں پہنچا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولی "اگر تمہیں یقین نہیں ہے تو مجھ پر گولی چلاؤ مگر نہیں چلا سکو گے۔ میرا دعوا ہے کہ تم مجھے زخمی بھی نہیں کر سکو گے۔"

یہ کہتے ہی میں پھر اس آلہ کار کے دماغ میں آ گیا۔ میں نے پوری طرح اسے اپنے شکنجے میں لے لیا۔ اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے گولی چلانے کا حکم دیا لیکن وہ ریوالور کو ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا۔ اس نے آلہ کار کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہا۔ تب اسے پتا چلا' پہلے ہی کسی نے قبضہ جما رکھا ہے۔ وہ دشمن ٹیلی پیتھی کے کئی ہتھکنڈے آزمانے لگا لیکن میں اس میدان کا پرانا کھلاڑی تھا۔ اس کا آلہ کار اپنے ریوالور کو ماریا کی گردن سے ہٹا کر آہستہ آہستہ اپنی طرف مار رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی نال پیشانی سے لگ گئی۔

دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "رک جاؤ۔ اسے ہلاک کرنے سے پہلے بتا دو' کیا واقعی فرہاد ہو؟"

جواب میں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی۔ وہ گولی اس کی پیشانی میں گھس کر کھوپڑی کے پیچھے سے نکل گئی۔ وہ لڑھک کر دو سیٹوں کے درمیان گر کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔

میں نے ماریا سے کہا "تمہیں میرا نام لے کر مجھے مخاطب نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

اس نے کہا "میں کیا کرتی؟ وہ مجھے گولی مارنے والا تھا اور تم خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔"

"کیا اتنی سی عقل نہیں ہے کہ خیال خوانی کرنے والے ایسے وقت خاموش بیٹھا کرتے ہیں۔"

"مجھے عقل نہ سکھاؤ۔ یہ بتاؤ کہ تم نے اسے مارا ہے؟"

"نہیں۔ اسے اچانک یاد آ گیا تھا کہ پچھلے سال اس کی محبوبہ مر گئی تھی۔ اس سے صدمہ برداشت نہ ہو سکا اس نے ابھی خودکشی کر لی۔"

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"کیسی بے موت ہو۔ میں نے ابھی تمہیں موت سے بچایا ہے۔ شکریہ کا ایک لفظ تو منہ سے نکالو۔"

وہ بولی "تھینک یو۔ میں بہت کنفیوز ہو گئی تھی۔ اس وقت ایسا ہی لگا تھا کہ دشمن کامیاب ہو گیا ہے اور میرا آخری وقت آ گیا ہے مگر تم نے کمال کر دیا۔ دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیا ہے۔"

میں نے مانو کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ماریا نے اسے میری طرف بھیجا۔ وہ بڑی اپنائیت سے میری گود میں آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "چلو رشتے داری شروع ہو گئی۔ ابھی یہ گود میں آئی ہے۔ کبھی تم آؤ گی۔"

اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "اس نے میری جان بچائی ہے۔ مجھے غصہ نہیں پیار آنا چاہیے۔ مجھے مسکرانا چاہیے۔"

میں نے اسے مسکرانے پر مائل کیا۔ وہ بے اختیار مسکرانے لگی پھر پریشان ہو کر بولی "یہ اچھی بات نہیں ہے۔ تم مجھے خوامخواہ مسکرانے پر مجبور کر دیتے ہو۔"

"تمہیں اخلاقی طور طریقے سکھا رہا ہوں۔ کیا ایسے وقت اخلاقا بھی نہیں مسکرانا چاہیے؟"

"میں کچھ اور کہہ رہی تھی۔ اب دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں دوبارہ پہنچنے کا کوئی ذریعہ حاصل نہیں ہو رہا ہو گا۔ کیا تمہیں اس پائلٹ پر اعتماد ہے۔ اب یہی ایک ذریعہ رہ گیا ہے۔"

میں نے کہا "ہم اس پر بھروسا کر سکتے ہیں۔ دشمنوں نے اسے ٹریپ نہیں کیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "پورے انڈر ورلڈ میں کھلبلی پیدا ہو گئی ہو گی کہ فرہاد علی تیمور میرا محافظ بن گیا ہے۔"

"تم غلط کہہ رہی ہو۔ دشمن کہہ رہے ہوں گے کہ تم میری پناہ میں آ گئی ہو اور پناہ حاصل کرنے کے لیے مجھے اپنے حسن و شباب کا ٹیکس ادا کر رہی ہو۔"

"واٹ نان سنس! میں کوئی معمولی عورت نہیں ہوں کہ میرے بارے میں ایسی رائے قائم کی جائے گی۔ آئندہ ایسی توہین آمیز باتیں نہ کرنا۔"

"تم بھی اپنی زبان پر قابو رکھو۔ سارے دوست اور دشمن میرے مزاج کو سمجھتے ہیں۔ میں کسی عورت کا باڈی گارڈ نہیں بنتا۔ تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ لوگ مجھے تمہارا گارڈ سمجھیں گے؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ سر جہاں بھی گھماؤ۔ گھوم جاتا ہے مگر دماغ تو وہیں رہتا ہے۔ وہ سوچ رہی تھی "کیا مشکل ہے۔ یہ میرے لیے بہت اہم بنتا جا رہا ہے۔ میں اس سے پیچھا چھڑا سکتی ہوں مگر آئندہ ناگہانی حملے سے کون بچائے گا؟"

وہ زندگی میں پہلی بار خود کو بے بس اور مجبور سمجھ رہی تھی۔ اس کے حالات ہی ایسے تھے۔ وہ پوری طرح دشمنوں میں گھری ہوئی تھی۔ اسے چیلنج کیا گیا تھا کہ اب اس کے علاقے سے گزرنے والا کوئی اسمگلر اس کا حصہ ادا نہیں کرے گا۔ آج رات ان کے جہاز حصہ ادا کیے بغیر قلعے کے سامنے سمندر سے گزر جائیں گے پھر آئندہ بھی ایسا ہی ہو گا۔ وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے یہ سوچنا چاہیے کہ نانا کا اور دوسرے تمام دشمن محض ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے کامیاب ہو سکیں گے۔ ابھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے ہیلی کاپٹر میں گھس آیا تھا۔ آئندہ فرہاد نہیں رہے گا تو کئی دشمن میرے دماغ میں گھستے چلے آئیں گے۔"

اس کی اپنی سوچ کہنے لگی "ہاں دشمنوں کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار رہے۔ وہ بڑی آسانی سے مجھے چیونٹی کی طرح مسل دیں گے۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لیے فرہاد میرے لیے ضروری ہے۔"

وہ سوچتے سوچتے نیچے کی طرف دیکھنے لگی۔ کئی کلو میٹر پر پھیلا ہوا وسیع و عریض قلعہ نظر آ رہا تھا۔ قلعے کی برجیوں اور اس کے دوسرے بلند مقامات پر مسلح گارڈز دکھائی دے رہے تھے۔ وہاں جدید طرز کی توپیں اور راکٹ لانچر نصب کیے ہوئے تھے۔ ہر طرف مکمل حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے۔

اس قلعے کو دیکھ کر دشمنوں پر ماریا کا رعب اور دبدبہ قائم رہتا ہو گا۔ بے شک وہ ناقابل شکست قلعہ تھا۔ اسے صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ہی فتح کر سکتے تھے۔

وہ ہیلی کاپٹر اس قلعے کے اوپر پرواز کر رہا تھا۔ قلعے کے اندر ایک وسیع و عریض میدان میں اسے اترنے کا سگنل دیا جا رہا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ ماریا اپنے کسی اہم مہمان کو بھی قلعے کے اندر نہیں بلاتی تھی۔ میں پہلا شخص تھا' جو وہاں پہنچ رہا تھا۔

وہ ہیلی کاپٹر نیچے آتے آتے ہیلی پیڈ پر اتر رہا تھا۔

○☆○

ڈرگ مافیا کا گاڈ فادر نانا کا کوڈ اپنے ذاتی محل کے بیڈ روم میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ جسمانی طور پر تنہا تھا مگر اس کے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والے پہنچے ہوئے تھے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بائرن ٹوڈ' پاروے' بیکر برائٹ اور سائن تھے۔ بائرن کہہ رہا تھا "نانا کا! تمہیں یقین نہیں آ رہا ہے۔ مجھے بھی یہ سن کر یقین نہیں آیا تھا کہ ہیلی کاپٹر میں ماریا کے ساتھ فرہاد بیٹھا ہوا ہے۔ میں اپنے آلہ کار کے ذریعے گولی چلا کر ماریا کو زخمی کرنا چاہتا تھا لیکن ایسا کرنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ وہ آلہ کار میری گرفت سے پھسل رہا تھا۔ تب مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ ٹیلی پیتھی کے اس مقابلے میں سبقت لے جانے والا فرہاد ہی ہو سکتا ہے۔"

نانا کا نے کہا "جس وقت تمہارے آلہ کار نے خود پر گولی چلائی' انہی لمحات میں تم اس کے ریوالور کا رخ ماریا یا فرہاد کی طرف کر سکتے تھے۔"

"سوری نانا کا! میں ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈے تمہیں سمجھا نہیں پاؤں گا۔ میں اور ہاروے کہ ذی عزمے..... سے خیال خوانی کر رہے ہیں اس کی مختلف ٹیکنک کو سمجھ رہے ہیں مگر فرہاد ہم سب کے مقابلے میں بہت پرانا کھلاڑی ہے۔ میں سمجھ نہیں پایا کہ اس آلہ کار کے دماغ میں اس نے کیسی چال چلی تھی کہ میری گرفت اس پر کمزور ہوگئی تھی۔"

بیکر برائٹ نے کہا "اب اس بحث سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ اس مسئلے پر غور کیا جائے کہ فرہاد اس وچ لیڈی کے ساتھ رہے گا تو کیا آئندہ بھی ہمارے حملے ناکام رہیں گے؟"

نانا کا نے کہا "ابھی مارلی پر بہت زبردست حملہ کیا گیا تھا۔ اس ہیلی کاپٹر کے اندر نہ وہ کسی دوا سے بچ سکتی تھی' نہ وعا سے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہمارے آلہ کار کے دماغ میں پہنچ کر اسے نہیں بچا سکتا تھا مگر فرہاد نے بچالیا..... تم سب اس ناکامی کا تجزیہ کرو گے تو فرہاد کے ہتھکنڈے سمجھ میں آئیں گے۔"

"مسٹر نانا کا! تم فکر نہ کرو۔ وہ ہمارے ایک حملے سے بچ گئی۔ آج رات وہ اپنے قلعے کے اندر رہ کر بھی نہیں بچے گی۔ کل صبح مردہ پائی جائے گی۔"

سائن نے کہا "ہم چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور فرہاد اس کا تنہا محافظ ہوگا۔ ہوسکتا ہے فرہاد کے اور بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے مددگار ہوں لیکن رات کے تیسرے پہر شاید وہ تنہا ہو۔"

ہاروے نے کہا "اس کے دس مددگار ہوں گے۔ تب بھی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم اس قلعے کے اندر مارلی کے بیس مسلح گارڈ کو ہپناٹائز کرچکے ہیں۔ وہ ہمارے حکم پر ہر طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ کریں گے تو وہاں مارلی کے ساتھ فرہاد بھی مارا جائے گا۔ یوں سمجھو کہ وہ خود ہی مرنے کے لیے قلعے کے پنجرے میں پہنچ گیا ہے۔"

نانا کا نے کہا "مجھے آج رات کا بے چینی سے انتظار ہے۔ رات تو ہو ہی چکی ہے لیکن آدھی رات کے بعد جب تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے قلعے کے اندر اپنے آلہ کاروں کو حرکت میں لاؤ گے۔ تب دیکھا جائے گا کہ ہم اس دوسرے حملے میں کس حد تک کامیاب ہوسکے ہیں۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "اب ہم جارہے ہیں۔ آدھی رات کے بعد تم سے رابطہ کریں گے۔"

وہ سب نانا کا کو ڈو کے دماغ سے چلے آئے۔ بائرن ٹوڈ نے اپنے تینوں ساتھیوں کو اپنے اندر بلایا پھر کہا "ہمارے سامنے بہت بڑا چیلنج ہے۔ ہم نے بیسویں صدی میں اپنے نام کا سکہ جمانے والے اور اکیسویں صدی میں ایک نیا چیلنج بن کر آنے والے فرہاد علی تیمور کو للکارا ہے۔ اگر ہم نے اسے زیر نہ کیا تو وہ ہم سب کو مٹا ڈالے گا۔ ہمارے وجود کو دھواں بنا کر فضا میں تحلیل کردے گا۔"

ہاروے نے کہا "تم نے ہیلی کاپٹر میں مارلی پر حملہ کیا تھا۔ اس حملے نے فرہاد کو اور زیادہ محتاط بنا دیا ہوگا۔ پتا نہیں وہ ہمیں پھانسنے کے لیے کیسے کیسے جال بچھا رہا ہوگا۔"

"وہ ہمیں کیسے پھانسے گا؟ ہم اس سے ہزاروں میل دور بیٹھے' اس کی مارلی اور اس پر حملے کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ وہ ہماری پرچھائیں تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "فرہاد اور سونیا کی مکاریوں کو کوئی سمجھ نہیں پاتا ہے۔ وہ عجیب الجھانے والی چالیں چلتے ہیں۔ ابتدا میں ان کی چالیں کچھ ہوتی ہیں لیکن نتائج کچھ اور ہی برآمد ہوتے ہیں۔ ماضی میں جب فرہاد اور سونیا ایکشن میں رہا کرتے تھے تو بڑے بڑے خطرناک دشمن کہیں روپوش رہنے میں اپنی عافیت سمجھتے تھے۔"

بیکر برائٹ نے کہا "وہ ہم سب کے حواس پر اس قدر چھا گیا ہے کہ ہم اپنے منصوبوں کو اور مستحکم بنانے کے بجائے ایک دوسرے کے سامنے اس کے قصیدے پڑھ رہے ہیں۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "آج رات کا منصوبہ بہت ہی ٹھوس ہے۔ اس پر عمل کرتے وقت اگر ہم سے کوئی غلطی نہیں ہوگی تو مارلی اور فرہاد حرام موت مارے جائیں گے۔ اگر آدھی رات تک ہم میں سے کسی کے ذہن میں کوئی نئی اور بہترین تدبیر آئے گی تو ہم اس پر غور کریں گے۔ اگر وہ قابل عمل ہوگی تو ہم اس پر عمل بھی کریں گے۔ اب ہم ہانگ کانگ کے وقت کے مطابق رات ایک بجے ایک دوسرے سے رابطہ کریں گے۔"

بیکر برائٹ نے کہا "جاتے جاتے میں ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی اعلیٰ عہدے دار اے' ڈی' جی' شیوانی نے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل کرلیا ہے۔"

بائرن ٹوڈ' ہاروے اور سائن نے بے یقینی سے پوچھا "کیا واقعی؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ نقشہ شیوانی حاصل کرچکی ہے؟"

این کا جو جواب میں دوں گا' وہ دلچسپ بھی ہے اور ناقابل یقین بھی۔ شیوانی نے اسکاٹ لینڈ یارڈ میں بیان دیا ہے کہ اس نے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی آندرے کی مدد سے وہ نقشہ حاصل کیا ہے۔ جبکہ ہم سب جانتے ہیں' آندرے پچھلے ایک ہفتے سے ہمارے ساتھ ہے۔ وہ شیوانی کے ساتھ چین یا ہانگ کانگ نہیں گیا تھا۔"

ہاروے نے کہا "بے شک وہ تو ہمارے ساتھ رہا ہے۔ شیوانی جھوٹ کیوں بول رہی ہے۔ مشین کا نقشہ حاصل کرنا

بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ وہ اتنا بڑا کارنامہ آندرے سے کیوں منسوب کر رہی ہے؟"

بیکر نے کہا "وہ تو خود کو بھی آندرے سے منسوب کر رہی ہے۔ یہ دعوا کر رہی ہے کہ اس نے ہانگ کانگ میں آندرے سے شادی کی تھی اور وہ بے چارہ حیران اور پریشان ہے کہ وہ ایسا جھوٹا دعوا کیوں کر رہی ہے؟"

بائرن ٹوڈ نے کہا "یہ معاملہ تو بہت ہی دلچسپ اور الجھا ہوا ہے۔ شیوانی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والی ایک ذہین جاسوس عورت ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں آندرے سے رابطہ کرنا چاہیے ہوسکتا ہے کہ ہم آندرے کے ذریعے مشین کے نقشے تک پہنچ جائیں۔"

وہ سب بیک وقت خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے آندرے کے دماغ میں پہنچ گئے۔ بیکر نے کہا "آندرے اس وقت میں تنہا نہیں ہوں۔ مسٹر بائرن ٹوڈ' مسٹر ہاروے اور سائن بھی تمہارے موجودہ حالات کو سمجھنے آئے ہیں۔"

وہ بولا "میں اپنے تمام ساتھیوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ میرے موجودہ حالات الجھتے جارہے ہیں۔ ویسے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔ میں اس لیے دلچسپی لے رہا ہوں کہ شیوانی نہ جانے کیوں اپنی زندگی کے اہم معاملات میں مجھے اہم مقام دے رہی ہے۔ پہلے تو اس نے کہا کہ میں نے مشین کے نقشے والی مائیکرو فلم اپنی جان جوکھم میں ڈال کر اس کے لیے حاصل کی ہے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "اچھا ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس سے مشین کا نقشہ یا نقشے کی دوسری کاپی حاصل کرلو۔ اگر وہ مشین ہم نے تیار کرلی تو ٹیلی پیتھی کی فوج بنا کر تمام دنیا پر حکومت کریں گے۔"

آندرے نے کہا "وہ نقشے والی مائیکرو فلم وہاں کے ریکارڈ روم میں پہنچ گئی ہے۔ اسے ریکارڈ روم کے سیف سے نکال لانے کی تدبیر کرنی ہوگی۔"

"تم شیوانی کو اپنی بیوی تسلیم کرو پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر سیف سے وہ مائیکرو فلم نکال لاؤ اگر وہ سچ مچ تمہاری بیوی ہونے کا دعوا کر رہی ہے تو تمہارے لیے یہ کام کرگزرے گی۔"

آندرے نے کہا "وہ نئے نئے بیانات دے کر مجھے کنفیوز کر رہی ہے۔ اب یہ کہہ رہی ہے کہ وہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

بائرن ٹوڈ نے پوچھا "کیا اس ذہین عورت کا دماغ چل گیا ہے؟ اس کا طبی معائنہ کرانا چاہیے۔"

"وہ خود کو نارمل کہہ رہی ہے۔ اپنا طبی معائنہ نہیں کروائے گی۔"

"ان تمام معاملات میں ہمارے لیے وہ نقشہ اہم ہے۔ اگر کسی طرح شیوانی کے ذریعے وہ مائیکرو فلم حاصل کرسکتے ہو تو ان معاملات میں دلچسپی لو۔ ورنہ وقت ضائع نہ کرو۔"

ہاروے نے کہا "مسٹر بائرن وقت ضائع نہیں ہوگا۔ نقشہ حاصل کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔ ہم سب کو آندرے کی مدد کرنی چاہیے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "بے شک وہ نقشہ بہت اہم ہے۔ ہم جی جان سے کوشش کریں گے تو کچھ وقت لگے گا مگر وہ مائیکرو فلم حاصل ہوجائے گی۔"

"آج کی رات بہت اہم ہے۔ فرہاد سے ٹکرانے کے بعد ہم اس نقشے کے سلسلے میں کل سے دلچسپی لیں گے۔ ابھی کسی بھی معاملے میں اپنے ذہن کو نہیں الجھانا چاہیے۔"

○☆○

شیوانی الجھنوں کا شکار ہو رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ پورس نے اچانک اس کا ساتھ کیوں چھوڑ دیا ہے۔ وہ ساتھ چھوڑنے کی وجہ بعد میں بتانے والا تھا..... فی الحال اس کے لیے مسائل پیدا ہو رہے تھے۔ ہانگ کانگ سے گھنشام نامی ایک پراسرار شخص نے اس کے ساتھ سفر شروع کیا تھا۔ اس نے یہ انکشاف کیا کہ شیوانی اس کی دھرم پتنی ہے۔ ان کی شادی بچپن میں ہوچکی ہے۔

گھنشام کی ایک نفسیاتی کمزوری تھی۔ ایک تو وہ شیوانی کو بچپن سے چاہتا تھا پھر یہ کہ شادی کے وقت اسے دلہن کے روپ میں دیکھ کر سہاگ رات کی آرزو کرنے لگا تھا لیکن ان دنوں شیوانی کم سن تھی۔ اس لیے بابل کے انگنا سے رخصت نہیں کی گئی۔ تب سے گھنشام کنواری دلہنوں کا پیاسا ہوگیا۔ دماغی مریض بن گیا۔ اس نے ایسی چند کنواری لڑکیوں کو اس وقت ہوس کا نشانہ بنایا جب وہ دلہن بننے والی تھیں۔

وہ شیوانی کو پہچان کر اسے اپنی کنواری دلہن کہنے لگا۔ شیوانی نے اسے سمجھایا کہ وہ کنواری نہیں ہے۔ ایک بیاہتا ہے اور جس کی بیاہتا ہے۔ اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے لیکن اس ذہنی مریض کے دل و دماغ پر کنواری دلہن کا نقش بہت گہرا تھا۔ وہ اسے بیاہتا ماننے کو تیار نہیں تھا۔ اسے چیلنج کر رہا تھا کہ وہ اس کے پاس دلہن بن کر نہیں آئے گی تو وہ قانونی چارہ جوئی کرے گا۔ ہندوستان سے چشم دید گواہوں کو بلائے گا اور عدالت میں اسے اپنی بیوی ثابت کرے گا۔

وہ سر پھرا اسکاٹ لینڈ یارڈ کے اعلیٰ عہدے داروں تک پہنچ گیا تھا۔ ان کے سامنے بھی یہی دعوا کیا کہ ٹھوس ثبوت اور گواہوں کے ذریعے شیوانی کو اپنی دھرم پتنی ثابت کرے گا۔ اس کی شادی کسی آندرے کے ساتھ نہیں ہوئی ہے۔ وہ جھوٹ کہہ رہی ہے۔

اعلیٰ عہدے داروں نے شیوانی سے پوچھا "یہ کیا معاملہ ہے؟ تم کہتی ہو کہ آندرے سے تمہاری شادی ہو چکی ہے لیکن یہاں گھنشام نامی ایک شخص شوہر کی حیثیت سے تمہارا مطالبہ کر رہا ہے۔"

وہ بولی "وہ بدمعاش ہے' عیاش ہے۔ سراسر جھوٹ بول رہا ہے۔"

ایک عہدے دار نے کہا "اگر وہ جھوٹا ہے۔ تو تمہارا شوہر آندرے کہاں ہے؟ تم نے ہانگ کانگ سے اطلاع دی تھی کہ یہاں آندرے کے ساتھ آ رہی ہو مگر تنہا آئی ہو۔"

"میں کہہ چکی ہوں۔ وہ ایک ضروری کام سے پیرس میں رک گیا ہے۔ بعد میں آئے گا۔"

"تم اس سے فون کے ذریعے یا ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتی ہو۔ کیا وہ اس..... گھنشام کو فراڈ ثابت کرنے کے لیے یہاں نہیں آ سکتا؟"

الجھن یہ بھی تھی کہ وہ پورس کا پتا ٹھکانا اور موبائل نمبر نہیں جانتی تھی۔ پورس نے اس دوران میں اس سے دوبار رابطہ کیا تھا' دونوں مرتبہ اسے آنے کے لیے کہہ چکی تھی۔ دوسری بار اس نے اس کے بچے کی ماں بننے کی خوش خبری سنائی۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ جلد ہی آئے گا لیکن اس کے بعد اس نے خیال خوانی کے ذریعے بھی رابطہ نہیں کیا تھا۔

ایسے وقت آندرے سے اس کا رابطہ ہو گیا تھا۔ وہ اسے اپنا شوہر کہنے لگی۔ اس نے اسے سمجھایا کہ وہ اسے غلط سمجھ رہی ہے۔ نہ وہ کبھی ہانگ کانگ گیا تھا اور نہ ہی کسی رجسٹرار کے دفتر میں اس سے شادی کی تھی۔ شیوانی نے اس سے کہا تھا کہ اس نے اس کے لیے ٹرانسفارمر مشین کی مائیکرو فلم حاصل کی تھی جو ایک بہت بڑا کارنامہ تھا اور وہ اتنا بڑا کارنامہ اس کے لیے انجام دے کر اسے بھول رہا ہے۔

کوئی اسے دھوکے باز نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ دھوکے باز ہوتا تو شیوانی کو وہ مائیکرو فلم لا کر نہ دیتا۔ وہ کسی بھی ملک سے اس مائیکرو فلم کے عوض لاکھوں ڈالرز وصول کر سکتا تھا۔

اس سلسلے میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کے تمام اعلیٰ عہدے دار شیوانی کی ذہنی حالت پر شبہ کرنے لگے تھے۔ اس ادارے کے بڑے تجربہ کار ڈاکٹر نے کہا "عورت جب پہلی بار ماں بننے والی ہوتی ہے تو اس کے لاشعور میں کوئی ایسا المیہ ہوتا ہے جو عارضی طور پر اسے متاثر کرتا ہے۔ ایسا کسی کسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ شیوانی کا کیس بھی کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔ اس کے ساتھ ایسا عارضی طور پر ہو رہا ہے۔ زچگی سے فارغ ہوتے ہی اس کا یہ دماغی خلل دور ہو جائے گا پھر وہ اپنے اصلی شوہر کو پہچاننے لگے گی۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا "اس کا کوئی شوہر ہے ہی نہیں تو کیسے پہچانے گی کیونکہ آندرے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے شیوانی کے ساتھ تنہائی میں ایک لمحہ بھی نہیں گزارا ہے۔ نہ وہ شوہر ہے نہ ہونے والے بچے کا باپ ہے۔ دوسری طرف گھنشام اسے کنواری دلہن کہتا ہے۔ یعنی خود تسلیم کرتا ہے کہ شیوانی سے اس کے ازدواجی تعلقات نہیں رہے ہیں۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا "ان دونوں میں سے کوئی اس کا شوہر نہیں ہے۔ شیوانی کی زندگی میں کوئی ایسا پراسرار شخص آیا ہے۔ جس نے اس سے شادی کی ہو یا نہ کی ہو لیکن اسے اپنے بچے کی ماں بنا کر روپوش ہو گیا ہے۔ عجب ہے کہ اس فراڈ کرنے والے نے اسے پیار کے تحفے کے طور پر صرف ایک بچہ ہی نہیں' ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ بھی دیا ہے۔ ہمیں ہر حال میں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ اتنا نایاب اور بیش قیمت تحفہ دینے والا کون ہے؟"

پہلے عہدے داروں کو یہ شبہ ہوا تھا کہ اس فراڈ نے مشین کا نقشہ نہیں دیا ہے۔ اس مائیکرو فلم میں کچھ اور ہے۔ جب انہوں نے اس فلم کو بڑے سائز میں پرنٹ کیا اور مشینوں کے ماہرین کو دکھایا تو ثابت ہوا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کا ہی نقشہ ہے۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ شیوانی کو نقشہ دے کر کہاں چلا گیا ہے۔ اس نے کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا۔ اس نے کوئی لالچ نہیں کیا۔ کوئی فائدہ نہیں اٹھایا' یا تو وہ فرشتہ ہے یا بہت بڑا چال باز ہے۔ اس نقشے کو چارے کے طور پر پیش کر کے ان کے خلاف کوئی بہت بڑی واردات کرنا چاہتا ہے۔

ڈائریکٹر جنرل نے حکم دیا کہ ابھی فیکس کے ذریعے ہانگ کانگ کے تمام رجسٹرار دفاتر سے معلوم کیا جائے کہ ادھر دس بارہ دنوں کے اندر شیوانی بھاسکر نے کس رجسٹرار کے دفتر میں جا کر شادی کی ہے۔ اس کی شادی کے کاغذات کی فوٹو اسٹیٹ کاپی فوراً بھیجی جائے۔

شیوانی بہت پریشان تھی۔ جے کافو' جے فلو اور جے ساموا اس کے معمول تھے۔ پورس نے ان تینوں کو ہپناٹائز کیا تھا اور انہیں شیوانی کا معمول بنا دیا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے شیوانی سے باتیں کیا کرتے تھے۔ جے کافو نے کہا "ہمیں رہنے کے لیے بڑا آرام دہ بنگلا دیا گیا ہے لیکن ہم سمجھ رہے ہیں کہ ہماری سختی سے نگرانی کی جا رہی ہے۔ ہماری خدمت کے لیے یہاں تین نوجوان خادمائیں ہیں۔ ان تینوں کو یوگا میں مہارت حاصل ہے۔ ہم ان کے خیالات نہیں پڑھ سکتے۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ تینوں اس ادارے کی جاسوس ہیں۔"

جے فلو نے کہا "باہر مسلح گارڈز رہتے ہیں۔ دیکھا جائے

تو انہوں نے ہمیں قیدی بنا کر رکھا ہے۔"

جے ساموا نے کہا "میڈم آپ نہیں جانتیں۔ ہم بہت کچھ جانتے ہیں۔ ہم تینوں خاموشی سے ان عہدے داروں کے دماغوں میں جاتے رہتے ہیں۔ وہ آج کل آپ کے بارے میں بڑی غلط رائے قائم کر رہے ہیں۔ آپ کو ایب نارمل سمجھ رہے ہیں۔ ہانگ کانگ سے فیکس کے ذریعے آپ کی شادی کے کاغذات منگوائے گئے ہیں۔ وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ نے کس سے شادی کی تھی؟"

شیوانی نے کہا "یہ تو اچھی بات ہے۔ رجسٹرار کے دفتر سے شادی کے کاغذات آئیں گے تو انہیں میری بات کا یقین ہو جائے گا کہ میں نے آندرے سے شادی کی ہے۔"

جے کافو نے کہا "لیکن یہ لوگ ہمارے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے ہیں۔ وہ یہ فیصلہ کر رہے ہیں کہ ہم تینوں کو آپ کا نہیں بلکہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کا وفادار بن کر رہنا چاہیے۔"

شیوانی نے کہا "یہ تو غلط ہے۔ وہ کیوں چاہتے ہیں کہ تم تینوں میرے وفادار نہ رہو؟ جبکہ میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کی وفادار ہوں۔ وہ تو مجھ پر بہت بھروسا کرتے ہیں پھر ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟"

جے کافو نے کہا "میڈم ہم نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کسی کو کسی کا وفادار نہیں دیکھا ہے۔ ٹیلی پیتھی ہماری دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ یہ ہتھیار صرف آپ کے ہاتھ میں رہے۔"

"میں احتجاج کروں گی۔ یہ کبھی نہیں چاہوں گی کہ تم تینوں کا برین واش کیا جائے۔"

"آپ اس سلسلے میں ان سے باتیں کریں گی تو وہ آپ کو ٹال دیں گے۔ کبھی اعتراف نہیں کریں گے کہ وہ ہم تینوں کو آپ سے چھین رہے ہیں۔"

شیوانی کو یاد آیا۔ ایک بار آندرے نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں پر اندھا اعتماد نہ کرے۔ اپنے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان کے حوالے نہ کرے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تینوں کو اس کے پاس نہیں رہنے دیں گے۔

آندرے نے یہ بھی سمجھایا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کے نقشے کی ایک دوسری کاپی بنا کر اپنے پاس رکھے۔ اہم چیز کے لین دین کے وقت کسی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ ہوا کا رخ' اور آدمی کا مزاج اچانک بدلتا ہے۔ اسے اچانک شاک پہنچے گا۔ بہتر ہے کہ وہ پہلے سے محتاط رہے۔

شیوانی نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تھے پھر وہ غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل تھی۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ والے اسے سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔ اس کے مشورے ایسے مانتے تھے جیسے دنیا کا اتنا بڑا ادارہ اسی کے مشوروں سے چل رہا ہو۔ شیوانی نے پورس سے کہا تھا "تم نہیں جانتے کہ وہ لوگ مجھ پر کیسے اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری جے کے سلسلے میں مجھ پر بھروسا کریں گے۔ انہیں میرے زیر اثر رہنے دیں گے۔ انہوں نے کبھی میری کوئی چیز کبھی مجھ سے نہیں لی۔ تم میرے ساتھ لندن چلو۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ میں وہاں کے ڈائریکٹر جنرل سے بھی زیادہ قابل اعتماد سمجھی جاتی ہوں۔"

اب وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس سے کچھ کہہ رہے تھے کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ والے ان تینوں کو اس سے چھین لینا چاہتے ہیں۔ جے ساموا نے کہا "میڈم آپ ہماری طرح ٹیلی پیتھی جانتیں تو ان کے دماغوں میں گھس کر ان کے چور ارادوں کو معلوم کر لیتیں پھر بھی آپ کی آنکھیں غیر معمولی ہیں۔ آپ جسے دیکھتی ہیں۔ اس کی پیشانی گرم ہو جاتی ہے اور وہ آپ کے سامنے سچ بولنے لگتا ہے۔"

جے فلو نے کہا "یہاں ڈائریکٹر جنرل کے ساتھ پانچ اعلیٰ عہدے دار ہیں۔ ان کی خفیہ میٹنگ ہوتی رہتی ہے۔ وہی چھ افراد آپ کو ایب نارمل سمجھتے ہیں اور ہمیں اس ادارے کا محکوم بنانے کی پلاننگ کر رہے ہیں۔"

شیوانی نے کہا "ڈائریکٹر جنرل پچھلے تین دنوں سے نہ تو میرے سامنے آ رہا ہے۔ نہ مجھے ملاقات کا وقت دے رہا ہے۔ وہ صرف فون پر گفتگو کرتا ہے۔ اب کبھی ایک بار بھی ان میں سے کسی کا سامنا ہوگا تو میں اپنی غیر معمولی آنکھوں کے ذریعے ان کے اندر کی بات اگلوا لوں گی۔"

"میڈم! ڈائریکٹر جنرل اور وہ پانچوں اعلیٰ عہدے دار جب تک ہمیں اپنا غلام نہیں بنا لیں گے۔ تب تک آپ کے سامنے نہیں آئیں گے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ انہیں سچ بولنے پر مجبور کر دیں گی۔"

شیوانی تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی "تم تینوں میرے دماغ میں رہو۔ میں ابھی اس سے بات کرتی ہوں۔"

اس نے فون کے ذریعے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ کیا پھر کہا "میں ابھی آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"میڈم شیوانی! میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ آج کل بہت مصروف رہنے لگا ہوں۔ میں ابھی کئی دنوں تک ملاقات نہیں کر سکوں گا۔"

"مسٹر ڈی جی! آخر بات کیا ہے؟ اس ادارے کے پانچ ایسے اعلیٰ عہدے دار ہیں' جو مجھ سے ملنے سے کترا رہے ہیں۔ آپ کی طرح مصروفیت کا بہانہ کرتے رہتے ہیں۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا "تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں بھی تم سے بہانے کر رہا ہوں۔ میں بھلا تم سے کیوں کتراؤں گا۔

فرصت ملتے ہی تم سے ضرور ملوں گا۔ تم نے پندرہ دنوں کی چھٹی لی ہے۔ اپنی چھٹیاں انجوائے کرو۔ ہم سب کو اپنا کام کرنے دو۔"

شیوانی نے ان پانچ اعلیٰ عہدے داروں سے بھی باری باری رابطہ کیا۔ انہوں نے بھی اسی طرح ٹاجواب دیا۔ جے کانو نے کہا "دیکھا میڈم! آپ نے...؟ ہمارا برین واش کرنے کی تیاریاں کی جارہی ہیں۔ آپ مائیکرو فلم دے چکی ہیں۔ جب وہ ہم تینوں کو بھی آپ سے چھین کر اپنی کسٹڈی میں لے لیں گے اور ہمیں اپنا غلام بنالیں گے۔ تب شاید وہ آپ کے روبرو آنے ملاقات کریں گے۔"

وہ تینوں خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں کررہے تھے۔ ایسے وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ شیوانی نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو شیوانی اسپیکنگ!"

دوسری طرف سے ڈی جی نے کہا "ہیلو شیوانی میں تمہارا ڈی جی بول رہا ہوں۔ ہانگ کانگ سے تمہاری شادی کے سلسلے میں رپورٹ آئی ہے۔"

شیوانی نے کہا "تھینکس گاڈ! اب آپ لوگوں کو یقین آجائے گا کہ آندرے سے میری باقاعدہ شادی ہوچکی ہے اور وہ گھنشام جھوٹا اور فریبی ہے۔"

ڈی جی نے کہا "ان دونوں کو گولی مار دو۔ ان دونوں میں سے کوئی تمہارا شوہر نہیں ہے۔ ہم حیران ہیں کہ تم نے شادی کسی سے کی ہے اور نام کسی اور کا لے رہی ہو۔"

"میں نہیں سمجھی، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"میڈم شیوانی! ہانگ کانگ کے رجسٹرار کے پاس سے آئی ہوئی فیکس رپورٹ میرے سامنے رکھی ہوئی ہے اور اس میں تمہارے شوہر کا جو نام لکھا ہوا ہے۔ اس نام نے ہم سب کو چونکا دیا ہے اور ہمیں تشویش میں مبتلا کردیا ہے۔"

"میرے نکاح نامے میں ایسا کس کا چونکا دینے والا نام لکھا ہوا ہے کہ آپ جیسے اعلیٰ عہدے دار تشویش میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ کیا وہاں کسی شیطان کا نام لکھا ہوا ہے؟"

"ہاں شیطان ہی کا نام لکھا ہوا ہے۔ شیطانوں کے شیطان پورس کا نام درج ہے۔"

"کون پورس؟ کیا فرہاد علی تیمور کے بیٹے کا نام لکھا ہوا ہے؟"

"ہاں یہی نام اور یہی ولدیت لکھی ہوئی ہے۔ پورس علی سن آف فرہاد علی تیمور!"

وہ حیرانی سے بولی "نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں نے کبھی پورس کی صورت نہیں دیکھی۔ کبھی اس کی آواز نہیں سنی۔ اس رجسٹرار نے غلط نکاح نامہ فیکس کیا ہے۔"

"ہمارے ہانگ کانگ کے سراغ رساں نادان بچے نہیں ہیں۔ انہوں نے خود رجسٹرار کے دفتر میں جاکر وہاں تمہارا نکاح نامہ پڑھا ہے۔ تمہارے نام کے ساتھ تمہارے شوہر کا نام پورس علی ولد فرہاد علی تیمور لکھا ہوا ہے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میں آندرے کے ساتھ شادی کرنے کے لیے اس دفتر میں گئی تھی۔"

"میڈم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایسے ہی عجیب و غریب تماشے ہوتے ہیں۔ ہم سمجھ رہے ہیں کہ تمہارے ساتھ ہانگ کانگ میں کیا ہوا تھا۔ یہاں لندن میں کیا ہورہا ہے اور آگے کیا ہونے والا ہے۔ ایسی کچھ باتیں ہماری سمجھ میں آرہی ہیں۔ تمہیں اسکاٹ لینڈ یارڈ کی عدالت میں طلب کیا جائے گا ہے۔ کل صبح دس بجے حاضر ہوجاؤ اور اس سوال کا جواب دینے کے لیے تیار رہو کہ تم فرہاد کی بہو بن کر ہمارے خلاف کیسی کیسی سازشیں کررہی ہو۔"

دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ تھری جے میں سے ایک نے کہا "میڈم آپ کو بڑا مان تھا کہ یہاں سب سے زیادہ آپ پر بھروسا کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ تو آپ کو ایک سازش کرنے والی عورت سمجھ رہے ہیں۔"

جے سامو نے کہا "جب آپ کے ساتھ ایسا سلوک کیا جارہا ہے تو یہ ہمارے ساتھ نہ جانے کیا کریں گے۔"

شیوانی کو بڑی شدت سے اپنی توہین کا احساس ہوا۔ اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

پورس نے کہا تھا "وہ تمہاری کوئی چھوٹی سی بھول کو بھی معاف نہیں کریں گے۔ تم ایک غلطی کروگی تو تمہارے پچھلے تمام کارناموں کو بھول کر تمہارا محاسبہ کیا جائے گا۔ ٹرانسفارمر مشین ایک خزانہ ہے۔ تم اپنے ایک ہاتھ پر خراش اور دوسرے ہاتھ پر تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو لے جارہی ہو مگر جلد ہی تم وہاں سے خالی ہاتھ واپس آؤ گی۔"

پورس کوئی نجومی نہیں تھا۔ اس نے پیش گوئی نہیں کی تھی۔ محض اپنے تجربات کی روشنی میں کہا تھا کہ وہ کبھی دھوکا کھا سکتی ہے اور شیوانی نے دعوے سے کہا تھا کہ وہ کبھی دھوکا نہیں کھائے گی۔ پورس نے اسے ایک اچھا سبق سکھانے کے لیے لندن پہنچنے سے پہلے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ شادی کے سلسلے میں ایک شوہر کی حیثیت سے اس کا نام اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں کو معلوم ہوجائے گا تو شیوانی کے خلاف شبہات مستحکم ہوتے جائیں گے اور اس پر سے اعتماد ختم ہوتا جائے گا۔

اور یہ تو سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شیوانی کی کسٹڈی سے لے لیا جائے گا۔ اس طرح یہ بات واضح ہوجائے گی کہ وہ تھری جے کے سلسلے میں شیوانی پر بھروسا نہیں کررہے ہیں۔

پورس کا دعویٰ درست ہورہا تھا۔ شیوانی تسلیم کررہی تھی کہ اس نے پورس کی بات نہ مان کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔

○☆○

مارلی کا ہیلی کاپٹر قلعے کے اندر بنے ہوئے ایک ہیلی پیڈ پر اترگیا۔ میں اس کے ساتھ بیٹھا ہوا وہاں کا اندرونی منظر دیکھ رہا تھا۔ بہت ہی وسیع و عریض قلعہ تھا۔ اس کے بے شمار مسلح گارڈز ہیلی پیڈ کے چاروں طرف فوجی انداز میں الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ مارلی ہیلی کاپٹر سے باہر آئی تو سب اسے سلیوٹ کرنے لگے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ وہاں کی بے تاج ملکہ تھی۔

اس کے مسلح گارڈز قلعے کے اندر اور باہر ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ وہ جدید ہتھیاروں سے لیس باقاعدہ ایک فوج تھی لیکن وہ اسے آرمی نہیں کہتی تھی۔ سیکیورٹی گارڈز کہا کرتی تھی۔ وہ قلعہ اتنا بڑا تھا کہ وہاں کے میدان میں جنگی مشقیں بھی ہوا کرتی تھیں۔ میں مارلی کے ساتھ سیکیورٹی گارڈز کے درمیان سے گزرتا ہوا قلعے کے اندر اس کے ذاتی محل میں آیا۔ اس محل میں باوردی ملازم اور کنیزیں تھیں۔ مارلی مجھے ایک بہت ہی خوب صورت سی خواب گاہ میں لے کر آئی۔ مجھ سے بولی "یہاں تمہاری ضرورت کا سامان موجود ہے۔ کسی چیز کی کمی ہو تو تم ملازم کو حکم دو۔ وہ فوراً حاضر کریں گے۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوجاؤ پھر ہم کھانے کی میز پر ملیں گے۔"

میں نے پوچھا "یہ بہت خوب صورت اور بڑی ہی رومان پرور خواب گاہ ہے۔ کیا میں یہاں تنہا رہوں گا۔"

میں اسے شرارت اور شوخی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ منہ پھیر کر بولی "میرے محل میں حسین ترین کنیزیں ہیں۔ جسے بلاؤ گے وہ چلی آئے گی۔"

وہ جانے لگی۔ مانو اس کے آگے آگے چل رہی تھی۔ میں نے کہا "میں اس خواب گاہ میں مانو کے ساتھ رات گزاروں گا۔"

وہ پلٹ کر بولی "مانو میرے ساتھ رات گزارتی ہے۔ یہ میرے بغیر نہیں رہتی۔"

"اور میں مانو کے بغیر نہیں رہوں گا۔ اس حساب سے ہم تینوں ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہیں گے پھر کیا خیال ہے؟"

اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ مانو نے دروازے پر سے میاؤں کہا۔ جیسے پوچھ رہی ہو رک کیوں گئیں؟ وہ اس کے پیچھے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی دو حسین کنیزیں مسکراتی ہوئی آئیں۔ میں نے کہا "بہت حسین ہو۔ لاجواب ہو مگر مجھے معاف کرو۔ کسی ملازم کو بھیج دو۔"

وہ دونوں سر جھکا کر چلی گئیں۔ چند سیکنڈ کے بعد ایک ملازم نے آکر جھک کر سلام کرتے ہوئے کہا "خادم حاضر ہے۔ حکم کریں۔"

میں نے کہا "تم نے مجھے جھک کر سلام کیا ہے۔ کیا تمہیں بتایا گیا ہے میں مسلمان ہوں۔"

"یس سر۔ میڈم کا حکم ہے کہ مسلمان کنیزیں اور ہم مسلمان خادم آپ کی خدمت کے لیے حاضر رہا کریں اور آپ کے لیے اسلامی طرز کے کھانے پکوائے جائیں۔"

اس نے میرے حکم سے ایک بڑی سی الماری کھولی۔ اس میں مختلف قسم کے مردانہ ملبوسات تھے۔ میں نے اپنے لیے ایک لباس کا انتخاب کیا پھر خادم سے کہا "یہاں موجود رہو۔ میں شاور لے کر آرہا ہوں۔"

وہ باادب کھڑا رہا۔ میں باتھ روم کے اندر آگیا۔ دروازے کو بند کرنے کے بعد خادم کے خیالات پڑھے۔ وہ دوسرے ملازم کی طرح میڈم مارلی کا وفادار تھا۔ اس سے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں غسل کرنے کے دوران میں مارلی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنی ایک شاہی طرز کی خواب گاہ میں تھی۔ اس خواب گاہ کے اندر دو لیڈی سیکیورٹی گارڈز تھیں اور دروازے کے باہر دو مرد سیکیورٹی گارڈز ہمہ وقت موجود رہتے تھے۔ میں مارلی کے ذریعے ان چاروں گارڈز کے دماغوں میں باری باری پہنچ گیا پھر میں نے اپنے ایک ماتحت سراغ رساں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں مارلی کے ساتھ قلعے کے اندر پہنچ گیا ہوں مجھے بتاؤ۔ تم سب یہاں کیا کررہے ہو؟"

وہ مجھے رپورٹ پیش کرنے لگا۔ اس کی رپورٹ کے مطابق قلعے کے اندر چار سو مسلح گارڈز تھے۔ باقی گارڈز کی ڈیوٹی قلعے کے باہر رہا کرتی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے سے تقریباً ایک سو سراغ رساں آگئے تھے۔ انہوں نے ان ایک سو گارڈز کو ہپناٹائز کیا تھا۔ جو قلعے کے اہم مورچوں پر رات کے وقت ڈیوٹی پر رہا کرتے تھے۔ انہیں ہپناٹائز کرتے وقت پتا چلا کہ دشمنوں نے بھی ان پر بڑی عجلت میں مختصر سا تنویمی عمل کیا تھا۔ اب وہ ان کے عمل سے نجات پاچکے تھے لیکن ہمارے تنویمی عمل کے مطابق وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر یہی ظاہر کرنے والے تھے کہ وہ ان کے معمول ہیں۔ آدھی رات کے بعد عین وقت پر جب ہمارے سراغ رساں .... ان کے دماغوں کو ایک مخصوص سگنل دیتے تو پھر وہ دشمنوں کے معمول نہ رہتے۔ ان کے کسی حکم کی تعمیل نہ کرتے۔

ہمارے تمام سراغ رساں بڑی ذہانت و مستعدی سے قلعے

کے تمام گارڈز کو اپنے زیر اثر لا رہے تھے۔ آدھی رات تک چار سو گارڈز کو ہپناٹائز کرنا ممکن نہیں تھا۔ انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ نہایت ہی مختصر سے تنویمی عمل کے ذریعے باقی گارڈز کے دماغوں کو مقفل کردیا جائے گا۔ تاکہ دشمنوں کو کسی کے دماغ میں جگہ نہ ملے۔

میں نے پوچھا "یہاں میرے اور مارلی کے اطراف جو ملازم اور کنیزیں اور چند خاص باڈی گارڈز رہیں گے۔ کیا ان کے دماغوں کو مقفل کیا جارہا ہے۔"

اس نے جواب دیا "ابھی رات کی ڈیوٹی پر آنے والے ملازمین اور سیکیورٹی گارڈز تک پہنچا جارہا ہے۔ ان کے دماغوں کو لاک کیا جارہا ہے۔ آپ لوگوں کی آمد پر نئے گارڈز ڈیوٹی پر آئے ہیں۔ ہم ابھی ایک ایک کے دماغ میں پہنچ رہے ہیں۔"

میں نے اسے مارلی کی دو لیڈی سیکیورٹی گارڈز اور دو مرد گارڈز کے دماغوں میں پہنچا کر کہا "یہ چاروں صبح تک یہاں ڈیوٹی دیتے رہیں گے۔ پہلے ان چاروں کو اپنے زیر اثر لے آؤ۔"

میں نے غسل سے فارغ ہونے کے بعد ایک نیا لباس پہنا پھر مارلی سے کہا "میں تیار ہوں۔ ہم کب مل رہے ہیں؟"

اس نے کہا "اپنے خادم کے ساتھ ڈائننگ ہال میں چلے آؤ۔ ڈنر تیار ہے۔"

میں نے اس کے چور خیالات پڑھے۔ وہ مجھ سے پہلے کھانے کی میز پر پہنچ کر میرا انتظار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کی مالکانہ شان و شوکت کا تقاضا تھا کہ پہلے میں وہاں پہنچ کر اس کا انتظار کروں۔ ایسا سوچتے وقت وہ بھول جاتی تھی کہ میں اس کے خیالات پڑھتا رہتا ہوں۔

وہ میری مرضی کے مطابق اپنی خواب گاہ سے نکل کر ایک شاہانہ طرز کی ڈائننگ ٹیبل کے پاس آئی۔ وہاں باادردی کنیزیں باادب کھڑی ہوئی تھیں۔ مجھے وہاں نہ دیکھ کر اسے مایوسی ہوئی۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا "آرام سے بیٹھ جاؤ اور میرا انتظار کرو۔ مجھے مرد کا انتظار کرنے والی عورت اچھی لگتی ہے۔"

وہ اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئی۔ کنیزوں کے سامنے کسی وجہ کے بغیر غصہ نہیں دکھا سکتی تھی۔ وہ سوچ کے ذریعے بولی "میں دشمنوں میں گھری ہوئی ہوں۔ تم میری اس مجبوری سے فائدہ اٹھا رہے ہو۔ میری انسلٹ کررہے ہو۔"

"میں ایسا نہ کرتا تو تم کرتیں۔ تم چاہتی تھیں کہ میں یہاں پہلے آکر بیٹھوں اور ملکہ عالیہ کا انتظار کروں۔ میں تم سے دوستی کررہا ہوں۔ تمہارے کام آرہا ہوں مگر تم مجھے خود سے کم تر دیکھنے کی آرزو کرتی رہتی ہو۔"

میں سوچ کے ذریعے باتیں کرتا ..... ہوا اس پاس آگیا۔ ایک بہت لمبی سی میز پر انواع و اقسام کے کھ چنے گئے تھے۔ میز کے ایک سرے پر وہ بیٹھی ہوئی تھی کنیزوں نے مجھے دوسرے سرے پر بیٹھانے کے لیے رہ کی۔ وہ اتنی لمبی میز تھی کہ ہم دونوں کے درمیان تقریباً فٹ کا فاصلہ تھا۔ کئی کنیزیں ہم دونوں کی پسند کے ڈشیں اٹھا کر پیش کرنے لگیں۔ مارلی نے کہا "تم پہلے جو یہاں مہمان بن کر آئے ہو۔ تمہارے وین اور دستور مطابق یہ کھانا تیار کرایا گیا ہے۔"

میں اس کے دماغ میں تھا۔ وہ سوچ کے ذریعے بول تھی۔ میں نے کہا "تم نے پوری طرح ہمارے دستور کا نہیں رکھا ہے۔"

وہ بولی "کوئی کمی ہو تو بولو۔ ابھی پوری کی جائے گی۔"

ہمارے دستور کے مطابق میزبان اپنے ہاتھوں مہمان کو کھانا پیش کرتا ہے۔ تمہیں خوش دلی سے مسکرا ہوئے ڈشیں پیش کرنا چاہئیں۔

"یہ ملازموں اور کنیزوں کا کام ہے۔ میں کنیز ہوں۔ مہمان نوازی کرسکتی ہوں۔ خدمت نہیں کرسکتی میری شان کے خلاف ہے۔"

دوسرے ہی لمحے وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ آس پاس ہوئی کنیزیں پیچھے ہٹ گئیں۔ اس نے میز پر سے ایک اٹھائی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی "یہ میں کیا کررہی ہوں؟"

وہ ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن ایک ڈش اٹھا کر ناز و انداز سے چلتی ہوئی میری طرف آنے لگی۔ سوچ ذریعے کہنے لگی "یہ۔ یہ کیا کررہے ہو؟ میں نے کبھی نہیں کیا۔ میری انسلٹ نہ کرو۔ یہ کنیزیں کیا سوچ رہی گی۔ مجھے واپس اپنی کرسی پر جانے دو۔"

وہ اندر ہی اندر پریشان ہورہی تھی مگر اوپر ہی مسکراتے ہوئے میرے پاس آگئی۔ بڑی اپنائیت سے بولی ڈش خاص تمہارے لیے ہے۔ اسے چکھ کر دیکھو۔"

اس نے ڈش میں سے تھوڑا سا سالن نکال کر پلیٹ میں ڈالا۔ میں نے ایک لقمہ منہ میں رکھ کر چبا ہوئے کہا "واہ میری جان۔ سالن تو مزیدار ہے ہی تمہارے پیش کرنے کے انداز نے اسے اور مزے دار ہے۔ یہاں میرے پاس بیٹھو۔ خود کھاؤ اور مجھے کھلاؤ۔"

وہ میرے قریب کرسی پر بیٹھ گئی۔ دو کنیزیں آگے بڑ اسے ڈش پیش کرنا چاہتی تھیں۔ میں نے کہا "رک تمہاری مالکن زندگی میں پہلی بار ایک مرد کی خدمت کر ہے۔ میں بھی اسے ڈش پیش کروں گا۔"

میں کنیزوں کے سامنے واضح الفاظ میں کہہ رہا تھا کہ

کی مالکن میری خدمت کررہی ہے۔ گویا میں اسے خادمہ کہہ رہا تھا۔ اس کی ایسی توہین پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ اس کے اپنے سوچنے کا انداز تھا۔ ورنہ میزبان اور مہمان محبت اور خلوص سے ایک دوسرے کو کھلاتے پلاتے ہیں۔ اس وقت وہ مجبور تھی۔ میرے ساتھ بیٹھ کر کھا رہی تھی اور مجھے کھلا رہی تھی۔

اس وقت اس نے کئی بار سوچا کہ غصہ دکھائے جھنجلا کر پلیٹیں اٹھا کر پھینکنا شروع کردے۔ یوں کنیزوں پر رعب جماتے ہوئے وہاں سے چلی جائے لیکن میں نے اسے ایسے تمام منفی ارادوں سے باز رکھا۔ وہ اندر ہی اندر کڑھتی رہی لیکن میری مرضی کے مطابق بظاہر مسکرا کر بولتی رہی۔ اس محل کی کنیزوں نے پہلی بار اسے اس قدر بولتے ہوئے سنا تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ میرے ساتھ باتیں کرتی ہوئی میری خواب گاہ میں آئی۔ وہاں میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ تب وہ جھنجلا کر بولی "آئی ہیٹ یو۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ تم مجھے میرے مقام سے نیچے گرانے کے لیے یہاں آئے ہو۔ تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے۔"

"ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ تم مجھ جیسے دوست سے دشمنی کررہی ہو۔ میں تمہارے ساتھ اسی وقت ایسا سلوک کرتا ہوں۔ جب تم مجھ پر برتری دکھانے اور مجھے کم تر بنانے کی کوششیں کرتی ہو۔ تم صحیح معنوں میں دوستی چاہتی ہو تو اپنے اندر سے غرور اور غصہ نکالو۔"

"میرے غرور سے تمہیں کیا نقصان پہنچتا ہے۔ میں یہاں اپنے محل میں ساتھ لاکر تمہیں عزت دے رہی ہوں مگر تم مجھے ذلیل کررہے ہو۔"

"میں کہہ چکا ہوں۔ میں صرف ایسے ہی وقت تمہارے مزاج کے خلاف کچھ کرتا ہوں۔ جب تم خوامخواہ مجھ سے برتر ہونے کی کوششیں کرتی ہو۔ اگر یہ سیدھی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی تو تم آئندہ بھی ذلتیں اٹھاؤ گی۔ اپنی عزت رکھنا چاہتی ہو تو دماغ ٹھنڈا رکھو۔ میرے سامنے کبھی غرور نہ دکھاؤ۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

اس نے مجھے بڑی بے بسی سے دیکھا پھر نفرت سے "اونہہ" کہہ کر جانا چاہتی تھی۔ میں نے پھر اسے اپنی طرف پلٹنے پر مجبور کردیا اور کہا "اونہہ نہیں۔ پیار سے ہائے کہتی ہوئی جاؤ۔"

"تم میرے مزاج کے خلاف مجھ سے کوئی کام نہ کراؤ۔ میں ایسا نہیں کروں گی۔"

"میں تمہیں محبت اور خوش دلی سے رہنا سکھا رہا ہوں۔ کوئی غلط کام نہیں کررہا ہوں۔ تم ایسا نہیں کرو گی۔ تو میں کرنے پر مجبور کردوں گا۔"

اس نے مجھے بے بسی سے دیکھا پھر مجبوراً مسکرانے لگی۔ مردہ سی آواز میں "ہائے" بولی۔ دوسرے ہی لمحے میں اس نے اچانک خوش دلی سے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا پھر "ہائے" کہہ کر بڑے ناز و انداز سے چلتی ہوئی دروازے تک گئی۔ وہاں بھی اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر "ہائے" کہا میں نے کہا "سدھر جاؤ۔ ورنہ ساری زندگی اسی طرح ہائے ہائے کرتی رہو گی۔"

وہ پھر ایک بار "ہائے" کہہ کر مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ وہ اڑیل گھوڑی تھی۔ آسانی سے قابو میں آنے والی نہیں تھی۔ میں بھی ضدی شہسوار تھا۔ اسے بے لگام نہیں ہونے دے رہا تھا۔

میں ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ قلعے کے اندر اور باہر اطمینان تھا۔ ہمارے تمام سراغ رساں وہاں اپنی پوزیشن مستحکم کررہے تھے۔ دشمنوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا بہت ضروری تھا کہ وہ کیسی پلاننگ کررہے ہیں۔ مارلی نے بتایا تھا کہ اسمگلروں کے بحری جہاز رات کے دو بجے تک اس کے سمندری علاقے میں آئیں گے۔ ایسے ہی وقت وہ نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں وہاں سے گزرنے کا موقع دیں گے اور مارلی کے تمام ساحلی گارڈز کو ناکارہ بنادیں گے۔ ان کا منصوبہ کسی حد تک ہمارے علم میں تھا۔

لیکن میں سمجھ رہا تھا کہ ناناکا اور دوسرے انڈر ورلڈ والے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کریں گے۔ ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی مدد کررہے ہیں۔ وہ جتنے بھی ہوں۔ میرا تجربہ کہہ رہا تھا کہ وہ مارلی پر جان لیوا حملہ کرنے میں پہلی بار ناکام رہے ہیں۔ دوسری بار بڑی چالاکی سے قلعے کے اندر گارڈز وغیرہ کو آلہ کار بنا کر ان کے ذریعے قاتلانہ حملے کریں گے۔

انہیں یہ معلوم ہوچکا تھا کہ میں مارلی کے ساتھ ہوں۔ ان کی پوری کوشش یہی ہوگی کہ اس کے ساتھ میرا بھی خاتمہ ہوجائے۔ وہ بہت محتاط رہ کر بہت جم کر حملہ کریں گے۔

میرے پاس دشمنوں تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا۔ میں نے ناناکا کوڈو کی سیکریٹری جوزفین کے دماغ میں جگہ بنا رکھی تھی۔ وہ ناناکا کوڈو کی پرسنل سیکریٹری تھی۔ اس لیے اکثر اس کے سامنے آتی جاتی رہتی تھی۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا تھا کہ ناناکا بہت ماہر سورائی ہے۔ اس کی تلوار بازی کے آگے کوئی نہیں ٹھہرتا۔ وہ اتنی مشاقی سے تلوار بازی کے جوہر دکھاتا ہے کہ پلک جھپکتے ہی مقابل کا سر تن سے الگ کردیتا ہے۔ وہ یوگا کا ماہر ہے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی مرضی کے بغیر اس کے اندر نہیں جاسکتا تھا۔

وہ اپنی یوگا میں مہارت کی وجہ سے محفوظ تھا۔ ورنہ میں بہت پہلے ہی جوزفین کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جاتا۔ مجھے موقع کا انتظار تھا۔ ہو سکتا تھا۔ کبھی موقع ملتا تو جوزفین کے ذریعے اسے زخمی کر سکتا تھا یا اس کے کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا سکتا تھا لیکن اب تک زخمی اس لیے نہ کر سکا کہ جوزفین کے پاس کوئی ہتھیار نہیں رہتا تھا اور نہ ہی وہ کسی کی موجودگی میں کھاتا پیتا تھا۔

اس کے چند ماتحت سموارئی اس کے ساتھ رہتے تھے۔ ان سب کے پاس تلواریں ہوتی تھیں لیکن وہ خاص باڈی گارڈز بھی یوگا کے ماہر تھے۔ میں ان میں سے کسی کو ٹریپ نہیں کر سکتا تھا۔ جوزفین کے خیالات سے معلوم ہوا تھا کہ وہ ایک سموارئی سے محبت کرتی ہے اور وہ سموارئی بھی اسے چاہتا ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ملنا چاہتے تھے لیکن ناناکا سے ڈرتے تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے چند باڈی گارڈز میں سے کوئی کسی دوسرے سے بات کرے۔ وہ تمام خاص سموارئی اپنی زندگی کے دن رات صرف ناناکا کے لیے وقف کر چکے تھے۔

عشق کے سلسلے میں یہ دیکھا گیا ہے کہ محبت کرنے والوں کے درمیان جتنی رکاوٹیں پیدا کی جاتی ہیں۔ اتنی ہی عشق میں شدت پیدا ہوتی جاتی ہے۔

میں نے سوچ لیا تھا کہ عشق کی آگ کو بھڑکاؤں گا۔ جوزفین کے اندر اس کے محبوب سموارئی کی ایسی طلب پیدا کروں گا کہ وہ خود ہی اس سے ملنے کا کوئی چور راستہ نکالے گی۔ اس وقت مجھے مارلی کی خواب گاہ میں فرصت سے بیٹھ کر جوزفین کے پاس جانے کا موقع ملا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ آج رات ناناکا اس محل میں نہیں ہے اور اپنے چار سموارئی کے ساتھ کہیں گیا ہے اور جس سے وہ محبت کرتی ہے وہ دوسرے دو سموارئی کے ساتھ محل کے کسی حصے میں موجود ہے۔

جوزفین نے شام ہی سے اپنے محبوب تک پہنچنے کی تدبیریں کی تھیں۔ چونکہ تمام خاص سموارئی اس محل میں رہا کرتے تھے۔ اس لیے وہاں کے کچن میں ان کے لیے کھانا تیار کیا جاتا تھا۔ جوزفین نے جس طریقہ کار سے ان کے خاص مشروب میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی تھی۔ اس سے مجھے شبہ ہوا کہ جوزفین کے دماغ میں کوئی اور بھی موجود ہے۔ وہاں کے ہیڈ باورچی نے غائب دماغ رہ کر وہ دوا ان کے مشروب میں ملائی تھی۔ جوزفین سمجھ رہی تھی کہ وہ ہیڈ باورچی اس کی خواہش کے مطابق ایسا کر رہا ہے۔

اس نئی بات نے مجھے چونکا دیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے علاوہ ناناکا کوڈو کا کوئی اور دشمن بھی ایسا ہوگا' جو اس کی شہ رگ تک پہنچنے کے لیے جوزفین اور ہیڈ باورچی کو کار بنائے گا۔

موجودہ حالات میں یہ معلوم کرنا بہت ضروری تھا کہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے۔ وہ ناناکا کوڈو کی کھوپڑی کے اندر کیوں پہنچنا چاہتا ہے؟ اس کے مقاصد کیا ہیں؟ اس کوئی بھی تھا۔ میرے منصوبے کے مطابق اپنے طور اقدامات کر رہا تھا مگر یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ میرا ہم نو اس کی منزل اور اس کے ارادے الگ ہو سکتے تھے اور آ چل کر میرے خلاف ہو سکتے تھے۔

ہیڈ باورچی نے غائب دماغ رہ کر سموارئی کے مشرو میں وہ دوا ملائی تھی۔ جوزفین کا سموارئی محبوب اس دوا محفوظ رہا تھا۔ وہ محل بہت ہی وسیع و عریض تھا۔ محل کے حصے میں جو ہوتا ہے۔ اس کا علم محل کے دوسرے ملازموں نہیں ہوتا۔ جوزفین نے ناناکا کوڈو کی خواب گاہ میں محبوب سے ملاقات کی۔ وہ اب تک دو رہی دور سے دوسرے کو دیکھتے رہے تھے۔ پہلی بار تنہائی میں ایک دوسرے کا سامنا ہوا۔ جوزفین دوڑ کر اس سے لپٹ گئی۔ وہ بھی تھا وہ ناناکا کوڈو کا خاص باڈی گارڈ بننے کے بعد کئی برس کسی عورت کی قربت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ وہ دیوانہ اسے چومنے لگا۔ دونوں محبت کا اظہار کرتے ہوئے دوسرے سے کچھ نہ کچھ بولتے رہے اور پیار کے نشے میں ہوتے رہے۔

وہ ناناکا کوڈو کی خواب گاہ تھی۔ اس کی اجازت کے کوئی ملازم وہاں قدم نہیں رکھ سکتا تھا لیکن کوئی بادشاہ حاضر ہوتا اس کے ملازمین چوری چھپے اس کی بہت سی استعمال کرتے ہیں۔ وہ دونوں ناناکا کوڈو کا خوب صورت منگا بیڈ روم استعمال کرتے رہے۔

میں ان کا یہ رومانی اور جذباتی سین دیکھنا نہیں چا لیکن اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ جوزفین کے اندر پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ وہ آگے کیا کرنا چاہتا ہے ایسا لگتا تھا کہ وہ اس جذباتی سین سے لطف اندوز ہو خوا مخواہ وقت ضائع کر رہا تھا۔

جب جذبات کا طوفان ذرا تھم گیا تو سموارئی نے بہت خوب صورت ہو۔ میں تمہارا دیوانہ ہو گیا تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہوں مگر شاید یہ ممکن ہے۔"

جوزفین نے کہا "دو برس پہلے ناناکا نے ایک سمو شادی کرنے کی اجازت دی تھی۔ تم بھی اس سے اجا لے سکتے ہو۔ میں بھی تمہارے بغیر نہیں رہوں گی۔"

"پتا نہیں ہمارا گاڈ فاور کب واپس آئے گا اور

ہمیں شادی کی اجازت دے گا۔ تب تک ہم کیسے ملیں گے۔ آج تو اتفاق سے یہ تنہائی نصیب ہوگئی ہے۔"

"تنہائی خود بخود نصیب نہیں ہوتی ہے۔ میں نے چالاکی دکھائی ہے۔ دراصل تمہارے دو سورمائی بہت ہی سنگ دل ہیں۔ جب گاڈ فادر موجود نہیں ہوتا ہے تو وہ ہم سب کی سختی سے نگرانی کرتے رہتے ہیں۔"

"ہاں وہ میرے ساتھی ہیں لیکن میں بھی محل کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں جاتا ہوں تو وہ اعتراض کرتے ہیں۔ تم نے ایسی کیا چالاکی دکھائی ہے کہ وہ دونوں اعتراض نہیں کررہے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "وہ جسمانی کمزوری کے باعث ایک کمرے میں پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے دھوکے سے اعصابی کمزوری کی دوا انہیں پلادی ہے۔"

اس نے چونک کر غصے سے پوچھا "تم نے انہیں کمزور بنا دیا ہے۔ جانتی ہو۔ کتنا بڑا جرم کیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "محبت اور جنگ میں ہر عمل جائز ہوتا ہے۔ میں تمہارے بازوؤں میں آنے کے لیے انہیں ہلاک بھی کرسکتی ہوں۔"

سورمائی نے اچانک ہی ایک طمانچہ جڑ دیا "تم سورمائی کو ہلاک کروگی؟ ہمارے گاڈ فادر کی سیکیورٹی کو کمزور کروگی۔ ہم تمام سورمائی نے ناناکا کوڈو پر قربان ہوجانے کی قسمیں کھائی ہیں۔ وہ موجود رہے یا نہ رہے۔ ہم اپنے آقا کی مرضی اور مزاج کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کرتے ہیں۔"

اس نے زوردار تھپڑ مارا تھا۔ وہ اپنا گال سہلاتے ہوئے بولی "میں نے تمہاری محبت میں ایسا کیا ہے اور تم میری توہین کررہے ہو۔ اگر اس کی مرضی اور مزاج کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے ہو تو ابھی میرے پاس مرنے کیوں آئے ہو؟ کیا ابھی تم اپنے آقا کو دھوکا نہیں دے رہے ہو؟"

"ہوس اندھا کردیتی ہے۔ تمہارے حسن و شباب کے جلوؤں نے میری فرض شناسی کو ذرا کمزور بنا دیا ہے۔ میں گاڈ فادر سے جلد از جلد تمہارے ساتھ شادی کی اجازت حاصل کروں گا تاکہ پھر ایسی غلطی نہ ہو۔ میں اپنے آقا کو خوب سمجھتا ہوں۔ اس کے سامنے اس ایک غلطی کا اعتراف کروں گا تو وہ مجھے معاف کردے گا۔"

"وہ تمہاری غلطی معاف کرے گا لیکن میں نے دو سورمائی کو عارضی طور پر ہی سہی مگر کمزور بنایا ہے۔ یہ بات اسے معلوم ہوگی تو وہ مجھے معاف نہیں کرے گا۔ اپنی تلوار سے میری گردن اڑادے گا۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ میں تمہارے لیے معافی مانگ لوں گا۔ وہ سنگ دل ہے مگر رحم دل بھی ہے۔"

"میں تین برسوں سے یہاں ملازمت کررہی ہوں۔ تم بعد میں آئے ہو۔ میں نے کئی بار اس کی بے رحمی دیکھی ہے۔ وہ کسی نہ کسی بہانے اپنے تلوار کی پیاس انسانی لہو سے بجھاتا ہے۔ میں تمہیں سمجھاتی ہوں کہ کسی خوش فہمی میں نہ رہنا۔ اسے کبھی نہ بتانا کہ میں نے دو سورمائی کو عارضی طور پر کمزور بنایا تھا۔"

"سوری۔ یہ گاڈ فادر کی سیکیورٹی کا معاملہ ہے اور میں سیکیورٹی کا اہم حصہ ہوں۔ میں نے قسم کھائی ہے۔ اگر کچھ ہوگئے پر وہ مجھے موت کی سزا دے گا تو میں اس کے سامنے سر جھکا کر جان دے دوں گا۔"

"کیا تم پاگل ہو؟ خوا مخواہ جان دو گے! اگر ایسا ہی ہے تو مجھے محبت کے جال میں کیوں پھنسایا تھا؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ ہوس میں اندھا ہوگیا تھا لیکن میں اپنی اور تمہاری جان کا دشمن نہیں ہوں۔ میں تم سے شادی کروں گا۔ گاڈ فادر ہمیں معاف کردے گا۔ وہ ہمیں موت کی سزا نہیں دے گا۔"

تمہیں ایسا کرنے سے منع کررہی ہوں۔ اگر تم گاڈ فادر سے یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے اس کے دو سورمائی کو کمزور بنایا ہے تو میں آج صبح ہونے سے پہلے ہی یہاں سے فرار ہوجاؤں گی۔"

"اگر میں تمہیں فرار ہونے کا موقع دوں گا۔ تو یہ اپنے آقا سے غداری ہوگی۔ تم کہیں نہیں جاؤ گی۔"

"میں جاؤں گی۔ خرام موت مرنے کے لیے یہاں نہیں رہوں گی۔ میں نہیں جانتی تھی تم اتنے احمق وفادار ہو۔"

وہ وہاں سے جانا چاہتی تھی۔ سورمائی نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑائی اور ایک صوفے سے ٹکرا کر گر پڑی۔ سورمائی نے اپنی پشت سے بندھی ہوئی نیام کے اندر سے تلوار کھینچ کر نکالی پھر کہا "تمہیں مرجانا چاہیے۔ زندہ رہوگی تو تمہارا حسن و شباب مجھے رجھاتا رہے گا۔ بار بار اپنے آقا کو دھوکا دینے پر مجبور کرتا رہے گا۔ تمہارے بعد پھر کوئی حسینہ مل جائے گی۔ آئندہ کسی حسینہ کے خاطر اپنی وفاداری پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

کمرے کی روشنی میں تلوار کی دھار چمک رہی تھی۔ سہم کر بولی "ٹھہرو۔ بے شک میری گردن اڑادو لیکن تم ایک سورمائی ہو۔ تمہیں تو یہ ٹریننگ دی گئی ہے کہ کسی نہتے پر وار نہ کرو۔ اسے بھی ہتھیار دے کر برابر کا مقابلہ کرو۔ میں تمہیں چیلنج کرتی ہوں۔ مجھ سے مقابلہ کرو۔"

وہ حقارت سے بولا "تم...! تلوار بازی میں میرا مقابلہ کروگی؟ تمہارے خاندان میں کبھی کسی نے تلوار پکڑی

ہے؟"

"پوچھتے کیا ہو۔ مرد کے بچے ہو تو مجھے ایک تلوار دو۔ میں تمہارے ہوش اڑا دوں گی۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی تلوار تھامے ہوا تھا۔ اس نے کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ وہاں کوئی دوسری تلوار نظر نہیں آرہی تھی۔ اس نے کہا "میں تمہاری یہ حسرت ضرور پوری کروں گا۔ یہاں انتظار کرو۔ میں دوسری تلوار لے کر آتا ہوں۔"

وہ وہاں سے پلٹ کر دروازے تک گیا پھر بولا "یہ نہ سمجھنا کہ میرے جاتے ہی تمہیں فرار ہونے کا موقع مل جائے گا۔ میں تمہارے جیسی چالاک لومڑیوں کو خوب سمجھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے دروازے کو باہر سے بند کردیا۔ اسے کمرے میں قید کردیا۔ وہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ مار کھانے کے بعد فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ مسکراتے ہوئے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ وہ ناناکا کوڈو کی موجودگی میں کئی بار اس بیڈ روم میں آچکی تھی۔ اس نے دیکھا تھا کہ وہ اپنے ہتھیار کہاں حفاظت سے رکھتا ہے۔ اس کے اسٹور روم میں تلواریں، ریوالور اور رائفلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک گن اٹھا کر اس کے میگزین کو چیک کیا پھر اسے لے کر بیڈ روم میں واپس آئی۔ ایک کرسی کو اٹھا کر دروازے کی طرف رخ کرکے بیٹھ گئی۔

اس کرسی کی پشت خوف ناک انسانی چہرے سے مشابہت رکھتی تھی۔ ایسا دکھائی دیتا تھا کہ کسی کا منہ کھلا ہوا ہے اور دو آنکھیں اپنے شکار کا انتظار کررہی ہیں۔ وہ کرسی پر ایک پاؤں اٹھائے اور دوسرا پاؤں فرش تک پھیلائے، ایک ہاتھ میں گن لیے بیٹھی ہوئی تھی۔ سورمائی دروازہ کھول کر اندر آتے ہی ٹھٹک گیا۔

اس کے ہاتھ میں دو تلواریں تھیں۔ جوزفین کے ہاتھ میں ایک گن تھی۔ وہ اس کا نشانہ لیتے ہوئے بولی "ایک گن کے سامنے دو کیا۔ دو سو تلواریں لے آؤ۔ تب بھی مرو گے۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھ کر بولا "تم نے برابر کا مقابلہ کرنے کی بات کی تھی اور اب مکاری دکھا رہی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں نے پہلے بھی کہا تھا۔ اب بھی کہہ رہی ہوں۔ محبت اور جنگ میں سب جائز ہے۔"

وہ غصے سے دوڑتا ہوا تلوار سے حملہ کرنے کے لیے آگے آیا۔ قریب پہنچنے سے پہلے ہی ٹریگر دبا ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی۔ وہ اچھل کر فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔

اچانک جوزفین نے مجھے مخاطب کیا "فرہاد اتنی دیر سے تماشا دیکھ رہے ہو۔ کیا میری مدد نہیں کرسکتے تھے؟ آخر یہاں رہ کر کیا کررہے ہو؟"

میں مارٹی کے محل کے ایک بیڈ روم میں بیٹھا خیال خوانی کررہا تھا۔ حیرانی سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جوزفین اپنے اندر میری موجودگی کو سمجھتی رہی ہے۔ میں نے حیرانی سے پوچھا "تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں یہاں موجود ہوں؟ تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ تم کسی کی موجودگی محسوس نہیں کررہی ہو۔"

وہ بولی "مگر تم سمجھ رہے ہو کہ میرے اندر کوئی دوسری خیال خوانی کرنے والی ہستی موجود ہے۔"

میں نے کہا "اچھا میں سمجھ گیا۔ یہ جوزفین نہیں بلکہ دوسری ہستی بول رہی ہے۔ تم کون ہو؟ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ کہ میں بھی جوزفین کے اندر موجود ہوں۔"

"تم نے ہی مجھے بتایا تھا کہ ناناکا کوڈو تک پہنچنے کے لیے جوزفین کے دماغ تک پہنچ گئے ہو۔"

میں نے شدید حیرانی سے پوچھا "میں نے کب تمہیں بتایا تھا؟ تم کون ہو۔"

مجھے اس کا قہقہہ سنائی دیا۔ مجھے یاد آگیا۔ میں نے دھپ سے صوفے پر گرتے ہوئے کہا "اوہ گاڈ! تم سونیا ہو۔ بے شک میں نے تمہیں جوزفین کے بارے میں بتایا تھا۔ کیا تم یہاں تک پہنچ گئی ہو؟"

"میں کہاں کہاں پہنچ جاتی ہوں۔ یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ ویسے تم اتنی دیر سے کیا کررہے ہو۔"

"میں سمجھنے کی کوشش کررہا تھا کہ جوزفین کے اندر میرے علاوہ کون ہے۔"

"صرف اتنی سی بات معلوم کرنے کے لیے تم اپنے اہم کام بھول رہے تھے۔"

"کون سے اہم کاموں کی بات کررہی ہو۔"

"تم اس سے معلوم کرچکے ہو کہ دو سورمائی کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا گیا ہے۔ تم ان کے دماغوں میں جاکر انہیں ہپناٹائز کرکے معمول بنا سکتے تھے مگر تم نے ایسا نہیں کیا ہے۔"

"میں جوزفین کے اندر رہ کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم اس کے ذریعے اور کیا کچھ کرنے والی ہو۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہاں رہ کر رومانی اور جذباتی تماشے سے لطف اندوز ہورہے تھے۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں ایسی بے ہودگی کے وقت یہاں موجود نہیں تھی۔ ان دو سورمائی کے دماغوں میں جاکر انہیں ہپناٹائز کررہی تھی۔ وہ بہت زیادہ کمزوری میں مبتلا نہیں ہیں۔ تنویمی نیند سوکر اٹھیں گے تو ان کی توانائی بحال ہوجائے گی۔"

"تم تو بڑی تیزی دکھا رہی ہو۔ جو کام مجھے کرنا چاہیے تھا۔ وہ تم کر چکی ہو۔"

"اور کیا کرتی؟ میرا بڈھا فلم دیکھنے میں مصروف تھا۔ اس عمر میں بوڑھے یہی کرتے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "مجھے بوڑھا کہنے سے تمہیں خوشی ہوتی ہے تو خوش ہوتی رہو مگر کبھی آئینہ بھی دیکھ لیا کرو۔ میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ دنیا کی کوئی عورت آئینے کے سامنے آکر بڑھاپے میں بھی خود کو جوان دیکھتی ہے۔ جب خود کو جوان دیکھو تو سمجھ لینا میں بھی جوان ہوں۔"

اس نے کہا "کام کی باتیں کرو۔ وہ دو سورائی ایک کمرے کے بیڈ پر تنویمی نیند سو رہے ہیں۔ میں نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا ہے جو تین نے گولی چلائی ہے۔ فائر کی آواز محل میں دور تک سنی گئی ہو گی لیکن ابھی تک کوئی یہاں نہیں آیا ہے۔"

"جوزفین کے خیالات بتا رہے ہیں کہ محل میں کچھ بھی ہو جائے۔ کوئی ملازم اپنی جگہ چھوڑ کر نہیں جاتا ہے۔ صرف سورائی محل کے ایک حصے سے دوسرے حصوں میں جاتے ہیں۔ وہ سب یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ یہاں تین سورائی ہیں۔ وہ فائرنگ کی وجہ معلوم کر رہے ہوں گے۔"

"ہاں یہی بات ہے۔ میں جوزفین کو یہاں سے لے جا رہی ہوں۔ اگر تم زیادہ مصروف نہیں ہو تو میرے ساتھ رہو۔ جوزفین کو یہاں سے لے جانے میں میری مدد کرو۔"

میں نے گھڑی دیکھ کر کہا "شاید آدھی رات کے بعد میری مصروفیات شروع ہوں گی۔ میں تھوڑی دیر تک تمہارے ساتھ رہ سکتا ہوں۔ جوزفین کو لے چلو۔"

جوزفین نے گن پھینک دی پھر اپنے محبوب کی لاش کے قریب سے گزر کر کمرے سے باہر آگئی۔ اسے محل کے اندر روکنے والا کوئی سورائی نہیں تھا۔ ایک مر چکا تھا اور دو سو رہے تھے۔ وہ محل کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی باہر آئی۔ وہاں چند گارڈز کھڑے ہوئے تھے۔ وہ اسے دیکھ کر الرٹ ہو گئے۔ وہ ناناکا کوڈو کی پرسنل سیکریٹری تھی۔ سب ہی اس کی تعظیم کرتے تھے۔ اس نے سیکیورٹی افسر سے کہا "اندر فائرنگ ہوئی ہے لیکن تشویش کی بات نہیں ہے۔ یہ ہمارے تینوں سورائی کی ذمے داریاں ہیں۔ وہ اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں۔ مجھے گاڈفادر نے بلایا ہے۔"

اس نے کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر وسیع و عریض احاطے کے مختلف راستوں سے گزر کر بڑے آہنی گیٹ سے باہر آگئی۔

میں نے سونیا سے پوچھا "اسے کہاں لے جانا چاہتی ہو؟"

"میں نے یہاں ایک کاٹیج کرائے پر حاصل کیا ہے وہاں سونیا بن کر رہے گی۔"

جوزفین نے ڈیش بورڈ کے خانے سے موبائل فون کرا سے آن کیا۔ ناناکا کوڈو کے مخصوص نمبر پنچ کیے طرف کچھ دیر تک گھنٹی بجتی رہی پھر ناناکا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "جوزفین میرا یہ نمبر تم ہو۔ تمہیں پتا ہے کہ میں آج کس قدر مصروف ہوں ڈسٹرب کر رہی ہو۔ جلدی بکو کیا بکنا چاہتی ہو۔"

وہ بولی "اے، کتے کی طرح کیوں بھونک رہا ہے جوزفین نہیں، سونیا ہوں۔ فرہاد کی وائف!"

وہ حیرانی سے بولا "کیا!۔۔۔ تم سونیا ہو؟ فرہاد کی وا تمہیں میرا یہ نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے پوچھو کہ ہم پیتھی کی سرنگ کھود کر کہاں کہاں پہنچ جاتے ہیں۔ تم رہے کہ تمہارے محل کے اندر کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار گا لیکن میں وہاں پر مار کر آرہی ہوں۔ تمہارے ایک سو کو مار ڈالا ہے۔ باقی دو سورائی کو ایک کمرے میں بند ہے۔ وہ باہر نہیں نکل سکیں گے۔ میں دروازے کو لا کر چکی ہوں اور تمہاری سیکریٹری جوزفین کو محل سے جا رہی ہوں۔ اس کے ذریعے میں تم سے رابطہ رکھوں گی

"تم میرے محل میں گھس کر اتنی بڑی واردات کر اور سمجھتی ہو میں تم سے رابطہ رکھوں گا!"

"میں میڈم مارلی کو تمہارے حوالے کروں گی میرے سامنے اوندھے منہ گر کر مجھ سے دوستی کرو گے۔"

"کیا مجھے نادان بچہ سمجھتی ہو۔ کیا اپنے شوہر کے خلا مارلی کو میرے حوالے کرو گی۔"

"میں نے کب کہا ہے کہ میں اپنے شوہر کے خلاف کرنا چاہتی ہوں۔ میں ایک محبت کرنے والی بیوی ہو گدھے کے بچے میں اپنے شوہر کو مارلی کے سحر سے چاہتی ہوں۔ ایک بیوی کبھی یہ نہیں چاہتی کہ اس کا حسینہ کا دیوانہ ہو جائے۔"

وہ قائل ہو کر بولا "یہ حقیقت سب ہی تسلیم کریں کوئی بیوی کسی سوکن کو برداشت نہیں کرتی ہے۔ کو برداشت نہیں کر رہی ہو۔ یہ سب ہی جانتے ہیں کہ زبردست اور خطرناک ہو۔ مارلی کو بڑی آسانی سے ختم کر سکتی ہو پھر اسے میرے حوالے کیوں کرنا چاہتی ہو!"

"تم نہیں چاہتے ہو تو نہیں کروں گی۔ کل اس کا دن ہے۔ وہ فرہاد کے ساتھ اپنے جزیرے سے بانک آنے والی ہے۔ کل میں اسے اغوا کروں گی۔ اسے جان نہیں ماروں گی۔ اسے جم کاف کے حوالے کر دوں گی۔"

وہ جم کاف کا نام سن کر چونک گیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "تم اسے جانتی ہو؟"

"میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ انڈر ورلڈ میں تم سے زیادہ زبردست ہے۔ تمہاری حکمرانی فار ایسٹ کے علاقوں تک محدود ہے وہ مڈل ایسٹ، یورپ اور امریکا تک چھایا ہوا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم مارلی کو جم کاف کے حوالے نہیں کرو گی۔ وہ یہاں فار ایسٹ میں اپنا محاذ کھولنا چاہتا ہے۔ میرے برتری ختم کرنا چاہتا ہے۔ وہ مارلی کو حاصل کرنے کے بعد اس کے قلعے تک پہنچ جائے گا۔ اسے لن تاؤ جزیرے میں مضبوط قلعہ مل جائے گا۔"

ناناکا اس وقت اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے دماغ میں بلا کر اہم گفتگو کر رہا تھا۔ وہ سب ایک گھنٹے بعد مارلی کے سمندری علاقے میں آپریشن شروع کرنے والے تھے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی اور سونیا کی گفتگو سن رہے تھے۔ بائرن ٹوڈ نے کہا "مسٹر ناناکا تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ سونیا، مارلی کو کل اغوا کرنے کا دعوا کر رہی ہے۔ مارلی کل تک زندگی رہے گی تو وہ اغوا کرے گی۔ ہم تو آج ہی اس کی زندگی کا ڈراپ سین کر دیں گے۔"

ناناکا نے فون پر کہا "میڈم سونیا ہم جانتے ہیں۔ تم جو کہتی ہو وہ کر گزرتی ہو لیکن تم نہیں جانتیں کہ میں کتنا زبردست ہوں۔ میں مارلی کو تمہارے ہاتھ لگنے ہی نہیں دوں گا۔ اس سلسلے میں میں کیا کرنے والا ہوں۔ یہ تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا۔ بس اب میرا وقت برباد نہ کرو۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ دوسری طرف جوزفین نے اپنا موبائل بند کیا۔ میں نے سونیا سے کہا "وہ مارلی کو آج رات ختم کرنے کی پلاننگ کر چکے ہیں۔ ناناکا بہت پر امید ہے۔ اس لیے تمہارے جال میں نہیں پھنس رہا ہے۔ بائی دا وے۔ تم کرنا کیا چاہتی ہو۔ پہلے بھی مجھ سے کہہ چکی ہو کہ مارلی کو اغوا کرو گی۔ کیا ارادے ہیں تمہارے؟"

"جب ارادے پورے ہوں گے تب دیکھ لینا۔ اتنی دیر ساتھ رہے۔ بڑی مہربانی ہے تمہاری۔ اب جاؤ۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ آدھی رات ہو چکی تھی۔ میں نے مارلی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اپنے معمول کے مطابق سو گئی تھی۔ اس کے دو زنانہ اور مردانہ گارڈز جاگ رہے تھے۔ اس محل کے منتظم اعلیٰ کو بتا دیا گیا تھا کہ آج رات قلعے پر خطرات منڈلاتے رہیں گے۔ لہٰذا اسے جاگتے رہنا چاہیے۔ محل کا پورا اسٹاف جاگ رہا تھا۔

وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ قلعے کے اندر ہمیشہ سخت پہرا لگا رہتا ہے اور آج تو کچھ زیادہ ہی سختی ہے۔ بھلا اتنے مضبوط قلعے میں کون نقصان پہنچا سکتا ہے؟"

وہاں سبھی ٹیلی پیتھی کے بارے میں نہیں جانتے تھے مگر جو جانتے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "خیال خوانی کرنے والے پاتال میں اور سمندر کی تہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ انسانی دماغوں میں گھس کر بڑے سے بڑے مضبوط قلعے کو فتح کر لیتے ہیں۔"

ٹیلی پیتھی کے بارے میں ایسا کہنے والا ایک مسلح گارڈ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا "میں محل کے اندر ایک چکر لگا کر آتا ہوں۔ ہمیں باری باری اندر جانا چاہیے۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا محل کے اندر آگیا۔ اندر بھی کئی مسلح گارڈز جاگ رہے تھے اور اپنی اپنی جگہ مستعد کھڑے تھے۔ باہر سے آنے والے گارڈ نے ایک کوریڈور میں آکر وہاں کھڑے ہوئے گارڈ سے کہا "کوڈو رڈز؟"

دوسرے گارڈ نے آہستگی سے کہا "میرا نام ہاروے ہے۔"

باہر سے آنے والے گارڈ نے کہا "میں بائرن ٹوڈ ہوں۔"

میں اپنے بیڈ روم میں ٹہل رہا تھا۔ مارلی کے اندر پہنچ کر بولا "ملکہ عالیہ تمہاری نیند میں خلل پڑ رہا ہے مگر کیا کیا جائے۔ جاگتے رہنا ضروری ہے۔ جب موت آئے گی تو ہمیشہ کے لیے سو جانا۔"

اس نے آنکھیں کھول کر نیند کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ سامنے والی کلاک میں رات کا ایک بجا تھا۔ وہ ناگواری سے بڑبڑائی "نہ جانے بے وقت میری آنکھ کیوں کھل گئی ہے۔"

وہ پھر آنکھیں بند کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی آنکھ کھول دی۔ نیند میں تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اس نے پھر آنکھیں بند کیں۔ میں نے پھر کھول دیں۔ وہ زیر لب بولی "یہ کیا ہو رہا ہے۔ میری آنکھ بند کیوں نہیں ہو رہی ہے۔ آپ ہی آپ کیوں کھل رہی ہے۔"

پھر وہ چونک کر اٹھ بیٹھی اور سوچ کے ذریعے بولی "فرہاد کیا تم موجود ہو؟"

"ہاں۔ میں تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں کہ جاگتا رہوں اور تم سوتی رہو۔"

"لیٹنگو بیچ پلیز۔ تم بات بات پر میری انسلٹ کرنے لگے ہو۔"

"میں کہہ چکا ہوں۔ جب بھی غرور اور برتری دکھاؤ گی۔ تمہارے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں گا۔"

"میں نے ابھی کوئی برتری نہیں دکھائی۔ میں تو سو رہی تھی۔ کیا میرا سونا بھی تمہیں برا لگتا ہے۔"

"تمہاری نیند مجھے کم تری کا احساس دلا رہی ہے۔ جیسے

میں تمہارا باڈی گارڈ ہوں۔ میں جاگتا رہوں گا' تم سوتی رہو گی۔ ملکہ عالیہ صبح اٹھ کر دیکھیں گی کہ اس باڈی گارڈ نے تمام دشمنوں کو بھگا دیا ہے۔"

"سوری۔ تم نے ہی کہا تھا کہ قلعے کے اندر اور باہر مکمل حفاظتی انتظامات ہیں۔ میں نے سوچا تھا رات دو بجے تک سو کر اٹھ جاؤں گی۔ اسمگلروں کے جہاز عموماً اسی وقت میرے علاقے سے گزرتے ہیں۔"

"تم آج تک اپنے جیسے مجرموں سے نمٹتی آئی ہو۔ پہلی بار ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے سابقہ پڑ رہا ہے۔ ان کی چالوں کو بھی سمجھنا سیکھو' انہوں نے تمہیں چیلنج کیا ہے کہ آج رات تم اسمگلروں کے جہازوں کو نہیں روک سکو گی۔ تم نے یہ سمجھ لیا کہ ان کی تمام کارروائیاں باہر ہوں گی۔ تمہارے مسلح گارڈز ہمیشہ کی طرح انہیں وہاں سے گزرنے نہیں دیں گے اور میں ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اقدامات کا توڑ کروں گا۔"

وہ بولی "ہاں اتنے مکمل حفاظتی انتظامات ہیں۔ تو کیا مجھے سونا نہیں چاہیے۔"

"دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے یہی چاہتے ہیں کہ تم مطمئن رہو کیونکہ تم نے اندرونی حملوں کے بارے میں نہیں سوچا ہے۔ اگر سوچا بھی ہے تو تمہیں اپنے نائٹ گارڈز وغیرہ پر پورا بھروسا ہے۔ کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں گھس کر تمہارے بیڈ روم میں نہیں آئیں گے؟"

میری بات ختم ہوتے ہی کہیں سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ وہ اچھل کر بستر پر بیٹھ گئی۔ مانو اس کے پاس سو رہی تھی۔ وہ بھی چونک کر اٹھی اور غراتی ہوئی بند دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

رات کی خاموشی میں دوبار فائرنگ کی آواز سنائی دی تھی۔ فائرنگ محل کے اندر ہوئی تھی۔ مارلی چھلانگ لگا کر بستر سے فرش پر آئی پھر اس نے ایک الماری کھول کر ایک شاٹ گن نکالی۔ اسے چیک کیا پھر دروازے کی طرف دیکھتی ہوئی بولی "فرہاد کیا دشمن میرے محل میں فائرنگ کر رہے ہیں؟"

"کیا اب تمہیں عقل آگئی ہے۔ تم تو دو بجے تک سونے والی تھیں۔ ابھی تمہیں سونا چاہیے۔"

"مجھے طعنے نہ دو۔ پلیز بتاؤ؟ محل میں کیا ہو رہا ہے؟ ابھی تم کہاں ہو؟"

"تم نے مجھے رات گزارنے کے لیے ایک الگ کمرا دیا تھا۔ میں اس کمرے میں ہوں۔ ہم ایک ہی کمرے میں ہوتے تو تمہیں یہ گن اٹھانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ تم مجھے پیار سے سنبھالتی رہتیں۔ میں دشمنوں کو سنبھالتا رہتا۔"

"یہاں دشمن گھسے آرہے ہیں۔ تم شوخی اور زندہ دلی دکھا رہے ہو۔ کیا تم یہاں نہیں آسکتے؟"

"اب عقل آرہی ہے۔ اب بلا رہی ہو تاکہ میں گولیاں کھاؤں اور وفات پاکر تمہارے پاس پہنچوں۔ کیا تم اپنے بیڈ روم میں کسی زندہ شخص کو نہیں بلاتی ہو۔"

اس بار مسلسل فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ چند کنیزوں کے چیخنے کی آوازیں بھی سنائی دیں۔ یہ تشویش میں مبتلا کرنے والی بات تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ بے گناہ ملازموں اور کنیزوں کی جان جائے۔ میں نے ایک سراغ رساں کو مخاطب کیا پھر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ محل کے بے گناہ افراد کیوں مارے جا رہے ہیں؟ کیا یہاں ہمارا پورا کنٹرول نہیں ہے؟"

"سر پورا کنٹرول ہے۔ چار یا چھ گارڈز ایسے ہیں جو ہماری نظروں میں نہیں آئے تھے۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے انہیں اپنا معمول بنا کر اس وسیع و عریض قلعے میں کہیں چھپا دیا تھا۔ انہی سے کاؤنٹر فائرنگ ہو رہی ہے۔ ان کا ایک آلہ کار گارڈ مارا گیا ہے۔ شاید پانچ رہ گئے ہیں۔"

"محل کے افراد کو تحفظ دو۔ عورتوں کی جان بچاؤ۔ کیا مارلی کے بیڈ روم کی طرف گڑبڑ ہے۔ دشمن چھپتے چھپاتے اور فائرنگ کرتے ہوئے مارلی کی خواب گاہ کی طرف جا رہے ہیں۔"

میں نے دوسرے سراغ رساں کو مخاطب کیا پھر پوچھا "محل کے اندر حفاظت کی ذمے داری تمہاری تھی پھر یہاں کیا ہو رہا ہے۔ میں نے عورتوں کی چیخیں سنی ہیں۔"

"سر۔ یہاں کی کسی عورت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ وہ اپنے ہی گارڈز کو دیکھ کر خوف سے چیخ پڑی تھیں۔ ہم جان ہاری ہوتی ہے لیکن میں مروں گی تو تمہارے ریکارڈ میں جب چاہیں گے یہ فائرنگ روک دیں گے لیکن آپ نے حکم دیا تھا کہ ان دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو میڈم مارلی تک یہ داغ لگ جائے گا کہ تم میری حفاظت نہ کر سکے۔"

پہنچنے دیا جائے۔ ابھی جلد ہی کاؤنٹر فائرنگ کا یہ ڈراما اپنے کلائمکس تک پہنچنے والا ہے۔"

محل کے کئی مسلح گارڈز اس کی خواب گاہ کے سامنے آگئے تھے۔ اندر سے ایک آلہ کار نے چیخ کر کہا "میں ٹیلن ٹوڈ بول رہا ہوں۔ میڈم مارلی کے بیڈ روم میں ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ تمہاری مالکن ہمارے گن ہولڈ پر ہے اگر کوئی اندر آئے گا تو ہم مارلی کو گولی مار دیں گے اور تم میڈم مارلی اگر زندہ رہنا چاہتی ہو تو اپنے تمام دشمنوں سے کچھ پریشان ہو گئی تھی لیکن کسی حد تک مطمئن بھی تھی کیونکہ اس کے خاص باڈی گارڈز یوگا کے ماہر تھے۔ دشمن ان کے ذریعے اس کی جان نہیں لے سکتے تھے۔

اب اس کے ہوش اڑ رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں آرہا تھا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کیسی چال بازیوں سے محل کے اندر پہنچ گئے ہیں اور اب اس کے بیڈ روم میں بھی پہنچ سکتے ہیں۔ کیا وہ ایک گن سے ان کا مقابلہ کر سکے گی؟ ایسے وقت وہ بار بار سوچ کے ذریعے مجھے پکار رہی تھی۔ میں اپنے ماہر سراغ رسانوں کے ہمراہ مصروف تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے محل کے اندر ہونے والی فائرنگ کو دیکھ رہا تھا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پہلے دہاں کے چھ گارڈز کو آلہ کار بنایا تھا۔ ان میں سے دو مارے گئے تھے۔ چار رہ گئے تھے۔

اس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد کتنی ہے۔ وہ صرف چار تھے۔ ٹیلن ٹوڈ' ہیکر بیٹ اور سائن۔ انہوں نے شام سے اب تک کئی گارڈز کو آلہ کار بنایا تھا۔ آدھی رات کے بعد انہیں پتا چلا کہ وہ تمام گارڈز ان کے آلہ کار نہیں رہے ہیں۔ میری طرف سے ان کے عمل کا توڑ کیا جا چکا ہے۔ ان چاروں نے بھی چالاکی دکھائی تھی۔ محل کے اندر چھ گارڈز کو اپنا معمول بنانے کے بعد کہیں چھپا رکھا تھا۔ اب وہ باہر آئے تھے۔ ان میں سے دو مارے گئے تھے۔ باقی چار کے اندر وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے سمائے ہوئے تھے۔

مارلی کی خواب گاہ پر تڑا تڑ فائرنگ ہونے لگی۔ انہوں نے لاک توڑ کر دروازے پر لات ماری۔ وہ ایک دھڑاکے سے کھل گیا۔ مارلی چھلانگ لگا کر ایک الماری کی آڑ میں چلی گئی۔ وہاں سے فائر کرنے لگی۔ وہ چاروں چھپ چھپ کر فائر کرتے ہوئے' فرش پر رینگتے ہوئے خواب گاہ کے اندر پہنچ گئے۔ مارلی جوابی فائر کر رہی تھی لیکن وہ کب تک فائرنگ کر سکتی تھی؟ اس کی گن خالی ہو گئی۔

وہ موت سے نہیں ڈرتی تھی لیکن یوں بے بسی سے مرنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اس نے پریشان ہو کر آواز دی "فرہاد تم کہاں ہو؟ مگر جہاں بھی ہو۔ یہاں نہیں آسکو گے۔ سبھی کو اپنی جان بھاری ہوتی ہے لیکن میں مروں گی تو تمہارے ریکارڈ میں یہ داغ لگ جائے گا کہ تم میری حفاظت نہ کر سکے۔"

خواب گاہ کے باہر بے شمار گارڈز تھے۔ ان سب نے حکم کی تعمیل کی۔ اپنے ہتھیار پھینک دیے سب نہتے ہو گئے۔ روسے نے کہا "مارلی تم بہت طاقت ور کہلاتی تھیں۔ انڈر ورلڈ کے تمام گاڈ فادر اور فار ایسٹ کے اسمگلر تمہیں ناقابل شکست کہتے تھے۔ آج تم شکستہ ہو گئی ہو۔"

ہیکر بیٹ نے پوچھا "وہ تمہارا یار فرہاد علی تیمور کہاں ہے؟ اسے تو تمہارے بیڈ روم میں ہونا چاہیے تھا۔ ہم سمجھ رہے تھے تم اسے خوش کر رہی ہو گی۔"

میں باہر کھڑے ہوئے تمام نہتے گارڈز کے درمیان سے گزرتا ہوا خواب گاہ کے دروازے پر آگیا پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا "مجھے دیکھو میں نہتا ہوں۔ دوست اور دشمن اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں اپنے پاس کبھی کوئی ہتھیار نہیں رکھتا۔ میں اندر آرہا ہوں۔ جو مجھے گولی مارنا چاہے مار سکتا ہے۔"

وہ چاروں مجھے بڑی توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ میں آرام سے چلتا ہوا مارلی کے پاس آیا پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنی طرف کھینچتا ہوا بولا "تمہاری مرضی کے بغیر کوئی تمہیں ہاتھ نہیں لگا سکتا اور میں سب کے سامنے تمہیں سینے سے لگا رہا ہوں۔ یہ چاروں دشمن بھی خوش ہو رہے ہیں کہ تمہارے غرور کا سر نیچا ہو رہا ہے۔"

ٹیلن ٹوڈ نے ہنستے ہوئے کہا "ہم نے سنا تھا کہ میڈم مارلی فولاد ہے۔ کوئی اس فولاد کو موڑ نہیں سکتا جھکا نہیں سکتا۔ تم نے اس حد تک اسے جھکا لیا ہے۔ یہ بہت ہے۔ کیونکہ یہ ہمارا مال ہے۔ ہم اس کی خواب گاہ میں آکر اس کے چیتھڑے اڑا نہیں گے۔"

میں نے مارلی کو خود سے الگ کرتے ہوئے کہا "بائی دا وے۔ تم چاروں کے آنے سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ نانا کا کوڈو کے چار یلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ تم میں سے ایک خود کو ٹیلن ٹوڈ کہہ رہا تھا۔ دوسرا ہاروے ہے اور تیسرا ہیکر بیٹ' چوتھے کا نام بھی معلوم ہو ہی جائے گا۔ کیا تم لوگوں کو ایسا نہیں لگتا کہ ملک الموت نے تمہارے نام سن لیے ہیں۔ تمہاری بو سونگھ لی ہے اور اب یہ کسی دن۔ کسی وقت بھی تمہاری شہ رگوں تک پہنچ جائے گا۔"

"تمہارے بارے میں یہی مشہور ہے۔ ایک معمولی سا سوراخ ملتے ہی تم اپنے دشمن کی جڑوں تک پہنچ جاتے ہو مگر افسوس۔۔۔ زندہ رہو گے تو پہنچو گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ہاں۔ یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ تم چاروں مسلح ہو اور میں تمہارے نشانے پر ہوں لیکن کیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے گدھے ہو۔ اتنا نہیں جانتے کہ جب تک ٹیلی پیتھی کا ٹریگر نہ دبایا جائے دنیا کی کسی بندوق سے گولی نہیں نکلتی۔ تم چاروں میں سے جو بھی گولی چلا سکتا ہے وہ چلائے ایک طویل مدت کے بعد فرہاد علی تیمور نشانے پر آیا ہے۔ دل میں کوئی حسرت نہ رہے۔ شوٹ می!"

میں مارلی کے سامنے ڈھال بن کر کھڑا ہو گیا۔ مارلی دونوں بانہیں پھیلا کر پیچھے سے لپٹ گئی پھر بولی "تم اس لیے سامنے آئے ہو کہ مجھے گولی نہ لگے۔ تم بہت عظیم ہو۔

تمہارے جیسا چال باز میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ تم مجھ سے برتر ہو۔"

میں نے کہا "بعد میں تسلیم کرتی رہنا۔ یہ تو دیکھو۔ بندوقیں ان کے پاس ہیں لیکن ٹریگر دبانے والی انگلی میرے پاس ہے۔ بے چارے نیلی پیلی جاننے والے حیران پریشان ہیں کہ اب تک چاروں گارڈز ان کے آلہ کار تھے۔ اب کیوں نہیں رہے؟"

پھر میں نے انہیں مخاطب کیا "ہائے باؤن ٹوڈ' ہاروے بیکر برائٹ اگر میں چاہتا تو تم میں سے کوئی یہاں کے کسی ایک گارڈ کو بھی اپنا آلہ کار نہ بنا پاتا لیکن میں نے جان بوجھ کر تم سب کو یہ موقع دیا تھا۔ مجھے یہ معلوم کرنا تھا کہ تم لوگ کون ہو اور کتنی تعداد میں ہو؟ میرا یہ مقصد پورا ہو چکا ہے۔ اب گھر جا کر اپنے ماں باپ سے کہنا کہ وہ تمہاری سلامتی کے لیے دعائیں مانگتے رہیں' اب جاؤ۔ یہ چاروں آلہ کار اپنی سانس روکیں گے۔ دوسری بار تم یہاں کے کسی بھی گارڈ کے اندر نہیں آسکو گے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ان چاروں نے سانسیں روک لیں پھر چند سیکنڈ کے بعد سانسیں لے کر مسکرانے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا "سر! ہم نے انہیں بھگا دیا ہے۔ اب ان میں سے کوئی اس قلعے کے اندر نہیں آسکے گا۔"

میں نے ماربلی سے کہا "اپنے گارڈز کو حکم دو۔ خطرہ ٹل گیا ہے۔ اپنے ہتھیار اٹھالیں۔"

ماربلی خوشی سے اچھل کر میرے سامنے آئی پھر میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم فاتح اعظم ہو۔ تمہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ میں سب کے سامنے اعتراف کرتی ہوں کہ تم میرے بھی سکندر اعظم ہو۔"

پھر اس نے دروازے کی طرف پلٹ کر کہا "اپنے ہتھیار اٹھالو۔ آج سے اس قلعے کا مالک اور تمہارا آقا فرہاد علی تیمور ہے۔ تم سب اپنے آقا کے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

میں نے کہا "ہم نے قلعے کے اندر آنے والے دشمنوں کو ناکام بنا دیا ہے لیکن ابھی قلعے کے باہر حملے ہونے والے ہیں۔ اسمگلروں کے جہاز ہمارے علاقے سے گزرنے والے ہیں۔ ان کی کوششوں کو ناکام بنانا ہے۔ لہٰذا تم سب محتاط اور مستعد رہو۔ ہمیں ان کے تمام جہازوں کو سمندروں میں ڈبونا ہے۔"

وہ سب اپنے ہتھیار اٹھا کر میرے سامنے فوجی انداز میں ایڑیاں بجا کر الرٹ ہو گئے پھر سب نے مجھے سلیوٹ کیا۔ میں نے بھی ان کے جواب میں فوجی انداز سے سلیوٹ کیا پھر کہا "دس مس! یو مے گو ناؤ۔ میں یا میرے ساتھی تمہارے دماغوں میں آتے جاتے رہیں گے۔"

وہ سب چلے گئے۔ مانو بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اٹھ کر میری طرف دیکھتے ہوئے بڑی اپنائیت سے میاؤں میں نے مسکرا کر اپنے دونوں بازو پھیلائے۔ وہ اچھل کر میری آغوش میں آگئی۔ ماربلی نے دروازے کو بند کرتے ہوئے "کم بختوں نے فائرنگ کر کے لاک توڑ دیے ہیں کیا خیال ہے۔ ابھی اس کی مرمت کرالی جائے۔ ہم کسی دوسرے روم میں رات گزار لیں گے۔"

رات گزارنے والی بات بڑی ہی جان انگیز تھی اس رات میں ہر لمحے دماغی طور پر حاضر رہنا چاہتا تھا۔ نے کہا "دروازہ کھلا رہنے دو۔ کل دوسرا لاک لگ جائے ابھی ان جہازوں کے انتظار میں ہمیں جاگتے رہنا ہے۔"

اس کی خواب گاہ میں شیشے کی ایک بہت خوب صورت الماری تھی۔ اس میں دنیا کی بہترین اور مہنگی شراب بوتلیں تھیں۔ وہ اسے کھولتے ہوئے بولی "آج میں بہت خوش ہوں۔ تم نے میرے دشمنوں کو ایسا منہ توڑ جواب ہے کہ جس کی انہوں نے کبھی توقع نہیں کی ہوگی۔"

وہ ایک بوتل اور شیشے کے دو نازک سے جام صوفوں کے پاس آئی پھر انہیں سینٹر ٹیبل پر رکھتی ہوئی "آؤ ہم جشن فتح منائیں گے۔"

میں نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے مانو کو اپنی آغوش میں سہلاتے ہوئے کہا "مانو تمہاری یہ مالکن بہت خوب ہے۔ میں کہہ رہا ہوں آج رات بیدار رہنا ہے' ہوشیار ہے اور یہ اپنے ساتھ مجھے بھی مدہوش کرنا چاہتی ہے۔ مجھے پینا چاہیے؟"

اس نے غرا کر ماربلی کو دیکھا پھر مجھے دیکھ کر میاؤں ماربلی نے کہا "مانو تم بڑی نمک حرام ہو۔ فرہاد کی گود میں مجھ پر غرا رہی ہو۔"

میں نے کہا "اپنی مانو کی غراہٹ کو سمجھو۔ یہ زیادہ سمجھ دار ہے۔ پینے سے منع کر رہی ہے۔"

"میں نے تمہیں پینے کے لیے یونہی کہہ دیا تھا۔ جانتی ہو۔ یوگا کے ماہر ہو شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔ ایک بہت بڑی نعمت سے محروم ہوا۔ ہائے یہ بھی کیا ہے۔"

اس نے اپنے لیے ایک جام بنایا۔ میں نے کہا اس نعمت سے محروم نہیں ہوں۔ کوئی چیلنج کرے تو کئی پی جاتا ہوں مگر نشہ نہیں ہوتا۔ میری یوگا کی صلاحیت رہتی ہے۔"

"تم ڈینگیں مار رہے ہو۔ یہ بھی کوئی یقین کرنے ہے کہ کئی بوتلیں پی جاؤ گے اور نشہ نہیں ہوگا۔"

میں نے اس کی بوتل کو اٹھایا۔ اسے کھول کر منہ سے لگایا پھر غٹاغٹ پینے لگا۔ وہ تعجب سے دیکھنے لگی۔ ماضی میں میرے اور میرے بیٹوں کے ساتھ تقریباً ایک جیسے واقعات پیش آئے تھے۔ ہمیں زہریلی عورتوں سے پالا پڑا تھا۔ ان کے زہر نے ہمیں زہریلا بنا دیا تھا۔ ہم اس سلسلے میں خصوصی میڈیکل ٹریٹمنٹ حاصل کرتے رہے تھے۔ جس کے نتیجے میں ہمارے اندر کا زہر ختم ہو گیا تھا لیکن ہم زہر کے اس حد تک عادی ہو گئے تھے کہ کوئی زہریلی یا اعصابی طور پر نقصان پہنچانے والی دوا ہم پر اثر نہیں کرتی تھی۔ دنیا کا کوئی بھی خطرناک جان لیوا نشہ ہو۔ وہ ہمارے لیے پانی کی طرح بے ضرر ہوتا تھا۔

میں نے اس بوتل کی تمام شراب حلق سے اتار لی۔ اسے خالی کر کے ماربلی کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ وہ بڑی حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا خیال تھا۔ میں ابھی چکرا کر گر پڑوں گا۔ میں نے مسکرا کر پوچھا "کیا خیال ہے۔ مجھے کتنی بوتلیں پلاؤ گی۔ میں اسی طرح نارمل رہوں گا۔ یہ الماری خالی ہو جائے گی۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر بولی "بائی گاڈ! تم بڑے باکمال ہو۔ عجیب و غریب انسان ہو۔ تمہارے جیسا شخص ہی مجھے جیت سکتا تھا اور تم نے جیت لیا ہے۔"

وہ میرے پاس آگئی۔ جیتنے والے کو جیت کا انعام دینے لگی۔ میں نے کہا "ابھی تو تم نے ایک جام نہیں پیا ہے اور تمہیں نشہ ہو رہا ہے۔ یہ بھول رہی ہو کہ دروازے کا لاک ٹوٹا ہوا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے 'نگ ہو گئی۔ الماری کے پاس جا کر دو بوتلیں نکال کر لاتے ہوئے بولی "میں تو آدھی بوتل میں لڑھک جاتی ہوں۔ دوسری صبح تک ہوش نہیں رہتا۔ تم چاہو تو صبح تک پیتے پیتے پوری الماری خالی کر سکتے ہو۔ کل تمہارے لیے شراب کا ٹرک منگوالوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے چیلنج کیا تھا اس لیے میں نے پی لی دنیا کی کوئی سی شراب ہو مجھے سادے پانی کی طرح بالکل بے مزہ لگتی ہے۔ جب مزہ ہی نہ ہو تو پینے کا فائدہ کیا ہے۔"

اس نے ایک جام پیا تھا اور اب دوسرا پی رہی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ پیتی رہے اور مدہوش ہو کر سو جائے۔ وہ بیدار رہ کر مجھے اپنے ساتھ مصروف رکھتی اور میں جذباتی مصروفیات سے پرہیز کر رہا تھا۔

وہ پیتی رہی اور بولتی رہی۔ یہ وہی مغرور حسینہ تھی جو کسی سے بولتی نہیں تھی مگر اب ٹیپ ریکارڈر کی طرح بولے جا رہی تھی۔ پانچ یا چھ پیگ میں ہی وہ آؤٹ ہونے لگی۔

آخری پیگ پورا نہ پی سکی۔ مدہوش ہو کر میری آغوش میں گر گئی۔ میں نے اسے بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ پر لٹا دیا پھر مانو سے کہا "تم بھی یہاں رہو۔ اب میں صبح تک مصروف رہوں گا۔"

میں اس خواب گاہ سے جانے لگا تو مانو میرے پیچھے پیچھے آنے لگی۔ میں نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ ایک بلی سے پیچھا چھوٹ گیا تھا دوسری چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے بازو پھیلائے وہ اچھل کر میری آغوش میں آگئی۔

○☆○

حدیقہ اور جواد کی شادی کی تقریب تھی۔ اس روز الپا خوب بنی سنوری تھی۔ اسے اس تقریب میں شریک ہونا تھا۔ وہ مدتوں بعد ایسی تقریب میں اس لیے جا رہی تھی کہ وہاں پارس بھی آنے والا تھا۔

وہ اس طرح بن سنور کر جانا چاہتی تھی کہ دلہن نہ لگے مگر دلہن سے زیادہ خوب صورت لگے۔ پارس اسے دیکھے تو پھر ایک بار ساری دنیا کو بھول جائے۔ اس کے اندر یہ اضطراب تھا کہ وہ پارس کو کس طرح متاثر کرے گی؟ اس نے گلاب کے پھولوں سے معطر کیے ہوئے پانی سے غسل کیا تھا۔ ایک بہت ہی ماہر بیوٹیشن سے اپنے چہرے کو نکھارا تھا۔ ہیر ڈریسر نے اس کی زلفیں سنواری تھیں۔ ڈریس میکر نے اس کے لیے بہت ہی خوب صورت اور دیدہ زیب لباس تیار کیا تھا۔ جب اس نے پوری طرح بن سنور کر نئے لباس میں خود کو دیکھا کہ وقت پیچھے چلا گیا ہے اور وہ ایک نوخیز دوشیزہ بن گئی ہے۔

اس نے جواد سے کہا تھا "میں کبھی کسی کی تقریب میں نہیں جاتی مگر تمہاری شادی میں پارس سے ملنے کی خاطر آؤں گی۔"

جب جواد کو یہ معلوم ہوا کہ پارس اس سے ناراض ہے تو اس نے وعدہ کیا کہ وہ اسے منائے گا اس کی ناراضگی دور کرے گا اور اسے الپا سے پھر ایک بار دوستی کرنے پر مائل کرے گا۔ الپا کو امید تھی کہ پارس اس کی بات مان لے گا۔ وہ کسی طرح ایک بار سامنے آئے گا تو وہ خود اس کے قدموں میں گر کر اسے منا لے گی۔ اسی امید پر وہ خوب بن سنور کر اس تقریب میں آئی تھی۔

اس نے اپنی آمد کو راز میں رکھا تھا۔ یہ صرف جواد اور پارس جانتے تھے کہ وہ یہاں آرہی ہے۔ رازداری لازمی تھی کیونکہ الپا کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تھے۔ وہ اسے پہچانتے ہی گولی مار سکتے تھے۔ اس نے جواد کے دماغ میں پہنچ کر کہا "ہیلو جواد۔ میں آگئی ہوں لیکن تم مجھے چہرے سے نہیں پہچان سکو گے۔ تم نے اسپتال میں مجھے دیکھا تھا۔

میں نے اسپتال سے نکلنے کے بعد اپنے چہرے کو تبدیل کیا ہے۔"

"میڈم آپ آئی ہیں۔ یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے لیکن آپ میرے پاس نہیں آئیں گی۔ مجھے اور حدیقہ کو مبارک باد نہیں دیں گی تو ہم میاں بیوی کی خوشیاں ادھوری رہ جائیں گی۔"

"میں تم سے اور حدیقہ سے تنہائی میں ضرور ملوں گی لیکن اپنا وعدہ یاد رکھو۔ پارس کو راضی کرلو۔ اس سے ملاقات کرنے کے لیے بے چین ہورہی ہوں۔ اس سے بہتر موقع اور نہیں ملے گا۔"

جواد نے کہا "میڈم مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ پارس نے ابھی سوچ کے ذریعے کہا تھا کہ وہ یہاں پہنچنے ہی والا ہے۔ یہاں سبھی لوگ مجھے شادی کی مبارک باد کے ساتھ تحفے دے رہے ہیں۔ میں نے پارس سے کہا ہے کہ میں اس سے اپنی پسند کا تحفہ لوں گا اور تحفے کے طور پر میڈم الپا سے اس کی دوستی چاہوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اوہ جواد! تم نے مجھے خوش کردیا ہے۔ تم نے موقع سے فائدہ اٹھا کر ایسا تحفہ مانگا ہے کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی انکار نہیں کرے گا۔"

جواد کے اندر پارس کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "بے شک میں جواد کے مطالبے سے انکار نہیں کروں گا۔ بھیما کے نابود ہونے کے بعد جواد کو ایک نئی زندگی ملی ہے اور اب ازدواجی مسرتیں ملنے والی ہیں۔ میں اتنی مسرتوں کے ہجوم میں اسے مایوس نہیں کروں گا لیکن ایک شرط ہے۔"

الپا نے کہا "اوہ نو پارس۔ پلیز کوئی شرط پیش نہ کرو۔ تم کوئی رکاوٹ پیدا کرو گے۔"

"جب میں نے جواد سے وعدہ کیا ہے تو ایک تحفے کی طرح یہاں حاضر ہوگیا ہوں۔ تم میرے لیے بے چین ہو۔ مجھے یہاں ڈھونڈ لو۔ پہچان لو۔ تو ہم خود ہی روبرو ہوجائیں گے۔"

جواد نے کہا "میڈم یہ کوئی بڑی شرط نہیں ہے۔ آپ برسوں پارس کے ساتھ رہی ہیں آپ قد، جسامت اور اس کی چال ڈھال سے اسے پہچان سکتی ہیں۔ کچھ پانے کے لیے کچھ نہ کچھ تو محنت کرنا پڑتی ہے۔ آپ کے جذبے سچے ہیں تو آپ ڈھونڈ لیں گی۔"

وہ بولی "اچھی بات ہے۔ پارس... کیا تم یہاں آچکے ہو۔"

"میں آچکا ہوں۔ یہاں تقریباً دو ہزار جوان اور بوڑھے مرد ہیں۔ میں رات گیارہ بجے تک یہاں رہوں گا۔ میرے پاس چلی آؤ۔"

جواد نے ہنستے ہوئے کہا "میری شادی میں آنکھ مچولی کھیلی جارہی ہے۔ کھیل کا انجام دلچسپ ہوگا۔"

الپا جواد کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ حاضر دماغی سے ایک ایک مہمان کو توجہ سے دیکھنے لگی۔ شادی میں مہمان بہت زیادہ تھے۔ اس وقت رات کے دس بجے تھے۔ پارس وہاں گیارہ بجے تک رہنے والا تھا۔ ان گھنٹوں میں اس چور کو پکڑ لینا تھا۔

اس نے اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی ذہین ماتحت کو وہاں بلایا تھا۔

الپا نے کرونا کو پارس کے قد و قامت کے علاوہ اس طور طریقے بتائے تھے۔ کرونا نے کہا تھا صرف قد سے جاسکتا ہے کیونکہ میک اپ اور گیٹ اپ کے ذریعے جسم کچھ فربہ ہوجاتا ہے اور بھاری لباس کے ذریعے جسم کچھ فربہ سا ہے۔ لب و لہجہ بھی بدل جاتا ہے لیکن تقریب میں ایک کے کئی لوگ ہوسکتے ہیں۔ ہم قد لوگ دس بیس ہی ہوں گے۔

الپا نے کہا "تمہارا حساب درست ہے۔ ہم ہزار میں نہیں صرف دس بیس میں اسے ڈھونڈیں گے۔ صرف خیال رکھنا ہے کہ اونچی ایڑی کے جوتوں سے اور مخصوص اونچی وگ کے ذریعے اپنا قد بلند کیا جاسکتا ہے۔"

کرونا بھی اسے تلاش کررہی تھی۔ پارس نے اسے مخاطب کیا "کیا اپنے کسی محبوب کو ڈھونڈ رہی ہو؟"

اس نے چونک کر سانس روک لی پھر سانس لیتے ہوئے پارس نے کہا "مرتے وقت سانس رکتی ہے بھری جوانی میں سانس روک کر کیوں مرنا چاہتی ہو؟"

وہ حیرانی سے بولی "میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتی ہوں۔ عجب ہے۔ تمہیں محسوس نہیں کررہی ہو۔ تم مخاطب کرتے ہو تو پتا چلتا ہے کہ میرے اندر رہو۔ تم ہو؟"

"وہی ہوں۔ جسے ڈھونڈ رہی ہو۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟ میڈم کو جس کی تلاش ہے؟ ہو؟ انہوں نے یہ نہیں بتایا تھا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو بتاؤ۔ وہ تمہیں کیوں ڈھونڈ رہی ہے؟"

"تم اس کی معمول ہو۔ میں اپنے بارے میں ہو بتاؤں گا۔ الپا وہ سب کچھ تمہارے اندر آکر پڑھ لے لہٰذا نہ پوچھو تو بہتر ہے۔"

وہ بڑی ادا سے بولی "تم مجھے ٹال رہے ہو۔ میرا ہے کہ مجھے دیکھو گے تو دیکھتے ہی رہ جاؤ گے۔ یوں ٹالنا جاؤ گے۔ کیا ہم دوست نہیں بن سکتے؟"

وہ بڑی لگاوٹ سے بول رہی تھی۔ بالکل پھانسنے تھا۔ وہ پارس اور پورس کے بارے میں بہت کچھ جانتی

نہیں جانتی تھی کہ گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے والے کو پھانسنے کی کوشش کررہی ہے۔ پارس نے کہا "ہم دوست بن سکتے ہیں۔ تمہاری یہ خواہش پوری ہوسکتی ہے مگر میں پھر وہی بات کہوں گا۔ الپا سے ہماری دوستی چھپی نہیں رہے گی۔ وہ تو تمہارے دماغ میں گھس کر سب کچھ معلوم کرلے گی۔"

"معلوم کرنے دو۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ وہ اعتراض نہیں کرے گی۔"

"تم اعتراض کی بات کرتی ہو۔ وہ تو تمہیں گولی مار دے گی۔ تم اس کے دشمن سے دوستی کرو گی تو کیا وہ خوش ہو کر تمہیں پھولوں کا ہار پہنائے گی۔ وہ مجھے نقصان پہنچانے کے لیے یہاں تلاش کررہی ہے۔"

"تم اس کے دشمن ہو یا وہ تمہاری دشمن ہے؟"

"ناک دائیں ہاتھ سے پکڑو یا بائیں ہاتھ سے، وہ ناک رہے گی۔ دشمنی نفرت سے کرو یا محبت سے، وہ دشمنی کہلائے گی۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ دشمنی کررہی ہے۔ مجھے نقصان پہنچانے کے لیے تلاش کررہی ہے۔"

"دشمنی کی وجہ کیا ہے؟"

"بہت لمبی وجہ ہے۔ بہت ہی پیچیدہ اور دکھ بھری داستان ہے۔ سنو گی تو کلیجہ منہ کو آئے گا۔ اسے منہ تک نہ آنے دو۔ اپنی جگہ رہنے دو۔ میں کہاں تک سناؤں گا؟ تم کہاں تک سنو گی؟"

"میں سنوں گی۔ ابھی کہیں تنہائی میں ملوں گی۔ پلیز اس ہجوم سے کہیں باہر ملو۔"

"الپا کو معلوم ہوجائے گا کہ ہم کہاں مل رہے ہیں۔"

"میں اسے کہہ دوں گی کہ تمہیں ٹریپ کرنے کے لیے تنہائی میں ملاقات کی تھی۔"

"وہ میری داستان غم سننے کی اجازت نہیں دے گی۔ جو کہوں گا اسے جھوٹ کہہ دے گی پھر وہ تمہارے دماغ سے ہمارے ملنے کی جگہ معلوم کرے گی اور وہاں پہنچ کر شاید مجھے گولی مار دے۔"

"آج نہ سہی کل مل سکتے ہیں۔ میں تمہارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دوست بنانا چاہتی ہوں۔"

"جب الپا سو رہی ہو تب مل سکتی ہو۔ ایسے وقت وہ اپنے آپ سے بھی بے خبر ہوگی۔"

"یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ اتنی سی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ پتا نہیں آج رات وہ کب سوئے گی۔"

"وہ جب بھی سوئے گی، دوسری صبح اٹھے گی اور جب بھی تمہارے دماغ میں آئے گی، تمہارے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرلے گی کہ تم نے اس کے دشمن سے ملاقات کی تھی۔ کیا اپنے چور خیالات... اس سے چھپا سکو گی؟"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پارس نے بہت پہلے الپا کے خیالات پڑھ کر کرونا کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا تھا۔ وہ بہت چالاک تھی۔ یوں نادان بن کر گفتگو کرتی تھی جیسے بہت بھولی ہو۔ کچھ نہیں جانتی ہو۔ پارس بھی اس سے گفتگو کرتے وقت سمجھ رہا تھا کہ وہ جان بوجھ کر نادان اور ناتجربہ کار دوشیزہ بن رہی تھی اور اپنے چور خیالات کو چھپانے کی کوشش کررہی تھی۔

کرونا کے چور خیالات یہ تھے کہ وہ الپا اور پارس کے دیرینہ رشتے کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب ہی ان کی نفرت اور محبت کے قصے جانتے تھے۔ وہ ابھی سمجھ گئی تھی کہ خود کو الپا کا دشمن کہنے والا پارس ہی ہے۔ وہ انجان بن کر اس سے گفتگو کرتی رہی۔

اس کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ اسے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بہت اونچا اور بہت نمایاں مقام حاصل کرنا ہے۔ ایک نمایاں مقام تک پہنچنے کے لیے بڑی بڑی رکاوٹیں آتی ہیں۔ الپا جب بھی دشوار حالات سے دوچار ہوتی رہی اور جان کی بازی لگاتی رہی، پارس ایسے حالات میں اس کی مشکلیں آسان کرتا رہا۔ کرونا بھی اپنی زندگی میں ایسا ساتھی چاہتی تھی اور ایسے معاملات میں پارس سے بہتر ساتھی کوئی ہو نہیں سکتا تھا۔ اسی لیے وہ خود کو انجان اور نادان لڑکی ظاہر کرکے پارس سے ملاقات کرنا چاہتی تھی۔

ادھر الپا مہمانوں کے ہجوم میں ایسے لوگوں کو توجہ سے دیکھ رہی تھی، جو چھ فٹ کے قد آور جوان تھے اور بوڑھے بھی تھے۔ وہ کسی نہ کسی بہانے ان سے گفتگو کرتی رہی۔ ان کے دماغوں میں جاتی رہی لیکن پارس کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "ہائے پارس! تم کہاں ہو؟ اس تقریب میں نہیں ہو۔ اگر ہوتے تو میں چھ فٹ کے قد آور لوگوں میں تمہیں پہچان لیتی۔"

وہ بولا "تم شاید یقین نہ کرو۔ میں نے اپنا قد تبدیل کرلیا ہے۔ مجھے پہچان نہیں سکو گی۔"

"ایسی ناممکن اور مضحکہ خیز بات نہ کہو۔ بھیس بدلنے کے لیے سب کچھ کیا جاسکتا ہے۔ اپنا قد تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔"

"میں نے ناممکن کو ممکن بنایا ہے۔ اپنے قد کو چھ انچ کم کردیا ہے۔ آج میں ساڑھے پانچ فٹ کا ہوں اور اس تقریب میں موجود ہوں۔ یقین نہ ہو تو جواد سے پوچھ لو۔"

اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ دور ایک فوارے کے پاس جواد چند مہمانوں سے گفتگو کررہا تھا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کے پاس آئی پھر بولی "ایکسکیوزمی۔ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

اس نے مہمانوں سے معذرت چاہی پھر اس کے ساتھ ایک طرف چلتے ہوئے بولا "فرمایئے۔"

وہ بولی "میرا نام سن کر نہ چونکنا۔ نہ حیرانی ظاہر کرنا۔ ورنہ انجانے دشمن مجھے پہچان لیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "میڈم! میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ نام نہیں لوں گا۔ اتنی دیر سے سوچ رہا تھا۔ آپ آئی ہوئی ہیں اور میں نے آپ کا استقبال نہیں کیا ہے۔ آپ کی خاطر مدارات نہیں کی ہے۔"

"خاطر مدارات کیا کرو گے؟ یہاں کھانے پینے کے لیے بہت کچھ ہے۔ تمہارے رشتے دار بڑی محبت سے پیش آرہے ہیں۔ بہترین آرکسٹرا ہے۔ کھیل تماشے ہو رہے ہیں۔ میں نے سوچا تھا' پہلے پارس کو تلاش کروں گی پھر تم سے ملاقات کروں گی مگر وہ بہت چالاک ہے۔ مجھے بھٹکا رہا ہے۔ ایسی ناممکن بات کہہ رہا ہے۔ جس پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ کیا کوئی قد گھٹا سکتا ہے؟"

"میڈم! میں بھی اسی بات پر حیران ہوں۔ سوچ رہا تھا' آپ میرے دماغ میں آئیں گی تو یہ ناقابل یقین بات آپ کو بتاؤں گا۔ بیس منٹ پہلے مسٹر پارس میرے پاس آئے تھے۔ بڑی دیر تک مجھ سے گفتگو کی۔ میں حیران ہوتا رہا۔ وہ پہلے کی طرح قد آور نہیں رہے ہیں۔ عقل تسلیم نہیں کر رہی ہے۔ انسان کی عمر گھٹتی ہے۔ قد کبھی نہیں گھٹتا مگر وہ گھٹ گئے ہیں۔"

"مسٹر جواد! تم پارس کی چالبازی نہیں سمجھ رہے ہو۔ اس نے ساڑھے پانچ فٹ کے کسی جوان کو ہپناٹائز کر کے اسے پارس بنا دیا ہے۔ وہ بے چارہ یہاں آکر اس کی طرح بول رہا ہوگا۔ ہر پہلو سے خود کو پارس ظاہر کر رہا ہوگا۔"

"میں مسٹر پارس سے پہلے بھی ایک ہوٹل میں ملاقات کر چکا ہوں۔ انہیں پہچانتا ہوں۔ ابھی میں نے دھوکا نہیں کھایا ہے۔"

"آپ شاید نہیں جانتے' وہ زبردست بہروپیا ہے۔ چہرے بدلنے کا ماہر ہے۔ اس نے کسی کے چہرے پر اپنا چہرہ بنایا ہے۔"

"یہ تو آپ جانتی ہیں کہ میری اس انگلی میں غیر معمولی انگوٹھی ہے۔ مجھ سے مصافحہ کرنے والا میری شخصیت سے متاثر ہو جاتا ہے۔ مجھ سے کوئی جھوٹ بولنا چاہے۔ تب بھی بے اختیار سچ بولنے لگتا ہے۔ مسٹر پارس نے یہاں مجھ سے ابھی مصافحہ کیا تھا۔ میں نے بے یقینی ظاہر کی تو انہوں نے یقین دلایا کہ وہی پارس ہیں۔ آپ یقین نہیں کریں گی۔ انہیں پہچان نہیں سکیں گی۔"

"بے شک تمہاری انگوٹھی جھوٹ بولنے والوں کو متاثر کرتی ہے اور سچ بولنے پر مجبور کرتی ہے۔"

"آپ ان سے ایک بار ملاقات کریں۔ انہوں نے نیوی بلیو کلر کا سوٹ' اس سے میچ کرتی ہوئی نکٹائی اور وہائٹ شرٹ پہنی ہے۔ آپ انہیں پہچان لیں گی۔ قد سے دھوکا نہ کھائیں۔ وہ بڑے باکمال ہیں۔ انہوں نے اپنا قد گھٹانے کا کمال دکھایا ہے۔"

وہ باتیں کرنے کے دوران میں دور دور تک دیکھ رہی تھی۔ پارس نے پوچھا "مجھے تلاش کر رہی ہو؟"

وہ چونک کر بولی "ہاں... مگر تم نے مجھے الجھا دیا ہے۔ تم یہ کیسے کر سکتے ہو' جو کبھی ہو نہیں سکتا۔"

"یہ ضروری نہیں ہے کہ جو ابھی نہ ہو سکے تو پھر کبھی نہ ہو سکے اور کبھی ہو جائے تو اس پر یقین نہ کیا جائے۔"

"پارس! تم زبردست چالباز ہو۔ مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔ جواد تم سے مل کر حیران ہے یقین کرنے پر مجبور ہے۔"

"مجھ سے مل کر تم بھی یقین کرنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔ میں جانتا ہوں جواد نے میری نشان دہی کی ہے۔ چلی آؤ۔"

"میں آرہی ہوں۔ میری ایک بات مان لو۔ جب تک تم سے مل کر یقین نہ کروں۔ میرے دماغ میں نہ آؤ۔"

"تم سمجھ رہی ہو۔ میں تمہارے اندر رہ کر تمہیں یقین کرنے پر مجبور کروں گا۔ ٹھیک ہے جب تک نہیں بلاؤ گی۔ میں نہیں آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ الپا نے کرونا کے پاس آکر کہا "مجھے جس کی تلاش ہے' اس سے ملنے جا رہی ہوں۔ تم اسے دور سے دیکھتی رہو۔ بعد میں اس کا تعاقب کرو گی۔ اس کا پتا ٹھکانا اور اس کے حالات معلوم کرو گی۔"

"کیا آپ نے اس چھ فٹ کے قد آور دشمن کو پہچان لیا ہے؟"

"اب وہ چھ فٹ کا نہیں ساڑھے پانچ فٹ کا رہ گیا ہے۔ تمہیں یقین نہیں آئے گا۔ وہ چھ انچ گھٹ گیا ہے۔"

"اونو میڈم! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ انسان جوانی میں جو قد نکالتا ہے۔ وہ قد بڑھاپے کی آخری سانس تک رہتا ہے۔"

"میں یہی دیکھنے اور معلوم کرنے جا رہی ہوں کہ اس نے کس ترکیب سے اپنا قد گھٹایا ہے؟"

"کوئی گھٹا ہی نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ کیا اس نے اپنے قد کے بارے میں ایسی بات کی ہے۔"

"اس کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ میں خود اس سے ملنے جا رہی ہوں۔ دیکھوں گی حقیقت کیا ہے؟"

وہ ادھر سے ادھر جاتے ہوئے کسی ساڑھے پانچ فٹ کے نیوی بلیو سوٹ والے کو تلاش کر رہی تھی۔ کرونا نے پوچھا "میڈم کیا آپ بتانا پسند کریں گی کہ وہ عجیب و غریب شخص

کون ہے؟"

"میں اس سے ملوں گی۔ اس سے باتیں کروں گی تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے؟"

وہ نیوی بلیو سوٹ والا ایک جگہ دکھائی دیا۔ الپا چلتے چلتے ٹھٹک گئی۔ پارس کا اصلی چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ جب وہ اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارا کرتی تھی۔ تب وہ اسی چہرے کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ وہ اسے لاکھوں میں پہچان سکتی تھی۔

اس نے دور ہی سے پہچان لیا تھا۔ وہ نیوی بلیو سوٹ میں ہوتا یا نہ ہوتا مگر صورت شکل پارس کی تھی۔ صرف قد ذرا چھوٹا تھا۔ الپا اسے مخاطب کرنے سے پہلے اس کی آواز اور لہجہ سننا چاہتی تھی۔ وہ ذرا گھوم کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے پیچھے گئی۔ وہ اپنے سامنے والے شخص سے کہہ رہا تھا "جواد صاحب میرے بہت گہرے دوست ہیں۔ میں ایسی تقریبات سے دور رہتا ہوں مگر ان کے اصرار پر آگیا ہوں۔ رات گیارہ بجے تک چلا جاؤں گا۔"

پارس نے الپا سے بھی یہی کہا تھا کہ وہ رات گیارہ بجے تک چلا جائے گا۔ اس کا لب و لہجہ وہی تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ کر بولی "میں نے تمہیں ڈھونڈ لیا ہے۔ تمہارے پیچھے کھڑی ہوئی ہوں۔"

اس نے اپنے سامنے والے سے کہا "معذرت چاہتا ہوں۔ یہ خاتون مجھ سے ملنے آئی ہیں۔"

وہ شخص چلا گیا۔ الپا نے گھوم کر الپا کو سر سے پاؤں تک دیکھا پھر کہا "تم نے اپنی ذہانت سے مجھے تلاش نہیں کیا ہے۔ جواد نے میری نشان دہی کی ہے لیکر مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

وہ بولی "تم اپنی حرکتوں سے ذہین لوگوں کو بھی چکرا دیتے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ تمہیں پارس تسلیم کروں یا نہ کروں۔ وہی آواز وہی لب و لہجہ ہے۔ تعجب ہے کہ اس ملک میں اپنے اصلی چہرے کے ساتھ ہو۔"

"میں نے آج ہی میک اپ اتارا ہے۔ اصلی چہرے کے ساتھ اس لیے آیا ہوں کہ مجھے پہچان سکو۔"

"یہ تم اپنی شناخت کرا رہے ہو یا مجھے الجھا رہے ہو؟ پلیز یہ حیرانی دور کرو۔ تم اپنے قد سے چھوٹے کیسے ہو گئے ہو؟"

"انسان کو اپنی بلندی پر غرور نہیں کرنا چاہیے۔ ایک نہ ایک دن اسے پست ہونا پڑتا ہے۔"

"تم مغرور نہیں ہو پھر پستہ قد کیسے ہو گئے؟ خوا مخواہ باتیں نہ بناؤ۔ میری الجھن دور کرو۔"

"میں خود الجھن میں ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا یہ کیسے ہو گیا ہے؟ شرم والے شرم سے زمین میں گڑ جاتے ہیں۔ میں چھ انچ زمین میں دھنس گیا ہوں۔"

"تم پھر باتیں بنا رہے ہو۔ پہلے مجھے شبہ ہوا تھا کہ تم نے کسی ساڑھے پانچ فٹ والے شخص کو تنویمی عمل کے ذریعے پارس بنایا ہے پھر اسے اپنا ہم شکل بنایا ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ اگر تم ڈمی پارس ہوتے تو جواد سے مصافحہ کرنے کے بعد اپنی اصلیت بیان کرنے لگتے۔ اس کی انگوٹھی کے زیر اثر آکر تنویمی عمل کے باوجود سچ بولنے لگتے۔"

"تمہیں جواد نے بتایا ہوگا کہ میں سچ بول رہا ہوں۔ دھوکا نہیں دے رہا ہوں۔ تمہیں سوچنا چاہیے کہ میری ڈمی بھی میری طرح خیال خوانی کر سکتی ہے۔"

"بے شک تم ہر پہلو سے پارس ہو مگر عقل تسلیم نہیں کر رہی ہے۔ آج تک دنیا میں ایسا نہیں ہوا۔ یہ تمہارے ساتھ کیسے ہو رہا ہے؟ کوئی بونا قد آور نہیں بن سکتا اور قد آور کبھی بونا نہیں بن سکتا۔ تم کیسے بن گئے ہو؟"

"یہی بات میری سمجھ میں آجاتی تو میں پریشان نہ ہوتا کیا کوئی شخص کم تر ہونا پسند کرتا ہے۔ مجھے پسند نہیں ہے۔ میں اپنے قد سے چھوٹا ہو کر اندر ہی اندر شرمندگی محسوس کر رہا ہوں لیکن قدرتی طور پر کبھی کبھی جو معجزے اور کرشمے ہوتے ہیں۔ اس سے نہ ہم انکار کر سکتے ہیں نہ قدرتی حالات سے لڑ سکتے ہیں۔ تم ہی مجھے بتاؤ۔ جو میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ کیا میں اس پر قدرت سے احتجاج کر سکتا ہوں۔"

الپا اس وقت روبرو زبان سے گفتگو کر رہی تھی۔ پارس نے چونک کر کہا "پاپا آپ...؟"

پارس نے الپا کو دیکھ کر اپنے سر کی طرف ایک انگلی سے اشارہ کیا۔ وہ اشارہ سمجھتے ہی خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں آگئی۔ اسے میری آواز سنائی دی۔ میں کہہ رہا تھا "ہاں بیٹے میں ہوں۔ یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ کیا تمہارا قد پہلے سے کم ہو گیا ہے؟"

"یس پاپا! پورے چھ انچ کم ہو گیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے' یہ کیسے ہو گیا ہے۔ میں پچھلی رات بالکل ٹھیک تھا۔ آج صبح پتلون پہنتے وقت پتا چلا۔ وہ چھ انچ لمبی ہو گئی ہے۔ میں نے اپنے قد کی پیمائش کی تو حیران رہ گیا۔ پتا چلا پتلون چھ انچ لمبی نہیں ہوئی ہے۔ میں چھ انچ سکڑ گیا ہوں۔"

"تم نے اسی وقت مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟ اتنی بڑی بات ہو گئی اور تم نے مجھے نہیں بتایا۔"

"سوری پاپا۔ بتانے سے آپ کیا کرتے؟ کیا مجھے کھینچ کر لمبا کر دیتے؟"

"شٹ اَپ۔ کوئی بیماری ہو تو اس کا علاج کیا جاتا ہے۔ کوئی مسئلہ ہو تو اسے حل کیا جاتا ہے۔ تم کل پہلی فلائٹ سے بابا کے ادارے میں چلے جاؤ۔ جناب تبریزی کو اپنے حالات بتاؤ۔ وہ تمہارا علاج کریں گے۔"

"میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ بزرگ حضرات فرماتے ہیں کہ خدا جس حال میں رکھے' اس حال میں خوش رہنا چاہیے۔ آپ نے بھی ایک بار کہا تھا۔ اللہ جو کرتا ہے اچھے کے لیے کرتا ہے تو پھر میرے قد کے کم ہونے میں کوئی اچھائی ہوگی۔"

"پاپ کی بات مانو اور چلے جاؤ۔ میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ میں اپنی جگہ بہت اہم معاملات میں مصروف ہوں۔ بعد میں رابطہ کروں گا۔"

پارس نے کہا "پلیز پاپا! آپ مجھے میرے حال میں خوش رہنے دیں۔ میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ میں نے جو وعدہ کیا ہے کہ الپا سے ناراض نہیں رہوں گا۔ اس سے دوستی کروں گا پھر اس کے ساتھ زندگی گزاروں گا۔"

وہ ذرا چپ ہوا پھر بولا "پاپا! ہیلو پاپا۔ کیا آپ نہیں ہیں؟ جا چکے ہیں؟"

وہ الپا کو دیکھ کر بولا "شاید وہ ناراض ہوگئے ہیں لیکن اب میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔"

وہ اس کے دماغ میں رہ کر باپ بیٹے کی باتیں سن رہی تھی۔ اسے یقین کرنا ہی پڑا کہ واقعی قدرتی طور پر اس کے ساتھ ایسا ہو رہا ہے اور اس بات پر اس کا باپ بھی پریشان ہے۔ اس غیر معمولی انگوٹھی کے اثر سے بھی ثابت ہو رہا تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔

الپا جذبات سے لبریز ہو کر آگے بڑھی اور اس سے لپٹ گئی۔ کہنے لگی "تمہارا قد کتنا ہی گھٹ جائے۔ تم میرے پاس رہو گے۔ میں ساری عمر تمہاری کنیز بن کر رہوں گی۔ تم نے یہ کہہ کر دل خوش کر دیا ہے کہ اب مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گے۔ آج تمہیں پا کر میں ساری دنیا کو جیت رہی ہوں۔"

کرونا دور کھڑی انہیں دیکھ رہی تھی پھر اپنے اندر پارس کی آواز سن کر چونک گئی۔ وہ کہہ رہا تھا "اپنی میڈم کو دیکھو۔ وہ کبھی محبت کرتی ہے اور کبھی عداوت سے جان لینے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ وہ پھر پارس سے محبت کر رہی ہے۔ پتا نہیں اس محبت کی عمر کتنی ہے۔"

کرونا نے حیرت سے کہا "وہاں میڈم تم سے لپٹی ہوئی ہیں اور تم مجھ سے باتیں کر رہے ہو۔ کیا تم پارس نہیں ہو؟ میں تو اب تک تمہیں پارس سمجھ رہی تھی۔"

"تم درست سمجھ رہی تھیں اور درست سمجھ رہی ہو۔ میں چھ فٹ کا پارس ہوں اور وہ ساڑھے پانچ فٹ کے پارس سے لپٹی ہوئی ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا ادھر بھی تم ہو؟ ادھر بھی تم ہو؟ یعنی کہ تم میڈم کو دھوکا دے رہے ہو؟"

"تمہاری میڈم نے اتنے دھوکے دیے ہیں کہ اب دھوکا کھانے کا حوصلہ نہیں رہا ہے۔ آئندہ ساڑھے پانچ فٹ کا پارس دھوکا کھائے گا۔"

ادھر الپا پارس سے لپٹی ہوئی تھی۔ وہ جذباتی انداز میں بول رہا تھا "آہ! تمہارا قد پانچ فٹ سات انچ ہے۔ تم ایک انچ نیچے جھک کر مجھ سے گلے ملی رہی ہو۔ میں آئندہ سیڑھی لگاؤں گا۔"

○☆○

نانا کاکوڈو کے ایک اور ذاتی محل میں انڈرورلڈ کے تین گاڈ فادر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے کوئی ڈرگ مافیا کا گاڈ فادر تھا۔ کوئی امونیشن مافیا کا گاڈ فادر تھا۔ کوئی ہیرے جواہرات سے تعلق رکھنے والا گاڈ فادر کہلاتا تھا۔ ان سب کو اسمگلنگ کے لیے اس بحری راستے کی ضرورت تھی۔ جو مارلی کے قلعے کے سامنے سے گزرتا تھا اس راستے پر مارلی کی اجارہ داری تھی۔ اس لیے وہ سب اس کے دشمن بنے ہوئے تھے۔

ان تین گاڈ فادر کے علاوہ چار ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی خیال خوانی کے ذریعے موجود تھے۔ نانا کاکوڈو نے کہا "یہ ہماری دوسری بڑی ناکامی ہے۔ فرہاد وہاں تنہا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اور تم چار ہو۔ اس تنہا کو ختم کرنے میں آخری دشواری کیا تھی؟"

بارن ٹوڈ نے کہا "تم غلط سمجھ رہے ہو۔ فرہاد تنہا نہیں ہے۔ اس کے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت ہیں۔ انہوں نے قلعے کے اندر اور باہر تمام مسلح گارڈز کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے کنٹرول میں رکھا ہے۔ ہم جنہیں آلہ کار بنا کر مارلی کے بیڈ روم تک گئے تھے۔ انہیں بھی بڑی رازداری سے اپنا معمول بنا لیا گیا تھا۔ ہمیں بعد میں پتا چلا کہ وہ ہمارے آلہ کار نہیں ہیں۔ ہم دھوکا کھا رہے تھے۔"

ایک گاڈ فادر نے کہا "انہوں نے قلعے کے تمام گارڈز کو اپنے کنٹرول میں کیا ہے۔ تمہیں تو صرف چار آلہ کاروں کو کنٹرول کرنا تھا۔ صرف ان چاروں کو پوری طرح اپنا معمول اور محکوم بنا لیتے تو یوں دوسری بار ناکام نہ ہونا پڑتا۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تم چاروں نے ٹھوس پلاننگ نہیں کی تھی۔"

ہارے نے کہا "ہمارے اور فرہاد کے تجربات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس سے دو بار ٹکرانے کے بعد پتا چل رہا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا منجھا ہوا ناقابل شکست کھلاڑی ہے۔"

دوسرے گاڈ فادر نے پوچھا "اسے ناقابل شکست تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ اسے شکست نہیں دے سکو گے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ وہ ناقابل

شکست کیوں ہے؟ ہماری سمجھ میں یہ آرہا ہے کہ آئندہ اس پر حملہ کرنے سے پہلے اس کے داؤ پیچ اور اس کی چالبازیوں کو سمجھنا چاہیے۔"

بارن ٹوڈ نے کہا "قلعے کے تمام اہم مورچوں کے گارڈز بھی ہماری گرفت سے ایسے ہی نکل جائیں گے۔ جیسے وہ ہمارے چار آلہ کار نکل گئے تھے۔ ہم آخری وقت تک خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ہماری گرفت ان پر مضبوط ہے لیکن اب ہم دھوکا نہیں کھائیں گے۔ اسمگلرز کے جو جہاز وہاں سے گزرنے والے ہیں۔ ہم نے خیال خوانی کے ذریعے ان کے انچارج اور کیپٹن وغیرہ سے کہہ دیا ہے کہ وہ مارلی کو اپنے مال میں سے اس کا حصہ دیتے ہوئے گزریں ہم آج رات ان کے کسی کام نہیں آسکیں گے۔"

نانا کاکو نے کہا "ہماری بڑی انسلٹ ہو رہی ہے۔ مارلی ہماری بے عزتی پر قہقہے لگا رہی ہوگی۔ ہمارے ساتھیوں کے جہاز اپنے مال میں سے حصہ دینے پر مجبور ہو جائیں گے تو وہ اور قہقہے لگائے گی۔"

"مسٹر نانا کاکو! جنگ میں ہار جیت ہوتی ہے۔ آئندہ جیتنے کی پلاننگ کرنے کے لیے ذرا پیچھے ہٹنا پڑتا ہے اگر آئندہ آپ کامیابی چاہتے ہیں تو پھر صبر کریں۔ مارلی اور فرہاد کو قلعے سے باہر آنے دیں۔ ہم معلومات حاصل کر رہے ہیں کہ مارلی کب اور کیوں قلعے سے باہر آتی ہے۔"

بیکر ہرٹ نے کہا "ہمیں پتا چلا ہے کہ وہ قلعے کے باہر کبھی بڑے سرکاری افسران سے ملنے ہانگ کانگ جاتی ہے۔ کبھی تفریح کی غرض سے وہاں رہ جاتی ہے۔ ہم نے اس کے ٹوینر جہاز میں خرابی پیدا کی تھی۔ پتا چلا ہے' اس جہاز کی مرمت ہو چکی ہے۔ اسے جہاز اڑانے کا بہت شوق ہے۔ وہ یہاں کے جزیروں پر اپنے ٹوینر میں بیٹھ کر پرواز کرتی ہے۔ کل وہ اپنا جہاز وہاں سے اڑانے کے لیے ضرور جائے گی۔"

نانا کاکو نے کہا "میں تم چاروں کو سمجھا چکا ہوں' ہانگ کانگ میں اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جا سکے گی۔ وہاں کے اعلیٰ سرکاری افسران مجھے دھمکی دے چکے ہیں کہ اس شہر میں مارلی کو کوئی بھی نقصان پہنچے گا تو میرے خلاف قانونی کارروائیاں کی جائیں گی۔"

بارن ٹوڈ نے کہا "ہم اسے جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اسے اغوا کر کے وہاں سے کہیں لے جائیں گے۔"

نانا کاکو نے کہا "ہاں یاد آیا۔ پچھلی رات سونیا نے بھی یہی کہا تھا' وہ مارلی کو اغوا کرے گی۔ یہ اچھا موقع ہے۔ وہ ہانگ کانگ میں ہے۔ تم لوگ مارلی کو اغوا کرو گے تو الزام سونیا پر آئے گا۔"

اس نے اپنے موبائل کو آن کر نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر بولا "ہیلو ڈی جی انٹیلی جنس! میں نانا کاکو بول رہا ہوں۔ یہ فرہاد علی تیمور میرے لیے درد سر بنا ہوا تھا۔ اب اس کی واقف سونیا بھی آگئی ہے۔ میری ایک لیڈی سیکریٹری مس جوزفین میرے ہانگ کانگ پیلس میں رہتی تھی۔ پچھلی رات سونیا میرے ایک سموائی کو قتل کر کے جوزفین کو جبراً وہاں سے لے گئی ہے۔"

ڈی جی نے کہا "آخر ان لوگوں کو تم سے دشمنی کیا ہے؟ مسٹر فرہاد نے اب تک تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ بعد میں پتا چلے گا کہ سونیا نے بھی تم سے کوئی دشمنی نہیں کی ہے۔ تم ان کے خلاف کوئی الزام ثابت نہیں کر سکو گے۔ خوا مخواہ ہمیں پریشان کر رہے ہو۔"

"آپ جانتے ہیں' وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا خاندان ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے خلاف تمام ثبوت مٹا دیتے ہیں اور ہمیں مجرم ثابت کر دیتے ہیں۔"

"مسٹر نانا کاکو! تم تو ٹیلی پیتھی کے بغیر ہی اپنے خلاف تمام ثبوت ضائع کر دیتے ہو اور بڑے ہی مجرمانہ ہتھکنڈوں سے قانون کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہتے ہو۔"

"وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے میاں بیوی میری جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ میں آپ سے قانونی تحفظ کے لیے رپورٹ کر رہا ہوں لیکن آپ میرے خلاف بول رہے ہیں۔ میں ان کے خلاف ثبوت کے طور پر ایک واردات کی پیشگی اطلاع دے رہا ہوں۔ سونیا آج کل میں میڈم مارلی کو اغوا کرنے والی ہے۔ جب بھی مارلی قلعے سے باہر نکلے گی۔ اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ آپ میری یہ بات نوٹ کر لیں۔ میں ابھی پولیس کے اعلیٰ افسران کو بھی اس واردات کی پیشگی اطلاع دے رہا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کیا پھر پولیس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کر کے یہی پیشگی اطلاع دینے لگا کہ سونیا میڈم مارلی کو اغوا کرنے والی ہے۔

دوسری طرف قلعے کے اندر اور باہر تمام مسلح گارڈز صبح تک محتاط اور مستعد رہے تھے۔ مارلی کے سمندری مشن میں آنے والے تین جہازوں سے ان کے اسمگلرز نے وائرلیس کے ذریعے قلعے کے انچارج سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا "ہم اپنا نقصان نہیں چاہتے۔ ہمیشہ کی طرح آپ کا حصہ دے رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے ہمارے جہازوں کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔"

انہوں نے واقعی حصہ ادا کر دیا اور معمول کے مطابق اپنے جہازوں کو لے کر وہاں سے گزر گئے۔ کسی طرح کا خون خرابا نہیں ہوا۔ دونوں طرف کے لوگ سلامت رہے۔ مارلی نے صبح اٹھ کر مجھ سے کہا "سوری میں نے بہت پی لی تھی۔

کل رات فتح کی خوشی میں تمہارے ساتھ جشن منانا چاہیے تھا مگر۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا "رات گئی بات گئی۔ کل نہ سہی آج رات جشن منالیں گے۔"

اس نے پوچھا "کیا انہوں نے پھر حملے کیے تھے؟"

"نہیں۔ دشمن سمجھ دار ہیں۔ وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ وہ یہاں کے کسی بھی گارڈ کو آلہ کار بنا کر قلعے کے اندر یا باہر تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اتنی زبردست کامیابی مجھے پہلی بار حاصل ہو رہی ہے۔ انڈر ورلڈ کے تمام گاڈ فادر اپنی بدترین شکست اور توہین پر تلملا رہے ہوں گے۔ شاید وہ اب کبھی ادھر کا رخ نہیں کریں گے۔"

میں نے کہا "ایک آدھ کامیابی حاصل کر کے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ناکام ہونے والے دشمن کمزور ہیں۔ ان کے پاس بھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے۔ وہ اپنا یہ ہتھیار اب قلعے کے باہر تم پر آزمائیں گے۔"

"میں ابھی کچھ عرصے تک قلعے کے باہر نہیں جاؤں گی۔ وہ انتظار کرتے رہیں گے اور جھنجلاتے رہیں گے۔"

"نہیں ماریا! قلعے کے باہر جانا چاہیے۔ ہم نے بارہ گھنٹے کے اندر دشمنوں کو دو بار شکست دی ہے۔ اگر پے در پے انہیں اور ایک آدھ بار ان کے منصوبوں میں ناکام بنا میں گے تو ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ تم ان کے حواس پر چھا جاؤ گی۔"

وہ قائل ہو کر بولی "ہاں وہ دوسرے حملے میں ناکام ہونے کے بعد ذرا جھک گئے ہیں۔ ان کے اسٹگرز میرا حصہ ادا کرنے کے بعد یہاں سے گئے ہیں۔ ایسی حالت میں انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ کیا اب ہماری طرف سے کوئی حملہ کیا جا سکتا ہے؟"

"میں نے پچھلی رات ایک حملہ کیا ہے۔ ناناکا کو ڈو صرف اتنا جانتا ہے کہ اس کا ایک سموراٹی مارا گیا ہے اور اس کی لیڈی سیکریٹری کو اغوا کیا گیا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس ظاہری نقصان کے علاوہ اسے درپردہ کتنا بڑا نقصان پہنچنے والا ہے۔"

ناناکا کو درپردہ اس طرح نقصان پہنچنے والا تھا کہ سونیا نے اس کے دو سموراٹی کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ ابھی ناناکا ہانگ کانگ کے دوسرے حصے میں مصروف تھا۔ جب بھی وہ اپنے اس محل میں جاتا تو ہم ان دو سموراٹی کے ذریعے اس کے پاؤں تلے سے زمین کھسکا سکتے تھے۔

انچارج نے اطلاع دی کہ ٹوئیٹر کی مرمت ہو چکی ہے میڈم اسے اچھی طرح چیک کرنے کے بعد لے جا سکتی ہیں۔ ماریا نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا "چلو اس بہانے قلعے کے باہر چلیں۔ ٹوئیٹر میں پرواز کریں گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی "میں ایک گھنٹے میں تیار ہو جاؤں گی۔ ہم یہاں سے گیارہ بجے روانہ ہوں گے۔"

وہ غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں چلی گئی۔ میں نے سونیا کو مخاطب کیا "ہائے سونیا! کہاں ہو؟ اور کیا کر رہی ہو؟ میری پچھلی رات بڑی اہم مصروفیات میں گزری ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ ماریا جیسی جوان چھیل چھبیلی حسینہ کے ساتھ ضرور اہم مصروفیات رہی ہوں گی۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ پچھلی رات وہ بہت زیادہ پینے کے بعد لڑھک گئی تھی۔ بے ہوشی کی نیند سوتی رہی تھی۔"

"سن کر افسوس ہو رہا ہے۔ منہ کالا نہ کر سکے۔"

"اچھا فضول باتیں نہ کرو۔ کیا اپنی پلاننگ نہیں بتاؤ گی۔ تم نے دو سموراٹی کو معمول بنایا ہے وہ آئندہ میرے کام آئیں گے لیکن جوزفین کو کیوں اغوا کیا ہے؟"

"اسے اغوا نہ کرتی۔ اسی محل میں چھوڑ دیتی تو ناناکا اسے قتل کر دیتا۔ بے چاری خوا مخواہ ماری جاتی۔ میں نے اس کی جان بچا کر نیکی کی ہے۔ تمہیں بھی موقع ملے تو نیکی کر لیا کرو۔"

"تمہاری نیکیوں کو میں خوب سمجھتا ہوں۔ کیا اصل بات نہیں بتاؤ گی؟"

"تمہیں بے چینی کیا ہے؟ ذرا صبر کرو۔ آج رات تک بتا دوں گی۔"

وہ کچھ چھپا رہی تھی۔ اس کی رازداری سے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ اس لیے میں نے رازداری کو اہمیت نہیں دی۔ گیارہ بجے اس قلعے کے ہیلی پیڈ سے میں نے ماریا اور ان کے ساتھ پرواز کی۔ ہمارے پیچھے چار مسلح گارڈز بیٹھے ہوئے تھے۔ ان چاروں کو ٹھوک بجا کر پرکھ لیا گیا تھا۔ ان کے دماغ مقفل تھے۔ دشمن انہیں آلہ کار نہیں بنا سکتے تھے۔

ہم نے ہانگ کانگ میں فلائنگ کمپنی پہنچ کر ٹوئیٹر کو اچھی طرح چیک کیا۔ میرے ساتھ ایک ماہر مکینک بھی تھا۔ میں نے اس کے خیالات پڑھ کر اطمینان حاصل کیا۔ اب اس جہاز میں کوئی گڑبڑ نہیں تھی۔ میں نے ماریا سے پوچھا "کیا خیال ہے۔ شہر میں رہو گی یا کہیں اور پرواز کریں گے۔"

اس نے کہا "ہم قریبی جزیرے پر پرواز کریں گے پھر

واپس آ کر آج رات اس شہر میں گزاریں گے۔ میں ابھی واش روم سے آتی ہوں۔"

وہ مانو کو بازوؤں میں اٹھا کر جانے لگی۔ میں نے کہا "اسے کہاں لے جا رہی ہو؟ میرے پاس رہنے دو۔"

وہ مسکرا کر بولی "یہ بھی میری باڈی گارڈ ہے۔ جہاں مرد نہیں جا سکتے۔ وہاں یہ میرے ساتھ جاتی ہے۔"

وہ مانو کے ساتھ چلی گئی۔ چاروں مسلح گارڈز ٹوسیٹر کے چاروں طرف مستعد کھڑے تھے۔ وہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ جب ہم اس میں بیٹھ کر پرواز کرتے تو وہ چاروں ہیلی کاپٹر میں سیکیورٹی کے طور پر ہمارے پیچھے پرواز کرتے رہتے۔

وہ مانو کے ساتھ واپس آ گئی۔ مسکرا کر بولی "آؤ چلیں اور یہ مجھے کیا ہو گیا ہے کہ تمہارے سامنے آتے ہی مسکرانے لگتی ہوں۔"

میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا "تم عقلمند ہوتی جا رہی ہو۔ ویسے مسکرانے کے لیے ضروری ہے کہ دل میں اپنائیت اور محبت ہو۔"

ہم ٹوسیٹر میں آ گئے۔ وہ پائلٹ کی سیٹ پر بیٹھ کر بولی "مانو مجھ سے بہت چپکنے لگی ہو۔ فرہاد کے پاس جاؤ۔"

میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس نے میاؤں کہتے ہوئے منہ پھیر لیا۔ وہ میرے پاس نہیں آنا چاہتی تھی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا "اسے کیا ہو گیا ہے؟ کل تو یہ میرے پیچھے لگی ہوئی تھی۔"

ماریا نے ڈانٹ کر کہا "مانو! بری بات ہے۔ چلو جاؤ۔ مجھے جہاز چلانے دو۔"

وہ میرے پاس آ گئی۔ ماریا نے جہاز کو اسٹارٹ کیا۔ وہ رن وے پر دوڑنے لگا۔ میں نے مانو کو اپنی آغوش میں سہلاتے ہوئے اچانک محسوس کیا، کوئی گڑبڑ ہے۔ بلی بدل گئی ہے۔

وہ ٹوسیٹر ہوا کی رفتار سے رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو کر پرواز کرنے لگا۔ میں مانو کو بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا پھر میں نے کہا "ماریا! یہ کچھ بدلی بدلی سی لگ رہی ہے۔ یہ ہماری مانو نہیں لگ رہی ہے۔"

"بلیاں ایک جیسی دکھائی دیتی ہیں۔ جہاں یکسانیت ہوتی ہے۔ وہاں دھوکا ہوتا ہے، فرہاد علی تیمور! اور تم بہت بڑا دھوکا کھا چکے ہو۔"

میں نے ایک دم سے چونک کر دیکھا پھر خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں پہنچا مگر اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہروں کو بھگا کر قہقہے لگانے لگی۔

مارشل آرٹ
کراٹے
ابتدا سے بلیک بیلٹ
تک کی مشقیں
ان لوگوں کے لئے جو تنہا یا کسی ایک ساتھی کے ساتھ کراٹے سیکھنا چاہتے ہیں۔
اردو میں پہلی بار کراٹے سکھانے کی ایک مکمل اور آسان کتاب
قیمت 40 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ پیشگی منی آرڈر ارسال کریں
خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
کتابوں کی قیمتیں فون آرڈر بھی بھیجی جا سکتی ہیں
kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میڈم مارلی یوں اچانک تبدیل ہوجائے گی۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے واش روم میں گئی تھی۔ اپنے ساتھ مانو کو لے گئی تھی۔ صرف دس منٹ میں واپس آئی تو میں کیسے سمجھ سکتا تھا کہ اتنی جلدی کایا پلٹ سکتی ہے؟

مجھے وہی مارلی دکھائی دی۔ اس کے بازوؤں میں ویسی ہی بلی تھی۔ اب وہ مانو تھی یا نہیں؟ بلیاں تو ایک جیسی دکھائی دیتی ہیں۔ اس لیے مجھے شبہ نہیں ہوا۔ مارلی نے جہاز کی پائلٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا تھا "مانو فرہاد کے پاس جاؤ۔ مجھے جہاز چلانے دو۔"

اس نے میرے پاس آنے سے انکار کیا تھا۔ تب ہی میں حیران ہوا۔ وہ تو مجھ سے مانوس ہوگئی تھی پھر میرے پاس آنے سے کیوں انکار کررہی تھی؟ مارلی نے اسے جبراً میرے پاس بھیج کر جہاز اسٹارٹ کیا۔ وہ رن وے پر دوڑنے لگا۔ میں نے بلی کو اپنے بازوؤں میں لے کر اسے سہلایا۔ غور سے دیکھا تو وہ مانو سے ذرا مختلف دکھائی دی۔

میں نے حیرانی ظاہر کی "مارلی! یہ مانو نہیں ہے۔"

جہاز رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہوگیا تھا۔ وہ قہقہہ لگا کر بولی "یہ مانو نہیں ہے اور میں مارلی نہیں ہوں۔"

میں اس کا قہقہہ سنتے ہی سمجھ گیا تھا پھر وہ اپنے مخصوص لب ولہجے میں بول رہی تھی۔ وہ سونیا تھی۔ میں نے پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟"

اس نے کہا "شاید تم بھول گئے ہو۔ میں نے چیلنج کیا تھا کہ مارلی کو تمہارے پاس رہنے نہیں دوں گی۔ دیکھ لو کہ میں نے ایک رات کے لیے بھی اسے تمہارے قریب نہیں آنے دیا۔"

"تم کیسے کہہ سکتی ہو؟ میں نے پچھلی تمام رات قلعے کے اندر مارلی کے بیڈ روم میں گزاری ہے۔"

"کیسے گزاری؟ اس نے تو جشنِ فتح منانے کے لیے پینا شروع کردیا تھا۔ پیتے پیتے مدہوش ہوگئی تھی۔ تم اسے چھوڑ کر اس بیڈ روم سے چلے گئے تھے۔ تم نے اپنے ماتحت سراغ رسانوں سے کہا تھا کہ سونے جارہے ہو۔ کوئی خطرہ ہو تو تمہیں جگادیا جائے۔"

"اس کا مطلب ہے۔ تم میرے ماتحت سراغ رسانوں کے اندر چھپی ہوئی تھیں۔"

"ان ماتحتوں میں میرا صرف ایک ماتحت تھا۔ میں اس کے ذریعے مارلی کے آس پاس جگہ بناتی رہی تھی۔"

"اچھا تو تمہیں مارلی کے دماغ میں گھسنے کا موقع مل گیا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو مقفل کیا تھا لیکن نشے کے باعث تمہیں جگہ مل گئی۔ تم نے اسے اپنی معمول بنالیا ہے۔"

"ہاں میں نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی جب تک میں دوسری مارلی سے سامنا ہوگا تو وہ فرہاد علی تیمور کو بالکل بھول جائے گی۔"

"یعنی وہ مجھے بھول چکی ہے۔ کیا خود کو یاد رکھا ہے؟ تم نے اسے کہاں روانہ کیا ہے؟"

"ایک وقت میں ایک سوال کرو۔ اس نے خود کو یاد رکھا ہے۔ واش روم میں مجھ سے سامنا ہونے پر اسے حیرانی ہوئی تھی کہ میں اس کی ہم شکل ہوں۔ وہ تنویمی عمل کے مطابق پھر سے سحر زدہ ہوگئی تھی۔ میں نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ کسی کی نظروں میں آئے بغیر پچھلے دروازے سے چلی جائے گی۔ فی الحال اپنے ساحلی کانبچ میں جاکر رہے گی۔"

جہاز ہانگ کانگ کا ساحل چھوڑ کر سمندر پر پرواز کررہا تھا۔ میں نے کہا "یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ خود کو میڈم مارلی کی حیثیت سے پہچان رہی ہے۔ کیا دشمنوں کو شبہ نہیں ہوگا کہ ہم ایک ڈمی مارلی کے ذریعے انہیں دھوکا دینے والی چالیں چل رہے ہیں؟"

"وہ مارلی کسی کی نظروں میں نہیں آئے گی۔ کسی نے دیکھ لیا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہ مارلی ہے مارلی ہی سمجھی جائے گی۔ ہم یہاں کسی دوسرے جزیرے میں رات گزاریں گے۔"

"اس جزیرے میں بھی انہیں مارلی کی حیثیت سے پہچانا جائے گا۔ وہ یہاں پورے ہانگ کانگ میں اور تمام چھوٹے بڑے جزیروں میں پہچانی جاتی ہے۔"

"پریشان کیوں ہوتے ہو۔ دیکھتے جاؤ میں کیا کرتی ہوں۔"

میں نے اطمینان سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا "تم اتنی مکار کیوں ہو؟"

"اپنے مرد کو لگام دینے کے لیے ہر بیوی کو مکار بن کر رہنا چاہیے۔"

میں مسکرانے لگا۔ اس نے جو چیلنج کیا تھا اس میں کامیاب ہوگئی تھی۔ اس کی جیت میری جیت تھی۔ اس نے وائرلیس کے ذریعے ایک جزیرے کی پرائیویٹ فلائنگ کلب سے رابطہ کیا پھر کہا "میں میڈم مارلی بول رہی ہوں۔ میں اپنے ٹوسیٹر کو تمہارے رن وے پر اور ہیلی کاپٹر کو ہیلی پیڈ پر اتارنا چاہتی ہوں۔"

میڈم مارلی کا نام ہی کافی تھا۔ ہمیں وہاں اترنے کی اجازت مل گئی۔ سونیا نے اس کمپنی کے واجبات ادا کرتے ہوئے کہا "یہ ٹوسیٹر اور ہیلی کاپٹر یہاں سے ابھی واپس جائے گا۔ آپ کے تعاون کا شکریہ۔"

ہیلی کاپٹر میں چار مسلح باڈی گارڈز آئے تھے۔ اس نے انہیں بلا کر حکم دیا "تم میں سے ایک میرا ٹوسیٹر لے جائے میں کسی شک و شبے کے بغیر یہاں مارلی بن کر تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

ہم نے ایک ہوٹل میں آکر اپنے لیے ایک سوئٹ حاصل کیا پھر وہاں آکر آرام سے بیٹھ گئے۔

میں یہ ذکر کرچکا ہوں کہ ساؤتھ ایسٹ چین کے پورے علاقے میں انڈر ورلڈ کے تین گاڈ فادر تھے۔ ان میں سے ایک ڈرگ مافیا کا گاڈ فادر ناناکا کوڈو تھا۔ دوسرا امونیشن (ہتھیار) مافیا کا گاڈ فادر تھا۔ تیسرے گاڈ فادر کا تعلق ہیرے جواہرات کے معاملات سے تھا۔ یہ تینوں ایک دوسرے کے تعاون سے وہاں پھل پھول رہے تھے۔

ان تینوں گاڈ فادرز کے تین مشیر تھے۔ وہ تینوں مشیر بدنام زمانہ مجرم تھے۔ ان تینوں کا یہ ریکارڈ تھا کہ وہ دنیا کے کسی بھی ملک میں گرفتار نہیں کیے گئے تھے۔ وہ گرفتاری سے پہلے ہی اس ملک کے سیاست دانوں کو بلیک میل کرنے کا راستہ نکال لیتے تھے اور اس ملک سے صاف بچ کر نکل آتے تھے۔

وہ تینوں مجرم ان تینوں گاڈ فادرز کو اپنے تجربات کے مطابق مشورے دیتے رہتے تھے۔ وہ ان پر عمل کرتے تھے اور کامیاب ہوتے رہتے تھے اور اپنے خلاف کبھی کوئی ثبوت نہیں چھوڑتے تھے۔

یورپ کے انڈر ورلڈ سے تعلق رکھنے والے کئی گاڈ فادرز نے ہانگ کانگ کے علاقے میں اپنے قدم جمانے کی کوششیں کیں لیکن ان تینوں کا اتحاد اتنا مضبوط تھا کہ وہ اس سلسلے میں ناکام ہوتے رہے۔

ان میں سے ایک گاڈ فادر جم کاف تھا۔ جم کاف کی رہائش لندن میں تھی۔ وہ بہت ضدی اور مستقل مزاج تھا۔ کئی بار ہانگ کانگ جاکر وہاں کے حالات کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ کوئی اسے گاڈ فادر کی حیثیت سے نہیں پہچانتا تھا کیونکہ وہ لندن کی اونچی سوسائٹی میں ایک معزز امیر ترین شخص کی حیثیت سے مشہور تھا۔

وہ نہایت ہی چالاک اور مکار تھا۔ اعلیٰ حکام سے دوستی رکھتا تھا اور ان کی کمزوریاں معلوم کرنے کے بعد درپردہ ایک گاڈ فادر کی حیثیت سے انہیں بلیک میل کرتا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ ایشیا..... اور مشرقِ بعید میں ہتھیاروں کی بہت زیادہ کھپت ہے۔ وہاں کے تمام ملکوں میں دہشت گردی اور طوائف الملوکی کے باعث دن رات ہتھیاروں کی فروخت جاری رہتی ہے۔ وہاں کے گاڈ فادرز سونا کمارہے ہیں۔

جم کاف سونا کمانے کے لیے ان تینوں کے قدم اکھاڑنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک آدھ بار مارلی سے رابطہ کیا تھا۔ اسے دوستی کی پیشکش کی تھی اور کہا تھا۔ اگر وہ اس پر بھروسا کرے باقی ہیلی کاپٹر میں ہانگ کانگ پرائیویٹ فلائنگ کمپنی میں جاتیں۔ وہاں میرا انتظار کریں۔ میں دشمنوں سے چھپ کر جاتیں گی۔ وہاں کسی وقت بھی پہنچوں گی پھر تم سے رابطہ کروں گی۔ اب وہاں جاؤ یہاں سے۔"

اس کے احکامات کی تعمیل کی گئی۔ وہ چاروں گارڈز وہاں سے ٹوسیٹر اور ہیلی کاپٹر لے گئے۔ ہم نے وہاں سے ایک ٹرانسپورٹ کار حاصل کی۔ میں کار چلانے لگا۔ وہ میرے پاس بیٹھ کر ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرتے ہوئے بولی "اب تو دشمنوں کو شبہ نہیں ہوگا۔ مارلی صرف ہانگ کانگ میں دیکھی جائے گی۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا "کیا میں تمہاری تعریفیں کروں؟"

"کیا میں تمہاری تعریفوں کی محتاج ہوں۔ خوامخواہ مارلی سے بھنے ہوئے تھے۔ وہ تمہیں اپنے معاملات میں الجھائے رکھتی اور تم ناناکا کے خلاف کچھ نہ کرپاتے۔"

"میں تو اب تک اسی کے خلاف سب کچھ کرتا چلا آرہا ہوں۔"

"کیا خاک کررہے ہو؟ میں نے اس کے دو سمورائی کو معمول بنایا ہے۔ تم نے اب تک ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اب میں نے تمہیں مارلی سے نجات دلائی ہے۔ تم ان دو سمورائی کی طرف توجہ دو۔"

"تم نے ان سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟ تم تو صرف اپنے چیلنج کے مطابق مارلی کو مجھ سے دور کرنا چاہتی تھیں۔"

"تمہیں بہت تکلیف ہورہی ہے۔ اسے واپس لے آؤں۔"

"شکریہ۔ میں تمہارا محتاج نہیں ہوں۔ جب چاہوں گا۔ اسے واپس لے آؤں گا۔ تم جانتی ہو کہ میں کیا ہوں۔ مجھے چیلنج نہ کرنا۔"

"تم نے مجھے چیلنج کرنے کی نادانی کی تھی۔ میں نادان نہیں ہوں۔ ہمیں نیا گیم شروع کرنا ہے اور دو مختلف سمتوں میں مصروف رہنا ہے۔ تم دونوں سمورائی کے ذریعے وہاں جو کرسکتے ہو اپنے طور پر کرو۔ میں ذرا مارلی کے سلسلے میں مصروف رہوں گی۔"

"کچھ معلوم تو ہو۔ مارلی کے سلسلے میں کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"وہ کبھی ہانگ کانگ سے باہر دوسرے ملک نہیں جاتی ہے۔ اس کے تمام دشمن اسے یہاں الجھائے رکھتے ہیں۔ میں کل صبح ہی اسے یورپ کی طرف روانہ کروں گی۔ متعلقہ افسران کو اس کی روانگی کا علم ہوگا پھر ان افسران کے دماغوں سے بھی یہ بات مٹادی جائے گی کہ مارلی باہر گئی ہوئی ہے پھر

گی تو وہ اس کے تعاون سے ان تینوں کے قدم اکھاڑ پھینکے گا۔

مارلی نے کہا تھا "ان کے قدم اکھاڑنے کے لیے تم میرے قلعے میں آؤ گے کیونکہ یہی ایک محاذ ہے۔ یہاں تم محفوظ رہ کر ہو سکتا ہے انہیں کچل ڈالو لیکن انہیں کچلنے کے بعد مجھے کب چھوڑو گے؟"

"تم مجھے غلط نہ سمجھو۔ اپنے اطمینان کے مطابق مجھ سے معاہدہ کرلو۔ میں معاہدے سے نہیں پھروں گا۔"

"پھر جاؤ گے تو میں کیا بگاڑ لوں گی۔ مجرموں کے معاہدے کسی عدالت میں پیش نہیں کیے جاتے۔ وہ معاہدے ان کے جرائم کا اعتراف نامہ ہوتے ہیں۔ مجھ سے بچوں جیسی باتیں نہ کرو۔"

"مارلی! ہانگ کانگ کے جزیرے میں تمہاری جغرافیائی پوزیشن بہت مضبوط ہے لیکن اس جزیرے سے باہر دشمن کہیں بھی تمہاری موت بن سکتے ہیں۔ اپنے موجودہ حالات پر غور کرو۔ تم ہمیشہ تنہا نہیں رہ سکو گی۔"

"جب تنہائی وبال جان بن جائے گی تو خودکشی کرلوں گی لیکن کسی مرد کو اپنے اوپر مسلط نہیں کروں گی۔"

وہ مارلی کو اپنی طرف مائل کرنے میں ناکام رہا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے سراغ رساں دنیا کے ہر ملک اور شہر میں تھے۔ وہ ہر ملک کے سیاست دانوں اور مجرمانہ ذہن رکھنے والوں کے درمیان گھس کر ان کے خیالات پڑھ کر ان کے اندرونی راز معلوم کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے سونیا کو بتایا تھا کہ جم کاف دُہری زندگی گزار رہا ہے۔ بظاہر ایک امیر ترین معزز شہری ہے مگر انڈر ورلڈ کا بے تاج بادشاہ ہے۔

انہوں نے یہ بھی بتایا "وہ ایک قد آور صحت مند باڈی بلڈر ہے۔ یوگا کا ماہر ہے۔ اس کے دماغ میں براہِ راست نہیں پہنچا جاسکتا اگر اجازت ہو تو اسے عارضی طور پر دماغی کمزوری میں مبتلا کیا جائے۔"

سونیا نے کہا تھا "ایسا نہ کرو۔ میں اس سے اپنے طور پر کام لوں گی۔"

اور اب اس نے اس کام کی ابتدا کی تھی۔ مارلی کو اغوا کیا تھا اور اسے سحر زدہ کرکے لندن جانے پر مائل کررہی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا "تم میری عادت جانتے ہو۔ میں دشمنوں سے خود الجھنے میں وقت ضائع نہیں کرتی۔ اب وہ جم کاف کے ساتھ یہاں واپس آئے گی اور جم کاف ایک مضبوط محاذ ملتے ہی ناگا کوڈو اور یہاں کے دوسرے انڈر ورلڈ والوں سے نمٹنے لگے گا۔ ہم دور سے تماشا دیکھتے رہیں گے۔"

"اچھی پلاننگ ہے مگر میں بہت عرصے بعد ایکشن میں آیا تھا۔ تم مجھے پھر آرام طلب بنا رہی ہو۔"

"دور سے تماشا دیکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم آرام فرماتے رہیں گے۔ اصل لڑائی دماغ سے ہوتی ہے۔ ہم دماغی جنگ لڑیں گے۔ میں اپنی ساری پلاننگ بتا چکی ہوں۔ اب ان دونوں سموارئی کی خبر لو۔ ایک کو تم ہینڈل کرو۔ دوسرے کو میں کروں گی۔ دیکھتے ہیں کہ ہم ان تمام انڈر ورلڈ والوں کے اطراف کتنی دور تک مضبوط جال بچھا سکتے ہیں۔"

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔"

"ابھی ڈنر کا وقت نہیں ہوا۔ کچھ سینڈوچز اور کافی کا آرڈر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہماری مطلوبہ چیزیں آگئیں۔ ملازم چلا گیا۔ ہم کھانے اور کافی پینے کے دوران میں خیال خوانی کرنے لگے۔

وہ دونوں سموارئی ناگا کوڈو کے محل میں تھے۔ اپنے آقا کی عدم موجودگی میں اس محل کے محافظ بنے ہوئے تھے۔ یوں تو ناگا کوڈو کے درجنوں مسلح محافظ محل کے اندر اور باہر تھے لیکن وہ دو سموارئی اپنے آقا کے معتمد خاص تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا آقا کب واپس آئے گا۔

ان کے خیالات نے بتایا کہ ان کے آقا کے علاوہ دو گاڈ فادر ہیں۔ ان کی آپس میں گہری دوستی ہے اور تین بدنام زمانہ مجرم ان کے مشیر خاص ہیں۔ ان سب کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ وہ بہت اہم ضرورت کے وقت ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ ورنہ فون کے ذریعے گفتگو کرتے ہیں اگر ناگا کوڈو موجود نہ ہو تو اس کے خاص سموارئی کے ذریعے پیغام دیتے ہیں۔ وہ لوگ کسی اور سے اس لیے بات نہیں کرتے کہ ان میں سے کوئی بھی یوگا کا ماہر نہیں ہے۔

ہم نے ان کے خیالات کو کریدنا شروع کیا۔ یہ معلوم کیا کہ وہ سموارئی صرف ان کا فون اٹینڈ کرتے ہیں یا کبھی خود بھی ان سے فون پر کوئی ضروری بات کرتے ہیں۔

معلوم ہوا جب ان کا آقا انہیں حکم دیتا ہے کہ ان سے فون پر رابطہ کیا جائے اور اس کا پیغام پہنچایا جائے تب وہ ان سے رابطہ کرتے ہیں۔

میں نے سونیا سے کہا "میں ایک سموارئی کے ذریعے ان بدنام زمانہ مجرموں کی آوازیں سنوں گا۔ تم اتنی دیر سے مارلی کو بھولی ہوئی ہو اس کی خبر لینا چاہیے۔"

"میرے ماتحت اسے سنبھال رہے ہیں۔ ویسے تمہیں اہم مجرموں تک پہنچنے کا راستہ مل رہا ہے۔ تم ان کی خبر لو۔ میں مارلی کے پاس جارہی ہوں۔"

اب میں اپنا ذکر بعد میں کروں گا۔ پہلے یہ بتا دوں کہ سونیا کا خاص ماتحت اس کے اندر موجود تھا۔ جب اس کے

چاروں گارڈز ٹوسیٹر جہاز اور ہیلی کاپٹر لے کر ہانگ کانگ انٹرنیشنل فلائنگ کمپنی میں پہنچ گئے تو اس کے ایک گھنٹے بعد اس ماتحت نے مارلی کو فون کرنے پر مائل کیا۔ وہ رابطہ ہونے کے بعد اپنے ایک گارڈ سے بولی "میں واپس آگئی ہوں۔ ساحلی کاٹیج میں ہوں۔ یہاں چلے آؤ۔"

وہ چاروں گارڈز اس کے پاس پہنچ گئے تھے۔ اب اس کے ساتھ میں نظر نہیں آرہا تھا لیکن کسی گارڈ میں یہ پوچھنے کی جرأت نہیں تھی کہ وہ مجھے کہاں چھوڑ کر چلی آئی ہے۔ مارلی مجھے یکسر بھلا چکی تھی۔ اسے یاد نہیں رہا تھا کہ فرہاد علی تیمور اس کی زندگی میں آچکا ہے۔ اس نے فون کے ذریعے ایک متعلقہ افسر سے کہا "میں بڑی راز داری سے لندن جانا چاہتی ہوں۔ اپنا پاسپورٹ بھیج رہی ہوں۔ کل تک تمام ضروری کاغذات تیار کرا کے کسی بھی فلائٹ میں میری سیٹ ریزرو کرا دیں۔ تمہیں راز داری اور خدمات کے سلسلے میں پچاس ہزار ڈالر ملیں گے۔"

سونیا نے اپنے دو خاص ماتحتوں سے کہا "کل تک اس کی روانگی کے سارے انتظامات ہو جائیں گے۔ میں جارہی ہوں۔ اس کے دماغ میں مسلسل رہنا ضروری نہیں ہے۔ کبھی کبھی آتے جاتے رہو۔ تاکہ ہماری توقع کے خلاف کچھ ہوگا تو ہمیں بروقت علم ہو جائے گا۔"

وہ دماغی طور پر میرے پاس حاضر ہوگئی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ان بدنام زمانہ مجرموں تک پہنچ رہا تھا۔

○☆○

پارس نے خوب چکر چلایا تھا۔ اس نے وہ کام کر دکھایا تھا۔ جو دنیا میں آج تک کبھی نہیں ہوا۔ وہ چھ فٹ کا جوان تھا۔ اس نے اپنے قد کو چھ انچ گھٹا دیا تھا۔ ساڑھے پانچ فٹ کا ہو گیا تھا۔

کوئی سننے والا تو کیا دیکھنے والا بھی اسے اپنے سامنے آنکھوں سے دیکھ کر یقین نہیں کر سکتا تھا کہ وہ چھ انچ گھٹ گیا ہے لیکن جواد کی وہ غیر معمولی انگوٹھی ایسی تھی کہ جس سے مصافحہ کرنے کے بعد پارس جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ سچ بولنے پر مجبور ہو جاتا۔

وہ ساڑھے پانچ فٹ کا پارس واقعی ایک ڈمی تھا۔ وہ جواد سے مصافحہ کرتے ہی سچ بولنے والا تھا لیکن پارس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ وہ ڈمی کچھ نہ بول سکا۔ پارس نے اس کی زبان سے کہا "میں پارس ہوں میرا قد اور کم ہو جائے تب بھی پارس ہی رہوں گا۔"

جواد اور الپا کو یقین کرنا پڑا کہ وہ انگوٹھی کے زیر اثر سچ بول رہا ہے۔ تب الپا نے اسے دل و جان سے قبول کرلیا۔ وہ اس کے ساتھ پھر سے ایک نئی زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ جواد سے رخصت ہونے کے بعد وہ اسے اپنے ساتھ فارم ہاؤس کے کاٹیج میں لے گئی۔

اس کے جانے کے بعد پارس نے کرونا سے کہا "اب تمہاری مالکن صبح تک پارس کے ساتھ مصروف رہے گی۔ اسے تمہارا خیال نہیں آئے گا۔ اب تم مجھ سے ملاقات کر سکتی ہو۔"

"کس ہوٹل میں ہو؟ کمرا نمبر بتاؤ!"

"سب بتا دوں گا۔ پہلے اس تقریب سے نکل کر آؤ۔"

"پہلے تم نے کہا تھا۔ یہاں موجود ہو اور دور ہی دور سے مجھے دیکھ رہے ہو۔ اب کہہ رہے ہو کہ ہوٹل میں آؤ۔ سچ کیا ہے؟ تم کہاں ہو؟"

"میں ہوٹل میں ہوں۔ یہ سچ ہے اور میں خیال خوانی کے ذریعے اس تقریب میں موجود ہوں۔ یہ بھی سچ ہے۔"

"اس کا مطلب ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے تم نے میری صورت نہیں دیکھی ہے۔"

"تم یہاں آؤ گی تو دیکھ لوں گا۔ میں ہوٹل اسٹار لائٹ کے کمرا نمبر ۳۰۲ میں ہوں۔"

وہ بولی "میں کل صبح آؤں گی۔"

"پھر تو رات گئی۔ بات گئی ہوگی۔"

"میں بہت تھک گئی ہوں۔ گھر جا کر آرام کروں گی۔"

"میں تو تمہیں اتنا آرام پہنچاؤں گا کہ ساری زندگی یاد کرتی رہو گی۔ تم خود کو اتنا چالاک کیوں سمجھتی ہو۔ تم نے بڑی ہیرا پھیری سے میرا پتا پوچھ لیا تاکہ صبح ہونے سے پہلے ہی اپنی حکمت عملی سے مجھے ٹریپ کر سکو۔ اپنی عمر دیکھو اور سوچو کہ کتنی اونچی چھلانگ لگانا چاہتی ہو۔"

"میں تمہیں اپنے اندر رہ کر باتیں کرنے کا موقع دے رہی تھی اور تم میرے خیالات پڑھ رہے تھے۔ اتنی عقل مجھے بھی ہے لیکن اب تمہیں اپنے دماغ میں آنے نہیں دوں گی۔"

اس نے سانس روک لی۔ پارس اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ اس کے اندر اپنی آواز اور لب و لہجے میں بول رہا تھا۔ وہ الپا کی معمول تھی۔ صرف اس کے لب و لہجے کو محسوس نہیں کرتی تھی۔

کرونا نے دوبارہ سانس لے کر انتظار کیا۔ اسے پارس کی لہریں محسوس نہیں ہوئیں۔ وہ مطمئن ہوگئی کہ اس نے پارس کو بھگا دیا ہے۔ وہ الپا کا لب و لہجہ اختیار کرکے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہی تھی "پتا نہیں پارس نے اپنا صحیح پتا بتایا تھا یا نہیں۔ مجھے اسے پھانسنے کی حماقت نہیں کرنا چاہیے اس سے دور رہنا ہی دانش مندی ہے۔"

"وہ کار میں بیٹھ کر اپنی رہائش گاہ کی طرف جانے لگی۔ پارس اس کے چور خیالات سے اس کا پتا ٹھکانا اور فون نمبر وغیرہ معلوم کر چکا تھا۔ وہ اس سے پہلے ہی وہاں پہنچ گیا۔ وہ اپنے پرس میں سے چابی نکال کر دروازہ کھولنے لگی۔ وہ اس کے پیچھے آگیا پھر اس کے ساتھ اندر پہنچ گیا۔ وہ اسے دیکھ سکتی تھی لیکن غائب دماغ تھی۔ اپنے بیڈ روم میں آکر لباس تبدیل کرنے کے لیے الماری کے پاس گئی۔ اس نے اس کے دماغ کو کچھ ڈھیل دے دی۔

اسے محسوس ہوا جیسے وہ بے خیالی میں دروازہ کھول کر اپنے بیڈ روم تک آئی ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے انسان بے خیالی میں کچھ نہ کچھ کرتا ہے۔ بعد میں اسے احساس ہوتا ہے۔

وہ الماری سے رات کو پہننے کا ایک لباس نکال کر بیڈ کے پاس آئی۔ وہ اس کے پیچھے تھا وہ اپنا لباس اتارنے لگی۔ اس نے اس کی سوچ میں کہا۔ یہاں چینج نہیں کرنا چاہیے۔ کوئی دیکھ رہا ہے۔"

اس نے اپنے طور پر سوچا "یہاں کون ہے جو مجھے دیکھے گا۔"

اس نے اوپری لباس اتارا۔ اس بار اس کے حسن کا جلوہ دیکھ کر وہ اپنے لب ولہجے میں بولا "بڑی بھرپور ہو۔ جمناسٹک کے کمالات سیکھتی رہی ہو۔ اس لیے ایسا شان دار بدن ہے۔"

وہ شدید حیرانی سے پلٹ گئی۔ پارس کو دیکھتے ہی چیخ مار کر پیچھے گئی پھر بستر پر گر کر اپنے آپ کو اتارے ہوئے لباس میں چھپانے لگی۔ دوسری بار چیخ کر بولی "کون ہو تم؟"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا "گھبراہٹ کے باعث میری آواز و لہجہ نہیں پہچان رہی ہو۔"

اس نے دیدے پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا پھر بے یقینی سے بولی "تم! تم پارس ہو؟"

"تم مجھے پھانسنا چاہتی تھیں۔ میں خود ہی پھنسنے آگیا ہوں۔"

وہ جلدی جلدی لباس پہنتے ہوئے بولی "آئی سے گیٹ آؤٹ۔ تم تہذیب اور شرافت نہیں جانتے ایک لڑکی کی اجازت کے بغیر یہاں گھس آئے ہو۔"

"اگر میں تمہاری عامل الپا کے لب ولہجے میں تمہارے اندر نہ رہتا۔ میری جگہ کوئی اور پیچھی ہوتا تو تم اپنی تہذیب اور شرافت کا نمونہ اسے دکھا چکی ہوتیں۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "تم نے کیا کہا؟ تم میڈم الپا کے لب ولہجے میں چپ چاپ میرے اندر آتے رہے ہو؟ تم کیسے جانتے ہو کہ وہ میرے اندر آنے کے لیے کون سا مخصوص لہجہ اختیار کرتی ہیں؟"

"میں تمہارے اس سوال کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔ تم اپنی بات کرو۔ تمہاری یہ شدید خواہش ہے کہ تم الپا کے شکنجے سے نکل جاؤ۔ تم بہت خود سر ہو۔ آزادی اور خود مختاری چاہتی ہو۔ کسی کے زیر اثر رہنا تمہیں گوارا نہیں ہے۔ کیا میں سچ کہہ رہا ہوں؟"

"سچ ہے مگر تم یہ باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"کچھ باتیں سمجھائے بغیر سمجھ لیا کرو۔ میں تمہیں الپا کی حکمرانی سے نجات دلا سکتا ہوں۔"

"کیسے نجات دلاؤ گے؟ مجھے ہپناٹائز کرو گے؟ الپا کے عمل کو مٹا دو گے لیکن خود میرے حکمران بن جاؤ گے۔"

"آسمان سے گرنے والا کھجور میں اٹکتا ہے۔ تم بہت اونچی چھلانگ لگا رہی ہو۔ اس کا نتیجہ تو اسی طرح سامنے آتا تھا۔"

"کچھ بھی ہو تم مجھے ہپناٹائز نہیں کرو گے۔ تم بہت خطرناک ہو۔ میں نے تمہاری پوری ہسٹری پڑھی ہے۔ میں میڈم کی تابع بن کر رہنا پسند کروں گی مگر تمہارے زیر اثر نہیں رہوں گی۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں تمہاری مرضی کے خلاف ہپناٹائز نہیں کروں گا۔ خوامخواہ ہپناٹائز کرنے میں وقت ضائع ہوگا۔ میں الپا کے لب ولہجے میں اسی طرح آتا جاتا رہوں گا۔ اس طرح تم الپا کے علاوہ میرے بھی زیر اثر رہو گی۔"

اس بات نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ پارس اسے ہپناٹائز کیے بغیر ہی اس کے اندر چلا آتا ہے۔ اس نے کہا "اچھی طرح سوچ لو اگر میں تم پر تنویمی عمل کروں گا۔ تو الپا کبھی تمہارے اندر نہیں آسکے گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "تم کہاں سے میرے اندر آگئے ہو؟ میری سمجھ میں نہیں آتا مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"دانش مندی سے فیصلہ کرو۔ میں نے تمہارے خیالات پڑھ کر تمہارے عزائم کو سمجھا ہے۔ تمہارا ایک عزم یہ ہے کہ کبھی کسی کے زیر اثر نہیں رہو گی اور جس طرح الپا نے پیچھی کے ذریعے اپنا نمایاں مقام حاصل کر چکی ہے اور ایک طویل عرصے سے اسرائیل میں حکمرانی کرتی آرہی ہے اسی طرح تم بھی تنہا آزادی اور خود مختاری سے حکومت کرنا چاہتی ہو۔"

"ہاں یہ میرے عزائم ہیں مگر اڑنے سے پہلے ہی تم پر کاٹ رہے ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو میں تمہیں شہ پر بنا رہا ہوں۔ الپا نے ایک چھوٹے سے ملک اسرائیل میں حکومت کر رہی ہے میں تمہیں کسی بڑے ملک کی حکمران بنا سکتا ہوں۔"

"اور اس کے لیے مجھے تمہاری کنیز بن کر رہنا ہوگا۔ میں کہیں حکومت کروں گی مگر تمہارے شکنجے میں رہوں گی؟"

"حکومت کرنے والی عورت پورے ملک میں زبردست بن کر رہتی ہے مگر کسی ایک مرد کے زیر دست رہتی ہے۔"

"میں یہ حکمرانی نہیں چاہتی۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ ابھی میڈم کو اپنے اندر بلاؤں گی وہ مجھے تمہارے تنویمی عمل سے بچا لیں گی۔"

پارس نے پریشانی ظاہر کی اور کہا "یہ ہماری آپس کی بات ہے الپا کو میرے بارے میں کچھ نہ بتاؤ۔ میں نے بڑی مشکلوں سے اس سے پیچھا چھڑایا ہے۔ جب اسے معلوم ہوگا کہ میں تمہارے پاس ہوں تو یہ فراڈ کھل جائے گا کہ اس کے پاس ڈی پارس ہے۔"

وہ بولی "اب آیا ہے اونٹ پہاڑ کے نیچے۔ تھینکس گاڈ۔ میں میڈم کے ذریعے تم سے پیچھا چھڑا سکتی ہوں۔ اب یہاں سے جاؤ۔ میں میڈم سے بات کرنے والی ہوں۔"

"میں ابھی جا رہا ہوں مگر وعدہ کرو اسے ڈی پارس کے سلسلے میں کچھ نہیں بتاؤ گی۔"

"میں تو نہیں بتاؤں گی لیکن وہ میرے چور خیالات سے معلوم کر لیں گی۔"

"جب کبھی تم پر شبہ ہوگا تب وہ چور خیالات پڑھیں گی۔ تب تک تم اپنی زبان بند رکھو گی۔"

"ٹھیک ہے میرا پیچھا چھوڑو اور یہاں سے جاؤ۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں سر جھکا کر جانے لگا۔ ایسے وقت کرونا کے اندر موجود رہا وہ اس کے پیچھے آرہی تھی۔ جب وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا تھا کہ ابھی وہ الپا سے رابطہ کرے گی۔ ورنہ پارس اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔

اس نے دروازہ بند کرتے ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس نے اس کی پرواز کو اپنے دماغ میں پہنچایا پھر الپا کے لب ولہجے میں بولا "کیا بات ہے کرونا کیوں آئی ہو؟"

"میڈم آپ کے ساتھ بہت بڑا فراڈ ہو رہا ہے۔ جو پارس آپ کے پاس ہے وہ ڈی ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو۔ تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ یہ ڈی ہے۔"

"میڈم! اصلی پارس ابھی میرے پاس آیا تھا۔ میں نے اسے بھگا دیا ہے۔"

"نہیں کرونا۔ کوئی دشمن تمہارے پاس پارس بن کر آیا ہوگا۔ اصلی پارس میرے ساتھ ہے۔"

"پلیز آپ میری بات کا یقین کریں وہ آپ کا مخصوص لب ولہجہ اختیار کر کے میرے اندر چلا آتا ہے۔ وہ مجھے کسی وقت بھی ہپناٹائز کر سکتا ہے۔ مجھے آپ سے چھین سکتا ہے۔ پلیز میرے پاس آئیں اور میرے دماغ کو دوبارہ لاک کریں۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ مجھ پر مسلط ہو جائے۔"

"تم نے مجھے بروقت اطلاع دی ہے۔ اب وہ اصل پارس ہو یا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہو میں ان سب کا راستہ بند کروں گی۔ تمہارے دماغ کو لاک کر دوں گی۔ جاؤ بیڈ پر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں واپس آکر بستر پر آرام سے لیٹ گئی۔ اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ پارس نے تھوڑی سی دیر میں اسے تھپک تھپک کر سلا دیا پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔

○☆○

وہ تینوں بدنام زمانہ مجرم انڈر ورلڈ کے گاڈ فادرز کے مشیر خاص تھے۔ ان ناقابل گرفت مجرموں کا ذکر ہو چکا ہے۔ ان میں سے ایک آئرن مین (فولادی انسان) کہلاتا تھا۔ دوسرا خود کو دی کلر (قاتل) کہتا تھا اور تیسرے کو دی ڈنر (جیتنے والا) کہتے تھے۔ وہ تینوں ایسے فخریہ نام رکھنے میں حق بجانب تھے کیونکہ آج تک اپنے نام کے مطابق کام کرتے رہے تھے۔

ان میں سے آئرن مین نے سموراٹی سے فون پر گفتگو کی۔ اس سے پہلے بھی کئی بار گفتگو کر چکا تھا۔ اسے اعتماد تھا کہ وہ ناناکا کوڈو کا خاص باڈی گارڈ سموراٹی ہے اور یوگا کا ماہر ہے۔ کوئی بھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے ذریعے ان تینوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔

وہ اس اعتماد سے فون پر بولتا رہا اور میں سنتا رہا۔ سموراٹی نے ایسے پیغام دیا تھا کہ ان کا آقا میڈم مارلی سے دوبارہ شکست کھانے کے بعد بہت پریشان ہو گیا ہے۔ وہ کل صبح چھ بجے اس اہم معاملے پر گفتگو کرنے کے لیے ان سے رابطہ کرے گا۔

آئرن مین نے کہا "ہم کئی برسوں سے تمہارے آقا کے کامیاب مشیر ثابت ہوتے رہے ہیں۔ کبھی کسی دشمن کے سامنے سر جھکنے نہیں دیا۔ برٹش چانکا کے دور میں ہانگ کانگ کے حکمران ناناکا کوڈو سے مرعوب رہا کرتے تھے۔"

سموراٹی نے کہا "ہمیں پتا ہے تم تینوں نے ہمیشہ ہمارے آقا کا بول بالا رکھا ہے۔"

"لیکن اب تمہارا آقا ہم سے زیادہ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر بھروسا کرنے لگا ہے۔ ہم نے مشورہ دیا تھا کہ مارلی فرہاد سے دوستی کر چکی ہے۔ فی الحال اس عورت سے جائے۔ ابھی کوئی کارروائی نہ کی جائے لیکن تمہارے آقا نے ان چار خیال خوانی کرنے والوں کو ہم سے زیادہ اہمیت دی اور اس کا نتیجہ سامنے ہے۔"

سموراٸی نے کہا "صبح ہمارے آقا سے رابطہ ہو تو آپ انہیں یہ باتیں سمجھا سکتے ہیں۔"

سموراٸی نے فون بند کردیا۔ میں آئرن مین کے اندر رہ گیا۔ وہ اور اس کے دونوں ساتھی عیش و عشرت کے عادی تھے۔ شراب کو پانی کی طرح پیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ چھپ کر رہتے تھے۔ بڑی محتاط زندگی گزارتے تھے۔ انہوں نے ناناکاکوڈو سے کہا تھا "تم بے شک ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دوستی کرو مگر کبھی اپنے اور ہمارے دماغوں میں آنے کا موقع نہ دو۔ ورنہ وہ پلک جھپکتے ہی انڈر ورلڈ کے بے تاج بادشاہ بن جاٸیں گے اور ہمیں دماغی مریض بنا دیں گے۔"

ناناکاکوڈو ان کے اس مشورے پر عمل کر رہا تھا۔ وہ تینوں اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے محفوظ تھے لیکن ایسے بکروں کو کبھی نہ کبھی ٹیلی پیتھی کی چھری تلے آنا ہی پڑتا ہے اور وہ آگئے تھے۔

میں خاموشی سے اس کے خیالات پڑھتا رہا پھر اس کے ذریعے میں نے اس کے دونوں ساتھیوں دی کلر اور دی ونر کی آوازیں بھی سنیں۔ ان کے بھی خیالات پڑھے۔ وہ تینوں ایک دوسرے سے دور دور رہتے تھے۔ کسی ایک پر مصیبت آتی تو باقی دو ساتھی اسے تحفظ فراہم کرتے تھے۔ مصیبت لانے والوں کی زندگی حرام کر دیتے تھے۔

آئرن مین اپنے بیڈ پر سونے جا رہا تھا۔ میں نے اسے ایک پل کے لیے غاٸب دماغ بنا کر یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ اس نے باہر کوئی آہٹ سنی ہے۔ ایسے مجرم اپنے سائے سے بھی محتاط رہتے تھے۔ وہ بیڈ روم سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف آیا۔ وہ سونے سے پہلے دروازوں اور کھڑکیوں کو مقفل کر لیتا تھا۔ اس نے دروازے سے کان لگا کر سنا۔ میں نے پھر اسے غاٸب دماغ بنایا۔ اس نے ایک ہاتھ سے دروازے پر دوبار دستک دی پھر پہلے کی طرح دروازے سے کان لگا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی تو اسے ایسا لگا۔ جیسے باہر سے کسی نے دستک دی ہے۔ وہ اچھل کر ایک قدم پیچھے آگیا۔ تیزی سے دوڑتا ہوا اپنے کمرے میں آیا۔ وہاں سے ایک گن لے کر واپس دروازے کے پاس آکر گرج کر بولا "کون ہے؟"

کوئی ہوتا تو جواب ملتا۔ باہر خاموشی رہی۔ اس نے باہر برآمدے وغیرہ کی لاٸٹس آن کردی تاکہ کوئی چھپا ہو تو روشنی ہوتے ہی بھاگ جاٸے۔ میں نے اس کے دماغ میں بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں پیدا کیں۔ وہ کان لگا کر سنتا رہا پھر وہ آوازیں معدوم ہو گئیں۔

وہ پریشانی سے سوچتا ہوا ایک ایک دروازے اور ایک ایک کھڑکی کی طرف جا کر انہیں چیک کرنے لگا۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ پہلی بار ایسا ہوا تو کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ اس نے بیڈ روم میں آکر موباٸل فون کے ذریعے دی کلر سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا "کوئی نامعلوم دشمن اس کے دروازے تک آیا تھا ایسا کون ہے؟ کیا وہ مجھے آئرن مین کی حیثیت سے جانتا ہے؟"

دی کلر نے کہا "ہم بہت محتاط رہتے ہیں۔ نشے کے اتنے عادی ہیں کہ مدہوشی میں بھی اپنا کوئی راز زبان پر نہیں لاتے۔ یہ خیال دل سے نکال دو کہ کوئی ہماری اصلیت جانتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہانگ کانگ تو مجرموں کا گڑھ ہے شاید کوئی مجرم ڈکیتی کی واردات کرنے آیا ہوگا۔ میں نے باہر کی لاٸٹ آن کی تو بھاگ گیا۔"

اس نے فون بند کردیا پھر سوچنے لگا "لیکن اس آنے والے نے تو دروازے پر دستک دی تھی۔ کیا وہ اتنا احمق تھا کہ دستک دے کر ڈاکا ڈالنا چاہتا تھا۔ اگر وہ دلیر تھا اور اسلحے سے لیس تھا تو پھر روشنی ہوتے ہی کیوں بھاگ گیا؟ یہ کیا معاملہ ہے؟ مجھے کچھ اور پتہ چلے گا۔ خود کو سوچنے اور غور کرنے کے قابل بنانا ہوگا۔"

پہلے وہ پینے کے بعد سونے جا رہا تھا پھر ایک بار پینے بیٹھ گیا۔ دوسری طرف دی کلر اپنے معمول کے مطابق پینے کے بعد سو گیا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سرہانے سے موباٸل فون اٹھا کر آئرن مین کے نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر آواز اور لہجہ بدل کر بولا "ہیلو آئرن مین کیا آج کچھ زیادہ پی رہے ہو؟"

آئرن مین نے پوچھا "تم کون ہو۔ یہ کیسے جانتے ہو کہ میں اس وقت بیٹھا پی رہا ہوں؟"

"جب میں تمہیں آئرن مین کہہ رہا ہوں تو پھر سمجھ لو کہ تمہارے اندر کی تمام باتیں جانتا ہوں۔ ابھی تمہارے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ تم نے دروازہ نہیں کھولا اب میں فون کے ذریعے تمہارے پاس آیا ہوں۔ فون بند کرو گے تو کسی تیسرے راستے سے آجاؤں گا۔"

وہ غصے سے بولا "تم اتنے پراسرار کیوں بن رہے ہو۔ یہ کیوں نہیں بتاتے کہ کون ہو اور مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"میں تمہیں جاننا نہیں چاہتا تھا مگر تم تینوں خوامخواہ ہم سے دشمنی کرنے لگے ہو۔ ناناکاکوڈو سے میرے اور میرے ساتھیوں کے خلاف بولنے لگے ہو۔ ناناکاکوڈو تم تینوں پر اعتماد مشیروں کو ہمارے سامنے اہمیت نہیں دے رہا ہے۔ تمہیں اس بات کا بہت غصہ ہے۔"

آئرن مین نے حیرانی سے کہا "اوہ گاڈ! تم ان چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کوئی ہو مگر تمہیں میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

دی کلر نے فون بند کردیا۔ وہ نیند میں تھا۔ میری مرضی کے مطابق بولتا رہا تھا۔ میں نے اسے دوبارہ سونے کے لیے ادھر آئرن مین فون پر چیخ رہا تھا "ہیلو ہیلو تم خاموش کیوں ہو گئے؟ بولتے کیوں نہیں؟"

میں نے اس کے اندر کہا "ہم بولنے کے لیے فون کے محتاج نہیں ہیں۔"

شدید حیرانی کے باعث فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔ اس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن اس کے اندر گھس آئیں گے پھر وہ بے بسی سے بولا "تم مجھے دشمن نہ سمجھو۔ تم چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے مارکی پر دوبار حملے کرنے کے بعد بھی ناکام رہے۔ میں نے ان ناکامیوں پر اپنی رائے پیش کی تھی۔ ناناکاکوڈو کو سمجھایا تھا کہ فرہاد کی موجودگی میں اس عورت پر حملے نہ کیے جائیں۔"

"تم تینوں ساتھی ناناکاکوڈو کو اب تک بہت سمجھاتے اور مشورے دیتے آئے ہو۔ کب تک مشیر بن کر رہو گے۔ اب چھٹی کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ تم چاہتے ہو تو ہم ناناکا سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے۔ اس سے دور چلے جاٸیں گے۔"

میں نے پوچھا "کتنی دور جاؤ گے؟"

"ہم یورپ یا امریکا چلے جاٸیں گے۔"

"یہ تو بہت قریب ہے۔ ٹیلی فون کے بٹن دباتے ہی مشوروں کا لین دین شروع ہو جاٸے گا۔ اتنی دور جاؤ۔ جہاں سے کوئی رابطہ نہ ہو سکے۔"

وہ گھبرا کر بولا "آں؟ یہ۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ دیکھو ہماری ایسی کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں تمہارا دوست بن کر رہ سکتا ہوں۔ چاہو تو اپنا معمول بنالو۔ میں تمہارے بہت کام آؤں گا۔"

ہمارے پاس تم جیسے غلاموں کی کمی نہیں ہے۔ میں دس منٹ کے لیے جا رہا ہوں۔ واپس آؤں تو مجھے تمہارے دماغ میں جگہ نہیں ملنا چاہیے۔ اس کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو اپنے دماغ کو لاک کر دو یا مردہ بنالو۔ دونوں صورتوں میں میری سوچ کی لہریں تمہارے اندر نہیں آئیں گی۔"

وہ چیختا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ خلا میں تکتے ہوئے کہنے لگا "ابھی نہ جاؤ۔ میری باتیں سن لو۔ جس طرح بھی چاہو۔ مجھ سے سمجھوتا کرلو۔ میری جان کے دشمن نہ بنو۔"

میں خاموش رہا۔ جواب نہ ملنے پر اس نے نیچے پڑے ہوئے فون کو اٹھا کر نمبر پنچ کیے۔ دوسری طرف دی کلر سو رہا تھا "فون کی آواز پر اٹھ گیا۔ اسے آن کر کے کان سے لگا کر بولا "ہیلو؟"

"ہیلو میں آئرن مین بول رہا ہوں۔ ہماری موت آگئی ہے۔ وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے ناناکاکوڈو کے ساتھی ہمارا پتا ٹھکانا فون نمبر معلوم کر چکے ہیں۔ اس نے دس منٹ کی مہلت دی ہے۔ میرے دماغ میں آئے گا اور مجھے مار ڈالے گا۔ مجھے بچاؤ۔ کسی طرح مجھے بچاؤ۔"

دی کلر نے حیرانی سے پوچھا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے دماغ تک کیسے پہنچ گئے؟ تم فوراً ناناکاکوڈو سے رابطہ کرو۔ ان چاروں کو دشمنی سے باز رکھو۔ اس وقت ناناکا ہی تمہیں بچا سکتا ہے۔"

آئرن مین نے ناناکا کے پرائیویٹ نمبر پنچ کیے پھر کان لگا کر سننے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ناناکا کی آواز سنائی دی۔ وہ جھنجلا کر بولا "کون ہے؟ کیوں اتنی رات کو پریشان کر رہے ہو؟"

"ناناکا میں آئرن مین بول رہا ہوں۔ تمہارے وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں پہنچ گئے ہیں۔ انہیں اس بات کا غصہ ہے کہ ہم ان کی ناکامیوں کے خلاف تم سے بول رہے ہیں۔ اس نے دس منٹ کی مہلت دی ہے۔ یہ مہلت ختم ہو رہی ہے۔ وہ آتے ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے مار ڈالے گا۔"

یہ کہتے وقت آئرن مین نے اپنا ریوالور اٹھا لیا تھا۔ اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگالی تھی پھر ٹریگر پر انگلی رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا "مجھے بچاؤ۔ کسی طرح بچاؤ۔ ان چاروں کو فوراً اپنے پاس بلاؤ۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔ ناناکا میں نے برسوں تمہاری خدمت کی ہے۔ مجھے بچاؤ۔ نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔۔۔"

ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھ گیا۔ رات کے سناٹے میں ٹھاٸیں سے گولی چلنے کی آواز گونجنے لگی۔ یہ گونج فون کے ذریعے ناناکا تک پہنچی۔ اس نے چیخ کر پوچھا "کیا ہوا؟ کس نے گولی چلاٸی ہے؟ آئرن مین تم خیریت سے تو ہو؟ ہیلو۔ ہیلو۔ ہیلو۔۔۔!"

اب ہیلو کہنے سے وہ ملنے والا نہیں تھا۔ ہمیشہ کے لیے ساکت ہو چکا تھا۔

○☆○

پورس نے عارضی طور پر شیوانی سے علیحدگی اختیار کی تھی۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا لیکن اس سے بے خبر نہیں تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ وہ بڑی مشکلات کا سامنا کر رہی ہے۔ پہلے تو یہ الجھن تھی کہ اس کا شوہر آندرے ہے یا گھنشام؟

گھنشام اسے اپنی شریک حیات ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا اور آندرے اس کا شوہر کہلانے سے انکار کر رہا تھا پھر وہ کس کے بچے کی ماں بننے والی تھی؟ جبکہ گھنشام اسے کنواری دوشن کہتا تھا۔

آخر ہانگ کانگ کے رجسٹرار آفس سے شادی کے کاغذات منگوائے گئے۔ تب یہ بھید کھلا کہ اس کی شادی پورس سے ہوئی تھی اور وہ پورس کو آندرے کہہ رہی تھی۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی عدالت میں اس کا محاسبہ کیا گیا۔ اس سے پوچھا گیا "تم ہانگ کانگ میں پورس کے ساتھ رجسٹرار آفس گئیں۔ اس کے ساتھ شادی کے کاغذات پر تم نے دستخط کیے پھر پورس کو اب تک آندرے کہہ کر ہمیں کیوں دھوکا دیتی رہی ہو؟"

شیوانی نے جواب دیا "میں خود دھوکا کھاتی رہی ہوں۔ وہ اپنا نام پورس نہیں آندرے بتاتا رہا۔"

"اس نے پورس کے نام سے شادی کی۔ تم نے نکاح نامے میں پورس کا نام پڑھا پھر اس سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ وہ خود کو آندرے کیوں کہہ رہا ہے؟"

"مجھے نکاح کے کاغذات دیکھ کر اب معلوم ہو رہا ہے کہ اس کا نام پورس ہے۔ میں اب تک اس کی اصلیت سے بے خبر تھی۔ میں نے شادی کی خوشی میں نکاح نامے کو نہیں پڑھا تھا اور نہ ہی اس کے نام پر توجہ دی تھی۔ میں تو یہ جانتی تھی کہ میرے ساتھ آندرے آیا ہے۔ آندرے کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے۔ اس لیے میں نے دستخط کر دیے۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے سوال کیا "کیا پورس نے تمہیں ہپناٹائز کیا ہے؟"

"نہیں۔ پورس نے مجھ پر کوئی ایسا عمل نہیں کیا ہے۔ آپ شاید یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں اس سے سحر زدہ رہتی ہوں۔ وہ جو کہتا ہے اس پر عمل کرتی ہوں مگر یہ درست نہیں ہے۔ میں اس کی معمول نہیں ہوں صرف ایک محبت کرنے والی بیوی کی حیثیت سے رہتی رہوں۔"

"تم اس سے محبت کرتی ہو پھر اس نے دھوکا کیوں دیا؟ وہ اپنا نام اپنی اصلیت تم سے کیوں چھپاتا رہا؟"

"میں اپنا نکاح نامہ پڑھنے کے بعد خود حیران ہوں کہ میں پورس کی بیوی اور فرہاد علی تیمور کی بہو بن چکی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ پورس نے اتنی بڑی بات مجھ سے کیوں چھپائی تھی۔"

ایک اور اعلیٰ عہدے دار نے کہا "شیوانی تم اسکاٹ لینڈ یارڈ کی بہت ہی ذہین اور چالاک جاسوس تسلیم کی جاتی ہو۔ ہماری عقل نہیں مانتی کہ تم دھوکا کھا رہی تھیں۔ ایک بات صاف طور پر سمجھ میں آرہی ہے کہ پورس نے تمہیں اپنی معمول بنایا ہے۔ اسی لیے تم اس کی اصلیت سے بے خبر رہی ہو۔"

"میں نہیں مانتی۔ کوئی میرے ذہن کو تسخیر نہیں کر سکتا۔ یہ سوچنا بھی اپنی توہین سمجھتی ہوں کہ پورس یا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے اپنا معمول بنائے گا اور میں بن جاؤں گی۔"

"تم اتنے یقین سے کہہ رہی ہو تو پھر ہم مان لیتے ہیں کہ تم اس کی معمول نہیں ہو۔ اس سے سحر زدہ نہیں ہو اور پوری حاضر دماغی سے اسے پورس سمجھتی رہی ہو لیکن ہمارے سامنے اس کی اصلیت چھپا کر اسے آندرے کہتی رہی ہو۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ اس نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ اپنا نام آندرے بتاتا رہا ہے۔"

"وہ تمہیں دھوکا کیوں دے گا۔ وہ تو تم سے اتنی محبت کرتا ہے کہ تمہیں اپنے بچے کی ماں بنا رہا ہے۔ محبت اور اعتماد کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ اس نے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ تمہیں دیا ہے پھر بھی تم اسے دھوکے باز کہہ رہی ہو۔ اس نے دنیا کی سب سے اہم چیز' سب سے اہم نقشہ تمہارے ذریعے ہمارے پاس کیوں پہنچایا ہے۔ ہمیں تو اس کے پیچھے کوئی بڑی سازش صاف دکھائی دے رہی ہے۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "اور شیوانی تم اس سازش میں شریک ہو۔"

تیسرے عہدے دار نے کہا "تمہیں بابا صاحب کے ادارے سے بہت بڑی آفر دی گئی ہے۔ تمہیں فرہاد علی تیمور کے خاندان کی بہو بنایا گیا ہے۔ تمہارے لیے اس سے بڑا اعزاز اور کیا ہو سکتا تھا۔ تم ان کی سازش میں شریک ہو گئیں۔ تم نے ان کی پلاننگ کے مطابق پورس کی اصلیت چھپائی اور اپنے شوہر کا نام آندرے بتا کر وہ نقشہ پیش کر کے ہمارا اعتماد حاصل کیا۔ ایک فرضی آندرے کا کارنامہ بیان کیا کہ اس نے جان جوکھم میں ڈال کر وہ نقشہ حاصل کیا ہے۔"

ایک اور عہدے دار نے کہا "جبکہ ٹرانسفارمر مشین کے ایسے نقشے بابا صاحب کے ادارے کے اسٹور روم میں سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں پڑے ہوں گے۔ تم وہاں سے نقشے کی مائیکرو فلم منگوا کر ہمارے پاس لے آئیں۔"

ایک اور عہدے دار نے کہا "اور ہم خوش ہوتے رہے کہ تم نے ہمیشہ کے مقابلے میں اس بار سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ دانا لوگ کہتے ہیں کہ کسی وفادار پر بھی بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ تم نے اس مشہور و معروف خاندان کی بہو بننے کا اعزاز حاصل کرنے کے لیے اپنی برسوں کی وفاداری اور اپنی تمام بہترین خدمات کو خاک میں ملا دیا۔ ہمارے اس الزام کے جواب میں کیا کہتی ہو؟"

اس نے تمام عہدے داروں کو دیکھتے ہوئے کہا "جسے میں آندرے سمجھتی رہی اس پورس نے ایک بار مجھے سمجھایا تھا کہ میں آپ جیسے عہدے داروں پر بھروسا نہ کروں۔ جب حالات بدلتے ہیں تو پھر کسی بھی وفادار پر بھروسا نہیں کیا جاتا۔

ایک وقت آئے گا۔ جب تم میں سے کوئی مجھ پر بھروسا نہیں کرے گا اور میں دیکھ رہی ہوں کہ میرے ساتھ یہی ہو رہا ہے۔"

"تم بھروسا دلاؤ۔ اپنے خلاف ان الزامات کو غلط ثابت کرو۔ ہم پھر تم پر اعتماد کرنے لگیں گے۔"

"میری یہ بات کیوں تسلیم نہیں کی جا رہی ہے کہ پورس نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ میں اب تک اسے آندرے سمجھتی رہی ہوں لیکن آپ سب یہی کہہ رہے ہیں کہ میں کسی سازش کے تحت اسے آندرے کہتی رہی ہوں۔" اس نے ڈائریکٹر جنرل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "آپ مجھے اپنا دست راست کہتے رہے ہیں۔ مجھ پر اندھا اعتماد کرتے رہے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ میرے اس برے وقت میں مجھ پر اعتماد کریں۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا "تم پہلے والی ہماری شیوانی ہوتیں تو میں ابھی تمہاری حمایت میں بولتا مگر تم تو فرہاد کی بہو ہو۔ دشمن کی لابی میں پہنچ کر کہہ رہی ہو کہ اعتماد کروں اگر تم ان کی سازش میں شریک نہیں ہو تو کس مقصد کے لیے مشین کا یہ نقشہ ہمارے پاس لائی ہو؟"

"میں یہ نہیں جانتی تھی کہ مجھے یہ نقشہ پورس دے رہا ہے۔ میں اس کی اصلیت جانتی تو اس سے دوستی کرتی نہ شادی! میں تو ان کے خلاف چین میں ٹرانسفارمر مشین تباہ کرنے اور نقشہ چرا کر لانے گئی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ میرے لیے وہ نقشہ کوئی آندرے نہیں چرا رہا ہے۔ بلکہ پورس میرے ساتھ یہ کھیل کھیل رہا ہے۔"

"تم نے پورس سے یہ پوچھا تو ہوگا کہ وہ تمہارے ساتھ کیوں ایسا کر رہا ہے؟"

"پورس مجھ سے رابطہ نہیں کر رہا ہے اور میں اس کا پتا ٹھکانا اور فون نمبر نہیں جانتی ہوں۔"

"تمہارے پاس تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری جے ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے پورس سے رابطہ کر سکتے ہیں۔"

شیوانی نے کہا "مجھے کل رات کو معلوم ہوا کہ میری شادی پورس سے ہوئی ہے۔ اس نکاح نامے کو پڑھنے کے بعد میری نیند اڑ گئی۔ مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا ہے کہ میں پورس کی بیوی ہوں۔ یہ کیسے ہو گیا؟ میں کیسے اس کی بیوی بن گئی؟ یہ الجھن دور نہیں ہو رہی ہے پھر مجھے یہاں عدالت میں حاضر ہونا تھا۔ میں پورس سے اس لیے بھی رابطہ نہیں کر سکی کہ تھری جے مجھ سے رابطہ نہیں کر رہے تھے اگر وہ ابھی رابطہ کریں گے تو ابھی پورس سے بات کرا سکیں گے۔"

"وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اب تم سے رابطہ نہیں کریں گے۔ پچھلی رات ان تینوں کو ہپناٹائز کرایا گیا ہے۔ ان کا برین واش کیا گیا ہے۔ آئندہ وہ تمہارے معمول نہیں رہیں گے۔ ان تینوں کی وفاداری صرف اسکاٹ لینڈ یارڈ کے لیے ہوگی۔"

وہ بولی "یہ ناانصافی ہے۔ میں نے اپنی محنت سے ان تینوں کی وفاداریاں حاصل کی تھیں۔ آپ انہیں جبراً مجھ سے چھین رہے ہیں۔"

"موجودہ حالات میں ہم جو بہتر سمجھ رہے ہیں وہ کر رہے ہیں۔ آج دوپہر عدالت میں ان تینوں کو پیش کیا جائے گا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے پورس سے رابطہ کریں گے۔ اس سے کہا جائے گا اگر وہ تمہیں واقعی بیوی مانتا ہے اور اپنی بیوی اور بچے کی بہتری چاہتا ہے تو یہاں عدالت میں حاضر ہو جائے۔"

جج نے کہا "دوپہر تک کے لیے عدالت برخاست کی جاتی ہے۔ یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آخری فیصلہ سنانے سے پہلے پورس کو یہاں حاضر کیا جائے۔"

اب دو گھنٹے بعد عدالت میں حاضر ہونا تھا۔ شیوانی نے ڈائریکٹر جنرل سے کہا "میں نہیں جانتی تھی کہ پورس مجھے کیوں دھوکا دے رہا ہے۔ اب بات سمجھ میں آرہی ہے۔ میں نے دعویٰ کیا تھا کہ آپ تمام اعلیٰ عہدے دار مجھ پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ مجھ پر کسی بھی حال میں کبھی کسی طرح کا شبہ نہیں کریں گے لیکن پورس مجھ سے دور ہو کر عملی طور پر ثابت کر رہا ہے کہ میں صرف اس کی بیوی بننے کے باعث ناقابل اعتماد بن گئی ہوں۔ میری پچھلی تمام وفاداریاں' میرے تمام کارنامے بھلائے جا رہے ہیں۔"

"تم نے دشمنوں سے رشتے داری کی ہے۔ ہم تم پر بھروسا کیسے کر سکتے ہیں؟"

"آپ یہ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ میں نے جان بوجھ کر رشتے داری نہیں کی ہے۔"

"جان بوجھ کر کی ہے۔ تم نادان بچی نہیں ہو کہ ساری زندگی ایک مرد کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے نام سے دھوکا کھاتی رہو گی۔ پورس کو آندرے سمجھتی رہو گی۔ کیا یہ کوئی ماننے والی بات ہے؟"

وہ جھنجلا کر اسکاٹ لینڈ یارڈ کے گیسٹ ہاؤس میں آگئی۔ دروازے کو بند کر کے بستر پر آگئی۔ پورس کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس پر غصہ آرہا تھا مگر نفرت سے نہیں آرہا تھا کیونکہ اسے اپنا تن من دے چکی تھی۔ اس کے ساتھ دن رات رہتی آئی تھی۔ اس کے پیار کا ایک ایک انداز اس کے دل پر نقش تھا۔

اس کے اندر یہ بات تھی کہ وہ بہت اچھا ہے۔ بہت

پیار کرنے والا جیون ساتھی ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے لیے بہت کچھ کرتا رہا ہے۔ اس نے تھری جے کو ٹریپ کرکے اس کا معمول بنا دیا تھا لیکن ان تینوں۔۔۔ کو اب اس سے چھین لیا گیا تھا۔

پورس نے اسے جو کچھ دیا تھا۔ وہ سب اس کے اپنے اسکاٹ لینڈیارڈ والے اس سے چھین چکے تھے۔ دل تو اسی کی طرف مائل رہے گا جو دیتا رہا تھا اور اب تو بچے کا ایک خوب صورت تحفہ دے رہا تھا۔ وہ سوچ کے ذریعے کہنے لگی "پورس کیسے سنگ دل محبوب ہو۔ محبت کی انتہا بھی کررہے ہو اور مصائب میں بھی الجھا رہے ہو؟"

وہ ایک دم سے اچھل کر بیٹھ گئی۔ اسے اپنے اندر پورس کی آواز سنائی دی "اگر تم مجھے چیلنج نہ کرتیں تو میں یہ سب کچھ نہ کرتا۔ میں نے کہا تھا۔ تم اسکاٹ لینڈیارڈ والوں کا اعتماد قائم نہیں رکھ سکو گی مگر تم میری بات ماننے کو تیار نہیں تھیں۔"

"ہاں یہ میری غلطی تھی۔ تم کہاں ہو فوراً آجاؤ۔"

"پہلے میری بات سمجھو۔ ہم پہلے ہی بھانپ لیتے ہیں کہ آئندہ کیا ہوسکتا ہے اور یہ بات تو آئینے کی طرح صاف نظر آرہی تھی کہ اسکاٹ لینڈیارڈ والے تمہارا نکاح نامہ ضرور دیکھیں گے۔ تب انہیں میری اصلیت معلوم ہوجائے گی۔ میں ان کی گرفت میں نہیں آنا چاہتا تھا اس لیے لندن پہنچنے سے پہلے ہی تم سے دور ہوگیا۔"

"اور مجھے مصیبتوں میں چھوڑ دیا ہے کیا یہ تمہاری مردانگی ہے؟"

"ایسا نہ کرتا تو تمہیں کبھی عقل نہ آتی۔ جہاں تک مردانگی کا تعلق ہے تو میں تمہاری نگرانی کررہا ہوں۔ تم پر اب تک کوئی آنچ نہیں آئی ہے۔ پریشان ہورہی ہو مگر تجربات حاصل کرنے کے لیے ایسی پریشانیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔"

"مگر میں نقصان اٹھا رہی ہوں۔ میرے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ سے چھین لیے گئے ہیں۔"

"فکر نہ کرو کوئی شیر کے منہ سے لقمہ نہیں چھین سکتا۔ وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری جے ان اسکاٹ لینڈیارڈ والوں کو بہت مہنگے پڑیں گے۔"

"کیا وہ تینوں مجھے مل جائیں گے؟"

"کیا یہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شوہر کافی نہیں ہے؟"

"تم شوہر ہو۔ میں انہیں اپنا معمول بنا کر رکھنا چاہتی ہوں۔ اسکاٹ لینڈیارڈ کے تمام عہدے دار میرے لیے چیلنج بن گئے ہیں۔ میں انہیں چیلنج کا جواب دوں گی۔"

"یہ میں بتاؤں گا کہ چیلنج کا جواب کیسے دیا جاتا ہے۔ ایک گھنٹے بعد پھر عدالت میں حاضر ہونے جاؤ گی۔ یہ ساری باتیں بھول کر پیار و محبت کی باتیں کرو۔"

"صرف محبت کی باتیں کروں؟ کیا یہاں آکر مجھے سے نہیں لگاؤ گے۔ میرے اندر اپنے بچے کو محسوس نہیں کرو گے؟ میں بیان نہیں کرسکتی کہ ماں بننے کے لیے میرے اندر کتنی مسرتیں بھر گئی ہیں۔"

"میں تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کررہا ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ تم نے دل سے پورس کو قبول کیا ہے؟"

"یہ احمقانہ سوال ہے۔ تم اندر سے ہو یا پورس کی طرح بھی نام اپنے مرد کا ہوسکتا ہے۔ میں تو سب کچھ بھول کر پہلے اپنے بچے کے باپ کو قبول کررہی ہوں۔ اس کے بعد پورس کی شخصیت اور فرہاد علی تیمور کا خاندان مجھے قبول کرنے کے لیے بہت ہے۔"

"تو پھر یہ بتاؤ۔ میں تمہیں جہاں لے جاؤں گا وہاں چلی گی۔ میرے مناسب فیصلوں سے انکار نہیں کرو گی؟"

"نہیں کروں گی۔ کہاں لے جانے کا ارادہ ہے؟"

"ہم تقریباً چھ ماہ تک مختلف ممالک میں رہیں گے جب تمہاری زچگی کا وقت قریب آئے گا۔ تو تم بابا صاحب کے ادارے میں چلی جاؤ گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں بابا صاحب کے ادارے میں جاؤں گی؟ جہاں کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا وہاں مجھے رہنے کی اجازت ملے گی؟"

"کیوں؟ تمہیں یقین نہیں آرہا ہے؟"

"یقین کیوں نہیں آئے گا۔ میں فرہاد علی تیمور کی بہو ہوں۔ تم میرے پاس کب آرہے ہو؟"

"میں تمہارے پاس ہوں۔ تمہارے اندر ہوں۔ تم سے بول رہا ہوں۔ میری جسمانی موجودگی چاہتی ہو تو ذرا انتظار کرو۔ پہلے اسکاٹ لینڈیارڈ والوں سے نمٹ لوں۔"

وہ دو گھنٹے بعد پھر عدالت میں حاضر ہوئی۔ جج کے سامنے تمام اعلیٰ عہدے دار بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بھی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ ڈائریکٹر جنرل نے کہا "می لارڈ! ہمارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے جے کاؤ، جے فلوارجے سامو یہاں خیال خوانی کے ذریعے موجود ہیں۔ ہم نے ان تینوں کو بہت سخت حفاظتی انتظامات میں رکھا ہے۔ انہیں پبلک پلیس میں لایا جائے گا تو دشمن انہیں نقصان پہنچائیں گے۔ لہٰذا وہ جسمانی طور پر یہاں حاضر نہیں ہوں گے۔ ہمارے یہ تین نوجوان جاسوس یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ تینوں ان کے دماغوں میں موجود ہیں۔"

جج نے کہا "میں اس ادارے کی بہتری اور سلامتی کے لیے ان تینوں کی نادیدہ موجودگی کو تسلیم کرتا ہوں۔ عدالت کی کارروائی شروع کی جائے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا "ہمارے تھری جے نے پورس سے رابطہ کیا تھا اور اسے شیوانی سے شادی کرنے کے سلسلے میں یہاں بیان دینے کے لیے کہا گیا تھا۔ اس نے حاضر ہونے کا وعدہ کیا ہے اگر وہ وعدے کا پابند ہے تو اپنی حاضری ثابت کرے۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میں جارج فرنانڈو ہوں لیکن اس وقت میری شخصیت گم ہوگئی ہے۔ میں پورس ہوں اور اس کے اندر رہ کر بول رہا ہوں۔"

"مسٹر پورس کیا آپ شیوانی کو اپنی بیوی تسلیم کرتے ہیں؟"

"تسلیم کرتا ہوں۔ میں نے ہانگ کانگ کے رجسٹرار آفس میں شیوانی سے شادی کی تھی۔"

"کیا تم نے اپنا اصل نام چھپایا تھا اور خود کو آندرے کہا کرتے تھے؟"

"ہاں شیوانی کو یہ دعویٰ تھا کہ اس کی نگاہوں کی گرمی سامنے والے کو سچ بولنے پر مجبور کرتی ہے اور یہ میں نے دیکھا تھا۔ کوئی بھی شخص اس کے سامنے اگر اپنی اصلیت بیان کردیتا تھا۔ میں اپنی غیر معمولی قوتوں کو آزمانا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے اسے ایک فرضی نام آندرے بتایا۔ اس سے کئی معاملے میں جھوٹ بولتا رہا تاکہ یہ اپنی غیر معمولی نظروں سے میرا سچ پکڑ لے لیکن یہ ناکام رہی۔ میں نے سوچا تھا۔ ہانگ کانگ سے واپسی پر اسے اپنی اصلیت بتادوں گا۔"

"مگر تم نے واپسی پر بھی اصلیت نہیں بتائی۔ اسے اب تک دھوکا کیوں دے رہے ہو؟"

"دھوکے باز ہوتا تو اس عدالت میں حاضر نہ ہوتا۔ شیوانی میری محبت ہے۔ میرے ہونے والے بچے کی ماں ہے۔ میں دور رہ کر بھی اس کی نگرانی اور حفاظت کررہا ہوں۔"

"مگر تم اس سے دور کیوں ہو؟"

"میں شیوانی سے نہیں تم لوگوں سے دور ہوں۔ میں جانتا تھا۔ جب نکاح نامے کے ذریعے تم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ میں پارس ہوں تو شیوانی پر شبہ کیا جائے گا کہ یہ ہم سے مل کر آپ لوگوں کے خلاف سازش کررہی ہے لیکن شیوانی کا دعویٰ تھا کہ تم سب اس پر اندھا اعتماد کرتے ہو۔ یہ کبھی جھوٹ نہیں بولتی ہے۔ دھوکا نہیں دیتی ہے۔ اس ادارے کی وفادار ہے۔ لہٰذا اس پر شبہ نہیں کیا جائے گا۔ آج میں نے یہ ثابت کردیا ہے کہ تم اس کی تمام خوبیوں، کارناموں اور وفاداریوں کو خاک میں ملا کر اس پر شبہ کررہے ہو۔ جبکہ اس نے ایک چھوٹی سی غلطی بھی نہیں کی ہے۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے خلاف کوئی سازش نہیں کی ہے۔ اس کے برعکس فائدہ پہنچایا ہے۔ اس ادارے کو مشین کا نقشہ لاکر دیا ہے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے پوچھا "ہمارے ادارے سے بھی تمہاری دوستی نہیں رہی پھر دوستی کے بغیر تم نے مشین کا نقشہ ہمیں کیوں دیا ہے؟ اور اسے دے کر ہم سے کچھ حاصل نہیں کیا ہے؟"

"اگر تم لوگوں سے ہماری دوستی نہیں تھی تو دشمنی بھی نہیں تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم کبھی ایک دوسرے کے کام نہیں آئے۔ اب میں نے دوستی کی ابتدا کی ہے تو اس میں شیوانی کا جرم کیا ہے؟"

"اگر دوستی کرنا چاہتے تو اپنا نام بتا کر مشین کا وہ نقشہ تحفے کے طور پر پیش کرتے۔"

"نام نہ بتانے کے باوجود تحفہ اپنی جگہ اہم ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ صرف شیوانی کو سچ سکھانا چاہتا تھا۔ وہ آپ سب پر اتنا زیادہ اعتماد کررہی تھی جو اسے نقصان پہنچانے والا تھا اور یہ بے جا اعتماد کے باعث نقصان اٹھا رہی ہے۔ اس ادارے کی ایک اعلیٰ عہدے دار ہے لیکن ملزمہ بن کر عدالت میں کھڑی ہوئی ہے۔ اب اسے عقل آگئی ہے۔ میں نے سبق سکھا دیا ہے اس لیے خود کو ظاہر کررہا ہوں؟"

"تم نے دنیا میں سب سے زیادہ خطرناک ہتھیار پیدا کرنے والی مشین کا نقشہ ہمیں دیا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس کے پیچھے تمہارے اور تمہارے باپ کے اور بابا صاحب کے ادارے کے اہم مقاصد ہیں۔ جنہیں تم چھپا رہے ہو۔ ہمیں کھل کر اپنے مقاصد بتاؤ۔"

"تم لوگ ہمارے مقاصد سمجھنا چاہو تو آسانی سے سمجھ لو گے۔ جب سے چین میں یہ مشین تیار ہوئی ہے۔ تمام دنیا میں کھلبلی پیدا ہوگئی ہے۔ امریکا پھر ایک نئی مشین تیار کررہا ہے۔ اسرائیل میں جو مشین تیار ہوچکی ہے اس کی تیاری کے پیچھے ہمارا ہاتھ رہا ہے۔ ہم چاہتے ہیں دنیا کے تمام بڑے ممالک میں یہ مشین اور ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج موجود ہو۔ جس طرح ایٹم بموں کی موجودگی کے خوف سے کوئی ایک دوسرے کے ملک پر بڑا حملہ نہیں کرتا ہے۔ اسی طرح ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج ہر ملک میں موجود ہوگی تو کوئی کسی کے خلاف سازش نہیں کرسکے گا۔ خیال خوانی کے ذریعے سبھی کو ایک دوسرے کا کچا چٹھا معلوم ہوتا رہے گا اور وہ ایک دوسرے سے محتاط بھی رہا کریں گے اور محفوظ بھی رہا کریں گے۔"

"تم بڑے مضبوط دلائل کے ساتھ اپنے نیک ارادوں کا اظہار کررہے ہو لیکن یہ بات عقل تسلیم نہیں کرتی کہ تم فرشتہ بن کر ساری دنیا میں طاقت کا توازن قائم کررہے ہو اور

ہر ملک کو مشین کا نقشہ بانٹتے پھر رہے ہو۔ تم نے چین کے بعد یہ نقشہ ہمیں دیا ہے۔ کیا واقعی دوسرے ملکوں کو بھی دے رہے ہو؟"

"رفتہ رفتہ دوسرے ملکوں میں مشینیں تیار ہوتی رہیں گی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے بے شمار لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔ تب آپ کو ہماری بات کا یقین آئے گا۔"

"ہم دیکھیں گے کہ آئندہ ایسا ہوگا یا نہیں لیکن جب تک تمہارے نیک ارادوں کا ثبوت نہیں ملے گا۔ ہم اسے گہری اور نہ سمجھ میں آنے والی سازش سمجھتے رہیں گے اور تب تک شیوانی ہماری نظروں میں مشکوک رہے گی۔ ہم اسے لندن سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس کی سختی سے نگرانی کی جائے گی۔"

پورس نے کہا "صاف لفظوں میں فیصلہ سناؤ کہ شیوانی کو یہاں قیدی بنا کر رکھیں گے۔"

جج نے کہا "یہ ضمانت کے طور پر یہاں رہے گی۔ آئندہ کبھی کسی سازش کے باعث ہمیں نقصان پہنچے گا تو شیوانی کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔"

"فرہاد علی تیمور کی بہو کو قیدی بنانے کا فیصلہ سنانے سے پہلے اچھی طرح سوچ لیں کہ اپنے لیے کیسے کیسے مسائل پیدا کرنے والے ہیں اگر آپ کی کسٹڈی میں رہنے سے شیوانی کو ایک ذرا سا بھی نقصان پہنچے گا تو پھر اس عالمی شہرت یافتہ ادارے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔"

"شیوانی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہم صرف اسے ضمانت کے طور پر اس کے بنگلے میں نظر بند رکھیں گے۔ یہ وہاں آرام سے رہے گی۔"

انہوں نے شیوانی کو قیدی بنا کر رکھنے کا فیصلہ سنا دیا۔

پورس اس فیصلے کے خلاف اسی وقت کارروائی کر سکتا تھا لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہا۔ اس نے شیوانی سے کہا "میری جان یہ تمہیں ایک دن کے لیے بھی قیدی بنا کر نہیں رکھ سکیں گے۔ انہیں اپنے حفاظتی انتظامات پر بڑا ناز ہے۔ میں آج رات ہی تمہیں یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔"

○☆○

ان تین بدنام زمانہ مجرموں کو بڑا فخر تھا کہ وہ ناقابلِ گرفت اور ناقابلِ شکست ہیں۔ ان میں سے آئرن مین شکستہ ہو چکا تھا۔ زندگی سے ٹوٹ پھوٹ کر اس دنیا سے نابود ہو چکا تھا۔ باقی دو رہ گئے تھے۔ ان میں سے ایک دی کلر اور دوسرا دی ونر تھا۔

دی کلر سنگدل قاتل تھا۔ دوسروں کی موت لاتا تھا۔ اب اپنی موت آنکھوں کے سامنے نظر آ رہی تھی۔ ایسی موت جس سے وہ بچ نہیں سکتا تھا۔ ٹیلی پیتھی ایک ایسا ہتھیار تھا۔ جس سے بچنے کے لیے وہ کوئی ڈھال بنا سکتا تھا۔ وہ پریشان ہو کر اپنے ساتھی سے بولا "سر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارا پتا ٹھکانا اور فون نمبر جان گئے ہیں گے؟"

دی ونر نے کہا "میں کیا بتاؤں۔ مجھے تو حیرت نہیں آتی ہے۔ مجھے بڑا غرور تھا کہ میں زندگی میں ہمیشہ ہوں لیکن یہ خیال خوانی کرنے والے کسی بھی موت دے دیں گے۔"

وہ دونوں بار بار ناناکا کوڈو سے رابطہ کر رہے تھے رہے تھے "تم نے اپنے فائدے کے لیے ان ٹیلی پیتھ والوں سے دوستی کی لیکن وہ ہم سے دشمنی کر انہوں نے آئرن مین کو مار ڈالا ہے اور تم ان سے کہہ رہے ہو۔"

ناناکا نے کہا "تم سب میرے لیے اہم ہو اور گے۔ میں ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا محاسبہ قسمیں کھا کر کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے آئرن مین نہیں کیا ہے۔"

"اور تم ان کی قسموں پر اعتبار کر رہے ہو۔ ہم آ اتنی رازداری سے زندگی گزارتے آ رہے ہیں۔ آج تک ہمارے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکا مگر ٹیلی پیتھی جاننے والے پہنچ گئے ہیں۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے دشمن بھی ہیں نے آئرن مین کو ہلاک کیا ہوگا۔"

"فرہاد سے ہمارا کوئی تعلق نہیں رہا۔ دنیا میں ب مجرموں کی طرح ہم بھی مجرم ہیں۔ اسے ہم مجرموں سے دشمنی ہوگی۔ دشمن تو تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم ان کے خلاف تم سے شکایتیں کرتے رہے ہیں وہ مخالفت برداشت نہیں کر رہے ہیں۔ آئرن مین کے بعد ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

ناناکا نے یقین دلایا "ایسا نہیں ہوگا۔ چاروں ٹیلی جاننے والے دونوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

ناناکا کوڈو اپنے محل کے ایک حصے میں بیٹھا ہوا تھا کے آس پاس اور پیچھے محافظ سمورائی کھڑے ہوئے تھے کے سامنے چار سیکورٹی گارڈز تھے۔ ان چاروں کے بائرن ٹوڈ، ہارووے، بیکر برائٹ اور سائمن موجود تھے اپنے کان سے ریسیور لگائے دی کلر اور دی ونر کی باتیں رہا تھا اور وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے باتوں کے دے رہے تھے۔ اپنی طرف سے صفائی پیش کر رہے تھے الزام دے رہے تھے کہ میں ان کے ایک ساتھی کو کر کے آپس میں اختلافات پیدا کر رہا ہوں۔

وہ دونوں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ان کا ساتھی اپنی موت سے پہلے ان کے خلاف بیان دے چکا تھا اور وہ یہ جانتے تھے کہ مجھ سے ان کا کبھی کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ تعلق تو صرف انہی چاروں سے ہے۔

اس معاملے نے ناناکا کوڈو کو بھی الجھا دیا تھا۔ وہ مانتا تھا کہ میں انہیں آپس میں لڑانے کی سازش کر سکتا ہوں لیکن یہ یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں ان کے اندر پہنچ سکتا ہوں پھر وہ مجرم ناناکا سے بھی زیادہ پراسرار تھے۔ بڑی حکمت عملی سے چھپ کر رہتے تھے۔ ناناکا کا خیال تھا کہ میں ان پراسرار مجرموں تک نہ پہنچ سکوں گا اور نہ ہی میں انہیں جانتا ہوں۔

اسے شبہ تھا کہ بائرن ٹوڈ وغیرہ اس کے لیے کام تو کر رہے ہیں لیکن محل کے اندر اور باہر اس کے خاص آدمیوں کے دماغوں میں گھس رہے ہیں۔ اس کے اہم راز معلوم کر رہے ہیں۔ اس طرح وہ اس کے خاص مشیر آئرن مین کے اندر بھی پہنچ گئے تھے۔ اسے ہلاک کر دیا تھا۔ اب ناناکا کو اپنے دو مشیروں کی فکر تھی۔ وہ ان چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "تم کہتے ہو کہ فرہاد نے میرے ایک مشیر کو مار ڈالا ہے۔ چلو میں یقین کرتا ہوں لیکن میرے باقی دو مشیروں کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "جب ہم تمہارے دو مشیروں کو جانتے نہیں ہیں تو انہیں کیسے نقصان پہنچائیں گے۔ تم یہ کیوں سمجھ رہے ہو کہ تمہارے آدمیوں کو ہم سے نقصان پہنچ رہا ہے؟"

ناناکا نے کہا "میرا ذہن بری طرح الجھا ہوا ہے۔ عقل کہتی ہے کہ فرہاد میرے مشیروں کو نہیں جانتا ہے اگر کسی طرح جان بھی لے تو انہیں ہلاک کر کے کچھ حاصل نہیں کر سکے گا اور جب وہ میرے مشیروں تک پہنچے گا تو مجھ تک پہنچنے کا بھی راستہ نکال لے گا اور وہ تو یہی چاہے گا کہ میرے اپنوں میں سے کسی کو نقصان پہنچائے بغیر خاموشی سے میری شہ رگ تک پہنچ جائے۔ اسے راستہ ملتے ہی وہ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرے گا۔ فوراً مجھے مار ڈالے گا۔"

ہارووے نے کہا "ناناکا تم ہم پر شبہ کر رہے ہو۔ کھل کر نہیں بول رہے ہو کہ ہماری دوستی پر اعتماد نہیں رہا ہے۔"

وہ بولا "ہماری تمہاری گہری دوستی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم میں سے کوئی مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا لیکن میرے وہ تینوں مشیر تمہاری مخالفت کر کے مصیبت میں پڑ گئے ہیں اگر تم سب ان دونوں کی حفاظت کرو گے۔ انہیں جانی نقصان نہیں پہنچنے دو گے۔ تب میں سوچوں گا کہ واقعی کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے آئرن مین کو ہلاک کیا تھا۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "ہماری کوشش ہوگی کہ تمہارے دونوں مشیروں کو کہیں سے کسی طرح کا نقصان نہ ہو۔"

ناناکا نے دی کلر اور دی ونر سے فون پر کہا "یہ چاروں وعدہ کر رہے ہیں کہ تمہیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ تم دونوں بھی اپنے طور پر سخت حفاظتی انتظامات رکھو۔"

پھر اس نے بائرن ٹوڈ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اطلاع ملی ہے کہ میڈم مارلی پچھلی رات اپنے ساحلی کاٹیج میں تھی۔ اب بھی وہاں ہو سکتی ہے۔ وہ تنہا ہے۔ پتا نہیں فرہاد کہاں ہے کیا اس موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہو؟"

"ہاں فائدہ تو ہر موقع سے اٹھایا جا سکتا ہے لیکن فرہاد کی ایک ایک حرکت پر غور کرنا ہوگا۔ مارلی پر دو بڑے حملے ہو چکے ہیں یہ سمجھنا ہوگا کہ وہ مارلی کو تنہا چھوڑ کر کہاں گیا ہے۔ ہم ابھی جا رہے ہیں پہلے مکمل معلومات حاصل کریں گے، ہر طرح سے اطمینان حاصل کریں گے پھر ایک کامیاب حملہ کریں گے۔"

بائرن ٹوڈ، ہارووے، بیکر برائٹ اور سائمن سبھی وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے گئے پھر میرے اور مارلی کے سلسلے میں مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کرنے لگے۔ انہیں معلوم نہ ہو سکا کہ میں کہاں ہوں اور مارلی اس وقت تک ایک فلائٹ سے لندن کے لیے روانہ ہو چکی تھی اور یہ بات انہیں ابھی معلوم نہیں ہو سکتی تھی۔

دی کلر اور دی ونر کو کسی حد تک اطمینان ہوا تھا کہ وہ محفوظ رہیں گے لیکن یہ بات کھٹک رہی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کا پتا ٹھکانا اور فون نمبر جانتے ہیں۔ اب وہ بہلے کی طرح چھپ کر آزادی سے زندگی نہیں گزار سکیں گے۔ ہمیشہ ان خیال خوانی کرنے والوں کے رحم و کرم پر رہیں گے۔

میں نے دی کلر کے اندر کہا "یہی ہوتا رہے گا۔ جب ناناکا نے کہا ہے تو ہم تم میں سے کسی کو ابھی قتل نہیں کریں گے۔ اسے یقین دلاتے رہیں گے کہ آئرن مین کو فرہاد نے قتل کیا ہے پھر کبھی کوئی تو حادثہ تم میں سے کسی کو پیش آئے گا۔ تب ناناکا شبہ نہیں کرے گا اسے تمہاری حادثاتی موت سمجھ کر صبر کر لے گا۔"

میں انہیں دہشت میں مبتلا کر کے ایک سمورائی کے دماغ میں آیا۔ وہاں پتا چلا دو سمورائی تلوار بازی کا مظاہرہ کرتے وقت زخمی ہوئے تھے۔ انہیں طبی امداد پہنچائی جا رہی ہے۔ میں ان دونوں کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ یہ بعد میں میرے کام آنے والے تھے۔

سونیا کے منصوبے کے مطابق مارلی لندن پہنچ گئی۔ اس نے ایک بہت مہنگے ہوٹل میں اپنے لیے ایک سوئٹ ریزرو کرایا تھا۔ بڑے شاہانہ انداز میں وہاں پہنچی تھی۔ سونیا کے

ماتحت اس کے انتظار میں تھے۔ انہوں نے انڈرورلڈ کے گاڈ فادر جم کاف کے خاص ماتحتوں کو اپنا آلہ کار بنایا تھا۔ ان کے ذریعے شام کا وہ اخبار جم کاف کے سامنے پیش کیا۔ جس میں میڈم مارلی کی تصویر شائع ہوئی تھی اور یہ لکھا ہوا تھا کہ ہانگ کانگ کے جزیرہ لن تاؤ کی مالک میڈم مارلی لندن آئی ہوئی ہے۔ اس کا قیام ہوٹل میریٹ میں ہے۔

جم کاف یہ خبر پڑھتے ہی خوش ہوگیا۔ اس نے فوراً ہی اپنے ماتحتوں سے کہا "ہمارے درجنوں وفاداروں کو حکم دو کہ وہ ہوٹل میریٹ کے باہر اور اندر کسی نہ کسی بہانے دن رات موجود رہیں۔ کسی وقت کسی بھی لمحے میں ان کی خدمات کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔"

پھر اس نے لندن کے میئر سے فون پر کہا "میں جم کاف بول رہا ہوں۔ یہاں فار ایسٹ جزیرے کی ایک ملکہ میڈم مارلی آئی ہوئی ہے۔ میں اس کی میزبانی کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن وہ قبول نہیں کرے گی۔ آپ اس شہر کے میئر ہیں۔ ہوٹل میریٹ کے مالک کو حکم دیں کہ میڈم مارلی کے قیام و طعام کے سلسلے میں کبھی کوئی بل پیش نہ کیا جائے۔ اس کے لندن کے تمام اخراجات میں ادا کروں گا۔"

میئر نے کہا "آپ جیسا چاہتے ہیں ویسا ہی ہوگا۔"

"میں اس سے بھی زیادہ چاہتا ہوں۔ آپ مارلی سے کہہ دیں کہ وہ جب تک یو کے اور دوسرے بیرونی ممالک کے دورے پر رہے گی اس کے تمام اخراجات ہر ملک کے، ہر شہر کا میئر برداشت کرے گا۔ وہ پہلی بار یورپ آئی ہے۔ ہم اپنی روایات کے مطابق مہمان نوازی کے فرائض انجام دیں گے۔"

میئر نے مسکرا کر پوچھا "کیا مارلی بہت خوب صورت ہے؟ آپ تو بہت زیادہ مہربان ہو رہے ہیں۔"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ اسے مہربان کرنے کے لیے یہ مہربانیاں کر رہا ہوں۔ پلیز فوراً رابطہ کریں۔"

میئر نے میڈم مارلی سے رابطہ کیا اور اسے یہ اطلاع دی کہ وہ یہاں اعزازی طور پر جب تک چاہے قیام کرے۔ میئر اس سے آج رات ڈنر کے وقت ملاقات کرے گا۔

مارلی نے شکریہ ادا کر کے فون بند کیا پھر خوش ہو کر سوچنے لگی "کیا میں اتنی مشہور ہوں کہ یہاں آتے ہی اخبارات میں میری تصویریں شائع ہوگئیں اور اس شہر کا میئر میرا میزبان بن گیا ہے۔"

اگر میئر کے علاوہ کوئی اور ایسی بات کرتا تو اسے شبہ ہوتا کہ انڈرورلڈ کے لوگ اس سے دوستی کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں پھر وہ ایسی آفر قبول نہ کرتی۔ رات کے لیے ڈائننگ ہال میں ایک بڑی سی ٹیبل اس کے لیے ریزرو کی گئی تھی۔ اسے فون کے ذریعے اطلاع دی گئی۔ میئر صاحب آرہے ہیں پلیز آپ ڈائننگ ہال میں تشریف لے آئیں۔

وہ خوب بن سنور کر نہایت قیمتی لباس پہن کر ڈائننگ ہال میں آئی۔ ایک میز پر اس کے نام کی تختی رکھی ہوئی تھی وہاں ایک خوب رو صحت مند جوان بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اٹھ کر پوچھا "میرا خیال ہے آپ میڈم مارلی ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی "ہاں اور آپ شاید اس شہر کے میئر ہیں۔"

دونوں نے مصافحہ کیا پھر ایک دوسرے کے سامنے والی کرسیوں کے اطراف بیٹھ گئے۔ مارلی نے کہا "آپ مجھے جانتے ہیں لیکن آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔"

جم کاف نے مسکرا کر کہا "میں اس شہر کے میئر کا چھوٹا بھائی ہوں۔ میرا نام جیمس کاف مین ہے۔ میئر بہت مصروف ہے اس لیے میں میزبانی کا شرف حاصل کرنے آیا ہوں۔"

وہ بولی "مجھے خوشی ہے کہ آپ لوگ مجھے اتنی عزت دے رہے ہیں۔"

وہ بولا "تم اتنی حسین و پرکشش ہو کہ صرف عزت کرنے کو ہی نہیں محبت کرنے کو بھی دل چاہتا ہے۔"

سونیا کا ایک خاص ماتحت مارلی کے اندر مستقل رہتا تھا۔ وہ اسے جم کاف کی طرف مائل کر رہا تھا۔ اس کے ذہن کو اس کی شخصیت سے متاثر کر رہا تھا۔ اس نے حسن کی تعریف کی تو مارلی نے برا نہیں منایا۔ اپنے مزاج کے خلاف مسکرا کر کہنے لگی "تم بھی بہت خوب رو اور اسمارٹ ہو۔" وہ سوچ رہی تھی۔ پہلی بار اس انجانے ملک میں آئی ہوں۔ نہیں یہاں کے لوگ کیسے ہوں گے۔"

"ہر ملک اور ہر شہر کے لوگ اچھے کم ہوتے ہیں۔ برے زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر مجھ سے دوستی رہے گی تو یہاں کے لوگوں سے محفوظ رہو گی۔"

"کیا تم مجھے اتنا وقت دے سکو گے؟"

"تم چاہو گی تو ساری زندگی وقت دیتا رہوں گا۔ ویسے تمہیں پورے یورپ کی سیر کرنا چاہیے۔ یہاں کے مناظر قابل دید ہیں اور سوئٹزرلینڈ کا تو جواب نہیں ہے۔"

"میں بچپن میں کئی بار آچکی ہوں پھر شادی کے بعد یہاں نہ آسکی۔ تقریباً بارہ برس کے بعد آئی ہوں۔"

جم کاف نے مایوسی ظاہر کی "اچھا تو تمہاری شادی ہو چکی ہے؟"

"شادی ہوئی تھی! میں دو برس کے بعد ہی بیوہ ہوگئی۔ دس برس سے تنہا زندگی گزار رہی ہوں۔"

"تمہارے جیسی حسین و جمیل خاتون کو تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ کوئی بھی چرا کر لے جائے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں موم کی بنی ہوئی عورت نہیں ہوں۔ آج تک کسی نے مجھے ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کی۔ میں ہمیشہ آزاد اور خود مختار رہ کر زندگی گزارتی ہوں۔"

"لیکن یہ جگہ تمہارے لیے انجانی ہے۔ تم بہت مشہور و معروف ہو۔ تمہارے دوست کم اور دشمن زیادہ ہوں گے۔ کیا اپنی حفاظت کی خاطر میرا ساتھ گوارا کرو گی؟"

"تم ایک اچھے مضبوط اور صحت مند جوان ہو۔ میں پہلی ملاقات میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں۔"

انہوں نے کھانے سے پہلے وہسکی کا آرڈر دیا۔ جم کاف ٹھہر ٹھہر کر، سنبھل سنبھل کر پیتا رہا اور باتیں کرتا رہا۔ وہ ذرا تیزی سے پینے کی عادی تھی۔ چوتھا پیگ پینے لگی تو جم کاف نے کہا "اب کھانا منگوایا جائے؟"

وہ بولی "ابھی تو پینے میں مزہ آرہا ہے۔ تم بہت اچھی باتیں کرتے ہو اور دو پیگ پینے کے بعد کھانا کھاؤں گی۔"

وہ بولا "زیادہ پینے کے لیے ڈائننگ ہال مناسب نہیں ہے۔ بہتر ہوگا اپنے سوئٹ میں چل کر پیو۔"

وہ راضی ہوگئی۔ دونوں وہاں سے اٹھ کر لفٹ کے ذریعے سیونتھ فلور پر آئے۔ جم کاف نے اس کے سوئٹ میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آغوش میں کھینچ کر بولا "میرا نام جیمس کاف مین ہے اس نام کا انتظار ہے جم کاف۔"

وہ ذرا چونک گئی مگر پریشان نہیں ہوئی اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی گئی تھی کہ لندن میں جو بھی شخص اسے ملے گا وہ اسے قبول کرے گی۔ اس نے پوچھا "تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم جم کاف ہو۔ ایک عرصے سے میرے پیچھے پڑے ہو۔ مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ تم اتنے خوب رو اور اسمارٹ ہو تو میں اسی وقت تمہیں قبول کر لیتی۔ تم سچے عاشق ہو۔ یہاں آتے ہی مجھے اسیر کر لیا ہے۔"

اس نے اپنی بانہوں کا ہار اسے پہنا دیا۔ دوستی کی ابتدا ہوگئی۔ محبت ہوگئی۔ شادی بھی ہو جائے گی...!

○☆○

کرونا نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ صبح ہوگئی تھی۔ وہ اپنے بیڈ پر بڑی بے ترتیبی سے پڑی ہوئی تھی۔ وہ سوچنے لگی۔ پچھلی رات کب اپنے کمرے میں آئی تھی اور جب آکر سونے لگی تھی تو اس نے لائٹ کیوں نہیں بجھائی دن نکل آیا تھا اور لائٹ ابھی تک آن تھی۔ اسے روشنی میں نیند نہیں آتی تھی۔ اس کے باوجود وہ گہری نیند سو گئی تھی۔

پھر اس نے محسوس کیا کہ اس کے بدن پر لباس کے بجائے صرف ایک چادر ہے۔ لباس کا ایک حصہ بستر پر اور دوسرا حصہ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے حیرانی سے سوچا "میں نے لباس کیوں نہیں پہنا تھا۔ اسے کیوں اس طرح پھینک دیا تھا؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ اسے کچھ یاد نہیں آرہا تھا کہ پچھلی رات کیا ہو چکا ہے پھر پارس نے اس کی سوچ میں کہا "وہ کوئی تھا۔ ہاں کوئی تھا۔ اس نے سمجھایا تھا مجھے زیادہ سوچنا نہیں چاہیے۔ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جو ہو رہا ہے۔ میری بہتری کے لیے ہو رہا ہے۔

وہ اپنے طور پر سوچنے لگی "ہاں مجھے یاد آیا۔ مجھے فوراً غسل سے فارغ ہو کر ایک نئے سفر کی تیاری کرنی ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نیا پاسپورٹ حاصل کرنا ہے۔ اس ملک سے فوراً باہر جانا ہے۔ ورنہ الپا مجھے پھر اپنا معمول بنا لے گی۔ اوہ نو! اب میں کسی کے زیر اثر نہیں رہوں گی۔"

وہ بیڈ سے اتر کر باتھ روم میں چلی گئی۔ غسل وغیرہ کرنے کے دوران میں خیال خوانی کرتی رہی پھر اس نے آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنے چہرے کو عارضی میک اپ کے ذریعے تبدیل کیا۔ ایک خود کار کیمرے سے اپنی کئی تصویریں اتاریں پھر وہ سب کچھ لے کر پاسپورٹ آفس کے ایک اعلیٰ عہدے دار کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر کہا "ابھی ایک گھنٹے کے اندر میرا پاسپورٹ تیار کراؤ اور جب تک میں یہاں رہوں۔ کسی سے ملاقات نہ کرو۔ میں نہیں چاہتی کہ کوئی میری صورت دیکھے۔"

اس عہدے دار نے اس کے احکامات کی تعمیل کی۔ ایک گھنٹے کے اندر پاسپورٹ تیار ہوگیا۔ اسی طرح کرونا نے ٹریولنگ ایجنسی میں جا کر ایک فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ حاصل کی پھر واپس اپنے بنگلے میں آکر سفری بیگ میں اپنا ضروری سامان رکھنے لگی۔

پارس نے پچھلی رات اسے بتایا تھا کہ اس کے ذہن سے اپنے بارے میں یہ بات مٹا دی تھی کہ کبھی وہ اس کے قریب آیا تھا۔ اب وہ اسی پارس کو جانتی تھی جو چھ انچ کم ہونے کے بعد الپا کے پاس رہ گیا تھا۔

اس کے دماغ میں یہ بھی نقش کیا گیا تھا کہ اس کے اندر کبھی کبھی مشورے دینے والی سوچ ابھرتی رہے گی اور وہ ان مشوروں پر عمل کرتی رہے گی۔

شام کو پانچ بجے اس کی فلائٹ جرمنی کے ایک شہر فرینکفرٹ جانے والی تھی۔ وہ اس میں سوار ہوگئی اس کے ساتھ والی سیٹ پر پارس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اسے نہیں پہچان سکتی تھی کیونکہ اس کے ذہن سے اس نے خود کو مٹا دیا تھا۔

کرونا نے اس پر ایک نظر ڈالی پھر اس کے پاس بیٹھ گئی۔

پارس نے اسے دیکھا پھر کہا "تم میری ہم سفر ہو۔ میں تمہیں پہلے ہی سمجھا دیتا ہوں۔ مجھے لڑکیوں کا سگریٹ پینا

بالکل پسند نہیں ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی "کیا میں تمہیں سگریٹ پیتی ہوئی دکھائی دے رہی ہوں؟"

"مجھے کیا پتا اگر پی رہی ہو تو بجھا دو۔ نہیں پی رہی ہو تو ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم ان لمحات میں کینسر سے محفوظ ہو۔"

"کیا تم پاگل ہو یا مجھ سے لفٹ لینے کے لیے یوں بے تکے انداز میں بول رہے ہو؟"

"کیا سگریٹ نوشی سے منع کرنے والے پاگل ہوتے ہیں یا لفٹ لینے والے دیوانے ہوتے ہیں؟"

اس نے ناگواری سے دوسری طرف منہ پھیر لیا لیکن خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا نام جیری ہے۔ وہ دنیا میں بالکل تنہا ہے۔ پتا نہیں اس کے ماں باپ اور خاندان والے کون ہیں اور کہاں ہیں پتا نہیں وہ کب سے پاگل خانے میں تھا۔ علاج ہونے کے بعد اپنے وطن فرینکفرٹ واپس جا رہا ہے۔

کرونا کو اطمینان ہوا کہ وہ کوئی بہروپیا نہیں ہے۔ کبھی پاگل تھا۔ اب نہیں ہے پھر بھی پوری طرح نارمل نہیں ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ فرینکفرٹ پہنچ کر کہاں جائے گا؟ کہاں رہے گا؟ اور کیا کرے گا؟

کرونا نے اس سے پوچھا "کیا تم پاگل خانے سے آ رہے ہو؟"

پورس نے حیرانی سے پوچھا "تم کیسے جانتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "میں غیب کی باتیں جانتی ہوں!"

وہ خوش ہو کر بولا "میں بھی غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ میں پاگل خانے کے ڈاکٹروں کو اور وہاں کے افسروں کو ان کے گزرے ہوئے دنوں کی باتیں بتاتا تھا پھر یہ بھی بتاتا تھا کہ وہ کیا سوچتے ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ میری باتیں سن کر حیران ہوتے تھے۔ وہ مجھے خوب کھانے پینے کو دیتے تھے۔ مجھے صاف ستھرے کمرے میں رکھتے تھے اور اچھی طرح میرا علاج کرتے تھے۔"

کرونا نے پوچھا "تم غیب کی باتیں کیسے بتاتے تھے۔ کیا تمہیں کوئی علم آتا ہے؟"

"مجھے کوئی علم نہیں آتا۔ میرے دماغ میں آپ ہی آپ باتیں آنے لگتی ہیں۔ میں کسی کو دیکھتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ بول رہا ہے۔ اس کی زبان چپ رہتی ہے۔ ہونٹ بند رہتے ہیں پھر بھی وہ مجھ سے کچھ نہ کچھ بولتا رہتا ہے۔"

وہ جہاز پرواز کرنے لگا تھا۔ کرونا نے پوچھا "کیا تم مجھے دیکھ کر میرے اندر کی باتیں بتا سکتے ہو؟"

"ہاں! جیسے دوسرے میرے اندر بولتے ہیں۔ ویسے تو بھی بول... تو میں تمہارے بارے میں بتاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے! مجھے دیکھو اور میرے بارے میں کچھ بولو۔"

دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے ملنے لگیں۔ کرونا نے اس کے اندر رہ کر سوچا "یہ ناممکن ہے۔ بھلا یہ غیب کی باتیں کیسے بتائے گا۔"

ایسے ہی وقت کرونا نے اس کے اندر اپنی سوچ کی لہروں کو سنا۔ سوچ کی وہ لہریں کہہ رہی تھیں "میرا نام کرونا ہے میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے غیب کی باتیں بتا دیتی ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے بغیر تم کچھ نہیں بتا سکو گے۔"

کرونا اس کے دماغ میں اپنی سوچ کی لہروں کو سن کر حیران ہو رہی تھی۔ وہ اس کے اندر ایسے نہیں بول رہی تھی جیسے آواز اور لب ولہجہ بالکل اپنا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ پارس مکاری سے اس کے لب ولہجے میں بول رہا ہے۔

پارس نے اس سے پوچھا "کیا تمہارا نام کرونا ہے۔ شاید تم یہی نام بتا رہی تھیں؟"

وہ بولی "میں نے تمہیں کچھ نہیں بتایا ہے۔ میں تو بالکل چپ تھی پھر تم نے میرا نام کیسے معلوم کیا؟"

"پاگل خانے کے ڈاکٹر اور افسران بھی یہی پوچھتے تھے اب میں کیسے بتاؤں کہ اپنے اندر آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ پہلے میں بہت حیران ہوتا تھا۔ جب کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا تو حیران ہونا بھول گیا اور ہاں تم نے یہ بھی بتایا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے غیب کی باتیں بتاتی ہو۔"

کرونا نے پریشان ہو کر سر گھماتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھا پھر دھیمی سرگوشی میں بولی "خاموش رہو۔ یہ بات کبھی زبان پر نہ لانا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

"میں جس کو بھی اس کے بارے میں بتاتا ہوں وہ یہی کہتا ہے کہ میں اس کی بات دوسروں کے سامنے زبان پر نہ لاؤں۔ تم بھی یہی کہہ رہی ہو۔ ٹھیک ہے اگر کوئی مجھ سے پوچھے گا تو میں کہہ دوں گا کہ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو۔"

وہ بولی "کسی سے بھی یہ بولنے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں۔"

"اچھا تو کہہ دوں کہ تم جانتی ہو؟"

وہ جھنجلا کر بولی "کس پاگل سے واسطہ پڑ گیا ہے۔ تمہیں میرے بارے میں کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے ٹیلی پیتھی کا ذکر تو بھول ہی جاؤ۔"

"تم کہتی ہو تو بھول جاؤں گا۔ مجھ سے دوستی کرو گی؟"

"مجھے پاگل سے دوستی کر کے پاگل خانے نہیں جانا۔"

"اب مجھے پاگل خانے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈاکٹر کہہ رہے تھے میں اتنا سمجھ دار ہو گیا ہوں کہ دوسروں کو پاگل بنا کر پاگل خانے بھیج سکتا ہوں۔"

"ڈاکٹروں نے درست کہا ہے کہ تم کسی کو بھی پاگل بنا سکتے ہو مگر مجھے نہیں بنا سکو گے۔"

ائر ہوسٹس اور اسٹیورڈ وغیرہ شراب کی ٹرالیاں اور ائر ہوسٹس مشروبات کی ٹرالیاں لیے مسافروں کے درمیان سے گزر رہے تھے۔ مشروبات پینے والے کم تھے۔ شراب پینے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ وہ ٹرالی کرونا اور پارس کے پاس آ کر رکی۔ پارس نے شراب کی چھوٹی سی بوتل لی پھر اسے کرونا کی طرف بڑھا کر کہا "اسے پکڑو۔"

وہ انکار کرنا چاہتی تھی مگر اس کے زیر اثر تھی۔ اس نے مائل کیا۔ اس نے بوتل کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ پارس نے شیشے کا ایک نازک سا جام لے کر اس کے سامنے کھانے والی ٹرے پر رکھ دیا پھر ائر ہوسٹس سے بولا "تھینک یو۔ میں کچھ نہیں پیوں گا۔"

ہوسٹس ٹرالی دھکیلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ کرونا نے حیرانی سے پوچھا "اس کا مطلب کیا ہوا۔ تم کچھ نہیں پیتے پھر یہ بوتل کیوں لی ہے؟"

"بوتل تم نے پکڑی اور مجھ سے پوچھ رہی ہو۔ تمہارے سامنے جام رکھا ہوا ہے۔ پیو۔ شراب نہیں۔"

وہ غصے سے بولی "میں یہ بوتل تمہارے سر پر توڑ دوں گی۔ تم نے کیسے سمجھ لیا تم کہو گے تو میں پی لوں گی۔"

"اس میں سمجھنے کی کیا بات ہے۔ تم میرے ساتھ بیٹھی ہوئی ہو۔ تمہیں کھلانا' پلانا میرا فرض ہے۔"

اس نے بوتل کو پارس کی گود میں پھینکنا چاہا۔ وہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔ وہ ہاتھوں میں بوتل پکڑے جھنجلا رہی تھی کہہ رہی تھی "پاگل کے بچے۔ میں نشہ نہیں کرتی ہوں۔"

"لیکن تمہاری عمر کی یہودی لڑکیاں تو خوب پیتی ہیں۔ اس میں غصہ کرنے کی بات نہیں مگر تمہیں تو بات بات پر غصہ آ رہا ہے۔"

وہ گھور کر بولی "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہودی ہوں؟"

"تمہارا نام کرونا ہے۔ میری ماں کا نام بھی کرونا تھا اور وہ یہودی تھی۔"

اس نے پریشان ہو کر سر گھماتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھا پھر دھیرے سے سرگوشی میں بولی "مجھے کرونا نہ کہو۔ میرا نام میری ہے۔"

"لیکن مجھے غیب سے تمہاری آواز سنائی دی تھی۔ تم نے اپنا نام کرونا بتایا تھا۔"

"تمہارا غیب کا علم جھوٹا ہے۔ میں سچ بول رہی ہوں' میرا نام میری ہے۔"

"زبان جھوٹ بول سکتی ہے مگر غیب کا علم جھوٹا نہیں ہوتا۔ میں ابھی پورے جہاز میں تمام مسافروں کے سامنے ثابت کروں گا کہ تمہارا نام کرونا ہے اور تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

اس نے جلدی سے بوتل کو ٹرے پر رکھا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی "فار گاڈ سیک! خاموش بیٹھے رہو۔ میں مانتی ہوں۔ تمہارا غیب کا علم سچا ہے۔ میری زبان جھوٹی ہے۔ اوہ گاڈ تم اس جہاز میں کیوں سفر کر رہے ہو۔ کسی دوسرے جہاز میں مرنے کیوں نہیں گئے۔"

"کیا دوسرے جہاز میں جانے سے مر جاتے ہیں؟"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی "کیا تم خاموش رہو گے۔ میری باتیں سنو گے۔ دیکھو میں تمہیں اس لیے برداشت کر رہی ہوں کہ پاگل ہو۔ خطرناک نہیں ہو۔ میں تمہیں پیار سے قابو میں رکھوں گی تو تم سے نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ ایک دم سے سہم کر بولا "مجھے پیار کرو گی؟ نہیں میں تمہیں اپنے قریب نہیں آنے دوں گا۔ مجھے عورتوں کے منہ سے بہت ڈر لگتا ہے۔ وہ پیار کرتے کرتے کاٹنے لگتی ہیں۔"

وہ جل کر بولی "تمہیں کتنی عورتوں نے کاٹا ہے؟"

"میں نے کسی کو نزدیک نہیں آنے دیا۔ میری ماں نے سمجھایا تھا کہ مرد کی سمجھ میں نہیں آتا کہ عورت پیار کرنے کے دوران میں کس طرح غیر محسوس طریقے سے کاٹتی رہتی ہے۔ جب کاٹنے کاٹنے چھوڑتی ہے تو اس وقت تک مرد بوڑھا ہو جاتا ہے۔ بڑھاپے میں اسے پتا چلتا ہے کہ وہ پوری جوانی کٹتا رہا ہے۔"

"تمہاری ماں نے فضول سی بات تمہیں سمجھائی ہے۔"

"بات فضول ہو یا نہ ہو۔ خبردار مجھے پیار نہ کرنا۔ اپنا منہ میری طرف لاؤ گی تو اچھا نہیں ہو گا۔"

"کیا خود کو گلفام سمجھتے ہو؟ میں تمہارے جیسوں کو منہ نہیں لگاتی۔"

"مجھ جیسے کو نہ لگاؤ۔ دوسرے کو لگاؤ۔ میرا کیا جاتا ہے؟"

وہ بیزاری سے بولی "میں تم سے کچھ بول کر پچھتاتی ہوں اور جب بولتی ہوں تو کام کی بات رہ جاتی ہے۔ بہتر ہے تم سو جاؤ۔ سونے کے بعد میں تمہارا علاج کروں گی۔"

وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے سونے پر مائل کرنے لگی۔ اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اسے خیال خوانی کے ذریعے تھپکنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اسے اطمینان ہوا' پارس کے خوابیدہ خیالات بتا

رہے تھے کہ وہ گہری نیند میں ڈوب گیا ہے۔

اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ اسے ہپناٹائز کر کے اپنا معمول بنا سکتی تھی۔ پہلے اس نے اس کے چور خیالات پڑھے۔ اپنے خیال کے مطابق کچھ اہم معلومات حاصل کیں۔ اہم باتوں میں ایک بات یہ تھی کہ واقعی اسے غیب سے دوسروں کے اندر کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ وہ اس کے دماغ میں رہ کر اس کے اندر اپنی آوازیں سنتی رہی تھی۔

اس نے دوسری بات یہ معلوم کی کہ کیا وہ واقعی جوان عورتوں کے پیار سے ڈرتا ہے۔ انہیں اپنے ہونٹ قریب لانے نہیں دیتا؟ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ سچ کہتا آرہا ہے۔ وہ پاگل ہونے کے بعد نارمل ہوا ہے۔ معصوم ہے' جھوٹ نہیں بولتا ہے۔

وہ اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر کے ظاہر کرنے لگی کہ سو رہی ہے تاکہ تنویمی عمل کے دوران میں کوئی اسے مخاطب نہ کرے پھر وہ اس پر عمل کرنے لگی۔ اس کے دماغ سے یہ دو باتیں مٹا دیں کہ اس کا نام کرونا ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے پھر اسے اطمینان ہوا کہ اب نہ کبھی اسے یہ باتیں یاد آئیں گی نہ وہ کسی کے سامنے بکواس کرے گا۔

اس نے آخر میں حکم دیا "اب وہ تنویمی نیند سوتا رہے گا پھر ڈنر سے پہلے بیدار ہو جائے گا۔"

کرونا نے اس عمل سے فارغ ہو کر اپنی آنکھیں کھولیں۔ جہاز کے پرسکون ماحول میں مسافروں کی دھیمی دھیمی سرگوشیاں ابھر رہی تھیں۔ اب وہ پارس کی طرف نہیں دیکھنا چاہتی تھی مگر دیکھنے لگی کیونکہ پارس یہ چاہتا تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق سوچنے لگی "کیا یہ سچ مچ عورتوں کے پیار سے ڈرتا ہے۔"

وہ اس کے ہونٹوں کو دیکھنے لگی۔ کشش محسوس کرنے لگی۔ اس کی سوچ نے پوچھا "کیا یہ اب تک کنوارا ہے؟ کسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا؟ کیا نیند میں بھی نہیں آنے دے گا؟"

وہ کھسک کر اس کے قریب ہو گئی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ آگے پیچھے کئی جوڑے رومانس کے موڈ میں تھے۔ ایک دوسرے کو بازوؤں میں لے کر چومنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ وہ اس کے اور قریب ہو گئی اُس وقت وہ ایک عجیب سی دیوانہ وار کشش محسوس کر رہی تھی۔

وہ بے اختیار اپنی سیٹ پر سے اٹھ کر اس کے ہونٹوں پر جھکنے لگی۔ سوچنے لگی۔ میں اسے منہ نہیں لگاؤں گی۔ صرف اتنا دیکھنا چاہتی ہوں کہ کوئی پیار کرنے کے لیے قریب آئے تو یہ چونکے گا یا نہیں۔

اس کے سوچنے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ منہ لگانا نہیں چاہتی تھی۔ پارس نے ایک ہلکا سا جھٹکا دیا تو وہ ایک آہ کر اس کے ہونٹوں سے چپک گئی پھر جیسے چپک کر سوچنے لگی "الگ ہونا چاہیے۔ نہیں ہونا چاہیے چاہیے۔ نہیں ہونا چاہیے۔"

پارس اچانک آنکھیں کھول کر سہم کر کرونا کو دیکھ یوں ظاہر کرنے لگا جیسے اس کے پیار کے ڈر سے تھر تھر رہا ہے پھر اس نے اسے دھکا دیا۔ وہ اپنی سیٹ پر آگر بڑی پریشانی سے ہانپتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ وہ بھی ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ اپنی مٹھیاں بھینچ کر غصہ ظاہر تھا۔

وہ سوچ رہی تھی "مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں اس کے خوف کو کیوں آزمانا چاہتی تھی۔ اوہ گاڈ یہ مقناطیس ہے۔ میں تو چپک کر رہ گئی تھی۔"

وہ تنبیہہ کے انداز میں انگلی اٹھا کر بولا "تم بدمعاش ہو اگر میری آنکھ نہ کھلتی تو میری آبرو لوٹ لیتیں۔"

"بکواس نہ کرو۔ میں ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔ میرے معمول ہو۔ میرے سامنے سر جھکا کر باتیں کرو گے۔"

"کیا تم نے مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا معمول ہے؟"

وہ حیرانی سے بولی "ٹیلی پیتھی؟ کیا تم میری ٹیلی پیتھی نہیں بھولے ہو؟ بتاؤ میرا نام کیا ہے؟"

"تم کیسا بچکانہ سوال کر رہی ہو۔ میں پہلے بھی بتا چکا تمہارا نام کرونا ہے۔"

کرونا نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ اسے کہ اس کی تنویمی نیند پوری نہیں ہوئی ہے۔ تنویمی عمل پر نقش ہونے کے لیے کچھ وقت لگتا ہے۔ اسی لیے معمول تنویمی نیند سلایا جاتا ہے لیکن کرونا نے اپنے عمل کے منٹ بعد ہی اس کے اندر ہلچل پیدا کر کے اسے جگا دیا عمل ناکام رہا تھا۔

اسی قطار کے دوسرے سرے پر ایک ادھیڑ عمر کا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سفر کے دوران میں خاموش تھا۔ اپنے سفر سے بھی باتیں نہیں کر رہا تھا۔ آس پاس کہیں کہیں مناظر تھے۔ وہ ایسے مناظر سے بھی دلچسپی نہیں لے لیکن کرونا جب پارس سے چپک گئی تھی تو وہ ان دونوں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کے لیے یہ عجیب کا تھی کہ ایک جوان لڑکی زبردستی چوم رہی تھی اور جوان گھبرا رہا تھا۔ خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ ایسے وقت مرد بھی شرماتے ہیں اگر وہ شرماتا تو حیرانی کی کوئی بات نہ لیکن وہ تو ایسے خوف زدہ ہو گیا تھا جیسے کوئی بلا اس سے گئی ہو۔

اس ادھیڑ عمر کے شخص نے یہی خیال کیا۔ وہ لڑکی کوئی غیر معمولی ہے۔ اس کے اندر کوئی ایسی بات ہے جس نے اس جوان کو خوف زدہ کر رکھا ہے۔ یہ تجسس پیدا ہو گیا کہ اس جوان کو خوف زدہ کرنے والی لڑکی کون ہے؟ اور اس کے ساتھ کیوں ایسا سلوک کر رہی ہے؟ ایسے وقت ایک ائر ہوسٹس نے آکر پوچھا "کیا میں آپ کے لیے کچھ کر سکتی ہوں؟"

پارس نے کہا "میری آبرو خطرے میں ہے۔ میں اس لڑکی کے ساتھ نہیں بیٹھوں گا۔ کیا مجھے دوسری سیٹ مل سکتی ہے؟ میں یہاں سے دور بہت دور جانا چاہتا ہوں۔"

ہوسٹس نے کہا "سوری۔ کوئی سیٹ خالی نہیں ہے۔ اکنامی میں جہاز رکے گا کچھ مسافر اتریں گے تو ہو سکتا ہے کہ کوئی سیٹ مل جائے۔"

کرونا نے ہوسٹس سے کہا "یہ سیٹ تبدیل نہیں کرے گا۔ یونہی ناراض ہو کر کہہ رہا ہے۔ پلیز تم جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ ایسے ہی وقت کرونا نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ اس کا خیال تھا کہ میڈم الپا کو اس کے فرار کا علم ہو گیا ہے۔ وہ اسے تلاش کر رہی ہے۔

وہ الپا نہیں تھی۔ ادھیڑ عمر کا شخص تھا۔ جو قطار کے دوسرے سرے پر بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ ہوسٹس کے ذریعے کرونا اور پارس کی آوازیں سن چکا تھا۔ یہ سمجھ گیا کہ وہ یوگا جانتی ہے۔ یقیناً کسی غیر معمولی صلاحیت کی حامل ہے۔ وہ دوبارہ خیال خوانی کی پرواز کر کے پارس کے اندر پہنچا۔ وہاں جگہ مل گئی۔

وہ پارس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اسے بھی یہی معلوم ہوا کہ وہ پاگل خانے سے آیا ہے۔ اب پاگل نہیں ہے۔ اسے دماغی صحت مندی کا سرٹیفکیٹ مل چکا ہے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کے پاس بیٹھی ہوئی لڑکی کا نام کرونا ہے۔ کرونا نہیں میری ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ اسے کرونا کہا جائے اور یہ بھی نہیں چاہتی کہ اس کی ٹیلی پیتھی کا ذکر کیا جائے۔

پارس ایک نارمل ہونے والے پاگل کی حیثیت سے بڑے معصومانہ انداز میں یہ خیالات پیش کر رہا تھا۔ وہ ادھیڑ عمر کا شخص یہ سنتے ہی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا کہ اس کا نام کرونا ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی پھر تیچ پال سے کہا "میں جوزف وسکی بول رہا ہے۔"

تیچ پال نے کہا "ہیلو جوزف تم تو تل ابیب سے فرینکفرٹ جا رہے ہو نا؟"

"ہاں میں اس وقت جہاز میں ہوں۔ الپا کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان کو ٹریپ کر کے لا رہا ہوں۔ پچھلے روز ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا معمول اور محکوم بنا کر یہاں سے روانہ کیا تھا۔"

جوزف تم الپا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معمول بنانے میں کامیاب رہے ہو۔ تمہارا ایک معمول تاشقند پہنچ گیا ہے۔ دوسرے کو تم لا رہے ہو۔ ہمارے لیے یہ دو بہت ہیں۔ یہ دونوں فاعل کی حیثیت سے ٹرانسفارمر مشین میں استعمال ہوں گے۔ وہاں تم کرونا کو تلاش نہ کر سکے کوئی بات نہیں ہے۔ تمہارا یہ سفر کامیاب رہا ہے۔"

"میں نے یہ خوش خبری سنانے کے لیے تم سے رابطہ کیا ہے۔ شاید کرونا مل گئی ہے اسی جہاز میں سفر کر رہی ہے۔"

"کیا واقعی؟ پھر تو تم لکی ہو۔ شکار خود بخود تمہارے قریب آگیا ہے۔"

"مجھے مشورہ دو۔ اسے کس طرح ٹریپ کرنا چاہیے۔ وہ اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔ وہ میرے دماغ میں آنا چاہے گی۔ میں بھی سانس روک لوں گا۔ وہ یہی سمجھے گی کہ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہوں۔"

تیچ پال نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "ائر ہوسٹس کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلاؤ۔"

"میرے پاس ایسی کوئی دوا نہیں ہے۔"

"جہاز میں فوری طبی امداد کے لیے دوائیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے کوئی زود اثر دوا زیادہ مقدار میں کھلاؤ گے تو اس کا فوری ردِ عمل ہو گا۔ تم آزما کر دیکھو۔"

"ٹھیک ہے میں اس تدبیر پر عمل کروں گا۔"

ڈنر کے وقت جہاز کے تمام مسافروں کو کھانا پیش کیا جانے لگا۔ جوزف وسکی ایک ہوسٹس کو اپنا آلہ کار بنا چکا تھا۔ اس کے ذریعے اس نے کرونا کے کھانے میں دوا ملا دی تھی۔ اس کا خاطر خواہ نتیجہ سامنے آیا۔ کھانا ختم کرنے سے پہلے ہی کرونا کا دل گھبرانے لگا۔ سر چکرانے لگا۔ وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بولی "مجھے کچھ ہو رہا ہے۔ پلیز ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

مسافروں میں دو ڈاکٹر تھے۔ ان میں سے ایک نے اس کا معائنہ کیا۔ اسے دوائیں دیں پھر کہا "آنکھیں بند کر کے سیٹ پر لیٹی رہو۔ جلد ہی آرام آجائے گا۔"

پارس نے اس کی سیٹ کو بیڈ بنایا۔ وہ آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔ پارس سمجھ رہا تھا کہ اس جہاز میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ اس نے اس کے بھی خیالات پڑھے تھے اور اسے پاگل خانے سے آیا ہوا شخص سمجھنے لگا تھا۔ پارس کو یقین تھا کہ اسی نے کرونا کو شکار بنایا ہے اور اب وہی کھیل شروع ہوا جو ہوتا آیا ہے۔ وہ شخص کرونا پر ضرور تنویمی عمل کرے گا۔

تھوڑی دیر بعد یہی ہونے لگا۔ کرونا گہری نیند میں تھی۔

جوزف وسکی اس کے اندر بول رہا تھا "تم کرونا ہو۔ تمہارے ماں باپ تمہیں بچپن میں چھوڑ کر روس چلے گئے تھے؟"

وہ بولی "ہاں میں وہی ہوں۔"

"کیا تم اپنے ماں باپ سے روس جا کر ملنا چاہو گی؟"

"جو مجھے چھوڑ کر چلے گئے میں ان کی صورت بھی نہیں دیکھوں گی؟"

"لیکن تمہیں جانا چاہیے۔ تمہارے ماں باپ نے تمہیں جان بوجھ کر نہیں چھوڑا تھا۔ وہ مجبور ہو گئے تھے اگر وہ تمہیں لینے اسرائیل آتے تو انہیں گرفتار کر لیا جاتا۔ انہیں گولی مار دی جاتی۔ میں چاہتا ہوں انہیں معاف کر دو۔ ان کے پاس جاؤ۔ وہاں تمہاری ضرورت ہے۔"

"انہیں میری ضرورت کیوں ہے؟"

"وہاں ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ وہاں ایک ٹرانسفارمر مشین تیاری کے آخری مراحل میں ہے۔ ایک ہفتے بعد اسے پہلی بار آزمایا جائے گا۔ تم فاعل کی حیثیت سے اس مشین کے ایک پیڈ پر رہو گی۔ کسی مفعول کے دماغ میں تمہاری ٹیلی پیتھی کا علم منتقل کیا جائے گا۔"

کرونا خاموش رہی۔ جوزف وسکی نے کہا "میں تمہیں حکم دیتا ہوں تم فرینکفرٹ پہنچنے کے بعد وہاں سے تاشقند جاؤ گی۔ وہاں تمہارا باپ مسٹر جان آرمی انٹیلی جنس کا اعلیٰ عہدے دار ہے۔ وہاں تم عزت اور آزادی سے رہو گی۔"

پھر اس نے کرونا سے پوچھا "کیا تم الپا کی وفادار ہو؟"

"میں کسی کی وفادار نہیں ہوں۔ آزاد اور خود مختار ہوں۔"

"لیکن آج سے میری معمول اور محکوم بن کر رہو گی۔ میرے تمام احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی۔"

"میں تمہاری معمول اور محکوم بن کر رہوں گی۔ تمہارے احکامات کے مطابق زندگی گزارتی رہوں گی۔"

اس نے کرونا کو تنویمی نیند سے سونے کا حکم دیا وہ سو گئی۔ اس وقت پارس کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ عامل بیج پال کی ٹیم سے تعلق رکھنے والا جوزف وسکی ہے۔ ویسے جلد ہی معلوم ہونے والا تھا۔ جوزف کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ پارس کے پاس آ کر اس کی نظروں کے سامنے یہ کھیل کھیل رہا ہے اور یہ کھیل آگے چل کر بہت مہنگا پڑنے والا ہے۔

○☆○

ہانگ کانگ کے ساحل سے دور ناٹا کا کوڈو کا ایک بحری جہاز سمندر میں کھڑا ہوا تھا۔ اس جہاز میں وہ تینوں انڈر ورلڈ کے گاڈ فادرز موجود تھے۔ ان کی خفیہ ملاقات کے لیے جہاز کو سمندر کے اس حصے میں لایا گیا تھا۔ ایسی جگہ کوئی دشمن چھپ کر نہیں آ سکتا تھا۔ آنے والا کھلے سمندر میں صاف نظر آ جاتا۔

اس کے چھ سورائی سمندر میں دور دور تک نظر دوڑانے کے لیے جہاز کے عرشے پر چاروں طرف کھڑے ہوئے تھے۔ باقی چھ سورائی جہاز کے اندر بڑے ہال میں تھے۔ اس ہال میں وہ تینوں گاڈ فادرز بیٹھے ہوئے تھے۔ چھ سورائی میں سے دو ایسے تھے۔ جنہیں سونیا اپنا معمول بنا چکی تھی اور دو ایسے تھے جو تلوار بازی کا مظاہرہ کرنے کے دوران میں زخمی ہو گئے تھے۔

ان کے زخم معمولی تھے۔ مرہم پٹی کر دی گئی تھی۔ وہ پہلے کی طرح چاق و چوبند نظر رہے تھے لیکن مجھے ان کے دماغوں میں جگہ بنانے کا موقع مل گیا تھا۔ میں نے پچھلی رات انہیں بھی معمول بنا لیا تھا۔ اب وہاں چار سورائی میرے اور سونیا کے معمول تھے۔ ہم دونوں ان کے ذریعے ناٹا کوڈو کے بالکل قریب پہنچے ہوئے تھے۔

اسے آسانی سے ہلاک کیا جا سکتا تھا یا زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچا جا سکتا تھا لیکن کچھ کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچنا سمجھنا لازمی تھا ایسی جلدی نہیں تھی۔ وہ اس جہاز سے باہر سمندر میں کہیں جانے والا نہیں تھا۔

وہ تینوں بہت پریشان تھے۔ ناٹا کا کہہ رہا تھا "میں نے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوست بنا کر بہت بڑی مصیبت مول لی ہے۔ انہوں نے ہمارے ایک اہم مشیر آئرن مین کو ہلاک کیا ہے اور انکار کر رہے ہیں کہ ایسا انہوں نے نہیں کیا ہے۔ ہم ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔ وہ بہت زبردست ہیں۔ کہاں رہتے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ کس طرح ہمارے خاص آدمیوں کے دماغوں میں پہنچ رہے ہیں؟ ہمیں کچھ پتا نہیں چلتا ہے۔"

دوسرے گاڈ فادر نے کہا "وہ ہماری مدد کے لیے آئے تھے اور اب ہمارے ہی اندر بڑی رازداری سے ہمارے خلاف کیا کچھ کر رہے ہیں۔ ہم نہیں جانتے؟"

تیسرے گاڈ فادر نے کہا "یہ چاروں تو ہمارے لیے زیادہ سے زیادہ خطرناک بن گئے ہیں۔ ان سے کسی طرح چھٹکارا پانا چاہیے۔"

ایک نے کہا "ہم آج اسی لیے یہاں جمع ہوئے ہیں فرہاد کے مقابلے میں ان کی ٹیلی پیتھی بہت مہنگی پڑ رہی ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی کے بغیر ہی اس علاقے کے بے تاج بادشاہ ہوئے تھے۔ ہم ذہانت، اپنی طاقت اور اپنے ذرائع کے مطابق بڑی آزادی سے حکومت کر رہے تھے لیکن اب ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے محتاج بن کر بالکل ہی تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔ ہمیں فوراً ہی کچھ کرنا ہو گا۔"

ناٹا کا کوڈو نے کہا "میں ان سے صاف کہہ دوں گا کہ اب ہمیں ان کے تعاون کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ وہ یہاں سے جا سکتے ہیں لیکن وہ نادان بچے نہیں ہیں۔ آسانی سے نہیں جائیں گے۔"

"ہمیں پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ ہمارے کون کون سے راز معلوم کر چکے ہیں اور ہمارے کتنے اہم افراد کو اپنا معمول بنا چکے ہیں۔"

"معلوم کرنا بہت مشکل ہے۔ ہمیں دماغوں میں گھسنا نہیں آتا۔ ہم کبھی معلوم نہیں کر سکیں گے کہ وہ کہاں کہاں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ہماری سلامتی اسی میں ہے کہ ہم فی الحال روپوش رہیں۔ ہمارے جتنے وفادار ہیں ان پر بھروسا نہ کریں۔ آئندہ نئے وفاداروں کی خدمات حاصل کریں۔ پرانے وفاداروں کو یہ معلوم نہیں ہو گا کہ ہم کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ اس طرح وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

دونوں گاڈ فادرز نے تائید کی "ہمیں یہی کرنا چاہیے۔"

ناٹا کا نے کہا "مجھ سے وعدہ کرو۔ جب تک تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات نہیں ملے گی۔ اس وقت تک ہم اپنی تنہائی میں کسی حسینہ کو نہیں بلائیں گے۔ وہ دشمن اس کے ذریعے ہماری شہ رگ تک پہنچ جائیں گے۔ میں تو کچھ عرصے تک تم دونوں سے بھی خفیہ میٹنگ کے لیے کہیں روبرو نہیں آؤں گا۔"

"ہم اپنی اپنی موٹر بوٹ کے ذریعے اس جہاز سے باہر جائیں گے۔ ایک دوسرے کو یہ نہیں بتائیں گے کہ کہاں جا رہے ہیں کچھ عرصے تک فون کے ذریعے بھی رابطہ نہیں کریں گے۔"

واقعی ان تینوں پر افتاد آ پڑی تھی۔ وہ اپنی سلامتی کے لیے ٹھوس منصوبے بنا رہے تھے۔ ہم نے دو سورائی کو حکم دیا تھا کہ ہمارا اشارہ ملتے ہی وہ ایکشن میں آ جائیں۔ باقی دو سورائی میں سے ایک کو سونیا کنٹرول کرنے والی تھی اور دوسرے کو میں آلہ کار بنا کر استعمال کرنے والا تھا۔

ایک سورائی نے میرے حکم کے مطابق قہقہہ لگایا پھر بائرن ٹوڈی کی آواز اور لہجے میں بولا "ہائے ناٹا کا تم نے فرہاد کے خلاف ہمیں دوست بنایا اور اب دشمنی کر رہے ہو۔"

ناٹا کا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی پشت سے تلوار کھینچ کر اسے دونوں ہاتھوں سے تھام کر سورائی سے کہا "بائرن ٹوڈ تم میرے سورائی کے اندر گھس آئے ہو۔ میرے اعتماد کو دھوکا دے رہے ہو۔"

"اب تو کھل کر دھوکا دینا ہی پڑے گا۔ سوچا تھا۔ آئرن مین کی ہلاکت سے انکار کرتا رہوں گا اور اس کی ہلاکت کا الزام فرہاد کو دیتا رہوں گا مگر تم تو کہیں زیر زمین جا کر چھپنا چاہتے ہو۔"

دوسرے سورائی نے اپنی پشت سے تلوار کھینچ کر ہاروے کی آواز اور لہجے میں کہا "ہم تمہیں چھپنے سے پہلے ہی ختم کر دیں گے پھر یہاں تمہاری جگہ انڈر ورلڈ کے بے تاج بادشاہ بن کر رہیں گے۔"

اس سورائی نے ناٹا کا پر حملہ کیا۔ وہ حملے کے جواب میں حملے کرنے لگا۔ ناٹا کا بہت زبردست اور خطرناک تلوار باز تھا۔ اس نے ایک کے بعد دوسرا پینترا بدلتے ہی سورائی کی گردن اڑا دی۔

دوسرا سورائی اس کے مقابلے پر آیا پھر تیسرا آ گیا۔ ناٹا کا چاروں طرف گھوم گھوم کر بڑی مشاقی سے تلوار چلا رہا تھا۔ وہاں دو سورائی ہمارے زیر اثر نہیں تھے۔ وہ ناٹا کا کی طرف سے مقابلہ کرنے لگے۔ باقی دو گارڈز سہم کر ایک گوشے میں جا کر دبک گئے تھے۔

ناٹا کا کو اپنے دو سورائی سے تحفظ حاصل ہو گیا تھا۔ اس نے تین منٹ کے اندر ہی ہمارے تینوں سورائی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ وہ قسمت کا دھنی تھا۔ میرے اور سونیا کے حملے سے بچنا ممکن نہیں ہوتا لیکن وہ بچ گیا تھا۔ یہ ہمارے لیے مایوسی کی بات نہیں تھی۔ میں نے بھی اس کے دو بڑے حملوں کو ناکام بنایا تھا۔

اس نے اپنے دونوں سورائی سے کہا "اوپر عرشے پر چھ وفادار سورائی ہیں لیکن میں صرف تم دونوں پر بھروسا کروں گا۔ جاؤ اور ہم تینوں گاڈ فادرز کی موٹر بوٹس نکالو۔ ہم کسی بھی سورائی کی نظروں میں آئے بغیر ابھی یہاں سے جائیں گے۔"

وہ دونوں حکم کی تعمیل کے لیے چلے گئے۔ موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ ناٹا کا نے اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر غصے سے پوچھا "کون ہے؟"

دوسری طرف سے بائرن ٹوڈ نے پوچھا "ناٹا کا اتنے غصے میں کیوں ہو؟"

وہ دہاڑتے ہوئے بولا "ذلیل، کتے تو نے میرے چار سورائی کو آلہ کار بنایا تھا۔ مجھے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ کیا تو نے دیکھا نہیں کہ میں نے ان چاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں تو اپنے آلہ کاروں کا ماتم کرنے آ سکتا ہے۔ تھوہے تیری دوستی پر!"

اس نے فون بند کر دیا۔ دوسری طرف بائرن ٹوڈ نے اپنے فون پر ہیلو ہیلو کہہ کر اسے مخاطب کیا پھر فون بند کر کے سوچنے لگا "چار سورائی؟ اور میرے آلہ کار اس کا مطلب ہے فرہاد نے پھر میرے خلاف زبردست چال چلی ہے۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہاروے، بیکر برائٹ اور

سائن کو بلایا پھر کہا "ہم سمجھ رہے تھے کہ فرہاد ہم پر حملے کرنے کے لیے ہمیں تلاش کرے گا لیکن اس نے ایسی چال چلی ہے۔ جس کی ہم توقع نہیں کرسکتے تھے۔"

ہاروے نے پوچھا "اب وہ کیا کررہا ہے؟"

"جو کرنا تھا۔ کرچکا ہے۔ پہلے اس نے ناناکا کے خاص مشیر آئرن مین کو قتل کیا اور اس کے دل میں یہ شک ڈال دیا کہ ہم نے اسے قتل کیا ہے۔"

بیکر برائٹ نے کہا "اس نے بچکانہ چال چلی ہے۔ ناناکا ہم سے بدظن نہیں ہوگا؟"

"ہوچکا ہے۔ فرہاد نے اس کے چار سورائی کو آلہ کار بنا کر اس پر قاتلانہ حملے کرائے اور یہی ظاہر کیا ہے کہ ہم ان سورائی کے ذریعے اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بچ گیا ہے اور اب اسے پورا یقین ہوگیا ہے کہ ہم دوستی کی آڑ میں اس سے دشمنی کررہے ہیں۔"

ہاروے نے کہا "ہم اسے سمجھائیں گے اس کی غلط فہمی دور کریں گے۔"

بائرن ٹوڈ نے غصے سے کہا "اس نے مجھے گالیاں دی ہیں۔ نہ وہ دوستی کرے گا اور نہ ہم کریں گے۔ میں نے کبھی اپنے ماں باپ سے بھی گالیاں نہیں سنیں۔ میں اس کتے کو گالیوں کا ایسا جواب دوں گا کہ وہ زندگی بھر یاد کرتا رہے گا۔"

بیکر برائٹ نے کہا "فرہاد یہی چاہتا تھا کہ ہم بھی غصے میں اس سے دشمنی کریں۔ وہ اپنے دشمن کو ہمارے ہاتھوں ذلیل کرنا اور مارنا چاہتا ہے۔"

"ناناکا میرے ہاتھوں برے انجام کو پہنچے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فرہاد بچ جائے گا۔ اس نے ایک بچکانہ چال چلی اور کامیاب ہوگیا لیکن ایسی چالیں ہمارے خلاف چلے گا تو کتے کی موت مارا جائے گا۔"

سائن نے پوچھا "فرہاد اس وقت کہاں ہوگا؟"

بائرن ٹوڈ نے کہا "مارلی کے ساتھ ہانگ کانگ میں ہے۔"

"تم کیسے جانتے ہو؟"

"میں یہ بتا دوں کہ وہ ہانگ کانگ پہنچا ہوا ہے۔ میں نے فلائنگ کمپنی میں مارلی کا ٹوسیٹر اور ہیلی کاپٹر دیکھا ہے۔ اب میں معلوم کررہا ہوں کس ہوٹل یا کس پرائیویٹ بنگلے میں ہے۔"

ہاروے نے پوچھا "تم ہانگ کانگ کیوں گئے ہو؟"

"ایک طویل عرصے کے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ فرہاد گوشہ نشینی سے نکل کر میدان عمل میں آیا ہے۔ ایسے وقت دشمن اسے ہر طرف سے گھیرتے ہیں۔ اسے ٹریپ کرتے ہیں۔ اسے قتل کرتے ہیں۔ بعد میں پتا چلتا ہے کہ وہ ڈی فرہاد تھا لیکن اس بار بیچ اصل فرہاد ہانگ کانگ میں موجود وہ نہیں جانتا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ میں اس کا سامنا کروں گا۔ اسے اچھی طرح شکنجے میں لانے کے بعد اصل چہرہ دیکھوں گا پھر نیلی پیٹھی کی دنیا کے سب سے کھلاڑی کو گولی مارنے کا اعزاز حاصل کروں گا۔"

ہاروے نے کہا "مارلی کے تمام دشمن اسے ہانگ شہر میں کبھی نقصان نہیں پہنچاتے۔ یہاں کی پولیس اور جنس والوں نے وارننگ دی ہے کہ مارلی کو کبھی نقصان تو ناناکا کو ڈو جیسے مجرموں کے خلاف کارروائیاں کی لیکن ہمارے خلاف کون کارروائی کرنے آئے گا۔ موقع ہے۔ مارلی اور فرہاد کو اسی شہر میں گھیر کر خ جائے۔"

بیکر برائٹ نے کہا "اگر وہ دونوں قلعے میں چلے گئے تو وہاں تک ہماری رسائی ممکن نہیں ہوگی۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "سائن تم پہلے بھی فلائنگ کی چند افراد کو آلہ کار بنا کر مارلی کے ٹوسیٹر میں خرابی پیدا ہو۔ وہ بار بار دھوکا نہیں کھائیں گے لیکن تم وہاں کے افراد کے دماغوں میں آتے جاتے رہو۔ مارلی یہاں روانگی کے سلسلے میں انہیں پہلے سے اطلاع دے گی طرح ہمیں اس کی یہاں سے روانگی کا وقت معلوم ہو گا۔ ہم اسے جزیرہ لن تاؤ اور قلعے میں جانے سے روک گے۔"

"بیکر تم یہاں کے تمام ہوٹلوں اور کلبوں میں تلاش کرو۔"

ہاروے نے کہا "میں یہاں کے سرکاری عہدے کے خیالات پڑھنے جارہا ہوں۔ ان میں سے کسی نہ ضرور معلوم ہوگا کہ مارلی کا قیام کہاں ہے۔"

وہ چاروں مجھے اور سونیا کو گھیرنے اور ختم کر لیے بھرپور پلاننگ کررہے تھے۔ ہم نہیں جانتے تھے سب کہاں ہیں اور کیا کررہے ہیں۔ اتنی تو عقل تھی کہ کوڈ کا اعتماد ہارنے کے بعد وہ چاروں اور شدت سے تلاش کریں گے۔ ان کے لیے یہ آسانی ہوگی کہ میں ساتھ ہانگ کانگ میں ہوں۔

دشمنوں سے محتاط رہنے کا مطلب ہے، موت سے رہو اور اس سے تو رہنا ہی پڑتا ہے۔ پیدا ہوتے ہی زندگی کو مار ڈالنے کی پلاننگ کرتی رہتی ہے۔ سبھی کے ایسا ہوتا ہے۔ ہمارے ساتھ کچھ زیادہ ہو رہا تھا۔

○☆○

شیوانی کو اس بنگلے میں نظربند رکھا گیا تھا۔ بنگلے آگے پیچھے دو دو مسلح گارڈز دن رات پہرا دینے والے

دیکھا جائے تو چار پہرے دار کچھ نہیں ہوتے۔ شیوانی انہیں دھوکا دے کر کسی وقت بھی جاسکتی تھی لیکن اعلیٰ عہدے داروں نے دیرپا بڑا سخت پہرا لگایا تھا۔ اپنے تین نیلی پیٹھی والوں نے تھری جے سے کہا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے کڑی نگرانی کریں۔

تمام اعلیٰ عہدے داروں نے تھری جے کا برین واش کرایا تھا پھر اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ہپناٹزم کے ماہرین کے ذریعے انہیں اپنے ادارے کا وفادار بنایا تھا۔ ان تینوں پر پورا اعتماد تھا کہ آئندہ ان کے معمول) اور وفادار رہیں گے۔ ان کے ماہرین نے یقین سے کہا تھا کہ وہ تینوں شیوانی کے وفادار رہنا بھول چکے ہیں۔ پورس یا کوئی بھی نیلی پیٹھی جاننے والا ان کے مقفل دماغوں میں نہیں جاسکے گا۔

جے کانوئے ڈائریکٹر جنرل سے کہا "شیوانی کا دماغ غیر معمولی ہے۔ کوئی بھی نیلی پیٹھی جاننے والا اس کی مرضی کے بغیر نہ اس کے خیالات پڑھ سکتا ہے نہ اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرسکتا ہے۔ ہم اس کے دماغ میں رہ کر اس کی نگرانی نہیں کرسکیں گے۔"

جے فلونے کہا "اس طرح ہم اس کی اور پورس کی گفتگو بھی نہیں سن سکیں گے۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہوسکے گا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے اور کیا کرنے والی ہے۔"

جے سامونے کہا "وہ بنگلے کے اندر تنہا ہے۔ کسی ملازم یا ملازمہ کو آنے کی اجازت نہیں دیتی ہے۔ بنگلے کے آگے پیچھے چار مسلح گارڈز ہیں۔ ہم ان کے دماغوں میں رہ کر باہر سے ہی شیوانی کی نگرانی کرسکتے ہیں۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا "یہ بڑی مشکل ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ بنگلے کے اندر شیوانی کی نگرانی کیسے کی جائے اگر خفیہ الیکٹرونک آلات نصب کیے جائیں گے تو اس چالاک جاسوسہ سے چھپے نہیں رہیں گے وہ انہیں ناکارہ بنادے گی۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا "اتنا اطمینان ہے کہ وہ ہمارے چار پہرے داروں کو دھوکا نہیں دے سکے گی اگر پورس اور دوسرے نیلی پیٹھی جاننے والے ان پہرے داروں کو ٹریپ کریں گے تو ہمارے نیلی پیٹھی جاننے والوں کو خبر ہوجائے گی۔ وہ ہمیں بروقت اطلاع دیں گے تو شیوانی کے فرار کے تمام راستے مسدود کردیے جائیں گے۔ تمام زمینی دریائی اور فضائی راستوں کی ناکہ بندی کردی گئی ہے۔"

"ہم نے اپنے طور پر مکمل انتظامات کیے ہیں لیکن پورس نے عدالت میں کہا تھا کہ ہم فرہاد علی تیمور کی بہو کو ایک دن کے لیے بھی قیدی بنا کر نہیں رکھ سکیں گے۔"

ایک عہدے دار نے کہا "وہ تین گھنٹوں سے زیر بند ہے ابھی تک کچھ نہیں ہوا ہے۔ یہ اسکاٹ لینڈ یارڈ ہے۔ دنیا کے تمام مجرموں پر ہمارے ادارے کی دہشت طاری رہتی ہے۔ یہاں کے ممنوعہ علاقوں میں ایک چیونٹی بھی رینگ کر نہیں آسکتی۔ اس نے بچکانہ دعویٰ کیا ہے۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "چوبیس گھنٹے کا ایک دن ہوتا ہے۔ تین گھنٹے گزر چکے ہیں۔ باقی اکیس گھنٹوں میں وہ کیا کرلے گا؟ کیا ہمارے سخت حفاظتی انتظامات کو توڑ کر آسکے گا؟"

وہ اس سلسلے میں تمام پہلوؤں پر غور کررہے تھے اور مطمئن ہورہے تھے پھر ڈائریکٹر جنرل نے کہا "اس نے مشین کا جو نقشہ دیا ہے۔ وہ اصلی ہے۔ ماہرین کہتے ہیں کہ کامیابی سے مشین تیار کرلیں گے لیکن عقل کہتی ہے کہ دشمن کے دیے ہوئے تحفے کے پیچھے بھی کوئی چال ہوتی ہے۔ ہماری توقع کے خلاف کوئی بات ہوسکتی ہے۔"

"یہ اندیشہ ضرور ہے لیکن پورس کی یہ بات بھی درست ہے کہ وہ لوگ ٹرانسفارمر مشین کے نقشے شیرینی کی طرح بانٹ رہے ہیں۔ یہی نقشہ انہوں نے جمہوریہ چین کو دیا ایسے ہی ایک نقشے سے اسرائیل میں مشین تیار ہوگئی۔ آئندہ خبر ملے گی کہ دوسرے ممالک بھی یہ مشین تیار کررہے ہیں یا کرچکے ہیں۔ ہمیں پیچھے نہیں رہنا چاہیے ہم یہ مشین ضرور تیار کریں گے۔"

ایک عہدے دار نے کہا "اگر مشین تیار کرنے کے بعد ہماری توقع کے خلاف کوئی نقصان پہنچے گا تو ہم اسے برداشت کریں گے اگر نقصان نہ پہنچا تو ہم چین اور اسرائیل کی طرح فائدے میں رہیں گے۔"

ایسے وقت جے کانوئے ڈائریکٹر جنرل کو مخاطب کیا "سر ممنوعہ علاقے میں کوئی داخل ہوا ہے۔ الیکٹرونک آلات کام نہیں کررہے ہیں۔ وہ شیوانی کے بنگلے سے ابھی دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ وہاں جو جاسوس اور سیکیورٹی گارڈز ہیں۔ ان کے خیالات بتا رہے ہیں کہ جو شخص آیا تھا۔ اس نے پتا نہیں انہیں کیسے سحرزدہ کیا تھا۔ وہ وہاں سے گزر گیا ہے اور یہ لوگ الیکٹرونک آلات کے ذریعے متعلقہ سیکیورٹی فورس کو سگنل نہیں دے رہے ہیں۔ پلیز فور اَ ایکشن لیں۔"

ڈائریکٹر جنرل ٹیلی فون کے ذریعے تمام متعلقہ افسران اور سیکیورٹی فورس والوں کو خطرے سے آگاہ کرنے لگا۔ چند منٹوں میں پوری سیکیورٹی فورس حرکت میں آگئی۔ وہاں کے راستے پر گاڑیاں دوڑنے لگیں۔ وہ گاڑیاں شیوانی کے بنگلے کے چاروں طرف آکر رک گئیں۔ تمام گارڈز گنیں اٹھائے تیزی سے دوڑتے ہوئے پوزیشن لینے لگے۔ انہیں حکم دیا گیا تھا "وہاں آنے والے کو گولی نہ ماری جائے۔ گرفتار کیا جائے اگر وہ خود کو گرفتاری کے لیے پیش نہیں کرے گا تو اسے زخمی

کرکے قیدی بنایا جائے۔"

انہیں کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ انتظار کررہے تھے۔ ڈائریکٹر جنرل کے موبائل کا بزر سنائی دیا۔ وہ اسے آن کرکے کان سے لگا کر بولا "ہیلو میں ڈی جی بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی "میں گھنشام بول رہا ہوں۔ آپ نے میری دھرم پتنی شیوانی کو قیدی بنایا ہے اور اس کے بنگلے کے چاروں طرف کرفیو لگا دیا ہے۔ مسلح فورس کا پہرا لگا دیا ہے۔ یہ ظلم ہے' ناانصافی ہے لیکن میں اپنی بیوی سے ملنے آیا ہوں۔ اس سے ضرور ملوں گا۔"

"تم پاگل ہو۔ بے وقوف ہو۔ یہ نہیں جانتے کہ اسے کتنی سخت نگرانی میں رکھا گیا ہے۔ تمہیں وہاں جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"کیا میں تمہاری اجازت کا محتاج ہوں؟ میں تو یہاں پہنچا ہوا ہوں۔"

"کیا!" ڈائریکٹر جنرل نے شدید حیرانی سے پوچھا "تم اس ممنوعہ علاقے میں ہو۔ کیا تمہیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے؟ نہیں۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میرا وقت ضائع کررہے ہو۔"

"میں تمہارے الیکٹرونک نظام کو ناکارہ بنا کر اس علاقے میں داخل ہوگیا ہوں۔ شیوانی کے بنگلے کے قریب ہوں' دو افسران اور کئی مسلح جوان میرے آس پاس ہیں لیکن میری آنکھوں کی حرارت سے ان کی کھوپڑیاں گرم ہوگئی ہیں۔ یہ میری مرضی کے بغیر میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرسکیں گے۔ میں حکم دوں گا تو یہ خودکشی کرلیں گے۔"

جے کافو نے خیال خوانی کے ذریعے ڈی جی سے کہا "سر یہ درست کہہ رہا ہے۔ جو لوگ الیکٹرونک نظام کی دیکھ بھال کررہے تھے۔ وہ بھی اس کی آنکھوں سے سحرزدہ ہوگئے تھے۔ یہ یکے بعد دیگرے پوری فورس کو سحرزدہ کرتا جائے گا۔"

ڈی جی نے پوچھا "تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ کیا اسے شیوانی سے ملنے کی اجازت دی جائے؟"

"میں چاہتا ہوں اسے دھوکا دیا جائے۔ اسے شیوانی سے ملنے کی اجازت دی جائے گی تو وہ پھر کسی کو سحرزدہ نہیں کرے گا۔ شیوانی کے عشق میں بنگلے کی طرف جائے گا۔ ایسے وقت اسے چاروں طرف سے دبوچ کر اس کے سر اور چہرے کو کسی غلاف سے ڈھانپ دیا جائے پھر وہ کسی کو دیکھ نہیں سکے گا۔ کسی کو سحرزدہ نہیں کرسکے گا۔"

اس مشورے پر عمل کیا گیا۔ یوں بھی گھنشام سر سے پاؤں تک ایک لبادے میں چھپا رہتا تھا۔ جسم کہیں سے نظر نہیں آتا تھا۔ کبھی کبھی چہرے کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ ایسے لباس میں وہ شیوانی سے ملنے کی اجازت حاصل کرکے بنگلے کی طرف جانے لگا تو اچانک اسے چاروں طرف سے دبوچ کر سر سے لے کر گردن تک پورے چہرے کو غلاف سے ڈھانپ گیا۔ اس کے ہاتھوں کو پشت پر باندھ دیا گیا۔ ایک افسر اسے زمین پر گرا کر کہا "میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ فورا کیوں آئے ہو۔ کیا تمہیں پورس نے بھیجا ہے؟"

گھنشام کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ ایک طرف اٹھا کر بولا "یہ پورس کون ہے؟ کیا میں اپنی بیوی سے ملنے کے لیے کسی پورس سے اجازت لے کر آؤں گا؟ میرا منہ کھولو۔"

جے سامو نے اس افسر سے کہا "پاگل کا بچہ۔ پورس کو نہیں جانتا ہے شیوانی کے عشق میں آیا ہے۔"

دوسری طرف ڈائریکٹر جنرل نے فون کے ذریعے پوچھا "یہ کیا چکر ہے۔ ایسے وقت گھنشام کیوں ملنے آیا ہے۔ کیا تم اس کے ذریعے فرار ہوسکو گی۔"

شیوانی نے کہا "آپ لوگ بوکھلا گئے ہیں۔ میں اپنے بنگلے کے اندر نہیں آنے دوں گی۔ اس سے بات بھی نہیں کرنا چاہوں گی تو وہ مجھے یہاں سے کیسے بھگا کرلے جائے گا۔ میں بری طرح ٹینشن میں ہوں۔ میری طبیعت خراب ہورہی ہے۔ اس پاگل کو یہاں سے بھگائیں اور کسی لیڈی ڈاکٹر کو یہاں بھیج دیں۔"

ادھر گھنشام چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "شیوانی میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ تمہارے لیے مقدمہ لڑوں گا۔ تمہیں اس قید سے رہائی دلاؤں گا۔ ایک بار مجھ سے مل کر باتیں کرو۔"

شیوانی نے دروازہ کھول کر باہر برآمدے میں آکر اسے دیکھا۔ پہلے تو وہ لبادے میں چھپا رہتا تھا۔ اب گردن کے نیچے غلاف میں چھپا ہوا تھا۔ وہ بولی "مجھ سے مل کر کیا کرو گے۔ مجھے دیکھ نہیں سکو گے۔ میں زیادہ باتیں نہیں کروں گی۔ سچ مچ رہائی دلانا چاہتے ہو تو اب یہاں سے چلے جاؤ۔ میرے لیے قانونی جنگ لڑو۔ یوں منہ پر نقاب ڈال کر اندھے بہرے بولتے رہو گے تو مجھے رہائی نہیں ملے گی۔ میں کچھ بیمار ہوں۔ فارگاڈ سیک یہاں سے جاؤ۔"

وہ پلٹ کر اندر گئی پھر دروازے کو اندر سے بند کرکے گھنشام کو وہاں سے جانا پڑا۔ ڈائریکٹر جنرل نے جے کافو سے کہا "شیوانی ٹینشن میں ہے۔ اسے طبی معائنے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے ادارے کی قابل اعتماد لیڈی ڈاکٹر کو بھیج رہے ہیں۔ تم تینوں اس ڈاکٹر کے دماغ میں مسلسل رہو گے۔ ہماری توقع کے خلاف کوئی چال چل سکتے ہیں۔"

جے کافو نے کہا "آپ اطمینان رکھیں سر۔ ہم دشمن کے دماغ میں محتاط اور مستعد رہیں گے۔ دشمن کو دھوکا نہیں دے سکیں گے۔"

پندرہ منٹ بعد شیوانی کو اطلاع دی گئی کہ اس کی

پہچانی لیڈی ڈاکٹر معائنے کے لیے آرہی ہے اگر وہ ٹینشن میں ہے تو اسے ذہنی آسودگی کے لیے دوائیں دی جائیں گی۔

پھر اسے وارننگ دی گئی کہ وہ پورس کی باتوں میں آکر لیڈی ڈاکٹر کو نقصان پہنچانے اور وہاں سے فرار ہونے کی حماقت نہ کرے۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے لیڈی ڈاکٹر کی حفاظت کے لیے موجود رہیں گے۔

سات گھنٹے گزر چکے تھے۔ رات ہوچکی تھی۔ بنگلے کے اطراف اب پہلے جیسی مسلح فورس نہیں تھی۔ سامنے ایک جیپ میں ایک سیکیورٹی افسر دو گارڈز کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے لیڈی ڈاکٹر کی کار کو اچھی طرح چیک کیا۔ اسے غور سے دیکھا پھر جانے کی اجازت دی۔ کار احاطے کے اندر جاکر برآمدے کے سامنے رک گئی۔ لیڈی ڈاکٹر نے دروازے پر آکر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ شیوانی نے آکر دروازہ کھولا پھر مسکرا کر اسے اندر بلایا اور دروازے کو اندر سے بند کردیا۔

اسکاٹ لینڈیارڈ کے تمام اعلیٰ عہدے دار مطمئن تھے۔ ایک تو سخت حفاظتی انتظامات تھے پھر یہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے اس لیڈی ڈاکٹر کے اندر موجود تھے۔ کسی طرح بھی دھوکا نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ بات عقل میں نہیں آسکتی تھی کہ ایسے میں خلاف توقع کوئی بات ہوسکتی ہے۔

ہاں جو کبھی سوچ نہیں سکتے تھے۔ وہ بہت پہلے ہوچکا تھا۔ پورس نے بانگ کانگ میں بڑی محنتوں سے تھری جے کو اپنا معمول بنایا تھا۔ وہ ان سے محروم ہونے والی بازی ہارنا گوارا نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے اسکاٹ لینڈیارڈ والوں کو موقع دیا تھا کہ ان تینوں کے برین واش کریں اور ان پر تنویمی عمل کرائیں۔ وہ تنویمی عمل کے دوران میں ان کے اندر موجود رہا تھا۔ جب انہیں تنویمی نیند سلایا گیا تب اس نے دوبارہ منتر سے عمل کے ذریعے انہیں اپنا معمول بنالیا تھا۔ وہ۔ درپردہ اب بھی پورس کے ہی وفادار تھے۔

آدھے گھنٹے بعد بنگلے کا دروازہ کھل گیا۔ لیڈی ڈاکٹر باہر آکر کار میں بیٹھ گئی۔ وہ کار اسٹارٹ ہوکر وہاں سے جانے لگی۔ کار کے ڈرائیور کو پہلے ہی آلہ کار بنالیا گیا تھا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے دس کلومیٹر دور ایک میدان میں آیا۔ وہاں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ لیڈی ڈاکٹر کار سے نکل کر تیزی سے چلتی ہوئی ہیلی کاپٹر میں آکر بیٹھ گئی پھر پنکھے گردش کرنے لگے۔ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوکر پرواز کرتا ہوا وہاں سے دور جانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اعلیٰ عہدے داروں کو اطلاع دی گئی کہ ایک بہت بڑے پلے گراؤنڈ میں ایک ہیلی کاپٹر آکر اترا تھا۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے کوڈ ورڈز میں سگنلز دیے تھے۔ جس سے یقین ہوا کہ وہ اسکاٹ لینڈیارڈ کا کوئی ہیلی کاپٹر ہے لیکن آدھے گھنٹے بعد ہی وہ ہیلی کاپٹر کوئی فلائنگ سگنل دیے بغیر وہاں سے چلا گیا ہے۔

ان تمام عہدے داروں کی توجہ شیوانی کی طرف تھی۔ وہ انتظار کررہے تھے کہ لیڈی ڈاکٹر اسے دوائیں دے کر واپس جائے گی تو تھری جے ان سے رابطہ کریں گے لیکن ایک گھنٹا گزرنے کے باوجود انہوں نے رابطہ نہیں کیا۔

ایک نے حیران ہوکر پوچھا "یہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے خاموش کیوں ہیں۔ کیا شیوانی کا معائنہ کرنے اور دوائیں دینے میں اتنا وقت لگتا ہے۔ ڈاکٹر ابھی تک واپس نہیں گئی ہے؟"

بنگلے کے باہر ڈیوٹی پر رہنے والے سیکیورٹی افسر سے رابطہ کیا گیا۔ اس افسر نے کہا "سر لیڈی ڈاکٹر بہت پہلے ہی واپس جاچکی ہے۔"

ڈی جی نے حیرانی سے کہا "جب وہ جاچکی ہے تو تھری جے مجھے رپورٹ کیوں نہیں دے رہے۔"

ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک بہت بڑا بنگلا الاٹ کیا گیا تھا۔ اس بنگلے کے اطراف سیکیورٹی گارڈز رہا کرتے تھے۔ وہ سب یوگا کے ماہر تھے تاکہ وہ تھری جے کبھی انہیں آلہ کار بنا کر وہاں سے فرار نہ ہوسکیں۔ وہاں کے سیکیورٹی افسر سے پوچھا گیا "کیا وہ تینوں اپنے بنگلے کے اندر ہیں؟"

"یس سر۔ ہم نے انہیں بنگلے کے باہر آتے نہیں دیکھا ہے۔ انہیں اندر ہی ہونا چاہیے۔"

اس افسر کو حکم دیا گیا "دروازے پر جاؤ۔ دستک دو۔ اسے کھلوانے کے بعد اندر جاکر دیکھو وہ تینوں موجود ہیں یا نہیں۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ دروازے پر بار بار دستک دی گئی۔ اندر سے کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔ سیکیورٹی افسر اپنے گارڈز کے ساتھ دروازہ توڑ کر اندر آیا۔ وہ تینوں ڈائننگ روم میں نظر آئے۔ وہ فرش پر ادھر ادھر بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔ وہ سب تیزی سے ان کے پاس گئے۔ ان کا معائنہ کیا تو پتا چلا۔ وہ زندہ ہیں۔ ہوش و حواس میں بھی ہیں لیکن بے حد کمزور ہیں۔ کمزوری اتنی ہے کہ ان میں بولنے کی بھی سکت نہیں ہے۔ ان کے لیے فوراً طبی امداد طلب کی گئی اعلیٰ عہدے داروں کو اطلاع دی گئی۔

ڈی جی نے پریشان ہوکر اس سیکیورٹی افسر سے رابطہ کیا۔ جو شیوانی کے بنگلے کے باہر ڈیوٹی پر تھا۔ اسے حکم دیا گیا۔ فوراً بنگلے کے اندر جاؤ اور شیوانی کے بارے میں رپورٹ دو۔

وہ افسر بنگلے کے برآمدے میں آیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔

اس نے اندر آکر دیکھا۔ ایک بیڈ پر لیڈی ڈاکٹر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور منہ پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔

انہوں نے اس کے ہاتھ پاؤں کھولے۔ منہ پر سے ٹیپ ہٹایا پھر پوچھا "شیوانی کہاں ہے؟"

لیڈی ڈاکٹر نے کہا "وہ یہاں سے میرا لباس پہن کر باہر گئی تھی۔"

"اوہ گاڈ۔ وہ شیوانی تھی۔ ہم سمجھ رہے تھے تم اپنی کار میں جارہی ہو۔ میں نے واپسی میں کار کی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تھا۔ تعجب ہے۔ اس کار کی پچھلی سیٹ پر تم دکھائی دے رہی تھیں۔"

"وہ میں نہیں تھی۔ میں تو یہاں ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں غائب دماغ بنا کر یہ سمجھایا گیا ہوگا کہ میں اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر جارہی ہوں۔"

اس لیڈی ڈاکٹر کو اعلیٰ عہدے داروں کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس کا اور سیکیورٹی افسروں کا بیان سنا گیا۔ ادھر تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زود اثر دوائیں دی گئی تھی۔ وہ کسی حد تک بولنے کے قابل ہوگئے۔ انہوں نے بیان دیا "ہم ڈائننگ ٹیبل کے اطراف بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور دماغی طور پر لیڈی ڈاکٹر کے اندر موجود تھے۔ جب وہ شیوانی کا معائنہ کررہی تھی۔ ایسے ہی وقت ہمیں کمزوری کا احساس ہوا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ہماری خیال خوانی کی لہریں واپس آگئیں۔ ہم کمزوری کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہے تھے۔"

ڈی جی نے پوچھا "تمہارے کھانے پینے کی چیزوں میں ضرر رساں دوائیں کس نے ملائی ہوں گی؟ کیسے ملائی ہوں گی؟"

وہاں کے ڈاکٹروں کو حکم دیا گیا کہ ان کے کھانے پینے کی چیزوں کو چیک کیا جائے اور آئندہ چیکنگ کے بغیر کوئی چیز ان کے کچن اور فریج میں نہ پہنچائی جائے۔"

لیڈی ڈاکٹر کی کار کے بارے میں رپورٹ ملی کہ وہ ایک پلے گراؤنڈ میں کھڑی ہوئی ہے۔ اسی میدان میں ہیلی کاپٹر آیا تھا۔ یوں بات سمجھ میں آگئی کہ شیوانی اسی ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں سے فرار ہوچکی ہے۔

اگر اسی وقت معلوم ہوجاتا تو اس ہیلی کاپٹر کو گھیر لیا جاتا۔ ملک سے باہر نہ جانے دیا جاتا لیکن دیر ہوچکی تھی۔ اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔

تمام اعلیٰ عہدے داروں کے سامنے وہاں کے نامور جاسوس اور مسلح افسران کھڑے ہوئے تھے۔ ان سب کے سر جھکے ہوئے تھے۔ ڈی جی نے کہا "کتنا زبردست حفاظتی انتظام کیا گیا تھا۔ کوئی انسانی طاقت شیوانی کو اس بنگلے سے باہر نہیں لے جاسکتی تھی لیکن پورس اسے لے گیا۔"

ایک عہدے دار نے کہا "ہم میں سے کسی نے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ ہمارے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ناکارہ بنا دے گا۔ انہیں ناکارہ بنانے کے بعد ہی اس نے بازی جیتی ہے۔"

ایک نے سوال کیا "کیا ہم میں سے کسی کی بھی عقل میں یہ بات نہیں آئی کہ وہ ایسا کرسکتا ہے؟"

"آئندہ ہم یاد رکھیں گے۔ اپنے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ ان کا کھانا پہلے دو سرکاری ملازموں کو کھلایا جائے گا پھر انہیں کھانے کو دیا جائے گا۔"

وہ سب اتنا ہی سوچ رہے تھے۔ جتنی ان کی عقل تھی۔ یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی تھی کہ ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پورس کے حکم کے مطابق اعصابی کمزوری کی دوائیں خود ہی اپنے حلق سے اتار لی تھیں۔ ایسی چوری اور چالبازی کو کبھی کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا۔

ان میں سے ایک جوان افسر نے آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے ڈی جی سے کہا "مسٹر ڈی جی یہ اسکاٹ لینڈ یارڈ ہے۔ پوری دنیا میں اس ادارے کا رعب اور دبدبہ ہے لیکن میں نے پھولے ہوئے اس غبارے سے ہوا نکال دی ہے۔"

ڈی جی نے ناگواری سے پوچھا "تم کون ہو؟ ہمارے سامنے بیٹھنے کی جرأت کررہے ہو؟"

"میں پورس بول رہا ہوں۔ میرے بیٹھنے پر اعتراض کررہے ہو۔ کیا مجھے اس کرسی سے اٹھا سکو گے؟"

تمام عہدے دار اور افسران سوالیہ نظروں سے ڈی جی کو دیکھنے لگے۔ وہ بولا "تمہیں یہاں سے اٹھا کر پھینکنا کوئی بڑی بات نہیں ہے لیکن تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے جنگ لڑ رہے ہو اور ہم اس ہتھیار سے خالی ہیں۔"

"جنگ کے دوران میں ہتھیار سے زیادہ ذہانت بہت ضروری ہوتی ہے۔ یہ ذہانت ہے جس نے تمہارے تین ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں کو ناکارہ بنا دیا ہے۔"

"تم نے ایسا تنہا نہیں کیا ہے۔ تمہارے پیچھے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔"

"یہ کبھی یقین نہیں کرو گے کہ میں نے اپنی بیوی کی جان کے لیے جو کچھ کیا ہے تنہا کیا ہے۔ بے شک میرے پیچھے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ جب حالات بہت زیادہ مجبور کرتے ہیں تب میں انہیں استعمال کرتا ہوں۔ اسی لیے مشین کا نقشہ تمہیں دیا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے سرکاری ملازموں کی فوج بناؤ پھر یہ شکایت نہیں ہوگی کہ ہمارے

مقابلے میں اس ہتھیار سے خالی ہو۔"

"جب مشین کا نقشہ ہمیں مل ہی گیا ہے تو ہم اسے ضرور تیار کریں گے۔ جلد ہی تیار کریں گے اور تم نے یہ بہت اچھی بات بتائی ہے کہ ٹیلی پیتھی سے زیادہ ذہانت ضروری ہے۔ ہم تمہاری اس بات کو کبھی نہیں بھولیں گے۔"

اس جوان افسر نے کرسی سے اٹھ کر کہا "اور یہ بھی نہ بھولنا کہ ہم جو کہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ میں نے کہا تھا نا "فرہاد علی تیمور کی بہو کو ایک دن کے لیے بھی قیدی بنا کر نہیں رکھ سکو گے۔ تم دیکھ رہے ہو وہ آزاد ہو کر اسکاٹ لینڈ یارڈ کے تمام اہم راز لے کر یہاں سے جاچکی ہے۔"

وہ بولنے والا جوان خاموش ہوگیا۔ افسروں کی قطار میں جا کر ادب سے کھڑا ہوگیا۔ تب پتا چلا کہ پورس جاچکا ہے۔

○☆○

آدھی رات ہورہی تھی۔ طیارے کے اندر خاموشی تھی۔ کئی مسافر سو رہے تھے اور کئی جاگ رہے تھے۔ سونے والوں میں کرونا تھی۔ جوزف وسکی نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اب وہ اپنی تنویمی نیند پوری کررہی تھی۔

کئی جاگنے والوں میں پارس اور جوزف وسکی بھی تھے۔ جوزف وسکی انتظار کررہا تھا کہ کرونا تین گھنٹے بعد نیند سے بیدار ہوگی تو وہ اس کے دماغ میں جاسکے گا اور وہ ایک معمول اور محکوم کی حیثیت سے اسے محسوس نہیں کرسکے گی۔

وہ اسے ہپناٹائز کرنے کے بعد مطمئن ہوگیا تھا۔ یہ کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ وہاں اس کے تنویمی عمل میں مداخلت کرنے والا کوئی موجود ہوسکتا ہے۔ وہ پارس کی طرف سے مطمئن تھا۔ اسے پاگل خانے سے آیا ہوا ایک جوان سمجھ رہا تھا۔

پارس نے اس کے یقین اور اطمینان سے فائدہ اٹھایا تھا۔ تنویمی نیند کی ابتدا میں ہی اس کے عمل کا توڑ کیا تھا۔ اسے دوبارہ اپنی معمول بنالیا تھا۔ اب وہ اس شخص کو پہچاننا چاہتا تھا جو کرونا کو اپنی معمول بنانا چاہتا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اسی جہاز میں موجود ہے اسے پہچاننے کا مسئلہ تھا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اب اس جہاز میں چند سیٹیں خالی نظر آرہی تھیں۔ وہ ذرا دور ایک سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔

دانہ ڈال کر جاؤ تو مرغا خود ہی دانہ چگنے پہنچ جاتا ہے۔ پارس نے سوچا۔ جو کرونا کو پھانسنا چاہتا ہے وہ اسے تنہا دیکھ کر ضرور اس کے پاس آئے گا۔ ابھی نہیں آئے گا تو تنویمی نیند کا وقت پورا ہونے کے بعد ضرور آئے گا۔ شکار کھیلنے والے کبھی کبھی اسی طرح شکار ہوتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ہی اس نے دیکھا۔ جوزف وسکی کرونا کے پاس جا کر بیٹھ گیا تھا۔ پارس پہلے یقین کرنا چاہتا تھا کہ دانے پر آنے والا مرغا وہی ہے۔ کوئی دوسرا بھی خالی سیٹ دیکھ کر ایک حسین و جوان لڑکی کے پاس آسکتا تھا۔ کوئی جلدی نہیں تھی۔ انتظار کیا جاسکتا تھا۔

تین گھنٹے گزر گئے۔ کرونا نے آنکھیں کھولیں۔ تھوڑی دیر تک نظریں جھکائے سوچتی رہی پھر سیدھی ہو کر سیٹ پر بیٹھ گئی۔ جوزف وسکی نے کہا "ہیلو تم بہت سوتی ہو۔"

کرونا نے چونک کر اسے دیکھا پھر اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے پوچھا "وہ کہاں ہے؟"

"کیا اسے پوچھ رہی ہو جو یہاں بیٹھا ہوا تھا؟ وہ تو کوئی پاگل اور احمق سا جوان تھا۔ مجھ سے دوستی کرو۔ اب تو ہمیں ساتھ رہنا ہے۔"

وہ تعجب سے بولی "ہمیں ساتھ کیوں رہنا ہے؟ تم کون ہو؟ کیا تم بھی پاگل خانے سے آئے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تمہیں پاگل بنانے آیا ہوں۔ تم میری دیوانی بن کر رہو گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "اوہ گاڈ! ایک پاگل گیا۔ دوسرا آگیا۔ دیکھو مسٹر میں تمہیں وارننگ دیتی ہوں جہاں سے آئے ہو۔ وہاں جا کر بیٹھ جاؤ۔ ورنہ منہ توڑ کر ہاتھ پر رکھ دوں گی۔"

اس نے بڑے فخر سے مسکراتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ جوزف نے بڑی حیرانی سے اسے دیکھا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی معمول اور محکوم اسے اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔ اس نے دوسری بار اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو پھر اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا پھر وہ اسے گھور کر بولی "کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ کیا تم ہی میرے دماغ میں آرہے ہو؟"

وہ حیران و پریشان تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا اپنے تنویمی عمل میں ناکام کیسے رہا ہے۔ وہ غصے سے بولی "اس طرح کیوں گھور رہے ہو۔ میری بات کا جواب دو۔ تم اپنی سیٹ چھوڑ کر میرے پاس کیوں آئے ہو؟ تم کون ہو؟"

اس کا وہ غرور ختم ہوگیا کہ اسے اپنا معمول بنا چکا ہے۔ اس نے عاجزی سے کہا "میں دوست ہوں۔ تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہارا نام کرونا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ یہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اسے کرونا کی حیثیت سے پہچان لے۔ اس نے پوچھا "تم مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"میں تمہاری بچپن سے ہسٹری جانتا ہوں۔ تمہارے باپ کا نام جان ڈوگلس ہے۔ تمہاری ماں روسی تھی۔

اسرائیل میں ان دونوں کا داخلہ ممنوع تھا۔ اس لیے تم بچپن ہی سے والدین سے بچھڑ گئی تھیں۔ میں تمہیں ان کے پاس پہنچا سکتا ہوں۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ مجھ سے دوستی کرو۔"

"تم مجھے وہاں کیوں پہنچانا چاہتے ہو؟ جو ماں باپ مجھے بچپن میں چھوڑ کر چلے گئے۔ میں ان کی صورت بھی دیکھنا گوارا نہیں کروں گی۔ تم میرے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟"

"تم نے اسرائیلی آرمی ٹریننگ سینٹر میں بڑی زبردست تربیت حاصل کی ہے۔ الپا نے تمہیں ٹیلی پیتھی سکھائی ہے۔ اس نے یقیناً تمہیں اپنی معمول بنایا ہوگا۔"

"کیا تم نے بھی مجھے معمول بنانے کی کوشش کی تھی؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "ہاں کوشش تو کی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میرا عمل ناکام کیسے ہوگیا۔ کیا تمہاری میڈم الپا نے تمہیں ناکام بنایا ہے؟"

"میں تم میں سے کسی کو اپنے اندر محسوس نہیں کررہی ہوں اور نہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ ابھی تمہارے اندر کوئی نہیں ہے۔ آئندہ میں تمہیں معمول بنانے کی غلطی نہیں کروں گا۔ مجھ سے دوستی کرو۔"

پارس نے کرونا کے ذریعے پوچھا "کیا واقعی دوستی کرنا چاہتے ہو؟ کیا دوست بننے کا ثبوت دو گے؟"

"بے شک تم آزما کر دیکھو۔ میں سچا دوست ثابت ہوسکتا ہوں۔ تم کیا ثبوت چاہتی ہو۔"

"میں تمہاری سچائی چاہتی ہوں۔ سچ بتاؤ۔ تم کون ہو؟ تنہا ہو یا تمہارے آس پاس اور بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟ جھوٹ بولو گے تو دوستی نہیں ہوگی۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا "میرا نام جے کافو ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے تین ساتھی ہیں۔"

پارس اپنے بھائی پورس کے کچھ حالات جانتا تھا۔ یہ معلوم تھا کہ تھری جے اس کے معمول ہیں۔ کرونا نے اس کی مرضی کے مطابق کہا "جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو کتے کی طرح بھونکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ میں پھر تمہیں ایک موقع دیتی ہوں۔ سچ بولو۔ ورنہ یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ۔"

"مجھے جھوٹا نہ سمجھو۔ تم اب تک اسرائیل میں رہی ہو۔ باہر کی دنیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف نہیں ہو۔ میں تمہیں بتا دوں گا کہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں ہے۔"

"تم صرف اپنے بارے میں بتاؤ پھر میں بتاؤں گی کہ وہ تھری جے آج کل کہاں ہیں۔"

"ہوسکتا ہے تم بتا دو لیکن ان میں سے ایک مین جے کافو ہوں اور تمہارے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔"

"اب یہاں سے اٹھو اور جاؤ۔ جب بھی سچ بولنے کا موڈ ہو تو دوستی کرنے کے لیے چلے آنا۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "میں ابھی ٹوائلٹ سے آتا ہوں پھر تمہیں اپنی سچائی کا یقین دلاؤں گا۔"

وہ ٹوائلٹ کی طرف جانے لگا۔ پارس اپنی سیٹ سے اٹھ کر اس کے پیچھے ہوگیا۔ جب وہ ٹوائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر جانے لگا تو اچانک ہی پارس نے پیچھے سے دھکا دیا۔ وہ دھکا کھا کر اندر گرگیا۔ پارس نے بھی اندر جا کر دروازے کو بند کرلیا۔ وہ جھنجلا کر بولا "یہ کیا حرکت ہے؟"

پارس نے اس کی کھوپڑی کے نیچے ہاتھ لے جا کر گلے کو دبوچ لیا۔ جوزف وسکی کمزور نہیں تھا۔ وہ خود کو چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگا لیکن اس کا گلا اس طرح شکنجے میں تھا کہ اس کی سانس رکنے لگی۔ جدوجہد کمزور پڑنے لگی۔ سانس رکنے کا مطلب یہ تھا کہ دماغ پر اثر پڑ رہا ہے اگر اس کے دماغ میں پہنچ جائے گا تو مزید سانس روک کر یوگا کا مظاہرہ نہیں کرسکے گا۔

پارس نے اس کے اندر پہنچ کر کہا "اب تو بتاؤ گے کہ کون ہو؟"

اس نے سانس روکنے کی کوشش کی۔ پارس نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ شدید دماغی تکلیف کے باعث چیخنا چاہتا تھا لیکن پارس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر چیخنے سے روک دیا۔ وہ ٹوائلٹ کے اندر گر کر فرش پر تڑپنے لگا۔ جب تکلیف کی شدت میں کمی ہوئی تو اس کے خیالات نے بتایا۔ اس کا نام جوزف وسکی ہے اور تیج پال کی ٹیم سے اس کا تعلق ہے۔ وہ لوگ روس میں ٹرانسفارمر مشینیں تیار کررہے ہیں۔ ایک مشین اگلے ہفتے تیار ہوجائے گی۔ انہیں مشین کو آزمانے کے لیے آلہ کار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے۔ جنہیں وہ فاعل کی حیثیت سے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے اس نے الپا کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کیا ہے۔ ایک کو تاشقند پہنچا چکا ہے دوسرے کو اپنے ساتھ لے جارہا ہے۔

پارس نے کہا "اپنے دونوں معمول ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں جس مخصوص آواز اور لہجے کے ساتھ جاتے ہو۔ وہ مجھے سناؤ۔"

اس نے اس مخصوص آواز اور لہجے کو سنایا۔ پارس نے کہا "تمہاری دماغی تکلیف کم ہوگئی ہے۔ میرا اندازہ ہے تم اگلے ایک گھنٹے تک خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہو گے۔ اپنے کسی ساتھی کو مدد کے لیے نہیں بلا سکو گے لیکن میں بڑیا وہ وقت چاہتا ہوں۔"

کہتے ہی اس نے پھر ایک بار زلزلہ پیدا کیا اور فوراً ہی اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تاکہ وہ چیخیں نہ مار سکے۔ وہ پھر اس تکلیف کے باعث فرش پر تڑپنے لگا۔ تکلیف کے بعد شدید رفتہ رفتہ آرام آتا ہی ہے۔ اسے بھی آرام آنے لگا لیکن رفتہ نیم بے ہوشی طاری تھی۔ وہ اٹھنے کے قابل نہیں تھا۔ اس پارس نے اسے پکڑ کر اٹھایا اور کہا "کھڑے رہو۔ میں تمہارے دماغ میں کسی حد تک توانائی پیدا کروں گا۔ تم یہاں سے جا کر اپنی سیٹ پر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

پارس نے اس کا لباس درست کیا۔ اس کے بالوں میں کنگھی کی پھر تھپک کر کہا "شاباش جاؤ۔"

پارس نے دروازہ کھول لیا۔ وہ باہر نکل کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنی سیٹ کی طرف جانے لگا۔ پارس پچھلی قطار کی ایک خالی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اس نے جوزف وسکی کا وہ حال کیا تھا کہ حالت قابل رحم ہوگئی تھی۔ وہ اپنی سیٹ پر جا کر نیم دراز ہوگیا تھا۔ آنکھیں بند کرلی تھیں۔ پارس اس کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اسے نیند آتے ہی اس پر عمل کرنے لگا۔

کرونا پچھلے تین گھنٹوں تک سوتی رہی تھی۔ اب اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ اس اجنبی کے بارے میں سوچ رہی تھی جو اسے ہپناٹائز کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔ اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ خود کون ہے۔

نہ بتانے کے باوجود ٹیلی پیتھی کی دنیا میں یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ سامنے والا ہمارا دوست کبھی نہیں ہوسکتا اور اس جہاز میں ایک دشمن کی موجودگی کا علم ہوچکا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ایک دشمن اچانک ہی جہاز کے اندر پہنچ گیا۔ وہ فوری طور پر اپنے بچاؤ کے لیے چند چیزیں ساتھ لے کر آئی تھی۔ اس کے پرس میں ایک چھوٹا سا پستول تھا۔ ایک چھوٹی سی شیشی میں اعصابی کمزوری کی دوا تھی۔ سر کے گھنے بالوں کے اندر اس نے ایک بیٹری چھپائی تھی۔ وہ پن زہریلی تھی۔ وہ جسے چبھوتی وہ رفتہ رفتہ کمزوری محسوس کرتا پھر انتہائی کمزوری میں مبتلا ہو کر مرجاتا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ فرینکفرٹ پہنچ کر ایسی اور چند چیزیں خریدے گی۔

پارس اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اپنا لباس اور سر کے بال درست کرتے ہوئے بڑبڑانے لگا "الو کا پٹھا۔ مجھے کمزور سمجھتا تھا۔ میں نے ایسی پٹائی کی ہے کہ صبح تک اٹھ نہیں سکے گا۔"

وہ گھور کر بولی "کیوں بڑبڑا رہے ہو پھر یہاں کیوں آئے ہو؟"

"تمہیں بتانے آیا ہوں۔ وہ جو ابھی تمہارے پاس آکر بیٹھا ہوا تھا نا۔ میں نے اسے بے ہوش کردیا ہے۔"

وہ چونک کر بولی "کس کی بات کررہے ہو؟"

کیا میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے لگی ہو؟ یا کوئی اور بات ہے؟"

"بات کوئی بھی ہے۔ یہ تو آپ دیکھ رہی ہیں کہ میں پرائی سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرتی ہوں۔ آپ بھی میرے لیے پرائی ہیں۔"

الپا نے تعجب سے کہا "اوہ گاڈ! تمہارے خیالات سے پتا چل رہا ہے کہ تم کسی طیارے میں ہو۔ نہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ تم تو مل ایب میں تھیں۔ مجھے فوراً بتاؤ۔ تم کہاں ہو؟ کہاں جارہی ہو؟"

"یہ بتانا ہوتا تو آپ سے اجازت لے کر جاتی۔"

"اس کا مطلب ہے۔ تم نمک حرام ہو۔ اپنے ملک اور قوم سے غداری کررہی ہو۔"

"میں نے تمہارا نمک نہیں کھایا ہے اور تم ہی ایک محب وطن یہودی نہیں ہو۔ میں بھی تمہاری طرح آزاد اور خود مختار رہ کر اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرتی رہوں گی۔"

"یہ۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میرے تنویمی عمل سے آزاد کیسے ہوگئیں۔"

"میڈم تم سوچتی رہو۔ میرا وقت ضائع نہ کرو۔ اپنی اس نئی آزاد زندگی میں بڑے چیلنج کا سامنا ہے۔ مجھے اپنا کام کرنے دو۔ یہاں سے جاؤ۔"

اس نے سانس روکی۔ الپا دماغ سے نکل گئی۔ وہ مسکرانے لگی۔ یہ بہت بڑی خوشی تھی کہ اس نے الپا سے نجات حاصل کی تھی۔ خوشی کے ساتھ یہ بھی دیکھ رہی تھی کہ ایک دشمن اچانک ہی جہاز کے اندر پہنچ گیا۔ وہ فوری طور پر اپنے بچاؤ کے لیے چند چیزیں ساتھ لے کر آئی تھی۔ اس کے پرس میں ایک چھوٹا سا پستول تھا۔ ایک چھوٹی سی شیشی میں اعصابی کمزوری کی دوا تھی۔ سر کے گھنے بالوں کے اندر اس نے ایک بیٹری چھپائی تھی۔ وہ پن زہریلی تھی۔ وہ جسے چبھوتی وہ رفتہ رفتہ کمزوری محسوس کرتا پھر انتہائی کمزوری میں مبتلا ہو کر مرجاتا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ فرینکفرٹ پہنچ کر ایسی اور چند چیزیں خریدے گی۔

پارس اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اپنا لباس اور سر کے بال درست کرتے ہوئے بڑبڑانے لگا "الو کا پٹھا۔ مجھے کمزور سمجھتا تھا۔ میں نے ایسی پٹائی کی ہے کہ صبح تک اٹھ نہیں سکے گا۔"

وہ گھور کر بولی "کیوں بڑبڑا رہے ہو پھر یہاں کیوں آئے ہو؟"

"تمہیں بتانے آیا ہوں۔ وہ جو ابھی تمہارے پاس آکر بیٹھا ہوا تھا نا۔ میں نے اسے بے ہوش کردیا ہے۔"

وہ چونک کر بولی "کس کی بات کررہے ہو؟"

"ہیلو۔ فرمایئے؟"

"میں بہت دیر تک مصروف رہی۔ ابھی تمہاری یاد آئی ہے تو تمہارے پاس آئی ہوں۔ تم نے سانس کیوں روکی تھی؟

"ارے وہی تھا۔ میں ٹوائلٹ میں جانے لگا تو مجھے دھکا دے کر پہلے جانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہتا پھر یہ کہ ٹوائلٹ کا معاملہ تھا۔ دیر ہو جاتی تو میری پتلون خراب ہو جاتی۔ میں نے اس کی اچھی طرح پٹائی کر دی۔ اس کی ناک سے اور باچھوں سے لہو رسنے لگا۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ مجھ سے معافی مانگ کر چلا گیا۔ وہ دیکھو۔ ایسے پڑا ہے۔ جیسے بے ہوش ہو گیا ہو۔"

گرونا نے اپنی قطار کے آخری سرے پر دیکھا۔ جوزف وسکی اپنی سیٹ پر آنکھیں بند کیے نیم دراز تھا۔ اسے یقین نہیں آیا کہ اس کا پاگل ہم سفر درست کہہ رہا ہے۔ اس نے سوچا "اگر واقعی اس کا سر چکرا گیا ہے تو دماغی طور پر کسی حد تک کمزور ہو گا۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ مجھے آزمانا چاہیے کہ یہ پاگل سچ کہہ رہا ہے یا ڈینگیں مار رہا ہے۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی جوزف وسکی کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اسے محسوس نہیں کر رہا تھا۔ پورس کی مرضی کے مطابق جوزف وسکی کے خیالات کہہ رہے تھے کہ پاگل جوان نے ٹوائلٹ میں اس کی پٹائی کی ہے اور اب وہ مار کھا کر کمزوری کے باعث سو رہا ہے۔

وہ خوش ہو گئی۔ اسے ایسی خوشی مل گئی۔ جیسے دعا مانگے بغیر ہی خزانہ مل گیا ہو۔ ابھی وہ اس دشمن کو کسی طرح ہلاک کر کے اس سے نجات حاصل کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اگرچہ اسے ہلاک کرنے میں بڑی دشواریاں پیش آ سکتی تھیں۔ تاہم اپنی سلامتی اور رازداری کے لیے دشواریوں سے گزرنا ہی پڑتا۔

اب ایسی کوئی دشواری نہیں رہی تھی۔ دشمن خود ہی اس کی جوتیوں تلے آ گیا تھا۔ اس نے مسکرا کر پارس کو دیکھا۔ وہ ذرا سہم کر پیچھے ہٹ کر بولا "یہ اپنا مسکراتا ہوا منہ میرے قریب نہ لانا۔ اب میں عزت پر حملہ نہیں کرنے دوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم بہت اچھے ہو۔ میری ایک بات مانو۔ میں ذرا آدھے گھنٹے تک آنکھیں بند کیے سوتی رہوں گی۔ مجھ سے بالکل بات نہ کرنا۔"

"صرف آدھے گھنٹے تک کیوں سونا چاہتی ہو۔ میں تمہیں ایک گانا سناؤں گا تو صبح تک سوتی رہو گی۔"

"میں پھر کبھی تمہارا گانا سنوں گی۔ ابھی مجھے آدھے گھنٹے تک ڈسٹرب نہ کرو۔"

پارس مان گیا۔ وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر کے جوزف کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگی۔ اس نے آرمی ریکارڈ روم میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ہسٹری پڑھی تھی۔ یہ اس کی پہلی جیت تھی کہ وہ سچ پال کی ٹیم کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر پہنچ گئی تھی اور کسی رکاوٹ کے بغیر اسے معمول بنا رہی تھی۔

پارس بھی تنویمی عمل کے دوران میں موجود تھا۔ گرونا کی سوچ میں اسے سمجھ رہا تھا کہ کون کون سی اہم بات جوزف کے دماغ میں نقش کرنا چاہیے۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق یہی کر رہی تھی۔ اس نے جوزف کو حکم دیا "تم یہ بھول جاؤ گے کہ تم نے مجھ پر ایک ناکام تنویمی عمل کیا تھا۔ تمہیں یہ یاد رہے گا کہ مجھے ہپناٹائز کرنا چاہتے تھے مگر تمہیں موقع نہیں ملا۔ تم فرینکفرٹ پہنچ کر میرا تعاقب کرنا چاہو گے مگر مجھ سے دور ہو جاؤ گے۔ تمہیں یہ کبھی یاد نہیں آئے گا کہ ایک پاگل جوان نے کبھی تمہاری پٹائی کی تھی۔ تم عارضی طور پر کمزور ہو گئے تھے اور میں نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا۔ تم تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد جاگو گے تو میرے عمل کو بھول چکے ہو گے۔"

وہ اس کا معمول اور محکوم بن چکا تھا۔ آئندہ اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرنے والا تھا۔ وہ تنویمی نیند سو گیا۔ اس عمل میں تقریباً ایک گھنٹا صرف ہوا کیونکہ وہ سچ پال کی پوری ٹیم کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی تھی۔ اب وہ آنکھیں کھولنا چاہتی تھی لیکن پارس نے اسے اسی طرح لیٹے رہنے اور سوچتے رہنے پر مائل کیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق اپنے آئندہ دنوں کے متعلق سوچنے لگی۔

"مجھے فرینکفرٹ پہنچنے کے بعد کیا اسی شہر میں رہنا چاہیے؟"

اس کے عزائم ہمیشہ سے بلند رہے تھے۔ وہ بہت پہلے ہی یہ مستحکم ارادہ کر چکی تھی کہ ایک دن آزادی حاصل کر کے اور اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارے گی۔ ایسی زندگی گزارتے وقت جانے کیسے کیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ٹکراؤ ہو گا۔ اس نے تمام اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں بڑی تفصیلی معلومات حاصل کی تھیں۔ اس نے سوچا تھا کہ کسی بڑے ملک میں جا کر وہاں کے حکام اور آرمی افسران کو رفتہ رفتہ اپنے زیر اثر لائے گی اور خود کو ظاہر کیے بغیر وہ ان پر حکومت کرتی رہے گی۔ ایک دن الپا کی طرح تمام حکام اور اعلیٰ افسران کا اعتماد حاصل کر لے گی۔

اب وہ سوچ رہی تھی "مجھے روس کے حالات معلوم ہو چکے ہیں۔ وہاں ایک ہفتے کے اندر ٹرانسفارمر مشین تباہ ہو جائے گی۔ میں نے جوزف وسکی کو اپنا معمول بنا لیا ہے اور وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول بنا چکا ہے۔ ان میں سے ایک تاشقند پہنچ گیا ہے۔ دوسرا اس کے ساتھ جائے گا تو تم لوگ اسی طرح کی صفائی پیش کر کے فرض شناس بنتے رہو گے۔ امریکا میں ایک عرصے سے یہی ہوتا آیا ہے۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اغوا ہوتے رہے ہیں۔ وہاں کے ذمے دار افسران اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کو سمجھ نہیں پاتے ہیں۔ اگر ایسا یہاں ہوتا رہے گا تو کیا ہم اس دنیا میں سر اٹھا کر جی سکیں گے؟"

"میڈم ہم وعدہ کرتے ہیں۔ آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ ہم اپنے ان تینوں کے بعد اب کسی چوتھے کو کسی دشمن کے ہاتھ نہیں لگنے دیں گے۔"

"میں اس بار صبر کرتی ہوں لیکن یاد رکھو۔ آئندہ ہمارا ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہاری کسٹڈی سے نکلے گا تو میں ٹرانسفارمر مشین تباہ و برباد کروں گی پھر ہمارے ملک میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں ہو گا۔ تم ان تمام ملکوں کے غلام بن کر رہو گے جو ٹیلی پیتھی کی فوج تیار کر رہے ہیں۔"

انہوں نے وعدہ کیا "آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔"

الپا نے ان سے رابطہ ختم کر کے پارس کو مخاطب کیا پھر پوچھا "تم کہاں ہو؟ میں بڑی الجھن میں ہوں۔ کیا ابھی میرے پاس آؤ گے؟"

ڈی پارس نے کہا "میں تمہارے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ اچانک تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے ہاتھوں سے نکل گئے۔ تم ان کے پر اچھی طرح کترنے میں ناکام رہی ہو۔"

"میں اکیلی کہاں کہاں دھیان دے سکتی ہوں۔ ان کی نگرانی کی ذمے داریاں آرمی اور انٹیلی جنس والوں پر تھیں۔ کیا تم معلوم کر سکتے ہو کہ ان تینوں کو کس نے اغوا کیا ہے؟"

"جب اڑنے والوں کے پر نکل آتے ہیں تو ان کی پرواز کو کوئی نہیں روک پاتا۔ ہو سکتا ہے انہوں نے خود ہی کسی طرح آزادی حاصل کی ہو اور اگر کسی دشمن نے انہیں اغوا کیا ہے تو دشمن بھی ایک جیسے ہیں۔ کوئی دوسرا بھی ایسا کرے گا۔ تم کتنوں کو غصہ دکھاؤ گی۔ بہتر ہے اپنے گھر کی دیواریں اور دروازے مضبوط رکھو۔"

"تم یہ باتیں میرے پاس آ کر کر سکتے ہو۔ ابھی کہاں ہو؟"

"چند فلسطینی مسلمانوں نے مجھے دعوت پر بلایا تھا۔ میں ان کے ساتھ وقت گزار رہا ہوں۔ ابھی تم سے ایک ضروری بات کرنے کے لیے رابطہ کرنے والا تھا۔"

"کیا تم ضروری باتیں دور ہی دور سے کرتے رہو گے؟"

"میں دعوت کے بعد آؤں گا۔ ابھی میں نے دس تعلیم یافتہ اور ذہین مسلمانوں کے ناموں کی فہرست تیار کی ہے۔ میں جوزف کا لب و لہجہ اختیار کر کے ان دونوں کو آلہ کار بناتی رہوں گی۔"

وہ الپا سے نجات حاصل کرنے کے بعد اسرائیل سے نکلنے ہی اپنی کامیابیاں حاصل کر رہی تھی۔ جن کی وہ توقع نہیں کر سکتی تھی۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ جوزف کے ذریعے سچ پال اور اس کے دوسرے ساتھیوں کی گفتگو سنتی رہے گی۔ ان کے تمام منصوبے اور تمام راز اسے معلوم ہوتے رہیں گے۔ وہ رفتہ رفتہ مزید کامیابیاں حاصل کرتی رہے گی لیکن بڑے صبر و تحمل سے کام لینا ہو گا۔ ورنہ بے صبری اور جلد بازی سے کام بگڑ جائے گا۔

پارس نے اسے اس بات پر مائل کیا کہ وہ فرینکفرٹ میں فی الحال ایک عام سی لڑکی کی طرح کچھ عرصہ رہے گی۔ کسی دوست یا دشمن کی مداخلت کے بغیر آئندہ کے لیے اسی طرح ٹھوس منصوبے بناتی رہے گی۔ اسے معمول بنانے والی الپا کو یہ دکھاوے گی کہ وہ اس سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

ادھر الپا کی نیند اڑ گئی تھی۔ اسے اطلاع ملی تھی کہ اس نے آرمی کے جن دلیر، ذہین اور باصلاحیت جوانوں کو ٹیلی پیتھی سکھائی تھی۔ ان میں سے دو جوان کہیں گم ہو گئے ہیں۔ اسے ایک اور شاک پہنچا تھا کہ اس کی خاص اور اہم معمول گرونا بھی فرار ہو گئی ہے۔ اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا کہ اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا ہے۔

اس نے گرونا پر بڑی سخت گرفت رکھی تھی۔ یقین تھا کہ اس کی گرفت سے وہ کبھی نہیں پھسلے گی لیکن ایسے ہی وقت صدمہ پہنچتا ہے۔ جب خلاف توقع کوئی بات ہو جاتی ہے۔ اس نے آرمی کے تمام اعلیٰ افسران سے کہا "میں نے یہ مشین اس لیے تیار نہیں کی ہے کہ میں تم لوگوں کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کروں اور تم انہیں اغوا ہونے کے لیے آزاد چھوڑ دیا کرو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "میڈم ہم نے بڑی مضبوط گرفت رکھی ہے لیکن وہ دو جوان شہر کے باہر ایک ویرانے میں ٹریننگ کے دوران اچانک لاپتا ہو گئے۔"

"تم لوگوں نے ملک سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کیوں نہیں کی۔ گرونا کو بھی فرار کا موقع کیسے مل گیا۔ کیا ان واقعات سے تم لوگوں کی کوتاہیاں ثابت نہیں ہو رہی ہیں؟"

"ایسی بات نہیں ہے میڈم۔ آپ جانتی ہیں کہ ہم فرض شناس ہیں۔ ہم اپنے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے غافل نہیں رہتے ہیں۔ سبھی کو سخت پابندیوں میں رکھتے ہیں۔"

الپا نے کہا "آئندہ بھی ان میں سے کسی کو اغوا کیا

میں چاہتا ہوں انہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ فلسطینی مسلمان اسرائیلی حکومت کے وفادار نہیں رہتے۔ باغیانہ سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ تم انہیں ٹیلی پیتھی سکھانے کے لیے کہہ رہے ہو؟"

"ارض اسرائیل سے فلسطینی مسلمانوں کا صدیوں پرانا گہرا رشتہ ہے۔ یہاں تمہارے بھی پیغمبر آئے اور ان کے بھی۔ تمہارے بھی حکمران آئے اور ان کے بھی۔ یہاں آج کے فلسطینی مسلمانوں کا پورا حق ہے۔ یہ اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں تو انہیں باغی کہا جاتا ہے۔"

"پارس کیوں ان جھگڑوں میں پڑ رہے ہو؟ پہلے تو تم نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔"

"پہلے ٹرانسفارمر مشین نہیں تھی۔ یہ مشین تمہاری بھی ہے۔ میری بھی ہے۔ تم یہودیوں کو ٹیلی پیتھی سکھا رہی ہو تو میں مسلمانوں کو سکھا سکتا ہوں۔ بالکل جائز باتیں کر رہا ہوں۔"

وہ پریشان ہو گئی تھی۔ کہنے لگی "اوہ نو پارس! میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔ مجھے اور پریشان نہ کرو۔"

"میں اپنی مشین اپنے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ تمہیں پریشانی کیوں ہو گی؟"

"تم سمجھتے کیوں نہیں۔ میرے تمام اکابرین کو جب معلوم ہو گا کہ میں فلسطینی مسلمانوں کو ٹیلی پیتھی سکھا رہی ہوں تو میری تمام حب الوطنی اور تمام وفاداریاں خاک میں مل جائیں گی۔ مجھے غدار کہا جائے گا۔"

"اپنے اکابرین کو سمجھاؤ۔ یہ فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ متفق ہو کر اور متحد ہو کر رہنے کا بہترین موقع ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہاں ہمیشہ اتحاد قائم رہے گا۔ کوئی ایک دوسرے کے خلاف سازش نہیں کر سکے گا۔ ٹیلی پیتھی کسی بھی سازش کو پنپنے نہیں دے گی۔"

"تم نہیں جانتے۔ ہمارے اکابرین کبھی راضی نہیں ہوں گے۔"

"وہ صلح صفائی، اتحاد اور امن و امان کے لیے راضی نہیں ہوں گے تو میں ان سے مذاکرات کروں گا۔ تم موجود رہو گی۔ میں جائز باتوں کی تائید کروں گا تو وہ قائل ہو جائیں گے۔"

وہ کچھ اور پریشان ہو گئی۔ اس نے کہا "نہیں۔ تم ان سے مذاکرات نہ کرو۔ میں خود ہی ان سے باتیں کروں گی اور کسی نہ کسی طرح انہیں قائل کروں گی۔"

"بہتر ہے۔ میں انتظار کروں گا۔ کل شام تک مجھے جواب دو اگر انہوں نے انکار کیا تو میں ٹرانسفارمر مشین کو اس ملک میں رہنے نہیں دوں گا۔"

ڈی پورس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ بری طرح بدحواس ہو گئی تھی۔ کبھی سوچ نہیں سکتی تھی کہ پارس کے تعاون سے مشین تیار کرے گی تو وہ اس مشین پر اپنا بھی حق جتائے گا اور ایسی بات منوانا چاہے گا۔ جسے یہودی قوم قیامت تک نہیں مانے گی۔

اس کی نیند اڑ چکی تھی۔ وہ بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ اب یہ بات اس کے دماغ میں شدت سے چبھ رہی تھی کہ پارس کی معمول ہے اس کی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں آنے سے روک نہیں پاتی ہے۔

وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گئی۔ ایک طرف خلا میں تکتی ہوئی بولی "پارس میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ پلیز مجھ سے بات کرو۔"

وہ اسی طرح خلا میں تکتی ہوئی جواب کا انتظار کرنے لگی پھر بولی "دیکھو پارس۔ بہت ضروری ہے۔ پلیز مجھ سے ٹیلی پیتھی کی آنکھ مچولی نہ کھیلو۔ خاموش نہ رہو؟ میری ایک بات سن لو۔"

وہ بار بار اسے مخاطب کرنے لگی۔ ڈی پارس واقعی اس وقت موجود نہیں تھا۔ اس نے سوچا تھا بعد میں اس کے اندر جا کر معلوم کرے گا کہ وہ اس کے نئے مطالبے کے سلسلے میں کیا کر رہی ہے۔

الپا سوچنے لگی "پتا نہیں پارس میرے اندر موجود ہے یا نہیں۔ مجھے اپنے طور پر کچھ کر گزرنا چاہیے بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

اس نے یروشلم کے ایک آرمی افسر کو مخاطب کر کے کہا "میں الپا بول رہی ہوں۔ اس وقت جس حال میں بھی ہو جس لباس میں بھی ہو۔ فوراً اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اب ہمارے ماہر تنویمی عمل کرنے والے کو فوراً ہی یہاں لے کر آؤ۔ میں فارم ہاؤس کے کاٹیج میں انتظار کر رہی ہوں۔ ایک منٹ بھی ضائع نہ کرو۔ میں تمہارے دماغ میں رہوں گی فوراً آؤ۔"

اس کے احکامات کی تعمیل ہونے لگی۔ وہ آرمی افسر بیس منٹ کے اندر ایک ہپناٹائز کرنے والے کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ الپا نے آرمی افسر سے کہا "میں تم پر بھروسا کر رہی ہوں۔ یہ عامل ابھی مجھے ہپناٹائز کرے گا اور میرے دماغ کو مقفل کرے گا تاکہ کسی کی سوچ کی بھی لہریں میرے اندر آئیں تو میں فوراً محسوس کرتے ہی انہیں بھگا دوں۔ تم حالات کی نگرانی کرو۔ تاکہ یہ مجھ پر کوئی اور عمل نہ کرے۔ صرف ایک گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سونے کا وقت مقرر کرے۔"

افسر نے کہا "میڈم میں یہاں مستعد کھڑا رہوں گا۔

آپ کے حکم کے مطابق تنویمی عمل کیا جائے گا۔"

الپا نے کہا "میری تنویمی نیند پوری ہونے تک تم تہ خانے میں جاؤ گے۔ یہاں میرے اعتماد کے لوگ موجود ہیں۔ تم ان کی مدد سے مشین کھول کر پیک کراؤ گے پھر اسے کسی فلیٹ اڈے میں تنہا پہنچاؤ گے۔ کسی کو اپنا رازدار نہیں بناؤ گے۔"

وہ تمام ضروری ہدایات دینے کے بعد بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا پھر آنکھیں بند کرتی ہوئی بولی "کم آن مجھ پر عمل کرو۔ دیر نہ کرو۔"

اس کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ الپا خیال خوانی کے ذریعے خود کو تھپک کر سلا چکی تھی اور وہ عامل اس پر عمل کر رہا تھا۔

○☆○

نانا کا اور وہ دونوں گاڈ فادرز منظر عام سے غائب ہو گئے۔ اب کسی کو نظر نہیں آ رہے تھے۔ کسی سے فون کے ذریعے رابطہ بھی نہیں کر رہے تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں گم ہو گئے ہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ شکست کھا کر کہیں منہ چھپا رہے ہیں یا دشمن کو زبردست سمجھ کر اپنا برا وقت ٹال رہے ہیں۔ تاکہ خطرناک دشمن ٹل جائیں تو وہ پھر منظر عام پر آ جائیں۔

وہ تینوں گاڈ فادرز موت کو کھیل سمجھتے تھے۔ کسی سے ڈر کر کہیں چھپنا گوارا نہیں کرتے تھے لیکن ان کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دھوکا دیا تھا۔ نانا کا پر زبردست جان لیوا حملہ کیا تھا اگر وہ اپنی بہترین تلوار بازی کی صلاحیتوں کے باعث خود کو نہ بچاتا تو بے موت مارا جاتا۔

حالانکہ حملہ میں نے اور سونیا نے کرایا تھا اور یہ ظاہر کیا تھا کہ ان کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسا کر رہے ہیں۔ نانا کا بری طرح ان سے بدظن ہو گیا تھا۔ پریشان ہو گیا تھا کہ اپنے ہی مددگار بننے والے آستین کا سانپ بن کر ڈس رہے ہیں۔

جب اپنے ہی دشمن بن جائیں تو دوسرے دشمنوں سے زیادہ خطرناک بن جاتے ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ پھر کب اور کہاں اچانک حملے کریں گے۔ ان سے بچنے کے لیے وقتی طور پر چھپنا بہت ضروری تھا تاکہ وہ ان ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست نما دشمنوں کو ختم کر سکے یا انہیں وہاں سے بھگا سکے۔

وہ عارضی طور پر چھپ گئے تھے۔ یہ بات میں نہیں جانتا تھا کیونکہ وہاں میری معلومات کے ذرائع فی الحال ختم ہو گئے تھے۔ میرے چاروں آلہ کار سورائی مر چکے تھے۔ وہاں اب نئے آلہ کار بنانے کی ضرورت تھی۔

نانا کا کے دو مشیر دی کلر اور دی ونر میرے آلہ کار بن سکتے تھے۔ میں جب چاہتا ان کے اندر پہنچ جاتا لیکن نانا کا نے ان دونوں سے بھی رابطہ ختم کر دیا تھا۔ انہیں اپنی روپوشی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔

سونیا نے کہا "ہم نے نانا کا پر حملہ کر کے اسے اچھی طرح دہشت زدہ کیا ہے۔ اس پر ایسے لگاتار حملے کیے جائیں تو وہ مارا جائے گا یا یہ علاقہ چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔"

میں نے کہا "اس کی کوئی خبر نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے۔ اپنی جگہ بدلتا رہتا ہے۔"

شکار کو بھاننے کے لیے اس کے آگے چارہ ڈالنا پڑتا ہے۔ میں نے جوزفین کو اسی لیے محل سے اغوا کیا ہے کہ وہ کبھی ہمارے کام آئے گی۔ وہ نانا کا کے بہت سے اہم راز لے آئی ہے۔ اس کے آدمی اسے تلاش کر رہے ہیں وہ نظر آئے گی تو نانا کا تک اس کی اطلاع پہنچائیں گے اس طرح ہم اس کا خفیہ اڈا معلوم کر سکتے ہیں۔

میں نے کہا "چلو یہ تدبیر آزما لیتے ہیں۔ ماریل لندن میں جم کاف کے ساتھ وقت گزار رہی ہے۔ اس کی واپسی تک تمہیں اس کا بھرپور رول ادا کرنا ہے۔"

"اس کی پروا نہ کرو۔ جب تک میں نہیں چاہوں گی۔ وہ واپس نہیں آ سکے گی۔"

جوزفین کو میک اپ کے ذریعے چھپایا گیا تھا۔ وہ ہمارے سراغ رسانوں کی نگرانی میں آزادی سے گھومتی پھرتی رہتی تھی۔ اسے اب تک کسی نے نہیں پہچانا تھا۔

میں نے اپنے ماتحت سے کہا "جوزفین کے چہرے سے میک اپ اتار دو۔ اسے اپنے اصلی چہرے کے ساتھ گھومنے پھرنے دو۔ اس پر دور ہی دور سے نظر رکھو۔"

وہ ماتحت جوزفین کے دماغ میں رہا کرتا تھا۔ جوزفین نے اس کی مرضی کے مطابق آئینے کے سامنے بیٹھ کر عارضی میک اپ کو اتارا پھر غسل کرنے اور لباس تبدیل کرنے کے بعد اپنا ہینڈ بیگ لے کر اپارٹمنٹ سے باہر آ گئی۔ ایک فٹ پاتھ پر چلنے لگی۔ اندر سے سہمی ہوئی تھی کہ دشمنوں نے دیکھ لیا تو گیا ہو گا۔

ڈرنے کے باوجود اسے وہی کرنا تھا جو ہم چاہتے تھے۔ وہ ایک اوپن ریسٹورنٹ میں آ کر بیٹھ گئی۔ تاکہ کھلی جگہ سبھی کو نظر آتی رہے۔

اس نے چائے اور سینڈوچز کا آرڈر دیا تھا۔ آرام سے بیٹھ کر کھا رہی تھی۔ چائے پی رہی تھی۔ زیادہ وقت گزار رہی تھی مگر کوئی دشمن اسے لفٹ نہیں دے رہا تھا۔ اسے عجب ہو رہا تھا۔ اتنے بڑے گاڈ فادر نانا کا کو ڈو کی پرسنل سیکریٹری

تھی اور اسے کوئی نہیں پوچھ رہا تھا۔ اس نے اپنا موبائل نکال کر اسے آن کیا۔ اس کے نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر بولی "ہیلو کون بول رہا ہے؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "تم کون بول رہی ہو؟ پہلے اپنی شناخت کراؤ۔"

"میں جوزفین بول رہی ہوں۔ اپنے گاڈ فادر ناناکا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں محل کا سیکیورٹی افسر ہوں۔ ہمارا گاڈ فادر یہاں نہیں ہے۔ کسی دوسری رہائش گاہ میں ہوگا تم کہاں چلی گئی ہو؟ کیا واقعی تمہیں اغوا کیا گیا ہے؟"

"ہاں مجھے اغوا کیا گیا تھا لیکن میں دشمنوں کی قید سے نکل آئی ہوں۔ اِدھر اُدھر چھپتی پھر رہی ہوں۔ کسی طرح ناناکا کو اطلاع دو۔ وہ مجھے مصیبتوں سے بچائے گا۔"

"تم ابھی کہاں ہو؟ اپنا کوئی پتا ٹھکانا بتاؤ؟ میں یہاں ایک سموراٹی سے کہتا ہوں۔ وہ تمہارے لیے کچھ کرے گا۔ اپنا فون نمبر بھی بتاؤ۔"

وہ اپنا موبائل نمبر بتا کر بولی "میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ میں بھاگتی پھر رہی ہوں۔ ابھی انڈر گراؤنڈ ٹرین کے سب وے اسٹیشن کی طرف جارہی ہوں۔ وہاں سے ٹرین میں بیٹھ کر ویسٹ ہانگ کانگ جاؤں گی۔ ایک گھنٹے بعد من ماؤ ٹیمپل میں مل سکتی ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کیا پھر ریسٹورنٹ کا بل دے کر سب وے اسٹیشن کی طرف جانے لگی۔ جس وقت محل کا سیکیورٹی افسر اس سے باتیں کررہا تھا۔ اس وقت بائرن ٹوڈ اس کے اندر موجود تھا۔ اس نے ناناکا کو ڈو کی کتنی ہی رہائش گاہوں کے سیکیورٹی افسران کو اپنا آلہ کار بنایا تھا۔ ان رہائش گاہوں کے ملازموں تک بھی پہنچتا رہتا تھا۔ اس طرح معلوم ہوتا رہتا تھا کہ وہ گاڈ فادر کس وقت کہاں موجود ہے۔ ابھی اسے ناناکا کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہورہا تھا۔ کسی بھی رہائش گاہ کا سیکیورٹی افسر اپنے آقا کے بارے میں بے خبر تھا کہ وہ کہاں ہے؟ یوں اسے ڈھونڈتے پھرنے کے وقت بائرن ٹوڈ نے سیکیورٹی افسر کے ذریعے جوزفین کی باتیں سنیں پھر اس سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گیا۔

جوزفین سب وے کاؤنٹر سے ٹکٹ لے کر ٹرین میں آکر بیٹھ گئی تھی۔ ہانگ کانگ میں زمین کے نیچے ریلوے لائنیں بچھی ہوئی ہیں۔ لوگ شہر کے ایک حصے سے دوسرے حصوں تک سفر کرتے رہتے ہیں۔ وہ ٹرین مغربی ہانگ کانگ کی طرف جارہی تھی۔ جب وہ چلنے لگی تو دو چینی باشندے اس کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ ایک نے کہا "تعجب ہے تم سیکیورٹی کے بغیر محل سے باہر نہیں آتی ہو لیکن ابھی بالکل تنہا ہو۔"

جوزفین نے پوچھا "تم کون ہو؟ مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"میں بھی اسی آقا کا غلام ہوں۔ جس کی تم سیکریٹری ہو۔ تم مجھے اپنا سیکیورٹی گارڈ سمجھ سکتی ہو۔"

وہ بولی "اگر تم اپنے ہی آدمی ہو تو مجھے کسی طرح ناناکا تک پہنچا دو۔ میں محفوظ نہیں ہوں۔ دشمن مجھے تلاش کررہے ہیں۔"

"کیا تمہارے پاس موبائل فون ہے۔ میں محل کے سیکیورٹی افسر کو فون کروں گا۔ تمہیں فوراً مدد ملے گی۔"

"اتنی عقل مجھ میں بھی ہے۔ میں ایسا کرچکی ہوں۔ وہاں سے میری مدد کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے لیکن میں صرف مدد نہیں چاہتی۔ ناناکا تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ وہاں میں ہر طرح سے محفوظ رہوں گی۔"

دوسرے چینی جوان نے کہا "ویسٹ ہانگ کانگ چلو۔ وہاں ہم اپنے آقا کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم کریں گے۔ اسے تمہارے بارے میں معلوم ہوگا تو وہ خود ہی تمہیں تحفظ فراہم کرے گا۔"

میں اور سونیا ان دو جوانوں کے خیالات پڑھ چکے تھے ان دونوں کا تعلق ہانگ کانگ کی انٹیلی جنس سروس سے تھا۔ وہ جوزفین کو سیکیورٹی کے بغیر دیکھ کر حیران ہوئے تھے اور اس کے حالات معلوم کررہے تھے۔ ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ بائرن ٹوڈ بھی جوزفین کے اندر چھپا ہوا ہے۔

وہ ٹرین کے ذریعے ویسٹ ہانگ کانگ پہنچ گئی۔ وہ ٹرین سے اتر کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے زمین کے اندر سے باہر آئی۔ ان میں سے ایک انٹیلی جنس والے نے پوچھا "تم کہاں جاؤ گی؟ تمہیں تنہا نہیں رہنا چاہیے۔"

"میں من ماؤ ٹیمپل جارہی ہوں۔ وہاں میرے آقا کے خاص آدمی میری حفاظت کے لیے آئیں گے۔"

میں سونیا کے ساتھ پہلے ہی اس ٹیمپل میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ وہاں کا بہت مشہور ٹیمپل تھا۔ پچھلے زمانے میں سمندری ڈاکوؤں کی بڑی دہشت تھی۔ وہ سمندر سے گزرنے والے جہازوں کا مال لوٹ لیا کرتے تھے۔ چیونگ پو سائی اپنے وقت کا ایک بہت ہی خطرناک بحری ڈاکو تھا۔ اس نے اچانک ماجرانہ زندگی سے توبہ کرلی تھی اور بدھ مذہب کی طرف مائل ہوگیا تھا۔ اسی نے عبادت کے لیے یہ ٹیمپل بنایا تھا۔

چینی زبان میں من کے معنی لٹریچر (ادب) اور ماؤ کے معنی جنگ ہیں۔ اس من ماؤ ٹیمپل کے داخلی حصے میں دو بڑے مجسمے ہیں ایک مجسمے کے ہاتھ میں کتاب اور قلم ہے۔ وہ من کہلاتا ہے۔ دوسرے مجسمے کے ہاتھ میں خون آلود تلوار ہے وہ ماؤ کہلاتا ہے۔ ان کے درمیان ایک قربان گاہ ہے۔ اس قربان گاہ میں چھوٹے چھوٹے مجسموں کے ذریعے یہ دکھایا گیا

ہے کہ دیوتاؤں کے آگے انسانوں کی قربانیاں دی جاتی تھیں۔ اب من مجسمہ ہاتھ میں کتاب اور قلم لیے ایسی درندگی کو روک رہا ہے۔

مندر کے اندر ایسے کئی دلچسپ مناظر تھے۔ میں اور سونیا اس وسیع و عریض مندر کے مختلف حصوں سے گزر رہے تھے وہاں جوزفین سے سامنا ہوا تو وہ سونیا کو دیکھ کر حیرانی سے بولی "میڈم مارلی آپ؟"

سونیا نے انجان بن کر پوچھا "تم کون ہو؟"

جوزفین نے کہا "میں ایک پرائیویٹ فرم میں سیکریٹری ہوں۔ اخباروں میں آپ کی تصویریں دیکھی ہیں۔ آج آپ کو روبرو دیکھ رہی ہوں۔ کیا میں آپ سے مصافحہ کرسکتی ہوں۔"

سونیا نے مارلی کے انداز میں غرور سے کہا "مصافحہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ تم نے دیکھ لیا۔ مجھ سے دو باتیں کرلیں۔ یہی بہت ہے۔"

یہ کہہ کر سونیا شاہانہ انداز میں چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ جوزفین کے اندر بائرن ٹوڈ بڑی دیر سے چھپا ہوا تھا۔ اہم معلومات حاصل کرنے کی توقع تھی۔ وہ توقع پوری ہونے لگی۔ وہ ناناکا تک پہنچنا چاہتا تھا لیکن مارلی مل گئی تھی۔ وہ ناناکا سے زیادہ اہم تھی۔

اس نے بے چینی سے سوچا "مارلی جارہی ہے اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ جو شخص ہے وہ یقیناً فرہاد ہوگا۔ ایسا سنہری موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔"

اس نے فوراً ہی ہاروے سے کہا "تمام ساتھیوں کو میرے اندر لے آؤ۔"

وہ سب چند سیکنڈ کے اندر اس کے دماغ میں آگئے۔ اس نے جوزفین کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے مارلی کے پیچھے لگا دیا تھا تاکہ وہ اور فرہاد برابر نظروں میں رہیں۔ ہاروے نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ بولا "مارلی اور فرہاد نظروں میں آگئے ہیں۔ میں نے جوزفین کو دور ہی دور سے ان کے تعاقب میں لگایا ہے۔ تم سب جوزفین کے ذریعے انہیں دیکھ سکتے ہو۔"

بکر برائٹ نے کہا "یہ کیسے یقین کیا جائے کہ وہی مارلی اور فرہاد ہیں۔ فرہاد بہت مکار ہے۔ وہ ان دونوں کی ڈمی پیش کرکے دھوکا دے سکتا ہے۔"

"ہاں وہ ایسا کرسکتا ہے مگر ہم دھوکا نہیں کھائیں گے۔ چلد بازی سے کام نہیں لیں گے ہر پہلو سے انہیں آزمائیں گے۔ تم سب فوراً ہی اپنے آلہ کاروں کو اس من ماؤ مندر میں لے آؤ۔ ان کے آس پاس اور دور تک آلہ کاروں کو اس ترتیب سے ان کے تعاقب میں لگاؤ کہ یہ اب کبھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائیں۔"

ہاروے نے کہا "بے شک ابھی سب سے اہم بات یہی ہے کہ یہ برابر ہماری نظروں میں رہیں اور ان کا موجودہ ٹھکانا ہمیں معلوم ہوجائے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "مارلی کے پاس جو بلّی ہے اسے بھی توجہ دو۔ کبھی اس بلی کے ذریعے بھی ان دونوں تک پہنچا جاسکتا ہے۔"

وہ سب خوش تھے کہ ہم نظروں میں آگئے ہیں۔ ان کی یہ خوشی بے جا نہیں تھی۔ وہ واقعی ہمیں تلاش کرچکے تھے۔ ہم اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں نے ہمیں ڈھونڈ لیا ہے۔ ہم نے تو ناناکا تک پہنچنے کے لیے جوزفین کو چارے کے طور پر پیش کیا تھا۔

ہم یہ سوچ نہیں سکتے تھے کہ ان دشمنوں میں سے ایک بائرن ٹوڈ خود ہانگ کانگ آئے گا اور اپنی آنکھوں سے ہمیں دیکھے گا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے تو بہت محتاط رہتے ہیں۔ دور ہی دور سے خیال خوانی کے ذریعے جنگ لڑتے ہیں لیکن ہماری توقع کے خلاف بائرن ٹوڈ وہاں پہنچ کر کامیابی حاصل کررہا تھا۔

ویسے ابھی ان کی منزل دور تھی۔ ابھی وہ تمام پہلوؤں

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ
انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات صدیوں سے زندہ ایک پر اسرار شخص کی آپ بیتی، ہوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لئے آغوش مادر تھا، آگ اس کے بدن کو نمو دیتی تھی۔
وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیئے
صدیوں کا بیٹا
پانچ حصوں میں مکمل
اس انسان کی کہانی جو صدیوں سے زندہ ہے اور شاید آج بھی کہیں موجود ہو۔
تمام کتابوں کے سیٹ منگانے پر ڈاک خرچ معاف
یہ رعایت صرف پیشگی منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی مل سکے گی
کتابیات پبلی کیشنز
رمضان چیمبرز، بلور روڈ، سٹریٹ نمبر 23، آئی آئی چندریگر روڈ
فون: 8802564 فیکس: 8802652-8894313
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
kitabiat1970@yahoo.com

سے ہمارے اصلی ہونے کی تصدیق کرنا چاہتے تھے۔ وہ ہمارے اطراف جال پھیلا رہے تھے۔ انہوں نے اس شہر میں درجنوں آلہ کار بنائے تھے۔ اب وہ ان کے کام آرہے تھے۔ وہ سب ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور ٹیلی فون کے ذریعے آلہ کاروں کو ایک دوسرے سے مربوط کررہے تھے۔ بائرن ٹوڈنے ان دو انٹیلی جنس کے جوانوں کو آلہ کار بنایا۔ جو انڈر گراؤنڈ ٹرین میں جوزفین سے مل چکے تھے۔ اس وقت میں سونیا کے ساتھ اس مندر کے دیو مجسموں کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ وہ دیو مجسمے جنت کے دیوتا کہلاتے تھے۔ یہ تمام دیوتا جنت کے منتظم تھے۔ وہاں نیک بندوں کی رہائش کے انتظامات کرتے تھے۔ جن سے خوش ہوتے تھے۔ انہیں جنت میں پہنچا دیتے تھے۔

ایک دیوتا میں بھی کہلاتا ہوں۔ مجھے دشمن جنت میں نہیں جہنم میں پہنچانے کے انتظامات کررہے تھے۔ دونوں انٹیلی جنس کے جوانوں نے مارلی کے سامنے آکر روایتی انداز میں جھک کر اسے سلام کیا پھر حیرانی سے پوچھا "میڈم آپ سیکیورٹی کے بغیر یہاں گھوم رہی ہیں۔"

سونیا نے انجان بن کر پوچھا "تم کون ہو؟"

ان دونوں نے اپنے آئیڈینٹی کارڈز دکھائے۔ ایک نے کہا "ہم آپ کے خادم ہیں۔ آپ حکم دیں گی تو ہم سرکاری گارڈز بلائیں گے۔"

"شکریہ! اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے سیکیورٹی گارڈز یہاں سادے لباس میں موجود ہیں۔ میں دشمنوں کو دھوکا دے رہی ہوں۔ یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ ان حالات میں مجھ پر کس طرح حملے کریں گے۔"

ان دونوں جوانوں کے اندر بائرن ٹوڈ موجود تھا۔ ہاروے بھی آگیا تھا۔ اس نے ایک جوان کے ذریعے میرے بارے میں پوچھا "یہ صاحب کون ہیں؟"

سونیا نے مارلی کی حیثیت سے کہا "یہ میرے ساتھی ہیں۔ آپ ان پر شبہ نہ کریں۔"

بائرن ٹوڈنے دوسرے جوان کے ذریعے کہا "میڈم آپ تو جانتی ہیں۔ ہم انٹیلی جنس والے سوالات کرنے کے عادی ہیں۔ کیا آپ ہمیں ان کا نام اور ان کی مصروفیات بتا سکتی ہیں۔"

"سوری۔ تمہارے کسی اعلیٰ افسر نے پوچھا تو بتاؤں گی۔ تم اور کوئی سوال نہ کرو۔ یہاں سے جاؤ۔"

سونیا کا انداز بالکل مارلی جیسا تھا۔ وہ یقین کرتے جارہے تھے کہ وہی میڈم مارلی ہے۔ فرہاد کا نام نہیں بتا رہی ہے۔ اس کی اصلیت چھپا رہی ہے۔ بیکر براٹ نے کہا "یہ تصدیق ہورہی ہے کہ یہی مارلی اور فرہاد ہیں۔"

ہاروے نے کہا "اور دو طرح سے تصدیق کرنا چاہیے۔ کچھ ایسے حالات پیدا ہوں کہ مارلی کا وہ ساتھی خیال خوانی کرنے پر مجبور ہو۔ اس کے انداز سے پتا چل جائے گا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کہیں پہنچا ہوا ہے اور کسی سے بول رہا ہے پھر یقین ہوگا کہ مارلی کے ساتھ رہ کر خیال خوانی کرنے والا شخص فرہاد ہی ہے۔"

بائرن ٹوڈنے کہا "ایک اور طریقہ ہے مارلی پر حملہ کیا جائے اور دیکھا جائے کہ وہ ساتھی مارلی کی کس طرح حفاظت کرے گا۔ اس کے لیے جنگ کرے گا اور خیال خوانی کا ہتھیار استعمال کرے گا تو پھر اس کے فرہاد ہونے میں شبے کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔"

وہ ایسی ہی تدابیر سے میرے اصل فرہاد ہونے کا یقین کرسکتے تھے۔ ان سب نے مل کر یہی فیصلہ کیا کہ مارلی پر حملہ کیا جائے اور یہ خیال رکھا جائے کہ حملہ ناکام نہ ہو اگر ناکام ہو تو ان دونوں کو فرار ہو کر کہیں روپوش ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔

ہمارے درمیان چوہے بلی کا کھیل ہو رہا تھا۔ ایسے وقت مانو کو وہاں کہیں چوہا نظر آگیا۔ وہ سونیا کے بازوؤں سے نکل کر اچھلتی ہوئی ایک طرف دوڑتی ہوئی جانے لگی۔ سونیا نے آواز دی "مانو رک جاؤ۔ کہاں جارہی ہو؟ رک جاؤ مانو۔"

لیکن وہ ایک طرف بھاگتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ میں نے کہا "جانے دو۔ وہ تمہارے بغیر نہیں رہتی ہے۔ ابھی آجائے گی۔"

مارلی کی طرح اس کی بلی مانو کو بھی دشمن جانتے تھے۔ دن رات مارلی کے ساتھ اس طرح لگی رہتی تھی کہ اس کی شخصیت کا ایک حصہ بن گئی تھی۔ سونیا نے مانو کہہ کر اسے بار بار مخاطب کیا تو دشمنوں کو یقین ہوگیا کہ وہی مانو ہے۔ جسے میڈم مارلی مخاطب کررہی ہے۔

ادھر بائرن ٹوڈ بلی کے پیچھے بھاگتا ہوا گیا۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنے آلہ کار سے بولا "میری کار میں انڈ یکٹنگ کمپیوٹر ہے۔ اسے فوراً لے آؤ۔"

وہ مندر کے مختلف حصوں میں دوڑتا ہوا گیا پھر اس نے ایک جگہ بلی کو دبوچ لیا۔ بلی کے گلے میں ایک پٹا بندھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹے سے بٹن کے برابر ننھا سا آلہ نکالا۔ وہ انڈ یکٹر تھا۔ ایک ایسا سگنل تھا۔ جو بتانے والا تھا کہ آئندہ وہ بلی کہاں کہاں جاتی رہے گی۔

اس نے وہ آلہ اس پٹے سے منسلک کردیا پھر بلی کو چھوڑ دیا۔ وہ دوڑتی ہوئی ایک طرف چلی گئی۔ وہ جس چوہے کے پیچھے گئی تھی۔ وہ نظر نہیں آیا کسی بل میں جا کر چھپ گیا تھا۔ وہ آرام سے چلتی ہوئی واپس سونیا کے پاس آگئی۔ سونیا نے اسے بازوؤں میں لے کر اسے سہلاتے اور پچکارتے ہوئے کہا "یو ناٹی بے بی۔ تم ضرور کسی چوہے کے پیچھے گئی تھی۔ یہ گندی عادت ہے۔ کیا تمہیں اچھی خوراک نہیں ملتی ہے۔ آئندہ چوہوں کے پیچھے نہ جانا۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "ہمیں گھیرا جارہا ہے۔ اب یہاں سے چلیں۔ کہیں دور تک جاتے رہیں گے تو تعاقب کرنے والے ہماری نظروں میں آتے رہیں گے۔"

ہم مندر سے نکل کر کار پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگے۔ بائرن ٹوڈ تیزی سے چلتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اپنے آلہ کار سے بولا "ڈرائیو کرتے رہو۔ میں تمہیں راستہ بتاتا رہوں گا۔"

وہ کار کی پچھلی سیٹ پر تھا۔ بریف کیس نما کمپیوٹر اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ بلی کے پٹے سے جو انڈ یکٹر منسلک کیا گیا تھا۔ وہ انڈ یکٹر کمپیوٹر اسکرین پر سگنل دے رہا تھا۔ اسکرین پر ایک چھوٹا سا نکتہ جلتا بجھتا ایک طرف حرکت کررہا تھا۔ بائرن ٹوڈ کو معلوم ہورہا تھا کہ مارلی میرے... اور اپنی بلی کے ساتھ کن راستوں سے گزر رہی ہے۔ وہ اسی کے مطابق اپنے آلہ کار کو ان راستوں پر چلنے کا حکم دے رہا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے ہاروے بیکر، سائمن اور آندرے سے کہہ رہا تھا "اپنے تمام آلہ کاروں کو حکم دیتے رہو۔ وہ میری کار کے ساتھ آتے رہیں گے۔"

سونیا ڈرائیو کررہی تھی۔ میں نے آدھے گھنٹے تک اچھی طرح دیکھتے رہنے کے بعد کہا "ہمارا تعاقب کیا جارہا ہے۔ ہم دونوں کو ایک ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔ راستہ الگ کرنا چاہیے۔ ورنہ ایک ساتھ گرفت میں آجائیں گے۔"

سونیا ڈرائیو کرتی ہوئی کار کو ایک طرف موڑتی ہوئی ایک تنگ سی گلی میں آئی۔ وہاں اس نے چند سیکنڈ کے لیے کار روکی۔ میں اتر گیا۔ میں نے ایک ٹیکسی میں آکر بیٹھتے ہوئے ایک ماتحت سے کہا "ٹیکسی ڈرائیور کو کنٹرول کرو اور سونیا کی کار سے فاصلہ رکھ کر چلتے رہو۔"

ماتحت نے میرے ذریعے ڈرائیور کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر میرے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ دشمنوں کا خیال تھا کہ وہ مجھے اور مارلی کو گھیر رہے ہیں۔ جبکہ سونیا انہیں گھیرتی ہوئی شہر سے ذرا دور ایک کھنڈر میں لے آئی۔ ہمیں یہ معلوم کرنا تھا کہ تعاقب کرنے والوں میں ناٹاکا کے کتنے خاص آدمی ہیں اور ہم کس طرح انہیں آلہ کار بنا کر پھر پہلے کی طرح ناٹاکا کے قریب پہنچ سکیں گے۔

ہم اب تک بائرن ٹوڈ اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بے خبر تھے لیکن یہ بات ذہن میں تھی کہ وہ خیال خوانی کرنے والے بھی ہمارے خلاف کچھ نہ کچھ کررہے ہوں گے۔

ایسے وقت میرے ماتحت نے بتایا کہ میں جس ٹیکسی میں سفر کررہا ہوں۔ اس کا ڈرائیور شہر کے ایک حصے سے دوسرے حصے تک ہتھیار وغیرہ سپلائی کرتا ہے۔ میں جہاں بیٹھا ہوا ہوں اس سیٹ کے نیچے جدید ساخت کی شاٹ گن اور ہینڈ گرنیڈ چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ وہ مجھے میری منزل تک پہنچانے کے بعد وہ تمام ہتھیار ایک مطلوبہ شخص تک پہنچائے گا۔

سونیا ایک جگہ کار کو روکنے کے بعد ان کھنڈرات میں پہنچ گئی تھی۔ ان کھنڈرات کے آس پاس کئی گاڑیاں آکر رک گئی تھیں۔ بائرن ٹوڈ کے کئی مسلح آلہ کار ان گاڑیوں سے نکل کر ان کھنڈرات کے مختلف حصوں تک پھیلتے جارہے تھے۔ ہاروے، سائمن، بیکر اور آندرے ان تمام آلہ کاروں کو کنٹرول کررہے تھے۔ وہاں ایک جگہ سونیا چلتے چلتے ٹھٹک گئی۔ سامنے کچھ فاصلے پر بائرن ٹوڈ آکر کھڑا ہوگیا تھا۔ مسکرا کر کہہ رہا تھا "ہائے مارلی ابھی تم اپنے یار کے ساتھ تھیں۔ اسے کہاں چھوڑ دیا ہے؟"

سونیا مانو کو سہلاتے ہوئے بولی "اپنی موٹی عقل سے سمجھ سکتے ہو کہ میں تنہا مصیبتوں کو دعوت دینے یہاں نہیں آئی ہوں۔ میرا محافظ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہ میرے اندر موجود ہے۔"

"ہاں وہ بہت بڑا چال باز ہے۔ خود کو جسمانی طور پر نقصان سے بچا رہا ہے۔ تمہیں یہ یقین ہے کہ وہ پہلے کی طرح اس بار بھی خیال خوانی کے ذریعے تمہاری جان بچائے گا لیکن کیسے بچائے گا؟"

سونیا نے اچانک ہی گھوم کر ایک کک ماری۔ وہ لات ہتھوڑے کی طرح اس کے منہ پر پڑی۔ وہ پیچھے کی طرف لڑ

سسپنس ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ جسے قارئین آج تک نہیں بھولے

طالوت

3 حصوں میں (مکمل)

ایک دلچسپ داستان جو آج تک آپ نے نہ پڑھی ہوگی۔

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے منگوائیں۔

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200
فون: 5802551 5802552-5825313

کھڑا تا ہوا ایک شکستہ دیوار سے ٹکرا کر رک گیا پھر ایک ہاتھ اٹھا کر بولا "بس دو سرا حملہ نہ کرنا۔ ورنہ گولیوں سے چھلنی ہو جاؤ گی۔ اپنے آس پاس دیکھو۔"

سونیا نے اِدھر اُدھر گھوم کر دیکھا۔ اس کے پیچھے اور دائیں بائیں کتنے ہی گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ سب نے اسے نشانے پر رکھا ہوا تھا۔ بائرن ٹوڈ نے کہا "تمہارا خیال خوانی کرنے والا فرہاد ایک ہے یا اس کے پیچھے ایک ہزار خیال خوانی کرنے والے ہیں لیکن وہ سب ہم میں سے کسی کے دماغ میں نہیں آسکیں گے۔ یہ تمام گن مین گونگے ہیں اور میں یوگا کا ماہر ہوں۔ اب تمہارا کیا بنے گا مارلی؟"

یہ واقعی مشکل پوزیشن تھی۔ سونیا کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا۔ وہ دشمنوں کے خیال کے مطابق میڈم مارلی ہوتی تو بہت زیادہ تشویش کی بات نہ ہوتی لیکن وہ تو سونیا تھی۔ میری جان تھی۔ وہ مرتی تو میں شرم سے مر جاتا۔

میں نے کہا "وہ شاید گولی نہیں چلائیں گے۔ زیادہ سے زیادہ تمہیں زخمی کریں گے۔ قیدی بنائیں گے لیکن تمہیں زخمی کرنے کا انہیں موقع نہیں دینا چاہیے۔"

وہ بولی "ہاں میں پہلی بار بری طرح پھنس گئی ہوں۔ تم دور رہ کر کوئی بھی کارروائی کرو گے تو یہ مجھ پر گولیاں برسائیں گے۔ تمہیں کچھ کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

"آزمائش کی گھڑی ایسی ہی ہوتی ہے۔ اس مشکل آزمائش میں تم سلامت نہیں رہو گی تو پھر کون تمہیں سونیا اور مجھے فرہاد کہے گا۔ آؤ ہم اپنی اپنی حاضر دماغی کو آزمائیں۔"

وہ مانو کو سہلاتے ہوئے بولی "اب مجھ سے باتیں نہ کرنا۔ میں پوری طرح دماغی طور پر حاضر رہوں گی۔"

"ٹھیک ہے مگر مانو کو میرے پاس بھیج دو۔"

وہ مانو سے بولی "یہاں چاروں طرف موت ہے۔ تمہیں میرے ساتھ نہیں مرنا چاہیے جاؤ یہاں سے۔"

اس نے بلی کو نیچے چھوڑ دیا۔ وہ دوڑتی ہوئی ایک طرف چلی گئی پھر اس نے بائرن ٹوڈ سے پوچھا "تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں وہی ہوں جس نے بیلی کاپٹر میں تم پر حملہ کیا تھا پھر تمہارے قلعے میں اپنے آلہ کاروں کے ذریعے پہنچا تھا۔ فرہاد نے بڑی چالبازیوں سے تمہاری جان بچائی تھی۔ اس بار پوچھو وہ تمہیں کیسے بچائے گا؟"

"اچھا تو تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہو۔ میرا خیال ہے۔ مجھے جان سے نہیں مارو گے؟ مجھے قیدی بنا کر میرے جزیرے پر اور میرے قلعے پر قبضہ جماؤ گے؟ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے ساتھ وہاں حکومت کرو گے؟"

"یہ فرہاد سے پوچھو کہ وہ تمہیں زخمی ہونے اور قیدی بننے سے کیسے بچائے گا؟ اگر تم چاہتی ہو کہ زخمی نہ کیا جائے پھر مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔ میں تمہارے اندر معمولی سا زلزلہ پیدا کروں گا۔ تمہارے دماغ کو کمزور بناؤں گا پھر تمہارے اندر بیٹھ کر حکومت کرتا رہوں گا۔"

وہ بولی "یہ بات میرے مزاج کے خلاف ہے۔ میں مر جاؤں گی مگر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کی کٹھ پتلی نہیں بنوں گی۔"

"تم بڑے اطمینان سے بول رہی ہو۔ کیا تمہارے یار نے تمہیں یقین دلایا ہے کہ تمہیں یہاں سے زندہ سلامت لے جائے گا؟"

وہ یار ہی کیا جو ان حالات میں پیار نہ کرے اور اپنے پیار کی حفاظت نہ کرے۔ تم مجھے زخمی کرنے اور مار ڈالنے کے لیے یہاں کتنے گن مین لے آئے ہو۔ تم نے فرہاد کی ٹیلی پیتھی کا راستہ روک دیا ہے۔ مجھے کہیں سے بھی مدد پہنچے گی تو اس سے پہلے ہی تمہارے آلہ کار مجھے گولیوں سے چھلنی کر دیں گے مگر ایسا نہیں ہوگا۔ جب دشمن موت بن کر زندگی کے تمام راستے بند کر دیتے ہیں۔ تب ہماری ذہانت گل کھلاتی ہے۔ یہ دیکھو۔"

بائرن ٹوڈ نے ایک طرف دیکھا۔ مانو تیزی سے دوڑتی ہوئی آئی تھی پھر اچھل کر سونیا کے بازوؤں میں پہنچ گئی تھی۔ تب بائرن ٹوڈ نے چونک کر دیکھا۔ بلی کے گلے میں جو پٹا بندھا ہوا تھا اس پٹے سے ایک ہینڈ گرنیڈ منسلک تھا۔

سونیا نے اس ہینڈ گرنیڈ کو پٹے سے الگ کرتے ہوئے بائرن ٹوڈ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "ایک ذرا سی حرکت کرو گے یا اپنے آلہ کاروں کو فائرنگ کا حکم دو گے تو یہ گرنیڈ پھٹے گا۔ جب تمہارے آدمیوں کے ہاتھوں مرنا ہی ہے تو پھر کیوں نہ تمہیں بھی ساتھ لے مروں؟ ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔"

سونیا نے گرنیڈ کی چابی کو اپنے دانتوں میں دبا رکھا تھا۔ چابی کو کھینچتے ہی وہ گرنیڈ ایک زبردست دھماکے سے پھٹنے والا تھا۔ ان سب کے چیتھڑے اڑانے والا تھا۔

بائرن ٹوڈ کے ویدے خوف سے پھیل گئے تھے۔ اس کے دماغ میں ہاروے 'بیکر' سائرن اور آندرے سہمے ہوئے کہہ رہے تھے "اوہ گاڈ! بائرن تم کہاں آکر پھنس گئے ہو؟ ہم نے فرہاد کی ٹیلی پیتھی کو ناکام بنایا تھا۔ وہ ہماری خیال خوانی کو ناکام بنا رہا ہے۔ ہم تمہیں کیسے بچائیں؟"

سونیا موت کو دانتوں تلے دبائے اس کے قریب آئی تھی۔

اے موت تیرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے ادھر آتے آتے

ایک پل میں ادھر چلی جاتی ہے۔

جو موت سونیا کی طرف آرہی تھی۔ وہ بائرن ٹوڈ کی طرف پلٹ گئی تھی۔ ہتھیار ان کے پاس بھی تھے اور میں جس ٹیکسی میں تھا اس کی سیٹ کے نیچے بھی ہتھیار تھے۔ میں کھنڈر سے کچھ فاصلے پر تھا۔ وہاں سے ان ہتھیاروں کو استعمال کرتا تو دوسرے ہی لمحے وہ سونیا کو گولی مار دیتے۔ ایسے وقت حاضر دماغی سے سوچنا ہوتا ہے۔ سانپ کو اس طرح مارا جائے کہ اپنی لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

میں نے سونیا کو ٹوٹنے نہیں دیا۔ بلی کے گلے میں گھنٹی نہیں باندھی جاتی۔ میں نے بم باندھ کر بھیج دیا تھا۔ اس بم کو بلی کے پٹے سے منسلک کرتے وقت میں نے اس انڈی کیٹر کو دیکھا جسے بائرن ٹوڈ نے وہاں چھپا رکھا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو اس انڈی کیٹر کے بارے میں بتا دیا تھا۔

وہ بائرن ٹوڈ کو وارننگ دے رہی تھی کہ وہاں ایک بھی گولی چلے گی تو اسی لمحے گرنیڈ بلاسٹ ہوگا اور وہ حرام موت مارا جائے گا۔

بائرن ٹوڈ یہ اعزاز حاصل کرنا چاہتا تھا کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کے سب سے پرانے کھلاڑی کو اس نے گھیر کر ہلاک کیا ہے۔ وہ مجھے گھیرنے یا مارنے کے لیے ہانگ کانگ آیا تھا۔ اب اس کی موت سونیا کے دانتوں تلے آگئی تھی۔ وہ اپنے دانتوں سے گرنیڈ کی پن کو دبائے ہوئے تھی۔ اسے ایک جھٹکے سے الگ کرتے ہی موت یقینی ہو جاتی۔

وہ خوف سے لرزتے ہوئے بولا "اسے دانتوں سے ہٹاؤ۔ پہلے میری بات سن لو۔"

سونیا اس کے پیچھے آگئی۔ ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ کر بولی "اب میں نے اسے دانتوں سے ہٹا دیا ہے میرے پیچھے دیوار ہے۔ سامنے سے یا دائیں بائیں سے گولیاں چلیں گی تو پہلے تمہیں لگیں گی۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے نہایت صفائی کے ساتھ اس ننھے سے انڈی کیٹر کو بائرن ٹوڈ کی جیب میں ڈال دیا۔ ادھر میں نے اس کی کار کے پاس آکر بریف کیس نما کمپیوٹر کو پچھلی سیٹ سے اٹھا لیا۔ ڈرائیور کو وہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا پھر ٹیکسی میں واپس آکر بیٹھ گیا۔ اس نے ہمارا پتا ٹھکانا معلوم کرنے کے لیے جو حربہ استعمال کیا تھا۔ اب وہی حربہ ہم اس پر استعمال کرنے والے تھے۔

میں نے کہا "سونیا اسے فرار ہونے کا موقع دو اور یہاں چلی آؤ۔"

سونیا نے ایک بازو سے اس کی گردن دبوچ رکھی تھی۔ اس نے کہا "اب میں پھر اسے دانتوں سے دبا رہی ہوں۔ یہاں سے جاتے وقت کوئی مجھ پر گولی نہ چلائے ورنہ تمہارا یہ باس مارا جائے گا۔"

وہ اس کی گردن دبوچ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے کہنے لگی "تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی تمہاری یہ حالت زار دیکھ رہے ہوں گے۔ پہلے فرہاد مجبور تھا۔ اب تمہارے ساتھی مجبور ہیں۔ تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بچا نہیں سکیں گے۔"

وہ بولا "تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو؟"

"اپنی موت سے دُور اور تمہاری موت کے قریب لے جا رہی ہوں۔ زندہ رہنا چاہتے ہو تو ان سب کو یہاں سے بھاگ جانے کا حکم دو۔"

اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی ان سب کو وہاں سے بھاگ جانے کا حکم دے رہے تھے۔ وہ واپس جانے لگے۔ جب وہ اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر دُور نکل گئے تو سونیا جان بوجھ کر یوں گر پڑی جیسے ٹھوکر کھا کر گر پڑی ہو۔ بائرن ٹوڈ نے بڑی پھرتی دکھائی۔ فوراً ہی جھک کر اس کے ہاتھ سے گرنیڈ چھین کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ وہ اپنی سلامتی کے لیے وہاں گرنیڈ کو بلاسٹ نہیں کر سکتا تھا۔ سونیا وہاں سے اٹھ کر... دوڑتی ہوئی میرے پاس آگئی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ وہ بیٹھ گئی پھر ٹیکسی وہاں سے چل پڑی۔

بائرن ٹوڈ جان بچانے کے لیے جیسے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ رہا تھا۔ اس نے اپنی گاڑی کے پاس آکر دیکھا۔ ڈرائیور نظر نہیں آیا۔ یہ معلوم کرنے کا وقت نہیں تھا کہ وہ کہاں چلا گیا ہے؟ وہ خود ہی کار ڈرائیو کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہو گیا۔

بیکر نے کہا "میں ابھی اس ڈرائیور کے دماغ میں گیا تھا۔ وہ خوا مخواہ کہیں بھاگا جا رہا ہے۔ فرہاد کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوگا۔"

ہاروے نے کہا "ڈرائیور کو جہنم میں ڈالو۔ بائرن کی جان بچ گئی۔ یہ ہمارے لیے خوشی اور اطمینان کی بات ہے۔"

آندرے نے کہا "اس سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ فرہاد، مارلی کو بچانے میں مصروف تھا اسے اتنا موقع نہیں ملا کہ وہ بائرن کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں گھس جاتا۔"

ہاروے نے کہا "واقعی بائرن یہ تمہاری خوش قسمتی ہے۔ اب فرہاد تم پر قابو پانے کے لیے کوئی بھی ذریعہ اختیار

نہیں کرسکے گا۔ تم اپنی جگہ بدل دو۔ کسی دوسری جگہ رہائش اختیار کرو۔"

سائن نے کہا "بائرن کو وہاں رہنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ فرہاد نے اس کی بُو سونگھ لی ہے۔ اب وہ پورے ہانگ کانگ میں اسے تلاش کرتا پھرے گا۔"

بائرن نے کہا "میں بہت پریشان ہوگیا ہوں۔ یہ کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ یوں اچانک فرہاد کے شکنجے میں آجاؤں گا۔ تھینکس گاڈ۔ خوش قسمتی سے بچ گیا ہوں۔ اب یہاں نہیں رہوں گا۔ کسی بھی پہلی فلائٹ سے میری روانگی کا انتظام کرو۔"

ایک نے کہا "سائن تمہاری روانگی کا انتظام کررہا ہے۔ ہم محسوس کررہے ہیں کہ تم اب تک اندر سے لرز رہے ہو۔ اب تک فرہاد کے حملے کی دہشت طاری ہے۔ خود کو سنبھالو۔ حاضردماغ رہو۔"

اس نے کار ایک جگہ روک دی پھر وہاں سے اتر کر کافی دُور پیدل چلنے کے بعد ایک ہوٹل کے کمرے میں آگیا۔ ہاروے نے کہا "یہ تیسرے درجے کا ہوٹل ہے۔ نہ صاف ستھرا ماحول ہے' نہ صاف ستھرا کھانا ملتا ہے۔"

مجھے یہاں ہمیشہ نہیں رہنا ہے۔ جلد سے جلد سیٹ حاصل کرو۔ میں رات کی کسی بھی فلائٹ سے چلا جاؤں گا۔ فرہاد کبھی یہ نہیں سوچے گا کہ میں ایسے تھرڈکلاس ہوٹل میں رہ سکتا ہوں۔"

سائن نے کہا "کل صبح تمہیں آٹھ بجے کی فلائٹ سے جانا ہے۔"

"تمہیں ابھی رات کی فلائٹ میں سیٹ حاصل کرنا چاہیے تھی۔"

"میں نے پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے ایک آلۂ کار کے خیالات پڑھے ان سے پتا چلا ہے کہ مارٹی رات گیارہ بجے اپنے ٹوسیٹر میں یہاں سے جائے گی۔ شاید فرہاد بھی اس کے ساتھ جائے گا۔ اس کے بعد یہاں تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ تم دشمنوں کی نظروں میں آئے بغیر صبح کی فلائٹ سے جاسکو گے۔"

بائرن ٹوڈ نے قائل ہوکر کہا "یہ ٹھیک ہے۔ پہلے دشمن کو یہاں سے جانا چاہیے۔ میں بری طرح نروس ہوگیا ہوں۔ صبح تک یہیں آرام کروں گا۔"

وہ ہوٹل کے ایک کمرے میں قید ہوگیا۔ یہ طے کرلیا کہ باہر نہیں نکلے گا۔ ہاروے نے ایک آلۂ کار کے ذریعے اس کے کمرے میں میک اپ کا سامان پہنچایا۔ وہ اپنا چہرہ تبدیل کرنے لگا رات کو اس نے کھانے کا آرڈر دیا۔ کھانے کے بعد اسے چہل قدمی کی عادت تھی۔ وہ ہر رات کھانے کے بعد دور تک ٹہلنے کے لیے جایا کرتا تھا لیکن اس رات باہر نہیں گیا۔ سوچا ہوٹل کی چھت پر جاکر تھوڑی دیر تک ٹہلنا چاہیے۔

جب وہ چھت پر جانے کے لیے اپنے کمرے سے نکلا تو پیٹ میں کچھ گڑبڑ ہونے لگی۔ وہ واپس آکر ٹوائلٹ چلا گیا۔ پیٹ واقعی خراب ہوگیا تھا وہ ٹوائلٹ سے آکر تھکے ہوئے انداز میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اسے پھر ضرورت محسوس ہوئی۔ وہ پھر ٹوائلٹ میں گیا۔ ہاروے نے کہا "میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا۔ یہ کوئی صاف ستھرا ہوٹل نہیں ہے۔ یہاں کا کھانا تمہارے مزاج کے مطابق نہیں ہوگا۔"

جب ایک گھنٹے بعد اسے تیسری بار ٹوائلٹ جانا پڑا تو اس نے ہوٹل کے مالک سے کھانے کی شکایت کی اور ڈاکٹر کو بلانے کے لیے کہا۔ ڈاکٹر نے آکر معائنہ کیا پھر دوائیں دیتے ہوئے کہا "آپ سے کھانا ہضم نہیں ہوا ہے۔ آپ یہ دو گولیاں رکھیں۔ ابھی ایک کھالیں۔ اگر افاقہ نہ ہو تو دوسری کھالیں۔"

میں کمپیوٹر اسکرین پر دیکھتا رہا تھا کہ وہ کس ہوٹل میں پہنچا ہوا ہے۔ میں نے وہاں کے ایک ملازم کو آلۂ کار بناکر اس کے کھانے میں معمولی سی گڑبڑ کی تھی تاکہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو کسی قسم کا شبہ نہ ہو اور وہ نہیں سمجھ پارہے تھے کہ پہلے میں اس کی کمزوری کا معقول جواز پیدا کررہا ہوں پھر اسے رفتہ رفتہ کمزور بنا رہا ہوں۔ میں نے ڈاکٹر کے دماغ پر بھی قبضہ جمایا تھا اور اس کے ذریعے ایسی گولیاں دیں' جنہوں نے الٹا اثر دکھایا۔ اس کے پیٹ میں اور گڑبڑ پیدا ہوگئی اور زیادہ گیس پیدا ہونے لگی۔ صبح ہوتے ہوتے وہ اس قدر کمزور ہوگیا کہ اسے اسپتال پہنچانا پڑا۔

وہ سفر کرنے کے قابل نہیں رہا۔ ڈاکٹر نے مشورہ دیا "اسے کم از کم دو دنوں تک آرام کرنا چاہیے۔" اس کے تمام ساتھی دیکھ رہے تھے کہ وہ اپنی غلطی سے بیمار ہوا ہے۔ کسی پہلو سے بھی دشمنی کا شبہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ بالکل محفوظ تھا۔ اس کے ساتھیوں نے کسی کو اس کے دماغ میں محسوس نہیں کیا تھا۔

میں اس کے اندر جگہ بنا چکا تھا۔ پچھلی رات اس کے تمام چور خیالات پڑھنے کا موقع مل گیا تھا۔ پتا چلا اس کا بائرن ٹوڈ ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے چار ساتھی ہیں۔ ہاروے' بیکر برائٹ' سائن اور آندرے۔ یہ چاروں اس کے دماغ میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ اسے یقین دلاتے ہیں کہ فرہاد اس کی بیماری سے بے خبر ہے۔ کوئی دشمن نہ آرہا ہے نہ آسکے گا۔

میں نے اس کے خیالات سے اس کے ساتھیوں کا پتا ٹھکانا معلوم کیا۔ عام طور پر ایک دوسرے کے دوست بن کر رہنے والے اپنے قابل اعتماد دوستوں کو بھی اپنا پتا نہیں بتاتے۔ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ کوئی دشمن ایک کو ٹریپ کرے گا تو اس کے ذریعے دوسرے ساتھیوں کا پتا معلوم کرلے گا۔

لیکن وہ ایک دوسرے کا پتا ٹھکانا جانتے تھے۔ بائرن ٹوڈ' بیکر برائٹ کا پتا اس طرح جانتا تھا کہ اسی نے بیکر کو ہندوستان میں انڈرورلڈ کا گاڈ فادر بنایا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ وہ اپنی محبوبہ ایملی کے ساتھ ممبئی کے ایک بہت مہنگے اور شان دار علاقے میں رہتا تھا۔

بائرن ٹوڈ نے سائن اور آندرے کو بھی فرانس اور اٹلی میں انڈرورلڈ کا گاڈ فادر بنایا تھا لہٰذا ان کے بارے میں بھی جو کچھ جانتا تھا وہ میں نے معلوم کرلیا۔

بائرن ٹوڈ اور ہاروے دونوں برسوں پرانے دوست تھے پھر ان کے درمیان رشتے داری ہوگئی تھی۔ بائرن نے ہاروے کی بہن سے شادی کی تھی اور ہاروے' بائرن کی بہن کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے دور رہتے تھے لیکن ایک دوسرے کے گھر آتے جاتے رہتے تھے۔

میں نے اپنے ماتحت سراغ رسانوں کو ان چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام' پتے اور فون نمبرز بتائے پھر تاکید کی کہ انہیں اس طرح ٹریپ کیا جائے کہ کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ ہو۔ ایک کو ٹریپ کیا جائے تو دوسرا محتاط نہ ہونے پائے۔

وہ تمام ماتحت میری ہدایات پر عمل کرنے لگے۔ میں اور سونیا ناناکا تک پہنچنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے جوزفین کو آلۂ کار بنایا تھا لیکن ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی شامت آئی تھی۔ وہ ہمارے بچھائے ہوئے جال میں پھنس رہے تھے۔ ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ میرے شکنجے میں آجائیں گے۔ چند گھنٹوں کے بعد نتائج سامنے آنے والے تھے۔

○☆○

الپا اپنا اصل رنگ دکھانے لگی۔ سانپ اپنی فطرت سے مجبور ہوتا ہے۔ دودھ پلانے والے کو بھی ڈس لیتا ہے۔ الپا زہری فطرت کی حامل تھی۔ وہ بے شک وشبہ پارس کو دل وجان سے چاہتی تھی اور اس بار تو وہ ساری زندگی اس کے قدموں سے لپٹ کر رہنا چاہتی تھی کیونکہ اس نے بدترین دشمنوں کو اس کے دماغ میں آنے سے روکا تھا۔ جب تک وہ اسپتال میں بیمار پڑی رہی وہ اس کی حفاظت کرتا رہا تھا۔

پھر اس نے دوسرا بہت بڑا احسان کیا تھا۔ اسے ٹرانسفارمر مشین بنانے کا موقع دیا تھا۔ وہ اپنے خدا کو حاضر وناظر جان کر یہ عہد کرچکی تھی کہ مرتے دم تک اس کی وفادار رہے گی۔

لیکن وہ کٹر یہودی تھی۔ اس نے اپنی ٹیلی پیتھی کی تمام صلاحیتوں اور اپنی دن رات کی تمام محنتوں کو اپنی قوم کے لیے وقف کردیا تھا۔ وہ پارس کی خاطر اپنی جان دے سکتی تھی مگر ایمان نہیں دے سکتی تھی اس کا ایمان صرف اپنے ملک اور اپنی قوم کے لیے تھا۔

اپنے مذہب اور اپنی قوم کی بات آئی تو بات بگڑنے لگی۔ پارس نے اتنا ہی کہا تھا کہ اس نے دس فلسطینی مسلمانوں کی فہرست تیار کی ہے ان دس افراد کو مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی جائے۔ اس نے اپنے طور پر انصاف سے یہ بات کی تھی۔ ایک تو مسلمان فلسطین کے صدیوں پرانے باشندے تھے۔ وہ مستحق تھے کہ ارض فلسطین سے اپنے تمام حقوق حاصل کریں۔

پارس کی دوسری جائز بات یہ تھی کہ اس ٹرانسفارمر مشین پر پارس کا بھی برابر کا حق تھا اگر وہ ساتھ نہ دیتا تو الپا کبھی بھی وہ مشین تیار نہ کرپاتی۔ اب وہ اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہودیوں کی فوج تیار کررہی تھی۔ پارس بھی اس مشین سے مسلمانوں کو یہ علم سکھانے کا حق رکھتا تھا لیکن الپا کے نقطۂ نظر سے اس کا یہ مطالبہ جائز نہیں تھا۔ فلسطینی مسلمان بدترین دشمن سمجھے جاتے تھے اور وہ دشمنوں کو یہ علم سکھا کر انہیں اپنے اور اپنی قوم کے لیے مصیبت نہیں بنانا چاہتی تھی۔

اس نے پارس کو بڑے پیار سے سمجھایا کہ وہ اس مطالبے سے باز آجائے۔ جواباً پارس نے اسے سمجھایا کہ وہ جائز مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار نہ کرے۔ ورنہ اس کے پاس وہ مشین نہیں رہے گی۔ وہاں کے مسلمانوں کی طرح یہودی بھی آئندہ وہ علم نہیں سیکھ سکیں گے۔

پارس کے اس چیلنج نے الپا کو پریشان کردیا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا محبوب اور اس کا محسن کتنا ضدی ہے۔ وہ اس کی چال بازیوں کو سمجھ نہیں پائے گی اور دیکھتے ہی دیکھتے مشین سے محروم ہوجائے گی۔ وہ مشین فوجی قوت اور ملکی استحکام کے لیے بہت ضروری تھی۔ جب سے وہ مشین تیار ہوئی تھی

تب سے تمام بڑے ممالک پر پہلے سے زیادہ اسرائیل کا رعب و دبدبہ طاری ہوگیا تھا۔

وہ اتنی بڑی قوت سے محروم نہیں ہونا چاہتی تھی اور نہ ہی فلسطینی مسلمانوں کو ٹیلی پیتھی سکھا کر اپنے برابر طاقت ور بنانا چاہتی تھی۔ اس مشین کو پارس سے چھپا کر رکھنا ضروری ہوگیا تھا اور اسے چھپا کر رکھنے سے پہلے یہ ضروری تھا کہ وہ خود پارس کی نظروں سے اوجھل ہوجاتی۔

وہ اس کے دماغ میں دستک دیے بغیر چلا آتا تھا وہ اسے روک نہیں سکتی تھی۔ مشین کو چھپانے کے لیے اسے دماغ میں آنے سے روکنا ضروری تھا۔

اس نے سب سے پہلے یہی کیا اور خود پر تنویمی عمل کرا کر اپنے دماغ کو لاک کرالیا۔ اس کے قابل اعتماد فوجی افسر نے مشین کا ایک ایک حصہ الگ کرکے انہیں پیک کیا اور پھر اس پوری مشین کو ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دیا تھا۔

وہ تین گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہوئی۔ آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اس کا ماتحت فوجی افسر کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بیدار ہوتے ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر فوجی انداز میں سلیوٹ کرتے ہوئے بولا "میڈم آپ کے تمام احکامات کی تعمیل ہوچکی ہے۔ میں نے مشین کو ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دیا ہے۔ آپ میرے دماغ میں آکر اس اڈے کے بارے میں معلوم کرسکتی ہیں۔"

اس نے پوچھا "وہ تنویمی عمل کرنے والا کہاں ہے؟"

"میں اسے رخصت کرچکا ہوں۔ آپ جب چاہیں گی اسے یہاں طلب کرلیا جائے گا۔"

"کیا تم اس کے تنویمی عمل سے مطمئن ہو؟"

"یس میڈم! میں پوری طرح مطمئن ہوں۔ ہمارے اس ہپناٹزم کے ماہر نے کوئی فراڈ نہیں کیا ہے۔"

"تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں اپنے طور پر معلوم کرلوں گی۔ تب مجھے اطمینان ہوگا۔"

وہ آنکھیں بند کرکے سامنے کھڑے ہوئے افسر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ تنویمی عمل کرنے والے کا ایک ایک لفظ اس کے دماغ میں محفوظ یادداشت سے پڑھنے لگی۔ اس طرح اسے اطمینان ہوا کہ عامل نے اس کے مزاج کے خلاف اس کے دماغ میں کوئی غیر ضروری بات نقش نہیں کی تھی۔

وہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ الماری کھول کر ایک بیگ میں ضروری سامان رکھتے ہوئے بولی "میں یہاں سے جارہی ہوں۔ تم سے دماغی رابطہ رکھوں گی۔ جب مجھے دشمنوں کی طرف سے اطمینان ہوجائے گا تو ہم اس خفیہ اڈے میں ٹرانسفارمر مشین کو دوبارہ اسمبل کرکے اپنے کام کے بنائیں گے۔"

وہ افسر اس کا بیگ اٹھا کر باہر آیا اور کار کی پچھلی سیٹ پر رکھ دیا۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آگئی پھر کار اسٹارٹ کرکے سے روانہ ہوگئی۔

ایسے وقت تقدیر نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ اس وقت میں پارس اس کے اندر نہیں رہا تھا۔ اس نے مسلمانوں ٹیلی پیتھی سکھانے کے سلسلے میں اس سے جواب طلبی اور بعد میں جواب سننے کے لیے آنے والا تھا۔ اسے یقین کہ وہ کہیں نہیں جائے گی اور نہ ہی اتنی بڑی مشین کہیں کر رکھ سکے گی لیکن اس نے پارس کی چند گھنٹوں کی سے فائدہ اٹھالیا تھا۔

وہ اب تک یروشلم کے ایک فارم ہاؤس میں وہاں سے تل ابیب واپس آگئی۔ وہ شہر اس کے لیے اجنبی وہاں رہ کر وہ کامیابیاں حاصل کرتی رہی تھی۔ وہ اپنے پرائیویٹ بنگلے میں آگئی۔

وہاں پہنچ کر اس نے اپنے چہرے پر تبدیلیاں کیں اسے خیال آیا کہ وہ اس بنگلے میں آکر بہت بڑی غلطی کر ہے۔ پارس نے اس کے اندر رہ کر اس کے تمام اہم معلوم کیے ہیں۔ اس کی تمام خفیہ رہائش گاہوں کے بار میں بھی معلوم کیا ہوگا۔ اب تو اسے اپنی تمام زمین جا سے دور رہنا چاہیے۔ کسی اور جگہ اطمینان سے بیٹھ کر بات پر غور کرنا چاہیے کہ وہ اس کے بارے میں کیا کچھ کرچکا ہوگا۔

اس نے مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والوں اپنی ایک ذاتی فوج بنائی تھی۔ ابھی وہ فوج مختصر تھی۔ ہیں ایسے معمول تھے جو اس کے لیے کسی وقت بھی اپنی دے سکتے تھے۔

اس نے ان میں سے ایک معمول سے رابطہ کیا اور

"تم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہو۔ میں عارضی طور تمہارے پاس رہنے آرہی ہوں۔ تمہیں یہ ظاہر کرنا ہے میں تمہاری یروشلم والی بہن ہوں۔"

"میڈم! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے گھر میرے ساتھ رہیں گی۔ میں ابھی اپنی بیوی بچوں کو گھری سلا کر ہپناٹائز کروں گا۔ ان کے دماغوں میں یہ نقش کردوں کہ آپ میری بہن ہیں۔ آپ سے خون کا رشتہ ہے میرے بیوی بچے آپ کو برسوں سے اس رشتے کے حوا سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔"

الپا نے کہا "تم بہت ذہین ہو۔ میرے سمجھانے سے پہلے ہی سمجھ لیتے ہو کہ کن حالات میں تمہیں کیا کرنا چاہیے۔ میں تمہیں بہت پسند کرتی ہوں۔"

"تمہیں پسند کرنے میں ہمیشہ آپ کا اعتماد بحال رکھوں گا۔"

"شکریہ میڈم! میں تمہیں ختم کیا۔ وہ اپنا چہرہ تبدیل کرچکی تھی۔ الپا نے رابطہ ختم کیا۔ وہ اپنا چہرہ تبدیل کرچکی تھی۔

اس بنگلے میں رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ وہ اپنا ضروری سامان لے کر وہاں سے نکل گئی۔

کوئی اور دشمن ہوتا تو اسے اس قدر پریشانی نہ ہوتی۔ پارس کی پہنچ سے دور رہنے کے لیے وہ اتنی جدوجہد کررہی تھی۔ اچانک اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ محسوس کرتے ہی فوراً سانس روک لیا۔ وہ کار ڈرائیو کررہی تھی۔ اسے سڑک کے کنارے روک کر انتظار کرنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد پھر پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے کہا "اگر تم پارس ہو تو فارم ہاؤس کی ملازمہ کے دماغ میں آؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لیا۔ پرائی سوچ کی لہریں دماغ سے نکل گئیں پھر وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے اس ملازمہ کے دماغ میں آگئی۔ وہاں تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد بولی "پارس کیا تم موجود ہو۔"

وہ بولا "ہاں تم نے تو بڑی تیزی دکھائی ہے الپا! تم یہ کہا کرتی تھیں کہ تمہارا دل اور دماغ میرے لیے ہیں۔ تم جب تک زندہ رہو گی۔ مجھے اپنے اندر آنے سے نہیں روکو گی مگر تم نے تو دماغ کو مقفل کرنے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہیں کی۔"

"مجھے طعنہ نہ دو۔ میں اب بھی تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہوں۔ کبھی تمہارے کام آنے کے لیے مجھے اپنی جان دینی پڑے گی تو تمہاری خاطر جان پر کھیل جاؤں گی۔"

"بس کرو الپا! بڑے بڑے دعوے نہ کیا کرو۔ تم نے اپنے دماغ کو مقفل کرا کے اپنے بہت بڑے دعوے کی نفی کی ہے۔ میں تمہیں یہ بتادوں۔ میں نے کبھی تم پر بھروسا نہیں کیا۔ اس بار بھی میرا تجربہ کہتا تھا کہ تم کسی وقت بھی دھوکا دے سکتی ہو۔ کیا ڈھٹائی ہے کہ زبان سے پھر وفادار رہنے کا دعویٰ کررہی ہو۔"

"پلیز پارس! یہ تو سمجھو تم نے خود ایسا کرنے پر مجھے مجبور کیا ہے۔ تم ان فلسطینی مسلمانوں کو ٹیلی پیتھی سکھانے کا مطالبہ کررہے تھے جو ہمارے ملک اور ہماری قوم کے دشمن ہیں۔"

"یہ فلسطینی مسلمان نہ تمہاری قوم کے دشمن ہیں نہ تمہارے ملک کے۔ یہ ان کا بھی ملک ہے۔ جب انہیں حقوق نہیں ملتے ہیں تو یہ جہاد کرتے ہیں۔ اس جہاد کو تم دشمنی کہتی ہو۔ بہرحال میں اس سلسلے میں مزید بحث نہیں کروں گا۔ تمہیں جو کرنا تھا وہ کرچکیں۔ اب میں سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"میں جانتی ہوں۔ تم جوابی کارروائیاں کرو گے مگر اب میں تمہارے مزاج اور تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گی۔ تم شروع سے میری اس فطرت کو جانتے ہو کہ میں ہمیشہ اپنی یہودی قوم کو ترجیح دیتی آئی ہوں۔ اس کے بعد میں نے ہر معاملے میں تمہیں ترجیح دی ہے۔"

"کسی دن موقع ملے تو مجھے ہپناٹائز کرا کے اپنا غلام بنالینا اور کہنا کہ یہودی قوم کو ٹیلی پیتھی سکھانے کی خاطر مجھے غلام بنایا ہے۔ ورنہ غلام بنانے کے باوجود مجھے ترجیح دے رہی ہو اور مجھ پر قربان ہورہی ہو۔"

"تم خوامخواہ مجھے طعنے دے رہے ہو۔"

"میں جاتے جاتے یہ بتادوں کہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ مختلف ممالک میں پہنچانا ہمارا مشن ہے۔ ہم ایسا کیوں کررہے ہیں۔ یہ بعد میں بڑے ممالک کو معلوم ہوجائے گا۔ ابھی تو یہ سمجھ لو کہ اسی سلسلے میں تمہیں وہ مشین بنانے کا موقع دیا گیا ہے۔ یہ غلط فہمی دماغ سے نکال دو کہ میں نے تمہارے عشق میں گرفتار ہو کر یہ مہربانی کی ہے۔ نہ میں تم سے محبت کرتا تھا نہ تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا تھا۔ نہ اب گزارنے آیا تھا۔ جو پارس ابھی تمہاری زندگی میں آیا تھا۔ وہ اپنے قد سے چھ انچ کم تھا۔ ایسے ساڑھے پانچ فٹ کے جتنے پارس درکار ہوں، مجھے بتانا میں آئندہ بھی سپلائی کرتا رہوں گا۔ اوکے سو فار!"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ وہ سوچ میں پڑگئی کہ ابھی وہ کیا کہہ گیا ہے۔ یعنی وہ ساڑھے پانچ فٹ کا پارس جس کے ساتھ اس نے ایک دن اور ایک رات گزاری۔ وہ اصلی نہیں تھا۔ وہ ایسے اور کئی بونے پارس اسے سپلائی کرسکتا ہے۔

وہ اس بات پر غصے سے تلملا گئی کہ وہ خود نہیں تھا۔ اس نے اپنی ڈمی بھیج کر پارس نام کا کھلونا دے کر اسے بہلایا تھا۔ اسے بے وقوف بنایا تھا۔ جیسے وہ کوئی بازاری عورت تھی۔ جس کے پاس اس نے پارس نام کا گاہک بھیجا تھا۔ وہ غصے سے سیدھی اس کے دماغ میں پہنچی پھر بولی "میں ہوں الپا۔ تم نے ابھی مجھ سے کیا کہا تھا؟ کیا پچھلی رات تم میرے ساتھ فارم ہاؤس کے کاٹیج میں نہیں تھے؟ کیا وہ تمہاری ڈمی تھا؟ سچ سچ بتاؤ۔ وہ تم تھے یا نہیں؟"

"کیا میں بے وقوف ہوں کہ تمہارے جیسی عورت کے ساتھ رات گزاروں گا۔ اپنے حالات پر غور کرو۔ جب بھی تم مجھے دھوکا دینے والی ہوتی ہو تو ایسے وقت خود ہی دھوکا کھاتی ہو۔"

"میں پوچھتی ہوں تم نے اس بونے بدمعاش کو میرے پاس کیوں بھیجا تھا؟"

"میں نے تو صرف بھیجا تھا۔ تم تو اس کے کلیجے سے لگ گئی تھیں۔ تم نے کس عقل سے تسلیم کیا تھا کہ میرا قد چھ انچ کم ہو سکتا ہے کیا دنیا میں آج تک کبھی ایسا ہوا ہے؟"

"تم نے مجھے دھوکا کیوں دیا۔ کیا میں کوئی بازاری عورت ہوں کہ جسے چاہو گے اسے میرے پاس بھیج دو گے۔ تم نے صرف مجھ سے نہیں۔ میری عزت آبرو سے بھی دشمنی کی ہے۔"

"تمہاری آبرو کہاں ہے؟ میں نے تو تمہیں شریک حیات بنا کر عزت دی تھی لیکن تمہیں عزت راس نہیں آئی۔ تم نے میرے لیے ایک بیٹی پیدا کی۔ اس وقت تک میں تمہیں بے حیائی سے روکتا رہا۔"

"تم خود غرض اور مطلب پرست ہو۔ اتنے ظالم ہو کہ ایک ماں سے اس کی بیٹی چھین لی ہے۔"

"اگر ایسا نہ کرتا تو تم اسے یہودی بنا دیتیں۔ آج وہ بابا صاحب کے ادارے میں ایک مسلمان باپ کی بیٹی کی حیثیت سے پرورش پا رہی ہے۔ بہت جلد تم اس سے ملو گی مگر خود کو اس کے سامنے ماں نہ کہنا۔ ورنہ وہ تمہارے منہ پر تھوک دے گی۔"

"تم اور کیا کرو گے۔ میری بیٹی کے دماغ میں بچپن سے میرے خلاف زہر بھر رہے ہو۔"

"میں ایسا نہیں کر رہا ہوں لیکن وہ تمہارے پاس ہوتی تو تم اس بیٹی کو باپ کا دشمن بنا دیتیں۔"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گی مگر تم نے ڈی پارس کے ذریعے میری آبرو کو کھلونا بنا دیا۔ کیا اس بے حیائی پر تمہیں ذرا بھی شرم آ رہی ہے؟"

"میرے پاس تمہاری ایک بے حیائی کا حساب ہے۔ میرے بعد تم کتنوں کے ساتھ منہ کالا کرتی رہی ہو۔ یہ بات مجھ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ تمہارے پرائیویٹ عیش کدے میں کبھی جمال رابن، کبھی کمال رابن جیسے جادوگر آئے۔ کبھی بوبی اسمتھ آیا، کوئی نہ کوئی آتا جاتا رہا اگر ایک اور ڈی پارس آ گیا تو تمہارے لیے کیا فرق پڑا؟ تم تو بازاری عورتوں سے بھی گئی گزری ہو۔ میرے پاس آ کر اپنی پارسائی نہ جتاؤ۔ آئینے کے سامنے لباس اتار کر دیکھو۔ شان دار، اندر سے کھنڈر بن چکی ہو۔"

وہ غصے سے چیخ کر بولی "یو شٹ اپ! میں ہوں، کھنڈر نہیں ہوں۔ مجھے برباد کرنے والے بے غیرت تم ہو۔ تم میری توہین کر رہے ہو۔ میں ضرور لوں گی۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل آئی، اپنی جگہ واپس حاضر ہو کر غصے سے ہانپنے لگی۔ اسے یوں لگ رہا تھا پارس کئی برسوں سے اسے دوڑاتا رہا ہو۔ اس کی ہو۔ وہ سوچنے لگی "اب میں کسی خوش فہمی میں گی۔ وہ کبھی پیار سے قابو میں نہیں آئے گا۔ یہ سے بڑی حماقت ہے کہ ایک مسلمان سے دوستی داری ہو سکتی ہے۔"

وہ موجودہ حالات کے مطابق سوچ رہی تھی۔ اس کے تعاون سے مشین تیار کی ہے اور اب دے کر اس مشین کو ایک خفیہ اڈے میں چھپا دیا اسے تلاش کرنے اور تباہ کرنے کی کوشش میں مجھ کو دشمنی کرے گا۔ مجھے پہلے سے زیادہ محتاط رہنا

وہ اب تک پارس سے ٹکراتے رہنے کے نقصان اٹھاتی رہی تھی لیکن ٹرانسفارمر مشین حاصل کے بعد یقین ہو گیا تھا کہ وہ پہلے سے کئی گنا طاقت ہے۔ پارس کے مقابلے میں ہزاروں ٹیلی پیتھی جاننے پیدا کر سکتی ہے۔ پہلے کی طرح روپوش رہ کر اس سے کتی ہے۔

اس نے اپنے تمام پرائیویٹ بنگلوں کو چھوڑ عقل کہتی تھی کہ پارس نے پچھلے دنوں اس کے دما کر اس کی تمام خفیہ رہائش گاہوں کے بارے میں معلوم کیا ہوگا اور نہ جانے کیسے کیسے راز معلوم گے۔ بہرحال اس نے عارضی طور پر اپنے قابل اعتماد کے بیوی بچوں کے ساتھ رہنے کا ارادہ کیا تھا۔

اتنی دیر تک پارس سے الجھنے سے اسے خطرات کا احساس ہوا۔ وہ اس بات پر بھی غور کر اپنے اس قابل اعتماد ماتحت کے ساتھ رہنا چاہیے اس کے اندر یہ بات پک رہی تھی کہ اس نے ٹیلی پیتھی سکھائی ہے اور جتنے افراد کو اپنا معمول انہیں معمول بنانے کے لیے تنویمی عمل کے پارس موجود رہا ہوگا اس سے اپنی موجودگی کو چھپا گرتا رہا ہوگا کہ وہ کس آواز اور مخصوص

معمولوں کے اندر پہنچتی ہے۔

اپنے ماتحت اس کے جتنے معمول تھے وہ پارس سے محفوظ نہیں تھے۔ وہ جب چاہتا ہوگا ان کے اندر آتا جاتا ہوگا۔ اس کا قابل اعتماد ماتحت بھی پارس کو اپنے اندر محسوس نہیں کرتا ہوگا۔ یہ کتنی بڑی ناکامی تھی کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے بہت کچھ حاصل کرنے کے بعد بھی اسے کچھ حاصل نہیں ہو رہا تھا۔

وہ جھنجلانے لگی۔ پارس کو گالیاں دینے لگی۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی کہ اس نے اپنی مشین سے اب تک جتنے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے ہیں۔ وہ سب محفوظ نہیں ہیں۔ پتا نہیں پارس ان میں سے کتنوں کے دماغوں میں پہنچتا رہتا ہوگا۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ جتنے بھی آرمی کے جوان اور افسران ٹیلی پیتھی سیکھ چکے ہیں۔ ان سب کو ہپناٹائز کر کے ان کے برین واش کیے جائیں یا تو ان کے دماغوں کو لاک کیا جائے یا برین واش کرنے کے بعد دوبارہ بڑی رازداری سے مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی جائے اور تنویمی عمل کے ذریعے صرف اپنا تابع بنایا جائے اس طرح ان سب کو پارس سے نجات مل سکے گی۔

یہ تو بہت لمبا اور تھکا دینے والا کام تھا۔ اس نے مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں عروج حاصل کرنے کے لیے جہاں سے ابتدا کی تھی پھر وہیں پہنچ گئی تھی۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

○☆○

بائرن ٹوڈ اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی پوری طرح مطمئن ہو گئے تھے کہ بائرن ٹوڈ کی بیماری حالات کا نتیجہ ہے۔ اسے مجھ جیسے دشمن نے بیمار نہیں بنایا ہے۔ وہ ایک دن اور ایک رات تک اس کے دماغ میں باری باری جاتے آتے رہے تھے۔

ویسے وہ چوبیس گھنٹے اس کے اندر نہیں رہ سکتے تھے۔ میں نے موقع پا کر اس پر آدھے گھنٹے پر مختصر سا تنویمی عمل کیا تھا۔ ایسے وقت اس کا کوئی ساتھی اس کے پاس نہیں تھا اگر کوئی آتا تو میرے تنویمی عمل کا توڑ ضرور کرتا۔ سونیا نے کہا "میں بھی بائرن کے اندر جاتی آتی رہی ہوں۔ تمہارا تنویمی عمل کامیاب رہا ہے۔ آئندہ اس کا نتیجہ سامنے آئے گا۔"

ہم نے تنویمی عمل سے پہلے بائرن ٹوڈ کے چور خیالات پڑھ کر اس کے تمام ساتھیوں کے پتے اور فون نمبرز معلوم کیے اپنے ماتحتوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ ان میں سے ہر ایک کو خوب سوچ سمجھ کر ٹریپ کریں۔ ایک کو ٹریپ کرتے وقت دوسرے کو پتا نہ چلے ورنہ دوسرا ہوشیار ہو جائے گا اور گرفت میں آنے سے پہلے روپوش ہو جائے گا۔

ہاروے کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ اور بائرن ٹوڈ آپس میں دوست بھی ہیں اور رشتے دار بھی۔ انہوں نے ایک دوسرے کی بہن کو اپنی شریک حیات بنایا ہے اور اکثر ایک دوسرے کے گھر آتے جاتے رہتے ہیں۔

ہمارا ایک ماتحت ہاروے کے پتے پر پہنچ کر اس کی بیوی اور اس کے بچے کو دیکھ چکا تھا۔ ان سے پتا چلا تھا کہ ہاروے موجود نہیں ہے۔ ملک سے باہر گیا ہوا ہے۔ میں نے یہ رپورٹ سن کر ماتحت کو مشورہ دیا۔

"ہاروے کا انتظار نہ کرو۔ پتا نہیں وہ کب تک واپس آئے گا۔ اس کی بیوی کو ہپناٹائز کرو۔ وہ ہماری معمول بن کر رہے گی تو اس کے ذریعے کسی دن بھی ہاروے کو ٹریپ کر سکو گے۔"

وہ یہی کرنے لگا۔ ہمارا دوسرا ماتحت بیکر برائٹ کو پھانسنے والا تھا۔ بیکر برائٹ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ وہ ممبئی میں تھا۔ بائرن ٹوڈ اور ہاروے نے اسے وہاں کے انڈرورلڈ کا گاڈ فادر بنایا تھا۔ ہندوستان کے دوسرے تمام صوبوں کے گاڈ فادرز کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ سب بیکر برائٹ کو انڈیا میں ہیڈ آف دی گاڈ فادرز تسلیم کریں۔"

ان میں سے چند گاڈ فادرز بیکر برائٹ کی برتری تسلیم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بیکر نے اپنی محبوبہ ایملی کو مہاراشٹر کے صوبے میں انڈرورلڈ کی ملکہ بنایا تھا۔ ایملی نے بچپن ہی سے جرائم کی دنیا میں پرورش پائی تھی اور وہاں کے تمام ہتھکنڈوں سے اچھی طرح واقف تھی اس لیے وہ انڈرورلڈ کی ملکہ کی حیثیت سے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اس کی مجرمانہ صلاحیتوں کے باعث بیکر وہاں کے معاملات سے مطمئن تھا۔ اسے کسی معاملے میں بہت زیادہ الجھنا نہیں پڑتا تھا۔ کوئی الجھن ہوتی تو خیال خوانی کے ذریعے دور کر دیتا تھا۔ ایملی کے لیے راستے ہموار کر دیتا تھا لیکن چند گاڈ فادرز ایک عورت کی برتری تسلیم نہیں کر رہے تھے۔

ہمارا ماتحت ایملی کے ذریعے ہی بیکر برائٹ تک پہنچ سکتا تھا۔ ایملی ان دنوں آندھرا پردیش میں تھی۔ وہاں کا گاڈ فادر کرشنا مورتی باغی ہو گیا تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ اپنے علاقے کی آمدنی میں سے ایملی کو حصہ نہیں دے گا۔ حصہ لینا ہے تو بیکر برائٹ براہ راست لین دین کرے۔

ایملی نے آندھرا پردیش پہنچ کر کرشنا مورتی کو چیلنج کیا تھا کہ وہ اس کے باپ سے بھی اپنا حصہ وصول کرکے رہے گی۔ وہ مدراس کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ٹھہری ہوئی تھی۔ کرشنا مورتی نے اپنے ایک دست راست کو حکم دیا کہ وہ اس عورت کو یہاں سے زندہ نہ جانے دے۔ بیکر برائٹ کو اس کی لاش کا تحفہ بھیجا جائے گا تو آئندہ وہ کسی عورت کو ان پر مسلط نہیں کرے گا۔

انڈیا کے تمام علاقوں کے گاڈ فادرز سے یہ بات چھپائی گئی تھی کہ بیکر برائٹ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یوں بھی تجربے کار ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی کھل کر اپنی خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ بیکر نے خیال خوانی کے ذریعے ایملی سے کہا "وہاں ہوشیار رہو۔ تمہارے قتل کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ ویسے تو میں اس سے نمٹ لوں گا لیکن کبھی کسی اہم مصروفیت کے باعث تمہاری طرف توجہ نہیں دے سکوں گا اسی لیے بہتر ہے کہ جلد سے جلد واپس آجاؤ۔"

ایملی نے کہا "تم کرشنا مورتی کو میرے ذریعے سزا دو۔ میں اسے ذلیل کرنا چاہتی ہوں۔ وہ میرے ہاتھوں شکست کھا کر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔ میری غلامی پر مجبور ہوجائے گا۔"

کرشنا مورتی کے دست راست نے یہ طے کیا تھا کہ اسی ہوٹل میں ایملی کو قتل کرے گا۔ وہ اس کی تاک میں تھا۔ جب وہ باہر سے شاپنگ کرکے ہوٹل میں آئی اور لفٹ کے ذریعے اوپر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی تو وہ بھی لفٹ کے اندر آگیا۔ لفٹ بند ہوگئی۔ اس نے کہا "ایک عورت ہو کر ہم پر حکومت کرنے آئی ہو۔ تمہاری حیثیت ایک چیونٹی سے زیادہ نہیں ہے۔ اسی لفٹ کے اندر ایک چٹکی سے مسل کر چلا جاؤں گا۔ کسی کو خبر نہیں ہوگی۔"

ایملی نے کہا "تو پھر مسل کیوں نہیں دیتے۔ بولتے کیوں ہو؟"

وہ اپنی جیب سے ریوالور نکال کر بولا "ہمارے گاڈ فادر نے کہا ہے۔ تمہیں زندگی مل سکتی ہے۔ میں چند کاغذات لایا ہوں۔ ان پر دستخط کرکے گاڈ فادر کرشنا مورتی کی حاکمیت قبول کرو۔ یہ کاغذات بائرن ٹوڈ کو بھیج دیے جائیں گے پھر وہ کرشنا مورتی کو ہیڈ آف دی گاڈ فادرز بنا دے گا۔ کیا اپنی جوانی پر ترس کھا کر زندہ رہنا چاہتی ہو؟"

لفٹ رک گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ ایملی نے کہا "اتنی دیر سے ایک کتے کی طرح بھونک رہے ہو۔ مجھے گولی نہ مار سکے۔ جاؤ۔ وہ گولی اپنے نام کرلو۔"

وہ باہر آئی۔ لفٹ کا دروازہ بند ہوگیا۔ جب وہ لفٹ کے جانے لگی تو نیچے سے ایک گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے کہا "کرشنا مورتی اپنے دو کتوں کو یہاں بھیج دو۔ تمہارے ایک کتے کی لاش لفٹ کے اندر پڑی ہوئی ہے۔"

وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ بیکر نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "وہ تمہیں قتل کرنے آیا تھا میں نے لفٹ کے اندر اس کا کام تمام کردیا۔ اب کرشنا مورتی پر تمہاری دہشت طاری ہوجائے گی۔"

وہ بستر پر چاروں شانے چت ہو کر بولی "ہائے بیکر تمہاری ٹیلی پیتھی نے تو مجھے ناقابل شکست بنا دیا ہے۔ اس ورلڈ میں کوئی میرے سامنے سر اٹھا کر بات نہیں کرے گا۔ اور انٹیلی جنس والے میرے خلاف ثبوت اور گواہ تلاش کرتے رہتے ہیں اور ناکام ہوتے رہتے ہیں۔ جج میں کرشنا مورتی کو اور ذلیل کروں گی۔ اسے اپنے سامنے جھکنے اور غلام بن کر رہنے پر مجبور کروں گی پھر کل کی فلائٹ سے تمہارے پاس آجاؤں گی۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ اٹھ کر ٹیلی فون کے پاس گئی اور ریسیور اٹھا کر بولی "ہیلو میں مسز ایملی بیکر ہوں۔"

"میں کرشنا مورتی ہوں۔ تم میرے ایک آدمی کو مارنے میں بہت خوش ہو۔ ابھی تمہیں میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے۔ چلو ہوٹل سے نکلو اور میرے پاس چلی آؤ۔ یہ میرا حکم ہے۔"

دوسری طرف سے فون بند ہوگیا۔ بیکر نے ہنستے ہوئے کہا "یہ کرشنا مورتی بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ بڑے تیس مار خاں کے ساتھ تمہیں حکم دے رہا ہے۔ تمہیں اپنے باپ کی طاقت سمجھتا ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر کمرے سے باہر جانے لگی۔ بیکر نے پوچھا "کیا ہوا؟ کہاں جارہی ہو؟ تم کمرے میں آرام کرنے آئی تھیں۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کمرے سے باہر آکر لفٹ کی طرف جانے لگی۔ بیکر نے حیرانی سے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ جواب کیوں نہیں دیتیں؟ آخر کہاں جارہی ہو؟"

وہ سحر زدہ آواز میں بولی "کیا تم نے سنا نہیں تھا۔ کرشنا مورتی نے بلایا ہے۔"

بیکر نے فوراً اس کے خیالات پڑھے پتا چلا وہ غائب دماغ ہوگئی ہے اور کچھ سوچے سمجھے بغیر ہوٹل کے باہر جارہی ہے۔ وہ اپنے آپ میں نہیں ہے۔ اس کے اندر صرف ایک بات ہے کہ اسے کرشنا مورتی کے پاس جانا ہے اور وہ

اس نے اپنی دانست میں ایملی کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر حکماً "رک جاؤ۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ اس نے کہا "کمرے میں واپس جاؤ۔"

اسے واپس جانے کے لیے پلٹنا چاہیے تھا لیکن وہ لفٹ کی طرف جانے لگی۔ وہ حیرانی سے بولا "تم نے میری بات نہیں سنی تمہیں کمرے میں واپس جانے کے لیے کہہ رہا ہوں؟ میں نے کہا۔"

اس نے لفٹ کے پاس آکر بٹن دبایا۔ وہ حیران ہو رہا تھا۔ وہ اس کی بات نہیں مان رہی تھی۔ لفٹ کا دروازہ کھل گیا۔ وہ اندر چلی گئی۔ دروازہ بند ہوگیا۔ لفٹ گراؤنڈ فلور کی طرف جانے لگی۔ بیکر اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں آزمانے لگا۔ اس کے دماغ کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ گرفت میں نہیں آرہی تھی۔ گراؤنڈ فلور پر پہنچنے کے بعد وہ ہوٹل کے باہر جارہی تھی۔

ٹیلی پیتھی کا علم تجربات چاہتا ہے۔ تجربات کے بغیر اس علم میں پختگی نہیں آتی۔ جو پیشہ ور سماجرس سے خیال خوانی کرتے ہیں اور عجیب و غریب تجربات حاصل کرتے رہتے ہیں وہ ٹھنڈے ہتھکنڈے سیکھ جاتے ہیں۔ اس دنیا میں مجھ سے زیادہ خیال خوانی کسی نے نہیں کی ہوگی۔ میں نے جیسے تجربات حاصل کیے ہیں اور جیسے نہ سمجھ میں آنے والے ہتھکنڈے آزماتا رہتا ہوں ان سے دشمن پریشان ہوجاتے ہیں۔

بیکر بھی پریشان ہو رہا تھا۔ وہ کبھی سمجھ نہیں سکتا تھا کہ ایملی کے تحت الشعور کو کس طرح اپنے شکنجے میں لیا۔ میرے ماتحت نے مجھے رپورٹ دی تھی کہ بیکر برائٹ نیویارک کے ایک بہت ہی مہنگے علاقے میں اپنا اصلی چہرہ چھپا کر لگژریس لائف کی حیثیت سے رہتا ہے۔ کبھی کبھی ایملی سے ملنے کے لیے بیکر برائٹ کے روپ میں آجاتا ہے۔

میرے ماتحت نے مجھے ایملی اور کرشنا مورتی کے فون میں پہنچایا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا "ہم بائرن ٹوڈ اور اس کے ساتھیوں تک پہنچ گئے ہیں۔ میں بیکر برائٹ کی طرف جارہا ہوں تم ناناکا کوڈو کو تلاش کرو۔ پتا نہیں وہ کہاں غائب ہوگیا ہے۔"

سونیا نے کہا "میں مارلی اور جم کاف کو ہانگ کانگ آنے کا میل کروں گی۔ وہ یہاں آئے گی تو ناناکا جہاں بھی چھپا ہوگا باہر آنے پر مجبور ہوجائے گا۔"

میں نے تائید کی "جم کاف، مارلی کے شوہر کی حیثیت سے ادھر آئے گا تو ناناکا کوڈو کی انڈر ورلڈ کی بادشاہت خطرے میں پڑجائے گی۔ اسے اپنی مملکت کو بچانے کے لیے گوشہ نشینی سے باہر آنا ہوگا۔ وہ روپوشی میں جم کاف کا مقابلہ نہیں کرسکے گا۔"

سونیا، ناناکا کوڈو کی طرف توجہ دینے لگی۔ میں بیکر برائٹ کو ٹریپ کرنے چلا آیا۔ ممبئی میں اس کا مکمل پتا ٹھکانا معلوم ہوچکا تھا۔ میرا ماتحت اس کی نگرانی کر رہا تھا۔ وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوسکتا تھا۔ میرا ماتحت کوئی مناسب موقع دیکھ کر بیکر کو دماغی کمزوری میں مبتلا کرنے والا تھا۔

اس وقت تک میں ایملی کے پاس آکر بیکر کو الجھا رہا تھا۔ وہ اس بات سے حیران و پریشان تھا کہ خیال خوانی میں ناکام کیوں ہو رہا ہے۔ اس نے سوچا۔ "کیا میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ختم ہوگئی ہے۔

اپنی صلاحیت کو آزمانے کے لیے اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور آندرے کے دماغ میں پہنچ کر بولا "تھینکس گاڈ میری یہ صلاحیت برقرار ہے۔"

آندرے نے پوچھا "کیا بات ہے؟ تم اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو کیوں آزما رہے ہو؟"

"میں ایملی کے دماغ میں پہنچ کر ناکام ہو رہا ہوں۔"

"تعجب ہے! جب ناکام ہو رہے ہو تو اس کے دماغ میں کیسے پہنچ رہے ہو؟"

"یہی بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ میں اس کے اندر جارہا ہوں لیکن اس کے دماغ کو اپنی گرفت میں لیتے وقت ناکام ہوجاتا ہوں۔ وہ کرشنا مورتی سے ملنے جارہی ہے اور میں اسے روک نہیں پا رہا ہوں۔ تم ایملی کے دماغ میں آؤ۔ ابھی معلوم ہوجائے گا۔"

آندرے اس کے ساتھ ایملی کے اندر پہنچا۔ اس وقت تک وہ کرشنا مورتی کے ایک خفیہ اڈے میں پہنچ چکی تھی۔ کرشنا مورتی قہقہے لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا "دیکھو میری طاقت کو سمجھو۔ میرے ایک حکم پر تم یہاں چلی آئی ہو۔"

اس وقت میں نے ایملی کے دماغ کو ڈھیل دی تھی۔ وہ چاروں طرف دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی اور پوچھ رہی تھی "میں یہاں کیسے آگئی ہوں؟"

وہ بیکر کو آواز دینے لگی "بیکر تم کہاں ہو؟ کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے یہاں لائے ہو۔"

کرشنا مورتی نے ہنستے ہوئے پوچھا "کیا تمہارا بیکر برائٹ ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ اگر جانتا ہے تو اسے بلاؤ۔ میرے گرو دیو بہت بڑے جادوگر ہیں۔ ان کا جادو تمہیں میرے پاس لے آیا

ہے۔"

کرشنا مورتی کو خوش فہمی تھی کہ وہ ایملی پر جادو کرا رہا ہے اور کامیاب ہو رہا ہے۔

بیکر برائٹ نے کرشنا مورتی کے اندر پہنچ کر کہا "گدھے کے بچے کون ہے تیرا گرودیو؟ اگر اس نے ایملی کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا تو اس سے بول کہ مجھ سے باتیں کرے۔"

کرشنا مورتی نے پریشان ہو کر پوچھا "تم کون ہو؟ میرے دماغ میں کیسے بول رہے ہو؟"

"میں بیکر برائٹ ہوں۔ ایملی تم سے ابھی کہہ چکی ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ کہاں ہے تیرا گرودیو؟ میں تیرے ساتھ اسے بھی خاک میں ملا دوں گا۔"

کرشنا مورتی نے موبائل فون پر گرودیو کے نمبر پنچ کیے اور بولا "ہیلو گرودیو میں بول رہا ہوں۔ آپ کا داس ہوں۔"

دوسری طرف سے گرودیو نے کہا "ہاں بولو ہم سن رہا ہوں۔ ہمری کا جرورت ہے؟"

"بہت ضرورت ہے گرودیو۔ آپ کی مہربانی سے میری دشمن ایملی میرے پاس آگئی ہے۔"

"ارے کیسے آگئی ہے؟ ہم تو ابھی جادو منتر نہیں کیا ہوں پھر وہ کیسے آگئی ہے؟"

"آپ تو مہاگرو ہیں۔ جادو کرنے سے پہلے ہی ڈر کے چلی آئی ہے۔"

گرودیو نے خوش ہو کر ہنستے ہوئے کہا "اس سنسار کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ہمری دھونس ہے۔ اب بولو اور کا (کیا) چاہتے ہو۔"

"گرو دیو! ایملی کے ساتھ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی آگیا ہے۔ وہ میرے اندر بول رہا ہے اسے ابھی یہاں سے بھگا دو۔"

"ہمرے لیے یہ بڑی بات نائیں ہے۔ ایک کالا بکرا اور دس ہجار روپے بھیج دو۔ ہم بکرے کی بلی چڑھاویں گے۔ وہ سسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھاگ جائے گا۔"

میں نے کرشنا مورتی کے دماغ پر اچانک ہی قبضہ جمایا۔ اس نے سانس روکا۔ بیکر برائٹ اس کے دماغ سے نکل گیا۔ وہ چند سیکنڈ کے بعد دوسری بار آیا پھر تیسری بار آیا۔ میں کرشنا مورتی کا سانس روکتا رہا پھر وہ سانس لے کر قہقہے لگاتا رہا۔ بیکر نے ایملی کے اندر آکر اس کے ذریعے کہا "تمہارے گرودیو کا جادو مجھے تمہارے اندر سے بھگا رہا ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں اور ایملی کو یہاں سے لے جا رہا ہوں۔ اگر تم اسے روکو گے یا اسے نقصان پہنچاؤ گے تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ایملی وہاں سے جانے لگی۔ کرشنا مورتی نے کہا "ارے جاؤ جاؤ مجھے تمہاری بیوی کی ضرورت نہیں ہے۔ ثابت کر دیا ہے کہ تمہاری ٹیلی پیتھی کے مقابلے میں زور نہیں ہوں۔ تم اینٹ مارو گے تو میں پتھر مار دوں گا۔"

وہ چلی گئی۔ کرشنا مورتی نے اپنے ماتحت سے کہا "تم ابھی جاؤ۔ ایک کالا بکرا اور دس ہزار روپے لے جاؤ۔ گرودیو کے چرنوں میں رکھو۔ جے ہو گرودیو کی! کیا پنگا لیا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھگا دیا ہے۔"

ایملی ہوٹل کے کمرے میں واپس آگئی۔ بیکر نے کہا "میرا دوست آندرے بھی تمہارے دماغ میں موجود ہے۔ میں یہ سوچ کر پریشان ہو گیا تھا کہ کوئی اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے مقابلے پر آگیا ہے اور تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر میری صلاحیتوں کو چیلنج کر رہا ہے۔"

آندرے نے کہا "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایملی کے دماغ پر قبضہ جماتا تو ہم اپنی صلاحیتوں سے اسے بھگا دیتے لیکن یہ کم بخت کالا جادو جاننے والے بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ ایملی کو یہاں نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ بولی "میری واپسی کا ٹکٹ ہے۔ میں آج رات فلائٹ سے واپس آجاؤں گی لیکن میں یہ سوچ کر ابھی محسوس کر رہی ہوں کہ ہم ایک گاڈ فادر سے شکست کھا رہے ہیں۔ وہ انڈر ورلڈ میں ہم سے برتر ہو جائے گا۔"

بیکر نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ جب تم آجاؤ گی تو شاید اس کا گرودیو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا گا پھر میں اس گرو اور اس کے چیلے دونوں سے نمٹ لوں گا۔"

آندرے نے کہا "میں جا رہا ہوں۔ جب بھی گاڈ فادر کرشنا مورتی سے نمٹنا ہو تو مجھے بلا لینا ہم دونوں مل کر دونوں کو کالے جادو سمیت خاک میں ملا دیں گے۔"

آندرے چلا گیا۔ رات کے آٹھ بجے ایملی نے کہا "بیکر میں سوار ہوتے وقت فون کے ذریعے کہا "بیکر میں ہوں۔ دس بجے تک اپنے ممبئی کے بنگلے میں پہنچ جاؤں گا۔ تم ائرپورٹ آؤ گے یا بنگلے میں ملو گے؟"

بیکر نے کہا "میں ایک جگہ روپوش ہوں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ افسوس ہے ابھی کچھ روز تک تم سے نہیں مل سکوں گا۔ میرے ماتحت نے مجھے بتایا تھا کہ بیکر اپنے ذاتی بنگلے ایک حسین دوشیزہ کو لے کر آیا ہے۔ وہ ایملی سے

بول رہا تھا۔ اسے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہ ہمارے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا تھا۔ ہم صرف کچھ کر رہے تھے اس سے وہ بے خبر تھا۔

ہم نے کچھ کر کے ایملی کی مرضی کے مطابق کہا "بیکر! مجھ سے ایملی نے میری

"کوئی بات نہیں۔ میں جاؤں گی۔ اپنی تسلی کروں گی۔ تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں بھلا کیوں اعتراض کروں گا۔ جاؤ اپنی تسلی کرو۔ اِدھر اُدھر بھٹکتی رہو۔ شاید باندرہ بل میں اس نمبر کا کوئی بنگلا ہی نہ ہو۔ جو تمہیں اس نے بتایا ہے بہرحال میں بہت مصروف ہوں۔ مجھے فون پر ڈسٹرب نہ کرو۔ میں خود ہی کسی وقت رابطہ کروں گا۔"

وہ دماغی طور پر اپنے پرائیویٹ بنگلے میں حاضر ہوگیا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں بیٹھا خیال خوانی کرتا رہا تھا۔ جو حسین دوشیزہ اس کے بنگلے میں آئی تھی۔ وہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی ہوئی ناچ گانے کے پروگرام دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ وہ بولی "میں اکیلی بور ہو رہی ہوں۔ تم بند کمرے میں کیا کر رہے تھے؟"

"جب میں کوئی اپنا اہم کام کرتا ہوں تو اپنے کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں بند کرلیتا ہوں۔ اب کوئی کام نہیں ہے۔ ہم صبح تک رنگین اور سنگین وقت گزاریں گے۔"

"مجھے بھوک لگی ہے کچھ کھانے کے لیے تو پوچھو۔"

"فریج میں کھانے کا سامان بھرا پڑا ہے۔ کچن میں بھی ہے۔ چاہو تو تازہ پکا کر کھاؤ یا فریج سے ٹن پیکڈ کھانے نکال کر کھالو۔"

وہ اٹھ کر جانا چاہتی تھی اس نے ہاتھ پکڑ کر قریب کھینچ لیا اور بولا "اپنی بھوک مٹانے سے پہلے میری تھوڑی سی پیاس بجھادو۔"

وہ شوخی سے بولی "کیا صبر نہیں کرسکتے۔ مجھے دیکھتے رہو' للچاتے رہو تو پیار کا مزہ آئے گا۔ مجھے ایسی جلد بازی اچھی نہیں لگتی۔"

"میں جلد باز نہیں ہوں مگر تھوڑا تھوڑا قسطوں میں پیار دیتی رہو تو صبح تک پیٹ بھر جائے گا۔ کم آن پہلی قسط ادا کرو۔"

وہ قسط وصول کرنے کی کوششیں کرنے لگا۔ وہ شوخی اور شرارت سے مچلنے لگی۔ ابھی وقت ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا۔ بیکر نے ٹی وی لاؤنج سے دیکھا۔ دور کھلے ہوئے دروازے پر ایملی کھڑی ہوئی تھی۔

وہ حیرانی سے اچھل کر کھڑا ہوگیا "تم؟ ایملی؟ تم یہاں کیسے آگئیں!"

"ابھی گرودیو نے فون پر کہا ہے کہ ان سے منتر پڑھنے میں غلطی ہوگئی تھی۔ صحیح منتر پڑھنے سے صحیح پتا معلوم ہوتے ہی انہوں نے مجھے بتایا اور میں یہاں آگئی۔"

بیکر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ ایملی نے قریب آکر کہا "فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جھوٹے ہو۔ تم اس پرائیویٹ بنگلے میں عیاشی کے لیے رہتے ہو اور مجھ سے یہ باتیں چھپاتے ہو۔ میں تمہارے دل و جان سے چاہتی ہوں۔ مجھے دھوکا دیتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آرہی ہے۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولا "غصہ نہ دکھاؤ۔ میں دنیا جہان کی دولت تمہارے لیے کماتا ہوں۔ ایک بار جھوٹ بولنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ ایک رات کے لیے آئی ہے چلی جائے گی۔ تم مرتے دم تک میرے ساتھ رہو گی۔ جھگڑا نہ کرو۔ چپ چاپ یہاں سے چلی جاؤ۔"

اس نے ایملی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ چپ چاپ وہاں سے پلٹ کر جانے لگی۔ بیکر نے کہا "اپنی کار میں بیٹھ کر سیدھی گھر جاؤ۔ میری بات نہیں مانو گی' جھگڑا کرو گی تو تمہیں چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں گا۔ جاؤ اور فیصلہ کرو۔ ساتھ چھوڑنا چاہتی ہو یا ہمیشہ ساتھ رہنا چاہتی ہو۔"

وہ اپنی کار میں بیٹھ کر چلی گئی۔ بیکر دونوں مٹھیاں بھینچ کر خلا میں تکتے ہوئے بولا "ابے او فراڈ گرودیو تو کالا جادو ایسا جانتا ہے جیسے ٹیلی پیتھی جانتا ہو۔ سیکنڈ میل دور سے منتر بدل بدل کر پڑھ رہا ہے۔ میرے لیے نئی مصیبتیں پیدا کر رہا ہے۔ میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ ابھی دیکھوں گا کہ تو کہاں میں ہے۔"

اس حسینہ نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا وہ تمہاری بیوی تھی؟ اس کے سامنے میری توہین کر رہے تھے کہ ایک رات کے لیے لائے ہو۔ کیا میری کوئی عزت نہیں ہے؟"

وہ غصے میں تھا۔ ڈانٹ کر بولا "یو شٹ اپ! میرا دماغ کا موڈ چوپٹ ہوگیا ہے۔ تم یہاں سے جاؤ۔ کھاؤ پیو اور روم میں آرام کرو۔ میں پتا نہیں کتنی دیر مصروف رہوں فرصت ملے گی تو تمہارے پاس آؤں گا۔"

وہ اٹھ کر وہاں سے کچن کی طرف چلی گئی۔ بیکر نے خیال خوانی کے ذریعے آندرے اور سائمن کو اپنے پاس بلایا۔ پھر "وہ گرودیو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی زیادہ پریشان کن ہے۔ وہ کالے جادو کے ذریعے میرے اس خفیہ بنگلے کا معلوم کرچکا ہے۔"

وہ اپنے ساتھیوں کو تفصیل سے بتانے لگا کہ اس نے کس طرح اپنے جنتر منتر سے کام لے کر ایملی کو وہاں پہنچایا تھا۔ اگر اس کم بخت کو خاک میں نہ ملایا گیا تو وہ اس کی

سوچتے سوچتے کھا تو سکتے ہو۔"

آندرے نے کہا "بیکر! کچھ کھالو۔ ہم اس سے نمٹ رہے ہیں۔ تم کھاتے پیتے بھی خیال خوانی کرسکتے ہو۔"

بیکر نے ایک پلیٹ اٹھا کر حسینہ سے کہا "میں ایک بہت اہم مسئلے پر غور کر رہا ہوں۔ کھاتے وقت مجھ سے باتیں نہ کرو۔"

وہ کھانے لگا۔ ادھر کرشنا مورتی نے فون کے ذریعے گرودیو سے کہا "آپ مہاشکتی مان ہیں۔ آپ نے ٹیلی پیتھی جاننے والے گاڈ فادر کو دہشت زدہ کردیا ہے۔ اب وہ میرے دماغ میں آکر مجھے پریشان کر رہا ہے۔ اس نے مجھے ابھی فون کرنے پر مجبور کیا ہے۔ کہتا ہے۔ میں آپ کے چیلوں سے باتیں کروں۔"

گرودیو نے کہا "یہاں ہمرے چیلے ہوں گے تو تم بات کرسکو گے وہ تو صبح تک منتروں کا جاپ کرنے کے لیے سمسان بھومی گئے ہوئے ہیں۔"

بیکر کھانے کے دوران میں خیال خوانی کے ذریعے یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے آندرے سے کہا "ان تینوں کے علاوہ اور بھی اس گرودیو کے خدمت گار ہوں گے۔ کسی طرح ان خدمت گاروں تک پہنچو۔"

ادھر کرشنا مورتی فون پر کہہ رہا تھا "گرودیو میری جان خطرے میں ہے۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ میں آج رات کی صبح نہیں دیکھ سکوں گا۔"

گرودیو نے کہا "تم کو نو چنتا مت کرو۔ وہ سسرا تمرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ تم پھر ایک کالا بکرا اور دس ہزار روپے بھیج دو۔ ہم بکرے کی بلی چڑھائیں گے۔ تمہاری موت بکرے کو آئے گی تم بچ جاؤ گے؟ تم ہمرے بکرے ہو۔ ہم تم کا مرنے نائیں دیں گے۔"

کرشنا مورتی نے فون بند کرکے اپنے ماتحت کو بلا کر کہا "ابھی ایک کالا بکرا اور دس ہزار روپے لے کر گرودیو کے پاس جاؤ۔ اس گاڈ فادر کی ابھی ایسی کی تیسی ہوجائے گی۔"

بیکر اچانک گھبراہٹ سی محسوس کرنے لگا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

میرے ماتحت نے اسے فون کیا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا "ہم تمرے باپ ہیں۔ ہم کا پہچانو۔ ہم گرودیو ہیں۔ تم ہمرے کرشنا مورتی کو جان سے مارنے کی دھمکی دیتے ہو۔ ہم تمرے اندر سے جان کھینچ لیں گے۔"

بیکر نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "آندرے' سائمن میرے پاس آؤ۔ مجھے گھبراہٹ سی ہو رہی ہے اور یہ کم بخت

گرودیو مجھ سے فون پر بول رہا ہے۔"

وہ دونوں بیکر کے اندر آ گئے۔ میں کہہ رہا تھا "تم ہمرے کرشنا مورتی کو کاما رو گے ابھی تم دیکھو تمرے اندر کا ہو رہا ہے۔ ہم منتر پڑھتے پڑھتے تم کا کمزور بنا دیں گے۔ تم سدا بیمار رہو گے۔"

آندرے اور سائن اپنے دوست کے اندر رہ کر اس کی گھبراہٹ اور کمزوری کو محسوس کر رہے تھے۔ سائن نے پریشان ہو کر کہا "اس شیطان کا کالا جادو ہماری ٹیلی پیتھی سے زیادہ تیز رفتار ہے۔ اسے منتر پڑھنے سے روکنا ہوگا۔"

آندرے نے کہا "تم بیکر کو سنبھالو۔ میں اس سے نمٹنے جا رہا ہوں۔"

میں نے اس حسینہ کے ذریعے بیکر کو اعصابی کمزوری کی دوا کھلائی تھی۔ وہ دوا اثر کر رہی تھی۔ میں بڑی ہیرا پھیری کے بعد اسے کمزوری میں مبتلا کر رہا تھا۔ اب وہ اور اس کے ساتھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں نے بائرن ٹوڈ کے ذریعے بیکر تک رسائی حاصل کی ہے اور اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلا کر جسمانی اور ذہنی طور پر کمزور بنا رہا ہوں۔ وہ سب پورے یقین کے ساتھ گرودیو کو اپنا دشمن سمجھ رہے تھے۔ اس کی بڑھتی ہوئی کمزوری کو کالے جادو کا نتیجہ سمجھ رہے تھے۔

آندرے کسی طرح گرودیو تک پہنچنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ میں بھی یہی کوشش کرنے لگا اگر وہ کسی طرح اس گرودیو کے دماغ میں پہنچ جاتا تو یہ بھید کھل جاتا کہ اس نے اپنے کالے جادو سے نہ ایملی کو خفیہ بنگلے میں پہنچایا تھا اور نہ ہی بیکر کو جسمانی و دماغی کمزوریوں میں مبتلا کیا تھا۔

آندرے، کرشنا مورتی کو مجبور کر کے وہاں سے دس کلو میٹر دور گرودیو کے پاس لے گیا تھا۔ اس وقت میں بھی کرشنا مورتی کے اندر موجود تھا۔ اب بیکر برائٹ کے پاس رہنا ضروری نہیں تھا۔ وہ کئی گھنٹوں کے لیے کمزور اور بیمار ہو چکا تھا۔ میں اس سے بعد میں نمٹ سکتا تھا۔

گرودیو اپنی کٹیا میں رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ اچانک دروازہ کھلا تو اس نے چونک کر دیکھا۔ اس کے سامنے کرشنا مورتی کھڑا ہوا تھا۔ وہ بولا "تم نے آنے کی کھبر نہیں دی۔ اچانک کیسے آئے ہو؟ کونو مصیبت میں ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "آپ بھی مصیبت میں ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر ہے۔ مجھے پکڑ کر یہاں لایا ہے۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے بولا "کونو چنتا مت کرو۔ ایک کالا بکرا اور دس ہزار روپے لے کر آؤ۔ ہم اس سرے کو ابھی یہاں سے بھگا دیں گے۔"

آندرے نے کرشنا مورتی کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کی جیب سے پستول نکال کر گرودیو کا نشانہ لیتے ہوئے بولا "اب کسی کالے بکرے کی نہیں تمہاری بلی چڑھے گی۔ میں تمہیں زخمی کر کے تمہارے اندر گھس کر اپنے دوست کو تمہارے کالے جادو سے نجات دلاؤں گا۔"

اس نے یہ کہتے ہی ایک فائر کیا۔ وہ اس کے بائیں بازو میں گولی مار کر صرف زخمی کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت میں ایک ذرا سا نشانہ بہکا دیا۔ گولی اس کے دل میں پیوست ہو گئی۔ آندرے نے پریشان ہو کر کہا "شٹ۔ میرا نشانہ بہک گیا۔ کم بخت مر جائے گا۔"

وہ فرش پر گر کر تڑپ رہا تھا۔ آندرے نے فوراً ہی اس کے اندر پہنچ کر پوچھا "جلدی بتاؤ تم نے بیکر پر جو عمل کیا ہے اس کا توڑ کیسے ہوگا۔ اس کی بیماری کیسے دور ہوگی؟"

میں نے گرودیو کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ وہ تکلیف سے تڑپتے ہوئے دم توڑ رہا تھا۔ آندرے نے پھر پوچھا "جلدی بتاؤ۔ تمہارے کالے جادو کا توڑ کیا ہے۔"

وہ اٹک اٹک کر بولا "ارے ہم زندگی سے ٹوٹ رہا ہوں۔ ہمرے کالے جادو کا توڑ کھد بہ کھد ہو جائے گا۔ ہمرے لیے کالا۔۔۔ بکرا۔۔۔ بکرا۔۔۔"

بولتے بولتے اس کی گردن ڈھلک گئی۔ وہ اپنے پیچھے تمام کالے بکروں کے پاس چلا گیا اس کے مردہ دماغ سے ہم دونوں خیال خوانی کرنے والے نکل آئے۔

اب وہ کبھی یہ نہیں جان سکتے تھے کہ بیکر برائٹ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے بیمار بنایا گیا ہے۔ میں نے اپنے ماتحت سے کہا "بیکر برائٹ کے دماغ میں رہو۔ جب اس کے ساتھی چلے جائیں۔ اس کے اندر کوئی نہ رہے تو اسے ہپناٹائز کے اس طرح اپنا معمول بنا لو کہ ان میں سے کسی کو اس کے معمول بنائے جانے کا شبہ نہ ہو سکے۔"

میں اسے ہدایت دے کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس کے بعد آندرے اور سائن کو شکار کرنا آسان ہو گیا۔ ہانگ کانگ میں رات کے دو بج رہے تھے دوسرے دن شکار کھیلا جا سکتا تھا۔ میں اپنے دماغ کو ہدایت دے کر سو گیا۔

○☆○

کرونا فرینکفرٹ میں تھی۔ اس نے ایک چھوٹا سا بنگلا کرائے پر حاصل کیا تھا۔ اس نے ایک ملازم اور دو ملازماؤں کو اپنی خدمت کے لیے رکھا تھا۔ وہ اسرائیل میں بچپن سے فوجی تربیت حاصل کرتی رہی تھی پھر آرمی ٹریننگ سینٹر میں تعلیم حاصل کرتی رہی تھی۔ ہمیشہ ان اکابرین کی پابندیوں میں رہتی آئی تھی۔ اسے آزاد پنچھی کی طرح کھلی فضاؤں میں پرواز کرنے کا شوق تھا۔ ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد آزادی کی خواہش اور بڑھ گئی تھی۔

ایسے وقت الپا نے اسے اپنا معمول بنا کر تنویمی عمل کی پابندیوں اور زنجیروں میں جکڑ لیا تھا۔ وہ ان زنجیروں کو توڑنا چاہتی تھی۔ یہ کام آسان نہیں تھا مگر اچانک آسان ہو گیا تھا۔

ایک صبح اسے پتا چلا کہ وہ الپا کے شکنجے سے نکل گئی ہے۔ کسی نے اس کے اندر کہا تھا "تم فوراً یہ ملک چھوڑ کر چلی جاؤ۔"

اس وقت اس کے اندر یہ تجسس پیدا نہیں ہوا تھا کہ وہ حکم دینے والا اجنبی کون ہے؟ اور اچانک ہی اس نے الپا سے مکمل نجات حاصل کی ہے۔ اس وقت اس کے اندر یہی بات سمائی ہوئی تھی کہ اسے الپا سے دور جانا ہے۔ اسی نے ایک ہی دن میں نئے چہرے اور نئے حلیے کے مطابق پاسپورٹ حاصل کیا اور اس ملک سے نکل آئی تھی۔

سفر کے دوران میں پارس اس کے ساتھ موجود رہا تھا اور اس کے تنویمی عمل کے مطابق وہ اسے بھول گئی تھی۔ اسے یاد نہیں رہا تھا کہ پچھلی رات پارس اس کے بیڈ روم میں آیا اور اس کی زندگی کا ایک نیا باب شروع کر کے چپ چاپ چلا گیا تھا۔

فرینکفرٹ جاتے وقت پارس ایک نیم پاگل اجنبی کی حیثیت سے اس کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ اسی طیارے میں جوزف وسکی بھی تھا۔ فرینکفرٹ پہنچنے تک اس طیارے میں جو کچھ ہوتا رہا اس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

کرونا نے پارس کے تعاون سے جوزف وسکی کو اپنا معمول بنا لیا تھا۔ آئندہ اس کے ذریعے تیج پال اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتی تھی۔ پارس عارضی طور پر اس سے جدا ہو گیا تھا۔ جوزف وسکی اپنے اس معمول جوان کو ساتھ لے کر وہاں سے ایک دوسری فلائٹ کے ذریعے تاشقند چلا گیا تھا جسے الپا نے ٹیلی پیتھی سکھائی تھی۔

تیج پال اور اس کے ساتھیوں نے جوزف وسکی سے پوچھا تھا کہ کرونا کو ٹریپ کیوں نہیں کیا جب کہ وہ جہاز میں ہماری ہم سفر تھی؟"

اس نے جواب دیا "وہ بہت چالاک ہے۔ میں نے اسے پھنسانے کے لیے کئی حربے آزمائے لیکن وہ میری گرفت میں نہ آ سکی۔ فرینکفرٹ پہنچ کر کہیں گم ہو گئی ہے۔"

تیج پال نے کہا "کوئی بات نہیں۔ تم نے الپا کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معمول بنا کر بہت بڑا کام کیا ہے۔ ہم سب مشین کی تیاری کے سلسلے میں بہت مصروف ہیں۔ اسی ہفتے یہ مشین تیار ہو جائے گی یہ مصروفیات نہ ہوتیں تو ہم کرونا کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "ہمیں ایسی ہی چالاک اور تیز طرار لڑکی کی ضرورت ہے۔ ویسے سنا ہے کہ وہ زبردست فائٹر بھی ہے؟"

تیج پال نے کہا "اس کے چالاک اور مکار ہونے کا یہ بہت بڑا ثبوت ہے کہ اس نے خود کو الپا کے شکنجے سے نجات دلائی ہے۔ اس لڑکی سے کبھی سامنا ہوگا تو ہم اس سے دوستی کریں گے۔ کرونا جیسی لڑکیوں کو جبراً اپنا محکوم بنا کر نہیں رکھا جا سکتا۔"

کرونا اپنے بنگلے کے بیڈ روم میں آرام سے بیٹھی جوزف وسکی کی محکومی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے دماغ میں رہ کر اس کے تمام ساتھیوں کی گفتگو سن رہی تھی۔ ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مائک مورو کہہ رہا تھا "ہم چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ چاروں مشین کے سلسلے میں مصروف رہیں۔ ہم میں سے کوئی ایک فرینکفرٹ میں کرونا کو تلاش کر سکتا ہے۔"

تیج پال نے کہا "بے شک ہمیں اپنی ٹیم کو بھی مضبوط سے مضبوط تر بنانا ہے۔ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والے جہاں بھی ملیں، جب بھی ملیں، انہیں اپنے اعتماد میں لے کر اپنا دوست بنانا چاہیے۔"

بیزون نے کہا "میں نے روسی آرمی کے دس افسران اور پانچ اعلیٰ سرکاری عہدے داروں کو معمول بنایا ہے۔ ان سب پر میری گرفت مضبوط ہے۔ ہم جس طرح چاہیں گے ان سے کام لیتے رہیں گے اگر تم لوگ چاہو تو میں کرونا کو تلاش کرنے کی مہم پر لگ جاتا ہوں۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "تم شادی شدہ ہو۔ مونو رینا کو معلوم ہوگا کہ تم ایک جوان لڑکی کے پیچھے پڑے ہوئے ہو تو وہ تم سے لڑنے لگے گی۔"

اس پر سب ہنسنے لگے۔ بیزون نے کہا "بڈی! یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم اس کے پیچھے جانا چاہتے ہو۔ میں تو ایک نیک مقصد کے لیے اسے تلاش کرنا چاہتا تھا۔ تم اپنا گھر بسانا چاہتے ہو تو اس کے پیچھے جاؤ۔ ہو سکتا ہے وہ پہلے تمہیں شوہر بنائے اور پھر باپ بنا دے۔"

جوزف وسکی نے کہا "میں نے سفر کے دوران میں اسے دیکھا ہے اور بڈی رابرٹ کے سامنے اس کے حسن و جمال کی تعریفیں کی ہیں۔ یہ تب ہی سے اس کی طرف پھسل رہا ہے۔"

اس پر پھر سب کے سب ہنسنے لگے۔ کرونا ان کی باتیں سن کر مسکرا رہی تھی۔ تیج پال نے کہا "تم سب بڈی کا مذاق نہ اڑاؤ۔ یہ خوب رو جوان ہے۔ کسی سے کم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کرونا اس کی طرف مائل ہو جائے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں محبت سے ملے۔ اس طرح بڈی رابرٹ کا گھر بھی آباد ہو گا۔ کرونا کی محبت اور اس کا اعتماد بھی حاصل ہو گا اور ہمارے مقاصد بھی پورے ہوتے رہیں گے۔"

کرونا یہ باتیں سن رہی تھی۔ تسلیم کر رہی تھی کہ تیج پال ذہین اور اچھے مزاج کا حامل ہے۔ وہ محبت اور دوستی کے حوالے سے سوچتا ہے کرونا کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا کہ وہ ان میں سے کسی کے ساتھ محبت کرے گی اور اپنا گھر بسائے گی۔ وہ رومانی جذبات کو کبھی اہمیت نہیں دیتی تھی۔ اس کا ایک ہی خواب تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے الپا کی طرح کسی ملک پر حکومت کرنا چاہتی تھی۔

تیج پال اور اس کے تمام ساتھیوں نے فیصلہ کیا کہ بڈی رابرٹ فرینکفرٹ جا کر کرونا کو تلاش کرے گا۔ وہ سب اس بات سے بے خبر تھے کہ کرونا کو ان کے اس منصوبے کا علم ہو چکا ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جوزف وسکی، کرونا کا معمول بن کر اسے ان کی خفیہ میٹنگ میں پہنچا رہا ہو گا۔

تیج پال نے پوچھا "بڈی! فرینکفرٹ میں لاکھوں جوان لڑکیاں ہوں گی۔ ان میں ہزاروں کرونا کی طرح حسین و پرکشش ہوں گی۔ تم اسے کیسے تلاش کرو گی؟ کیسے پہچانو گے؟"

بڈی نے کہا "اس سلسلے میں چند نکات ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بالکل تنہا ہے۔"

مائک مورو نے کہا "کوئی ضروری نہیں کہ وہ اب بھی تنہا ہو۔ اسے الپا تلاش کر رہی ہو گی پھر جوزف وسکی نے اسے ٹریپ کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ اتنا تو وہ سمجھ ہی چکی ہو گی کہ اس کے ایک نہیں کئی دشمن ہیں۔ ان سے محفوظ رہنے، انہیں دھوکا دینے کے لیے وہ کسی شخص کو اپنا معمول بنا کر اس کی بیوی، بہن یا بیٹی بن کر رہ سکتی ہے۔ اس طرح تم تنہا لڑکیوں کے پیچھے بھاگتے رہو گے مگر کرونا کبھی نہیں ملے گی۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "پہلے میری پوری بات سن لو۔ میں ایسی جوان عورتوں کے بھی دماغوں میں جاؤں گا جو کسی فیملی کے ساتھ رہتی ہوں گی۔ میں اس شہر کے تمام ہوٹلوں میں ایسی جوان لڑکیوں اور جوان عورتوں کو چیک کروں گا۔"

تیج پال نے کہا "ہو سکتا ہے۔ وہ کسی بوڑھی کا میک اپ میں ہو۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "ایک جوان لڑکی خود بوڑھی ہونے کا میک اپ کر لے۔ سر سے پاؤں تک کہیں سے اس کی جوانی جھلک ہی جاتی ہے۔ مجھے شبہ ہو گا۔ میں کم از کم چوبیس گھنٹے اس بڑھیا کی نگرانی کروں گا۔ کبھی نہ کبھی نادانستگی میں اس سے بھول ہو گی۔ اس کی چال، اس کی آواز اور لہجے میں کوئی فرق ہو گا۔ ہے پھر آخری بات یہ کہ جس بڑھیا پر بھی شک ہو گا، خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ سانس روکے گی تو میرے شبے کی تصدیق ہو جائے گی۔ دنیا میں بہت کم بوڑھی عورتیں یوگا کی ماہر ہیں۔"

تیج پال نے کہا "درست کہتے ہو۔ تمہیں فرینکفرٹ چاہیے۔ تمہارا جذبہ عشق کہتا ہے کہ تم اس کے پاس ہی دم لو گے۔"

بیزون نے کہا "یا دم چھوڑ دو گے۔"

اس بات پر سبھی قہقہے لگانے لگے۔ ان کی یہ باتیں پال کے دماغ میں ہو رہی تھیں۔ اس طرح کرونا کو دماغ میں رہنے کا موقع ملا تھا لیکن وہ اس کے چور پڑھنے میں ناکام رہی تھی۔ پتا چلا کہ ان چاروں کو جاننے والے دوستوں نے اس کے چور خیالات کے لاک کر دیا تھا۔ اسی لیے کرونا یہ معلوم نہ کر سکی کہ ملک اور کس شہر میں ہے۔

ان کی میٹنگ برخاست ہو رہی تھی۔ ایسے وقت کے ملازم نے آ کر کہا "میڈم! کوئی صاحب آپ سے آئے ہیں۔"

کرونا اب تک خیال خوانی کے ذریعے تیج پال اور کے ساتھیوں کے درمیان تھی۔ ملازم کے مخاطب کرنے اپنی رہائش گاہ میں دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس کے دماغ میں جھانک کر معلوم کیا۔ باہر دو افراد کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک وہ ایجنٹ تھا جس سے کرونا مکان رہائش کے لیے حاصل کیا تھا۔ اس نے ملازم سے "انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔"

ملازم وہاں سے چلا گیا۔ کرونا نے ایجنٹ کے پڑھے۔ پتا چلا اس کے ساتھ آنے والا اس بنگلے کا مالک وہ ملک سے باہر گیا ہوا تھا۔ اب یہاں رہنے آیا ہے۔

وہ بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آئی

ایجنٹ کے ساتھ دوسرے فرد کی صورت دیکھتے ہی چونک گئی۔ وہ دوسرا شخص (پارس) تھا جو اس کے ساتھ اسرائیل سے فرینکفرٹ تک آیا تھا۔ وہ حیرانی سے بولی "تم۔۔۔"

پارس بھی حیرانی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر دونوں بازو پھیلا کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "کرونا! میری ہم سفر تم ایئرپورٹ سے کہاں غائب ہو گئی تھیں؟"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "ارے کہاں گھسے آ رہے ہو۔ مجھ سے دور رہو۔" پھر ایجنٹ سے بولی "تم اس مصیبت کو یہاں کیوں لائے ہو؟"

ایجنٹ نے کہا "سوری یہ مصیبت نہیں، اس بنگلے کے مالک ہیں۔ اسرائیل کے ایک پاگل خانے میں ان کا علاج ہو رہا تھا۔ وہاں سے صحت یاب ہو کر اپنے بنگلے میں رہنے آئے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا یہاں رہنے کے لیے؟ ہرگز نہیں۔ میں نے ایک سال کا ایڈوانس کرایہ دے دیا ہے۔ یہاں کوئی دوسرا آ کر نہیں رہ سکتا۔"

پارس نے کہا "میں دوسرا نہیں ہوں۔ اس بنگلے کا مالک ہوں اگر تمہاری جگہ کوئی دوسری ہوتی تو میں اس کی رقم ادا کر کے اسے یہاں سے نکال دیتا مگر تمہیں کیسے نکال سکتا ہوں۔ تمہیں تو اپنے دل سے بھی نہیں نکال پا رہا ہوں۔"

اس نے اسے حیرانی سے دیکھا پھر کہا "اے! تم عاشقوں کے انداز میں کیوں بول رہے ہو؟ کام کی بات کرو اور یہاں سے جاؤ۔"

"کہاں جاؤں؟ تم مجھے ائرپورٹ پر تنہا چھوڑ کر چلی گئی تھیں میں کل سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں۔ میری نیند اڑ گئی ہے۔ میری بھوک مر گئی ہے۔ تمہارے نہ رہنے سے ہر چیز رو رہی تھی۔ اب میں زندہ ہو رہا ہوں۔"

"تم نے مجھے پہلے نہیں بتایا کہ اس شہر میں تمہارا کوئی ٹھکانا بھی ہے۔"

"میں خود بھول گیا تھا۔ کل سے تمہیں اور اس بنگلے کو تلاش کر رہا تھا۔ اتفاق سے یہ ایجنٹ مجھے مل گیا۔ یہ ایجنٹ نہیں ہے۔ رحمت کا فرشتہ ہے۔ اس نے تمہیں یہاں جگہ دے کر شادی سے پہلے میرا گھر بسا دیا ہے۔"

"گھر بسا دیا ہے! کیا بک رہے ہو؟ میں کرائے دار ہوں۔ تمہارا گھر بسانے نہیں آئی ہوں۔"

"ناراض کیوں ہوتی ہو۔ یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے۔ ہم آپس میں نمٹ لیں گے۔ اس رحمت کے فرشتے ایجنٹ کو یہاں سے جانے دو۔"

"تم بھی یہاں سے جاؤ۔ ایک برس کے بعد آؤ گے تو یہ بنگلا خالی کروں گی۔"

"ایک برس میں تو بچے بھی ہو جائیں گے۔ تم اتنی دور تک کیوں سوچتی ہو۔ پہلے ساتھ رہیں گے پھر بچوں کے بارے میں سوچا جائے گا۔"

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ خود کو نارمل کہتے ہو اور الٹی سیدھی بکواس کر رہے ہو۔ تمہیں پاگل خانے واپس جانا چاہیے۔"

"میں تمہارے ساتھ کہیں بھی جانے کو تیار ہوں مگر یقین کرو پاگل نہیں ہوں۔ ذرا سوچو۔ میں تمہارے کتنے کام آیا تھا۔ میں نے جہاز میں اس شخص کی پٹائی کی تھی اور تم خوش ہو گئی تھیں۔"

کرونا نے اسے سوچتی ہوئی نظر سے دیکھا۔ اس نے طیارے میں جوزف وسکی کی پٹائی کی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن اسے کرونا کی حیثیت سے پہچان گیا تھا۔ جب کہ وہ اپنی اصلیت چھپا کر ایک نئی زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ فرینکفرٹ پہنچ کر اس کے لیے مشکلات پیدا کرے گا، اسے ٹریپ کر کے گا۔ اپنا معمول بنائے گا۔

وہ سفر کے دوران میں پریشان ہو گئی تھی۔ کسی طرح جوزف وسکی سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی۔ ایسے وقت پارس نے اس کی پٹائی کر کے کرونا کی مشکل آسان کر دی تھی۔ جوزف وسکی کے دماغ میں پہنچنے کا راستہ کھول دیا تھا۔ اس نیم پاگل ہم سفر کی بدولت وہ جوزف وسکی کو اپنا معمول بنا چکی تھی۔

وہ پارس کو دیکھتے ہوئے یہ سب کچھ سوچ رہی تھی۔ دوسرے لفظوں میں پارس اسے سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس کی سوچ میں کہہ رہا تھا "یہ جوان آئندہ بھی میرے کام آ سکتا ہے۔ بلکہ میں اس پاگل کو اور پاگل بنا کر اس سے کام لے سکتی ہوں۔ مجھے تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ اس کے ساتھ رہوں گی تو دشمن مجھ پر شبہ نہیں کریں گے۔"

اسے الپا کی طرف سے بھی خطرہ تھا۔ وہ خطرناک عورت اسے تلاش کر رہی ہو گی پھر اس نے جوزف وسکی اور اس کے ساتھیوں کی گفتگو سنی تھی۔ بڈی رابرٹ اس کی تلاش میں آ رہا تھا۔ ان تمام دشمنوں کو دھوکا دینے اور ان سے چھپ کر رہنے کے لیے وہ پارس کو اپنا آلۂ کار بنا کر اپنے ساتھ رکھ سکتی تھی۔ اس نے ایجنٹ سے کہا "تم جاؤ۔ میں اس بنگلے کے مالک سے خود نمٹ لوں گی۔"

وہ ایجنٹ چلا گیا۔ پارس نے کہا "اسے بھیج دیا۔ یہ اچھا

کیا۔ اب ہم یہاں تنہا رہیں گے اور دن رات محبت کرتے رہیں گے۔"

وہ اس بار مسکرا کر بولی "ہاں مگر دور ہی دور سے محبت کریں گے۔ تم سب سے کہو گے کہ میں تمہاری بیوی ہوں۔ میں بھی کہوں گی کہ تم میرے شوہر ہو۔"

"تو پھر چلو۔ ہم کورٹ میرج کریں گے۔ نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

"زیادہ پھیلنے کی کوشش نہ کرو۔ کیا میں پاگل ہوں جو تم سے شادی کروں گی۔ ہم صرف دنیا والوں کو دکھانے کے لیے میاں بیوی بن کر رہیں گے۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "نہیں میں شادی کے بغیر تمہارے بیڈ پر نہیں آؤں گا۔ تم بار بار بلاؤ گی۔ میں ایک بار بھی نہیں آؤں گا۔"

اس نے چڑ کر کہا "تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں تمہیں اپنے ساتھ سونے کے لیے بلاؤں گی۔"

"ابھی تم نے میری بیوی بننے کی بات کی ہے۔ بیوی تو سونے کے لیے ہوتی ہے بیٹھنے کے لیے نہیں ہوتی۔"

"میں خوا مخواہ تمہارے جیسے پاگل سے الجھ رہی ہوں۔ مجھے جو کرنا ہے۔ وہ اس طرح کروں گی کہ آئندہ میرے اشاروں پر ناچتے رہو گے۔ میرے ساتھ بیڈ روم میں چلو۔"

وہ ادھر جانے لگی۔ پارس اس کے پیچھے چلتے ہوئے بولا "مجھ سے بیزار بھی ہوتی ہو۔ مجھے بیڈ روم میں بھی لے جاتی ہو مگر میں کہہ چکا ہوں۔ پہلے ہماری کورٹ میرج ہوگی۔"

وہ دونوں بیڈ روم میں آگئے۔ اس نے حکم دیا "جاؤ بیڈ پر لیٹ جاؤ۔"

یہ کہتے وقت کرونا نے اپنی دانست میں اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ بستر پر جا کر لیٹ گیا پھر بولا "میں سمجھ رہا ہوں۔ تم کیا کرنے والی ہو۔"

اس نے گھور کر پوچھا "تم کیا خاک سمجھو گے۔ اچھا بتاؤ! کیا کرنے والی ہوں؟"

"تم کوئی منتر پڑھو گی؟ کوئی جادو کرو گی؟ پھر مجھے سحر زدہ کرنے کے بعد میری عزت لوٹ لو گی۔"

وہ غصے سے بولی "یو شٹ اپ! چپ چاپ آنکھیں بند کرو۔ منہ سے کوئی آواز نہ نکالو۔"

پارس نے آنکھیں بند کرلیں۔ کرونا اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے ہپناٹائز کرنے لگی۔ اس نے یہ طے کیا تھا کہ وہ اسے اپنا معمول بنا کر رکھے گی۔ اس طرح وہ اس کے لیے دردِ سر نہیں بنے گا۔

وہ بے چاری ایسے پاگل کو ہپناٹائز کر رہی تھی جو لاشعوری طور پر اسے پاگل بنا چکا تھا۔ وہ اس کے [illegible]

"تم میری آواز سن رہے ہو۔"

"میں اسرائیل سے تمہاری آواز سنتا آرہا ہوں۔"

"میں ابھی تمہارے اندر بول رہی ہوں۔ تم [illegible] رہے ہو اور تم گہری نیند سو رہے ہو۔"

"پارس نے اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ مجھے [illegible] سے لیٹ کر تنویمی عمل کرنا چاہیے۔

وہ خود معمول اور محکوم تھی۔ کسی حیل و حجت کے [illegible] اس کے پاس آکر بیڈ پر لیٹ گئی پھر بولی "میں آرام سے [illegible] کر تم پر عمل کر رہی ہوں۔"

پارس نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے آنکھیں بند کر کے [illegible] عمل کرنا چاہیے۔"

کرونا نے آنکھیں بند کرلیں پھر دونوں کے درمیان عجیب و غریب تنویمی عمل ہونے لگا۔ اسے یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ وہ عامل بنتے بنتے معمول بن رہی ہے۔

○☆○

ہانگ کانگ کے شمال مشرق میں ایک بلند پہاڑ ہے۔ اس کی چوٹی پر مہاتما بدھ کا ایک بہت بڑا مندر ہے۔ وہ مندر [illegible] میل کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ مہاتما بدھ کے لاکھوں عقیدت مند اور غیر ملکی سیاح وہاں جاتے ہیں۔ وہاں عبادت کرتے ہیں۔ وہاں کی تصاویر اتارتے ہیں۔ وہ مندر تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ جو وہاں جا کر دل سے عبادت کرتا ہے تو اس عبادت کے نتیجے میں اس کی مراد پوری ہوتی ہیں۔

اس کے آس پاس کی پہاڑیوں میں ہینگنگ چیئر کی اسٹیشن تھے۔ تمام عقیدت مند اور سیاح ہینگنگ چیئر کے ذریعے اس تاریخی مندر تک پہنچتے تھے۔ ایسے عقیدت مند بھی تھے جو اس بلندی پر پیدل جاتے تھے اور ہر قدم پر دعائیں مانگتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ اس طرح جسمانی مشقت کے ساتھ اتنی بلندی پر چڑھتے ہوئے ان کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔

ناتا کا کوڈو بھی وو گاڈ فادر کے ساتھ اس پہاڑ پر چڑھا تھا۔ پچھلی بار میں نے اور سونیا نے اس پر جان لیوا حملے کیے تھے۔ ان حملوں نے اسے دہشت زدہ کر دیا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مددگار بائرن ٹوڈ، ہاروی بیکر، سائن اور آندرے اس سے دوستی کی آڑ میں دھوکا کر رہے ہیں۔

ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مارلی اور مجھ پر دو زبردست ناکام حملے کیے تھے۔ ناتا کا کوڈو یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بظاہر اس کے کام آرہے ہیں لیکن وہ اس کے خاص ماتحتوں اور خاص سمورائی محافظوں کے ذریعے دماغوں میں پہنچ کر ان کے ذریعے ناتا کا کوڈو کی شہ رگ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔

جب اپنے ہی دست آستین کا سانپ بن جائیں تو پھر انہیں ڈسنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ انہیں اپنی آستین سے نکال کر دور پھینکنا لازمی ہو جاتا ہے۔ فی الحال بچاؤ کی یہی صورت تھی۔ جو ناتا کا کوڈو اور دونوں گاڈ فادرز نے اختیار کی تھی۔ وہ تینوں ایسے ردِ پوش ہو گئے تھے کہ خیال خوانی کرنے والے بھی انہیں تلاش نہیں کر سکتے تھے۔

وہ ساری زندگی منہ چھپا کر نہیں رہ سکتے تھے۔ وہ انڈر ورلڈ کے بے تاج بادشاہ تھے۔ اپنی مملکت میں واپس آکر حکمرانی کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی شکست نہیں کھائی تھی۔ ہانگ کانگ کی برٹش گورنمنٹ کو بھی اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرتے رہے تھے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے کبھی ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکے لیکن وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ ان سے دور رہنے اور محفوظ رہنے کا صرف یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ وہ پہلے ردِ پوش ہو جائیں، پھر کوئی ایسی تدبیر کریں کہ خیال خوانی کرنے والوں سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے۔

جب دوا کام نہیں آتی تو دعا کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ وہ تینوں گاڈ فادر اس بلند پہاڑ پر چڑھتے ہوئے اور دعائیں مانگتے ہوئے اس مندر میں پہنچ گئے۔ وہاں مقامی اور غیر ملکی عقیدت مندوں کا ہجوم تھا۔ مندر کے مختلف حصوں میں بڑی چہل پہل تھی۔ ایک بڑے ہال میں گیروے رنگ کے لباس میں کئی بھکشو فرش پر پالتھی مارے سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک گرو دیو اونچے آسن پر بیٹھے دین دھرم کی باتیں کر رہے تھے۔ ناتا کا کوڈو اور دونوں گاڈ فادر عبادت سے فارغ ہو کر اس ہال میں آئے تو اس وقت تک تمام بھکشو وہاں سے جا چکے تھے۔ ان تینوں نے گرو دیو کے پاس آکر ان کے سامنے سر جھکایا پھر ہاتھ جوڑ کر پالتھی مار کر بیٹھ گئے۔ گرو دیو نے کہا "میں یہاں ایک اونچی چٹان پر بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ تم تینوں بڑی مشقت سے اس پہاڑ پر چڑھتے ہوئے آئے ہو۔ اس کا مطلب ہے۔ بہت پریشان ہو۔ مصیبتوں میں گرفتار ہو۔"

ناتا کا کوڈو نے کہا "گرو دیو آپ انتر گیانی ہیں۔ ہماری پریشانیوں کو سمجھ رہے ہیں۔ ہم ہر طرف سے مجبور ہو کر اور تھک ہار کر آپ کے چرنوں میں آئے ہیں۔ ہماری کچھ مدد کریں۔"

گرو دیو کے سامنے پیتل کا ایک لوٹا رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے اس لوٹے کو اٹھا کر کہا "اس لوٹے میں مہاتما بدھ کے جنم استھان سے لایا ہوا 'پوتر جل' (مقدس پانی) ہے۔ یہاں آؤ اور اسے پیو۔ تمہاری پریشانیاں کم ہو جائیں گی۔ تمہیں ذہنی سکون ملے گا۔"

ناتا کا کوڈو فرش پر رینگتا ہوا ان کے قریب آیا پھر دو زانو ہو گیا۔ گرو دیو نے لوٹے سے ایک چمچ پانی نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے اسے پی لیا۔ اس طرح ان دونوں گاڈ فادرز نے بھی ان کے آگے دو زانو ہو کر اس پوتر جل کو پیا پھر اپنی جگہ واپس جا کر پالتھی مار کر بیٹھ گئے۔

رفتہ رفتہ انہیں محسوس ہونے لگا۔ جیسے نظر دھندلا رہی ہے۔ سامنے بیٹھا ہوا گرو دیو دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا۔ در و دیوار دھواں دھواں سے ہو رہے تھے۔ کوئی بھی چیز نہ تو صاف اور واضح دکھائی دے رہی تھی اور نہ واضح طور پر کچھ سمجھ میں آرہا تھا۔

پھر وہ تینوں اپنی اپنی سوچ کے ذریعے بولنے لگے۔ اپنے حالات بیان کرنے لگے۔ اپنی پوری ہسٹری سنانے لگے کہ ان پر کیا گزر رہی ہے۔

وہ تینوں سر جھکائے اپنے حالات بیان کرتے جا رہے تھے۔ تینوں کے حالات ایک جیسے تھے لیکن انڈر ورلڈ میں ان کے دھندے الگ الگ تھے۔ وہ اپنے اپنے مجرمانہ دھندے کے بارے میں بھی بتا رہے تھے پھر وہ باری باری ایک آواز سننے لگے۔ ان کے اندر جیسے کوئی کہہ رہا تھا۔ "تمہاری مصیبتوں کے دن ختم ہو رہے ہیں۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ ایک فولاد کے پاس جاؤ۔"

ان کے اندر جیسے آواز گونج رہی تھی "اس فولاد کا نام ہے زاؤ کوم کوبرا۔ کوبرا ایک ایسا ناگ جس کا کاٹا پانی نہیں مانگتا۔"

کوئی خیال خوانی کرنے والا دشمن اس کوبرا کے زہریلے دماغ میں نہیں آئے گا۔ وہ فولاد صرف زہریلا ہی نہیں ہے اس کے دماغ کی طرح اس کا جسم بھی ایسا فولاد کا بنا ہوا ہے کہ وہ تمہارے تمام فولادی دشمنوں کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ جاؤ اس کے قدموں میں رہو۔ وہ تمہاری تمام مشکلیں آسان کرتا رہے گا۔ اس پورے علاقے میں پہلے سے زیادہ تمہارا رعب اور دبدبہ قائم کرے گا۔ جاؤ، چلے جاؤ۔"

ناتا کا کوڈو نے کہا "ہم کہاں جائیں؟ ہمارے سامنے

اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔"

"اسی اندھیرے میں جاؤ۔ وہ تمہیں سورج بن کر ملے گا۔"

خاموشی چھاگئی۔ ان تینوں کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ انہیں اپنی خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ان لمحات میں سو رہے ہیں یا جاگ رہے ہیں۔

جب ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے خود کو اس مندر کے ایک آشرم میں پایا۔ ان کے ذہنوں سے یہ باتیں مٹ گئی تھیں کہ پوتر جل پینے کے بعد ان پر کیسی بے خودی طاری ہوگئی تھی اور ان پر کیا گزرتی رہی تھی؟ انہوں نے بیدار ہونے کے بعد غسل کیا۔ عبادت کی پھر کچھ کھانے پینے کے بعد ہینگنگ چیئر کے ذریعے دوسری پہاڑی پر آگئے۔ وہاں سے وہ پرائیویٹ فلائنگ کمپنی میں آئے۔ ایک ہیلی کاپٹر کرائے پر حاصل کیا۔ اس کے پائلٹ نے انہیں اس سرحدی علاقے میں پہنچا دیا۔ جہاں سے چین کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔ اب یہ سرحد ختم ہو چکی ہے۔ ہانگ کانگ چین کا ایک حصہ بن گیا ہے۔

اس علاقے میں سال بھر برف جمی رہتی ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر انہیں وہاں چھوڑ کر چلا گیا اس سے آگے پرواز کی قانونی اجازت نہیں تھی۔ وہاں ایک برف پوش پہاڑی کے غار میں زاؤ کوم کو برا رہتا تھا۔ اس غار میں آرام و آسائش اور زندگی کی ضروریات کا تمام سامان موجود تھا۔ وہ پچھلے پچیس برسوں سے وہاں رہائش پذیر تھا۔ اس علاقے سے کبھی کبھی اسمگلروں کے قافلے گزرتے تھے۔ وہ ان پر حملے کرتا تھا۔ بڑی جاں فشانی سے مقابلہ کرکے انہیں قتل کرتا تھا اور ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا کرتا تھا۔

کئی اسمگلروں نے متحد ہو کر اس پر کئی بار حملے کیے تھے لیکن انہیں ایسا لگتا تھا جیسے وہ کوئی شیطان ہے۔ ان کے اندر کی باتیں جانتا ہے۔ ان کے حملوں اور ان کی ایک ایک حرکت کو سمجھ کر اپنا بچاؤ کرتا ہے اور ان کی گردنیں اڑا دیتا ہے۔ اس کے بارے میں یہ متفقہ رائے تھی کہ وہ ایک جنونی قاتل ہے۔ اسے انسانی کھوپڑیاں جمع کرنے کا شوق ہے۔ پہاڑی کے ایک حصے میں بے شمار انسانی کھوپڑیاں تھیں۔ اتنی زیادہ تھیں کہ ان کھوپڑیوں کا ایک چھوٹا سا ٹیلا بن گیا تھا۔ وہ انہیں دیکھ کر خوش ہوتا تھا۔ اپنی تلوار لے کر زرہ بکتر پہن کر بڑے فخر سے ان کھوپڑیوں کے اوپر کھڑا ہوتا تھا۔ ادھر ادھر ایسے دیکھتا تھا جیسے پوچھ رہا ہو "کیا اور کوئی سر رہ گیا ہے؟"

سروں کو سر کرنا میرا مشغلہ ہے۔"

فی زمانہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھی جا رہی تھی لیکن ایسی ٹیلی پیتھی کا علم عارضی ہوتا ہے۔ کچھ عرصے پہلے پورس نے اینٹی ٹیلی پیتھی میڈیسن یعنی ٹیلی پیتھی مخالف دوا تیار کی تھی۔ اس دوا کو اسپرے کیا جاتا تھا اور جو ٹیلی پیتھی جاننے والا اس اسپرے کی ہوئی فضا میں سانس لیتا تھا اس کی ٹیلی پیتھی کا علم اس کے دماغ سے محو ہو جاتا تھا۔ ختم ہو جاتا تھا۔ ماضی میں مشین سے سیکھنے والے بے شمار افراد ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوگئے تھے۔ صرف وہی رہ گئے تھے۔ جنہوں نے قدرتی طور سے برسوں کی عبادت و ریاضت سے یہ علم حاصل کیا تھا۔

میرا اور آمنہ فرہاد کا یہ علم کبھی مٹنے والا نہیں تھا۔ ہماری آخری سانسوں تک رہنے والا تھا کیونکہ یہ قدرتی طور پر پائیدار تھا۔ ہماری طرح جس نے بھی یہ علم سیکھا تھا وہ کبھی کسی سے مات نہیں کھا سکتے تھے۔ ان کا علم قائم رہنے والا تھا۔ زاؤ کوم کو برا نے بھی قدرتی طریقوں کو اپنایا تھا کئی برسوں تک دن رات محنت کرتا رہا تھا۔ اس کے اندر اس علم کی پختگی تھی۔

نانا کا کوڈو اور دونوں گاڈ فادر نے گرو دیو کے ہاتھوں سے پوتر جل پیا تھا۔ اس جل میں ایسا نشہ تھا جس نے انہیں اپنے آپ سے غافل کر دیا تھا۔ اس غفلت کے دوران میں انہوں نے اپنے اندر ایک آواز سنی تھی۔ وہ آواز انہیں زاؤ کوم کو برا کے پاس جانے کا حکم دے رہی تھی۔ وہ اسی کو برا کی آواز تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان تینوں کے اندر آکر بولتا رہا تھا۔

وہ تینوں اس خیال خوانی کو نہ سمجھ سکے۔ انہیں یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ تمام رات غفلت سے سونے کے دوران میں ان پر تنویمی عمل کیا گیا تھا اور کوبرا نے انہیں اپنا معمول بنا لیا تھا۔ وہ تینوں بیدار ہونے کے بعد یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ پہلے کی طرح یوگا کے ماہر ہیں۔ نہ کوئی ان کے دماغ میں آیا ہے نہ آسکے گا۔

وہ تینوں اس برفانی علاقے میں پیدل چلتے ہوئے کوبرا کے غار میں پہنچ کر اس کے سامنے جھک گئے۔ وہ خوش ہو کر بولا "مجھے جھکے ہوئے سر اچھے لگتے ہیں۔ میں اٹھے ہوئے سروں کو کاٹ کر پھینک دیا کرتا ہوں۔"

نانا کا کوڈو نے کہا "ہم ساری زندگی تمہارے سامنے سر جھکائیں گے۔ تم ہمارے جھکے ہوئے سروں کو دشمنوں کے سامنے اٹھا دو۔ ان کے سر ہمارے سامنے جھکا دو۔"

"تم جو چاہتے ہو۔ وہی ہوگا۔ جب تم یہاں سے جاؤ گے تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"ہم نہیں جانتے کہ تم کتنے طاقت ور ہو مگر ہمیں بدھ مندر کے مگرو نے بتایا ہے کہ تم زہریلے بھی ہو اور فولادی بھی۔ ہمارا پہلا دشمن فرہاد بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ زہریلا بھی ہے اور فولادی بھی اور وہ پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن بائرن ٹوڈ' ہاروے اور۔۔۔"

کوبرا نے ہاتھ اٹھا کر کہا "آگے نہ بولو۔ میں جانتا ہوں۔ تمہارے ایک ایک دشمن کو جانتا ہوں۔ تم یہاں سے جاؤ۔ اپنے آس پاس ایسے سیکیورٹی گارڈز رکھو جو یوگا کے ماہر ہوں ان کے سوا کسی پر بھی بھروسا نہ کرو۔ کسی سے روبرو ملاقات نہ کرو۔ اپنے تمام دشمنوں سے صرف فون' فیکس اور ای میل کے ذریعے رابطہ کرو۔ میں تمہارے پیچھے رہ کر ان تمام دشمنوں کو ہلاک نہیں کروں گا۔ اپاہج بنا دوں گا۔ تمہارے دوسرے دشمن انہیں دیکھ کر عبرت حاصل کرتے رہیں گے۔"

وہ تینوں وہاں سے چلے آئے۔ ایک گاڈ فادر نے ناناکا سے کہا "زاؤ کوم کوبرا کو دیکھنے سے وحشت طاری ہو جاتی ہے۔ میرا دل کہتا ہے۔ یہ دشمنوں کو ہمارے علاقے سے مار بھگائے گا۔"

ناناکا نے کہا "یہ ہمارے اندر کی باتیں جانتا ہے۔ ضرور ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا پھر گرو نے کہا تھا یہ بہت زہریلا ہے۔ ہمارے جس دشمن کی شامت آئے گی۔ وہ اس کے سامنے آئے گا اور زہریلی موت مارا جائے گا۔"

"کیا اب ہم شہر واپس جائیں گے؟"

ناناکا نے کہا "میں تو جا رہا ہوں۔ وہاں چھپ کر دیکھوں گا کہ کوبرا کے سارے دشمنوں کو للکارنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔ پہلے چھپ کر کوبرا کی طاقت کو آزمانا چاہیے۔ دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا کر سکتا ہے۔"

ہانگ کانگ میں ان کے کئی خفیہ اڈے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنی اپنی خفیہ رہائش گاہ میں آ گئے۔ وہاں ناناکا کو ڈو کے اندر یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنے دونوں مشیروں دی کلر اور دی ونر سے رابطہ کرنا چاہیے۔ دراصل کوبرا نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مائل کیا تھا۔ اس نے ای میل کے ذریعے دی کلر سے رابطہ کیا۔ اسے اپنا فون نمبر بتا کر کہا "مجھ سے ابھی رابطہ کرو۔"

تھوڑی دیر بعد ہی فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے موبائل کو آن کیا اور کہا "ہیلو! میں ناناکا کوڈو بول رہا ہوں۔"

"میں ہوں دی کلر! ہم سب حالات سے مجبور ہو کر روپوش ہو گئے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے مدتوں بعد تمہاری آواز سن رہا ہوں۔ تم خیریت سے ہو؟"

"خیریت سے ہوں اور یہ سمجھ رہا ہوں کہ جلد ہی ہماری یہ روپوشی ختم ہو جائے گی۔ ہمیں ایک ایسی طاقت حاصل ہوئی ہے۔ جس کے سامنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

"بڑی اچھی خبر سنا رہے ہو۔ ایسی کون سی طاقت حاصل ہو گئی ہے۔"

ناناکا نے زاؤ کوم کوبرا کے بارے میں بتانے لگا۔ دی کلر نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "وہ کوبرا ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اور زہریلا بھی ہے پھر تو دشمنوں پر بھاری پڑ سکتا ہے لیکن غیر معمولی علم اور غیر معمولی صلاحیتیں حاصل ہونے کے بعد بھی پوری ذہانت اور حاضر دماغی سے کام نہ لیا جائے تو تمام غیر معمولی صلاحیتیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔"

ناناکا نے کہا "بے شک ہم نہیں جانتے کہ کوبرا ہمارے دشمنوں کے مقابلے میں اپنے علم اور اپنی صلاحیتوں سے کس طرح کام لے گا۔ اس لیے میں پہلے چھپ کر دشمنوں کو للکاروں گا۔ جب وہ مجھے تلاش کریں گے اور مجھ پر حملہ آور ہونا چاہیں گے تو دیکھوں گا کہ کوبرا کیسی جوابی کارروائی کرے گا۔ تم اس سلسلے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟"

"تمہیں یہی کرنا چاہیے فی الحال اپنی روپوشی میں کوبرا کو آزمانا چاہیے۔ ویسے کوبرا سے ملاقات کرنے سے پہلے تمہیں مجھ سے مشورہ کرنا چاہیے تھا۔"

"ہم بہت پریشان تھے۔ جس انداز میں ہم نے کوبرا تک رسائی حاصل کی ہے۔ وہ کچھ عجیب تھا ہم اس سے سحر زدہ ہو گئے تھے۔ اس وقت تم سے مشورہ لینے کا خیال دل میں نہیں آیا۔ خیال آتے ہی تم سے مشورہ کر رہا ہوں۔"

"ناناکا! ہم لین دین والی دنیا میں رہتے ہیں۔ یہاں کچھ لینے کے لیے دینا پڑتا ہے اور کسی کو کچھ دینے سے پہلے اس سے کچھ وصول کرنا پڑتا ہے۔ کوبرا تمہیں اپنا علم' اپنی صلاحیتیں' اپنی طاقت اور اپنا وقت تمہیں دے رہا ہے۔ کیا اس کے عوض تم سے کچھ وصول نہیں کر رہا ہے؟ کیا اس کا کوئی مطالبہ نہیں ہے؟"

"وہ کیا مطالبہ کرے گا؟ اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ ہم نے اس کے غار میں ہیرے جواہرات اور سونے کی اینٹیں دیکھی ہیں۔ پتا نہیں وہ مسلسل اسی غار میں رہتا ہے یا امیرانہ شان و شوکت سے کہیں شہری زندگی بھی گزارتا ہے۔"

دی کلر نے کہا "یقیناً وہ دہری زندگی گزار رہا ہوگا۔ وہ ہیرے جواہرات اور سونے کی اینٹیں لے کر کسی دور افتادہ غار میں بیٹھے بیٹھے زندگی نہیں گزارے گا اور یہ نہ کہو کہ وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ انسان کو جتنا ملتا ہے اتنی ہی اس کی ضرورت اور محتاجی بڑھتی جاتی ہے۔ ایک ملک فتح کرنے کے بعد دوسرے تیسرے اور پھر ساری دنیا کو فتح کرنے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہیں۔"

ناناکا نے کہا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ کوبرا ہمارے انڈر ورلڈ کے علاقے فتح کرے گا؟"

"یہ تو تمہیں کوبرا سے پوچھنا چاہیے تھا۔ صاف صاف معاہدہ کرنا چاہیے تھا۔ وہ خدا کے نام پر تمہاری مدد نہیں کر رہا ہے۔ وہ کیا چاہتا ہے؟ تمہیں اس سے پوچھنا چاہیے تھا۔"

"تم درست کہتے ہو۔ مجھے پوچھنا چاہیے تھا۔ ویسے اب وہ رابطہ کرے گا تو میں ضرور لین دین کے معاملات طے کروں گا۔"

"تم انتظار نہ کرو کہ وہ تم سے رابطہ کرے گا۔ تمہیں خود رابطہ کر کے اس سے معاملات طے کرنے چاہئیں۔"

"ہماری ملاقات اس سے غار میں ہوئی تھی۔ وہاں کوئی فون نہیں تھا۔ اس غار میں فیکس اور ای میل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے کہا ہے کہ وہ خود ہی رابطہ کیا کرے گا۔"

"کسی برے وقت میں اس کی مدد ضروری ہوگی تو کیا اس کا انتظار کرتے رہو گے؟"

"وہ بہت پہنچا ہوا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ وہ ہماری نگرانی کرتا رہے گا اور ہم پر کوئی آنچ نہیں آنے دے گا۔ یہی آزمانے کے لیے تو ہم ابھی چھپے ہوئے ہیں۔"

"ناناکا! تم دشمنوں کے حملوں سے بری طرح بدحواس ہو گئے ہو۔ ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے آنکھیں بند کر کے کوبرا پر بھروسا کر رہے ہو۔ یقین سے کہہ رہے ہو کہ وہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے مگر تم سے دور رہ کر کیسے کر رہا ہے؟ میرے ذہن میں تو ایک ہی بات آتی ہے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے نگرانی کر رہا ہے۔ تمہاری عقل کیا کہتی ہے؟"

ناناکا سوچ میں پڑ گیا پھر بولا "ہاں یہی بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ وہ ہمارے دماغوں میں آ کر ہماری نگرانی کر رہا ہوگا۔"

"یعنی یہ مان رہے ہو کہ کوبرا نے تمہارے دماغ میں جگہ بنالی ہے۔ تم تینوں گاڈ فادرز یوگا کے ماہر ہو لیکن اس کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کر رہے ہو۔ اس وقت بھی وہ تمہارے اندر ہوگا۔ ہماری باتیں سن رہا ہوگا اور تمہارے ذریعے میرے اندر بھی پہنچ چکا ہوگا۔"

"شاید یہی ہو رہا ہے۔ میں زاؤ کوم کوبرا کو مخاطب کر رہا ہوں "مسٹر زاؤ! تم ابھی موجود ہو۔ پلیز مجھ سے باتیں کر کے یہ الجھن دور کرو۔"

وہ دونوں فون کے ذریعے گفتگو کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر انتظار کرنے لگے لیکن ناناکا کوڈو کے دماغ میں خاموشی رہی۔ کوبرا کا جواب سنائی نہیں دیا۔ وہ دی کلر سے بولا "میرے اندر خاموشی ہے اگر وہ ہوتا تو ضرور بولتا۔ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا ہوں۔ وہ جب بھی آئے گا میں اسے محسوس کر لوں گا۔"

"اگر اس نے تمہیں ہپناٹائز کیا ہوگا تو کبھی اسے محسوس نہیں کر سکو گے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو اگر وہ ایسا کرتا تو کیا مجھے خبر نہ ہوتی۔ ہم تینوں گاڈ فادرز نے اس کے غار میں جا کر ایک گھنٹے تک اس سے گفتگو کی تھی پھر واپس آ گئے تھے۔ میں اس ایک گھنٹے تک ہوش و حواس میں تھا۔ اسے ہپناٹائز کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔"

"تم بھول رہے ہو۔ تم تینوں گاڈ فادرز نے مندر کے آشرم میں ایک رات گزاری تھی۔ اس رات نیند کے دوران میں تمہارے ساتھ کیا ہوا ہوگا۔ یہ تم نہیں جان سکو گے۔"

"دی کلر! تم مجھے تشویش میں مبتلا کر رہے ہو۔ ایسا ہوتا ہے جس پر تنویمی عمل کیا جاتا ہے۔ وہ بعد میں بھول جاتا ہے کہ اس پر عمل کیا گیا ہے۔ کیا میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے؟"

"صرف تمہارے ساتھ ہی نہیں۔ ان دو گاڈ فادرز کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔"

"تو پھر کوبرا کو یہ بات چھپانا نہیں چاہیے اگر وہ میرے اندر ہے تو مجھ سے گفتگو کرنا چاہیے۔"

دی کلر نے کہا "ہو سکتا ہے۔ وہ ابھی تمہارے اندر موجود نہ ہو۔ اپنے کسی معاملے میں کہیں مصروف ہو۔ تم اسے بعد میں مخاطب کرو تو شاید تمہیں اپنے اندر جواب ملے گا۔"

ناناکا بری طرح پریشان ہو گیا تھا۔ اس کے مشیر دی کلر نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ زاؤ کوم کوبرا کا معمول اور محکوم بن

چکا ہے۔ اس نے آج تک کبھی کسی کی برتری تسلیم نہیں کی تھی۔ آج حالات نے اسے کوبرا کے آگے کم تر بنا دیا تھا۔ وہ دوسروں پر حکومت کرتا آیا تھا۔ اب کوبرا اس پر حکومت کرنے والا تھا۔ اسے اپنی ذلت کا احساس ہو رہا تھا لیکن وہ ذلت سے بچنے کے لیے اب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ بری طرح مایوس ہو کر دی کلر سے بولا "میں فرہاد اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا غلام نہیں بننا چاہتا تھا۔ ان سے محفوظ رہنے کے لیے کوبرا کا سہارا لیا ہے اور اس نے بڑی مکاری سے مجھے اپنا غلام بنا لیا ہے۔ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔"

دی کلر نے کہا "اب افسوس کرنے سے کیا ہوگا۔ فرہاد اور بائرن ٹوڈ جیسے بڑے بڑے دشمن تمہارے مقابلے پر ہیں۔ ان پر غالب آ کر گاڈ فادر کی حیثیت سے زندہ رہنے کے لیے کسی نہ کسی بڑی طاقت کے آگے تمہیں جھکنا ہی تھا۔ کوبرا نے تمہیں جھکا لیا ہے۔ پلیز اب مجھ سے رابطہ نہ کرنا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ تمہارے ذریعے میرے اندر پہنچ جائے۔"

دی کلر نے رابطہ ختم کر دیا پھر اس نے اپنے دوسرے ساتھی دی ونر کو فون کے ذریعے ناناکا اور دونوں گاڈ فادرز کے متعلق بتایا اور کہا "میں نے اپنا یہ فون بند کر دیا ہے۔ تم بھی کوئی فون اٹینڈ نہ کرو فیکس اور ای میل کے ذریعے بھی ختم کر دو۔"

دی ونر نے کہا "ہانگ کانگ میں ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ ہمیں کچھ عرصے کے لیے یہ ملک چھوڑ دینا چاہیے۔"

وہ دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ وہ یورپ کے کسی ملک میں جا کر رہیں گے لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ ناناکا نے کوبرا کی مرضی کے مطابق دی کلر سے رابطہ کیا تھا۔ کوبرا اس کے ذریعے دی کلر کی آواز اور لب و لہجہ سن چکا تھا پھر مصروفیات کے باعث چلا گیا تھا۔ اس نے چند گھنٹے کے بعد دی کلر کے دماغ میں آ کر کہا "ہیلو! میں زاؤ کوم کو برا بول رہا ہوں۔"

دی کلر کہیں باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اپنے اندر اس کی آواز سنتے ہی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ کوبرا نے کہا "تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے بھی تمہارے جیسے ذہین مشیروں کی ضرورت ہے۔ میں تمہیں غلام نہیں بناؤں گا۔ مجھے اپنا دوست سمجھو۔"

"تم مجھے غلام بناؤ یا دوست بناؤ۔ تم میرے اندر آ چکے ہو۔ اپنی مرضی سے کچھ بھی کر سکتے ہو۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہم جیسے لوگ آزاد نہیں رہ سکتے۔ ہمیں کسی نہ کسی کی پابندی میں رہنا ہی پڑتا ہے۔"

"تم میرے کام آتے رہو گے تو آئندہ دیکھو گے کہ میں تم پر کسی طرح کی پابندی عائد نہیں کر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے آنے والا وقت بتائے گا کہ تم میرے ساتھ کیسا سلوک کر رہے ہو۔"

"میں تم سے صرف مشورے طلب کروں گا۔ ناناکا ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے بہت پریشان ہے۔ میں ان دشمنوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اب وہ تینوں گاڈ فادرز ان دشمنوں سے مرعوب اور دہشت زدہ نہیں ہیں۔ تمہارا کیا مشورہ ہے۔ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟"

دی کلر نے کہا "یوں زبانی دعویٰ کرنے سے فرہاد اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تینوں گاڈ فادرز کی طاقت کو تسلیم نہیں کریں گے۔ عملی طور پر کچھ کرنا ہوگا۔"

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا کرنا ہوگا؟"

"فرہاد آج کل میڈم مارلی کے ساتھ ہے۔ تم ناناکا سے کہو۔ وہ مارلی سے رابطہ کرے۔ ناناکا نے اس پر دو وار کیے ہیں اور ناکام رہا۔ مارلی کو تیسرے حملے کی دھمکی دلوا جائے۔"

"تم یہ مشورہ دے رہے ہو کہ ناناکا مارلی پر پھر ایک بار حملہ کرے۔"

دی کلر نے کہا "بے چارہ ناناکا کیا حملہ کرے گا۔ یہ سارا ٹیلی پیتھی کا کھیل ہے۔ تمہیں حملہ کرنا ہوگا اور یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ بائرن ٹوڈ اور اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی مارلی پر حملے کر رہے ہیں۔"

"تمہارا یہ مشورہ بہت خوب ہے۔ میں ابھی خود کو ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے ظاہر کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ فرہاد اور مارلی کو اس دھوکے میں رکھا جائے کہ ناناکا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بائرن ٹوڈ وغیرہ ان پر حملے کر رہے ہیں۔"

"مارلی اور فرہاد ہانگ کانگ کے کسی علاقے میں ہیں۔ مارلی کا ٹوسیٹر جہاز اور ہیلی کاپٹر پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے احاطے میں کھڑے ہوئے ہیں۔ اس طرح یقین ہو جائے گا کہ مارلی ہانگ کانگ میں ہے۔ وہاں کسی نہ کسی اعلیٰ سرکاری افسر کو ضرور معلوم ہوگا کہ مارلی ہانگ کانگ کے کس علاقے میں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کسی سرکاری افسر کے دماغ میں عمل کر مارلی کا پتا ٹھکانا معلوم کروں گا۔ تم آرام کرو۔ تمہارے اور دی ونر کے دماغوں کو فوراً لاک کرنا ضروری ہے۔ کہیں کوئی دشمن تمہارے اندر نہیں آ سکے گا۔"

کوبرا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا وہ بستر پر آ کر لیٹ گیا پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے کہا تھا "دی کلر کو غلام نہیں بنائے گا۔ اس پر پابندیاں عائد نہیں کرے گا" لیکن وہ ایسا کرنے لگا۔ اپنے مخالفین کی ٹیلی پیتھی سے انہیں محفوظ رکھنے کے لیے ایسا کرنا لازمی تھا۔

میں سونیا کے ساتھ ہانگ کانگ میں تھا۔ اصل مارلی لندن میں تھی۔ سونیا نے مارلی بن کر دشمنوں کو بڑی حد تک کامیابی سے اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ ہم نے بائرن ٹوڈ کو ٹریپ کیا تھا پھر ممبئی میں بیکر برائٹ کو معمول بنا لیا تھا۔ اس کے دوسرے ساتھیوں کو بھی پھانسنے والے تھے لیکن ہمیں ناناکا اور دوسرے دو گاڈ فادرز کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔

ہم چھپنے والوں کو باہر نکالنا جانتے ہیں۔ سونیا نے کہا "اب مارلی کو لندن سے یہاں آنا چاہیے دشمنوں کو یہ دھوکا خیز اطلاع مل جانی چاہیے کہ وہ جم کاف جیسے گاڈ فادر سے شادی کر چکی ہے اور اسے یہاں کے تینوں گاڈ فادرز کے مقابلے میں لے آئی ہے اگر وہ تینوں اپنے بل میں سے نہیں نکلیں گے تو جم کاف ان کے علاقوں پر رفتہ رفتہ قبضہ جما لے گا۔"

اتنے بڑے چیلنج کے بعد وہ تینوں گاڈ فادرز کبھی چھپ کر نہیں رہ سکتے تھے۔ ویسے بھی ہماری لاعلمی میں کوبرا خود ہی مارلی تک پہنچنے کی پلاننگ کر رہا تھا۔

کچھ عرصے کی خاموشی کے بعد ہانگ کانگ میں پھر ہنگامے شروع ہونے والے تھے۔

○☆○

پہلے یوں لگتا تھا کہ الپا اور پارس کی دوستی اب نہیں ٹوٹے گی۔ ایک طویل عرصے کے بعد یہ گہری دوستی قائم ہوئی تھی لیکن صرف ایک بات پر الپا پھر یہ دوستی ہار گئی۔ پارس نے اسے کامیابیوں کے آسمان پر پہنچا دیا تھا لیکن اس نے پارس کا صرف ایک مطالبہ تسلیم نہیں کیا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ فلسطینی مسلمانوں کو بھی ٹیلی پیتھی سکھائی جائے اور یہ مطالبہ الپا کے یہودی مزاج کے خلاف تھا۔ اس نے پھر عادت کے مطابق پارس کو دھوکا دیا۔ ایک قابل اعتماد افسر کے ذریعے مشین کو دوسرے خفیہ اڈے میں چھپایا اور اپنے دماغ کو لاک کرا لیا۔ اس طرح پارس کو اپنے اندر آنے سے روک دیا۔ اب وہ فلسطینی مسلمانوں کی حمایت کے لیے اسے مجبور نہیں کر سکتا تھا۔

الپا کی مخالفت سے الپا کو دو فائدے حاصل ہوئے۔ سب سے پہلا اور بڑا فائدہ یہ تھا کہ وہ پارس کی معمول نہیں رہی تھی۔ اس سے نجات حاصل کر چکی تھی۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ ٹرانسفارمر مشین صرف اس کی اپنی ملکیت بن گئی۔ پارس اس مشین پر اپنا حق نہیں جتا سکتا تھا۔

اس مخالفت سے نقصان بھی بہت ہوا۔ پچھلے دنوں پارس نے اس کے دماغ میں رہ کر تمام اہم راز معلوم کیے تھے۔ الپا نے آرمی اور انٹیلی جنس کے درجنوں افسران اور اہم افراد کو ٹیلی پیتھی سکھائی تھی اور خفیہ طور سے ٹیلی پیتھی جاننے والے بیس افراد کی مختصر سی ذاتی فوج بنائی تھی لیکن اب یہ خیال پریشان کرنے لگا کہ پتا نہیں پارس نے اس کے کتنے معمولوں کے دماغوں میں رازداری سے جگہ بنا لی ہوگی۔

جب وہ ٹیلی پیتھی سکھانے کے بعد تنویمی عمل کے ذریعے انہیں معمول بناتا کرتی تھی۔ تب اسے یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ عمل کرنے کے دوران پارس اس کے اندر موجود رہتا تھا یا نہیں۔ اس کی مخالفت کے بعد یہ شبہ ہو رہا تھا کہ وہ ایسے وقت موجود رہتا ہوگا۔ اسے معلوم ہوگا کہ الپا نے کون سا خاص لب و لہجہ مقرر کیا ہے اور کس طرح اپنے معمولوں کے دماغوں کو لاک کیا ہے۔

یہ بات بڑی پریشان کن تھی۔ اپنا شبہ دور کرنے کے لیے لازمی تھا کہ دوبارہ اپنے تمام معمولوں پر تنویمی عمل کرے اور نئے لب و لہجے کے ساتھ ان کے دماغوں کو لاک کرے۔ یہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔ خوب سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت تھی کہ پارس کب اس کے معمولوں کے اندر نہیں آئے گا۔ یہ یقین کرنے کے بعد ہی کہ وہ موجود نہیں ہے۔۔۔ وہ دوبارہ انہیں اپنا معمول بنا سکتی تھی۔

طریقہ کار یہ ہو سکتا تھا کہ پہلے وہ کسی ایک معمول کے دماغ میں مسلسل دن رات رہتی۔ یہ سمجھنے کی کوشش کرتی رہتی کہ پارس وہاں نہیں ہے۔ تب مطمئن ہو کر اس معمول کو دوبارہ ہپناٹائز کرتی۔

اس کام میں بڑا وقت لگنے والا تھا۔ بڑے تحمل اور اطمینان کی ضرورت تھی اور ان دنوں اسے کہیں اطمینان اور سکون حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ اس کے کئی خفیہ بنگلے تھے۔ وہ جگہ بدل بدل کر چھپ کر رہا کرتی تھی لیکن اب وہ رہائش گاہیں خفیہ نہیں رہی تھیں۔ پارس اس کے تمام راز معلوم کر چکا تھا۔ یہ خوف تھا کہ وہ جہاں رہے گی۔ پارس اسے دبوچنے کے لیے آ جائے گا۔

اس نے اپنے ایک معمول کے بیوی بچوں کے ساتھ رہنے کا ارادہ کیا تھا پھر خیال آیا اس تابع پر بھی بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے پارس اس کے دماغ میں آتا رہتا ہو۔

وہ پریشان ہوگئی تھی۔ پارس سے چھپ کر رہنے کا مسئلہ تھا۔ کیسے رہتی؟ کہاں رہتی؟

وہ کسی ہوٹل میں یا کسی کے بنگلے میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے رہ سکتی تھی۔ پارس اسے ہر جگہ تلاش نہیں کرسکتا تھا لیکن دوسرے ملکوں کی طرح اسرائیل میں بھی غیر ملکی جاسوس اور سیکرٹ ایجنٹس آتے رہتے تھے اور طرح طرح کے بہروپ میں رہتے تھے۔ اسرائیل کے یہودی جاسوس ایسے غیر ملکیوں کی تلاش میں رہتے تھے۔ جس پر شبہ ہوتا تھا اس کا محاسبہ کرتے تھے۔ الپا نے سوچا۔ "وہ کہیں بھی چھپ کر رہے گی تو اپنے ہی یہودی جاسوس اس کا محاسبہ کریں گے کیونکہ کسی نے اس کا اصلی چہرہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ خود کو الپا کہتی تو کوئی تسلیم نہ کرتا۔ تسلیم کرانے کے لیے خیال خوانی کا مظاہرہ کرنا پڑتا۔ ایسا کرنے سے وہ پارس اور اس کے ماتحت سراغ رسانوں کی نظروں میں آسکتی تھی۔"

بڑی مشکلات پیدا ہورہی تھیں۔ وہ اپنے ہی ملک میں چھپ کر محفوظ نہیں رہ سکتی تھی۔ جبکہ برسوں سے چھپ کر رہتی آئی تھی لیکن اب حالات بدل گئے تھے۔ کتنے ہی آرمی اور انٹیلی جنس والے ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ وہ اس کے دماغ میں گھسنا چاہتے تو وہ سانس روک کر انہیں بھگا دیتی۔ اس طرح بھی وہ الپا کی حیثیت سے ظاہر ہوجاتی۔

اس نے پہلے کبھی خود کو ظاہر نہیں کیا اور نہ اب ظاہر ہونا چاہتی تھی۔ اب ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ وہ کچھ عرصے کے لیے ملک سے باہر چلی جائے۔ وہ کسی دوسرے ملک میں رہ کر آرام سے خیال خوانی کرسکتی تھی۔ اپنے معمولوں کو دوبارہ ہپناٹائز کرکے پارس کو ان کے دماغوں سے دور رکھ سکتی تھی۔

اس کے لیے یہی مناسب تھا۔ وہ اپنے ملک سے زیادہ دور نہیں جانا چاہتی تھی۔ چونکہ جانا ضروری ہوگیا تھا۔ اس لیے قاہرہ کی طرف روانہ ہوگئی۔ سفر کے دوران میں ایک شخص اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ یہ سوچ کر چلی تھی کہ قاہرہ میں کسی کو دوست بنائے گی پھر اسے آلہ کار بنا کر اپنے ساتھ رکھے گی تاکہ تنہا نہ رہے اور کوئی اس پر شبہ نہ کرے۔

اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے پوچھا "تم کہاں جارہی ہو؟ کیا تنہا ہو؟"

"ہاں بالکل تنہا ہوں۔ میں نے بیوہ ہونے کے بعد دوسری شادی نہیں کی۔"

"کیوں نہیں کی؟ تمہارے جیسی حسین اور جوان عورت کو تنہا نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ اسے جوان کہہ رہا تھا۔ پچھلے دنوں پارس نے اس سے کہا تھا "تم نے مجھ سے طلاق لینے کے بعد اتنی عیاشی کی ہے کہ اندر سے کھنڈر بن کر رہ گئی ہو۔ صرف اوپر سے حسین اور جوان دکھائی دیتی ہو۔ کوئی عقل کا اندھا ہی تمہیں دیکھ کر الو بنے گا۔ اسے پارس کے اس جملے پر بڑا غصہ آیا تھا اور اب وہ اپنے ہم سفر کے منہ سے اپنی تعریف سن کر خوش ہورہی تھی۔ اس ہم سفر نے پوچھا "قاہرہ میں کہاں رہو گی؟"

"میں پہلی بار وہاں جارہی ہوں۔ وہاں کچھ عرصے تک ہوٹل میں رہوں گی۔ سنا ہے دریائے نیل کا ساحلی منظر خوب صورت اور قابل دید ہوتا ہے اگر وہ جگہ پسند آئی تو میں وہاں اپنے لیے کوئی بنگلا خرید لوں گی۔"

"اس کا مطلب ہے بہت امیر کبیر ہو۔ آج کل میں بھی کنوارا ہوں۔"

"آج کل کا مطلب کیا ہوا؟ کیا پہلے کنوارے نہیں تھے؟"

"پہلے شادی شدہ تھا۔ عجیب اتفاق ہے۔ تمہارا شوہر مرگیا۔ میری بیوی چھوڑ کر چلی گئی ہے میں دوسری شادی کے لیے انٹرویو دینے جارہا ہوں۔"

"وہ کون ہے؟ جو شادی سے پہلے انٹرویو لینے والی ہے۔"

"وہ بہت مالدار ہے۔ تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتیں کہ اس کے پاس کتنی دولت ہے اگر میرا یہ سفر کامیاب رہا اور میں اس کے پاس زندہ سلامت پہنچ گیا اور اس نے جو کام دیا ہے وہ پورا کردوں گا تو وہ مجھ سے شادی کرلے گی۔"

"ایسا کون سا کام ہے جسے کرنے کے بعد تم انٹرویو میں کامیاب ہوجاؤ گے اور تم زندہ سلامت پہنچو گے تو وہ تم سے شادی کرلے گی۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں بتا سکوں گا۔ یہ کچھ ذاتی اور پرائیویٹ قسم کا معاملہ ہے۔"

الپا اپنی سیٹ پر سے اٹھ کر بولی "کوئی بات نہیں۔ میں ذرا واش روم سے آرہی ہوں۔"

وہ ٹوائلٹ کی طرف جانے لگی۔ وہ پہلے ہی اس کے خیالات پڑھ چکی تھی۔ وہ ایک اسمگلر تھا۔ ایک بہت ہی مالدار عورت کے لیے کام کرتا تھا۔ اس سے شادی کا خواہش مند تھا۔ اس عورت نے کہا تھا کہ تل ابیب کے ایک جوہری کے پاس بیش قیمت ہیرے ہیں۔ اگر وہ انہیں چرا کر لے آئے گا تو وہ اس سے شادی کرلے گی۔

وہ انہیں چرا کر لے جارہا تھا۔ تل ابیب سے روانہ ہوتے وقت اس نے ہیروں کی چرمی تھیلی کو الپا کی نظروں سے

بچا کر اس کے بیگ میں رکھ دیا تھا تاکہ کسٹم والے اسے گرفتار نہ کریں۔ اسے یقین تو نہیں تھا لیکن امید تھی کہ شاید ایک عورت کی پوری طرح تلاشی نہیں لی جائے گی تو وہ ہیرے بعد میں الپا سے وصول کرے گا۔

الپا یہ تماشا دیکھ چکی تھی۔ اس نے کسٹم چیکنگ سے گزرتے وقت چیک کرنے والے کو غائب دماغ رکھا تھا۔ وہ ہیرے ابھی اسی کے ہینڈ بیگ میں رکھے ہوئے تھے۔ انہیں ابھی قاہرہ کے کسٹم والوں کے سامنے سے گزرنا تھا۔ اس اسمگلر نے انہیں الپا کے آسرے پر چھوڑ دیا تھا۔

وہ کسٹم چیکنگ کے وقت الپا کے ساتھ تھا۔ دھڑکتے دل سے سوچ رہا تھا۔ وہ ہیرے یہاں سے نکل پائیں گے یا نہیں؟ اسے گرفتاری کا خوف نہیں تھا اس کے خیال میں الپا گرفتار ہونے والی بھی لیکن وہ ہیرے اگر نہ لے جاتا تو وہ مالدار عورت اسے لفٹ نہ دیتی۔

ایک کسٹم آفیسر نے الپا کے ہینڈ بیگ کو چیک کیا۔ اس کے اندر سے وہ چرمی تھیلی نکلی جس میں پانچ عدد بیش قیمت ہیرے رکھے ہوئے تھے۔ الپا نے اس افسر کے دماغ پر قبضہ جمالیا تھا۔

وہ ان ہیروں کو چرمی تھیلی سے نکال کر دیکھ رہا تھا۔ الپا نے کہا "یہ ایمی ٹیشن ہے۔ نقلی ہیرے ہیں۔ بالکل اصلی دکھائی دیتے ہیں۔"

افسر نے انہیں الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا "مجھے تو اصلی دکھائی..... دے رہے ہیں۔ جو چیز نقلی ہوتی ہے۔ وہ نقلی ہی دکھائی دیتی ہے۔"

افسر نے یہ کہہ کر ہیروں کو چرمی تھیلی میں ڈالا پھر انہیں ہینڈ بیگ میں رکھ کر بولا "آپ جاسکتی ہیں۔"

الپا اپنا سامان لے کر آگے بڑھ گئی۔ وہ اسمگلر بھی اپنا مختصر سا سامان چیک کرانے کے بعد ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آیا۔ الپا کو دور سے دیکھ کر دوڑتا ہوا اس کے پاس پہنچا پھر بولا "میں تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں۔ تم مجھے چھوڑ کر یہاں آگئی ہو۔"

وہ بولی "سفر ختم ہوا، ساتھ ختم ہوا، تم اپنے راستے جاؤ۔ میں اپنے راستے جاؤں گی۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تم نے اتنا بڑا کام کیا ہے۔ میں تمہیں انعام دوں گا۔ تمہاری رہائش کا انتظام کروں گا۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔"

"سوری۔ میں کسی کا احسان نہیں لیتی۔ تم اس عورت کے پاس انٹرویو دینے جاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے وہ تھیلی دو۔ جس میں ہیرے ہیں۔"

"وہ نقلی ہیرے لے کر کیا کرو گے؟"

"وہ نقلی نہیں اصلی ہیں۔ تم نے کسٹم کے آفیسر کو خوب دھوکا دیا ہے۔"

"کیا بک رہے ہو۔ میں اس افسر کو کیوں دھوکا دوں گی۔ میں تل ابیب سے یہ نقلی ہیرے لے کر آئی ہوں۔"

"تم نہیں لائی ہو۔ میں لایا ہوں۔ میں نے انہیں تمہارے بیگ میں رکھ دیا تھا۔ ایسے قیمتی ہیرے دیکھ کر تمہاری نیت بدل گئی ہے۔"

الپا نے اپنا ہینڈ بیگ کھول کر اس تھیلی کو نکالتے ہوئے کہا "تم بکواس کررہے ہو۔ میں نقلی ہیرے لے کر آئی ہوں۔ یہ نقلی ہی رہیں گے۔ تمہارے کہنے سے اصلی نہیں ہوجائیں گے۔"

اس نے چرمی تھیلی سے ان ہیروں کو نکال کر اسے دکھایا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ انہیں حیرانی سے دیکھنے لگا۔ ایک ایک ہیرے کو اٹھا کر کہنے لگا "میں تو سفید چمکتے ہوئے اصلی ہیرے لے کر آیا تھا لیکن یہ تو پیلے پیلے، نیلے نیلے ہیرے ہیں۔ بالکل نقلی ہیں۔"

وہ بولی "اب یقین آیا کہ میرے نقلی ہیرے ہیں۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

"کیسے جاؤں؟ یہ اصلی سے نقلی کیسے ہوگئے۔ میں انہیں اپنی ہونے والی بیوی کے پاس لے جاؤں گا وہ انہیں دیکھ کر میری بات کا یقین کرے گی۔"

وہ الپا سے چرمی تھیلی لے کر اس میں ہیرے دکھانا چاہتا تھا لیکن ذرا سی دیر کے لیے غائب دماغ ہوگیا۔ اس نے وہ ہیرے الپا کو دیے اور چرمی تھیلی اپنے سفری بیگ میں رکھ لی۔ وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چلا گیا۔

الپا نے محض تفریح کے لیے اسے الو بنایا تھا۔ وہ بڑے مسائل کے درمیان الجھی ہوئی تھی۔ خود کو تھوڑی دیر کے لیے ان الجھنوں سے دور رکھنا چاہتی تھی۔ اس نے ہوٹل میں پہنچ کر اپنے لیے ایک کمرا لیا پھر وہاں آرام سے لیٹ کر خیال خوانی کرنے لگی۔ وہ صبح سے بار بار اپنے قابل اعتماد ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک معمول کے دماغ میں جارہی تھی۔ اسے یقین ہورہا تھا کہ پارس اس کے دماغ میں نہیں آرہا ہے۔ تب وہ دوبارہ اسے ہپناٹائز کرنے لگی۔

اس نے اس ایک معمول کو کامیابی سے دوبارہ اپنا بنالیا۔ ویسے حقیقت یہ تھی کہ پارس کو اس کے کسی معمول سے دلچسپی نہیں تھی۔ اس نے کبھی کسی کے دماغ میں جانے

کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ اسے خود پر اتنا اعتماد تھا کہ جب کبھی اسے کسی طرح کی جوابی کارروائی کرنا ہوگی تو وہ کر گزرے گا۔

الپا نے اپنی ذاتی ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج کے دوسرے معمول کو آزمایا۔ بار بار اس کے دماغ میں جاتی رہی پھر اسے بھی دوبارہ ہپناٹائز کرکے اپنے یقین کے مطابق معمول بنالیا۔

وہ خوا مخواہ اتنی محنت کررہی تھی۔ اپنے اطمینان کے لیے یہ ضروری بھی تھا۔ وہ کبھی دماغی سکون کے لیے، تفریح کے لیے نکل جاتی تھی۔ کبھی ہوٹل میں آکر کمرے کو اندر سے بند کرکے خیال خوانی میں مصروف ہوجاتی۔ اپنے معمولوں پر دوبارہ تنویمی عمل کرنے لگتی تھی۔

چھ دن اور چھ راتوں تک محنت کرتے رہنے کے بعد اس نے اپنے بیس معمولوں کو مکمل اعتماد کے ساتھ پھر سے اپنا بنالیا۔ اس بات کا اطمینان ہوا کہ اب وہ تنہا نہیں ہے۔ اس کے بیس عدد جانثار ہیں۔ جو اس کے ایک اشارے پر اس کے لیے جانیں دے سکتے ہیں۔

پارس سے مخالفت کے بعد اس نے یہ بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ اس نے اپنے دو جانثاروں کو اپنے پاس قاہرہ میں بلالیا۔ ان سے کہا "ہم اپنے چہرے اور شخصیت بدل کر نل ابیب جائیں گے تم میں سے ایک میرا شوہر کہلائے گا اور دوسرا میرا بھائی بن کر رہے گا مگر بھائی بننے والے کو یہاں کسی سے شادی کرنی ہوگی۔ اس عورت کو اور دو لاوارث بچوں کو ہپناٹائز کرکے اپنے بیوی بچے ثابت کرنا ہوگا۔ اس طرح ہم ایک خاندان کے افراد بن کر وہاں جاکر رہائش اختیار کریں گے۔"

وہ دونوں جانثار اس کے احکامات پر عمل کرنے لگے۔ ایک حسین عورت اور دو لاوارث بچوں کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا فیملی ممبر بنانے لگے۔

الپا نے یروشلم کے ایک آرمی افسر کو اپنا معمول بنایا تھا۔ اس نے الپا کے حکم کے مطابق ٹرانسفارمر مشین کے مختلف حصوں کو الگ الگ لکڑی کے مختلف ڈبوں میں پیک کرنے کے بعد ایک خفیہ اڈے میں پہنچادیا تھا۔ اس سے پہلے وہ مشین فارم ہاؤس کے ایک تہ خانے میں تھی۔ یہ راز پارس کو معلوم تھا اور کوئی آرمی افسران بھی جانتے تھے الپا اپنے ساتھ اس مشین کو بھی وہاں سے لے گئی تھی۔ پارس اس مشین کے ذریعے اس کا سراغ لگا سکتا تھا۔ آرمی افسران کے بھی دماغوں میں پہنچ کر اس مشین کے بارے میں معلوم کرسکتا تھا۔ اسی لیے الپا نے بڑی رازداری سے اس مشین کو دوسری جگہ منتقل کرادیا تھا۔

وہ خود روپوش رہنے کے دوران میں مطمئن رہی کہ وہ مشین اس مقام پر پوری طرح محفوظ ہے اور اس خفیہ اڈے کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا ہے صرف ایک آرمی افسر اس کا رازدار تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس افسر سے رابطہ کیا۔ اس کے خیالات پڑھے یہ اطمینان ہوا کہ وہ مشین اس خفیہ اڈے میں محفوظ تھی۔ اس نے افسر سے پوچھا "کیا تم اس خفیہ اڈے میں جاتے ہو۔"

"یس میڈم! دو دن پہلے گیا تھا۔ بار بار جانا مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔ کوئی بھی میرا تعاقب کرکے اس خفیہ اڈے تک پہنچ سکتا ہے۔"

"درست کہتے ہو۔ مشین کے سلسلے میں اسی طرح محتاط رہنا چاہیے۔ اب میں تمہارے دماغ میں رہ کر اس خفیہ اڈے کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ یہ یقین کرنا چاہتی ہوں کہ وہ مشین آئندہ بھی وہاں محفوظ رہے گی اور میں کسی کی نظروں میں آئے بغیر اسے استعمال کرسکوں گی۔ تم ابھی وہاں چلو۔"

وہ جیپ میں بیٹھ کر اس طرف روانہ ہوگیا۔ الپا نے پوچھا "وہ مشین میں نے وہاں سے منتقل کرائی ہے اس سلسلے میں دوسرے افسران کو تجسس ہوگا۔ کیا کسی نے اس سلسلے میں تم سے کچھ پوچھا تھا۔"

"جی ہاں! تل ابیب سے بھی کئی افسران آئے تھے۔ وہ میرے علاوہ دوسرے افسران سے بھی پوچھ رہے تھے کہ میڈم کہاں ہیں؟ اور وہ مشین تہ خانے میں کیوں نہیں ہے۔ وہ بڑی سختی سے پوچھ رہے تھے۔ میں اب تک لاعلمی ظاہر کرتا رہا ہوں۔"

وہ جیپ ڈرائیو کرتا ہوا، چھوٹی بڑی پہاڑیوں کے درمیان سے گزر کر ایک غار کے سامنے پہنچا۔ اپنی جیپ کو غار کے اندر بڑی دور تک لے گیا۔ وہاں لکڑی کے بڑے بڑے ڈبے رکھے ہوئے تھے۔ جن میں مشین کے مختلف حصے پیک تھے۔

وہ ان ڈبوں کو دیکھتے ہی چونک گیا۔ الپا نے اس کے خیالات سے معلوم کیا۔ لکڑی کے وہ ڈبے کھلے پڑے تھے اور سب کے سب خالی دکھائی دے رہے تھے۔ ایک نظر میں معلوم ہوگیا کہ ان ڈبوں کو توڑ کر مشین کے تمام حصے غائب کردیے گئے تھے۔

الپا نے چیخ کر پوچھا "یہ کیا ہے؟ یہ ڈبے کس نے توڑے ہیں؟ مشین کون لے گیا ہے؟"

وہ افسر حیران پریشان گم صم کھڑا تھا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ٹوٹے ہوئے ڈبوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ بے قصور ہے۔ اس کی لاعلمی میں اس مشین کو وہاں سے چرایا گیا ہے۔ الپا نے غصے سے پوچھا "تم تو کہہ رہے تھے کہ یہ جگہ محفوظ ہے تو مشین کہاں ہے؟ مجھے مشین چاہیے ورنہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

اس افسر نے اپنا ریوالور نکالتے ہوئے کہا "میڈم آپ مجھے ہلاک نہ کریں۔ میں خود شرم سے مررہا ہوں۔ آپ نے جو ذمے داری مجھے سونپی تھی — میں اسے پورا نہ کرسکا۔ ایک مشین کی حفاظت نہ کرسکا۔ میں خود کو سزائے موت دے رہا ہوں۔"

الپا نے اس کے ہاتھ سے ریوالور گرادیا پھر کہا "تم ابھی نہیں مروگے۔ پہلے میں معلوم کروں گی کہ مشین کس نے چرائی ہے پھر تمہاری زندگی اور موت کا فیصلہ کروں گی۔"

ان خالی ڈبوں کو دیکھتے ہی الپا کے دماغ میں پارس کا خیال آیا وہی ایک دشمن تھا۔ وہی ایک ایسا شیطان تھا جو بڑی مکاری سے اس خفیہ اڈے تک پہنچ کر مشین کو چرا سکتا تھا۔ اس نے فوراً خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا "پارس! میں بول رہی ہوں۔ میں جانتی تھی تم انتقامی کارروائی ضرور کرو گے۔ کبھی نہ کبھی مجھے بہت بڑا نقصان پہنچاؤ گے مگر یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ مجھے روپوش رہنے کے معاملے میں الجھا کر اتنی جلدی ٹرانسفارمر مشین چرا کرلے جاؤ گے۔"

"اچھا تو وہ مشین چوری ہوچکی ہے اور تمہاری کھوپڑی میں صرف یہی بات آرہی ہے کہ میں نے اسے چرایا ہے۔"

"تمہارے سوا کوئی ایسا نہیں کرسکتا۔ میں نے صرف تمہارے ہی ڈر سے اس مشین کو دوسرے خفیہ اڈے میں چھپایا تھا مگر تم وہاں بھی پہنچ گئے۔ اب لاکھ باتیں بناؤ۔ اس چوری سے انکار کرو مگر میں کبھی یقین نہیں کروں گی۔ تم نے بہترین دوست بن کر بدترین دشمنی کی ہے۔"

"تم یقین نہ کرو۔ تم مجھے الزام دے کر گولی نہیں مارو گی۔ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی۔ یقین کرسکتی ہو تو کرلو۔ مشین میں نے نہیں چرائی، میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ تم نے اسے کس دوسری جگہ منتقل کیا ہے۔ اپنی عادت کے مطابق مجھ پر غور کررہی ہو مگر سچ جاننے کی بھی کوشش کرو۔ ورنہ مشین چرانے والے دشمن تمہیں آئندہ بھی نقصان پہنچاتے رہیں گے اور تم مجھے ہی اپنا دشمن سمجھتی رہو گی۔"

اس نے اپنا سانس روک لیا۔ الپا کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔ وہ سوچنے لگی "شاید وہ درست کہہ رہا ہے۔ وہ مجھ سے انتقام لے کر بڑے فخر سے کہہ سکتا تھا کہ اس نے مجھے مشین سے محروم کردیا ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ اتنی اہم مشین سے محروم ہوجانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا۔ جیسے وہ اپنی سانسوں سے محروم ہوگئی ہے۔ وہ بڑے حوصلے سے اس محرومی کو برداشت کررہی تھی۔

اس کی عقل کہہ رہی تھی کہ اسے اتنا بڑا نقصان صرف پارس ہی پہنچا سکتا ہے اور کوئی دشمن ہے ہی نہیں۔ دوسرے معاملات میں کئی دشمن تھے لیکن ان میں اتنا دم خم نہیں تھا کہ وہ اتنی بڑی مشین چرا کرلے جاتے۔ اسے جب بھی فائدہ پہنچتا رہا تو پارس سے اور جب بھی نقصان پہنچتا رہا تو پارس سے لہٰذا وہ گھوم پھر کر اسے ہی چور سمجھ رہی تھی۔

اسے اپنے قابل اعتماد آرمی افسر پر غصہ آنے لگا۔ اس نے بڑے یقین سے کہا تھا کہ اس خفیہ اڈے تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ دوبارہ اس کے دماغ میں آکر غصہ دکھانا چاہتی تھی لیکن اس کے اندر پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ خفیہ اڈے میں آرمی کے دو افسران مسلح جوانوں کے ساتھ پہنچے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک افسر الپا کے اس قابل اعتماد افسر سے کہہ رہا تھا "وہ ٹرانسفارمر مشین سرکاری ملکیت ہے۔ تم نے اسے یہاں لاکر چھپایا تھا۔ تمہیں بتانا ہوگا کہ تم درپردہ کس ملک کے لیے کام کررہے ہو۔ اس مشین کو کہاں پہنچانا چاہتے تھے؟ اگر تم جھوٹ بولو گے تو ہم تمہیں زخمی کرکے تمہارے دماغ سے حقیقت معلوم کرلیں گے۔"

اس افسر نے جواب دیا "میں ایک محب وطن آرمی افسر ہوں۔ پلیز مجھے غدار نہ سمجھیں۔ میں نے میڈم الپا کے حکم سے ایسا کیا تھا۔ آپ میڈم سے پوچھ سکتے ہیں۔"

"میڈم نے تمہیں یہاں مشین چھپانے کے لیے کیوں کہا تھا؟"

"یہ تو میڈم جانتی ہیں کہ وہ ایسا کیوں کررہی تھیں۔ انہوں نے خود پر تنویمی عمل بھی کرایا تھا۔ اپنے دماغ کو لاک کرایا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خطرہ محسوس کررہی تھیں۔"

الپا نے اس محاسبہ کرنے والے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ اپنے قابل اعتماد افسر کے ذریعے بولی "میں الپا بول رہی ہوں۔ ابھی تمہارے دماغ میں آنا چاہتی تھی تم نے سانس روک لی۔ مجھے اپنے اندر آنے دو۔ میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

اس اعلیٰ افسر نے کہا "سوری میڈم یہاں میں' میرا یہ ساتھی افسر اور یہ مسلح جوان میرے اپنے خاص لوگ ہیں۔ آپ نے جتنے آرمی کے افراد کو ٹیلی پیتھی سکھائی ہے۔ ہم نے ان سب کے دماغوں کو لاک کرا دیا ہے۔ آپ ہماری سینیر SENIOR ہیں لیکن ہم آپ کو بھی اپنے اندر نہیں آنے دیں گے۔"

الپا نے اپنے قابل اعتماد افسر کے ذریعے کہا "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ مجھے اپنے اندر کیوں نہیں آنے دو گے؟ کیا مجھے ناقابل اعتماد سمجھ رہے ہو؟ یا ان چند آرمی کے جوانوں کے ساتھ بغاوت کر رہے ہو۔"

"ہم آرمی والے دن رات اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ بغاوت ہم نہیں کر رہے ہیں۔ آپ کر رہی ہیں۔ آپ اس ملک میں ٹیلی پیتھی کی فوج تیار کر رہی تھیں لیکن درپردہ ہمیں دھوکا دے کر اپنی ایک ذاتی فوج بھی تیار کر چکی ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں نے اپنی کوئی ذاتی فوج تیار نہیں کی ہے۔ تم بکواس کر رہے ہو۔"

"آپ جانتی ہیں کہ ہماری انٹیلی جنس کے سراغ رساں کتنے ذہین اور تجربے کار ہیں۔ انہیں آپ کی دوغلی حرکتوں کا علم ہو چکا ہے۔ وہ ثابت کر چکے ہیں کہ آپ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک خفیہ ذاتی فوج تیار کر رہی ہیں۔"

"وہ سراغ رساں جسے فوج کہہ رہے ہیں۔ وہ میرے چند سیکیورٹی گارڈز ہیں۔ مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں اپنے اطمینان کے مطابق پرسنل سیکیورٹی کو مستحکم کروں۔"

"آپ کو تحفظ فراہم کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہم آپ کے لیے ہمیشہ سے یہی کرتے آ رہے ہیں لیکن مشین تیار کرتے ہی آپ ڈکٹیٹر بن گئی ہیں۔ ایک ملک میں ایک ہی فوج ہوتی ہے۔ آپ اپنے لیے دوسری فوج تیار کر رہی تھیں۔ آپ کو ایسی مجرمانہ حرکتوں سے باز رکھنے کے لیے ہم نے مشین کو اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔"

الپا نے چونک کر پوچھا "کیا؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم اس مشین کو چرا کر لے گئے ہو؟"

"ہم نے جو کچھ کیا ہے۔ اسے چوری نہیں کہتے۔ وہ مشین سرکاری ملکیت ہے۔ اسے سرکاری تحویل میں پہنچایا گیا ہے۔ آپ کو اس قانونی کارروائی پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔"

ذرا دیر کے لیے الپا پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے اپنے لوگ مشین کو اس طرح چھین کر لے جائیں گے۔ وہ چیخ کر بولی "یہ تمہاری قانونی کارروائی نہیں بدمعاشی ہے۔ مشین کو سرکاری تحویل میں لینے کے لیے مجھ سے کہا جا سکتا تھا۔ وہ مشین میرے پاس غیر محفوظ نہیں تھی۔ اس سلسلے میں مجھ سے مشورہ کیا جا سکتا تھا۔"

"اگر ہم مشورہ کرتے تو آپ اس مشین کو کسی تیسرے خفیہ اڈے میں پہنچا دیتیں۔ ہمارا ایک سراغ رساں آپ کے اس معمول افسر کا تعاقب کر کے یہ جگہ دیکھ چکا تھا پھر اس سے پہلے کہ وہ مشین یہاں سے کہیں اور منتقل کی جاتی ہم نے اسے سرکاری تحویل میں پہنچا دیا ہے۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "میڈم ہم آپ کے معمول افسر کو اس الزام میں گرفتار کر رہے ہیں کہ اس نے آپ کے مجرمانہ احکامات کی تعمیل کی ہے۔"

"یو شٹ اپ! تم مجھے مجرم کہہ رہے ہو۔ میں اپنی پوری زندگی صرف اپنے ملک اور اپنی قوم کے لیے وقف کر کے برسوں سے تنہا ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتی آ رہی ہوں۔ آج تم لوگ مجھے مجرم کہہ کر مجھ سے دشمنی کر رہے ہو۔ میں تمہیں ایسی عبرت ناک سزا دوں گی کہ پھر کوئی مجھے مجرم کہنے کی جرات نہیں کر سکے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ آپ ایسی ہی جوابی کارروائیاں کرنا چاہیں گی اور یہ بھول جائیں گی کہ اب ہم آرمی والے بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ آپ کے جواب میں ہم بھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کر سکتے ہیں۔ ہم اپنے لیے حفاظتی انتظامات کر چکے ہیں۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "آپ آرمی کے کسی بھی افسر کے خلاف کوئی کارروائی کریں گی تو ملک دشمن کہلائیں گی۔ ہم آپ کو نقصان پہنچا کر ایسا کوئی الزام اپنے سر نہیں لیں گے۔ آپ صلح صفائی کا راستہ اختیار کریں۔ کل صبح دس بجے تمام اکابرین کانفرنس ہال میں جمع ہو رہے ہیں۔ وہاں مشین کے سلسلے میں آپ جو کہنا چاہتی ہیں۔ کہیں! ہماری شکایتیں بھی کریں تاہم فیصلہ ہمارے اکابرین کریں گے۔"

وہ الپا کے اس معمول افسر کو گرفتار کر کے لے گئے۔ یہ اس کی توہین تھی۔ وہ اپنے معمول کو گرفتاری سے نہیں بچا سکتی تھی۔ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تھی کیونکہ وہاں سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے یوگا کے ماہر تھے۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر غصے میں تلملانے لگی۔ اس کے ایک جانثار نے پوچھا "میڈم کیا بات ہے؟ آپ اچانک پریشان ہو گئی ہیں؟"

وہ اپنے دونوں جانثاروں کو آرمی افسران کی مخالفت کے

بارے میں بتانے لگی۔ ایک جانثار نے کہا "ہمارے ان افسروں نے آپ سے ٹیلی پیتھی سیکھی ہے اور اب آپ سے دشمنی کر رہے ہیں۔"

دوسرے جانثار نے کہا "وہ افسران محب وطن نہیں ہیں۔ وہ اپنی ایک الگ جماعت بنا کر بغاوت کر رہے ہیں۔ اس مشین کو چرا کر ہمارے ملک کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔"

دوسرے دن دس بجے الپا خیال خوانی کے ذریعے کانفرنس ہال میں پہنچی۔ وہاں اس سے کہا گیا کہ مشین کو واقعی سرکاری تحویل میں لے لیا گیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے افسران غدار نہیں ہیں چونکہ الپا بہت سے معاملات میں مصروف رہتی ہے۔ اس لیے مشین کو آرمی کے چند اعلیٰ افسران کے حوالے کیا گیا ہے۔ وہ اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج تیار کریں گے۔"

الپا نے کہا "آپ لوگوں نے مجھ سے مشین طلب نہیں کی ہے بلکہ اسے چھین لیا ہے۔ یہ باتیں جواب کر رہے ہیں' پہلے مجھ سے کیوں نہیں کی گئیں؟ آپ لوگوں کو مجھ پر بھروسا نہیں تھا۔ اس لیے آپ نے ایسے اقدامات کیے ہیں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "تمہارے خلاف یہ ثبوت مل چکا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک ذاتی فوج تیار کر رہی ہو۔ ایک ملک میں دو حکمران اور دو فوجیں نہیں ہوتیں۔ دوسری فوج کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بغاوت کے لیے تیار کی جا رہی ہے۔"

"وہ فوج نہیں میرے سیکیورٹی گارڈز ہیں۔ آپ لوگوں کو غلط اطلاع دے کر میرے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے اگر آپ کو یقین ہے کہ میں باغی ہوں تو میری برسوں کی خدمات کو بھول کر ابھی فیصلہ سنا دیں کہ میں باغی ہوں۔ مجھے سزائے موت دی جائے گی یا اس ملک سے نکال دیا جائے گا۔"

ایک اور اعلیٰ حاکم نے کہا "آپ سے مشین لینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم آپ پر بھروسا نہیں کرتے۔ ہماری پوری قوم آپ پر اندھا اعتماد کرتی ہے چونکہ آپ ہم سے چھپ کر اپنی ذاتی فوج تیار کر رہی تھیں۔ اس لیے آرمی والوں نے بھی آپ کی لاعلمی میں وہ مشین آپ سے لی ہے۔ آپ کو یہ اطمینان ہونا چاہیے کہ آئندہ وہ مشین آرمی ہیڈ کوارٹر میں محفوظ رہے گی اور آرمی والے اپنے برسوں کے تجربات کے مطابق ٹی پی فوج تیار کرتے رہیں گے۔"

الپا نے کہا "آپ باتیں بنا رہے ہیں لیکن کھل کر یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ مشین مجھ سے کیوں لے لی گئی ہے؟ میں ثابت کر دوں گی کہ میرے پاس صرف چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے گارڈز ہیں۔ کوئی فوج نہیں ہے۔ میں نے قانون کے خلاف کوئی کام نہیں کیا ہے۔ مجھے اپنی مرضی سے چھ گارڈز رکھنے کا حق حاصل ہے۔ آپ قانوناً میرا جرم ثابت کریں پھر یہ بھی ثابت کریں کہ میں نے کبھی اپنے ملک اور اپنی قوم کو نقصان پہنچایا ہے اگر نہیں تو اب مشین کے ذریعے کیسے نقصان پہنچا سکتی ہوں؟ جب آپ ثابت نہ کر سکیں تو وہ مشین میرے حوالے کر دیں۔"

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مشین کا تعلق فوج سے ہے۔ اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار تیار کیے جائیں گے۔ لہٰذا یہ مشین فوج کی کسٹڈی میں رہا کرے گی۔ تم فوج کے ساتھ مل کر پہلے کی طرح ملک و قوم کی خدمت کرتی رہو گی۔"

"مجھے یہ نہ بتاؤ کہ میں کیا کرتی رہوں گی۔ میرا ایک مطالبہ ہے۔ وہ مشین میں نے تنہا اپنی محنت سے تیار کی ہے۔ وہ میری ہے۔ میرے پاس رہے گی۔ اگر وہ واپس نہ کی گئی تو میں نا انصافی کرنے والے تمام اکابرین سے ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم کر دوں گی۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم واضح الفاظ میں بغاوت کا اعلان کر رہی ہو۔"

"تمہارے جیسے ملک دشمن افسران میری برسوں کی وفاداریوں کو بھول کر مجھے باغی کہو گے مگر تمہارے کہنے سے میری وطن پرستی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ میں جو ہوں' جیسی ہوں اسے میری پوری یہودی قوم نے دیکھا ہے اور سمجھا ہے اگر آئندہ میری خدمات کی ضرورت نہیں رہی ہے تو میں بھی تم لوگوں سے تعلقات رکھنا ضروری نہیں سمجھتی۔ مجھے صرف یہ فیصلہ سنایا جائے کہ میری مشین مجھے واپس دی جائے گی یا نہیں؟ میں اپنی مشین کی چوری کا مقدمہ دائر کر رہی ہوں۔ میں آج نہیں تو کل اس کا فیصلہ سنوں گی۔ بہتر ہے تم لوگ اس معاملے پر غور کرو اور کل صبح دس بجے اسی جگہ اپنا فیصلہ سنا دو۔ میں جا رہی ہوں۔ کل آؤں گی۔ خدا تم لوگوں کو عقل سلیم عطا کرے۔"

کانفرنس ہال میں خاموشی چھا گئی۔ ایک اعلیٰ حاکم نے اور ایک اعلیٰ افسر نے باری باری الپا کو مخاطب کیا لیکن کوئی جواب نہیں ملا پھر ایک حاکم نے کہا "وہ جا چکی ہے۔ کل فیصلہ سننے آئے گی۔"

دوسرے حاکم نے کہا "یہ اچھا نہیں ہو رہا ہے۔ ایک ہی ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والی دو پارٹیاں ہوں گی۔ دونوں ہی حب الوطنی کا دعویٰ کریں گی لیکن آپس میں عداوت رکھیں گی

تو ہمیں فائدہ پہنچنے کے بجائے نقصان پہنچتا رہے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اگر الپا مشین کی واپسی کا دعویٰ کرتی رہے گی تو ہم اسے محب وطن نہیں کہیں گے۔ وہ اب تک تنہا ٹیلی پیتھی جاننے والی تھی۔ اپنی من مانی کرتی رہتی تھی۔ ہم اس کی ٹیلی پیتھی کے خوف سے کچھ بولتے نہیں تھے۔ اس کے دباؤ میں رہا کرتے تھے۔ اب آپ لوگوں کو بھی اس کے دباؤ میں نہیں رہنا چاہیے۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "ہم کسی حال میں مشین اس کے حوالے نہیں کریں گے۔ وہ زیادہ سے زیادہ ہمارے خلاف انتظامی کارروائی کرے گی۔ ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

ایک حاکم نے کہا "ابھی الپا نے محاذ آرائی شروع نہیں کی ہے۔ اس سے پہلے ہی آپ اس سے نمٹنے کے لیے محاذ بنا چکے ہیں۔ ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ الپا کی ناراضگی سے کیا ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہم نادان نہیں ہیں۔ ہماری سیاسی عقل کہتی ہے کہ الپا کو ناراض نہ کیا جائے۔ اس کی عداوت بہت مہنگی پڑے گی۔ میں صاف طور سے الپا کی حمایت کا اعلان کرتا ہوں۔"

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مجھے اپنے آرمی افسران کا ساتھ دینا چاہیے لیکن میں میڈم الپا کے معاملے میں میڈم کی حمایت کروں گا۔ میرے جیسے اور کئی افسران ہیں۔ جو میڈم کو مشین واپس دینے کا فیصلہ سنائیں گے۔ صرف ایک مشین واپس کرنے سے ہمارے آپس کے تمام جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ تم نہیں بول رہے ہو۔ ابھی تمہارے اندر الپا ہے یا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جاسوس ہیں۔ جو اس کی حمایت میں تمہاری زبان سے بول رہے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا "اگر الپا کسی کو ٹیلی پیتھی سکھانا چاہے گی تو پہلے ہم اس سیکھنے والے کی پوری ہسٹری معلوم کریں گے۔ اس کی ذہانت اور صلاحیتوں کو آزمائیں گے، تب اسے مشین سے گزار کر اپنی فوج کا وفادار بنائیں گے۔ کسی کو بھی ملک کی سلامتی کے لیے الپا کا نہیں ملک کا وفادار رہنا چاہیے۔"

الپا نے یہ ظاہر کیا تھا کہ وہاں سے جا چکی ہے لیکن وہ وہیں خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ وہاں اس کے حمایتی بھی تھے اور خاصی تعداد میں مخالفین بھی تھے۔ اس نے پارس کو مخاطب کیا۔

وہ بولا "اب کیا ہوا؟ کیا چوری کے الزام میں گرفتار کرنے آئی ہو۔"

"نہیں؟ چور میرے گھر کے ہی لوگ ہیں۔ میرے ملک کے آرمی افسران نے مشین مجھ سے چھین لی ہے۔"

"یہ تمہارا آپس کا معاملہ ہے۔ میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

"یہ کہنے آئی ہوں کہ تم سے بڑا شیطان اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ تم نے خود مشین نہیں چرائی ہے مگر مشین کے ذریعے ہمارے درمیان فساد پیدا کر رہے ہو۔ ہمیں ایک دوسرے کی مخالفت پر مجبور کر رہے ہو۔"

"اگر میں ایسا کر رہا ہوں تو تم آرمی والوں کی مخالفت نہ کرو۔"

"مجھ سے زبردستی میری مشین چھین لی گئی ہے۔ یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ میں قابل اعتماد نہیں ہوں آرمی والے قابل اعتماد ہیں۔ کیا اس ناانصافی پر مجھے غصہ نہیں آئے گا؟ کیا میں اپنی توہین برداشت کرلوں تم نے مجھے اس مقام پر پہنچایا ہے۔ ان افسران کے دماغوں میں رہ کر مجھے مشین سے محروم کر رہے ہو۔"

"محرومیت کیسی؟ اگر گھر سے ایک چیز چوری ہو کر گھر میں ہی رہتی ہے تو اسے چوری نہیں کہتے۔ مشین تمہارے ہی ملک میں ہے۔ تمہارے ہی لوگوں کے پاس ہے۔ تم اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی رہو۔"

"خوش ہو رہے ہو۔ میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ تم نے سمجھ لیا تھا کہ میں نے مشین کو تمہارے پاس جانے نہیں دیا تھا تو کسی اور کے پاس بھی رہنے نہیں دوں گی۔ اپنی حکمرانی قائم رکھنے کے لیے وہ مشین میرے لیے بہت ضروری ہے۔ اس لیے تم اس کے ذریعے ہمارے درمیان فساد پیدا کر رہے ہو۔"

"جو جرم میں نے نہیں کیا ہے۔ تم اسے میرے نام کر رہی ہو۔ ویسے یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ اس مشین کے ذریعے تم سب کو آپس میں لڑایا جا سکتا ہے۔ تمہارا شکریہ تم نے اتنی اچھی تدبیر بھجائی ہے۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ آئندہ اس تدبیر پر عمل کروں گا۔"

یہ کہہ کر پارس نے سانس روک لیا۔ الپا کی سوچ کی لہریں وہاں سے رخصت ہو گئیں۔ وہ خود فرینکفرٹ میں کرونا کے ساتھ تھا۔ اس نے اس بنگلے کے مالک اور ایجنٹ کے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا اور خود مالک مکان بن کر کرونا کے پاس آگیا تھا۔ وہ بنگلا خالی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے اس کے ساتھ رہنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

کرونا کو یہ بات پریشان کر رہی تھی کہ وہ پارس کے ساتھ ایک بنگلے میں ہی نہیں، ایک بیڈ روم میں بھی رہنے لگی تھی۔ اس طرف بے اختیار کھنچی جاتی تھی۔ اپنے مزاج کے مطابق کسی مرد کو منہ نہیں لگانا چاہتی تھی لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس پاگل جوان میں کیسی خوبیاں ہیں۔ کیسی نامعلوم سی کشش ہے کہ بے اختیار اس کی طرف کھنچی جاتی ہے۔

وہ کچھ سمجھ نہیں پاتی تھی۔ ایک بے خودی کے عالم میں خود کو اس کے حوالے کر دیا کرتی تھی۔ بعد میں جھنجلاتی تھی کہ اسے اپنے تن من کا مالک کیوں بنا دیا ہے۔ ویسے وہ ضروری بھی تھا۔ جب دور تک تعلقات قائم ہو چکے تھے تو اس کے ساتھ بیوی کی حیثیت سے رہنے میں سلامتی تھی۔ دشمن اسے تلاش کر رہے تھے تیج پال کی ٹیم کا بڈی رابرٹ اسے تلاش کرنے کے لیے فرینکفرٹ آرہا تھا۔

پارس نے خود کو اس کی ضرورت بنانے کے لیے الپا بن کر اس سے رابطہ کیا تھا۔ جب کرونا کو معلوم ہوا کہ الپا اس کے اندر گفتگو کرنا چاہتی ہے تو اس نے انکار کر دیا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ سانس روک کر اسے بھگا چکی تھی۔ دوسری بار پارس کی شرارت سے یہ اندیشہ بڑھ گیا کہ الپا اس کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ اسے تلاش کر رہی ہے۔ ایسے تمام دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے اس نے رجسٹرار کے دفتر میں جا کر پارس سے شادی کر لی۔ یہ سرٹیفکیٹ حاصل کر لیا کہ وہ جیری نام کے اس جوان کی شریک حیات ہے۔

پارس نے اسے دوبارہ ہپناٹائز کیا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کی تھیں کہ وہ برائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس نہیں روکے گی بلکہ محسوس ہی نہیں کرے گی۔ اس کی شخصیت بدل چکی ہے اس کا نام کرونا نہیں میری ہے۔ نہ وہ یوگا کی ماہر ہے نہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ ایک عام سی عورت ہے اور اپنے شوہر جیری کے ساتھ ایک اچھی ازدواجی زندگی گزار رہی ہے۔

اس تنویمی عمل کے بعد وہ دوہری زندگی گزار رہی تھی۔ ایک طرف کرونا کی حیثیت سے ٹیلی پیتھی جانتی تھی اور اپنے معمول جوزف وسکی کے ذریعے تیج پال کی ٹیم کے تمام منصوبے معلوم کرتی رہتی تھی۔ دوسری طرف کوئی اس کے دماغ میں آتا تو اس کی شخصیت بدل جاتی۔ وہ ٹیلی پیتھی سے محروم میری نامی ایک عام سی بیاہتا عورت بن جاتی۔

تیج پال کے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے روس میں ٹرانسفارمر مشین تیار کر چکے تھے۔ دوسرے دن اس مشین کو آزمایا جانے والا تھا۔ جوزف وسکی دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیل سے لایا تھا۔ انہیں فاعل کی حیثیت سے اس مشین میں استعمال کرنا تھا اور روسی آرمی کے دو ذہین اور تجربے کار افسران کو ٹیلی پیتھی سکھانی تھی اور ادھر کرونا نے یہ طے کیا تھا کہ وہ لوگ جتنے افراد کو ٹیلی پیتھی سکھائیں گے اور پھر انہیں ہپناٹائز کر کے اپنا معمول بنائیں گے تو وہ بھی انہیں اپنا معمول بنا لیا کرے گی۔

اس نے دوسرے دن پارس سے کہا "جیری میں چند گھنٹوں تک بہت مصروف رہوں گی۔ تم مجھے ڈسٹرب نہیں کرو گے۔ میرے بیڈ روم میں نہیں آؤ گے۔"

"میں نہیں آتا تو تم ہی مجھے بلاتی ہو۔ پہلے غصے سے کہا کرتی تھیں کہ اپنے قریب نہیں آنے دوں گی مگر تم بہت ہی جذباتی ہو۔ خود ہی پکے ہوئے پھل کی طرح میری آغوش میں آگرتی ہو۔"

اس نے بے بسی سے اسے دیکھا پھر کہا "پتا نہیں کیا بات ہے۔ تم سے دور رہنا چاہتی ہوں مگر رہا نہیں جاتا۔ تمہارے سینے سے لگنے اور تمہارے بازوؤں میں چھپنے کو جی چاہتا ہے۔ کبھی کبھی یوں لگتا ہے۔ جیسے تم کوئی پراسرار جادوگر ہو۔ مجھ پر جادو کرتے ہو اور میں بے اختیار تمہارے بازوؤں میں چلی آتی ہوں۔"

وہ بولا "مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔ جیسے تم کوئی ساحرہ ہو۔ تم نے سحر طاری کر کے اپنے پاس بلا کر پہلے میری عزت لوٹ لی۔ بعد میں مجھ سے کورٹ میرج کی۔"

کرونا نے کئی بار پارس کے دماغ میں رہ کر اس کے خیالات پڑھے تھے۔ اسے یہی معلوم ہوتا رہا کہ اس کا نام واقعی جیری ہے۔ پہلے وہ ایک پاگل خانے میں زیر علاج تھا۔ اب دماغی طور پر صحت مند ہو کر اپنے وطن فرینکفرٹ واپس آیا ہے۔ تاہم اب بھی پوری طرح نارمل نہیں ہے۔ بے تکی باتیں اور حرکتیں کرتا رہتا ہے اور اسے بھی پاگل بناتا رہتا ہے۔ ویسے اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا۔ وہ فائدہ حاصل کر رہی تھی۔ اسی کی وجہ سے اس نے جوزف وسکی کو بڑی کامیابی سے اپنا معمول بنایا تھا اور آئندہ بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرنے والی تھی۔ فی الحال اسے شوہر بنا کر تحفظ حاصل کر رہی تھی۔

اس نے ناشتے کی میز سے اٹھ کر پارس سے کہا "میں بیڈ روم میں جا رہی ہوں۔ جب تک تمہارے پاس نہ آؤں۔ تم مجھے ڈسٹرب کرنے نہ آنا۔"

اس نے بیڈ روم میں جا کر دروازے کو اندر سے بند

کرلیا۔ پارس بھی تنہائی چاہتا تھا۔ وہ ناشتا کرنے کے بعد چائے پیتے وقت ایک اسرائیلی آرمی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں کانفرنس ہال میں مشین کے مقدمے کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ جو ٹیلی پیتھی جاننے والے آرمی افسران الپا کی مخالفت کررہے تھے۔ انہوں نے اپنی ایک مضبوط ٹیم بنالی تھی۔ اس ٹیم کے لیڈر کا نام بن بورین تھا۔ وہ بری فوج کا کمانڈر تھا۔ وہ اور اس کی ٹیم کے افراد مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھ چکے تھے۔ انہوں نے شراب اور دوسرے نشے سے توبہ کی تھی۔ تنویمی عمل کے ذریعے ایک دوسرے کے دماغوں کو لاک کردیا تھا۔ الپا ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتی تھی لیکن ایسے آرمی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تھے جو الپا کے وفادار تھے۔ پارس ایسے افراد کے ذریعے بن بورین اور اس کے ساتھیوں تک کسی وقت بھی پہنچ سکتا تھا۔

اس کانفرنس میں تمام اسرائیلی اکابرین موجود تھے۔ آرمی افسران بھی خاصی تعداد میں تھے الپا نے ایک آلۂ کار کے ذریعے کہا "میں یہاں موجود ہوں۔ فیصلہ سننے آئی ہوں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں اپنے اکابرین کے سامنے موجود ہیں۔ الپا کو بھی یہاں جسمانی طور پر موجود رہنا چاہیے۔ جب ہمیں دشمنوں سے خطرہ نہیں ہے تو اسے بھی نامعلوم خطرات کا بہانہ کرکے روپوش نہیں رہنا چاہیے۔"

الپا نے کہا "تم لوگ اپنے کمانڈر بن بورین کے معمول ہو۔ اس کے حکم سے یہاں چلے آئے ہو لیکن وہ خود روپوش ہے۔ جب تم سب کسی طرح کا خطرہ محسوس نہیں کررہے ہو تو تمہارے لیڈر بن بورین کو بھی خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہیے اور یہاں حاضر ہوجانا چاہیے۔"

ایک حاکم نے کہا "الپا اور بن بورین' دونوں کو جسمانی طور پر یہاں حاضر ہونا چاہیے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "بے شک فریقین کی موجودگی میں عدالتی فیصلے ہوا کرتے ہیں۔ کوئی ایک موجود نہ ہو تو اس مقدمے کی تاریخ بڑھادی جاتی ہے۔"

"میں نہیں چاہتی کہ تاریخ بڑھائی جائے۔ مشین کی تحویل کا فیصلہ آج ہی ہوگا۔ بن بورین کو یہاں حاضر ہونے کا حکم دیا جائے۔ میں بھی دس منٹ کے اندر یہاں پہنچ جاؤں گی۔"

ایک افسر نے کہا "ہمارا کمانڈر بن بورین راضی ہے۔ وہ بھی دس منٹ کے اندر آرہا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ دونوں نے ہماری بات مان لی ہے۔ دونوں یہاں حاضر ہورہے ہیں اگر یہ دونوں مشین کے سلسلے میں بھی ہمارے فیصلے کو تسلیم کریں گے تو یہ آپس کا جھگڑا ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گا۔ ورنہ یہ مشین ہمارے ملک اور ہماری قوم کے لیے بہت بڑی مصیبت بن جائے گی۔"

دس منٹ گزر گئے۔ بن بورین اپنے دو ماتحت افسروں کے ساتھ اس کانفرنس ہال میں آیا۔ اس کے تمام حمایتی اس کی آمد پر تالیاں بجانے لگے۔ وہ ایک سیٹ کے پاس آکر بیٹھنے سے پہلے بولا "میں اپنے ملک کے اعلیٰ حکام کا وفادار ہوں۔ ان کی عزت کرتا ہوں۔ آپ دیکھ رہے ہیں۔ ان کے حکم کے مطابق حاضر ہوگیا ہوں لیکن الپا ابھی تک نہیں آئی ہے۔"

الپا نے اپنے ایک آلہ کار کی زبان سے کہا "میں بن بورین کی طرح احمق نہیں ہوں۔ جھوٹی اور مکار بھی نہیں ہوں۔ میں نے بن بورین کو جھوٹا اور فریبی ثابت کرنے کے لیے خود یہاں آنے کا وعدہ کیا تھا اور میں ثابت کرچکی ہوں۔ یہ بن بورین نہیں ہے۔ اس فراڈ نے اپنی یہ ڈی بھیجی ہے۔ یہ پلاننگ کی ہے کہ میں اسے یہاں دیکھ کر آؤں گی تو یہ مجھے گولی ماردے گا۔"

بن بورین نے کہا "یہ جھوٹ کہہ رہی ہے۔ میں بن بورین ہوں۔ بری فوج کا کمانڈر ہوں۔ الپا یہاں نہ آنے کے لیے مجھے جھوٹا اور فریبی کہہ رہی ہے۔"

الپا کے آلۂ کار نے اپنا ریوالور نکال کر بن بورین کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "تم مرو گے تو بن بورین کا جھوٹ اور فریب ثابت ہوجائے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے بن بورین کو گولی ماردی۔ ایک نہیں دو فائر کیے۔ وہ گولیاں کھا کر اپنی سیٹ پر سے نیچے گرا پھر فرش پر گرتے ہی ٹھنڈا پڑگیا۔ اس کے کتنے ہی حمایتی غصے میں آکر فائرنگ کرنے لگے انہوں نے اس آلہ کار کو گولی ماردی۔ فائرنگ کے باعث کانفرنس ہال میں بھگدڑ مچ گئی۔ اکابرین کرسیوں اور میزوں کے نیچے چھپنے لگے۔ فوج کے جوانوں نے جلد ہی ان فائرنگ کرنے والوں کو چاروں طرف سے گھیر کر ہتھیار پھینکنے پر مجبور کردیا۔

وہ ہنگامہ اچانک شروع ہوا تھا پھر اچانک خاموشی چھاگئی تھی۔ امن و امان قائم ہوگیا تھا۔ تمام اکابرین اپنی سیٹوں پر آکر بیٹھ گئے۔

الپا نے دوسرے آلۂ کار کے ذریعے کہا "میرے ایک آلہ کار کو خوامخواہ گولی ماری گئی ہے۔"

ایک آرمی افسر نے کہا "تم نے ہمارے کمانڈر کو ہلاک کیا ہے۔ ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

الپا نے کہا "تمہارا کمانڈر زندہ ہے۔ جس کی لاش یہاں سے لے جائی گئی ہے وہ تمہارے کمانڈر کی ڈی تھا۔ یہ بات تم سب جانتے ہو۔ وہ ابھی تمہارے اندر بول رہا ہوگا۔"

ایک آرمی افسر نے کہا "الپا نے ہم سب کے سامنے بن بورین کو ہلاک کیا ہے۔ اس کی لاش ہمارے حوالے کی جائے۔ ہم اسے تدفین کے لیے لے جائیں گے۔"

ایک افسر نے کانفرنس ہال میں آکر کہا "وہ لاش یہاں ساتھ والے کمرے میں ہے۔ ہماری انٹیلی جنس کے سراغ رسانوں نے اس کا معائنہ کیا تھا۔ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ہلاک ہونے والا بن بورین نہیں تھا۔ ماسک میک اپ کے ذریعے یہاں بن بورین بن کر آیا تھا۔"

اس لاش کو دوبارہ کانفرنس ہال میں لایا گیا۔ اس کے آدھے چہرے سے ماسک ہٹایا گیا تھا۔ تمام اکابرین کے سامنے باقی آدھے چہرے سے ماسک کو ہٹایا گیا۔ انٹیلی جنس کے دو سراغ رسانوں نے گواہی دی کہ وہ بن بورین نہیں ہے۔ یہاں دھوکا دینے آیا تھا۔

الپا نے کہا "میں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کیا ہے۔ میں چاہتی تو اپنی ڈی بھیج کر اعلیٰ حکام کو دھوکا دے سکتی تھی لیکن میں نے آج تک..... اپنے اکابرین سے نہ کبھی جھوٹ کہا ہے نہ کبھی دھوکا دیا ہے۔ بن بورین کا جھوٹ اور فریب ثابت ہوچکا ہے۔ وہ میرے خلاف بہت بڑی سازش کررہا تھا۔ جب میں نے وعدہ کیا کہ میں یہاں آرہی ہوں تو اس نے مجھے قتل کرنے کے لیے اپنی یہ ڈی یہاں بھیج دی تھی۔ آپ تمام اکابرین اب اس سازش کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔"

بن بورین نے اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے کہا "یہ عورت سے فائدہ اٹھا کر مجھے الزام دے رہی ہے۔ دراصل مجھے اندیشہ تھا کہ میں یہاں آؤں گا تو یہ مجھے گولی ماردے گی۔ میرا اندیشہ درست ثابت ہوا ہے۔ اس نے میری ڈی کو بن بورین سمجھ کر ہلاک کیا ہے۔"

الپا نے کہا "میں نے ہلاک کرنے سے پہلے ہی واضح الفاظ میں کہا تھا کہ وہ کمانڈر بن بورین نہیں ہے۔ جھوٹ اور فریب کو ثابت کرنے کے لیے اسے گولی ماری گئی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "الپا درست کہہ رہی ہے۔ ایک نے خود آنے کا وعدہ کرکے اپنی جگہ ایک فراڈ کو بھیجا۔ ہم سے جھوٹ بولا۔ ہم کو دھوکا دیا۔ تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ تم بھی الپا کی طرح یہاں نہ آتے تو ہم یہ مان لیتے کہ تم ہم سے جھوٹ نہیں بول رہے ہو۔ اپنی ڈی بھیج کر ہمیں دھوکا نہیں دے رہے ہو اور الپا کے خلاف کوئی سازش نہیں کررہے ہو۔"

دوسرے حاکم نے کہا "اب تم پر سازش کرنے کا الزام ہے۔ کیا تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہو گے؟"

وہ بولا "الپا ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کے لیے پہلے مجھے آپ کی نظروں سے گرا رہی ہے۔ اس نے بھی جھوٹا وعدہ کیا تھا کہ یہاں آئے گی مگر نہیں آئی۔ آپ اس بات کو نظرانداز کررہے ہیں کہ یہ بھی جھوٹی ہے اس نے بھی وعدے کے مطابق یہاں نہ آکر صرف مجھے ہی نہیں آپ حضرات کو بھی دھوکا دیا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارا کمانڈر درست کہتا ہے۔ ہمارا ایک بہترین افسر کمانڈر کی ڈی بن کر یہاں آیا تھا۔ یہ بات الپا کو معلوم تھی۔ اس نے اسے گولی مار کر ہمارے ایک بہترین ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہلاک کیا ہے۔ یہ اسی طرح آئندہ بھی مختلف حیلوں بہانوں سے ہم سب کو ہلاک کرتی رہے گی۔ ہماری تعداد کم کرتی رہے گی۔ اس کی چال بازی بہت جلد آپ کی سمجھ میں آجائے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک ایک مسلح جوان نے اپنی گن سیدھی کی پھر بن بورین کی حمایت میں بولنے والے آرمی افسر کو گولی ماردی۔ وہ بولنے والا اپنی سیٹ پر بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا گولی کھا کر سیٹ کے پاس فرش پر گر کر ٹھنڈا پڑگیا۔

پھر ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ بن بورین کے تمام حمایتی احتجاج کرنے لگے۔ کہنے لگے "اب ہم منظرعام پر نہیں آئیں گے۔ روپوش رہیں گے۔ ورنہ الپا ہم میں سے ایک ایک کو اسی طرح ہلاک کرتی رہے گی۔"

وہ سب وہاں سے اٹھ کر جارہے تھے۔ الپا پریشان ہوگئی تھی۔ اس بار اس نے اپنے اس مخالف کو گولی نہیں ماری تھی۔ فوری طور پر یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ بن بورین اسے آرمی والوں کی دشمن ثابت کرنا چاہتا ہے اور یہ ثابت کرنے کے لیے اس نے ایک آلہ کار کے ذریعے اپنے ہی ایک آرمی افسر کو گولی ماری ہے۔

اسے جو سمجھنا چاہیے تھا۔ وہ نہیں سمجھ رہی تھی۔ اس نے خوامخواہ پارس کو الزام دیا تھا کہ وہ انہیں آپس میں لڑا رہا ہے۔ لہٰذا پارس نے سوچا۔ "جب اس پر الزام آہی رہا ہے تو پھر کیوں نہ انہیں آپس میں لڑا دیا جائے۔" لہٰذا وہ اپنی کارروائی شروع کرچکا تھا۔ اس نے بن بورین کے ایک خاص

ٹیلی پیتھی جاننے والے آرمی افسر کو گولی ماری تھی۔ ان اکابرین کو بن بورین کو اور الپا کو الجھاتے رہنے کی ابتدا کر چکا تھا۔

○☆○

میڈم مارلی لندن میں جم کاف کے ساتھ وقت گزار رہی تھی۔ جب جم کاف سے اس کی پہلی ملاقات لندن کے ایک ہوٹل میں ہوئی تو سونیا اس کے اندر موجود رہ کر اسے جم کاف کی طرف مائل کرتی رہی تھی۔ ایسے وقت اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ خود اپنے طور پر اس خوب رو گاڈ فادر جم کاف کی طرف مائل ہو رہی ہے۔

سونیا خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پہلے کی طرح اسے جم کاف کی طرف مائل نہیں کیا۔ تھوڑی دیر بعد پتا چلا کہ مارلی کی ایک سوچ اپنے مزاج کے مطابق جم کاف سے کترا رہی ہے اور دوسری سوچ اسے جم کاف سے متاثر کر رہی ہے۔ اس طرح صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مارلی کی سوچ کے ذریعے اسے جم کاف کی طرف مائل کر رہا ہے۔

سونیا نے مجھ سے کہا "فرہاد میرے علاوہ مارلی کے دماغ میں کوئی اور چھپا ہوا ہے۔ تم ذرا مارلی کے خیالات پڑھو۔ ہو سکتا ہے میرا خیال غلط ہو۔"

میں مارلی کے اندر آکر خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہی معلوم ہوا کہ مارلی کے اندر اس کی اپنی دو سوچیں ہیں۔ ایک سوچ جم کاف کو اس کے حواس پر مسلط کر رہی تھی۔ اسے متاثر کر رہی تھی۔ دوسری سوچ اس کے مزاج کے مطابق جم کاف سے کترانا چاہتی تھی لیکن وہ سوچ بہت کمزور تھی۔ مارلی اپنے مزاج کو بھول کر اس سے متاثر ہو گئی تھی۔

میں نے سونیا سے کہا "تم درست سمجھ رہی ہو۔ کوئی اس کے دماغ میں ہے۔ وہ اسے جم کاف کی طرف مائل کر چکا ہے۔"

سونیا نے کہا "تعجب ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہو سکتا ہے؟"

"اب تو ہماری دنیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد اتنی بڑھتی جا رہی ہے کہ کسی وقت بھی کوئی بھی اچانک ہماری نظروں میں آجاتا ہے۔ ابھی ہم یہ سمجھ نہیں پائیں گے کہ یہ کوئی پرانا کھلاڑی ہے یا پھر نیا ٹیلی پیتھی سیکھنے والا ہے۔"

سونیا نے کہا "ہم مارلی کو اپنے طور پر ہینڈل کر رہے ہیں۔ پتا نہیں اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ارادے کیا ہیں؟ اگر مارلی کے یہاں آنے پر وہ اپنے مطلب کی کوئی الگ بازی شروع کرے گا تو پھر اس سے نمٹنے کی کوشش کرنے لگے گی۔ مارلی کے یہاں آنے تک ہمیں اس کے متعلق کچھ معلوم کر لینا چاہیے۔"

"تم مارلی کو کنٹرول کر رہی ہو۔ تم ہی سمجھو کہ اس کو کیسے بے نقاب کیا جائے گا۔ میں دوسری جگہ مصروف ہوں۔ فرصت ملتی رہے گی تو مارلی کے اندر بھی پہنچتا رہوں گا۔"

میں اپنے معاملات میں مصروف ہو گیا۔ سونیا مارلی کی طرف پوری توجہ دینے لگی۔ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا تشویش پیدا کر رہا تھا۔ پتا نہیں کون تھا اور کیا چاہتا تھا؟ ہمارے منصوبے کے مطابق مارلی کو جم کاف کی طرف مائل کر رہا تھا۔

سونیا کے ماتحت سراغ رسانوں نے ابتدا میں جم کاف کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں۔ وہ نشے کا عادی اور یوگا کا ماہر تھا۔ سونیا کا کوئی ماتحت اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ ماتحت جم کاف کے باڈی گارڈز اور ان کے قریبی ساتھیوں کے دماغوں میں رہ کر اس کے متعلق معلومات حاصل کرتے رہے تھے یہ نہیں جان سکتے تھے کہ اندر سے کیا ہے۔ یہ اندازہ تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔ اگر وہ جانتا تو بہت پہلے ہی مارلی کے دماغ میں پہنچ کر اسے ٹریپ کر لیتا۔

اس نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔ اب مارلی کے لندن پہنچنے پر اس کے اندر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سراغ ملا تھا۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے لندن میں پہلی بار مارلی کے دماغ میں جگہ بنائی ہے۔ اسے مارلی سے کچھ دلچسپی ہے تو وہ یہ کیوں چاہتا ہے کہ وہ جم کاف سے محبت کرے اور اسی کی بن جائے۔ وہ اجنبی اپنی طرف کیوں مائل نہیں کر رہا ہے۔

سونیا کو زیادہ دیر تجسس میں مبتلا رہنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ ایسے وقت وہ کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کرتی تھی۔ جس کے نتیجے میں حقیقت معلوم ہو جاتی تھی اور تجسس ختم ہو جاتا تھا۔ اس نے جم کاف سے پہلی ملاقات میں ہی مارلی کو اس کا دیوانہ بنا دیا تھا۔ وہ اجنبی بھی یہی چاہتا تھا۔ وہ بھی یہی کر رہا تھا۔ جیسا کہ مارلی ہوٹل کے ڈائننگ ہال سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی۔

وہ رات کو پینے کی عادی تھی۔ شراب کی مستی نے اسے اور مست بنا دیا ایسے وقت سونیا نے مارلی کے ذریعے جم کاف کے دماغ میں پہنچ کر اس کے جذبات کو چھیڑا۔ جنون میں مبتلا ہو رہا تھا۔ ایسے وقت سب ہی جذباتی ہوتے ہیں مگر اس کا جنون میں مبتلا ہونا ایک عجیب سی بات لگی۔ وہ نہایت سنجیدہ، ذہین اور بڑا ہی معاملہ فہم تھا۔ ایسے لوگ جنون میں مبتلا نہیں ہوتے۔ سونیا نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو کامیاب کاوٹ کے بغیر پہنچ گئی۔

جنون میں انسان کو اپنا ہوش نہیں رہتا۔ وہ بھی اپنے حواس میں نہیں تھا پھر سونیا کی سوچ کی لہروں کو کیسے محسوس کرتا؟ سونیا کو اتنی ہی دیر کے لیے اس کے دماغ میں رہنا تھا۔ جتنی دیر تک وہ جنون میں مبتلا رہتا۔ وہ موقع سے فائدہ اٹھا کر تیزی سے اس کے خیالات پڑھنے لگی۔

پتا چلا کوئی اس کے دماغ میں آتا رہتا ہے۔ اس نے کئی بار پوچھا تھا کہ وہ کون ہے اور اس پر کیوں مہربان ہے؟ اس نے کہا تھا۔ میرے بارے میں کچھ نہ پوچھو۔ میرا کوئی نام نہیں ہے۔ مجھے گمنام یا ان نون کہہ سکتے ہو۔ مجھے ساری دنیا میں ڈھونڈتے پھرو گے۔ میں نظر نہیں آؤں گا۔ مجھے تلاش کرنے میں اپنا وقت ضائع نہ کرنا۔ میں تمہارے پاس آتا رہوں گا۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے۔"

"کوئی ضرورت کے بغیر کسی کے پاس نہیں آتا۔ پلیز سچ بولو۔ میرے پاس کیوں آتے ہو؟"

"میں سچ بولتا ہوں کیونکہ سچ بولنے سے کوئی میرے پاس پھٹکنے نہیں پہنچ سکتا۔"

"تم ایک قد آور بلڈر ہو۔ بھرپور جوان ہو۔ میں ایسا سمجھتا ہوں۔ تمہارے اندر آکر تمہارے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر خود کو باڈی بلڈر جم کاف بنا لیتا ہوں۔ تمہارے اندر آکر کسی حسینہ سے عشق کرنے اور اس کے ساتھ جذباتی ملاقات گزارنے کا جو مزہ حاصل ہوتا ہے۔ اسے میں بیان نہیں کر سکتا۔"

جم کاف نے پوچھا "کیا تم کوئی نفسیاتی مریض ہو۔"

"تم ایسا کہہ سکتے ہو۔ میں تمہارے اندر سما کر ایک مکمل صحت مند جم کاف بن جاتا ہوں۔ جس حسینہ کو تم حاصل کرنے ہو۔ دراصل اسے میں حاصل کرتا ہوں۔ اس کا حسن، اس کا شباب، اس کی ادائیں، اس کا حجاب، اس کے جذبات صرف میرے لیے ہوتے ہیں۔"

"کیا تم صرف اسی لیے میرے پاس آتے ہو؟"

"یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ کتنے ہی لوگ مکمل مرد بننے کے لیے دوائیں کھاتے ہیں۔ مہنگے سے مہنگا علاج کراتے ہیں پھر بھی انہیں وہ مردانگی اور وہ مسرتیں حاصل نہیں ہوتیں جو میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر سما کر حاصل کرتا ہوں۔"

جم کاف نے کہا "تم مجھ سے فائدہ حاصل کر رہے ہو۔ مجھے بھی فائدہ پہنچایا کرو۔"

"میں ضرور تمہارے کام آؤں گا۔ بولو مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ جس بینک کی طرف اشارہ کرو گے۔ اس بینک کا تمام خزانہ تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔ جس دشمن کا نام لو گے۔ اسے تمہارے قدموں میں لا کر جھکا دوں گا۔"

ان دنوں جم کاف کسی طرح بھی مارلی کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے جزیرے اور اس کے قلعے کو ایک مضبوط محاذ بنا کر وہاں کے انڈر ورلڈ سے ناتا کاٹو کے قدم اکھاڑنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "مسٹر ان نون ہانگ کانگ کے جنوب میں ایک جزیرہ ہے۔ وہاں کی مالکن ایک جوان بیوہ ہے۔ اسے میڈم مارلی کہتے ہیں۔ میں اسے پھانس کر اس علاقے کے تین گاڈ فادرز کو ختم کرنا چاہتا ہوں اور خود وہاں کا گاڈ فادر بننا چاہتا ہوں۔"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تم مجھے مارلی کی آواز سناؤ۔ میں اس کے اندر گھس کر اسے تمہارے پاس لے آؤں گا۔"

جم کاف نے ہانگ کانگ کے ایک اعلیٰ پولیس افسر سے رابطہ کیا۔ فون کے ذریعے اس سے گفتگو کی۔ اس طرح ان نون کو اس اعلیٰ افسر کی آواز سنا کر کہا "یہ اعلیٰ افسر میڈم مارلی کا وفادار اور خدمت گار ہے۔ سرکاری افسر ہے مگر مارلی کے لیے کام کرتا ہے۔"

ان نون نے اس افسر کے ذریعے مارلی کی آواز سنی تھی پھر جم کاف کے پاس آکر کہا تھا "میں جب چاہوں۔ مارلی کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں لیکن ابھی اسے ٹریپ نہیں کر سکتا۔"

"کیوں نہیں کر سکتے؟ تم تو بڑے بڑے دعوے کر رہے تھے۔ اب کیا ہو گیا۔"

"ابھی مجبوری ہے۔ فرہاد علی تیمور مارلی کے پاس پہنچا ہوا ہے۔ وہ کسی عورت کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزارتا ہے۔ ذرا صبر کرو۔ جیسے ہی وہ مارلی کو چھوڑ کر جائے گا۔ میں اسے تمہارے پاس لے آؤں گا۔ وہ ایک بھرپور عورت ہے۔ میں بھی اسے چاہتا ہوں مگر شیر کے منہ سے لقمہ چھیننا دانشمندی نہیں ہوگی۔ صبر کرنے سے میٹھا پھل ملے گا۔"

اس کے بعد جم کاف اور ان نون کسی اچھے موقع کا انتظار کرنے لگے۔ آخر ایک دن مارلی لندن پہنچ گئی۔ جم کاف کے ساتھ ساتھ ان نون کی بھی مرادیں پوری ہو گئیں۔ جم

کاف اس کے ساتھ صرف ایسے لمحات نہیں گزارنا چاہتا تھا۔ مارلی کے ذریعے ہانگ کانگ اور جنوبی چین کے علاقوں میں گاڈ فادر بھی بننا چاہتا تھا۔ کچھ سونیا کے تعاون سے اور کچھ ان نون کی مدد سے اسے اپنی منزل ملنے والی تھی۔

سونیا نے یہیں تک جم کاف کے چور خیالات پڑھے تھے مگر پھر اس کا جنون سر پڑتے ہی ان نون نے کہا "جم کاف تمہارا بھی کام ہوگیا۔ مجھے بھی مسرتیں حاصل ہوگئیں۔ اب میں جارہا ہوں۔ کل صبح آؤں گا۔"

ان نون کے جاتے ہی جم کاف سونیا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرسکتا تھا۔ اس لیے وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ یہ معلوم ہوگیا تھا کہ جم کاف مارلی یا کسی حسینہ کے ساتھ ایسا رومانی اور جذباتی وقت گزارے گا تو ان نون اس کے اندر موجود رہے گا اور جب تک وہ رہے گا۔ جم کاف اپنے اندر سونیا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ اس وقت پھر اسے اس کے خیالات پڑھتے رہنے کا موقع ملتا رہے گا۔ اس طرح وہ ان نون کے بارے میں مزید اہم معلومات حاصل کرسکے گی۔

دوسرے دن مارلی اور جم کاف نے کورٹ میرج کی۔ جم کاف لندن کی اونچی سوسائٹی میں بہت مشہور تھا۔ یورپ کے تمام اخبارات میں اس شادی کی خبریں شائع ہوئیں۔ مارلی پورے ہانگ کانگ میں ایک جزیرے کی ملکہ کی حیثیت سے مشہور تھی۔ وہاں کے اخبارات نے یہ خبر شائع کی کہ مارلی نے لندن کے ایک خاندانی رئیس جم کاف سے شادی کی ہے اور دوسرے دن کی فلائٹ سے جم کاف کے ساتھ ہانگ کانگ واپس آرہی ہے۔

ادھر ناناکا کوڈو کے دونوں مشیر دی کلر اور دی ونر یہ معلوم کرنے کی کوششیں کررہے تھے کہ مارلی میرے ساتھ ہانگ کانگ کے کس علاقے میں ہے۔ مارلی کے جتنے دشمن تھے۔ وہ سب یہی سمجھ رہے تھے کہ مارلی میرے ساتھ ہے۔ سونیا مارلی بن کر سب کو دھوکا دے رہی تھی۔

زاؤ کوم کوبرا نے دی کلر کو حکم دیا تھا کہ وہ مجھے اور مارلی کو تلاش کرے گا۔ دی کلر نے کہا "مسٹر کوبرا! پولیس کا ایک اعلیٰ افسر مارلی کا خاص خدمت گار ہے۔ وہ اس کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے لیکن کسی کو اندر کی بات نہیں بتائے گا۔ اس کے اندر کی باتیں تم معلوم کرسکتے ہو۔"

کوبرا نے فون کے ذریعے اس اعلیٰ افسر کی آواز سنی پھر اس کے اندر پہنچ کر معلوم کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ مارلی سی ویو ہوٹل کے ایک کمرے میں فرہاد کے ساتھ رہتی ہے۔

اس کمرے کے آس پاس اس کے خاص باڈی گارڈز ہیں پھر سرکاری طور پر بھی وہاں اس کے لیے سیکیورٹی کی گئی ہے۔ کسی کو اس کمرے کی طرف جانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔

کوبرا نے یہ طے کیا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہاں پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ مجھے کسی دشمن ٹیلی پیتھی والے کی موجودگی کا علم ہوگا تو وہ خود کو باڈرن ٹوٹو ظاہر کرے گا۔ مجھے یہ معلوم نہیں ہونے دے گا کہ وہ خیال خوانی کرتا ہے اور میرے خلاف ناناکا کوڈو کی مدد کررہا ہے۔

کوبرا ایک آلہ کار کے ذریعے اس ہوٹل میں پہنچا۔ سونیا ہوٹل کے لاؤنج میں بیٹھی کافی پی رہی تھی۔ وہ آلہ کار اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ کوبرا نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "میں میڈم مارلی کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ لاؤنج میں ایک صوفے پر بیٹھی چائے یا کافی پی رہی ہے۔"

وہ حیرانی سے بولا "تعجب ہے۔ ہم اسے پورے ہانگ کانگ میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں اور وہ یہاں پبلک میں بیٹھی ہوئی ہے۔"

آلہ کار نے کہا "اس کے پیچھے دو گن مین کھڑے ہوئے ہیں۔ باقی دو گن مین ادھر ادھر کچھ فاصلے پر ہیں۔"

"تم وہاں ٹہلتے رہو۔ فرہاد بھی وہیں کہیں ہوگا۔"

وہ اپنے آلہ کار کے اندر رہ کر مارلی کو... قریب اور سے دیکھنے لگا۔ اسے میری تلاش تھی۔ میں وہاں نہیں وہاں کوئی بھی شخص کسی ضرورت سے مارلی یعنی سونیا کے آتا تو یہی سمجھا جاتا کہ میں اس کے پاس آیا ہوا ہوں ہوا۔ ایک قد آور صحت مند شخص مارلی کے پاس آکر صوفے پر بیٹھ گیا پھر اس سے بولا "ہائے مارلی ہم تمہیں رات تلاش کرتے رہتے ہیں اور تم یہاں اپنی سیکیورٹی ساتھ بیٹھی ہوئی ہو۔"

سونیا نے پوچھا "کون ہو تم؟"

"میں ناناکا کوڈو کا ایک خادم ہوں۔ تمہارا فرہاد دماغ میں نہیں آسکے گا اور تمہارے یہ گن مین مجھے نہیں مار سکیں گے کیونکہ میرا ہاتھ کوٹ کی جیب میں جیب میں ریوالور ہے۔ میں تمہارے گارڈز کے ہاتھوں سے پہلے ہی تمہیں گولی مار دوں گا۔"

کوبرا کا آلہ کار ان سے دور تھا۔ کوبرا ان کی باتیں سن سکتا تھا۔ سونیا اس اجنبی شخص سے مسکرا کر بول رہی تھی "اچھا تو تم پورے انتظامات کے ساتھ آئے ہو۔"

کوبرا سونیا کی مسکراہٹ سے دھوکا کھا گیا۔ اس کی

میں آیا کہ مارلی مسکرا کر فرہاد سے باتیں کررہی ہے۔

وہ اجنبی شخص سونیا سے کہہ رہا تھا "ہاں پورے انتظامات کے ساتھ آیا ہوں۔ باہر گاڑی کھڑی ہوئی ہے۔ تم میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اس طرح بے تکلفی سے چلو کہ تمہارے گارڈز مجھے تمہارا دشمن نہ سمجھیں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ سونیا ایسے دشمنوں سے نمٹنا جانتی تھی۔ اس نے اٹھ کر مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا پھر اپنے گارڈز سے بولی "یہاں ٹھہرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

کوبرا نے سونیا کا یہ انداز دیکھا تو پورے یقین سے سمجھ لیا کہ وہ میرے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر مسکراتی ہوئی جارہی ہے۔ میں کوبرا اور تمام گاڈ فادرز کے لیے بہت بڑی رکاوٹ تھا۔ وہ مجھے راستے سے ہٹا کر ہی مارلی کو قیدی بنا کر جزیرے پر اور قلعے پر قبضہ کرسکتے تھے۔

کوبرا نہیں چاہتا تھا کہ میں نظروں میں آجانے کے بعد پکڑا جاؤں۔ اس نے فوراً ہی آلہ کار کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر نشانہ لیا پھر ٹریگر کو دبادیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی اس اجنبی کے حلق سے چیخ نکلی۔ سونیا کے ہاتھ سے اس کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ وہ اچھل کر فرش پر گرا پھر تڑپنے لگا۔

سونیا فوراً ہی چھلانگ لگا کر ایک ستون کے پیچھے چلی گئی۔

اس کے گارڈز نے اس آلہ کار کو دیکھ لیا تھا۔ ایک گارڈ نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس پر گولی چلائی۔ گولی اس کے ہاتھ پر لگی۔ آلہ کار کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ سونیا نے ان گارڈز کو حکم دیا تھا کہ دشمنوں کو کبھی ہلاک نہ کیا کریں۔ صرف زخمی کیا کریں۔ انہوں نے یہی کیا تھا۔ فوراً ہی لڑکھڑاتے ہوئے آکر اس کا ریوالور اٹھالیا تھا پھر ایک نے پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں... میں نہیں جانتا۔ میں نے اپنی مرضی سے گولی نہیں چلائی ہے۔ میں تو دور سے میڈم مارلی کو دیکھ رہا تھا۔ میں سچ کہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں نے کیوں ریوالور نکالا اور کیوں ایک اجنبی پر گولی چلادی۔"

سونیا ستون کے پیچھے کھڑی اپنے گارڈز کے دماغ میں رہ کر زخمی ہونے والے آلہ کار کی باتیں سن رہی تھی پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ کوبرا اپنے مارے گئے آلہ کار کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ کوبرا اپنے قتل کیے جانے پر حیران ہوگیا۔ وہ اپنی تلوار لے کر انسانی کھوپڑیوں کے درمیان کھڑا ہوگیا۔ سینہ تان کر بولا "جس فرہاد کو ربع صدی سے قتل کرنے کی کوششیں کی جارہی تھیں۔ اسے میں نے ایک پل میں موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ناناکا کوڈو سے کہا "ہانگ کانگ کے سی ویو ہوٹل میں جاؤ اور اپنی آنکھوں سے فرہاد کی لاش دیکھ لو۔ میں ٹیلی پیتھی کی دنیا کے ایک طویل باب پر "ختم شد" لکھ چکا ہوں۔"

ناناکا نے بے یقینی سے کہا "مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ فرہاد تمہیں کہاں مل گیا تھا؟"

"میں نے اپنے آلہ کار کے ذریعے مارلی کو سی ویو ہوٹل میں دیکھا تھا۔ وہ فرہاد سے محبوبانہ انداز میں باتیں کررہی تھی پھر اس کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اس کے ساتھ جارہی تھی۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ناناکا نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے کہا گیا "باس آپ کے ماتحت کو ایک شخص نے گولی ماردی ہے۔ وہ ماتحت مارلی تک پہنچ گیا تھا۔ میں دور سے دیکھ رہا تھا۔ مارلی اس کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اس کے ساتھ جانے پر مجبور ہوگئی تھی۔ ایسے وقت ایک اجنبی نے اسے گولی ماردی اس کی لاش سی ویو ہوٹل میں پڑی ہوئی ہے۔ پولیس والے آگئے ہیں۔"

ناناکا نے کہا "جسٹ ایے منٹ! تم نے ابھی سی ویو ہوٹل کہا ہے۔ وہاں تو فرہاد کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں فرہاد کو قتل کیا گیا ہے۔"

"تو باس کسی نے آپ کو غلط اطلاع دی ہے۔ فرہاد کو نہیں آپ کے ماتحت کو گولی ماری گئی ہے۔"

کوبرا ناناکا کوڈو کے اندر رہ کر یہ باتیں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ جو شخص اس ہوٹل میں مارلی کے ساتھ جارہا تھا۔ وہ فرہاد نہیں تھا؟ کیا وہ ناناکا کوڈو کا ماتحت تھا۔

ناناکا ریسیور رکھ کر بولا "مسٹر کوبرا تم کچھ کہہ رہے ہو اور میرا ماتحت کچھ کہہ رہا ہے۔ حقیقت کیا ہے؟"

کوبرا فوراً ہی اپنے اس آلہ کار کے دماغ میں پہنچا۔ جس کے ذریعے اس نے گولی چلائی تھی اور اپنی دانست میں مجھے قتل کیا تھا۔ اس کے اندر پہنچتے ہی اس نے سونیا کی آواز سنی۔ وہ پوچھ رہی تھی "کیا پہلے بھی تمہارے دماغ میں کوئی آتا رہا ہے۔"

وہ زخمی کراہتے ہوئے بول رہا تھا "میں نہیں جانتا کوئی کسی کے دماغ میں کیسے آتا ہے۔ میں آج پہلی بار اپنے اندر کسی کی آوازیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ وہ میرا باس ہے۔ میں اس کا معمول ہوں۔ اس کے احکامات پر عمل کرتا رہوں گا تو مالا مال ہوجاؤں گا۔"

سونیا نے کہا "اس زخمی کو جس نے بھی آلہ کار بنایا ہے۔ وہ ابھی ضرور موجود ہوگا۔ کیا وہ مجھ سے باتیں کرنا چاہے گا، ہوسکتا ہے کہ ہم دوست بن جائیں۔"

کوبرا نے کہا "میں بول رہا ہوں۔ پہلے اپنا تعارف کراؤ۔ تم کون ہو؟ اور میرے اس آلہ کار کے دماغ میں کیسے پہنچ گئی ہو۔ تم یقیناً اس ہوٹل میں جسمانی طور پر بھی موجود ہو۔"

"تم کافی سمجھ دار ہو۔ میں یہاں موجود ہوں۔ کیا ملنے آؤ گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں یہاں سے سیکڑوں میل دور ہوں۔ ہوسکتا ہے تم ہزاروں میل دور ہو مگر مجھے دھوکا دینے کے لیے یہاں اپنی ڈمی کو بھیج سکتی ہو۔"

سونیا نے کہا "واہ تم تو ضرورت سے زیادہ سمجھ دار ہو۔ اب میں اپنا نام بتاؤں گی تو تم یقین نہیں کرو گے۔ کہو گے فرضی نام بتا کر دھوکا دے رہی ہو۔"

یقیناً کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی کو اپنی اصلیت نہیں بتاتا ہے پھر بھی پوچھ رہا ہوں۔ تم مجھے کیا نام بتانے والی ہو؟ چلو کوئی خوب صورت سا نام بتادو۔"

"میرا نام مارلی ہے۔"

کوبرا نے قہقہہ لگا کر کہا "کسی ایسی عورت کا نام لو۔ جو ٹیلی پیتھی جانتی ہو اور ٹیلی پیتھی کی دنیا میں خیال خوانی کرنے والی بہت کم عورتیں رہ گئی ہیں۔ جن میں الپاسب سے پرانی ہے۔ ایک رسونتی تھی جو اب آمنہ فرہاد بن کر گوشہ نشین ہوگئی ہے۔ فرہاد کی فیملی کی دوسری عورتوں نے مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھی ہے ان میں سے صرف سونیا اور ثانی کے نام جانتا ہوں۔"

سونیا نے کہا "میں مارلی ہوں۔ میں نے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے ہی فرہاد سے دوستی کی تھی۔ اس مقصد کے لیے پیرس اور لندن گئی تھی۔"

کوبرا نے کہا "کیوں جھوٹ بول کر میرا وقت ضائع کررہی ہو۔ مارلی مستقل ہانگ کانگ میں رہتی ہے۔ کبھی یہاں سے باہر نہیں جاتی ہے۔ وہ یہاں فرہاد کے ساتھ عیش کررہی ہے۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "فرہاد تمہارے جیسے دشمنوں کو بے خبر رکھنا جانتا ہے۔ اس نے مجھے یورپ کے ملکوں میں پہنچا دیا تھا۔ میں نے وہاں جاکر بابا صاحب کے ادارے میں مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھی ہے پھر لندن جاکر انڈرورلڈ کے گاڈ فادر جم کاف سے شادی کی ہے۔ کیا تم کسی جنگل میں رہتے ہو۔ تم نے آج کا اخبار نہیں پڑھا ہے۔ کئی اخبارات میں میری اور جم کاف کی شادی کی خبریں شائع ہوچکی ہیں۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ تم کتنا جھوٹ اور کتنا سچ بول رہی ہو۔"

وہ ناناکا کوڈو کے پاس آکر بولا "کیا تم نے آج کا اخبار پڑھا ہے؟"

اس نے کہا "میں روپوش رہتا ہوں۔ باہر کی دنیا سے اور اخبارات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"آج کا اخبار پڑھو اور دیکھو ان اخبارات میں مارلی اور گاڈ فادر جم کاف کی شادی کی خبریں شائع ہوچکی ہیں۔ مارلی یہاں سے پیرس اور لندن گئی اور تم سب بے خبر رہے اگر یہ پہلے سے معلوم ہوتا تو ہم مارلی کو وہیں ختم کردیتے۔ یہاں واپس نہ آنے دیتے۔ فوراً اخبار پڑھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اس نے دی گلر کے پاس پہنچ کر پوچھا "کیا تم نے آج کا اخبار پڑھا ہے۔"

"ہاں پہلے ایک اخبار پڑھا تو یقین نہیں آیا پھر میں نے چینی اور انگریزی زبان کے کئی اخبارات پڑھے سب میں یہی خبر شائع ہوئی ہے کہ مارلی لندن میں تھی۔ اس نے جم کاف سے شادی کی ہے اور اب ہانگ کانگ واپس آرہی ہے۔ ہم تو اب تک یہی سمجھتے رہے کہ وہ ہانگ کانگ میں ہے۔"

کوبرا اپنے اس زخمی آلہ کار کے دماغ میں واپس آیا پھر بولا "مارلی! کیا تم موجود ہو؟"

سونیا نے کہا "اچھا تو تم اخبارات پڑھ کر آرہے ہو۔ میرا خیال ہے اب تمہیں یقین آجانا چاہیے کہ میں نے بھی ٹیلی پیتھی سیکھ لی ہے۔ اب دو زبردست ہتھیار لے کر ناناکا اور تمہارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے آرہی ہوں۔ میرا ایک ہتھیار ہے ٹیلی پیتھی اور دوسرا ہتھیار ہے گاڈ فادر جم کاف۔ وہ انڈرورلڈ والوں سے نمٹنا خوب جانتا ہے۔"

"تم بہت چالاک ہو۔ تم نے فرہاد کو پھانس کر ٹیلی پیتھی سیکھی اور جم کاف کو پھانس کر یہاں کے تمام گاڈ فادرز کے خلاف مضبوط محاذ بنا رہی ہو۔"

"میں جو کررہی ہوں وہ تم سب کے سامنے آتا رہے گا۔ تم میں نے اپنے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتا دیا ہے۔ تم اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے۔"

کوبرا نے کہا "تم تو جانتی ہی ہو کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ناناکا کوڈو کی مدد کررہے ہیں۔ میں ان میں سے ایک ہوں۔ میرا نام بائرن ٹوڈ ہے۔"

سونیا مسکرانے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ میں بائرن ٹوڈ اور ڈیرائٹ کو اپنا معمول بنا چکا ہوں۔ سائرن اور آندرے کو بھی ان کی طرح معمول بناؤں گا۔ ہاروے اپنی رہائش گاہ میں نہیں تھا۔ ابھی تک ہماری گرفت سے دور تھا۔ یہ سوچا جاسکتا تھا کہ شاید ہاروے نے سی ویو ہوٹل میں دھوکا کھایا ہے۔ اس نے اسی کو فرہاد سمجھ کر قتل کیا ہے اور اب ایک زخمی کے دماغ میں رہ کر سونیا کو اپنا نام بائرن ٹوڈ بتا رہا ہے۔

سونیا نے اس زخمی کے دماغ میں کہا "جھوٹ بول رہے ہو۔ تم بائرن ٹوڈ نہیں ہو۔ وہ اور اس کے ساتھی ناناکا کوڈو کے دشمن بن چکے ہیں اور وہ دوستی کے لیے فرہاد سے رابطہ کررہے ہیں۔ وہ فرہاد کو ناراض کرنے کے لیے مجھ سے دشمنی نہیں کریں گے۔"

کوبرا نے سمجھ لیا کہ اس کا جھوٹ نہیں چلے گا۔ اس نے کہا "میں کوئی بھی ہوں مگر ناناکا کوڈو کا نیا دوست اور مددگار ہوں۔"

سونیا اور کوبرا بڑی دیر سے باتیں کررہے تھے۔ وہ اس کے دماغ میں خیالات پڑھنا چاہتی تھی۔ دو بار اس کے دماغ میں گھسنے کی کوششیں کرچکی تھی مگر ناکام رہی تھی۔ کوبرا نے بھی اس کو کوششیں کی تھیں اور سونیا نے سانس روک کر اسے بھگا دیا تھا۔ آخر وہ بولی "تم مجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دو گے لیکن میں تمہیں بولو گے لیکن فرہاد پاتال میں اور سمندر کی تہ میں چھپ کر رہنے والوں کو بھی باہر نکال لاتا ہے۔ تم باہر آنے کے لیے سامان سفر ضرور باندھ لو۔"

"چپ ہوگئی۔ کوبرا نے اسے آوازیں دیں پھر جواب ناناکا کے پاس آیا۔ اس سے بولا "کیا تم یقین کرو گے کہ مارلی صرف جم کاف سے شادی کرنے کے لیے ہی نہیں بلکہ ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے بھی گئی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ابھی مجھ سے گفتگو کی تھی۔"

"کیا یہ یقین کرنے والی بات نہیں ہے۔ اسے سیکھنے کے لیے مشین کہاں سے مل جائے گی!"

"تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ فرہاد اس کی پشت پر ہے۔ اس نے زانسفار مر مشین تک پہنچایا ہے۔"

"اوہ گاڈ! اس نے فرہاد کو اسی مقصد کے لیے پھانسا تھا۔ وہ ہمارے خلاف بہت مضبوط محاذ بنا رہی ہے۔ ایک تو ٹیلی پیتھی سیکھ لی۔ دوسرا یہ کہ جم کاف جیسے چال باز کو میرے مقابلے پر لے آئی ہے۔"

"بے شک وہ زبردست چالیں چل رہی ہے۔ ہمارے لیے زبردست چیلنج بن رہی ہے مگر وہ ابھی مجھے نہیں جانتی ہے۔ اسے جم کاف کے ساتھ ہانگ کانگ آنے دو پھر میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

"مسٹر کوبرا میری بات کا برا نہ ماننا۔ تھوڑی دیر پہلے تم نے بڑے فخر سے کہا تھا کہ ربع صدی سے جس فرہاد کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔ اسے تم نے ایک پل میں ہلاک کردیا ہے۔ جبکہ تم نے میرے ایک خاص ماتحت کو ہلاک کیا ہے۔ آئندہ تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ فرہاد ناقابل شکست ہے۔ بچے اسے ہلاک کرنے کا خواب دیکھ سکتے ہیں تمہیں ایسا خواب نہیں دیکھنا چاہیے۔"

وہ غصے سے بولا "بکواس مت کرو۔ جنگ جاری رہنے کے دوران میں ہار جیت کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ ایک بار میری ہار ہوئی ہے تو کیا ہوا۔ میرا نام زاؤ کوم کوبرا ہے۔ دوسری بار فرہاد شرمناک شکست کھائے گا۔"

"تمہیں غصے میں نہیں آنا چاہیے۔ تم کہہ رہے ہو کہ مارلی جم کاف کے ساتھ ہانگ کانگ آنے والی ہے۔ جبکہ میرے ماتحت نے اور تمہارے آلہ کار نے اسے سی ویو ہوٹل میں دیکھا ہے۔"

"مارلی شروع سے تم سب کو دھوکا دیتی رہی ہے۔ وہ پیرس اور لندن میں تھی۔ اس نے اپنی ایک ڈمی یہاں رکھ چھوڑی ہے۔ میرے اور تمہارے ماتحت نے اسی ڈمی کو سی ویو ہوٹل میں دیکھا تھا۔"

اچانک ناناکا نے اپنے اندر ایک نسوانی قہقہہ سنا پھر سونیا کی آواز سنائی دی۔ میں جانتی تھی کہ تمہارا یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مددگار موجودہ معاملات پر باتیں کرنے کے لیے تمہارے پاس آئے گا اور جب تک یہ موجود رہے گا۔ تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکو گے۔"

پھر وہ بولی "ہائے زاؤ کوم کوبرا میں نے چند منٹ میں ہی تمہیں سمندر کی تہ سے نکالا ہے۔ اب تمہیں فرہاد پاتال سے نکال کر پوری طرح بے نقاب کرے گا۔"

کوبرا ایک دم سے بوکھلا گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ایسے کسی ہتھکنڈے سے اس کا نام معلوم کرلے گی۔ اس نے میرے مقابلے پر آنے کے لیے بڑی زبردست تیاریاں کی تھیں۔ یہ طے کیا تھا کہ کبھی خود کو ظاہر نہیں ہونے دے گا۔ ہمیشہ پراسرار بن کر رہے گا۔ میں اسے ساری زندگی تلاش کرتا رہوں گا مگر کبھی اس کا نام تک معلوم نہیں کرسکوں گا۔

اور سونیا نے بڑی چالاکی سے چند منٹ میں ہی اس کا نام معلوم کرلیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کس مکار زنانہ عورت سے باتوں میں الجھا ہوا تھا۔ وہ جھنجلا کر بولا "تم۔ تم مارلی نہیں ہوسکتیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ تم سونیا ہو۔ ایسی چال باز صرف سونیا ہی ہوسکتی ہے۔"

سونیا نے کہا "مجھے پہچان کر بھی حاضر دماغی سے کام لینا بھول رہے ہو۔ تم بدحواسی میں یہ نہیں سوچ رہے ہو کہ میں تمہارے آلہ کار ناناکا کو ڈوکا کیا حشر کروں گی؟"

یہ کہتے ہی اس نے ناناکا کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیختا ہوا پیچھے دیوار سے جاکر ٹکرایا اور اوندھے منہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ کوبرا کو سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ چاہتا تو سونیا کے چیلنج کرتے ہی ناناکا کے دماغ سے فوراً نکل جاتا پھر ناناکا سونیا کی سوچ کی لہروں کو سانس روک کر بھگا دیتا مگر ایسا کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اب وہ اس کی دماغی تکلیف دور کرنے کی کوششیں کررہا تھا۔

جہاں تک مارشل آرٹ اور تلوار بازی کا تعلق ہے تو ناناکا بہت ہی خطرناک اور ناقابلِ شکست فائٹر سمجھا جاتا تھا۔ آج تک اس نے کسی سے شکست نہیں کھائی تھی۔ پہلی بار ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے مار کھا رہا تھا۔

کوبرا اسے تسلیاں دے رہا تھا۔ ناانا کا حوصلہ کرو۔ فکر نہ کرو۔ میں تمہیں اس عورت سے مات کھانے نہیں دوں گا۔

وہ دماغی تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "مات تو کھا رہا ہوں اور کیا باقی رہ گیا ہے۔"

"ابھی ایک بہت بڑا مرحلہ رہ گیا ہے۔ یہ دماغی طور پر کمزور کرنے کے بعد تمہیں پیٹا ئز کرے گی پھر اپنا معمول بنائے گی۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر دونوں ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا "نہیں! نہیں میں کسی عورت کا محکوم نہیں بنوں گا۔ تم میرے دماغ میں ہو۔ مجھے کسی طرح بھی مار ڈالو۔"

"تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ میں تمہیں کسی کا غلام بننے نہیں دوں گا۔ سونیا کو کبھی پیٹا ئز کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ وہ جب بھی ایسا کرنا چاہے گی۔ میں اسے ناکام بنا مار ہوں گا۔"

سونیا کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ بولی "ناناکا تم اس طلسماتی پہاڑ جیسے طاقت ور تھے۔ اب ایک ذرّے کی طرح زمین پر پڑے ہوئے ہو۔ کوبرا تمہیں طفل تسلیاں دے رہا ہے۔ تمہیں مجھ سے بچانے کا دعویٰ کررہا ہے تو پھر یہ تمہیں کیوں نہیں بچا رہا ہے۔ میں پھر زلزلہ پیدا کرنے والی ہوں ایک۔۔۔ دو!"

اس کے تین کہنے سے پہلے ہی کوبرا نے ناناکا کے دماغ پر قبضہ جماتے ہوئے کہا "میں تمہارے لیے ڈھال بن رہا ہوں تم بھی حوصلہ کرو۔ سانس روکنے کی کوشش کرو۔"

ناناکا نے سانس روکنے کی کوشش کی مگر زلزلے کے باعث دماغ ابھی تک پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ پریشان ہوکر بولا "میں بہت کمزوری محسوس کررہا ہوں۔ سانس روکنے کے قابل نہیں ہوں۔ مجھے بچاؤ۔ کسی طرح بچاؤ۔ میں توانائی بحال ہوگی تو پھر میں خود ہی اپنے حفاظت کرلوں گا۔"

"تم دیکھ رہے ہو۔ میں تمہاری حفاظت کررہا ہوں۔ تمہارے اندر دوسری بار زلزلہ پیدا کرنا چاہتی تھی مگر ٹیلی پیتھی کی قوت اسے ناکام بنا رہی ہے۔"

سونیا ہنسنے لگی۔ کوبرا نے چونک کر پوچھا "کیا میرے جمانے کے باوجود تم موجود ہو؟"

"میرا قہقہہ سن کر بھی پوچھ رہے ہو۔ ٹیلی پیتھی کا حملہ کیسے کیسے ہتھکنڈوں سے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ تم جانتے۔ کسی دشمنی کے بغیر ناناکا کے دوست بن کر مقابلے پر آئے ہو تو ابھی بہت کچھ سیکھو گے۔ میں دوسرا زلزلہ پیدا کرسکتی ہوں مگر مجھے جلدی نہیں ہے۔ میں رہوں گی کہ تم کتنے گھنٹے اور کتنے دنوں تک اس کی گے۔ کب تک اس کے دماغ پر قبضہ جما کر بیٹھے رہو تمہیں کھانا پینا اور ٹوائلٹ جانا ہوگا۔ اس وقت دوسرا پیدا کروں گی۔ ابھی جارہی ہوں مگر آتی جاتی رہوں گی۔"

کوبرا سوچ میں پڑ گیا۔ وہ کب تک ناناکا کا چوکیدار اسے سونیا سے بچاتا رہے گا۔ وہ جھنجلا کر بولا "تم خود کیا ہو؟ اگر تم میری غیر موجودگی میں اس کے اندر پیدا کرو گی تو زیادہ سے زیادہ اسے کمزور بنا سکو گی تشویش عمل کرکے اسے معمول نہیں بنا سکو گی۔"

ناناکا کے دماغ میں خاموشی رہی۔ سونیا کی آواز نہیں دی۔ کوبرا نے کہا "تم خاموش رہ کر یہ جتانا چاہتی یہاں سے جاچکی ہو۔ اب میں بھی خاموش رہوں یہ معلوم نہیں ہوسکے گا کہ میں موجود ہوں یا نہیں؟"

"کوبرا میری ذرا دیر کی خاموشی نے تمہیں پھر ناناکا کے دماغ پر تمہاری گرفت پھر ڈھیلی پڑ گئی۔"

اس نے یہ کہتے ہی پھر زلزلہ پیدا کیا۔ ناناکا

پہلے زلزلے میں دماغ کمزور ہوگیا تھا۔ دوسرے زلزلے میں آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ دماغی تکلیف شدید تھی کہ ذہن نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اسے نہ کچھ سنائی دے رہا تھا نہ کچھ۔ کوبرا اس کے اندر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "سونیا! میں جسے قتل کرنے کی قسم کھا کر اپنی تلوار تیز کرتا ہوں تو وہ اس کے لہو میں ڈوبنے کے بعد نیام میں واپس جاتی ہے۔"

وہ بولی "بڈھے کا بچہ۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں تلوار لے کر میرے پیچھے گھوم رہا ہے۔"

وہ چیخ کر بولا "میں نے اسی دور میں اپنی تلوار سے بے شمار سروں کو ان کے تن سے جدا کیا ہے۔ میرے غار میں انسانی کھوپڑیوں کا انبار لگا ہوا ہے۔ جلد ہی تمہارا کٹا ہوا سر اس انبار میں ہوگا۔"

"اچھا تو تمہارا تعلق کسی غار سے ہے؟"

"آں؟" اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

سونیا نے کہا "بس بھولے رام اتنا ہی کافی ہے۔ اسی لمحے سے موت اس غار کو تلاش کررہی ہے۔"

ناناکا دماغی اذیت کی شدت کو برداشت نہ کرسکا اور بے ہوش ہوگیا۔ دونوں کو اس کے دماغ سے نکلنا پڑا۔ کوبرا کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ اسے فوراً ہی وہ غار چھوڑ دینا چاہیے۔ وہ سونیا کی مکاریوں کے چند نمونے دیکھ چکا ہے۔ اس سے باتیں کرتے وقت پتا نہیں چلتا کہ وہ کیسے الجھا رہی ہے۔ اب نہ تو اس سے بولنا چاہیے اور نہ ہی اسے قریب آنے کا موقع دینا چاہیے۔

وہ غار کے اس حصے میں آیا۔ جہاں سونے کی اینٹیں اور بھرے جواہرات رکھے ہوئے تھے۔ وہ اتنے زیادہ تھے کہ انہیں فوراً دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس نے سوچا یہ سب کچھ چھوڑ کر جائے گا مگر اس خزانے کو کسی کے حوالے نہیں دے گا۔

اس نے بارود اور ہتھیاروں کے ذخیرے سے ایک ڈائنا مائٹ نکالا۔ اسے غار کے دروازے پر رکھ کر اس سے منسلک ریموٹ تک لے گیا پھر وہاں سے اس نے اسے بلاسٹ کیا۔ زبردست دھماکے کے ساتھ پتھر اور چٹانیں ٹوٹ کر گرنے لگیں۔ ٹوٹنے والے پتھروں اور چٹانوں نے غار کے دہانے کو ڈھانپ دیا۔ اب کسی کو خزانے کا سراغ نہیں مل سکتا تھا۔ وہ کبھی واپس آکر وہاں سے اپنا سب کچھ حاصل کرسکتا تھا۔

وہ مطمئن ہوکر وہاں سے دور ہانگ کانگ کی طرف روانہ ہوگیا۔

○☆○

کانفرنس ہال میں ہنگامہ برپا ہوگیا تھا۔ اس کانفرنس میں بن بورین نے خود حاضر ہونے کے بجائے اپنی ڈی کو بھیجا تھا۔ الپا نے یہ کہہ کر اس ڈی کو گولی ماری تھی کہ وہ نقلی ہے، فراڈ ہے۔ اس نے اسے گولی مار کر دعویٰ کیا تھا کہ بن بورین زندہ ہے۔ وہ اپنی اس ڈی کے ذریعے اسے اور اسرائیلی اکابرین کو دھوکا دینا چاہتا تھا اور جب وہ کانفرنس ہال میں حاضر ہوتی تو بن بورین اسے اپنی ڈی کے ذریعے ہلاک کردیتا۔

اس طرح الپا نے بن بورین کی پوزیشن کمزور بنا دی تھی۔ یہ ثابت کردیا تھا کہ وہ جھوٹا ہے اور مشین کے معاملے میں اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

بن بورین اور اس کے حمایتی اس بات پر احتجاج کررہے تھے کہ الپا نے بن بورین کے جھوٹ اور فراڈ کا فیصلہ اکابرین کو کرنے کا موقع کیوں نہیں دیا۔ خود اسے گولی کیوں ماردی۔ اس طرح تو وہ بن بورین کے ایک ایک آدمی کو ہلاک کرتی رہے گی۔

اسی وقت پارس نے ایک آلہ کار کے دماغ پر قبضہ جما کر بن بورین کے حمایتی افسر کو گولی ماردی۔ یہ اس بات کی تصدیق تھی کہ الپا اسی طرح انہیں ایک ایک کرکے ہلاک کرے گی۔

بن بورین کے ساتھی الپا کے خلاف چیخنے چلاتے کانفرنس ہال سے یہ کہہ کر جانے لگے کہ وہ محفوظ نہیں ہیں۔ وہ بھی الپا کی طرح روپوش رہ کر خیال خوانی کے ذریعے کانفرنس ہال میں حاضر رہیں گے۔

الپا پریشان ہوگئی تھی۔ اس نے بن بورین کے اس حمایتی افسر کو قتل نہیں کیا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر اکابرین سے کہنے لگی "بن بورین مکار ہے۔ وہ خود اپنے ایک حمایتی کو گولی مار کر مجھے آپ لوگوں کی نظروں سے گرانا چاہتا ہے۔ میں نے ابھی اسے جھوٹا اور فریبی ثابت کیا تھا۔ اب وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ میں اپنے ہی ملک کے فوجیوں کی دشمن ہوں جبکہ آج تک میں اپنے ملک اپنی فوج اور اپنی قوم کی حفاظت ٹیلی پیتھی کے ذریعے کرتی آرہی ہوں۔"

بن بورین نے کہا "تم پہلی بار ہم آرمی والوں سے صرف اس لیے دشمنی کررہی ہو کہ ہم نے وہ ٹرانسفارمر مشین تم سے چھین لی ہے۔"

بن بورین کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام ساتھی اس کانفرنس ہال سے چلے گئے تھے۔ اب اپنے لیڈر کی طرح خیال خوانی کے ذریعے بول رہے تھے۔ اس کے ایک حمایتی نے کہا "الپا نے آرمی کے بڑے افسر کو گولی ماری ہے اور یہ بچکانہ الزام دے رہی ہے کہ ہم نے اپنے اتنے سینئر اہم افسر کو ہلاک کیا ہے۔"

دوسرے حمایتی نے کہا "جب تک اکابرین مشین کا فیصلہ نہیں کریں گے اور یہ ان کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرے گی۔ تب تک یہ پاگل ہوتی رہے گی۔ ہمارے لوگوں کو ہلاک کرتی رہے گی اور یہی احمقانہ الزام پڑتی رہے گی کہ ہم اپنے لوگوں کو ہلاک کررہے ہیں۔ کیا یہ یقین کرنے کی بات ہے کہ ہم اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی مار رہے ہیں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "ہماری مشین کا معاملہ ہماری توقع سے زیادہ پے چیدہ اور تشویش ناک ہوگیا ہے۔ ہم آپس کی اس لڑائی میں اندر سے بالکل کھوکھلے ہوجائیں گے۔ فوج کسی بھی ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے۔ یہ ہڈی ٹوٹے گی تو ہم جسمانی طور پر سلامت نہیں رہیں گے اور الپا ہمارے ملک اور ہماری قوم کا دماغ ہے۔ وہ برسوں سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری بے مثال قوت بنتی رہی ہے۔ ہمارا وقار بلند کرتی رہی ہے۔ ہم نہ تو فوج کی وفاداری پر شبہ کرسکتے ہیں اور نہ ہی الپا کی برسوں کی خدمات سے انکار کرسکتے ہیں۔"

دوسرے حاکم نے کہا "ہم الپا اور بن بورین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اب ایک دوسرے کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہ کریں۔ ہمیں اس نازک موقع پر عقل سے کام لینا چاہیے۔ ہم مشین کے سلسلے میں اپنا فیصلہ سنا رہے ہیں۔ اس فیصلے کو دونوں تسلیم کریں گے تو یہ جھگڑا ابھی ختم ہوجائے گا۔"

الپا نے کہا "میں اپنے ملک اور قوم کی سلامتی کے لیے اپنی جان بھی دے سکتی ہوں۔ آپ سب گواہ ہیں کہ میں تنہا بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے ٹکراتی آئی ہوں۔ میں نے کبھی پارس سے شادی کی تھی۔ یہ میری غلطی تھی۔ میں پچھلے دنوں ایک حادثے کا شکار ہو کر اسپتال میں زیر علاج تھی۔ اس وقت کتنے ہی دشمن میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے اپنا معمول بنانا چاہتے تھے۔ گویا میرے ملک کے تمام اکابرین کو اپنا غلام بنانا چاہتے تھے۔ اس وقت پارس نے مجھے ان دشمنوں سے محفوظ رکھا تھا۔ مجھے اس کا یہ احسان کبھی نہیں بھولنا چاہیے تھا لیکن وہ پچھلے دنوں یہ مطالبہ کررہا تھا کہ یہاں کے دس فلسطینی مسلمانوں کو ٹیلی پیتھی سکھائی جائے۔ میں یہ مطالبہ مرتے دم تک نہیں مان سکتی تھی۔ میں نے فوراً ہی ایک عامل کے ذریعے اپنے دماغ کو لاک کرایا تاکہ پارس میرے اندر کبھی نہ آسکے پھر میں نے ٹرانسفارمر مشین کو اس کی پہلی جگہ سے ہٹا کر دوسرے خفیہ اڈے میں پہنچایا۔ اس طرح وہ ہماری مشین کو نقصان پہنچانے کے سلسلے میں ناکام رہا ہے۔"

وہ ایک لمحہ ذرا توقف سے بولی "لیکن وہ ہمیں اس مشین کے سلسلے میں ایک دوسرے سے لڑا کر ہمیں نقصان پہنچا رہا ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ اسی نے بن بورین کے افسر کو گولی ماری ہے۔ تاکہ مجھ پر شبہ کیا جاسکے۔ بن بورین پر شبہ کیا تھا کہ وہ مجھے آپ لوگوں کی نظروں میں گرانے کے لیے ایسا کرچکا ہے۔ میں اپنا الزام واپس لیتی ہوں۔ مجھے اور بن بورین کو یہ اچھی طرح سمجھنا چاہیے کہ آپس کی دشمنی میں ایک دوسرے کو ایک بار نقصان پہنچائیں گے تو پارس بار بار ہمیں نقصان پہنچا کر ہمارے اکابرین کے سامنے یہ ثابت کرتا رہے گا کہ ہم مشین کے حصول کے لیے پاگل ہو کر ایک دوسرے کو ہلاک کررہے ہیں۔"

وہ پھر ایک ذرا توقف سے بولی "یہی ذہانت سے کام لینے کا وقت ہے۔ میں آئندہ بن بورین کے خلاف ایک لفظ نہیں بولوں گی۔ اب میرے اکابرین جو فیصلہ کریں گے قبول کرلوں گی۔"

اس کی اس بات پر تمام اکابرین خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے پھر ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "آج کے دور میں ٹیلی پیتھی سب سے زیادہ خطرناک ہتھیار بن چکا ہے۔ ٹرانسفارمر مشین یہ کام کرتی ہے لہٰذا اس مشین کو فوج کی تحویل میں ہونا چاہیے۔"

یہ سنتے ہی بن بورین کے تمام ساتھی خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ بن بورین نے کہا "میرے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی کانفرنس ہال سے اٹھ کر چلے گئے تھے وہ خوشی سے تالیاں بجا رہے ہیں۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا "آپ پہلے پورا فیصلہ سن لیں پھر فراخ دلی سے تسلیم کریں۔ اس ٹرانسفارمر مشین کو الپا نے اپنی ذہانت اور محنت سے تیار کیا ہے۔ لہٰذا اس مشین کا پورا حق ہے۔ تمام اکابرین کے متفقہ فیصلے کے مطابق بن بورین کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ الپا جب بھی یہ مشین استعمال کرنا چاہے۔ اسے اس سلسلے میں کھلی اجازت دی جائے اور اس مشین کو "الپا دی گریٹ" کا نام دیا جائے۔"

الپا کے حمایتی افسران خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ بن بورین نے کہا "آپ اکابرین نے ابھی یہ تسلیم کیا ہے کہ جنگی ہتھیار کو فوج کے سوا کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ ہم ضرور اجازت دیں گے لیکن اسے پہلے تجربہ کی اجازت ہوگی۔ اسے بتانا ہوگا کہ وہ کن افراد کو ٹیلی پیتھی سکھانے کے لیے اس مشین کو استعمال کرنا چاہتی ہے۔"

الپا نے پوچھا "کیا بن بورین مجھے یہ بتائے گا کہ وہ کن افراد کو ٹیلی پیتھی سکھانے والا ہے۔ میں نے آج تک کسی سے پوچھ کر کام نہیں کیا۔ ہر کام کے سلسلے میں اعتماد کیا جاتا رہا ہے پھر یہ بے اعتمادی کیوں ہے؟ اگر بن بورین بھی مشین کو استعمال کرنے سے پہلے مجھے یہ بتا دے کہ وہ کن افراد کو ٹیلی پیتھی سکھا رہا ہے۔ اسے اختیار ہوگا کہ وہ کن افراد کو ٹیلی پیتھی سکھا رہا ہے۔"

بن بورین نے کہا "تم نے کبھی ہمارے اکابرین کو یہ نہیں بتایا کہ اہم معاملات میں کیا کرنے والی ہو اور اکابرین کی اعلیٰ میں کیا کرتی رہتی ہو پھر ہم یہ فوجی راز کیوں بتائیں کہ زمی اور انٹیلی جنس والوں میں سے کن افراد کو ٹیلی پیتھی سکھائی جارہی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ سیاسی تبدیلیوں کے باوجود یہ اکابرین تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی جگہ دوسرے آتے رہتے ہیں۔ فوجی راز سیاست دانوں اور حکمرانوں کو بتائے نہیں جاتے۔"

اسی طرح میں بھی نہیں بتایا کرتی ہوں تم اپنے رازوں کی حفاظت کرو۔ مجھے کچھ نہ بتاؤ اسی طرح مجھے اپنے رازوں کی حفاظت کرنے دو۔ مجھ سے کچھ نہ پوچھو اور نہ میں کبھی بتاؤں گی کہ میں کن افراد کو کن مقاصد کے لیے ٹیلی پیتھی سکھا رہی ہوں۔"

"یعنی اس طرح تم اپنی ذاتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کرلو گی۔"

"تم بھی کسی کو کچھ بتائے بغیر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کررہے ہو اور آئندہ بھی کرتے رہو گے۔ وہ فوج تمہاری ذاتی کہلائے گی۔"

"میں فوج کا اعلیٰ افسر ہوں۔ برسوں سے فوج کو اپنے طور پر استعمال کررہا ہوں۔ کبھی میں نے اس فوج کو اپنی ذاتی فوج نہیں بنایا۔"

"میں نے بھی جب میں تنہا ٹیلی پیتھی جاننے والی تھی تو تمہارے جیسے اعلیٰ افسران کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول نہیں بنایا۔ میں پوری فوج کو معمول بنا کر اپنی ذاتی فوج بنا سکتی تھی مگر میں نے کبھی ایسا نہیں کیا پھر تم مجھے ذاتی فوج بنانے کا الزام کیسے دے سکتے ہو۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا "تم دونوں پھر آپس میں الجھ رہے ہو۔ میں تم دونوں پر بھروسا ہے۔ تم میں سے کوئی اپنی ذاتی فوج نہیں بنائے گا۔ اپنے ملک اور اپنی قوم کی بہتری کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتے رہو گے۔ بن بورین کو ہمارا فیصلہ تسلیم کرنا چاہیے۔"

"میں تسلیم کررہا ہوں لیکن الپا پر جو پابندیاں عائد کررہا ہے۔ وہ ہمارے فوجی قوانین کے مطابق ہیں۔ آپ حضرات ان قوانین کو تسلیم کریں۔"

الپا نے کہا "میں آپس کا جھگڑا ختم کرنا چاہتی ہوں۔ پارس جیسے دشمن کو اپنے درمیان آنے کا موقع نہیں دینا چاہیے لیکن بن بورین کی بے جا ضد سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ وہ مجھے یہاں اپنا معمول بنالیا ہے۔ یہ پارس کی مرضی ہے کہ یہاں ہمارے درمیان فساد جاری رکھ کر ہمیں اندر سے کھوکھلا کرنا چاہتا ہے۔"

"الپا! کیا بکواس کررہی ہو؟ مجھے پارس نے ہپناٹائز نہیں کیا ہے اور نہ ہی میں اس کا معمول ہوں۔ یہ آپ لوگوں کو میری طرف سے تشویش میں مبتلا کررہی ہے۔ آپ حضرات کو ہم فوجیوں پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا "مسٹر بن بورین تمہیں بھی ہمارا فیصلہ تسلیم کرکے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ پارس جیسا دشمن تم پر اثر انداز نہیں ہورہا ہے۔"

بن بورین نے کہا "میں سیدھی سی بات جانتا ہوں کہ میں فوجی قوانین کے مطابق الپا کو مشین استعمال کرنے کی اجازت دے رہا ہوں اور چند ضروری پابندیاں عائد کررہا ہوں۔ مجھے آپ کا فیصلہ منظور ہے۔ الپا کے لیے آرمی ہیڈ کوارٹر کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ وہ جب چاہے میری عائد کردہ پابندیوں پر عمل کرتے ہوئے اس مشین کو استعمال کرسکتی ہے۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا "الپا ہم مانتے ہیں کہ تم صلح جوئی سے کام لے رہی ہو۔ آپس کا جھگڑا ختم کرنا چاہتی ہو۔ یہ پابندیاں قبول کرلو۔"

الپا نے کہا "میں آج تک کبھی کسی کی پابند نہیں رہی ہوں۔ میں اپنا فیصلہ سناتی ہوں۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں مشین کے حصول سے دستبردار ہورہی ہوں۔ یہ مشین میرے ملک میں ہے۔ میرے اپنے لوگ اسے استعمال کررہے ہیں۔ میں اس خیال سے مطمئن رہوں گی۔ میرے ساتھ آپ سب دعا مانگیں کہ بن بورین پارس کا معمول نہ ہو اور اپنی غلامی سے ہمارے ملک کو تباہی کی طرف نہ لے جائے۔ آپ حضرات مجھے بھول جائیں۔ کبھی ضروری سمجھوں گی تو آپ لوگوں سے رابطہ کروں گی۔ گڈ لک فاریو اینڈ گڈ بائی فار ایور۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا "نہیں الپا! تم اس طرح نہیں جاؤ گی۔ تم ہمارے ملک اور ہماری قوم کا قیمتی سرمایہ ہو ہم تمہیں ناراض ہو کر نہیں جانے دیں گے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "تم آپس کے جھگڑے کو ختم کرنے اور ہم سب کو تباہی سے بچانے کے لیے مشین سے دستبردار ہورہی ہو۔ تم تنہا ایک ٹیلی پیتھی کا پہاڑ ہو۔ تمہیں مشین کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ تمہیں ناراض ہو کر نہیں جانا چاہیے۔"

تمام اکابرین باری باری اسے مخاطب کررہے تھے لیکن جواب نہیں مل رہا تھا۔ اعلیٰ حاکم نے مایوس ہو کر کہا "وہ جاچکی ہے لیکن وہ کٹر یہودی اور محب وطن ہے۔ ہم سے

ناراض ہو کر بھی ہم چھپ کر ملک و قوم کی بہتری اور سلامتی کے لیے کام کرتی رہے گی۔"

پارس کو یہ توقع نہیں تھی کہ وہ مشین کو چھوڑ کر چلی جائے گی۔ وہ انہیں آپس میں خوب لڑانا چاہتا تھا۔ یہ قصہ اسی جگہ ختم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا۔ جب وہ آرمی والے اس مشین سے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کریں گے تو وہ پھر انہیں الجھائے گا۔

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ فرینکفرٹ کے بنگلے کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا خیال خوانی کر رہا تھا۔ کرونا یہ کہہ کر بیڈ روم میں گئی تھی کہ وہ وہاں مصروف رہے گی۔ وہ بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے بند کر کے خیال خوانی میں مصروف تھی۔ روس میں ٹرانسفارمر مشین تیار ہو چکی تھی اور پہلی بار دو روسی افسروں کو اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی جا رہی تھی۔

کرونا پچھلے کئی دنوں سے جوزف وسکی کے ذریعے ان تمام اہم افراد کے دماغوں میں پہنچتی رہی تھی جنہوں نے ٹرانسفارمر مشین تیار کی تھی۔ وہ سب یوگا کے ماہر تھے۔ جوزف وسکی اور اس کے دوسرے ساتھیوں نے مخصوص لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کیا تھا۔ کرونا اس مخصوص لب و لہجے کے ذریعے ان سب کے دماغوں میں پہنچ رہی تھی۔

روس کے میں دو ذہین اور تجربے کار افسران کو مشین سے گزارا گیا۔ مشین سے گزرنے کے دوران میں وہ بے ہوش رہے۔ جب وہ ہوش میں آنے لگے تو ہڈی رابرٹ اور بائرن ٹوڈ نے ان دونوں کو ہپناٹائز کر کے اپنا معمول بنایا اور مخصوص لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کیا۔ ایسے وقت مائیک مورو اور جوزف وسکی بھی ان دونوں کے دماغوں میں رہے اور کرونا جوزف وسکی کے ذریعے ان دونوں کے دماغوں میں پہنچانے والے مخصوص لب و لہجے کو یاد کرتی رہی۔

پارس بھی اسرائیل میں بالکل اسی طریقہ کار پر عمل کر رہا تھا۔ وہ بن بورین کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کئی ساتھیوں کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ ان کے ذریعے بن بورین کے منصوبے معلوم کرتا رہتا تھا۔ الپا کے ناراض ہو کر چلے جانے کے بعد اس کے مخالفین بہت خوش تھے۔ بن بورین نے ایک خفیہ میٹنگ میں اپنے قابل اعتماد ساتھیوں سے کہا "ہمیں بہت محتاط رہنا ہوگا۔ الپا مشین سے دستبردار ہونے کا اعلان کر کے کوئی نئی چال چل رہی ہے۔ وہ آئندہ ہماری بہترین کارکردگی کو چالبازی سے بدترین بنا سکتی ہے۔ ہمیں اکابرین اور اپنی قوم کی نظروں سے گرا سکتی ہے۔"

اس کے ایک ساتھی افسر نے کہا "وہ عورت بہت ہوشیار ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں برسوں سے اپنی اہمیت منوا رہی ہے۔ وہ ہمارے خلاف ضرور ایسی چالیں چلے گی، جن کی ہم توقع نہیں کر رہے ہیں۔"

ایک اور ساتھی افسر نے کہا "اس نے کانفرنس ہال میں ہمارے ایک اہم ساتھی کو گولی مار کر پہلے بن بورین کو الو بنا دیا پھر یہ بات بنائی کہ ہمارے اس ساتھی افسر کو پارس نے گولی ماری ہے۔ وہ آئندہ بھی ہمیں نقصان پہنچا سکتی ہے کہ وہ نقصان بھی پارس نے پہنچایا ہے۔"

بن بورین نے کہا "اسی لیے میں کہتا ہوں کہ ہمیں بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔ تم سب میرے قابل اعتماد دوست ہو۔ میرا مشورہ ہے کہ تم سب ہیڈ کوارٹر سے چلے جاؤ۔ بھلا طرح کہیں روپوش رہو۔ کبھی پبلک پلیس میں خیال خوانی نہ کرو۔ ورنہ وہ بلا تمہارے پیچھے پڑ جائے گی۔"

بن بورین کے دس قابل اعتماد حواری تھے۔ وہ سب میٹنگ ختم ہوتے ہی ہیڈ کوارٹر سے چلے گئے۔ انہوں نے طے کیا تھا کہ روپوش رہ کر الپا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جان جانثاروں کو تلاش کرتے رہیں گے اور ایک دوسرے سے خیال خوانی کے ذریعے رابطے میں رہیں گے۔

پارس ان دس حواریوں میں سے دو کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ انہیں ابتدا سے شراب پینے کی بری عادت تھی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے الپا کو اتنی تک اپنی آواز نہیں سنائی ہے۔ اگر وہ رات کو عادت کے مطابق پی کر صبح ہوش و حواس میں رہیں گے تو کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر نہیں آ سکے گا۔

ان کے دماغوں کو اس طرح لاک کیا گیا تھا کہ وہ رات کو نشے میں رہنے کے بعد دوسری صبح تازہ دم ہو کر یوگا کی مہارت کا مظاہرہ کر سکتے تھے۔ وہ رات کو عادتاً پیتے تھے۔ پارس ان عادتوں سے فائدہ اٹھانے لگا۔

بن بورین نے آرمی کے تین جوانوں اور انٹیلی جنس کے دو سراغ رسانوں کو ٹیلی پیتھی سکھانے کے لیے منتخب کیا۔ اپنے دس حواریوں سے کہا "وہ ان پانچوں کے دماغوں میں رہیں تاکہ انہیں مشین سے گزارتے وقت الپا کسی طرح گزبڑ نہ کر سکے۔"

اس مشین کو ہیڈ کوارٹر میں ایسی جگہ رکھا گیا تھا، جہاں صرف یوگا اور ٹیلی پیتھی جاننے والے افسران کو جانے کی اجازت تھی۔ بن بورین نے اس مشین کو حاصل کرنے کے دو دن بعد پہلی بار اپنی نگرانی میں اسے آپریٹ کرایا۔ اس کے دس حواری مشین کو آپریٹ کرنے والے ماہرین کے دماغوں میں موجود رہے۔ انہیں مشین سے گزارنے کے بعد جب وہ ہوش میں آنے لگے تو انہوں نے ان پانچوں کو ہپناٹائز کیا۔ ان کے ذہنوں میں ایک مخصوص لب و لہجہ نقش کیا اور یہ حکم دیا کہ اس لب و لہجے کے علاوہ وہ کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر انہیں اپنے اندر سے بھگا دیا کریں گے۔"

اس کے بعد انہوں نے ان پانچوں کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ پارس نے ان میں سے ایک ایک کے دماغ میں جا کر کہا "ابھی یہ عمل مکمل نہیں ہوا ہے۔ تم اس مخصوص لب و لہجے کو صرف چوبیس گھنٹے تک یاد رکھو گے۔ چوبیس گھنٹے کے بعد یہ دوسرا لب و لہجہ تمہارے ذہن میں نقش ہو جائے گا اور تم الپا کے معمول بن جاؤ گے۔"

اس نے ان پانچوں کے دماغوں میں باری باری یہ اضافی عمل کیا پھر انہیں تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ جو کچھ وہ اسرائیل میں کر رہا تھا۔ وہی کرونا روس میں کرتی رہی تھی۔ اس نے صرف یہ معلوم کیا تھا کہ پہلے جن دو افراد کو ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے۔ ان کے ذہنوں میں کس طرح کا لب و لہجہ نقش کیا گیا ہے۔

یہ معلوم کر کے وہ مطمئن ہو گئی تھی۔ انہیں باقاعدہ معمول بنانا ضروری نہیں تھا۔ وہ ضرورت کے وقت ان کے دماغوں میں با آسانی پہنچ سکتی تھی۔

وہ اپنی اس کامیابی پر مسکراتی ہوئی بیڈ روم سے باہر آئی اور پارس سے بولی "سوری۔ تم اتنی دیر تک تنہا بور ہوتے رہے ہو۔ میں مجبور تھی۔ ایک ضروری معاملے میں مصروف تھی۔"

وہ بولا "بند کمرے میں کیا معاملہ ہو سکتا ہے؟ کیا تمہیں کوئی پریشانی ہے؟ اگر کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ۔ میں تو منٹوں میں بڑے بڑے مسائل حل کر دیتا ہوں۔"

وہ اس کے پاس بیٹھ کر مسکراتے ہوئے بولی "میں تمام مسائل سے اور تمام دنیا سے تنہا نمٹ سکتی ہوں۔ میں کسی سے مدد نہیں مانگتی۔"

"ڈینگیں نہ مارو۔ کیا تمہیں مجھ جیسے شوہر کی مدد کی ضرورت نہیں پڑتی ہے؟"

"شوہروں کو بیوی کی اور بیوی کو شوہر کی ضرورت پڑتی ہے اگر تم نہ ہوتے تو یہاں تمہاری جگہ کوئی دوسرا شوہر ہوتا۔"

"یعنی میری کوئی اہمیت نہیں ہے پھر تو مجھے یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ میں ابھی چلا جاؤں گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کرونا نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اسے بٹھایا پھر کہا "زیادہ اکڑ نہ دکھاؤ۔ میں نہیں چاہتی کہ تم جاؤ اور میں کسی دوسرے کو شوہر بنا کر یہاں رکھوں۔ اس علاقے کے لوگ مجھ پر شبہ کریں گے۔"

"شبہ کرنے دو۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا تم مجھ سے محبت کر رہی ہو مگر تم نے تو دنیا کو دکھانے کے لیے مجھے شوہر بنا رکھا ہے۔ میں یہاں نہیں رہوں گا۔ ابھی چلا جاؤں گا۔"

"غصہ نہ دکھاؤ۔ مجھ سے محبت نہ کرو۔ میرے شوہر بنو مگر میرے ساتھ رہو۔ تم میرے لیے کوئی قیمتی سرمایہ نہیں ہو۔ میں اپنے حالات کے مطابق تمہیں ساتھ رکھنے پر مجبور ہوں۔"

ایک ملازم نے آ کر کہا "ایک شخص آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ اپنا نام ٹونی لوئیس بتا رہا ہے۔"

کرونا بہت پہلے معلوم کر چکی تھی کہ ہڈی رابرٹ اسے تلاش کرنے کے لیے آ رہا ہے اور آج کل میں یہاں پہنچنے والا ہے۔ اس نے ملازم سے کہا "اسے یہاں بھیج دو۔"

ملازم چلا گیا۔ وہ پارس سے بولی "جو شخص مجھ سے ملنے آ رہا ہے۔ اس کے سامنے الٹی سیدھی باتیں نہیں کرو گے۔ ایک محبت کرنے والے شوہر کی طرح یہاں بیٹھے رہو گے۔"

"تم مجھ سے محبت نہیں کرتی ہو۔ صرف میاں بیوی کا کھیل کھیلتی ہو۔ میں کسی آنے والے کے سامنے تم سے محبت نہیں کروں گا۔ کیا تم مجھے اُلو سمجھتی ہو؟"

"میں صرف اُلو سمجھتی ہی نہیں ہوں۔ اُلو بنا کر بھی رکھتی ہوں۔ ابھی تمہیں جیسا کہوں گی ویسا ہی کرتے رہو گے۔"

وہ شخص جس کا نام ٹونی لوئیس تھا۔ اس ایجنٹ کے ساتھ آیا۔ جس نے وہ بنگلہ کرونا کو کرائے پر دیا تھا پھر وہ ایک دن پارس کے ساتھ وہاں آیا تھا۔ اس نے کرونا سے کہا تھا کہ یہ مسٹر جیری ہیں۔ اس بنگلے کے مالک ہیں۔ اب پھر وہی ایجنٹ آیا تھا۔ اس نے کرونا سے کہا "میڈم یہ مسٹر ٹونی لوئیس ہیں۔ اس بنگلے کے مالک ہیں۔ اپنا بنگلا خالی کرانا چاہتے ہیں۔"

کرونا صوفے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ غصے سے بولی "یہ کیا بکواس کر رہے ہو۔ اس بنگلے کے کتنے مالک ہیں۔ اس سے پہلے تم مسٹر جیری کو بنگلے کا مالک بنا کر لائے تھے اور اب اسے پکڑ کر لائے ہو۔"

کرونا کو فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ آنے والا شخص ہڈی رابرٹ ہو سکتا تھا۔ اس کے سامنے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ جیری یعنی بنگلے کا پہلا مالک یہی ہے جو اب اس کا شوہر بنا ہوا ہے۔

کرونا نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اس ایجنٹ کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذریعے کہا "میڈم وہ مسٹر جیری جو یہاں مالک بن کر آئے تھے۔ وہ فراڈ تھے۔ یہ مسٹر لوئیس اصلی مالک ہیں۔"

ٹونی لوئیس نے ایجنٹ سے کہا "تم یہاں سے جاؤ۔ میں

میڈم سے باتیں کروں گا۔"

وہ ایجنٹ چلا گیا۔ ٹونی لوئیس نے مسکرا کر کہا "تمہیں ایجنٹ کے دماغ میں آکر اس کی زبان سے نہیں بولنا چاہیے تھا کیونکہ میں اس کے اندر موجود تھا۔"

کرونا نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ اپنے لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "کرونا میں نے سنا تھا۔ تم بہت ذہین اور چالاک ہو اور بڑی خطرناک فائٹر بھی ہو۔ میں نے اس لیے ریوالور نکالا ہے کہ تم ہاتھا پائی پر نہ اتر آؤ۔ ہم شریف لوگ ہیں۔ شرافت سے معاملات طے کریں گے۔"

پارس نے ریوالور دیکھ کر خوف سے کانپتے ہوئے کہا "یہ... یہ تو بڑی خطرناک چیز ہے۔ یہ تو ٹھائیں سے بولتی ہے اور پھر بولنے والے کو ہمیشہ کے لیے چپ کروتی ہے۔"

بڈی رابرٹ نے ہنستے ہوئے کہا "تم نے کس بزدل جوان کو اپنا شوہر بنا رکھا ہے۔ میں یہاں آنے سے پہلے چھپ کر تم دونوں کو دیکھ چکا ہوں۔ تم دونوں کی باتیں سن چکا ہوں۔ اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ یہ بے چارہ پہلے پاگل تھا۔ کیوں اس بے چارے کا خانہ خراب کر رہی ہو۔ اسے یہاں سے جانے دو۔"

پارس نے کہا "آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ یہ میری بیوی بن چکی ہے۔ اسے بھی جانے دو۔ ہم دونوں تمہیں دعائیں دیں گے۔"

اس نے پارس کو ڈانٹ کر کہا "جاؤ یہاں سے۔ میرا وقت ضائع نہ کرو۔ ورنہ..."

پارس نے ایک دم آگے بڑھ کر کہا "ورنہ تم مجھے گولی مار دو گے۔ ورنہ تم مجھے..."

اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ کر اچانک گھوم کر ایک کک ماری۔ ہاتھ پر ٹھوکر پڑتے ہی ریوالور دور جا کر فرش پر گرا۔ اس نے گھوم کر دوسری کک ماری۔ منہ پر ٹھوکر پڑی۔ وہ اچھل کر صوفے پر آیا۔ صوفہ پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ وہ بھی صوفے سمیت الٹ کر فرش پر اوندھا ہو گیا۔

کرونا نے فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھا لیا تھا۔ اس نے بڈی رابرٹ کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں بھی تمہاری طرح لڑائی جھگڑا پسند نہیں کروں گی۔ ایک گولی مار کر زخمی کروں گی اور تمہارے دماغ میں پہنچ جاؤں گی۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو رہا تھا۔ پارس نے اس کی گردن دبوچ کر کرونا سے کہا "اے خبردار! گولی نہ چلانا۔ مجھے ٹھائیں کی آواز سے ڈر لگتا ہے۔ گولی چلاؤ گی تو میں یہاں سے بھاگ جاؤں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "جیری میری جان! تم نہیں جانتے کہ کس طرح میرے کام آتے جا رہے ہو۔ میں تمہیں کہیں نہ جانے دوں گی۔ تم کہتے ہو تو گولی نہیں چلاؤں گی۔ تم اپنا گردن اتنی زور سے دبوچ لو کہ یہ سانس لینے کے قابل نہ رہے اور میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس لینے کے قابل نہ رہے۔"

اس کی گردن میرے شکنجے میں ہے مگر یہ سوچ کی لہریں کیا ہوتی ہیں؟

کرونا نے جواب نہیں دیا' بڈی رابرٹ کے دماغ میں پہنچتے ہی زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیختا چلاتا پارس کی گرفت سے نکل کر فرش پر گر پڑا۔ پارس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم نے اسے گولی ماری ہے؟ مجھے ٹھائیں کی آواز تو سنائی نہیں دی۔"

وہ بولی "میں نے اسے ٹیلی پیتھی کی گولی ماری ہے۔ تم نہیں سمجھو گے مگر تم نے کمال کیا ہے۔ ریوالور سے ڈرنے کے باوجود تم نے اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا دیا۔"

"میں ریوالور سے نہیں ڈرتا۔ مجھے ٹھائیں کی آواز سے ڈر لگتا ہے مگر اسے کیا ہوا ہے؟ یہ اس طرح کیوں تڑپ رہا ہے۔"

وہ بولی "تم ذرا خاموش رہو۔ مجھے اس سے نمٹنے دو۔ یہ مجھے پھانسے آیا تھا۔"

وہ بڈی رابرٹ سے بولی "کم آن گیٹ اَپ۔ تمہارا دماغی تکلیف کچھ کم ہو رہی ہے۔ تم یہاں سے ایک بیڈ روم میں جا سکتے ہو۔"

پارس نے معصومیت سے پوچھا "کیا اب اسے بیڈ روم میں لے جایا کرو گی؟"

"یو شٹ اَپ! یہاں بیٹھے رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔ تم بیڈ روم میں نہ آنا۔"

"کیوں نہیں آؤں گا؟ ضرور آؤں گا۔ میں تمہارا شوہر ہوں۔ بے حیائی کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے... ایک غیر مرد کو... اپنے بیڈ روم میں... توبہ توبہ..."

وہ بڈی رابرٹ کے دماغ پر حاوی ہو گئی تھی۔ اسے تکلیف سے کراہتا ہوا اس کے پیچھے ایک بیڈ روم میں جاتا پارس بھی پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ وہ دروازہ بند کرتے ہوئے بولی "تم باہر رہو۔ ادھر نہ آنا۔ تم نہیں سمجھو گے میں کیا کرنے والی ہوں۔ پلیز مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

دروازہ اس کے منہ پر بند ہو گیا۔ وہ مسکراتا ہوا ڈرائنگ روم میں آ کر ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بڈی رابرٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک بیڈ پر جا کر لیٹ گیا تھا۔ اس نے جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ اس پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے تنویمی عمل کرنے والی تھی۔

اچانک پارس کی خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس نے مخاطب کیا "ہیلو میں بول رہی ہوں۔ سانس نہ روکنا۔"

"میں سانس لیتا رہوں گا اور زندہ رہوں گا۔ تمہیں کیا تکلیف ہے بولتی رہو؟"

"میں نے وہ مشین چھوڑ دی ہے۔ وہ میرے لیے نہیں میرے ملک کے لیے ضروری ہے۔"

"مشین چھوڑ کر حماقت کر رہی ہو۔ یہ تمہاری حب الوطنی نہیں ہے۔ مشین غلط ہاتھوں میں رہے گی تو تمہارے ملک کو نقصان پہنچتا رہے گا۔"

"تم ایسے مشورہ دے رہے ہو۔ جیسے میرے ملک سے بہت محبت رکھتے ہو اور میری بھلائی چاہتے ہو۔"

"تم احسان فراموش ہو۔ یاد کرو۔ میں نے ہمیشہ تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے۔ تم خود اپنی حرکتوں سے میری بھلائیوں کو برائیوں میں بدلتی رہی ہو۔"

"میں تمہارا مطالبہ مان کر فلسطینی مسلمانوں کو ٹیلی پیتھی نہیں سکھا سکتی تھی۔ ہمارے درمیان اچھی دوستی تھی تم نے اس مطالبے سے دوستی کو دشمنی میں بدل دیا ہے۔"

"سوری۔ میں فلسطینی مسلمانوں کے حقوق کو نظر انداز کر کے تم سے دوستی نہیں رکھ سکتا تھا۔ میری شرافت دیکھو کہ میرا مطالبہ نہ ماننے کے باوجود میں نے کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی تھی مگر تم نے مجھ پر مشین کی چوری کا الزام لگایا۔ یہ الزام غلط ثابت ہو گیا۔ تمہارے اپنے لوگ تمہاری حب الوطنی کے منہ پر جوتے مار کر وہ مشین لے گئے ہیں۔ میں تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"مگر تم کر رہے ہو۔ تم ہمیں آپس میں لڑا رہے ہو۔"

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر تم بار بار آ کر مجھ پر جھوٹے الزامات عائد کر رہی تھیں۔ کبھی مشین کی چوری کا الزام لگایا۔ کبھی یہ الزام لگایا کہ میں تم سب کو آپس میں لڑا رہا ہوں۔ یہ تو وہی بات ہو گئی۔ آ بیل مجھے مار۔ تم بے بنیاد الزامات میرے سر تھوپ رہی تھیں تو میں نے سوچا کہ تمہاری حسرتیں پوری کی جائیں۔ ان الزامات کو سچ کیا جائے۔ لہٰذا میں سچ کر رہا ہوں۔ میں نے بن بورین کے خاص پیمانے کو گولی مار کر تمہارے آپس کے جھگڑوں میں اور شدت پیدا کر دی ہے۔"

"میں اتنے عرصے تک تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری چالبازیوں کو اچھی طرح سمجھنے لگی ہوں۔ اس لیے مشین سے خبردار ہو کر آپس کے جھگڑوں کو ختم کر چکی ہوں۔"

"تم نے اس مشین بن بورین کے حوالے کر کے کتنی بڑی حماقت کی ہے۔ یہ تمہیں کل معلوم ہو گا۔"

اس نے چونک کر پوچھا "کل کیا معلوم ہو گا؟ تم میرے خلاف کیا کر رہے ہو؟"

"تمہارا دعویٰ ہے کہ میری چالبازیوں کو سمجھتی ہو اور تم مشین سے دستبردار ہو کر میری چالوں کو ناکام بنا رہی ہو۔ تمہیں اسی خوش فہمی میں رہ کر کل کا انتظار کرنا چاہیے۔"

اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ وہ دوسری بار آئی۔ اس نے پھر سانس روک لیا۔ وہ یہ سن کر پریشان ہو گئی تھی کہ پارس نے کوئی چال چلی ہے اور اس کا نتیجہ دوسرے دن سامنے آنے والا ہے۔ وہ تیسری بار اس کے دماغ میں آئی۔ پارس نے کہا "مزید کوئی بات کرنا چاہتی ہو تو مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

وہ واپس چلی گئی۔ وہ کبھی اسے اپنے دماغ میں نہ آنے دیتی۔ کیونکہ وہ آتے ہی اس کے چور خیالات پڑھ لیتا۔ یہ معلوم کر لیتا کہ وہ آج کل قاہرہ میں ہے۔ وہ اس سے دور رہنے میں ہی اپنی بہتری سمجھتی تھی۔ ابھی صرف یہ معلوم کرنے آئی تھی کہ وہ آئندہ کیا کرنے والا ہے۔

اور وہ کچھ کر چکا تھا اور اس کا نتیجہ سامنے آنے والا تھا۔ یہ تجسس اور بے چینی پیدا ہو گئی تھی کہ پتا نہیں اس نے کیا کیا ہے؟ اور کیا ہونے والا ہے؟

وہ کرونا کے دماغ میں آیا۔ وہ بڈی رابرٹ پر تنویمی عمل کر چکی تھی۔ اسے تین گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا تھا۔ اس نے جوزف وسکی کے بعد بڈی رابرٹ کو معمول بنا کر بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ بیڈ روم سے نکل کر اس کی طرف آ رہی تھی۔ اس نے صوفے پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ یوں خراٹے لینے لگا جیسے گہری نیند سو رہا ہو۔ وہ اسے دیکھ کر بولی "تعجب ہے۔ بے وقت سو رہے ہو۔"

اس نے اسے آواز دی "جیری اٹھو۔ تم نہیں جانتے میں کیسی کیسی کامیابیاں حاصل کر رہی ہوں۔"

وہ خراٹے لیتا رہا۔ وہ اسے چھوڑ کر کچن کی طرف چلی گئی۔ پارس نے کرونا کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا کہ اس نے بڈی رابرٹ کے اندر پہنچنے کے لیے کون سا مخصوص لب ولہجہ اس کے دماغ میں نقش کیا ہے۔

وہ بڈی رابرٹ کے اندر پہنچ گیا۔ بڈی کو اپنے طور پر بھی معمول بنانے کے لیے ایک اضافی عمل کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس کے اندر پہنچ کر پہلے خاموش رہا۔ معلوم کرنے لگا کہ واقعی وہ تنویمی نیند سو رہا ہے یا نہیں۔

وہ سو رہا تھا لیکن اس کے اندر اس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی بیزون بول رہا تھا "اوہ گاڈ! ابھی میں تمہارے پاس نہ آتا تو تم تنویمی نیند پوری کر کے کسی کے معمول بن جاتے۔ پلیز جاگو اور بتاؤ ایاکس نے کیا ہے؟ تم کہاں ہو؟ تم تو کرونا کو تلاش کر رہے تھے؟"

اس کی تنویمی نیند ٹوٹ گئی۔ بڈی نے کہا "میں کرونا کے

بنگلے میں ہوں۔ یہ لڑکی بہت ہی مکار ہے۔ اس نے اپنے ساتھی کی مدد سے مجھے ٹریپ کیا ہے۔ اب مجھے یاد آرہا ہے کہ یہ مجھے ہپناٹائز کررہی تھی۔"

بیزون نے پوچھا "کرونا کے ساتھ یہاں کون ہے؟"

"ایک جوان شخص ہے۔ وہ پاگل تھا۔ علاج ہونے کے بعد پاگل خانے سے یہاں آیا ہے۔"

بڈی رابرٹ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا "کرونا نے میرے اندر زلزلہ پیدا کیا تھا۔ میرا دماغ اب تک کمزور ہے۔ میں خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ تم میرے دماغ میں رہو۔ یہاں سے فرار ہونے میں میری مدد کرو۔"

"کیا میدان چھوڑ کر بھاگنا چاہتے ہو۔ کرونا نظروں سے اوجھل ہوگئی تو پھر اسے ٹریپ نہیں کرسکو گے۔"

"میں کرونا کو نہیں چھوڑوں گا۔ یہ میرے لیے چیلنج بن گئی ہے۔ میں اس بنگلے سے باہر جاکر اس کی نگرانی کروں گا وہ پاگل شخص جیری یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ تم اس کے دماغ میں رہ کر کرونا پر نظر رکھ سکتے ہو۔"

پارس اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے دماغی کمزوری کا احساس دلانے لگا۔ وہ بستر سے اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر پھر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا "میرا سر چکرا رہا ہے۔ اس کمینی نے زلزلہ پیدا کرکے میرے دماغ کی چولیں ہلا ڈالی ہیں۔"

بیزون نے کہا "آرام سے لیٹے رہو۔ دماغی توانائی بحال ہونے تک تمہیں یہاں رہنا چاہیے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ جب اسے معلوم ہوگا کہ اس کا تنویمی عمل ناکام رہا ہے تو وہ پھر ہپناٹائز کرے گی۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ اس نے جو مخصوص لب ولہجہ تمہارے ذہن میں نقش کیا ہے اسے تم جب بھی محسوس کرو تو سانس نہ روکو۔ اسے دماغ میں آنے دو۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتے رہو۔ یہ یقین دلاتے رہو کہ تم اس کے معمول بن چکے ہو۔ میں اور دوسرے ساتھی مسلسل تمہارے اندر موجود رہیں گے۔ اس طرح ہم اس بنگلے میں کرونا کے قریب رہ کر اسے آسانی سے ٹریپ کرسکیں گے۔"

وہ آرام سے لیٹ گیا۔ بیزون نے کہا "تمہیں سونا چاہیے۔ جتنا ذہنی سکون حاصل ہوگا۔ اتنی ہی جلدی دماغی توانائی بحال ہوگی۔ آنکھیں بند کرو۔ میں تمہیں سلا رہا ہوں۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ بیزون اسے خیال خوانی کے ذریعے سلانے لگا۔ جب وہ گہری نیند سو گیا تو اس کے اندر گہری خاموشی چھا گئی۔ پارس خاموشی سے ان کی باتیں سنتا رہا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ بڈی رابرٹ کے سونے کے باوجود بیزون ابھی موجود ہوگا اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کررہا ہوگا کہ کرونا چھپ کر ان کی باتیں سنتی رہی ہے یا نہیں؟

پارس نے ایک گھنٹے بعد بڈی رابرٹ کے دماغ سے نکل کر اس کے خوابیدہ خیال پڑھے کوئی اس کے اندر نہیں رہ رہا تھا۔ بیزون مطمئن ہوکر چلا گیا تھا۔ تب پارس نے کے مقررہ وقت کے مطابق اسے تنویمی نیند سونے کے چھوڑ دیا۔ دماغی طور پر حاضر ہوکر آنکھیں کھول دیں۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

○☆○

میں نے بائرن ٹوڈ اور بیکر برائٹ کے بعد سائرن اور آندرے کو بھی اپنا معمول بنالیا تھا۔ صرف ایک ہاروے رہ گیا تھا۔ میں ہاروے کی بیوی مارتھا کے دماغ میں جانا چاہتا تھا۔ اس کے ذریعے معلوم ہوتا تھا کہ وہ دوسرے طلسم میں بہت مصروف ہے۔

میں نے ہاروے کے تمام ساتھیوں کو اس طرح معمول بنایا تھا کہ اسے کسی طرح کا شبہ نہ ہو لیکن مجھ سے یا میری ٹیلی پیتھی جاننے والے ماحت سے کہیں کوئی غلطی ہوگئی تھی ہاروے ہوشیار ہوگیا تھا۔ وہ اپنے کسی ساتھی سے دماغی رابطہ قائم نہیں کررہا تھا۔ اپنی بیوی مارتھا کے فون کا جواب بھی نہیں دے رہا تھا۔ سونیا نے مجھ سے کہا "اتنا ہی کافی ہے کہ ہم نے بائرن ٹوڈ، بیکر، ہاروے، سائرن اور آندرے کو معمول کرکے ٹھنڈا کردیا ہے۔ اب یہ لوگ ہماری مرضی کے خلاف کارروائی نہیں کریں گے۔"

میں نے کہا "ہم ہاروے کو ٹریپ نہ کرسکے۔ کوئی بات نہیں۔ وہ اپنے چار ساتھیوں کا انجام دیکھ کر دہشت زدہ ہوگا۔ تنہا ہمارے خلاف کچھ کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

سونیا نے کہا "دشمن تنہا رہ جائے تو اور زیادہ خطرناک ہوجاتا ہے۔ جب اپنے آس پاس خطرات کو منڈلاتے ہوئے دیکھتا ہے تو مارنے یا مرنے پر اتر آتا ہے۔"

"درست کہتی ہو۔ تم نے زاؤ کوم کوبرا کو بھی ختم کردیا ہے۔ اسے یقین ہوگیا ہے کہ جب تم اس کا نام معلوم کرسکتی ہو اور اس کے خفیہ غار کے بارے میں معلوم کرسکتی ہو ضرور کسی دن اس کی شہ رگ تک پہنچ جاؤ گی۔ وہ اپنی کی تدبیریں کررہا ہوگا اور تمہیں ختم کردینے کے منصوبے بنا رہا ہوگا۔"

جس روز اخبارات میں میڈم مارلی اور جم کاف کی شادی کی خبریں شائع ہوئی تھیں۔ اسی دن سونیا نے اپنے چہرے سے مارلی کا میک اپ مٹا دیا تھا۔ ہم ایک عام سیاح کی بیوی کی حیثیت سے کرائے کے ایک کاٹیج میں آگئے تھے۔ سونیا نے ناناکا کوڈو کو دماغی تکلیف میں مبتلا کیا تھا۔ وہ بستر پر

ہوا تھا۔ کوبرا اپنی سلامتی کے لیے اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا لیکن گھنٹے دو گھنٹے بعد اس کے دماغ میں آکر یہ معلوم کرتا رہتا تھا کہ سونیا ناناکا کوڈو کو ہپناٹائز کرنے کا عمل کررہی ہے یا نہیں!

میں نے مارلی کو قابو میں کرکے اس کے جزیرے اور قلعے تک رسائی حاصل کی تھی۔ کوبرا نہیں چاہتا تھا کہ سونیا ادھر ناناکا کوڈو پر مسلط ہوجائے اور اس کے ذریعے اس کے اندر ورلڈ کے علاقوں پر حکمرانی کرتی رہے۔

کوبرا تمام رات ناناکا کے اندر جاتا اور آتا رہا۔ جب اسے یقین ہوگیا کہ سونیا اس کے اندر نہیں ہے تو اس نے ایک مختصر سا تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کردیا پھر اسے حکم دیا "تم ایک گھنٹے تک تنویمی نیند پوری کرو گے۔ اس کے بعد یہ رہائش گاہ چھوڑ کر کسی ایسی جگہ رہائش اختیار کرو گے۔ جہاں سونیا نہ پہنچ سکے۔ جب تک میں حکم نہ دوں تم کسی سے رابطہ نہیں کرو گے۔"

سونیا بھی ناناکا کو ہپناٹائز کرنا چاہتی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ کوبرا اس کے اندر آتا جاتا رہے گا۔ لہٰذا وہ صبح ہونے سے پہلے اس پر تنویمی عمل کرے گی۔ اس وقت تک کوبرا تھک ہار کر سو رہا ہوگا۔

اس نے صبح ہونے سے پہلے ناناکا کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ واپس آکر مسکرا کر مجھ سے بولی "کوبرا نے بڑی پھرتی دکھائی ہے۔ وہ ناناکا کے دماغ کو لاک کرچکا ہے۔"

میں نے کہا "اب ناناکا اتنا اہم نہیں رہا ہے۔ کوبرا کی اہمیت ہے۔ وہ کبھی سامنے نہیں آئے گا۔ ناناکا اور دوسرے گاڈ فادرز کو آلہ کار بناکر ہمارے خلاف کارروائیاں کرتا رہے گا۔"

"کوبرا کو اب دو محاذوں پر لڑنا ہوگا۔ ایک طرف ہم ہیں۔ دوسری طرف مارلی اور جم کاف ہیں وہ چند گھنٹوں میں یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔"

سونیا کچھ سوچنے لگی پھر بولی "اور نئے محاذ کے کھلنے میں دیر نہیں لگے گی۔ ہم اس ان نون کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ جو ہوس پرست ہے اور جم کاف کے دماغ میں آتا رہتا ہے۔"

جم کاف نشہ نہیں کرتا تھا۔ یوگا کا ماہر تھا۔ پتا نہیں وہ ان نون کس طرح اس کے اندر پہنچ گیا کہ اسے اپنا معمول بنا چکا تھا۔ وہ ان نون کی ہوس کے مطابق حسین دوشیزاؤں سے اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے مارلی کو جم کاف کی طرف مائل کیا ہے اس سلسلے میں جم کاف اس کا احسان مند تھا۔

سونیا نے مجھ سے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے۔ وہ ان نون صرف ہوس پرست ہوگا۔ کیا وہ یہاں انڈر ورلڈ میں اقتدار نہیں چاہتا ہوگا؟"

"اقتدار کون نہیں چاہتا؟ وہ بھی چاہتا ہوگا اور جم کاف بھی یہی چاہتا ہے۔ مارلی کے ذریعے یہاں کا حکمران بننے آرہا ہے۔"

سونیا نے کہا "جم کاف ہماری نظروں میں ہے اور مارلی کے ذریعے ہماری نظروں میں رہا کرے لیکن ان نون غائب رہ کر ہمارے لیے مسائل پیدا کرسکتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ مارلی تمہارے ساتھ رہ چکی ہے۔ تم ہانگ کانگ میں ہو اور اس کے معاملات میں دلچسپی لیتے رہو گے۔ وہ شخص تمہاری مداخلت پسند نہیں کرے گا۔ چھپا ہوا دشمن ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے۔ اسے جلد سے جلد بے نقاب کرنا ہوگا۔"

میں نے مسکرا کر کہا "میں جانتا ہوں۔ جب تک اس کی جڑوں تک نہیں پہنچو گی۔ سکون سے نہیں بیٹھو گی۔"

مارلی اور جم کاف صبح دس بجے کی فلائٹ سے ہانگ کانگ آگئے۔ سرکاری طور پر ان کے لیے سیکورٹی کے انتظامات تھے۔ مارلی کے بھی درجنوں سیکورٹی گارڈز ائرپورٹ پہنچے ہوئے تھے۔ اخبارات کے چند رپورٹرز اور فوٹو گرافرز کو اس سے مختصر سی ملاقات کی اجازت دی گئی تھی۔ اس کی اور جم کاف کی تصویریں اتاری جارہی تھیں۔ اس سے سوالات کیے جارہے تھے۔

ایک اخباری رپورٹر نے پوچھا "آپ ایک طویل عرصے بعد ہانگ کانگ سے باہر گئی تھیں لیکن رازداری سے کیوں گئی تھیں؟"

"میں شادی کرنے گئی تھی چونکہ دلہن شرماتی ہے۔ اس لیے میں نے شرم سے کسی کو نہیں بتایا تھا۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ دوسرے صحافی نے کہا "آپ مذاق میں ٹال رہی ہیں۔ آپ کے معاملات کچھ پیچیدہ ہیں۔ آپ وہاں لندن میں تھیں لیکن یہاں ہانگ کانگ میں تبھی دیکھی جارہی تھیں۔"

مارلی نے کہا "میں دو نہیں ہوں۔ ایک ہوں۔ آپ نے دوسری کو اس شہر میں کہاں دیکھا؟ اور کب دیکھا؟ کسی نے بھی آنکھوں سے یہاں مجھے دیکھا ہوگا تو یقیناً اس وقت میں یہاں رہی ہوں گی۔ اس کے بعد لندن جاکر ایک دلہا لانے میں کتنی دیر لگتی ہے۔"

اس بات پر پھر سب ہنسنے لگے۔ مارلی نے کہا "دیکھیے سب آپ پر ہنس رہے ہیں۔ بے تکی باتیں کرکے اپنی ہنسی نہ اڑائیں اور اب مجھے جانے دیں۔ میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔"

میں اور سونیا مارلی اور اس کے خاص باڈی گارڈز کے اندر موجود تھے۔ کوبرا خیال خوانی کے ذریعے کسی کو آلہ کار بنا کر کچھ بھی کر سکتا تھا۔

کوبرا وہاں خیال خوانی کے ذریعے موجود تھا لیکن اب بہت محتاط ہو گیا تھا۔ خاموش رہ کر معلوم کر رہا تھا کہ مارلی ہانگ کانگ میں کب تک رہے گی اور کب اپنے جزیرے میں جائے گی؟

اس وقت ہاروے نے بڑی ذہانت سے کام لیا۔ اس نے سوچا۔ ہم مارلی اور جم کاف کی آمد پر اس کے پاس مصروف رہیں گے۔ بائرن ٹوڈ وغیرہ جیسے معمولوں کو فی الوقت نظر انداز کریں گے۔

واقعی اس نے درست سوچا تھا۔ میں نے اور سونیا نے انہیں نظر انداز کر دیا تھا۔ اس نے بائرن ٹوڈ کے اندر پہنچ کر مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ کو لاک کیا پھر حکم دیا "تم صرف آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند پوری کرو گے پھر بیدار ہوتے ہی یہ رہائش گاہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جاؤ گے۔"

پھر اس نے بیکر برائٹ، سائمن اور آندرے پر بھی ایسا ہی مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ ان کے دماغوں کو بھی لاک کیا پھر انہیں بھی رہائش گاہیں تبدیل کرنے کا حکم دے کر وہ غائب طور پر حاضر ہو گیا۔

اسے اپنی اور بائرن ٹوڈ کی بیوی پر بھروسا نہیں تھا۔ یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ ہم نے انہیں بھی آلہ کار بنایا ہوگا۔ لہٰذا اس نے ان دو عورتوں کے دماغوں کو بھی لاک کر دیا۔ ہم نے انہیں معمول بنا کر ہاروے کو بڑے مسائل میں الجھا دیا تھا۔ اب ان کی جتنی بھی دولت اور جائداد شان دار بنگلے اور جتنے بھی ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹر تھے۔ انہیں وہ استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ یہی شبہ ہوتا کہ ہمارے نیلی پیتھی جاننے والے ان کی تمام املاک تک پہنچے ہوئے ہیں اور ان املاک کے منتظمین کو بھی اپنا آلہ کار بنایا ہے۔ وہ اپنے ہیلی کاپٹرز اور جہازوں کو چلانے والے ماتحتوں پر بھی بھروسا نہیں کر سکتے تھے۔

ان کے سامنے یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ تمام املاک کو فروخت کر دیا جائے۔ انڈر ورلڈ میں ان کے جتنے راز دار اور فرماں بردار ہیں۔ ان سب کی چھٹی کروا دی جائے۔

وہ بڑا نقصان اٹھا رہے تھے اور بڑی پیچیدگیوں سے گزرنے والے تھے۔

ادھر جم کاف نے اخبارات والوں کو بیان دیتے ہوئے کہا تھا "میں مارلی کے ساتھ جزیرہ لن تاؤ میں زندگی گزارنے آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ کئی ملک کے اسمگلرز اور انڈر ورلڈ والے میری وائف کو پریشان کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اب میں اس جزیرے اور قلعے کا مالک ہوں۔ انہیں روپٹیاں ہضم نہیں ہو رہی ہیں تو وہ مجھ سے باتیں کریں۔ مجھ سے معاملات طے کریں۔ میرے بیان کے ساتھ میرے فون نمبرز شائع کیے جائیں۔ میں ان کا انتظار کروں گا۔"

اس نے اخبار والوں کو اپنے فون اور فیکس نمبر نوٹ کروا دیے۔ حکومت کے تمام عہدے داروں نے مارلی اور جم کاف کا استقبال کیا تھا۔ مہمان نوازی کے لیے ایک معروف اور مہنگے ہوٹل میں ان کے لیے ایک سوئٹ ریزرو کرایا تھا۔ جب وہ اپنے سوئٹ میں آئے تو جم کاف کے موبائل کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو۔"

دوسری طرف سے کسی نے کہا "یہاں سبھی تمہیں خوش آمدید کہہ رہے ہیں لیکن میں نہیں کہوں گا۔"

"اچھا تم ان میں سے ہو جو میری آمد سے پریشان ہو رہے ہیں۔ تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

"تکلیف مجھے نہیں تمہیں ہونے والی ہے اگر چاہتے ہو کہ زندہ سلامت رہو اور ہنستے کھیلتے زندگی گزارو تو مارلی کے اصولوں پر نہ چلو۔ تم اس سے زیادہ سمجھ دار ہو۔ سمجھوتے اور دوستی کے راستے ہموار کرو۔"

"میں یہی کرنے آیا ہوں۔ دشمنی صرف مجھے نہیں۔ تم سب کو بھی مہنگی پڑے گی۔ لہٰذا مہنگا سودا نہ تم کرو، نہ میں کروں گا۔ بائی دا وے تم کون ہو؟"

"مارلی نے اب تک مجھے دشمن بنایا ہوا ہے۔ ابھی دشمن ہی سمجھو۔ دوستی ہوگی تو نام پتا اور ٹھکانا سب معلوم ہو جائے گا۔"

"یعنی مرد نہیں ہو۔ میری طرح کھل کر سامنے نہیں آؤ گے۔"

"میں مرد بھی ہوں۔ زبردست بھی ہوں۔ جب سامنے آؤں گا تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

"اس دعوے میں ذرا بھی سچائی ہے تو سامنے آ کر میرے ہوش اڑاؤ۔"

"پہلے تم ہمارے مطالبات تسلیم کرو گے۔ دوستی کرو گے پھر تمہارے سامنے آؤں گا۔"

"میں پردے میں رہنے والوں سے دوستی نہیں کرتا۔ پہلے سامنے آؤ اور نہ آنا چاہو تو دوبارہ فون پر میرا وقت برباد نہ کرنا۔"

اس نے اپنا فون بند کر دیا پھر مارلی سے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ کون بول رہا تھا؟"

وہ بولی "یہاں ناناکا کو ڈو میرا بدترین دشمن ہے۔ اسی نے فون کیا ہوگا۔"

جم کاف نے کہا "وہ خیال خوانی کرنے والے بائرن ٹوڈ وغیرہ بھی تو ہو سکتے ہیں۔ چونکہ میرے دماغ میں نہیں آ سکتے۔ اس لیے فون پر رابطہ کیا ہوگا۔"

جم کاف ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ مارلی اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ وہ بولا "پلیز تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں اس اہم مسئلے پر غور کر رہا ہوں۔"

وہ بولی "تم اکثر یہی کہتے ہو۔ کچھ سوچنے سے پہلے کہتے ہو کہ میں تمہیں ڈسٹرب نہ کروں۔ ایسا لگتا ہے کہ خیال خوانی کرتے رہتے ہو اور میری مداخلت پسند نہیں کرتے ہو۔"

"مارلی میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ تمہیں سب کچھ بتاؤں گا۔ پلیز ابھی خاموش رہو۔"

میں مارلی کے اندر تھا۔ اس کی باتیں سن کر سمجھ گیا کہ ان نون اس کے اندر پہنچا ہوا ہے۔ اس سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ ان نون کی موجودگی میں وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔

واقعی ان نون اس کے اندر تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "میری باتیں یاد رکھا کرو۔ میں نے کہا تھا۔ تم ہانگ کانگ پہنچ کر یہ معلوم کرو گے کہ فرہاد اب تک وہاں موجود ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو مارلی کے دماغ میں چھپ کر تم پر نظر رکھتا ہوگا۔"

جم کاف نے کہا "تم مارلی کے اندر بھی جاتے ہو۔ کیا اس کے چور خیالات سے فرہاد کے بارے میں معلومات حاصل نہیں کر سکتے۔"

"مارلی کے اندر ہمیشہ خاموشی رہتی ہے۔ میں نے کبھی کسی کو بولتے ہوئے نہیں سنا ہے۔ فرہاد بہت چالاک ہے۔ وہ اس کے اندر اگر خاموش رہتا ہوگا۔ تم مارلی سے کہو کہ وہ فون، فیکس اور ای میل کے ذریعے کسی طرح اس سے رابطہ کرے۔ اس سے پہلے جیسی دوستی کرے۔ تم بھی اس سے دوستی کرو۔ تم دونوں سے برابر اس کا رابطہ رہے گا تو میں اس کی باتیں سنتا رہوں گا۔ باتوں سے بہت کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ وہ آج نہیں تو کل تمہارا زبردست مخالف بننے والا ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ وہ مارلی کا ہمدرد ہے۔ تم اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر چکے ہو کہ اس نے مارلی کے ساتھ ایک رات بھی نہیں گزاری۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہوس پرست اور دولت پرستی کے لیے مارلی کے قریب نہیں رہا ہے اور تم کہتے ہو کہ ایسا شخص میری مخالفت کرنے والا ہے۔"

"تم جزیرے میں پہنچ کر مارلی کے اصولوں کے خلاف دشمنوں سے سودے بازی کرو گے اور جزیرے کے حکمران بنو گے تو فرہاد مارلی کی حمایت اور تمہاری مخالفت کرے گا۔"

"میں مارلی کے اصولوں کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا۔ ایسے سخت اصول مجھے بھی پسند ہیں۔"

"کیا تم ساری زندگی مارلی سے چپک کر رہو گے۔ میں ہمیشہ نیا حسن و شباب چاہتا ہوں۔ اب میں مارلی سے بیزار ہو گیا ہوں۔ اس کے قلعے میں پہنچ کر اسے اس طرح ہلاک کرو کہ کوئی تم پر شبہ نہ کرے۔ فرہاد بھی یہی سمجھے کہ نیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں نے اسے ہلاک کیا ہے۔"

"مسٹر ان نون۔ یہ تم میرے اصولوں کے خلاف بول رہے ہو۔ مارلی جرائم کی دنیا کی بہت ہی الجھی ہوئی تجربے کار عورت ہے۔ اس علاقے میں میرے تجربات سے زیادہ اس کے تجربات کام آئیں گے۔ وہ میری بہترین لائف اور بزنس پارٹنر بن کر رہے گی۔ تم آئندہ اس کے خلاف ایک لفظ نہیں بولو گے۔"

"میں ایک بات جانتا ہوں۔ مجھے نیا حسن اور زرخیز بدن چاہیے۔ تم قلعے میں دوسری حسیناؤں کے ساتھ وقت گزارو گے تو مارلی اعتراض کرے گی۔ تم سے جھگڑا کرے گی۔ اس سے پہلے کہ وہ تمہاری مخالفت کرے اور تمہیں جانی نقصان پہنچائے۔ تمہیں ایسی خطرناک عورت کو اپنے راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔"

"میں تمہیں منع کر رہا ہوں اور تم پھر اس کے خلاف بول رہے ہو۔ تم حسین اور نوخیز دوشیزائیں چاہتے ہو۔ میں تمہارے یہ مطالبات پورے کیا کروں گا۔ مارلی کو راضی کروں گا۔ وہ میری عیاشی پر اعتراض نہیں کرے گی۔ عقل کی بات کرو ان نون۔ اس طرح میں مارلی اور فرہاد دونوں کو دوست بنا کر رکھوں گا۔ انڈر ورلڈ میں مجھے کیا کرنا ہے۔ یہ تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتے ہو۔"

"میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ تم یہ نہیں جانتے کہ میں جرائم کی دنیا کا بہت پرانا کھلاڑی ہوں۔ تم یہاں انڈر ورلڈ کے تینوں گاڈ فادرز کو ختم کر کے پورے جنوبی چائنا پر حکمرانی کرنے آئے ہو۔ یہی میرا بھی ارادہ ہے۔ میں دوسرے صحت مند اور تگڑے جوانوں کے ذریعے بھی حسین دوشیزاؤں کو حاصل کر سکتا ہوں لیکن دوسرے تیسرے جوانوں کے اندر جانے سے میری ہوس پرستی چھپی نہیں رہے گی۔ تم سے دو فائدے ہیں۔ ایک تو میری ہوس پوری ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ تم انڈر ورلڈ کے شیطانوں سے نمٹنا جانتے ہو۔ میں تمہارے ذریعے یہاں حکومت کرتا رہوں گا۔"

"اوہ گاڈ تمہارے ارادے تو بڑے خطرناک ہیں۔ تم نے مجھے پہلے نہیں بتایا۔ میرے ساتھ مارلی کو ذریعہ بنا کر یہاں تک آئے ہو۔ خود کو ہوس پرست ظاہر کر کے مجھے اب تک

دھوکا دیتے رہے ہو۔"

"میں دھوکا نہیں دے رہا ہوں۔ تم یہاں کامیاب ہونے کے بعد حکومت کرتے رہو گے اور میں تمہارے دماغ میں رہ کر حکمرانی کرتا رہوں گا۔ تمہیں ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے محفوظ رکھوں گا اور ناکا جیسے عام دشمنوں کو چٹکیوں میں مسلتا رہوں گا۔ میرے احسانات کو سمجھو۔ پورے علاقے میں تمہاری دہشت طاری رہے گی۔"

جم کاف پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ یہ میرے دماغ پر حکمرانی کرے گا۔ اپنی من مانی کرے گا۔ اس کی زیادہ مخالفت کروں گا تو یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ہلاک کر کے میری جگہ کوئی دوسرا آلہ کار لے آئے گا۔ اس نے میری زندگی کا آخری سانس اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔ جب چاہے گا۔ آخری سانس چھین لے گا۔

اُن نون نے ہنستے ہوئے کہا "تم میرے خلاف سوچ رہے ہو مگر درست سوچ رہے ہو۔ میری مخالفت کرو گے تو نہ گھر کے رہو گے نہ گھاٹ کے۔ لندن بھی واپس نہیں جا سکو گے۔ ابھی میں دوست ہوں' مہربان ہوں۔ میری دوستی اور مہربانی سے فائدہ اٹھاؤ۔"

"اب میں اپنا فائدہ نہیں دیکھوں گا۔ اپنی سلامتی کے لیے تمہیں دوست بنائے رکھوں گا۔"

"شاباش! سمجھ داری سے کام کرتے رہو۔ مارلی سے کہو۔ کسی طرح فرہاد سے رابطہ کرے' رابطہ ہونے پر تم فرہاد سے دوستی کرو۔"

میں ان دونوں کی تمام گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے مارلی سے کہا "فرہاد تمہارا بہترین دوست ہے۔ وہ تمہیں شادی کی مبارک باد دینے نہیں آیا ہے۔ تمہیں اس سے رابطہ کرنا چاہیے۔"

وہ بولی "رابطہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی وہ ایک منٹ کے لیے میرے پاس آیا تھا۔ اس نے مجھے مبارک باد دی ہے۔ مجھ سے کہا ہے کہ میرے قریب ہی ہے۔ جب اطمینان ہو جائے گا کہ کوئی خطرہ نہیں ہے تو وہ ہم سے ملنے آئے گا۔"

"میں بے چینی سے انتظار کروں گا۔ مسٹر فرہاد جیسا ساتھی ہمارے ساتھ رہے گا۔ تو ہم جانے انجانے دشمنوں سے بہ آسانی نمٹ سکیں گے۔"

"تم اتنی دیر سے خاموش رہ کر مجھے بور کر رہے ہو۔ کیا میں دیواروں سے باتیں کرتی رہوں؟ آخر تم اتنی دیر تک کیا سوچتے رہتے ہو؟"

"یہاں ایک نہیں کئی دشمن ہیں۔ ان سے نمٹنے کے لیے پلاننگ کرتا رہتا ہوں پھر اس پلاننگ میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہوں۔"

لنچ کا وقت ہو گیا تھا۔ انہوں نے لنچ کا آرڈر دیا۔ وہ اسی سوئٹ میں کھانا چاہتے تھے۔ باہر جانا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ روم سروس والا ویٹر ایک قد آور جوان تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ کھانے کی بڑی سی ٹرالی لے کر ان کے سوئٹ میں آیا۔ جم کاف نے کہا "کھانے کی ڈشیں ڈائننگ ٹیبل پر رکھو اور کھانے کے دوران میں یہاں حاضر رہو۔"

میں نے ویٹر کے ذریعے کہا "سوری میں اس ہوٹل کا ملازم نہیں ہوں۔ فرہاد علی تیمور ہوں۔"

دونوں نے اسے چونک کر دیکھا۔ مارلی خوشی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میرے پاس آ کر میرے بازو کو تھام کر جم کاف کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی "یہ ہیں مسٹر جیمز کاف مین۔ یعنی جم کاف ہیں۔ میرے ہزبینڈ تم سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہیں۔"

جم کاف نے میرے پاس آ کر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ میں نے اسے شادی کی مبارک باد دی اور کہا "تمہاری دلہن بہت خوب صورت ہے مگر بہت خطرناک ہے۔ خطرات سے کھیلتی رہتی ہے۔ اب تمہاری زندگی بھی ایسے ہی کھیلوں میں گزرے گی۔"

وہ بولا "آپ جیسا دوست اور مہربان ہو تو ہم کسی خطرے کو خاطر میں نہیں لائیں گے۔"

مارلی نے ایک خالی پلیٹ اور ڈش اٹھا کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "تمہارے ساتھ لنچ کر کے بہت خوشی ہوئی۔ بہت سے مسائل پر گفتگو کرنی ہے۔ تم میرے تمام مسائل سے واقف ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں ان سے کیسے نمٹوں۔ تم پر کتنا بوجھ ڈالوں۔"

ہم سب کھانے لگے۔ میں نے کہا "جب تم سے دوستی نہیں ہوئی تھی' تب بھی تمہارے دشمن میرے دشمن تھے اور اب بھی ہیں۔ میں تو اپنے تحفظ کے لیے تم پر ہونے والے حملوں کو ناکام بناتا رہوں گا۔"

ایسے وقت سونیا جم کاف کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ یہ یقینی بات تھی کہ میری اچانک موجودگی نے اُن نون کو چونکا دیا ہو گا اور وہ جم کاف کے اندر رہ کر میری باتیں سنے گا اور میری اسٹڈی کرتا رہے گا۔ اس نے جم کاف سے کہا "فرہاد سے پوچھو۔ اس شہر میں کہاں رہتا ہے؟"

اس نے مجھ سے پوچھا "آپ یہاں جس جگہ رہتے ہیں؟"

میں نے مسکرا کر کہا "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی خفیہ رہائش گاہ کے بارے میں نہیں بتاتا۔"

وہ بولا "مجھے یہ پوچھنا نہیں چاہیے تھا۔ دراصل میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ تنہا نہ رہیں۔ کل ہم جزیرہ لن ناؤ جا رہے ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ قلعے میں رہا کریں۔"

"میں تو تم دونوں کو شادی کی مبارک باد دینے کے لیے جسمانی طور پر یہاں آ گیا ہوں۔ جلد ہی یہاں سے جا کر گم ہو جاؤں گا۔ تم دونوں کے ساتھ خیال خوانی کے ذریعے قلعے میں موجود رہوں گا۔"

جم کاف نے ان نون کی مرضی کے مطابق کہا "آپ اس سے پہلے مارلی کے ساتھ جسمانی طور پر قلعے میں رہ چکے ہیں۔ وہاں رہ کر دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیا ہے۔ وہاں رہ کر دشمنوں سے نمٹنے کے لیے آپ کو بہت سی سہولتیں حاصل ہوتی رہیں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا "مسٹر جم کاف تم مجھے اپنے ساتھ لے جانے کی ضد کیوں کر رہے ہو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میں ضد نہیں کر رہا ہوں۔ میرے اندر یہ خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ چل کر رہیں۔ میرا خیال ہے مارلی کی بھی یہی خواہش ہے۔"

وہ بولی "میں ایسی خواہش نہیں کروں گی۔ جس سے فرہاد کو نقصان پہنچے۔"

میں نے کہا "مسٹر جم کاف صرف تمہارے اندر یہ خواہش پیدا ہو رہی ہے۔ میرا تجربہ کہہ رہا ہے کہ کوئی تمہارے اندر یہ خواہش پیدا کر رہا ہے۔ اس نے تمہارے ذریعے یہ بھی معلوم کرنا چاہا تھا کہ میں اس شہر میں کہاں رہتا ہوں؟ تم سچ بتاؤ؟ کیا تمہارے اندر ایسا نہیں ہو رہا ہے؟"

اس بار سونیا نے اسے بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بولا "ہاں۔ میرے دماغ میں ایسا سوال پیدا ہوا تھا کہ آپ کہاں رہتے ہیں؟ پھر میں آپ کو اپنے ساتھ جزیرے میں لے جانے کی ضد کر رہا ہوں۔ میں کچھ الجھا ہوا ہوں۔"

"سوری ٹو سے' یہاں کوئی گڑبڑ ہے۔ مسٹر جم تم نہیں سمجھو گے مگر میں سمجھ رہا ہوں۔ میرا کوئی دشمن تمہارے اندر پہنچا ہوا ہے۔"

کھانا چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بولا "نہیں میرے اندر کوئی نہیں ہے۔ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کوئی میرے اندر نہیں گھس سکتا۔ پلیز آپ اس ملاقات کو مختصر نہ کریں۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ دشمن ایسی چالیں چلتے ہیں۔ تم ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈوں کو نہیں سمجھو گے۔ یہاں میرے لیے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ مجھے جانا ہو گا۔"

وہ مجھ سے پہلے اُن نون وہاں سے جا چکا تھا۔ اس نے ہوٹل کے منیجر کے ذریعے وہاں کے مسلح گارڈ کی آواز سنی پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے دوڑاتا ہوا لفٹ کی طرف لے گیا۔ وہاں کی ایک لفٹ اوپر جا رہی تھی۔ دوسری لفٹ نیچے آ رہی تھی۔ ان نون کے حساب کے مطابق مجھے نیچے آنے والی لفٹ میں ہونا چاہیے تھا لیکن اس لفٹ سے دو عورتیں باہر آئیں۔ وہ سمجھ گیا کہ میں ایمرجنسی سیڑھیوں سے اتر کر وہاں سے فرار ہو رہا ہوں۔ وہ اس گارڈ کو دوڑاتا ہوا ان سیڑھیوں کے پاس لے گیا۔ ایمرجنسی ایگزٹ دروازے کو کھول کر دیکھا۔ باہر وہ نوجوان ہوٹل کا ملازم جا رہا تھا۔ ان نون نے اسے ہوٹل کی وردی سے پہچانا پھر مخاطب کیا "اے رک جاؤ۔ تم ابھی سوئٹ نمبر سیون میں لنچ لے گئے تھے۔"

اس نے کہا "ہاں ابھی وہ کھا رہے ہیں۔ میں ذرا کام سے جا رہا ہوں۔ مسلح گارڈ نے ان نون کی مرضی کے مطابق ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس پر گولی چلائی۔ میں اس کے اندر تھا۔ اس بے گناہ کو ایسی موت سے بچانا چاہتا تھا۔ میں چلانگ لگا کر ایک دیوار کی آڑ میں چلا گیا پھر اس گارڈ کے دماغ میں پہنچ کر بولا "مسٹر ان نون میں نے یہ چال چل کر تمہیں ظاہر ہونے پر مجبور کیا ہے۔ تم نے اس گارڈ کی آواز سنا کر غلطی کی ہے۔ میں بھی اس کے اندر پہنچ گیا ہوں۔ اسے گولی چلانے نہیں دوں گا۔"

ادھر وہ ملازم فائرنگ سے دہشت زدہ ہو کر چھپتا ہوا کہیں بھاگ گیا تھا۔ ایسے وقت ان نون میری باتوں میں الجھا ہوا تھا۔ میں نے کہا "جسے تم ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ وہ سچ مچ ہوٹل کا ملازم تھا۔ سانپ جا چکا ہے۔ تم لکیر پیٹتے رہو اور اس بات پر غور کرتے رہو۔ میرے دشمنوں کی فہرست میں تمہارا نام درج ہو چکا ہے۔ آئندہ تم اپنی ناکامیوں کا ماتم کرنے والے ہو۔"

وہ جھنجلا کر جم کاف کے پاس آیا۔ اس سے بولا "تمہاری غلطیوں کی وجہ سے اسے شبہ ہو گیا تھا کہ میں تمہارے اندر موجود ہوں۔ وہ یہاں سے جا رہا تھا۔ ایسا موقع بار بار نہیں ملتا۔ میں نے ہوٹل کے باہر اس پر قاتلانہ حملہ کیا تھا لیکن وہ کم بخت بچ نکلا ہے۔ اب وہ میرے لیے مصیبت بنتا رہے گا۔"

"ایسا میری غلطیوں کی وجہ سے نہیں ہوا۔ تم نے جلد بازی میں یہ نہیں سوچا کہ ٹیلی پیتھی کے پہاڑ سے ٹکرا رہے ہو۔ مجھے غصہ نہ دکھاؤ۔ تمہاری وجہ سے اب شاید فرہاد ہماری مدد کے لیے نہیں آیا کرے گا۔"

مارلی نے پوچھا "تم اتنی دیر سے سامنے والی دیوار کو کیوں تک رہے ہو۔ مجھے یقین ہوتا جا رہا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو اور اپنی خیال خوانی کو مجھ سے چھپاتے رہتے ہو۔"

"مارلی ایسی کوئی بات نہیں ہے اگر میں ٹیلی پیتھی جانتا تو

یہ بات مسٹر فرہاد سے چھپی نہ رہتی۔ انہوں نے میرے اندر چھپے ہوئے ایک شخص کو پکڑ لیا تھا۔ اب میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ وہ شخص میرے اندر آتا رہتا ہے۔ میں بہت مجبور ہو گیا ہوں۔ اس کا غلام بن گیا ہوں۔"

"تم اس قدر مجبور ہو اور اب مجھے بتا رہے ہو۔ میں فرہاد سے کہوں گی تو وہ تمہارے اندر کے دشمن کو مار بھگا دے گا۔ تم فکر نہ کرو۔"

ان نون نے کہا "چڑیل کی بچی! تو فرہاد سے کیا کہے گی۔ میں تجھے کہنے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔ تجھے ہپناٹائز کر کے تیرے دماغ کو لاک کر دوں گا۔"

وہ بولی "فرہاد یہاں سے جسمانی طور پر گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے موجود ہے۔ تم میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکو گے۔"

"اتنی عقل مجھ میں بھی ہے لیکن وہ چوبیس گھنٹے تمہاری نگرانی نہیں کرے گا۔ میں کسی وقت موقع پا کر تمہیں اپنی معمولہ اور کنیز بنا لوں گا۔ اسے تمہارے دماغ میں پہنچنے نہیں دوں گا۔"

پھر اس نے جم کاف سے کہا "دوپہر ہو چکی ہے۔ تم شام تک مارلی کو لے کر جزیرے میں چلے جاؤ۔ میں وہاں مارلی اور فرہاد دونوں سے نمٹ لوں گا۔"

"اَن نون! یوں زبردستی نہ کرو۔ ہمیں کل تک یہاں رہنے دو۔ تم غصے میں ہو پھر بھی سمجھا رہا ہوں۔ فرہاد سے دشمنی نہ کرو۔ اس سے دوستی کرو۔"

"مجھے کیا کرنا ہے۔ یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ مجھے فرہاد کے مقابلے میں تنہا نہ سمجھو۔ جب اسے میری ہسٹری معلوم ہو گی تو اس کے ہوش اڑ جائیں گے۔ میں جا رہا ہوں۔ اچانک اس پر ایسا حملہ کروں گا کہ وہ بچ نہیں پائے گا اگر بچ گا تب بھی شرمندگی اٹھائے گا۔ اس کی توقع کے خلاف اسے بہت بڑا نقصان پہنچ چکا ہو گا۔ میں جا رہا ہوں مگر تم دونوں کے پاس آتا جاتا رہوں گا۔"

جم کاف کے اندر خاموشی چھا گئی۔ اس نے مجھے مخاطب کیا "مسٹر فرہاد کیا آپ موجود ہیں۔"

میں نے جواب نہیں دیا۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ ان نون وہاں خاموشی سے موجود ہے۔ یہ اس کے لیے بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ کب تک جم کاف اور مارلی کے دماغوں میں آتا جاتا رہے گا۔ ہم ابھی اس کی پوری ہسٹری نہیں جانتے تھے۔ ہو سکتا ہے اس کے ساتھ کچھ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں۔ وہ سب باری باری آ کر ہمیں ان کے دماغوں کو لاک کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔

لیکن ہمارے پاس تو ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کی فوج تھی۔ ہم اس کی مجبوریوں سے کھیل سکتے تھے۔ اسے جم اور مارلی کے دماغوں میں کئی طرح سے ناکام بنا سکتے تھے۔

میں نے مارلی کی سوچ میں اسے تسلیاں دیں۔ وہ جم کاف سے بولی "تم خود کو مجبور نہ سمجھو۔ فرہاد ہمارے ساتھ ہے۔ وہ تمہیں کسی کا غلام بننے نہیں دے گا۔"

"مسٹر فرہاد کب تک ہماری حفاظت کرتے رہیں گے۔ ان نون موقع کی تلاش میں رہے گا۔ کسی وقت بھی ہمیں دماغی تکالیف میں مبتلا کر سکتا ہے۔ ہماری جان بھی لے سکتا ہے۔"

"کیا وہ ان نون ابھی تمہارے اندر ہے؟ اگر ہے تو تمہیں نقصان کیوں نہیں پہنچا رہا ہے؟ وہ جانتا ہے کہ فرہاد ابھی اسے ایسا نہیں کرنے دے گا اور فرہاد جانتا ہے کہ ایسے دشمنوں سے کس طرح نمٹا جاتا ہے۔"

"میں نے اور سونیا نے اپنے ماتحت سراغ رسانوں کو ہدایات دیں کہ وہ مارلی اور جم کاف کے دماغوں میں مسلسل موجود رہیں اور موقع ملتے ہی مختصر سا تنویمی عمل کر کے ان کے دماغوں کو لاک کر دیں۔"

سونیا نے کہا "مارلی اور جم کاف کے یہاں پہنچتے ہی دشمن اپنی سرگرمیاں دکھانے لگے ہیں۔ سب سے پہلے کوبرا نے فون کے ذریعے جم کاف سے رابطہ کیا تھا۔ اگرچہ اس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا لیکن میں اس کا لب ولہجہ اور انداز سمجھتی ہوں۔"

میں نے کہا "اور اس ان نون سے توقع نہیں تھی کہ اتنی جلدی اپنی اصلیت دکھائے گا۔ یہ بھی بدترین دشمن ثابت ہو رہا ہے۔"

"دشمنوں کی تعداد کم ہونی چاہیے مگر بڑھتی جا رہی ہے۔"

"ہم کم کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ بائرن ٹوڈ وغیرہ کو تو ٹھنڈا کر ہی دیا ہے۔ بس ایک باروے رہ گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ محتاط ہو گیا ہے اسی لیے کہیں روپوش ہو گیا ہے۔"

"ہم نے کل سے بائرن ٹوڈ وغیرہ کی خبر نہیں لی ہے۔ انہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔"

"آؤ چلیں ابھی ان کی خبر لیتے ہیں۔"

ہم نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بائرن ٹوڈ کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ سونیا نے کہا "یہ ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اب اس کے دوسرے ساتھیوں کی خبر لو۔"

بیکر برائٹ، سائمن اور آندرے کی خبر لی گئی۔ انہوں نے بھی ہماری سوچ کی لہروں کو اپنے اندر آنے سے روک دیا۔ سونیا نے کہا "یہ تو گیلے صابن کی طرح ہاتھ سے پھسل گئے ہیں۔"

"ہم دشمنوں کی تعداد کم کرنا چاہتے تھے لیکن تعداد پھر بڑھ گئی ہے۔ باروے نے ہماری غفلت سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اب یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے پھر سے منظم ہو کر مسائل پیدا کریں گے۔"

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں یہی ہوتا ہے۔ آج جو کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں۔ وہ کل ناکامیوں میں بدل جاتی ہیں پھر وہی ناکامیاں اگلی کامیابیوں کا راستہ دکھاتی ہیں۔

کوبرا پہلی بار سونیا کے مقابلے میں آ کر یہ سمجھ گیا تھا کہ آئندہ اسے براہِ راست سونیا سے یا کسی بھی دشمن سے رابطہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس نے جم کاف سے فون پر رابطہ کیا تھا لیکن اپنا نام نہیں بتایا تھا۔ اس کے باوجود ہم سمجھ گئے تھے کہ ٹیلی فون پر بولنے والا کوبرا ہی ہے۔

وہ دوسری بار ناناکا کو اپنا معمول بنا چکا تھا۔ اس نے اسے حکم دیا "آئندہ وہ مارلی اور جم کاف کو ٹریننگ کرے گا۔ ان دونوں کو مجبور کرے گا کہ وہ یہ علاقہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ مارلی جم کاف کے ساتھ لندن چلی جائے گی تو اس سے کبھی دشمنی نہیں کی جائے گی۔"

ناناکا نے فون کے ذریعے جم کاف سے رابطہ کیا اور کہا "میں ناناکا کو ڈبول رہا ہوں۔"

جم کاف نے کہا "میں جب سے یہاں آیا ہوں کسی دوست نے مجھ سے فون پر گفتگو نہیں کی۔ اب تم اپنے انداز میں مجھے چیلنج کرو گے۔ یہ بتاؤ گے کہ اس علاقے میں تم کتنے طاقت ور اور ناقابلِ شکست ہو۔ میں ایسی باتیں سن سن کر بیزار ہو گیا ہوں۔ ہو سکے تو کوئی نئی بات کرو۔"

"دو دشمن اپنی سلامتی کے پیشِ نظر ایک دوسرے کے روبرو نہیں آتے۔ نئی بات یہ ہے کہ میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

"واقعی نئی بات کہہ رہے ہو۔ بائی واوے کیوں ملنا چاہتے ہو؟ کیا اراوے ہیں؟"

"اگر تم یہاں انڈرورلڈ کے گاڈ فادر بننے آئے ہو تو میں تمہیں سمجھاؤں گا کہ یہ تمہارا بچکانہ خواب ہے۔ تمہیں مارلی کے ساتھ واپس لندن جانا چاہیے۔"

"تم روبرو ملاقات کرنے سے پہلے ہی ایسے ٹیک مشورے دے رہے ہو پھر روبرو ملاقات کی کوئی اہمیت تو نہیں رہی اور جو کچھ اگلنا ہے۔ اسی فون سے اگل دو۔"

"طنزیہ انداز میں نہ بولو۔ کبھی دشمن بھی نیک مشورے دیتے ہیں۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ یہاں تمہارے کتنے جانے انجانے دشمن ہیں۔ میں ان سب سے مختلف ہوں۔ اس لیے سمجھا رہا ہوں۔ ہانگ کانگ سے آگے مارلی کے جزیرے لن تاؤ میں نہ جانا۔ وہاں قدم قدم پر ٹیلی پیتھی کی سرنگیں بچھائی گئی ہیں۔ جہاں قدم رکھو گے۔ وہاں دھماکے سے تمہارے چیتھڑے اڑیں گے۔"

"تم واقعی دوسرے دشمنوں سے مختلف ہو۔ مجھ پر مہربان ہو۔ مجھے پیش آنے والے خطرات سے آگاہ کر رہے ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ قدم قدم پر دھماکے ہوں اور میرے چیتھڑے اڑ جائیں۔ تم نے مجھے خوف زدہ کر دیا ہے میں خوف سے تھر تھر کانپ رہا ہوں۔ تمہاری خواہش کے مطابق میں دہشت زدہ ہو گیا ہوں' اب اور کیا چاہتے ہو؟ کیا اور کچھ کہنے کے لیے رہ گیا ہے؟"

"ہاں ہماری ملاقات رہ گئی ہے۔ کل صبح دس بجے ائرپورٹ میں مجھ سے ملو۔ لندن جانے والی فلائٹ میں تمہاری اور مارلی کی دو سیٹیں ہوں گی۔ میں تمہاری روانگی کے انتظامات کر رہا ہوں۔"

جم کاف نے کہا "میں بھی کل کی فلائٹ میں تم تینوں گاڈ فادرز کے لیے سیٹیں ریزرو کراؤں گا۔ وہیں ائرپورٹ میں فیصلہ ہو جائے گا کہ اس علاقے سے کس کا دانہ پانی اٹھ رہا ہے۔"

"جم کاف میں تمہیں عقل کی ایک بات سمجھاتا ہوں۔ دراصل میرے اور تمہارے درمیان مقابلہ نہیں ہے۔ میرے اور تمہارے پیچھے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ ائرپورٹ میں اپنی اپنی خطرناک صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں گے اور ہم دونوں ان کے نشانے پر رہیں گے۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کامیاب ہوں گے تو میں مروں گا۔ میرے والے کامیاب ہوں گے تو تم مارلی کے ساتھ فنا ہو جاؤ گے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ ہم میں سے کوئی اپنی جان سے جائے گا۔"

"بے شک تم بڑی دانش مندی سے بول رہے ہو مگر دانش مندی سے خود ہی نہیں سمجھ رہے ہو۔ اگر سمجھ رہے ہوتے تو مجھ سے روبرو ملاقات کرنے کی بات نہ کرتے۔ ہماری ملاقات کا نتیجہ یہی ہو گا۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے کھیل میں مارے جائیں گے۔"

"تم یہاں رہو گے۔ تب بھی موت کا یہ کھیل جاری رہے گا۔"

"یہی بات میں تم سے کہتا ہوں اگر تم تینوں گاڈ فادرز یہاں سے دفع ہو جاؤ گے تو موت کا یہ کھیل بند ہو جائے گا۔ سوچ لو۔ کل کی فلائٹ سے تم تینوں کو یہاں سے جانا ہے۔ میں یہاں صرف رہنے کے لیے نہیں انڈرورلڈ میں حکومت کرنے کے لیے بھی آیا ہوں۔ تم تینوں جب بھی روبرو آؤ گے میں ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر تم سب کو گولی مار دوں گا۔"

اس نے فون بند کردیا۔ ہمارے ماتحت اس کے اور مارلی کے دماغوں میں موجود رہتے تھے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ ناناکا نے جم کاف کو چیلنج کیا تھا۔

سونیا نے کہا۔ "اب ناناکا میں دم خم نہیں رہا ہے۔ اس کی اپنی الگ حیثیت اور اہمیت ختم ہو چکی ہے۔ وہ کوبرا کا آلہ کار بن چکا ہے۔ اس نے کوبرا کے حکم کے مطابق جم کاف کو چیلنج کیا ہوگا۔"

"تم نے کوبرا کو سمجھا دیا ہے کہ اسے منظرعام پر نہیں آنا چاہیے۔ لہٰذا وہ ناناکا کے ذریعے ہی مارلی اور جم کاف کو ختم کرنے یا یہاں سے بھگانے کی کوشش کرے گا۔"

سونیا نے کہا "موجودہ حالات میں دشمنوں کے درمیان ہماری کیا پوزیشن ہے؟ ہم کیا کھو رہے ہیں؟ اور کیا پا رہے ہیں؟"

"ہم بائرن ٹوڈ وغیرہ کو کھو چکے ہیں۔ انہیں پھر سے اپنا دشمن بنا چکے ہیں۔ وہ ہمارے خلاف اچانک ہی کوئی کارروائی کریں گے۔ دوسرا دشمن کوبرا ہے۔ وہ ہماری گرفت سے باہر ہے۔ ہماری پہنچ سے بہت دور ہے۔ وہ مارلی اور جم کاف کو نقصان پہنچائے گا تو ہم زیادہ سے زیادہ ناناکا اور دونوں گاڈ فادرز کو نقصان پہنچا سکیں گے لیکن کوبرا ہماری جوابی کارروائی سے محفوظ رہے گا۔"

سونیا نے کہا "اسی طرح وہ ان نون ہماری جوابی کارروائیوں سے محفوظ رہے گا۔ ہم زیادہ سے زیادہ اسے جم کاف اور مارلی کے اندر آنے سے روک سکتے ہیں۔ ان روپوش رہنے والے دشمنوں کو ان کے بل سے باہر نکالنا بہت ضروری ہے۔"

ایسے وقت ہمارے ایک ماتحت نے آکر کہا "سر ہم نے مارلی اور جم کاف پر مختصر سا تنویمی عمل کیا ہے۔ ان کے دماغوں کو لاک کیا ہے پھر ان کی تنویمی نیند پوری ہونے تک ان کے اندر موجود رہے۔ اس دوران میں کوئی دشمن ان کے اندر نہیں آیا تھا۔ کسی نے ہمارے تنویمی عمل کا توڑ نہیں کیا ہے۔ ہم مطمئن ہیں۔ آپ بھی اطمینان کرلیں۔"

میں اور سونیا اس مخصوص لب ولہجے کے ذریعے ان کے دماغوں میں گئے۔ جو ان کے ذہنوں میں نقش کیے گئے تھے۔ انہوں نے ہمیں محسوس نہیں کیا پھر میں نے ان نون کا لب ولہجہ اختیار کرکے جم کاف کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لیا۔

واقعی تنویمی عمل کامیاب رہا تھا۔

○☆○

کرونا نے پہلے جوزف وسکی... اور اس کے بعد بڈی رابرٹ کو بھی اپنا معمول بنالیا تھا۔ وہ اچھی خاصی کامیابیاں حاصل کررہی تھی۔ ابھی اسے یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ بڈی رابرٹ کو معمول بنانے میں ناکام رہی ہے۔ اتفاق سے بیزون اپنے دوست بڈی رابرٹ کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس نے اسے کرونا کے تنویمی عمل سے نجات دلائی تھی۔ ایک مخصوص لب ولہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا۔

آئندہ کرونا اس کے اندر نہیں پہنچ سکتی تھی لیکن پارس پہنچ سکتا تھا۔ وہ بیزون کے مختصر سے تنویمی عمل کے دوران میں بڈی رابرٹ کے اندر موجود رہا تھا۔ بیزون نے جو خاص لب ولہجہ نقش کیا تھا پارس اس کے ذریعے کسی وقت بھی بڈی کے اندر پہنچ سکتا تھا۔

بیزون نے بڈی سے کہا تھا "وہ مختصر سی تنویمی نیند پوری کرتے ہی کرونا کے بنگلے سے چلا جائے۔ اگر جانے کا موقع نہ ملے تو یہ ظاہر کرتا رہے کہ وہ کرونا کا معمول ہے۔ اسے فریب دیتا رہے پھر موقع پاتے ہی اسے ٹریپ کرلے۔"

کرونا نے بیڈ روم میں آکر بڈی رابرٹ کو دیکھا۔ وہ بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مسکرا کر بولی "تم مجھے ٹریپ کرنے آئے تھے لیکن خود ہی گڑھے میں گر پڑے ہو۔ اب تم یہاں سے واپس جاؤ گے۔ اپنے ساتھیوں کو یہ نہیں بتاؤ گے کہ میرے معمول بن چکے ہو۔"

وہ کہنا چاہتی تھی کہ اس نے جوزف وسکی کو بھی اپنا معمول بنا رکھا ہے لیکن پارس نے اسے ایسا کہنے نہیں دیا اگر وہ یہ بات کہہ دیتی تو بڈی اور بیزون کے ذریعے دوسرے تمام ساتھیوں کو معلوم ہوجاتا کہ جوزف وسکی اس کا معمول بنا ہوا ہے اور وہ اس کے ذریعے ان کے تمام اہم رازوں تک پہنچتی رہتی ہے۔

پارس نے اسے روک دیا تھا لیکن وہ پھر بھی یہ کہہ سکتی تھی۔ پارس نے سوچا اسے یہ حقیقت معلوم ہوجانا چاہیے کہ بڈی پر اس کا تنویمی عمل ناکام رہا ہے۔ آئندہ اسے بڈی سے دور رہنا چاہیے۔

بیزون نے جو لب ولہجہ نقش کیا تھا۔ پارس اس کے ذریعے بڈی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق قہقہہ لگاتے ہوئے بولا "تم خود کو بہت چالاک سمجھتی ہو لیکن میں تم سے زیادہ چالاک ہوں۔ میں نے تمہارے تنویمی عمل سے اپنا بچاؤ کیا ہے۔ یقین نہ ہو تو میرے دماغ میں آکر دیکھو۔"

پارس نورا ہی اس کے دماغ سے نکل کر کرونا کے پاس آیا۔ کرونا نے بڈی کے اندر پہنچنا چاہا تو ناکام رہی۔ وہ چیختے ہوئے بولا "اب میری باری ہے۔ میں تمہیں شیشے میں لے کر تم پر عمل کروں گا۔"

کرونا اپنی ناکامی پر حیران ہو رہی تھی۔ پارس نے اس کی

سوچ میں کہا "میں اس سے مقابلہ کرسکتی ہوں پھر اسے زیر کرسکتی ہوں لیکن یہ بھی مجھے زیر کرسکتا ہے۔ فی الحال مجھے یہاں سے بھاگ کر کہیں چھپ کر اس پر حملہ کرنا چاہیے۔ روبرو مقابلہ کرنا نادانی ہوگی۔"

یہ سوچتے ہی وہ بیڈ روم سے بھاگتی ہوئی' بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی' پارس کو آوازیں دیتی ہوئی باہر چلی گئی۔ پارس نے بڈی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے بنگلے کے باہر دوسری طرف لے گیا تاکہ وہ کرونا تک نہ پہنچ سکے لیکن کرونا باہر جانے کے بعد دوڑتے ہوئے دوسری طرف بنگلے کے پیچھے آگئی۔ وہاں پھر بڈی سے سامنا ہوگیا۔ وہ غصے سے بولا "مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گی؟ میں تمہیں اپنی کنیز بنا کر رکھوں گا۔ تمہاری مکاری کی سزا تمہیں دوں گا۔"

کرونا نے اچانک ہی گھوم کر اس کے منہ پر ایک کک ماری۔ وہ مار کھا کر ذرا پیچھے گیا پھر اس نے جوابی حملہ کیا لیکن وہ کرونا کی طرح تیز و طرار فائٹر نہیں تھا۔ اس سے مار کھانے لگا۔ اس نے اتنی پٹائی کی کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ اس کا دماغ پھر کمزور ہوگیا۔ کرونا نے اس کے اندر پہنچ کر کہا "اب سانس روکو۔ مجھے اپنے اندر سے بھگاؤ لیکن مجھ سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکو گے۔"

ایسے وقت بیزون اپنے وعدے کے مطابق آگیا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا "بڈی یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولا "تم نے میرے دماغ کو لاک کیا تھا لیکن یہ خطرناک بلا ہے۔ اس نے پھر مجھے دماغی طور پر کمزور رہنا دیا ہے۔"

بیزون نے اس کے ذریعے کہا "کرونا تم اسے معمول نہیں بنا سکو گی۔ ہم کئی نیلی پیلی جاننے والے ہیں۔ اس کی حفاظت کریں گے۔ تمہارے ہر عمل کا توڑ کرتے رہیں گے۔"

وہ بولی "میں مانتی ہوں۔ تم لوگوں کی موجودگی میں اسے معمول نہیں بنا سکوں گی لیکن اسے دماغی مریض بنا کر رکھوں گی۔ تم کوششیں کرکے دیکھ لو۔ یہ دماغی توانائی حاصل نہیں کرسکے گا۔"

اس نے یہ کہتے ہی بڈی کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیختے ہوئے تڑپنے لگا۔ بیزون نے پریشان ہو کر اپنے تمام ساتھیوں کو بڈی کے اندر بلایا۔ وہ سب اس کی دماغی تکلیف کو دور کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ جب تکلیف ذرا کم ہوئی تو سب نے اس کے دماغ پر بڑی مضبوطی سے قبضہ جمایا۔ بیزون نے کہا "کرونا تمہیں یہ دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔ ہم جانتے ہیں۔ تم تنہا ہو۔ ہم سے ٹکرانے کی حماقت نہ کرو۔"

"میں تم لوگوں سے ٹکرانے نہیں آئی تھی۔ تمہارا یہ بڈی' مجھے اپنی کنیز بنانے آیا تھا۔ اب اس کا انجام تم سب دیکھ رہے ہو۔"

"جو ہوگیا۔ سو ہوگیا۔ اب تم کیا کرو گی۔ بڈی کو دماغی مریض بنا کر رکھو گی تو اس کے ذریعے ہم تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔ تم ہمیں روکنے کے لیے اس کے دماغ کو لاک نہیں کرسکو گی۔ ہم کبھی ایسا کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

"تم مجھے نہ سمجھاؤ۔ میں سمجھ رہی ہوں کہ آئندہ کیا ہوسکتا ہے۔ میں نہیں چاہوں گی کہ اس کے ذریعے تم لوگ میرے سائے تک بھی پہنچ سکو۔ لہٰذا میں اسے یہاں چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ جب تک میں چلی نہ جاؤں۔ اسے زمین سے نہ اٹھانا۔ یہ اٹھے گا تو میں پھر اس کے اندر زلزلہ پیدا کروں گی۔ تم ایسا کرنے سے باز رکھو گے تو میں اسے گولی مار کر چلی جاؤں گی۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں۔ یہ یہاں رہے گا۔ زمین سے نہیں اٹھے گا۔ جتنی جلدی ہوسکے تم یہاں سے چلی جاؤ۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی بنگلے کے اندر آئی۔ پارس کو دیکھ کر بولی "تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"میں ٹوائلٹ میں تھا۔ میں نے تمہاری آوازیں سنی تھیں مگر میں ٹوائلٹ سے جواب نہیں دے سکتا تھا۔ تم اتنی محبت سے کیوں پکار رہی تھیں۔"

"تم پکارنے کا انداز بھی نہیں جانتے ہو۔ میں پریشان ہو کر آوازیں دے رہی تھی۔ چلو فوراً ضروری سامان سمیٹو۔ ہم ابھی یہاں سے جا رہے ہیں۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں آکر ایک سفری بیگ میں ضروری سامان رکھنے لگی۔ پارس نے پوچھا "اتنا اچھا مکان چھوڑ کر کیوں جا رہی ہو؟"

"میں تمہیں نہیں بتا سکتی۔ میرے ساتھ چلنا ہے تو چلو۔ ورنہ یہیں رہو۔"

"تم نے بیڈ روم میں سلا سلا کر میری عادت خراب کردی ہے۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔"

وہ بھی ایک بیگ میں اپنا ضروری سامان رکھنے لگا۔ کرونا کی سوچ میں بولا "بڈی کی دماغی تکلیف کم ہوگئی ہوگی۔ وہ وہاں سے بھاگ کر کہیں چھپ کر میرا تعاقب کرسکتا ہے۔ وہ ابھی زمین سے اٹھنے کے قابل نہ رہے تو اچھا ہے۔"

کرونا نے بڈی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ پہلے وہ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اب اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے ساتھی کہہ رہے تھے "اسی طرح بیٹھے رہو۔ یہاں سے نہ اٹھو۔ ابھی کرونا سے دشمنی مول لینا دانش مندی نہیں ہوگی۔ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل رہی ہے تو نکل جانے دو۔ اس سے زیادہ تم ہمارے لیے

ضروری ہو۔"

کرونا نے اچانک ہی اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے تمام ساتھی کرونا کے جانے کے بعد مطمئن ہوگئے تھے۔ انہوں نے گرفت مضبوط نہیں رکھی تھی۔ اس لیے وہ زلزلہ پیدا کرنے میں کامیاب ہوئی۔

اس کے ساتھی پریشان ہو کر کہنے لگے "وہ اپنی شیطانی حرکتوں سے باز نہیں آرہی ہے۔ ہم بہت مجبور ہوگئے ہیں۔ ابھی اس کے خلاف کچھ نہیں کرسکیں گے۔"

بیزون نے خیال خوانی کے ذریعے کرونا سے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے سانس روک لی۔ وہ بڈی رابرٹ کے پاس واپس آیا تو اسی وقت اس نے پھر ایک زور کی چیخ ماری۔ کرونا نے تیسری بار زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اس بار وہ دماغی تکلیف برداشت نہ کرسکا۔ بے ہوش ہوگیا۔

اس کے تمام ساتھی اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئے۔ دماغ ہوش و حواس سے خالی ہوجائے تو خیال خوانی کرنے والے نہ وہاں کچھ بول سکتے ہیں نہ اپنے طور پر کچھ کرسکتے ہیں۔

وہ سب مجبور ہوگئے تھے۔ بیزون نے کہا "اس کے ہوش میں آنے تک انتظار کرنا ہوگا پھر ہم اس کے اندر پہنچ کر اس کی مدد کریں گے۔ اسے اس شہر سے' اس ملک سے نکال لائیں گے۔"

ایک ساتھی مائیک مورو نے کہا "ہمیں اپنے ساتھی کے لیے دعا کرنا چاہیے۔ جو عورت اسے بے ہوش کرسکتی ہے۔ اسے گولی بھی مار سکتی ہے۔ اس سے ہمیشہ کے لیے پیچھا چھڑا سکتی ہے۔"

انہوں نے روس میں ٹرانسفارمر مشین تیار کی تھی۔ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کررہے تھے۔ اتنی بڑی کامیابی کے بعد ایک تنہا عورت انہیں نقصان پہنچا رہی تھی۔ وہ اس کی انتقامی کارروائیوں سے بڈی رابرٹ کو نہیں بچا سکتے تھے۔ وہ سب خیال خوانی کے ذریعے بیچ پال کے پاس آگئے۔ اسے بڈی کے تمام حالات بتانے لگے۔ بیچ پال نے تمام باتیں سن کر کہا "یہ تو بڑے تشویش ناک حالات ہیں۔ تم سب نے بڈی کو وہاں پر بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔"

"ہم کیا کرسکتے ہیں۔ جب تک وہ ہوش میں نہیں آئے گا۔ ہم اس کے اندر نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"ہر دس پندرہ منٹ کے بعد اس کے پاس جاتے رہو۔ اسے کسی وقت بھی ہوش آسکتا ہے۔ تم لوگ صرف بڈی کے لیے پریشان ہو۔ میں اس سے بھی آگے دور تک اپنا نقصان ہوتے دیکھ رہا ہوں۔"

جوزف وسکی نے پوچھا "کیسا نقصان؟"

"کرونا نے بڈی کو دماغی طور پر کمزور بنانے کے بعد اس کے خیالات پڑھے ہوں گے۔ یہ معلوم کیا ہوگا کہ ہم نے روس میں ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کی ہے۔ اس نے ہمارا طریقہ کار بھی معلوم کیا ہوگا کہ ہم کس طرح روسی حکام اور تمام آرمی افسران کو اپنا معمول بنا چکے ہیں۔ پتا نہیں اس مکار عورت نے بڈی کے دماغ سے ہمارے کیسے کیسے اہم راز معلوم کیے ہوں گے۔"

"واقعی یہ تشویش کی بات ہے۔ کرونا نے بڈی کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کیا ہوگا اس عورت کو تو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

بیچ پال نے کہا "وہ تم سب کی موجودگی میں اس بنگلے سے جارہی تھی۔ اسے کسی طرح روکنا چاہیے تھا۔ کیا اس بنگلے میں کوئی اور نہیں تھا۔ جسے تم آلہ کار بناتے؟"

بیزون نے کہا "ایک پاگل شخص تھا۔ جسے کرونا نے شوہر بنا کر رکھا ہوا تھا لیکن وہ اس وقت موجود نہیں تھا۔ اسے روکنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔"

بیچ پال نے پوچھا "کیا اس بنگلے کا نمبر اور پتا معلوم ہے؟"

بیزون نے کہا "میں جانتا ہوں لیکن کرونا وہاں سے جاچکی ہوگی۔"

"یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ آج وہاں سے کون کون سی فلائٹ کن ملکوں کی طرف جارہی ہے۔ اس نے اپنا نام میری رکھا ہے۔ اس کے پاس اسی نام کا پاسپورٹ ہوگا۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں ہوگا کہ وہ حلیہ بدل سکے اور نیا پاسپورٹ بنا سکے۔ تم سب فرینکفرٹ کے ائرپورٹ اور ائرویز کمپنیوں میں جاؤ۔ معلوم کرو کہ میری نام کی عورت کس فلائٹ سے کہاں جارہی ہے۔"

مائیک مورو اور جوزف وسکی یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے چلے گئے۔ بیزون نے کہا "وہ ٹرین کے ذریعے بھی فرینکفرٹ اور جرمنی کے باہر جاسکتی ہے۔ میں جارہا ہوں۔ ریلوے اسٹیشن میں کسی کو آلہ کار بنا کر کرونا کو تلاش کروں گا۔"

بیزون بھی چلا گیا۔ بیچ پال اس وقت روسی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں تھا۔ اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں نے یہ ضد کی تھی کہ اسے بھی ٹیلی پیتھی سیکھنا چاہیے۔ وہ اسی مقصد کے لیے ماسکو کے آرمی ہیڈ کوارٹر میں پہنچا ہوا تھا۔ دن کے گیارہ بجے اسے اس مشین سے گزرنا تھا لیکن وہ بہت ذہین تھا۔ بہت محتاط رہنے کا عادی تھا۔ اس کی عقل نے سمجھایا کہ کرونا نے بڈی کے خیالات پڑھ کر یہ بھی معلوم کیا ہوگا کہ آج ان کا لیڈر بیچ پال ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے والا ہے۔ کرونا وہاں کسی کو بھی آلہ کار بنا کر اسے

نقصان پہنچا سکتی ہے۔

بیچ پال نے سوچا۔ میں مشین سے گزرنے کے بعد بے ہوش رہوں گا۔ ہوش آنے کے بعد دماغی طور پر کمزور رہوں گا۔ ایسے وقت وہ مجھے ہپناٹائز کرسکتی ہے۔ مجھے معمول بنانے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ میرے ذریعے میرے تمام ساتھیوں پر حکومت کرے گی۔ یوں کہنا چاہیے کہ تمام روس پر حکمرانی کرے گی۔ یہ عورت ہماری توقع سے زیادہ چالاک ثابت ہورہی ہے۔ اسے کسی طرح بھی گھیرنا اور اپنے شکنجے میں رکھنا بہت ضروری ہوگیا ہے۔"

اس نے مشین سے تعلق رکھنے والے افسران سے کہا "میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ میں اندر سے کچھ کمزوری محسوس کررہا ہوں۔ ٹرانسفارمر مشین کا آپریشن میرے لیے ناقابل برداشت ہوگا پھر یہ کہ میرے تمام ساتھی کہیں مصروف ہیں۔ میں پھر کسی دن ان کی موجودگی میں یہ علم سیکھنا چاہوں گا۔"

بیچ پال کے لیے یہ علم سیکھنا بہت ضروری تھا۔ ویسے وہ اس علم کے بغیر ہی ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بڑی کامیابیاں حاصل کررہا تھا۔ یہ علم سیکھنے کے بعد وہ ایک فولادی انسان بن سکتا تھا۔

اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی کرونا کو تلاش کررہے تھے۔ بیزون نے ایک آلہ کار کے ذریعے معلوم کیا کہ وہ ریلوے اسٹیشن کے ایک پلیٹ فارم میں ہے۔ اس کے ساتھ اس کا نام نہاد شوہر جیری (پارس) بھی ہے۔ اس پلیٹ فارم سے ایک ٹرین برلن کی طرف جانے والی ہے۔

کرونا نے اس ٹرین میں اپنے لیے ایک چھوٹا کیبن ریزرو کرایا تھا۔ اس کے ساتھ والے کیبن میں جو مسافر تھے۔ ان کے دماغوں میں بیزون پہنچ گیا۔ جس آلہ کار کے ذریعے اس نے کرونا کو تلاش کیا تھا۔ اسی آلہ کار کے ذریعے اس نے دوسرے مسافروں کے دماغ میں جگہ بنائی تھی پھر اس نے مائیک مورو اور جوزف وسکی سے کہا "کرونا مل گئی ہے۔ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں ایسے مسافروں کے اندر پہنچاؤں گا۔ جو اس کے کیبن کے آس پاس ہیں۔"

اس نے اپنے ساتھیوں کو بھی وہاں پہنچا دیا پھر بیچ پال کو رپورٹ دی۔ کرونا مل گئی ہے۔ ایک ٹرین میں سفر کررہی ہے۔ ہم اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اس کے قریب ہیں۔ جب چاہیں اس پر حملہ کرکے اسے زخمی کرسکتے ہیں۔ اس کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں اگر وہ قابو میں نہ آئے تو اسے گولی مار سکتے ہیں۔

بیچ پال نے کہا "جلد بازی سے کام نہ لینا۔ یہ معلوم کرو۔ اس کا سفر کب تک جاری رہے گا۔ تم کب تک آلہ کاروں کے ذریعے اس کی نگرانی کرسکو گے۔"

وہ برلن یا پولینڈ کے بارڈر اسٹیشن تک جائے گی۔ کل صبح تک اس کا سفر جاری رہے گا۔

بیچ پال نے کہا "ٹرین میں کوئی ہنگامہ نہ کرو۔ اس کے کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملاؤ۔ بڑی خاموشی سے اسے کمزور بناؤ پھر اسے معمول بنالو۔"

بیزون' مائیک مورو اور جوزف وسکی اس ٹرین میں اپنے آلہ کاروں کے پاس آگئے۔ بیزون نے کہا "بڈی ہوش میں آچکا ہوگا۔ میں اس کی مدد کے لیے جارہا ہوں۔ جلد ہی واپس آؤں گا۔"

وہ بڈی کے پاس چلا گیا۔ کرونا اپنے کیبن میں پارس کے ساتھ تھی۔ ٹرین اپنی مخصوص رفتار سے جارہی تھی۔ وہ کھڑکی کے پاس بیٹھی گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "بڈی رابرٹ میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ میں ایک اور کامیابی حاصل کرتے کرتے ناکام ہوگئی ہوں۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کیسی کیسی ہیرا پھیری ہوتی ہے۔ توقع کے خلاف کبھی کچھ ہوتا ہے اور کبھی کچھ اور ہوجاتا ہے۔"

پارس نے اس کے قریب آکر بیٹھتے ہوئے پوچھا "ہم کہاں جارہے ہیں؟"

وہ بولی "جہنم میں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تمہیں اپنے ساتھ کیوں لے آئی ہوں۔"

"میں شوہر ہوں۔ اس لیے ساتھ لائی ہو۔ ہم تو آخری دم تک ساتھ رہیں گے۔ پہلے تمہارا دم نکلے گا تو کوئی دوسری عورت مجھے شوہر بنالے گی اگر میں پہلے مروں گا تو تمہارے لیے شوہروں کی کمی نہیں ہوگی۔ تم تو کسی کو بھی پکڑ کر شوہر بنالیتی ہو۔"

"اے بکواس مت کرو۔ کیا تم نے مجھے ایسی ویسی سمجھ لیا ہے۔ میں تمہیں لفٹ دے رہی ہوں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی بھی آکر میرا ہاتھ پکڑ سکتا ہے۔ میں چاہوں تو ابھی تم سے پیچھا چھڑا سکتی ہوں۔"

"پیچھا کیسے چھڑاؤ گی؟ مجھ پر دل و جان سے قربان ہوتی رہتی ہو۔ تنہائی میں ملتے ہی تمہارے دل میں کچھ کچھ ہونے لگتا ہے۔ اس وقت بھی کیبن میں ہم تنہا ہیں۔ کیا تمہیں کچھ کچھ ہورہا ہے؟"

بڈی اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اس کا موڈ خراب تھا۔ وہ غصے سے کچھ کہنا چاہتی تھی پھر پارس کو دیکھ کر سوچنے لگی۔ میں خوامخواہ غصہ کیوں دکھا رہی ہو یہ میرے لیے برے وقتوں میں کام آتا رہا ہے۔

پارس اسے ایسا سوچنے پر مائل کررہا تھا۔ وہ بے اختیار بولی "ہاں کچھ کچھ ہورہا ہے۔ پتا نہیں تمہارے اندر کیا بات

ہے۔ بے اختیار تمہاری طرف کھنچی چلی آتی ہوں۔"

وہ قریب ہو کر اس کے سینے پر سر رکھ کر بولی "تم پاگل نہ ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا۔"

"کیا میں تمہیں پاگل نظر آتا ہوں؟ کیا بتا سکتی ہو کہ میں نے پاگلوں جیسی کون سی حرکت کی ہے؟"

وہ سوچنے لگی پھر بولی "تم پہلی ملاقات میں میرے ہم سفر تھے۔ جہاز میں الٹی سیدھی باتیں کر رہے تھے۔ تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے کہ تم سوچے سمجھے بغیر بولتے ہو۔"

"مثال کے طور پر کوئی ایسی بات بتاؤ۔ جو میں نے سوچے سمجھے بغیر تم سے کہی ہو؟"

وہ سوچنے لگی۔ اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا "تم خوا مخواہ میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ میرے ساتھ رہنا چاہتے تھے۔ میں تم سے پیچھا چھڑا کر ایک بنگلے میں پہنچی تو تم دوسرے دن وہاں بھی پہنچ گئے۔"

"میں نے تم سے جہاز میں کہا تھا کہ مجھے کچھ باتیں غیب سے معلوم ہو جاتی ہیں۔ تمہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ثابت کیا تھا۔ مجھے غیب سے معلوم ہوا تھا کہ تمہارا نام میری نہیں ہے۔ کرونا ہے۔"

"ہاں اس کے بعد تمہیں اور کوئی بات غیب سے نہیں معلوم ہوئی۔"

"بہت سی باتیں معلوم ہوئیں لیکن میں کسی کو بتاتا نہیں ہوں۔ تمہیں بھی کچھ نہیں بتایا۔"

کرونا کے اندر تجسس پیدا ہوا۔ اس نے پوچھا "تمہیں میرے بارے میں کیا معلوم ہوتا رہا ہے؟ سچ سچ بولو۔ مجھ سے چھپاؤ گے تو میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

وہ ناراضگی ظاہر کرنے کے لیے اس سے الگ ہو گئی۔ اس نے کھینچ کر اسے بازوؤں میں بھرتے ہوئے کہا "ساتھ ہی لگی رہو۔ سردی بہت ہے۔ تم قدرتی ہیٹر ہو۔ مجھے غیب سے معلوم ہوا تھا کہ تمہیں میری ضرورت ہے۔ اسی لیے میں تمہارے پاس بنگلے میں آ گیا تھا اور یہ تو تم دیکھ ہی رہی ہو کہ تمہارے لیے ضروری ہوں۔ اس لیے ساتھ نہیں چھوڑ رہی ہو۔"

"کیا میرے بارے میں تمہیں غیب سے کچھ معلوم ہوا ہے؟"

"یہ معلوم ہوا ہے کہ تم جتنی خوب صورت ہو۔ اتنی خطرناک بھی ہو مگر تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔ ہر سال میرے لیے ایک نیا کیلنڈر ریڈ کرتی رہو گی۔ جب ہم شادی کی سلور جوبلی منائیں گے تو ہمارے پچیس بچے ہوں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں بچے پیدا کرنے والی عورت نہیں ہوں۔ ایک دن مجھے کسی بڑے ملک کی حکمران بننا ہے۔ تمہیں غیب سے جو باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ وہ بکواس ہیں۔"

"تم ابھی بول رہی ہو مگر مجھے پہلے سے پتا ہے کہ تم روس کی حکمران بننے والی ہو۔"

وہ چونک کر خوش ہو کر بولی "سچ؟ کیا یہ تمہیں غیب سے معلوم ہوا ہے؟"

"تم تو میری باتوں کو جھوٹ سمجھتی ہو پھر خوش کیوں ہو رہی ہو؟"

"نہیں تمہاری یہ بات سچ لگتی ہے۔ تم نے میرا صحیح نام بھی بتایا تھا اور تمہاری یہ بات بھی درست ہے کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"میری کوئی بات غلط نہیں ہوتی ہے۔ تم دیکھ لینا ہمارے پچیس بچے ہوں گے۔"

"اوہ تو! بچوں کی باتیں نہ کرو۔ مجھے خوف آتا ہے۔ کام کی باتیں کرو۔ میرے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟"

"تم بھی میری طرح غیب کی باتیں جانتی ہو۔ فرق یہ ہے کہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔ تم جانتی ہو۔"

وہ چونک کر اس سے الگ ہو گئی۔ حیرانی سے بولی "تم میری خیال خوانی کے بارے میں جانتے ہو۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے کیا کرتی رہتی ہوں؟"

"ابھی صرف اتنا معلوم ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو اگر میں تمہیں توجہ سے دیکھ کر معلوم کرنا چاہوں گا تو معلوم ہو جائے گا کہ خیال خوانی کے ذریعے کیا کرتی رہتی ہو۔"

"تم نے یہ سب معلوم کیوں نہیں کیا؟"

"یہ سب میرے لیے غیر ضروری ہے۔ میں صرف ضروری باتیں معلوم کرتا ہوں۔"

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ میں نے وہ بنگلا کیوں چھوڑا ہے؟ اور ابھی کہاں جا رہی ہوں؟"

"میرے اندر یہ تجسس پیدا ہوا تھا کہ تم اچانک بنگلا کیوں چھوڑ رہی ہو تو غیب سے معلوم ہوا کہ بڈی رابرٹ تمہارے لیے مصیبت بن گیا ہے۔"

"تم اس کا نام بھی جانتے ہو؟"

"جب کبھی کچھ معلوم ہوتا ہے تو نام بھی معلوم ہوتا ہے۔"

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ تم میری مصیبت کو اور میری پریشانیوں کو سمجھ رہے ہو؟"

"تم نے پوچھا نہیں۔ میں نے بتایا نہیں اگر کوئی بتاتا تو تم مجھے پاگل سمجھ کر میری باتوں کو نظر انداز کر دیتیں اگر میں تمہیں منع کرتا کہ ٹرین سے سفر نہ کرو تو کیا تم میری بات مان لیتیں؟"

"تم منع کیوں کرتے؟ کیا مجھے ٹرین سے سفر نہیں کرنا

چاہیے۔"

"مجھے غیب سے معلوم ہو گیا تھا کہ تمہیں تلاش کرنے والے دشمن اس ٹرین میں گھیر کر تمہیں ہلاک کرنا چاہیں گے۔ تمہیں ہائی وے سے سفر کرنا چاہیے تھا۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی "اوہ گاڈ۔ اب تک تمہاری تمام باتیں درست ہوتی رہی ہیں۔ کیا میں یقین کر لوں کہ دشمن مجھے یہاں گھیر رہے ہیں؟ نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ انہیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ میں اس ٹرین سے سفر کر رہی ہوں۔ تمہاری کوئی بات غلط بھی تو ہو سکتی ہے؟"

پارس پہلے ہی جوزف وسکی کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا کہ بیزون نے ایک آلہ کار کے ذریعے اسے ریلوے اسٹیشن میں دیکھا تھا۔ اب بیزون بڈی کے پاس چلا گیا تھا۔ جوزف وسکی اور مائیک مورو اس کیبن کے آس پاس والے کیبنوں کے مسافروں کو آلہ کار بنا رہے تھے۔

پنچ پال نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ جلد بازی سے کام نہ لیں۔ ٹرین میں کوئی ہنگامہ نہ کریں۔ کرونا کی کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دیں پھر بڑی خاموشی سے اور سہولت سے اسے معمول بنا لیں۔

پارس کو دشمنوں کی یہ تمام پلاننگ معلوم تھی۔ کرونا بے یقینی ظاہر کر رہی تھی۔ اس نے اس کی سوچ میں کہا "میں ابھی جوزف وسکی کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتی ہوں کہ جیری کی یہ بات بھی درست ہے یا نہیں۔"

اس کے اندر یہ خیال پیدا ہوا تو وہ فوراً ہی جوزف وسکی کے اندر پہنچ گئی پھر اس کے خیالات پڑھ کر حیران رہ گئی۔ پارس کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی "تمہیں غیب سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں ان میں سے کوئی غلط نہیں ہوتی۔ سبھی درست ہوتی ہیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنے باکمال ہو۔ یہ بھی درست ہے کہ تم مجھے ٹرین سے سفر کرنے سے منع کرتے تو میں تمہاری بات کبھی نہ مانتی۔ میں خود ہی یہاں آ کر پھنس گئی ہوں۔"

وہ پھر جوزف وسکی کے اندر پہنچ گئی۔ یہ معلوم کرنے لگی کہ وہ کس طرح اس پر حملہ کریں گے؟ پتا چلا کہ ٹرین میں ہنگامہ آرائی نہیں کریں گے۔ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کریں گے۔

وہ پارس سے بولا "میں کچھ نہیں کھاؤں گی۔ میں کچھ نہیں پیوں گی۔"

وہ بولا "ابھی کھانے پینے کا وقت نہیں ہوا ہے۔ ڈنر کے وقت کھا پی سکتی ہو۔"

"نہیں۔ وہ میرے کھانے پینے کی کسی چیز میں ایسی دوا ملانے والے ہیں۔ جس کے اثر سے میں کمزور ہو جاؤں گی پھر وہ میرے دماغ پر قبضہ جما لیں گے۔"

"کسی ایک چیز میں دوا ملائیں گے۔ تم وہ چیز چھوڑ کر باقی چیزیں کھاتی پیتی رہنا۔"

"تم پھر پاگلوں کی طرح سوچے سمجھے بغیر بول رہے ہو۔ مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ کس چیز میں دوا ملائی گئی ہے؟"

"نہ میں پاگل ہوں۔ نہ سوچے سمجھے بغیر بول رہا ہوں۔ ہم کھانا اس کیبن میں منگوائیں گے، میں کھانے کی ہر چیز چکھنے کے بعد تمہیں کھانے دوں گا۔ پینے کی ہر چیز ایک گھونٹ پینے کے بعد تمہیں پلاؤں گا۔ اس طرح مجھے معلوم ہو جائے گا کہ تمہیں کون سی چیز کھانا یا پینا نہیں چاہیے۔"

"مگر تم وہ چیز کھا کر یا پی کر اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ تم میرے بہت کام آ رہے ہو۔ میں تمہیں کسی طرح کا نقصان پہنچنے نہیں دوں گی" "آج رات بھوکی رہوں گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"میں نہیں چاہوں گا کہ تم بھوکی رہو۔ میری فکر نہ کرو۔ اعصابی کمزوری کی دوا مجھ پر اثر نہیں کرے گی۔ کوئی بھی ضرر رساں دوا مجھے نقصان نہیں پہنچاتی ہے۔"

"فضول ڈینگیں نہ مارو۔ کیا تم انسان نہیں ہو؟ کوئی زہریلے جانور ہو؟ سانپ بچھو ہو؟"

"تم یقین نہیں کرو گی۔ میں یہی ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "تم کیا ہو؟"

"جانے دو۔ تم یقین نہیں کرو گی۔"

"اب میں تمہاری ہر بات کا یقین کروں گی۔ تمہاری ایک ایک بات درست ہوتی ہے۔"

"تو پھر وعدہ کرو۔ تم مجھ سے نہیں ڈرو گی۔ مجھے انسان سمجھ کر اسی طرح پیار کرتی رہو گی۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم انسان ہو۔ انسان ہی سمجھوں گی۔"

"یہی تو بات ہے کہ نہیں ہوں۔ پچھلے جنم میں ایک ناگ تھا۔ ایک ہزار سال تک زندہ رہنے کے بعد میری جون بدل گئی اور میں انسان بن گیا۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی۔ یہ ایسی مضحکہ خیز بات ہے۔ جس پر میں کبھی یقین نہیں کروں گی لیکن اب تک اس کی کوئی بات جھوٹ نہیں ہوئی ہے۔ ہندو دھرم والے ایسی باتوں کو درست مانتے ہیں۔ میں پھر اسے ایک بار آزماؤں گی۔ جب کھانے پینے کی کسی چیز میں وہ دوا ملی ہو گی تو میں اسے وہ پورا کھانا کھانے یا وہ پورا مشروب پینے کے لیے کہوں گی اگر یہ انسان نہیں، سانپ ہو گا تو اس پر ایسی کوئی دوا اثر نہیں کرے گی۔

"تم مجھے اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہو۔

میں سمجھ رہا ہوں کہ میری بات کا یقین نہیں آرہا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ یقین کرنا ضروری نہیں ہے۔ مجھے انسان سمجھ کر قبول کرتی رہو۔"

وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی "کیا میں اب تک تنہائی میں ایک سانپ سے ملتی رہی ہوں۔ ایک سانپ میرے بدن سے لپٹتا رہا ہے۔ میں سوچتی تھی۔ کبھی کسی سے محبت نہیں کروں گی۔ شادی نہیں کروں گی۔ کسی انسان کو دوست نہیں بناؤں گی اور یہی ہو رہا ہے۔ جسے دوست بنایا ہے۔ وہ انسان نہیں ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "تم نے کیسی بات کہہ دی ہے۔ ادھر تم مجھے اپنی عجیب و غریب شخصیت میں الجھا رہے ہو۔ ادھر دشمن مجھے گھیرنے اور مارنے کی فکر میں ہیں۔"

"تمہیں پریشانی کیا ہے؟ کیا تم مجھ سے ڈر رہی ہو؟ فی الحال مجھے نظر انداز کرو اور پہلے دشمنوں کی طرف توجہ دو۔ یہ سمجھو کہ کس طرح تم انہیں ناکام بنا سکتی ہو۔"

پارس اس کے اندر پنپ کر اسے اسی بات پر مائل کرنے لگا کہ پہلے دشمنوں سے نمٹنے کی فکر کرنا چاہیے۔ میں جوزف وسکی کے دماغ میں جا کر معلوم کروں گی کہ اس نے اور مائیک مورو نے اس ٹرین میں کتنے مسافروں کو اپنا آلہ کار بنایا ہے۔ میں بھی ان آلہ کاروں کے دماغوں میں پہنچوں گی پھر عین وقت پر ان کے اندر زلزلے پیدا کر کے انہیں ناکارہ بناؤں گی۔ وہ کسی بھی آلہ کار کو اپنی مرضی کے مطابق میرے خلاف استعمال نہیں کر سکیں گے۔

وہ پارس کے پاس سے اٹھ کر دوسری برتھ پر آ کر بیٹھ گئی پھر بولی "تم بہت اچھے ہو۔ میں تم سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ ابھی خیال خوانی کرنے کے لیے تم سے دور ہو گئی ہوں۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

بن بورین نے پانچ قابل اعتماد آرمی اور انٹیلی جنس... افسروں کو ٹیلی پیتھی سکھائی تھی پھر ان پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا معمول بنا لیا تھا لیکن پارس نے ان کے عمل کو الٹ دیا تھا۔ ان پانچوں کو الپا کا وفادار بنا دیا تھا۔ وہ پانچوں تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد چند گھنٹوں تک بن بورین کے وفادار رہے۔ انہیں ہیڈ کوارٹر سے دوسرے کیمپ میں مزید ٹریننگ کے لیے بھیجا گیا۔ وہ پانچوں دوسرے کیمپ میں جاتے وقت فرار ہو گئے۔ انہوں نے مختلف ہوٹلوں میں جا کر اپنے چہروں پر تبدیلیاں کیں پھر خیال خوانی کے ذریعے اپنے ملک کے اکابرین سے رابطہ کیا۔ انہیں بیان دیا کہ بن بورین نے ٹیلی پیتھی سکھائی تھی اور انہیں اپنا معمول بنایا تھا۔

ان پانچوں میں سے ایک نے کہا "ہم اپنے ملک کے وفادار ہیں۔ بن بورین کے غلام بن کر نہیں رہنا چاہتے تھے۔ ہم اس کے تنویمی عمل کو ناکام بنا کر اس کی گرفت سے نکل گئے ہیں اور ایک جگہ چھپے ہوئے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "بن بورین کے ارادے نیک نہیں ہیں۔ وہ محب وطن ہو سکتا ہے لیکن ہم جیسوں کو معمول بنا کر اپنی ایک ذاتی ٹیلی پیتھی کی فوج بنا رہا ہے۔"

تیسرے نے کہا "میڈم الپا برسوں سے اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرتی رہی ہیں۔ ان کی وفاداری بے داغ ہے ہم الپا کے وفادار رہ کر اپنے ملک کی خدمت کریں گے۔"

تمام اکابرین ان پانچوں کے بیانات سن کر پریشان ہو گئے۔ انہوں نے ٹیلی فون کے ذریعے بن بورین سے کہا "ہم تمام اکابرین کانفرنس ہال میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں کسی کو اپنا آلہ کار بناؤ اور ہم سے باتیں کرو۔"

بن بورین نے ایک آلہ کار کے ذریعے کہا "کیا کوئی اہم بات ہے؟"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "ہاں۔ تم نے پانچ افراد کو ٹیلی پیتھی سکھائی ہے؟"

"جی ہاں سکھائی ہے۔ کیا آپ لوگوں کو اعتراض ہے؟"

"اعتراض یہ ہے کہ تم نے ان پانچوں کو ہپناٹائز کیا تھا اور انہیں اپنا معمول بنایا تھا۔"

"میں نے انہیں اپنے ملک کا معمول بنایا ہے۔ ان پانچوں کو ٹریننگ کیمپ میں بھیجا ہے۔"

"وہ پانچوں ٹریننگ کیمپ میں نہیں ہیں۔ وہ فرار ہو چکے ہیں۔"

بن بورین تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ اسے پہلے ہی یہ اطلاع مل چکی تھی کہ وہ پانچوں فرار ہو گئے ہیں۔ وہ انہیں بڑی رازداری سے تلاش کر رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "آپ حضرات یہ باتیں کیسے جانتے ہیں؟ میں ان کے لئے بہت پریشان ہوں، اور انہیں تلاش کر رہا ہوں۔"

ایک حاکم نے کہا "انہوں نے ہم سے رابطہ کیا ہے۔ وہ شکایت کر رہے تھے کہ تم نے انہیں ٹیلی پیتھی سکھانے کے بعد ہپناٹائز کیا تھا اور انہیں اپنا معمول بنانا چاہتے تھے۔"

"آپ یقین کریں، میں نے انہیں اپنے ملک کا وفادار بنایا ہے۔"

"وہ پانچوں یہ کہہ رہے ہیں کہ تم نے انہیں اپنا معمول بنایا تھا۔ کیا وہ پانچوں غلط کہہ رہے ہیں؟"

"میں فوج کا کمانڈر ہوں۔ یوں بھی تمام فوجی جوان میرے ماتحت رہتے ہیں اگر میں نے انہیں معمول بنایا ہے تو کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ یہ ملٹری کے اصولوں کے مطابق ہے۔"

"تمام فوجی ایک محدود مدت کے لیے اپنے کمانڈر کے

ماتحت رہتے ہیں پھر کوئی دوسرا کمانڈر آتا ہے تو وہ اس کے ماتحت بن کر اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں لیکن تنویمی عمل کے ذریعے معمول بننے والے کسی دوسرے کمانڈر کو کبھی خاطر میں نہیں لائیں گے۔ وہ صرف تمہارے معمول رہیں گے۔ کیا یہ جرم نہیں ہے؟ کیا اس طرح تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ذاتی فوج نہیں بنا رہے ہو؟"

"یہ آپ لوگوں کا اپنا خیال ہے۔ میں ایسا کچھ نہیں کر رہا ہوں۔ آپ لوگوں کو مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

"بھروسا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمہیں ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا جائے۔ تمہارا محاسبہ نہ کیا جائے۔ وہ پانچوں اگر تمہارے تنویمی عمل کو ناکام نہ بناتے اور تم سے نجات پا کر ہمیں رپورٹ نہ دیتے تو ہمیں کبھی معلوم نہ ہو تا کہ تم ٹیلی پیتھی سیکھنے والوں کو اپنا معمول بنا رہے ہو۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ ذاتی طور پر انہیں معمول نہیں بنا رہا تھا۔ آپ ذرا غور کریں اگر میں ایسا کرتا تو وہ تنویمی عمل سے کیسے رہائی پاتے۔ وہ تو میرے معمول بن کر رہ جاتے؟"

"انہوں نے تمہارے عمل کو ناکام بنایا ہے۔"

"کوئی ایک مجھے ناکام بنا سکتا ہے یا مجھ سے ہپناٹائز کرنے میں ایک بار غلطی ہو سکتی ہے۔ میں پانچ بار ایک ہی غلطی کیسے کروں گا۔ کیا آپ ان سے میری بات کرا سکتے ہیں؟"

ان پانچوں میں سے ایک نے ایک آلہ کار کے ذریعے کہا "ہم یہاں موجود ہیں اور یہ سن رہے ہیں کہ تم کس طرح جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے صاف طور سے ہمیں اپنا معمول بن کر رہنے کا حکم دیا تھا۔"

بن بورین نے کہا "تنویمی عمل کے دوران میں کوئی بھی معمول سحر زدہ رہتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ عامل اس سے کیا کہہ رہا ہے پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں تمہیں معمول بنا رہا تھا؟"

ان پانچوں میں سے ایک نے کہا "ہم تمہارے تنویمی عمل کے دوران سحر زدہ نہیں تھے۔ ہوش میں تھے اور تمہاری چالبازیوں کو سمجھ رہے تھے۔"

دوسرے نے کہا "میڈم الپا نے آج تک کسی کو خواہ مخواہ اپنا معمول نہیں بنایا۔ تمہارے ہاتھ میں مشین آتے ہی تم سب کو غلام بنانے لگے ہو۔"

تیسرے نے کہا "تھینکس گاڈ۔ ہم نے ٹیلی پیتھی سیکھ لی ہے۔ ہم پہلے کی طرح میڈم الپا کے وفادار رہیں گے۔"

بن بورین نے کہا "اوہ۔ اچھا اب تمام باتیں سمجھ میں آ رہی ہیں۔ میرے تنویمی عمل کے دوران میں الپا تم پانچوں کے اندر موجود رہی تھی۔ اس نے میرے عمل کو ناکام بنا کر اپنے عمل کے ذریعے تمہیں میرا دشمن بنا دیا ہے۔ اوہ گاڈ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ میرے خلاف ایسی چال چلے گی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "الپا کو الزام نہ دو۔ وہ مشین سے دستبردار ہو چکی ہے۔"

"وہ بہت مکار ہے۔ اس نے آپ حضرات کے سامنے مشین کو چھوڑ دیا ہے لیکن درپردہ مجھے نااہل ثابت کر رہی ہے۔ میں جب بھی نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کروں گا۔ وہ انہیں ان پانچوں کی طرح باغی بنائے گی۔ ان کے اندر میرے لیے نفرت پیدا کرے گی اور اپنے لیے محبت۔"

ایک اور حاکم نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والے کئی دشمن ہیں۔ وہ تمہی الپا کی طرح تمہارے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں تم سے نفرت پیدا کریں گے۔ یہ پانچوں تو الپا کی محبت میں ابھی تک محب وطن ہیں لیکن دوسرے دشمن تو تمہارے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تم سے متنفر کر کے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ ان حالات میں تم کیا کرو گے۔ دشمنوں کو ایسی حرکتوں سے کیسے باز رکھو گے؟"

بن بورین نے کہا "میں نے لاعلمی میں دھوکا کھایا ہے۔ آئندہ کوئی نئے ٹیلی پیتھی سیکھنے والوں کو مجھ سے نہیں چھین سکے گا۔ میں فوج کا کمانڈر ہوں۔ شکست کھانا نہیں جانتا۔"

پارس نے اپنے ایک آلہ کار کے ذریعے بن بورین کے فون پر رابطہ کیا پھر الپا کے انداز میں ہنستے ہوئے کہا "تمہارا باپ بھی نہیں جانتا کہ آگے آگے کیا ہونے والا ہے۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ بن بورین نے چیخ کر کہا "ہیلو۔ تم کمینی کتیا خود کو سمجھتی کیا ہو۔ ہیلو۔"

پھر وہ فون بند کر کے خیال خوانی کے ذریعے اکابرین سے بولا "ابھی الپا نے مجھے فون پر چیلنج کیا ہے۔ وہ آپ حضرات کے سامنے مشین سے لاتعلق ہے مگر مجھ سے کہہ رہی ہے کہ وہ آئندہ بھی میرے خلاف بہت کچھ کرنے والی ہے۔ آپ اکابرین کو سمجھنا چاہیے۔ وہ مکاری سے دہری چالیں چل رہی ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "مسٹر بن بورین یہاں الپا موجود نہیں ہے۔ موجود ہوتی تو تمہاری باتوں کا جواب دیتی اگر ابھی وہ تمہیں فون کرتی تو ہم سے بھی رابطہ کرتی۔ اس نے ہم سے کبھی فراڈ نہیں کیا ہے۔ وہ بڑی فراخ دلی سے مشین تمہارے حوالے کر چکی ہے۔ تمہیں خود کو اس مشین کا اہل ثابت کرنا چاہیے۔ تم غلطیاں کرو گے اور الزام الپا کو دو گے تو ہم کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "تم کل تک ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا کرو اور یہ ثابت کرو کہ تم نے بڑی کامیابی سے اسے ہمارے ملک کا وفادار بنایا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ کل ایک آرمی افسر کو ٹیلی پیتھی سکھاؤں گا اور کل شام تک ثابت کردوں گا کہ الپا آئندہ میرے خلاف سازشیں کرنے میں ناکام رہے گی۔"

بن بورین نے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے دس حواریوں کو بلایا اور تشویش ظاہر کی۔ ایک وفادار نے کہا "مشین کو آپریٹ کرنے والے ماہرین میں سے کوئی الپا کا آلہ کار ہے۔"

دوسرے نے کہا "میرا بھی یہی خیال ہے۔ جب آپ ان پانچوں پر باری باری تنویمی عمل کررہے تھے۔ تب وہ اپنے آلہ کار کے ذریعے ان پانچوں کے اندر پہنچتی رہی تھی۔"

بن بورین نے کہا "یہی ایک بات سمجھ میں آتی ہے۔ کل صبح ہم اچانک ہی ان ماہرین کو وہاں سے ہٹادیں گے۔ ہمارے دوسرے ماہرین اس مشین کو آپریٹ کریں گے۔ الپا کو آخر تک پتا نہیں چلے گا کہ ہم ایسی تبدیلیاں کرنے والے ہیں۔"

بن بورین یہ نہیں جانتا تھا کہ پارس نے مشین کے ماہرین کو نہیں بلکہ اس کے اپنے وفاداروں کو آلہ کار بنایا ہے۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے الپا کو مخاطب کیا۔ اس نے سانس روک لیا پھر چند سیکنڈ کے بعد اس کے دماغ میں آکر بولی "میں تم سے رابطہ کرنے والی تھی۔ ابھی پتا چلا ہے کہ بن بورین نے جن پانچ افراد کو ٹیلی پیتھی سکھائی تھی۔ وہ اس کی مخالفت اور میری حمایت کررہے ہیں۔"

پارس نے کہا "جو کچھ ہورہا ہے۔ تمہاری بہتری کے لیے ہورہا ہے۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ میں نے تمہارے کھاتے میں پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے وفاداروں کا اضافہ کیا ہے۔"

"ایسا کیوں کیا ہے؟ میں تمہاری چال بازیوں کو سمجھتی ہوں۔ تم عجیب انداز میں مجھ سے دشمنی کررہے ہو۔ بن بورین کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین کر انہیں میری جھولی میں ڈال رہے ہو مگر میں تم سے یہ خیرات نہیں لوں گی۔"

"میری محبت اور دوستی کو سمجھو۔ ان پانچوں کے اندر جاکر ان کے چور خیالات پڑھو۔ تمہیں یقین آجائے گا کہ وہ سچ مچ تمہارے وفادار ہیں۔"

"لیکن ان کے چور خیالات سے یہ نہیں معلوم ہوگا کہ تم نے رازداری سے ان کے اندر آنے کے لیے کون سا لب ولہجہ نقش کیا ہے۔"

"تم مجھ سے اس قدر ڈرتی ہو کہ میری کسی بات کا یقین نہیں کرتیں اگر تمہیں شبہ ہے تو ان پانچوں کا برین واش کرو۔ ان پر خود تنویمی عمل کرکے انہیں اپنا وفادار رہنا لو پھر تو کوئی شبہ نہیں رہے گا۔ اتنے بہترین مشورے تمہیں کوئی نہیں دے گا۔"

"مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہ کہنے آئی ہوں کہ ایسی حرکتیں کرکے تم ہمیں آپس میں اور زیادہ نہیں لڑا سکو گے۔ تم کسی طرح اس مشین کے قریب رہنے والے افراد تک پہنچ گئے ہو۔ میں ایسے افراد کو وہاں نہیں رہنے دوں گی۔ تمہارے وہاں تک پہنچنے کے تمام راستے بند کردوں گی۔"

"تم چاہتی ہو کہ میں اس مشین کے ذریعے تمہارے وفادار پیدا نہ کروں؟"

"ہاں۔ مجھے تمہاری مہربانی زہر لگتی ہے۔"

"تو پھر زہر ہی سہی۔ آئندہ اس مشین سے تمہارے وفادار نہیں۔ تمہارے دشمن پیدا ہوا کریں گے اب جاؤ اور آئندہ تماشا دیکھو۔"

اس نے سانس روک لیا۔ الپا اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ بری طرح پریشان ہوکر سوچنے لگی کہ کسی طرح پارس کو اس مشین سے تعلق رکھنے والے افراد تک پہنچنے سے روکا جائے۔ اکابرین نے اسے بتایا تھا کہ بن بورین دوسری صبح کسی کو مشین سے گزارنے والا ہے اور تنویمی عمل کے ذریعے اسے ملک کا وفادار بنانے والا ہے۔

اس نے اکابرین سے کہا "پارس ہم سے بدترین دشمنی کررہا ہے۔ اسی نے ان پانچوں کو بن بورین سے چھین کر میرا وفادار بنایا ہے۔ میں ایسے وفاداروں کو قبول نہیں کروں گی کیونکہ وہ بھی ان کے دماغوں میں چھپا رہے گا۔ بن بورین سے کہا جائے کہ وہ اپنے وفاداروں پر حتی کہ اپنے سائے پر بھی بھروسا نہ کرے۔ ہر ایک کے دماغ میں گھس کر چھپے ہوئے پارس کو تلاش کرے اور اس کے مذموم ارادوں کو ناکام بنائے۔"

"الپا بے شک تم محب وطن ہو۔ قابل تعریف ہو۔ ہم تم پر فخر کرتے ہیں۔ بن بورین کو ابھی تمام باتیں سمجھائیں گے۔"

○☆○

پارس اور کرونا ایک ایک برتھ پر لیٹے ہوئے تھے۔ دونوں خیال خوانی میں مصروف رہے تھے۔ ٹرین اپنی مخصوص رفتار سے جارہی تھی۔ پارس نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ وہ بھی اسے دیکھ رہی تھی۔ برتھ پر بیٹھتے ہوئے بولی "میں جو زف دسکی کے ذریعے ان کے تمام آلہ کاروں تک پہنچ گئی ہوں۔ بوفے کار کے ویٹروں کے اندر بھی جگہ بنا چکی ہوں۔ وہ میرے کھانے پینے کی کسی چیز میں کوئی نقصان دہ دوا نہیں ملا سکیں گے۔"

"یہ اچھا ہوا۔ تم اپنے بچاؤ کی تدبیر کرچکی ہو۔ وہ تمہیں کمزور نہیں بنا سکیں گے۔ تم ان سے مقابلہ کرسکو گی۔ کیا خیال ہے کھانے کا آرڈر دیا جائے۔"

"ہاں بھوک لگ رہی ہے۔ کھانے کے بعد دیکھوں گی کہ وہ ناکام ہوکر دوسرا حملہ کس طرح کرنا چاہیں گے۔"

پارس نے ویٹر کو کھانے کا آرڈر دیا۔ کرونا اس ویٹر کے دماغ میں بھی پہنچ گئی۔ وہ اس کے ذریعے یہ دیکھ سکتی تھی کہ کون اس کے قریب آرہا ہے اور جو کھانا وہ لارہا ہے۔ اس میں کچھ ملایا جارہا ہے یا نہیں۔ وہ ایک وقت میں ایک ہی کے دماغ میں رہ کر دشمنوں کو ناکام بنانا چاہتی تھی اور یہ ممکن نہیں تھا۔

جب وہ ویٹر ٹرے میں کھانا کھانے کی ڈشیں رکھ رہا تھا۔ تب پارس نے کرونا کو چھینکنے پر مجبور کیا۔ اس نے ایک چھینک ماری پھر جلد ہی ویٹر کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی مگر پارس نے اسے دوسری بار چھینکنے پر مجبور کیا۔ وہ چھینکتے ہوئے بولی "کیا مصیبت ہے۔ مجھے نزلہ نہیں ہے مگر چھینکیں آرہی ہیں۔"

وہ پھر ویٹر کے پاس پہنچ گئی۔ ویٹر کھانے کی ٹرے لے کر ہوٹل کے کار سے نکل چکا تھا اور اس کی طرف آرہا تھا۔ اسے راستے میں نہ کسی نے روکا نہ ٹوکا اور نہ ہی کوئی اس کے کھانے کے قریب آیا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ دو بار چھینکنے کے دوران میں کوئی کھانے کے قریب آیا تھا اور پانی کی بوتل میں دوا ڈال کر چلا گیا تھا۔ وہ بے خبر تھی مگر پارس باخبر تھا۔ اس نے جان بوجھ کر ایسا ہونے دیا تھا۔

ویٹر نے کیبن میں آکر کھانا رکھا پھر وہاں سے چلا گیا۔ کرونا نے کہا "میں نے خیال خوانی کے ذریعے کسی دشمن کو دوا ملانے کا موقع نہیں دیا ہے پھر بھی تم ایک ایک ڈش اچھی طرح چکھنے کے بعد مجھے دو۔ تب میں کھاؤں گی۔"

پارس ایک ایک ڈش کو اچھی طرح چکھنے کے بعد اسے دینے لگا۔ وہ دونوں کھانے لگے اس نے کھانے کے بعد بوتل سے ایک گلاس میں پانی نکالا پھر اسے ایک گھونٹ پینے کے بعد کہا "پانی میں گڑبڑ ہے۔ اس میں دوا ملائی گئی ہے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں ویٹر کی اور کھانے کی نگرانی کرتی رہی ہوں۔ کیا یہ پانی تمہیں کڑوا یا کسیلا لگ رہا ہے؟"

"نہیں۔ بعض دوائیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو نہ کڑوی ہوتی ہیں نہ کسیلی لیکن منفی اثر دکھاتی ہیں۔ یہ ایسی ہی کوئی دوا ہے۔"

کرونا پارس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولی "میں اسے چکھ کر دیکھتی ہوں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کوئی اس کھانے پانی کے قریب نہیں آیا تھا۔"

اس نے پارس سے گلاس لے کر ہونٹوں سے لگایا پھر ایک گھونٹ پی کر کچھ محسوس کرنا چاہا۔ پارس نے اسے کچھ محسوس نہیں ہونے دیا۔ وہ بولی "پانی بالکل ٹھیک ہے۔ اس میں کچھ نہیں ہے۔"

وہ بولا "کرونا تمہارے چکھنے کی حس کمزور ہوگئی ہے۔ اسے نہ پیو۔"

اس نے ایک اور گھونٹ پی کر کہا "میں ابھی کھانے کی لذت محسوس کرتی رہی ہوں۔ میری چکھنے کی حس کمزور نہیں ہوئی ہے۔ خوامخواہ ڈینگیں مار رہے تھے کہ زہریلے ہو۔"

وہ ایک مختصر سی ہنسی کے بعد پانی پینے لگی۔ گلاس خالی کرنے کے بعد اسے پارس کو دیتے ہوئے بولی "ڈرو نہیں پانی ٹھیک ہے پی لو۔"

پارس نے اس سے گلاس لے کر کہا "برتھ پر لیٹ جاؤ۔ مجھے غیب سے معلوم ہوا ہے کہ تمہیں کچھ ہونے والا ہے۔"

اسی وقت وہ کمزوری محسوس کرنے لگی۔ اس نے سینے پر ایک ہاتھ رکھا۔ دل کی دھڑکنیں کچھ تیز ہونے لگیں پھر اس کا سر ذرا سا چکرا گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی "یہ کیا ہورہا ہے؟"

"تم میری غیب کی باتوں پر بھروسا نہیں کرتی ہو۔ بے اعتمادی کا نتیجہ تمہارے سامنے آرہا ہے۔ اب تمہیں برتھ پر لیٹ جانا چاہیے۔"

اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھالیا۔ اس پر بری طرح گھبراہٹ طاری ہوگئی تھی۔ وہ کمزوری کے باعث لرز رہی تھی۔ اس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا "میری وہ کامیاب ہورہے ہیں۔ مجھے بچاؤ۔ مجھے تمہارا ہی سہارا ہے۔ مجھے کسی طرح بچاؤ۔"

وہ پارس کے بازوؤں میں تھی۔ اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیا تھا۔ آنکھیں بند ہوچکی تھیں۔ اس قدر کمزوری طاری ہوگئی تھی کہ اب کچھ بول بھی نہیں سکتی تھی۔

پارس نے اسے ایک برتھ پر لٹا دیا۔ اسے کمبل میں لپیٹ دیا پھر اپنا اوور کوٹ پہن کر سر پر ہیٹ رکھ کر اپنے سفری بیگ کو اٹھایا۔ کرونا کو دیکھا۔ وہ اپنے آپ سے غافل ہوچکی تھی۔

وہ مسکرا کر بولا "سوری جان من۔ تم روس کی ملکہ بننا چاہتی ہو۔ اب ہماری ملاقات ماسکو میں ہوگی۔ گڈ بائے۔ سی یو۔"

وہ کیبن کا دروازہ کھول کر باہر گیا پھر اس دروازے کو بند کرکے کہیں گم ہونے چلا گیا۔

○☆○

اتنی عداوتیں اور اتنی سازشیں ہورہی تھیں کہ ہانگ کانگ کی فضا گرما گئی تھی۔

مارلی اور جم کاف کئی اطراف سے ٹارگٹ بنے ہوئے تھے۔ ان کے خلاف ایک محاذ کوبرا نے بنایا تھا۔ وہ خود سامنے نہیں آرہا تھا۔ ناناکا اور دو گاڈ فادرز کے ذریعے بہت کچھ کررہا تھا۔ وہ فلائنگ کمپنی کے اہم افراد کو آلہ کار بنا رہا تھا۔ مارلی کا ٹوسیٹر ہوائی جہاز اور ایک ہیلی کاپٹر اس کمپنی کے رن وے اور ہیلی پیڈ پر تھے۔ مارلی دوسرے دن اپنے ٹوسیٹر میں جم کاف کے ساتھ اپنے قلعے کی طرف جانے والی تھی۔

زاؤ کوم کوبرا بڑی رازداری سے اس کے اہم افراد کو بھی آلہ کار بنا رہا تھا۔ مارلی کے خاص باڈی گارڈز اس کے ٹوسیٹر ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹر کی دن رات نگرانی کرتے رہتے تھے۔ کوبرا نے بڑی خاموشی اور رازداری سے ایک ایک کرکے انہیں ٹریپ کیا تھا۔ آئندہ کسی وقت بھی ان میں سے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔

مارلی اور جم کاف کے خلاف دوسرا محاذ اُن نون نے بنایا تھا۔ وہ جم کاف کے اندر رہ کر اب تک خود کو ایک عیاش اور ہوس پرست ظاہر کرتا رہا تھا۔ دراصل وہ جم کاف کے ذریعے مارلی کو پھانس کر اس کے جزیرے اور اس کے قلعے پر قبضہ جمانا چاہتا تھا پھر اس مضبوط قلعے میں رہ کر وہاں کے انڈرورلڈ والوں سے نمٹنا چاہتا تھا۔

ہمارے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مارلی اور جم کاف کے اندر مسلسل رہ کر موقع پاتے ہی ان کے دماغوں کو لاک کردیا تھا۔ ان نون کی آمدورفت کا راستہ بند کردیا تھا۔

ان نون کوئی پرانا کھلاڑی تھا۔ ابھی ہم اس کی ہسٹری نہیں جانتے تھے لیکن اتنا جانتے تھے کہ وہ میدان چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ ضرور کچھ نہ کچھ کررہا ہوگا۔

اور وہ کررہا تھا۔ ہانگ کانگ اور جزیرہ لن تاؤ میں پولیس کے اور انٹیلی جنس کے ایسے اعلیٰ افسران تھے۔ جنہیں مارلی بھاری رقمیں ادا کرتی تھی اور وہ اپنی حکومت سے زیادہ اس کے وفادار بن کر رہتے تھے۔ ان کے علاوہ چند سرکاری اعلیٰ عہدے دار بھی مارلی کے زرخرید غلام تھے۔ ان نون ایسے تمام اہم افراد کا سراغ لگاتا ہوا انہیں اپنا معمول اور محکوم بنا رہا تھا۔

دشمن کمزور نہیں تھے۔ نادان نہیں تھے۔ ایسے جال بچھا رہے تھے کہ مارلی اپنے ٹوسیٹر اور ہیلی کاپٹر کے ذریعے بہ خیریت سفر نہیں کرسکتی تھی۔ جزیرے تک پہنچنے سے پہلے ہی فنا ہوجاتی۔

اگر یہ پلاننگ کی جاتی کہ اس کے زرخرید سرکاری افسران انہیں بڑی رازداری سے کسی دوسرے ہیلی کاپٹر کے ذریعے قلعے میں بخیریت پہنچائیں گے۔ تب بھی مارلی اور جم کاف کی موت لازمی تھی کیونکہ ان نون ان تمام زرخرید افسروں اور عہدے داروں کے اندر رہ کر ان کی ساری پلاننگ معلوم کرتا رہتا تھا۔

ویسے مارلی اور جم کاف ہی ان کے ٹارگٹ نہیں تھے ہم بھی ان کی سازشوں کا شکار ہوسکتے تھے۔ ناناکا تو پرانا دشمن تھا۔ اسی کی دشمنی مجھے ہانگ کانگ لائی تھی۔ اب وہ اس پر حاوی ہو کر ہمیں تلاش کررہا ہوگا۔ سونیا نے پرانا مقابلے میں اسے شکست دی تھی۔ وہ ناناکا کی حفاظت کررہا تھا۔ سونیا نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کردیا تھا۔ کوبرا پراسرار بن کر رہنا چاہتا تھا اور سونیا اس کا نام اور پتا معلوم کرچکی تھی۔ اس کی چالاکی اور تیز طراری نے کوبرا کو سمجھا دیا تھا کہ اسے ہمارے مقابلے میں بہت محتاط رہنا ہوگا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ جب بھی مارلی اور جم کاف کو نقصان پہنچے گا تو ہم مجبوراً ان کی مدد کے لیے ظاہر ہوجائیں گے۔ ایسے وقت وہ ہم سے بھی نمٹ سکے گا۔

ان نون بھی اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ صرف مارلی اور جم کاف کو راستے سے ہٹا کر وہ جزیرے اور قلعے پر قبضہ نہیں جما سکے گا۔ یقینی کامیابی کے لیے مجھے راستے سے ہٹانا ضروری تھا۔

کوبرا اور ان نون کے علاوہ تیسرا محاذ بھی تھا اور وہ تھا ہاروے اور بائرن ٹوڈ کا تھا وہ اور اس کے ساتھی ہمارے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرچکے تھے۔ ہاروے نے بڑی ذہانت اور حکمت عملی سے انہیں ہم سے دور کردیا تھا۔ اب وہ خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کرتے تھے۔

انہوں نے اپنا ایک خاص آلہ کار مقرر کیا تھا۔ وہ سب اس آلہ کار کے دماغ میں آکر ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے۔ بائرن ٹوڈ نے کہا "ہم نے ایک بہت بڑی غلطی کی سزا پائی ہے۔ ہم سب ایک دوسرے کا پتا ٹھکانا جانتے تھے۔ اسی ایک غلطی سے فرہاد نے فائدہ اٹھایا اور ہم سب کو اپنا معمول بنالیا۔"

ہاروے نے کہا "سونیا اور فرہاد دونوں ہی مکار ہیں۔ سونیا مارلی بن کر ہمیں دھوکا دیتی رہی۔ ہم نے اسے چاروں طرف سے اس طرح گھیر لیا تھا کہ وہ زندہ بچ کر جا ہی نہیں سکتی تھی۔ وہاں مارلی ماری جاتی یا سونیا' دونوں صورتوں میں ہماری کامیابی تھی لیکن کمال ہے۔ فرہاد کی حاضر دماغی کا جواب نہیں ہے۔ اس نے بلی کے گلے میں بم باندھ کر اسے سونیا کے پاس پہنچا دیا تھا۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "واہ گاڈ۔ اس بم سے میری موت ہوسکتی تھی۔ سونیا کو چاروں طرف سے فائرنگ کے ذریعے چھلنی کیا جاسکتا تھا لیکن وہ مرتے مرتے بم سے میرے پیچھے آرہی

ہے۔"

ہاروے نے کہا "تمہیں بچانے کی خاطر میں نے تمام ساتھیوں کو فائرنگ سے منع کیا تھا۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اس نے ہمارا تعاقب کس طرح کیا تھا۔ اسے کیسے معلوم ہوا کہ میں ہیرا نامی کا کھانا کھا کر بیمار پڑ گیا ہوں۔ اس نے مجھے ہپناٹائز کیا اور تم میں سے کسی کو معلوم نہ ہوسکا۔ ہمیں اس کے طریقہ کار کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے۔ ورنہ آئندہ بھی دھوکا کھا سکتے ہیں۔"

"ایسے زبردست لوگوں سے ٹکراتے رہنے سے تجربات حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ آئندہ ہم فرہاد سے اس طرح ٹکرائیں گے کہ وہ ہم پر کبھی شبہ نہیں کرے گا۔ اندھیرے سے تیر چلائیں گے تو وہ کبھی سمجھ نہیں پائے گا کہ ہم تیر چلا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ موت کی آنکھ مچولی کھیلی جائے گی۔"

بیکر برائٹ نے کہا "ہم اپنے اپنے انڈرورلڈ کے علاقے سے محروم ہوگئے ہیں۔ وہاں خود نہیں رہ سکیں گے۔ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے وہاں کے معاملات سنبھالتے ہوں گے۔"

"فرہاد نے ایک ہی حملے میں ہمیں بڑے مسائل سے دوچار کیا ہے۔ ایک تو ہم انڈرورلڈ کے اہم معاملات کو خود براہ راست نہیں نمٹا سکیں گے۔ یہی اندیشہ رہے گا کہ سونیا اور فرہاد وہاں ہماری تاک میں ہیں۔ ہم نے اپنی بیویوں کو ہپناٹائز کرکے ان کے دماغوں کو لاک کیا ہے۔ اس خطرناک شخص سے نمٹنے کے لیے بتائیں اور کیا کچھ کرنا ہوگا۔"

ہاروے نے کہا "ہم بھی اسے ایسے ہی مسائل میں الجھائیں گے۔ اس کی کسی ایسی کمزوری سے کھیلیں گے کہ وہ تڑپ اٹھے گا۔ ابھی وہ ہانگ کانگ میں مصروف ہے۔ اسے وہاں سے ہٹانا ضروری ہے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "ہم نے پہلے ہی یہ طے کیا تھا کہ ناناکا کوڈو کی مدد کرتے رہیں گے اور درپردہ وہاں کے انڈرورلڈ کے تمام معاملات کو اپنے ہاتھوں میں لیتے رہیں گے۔ ان تینوں گاڈ فادرز کو مجبور کردیں گے۔ وہ ہماری نیلی پیتھی کے آگے جھک جائیں گے یا پھر حرام موت مارے جائیں گے۔"

"تم کاف ہمارے مقابلے پر تیزی دکھا رہا ہے۔ وہ مارلی کو پھانس کر ہم سے پہلے اس جزیرے میں پہنچنے والا ہے اور اسے روکنے کے لیے کچھ نہیں کررہے ہیں۔"

ہاروے نے کہا "تم سب کو فرہاد کے شکنجے سے نکالنے میں جتنا وقت صرف ہوا ہے۔ جم کاف کی تقدیر اچھی ہے۔ ناناکا کوڈو پہلے ہی فرہاد کے مقابلے میں کمزور پڑتا رہا ہے۔ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مدد کے بغیر جم کاف کو جزیرے پر قبضہ جمانے سے نہیں روک سکے گا۔ ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہاں کیا ہورہا ہے۔"

انہوں نے پچھلے دنوں ناناکا کوڈو کے کئی قابل سیکورٹی گارڈز اور سمورائی کے دماغوں میں جگہ بنائی تھی۔ ہانگ کانگ کے سرکاری افسروں اور عہدے داروں کے اندر بھی پہنچ رہے تھے۔ بائرن ٹوڈ نے کہا "میں ناناکا کوڈو کے پاس جارہا ہوں اگر وہ اپنے اندر نہیں آنے دے گا تو کسی آلہ کار کے ذریعے اس سے باتیں کروں گا۔ تم سب سرکاری افسروں اور عہدے داروں کے پاس جاکر وہاں کے حالات معلوم کرو۔"

ہاروے نے کہا "ہمیں کسی نہ کسی طرح معلوم کرنا ہے کہ سونیا اور فرہاد کہاں ہیں اور کیا کررہے ہیں۔"

بائرن ٹوڈ نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اسے امید نہیں تھی کہ ناناکا کوڈو اسے اپنے اندر آنے دے گا لیکن اس نے سانس نہیں روکا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ تب پتا چلا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پہلے سے اس کے اندر موجود ہے۔

بائرن ٹوڈ نے فوراً ہی اس کے مختصر سے خیالات پڑھے۔ چور خیالات نے بتایا کہ وہ اور دوسرے گاڈ فادرز ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے درندہ صفت انسان زاؤ کوم کوبرا کے غلام بن چکے ہیں۔

پھر بائرن نے کوبرا کی آواز سنی۔ وہ ناناکا سے کہہ رہا تھا "میں نے ایسی ایسی جگہ جال بچھائے ہیں کہ مارلی اور جم کاف ہانگ کانگ سے نکل کر اپنے جزیرے تک زندہ نہیں پہنچیں گے۔ میں تمہاری انڈرورلڈ کی بادشاہت قائم رکھنے کے لیے تنہا محنت کررہا ہوں مگر تم کچھ نہیں کررہے ہو۔ میں نے کہا تھا کہ کسی طرح سونیا کا سراغ لگاؤ مگر تم اتنا سا کام کرنے کے بھی قابل نہیں رہے ہو۔"

ناناکا نے کہا "جہاں فرہاد ہوگا۔ وہاں سونیا ہوگی اور جب تک مارلی اپنے قلعے میں صحیح سلامت نہیں پہنچے گی تب تک فرہاد اس کے لیے حفاظتی انتظامات کرتا رہے گا۔ میں یقین سے کہتا ہوں۔ فرہاد مارلی کے آس پاس اسی ہوٹل میں ہوگا اور سونیا بھی وہیں ہوگی۔"

"تم نے سونیا کے بارے میں یہ اندازہ کیا ہے۔ اندازہ درست ہے یا نہیں۔ یہ معلوم کرنے کی تکلیف نہیں اٹھا رہے ہو۔ میں حکم دیتا ہوں۔ اپنے خفیہ اڈے سے نکلو۔ بھیس بدل کر اپنے حواریوں کے ساتھ اس ہوٹل میں جاؤ۔ وہاں جس عورت پر بھی سونیا کا شبہ ہو۔ اسے کسی بہانے زخمی کرو۔ میرے لیے اس کے دماغ کے دروازے کھولو۔"

"میں غلام ہوں۔ تمہارے حکم سے وہاں چلا جاؤں گا مگر

تم مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں بھیج رہے ہو۔ میں زندہ واپس نہیں آؤں گا۔"

ناناکا کے دماغ میں خاموشی چھاگئی۔ کوبرا جا چکا تھا۔ اس لیے وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے بولا "کوبرا پہلے میں تمہیں اس طرح محسوس نہیں کرتا تھا۔ صاف پتا چل رہا ہے کہ میرے اندر موجود ہو مگر خاموش ہو۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "کوبرا کی غلامی سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو سانس نہ روکو۔ میں تمہارا ایک ہمدرد بول رہا ہوں۔"

"تم کون ہو؟ میرے پاس ہمدردی کرنے کیوں آئے ہو؟ کوئی اپنے مطلب کے بغیر نہ کسی کے پاس آتا ہے نہ کسی کے لیے کچھ کرتا ہے۔"

"تم یہ کوئی نئی بات نہیں کہہ رہے ہو۔ صرف کام کی بات کرو۔ غلامی سے نجات چاہتے ہو یا نہیں؟ کوبرا کسی وقت بھی آسکتا ہے پھر میں تمہارے لیے کچھ نہیں کرسکوں گا۔"

"مجھے اس سے نجات دلانے کے لیے تم مجھ پر تنویمی عمل کرو گے۔ مجھے اپنا غلام بنالو گے۔"

"بے شک لیکن میں کوبرا کی طرح ظالم نہیں ہوں۔ وہ تمہیں سونیا اور فرہاد جیسے خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تلاش میں بھیج رہا ہے۔ میں کبھی ایسا نہیں کروں گا۔"

"تم میرے لیے کیا کرو گے؟"

"تم اسی طرح سوالات کرتے رہو گے تو کوبرا آجائے گا۔ فی الحال صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ تمہیں غلام نہیں۔ دوست بناؤں گا۔ یقین کرسکتے ہو تو کرو۔ ورنہ میں جا رہا ہوں۔"

"ٹھہرو۔ میں تمہیں آزماؤں گا۔ تم مجھے کس طرح نجات دلاؤ گے؟"

"ابھی تم کوبرا کے حکم کے مطابق بھیس بدل کر سونیا کی تلاش میں جاؤ۔ میں تمہارے دماغ میں آتا رہوں گا۔ کوبرا موجود رہے گا تو میں خاموش رہوں گا۔ وہ نہیں رہے گا تو میں تمہیں کسی طرح بے ہوش کروں گا۔ اس کے بعد کبھی اسے تمہارے اندر نہیں آنے دوں گا۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو کوبرا کے بارے میں بتایا۔ ناناکا کوڈو کے چور خیالات سے کوبرا کے بارے میں جتنی معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ انہیں سن کر اس کے ساتھیوں نے کہا "اب ہماری دنیا میں ایسے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے پتا نہیں کتنے ملکوں میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ یہاں یہ زبردست زہریلا شخص پیدا ہوگیا ہے۔"

ہاروے نے کہا "ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے کے متعلق بھی پتا چلا ہے۔ میں ایک ایسے صحت مند اور جوان افسر کے دماغ میں گیا تھا۔ جو مارلی کا وفادار ہے۔ اس کے خیالات سے کرنل کا پتا چلا کہ اس کے دماغ میں کوئی آتا ہے اور خود کو ان کا ساتھی کہتا ہے۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے مجبور کیا کہ وہ ایک حسین دوشیزہ سے جسمانی تعلق قائم کرلے اور تعلق قائم کرنے کے دوران میں وہ بہت جنونی ہوگیا تھا۔ اس افسر نے بعد میں بتایا کہ اسے اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے ایسے تگڑے جوان کی ضرورت ہے۔ اس لیے وہ اس کے پاس آتا رہے گا اور اسے دوسرے معاملات میں فائدہ پہنچاتا رہے گا۔"

تمام ساتھیوں نے ہاروے کی بات سن کر تعجب کیا۔

"ہماری دنیا میں ایسا بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ جو خود کچھ نہیں کرسکتا۔ دوسرے کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کی فائرنگ کرتا ہے۔"

بیکر برائٹ نے پوچھا "کیا وہ ان نون صرف عیاشی کے لیے ہانگ کانگ آیا ہے؟"

ہاروے نے کہا "اس جوان افسر کے خیالات کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ ان نون کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا ہے لیکن ہماری عقل کہتی ہے کہ وہ رومانوی اور جذباتی کھیل کے پیچھے کوئی بڑا کھیل کھیلنے آیا ہے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "ہم تقریباً پندرہ گھنٹے یہاں کے معاملات سے دور رہے اور اتنی دیر میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوگئے۔ یہ ان نون بھی کوبرا کی طرح مارلی، جم کاف، سونیا اور فرہاد کے معاملات میں کچھ اپنے داؤ پیچ آزما رہا ہوگا۔"

آندرے نے کہا "ہم بڑی خاموشی سے تمام سرکاری افسروں اور عہدے داروں کے اندر جاکر ان کے خیالات پڑھتے رہیں گے تو اور بہت سی اہم معلومات حاصل ہوتی رہیں گی۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "یہ بتاؤ ناناکا کوڈو کے سلسلے میں کیا کیا جائے؟"

ہاروے نے کہا "کوبرا کو نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم ناناکا کے اندر موجود رہتے ہو۔ تم اس گائڈ فادر سے ہمدردی کرتے رہو اور کوبرا کی باتیں سن کر اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتے رہو۔ کسی طرح اس کی مستقل اور موجودہ پتا معلوم کرو۔"

بائرن ٹوڈ دوسری بار ناناکا کے اندر آیا۔ ناناکا نے اسے محسوس نہیں کیا۔ کوبرا وہاں موجود تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "یہاں مقابلہ سخت ہے۔ میں سمجھ رہا تھا۔ صرف فرہاد اور مارلی سے نمٹنا ہوگا لیکن مارلی کے ساتھ جم کاف آگیا ہے۔ ہم لوگ کو تو میں چنگیوں میں مسلسل دوں گا لیکن فرہاد کے ساتھ سونیا ہے۔ یہ میرے لیے مصیبت بنتی رہے گی۔ تم ہوٹل پہنچ کر کسی طرح مجھے ایسے قابو کرو گے۔"

ناناکا نے کہا "تعجب ہے۔ تم ایک عورت سے ڈر رہے ہو۔"

"بوشٹ اپ۔ گدھے کے بچے! میں نے کسی سے ڈرنا نہیں سیکھا ہے۔ کسی سے محتاط رہنے کا مطلب ڈرنا نہیں ہوتا۔ جب وہ بھی میرے مقابلے پر آئے گی تو دیکھ لینا۔ میں اس کی گردن کاٹ کر کھوپڑی اپنے غار میں لے جاؤں گا۔"

کوبرا اپنے دو حواریوں کے ساتھ ایک کار میں بیٹھا ہوا اس ہوٹل کی طرف جا رہا تھا۔ جہاں مارلی اور جم کاف کا قیام تھا۔ کوبرا کا خیال تھا کہ سونیا اسی ہوٹل میں مارلی اور جم کاف کے آس پاس موجود ہوگی۔ ناناکا نے کہا "کوبرا تم بھول رہے ہو۔ بائرن ٹوڈ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تمہارے مقابلے پر ہیں۔"

"میں ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام دشمنوں کو یاد رکھتا ہوں لیکن ان کا کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ یہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اتنی خاموشی سے کیا کر رہے ہیں۔ ویسے ایک نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بارے میں کچھ معلوم ہو رہا ہے۔"

"کیا اور کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا آگیا ہے؟"

"ہاں کوئی ہے۔ میں یہاں کے سرکاری افسروں اور عہدے داروں کے اندر جگہ بنا رہا ہوں۔ وہاں میں نے ایک عہدے دار کے اندر اسے بولتے سنا ہے۔ اس کی باتوں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ مارلی اور جم کاف کے خلاف کچھ کارروائیاں کر رہا ہے۔"

ناناکا نے کہا "ہم یہاں بڑے آرام سے انڈر ورلڈ میں حکومت کر رہے تھے۔ فرہاد کے یہاں پہنچتے ہی دنیا کے کتنے ہی ملکوں سے ٹیلی پیتھی جاننے والے چلے آرہے ہیں۔ یہاں پتا نہیں اور کتنے ہوں گے۔ جنہوں نے ابھی خود کو ظاہر نہیں کیا ہے۔ ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے ہمارے جیسے کارندے صفر ہو کر رہ گئے ہیں۔"

ناناکا اس ہوٹل کے احاطے میں پہنچ گیا۔ کوبرا نے کہا "فلور پر مارلی کا سوئٹ ہے۔ وہاں تم بھی کوئی سوئٹ یا کمرا حاصل کرو۔ اپنے تمام حواریوں کو ہوٹل کے اندر اور باہر تعینات رہنے کے لیے کہو۔"

وہ ہوٹل کے کاؤنٹر پر آکر بولا "میں ایک سوئٹ چاہتا ہوں۔"

کاؤنٹر کلرک نے کہا "سوری ہمارے تمام سوئٹ سیونتھ فلور میں اور وہ سب ریزرو ہیں۔ اس کے اوپر یا نیچے کے فلور میں کوئی کمرا مل سکتا ہے۔"

اس نے ایک کمرا حاصل کرلیا۔ کوبرا نے کہا "سیونتھ فلور میں سوئٹ خالی ہے لیکن کل بارہ بجے دن تک کسی کو وہاں جانے اور رہنے کی اجازت نہیں دی جا رہی ہے۔ یہ مارلی اور جم کاف کی سیکیورٹی کے لیے کیا جا رہا ہے۔ اس سیونتھ فلور پر کسی بھی غیر متعلق شخص کو جانے کی اجازت نہیں ہے لیکن تمہیں سونیا نظر آئے گی تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں اس فلور میں پہنچاؤں گا پھر مجھے جو کرنا ہے وہ کر گزروں گا۔"

ناناکا ہوٹل کے کمرے میں آگیا۔ پتا چلا اس فلور کے ایک کمرے میں ایک شخص کا قتل ہوگیا ہے اور اس کی بیوی کا ایک بہت ہی قیمتی نیکلس چرا لیا گیا ہے۔ پولیس اور سراغ رسانوں کی ٹیم اس قاتل چور کو تلاش کر رہی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ وہ واردات کرنے کے بعد اوپر یا نیچے کے فلور میں نہیں گیا ہے۔ وہیں کسی کمرے میں چھپا ہوا ہے۔ وہ لوگ ایک ایک کمرے کی تلاشی لے رہے تھے۔ ان میں سے ایک سراغ رساں اور چند پولیس والے ناناکا کوڈو کے کمرے میں بھی آئے۔ انہوں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟ اور تمہارے اس بیگ میں کیا ہے؟"

"اس میں میری عام ضرورت کا سامان ہے۔ میں اپنا نام ہوٹل کے کاؤنٹر پر لکھا چکا ہوں۔ یہ میرا شناختی کارڈ ہے۔"

ایک نے شناختی کارڈ لے کر دیکھا۔ دوسرا اس کا بیگ کھولنے لگا۔ اس نے لپک کر بیگ کو چھینتے ہوئے کہا "یہ کیا حرکت ہے؟ میں ہوٹل کی انتظامیہ سے شکایت کروں گا۔"

سراغ رساں نے اس سے بیگ چھین کر کھولتے ہوئے کہا "تم جاؤ اور شکایت کرتے رہو۔ ہمیں اپنی ڈیوٹی کرنے دو۔"

وہ بیگ کے اندر سے سامان نکال کر بستر پر ڈالنے لگا۔ ایک جدید ساخت کا ریوالور برآمد ہوا۔ سراغ رساں نے پوچھا "یہ کیا ہے؟ اس ہوٹل میں ہتھیار رکھنے کی ممانعت ہے اور تم چھپا کر لائے ہو۔"

"میں کسی غلط ارادے سے نہیں لایا ہوں۔ میرے پاس اس کا لائسنس ہے۔"

"ایسی چیزیں نیک ارادوں سے نہیں لائی جاتی ہیں۔ ویسے تم چہرے سے چھٹے ہوئے بدمعاش لگتے ہو۔ تمہارا چہرہ کچھ عجیب سا ہے۔"

"اس علاقے کے بڑے بڑے لوگوں میں میرا شمار ہوتا ہے۔ میں ابھی تمہارے ڈائریکٹر جنرل سے بات کرتا ہوں۔"

اس نے فون کے ذریعے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ کیا پھر کہا "ہیلو میں بول رہا ہوں۔ کیا میری آواز

پہچان رہے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ تم ناناکا کوڈو ہو۔ اتنے دنوں تک کہاں غائب رہے؟"

"حالات غائب رہنے پر مجبور کردیتے ہیں۔ یہاں ہوٹل میں ایک مڑر کے سلسلے میں چیکنگ ہورہی ہے۔ تمہیں پتا ہے۔ میں ہتھیار کے بغیر نہیں رہتا۔ تمہارا ایک سراغ رساں میرے ریوالور پر اعتراض کررہا ہے۔ اسے سمجھاؤ اور یہاں سے جانے کے لیے کہہ دو۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے ریسیور دو۔ میں اچھی طرح سمجھاؤں گا۔ تم نہیں جانتے ہمیں تمہارا کتنا انتظار تھا۔"

اس نے سراغ رساں کو ریسیور دیا۔ وہ ریسیور لے کر بولا "ہیلو سر؟"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا "کیا تم ناناکا کوڈو کو نہیں پہچانتے ہو؟"

"پہچانتا ہوں مگر وہ ایک عرصے سے روپوش ہے۔"

"وہ ابھی تمہارے سامنے موجود ہے۔ ابھی مجھ سے باتیں کررہا تھا۔ مارلی اور جم کاف کو قتل کرنے کے لیے اس ہوٹل میں آیا ہے۔ اسے گرفتار کرکے سلاخوں کے پیچھے ڈال دو۔"

کوبرا یہ ساری باتیں معلوم کررہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ناناکا سلاخوں کے پیچھے قید رہے۔ اس کے ذریعے ابھی بہت کچھ کرنا تھا۔ اس نے ناناکا سے کہا "تم ڈائریکٹر جنرل پر بھروسا کررہے ہو اور وہ تمہاری گرفتاری کا حکم دے چکا ہے۔ یہ تمہیں گرفتار کرنے والے ہیں لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

بائرن ٹوڈ چاہتا تھا۔ ایسا ہوجائے۔ ناناکا ایک جگہ قید رہے۔ کوبرا اسے رہائی دلانے میں ناکام ہوکر دوسرے گاڈ فادر کو آلہ کار بنائے گا۔ ان دو سروں کے ذریعے بھی بہت سی معلومات حاصل ہوں گی۔

سراغ رساں نے ریسیور رکھ کر کہا "اچھا تو تم ناناکا کوڈو ہو۔ ایک تو بھیس بدل کر آئے ہو پھر ہتھیار بھی لائے ہو۔ میں تمہیں ابھی حوالات میں پہنچاؤں گا۔"

کوبرا اس سراغ رساں کے دماغ پر حاوی ہوگیا۔ وہ بولا "مگر نہیں۔ میں ایسا نہیں کروں گا۔ اپنا یہ ریوالور لو اور یہاں رہو۔ میں جارہا ہوں۔"

بائرن ٹوڈ نے پولیس افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ریوالور نکال کر سراغ رساں سے کہا "تمہارے ڈی جی نے اسے گرفتار کرنے کی اجازت دی ہے مگر تم اسے اس لیے چھوڑ کر جارہے ہو کہ تمہارے دماغ میں ایک خبیث خیال خوانی کرنے والا سما گیا ہے۔"

وہ افسر ناناکا کو ہتھکڑی پہناتے ہوئے بولا "میرے اندر ایک نہیں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ تم مجھے فرشتگی کی ادائیگی سے نہیں روک سکو گے۔"

پھر اس افسر نے نسوانی آواز میں کہا "میں کوبرا سے کہتی ہوں۔ وہ مجھے روک سکتا ہے تو روک کر دکھائے۔"

کوبرا نسوانی آواز سن کر چونک گیا۔ اگرچہ بائرن ٹوڈ سونیا کے لب ولہجے کی نقل نہیں کی تھی مگر کوبرا نے کہا سمجھا۔ ناناکا کی زبان سے بولا "تم؟ میں جانتا تھا تم اس ہوٹل میں موجود ہو۔"

"اس لیے تم نے ناناکا کو میری تلاش میں بھیجا تھا۔ اب دیکھو۔ میں ناناکا کو کہاں بھیج رہی ہوں۔"

"سونیا تم بہت پچھتاؤ گی۔ میں تمہیں اس ہوٹل سے باہر نہیں جانے دوں گا۔ تم یہاں سے سیدھی جہنم میں جاؤ گی۔"

"تم تو جہنم میں جانے سے پہلے ہی نفرت کی آگ میں جل رہے ہو اگر اسے بچا سکتے ہو تو بچالو۔"

میرے کئی ماتحت سراغ رساں اس ہوٹل کے اہم افراد کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ مڑر کیس کی تحقیقات کرنے والوں کے دماغوں میں بھی تھے۔ انہیں معلوم ہوا کہ ناناکا بھیس بدل کر اس کمرے میں پہنچا ہوا ہے۔ ایک ماتحت نے مجھ سے پوچھا "وہ آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

میں نے کہا "ناناکا کی کوئی اہمیت نہیں رہی ہے۔ اسے کوبرا کا آلہ کار نہ بننے دو۔ وہ کوبرا سے نجات پائے گا تو کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے چنگل میں پھنسے گا۔ اسے نجات دلادو۔"

دوسرے ماتحت نے کہا "سران میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا نسوانی آواز میں بول کر خود کو میڈم سونیا ظاہر کررہا ہے۔"

"تم چلو۔ میں آرہا ہوں۔"

میں اس پولیس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ کوبرا اور سراغ رساں کی زبان سے بول رہا تھا "میں اس ہوٹل میں ہنگامہ نہیں چاہتا۔ ناناکا کی ہتھکڑی کھولو اور اسے یہاں سے جانے دو۔"

بائرن ٹوڈ نے نسوانی آواز میں کہا "میرا نام سونیا ہے اور تم اسے حوالات میں نہیں جانے دو گے تو میں اسے قبرستان پہنچا دوں گی۔ تم مجھے من مانی کرنے سے نہیں روک سکو گے۔"

کوبرا نے سراغ رساں کے ذریعے اچانک فائر کیا۔ گولی پولیس افسر کو لگی مار دی۔ اس سے چابی لے کر ناناکا کی ہتھکڑی کھول دی۔ بائرن ٹوڈ نے اس سراغ رساں کے دماغ سے آکر کہا "اب میں یہاں آگئی ہوں اب اس ایک سراغ رساں کے دماغ میں ہماری جنگ جاری رہے گی۔"

میں نے اس سراغ رساں کے دماغ میں کہا "تم میں سے کوبرا ہے مگر دوسرا کون ہے؟ جسے عورت بننے کا شوق ہے تو سونیا بننا بھی نہیں آتا۔"

ان دونوں نے باری باری پوچھا "تم کون ہو؟"

کوبرا نے کہا "اچھا تو یہاں سونیا نہیں ہے۔ مجھے دھوکا دیا گیا تھا۔"

میں نے کہا "یہاں سونیا ہے لیکن وہ کسی معاملے میں اتنا ضائع نہیں کرتی ہے۔ تخت یا تختہ کرکے چلی جاتی ہے۔ تم بھی یہی کررہی ہے۔"

ناناکا کوڈو اس کمرے سے نکل کر بھاگنا چاہتا تھا۔ میں اس سراغ رساں کے ذریعے اس کی ایک ٹانگ پر گولی مار کر کھڑا کردروازے پر گرا۔ میں نے کہا "دیکھو ناناکا تم کتنی بلندی پر تھے اور کتنی ذلت سے گر رہے ہو۔ تم کوبرا کو قتل کرنے کے لیے اسے ہانگ کانگ آنے پر مجبور کرو گے مگر وہ تمہیں جان سے نہیں مارے گا۔ تمہیں ذلت کی گزارنے پر مجبور کرے گا۔"

وہ ابھی لنگڑا کر بھاگنے کے قابل تھا۔ فرش پر سے اٹھنے میں نے اس کی دوسری ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ تکلیف اٹھاتے ہوئے پھر گر پڑا۔ میں نے کہا "تم نے بائرن ٹوڈ کے ساتھیوں کو اپنی مدد کے لیے بلایا پھر ان سے دھوکا کرکے کوبرا کے غلام بن گئے۔ میرا خیال ہے یہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی موجود ہیں۔ ان سے التجا کرو۔ یہ آخری بار یہاں سے بچا کر لے جائیں۔ میں انہیں اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں آزمانے کا موقع دے رہا ہوں۔"

بائرن ٹوڈ اور کوبرا نے ایک دوسرے کی دشمنی کو بھول کر اس سراغ رساں کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر کوبرا نے کہا "ہم اسے فائرنگ نہیں کرنے دیں گے۔ ہم ناناکا کو یہاں سے بچا کر لے جاسکتے تھے مگر تم نے اس کے دونوں پاؤں ناکارہ کردیے ہیں۔"

میں نے کہا "کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جتنی چاہو۔ اتنی مہلت دے سکتا ہوں۔ اسے اسلحہ خانے میں ڈال کر لے جاؤ مگر نہیں لے جاؤ گے۔ کیونکہ تم یہاں سے جاؤ گے۔ وہاں میں پہنچ جاؤں گا۔ یہ یہاں کا بہت بڑا افسر تمہارے لیے مصیبت بن گیا ہے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "تم درست کہتے ہو۔ یہ اب ہمارے کسی کام کا نہیں رہا ہے۔ اسے مار ڈالو۔"

پھر ہم سب نے اس سراغ رساں کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کی زبان سے کہلوایا کہ اسے فائر نہیں کرنے دو گے۔ تمہارا ہر حکم ہم لوگوں نے مجھے اس کے اندر سے بھگا دیا ہے۔

ایسے ہی وقت دیکھا جاتا ہے کہ کون ٹیلی پیتھی کے کتنے ہتھکنڈے جانتا ہے۔ تم سب اس کے دماغ پر اور مضبوطی سے قبضہ جماؤ۔ میں اسی کے ذریعے گولی چلاؤں گا۔"

"یہ ہو نہیں سکتا۔ ہم یہاں ایک سے زیادہ ہیں۔ اس کا دماغ ہم سب کے شکنجے میں ہے۔ تم اس کے ذریعے گولی نہیں چلا سکو گے۔ ہم دیکھیں گے کہ تم کتنے باکمال ہو۔"

وہاں تین سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے ہنستے ہوئے کہا "ایسے وقت ایک ذرا سی عقل استعمال کرنا پڑتی ہے۔ دیکھو تمہارا یہ آدمی تمہارے شکنجے میں ہونے کے باوجود کیسے گولی چلائے گا۔"

یہ کہتے ہی اس سپاہی نے اس سراغ رساں کے بازو پر گولی ماری۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "اے ٹیلی پیتھی جاننے والے احمقو! گولی لگتے ہی اس کا دماغ کمزور ہوا اور تمہاری گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ اب یہ گولی چلا رہا ہے۔"

سراغ رساں نے ایک فائر کیا۔ وہ گولی ناناکا کے ایک بازو میں لگی۔ اس نے دوسرا فائر کیا۔ وہ گولی دوسرے بازو میں لگی۔ وہ گولیاں کھا کر فرش پر تڑپ رہا تھا۔ میں نے سراغ رساں کے دماغ میں کہا "تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ناناکا کا عروج دیکھا تھا۔ اس کا زوال بھی دیکھ رہے ہو۔ چاروں ہاتھ پاؤں سے اپاہج بن چکا ہے۔ تمہیں یہی انجام پسند ہے تو ہانگ کانگ میں ضرور رہو۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ میرا خیال تھا کہ وہاں کوبرا کے علاوہ ان نون تھا۔ بائرن ٹوڈ اور اس کے ساتھی بھی ہوسکتے تھے لیکن وہ لوگ اپنی موجودگی کہیں ظاہر نہیں کررہے تھے۔ مجھے ان کی سرگرمیوں کا علم نہیں تھا۔

میں اور سونیا اپنے منصوبوں پر عمل کررہے تھے۔ سونیا دو گھنٹے پہلے ہی ہانگ کانگ سے جاچکی تھی۔ جزیرہ لن تاؤ پہنچ گئی تھی۔ وہاں وہ دوبارہ مارلی بن گئی تھی۔ ابھی کسی پر ظاہر نہیں ہورہی تھی۔ میں بھی وہاں جلد ہی جانے والا تھا لیکن اس سے پہلے مارلی اور جم کاف کو بحیرۂ جزیرے میں پہنچانا تھا۔ وہاں سونیا انہیں تحفظ دینے والی تھی۔

دوسری صبح نو بجے مارلی اور جم کاف پرائیویٹ فلائنگ کمپنی میں پہنچ گئے۔ وہ ظاہر کررہے تھے کہ بڑی رازداری سے جزیرے کی طرف جارہے ہیں۔ مارلی نے چہرے پر نقاب ڈال رکھا تھا۔ جم کاف کا چہرہ بدلا ہوا تھا۔ ایسے وقت میں اور میرے کئی ماتحت ان دونوں کے دماغوں میں تھے۔

ادھر کوبرا ٹوسیٹر جہاز اور ہیلی کاپٹر کے پاس پیرا دینے والے مارلی کے گارڈز کے اندر جگہ بنا چکا تھا۔ جب وہ فلائنگ کمپنی سے پرواز کا اجازت نامہ لے کر ٹوسیٹر کے پاس

آئی تو اس کے سیکیورٹی افسر نے کہا "میڈم پلیز آپ چہرے سے نقاب اٹھائیں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"میرا چہرہ نہ دیکھو۔ مجھے میری آواز سے پہچانو۔ میرے گارڈز میرے ایک ایک اشارے کو پہچانتے ہیں۔"

"میں آپ کو پہچان رہا ہوں پھر بھی آپ کی حفاظت اور سلامتی کے لیے چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ چہرے سے نقاب اٹھا کر بولی "بے شک تم میرے ذمے دار محافظ ہو۔"

میں اس سیکیورٹی افسر کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ کوبرا اس کے ذریعے یقین کرنا چاہتا تھا کہ مارلی ہی جم کاف کے ساتھ اس جہاز میں جارہی ہے۔ سیکورٹی افسر نے اس کی صورت دیکھ کر انٹینشن ہو کر سلیوٹ کیا اور کہا "تھینک یو میڈم! آپ جاسکتی ہیں۔"

وہ ٹو سیٹر میں جم کاف کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اس جہاز کو وہی اڑایا کرتی تھی۔ اس بار جم کاف نے پائلٹ کی سیٹ سنبھالی کیونکہ اس مارلی کو جہاز اڑانا نہیں آتا تھا۔

وہ اور اس کا ساتھی جم کاف ہانگ کانگ جیل کی ان کوٹھڑیوں میں تھے۔ جہاں پھانسی پانے والے مجرموں کو رکھا جاتا ہے۔ اس روز انہیں سزائے موت دی جانے والی تھی۔ وہ پھانسی پر چڑھائے جانے والے تھے۔ پھانسی کے تختے کے بجائے انہیں ٹو سیٹر جہاز میں پہنچا دیا گیا تھا۔

جیل کی کوٹھڑی سے اس جہاز تک ہمارے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دونوں کے دماغوں پر قبضہ جمار کھا تھا۔ اسی لیے وہ مارلی اور جم کاف بن کر چلے آئے تھے۔

زاؤ کوم کو برا بہت خوش تھا۔ فلائنگ کمپنی کے ایک عہدے دار کے دماغ میں رہ کر ایک خوش خبری سننے کا انتظار کررہا تھا۔ دس منٹ کے بعد ہی اطلاع ملی کہ وہ جہاز پرواز کرتا ہوا لن تاؤ جزیرے کی طرف جارہا تھا۔ اچانک ایک دھماکے سے اس جہاز کے چیتھڑے اڑ گئے ہیں۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر سمندر کی تہ میں گم ہوگیا ہے۔ کوبرا خوشی سے اچھل پڑا۔ وہ ایک بار سونیا سے مات کھا چکا تھا۔ دوسری بار میں نے اس کے سب سے اہم آلہ کار ناناکا کو ڈو کو اس کے سامنے اپاہج بنا کر اسے ذلیل کیا تھا۔

وہ غصے میں جل بھن رہا تھا لیکن مارلی اور جم کاف کی موت نے اس کے غصے کو بالکل ہی ختم کردیا۔ وہ ایک سرکاری اعلیٰ عہدے دار کے دماغ میں آیا۔ اسے جہاز کی تباہی کی اطلاع مل چکی تھی۔ وہ فون کے ذریعے فلائنگ کمپنی والوں سے جواب طلب کررہا تھا کہ پرواز سے پہلے اس جہاز کو اچھی طرح چیک کیوں نہیں کیا گیا تھا۔

کوبرا دوسرے عہدے داروں اور افسروں کے دماغوں میں جانے لگا۔ مارلی اور جم کاف کی حادثاتی موت نے سب کو پریشان کردیا تھا لیکن کوبرا انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کے چور خیالات پڑھ کر چونک گیا۔ اسے یقین نہیں آیا۔ اس نے پھر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا مارلی اور جم کاف زندہ ہیں۔ یہ انٹیلی جنس والوں کی چال تھی۔ انہوں نے ان دونوں کی ڈی کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کو دھوکا دیا ہے۔ وہ اصل مارلی اور جم کاف کو مہر بوٹ کے ذریعے سمندر کے راستے جزیرہ لن تاؤ میں پہنچا رہے ہیں۔ وہ دونوں اس وقت موٹر بوٹ میں سفر کررہے ہیں۔

ایسے ہی وقت کوبرا نے ڈائریکٹر جنرل کے اندر ان دونوں کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "مسٹر ڈی جی تم بہت ذہین ہو کہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے کسی کی ذہانت کام نہیں آتی۔ میں تمہارے دماغ میں آتا رہا تھا اور تمہارے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ صرف تم لوگوں نے سمندر میں اور اس جزیرے میں حفاظتی جال نہیں بچھائے ہیں۔ میں نے بھی بہت کچھ کیا ہے اگر وہ دونوں ٹائم بم کے بلاسٹ ہونے سے پہلے جزیرے میں پہنچیں گے تو قلعے تک صحیح سلامت نہیں پہنچ سکیں گے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے پوچھا "تم کون ہو؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرے دماغ میں آنے سے اتنی اہم اور خفیہ پلاننگ معلوم ہوسکے گی؟"

"میں اپنے کام کے آدمیوں تک پہنچنا جانتا ہوں۔ خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن فرہاد کو کسی حد تک معلوم ہوچکا ہے۔ وہ میرا اصلی نام نہیں ایک فرضی نام جانتا ہے۔ تم بھی جان لو مجھے ان نون کہتے ہیں۔ مارلی اور جم کاف کے بعد مجھے ہی اس قلعے اور جزیرے کا حکمران بننا ہے۔ تم سے آئندہ بھی رابطہ رہے گا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ڈائریکٹر جنرل نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے کہا گیا "سر غضب ہوگیا اس موٹر بوٹ میں اچانک دھماکا ہوا تھا۔ وہ سمندر میں تباہ کرڈوب گئی ہے۔ سوری ٹو سے ہم میڈم مارلی کو نہ بچا سکے جم کاف بھی مارا گیا ہے۔"

ان نون نے قہقہہ لگایا۔ ڈی جی کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا تھا۔ وہ بولا "مائی گاڈ۔ تم بہت خطرناک ہو۔ اس عورت کو بڑے بڑے خطرناک دشمن ہلاک کرنے کی کوشش کرتے رہے اور ناکام ہوتے رہے۔ تم یہاں جرائم کی دنیا میں بہت بڑی تبدیلی لارہے ہو۔"

ان نون نے کہا "اور تبدیلی یہ ہے کہ میں جلد ہی اس قلعے سے اپنے حکمران ہونے کا اعلان کروں گا۔ میں جارہا ہوں۔ مجھے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے بھی نمٹنا ہے اور فرہاد تو زخمی سانپ کی طرح پھنکار رہا ہوگا۔"

ڈی جی کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ کوبرا وہاں خاموشی سے ان کی باتیں سنتا رہا تھا۔ اسے یہ اطمینان ہوا تھا کہ مارلی اور جم کاف واقعی مارے گئے ہیں لیکن وہ ان نون اس کے لیے چیلنج بن گیا تھا۔ دعویٰ کررہا تھا کہ جلد ہی قلعے میں پہنچ کر اپنے حکمران ہونے کا اعلان کرے گا۔

وہ بھی ان نون کی طرح جزیرہ لن تاؤ میں اپنے کئی آلہ کار بنا چکا تھا۔ قلعے کے باہر جانے والوں اور اندر آنے والوں پر بڑی سخت پابندیاں تھیں۔ پوری طرح اہم شناختی کاغذات دیکھنے کے بعد قلعے کے اندر رہنے والوں کو باہر جانے اور واپس آنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے وہ قلعہ بہت اہم تھا۔ سب ہی اپنے اپنے طور پر اس کے اندر پہنچنے کی کوششیں کررہے تھے۔

اندر پہنچنے کی ایک ہی معقول صورت تھی کہ قلعے کے جو افراد اپنی ضرورت سے باہر آتے ہیں ان کے دماغوں پر قبضہ جمایا جائے۔ جب وہ قلعے کے اندر جائیں تو ان کے ذریعے وہاں کے اہم افراد کو اپنا معمول بنایا جائے۔

میں جانتا تھا۔ وہ بہت کچھ کررہے ہوں گے اور وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ پچھلے دنوں ہمارے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے وہاں کے تمام اہم افراد کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ وقت آنے پر ہم وہاں بھی ان سے نمٹ سکتے تھے۔

مارلی اور جم کاف نے جس ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ وہاں میکی نام کا ایک شیف دار تھا۔ جو سمندر سے پکڑی گئی مچھلیاں اور جھینگے اس ہوٹل میں سپلائی کیا کرتا تھا۔ وہ ہفتے میں ایک دن اپنی بیوی کے ساتھ مل وصول کرنے آیا کرتا تھا۔

میرے ماتحتوں نے ان دونوں کو دیکھا تھا پھر ان کے مطابق مارلی اور جم کاف کا میک اپ اور گیٹ اپ کیا تھا۔ دوسری صبح میکی اپنی بیوی کے ساتھ مل کی رقم لینے آیا تو ان کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں مارلی کے سوٹ میں پہنچا دیا گیا۔ مارلی جم کاف کے ساتھ ایمرجنسی سیڑھیوں سے اتر کر پچھلے دروازے سے نکل کر فش ہاربر کی طرف چلی آئی۔ وہاں ماہی گیروں کی کشتیاں سمندر سے مچھلیاں لے کر آتی تھیں۔ وہ مچھلی کی بہت بڑی ساحلی منڈی تھی۔ مارلی نے ان کی عورتوں کی طرح معمولی سا بلاؤز اور اسکرٹ پہنا ہوا تھا۔ جم کاف بھی ماہی گیروں کے لباس میں تھا۔

برصغیر کے نام ور گلوکاروں کے سدا بہار گیتوں کا

نوٹیشن

اس نوٹیشن کی مدد سے ان گیتوں کی صرف "دھن" بھی ہر ساز پر بجائی جاسکتی ہے

سُر سنگیت

موسیقی کے حوالے سے

ابجدِ موسیقی

کے بعد اچ اقبال کی دوسری کتاب

صفحات 200 سے زاید

قیمت 200 روپے

ڈاک خرچ 25 روپے

سفید کاغذ، مجلد اور دلکش سرورق

موسیقی کے دیوانوں کے لئے ایک منفرد تحفہ!

اپنی طرز کی ایسی کتاب پہلے کبھی شائع نہیں ہوئی۔

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 رمضان چیمبرز ظہور یا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی 74200

فون: 5802552-5895313

فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

وہاں سے ایک فیری بوٹ مسافروں کو ان کے بھاری سامان کے ساتھ جزیرہ لن تاؤ لے جاتی تھی۔ وہ دونوں اس فیری بوٹ میں سوار ہوگئے۔ موٹر بوٹ کے حادثے میں ان کی ہلاکت کی خبر نے دشمنوں کو پوری طرح مطمئن نہیں کیا تھا۔

اتنی بڑی کامیابی حاصل کرنا کوئی آسان بات نہیں ہوتی۔ وہ ان کی موت کا پوری طرح یقین کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے ہوٹل میں بنائے ہوئے آلہ کاروں کے خیالات پڑھے تو ایک لفٹ مین کے خیالات نے بتایا کہ مچھلیاں اور جھینگے سپلائی کرنے والا میکی اپنی بیوی کے ساتھ سیونتھ فلور میں گیا تھا۔

اس بات نے انہیں سوچنے پر مجبور کیا کہ اس فلور میں سیکیورٹی کے سخت انتظامات ہیں۔ وہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی جاتی پھر میکی اور اس کی بیوی کو کیوں اجازت دی گئی ہے؟

پھر ہوٹل کے سیکیورٹی گارڈز کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ میکی اپنی بیوی کے ساتھ ایمرجنسی ایگزٹ دروازے سے باہر گیا ہے۔ کوبرا' ان نون اور بائرن ٹوڈ کے تمام ساتھی اپنے ان آلہ کاروں کے پاس پہنچنے لگے۔ جو ساحلی علاقوں میں تھے۔ وہ ان کے ذریعے جزیرے کی طرف جانے والے تمام موٹر بوٹس اور فیری بوٹس کی طرف دوڑنے لگے۔ مارلی اور جم کاف جس فیری بوٹ میں تھے وہ موٹر بوٹ ساحل چھوڑ کر سمندر میں جا چکی تھی۔

وہ سب خیال خوانی کے ذریعے ان آلہ کاروں کے پاس پہنچ گئے۔ جزیرہ لن تاؤ کے ساحل پر موجود تھے اور جہاں وہ فیری بوٹ پہنچنے والی تھی۔

مجھے کچھ اطمینان ہوا تھا۔ وہ دونوں فیری بوٹ میں بخیریت سفر کررہے تھے۔ میری معلومات کے مطابق تمام دشمنوں کو ان کی موت کا یقین آگیا تھا اور وہ ان کی سلامتی سے بے خبر تھے۔ مارلی' جم کاف کے ساتھ فیری بوٹ کے ایک بنچ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ خوش ہو کر کہہ رہی تھی "فرہاد تم نے دشمنوں کو خوب الجھایا ہے۔ جب میں قلعے میں پہنچ جاؤں گی اور اپنی سلامتی ظاہر کروں گی۔ تب دشمنوں پر بجلی گرے گی۔"

جم کاف نے پوچھا "مسٹر فرہاد تم پوری طرح مطمئن ہو۔ کیا جزیرے کے ساحل پر دشمنوں کے آلہ کار ہمیں نہیں پہچانیں گے۔ میں نے کہا۔ اول تو وہ مطمئن ہیں۔ تم دونوں کو مردہ سمجھ رہے ہیں۔ فرض کرو۔ وہ تمہاری موت کی مزید تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔ تب بھی وہ جزیرے کے ساحل پر اپنے آلہ کاروں کے ذریعے تم دونوں کو نہیں پہچان سکیں گے۔ تم دونوں کا میک اپ بڑی مہارت سے کیا گیا ہے۔"

مارلی نے کہا "میں دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے چیتی مانو کو پہلی بار اپنے سے دور کرچکی ہوں۔ اسے ہانگ کانگ میں چھوڑ آئی ہوں۔ وہ میری پہچان بن گئی ہے۔ میرے ساتھ نہیں رہے گی تو دشمن مجھے کبھی نہیں پہچان سکیں گے۔"

جم کاف نے کہا "کبھی کبھی اپنے بھی جان کا عذاب بن جاتے ہیں۔ تم نے بتایا تھا کہ وہ بلی تمہارے بہت کام آئی ہے۔ کوئی بات نہیں۔ قلعے میں پہنچ کر فون کے ذریعے ہانگ کانگ کی پولیس والوں سے کہو گی تو وہ اسے ڈھونڈ کر تمہارے پاس پہنچا دیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میاؤں کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں چونک گئے۔ میں نے بھی چونک کر دیکھا۔ وہ ان کے سامنے چند مسافروں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ وہ مارلی کو دیکھتے ہی دوڑتی ہوئی آئی پھر چھلانگ لگا کر اس کے بازوؤں میں پہنچ گئی۔

مارلی خوشی سے کھل گئی۔ اسے سینے سے لگا کر چومنے لگی "شریر کہیں کی! میں تجھ سے پیچھا چھڑا کر آئی تھی مگر تو کبھی میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔"

میں نے کہا "مارلی تم خوش ہو رہی ہو۔ یہ تمہاری پہچان بن گئی ہے۔"

"میں کیا کروں۔ اسے سمندر میں تو نہیں پھینک سکتی۔"

جم کاف نے کہا "یہ تو پرابلم بن گئی ہے۔ اس سے کسی طرح پیچھا چھڑاؤ۔"

"سوری جم یہ میری جان ہے۔ میری وفادار ہے۔ کیا میں اس وفادار کا گلا دبوچ کر مار ڈالوں؟"

ایک بے قصور اور وفادار بلی کے خلاف ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

میں تمام پہلوؤں سے ٹھوس معلومات کرتے رہنے والا اس بات سے بے خبر تھا کہ تمام دشمن لن تاؤ جزیرے کے ساحل پر موجود ہوں گے۔ ان کے تمام آلہ کار بلی ہوں گے۔ ایک بلی کو دیکھتے ہی مارلی کو پہچان لیں گے پھر کچھ سنے بغیر اسے اور جم کاف کو گولیوں سے چھلنی کردیں گے۔

ایک بلی وہ تھی۔ جس نے پچھلے دنوں سونیا کو موت کے منہ سے بچایا تھا۔ دوسری بلی یہ تھی۔ جو اپنی وفاداری کے باوجود اپنی مالکن کو موت کے منہ میں لے جا رہی تھی!

مارلی اور جم کاف گردش میں تھے۔ جدھر گھومتے تھے' ادھر دشمن دکھائی دیتے تھے۔ ہانگ کانگ کی ہر شاہراہ' ہر گلی' ایئرپورٹ' ہائی وے اور بندرگاہ ہر جگہ کی ناکہ بندی کی گئی تھی۔ وہ دو تھے اور دشمن ہزار تھے۔ قدم قدم پر موت کے ہرکارے بے شمار تھے۔ دشمنوں نے کوششیں کی تھیں کہ مارلی اور جم کاف لن تاؤ جزیرے کے قلعے میں نہ جاسکیں۔ انہیں ہانگ کانگ میں ہی مار ڈالنے کی ہر ممکن کوششیں کی گئیں لیکن میں نے انہیں صحیح سلامت ہانگ کانگ سے نکال کر فیری بوٹ میں پہنچا دیا تھا۔

لن تاؤ جزیرے کے ساحل پر بھی بے شمار دشمن تھے۔ ایک اطمینان تھا کہ وہ لوگ مارلی اور جم کاف کو بہروپ میں پہچان نہیں سکیں گے۔ اس وقت مانو نے میاؤں کہہ کر ہمارے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجا دی۔ وہ بلی مانو' مارلی کی بہت بڑی پہچان تھی۔ دن رات اس کے ساتھ رہتی تھی۔ مارلی اب بھیس بدلنے کے باوجود پہچان لی جانے والی تھی۔ اس بے زبان جانور کو تھوڑی دیر کے لیے کہیں بھگایا نہیں جا سکتا تھا۔ بوٹ کے چاروں طرف سمندر تھا۔ میں نے کہا "اسے کسی کیبن میں بند کردو۔ یہ بوٹ جزیرے کے ساحل سے لگنے والی ہے۔"

مارلی اپنی مانو سے الگ نہیں ہونا چاہتی تھی مگر مجبوری تھی۔ وہ موت کا سگنل بن گئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی دشمن مارلی کو گولی مار دیتے۔ جم کاف نے کہا "جلدی کرو۔ وہ ساحل پر لنگر ڈال رہے ہیں۔"

وہ مانو کو لے کر ایک کیبن کے پاس آئی۔ ایک شخص دروازہ کھول کر کیبن سے باہر آرہا تھا۔ اس نے کہا "ویل میڈم! یہ کیبن خالی ہو چکا ہے۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔ میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟ ویسے یہ بلی بہت خوب صورت ہے!"

مارلی نے کہا "یہ مجھے پریشان کررہی ہے۔ میں اسے کیبن میں بند کرکے جاؤں گی۔ تھینک یو۔"

"اوکے۔ اتنی خوب صورت بلی کو یہاں قید نہ کرو۔ جب اس سے دستبردار ہو رہی ہو تو اسے مجھے دے دو۔"

میں نے کہا "مارلی! یہ دشمنوں میں سے نہیں ہے۔ میں اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ مانو کو اس کے حوالے کردو۔"

وہ مانو کو اس کے حوالے کرکے جم کاف کے پاس آئی۔ جہاز کنارے سے لگ چکی تھی۔ میں نے مسافروں کے درمیان پہلے مارلی اور جم کاف کو ساحل پر اترنے دیا۔ اپنے ہونٹوں سے کہا "اس بلی والے شخص کو روکے رکھو۔ اسے آخر میں اترنا چاہیے۔"

ساحل پر اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ وہاں دشمن کتنی تعداد میں تھے' اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مارلی کی موت اتنی لازمی تھی کہ وہاں ہر دوسرا شخص دشمن ہو سکتا تھا۔ زاؤ کوم کوبرا' ان نون' بائرن ٹوڈ اور اس کے ساتھی مارلی کے قلعے پر قبضہ جما کر اس جزیرے پر اور ساحلی بندرگاہ پر مسلط ہونا چاہتے تھے۔ اس کے لیے مارلی کی موت لازمی تھی۔ اس کی موت کے بعد جم کاف کو اس قلعے میں قدم رکھنے کی بھی اجازت نہ دی جاتی۔ وہاں کا منتظم اعلیٰ اور تمام سیکیورٹی گارڈز جم کاف کو صرف مارلی کے حوالے سے قبول کرسکتے تھے۔ وہ نہ ہوتی تو اس کے لیے قلعے کا دروازہ بند ہوجاتا۔

ویسے وہ لوگ جم کاف کو بھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ وہ یورپ میں انڈر ورلڈ کا ایک بہت چال باز گاڈ فادر سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن وہاں سے اس کے بھی قدم اکھاڑنا چاہتے تھے۔

دشمنوں کے بے شمار آلہ کار فیری سے آنے والی ایسی عورتوں کو تاڑ رہے تھے' جو کسی ایک مرد کے ساتھ تھیں وہ ایسی عورتوں اور مردوں کو کسی نہ کسی بہانے مخاطب کررہے تھے اور ان کی آوازیں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے آقاؤں کو سنا رہے تھے۔ مارلی' جم کاف کے ساتھ بوٹ سے اتر کر ساحل پر آئی۔ ایک ڈرائیور نے آکر اس سے پوچھا "ٹیکسی میڈم؟"

مارلی نے کہا "تو۔ وی ڈونٹ نیڈ ٹیکسی۔"

سونیا نے مارلی کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ مارلی کے خیالات پڑھے جارہے ہیں۔ میں نے بھی جم کاف کے اندر رہ کر یہی محسوس کیا۔ دشمن چور خیالات کے خانوں تک نہیں پہنچ پا رہے تھے۔ وہ دونوں ان ماہی گیروں کے بھیس میں تھے' جو ہانگ کانگ کے ایک ہوٹل میں مچھلیاں' جھینگے اور کیکڑے سپلائی کرتے تھے۔ خیال خوانی کرنے والوں کو ان کے خیالات سے یہی باتیں معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ دونوں ان کی باتوں کا جواب دے کر آگے جارہے تھے۔

دشمن مطمئن ہونے والے نہیں تھے۔ وہ میرے خیال خوانی کے ہتھکنڈوں کو اچھی طرح سمجھنے لگے تھے۔ یہ بھی سمجھتے تھے کہ میں مارلی اور جم کاف کے چور خیالات کے خانوں کو لاک کرکے' دوسرے خیالات پڑھنے کا موقع دے کر انہیں گمراہ کرسکتا ہوں۔ وہ پہلے کئی بار مجھ سے دھوکا کھا چکے تھے۔ ان کے آلہ کار کئی عورتوں کا تعاقب کررہے تھے۔ ان میں سے کچھ مارلی اور جم کاف کے بھی پیچھے لگے ہوئے تھے۔

اسی وقت ایک ماتحت نے میرے اندر آکر کہا "سر! وہ شخص بلی کو لے کر سب سے آخر میں فیری بوٹ سے باہر آیا

تھا۔ ساحل پر آتے ہی بلی اچانک اس کی گرفت سے نکل کر بھاگ رہی ہے۔"

میں نے ماریل سے کہا "فوراً کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر یہاں سے بھاگو۔ مانو اس کی گرفت سے نکل کر تمہیں تلاش کر رہی ہے۔"

"کیا؟" وہ پریشان ہو کر جم کاف سے بولی "فوراً ٹیکسی پکڑو۔ مانو میری طرف آ رہی ہے۔"

وہ تیز قدموں سے چلتا ہوا ایک ٹیکسی والے کے پاس آیا۔ اس سے بولا "خالی ہے۔ چلو گے؟"

ڈرائیور نے کہا "نہیں صاحب! سواری ہے۔ دوسری ٹیکسی دیکھو۔"

میں نے ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر کہا "آؤ بیٹھو۔ دیر نہ کرو۔"

ماریل بھی تیز قدموں سے چلتی ہوئی ٹیکسی کے پاس آئی۔ اسی وقت مانو نے دور سے دیکھتے ہی میاؤں کہا پھر تیزی سے دوڑتی ہوئی ماریل کی طرف آنے لگی۔ وہ دونوں فوراً ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر کھڑکیوں کے شیشے چڑھانے لگے۔ تعاقب کرنے والوں نے مانو کو ٹیکسی کی طرف جاتے دیکھا۔ وہ اچھلی اور کھڑکی کے شیشے سے ٹکرا کر زمین پر آ گئی تھی۔ ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ دشمن آلہ کاروں نے چیخ کر کہا "وہی ماریل ہے۔"

ان میں سے ایک نے ٹیکسی کی طرف فائر کیا۔ دوسرے اپنی گاڑیوں کی طرف دوڑنے لگے۔ وہاں تو جیسے قدم قدم پر دشمن موجود تھے۔ ہر گلی اور ہر شاہراہ پر ان کی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ موبائل فون اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دوسرے کو اطلاع دی جا رہی تھی۔ ہر نزدیک اور دُور کے مقامات سے گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر اس ٹیکسی کی طرف جا رہی تھیں۔ جس میں ماریل اور جم کاف بیٹھے ہوئے تھے۔

وہ پچھلی سیٹ پر تھے۔ آگے پیچھے اور دائیں بائیں دیکھتے جا رہے تھے۔ کتنی ہی گاڑیاں تعاقب میں نظر آ رہی تھیں۔ میں ڈرائیور کے دماغ پر مسلط رہ کر ٹیکسی کو خطرناک رفتار سے چلا رہا تھا۔ راستے بدل بدل کر انہیں ڈاج دینے کی کوششیں کر رہا تھا۔ جم کاف نے ماریل سے کہا "ہم بڑی کامیابی سے بھیس بدل کر اس جزیرے تک آ گئے تھے۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود ہمیں پہچاننے میں ناکام ہو رہے تھے لیکن تمہاری مانو نے ہمیں بے نقاب کر دیا ہے۔"

ماریل نے کہا "میں تو اسے فیری بوٹ میں چھوڑ آئی تھی لیکن وہ میرے بغیر نہیں رہتی ہے۔ کبھی کبھی محبت بھی موت بن جاتی ہے۔ جدھر سے گزرو ادھر دشمن دکھائی دے رہے ہیں۔"

جم کاف نے پوچھا "قلعہ یہاں سے کتنی دُور ہے؟"

"تقریباً چھ میل کے فاصلے پر ہوگا۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے۔ جیسے وہ قلعہ دنیا کے آخری سرے پر ہو۔ ہم کبھی وہاں پہنچ نہیں سکیں گے۔ فرہاد کیا تم میرے اندر موجود ہو؟"

میں نے ڈرائیور کی زبان سے کہا "میں ڈرائیور کے اندر موجود ہوں۔ ٹیکسی کو کنٹرول کر رہا ہوں۔"

وہ بولی "میرے قلعے کے مسلح گارڈز کو ادھر آنا چاہیے۔ وہ تعاقب کرنے والوں کو روک سکیں گے۔"

"میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد تمہارے مسلح گارڈز سے زیادہ ہے۔ وہ سب اپنے اپنے محاذ پر موجود ہیں۔ جتنے دشمنوں کے دماغوں میں پہنچنے کا موقع مل رہا ہے۔ انہیں دشمنی سے باز رکھنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔"

میں نے ڈرائیور کے ذریعے اچانک ہی بریک لگائے۔ ٹیکسی ایک جگہ گھوم کر رک گئی۔ سامنے سے ایک گاڑی آگر راستہ روک رہی تھی۔ دوسری طرف گھومتے ہی دوسری گاڑی راستہ روکنے کے لیے آ گئی۔ ایسے وقت ان دو گاڑیوں پر فائرنگ ہونے لگی۔ میرے ماتحتوں کے آلہ کار بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ میں ٹیکسی کو موڑ کر گولیوں کی بوچھاڑ سے گزرتا ہوا وہاں سے دور نکلتا چلا گیا۔ سونیا نے میرے پاس آ کر کہا "یہ ماریل کی زندگی کا بدترین دن ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پورے جزیرے میں جال پھیلا رکھا ہے۔ اسے قلعے تک پہنچنے نہیں دیں گے۔ میں کئی دشمن آلہ کاروں کے اندر پہنچ رہی ہوں۔ کسی آلہ کار کے اندر زاؤ کوم کوبرا کی آواز سن رہی ہوں۔ کسی کے اندر "ان نون" بول رہا ہے۔ بائرن ٹوڈ اور ہاروے وغیرہ بھی جیسے قسم کھا چکے ہیں۔ وہ ماریل اور جم کاف کو مار کر ہی اس جزیرے اور قلعے پر حکمرانی کر سکتے ہیں۔"

میں اس ٹیکسی کو ڈرائیو کرتا ہوا ایک علاقے میں آیا۔ وہاں دور دور تک لکڑیوں سے بنے ہوئے مکانات دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے ایک مکان کے سامنے ٹیکسی روک کر کہا "ماریل! یہاں اتر جاؤ۔ میں ٹیکسی لے جا رہا ہوں دشمن سمجھیں گے کہ تم دونوں اس میں موجود ہو۔ میں انہیں دھوکا دے کر یہاں سے دور لے جاؤں گا۔"

وہ دونوں ٹیکسی سے اتر کر دوڑتے ہوئے اس مکان کے اندر چلے گئے۔ میں نے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی پھر اپنے ایک ماتحت سے کہا "اس ڈرائیور کو کنٹرول کرو۔ اسے یہاں سے دور لے جاؤ۔ تمام دشمن اس کے پیچھے دور چلے جائیں گے۔"

میں ماریل کے پاس آ گیا۔ وہ دونوں دروازہ کھول کر مکان کے اندر آ گئے تھے۔ مکان کی اجڑی ہوئی حالت سے

ظاہر تھا کہ وہ برسوں سے خالی پڑا ہوا ہے۔ اس کی دیواریں اور چھت سب ہی لکڑی کے تھے۔ لکڑی کے چوڑے تختوں سے فرش بنایا گیا تھا۔ وہ فرش زمین سے کئی فٹ اونچا بنایا گیا تھا۔ سیلاب بھاٹا کے وقت سمندر کی لہریں اس مکان کے نیچے آتی تھیں۔ اسی لیے اونچائی پر لکڑی کے تختوں سے بنایا گیا تھا۔ انہوں نے اندر آ کر دروازے کھڑکیوں کو اچھی طرح بند کر دیا۔ باہر کئی گاڑیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ تیزی سے گزرتی جا رہی تھیں۔ وہ تمام دشمن ٹیکسی کے پیچھے جا رہے تھے۔

تمام دشمن ماریل کی ایک بہت بڑی کمزوری کو سمجھ گئے اور وہ کمزوری اس کی بلی مانو تھی۔ ایک دشمن نے مانو کو اٹھا لیا تھا۔ اسے اپنی گاڑی میں لے جا رہا تھا۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ مانو سے پیچھا چھوٹ گیا ہے۔ وہ دور کہیں رہ گئی ہے۔ ماریل تک نہیں پہنچ پائے گی۔ دشمن نادان نہیں تھے۔ گاڑی میں مانو تھی۔ وہ گاڑی اس لکڑی کے کاٹیج کے پاس سے گزرنے لگی تو مانو بے چین ہو کر میاؤں میاؤں کرنے لگی تھی۔ گاڑی کی کھڑکی کی طرف لپکنے لگی۔ بائرن ٹوڈ نے اپنے آلہ کار سے کہا "گاڑی کی رفتار کم کرو۔ بلی کو جانے دو۔ اس بلی کا تعاقب کرو۔"

گاڑی کی رفتار سست پڑ گئی۔ مانو گرفت سے نکلتے ہی کھڑکی سے باہر چھلانگ لگا کر ایک طرف دوڑنے لگی۔ انہوں نے گاڑی روک دی۔ اس میں چھ مسلح افراد تھے۔ ان کے پاس دو طرح کی گنیں اور راکٹ لانچرز تھے۔ بائرن ٹوڈ، ہاروے بائرن وغیرہ ان آلہ کاروں کے اندر موجود تھے۔ ہاروے بولا "وہ دیکھو، بلی اس کاٹیج کے اندر جا رہی ہے۔"

تعاقب کرنے والی اور دو گاڑیاں رک گئی تھیں۔ ان میں زاؤ کوم کوبرا اور ان نون کے آلہ کار موجود تھے۔ وہ بھی مانو کو پکڑنا چاہتے تھے کہ بلی کو اپنے ساتھ لے جانے والے کچھ لوگ رک گئے ہیں پھر انہوں نے بھی مانو کو اس کاٹیج کے اندر جاتے دیکھا تھا۔ میں نے اپنے طور پر انہیں ڈاج دینے کی کوشش کی تھی مگر ہر مرحلے پر مانو کام بگاڑ رہی تھی۔

جب ماریل اور جم کاف کی طرح اس بات سے بے خبر تھا کہ دشمن مانو کے ذریعے ادھر پہنچ رہے ہیں۔ میں نے کہا "تم یہیں رہ کر انتظار کرو۔ وہ تمام گاڑیاں دور نکل جائیں گی۔ پھر یہاں سے قلعے تک جانے کے لیے ساحلی راستہ اختیار کرو۔"

ماریل اور جم کاف نے کاٹیج کے پچھلے حصے میں آ کر ایک کھڑکی کو کھول کر سمندر کی طرف دیکھا۔ اسی وقت ہوا میں گولی چلنے کی آواز کے ساتھ ایک گولی آ کر ماریل کے شانے پر لگی اور وہ پیچھے کی طرف گر پڑی۔ جم کاف نے کھڑکی بند کر دی۔ کھڑکی بند کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ انہوں نے کاٹیج کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ ہر طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ گولیاں لکڑی کی دیواروں میں پیوست ہو رہی تھیں یا آر پار ہو کر اندر آ رہی تھیں۔ وہ کھڑکیوں اور دروازوں کو توڑنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ دروازے مضبوط تھے۔ ان سے نہیں ٹوٹ رہے تھے۔

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ میں نے سونیا سے کہا "ہم پہلی بار بے بس اور مجبور ہو گئے ہیں۔ یہ دونوں جیسے چوہے دان میں پھنس گئے ہیں۔ اب ان کا نکلنا ممکن نہیں ہے۔"

کاٹیج کے باہر سے میاؤں میاؤں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سونیا نے کہا "ہم کامیاب ہو رہے تھے۔ یہ بلی ہمیں ناکام بنا رہی ہے۔ اس بے زبان کی محبت عذاب جان بن گئی ہے۔ ویسے ہمارے ماتحت بھی یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

ایک ماتحت نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "ہم یہاں فائرنگ کر رہے ہیں۔ کاؤنٹر فائرنگ میں دشمنوں کی تعداد کم ہو رہی ہے۔ ہم انہیں کاٹیج میں گھسنے نہیں دیں گے۔"

ہم اور ہمارے تمام ماتحت ان دونوں کی حفاظت کے لیے جی جان سے کوششیں کر رہے تھے۔ امید تھی کہ دشمن نابود ہو جائیں گے اور ہم ان دونوں کو قلعے تک پہنچا دیں گے۔ ایسے ہی وقت کاٹیج کے فرش میں ایک دھماکا ہوا۔ وہ دشمن فرش کے نیچے پہنچ کر مٹی سائز کے راکٹ لانچرز سے فائر کر رہے تھے۔ پہلے دھماکے کے ساتھ فرش کے نیچے سے سوراخ ہوا۔ بڑے سائز کا کارتوس وہاں سے سنسناتا ہوا آ کر ماریل کے منہ پر لگا۔ اس کے حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔ جم کاف چیختا ہوا پچھلے دروازے سے جا کر لگ گیا۔

راکٹ لانچرز چل رہے تھے۔ لکڑی کے فرش پر جگہ جگہ سوراخ ہو رہے تھے۔ کارتوس جم کاف کے ادھر ادھر سے گزر کر دیواروں میں پیوست ہو رہے تھے۔ ایسے میں وہ کب تک محفوظ رہ سکتا تھا۔ اچانک اس کی چیخیں تھم گئیں۔ خاموشی چھا گئی۔ ہم ماریل اور جم کاف کے دماغوں سے نکل آئے۔ یہ کہنا چاہیے کہ مقدر نے ہمیں وہاں سے نکال دیا۔ اندھے کنویں میں پانی نہیں رہتا۔ مردہ دماغوں میں سوچ کی لہریں نہیں رہ پاتیں۔ افسوس۔

ایک ماتحت نے میرے پاس آ کر شرمندگی سے کہا "سر! ہم نے بہت کوششیں کی تھیں لیکن وہ راکٹ لانچرز لے کر فرش کے نیچے چلے گئے تھے۔"

میں نے کہا "وضاحت نہ کرو۔ ہم ساری دنیا سے لڑ سکتے ہیں۔ مقدر سے نہیں لڑ سکتے۔ تم سب واپس جاؤ۔"

دشمنوں نے بڑی زبردست جدوجہد کے بعد کامیابی

حاصل کی تھی پھر بھی مطمئن نہیں تھے۔ اس سے پہلے انہوں نے ٹوسیٹر ہوائی جہاز کو ٹائم بم سے اڑا کر مارلی اور جوزف کو ہلاک کیا تھا۔ دوسرے دشمن نے ان دونوں کو ایک موٹر بوٹ میں ہلاک کیا تھا۔ بعد میں انکشاف ہوا تھا کہ وہ مارلی اور جم کاف کی ڈمی کو ہلاک کرتے رہے ہیں۔

اب وہ دھوکا نہیں کھانا چاہتے تھے۔ وہ اپنے آلہ کاروں کے اندر رہ کر کانیچ کے فرش کے نیچے سے نکل کر اندر آئے۔ وہاں مارلی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر کچھ پریشان ہوگئے کیونکہ فائرنگ کی زد میں آکر اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ ان میں سے ایک نے شکستہ چہرے سے ماسک کی جھلی ہٹائی۔ یہ معلوم ہوا کہ مارلی ایک ماہی گیر عورت کے بھیس میں تھی لیکن ماسک کے نیچے مارلی کا چہرہ پہچانا نہیں جارہا تھا۔

دوسرے آلہ کار نے جم کاف کی لاش کے پاس آکر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے سے ماسک اتارا۔ جم کاف کا چہرہ ان کے سامنے آگیا۔ اس کی موت کی تصدیق ہوگئی۔ زاؤ کوم کوبرا' ان نون اور بائرن ٹوڈ یہ سوچنے لگے کہ جم کاف کے ساتھ ماری جانے والی میڈم مارلی ہی ہے کیونکہ وہ اس کے ساتھ بھیس بدل کر جزیرہ لن ماؤ میں آئی تھی اور جم کاف اس کے بغیر قلعے کے اندر نہیں جاسکتا تھا۔ اس حساب سے جم کاف کے قریب مارلی ہی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔

سونیا نے اپنے ماتحتوں سے کہا "تم سب قلعے کے انچارج اور مسلح گارڈز کے دماغوں پر بہت پہلے قبضہ جما چکے تھے اب پھر وہاں جاؤ۔ مارلی مری نہیں زندہ ہے۔ میں قلعے میں آرہی ہوں۔"

○☆○

امریکی فوج کے اکابرین نے پھر ایک نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کرلی۔ اس بار بڑی رازداری اور بڑی ٹھوس منصوبہ بندی سے یہ کام کیا گیا۔ ان کے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے پہلے موجود تھے۔ ان سے بھی اس مشین کو راز میں رکھا گیا۔ جب مشین تیار ہوگئی تو اسے آزمانے اور نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پیدا کرنے کے لیے لیزی گارڈ اور کینی بال کو وقتی طور پر رازدار بنایا گیا۔ فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "ہم نے دس نہایت ذہین' صحت مند اور باکمال فوجی جوانوں کو ٹیلی پیتھی سکھانے کے لیے منتخب کیا ہے۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "تم دونوں کے دماغوں سے ان دس افراد تک ٹیلی پیتھی منتقل کی جائے گی۔ اس کے بعد تم دونوں کا برین واش کیا جائے گا۔ تمہیں نئے چہرے اور نئی شناخت کے ساتھ ٹیلی پیتھی سکھائی جائے گی۔"

لیزی گارڈ نے پوچھا "بے شک ہماری شناخت تبدیل ہونی چاہیے لیکن ہمارا برین واش کرنا کیا ضروری ہے؟"

"ضروری ہے۔ ماضی میں دشمنوں نے تم سب کو مدت کے لیے ٹریپ کیا تھا۔ ہمیں شبہ ہے کہ وہ چپ چاپ تمہارے دماغوں میں آتے ہیں اور تم ان سے بے خبر رہتے ہو۔"

کینی بال نے کہا "ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں۔ کوئی دشمن ہمارے اندر نہیں آتا ہے۔ آپ ہم پر بھروسا کریں۔"

"ہم بھروسا کرتے رہے اور تم بڑے بڑے مرحلوں میں ناکام ہوتے رہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ہم آئندہ تم پر بھروسا کریں۔ تو ہم سے بحث نہ کرو۔ چپ چاپ ہمارے احکامات کی تعمیل کرو۔"

انہوں نے بحث نہیں کی۔ اعلیٰ افسران کے احکامات کے سامنے سر جھکا لیا۔ امریکا کے پرانے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں لیزی گارڈ' کینی بال' بیکی ہنٹر' وائزمین اعلیٰ رتبہ کے افسران ڈینی جانسن' مارک فورڈ اور مارٹن کریس تھے انہوں نے ماضی میں کسی خاص کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ ان سب سے یہ توقع کی گئی تھی کہ وہ چین میں ٹرانسفارمر مشین تیار نہیں ہونے دیں گے۔ ان بے چاروں نے بڑی تم توڑ کوششیں کی تھیں لیکن ناکام رہے تھے۔

امریکی اکابرین نے یہ طے کیا تھا کہ وہ سب نااہل ہیں ان سب کے برین واش کیے جائیں گے۔ انہیں ٹیلی پیتھی سے محروم کرکے انہیں قید میں رکھا جائے گا۔

ٹیلی پیتھی جیسا زبردست علم حاصل کرنے کے بعد کوئی اس سے محروم نہیں ہونا چاہتا۔ وہ تمام افراد اس علم کے ذریعے امریکا پر حکمرانی کرتے رہے تھے۔ نہایت شان دار بنگلوں میں عیش و آرام سے رہا کرتے تھے۔ ایک بار پہلے انہیں علم ہوا کہ ان کے بنگلوں کے اطراف مسلح گارڈز سخت پہرا لگایا گیا ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کے خلاف وائزمین نے ایک مسلح گارڈ کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ گارڈ نے کہا "سوری سر! بنگلے کے اطراف جتنے گارڈز ہیں۔ وہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔ آپ اپنے اعلیٰ افسر کی اجازت کے بغیر اس بنگلے سے باہر نہیں جاسکیں گے۔"

وائزمین نے دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے باری باری رابطہ کیا۔ پتا چلا کہ ان سب کو ہی ان کے بنگلوں میں نظر بند رکھا گیا ہے۔ جلد ہی تین چار ماہر کرنے والے باہر سے باری باری ان کا برین واش کرنے کے بنگلے میں آئیں گے۔ ان کی پچھلی تمام باتیں ذہن سے کرا انہیں ٹیلی پیتھی سے محروم کردیں گے۔ ایسی باتیں کہ سب ہی اس کے خلاف بولنے لگے۔ دھمکیاں دینے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے بغاوت کریں گے۔ ان تمام کو کرسیوں سے نیچے گرا دیں گے۔ فوج کے اعلیٰ افسران

نظر کرا انہیں ذہنی مریض بنا دیں گے۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم جانتے تھے کہ تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسا ہی ردعمل ظاہر کرو گے۔ تمہیں یہ بھی پتا چلنا چاہیے کہ ہم میں سے کسی ایک کو بھی ذہنی یا جسمانی نقصان پہنچے گا تو اسی وقت تم سب کو گولی مار دی جائے گی۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "تم لوگوں نے اپنے ٹیلی پیتھی کے علم سے اپنے ملک کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ تم سب نا اہل ہو تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں کہ ٹیلی پیتھی سے محروم ہو کر زندہ رہو یا اپنی ٹیلی پیتھی سمیت مر جاؤ۔"

انہوں نے لیزی گارڈ اور کینی بال کو سخت پابندیوں میں رکھا تھا۔ وہ بغاوت نہیں کرسکتے تھے لیکن وائزمین کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ اسے اس کے اپنے بنگلے میں نظر بند کیا گیا ہے اس نے اپنے اکابرین اور اپنے فوجی افسروں سے رابطہ کیا۔ یہ سمجھ گیا کہ اس بنگلے میں رہے گا تو ہر حال میں ٹیلی پیتھی سے محروم کردیا جائے گا۔

بڑی سخت پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔ وائزمین کے وزمین کی چھٹی کردی گئی تھی۔ یوگا جاننے والے گارڈز اس کا کھانا اور ضرورت کی دوسری چیزیں اس کے پاس پہنچاتے تھے۔

ایک گارڈ رات کا کھانا لے کر جونہی اندر آیا۔ اس نے یک چاقو سے اسے زخمی کردیا۔ اسے چیخنے کا موقع بھی نہیں یا۔ اس یوگا جاننے والے کے دماغ پر قبضہ جما کر اس سے ہتھیار لیے اور پھر خاموشی سے ہلاک کرکے کوٹھی کے باہر لے آیا۔ وہ بغاوت کے نتیجے میں یوں بھی مارا جانے والا تھا۔ تو اپنی آزادی کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے مرنا چاہتا تھا۔ بہت لوگ مرجاتے ہیں یا میدان مار لیتے ہیں۔

وائزمین نے میدان مار لیا۔ بنگلے کے باہر نیم تاریکی اور خاموشی میں چھپ کر تین مزید گارڈز کو ہلاک کیا پھر وہاں سے فرار ہوگیا۔ اس کے فرار ہونے سے تمام فوجی افسران الرٹ ہوگئے۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان کے بنگلوں سے نکال کر آہنی سلاخوں کے پیچھے بند کردیا گیا۔ وائزمین کو گرفتار کرنے کے لیے شہر کی ناکا بندی کردی گئی۔ وائزمین اور کینی بال کو اس خفیہ اڈے میں پہنچا دیا گیا جہاں ٹرانسفارمر مشین تیار کی گئی تھی۔ وہاں منتخب کیے ہوئے دس افراد موجود تھے۔ وہ ایسی جگہ تھی۔ جہاں کوئی دوست اور ٹیلی پیتھی نہیں پہنچ سکتا تھا پھر بھی وہ بہت محتاط تھے۔ انہوں نے گرانی میں اپنے دس منتخب افراد کو باری باری اس عمارت سے گزارا۔ انہیں آزمایا۔ وہ سب بڑی کامیابی سے خیال خوانی کرنے لگے تھے۔ انہیں ایک ہفتے تک آبزرویشن میں رکھا گیا۔ انہیں طرح طرح سے آزمایا گیا پھر جب یقین ہوگیا کہ وہ سب پوری ذہانت سے خیال خوانی کرنے لگے ہیں۔ تب انہوں نے لیزی گارڈ اور کینی بال کو فائرنگ اسکواڈ کے سامنے پہنچا دیا۔

جب کسی مجرم کو سزائے موت دی جاتی ہے تو اسے سات یا دس رائفل بردار سپاہیوں کے سامنے لاکر کھڑا کیا جاتا ہے۔ وہ سپاہی بیک وقت فائر کرتے ہیں پھر سات یا دس رائفلوں سے نکلنے والی گولیاں اس مجرم کو چھلنی کردیتی ہیں۔ لیزی گارڈ اور کینی بال نے خوف سے کانپتے ہوئے پوچھا "ہمارا جرم کیا ہے؟ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے ملک کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ ہم آپ سے وفاداری کرتے آئے ہیں۔"

ان سے کہا گیا "تم نے کیا وفاداری کی ہے؟ ہمارے اعتماد کو دھوکا دیتے رہے ہو۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اپنی نااہلی سے ہمیں دوسروں سے کم تر بناتے رہے ہو۔ ایک ٹرانسفارمر مشین کو تیار ہونے سے نہ روک سکے۔ تم نے چین کے سامنے ہمیں چھوٹا بنا دیا تھا۔ اگر ہمارے پاس مشین کا نقشہ نہ ہوتا اور ہم نئی مشین تیار نہ کرتے تو بیشہ کے لیے چین کے سامنے سکڑ کر رہ جاتے۔ تم میں سے کسی نے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا۔"

"اگر تم میں سے کسی کی نمایاں کارکردگی ہوتی تو ہم برین واش کرکے اسے آزاد چھوڑ دیتے۔ تمہاری نمایاں کارکردگی کے صلے میں تمہیں زندگی دی جاتی ہے مگر تم سب نے ہمیں بہت مایوس کیا ہے۔ اب جہنم میں جاؤ۔"

انہیں گولی مار دی گئی۔ اب پرانے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ دس نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوگئے تھے۔ ان سے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ انہیں ساری زندگی آہنی سلاخوں کے درمیان ایسی جگہ قید رکھا جائے گا۔ جہاں دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

وہ ائرکنڈیشنڈ قید خانے میں عیش و آرام سے رہیں گے۔ وہاں ان کی ہر ضرورت پوری کی جائے گی لیکن ساری دنیا سے ان کا رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ صرف چند مسلح گارڈز سے ان کا رابطہ رہے گا۔ وہ تمام گارڈز یوگا کے ماہر ہوں گے۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کبھی ٹریپ نہیں کیے جاسکیں گے۔

ان دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک وسیع و عریض انڈر گراؤنڈ پر عیش قید خانے میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں جگہ جگہ خفیہ کیمرے اور مائیکروفون لگے ہوئے تھے۔ وہاں سے دور ایک آرمی بیس میں ان کی ایک ایک حرکت دیکھی جاسکتی تھی اور ان کی باتیں سنی جاسکتی تھیں۔

انہیں دنیا سے ڈور کردیے جانے کے باوجود تمام دنیاوی

معلومات فراہم کرنے کے انتظامات کیے گئے تھے۔ ٹی وی، کمپیوٹرز اور جدید ٹیکنالوجی کا تمام سامان وہاں موجود تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں بیٹھے بیٹھے دنیا کے تمام ممالک کے حکمرانوں، فوجی افسروں اور دوسری اہم شخصیات کو ٹی وی اسکرین پر دیکھ سکتے تھے۔ ریڈیو کے ذریعے ان کی آوازیں سن سکتے تھے اور کمپیوٹر کے ذریعے ان کے بارے میں اہم معلومات حاصل کرسکتے تھے۔

ان سے کہا گیا تھا کہ جن ممالک میں ٹرانسفارمر مشینیں تیار کی گئی ہیں۔ وہاں کے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچتے رہیں۔ وہ بھی کسی کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب نہ کریں۔ یہ کسی کو بھی معلوم نہ ہو کہ دس پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکا میں موجود ہیں۔

وہ مزید ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کررہے تھے۔ ان دس افراد سے کہا گیا تھا کہ ان میں سے ہر ایک کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت ہوں گے۔ اس طرح پچاس ٹیلی پیتھی جاننے والے بظاہر آزاد رہیں گے لیکن ان دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے معمول رہا کریں گے۔ ان دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پیدائشی نام تھے لیکن انہیں نمبروں سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ وہ ایک نمبر سے دس نمبر تک تھے۔ اس بار امریکی اکابرین نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر بڑی فولادی گرفت رکھی تھی۔ کم از کم وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کی نظروں میں نہیں آسکتے تھے۔ کوئی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا انہیں ٹریپ نہیں کرسکتا تھا اور نہ ہی وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اکابرین سے بغاوت کرسکتے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ انہیں امریکا کے کس علاقے میں رکھا گیا ہے۔ وہ بھی کسی کو اس جیل کا پتا نہیں بتا سکتے تھے۔

وہ تمام نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ سمجھ گئے تھے کہ وہ اپنے اکابرین کے وفادار اور محب وطن بن کر نہیں رہیں گے تو وہ دس پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں خیال خوانی کے ذریعے ہلاک کردیں گے اور وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اپنے پچھلے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا انجام دیکھ چکے تھے۔ یہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ بہترین کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کریں گے تو انہیں بھی گولی مار دی جائے گی۔ وہ اپنی سلامتی کے لیے اہم معلومات حاصل کررہے تھے۔

جلد ہی نمبر دن نے بتایا کہ روس میں ٹرانسفارمر مشین تیار ہوچکی ہے۔ بیچ پال اور ان کے ساتھیوں کے تعاون سے وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے جارہے ہیں۔

نمبر ٹو نے بتایا کہ اسرائیل میں الپا اور وہاں کے آرمی افسران کے درمیان جھگڑا ہورہا ہے۔ الپا نے اپنی محنت سے وہ مشین تیار کرائی تھی لیکن آرمی والوں نے وہ مشین اس سے چھین لی تھی۔ اسرائیل میں الپا کا سب سے بڑا مخالف ایک آرمی افسر بن بورین تھا۔ الپا آرمی افسران کی زیادتیوں سے بددل ہو کر خاموشی اختیار کرچکی تھی اور شاید اپنا ملک چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں چلی گئی تھی۔ امریکی اکابرین کو یہ معلوم تھا کہ اسرائیل اور روس میں ٹرانسفارمر مشینیں تیار ہوچکی ہیں لیکن اب اپنے دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے انہیں اندر کی باتیں معلوم ہورہی تھیں۔

نمبر ٹو سے کہا گیا کہ وہ الپا اور بن بورین کے جھگڑوں سے فائدہ اٹھائے۔ کسی طرح اس مشین کو تباہ کردے یا ان کے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرے۔

نمبر دن نے کہا "ابھی نئی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ بیچ پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ایک بڈی رابرٹ ہے۔ وہ فرینکفرٹ کے ایک اسپتال میں بیمار پڑا ہوا ہے۔ اس کے ساتھی اسے وہاں سے ماسکو لے جانے والے ہیں۔ میں اس سے پہلے بڈی رابرٹ کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کررہا ہوں۔"

ان دس افراد کے انچارج افسر نے خوش ہو کر کہا "تم سب بہت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کررہے ہو۔ تم بڈی رابرٹ کے دماغ میں پہنچ کر بیچ پال کی ٹیم کے اندر راز داری سے جگہ بنا سکتے ہو۔"

نمبر ٹو کو حکم دیا گیا کہ وہ اسرائیل میں بن بورین کی مصروفیات پر گہری نظر رکھے اور جو بھی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا کیا جائے اسے ٹریپ کرنے کی کوشش کرے۔

نمبر تین نے اطلاع دی کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ میں ٹرانسفارمر مشین تیار ہوچکی ہے۔ وہ لوگ تھری جے کے تعاون سے اپنے نامور اور تجربے کار جاسوسوں کو ٹیلی پیتھی سکھا رہے ہیں۔

وہ چین کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے تھے۔ انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ان چینی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کریں۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کی ایک شاخ قائم کی جارہی ہے۔ یہ معلوم کیا جائے کہ وہ ادارہ وہاں کیا کررہا ہے؟

یہ سمجھا جارہا تھا کہ چین میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کی جارہی ہے۔ جبکہ ایسا نہیں تھا۔ وہ بہت محتاط تھے۔ صرف اتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کررہے تھے۔ جنہیں وہ اپنے کنٹرول میں رکھ سکیں۔ کوئی چینی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے ملک سے باہر نکل کر اب تک کسی ملک میں نہیں گیا تھا۔ یہ توقع کی جارہی تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے چینی جاسوس مختلف ملکوں میں دیکھے جائیں گے لیکن تین ماہ گزرنے کے باوجود کسی ملک میں کوئی چینی جاسوس دیکھا نہیں گیا تھا۔

یہ ضروری نہیں تھا کہ کوئی چینی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے ملک سے باہر جاتا۔ وہ خیال خوانی کرنے والے چینی اپنے ملک میں بیٹھے ہی بیٹھے مختلف ملکوں کے اہم افراد کو ٹریپ کررہے تھے اور ان کے دماغوں سے اہم معلومات حاصل کرتے رہتے تھے۔

امریکی یا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہ معلوم نہیں کرسکا تھا کہ چین میں کیا ہورہا ہے؟ اور ان کے خیال خوانی کرنے والے کس قدر رازداری سے دوسرے ملکوں میں اپنا کام کررہے ہیں۔ ایک ماہ بعد نمبر پانچ نے بتایا کہ فرانس میں ٹرانسفارمر مشین تیار ہوچکی ہے۔ اب تو کہیں بھی یہ مشین تیار کی جاسکتی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے نے اس مشین کے نقشے کو عام کردیا تھا لیکن فرانس میں وائزمین کے تعاون سے مشین تیار کی گئی تھی۔

وائزمین ٹرانسفارمر مشین کا ماہر مکینک تھا۔ وہ کئی بار امریکا میں مشین تیار کرچکا تھا۔ اس مشین کے نقشے کی ایک کاپی اس کے پاس رکھی ہوئی تھی۔ اس نقشے کے ذریعے اس نے فرانس میں لاکھوں ڈالر کمائے تھے اور وہاں ٹیلی پیتھی کے شعبے میں ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ بن گیا تھا۔

یہ کامیابی حاصل کرنے کے بعد اس نے خیال خوانی کے ذریعے امریکی فوج کے اعلیٰ افسران کو مخاطب کیا اور کہا "تم نے تمام سابقہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اگر میں حوصلہ کرکے فرار نہ ہوتا تو اس دنیا کی رنگینیوں سے محروم ہوجاتا۔ جن لوگوں کو تم نے ہلاک کیا۔ وہ ہمارے امریکی تھے۔ اگرچہ انہوں نے نمایاں کارکردگی نہیں دکھائی تھی۔ تاہم وہ امریکا کے وفادار تھے۔ تم زیادہ سے زیادہ انہیں ٹیلی پیتھی سے محروم کردیتے ان کی زندگی تو نہ چھینتے لیکن تم بڑے کمینے ہو۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "کتے دور سے بھونکتے ہیں۔ تم دور جاکر گالیاں دے رہے ہو۔ ہم نے جنہیں ہلاک کیا ہوسکتا ہے کہ وہ محب وطن ہوں مگر تم نہیں ہو۔ تم بدترین غدار ہو۔ ہمارے ملک سے مشین کا نقشہ چرا کر فرانس لے گئے ہو۔ کبھی تو ہمارے ہاتھ آؤ گے پھر ہم تمہارا مزاج پوچھیں گے۔"

"ابھی تو میں تمہارا مزاج پوچھ رہا ہوں۔ تم اپنے دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سلسلے میں بڑی رازداری سے کام لے رہے ہو۔ میں گھر کا بھیدی ہوں۔ تمہاری لنکا ڈھانے والا ہنومان دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ بتاؤں گا کہ تمہارے دس ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ انہیں انڈر کور کنٹرول رکھا گیا ہے۔ وہ اپنی آواز کسی کو نہیں سناتے ہیں۔ کوئی ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ یہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے ایک چیلنج ہوگا۔"

"تمہارے یہ کہنے سے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے اس چیلنج کو قبول کریں گے لیکن سر توڑ کوشش کرنے کے باوجود ہمارے ان اہم خیال خوانی کرنے والوں تک نہیں پہنچ پائیں گے۔ تم ایک امریکی ہو۔ اب بھی اپنی وفاداری کا ثبوت دے سکتے ہو۔ ہم سے بھاگ کر تم دادران دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں کسی کو نہ بتاؤ۔"

وائزمین نے جواب میں قہقہہ لگا کر رابطہ ختم کردیا۔

○☆○

کرونا ٹرین میں پانی پینے کے بعد کمزوری میں مبتلا ہو کر بے ہوش ہوگئی تھی۔ پارس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر برتھ پر لٹا دیا تھا پھر اوور کوٹ پہن کر سر پر فیلٹ ہیٹ رکھ کر زیر لب کہا تھا "سوری! برے وقت میں تمہارا ساتھ چھوڑ رہا ہوں۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے روس کی ملکہ بننا چاہتی تھیں۔ آئندہ ہماری ملاقات ماسکو میں ہوگی۔"

یہ کہہ کر وہ کیبن کا دروازہ بند کرکے ٹرین سے اترا اور اسٹیشن کے ویٹنگ روم میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے اب ہر لحہ کرونا کی نگرانی کرنی تھی۔ دشمن اس کے کمزور دماغ میں آنے والے تھے۔ وہ ٹرین کی اسی بوگی کے ایک کیبن میں موجود تھے۔ جبکہ وہ بے چارے دشمن نہیں تھے۔ بیچ پال کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے وہاں چار مسافروں کو اپنا آلہ کار بنایا تھا۔ مائیک مورو نے جوزف وہسکی سے کہا "بہت دیر ہوچکی ہے۔ کرونا نے کھانا کھا کر وہ پانی پی لیا ہوگا کیا اس کے دماغ میں جاکر صورت حال معلوم کی جائے؟"

جوزف وہسکی نے کہا "اگر اس نے وہ پانی نہیں پیا ہوگا تو ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے محتاط ہوجائے گی۔ بڑی چالباز ہے۔ ایک بار میری گرفت سے نکل گئی تھی۔ دوسری بار بڈی رابرٹ کو دماغی کمزوری میں مبتلا کردیا ہے۔ ہمیں اس کے دماغ میں نہیں جانا چاہیے۔ ہمارا ایک آلہ کار وہاں جائے گا۔ کسی بہانے سے اس کے کیبن کا دروازہ کھول کر اسے دیکھے گا۔ تب ہمیں معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس حال میں ہے۔"

ان دونوں نے دو آلہ کاروں کے دماغوں پر قبضہ جمایا۔ وہ آلہ کار ان کی مرضی کے مطابق اپنے کیبن سے نکل کر کرونا کے کیبن کے پاس آئے۔ ایک نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے جواب نہیں ملا۔

اس نے دوبارہ دستک دی پھر جواب نہ پاکر ہینڈل کو پکڑ کر ذرا سا دباؤ ڈالا تو دروازہ کھل گیا۔ انہوں نے پوری طرح اسے کھول کر دیکھا۔ اندر کھانے کی جھوٹی پلیٹیں میز پر رکھی

ہوئی تھیں۔ پانی کی بوتل آدھی سے زیادہ خالی ہوگئی تھی اور وہ پانی پینے والی ایک برتھ پر بے خبر سو رہی تھی۔

مائیک مورو نے کہا "تھینکس گاڈ! اب یہ ہمارے شکنجے میں آجائے گی۔ اس کتیا نے ہمیں بہت پریشان کیا ہے۔ بڈی رابرٹ کو دماغی مریض بنا کر ہمارے لیے بڑے مسائل پیدا کیے ہیں۔"

جوزف وہسکی یہ نہیں جانتا تھا کہ کرونا اور پارس اس کے دماغ میں پہنچتے رہتے ہیں۔ وہ ان کا معمول تھا۔ معمول ہونے کے باوجود پارس کی مرضی کے مطابق کرونا سے دشمنی کررہا تھا۔

انہوں نے قریب آکر کرونا کا معائنہ کیا۔ ایک نے کہا "اس نے پانی کچھ زیادہ پی لیا ہے۔ بے ہوش ہوگئی ہے دوا کی زیادہ مقدار اسے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اسے طبی امداد پہنچانا چاہیے۔"

ٹرین اس اسٹیشن میں کھڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسٹیشن ماسٹر سے طبی امداد طلب کی۔ کرونا کو ایک اسٹریچر میں لٹا کر ٹرین سے اتارا گیا پھر وہ اسے ایک ایمبولینس میں اسپتال لے گئے۔ پارس خیال خوانی کے ذریعے جوزف وہسکی کے اندر موجود تھا۔ ان کی مصروفیات دیکھ رہا تھا۔ وہ لوگ کرونا کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ پارس بہت پہلے ہی کرونا کے چور خیالات والے خانے کو مقفل کرچکا تھا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو یہ بہت بڑا راز کھل جاتا کہ تیج پال کا ایک اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا کرونا کا معمول اور محکوم بنا ہوا ہے۔

ابھی وہ یہ راز معلوم نہیں کرسکتے تھے۔ کرونا کے ہوش میں آنے کا انتظار کررہے تھے۔ اس کے بعد اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ بنانے والے تھے۔ وہ ایسے وقت اس کے چور خیالات پڑھ سکتے تھے۔

بیزون خیال خوانی کے ذریعے بڈی رابرٹ کی نگرانی کررہا تھا۔ اسے یہ خوش خبری سنائی گئی کہ کرونا کو ٹریپ کرلیا گیا ہے۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہی ہے۔ اب وہ بڈی رابرٹ کے اندر نہ آسکے گی اور نہ اسے کوئی نقصان پہنچا سکے گی۔ یہ اطمینان حاصل ہونے کے بعد بیزون بھی کرونا کے اندر چلا آیا۔

تیج پال کو بھی یہ خوش خبری سنائی گئی تھی۔ اس نے کہا "کرونا جیسے ہی ہوش میں آئے اسے ہپناٹائز کرو۔ اس کام میں دیر نہ کرو۔ وہ الپا کو دھوکا دے کر اسرائیل سے آئی ہے۔ وہ اسے ڈھونڈ رہی ہوگی۔ اس وقت اسے بھی کرونا کے دماغ میں جگہ مل سکتی ہے۔ الپا کو اس کے اندر پہنچنے کا موقع نہ دو۔"

مائیک مورو نے کہا "یہ ہوش میں آرہی ہے۔ تم اطمینان رکھو۔ ہم وقت ضائع نہیں کریں گے۔"

تیج پال نے پوچھا "کرونا کا ساتھی کہاں ہے؟ وہ اس کے ساتھ سفر کررہا تھا۔ کیا اسے نظرانداز کررہے ہو؟"

جوزف وہسکی نے کہا "جب ہم کرونا کے کیبن میں گئے، وہ اکیلی تھی۔ ہم نے اس کے ساتھی کو اس ٹرین میں تلاش کیا تھا لیکن وہ کہیں نظر نہیں آیا۔"

"تم سب بڈی رابرٹ کی دماغی کمزوری سے پریشان ہوگئے تھے اور کرونا کو ٹریپ کرنے کی کوششیں کررہے تھے۔ تم اپنی کوششوں میں کامیاب ہوگئے لیکن اس دوران میں اس کے ساتھی کو نظرانداز کرتے رہے۔"

"ہم نے نظرانداز نہیں کیا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ وہ کرونا کے ساتھ کھانے کے بعد پانی پیے گا تو اس کی طرح دماغی کمزوری میں مبتلا ہوجائے گا لیکن اس نے پانی نہیں پیا ہے۔"

تیج پال نے کہا "وہ کوئی بہت پراسرار اور چالباز ہے۔ اس نے فرینکفرٹ میں کرونا کو بڈی کے حملے سے بچایا تھا پھر نرم لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہونے کے لیے اس کے ساتھ مشرقی جرمنی جارہا تھا۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ پراسرار شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا اور اب کرونا کے دماغ میں رہ کر تم لوگوں کی مصروفیات کو سمجھ رہا ہوگا۔"

"وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ فرینکفرٹ میں بڈی نے کرونا کو گولی مار کر زخمی کرنا چاہا تھا۔ اس شخص نے بڈی سے مقابلہ کرکے اس کا ریوالور چھین لیا تھا۔ وہ چاہتا تو کرونا کی طرح وہ بھی بڈی کو کمزور بنا کر اسے ہپناٹائز کرسکتا تھا لیکن ایسا صرف کرونا نے کیا تھا۔"

بیزون نے کہا "میں بھی اس شخص کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ وہ کرونا کا عاشق ہے۔ دلیر ہے۔ اس لیے کرونا نے اسے اپنا باڈی گارڈ بنا کر رکھا تھا۔"

تیج پال نے کہا "کچھ بھی ہو۔ میں اس شخص کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ وہ آئندہ ہمارے لیے مصیبت بن سکتا ہے کرونا کو ہپناٹائز کرنے سے پہلے خاموشی سے اس کے دماغ میں موجود رہو اور یہ معلوم کرنے کی کوششیں کرتے رہو کہ کوئی اس کے دماغ میں چھپا ہوا ہے یا نہیں؟ الپا کی طرح وہ شخص بھی کرونا کے اندر رہ کر تم لوگوں کے تنویمی عمل کو ناکام بنا سکتا ہے۔"

کرونا اسپتال میں تھی۔ ہوش میں آنے کے بعد پریشان ہو کر سوچ رہی تھی کہ ٹرین میں سفر کررہی تھی۔ وہاں اسپتال کیسے پہنچ گئی ہے؟ اس کا ساتھی کہاں ہے؟

ایک نرس اسے دوا کھلانے اور انجکشن دینے آئی۔ الپا نے پوچھا "میرا ہزبینڈ کہاں ہے؟"

نرس نے کہا "تمہارے ساتھ تمہارا ہزبینڈ یا کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔ ٹرین کے دو مسافر اور پولیس والے تمہیں یہاں چھوڑ گئے ہیں۔"

وہ پریشان ہورہی تھی کہ ایسے وقت پارس اسے چھوڑ کر کہاں چلا گیا ہے۔ بیزون وغیرہ خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ اس نے دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے ایک شخص کو اپنا شوہر بنالیا تھا۔ وہ شخص پہلے پاگل خانے میں تھا۔ علاج ہونے کے بعد اسے پاگل خانے سے چھٹی دے دی گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ ایب نارمل تھا۔ وہ کبھی کبھی غیب کی باتیں بتایا کرتا تھا۔ بہت دلیر تھا۔ اس کے بہت کام آتا رہا تھا۔ پتا نہیں وہ کہاں چلا گیا ہے۔

بیزون، مائیک مورو اور جوزف وہسکی کریڈ کریڈ کر اس سے سوالات کررہے تھے اور اس کے جوابات تیج پال کو سنا رہے تھے۔ تیج پال نے کہا "کرونا سے اس کے جسمانی تعلقات تھے۔ وہ اسے اپنی خیال خوانی کے متعلق بتا سکتا تھا شاید اس لیے نہ بتایا ہو کہ عورت کو راز دار نہ بنانا چاہتا ہو یا اس کے ارادے کچھ اور ہوں۔ بہرحال ہم اس الجھن میں رہیں گے تو الپا اس مکار لڑکی کے دماغ میں پہنچ جائے گی۔ ابھی اسے ہپناٹائز کرو۔ اس کے دماغ کو لاک کردو پھر خاموشی سے معلوم کرتے رہو کہ کرونا پر تم لوگوں کا تنویمی عمل کس حد تک کامیاب رہا ہے۔ یہ رفتہ رفتہ معلوم ہوتا رہے گا کہ کوئی اس کے دماغ میں آرہا ہے یا نہیں؟ جب تک ہمیں کامیابی کا یقین نہیں ہوگا، تب تک تم سب اس سے دور ہی دور رہو گے۔"

وہ کرونا پر تنویمی عمل کرنے لگے۔ انہوں نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر ایک مخصوص آواز اور لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کردیا۔ پارس نے تنویمی عمل کے دوران میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ جس آواز اور لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا گیا تھا۔ صرف اسے یاد کرلیا۔ وہ اس کے ذریعے ضرورت کے وقت اس کے اندر جاسکتا تھا۔ وہ کرونا کے دماغ سے چلا آیا۔

تیج پال کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی مطمئن ہو کر کرونا کے دماغ سے نکل گئے۔ وہ آئندہ اس کے دماغ میں باری باری جانے والے تھے۔ بڈی رابرٹ فرینکفرٹ کے اسپتال میں تھا۔ اب اس کی حالت سنبھل گئی تھی۔ وہ اس کے دماغ کو بھی تنویمی عمل کے ذریعے لاک کرنے لگے۔ اس وقت پارس پھر ان کے درمیان موجود رہا تھا۔

وہ سب نہیں جانتے تھے کہ ایک اور اجنبی بڈی رابرٹ والوں میں سے ایک تھا۔ وہ دس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے نمبرون کہلاتا تھا۔ وہ نمبرون اتفاق سے اس اسٹیٹ ایجنٹ کے دماغ تک پہنچ گیا تھا۔ جس نے کرونا کو فرینکفرٹ کا ایک بنگلا کرائے پر دیا تھا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ کوئی شخص (پارس) مالک مکان بن کر کرونا کے پاس گیا تھا پھر اس کا شوہر بن کر اس کے ساتھ رہنے لگا تھا پھر ایک اور شخص (بڈی رابرٹ) کرونا سے ملنے آیا تھا۔ اس کے چند گھنٹوں کے بعد اس اسٹیٹ ایجنٹ کو معلوم ہوا تھا کہ بڈی رابرٹ بہت بری حالت میں بنگلے کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اسے اسپتال پہنچانا چاہیے۔"

دراصل بیزون اس اسٹیٹ ایجنٹ کے دماغ میں تھا۔ اس کے ذریعے بڈی رابرٹ کو اسپتال پہنچانا چاہتا تھا۔ بعد میں نمبرون نے یہ ساری باتیں معلوم کی تھیں۔ وہ اس اسٹیٹ ایجنٹ کے ذریعے اسپتال پہنچ گیا تھا پھر اسپتال کے ڈاکٹر اور نرسوں کے اندر پہنچ کر اس نے بڈی رابرٹ کی آواز سنی تھی۔ اس کے خیالات پڑھنے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ وہ تیج پال کی ٹیم سے تعلق رکھتا ہے۔ انہوں نے روس میں کس طرح ٹرانسفارمر مشین تیار کی ہے اور کس طرح تمام روسی اکابرین کو اپنا معمول بنایا ہے۔ یہ ساری معلومات نمبر ون حاصل کرچکا تھا۔ اس نے وہ مخصوص آواز اور لب ولہجہ بھی یاد کرلیا۔ جس کے ذریعے بڈی کے دماغ کو لاک کیا گیا تھا۔

نمبرون یہاں تک کامیابی حاصل کرنے کے باوجود کرونا تک نہ پہنچ سکا۔ اسے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ لوگ کرونا کو تلاش کررہے ہیں لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وہ اسے تلاش کرنے کے بعد اپنی معمولہ بنا چکے ہیں۔ نمبرون کو یہ اطمینان تھا کہ وہ آئندہ بڈی کے اندر رہ کر کرونا اور روس میں ان کی مصروفیات کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرتا رہے گا۔

پارس کی دوسری مصروفیات کا تعلق الپا اور بن بورین سے تھا۔ کرونا کے معاملات سے فرصت ملتے ہی وہ اسرائیل پہنچ گیا۔ وہاں الپا اور بن بورین کے درمیان ٹھنی ہوئی تھی۔ بن بورین فوج کا اعلیٰ افسر تھا۔ اس نے الپا کی لاعلمی میں ٹرانسفارمر مشین پر قبضہ جمالیا تھا۔ الپا نے وہاں کے اکابرین سے شکایت کی تھی۔ وہ مشین واپس حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن اسرائیلی اکابرین الپا کی خدمات کے معترف ہونے کے باوجود وہ مشین اسے نہ دے سکے۔

الپا نے اپنے لوگوں کی بے مروتی سے دل برداشتہ ہو کر کہا تھا کہ میں نے برسوں تک تنہا اپنے ملک وقوم کی خدمت کی ہے۔ اب میں ریٹائر ہو کر لمبی چھٹی پر جارہی ہوں۔ آپ لوگوں کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہوگی۔ بن بورین خیال خوانی کرنے والوں کی فوج بنا کر آپ لوگوں کی خدمت کرتا رہے گا۔"

الپا مشین سے دست بردار ہوگئی تھی۔ آپس میں جھگڑا کرکے اپنے ملک کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتی تھی لیکن پارس نہیں چاہتا تھا کہ الپا اس سلسلے میں خاموشی اختیار کرلے۔ اس نے پھر انہیں آپس میں لڑنے پر مجبور کردیا۔

بن بورین نے مشین کے ذریعے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے تھے۔ پارس نے ان پانچوں کے دماغوں میں گھس کر انہیں بن بورین کے خلاف الپا کا حمایتی بنا دیا تھا۔

بن بورین نے الپا کو الزام دیا کہ وہ بظاہر ہمارے معاملات سے الگ ہوگئی ہے لیکن اندر ہی اندر ہمیں نقصان پہنچا رہی ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنی طرف مائل کررہی ہے۔

الپا نے اپنے اکابرین کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ ایسا نہیں کررہی ہے۔ پارس دشمنی کررہا ہے اور بن بورین ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اناڑی ہے۔ دشمن آئندہ بھی اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو میری طرف مائل کرتا رہے گا یا اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتا رہے گا تو ہمارے ملک کو ٹرانسفارمر مشین سے بھی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

بن بورین نے دعویٰ کیا کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ آئندہ الپا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک نہیں پہنچ سکے گی۔ بن بورین کے چند خاص رازدار ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ان سب نے یہ طے کیا کہ نہایت رازداری سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا کریں گے۔ الپا کو اس کی خبر نہیں ہونے دیں گے۔ بن بورین اس بات سے بے خبر تھا کہ پارس اس کے خاص رازداروں کے دماغوں میں پہنچتا رہتا ہے۔ جب وہ مشین الپا کے پاس تھی۔ تب اس نے ان آرمی افسران کو ٹیلی پیتھی سکھائی تھی۔ اس وقت وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ افسران آئندہ اس کے دشمن بن جائیں گے۔

ان دنوں پارس سے اس کی گہری دوستی تھی اور پارس اس کے تمام ٹیلی پیتھی سیکھنے والوں کے دماغوں میں پہنچتا رہتا تھا۔ یہ بات بن بورین اور اس کے رازدار افسران نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے جیکوب نامی ایک ذہین افسر کو بڑی رازداری سے ٹیلی پیتھی سکھائی۔ اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے بعد اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا معمول اور محکوم بنایا پھر اس کے دماغ کو لاک کردیا۔ ان کے اپنے دماغوں کے دروازے پارس کے لیے کھلے ہوئے تھے۔ وہ جیکوب کے دماغ کا دروازہ اس کے لیے بند نہیں کرسکتے تھے۔ اس نے بعد میں تنویمی عمل کے ذریعے جیکوب کے دماغ کو الٹ دیا۔ وہ کٹر یہودی تھا۔ اسے فلسطینی مجاہد بنا دیا۔

وہ مجاہد دوسرے دن ہیڈ کوارٹر سے فرار ہوگیا۔ اس نے فون کے ذریعے مجاہدین کی تنظیم کے ایک لیڈر سے رابطہ کیا پھر کہا "میں تمہارے لیے اجنبی ہوں لیکن میں فلسطین کی آزادی کی خاطر جہاد کرنے کے لیے ایک اسلامی ملک سے یہاں آیا ہوں۔ میرے پاس اس دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار ہے اور وہ ہتھیار ہے ٹیلی پیتھی۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

پارس نے جیکوب کے برین کو اچھی طرح واش کیا تھا۔ اس کی پچھلی تمام زندگی بھلا کر اسے مجاہد بنا دیا تھا اور وہ اپنے مجاہدانہ جذبے کے ساتھ خود ہی آگے بڑھ رہا تھا۔

پارس نے الپا کو مخاطب کیا۔ الپا نے اپنے ایک آلہ کار کی آواز سنائی پھر کہا "اس کے دماغ میں آؤ پھر بات کروں گی۔"

وہ پارس سے سہمی رہتی تھی۔ اسے اپنے دماغ میں نہیں آنے دیتی تھی۔ وہ اس آلہ کار کے دماغ میں پہنچ کر بولا "مجھ سے خوا مخواہ ڈرتی ہو۔ میں تمہاری بھلائی چاہتا تھا۔ تمہاری ٹرانسفارمر مشین تمہیں واپس دلانا چاہتا تھا لیکن تم نے میرے دوستانہ جذبے کی قدر نہیں کی۔"

"میں تمہاری مکاریوں کو خوب سمجھتی ہوں۔ تمہاری محبت اور دوستی کے پیچھے بھی مکاریاں چھپی ہوتی ہیں۔ تم نے بن بورین کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو میرا حمایتی بنا کر پھر ایک نیا جھگڑا پیدا کیا ہے۔ بن بورین اور تمام اکابرین یقین سے کہہ رہے ہیں کہ میں انتقامی کارروائی کررہی ہوں۔ آئندہ بھی اس ملک میں جو ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے جائیں گے۔ میں انہیں بھی اپنا معمول اور محکوم بنالوں گی۔"

"بے شک تمہیں یہی کرنا چاہیے۔ میں آئندہ بھی بن بورین کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارا حمایتی بنا سکتا ہوں۔ وہ تم سے دشمنی مول لے کر کبھی اس مشین سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکے گا۔"

"بکواس مت کرو۔ تم اس طرح ہمیں آپس میں لڑا رہے ہو۔ میں آئندہ ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ میں نے سنا ہے بن بورین نے بڑے سخت انتظامات کیے ہیں۔ تم اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

"میں تم لوگوں کی جڑوں تک پہنچا ہوا ہوں۔ جب چاہوں گا۔ جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا لیکن مجھے اس کھیل میں مزہ آرہا ہے۔ تم نے اپنی بیش بہا خدمات کے ذریعے اپنے ملک میں بہت عزت اور شہرت حاصل کی تھی۔ میں تمہارے اکابرین کی نظروں میں تمہیں گرا رہا ہوں۔ تمہیں مجبور کردیا ہے۔ تم اپنی یہودی قوم اور اپنے ملک کی خدمات سے خود ہی باز آگئی ہو۔ گمنامی کی زندگی گزار رہی ہو۔ شاید اپنا ملک چھوڑ کر جاچکی ہو۔ آگے بھی دیکھتی جاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔"

"تم میرے خلاف جتنی انتقامی کارروائی کرچکے ہو۔ اس کے بعد اور کچھ نہیں کرسکو گے۔"

"میں تمہاری یہ خوش فہمی ابھی ختم کردیتا ہوں۔ ذرا اپنے اکابرین سے رابطہ کرو۔ ایک فلسطینی مجاہد انہیں حیران و پریشان کررہا ہے۔"

وہ نفرت سے بولی "یہ فلسطینی مجاہدین میرے سامنے کیڑے مکوڑے ہیں۔ میں بڑے بڑے دشمنوں سے نمٹتی رہتی ہوں۔ ان مٹی کے کیڑوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتی۔ ہمارے اکابرین ان فلسطینی باغیوں سے سیاسی طور پر نمٹتے رہتے ہیں۔ تم نے کہا تھا کہ میں ان مجاہدین کو اپنی مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی سکھاؤں۔ میں نے تمہارے اس مطالبے پر تھوک دیا تھا۔"

"تم نے آسمان کی طرف تھوکا تھا۔ وہ تھوک واپس ہمارے منہ پر آرہا ہے۔ تم جنہیں کیڑے مکوڑے کہہ رہی ہو وہ تمہارے ملک میں ٹیلی پیتھی کا پہاڑ بن رہے ہیں۔ یقین نہ ہو تو اپنے اکابرین سے پوچھ لو۔"

الپا نے ایک اعلیٰ حاکم سے رابطہ کیا پھر کہا "میں الپا بول رہی ہوں۔"

اعلیٰ حاکم نے دوسرے اکابرین سے کہا "الپا میرے دماغ میں آئی ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "الپا..... ! تم چوبیس گھنٹوں میں دوبار ہم سے رابطہ قائم کیا کرتی تھیں مگر اب تم نے ہمیں بھلا دیا ہے۔ اپنے ملکی اور قومی فرائض کو بھول گئی ہو۔"

وہ بولی "میں پہلے اپنے ملک میں تنہا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی تھی۔ اب تو آپ کا بن بورین ٹیلی پیتھی کی فوج تیار کررہا ہے۔ اتنے سارے ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے تمام مسائل حل کررہے ہوں گے۔"

ایک نے کہا "یہ مسائل کیا حل کریں گے اور زیادہ مسائل پیدا کررہے ہیں۔ جانتی ہو بن بورین نے کیا کیا ہے؟"

الپا نے پوچھا "کیا کیا ہے؟"

"اس نے ہماری ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ایک فلسطینی مجاہد کو ٹیلی پیتھی سکھائی ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اگرچہ بن بورین یہودی ہے لیکن محب وطن ہے۔ میری طرح کٹر یہودی ہے۔ وہ کبھی کسی مسلمان کو ٹیلی پیتھی نہیں سکھائے گا۔"

"وہ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ اس نے جیکوب نامی ایک آرمی افسر کو بڑی رازداری سے ٹیلی پیتھی سکھائی تھی وہ سیکنڈ ہیڈ کوارٹر سے فرار ہوگیا ہے۔"

الپا سوچ میں پڑ گئی پھر اس نے سب کی موجودگی میں بن بورین سے کہا کہ وہ وہاں ایک آلہ کار کے دماغ میں آئے اور اس کے سوالوں کا جواب دے۔

بن بورین نے اس آلہ کار کے ذریعے کہا "میں حیران ہوں کہ سخت پہرے اور رازداری کے باوجود کوئی دشمن ہمارے درمیان کیسے گھس آتا ہے؟"

وہ الپا کو مخاطب کرکے بولا "الپا..... ! میں نے تمہاری ٹرانسفارمر مشین تم سے چھین لی۔ مجھے یہ اعتماد تھا کہ اس مشین کے ذریعے تم سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتا رہوں گا لیکن بہتر کارکردگی دکھانا تو دور کی بات ہے۔ میں کسی دشمن کو اپنے اندر پہنچنے سے نہیں روک پا رہا ہوں۔ میرے اور تمہارے درمیان بدترین دشمنی ہوتی رہے۔ تب بھی ہم دونوں اپنے ملک اور اپنی قوم کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔"

"میں بھی یقین سے یہی کہتی ہوں کہ تم مجھ سے دشمنی کرسکتے ہو لیکن اپنے ملک اور اپنی قوم سے کبھی دشمنی نہیں کرو گے۔"

"شکریہ الپا..... ! جب وہ جیکوب ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد یہاں سے فرار ہوگیا اور خود کو فلسطینی مجاہد کہنے لگا۔ تب مجھے یقین ہوگیا کہ تمہارا دشمن پارس ایسا کررہا ہے۔ میں تمام اکابرین کے سامنے اس مشین سے دستبردار ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ آئندہ وہ ٹرانسفارمر مشین الپا کی نگرانی میں رہا کرے گی۔"

الپا نے کہا "بن بورین..... ! مجھے خوشی ہے کہ تم کھلے دل سے اپنی غلطی کا اعتراف کررہے ہو۔ ابھی ہمارا زیادہ نقصان نہیں ہوا ہے۔ صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو فلسطینی مجاہد بنا دیا گیا ہے۔ میں اسے ٹریپ کرکے پھر سے یہودی بنا دوں گی یا پھر اسے خاک میں ملا دوں گی۔ ہماری مشین سے کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا مسلمان پیدا نہیں ہوگا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس آلہ کار کی زبان سے کہا "میڈم الپا..... ! آپ مجھے پہچانتی ہیں۔ میں ان پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ہوں، جنہیں بن بورین نے ٹیلی پیتھی سکھائی تھی لیکن ہم پانچوں تمہارے حمایتی بن گئے تھے مگر افسوس اب ہمارا ذہن اور مزاج بدل گیا ہے۔ اب ہم یہودی نہیں رہے ہیں۔"

الپا نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"ابھی تم نے کہا ہے کہ تم یہاں پھر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مسلمان پیدا نہیں ہونے دو گی مگر تمہارے لیے افسوس کی بات ہے اور ہمارے لیے فخر کی بات ہے کہ ہم پانچوں فلسطینی مجاہدین بن چکے ہیں۔"

الپا نے کہا "(اوہ گاڈ! کیا پارس نے تم پانچوں کے دماغوں

کو بھی الٹ دیا ہے؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔ تمہیں اتنا جان لینا چاہیے کہ تم خدائی دعویٰ کر رہی تھیں کہ کسی کو پیدا نہیں ہونے دوں گی۔ آئندہ ایسا دعویٰ نہ کرنا اور اپنی ٹرانسفارمر مشین کو خوب سوچ سمجھ کر استعمال کرنا۔ اس مشین سے گزرنے والے تمہارے یہودی ہوں گے لیکن گزرنے کے بعد مسلمان ہو چکے ہوں گے۔"

اس کانفرنس ہال میں تھوڑی دیر کے لیے سناٹا چھا گیا پھر وہ اکابرین ایک ایک کر کے بولنے لگے۔ ایک نے کہا "ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہمارے ملک کے باغی مسلمانوں میں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہو جائیں گے۔"

دوسرے نے کہا "یہ تشویش کی بات ہے کہ ہماری ہی مشین سے ہمارے خلاف فلسطینی مجاہد پیدا کیے جا رہے ہیں۔"

تیسرے نے کہا "جن چھ یہودیوں کو فلسطینی مجاہد بنا دیا گیا ہے۔ انہیں پکڑ کر ان کے برین واش کیے جائیں یا انہیں گولی مار دی جائے اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر ٹرانسفارمر مشین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ یہ مشین ہمیں تباہ کر ڈالے گی۔"

ایک نے کہا "آپ حضرات خاموش رہیں۔ الپا اب تک بڑے بڑے دشمنوں سے نمٹتی آئی ہے۔ اس نے پارس جیسے مکار کو بھی کئی بار الو بنایا ہے۔ اس کی ہر دشمنی کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ اب الپا اور بن بورین میں دوستی ہو گئی ہے۔ ہمیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں الپا! میں درست کہہ رہا ہوں؟"

الپا نے کہا "میں نے ہمیشہ آپ لوگوں کے یقین اور اعتماد کے مطابق اپنے ملک اور اپنی قوم کو بڑے بڑے مصائب سے نکالا ہے۔ آپ حضرات پریشان نہ ہوں۔ میں پارس کی دشمنی کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔"

بن بورین نے کہا "میں ان نئے چھ فلسطینی مجاہدین کو کہیں روپوش رہنے اور تخریبی کارروائی کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ پورے فلسطین کی ناکا بندی کروں گا۔ وہ زیادہ دنوں تک کہیں چھپ کر نہیں رہ سکیں گے۔"

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے آلہ کار کی زبان سے کہا "پہلے میرا نام جیکوب تھا۔ اب میرا نام یعقوب ہے۔ میں وارننگ دیتا ہوں کہ یہاں مسلمانوں کے گھروں میں گھس کر ہمیں تلاش نہ کرنا۔ تم ایک مسلمان کے گھر میں گھسو گے۔ تو ہم دو یہودیوں کے گھروں کو ٹیلی پیتھی کے بارود سے اڑا دیں گے۔"

الپا نے کہا "جیکوب...! میں تم سے بحث نہیں کروں گی اور نہ ہی تمہیں نصیحت کروں گی کیونکہ تم پارس کے تخریبی عمل کے زیر اثر ہو۔ اپنے مذہب اور اپنی قوم کو بھول بیٹھے ہو۔ میرے سمجھانے سے تم نہیں سمجھو گے۔ تمہارے دوسرے پانچ ساتھی بھی مجھے دشمن سمجھیں گے۔ میری کوشش یہی ہو گی کہ تمہیں کسی طرح گرفتار کروں اور تمہارا برین واش کر کے پھر تمہیں کٹر یہودی بنا دوں۔"

پھر اس نے اکابرین سے کہا "میں ابھی جا رہی ہوں۔ جب تک ہم مشین کو اچھی طرح محفوظ نہیں رکھیں گے اور جب تک یہ یقین نہیں کر لیں گے کہ پارس یا اور کوئی دشمن ہمارے درمیان گھس کر ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ تب تک ہم ٹرانسفارمر مشین کو استعمال نہیں کریں گے۔ کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں کریں گے۔"

اس نے بن بورین کے دماغ میں آ کر کہا "تمہارے جتنے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے رازدار ہیں۔ آئندہ انہیں راز دار نہ بناؤ۔ کسی معاملے میں ان پر بھروسا نہ کرو۔ پارس ان کے دماغوں میں گھسا رہتا ہے۔ اس لیے تمہارے ایسے اہم راز بھی معلوم کر لیتا ہے۔ جنہیں میں بھی معلوم نہیں کر سکتی۔"

وہ بولا "تم درست کہتی ہو۔ آئندہ دشمنوں کے حملوں سے بچنے کے لیے پہلے اپنا ہی محاسبہ سختی سے کرنا چاہیے۔ اب میں کسی بھی رازدار کو کچھ بتائے بغیر باری باری ان کے برین واش کروں گا پھر نئے لب و لہجے کے ساتھ ان کے دماغوں کو لاک کروں گا۔ اگر تم کہو تو اس مشین کو کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے۔"

"مشین وہیں ہیڈ کوارٹر میں محفوظ رہے گی۔ اب ہم دونوں اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے برین واش کر کے ان کے دماغوں کو لاک کرتے رہیں گے۔ جہاں وہ مشین رہے گی۔ وہاں صرف ہمارے یوگا کے ماہر جا سکیں گے۔"

الپا' یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ بن بورین کے راز دار ساتھیوں میں کچھ کمزوریاں ہیں۔ پارس ان ہی سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ جب تک اپنے تمام لوگوں کی کمزوریاں دور نہیں کی جائیں گی تب تک پارس کی ہر سازش کامیاب ہوتی رہے گی۔

پارس بھی سمجھ رہا تھا کہ الپا آئندہ اس کے حملوں سے بچنے کے لیے کیسے اقدامات کرے گی۔ اس نے اپنے تمام ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ ہیڈ کوارٹر کے تمام اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر آتے جاتے رہا کریں۔ جب بھی ان کے برین واش کیے جائیں اور ان کے دماغوں کو لاک کیا جائے تو اسے وقت اس کے ماتحتوں کو وہاں موجود رہنا چاہیے۔

اس نے الپا سے کہا "تم کتنی پریشان ہو رہی ہو۔ میرا راستہ روکنے کے لیے کیسے کیسے پاپڑ بیل رہی ہو اگر تم میرا ایک چھوٹا سا مطالبہ مان لیتیں اور فلسطینی مسلمانوں کو ٹیلی

پیتھی سکھانے کے لیے راضی ہو جاتیں تو میری تمہاری دوستی قائم رہتی۔ وہ فلسطینی مسلمان تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچاتے۔ صرف اپنے حقوق حاصل کرتے لیکن تمہیں یہ گوارا نہیں تھا۔ دیکھ لو کہ تمہاری ضد کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے؟ اس وقت سے اب تک تم نے یا بن بورین نے اس مشین سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا ہے اور آئندہ بھی اس مشین کے ذریعے کوئی یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں کر سکو گی۔ یہ مشین ایک بیکار پتھر کی طرح تمہارے ہیڈ کوارٹر میں پڑی رہے گی۔"

اس نے یہ کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔

○☆○

جزیرہ لن تاؤ میں بڑا زبردست ہنگامہ برپا ہوا تھا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں نے مارلی اور جم کاف کو ہلاک کرنے کے لیے انہیں شاہراہوں اور گلیوں میں خوب دوڑایا تھا۔ جگہ جگہ فائرنگ اور بم کے دھماکے کرتے رہے تھے وہ اس طرح دن رات آگ اور خون کی ہولی کھیلتے رہتے۔ تب بھی ان دونوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے لیکن ایک بے زبان بلی کی محبت ان کی موت بن گئی تھی۔ بعد میں دشمنوں نے اس بلی کو بھی گولی مار دی تھی۔

زاؤ کوم کے نے بائرن ٹوڈ کو مخاطب کر کے اس سے کہا "تم لوگوں نے بلی کو کیوں ہلاک کیا ہے؟ اسے زندہ رکھنا چاہیے تھا۔ اگرچہ ہم نے مارلی کی ہلاکت کی تصدیق کی ہے پھر بھی ہمیں دھوکا ہو سکتا ہے۔ اس سے پہلے ہم دو بار دھوکا کھا چکے ہیں۔ دو بار ہم نے پورے یقین سے مارلی اور جم کاف کو ہلاک کیا تھا لیکن وہ فرہاد کی حکمت عملی سے بچ گئے تھے۔ جب تک فرہاد ان کی پشت پر رہے گا۔ ہم دھوکا کھاتے رہیں گے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "بے شک ہم دھوکا کھاتے آ رہے ہیں۔ ان حالات میں وہ بلی بہت اہم تھی۔ ہم اتنے نادان نہیں ہیں کہ اسے گولی مار دیتے۔ ایک وہی تھی جس کے ذریعے ہم مارلی کو پہچان سکتے تھے۔ ان نون نے اسے ہلاک کرنے کی حماقت کی ہو گی یا پھر فرہاد نے اس بلی کو راستے سے ہٹا دیا ہے۔ تاکہ ہم مارلی کو کسی بھی بھیس میں نہ پہچان سکیں۔"

ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں نے اپنے اپنے ایسے خاص آلہ کار بنائے تھے۔ جن کے دماغوں میں آ کر وہ ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے۔ ان نون نے ایسے ہی ایک آلہ کار کے ذریعے کہا "میرے ایک ماتحت نے بلی کو ہلاک کرنے کی حماقت کی ہے لیکن اب اس کی ہلاکت سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم نے ابھی جس مارلی کو ہلاک کیا ہے۔ وہ بلی اسی کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ اس بار ہم نے اسی بلی کی مدد سے مارلی کو ہلاک کیا ہے اور اس بار ہمیں دھوکا نہیں ہوا ہے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "ہمیں شام تک انتظار کرنا ہو گا۔ میڈم مارلی کوئی معمولی عورت نہیں تھی۔ اس کی موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلے گی۔ ہانگ کانگ کے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ افسران اس کی ہلاکت کی تصدیق کریں گے۔"

کوبرا نے کہا "اگر ہم نے واقعی اسے جہنم میں پہنچا دیا ہے تو وہ قلعہ اس کے وجود سے خالی رہے گا۔ جب وہاں مارلی نہیں پہنچے گی تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ وہ ہمارے ہاتھوں حرام موت ماری جا چکی ہے۔"

ان نون نے کہا "ہمیں سونیا اور فرہاد کی ایکشن بھی دیکھنا چاہیے۔ اگر مارلی ماردی گئی ہے تو وہ دونوں اپنی ناکامیوں پر جھنجلائیں گے اور ہمارے خلاف اقدامات کریں گے۔ ہمیں شام تک بہت کچھ معلوم ہو سکے گا۔"

مارلی اور جم کاف کے کتنے ہی جانی دشمن تھے۔ زاؤ کوم کوبرا' ان نون' بائرن ٹوڈ' ہاروے' بیکر برائٹ اور سائمن اپنے اپنے طور پر ہانگ کانگ کے حکام اور اعلیٰ افسران کے دماغوں میں پہنچ رہے تھے اور خاموشی سے معلومات حاصل کر رہے تھے۔ اس جزیرے سے مارلی اور جم کاف کی لاشیں ہانگ کانگ پہنچائی گئیں اور وہاں ان کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تھا۔ مارلی کے جسم کے ایک حصے میں ایک خاص پیدائشی نشان تھا۔ اس نشان کو اور اس کی انگلیوں کے نشانات کو دیکھ کر اس کی موت کی تصدیق کر دی گئی۔

وہاں کے حکام نے قلعے کے انچارج اور وہاں کی انتظامیہ کو یہ افسوس ناک اطلاع دی کہ جزیرے پر حکومت کرنے والی اس قلعے کی مالکہ میڈم مارلی ماری جا چکی ہے۔ اس کی لاش کو ہانگ کانگ سے لے جا کر قلعے میں اس کی آخری رسومات ادا کی جا سکتی ہیں۔ قلعے کے انچارج نے کہا "میں یہاں کی انتظامیہ کے چند اعلیٰ عہدے داروں کے ساتھ وہاں آ رہا ہوں۔ ہم لاش کو دیکھ کر اپنی میڈم کو پہچانیں گے۔"

حکام نے کہا "میڈم کی لاش پہچانی نہیں جائے گی۔ کیونکہ چہرہ بگڑ چکا ہے۔ میڈم کو اس کی انگلیوں کے نشانات اور اس کے ایک پیدائشی نشان سے پہچانا جا سکتا ہے۔"

انچارج نے کہا "ہم اس سلسلے میں غور کریں گے کہ چہرے کے بغیر میڈم کو صرف مخصوص نشانات سے پہچاننا چاہیے یا نہیں۔ آپ ہماری آمد کا انتظار کریں۔"

انچارج سے کہا گیا "انگلیوں کے نشانات سے بڑے بڑے مجرم مہینوں کو پہچانا جاتا ہے۔ ان نشانات کو چہرے سے

زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کیونکہ چہرے تبدیل کیے جاسکتے ہیں۔ انگلیوں کے نشانات تبدیل نہیں کیے جاسکتے۔"

آدھے گھنٹے بعد انچارج نے کہا "ہماری میڈم قلعے میں پہنچ گئی ہیں۔ ہم نے یہاں میڈم کی انگلیوں کے نشانات کا معائنہ کیا ہے اور ان کے جسم پر وہ پیدائشی نشان بھی موجود ہے۔ ہم کسی ڈمی مارلی کی لاش کو دیکھنے ہانگ کانگ نہیں آئیں گے۔"

انٹیلی جنس کے اعلیٰ عہدے دار نے حیرانی سے کہا "ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے ماہرین نے ان انگلیوں کے نشانات کا معائنہ کیا ہے۔ وہ نشانات مارلی کی انگلیوں کے ہیں۔"

میں اس انچارج کے دماغ میں گھسا ہوا تھا اور وہ میری مرضی کے مطابق بول رہا تھا۔ میں نے کہا "پلاسٹک سرجری کے ذریعے انگلیوں کے نشانات بھی تبدیل کیے جاسکتے ہیں۔ اگرچہ یہ کام بہت مشکل ہوتا ہے مگر ہو جاتا ہے پھر یہ بحث فضول ہے کہ آپ کے اسپتال کے مردہ خانے میں کس مارلی کی لاش رکھی ہوئی ہے؟ ہماری میڈم مارلی یہاں قلعے میں موجود ہیں۔ میڈم نے بتایا ہے کہ دشمنوں نے جم کاف کو ہلاک کیا ہے۔ انہیں اپنے شوہر کی ہلاکت پر بے حد افسوس ہے۔"

انٹیلی جنس کے ڈی جی نے کہا "میں میڈم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری۔ وہ دوسری بار بیوہ ہو چکی ہیں۔ صدمے سے نڈھال ہیں۔ وہ ایک ماہ تک سوگ منائیں گی اور کسی سے کوئی بات نہیں کریں گی۔"

"لیکن وہ اپنے شوہر کی آخری رسومات تو ضرور ادا کریں گی۔ ہمیں بتایا جائے یہ رسومات کہاں ادا کی جائیں گی؟"

میں نے انچارج کے ذریعے کہا "اس کے بدنصیب شوہر جم کاف کی لاش اس کے عزیز و اقارب کے پاس لندن بھیج دی جائے اور اس سلسلے میں میڈم کو پریشان نہ کیا جائے۔"

وہ تمام دشمن میری یہ تمام باتیں انٹیلی جنس کے ڈی جی کے اندر رہ کر سن رہے تھے۔ بائرن ٹوڈ نے کہا "انگلیوں کے نشانات کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ میڈم مارلی مر چکی ہے۔ فرہاد علی تیمور چالیں چل رہا ہے۔ قلعے میں مارلی نہیں ہے۔ اس کی جگہ سونیا پہنچی ہوئی ہے۔"

انچارج نے میری مرضی کے مطابق کہا "فرہاد علی تیمور ایک بار میڈم کے ساتھ اس قلعے میں آیا تھا۔ اس کے بعد ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ ہم نے میڈم سونیا کو نہ پہلے کبھی دیکھا ہے نہ اب اس قلعے میں دیکھ رہے ہیں۔ ہماری میڈم مارلی بحفاظت یہاں پہنچ گئی ہیں۔ اب اس سلسلے میں مزید بحث نہ کی جائے۔ آئندہ ہماری طرف سے کوئی جواب نہیں ملے گا۔"

میں نے رابطہ ختم کردیا۔ انہوں نے انچارج کے دماغ میں پہنچنے کی کوششیں کیں۔ وہ سانس روک روک کر انہیں بھگاتا رہا۔ قلعے میں انتظامیہ کے جتنے اہم اراکین مسلح گارڈز تھے ان سب کے دماغوں کو اسی وقت لاک کردیا گیا تھا۔ جب میں پہلی بار مارلی کے ساتھ قلعے میں گیا تھا۔ وہ تمام دشمن قلعے کے اندر کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ سونیا نے مارلی کی حیثیت سے حکم دیا تھا کہ آئندہ کسی بھی شخص کو قلعے میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے وہاں داخل ہونے کے دو راستے تھے۔ ایک خشکی کا راستہ تھا اور دوسرا سمندری راستہ تھا۔ ان دونوں راستوں پر سخت پہرا لگا دیا گیا تھا۔ الیکٹرونک آلات کے ذریعے وہاں سے داخل ہونے والوں کو ٹی وی اسکرین پر دیکھا جاسکتا تھا۔ اس قلعے کو صحیح معنوں میں ایک قولادی قلعہ بنا دیا گیا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی وہاں داخل نہیں ہوسکتے تھے۔

زاؤ کوم کو برا نے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا "وہ جزیرہ اور قلعہ ہمارے لیے اہم ہے۔ ہم سب اپنے اپنے طور پر سوچتے رہے کہ قلعے پر ہم میں سے کسی کا قبضہ ہوگا۔ وہاں سے ہم تمام سمندری راستوں کو کنٹرول کرسکیں گے۔ کوئی اسمگلر ہماری اجازت اور ہمیں ہمارا حصہ دیے بغیر وہاں سے گزر نہیں سکے گا۔ ہم ایشیا کے اس دور افتادہ حصے میں انڈر ورلڈ کے گاڈ فادر بن کر حکمرانی کرتے رہیں گے لیکن مارلی کی موت کے بعد بھی ہم اس قلعے کے اندر نہیں پہنچ پا رہے ہیں۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "میں مایوس نہیں ہوں۔ ہم نے بڑی حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔ ہم نے فرہاد کی پشت پناہی کے باوجود مارلی کو جہنم میں پہنچا دیا ہے۔ اب صرف قلعے کے اندر پہنچنے کا آخری مرحلہ رہ گیا ہے۔ فرہاد وہاں ایک ڈمی مارلی کو پہنچا کر ہمارا راستہ روک رہا ہے لیکن وہ کب تک روک سکے گا۔ ہم سب اسی طرح متحد ہو کر اس پر چاروں طرف سے حملے کرتے رہیں گے تو وہ قلعے کی ڈمی مارلی کو بھی ہم سے بچا نہیں پائے گا۔ اسے ایک دن قلعے، جزیرے، اور ہانگ کانگ سے واپس جانا ہوگا۔"

ان نون نے کہا "ہمارا اتحاد اسی وقت تک قائم رہ سکتا ہے۔ جب ہم اس علاقے میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر حکمرانی کریں۔ پہلے ناکا کوڈو اس علاقے میں انڈر ورلڈ کا گاڈ فادر تھا۔ اسے سونیا اور فرہاد نے اپاہج بنا کر فٹ پاتھ پر پھینک دیا ہے اور مسٹر کوبرا تم اس کی جگہ گاڈ فادر بن کر اس کے وفاداروں اور یہاں کے معاملات کو کنٹرول کر رہے ہو۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ یہاں کے تمام معاملات اور فوائد میں

مجھے حصہ ملنا چاہیے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "حصہ تو ہم بھی لیں گے۔ بہتر ہے کہ ہم سب آپس میں سمجھوتا کریں۔ یہاں کس کا کتنا حصہ ہوگا؟ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والی تین پارٹیاں ہیں۔ اس علاقے کے تین حصے کیے جائیں گے پھر ہم اپنے اپنے حصے کے حکمران بن کر رہیں گے تو ہمارا آپس میں کبھی جھگڑا نہیں ہوگا۔"

سب نے تائید کی۔ اس بات پر راضی ہوگئے کہ جنوب مشرقی ایشیا کے وسیع علاقے کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا پھر وہ اپنے اپنے حصے کے گاڈ فادر بن کر رہیں گے۔ اس وسیع و عریض علاقے میں ہر طرح کے مال و اسباب کی اسمگلنگ ہوا کرتی تھی۔ سونا، چاندی اور بیش قیمت ہیرے جواہرات کی اسمگلنگ صدیوں سے ہوتی آرہی تھی۔ موجودہ زمانے میں منشیات اور اسلحے کی سپلائی زوروں پر تھی۔ کروڑوں ڈالرز کمانے کے مواقع ملتے رہتے تھے۔

ان نون نے کہا "بے شک ہم متحد رہیں گے لیکن میں پہلے کہہ دیتا ہوں کہ جزیرہ لن تاؤ اور وہاں کا قلعہ میرے قبضے میں رہے گا۔ میں اس علاقے کا حکمران بن کر رہوں گا۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "مسٹران نون۔۔۔! تم ہمارے بعد اس علاقے میں آئے ہو اور کوبرا بھی ہمارے بعد یہاں آیا ہے۔ سب سے پہلے ہم یہاں آئے ہیں۔ جزیرہ لن تاؤ اور اس قلعے پر پہلے ہمارا حق ہے۔"

ان نون نے کہا "تم نے پہلے یہاں آکر کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا ہے۔ ہمیشہ فرہاد سے مات کھاتے رہے ہو۔ مارلی اور جم کاف کو میرے ماتحتوں نے ہلاک کیا ہے۔ سب سے پہلے میں نے اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔"

کوبرا نے کہا "بکواس مت کرو۔ ہم سب کے ماتحت بیک وقت مارلی پر حملے کرتے رہے تھے۔ وہ ہم میں سے کس کے نشانے پر آئی، کس کے راکٹ لانچرز نے اسے ہلاک کیا یہ کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ اصل کامیابی میں نے حاصل کی ہے۔ سب سے پہلے میں نے ناکا کوڈو کو اپنا غلام بنایا تھا۔ اب میں اس کے انڈر ورلڈ والے علاقے پر حکمرانی کر رہا ہوں۔ تم سب میرا ساتھ دو یا نہ دو۔ میں کوبرا ہوں۔ زہریلا ہوں۔ ایک ایک کو ڈستے ہوئے اس قلعے کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "ہم سب اپنے اپنے طور پر دعویٰ کرتے رہیں گے تو کبھی متحد نہیں رہ سکیں گے اور ہمارے متحد نہ رہنے سے فرہاد الگ الگ محاذ پر ہمیں مات دیتا رہے گا۔ ابھی ہمارے لیے ضروری کیا ہے؟ یہ جزیرہ اور یہاں کا قلعہ ضروری ہے یا پہلے سونیا اور فرہاد کو یہاں سے بھگانا ضروری ہے؟"

سب نے باری باری کہا "پہلے سونیا اور فرہاد کو بھگانا ضروری ہے۔" بائرن ٹوڈ نے کہا "تو پہلے سونیا اور فرہاد کی خبر لو۔ انہیں اس علاقے کو چھوڑ جانے پر مجبور کرو۔ جب وہ یہاں نہیں رہیں گے تو ہم پہلے دوستانہ انداز میں فیصلہ کریں گے کہ یہاں کا کون سا علاقہ کس کے حصے میں آئے گا؟ اور اس قلعے پر کس کا قبضہ ہوگا؟ اگر دوستانہ انداز میں فیصلہ نہیں ہوگا تو پھر ہم ایک دوسرے کے خلاف اپنی اپنی صلاحیتوں کو آزمائیں گے۔ ہم میں سے جو کامیاب ہوگا۔ وہی اس قلعے کا مالک بنے گا۔"

کوبرا نے کہا "بے شک پہلے ہم اپنے مشترکہ دشمن کو یہاں سے بھگائیں گے پھر دوسرے معاملات پر غور کریں گے۔ ہم نے مارلی اور جم کاف کو ہلاک کرکے بڑی زبردست کامیابی حاصل کی ہے۔ بس ایک کانٹا رہ گیا ہے۔ ہم فرہاد کو خاک میں ملائیں گے تو سونیا تنہا کچھ نہیں کرسکے گی۔ اس قلعے کو چھوڑ کر بھاگ جائے گی۔"

وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے خلاف متحد ہوگئے۔ انہوں نے مجھ سے رابطہ کرنا چاہا۔ تاکہ یہ معلوم ہوسکے میں کہاں ہوں؟ اور کیا کر رہا ہوں؟ انہوں نے قلعے کے انچارج سے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کیا اس سے کہا "ہم فرہاد علی تیمور سے دو باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ نہ ہو تو سونیا سے بات کرادو۔"

انچارج نے کہا "اس قلعے میں سونیا نام کی کوئی عورت نہیں ہے اور ہم یہ کہہ چکے ہیں کہ فرہاد علی تیمور بہت پہلے ایک بار میڈم کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ اب ہم نہیں جانتے وہ کہاں ہوگا۔"

"اگر تم بضد ہو کہ وہاں سونیا نہیں، تمہاری میڈم مارلی ہے تو پھر اسی سے ہماری بات کرادو۔"

"میں یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ ہماری میڈم ایک ماہ تک دوسری بار بیوہ ہونے کا سوگ منائیں گی۔ وہ کسی سے بات نہیں کریں گی۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "تم بکواس کر رہے ہو۔ اس قلعے میں جو میڈم مارلی ہے۔ وہ سوگ نہیں منا رہی ہے، ہمیں دھوکا دینے اور ہمارے خلاف کوئی چال چلنے کے لیے بڑی خاموشی سے پلاننگ کر رہی ہے۔"

"تم جو بھی سمجھو۔ میڈم کے سلسلے میں کہ آئی بھی بات کی جائے گی تو فون بند کردیا جائے گا۔"

یہ کہتے ہی انچارج نے فون بند کردیا۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہانگ کانگ کے حکام اور اعلیٰ افسران سے رابطہ کرنے لگے۔ ان کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنے لگے کہ وہ لوگ مجھ سے رابطہ کرتے ہیں یا نہیں۔ میں آج کل کہاں

ہوں؟ اور کیا کرتا پھر رہا ہوں؟ میرے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔ وہ مجھے تلاش کرنے میں ناکام ہو رہے تھے پھر ان میں سے ایک نے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا پھر کہا "ہم مسٹر فرہاد علی تیمور سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ ہانگ کانگ میں کہاں ہیں؟ اور ان کا کنٹیکٹ نمبر کیا ہے؟"

انہیں جواب ملا کہ میں ہانگ کانگ میں نہیں ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے میں واپس آگیا ہوں۔ آپ اپنے کسی آلہ کار کی آواز سنائیں۔ مسٹر فرہاد اس آلہ کار کے اندر آکر آپ سے بات کریں گے۔"

انہوں نے آواز سنائی۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر پوچھا "کیا بات ہے؟ مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے ہو؟"

ہائرن ٹوڈ نے کہا "ہمیں یقین نہیں آرہا ہے کہ آپ ہانگ کانگ سے جا چکے ہیں اور ابھی بابا صاحب کے ادارے میں موجود ہیں۔"

"تمہیں یقین نہیں ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں۔ میں نے مارلی سے وعدہ کیا تھا کہ اسے جم کاف کے ساتھ بخیریت قلعے میں پہنچاؤں گا۔ مجھے اس سلسلے میں آدھی کامیابی ہوئی اور آدھی ناکامی۔"

"آپ نے کون سی آدھی کامیابی حاصل کی ہے؟"

"یہی کہ مارلی کو بخیریت قلعے میں پہنچا دیا ہے۔ میری آدھی ناکامی یہ ہے کہ میں جم کاف کی حفاظت نہ کرسکا۔"

"اگر مارلی قلعے میں پہنچ گئی ہے تو جم کاف کے ساتھ مرنے والی عورت کون ہے؟"

"میں نے مارلی کو تنہا قلعے میں پہنچایا ہے۔ جم کاف کے ساتھ ایک ڈی مارلی تھی۔ ہم نے اس ڈی کے جسم پر مارلی کا پیدائشی نشان بنایا تھا۔ فنگر پرنٹ کے ماہرین کے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا۔ وہ یہی رپورٹ دیتے رہے کہ جم کاف کے ساتھ مرنے والی کی انگلیوں کے نشانات مارلی سے ملتے ہیں۔ لہٰذا وہ ہلاک ہونے والی مارلی ہے۔"

کوبرا نے کہا "اوہ گاڈ! ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ تم خیال خوانی کے ذریعے فنگر پرنٹ کے ماہرین کو اپنے قابو میں رکھو گے اور ان کی رپورٹ کے ذریعے ہم سب کو بھٹکا دو گے لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ بلی اس مرنے والی کو مارلی سمجھ رہی تھی۔ بلی کبھی دھوکا نہیں کھائے گی۔"

میں نے کہا "مارلی کی بلی زندہ ہے اور اب بھی اس کے پاس ہے۔ ڈی مارلی کے پاس اپنی ایک پالتو بلی تھی۔ وہ بلی اس ڈی کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ اس طرح میری چال کامیاب رہی۔ تم سب اسے مارلی سمجھتے رہے۔ بڑی خوش فہمی میں مبتلا رہ کر اس بے چاری کو دوڑا دوڑا کر مار ڈالا۔ تمہارے دھوکا کھانے کی انتہا یہ ہے کہ تم لوگوں نے اس بلی کو بھی اصلی سمجھ کر مار ڈالا ہے۔ تم لوگوں کو الو بنانا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ تم سب پیدائشی اُلّو ہو۔"

وہ سب سوچ میں پڑ گئے۔ میرے بیان کے مطابق جم کاف کے ساتھ ڈی مارلی تھی۔ اس ڈی کی اپنی ایک پالتو بلی تھی اور فنگر پرنٹ کے ماہرین نے میری مرضی کے مطابق غلط رپورٹ دی تھی۔ میرے بیان سے یہ ثابت ہوگیا کہ مارلی زندہ ہے اور وہ اپنی بلی کے ساتھ قلعے میں خیریت سے ہے۔"

وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ یہ یقین ہوگیا کہ مارلی زندہ سلامت ہے۔ اسے ہلاک کرنے اور قلعے پر قبضہ جمانے کے لیے وہ لوگ جہاں سے چلے تھے پھر وہیں پہنچ گئے تھے۔ انہیں آگے کوئی منزل نہیں ملی تھی، کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے صرف انڈرورلڈ کے ایک جم کاف کو مار ڈالا تھا اور یہ کوئی بہت بڑی کامیابی نہیں تھی۔

کوبرا نے پوچھا "تم تو میڈم مارلی کے محافظ بنے ہوئے تھے۔ آج وہ تمہاری وجہ سے ہی زندہ سلامت ہے پھر اسے چھوڑ کر بابا صاحب کے ادارے میں کیوں چلے گئے ہو؟"

میں نے کہا "میں نے مارلی کا باڈی گارڈ بن کر رہنے کی نوکری نہیں کی تھی۔ میں اور میری فیملی کے تمام افراد بابا صاحب کے ادارے کے پابند رہتے ہیں۔ ایک مخصوص مدت کے لیے کسی مشن پر جاتے ہیں پھر واپس آجاتے ہیں۔ ویسے تم کیا سوچ رہے ہو؟ کیا مارلی وہاں بے یار و مددگار رہے گی؟"

"نہیں۔ ہم اتنا تو سمجھ رہے ہیں کہ تم نے اس کے لیے حفاظتی اقدامات کیے ہوں گے۔"

"میں کیا انتظامات کروں گا۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے تمام معاملات میں مصروف ہیں۔ میں یہاں سے خیال خوانی کے ذریعے مارلی کے کام آتا رہوں گا۔ کیا تم سب اپنی دشمنی سے باز نہیں آؤ گے؟"

"تم اسے دشمنی کہہ سکتے ہو۔ ہم اسے اپنی ضرورت سمجھتے ہیں۔ دنیا کے تمام مجرموں خصوصاً اسمگلروں کے لیے جزیرہ لن تاؤ اور وہ قلعہ بہت اہم ہے۔ سب ہی اس جزیرے پر حکمرانی کرنا چاہتے ہیں۔ مارلی بتیس دانتوں کے بیچ میں ایک زبان کی طرح ہے۔ وہ ان دانتوں کے درمیان زخمی ہوتی رہے گی اور ایک دن ضرور ماری جائے گی۔ تم اس کے باڈی گارڈ بن کر کوئی کمال نہیں دکھا رہے ہو۔ اس سے ذرا بھی ہمدردی ہے تو اسے سمجھاؤ کہ وہ اس بزنیرے سے کہیں دور چلی جائے۔ وہاں سے اپنی تمام دولت لے جائے۔ ہم بھی اسے کروڑوں ڈالر دیں گے۔ اس طرح وہ اپنی طبعی عمر تک زندہ رہے گی۔"

"مجھے صرف مارلی سے نہیں تم لوگوں سے بھی ہمدردی ہے۔ کیا میں تم لوگوں کو سمجھاؤں گا کہ طبعی عمر تک زندہ رہنے کے لیے اس جزیرے اور مارلی سے دور رہو تو کیا میری بات تمہاری سمجھ میں آجائے گی؟ مجرموں اور شیطانوں پر نصیحتیں اثر نہیں کرتیں۔"

"تم سے بڑا شیطان تو کوئی نہیں ہے۔ اس جزیرے کو نمازی بنا کر ہم سب کو آپس میں لڑا رہے ہو۔ آخر تم کیا حاصل کر رہے ہو؟ ہمیں تو تمہارا کوئی فائدہ یہاں نظر نہیں آرہا ہے۔"

"میں نیکی کرتا ہوں اور دریا میں ڈال دیتا ہوں۔ کسی تنہا اور مجبور کے کام آکر دلی اور روحانی سکون حاصل ہوتا ہے۔ یہی میرا منافع ہے۔"

انہوں نے مجھ سے رابطہ ختم کردیا۔ مجھ سے گفتگو کرکے کسی حد تک یقین کیا تھا کہ اب میں ہانگ کانگ میں نہیں ہوں۔ مارلی سے مجھے ہمدردی ہے مگر اس سے ہزاروں میل دور بابا صاحب کے ادارے میں بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے اس کے کام آتا رہوں گا۔ یہ بات اطمینان کا باعث تھی کہ میں وہاں موجود نہیں ہوں۔ ایک مخالف کی موجودگی سے جو دہشت قائم رہتی ہے اب وہ دہشت اور پریشانیاں نہیں تھیں۔ انہوں نے قلعے میں فون کے ذریعے باری باری سونیا سے رابطہ کیا۔ پہلے ہائرن ٹوڈ نے کہا "میڈم! میں تمہاری عزت کر رہا ہوں۔ مارلی نہیں کہوں گا۔ میڈم کہہ کر عزت کرتا رہوں گا۔ محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔ ہمارے درمیان جنگ ہوتی رہی۔ ہم میں سے کوئی بھی مارا جاسکتا تھا۔ جم کاف کی موت آئی تھی اور وہ مرگیا۔ جنگ کے بعد صلح کا دور آتا ہے یا مزید جنگ ہوتی ہے۔ میں آپ کی مخالفت سے باز آکر دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

سونیا نے پوچھا "تم پر ایسی کیا مصیبت آئی ہے کہ دشمنی بھول کر دوستی کرنا چاہتے ہو؟"

"مصیبت مجھ پر نہیں آپ پر آرہی ہے اور آتی رہے گی۔ ہمیں معلوم ہے کہ فرہاد اپنے ادارے میں واپس چلا گیا ہے۔ اب وہ زیادہ سے زیادہ خیال خوانی کے ذریعے تمہاری خیریت معلوم کرتا رہے گا لیکن ذرا عقل سے سوچو کہ وہ اتنی دور بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے کب تک تمہارے کام آتا رہے گا؟ نہ وہ جانتا ہے نہ تم جانتی ہو کہ دن رات کے کس حصے میں دشمن کس طرح اچانک حملہ کریں گے۔ کیا ایسے وقت وہ تمہارے پاس موجود رہے گا؟ محافظ ایک ہے اور دشمن ہزار ہیں۔ وہ تنہا اچانک حملے کے وقت تمہارے پاس موجود نہیں رہے گا۔ تم اسے پکارتی رہ جاؤ گی۔ ٹیلی فون لائن کاٹ دی جائے گی۔ رابطے کے تمام ذرائع ختم کردیے جائیں گے تو پھر تمہارا انجام کیا ہوگا؟ میری ان باتوں پر غور کرو اور میرے خلوص کو سمجھو۔"

وہ بولی "دشمن کبھی مخلص نہیں ہوتے۔ البتہ تم جو باتیں کہہ رہے ہو وہ درست ہیں۔ فرہاد میری حفاظت کے لیے چوبیس گھنٹے خیال خوانی نہیں کرے گا۔ وہ اپنے معاملات میں مصروف رہے گا تو میرا کیا بنے گا؟"

"ایسی ہی دانش مندی سے سوچو گی تو میرے خلوص کو نہ سہی دوستی کے جذبے کو سمجھ جاؤ گی۔ دو دشمن حالات سے سمجھوتا کرکے دوست بن جاتے ہیں اگر تم مجھ پر بھروسا کرو گی تو میں بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہوں میرے پاس بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مضبوط ٹیم ہے۔ میرے خیال خوانی کرنے والے تمہارے قلعے کو فولادی قلعہ بنا دیں گے۔"

سونیا نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا "پہلے میں تنہا بے شمار مجرموں سے نمٹ لیا کرتی تھی لیکن اب دنیا کے ہر حصے سے ٹیلی پیتھی جاننے والے چلے آرہے ہیں۔ پہلے تلوار چلتی تھی تو تلوار سے مقابلہ ہوتا تھا بارود اور بندوقیں آئیں تو تلواریں بیکار ہوگئیں۔ اب ٹیلی پیتھی نے ایٹم بم کی اہمیت کو بھی کم کردیا ہے۔ میں یہ اچھی طرح سمجھ رہی ہوں کہ میرے پاس ون رات ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہونا چاہیے۔"

"تم مجھے ایک بار آزماؤ پھر میں تمہارے اس طرح کام آؤں گا کہ تم فرہاد سے بھی زیادہ مجھ پر اعتماد کرنے لگو گی۔ وہ تمہاری مدد کرتے رہنے کا وعدہ کرکے تم سے دور چلا گیا ہے۔ میں ون رات تمہارے ساتھ رہوں گا۔ جب تک تمہارا بھرپور اعتماد حاصل نہیں کروں گا۔ قلعے کے اندر نہیں آؤں گا۔ جزیرے پر یا ہانگ کانگ میں رہ کر دن رات تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا۔"

وہ قائل ہو کر بولی "یہ تمہاری پیشکش اچھی ہے۔ میں یہی چاہوں گی کہ بھرپور اعتماد قائم ہونے تک مجھ سے دور ہی دور رہ کر دوستی کا ثبوت دیتے رہو۔ کیا تم جانتے ہو کہ میں فرہاد پر اعتماد کیوں کرتی ہوں؟"

"کیوں کرتی ہو؟ مجھے بتاؤ میں اسی طرح تمہارا دل جیتنے کی کوشش کروں گا۔"

"وہ فولادی انسان ہے۔ بے شمار دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہے لیکن کبھی کسی کے زیر اثر نہیں آتا۔ میں نے پہلے جس سے شادی کی تھی وہ اس علاقے کا بے تاج بادشاہ تھا۔ دشمنوں سے لڑتا تھا اور میری حفاظت کرتا تھا لیکن ایک دن وہ مارا گیا پھر میں نے جم کاف سے شادی کی۔ وہ بھی انڈرورلڈ کا بے تاج بادشاہ تھا۔ اس نے بھی میرے تحفظ کے لیے جنگ کی مگر مارا گیا۔ شاید فرہاد بھی اسی لیے یہاں سے چلا گیا کہ یہاں خیال خوانی کرنے والے دشمنوں کی تعداد بڑھتی جا رہی

ہے۔ وہ بہت چالاک ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کے محفوظ قلعے میں چلا گیا ہے۔ میں کس پر بھروسا کروں؟ میری حفاظت کرنے والے یا تو مرجاتے ہیں یا فرہاد کی طرح بھاگ جاتے ہیں۔"

"میں بھگوڑا نہیں ہوں۔ تم مجھے کسی طرح بھی آزما سکتی ہو۔"

سونیا نے کہا "تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کی ایک مضبوط ٹیم ہے۔ تم اپنی ذہانت اور ٹھوس پلاننگ کے ذریعے زاؤکوم کو برا اور ان نون کو فنا کرسکتے ہو یا یہ علاقہ چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کرسکتے ہو۔"

"کوبرا اور ان نون کی کیا حیثیت ہے۔ میں انہیں مٹی میں ملا سکتا ہوں۔"

"جب تم ایسا کر دکھاؤ گے تو سمجھ لو کہ آزمائش میں پورے اتر جاؤ گے۔ میں اسی دن تمہارے لیے قلعے اور اپنے دل کے دروازے کھول دوں گی۔ میرا خیال ہے بڑی لمبی گفتگو ہوچکی ہے۔ اب میں آرام کروں گی۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ ہاروے' آندرے' سائن اور بیکر برائٹ اس کے دماغ میں رہ کر سونیا کی باتیں سن رہے تھے۔ ہاروے نے کہا "ماریا تنہا رہ گئی ہے۔ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دوستی کیے بغیر اس علاقے میں زندہ سلامت نہیں رہے گی۔"

آندرے نے کہا "ماریا یہ بات اچھی طرح سمجھ رہی ہے۔ یہ اچھا ہوا کہ سب سے پہلے ہم نے دوستی کی آفر کی ہے۔ ہم خیال خوانی کرنے والوں کی ایک مضبوط ٹیم رکھتے ہیں۔ وہ ہم پر بھروسا کرے گی۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کی سخت ضرورت ہے۔"

بیکر برائٹ نے کہا "اب ہماری کوشش یہی ہونی چاہیے کہ وہ صرف ہم پر بھروسا کرے۔ کوبرا اور ان نون کی طرف نہ جھکے۔ اس سے پہلے ہی ان دونوں کو خاک میں ملانا ہوگا۔"

سائن نے کہا "وہ دونوں ہماری طرح روپوش رہتے ہیں یا تو ان کا پتا ٹھکانا معلوم ہونا چاہیے یا ان کی کسی بڑی کمزوری تک پہنچنا چاہیے۔"

وہ اس سلسلے میں بحث کرنے لگے کہ کس طرح ان دونوں کو ٹریپ کیا جاسکتا ہے۔ ادھر زاؤکوم کوبرا نے فون کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا پھر کہا "میں بڑی دیر سے رابطہ کرنے کی کوششیں کررہا تھا اور تمہارے قلعے کا انچارج کہہ رہا تھا کہ تم کسی سے فون پر گفتگو کرنے میں مصروف ہو۔ میرا خیال ہے اتنی لمبی گفتگو فرہاد سے ہی ہوسکتی ہے۔"

"میں اس سے بھی زیادہ لمبی گفتگو اپنی مانو سے کرتی ہوں۔ تم اپنے مطلب کی بات کرو۔"

"مجھے افسوس ہے کہ جم کاف مارا گیا ہے۔ تم دوسری بار بیوہ ہوگئی ہو۔"

"دنیا کے بڑے بڑے مجرم مجھ سے شادی کرنے کے لیے مجھے بیوہ بناتے رہیں گے۔ تم نے بھی شادی کرنے اور میرے قلعے پر قبضہ جمانے کے لیے اس بار مجھے بیوہ بنایا ہے۔"

"جنگ کے دوران فریقین میں سے کوئی بھی مارا جاتا ہے۔ جب صلح اور دوستی کی بات آئے تو مرنے والوں کا حساب نہیں کیا جاتا۔ اپنے پیاروں کی موت کو بھی بھلا کر آئندہ دوستی اور محبت سے رہنے کے معاہدے کیے جاتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ فرہاد تمہیں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ اس کی بہت ساری مصروفیات ہیں۔ وہ بھلا کب تک تمہارے ساتھ رہ سکتا تھا۔ اسے ایک دن جانا تھا چلا گیا۔ میں دن رات تمہارے ساتھ رہ سکتا ہوں۔ تم نہیں جانتیں کہ میں کتنا زبردست ہوں۔ میں اپنے منہ میاں مٹھو نہیں بنوں گا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ میری موجودگی میں بڑے سے بڑا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں ایک ایک کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

"میرے پہلے شوہر نے بھی اسی طرح میری حفاظت کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ وہ تابوت میں سوگیا اور مجھے دشمنوں کا عذاب سہنے کے لیے چھوڑ گیا پھر تم نے جم کاف کو دیکھا۔ وہ بھی بڑے وسیع ذرائع کا مالک تھا لیکن وہ بھی بے موت مارا گیا۔ آئندہ میں کسی ایسے شہ زور پر بھروسا کروں گی جو میرے تمام دشمنوں کو خاک میں ملا دے گا۔ فرہاد ایسا کررہا تھا مگر وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ میں ساتھ چھوڑنے والے کو کبھی اپنا ساتھی نہیں بناؤں گی۔"

کوبرا نے کہا "میں نے آج تک شادی نہیں کی۔ یہ سوچ لیا تھا کہ اپنی جیسی کسی شہ زور عورت سے شادی کروں گا۔ تم میری آئیڈیل ہو۔ ہم دونوں مل کر اتنے طاقت ور بن جائیں گے کہ پورے ساؤتھ ایسٹ ایشیا میں حکمرانی کرتے رہیں گے۔ ہمارے درمیان ایسا ٹھوس معاہدہ ہوگا کہ اس کے مطابق ہم کبھی ایک دوسرے کو نہیں چھوڑ سکیں گے۔"

"پہلے میں تحفظ چاہتی ہوں اگر تم ان نون اور بائرن ٹوڈ کو اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سمیت ختم کردو گے تو پھر میں تم سے دوستی اور شادی کا معاہدہ کروں گی۔"

"میرے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں ان سب کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کروں گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ شیطان اپنی باتوں اور چالبازیوں سے خود کو ظاہر کرتے ہیں لیکن جسمانی طور پر کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ بس انہیں ڈھونڈ نکالنے میں کچھ وقت لگے گا۔"

"پہلے ڈھونڈ لو پھر ان پر غالب آجاؤ۔ انہیں نابود کردو یا انہیں غلام بنالو پھر مجھ سے رابطہ کرو۔"

سونیا نے فون بند کردیا۔ ابھی ان نون باقی تھا۔ وہ بھی اس علاقے پر حکمرانی کے لیے آیا تھا۔ اس نے بھی فون پر اسے مخاطب کیا "ہائے ماریا۔ میں ان نون بول رہا ہوں۔"

"بولو۔ تم سے پہلے بائرن ٹوڈ اور کوبرا بول چکے ہیں۔ تم بھی پہلے جم کاف کی ہلاکت پر افسوس کرو گے۔ میری بیوگی پر ترس کھاؤ گے پھر ایک مضبوط اور مستحکم دوستی کی آفر کرو گے۔"

"اچھا۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے کتے تم سے یہ ساری باتیں کرچکے ہیں۔ کیا تم ان سے دوستی کررہی ہو؟"

"کیا مجھے دوستی کرنا چاہیے؟ تم سب کی آستینوں سے میرے سہاگ کا خون بہہ رہا ہے۔"

وہ بولا "مردوں اور شہ زوروں کی لڑائی میں ایسا ہوتا ہے۔ کمزور مارے جاتے ہیں۔ شہ زور زندہ رہتے ہیں۔ تمہیں ایسے شہ زور سے دوستی کرنی چاہیے جو سب پر بھاری پڑتا ہو۔ تمہیں میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے اگر فرہاد ایک دن اور یہاں رہ جاتا تو میرے ہاتھوں مارا جاتا۔ میں اس علاقے میں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو زندہ رہنے نہیں دوں گا۔"

"کیا اسی طرح فون پر بولتے رہنے سے تمہارے دشمن مرجائیں گے؟ مرد بولتے نہیں۔ بولنے سے پہلے کر دکھاتے ہیں۔ یہ بتاؤ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں سے کب بھگاؤ گے؟"

"صرف چند دنوں میں یہاں کوئی خیال خوانی کرنے والا دکھائی نہیں دے گا۔"

"تو پھر چند دنوں بعد فون کرنا' اگر واقعی میرے خلاف کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں رہے گا۔ سب بھاگ جائیں گے یا مرجائیں گے تو میں قلعے اور اپنے دل کے دروازے تمہارے لیے کھول دوں گی۔"

وہ خوش ہو کر کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن سونیا نے فون بند کردیا۔ وہ کوبرا اور بائرن ٹوڈ کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں اس کے راستے کا سب سے بڑا پتھر تھا۔ میرے جانے کے بعد اس کی نظروں میں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اس کی پشت پر ایک بہت ہی پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا وہ اسے مسٹری مین کہتا تھا۔ اسے جہاں تک معلوم تھا۔ اس مسٹری مین کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت تھے ان نون اس کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا تھا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ایک بہت ہی شاطر انٹرنیشنل سیاسی کھلاڑی تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بڑے بڑے ممالک کے اہم سرکاری اور فوجی راز معلوم کرتا رہتا تھا۔ ان رازوں کے ذریعے انہیں بلیک میل کرتا تھا۔ جس ملک کے حکمران اس کے مطالبات پورے نہیں کرتے تھے۔ وہ وہاں دہشت گردی اور تخریبی کارروائیاں کراتا تھا۔ بین الاقوامی مارکیٹ میں منشیات اور اسلحہ کے تاجر اس کے زیر اثر رہتے تھے۔ یورپ اور ایشیا میں انڈر ورلڈ کے کئی گاڈ فادر بھی اس کے محکوم اور محتاج رہا کرتے تھے۔

وہ ہمیشہ گم نام رہ کر بڑی خاموشی سے جرائم کی دنیا میں حکومت کررہا تھا۔ تمام ممالک کے سیاسی مجرم اس کے ایک اشارے پر اپنے اپنے ملک میں ہنگامی حالات پیدا کردیتے تھے۔ صرف چین' ایران اور لیبیا جیسے چند ممالک میں اس کی بلیک میلنگ کام نہیں آتی تھی۔

جب تک ہانگ کانگ برطانیہ کے زیر تسلط رہا۔ تب تک مسٹری مین وہاں کے تمام مجرموں' اسمگلروں کرپٹ سیاست دانوں اور انڈر ورلڈ کے بے تاج بادشاہوں پر حکومت کرتا رہا پھر ہانگ کانگ چین کا ایک حصہ بن گیا لیکن وہاں چین کے سخت قوانین نافذ نہیں کیے جاسکے۔ کیونکہ وہ پورا جنوبی علاقہ صدیوں سے جرائم کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ منشیات اور اسلحے کی فراوانی کے باعث دہشت گردوں اور تخریب کاروں پر قابو پانا بہت مشکل تھا۔ مسٹری مین کو یقین تھا کہ اس علاقے میں کبھی قانون کی بالادستی قائم نہیں ہوگی اور اس کی خاموش اور پراسرار حکمرانی وہاں قائم رہے گی۔

اسے پراسرار حکمران اس لیے کہنا چاہیے کہ ناناکا کوڈو جیسے انڈر ورلڈ کے گاڈ فادر وغیرہ بھی کسی مسٹری مین کے وجود سے بے خبر تھے۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی یوگا میں مہارت کے باوجود وہ ان کے دماغوں میں چلا آتا ہے۔ یوگا کے ماہرین کی لاعلمی میں انہیں اپنا معمول بنالیتا ہے پھر اسی طرح تمام گاڈ فادرز اور تمام مجرم لاعلمی میں غائب دماغ رہ کر اپنی کمائی کا بیشتر حصہ مسٹری مین کی طرف منتقل کرتے رہتے ہیں۔

اس نے خود کو اتنا پراسرار اور گمنام بنالیا تھا کہ نہ اس کا کوئی نام تھا نہ کوئی پتا ٹھکانا تھا۔ دنیا کا کوئی بھی شاطر جاسوس اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ صرف خدا اس کے وجود سے واقف تھا یا پھر ملک الموت ایک دن اس کے پاس پہنچنے والا تھا۔

ایک دن اسے پتا چلا کہ ناناکا کوڈو کی غلطی سے میں ہانگ کانگ پہنچ گیا ہوں۔ تب مسٹری مین کو خطرے کا احساس ہوا۔ اس کی اپنی ذات کے لیے کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن اس کے زیر اثر رہنے والے مجرموں کی شامت آگئی تھی پھر ان نون ٹوڈ اور اس کے ساتھی مسٹری مین کے زیر اثر نہیں تھے۔ کوبرا بھی آزاد اور سرپھرا ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ میری موجودگی کے

باعث وہاں ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھیڑ لگتی جارہی تھی جو مسٹری مین کے کنٹرول میں نہیں تھے۔ تب اس نے ان نون کو جم کاف کے دماغ میں بٹھا کر ہانگ کانگ پہنچایا تھا اور وہاں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہونے والے لور رنگ تماشے دیکھ رہا تھا۔

وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ بھیڑ آسانی سے نہیں چھٹے گی۔ ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا پتا ٹھکانا معلوم کرکے انہیں اپنا معمول اور محکوم بنانا ہوگا یا ان کی ٹیلی پیتھی سمیت انہیں فنا کرنا ہوگا۔ اس نے ایک برس پہلے بائرن ٹوڈ اور ہاروے کو ٹریپ کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ دونوں اٹلی اور سسلی کے گاڈ فادر تھے۔ مسٹری مین ان کے تمام مجرمانہ دھندوں کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے اپنے ماتحتوں کے ذریعے انہیں فون پر دھمکی دی تھی کہ بائرن ٹوڈ اور ہاروے اسے اپنے دماغوں میں نہیں آنے دیں گے تو وہ انہیں انڈرورلڈ کے معاملات میں نقصان پہنچائے گا۔ انہیں آرام اور اطمینان سے دھندا کرنے نہیں دے گا۔

بائرن ٹوڈ نے جواباً کہا تھا "ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ تم گمنام اور پراسرار بن کر رہتے ہو۔ یورپ کے انڈرورلڈ سے تعلق رکھنے والے کئی گاڈ فادر تمہارے زیر اثر ہیں۔ وہ تمہاری ٹیلی پیتھی کے سامنے مجبور ہیں لیکن ہم تم سے مرعوب اور مغلوب نہیں ہوں گے۔ تم ہمیں نقصان پہنچاؤ گے تو ہم یورپ کے کئی گاڈ فادرز کے دماغوں میں گھس کر ان کی نیندیں حرام کردیں گے۔ تم انہیں تحفظ دیتے رہو گے۔ ہم ان کے زیر زمین معاملات میں انہیں نقصان پہنچاتے رہیں گے اگر اپنے تمام گاڈ فادرز کی بھلائی چاہتے ہو تو ہمارے معاملات سے دور رہو۔"

مسٹری مین کے ماتحت نے کہا "تمہاری طرح ہم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ ہم آپس میں دوست بن کر دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر حکومت کرسکتے ہیں۔ انڈرورلڈ کے جتنے گاڈ فادرز ہیں اور بڑے ممالک کے جتنے کرپٹ سیاست دان ہیں وہ سب ہمارے زیر اثر رہیں گے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "ہم دوستی کریں گے تو ہمیں ایک دوسرے کا پتا ٹھکانا بھی معلوم ہوگا۔ تم ہماری بیویوں اور بچوں کے دماغوں میں بھی پہنچ گے۔ ہمارے خون کے رشتوں کو عذاب میں مبتلا کرکے ہمیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرو گے۔ ہماری اور بہت سی کمزوریاں معلوم کرو گے۔ ہمیں ساری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب نہ دکھاؤ۔ ہمارے اندر دم خم ہوگا تو ہم اپنی مضبوط ٹیم کے ساتھ پوری دنیا پر نہ سہی آدھی دنیا پر حکومت کرسکیں گے۔"

ہاروے نے پوچھا "ویسے تم کون ہو؟ کس ملک سے ٹیلی پیتھی سیکھ کر آئے ہو؟ کچھ اپنے بارے میں بتاؤ؟"

مسٹری مین نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ ان سے رابطہ ختم کردیا۔ اس وقت یہ سوچ کر خاموش رہا کہ اپنے اہم معاملات سے فرصت ملے گی تو وہ بائرن ٹوڈ اور اس کے ساتھیوں کا سراغ لگانے کی کوشش کرے گا۔

اور اب ہانگ کانگ میں ان سے سامنا ہو رہا تھا۔ جس طرح وہ گمنام اور پراسرار بنا ہوا تھا اور کوئی اس کے سائے تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اسی طرح بائرن ٹوڈ بھی اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے ساتھ لاپتا رہتا تھا۔ وہ ایک برس پہلے دوستی کی پیشکش کو ٹھکرا چکے تھے۔ اس کے فریب میں آنے والے نہیں تھے۔ اب چھپ چاپ ان کا سراغ لگا کر ان کی شہ رگ تک پہنچنا ضروری ہوگیا تھا۔

مسٹری مین کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے اٹلی اور سسلی پہنچے ہوئے تھے۔ بڑی رازداری سے وہاں کے اہم افراد کو آلہ کار بنا رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ حکومت، فوج کے اہم عہدے داروں تک پہنچتے رہیں گے تو ان کے ذریعے بائرن ٹوڈ وغیرہ کا سراغ ملتا رہے گا۔ دنیا کے تمام گاڈ فادرز تمام ملکوں کے حکمرانوں اور فوج کے اعلیٰ افسروں کے لیے دردِ سر بنے رہتے تھے۔ کبھی دوستانہ انداز اختیار کرتے تھے اور کبھی مطالبات پورے نہ ہونے پر ان ممالک میں تخریبی کارروائیاں کرتے رہتے تھے۔ ان حکمرانوں اور افسروں کے ذریعے ہی گاڈ فادرز وغیرہ کا سراغ ملنے کی توقع کی جاسکتی تھی۔

ان نون نے مسٹری مین کی ہدایت کے مطابق ژاؤ کوم کوبرا کے ایک آلہ کار سے رابطہ کیا۔ اس آلہ کار کے دماغ میں جانے سے کوبرا سے اس کی باتیں ہوئیں۔ ان نون نے کہا "ہانگ کانگ میں ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف ممالک کے فوجیوں کی طرح چلے آرہے ہیں۔ ہم اور تم ان سے تنہا نہیں نمٹ سکیں گے۔ کیا ہمارے اتحاد کی کوئی صورت ہوسکتی ہے؟ اور کیا تم مجھ سے دوستی کرنا چاہو گے؟"

"بے شک اتحاد میں بڑی طاقت ہے۔ ہم اس طرح متحد ہوسکتے ہیں کہ کسی کو کسی سے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔ کوئی چال بازی، کوئی دھوکا نہ ہو۔ جبکہ ہر ٹیلی پیتھی جاننے والا ناقابل اعتماد ہوتا ہے۔ ہر شخص دوستی کے بہانے دوسرے کے دماغ میں گھس کر اسے اپنا معمول بنالیتا ہے۔"

ان نون نے کہا "ہم ایک دوسرے کے لیے قابل اعتماد نہیں ہیں لیکن ذہانت سے کام لے کر ایک دوسرے کا اعتماد حاصل کرسکتے ہیں۔ ایک دوسرے کو اپنی دشمنی سے محفوظ رکھنے کی ضمانت دے سکتے ہیں۔"

"ہم کس طرح ایک دوسرے کو تحفظ دے سکیں گے۔ کیا تم نے کوئی تدبیر سوچی ہے؟"

"ہاں۔۔۔! اگر ہم آپس میں رشتے دار بن جائیں۔ ایک دوسرے کی بہن یا بیٹی سے شادی کرلیں تو ہم اپنی بہن اور بیٹی کا سہاگ نہیں اجاڑیں گے۔ کبھی ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ خون کے رشتے ہمیں متحد کرکے زیادہ طاقت ور بنا دیں گے۔ میری ایک بہن ہے۔ جوان ہے، خوب صورت ہے۔ میں اسے تم سے منسوب کرسکتا ہوں۔"

"اتفاق سے میری بھی ایک بہن ہے۔ میں اسے بہت چاہتا ہوں۔ اس کے سوا دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔ میں قتل و غارت گری سے بھرپور زندگی گزارتا ہوں۔ اس لیے اپنی اس بہن کو خود سے بہت دور رکھتا ہوں۔"

"تمہاری بہن جیسی بھی ہوگی۔ جہاں بھی ہوگی۔ میں اس سے شادی کروں گا۔ کیا تم میری بہن سے شادی کرو گے؟ اس سلسلے میں ہم ایک دوسرے کی جائز شرائط تسلیم کریں گے۔"

"پہلی شرط تو یہ ہے کہ تم میری بہن کے دماغ میں جاؤ گے اور میں تمہاری بہن کے دماغ میں رہ کر اس کے خیالات پڑھوں گا۔ اس طرح ہم ایک دوسرے کی بہن کے خیالات اور مزاج وغیرہ کو اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ سمجھنے کے بعد میں تمہاری بہن سے کسی بھی ملک میں ملاقات کروں گا۔ تم میری بہن سے جہاں چاہو مل سکو گے۔ ہم شادی کریں گے۔ ان کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاریں گے۔ خون کے یہ رشتے مستحکم ہوجائیں گے تو پھر ہم ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔"

"یہ دوستی کرنے اور ایک دوسرے پر بھروسا کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ اس کام میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔ میں تمہیں اپنی بہن کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ تم مجھے اپنی بہن کے دماغ میں پہنچاؤ۔ ان لڑکیوں کے خیالات اور مزاج کو سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی۔ ہم ان کے چور خیالات پڑھ کر ان کی خوبیاں اور خرابیاں معلوم کرلیں گے۔"

"ہم دوستی قائم رکھنے کے لیے ایک دوسرے کی بہن کی خوبیوں سے محبت کریں گے اور ان کی خرابیوں کو دور کریں گے۔"

یہ پلاننگ ان کے لیے قابل قبول تھی۔ وہ اس پر عمل کرکے ایک دوسرے کا بھرپور اعتماد حاصل کرسکتے تھے۔ ان نون نے ٹیلی فون کے ذریعے اس آلہ کار کو اپنی بہن کی آواز سنائی۔ ژاؤ کوم کوبرا اپنے آلہ کار کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا نام اینجلا عرف اینجی تھا۔ وہ لندن میں تعلیم حاصل کررہی تھی۔ اپنے والدین کے ساتھ وہاں رہتی تھی۔ کوبرا نے اس کے خیالات پڑھے۔ معلوم ہوا کہ وہ ان نون کی چھوٹی بہن ہے اور لندن ایسٹ بورن میں اپنے والدین کے ساتھ رہتی ہے۔ ان نون نے اینجی کو یہ بتا دیا تھا کہ ژاؤ کوم کوبرا نامی ایک چینی باشندے سے اس کا رشتہ طے کیا جارہا ہے۔ اسے اس رشتے سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔

ان نون نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اینجی کو کوبرا کی طرف مائل کیا۔ اس لیے وہ راضی ہوگئی تھی اور اب اس سے ملاقات کرنا چاہتی تھی۔ کوبرا نے کہا "میں کسی بھی فرسٹ فلائٹ سے لندن آکر تم سے ملاقات کروں گا۔"

پھر اس نے ان نون کو اپنی بہن کے دماغ میں پہنچایا۔ اس کا نام شی کی زاہ تھا۔ کوبرا نے بھی اپنی بہن شی کی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان نون کی طرف مائل کیا تھا۔ وہ بھی اس سے ملنا چاہتی تھی۔ ان نون نے کہا "بڑی رازداری سے ہانگ کانگ آؤں گا پھر تم جہاں بھی رہو گی۔ تمہیں خیال خوانی کے ذریعے اطلاع دیتا ہوا تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

میاں بیوی کا رشتہ ساری زندگی کے لیے ہوتا ہے۔ رشتہ کرنے سے پہلے ایک دوسرے کو سمجھنے اور قبول کرنے میں کافی عرصہ لگ جاتا ہے لیکن چور خیالات کے ذریعے چند منٹوں میں ایک دوسرے کی اصل ہسٹری معلوم ہوجاتی ہے۔ وہ دونوں اپنے وعدے کے مطابق دوسرے دن ایک دوسرے کی بہن تک پہنچ گئے اور ان سے روبرو ملاقات کرنے تک اچھی طرح ان کے خیالات پڑھتے رہے اور مطمئن ہوتے رہے۔

روبرو ملاقات ہونے پر کوبرا نے اینجی کو اور ان نون نے شی کی کو دل سے پسند کیا۔ وہ دونوں ہی جوان اور خوب صورت تھیں۔ اگر ایسی نہ ہوتیں تب بھی ایک دوسرے کی دوستی اور اعتماد حاصل کرنے کے لیے وہ انہیں بیویاں بنانا منظور کرلیتے۔

کوبرا نے کہا "میں نے اینجی کو دل سے پسند کیا ہے۔ تم بھی میری بہن شی کی کو پسند کرچکے ہو۔ کل صبح رجسٹرار کے دفتر میں ہم ان سے شادیاں کرلیں گے۔ ان سے ازدواجی رشتہ قائم ہونے کے بعد ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد حاصل ہوجائے گا۔ اس کے بعد ہمیں یہ سوچنا ہے کہ مارلی تک پہنچنے اور اس کے قلعے پر قبضہ جمانے کے لیے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟ وہ بھی کسی ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ جو اسے ساری زندگی تحفظ دیتا رہے۔"

ان نون نے کہا "کل تمہاری بہن سے شادی کرنے کے بعد میں اس کے اعتماد کو دھوکا نہیں دوں گا پھر مارلی تو کیا کسی بھی حسینہ عالم سے شادی نہیں کروں گا۔"

کوبرا نے کہا "میں بھی تمہاری بہن اینجی کے اعتماد کو

دھوکا نہیں دوں گا۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ مارلی کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اس سے شادی کی جائے۔ ہم اسے بیوی بنانے کے بجائے بہن بنائیں گے تو وہ یہ معلوم کرکے خوش ہوگی کہ ہم اپنی بیویوں سے محبت کرتے ہیں۔ جب بیویوں کو دھوکا نہیں دے رہے ہیں تو ایک بہن کو بھی دھوکا نہیں دیں گے۔"

کوبرا اور ان نون دوستی کرنے ایک دوسرے پر اعتماد حاصل کرنے اور مارلی کے قلعے تک پہنچنے کی ٹھوس پلاننگ کررہے تھے اور اس پر عمل بھی کررہے تھے۔ بائرن ٹوڈ اور اس کے تمام ساتھی اس معاملے میں بڑی سنجیدگی سے غور کررہے تھے۔ سونیا نے ان کے درمیان رسہ کشی پیدا کردی تھی کہ جو شہ زور ہوگا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مار بھگائے گا۔ وہ اسی سے شادی کرے گی اور اسے اپنے قلعے میں آنے دے گی۔

اس بازی کو جیتنے کے لیے کوبرا اور ان نون متحد ہورہے تھے۔ بائرن ٹوڈ نے اپنے ساتھیوں سے کہا "ہم متحد ہیں۔ ہمیں صرف کوبرا اور ان نون تک پہنچنے کا راستہ تلاش کرنا ہوگا۔ وہ ایک بار ہماری نظروں میں آگئے تو پھر زندہ سلامت نہیں رہ سکیں گے۔"

ہاروے نے کہا "پتا نہیں انہیں تلاش کرنے میں کتنا وقت لگے گا۔ اس سلسلے میں فرہاد کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ ہم اس کی بھی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مارلی تک پہنچ سکتے ہیں۔"

آندرے نے کہا "فرہاد کی کسی کمزوری تک پہنچنا مشکل ہے۔ یہ اتنا ہی آسان ہوتا تو کتنے ہی دشمن اس کی کسی نہ کسی کمزوری تک پہنچ کر اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیتے۔"

بیکر برائٹ نے کہا "دوسرے دشمن آج تک ایسا نہ کرسکے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم بھی ایسا نہیں کرسکیں گے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "بے شک! اگر ایک کام کسی کے لیے ناممکن ہوتا ہے تو ضروری نہیں ہے کہ دوسرے کے لیے بھی ناممکن ہو۔ دوسرا اپنی ذہانت اور حوصلے سے اسے ممکن بنا سکتا ہے۔"

ہاروے نے کہا "میں سوچ رہا ہوں کہ فرہاد کے بیٹوں اور بہوؤں کے بارے میں کسی طرح یہ معلوم کیا جائے کہ وہ سب کہاں اور کن معاملات میں مصروف ہیں تو ہم ایسی معلومات سے فائدہ اٹھا کر فرہاد اور مارلی کے لیے دشواریاں پیدا کرسکتے ہیں۔"

"یہ سب کچھ کرنے کے لیے ہم فرہاد کے بیٹوں اور بہوؤں کے دماغوں میں کس طرح پہنچیں گے؟ ان کے دماغ موم کے بنے ہوئے نہیں ہیں۔ وہ ہماری خیال خوانی کی گرفت سے نہیں پگھلیں گے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "قدرتی حالات پتھر کو بھی پگھلا دیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے فرہاد کے عزیزوں میں کوئی بیمار پڑجائے تو وہ سائنس روکنے کے قابل نہیں رہے گا یا وہ کسی حادثے میں زخمی ہوجائے تو وہ ہماری سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکے گا۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ اس کی فیملی کے اہم افراد کتنے ہیں اور ہم ان میں سے کتنے افراد کے دماغوں میں جاسکتے ہیں۔ وہ سانس روکتے رہیں گے لیکن کبھی نہ کبھی تو ان میں سے کسی کے دماغ کا دروازہ کھلے گا۔"

وہ سب سوچنے لگے۔ میری فیملی میں میرے دو بیٹے پارس اور پورس ہیں۔ میری ایک بہو ثانی ہے اور دوسری بہو شیوانی ہے۔ ایک ہونے والی بہو ثباتہ ہے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں رہتی ہے۔ میری ایک بیٹی اعلیٰ بی بی ہے اور ایک بیٹا کبریا ہے۔ وہ دونوں پندرہ برس کے ہوچکے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں تعلیم اور تربیت حاصل کررہے ہیں۔ ان کے علاوہ علی تیمور اور لبنیٰ بھی ہیں۔

بائرن ٹوڈ اور اس کے تمام ساتھی میرے بیٹوں اور بہوؤں کی آوازیں اور لہجے مختلف اوقات میں سن چکے تھے۔ صرف اعلیٰ بی بی اور کبریا کی باتیں انہوں نے کبھی نہیں سنی تھیں۔ بائرن ٹوڈ نے کہا "کوئی موقع ہاتھ آئے گا تو ہم ان کی بھی آوازیں سن لیں گے۔ فی الحال ہمیں فرہاد کے بیٹوں اور بہوؤں کے دماغ میں جاتے رہنا چاہیے۔"

وہ سب اس بات پر متفق ہوکر خیال خوانی کرنے لگے۔ ان میں سے ایک خیال خوانی کرتا ہوا پارس کے پاس پہنچا۔ پارس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا "کون ہو؟ کیوں آئے ہو؟"

اس نے کہا "میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

پارس نے کہا "یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ اس لیے میرے اندر آئے ہو۔"

"وہ۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میں اس دنیا میں اکیلا ہوں۔"

"سب ہی اس دنیا میں اکیلے آتے ہیں اور اکیلے جاتے ہیں۔ تمہاری پریشانی کیا ہے؟"

وہ اس کے دماغ سے چلا آیا۔ آندرے خیال خوانی کے ذریعے ثانی کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے بھی پوچھا "کون ہو؟ کیوں آئے ہو؟"

آندرے نے کہا "میں مسٹر پارس سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ تم اس کی واقف ہو۔ اس کا پتا یا فون نمبر بتا سکتی ہو؟"

"فی الحال اس کا پتا ٹھکانا موت کو بھی معلوم نہیں ہوگا [illegible] میں کیسے بتا سکتی ہوں؟ بائی دا وے تم میرے پاس کیوں [illegible] ہو؟ پارس کے دماغ میں بھی جاسکتے تھے۔"

آندرے دماغی طور پر حاضر ہوکر اپنے ساتھیوں سے بولا [illegible] فرہاد کی فیملی کے افراد جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند [illegible] ہیں۔ یہ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے رہیں گے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "ہم سب اسی طرح ان کے اندر جاتے رہیں گے تو ان کے ذریعے کسی کی آواز سن کر اس نامعلوم فرد کو اپنا آلہ کار بنا سکیں گے پھر اس آلہ کار کے ذریعے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرسکیں گے۔ ہوسکتا تو انہیں زخمی بھی کرسکیں گے۔ ہمیں اس طریقے کار سے کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور حاصل ہوگا۔"

آندرے نے کہا "ہاں ثانی کے دماغ میں جانے سے ایک بات معلوم ہوئی ہے۔ وہ نیاگرا آبشار کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ یعنی وہ کینیڈا میں ہے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "یہی فائدہ ہے۔ ہمیں ان کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔ امریکا میں نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کی گئی ہے۔ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے جارہے ہیں۔ ثانی وہاں تنہا نہیں ہوگی۔ پارس بھی اس کے ساتھ ہوگا۔ وہ دونوں وہاں تخریبی کارروائیوں کے لیے گئے ہوئے ہیں۔"

سائرن نے یک بارگی خوش ہوکر کہا "مجھے شیوانی کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے۔ فوراً میرے دماغ میں آؤ۔ وہ بیمار ہے۔ ہم اس کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کرسکیں گے۔"

وہ سب دوسرے ہی لمحے شیوانی کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ پتا چلا وہ پورس کے ساتھ اعلیٰ کے شہر [illegible] میں ہے۔ وہ پانچ ماہ بعد ماں بننے والی ہے۔ اسے پیٹ میں کوئی تکلیف محسوس ہوئی تھی۔ پورس اسے اسپتال لے گیا تھا۔ ایسے ہی وقت سائرن اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔

شیوانی کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ اسکاٹ لینڈیارڈ کی ملازمت چھوڑ چکی ہے۔ اس نے اسکاٹ لینڈیارڈ والوں کو ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ لاکر دیا تھا لیکن اس کا محاسبہ کیا گیا تھا کہ اس نے پہلے یہ کیوں نہیں بتایا کہ وہ پورس کے ذریعے مشین کا نقشہ لے کر آئی ہے۔

یہ بیان ہوچکا ہے کہ شیوانی پورس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہی تھی لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا شوہر پورس ہے۔ بعد میں پورس نے خود کو ظاہر کیا تھا۔ اسکاٹ لینڈیارڈ والے یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھے۔ انہیں شبہ تھا کہ شیوانی نے کسی سازش کے تحت مشین کا نقشہ لاکر انہیں دیا ہے بعد میں پورس اور بابا صاحب کے ادارے والے ان سے کوئی بہت بڑا فائدہ اٹھانے والے ہیں۔

انہوں نے شیوانی کو اس کے بنگلے میں قید کردیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری جے اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں کے وفادار ہیں۔ ان کے لیے خیال خوانی کرتے رہیں گے۔ پورس اور شیوانی کی سازشوں سے محفوظ رکھیں گے۔ انہوں نے اپنے اطمینان کے لیے تھری جے کو بھی قیدی بنالیا تھا۔ تاکہ وہ کبھی باغی بن کر وہاں سے فرار نہ ہوسکیں۔

وہ تھری جے دراصل پورس کے معمول اور محکوم تھے اور اس کی ہدایت کے مطابق اسکاٹ لینڈیارڈ والوں کے وفادار بنے ہوئے تھے۔ پورس شیوانی کو ان کی قید سے نکال لایا تھا۔ تھری جے کو ہدایات دی تھیں کہ وہ اسکاٹ لینڈیارڈ میں رہیں۔ ضرورت کے وقت وہ انہیں بھی وہاں سے نکال لائے گا۔

اسکاٹ لینڈیارڈ میں ٹرانسفارمر مشین تیار ہوچکی تھی۔ تھری جے کے اور مشین کے ذریعے وہاں کے نہایت تجربے کار اور اہم سراغ رسانوں کو ٹیلی پیتھی سکھائی جارہی تھی۔

بائرن ٹوڈ اور اس کے تمام ساتھی شیوانی کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ پورس وہاں سے شیوانی کو دو چار دنوں کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں لے گیا تھا۔ وہاں جناب تیمرزی اور دیگر اہم افراد سے شیوانی کو ملایا تھا۔ جناب تیمرزی نے کہا تھا کہ اسے پورس کے ساتھ ابھی گھومنا پھرنا اور تفریح کرنا چاہیے۔ زچگی کے بعد وہ بچے کو لے کر پورس کے ساتھ ادارے میں آئے گی پھر وہاں اس کی رہائش کا انتظام کیا جائے گا۔

بائرن ٹوڈ وغیرہ شیوانی کے خیالات پڑھ کر صرف اتنی ہی باتیں معلوم کررہے تھے جتنا کہ وہ جانتی تھی۔ انہوں نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ پورس اس کے ساتھ صرف تفریح کررہا ہے یا کسی اہم معاملے میں بھی مصروف ہے؟

شیوانی کی سوچ نے کہا "پورس اسے اپنے معاملات اور تمام الجھنوں سے دور رکھتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ الجھنوں کے باعث شیوانی یا بچے پر کوئی اثر پڑے۔ اس لیے وہ اس کے ساتھ ہنستا بولتا اور محبت کرتا رہتا ہے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "پہلے ہم شیوانی پر تنویمی عمل کریں گے۔ اسے اپنی معمولہ بنا کر اس کے دماغ کو لاک کردیں گے پھر اسے پورس سے دور کرنے کے بعد فرہاد علی تیمور کو بلیک میل کریں گے۔"

انہوں نے یہی کیا۔ اسپتال میں ڈاکٹر نے شیوانی کو دوائیں دینے کے بعد آرام سے سونے کی ہدایت کی اور وہ

سوگئی۔ اگر نہ سوتی تو بائرن ٹوڈ اسے سلا دیتا۔ وہ جسمانی اور دماغی طور پر کمزور ہوگئی تھی۔ بائرن ٹوڈ نے اسے ہپناٹائز کیا۔ اسے اپنی معمول بنایا پھر اس کے دماغ کو لاک کرکے اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

انہوں نے میری ایک بہو کو اپنے شکنجے میں لے کر بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ بائرن ٹوڈ نے مجھ سے رابطہ کرنے کے لیے میرے دماغ میں آنا چاہا۔ میں نے فوراً سانس روک لیا۔ ان سب کو یہ یقین دلا چکا تھا کہ میں بابا صاحب کے ادارے میں آگیا ہوں۔ جبکہ میں ہانگ کانگ میں تھا۔

میں نے اپنے کمرے کی تمام بتیاں بجھا کر کھڑکیاں بند کردیں۔ اب میرے پاس آنے والوں کو تاریکی میں یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ میں کہاں ہوں۔ میں نے دوسری بار خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا "کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

"میں ہوں بائرن ٹوڈ۔ میں پوچھنے آیا ہوں کہ ایک طرف مارلی تمہارے ہاتھ سے چھوٹنے والی ہے اور دوسری طرف تمہارے بیٹے یا بہو پر آنچ آرہی ہے تو کیا انہیں بچانے کے لیے مارلی کا سودا کرو گے؟"

میں نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ پہلے شیوانی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لیا۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا پھر بائرن ٹوڈ کے آلہ کار کے دماغ میں پہنچ کر بولا "تم نے میری بہو کا ذکر کیا تو خیال آیا کہ میری ایک بہو شیوانی ماں بننے والی ہے۔ ان حالات میں کچھ کمزور ہوگی۔ ابھی اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ تم نے اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔"

"صرف اس کے دماغ کو لاک نہیں کیا ہے۔ تمہارا بیٹا پورس اسپتال میں موجود نہیں تھا۔ ہم نے اس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھایا ہے۔ شیوانی تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہمارے حکم کے مطابق پورس سے دور چلی گئی ہے۔ صرف ہم جانتے ہیں کہ وہ کہاں ہے۔ تم چاہو تو وہ تمہارے بیٹے کے پاس زندہ واپس آسکتی ہے۔"

میں نے کہا "بھئی تمہارا جواب نہیں ہے۔ زبردست چال چلی ہے۔ موقع سے خوب فائدہ اٹھایا ہے تم نے تو فرہاد علی تیمور کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے ہیں۔ وہ بے چارہ ہانگ کانگ چھوڑ کر چلا آیا پھر بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہے ہو۔"

"تم نے ہانگ کانگ چھوڑا ہے۔ مارلی کو نہیں چھوڑا ہے۔ دور جانے کے بعد بھی خیال خوانی کے ذریعے اس سے چپک کر رہتے ہو۔ چور چوری سے جاتا ہے ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ تم بھی ہیرا پھیری سے باز نہیں آرہے ہو۔"

"اب تو تم نے باز آنے پر مجبور کردیا ہے۔ بیٹے اور بہو کا معاملہ ہے۔ بہو گھر اور خاندان کی عزت ہوتی ہے۔ اپنی عزت کو بچانے کے لیے جو بولو گے وہ سنوں گا۔ جو چاہو گے وہ کروں گا۔"

"میں تم سے کوئی بہت بڑی بات نہیں منواؤں گا۔ بس مجھے مارلی کے دماغ میں پہنچا دو۔ میں اسے ہپناٹائز کروں گا۔ جب مجھے یقین ہوجائے گا کہ وہ میری معمولہ بن چکی ہے اور تم نے اس سلسلے میں کوئی گڑبڑ نہیں کی ہے تو میں شیوانی کو پورس کے پاس واپس بھیج دوں گا۔"

میں نے کہا "افسوس، میں نے مارلی سے وعدہ کیا تھا کہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے دماغ میں پہنچنے نہیں دوں گا مگر اب تم نے مجبور کردیا ہے۔ میں ایک گھنٹے کی مہلت چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں تمہیں مارلی کے دماغ میں پہنچا دوں گا۔"

"ایک گھنٹے بعد کیوں؟ ابھی کیوں نہیں؟ کیا تم سمجھتے ہو، ایک گھنٹے کے اندر شیوانی کو ہم سے چھین کرلے جاؤ گے۔"

"میں کیا جانوں کہ تم نے اسے کہاں چھپایا ہے؟ میں اسے کیسے چھین کرلے جاسکتا ہوں؟ تم نے اسے اغوا کیا ہے۔ تمہیں اپنے آپ پر بھروسا کرنا چاہیے کہ اسے ایک گھنٹے تک اپنے شکنجے میں رکھ سکو گے۔"

"ہاں! ہمارا شکنجہ کمزور نہیں ہے۔ ٹھیک ہے میں ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔ تم مجھے مارلی کے دماغ میں پہنچاؤ گے۔"

وہ رابطہ ختم کرکے اپنے اس آلہ کار کے دماغ سے چلا گیا۔ میں زیر لب مسکرانے لگا۔ بائرن ٹوڈ وغیرہ شیوانی کی پوری ہسٹری سے واقف نہیں تھے۔ وہ یہ تو جانتے تھے کہ اس کی آنکھیں غیر معمولی ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں کے ذریعے کسی کو بھی اپنا اسیر بنا لیتی ہے لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ شیوانی اندر سے زہریلی ہے۔ اس کا زہریلا دماغ عارضی طور پر کسی سے متاثر ہوسکتا ہے لیکن وہ اثر زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا۔

اس سے پہلے بھی ایک بار اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ وہ معمولہ بن گئی تھی لیکن دو چار گھنٹوں کے بعد تنویمی عمل کا اثر ختم ہوگیا تھا۔ اس بار بھی یہی ہوا۔ پورس نے اس کے اندر آکر پوچھا "تم اسپتال سے کہاں چلی گئی ہو؟"

وہ ایک بند کمرے میں تھی۔ اس نے کہا "دروازے اور کھڑکیاں بند ہیں۔ یہ پتا نہیں چل رہا ہے کہ میں اسی شہر کے کسی علاقے میں ہوں یا مجھے کسی دوسری جگہ پہنچا دیا ہے۔"

پورس نے کہا "تم خاموش رہو۔ میں تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

"پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ کسی خیال خوانی کرنے والے نے ہپناٹائز کیا تھا۔ جب وہ ایک گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہوئی تو اس کے دماغ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اسپتال سے نکل کر ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک طرف جانا چاہیے۔ وہ اس کے مطابق چلنے لگی۔ روم کے مشہور تاریخی کھنڈرات کے پاس پہنچ کر اس نے ٹیکسی رکوائی تھی پھر اس نے وہاں ادا کرکے ان کھنڈرات سے گزرتی ہوئی آثار قدیمہ کے دفتر میں پہنچ گئی تھی۔ اس دفتر کے ایک شخص نے اسے کمرے میں لاکر قید کردیا تھا۔

پورس نے کہا "دشمنوں نے تمہیں ہپناٹائز کیا تھا۔ تم خود کو یہاں تک لائی ہو۔ اب میرے مشورے پر عمل کرو۔ سوچو کہ میں تمہارے دماغ میں آیا تھا۔ ابھی کوئی بھی آرہا ہے اور آکر تم سے باتیں کرے تو اسے یہی تاثر دو کہ تم سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لیتی ہو۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟"

پورس اس کے اندر خاموشی سے موجود رہا۔ انتظار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد کسی کی آواز سنائی دی "ہیلو شیوانی۔ کیسی ہو؟ یہ عارضی قید خانہ ہے۔ تمہارے سسر فرہاد علی تیمور سے بات کروا رہا ہے۔ وہ ہماری بات مان لے گا تو تمہیں رہا کروا دے گا۔"

پورس نے چور خیالات کے خانے پر پوری طرح قبضہ کرلیا تھا۔ شیوانی اس کی مرضی کے مطابق بولی "تم کون ہو؟ تمہارے پاپا سے کیا چاہتے ہو؟"

"تمہارے پاپا ہم سب کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ میرا نام سائن ہے۔ میں اس شہر میں رہتا ہوں۔ یہاں تمہیں اسپتال میں دیکھا تھا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ آسانی سے تمہارے دماغ میں پہنچ سکوں گا مگر تمہارے پیٹ کی تکلیف نے یہ مشکل آسان کردی تھی۔"

اسی وقت شیوانی کے دماغ میں بائرن ٹوڈ کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "سائن! میں نے فرہاد کو مجبور کردیا ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ ایک گھنٹے بعد مجھے مارلی کے دماغ میں پہنچائے گا۔ جب میں مارلی کو ہپناٹائز کرکے اپنی معمولہ بنانے میں کامیاب ہوجاؤں گا۔ تب شیوانی کو پورس کے حوالے کردیا جائے گا۔ اس بات میں شیوانی کے دماغ میں کہہ رہا ہوں تاکہ اسے بھی معلوم ہوتا رہے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔"

سائن نے کہا "مارلی کو معمولہ بنانے کے بعد بھی ہمیں شیوانی کو یرغمال بنا کر رکھنا چاہیے۔ بعد میں فرہاد کوئی گڑبڑ کرے گا تو پھر اس کی کوئی کمزوری ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی۔"

"میں یہ بات اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ شیوانی کو اتنی جلدی رہا کرنے کی نادانی نہیں کی جائے گی۔ مجھے ایک بات کھٹک رہی ہے۔ فرہاد چاہتا تو مجھے اسی وقت مارلی کے دماغ میں پہنچا سکتا تھا لیکن اس نے ایک گھنٹے کی مہلت لی ہے۔"

"یعنی وہ ہمیں ٹال رہا ہے۔ کچھ دیر کر رہا ہے۔ اتنی دیر میں کوئی چال چلنے والا ہے۔"

"وہ مکار ہے۔ اپنی مکاری سے باز نہیں آئے گا۔ یہاں اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اسے تلاش کرے گا۔ تم شیوانی کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنی خفیہ رہائش گاہ کے تہ خانے میں بند کردو۔"

سائن نے کہا "میں ابھی یہی کہنے والا تھا۔ جب اسے مستقل قیدی بنا کر رکھنا ہے تو اس کے لیے وہی تہ خانہ مناسب رہے گا۔ میں وہاں تمہارا رہتا ہوں۔ نہ میرے دماغ میں کوئی آسکے گا اور نہ کوئی اس تہ خانے تک پہنچ سکے گا۔"

سائن نے شیوانی کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اسے غائب دماغ بنایا۔ شیوانی اس کی مرضی کے مطابق آثار قدیمہ کے دفتر سے نکل کر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک گھنٹے تک سفر کرتی رہی پھر ایک خوب صورت سے بنگلے میں پہنچ گئی۔ وہاں سائن اس کا منتظر تھا۔ اس نے شیوانی کا استقبال کرتے ہوئے مسکرا کر کہا "آؤ۔ اب یہ گھر تمہارا ہے۔ پتا نہیں تمہیں یہاں کب تک رہنا ہے۔"

وہ اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آکر صوفے پر بیٹھ گئی۔ سائن نے کہا "تمہیں یہاں نہیں تہ خانے میں رہنا ہے۔ اٹھو یہاں سے چلو۔ تہ خانہ میں بیٹھنے اور لیٹنے کی سہولتیں موجود ہیں۔"

وہ اپنا سر پکڑ کر بولی "مجھے پیاس لگ رہی ہے۔ پہلے پانی پلاؤ پھر میں چلوں گی۔"

وہ فریج کھول کر ایک گلاس میں پانی ڈال کرلے آیا۔ وہ صوفے سے اٹھ کر اس کے روبرو آکر اس کے ہاتھ سے گلاس لے کر بولی "میری آنکھوں میں کچھ پڑ گیا ہے۔ تکلیف ہو رہی ہے۔ ذرا دیکھو تو سہی۔"

سائن نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تو پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس کی غیر معمولی آنکھوں کی زہریلی کشش نے اسے جکڑ لیا۔ وہ بولی "تم ان آنکھوں کے سحر سے نہیں نکلو گے۔ جو پوچھوں گی اس کا صحیح جواب دو گے۔ بتاؤ تمہارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟"

"میں نہیں جانتا اور ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کون کس ملک اور شہر میں رہتا ہے۔ کچھ روز پہلے فرہاد علی تیمور نے بائرن ٹوڈ کو ٹریپ کرکے اسے اپنا معمول بنا لیا تھا۔ اس کے ذریعے ہم سب کا پتا ٹھکانا اور فون نمبر معلوم کیا تھا لیکن ہماری تقدیر الجھی تھی۔ ہم بچ نکلے۔ ہاروے نے بڑی حکمت

عملی سے بائرن ٹوڈ کو بھی فرہاد کے شکنجے سے رہائی دلائی ہے۔ اس کے بعد ہم نے طے کیا تھا کہ ایک دوسرے کے رازدار ہونے کے باوجود کبھی کسی کو اپنا پتا اور فون نمبر نہیں بتائیں گے۔"

شوانی نے اس کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے کہا "میں جانتی ہوں۔ تم سچ بول رہے ہو۔ ان آنکھوں کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکو گے۔ اس کے بعد بھی جو سچ ہے وہ بولتے رہو۔"

وہ بولنے لگا۔ آندرے میرے بچپن کا ساتھی ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں اور ایک دوسرے سے کبھی کوئی بات نہیں چھپاتے۔ ہم نے اپنا پتا ٹھکانا بھی ایک دوسرے سے نہیں چھپایا ہے۔ ہم کبھی کبھی چھپ کر ایک دوسرے سے ملتے رہتے ہیں۔"

شیوانی نے پوچھا "وہ کہاں رہتا ہے؟ کیا ابھی اس سے ملنے کے لیے جاسکتے ہو؟"

"اس سے ملنے کے لیے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود یہاں آیا ہوا ہے۔ رات بھر جاگتا رہا تھا۔ ایک بیڈ روم میں سو رہا ہے۔"

"مجھے اس کے بیڈ روم میں لے چلو۔ اپنا ریوالور نکالو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی ریوالور نکال کر اس کے ساتھ چلتا ہوا اس بیڈ روم میں آیا۔ جہاں آندرے سو رہا تھا۔ شیوانی نے کہا "اس کے پیر میں گولی مارو۔ یہ جاگ جائے گا۔"

اس نے ٹریگر دبا دیا۔ فائرنگ کی آواز کے ساتھ ہی آندرے کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ ہڑبڑا کر بستر پر بیٹھ گیا۔ اپنے زخمی پیر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر تکلیف سے کراہنے لگا۔ حیرانی سے سائن کو دیکھ کر بولا "کیا تم نے مجھے گولی ماری ہے؟"

سائن نے کہا "ناراض کیوں ہوتے ہو۔ تم بھی مجھے گولی مارو۔"

اس نے ریوالور کو آندرے کی طرف اچھالا۔ پورس اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بولا "ہم دونوں دوست ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک رہتے ہیں۔ مجھے گولی کا زخم ملا ہے۔ تمہیں بھی یہ زخم ملنا چاہیے۔"

اس نے سائن کی ایک ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ کھڑا ہوا تھا۔ چیخ مار کر لڑکھڑاتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ پورس نے کہا "شیوانی تم اپنے ہوٹل میں آؤ۔ میں یہاں تمہارا انتظار کررہا ہوں۔"

وہ وہاں سے چلی گئی۔ پورس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے کہا "پاپا...! میں نے بازی پلٹ کر شیوانی کو رہا کرالیا ہے۔ بائرن ٹوڈ کے دو خیال خوانی کرنے والے سائن اور آندرے زخمی پڑے ہوئے ہیں۔"

میں مسکرانے لگا۔ پورس نے پوچھا "آپ نے ان سے ایک گھنٹے کی مہلت کیوں لی تھی؟"

"میں جانتا تھا شیوانی کے زہریلے دماغ میں تنویمی عمل کا اثر زیادہ دیر نہیں رہے گا۔ وہ دشمنوں سے نمٹ لے گی۔ ہم بھی اس کے دماغ میں موجود رہیں گے۔ میں ابھی شیوانی کے پاس جانے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی تم نے دشمنوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔"

پھر میں نے آلہ کار کے ذریعے بائرن ٹوڈ کو مخاطب کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے آلہ کار کے دماغ میں آکر بولا "یس مسٹر فرہاد! میں ایک اہم معاملے میں مصروف تھا۔ بائی واے۔ تم ایک گھنٹے سے پہلے آگئے ہو۔"

میں نے کہا "موت اپنے وقت پر آتی ہے لیکن حرام موت وقت سے پہلے چلی آتی ہے۔"

وہ اس بات پر چونک کر بولا "تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ کیا تم نے ایک گھنٹے کی مہلت لے کر کوئی گڑبڑ کی ہے؟"

"دشمن کی غلطیوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ تم نے مجھے مہلت دینے کی غلطی کی۔ میں نے فائدہ اٹھالیا۔ اپنے دو ساتھی سائن اور آندرے کے پاس جاؤ۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔"

وہ فوراً ہی خیال خوانی کرتا ہوا سائن کے اندر پہنچا تو وہ فرش پر زخمی پڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے بیڈ پر آندرے بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے خیالات سے معلوم ہوا کہ دونوں نے ایک ہی ریوالور سے گولیاں چلا کر ایک دوسرے کو زخمی کیا ہے۔ بائرن ٹوڈ نے حیرانی سے پوچھا "سائن! یہ کیسے ہوگیا؟"

"شیوانی نے اپنی زہریلی آنکھوں سے مجھے جکڑ لیا تھا۔ اس نے مجھے آندرے پر گولی چلانے کا حکم دیا۔ میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ مجبور ہوگیا تھا۔ میں نے اپنے ساتھی کو زخمی کیا پھر ریوالور اسے دیا تو اس نے مجھ پر گولی چلا دی۔"

"لیکن یہ آندرے تمہارے پاس کیسے پہنچ گیا؟"

سائن نے کہا "ہماری دوستی اور محبت ایک دوسرے کی موت بن رہی ہے۔ یہ مجھ سے ملنے آیا تھا۔ اب میرے ساتھ موت سے ملنے والا ہے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "اوہ گاڈ! تم دونوں کی احمقانہ دوستی کے باعث میری ٹیم سے تمہارے جیسے دو خیال خوانی کرنے والے کم ہورہے ہیں۔ مجھے ہانگ کانگ میں اپنی طاقت بڑھانی چاہیے مگر یہ طاقت کم ہورہی ہے۔"

پورس نے آندرے کے ذریعے کہا "ہماری دوستی کو

حماقت نہ کہو۔ احمق تو تم ہو۔ ایک گھنٹے بعد مارلی کے دماغ میں پہنچنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔"

سائن نے کہا "آندرے ٹھیک کہتا ہے۔ فرہاد کے خلاف کوئی دوسری کارروائی کرتے تو وہ شاید اس بری طرح انتقام نہ لیتا۔ تم نے فرہاد کی خاندانی عزت پر ہاتھ ڈالا تھا۔ اس کی بہو کو بدعمل بنایا تھا۔ تم نے بہت بڑی غلطی کی اور اس کا بھیانک نتیجہ ہمیں مل رہا ہے۔"

وہاں ہاروے اور بیکر برائٹ بھی آگئے تھے۔ ہاروے نے کہا "شیوانی یہاں سے جاچکی ہے۔ تم دونوں ایک ٹانگ سے زخمی ہو۔ یہاں سے اپنی کار میں بیٹھ کر اسپتال جاسکتے ہو۔ زخموں کی مرہم پٹی کراؤ۔ ہم تمہارے دماغوں کو لاک کریں گے۔"

سائن نے کہا "بچوں جیسی باتیں نہ کرو۔ یہ سب کچھ شیوانی نے تنہا نہیں کیا ہوگا۔ پورس بھی اس کے ساتھ ہوگا۔ کیا وہ ہمیں زخمی چھوڑ کر چلا جائے گا۔ مجھے تو اپنے سامنے موت نظر آرہی ہے۔"

آندرے نے کہا "بائرن ٹوڈ نے مارلی تک پہنچنے کی جلدی کی۔ آج تک فرہاد کی فیملی کی خواتین کو کسی نے اغوا کرنے اور بدعمل بنا کر رکھنے کی نادانی نہیں کی۔ اب وہ ہماری ٹیم کے کسی فرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ہم جارہے ہیں۔ تم سب ہمارے پیچھے باری باری آؤ گے۔"

پورس نے اس کے ذریعے سائن کا نشانہ لے کر گولی ماردی پھر اس ریوالور کو اس کی کنپٹی پر رکھا اور گولی چلا دی۔ بائرن ٹوڈ، ہاروے اور بیکر برائٹ اپنے مردہ ساتھیوں کے دماغوں سے نکل گئے۔ انہوں نے مارلی تک پہنچنے کے لیے بہت بڑا نقصان اٹھایا تھا۔ اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہوگئے تھے۔

میں نے ان کے آلہ کار کے دماغ میں آکر کہا "میں ہانگ کانگ میں نہیں ہوں۔ تم لوگوں کے لیے یہاں کا میدان خالی چھوڑ چکا ہوں۔ تمہیں ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نمٹنا چاہیے تھا جو یہاں تمہارے مقابلے پر ہیں لیکن تم مقابلے کا میدان چھوڑ کر میرے پیچھے آگئے۔ کیا یہ تمہاری نادانی نہیں ہے؟"

بائرن ٹوڈ نے جھنجلا کر کہا "ہم نادان نہیں ہیں۔ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب تک تم مارلی کے دماغ سے ہمیشہ کے لیے نہیں جاؤ گے۔ تب تک ہم دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے لڑتے ہی رہیں گے۔ آخر کار اس میدان سے نجات کر آئیں گے تو پتا چلے گا کہ تم پہاڑ بن کر پہلے کی طرح راستے میں کھڑے ہو۔"

ہاروے نے کہا "اصل رکاوٹ تو تم ہو۔ ہم تم سے جان لیوا دشمنی نہیں کررہے تھے۔ پُرامن طریقے سے کہہ رہے تھے کہ ہمیں مارلی کے دماغ میں پہنچا کر وہاں سے ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ۔"

"کیا پرامن طریقہ یہی ہوتا ہے کہ کسی کی بہو بیٹی کو اغوا کرو۔ تم لوگوں نے جتنی بڑی غلطی کی۔ اتنی بڑی سزا مل گئی۔ میں اب بھی تمہیں سمجھاتا ہوں۔ صحیح راستے سے مارلی کا دل جیت لو۔ اسے ایک خیال خوانی کرنے والے ساتھی کی ضرورت ہے۔ میں ہمیشہ اس کا باڈی گارڈ بن کر نہیں رہوں گا۔ وہ جب بھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر اعتماد کرے گی۔ میں اسی وقت مارلی کو میری شادی کی مبارک باد دے کر اس کے دماغ اور اس کے قلعے سے ہمیشہ کے لیے چلا آؤں گا۔"

میں ان کے آلہ کار کے دماغ سے چلا آیا۔ مجھے اس معاملے میں زیادہ الجھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ سونیا نے ان سب کو شادی کی آفر کرکے انہیں الجھا دیا تھا۔ وہ خوب سمجھتی ہے کہ بھونکنے اور کاٹنے والے کتوں کو کس طرح آپس میں لڑایا جاتا ہے۔

○☆○

کرونا پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کردیا گیا تھا۔ انہیں شبہ تھا کہ کرونا نے جس نیم پاگل کو اپنا شوہر بنا رکھا تھا وہ شخص پراسرار ہے۔ کرونا کے جال میں پھنسنے سے پہلے وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ آئندہ وہ ضرور کچھ کرنے والا ہے۔

انہوں نے کرونا کو اپنی معمولہ بنالیا تھا اور اپنے اطمینان کے لیے باری باری اس کے دماغ میں موجود رہنے لگے تھے۔ اسے وہاں سے ماسکو لے جارہے تھے۔ دن رات اس کے دماغ میں رہنے سے یہ پتا چل رہا تھا کہ کرونا نے جس پراسرار شخص کو اپنا شوہر بنایا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے اگر جانتا تو کرونا کو ہپناٹائز کرتے وقت اس کے دماغ میں موجود رہتا اور ان کے تنویمی عمل کو ناکام بنادیتا۔

لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد بھی ایک رات ایک دن گزر گیا تھا۔ اب دوسرے دن وہ کرونا کے ساتھ ماسکو پہنچنے والے تھے لیکن اب تک اس کے دماغ میں کوئی نہیں آیا تھا۔ اگر کوئی آتا تو وہ کرونا کے چور خیالات سے اس کے بارے میں معلوم کرلیتے۔

جس مخصوص آواز اور لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا گیا تھا۔ پارس نے اس آواز اور لہجے کو ذہن نشین کرلیا تھا۔ کبھی ضرورت کے وقت اس کے اندر خاموشی سے جاسکتا تھا اور اس کے ذریعے تیج پال اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرسکتا تھا۔ اس کی معلومات کا دوسرا ذریعہ جوزف وسکی تھا۔ وہ اسے بہت پہلے ہی اپنا

معمول بنا چکا تھا۔

تین دن گزرنے کے بعد تیج پال بھی مطمئن ہوگیا تھا کہ کرونا کو پوری طرح اپنے زیر اثر کرلیا گیا ہے اور اس کے دماغ کو لاک کردیا گیا ہے۔ آئندہ کوئی اس کے اندر نہیں آسکے گا اور نہ ان کی مصوفیات کے بارے میں کچھ معلوم کرسکے گا۔

تیج پال نے ہر طرف سے مطمئن ہو کر کہا "اب مجھے اطمینان ہے۔ تم لوگ چاہو تو میں مشین سے گزر کر تمہاری طرح ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرلوں گا۔"

بیزون' مائیک مورو اور جوزف وہسکی سب ہی دل سے یہ چاہتے تھے کہ تیج پال بھی ٹیلی پیتھی سیکھ لے۔ انہوں نے اس سلسلے میں کئی بار اسے کہا تھا لیکن وہ جانے انجانے دشمنوں کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ خاص طور پر کرونا نے بڈی رابرٹ کے دماغ میں زلزلے پیدا کرکے بڑے مسائل پیدا کردیے تھے۔ اب وہ مسائل نہیں رہے تھے۔ کرونا کو تیج پال میں کس لیا گیا تھا اور بڈی رابرٹ اس کے دماغ کو بھی لاک کرکے اسے دشمنوں سے بچالیا گیا تھا۔ ہر طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد تیج پال راضی ہوگیا۔ اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں نے اپنی مرانی میں اسے اس مشین سے گزارا۔ بالآخر اس نے ٹیلی پیتھی سیکھ لی۔

انسان اپنے طور پر موت اور مصائب سے بچتے رہنے کی ہر ممکن کوششیں کرتا رہتا ہے۔ قدم قدم پر محتاط رہتا ہے پھر بھی کسی نہ کسی راستے سے مصیبتیں آتی ہی رہتی ہیں۔ تیج پال ہر پہلو سے محتاط رہا تھا۔ اس کے باوجود یہ نہیں جانتا تھا کہ پارس' کرونا اور جوزف وہسکی کے دماغوں میں آتا رہتا ہے۔ جب اسے مشین سے گزارا جارہا تھا۔ تب وہ جوزف وہسکی کے اندر موجود تھا۔ مشین سے گزارنے کے بعد جب اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کیا جارہا تھا۔ تب بھی پارس موجود تھا۔ جس مخصوص آواز اور لہجے سے اس کے دماغ کو لاک کیا گیا تھا۔ پارس نے بھی اس آواز اور لہجے کو ذہن نشین کرلیا تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور دشمن ہوتا تو اب تک تیج پال اور جوزف وہسکی کے دماغوں میں رہ کر روس میں ان کا اقتدار ان سے چھین لیتا۔ تیج پال کی پوری ٹیم کو اپنا غلام بنالیتا لیکن مجھے اور میرے بیٹے کو ایسا کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ہم دشمنوں کے اندر صرف اس لیے سرنگ بناتے ہیں کہ ان کے اندر کی سازشوں سے واقف ہوتے رہیں۔ جب تک وہ ہمیں نقصان نہیں پہنچاتے۔ تب تک ہم کبھی ان سے نہ ان کا اقتدار چھینتے ہیں نہ ہی انہیں کسی طرح کا نقصان پہنچاتے ہیں۔

تیج پال کے ٹیلی پیتھی سیکھنے کی خوشی میں اس رات جشن منایا گیا۔ روس کے اکابرین' اعلیٰ عہدے دار اور فوجی افسران اس جشن میں شریک ہوئے۔ اس طویل عرصے میں تیج پال کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے روس کے اکثر اکابرین' فوج کے تمام اعلیٰ افسران کو اور اہم عہدے داروں کو اپنا معمول بنالیا تھا۔

وہاں ناچ گانے اور کھانے پینے کی تقریب میں کرونا بھی آئی تھی۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی گئی تھی کہ وہ تیج پال کی ٹیم میں ایک اہم ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے اور ہمیشہ ان کی وفادار رہے گی۔ تیج پال نے پہلی بار کرونا کو اس تقریب میں دیکھا۔ اس سے کرونا کا تعارف کرایا گیا۔ وہ جوان' خوب صورت اور انتہائی پرکشش تھی۔ تیج پال کے سینے میں جیسے دل نہیں پتھر تھا۔ وہ کبھی کسی حسین عورت سے متاثر نہیں ہوتا تھا۔ کبھی کسی سے دوستی نہیں کرتا تھا۔ وہ پینتالیس برس کا کنوارا تھا۔ کرونا کو دیکھ کر پہلی بار اس کے دل کی دھڑکنیں کچھ تیز ہوگئیں۔ وہ کوئی غیر معمولی حسینہ نہیں تھی لیکن عمر کے کسی نہ کسی حصے میں دل کسی نہ کسی سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔ وہ بھی بے اختیار متاثر ہوگیا تھا۔ بڑے ہال میں ہال روم ڈانس ہورہا تھا۔ تیج پال نے اس سے پوچھا "کیا میرے ساتھ رقص کروگی؟"

وہ مسکراتے ہوئے اس کے بازوؤں میں آکر اس کے ساتھ رقص کرنے لگی۔ زندگی میں پہلی بار ایک شاداب اور زرخیز بدن اس کے بازوؤں میں آیا تھا اور اس کے بدن سے لگ رہا تھا۔ وہ سحرزدہ ہونے لگا۔ اس نے کہا "میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں مگر یہ نہیں جانتا کہ تمہاری زندگی میں کوئی خوب رو جوان آیا ہے یا نہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی "یہ جاننا کیا مشکل ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ میرے چور خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کرسکتے ہو۔ ویسے ایک بات کہہ دوں۔ مجھے نوجوان اچھے نہیں لگتے۔ وہ ناتجربے کار ہوتے ہیں۔ زندگی سلیقے سے گزارنا نہیں جانتے۔ تمہارے جیسے عمر رسیدہ کنوارے اپنے خیالات سے جنگ کرتے کرتے فولاد بن جاتے ہیں۔ مجھے فولادی مرد پسند ہیں۔"

"میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

وہ بڑی ادا سے ہنستے ہوئے بولی "نیک خیال ہے اگر تم سنجیدگی سے مجھے پروپوز کرو گے تو میں تم سے صاف اور سیدھی بات کروں گی۔"

"تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ میں صاف اور سیدھی بات کرنے والی لڑکی کو اپنی لائف پارٹنر بنانا چاہتا ہوں۔"

"آر یو شیور؟"

"یس آئی ایم۔ تم ہمیشہ سچ بولتی رہو گی تو مجھے ہمیشہ بہت

کروگی۔"

"میری زندگی میں ایک نیم پاگل جوان آیا تھا۔ وہ کچھ عجیب وغریب قسم کا تھا۔ اس نے کئی بار برے وقتوں میں میری مدد کی تھی۔ میں اس سے متاثر ہوگئی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ چند راتیں گزاری ہیں۔"

تیج پال یہ ساری باتیں جانتا تھا۔ اس نے انجان بن کر پوچھا "اب وہ جوان کہاں ہے؟"

"گاڈ نوز۔ بیٹر۔ وہ اچانک میری زندگی میں آیا تھا پھر ایک ہی کہیں گم ہوگیا ہے۔ مجھے یاد ہے وہ آخری بار میرے ساتھ ٹرین میں سفر کررہا تھا۔ اچانک میری طبیعت خراب ہوئی تھی پھر مجھے کچھ ہوش نہیں رہا۔ جب ہوش آیا تو ہمارے ساتھی اسپتال میں میرا علاج کرا رہے تھے۔ اب ان کے ساتھ یہاں آگئی ہوں۔"

وہ یہ سب کہنے کے بعد پریشانی سے پارس کے متعلق سوچنے لگی۔ وہ کون تھا؟ اچانک کہاں چلا گیا ہے؟ میں یہاں آئی ہوں۔ شروع سے میرا ارادہ یہی تھا کہ میں روس جاؤں گی اور وہاں ایک نمایاں مقام حاصل کروں گی۔ میری یہ خواہش پوری ہورہی ہے مگر وہ بہروپیا کہاں گم ہوگیا ہے؟

تیج پال نے مسکرا کر کہا "تم خیالات کی روانی میں بھول گئی ہو کہ میں خیال خوانی جانتا ہوں۔"

وہ چونک کر بولی "اوسوری' میں خیالوں میں کھوگئی تھی۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے اس نے مجھے ہپناٹائز کیا ہے۔ میں وقت بےوقت اس کے سحر میں کھوجاتی ہوں۔"

"اس کی شخصیت دل فریب ہوگی۔ اسی لیے اس کی طرف کھنچی جاتی ہوں۔ دل بے قابو ہوجاتا ہے۔"

"اسی لیے تو کہتی ہوں' اس نے ضرور مجھے ہپناٹائز کیا ہے۔ ورنہ اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں کیوں خوامخواہ اس کے بارے میں سوچنے لگتی ہوں؟"

"تمہاری لائف میں کوئی دوسرا آئے گا تو وہ تمہارے خیالوں اور خیالوں سے نکل جائے گا۔"

"ایک بات سچ کہتی ہوں' تمہاری شخصیت بھی کچھ کم دل فریب نہیں ہے۔ تم اسے میرے دل ودماغ سے مٹا سکتے ہو۔"

وہ خوش ہوگیا۔ کہنے لگا "میں تمہیں اتنی محبت اور توجہ دوں گا کہ تم اسے تو کیا' ساری دنیا کو بھول جاؤ گی۔"

"یو آر سو نائس ٹو می۔ آئی لو یو مگر میں یقین کرنا چاہتی ہوں کہ اس جوان نے مجھے ہپناٹائز نہیں کیا ہے۔"

"میں یقین دلاتا ہوں۔ ہم سب نے تمہارے چور خیالات پڑھے ہیں۔ تم اس کے زیر اثر نہیں ہو۔"

"ہوسکتا ہے' وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ چپ چاپ میرے اندر آکر مجھے اپنے بارے میں سوچنے پر مجبور کرتا ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مائیک مورو نے تم پر تنویمی عمل کرکے تمہارے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ نہ وہ شخص تمہارے اندر آسکتا ہے اور نہ ہی الپا کبھی تمہیں پریشان کرے گی۔"

کرونا نے باتوں ہی باتوں میں یہ اگلوالیا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے اور عامل مائیک مورو ہے۔ تیج پال نے کہا "تمہارے تمام دشمنوں کو تم سے دور کرنے کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔ تم بالکل محفوظ ہو اور اپنے دوستوں میں ہو۔"

وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی "ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست کیسے ہوتے ہیں' یہ میں خوب سمجھتی ہوں۔ میرا دماغ لاک کرنے اور مجھے دشمنوں سے بچائے رکھنے کے بہانے اپنی معمولہ بنا چکے ہو۔"

وہ یہ سوچ کر پریشان ہورہی تھی کہ تنویمی عمل سے کیسے نجات حاصل کرے گی؟ وہ بیدمعمولہ تھی۔ اپنے عامل کے خلاف سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کا ذہن عمل کے شکنجے میں تھا۔ وہ اپنی آزادی کے لیے خود کسی طرح کی بھی کوشش نہیں کرسکتی تھی۔ اس وقت وہی یاد آرہا تھا۔

"کہاں ہو تم؟ کیوں مجھے چھوڑ کر چلے گئے؟ تم تو میرے برے وقتوں میں کام آتے ہو۔ اس سے برا وقت اور کیا ہوگا' انہوں نے مجھے کنیز بنالیا ہے۔ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف تمہیں برتر سمجھتی ہوں۔ کسی اور سے کم تر ہو کر نہیں رہوں گی۔ مجھے بچالو۔ کہاں ہو تم؟"

وہ پھر خیالات سے چونک گئی۔ تیج پال نے آکر کہا تھا "سوری! کرنل نے اچانک مجھے مخاطب کیا تھا۔ میں اس سے باتیں کرنے لگا۔ اس تقریب میں سب ہی میرے مہمان ہیں۔ مجھے سب سے ملنا اور باتیں کرنا چاہیے۔"

"تو پھر مہربانی کرو۔ مجھ سے پھر کسی وقت باتیں کرسکتے ہو۔"

"میں تو صرف تم سے ہی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ تم چاہو تو ہم پارٹی کے بعد کہیں وقت گزاریں گے۔"

"بہت رات ہوجائے گی اور ہمارا رات گزارنے والا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ ایم آئی رائٹ؟"

"ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے مگر میں آج ہی شادی کی بات طے کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مہمانوں سے ملتے رہو۔ مہربانی کرتے رہو اور خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے باتیں کرتے رہو۔ تم دوسروں کے ساتھ مصروف رہو گے۔ خیال خوانی نہیں کرسکو گے۔ اس لیے میں تمہارے دماغ میں رہ کر بولتی

رہوں گی۔"

طریقہ اچھا ہے۔ میں بظاہر دوسروں سے ملتا رہوں گا اندر ہی اندر تم سے باتیں کرتا رہوں گا۔"

وہ مسکراتا ہوا ایک اعلیٰ حاکم کی طرف چلا گیا۔ کرونا کو یہ بتایا گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم میں تیج پال سب سے اہم ہے۔ بیزون' مائیک مورو' بڈی رابرٹ اور جوزف وہسکی اس پر اندھا اعتماد کرتے ہیں اور اس کے مشوروں پر آنکھیں بند کر کے عمل کرتے رہتے ہیں۔ اسی لیے وہ اس اصل مہرے میں دلچسپی لے رہی تھی۔ اس کے دل و دماغ پر حکومت کرتے ہوئے اس کے تمام ساتھیوں کو اپنا معمول بنا سکتی تھی۔

اس نے بیزون کے پاس آ کر کہا "میں اپنی زندگی کا ایک اہم فیصلہ کرنا چاہتی ہوں مگر تم لوگوں کی مرضی کے بغیر یہ فیصلہ نہیں کر سکوں گی۔"

وہ بولا "اب تم ہماری اپنی ہو۔ ہم تمہیں بہترین مشورے دیں گے۔ کس قسم کا فیصلہ کرنا چاہتی ہو؟"

"تیج پال مجھے پسند کر کے شادی کے لیے پروپوز کر رہا ہے مگر میں تم سب کی رضامندی سے شادی کروں گی۔"

"ہم اس پارٹی میں دیکھ رہے ہیں کہ وہ مہمانوں سے رسمی گفتگو کر کے بار بار تمہارے پاس چلا آتا ہے۔ ہم نے اسے کبھی کسی عورت کے قریب نہیں دیکھا۔ آج وہ تمہارے اتنے قریب آ گیا کہ تمہیں بازوؤں میں لے کر ڈانس کر رہا تھا۔"

مائیک مورو نے کہا "یہ ہمارے لیے بہت خوشی کی بات ہے۔ ہمارا گائیڈ' ہمارا راہنما شادی کرے گا۔ گھر بسائے گا اسے کبھی کسی عورت سے خوشیاں نہیں ملیں۔ تم سے ملیں گی۔ ہم تمہیں اس کے لیے ریزرو رکھیں گے۔ تم اسے خوش کرتی رہو گی۔"

"کیا میں خوش کرنے والی بازاری عورت ہوں۔ مہذب طریقے سے نہیں کہہ سکتے کہ میں بیوی بن کر اسے خوش رکھ سکتی ہوں۔"

"ہمارے تیج پال کا جی چاہے گا تو بیوی بنائے گا۔ ورنہ داشتہ بنا کر رکھے گا۔ کیا تم انکار کر سکو گی؟"

وہ مائیک مورو کی معمولہ تھی۔ سر جھکا کر بولی "نہیں' تم جو چاہو گے' وہی کروں گی۔"

"میں ابھی تیج پال سے کہتا ہوں۔ وہ پارٹی کے بعد تمہیں اپنے ساتھ رات گزارنے لے جائے گا۔"

تیج پال نے ان کے قریب آتے ہوئے کہا "میں کرونا کے دماغ میں رہ کر تم لوگوں کی باتیں سن رہا تھا۔ مائیک! یہ تمہاری معمولہ ہے مگر اسے کنیزنہ سمجھو۔ یہ میری وفادار بیوی بن کر نہیں رہے گی۔ تب اس کے ساتھ کنیزوں جیسا برتاؤ کیا جائے گا۔"

مائیک نے کہا "پال! اس سے وفا کی امید نہ رکھو۔ یہ خوب صورت ناگن ہے۔ اس نے الپا جیسی مکار عورت کو فریب دیا ہے۔ ہمارے بڈی رابرٹ کے دماغ میں زلزلے پیدا کیے اگر ہم بروقت اسے طبی امداد نہ پہنچاتے تو وہ دماغی مریض بن جاتا۔ اس مکار عورت کی ہسٹری ہمارے سامنے ہے۔ ہم اسے تمہاری داشتہ بنا کر رکھیں گے۔"

تیج پال نے کہا "تم سب ہمیشہ میرے مشوروں پر عمل کرتے رہے ہو۔ میں بھی تمہارے مشوروں پر عمل کروں گا۔ یہ مجھے دنیا کی سب سے حسین عورت لگ رہی ہے۔ میں اس کی مکاریوں کو سمجھنے کے باوجود اس کی طرف کھنچا جا رہا ہوں۔ اس کی مرضی سے اسے حاصل کرنے کے لیے شادی بھی کر سکتا ہوں۔ کیا فرق پڑے گا۔ یہ دھوکا دے گی تو ہم سب اسے جہنم میں پہنچا سکتے ہیں۔"

بیزون نے کہا "پال! اسے اس کی اوقات میں رہنے دو۔ شادی کے جھمیلے میں نہ پڑو۔ اسے اپنے بنگلے میں لے جاؤ۔"

بیزون کی بیوی مونو ریٹا نے کہا "تمہیں شرم نہیں آتی۔ میرے سامنے ایک عورت کو شادی کے بغیر بنگلے میں لے جانے کا مشورہ دے رہے ہو۔ تیج پال! ان کی باتوں میں نہ آؤ۔ پہلے اس سے شادی کرو۔"

پارس' مونو ریٹا کے دماغ میں گھسا ہوا تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق کرونا کی حمایت میں بول کر اسے اس رات تیج پال سے دور رکھنا چاہتی تھی۔ مائیک مورو نے کہا "مونو ریٹا! تم اس معاملے میں نہ بولو۔ تم اسے نہیں جانتی ہو۔"

"اتنا جانتی ہوں کہ یہ میری طرح عورت ہے اور میں شادی کے بغیر اس عورت کی انسلٹ نہیں ہونے دوں گی۔"

مائیک نے کہا "بیزون! اپنی وائف کو سمجھاؤ۔ یہ یہاں سے جائے اور میزبانی کرے۔"

"بیزون سے کیا کہتے ہو۔ میں بھی تیج پال کے لیے تم لوگوں کی طرح اہم ہوں۔ ٹیلی پیتھی سیکھنے والی ہوں۔ تمہاری ٹیم کی اہم ممبر ہوں۔ میرے خلاف بولو گے تو گولی مار دوں گی۔"

تیج پال نے کہا "دشمنوں کی طرح گولی مارنے کی بات نہ کرو۔ ہم سب دوست ہیں۔"

بیزون نے کہا "یہ دھوکا برداشت نہیں کرتی ہے۔ ایک بار اسے شبہ ہوا تھا کہ میں اس سے چھپ کر کسی دوسری عورت سے ملتا ہوں۔ اس نے مجھ پر گولی چلائی تھی۔ میں کسی طرح بچ گیا۔ بڑی مشکلوں سے شبہ دور کیا۔ تب اس کا غصہ

ٹھنڈا ہوا تھا۔ یہ واقعہ میں نے تم لوگوں کو سنایا تھا۔"

"ہاں۔ ہمیں یاد ہے۔ میں مونو ریٹا کو سمجھاتا ہوں۔ دماغ ٹھنڈا رکھے۔ میں پہلے کرونا سے شادی کروں گا۔ یہ آج رات تمہارے ساتھ رہے گی۔ کل میں اس سے شادی کروں گا۔ اب تو خوش ہو مونو ریٹا!"

وہ خوش ہو کر بولی "تیج پال! ہم برسوں سے تمہاری ذہانت کو تسلیم کرتے آ رہے ہیں۔ تم نے اپنی ذہانت سے یہ جھگڑا ختم کر دیا ہے۔ ورنہ میں....."

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر مائیک مورو کو ناگواری سے دیکھا۔ وہ سب مہمانوں کی طرف چلے گئے۔ مونو ریٹا نے پارس کی مرضی کے مطابق مائیک کے قریب سے گزرتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا "کتا! پارکنگ ڈاگ!"

وہ کرونا کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے چلی گئی۔ وہ غصے سے پیچھے آتے ہوئے بولا "تم نے مجھے ڈاگ کہا ہے؟"

وہ بولی "تمہارے کان بج رہے ہیں۔ میں نے کچھ نہیں کہا ہے۔ کانوں میں تیل ڈالا کرو۔"

پھر وہ کرونا سے بولی "تم فکر نہ کرو۔ بھونکنے والے کتے کاٹتے نہیں ہیں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

وہ سامنے آ کر بولا "یہ۔ ابھی تم کتا کے کہہ رہی ہو؟ کیا ماں کوئی بھونک رہا ہے؟"

"میں کرونا کو کتوں کی مثال دے رہی ہوں۔ تم آدمی ہو کر کیوں بھونک رہے ہو؟ تم کرونا کو ذلیل کرنا چاہتے ہو۔ تیج پال کی بیوی نہیں داشتہ بنانا چاہتے ہو۔ اس کے بعد ابھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھونا چاہتے ہو مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ ایسا ہوا تو تمہیں گولی مار دوں گی۔"

تیج پال خیال خوانی کے ذریعے یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے بیزون سے کہا "تمہاری وائف غصے کی بہت تیز ہے۔ عورتوں کے معاملے میں بے عزتی برداشت نہیں کرتی ہے۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ کرونا سے شادی کروں گا پھر بھی وہ مائیک کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ ابھی اسے چیلنج کر رہی ہے۔"

"میں اپنی وائف کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ مائیک نے کسی بات پر اسے غصہ دلایا ہوگا۔ وہ خوا مخواہ نہیں لڑتی ہے۔"

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ کرونا کا باپ ایک اسرائیلی جاسوس تھا۔ اس نے ایک روسی جاسوسہ سے شادی کی تھی جس نے کرونا کو جنم دیا تھا۔ اس کے جاسوس باپ جان کا خیال تھا کہ وہ روسی جاسوسہ کو اپنے خیالات میں ڈھال کر اسے روس کے خلاف کام کرنے پر آمادہ کر لے گا لیکن جاسوسہ نے اسے اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ایک اہم راز چرا کر روس گئی تو چوری کا بھید کھل گیا۔ جان ایک مجرم بن گیا۔ اسرائیل واپس جاتا تو اسے گولی مار دی جاتی اسی لیے وہ روس میں ہی رہ گیا۔ وہاں کی انٹیلی جنس کا ایک اعلیٰ افسر بن گیا۔ اس کی بیٹی کرونا ماں باپ سے دور اسرائیل کے سرکاری ادارے میں پرورش پاتی رہی تھی۔ وہ بہت ہی ذہین اور حاضر دماغ تھی۔ اس کی ذہانت کے پیش نظر اسے آرمی انٹیلی جنس ٹریننگ سینٹر میں داخل کیا گیا تو وہاں وہ نمایاں کامیابیاں حاصل کرتی رہی۔ الپا نے اسے ٹیلی پیتھی سکھائی۔ وہ اسے دھوکا دے کر اسرائیل سے فرار ہو گئی۔ وہ بڑے بڑے خواب دیکھتی تھی اور خوابوں کی تعبیر کے لیے بھرپور جدوجہد کرتی تھی۔ اسی جدوجہد کے نتیجے میں ماسکو پہنچی ہوئی تھی۔

بیس برس کے عرصے میں اس کا باپ جان آرمی انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل بن گیا تھا۔ اس کی ماں بھی اسی شعبے میں ایک اعلیٰ عہدے دار تھی۔ تیج پال نے اس تقریب میں تمام روسی اکابرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کی خوشی میں آپ حضرات کے شایان شان یہ پارٹی دی ہے۔ یہاں میرے مہمانوں میں مسٹر جان' جو کبھی اسرائیلی انٹیلی جنس میں تھے۔ مسز جان بھی موجود ہیں۔ یہ دونوں اپنی ایک بیٹی کو اسرائیل میں چھوڑ آئے تھے۔ وہ بیٹی جوان ہو چکی ہے۔ اس کا یہ ریکارڈ یہاں موجود ہے کہ اس نے وہاں آرمی انٹیلی جنس میں کتنی نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں اور ٹیلی پیتھی کا علم بھی حاصل کیا ہے۔ میں آپ سب اور خصوصاً مسٹر اور مسز جان کو یہ خوش خبری سناتا ہوں کہ وہ بیٹی روس میں اپنی خدمات انجام دینے کے لیے یہاں آ گئی ہے۔"

مسز جان نے خوش ہو کر بے چینی سے پوچھا "میری بیٹی یہاں آ گئی ہے؟ کہاں ہے؟ مسٹر پال! وہ کہاں ہے؟"

تیج پال نے کرونا کو اسٹیج پر بلایا۔ اس کا مزید تعارف کرانے لگا۔ سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ ماں باپ نے آگے بڑھ کر اسے پیار کیا۔ گلے سے لگایا۔ وہ گلے لگ کر دھیمی آواز میں بولی "میں ایسے ماں باپ سے نفرت کرتی ہوں' جو مجھے بے یار و مددگار وہاں چھوڑ آئے تھے۔ اپنی صفائی میں کچھ نہ کہنا۔ میں نادان بچی نہیں ہوں۔"

ماں باپ کے خوشی سے کھلے ہوئے چہرے مرجھا گئے۔ ماں نے کہا "بیٹی! نفرت کرو مگر ہمارے ساتھ رہو۔ میں تمہیں دیکھ کر جیتی رہوں گی۔"

باپ نے کہا "تم ناراض رہو مگر ہماری توہین نہ کرو۔ ساتھ رہو گی تو رفتہ رفتہ ناراضگی دور ہو جائے گی۔"

اس کا باپ انٹیلی جنس کا ڈی جی تھا۔ وہ اس کے ذریعے بھی وہاں کے اہم اداروں میں گھس سکتی تھی۔ اس نے کہا

"تم لوگوں نے والدین کا فرض ادا نہیں کیا۔ میں بیٹی کا فرض ادا کروں گی۔ تمہارے ساتھ رہا کروں گی۔"

اس تقریب کے اختتام پر تیج پال نے اس کے والدین سے کہا "برسوں سے بچھڑی ہوئی بیٹی آپ کو مل گئی ہے۔ اچھا ہے' یہ آپ کے ساتھ رہے گی لیکن یہ بتادوں کہ میں کل اس سے شادی کرنے والا ہوں۔ امید ہے آپ کو اعتراض نہیں ہوگا۔"

ماں باپ نے خوش ہو کر کہا "یہ ہماری بیٹی کی خوش قسمتی ہے۔ تم نے یہاں مشین تیار کی ہے۔ اسی ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کررہے ہو۔ تم اس ملک کے بے تاج بادشاہ ہو۔ ہماری بیٹی یہاں حکومت کرے گی۔"

ماں نے کہا "مجھے تو خوشی سے نیند نہیں آئے گی۔ اس شادی کا باقاعدہ اعلان ہونا چاہیے۔"

پال نے کہا "میں اور میرے ساتھی خیال خوانی کے ذریعے تمام اکابرین کو یہ خوش خبری سنائیں گے۔ کل ہماری شادی میں سب ہی شریک ہونے آئیں گے۔ اچھا شب بخیر۔"

کرونا اس سے رخصت ہو کر والدین کے ساتھ ان کے بنگلے میں آئی۔ وہ شادی کے سلسلے میں تیج پال کو سبز باغ دکھانا چاہتی تھی۔ وہ وہاں شادی کرنے نہیں' حکومت کرنے آئی تھی لیکن مائیک مورو کے تنویمی عمل کے زیر اثر مجبور ہوگئی تھی۔ اس کا سحرزدہ دماغ ان کے خلاف کوئی پلاننگ بھی نہیں کرسکتا تھا۔

ایسے وقت اسے بے اختیار پارس یاد آتا تھا۔ اب وہ اسے یاد کرکے جھنجلانے لگی تھی۔ یہ سوچ کر غصہ آتا تھا کہ برے وقت میں کام آنے والا اسے چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ برسوں کے بچھڑے ہوئے والدین گھر پہنچ کر اس سے پیار بھری باتیں کرنا چاہتے تھے لیکن وہ نیند کا بہانہ کرکے بیڈ روم میں آگئی۔ دروازے کو اندر سے بند کرکے بیڈ کے سرے پر بیٹھ گئی۔ ان حالات میں اسے نیند نہیں آسکتی تھی لیکن وہ منہ کھول کر جماہی لینے لگی۔ اس کا یار و مددگار اس کے دماغ کو تھپک رہا تھا۔ وہ بستر پر لیٹ گئی پھر اسے پتا ہی نہ چلا کہ کب نیند کی آغوش میں پہنچ گئی ہے۔

وہ اس کے اندر آکر اس سے باتیں کرتا تو مائیک مورو کو اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوجاتا کہ اس کا سابقہ پاگل پراسرار شوہر ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور چوری چھپے اس کے دماغ میں آتا رہتا ہے اگر وہ خواب میں اسے دیکھتی تو دشمنوں کو شبہ نہ ہوتا۔ وہ یہی سمجھتے کہ کرونا اس سے متاثر ہے۔ اس لیے خواب میں دیکھتی ہے۔

اس نے خواب میں اسے دیکھتے ہی خوش ہو کر بولی "تم آگئے؟ کہاں چلے گئے تھے؟"

وہ بولا "تمہارے ساتھ ٹرین میں کھانا کھا رہا تھا۔ تم پانی پی کر بے ہوش ہوگئی تھیں اور میرا پیٹ خراب ہوگیا تھا۔ میں ٹائلٹ کے لیے گیا تھا۔ واپس آکر دیکھا تو تم کمپارٹمنٹ میں نہیں تھیں۔ پتا نہیں بے ہوشی میں چلتی ہوئی کہاں چلی گئی تھیں؟"

"کیا تم پاگل ہی رہو گے؟ بھلا بے ہوشی میں کوئی چلتا ہے؟ مجھے دشمن اٹھا کرلے گئے تھے۔"

"کمال کے دشمن ہیں۔ اتنا وزن اٹھا کرلے گئے۔ وہ سامان اٹھانے والے قلی تو نہیں تھے؟"

"نہیں۔ وہ بڑی رابرٹ کے ساتھی تھے۔ میں نے بڑی کو ٹریپ کرنا چاہا تھا۔ انہوں نے مجھے ٹریپ کرلیا ہے۔ میں دشمنوں سے نہیں ڈرتی۔ حالات سے نہیں گھبراتی لیکن انہوں نے ہپناٹزم کے ذریعے مجھے جکڑ لیا ہے۔ تم دیر سے آئے ہو مگر شکر ہے کہ آگئے ہو۔ ان کے تنویمی عمل کا توڑ کرو۔ مجھے ان سے نجات دلاؤ۔"

"میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔ تنویمی عمل کرنا نہیں آتا۔ تمہیں کیسے نجات دلاؤں۔ تم کوئی راستہ دکھاؤ۔"

"تم نے ٹرین میں اپنی اصلیت مجھے بتائی تھی کہ تم پہلے کوبرا سانپ تھے۔ ایک ہزار سال تک زندہ رہنے کے بعد انسان کا روپ اختیار کرچکے ہو۔ بہت زہریلے ہو۔ یہاں آکر میرے دشمنوں کو ڈس لو۔ مار ڈالو۔"

"یہ ٹھیک ہے۔ جس نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے۔ میں اسے ڈس لوں گا۔ تمہیں اس سے نجات مل جائے گی۔"

"نجات کب ملے گی؟ کل تیج پال مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ تم میرا مزاج سمجھتے ہو۔ میں کسی مرد کی قربت نہیں چاہتی۔ پتا نہیں تمہاری قربت کیسے برداشت کرلیتی ہوں۔ مجھے تنویمی عمل سے نجات ملے گی تو میں تیج پال کو جھانسا دیتی رہوں گی۔ اسے کبھی قریب نہیں آنے دوں گی۔ پلیز مجھے تنویمی عمل کے شکنجے سے نکالو۔"

"مائیک مورو نہیں رہے گا تو اس کے تنویمی عمل کے اثرات خود بخود ختم ہوجائیں گے۔ میں وہاں ڈسنے نہیں آؤں گی لیکن صبح ہونے سے پہلے تمہیں اس کے عمل سے نجات مل جائے گی۔"

یہ کہتے ہی وہ خواب کی اسکرین سے غائب ہوگیا۔ کرونا کی آنکھ کھل گئی۔ وہ دیکھ کر مایوس ہونے لگی کہ پارس اس کے پاس نہیں آیا تھا۔ وہ خواب میں اسے دیکھ رہی تھی۔

پارس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق خیال خوانی کرتی ہوئی مائیک مورو کے پاس پہنچ گئی۔ اس سے بولی "میں ہوں کرونا۔ مجھے نیند نہیں آرہی ہے۔"

اس نے پوچھا "کیا یہی کہنے کے لیے اتنی رات کو میرے اندر آئی ہو۔ میں سونے جاگنے کے معاملے میں اصولوں کا پابند ہوں۔"

"کیا میرا آنا اچھا نہیں لگا؟ کیا میں جوان اور خوب صورت نہیں ہوں۔ میرے دماغ میں آؤ۔ لباس مجھے بوجھ لگ رہا ہے۔ میں اسے اتار رہی ہوں۔ مجھے خیال خوانی کی آنکھوں سے دیکھو۔"

عورت سے زیادہ مردوں کی بھوک پیاس کو کوئی نہیں سمجھتا۔ کرونا اس کی نگاہوں سے اس کی نیت کو سمجھ چکی تھی۔ وہ تیج پال کی خاطر اسے نظرانداز کررہا تھا۔ صبر کررہا تھا کہ تیج پال کے بعد وہ اس کے حصے میں آئے گی۔

وہ خیال خوانی کی آنکھوں سے کرونا کے بیڈ روم کا نظارہ کرنے لگا۔ وہ دھیمی موسیقی کی دھن پر رقص کرتے ہوئے ادائیں دکھا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "تم میرے عامل ہو۔ میں تمہاری معمولہ ہوں۔ اس حقیقت کو تسلیم کرو کہ تنویمی عمل کے بعد میں تن من سے اور ذہن سے صرف تمہاری ہوں اور تمہاری ہی رہنا چاہتی ہوں۔"

وہ بولا "میں تمہیں اپنے دوست اور راہنما تیج پال کے حوالے کرچکا ہوں۔ مجھے وعدہ پورا کرنا ہوگا۔"

"وعدہ ضرور پورا کرو۔ تم حکم دو گے تو کل اس سے شادی کروں گی لیکن آج کی رات تمہاری ہے۔ اس سے دوستی بھی رکھو اور اپنی معمولہ کے جذبات کو بھی سمجھو اور ابھی آجاؤ۔ ہماری یہ ملاقات خفیہ رہے گی۔"

"میں ایک عامل کی حیثیت سے تمہیں سمجھ رہا ہوں۔ تمہارا دل اور دماغ شدت سے مجھے طلب کررہا ہے۔ ٹھیک ہے' یہ ملاقات خفیہ رہے گی۔ میں آرہا ہوں۔"

وہ کرونا کے دماغ سے چلا آیا۔ اس نے دماغی طور پر حاضر ہوکر لباس تبدیل کیا' بنگلے سے نکل کر کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا مسٹر جان کے بنگلے کی طرف جانے لگا۔

پارس نے مونو ریٹا کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ وہ ریوالور لے کر اپنے بیڈ روم سے باہر آئی۔ سامنے مائیک مورو کا بنگلا تھا۔ اس نے مائیک کو بنگلے سے نکل کر جاتے دیکھا پھر وہ بھی اپنی کار میں بیٹھ کر اس کے پیچھے جانے لگی۔ بیزون کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اس نے بیڈ روم سے باہر آکر اسے آواز دی "ریٹا! رک جاؤ۔ اتنی رات کو کہاں جارہی ہو؟"

وہ دور جاچکی تھی۔ بیزون اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بولی "مجھے روکو گے تو میں کار کو کہیں ٹکرا کر مرجاؤں گی۔"

وہ اپنی ضدی بیوی کو خوب سمجھتا تھا۔ اپنی موٹر سائیکل پر سوار ہوکر اس کے تعاقب میں روانہ ہوگیا۔

مسٹر جان کے بنگلے کے سامنے پہلے مائیک مورو پہنچا۔ کار سے اتر کر احاطے کا چھوٹا گیٹ کھول کر اندر آیا۔ برآمدے کی طرف جانے لگا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے کرونا سے کہا تھا کہ وہ دروازہ کھلا رکھے لیکن وہ دروازے کے پاس پہنچ کر رک گیا۔ مونو ریٹا کی کار وہاں آکر رکی تھی۔ وہ گاڑی سے باہر نکل رہی تھی۔ مائیک نے حیرانی سے پوچھا "تم؟"

"ہاں۔ میں جانتی تھی کہ تم اپنی شیطانی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ ہوس میں یہ بھی نہیں سوچو گے کہ اپنے دوست' راہنما اور محسن تیج پال کی امانت میں خیانت کرنے والے ہو۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور تھام کر اس کا نشانہ لیا۔ وہ گھبرا کر بولا "رک جاؤ۔ میں واپس جارہا ہوں۔"

وہ بولی "تم کمینے اور کتے ہو۔ زندہ رہو گے تو پھر ادھر آؤ گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلادی۔ مائیک مورو کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ گولی سینے میں لگی تھی۔ وہ سینہ تھام کر زمین پر گر پڑا۔ اسی وقت بیزون موٹر سائیکل پر وہاں پہنچا۔ دور سے چیخ کر بولا "ریٹا! رک جاؤ۔ یہ کیا کررہی ہو؟"

جو کرنا تھا' وہ کرچکی تھی۔ بیزون نے قریب آکر مائیک مورو کی لاش دیکھی پھر غصے سے کہا "پاگل ہوگئی ہو۔ کیا ہوش میں رہ کر سمجھ سکتی ہو کہ تم نے ہماری ٹیم کے ایک اہم ساتھی کو ہلاک کردیا ہے؟"

وہ بولی "یہ اسی قابل تھا۔ کتے کی موت مرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے مار ڈالا۔"

"اوہ گاڈ!" اس نے خیال خوانی کے ذریعے تیج پال اور جوزف وسکی سے کہا "غضب ہوگیا۔ میری وائف مونو ریٹا نے مائیک مورو کو گولی ماردی ہے۔ یہ مرچکا ہے۔"

انہیں یہ سن کر یقین نہیں آرہا تھا۔ بیزون نے کہا "مائیک مورو یہاں مسٹر جان کے بنگلے میں آیا تھا۔ مونو ریٹا میرے منع کرنے کے باوجود اس کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئی ہے۔ بولو مونو ریٹا! تیج پال کو بتاؤ' تم نے اسے کیوں ہلاک کیا ہے؟"

وہ بولی "مائیک دوست نہیں تھا۔ شیطان تھا۔ تیج پال کی امانت میں خیانت کے لیے آیا تھا۔ کرونا کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے گولی ماردی۔"

تیج پال نے اس کے دماغ میں آکر غصے سے کہا "پاگل کی بچی! وہ کرونا کون سی عزت آبرو والی تھی۔ تم نے اس دو کوڑی کی عورت کی خاطر ہمارے ایک ہیرے کو خاک میں ملا دیا ہے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ تکلیف کی

شدت سے چیختی ہوئی مائیک کی لاش کے پاس گر پڑی۔ ادھر سے ادھر تڑپنے لگی۔ بیژن سر جھکائے اسے اذیت میں مبتلا ہوتے دیکھ رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا کہ اسے اور زیادہ اذیتیں دے کر مارا جائے گا۔ اس نے ٹیچ پال کی ٹیم کے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہلاک کیا تھا۔ اسے موت کی سزا ملے گی۔ وہ خود اپنی بیوی کی بدمزاجی سے پریشان رہتا تھا پھر بھی اسے ذبح ہونے والی بکری کی طرح تڑپتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے زمین سے ریوالور اٹھا کر اسے گولی مار دی۔ ایک ہی گولی نے اسے تمام تکالیف سے نجات دلا دی۔ وہ ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگئی۔

جان اور مسز جان بنگلے سے باہر آکر انہیں دیکھ رہے تھے۔ کرونا بھی مائیک مورو کی لاش کو دیکھ کر اپنا خواب یاد کر رہی تھی۔ اس کے بائگل بناپستی شوہر نے کہا تھا "میں وہاں ڈسنے نہیں آؤں گا لیکن صبح ہونے سے پہلے تمہیں اس کے عمل سے نجات مل جائے گی۔"

اسے نجات مل چکی تھی۔ وہ خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کر رہی تھی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا' جیسے ساتھ چھوڑ کر بھاگنے والا کہیں دور ہو جانے کے باوجود اس کے آس پاس ہی موجود ہے۔

○☆○

دور دور تک کھڑے ہوئے فلسطینی مجاہدین خوشی سے ہوائی فائر کر رہے تھے۔ فائرنگ کی آوازیں پہاڑیوں میں گونج رہی تھیں۔ خوشی اس بات کی تھی کہ ان کے پاس چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے آگئے تھے۔ انہوں نے آنے سے پہلے فون اور خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ مختلف اسلامی ممالک سے جہاد کے لیے آرہے ہیں۔ ان کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا گیا تھا۔ ایک پہاڑی کے دامن میں بے شمار مجاہدین جمع ہوئے تھے۔ وہاں یعقوب نے کہا "میں کسی اسلامی ملک سے نہیں آیا ہوں۔ میں یہاں کی آرمی میں ایک اعلیٰ افسر تھا۔"

اس کی اس بات پر سب ہی چونک گئے۔ کچھ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ کچھ غصے سے دیکھنے لگے۔ اسرائیلی فوجی آئے دن انہیں پریشان کرتے تھے۔ ملک کے دشمن سمجھتے تھے۔ ان حالات میں وہ مجاہدین ان سے چھپ کر مقابلہ کرتے رہتے تھے۔ اسی اسرائیلی فوج کا ایک اعلیٰ افسر مسلمان بن کر ان کے پاس آگیا تھا۔

یعقوب نے کہا "اگر میں جھوٹا اور فریبی ہوتا تو اپنی اصلیت کبھی ظاہر نہ کرتا۔ پہلے میں ایک کٹر یہودی تھا۔ میرا نام جیکوب تھا۔ اب میرا نام یعقوب ہے۔ میں نے اور میرے ان پانچ ساتھیوں نے دل سے اسلام قبول کیا ہے۔"

مجاہدین کے لیڈر نے پوچھا "ہم کیسے یقین کریں کہ تم سچے دل سے مسلمان بن گئے ہو۔ یہودی بڑے مکار ہوتے ہیں۔ وہ اپنا مذہب تو کیا اپنا باپ بھی بدل لیتے ہیں۔"

ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "اصل بات اعتماد کی ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ تم لوگوں کو نقصان پہنچانا مقصود ہوتا تو تم سے دور رہ کر بھی خیال خوانی کے ذریعے تمہارے خفیہ اڈوں تک پہنچتے رہتے۔ تمہارے خفیہ منصوبے معلوم کرتے رہتے۔ تمہیں پتا بھی نہ چلتا کہ تمہیں ہماری ذات سے نقصان پہنچ رہا ہے۔"

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "سانچ کو کیا آنچ؟ ہم نیک جذبے سے آئے ہیں۔ تم ہمیں اپنے درمیان سخت نگرانی میں رکھو اور جہاد کے سلسلے میں ہمیں آزماتے رہو۔ تم اپنے مطالبات اسرائیلی حکام سے منوانا چاہتے ہو اور ناکام رہتے ہو۔ ہم یہاں بیٹھے ہی بیٹھے خیال خوانی کے ذریعے وہ مطالبات منوالیں گے۔"

ایک مجاہد نے کہا "یہاں کے فوجیوں نے چھ ایسے مسلمانوں کو گرفتار کیا ہے جو پُر امن شہری تھے۔ ہم ان کی رہائی کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن ہماری کوئی نہیں سنتا۔"

مجاہدین کے لیڈر نے کہا "ہمیں ان خواتین کی فکر ہے۔ جنہیں وہ غزہ سے گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ پتا نہیں انہیں کہاں قیدی بنا رکھا ہے اور ان کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟"

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "ہم ابھی خواتین کے بارے میں معلوم کرتے ہیں۔ وہ چند گھنٹوں میں رہا کر دی جائیں گی۔"

وہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کرنے لگے پھر وہ ان فوجی جوانوں اور افسروں تک پہنچ گئے جو خواتین کو گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ انہوں نے ان بے قصور عورتوں کو حیفہ کی جیل میں بند کر دیا تھا۔ ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا "تم یوگا کے ماہر ہو۔ حیران ہو رہے ہو کہ ہم تمہارے اندر کیسے آگئے ہیں؟ فی الحال حیران ہونا چھوڑ دو۔ ہم تو آرمی کے سب سے بڑے افسر بن بورین کے اہم رازدار ماتحتوں کے اندر بھی پہنچ جاتے ہیں۔"

اس اعلیٰ افسر نے پوچھا "تم لوگ کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

یعقوب نے کہا "تم غزہ کے مغربی کنارے گئے تھے۔ تمہارے ساتھ بیس مسلح جوان تھے۔ تم نے وہاں تین عورتوں پر جاسوسی کے الزامات لگائے تھے اور یہ بھی الزام لگایا تھا کہ

عورتوں نے ایک شاپنگ سینٹر میں بم کا دھماکا کیا تھا۔"

اس افسر نے کہا "یہ جھوٹ نہیں ہے۔ وہ تینوں بہت خطرناک ہیں۔ انہوں نے بم دھماکے کے ذریعے کتنے بے گناہ شہریوں کی جانیں لی ہیں۔"

"تمہیں گرفتار کرنے کے لیے کوئی مرد مجاہد نہیں ملا۔ عورتوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ ابھی ایک گھنٹے کے اندر ان خواتین کو رہا کرو۔ ورنہ تمہارے آرمی کیمپ میں بم کے دھماکے ہوں گے۔"

اس نے کہا "تم ہمیں دھمکی نہ دو۔ یہاں مجھ جیسے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہم تمہیں۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا گیا۔ وہ چیخ مار کر کرسی سے نیچے گر پڑا۔ آرمی کے جوان دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ کیا تکلیف ہے؟ یعقوب نے ایک ماتحت افسر کے دماغ میں کہا "ہم فلسطینی مجاہدین ہیں۔ تین خواتین کی رہائی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ تمہارے اس اعلیٰ افسر کو سزا دے رہے ہیں۔ یہ ابھی ابتدا ہے۔ انتہا ہوگی تو یہ آرمی کیمپ کھنڈر بن جائے گا۔"

اس ماتحت افسر نے ہیڈ کوارٹر کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا۔ بن بورین کو ان چھ مجاہدین کا پیغام پہنچایا گیا۔ بن بورین نے اس ماتحت افسر کے ذریعے چھ مجاہدین سے کہا "کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے چھ باغی ہو جنہوں نے میرے ذریعے میری مشین سے ٹیلی پیتھی سیکھی تھی؟ اگر وہی ہو تو تمہیں شرم آنی چاہیے۔"

"شرم تو تمہیں آنی چاہیے۔ یہاں کے پر امن مسلمان بوڑھوں' خواتین اور بچوں کو پریشان کرتے رہتے ہو۔ طرح طرح کے الزامات دے کر انہیں گرفتار کرتے ہو۔ انہیں قید میں اذیتیں پہنچاتے ہو پھر مار ڈالتے ہو۔" یعقوب نے کہا "ہم تمام پر امن زندگی گزارنے والے مسلمانوں کی رہائی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ جن مجاہدین سے تمہارے اختلافات ہیں ہم ان کے متعلق بعد میں مذاکرات کریں گے۔ بہتر ہے بے گناہ مسلمانوں کو شام تک رہا کر دو۔"

بن بورین نے کہا "جنہیں گرفتار کیا گیا ہے۔ ان پر مقدمہ چلے گا۔ وہ بے گناہ ہوں گے تو انہیں رہا کر دیا جائے گا۔"

وہ مجاہدین اس کیمپ کے دوسرے افسروں اور جوانوں کے دماغ میں زلزلے پیدا کرنے لگے۔ بن بورین پریشان ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے دماغ میں چاکر انہیں تکلیف سے تڑپتے دیکھ رہا تھا۔ وہ درد سے کراہ رہا تھا۔ پہلے مذاکرات ہوتے ہیں پھر فیصلہ کیا جاتا ہے کہ مطالبات تسلیم کیے جائیں گے یا نہیں؟"

یعقوب نے کہا "پہلے مطالبات تسلیم کرو۔ انہیں رہا کرو پھر مذاکرات کرو۔ ابھی ہم ایک ایک دماغ میں چھوٹے چھوٹے زلزلے پیدا کر رہے ہیں۔ تم ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہو۔ کیا تم چاہو گے کہ ہم اس کیمپ کے اسلحہ خانے کو تباہ کر دیں؟ یہاں لاکھوں ڈالرز کا جدید اسلحہ اور گولا بارود ہے۔ سوچ لو کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے مجھے سوچنے دو۔ کل مجھ سے رابطہ کرو۔ میں تم سے بات کروں گا۔"

"کل نہیں۔ آج اور ابھی۔ جو ہوگا ابھی ہوگا ورنہ کبھی نہیں ہوگا۔"

"فضول ضد نہ کرو۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ درجنوں باغی مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ انہیں رہا کرنے کے لیے کچھ قانونی کارروائیاں لازمی ہیں۔"

"انہیں باغی مسلمان نہ کہو۔ ان کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں ہوگی۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے ان قیدی مسلمانوں کو دیکھتے رہیں گے۔ اگر ملک کی تمام جیلوں سے آدھے گھنٹے کے اندر انہیں رہا نہ کیا گیا تو ٹھیک تیس منٹ کے بعد اس کیمپ میں زبردست دھماکے ہوں گے۔ اسے کھنڈر بنا دیا جائے گا۔"

بن بورین نے ان سے گفتگو کے دوران میں الیا کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔ وہ یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس نے بن بورین سے کہا "ہمارے یہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں مجاہد بن کر گئے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنی کارکردگی دکھانا چاہتے ہیں۔ یہ اپنے مطالبات سے باز نہیں آئیں گے۔ فی الحال ہمیں ان کے مطالبات تسلیم کرنے ہوں گے۔ تم یہ بتاؤ ہمارے جاسوس کیا کر رہے ہیں؟ تم نے کہا تھا ان چھ مجاہدین کو تلاش کیا جا رہا ہے۔"

بن بورین نے کہا "بے شک انہیں تلاش کیا جا رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے وہ چھ باغی' مسلمانوں کی آبادی میں نہیں ہیں۔ پیدائشی طور پر یہودی ہیں۔ اس لیے یہودیوں کے درمیان آسانی سے چھپے ہوئے ہیں۔"

الیا نے کہا "مسلمان باغی جو ہمارے خلاف فائٹ کر رہے ہیں۔ ان سے ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے رابطہ کیا ہے۔ وہ یقیناً ان سے ملاقات کر رہے ہوں گے۔ ایک دوسرے سے متعارف ہو رہے ہوں گے۔ انہیں ایسی پہاڑیوں میں تلاش کیا جائے جہاں مجاہدین چھپے رہتے ہیں۔"

"ہمارے جاسوس جی جان سے کوششیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے دھمکیاں دی ہیں کہ یہاں مسلمانوں کے گھروں میں گھس کر انہیں تلاش نہ کیا جائے۔ اگر ہمارے جاسوس ایک مسلمان کے گھر میں گھسیں گے تو وہ دس یہودیوں کو تباہ

کردیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں تلاش کرنے میں وقت پیش آرہی ہے۔"

الپا نے کہا "بہرحال ان کے موجودہ مطالبات سے پیچھا چھڑاؤ۔ ہم بعد میں بھرپور جوابی کارروائی کریں گے۔"

بن بورین نے اپنے ماتحت کے ذریعے ان سے کہا "ٹھیک ہے۔ ہم تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کررہے ہیں۔"

ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تمام مجاہدین کو خوش خبری سنائی "ہمارے تمام مسلمان قیدی ابھی رہا کیے جارہے ہیں۔ وہ ملک کی مختلف جیلوں میں ہیں۔ شام تک اپنے گھروں میں پہنچ جائیں گے۔"

وہ سب خوشی سے اچھلنے کودنے اور ہوائی فائرنگ کرنے لگے۔ ان کے لیڈر نے کہا "تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ہم تمام مسلمان قیدیوں کو رہائی نہیں دلا سکتے تھے۔ تم نے ایک گھنٹے کے اندر یہ کام کر دکھایا ہے۔ ہم تم پر بھروسا کریں گے لیکن مکمل اعتماد رفتہ رفتہ قائم ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں ہم اپنی سچائی اور جدوجہد سے مکمل اعتماد حاصل کرتے رہیں گے۔ ہمیں یہودی جاسوس تلاش کررہے ہوں گے۔ اس لیے ہم ایک جگہ نہیں رہ سکیں گے۔ ہم یہاں سے ایسی جگہ جاکر رہیں گے۔ جہاں یہودیوں اور مسلمانوں کی ملی جلی آبادی ہے۔"

مجاہدین کے لیڈر نے کہا "تم چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے لیے سب سے زیادہ اہم ہو۔ تمہیں اپنی حفاظت اور سلامتی کے لیے مختلف علاقوں میں جاکر رہنا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں، تم میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے ساتھ رہا کرے۔"

یعقوب نے کہا "ہم دور رہ کر بھی تم سب کے اندر رہا کریں گے۔ ویسے تم لیڈر ہو۔ تمام مجاہدین کے لیے بہت اہم ہو۔ اس لیے میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

اس فیصلے کے مطابق پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں سے مختلف علاقوں کی طرف چلے گئے۔ یعقوب اس لیڈر کے ساتھ غزہ کے مغربی کنارے کی ایک بستی میں آگیا۔ شام ہوچکی تھی۔ رہائی پانے والے مسلمان اپنے اپنے گھروں میں واپس آرہے تھے۔ رہائی پانے والی خواتین میں جمیلہ نام کی ایک جوان بیوہ بھی۔ اس کا چھ برس کا ایک بیٹا تھا۔ اس نے لیڈر کے ساتھ یعقوب کو دیکھا تو چونک گئی۔ نفرت سے بھر کر بولی "یہ تو وہی ظالم یہودی افسر ہے۔ یہ چھ ماہ پہلے میرے شوہر اور اس کے ساتھی مجاہدین کو گرفتار کرکے لے گیا تھا۔"

وہ ایک لکڑی اٹھا کر اسے مارنے کے لیے دوڑتی ہوئی آئی۔ دو مجاہدین نے اسے پکڑلیا۔ اس کے بیٹے نے ایک پتھر اٹھا کر یعقوب کو مارا۔ پتھر اس کی پیشانی پر آکر لگا۔ ایک مجاہد نے اسے بھی پکڑلیا۔ لیڈر نے کہا "جمیلہ! صبر و تحمل سے کام لو۔ کل کا دشمن آج کا دوست ہوسکتا ہے۔ اس نے اسلام قبول کیا ہے۔ ہمارے ساتھ جہاد کرنے آیا ہے۔"

"یہ یہودی جھوٹی زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں۔ مسلمان بننے کا دھوکا دیتے ہیں۔ تعجب ہے آپ اس پر بھروسا کررہے ہیں۔"

"تم ذرا صبر سے کام لوگی تو تم بھی اس پر بھروسا کرنے لگو گی۔"

"میں مرجاؤں گی مگر اپنے شوہر کے قاتل پر کبھی بھروسا نہیں کروں گی۔ کیا تم سب بھول گئے کہ یہ میرے شوہر اور چار جن مجاہدین کو یہاں سے گرفتار کرکے لے گیا تھا۔ بعد میں ان کی لاشیں واپس آئی تھیں۔"

یعقوب نے کہا "میں نے تمہارے شوہر یا کسی بھی مجاہد کو قتل نہیں کیا ہے۔ البتہ انہیں گرفتار کیا تھا۔ اس وقت میں آرمی کا ایک ذمے دار افسر تھا۔ اپنی ڈیوٹی سے مجبور تھا۔ میں نے انہیں جیل میں پہنچا دیا تھا۔ اس کے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ یہ میں نہیں جانتا تھا۔ آج تمہاری زبان سے سن رہا ہوں کہ انہیں قتل کیا گیا تھا۔"

لیڈر نے کہا "یعقوب نے ان دنوں ایک آرمی افسر کی حیثیت سے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ آج اس نے ایک سچے مجاہد کی طرح بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ تم تمام مسلمانوں کو اسی نے رہا کرایا ہے۔"

جمیلہ نے کہا "ایسا کرنے میں بھی اس کی کوئی چال ہوگی۔ اس نے ابھی رہائی دلائی ہے۔ بعد میں یہاں قتل عام کرائے گا۔ یہ چمکتا ہوا سونا بن کر آیا ہے۔ ہم سب کو موت کی نیند سلادے گا۔"

"جب یہ ایسا کرے گا تو ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ابھی اس کی قدر کرنا چاہیے۔ آج اس نے تقریباً تمام مسلمانوں کو رہائی دلائی ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ہم سختی سے اس کی نگرانی کریں گے۔ اس پر کبھی شبہ ہوگا تو ہم سختی سے اس کا محاسبہ کریں گے۔ یہ بستی میں ہماری نظروں کے سامنے رہے گا۔"

جمیلہ نے کہا "جب تک اس کی سچائی کا یقین نہیں ہوگا۔ میں اسے اپنے شوہر کا قاتل سمجھتی رہوں گی۔ یہ میرا مجرم ہے۔ اسے میرے حوالے کیا جائے۔ میں دن رات اس کی نگرانی کروں گی۔ میرے گھر کے ساتھ والا مکان خالی ہے۔ یہ اس میں رہا کرے گا۔ میرے لیے کھانا پکائے گا۔ میرے کپڑے دھوئے گا۔ گھر کا سارا کام کرے گا اور محنت مزدوری کرکے ہمارے اخراجات پورے کرتا رہے۔ ذیل میں قیدیوں سے جس طرح مشقت کرائی جاتی ہے۔ اسی طرح مشقت کرے گا۔"

اس کی بات پر لیڈر اور مجاہدین ہنسنے لگے۔ وہ بولی "کیوں ہنس رہے ہو؟ یہ کوئی ہنسنے کی بات ہے؟"

ایک مجاہد نے کہا "جمیلہ۔ تو تو باؤلی ہے۔ کیا ہم نے تمہیں بتایا ہے کہ یہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ یہ تو گھر میں بیٹھے ہی بیٹھے لاکھوں کروڑوں ڈالر حاصل کرتا رہے گا۔"

جمیلہ نے یعقوب کو حیرانی سے گھور کر دیکھا پھر اس سے پوچھا "کیا تو ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ جانتا ہے تو ابھی بتا۔ میں کیا سوچ رہی ہوں؟"

ایک مجاہد نے کہا "تو ابھی لڑ رہی ہے۔ خاموش ہو کر بیٹھ جا۔ پھر تب یہ بتائے گا۔"

وہ بولی "میں منہ بند کررہی ہوں۔ چپ ہو کر سوچ رہی ہوں۔ اب چل جلدی سے بتا کیا سوچ رہی ہوں؟"

اس نے اپنا ایک ہاتھ منہ پر رکھا۔ سب کو دکھایا کہ اس نے منہ بند کرلیا ہے پھر وہ سوچنے لگی۔ ایک منٹ کے بعد یعقوب مسکرانے لگا۔ وہ گھور کر بولی "مجھے دیکھ کر کیوں مسکرا رہا ہے؟"

وہ بولا "تو جوان ہے، خوب صورت ہے۔ چھ ماہ پہلے بیوہ ہوئی۔ اپنے مرحوم خاوند کا سوگ منا چکی ہے۔ اب بچے کی خاطر سوچ رہی ہے کہ دوسری شادی کرنی چاہیے۔"

وہ بھڑک کر بولی "جھوٹ بول رہا ہے۔"

یعقوب نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ بولی "آدھا سچ بول رہا ہے۔ آدھا سچ بول رہا ہے۔ یہ جھوٹ ہے کہ شادی کرنا چاہتی ہوں مگر یہ سچ ہے کہ بچے کی خاطر کرنا چاہتی ہوں۔"

ایک مجاہد نے کہا "کیوں بچے کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہی ہے؟ اتنا ہی خیال ہے تو بچے کی شادی کردے۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ وہ غصے سے بولی "ہنستے کیوں ہو دوسری شادی کرنا کوئی گناہ تو نہیں ہے؟ ہاں میں کروں گی۔ تمہارے کی چوٹ پر کروں گی۔ بولو کون مجھ سے شادی کرے گا؟"

یعقوب نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں کروں گا۔"

وہاں دور تک کھڑی ہوئی عورتیں اور مرد "مرحبا مرحبا" کہنے لگے۔ جمیلہ نے کہا "خاموش ہوجاؤ۔ کیا میں پاگل ہوں؟ جانتی ہوں کہ اپنے شوہر کے قاتل سے شادی کروں گی؟"

یعقوب نے کہا "اگر یہ ثابت ہوجائے کہ میں قاتل نہیں ہوں۔ تب مجھ سے شادی کرے گی؟"

وہ جواب نہ دے سکی۔ اسے خاموشی سے دیکھنے لگی۔ اب اس کے اندر اپنے لیے محبت کے جذبات پیدا کررہا تھا۔ وہ محبت سے سوچ رہی تھی اور الجھ رہی تھی پھر وہ اپنے

ہپناٹزم کی جدید تحقیقات

(باتصویر)

قیمت 25 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے

• نئی معلومات
• جدید طریقے
• ہپناٹزم کی مشقوں کیلئے مکمل لائحہ عمل

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر یا رجسٹرڈ ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس 8769 سبزی منڈی کالی چرن کلب روڈ کراچی 74200
فون: 5802552-5885313 فیکس: 5802561
کتابوں کی قیمتیں اور ڈاک خرچ میں ردوبدل ممکن ہے۔ کسی بھی وقت تبدیل ہوسکتی ہے۔ 1-6-2001

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے اپنے مکان میں چلی گئی۔ اس کے ساتھ والا مکان خالی تھا۔ مجاہدین وہاں اس کی رہائش کا بندوبست کرنے لگے۔

الپا اور بن بورین پریشان ہوگئے تھے۔ ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جلد سے جلد گرفتار کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ الپا نے کہا "وہ ہمارے آرمی ہیڈ کوارٹر اور دوسرے تمام آرمی کیمپس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں۔ وہ جب چاہیں گے وہاں تباہی اور بربادی لاسکیں گے۔ وہ گھر کے بھیدی ہیں۔ لنکا ڈھاتے رہیں گے۔"

بن بورین نے کہا "یہی تو پریشانی ہے کہ وہ گھر کے بھیدی ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا انہیں جلد سے جلد کس طرح گرفتار کیا جائے۔ ہمارے جاسوس دن رات انہیں تلاش کررہے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ وہ کسی مسلمان کے گھر میں داخل نہیں ہوسکتے۔ داخل ہونا چاہیں گے تو وہ چھ سر پھرے جوابی کارروائی کرکے یہودیوں کو نقصان پہنچانے لگیں گے۔"

"کسی مسلمان کے گھر میں گھس کر انہیں تلاش کرنا ضروری نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کو ان کی تلاش میں لگاؤ۔ جس گھر میں ان کی موجودگی کا شبہ ہوگا۔ ہمارے سراغ رساں اس گھر والوں کی آوازیں سن کر ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان روپوش رہنے والوں کا سراغ لگاسکیں گے۔"

پارس کو جب بھی کرونا کے معاملات سے فرصت ملتی تھی۔ وہ اسرائیل آکر وہاں کے حالات معلوم کرنے لگتا تھا۔ وہ یہ معلوم کرکے مطمئن تھا کہ وہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی کامیابی سے مجاہدین کے فرائض ادا کررہے تھے پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ آرمی ہیڈ کوارٹر میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے برین واش کیے جارہے ہیں۔ ان کے دماغوں کو دوبارہ لاک کیا جارہا ہے۔ پارس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت ایسے وقت وہاں موجود رہتے تھے۔ جن کے دماغوں کو دوبارہ لاک کیا جارہا تھا۔ ان کے دماغوں میں پہنچنے کے لیے مخصوص لب و لہجے سن رہے تھے اور ذہن نشین کررہے تھے۔ الپا اور بن بورین نے یہ طے کیا تھا کہ جب تک ان کے تمام ماتحتوں کے برین واش نہیں کیے جائیں گے۔ انہیں پارس کی پہنچ سے دور نہیں کیا جائے گا تب تک ٹرانسفارمر مشین کو استعمال نہیں کیا جائے گا۔

اب تک تو صرف پارس ہی ان کا دشمن تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ ایک اور نیا دشمن پیدا ہوگیا ہے۔ امریکی دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں نمبر ٹو خیال خوانی کے ذریعے اسرائیل میں جاسوسی کررہا تھا۔ نمبر ٹو کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت تھے۔ ان سب نے امریکی اکابرین کو رپورٹ دی تھی کہ مشین کے سلسلے میں الپا اور بن بورین کے درمیان جھگڑے ہورہے ہیں اور الپا، بن بورین کے ٹیلی پیتھی سیکھنے والوں کو اپنا حمایتی بنا رہی ہے۔

یہ رپورٹ پرانی ہوچکی تھی۔ نئی رپورٹ یہ تھی کہ بن بورین نے مشین کے ذریعے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے تھے۔ وہ چھ یہودی اب مسلمان ہوگئے تھے اور فلسطینی مجاہدین کا ساتھ دے رہے تھے۔ اکابرین نے نمبر ٹو کو حکم دیا تھا کہ وہ اس سلسلے میں معلومات حاصل کرے کہ یہودی، مسلمان مجاہدین کیوں بن رہے ہیں اور کیسے بن رہے ہیں؟ الپا اور بن بورین کے خلاف ایسا کون کررہا ہے؟ نمبر ٹو کو بھی اس اسرائیلی مشین کے محافظوں تک پہنچنا چاہیے۔ ان کے دماغوں میں جگہ بنانی چاہیے۔ اگر اس مشین سے یہودیوں کے بجائے فلسطینی مجاہدین پیدا ہورہے ہیں تو اس مشین سے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی پیدا کیا جاسکتا ہے۔ ان یہودیوں کو امریکا کا حمایتی بنایا جاسکتا ہے۔

یہ بات امریکی اکابرین کو ناپسند تھی کہ فلسطینی مجاہدین ٹیلی پیتھی کا علم سیکھتے رہیں۔ انہوں نے نمبر ٹو کو حکم دیا تھا کہ وہ ان چھ مجاہدین کو وہاں تلاش کریں پھر وہ جہاں بھی نظر آئیں انہیں گولی ماردیں۔

نمبر ٹو اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پانچوں ماتحت وہاں دن رات مصروف رہتے تھے۔ اسرائیلی آرمی کے افسران کے اندر پہنچنا ان کے لیے ممکن نہیں تھا۔ یہ کام پارس کے لیے اس طرح آسان ہوگیا تھا کہ جب الپا نے مشین تیار کی تھی اور ان آرمی افسروں اور جوانوں کو ٹیلی پیتھی سکھا رہی تھی تب پارس ان کے دماغوں میں جایا کرتا تھا۔ الپا سے گہری دوستی تھی اس لیے اس نے اس بات کو اہمیت نہیں دی تھی کہ پارس آرمی اور انٹیلی جنس کے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچتا رہتا ہے۔ اس نے یہ نہیں سوچا کہ پارس اسے کبھی نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ پارس اسے کبھی نقصان نہ پہنچاتا۔ وہ ہمیشہ دوست بن کر رہنا چاہتا تھا۔ دشمنی کی ابتدا الپا نے کی تھی۔ چند فلسطینی مسلمانوں کو ٹیلی پیتھی سکھانے سے انکار کیا تھا۔ اب اسے اپنی دشمنی مہنگی پڑ رہی تھی۔ پارس سے مخالفت مول لینے کے بعد اس نے مشین سے ایک بھی یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں کیا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو ٹیلی پیتھی سکھانے سے انکار کیا تھا۔ اب اسی مشین سے فلسطینی مجاہد پیدا ہورہے تھے۔

بہرحال نمبر ٹو کو اسرائیلی مشین اور اس کے نگراں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں تک پہنچنے کی سہولتیں حاصل نہیں تھیں پھر بھی وہ وہاں تک پہنچنے کی کوششیں کررہا تھا۔

اس کی زیادہ توجہ ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے مجاہدین کی طرف تھی جو کہیں روپوش ہوگئے تھے۔ اس نے وہاں کے اکابرین کے دماغوں میں جاکر مجاہدین کی یہ دھمکی سنی تھی کہ وہ کسی مسلمان کے گھر میں تلاشی کے لیے گھسنا چاہیں گے تو اس کے جواب میں دس یہودیوں کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ نمبر ٹو نے سوچا ان کی اس دھمکی سے فائدہ اٹھایا جائے۔ الپا اور مجاہدین کو آپس میں لڑایا جائے۔

اسرائیلی فوجی مسلمانوں کی آبادیوں اور غزہ کے علاقوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ نمبر ٹو نے گشت کرنے والی ٹیم کے ایک افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس افسر نے ایک مسلمان کے دروازے پر آکر اسے باہر بلایا پھر پوچھا "اندر کون ہے؟"

اس نے کہا "میرے بیوی بچے ہیں۔"

افسر نے اسے ایک طرف دھکا دیا پھر اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ اس کے گھر میں گھس گیا۔ اس کے بیوی بچے خوف سے چیخنے لگے پھر وہ دوسرے تیسرے گھر میں بھی گھس کر تلاشی لینے لگا۔ جب ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک مجاہد کو یہ اطلاع ملی تو وہ اس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ افسر تحیر زدہ ہوکر اپنی گاڑی کی طرف واپس آکر اپنی گن سے تڑا تڑ فائرنگ کرنے لگا۔ اپنے ہی سپاہیوں کو ہلاک کرنے لگا۔ کچھ سپاہی جان بچانے کے لیے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔

اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے وہاں کے اکابرین کے ذریعے الپا اور بن بورین کو اطلاع دی کہ ان کا ایک آرمی افسر مسلمانوں کی ایک بستی میں گولیاں چلا رہا ہے اور اپنی ہی آرمی کے جوانوں کو ہلاک کررہا ہے۔

الپا اور بن بورین نے ہیڈ کوارٹر سے معلوم کیا کہ کتنے افسران کہاں کہاں گشت پر گئے ہوئے ہیں؟ وہ ان تمام افسران کے دماغوں میں جانے لگے۔ اس طرح اس کے افسر کے اندر پہنچ گئے جو اپنے چھ سپاہیوں کو ہلاک کرنے کے بعد باقی بھاگنے والے سپاہیوں کو للکار رہا تھا۔ بن بورین نے ڈانٹ کر اس سے پوچھا "یہ تم کیا کررہے ہو؟ اپنے ہی سپاہیوں کو کیوں ہلاک کررہے ہو؟"

ٹیلی پیتھی جاننے والے مجاہد نے اس افسر کی زبان سے کہا "ہم نے وارننگ دی تھی کہ کسی مسلمان کے گھر میں گھس کر تلاشی نہ لی جائے لیکن یہ افسر زبردستی گھروں میں گھس رہا تھا۔ یہ تین گھروں میں گھسا تھا۔ ہم نے چھ یہودی سپاہیوں کو اسی کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔"

الپا نے اس افسر سے کہا "تمہیں سختی سے منع کیا گیا تھا کہ کسی مسلمان کے گھر میں نہیں جاؤ گے۔ کسی کے گھر کی تلاشی نہیں لو گے پھر تم کیوں زبردستی ان گھروں میں گئے تھے؟"

اس افسر نے پریشان ہوکر کہا "میں حیران ہوں کہ بے اختیار کیوں ان گھروں میں گھستا چلا گیا تھا۔ میں شاید پاگل ہوگیا ہوں۔ میں نے مسلمانوں کے گھروں سے نکل کر اپنے ہی سپاہیوں کو قتل کیا ہے۔ آپ یقین کریں میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ ضرور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھ سے یہ کام کرا رہا ہے۔"

بن بورین نے مجاہد سے کہا "ضرور یہی بات ہے۔ ہمارے تمام افسران ہمارے احکامات کے پابند ہیں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ پارس ہمارا دشمن ہے۔ وہ ہمیں ایک دوسرے سے لڑانے کے لیے ایسا کررہا ہے۔"

وہاں پارس کا ایک ماتحت موجود تھا۔ اس نے کہا "یہ غلط ہے۔ پارس نے ایسا نہیں کیا ہے۔ وہ چھپ کر دشمنی نہیں کررہا ہے۔ کوئی اور ہے جو تمہارے افسروں کے دماغوں میں گھس رہا ہے۔ پارس کی آڑ لے کر یہاں اپنے طور پر کارروائیاں کررہا ہے۔"

وائزمین نے امریکی اکابرین سے کہا تھا کہ وہ ان سے انتقام لے گا اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ بتادے گا کہ امریکا میں دس اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ جنہیں انڈر گراؤنڈ رکھا گیا ہے۔ انہیں اس قدر گمنام اور پراسرار بنایا گیا ہے کہ کبھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ انہیں دیکھ سکے گا اور نہ ہی کبھی ان کی آواز سن سکے گا۔ وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر اس ملک میں پہنچ رہے ہیں۔ جہاں ٹرانسفارمر مشین تیار ہوچکی ہے۔

وائزمین نے یہ راز تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچادیا تھا۔ الپا نے کہا "یہ امریکی خیال خوانی کرنے والوں کی شرارت ہے۔ وہ مجاہدین کو ہمارے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔"

وہ خیال خوانی کرتی ہوئی امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے پاس پہنچی پھر اس سے بولی "تم لوگوں نے نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کی ہے لیکن اس سے پہلے کہ میں تمہیں مبارک باد دیتی۔ تم نے اپنے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے پہلا حملہ مجھ پر کرایا ہے۔"

امریکی افسر نے کہا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ ہم نے تمہیں نقصان پہنچانے والا کوئی کام نہیں کیا ہے۔"

"کیا تمہارے دس ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں یہ بتاتے ہیں کہ وہ کس طرح دشمنی کرتے پھر رہے ہیں؟"

"دس ٹیلی پیتھی جاننے والے؟" وہ اعلیٰ افسر پریشان ہوگیا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وائزمین آستین کا سانپ ہے۔ اب الپا جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ان کے دس پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک ضرور پہنچنے کی کوشش کرے گی۔

بات صرف الپا کی نہیں تھی۔ جو ممالک فرانس کو ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کے سلسلے میں مبارک باد دے رہے تھے۔ وائزمین ان تمام ممالک کو ان دس پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق بتا رہا تھا۔ اس طرح تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ دو باتیں معلوم کر چکے تھے کہ امریکا میں دس نہایت قابل ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو غیر معمولی رازداری سے انڈر گراؤنڈ رکھا گیا ہے اور دوسری بات یہ کہ اس مشین کا ماہر مکینک وائزمین فرانس میں ٹیلی پیتھی کے شعبے کا انچارج بن گیا ہے۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ اس سے کوئی بات چھپائی جائے تو وہ تجسس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب تک کھوج نہ لگائے اندر کی بات معلوم نہ کر لے تب تک اسے سکون نہیں ملتا۔ اب کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ سوچنے لگے کہ نہ جانے وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے کون ہیں؟ اور زیر زمین رہ کر انتہائی رازداری سے کیا کر رہے ہیں؟

دشمن سامنے ہو تو اس سے ڈٹ کر مقابلہ کیا جاتا ہے۔ پیٹھ پیچھے گھات لگائے بیٹھا ہو تو تشویش ہوتی ہے' خوف آتا ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں چھپا بیٹھا ہے؟ اور اس پر کون سا حربہ آزمانے والا ہے؟ یہی سوچا جاتا ہے کہ چھپ کر حملہ کرنے والے سے پہلے اسے تلاش کر کے بے نقاب کیا جائے اور اسے ختم کر دیا جائے۔ وہ دشمنی کرے یا نہ کرے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اس سے بڑی دشمنی اور کوئی نہیں ہوتی کہ مخالف خیال خوانی کرنے والا کہیں چھپا ہو اور پھر کسی چال بازی سے دماغ میں آکر اپنا معمول اور محکوم بنا لے۔ کسی مخالف سے ملنے والی موت ذہنی غلامی سے بہتر ہوتی ہے۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے مرجانا پسند کرتے ہیں لیکن کسی کو اپنے دماغ میں آنے کا موقع نہیں دیتے۔ کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اپنے معاملات میں مصروف تھے۔ انہوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ اب وقت نکال کر امریکی معاملات میں بھی ضرور مداخلت کریں گے۔ یہ ضرور معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ وہ انڈر گراؤنڈ جیل خانہ کہاں ہے؟ جہاں دس اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی طرح بڑی رازداری سے چھپا کر رکھا گیا ہے۔

بائرن ٹوڈ اور اس کے ساتھیوں کو یہ معلوم ہوا تھا کہ پارس کی وائف ثانی کینیڈا پہنچی ہوئی ہے۔ انہوں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ ثانی کسی خاص مقصد سے وہاں گئی ہوئی ہے۔ اب وہ خاص مقصد ظاہر ہو گیا کہ وہ کینیڈا سے امریکا جا کر اس انڈر گراؤنڈ جیل خانے کا سراغ لگانے والی ہے۔

ثانی کو انڈر گراؤنڈ جیل خانے اور ان دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں اس سے کہا گیا تھا کہ امریکا میں نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کی گئی ہے۔ اسے وہاں رہ کر اس مشین سے پیدا ہونے والوں کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ جب وائزمین نے انکشاف کیا تب اسے بھی ان دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں معلوم ہوا۔ یہ رازداری ثانی کے لیے بھی چیلنج بن گئی۔ اس نے طے کر لیا کہ ضرور ان پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا پتا ٹھکانا معلوم کرے گی۔

الپا اپنے ملک کے اندرونی معاملات میں الجھی ہوئی تھی۔ ایک تو پارس نے اس کی ٹرانس فارمر مشین کے ذریعے چھ فلسطینی مجاہدین پیدا کر کے ان کا سکون برباد کر دیا تھا۔ اب یہ نئی بات معلوم ہوئی تھی کہ امریکا میں دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جیتے جی زمین کے نیچے دفن کیا گیا ہے اور یہ چیلنج ہے کہ کوئی اس مدفن تک نہیں پہنچ سکے گا۔

الپا نے بن بورین اور تمام اکابرین سے کہا "یہ نئی مصیبت پیدا ہو گئی ہے۔ اس بار پارس نے ہم سے دشمنی نہیں کی ہے۔ وہ دس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے موقع سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ہمارا آرمی افسر انہی کے زیر اثر مسلمانوں کے گھروں میں گھس گیا تھا۔ جبکہ ان فلسطینی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دھمکی دی تھی۔ مسلمانوں کے گھروں میں گھسنے سے منع کیا تھا لیکن ان امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے افسر کو ایسا کرنے پر مجبور کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ان فلسطینی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے چھ آرمی کے جوانوں کو ہمارے ہی اس افسر کے ذریعے ہلاک کر دیا ہے۔"

"ہمارے سامنے نئے محاذ کھلتے جا رہے ہیں۔ پہلے صرف پارس تھا پھر اس نے ہمارے خلاف چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مسلمان بنا دیا۔ اب امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تیسرا محاذ قائم کر چکے ہیں۔"

الپا نے کہا "میں ماضی میں تنہا کئی محاذوں پر لڑتی رہی ہوں۔ اب تو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے ساتھ ہیں۔ ہم جلد ہی اپنے دشمنوں پر قابو پالیں گے۔ ہمیں ذرا صبر سے اور حکمت عملی سے کام لینا ہوگا۔ تم ان چھ فلسطینی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تلاش کرو۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے جاسوس ان کے پیچھے لگا دو۔ ان سے فون وغیرہ کے ذریعے رابطہ کر کے سمجھاؤ کہ تم ان سے سمجھوتا کرنا چاہتے ہو لیکن

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسی حرکتیں کر رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان سے دوستی اور سمجھوتا کرنے کے بہانے ان کا سراغ لگا کر انہیں موت کے گھاٹ اتارا جا سکتا ہے۔"

وہ بن بورین کو یہ مشورے دے کر پارس کے پاس آئی پھر بولی "میں الپا ہوں۔ سانس نہ روکنا۔"

وہ بولا "تمہارے جیسی عورت کے آتے ہی تھوڑی دیر کے لیے سانس نہیں روکوں گا تو تم ہمیشہ کے لیے سانس روک دو گی۔ تمہارے کچھ کہنے سے پہلے میں سمجھ رہا ہوں۔ کوئی نیا جال بُن کر آئی ہو۔"

وہ بولی "تم کون سا پرانے جال بنتے ہو۔ مجھے کسی نہ کسی نئی مصیبت میں پھنساتے رہتے ہو۔ ہمارا وہ آرمی افسر ہمارے احکامات کا پابند تھا وہ کبھی کسی مسلمان کے گھر میں نہ گھستا لیکن اب امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری آپس کی دشمنی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ انہوں نے اس آرمی افسر کو مسلمانوں کے گھروں میں گھسنے پر مجبور کیا تھا۔ کیا تم یقین کرو گے؟"

"تم کبھی دھوکا نہیں دیتی ہو۔ کبھی جھوٹ نہیں بولتی ہو۔ تم کہہ رہی ہو تو آنکھیں بند کر کے یقین کر لیتا ہوں۔"

"تم یقین نہیں کر رہے ہو۔ طعنے دے رہے ہو۔ میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں آپس میں لڑا رہے ہیں۔"

پارس نے کہا "ورنہ ہم کبھی نہیں لڑتے ہیں۔ پیار و محبت سے رہتے ہیں اگر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسی حرکتیں نہ کرتے تو تم فلسطینی مسلمانوں سے دشمنی نہ کرتیں۔ ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گلے لگا لیتیں۔"

"میں کبھی ان باغی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گلے نہیں لگاؤں گی۔ وہ میرے اپنے ہیں۔ پہلے انہیں سمجھاؤں گی۔ ان کے دماغوں سے تمہارے خوبی عمل کو ختم کروں گی۔ انہیں پھر سے یہودی بناؤں گی اگر ایسا نہ کر سکی تو اپنے ملک میں تباہی پھیلانے کے لیے انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"کیا مجھ سے یہی کہنے آئی ہو کہ قسائی کی بیٹی ہو۔ ان چھ فلسطینی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا قیمہ بنانے والی ہو۔"

"میں یہ کہنے آئی ہوں کہ فلسطینی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سلسلے میں جو بھی جھگڑا ہو رہا ہے اسے میرے اور تمہارے درمیان رہنا چاہیے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہمارے معاملے میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔"

"اگر وہ مداخلت کر رہے ہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ کیا ہاتھ میں چھڑی لے کر انہیں ڈانٹنا شروع کروں کہ بچو! ادب سے ایک طرف بیٹھو۔ ہم بڑوں کے معاملے میں ٹانگ نہ اڑاؤ۔"

"تم اتنے اہم اور سنجیدہ معاملے کو مذاق میں کیوں اڑا رہے ہو؟"

"تم اپنا مذاق اڑوانے کے لیے میرے پاس آئی ہو۔ تمہیں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے شکایت ہے۔ ان کے پاس جا کر انہیں سمجھاؤ یا دھمکیاں دو کہ وہ تمہارے ملکی معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ میرا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

"تمہارا تعلق ہے۔ تم نے ہی ان چھ خیال خوانی کرنے والوں کو ہمارے لیے مسئلہ بنایا ہے۔ اب وہ امریکی اس مسئلے سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ہم دونوں مل کر انہیں دھمکیاں دیں گے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہم دونوں کی دہشت طاری رہتی ہے۔ وہ ہمارے دباؤ میں آجائیں گے۔"

"میں اپنے بارے میں تو نہیں جانتا۔ تم اپنے بارے میں کہہ رہی ہو کہ دہشت ناک ہو۔ دہشت طاری کرتی رہتی ہو۔ کیا تم نے پیدا ہونے کے بعد کبھی کوئی اچھا کام کیا ہے؟"

"پلیز پارس! ایک بار انہیں دھمکی دو۔ میری بات مان لو۔"

"ہائے اللہ کتنی محبت سے کہہ رہی ہو۔ میں تو قربان ہو جاؤں گا۔ پلیز یہ پرانی سڑی گلی ادائیں نہ دکھاؤ۔ یہاں تک بُو آرہی ہے۔"

وہ غصے سے بولی "پتا نہیں۔ تم خود کو کیا سمجھتے ہو۔ میں تمہاری محتاج نہیں ہوں۔ تمہاری خوشامد کرنے نہیں آئی ہوں۔ میں خود ہی ان دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نمٹ لوں گی۔ بلکہ تمہارے خلاف ان سے دوستی کروں گی۔ سیاسی معاملات میں اسرائیل اور امریکا ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ٹیلی پیتھی کے معاملات میں بھی ہمارے درمیان سمجھوتا ہوگا پھر تمہیں پتا چلے گا کہ ہمارے متحد ہونے سے تمہیں کیسے نقصانات پہنچ رہے ہیں۔"

"عیسائیوں اور یہودیوں کا اتحاد ہم ایک طویل عرصے سے دیکھتے آرہے ہیں۔ تم مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جاتے ہو لیکن اپنے معاملات میں کتوں کی طرح ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہو۔ تمہارے پاس جتنی دھمکیاں تھیں۔ وہ مجھے دے چکی ہو۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

اس نے سانس روک کر اس کی سوچ کی لہروں کو بھگا دیا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی خوامخواہ پارس کے

پاس گئی تھی۔ اب وہ کبھی میری بات نہیں مانے گا۔ مجھے اس کے خلاف اپنی طاقت کو زیادہ سے زیادہ بڑھانا ہوگا۔

وہ امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ گئی۔ اس سے بولی "میں الپا ہوں۔ تم دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہیں پاتال میں چھپا کر دانش مندی کا ثبوت دے رہے ہو۔ آئندہ میں بھی یہی کروں گی۔ اس طرح کم از کم اپنے دس ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیشہ دشمنوں سے محفوظ رہیں گے۔"

اس اعلیٰ افسر نے کہا "ہماری دنیا بہت بڑی ہے پھر بھی دشمنوں سے چھپنے کی کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے۔ ہم نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھپائے رکھنے کے زبردست حفاظتی انتظامات کیے ہوئے ہیں لیکن انسان زمین کی تہ میں جا کر سونا' چاندی' ہیرے جواہرات اور پٹرول نکال لاتا ہے۔ سمندر کی نامعلوم گہرائیوں میں ڈوب کر بیش قیمت موتی نکال لاتا ہے۔ وائرمین نے ہمارے راز کو راز نہیں رہنے دیا۔ اب تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ملک میں پہنچ رہے ہوں گے۔ یہاں اپنے آلہ کار بنا کر ہمارے دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تلاش کر رہے ہوں گے۔ پتا نہیں وہ اس سلسلے میں ہمارے لیے کتنے مسائل پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم ان مسائل کا اندازہ کر سکتے ہیں۔"

وہ بولی "اسرائیل اور امریکا ہمیشہ سے ایک دوسرے کے بہترین دوست رہے ہیں۔ ہم آپس میں متحد رہیں گے تو دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے ان دس خیال خوانی کرنے والوں تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

"تم ہمارے ان دس خیال خوانی کرنے والوں سے ہمدردی کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ میں بھی اپنے دس خیال خوانی کرنے والوں کو نہایت رازداری سے کسی انڈر گراؤنڈ خفیہ اڈے میں پہنچانے والی ہوں۔ میں تمہارے کام آؤں گی تو تم میرے کام آؤ گے۔ ہم متحد ہو کر ایک دوسرے کے خیال خوانی کرنے والوں کی حفاظت کرتے رہیں گے۔"

"تمہاری یہ پیشکش قابل قبول ہے۔ اس طرح ہم ایک دوسرے کے خیال خوانی کرنے والوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اور نہ ہی ایک دوسرے کے ملک میں مسائل پیدا کریں گے۔"

"میں یہی چاہتی ہوں۔ تم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہہ سکتے ہو کہ وہ یہاں فلسطینی مسلمانوں کو میرے ملک کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنے دیں۔ بلکہ ان فلسطینی مسلمانوں کو تلاش کر کے پہلی فرصت میں گولی مار دیں۔"

وہ بولا "ہم یہی کریں گے۔ یہ بات ہمارے سیاسی منصوبوں کے خلاف ہے کہ فلسطینی مسلمان اسرائیل میں طاقت اور اقتدار حاصل کریں۔ اگر وہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے زندہ رہیں گے تو ہماری پالیسی کے خلاف اسلامی ممالک کی ہمدردیاں اور امداد حاصل کریں گے۔ میں اپنے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حکم دے رہا ہوں۔ آج اور ابھی سے ان کے خلاف کارروائی شروع ہو جائے گی۔"

وہ چھ فلسطینی ..... تل ابیب اور یروشلم جیسے اہم علاقوں میں پہنچے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے سے بہت دور دور تھے۔ ضرورت کے وقت خیال خوانی کے ذریعے قریب آجایا کرتے تھے۔ یعقوب بھیس بدل کر مسلمانوں کی ایک بستی میں رہنے لگا تھا۔ جمیلہ اس کی پڑوسن تھی۔ وہ بیوہ خوب صورت بھرپور جوان اور صحت مند تھی۔ اس پر دل آگیا تھا۔ اس نے پہلی ملاقات میں کہہ دیا تھا کہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

اس کے پڑوس میں رہتے ہوئے وہ اسے صبح و شام چھیڑنے لگا۔ اپنی طرف مائل کرنے لگا۔ جمیلہ کو بھی ایک مضبوط سہارے کی ضرورت تھی۔ ٹیلی پیتھی سے زیادہ مضبوط سہارا اور کیا ہو سکتا تھا۔ وہ اس کی طرف مائل ہو رہی تھی۔ اس نے کہا "تو کہتا ہے کہ تو نے اپنی ڈیوٹی سے مجبور ہو کر میرے خاوند کو گرفتار کیا تھا مگر اسے ہلاک نہیں کیا تھا۔ میرا دل کہتا ہے کہ میں تیری بات کا یقین کر لوں تو نے ستر مسلمانوں کو رہائی دلائی ہے۔ اسی طرح ہم مسلمانوں کے کام آتا رہے گا تو میں ضرور تجھ سے شادی کروں گی۔"

یعقوب نے کہا "تو مجھے بتا تیری خواہش کیا ہے؟ میں اسی کے مطابق کوئی کارنامہ انجام دوں گا۔"

"میرے خاوند کو یروشلم کے ایک ٹارچر سیل میں پہنچایا گیا تھا۔ وہاں پہنچنے والے مسلمان قیدی زندہ واپس نہیں آتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں تم اس ٹارچر سیل اور وہاں سے تعلق رکھنے والے تمام سپاہیوں اور افسروں کو نیست و نابود کر دو۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے اگر میں ابھی آدھے گھنٹے کے اندر ان سب کو ختم کر دوں تو کیا آدھے گھنٹے کے بعد تو میری آغوش میں آئے گی؟"

"تیرا مطالبہ شادی کے بعد پورا کروں گی۔"

"نکاح پڑھانے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ میں ابھی اپنے لیڈر اور ساتھیوں سے کہتا ہوں۔ وہ ہمارا نکاح پڑھانے کے سلسلے میں انتظامات کریں گے۔ اس وقت تک میں ان دشمنوں کا کام تمام کر دوں گا۔"

اس نے اپنے ساتھیوں کے پاس آکر جمیلہ سے نکاح پڑھانے کے سلسلے میں بات کی۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا "ہم نیک کام میں دیر نہیں کریں گے۔ تم آدھے گھنٹے میں اپنا مشن پورا کرو۔ ہم قاضی کو لے کر جمیلہ کے گھر پہنچ جائیں گے۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے یروشلم کے اس ٹارچر سیل کے انچارج کا فون نمبر معلوم کیا۔ فون کے ذریعے اس کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ گیا پھر بولا "یہ ٹارچر سیل صرف بے گناہ مسلمانوں کے لیے ہے یا یہودی مجرموں کو بھی سزائیں دے کر انہیں ہلاک کیا جاتا ہے؟"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مسلمان ہوں۔ پچھلے دنوں یہاں چند فلسطینیوں کو پہنچایا گیا تھا۔ تم اور تمہارے ساتھیوں نے انہیں بری طرح اذیتیں پہنچا کر درندگی کی انتہا کر دی تھی۔ یہی انتہا تم سب کے ساتھ ہوگی۔ میں حکم دیتا ہوں اپنے تمام ساتھیوں کو یہاں بلاؤ۔"

یعقوب نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہاں اس کے دو ساتھی موجود تھے۔ اس نے مزید تین افسران کو فون کے ذریعے وہاں بلایا۔ یعقوب ان سب کے دماغوں میں پہنچتا رہا۔ ان میں سے ایک نے ہیڈ کوارٹر میں فون کے ذریعے کہا "سر! ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا فلسطینی ہمارے دماغوں میں گھس آیا ہے۔ ہم اس کی گرفت سے نکلنے میں ناکام ہو گئے۔ ہم نے خود ہی اپنے ہاتھوں سے زنجیریں پہن لی ہیں۔ یہاں اذیتیں پہنچانے کے جتنے خطرناک ہتھیار ہیں اور جنہیں ہم مسلمانوں پر استعمال کرتے رہے ہیں۔ وہ تمام ہتھیار ہم پر استعمال کیے جانے والے ہیں۔ فار گاڈ سیک! ہمیں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بچاؤ۔"

الپا اور بن بورین تک یہ اطلاع پہنچائی گئی۔ انہوں نے اس ٹارچر سیل کے انچارج کے اندر آکر پوچھا "تمہارے اندر کون ہے؟ ہم اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

یعقوب نے کہا "یہ نہ پوچھو میں کون ہوں اور میرا نام کیا ہے؟ اتنا سمجھ لو کہ فلسطینی ہوں۔ ایک مسلمان ہوں اور ایک مسلمان خاتون سے شادی کر کے اپنا گھر بسانا چاہتا ہوں۔"

الپا نے پوچھا "اس ٹارچر سیل سے تمہاری شادی کا کیا تعلق ہے؟"

"جس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے خاوند کو اس ٹارچر سیل میں ہلاک کیا گیا تھا۔ اس خاتون کی یہ شرط ہے کہ میں اس ٹارچر سیل کو یہاں کے تمام درندے افسران کے ساتھ تباہ کر دوں۔ لہٰذا تم بھی ان کے دماغوں میں رہ کر دیکھو کہ درندگی کیا ہوتی ہے اور بے گناہ انسان کس طرح تکلیفیں برداشت کرتے کرتے دم توڑ دیتے ہیں۔"

وہاں تمام درندے افسران زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ صرف ایک انچارج آزاد تھا۔ وہ یعقوب کی مرضی کے مطابق وہاں کے خطرناک ہتھیاروں سے انہیں زخمی کرنے لگا۔ ان کے جسم کے ایک ایک حصے پر تیزاب ڈال کر ان کے گوشت اور ہڈیوں کو گلانے لگا۔ وہ چیخیں مار مار کر زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔

الپا اور بن بورین نے اس انچارج کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اس درندگی سے روک دیا۔ یعقوب دوسرے آلہ کار کے دماغ میں وہاں آکر انہیں اذیتیں پہنچانے لگا۔ الپا اور بن بورین اس آلہ کار کی آواز نہیں سن سکتے تھے اس لیے اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ الپا نے اس انچارج کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ کس مسلمان عورت کے خاوند کو وہاں لا کر مارا گیا تھا۔

اس کے خیالات نے بتایا۔ "پچھلی بار جن فلسطینیوں کو یہاں ہلاک کیا گیا تھا۔ انہیں غزہ کے قریب مسلمانوں کی ایک بستی سے لایا گیا تھا۔" الپا نے بن بورین سے کہا "فوراً اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کو حکم دو کہ اس بستی میں ایسی خاتون کا پتا معلوم کریں۔ جس کے شوہر کو پچھلے دنوں اس ٹارچر سیل میں ہلاک کیا گیا ہو۔"

وہ بن بورین سے یہ کہہ کر پھر انچارج کے دماغ میں آئی تو پتا چلا کہ اس نے زنجیروں میں جکڑے ہوئے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اب اس کے ہاتھ میں ایک ہینڈ گرنیڈ تھا۔ اس سے پہلے کہ الپا اسے روکتی۔ اس نے اس گرنیڈ کی چابی نکال دی تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں ایک زبردست دھماکا ہوا۔ اس انچارج کے چیتھڑے اڑ گئے ہوں گے۔ وہ ٹارچر سیل بالکل کھنڈر بن گیا ہوگا لیکن یہ تماشا دیکھنے کے لیے الپا کو کسی کے دماغ میں جگہ نہیں مل سکتی تھی۔

یعقوب نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کر کے کہا "اس ملک میں جتنے ٹارچر سیل ہیں۔ میں ان سب کو وہاں کے درندے افسران سمیت نیست و نابود کر دوں گا۔"

اس اعلیٰ افسر نے کہا "ننھے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری طرح خوب اچھلتے ہیں پھر جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔ تمہاری شامت آگئی ہے۔"

یعقوب نے اس کے چور خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ اس

ادارے کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جاسوس غزہ کے قریب اسی بستی میں مسلح افراد کے ساتھ پہنچ رہے ہیں۔ جہاں سے جمیلہ کے خاوند کو گرفتار کیا گیا تھا۔

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جمیلہ اور دیگر افراد سے کہا "میں اس ٹارچر سیل کو چھ درندوں سمیت تباہ کر چکا ہوں۔ یروشلم کے اس حصے میں اگر ہمارا کوئی ساتھی یہاں موجود ہے تو اس سے فون کے ذریعے دریافت کرلو۔ وہ اس ٹارچر سیل کی طرف جائے گا اور میری بات کی تصدیق کرے گا۔"

ایک نے کہا "ہمیں تم پر بھروسا ہے۔ ہم فون نہیں کریں گے۔ وہاں کے لوگ خود ہی ہمیں اطلاع دیں گے۔ یہاں قاضی صاحب آگئے ہیں ابھی جمیلہ کا نکاح تم سے پڑھایا جائے گا۔"

جمیلہ نے یعقوب کو دیکھا پھر شرما کر اندر چلی گئی۔

یعقوب نے کہا "ایک مشکل آن پڑی ہے۔ دشمن مجھے تلاش کرنے کے لیے اِدھر آرہے ہیں۔ ابھی نکاح پڑھانا مناسب نہیں ہے۔ جب وہ دشمن یہاں آکر مجھے نہیں پائیں گے اور واپس چلے جائیں گے۔ تب نکاح پڑھایا جائے گا۔"

ان کے لیڈر نے کہا "تم ہمارے لیے قیمتی سرمایہ ہو۔ ہم ہر طرح تمہاری حفاظت کریں گے۔ یہاں سے چلو۔"

وہ بولا "ذرا ایک منٹ انتظار کرو۔ میں جمیلہ سے رخصت ہو کر آتا ہوں۔ بس جاؤں گا اور فوراً آؤں گا۔"

ایک فلسطینی نے کہا "وہ مقناطیس بن گئی ہے۔ اتنی جلدی نہیں آسکو گے۔ میری شادی میں بھی یہی ہوا تھا۔ نئی دلہن کو چھوڑ کر روپوش ہونے کے لیے کہیں جانا تھا لیکن اندر جاتے ہی مقناطیس نے جکڑ لیا تھا۔"

اس کی بات پر سب ہنسنے لگے۔ وہ مسکراتا ہوا مکان کے اندر آیا۔ وہ شرما کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے دوسرے کمرے میں آکر دروازے کو بند کیا پھر اس کے قریب آکر کہا "میں آدھے گھنٹے میں تجھے اپنا بنالینا چاہتا تھا لیکن دشمن حالات نے مجبور کردیا ہے۔ مجھے جانا ہوگا۔"

جمیلہ نے گھوم کر اسے دیکھا۔ وہ بولا "حسن و شباب کا موجیں مارتا ہوا سمندر میرے قریب ہے مگر مجھے پیاسا جانا ہوگا۔"

وہ بولی "ابھی تم سے کوئی رشتہ نہیں ہوا ہے مگر تم دل و دماغ پر چھا گئے ہو۔ میں نے اپنی باقی زندگی تمہارے نام کردی ہے۔ خیر سے جاؤ خیر سے آؤ۔ میں تمہارا انتظار کرتی رہوں گی۔"

اس نے اچانک ہی اسے کھینچ کر اپنی آغوش میں بھر لیا پھر کہا "خیر سے کیسے جاؤں۔ تو نے میرے اندر ہلچل مچا دی ہے۔"

باہر سے لیڈر نے آواز دی "یعقوب! دشمن موت کی طرح کسی وقت بھی سر پر پہنچ جائیں گے۔ فوراً یہاں سے چلو۔"

یعقوب کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "سمندر سے پیاسے کو شبنم کا قطرہ بھی نہ ملا۔"

وہ منہ چھپا کر ہنسنے لگے۔ وہ حسرت کا مارا وہاں سے پلٹ کر باہر چلا گیا۔

○☆○

اُن نون نے کوبرا کی بہن سے شادی کی اور کوبرا نے اُن نون کی بہن کو اپنی لائف پارٹنر بنالیا۔ دونوں ایک دوسرے کے سالے بہنوئی بن گئے۔

کوبرا نے لندن کے مہنگے ہوٹل میں ایک سوئٹ بک کرایا تھا اس سوئٹ کے اندر کھانے پینے اور عیش و آرام کا سارا سامان موجود تھا۔ اس نے اپنی دلہن ایجی سے کہا "ہماری شادی بڑی عجلت میں ہوئی ہے اگر کچھ وقت ملتا تو میں تمہارے لیے ایک شان دار محل خرید لیتا۔ تمہیں وہاں دلہن بنا کر لے جاتا۔ کیا تمہیں اندازہ ہے کہ مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پاس کتنی دولت ہوگی اور آئندہ میں تمہارے لیے کیا کرنے والا ہوں؟"

"میں نہیں جانتی مگر سمجھ سکتی ہوں کہ تم نے خیال خوانی کے ذریعے میری توقع سے زیادہ دولت حاصل کی ہوگی اور آئندہ بھی میری خاطر بے انتہا دولت حاصل کرتے رہو گے۔"

ان نون ہانگ کانگ کے ایک مہنگے ہوٹل میں شی کی کو دلہن بنا کر لے آیا۔ وہ کمرے میں پہنچ کر بولی "کیا تم خاموش رہنے کے عادی ہو؟ یا ابھی خیال خوانی کے ذریعے میرے چور خیالات پڑھ رہے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "سوری! میں ایک اہم معاملے میں خیال خوانی کر رہا تھا اب صبح ہونے تک کسی کا خیال نہیں پڑھوں گا۔ صرف تمہارے وجود کا جغرافیہ پڑھتا رہوں گا۔ ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو گے تو جھوٹ بولوں گی۔ میرے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرلو کہ میں تمہیں کتنا چاہتی ہوں۔ اکثر سوچتی رہتی تھی اپنے بھائی کی طرح کوئی خیال خوانی کرنے والا لائف پارٹنر ملے گا تو میں ساری عمر دولت سے کھیلتی رہوں گی۔ آج

میری یہ خواہش پوری ہو رہی ہے۔"

وہ دونوں باتیں کرنے لگے۔ بڑے پیار سے وقت گزارنے لگے۔ وہ شام ہی سے ہوٹل کی اس سوئٹ میں آگئے تھے۔ رات گیارہ بجے شی کی نے کہا "بھوک لگ رہی ہے۔ پہلے کچھ کھالیں۔ کیا خیال ہے؟"

وہ بولا "اچھا خیال ہے۔ یہ سیاہی بھی صبح تک بھوکے پیٹ نہیں لڑسکے گا۔ میں ابھی فون کرتا ہوں۔ کھانا آجائے گا۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر فون کرنا چاہا۔ شی کی نے اس کے ہاتھ سے ریسیور لے کر کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا "اس کمرے میں ہوٹل کا ملازم کھانا لے کر آئے گا۔ آج رات میں کسی کی صورت نہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔ صبح تک صرف تمہیں دیکھتی رہوں گی۔ یہاں ہاٹ پاٹ میں گرم کھانا ہے۔ ٹھنڈی بوتلیں ہیں۔ اس کھانے سے گزارا ہو جائے گا۔"

ان نون اس کے پیار کی اس ادا پر قربان ہونے لگا۔ کہنے لگا "تم مجھے اس قدر چاہتی ہو کہ میرے سوا کسی دوسرے کی صورت دیکھنا تمہیں گوارا نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مرد کو عورت سے ایسی دیوانہ وار محبت ملتی ہے۔"

وہ کھانے کے لیے ڈائننگ ٹیبل پر آکر بیٹھ گئے۔ وہ ہاٹ پاٹ سے گرم کھانا نکال کر اور فریج سے ٹھنڈی بوتلیں نکال کر کھانے پینے لگے۔ شی کی نے اپنے ہاتھ سے اسے پہلا لقمہ کھلایا پھر کہا "اب تم مجھے کھلاؤ۔ ہمارے ہاں یہ رسم ہے کہ دلہن اپنی پلیٹ کا کھانا اپنے دولہا کو کھلاتی ہے اور دولہا اپنا کھانا دلہن کو کھلاتا ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ دولہا اسی طرح ساری زندگی اپنے ہاتھ کی کمائی کھلاتا رہے گا۔"

وہ اپنے ہاتھ سے اسے کھلانے لگا اور اس کے ہاتھ سے کھانے لگا۔ چند لقمے کھانے کے بعد ہی اسے کمزوری کا احساس ہوا۔ وہ پریشان ہو کر بولا "میری طبیعت گھبرا رہی ہے۔ یہ کھانا تم نے کہاں سے منگوایا تھا؟"

"تمہارے سامنے ہوٹل کا ملازم یہ ہاٹ پاٹ رکھ کر گیا تھا۔ کھانا اسی ہوٹل کا ہے۔ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

وہ سر تھام کر بولا "میں نہیں کھاؤں گا۔ تمہارے کھانے میں کچھ ملا ہوا ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ تم بھی تو مجھے کھلا رہے ہو۔ مجھے تو کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ لو میرے ہاتھ سے کھاؤ۔"

وہ اس کے ہاتھ کو پرے جھٹک کر بولا "میں تمہیں چکن کھلا رہا ہوں اور تم مجھے فش کھلا رہی ہو۔ تم نے اپنی پلیٹ میں کچھ ملایا ہے؟"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایسے میں لوکھڑا کر گرنے والا تھا مگر سنبھل گیا۔ ڈگمگاتے ہوئے بیڈ کی طرف جاتے ہوئے خیال خوانی کی کوششیں کرنے لگا۔ وہ فوراً مسٹری مین کو مخاطب کر کے طبی امداد حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن دماغی کمزوری کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔

شی کی اس کے قریب آکر پریشانی سے بولی "یہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں نے دشمنی کی ہے؟ تمہیں زہر کھلایا ہے۔ پلیز میرے بارے میں ایسا نہ سوچو۔ میرے چور خیالات پڑھو۔ تمہیں یقین آجائے گا کہ میں تمہیں چاہتی ہوں۔ میں تم سے دشمنی نہیں کر رہی ہوں۔"

اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے سے محبت اور ہمدردی ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ سچ مچ پریشان تھی۔ ایسے وقت اسے اپنے اندر کوبرا کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "وہ شخص دنیا کا سب سے بڑا احمق ہوتا ہے جو اپنے جیسے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے پر بھروسا کرتا ہے۔"

ان نون نے کہا "اوہ گاڈ! میں یہ کیا سن رہا ہوں۔ کوبرا! تم نے مجھے اپنی بہن دی اور دھوکا بھی دے رہے ہو۔"

"میں نے کچھ سوچ سمجھ کر اپنی بہن کو تمہارے حوالے کیا ہے۔ یہ بہت بھولی ہے۔ اسے میرے فریب کا علم نہیں ہے۔ یہ نہیں جانتی ہے کہ میں شام سے اس کے دماغ میں چھپا ہوا ہوں۔ یہاں تمہاری بہن کے ساتھ سہاگ رات بھی منا رہا ہوں اور اپنی بہن کے دماغ میں رہ کر تمہاری نگرانی بھی کرتا رہا ہوں۔"

"کوبرا! یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ تم بہن کی سہاگ رات میں اس کے اندر چھپے رہے ہو۔ کوئی بھائی اتنا بے غیرت ہو سکتا ہے۔ یہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔"

"ہاں میں نے بے غیرتی کی ہے لیکن ایک بڑا منافع حاصل کر رہا ہوں۔ تمہیں غلام بنا رہا ہوں۔ تم میرے لیے خیال خوانی کرو گے۔ میری ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ ہو گا۔"

ان نون نے شی کی سے کہا "یہ... یہ تمہارا بھائی بہت بے غیرت..."

وہ پوری بات نہ کہہ سکا۔ کوبرا نے اسے بولنے نہیں دیا "خبردار! تم میری بہن سے کچھ نہیں کہو گے۔ میں اسے بہت چاہتا ہوں۔ اس کی نظروں سے گرنا نہیں چاہتا۔ میری محبت کا ثبوت یہ ہے کہ میں اسے غلام شوہر دے رہا ہوں۔ تم صرف میرے ہی نہیں میری بہن کے بھی مرید بن کر رہو

گے۔"

وہ اپنی کامیابی پر قہقہے لگا رہا تھا پھر اس نے محسوس کیا کہ ان نون شدید کمزوری کے باعث بے ہوش ہو گیا ہے۔ اس نے اپنی بہن سے کہا "شی کی! میں ابھی تمہاری خیریت معلوم کرنے آیا تھا مگر دیکھ رہا ہوں کہ میرا پیارا بہنوئی خیریت سے نہیں ہے۔"

وہ پریشانی سے بولی "میں حیران ہوں کہ اسے اچانک کیا ہو گیا ہے۔ ابھی تو یہ بالکل ٹھیک تھا۔"

"تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ فوراً ڈاکٹر کو بلاؤ۔ کھانے میں ضرور کچھ ملا ہوا تھا۔ یہ کمزوری میں مبتلا ہو گیا ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ ڈاکٹر کی دواؤں سے اس کی توانائی بحال ہو جائے گی۔ میں تھوڑی دیر بعد پھر تمہارے پاس آکر خیریت معلوم کروں گا۔"

کوبرا دماغی طور پر لندن میں حاضر ہو گیا۔ اسنجی نے حیرانی سے پوچھا "تم ابھی قہقہے کیوں لگا رہے تھے؟"

وہ بولا "میں ایک اہم معاملے میں خیال خوانی کر رہا تھا۔ وہاں مجھے کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اسی خوشی میں قہقہے لگا رہا تھا۔"

اس نے ایسا کہتے کہتے ہچکی لی پھر اسے دوسری ہچکی آئی۔ ہر ہچکی میں ذہن کو یوں جھٹکا لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کے دماغ کو گھونسے مار رہا ہو۔ اسنجی نے پوچھا "یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اچانک ہچکیاں کیوں آرہی ہیں؟ دو گھونٹ پانی پی لو۔"

اس نے پانی پینے کے لیے اٹھنا چاہا مگر سر چکرا گیا۔ وہ پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔ پریشان ہو کر بولا "یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟"

اس کے اندر ایک آواز سنائی دی "جوان نون کے ساتھ ہو رہا ہے تم نے اپنی بہن کے ذریعے ان نون کو دوا کھلائی۔ میں نے اسنجی کے ذریعے تمہیں اس سے مختلف دوا کھلائی ہے۔ اس کا اثر آہستہ آہستہ ہو رہا ہے بے چاری وہ دونوں دلہنیں بے قصور ہیں۔ انہیں مہروں کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ جاؤ آرام سے بیڈ پر لیٹ جاؤ۔"

اس نے حیرانی پریشانی سے پوچھا "تم کون ہو؟"

"اس کو چھوڑو جو کہا جا رہا ہے وہی کرو۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر ڈگمگاتے ہوئے بستر پر آکر گر پڑا۔ اسنجی پریشان ہو کر فون کے ذریعے ڈاکٹر کو کال کر رہی تھی۔ کوبرا نے گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے کہا "نہیں۔ میں زہریلا ہوں۔ کوئی ضرر رساں دوا مجھ پر اثر نہیں کرے گی۔"

اسے پھر اپنے اندر آواز سنائی دی "اسی لیے میں نے تمہارے کھانے میں ایک ایسے زہر کے قطرے ملائے تھے جو تمہارے زہر پر غالب آگیا ہے۔ تم کمزوری محسوس نہیں کر رہے ہو۔ بلکہ مدہوش ہو رہے ہو۔ میں جانتا ہوں یہ مدہوشی زیادہ دیر نہیں رہے گی لیکن میں تمہیں دماغی توانائی حاصل کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ تمہاری جیب اور تمہارے سفری بیگ میں ایسے زہر کی کئی شیشیاں ہیں۔ تم وقفے وقفے سے دو دو چار چار قطرے پیتے رہو گے۔"

وہ پینا نہیں چاہتا تھا۔ شیشی کو ہاتھ لگانا نہیں چاہتا تھا لیکن پتا چلا وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ اس نے بے اختیار جیب میں ہاتھ ڈال کر شیشی نکال کر چند قطرے حلق سے نیچے اتار لیے۔

پھر اس پر مدہوشی طاری ہونے لگی۔ اس نے کہا "تم کون ہو؟ مجھ سے کب تک ایسی دشمنی کرتے رہو گے؟ تم اس طرح زہر کی تھوڑی تھوڑی خوراک دے کر مجھے اور زہریلا بنا رہے ہو۔"

وہ بولا "نہیں۔ ایک بین الاقوامی شہرت کا حامل بہت ہی زہریلا ڈاکٹر میرے پاس موجود ہے۔ جس طرح لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ اسی طرح وہ تمہیں ایسا زہر دے رہا ہے جو تمہارے اندر کے زہر کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گا تم چند دنوں میں زہریلے نہیں رہو گے۔ ایک عام ٹیلی پیتھی جاننے والے غلام بن کر میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

زہر کی دوسری خوراک نے کام دکھایا تھا۔ وہ مدہوشی سے بے ہوشی کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ اسنجی پریشان تھی۔ ڈاکٹر آگیا تھا۔ اس کا معائنہ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "اسے اسپتال میں داخل کرنا ہو گا۔"

اسنجی نے مسٹری مین کے زیر اثر رہ کر کہا "میں اسے اسپتال نہیں لے جاؤں گی۔ اپنے ماں باپ کے بنگلے میں لے جا کر اس کا علاج کراؤں گی۔"

مسٹری مین نہیں چاہتا تھا کہ وہ اسپتال جائے۔ اس نے اپنے ایک ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے دماغ میں بٹھا دیا تھا پھر اسے حکم دیا تھا "جب بھی کوبرا ہوش میں آئے اور ذرا توانائی محسوس کرنے لگے تو اسے شیشی سے دو چار قطرے پلا دیا کرو۔"

○☆○

سونیا قلعے میں تھی۔ راوی چین لکھ رہا تھا۔ اس نے تمام دشمنوں کو ایک دوسرے کا مخالف بنا دیا تھا۔ وہ خود کو سب سے زیادہ شہ زور اور برتر ثابت کرنے کے لیے ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ یہ سازشیں شروع ہو چکی تھیں۔ بائرن ٹوڈ نے مجھ پر برتری حاصل کرنے

کے لیے میری کمزوریوں سے کھیلنا چاہا تھا اگر وہ کامیاب ہوجاتا تو فخر سے کہہ سکتا تھا کہ اس نے سب سے پرانے اور تجربے کار ٹیلی پیتھی جاننے والے کو شکست دی ہے لیکن یہ حسرت اس کے دل میں رہ گئی تھی۔

بائرن ٹوڈ نے برتری حاصل کرنے کی دھن میں زبردست نقصان اٹھایا تھا۔ اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی آندرے اور سائمن مارے گئے تھے۔ ادھر کوبرا اور ان نون نقصان اٹھا رہے تھے۔ سونیا یہ ثابت کررہی تھی کہ ایک عورت ہزار شہ زوروں کو ایک دوسرے سے لڑا سکتی ہے۔

وہ قلعے کے اندر محل کے شاہانہ بیڈ روم میں آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے سوچا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے سب سے برتری حاصل کرکے اس سے شادی کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ ایسا دعویٰ کرنے والوں سے پھر چھیڑ چھاڑ کرنی چاہیے پھر انہیں ایک دوسرے سے الجھانا چاہیے۔

اسے بائرن ٹوڈ کے بارے میں معلوم ہوچکا تھا کہ وہ کتنا بڑا نقصان اٹھاچکا ہے۔ کوبرا اور ان نون کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ یہ جاننی تھی کہ ان نون سانس روک لے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس وقت وہ دوا کے زیر اثر ہوٹل کے بیڈ پر گرا پڑا تھا۔ شی کی اس کے لیے پریشان ہورہی تھی۔ ادھر سونیا اپنے بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ذرا سی خیال خوانی سے پتا چل گیا کہ ایک شکار ہاتھ آرہا ہے۔

وہ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ اس نے اور کوبرا نے ایک دوسرے کی بہن سے شادی کی تھی۔ کوبرا اپنی دلہن ایسنجی کے ساتھ لندن میں تھا اور ان نون اپنی دلہن کے ساتھ سہاگ رات منانے کے لیے ہانگ کانگ پہنچا ہوا تھا۔ سونیا نے فوراً ہی مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم! ہانگ کانگ کے جس ہوٹل میں ہو وہاں سے ایک گھنٹے کی ڈرائیو پر واقع ہوٹل شنگھائی ہے۔ میں ان نون ایک بستر پر کمزوری میں مبتلا پڑا ہوا ہے۔ تم فوراً اس کے پاس جاؤ۔ ان حالات میں جو کرنا چاہتے ہو کرو۔"

میں نے ان نون کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پھر وہاں پہنچ گیا۔ اس کے دماغ میں کوبرا کی باتیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس کی باتوں سے ظاہر ہورہا تھا کہ اس نے دوا کے ذریعے ان نون کو دماغی کمزوری میں مبتلا کیا ہے اور اب اسے اپنا معمول اور محکوم بنانے والا ہے۔

ان نون کے چور خیالات نے اسے اس پراسرار مسٹری مین کے بارے میں بھی کچھ بتایا۔ سونیا ان نون کو میرے حوالے کرکے کوبرا کے پاس گئی۔ وہ اسے ان نون کو کمزور بنانے کی مبارک باد دینا چاہتی تھی۔ مارلی کی حیثیت سے کہنا چاہتی تھی کہ وہ ان نون کی طرح بائرن ٹوڈ اور اس کے ساتھیوں کو بھی شکست دے گا تو وہ اس سے ضرور شادی کرے گی۔

وہ کوبرا کے اندر پہنچی تو ان نون کی طرح اس نے بھی سانس نہیں روکا۔ اس وقت وہ بھی ایک زہر کے زیر اثر آگیا تھا۔ کوئی اجنبی اس کے اندر بول رہا تھا۔ سونیا اس سے پہلے ان نون کے خیالات پڑھ کر مسٹری مین کے بارے میں معلوم کرچکی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ کوبرا کے اندر وہی مسٹری مین بول رہا ہے اور ایک زہریلے ڈاکٹر کے تعاون سے کوبرا کے اندر کے زہر کا توڑ کررہا تھا۔

وہ اس کے اندر کے زہر کو ہمیشہ کے لیے ختم کرکے آئندہ اسے اپنا غلام بنا سکے گا یا نہیں۔ یہ بعد میں معلوم ہونے والا تھا۔ وہ میرے پاس آکر بولی "مسٹری مین نے اپنے ماتحت ان نون کے ذریعے کوبرا کو ٹریپ کیا تھا۔ اس بات سے بے خبر تھا کہ کوبرا بھی چالبازی دکھائے گا اور ان نون کو دماغی کمزوری میں مبتلا کردے گا۔ یعنی مسٹری مین بھی اس سے دھوکا کھا گیا۔"

میں نے کہا "مسٹری مین بہت پہنچا ہوا ہے۔ اس کا کوئی نقصان نہیں ہونے والا تھا۔ وہ بعد میں ان نون کی دماغی کمزوری دور کرسکتا تھا وہ کوبرا کو محکوم بنا کر کامیابی حاصل کرے گا لیکن اچانک تمہاری مداخلت نے یہ بازی پلٹ دی ہے۔ ہم مسٹری مین کو کوبرا اور ان نون کے سلسلے میں ناکام بنا سکتے ہیں مگر ہم ایسا نہیں کریں گے۔"

"ہاں مسٹری مین تنویمی عمل کے ذریعے جب بھی ان نون اور کوبرا کے دماغ کو لاک کرے گا۔ ہم لاک کرنے والے لب ولہجے کو ذہن نشین کرلیں گے۔ بس اتنا ہی کافی ہوگا۔"

ابھی وہ دونوں اپنی اپنی کمزوری کے باعث سونے والے تھے یا بے ہوش رہنے والے تھے۔ ان نون تو کمزوری برداشت نہ کرسکا اور بے ہوش ہوگیا۔ کوبرا بہت ہی ڈھیٹ تھا۔ پہلے وہ زہر کی ایک ایک خوراک کے اثر سے تھوڑی دیر کے لیے مدہوش ہوتا رہا پھر زہر نے زیادہ اثر کیا تو وہ ایک بار بے ہوش ہوگیا لیکن آدھے گھنٹے بعد ہی ہوش میں آگیا۔ اس کے اندر کا زہر مسٹری مین سے ملنے والے زہر سے فائٹ کررہا تھا۔ کبھی مغلوب ہوجاتا تھا۔ کبھی غالب آجاتا تھا۔

ان حالات میں ایسنجی اسے اپنے والدین کے بنگلے میں لے گئی تھی۔ کوبرا نے ایک بار ہوش میں آنے کے بعد ایسنجی سے کہا "کسی ڈاکٹر کو نہ بلاؤ۔ ایک دشمن میرے دماغ میں آکر مجھے مارنے کی کوششیں کررہا ہے ہوسکے تو کوبرا سانپ کا زہر کہیں سے لے آؤ۔ مجھے اس زہر کی ایک خوراک دو اور جس شیشی سے میں زہر نکال کر دو تین قطرے پی رہا ہوں۔ اس شیشی کو میری جیب سے نکال کر کہیں پھینک دو۔ ایسی چند شیشیاں میرے سفری بیگ میں بھی ہیں۔ انہیں بھی ضائع کردو۔"

ایسنجی اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ اس نے اس کی جیب اور سفری بیگ سے تمام شیشیاں نکالیں پھر انہیں لے جاکر کمرے میں پھینکنا چاہتی تھی لیکن مسٹری مین نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ واپس اپنے بیڈ روم میں آئی پھر ان تمام شیشیوں کو الماری کے ایک حصے میں چھپا کر رکھ دیا۔ کوبرا کی شامت آگئی تھی۔ مسٹری مین اس کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اسے ہر حال میں اپنا غلام بنانے والا تھا۔

مسٹری مین اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کی تعداد میں اضافہ کرکے ٹیلی پیتھی کے حوالے سے اپنی قوت میں اضافہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس سلسلے میں بظاہر کامیاب ہورہا تھا۔ دوسرے دن دوپہر تک کوبرا کے اندر وہ زہر کا توڑ ہوچکا تھا۔ وہ گہری نیند سوگیا تھا۔ اس کے خوابیدہ خیالات بتا رہے تھے کہ وہ دماغی طور بے حد کمزور ہوچکا ہے۔ جو زہر اسے دیا جارہا ہے۔ اب وہ اسے برداشت کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

مسٹری مین کے زہریلے ڈاکٹر نے کہا "اب اسے ہمارے زہر کی خوراک نہ دی جائے۔ اس کے اندر کا زہر ختم ہوچکا ہے۔ اب ہمارا زہر اس کے اندر جائے گا تو یہ مرجائے گا۔ اب اسے ڈاکٹر کے ذریعے علاج کرانے دو۔ میں چند دوائیں تمہیں بتا رہا ہوں۔ انہیں یاد کرلو۔ تم اس ڈاکٹر کے دماغ میں جاکر وہ دوائیں اس کے ذریعے کوبرا کے اندر پہنچاؤ۔ وہ جلد ہی ٹھیک ہوجائے گا۔ رفتہ رفتہ اس کی کمزوری دور ہوجائے گی۔"

مسٹری مین نے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ وہ دوسری تمام رات سکون سے سوتا رہا۔ دوسرے دن اس کے خیالات سے پتا چلا کہ اس کی کمزوری دور ہورہی ہے۔ ایسے وقت مسٹری مین نے اس پر حاوی ہوکر اسے ہپناٹائز کیا پھر ایک آواز اور مخصوص لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو مقفل کردیا۔

وہ خوش ہوگا کہ اس نے کوبرا جیسے زہریلے شخص کو اپنا غلام بنالیا ہے۔ اس قلعے پر اور جزیرے پر قبضہ جمانے کا خواب دیکھنے والے دشمنوں میں سے ایک دشمن کو ختم کردیا ہے۔ اب اس کے مقابلے میں بائرن ٹوڈ اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ان کے بعد اس کا آخری سب سے بڑا دشمن میں تھا۔ وہ مجھے بھی اپنے راستے ہٹانے کی پلاننگ کررہا ہوگا۔

فی الحال وہ خوش تھا۔ اس بات سے بے خبر تھا کہ میں نے اور سونیا نے اس لب ولہجے کو ذہن نشین کرلیا ہے جس کے ذریعے کوبرا کے دماغ کو مقفل کیا گیا ہے۔

جب ان نون کی دماغی کمزوری دور ہونے لگی تو مسٹری مین نے اسے بھی احتیاطاً ہپناٹائز کیا۔ اس کے بھی دماغ کو مخصوص لب ولہجے کے ذریعے مقفل کردیا۔ سونیا نے مجھ سے کہا "مسٹری مین کا ایک اور ماتحت پچھلے دن کوبرا کے دماغ میں بار بار آرہا تھا اور اسے زہریلی دوا کے قطرے پلا رہا تھا۔ میں اس ماتحت کے دماغ میں پہنچ گئی ہوں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "تم اس کے اندر کیسے پہنچ گئی ہو؟"

وہ بولی "مسٹری مین ایک ہی مخصوص لب ولہجے کے ذریعے اپنے تمام ماتحتوں کے اندر پہنچتا ہے۔ میں نے اس ذریعے اپنے ماتحت کی آواز کوبرا کے اندر سنی تھی۔ میں نے اس آواز اور مخصوص لب ولہجے کو آزمایا اور خیال خوانی کی پرواز کی تو اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اب اسی مخصوص لب ولہجے کو اور ان نون کی آواز کو ملا کر خیال خوانی کی جائے گی تو ہم ان نون کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔"

میں نے یہی طریقہ کار اختیار کیا تو اس دوسرے ماتحت کے دماغ میں بھی پہنچ گیا۔ اس دوسرے کا نام کیری گرانٹ تھا۔ بائرن ٹوڈ نے قلعے اور جزیرے پر قبضہ جمانے کے لیے میری کمزوریوں سے کھیلنا چاہا تھا۔ جس کے نتیجے میں وہ اپنے دو اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہوگیا تھا۔ مسٹری مین کے ساتھ بھی یہی قصہ ہورہا تھا۔ وہ بھی اس قلعے اور جزیرے پر قبضہ جمانے کے عزائم رکھتا تھا۔ اس کے لیے اس نے دشمنوں کی تعداد کم کرنے کی کوشش کی۔ کوبرا کو ان نون کی بہن ایسنجی کے ذریعے ٹریپ کیا۔ اپنا غلام بنایا لیکن اس حقیقت سے بے خبر رہا کہ ہم بھی اس کوبرا کے اندر جب چاہیں جاسکتے ہیں۔

مسٹری مین بھی بائرن ٹوڈ کی طرح اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہار چکا تھا۔ اس حقیقت سے بھی بے خبر تھا کہ ہم ان نون اور کیری گرانٹ کے دماغوں میں جب چاہیں پہنچ سکتے ہیں اور جب چاہیں انہیں ہلاک کرسکتے ہیں لیکن ہمیں ایسا

نہیں کرنا تھا۔ میں نے اور سونیا نے یہ طے کیا کہ اس کے دونوں ماتحتوں کے دماغوں میں خاموشی سے جاتے رہیں گے اور مسٹری مین کی مصروفیات کے علاوہ اس کی ہسٹری معلوم کرتے رہیں گے۔

میں نے سونیا سے کہا "کوبرا کو مسٹری مین کا معمول بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ اس کی طاقت میں اضافہ نہیں کرنا چاہیے۔ اسے یہ احساس دلانا چاہیے کہ وہ ہمارے مقابلے میں کامیاب ہونے کے باوجود ناکام رہا ہے۔"

سونیا نے تائید کرتے ہوئے کہا "بے شک یہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جواری قلعے اور جزیرے کو جیتنے کے لیے دانستہ یا نادانستہ طور پر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو داؤ پر لگا رہے ہیں۔ ہم ان جواریوں کو کبھی جیتنے کا موقع دیں گے اور کبھی جیت کو ہار میں بدل دیا کریں گے۔ ہار جیت کا سلسلہ چلتا رہے تو جواری بڑے سے بڑے داؤ لگاتے چلے جاتے ہیں۔"

مسٹری مین کوبرا کو ہپناٹائز کرنے کے بعد بھی مطمئن نہیں تھا۔ یہ اسٹڈی کرنا چاہتا تھا کہ اس کے اندر کا زہر واقعی ختم ہو چکا ہے یا ابھی کچھ باقی ہے۔ وہ کبھی کبھی اس کے اندر آکر خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ اس نے اپنی تسلی کے لیے پھر اسے ایک بار ہپناٹائز کیا۔ اس بار سونیا اس کے اندر موجود تھی جب مسٹری مین نے دوبارہ پورے استحکام کے ساتھ اسے اپنا معمول اور محکوم بنالیا تو اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر چلا گیا۔ ایسے وقت سونیا نے اس پر مختصر سا عمل کیا۔ اس کے دماغ کو دوسری آواز اور لب و لہجے کے ذریعے مقفل کیا پھر اسے دوبارہ تنویمی نیند سلا دیا۔

بڑی چھینا جھپٹی ہو رہی تھی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے دماغ کو چھین رہے تھے۔ کبھی ان پر قبضہ جما رہے تھے۔ کبھی قبضہ جمانے کے بعد محروم ہو رہے تھے۔ مارلی کے قلعے اور جزیرے کے علاوہ برطانیہ میں بھی انڈر ورلڈ کا گاڈ فادر بننے کے لیے رسہ کشی ہونے لگی تھی۔ جم کاف کی ہلاکت کے بعد وہاں فی الحال کوئی گاڈ فادر نہیں تھا۔

مسٹری مین کو یقین تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے انڈر ورلڈ کے مجرموں پر غالب آکر اپنے ماتحت کیری گرانٹ کو گاڈ فادر بنا سکے گا لیکن اسکاٹ لینڈ یارڈ میں ٹیلی پیتھی جاننے والے جاسوس پیدا ہو چکے تھے۔ انہوں نے فون، فیکس اور خیال خوانی کے ذریعے روپوش رہنے والے مجرموں سے کہہ دیا تھا کہ اب انڈر ورلڈ کے معاملات پر اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں کی گرفت ہوگی۔ یہ بات مسٹری مین کے توقع کے خلاف تھی۔

جب اسکاٹ لینڈ یارڈ میں نہایت رازداری سے ٹرانسفارمر مشین تیار ہو رہی تھی تو مسٹری مین نے اسے مشین کی تیاری میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوششیں کی تھیں لیکن وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری بے تھے۔ ان کی نگرانی میں وہ مشین تیار ہو گئی تھی اور وہاں کے نہایت تجربے کار سراغ رسانوں نے ٹیلی پیتھی سیکھ لی تھی۔

مسٹری مین نے کیری گرانٹ کو حکم دیا کہ وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے اندر سرنگ بناتا رہے۔ وہ خود بھی ایسے سراغ رسانوں اور وہاں کے اہم عہدے داروں کے اندر جاتا رہے گا اور معلوم کرتا رہے گا کہ اس مشین کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟ ایسے عہدے دار بہت کم تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ انہیں ہپناٹائز کر کے اپنا معمول بنایا جا سکتا تھا۔ ایک بار وہاں کی مشین پر قبضہ جمانے کے بعد مسٹری مین پورے یورپ پر حکمرانی کر سکتا تھا۔

ابھی یہ خواب تھا۔ تعبیر بہت دور تھی۔ وہ کوبرا کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ میں آیا تو اس نے سانس روک لیا۔ مسٹری مین کو حیرانی ہوئی۔ وہ دوسری بار اس کے دماغ میں گیا تو اس نے پھر سانس روک لیا۔ اس نے اینجی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ وہ کوبرا سے بولی "جس نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا وہ میری زبان سے پوچھ رہا ہے کہ تم اپنے عامل کے مخصوص لب و لہجے کو کیوں بھول گئے ہو؟ کیا تم اسے نہیں پہچان رہے ہو؟"

کوبرا نے اینجی کے دماغ میں آکر کہا "اگر تم نے مجھ پر عمل کیا تھا تو مجھے معلوم ہونا چاہیے تھا کہ تم کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟ اور تمہارے کیا مقاصد ہیں؟"

مسٹری مین نے کہا "میں ایک گمنام ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔ دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی میرے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا اور نہ ہی میرا اصل نام اور میری ہسٹری معلوم کر سکے گا۔ مجھے فی الحال مسٹری مین کہہ سکتے ہو۔"

کوبرا نے کہا "میں نے ان نون کو ٹریپ کیا تھا۔ اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس کے بعد میں اسے اپنا معمول بنا سکتا تھا لیکن معلوم ہو رہا ہے کہ تم ان نون کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ تم نے مجھے کمزور بنا دیا تھا۔ تم کہیں چھپے رہتے ہو اور ان نون جیسے غلاموں سے کام کراتے رہتے ہو۔"

"صرف ایک اَن نون نہیں ہے اور بھی کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے معمول ہیں۔ ان میں تمہارا بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ تعجب ہے تم میری گرفت سے کیسے پھسل رہے

ہو؟"

کوبرا نے ہنستے ہوئے کہا "تمہیں یہ خوش فہمی تھی کہ میرے زہر کا توڑ کر سکو گے لیکن میں کوئی موم کا بنا ہوا نہیں ہوں۔ دنیا میں ایسا کوئی زہر نہیں ہے جو میرے اندر کے زہر کو کاٹ سکے۔ زہریلے سانپ مجھے ڈسنے کے بعد مر جاتے ہیں۔ تم مجھے کیا مارو گے اور کیا غلام بناؤ گے؟"

کوبرا کو اب بھی یہ خوش فہمی تھی کہ وہ پہلے کی طرح زہریلا ہے اب بھی کوئی زہریلا سانپ اسے ڈسنے کے بعد مر سکتا ہے۔ سونیا نے مختصر سے تنویمی عمل کے دوران میں اس کے اندر یہ بات اچھی طرح نقش کر دی تھی کہ وہ آئندہ معمولی زہریلے سانپ سے بھی دور رہے گا۔ ورنہ کسی سانپ نے اسے ڈس لیا تو وہ فوراً ہی تڑپ تڑپ کر مر جائے گا۔ ویسے وہ خود کو زہریلا سمجھتا رہے گا اور دوسروں پر دہشت طاری کرنے کے لیے اپنے آپ کو زہریلا کہتا رہے گا۔

مسٹری مین بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ اس کے زہر کا توڑ کرنے میں ناکامی ہوئی ہے۔ وہ زہریلا تھا زہریلا ہے اور زہریلا رہے گا۔

مسٹری مین اس سے مایوس ہو گیا۔ اس نے کہا "کوبرا! واقعی تم زہریلے کوبرا ہو۔ مجھے پہلی بار ناکامی ہوئی ہے۔ ورنہ میں اب تک کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول بنا چکا ہوں۔ آئندہ کبھی تم میری گرفت میں آؤ گے تو میں تمہیں ہپناٹائز کرنے میں وقت ضائع نہیں کروں گا فوراً گولی مار دوں گا۔ فی الحال اتنا تو معلوم ہو چکا ہے کہ تم اپنی نئی دلہن اینجی کو چھوڑ کر ہوٹل سے بھاگ گئے ہو لیکن لندن میں کہیں موجود ہو۔ میں تمہیں اس شہر سے باہر نہیں جانے دوں گا۔ یہیں تمہیں تابوت میں سلاؤں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "راہی گزر جاتا ہے۔ کتا اس پر بھونکتا رہ جاتا ہے۔ تم بھی بھونکتے رہو میں جا رہا ہوں۔"

اینجی نے کہا "تم سب آپس میں لڑ رہے ہو لیکن میرا قصور کیا ہے؟ میں تمہاری بیوی ہوں۔ تمہیں دل و جان سے چاہنے لگی ہوں۔ کیا تم ہمیشہ کے لیے مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو؟ کیا میں تمہارے ساتھ زندگی نہیں گزار سکوں گی؟"

کوبرا نے کہا "میری جان! مجھے افسوس ہے۔ تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو مگر تم سے زیادہ مجھے اپنی سلامتی عزیز ہے۔ تمہارا سایہ بھی میری زندگی پر پڑے گا تو مسٹری مین پھر کبھی تمہارے ذریعے مجھے دبوچ لے گا۔ سوری اینجی! عورتیں اور محبت کرنے والی عورتیں ہزاروں ملتی ہیں لیکن زندگی صرف ایک بار ملتی ہے۔ اپنی بدنصیبی پر کڑھتی رہو۔ میں جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ اینجی اسے آوازیں دیتی رہی مگر اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ مسٹری مین کو یقین ہو گیا کہ وہ خود غرض اور بے مروت ہے۔ اپنی سلامتی کی خاطر اینجی کو ٹھکرا چکا ہے۔ اب اس سے کبھی رابطہ نہیں کرے گا۔ مسٹری مین بھی مایوس ہو کر اینجی کے دماغ سے چلا گیا۔

○☆○

چین میں بابا صاحب کا ادارہ قائم ہو چکا تھا۔ کئی میل تک پھیلے ہوئے وسیع و عریض احاطے کے اندر کئی عمارتیں تیار ہو چکی تھیں اور کئی تیاری کے مراحل میں تھیں۔ سب سے پہلے یونیورسٹی، میڈیکل کالج اور ہوسٹل کی چار دیواریاں قائم کی گئی تھیں۔ میڈیکل اور سائنسی شعبوں کی ضروریات کے مطابق جدید مشینیں اور آلات نصب کیے گئے تھے۔

اسکول، کالج، جمنازیم، ہیلتھ کلب، سراغ رسانی کی تعلیم و تربیت کے شعبے جدید اسلحے کا استعمال اور مارشل آرٹ کے ٹریننگ سینٹر وغیرہ قائم ہو چکے تھے۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کے کئی ماہرین کو فرانس سے بلایا گیا تھا۔ مقامی چینی مسلمان ماہرین بھی تھے۔ جناب عبداللہ واسطی ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ تھے۔ علی تیمور، فہمی، ولیم آفریدی، للی، ماریہ اور احمد زبیری وہاں اہم عہدے داروں کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے تھے۔

اس دوران میں تقریباً تیس چینی فوجی افسران اور سرکاری عہدے داران نے جناب عبداللہ واسطی کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تھا۔ وہاں کے چینی طالبات اور طلبا مختلف شعبوں میں داخلہ حاصل کر کے تعلیم و تربیت حاصل کر رہے تھے۔ مسٹری مین اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا نمبر فور اس کوشش میں تھے کہ بابا صاحب کے اس نئے ادارے میں داخل ہو سکیں۔ داخلے کا ایک ہی طریقہ تھا۔ وہ نوجوان طالبات اور طلبا کے دماغوں میں گھس کر انہیں آلہ کار بنا سکتے تھے۔ ان کے ذریعے وہاں کے ایک ایک اہم شعبے کے متعلق معلومات حاصل کر سکتے تھے اور وقت ضرورت وہاں تخریبی کارروائیاں کر سکتے تھے۔

اور وہ یہی کر رہے تھے۔ اس کے نتائج بعد میں سامنے آنے والے تھے۔ ابھی میں اپنی داستان کو سونیا کی طرف رکھنا چاہتا ہوں۔

وہ بڑی فرصت سے دن رات گزار رہی تھی۔ کبھی خیال خوانی کے ذریعے اپنے بیٹے کبریا اور بیٹی اعلیٰ بی بی سے باتیں کرتی تھی۔ وہ دونوں بابا صاحب کے ادارے میں تعلیم و

تربیت حاصل کررہے تھے۔ سونیا بھی اکثر خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغوں میں جاکر حاضر دماغی کی تربیت دیتی تھی۔ انہیں عملی طور پر سمجھاتی تھی کہ کبھی اچانک توقع کے خلاف کوئی دشمن نازل ہوجائے تو پلک جھپکتے ہی کس طرح بدحواسی پر قابو پاکر اپنا بچاؤ کرنا چاہیے۔ باتیں بنانے کا فن آنا چاہیے۔ اس میں مہارت حاصل ہوجائے تو ہنستے بولتے باتیں بناتے ہوئے دشمنوں کو گمراہ بھی کیا جاسکتا ہے اور ان کے اندر کی باتیں بھی اگلوائی جاسکتی ہیں۔

سونیا نے جناب تبریزی سے درخواست کی تھی کہ ان دونوں کو مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی نہ سکھائی جائے۔ وہ اس سلسلے میں اعلیٰ بی بی اور کبریا پر خصوصی توجہ دیں اور انہیں قدرتی طریقوں سے یہ علم سکھائیں وہ دونوں جڑواں تھے۔ پانچ منٹ کے وقفے سے ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے انہوں نے چودہ برس کی عمر سے ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنا شروع کیا تھا۔ اب پندرہ برس کے ہوگئے تھے۔ بڑی ذہانت اور مستقل مزاجی سے سیکھنے کے مشکل مراحل سے گزرتے جارہے تھے۔ ڈیڑھ برس کا عرصہ گزر چکا تھا۔ وہ خیال خوانی کرنے لگے تھے۔ اس سلسلے میں جس طرح حاضر دماغی لازمی ہوتی ہے اور جس طرح خیال خوانی کے مختلف ہتھکنڈے آزمائے جاتے ہیں وہ سب سونیا انہیں سکھارہی تھی۔ میں بھی انہیں بہت کچھ بتاتا رہتا تھا۔

وہ اپنے بچوں سے فرصت پاکر دشمنوں کی خبر لیتی رہتی تھی۔ اس نے تمام مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک دوسرے سے لڑانا شروع کیا تھا۔ اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آرہے تھے۔ بیرون کے دو اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے جاچکے تھے۔ اس نے زاؤکوم کوبرا اور مسٹری مین کے دو ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے ان نون اور کیری گرانٹ کے دماغوں میں جگہ بنالی تھی۔ وہ تمام دشمن سونیا کی اس کامیابی سے بے خبر تھے۔

اس نے فرصت سے خیال خوانی کرتے ہوئے پہلے کوبرا کی خبر لی۔ بڑی خاموشی سے اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ مسٹری مین کے حملوں سے نجات پاتے ہی ایسٹی کو اس ہوٹل میں چھوڑ کر فرار ہوگیا تھا۔ اپنا عارضی میک اپ ختم کرکے اصلی چہرے کے ساتھ لندن کے دوسرے ہوٹل میں آگیا تھا۔ آخری بار ایسٹی کے دماغ میں مسٹری مین سے باتیں ہوئی تھیں۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ زہریلا ہے اور زہریلا رہے گا۔ کبھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے کے والے زیر اثر نہیں آئے گا۔ وہ ایسٹی کو بھی ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جارہا تھا اور کبھی اس سے رابطہ نہیں کرے گا۔ اس جیسی دوسری حسینائیں اسے مل جایا کریں گی۔ جب کہ وہ اندر ہی اندر ایسٹی کو دل سے چاہنے لگا تھا۔ وہ قتل و غارت گری کرنے والا انسانوں کے سرکاٹ کر ان کی کھوپڑیاں جمع کرنے والا درندہ ایسٹی کے حسن و شباب اور اس کی اداؤں سے سحرزدہ ہوگیا تھا۔

اس نے یہ طے کیا تھا کہ جب مسٹری مین کو یہ یقین ہوجائے گا کہ وہ ایسٹی کو ٹھکرا چکا ہے اور کبھی اس سے دماغی رابطہ قائم نہیں کرے گا تو وہ دشمن بھی ایسٹی کو غیر سمجھ کر اس کے اندر نہیں آئے گا۔ ایسے وقت وہ اپنی ایسٹی کو ہپناٹائز کرکے اس کے دماغ کو لاک کردے گا پھر دوبارہ اپنی شریک حیات کے ساتھ رازداری سے زندگی گزارنے لگے گا۔

مسٹری مین وغیرہ کو کبھی یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اس نے ایسٹی کو اپنی آغوش میں چھپا رکھا ہے۔ وہ اس سلسلے میں خاموشی سے اس کے اندر جاتا رہتا تھا۔ جلد ہی یقین ہوگیا کہ مسٹری مین نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا ہے۔ تب اس نے دوسری رات ایسٹی کے خوابیدہ دماغ میں تنویمی عمل کیا اور اس کے دماغ کو لاک کردیا۔ یہ اطمینان ہوگیا کہ کوئی ایسٹی کے ذریعے اسے ٹریپ نہیں کرے گا۔

سونیا نے مسٹری مین کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کیری گرانٹ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے معاملات میں مصروف تھا۔ وہاں ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کی کوشش کررہا تھا۔ وہاں کے ایسے سراغ رساں اور اعلیٰ عہدیدار جو یوگا کے ماہر نہیں تھے۔ ان کے دماغوں میں پہنچتا رہتا تھا۔ جم کاف برطانیہ میں انڈرورلڈ کا گاڈ فادر تھا۔ اسے جزیرہ لن تاؤ میں ہلاک کیا گیا تھا۔ وہاں کے بڑے بڑے مجرموں اور کرپٹ سیاستدانوں کے درمیان جھگڑے ہورہے تھے۔ وہ جم کاف کی خالی جگہ پر کرنا چاہتے تھے۔ اس کی جگہ خود گاڈ فادر بننا چاہتے تھے لیکن مسٹری مین اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کیری گرانٹ کو ان پر حاوی کررہا تھا انہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے مات دے رہا تھا۔

بائرن ٹوڈ اور ہاروے بھی وہاں انڈر گراؤنڈ کے معاملات پر اپنا تسلط چاہتے تھے۔ وہ وہاں پوری توجہ دے کر کیری گرانٹ کو شکست دے سکتے تھے۔ اسے وہاں سے بھاگنے پر مجبور کرسکتے تھے لیکن ایسے ہی وقت ان کی کمر ٹوٹ گئی تھی۔ ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے سائن اور آندرے مارے جاچکے تھے۔ اب وہ کسی ایک معاملے پر بھرپور توجہ دے سکتے تھے اور سب سے اہم معاملہ یہی تھا کہ وہ

کسی بھی طرح مارلی کے قلعے اور جزیرے پر تسلط حاصل کرلیں۔

کیری گرانٹ ایک گاڈ فادر کی حیثیت سے انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ میں انڈرورلڈ کے معاملات سنبھال رہا تھا۔ ان معاملات میں اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں کی ٹرانسفارمر مشین بڑی اہم تھی۔ وہاں کے ٹیلی پیتھی سیکھنے والے جاسوس انڈرورلڈ کے معاملات پر حاوی ہونے کی کوششیں کررہے تھے۔

ہماری طرف سے پورس وہاں کے معاملات میں مصروف رہتا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری جے اس کے معمول تھے۔ ان کے ذریعے وہاں کے اندرونی حالات معلوم ہوتے رہتے تھے۔ سونیا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "تمہیں معلوم ہونا چاہیے کیری گرانٹ نامی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مسٹری مین کا ماتحت ہے۔ وہ وہاں کی انڈرورلڈ کا گارڈ فادر بن چکا ہے۔ اسکاٹ لینڈ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جاسوس یہ معلوم کرنے کی کوششیں کررہے ہیں کہ کیری گرانٹ کون ہے؟ اور اچانک کہاں سے آکر وہاں کے مجرموں اور سیاستدانوں پر حاوی ہورہا ہے۔"

پورس نے کہا "مما! آپ کیری گرانٹ کے بارے میں جو کچھ جانتی ہیں مجھے تفصیل سے بتادیں۔"

"وہ اس بات سے بے خبر ہے کہ میں اور تمہارے پاپا اس کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔ تم اس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کرو پھر اس کے اندر جاؤ۔ تمہیں اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔"

سونیا اسے کیری گرانٹ کی آواز اور لب و لہجہ بتا کر اس کے دماغ سے چلی آئی پھر تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد ان نون کے اندر پہنچ گئی مسٹری مین نے اپنے اس ماتحت کو مارلی کے سلسلے میں مصروف رکھا تھا۔ اب اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ مسٹری مین نے اس کی جگہ بدل دی ہے وہ اس کے حکم کے مطابق ہانگ کانگ چھوڑ کر امریکا پہنچنے والا تھا۔ اب تو جس ملک میں بھی ٹرانسفارمر مشین تیار ہورہی تھی وہاں تمام مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے پہنچ رہے تھے۔ خصوصاً دس امریکی پیراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں سب ہی متجسس تھے۔ کوئی یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے اندھیرے میں اور پاتال میں چھپ کر رہیں اور وہاں سے وہ ان پر حملے کرتے رہیں۔

مسٹری مین بھی دوسروں کی طرح ان دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ انہیں کہیں نہ کہیں سے زمین کھود کر باہر نکالنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے ان نون کو وہاں روانہ کرچکا تھا۔

سونیا سوچنے لگی کہ جب کیری گرانٹ اسکاٹ لینڈ یارڈ میں مصروف ہے اور ان نون امریکا پہنچ رہا ہے۔ تو پھر مسٹری مین مارلی کے سلسلے میں کسے مصروف رکھے گا؟ اس کے پاس اور کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟ اگر وہ نہیں ہیں تو کیا وہ خود یہاں مصروف رہے گا؟

مسٹری مین نے اپنے منصوبے میں تبدیلیاں کی تھیں۔ اپنے آلہ کاروں کی جگہ تبدیل کرچکا تھا۔ سونیا کو اب اس معاملے میں اور زیادہ محتاط رہنا تھا۔ وہ اندھیرے میں کہیں سے بھی گولی چلا سکتا تھا۔

وہ تو ہمیشہ سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی عادی تھی۔ اس نے قلعے میں پہنچنے سے پہلے ایسی تین کنیزوں کو ڈھونڈ کر ان کے لیے منتخب کیا تھا جو قدو قامت اور ڈیل ڈول کے اعتبار سے مارلی سے مشابہت رکھتی تھیں۔ اب بہت پہلے وہ اس قلعے میں مارلی کے اندر موجود رہی تھی۔ اسی وقت اس نے ان تین کنیزوں کا انتخاب کیا تھا۔ اپنے ماتحتوں کو ہدایات دی تھیں کہ ان کے دماغوں میں موجود رہ کر انہیں مارلی کے طور طریقے اور ناز و انداز سکھاتے رہیں۔ اس قلعے میں ایسی بلیاں بھی ہونی چاہیے جو مارلی کی بلی مانو سے مشابہت رکھتی ہو۔

ایسی احتیاطی اور حفاظتی تدابیر پر بہت پہلے سے عمل ہوتا آرہا تھا۔ سونیا نے بڑی رازداری سے ایک کنیز کے چہرے پر مارلی کا ماسک لگایا۔ اس چہرے کی نوک پلک درست کرائی۔ اس نے قلعے کے انچارج کو حکم دیا کہ آدھی رات کے بعد قلعے کے ہیلی پیڈ کی طرف کسی کو نہیں جانا چاہیے میری یہ کنیز ایک خاص مقصد کے لیے ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں سے جانے والی ہے رات کو قلعے کے اس حصے میں تاریکی رہے گی۔

اس کے احکامات کی تعمیل کی گئی۔ وہ آدھی رات کو نقاب میں چھپ کر سیکورٹی افسر کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے ذریعے قلعے سے باہر چلی گئی۔ ایک ڈمی مارلی اپنی بلی کے ساتھ اپنے محل میں موجود تھی کسی کو شبہ نہیں ہوا کہ مارلی (سونیا) وہاں سے جاچکی ہے۔

کوبرا مسٹری مین اور بائرن ٹوڈ وغیرہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے باہر سے اس قلعے کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ وہ اب تک اندر پہنچنے میں کامیاب نہیں ہوئے تھے مگر امید تھی کہ انہیں اس قلعے اور وہاں کے اہم افراد کے اندر پہنچنے کا موقع

ضرور ملے گا۔ ان کے آلہ کاروں نے آدھی رات کے بعد ایک ہیلی کاپٹر کو قلعے کے اندر سے بلند ہو کر باہر کہیں جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ سب اپنے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے آقاؤں سے رابطہ کرنے لگے۔ انہیں بتانے لگے کہ ابھی ابھی ایک ہیلی کاپٹر قلعے کے اندر سے پرواز کرتا ہوا کہیں گیا ہے۔

وہ اطلاع دینے والے یہ نہیں جانتے تھے کہ اس ہیلی کاپٹر میں کون گیا ہے؟ اور کہاں گیا ہے؟ سبھی دشمن سوچ میں پڑ گئے۔ یہ سب جانتے تھے کہ مارلی اپنے ٹوسیٹر ہوائی جہاز میں سفر کرتی ہے اور اس کے قابل اعتماد باڈی گارڈز ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہانگ کانگ آتے جاتے ہیں۔

دشمنوں نے پچھلے دنوں مارلی کو ہلاک کرنے کے لیے اس ٹوسیٹر ہوائی جہاز کو تباہ کر دیا تھا۔ مارلی فی الحال ہیلی کاپٹر میں ہی سفر کر سکتی تھی۔ انہیں یقین ہو گیا کہ مارلی اب آدھی رات کو کہیں باہر گئی ہے۔ وہ سب خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنے لگے کہ وہ ہیلی کاپٹر کہاں گیا ہے؟ وہ جزیرہ لن تاؤ اور ہانگ کانگ کی سرکاری اور پرائیویٹ فلائنگ کمپنیوں کے اہم افراد کے اندر گھس کر ان کے خیالات پڑھنے لگے۔

پتا چلا وہ ہیلی کاپٹر وہاں کے کسی ہیلی پیڈ پر نہیں آیا۔ کسی دوسرے چھوٹے بڑے جزیرے میں بھی نہیں گیا ہے۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی تھی کہ ہیلی کاپٹر کسی ویران علاقے میں گیا ہے۔ صبح ہونے سے پہلے ان آلہ کاروں نے اطلاع دی کہ وہ ہیلی کاپٹر قلعے میں واپس آگیا ہے۔

مسٹری مین، کوبرا اور بائرن ٹوڈ وغیرہ فون کے ذریعے قلعے کے انچارج سے باتیں کرنے لگے۔ مارلی سے فون پر باتیں کرنے کی فرمائش کرنے لگے۔ انچارج نے سونیا کی مرضی کے مطابق کہا "میڈم مارلی ہیلی کاپٹر میں کہیں باہر گئی تھیں۔ ابھی واپس آئی ہیں۔ وہ تھکی ہوئی ہیں۔ ان سے دوسرے دن باتیں ہو سکیں گی۔"

وہ سب باری باری فون کر رہے تھے اور انچارج سے پوچھ رہے تھے۔ "میڈم اتنی رات کو کہاں گئی تھیں؟ ہانگ کانگ میں اور تمام چھوٹے بڑے جزیروں میں جتنے ہیلی پیڈز ہیں۔ وہاں میڈم کا ہیلی کاپٹر نہیں گیا تھا؟ ہمیں اس سلسلے میں ان سے باتیں کرنے دو۔"

انچارج نے ڈی مارلی سے فون پر رابطہ کرایا۔ ایسے وقت سونیا اس ڈی کے اندر موجود رہی اس کے ذریعے بولی "تم سب دن رات میری ناک میں رہتے ہو۔ میرے اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور آنے جانے کے سلسلے میں کچھ نہ کچھ معلوم کرتے رہتے ہو۔ جب کہ تمہیں مجھ سے دوستی کرنے کے لیے میرے تمام مخالفین پر برتری حاصل کرنی ہوگی۔ میرا اعتماد حاصل کر کے ہی میری زندگی کے ساتھی بن سکتے ہو۔"

انہوں نے اپنے اپنے طور پر کہا "ہم یہی کر رہے ہیں۔ تمہارے تمام مخالفین جلد ہی فنا ہو جائیں گے لیکن ہم کامیابی حاصل کرنے تک تمہاری نگرانی کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ تم اپنے سیکیورٹی گارڈز پر بھروسا کر کے قلعے سے باہر جاؤ گی تو دشمن تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔"

ان میں سے ایک نے کہا "تم آدھی رات کو باہر گئی تھیں۔ میں تمہاری سلامتی کے لیے فکر میں مبتلا ہو گیا تھا۔ آئندہ مجھے اطلاع دے کر باہر جاؤ گی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔ تم مجھ سے دور رہو مگر مجھے اپنا باڈی گارڈ بن کر رہنے دو۔"

وہ بولی "تمہیں فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔ میں ایک اہم ضرورت سے باہر گئی تھی۔ خیریت سے واپس آگئی ہوں۔ ایسی رازداری سے کام لیتی رہوں گی تو کوئی دشمن میرے پاؤں کی دھول تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ میں تمام رات جاگتی رہی ہوں اور اب سونا چاہتی ہوں۔ پلیز مجھے سونے دو۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ ڈی مارلی اب کنیز نہیں رہی تھی وہ شاہانہ طرز کے بیڈ روم میں آرام دہ بیڈ پر بڑے آرام سے سو گئی۔ سونیا ہیلی کاپٹر کے ذریعے ایک چھوٹے سے جزیرے میں آئی تھی۔ ایک موٹر بوٹ رینٹ پر حاصل کر کے میرے پاس ہانگ کانگ آرہی تھی۔

○☆○

ٹیلی پیتھی جاننے والے یہودی جاسوس مسلح سپاہیوں کے ساتھ ان مسلمان ہونے جانے باغیوں کو تلاش کر رہے تھے۔ یہ معلوم ہوا تھا کہ یعقوب غزہ کے مغربی کنارے ایک چھوٹی سی بستی میں ہے۔ وہ اس بستی کی طرف جانے لگے۔ یعقوب کو بھی معلوم ہو گیا تھا کہ دشمن ادھر آرہے ہیں جمیلہ سے اس کا نکاح پڑھایا جانے والا تھا۔ ایسے وقت جانی دشمن سر پر پہنچ رہے تھے۔ وہ مجبوراً اپنی ہونے والی دلہن سے رخصت ہو کر چند ساتھیوں کے ساتھ دوسرے علاقے میں آگیا۔ وہاں سے خیال خوانی کے ذریعے جمیلہ کی خیریت معلوم کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جاسوس مسلح سپاہیوں کے ساتھ اس بستی میں آگئے۔ عورتوں اور مردوں سے پوچھنے لگے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے یعقوب کو یہاں کس مکان میں چھپایا گیا ہے؟ وہاں سبھی لاعلمی ظاہر کر رہے تھے۔ انجان بن کر کہہ رہے تھے کہ وہ کسی یعقوب نامی ٹیلی پیتھی جاننے والے شخص کو نہیں جانتے۔

لیکن ان چور خیالات نے بتا دیا کہ اس بستی میں جمیلہ نام کی ایک دلجوان اور خوبصورت بیوہ ہے۔ یعقوب اس سے شادی کرنے والا تھا پھر اچانک خطرہ محسوس کرتے ہی وہاں سے چلا گیا ہے۔

وہ دونوں جاسوس جمیلہ کے دروازے پر آگئے۔ ان میں سے ایک نے ہوائی فائر کرتے ہوئے کہا "جمیلہ! اپنے بچے کے ساتھ باہر آؤ۔ ورنہ ہم اس مکان کو بم سے اڑا دیں گے۔"

اس بستی میں آنے کے بعد صرف وہ دو جاسوس بول رہے تھے باقی تمام مسلح سپاہی گونگے بنے ہوئے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ یعقوب ان سپاہیوں کے اندر پہنچ کر کسی طرح کی جوابی کارروائی کر سکے۔ جمیلہ دروازہ کھول کر اپنے بچے کے ساتھ باہر آگئی۔ یعقوب ان کے اندر رہ کر ان دشمنوں کو دیکھ رہا تھا۔ ان میں سے کسی کے اندر پہنچ نہیں سکتا تھا لیکن ضرورت کے وقت اس بستی میں چھپے ہوئے دو ساتھیوں کے ذریعے جوابی کارروائی کر سکتا تھا۔

جمیلہ نے باہر آکر پوچھا "ہم سے کیا چاہتے ہو؟ ہم نے یہاں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں چھپایا ہے۔"

ایک نے کہا "ہم سے جھوٹ نہ بولو۔ ابھی تمہاری شادی اس سے ہونے والی تھی۔ وہ اپنی سلامتی کے لیے تمہیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔"

وہ بولی "تمہارے مخبروں نے تمہیں غلط رپورٹ دی ہے۔ میں بیوہ ہوں۔ اس بچے کی ماں ہوں۔ میں کسی سے شادی نہیں کر رہی تھی۔" دوسرے جاسوس نے ہنستے ہوئے کہا "ہم تمہارے اندر کی باتیں جانتے ہیں۔ وہ جانے سے پہلے تمہارے پاس کمرے میں آیا تھا۔ تمہیں آغوش میں لے کر چومنے والا تھا لیکن اس کے دوست اسے فوراً ہی یہاں سے لے گئے تھے۔ اس نے جاتے ہوئے تم سے کہا تھا کہ وہ حسن و شباب کے موجیں مارتے ہوئے سمندر سے پیاسا جا رہا ہے۔ وہ اس کا ایک ایک لفظ بتا رہا تھا۔ یقین کر لو کہ تمہارے یار کی طرح ہم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

وہ پریشان ہو گئی۔ سمجھ گئی کہ وہ اس کے اندر گھس کر حقیقت معلوم کر رہے ہیں۔ وہ بولی "ہاں! وہ ایک سچا اور دلیر مسلمان ہے۔ ہماری قوم کا بہت بڑا سرمایہ ہے۔ تم اس کہ رائے تک کبھی پہنچ سکو گے اور نہ ہی اسے کوئی نقصان پہنچا سکو گے۔"

ایک نے کہا "تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ تمہیں بہت چاہتا ہے۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ تمہارا یار، تمہارا عاشق تمہیں موت کے گھاٹ اترتے دیکھ سکے گا یا نہیں۔ وہ تمہاری قوم کی حفاظت کے لیے یہاں آیا ہے۔ کیا وہ تمہاری موت گوارا کرے گا؟"

دوسرے نے کہا "وہ اس وقت تمہارے اندر رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔ ہم اس سے کہتے ہیں کہ ہم سے گفتگو کرے۔"

ایک نے کہا "یعقوب! ہم تمہاری ہونے والی دلہن اور اس بچے کو مار ڈالیں گے۔ انہیں زندہ سلامت دیکھنا چاہتے ہو تو چوہے کے بل سے باہر آجاؤ؟"

یعقوب نے وہاں کھڑے ہوئے ایک مسلمان شخص کی زبان سے کہا "میں اس کی زبان سے یعقوب بول رہا ہوں۔ تم ایک کمزور عورت اور ایک معصوم بچے کو گولی مار کر کون سا نیا کام کرو گے؟ تم لوگ آئے دن بے گناہ مسلمان عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر ظلم و ستم ڈھاتے رہتے ہو۔ انہیں ہلاک کرتے رہتے ہو۔ ابھی صرف ایک عورت اور ایک بچے کو ہلاک کرنے کی دھمکی نہ دو۔"

"یہ دھمکی نہیں ہے اور یہ کوئی عام عورت نہیں ہے۔ تمہاری محبوبہ ہے، تمہاری ہونے والی دلہن ہے۔ کیا ایک دلہن کی موت چاہو گے؟ ایسی دلہن جس کے اندر بچے کے لیے ممتا بھی ہے۔ کیا ایک ماں اپنے بچے کو تڑپ تڑپ کر دم توڑتے ہوئے دیکھ سکے گی؟"

جمیلہ نے اپنے لباس کے اندر سے ایک بھرا ہوا ریوالور نکال لیا پھر للکارتے ہوئے کہا "میرے بچے کو کچھ ہوا گا تو تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

ایک نے ہنستے ہوئے کہا "ہم تمہارے چور خیالات سے پہلے ہی معلوم کر چکے تھے کہ تم نے اپنے لباس میں ریوالور چھپا کر رکھا ہے۔ تمہارا ریوالور تمہیں ہی مارے گا۔ ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

تمام مسلح سپاہیوں نے ان ماں بیٹے کو گن پوائنٹ پر رکھ لیا تھا۔ یعقوب نے کہا "تم لوگوں نے اگر ایک بھی گولی چلائی تو بہت بڑی غلطی کرو گے۔ میں تمہارے اعلیٰ عہدیداروں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا گولی چلانے سے پہلے اپنے بڑوں سے پوچھو کیا وہ مرنا چاہتے ہیں؟"

ایک نے کہا "تمہاری تنظیم کے بھی بڑے بڑے لیڈر مارے جائیں گے۔ تم تنہا کتنوں کو مارو گے؟ ہمارے پاس تو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔ ہم تمہیں اچھی بات سمجھاتے ہیں۔ اگر یہاں آکر گرفتاری پیش کر دو گے تو تمہیں گولی نہیں ماری جائے گی۔"

دوسرے نے کہا "میڈم الپا نے کہا ہے تمہارے دماغ

سے دشمنوں کے تنویمی عمل کو مٹادیا جائے گا تو تم پہلے کی طرح یہودی بن جاؤ گے پھر تمہیں یقین آئے گا کہ ہم تمہارے یہودی دوست ہیں۔ دشمن نہیں ہیں۔"

یعقوب نے کہا "میں یہاں فلسطین کی آزادی کے لیے لڑنے آیا ہوں۔ آخر سانس تک لڑتا رہوں گا۔ تمہیں نیک مشورہ دیتا ہوں۔ مجھے اپنے دماغوں میں آنے دو۔ میں تمہیں بھی غیرت مند مسلمان بنادوں گا۔"

"تم فضول باتیں کررہے ہو اور ہمارا وقت ضائع کررہے ہو ہم تین تک گن رہے ہیں۔ تین کے بعد پہلے اس بچے کو گولی ماریں گے۔"

ان سب کی بندوقیں اس بچے کی طرف تھیں۔ جمیلہ نے چیخ کر کہا "یعقوب! میں سمجھ رہی ہوں کہ تم میری محبت اور میری ممتا کو دیکھتے ہوئے دشمنوں سے کوئی سمجھوتا کروگے۔ ان کے تین تک گننے سے پہلے ان کے بٹوں سے ایک بار پوچھ لو کہ یہ ہمیں امن و امان سے زندہ سلامت رہنے دیں گے یا نہیں۔ اگر یہ ہمیں نقصان پہنچائے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے تو انہیں بھی ضرور نقصان پہنچے گا۔"

یعقوب نے کہا "جمیلہ ٹھیک کہتی ہے۔ مجھے تھوڑی سی مہلت دو۔ میں الپا اور بن بورین سے باتیں کروں گا۔"

ایک نے کہا "ہم ابھی میڈم الپا سے پوچھتے ہیں۔ وہ اگر تم سے کوئی بات کرنے کے لیے راضی ہوں گی تو ٹھیک ہے۔ ورنہ ہم وہی کریں گے جو وہ ہم سے کہیں گی۔"

انہوں نے الپا کو مخاطب کیا پھر وہاں کے حالات بتائے۔ الپا نے ان کے دماغ میں آکر جمیلہ کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "یعقوب! میں اس کی زبان سے الپا بول رہی ہوں۔ تمہیں سمجھا رہی ہوں۔ یاد کرو۔ تم ہماری آرمی کے ایک اعلیٰ اور معزز افسر تھے۔ آج بھی تمہیں اس سے زیادہ عزت مل سکتی ہے۔ تمہاری ترقی ہوسکتی ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں تمہیں ٹیلی پیتھی کے شعبے کا انچارج بنایا جائے گا۔ اس عورت اور بچے کو بھی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ واپس آجاؤ۔"

"میری واپسی کی بات نہ کرو۔ صرف ہماری اور اپنے اہم افراد کی سلامتی کی بات کرو۔ ہمیں سلامت رہنا چاہیے یا ایک دوسرے کی موت بن جانا چاہیے؟ دانشمندی سے فیصلہ کرو۔"

"تم مجھے کیا دانشمندی سکھارہے ہو۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ابھی دودھ پیتے بچے ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے تمام آرمی کیمپ کے گولہ بارود اور اسلحہ کے ذخیروں کو محفوظ کردیا ہے۔ ایسی جگہ یوگا جاننے والے فوجی جوانوں کا پہرا لگا رہتا ہے۔ تم ہماری آرمی کو نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ سول انتظامیہ کے عہدیداروں کو نقصان پہنچاؤ گے تو یہ کوئی بہت بڑا نقصان نہیں ہوگا۔ میں جواباً تمہاری تنظیم کے لیڈروں کو موت کے گھاٹ اتارتی رہوں گی، یہ تین تک گن رہے ہیں۔ گنتی پوری ہونے سے پہلے واپس آنے کے لیے راضی ہوجاؤ۔"

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جاسوس الپا کے حکم سے گننے لگا جمیلہ چیخ کر بولی "تم ہمیں کیا مارو گے ہم خود ہی جان دے دیں گے لیکن اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ تم اپنے ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ماتم کرو۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو گولی ماری۔ دوسری طرف سے تڑاتڑ فائرنگ ہونے لگی۔ بچے کے حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔ اس نے زمین پر گرتے ہی دم توڑ دیا۔ جمیلہ گولیوں سے چھلنی ہورہی تھی مگر بڑی جی دار تھی۔ مرنے سے پہلے اس نے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی گولی ماردی پھر اس نے دم توڑتے ہوئے کہا۔ "یعقوب! میں نے صرف اپنی محبت میں جان نہیں دی ہے۔ تم فلسطینی مسلمانوں کا بہت بڑا سرمایہ ہو۔ خدا تمہیں ہمیشہ سلامت رکھے۔ تم سلامت رہوگے تو کوئی ماں اپنے بچے کے ساتھ بے موت نہیں مرے گی۔"

وہ کہتے کہتے چپ ہوگئی۔ ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی۔

یعقوب ایک خفیہ اڈے میں اپنے ساتھیوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا سر جھک گیا اس نے دل ہی دل میں کہا "جمیلہ تمہاری محبت جو میرے لیے تھی اور تمہاری ممتا جو بچے کے لیے تھی اور تمہارا حوصلہ جو فلسطینی مسلمانوں کے لیے تھا میں ان سب کی قسم کھاکر کہتا ہوں۔ تمہاری موت ان یہودیوں کو بہت مہنگی پڑے گی۔"

○☆○

ماسکو میں جو کچھ ہوا وہ تیج پال اور اس کے ساتھیوں کے لیے غیر متوقع تھا۔ انہوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے روس کے تمام اکابرین کو فوج اور انٹیلی جنس کے تمام افسران کو اپنا معمول بنایا تھا۔ اس ملک کو اور ماسکو شہر کو اپنے لیے فولادی قلعہ بنادیا تھا۔ بدنصیبی یا کوئی مصیبت کہیں سے بھی ان کی طرف نہیں آسکتی تھی۔ وہ وہاں ہر طرح سے محفوظ تھے۔

لیکن ہر طرح سے محفوظ رہنے والی خوش فہمی اچانک ہی ختم ہوگئی تھی۔ ان کا ٹیلی پیتھی جاننے والا پرانا اور اہم ساتھی مانک مورو مارا گیا تھا اسی ٹیم میں رہنے والی مونو ریٹا

کو گولی ماردی تھی۔

تیج پال اور اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی یہ تصور نہیں کرسکتے تھے کہ ان کے درمیان پارس چھپا ہوا ہے اور اس نے موت کا یہ کھیل شروع کیا ہے۔ اس نے حکمت عملی سے مانک مورو کو ختم کیا تھا۔ مونو ریٹا کی بے وقوفی اور غصے سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اس کا شوہر، سول پسندی اور تیج پال وغیرہ سب ہی جانتے تھے کہ وہ عورت ذات کو بے عزتی پسند نہیں کرتی ہے۔ پارس نے اس کی زبان سے کہلوایا تھا کہ تیج پال اسے اپنی بیوی نہیں بنائے گا۔ اسے تماشہ سمجھے گا یا کوئی بھی اس کی عزت سے کھیلنا چاہے گا۔ اسے گولی ماردے گی۔

اس نے مانک مورو کو گولی مارنے کی دھمکی دی تھی۔ پھر کرونا اپنی مکاری سے تیج پال کو پھانس رہی تھی مگر اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت اسے پارس یاد آتا تھا۔ اس نے تنہائی میں اسے برداشت کرلیا تھا اور یہ طے کرلیا تھا کہ وہی اس کی زندگی کا پہلا اور آخری مرد ہے۔

کوئی برا وقت آنے پر وہ اسے یاد کرتی تھی۔ سوچتی تھی کہ وہ پاگل اسے چھوڑ کر کہاں بھاگ گیا ہے؟ یقین سے کہتی تھی کہ وہ اس کے برے وقت میں کام آتا رہا ہے۔ آئندہ بھی کام آئے گا۔

اس نے خواب میں آکر کرونا سے کہا تھا کہ وہ اس کے کام آئے گا اور صبح ہونے سے پہلے اس کی مصیبت ٹل جائے گی۔ دوسری صبح تیج پال سے اس کی شادی نہیں ہوگی۔

دوسری صبح ہونے سے پہلے ہی اس نے بنگلے کے سامنے مانک مورو اور مونو ریٹا کی لاشیں دیکھی۔ حیران ہوکر سوچنے لگی کہ وہ پاگل خانے سے آنے والا اس کا شوہر نہ جانے کہاں گم ہوگیا ہے؟ مگر اب بھی جو کہتا ہے وہی کرتا ہے۔ اس نے کرونا کو اس مانک مورو سے نجات دلائی ہے۔ جس نے اسے ہراساں کیا تھا اور اسے اپنی معمول بنالیا تھا مانک مورو کے مرتے ہی وہ اس کے تنویمی عمل سے آزاد ہوگئی تھی۔

وہ اپنے بیڈ روم میں آکر بے چینی سے سوچنے لگی اب کیا کرنا چاہیے کہ تیج پال اور اس کا کوئی بھی ساتھی اسے نہ اپنی گرفت میں رکھ سکے اور نہ ہی اسے اپنی معمول بنا سکے۔

اس سے بچاؤ کا ایک ہی راستہ سجھائی دے رہا تھا کہ وہ اس بنگلے سے فرار ہوکر کہیں روپوش ہوجائے۔ دشمن اس کے دماغ میں آئیں گے تو وہ سائنس روک کر انہیں بھگاتی رہے گی۔ کسی خفیہ پناہ گاہ میں رہ وہاں کے اہم افراد کو اپنا معمول بناتی رہے گی۔

یوں بھی ان کا ایک اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا جوزف دہشکی اپنی لاعلمی میں اس کا معمول بنا ہوا تھا۔ وہ اس کے ذریعے دوسروں کو بھی ٹریپ کرسکتی تھی اور اسی طریقہ کار کے مطابق وہاں رہ کر ایک نمایاں مقام حاصل کرسکتی تھی۔

بنگلے کے باہر مانک مورد اور مونو ریٹا کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ تیج پال اس کے تمام ساتھی آرمی اور انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران وہاں پہنچ رہے تھے۔ وہ اپنے ساتھی کی موت کے سلسلے میں پریشان تھے اور عارضی طور پر کرونا کو بھولے ہوئے تھے۔ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاکر وہاں سے جاسکتی تھی مگر نہ جاسکی۔

پارس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بیڈ کے پاس آئی۔ پھر تھکے ہوئے انداز میں بیٹھ گئی۔ اسے جماہی آنے لگی۔ وہ بستر پر لیٹ کر سوچنے لگی یہ مجھے کیا ہورہا ہے؟ میں یہاں سے فرار ہونا چاہتی تھی لیکن بے اختیار یہاں آکر لیٹ گئی ہوں۔

وہ پریشان ہوکر سوچنے لگی۔ کیا تیج پال یا اس کا کوئی ساتھی میرے اندر آگیا ہے؟ میں اسے محسوس نہیں کررہی ہوں۔ مجھے مانک مورو کے تنویمی عمل سے نجات ملی تھی مگر پھر ان کے شکنجے میں آنے والی ہوں یہی سب سوچتے سوچتے اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ وہ گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔ تب اس نے خواب میں اپنے پاگل شوہر کو دیکھا۔

وہ پوچھ رہا تھا "تم یہاں سے کیوں بھاگنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "میں یہاں رہوں گی تو وہ مجھے قیدی بناکر رکھیں گے مانک مورو مرچکا ہے۔ آئندہ تیج پال مجھے اپنی معمول اور کنیز بنالے گا۔"

"جب تک میں ہوں تمہیں کوئی اپنے زیر اثر نہیں لاسکے گا۔"

"تم جھوٹے ہو، دھوکے باز ہو۔ مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے ہو۔ میں اپنے مزاج کے خلاف تمہاری بیوی بن گئی۔ تمہیں شرم آنی چاہیے تم مجھ سے منہ چھپائے پھر رہے ہو۔ تیج پال میرے بدن کو ہاتھ لگائے گا تو کیا تمہیں اچھا لگے گا؟ کیا تمہاری غیرت اسے گوارا کرے گی؟"

وہ بولا "میری غیرت کو نہ للکارو۔ ورنہ میں ابھی آکر تیج پال کے قدموں میں گر پڑوں گا۔ اس سے گزگڑا کر تمہاری عزت کی بھیک مانگوں گا۔"

وہ غصے سے بولی "کیا تم مرد ہو؟ کیا اس طرح دشمن کے قدموں میں گر کر میری عزت اور سلامتی کی بھیک مانگو گے تو

بھیک مل جائے گی؟"

میں اب تک تمہاری مصیبتوں میں کام آتا رہا ہوں۔ تمہاری مشکلیں آسان کرتا رہا ہوں۔ مجھے ٹیلی پیتھی نہیں آتی' دشمنوں سے لڑنا نہیں آتا۔ میں دشمن کے سامنے ہاتھ جوڑ کر رہائی دلا سکتا ہوں گا پھر تمہیں اپنے ساتھ افق کے اس پار چلا جاؤں گا۔ وہاں ہم بچے پیدا کرتے رہیں گے۔"

"تم بکواس کرکے میرا وقت ضائع کررہے ہو۔ دشمن یہاں آکر مجھے قیدی بنالیں گے۔ میں جارہی ہوں۔"

اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ جانا چاہتی تھی مگر بے اختیار بستر پر آکر لیٹ گئی تھی پھر اس کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ وہ یہ سب کچھ خواب میں دیکھ رہی تھی۔ جب کہ حقیقتاً ایسا ہورہا تھا۔

پارس نے اس پر ایک مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کیں کہ وہ یوگا کی ماہر ہے لیکن تیج پال اور اس کے ساتھیوں کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہے۔ وہ ان کی معمول ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

ایسے خیالات پڑھ کر تیج پال وغیرہ کو یقین ہوجائے گا کہ وہ اب تک ان کی معمول اور محکوم ہے۔ اس یقین کے بعد وہ اس پر دوبارہ تنویمی عمل نہیں کریں گے۔ وہ ان کے احکامات پر عمل کرتی رہے گی جو احکامات اس کے مزاج اور اس کے ارادوں کے خلاف ہوں گے ان پر عمل نہیں کرے گی۔ پارس کسی نہ کسی بہانے اسے ایسے احکامات کی تعمیل سے باز رکھے گا اور وہ آزاد رہ کر اپنے مرضی کے مطابق رفتہ رفتہ انہیں خود سے کمتر بناتی رہے گی۔

پارس نے اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ جب تیج پال مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی سیکھ رہا اور اس کے ساتھی مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کررہے تھے۔ تب وہ اس کے اندر موجود تھا اور اب ضرورت کے وقت اس کے اندر جاسکتا تھا۔

اس نے اس کے اندر آکر دیکھا۔ وہ اور اس کے ساتھی مائک مورو کی موت کے باعث صدمے سے نڈھال تھے۔ اسے مونو ریٹا نے گولی ماری تھی۔ بڑی رابرٹ اور جوزف وہسکی اسے گالیاں دے رہے تھے۔ تیج پال نے کہا "اپنے دل و دماغ کو قابو میں رکھو۔ مونو ریٹا کو گالیاں دینے سے ہمارا ساتھی واپس نہیں آئے گا۔ بیزون ہمارا ساتھی ہے۔ اس کے جذبات کا خیال کرو اور مونو ریٹا کو کچھ نہ کہو۔"

آرمی انٹیلی جنس کا اعلیٰ افسر کرونا کا باپ مسٹر جان تھا۔ اس نے تیج پال سے کہا "کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن نے مونو ریٹا کو اپنا آلہ کار بنا کر مائک مورو کو ہلاک کیا ہو۔"

تیج پال نے کہا "ہماری سب سے بڑی دشمن کرونا تھی۔ وہ ہماری معمول اور محکوم ہے۔ وہ اپنے عامل مائک مورو کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرسکتی تھی۔"

بیزون نے کہا "ہمارا اور کوئی دشمن اتنا طاقتور نہیں ہے کہ ہمارے بنائے ہوئے فولادی قلعے کو توڑ کر اندر آسکے۔ میری وائف مونو ریٹا اگرچہ اصول پسند تھی مگر ہمدرد مزاج تھی۔ اس نے ہم سب کے سامنے مائک مورو کو وارننگ دی تھی۔ اسے کہا تھا کہ اگر وہ کرونا کی عزت کو دو کوڑی کی بنائے گا تو وہ اسے گولی ماردے گی۔"

تیج پال نے تائید میں سر ہلا کر کہا "مائک مورو آدھی رات کے بعد اس بنگلے میں کرونا کے پاس گیا تھا۔ مونو ریٹا اس کی بدنیتی کو برداشت نہ کرسکی۔ اسے کرونا کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی گولی ماردی یہ ہمارا آپس کا جھگڑا تھا۔ ہمیں کسی باہر کے دشمن پر شبہ نہیں ہے۔"

پارس نے اتنی حکمت عملی سے مائک مورو کو ہلاک کرایا تھا کہ کوئی اسے بیرونی سازش نہیں سمجھ سکتا تھا۔ تیج پال خیال خوانی کے ذریعے کرونا سے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ پتا چلا وہ گہری نیند سورہی ہے۔ اس نے خوابیدہ دماغ سے پوچھا "تمہارے دروازے کے سامنے دو قتل ہوچکے ہیں۔ مونو ریٹا اور مائک مورو مارے جاچکے ہیں۔ کیا تم نے فائرنگ کی آواز نہیں سنی ہے؟ تم اتنی گہری نیند کیوں سورہی ہو؟"

پارس نے کرونا کی سوچ کے ذریعے کہا "آدھی رات کے بعد مائک مورو نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں گہری نیند سوتی رہوں۔ جب وہ یہاں آکر مجھے حکم دے گا تو میں اٹھ کر بیڈ روم کا دروازہ کھولوں گی اور اسے اندر بلا کر اس کا دل خوش کروں گی۔"

"مائک مورو اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ تمہیں فائرنگ کی آواز سے اٹھنا چاہیے تھا۔ کیا تم اب تک مائک مورو کے زیر اثر ہو؟"

"ہاں! جب تک مائک مورو یا تم میں سے کوئی تنویمی عمل کا توڑ نہیں کرے گا۔ میں اس کی معمول بن کر رہوں گی۔ تم میں سے کوئی مجھے بیدار ہونے کا حکم دے گا تو میں جاگ جاؤں گی۔"

"اب جاگ کر کیا کروگی؟ آرام سے نیند پوری کرو پھر جب جاہو بیدار ہوجاؤ۔ ہم مونو ریٹا اور مائک مورو کی تدفین کے سلسلے میں مصروف رہیں گے۔ ہم سب صدمے سے

نڈھال ہیں۔ آج خیال خوانی نہیں کریں گے۔"

وہ پارس کی مرضی کے مطابق بولی "میں تم سے اتنی محبت کروں گی کہ تمام صدمات بھول جاؤ گے۔ آج ہماری شادی ہے۔ شادی کے بعد ہم کہیں ہنی مون کے لیے جائیں گے۔"

"ہمارا بہت ہی عزیز دوست اور اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا مرچکا ہے۔ ان حالات میں شادی نہیں ہوسکے گی۔ ہمیں شادی یا کسی طرح کی بھی خوشی اچھی نہیں لگے گی۔"

وہ بولی "کوئی بات نہیں۔ آج ماتم کرو۔ کل ہم شادی کریں گے۔"

"نہیں کرونا! ہم کم از کم دس دنوں تک سوگ منائیں گے۔ اس کے بعد شادی کے بارے میں سوچیں گے۔ میں جارہا ہوں۔ تم سوتی رہو۔"

وہ چلا گیا۔ پارس نے اس کے اندر جاکر یقین کیا کہ واقعی ایک اہم دوست کی موت پر بہت غم زدہ ہے۔ اب اس کی تدفین کے سلسلے میں مصروف رہے گا۔ اس نے کرونا سے کہا "تم یہاں سے فرار ہوجاتیں تو تیج پال اور اس کے ساتھی تم پر شبہ کرتے۔ تمہارے فرار ہونے کی ایک ہی وجہ سمجھ میں آتی کہ تم نے ہی مائک مورو کو ہلاک کیا ہے۔ یہاں کی آرمی اور انٹیلی جنس والے بھی تمہیں تلاش کرتے رہتے۔ تمہیں سکون سے نہ رہنے دیتے اب تم سکون سے تیج پال اور اس کے ساتھیوں کے خلاف بہت کچھ کرسکو گی۔"

وہ بولی "تم بہت اچھے ہو۔ میں خوامخواہ تمہیں غصہ دکھا رہی تھی تم ہمیشہ میری مصیبتیں دور کرتے رہتے ہو مگر کہاں چلے گئے ہو؟"

"میں بتاؤں گا تو تم یقین نہیں کروگی۔ جب کہ پہلے بھی بتاچکا ہوں میں پہلے جنم میں سانپ تھا۔ ایک ہزار سال تک زندہ رہنے کے بعد انسانی روپ میں زندگی گزار رہا ہوں لیکن ایک ناگن میرے پیچھے پڑگئی ہے۔ مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ سانپوں کا ظالم سماج کہتا ہے۔ یہ شادی نہیں ہوسکتی۔ وہ ناگ ہے اور میں انسان ہوں۔ اس نے پھر مجھے جادو سے ناگ سانپ بنادیا ہے۔ میں مجبور ہوں۔ سانپ کے خول سے نکل نہیں پارہا ہوں۔ کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے اس ناگن سے نجات دلاسکتی ہو؟"

"یہ تم کس دنیا اور کس زمانے کی باتیں کررہے ہو۔ میں بھلا کسی ناگن کے دماغ میں کیسے پہنچ سکتی ہوں؟ وہ نہ بول سکتی ہے نہ الفاظ ادا کرسکتی ہے پھر میں اس کے اندر کیسے پہنچ سکوں گی؟"

"آہ میرے نصیب! ناگن نے کہا ہے۔ جب تک میں اس سے شادی نہیں کروں گا اور اسے ایک درجن بچے پیدا کرنے کا چانس نہیں دوں گا۔ تب تک وہ مجھے انسانی روپ میں نہیں آنے دے گی۔"

"مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ سائنسی ترقی کے اس دور میں ایسا ہوسکتا ہے۔ تم مجھے الو تو نہیں بنا رہے ہو؟"

"بنانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟ تم مجھے الو کہہ رہے ہو۔ کیا الو اتنا عقلمند ہوتا ہے کہ اسرائیل سے پرواز کرکے روس پہنچ جائے؟ تم دیکھ رہے ہو کہ میں کتنی کامیابی سے یہاں قدم جما رہی ہوں۔"

"تو پھر قدم جماتی رہو۔ مجھے کیوں یاد کرتی ہو؟"

"تم میری زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہو۔ پلیز مجھے بتاؤ کہاں ہو..... اور کب ملوگے؟"

"ملوں گا۔ ضرور ملوں گا مگر ایک درجن سنپولیے پیدا کرنے کے بعد۔"

یہ کہہ کر وہ اس کے خواب کی اسکرین سے غائب ہوگیا۔ تیج پال لاعلمی میں نقصان اٹھا رہا تھا۔ کرونا اور پارس نے بہت پہلے جوزف وہسکی کو اپنا معمول بنایا تھا۔ وہ اب بھی ان کے زیر اثر تھا۔ مائک مورو مارا جاچکا تھا اور خود تیج پال محفوظ نہیں تھا۔ پارس کسی وقت بھی اس کے اندر جاکر اس کا تختہ الٹ سکتا تھا لیکن اس کی ضرورت نہیں تھی۔ وہاں تیج پال اقتدار میں رہتا یا کرونا اس پر غالب آتی تو پارس کسی کے بھی دماغ میں رہ کر ان کے منصوبوں کو سمجھتا رہتا۔ ایک طرح سے وہ خود وہاں کا حاکم رہتا۔

بابا صاحب کے ادارے کی یہ پالیسی تھی کہ ٹرانسفارمر مشین کو عام کیا جائے لیکن ہر ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر اپنی مضبوط گرفت رکھی جائے۔ وہ جب تک ہمیں نقصان پہنچانے کے منصوبے نہ بنائیں۔ اس وقت تک ہم ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ خاموشی سے ان کے دماغوں میں جاتے آتے رہیں۔ ان کی سازشوں اور ان کے ناپاک عزائم سے باخبر رہا کریں۔ اسی لیے پارس وہاں کے سب سے بڑے اور اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے تیج پال کے اندر پہنچ کر بھی اس پر اپنی برتری نہیں جتا رہا تھا۔ خاموشی سے وہاں ہونے والے تماشے دیکھتا رہتا تھا۔

تیج پال اس حقیقت سے بھی بے خبر تھا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا نمبرون ان کی ٹیم میں گھس رہا ہے۔ جب بڑی رابرٹ کی دماغی کمزوری دور ہوگئی تھی اور تنویمی عمل

کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا جارہا تھا تو اس وقت نمبر ون بڈی کے اندر موجود تھا۔ اب وہ بڈی کے اندر خاموش رہتا تھا اور ان کے حالات سے واقف ہوتا رہتا تھا۔

پارس بھی نمبرون کی موجودگی سے بے خبر تھا۔ دوسری طرف نمبرون بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ پارس کرونا کا محافظ اور مددگار ہے۔ اسے بڈی کے ذریعے اتنا ہی معلوم تھا کہ کرونا اسرائیل سے فرار ہوکر آئی تھی اور تیج پال وغیرہ نے اسے اپنی معمول بنالیا تھا۔ پارس ہو' نمبرون ہو یا کرونا ہو۔ وہ دماغوں میں گھس کر رہنے کے باوجود ایک دوسرے کے بارے میں ادھوری معلومات رکھتے تھے۔

○☆○

مارلی کا قلعہ بہت ہی وسیع و عریض تھا۔ اس کے اندر سیکڑوں مسلح گارڈز' کنیزیں اور دوسرے خدمت گار رہتے تھے۔ جب میں پہلی بار مارلی کے ساتھ اس قلعے میں گیا تھا۔ تب ہی ہمارے تمام ماتحتوں نے وہاں کے ایک ایک فرد کو.... ہپناٹائز کرکے ان کے دماغوں کو لاک کردیا تھا۔

دوسری بار سونیا نے وہاں پہنچ کر دوبارہ وہاں کے تمام افراد کے دماغوں کو چیک کیا تھا اور اپنے ماتحتوں کے ذریعے ان کے دماغوں کو مقفل کرادیا تھا۔ وہ تمام افراد قلعے کے باہر کی دنیا سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے باہر ان کا کوئی دوست یا رشتہ دار نہیں تھا۔ اگر کوئی تھا تو انہوں نے اسے بھلا دیا تھا۔ پیٹھی جاننے والے مخالفوں کو اس قلعے کے اندر سرنگ بنانے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ وہاں کا کوئی فرد ان کی گرفت میں نہیں آپا رہا تھا۔

ویسے قلعے کے اندر رہنے والے ہمیشہ باہر کی دنیا سے کٹ کر نہیں رہ سکتے تھے۔ زندگی کی اہم ضروریات پوری کرنے کے لیے دنیا والوں سے تھوڑا بہت تعلق رکھنا ہی پڑتا ہے۔ انہیں کھانے کے لیے راشن' پہننے کے لیے کپڑا اور لڑنے کے لیے جدید اسلحے کی ضرورت ہوتی تھی۔ یہ سب کچھ حاصل کرنے کے لیے قلعے کی انتظامیہ کے اہم عہدیداروں کو باہر جانا پڑتا تھا۔

یہ اطمینان تھا تھا کہ باہر جانے والے افراد یوگا کے ماہر ہیں۔ کوئی ان کے اندر نہیں آسکے گا۔ اگر کوئی اتفاقاً زخمی ہوگا یا کسی حادثے کا شکار ہوگا تو یہ سمجھا جائے گا کہ دشمن اس کے اندر جگہ بنا رہے ہیں۔

انتظامیہ کے دو عہدیدار اور چھ مسلح گارڈ ہر پندرہ دن میں قلعے کے باہر آکر جزیرے کی مارکیٹ سے راشن اور دوسری ضروریات کا سامان خرید کرلے جاتے تھے۔ مسٹری مین' کوبرا اور بائرن ٹوڈ کے ساتھی اسی انتظار میں تھے کہ زندگی کی اہم ضرورتیں انہیں قلعے سے باہر لائیں گی۔ ان سب کے آلہ کار ان سے دور دور رہ کر ان میں سے کسی ایک کو ٹریپ کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ سبھی کو ٹریپ کرنے سے بھید کھل سکتا تھا۔ وہ کسی ایک کے اندر جگہ بناکر اس قلعے کے اندر جاسکتے تھے پھر رفتہ رفتہ دوسروں کو بھی اپنا معمول بناسکتے تھے۔

کوبرا کے ایک آلہ کار نے قلعے کے ایک مسلح گارڈ کو چاقو سے زخمی کیا۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ اسے زخمی کیوں کیا گیا ہے؟ کوبرا نے عجلت میں حماقت کی تھی۔ دوسرے مسلح گارڈ نے اس آلہ کار کو گولی ماردی لیکن کوبرا اس زخمی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ایک عہدیدار نے کہا "اس زخمی کو اسپتال پہنچاؤ۔ جب اس کے زخم بھر جائیں تو اسے دو ماہ کی تنخواہ دے کر اس کی چھٹی کردو۔ آئندہ یہ کبھی قلعے کے اندر قدم نہیں رکھے گا۔"

کوبرا اپنے مقصد میں ناکام رہا تھا۔ مسٹری مین نے ان نون کو اس علاقے سے ہٹاکر امریکا بھیج دیا تھا۔ اس کی جگہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت آگیا تھا۔ اس کا نام وارنر تھا۔ وارنر اور بائرن ٹوڈ وغیرہ ان دکانداروں کے اندر پہنچ جارہے تھے۔ جن سے قلعے کے عہدیدار سامان خرید رہے تھے۔ ان میں سے ایک عہدیدار واش روم میں گیا۔ وہاں وارنر نے اپنے ایک آلہ کار کے ذریعے اسے دبوچ لیا۔ دبوچنے والا پہلوان تھا۔ اس عہدیدار کے سانس رکنے لگے۔ وارنر نے اسے بہت ہی ہلکی سی دماغی تکلیف پہنچائی پھر اسے اپنے آلہ کار سے نجات دلائی۔ وہ اپنی گردن سہلاتے ہوئے گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ وارنر نے کہا "میں تمہیں زخمی نہیں کروں گا اور نہ ہی تمہارے اندر زلزلے پیدا کروں گا۔ بس اسی طرح ہلکی ہلکی سی تکلیف پہنچاؤں گا تمہارے دوسرے ساتھی تمہاری ذہنی پریشانی کو سمجھ نہیں پائیں گے۔"

اس عہدیدار نے اپنا سر تھام کر کہا "مجھے اس طرح تکلیف نہ پہنچاؤ۔" میں سانس نہیں روکوں گا۔ تم جو کہو گے وہ کروں گا۔"

وارنر نے کہا "میں تمہارے اندر موجود رہوں گا۔ تم ذرا بھی چالاکی دکھانے کی کوشش کروگے تو تمہیں عذاب میں مبتلا کردوں گا۔ چلو واش بیسن سے منہ ہاتھ دھوکر بالوں میں کنگھی کرو پھر فریش ہوکر اپنے ساتھیوں کے پاس جاؤ۔"

وہ وارنر کی ہدایت کے مطابق فریش ہوکر اپنے

ساتھیوں کے پاس آگیا۔ کسی کو اس کی اندرونی تبدیلیوں کا پتا نہیں چلا وہ سب شام تک خریداری کرتے رہے پھر بڑے ٹرک میں سامان لاد کر قلعے کے اندر چلے آئے۔

بائرن ٹوڈ اور اس کے ساتھیوں کو جیسے پکی پکائی کھیر مل گئی تھی۔ وہ بھی اس عہدیدار کو ٹریپ کرنے کے لیے واش روم میں جانا چاہتے تھے پھر پتا چلا کہ کوئی اور اسے اپنے شکنجے میں لے رہا ہے۔ وہ خاموشی سے اس کے اندر پہنچ کر تماشا دیکھنے لگے۔ اب انہیں کسی اور کو ٹریپ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ قلعے کے اندر پہنچنے کے لیے وہ ایک ہی کافی تھا۔

وارنر اس بات سے بے خبر تھا کہ کوئی اور بھی اس عہدیدار کے اندر پہنچ گیا ہے۔ بائرن ٹوڈ وغیرہ اندازہ لگا رہے تھے کہ کوبرا اور ان نون میں سے کوئی اس عہدیدار کے اندر پہنچا ہوا ہے اور ان میں سے کسی ایک نے مسلح گارڈ کو زخمی کرنے کی حماقت کی تھی۔

وہ سب ایک طویل انتظار کے بعد قلعے کے اندر پہنچ گئے تھے اور اب نہایت صبر و تحمل سے ٹھہر ٹھہر کر وہاں کے اہم افراد کو اپنا معمول بنانا چاہتے تھے۔ قلعے کے اندر چوبیس گھنٹوں میں تین بار خدمت گاروں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی تھیں۔ جو مسلح گارڈز اور دوسرے خدمت گار رات کو آرام کرنے کے لیے اپنے رہائشی کوارٹرز میں جاتے تھے۔ انہیں بڑی رازداری سے ٹریپ کیا جاسکتا تھا۔ وہ بہت سوچ سمجھ کر ایسے ہی طریقہ کار پر عمل کرنے لگے۔

پہلی بار میں اور سونیا بھی ان کی ایسی خفیہ کارروائیوں سے بے خبر رہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت اس قلعے کے اندر جس پر شبہ ہوتا تھا پھر اس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہوجاتے تھے۔ وارنر اور بائرن ٹوڈ رات کے پچھلے پہر جسے ٹریپ کرتے تھے۔ اس کے اندر تنویمی عمل کے ذریعے یہ بات نقش کردیتے تھے کہ ان کے دماغ میں کوئی دوسرا نہیں آتا ہے۔ وہ ہمیشہ کی طرح محفوظ ہیں اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرتے ہیں۔ اس بار دشمنوں کا طریقہ کار ایسا تھا کہ ہم میں سے کسی کو قلعے کے اندر ان کی موجودگی کا پتا نہ چل سکا۔

مسٹری مین کے ماتحت وارنر کو یہ خبر نہیں تھی کہ بائرن ٹوڈ وغیرہ اس کے آلہ کار کے ذریعے قلعے کے اندر پہنچ گئے ہیں اور بائرن ٹوڈ وغیرہ نے یہ معلوم کرنا ضروری نہیں سمجھا کہ ان کے علاوہ کوبرا یا ان نون میں سے کون وہاں موجود ہے؟ ان کی منزل مارلی تھی۔ وہ مارلی کے محل کے اندر پہنچنے کے لیے بہت ٹھہر ٹھہر کر سوچ سمجھ کر ایک ایک خدمت گار کو اپنا معمول بنا رہے تھے۔

وہ اس قلعے کے اندر تقریباً محل تک پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے دور ہی دور سے مارلی کو محل کے مختلف حصوں میں دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ بلی بھی نظر آتی تھی۔ انہیں اطمینان حاصل ہو رہا تھا کہ وہ منزل کے بالکل قریب پہنچ رہے ہیں۔

اب وہ دشمن کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہتے تھے۔ وہ کئی بار کامیابی کا فریب کھا چکے تھے۔ کئی بار مارلی کو قتل کرچکے تھے پھر بھی وہ زندہ تھی۔ اب وہ اسے حاصل کرکے اسے قتل کرکے پھر قلعے پر قبضہ کرکے یقین کرنا چاہتے تھے کہ اب کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

منزل کے اتنے قریب پہنچنے کے بعد میں انہیں کھٹک رہا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ میں مارلی سے دماغی رابطہ کرتا رہتا ہوں۔ ان کے لیے یہ ایک بہت بڑا مسئلہ تھا کہ وہ کس طرح مجھے مارلی کے دماغ میں آنے سے روک سکیں گے؟ فی الحال ایک ہی بات ان کی سمجھ میں آرہی تھی کہ جب وہ رات کو محل میں سو رہی ہو تو اس وقت میں اس کے دماغ میں نہیں ہوں گا اس وقت وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار سکیں گے۔

وہ مارلی کو مٹانے سے پہلے وہاں کے تمام اہم عہدیداروں اور مسلح گارڈز کے دماغوں پر قبضہ جمارہے تھے۔ انہوں نے اب سے پہلے اس قدر محتاط رہ کر کام نہیں کیا تھا۔ مجھ سے بار بار شکست کھانے کے بعد انہیں میرے حفاظتی انتظامات کا توڑ کرنا آگیا تھا۔

میں اور سونیا خیالی خوانی کے ذریعے قلعے میں رہنے ڈمی مارلی اور وہاں کے اہم عہدیداروں کے اندر کبھی کبھی جاتے تھے۔ ان کے خیالات ہمیں بتاتے رہتے تھے کہ وہ پہلے کی طرح محفوظ ہیں اور کوئی دشمن ان کے اندر نہیں آتا ہے۔ جب کہ وہ وارنر اور بائرن ٹوڈ وغیرہ کے محکوم بن چکے تھے۔

ہم نے دشمنوں کے منصوبے سے باخبر رہنے کے لیے مسٹری مین کے ماتحت ان نون اور کیری گرانٹ کے اندر جگہ بنائی تھی لیکن وہ دونوں ہانگ کانگ اور مارلی کے معاملات سے دور تھے۔ ہمیں یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ مسٹری مین اپنے تیسرے ماتحت وارنر سے کام لے رہا ہے اور کامیابی سے قلعے کے اندر قدم جماتا رہا ہے۔

ہم نے کوبرا کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ اس نے قلعے کی انتظامیہ کے عہدیداروں کے ساتھ باہر جانے والے ایک مسلح گارڈ کو زخمی کیا تھا لیکن کوئی کامیابی حاصل نہ

کرسکا۔ اس زخمی کو قلعے کی ملازمت سے سبکدوش کردیا تھا۔ اس طرح کو برا قلعے کے باہر ہی بھٹک رہا تھا۔

وارنر اور بائرن ٹوڈ کو اس قلعے میں پہنچنے کے بعد فوراً ہی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ وہ جس قدر احتیاط اور تاخیر سے کام لے رہے تھے اسی قدر کامیاب ہوتے جارہے تھے۔ وہ تقریباً چار ماہ تک وہاں کے ایک ایک دماغ میں سرنگ بناتے رہے۔ آخر میں مارلی کے محل کے اندر اس کے خاص باڈی گارڈز کے دماغوں میں بھی انہوں نے جگہ بنالی۔

سب سے آخری مرحلہ یہی تھا کہ وہ رات کے کسی حصے میں بیڈ روم کے اندر پہنچ کر مارلی کو گولی مار دیتے مگر اس سے پہلے آپس میں لڑنے کا مرحلہ آگیا تھا۔ وہاں اب تک وارنر جس مسلح گارڈ یا خدمت گار' کو اپنا معمول بنا تا تھا۔ وہاں تنویمی عمل کے دوران بائرن ٹوڈ وغیرہ پہنچ جاتے تھے اور جہاں بائرن ٹوڈ وغیرہ تنویمی عمل کرتے تھے۔ وہاں مسٹری مین اور وارنر پہنچ جایا کرتے تھے۔ انہوں نے دانشمندی سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ایسے وقت ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے اگر آپس میں دشمنی کریں گے تو کبھی مارلی تک نہیں پہنچ پائیں گے لیکن اب یہ فیصلہ کرنا ضروری ہوگیا تھا کہ مارلی کی ہلاکت کے بعد اس قلعے کا مالک و مختار کون ہوگا؟

بائرن ٹوڈ نے کہا "پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تم لوگ کون ہو؟ ہم بھی اپنے بارے میں تمہیں بتائیں گے۔"

مسٹری مین نے کہا "بتانے کی بات نہ کرو۔ بتادو دیر کیوں کررہے ہو؟"

"پہلے تم بتاؤ کون ہو؟ ہمارا اندازہ ہے کہ کوبرا نہیں ہو۔ ان نون ہو۔"

مسٹری مین نے کہا "نظر بد دور' بڑی دور کی نظر رکھتے ہو۔ تعارف کے بغیر پہچان گئے۔ ہاں' میں ان نون ہوں۔"

"مسٹران نون! تم تنہا نہیں ہو۔ تم نے قلعہ کے درجنوں افراد کو تنہا پٹا نائز نہیں کیا ہے۔ تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔"

"میرا ایک ساتھی ہے۔ تم صرف مجھ سے رابطہ رکھو۔ میرے ساتھی سے تعلق نہ رکھو۔ میں بھی تمہارے ساتھیوں کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "ہمیں اس قلعہ میں دوست بن کر رہنا ہے اس لیے ایک دوسرے سے کھل کر دوستی کرنا بہتر ہوگا۔ ایک دوسرے سے کچھ چھپانے والے دشمن ہوتے ہیں۔ ہماری دشمنی سے دوسرے دشمنوں کو قلعے میں گھسنے کا موقع مل جائے گا۔"

مسٹری مین نے کہا "تم باتیں بنا رہے ہو۔ اپنا نام نہیں بتا رہے ہو۔"

میرا نام بائرن ٹوڈ ہے میرے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مضبوط ٹیم ہے۔"

"تمہیں جاننا ہوں۔ تم بھی جان لو۔ میرے پاس بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک مضبوط ٹیم ہے۔ ان نون میرا ایک ماتحت ہے۔ میں یورپ اور امریکا میں انڈرورلڈ کے اسی فیصد گاڈ فادرز پر حکمرانی کرتا رہتا ہوں۔ ایک بار تم سے بھی کہا تھا کہ مجھ سے دوستی کرلو۔ میری ٹیم میں شامل ہوجاؤ ہم پوری دنیا پر حکومت کریں گے۔"

"اچھا تو تم مسٹری مین ہو؟ مجھے یاد ہے' تم نے مجھے آفر دی تھی۔ میں نے انکار کردیا تھا۔ میں اپنی ٹیم کے ساتھ تنہا اپنے علاقوں پر حکومت کرتا ہوں۔"

"قلعے اور جزیرے پر تنہا حکومت نہیں کرسکو گے۔ تقدیر تمہیں میرے قریب لے آئی ہے۔ اب دور نہیں بھاگ سکو گے۔"

"میں بھاگتا نہیں ہوں۔ بھگا دیتا ہوں۔ یاد رکھو' مجھ سے دوستی کرنے کے بعد دشمنی کبھی نہ کرنا۔ تمہیں اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔"

مسٹری مین نے ہنستے ہوئے کہا "تم دوستی کرنے سے پہلے دشمنوں کی طرح پلینج کررہے ہو۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ناقابل اعتبار ہوتے ہیں۔ اس لیے میں دوستی نہیں کروں گا۔ سمجھوتا کروں گا۔"

"میں بھی حالات سے مجبور ہوں۔ سمجھوتا کروں گا۔ سب سے پہلا سمجھوتا یہ ہوگا کہ تم قلعے کے انچارج اور سیکیورٹی افسران کو ٹرپ نہیں کرو گے۔ میں انہیں اپنا معمول بنا چکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نے بھی جتنے مسلح گارڈز اور انتظامیہ کے عہدے داروں کو اپنا معمول بنایا ہے۔ تم دھوکے سے انہیں پٹا نائز نہیں کرو گے۔ تم کیسی ہی چال چلو' مجھے دھوکے کا علم ہوجائے گا۔ میں یہاں چوبیس گھنٹے محتاط رہوں گا۔"

دشمن جب میدان میں اترتے ہیں تو جنگ شروع کریں یا نہ کریں' بزک ضرور مارتے ہیں۔ ایک دوسرے کو للکارتے ہیں۔ اپنے ناقابل شکست ہونے کا رعب اور دبدبہ قائم کرتے ہیں۔ وہ دونوں بھی ایک دوسرے پر اپنی دہشت طاری کرنا چاہتے تھے۔

انہوں نے قلعے کے تمام معمولوں کے دماغوں پر یہ حکم نقش کیا تھا کہ رات ایک بجے کے بعد وہ کسی بھی پرائی سوچ

کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیں گے۔ مجھے اور دیوتا کو بھی اپنے اندر نہیں آنے دیں گے۔ ہمارے تمام ماتحتوں نے انہیں پٹا نائز کیا تھا۔ وہ اس تنویمی عمل کے اثر سے نکل جائیں گے۔ صرف مسٹری مین' وارنر اور بائرن ٹوڈ کے غلام بن کر رہیں گے۔ وہ پورے قلعے کو ہم سے چھین لینے کے لیے ٹھوس تدابیر پر عمل کرچکے تھے۔

مارلی کے بیڈ روم کے قریب صرف اس کے قابل اعتماد خاص مسلح گارڈز اور خاص کنیزیں جاتی تھیں۔ ٹھیک ایک ہفتے ان خاص خدمت گاروں کے دماغ بھی مقفل ہوگئے۔ مسٹری مین اور بائرن ٹوڈ وغیرہ ان پر مسلط ہوگئے۔ وہ مسلح گارڈز اپنے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے آقاؤں کے زیر اثر مارلی کے بیڈ روم میں دندناتے ہوئے آگئے۔

وہ سو رہی تھی۔ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اپنے خاص گارڈز کو دیکھ کر بولی "تم؟ تم لوگ بغیر اجازت بیڈ روم میں آئے ہو۔ بات کیا ہے؟"

ایک نے کہا "تمہیں یہاں سے اوپر والے بیڈ روم میں پہنچانے آئے ہیں۔ وہاں آرام سے سوتی رہو گی۔"

"کیا بکواس ہے؟ کیا بول رہے ہو؟ کس لہجے میں بول رہے ہو؟"

دوسرے نے کہا "باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ اسے گولی مار دو۔ فرہاد کسی وقت بھی اس کے دماغ میں آسکتا ہے۔"

جو اس کی جان کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ انہیں جان کا دشمن بنا دیا گیا تھا۔ انہوں نے گن سیدھی کی۔ اس کا نشانہ لیا پھر تڑاتڑ گولیاں چلائیں۔ ایک نہیں' چھ گولیاں اس کے جسم میں اتر گئیں۔ اس کے حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔ جزیرے اور قلعے پر برسوں سے حکمرانی کرنے والی بڑی خاموشی سے مرگئی۔

وہ سب گم صم خاموش کھڑے رہ گئے۔ مسٹری مین اور بائرن ٹوڈ وغیرہ اپنے ان آلہ کاروں کے اندر رہتے ہوئے فرش پر پڑی ہوئی لاش کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں یقین نہیں آیا تھا کہ وہ مارلی ماری جاچکی گئی ہے' جو فرہاد علی تیمور کی پناہ میں محفوظ رہتی تھی۔ دشمن اسے بار بار ہلاک کرتے تھے' وہ پھر زندہ ہوجاتی تھی۔ کیا آئندہ پھر اطلاع ملے گی کہ وہ زندہ ہے اور اس کے دھوکے میں کسی ڈمی کو قتل کیا گیا ہے؟

بائرن ٹوڈ نے کہا "ہمیں یقین نہیں آرہا ہے۔ کیا یہ سچ مچ مارلی ہے؟ کیا ہم نے واقعی مارلی کو ہلاک کیا ہے؟"

مسٹری مین نے کہا "ہمیں ہر پہلو سے تصدیق کرنا چاہیے کہ یہ مارلی کی لاش ہے۔ اس کا لباس اتار کر پیدائشی نشان دیکھو۔"

ایک آلہ کار نے اس کے لباس کے ایک حصے کو پھاڑ دیا۔ وہاں ایک پیدائشی نشان تھا لیکن مارلی کے پیدائشی نشان کی کوئی تصویر نہیں تھی۔ ہانگ کانگ کے انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے اس کی تصویر اور انگلیوں کے نشانات مل سکتے تھے۔

مسٹری مین نے حکم دیا "اس لاش کے پیدائشی نشان کی تصویریں اتارو۔ تمام انگلیوں کے نشانات لو۔ ہم صبح ہوتے ہی فیکس کے ذریعے یہ نشانات وہاں کے سراغ رسانوں تک پہنچائیں گے پھر ان کے دماغوں میں رہ کر صحیح رپورٹ حاصل کریں گے۔"

ان کے احکامات کی تعمیل ہونے لگی۔ بائرن ٹوڈ نے کہا "ہم ابھی مارلی کی ہلاکت کو راز میں رکھیں گے۔ فرہاد کل صبح اس کی خیریت معلوم کرنے آئے گا تو اس کے مردہ دماغ میں اسے جگہ نہیں ملے گی۔"

"پھر وہ قلعے کے اہم افراد کے ذریعے مارلی کی ہلاکت کے بارے میں معلوم کرنا چاہے گا۔ ہمیں پھر ایک بار یقین کرنا اور مطمئن ہونا چاہیے کہ وہ قلعے کے کسی ایک فرد کے بھی دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا۔"

مسٹری مین' وارنر' ہاروے اور بیکر برائٹ میری آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر قلعے کے تمام افراد کے دماغوں میں جانے لگے۔ وہ سب میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روکنے لگے۔ انہوں نے دوسرے لب ولہجوں کو بھی آزمایا۔ وہاں ان کے سوا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں پہنچ سکتا تھا۔

ان کے دماغوں کے علاوہ قلعے میں داخل ہونے والے تمام دروازوں کو بھی مضبوطی سے لاک کیا گیا تھا۔ الیکٹرونک آلات کے ذریعے قلعے کے قریب آنے والوں کو اندر بے شمار ٹی وی اسکرین پر دیکھا جاسکتا تھا۔ کوئی بھی دروازے کے قریب پہنچتا تو خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی تھیں۔ اس کے باوجود اگر قریب آکر دروازوں کو ہاتھ لگاتا تو بجلی کے جھٹکوں سے مارا جاتا۔ اس قلعے کو مستقل طور سے بند کردیا گیا تھا۔ نہ کوئی اندر جاسکتا تھا' نہ اندر والے باہر آسکتے تھے۔

انہوں نے طے کیا تھا کہ صرف ہیلی کاپٹر کے ذریعے قلعے میں ضروریات زندگی کا سامان پہنچایا جائے گا۔ جب ہیلی کاپٹر قلعے کے اندر سے باہر جائے گا تو مسٹری مین اور بائرن ٹوڈ اس میں سوار ہو کر جانے والوں کے دماغوں میں مستقل رہیں

گے۔ جب وہ تمام ضروری سامان لے کر قلعے کے اندر آجائیں گے۔ تب وہ مطمئن ہوں گے کہ کوئی دشمن کسی طرح اندر آنے کے لیے سرنگ نہیں بنا رہا ہے۔

میں سونیا کے ساتھ ہانگ کانگ کے ایک ساحلی بنگلے میں تھا۔ وہاں ہماری رہائش کا مقصد یہ تھا کہ ہم وہاں کی زیر زمین دنیا کو ختم کردیں۔ کسی کو بھی گاڈ فادر بننے نہ دیں۔ جرائم کو پنپنے نہ دیں۔ ہم اپنی دنیا سے شیطانیت کو ختم نہیں کرسکتے مگر کم کرسکتے ہیں۔ ہماری اب تک کی جدوجہد کے نتیجے میں عارضی طور پر اسمگلنگ رک گئی تھی۔ جزیرہ لن تاؤ کے ساحل سے کسی بھی اسمگلر کا جہاز نہیں گزرتا تھا۔ یہ سب جانتے تھے کہ اس علاقے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے اقتدار کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ جب تک اسمگلروں اور دیگر بڑے مجرموں کی پشت پناہی کرنے اور انہیں تحفظ دینے کے لیے ان کے حمایتی ٹیلی پیتھی جاننے والے کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ تب تک وہ جزیرے کے قریب سمندر سے اپنا مال لے کر نہیں گزر سکیں گے۔

اور اب وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے کامیاب ہوگئے تھے، جو اس قلعے اور جزیرے پر حکمرانی کے خواب دیکھتے رہے تھے۔ اب وہ پہلے کی طرح زور و شور سے جرائم کا بازار گرم کرنے والے تھے۔ فی الحال انہوں نے پراسرار خاموشی اختیار کی تھی۔ پہلے وہ ہمارا اور ہانگ کانگ کے سرکاری اداروں کا ردِعمل دیکھنا چاہتے تھے۔

دوسرے دن انٹیلی جنس کے ڈی جی کو معلوم ہوا کہ قلعے سے مارلی کے انگلیوں کے نشانات فیکس کے ذریعے بھیجے گئے ہیں اور ان کا ایک ماہر ان نشانات کے سلسلے میں رپورٹ دینے والا ہے۔

ڈی جی نے اس ماہر سے پوچھا "یہ نشانات کس نے فیکس کیے ہیں؟ وہاں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہو رہی ہے؟"

"پتا نہیں، وہاں کے انچارج نے فون پر کہا تھا کہ وہ محتاط رہنے کے لیے ہر ہفتے میڈم مارلی کے نشانات چیک کرتا رہے گا کیونکہ دشمن آئے دن کسی نہ کسی مارلی کو ہلاک کرتے رہتے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی مارلی کی جگہ کسی ڈی کو لاسکتے ہیں۔"

ڈی جی نے پوچھا "ان انگلیوں کے نشانات کی موجودہ رپورٹ کیا ہے؟"

"سر! اصلی مارلی کے نشانات ہمارے ریکارڈ میں محفوظ تھے۔ ہم ان سے کسی بھی نئے نشانات کا موازنہ کرتے تھے۔ یہ حیرانی اور پریشانی کی بات ہے کہ مارلی کی انگلیوں کے اصل نشانات کا ریکارڈ گم ہوگیا ہے یا اس کی ریکارڈ فائل غائب کردی گئی ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟ ہمارے ریکارڈ روم سے وہ فائل کون چرا سکتا ہے؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دماغوں سے اہم راز چرا لیتے ہیں۔ فائل تو معمولی چیز ہے۔ جب تک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہمارے علاقے میں رہے گی، ہمارا کوئی راز محفوظ نہیں رہے گا۔"

"لیکن مارلی کی انگلیوں کے نشانات چرانے والے کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ یہ تو ان کی حماقت ہے۔ ہم آج ہی میڈم مارلی کی انگلیوں کے نشانات قلعے سے حاصل کرسکتے ہیں۔ وہ وہاں موجود ہے۔"

"سر! اسی کے نشانات تصدیق کے لیے یہاں بھیجے گئے ہیں۔ ہم اپنی فائل کے بغیر تصدیق نہیں کرسکیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے، مارلی کے دشمن اصل کو غائب کرکے ڈی مارلی کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے فائل چرائی گئی ہے تاکہ انگلیوں کے اصل نشانات سے تصدیق نہ کی جاسکے اور وہ ڈی کو اصل مارلی ثابت کرتے رہیں۔"

انہوں نے قلعے کے انچارج سے کہا "میڈم مارلی کی ریکارڈ فائل چرالی گئی ہے اگر آپ نے قلعے سے میڈم کی انگلیوں کے نشانات ہی بھیجے ہیں تو پھر یہی اصل نشانات ہیں۔ کیا آپ میڈم سے ہماری بات کرائیں گے؟"

"میں ابھی میڈم سے پوچھتا ہوں اگر وہ مصروف نہیں ہوں گی تو آپ سے ضرور گفتگو کریں گی۔ وہ بھی یہ سن کر تشویش میں مبتلا ہوں گی کہ ان کی ریکارڈ فائل گم کردی گئی ہے۔"

مسٹری مین اور بائرن ٹوڈ وغیرہ یہ باتیں سن رہے تھے۔ یہ سمجھ گئے تھے کہ میں نے مارلی کا ریکارڈ بہت پہلے ہی غائب کردیا ہے اور اس کا الزام اب ان پر آرہا ہے۔ ویسے انہیں ایسے الزامات کی پروا نہیں تھی وہ تو ڈنکے کی چوٹ پر فخریہ اعلان کرنا چاہتے تھے کہ انہوں نے مارلی کو ہلاک کرکے قلعے پر قبضہ جمالیا ہے لیکن مشکل یہ آن پڑی تھی کہ انہوں نے جسے ہلاک کیا تھا، اس کے بارے میں بھی اصل ہونے کی تصدیق نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے بہت پہلے ہی ان کی یقینی کامیابی کا راستہ بند کردیا تھا۔

بائرن ٹوڈ نے مسٹری مین سے کہا "ہمیں یہ یقین کرلینا چاہیے کہ قلعے میں مارلی تھی۔ اسے ہم نے ہلاک کردیا ہے۔"

مسٹری مین نے کہا "اگر ہم نے کسی ڈی کو ہلاک کیا ہے، تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم نے اس قلعے پر قبضہ جمالیا ہے۔ اصل مارلی زندہ ہوگی تو فرہاد کی پناہ میں باہر ہی رہے گی۔ اس قلعے کے اندر کبھی نہیں آسکے گی۔"

"پھر بھی ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ وہ فرہاد کی پناہ میں زندہ ہے یا نہیں؟ اگر زندہ ہے تو ہمیں محتاط رہنا ہوگا۔ وہ ہمیں قلعے کے اندر رہ کر نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

انہوں نے میرے پاس آکر کہا "پلیز آپ ہمارے آلہ کار کے اندر آئیں۔ شکریہ۔"

میں نے ان کے آلہ کار کے اندر جاکر پوچھا "کیا بات ہے؟ میری یاد کیسے آگئی؟"

"ہم پوچھنا چاہتے ہیں، کیا مارلی قلعے میں موجود ہے؟"

"مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟ خود اس سے رابطہ کرو۔ معلوم ہوجائے گا۔"

"ہمارا مشورہ ہے، تم اس سے رابطہ کرو۔ ہمیں اس کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے شاید تمہیں مل جائے۔"

میں نے سونیا سے کہا "قلعے میں رہنے والی ڈی مارلی سے رابطہ کرو۔ دشمنوں نے کوئی گڑبڑ کی ہے۔ ان کی باتوں سے اندازہ ہو رہا ہے۔"

میں نے قلعے کے انچارج اور سیکیورٹی افسر کے دماغوں میں جانا چاہا۔ انہوں نے سانس روک لیے۔ سونیا نے آکر کہا "ڈی مارلی ماری جاچکی ہے۔ میرے ماتحت قلعے کے اہم افراد کے دماغوں کو چیک کررہے ہیں۔"

میں نے کہا "انچارج اور سیکیورٹی افسر ہماری گرفت سے نکل چکے ہیں۔ میں نے اپنے ماتحتوں کو ہدایات دی ہے۔ وہ دوسرے افراد کو چیک کررہے ہیں۔"

میرے اور سونیا کے ماتحتوں نے آکر کہا "سوری! ہمیں کسی کے بھی دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے۔ جبکہ چند گھنٹے قبل تک ہم وہاں کے افراد کے اندر جاکر مطمئن ہوتے رہے تھے۔"

بات سمجھ میں آگئی۔ انہوں نے اس طویل عرصے میں بہت ٹھہر ٹھہر کر قلعے کے ایک ایک فرد کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ آخر میں ڈی مارلی کو قتل کرکے اپنی کامیابی ظاہر کررہے تھے۔ میں نے ان کے آلہ کار کے اندر آکر کہا "قلعے میں جو مارلی تھی، اس کا دماغ گم ہوگیا ہے۔ جیسے مرگئی ہے۔ بڑی شریر ہے۔ کبھی مرتی ہے کبھی جی اٹھتی ہے۔"

مسٹری مین نے کہا "تم اس بات کو مذاق میں ٹال رہے ہو۔ جزیرے میں ہمارے حملوں سے بچ کر قلعے میں جانے والی مارلی کو ہم نے جہنم میں پہنچا دیا ہے۔"

"اب سے پہلے بھی بہت لوگ اسے جہنم میں پہنچا چکے ہیں۔ وہ سب ہی کے ساتھ کبھی چھپنے کبھی ظاہر ہونے والی آنکھ مچولی کھیل رہی ہے۔ تم لوگ کب تک الّو بنتے رہو گے؟"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ زندہ ہے؟"

"اب تک کے تجربات یہی کہتے ہیں۔ مجھے اس کی گمشدگی سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے وہ پھر کسی دن تمہارے سینے پر مونگ دلنے آجائے گی۔"

"تم اس کے محافظ بنے ہوئے تھے یہ اچھی طرح سمجھ رہے ہو کہ وہ مرچکی ہے۔"

"اگر وہ مرچکی ہے تو میرے سمجھنے سے زندہ نہیں ہوجائے گی اور اگر زندہ ہے تو تمہیں شرم آنی چاہیے کہ وہ تمہارے ہاتھوں نہیں مر رہی ہے۔"

"تم باتیں بنا رہے ہو۔ صاف کیوں نہیں کہتے کہ وہ زندہ ہے یا مرچکی ہے۔"

"ذرا صبر کرو۔ وہ نیچے ہے یا اوپر پہنچی ہوئی ہے، جہاں بھی ہے، ہم میں سے کسی نہ کسی سے ضرور رابطہ کرے گی۔ جب تک چپ رہے گی، مردہ کہلائے گی، بولے گی تو کفن پھاڑ کے بولے گی۔"

سونیا نے کہا "تم خود کو ہم کہہ کر بول رہے ہو۔ یعنی کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے متحد ہوکر قلعے میں رہنے والی مارلی کو ہلاک کیا ہے۔ جب اس قلعے پر تم لوگوں کا قبضہ ہوچکا ہے تو پھر مارلی سے دہشت زدہ کیوں ہو؟ کیا یہ خوف ہے کہ وہ پھر آئے گی اور تم سب کو جوتے مار کروہاں سے نکال دے گی؟"

"میڈم! لیٹس بریک پلیز۔ ہم نے اس کی زندگی کو جوتے مار کر اسے اس دنیا سے نکال دیا ہے۔"

"تم سب ہمیشہ ایسی ہی خوش فہمی میں مبتلا رہا کرتے ہو۔ ہمارا فرض ہے کہ تمہاری صحت کا خیال رکھیں اور تمہیں خوش رکھا کریں۔ خوش رہو دشمنو!"

ہم نے رابطہ ختم کردیا۔ میں نے کہا "سونیا! دشمنوں نے خوب کام دکھایا ہے۔ خوش فہمی میں تو ہم مبتلا رہے کہ وہ قلعے کے اندر کسی ایک فرد کے بھی اندر نہیں پہنچ سکیں گے اور وہ اس عرصے میں بڑی رازداری سے سرنگ بناتے رہے۔"

وہ بولی "انہوں نے وہ قلعہ اور جزیرہ ہم سے چھن لیا ہے۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم یہاں حکومت کرنے نہیں آئے ہیں۔ چین سے تعاون کرنے اور ان علاقوں میں انڈر ورلڈ کے جرائم کو کم کرنے آئے ہیں۔"

میں نے کہا "ہم نے انڈرورلڈ کے گاڈ فادر نانا کا کوڈو کو اس کے عبرت ناک انجام تک پہنچایا ہے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کامیابیوں کا فریب دے کر بری طرح ناکام بنایا ہے۔ انہوں نے ابھی ایک بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ آئندہ یہ کامیابی انہیں مہنگی پڑتی رہے گی۔"

آثار بتا رہے تھے کہ وہ آپس میں ہی لڑنے مرنے والے ہیں۔ ہمیں ان کے خلاف کوئی بڑی کارروائی نہیں کرنی پڑے گی۔

○☆○

اسکاٹ لینڈ یارڈ کے جاسوس اپنی نمایاں کارکردگی کے باعث تمام دنیا میں شہرت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ وہ بہت ہی ذہین اور معاملہ فہم ہوتے ہیں۔ اب ٹیلی پیتھی کا علم ان کی ذہانت کو چار چاند لگا رہا تھا۔ یہ علم سیکھنے کے بعد وہ چوروں، ڈاکوؤں، قاتلوں اور بدنام زمانہ مجرموں کی آوازیں سن کر یا ان کی تصویریں دیکھ کر ان کے اندر پہنچ رہے تھے اور ان کی زبان سے جرم قبول کرا رہے تھے۔

ان کے سیکرٹ ایجنٹس دوسرے ممالک میں جا کر وہاں کے اہم راز چرایا کرتے تھے۔ اب وہ اپنے ہی ملک میں بیٹھ کر دوسرے ممالک کے اکابرین اور فوج کے اعلیٰ افسروں کے اندر پہنچ کر ان کے نہایت اہم ملکی اور فوجی راز معلوم کر رہے تھے اگر کسی دشمن ملک میں جانا ہوتا تو بھیس بدل کر ائرپورٹ اور بندرگاہوں کے افسران کے دماغوں میں گھس کر وہاں کے حساس اداروں میں پہنچ جاتے تھے۔

وہ مانتے تھے کہ ٹیلی پیتھی ان کے لیے ایک رحمت ہے۔ انہیں پلک جھپکنے سے پہلے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ رحمت ان تک پورس اور شیوانی کے ذریعے پہنچی تھی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری جے کے تعاون سے انہوں نے ٹرانسفارمر مشین تیار کی تھی اور ان کے دماغوں سے یہ علم اپنے سراغ رسانوں کے اندر پہنچا رہے تھے۔ اتنے سارے احسانات کے باوجود انہوں نے شیوانی اور تھری جے کو اپنا قیدی بنا کر رکھا تھا۔ پورس، شیوانی کو رہائی دلا کر اپنے ساتھ لے گیا تھا اور تھری جے کو یقین دلایا تھا کہ انہیں پھر جلد ہی قید سے نکال لائے گا۔

انہوں نے تھری جے کے دماغوں کو دوبارہ تنویمی عمل کے ذریعے لاک کیا تھا اور ان تینوں جے کو اپنا غلام بنایا تھا۔ ایسے وقت پورس بھی ان کے دماغوں میں رہ کر لاک کیے جانے والے مخصوص لب ولہجوں کو ذہن نشین کر چکا تھا۔ وہاں کے کئی ایسے سراغ رساں تھے، جن کے اندر پورس وقت ضرورت جا سکتا تھا۔

اسکاٹ لینڈ کے اعلیٰ عہدے دار تھری جے کو غلام بنا کر مطمئن ہو گئے تھے۔ ان کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں یوگا کے ماہر تھے۔ انہیں یقین تھا کہ پورس یا دوسرا کوئی دشمن ان کے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ بڑے اطمینان سے منصوبے بنا رہے تھے اور ان پر عمل کر رہے تھے۔

ان کا سب سے اہم منصوبہ یہ تھا کہ وہ اپنے پڑوسی ملک فرانس میں ٹرانسفارمر مشین تیار نہ ہونے دیں۔ فرانس کے فوجی افسران نے مشین کی تیاری کو راز میں رکھا تھا لیکن وہ افسران یوگا کے ماہر نہیں تھے۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رسانوں نے ان کے اندر پہنچ کر معلوم کر لیا تھا کہ امریکا کا ایک باغی ٹیلی پیتھی جاننے والا وائرمین مشین کا نقشہ لے کر حکومت فرانس کی پناہ میں پہنچا ہوا ہے۔ وہ مشین کا ماہر مکینک بھی ہے۔ فرانس کے ماہر مکینک وائرمین کی رہنمائی میں وہ مشین تیار کر رہے ہیں۔

اگر وہ سراغ رساں ان افسران کے چور خیالات نہ پڑھتے، تب بھی وہ مشین راز میں نہ رہتی۔ وائرمین نے امریکا کی مخالفت میں ساری دنیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دس پراسرار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں مختصر سی معلومات فراہم کی تھیں۔ جواباً امریکی اکابرین نے کہا تھا کہ وائرمین مشین کا نقشہ چرا کر ان کے ملک سے فرار ہوا ہے اور فرانس میں مشین تیار کر رہا ہے۔

جم کاف کی ہلاکت کے بعد کئی بدنام زمانہ مجرم انڈرورلڈ کے گاڈ فادر بننے کی کوششیں کرتے رہے پھر مسٹری مین کے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے کیری گرانٹ سے مغلوب ہو گئے۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں کا دوسرا منصوبہ یہ تھا کہ وہ اپنے علاقوں سے انڈرورلڈ کی تمام سرگرمیوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ ایسے وقت انہیں پتا چلا کہ خاتمہ ممکن نہیں ہے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کیری گرانٹ انڈرورلڈ کے معاملات کو سنبھال رہا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ زیر زمین ہونے والے جرائم کو بالکل ہی ختم نہیں کر سکیں گے لیکن کیری گرانٹ کو وہاں ہمیشہ حاوی نہیں رہنے دیں گے۔

سونیا نے پورس کو کیری گرانٹ کے بارے میں بہت کچھ بتا کر اس کے دماغ میں پہنچا دیا تھا۔ جب اس نے خیال خوانی کی تو اس وقت کیری گرانٹ اپنی محبوبہ سے رومانی گفتگو کر رہا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ حسین محبوبہ کا نام انیتا ہے۔ آج اس سے پہلی ملاقات ہوئی ہے۔ وہ پہلے اپنی مردانہ [illegible] اور گفتگو سے اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہتا تھا۔ [illegible] کی صورت میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے اپنے زیر اثر [illegible] تھا۔ وہ اس کے حسن و شباب اور اس کی اداؤں پر بری [illegible] مر مٹا تھا۔

پورس نے انیتا کے خیالات پڑھے۔ وہ بہت مغرور [illegible] اسے اپنے حسن و شباب پر بڑا ناز تھا۔ وہ عام حسیناؤں [illegible] طرح بہت زیادہ دولت مند بننے کے لیے کسی امیر کبیر شخص [illegible] شادی کرنا چاہتی تھی۔ کیری گرانٹ نے اس کے یہ [illegible] پڑھے تھے۔ اس لیے بڑے تکبر سے کہہ رہا تھا "میں [illegible] دولت مند ہوں کہ تمہارے لیے ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹرز [illegible] سکتا ہوں۔"

انیتا نے پورس کی مرضی کے مطابق کہا "میں دو بیڈ روم [illegible] ایک ڈرائنگ روم والے اپارٹمنٹ میں رہتی ہوں۔ [illegible] جہاز اور ہیلی کاپٹرز کہاں رکھوں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیا عقل سے پیدل ہو؟ اتنا نہیں [illegible] کہ جو اتنی مہنگی چیزیں خرید سکتا ہے، کیا وہ تمہارے [illegible] ایک محل نہیں خرید سکے گا۔ پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے [illegible] دے اور ہیلی پیڈ پر تمہارے جہاز اور ہیلی کاپٹرز کھڑے [illegible] گے۔"

"کیوں اتنی ڈینگیں مار رہے ہو؟ صورت سے تماش کے [illegible] دکھائی دے رہے ہو۔ اس وقت تمہاری جیب میں پانچ [illegible] پونڈز بھی نہیں ہوں گے۔"

وہ مسکرا کر بولا "میں اپنی جیب میں رقم نہیں رکھتا۔ [illegible] بھی ضرورت ہوتی ہے، میری جیب میں رقم پہنچ جاتی [illegible] بولو ابھی کتنی رقم چاہتی ہو؟"

"فی الحال پانچ ہزار پونڈز دکھا دو پھر میں تمہیں جھوٹا بے [illegible] نہیں سمجھوں گی۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پورس اس کے ساتھ [illegible] کے ماتحت کے اندر پہنچ گیا وہ یوگا کا ماہر تھا۔ صرف اپنے [illegible] کیری گرانٹ کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ [illegible] نے بھی اسی کا مخصوص لب ولہجہ اختیار کیا تھا۔ وہ [illegible] ماتحت سے بولا "تم میرے قریب اسی گارڈن میں ہو۔ [illegible] پاس کتنی رقم ہے؟"

"تقریباً ساڑھے سات ہزار پونڈز ہیں۔"

"پانچ منٹ کے اندر یہاں آ کر مجھے رقم دو پھر کہے سنے [illegible] چلے جاؤ۔"

وہ ماتحت گارڈن میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ حکم کی تعمیل [illegible] لیے اٹھ کر جانے لگا۔ کیری گرانٹ دماغی طور پر حاضر ہو کر انیتا سے بولا "ابھی دو منٹ میں تمہاری مطلوبہ رقم میرے ہاتھوں میں آئے گی۔"

وہ حیرانی سے بولی "تعجب ہے۔ تم کہیں نہیں گئے۔ کسی سے رابطہ نہیں کیا۔ تمہارے پاس موبائل فون نہیں ہے پھر یہاں بیٹھے بیٹھے اتنی رقم کیسے آ جائے گی۔"

وہ فخر سے بولا "یہی تو میرا کمال ہے۔ رقم آ جائے تو حساب ضرور لگانا کہ ایک منٹ میں پانچ ہزار پونڈز حاصل کر سکتا ہوں تو تمہارے لیے چوبیس گھنٹوں میں کتنی دولت حاصل کروں گا۔ تم حساب کرتے کرتے تھک جاؤ گی۔"

وہ ماتحت آتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ کیری گرانٹ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے قریب آنے پر بولا "مجھے صرف پانچ ہزار روپے اور یہاں سے جاؤ۔"

ماتحت کے تیور بدل گئے۔ وہ غرا کر بولا "پانچ ہزار؟ تم نے کبھی پانچ ہزار دیکھے ہیں؟"

یہ کہتے ہی اس نے کیری گرانٹ کو زوردار تھپڑ مارا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ انیتا کے سامنے زبردست انسلٹ ہوئی تھی۔ وہ ماتحت کو جان سے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اس نے اس کے اندر پہنچ کر کہا "کتے! کمینے! میں ابھی تجھے دماغی مریض بنا دوں گا۔"

اس نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہا لیکن پورس ماتحت پر قبضہ جما چکا تھا۔ وہ غصہ سے بولا "گدھے کے بچے! میں اس ماتحت کے اندر مسٹری مین بول رہا ہوں۔ تم ایک حسینہ کو پھانسنے کے لیے اس کے سامنے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کر رہے ہو اور ابھی اس کے اندر زلزلہ پیدا کرتے تو یہ یہاں تکلیف سے تڑپتے ہوئے تماشا بن جاتا۔"

یہ کہتے ہی ماتحت نے اسے دوسرا تھپڑ مار کر کہا "یہ ہیں دو ہزار پونڈز۔"

اس نے تیسرا، پھر چوتھا اور پھر پانچواں تھپڑ مار کر کہا "پانچ ہزار پورے ہو گئے۔"

وہ پانچ کا حساب پورا کر کے وہاں سے پلٹ کر چلا گیا۔ انیتا ہنستے ہوئے بولی "ایک منٹ میں پانچ طمانچے تو چوبیس گھنٹوں میں کتنے طمانچے ہوں گے۔ میں تو حساب کرتے کرتے تھک جاؤں گی۔"

وہ ہنستے ہنستے بے حال ہو رہی تھی۔ کیری گرانٹ غصہ سے اس کی پٹائی کرنا چاہتا تھا۔ پورس نے اس کے اندر مسٹری مین کی حیثیت سے کہا "خبردار! اس پر ہاتھ اٹھاؤ گے تو یہ احتجاج کرتے ہوئے تمہیں تماشا بنا دے گی۔ عقل سے کام لو۔"

وہ بولا "باس! تم نے مجھے انڈر ورلڈ کا گارڈ فادر بنا کر شہرت کی بلندیوں پر پہنچادیا مگر اس حسینہ کے سامنے طمانچے لگوا کر میرا سر شرم سے جھکا دیا ہے۔"

"میں نے تمہاری حماقت کی سزا تمہیں دی ہے۔ آئندہ سرعام ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرو گے تو ہمیشہ کے لیے دماغی مریض بنادوں گا۔"

وہ سر جھکا کر وہاں سے جانے لگا۔ انیتا' پورس کی مرضی سے اس کے پیچھے چلتے ہوئے بولی "مجھے چھوڑ کر کہاں جارہے ہو۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

وہ بولا "مجھ پر ہنسنے اور میرا مذاق اڑانے کے لیے اور کچھ رہ گیا ہے؟"

"مجھے افسوس ہے۔ اب نہیں ہنسوں گی۔ بائی دا وے وہ کون بدتمیز تھا؟"

"میرا باپ تھا۔ اس لیے میں طمانچے کھا کر خاموش رہا۔ ورنہ میں بہترین فائٹر ہوں۔ کوئی دوسرا ہوتا تو اس کی لاش گرا دیتا۔"

"اچھا تو تم نے اپنے باپ سے پانچ ہزار پونڈز مانگے تھے؟ اسے نہ دینا تھے نہ دیتا اس طرح جوان بیٹے پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔"

وہ اس کے ساتھ کار میں آکر بیٹھ گئی۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا بولا "ٹھیک ہے میرے ساتھ چلو۔ میرا شاندار بنگلا دیکھو۔ وہاں میرے آئرن سیف میں لاکھوں پونڈز اور ڈالرز پڑے رہتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر تمہیں میری دولت مندی کا یقین آئے گا۔"

اس نے موبائل فون کے ذریعے ملازم سے کہا "میں اپنی ایک گیسٹ کے ساتھ آرہا ہوں۔ لنچ ٹائم ہے۔ کھانا گرم کرو۔ ہم ایک گھنٹے میں پہنچ رہے ہیں۔"

اس نے فون بند کردیا۔ انیتا نے پوچھا "تم کیا کرتے ہو؟ کیا بزنس مین ہو؟"

"ہاں۔ دنیا کے چند بڑے امپورٹرز اور ایکسپورٹرز میں سے ایک ہوں باہر کا مال اندر پہنچاتا ہوں اور اندر کا مال باہر نکال لاتا ہوں اور خوب کماتا ہوں۔"

"تم پھر ڈینگیں مار رہے ہو۔ کیا اپنی اوقات میں رہ کر نہیں بول سکتے؟"

"میری اوقات کیا ہے' یہ گھر چل کر دیکھو گی تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔"

"تمہاری باتوں اور حرکتوں سے اتنا یقین ہوگیا ہے کہ تم مجھے بہت چاہتے ہو۔ جھوٹ بول کر میرا دل جیتنے کی کوششیں کررہے ہو۔"

"جب میں جھوٹا ہوں۔ میرا یقین نہیں ہے تو میرے ساتھ کیوں آرہی ہو؟"

"لنچ ٹائم ہے۔ بھوک لگ رہی ہے۔ تمہارے گھر میں مال و دولت ہو یا نہ ہو کھانا ضرور ہوگا۔"

اس نے ایک شاندار بنگلے کے پورچ میں پہنچ کر کار روک دی۔ انیتا نے کہا۔

"واؤ! یہ تو بہت ہی عالی شان بنگلا ہے۔ بہت مزا آئے گا۔ میرے دماغ میں گھسنے کے لیے مجھے نقصان پہنچائے گا۔ جب وہ میرے گھر میں گھس سکتا ہے تو میرے دماغ کو آلہ کار بنا کر مجھے اپنا معمول اور محکوم بھی بنا سکتا ہے ہوں۔ یہ میرا اپنا ہے کاغذات دیکھو گی؟"

وہ دونوں بنگلے کے اندر آئے۔ کیری گرانٹ نے ملازم سے پوچھا کھانا تیار ہے؟"

"یس سر! میں ابھی میز پر لگاتا ہوں۔"

وہ انیتا کے ساتھ بیڈ روم میں آیا۔ وہ بولی "یہ بنگلا' یہ بیڈ روم' سیف کھول کر نوٹوں کی گڈیاں نکال کر انہیں ایک اسٹور روم میرے خوابوں کی طرح خوبصورت ہے۔ مجھے یقین دلاؤ تم میں رکھ چکا تھا پھر باہر سے چھوٹے بڑے پتھر لاکر تجوری کہ تمہارا ہے پھر میں تمہاری ہوجاؤں گی۔"

وہ ایک سیف کے پاس آکر اسے کھولتے ہوئے بولا "یہ مخصوص نمبروں کی ترتیب سے کھلتا ہے اور ان مخصوص نمبروں کو صرف میں ہی جانتا ہوں۔"

پھر اس نے انیتا کو دیکھ کر کہا "یہ سیف کھل چکا ہے آؤ اسے اپنے ہاتھوں سے کھول کر دیکھو۔ شاید تم نے اتنی دولت اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھی ہوگی۔"

وہ سیف کے پاس آئی پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے پٹ کو کھولا پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ بولا "میں تو نوٹوں کی گڈیاں اوپر سے نیچے تک رکھی ہوئی تھیں۔ لاکھوں ڈالرز اور پونڈز تھے۔ یہ پتھر کہاں سے آگئے؟"

"عقل پر پتھر پڑ جائیں تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ تمہیں سلاخوں کے پیچھے ہونا چاہیے تھا مگر تمہیں کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔"

وہ سنجیدگی سے پریشان ہوکر سوچنے لگا "میں صبح یہاں نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر گیا تھا۔ ان کی جگہ پتھر کیسے آگئے؟ کیا

ڈاکو کے وقت ڈاکو آئے تھے؟"

ڈاکو اتنی تکلیف نہ کرتے کہ تجوری خالی کرنے کے بعد چھوٹے بڑے پتھر لاکر وہاں بھر دیتے اور وہ جادو کو مانتا تھا۔ اس نے سوچا "کیا ایسا ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیا جاسکتا ہے؟ ہوسکتا ہے' کسی نے میرے ملازم کو آلہ کار بنا کر ایسا کیا ہو؟"

لیکن کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا براہ راست مجھ سے ٹکر کرے گا۔ میرے دماغ میں گھسنے کے لیے مجھے نقصان پہنچائے گا۔ جب وہ میرے گھر میں گھس سکتا ہے تو میرے دماغ کو آلہ کار بنا کر مجھے اپنا معمول اور محکوم بھی بنا سکتا ہے ایک تجوری کی ہی نہیں' پورے انڈر ورلڈ کی دولت حاصل کرسکتا ہے۔

وہ اپنا شبہ دور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ملازم کے خیالات سے۔ پورس نے ملازم کو یہ سوچنے نہیں دیا کہ وہ پندرہ منٹ میں اس سیف کو مخصوص نمبر کیری گرانٹ کے چور خیالات سے معلوم کیے تھے۔ ملازم نے اس مرضی سے کہا "میں صاحب کا فون اٹینڈ کرنے کے بعد کچن آؤں گا۔ اس نے انیتا کو دیکھ کر کہا "یہ سیف کھل چکا ہے چلا گیا تھا۔ اب تک وہاں مصروف رہا تھا۔ بنگلے کے کسی کمرے میں جانے کا وقت نہیں ملا۔"

اس بنگلے میں دوسرا ملازم نہیں تھا۔ کیری گرانٹ کو سمجھنے سے قاصر تھا کہ دن کے وقت ملازم کی موجودگی میں کسی نے تجوری صاف کی ہے؟ اسے اچھی طرح یاد ہے کہ اس تجوری میں نوٹ بھرے ہوئے تھے؟

اس نے جھنجلا کر سوچا "مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ میں بھولا نہیں ہوں میری یادداشت کمزور نہیں ہے۔ میں ایک ذہین دماغ رکھتا ہوں۔ اسی لیے مجھے گاڈ فادر بنایا گیا ہے۔ یہ کسی کا معاملہ تشویشناک ہے۔ مجھے مسٹری مین کو اس معاملے سے آگاہ کرنا ہوگا۔"

وہ مسٹری مین سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ پورس نے اسے کرنے نہیں دیا۔ وہ سوچتا ہوا بیڈ پر آکر بیٹھ گیا۔ انیتا اسے خوشی سے دیکھ رہی تھی۔ ہمدردی سے بولی "آرام سے لیٹ جاؤ' تمہیں ڈاکٹر سے کنسلٹ کرنا چاہیے۔ کیا ڈاکٹر کو بلاؤں؟"

"نہیں۔ پلیز مجھے تنہا چھوڑ دو۔ ملازم نے میز پر کھانا لگایا ہوگا۔ جاکر کھاؤ پھر جس چیز کی ضرورت ہو' یہاں سے اٹھا کر لے جاؤ۔ افسوس میرے پاس نقد رقم نہیں رہی ہے۔"

اسے بھوک لگ رہی تھی۔ وہ کھانے کے لیے چلی گئی۔ پورس نے اسے بیڈ پر لٹایا۔ پھر خیال خوانی سے تھپک تھپک کر سلادیا۔ اس پر مختصر سا تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس نے کہا "تم بدستور مسٹری مین کے ماتحت رہو گے لیکن لاشعوری طور پر میرے معمول اور محکوم رہو گے۔ میرا لب و لہجہ سنتے ہی میرے احکامات کی تعمیل کرنے لگو گے۔"

وہ سحر زدہ ہوچکا تھا۔ اس نے کہا "میں لاشعوری طور پر تمہارا معمول اور محکوم بن کر رہوں گا۔"

پورس نے حکم دیا "جو کچھ میرے اور تمہارے درمیان ہوتا رہے گا' تم اسے مسٹری مین کی موجودگی میں بھول جایا کرو گے۔ تمہیں اس کی موجودگی میں یاد نہیں آئے گا کہ میرے بھی معمول بن کر رہتے ہو۔ انڈر اسٹینڈ؟"

"یس۔ ابھی جو کچھ ہو رہا ہے اور بعد میں جو کچھ ہوتا رہے گا۔ وہ ساری باتیں اور سارے واقعات مسٹری مین کی موجودگی میں بھول جایا کروں گا۔"

"شاباش! اب تنویمی نیند سوتے رہو۔"

پورس اسے چھوڑ کر انیتا کے پاس آیا۔ وہ پیٹ بھر کر کھا چکی تھی اور وہاں سے جانا چاہتی تھی۔ اس نے پورس کی مرضی سے جماہی لی۔ خیال پیدا ہوا کھانے کے بعد ذرا لیٹنا چاہیے۔ ذرا آرام کرنے کے بعد جانا چاہیے۔

وہ کیری گرانٹ کے پاس آکر بستر پر لیٹ گئی پارس نے اسے بھی سلادیا۔ ملازم کو غائب دماغ بنا کر تجوری سے پتھر نکلوا کر باہر پھینکے پھر اسٹور روم میں چھپائی ہوئی نوٹوں کی گڈیاں واپس ان کی جگہ پہنچادیں۔ اس کے بعد دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔

وہ پانچ ماہ پہلے شیوانی کے ساتھ اٹلی کے شہر روم میں تھا۔ وہاں دشمنوں نے شیوانی کو اغوا کیا تھا۔ پورس نے جوابی کارروائی کی تھی اور پائن ٹوڈ کے دو اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے سائنس اور آندرے کو موت کی نیند سلادیا تھا۔ اس کے بعد وہ شیوانی کو لے کر یورپ کے مختلف شہروں میں تفریح کرتا رہا تھا۔ شیوانی پورے دنوں سے تھی۔ لیڈی ڈاکٹر نے کہا تھا' وہ آج رات یا کل صبح تک بچے کو جنم دے گی۔ وہ خوش تھی۔ صحت مند تھی۔ الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ کے مطابق بچہ بھی صحت مند تھا۔ فکر کی بات نہیں تھی۔ زچگی نارمل ہونے والی تھی۔

قدرتی حالات موافق نہ ہوں تو زیادہ فکر نہیں ہوتی۔ ان حالات سے کسی نہ کسی طرح گزرنا ہی پڑتا ہے لیکن دنیاوی حالات سے گزرنے کے لیے ٹھوس تدابیر پر عمل کرنا لازمی ہوتا ہے۔ وہ اٹلی میں عارضی طور پر دشمنوں سے غافل ہوگئے تھے۔ اس لیے دشمنوں نے شیوانی کو اغوا کرنے کا موقع حاصل کرلیا تھا۔ اب وہ محتاط رہنے لگے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے کے چند ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے ان کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔

شیوانی کی زچگی قاہرہ کے ایک اسپتال میں ہونے والی تھی۔ وہ دریائے نیل کے ساحل پر ایک خوبصورت سے بنگلے میں رہ رہے تھے۔ شام کو شیوانی اسپتال میں داخل ہونے والی تھی۔ یہ توقع تھی کہ صبح تک ماں بن جائے گی۔ ابھی وہ اپنے بنگلے کے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ پورس کو دماغی طور پر حاضر ہوتے دیکھ کر بولی "اتنی دیر تک خیال خوانی نہ کیا کرو۔ میں تمہاری موجودگی میں بھی تنہائی محسوس کرنے لگتی ہوں۔"

وہ بولا "میں تقریباً نو ماہ سے تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں اسکاٹ لینڈیارڈ والوں کی قید سے رہائی دلانے کے بعد میں نے پھر کسی اہم معاملہ میں خود کو مصروف نہیں رکھا ہے۔ وہ بیچارے تھری جے اب تک وہاں قیدی بنے ہوئے ہیں۔ انہیں بھی جلد رہائی دلانے کے سلسلے میں تسلیاں دے رہا ہوں لیکن عملی طور پر کچھ نہیں کررہا ہوں۔"

"میں نے کچھ کرنے کے لیے منع نہیں کیا ہے مگر ایسی حالت میں مجھے زیادہ دیر تنہا نہ چھوڑا کرو۔ میرے دل میں عجیب عجیب سے خیالات آتے ہیں۔ گھبراہٹ سی ہونے لگتی ہے۔"

"تم بڑی دلیری سے عملی زندگی گزارتی آئی ہو۔ دشمن حالات کا مقابلہ کرتی رہی ہو۔ بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرتی رہی ہو۔ تعجب ہے' اندر کی گھبراہٹ پر قابو نہیں پارہی ہو۔ تم ضرور الٹی سیدھی باتیں سوچتی رہتی ہو۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی "مجھے ڈراؤنے خواب آتے ہیں۔ خواب دیکھنا یا نہ دیکھنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ کل رات میں نے دیکھا کہ تم سے دور ہوتی جارہی ہوں۔"

"تم وہمی ہوگئی ہو۔ تمہاری وہ مستقل مزاجی اور قوت ارادی کیا ہوئی؟ ایسے وقت قوت ارادی سے منفی خیالات کو ذہن سے نکالتی رہا کرو۔"

"آج رات میرے ساتھ اسپتال میں رہو گے نا؟"

"زچہ خانے میں شوہر کو جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ میں اسپتال کے ویٹنگ روم میں رہتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر موجود رہوں گا۔"

"مجھے یہی سوچ کر حوصلہ ملتا ہے کہ ایسے وقت تم میرے اندر موجود رہو گے۔"

"صرف اتنا ہی نہیں' میں تمہیں غائب دماغ بناتا رہوں گا۔ تمہیں پتا ہی نہیں چلے گا کہ کن تکالیف سے گزر رہی ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "بے شک یہ ٹیلی پیتھی واقعی بڑی مفید شے ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے خیال خوانی کرنے والا اور درد کی دوا کرنے والا جیون ساتھی ملا ہے۔"

"اب تمہیں مطمئن رہنا چاہیے۔ مجھے کچھ دیر خیال خوانی کرنے دو۔ انگلینڈ' اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ میں حالات بدل رہے ہیں۔ وہاں انڈر ورلڈ میں ایک پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والا مسٹری مین حکومت کررہا ہے۔ ممانے مجھے اس کے ماتحت کیری گرانٹ کے دماغ میں پہنچایا ہے۔ میں اس کے ذریعے مسٹری مین تک پہنچنے کی کوشش کروں گا اور اب وقت آگیا ہے کہ تھری جے کو قید سے رہائی دلا کر اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغرسانوں کے لیے مشکلات پیدا کی جائیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغرساں انڈر ورلڈ میں حکومت کرنے کے لیے مسٹری مین سے ٹکرا رہے ہیں۔ مجھے ان کے جھگڑوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

وہ پورس کے سینے پر سر رکھ کر بولی "تم میری وجہ سے کئی معاملات پر پوری توجہ نہیں دے رہے ہو۔ میں تمہیں خیال خوانی سے نہیں روکوں گی۔ تم جاؤ اور شام تک خیال خوانی کرتے رہو۔ شام کو ہمیں اسپتال جانا ہے۔"

اس نے شیوانی کو بیار سے الگ کیا۔ اسے بیڈ پر لٹایا پھر اس کے قریب لیٹ کر خیال خوانی کی پرواز کرنے لگا۔

انیتا لنچ کے بعد کیری گرانٹ کے پاس آکر سو گئی تھی۔ دو گھنٹے کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر اس نے ایک انگڑائی لیتے ہوئے ایک طرف دیکھا تو کھلے ہوئے سیف پر نظر پڑتے ہی چونک گئی۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ جس تجوری میں پتھر بھرے ہوئے تھے' وہاں نوٹوں کی گڈیاں اوپر سے نیچے تک دکھائی دے رہی تھیں۔

وہ بیڈ سے اچھلی اور دوڑتے ہوئے سیف کے پاس پہنچی۔ سیف میں ہاتھ ڈال کر بڑے نوٹوں کی ایک ایک گڈی اٹھا کر غور سے دیکھتے ہوئے یقین کرنے لگی کہ تمام نوٹ اصلی ہیں اور وہ نوٹ ہی ہیں۔ پتھر نہیں ہیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ تمام پتھر کرنسی نوٹ کیسے بن گئے ہیں؟

وہ پھر دوڑتے ہوئے بیڈ کے پاس آئی۔ کیری گرانٹ کو جھنجوڑتی ہوئی بولی "اے اٹھو! جو سوتا ہے' وہ کھوتا ہے مگر تم کھوتے نہیں ہو۔ تمہاری تقدیر چمک گئی ہے۔ پتھر سونا بن گیا ہے۔"

یوں جھنجوڑنے کے باعث وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ بیٹھتے ہی تجوری کی طرف نظر گئی۔ اسے حیرانی نہیں ہوئی۔ وہ بھول گیا تھا کہ پہلے تجوری میں پتھر بھرے ہوئے تھے۔ وہ بولا "او گاڈ! میں سونے سے پہلے سیف کو بند کرنا بھول گیا تھا۔ پتا نہیں کیسے بے وقت نیند آگئی تھی۔"

وہ بیڈ سے اتر کر سیف بند کرنے آیا۔ انیتا اس کے پیچھے آتے ہوئے بولی "تم سچ کہہ رہے تھے۔ میں تمہیں جھوٹا سمجھ رہی تھی۔ مجھے یہاں دولت نظر نہیں آئی۔ پتھر ہی پتھر دکھائی دے رہے تھے۔ مجھے ایک نوٹ دو۔ میں ہاتھ میں لے کر پھر یقین کرنا چاہتی ہوں۔ کبھی کبھی آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آتا۔"

اس نے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی اسے دے کر سیف کو بند کیا پھر کہا "اسے گنتی رہو اور دیکھتی رہو۔ یقین ہوجائے تو بیڈ پر چلی آنا۔"

وہ خوش ہو کر بیڈ کے پاس آئی۔ اس نے گڈی کو کھول کر اس کے تمام نوٹ بستر پر بکھیر دیے پھر ہنستے ہوئے نوٹوں کے بچھونے پر چاروں شانے چت ہوگئی۔

پورس تھری جے کے پاس پہنچ گیا۔ جے کانو' جے فلو اور جے سامو کو اسکاٹ لینڈ کے تین الگ الگ بنگلوں میں قید کیا گیا تھا۔ ان تین بنگلوں کے اندر اور باہر یوگا جاننے والے مسلح گارڈز دن رات پہرا دیتے رہتے تھے۔ ان تینوں پر تنویمی عمل کرکے انہیں معمول بنایا گیا تھا۔ وہ تینوں ان کے حکم کے بغیر ایک دوسرے کے دماغ میں نہیں جاسکتے تھے۔ وہ ہمیشہ سے آپس میں گہرے دوست رہے تھے۔ اب اتنے مجبور ہوگئے تھے کہ محبت سے ایک دوسرے کی خیریت معلوم نہیں کرسکتے تھے۔

پورس جے کانو کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا "میں کیا کروں؟ یہاں سے فرار ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ہمیں اس بری طرح شکنجے میں رکھا گیا ہے کہ ہم تینوں دوست ایک دوسرے سے خیال خوانی کے ذریعے بھی بات نہیں کرسکتے ہیں۔ اسکاٹ لینڈ کے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے عامل اور حاکم بن کر ہم پر حاوی رہتے ہیں ہم ان کے غلام بن کر رہ گئے ہیں۔"

پورس اس کے اندر سے کہہ کر تسلیاں دے سکتا تھا لیکن یہ سمجھتا تھا کہ اسکاٹ لینڈ کا کوئی نہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا سراغرساں اس کے اندر موجود رہتا ہوگا۔ اس نے جے کانو کو مخاطب نہیں کیا۔ اس کے بعد جے فلو اور جے سامو کے اندر بھی جاکر خاموشی سے ان کے خیالات پڑھتا رہا پھر وہ وہاں کے ڈائریکٹر جنرل کے پاس پہنچ گیا۔

وہ بند کمرے میں چند اہم اور اعلیٰ افسران کے ساتھ بیٹھا ہوا ایک اہم معاملے پر بحث کررہا تھا۔ ان تمام اعلیٰ افسران کو ہپناٹائز کرکے ان کے دماغوں کو لاک کردیا گیا تھا۔ انہوں نے اپنے ایک نہایت ذہین اور تجربہ کار ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغرساں مارشل ٹی ٹو کو ٹیلی پیتھی کے شعبہ میں ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ بنایا تھا۔ صرف مارشل ٹی ٹو ہی اپنے اہم اعلیٰ افسران کے اندر رہ کر ان کی نگرانی کرتا رہتا تھا اور وہاں کے تمام اہم معاملات میں شریک رہتا تھا۔ اس وقت بھی وہاں ان کے درمیان خیال خوانی کے ذریعے موجود تھا۔ وہاں نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہونے لگے۔ اسکاٹ لینڈیارڈ کے ڈی جی نے کہا "ان نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کرنا چاہیے۔ ہمارے سراغرساں اگر کوشش کریں تو ان سب کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا "ان کے اندر پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی کمزوریاں معلوم کی جائیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں کے اکابرین اور فوج کے اعلیٰ افسروں کے دماغوں میں پہنچ رہے ہیں لیکن خاص افسران کے دماغوں کو لاک کردیا گیا ہے۔"

مارشل ٹی ٹو نے کہا "اصل کارنامہ یہی ہوتا ہے کہ جن کے دماغوں میں جگہ نہیں ملتی' ان دماغوں میں سرنگ بنائی جائے۔ ہمارے کمانڈر سے کہا جائے کہ وہ اپنے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس سلسلے میں گائیڈ کرے۔"

ایک اور ذہین تجربہ کار ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغرساں کو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا گائیڈ یا کمانڈر بنایا گیا تھا۔ اسے کمانڈر ہائیڈ کہا جاتا تھا۔ اس نے کہا "میں اسی لائن آف ایکشن پر کام کررہا ہوں لیکن ہم جن کی کمزوریاں معلوم کریں گے' انہیں اسی لمحہ میں ٹریپ کرنے کے لیے ہمارا وہاں موجود رہنا ضروری ہے۔ ایسے وقت اپنے آلہ کاروں سے کام نہیں لیا جاسکتا۔"

ڈی جی نے کہا "ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس ادارے سے باہر جائیں۔ باہر جانے والوں کو اکثر ٹریپ کرلیا جاتا ہے۔ یا چھپ کر گولی ماردی جاتی ہے۔ ہم اپنے ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کھونا نہیں چاہتے۔"

کمانڈر ہائیڈ نے کہا "بہت بڑی کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے بہت بڑا خطرہ مول لینا پڑتا ہے۔ کچھ قربانیاں دینی پڑتی ہے۔ ہم اپنی چار دیواری میں بیٹھ کر بڑے بڑے میدان نہیں جیت سکیں گے۔ میں اپنے چار قابل اعتماد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو فرانس بھیجنا چاہتا ہوں۔ وہ وہاں بڑی رازداری سے کام کریں گے۔ کبھی خود کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی حیثیت سے ظاہر نہیں کریں گے۔"

مارشل ٹی ٹو نے کہا "بے شک تو رسک تو ہے گا۔ خطرہ مول لیے بغیر جاسوسی کارنامے انجام نہیں دیے جاسکتے۔ میں مسٹر ہائیڈ کی تائید کرتا ہوں۔"

دوسرے دو عہدیداروں نے بھی تائید کی۔ ڈی جی نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہم رسک لیں گے۔ تم اپنے چار قابل اعتماد ماتحتوں کو جب چاہو فرانس بھیج سکتے ہو۔"

بابا صاحب کے ادارے سے کچھ سوچ سمجھ کر ہی مشین کے نقشے دوسرے ملکوں میں پہنچائے جارہے تھے۔ ہم نے یہ طے کیا تھا کہ جہاں بھی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے جائیں گے' وہاں ہم اور ہمارے ماتحت ان کے دماغوں میں جگہ بناتے رہیں گے۔ اب تک جہاں بھی مشین تیار کی گئی تھیں' ہم وہاں کے تمام خیال خوانی کرنے کے اندر گھسے ہوئے تھے۔ صرف امریکا میں جو مشین تیار کی گئی تھی' اس سے ہم بے خبر رہے تھے۔ ہمیں بہت بعد میں معلوم ہوا تھا کہ انہوں نے دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہیں زیر زمین چھپا کر رکھا ہے اور نہ جانے کتنے خیال خوانی کرنے والے پیدا کرچکے تھے۔

وہاں کے حالات معلوم کرنے اور وہاں کے معاملات سے نمٹنے کے لیے ٹائی کو بھیجا گیا تھا۔ اس کا ذکر آئندہ ہونے والا ہے۔ فی الحال پورس کا ذکر ہے۔ وہ بابا صاحب کی پلاننگ کے مطابق اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغرسانوں کے اندر اس وقت سے جگہ بناتا رہا تھا' جب وہ یہ علم سیکھنے کے لیے مشین سے گزرتے رہے تھے۔ پارس نے بھی روس اور اسرائیل میں یہی کیا تھا۔ اب پورس اسکاٹ لینڈ کے سراغرسانوں کے اندر رہ کر فرانس کے نئے خیال خوانی کرنے والوں کے اندر پہنچنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے اب تھری جے کی رہائی لازمی ہوگئی تھی۔

اس نے کمانڈر ہائیڈ کے خیالات سے ان چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام معلوم کیے پھر ان میں سے تین کے اندر پہنچ کر مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ ان کے دماغوں میں یہ بات نقش کی کہ جب وہ مخصوص سگنل ان کے اندر پہنچائے گا تو وہ اپنا لب و لہجہ بھول جائیں گے اور تھری جے کے لہجے میں سوچنے اور بولنے لگیں گے۔

اسی طرح اس نے جے کافو' جے فلو اور جے سامو کے دماغوں میں ان تین سراغرسانوں کے لب و لہجوں کو نقش کیا اور حکم دیا کہ جب وہ ان کے اندر مخصوص سگنل پہنچائے گا تو وہ اپنا لب و لہجہ بھول کر ان سراغرسانوں کے انداز میں سوچنے اور بولنے لگیں گے۔

ان تینوں کے بنگلوز کے اندر اور باہر جتنے یوگا جاننے والے مسلح گارڈز تھے۔ ان کے دماغوں میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا سراغرساں مخصوص لب و لہجہ کے ذریعے آکر یہ معلوم کرتا رہتا تھا کہ وہ سب ڈیوٹی کے دوران میں مستعد ہیں یا نہیں؟

پورس نے ان تھری جے کو یوگا جاننے والے مسلح گارڈز کے اندر پہنچایا انہیں تاکید کی کہ وقت ضرورت وہ ان کے دماغوں میں گھس کر فرار کا راستہ بنائیں گے۔ انہیں اس طرح ٹریپ کریں گے کہ اسکاٹ لینڈ والوں کو کسی طرح کا شبہ نہیں ہوگا۔

ایک پائلٹ کو یہ ذمے داری دی گئی تھی کہ وہ آدھی رات کے بعد ان چار سراغرسانوں کو وہاں سے لے کر فرانس کے ایک ساحلی علاقے میں پہنچائے گا۔ ایک اعلیٰ عہدیدار اس پائلٹ سے فون کے ذریعے گفتگو کررہا تھا۔ پورس اس کے اندر موجود تھا۔ اس نے اس عہدیدار کے چور خیالات نہیں پڑھے تھے۔ وہ ریسیور رکھ کر اپنے دفتر کا ایک ضروری کام کرنے لگا تو وہ اس کے خیالات پڑھنے میں مصروف ہوگیا۔ اس وقت اس نے اس عہدیدار کے اندر ایک اجنبی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں نے پائلٹ کے دماغ میں جگہ بنالی ہے لیکن میں مارشل ٹی ٹو اور کمانڈر ہائیڈ کے دماغوں میں پہنچنا چاہتا ہوں۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ ان کی کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملاؤ مگر اتنا سا کام تم نے ابھی تک نہیں کیا ہے۔"

وہ بولا "اس میں وقت لگے گا۔ وہ دونوں گھریلو زندگی نہیں گزارتے ہیں۔ ان کے بیوی بچے ہوتے تو ان کے ذریعے ان کے کھانے میں کچھ ملایا جاسکتا تھا۔ اب ایسا کسی گیٹ ٹو گیدر پارٹی میں کیا جاسکتا ہے۔"

"جب تک تمہیں ایسا موقع نہ ملے' تم دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرسکتے ہو۔"

"میں ایسا کررہا ہوں۔ میں نے آج رات دو ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغرسانوں کو اپنے گھر میں ڈنر کے لیے بلایا

ہے۔ وہ دونوں کمزوری میں مبتلا ہوکر بستر پر پڑے رہیں گے۔ تم ٹکرا نہیں سنبھالو گے مجھ پر کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں پھر آؤں گا۔ میری آمد تک بھول جاؤ کہ تم میرے معمول ہو۔ تمہارے ڈنر کے وقت آؤں گا۔ تم ان دونوں کو ضرور شریک کرو گے۔"

وہ چلا گیا۔ پورس نے اس کے خیالات سے معلوم کیا کہ اس کے جاتے ہی وہ اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھول گیا ہے۔ اس کے اپنے اسکاٹ لینڈ کے سراغرساں بھی اس کے چور خیالات پڑھ کر یہ معلوم نہیں کرسکتے تھے کہ اس کے اندر کوئی اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا کرتا ہے پورس سوچنے لگا' وہ کون ہوسکتا ہے؟

اس نے پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "کیسے ہو؟ شیوانی خیریت سے ہے؟"

"ہم دونوں خیریت سے ہیں۔ قاہرہ کے وقت کے مطابق وہ کل صبح تک ماں بن جائے گی۔ میں باپ کہلانے لگوں گا اور تم چچا جان!"

"مبارک ہو۔ شیوانی کے ساتھ بہت لمبا عرصہ گزار رہے ہو۔ جب کہ یہ ہم دونوں کے مزاج کے خلاف ہے۔ ہم یکسانیت سے اکتا جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے شیوانی بھابی کچھ زیادہ ہی پرکشش ہے۔ اس کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ کیا بچے کی پیدائش کے بعد چولہا ہانڈی سنبھالو گے؟"

"یار! کیوں طعنے دے رہے ہو۔ میں جناب تبریزی کی ہدایات پر عمل کررہا ہوں۔ انہوں نے کہا تھا کہ شیوانی کی زچگی تک مجھے اس کے ساتھ رہنا چاہیے۔ اس کے بعد شیوانی کو ادارے میں بلایا جائے گا۔ تم اپنی سناؤ۔ پچھلی بار کرونا سے رومانس ہورہا تھا۔ اب کون ہے؟"

"کوئی نہیں ہے اور نہ ہی کسی سے رومانس کا ارادہ ہے۔ کرونا زبردست ہے۔ دل سے لگی ہوئی ہے۔ میری قسمت بھی عجیب ہے۔ بہت عرصہ پہلے الپا سے محبت ہوئی تھی تو وہ بھی دل میں سما گئی تھی مگر وہ کتنی مغرور اور خود غرض ہے۔ یہ سب ہی جانتے ہیں۔ کرونا بھی اس کی ڈپلیکیٹ ہے۔ اسی کی طرح کٹریہودی اور خود غرض۔ میں اس سے شادی کرنے اور بچے پیدا کرنے کی غلطی نہیں کروں گا۔ وہ جب تک دوست بن کر رہے گی' میں دوستی نبھاؤں گا مجھے نقصان پہنچانا چاہے گی تو الپا کی طرح مسائل اور مصائب میں مبتلا ہوتی رہے گی۔ بہرحال یہ بتاؤ' میری یاد کیسے آگئی؟"

"میں نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ایک عہدیدار کے اندر ایک اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی باتیں سنی ہیں۔ میں تمہیں اس کا لب و لہجہ سنا رہا ہوں۔"

پورس نے اس کے لب و لہجہ کی نقل کی۔ پارس نے کہا "یہ لب و لہجہ میرے لیے بھی نیا اور میرے لیے بھی اجنبی ہے۔ ٹائی اور پاپا وغیرہ سے پوچھو۔"

پورس نے سونیا سے رابطہ کیا "ہائے مما! میں پورس بول رہا ہوں۔"

وہ بولی "ہائے میری جان! میرے بیٹے! شیوانی کیسی ہے؟"

"خیریت سے ہے۔ صبح اس کے ماں بننے کی خوشخبری سناؤں گا۔ کیا آپ اس لب و لہجے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جانتی ہیں؟"

اس نے سونیا کو وہ لب و لہجہ سنایا۔ وہ بولی "یہ کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ ہم تقریباً تمام دوستوں اور دشمنوں کے لب و لہجوں سے واقف ہیں۔ فی الحال جو بھی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری معلومات کے احاطے میں آئے گا' وہ امریکی ہوگا۔ یہ لوگ بہت پراسرار رہنے کی کوششیں کررہے ہیں مگر اتنا تو معلوم ہوچکا ہے کہ دس خیال خوانی کرنے والوں کو انڈر گراؤنڈ رکھا گیا ہے۔ ہمیں وقت ملے گا تو زمین کھود کر انہیں باہر نکال لائیں گے۔"

"شکریہ مما! اتنی معلومات کافی ہیں میں اس اجنبی سے نمٹ لوں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ شام ہوچکی تھی۔ شیوانی اسپتال جانے کے لیے تیار ہورہی تھی۔ وہ بھی لباس تبدیل کرتے ہوئے بولا "اللہ نے چاہا تو بالکل نارمل ڈیلیوری ہوگی۔ تمہیں پہلی بار ماں بننے کی مسرتیں حاصل ہوں گی۔"

"تمہارے لیے تو باپ بننے کی خوشی نئی نہیں ہوگی۔ پتا نہیں ماضی میں کتنے بچوں کے باپ بن چکے ہو۔ کیا وہ بچے تمہیں یاد ہیں۔"

"وہ زندہ ہوتے تو یاد رہتے۔ اللہ نے چاہا تو تم سے ہونے والا بیٹا سلامت رہے گا۔ تم دیکھ رہی ہو کہ میں اسی بچے کی حفاظت اور سلامتی کے لیے دن رات تمہارے ساتھ رہتا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں۔ تم مجھ پر اور ہونے والے بچے پر بہت توجہ دے رہے ہو۔ اب اسپتال پہنچ کر تمہیں ساری دنیا کو بھولنا ہوگا۔ تم صرف میرے دماغ میں رہو گے۔"

وہ دونوں کار میں بیٹھ کر اسپتال کی جانے لگے۔ پورس نے کہا "میں تھری جے اور اسکاٹ لینڈ یارڈ کے معاملات میں ملوث ہوگیا ہوں۔ ان معاملات سے پوری طرح نمٹنا ہوگا پھر

وہاں ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا مداخلت کررہا ہے۔ مجھے اس کے اندر پہنچنے کا راستہ بھی تلاش کرنا ہے۔ ان کے علاوہ مسٹری مین اور کیری گرانٹ پر بھی توجہ دینی ہے۔"

"تم بیک وقت اتنی ساری مصروفیات میں کیوں الجھ گئے ہو؟ کیا بھول گئے تھے کہ صبح تک میرے ساتھ رہنا ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ رہوں گا مگر وہاں بھی مصروف رہنا ہوگا۔ تم فکر نہ کرو۔ میں تم سے غافل نہیں رہوں گا۔"

وہ ہسپتال پہنچ گئے۔ اس نے کہا "میں یہاں تک تمہارے ساتھ آیا ہوں مگر مجھے میٹرنٹی وارڈ میں جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی یہاں دوسری مائیں بننے والیاں بھی اپنے شوہروں اور عزیزوں کے بغیر تمہارچگی کے لیے جاتی ہیں تم بھی حوصلے سے جاؤ۔"

"تم یہاں ویٹنگ روم میں بیٹھ کر اور میرے دماغ میں رہو گے۔"

"میں ویٹنگ روم میں بیٹھ کر مسلسل خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر رہوں گا تو لوگ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھتے رہیں گے۔ میں وقفے وقفے سے تمہارے اندر آتا جاتا رہوں گا۔"

ایسے وقت سونیا نے کہا "شیوانی! یہ ایسی جگہ ہے جہاں مرد اپنی عورت کو زندگی اور موت کے درمیان جنگ لڑنے کے لیے تنہا چھوڑ دیتا ہے۔ پورس کو زچگی کے وقت تمہارے اندر نہیں رہنا چاہیے۔ یہ بے حیائی ہے۔ میں تمہارے اندر رہ کر تمہیں غائب دماغ بنا کر تکالیف سے نجات دلاؤں گی۔ پورس کو یہاں سے جانے دو۔"

پورس نے خوش ہو کر کہا "اس سے زیادہ تحفظ والی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ مما تمہارے ساتھ رہیں گی۔ میں بھی تمہارا خیال رکھوں گا۔ جاؤ۔"

وہ سر جھکا کر میٹرنٹی وارڈ میں چلی گئی۔ اسکاٹ لینڈ کے وقت کے مطابق آٹھ بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغرساں اپنے اعلیٰ عہدیدار کے گھر ڈنر کے لیے آئے تھے۔ ان تینوں کے درمیان اچھی خاصی دوستی تھی۔ وہ اپنے سے بڑے عہدیدار پر شبہ نہیں کر سکتے تھے پھر انہوں نے کھانے سے پہلے عہدیدار کے چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے چور خیالات کے خانے پر پوری طرح حاوی تھا۔ انہیں سازش کا پتا نہ چلا۔ اعصابی کمزوری کی دوا ان کے حلق سے نیچے اتر گئی۔ انہوں نے کھانا چھوڑ دیا۔ بیٹھنے کے قابل نہیں رہے۔ اپنے میزبان کے سہارے چلتے ہوئے ایک بیڈ پر آ کر لیٹ گئے۔ کمزوری کے باعث جلد ہی انہیں نیند آ گئی۔

اس اجنبی نے عہدیدار سے کہا "میں ان دونوں کو پنا ٹائز کرنے جا رہا ہوں۔ میرے جاتے ہی تم پہلے کی طرح مجھے اور میرے تنویمی عمل کو بھول جاؤ گے۔"

وہ چلا گیا۔ پورس کو یقین تھا کہ وہ ان دونوں کے دماغوں میں رہ کر تنویمی عمل میں مصروف رہے گا۔ لہٰذا اس نے عہدیدار کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے پورس کی مرضی سے ریسیور اٹھا کر کمانڈر ہائیڈ کے نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ ہونے پر آواز بدل کر کہا "تم ٹیلی پیتھی کا بہت مضبوط قلعہ بنا رہے ہو۔ یہ خوش فہمی ہے کہ تمہارے اندر کوئی نہیں آ سکے گا۔"

وہ ناگواری سے بولا "تم کون ہو؟ طعنے نہ دو۔ کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی سرگرمی سے تم لوگوں کے اندر سرنگ بنا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نے تمہارے اعلیٰ عہدے دار اے ڈی جی کو اپنا معمول بنایا اور تمہیں خبر نہ ہوئی۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ میں دو گھنٹے پہلے اے۔ ڈی جی کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ اسے کسی نے ٹریپ نہیں کیا ہے۔"

"میرا مشورہ ہے، ابھی اپنے دو سراغرسانوں ہیری اور جیری کے دماغوں میں جاؤ پھر تم مجھے اپنا دوست سمجھنے لگو گے۔"

پورس نے فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ جیری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اجنبی اس پر تنویمی عمل کر رہا تھا۔ ایسے وقت کمانڈر ہائیڈ کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی "کون ہو تم؟ میرے جاسوس کے اندر کیسے پہنچ گئے ہو؟"

اجنبی چپ رہا۔ اسی کا عمل مکمل نہیں ہوا تھا۔ اس نے کہا "کمانڈر! میں تمہیں آواز سے پہچانتا ہوں۔ کسی دن تمہارے اندر بھی پہنچنے والا ہوں۔ بائی دا وے تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں تمہارے اس ماتحت کے اندر جگہ بنا رہا ہوں۔"

"مجھ سے کوئی سوال نہ کرو۔ میرے سوال کا جواب دو، تم کون ہو؟"

"چوری چھپے آنے والے اپنا نام اور پتا نہیں بتاتے۔"

"میں سمجھ گیا ہوں تم ہمارے وریئنہ دشمن پورس ہو۔"

پورس یہ الزام اٹھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے جیری کی زبان سے کہا "کمانڈر! یہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔"

اجنبی نے کہا "یو شٹ اپ۔ میں پورس ہوں۔"

جیری نے کہا "اگر پورس ہو تو ابھی تنویمی عمل کرتے ہوئے یہ حکم کیوں دے رہے تھے کہ مجھے امریکی حکومت کا وفادار بن کر رہنا ہوگا۔"

اجنبی نے کہا "تم پکے جھوٹے ہو۔ میں نے تمہیں ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔"

کمانڈر نے کہا "یو شٹ اپ، میں ابھی حقیقت معلوم کرتا ہوں۔"

پورس فوراً ہی جیری کے چور خیالات والے خانے پر چھا گیا۔ کمانڈر وہاں پہنچ کر خیالات پڑھ رہا تھا۔ اسے یہی معلوم ہو رہا تھا کہ اس اجنبی نے ابھی اسے امریکی حکومت کا وفادار بن کر رہنے کا حکم دیا تھا۔

کمانڈر نے اجنبی سے کہا "تمہارے جیسے دس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا بھید کھل چکا ہے۔ تم لوگوں کو زندہ زمین میں دفن کیا گیا ہے۔ تم سب اپنی قبروں سے نکل کر ہمارے اندر سرنگ بنانا چاہتے ہو۔ ہم نے تمہاری یہ پہلی کوشش ناکام بنا دی ہے۔ اپنی بہتری چاہتے ہو۔ تو ہم سے دور رہو۔ ورنہ ہم تمہاری قبروں میں سرنگ بنا کر پہنچ جائیں گے۔"

کمانڈر نے اپنے دو ماتحتوں کو بلا کر کہا "ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیری اور جیری کو اپنا معمول بنانا چاہتا ہے۔ تم مسلسل ان دونوں کے اندر رہو۔ ہم ان کا برین واش کر کے انہیں ٹیلی پیتھی کے علم سے خالی کر دیں گے پھر یہ دونوں امریکیوں کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھیں گے۔"

اجنبی نے کچھ نہیں کہا۔ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا نمبر تھری تھا۔ ناکام ہو کر چلا گیا۔ اب ہیری اور جیری کے خیالات سے کمانڈر کو معلوم ہونے والا تھا کہ ان کا اعلیٰ عہدیدار ڈی جی نمبر تھری کا آلہ کار بن گیا تھا۔ شاید اس کا بھی برین واش ہونے والا تھا۔

پورس دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ایسے وقت سونیا نے اس کے پاس آ کر کہا "شیوانی ایب نارمل ہو رہی ہے۔ اس کی یہ حالت کب سے ہے؟"

"یہ چند دنوں سے کہہ رہی ہے کہ ڈراؤنے خواب دیکھتی رہتی ہے۔"

"اب تو یہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے اور کہہ رہی ہے۔ یہی بوڑھا ہے۔ یہی اس کے خوابوں میں آتا رہتا ہے۔ اس سے کہتا رہتا ہے کہ ماں بن جا پھر وہ آئے گا اور اسے بچے کے ساتھ لے جائے گا۔"

"وہ ایسے ہی بے تکے خواب دیکھنے لگی ہے۔"

"میری باتوں پر غور کرو۔ وہ خواب نہیں دیکھ رہی ہے کھلی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی ہے۔ اس کے خیالات سے پتا چل رہا ہے، اس بوڑھے کا چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا ہے۔ یوں لگتا جیسے پتھر کے ٹکڑوں کو جوڑ جوڑ کر اس کا چہرہ بنایا گیا ہے۔ میں اس کے اندر رہ کر اس خیالی تصویر کو دیکھ رہی تھی۔ تب اچانک اسی بوڑھے کا قہقہہ اس کے اندر سنائی دیا۔"

"مما! آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ یہ خواب و خیال نہیں ہے کوئی اس کے اندر موجود ہے۔ آپ نے اس کے اندر قہقہہ سنا ہے؟"

"میں یہی کہہ رہی ہوں۔ پہلے یقین نہیں آیا کہ واقعی میں نے شیوانی کے اندر وہ قہقہہ سنا ہے۔ میں انتظار کرتی رہی پھر مجھے ایک بوڑھے کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ میں آ رہا ہوں۔ جان دے۔ جان سے پیارا بچہ دے۔"

پورس فوراً ہی شیوانی کے اندر پہنچا۔ وہ بڑے کرب میں مبتلا تھی۔ سونیا نے پورس سے کہا "زچگی ہونے والی ہے۔ تمہیں ایسے وقت یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ یہاں سے چلو۔"

"مما! آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ شیوانی کو اس حالت میں تنہا چھوڑ دوں۔"

"یہ تنہا نہیں ہے۔ میں نے ثانی اور فہمی کو اس کے اندر پہنچا دیا ہے۔ وہ دونوں اسے سنبھال رہی ہیں۔ ہمارے ادارے کی دوسری خیال خوانی کرنے والی خواتین بھی آ رہی ہیں۔ اب یہاں سے چلو۔ زچگی کے بعد چلے آنا۔"

وہ شیوانی کے دماغ سے نکل آیا۔ سونیا واپس شیوانی کے پاس چلی گئی۔ وہ یہ معلوم کر کے پریشان ہو گیا تھا کہ شیوانی کے اندر کوئی خبیث بوڑھا گھس آیا ہے۔ وہ کون ہے؟ اچانک کہاں سے آ گیا ہے؟

کبھی کسی بوڑھے سے کوئی دشمنی نہیں ہوئی تھی پھر ایسا بوڑھا جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ ایسا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری معلومات کے احاطے میں نہیں تھا۔

ایسے وقت پورس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا "کون ہے؟"

بائرن ٹوڈ نے ہنستے ہوئے کہا "ہم نے سوچ رکھا تھا کہ شیوانی کی زچگی کے وقت حملہ کر کے آندرے اور سائمن کی موت کا بدلہ لیں گے لیکن یہاں تو تماشا ہی کچھ اور ہے۔ وہ بوڑھا کون ہے؟"

پورس نے کہا "بکواس مت کرو۔ تم لوگ ایک بوڑھے کی آواز اور لہجے میں بول کر شیوانی کو دہشت زدہ کررہے ہو۔"

"ذرا عقل سے سوچو۔ ہم تو انتقام لینا ہی چاہتے ہیں۔ صاف طور سے کہہ رہے ہیں۔ شیوانی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے پھر ہم ایک بوڑھے کی طرح ایسی حرکتیں کیوں کریں گے۔ ہمیں صرف اتنا بتادو کیا کسی بوڑھے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے تمہاری دشمنی ہے؟"

پورس نے کہا "ہمارے خاندان میں کوئی کسی سے دشمنی نہیں کرتا ہے لوگ حسد جلن کے باعث برتری حاصل کرنے کے لیے ہمارے دشمن بنتے رہتے ہیں۔ میں کسی دشمن بوڑھے کو نہیں جانتا ہوں۔ پتا نہیں یہ کہاں سے آگیا ہے۔ میری مما ضرور اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم کریں گی لیکن ہم سب شیوانی کے لیے پریشان ہیں۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں' دشمنی سے باز آجاؤ۔"

"ہم باز آچکے ہیں۔ ہم تو تماشا دیکھ رہے ہیں۔ وہ بوڑھا شیوانی کو نہیں چھوڑے گا۔ وہ بڑھاپے میں بھی زبردست ہے۔ سانس روک کر ہماری سوچ کی لہروں کو بھگا دیتا ہے۔ تم اسے کیسے بھگاؤ گے؟"

پورس تڑپ کر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا شیوانی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ماں بن چکی تھی اس نے ایک بیٹے کو جنم دیا تھا۔ زچگی کے بعد آرام آنا چاہیے مگر وہ چیخیں مار رہی تھی۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ بوڑھا اپنے پتھریلے چہرے سے ایک ایک پتھر نوچ کر نکال رہا ہے اور شیوانی کو مار رہا ہے۔ ان پتھروں سے اس کے دماغ کو چوٹیں لگ رہی ہیں لیکن پورس سونیا' ثانی اور فہمی سب ہی سمجھ رہے تھے کہ وہ بوڑھا خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ پر ضربیں لگا رہا ہے۔

ایسے وقت سب نے مل کر شیوانی کے دماغ پر قبضہ جمایا تاکہ بوڑھے کی ٹیلی پیتھی بے اثر ہوجائے لیکن اس نے پہلے سے شیوانی کے دماغ کو شکنجے میں کس لیا تھا۔ پتا نہیں اس کے ساتھ بھی کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی قوت تھی۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔

میں اس میدان کا پرانا کھلاڑی ہوں۔ سو طرح کے ہتھکنڈے جانتا ہوں۔ میں طرح طرح سے کوششیں کرنے لگا۔ حیران ہونے لگا۔ میرا کوئی حربہ کام نہیں آرہا تھا۔ شیوانی بری طرح عذاب میں مبتلا تھی۔ اب تب میں جیسے ہمت ہار کر دم توڑنے والی تھی۔ ایسے وقت مکار زلیخا سونیا نے مکاری دکھائی۔ چیخ کر بولی "بچہ کہاں ہے؟ بڈھے بدمعاش ہمارا بچہ کہاں ہے؟"

بوڑھے نے شیوانی کو چھوڑ کر ایک وارڈ بوائے کے اندر آکر شیوانی کے پاس رکھے ہوئے پالنے کو دیکھا۔ وہ خالی تھا۔ وہ چیخ کر بولا "بچہ کہاں ہے؟ تم لوگ مجھے دھوکا دے رہے ہو۔ میں کہتا ہوں۔ بچے کو واپس لاؤ۔ نہیں تو میں اس کی ماں کو مار ڈالوں گا۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تمہیں بچہ مل جائے گا تو تم شیوانی کو چھوڑ دو گے؟"

"بکواس مت کر۔ مکار عورت میں نے تجھے پہچان لیا ہے' تو سونیا ہے۔ میری طاقت کے سامنے تیری مکاری نہیں چلے گی۔"

"میں جب چال چلتی ہوں تو گولی کی طرح چلتی ہوں۔ بڈھے کھوسٹ! تو ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور غضب کی ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس کے لیے ذہانت اور حاضر دماغی کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے بچے کو غائب کرکے تجھے تھوڑی دیر کے لیے الجھا دیا۔ تو بچے کو پالنے میں دیکھنے کے لیے شیوانی کے دماغ سے نکلا۔ ادھر میں نے اپنی درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے شیوانی کے دماغ کو اپنے شکنجے میں کس لیا۔ اب اس کے دماغ میں آکر اپنی طاقت دکھا۔ چل آ....."

وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کرنے لگا ہر کوشش کے ساتھ یوں لگ رہا تھا جیسے فولادی قلعے سے ٹکرا کر واپس آرہا ہے۔

وہ وارڈ بوائے کے ذریعے اپنی بوڑھی اور بھرائی آواز میں بولا "تو غضب کی عورت ہے۔ فرہاد کے پاس کیا رکھا ہے۔ میرے پاس آجا۔ میں تجھے تمام براعظموں کی ملکہ بنا کر رکھوں گا اور تجھے یہ تماشا دکھاؤں گا کہ میں ہاری ہوئی بازیاں کیسے جیت لیتا ہوں۔ میں شیوانی اور اس کے بچے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ثانی نے چونک کر کہا "مما! شیوانی کو دیکھیں۔ اس نے دم توڑ دیا ہے۔"

پورس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ اس کے اندر تھا۔ دماغ کے بجھتے ہی باہر نکل آیا تھا۔

میرا سر جھک گیا۔ میں اور سونیا بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ ہم اپنے اپنے کپڑے بدل لیتے ہیں۔ جوتے بدل دیتے ہیں مگر افسوس تقدیر کا لکھا نہیں بدل سکتے....

ہم کامیاب ہوئے تھے مگر ناکام بھی ہوئے تھے۔ ایسا ہوتا ہے۔ ہار کے پیچھے جیت ہوتی ہے اور جیت کے پیچھے ہار ہوجاتی ہے۔

ہماری جیت اس طرح ہوئی کہ ہم نے اس خطرناک اجنبی بوڑھے کو شیوانی کے دماغ سے نکال لیا تھا مگر ہم شیوانی کی زندگی ہار گئے تھے' اگرچہ بوڑھے کے آخری فیصلہ کن حملے سے اسے موت نہیں آئی تھی۔ وہ ایک تو درد زہ میں مبتلا رہی تھی۔ یہ ایسا درد ہوتا ہے کہ ماں بننے والیوں کو موت کے منہ میں پہنچا دیتا ہے۔ ایسے وقت اس سنگدل بوڑھے نے اسے اور زیادہ عذاب میں مبتلا کردیا تھا۔

جب اسے بوڑھے سے نجات ملی تو اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔ وہ سکون کے چند سانس تھے۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے پرسکون ہوگئی تھی۔

وہ بوڑھا اپنی ناکامی پر جھنجلا گیا تھا۔ پتا نہیں وہ کون تھا' ہم اسے نہیں جانتے تھے مگر وہ ہمیں اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے سونیا کو اس کی آواز سے پہچان لیا تھا۔ اس کی مکاری اور حاضر دماغی کی داد دی تھی اور اسے چیلنج بھی کیا تھا کہ شیوانی اور بچے کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ایسے وقت اسے بھی پتا چلا کہ شیوانی مرچکی ہے۔

پورس اسپتال کے ویٹنگ روم میں صدمے سے چور' سرجھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ ان لمحات میں وہ ساری دنیا کو بھول گیا تھا۔ صرف شیوانی کی محبتیں ٹوٹ کر یاد آرہی تھیں۔ وہ اپنے نوزائیدہ بچے کو بھی بھول گیا تھا۔ ویسے وہ جانتا تھا کہ ہم سب وہاں موجود ہیں اور بچے کو اس بوڑھے کے شر سے محفوظ رکھیں گے۔

وہ بوڑھا وارڈ بوائے کی زبان سے بول رہا تھا "سونیا تم نے میرے انتقامی جذبے کو پورا نہیں ہونے دیا۔ میں شیوانی کو خود ہلاک کرنا چاہتا تھا لیکن تم نے مجھے ایسا کرنے نہیں دیا۔ کیا تم سمجھتی ہو اس بچے کو مجھ سے بچالوگی؟ ہرگز نہیں۔ وہ ابھی اسپتال میں کہیں ہے۔ میرے غلام اسے تلاش کررہے ہیں۔ میں ابھی اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔"

اس کے بعد اس کی آواز سنائی نہیں دی۔ وہ اسپتال میں بچے کو ڈھونڈنے چلا گیا تھا۔ وہاں میٹرنٹی وارڈ میں ایک زچہ نے جڑواں بچوں کو جنم دیا تھا۔ سونیا نے بہت پہلے ہی یہ معلوم کرلیا تھا کہ اس وقت وہاں کتنی عورتیں مائیں بننے والی ہیں۔ جب اس نے دیکھا کہ بوڑھے کو شیوانی کے دماغ سے نکالنا مشکل ہورہا ہے' تب اس نے سوچا۔ ثانی' فہمی اور بابا صاحب کے ادارے کی کتنی ہی ٹیلی پیتھی جاننے والی خواتین اس کے اندر جدوجہد کررہی ہیں۔ ایسے میں بچے کی حفاظت بھی لازمی ہے۔ وہ بوڑھا شیوانی کے بعد معصوم بچے پر ٹوٹ پڑے گا۔ اس نے ایک آیا کے دماغ پر قبضہ جماکر بچے کو وہاں سے دور ایک کمرے میں پہنچا دیا۔ اس کمرے میں جو زچہ تھی۔ اس نے دو بچوں کو جنم دیا تھا۔ ان میں سے ایک بچہ زندہ نہ رہ سکا۔ پالنے میں اس مرنے والے بچے کی جگہ خالی تھی۔ آیا نے شیوانی کے بچے کو وہاں رکھ دیا۔ سونیا نے بچے کی طرف سے مطمئن ہوکر شیوانی کے دماغ میں آکر ثانی' فہمی وغیرہ سے کہا تھا "جیسے ہی میں سگنل دوں تم سب شیوانی کے دماغ کو جکڑ لینا۔ وہ بوڑھا نکل چکا ہوگا۔"

انہیں یہ ہدایت دے کر سونیا نے پریشانی سے چیخ کر کہا تھا "بچہ کہاں ہے؟ بڈھے بدمعاش ہمارا بچہ کہاں ہے؟"

ایسا کہتے ہی وہ سمجھ گئی تھی کہ اس نفسیاتی حملے سے وہ بوڑھا بے اختیار بچے کو دیکھنے کے لیے کسی آلہ کار کے دماغ میں جاکر پالنے میں اس بچے کو دیکھنا چاہے گا اور واقعی یہی ہوا تھا۔ وہ چند سیکنڈ کے لیے شیوانی کے دماغ سے باہر گیا۔ ثانی اور فہمی وغیرہ نے سونیا کا سگنل ملتے ہی شیوانی کے دماغ کو پوری طرح اپنے شکنجے میں لے لیا تھا۔ اس کے بعد اس بوڑھے کو وہاں جگہ نہ مل سکی۔

بہرحال اب وہ میٹرنٹی وارڈ میں اس بچے کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ ثانی نے وہاں کا رجسٹر مینٹین کرنے والی خاتون کے دماغ پر قبضہ جمالیا تھا۔ اس خاتون نے اس کی مرضی سے اس رجسٹر میں زچگی کی رپورٹ تبدیلی کی تھی۔ وہ بوڑھا ناکام ہونے کے بعد اس خاتون کے دماغ میں آیا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وارڈ نمبر تین میں جس بچے نے جنم لیا تھا۔ وہ مرچکا ہے۔ اسے پالنے سے اٹھا کر مردہ خانہ میں پہنچا دیا گیا ہے۔

وارڈ نمبر تین میں شیوانی تھی۔ اس بوڑھے کو دوسری بار ناکامی ہوئی تھی۔ وہ شیوانی کی طرح اس کے بچے کو بھی ہلاک نہیں کرسکا تھا۔ اس نے خاتون کے ذریعے اس رجسٹر کو پڑھا۔ ثانی نے اس خاتون کے لب ولہجے میں پڑھ کر سنایا۔ یقین دلایا کہ واقعی شیوانی کے بچے کی موت ہوچکی ہے اور وہ رجسٹر اس کی موت کی تصدیق کررہا ہے۔

میں نے اور سونیا نے زچہ کے اندر آکر دیکھا۔ ہمارا نوزائیدہ پوتا ایک پالنے میں آرام سے سو رہا تھا۔ دوسرے پالنے میں اس زچہ کا اپنا بچہ بھی سو رہا تھا۔ سونیا نے کہا "وہ بوڑھا خطرے کی طرح منڈلا رہا ہے۔ بچے کو کچھ عرصے تک اسی خاتون کے پاس رہنا چاہیے۔"

میں نے کہا "ہم بعد میں اپنے پوتے کو کس طرح پہچانیں گے؟ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان دونوں بچوں کے درمیان کیا فرق ہے؟"

سونیا نے اس خاتون کو اٹھ کر بیٹھنے پر مجبور کیا۔ وہ ہماری

مرضی سے ہمارے پوتے کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا کر اسے چومتے ہوئے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے اور جسم کے ایک ایک حصے کا معائنہ کیا۔ بچے کے جسم پر کوئی ایسا پیدائشی نشان نہیں تھا جو اسے دوسرے بچے سے مختلف ظاہر کرتا۔

اس نے ہمارے پوتے کو پالنے میں سلا دیا پھر اپنے بیٹے کو اٹھا کر اسے پیار کرتے ہوئے دیکھنے لگی۔ اس بچے کے بائیں بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ جب وہ پیدا ہوا تھا تو دوسرے بچے نے بازو کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ وہ جوڑ قدرتی طور پر بہت کمزور تھا۔ پیدا ہونے کے بعد وہ دونوں خود بخود الگ ہوگئے تھے۔ ان کے بازوؤں پر زخم کا نشان ہمیشہ رہنے والا تھا۔

سونیا نے کہا "ہمارے پوتے کی یہ خاص پہچان ہے کہ وہ پیدائشی طور پر بے داغ ہے۔ ہمیں اسے نام کے ذریعے بھی پہچاننا چاہیے۔ ابھی اس کا کوئی نام رکھا جائے۔"

ایسے وقت موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس خاتون نے اسے آن کرکے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے ایک مرد کی آواز سنائی دی "ہیلو لیزا! میں بنجامن بول رہا ہوں۔ ابھی لیڈی ڈاکٹر سے معلوم ہوا ہے کہ تم نے میرے لیے ایک نہیں دو بیٹوں کو جنم دیا ہے۔ میری جان تم نے تو کمال کردیا ہے۔ میں تم سے ہزاروں میل دور نہ ہوتا تو ابھی آکر تمہیں خوب پیار کرتا۔"

وہ سن رہی تھی اور خوش ہورہی تھی۔ اس نے پوچھا "تم کب تک آرہے ہو؟ کیا بچوں کے نام نہیں رکھو گے؟"

"ہم تو ایک بیٹے کا خواب دیکھتے رہے تھے۔ میں کہتا تھا بیٹا ہوگا تو اس کا نام آئی زک رکھوں گا اور تم بروس لی سے متاثر ہو اس کا نام بروس لی رکھنا چاہتی تھیں۔"

لیزا نے مسکراتے ہوئے کہا "اب تو ہم دونوں کا پسندیدہ نام رکھا جاسکتا ہے ہمارا ایک بیٹا جسمانی طور پر بے داغ ہے۔ میں اسے بروس لی کہوں گی۔"

"آخر میں لی نہ رکھو۔ یہ بالکل چینی نام ہوجائے گا۔ اس کا نام بروس بنجامن اور دوسرے کا نام آئی زک بنجامن رہے گا۔"

میں اور سونیا ان کی باتیں سن رہے تھے۔ یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ اب ہم اپنے پوتے کو اس کے نام سے' اس کے بے داغ جسم سے پہچان سکیں گے۔ میں نے پورس کے پاس آکر اسے مخاطب کیا "بیٹے! جو ہونا تھا' وہ ہوچکا ہے۔ ہم مقدر سے نہیں لڑسکتے۔ بچے کی طرف سے بے فکر رہو۔ وہ محفوظ ہے۔"

وہ شیوانی کی آخری رسومات ادا کرنے کے سلسلے میں مصروف ہوگیا تھا اس نے کہا "پاپا! سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ بوڑھا شیطان اچانک کہاں سے نازل ہوگیا تھا۔ کیا آپ اس کے بارے میں کچھ اندازہ کرسکتے ہیں؟"

"ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اس نے شیوانی کے دماغ کو شکنجے میں لے کر یہ ثابت کردیا ہے کہ زبردست ہے۔ اس نے میرے کئی جوابی ہتھکنڈوں کو ناکام بنا دیا تھا۔ رفتہ رفتہ معلوم ہوگا کہ وہ کون ہے اور اس نے پہلی بار خود کو ظاہر کرنے کے لیے ہم سے کیوں دشمنی کی ہے؟"

سونیا نے کہا "صاف ظاہر ہے کہ وہ خود کو ہم سے زیادہ شہ زور سمجھتا ہے۔ اس نے ہم سے ٹکرا کر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یقیناً مرعوب اور متاثر کیا ہے۔ یہ ثابت کرچکا ہے کہ ہم سے برتر نہیں ہے تو کم تر بھی نہیں ہے۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سے کترائیں گے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ بائرن ٹوڈ اور اس کے ساتھیوں نے اس کی زبردست قوت کا مظاہرہ دیکھا تھا۔ وہ حیران تھے اور اس کے متعلق مختلف پہلوؤں سے سوچ رہے تھے۔ بائرن ٹوڈ نے اپنے ساتھیوں سے کہا "ایسے شہ زور ٹیلی پیتھی جاننے والے خود کو پراسرار بنا کر رکھتے ہیں۔ ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہوجاتا ہے۔"

ہاروے نے کہا "میں اس بوڑھے کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔ وہ اچھی انگریزی بول رہا تھا لیکن اس کا لہجہ ایشیائی تھا۔"

بیکر برائٹ نے کہا "تم درست کہتے ہو۔ مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا تھا اس کا تعلق ایشیا کے کسی ملک سے ہے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "کیا ہم اسے دوستی کا جھانسا دے سکتے ہیں؟"

"وہ بہت مکار اور چال باز لگتا ہے۔ شاید ہمارے جھانسے میں نہیں آئے گا۔"

"نہ آئے۔ ہم کوشش کریں گے۔ ہماری کوششوں کے دوران میں اس سے بہت سی باتیں کرنے کا موقع ملے گا۔ مزید باتیں کرنے سے مزید معلومات حاصل ہوں گی۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "تم سب میرے اندر رہو۔ میں اسے مخاطب کررہا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس بوڑھے کے اندر پہنچتے ہی کہا "ہانگ کانگ فون نمبر 4658587۔"

بوڑھے نے سانس روک کر بھگا دیا۔ اس نے اپنے ایک آلہ کار کا فون نمبر دیا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس آلہ کار کے اندر آگیا۔ وہاں فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ انہوں نے آلہ کار کے ذریعے ریسیور اٹھانے سے پہلے سی' ایل' آئی کے ذریعے فون کرنے والے کے نمبر پڑھے پھر ریسیور اٹھایا گیا۔ آلہ کار نے کہا "ہیلو! اگر تم فرہاد کی بہو سے

ٹکرانے والے وہی اولڈ مین ہو تو فون بند کر کے میرے دماغ میں آجاؤ لیکن فون بند کرنے سے پہلے ایک ضروری بات سن لو۔ بات یہ ہے کہ۔۔۔"

بائرن ٹوڈ اسے فون پر ہی باتوں میں الجھانے لگا۔ کیونکہ اچانک ہی گھنٹیاں سنائی دے رہی تھیں اور اس کے ساتھ سنکھ بجنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایسی آوازیں مندروں سے ابھرتی رہتی ہیں۔ اس طرح یقین کی حد تک اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اولڈ مین ہندوستان میں ہے۔

اس بوڑھے نے فون بند کر دیا تھا۔ اب اس آلہ کار کے دماغ میں آکر کہہ رہا تھا "زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم نے سی' ایل' آئی میں میرا فون نمبر دیکھا ہے۔ میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ کبھی معلوم نہیں کر سکو گے کہ میں کس ملک اور کس شہر میں ہوں؟ اب تم بتاؤ کہ کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟"

بائرن ٹوڈ نے کہا "ہم دوست ہیں۔ تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے شیوانی کے دماغ میں رہ کر دیکھا ہے۔ تم زبردست ہو۔ تم نے فرہاد اور اس کی پوری فیملی کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔"

"میری تعریفیں نہ کرو۔ اپنا تعارف پیش کرو۔"

"میرا نام بائرن ٹوڈ ہے۔ میرے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک مضبوط ٹیم ہے۔ میں تم سے دوستی کر کے اپنی طاقت بڑھانا چاہتا ہوں۔ تمہیں مجھ سے فائدہ حاصل ہوگا۔ کبھی نقصان میں نہیں رہو گے۔"

"میں دوسروں کی زبان سے اپنے نفع و نقصان کا یقین نہیں کرتا۔ میرے پاس عقل ہے' طاقت ہے۔ غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ میں اپنی بہتری اور سلامتی کے راستے خود بناتا ہوں۔"

"تم بہت ہی جارحانہ انداز میں گفتگو کر رہے ہو۔ اگر ہم دوستی کے لیے پہل کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم سے مرعوب ہو کر خود کو گرا رہے ہیں۔ ایسی کوئی بات ہے تو اپنے دماغ سے نکال دو۔ برابری کی سطح پر ہم سے باتیں کرو۔"

"میں اب تک صرف فرہاد علی تیمور کو اپنے برابر سمجھا ہے۔ میں نے اس کے اور بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں بڑی معلومات حاصل کی ہیں۔ دشمن بڑے ہوں یا چھوٹے' شہ زور ہوں یا کمزور۔ میں سب ہی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتا ہوں۔ تاکہ کبھی کسی سے دھوکا نہ کھا سکوں۔"

"یہ اچھی بات ہے کہ تم اس طرح معلومات حاصل کر کے محتاط رہتے ہو مگر یہ باتیں ہمیں کیوں سنا رہے ہو؟"

"اس لیے کہ میں تم لوگوں کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتا ہوں تم لوگوں نے حال ہی میں بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ میڈم مارٹل کو مار ڈالا ہے۔ ایک اہم سوال یہ ہے کہ واقعی اسے مار ڈالا گیا ہے؟"

"اس کی ہلاکت کے سلسلے میں ہم کئی بار دھوکا کھا چکے ہیں۔ ہم یقین سے نہیں کہہ سکیں گے کہ وہ ہمارے ہاتھوں مر چکی ہے۔ فرض کرو وہ زندہ ہے تو اتنا یقین ہے کہ اب قلعے کے اندر نہیں ہے اور نہ کبھی اندر آسکے گی۔ وہ قلعے سے اور جزیرہ لن تاؤ سے محروم رہ کر زندگی گزارے گی۔ آئندہ فرہاد کا سہارا لے کر بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"

اولڈ مین نے پوچھا "کیا تم اس قلعے کے اور جزیرے کے تنہا حکمران ہو؟ یا تمہارا کوئی حصے دار بھی ہے؟"

"یہ سوال نہ کرو۔ ہم خواہ مطلق العنان ہوں یا ہمارے ساتھ کوئی شریک ہو۔ اس سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"میں بھی کہہ چکا ہوں کہ میں چھوٹی بڑی معلومات حاصل کرتا رہتا ہوں۔ دوستی کرنا چاہتے ہو تو وہاں اقتدار میں تمہارے ساتھ شریک ہونے والوں کے نام بتا دو۔ مجھ سے جھوٹ بول کر' دھوکا دے کر دوستی نہیں کر سکو گے۔"

"میں نام بتاؤں گا۔ وہ زبردستی ہم پر مسلط ہو گیا ہے۔ کیا ہم سے مل کر اس کے خلاف محاذ آرائی کر سکو گے؟ ہمیں اس سے نجات دلا سکو گے؟"

"تم اس کا نام نہ بتاؤ تب بھی کہیں نہ کہیں' کبھی نہ کبھی اس سے ٹکراؤ ہوگا۔ کیونکہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیشہ ٹکراتے ہیں۔ اس کا نام بتا دو گے تو شاید جلد ہی اس سے ٹکرانے کا کوئی موقع ہاتھ آجائے گا۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "وہ بھی خود کو بہت پراسرار بنا کر رکھتا ہے۔ یورپ کے کتنے ہی انڈر ورلڈ کے گاڈ فادرز اس کے زیر اثر رہتے ہیں۔ بڑے ممالک کے کرپٹ سیاست دان اس کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ وہ پورے یورپ اور افریقہ میں جدید اسلحے کا سب سے بڑا سپلائر ہے۔"

اولڈ مین نے کہا "آگے نہ بولو۔ میں سمجھ چکا ہوں۔ وہ خود کو مسٹری مین کہتا ہے۔ کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے معمول ہیں۔ کیا مسٹری مین تم لوگوں سے براہ راست گفتگو کرتا ہے؟"

"نہیں! ہم ایک دوسرے کے آلہ کاروں کے اندر پہنچ کر اہم معاملات پر گفتگو کرتے ہیں۔ کیا تم اس کی کسی کمزوری سے واقف ہو؟"

"واقف ہوتا تو وہ مسٹری مین نہ رہتا۔ ہماری ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بڑے بڑے پراسرار تلفین ہیں۔ تم نے قلعے میں اور جزیرے میں اقتدار حاصل کیا ہے۔ میں پیش گوئی کرتا

ہوں کہ یہ اقتدار عارضی ہے۔ مسٹری مین تم لوگوں کی توقع سے بہت زیادہ چالاک اور خطرناک ہے۔ وہ جلد ہی تمہاری پوری ٹیم کے ساتھ تمہیں کھا جائے گا۔"

بائرن ٹوڈ نے ہنستے ہوئے کہا "تم ہمیں بچوں کی طرح ڈرا رہے ہو۔ جب ہم فرہاد علی تیمور سے ٹکرا گئے ہیں تو مسٹری مین کیا چیز ہے۔ تم اپنی بات کرو۔ ہم سے دوستی کرو گے؟"

"دوستی اچھی ہوتی ہے مگر ہماری ٹیلی پیتھی کی دنیا عجیب ہے۔ دوستی کے پیٹ سے دشمنی جنم لیتی ہے۔ ہم ایک دوسرے پر کیسے اعتماد کریں گے؟"

"اعتماد اس طرح قائم ہوگا کہ ہم دور دور رہ کر ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔ تم ہمیں فائدہ پہنچاتے رہو۔ ہم تمہیں فائدہ پہنچاتے رہیں گے۔"

"میں تمہیں کس طرح فائدہ پہنچا سکتا ہوں؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ مسٹری مین سے نجات چاہتا ہوں۔ میں کھل کر اس کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ تم بہت کچھ کر سکتے ہو۔ کسی طرح اس کی کوئی کمزوری معلوم کرو۔ اسے کسی طرح بھی ٹریپ کرو۔"

"میں آج تک خاموشی سے خیال خوانی کرتا رہا ہوں۔ فرہاد' سونیا' پارس' پورس' الپا اور مسٹری مین تک پہنچنے کے راستے تلاش کرتا رہا ہوں۔ ان سب کے متعلق معلومات تو حاصل ہوتی ہیں لیکن ان کی کمزوریاں معلوم کرنے کے راستے نہیں ملتے۔ مسٹری مین تک پہنچنا تقریباً ناممکن ہے لیکن میں اس کے اندر نہ پہنچ سکا تو اس کے کسی ماتحت کے اندر پہنچ کر قلعے کے اندر بھی پہنچ سکوں گا۔ وہ قلعہ میرے لیے بھی اہم ہے۔ میں بھی وہاں تمہارے اقتدار میں شریک ہونے کی کوششیں کرتا رہوں گا۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "کیا بکواس کر رہے ہو؟ میں دوست بنانے آیا ہوں اور تم دشمن کی طرح اس قلعے میں گھسنے اور اقتدار حاصل کرنے کی باتیں کر رہے ہو۔"

"وہ قلعہ ہم میں سے کسی کے باپ نے نہیں بنایا ہے۔ ہم میں سے جو شہ زور اور قسمت کا دھنی ہوگا۔ وہی اس قلعے میں قدم جما کر رہ سکے گا اور دوسروں کے قدم وہاں سے اکھاڑتا رہے گا۔"

"تم اتنی دیر سے دوست بننے کا جھانسا دے کر ہمارے ساتھ بکواس کرتے رہے ہو۔ ہم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ تم ہم سے تو کیا کسی سے بھی دوستی کے قابل نہیں ہو۔"

"غصہ نہ دکھاؤ۔ تم بھی اتنی دیر سے دوستی کا جھانسا دے رہے تھے۔ میرے متعلق معلومات حاصل کر رہے تھے۔ تم نے صرف میرا فون نمبر ہی نہیں یہ بھی معلوم کیا ہے کہ میں انڈیا میں رہتا ہوں۔ آؤ تمہیں تماشا دکھاتا ہوں۔ ابھی فون پر تمہارے اس آلہ کار سے باتیں کرتا ہوں۔"

ایک منٹ کے اندر ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ آلہ کار نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو! کیا تم اولڈ مین ہو؟"

وہ بولا "میرے فون کے ذریعے تمہیں فون کی گھنٹیاں اور سنکھ بجنے کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ میں وہی اولڈ مین بول رہا ہوں۔ ریسیور کان سے لگائے رہو۔ میرے پس منظر کی آوازیں بند ہو رہی ہیں۔"

اچانک گھنٹیوں کی اور سنکھ بجنے کی آوازیں بند ہو گئیں۔ چند سیکنڈ کے بعد پھر وہ آوازیں سنائی دینے لگیں۔ بائرن ٹوڈ اور اس کے ساتھیوں کی سمجھ میں آگیا کہ وہ آوازیں کسی کیسٹ میں ریکارڈ کی گئی ہیں وہ کیسٹ ریکارڈر کو کبھی آن کر رہا ہے۔ کبھی آف کر رہا ہے پھر فون پر اس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "اب سر پکڑ کر سوچتے رہو۔ کیا میں انڈیا میں ہوں؟ زیادہ چالاکی اوندھے منہ گراتی ہے۔ تمہارا باپ بھی میرے سائے تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ آلہ کار کے دماغ میں بوڑھے قہقہے سنائی دے رہے تھے پھر وہ قہقہے رک گئے۔ اس نے خیال خوانی کا رابطہ بھی ختم کر دیا۔

○☆○

ثانی کینیڈا میں تھی۔ بابا صاحب کے ادارے سے ہدایت دی گئی تھی کہ اسے امریکا جا کر واشنگٹن میں رہنا ہے۔ وہاں تیار ہونے والی نئی مشین کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہیں۔ نیویارک پہنچنے تک بہت سی اہم معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔ امریکا کے باغی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائزمین نے یہ راز سب ہی کو بتا دیا تھا کہ امریکا کے ایک خفیہ انڈر گراؤنڈ سیل میں دس اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔ ثانی نے نیویارک میں عارضی رہائش اختیار کی۔ وہاں رہ کر پلاننگ کرنے لگی کہ اس خفیہ انڈر گراؤنڈ سیل تک پہنچنے کے لیے وہاں کے اکابرین اور فوجی افسران میں سے کسی کو ٹریپ کرنا چاہیے۔

وہ بڑے آرام اور اطمینان سے خیال خوانی کے ذریعے ایک ایک اہم فرد کے دماغ میں پہنچنے لگی۔ یہ معلوم ہوتا رہا کہ اس بار بڑی سخت رازداری سے کام لیا جا رہا ہے۔ وہاں کے اکابرین اور فوج کے اعلیٰ افسران ان دس پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور ان کے بیوی بچوں کے پتے ٹھکانے اور فون نمبرز نہیں جانتے تھے۔ شاید وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے شادی شدہ نہیں تھے اور ان کا کوئی سگا رشتے دار نہیں تھا۔ ویسے یہ بات عقل تسلیم نہیں کرتی تھی۔ ان دس میں سے کسی نہ کسی کے پیدا کرنے والے ماں باپ تو ضرور کہیں موجود ہوں گے۔ ان کے بارے میں ضرور کچھ نہ

کچھ معلوم ہو سکتا تھا لیکن ایسی معلومات حاصل کرنے میں کچھ وقت لگتا۔

وہ خاطر خواہ معلومات حاصل کرنے کے بعد واشنگٹن جانا چاہتی تھی۔ فی الحال نیویارک میں تفریح کے انداز میں گھومتی پھرتی رہتی تھی۔ ایسے وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اپنا سانس روک لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ کوئی اپنا فون نمبر بتا کر چلا گیا۔

اس نے موبائل کے ذریعے اس نمبر پر رابطہ کیا پھر پوچھا "ہیلو! تم کون ہو؟ کیا ابھی تم میرے دماغ میں آئے تھے؟"

"ہاں! میں کل سے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارا تعاقب کرتا رہا ہوں۔ اتنا سمجھ میں آیا ہے کہ تم اس شہر میں تنہا ہو اور بے مقصد گھومتی پھرتی رہتی ہو۔ کہیں ساحل پر یا کسی تفریح گاہ میں بیٹھتی ہو تو خیالوں میں گم ہو جاتی ہو۔ تمہارا یہ انداز ظاہر کرتا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

ثانی نے کہا "آہ! کاش میں ٹیلی پیتھی جانتی۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مہربان میرے اندر آتا ہے۔ میری خیریت معلوم کرتا ہے اور میرے دشمنوں سے مجھے محفوظ رکھتا ہے۔"

"تمہاری جیسی حسین دوشیزہ سے کون دشمنی کرتا ہے؟ مجھ سے دوستی کرو۔ میں ساری زندگی باڈی گارڈ بن کر تمہاری حفاظت کروں گا۔"

"اگر تم میرے چور خیالات پڑھو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ میری دو آرزوئیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ لوں۔ دوسری یہ کہ نہ سیکھ سکوں تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا جیون ساتھی بن جائے۔ ساری زندگی میری حفاظت کرتا رہے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے لیے دولت حاصل کرتا رہے۔"

"ایسی بات ہے تو تم اس شخص سے کیوں شادی نہیں کرتیں جو تمہارے دماغ میں آتا ہے؟"

"وہ ایک عمر رسیدہ شخص ہے۔ میرے باپ کے برابر ہے۔"

"اوہ آئی سی! وہ عمر رسیدہ شخص کون ہے؟"

"سوری۔ وہ میرا محافظ ہے، میرا محسن ہے۔ وہ اس شرط پر ہمیشہ میرے کام آتا ہے کہ میں کبھی اس کے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔ میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا مجھے دوست بناؤ گی؟"

"ہاں پہلے دوست بناؤں گی۔ محبت نہیں کروں گی۔ جب تم میرے بزرگ ٹیلی پیتھی جاننے والے کی طرح میرا دل جیت لو گے تو میں محبت بھی کروں گی اور شادی بھی کروں گی۔"

"میں تمہارے کام آتا رہوں گا۔ تمہارا اعتماد حاصل کرتا رہوں گا دوستی کی ابتدا کرو۔ مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"کیا صرف دماغ میں آؤ گے، سامنے نہیں آؤ گے؟ دوستی کرو گے یا آنکھ مچولی کھیلو گے؟"

"کیا وہ بزرگ ٹیلی پیتھی جاننے والا تم سے آنکھ مچولی نہیں کھیلتا ہے؟ کیا تمہارے سامنے آجاتا ہے؟"

"ہاں! میں جب بلاتی ہوں۔ وہ میرے پاس چلا آتا ہے۔"

"جب وہ بلانے سے آجاتا ہے تو اس شہر میں تنہا کیوں بھٹکتی رہتی ہوں؟"

"یہ تو تم موٹی عقل سے بھی سمجھ سکتے ہو۔ وہ اس شہر میں یا اس ملک میں ہوتا تو میں تنہا نہیں رہتی۔ وہ مجھ سے ہزاروں میل دور استنبول میں ہے۔ تم اپنی بات کرو۔ کیا اس کی طرح سامنے آنے کا حوصلہ رکھتے ہو؟"

"حوصلہ تو بہت ہے۔ جب حوصلہ دکھاؤں گا تو دیکھتی رہ جاؤ گی۔"

"اسی وقت ادارے کے سراغ رساں نے اس کے اندر کر کہا "میڈم! وہ یہاں قریب ہی ریسٹورنٹ کے پاس ایک درخت کے نیچے کھڑا ہوا ہے۔ فون پر بول رہا ہے۔ کیا اسے دبوچ لوں؟"

"نہیں! تم میرے پاپا کے لب ولہجے میں میرے اندر بولتے رہو۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میں میڈم مارلی ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ بولی "اوہ آپ آگئے۔" پھر اس نے فون پر کہا "ایکسکیوزمی۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے باتیں کروں گی۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ ہمارا سراغ رساں اس کے اندر میری آواز اور لہجے میں بول رہا تھا۔ ثانی کے فون پر بولنے کے انداز سے اجنبی نے یہ سمجھ لیا تھا کہ کوئی اس کے دماغ میں آیا ہے۔ وہ بھی اپنا فون بند کر کے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کہہ رہی تھی "مسٹر فرہاد! آپ تو کہیں مصروف تھے۔ اچانک کیسے آگئے؟"

سراغ رساں نے کہا "بھئی تمہاری یاد آئی اور چلا آیا۔ میں تمہارے لیے فکر مند رہتا ہوں۔ دشمن یہ سمجھ رہے ہیں کہ انہوں نے قلعے کے اندر تمہیں مار ڈالا ہے لیکن انہیں کسی نہ کسی طرح معلوم ہو جائے گا کہ میں نے تمہیں بڑی

رازداری سے نیویارک پہنچا دیا ہے۔"

"آپ بڑی چالاکی سے میری حفاظت کر رہے ہیں۔ میں آپ کی محبت اور آپ کے احسانات کبھی نہیں بھولوں گی۔ ہاں یاد آیا۔ ابھی کوئی اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔"

"اوہ گاڈ! وہ کون تھا؟ کیا تم نے اسے اپنے دماغ میں آنے دیا تھا؟"

"ابھی تو نہیں آنے دیا لیکن آپ جانتے ہیں۔ میں رات کو پینے کی عادی ہوں۔ آپ کے منع کرنے سے کل نہیں پی تھی لیکن آج مجھ سے رہا نہیں جائے گا۔ وہ اجنبی کل سے میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اگر اس نے مجھے پیتے ہوئے دیکھ لیا تو فوراً میرے اندر چلا آئے گا۔ پلیز آج رات آپ خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس رہیں۔"

"مارلی! مجھے افسوس ہے۔ آج رات میں بہت مصروف رہوں گا، میں تمہیں سمجھا تا ہوں۔ اپنی بہتری چاہتی ہو تو آج رات شراب کو منہ نہ لگانا۔ جب مجھے فرصت ملے گی۔ تب بوتل کھول لینا۔ میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔ میں جا رہا ہوں۔ تقریباً آٹھ دس گھنٹے تک مصروف رہوں گا۔"

سراغ رساں یہ کہتے ہی ثانی کے دماغ سے نکل گیا۔ ثانی نے اس اجنبی کی سوچ کو محسوس کیا لیکن انجان بنی رہی پھر اس نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ خاموش کیوں ہیں؟ کیا کچھ کہنا چاہتے ہیں؟"

اس نے میرے لہجے میں بولنے کی کوشش کی اور صرف "نو" کہہ کر ثانی کے دماغ سے چلا گیا۔ وہ مسکرانے لگی۔ دل میں کہنے لگی آج رات مرغا پھنسے گا۔ جبکہ بے چارہ پھانسنے آئے گا۔

وہ اَن نون تھا۔ مسٹری مین نے اسے امریکا جانے کا حکم دیا تھا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان وس پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سلسلے میں متجسس تھے۔ پتا نہیں کتنے ملکوں کے خیال خوانی کرنے والے وہاں پہنچ رہے تھے۔ اَن نون بھی نیویارک میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے امریکا کے اکابرین اور دیگر اہم افراد کے دماغوں میں پہنچ کر کچھ نہ کچھ معلوم کرنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ ایسے وقت اس نے اپنی دانست میں ایک کامیابی حاصل کی تھی۔ مقتول سمجھی جانے والی مارلی کو دریافت کیا تھا۔ اس نے مسٹری مین کو یہ خوش خبری سنانے کے لیے رابطہ کیا۔

اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ اس نے دوسری بار رابطہ کیا۔ وہ بولا "یو نان سنس۔ آدھے گھنٹے بعد آؤ۔ میں بہت مصروف ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر دور ہی دور سے ثانی کو دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا۔ بڑی زبردست ہے۔ اچھا ہے کہ شراب پیتی ہے۔ آج یہ نشے میں میری رات رنگین کرے گی۔ میں ہانگ کانگ میں رہ کر اس پر قابو نہ پا سکا۔ ہزاروں میل دور آنے کے بعد یہ میرے شکنجے میں آرہی ہے۔

اس نے آدھے گھنٹے بعد مسٹری مین سے رابطہ کیا پھر کہا "باس ایک اہم خبر سنانے آیا ہوں۔ ہانگ کانگ والی تعینی کہ جزیرہ لن تاؤ کی میڈم مارلی زندہ ہے اور یہاں نیویارک میں ہے۔"

مسٹری مین نے حیرانی سے پوچھا "کیا کہہ رہے ہو؟ تم اسے کیسے پہچان رہے ہو کہ وہ مارلی ہے؟"

"میں کل سے اس کا تعاقب کر رہا ہوں آج میں نے اس کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لیا۔ میں نے اس سے فون پر باتیں کیں۔ باتوں کے دوران میں پتا چلا کہ کوئی اس کے دماغ میں آیا ہے۔ میں ایسے وقت فوراً اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس بار اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ میں نے اس کے اندر فرہاد علی تیمور کی آواز سنی۔ مارلی پریشان ہو کر اس سے کہہ رہی تھی کہ ابھی ایک اجنبی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ یعنی کہ میں اس کے پیچھے پڑا ہوا ہوں۔ آج رات وہ شراب پیے گی تو میں اس کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"

مسٹری مین نے کہا "ہاں اس کی یہ عادت سب ہی جانتے ہیں۔ وہ رات کو ضرور پیتی ہے۔ فرہاد نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے لیکن رات کو نشے میں اس کے دماغ کے دروازے کھل جاتے ہوں گے۔ شام ڈھلنے، رات ہونے کا انتظار کرو۔"

"انتظار کیا کرنا ہے۔ شام ہو چکی ہے۔ رات کا اندھیرا پھیلنے والا ہے۔ سات بجنے والے ہیں۔ وہ ایک آدھ گھنٹے بعد پینا شروع کرے گی۔ شاید وہ گھر کی طرف جا رہی ہے۔ میں بھی اس کے پیچھے جاؤں گا۔"

"محتاط ہو کر تعاقب کرو۔ میں ایک گھنٹے بعد تمہارے پاس آؤں گا اور خود اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنی معمول بناؤں گا۔"

ثانی ایک رینٹڈ کار میں بیٹھ کر جا رہی تھی۔ اس کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے کے کئی افراد وہاں موجود تھے۔ انہوں نے ایک حسین عورت کو ٹریپ کر کے اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا تھا اور اسے میڈم مارلی بنا دیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی جاسوس ہمیشہ اس کے دماغ میں رہ کر اس سے میڈم مارلی کا رول ادا کرانے والی تھی۔

ہم سب جس ملک اور جس شہر میں جاتے تھے۔ وہاں

اپنے کئی آلہ کار بنا لیتے تھے پھر ان کے دماغوں میں رہ کر حالات کے مطابق کام کرتے رہتے تھے۔ اس طرح ہمارا سامنا کبھی کسی دشمن سے نہیں ہوتا تھا۔ ثانی اور ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے نیویارک پہنچ کر چند آلہ کار بنائے تھے۔ ان میں ایک آلہ کار حسینہ کا نام کرسٹی فورڈ تھا۔ کرسٹی ذہین بھی تھی اور بہترین فائٹر بھی۔ وہ ثانی کا رول بخوبی ادا کر سکتی تھی۔

ثانی نے اپنے معاون ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہا "تم اسے ہپناٹائز کرو اور اس کے دماغ میں میرا لب ولہجہ اور میرے اہم طور طریقے نقش کر دو۔ تمہارے تنویمی عمل کے دوران میں بھی موجود رہوں گی۔"

کرسٹی یوگا کی ماہر تھی۔ اسے بڑی مشکل سے کمزور بنا کر ٹریپ کیا گیا تھا۔ اس کے بعد اس کے چور خیالات پڑھے گئے۔ پتا چلا وہ ٹاپ کی ماڈل گرل ہے۔ تنہا رہتی ہے۔ اس کا ایک بوائے فرینڈ ہے۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی اپنا نہیں ہے۔ اگر اسے معمول بنا کر ثانی بنایا گیا تو کوئی اس کی طرف توجہ نہیں دے گا۔

اسے معمول بنا کر ثانی کی ڈمی بنایا گیا۔ بعض اوقات چور خیالات پڑھنے کے باوجود کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ ثانی اور اس کے معاون خیال خوانی کرنے والے یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ جس سے محبت کرتی ہے۔ اس شخص نے پہلے ہی اسے اپنی معمول بنا رکھا ہے۔ اس شخص نے کرسٹی کو اپنا نام سڈنی فورڈ بتایا تھا۔ وہ بھی ماڈل بننے کے لیے شوبز کی دنیا میں آیا تھا۔ وہاں کرسٹی سے اس کے تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ اس نے کرسٹی سے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو چھپایا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اپنے محبوب سڈنی کی معمول بنی ہوئی ہے۔

سڈنی فورڈ ان نئے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک تھا۔ جنہیں امریکا کے مختلف انٹیلی جنس اور شعبوں میں رہنے کی اجازت دی گئی تھی۔ وہ سب دس پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے معمول تھے اور اپنی کارکردگی کی رپورٹ انہیں پیش کرتے رہتے تھے۔

سڈنی نے خیال خوانی کے ذریعے نمبر آٹھ کو مخاطب کیا۔ نمبر آٹھ نے اس کے اندر آ کر پوچھا "بولو کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "سر! آپ جانتے ہیں۔ میں نے کرسٹی کو اپنی معمول بنا رکھا ہے۔ آپ فوراً کرسٹی کے دماغ میں آئیں۔ بابا صاحب کے ادارے والے اسے ہپناٹائز کر کے ثانی کی ڈمی بنا رہے ہیں۔"

نمبر آٹھ کرسٹی کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے اندر تنویمی عمل جاری تھا۔ مخصوص لب ولہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا جا رہا تھا۔ نمبر آٹھ اور سڈنی نے اس لب ولہجے کو اچھی طرح یاد کر لیا۔

ہم مخالفین کے دماغوں میں جا کر جو طریقے اختیار کرتے تھے۔ نمبر آٹھ نے وہی طریقہ کار اختیار کیا تھا۔ اس نے ثانی اور اس کے معاون کے تنویمی عمل میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی تھی۔ اسے اطمینان تھا کہ جب چاہے گا کرسٹی کے اندر پہنچ کر ثانی کے منصوبوں سے واقف ہوتا رہے گا۔

ثانی کا معاون کرسٹی کو معمول بنا کر اسے حکم دے رہا تھا کہ اب وہ میڈم مارلی کے لب ولہجے میں سوچا کرے گی اور بولا کرے گی۔ کرسٹی کو میڈم مارلی کی اہم باتیں بتائی جا رہی تھیں اور یہ حکم دیا جا رہا تھا کہ وہ آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے بعد بیدار ہو گی پھر میڈم مارلی کے معمول کے مطابق ڈنر سے پہلے شراب پیے گی۔

سڈنی نے نمبر آٹھ سے کہا "سر! یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ کرسٹی کو پہلے ثانی کی ڈمی بنایا گیا اب اسے میڈم مارلی بنایا جا رہا ہے۔ اس کے دماغ کو لاک رکھنا چاہیے لیکن اسے شراب پینے کا حکم دیا جا رہا ہے۔"

نمبر آٹھ نے کہا "ان کے اس عمل سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ کرسٹی کے دماغ کو کھلا رکھنا چاہتے ہیں۔ دشمنوں کو اس کے اندر پہنچا کر یہ دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ میڈم مارلی زندہ ہے۔ جبکہ ہماری معلومات کے مطابق اسے مار ڈالا گیا ہے۔ اگر ہم بروقت کرسٹی کے دماغ میں نہ آتے تو ہم بھی بعد میں کرسٹی کے اندر پہنچ کر دھوکا کھاتے اور یہی سمجھتے کہ میڈم مارلی زندہ ہے۔ آئندہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے دھوکا کھائیں گے۔"

ثانی اپنے طور پر زبردست چال چل رہی تھی۔ ان نون کو بھٹکانے والی تھی۔ دوسرے بھی کرسٹی کے اندر آ کر یقین کرنے والے تھے کہ مارلی زندہ ہے اور میں نے اسے ہانگ کانگ سے چپ چاپ نکال کر نیویارک پہنچا دیا ہے۔

وہ پراسرار دس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑے لکی تھے۔ پاتال میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے بڑی کامیابیاں حاصل کر رہے تھے۔ اس طرح وہ بھی کسی کی گرفت میں نہیں آ سکتے تھے۔

نمبر آٹھ بھی لکی تھا۔ وہ ثانی کی ایک اہم چال کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔ اس نے سڈنی سے کہا "ثانی پارس کی وائف اور فرہاد علی تیمور کی بہو ہے۔ فرہاد کے خاندان کا اور بابا صاحب کے ادارے کا ایک اہم مہرہ ہماری معلومات کے احاطے میں آ گیا ہے۔ تمہیں بہت محتاط رہنا ہو گا۔ تم آئندہ کبھی کرسٹی کے قریب نہیں جاؤ گے۔ اس کے اندر پہنچ کر ہمیشہ گونگے بنے رہو گے۔ میں بھی اس کے اندر آتا رہوں

گا۔"

سڈنی نے کہا "میں آپ کے حکم کے مطابق کبھی ثانی اور اس کے معاون کو یہ معلوم نہیں ہونے دوں گا کہ ہم نے اس کے اندر جگہ بنا رکھی ہے۔"

"ان کے تنویمی عمل کے مطابق وہ ڈنر سے پہلے شراب پینے والی ہے۔ شاید اس کی شراب نوشی کے ذریعے کوئی اہم چال چلی جا رہی ہے۔ تم مسلسل اس کے اندر رہو۔ میں بعد میں آؤں گا۔"

دوسری طرف ثانی اور اس کے معاون اطمینان سے کرسٹی کو مارلی بنا چکے تھے۔ وہ آدھے گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہونے والی تھی۔ ایسے وقت ثانی اپنی کار ڈرائیو کرتی ہوئی نیویارک کی مختلف تفریح گاہوں میں اپنا وقت گزار رہی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ وہ اجنبی (ان نون) ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا تعاقب کر رہا ہے۔

معاون نے آ کر ثانی سے کہا "کرسٹی بیدار ہو گئی ہے۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر پینے کے لیے بیٹھے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اپنی اس رہائش گاہ میں آ رہی ہوں۔ کیا تم اس اجنبی کو میرے تعاقب میں دیکھ رہے ہو؟"

"یس میڈم! وہ ہمارے ایک ساتھی کی نظروں میں ہے۔"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی اپنی رہائش گاہ کے سامنے آئی پھر کار سے اتر کر اندر چلی گئی۔ ان نون نے وہاں سے کچھ فاصلے پر گاڑی روک دی تھی۔ عام طور سے ڈنر کا وقت ہو چکا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ مارلی کے ڈنر کا وقت کیا ہے۔ ویسے پینے والے ڈنر سے بہت پہلے بوتل کھول لیتے ہیں۔ وہ اپنی کار میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔

"آدھے گھنٹے بعد مسٹری مین نے آ کر پوچھا "کیا وہ پی رہی ہے؟"

"میں یہی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے اس کے دماغ میں جانا ہو گا۔ اگر اس نے نشے کو منہ نہیں لگایا ہو گا تو میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لے گی پھر ہو سکتا ہے کہ محتاط ہو جائے اور پینے کا ارادہ ترک کر دے۔"

"اسی طرح محتاط رہو۔ اسے شبہ نہ ہونے دو اور آدھا گھنٹا انتظار کرو۔ کیا وہ اس اپارٹمنٹ میں تنہا ہے؟"

"بالکل تنہا ہے۔ میں نے کل سے اب تک اس کے ساتھ کسی کو نہیں دیکھا ہے۔ اب بھی وہاں کسی دوسرے کی موجودگی ظاہر نہیں ہو رہی ہے۔"

"تمہیں رسک لینا چاہیے۔ اس اپارٹمنٹ میں داخل ہو جاؤ۔"

وہ کار سے نکل کر باہر آیا۔ اسٹریٹ لائٹس کی روشنی اپارٹمنٹ تک پہنچ رہی تھی۔ کوئی اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ ایک ویٹر کی حیثیت سے اندر جا رہا تھا۔ بیرونی دروازہ مقفل نہیں تھا۔ وہ اسے آہستگی سے کھول کر اندر آیا پھر دبے قدموں چلتا ہوا وہاں کے مختلف حصوں سے گزرنے لگا۔ اسے ایک کمرے میں ثانی کی ڈمی یعنی کرسٹی دکھائی دی۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھی ٹی وی کا میوزیکل پروگرام دیکھ رہی تھی۔ سامنے بوتل کھلی ہوئی تھی اور وہ جام اٹھائے ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک گھونٹ پی رہی تھی۔

معاون نے ثانی سے پوچھا "کیا اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں زخمی کر کے اپنا معمول بنایا جائے گا۔"

"اتنی جلدی اچھی نہیں ہوتی۔ ابھی ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس کے کچھ اور ساتھی ابھی اس کے اندر موجود ہوں۔ اگر ہم اسے ٹریپ کریں گے تو اس کے ساتھی اسے رہائی دلا کر یہاں سے لے جائیں گے۔ ابھی اس اجنبی کو ڈھیل دی جائے گی۔"

جب ان نون نے اسے شراب پیتے دیکھا تو پورے یقین کے ساتھ خیال خوانی کرتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ثانی بھی اس کے دماغ میں تھی۔ کرسٹی اس کی مرضی کے مطابق مارلی کی حیثیت سے سوچ رہی تھی۔ پتا نہیں اس پارک میں وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا کون تھا؟ اچھا ہوا میں نے اسے اپنے دماغ سے بھگا دیا۔ تب سے اب تک اس نے میرے اندر آنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی آئے گا۔ مجھے یقین ہے فرہاد ہمیشہ کی طرح مجھے اس دشمن سے بھی محفوظ رکھے گا۔

ان نون اس کے خیالات پڑھ کر یہ یقین کر رہا تھا کہ اس وقت میں مارلی کی حفاظت کے لیے موجود نہیں ہوں اور کسی معاملے میں اس قدر مصروف ہوں کہ صبح سے پہلے اس کے پاس نہیں آ سکوں گا۔

اس نے مخاطب کیا "ہائے مارلی! میں وہی اجنبی ہوں۔ آواز سے پہچانو۔ تم نے تو مجھے اپنے دماغ سے بھگا دیا تھا۔"

اس نے گھبرا کر سانس روکا مگر اسے ٹھکا لگا۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر کھانسنے لگی۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "نادانی نہ کرو۔ ایسے وقت تمہارا باپ بھی سانس نہیں روک سکے گا۔"

"لیٹکو یچ پلیز! میرے باپ کا نام نہ لو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ جا رہا ہوں۔ یوں سمجھو دماغ سے نکل کر گھر میں آ رہا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ میں تمہیں یہاں نہیں آنے دوں گی۔ دروازے بند کر دوں گی۔"

وہ دروازے کو بند کرنے کے لیے اٹھ گئی۔ پلٹ کر دیکھا

تو وہ کمرے میں موجود تھا۔ اسے دیکھتے ہی شیشے کا جام ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ ہنستے ہوئے اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تمہاری یہ کمزوری سبھی جانتے ہیں کہ تم بہت پیتی ہو۔ پارک میں جب فرہاد علی تیمور تمہارے اندر آکر باتیں کر رہا تھا تو میں بھی تمہارے اندر پہنچ گیا تھا۔ ایسے وقت تم نے مجھے محسوس نہیں کیا تھا اور میں نے تمہاری اصلیت معلوم کرلی تھی کہ تم میڈم مارلی ہو۔ اپنے تمام دشمنوں کو دھوکا دے کر ہانگ کانگ سے یہاں آئی ہو۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "خبردار! میرے قریب نہ آنا۔ ابھی فرہاد آئے گا تو تم یہاں سے دم دبا کر بھاگو گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں مکمل معلومات کے بعد یہاں آیا ہوں۔ فرہاد اپنے ایک اہم معاملے میں بہت مصروف ہے۔ وہ صبح سے پہلے یہاں نہیں آئے گا۔ آؤ میری جان بیڈ روم میں چلو۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ جو کرنا ہے خیال خوانی کے ذریعے کروں گا۔"

وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ مسٹری مین نے آکر کہا "ان نون! وقت ضائع نہ کرو۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر بستر پر لے جاؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اسے بیڈ روم کی طرف لے جانے لگا۔ اس وقت کرسٹی کے اندر ان نون' مسٹری مین' ثانی' سڈنی اور نمبر آٹھ موجود تھے۔ وہ وہاں ایک دوسرے کی موجودگی سے بے خبر تھے۔ انہیں یہ معلوم ہوگیا کہ ابھی کرسٹی کے اپارٹمنٹ میں اور اس کے دماغ میں آنے والا ان نون ہے۔

وہ کرسٹی کو ٹرانس میں لانے کے بعد اس پر تنویمی عمل کر رہا تھا۔ باقی تمام حاضرین خاموشی سے تماشا دیکھ رہے تھے۔ ان نون نے تنویمی عمل کے اختتام پر ایک مخصوص لب ولہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا پھر کہا "میرے اس لہجے کے علاوہ صرف فرہاد تمہارے دماغ میں آیا کرے گا۔ تم بھول جاؤ گی کہ میں نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے۔ اس طرح تمہارے چور خیالات پڑھنے کے باوجود فرہاد کو شبہ نہیں ہوگا کہ ہم نے تمہیں ٹریپ کیا ہے۔"

مسٹری مین نے کہا "تم تنویمی نیند سوتی رہو گی۔ اس کے باوجود ہم مطمئن نہیں رہیں گے۔ ان نون مسلسل تمہارے اندر رہے گا۔ فرہاد اتفاقاً یہاں آکر ہمارے تنویمی عمل کا توڑ کرے گا تو ہم پھر کسی وقت تمہیں ٹریپ کریں گے۔ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ اب آرام سے سوجاؤ۔"

وہ تنویمی نیند سونے لگی۔ نمبر آٹھ اور سڈنی اس کے دماغ سے نکل آئے۔ سڈنی نے کہا "سر! یہ ثانی بہت چالاک ہے۔ اس نے مارلی کو اسی لیے پینے پر آمادہ کیا تھا۔ اس طرح پتا چل گیا کہ اس کے اندر آنے اور اسے ہپناٹائز کرنے والا ان نون ہے۔"

نمبر آٹھ نے کہا "ہم ان نون کے بارے میں صرف اس حد تک جانتے ہیں کہ وہ پہلے ہانگ کانگ میں تھا۔ وہاں مارلی کے قلعے میں قبضہ جمانے کی کوششیں کر رہا تھا۔ آج اسے مارلی کے دماغ پر قبضہ جمانے کا موقع مل گیا ہے۔"

"لیکن سر! ان نون کے ساتھ ایک دوسرا خیال خوانی کرنے والا بھی تھا ہمیں اس دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بارے میں بھی معلوم کرنا چاہیے۔"

نمبر آٹھ نے کہا "فی الحال اتنا ہی کافی ہے کہ ہم ان نون کو تنہا سمجھ کر دھوکا نہیں کھائیں گے۔"

"ابھی مارلی اور ان نون کے بارے میں سمجھنے کے لیے بہت کچھ رہ گیا ہے۔ ابھی یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ ان نون ہانگ کانگ سے مارلی کا پیچھا کرتا ہوا آیا ہے۔ اب وہ قلعے پر اور جزیرہ لن تاؤ پر قبضہ جمانے کی دیرینہ خواہش پوری کرے گا۔ وہ قلعہ اور جزیرہ بہت اہم ہے۔ وہ کسی نہ کسی طرح مارلی کو پھر اس قلعے میں واپس لے جائے گا۔"

نمبر آٹھ اپنے طور پر قیاس آرائیاں کر رہا تھا۔ دوسری طرف مسٹری مین ان نون سے کہہ رہا تھا "ہم مارلی کے سلسلے میں اب تک دھوکا کھاتے رہے' ایک کے بعد ایک مارلی کو ہلاک کرتے رہے۔ بعد میں پتا چلتا رہا کہ اصل مارلی زندہ ہے۔ اب پھر یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ہم نے قلعے میں اصل مارلی کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ اصل تو یہاں ہے۔ مسلسل ناکامیوں سے گزرنے اور فریب کھاتے رہنے کے بعد اصل مارلی ہمارے ہاتھ آئی ہے۔"

ان نون نے کہا "اس قلعے کے اندر بائرن ٹوڈ وغیرہ آپ کے ساتھ اقتدار میں شریک ہیں۔ ان سے اصل مارلی کو چھپائے رکھنا ہوگا۔"

بائرن ٹوڈ وغیرہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچیں گے کہ اصل مارلی نیویارک میں زندہ ہے۔ یہ ہمارے لیے اچھی بات ہے کہ فرہاد بڑی رازداری سے اس کی حفاظت کر رہا ہے۔ ہمیں اس بات پر غور کرنا ہے کہ آئندہ ہم اس زندہ مارلی کے ذریعے کس طرح بائرن ٹوڈ وغیرہ کو اس قلعے سے بھگا سکیں گے۔"

اب مسٹری مین اس مسئلے پر غور کرنے والا تھا۔ ثانی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "پاپا! آپ ہانگ کانگ میں ہیں۔ وہاں مارلی کا ایک مخالف ان نون تھا۔ وہ آج کل نیویارک میں ہے۔ کیا اس کے بارے میں اہم معلومات فراہم کرسکتے ہیں؟"

میں نے کہا "تمہاری توقع سے زیادہ اہم معلومات یہ ہیں

کہ تم اس بوگا کے ماہر کے اندر آسانی سے جاسکتی ہو۔ وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "ونڈر فل پاپا! آپ تو پلک جھپکتے ہی مجھے دشمن کی شہ رگ تک پہنچا رہے ہیں۔"

میں نے وہ مخصوص لب ولہجہ بتایا۔ جس کے ذریعے مسٹری مین نے ان نون کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ ثانی نے اس لب ولہجے کو ذہن نشین کیا پھر اس کے اندر پہنچ کر مسٹری مین کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنے لگی۔

○☆○

اسکاٹ لینڈ یارڈ کے اے ڈی جی کا محاسبہ کیا جا رہا تھا۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ نمبر تھری نے اے ڈی جی کو ٹریپ کیا تھا پھر اس کے ذریعے وہاں کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کو ٹریپ کرنے والا تھا۔ ایسے وقت پورس نے وہاں کے ڈائریکٹر جنرل کو نمبر تھری کی سازش کے متعلق بتا دیا تھا۔ اس سلسلے میں فوراً ایکشن لیا گیا۔ اے ڈی جی کے ساتھ ان دو سراغ رسانوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ جنہیں نمبر تھری ہپناٹائز کرنے والا تھا۔ وہ ایسا نہ کرسکا۔ اسے ناکام ہو کر جانا پڑا۔

وہاں کے دوسرے سراغ رساں اے ڈی جی کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرچکے تھے کہ وہ غدار نہیں ہے۔ نمبر تھری نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر غداری پر مجبور کیا تھا۔

اے ڈی جی نے وہاں کے اعلیٰ عہدے داروں سے کہا "آپ نے میرے چور خیالات سے یہ معلوم کیا ہے کہ نہ میں پہلے غدار تھا نہ اب غداری کی ہے۔ میں محب وطن ہوں اور ہمیشہ سے اسکاٹ لینڈ یارڈ میں ایک ذمے دار افسر کی طرح اہم فرائض انجام دیتا رہا ہوں۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا "ہم سب تسلیم کرتے ہیں کہ تم نے جان بوجھ کر دشمنی نہیں کی ہے لیکن غلطی اور جرم انجانے میں بھی ہوتے ہیں اور جب کوئی جرم ہوجاتا ہے تو اس کی سزا بھی لازمی ہوتی ہے۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "تم اس ادارے میں ایک معزز عہدے دار رہ چکے ہو۔ تمہیں قید بامشقت کی سزا نہیں دی جائے گی۔ تمہارے اور ان دو ٹریپ کیے جانے والے سراغ رسانوں کے برین واش کیے جائیں گے۔ یہاں کے بہت سے اہم راز تمہیں معلوم ہیں۔ برین واشنگ کے ذریعے ان تمام رازوں کو تمہارے دماغوں سے مٹا دیا جائے گا۔ اس کے بعد تمہیں ملک بدر کردیا جائے گا۔"

انہیں سزا سنا کر برین واشنگ کے لیے بھیج دیا گیا۔ ڈی جی نے کہا "ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہمارے اے ڈی جی اور دو سراغ رسانوں کو ٹریپ کیا تھا۔"

ایک نے کہا "صاف ظاہر ہے۔ پورس ہمارا دشمن ہے۔ اسی نے ایسا کیا تھا۔ اتنا عرصہ خاموش رہنے کے بعد وہ پھر ہم سے دشمنی کر رہا ہے۔"

"اگر یہ دشمنی اس کی تھی تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے جس نے ہمیں اس دشمنی کی اطلاع دی تھی۔ وہ مخبری نہ کرتا تو ہم اپنے اے ڈی جی سے دھوکا کھاتے رہتے اور ہمارے دو سراغ رساں دشمن کی جھولی میں چلے جاتے۔ اس مخبر ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہمیں بہت بڑے نقصان سے بچایا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے اس نے ہم پر یہ مہربانی کیوں کی ہے؟"

"کوئی خواہ مخواہ مہربانی نہیں کرتا۔ اس نے ہم پر اللہ کی راہ میں احسان نہیں کیا ہے۔ اس مخبری کے بعد اس نے ہم سے رابطہ نہیں کیا ہے اس کی یہ حرکت ہمیں الجھا رہی ہے۔"

ایک عہدے دار نے کہا "ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔ وہ آج کل میں ضرور ہم سے رابطہ کرے گا۔ اس نے خواہ مخواہ مخبری نہیں کی ہوگی۔ اس کے صلے میں وہ ہم سے ضرور کچھ چاہے گا۔"

ڈی جی نے کہا "مجھے بھی امید ہے کہ وہ ہم سے رابطہ کرے گا مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ پورس پھر ہم سے دشمنی کر رہا ہے۔ ہمارے سراغ رسانوں کے اندر گھس کر انہیں اپنا آلہ کار بنانا چاہتا ہے۔"

کمانڈر ہائیڈ نے کہا "وہ شیوانی کو یہاں سے رہائی دلا کر جاچکا ہے۔ تقریباً چھ ماہ سے اس نے ہمارے خلاف کوئی حرکت نہیں کی۔ اب وہ کیوں خواہ مخواہ دشمنی شروع کرے گا۔ آپ اس مخبر کی مہربانی کو پیش نظر رکھ کر غور کریں۔ پورس نے بھی ہم پر بہت بڑی مہربانی کی تھی۔ شیوانی کے ذریعے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ ہمارے پاس پہنچایا تھا۔ اس مہربانی کے عوض اس نے اور بابا صاحب کے ادارے نے اب تک ہم سے کچھ طلب نہیں کیا ہے۔ نہ ہی ہم پر احسان جتانے کے لیے ہم سے کبھی رابطہ کیا ہے۔"

"مسٹر ہائیڈ! تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ مخبری پورس نے کی ہے؟"

"آپ خود ہی غور کریں۔ وہ مسلسل مہربانی کرتا آرہا ہے۔ اس سے بڑی مہربانی اور کیا ہوسکتی ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کی تیاری کے دوران میں اس نے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی۔"

تمام عہدے دار قائل ہو کر کہنے لگے "ہم اکثر پورس کے مثبت رویوں پر غور کرتے ہیں تو عقل یہی کہتی ہے کہ اس نے ہمیں فائدہ ہی فائدہ پہنچایا ہے۔ صرف شیوانی کو ہم سے

چھین کرلے گیا ہے۔ وہ بھی اس لیے کہ وہ اس کی وائف ہے۔" اور اسے ایسا کرنے کا حق حاصل تھا۔

ڈی جی نے کہا "حالات کا تجزیہ کیا جائے تو پورس نے کبھی منفی رویہ اختیار نہیں کیا اور نہ ہی کبھی ہمیں نقصان پہنچایا ہے۔ اگر ہم فرض کرلیں کہ پورس نے پھر مہربانی کی ہے اور تخبری کرکے ہمیں بہت بڑے نقصان سے بچایا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں نقصان پہنچانے والا وہ دشمن کون تھا؟"

کمانڈر ہائیڈ نے کہا "وہ دشمن ہمارے دو سراغ رسانوں کو ہم سے چھیننے میں ناکام رہا ہے۔ وہ پھر کوئی ایسی حرکت کرے گا۔ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ وہ دشمن کون ہو سکتا ہے۔"

ایک نے کہا "سیدھی سی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہم فرانس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرنا اور ان کے اہم فوجی افسران کے اندر پہنچنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح فرانس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہمارے خلاف یہی کررہے ہوں گے۔"

مارشل ٹی ٹو نے کہا "فرانس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی نوزائیدہ ہیں۔ ابھی وہ اپنی حفاظت اور سلامتی کے انتظامات میں مصروف ہیں۔ موٹی عقل سے بھی سوچا جائے کہ ابھی وہ کسی کو دشمن نہیں بنائیں گے۔ چپ چاپ اپنے اندر استحکام پیدا کرتے رہیں گے۔ ہم سب کو بلکہ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان دس پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ زیرزمین کہاں چھپے ہوئے ہیں؟ وہ محفوظ رہ کر ہماری سلامتی کے لیے چیلنج بن رہے ہیں۔"

کمانڈر ہائیڈ نے کہا "میں بھی یہی کہنے والا تھا۔ وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے اندر سرنگ بنا رہے ہیں۔"

ڈی جی نے کہا "دنیا کی ہر مصیبت سامنے آتی ہے اور ہم اس کا سامنا کرتے ہیں لیکن وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے نادیدہ مصیبت بنے ہوئے ہیں۔ وہ بھی نظر نہیں آئیں گے لیکن تاریکی سے چلائی ہوئی گولیوں کی طرح آکر لگتے رہیں گے۔ ہمیں اس سلسلے میں ان سے بات کرنا چاہیے۔"

عہدے داروں نے کہا "بہتر ہے کہ ابھی ان سے رابطہ کیا جائے۔ ہم دیر کریں گے تو وہ اندھیر کریں گے۔"

ڈی جی نے ہاٹ لائن پر امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا "ہیلو! میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کا ڈائریکٹر جنرل بول رہا ہوں۔"

"فرمائیے جنرل صاحب! آپ نے ہمیں کیسے یاد کیا؟"

ڈی جی نے کہا "ہمارے اور آپ کے درمیان کبھی دشمنی نہیں رہی۔ ہمارے جاسوس ایک دوسرے سے تعاون کرتے رہے ہیں لیکن اب ہماری دوستی شاید دشمنی میں بدل رہی ہے؟"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ ٹوٹی پوائنٹ بات کریں؟"

"آپ کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہمارے اے ڈی جی کو ٹریپ کیا تھا پھر اس کے ذریعے ہمارے دو سراغ رسانوں کو اپنے شکنجے میں لینا چاہتا تھا لیکن ہمارے سراغ رسانوں نے عین وقت پر اسے ناکام بنا دیا۔ آپ کو معلوم ہوچکا ہوگا کہ وہ کس طرح یہاں سے ناکام ہو کر گیا ہے۔"

"آپ اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے یہ حرکت کی ہے؟"

"آپ بھی جانتے ہیں اور ساری دنیا بھی جانتی ہے کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں کتنے ذہین اور معاملہ فہم ہوتے ہیں۔ جب ہم کسی مجرم کی بو سونگھ لیتے ہیں تو پھر اس کی پوری ہسٹری بھی معلوم کرلیتے ہیں اور ایسا کرتے وقت ہم سے کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا ریکارڈ ہے۔"

"چلیں آپ کہتے ہیں تو میں مان لیتا ہوں۔ ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسا کچھ کررہا ہوگا اور آئندہ بھی کرے گا۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موقع ملے گا تو وہ بھی ایسی حرکتیں کریں گے۔ خیال خوانی کرنے والوں کی دنیا میں یہ سوچنا سب سے بڑی حماقت ہے کہ کوئی کسی سے برتر ہونے کے لیے کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ خاموش بیٹھا رہے گا۔"

"ہم نے اب تک آپ کو نقصان پہنچانے کے سلسلے میں کبھی نہیں سوچا۔ اب آپ دعوت دے رہے ہیں تو پھر جوابی کارروائی لازمی ہوگئی ہے۔ اب آپ بیٹھ کر غور کریں کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں کیسے تیر کی طرح اپنے ٹارگٹ تک پہنچتے ہیں۔ آپ اپنے دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خیر منائیں۔"

ڈی جی نے رابطہ ختم کرکے مارشل ٹی ٹو اور کمانڈر ہائیڈ سے کہا "آپ دونوں کا اندازہ درست نکلا۔ وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے پیچھے پڑگئے ہیں۔ آپ پلاننگ کریں کہ ان کے خلاف کس طرح جوابی کارروائی کی جاسکتی ہے اور کس طرح ہم اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان سے محفوظ رہ سکتے ہیں؟"

کمانڈر ہائیڈ نے کہا "اس ہنگامی اجلاس میں آدھی رات گزر چکی ہے۔ آج رات دو بجے ہمارے چار سراغ رساں فرانس جانے والے ہیں۔ مجھے اس سلسلے میں مصروف رہنا ہے۔ میں اجازت چاہتا ہوں۔"

مارشل ٹی ٹو نے کہا "جب تک وہ چار سراغ رساں فرانس نہیں پہنچیں گے۔ میں اپنے تمام عہدے داروں اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رسانوں کے دماغ میں جھانکتا رہوں گا۔ کسی بھی دشمن کو ان کے اندر سرنگ بنانے کا موقع نہیں دوں گا۔"

وہ دونوں اس اجلاس سے نکل کر اپنے معاملات میں مصروف ہوگئے۔ کمانڈر ہائیڈ نے ان چار سراغ رسانوں کے فرانس پہنچ کر پہلے خاموشی سے ان کے خیالات پڑھے۔ یہ اطمینان ہوگیا کہ وہ پوری طرح محفوظ ہیں پھر اس نے باری باری ان کے اندر جاگر حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے بنگلے سے نکل کر ٹھیک دو بجے پارڈ کے ہیلی پیڈ میں پہنچ جائیں۔ دو بج کر پانچ منٹ پر ہیلی کاپٹر انہیں لے کر وہاں سے روانہ ہوگا۔"

انہیں یہ تاکید کی گئی کہ ایسے وقت وہ اپنے ساتھ کسی سیکیورٹی گارڈ کو نہیں رکھیں گے۔ وہ کسی گارڈ کو بھی ان کی روانگی کے سلسلے میں رازدار رہنا نہیں چاہتے تھے۔

مارشل ٹی ٹو سکاٹ لینڈ یارڈ کے احاطے میں رہنے والے ایک ایک فرد کے اندر جھانک رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا۔ اس نے جے کانو، جے فلو اور جے سامو کے دماغوں میں بھی جھانک کر دیکھا۔ وہ تینوں اپنے اپنے بنگلے میں گہری نیند سو رہے تھے۔ ان کے خوابیدہ خیالات نے بتایا کہ وہ اس سارے کے وفادار ہیں اور ان کے اندر باغیانہ جذبات نہیں ہیں۔ وہ صبح تک گہری نیند سوتے رہیں گے۔

وہ سب پورس کے تنویمی عمل کے مطابق سو رہے تھے۔ اس نے ان تینوں کے ذہنوں میں یہ باتیں نقش کی تھیں کہ معین وقت پر جب پورس ان کے دماغوں میں سگنل دے گا تو ان کے لب ولہجے بدل جائیں گے جو چار سراغ رساں ہیلی کاپٹر میں جانے والے تھے۔ تھری جے ان میں سے تین سراغ رسانوں کے لب ولہجے میں سوچنے اور بولنے لگیں گے۔

پورس نے ان چاروں میں سے تین سراغ رسانوں کے دماغوں میں بھی ایسے ہی احکامات نقش کیے تھے۔ وہ تینوں بھی سگنل ملتے ہی جے کانو، جے فلو اور جے سامو کے لب ولہجے میں سوچنے اور بولنے والے تھے۔ ایسی تبدیلیوں سے مارشل اور کمانڈر ہائیڈ دھوکا کھانے والے تھے۔ وہ اپنے سراغ رسانوں کے دماغوں کے اندر جانا چاہتے تھے تو ان کی سوچ کی لہریں انہیں جے کے اندر لے جاتیں۔ ہیلی کاپٹر کے پاس ان تینوں کو سراغ رساں ہی سمجھا جاتا۔ رات کے دو بجے یہی ہوا۔ سگنل ملتے ہی وہ تھری جے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ تین سراغ رسانوں کے لب ولہجے میں سوچنے اور بولنے لگے۔ باہر جو مسلح گارڈز تھے ان پر پہلے ہی مختصر سا تنویمی عمل کرچکے تھے۔ وہ ٹھیک وقت پر اپنے اپنے بنگلے سے نکل کر پارڈ کے ہیلی پیڈ کے پاس پہنچ گئے۔ ایسے وقت وہ تینوں سراغ رساں ان تھری جے کی طرح گہری نیند سو رہے تھے۔

کمانڈر ہائیڈ خیال خوانی کے ذریعے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو اور وہاں سے روانہ ہونے والے چاروں سراغ رسانوں کو اچھی طرح چیک کررہا تھا ان میں سے ایک ایک کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ تھری جے کے چور خیالات ہی بتا رہے تھے کہ وہ وہاں سے روانہ ہونے والے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں ہیں۔ مارشل ٹی ٹو بھی ان سب کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ سب بہت محتاط تھے۔ دھوکا نہیں کھانا چاہتے تھے مگر دھوکا کھا رہے تھے۔ مطمئن ہو رہے تھے۔

ٹھیک دو بج کر پانچ منٹ پر وہ ہیلی کاپٹر وہاں سے روانہ ہوگیا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا نمبر تھری، اے ڈی جی کو معمول بنانے کے بعد دو سراغ رسانوں کو معمول بنانے میں ناکام رہا تھا لیکن اس نے ایک کامیابی بھی حاصل کی تھی۔ وہ اے ڈی جی کے ذریعے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے اندر جگہ بنا چکا تھا۔

ان چاروں کا سامان پہلے ہی ہیلی کاپٹر میں پہنچا دیا گیا تھا۔ پائلٹ نے ان کے سامان میں چیونگم کے پیکٹ رکھ دیے تھے۔ پرواز کے دوران میں ایک سراغ رساں نے ایک پیکٹ سے چیونگم نکال کر منہ میں رکھا پھر اسے چبایا۔ دو

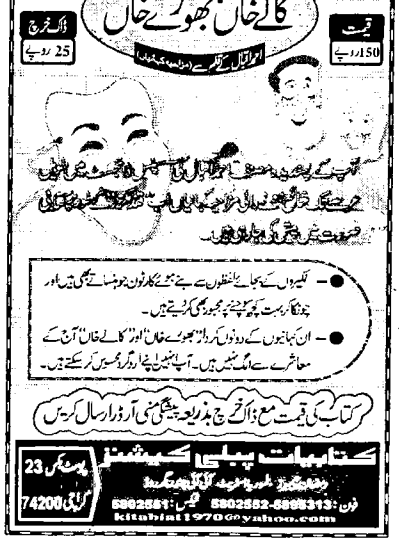

چار بار چاہتے ہی اسے کمزوری کا احساس ہوا اس نے چیونگم کو تھوک کر کہا "پتا نہیں یہ کیسا ہے؟ مجھے گھبراہٹ سی ہو رہی ہے۔ کیا تم تینوں کے پاس بھی ایسے ہی پیکٹ ہیں؟"

مارشل ٹی ٹو۔ کمانڈر ہائیڈ اور دوسرے سراغ رساں خیال خوانی کے ذریعے ان چاروں کے اندر موجود تھے۔ مارشل ٹی ٹو نے اپنے سراغ رساں کی بے چینی اور کمزوری کو محسوس کیا۔ کمانڈر ہائیڈ سے بولا "ان کے پاس چیونگم کے پیکٹ کیسے پہنچ گئے؟ باقی تینوں کو سختی سے منع کرو۔ وہ اسے استعمال نہ کریں۔"

ایسے وقت مارشل ٹی ٹو نے اس سراغ رساں کے اندر نمبر تھری کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "مائی ڈیئر سراغ رساں! تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے، میں آگیا ہوں۔ تمہارا ڈاکٹر ہوں۔ تمہیں اپنا معمول بنانے کے بعد کمزوریوں سے نجات دلاؤں گا۔ تم آرام سے آنکھیں بند کر کے لیٹ جاؤ۔"

اس سراغ رساں نے پوچھا "تم کون ہو؟ کیا تم نے مجھے کمزوری میں مبتلا کیا ہے؟"

"ہاں! میرا خیال تھا۔ تمہارے وہ تینوں ساتھی بھی چیونگم چبائیں گے۔ میں تمہارے اندر توانائی پیدا کر رہا ہوں۔ تم انہیں چیونگم سے مشغل کرنے کے لیے کہو۔"

وہ اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن نمبر تھری نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے اپنے تینوں ہم سفروں سے کہا "خاموش بیٹھے ہوئے ہو۔ کم از کم چیونگم سے ہی مشغل کرو۔"

جے کافو نے کہا "کیا ہمیں نادان بچہ سمجھتے ہو؟ ابھی تم نے ہمارے سامنے برا سا منہ بنا کر چیونگم تھوکا ہے۔ کمزوری اور گھبراہٹ کا اظہار کیا ہے۔ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ ابھی جو تمہارے اندر بول رہا ہے۔ ہم اسے وارننگ دے رہے ہیں۔ وہ تمہارے دماغ سے نہیں جائے گا تو تم سے کچھ حاصل نہیں کر سکے گا۔"

کمانڈر ہائیڈ نے اس سراغ رساں کے دماغ میں کہا "ہمارا یہ دوسرا سراغ رساں درست کہہ رہا ہے۔ تم کچھ حاصل نہیں کر سکو گے۔ ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ تم امریکی سراغ رساں ہو۔"

"خوب پہچان رہے ہو۔ تمہارے ڈی جی نے ہمارے اعلیٰ افسر کو چیلنج کیا تھا کہ وہ ہم وس سراغ رساں کو پاتال سے نکال لائے گا۔ ڈی جی سے کہو پہلے اپنا گھر بچائے پھر ہمارے گھر میں آگ لگانے کی بات کرے۔"

"یہ بتاؤ کہ تمہیں اس سراغ رساں کے اندر پہنچنے کا راستہ کیسے ملا ہے؟ تم نے چیونگم کے پیکٹ کس طرح پہنچائے ہیں؟"

"تم کبھی سمجھ نہیں سکو گے کہ میں نے یہ سب کچھ کس طرح کیا ہے اور نہ ہی میں تمہیں اس سلسلے میں کچھ بتاؤں گا۔"

کمانڈر ہائیڈ نے کہا "تم ایک بار ہمارے دو سراغ رساں کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہے ہو۔ اس بار بھی تمہیں ناکامی ہوگی۔ ہم اپنے اس ساتھی کو تمہارے شکنجے میں نہیں جانے دیں گے۔"

نمبر تھری نے کہا "تم ایک کی بات کرتے ہو۔ میں تمہارے ان چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ منزل آگئی ہے۔ ہیلی کاپٹر نیچے اتر رہا ہے۔ اب میں بتا دوں کہ میں نے بہت پہلے ہی ہیلی کاپٹر کے اس پائلٹ کو اپنا معمول بنا لیا تھا۔ میں اسی کے ذریعے یہاں پہنچا ہوا ہوں۔"

وہ ہیلی کاپٹر فرانس کے ایک ویران ساحلی علاقے میں اتر گیا۔ وہ سب ایک ایک کر کے باہر آگئے۔ باہر آتے ہی جے کافو نے پورس کی مرضی کے مطابق ریوالور نکال کر اس کمزوری میں مبتلا رہنے والے سراغ رساں کو گولی مار دی پھر بولا "میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی ہار نہیں مانتا ہوں۔ میں تمہارے ان تین سراغ رسانوں کو لے جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے پائلٹ کو بھی گولی مار دی۔ نمبر تھری بوکھلا گیا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جیتی ہوئی یقینی بازی ہار جائے گا اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ دوسرا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں سے پیدا ہو گیا تھا اور وہ کبھی سمجھ بھی نہیں سکتا تھا۔

پورس نے اس کے دونوں آلہ کاروں کو گولی مار دی تھی۔ ایک پائلٹ تھا۔ دوسرا وہ سراغ رساں تھا۔ ان کی موت کے بعد نمبر تھری کو کسی اور کے دماغ میں جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ پورس کی طرف سے سگنل ملتے ہی تھری جے کے لب و لہجے بدل گئے تھے۔ جے کافو، جے فلو اور جے سامو پھر اپنے اپنے لہجے میں سوچنے اور بولنے لگے۔

مارشل ٹی ٹو، کمانڈر ہائیڈ اور ان کے دوسرے سراغ رساں بھی تھری جے کے دماغوں سے باہر نکل آئے۔ انہیں بھی حیرانی ہوئی انہوں نے دوبارہ ان کے دماغوں میں پہنچنا چاہا تو ان کی سوچ کی لہریں ان تین سراغ رسانوں کے اندر پہنچیں جو اسکاٹ لینڈ یارڈ کے بنگلوز میں سو رہے تھے وہ تینوں پھر اپنے لب و لہجے میں سوچنے اور بولنے لگے تھے۔

مارشل ٹی ٹو اور کمانڈر ہائیڈ نے شدید حیرانی سے پوچھا "یہ کیا ماجرا ہے؟ تم تینوں ابھی فرانس کے ایک ساحلی علاقے میں ہیلی کاپٹر کے پاس تھے مگر اب یہاں اپنے اپنے بیڈ روم میں دکھائی دے رہے ہو۔"

ان تینوں نے کہا "پتا نہیں ہمیں کیا ہو گیا تھا؟ ہمیں گہری نیند آگئی تھی۔ ہم مقررہ وقت پر ہیلی پیڈ پر نہ پہنچ سکے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تم تینوں وہاں پہنچ گئے تھے۔ تم نے ہیلی کاپٹر میں سفر کیا تھا اور فرانس پہنچ چکے تھے۔ وہ ہیلی کاپٹر وہیں ہے مگر تم تینوں یہاں پہنچ گئے ہو۔"

پورس نے ایک سراغ رساں کے ذریعے کہا "میں وہی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔ تم ہماری ذہانت تک نہیں پہنچ سکو گے۔ میں نے یہاں چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کیا تھا۔ جن میں سے یہ تین سراغ رساں ہیں اور باقی تین وہ تھری جے ہیں۔ ان تینوں کے مقابلے میں وہ تھری جے زیادہ ذہین اور تجربے کار ہیں۔ وہ برسوں سے خیال خوانی کر رہے ہیں۔ میرے بہترین ماتحت بن کر رہیں گے۔ اس لیے میں نے ان تینوں کو یہاں گہری نیند سلا دیا تھا۔ اپنی ضرورت کے مطابق تھری جے کو اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ کسی طرح ان تین سراغ رسانوں کو بھی یہاں سے لے جاؤں۔ فی الحال جا رہا ہوں۔"

مارشل ٹی ٹو اور کمانڈر ہائیڈ وغیرہ چکرا کر رہ گئے تھے۔ وہ کبھی سمجھ نہیں سکتے تھے کہ پورس نے یہ سارا کھیل کتنی مکاری سے کھیلا ہے وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سونیا نے اسے سمجھایا تھا کہ اسے شیوانی کی موت پر صبر کرنا چاہیے اور بچے کے سلسلے میں فکر نہیں کرنا چاہیے۔ بچہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہے اور محفوظ ہے۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر اس دشمن بوڑھے کے بارے میں سوچنے لگتا تھا۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے ذرائع معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ موجودہ ذمے داریوں سے نجات ملے گی تو وہ اس بوڑھے تک ضرور پہنچ جائے گا۔

میں نے اسے سمجھایا "بیٹے! اپنی ممی کی ہدایات پر عمل کرو۔ صرف شیوانی اور بچے کو ہی نہیں اس بوڑھے کو بھی بھول جاؤ۔ ہم اس خبیث کے سلسلے میں بھی معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں اس خبیث سے انتقام لینے کا موقع دوں گا۔"

بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے پورس کو بہت پہلے سے ہدایات دی گئی تھیں کہ وہ شیوانی کی زندگی تک اس کے ساتھ رہتے ہوئے اور اسکاٹ لینڈ یارڈ کے معاملات میں مصروف رہا کرے گا۔ جناب تیرزی کی ہدایات دیر سے سمجھ میں آتی تھیں۔ اب یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ اسے ایک بچے کی حفاظت اور سلامتی کے لیے شیوانی کے ساتھ رہنے کے لیے کہا گیا تھا۔

جناب تیرزی چاہتے تو شیوانی کو بابا صاحب کے ادارے میں پناہ دے سکتے تھے لیکن روحانیت کے حامل بزرگان دین پیش آنے والے واقعات کو سمجھنے کے باوجود قدرتی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے ہیں۔ جناب تیرزی نے مستقبل میں دور تک دیکھ لیا تھا کہ شیوانی کی موت کا وقت مقرر ہو چکا ہے اور ایسے وقت نوزائیدہ بچے کو دشمن سے بچا کر سعودی میاں بیوی کی پناہ میں پہنچانا ہے۔

آمنہ فرہاد بھی روحانیت کی حامل تھی۔ وہ بھی اس سلسلے میں بہت کچھ جانتی تھی اور جاننے کے باوجود خاموش رہی تھی۔ وہ اور جناب تیرزی وغیرہ اس بوڑھے کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتے ہوں گے لیکن وہ مستقبل کے بھید کھولنے والے نہیں تھے۔

بہرحال پورس کو اپنی ذمے داریاں پوری کرنی تھیں۔ وہ پھر اسکاٹ لینڈ اور انگلینڈ کے معاملات میں مصروف ہو گیا۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہاں کوئی انڈر ورلڈ کا گاڈ فادر ہو۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے خود انڈر ورلڈ کے حکمران بننا چاہتے تھے۔ ایسے وقت مسٹری مین کا ماتحت کیری گرانٹ وہاں کا گاڈ فادر بن چکا تھا۔

کیری گرانٹ انتہا کا دیوانہ تھا۔ پورس نے انتہا پر بھی مختصر سا تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے کے باوجود یہ حقیقت معلوم نہ کر سکا تھا کہ انتہا پہلے ہی نمبر تھری کی معمول ہے اور عام حالات میں نمبر تھری کو بھول جاتی ہے۔ اس لیے پورس کو اس کے چور خیالات سے بھی نمبر تھری کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔

ادھر نمبر تھری بھی کیری گرانٹ کی اصلیت نہیں جانتا تھا۔ اسے کیری گرانٹ پر شبہ ہوا تھا۔ اس لیے اس نے انتہا کو اس کے پیچھے لگا دیا تھا۔ وہ سب انجان کھلاڑی تھے۔ ایک دوسرے کی اصلیت نہیں جانتے تھے۔ ایسے میں پورس نے انہیں اور الجھا دیا تھا۔

نمبر تھری نے انتہا کے اندر چھپ کر کیری گرانٹ کی تجوری دیکھی تھی۔ جس میں نوٹوں کی جگہ پتھر بھرے ہوئے تھے پھر چند گھنٹوں کے بعد اس نے دیکھا تھا کہ وہاں پتھر نہیں رہے تھے۔ نوٹوں کی گڈیاں واپس آگئی تھیں۔ یہ تماشا دیکھ کر نمبر تھری، کیری گرانٹ اور انتہا سب ہی حیران ہوئے تھے۔ نمبر تھری کو یقین ہو گیا تھا کہ کیری گرانٹ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے لیکن کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کیری گرانٹ کی تجوریاں بھر کر اسے دولت مند بنا رہا ہے۔ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ یہ بات نمبر تھری کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

کیری گرانٹ پر ایک تو مسٹری مین نے تنویمی عمل کیا تھا

اور اسے معمول بنایا تھا۔ اس کے بعد پورس نے بھی اسے ہپناٹائز کیا تھا اور اب نمبر تھری بھی اسے ہپناٹائز کرنا چاہتا تھا۔ کیری گرانٹ یوگا کا ماہر تھا۔ نمبر تھری نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے کی تدبیر کی۔ وہ چاہتا تھا کہ تنویمی عمل کے بعد اسے ہمیشہ کیری گرانٹ کے دماغ میں جگہ ملتی رہے۔

لیکن وہ بدنصیب تھا۔ اسکاٹ لینڈیارڈ کے کئی معاملات میں ناکام رہا تھا۔ کیری گرانٹ کے سلسلے میں بھی ناکامی ہونے لگی۔ اس نے اپنی معمول انیتا کے دماغ میں رہ کر اسے حکم دیا کہ وہ کافی پیتے وقت اس کی پیالی میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائے گی۔

انیتا نے پوچھا "مجھے کافی میں دوا کیوں ملانا چاہیے؟"

"تم میری محکوم ہو۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔ سوال نہ کرو۔"

"تم اسی طرح چھپ کر آتے رہو گے اور بولتے رہو گے تو میں کوئی تمہاری بات نہیں مانوں گی۔"

وہ حیرانی سے سوچنے لگا۔ یہ مجھ سے بحث کیوں کر رہی ہے۔ جنہیں تنویمی عمل کے ذریعے معمول بنایا جاتا ہے وہ کوئی سوال کیے بغیر کسی حیل وحجت کے بغیر احکامات کی تعمیل کرتے رہتے ہیں۔ اس نے پوچھا "کیا تم میری معمول نہیں ہو؟"

"میں تمہاری معمول ہوں لیکن بیویاں اپنے شوہر کی معمول اور محکوم ہونے کے باوجود ان سے بحث کرتی ہیں۔ ان سے لڑتی جھگڑتی ہیں۔"

"تم میری بیوی نہیں معمول ہو۔ میں حکم دیتا ہوں اٹھ کر کھڑی ہو جاؤ۔"

وہ فوراً کھڑی ہوگئی۔ اس نے حکم دیا "بیٹھ جاؤ۔" وہ فوراً بیٹھ گئی۔ اس نے حکم دیا "اپنے منہ پر تھپڑ مارو۔" اس نے اپنے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔

وہ حیرانی سے بولا "تم میرے تنویمی عمل کے اثر میں ہو۔ میری معمولہ اور فرماں بردار ہو۔ میرا یہ حکم بھی مانو اور اس کی کافی میں دوا ملاؤ۔"

"تم مجھے بیوی سمجھو یا نہ سمجھو۔ میں ایک بیوی کی طرح لڑتی رہوں گی اور ایک معمول کی طرح احکامات کی تعمیل کرتی رہوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ لڑتی رہو مگر جو کہہ رہا ہوں وہ بھی کرتی رہو۔"

"تم میرے پاس آؤ گے۔ مجھے اپنے بازوؤں میں لے کر سینے سے لگاؤ گے۔ تب تمہارے حکم کی تعمیل کروں گی۔"

"میں کبھی کسی کے سامنے نہیں آتا۔ اسرار کے پردے میں چھپا رہتا ہوں۔"

"تم مجھ سے بھی چھپنا چاہو گے تو میں تمہیں اپنے دماغ سے باہر تھوک دوں گی پھر اپنے اندر نہیں آنے دوں گی۔"

اس نے بے یقینی سے پوچھا "کیا تم سانس روک کر مجھے اپنے دماغ سے نکال سکتی ہو؟ تم ان سانس روکو۔ مجھے نکالو؟"

"تم تو کتے ہو۔ میں اس سے پہلے تمہیں اے ڈی جی اور اسکاٹ لینڈیارڈ کے ان تمام سراغ رسانوں کے دماغ سے نکال چکی ہوں۔ جنہیں تم معمول بنانا چاہتے تھے لیکن کتے کو جتنا بھی دھتکارو' وہ دم ہلاتا ہوا آجاتا ہے۔ کیا تمہاری سمجھ میں کچھ آیا؟"

وہ شدید حیرانی سے بولا "تم۔۔۔ تم کون ہو؟ جب میں نے تمہیں ہپناٹائز کیا تھا تو تم ایک عام سی دوشیزہ تھیں۔ تمہارے اندر کوئی غیر معمولی صلاحیت نہیں تھی مگر اب تم بڑے بڑے دعوے کر رہی ہو۔ میں کیسے مان لوں کہ اسکاٹ لینڈیارڈ کے معاملات میں تم مجھے ناکام بنا رہی تھیں؟"

"جب یہاں سے بھی ناکام ہو کر جاؤ گے تو مان لو گے۔ تم یہاں انڈر ورلڈ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے گاڈ فادر کو ٹریپ کرنے آئے تھے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں کوئی گاڈ فادر نہیں ہے۔ گاڈ مدر ہے اور وہ میں ہوں۔ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ ابھی تمہارے دماغ میں آرہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لیا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا نمبر تھری اس کے دماغ سے نکل گیا۔ پورس نے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "تو میں آگئی۔۔۔"

اس نے فوراً ہی سانس روک لیا۔ اسے یقین ہوگیا کہ وہاں کے انڈر ورلڈ میں کوئی گاڈ فادر نہیں گاڈ مدر ہے۔ اس نے انیتا کے دماغ میں پہنچ کر کہا "مجھے یقین ہوگیا ہے۔ میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں کبھی سانپ کو دودھ نہیں پلاتی۔ میں تمہیں وارننگ دے رہی ہوں۔ میرے انڈر ورلڈ کے معاملات میں مداخلت کرو گے تو میں تمہارے امریکی اکابرین کو نقصان پہنچاؤں گی۔ آئندہ تمہیں میرے اندر جگہ نہیں ملے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لیا۔ نمبر تھری نے دوبارہ وقفے وقفے سے اس کے اندر جانے کی کوششیں کیں لیکن پورس اس کے دماغ کو لاک کر چکا تھا۔ اب وہ انیتا اور کیری گرانٹ کے اندر کبھی نہیں جا سکتا تھا۔

نمبر تھری نے انیتا کے اندر رہ کر اس بنگلے کا فون نمبر معلوم کیا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا پھر کہا "تم مجھے اپنے اندر نہ آنے دو مگر فون پر میری بات سن لو۔ تم

بہت حسین ہو' پرکشش ہو۔ میں نے تمہاری قدر نہیں کی۔ پلیز مجھے دشمن نہ سمجھو۔ مجھے سانپ نہ کہو۔ مجھ پر بھروسا کرو گی تو ہم بہترین دوست بن کر بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرتے رہیں گے۔"

"میں ایک ہی شرط پر بھروسا کر سکتی ہوں۔ میں تم سے نہیں چھپ رہی ہوں۔ تم جانتے ہو' میں اس بنگلے میں ہوں۔ تم بھی مجھ سے نہ چھپو۔ میرے سامنے آجاؤ۔ مرد ہو مردانگی دکھاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آج شام تک کسی نہ کسی جگہ تمہارے سامنے آؤں گا۔"

"اچھی طرح سوچ لو۔ کسی کو ڈی بنا کر بھیجو گے تو میں اسے زخمی کر کے اس کے دماغ میں گھس کر اس کی اصلیت معلوم کرلوں گی۔"

"میں تمہارے ہاتھوں سے زخم کھاؤں گا۔ ثابت کردوں گا کہ میں ہی تمہارے روبرو ہوں۔ تم اسی بنگلے میں رہو۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں۔ تم کوئی ہتھیار لے کر آؤ گے۔ یہاں آتے ہی مجھے زخمی کر کے پھر ایک بار مجھے اپنی معمول اور کنیز بنانے کی کوشش کرو گے۔ یہاں آنے کی زحمت نہ کرو۔ میں جا رہی ہوں۔"

"ابھی تم سامنے آنے کا کہہ رہی تھیں اور اب بے اعتمادی کی باتیں کر رہی ہو؟"

وہ قہقہہ لگانے لگی۔ اس نے پوچھا "کیوں ہنس رہی ہو؟"

وہ بولی "کیا تم مجھے نادان بچی سمجھتے ہو؟ تم دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہو۔ کسی انڈر گراؤنڈ خفیہ سیل میں رہتے ہو۔ وہاں سے باہر کیسے نکلو گے؟ اتنی جلدی میرے سامنے کیسے آجاؤ گے؟"

وہ بولا "میں ان دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے نہیں ہوں۔ مجھ جیسے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پابندیوں میں نہیں رکھا جاتا ہے۔ میں آزاد ہوں۔ ابھی تمہارے پاس آسکتا ہوں۔"

"امریکا کے آزاد رہ کر خیال خوانی کرنے والے اب تک کیڑوں مکوڑوں کی طرح پیدا ہوتے رہے ہیں اور مارے جاتے رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہے' میں کسی کیڑے سے دوستی نہیں کروں گی۔ اگر ان دس میں سے ایک ہو تو دوستی کی بات کرو۔ میں حسین بھی ہوں۔ ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہوں۔ تم میرے لائف پارٹنر بن کر یہاں کے گاڈ فادر بھی بن سکتے ہو۔ اپنے امریکی آقاؤں کو خوش کر سکتے ہو۔ یہ تمہارا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔"

"ہم دس ٹیلی پیتھی جاننے والے جتنے بھی کارنامے انجام دیں۔ ہمیں زندگی میں انڈر گراؤنڈ سیل سے باہر نہیں نکالا جائے گا۔"

"ہماری دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ مجھ سے دوستی کرو گے تو میں تمہیں اس پاتال سے نکال لاؤں گی۔"

"کیسے نکال لاؤ گی؟ میں خود نہیں جانتا کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو امریکا کی کس ریاست میں' کس علاقے میں زمین کے نیچے لا کر چھپایا گیا ہے۔"

"تم نہیں جانتے۔ مگر وہ لوگ جانتے ہوں گے۔ جو دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے راشن اور ضروریات زندگی کا دوسرا سامان وہاں پہنچاتے ہوں گے۔ انہیں اس زیر زمین سیل کا راستہ معلوم ہے۔"

"ہم نہیں جانتے کہ کس طرح ہماری تمام ضرورت کی چیزیں یہاں پہنچائی جاتی ہیں۔ ہم نے دس کے سوا کسی گیارہویں شخص کو نہ دیکھا ہے۔ نہ کسی کی آواز سنی ہے۔"

"تم ایسی مجبوری اور غلامی کی زندگی کیوں گزار رہے ہو؟"

"جب ہم ایسی زندگی گزارنے کے لیے یہاں آئے تو ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ میں بہت ہی محرومیاں ہمیں اندر ہی اندر بے چین کرتی رہیں گی اور تڑپاتی رہیں گی۔ یہ جگہ ائرکنڈیشنڈ ہے لیکن مجھے صبح کی تازہ اور ٹھنڈی ہوا یاد آتی ہے۔ جو کبھی نہیں ملی۔ ہم کبھی سورج اور چاند ستاروں کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ ہماری زندگی میں کبھی کوئی عورت نہیں آئے گی۔ کیونکہ یہاں کسی بھی گیارہویں مرد اور گیارہویں عورت کا داخلہ ممنوع ہے۔"

انیتا نے کہا "تمہارے حالات سن کر مجھے افسوس ہو رہا ہے۔ میں تم سے صرف ہمدردی نہیں کروں گی۔ تمہارے کام بھی آؤں گی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم بری طرح بیمار پڑ جاؤ تو پھر وہ تمہارے علاج کی خاطر تمہیں وہاں سے نکالنے پر مجبور ہو جائیں۔"

"ہم دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ڈاکٹر بھی ہیں۔ مکینک اور انجینیر وغیرہ بھی ہیں۔ جو بیمار پڑتا ہے اس کا علاج یہیں ہو جاتا ہے۔"

"اگر کسی کو ہارٹ پرابلم ہو' گردے ناکارہ ہو جائیں یا کوئی ایسی بیماری ہو جائے' جس کے لیے آپریشن تھیٹر لے جانا ضروری ہو جائے۔ تب تو وہ اس مریض کو اس پاتال سے باہر لائیں گے؟"

"نہیں! اگر ہم دس میں سے کوئی بھی یہاں ناقابل علاج ہوگا اور اسے یہاں سے باہر لے جانا ضروری ہو جائے گا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم سب اتنی بڑی قربانیاں دے رہے ہو۔ اپنے ملک اور قوم کی خاطر زندہ دفن ہو گئے ہو تو کیا اس کے عوض وہ تمہارا علاج بھی نہیں کرائیں گے۔ صرف اس لیے گولی مار دیں گے کہ تمہیں وہاں سے زندہ نہ نکالنا پڑے؟"

"ہاں اگر ہم مردہ ہو کر وہاں سے نکلیں گے تو دشمن مردے کے دماغ میں نہیں آسکیں گے اور نہ ہی وہاں کا راستہ معلوم کر سکیں گے۔"

انیتا تھوڑی دیر تک خاموش رہی۔ واقعی انہوں نے ایسا طریقہ کار اختیار کیا تھا کہ وہاں تک پہنچنا ناممکن لگ رہا تھا۔ پورس انیتا کے اندر رہ کر سوچ میں پڑ گیا تھا پھر انیتا اس کی مرضی کے مطابق بولی "اس میں شبہ نہیں کہ بڑی سخت پابندیاں ہیں۔ وہاں تک پہنچنا ناممکن لگ رہا ہے لیکن مجھ سے رابطہ رکھو گے اور اس انڈر گراؤنڈ سیل کی ایک ایک بات مجھے بتاتے رہو گے تو میں وہاں تک پہنچنے کا کوئی نہ کوئی راستہ ڈھونڈ لوں گی۔"

"اگرچہ یہ ممکن نہیں ہے پھر بھی میں یہاں سے نکلنے کی امید میں تم سے رابطہ رکھوں گا۔ ابھی جا رہا ہوں۔ یہاں ڈنر کا وقت ہو چکا ہے۔ میں کھانے کے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔"

"جانے سے پہلے مجھ سے سچ بولو۔ کیا واقعی وہاں سے رہائی چاہتے ہو؟ اور کیا رہائی پانے کے لیے مجھ پر بھروسا کرو گے؟"

"تم رہائی کے لیے میری بے چینی اور تڑپ کو نہیں سمجھ سکتیں۔"

"اگر تم مجھے اپنے اندر آنے دو گے تو میں تمہاری محرومیوں کو اچھی طرح سمجھ سکوں گی۔ تمہارے اندر رہ کر وہاں کے حالات معلوم کرتی رہوں گی۔ کیا مجھے اپنے اندر آنے دو گے؟"

"مجھے تمہاری بات مان لینا چاہیے۔ شاید تم میری نجات کا ذریعہ بن جاؤ لیکن مجھے سوچنے اور ہر پہلو پر غور کرنے کا موقع دو۔ اب میں کل صبح تم سے رابطہ کروں گا۔"

اس نے فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ وہ اب تک اپنے ایک آلہ کار کے ذریعے فون پر بول رہا تھا۔ رابطہ ختم کرنے کے بعد وہاں سے ہزاروں میل دور دماغی طور پر انڈر گراؤنڈ سیل میں حاضر ہو گیا۔ سر جھکا کر اپنے حالات پر غور کرنے لگا۔

پورس نے نمبر تھری کے لب و لہجے سے اس کے درد و کرب اور اس کی محرومیوں کو بڑی حد تک سمجھا تھا۔ اسے امید تھی کہ نمبر تھری انیتا سے پھر رابطہ کرے گا۔ اگر نمبر تھری صدق دل سے رہائی پانے کے لیے انیتا سے رابطہ کرتا تو یہ ایک بہت بڑا اور بہت اہم معاملہ ہوتا۔ اس معاملے نے نمٹنے کے لیے انیتا ایک کمزور مہرہ تھی۔

اس نے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج خلیل بن مکرم سے رابطہ کیا پھر کہا "مجھے ایک بہت ہی ذہین حاضر دماغ اور ٹیلی پیتھی جاننے والی کی ضرورت ہے۔ اسے میرے ساتھ رہ کر ایک اہم رول ادا کرنا ہے۔ اسے چند گھنٹوں میں لندن پہنچنا چاہیے۔"

خلیل بن مکرم نے کہا "یہاں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی طالبہ ہے۔ اس کا نام علیزا ہے۔ اس کی آواز سنو۔ اس سے باتیں کرو۔ وہ تمہاری مرضی کے مطابق ہو گی تو اسے ابھی یہاں سے روانہ کر دیا جائے گا۔"

اس کی آواز سنائی گئی۔ پورس نے اس کے اندر پہنچ کر کہا "میں پورس بول رہا ہوں۔ میں نے تمہیں مخاطب کرنے سے پہلے تمہارے مختصر سے خیالات پڑھے ہیں۔ میں کسی حد تک مطمئن ہوں۔"

وہ بولی "سر! میں نے یہاں ٹریننگ کے دوران میں ہر شعبے میں نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملے گا تو یہ میری خوش قسمتی ہو گی۔ میں بہت کچھ سیکھ لوں گی۔"

وہ بولا "لندن چلی آؤ۔ سفر کے دوران میں تمہیں یہاں کے حالات بتاؤں گا۔ انیتا کے دماغ میں پہنچاؤں گا۔ تم اس کے خیالات پڑھتی رہو گی۔ کیونکہ تمہیں اسی کا رول ادا کرنا ہے۔"

پورس نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت ہی خطرناک پراسرار بلا بن کر تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حواس پر چھائے ہوئے تھے۔ اس انڈر گراؤنڈ سیل تک پہنچنا تقریباً سب ہی کے لیے ناممکن تھا۔ اب ایسے حالات پیدا ہو رہے تھے کہ نمبر تھری انیتا کا دوست بن جاتا تو شاید اس خفیہ زیر زمین اڈے تک پہنچنے کا کوئی راستہ نکل آتا۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات 43 ویں حصہ میں ملاحظہ فرمائیں
جو کہ 15 مارچ 2003ء کو شائع ہو گا۔

ایک جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ
دیوتا
43
تیتالیسواں حصّہ

چین کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں گئے۔ یہ ان کی دانش مندی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا کے کونے کونے میں پہنچ سکتے تھے۔ اگر جسمانی طور پر کہیں جاتے تو دشمن سے ضرور سامنا ہوتا۔ وہ اپنی ذہانت اور دلیری کے باوجود زخمی ہو سکتے تھے، بیمار پڑ سکتے تھے اور کسی حادثے کا شکار ہو کر دماغی طور پر کمزور ہو سکتے تھے۔ ایسے وقت دشمنوں کو اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکتے تھے۔ وہ ایسی نادانیوں سے بچ رہے تھے۔ اسی لیے ان کا ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اب تک کسی کے ہاتھوں مارا نہیں گیا تھا ورنہ دوسرے ممالک میں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے رہتے تھے اور مرتے رہتے تھے۔

ان کی اس حکمت عملی سے دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تجسس میں مبتلا رہتے تھے کہ وہ اپنے ملک کے اندر رہ کر کیا کر رہے ہیں اور کس طرح ان کے اہم رازوں تک پہنچ رہے ہیں۔

اسرائیل میں ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کے بعد الپا کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔ اس کے اپنے ملک میں اتنے مسائل پیدا ہو رہے تھے کہ وہ چینی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف توجہ نہیں دے سکتی تھی۔ روس میں بھی بیچ بال وغیرہ اپنے معاملات میں الجھے ہوئے تھے۔ انہیں بھی چین کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ فرانس نے حال میں مشین تیار کی تھی۔ وہاں نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے حفاظتی انتظامات میں مصروف رہا کرتے تھے۔

امریکا ابھی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حملے سے محفوظ تھا۔ وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے بڑی کامیابی سے مختلف ممالک کے معاملات میں مداخلت کرنے لگا تھا۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ والے نمبر تھری کی وجہ سے کچھ پریشان ہو گئے تھے۔ ویسے انہیں اتنا اطمینان حاصل تھا کہ وہ چین کے اندرونی معاملات کی جاسوسی کر سکتے تھے۔

اس طرح صرف امریکا اور اسکاٹ لینڈ یارڈ کے جاسوس چین کے سرکاری اداروں میں اپنے آلہ کار بنا رہے تھے۔ انہیں چین سے جتنی دشمنی تھی، اتنی ہی بابا صاحب کے ادارے سے بھی تھی۔ کیونکہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ بابا صاحب کے ادارے سے ہی وہاں پہنچایا گیا تھا۔ ان کے لیے یہ بات بھی ناقابل برداشت تھی کہ چین میں بابا صاحب کے ادارے کی ایک شاخ قائم کی گئی تھی اور وہاں دوسری تعلیمات کے علاوہ اسلامی تعلیمات بھی دی جاتی تھیں۔ پچھلے

دس ماہ کے عرصے میں ہیں ... چینی باشندوں نے جناب عبداللہ واسطی کے ہاتھوں دین اسلام قبول کیا تھا۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا نمبر فور پانچ ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ خیال خوانی کے ذریعے چین پہنچتا رہتا تھا۔ وہاں کے کئی شعبوں میں آلہ کار بنا کر ان کے دماغوں میں رہتا تھا۔ اس نے اپنے ماتحتوں سے کہا "بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ فرانس میں انہوں نے بابا صاحب کے ادارے کو فولادی قلعہ بنا رکھا ہے۔ ہم یہاں اس ادارے کو مضبوط قلعہ بننے نہیں دیں گے۔ تم سب اس ادارے کے اندر پہنچنے کا راستہ نکالو۔"

اس ادارے میں سیکڑوں چینی طلبا وطالبات تعلیم وتربیت حاصل کررہے تھے۔ بڑی عمر کے لوگ بھی وہاں کے مختلف شعبوں میں طرح طرح کے ہنر سیکھ رہے تھے۔ فرانس سے بابا صاحب کے ادارے کے کئی ماہرین کو وہاں بلایا گیا تھا۔ وہ ماہرین بڑی ذمے داری سے اپنے فرائض ادا کررہے تھے۔ علی اور احمد زبیری وہاں مارشل آرٹ اور جمناسٹیم کے شعبوں میں طلبا اور طالبات کو ٹریننگ دیتے رہتے تھے۔ لی، ماریا اور ولیر آفریدی وہاں کی انتظامیہ میں اہم فرائض ادا کررہے تھے۔ چینی حکام وہاں کی تعلیم وتربیت سے بہت متاثر تھے۔

جناب عبداللہ واسطی اپنے حجرے میں بیٹھے عبادت میں مصروف رہتے تھے اور روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس ادارے کے ایک ایک فرد کو چیک کرتے رہتے تھے۔ ایسے وقت انہیں معلوم ہوتا رہتا تھا کہ وہاں آنے والے صدق دل سے تعلیم وتربیت حاصل کررہے ہیں یا کسی سازش کے ارادے سے وہاں پہنچے ہوئے ہیں۔

اس ادارے میں مستقل رہنے والوں کے دماغوں کو لاک کیا گیا تھا۔ کوئی مخالف ان کے اندر نہیں آسکتا تھا۔ صبح آنے اور تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے بعد شام کو واپس جانے والے افراد کو خاص طور پر چیک کیا جاتا تھا۔ نمبر فور نے اس ادارے میں داخل ہونے کی پہلی کوشش کی۔ ایک چینی باڈی بلڈر مارشل آرٹ سیکھنے کے لیے اس ادارے میں جایا کرتا تھا۔ نمبر فور نے اسے ٹریپ کیا۔ ہپناٹزم کے ذریعے اسے اپنا معمول بنایا۔ وہ باڈی بلڈر دوسری صبح بابا صاحب کے ادارے میں جاکر تربیت حاصل کرنے والا تھا۔ نمبر فور اس کے اندر رہ کر وہاں کے ایسے اہم شعبوں تک پہنچ سکتا تھا جہاں صرف خاص افراد کو جانے کی اجازت ملتی تھی۔

دوسری صبح وہ باڈی بلڈر ادارے کے داخلی گیٹ میں آیا، وہاں اس نے ایک مشین میں اپنا شناختی کارڈ پنچ کیا۔ نمبر فور اس کے اندر تھا۔ جب وہ کارڈ پنچ کرنے کے بعد گیٹ کھول کر داخل ہوا تو اچانک ہی نمبر فور کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔ اسے حیرانی ہوئی کہ وہ اچانک کیوں نکل آیا ہے؟ اس نے دوسری بار اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔

اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا وہ معمول اور محکوم بابا صاحب کے ادارے میں قدم رکھتے ہی کہاں گم ہوگیا ہے۔ خیال خوانی کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ نمبر فور کے ایک ماتحت نے اس سے کہا "سر! ابھی میں ایک طالبہ کے دماغ میں تھا۔ وہ مجھے محسوس نہیں کررہی تھی لیکن وہ جیسے ہی ادارے کے گیٹ سے اندر گئی۔ میری سوچ کی لہریں خود بخود واپس آگئیں۔ میں دوبارہ اس کے دماغ میں جانا چاہتا ہوں لیکن میری سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آرہی ہیں۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوتا۔ اس طالبہ کا تو دماغ ہی کہیں غائب ہوگیا ہے۔"

جب شام کو وہ طالبہ اور باڈی بلڈر ادارے سے نکل کر باہر آئے اور اپنے گھروں کی طرف جانے لگے تو ان خیال خوانی کرنے والوں کو پھر ان کے اندر جگہ مل گئی۔ نمبر فور نے باڈی بلڈر سے کہا "تم میرے معمول اور محکوم ہو۔ اس ادارے میں داخل ہوتے ہی تمہارا دماغ کہاں گم ہوگیا تھا؟ تم میری سوچ کی لہروں کو نہیں مل رہے تھے۔"

ایسے وقت جناب عبداللہ واسطی نے کہا "یہ روحانی ٹیلی پیتھی ہے۔ جس طرح تم کسی ایک کے دماغ کو لاک کردیتے ہو، اسی طرح ہم روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پورے ادارے کو لاک کردیتے ہیں۔ اس ادارے کے احاطے کے اندر کبھی کسی کی خیال خوانی کی لہریں نہیں آسکیں گی۔ تم نے آج آزمایا ہے۔ ساری زندگی بھی آزماتے رہو تو دشمن بن کر کبھی یہاں قدم نہیں رکھ سکو گے۔"

ان امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رسانوں نے بھی یہی کوششیں کی تھیں اور اس ادارے کے اندر پہنچنے میں ناکام رہے تھے۔ اس سے پہلے بھی تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے فرانس میں بابا صاحب کے ادارے کے اندر پہنچنے کی ناکام کوششیں کرچکے تھے۔ انہیں یہ تسلیم کرنا پڑا کہ وہ اس ادارے کے خلاف کبھی کوئی کارروائی نہیں کرسکیں گے۔ نمبر فور نے کہا "کوئی بات نہیں، ہم اس ادارے کے باہر اپنے مطلوبہ افراد کو ٹریپ کرسکتے ہیں۔ اپنے ٹارگٹ تک پہنچنے کا ایک راستہ بند ہو تو دوسرے کئی راستے تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ روحانی ٹیلی پیتھی ہر جگہ رکاوٹ نہیں بنے گی۔"

چینگ میں امریکا کی طرف سے ایک صنعتی میلہ لگایا گیا تھا۔ سفارتی تعلقات کی بنیاد پر ایسا ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے عداوت رکھنے والے ممالک دوسرے معاملات میں ایک دوسرے سے سماجی، ثقافتی اور کاروباری تعلقات رکھتے ہیں۔ اس میلے میں خواتین سے متعلق سامان، دیگر کاسمیٹکس اور نئے ڈیزائن کے ملبوسات وغیرہ کی دکانیں سجائی گئی تھیں۔ چینی دوشیزائیں بیرونی ممالک کے آئٹمز کو بہت پسند کرتی ہیں۔ لی کو بھی ایسی چیزوں کا شوق تھا۔ وہ میک اپ کا سامان اور ملبوسات خریدنے لگی۔

ولیر آفریدی نے کہا "اتنی چیزیں خرید کر کیا کروگی؟ لائٹ میک اپ کے ذریعے تمہارا حسن نکھر آتا ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔"

"دنیا کی کوئی عورت بننے سنورنے کے معاملے میں بس نہیں کرتی۔ وہ اپنے مرد کے سامنے زیادہ سے زیادہ خوبصورت بن کر رہنا چاہتی ہے۔ تم بھی اپنے لیے کچھ خریدو۔"

"مجھے معاف کرو۔ تم خریدتی ہوئی اچھی لگ رہی ہو۔ میں ادھر ریسٹورنٹ میں کافی پیتے جارہا ہوں۔ خریداری کے بعد چلی آنا۔"

وہ اس دکان سے نکل کر ٹہلنے کے انداز میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک ریسٹورنٹ میں آکر بیٹھ گیا۔ وہاں علی ایک چینی دوشیزہ وان شی کے ساتھ بیٹھا کافی پی رہا تھا۔

وان شی بابا صاحب کے ادارے کی ایک طالبہ تھی۔ تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ مارشل آرٹ سیکھ رہی تھی۔ وہاں علی ٹریننگ دیا کرتا تھا۔ ٹریننگ کے دوران میں وہ اس سے متاثر ہوگئی تھی۔ ابتدا میں وہ وان شی سے کترانے کی کوششیں کرتا رہا پھر وہ بھی اس سے متاثر ہوگیا۔ آج کل وہ دونوں بڑا رومان پرور وقت گزار رہے تھے۔

ولیر آفریدی دوسری میز کی طرف جارہا تھا۔ علی نے کہا "ہم سے کیوں کترا رہے ہو، یہاں آجاؤ۔"

وہ قریب آکر بولا "میں کباب میں ہڈی نہیں بننا چاہتا۔ کیوں وان شی، تمہیں ہڈیاں پسند ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "میں گوشت کے ساتھ ہڈیاں بھی چباتی ہوں۔ ویسے تم ہڈی نہیں ہو، بحث نہ کرو بیٹھ جاؤ۔"

وہ ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا، علی نے پوچھا "لی کہاں ہے؟"

"شاپنگ کررہی ہے۔ میں بور ہورہا تھا اس لیے یہاں چلا آیا۔ اب تم دونوں کو بور کروں گا۔ میری موجودگی میں تم دونوں محتاط رہو گے، کھل کر باتیں نہیں کرسکو گے۔"

علی نے کہا "تم بھول رہے ہو، ہم خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے کے اندر پہنچ کر رومانس کریں گے۔ تم یہاں آکر بیٹھ گئے ہو، ہمارے اندر آکر تو نہیں بیٹھو گے؟"

ایسے وقت میں ایک چینی نوجوان ان کے قریب آیا پھر ولیر آفریدی سے بولا "ہمارے ملک چین میں چور اچکے نہیں ہوتے۔ پھر بھی تمہیں اپنا سامان اِدھر اُدھر چھوڑ کر نہیں آنا چاہیے۔"

آفریدی نے کہا "میں نے اپنا کوئی سامان کہیں نہیں چھوڑا ہے۔ تم کون ہو؟ کیا تمہیں کسی کا کوئی سامان ملا ہے؟"

وہ بولا "میں تمہارے سامان کو پہچانتا ہوں۔ تم اسے کاسمیٹکس کی دکان میں چھوڑ آئے ہو۔ وہ بہت خوبصورت ہے، کوئی اسے اٹھا کر لے جاسکتا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا۔ آفریدی نے اس کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھے تو ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ کوئی اس کے اندر سمایا ہوا ہے اور اسے مجبور کررہا ہے کہ وہ آفریدی کے پاس جاکر اس سے یہ سب کچھ کہے، جو ابھی کہہ رہا تھا۔ آفریدی نے لی کے دماغ میں چھلانگ لگائی تو پتا چلا، وہ اس دکان میں نہیں ہے۔ اس فن فیئر گراؤنڈ سے باہر کسی کے ساتھ کار میں جارہی ہے۔ کار کی پچھلی سیٹ پر سحرزدہ سی بیٹھی ہے۔ علی نے پوچھا "کیا ہوا آفریدی؟"

وہ پریشان ہوکر بولا "لی کو کڈنیپ کیا جارہا ہے۔"

وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے لی کے اندر پہنچ گئے۔ آفریدی نے اسے مخاطب کیا "لی! یہ لوگ کون ہیں؟ تم ان کے ساتھ کہاں جارہی ہو؟"

لی کے اندر ایک اجنبی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو آفریدی، کل رات تم گھوڑے بیچ کر سوتے رہے۔ مجھے لی کو کمزور بنا کر ہپناٹائز کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ اب یہ میرے شکنجے میں ہے۔"

علی اور آفریدی نے لی کے دماغ پر قبضہ جمانے کی کوشش کی۔ پتا چلا وہ بہت مضبوط شکنجے میں ہے۔ نمبر فور کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسے جکڑ رکھا تھا۔ آفریدی نے پوچھا "تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"تم علی اور احمد زبیری کے ساتھ چلے آؤ۔ ہم تمہاری محبوبہ کو بیجنگ سے باہر کہیں چھوڑ دیں گے۔ تم آکر اسے واپس لے جاؤ۔"

ایسے وقت احمد زبیری نے آفریدی کے دماغ میں آکر کہا "ابھی کسی نے ٹیلی فون کے ذریعے مجھے اطلاع دی ہے کہ لی کو اغوا کیا جارہا ہے۔ اگر ہم اس کی واپسی چاہتے ہیں تو بیجنگ کے باہر ہوائی دے پر چلے آئیں۔"

آفریدی نے کہا "یہ سچ ہے۔ للی خطرے میں ہے۔ میں وہاں تنہا جاؤں گا۔"

علی نے کہا "وہ ہم تینوں کو وہاں آنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ ہم بابا صاحب کے ادارے کے اہم افراد ہیں۔ وہ ہمیں ایک جگہ بلا کر ایک ساتھ ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔"

آفریدی نے کہا "ان کی پلاننگ صاف طور پر سمجھ میں آرہی ہے۔ اسی لیے میں وہاں تنہا جاؤں گا۔"

احمد زبیری نے کہا "تم تنہا جاؤ۔ مگر ہم تم سے پیچھے نہیں رہیں گے۔"

وہ دونوں ریسٹورنٹ کے باہر آئے۔ علی نے چونک کر پوچھا "وان شی کہاں ہے؟"

وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ علی نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ دوڑتی ہوئی فین فیئر گراؤنڈ سے باہر گئی تھی۔ وہاں ایک کار میں جارہی تھی۔ علی نے پوچھا "کہاں جارہی ہو؟"

وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولی "میں للی کے اندر پہنچ کر اس کے حالات معلوم کر چکی ہوں۔ دشمنوں کو کئی طرف سے گھیرنا ہوگا۔ میں اپنے طور پر کچھ کروں گی۔"

علی اور آفریدی دوڑتے ہوئے اس گراؤنڈ سے باہر آئے۔ پھر اپنی اپنی کار میں جا کر بیٹھ گئے۔ ایسے وقت للی نے آفریدی کے دماغ میں آکر کہا "سوری آفریدی! میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ اپنے عامل کی مرضی سے بول رہی ہوں۔ تمہیں علی اور احمد زبیری کے ساتھ آنا ہوگا۔ ورنہ وہیں رک جاؤ۔"

علی کے بھی دماغ میں للی نے کہا "میرے عامل کی مرضی کے خلاف مختلف سمتوں سے آؤ گے تو یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ یہاں تم سب کو میری لاش ملے گی۔"

ٹھیک اسی وقت احمد زبیری کے دماغ میں بھی للی نے ایسی ہی بات کی۔ وہ تینوں خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے بولنے لگے۔ آفریدی نے حیرانی سے کہا "للی بیک وقت ہم تینوں کے دماغوں میں آکر کیسے بول سکتی ہے۔"

علی نے کہا "ابھی ہمارے اندر للی نہیں بول رہی تھی۔ وہ ایک نہیں، کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے للی کی آواز اور لہجے میں ہم تینوں کو وارننگ دی ہے۔"

وہ تینوں اپنی اپنی کار میں ہائی وے پر جارہے تھے۔ وہ جہاں تک گئے تھے، وہیں رک گئے۔ سوچ میں پڑ گئے کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے۔ دشمنوں نے سختی سے وارننگ دی تھی۔ اگر وہ تینوں ایک ساتھ اپنی موت کا سامان کرنے کے لیے وہاں نہ جاتے تو للی انہیں زندہ دکھائی نہ دیتی۔ اس الجھن کو سلجھانا تقریباً ناممکن تھا۔ ویسے یہ بات موٹی سی عقل میں بھی آسکتی تھی کہ ایک لڑکی کی جان بچانے کے لیے تین گبھرو جوانوں کو اپنی جان سے نہیں جانا چاہیے۔

آفریدی نے کہا "للی! جو شخص تمہارے ذریعے ہمیں پھانسنا چاہتا ہے، وہ بہت بڑا بے وقوف ہے۔ اس احمق کو اتنا تو سمجھنا چاہیے کہ میں تمہارا عاشق ہوں، تمہیں بچانے کی خاطر اپنی جان پر کھیلنے کے لیے آسکتا ہوں لیکن علی تیمور اور احمد زبیری بھلا کیوں اپنی جان پر کھیلنا چاہیں گے۔ میں اس دشمن سے کہتا ہوں کہ للی کے سلسلے میں صرف مجھے اپنے ٹارگٹ پر بلائے۔ کیا وہ میری بات سن رہا ہے؟"

للی کے اندر ایک اجنبی آواز سنائی دی "مجھے احمق سمجھنے والے، میں تم سب کو خاک میں ملا دوں گا۔ یہ نہ سمجھنا کہ صرف یہی میرے شکنجے میں ہے۔ ہم نے علی کی محبوبہ وان شی کو بھی اچھی طرح جکڑ لیا ہے۔"

یہ سنتے ہی علی نے وان شی کے دماغ میں خیال خوانی کی چھلانگ لگائی، اس سے پوچھا "وان شی! تم خیریت سے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "پہلے خیریت سے نہیں تھی، کسی نے للی کی طرح مجھے بھی جکڑ لیا تھا۔ لیکن میں اس سے نجات حاصل کر چکی ہوں۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو، ہو سکتا ہے وہ دشمن تمہارے اندر رہ کر تمہیں ڈھیل دے رہا ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ جس نے میرے دماغ کو جکڑ لیا تھا، اس کے ساتھ شاید اچانک کوئی مسئلہ پیش ہو گیا تھا۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ میں موقع سے فائدہ اٹھا کر تیزی سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی بابا صاحب کے ادارے کے احاطے میں داخل ہو گئی ہوں۔"

اس ادارے کے احاطے کے اندر میلوں دور تک روحانی ٹیلی پیتھی حاوی تھی۔ وہاں کوئی دشمن کسی کے اندر نہیں آسکتا تھا اور جو دشمن پہلے سے موجود رہتا تھا۔ وہ احاطے میں داخل ہوتے ہی دماغ سے نکل جاتا تھا۔ پھر دوبارہ اس دماغ پر حاوی نہیں ہو سکتا تھا۔

علی نے خوش ہو کر کہا "خدا کا شکر ہے، تم نے ذہانت سے کام لے کر دشمنوں سے نجات حاصل کر لی ہے۔ بے چاری للی بری طرح پھنسی ہوئی ہے۔"

وہ آفریدی کے دماغ میں آیا، آفریدی اور احمد زبیری اس دشمن کو باتوں میں الجھا رہے تھے۔ علی نے وہاں آکر کہا "عقل یہی کہتی ہے کہ ایک لڑکی کی خاطر ہم تینوں اپنی جان نہ دیں۔ تم ہم میں سے کسی ایک کو اپنے ٹارگٹ پر بلاؤ۔ یہاں سے کوئی ایک ابھی چلا آئے گا۔"

ایک شکست خوردہ سی آواز میں کہا گیا "وان شی، ہماری گرفت میں تھی۔ ابھی پتا چلا ہے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں جا کر چھپ گئی ہے۔ اب ہم صرف ایک للی کو یرغمال بنا کر تمہاری مجبوریوں اور کمزوریوں سے نہیں کھیل سکیں گے۔ ہماری یہ چال کمزور ہو گئی ہے۔"

آفریدی نے کہا "تو پھر میری بات مان لو۔ میں اپنی للی کو حاصل کرنے کے لیے وہاں تنہا آؤں گا۔"

"نہیں! ہم تمہاری چال بازیوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ تم بظاہر تنہا آؤ گے مگر تمہارے دوسرے ساتھی مختلف سمتوں سے ہمیں گھیرنے آئیں گے۔ ہم یہ بازی چھوڑ رہے ہیں اور للی کو رہا کر رہے ہیں۔ پھر کبھی تم سے نمٹ لیں گے۔"

آفریدی کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ عقل یہ بات تسلیم نہیں کرتی تھی کہ وہ للی کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر رہا کر دیں گے۔ آفریدی نے کہا "دیکھو! تم ایسی بات کہہ رہے ہو جس پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ تم اسے ثابت و سالم واپس نہیں کرو گے۔ میں وارننگ دیتا ہوں، اگر اسے جسمانی یا دماغی طور پر نقصان پہنچاؤ گے تو میں تمہارے ملک کے اکابرین کو سکون سے نہیں رہنے دوں گا۔"

آفریدی انہیں دھمکیاں دے رہا تھا لیکن اس کے اندر خاموشی تھی۔ نہ للی بول رہی تھی، نہ کوئی دشمن بول رہا تھا۔ احمد زبیری نے کہا "وہ جا چکا ہے۔ ہمیں للی کی خبر لینا چاہیے۔"

ان تینوں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ للی کے اندر پہنچ گئے۔ وہ وہاں سے کئی کلومیٹر دور ہائی وے کے کنارے ایک اوپن ریسٹورنٹ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ آفریدی نے پوچھا "للی! تم خیریت سے ہو؟"

وہ بولی "اوہ میری جان آفریدی، میں تمہارا کب سے انتظار کر رہی ہوں۔ تم اتنی دیر بعد میری خبر لے رہے ہو؟"

"ہم تقریباً ایک گھنٹے سے تمہاری سلامتی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ دشمنوں نے تمہارے دماغ کو جکڑ لیا تھا۔ تم غائب دماغ ہو گئی تھیں اور وہ سب ہمارے اندر آکر تمہاری آواز اور لہجے میں بول رہے تھے۔ ہم یہ سمجھتے رہے کہ تم دشمنوں کی مرضی کے مطابق ہمارے اندر آکر بول رہی ہو۔"

"ہاں، میں کچھ دیر کے لیے غائب دماغ ہو گئی تھی۔ اب محسوس کر رہی ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ نامعلوم دشمن مجھے اس ریسٹورنٹ میں چھوڑ گئے ہیں۔ کیا تم آرہے ہو؟"

آفریدی پہلے ہی کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا ادھر جا رہا تھا۔ علی اور احمد زبیری جہاں تھے، وہاں سے وہ بھی اس ریسٹورنٹ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ علی نے کہا "یہ دشمنوں کی چال ہو سکتی ہے۔ آفریدی تمہیں اس ریسٹورنٹ میں پہنچ کر محتاط رہنا چاہیے۔"

احمد زبیری نے کہا "آفریدی! اپنی رفتار کم کرو۔ پہلے ہمیں وہاں پہنچنے دو۔ تمہارے خیالات بتا رہے ہیں کہ تم اپنی للی کے لیے جذباتی ہو رہے ہو۔ ان حالات میں جذباتیت نقصان پہنچاتی ہے۔"

آفریدی نے کار کی رفتار سست کرتے ہوئے للی سے پوچھا "دشمنوں نے تمہیں آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت تم نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟ کیا دماغی کمزوری ہے؟ کیا ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہو؟"

"پہلے کمزوری محسوس کر رہی تھی لیکن اب خیال خوانی کر سکتی ہوں۔ تمہارے اندر آرہی ہوں۔"

علی نے فوراً کہا "آفریدی! اسے اپنے دماغ میں نہ آنے دو۔ اس کے ذریعے دشمن بھی آئیں گے۔ صرف ہم اس کے دماغ میں جاتے رہیں گے۔"

آفریدی نے کہا "للی! ابھی تم دماغی الجھنوں میں رہی ہو۔ خیال خوانی نہ کرو، میں تمہارے اندر رہوں گا۔"

آفریدی سست رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا ایک جگہ رک گیا۔ للی جس ریسٹورنٹ میں بیٹھی ہوئی تھی، وہ وہاں سے دو سو گز کے فاصلے پر تھا، وہ بولا "للی! ریسٹورنٹ سے باہر آکر دیکھو۔ بہت دور تمہیں ایک بلو کلر کی کار دکھائی دے گی، وہاں چلی آؤ۔"

للی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ کاؤنٹر پر بل ادا کر کے اس نے باہر آکر دیکھا۔ بہت دور ایک کار بیچنگ کی طرف جانے کے لیے یوٹرن لے رہی تھی۔ آفریدی نے کہا "ہاں یہ وہی کار ہے۔ میں اسے واپسی کے لیے موڑ رہا ہوں۔ چلی آؤ، مگر آہستہ آہستہ آؤ۔ میں تمہارے آس پاس چھپے ہوئے دشمنوں کو سمجھنا چاہتا ہوں۔ تم وہاں کیوں رک گئی ہو؟ کوئی پریشانی ہے؟"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولی "نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں آرہی ہوں۔"

علی اور احمد زبیری بہت پہلے ہی وہاں پہنچ گئے تھے۔ ویسے وہ خود نہیں آئے تھے، چار عدد چینی باشندوں کو آلہ کار بنا کر اس ریسٹورنٹ میں پہنچایا تھا۔ اس طرح دشمن ان دونوں کی موجودگی کو وہاں سمجھ نہیں سکتے تھے۔

وہ دونوں وہاں پہنچتے ہی اپنے آلہ کاروں کے ذریعے دشمنوں کی بو سونگھ رہے تھے۔ کسی کی شناخت نہیں ہو رہی تھی۔ وہاں سب ہی ہائی وے سے گزرنے والے مسافر تھے۔

لی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کار میں آکر آفریدی کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھادی۔

لی اس کے قریب ہو کر اس سے چپک گئی۔ پھر بولی "تھینکس گاڈ! ایک مصیبت سے نجات ملی ہے۔ مجھے ایک ہاتھ سے اپنے بازو میں لو۔"

اس نے ایک ہاتھ سے ڈرائیو کرتے ہوئے اسے دوسرے ہاتھ سے اپنے قریب سمیٹ لیا۔ کار تیزی سے جارہی تھی۔ اندر کا ماحول رومان پرور ہوگیا تھا۔ وہ بولا "تم مجھ سے لگ کر میرے اندر آگ بھڑکانے لگتی ہو۔"

وہ بولی "میں تمہارے بدن سے لگ رہی ہوں۔ کیا تم محسوس کررہے ہو کہ میرے ساتھ موت بھی تم سے لگی ہوئی ہے؟"

آفریدی نے اپنی کمر میں چبھن سی محسوس کی' وہ بولی "یہ ریوالور ہے۔ میرے دماغ میں ہلچل مچانے اور میرے ہاتھ سے ریوالور گرانے کی حماقت نہ کرنا۔ گولی چل جائے گی' حرام موت مروگے۔"

علی اور احمد زبیری الرٹ ہوگئے لیکن ان کے الرٹ ہونے میں دیر لگی۔ کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں نے لی کے دماغ کو جکڑ لیا تھا۔ آفریدی نے کہا "لی! میں تمہیں دشمنی سے باز رہنے کے لیے نہیں کہوں گا۔ میں سمجھتا ہوں تم ان کے ہاتھوں مجبور اور بے بس ہوگئی ہو۔ تم وہی کروگی جو وہ چاہتے ہیں۔"

وہ دشمن کی مرضی کے مطابق بولی "تم نے میرے عامل کو احمق کہا تھا۔ تم سمجھ رہے تھے کہ وہ صرف مجھ جیسی ایک لڑکی کے ذریعے تم تینوں کو ٹریپ کرنا اور ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ مگر افسوس' تم تینوں اس کی چالاکی کو سمجھ نہیں پائے۔ اس کی اصل چال یہی تھی' وہ میرے ذریعے پہلے تمہیں پھانسنا چاہتا تھا' اب ہم دونوں اس کے شکنجے میں ہیں۔"

پھر وہ بولی "میں علی اور احمد زبیری سے بول رہی ہوں۔ تم دونوں صرف ایک کے لیے تین جانوں کی قربانیاں نہیں دینا چاہتے تھے لیکن اب دو کے لیے تو قربانی دینی ہی ہوگی۔ تمہارے لیے میں بھی اہم ہوں اور آفریدی بھی اہم ہے۔ کیا تم چاہوگے کہ میں آفریدی کو گولی ماردوں اور دشمن مجھے مار ڈالیں؟"

آفریدی نے کہا "واقعی دشمن بہت مکار ہے۔ اس کی چال کمزور نہیں تھی۔ ہم دھوکا کھاگئے۔ اب بولو کیا چاہتے ہو؟ علی اور احمد زبیری مجھے اور لی کو بچانے کے لیے ضرور آئیں گے۔ بتاؤ' انہیں کہاں آنا چاہیے؟"

دشمن لی کے ذریعے جو اباً کچھ کہنا چاہتے تھے۔ لیکن جواباً کچھ کہنے سے پہلے ہی آفریدی نے تیز رفتار گاڑی کو اچانک بریک لگا کر ایک جھٹکے سے روکا تو وہ رکتے رکتے ایک طرف گھومتی ہوئی ایک درخت سے ٹکرا گئی۔ اچانک بریک لگانے کے بعد لی سامنے ڈیش بورڈ سے ٹکرا گئی تھی۔ دشمنوں نے اس کے ذریعے گولی چلائی تھی لیکن ایسے وقت جو ہاتھ بھی بہکتا ہے۔ نشانہ بھی چوکتا ہے۔ وہ اس کے ذریعے آفریدی پر دوسری گولی نہ چلاسکے' کیونکہ لی بری طرح زخمی ہوگئی تھی۔ علی اور احمد زبیری کو اس کے کمزور دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ اب دشمن اسے پوری طرح اپنی گرفت میں نہیں رکھ سکتے تھے۔

آفریدی نے اس کے ہاتھ سے گرے ہوئے ریوالور کو اٹھالیا۔ پھر کہا "ہم اتنے نادان نہیں ہیں۔ یہ جانتے تھے کہ تم لی کے دماغ میں چھپ کر آؤ گے۔ میں نے اسے بچانے کے لیے یہ خطرہ مول لیا تھا۔ اب کیا کروگے؟"

دشمن نے کہا "ہم تم تینوں تک نہ پہنچ سکے۔ کوئی بات نہیں لی کے اندر زلزلے پیدا کر کے اسے ابھی حرام موت مار سکتے ہیں۔"

آفریدی نے لی کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کہا "تم مارنا جانتے ہو۔ ہم بچانا جانتے ہیں۔ لی زندہ رہے گی اور اسی طرح زندہ رہے گی۔"

اس نے لی کے سر کو ڈیش بورڈ پر دے مارا' اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ پھر وہ ایک دم سے ساکت ہو کر اس کی آغوش میں ڈھلک گئی۔ وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ ایسی حالت میں اس کے اندر زلزلہ پیدا نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ہوش وحواس سے محروم رہنے والے دماغ پر خیال خوانی کی لہریں اثر انداز نہیں ہوتی ہیں۔

اس نے سنگدلی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اپنی محبوبہ کو زخمی کیا تھا۔ اس کے سر کو ڈیش بورڈ سے ٹکرا کر اسے تکلیف پہنچائی تھی۔ اسے بے ہوش کردیا تھا لیکن کبھی کبھی زندگی کو بچانے کے لیے بے رحم ڈاکٹروں کی طرح اپنوں کو ایسے آپریشن سے گزارا جاتا ہے۔

وہ تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کرتا ہوا بابا صاحب کے ادارے کی طرف جارہا تھا۔ اس ادارے کے اندر پہنچنے کے بعد لی ہوش میں آنے کے بعد بھی محفوظ رہ سکتی تھی۔ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے اندر پہنچ نہیں پاتا تھا۔

○☆○

بائرن ٹوڈ نے اولڈ مین کو دوست بنانے کی کوشش کی تھی۔ اس پراسرار بوڑھے نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آتے ہی مجھ سے ٹکر لی تھی۔ شیوانی اور پورس کو نقصان پہنچا کر یہ ثابت کیا تھا کہ وہ زبردست ہے۔ آئندہ دوسرے ٹیلی پیتھی

جاننے والوں کو بھی دن میں تارے دکھاتا رہے گا۔

بائرن ٹوڈ اور اس کے ساتھیوں نے اس سے متاثر ہو کر سوچا تھا کہ اس سے دوستی کر کے اسے مسٹری مین سے لڑایا جاسکتا ہے۔ اگر مسٹری مین اس کے مقابلے میں کمزور پڑے گا تو بائرن ٹوڈ اسے قلعے سے بھگانے میں کامیاب رہے گا لیکن بات نہ بن سکی۔ وہ بوڑھا بہت مغرور تھا۔

اس نے صاف کہہ دیا تھا۔ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دوست نہیں بنائے گا۔ غلام بنا تا رہے گا۔ مارلی کا وہ قلعہ اور جزیرہ لن ٹاؤ بہت اہم ہے۔ وہ جلد ہی اس قلعے کے اندر پہنچ کر اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے گا۔

اس کے اس چیلنج نے بائرن ٹوڈ اور اس کے ساتھیوں کو تشویش میں مبتلا کردیا تھا۔ انہیں اس کی قوت کا صحیح اندازہ نہیں تھا لیکن اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ اس قلعے کے اندر گھس کر رہے گا۔

بائرن ٹوڈ نے ایک آلہ کار کے ذریعے مسٹری مین کو مخاطب کیا۔ اس سے پوچھا "کیا تم کسی بوڑھے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے واقف ہو؟"

مسٹری مین نے کہا "میں ایسے کسی بوڑھے سے واقف نہیں ہوں۔"

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے' وہ بوڑھا تم سے زیادہ پراسرار ہے۔ تمہارے بارے میں اسے اتنا علم ہے کہ تم یورپ کے کسی علاقے میں رہتے ہو۔ تمہارے ماتحتوں کے بارے میں بھی کسی حد تک علم ہے۔ لیکن اس بوڑھے کا کوئی پتا ٹھکانا نہیں ہے۔ اس کی طاقت کا اندازہ اس طرح کرسکتے ہو کہ اس نے فرہاد علی تیمور کی بہو شیوانی کو مار ڈالا ہے۔ دنیا کے سب سے پرانے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے لیے چیلنج بن گیا ہے۔"

مسٹری مین نے کہا "تعجب ہے۔ وہ پراسرار بوڑھا اچانک کہاں سے پیدا ہوگیا ہے؟ وہ کبھی ہم سے بھی ٹکرا سکتا ہے۔"

"میں نے یہی سوچ کر اسے دوست بنانے کی کوشش کی تھی۔ اسے یہ آفر دی تھی کہ ہم متحد ہو کر فرہاد کے پورے خاندان کو نیست ونابود کرسکتے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں بھی سرنگ بنا سکتے ہیں لیکن وہ بہت مغرور ہے۔ کسی سے دوستی نہیں کرنا چاہتا۔ اس نے چیلنج کیا ہے کہ وہ ہمارے قلعے کے اندر جلد ہی پہنچے گا۔ ہم سب کو وہاں سے بھاگنے پر مجبور کرے گا۔"

"ہم موم کے بنے ہوئے نہیں ہیں کہ وہ اپنی ٹیلی پیتھی سے ہمیں پگھلا دے گا۔ وہ اپنے متعلق کچھ زیادہ ہی خوش فہمی میں مبتلا ہوگیا ہے۔ ویسے تم نے اس سے دوستی کرنے کی غلطی کی تھی۔ وہ دوست نہ بن سکا دشمن بن گیا۔ تم نے ہمارے لیے ایک نئی مصیبت پیدا کردی ہے۔"

"وہ مصیبت خود پیدا ہوئی ہے۔ مجھے الزام نہ دو۔"

"تمہیں مجھ سے مشورہ کرنے کے بعد اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہیے تھا۔ تمہاری نیت میں کھوٹ ہے۔ تم میرے خلاف اسے دوست بنانے کی کوشش کررہے تھے۔"

"تم بکواس کررہے ہو۔ میں کسی کو بھی دوست یا دشمن بنا سکتا ہوں۔"

"یہ نہ بھولو کہ اس قلعے پر ہماری مشترکہ حکمرانی ہے۔ تم کسی کو بھی دوست یا دشمن بناؤ گے تو یہاں ہمارا اتحاد کمزور ہوگا۔ ہماری کمزوری سے دشمن فائدہ اٹھائیں گے۔ ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہوا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے اپنا اقتدار قائم رکھیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ آئندہ میں تمہاری لاعلمی میں کسی کو دوست یا دشمن نہیں بناؤں گا۔ ویسے تم پراسرار رہ کر بہت سے پراسرار مجرموں کو جانتے ہو۔ ان میں سے ہر ایک کے اندر گھس کر معلوم کرو۔ آخر وہ پراسرار بوڑھا کون ہے؟"

"میں بھی تشویش میں مبتلا ہوگیا ہوں۔ ضرور اس کا سراغ لگاؤں گا۔"

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ بائرن ٹوڈ نے اپنے ساتھیوں سے کہا "ہم اپنے مزاج کے خلاف مسٹری مین کے اقتدار کو اسی قلعے میں برداشت کررہے ہیں۔ تم سب آخر کیا کررہے ہو؟"

ہاروے نے کہا "مسٹری مین نے قلعے میں سیکورٹی افسر اور وہاں کے مسلح گارڈز کو آلہ کار بنا رکھا ہے۔ ابھی اس سیکورٹی افسر کی ڈیوٹی ختم ہونے والی ہے۔ وہ صبح تک آرام کرنے کے لیے اپنے کوارٹر میں جائے گا۔ میں نے اسے ٹریپ کرنے کے انتظامات کیے ہیں۔"

دوسرے ساتھی بیکر برائٹ نے کہا "آج رات ہمیں ایک بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔ ہم اس سیکورٹی افسر کے ذریعے دوسرے گارڈز تک بھی پہنچتے رہیں گے۔"

بائرن ٹوڈ اور مسٹری مین بظاہر دوستانہ انداز میں قلعہ اور جزیرے کے حکمران بنے ہوئے تھے لیکن اندر ہی اندر ایک دوسرے کی جڑیں کاٹنے کی کوششیں کررہے تھے۔ مسٹری مین نے بائرن ٹوڈ وغیرہ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ جس مارلی کو انہوں نے قلعے کے اندر ہلاک کیا تھا وہ نیویارک میں زندہ ہے۔

وہ اور اس کا ماتحت اَن نون اس ڈی مارلی کو اصلی سمجھ رہے تھے۔ اس کے اندر یہ شدید خواہش پیدا کررہے تھے کہ فرہاد جب بھی اس کے اندر آمارہے گا۔ وہ اسے دوبارہ قلعے

کے اندر جانے کے لیے بولتی رہے گی۔ وہ فرہاد کو مجبور کرے گی تو وہ مارلی کو دوبارہ قلعے میں پہنچانے کے لیے بائرن ٹوڈ اور مسٹری مین کے خلاف کارروائی کرے گا تو ایسے وقت مسٹری مین مارلی کے اندر رہ کر فرہاد کی کارروائیوں سے باخبر رہے گا اور بائرن ٹوڈ بے خبری میں نقصان اٹھا کر وہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو جائے گا۔

مسٹری مین ایک تو ڈمی مارلی کے ذریعے ایسی چالیں چل رہا تھا۔ دوسرا یہ کہ وہ بھی قلعے کے اندر بائرن ٹوڈ کے خاص آلہ کاروں کے اندر پہنچنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ بائرن ٹوڈ نے قلعے کے انچارج اور وہاں کی انتظامیہ کے عہدے داروں کو اپنا آلہ کار بنا رکھا تھا۔ ان تمام آلہ کاروں کے دماغ مقفل تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے آلہ کاروں کے اندر نہیں پہنچ سکتے تھے۔

ویسے یہ ان کے کمزور حفاظتی انتظامات تھے۔ ان دونوں کے پاس اتنے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں تھے کہ وہ قلعہ کے اندر اپنے تمام آلہ کاروں کے اندر رہ کر دن رات ان کی نگرانی کرتے۔ ان دونوں کو اپنے دوسرے معاملات میں بھی مصروف رہنا پڑتا تھا۔ ایسے وقت کوئی بھی، کسی وقت بھی کسی آلہ کار کے اندر سرنگ بنا سکتا تھا۔

اور یہی ہو رہا تھا۔ ایک رات مسٹری مین نے انچارج کے کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی۔ اس کا نتیجہ وہی ہوا جو ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔ مسٹری مین کو انچارج کے اندر جگہ بنانے کے سلسلے میں کئی ماہ لگ گئے تھے یہ کام آسان نہیں تھا لیکن مسلسل کوششوں کے بعد آسان ہو گیا تھا۔

ٹھیک اسی طرح بائرن ٹوڈ کے ساتھیوں نے مسلسل کوششوں کے بعد مسٹری مین کے خاص آلہ کار سیکورٹی افسر کے دماغ میں رسائی حاصل کی تھی۔ کسی کے آلہ کار کو ٹریپ کرنے کے بعد انہیں اپنا آلہ کار بنانے اور بیک وقت دشمن کا بھی آلہ کار بنائے رکھنے کے چند مخصوص طریقے تھے۔

ماروے نے سیکورٹی افسر کو ہپناٹائز کر کے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ وہ بدستور مسٹری مین کا معمول بنا رہے گا لیکن خاص سگنل ملتے ہی وہ مسٹری مین کے خلاف بائرن ٹوڈ کے احکامات کی تعمیل کرے گا۔

بائرن ٹوڈ نے بھی یہی کیا۔ اس نے قلعے کے انچارج کو اپنا معمول بنا لیا۔ آئندہ مسٹری مین اس انچارج کے اندر پہنچ کر یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ بائرن ٹوڈ بھی اسی کی طرح کی چالیں چل رہا ہے۔

دونوں ایک دوسرے کے خلاف ایک جیسی چالیں چل رہے تھے۔ محتاط انداز میں اپنے آلہ کاروں کے چور خیالات بھی پڑھتے رہتے تھے لیکن یہ معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ وہ تمام آلہ کار ایک دوسرے کے ہاتھوں سے نکلتے جا رہے ہیں۔ وہ دونوں سیکورٹی افسر اور انچارج کے بعد دوسرے آلہ کاروں کے مقفل دماغوں میں بھی پہنچ رہے تھے۔

ایک رات ایک اسمگلر کا جہاز قلعے کے سامنے سمندر سے گزر رہا تھا۔ ایسے وقت بائرن ٹوڈ نے سیکورٹی افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس افسر نے اس کے حکم کے مطابق اپنے ماتحت گارڈز کو حکم دیا کہ اس جہاز کو گزرنے نہ دیں۔ تباہ کر دیں۔ ان تمام سیکورٹی گارڈز نے قلعے کی بلندیوں سے راکٹوں سے حملے کیے اور اس جہاز کے پرخچے اڑا دیے۔

مسٹری مین کے ماتحت وارنر نے کہا "باس! غضب ہو گیا۔ ہمارے سیکورٹی افسر نے اس مال بردار جہاز کو تباہ کر دیا ہے۔ جس کا اسمگلر ہمیں مقررہ حصہ دے چکا تھا۔"

مسٹری مین نے سیکورٹی افسر کے دماغ میں آ کر غصے سے کہا "یہ تم نے کیا کیا ہے؟ تمہیں بتایا گیا تھا کہ اس جہاز کے اسمگلر نے ہمارا حصہ ہمیں ادا کر دیا ہے۔ اس جہاز کو سلامتی سے گزرنے دیا جائے لیکن تم نے کروڑوں روپے کا مال اس جہاز سمیت سمندر میں ڈبو دیا ہے۔ جرائم کی دنیا میں مجرم ایک دوسرے سے وعدہ خلافی نہیں کرتے ہیں، تم نے ایسا کیوں کیا؟"

بائرن ٹوڈ نے سیکورٹی افسر کے اندر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "میں اولڈ مین ہوں۔ میں نے چیلنج کیا تھا۔ اس قلعے کے اندر گھس کر رہوں گا۔ میں نے اس سیکورٹی افسر کے اندر جگہ بنالی ہے اور تم یہ نہیں جانتے کہ میں اس کے ذریعے کتنوں کے دماغوں میں پہنچ چکا ہوں۔ تم کتنوں کو گولی مارو گے، مجھے کتنوں کے دماغوں سے نکالنا پڑے گا؟"

مسٹری مین نے حیرانی سے پوچھا "تم نے میرے آلہ کاروں کے اندر کس طرح جگہ بنائی ہے؟"

وہ بولا "صرف تمہارے ہی نہیں، میں نے بائرن ٹوڈ کے آلہ کاروں کے اندر بھی جگہ بنائی ہے۔ ان سب کے خیالات پڑھنے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے کون کس کا آلہ کار ہے اور اب تو یہ سب میرے بھی محکوم اور معمول بن چکے ہیں۔"

مسٹری مین نے ایک آلہ کار کے ذریعے بائرن ٹوڈ سے کہا "اپنی حماقت کا نتیجہ دیکھ لو۔ تم اولڈ مین سے دوستی کرنا چاہتے تھے۔ وہ دشمن بن کر ہمارے تمام اہم آلہ کاروں کے اندر پہنچ چکا ہے۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "مجھے غصہ نہ دکھاؤ۔ میں تمہارا محکوم اور غلام نہیں ہوں۔ وہ اولڈ مین جتنے آلہ کاروں کے دماغوں میں پہنچا ہوا ہے۔ انہیں گولی مار دو۔ اسے یہاں سے بھگانے کا یہی ایک طریقہ ہے۔"

"وہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میرے اور تمہارے کئی آلہ کاروں کے اندر پہنچ چکا ہے۔ ہم کتنوں کو گولی ماریں گے؟ قلعے کے اہم افراد مرتے رہیں گے۔ بعد میں ہم دوسروں کو آلہ کار بنائیں گے تو پتا چلے گا کہ اولڈ مین ان کے اندر بھی پہنچا ہوا ہے؟"

بائرن ٹوڈ کے ساتھی ہاروے نے اولڈ مین بن کر ہنستے ہوئے کہا "تم سب کوشش کر کے دیکھ لو۔ اب مجھ سے نجات حاصل نہیں کر سکو گے۔ آج میں نے ایک جہاز کو تباہ کیا ہے۔ مجھے میرا حصہ نہیں ملے گا تو میں یہاں سے بھی اسمگلر کسی کے جہاز کو گزرنے نہیں دوں گا۔ اس سے پہلے کہ کسی دوسرے جہاز کو تباہ کروں، ابھی میرا حصہ مقرر کرو۔"

مسٹری مین مجبور ہو گیا تھا۔ اگر وہ حصہ مقرر نہ کرتا تو دوسری رات وہاں سے ایک اور جہاز گزرنے والا تھا۔ اس جہاز کے مالکان بھی اسے ایک لاکھ ڈالر ادا کر چکے تھے۔ وہ جرائم کی دنیا میں ناقابل اعتماد کہلانے والا تھا۔ کچھ عرصے کے لیے جہاز وہاں سے گزرنا چھوڑ دیتے تو ہر رات لاکھوں روپے کی آمدنی رک جاتی۔ وہ بہت بڑا نقصان اٹھانے والا تھا۔ اس نے بائرن ٹوڈ سے پوچھا "تم کیا کہتے ہو؟"

بائرن ٹوڈ نے کہا "میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ہمیں اس سمندر میں اپنے دھندے کو جاری رکھنا ہے۔ اس پراسرار اولڈ مین کو حصہ دینا ہی پڑے گا۔ اس بوڑھے سے سمجھوتا کرنا ہی پڑے گا۔"

مسٹری مین نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہم اولڈ مین کو اپنی آمدنی کا دس فیصد دیا کریں گے۔"

ہاروے نے اولڈ مین کی حیثیت سے کہا "کیا مجھے خیرات دے رہے ہو؟ یہاں سے جتنی آمدنی ہوتی ہے، اس کے تین حصے کیے جائیں گے۔ میں انصاف کی بات کہہ رہا ہوں۔ ہم تینوں برابر کے حصے دار رہیں گے۔"

مسٹری مین مجبور ہو گیا تھا۔ بائرن ٹوڈ بھی مجبوری ظاہر کر رہا تھا۔ وہ اسے برابر کا حصہ دار بنانے پر راضی ہو گئے۔ ہاروے نے انہیں ایک خفیہ بینک اکاؤنٹ نمبر بتا کر کہا "بارہ گھنٹے کے اندر اس اکاؤنٹ میں میرے حصے کی پہلی رقم جمع کرا دی جائے۔"

یہ فیصلہ ہو گیا۔ بائرن ٹوڈ اور اس کے ساتھیوں کی چاندی ہو گئی۔ پہلے وہ آمدنی کا ففٹی پرسنٹ وصول کرتے تھے۔ اب وہ مسٹری مین کے مقابلے میں زیادہ حصہ حاصل کرنے والے تھے۔ بائرن ٹوڈ نے کہا "اب ہمیں مسٹری مین سے نمٹنے کا راستہ مل گیا ہے۔ آئندہ ہم ایک اور فرضی دشمن کو قلعے کے اندر لائیں گے اور وہ فرضی دشمن بن کر آمدنی کے چار حصے کریں گے۔ اس طرح ہمیں تین حصے ملیں گے اور وہ پراسرار بن کر رہنے والا مسٹری مین، صرف ایک حصے پر گزارا کرے گا۔"

وہ بہت خوش تھے اور آئندہ زیادہ سے زیادہ حصے حاصل کرنے کی پلاننگ کر رہے تھے۔ میں اور سونیا وقتاً فوقتاً قلعے کے انچارج سیکورٹی افسر اور انتظامیہ کے اعلیٰ عہدے داروں کے اندر پہنچنے کی کوششیں کرتے رہتے تھے اور وہ سانس روک لیا کرتے تھے۔ ہمیں بار بار واپس آنا پڑتا تھا۔ بار بار ناکامی ہوتی تھی لیکن یہ امید تھی کہ کبھی نہ کبھی کامیابی حاصل ہو گی۔

ایسے وقت بائرن ٹوڈ اور مسٹری مین ایک دوسرے کے آلہ کاروں کے اندر جگہ بنانے کی سازشیں کرنے لگے اور رفتہ رفتہ ایک ایک کو ہپناٹائز کرنے لگے تو میں اور سونیا ایسے عمل کے دوران میں ان کے اندر پہنچ گئے، پہلے صرف دو افراد کے اندر جگہ ملتے ہی ہم نے وہاں کے اہم افراد کو نظر انداز کیا۔ قلعے کے عام خدمت گاروں کے اندر جگہ بنانے لگے۔

اس دوران میں ثانی نے مجھ سے کہا "پاپا! میں کرسٹی کے دماغ میں خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ ایسے وقت میں نے اس کے اندر ایک اجنبی کی آواز سنی۔"

مسٹری مین اور ان نون کرسٹی کے سلسلے میں دھوکا کھا رہے تھے کہ وہ میڈم مارلی ہے۔ لیکن نمبر آٹھ اور سڈنی یہ جانتے تھے کہ کرسٹی کو میڈم مارلی بنایا گیا ہے۔

میں نے ثانی سے کہا "میں تمہاری معمول کرسٹی کے دماغ میں آ رہا ہوں۔ ویسے یہ اندازہ ہو چکا ہے کہ تم دھوکا کھاتی رہی ہو۔ وہ اجنبی شاید پہلے سے کرسٹی کے دماغ میں موجود تھا۔"

میں کرسٹی کے اندر پہنچ کر اس کے چور خیالات معلوم کرنے لگا۔ ایسے وقت اس اجنبی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو ثانی! اگرچہ یہ مارلی بنی ہوئی ہے لیکن میں جانتا ہوں۔ اس سے پہلے تم نے اسے اپنی ڈمی بنایا تھا۔ اسی وقت مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تم ثانی ہو۔"

ثانی نے پوچھا "تم مجھے جان چکے ہو اور خاموش رہ کر میری یہ تمام پلاننگ دیکھتے رہے ہو۔ شاید یہ سمجھ گئے ہو کہ میں نے کرسٹی کو مارلی کیوں بنایا ہے۔"

اس نے کہا "ان نون کے بارے میں اتنا جانتا ہوں کہ وہ پہلے ہانگ کانگ میں تھا اور مارلی کے قلعے پر قبضہ جمانا چاہتا تھا۔ تم کرسٹی کو مارلی بنا کر دھوکا دے رہی ہو کہ وہ مردہ نہیں زندہ ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان نون کے ساتھ وہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص کون ہے۔"

ثانی نے کہا "وہ ایک بہت ہی پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے

والا ہے۔ میں اس کا نام بتا سکتی ہوں لیکن مجھے بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تم کون ہو؟"

"تم فرہاد علی تیمور کی بہو ہو۔ تم لوگوں سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ تم سب دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان کی آوازوں اور لہجوں سے پہچانتے ہو۔ میں تم سے خود کو نہیں چھپاؤں گا۔ میں ایک نوزائیدہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔"

"نوزائیدہ ہو۔ مگر پراسرار ہو۔ میں سمجھ گئی ہوں۔ تم ان دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہو جو انڈر گراؤنڈ سیل میں رہتے ہیں۔"

"تمہارا یہ اندازہ درست ہے۔ تم نے تو اشارہ ملتے ہی مجھے پہچان لیا ہے۔ اب اس پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام بتاؤ؟"

"اس کا کوئی نام نہیں ہے۔ اسے مسٹری مین کہتے ہیں۔"

"آئی سی۔ یہ اَن نون مسٹری مین کا ماتحت ہے۔ اب یہ ڈی مارلی کے ذریعے قلعے پر قبضہ جمانے کے خواب دیکھتا رہے گا۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے بتادوں کہ مسٹری مین اور بائرن ٹوڈ قلعے پر اور جزیرہ لن تاؤ پر قبضہ جما چکے ہیں۔ انہوں نے میڈم مارلی کو قتل کیا تھا۔ کئی بار اسے قتل کرکے دھوکا کھا چکے ہیں۔ وہ زندہ ہوتی رہی ہے۔ میں نے پھر اسے زندہ کردیا ہے۔"

"تم انہیں الجھا رہی ہو۔ وہ مارلی کے پھر ایک بار زندہ ہونے سے تشویش میں مبتلا رہیں گے۔"

میں نے ثانی سے کہا "بیٹی! اس قلعے کو میدانِ جنگ بنادیا گیا اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہاں پہنچاؤ۔"

ثانی نے اس سے کہا "کیا تم بھی اس قلعے پر قبضہ جمانا چاہو گے؟"

"چین کے جنوب مغرب میں یہ قلعہ بہت اہم ہے۔ میں اس قلعے کے اندر پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا میں تمہیں وہاں پہنچادوں؟"

"کیا یہ اتنا آسان ہے؟ اگر آسان ہے تو مسٹر فرہاد اس قلعے سے کیسے محروم ہوگئے ہیں۔ پہلے تو وہ ان کے اور مارلی کے قبضے میں تھا؟"

"ہم اب بھی وہاں قبضہ جما سکتے ہیں لیکن ہمیں اس قلعے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم ہماری نہیں اپنی بات کرو۔ تمہیں وہاں گھسنے کا موقع ملے گا تو تم بائرن ٹوڈ اور مسٹری مین کی شہ رگ تک پہنچ سکو گے۔"

"مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم اس فولادی قلعے کے اندر مجھے پہنچا سکو گی، بہرحال مجھے بتاؤ میں وہاں تک کیسے پہنچ سکوں گا؟"

میں نے ثانی کو وہاں کے انچارج کا لب ولہجہ سنایا۔ اس نے یہی لب ولہجہ اسے سنا کر کہا "اسے ذہن نشین کرو۔ پھر خیال خوانی کرو۔ تمہارے دل کی مراد پوری ہوگی۔ جہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ وہاں تم پہنچو گے۔"

اس نے اس لب ولہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہی قلعے کے انچارج کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے قلعے کے اندرونی ماحول کو دیکھنے لگا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ تب یقین ہوا کہ واقعی وہ اس فولادی قلعے کے اندر پہنچ چکا ہے۔

اس نے خوش ہوکر امریکی فوج کے اعلیٰ افسران کو اپنی کارکردگی کی رپورٹ سنائی "سر! میں نے اپنی پہلی رپورٹ پیش کی تھی کہ میں فرہاد علی تیمور کی بہو ثانی تک پہنچ چکا ہوں۔ اس ایک کامیابی کے بعد آج دوسری بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ہانگ کانگ کے جنوب مغرب میں ایک جزیرہ لن تاؤ ہے۔ وہ اسمگلروں اور دیگر مجرموں کے لیے بھی اور فوجی نقطہ نظر سے بھی بہت اہم ہے۔ جو وہاں کے قلعے پر قبضہ جماتا ہے۔ وہ اس جزیرے کا بے تاج بادشاہ بن جاتا ہے۔ وہاں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے قبضہ جما رکھا ہے۔ آج میں نے بھی وہاں سرنگ بنالی ہے۔ اب میں وہاں کے اہم افراد کے دماغوں میں جگہ بنانے والا ہوں۔ آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ مجھے وہاں مصروف رہنے کی اجازت دی جائے۔"

اسے اجازت دے دی گئی۔ وہ اپنے پانچ ماتحتوں کے ساتھ وہاں بڑے اطمینان سے ایک کے بعد ایک کے دماغ میں پہنچنے لگا۔ یہ معلوم کرنے لگا کہ کس لب ولہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کیا گیا ہے۔ وہ ایسے تمام لب ولہجوں کو ذہن نشین کرنے لگا۔ وہاں کئی افراد کے دماغوں میں پہنچنے کے بعد اس نے بائرن ٹوڈ اور مسٹری مین کو مخاطب کیا "ہیلو! میں اس قلعے کا ایک نیا حکمران بول رہا ہوں۔"

ان دونوں نے حیرانی سے پوچھا "تم کون ہو؟ ہمارے اس آلہ کار کے دماغ میں کیسے پہنچ گئے ہو؟"

"انسانی دماغوں میں سرنگ بنانے کے بے شمار راستے ہیں۔ تم نے دماغوں کو لاک کیا۔ میں نے وہ تمام لاک توڑ دیے۔ یہ نہ پوچھو کیسے توڑ دیے۔ یہ ٹوٹ چکے ہیں، تب ہی تو تمہارے گھر میں گھس کر تم سے بول رہا ہوں۔ یہاں آکر پتا چلا ہے کہ تم تین حکمران ہو۔ بائرن ٹوڈ، مسٹری مین اور ایک پراسرار اولڈ مین ہے۔ اب آمدنی کے چار حصے کرنے ہوں گے۔ چوتھا حصہ بھی ادا کردو۔"

مسٹری مین نے پوچھا "ہم پرانے ٹیلی پیتھی جاننے والوں

کو پہچانتے ہیں، تم کوئی نئے ہو؟"

"ہاں! نیا ہوں۔ انڈر گراؤنڈ سیل میں رہنے والے خطرناک دس میں سے ایک ہوں۔"

بائرن ٹوڈ نے کہا "یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ فولادی قلعہ غیر محفوظ ہوگیا ہے۔ یہاں ایک کے بعد ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے چلے آرہے ہیں۔"

نمبر آٹھ نے کہا "تم سب نااہل ہو۔ اگر میں یہاں کا تنہا حکمران ہوتا تو تم میں سے کسی کو یہاں گھسنے نہیں دیتا۔ ویسے تمہاری نااہلی نے میری کامیابی کے دروازے کھول دیے ہیں۔ میں یہاں سے اپنا حصہ بھی لوں گا اور بہت جلد تم سب کو یہاں سے اکھاڑ پھینکوں گا۔"

مسٹری مین نے کہا "زیادہ ڈینگیں نہ مارو۔ ایک کامیابی حاصل کرنے کے بعد یہ نہ سمجھ لینا کہ ہم تمہارے مقابلے میں کمزور ہیں۔ ہمارے خلاف تمہاری کوئی سازش کامیاب نہیں ہوسکے گی۔"

"یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ ابھی حصہ طے کرو۔ میری معلومات کے مطابق یہاں تین حکمران تھے۔ میں چوتھا ہوں۔ اب آمدنی کے چار حصے ہوا کریں گے۔ بینک آف امریکا واشنگٹن میں میرا اکاؤنٹ ہے۔ اس اکاؤنٹ میں میرے حصے کی رقم جمع کرادو۔ بارہ گھنٹے کے اندر یہ رقم جمع نہیں ہوگی تو میں قلعے کے اندر تخریبی کارروائیاں شروع کردوں گا۔ اس قلعے کو کھنڈر بنادوں گا۔ اس کھنڈر میں اُلو بولیں گے اور تم اُلوؤں پر حکمرانی کرو گے۔"

وہ اسے چوتھا حصہ دینے پر مجبور ہوگئے۔ بائرن ٹوڈ نے مسٹری مین کو بے وقوف بنایا تھا۔ ایک ڈی اولڈ مین وہاں پیدا کرکے اس کا حصہ وصول کررہا تھا۔ اس بار سچ مچ ایک حصہ دار پیدا ہوگیا تھا۔

سونیا نے مجھ سے کہا "کیا خیال ہے۔ اس ڈی کو سچ مچ اولڈ مین بنادیا جائے؟"

میں نے کہا "ہاں! بائرن ٹوڈ دھوکا دے کر دوگنا حصہ حاصل کررہا ہے۔ اسے اضافی آمدنی سے محروم کیا جائے۔ یوں بھی ہم اس قلعے کو میدان جنگ بنا کر ہی رہیں گے۔"

سونیا نے اس پراسرار بوڑھے کے لب ولہجے کو یاد کیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس نے گرجتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟"

سونیا نے کہا "میں ایکس۔ وائی، زیڈ کوئی بھی ہوں۔ تمہارا بڑا نام سنا ہے۔ اس لیے ملنے آئی ہوں۔ مگر میرے آتے ہی تم غرانے لگے ہو۔ مجھے کتوں کی غراہٹ اچھی نہیں لگتی۔ آدمی کی طرح بولو۔"

وہ غرا کر بولا "تم مجھے کتا کہہ رہی ہو۔ جانتی ہو کس کے پاس آئی ہو۔ میں اپنے دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ تم نے مجھے گالی دی ہے تمہیں سزا ضرور ملے گی۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سونیا کے اندر پہنچنا چاہا۔ مگر اس کی خیال خوانی کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ سونیا نے عارضی طور پر ایک مردہ عورت کا لب ولہجہ اختیار کیا تھا۔ پھر سائنس روک کر بیٹھ گئی تھی۔ اس طرح وہ اس کے دماغ کو چھو کر بھی نہ گزر سکا۔

وہ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ ہنستے ہوئے بولی "کیا مجھے ڈھونڈ کر چلے آئے۔"

وہ بولا "مجھے نادان نہ سمجھو۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ تم سونیا ہو۔ ایسی مکاری تم ہی دکھا سکتی ہو۔"

"ہاں میں سونیا ہوں۔ تمہاری خیریت معلوم کرنے آئی ہوں، سوچا بوڑھے ہو۔ پتا نہیں کس وقت دم نکل جائے۔ تمہاری خیریت معلوم کرتے رہنا چاہیے۔"

"تم مجھے غصہ دلاؤ گی۔ مگر مجھے غصہ نہیں آئے گا۔ اصل بات بتاؤ۔ میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

"تمہارے پاس کیسے آؤں گی؟ اپنا پتا ٹھکانا بتاؤ گے تو آجاؤں گی۔"

"میں موت کو اپنا پتا ٹھکانا بتا سکتا ہوں۔ تمہیں کبھی نہیں بتاؤں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم مجھ سے ڈرتے کیوں ہو؟"

"حفاظتی تدابیر پر عمل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں ڈرتا ہوں۔ تمہاری پوری ہسٹری سے واقف ہوں اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ کبھی تمہارے روبرو نہیں آنا چاہیے۔ میں دور ہی دور رہ کر تم پر غالب آسکوں گا۔"

"چلو دور ہی دور سے دوستی کرو۔ تم مجھے فائدہ پہنچاؤ۔ میں تمہیں فائدہ پہنچاؤں گی۔ اگر تم نے نقصان پہنچایا تو میں بھی تمہیں نقصان پہنچاؤں گی۔"

"میں کبھی تمہاری دوستی کے فریب میں نہیں آؤں گی۔ جب کہ تم سے دشمنی ہوچکی ہے۔ تم شیوانی کی ہلاکت کا انتقام ضرور لوگی۔"

"یہ خیال ذہن سے نکال دو کہ تم اسے ہلاک کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ تم سراسر ناکام رہے تھے۔ میں شیوانی کا انتقام تم سے نہیں لوں گی۔ مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔"

"میں نے شیوانی کو بری طرح اذیتیں پہنچائی تھیں۔ اس بات کا انتقام ضرور لوگی۔"

"یہ تمہاری معمولی سی دشمنی تھی۔ اس سلسلے میں پورس تم سے انتقام لے گا۔ میں تو تمہیں فائدہ پہنچانے آئی ہوں۔"

"تم مجھے کیا فائدہ پہنچاؤ گی؟"

"کیا میڈم مارلی کے اس قلعے کے بارے میں جانتے ہو جو فارایسٹ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے؟"

"جانتا ہوں۔ بائرن ٹوڈ اور مسٹری مین اس قلعے کے مشترکہ حکمران ہیں۔ میں ایک دن انہیں وہاں سے مار بھگاؤں گا۔ ابھی اس قلعے کے اندر پہنچنے کا راستہ ڈھونڈ رہا ہوں۔"

"اگر تم جوان ہوتے تو کہتی کہ وہاں کا راستہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے بوڑھے ہو جاؤ گے۔ اب یہ کہنا چاہیے کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے مر جاؤ گے۔ وہاں صرف میں ہی تمہیں پہنچا سکتی ہوں اور ابھی پہنچا سکتی ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "تم مجھے کس طرح وہاں پہنچاؤ گی؟ کبھی مارلی اور فرہاد کا وہاں قبضہ تھا۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے انہیں بھگا دیا۔ اگر تم مجھے وہاں پہنچا سکتی ہو تو فرہاد کو بھی پہنچا سکتی ہو۔ پھر فرہاد کو چھوڑ کر مجھ پر کیوں مہربانی کر رہی ہو؟"

"مجھے، فرہاد۔ اور بابا صاحب کے ادارے کو اس قلعے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تمہیں ایک آواز اور لہجہ سنا رہی ہوں، اسے یاد کرو اور وہاں پہنچ کر میرا کمال دیکھو کہ میں نے کیسے ایک فولادی قلعے کے اندر تمہیں پہنچایا ہے۔ تم بھی کیا یاد کرو گے۔"

سونیا نے اسے قلعے کے سیکیورٹی افسر کی آواز اور لہجہ سنایا۔ وہ اسے یاد کرتے ہوئے بولا "تمہاری مکاری موت کے منہ میں پہنچا دیتی ہے۔ تمہاری اس مہربانی کے پیچھے چھپی ہوئی مکاری میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ کیا تم جنت کا راستہ دکھا کر جہنم میں پہنچانے والی ہو؟"

"بڑے افسوس کی بات ہے۔ ایک تو میں نیکی کر رہی ہوں۔ اوپر سے بدنام ہو رہی ہوں۔ تم وہاں جسمانی طور پر نہیں جاؤ گے۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تم وہاں جا کر دیکھو۔ وہ قلعہ پسند نہ آئے تو واپس چلے آنا۔ کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ تم وہاں گئے تھے۔"

وہ تذبذب میں پڑ گیا۔ وہ کبھی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ سونیا اس پر مہربان ہو رہی ہے۔ اگر وہ مسکرا کر پھول پیش کرتی تو وہ پھول کو بھی قبول نہ کرتا۔ یہی خوف رہتا کہ اس پھول میں کوئی بم چھپا ہوا ہو گا۔ ہاتھ میں لیتے ہی پھٹ پڑے گا۔

سونیا اسے الجھا کر چلی آئی۔ وہ سوچنے لگا۔ میں کیوں... خوامخواہ ڈر رہا ہوں۔ اگر میں کسی کے دماغ میں پہنچوں گا تو وہ مجھے گولی نہیں مارے گا۔ وہ مجھے اپنے اندر محسوس کرے گا تو زیادہ سے زیادہ سانس روک لے گا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آؤں گا۔ اسے کبھی پتا نہیں چلے گا کہ کون اس کے اندر آیا تھا۔ مجھے حوصلہ کرنا چاہیے۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا قلعے کے سیکیورٹی افسر کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ اس کے ذریعے وہاں کے لوگوں کو اور وہاں کے ماحول کو دیکھنے لگا۔ اسے یقین ہو گیا کہ وہ قلعے کے اندر پہنچ چکا ہے اور اب وہاں دور تک اہم افراد کے دماغوں پر قبضہ جما سکتا ہے۔

اس کی یہ حیرانی ختم نہیں ہو رہی تھی کہ سونیا نے اس پر یہ مہربانی کیوں کی ہے؟ یہ بات کبھی اس کی سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی۔ سونیا نے اسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھیڑ میں پہنچا دیا تھا۔ وہ وہاں تنہا قبضہ جمانے اور حاکم بننے کے لیے سب سے لڑنے والا تھا۔ ایسے وقت کبھی نہ کبھی اس سے کوئی چھوٹی بڑی غلطی ہو سکتی تھی اور وہ غلطی ہمیں اس کی شہ رگ تک پہنچا سکتی تھی۔

میں نے سونیا سے کہا "ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب ہی تمہاری مکاریوں سے ڈرتے ہیں۔ تم اس سلسلے میں بری طرح بدنام ہو۔"

وہ بولی "صحیح الفاظ استعمال کرو۔ میں بدنام نہیں۔ نیک نام ہوں۔ اگر مکاریوں کے ذریعے غلط کام کرتی، مجھ سے بے گناہوں کو نقصان پہنچتا تو ایسے میں مجھے بدنام کہا جا سکتا تھا لیکن میں تو اپنی مکاریوں سے شیطانیت کا منہ توڑ جواب دیتی ہوں۔ کچھ سمجھ میں آیا۔"

"سوری! مجھ سے غلطی ہوئی۔ تم پہلی نیک نام خاتون ہو۔ جس سے بچے نہیں بڑے ڈرتے ہیں۔ وہ پراسرار اولڈ مین بڑے وحشت ناک طریقے سے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آیا ہے۔ اس کی ٹیلی پیتھی کی قوتیں اور اس کا انداز بتا رہا ہے کہ وہ زبردست ہے۔ اپنے مخالف کو لوہے کے چنے چبانے پر مجبور کر دے گا لیکن تعجب ہے، وہ بھی تم سے ڈرتا ہے۔"

"میں اس خوش فہمی میں نہیں ہوں کہ وہ مجھ سے ڈرتا ہے۔ اس نے ابھی کہا ہے کہ وہ مجھ سے ڈرتا نہیں ہے بلکہ محتاط رہتا ہے اور محتاط رہنا بزدلی نہیں دانشمندی ہے۔"

"وہ پراسرار اولڈ مین اگر دانشمند ہوتا تو خود کو ظاہر نہ کرتا۔ ہاں خاموشی سے کہیں بیٹھ کر ہم سے اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نمٹتا رہتا، ہم سب پریشان ہوتے رہتے اور اس نامعلوم شخص کو ساری عمر تلاش کرتے رہتے۔ تب بھی وہ نہ ملتا۔ اسی طرح پراسرار رہا جاتا ہے۔ لیکن کوئی بھی زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والا خود کو ظاہر کیے بغیر نہیں رہتا۔"

سونیا نے کہا "یہ انسان کی فطرت ہے۔ اس کے پاس بے پناہ قوت ہو اور غیر معمولی صلاحیتیں ہوں تو وہ خود کو دوسروں سے برتر ثابت کرنے کے لیے منظرِ عام پر آ جاتا ہے۔ اس اعتماد کے ساتھ کہ کوئی اسے کم تر نہیں بنا سکے گا۔ اولڈ مین کو اپنی طاقت اور غیر معمولی صلاحیت پر اعتماد ہے۔ یہ اعتماد اسے لے ڈوبے گا۔ ہم نے قلعے کے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا جمعہ بازار لگا دیا ہے۔ وہ اس جمعہ بازار میں بھٹکتے بھٹکتے بے نقاب ہو جائے گا۔"

"دشمنوں کو آپس میں لڑاتے رہنے کے لیے تمہاری کھوپڑی بڑا کام کرتی ہے۔ تم نے دیکھا وہ قلعہ اور جزیرہ لن ٹاؤ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور بدنام زمانہ مجرموں کے لیے بہت اہم ہے۔ تو تم نے اسے قلعے کو کتوں کا پنجرہ بنا کر تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وہاں پہنچا دیا ہے۔"

"ابھی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں نہیں پہنچے۔ کچھ باقی رہ گئے ہیں۔"

"وہاں اور کتنی بھیڑ لگاؤ گی؟ ویسے زیادہ سے زیادہ دشمن ایک جگہ رہنے پر مجبور ہو جائیں تو زیادہ سے زیادہ قریب رہ کر ایک دوسرے سے لڑتے رہنے کے نتیجے میں نقصان اٹھاتے رہیں گے یا تو جان سے جاتے رہیں گے یا بے نقاب ہوتے رہیں گے۔ ہاں تو اگلا کون ہے؟"

"زاؤ کوم کو برا! وہ شروع سے اس غرور میں مبتلا ہے کہ تنہا یہاں کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر سبقت لے جائے گا اور قلعے اور جزیرے کا حکمران بن جائے گا۔ اسے بھی یہ حسرت پوری کرنے کا موقع دیا جائے گا۔"

یہ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ کوبرا اور ان نون نے ایک دوسرے سے دوستی کرنے اور پختہ اعتماد حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے کی بہن سے شادی کی تھی۔ یہ مسٹری مین کی چال تھی۔ وہ ان نون کی بہن کے ذریعے کوبرا کو پھانسنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف کوبرا نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ اپنی بہن کے ذریعے ان نون کو اپنا معمول بنا لے گا۔

ان دونوں نے شادی کی رات اپنی اپنی بہن کے ذریعے ایک دوسرے کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا تھا۔ ایسے وقت میں سونیا کے ساتھ ان کے دماغوں میں پہنچ گیا تھا۔ ہم نے مسٹری مین کو ان پر تنویمی عمل کرتے دیکھا تھا۔ کوبرا کسی طرح مسٹری مین کے عمل سے محفوظ رہا تھا لیکن وہ ہمارے زیرِ اثر آ گیا تھا۔ ہم کبھی کبھی اس کے اندر آتے جاتے رہتے تھے۔ اسے یقین تھا کہ اس پر کوئی غالب نہیں آئے گا وہ پہلے کی طرح اب بھی ناقابلِ تسخیر ہے۔

کوبرا ان نون کی بہن کو دل سے چاہنے لگا تھا۔ کچھ عرصے تک احتیاطاً اس نے دور رہنے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے دماغ کو لاک کرنے کے بعد مطمئن ہو گیا تھا کہ ان نون اور مسٹری مین اس کے ذریعے اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ان نون کی اس بہن کا نام انجلا عرف انجی تھا۔ اب وہ اپنی وائف انجی کے ساتھ لندن میں ایک عام شہری کی حیثیت سے زندگی گزار رہا تھا۔ کبھی سرِعام خیال خوانی نہیں کرتا تھا۔ اس پر کوئی شبہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اور اپنے مخالفین کے سر قلم کرنے والا زاؤ کوم کوبرا ہے۔

کوبرا کو یہ معلوم تھا کہ لندن اور اسکاٹ لینڈ یارڈ کے انڈر ورلڈ میں جم کاف کی ہلاکت کے بعد کوئی نیا گاڈ فادر آیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ میں ٹرانسفارمر مشین تیار ہو چکی ہے۔ وہ نئے گاڈ فادر کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ جلد ہی قلعہ پر قبضہ جمانے کے بعد وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں پر برتری حاصل کرے گا اور وہاں کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے زیرِ اثر لائے گا۔

جب اسے معلوم ہوا کہ بائرن ٹوڈ اور مسٹری مین اس قلعے کے مشترکہ حکمران بن چکے ہیں۔ تب وہ کسی حد تک مایوس ہو گیا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں تنہا کچھ نہیں کر سکے گا۔ اسے قلعے اور جزیرے پر حکمرانی کے خواب نہیں دیکھنا چاہئیں۔

ایسی مایوسی کے وقت میں نے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

میں نے کہا "میں تمہارا دوست اور ہمدرد ہوں۔ تمہارے کام آنا چاہتا ہوں۔"

"تم کون ہو اور کیوں میرے کام آنا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا "مسٹر ان نون! کیا تم مجھے نہیں پہچان رہے ہو۔ میں میڈم مارلی کے قلعے کا انچارج بول رہا ہوں۔ ایک ہفتہ پہلے ایک کاک ٹیل پارٹی میں ہماری ملاقات ہوئی تھی۔"

کوبرا میری یہ باتیں سن کر محتاط ہو گیا۔ سمجھ گیا کہ رانگ نمبر لگ گیا ہے۔ قلعے کے انچارج نے ان نون کے نمبر ڈائل کیے ہوں گے لیکن اتفاق سے وہ لائن پر آ گیا تھا۔ وہ فوراً ہی بولا "ہاں مجھے یاد ہے۔ ایک کاک ٹیل پارٹی میں ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ تم نے مجھے کیسے یاد کیا ہے؟"

"تم اس ملاقات میں میرے دماغ کے اندر آنا چاہتے تھے لیکن دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے میرے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ میں بائرن ٹوڈ اور مسٹری مین کو اس قلعے سے بھگانا چاہتا تھا لیکن اب دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی آ گئے ہیں۔ میں فون پر زیادہ نہیں بولوں گا۔ ابھی اتفاق سے بیمار ہوں۔ تم میرے کمزور دماغ میں آ کر یہاں کے حالات معلوم کر سکتے ہو۔"

اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں انچارج کے لب و لہجے میں بول رہا تھا۔ وہ اسی لب و لہجے کے مطابق انچارج کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات

پڑھنے لگا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ واقعی انچارج کے ذریعے قلعے کے اندر پہنچ گیا ہے تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں نے اس کے خیالات کے ذریعے یہی ظاہر کیا کہ ابھی اس نے فون کے ذریعے ان نون سے بات کی تھی۔

اس نے خوش ہو کر اپنی کو گلے لگا کر پیار کرتے ہوئے کہا "میری جان تم میرے لیے بہت لکی ہو۔ قسمت مجھ پر مہربان ہوئی ہے۔ میں نے قلعے کے اندر جگہ بنالی ہے۔ میں ابھی مسلسل خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔ تم مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

وہ پھر انچارج کے دماغ میں آگیا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ اب اس قلعے اور جزیرے کے چار حکمران ہیں۔ ہائٹرن ٹوڈ مسٹری مین' نمبر آٹھ اور اولڈ مین' اب کوبرا پانچواں حکمران اور حصہ دار بننے والا تھا۔ اس سے پہلے وہاں کے زیادہ سے زیادہ اہم افراد کو اپنا آلہ کار بنائے رکھنا لازمی تھا۔ لہٰذا وہ بڑی خاموشی سے اہم افراد کے دماغ میں سرنگ بنانے لگا۔

میں نے پارس' پورس اور ثانی کو قلعے کے اہم افراد کے لب و لہجے سنائے۔ پھر ان سے کہا "یہ تمام آوازیں اور لہجے ذہن نشین کرلو' پھر ضرورت سمجھو تو اپنے مخالفین کو اس قلعے کے اندر پہنچادو۔ وہاں زیادہ سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھیڑ لگاتے رہو۔ ہم تماشائی بن کر ایک دلچسپ تماشا دیکھنے والے ہیں۔"

○☆○

تیج پال اور اس کے ساتھی سوگ منا رہے تھے۔ ان کا ایک پرانا اور بہترین ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی مائک مورو مارا گیا تھا۔ اس کی ہلاکت سے پہلے یہ طے پایا تھا کہ تیج پال دوسرے دن کرونا سے شادی کرے گا۔ کرونا اسے محبت کا جھانسا دے رہی تھی۔ لیکن اس سے شادی کرنا اور اس کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ ہمیشہ دوسروں سے برتر رہنا چاہتی تھی۔ کسی کو شوہر بنا کر خود کو کم تر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس نے الپا کو اپنا آئیڈیل بنایا تھا۔ وہ الپا کی طرح کسی ایک ملک کی تنہا حکمران بننا چاہتی تھی۔ اگرچہ الپا کے سر پر تاج نہیں تھا لیکن اسرائیل پر برسوں سے اسی کی حکمرانی تھی۔ وہ کسی کو محبوب یا شوہر بنا کر اپنے ساتھ نہیں رکھتی تھی۔

کرونا بھی یہی چاہتی تھی۔ اسی لیے اسرائیل سے فرار ہو کر روس آئی تھی۔ وہاں اسے کامیابی کی توقع تھی۔ پھر پارس ہر مشکل وقت میں اس کے کام آتا تھا۔ اس کے تعاون سے حکمرانی کے خواب پورے ہو سکتے تھے۔

وہ پارس کی اصلیت نہیں جانتی تھی۔ ایک سرپھرا باگل جوان اس کی زندگی میں آگیا تھا۔ وہ یہ سوچ کر حیران ہوتی تھی کہ اپنے مزاج کے خلاف اس سے متاثر کیوں ہو جاتی ہے۔ وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ لاعلمی میں پارس کی معمول بنی رہتی ہے۔

پارس اسرائیل سے جرمنی تک کرونا کے ساتھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ وقت گزارتا رہا تھا اور دلچسپ تماشے کرتا رہا تھا۔ پھر اسے اچانک بچھڑ گیا تھا وہ اسے یاد کرتی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے پکارتی تھی لیکن اس باگل کے دماغ تک نہیں پہنچ پاتی تھی۔ یہ مانتی تھی کہ کبھی برا وقت آئے تو وہ خوابوں میں آکر اس کی مدد کرتا ہے۔

مائک مورو کی ہلاکت کے بعد تیج پال اور اس کے ساتھی کرونا سے کھنچے کھنچے رہنے لگے تھے۔ اگرچہ کرونا نے مائک مورو کو ہلاک نہیں کیا تھا لیکن وہ کرونا کے دروازے کے سامنے ہی مارا گیا تھا۔ وہ ہوس پرستی کی دھند میں اس کے گھر رات گزارنے آیا تھا۔ لیکن گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی موت کے منہ میں چلا گیا تھا۔ بیزون' بڈی رابرٹ اور جوزف وہسکی نے تیج پال سے کہا "ہم شروع سے کرونا کی مکاریوں کو دیکھتے اور سمجھتے آرہے ہیں۔ یہ ناقابلِ اعتماد ہے۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "الپا نے اس پر احسان کیا تھا۔ اسے ٹیلی پیتھی سکھائی تھی۔ وہ الپا کو دھوکا دے کر اسرائیل سے فرار ہو گئی۔ اس نے فرینکفرٹ پہنچ کر میرے دماغ میں زلزلے پیدا کیے۔ اگر تم سب مجھے نہ سنبھالتے تو میں دماغی مریض بن کر رہ جاتا۔"

جوزف وہسکی بہت پہلے سے پارس اور کرونا کا معمول بنا ہوا تھا۔ یہ بات نہ وہ جانتا تھا نہ اس کے ساتھی جانتے تھے۔ وہ کرونا کا مخالف ہونے کے باوجود اکثر اس کی حمایت میں بولتا رہتا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "کرونا نے وہی کیا ہے جو دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کرتے ہیں۔ ہم نے بھی امریکی ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی سیکھی تھی۔ پھر اپنے ہی امریکی اکابرین کو دھوکا دے کر وہاں سے فرار ہو گئے تھے۔"

تیج پال نے کہا "جوزف ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ہم سب اپنی اپنی سلامتی اور برتری کے لیے دوسروں کو دھوکا دیتے ہیں۔ میں نے کرونا کی ذہانت اور مکاری کو اچھی طرح سمجھ کر ہی اسے اپنی ٹیم میں شامل کیا ہے۔ وہ ہماری معمول ہے۔ ہم اس سے محتاط رہیں گے۔ اس کے چور خیالات پڑھتے رہیں گے اور اس کے اندر سے اپنے تنویمی عمل کو ضائع نہیں ہونے دیں گے تو وہ ہماری وفادار ساتھی بن کر رہے گی۔"

کتابیات پبلی کیشنز

تیج پال اور اس کے ساتھی۔ پارس اور کرونا سب ہی اس بات سے بے خبر تھے کہ جب بڈی رابرٹ دماغی تکالیف میں مبتلا تھا تب امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نمبرون نے اس کے دماغ میں جگہ بنالی تھی۔ بڈی رابرٹ اب جسمانی' اور دماغی طور پر صحت مند ہو چکا تھا۔ اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا تھا۔ لیکن نمبرون مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے اندر پہنچتا رہتا تھا۔ ان کے اندرونی معاملات کو سمجھتا رہتا تھا۔

بڈی رابرٹ نے نمبرون کی مرضی کے مطابق کہا "میرا دل کہتا ہے کہ مائک مورو کی ہلاکت میں کہیں نہ کہیں سے کرونا کا بھی ہاتھ ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کرونا نے مونوریٹا کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ذریعے مائک مورو کو گولی ماری ہے۔"

تیج پال نے کہا "بڈی! تم خوا مخواہ شبہ کر رہے ہو۔ ہم سب کرونا کے چور خیالات پڑھتے رہتے ہیں۔ جب مائک مورو کو قتل کیا گیا تب کرونا اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہی تھی۔"

بڈی نے کہا "کبھی کبھی چور خیالات بھی دھوکا دیتے ہیں۔ میں تو کرونا پر شبہ کرتا رہوں گا اور بار بار اس کے خیالات پڑھتا رہوں گا۔"

"یہ اچھی بات ہے۔ اس سے محتاط رہو۔ بار بار اس کے خیالات پڑھتے رہو۔ اس طرح اس کے چور خیالات سے اس کے اندر چھپی ہوئی دوسری اہم باتیں معلوم ہوتی رہیں گی۔"

بیزون نے کہا "تیج پال! تم اس سے شادی کرو گے۔ وہ تمہارے بچوں کی ماں بنے گی تو بچوں کی خاطر تمہاری اور زیادہ فرمانبردار بن کر رہے گی۔"

جوزف وہسکی نے کہا "ہم دس دنوں تک سوگ منا چکے ہیں۔ ہم سوگ منانے کے دوران میں دوسرے اہم معاملات سے نمٹتے رہے ہیں۔ شادی بھی ایک اہم معاملہ ہے۔ کرونا کو پوری طرح اپنے شکنجے میں رکھنے کے لیے بھی یہ شادی ضروری ہے۔"

تیج پال نے کہا "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ تم لوگوں سے کہنے والا تھا کہ جلد سے جلد اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں کرونا کی مرضی معلوم کرنا چاہیے۔ اسے اپنی اس میٹنگ میں بلانا چاہیے۔"

بڈی رابرٹ نے کہا "کرونا کی مرضی کیوں معلوم کی جائے۔ وہ پہلے ہی تمہاری معمول بنی ہوئی ہے۔ عقل کہتی ہے کہ اسے بیوی سے زیادہ اپنی معمول بنا کر رکھا جائے۔"

بیزون اور جوزف وہسکی نے بڈی کو سمجھایا کہ بے شک اسے ہمیشہ اپنا معمول بنا کر رکھا جائے گا لیکن کرونا کو یہ تاثر دینا چاہیے کہ ہم دوستی میں اسے برابر کا درجہ دیتے ہیں اور اہم معاملات میں اس سے مشورے بھی لیتے ہیں۔"

وہ سب اس بات پر متفق ہو کر خیال خوانی کے ذریعے کرونا کے اندر پہنچ گئے۔ اس وقت وہ گہری نیند میں تھی۔ اس وقت اس کے دماغ میں نہ کوئی خواب تھا نہ خیال تھا۔ تیج پال نے اس کے خوابیدہ دماغ میں کہا "کرونا! میں تم سے ضروری باتیں کرنے آیا ہوں۔ شادی کا معاملہ بہت اہم ہوتا ہے۔ اس لیے میں تم سے خواب میں شادی کی بات نہیں کروں گا' نیند سے بیدار ہو جاؤ۔ ابھی دوپہر ہے تم بے وقت سو رہی ہو۔"

اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ بولا "میں تیج پال بول رہا ہوں۔ ہماری شادی کے معاملات طے ہو چکے تھے۔ جس دن شادی ہونے والی تھی۔ اس سے ایک رات پہلے ہمارا عزیز دوست ہم سے بچھڑ گیا تھا۔ اس لیے شادی کا پروگرام ملتوی ہو گیا تھا۔ اب تم کیا کہتی ہو؟"

کرونا شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا "تمہارا بہت ہی پرانا اور بہترین ساتھی تم سب سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا ہے۔ اس کے لیے کم از کم چالیس دنوں تک سوگ منانا چاہیے۔"

"یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ ہم دس دنوں تک سوگ منا چکے ہیں۔ اس کے لیے مزید سوگ منائیں یا نہ منائیں۔ وہ ہمارے دلوں میں زندہ رہے گا۔ ہم اپنے دوسرے اہم معاملات سے نمٹ رہے ہیں تو پھر شادی کے معاملے سے بھی نمٹنا چاہیے۔"

بیزون' بڈی رابرٹ اور جوزف وہسکی کرونا کے اندر رہ کر اسے شادی کی طرف مائل کر رہے تھے۔ اسے بحث کرنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ کرونا ان سب کی مرضی کے مطابق شادی کے لیے رضامند ہو گئی۔ تیج پال نے خوش ہو کر کہا "کل ہی ہماری کورٹ میرج ہو گی۔ روس کے تمام اکابرین کو شادی کی دعوت دی جائے۔ دن کو کورٹ میرج کے بعد رات کو کھانے پینے کی پارٹی دی جائے گی۔ تم سب ابھی سے انتظامات شروع کردو۔"

وہ سب کرونا کے دماغ سے چلے آئے۔ بڈی رابرٹ نے کہا "دوستو! کیا تم سب نے اس کے چور خیالات سے یہ معلوم نہیں کیا ہے کہ وہ شادی سے کترا رہی تھی۔ چالیس دنوں تک سوگ منانے کے بہانے اس معاملے کو ٹال رہی تھی۔"

بیزون نے کہا "ہم اچھی طرح سے سمجھ رہے ہیں کہ وہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی ہے۔ ہم نے تو رسمی طور پر اس کی

کتابیات پبلی کیشنز

رضامندی حاصل کی ہے ورنہ وہ تو ایک معمول اور کنیز ہے۔ پہلے اسے تنویمی عمل کے شکنجے میں لیا گیا ہے' اب شادی اور بچوں کے شکنجے میں رکھا جائے گا۔"

جوزف وہسکی نے کہا "اس شادی کے بہترین نتائج برآمد ہوں گے۔ وہ تیج پال کی فرماں بردار بیوی بن کر رہا کرے گی۔"

دوسری طرف کرونا پریشان ہوگئی تھی۔ اس نے مجبوراً شادی کے لیے ہاں کی تھی۔ اب پارس کو یاد کرتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ تم کہاں مرجاتے ہو' میں خیال خوانی کرتی ہوں مگر تمہارے دماغ میں جگہ نہیں ملتی۔ تم کہتے ہو پچھلے جنم میں ناگ سانپ تھے۔ ایک ہزار برس تک زندہ رہنے کے بعد انسان کے روپ میں آئے ہو۔ میری خیال خوانی کی لہروں کو تمہارے زہریلے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔

اسے یقین نہیں تھا کہ اس دنیا میں ناگ سانپ ہزار برس تک زندہ رہتے ہیں۔ پھر دوسرا انسانی جنم لیتے ہیں لیکن یہ حقیقت وہ دیکھ رہی تھی کہ اس کے زہریلے دماغ میں خیال خوانی کی لہروں کو جگہ نہیں ملتی ہے۔

وہ بے چین ہوکر سوچنے لگی کہ تیج پال سے کیسے نجات حاصل کرنا چاہیے۔ دل نے کہا' ایک بار پھر اس پاگل کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

اس کا دل کیا کہے گا۔ پارس اس کے اندر کہہ رہا تھا۔ اسے اپنے دماغ میں آنے کے لیے مائل کررہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی تو اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ خوش ہوکر بولی "میں ہوں۔ میں تمہارے پاس آئی ہوں۔"

وہ سہم کر بولا "کون ہے؟ یہ کون بلا آگئی ہے؟"

"میں بلا نہیں ہوں۔ تمہاری کرونا ہوں۔ تم کہتے تھے کہ تمہارے زہریلے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔ پھر اب کیسے جگہ مل رہی ہے؟"

"اس وقت میرے اندر سے زہر کا اسٹاک ختم ہوچکا ہے۔ میری ناگن ابھی تمام زہر چوس کر یہاں سے گئی ہے۔"

"تم نے پہلے بھی ایک ناگن کا ذکر کیا تھا۔ آخر یہ ہے کون؟"

"یہ میری ایک ہزار برس پرانی محبوبہ ہے۔ ہم پاتال میں سانپوں کے مسکن میں پیار بھری زندگی گزارتے رہتے تھے۔ ابھی اس کے ایک ہزار برس پورے نہیں ہوئے ہیں۔ اس لیے وہ میری طرح انسان نہیں بن پائی ہے۔ یوں بھی عورت کبھی انسان نہیں بن پاتی۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔ کیا میں انسان نہیں ہوں؟"

"میں تمہاری نہیں اس ناگن کی بات کررہا ہوں۔ سانپوں کے ناگ راج نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک وہ ناگن انسان کے روپ میں نہیں آئے گی۔ تب تک مجھے کبھی کبھی سانپ بن کر اس کے پاس آنا ہوگا اور بچے پیدا کرنے ہوں گے۔"

"اوہ گاڈ! کیا وہ ناگن تمہارے بچے پیدا کررہی ہے؟"

"ہاں! اب تک ڈیڑھ سو بچے پیدا کرچکی ہے۔ یہاں خاندانی منصوبہ بندی نہیں ہے۔ ہم اس دنیا میں زہر پھیلانے کے لیے اپنی نسل بڑھاتے رہتے ہیں۔"

"کیا وہ تمام بچے انسان بن کر یہاں آئیں گے؟"

"وہ ایک ہزار برس کے بعد آئیں گے۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

"تمہاری یہ تمام باتیں مجھے بکواس لگتی ہیں۔ لیکن میں نے انڈین لٹریچر میں ایک جنم کے بعد دوسرا جنم لینے والی داستانیں پڑھی ہیں۔ پھر میں نے دیکھا ہے کہ واقعی تم زہریلے ہو۔ جب بھی تم سے ملتی تھی۔ سحرزدہ ہوجاتی تھی۔ پھر کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی گئی تھی۔ ہم دونوں نے وہ دوا ملا پانی پیا تھا۔ تم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ تم بہت پراسرار ہو' عجیب و غریب ہو۔ یہ عجیب بات ہے کہ میں کبھی کبھی تمہیں بھول جایا کرتی ہوں' تیج پال وغیرہ کو میرے چور خیالات سے کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے۔"

"آخر تمہیں پریشانی کیا ہے؟ کیا میرا زہر تمہیں نقصان پہنچاتا ہے؟"

"تم نقصان نہیں فائدہ ہی فائدہ پہنچاتے ہو۔ مگر مجھے الجھاتے رہتے ہو۔ میرے ساتھ کوئی ایسا سلسلہ رکھو کہ میں جب چاہوں تمہارے پاس پہنچ جایا کروں۔"

"میں کوشش کروں گا۔ ابھی تم کیوں آئی ہو؟"

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ تیج پال کل مجھ سے شادی کرنے والا ہے۔"

"مبارک ہو۔ مگر بچے کے معاملے میں تم میری ناگن کا مقابلہ نہیں کرسکو گی۔ تمہاری دنیا میں خاندانی منصوبہ بندی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں یہ شادی نہیں کروں گی۔ تم میری زندگی میں آچکے ہو۔ تمہارے بعد کوئی دوسرا نہیں آئے گا۔"

"تو پھر شادی سے انکار کردو۔"

"تم جانتے ہو۔ میں انکار نہیں کرسکوں گی۔ میرا دماغ ان کے شکنجے میں رہتا ہے۔"

"میں اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں؟ تیج پال کو تمہارے دماغ سے نکالنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اسے مار ڈالا جائے۔"

"اسے ہلاک کرنے سے بھی بات نہیں بنے گی۔ اس کے دوسرے ساتھیوں نے بھی میرے دماغ میں جگہ بنائی ہوئی

ہے۔ وہ مجھے اپنے شکنجے سے نکلنے نہیں دیں گے۔"

"تو پھر شادی کرلو مگر صاف صاف کہہ دو کہ بچے پیدا نہیں کروگی۔"

وہ غصے میں بولی "بچے گئے جہنم میں۔"

"کب گئے؟"

"پلیز بچوں کی باتیں نہ کرو۔ ابھی تو شادی نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی ہونی چاہیے۔"

"اگر ایسا ہو کہ شادی ہوجائے مگر تیج پال تمہارا غلام بن کر رہے؟"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ غلام نہیں بنے گا۔"

"شوہروں سے پوچھو۔ وہ قسم کھا کر کہیں گے کہ شادی کے بعد مرد غلام بن جاتے ہیں۔"

"اگر وہ نہیں بنے گا تو میں شادی کرکے بری طرح پھنس جاؤں گی۔"

"میں پکے کاغذ پر لکھ کر دیتا ہوں کہ وہ تمہارا غلام بن جائے گا۔ تم میری ہو۔ میری رہوگی۔ وہ تمہیں کبھی ہاتھ نہیں لگائے گا۔"

پارس ایسا کہنے کے دوران میں اسے اپنی بات پر قائل کرتا جارہا تھا۔ اور وہ قائل ہورہی تھی۔ آخر کہنے لگی "میں تمہاری بات مان کر ہمیشہ فائدے میں رہتی ہوں۔ وعدہ کرو شادی کی رات مجھے تنہا نہیں چھوڑو گے۔ تم خیال خوانی نہیں جانتے یہاں نہیں آسکتے لیکن اس وقت مجھے اپنے اندر آنے دوگے تو مجھے تمہارا سہارا ملتا رہے گا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ شادی کی رات تمہیں تنہائی کا احساس نہیں ہوگا تم دلہن بن کر تیج پال سے بولتی رہوگی اور محبوبہ بن کر میرے پاس آتی رہوگی۔"

وہ پارس کی مرضی کے مطابق خیال خوانی کا رابطہ ختم کرکے دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں پارس کو بھول گئی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کے متعلق سوچتی رہے اور ایسے میں تیج پال اور اس کے ساتھی اس کے خیالات پڑھ لیں۔ وہ اکثر خود کو کرونا کے ذہن سے مٹادیا کرتا تھا۔

تیج پال اور اس کے ساتھی شادی کی تیاریاں کررہے تھے۔ روس کے اکابرین اور وہاں کے اعلیٰ عہدیداروں کو دعوتیں دے رہے تھے۔ کرونا اپنے بچھڑے ہوئے ماں باپ سے مل چکی تھی۔ اب ان کے ساتھ ایک بنگلے میں رہا کرتی تھی۔ بڈی رابرٹ اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح کرونا کے دماغ میں کسی وقت بھی پہنچ جایا کرتا تھا۔ دراصل امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا نمبرون بڈی کے ذریعے کرونا کے پاس آیا کرتا تھا۔ اس کے اندر جگہ بنانے کا موقع ڈھونڈتا رہتا تھا۔ وہ شام کو اپنے بیڈ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ تب نمبرون تیج پال کا لب و لہجہ اختیار کرکے اس کے اندر آیا۔ وہ اسے محسوس نہ کرسکی۔ اس نے اسے مخاطب کیا "ہائے کرونا! شادی سے انکار کرنا چاہتی ہو؟"

وہ چونک کر بولی "تم کون ہو؟" میں یہ آواز پہلی بار سن رہی ہوں۔"

"میں تیج پال کا لب و لہجہ اختیار کرکے آیا ہوں۔ اس لیے تم نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ اب اپنی آواز میں بول رہا ہوں۔ سانس روک کر بھاگو گی تو میں پھر تیج پال کے لب و لہجے میں تمہارے اندر آجاؤں گا۔ میں تمہارے اندر چھپ کر رہ سکتا ہوں۔ مگر یہ دشمنی ہوگی۔ میں دوست بن کر تمہارے کام آنا چاہتا ہوں۔"

"تم کس طرح میرے کام آؤ گے؟ میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ تم پر کیسے بھروسا کروں؟ پہلے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"پہلے مجھے کام آنے دو۔ میں تمہیں تیج پال وغیرہ سے نجات دلاؤں گا تو تم مجھ پر بھروسا کرنے لگو گی۔ اس کے بعد میں تمہیں اپنے بارے میں بہت کچھ بتاؤں گا تو تم دوست بن کر میری شخصیت کو راز میں رکھو گی۔"

"تم مجھے تیج پال اور اس کے ساتھیوں سے کیسے نجات دلاؤ گے؟"

"اس کا ایک راستہ تو یہ ہے کہ مجھے اپنے اندر آکر پینا ٹائز کرنے دو۔ میں تمہارے دماغ کو لاک کروں گا۔ پھر کوئی تمہارے اندر نہیں آسکے گا۔"

وہ بولی "میں نادان بچی نہیں ہوں کہ اپنے اندر تمہیں تنویمی عمل کرنے دوں اور تمہاری معمول بن جاؤں گویا آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک جاؤں۔"

"میں جانتا تھا۔ تم راضی نہیں ہوگی۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ کل شادی کی رات تم تیج پال کو اعصابی کمزوری کی دوا کھلاؤ۔ میں اسے پینا ٹائز کرکے تمہارے دماغ سے اس کے تنویمی عمل کو ختم کردوں گا۔"

"جب میں اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کروں گی تو اسے اپنا معمول اور محکوم بھی بنا سکوں گی۔ میں تمہیں کباب میں ہڈی بنا کر کیوں رکھوں؟"

"میری دوستی کے جذبے کو سمجھو۔ تم تنہا ہو۔ تمہیں ایک بے لوث ساتھی کی ضرورت ہے۔ جو ہمیشہ تمہارے کام آتا رہے۔"

"میرے بے لوث ساتھی! مجھے تمہاری ضرورت ہوگی تو میں تمہیں بلالوں گی۔ اگر تم مکار اور خود غرض نہیں ہوئے تو ابھی تمہاری بات مان لوں گی۔ شرط یہ ہے کہ پہلے تم اپنا

تعارف پیش کرو۔ اپنی ہسٹری بیان کرو؟"

"میں ایک ایسا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔ جس کے ذرائع دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہیں۔ میرے ایک حکم سے میرے ملک کی فوج یہاں حملے کر سکتی ہے۔ ہمارے سامنے روس جیسا بڑا ملک گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔"

"روس نے عارضی طور پر صرف امریکا کے سامنے گھٹنے ٹیکے تھے۔ گویا تم امریکا کے ان دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہو۔ جنہیں زندہ درگور کیا گیا ہے۔ پاتال سے نکل کر یہاں آئے ہو۔"

"تم نے میری ایک بات پکڑلی اور مجھے پہچان لیا۔ میں انکار نہیں کروں گا۔ میں ان دس میں سے ایک ہوں۔ نمبر ون کہلاتا ہوں۔ اب تم غور کرو کہ میرے پیچھے کتنی بڑی طاقت ہے۔ امریکا کبھی جھکتا نہیں جھکاتا ہے' تم میرے ساتھ رہ کر اپنے دشمنوں کو جھکاتی رہو گی۔"

"اور تمہاری کنیز کہلاتی رہوں گی۔ تمہیں میری ہسٹری معلوم نہیں ہے اگر مجھے کنیز بن کر رہنا ہوتا تو میں الپا سے پیچھا چھڑا کر یہاں نہ آتی۔ میں معمول بننے کے لیے نہیں معمول بنانے کے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ یہ ملک روس کبھی سپر پاور تھا۔ میں یہاں حکومت کرنے اور روس کو دوبارہ سپر پاور بنانے آئی ہوں۔"

"اپنی حیثیت سے اونچے خواب نہ دیکھو۔ تم تیج پال کی ٹیم میں ایک معمولی سے کنیز بنی ہوئی ہو۔ تمہاری کیا اوقات ہے۔ ان میں سے جو چاہے گا' وہ تمہیں رات کو اپنے پاس بلالے گا۔"

"تم جل بھن کر بول رہے ہو۔ میرے بارے میں جس طرح چاہو معلوم کرلو' ان میں سے کوئی مجھے ہاتھ بھی نہیں لگاتا ہے اور نہ ہی میری مرضی کے خلاف کوئی مجھے چھو سکے گا۔ میں کنیز ہوں۔ لیکن مجبور اور بے بس نہیں ہوں۔ چلو اچھا ہوا کہ تمہاری موجودگی یہاں ظاہر ہوگئی ہے۔ میں تم سے محتاط رہوں گی۔"

اس نے سانس روک لیا۔ وہ اس کے دماغ سے نکل گیا۔ پارس بڑی دیر سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ اب وہ نمبرون تیج پال کے لب و لہجے میں اس کے اندر چھپ کر آئے گا۔ کرونا بھی یہی سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ وہ اس کے اندر چھپ کر آیا ہوگا اور ابھی اس کے خیالات پڑھ رہا ہوگا۔ پارس نے ایک عامل کی حیثیت سے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو تیج پال اور اس کے ساتھیوں کے لب و لہجے اس کے ذہن سے مٹ گئے ایسے وقت وہ صرف پارس کی معمول تھی۔ اس کے دماغ میں تیج پال وغیرہ نہیں آسکتے تھے۔

دوسرے لفظوں میں نمبرون بھی اب نہیں آسکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹیلی فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

"میں ہوں نمبرون۔ میں حیران ہوں کہ تم نے تیج پال کے لب و لہجے کو بھی اپنے دماغ سے نکال دیا ہے۔ میں نے بڈی رابرٹ بیزون اور جوزف وہسکی کے لب و لہجے میں بھی آنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا ہوں۔"

کرونا نے پارس کی مرضی کے مطابق کہا "تم کون ہو؟ اور یہ مجھ سے کیسی باتیں کر رہے ہو؟ اور یہ نمبرون کیا ہوتا ہے؟ اپنا نام بتاؤ؟"

"کرونا انجان نہ بنو۔ مجھے ٹالنے کی کوشش نہ کرو۔ میری بات کا جواب دو۔ تم نے مجھے دماغ سے کیسے نکالا ہے؟"

"میں کتوں کو اپنے دروازے پر نہیں آنے دیتی۔ رہ گئی دماغ میں آنے کی بات تو تیج پال اور اس کے ساتھی جب چاہتے ہیں چلے آتے ہیں۔ یقین نہ ہو تو ان سے پوچھ لو۔"

نمبرون تیج پال وغیرہ کو مخاطب نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی انہیں کرونا کے بارے میں کچھ بتا سکتا تھا کیونکہ ان میں سے کوئی نمبرون کو نہیں جانتا تھا۔ وہ تو صرف بڈی رابرٹ کے دماغ میں جگہ بنا کر رہتا تھا۔ اس نے بڈی کے اندر آکر اسے کرونا کے دماغ میں جانے کا حکم دیا۔

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ کرونا کے اندر پہنچ گیا۔ نمبرون نے حیرانی سے بڈی کی آواز اور لہجے میں کہا "کرونا! میں بڈی رابرٹ بول رہا ہوں تھوڑی دیر پہلے مجھے تمہارے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی تھی۔ اب مل رہی ہے' تم نے مجھے کس طرح آنے سے روک دیا تھا؟"

"میں تیج پال اور اس کے ساتھیوں کو کبھی اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکتی اور نہ ہی ابھی آنے سے روکا تھا۔"

نمبرون نے کہا "تم جھوٹ بول رہی ہو۔ پہلے میں تمہارے اندر آیا تھا۔ مجھے جگہ نہیں ملی تھی۔ اب بڈی رابرٹ کے اندر گھس کر آیا ہوں تو جگہ مل رہی ہے۔"

وہ پارس کی مرضی کے مطابق بولی "اگر تم میرے بارے میں ایک سچ جاننا چاہتے ہو تو تیج پال کے دماغ میں گھس آؤ۔"

"میں اس کے دماغ میں نہیں جاسکوں گا۔"

"تو پھر بیزون اور جوزف وہسکی کے دماغوں میں رہ کر آؤ۔"

"میں صرف بڈی رابرٹ کے دماغ میں رہ کر آسکتا ہوں۔ یہ میرا معمول اور فرمانبردار ہے۔"

"اچھا سمجھ گئی۔ جب میں نے اسے ذہنی مریض بنایا تھا۔ تب ہی سے تم نے اس کے اندر جگہ بنالی تھی۔ چلو اچھا

ہوا کہ تم نے صرف بڈی رابرٹ کے دماغ میں جگہ بنائی ہے۔ میں ابھی اسے گولی مار دوں گی۔ اس کے بعد تم کسی کے دماغ میں نہیں آسکو گے۔"

وہ بوکھلا کر بولا "بکواس مت کرو۔ تم اسے گولی نہیں مارو گی۔ میں اسے مرنے نہیں دوں گا۔ اسے یہاں سے لے جارہا ہوں۔ یہ میرے لیے بہت اہم ہے۔ وہ کرونا کے دماغ سے چلا گیا۔ پارس بڈی کے اندر پہنچ گیا۔ جب وہ دماغی مریض بنا ہوا تھا تب وہ بھی اس کے اندر جگہ بنا چکا تھا لیکن اب تک اسے بڈی کے اندر نمبرون کی موجودگی کا پتا نہیں چلا تھا۔ اب یہ راز کھل گیا تھا۔ نمبرون نے کرونا کو اپنی کنیز بنانے کے لیے بڑی جلد بازی کی تھی۔ اگر پہلے کی طرح چھپا رہتا تو آئندہ کسی مرحلے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ لیکن اب ظاہر ہو چکا تھا۔ اسے کرونا کی طرف سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

اگر کرونا بڈی کو گولی مار دیتی تو نمبرون ایک اہم آلہ کار سے محروم ہو جاتا۔ اگرچہ وہ روس کے چند اہم افراد کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ لیکن وہ بڈی کے اندر رہ کر تیج پال وغیرہ کے قریب رہ سکتا تھا اور کبھی موقع پا کر تیج پال کو اپنا غلام بنا سکتا تھا۔ تیج پال پر غالب آنے کے نتیجے میں وہ روس کا نادیدہ بے تاج بادشاہ بن سکتا تھا۔

نمبرون بڈی کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے وہاں سے دور لے جارہا تھا۔ وہ ایک کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا ماسکو شہر سے باہر جارہا تھا۔ ہائی وے پر پولیس چوکی میں اسے روکا گیا۔ وہاں کے مسلح سپاہیوں نے اسے روکا۔ اس نے کہا "میرا نام بڈی رابرٹ ہے۔ میں اسپیشل برانچ کا آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی ہوں۔ گیٹ کھول دو۔ مجھے جانے دو۔"

اس چوکی کے افسر نے کہا "سر! آپ اپنا آئی ڈی کارڈ دکھائیں؟"

"میں اپنا کارڈ گھر میں بھول آیا ہوں۔ گیٹ کھول دو۔"

پارس نے چوکی کے اس افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے بڈی کو نشانے پر لے کر کہا "ذمے دار افسر ہو کر کارڈ بھول آئے ہو۔ جہنم میں جاؤ۔"

اس نے بڈی کو گولی مار دی۔ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری۔ تین گولیاں کھا کر وہ ایک دم سے ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔

نمبرون اس کے مردہ دماغ سے نکل کر دور ایک آلہ کار کے دماغ میں آگیا۔ حیرانی سے سوچنے لگا۔ یہ کرونا کیا بلا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ ابھی بڈی کو گولی مارے گی اور اسے گولی مار دی گئی تھی۔

پارس کرونا کے پاس آگیا۔ وہ اس کی مرضی سے تیج پال کے دماغ میں پہنچ کر بولی "میں کرونا ہوں۔ ابھی میرے دماغ میں ایک اجنبی آیا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ وہ ان دس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہے۔ جو انڈر گراؤنڈ سیل میں رہتے ہیں۔ وہ خود کو نمبرون کہہ رہا تھا۔"

تیج پال نے پوچھا "وہ تمہارے دماغ میں کیسے آگیا؟"

"وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے بڈی رابرٹ کو اس وقت سے اپنا معمول بنا رکھا ہے جب وہ دماغی تکالیف میں مبتلا تھا۔"

"اوہ گاڈ۔ اس کا مطلب ہے۔ وہ اب تک بڈی کے اندر چھپ کر ہمارے بارے میں بہت کچھ معلوم کرتا رہا ہے؟"

کرونا نے کہا "بڈی مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں نمبرون کو تنویمی عمل کرنے کی اجازت دوں اور اس کی کنیز بن جاؤں لیکن میں نے انکار کر دیا اس نے دھمکی دی کہ اگر میں نمبرون کی کنیز نہیں بنوں گی تو نمبرون بڈی کو گولی مار دے گا۔ میں نے کہا "میں ابھی تیج پال کے پاس جا کر اسے بڈی کی حقیقت بتاؤں گی تو وہ اور اس کے ساتھی بڈی کو اس کے شکنجے سے نکال لیں گے۔ اس بات پر بڈی غصہ دکھا کر چلا گیا ہے۔"

"میں حیران ہوں کہ ایک نامعلوم دشمن ہمارے درمیان رہ رہا ہے اور ہم اس سے بے خبر رہے ہیں۔ ہم ابھی بڈی کو اس کے شکنجے سے نکالیں گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بڈی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو خیال خوانی کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ مردہ دماغ سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرتا۔ تیج پال کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ مائک مورو کے بعد اس کا دوسرا اہم ساتھی بڈی رابرٹ مارا گیا تھا۔

اس نے بیزون اور جوزف وہسکی کو بڈی کے متعلق بتایا۔ انہیں یقین نہیں آیا۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے بڈی کے پاس پہنچنا چاہا تب مایوسی ہوئی۔ اس کی موت کا یقین ہو گیا۔

بیزون نے کہا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ نمبرون یہاں ہمارے لیے نادیدہ مصیبت بن کر رہے گا۔ ہمارے لیے مسائل پیدا کرتا رہے گا۔ اور ہم میں سے پتا نہیں کسے ہلاک کرے گا؟ کسے معمول بنائے گا؟ وہ امریکی ہے۔ یہاں ٹرانسفارمیشن کو تباہ کرنے اور نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کرنے آیا ہے۔ ہمیں جلد سے جلد اس کا سراغ لگانا ہوگا۔ یہ کرونا منحوس ہے۔ جب سے یہاں آئی ہے' ہم ناقابلِ برداشت نقصان اٹھا رہے ہیں۔"

تیج پال نے کہا "اسے منحوس کہنے سے ہمارے سروں پر منڈلانے والا خطرہ نہیں ٹلے گا۔ پتا نہیں وہ نمبرون یہاں کس کے دماغ میں چھپا ہوگا' اب ہمیں اپنے سائے سے بھی محتاط رہنا ہوگا۔ اب ہم تین ساتھی رہ گئے ہیں۔ ہمیں پہلے کی طرح

روپوش رہنا چاہیے۔"

بیزون نے کہا "یہی مناسب ہے۔ ہم پہلے کی طرح صرف دنیا والوں سے نہیں بلکہ ایک دوسرے سے بھی چھپ کر رہیں گے۔ ضرورت کے وقت خیال خوانی کے ذریعے بچ پال کے پاس آیا کریں گے۔"

بچ پال نے کہا "میں یہاں سے جارہا ہوں۔ تم دونوں بھی یہاں سے فوراً نکلو۔ اب ہم کہیں چھپنے اور حلیہ بدلنے کے بعد ایک دوسرے سے رابطہ کریں گے۔ خیال خوانی کے ذریعے یہاں کے اکابرین اور تمام اہم افراد کو اطلاع دو کہ ہم حالات سے مجبور ہو کر روپوش ہو رہے ہیں۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سے رابطہ کرتے رہیں گے۔"

وہ تینوں اپنا مختصر سا ضروری سامان سفری بیگ میں رکھ کر اپنے اپنے بنگلے سے نکل کر جانے لگے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ کہاں جانا ہے اور محفوظ پناہ گاہ تلاش کرنے میں انہیں کہاں کہاں بھٹکنا ہوگا۔

کرونا نے بچ پال سے پوچھا "مجھے چھوڑ کر کہاں جارہے ہو؟ کیا شادی نہیں کرو گے؟ مجھے دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑو گے؟"

وہ بولا "میرے ہاتھ میں شادی کی لکیر نہیں ہے۔ میں تمہیں دشمن کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ رہا ہوں۔ تم کوئی نادان بچی نہیں ہو۔ بہت چالاک اور مکار ہو۔ تم وہیں رہو اور ہمارے ضروری احکامات پر عمل کرتی رہو۔ اب میرے اندر سے جاؤ۔ آئندہ میں کسی کو اپنے اندر نہیں آنے دوں گا۔ ضرورت ہوگی تو میں تمہارے پاس آیا کروں گا۔"

اس نے سانس روک لیا۔ وہ اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ خوش ہو کر سوچنے لگی۔ یہ تو کمال ہوگیا۔ پھر شادی ملتوی ہوگئی اور اب تو وہ کبھی شادی نہیں کرے گا۔ دوسری بات یہ کہ ان کے جانے سے میدان صاف ہوگیا ہے۔ میں یہاں رفتہ رفتہ اہم افراد کو اپنا معمول بناتی رہوں گی۔ اگر وہ پاگل کا بچہ میری مدد کرتا رہے گا تو میری کامیابی کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوگی۔

ایسا سوچنے کے دوران میں اسے یاد آیا کہ اس نے بڈی رابرٹ کو گولی مارنے کی دھمکی دی تھی۔ اس کے ایک گھٹنے کے اندر وہ مر گیا تھا۔ وہ کیسے مر گیا یہ بھی معلوم نہیں ہوا تھا لیکن خیال خوانی کی لہروں نے اس کے مردہ ہونے کی تصدیق کردی تھی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے۔ پھر کوئی مسئلہ پیدا ہوگیا ہے؟"

"مسئلہ پیدا نہیں ہوا بلکہ حل ہوا ہے۔ اب میری شادی نہیں ہوگی۔"

"تم خوش ہو کر بول رہی ہو' جب کہ یہ افسوس کا مقام ہے۔ ایک بار لڑکی کا رشتہ ٹوٹ جائے تو پھر اس کے دروازے پر رشتے نہیں آتے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم میری بات کو مذاق میں اڑاؤ مگر میں بہت خوش ہوں۔ میں کبھی کبھی حیران ہو کر سوچتی ہوں کہ مجھے غیبی مدد ملتی رہتی ہے۔ میں نے دھمکی دی تھی کہ بڈی کو گولی مار دوں گی۔ میری دھمکی کے ایک گھنٹے کے اندر ہی وہ مر گیا۔"

"بڑی کالی زبان ہے تمہاری۔"

"یہ عجیب اتفاق ہے۔ بچ پال نے دوسری بار مجھ سے شادی کرنی چاہی تو اس کا دوسرا ساتھی بھی جہنم میں پہنچ گیا ہے۔"

"تم بڑی عبرت ناک چیز ہو۔ جو تم سے شادی کرنا چاہے گا اس کے دوست یا رشتہ دار مرتے رہیں گے۔ ویسے تمہیں اطمینان ہے کہ اب وہاں خالی میدان مل رہا ہے۔ وہاں کی حکمران بن کر رہنے کی خواہش پوری کرسکو گی اور وہاں کے اہم افراد کو معمول بنا لو گی؟"

"ہاں اب میں اطمینان اور سکون سے ایسا کرسکوں گی۔"

"تم نمبرون کو بھول رہی ہو۔ کیا وہ آسانی سے تمہارا پیچھا چھوڑ دے گا؟ کیا تم جانتی ہو کہ وہ ابھی کس کے دماغ میں چھپا ہے اور کیا کر رہا ہوگا؟ اور کیا بچ پال اور اس کے ساتھی روپوش ہونے کے بعد تمہارے دماغ کو کنٹرول نہیں کریں گے۔ تمہیں اپنی پابندیوں میں نہیں رکھیں گے؟"

وہ خوش ہو رہی تھی۔ مایوس ہوگئی۔ کہنے لگی "میں الپا کی طرح حکمران بننے کے جنون میں اپنے حالات کا صحیح تجزیہ کرنا بھول جاتی ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ نہ ہوتے تو شاید میں اب تک دشمنوں پر غالب آکر یہاں تک پہنچ نہ پاتی۔ تم کہاں ہو' میرے پاس کیوں نہیں آرہے ہو؟ مجھے ایک سنہری موقع مل رہا ہے۔ اگر میں بچ پال اور اس کے ساتھیوں کو اپنے دماغ سے بھگانے میں کامیاب ہو جاؤں گی تو پھر بڑے بڑے چیلنج کا سامنا کرسکوں گی۔ اتنی محتاط رہوں گی کہ آئندہ کوئی مجھے معمول نہیں بنا سکے گا۔"

پارس نے چند سیکنڈ کے لیے بچ پال کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک خفیہ پناہ گاہ میں پہنچ کر اپنا حلیہ بدل رہا تھا۔ وہ واپس کرونا کے اندر آکر بولا "تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے اکثر غیب سے اہم باتیں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ ابھی میرے اندر یہ بات پیدا ہو رہی ہے کہ بچ پال کے دماغ میں جاؤ گی تو وہ سانس روک کر بھی تمہیں نہیں بھگا سکے گا۔"

"ایسے وقت فضول باتیں نہ کیا کرو۔ تم نے اسرائیل سے آتے وقت ثابت کیا تھا کہ تمہیں غیب سے اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ تمہیں میرا نام بھی معلوم ہوگیا تھا۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ میرا عامل میری موجودگی سے مجبور ہو جائے گا اور مجھے اپنے دماغ سے نہیں بھگا سکے گا۔"

"تم یقین نہ کرو' تمہاری مرضی ہے۔ میرے دماغ سے چلی جاؤ۔"

اس نے سوچا بچ پال کے اندر جا کر آزمانے میں کیا حرج ہے۔ وہ پاگل کا بچہ عجیب و غریب ہے۔ اس کی ہر بات مجھے فائدہ پہنچاتی ہے۔ مجھے اس کی اس بات کو بھی آزمانا چاہیے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس بار پارس کے ایک مخصوص لب و لہجہ کو گرفت میں لے کر بچ پال کے اندر پہنچی تو اس نے اسے محسوس نہیں کیا۔ بچ پال کو اسی مخصوص لب و لہجے کے ذریعے ہپناٹائز کیا گیا تھا۔

وہ اس کے اندر رہ کر اس کے خیالات پڑھنا چاہتی تھی۔ پارس نے اس کی سوچ میں کہا "ابھی اس کے خیالات پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ میں خاموشی سے تھپک تھپک کر اسے سلاؤں گی تو یہ سو جائے گا۔"

اس نے پارس کی سوچ کے مطابق خیال خوانی کے ذریعے اسے سلایا تو وہ ایک منٹ کے اندر سو گیا۔ پھر پارس نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے اس پر تنویمی عمل کرکے اپنا معمول بنا لینا چاہیے۔"

وہ اس سوچ کے مطابق اسے ہپناٹائز کرنے لگی۔ وہ پہلے ہی پارس کا معمول بنا ہوا تھا۔ اب مختصر سے تنویمی عمل کے بعد کرونا کا بھی معمول اور محکوم بن گیا۔ جو بات ناممکن تھی' وہ منٹوں میں ممکن ہوگئی۔ بچ پال کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ جب وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ تب بھی ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ناقابلِ شکست بن کر رہتا تھا۔ خیال خوانی کرنے والے اس کی ذہانت سے متاثر ہو کر اس کے دوست اور فرماں بردار بن گئے تھے۔ خیال خوانی سیکھنے کے بعد بچ پال روس کا جیسے حکمران بن گیا تھا۔ وہاں کے تمام اعلیٰ حکام اور اعلیٰ عہدیداران اور فوج کے اعلیٰ افسران اس کے مطیع اور فرمانبردار تھے۔ اب وہ تمام اہم افراد کرونا کے مطیع و فرمانبردار بن کر رہنے والے تھے۔ کیونکہ بچ پال اس کا غلام بن گیا تھا۔ وہ مسرتوں سے نہال ہو کر پارس سے بولی "تم نے مجھے بچ پال کے اندر پلک جھپکتے ہی پہنچا دیا۔ تمہارے تعاون سے میں نے اسے غلام بنا لیا ہے۔ میں اب تم سے دور نہیں رہوں گی۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تم میرے عاشق ہو۔ مجھے ہر قدم پر دشمنوں سے بچاتے ہو۔ میں تمہارا رہتی ہوں مگر سب پر غالب آجاتی ہوں۔ میرے حسن و شباب نے میری اداؤں نے تمہیں دیوانہ بنایا ہے۔ تم مجھے تنہائیوں میں حاصل کرتے رہے ہو۔ اس سے زیادہ تم نے مجھ سے کچھ نہیں لیا ہے۔ صرف دیتے ہی رہتے ہو۔ تم خود غرض اور لالچی نہیں ہو۔ مجھے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ناقابلِ شکست سپر لیڈی بناتے رہو گے۔ اب میں تمہارے بغیر نہیں رہوں گی۔ جہاں بھی چھپے ہو چلے آؤ۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں' پاتال میں سانپوں کے مسکن میں رہتا ہوں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ مجھے ایک جنم کے بعد دوسرا جنم لینے والی احمقانہ بے تکی کہانیاں نہ سناؤ۔ تم مجھ سے اپنی اصلیت چھپاتے رہے ہو۔ میں بھی یہ سوچ کر نظر انداز کرتی رہی کہ مجھے آم کھانے سے مطلب ہے۔ تم سے فائدے حاصل کرتی رہوں گی اور تمہیں آزماتی رہوں گی۔ بس بہت ہوچکا۔ میں نے آزما لیا ہے۔ مجھے تم سے بہتر لائف پارٹنر کبھی نہیں ملے گا اور نہ ہی میں تمہارے بعد کسی کو اپنی زندگی میں آنے دوں گی۔ تم میرے عاشق ہو۔ ابھی آؤ۔ میں پھولوں کی سیج کی طرح تمہارے قدموں میں بچھ جاؤں گی۔"

"میں قریب آؤں گا تو ہم دونوں ہی بکتے رہیں گے۔ پھر کامیابیاں حاصل کرنے کے دوران میں ہم ایک جگہ رہیں گے تو اچانک دشمنوں کے حصار میں آجائیں گے۔ ہمیں امریکی نمبرون کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔"

ڈاکٹر ساجد امجد کی تحقیق، تخلیق اور تنقید چار عظیم شاعروں کی کہانیاں

خوبصورت سرورق

مضبوط جلد

خدایانِ سخن

میر غالب مومن اور داغ

❋ ان چار "خدایانِ سخن" کی زندگی سے وابستہ چونکا دینے والے راز!

صفحات 320

قیمت 200 روپے * ڈاک خرچ 25 روپے

کتابیات پبلی کیشنز

"ہم بہت زیادہ محتاط رہتے ہو۔ اچھا تو اسی شہر میں ہو نا؟"

"ہاں' یہیں ماسکو میں ہوں۔ موقع ملتے ہی تمہارے پاس آؤں گا۔"

"میں اہم معاملات میں مصروف رہوں گی اور تمہارا انتظار کرتی رہوں گی۔ پلیز اب مجھ سے اپنی اصلیت نہ چھپاؤ۔ مجھے بتادو' تم کون ہو؟"

"پارس۔۔۔ پارس علی تیمور ابن فرہاد علی تیمور۔۔۔"

اس کا اوپر کا سانس اوپر ہی رہ گیا۔ اس کے تن من کو لوٹنے والا کوئی اور چھلاوا نہیں تھا۔ پارس ہی تھا۔

وہ ایک گہرا سانس لے کر بولی "مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا کہ یہ تم ہی ہو سکتے ہو۔ میں اسرائیل سے فرار ہونے والی تھی۔ اس سے پہلے ایک رات تم میرے بنگلے میں آئے تھے۔ میں تم سے ڈرتی تھی کہ تم مجھ پر حاوی ہو جاؤ گے۔ مجھے اپنی کنیز بنالو گے لیکن تم بڑی شرافت سے واپس چلے گئے تھے۔ اس کے بعد میں گہری نیند سو گئی تھی۔ ایسے ہی وقت تم نے مجھے اپنی معمول اور کنیز بنالیا تھا۔ پھر مجھے کبھی یہ سوچنے کا موقعہ نہیں دیا کہ تم شرافت سے واپس جانے کے بعد کہاں گم ہو گئے تھے۔ شرافت دکھا کر اب تک مجھ سے بدمعاشی کرتے آرہے ہو۔ ویسے ایک بات کہوں؟ تم بہت پیارے اور دل میں اتر جانے والے بدمعاش ہو۔"

"تم نہ کہو۔ تب بھی تمہارے خیالات پڑھ کر سمجھتا رہا ہوں کہ تم بدمعاشی سے ہی زیر ہوتی رہو گی۔ تم الپا کی ہم مزاج ہو' مغرور ہو' اس کی طرح یہودی ہو۔ میرے نصیب میں یہ دوسری یہودی لڑکی لکھی گئی ہے۔ پہلی مجھے زندگی کے ہر موڑ پر دھوکے دیتی رہی۔ تم سے بھی یہی بھرپور توقع رکھتا ہوں۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں الپا کی طرح بے وفا نہیں ہوں۔ ہمیشہ تمہاری وفادار بن کر رہوں گی۔ تمہارے سوا کسی دوسرے کا منہ نہیں دیکھوں گی۔"

"وفاداری کا یقین نہ دلاؤ۔ میں نے دل کی جگہ پتھر رکھ لیا ہے۔ میں تمہیں داشتہ بنا کر رکھوں گا۔ شادی کبھی نہیں کروں گا۔"

"تم میرا دل توڑ رہے ہو۔ مگر میں اپنی وفاداری سے تمہارا دل جیت لوں گی۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کرونا نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ پھر کہا "ہیلو' ممی اور ڈیڈی موجود نہیں ہیں۔ بعد میں فون کرو۔"

"اسی لیے فون کیا ہے کہ تم اکیلی ہو۔ شہر میں تیج پال اور اس کے ساتھی کہیں دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔ وہ کہاں گم ہو گئے ہیں؟"

بولنے کی آواز ایسی تھی' جیسے بادل دھیمی آواز میں گرج رہے ہو۔ وہ بولی "اچھا تو تم نمبرون ہو۔ آواز بدل کر بول رہے ہو۔"

"میں نمبرون نہیں ہوں۔ میرا کوئی نام نہیں ہے۔ کوئی نمبر نہیں ہے' مجھے اولڈ مین کہا جاتا ہے۔ پراسرار بوڑھا۔ یہ بوڑھا چند روز پہلے پیدا ہوا ہے۔"

پارس نے مجھے مخاطب کیا "پاپا! وہ اولڈ مین کرونا کے اندر بول رہا ہے۔ آپ ممما کے ساتھ فوراً آئیں۔"

میں سونیا کے ساتھ کرونا کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بوڑھا کہہ رہا تھا "تم جب سے ماسکو آئی ہو' میری نظروں میں ہو۔ تیج پال اور اس کے ساتھی ایسے سخت حفاظتی انتظامات کے ساتھ رہتے ہیں کہ مجھے انہیں ٹریپ کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ مگر وہ سب اپنے منصوبوں سمیت میری نظروں میں رہتے ہیں۔ تم تو کلی ہو۔ دل کی بے کلی ہو۔ اس بوڑھے کو گدگدا رہی ہو۔ کیا دوستی کرو گی؟"

کرونا نے سونیا کی مرضی کے مطابق پوچھا "تمہیں سمجھے بغیر دوستی کیسے کروں؟"

"پہلے اعتماد قائم ہوتا ہے۔ پھر دوستی ہوتی ہے۔ تم ابھی مجھ پر اعتماد کرو گی۔ یہاں ابھی تمہارا سب سے خطرناک نادیدہ دشمن امریکی نمبرون ہے۔ میں ابھی اسے تمہارے قدموں میں پہنچا دوں گا۔"

سونیا نے کرونا کی زبان سے پوچھا "کیسے پہنچاؤ گے؟ وہ تو انڈر گراؤنڈ سیل میں رہتا ہے۔ وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سیل سے نکل کر زمین کے اوپر آنے کا راستہ نہیں جانتے ہیں۔ وہ یہاں میرے قدموں میں کیسے آئے گا؟"

"وہ نہیں آسکتا۔ تم اس کے اندر انڈر گراؤنڈ سیل میں پہنچ سکتی ہو۔ ابھی خیال خوانی کی پرواز کرو اور اس کے اندر پہنچو۔"

کرونا' سونیا نے اور میں نے فوراً ہی ایک ساتھ خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ دوسرے ہی لمحے ہم امریکی نمبرون کے اندر پہنچ گئے۔

وہ انڈر گراؤنڈ سیل میں تھا۔ ہم اس انڈر گراؤنڈ خفیہ اڈے میں پہنچ گئے تھے۔ وہاں تک پہنچنا نہ بچوں کا کھیل تھا اور نہ ہی بڑوں کے لیے ممکن تھا۔ کوئی یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ انڈر گراؤنڈ سیل امریکا کے کس علاقے میں ہے؟

شاید ہم جاننے والے تھے۔

ویسے یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی کہ اس پراسرار بوڑھے نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا ہے۔

کیا وہ کوئی شعبدہ باز تھا؟

میں اور سونیا ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

دکھ بیماریاں انسان کے ساتھ لگی رہتی ہیں۔ شہ زور بن کر رہنے والے بھی قدرتی حالات سے مجبور ہو کر کمزور بن جاتے ہیں۔ پراسرار بن کر رہنے والوں کو کوئی ڈھونڈ نہیں سکتا لیکن بیماریاں انہیں ڈھونڈ لیتی ہیں۔ اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نمبرون کے ساتھ یہی ہوا تھا۔ اسے اچانک بیماری نے دبوچ لیا تھا۔

وہ پراسرار بوڑھا روس کے ایک اعلیٰ عہدے دار کو اپنا غلام بنانے کے لیے اس کے دماغ میں آیا تھا۔ وہاں آتے ہی اس نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آوازیں سنیں۔ وہ اس عہدے دار کو ہپناٹائز کر رہا تھا۔ اولڈ مین وہاں خاموش رہ کر اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو تنویمی عمل کرتے دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اجنبی جس لب ولہجے کے ذریعے اس عہدے دار کے دماغ کو لاک کرے گا وہ اس لب ولہجے کو یاد کر کے آئندہ اس کے اندر جاتا آتا رہے گا۔

لیکن وہ اجنبی اپنا تنویمی عمل مکمل نہ کر سکا۔ اچانک اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ جیسے وہ اچانک کسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہو۔ اولڈ مین فوراً ہی وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس اجنبی کے اندر پہنچ گیا۔

وہ اپنا سینہ تھام کر ایک صوفے پر گرا پڑا تھا۔ اس کے ساتھی اسے سنبھالتے ہوئے اسے فوری طور پر طبی امداد پہنچا رہے تھے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دس امریکیوں میں سے ایک ہے۔ اسے نمبرون کہا جاتا ہے۔ اس کے باقی نو ساتھی اسے فوری طور پر طبی امداد پہنچا رہے تھے۔ پہلی بار اس پر دل کا دورہ پڑا تھا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ زمین کے نیچے ایک سیل میں ہے۔ یہ وہی انڈر گراؤنڈ سیل تھا۔ جس کے متعلق ان کا دعویٰ تھا کہ کوئی اس خفیہ انڈر گراؤنڈ سیل تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا لیکن حالات اور نمبر ون کی بدنصیبی نے اولڈ مین کو وہاں تک پہنچا دیا تھا۔

اولڈ مین باقی نو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔ نمبرون کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کے نو ساتھیوں میں دو نہایت تجربے کار ڈاکٹر ہیں۔ ان میں کیمیک اور انجینئر بھی ہیں۔ اس تہ خانے میں کوئی مسئلہ پیدا ہوتا تھا تو وہ اپنی بہترین صلاحیتوں اور ہنرمندی سے مسائل کو حل کر دیتے تھے۔ باہر کی دنیا سے وہ کبھی رابطہ نہیں کر سکتے تھے۔ نہ ہی ان کے اکابرین اور فوج کے اعلیٰ افسران ان کی مدد کرتے تھے۔ صرف تین یوگا جاننے والے افسران اس انڈر گراؤنڈ سیل کا پتا جانتے تھے۔ ان دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضروریات کا سامان پہنچانے کے لیے وہاں کبھی کبھی جایا کرتے تھے۔

وہ تین خاص افسران بھی تہ خانے میں پہنچنے کے بعد دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی صورتیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ تینوں اس تہ خانے کے صرف اسٹور روم تک جا سکتے تھے۔ اس کے بعد آہنی دیواریں تھیں۔ ان دیواروں کے پیچھے ان دس افراد کی رہائش کے لیے آرام دہ کمرے تھے۔ کئی بڑے ہال نما کمروں میں کمپیوٹرز' الیکٹرونک کے جدید آلات' مشینیں' میڈیکل سے تعلق رکھنے والی مشینیں اور آلات بھی تھے۔

وہ وہاں بیٹھے بیٹھے کمپیوٹرز کے ذریعے تمام دنیا کی معلومات حاصل کرتے رہتے تھے۔ ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے دنیا کے تمام ممالک کے حکمرانوں اور فوجی افسران کے چہرے دیکھتے تھے اور ان کی باتیں سنتے تھے۔ وہ ای میل کے ذریعے دنیا کے کسی بھی حصے میں کسی سے بھی رابطہ کر سکتے تھے۔

وہ تین خاص اعلیٰ افسران وہاں سامان پہنچانے کے بعد تہ خانے سے اوپر آتے تھے پھر وہاں سے الیکٹرانک آلات کے ذریعے تہ خانے میں اسٹور روم کا آہنی دروازہ کھول لیتے تھے پھر وہ دس افراد اس اسٹور روم سے اپنی ضروریات کا سامان حاصل کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے سامان لانے والے تین افسران کو نہ کبھی دیکھا تھا نہ ان کی آوازیں سنی تھیں۔

اولڈ مین نے پہلی فرصت میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ وہ انڈر گراؤنڈ سیل امریکا کی کون سی ریاست میں اور کس علاقے میں ہے۔ اس نے وہاں کا محل وقوع معلوم کرنا چاہا لیکن مایوسی ہوئی۔ وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ نہیں جانتے تھے کہ انہیں دنیا کے کس حصے میں زمین کے اندر چھپایا گیا ہے اور نہ ہی خیال خوانی کے ذریعے کسی کے دماغ میں پہنچ کر وہاں کا پتا معلوم کر سکتے تھے۔ کیونکہ امریکی اکابرین فوج کے اعلیٰ افسران اور دوسرے اہم عہدے داروں میں سے کوئی بھی اس انڈر گراؤنڈ سیل کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا یوگا کا ماہر تھا۔ جو ان دس افراد کے دماغوں میں آتا رہتا تھا اور ان کی کارکردگی کی رپورٹ حاصل کرتا رہتا تھا اور ان کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہوتا رہتا تھا۔

اولڈ مین نمبرون کے ذریعے محدود معلومات حاصل کرتا رہا۔ ان معلومات کے ذریعے اس انڈر گراؤنڈ سیل کا سراغ

نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ نمبرون عارضی طور پر دماغی کمزوری میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اگر اولڈمین اسے ہپناٹائز کرتا تو اس کا یہ عمل باقی نو ساتھیوں سے چھپا نہ رہتا پھر یہ کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا یوگا کا ماہر جوان کا سپروائزر تھا۔ وہ نمبرون کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ اپنے سپروائزر کو مسٹر بلیک کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ مسٹر بلیک نے انہیں حکم دیا تھا۔ جب تک نمبر ون صحت یاب نہ ہوجائے اور اس کی دماغی توانائی بحال نہ ہوجائے۔ تب تک تم سب باری باری اس کے دماغ میں مسلسل رہو گے۔ اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ روس کے ایک عہدے دار کو ہپناٹائز کرتے ہوئے اس پر دل کا دورہ پڑا تھا۔ وہاں تیج پال جیسا غیر معمولی ذہانت رکھنے والا شخص موجود ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ معلوم کریں گے کہ کس نے اس عہدے دار پر ادھورا تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ کسی چور راستے سے نمبرون تک پہنچ سکتے ہیں۔ لہٰذا اس کے دماغ میں مسلسل رہا کرو۔

اولڈمین نے سمجھ لیا تھا کہ وہ انڈر گراؤنڈ سیل میں پہنچنے کے بعد بھی کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں کرسکے گا۔ نمبرون کو اپنا معمول نہیں بنا سکے گا۔ وہ ماسکو میں تیج پال اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہے گا اس کی نظر کرونا پر بھی تھی۔ وہ اسے اپنی کنیز بنانا چاہتا تھا۔ اسے کرونا کی ہسٹری معلوم تھی۔ وہ ایسی چالاک اور مکار عورت کو اپنے زیر اثر رکھنا چاہتا تھا۔

جب وہ سمجھ گیا کہ نمبرون کے اندر پہنچ کر بھی کچھ حاصل نہیں کرسکے گا تو اس نے سوچا، کرونا سے دوستی کرنے کا یہ اچھا موقع ہے۔ وہ نمبرون سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اگر وہ اولڈمین کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل کرسکے گی۔ اس کا فائدہ اسے بھی پہنچے گا پھر یہ کہ کرونا اس کی احسان مند رہے گی۔ اس پر اعتماد کرے گی۔ نمبرون کو اپنے قابو میں نہ کرسکی تو اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے اسے مار ڈالے گی۔

اس نے کرونا کو اپنا احسان مند بنانے کے لیے اسے نمبر ون کے دماغ میں پہنچا دیا۔ اس کے ساتھ میں، سونیا اور پارس بھی پہنچ گئے تھے۔ ہمیں بھی وہی محدود معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔

سونیا نے کہا "واقعی ان امریکیوں نے بڑے سخت انتظامات کیے ہیں۔ اتنی رازداری سے کام لیا گیا ہے کہ ان کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس انڈر گراؤنڈ سیل کا پتا نہیں جانتے ہیں۔"

میں نے کہا "یہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت ا
ہیں لیکن مسٹر بلیک ان سے بھی زیادہ اہم ہے۔ وہ ان دس
پیتھی جاننے والوں کا آقا ہے۔ وہ اسے اپنے دماغوں
آنے سے نہیں روک سکتے ہیں۔" مسٹر بلیک کے لب و لہ
ذہن نشین کرو۔ یہ شخص واشنگٹن یا امریکا کے کسی دور
علاقے میں رہتا ہوگا۔"

پارس نے کہا "میں تو باقی نو ٹیلی پیتھی جاننے والوں
بھی لب و لہجے ذہن نشین کررہا ہوں۔ کبھی نہ کبھی ان
دماغوں میں بھی جگہ مل سکتی ہے۔"

ہم آپس میں خیال خوانی کے ذریعے باتیں کررہے تھے
اولڈمین ہماری موجودگی سے بے خبر تھا۔ اس کا خیال تھا
اس نے صرف کرونا کو نمبرون کے دماغ میں پہنچایا ہے
کرونا سے بولا "اپنی ذہانت سے کام لو۔ سوچو کہ کس طرح
آئندہ بھی نمبرون کے ذریعے اس انڈر گراؤنڈ سیل
آسکیں گے۔"

کرونا نے کہا "میں یہی سوچ رہی ہوں۔ نمبرون پر بار
اٹیک ہوا ہے۔ اس کی طبیعت بحال ہونے میں خاصا وق
لگے گا۔ یہ دس بارہ گھنٹے سے پہلے دماغی توانائی حاصل نہ
کرسکے گا۔ کوئی تدبیر سوچنے کے لیے ہمارے پاس کافی وق
ہے۔ تم بھی سوچو۔ میں بھی سوچوں گی۔"

وہ یہ باتیں اولڈمین کے دماغ میں پہنچ کر کہہ رہی تھی
اس کے ساتھ میں، سونیا اور پارس بھی اس کے اندر پہنچ
تھے اور اس کے چور خیالات پڑھ رہے تھے۔ وہ کرونا
موجودگی کے باعث ہمیں محسوس نہیں کررہا تھا۔ وہ سوچ
نہیں سکتا تھا کہ کرونا کا تعلق پارس سے ہوگا اور ہم اس مو
سے فائدہ اٹھا کر اس کے اندر پہنچ جائیں گے۔

اس کے چور خیالات سے معلوم ہوا کہ وہ روسی ہے
آج کل ماسکو کے مضافات میں ایک محل نما عمارت
رہائش پذیر ہے۔ زار روس کے دربار میں راسپوٹین
ایک بہت ہی پراسرار شخص رہا کرتا تھا۔ اس کے بارے
مختلف رائے قائم کی جاتی تھیں۔ یہ کہا جاتا تھا کہ وہ
نفسیات ہے۔ کچھ ایسے پراسرار علوم جانتا ہے کہ دلوں
بھید بتا دیتا ہے پرانی تشویشناک بیماریوں کا علاج کرتا ہے
اپنی خطرناک آنکھوں سے سامنے والوں کو سحر زدہ کردیتا ہے
اس کے بارے میں متفقہ طور پر کہا جاتا تھا کہ وہ جادوگر تھا
اس نے زار روس کی ملکہ اور شاہی خاندان کی دو سر
عورتوں کو سحر زدہ کر رکھا تھا۔ زار جیسا مغرور اور سفاک
بادشاہ بھی راسپوٹین کا عقیدت مند تھا اور اس کے ہر جا

اور ناجائز مشوروں پر عمل کرتا تھا۔

اس بوڑھے کے خیالات نے بتایا کہ وہ راسپوٹین کے بیٹے کا بیٹا ہے۔ روس کے معزز اکابرین اور اونچی سوسائٹی کے افراد اسے راسپوٹین سوم کہتے تھے۔ وہ بوڑھا نہیں تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے خود کو بوڑھا ظاہر کرتا تھا۔ جس طرح بھیس بدل کر اصلی چہرہ چھپایا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ بوڑھا بن کر تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دھوکا دے رہا تھا اور دھوکا دینے میں کامیاب ہو رہا تھا۔ کیونکہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تجسس میں مبتلا رہ کر کسی بوڑھے کا سراغ لگا رہے تھے۔

مقدر نے ہمارا ساتھ دیا تھا۔ ہم اولڈمین کے بارے میں اہم معلومات حاصل کررہے تھے۔ اب اسے تلاش کرنے کے لیے بھٹکنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس وقت وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ اس نے کرونا کو پھانسنے اور اسے دوست بنانے کے لیے اپنے دماغ میں آنے کی جگہ دی ہے۔ جبکہ میں، سونیا اور پارس اس کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔

اس کا خیال تھا کہ جب تک کرونا اس کے دماغ میں رہے گی وہ اسے نمبرون اور انڈر گراؤنڈ سیل کے معاملات میں الجھائے رکھے گا۔ اسے اپنے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دے گا۔ وہ اس خوش فہمی میں دھوکا کھا گیا تھا کہ کرونا کے اندر کوئی نہیں ہے اور وہ تنہا اس کے اندر پہنچی ہوئی ہے۔ اس نے کہا "تم دیکھ رہی ہو کہ میں نے تم سے دوستی کرنے کے لیے ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے۔ تمہیں نمبرون اور انڈر گراؤنڈ سیل کے اندر پہنچا دیا ہے۔"

وہ بولی "بے شک تم میرے بہترین دوست بن سکتے ہو۔"

"میں نے تمہارا اعتماد حاصل کرنے کے لیے تمہیں اپنے اندر آنے کی اجازت دی ہے۔ تم نے اتنی دیر تک میرے اندر رہ کر میرے چور خیالات پڑھے ہیں اور نہ مجھے کسی طرح کا نقصان پہنچایا ہے۔"

"بے شک تم مجھ پر اعتماد کررہے ہو اور میں تمہارے اعتماد پر پوری اتر رہی ہوں۔ اس طرح میں بھی تمہارے لیے قابلِ اعتماد ہوں۔"

"مجھے بھی آزماؤ۔ مجھے بھی اپنے اندر آنے دو۔ اب تو بھروسا کرو۔"

"میں بھروسا کررہی ہوں۔ جب کبھی بہت ضروری ہوگا تو تمہیں اپنے اندر آنے سے نہیں روکوں گی۔ ابھی میں تنہائی میں نمبرون کے سلسلے میں غور کروں گی کہ اسے کس طرح اپنے قابو میں کرسکتی ہوں۔"

"ابھی ہم دونوں مل کر غور کرسکتے ہیں۔ تم اپنے بنگلے میں تنہا ہو۔ رات رنگین بھی ہوگی اور ہماری دوستی مستحکم ہوتی رہے گی۔"

"تم کیسے جانتے ہو کہ میں اپنے بنگلے میں تنہا ہوں؟"

"یہ جاننا کون سی بڑی بات ہے۔ میں تمہاری ممی اور ڈیڈی کے خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا ہوں۔ وہ ماسکو سے باہر گئے ہوئے ہیں۔"

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میرا ایک آئیڈیل محبوب ہے۔ میں اسے دل و جان سے چاہتی ہوں۔ اس کی جگہ کسی دوسرے کو نہیں دوں گی۔"

"اچھا تو کسی نے پہلے ہی تمہارا دل جیت لیا ہے۔ کون ہے خوش نصیب؟"

"اس کے بارے میں مت پوچھو۔ میں اسے دل میں چھپا کر رکھتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ مجھے تمہاری محبت نہیں ملے گی۔ دوستی تو ملے گی۔ بہرحال نمبرون کم از کم صبح تک دماغی کمزوری میں مبتلا رہے گا۔ اس سے پہلے اسے ٹریپ نہ کیا گیا تو ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ ہمیں اس کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔ انڈر گراؤنڈ سیل میں پہنچنے کا پھر کوئی ذریعہ نہیں رہے گا اب تم جاؤ۔ میں سوچوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں۔"

اس نے سانس روک لیا۔ کرونا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر پارس سے بولی "کیا تم بھی اس اولڈمین کے اندر پہنچے ہوئے تھے؟ کیا تم نے اس کے چور خیالات پڑھے ہیں؟"

پارس نے اس سے جھوٹ کہا "میں نے کوشش کی تھی لیکن وہ بڑا کھاگ بوڑھا ہے۔ وہ اپنے چور خانے کو مقفل رکھتا ہے۔"

"نمبرون کے بارے میں بتاؤ۔ ہم کس طرح آئندہ بھی اس کے دماغ میں رہ سکیں گے؟ وہاں انڈر گراؤنڈ سیل میں اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نو ساتھی ہیں۔ وہ باری باری اس کے دماغ میں مسلسل رہیں گے پھر ان سب کا ایک پراسرار باس ہے۔ جسے وہ سب مسٹر بلیک کہتے ہیں۔"

"نمبرون کے خیالات نے بتایا ہے کہ وہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے مسٹر بلیک کے اندر نہیں جاسکتے۔ بلیک ان کے اندر آتا رہتا ہے۔ وہ ان کا عامل ہے، آقا ہے اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے شعبے میں سب سے اعلیٰ افسر ہے۔"

"مسٹر بلیک اس وقت تک بہت محتاط رہے گا۔ جب تک نمبرون دماغی توانائی حاصل نہیں کرے گا۔ اس کے بعد

ہی اسے اطمینان ہوگا کہ کسی نے بھی نمبرون کو تنویمی عمل کے ذریعے ٹریپ نہیں کیا ہے۔"

کرونا نے کہا "میں یاسکو آنے کے بعد یہ سمجھتی رہی کہ تیج پال اور اس کے ساتھی میرے سب سے بڑے مخالف ہیں۔ مجھے صرف ان سے ہی نمٹنا ہوگا۔ ان سے نمٹ چکی ہوں۔ نمبرون میرا مخالف بنا ہوا ہے۔ اس کے بعد ایک تیسرا پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والا بوڑھا پیدا ہوگیا ہے۔ میں تیج پال کی طرح نمبرون کو اپنا معمول نہ بنا سکی تو اسے ہلاک کردوں گی۔ ورنہ یہ دماغی توانائی حاصل کرنے کے بعد یہاں میرے لیے مسائل پیدا کرتا رہے گا۔ اس کے بعد وہ بوڑھا رہ جائے گا۔ جب سے تم میرے ساتھ ہو۔ میں کسی سے نہیں ڈرتی ہوں۔ اس بوڑھے سے بھی نمٹ لوں گی۔"

پارس نے کہا "نمبرون کو ہلاک کرنے میں جلدی نہ کرنا۔ آخر وقت تک انتظار کرنا۔ ہوسکتا ہے دماغی توانائی بحال ہونے تک ہمیں اسے ہپناٹائز کرنے کا اچانک کوئی موقع مل جائے۔ حالات کو بدلتے ہوئے دیر نہیں لگتی۔ ہوسکتا ہے حالات ہمارے موافق ہوجائیں۔"

وہ اور پارس وقفے وقفے سے نمبون کے اندر جانے لگے۔ خود کو بوڑھا بنا کر پیش کرنے والا راسپوٹین سوم بھی بار بار انڈر گراؤنڈ سیل میں جارہا تھا اور یہی دیکھ رہا تھا کہ ان نو افراد میں سے کوئی نہ کوئی نمبون کے اندر موجود رہتا ہے۔ کبھی کبھی اس کے اندر مسٹر بلیک کی بھی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ وہ ان سب کو مستعد اور محتاط رہنے کی تاکید کرتا رہتا تھا۔

سونیا بھی نمبرون پر قابو پانے کے سلسلے میں اپنی تمام تر ذہانت سے سوچ رہی تھی۔ میں بھی تمام مصروفیات چھوڑ کر سوچ رہا تھا لیکن جو بات ناممکن ہوتی ہے۔ وہ قدرتی حالات کی تبدیلی سے کبھی ممکن ہوجاتی ہے ایسی تبدیلیوں کے وقت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

ہم سب نمبرون کے دماغ میں کسی بہترین موقع کا انتظار کرتے رہے تقریباً دس گھنٹے گزر گئے۔ نمبرون کی کمزوریاں دور ہوگئی تھیں۔ وہ رفتہ رفتہ دماغی توانائی کی طرف آرہا تھا۔

ایسے وقت کرونا بڑی خاموشی سے اس کے دماغ کو غیر محسوس طریقے سے نقصان پہنچانے لگی۔ اس کے دماغ میں رہنے والے ایک ساتھی نے پوچھا "یہ تمہیں کیا ہورہا ہے؟ میں ایسا محسوس کررہا ہوں۔ جیسے کوئی تمہارے دماغ کو ریگ مال سے گھس رہا ہے۔"

وہ بہت پریشان ہورہا تھا۔ کہنے لگا "میں بالکل یہی محسوس کررہا ہوں مگر تم یقین کرو۔ کوئی دشمن میرے اندر نہیں ہے۔ میں نے کبھی کسی کو خود پر حاوی ہونے کا موقع نہیں دیا ہے۔"

"ہم اپنی دانست میں دشمنوں کو موقع نہیں دیتے ہیں۔ وہ ہماری لاعلمی میں ہم پر حاوی ہوجاتے ہیں۔ تم روس کے ایک اعلیٰ عہدے دار پر تنویمی عمل کررہے تھے۔ ایسے وقت تم پر ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ کیا ایسے وقت کوئی دشمن تمہارے اندر نہیں آسکتا تھا؟"

مسٹر بلیک کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "نمبرون تمہارے خیالات نے بتایا ہے کہ تم جس پر تنویمی عمل کررہے تھے۔ وہ عہدے دار ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ ہارٹ اٹیک ہونے ہی تمہارا تنویمی عمل ادھورا رہ گیا تھا۔ کیا ایسے وقت عہدے دار پلٹ کر تمہارے اندر نہیں آیا ہوگا؟"

نمبرون نے کہا "وہ ٹرانس میں آچکا تھا۔ سحر زدہ ہو تھا۔ ایسے وقت وہ پلٹ کر خیال خوانی کے ذریعے میرے ا نہیں آسکتا تھا۔"

"بکواس مت کرو۔ جب تنویمی عمل ادھورا رہ جاتا تو عامل کا سحر ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ یقین ہوچکا ہے کہ وہ تمہار اندر موجود ہے۔ ہمارے سخت حفاظتی انتظامات کو دیکھ ہے۔ اسے یقین ہوچکا ہے کہ وہ تمہیں ٹریپ نہیں کرسکے تم دماغی توانائی حاصل کرکے' اسے اپنے دماغ سے بھگا گے۔ اس لیے وہ تمہیں توانائی حاصل کرنے کا موقع نہیں دے رہا ہے بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے پھر تمہیں کمزور بنا رہا ہے۔"

نمبون اپنے عامل اور آقا سے بحث نہیں کرسکتا تھا اس نے عاجزی سے کہا "سر! آپ زبردست ہیں۔ آپ ہمیں زبردست سیکیورٹی میں رکھا ہے۔ پلیز مجھے کسی طرح سے نجات دلائیں۔"

مسٹر بلیک نے کہا "میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے مخاطب ہوں اس سے کہہ رہا ہوں کہ اس کے دماغ سے جائے۔ ورنہ میں اسے کوما میں رکھوں گا تو پھر کوئی دوست دشمن اس کے اندر نہیں آسکے گا۔"

کرونا یہ نہیں چاہتی تھی اگر وہ کوما میں چلا جاتا تو رات اس کے کوما سے واپس آنے کا انتظار کرتے رہنا پڑ صرف کرونا ہی نہیں ہم سب ہی اپنی مصروفیات چھوڑ مسلسل اس کے دماغ میں نہیں رہ سکتے تھے۔ سونیا نے "ہم نہ سہی ہمارے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دیگرے کوما میں رہنے والے کی نگرانی کرسکتے ہیں۔ ہمیں ن دن کو زندہ رکھنا چاہیے۔"

پارس نے ہمارے فیصلے کے مطابق کرونا سے کہا "نمبر ون کو ہلاک نہ کرو۔ انڈر گراؤنڈ سیل کے حالات معلوم کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ یہ کوما میں رہے گا تو ہمیں امید رہے گی کہ ہم اس کے ذریعے کچھ نہ کچھ کامیابی حاصل کرسکیں گے۔ اسے کمزور بناتی رہو مگر ہلاک نہ کرو۔"

ایسے وقت کرونا نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا پھر پارس کے اندر آکر بولی "شاید وہ بوڑھا میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ مجھے بتاؤ کیا کرنا چاہیے؟"

"میں تمہارے اندر رہوں گا۔ وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

پارس اس کے اندر آگیا۔ راسپوٹین خیال خوانی کے ذریعے دوسری بار اس کے اندر آیا تو کرونا نے مسکرا کر کہا "ویل کم! میں اپنے وعدے کے مطابق تمہیں اپنے اندر آنے دے رہی ہوں۔"

"تم بہت اچھی ہو۔ آج میں نے تمہارے اعتماد کو جیتا ہے۔ کل تمہارا دل بھی جیت لوں گا۔ کبھی میرے روبرو آؤ گی اور مجھے دیکھو گی تو اپنے آئیڈیل محبوب کو بھول کر مجھے اپنا آئیڈیل لائف پارٹنر بنالو گی۔"

"یہ بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی کس لیے آئے ہو؟"

"میں نمبرون کے اندر دیکھ رہا ہوں کہ تم اسے پھر کمزوری میں مبتلا کررہی ہو۔ مسٹر بلیک اسے کوما میں لے جانا چاہتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو پھر ہم اسے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

وہ بولی "کوئی بات نہیں۔ آخر وہ کتنے دنوں تک اسے کوما میں رکھے گا؟ وہ مسٹر بلیک کا اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ روس میں کامیابیاں حاصل کررہا ہے۔ وہ اسے جلد ہی کوما سے واپس لائے گا۔ ہوسکتا ہے اس دوران میں ہمیں اپنی کامیابی کا کوئی ایسا موقع مل جائے۔ جس کی ابھی ہم توقع نہیں کررہے ہیں۔ بعض اوقات خلاف توقع کوئی سنہرا موقع مل جاتا ہے۔"

"میں تمہاری بات مانتا ہوں۔ ہمیں کوئی سنہرا موقع مل سکتا ہے لیکن ہم اس کوما میں رہنے والے کی نگرانی دن رات نہیں کرسکیں گے۔"

وہ بولی "ہم دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور شاید تمہارے اور بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی یا ماتحت ہوں گے۔"

"ہاں میرے ماتحت ہیں۔ میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔ ہم سب باری باری نمبرون کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ اسے مار ڈالنے سے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ وہ زندہ رہے گا تو کامیابی کی امید رہے گی۔"

"میں نہیں چاہتی کہ مسٹر بلیک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت کی موجودگی کو سمجھے۔ اس طرح وہ سمجھ لے گا کہ روس میں ایک میں ہی نمبرون کی مخالف ہوں۔ تم مسٹر بلیک سے بات کرو۔"

اس نے اسے مخاطب کیا "ہیلو مسٹر بلیک! کیا تم نمبون کے اندر موجود ہو؟"

"ہاں! موجود ہوں۔ تم کوئی بھی ہو یہ دیکھ رہے ہو کہ یہاں کس قدر سخت حفاظتی انتظامات ہیں۔ تم نمبرون کو ہلاک کرسکتے ہو۔ اس سے زیادہ کچھ حاصل نہیں کرسکتے۔"

"میں نادان نہیں ہوں۔ اسے ہلاک نہیں کروں گا لیکن اسے دماغی کمزوری میں مبتلا رکھوں گا۔ اس طرح کم از کم انڈر گراؤنڈ سیل میں پہنچتا رہوں گا۔"

"پہنچ کر کیا کرو گے؟ یہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں سے باہر نکلنے کا راستہ نہیں جانتے اور نہ ہی اس انڈر گراؤنڈ سیل کا محل وقوع جانتے ہیں۔"

"وہ کیا جانتے ہیں اور کیا نہیں جانتے۔ میں اس بحث میں نہیں پڑوں گا۔ کامیابی کی امید لے کر اس کے اندر آتا رہوں گا۔"

وہ بولا "شیطان جان سے نہیں مارتا ہے مگر ہلکان کرتا ہے۔ تم نمبرون کو ہلاک نہیں کروگے لیکن اسے کمزور بناتے رہو گے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی نمبرون کے ایک ساتھی نے اس کے بازو میں ایک انجکشن لگایا۔ اچانک اس کا دماغ ساکت ہوگیا۔ مسٹر بلیک کی آواز سنائی دی "دیکھو! یہ چھت کی طرف دیکھ رہا ہے۔ دن رات اسی طرح دیکھتا رہے گا۔ اپنا سر نہیں گھما سکے گا۔ اس کے کان سن نہیں سکیں گے۔ اس کی زبان بول نہیں سکے گی۔ اس کے دماغ میں سوچ کی لہریں آئیں گی لیکن اسے متاثر نہیں کرسکیں گی۔ نہ ہی اسے کمزور بناسکیں گی۔ یہ صرف سانس لیتا رہے گا اور انجکشن کے ذریعے خوراک حاصل کرتا رہے گا۔"

مسٹر بلیک قہقہہ لگا کر خاموش ہوگیا۔ آئندہ ہم سب نمبر ون کے اندر جاکر اس کے ذریعے صرف ایک چھت کو دیکھ سکتے تھے۔ اس کے کسی بھی ساتھی کی آواز نہیں سن سکتے تھے اور نہ ہی اسے دماغی نقصان پہنچا سکتے تھے۔ مسٹر بلیک نے اپنے نمبرون کو نا معلوم مدت کے لیے ہم سے دور کردیا تھا۔

میں نے اپنے چار ماتحتوں کو ہدایات دیں کہ وہ باری

باری نمبرون کے دماغ میں رہا کریں اگر وہ اچانک کوما سے نکلے اور اسے ہپناٹائز کرنے کا موقع ملے تو ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے معمول بنالیں اور اس کے دماغ کو لاک کردیں۔ یہ بات اس کے ذہن نشین کردیں کہ وہ اس تنویمی عمل کو بھول جائے گا اور مسٹر بلیک کو یہی تاثر دے گا کہ وہ دشمنوں سے محفوظ ہے۔

راسپوٹین بھی اپنے ماتحتوں کو یہی حکم دے رہا تھا۔ اس کے بارے میں ہمیں معلوم ہوچکا تھا کہ ماسکو کے مضافات میں ایک بہت بڑی عمارت ہے۔ اس عمارت کو راسپوٹین پیلس کہتے تھے۔ وہ اسی پیلس میں رہتا تھا پارس نے ہمیں وہاں کے چند افراد کے دماغوں میں پہنچایا۔ ہم ان افراد کے ذریعے راسپوٹین پیلس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے۔

پتا چلا کہ اس پیلس کا مالک ایک بہت ہی خوب رو شخص ہے۔ اس کی شخصیت بڑی پُرکشش ہے۔ جو اس سے ملتا ہے وہ اس کا دوست اور عقیدت مند بن جاتا ہے۔ وہ اپنے دادا راسپوٹین کی طرح پہلی ہی ملاقات میں عورتوں کو سحرزدہ کرلیتا ہے۔

وہ عورتوں کو پھانستا تھا۔ ہم نے عورتوں ہی کے ذریعے اسے پھانسنا شروع کیا۔ ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس پیلس میں اس کے تمام خدمت گار یوگا کے ماہر ہوں گے۔ وہ کسی عام شخص کو اپنا ملازم نہیں رکھے گا پھر یہ کہ جو بھی اس سے ملاقات کرتا ہوگا۔ وہ اس ملاقات کرنے والے کے خیالات ضرور پڑھتا ہوگا۔

سونیا ایک ایسی حسینہ کے اندر پہنچ گئی جو اس کی خاص محبوبہ تھی۔ وہ اسے اپنی داشتہ بنا کر پیلس میں رکھتا تھا۔ اس حسینہ کے خیالات سے پتا چلا وہ ہمیشہ پیلس میں نہیں رہتا ہے۔ کبھی کبھی چند دنوں کے لیے کہیں چلا جاتا ہے۔ ان دنوں بھی وہ پیلس میں نہیں تھا۔ راسپوٹین کے چور خیالات سے ہمیں یہ معلوم ہوچکا تھا کہ وہ ماسکو میں ہے۔ اس حسینہ کے خیالات سے پتا چلا کہ ماسکو میں رہنے کے باوجود وہاں سے چند میل کے فاصلے پر اپنے پیلس میں نہیں آرہا ہے۔

میں نے سونیا سے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ ماسکو میں بھی اس کی کوئی پرائیویٹ رہائش گاہ ہے۔ جب تک وہ پیلس میں نہیں آئے گا ہم اس حسینہ کے ذریعے اسے قریب سے نہیں دیکھ سکیں گے۔"

سونیا نے کہا "کوئی جلدی نہیں ہے۔ بکرا کب تک اپنی خیر منائے گا کبھی تو پیلس میں آئے گا۔ ہم اطمینان سے اس کی اسٹڈی کریں گے۔ اس کی بہت سی کمزوریاں معلوم کریں گے پھر اس کے دماغ میں گھسیں گے۔"

بے شک جلدی نہیں تھی۔ ہم نمبرون کے سلسلے میں انتظار کررہے تھے۔ راسپوٹین کے سلسلے میں بھی انتظار کرنے لگے۔

○☆○

نمبرون کے بعد ابھی ایک نمبر تھری تھا۔ وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ اور لندن کے انڈر ورلڈ گاڈ فادر کے سلسلے میں مصروف تھا۔ اس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رسانوں کو ٹریپ کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی لیکن پورس نے اسے ناکام بنا دیا تھا پھر وہ انڈر ورلڈ کے گاڈ فادر کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا یہاں بھی پورس نے اسے گمراہ کیا۔ اسے یہ تاثر دیا کہ وہاں کوئی گاڈ فادر نہیں بلکہ گاڈ مدر ہے اور اس کا نام انیتا ہے۔

وہ انیتا سے متاثر ہوگیا تھا۔ اس نے اس سے دوستی کرنے کے لیے یہ بتایا تھا کہ وہ انڈر گراؤنڈ سیل میں رہ کر بیزار ہوگیا ہے۔ آزادی چاہتا ہے اور آزادی ممکن نہیں ہے۔ انیتا نے پورس کی مرضی کے مطابق اسے تسلی دی تھی کہ وہ حوصلہ نہ ہارے۔ اگر وہ اس کے پاس آتا رہے گا اور انڈر گراؤنڈ کے حالات بتاتا رہے گا تو وہ اس کی نجات کا کوئی راستہ ضرور نکالے گی۔

اس نے انیتا سے کہا تھا کہ وہ اس سلسلے میں غور کرے کہ اسے انیتا پر کس حد تک اعتماد کرنا چاہیے۔ جب اسے اعتماد ہوگا تو وہ انیتا کو اپنے دماغ میں آنے دیا کرے گا۔ اس کی مایوسی اور آزادی کی خواہش سے یہ یقین ہوا تھا کہ وہ انیتا سے دوستی کرے گا اور اسے اپنے اندر آنے دے گا۔

لیکن انیتا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔ پورس نے پلاننگ کی کہ انیتا کی جگہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی سے کام لیا جائے اور آئندہ کیری گرانٹ کو بھی گاڈ فادر کی جگہ رہنے دیا جائے۔ اس کی جگہ وہ خود کیری گرانٹ بن کر رہے گا۔ اس پلاننگ کے مطابق اس نے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے رابطہ کیا اور ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی کو معاون و مددگار کے طور پر طلب کیا۔ انچارج خلیل بن مکرم نے ایک نہایت ہی ذہین تیز و طرار لڑکی ملیزا سے رابطہ کرایا۔ وہ خوش ہو کر پورس سے بولی "یہ میری خوش قسمتی کہ آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ میں اپنی تمام صلاحیتوں سے کام لے کر آپ کو مطمئن کروں گی۔"

پورس نے کہا "فوراً لندن چلی آؤ۔ میں تمہیں انیتا کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ تمہیں اس کا رول ادا کرنا ہے۔ کیری

گرانٹ یہاں انڈر ورلڈ کا گاڈ فادر ہے۔ تم اس کے بھی خیالات پڑھ کر وہاں کے بھی حالات معلوم کر سکو گی۔"

اس نے علیزا کو انیتا اور کیری گرانٹ کے دماغوں میں پہنچا دیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ جلد سے جلد لندن پہنچنا چاہتی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے کے ہیلی کاپٹر میں جا سکتی تھی لیکن ادارے سے باہر نہ جانے کتنے دشمن تاک میں لگے رہتے تھے۔ اس ادارے میں آنے جانے والوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہتے تھے۔ اگر وہ ہیلی کاپٹر سے لندن پہنچتی تو یہاں سے وہاں تک پتا چل جاتا کہ ایک لڑکی اس ادارے سے نکل کر لندن پہنچی ہوئی ہے۔

وہ بذریعہ کار... وہاں سے روانہ ہوئی۔ اگر تعاقب کرنے والے اس کے پیچھے آتے تو وہ آگے کہیں انہیں ڈاج دے کر کار تبدیل کر سکتی تھی ادارے سے لے کر پیرس تک راستے میں اس ادارے کے کئی خفیہ گیراج تھے وہ ڈرائیو کرنے کے دوران خیال خوانی کے ذریعے پہلے انیتا کے خیالات پڑھتی رہی۔ عقب نما آئینے میں بھی دیکھتی رہی۔ کسی پر شبہ نہیں ہو رہا تھا۔

دشمن بھی چالاک ہوتے ہیں۔ گاڑیاں بدل بدل کر تعاقب کرتے ہیں۔ وہ مکمل تربیت یافتہ تھی۔ دھوکا نہیں کھا سکتی تھی۔ اس نے ایک چھوٹی سی آبادی میں پہنچ کر انہیں ڈاج دیا۔ مختلف راستوں اور گلیوں سے گزر کر اس نے ایک ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی۔ خیال خوانی کے ذریعے اطلاع دے چکی تھی کہ دوسری گاڑی تیار رکھی جائے۔ وہ پہلی گاڑی سے اتر کر ہوٹل کے اندر آئی پھر ہوٹل کے مختلف اندرونی راستوں سے گزرتی ہوئی پچھلے دروازے سے نکل کر ایک گلی میں پہنچی۔ وہاں دوسری کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "کیا یہی کار ہے؟"

"یس میڈم! کار میں چابی موجود ہے۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں لوڈ کیا ہوا ریوالور اور پچاس ہزار ڈالر رکھے ہوئے ہیں۔"

وہ اس کار میں آکر بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گئی۔ عقب نما آئینے میں دیکھتی رہی۔ وہاں کوئی کار اس کے پیچھے نہیں آئی تھی۔ وہ انیتا کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر چکی تھی۔ اب کیری گرانٹ کے خیالات پڑھنے لگی۔ کیری گرانٹ یوگا کا ماہر تھا۔ پورس نے علیزا کو مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اسے اس کے اندر پہنچایا تھا۔

وہ پیرس کے ائرپورٹ پہنچنے تک کیری گرانٹ کی پوری ہسٹری پڑھ چکی تھی۔ پورس نے اس کے پاس آکر پوچھا "کہاں پہنچی ہوئی ہو؟"

وہ اپنے ہینڈ بیگ میں پچاس ہزار ڈالر رکھتے ہوئے بولی "ائرپورٹ میں ہوں۔ کسی بھی پہلی فلائٹ سے آ رہی ہوں۔ یہاں کار کے ڈیش بورڈ میں ایک ریوالور رکھا ہوا ہے۔ میں اسے یہیں چھوڑ رہی ہوں۔"

پورس نے پوچھا "کیوں؟ اسے اپنے پاس نہیں رکھو گی؟"

وہ بولی "فرہاد صاحب کے خاندان کا کوئی فرد اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھتا ہے۔ میں آپ کے ساتھ رہ کر دشمنوں سے خالی ہاتھ نمٹنے کی کوششیں کرتی رہوں گی۔"

"تمہارے اندر خود اعتمادی ہے۔ حوصلہ ہے۔ تم ہتھیار کے بغیر کام کر سکو گی یہ ہمارا تجربہ ہے کہ بعض اوقات برے وقت نہ ہتھیار کام آتے ہیں نہ ٹیلی پیتھی کام آتی ہے۔ ہم صرف ذہانت اور حاضر دماغی سے محفوظ رہتے ہیں۔"

وہ کاؤنٹر پر آکر لندن جانے والی فلائٹس کے بارے میں معلوم کر رہی تھی۔ ایک گھنٹے بعد ہی ایک فلائٹ وہاں سے روانہ ہونے والی تھی۔ اس میں کوئی سیٹ خالی نہیں تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ایسی سیٹ حاصل کرنے لگی۔ جس کا مسافر ابھی وہاں آیا تھا۔ کاؤنٹر گرل سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ اس شخص کے دماغ میں پہنچ کر اس کے سفر کا ارادہ ملتوی کرنے لگی۔ وہ کاؤنٹر گرل سے بولا "میں لندن جانا چاہتا ہوں لیکن دل گھبرا رہا ہے۔ میری سیٹ کینسل کر دو۔ آج میں سفر نہیں کروں گا۔"

علیزا نے کاؤنٹر گرل سے کہا "پھر تو میں لکی ہوں۔ ٹھیک وقت پر یہاں پہنچ گئی ہوں۔ ان کی سیٹ مجھے دے دیں۔"

اس شخص نے مسکرا کر کہا "یوں لگتا ہے۔ جیسے تم میری ہی تاک میں لگی ہوئی تھیں۔ میں لندن جانا چاہتا تھا مگر تمہارے پاس آتے ہی ارادہ بدل گیا ہے۔ تم کیا چیز ہو؟ کیا ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "اگر ٹیلی پیتھی جانتی تو یہاں آنے سے پہلے گھر بیٹھے کسی کی بھی ریزرویشن تبدیل کرا سکتی تھی۔ کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

وہ بولا "میرے جاننے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا تم مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گی؟ مگر نہیں آنے دو گی۔ میں جانتا ہوں۔ سانس روک لو گی۔"

پورس نے کہا "اسے آنے دو۔ وہ تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "سانس روکنے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا تم دماغ میں نہیں آسکو گے؟ میں نے تو سنا ہے ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے بھی دماغ میں چلے آتے ہیں۔ تم میرے دماغ میں آکر دیکھو۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس نے اجنبی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا انجان بن کر سوچنے لگی "ہائے۔ کیا یہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میری یہ شدید خواہش ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میری زندگی میں آئے اور مجھے ہمیشہ کے لیے اپنی لائف پارٹنر بنا لے۔ زندگی کتنے عیش و آرام سے گزرے گی۔"

اس کے اندر ایک اجنبی نے کہا "اچھا تو تمہارا آئیڈیل کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ شاید میں تمہارا آئیڈیل بن سکتا ہوں۔"

پورس نے محسوس کیا۔ علیزا کے سامنے جو شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس کی آواز مختلف تھی۔ ابھی علیزا کے اندر بولنے والے کا لب و لہجہ اس سے الگ تھا۔ پورس نے اس سامنے والے شخص کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا اور نہ ہی اس نے پورس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ شخص ایک آلہ کار تھا۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر آتا رہتا تھا۔

اس شخص کے خیالات نے بتایا کہ کوئی اس کے اندر آکر بولتا ہے اس سے بڑے مشکل کام کراتا ہے اور اسے ہزاروں ڈالرز دیا کرتا ہے۔ وہ چند ماہ میں بہت دولت مند بن گیا ہے۔ ابھی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے لندن آنے کا حکم دیا تھا۔ اس سے کوئی ضروری کام لینا چاہتا تھا۔ اب وہ اس کے اندر آکر کہہ رہا تھا "تم کسی دوسری فلائٹ سے آجاؤ اپنے ٹکٹ پر اس لڑکی کو آنے دو۔"

پھر اس نے علیزا سے کہا "میں تمہاری یہ خواہش پوری کروں گا۔ مجھ سے لندن میں ملو۔ مجھ سے مل کر تمہیں مایوسی نہیں ہوگی۔ میں تیس برس کا جوان ہوں۔ تم چاہو گی تو میں تمہیں ہمیشہ گرل فرینڈ بنا کر رکھوں گا تم جس شخص کا ٹکٹ لے رہی ہو یہ میرا غلام ہے۔ یہ تمہیں ایک چھوٹا سا پیکٹ دے رہا ہے۔ اسے چھپا کر رکھ لو۔ میں لندن میں تم سے یہ پیکٹ لوں گا۔"

علیزا نے اس شخص سے وہ پیکٹ لے کر اپنے سفری بیگ میں رکھ لیا پھر وہاں سے جہاز میں سوار ہونے کے لیے جانے لگی۔ اس سے بولی "اس پیکٹ میں کیا ہے؟ کیا کسٹم والے مجھے نہیں پکڑیں گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم نے ابھی ٹیلی پیتھی کا کمال نہیں دیکھا ہے میں کسٹم والوں کو غائب دماغ بنا دوں گا۔ وہ اس پیکٹ کو دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھیں گے۔ ٹیلی پیتھی جسے چاہتی ہے عارضی طور پر اندھا بنا دیتی ہے۔ تم چلو میں تمہیں یہ کمال دکھاؤں گا۔"

وہ حیرت اور مسرت کا اظہار ایسے کر رہی تھی۔ جیسے ٹیلی پیتھی اس کے لیے عجوبہ ہو۔ اس نے پوچھا "کیا تم مسلسل میرے دماغ میں رہو گے؟"

"کیا میری موجودگی تمہیں پریشان کر رہی ہے؟"

"تم میرے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتے ہو۔ میں بہت حساس ہوں کوئی غیر معمولی بات ہو تو اسے برداشت نہیں کرتی ہوں۔ زندگی میں پہلی بار پرائی سوچ کی لہریں میرے اندر آئی ہیں۔ میں ایک نہ معلوم سی بے چینی اور بوجھ محسوس کر رہی ہوں۔"

"ہاں میں تمہاری اس بے چینی کو محسوس کر رہا ہوں۔ ٹھیک ہے۔ میں مسلسل تمہارے دماغ میں نہیں رہوں گا۔ لندن پہنچو گی تو تمہارے دماغ میں آؤں گی۔ ابھی جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ علیزا نے سمجھ لیا کہ اس کی سوچ کی لہریں جا چکی ہیں۔ وہ طیارے میں آکر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے پورس کے دماغ میں آکر کہا "پتا نہیں اس پیکٹ میں کیا ہے؟ میں اسے کھول رہی ہوں۔ تم بھی دیکھو۔"

وہ اسے کھول کر دیکھنے لگی۔ اس پیکٹ کے اندر ایک کمپیوٹر ڈسک رکھا ہوا تھا۔ وہ بولی "پیکٹ میں صرف یہی ہے۔ پتا نہیں اس ڈسک میں کیا ہوگا؟ ایک اندازے سے کہہ سکتی ہوں کہ فرانسیسی حکومت کا کوئی راز لندن پہنچایا جا رہا ہے۔"

"تمہارا اندازہ درست ہو سکتا ہے اور آگے سوچو۔ آج کل فرانسیسی حکومت کا اہم راز کیا ہو سکتا ہے؟"

وہ بولی "یہاں نئی ٹرانسفارمر مشین تیار ہو چکی ہے۔ کتنے ہی فرانسیسی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے جا رہے ہیں۔"

"تم صحیح سمت میں سوچ رہی ہو۔ اب بتاؤ یہ راز کون چرا سکتا ہے۔"

وہ بولی "جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے۔ چرانے والا ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ لندن میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ میں خیال خوانی کرنے والے سراغ رساں ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں آپ تمام افراد کی کارکردگی کے سلسلے میں تازہ ترین رپورٹ پہنچتی رہتی ہے اور

ہم سب اس ادارے میں بیٹھ کر آپ لوگوں کی دن رات کی مصروفیات کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرتے رہتے ہیں۔"

وہ پورس کے سلسلے میں حالیہ رپورٹ سنانے لگی کہ اس نے اسکاٹ لینڈیارڈ کے چار سراغ رسانوں کو فرانس جانے سے روک دیا تھا۔ ان کی جگہ تھری جے کو قید سے رہائی دلائی تھی اور انہیں وہاں سے نکال کر فرانس کے ایک ویران ساحل پر پہنچا دیا تھا۔

علیزا نے یہ تمام رپورٹ سنانے کے بعد کہا "آپ اسکاٹ لینڈیارڈ کے سراغ رسانوں کو ان کے مشن میں ناکام بنا رہے ہیں لیکن آپ کی لاعلمی میں کچھ ایسے سراغ رساں ہیں۔ جو فرانس کے اہم افراد کو آلہ کار بنا کر فرانس کی ٹرانسفارمر مشین اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں اہم معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ وہ معلومات اس ڈسک میں ہیں۔"

پورس نے کہا "اس طرح تم اس نتیجے پر پہنچ رہی ہو کہ فرانس کے اہم راز کو اس ڈسک میں محفوظ کر کے وہاں سے چرا لانے والا اسکاٹ لینڈیارڈ کا کوئی سراغ رساں ہے۔"

"میں اسی نتیجے پر پہنچ رہی ہوں۔ لندن ائرپورٹ میں جو ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے ملے گا۔ وہ اسکاٹ لینڈیارڈ کا سراغ رساں ہوگا آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟"

"میں تم سے متفق ہوں۔ ایسا ہی سمجھ رہا ہوں لیکن بعض اوقات ہمارے اندازے کے خلاف کوئی بات ہو جاتی ہے۔"

"جو ہوگا دیکھا جائے گا مجھے بڑا مزہ آ رہا ہے۔ ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد پہلی بار مجھے ادارے سے باہر آ کر عملی طور پر بہت کچھ کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ آپ اس ڈسک کے سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟ کیا اسے اس کے حوالے کیا جائے گا؟ یا اسے دھوکا دیا جائے گا؟"

"اگر میں کہوں کہ اسے دھوکا دینا چاہیے تو تم کیا کرو گی؟"

وہ بولی "لندن میں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں ہیں۔ میں ان سے کہوں گی کہ وہ ایسی ہی ایک ڈسک لے کر فوراً ائرپورٹ پہنچیں۔ وہاں کے کسی فرد کو آلہ کار بنا کر اسے میرے قریب بھیج دیں وہ ایک ڈسک لے کر میرے پاس آئے گا۔ طیارے سے اترتے وقت اس ڈسک کا تبادلہ ہو جائے گا۔"

"شاباش! تمہیں یہی کرنا چاہیے۔ ابھی اپنے لوگوں سے رابطہ کرو اور انہیں ایک فاضل ڈسک لانے کو کہو۔ ائرپورٹ کے عملے کا کوئی اہم فرد آلہ کار بن کر جہاز کے قریب تمہارے پاس آئے گا تو کوئی اسے نہیں روکے گا۔ تم میرے انداز میں سوچتی ہو اور پلاننگ کرتی ہو۔"

"شکریہ۔ میں آپ کی اور مسٹر پارس کی ڈیلی رپورٹ توجہ سے پڑھتی ہوں۔ آپ لوگوں کے طریقہ کار کو بڑی حد تک سمجھنے لگی ہوں۔"

وہ اپنی پلاننگ کے مطابق ڈسک کے تبادلے کے سلسلے میں خیال خوانی کرنے لگی۔ لندن پہنچنے تک وہی ہوا جو وہ چاہتی تھی۔ طیارے سے اترتے وقت ایک سیکیورٹی افسر نے وہیں اس کے سفری بیگ کو کھول کر چیک کیا پھر اس پیکٹ سے اصل ڈسک کو نکال کر دوسری ڈسک رکھ دیا۔

وہ اپنا سفری بیگ اٹھا کر کسٹم والوں کے پاس آئی۔ ایسے وقت وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں آ گیا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "یہاں جو بھی افسر تمہارا بیگ چیک کرے گا میں اسے غائب دماغ بنا دوں گا تم بخیریت وزیٹرز لابی میں آ جانا۔ میں یہاں انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر بعد ایک کسٹم افسر کے سامنے سے گزر کر آ گئی۔ اس نے سفری بیگ کو کھول کر دیکھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اسے غائب دماغ بنا دیا گیا ہے۔ وہ توجہ سے چیک نہیں کرے گا۔

پھر یہی ہوا۔ افسر نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ وہ مسکراتے ہوئے وہاں سے وزیٹرز لابی میں آئی۔ ایک درمیانے قد کے جوان نے اس کے سامنے آ کر کہا "ہائے علیزا! میں ہوں تمہارا اجنبی دوست۔"

وہ بولی "میں کیسے یقین کروں کہ تم وہی ہو؟"

اس نے دماغ میں آ کر کہا "دیکھو میں باہر بھی ہوں اور تمہارے اندر بھی۔ کیا یقین آیا؟"

وہ مسکرا کر مصافحہ کرتے ہوئے بولی "تم نے تو کمال کر دیا۔ اس افسر نے بیگ کو کھول کر دیکھا لیکن اسے چیک نہیں کیا۔"

"ابھی میں بہت سے کمالات دکھاؤں گا۔ میرے ساتھ چلو۔"

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے ایک کار میں آ کر بیٹھ گئی پھر بولی "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"فی الحال ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں میرا ایک سوئٹ ہے۔ تم کہو گی تو تمہارے لیے ایک بہت بڑا بنگلا خرید لوں گا۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ مجھ سے مل کر کتنی دولت مند بننے والی ہو؟"

وہ بڑی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ اپنے دولت مند بننے پر حیران ہو رہی تھی۔ اس نے ہوٹل کے سوئٹ میں پہنچ کر اپنے سفری بیگ کو کھولا پھر اس میں سے پیکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ ہے تمہاری امانت۔ اسے کھول کر دیکھ لو۔"

وہ مسکرا کر بولا "کیا دیکھوں؟ مجھ سے پہلے تم اسے کھول کر دیکھ چکی ہو۔ کیا اس پیکٹ کے اندر وہی پہلے والا ڈسک ہے؟"

وہ حیرانی ظاہر کرتی ہوئی بولی "تم کیسے جانتے ہو کہ میں نے اسے کھول کر دیکھا تھا؟ کیا اس وقت تم میرے دماغ میں موجود تھے؟"

"تم میری موجودگی سے بے چینی محسوس کرتی ہو۔ اس لیے میں جہاز کے ایک مسافر کے اندر رہ کر تمہیں دیکھ رہا تھا۔ تم اس پیکٹ کو کھول کر ڈسک نکالنے کے بعد سوچ میں گم ہو گئی تھیں۔ مجھے شبہ ہوا کہ تم خیال خوانی کر رہی ہو یا پھر کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہارے اندر موجود ہے۔ تب میں تمہارے اندر پہنچ گیا۔"

وہ اتنا کہہ کر چپ ہو گیا۔ باقی باتیں علیزا اور پورس کی سمجھ میں آ گئیں۔ کیونکہ پورس اس وقت جہاز میں اس کے اندر رہ رہا تھا۔ اس کی موجودگی کے باعث علیزا نے اس اجنبی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔

وہ دونوں ڈسک کو تبدیل کرنے کے سلسلے میں باتیں کر رہے تھے اور وہ اجنبی سن رہا تھا۔ اب وہ ہوٹل کے سوئٹ میں پہنچنے کے بعد کہہ رہا تھا "تم بہت گہری ہو۔ تم اپنے کسی یار سے باتیں کرنے میں مصروف تھیں۔ ایسے وقت میں نے تمہارے مختصر سے چور خیالات پڑھے تھے۔ تم نے بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی سیکھی ہے اور زبردست ٹریننگ حاصل کی ہے۔ تمہارے پیچھے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

وہ بولی "میری طاقت کا علم ہونے کے باوجود تم مجھے یہاں لے آئے ہو۔ کیا تم اپنے اطراف خطرہ محسوس نہیں کر رہے ہو؟"

"تمہاری اصلیت معلوم ہوتے ہی میں اپنے لیے حفاظتی انتظامات کر چکا ہوں۔ ابھی تمہیں کمزور بنا کر یہاں سے لے جاؤں گا۔ جو لوگ تمہارے اندر رہ کر میری باتیں سن رہے ہیں۔ وہ یقین کر لیں کہ کسی نے مجھے نقصان پہنچانا چاہا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے ریوالور نکال کر قریبی میز پر سے ایک بھری ہوئی سرنج اٹھائی پھر اس کی طرف بڑھا کر کہا "اسے خود ہی اپنے جسم میں انجیکٹ کرو۔ کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ ذرا سی کمزوری ہوگی۔ انکار کرو گی تو گولی مار کر زخمی کروں گا۔"

اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا اور دوسرے ہاتھ میں سرنج تھی۔ وہ سرنج لینے کے لیے آگے بڑھی۔ اس نے کہا "کوئی چالاکی نہ دکھانا ورنہ گولی چل پڑے گی۔"

وہ بہت محتاط اور مستعد کھڑا ہوا تھا۔ کسی بھی چال بازی سے نمٹنے کے لیے تیار تھا لیکن نفسیاتی حملے اکثر کامیاب ہوتے ہیں۔ وہ بولی "تم نے مجھے مجبور اور بے بس بنا دیا ہے۔ میں تمہارا کچھ بگاڑ تو نہیں سکوں گی مگر اپنے اندر کا غصہ نکالنے کے لیے تمہیں گالیاں ضرور دوں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کمزور عورتیں ہمیشہ گالیاں دیتی ہیں۔ میں برا نہیں مانوں گا۔ یہ انجکشن لو۔ دیر نہ کرو۔"

علیزا نے ہاتھ بڑھا کر اس سے سرنج لیتے وقت اچانک ہی اس کے منہ پر تھوک دیا۔ وہ سمجھ رہا تھا۔ صرف گالیاں دے گی۔ اس کے اچانک تھوکنے سے وہ ذرا سا گڑبڑا گیا۔ یوں گڑبڑاتے ہی علیزا نے اس کے ریوالور والے ہاتھ کو پکڑ کر اوپر اٹھایا۔ دوسرے ہاتھ سے سرنج کو اس کے جسم میں گھونپ دیا۔ سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گولی نکل کر چھت میں پیوست ہو گئی۔ وہ دوسری گولی چلانے کے قابل نہ رہا۔ علیزا نے ایسا داؤ استعمال کیا تھا کہ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ دوسری طرف وہ دوا زود اثر تھی۔ وہ کمزوری محسوس کرنے لگا تھا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ علیزا نے گھوم کر اس کے منہ پر ایک کک ماری۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑا کر ایک صوفے پر گر پڑا پھر وہاں سے اٹھنے کے قابل نہ رہا۔

وہ اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ کر بولی "حال کیا ہے جناب کا؟ اس وقت تمہارے چور خیالات پڑھے جا رہے ہیں۔ تمہاری اصلیت معلوم کی جا رہی ہے۔ تم نے تو اپنی حفاظت کے سلسلے میں بڑے زبردست انتظامات کیے تھے۔ مجھے یہ معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے بعد یہاں میرے لیے اور کوئی خطرہ ہے یا نہیں۔"

پورس اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ ایک اتنا مشہور و معروف اور اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ جس کی وہاں موجودگی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی اور کبھی یہ سوچا نہیں جا سکتا تھا کہ وہ اچانک اس طرح شکنجے میں آ جائے گا۔

وہ بائرن ٹوڈ تھا۔ وہ ماضی میں مجھ سے ٹکرا رہا تھا۔ اب قلعے میں مسٹری مین، راسپوٹین (اولڈ مین) اور امریکی ٹیلی

پیتھی جاننے والوں سے ٹکرا رہا تھا۔ ان دنوں لندن میں مقیم تھا۔ وہاں رہ کر انڈر ورلڈ کی بادشاہت حاصل کرنے کی کوششیں کررہا تھا۔

ایک بار جب وہ ہانگ کانگ میں تھا تو میرے شکنجے میں آگیا تھا اس کے ساتھی ہاروے نے کسی طرح اسے رہائی دلائی تھی۔ اب ادارے کی ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی طالبہ نے اسے چاروں شانے چت کردیا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ لندن میں رہ کر فرانس اور اسکاٹ لینڈیارڈ میں پیدا ہونے والے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سلسلے میں معلومات حاصل کرتا رہتا ہے۔

اس نے فرانس کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لب ولہجے ریکارڈ کیے تھے۔ ان کے نام پتے اور تصویریں بھی حاصل کی تھیں۔ چونکہ وہ یہ تمام باتیں یاد نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس لیے اس نے ان تمام معلومات کی ایک ڈسک تیار کرلی تھی۔ اس کا ایک آلہ کار ڈسک کو اس کے پاس پہنچانے والا تھا۔ ایسے وقت علیزا اس کے راستے میں آگئی تھی۔ اس نے اسے ایک معمولی لڑکی سمجھ کر اپنا آلہ کار بنایا تھا۔ جب طیارے میں اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع ملا تو یہ معلوم کرکے خوش ہوگیا کہ اس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے اور وہ پورس کے ساتھ کام کرنے کے لیے لندن جارہی ہے۔

بائرن ٹوڈ میری کسی نہ کسی کمزوری سے کھیلنے کی کوششیں کرتا رہتا تھا۔ پہلی بار اس نے شیوانی کو اغوا کیا تھا۔ پورس نے اس کی سزا اسے دی تھی۔ اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جہنم میں پہنچا دیا تھا۔ دوسری بار وہ شیوانی کو زچگی کے دوران میں ختم کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت راسپوٹین شیوانی کو ہلاک کرنے آگیا تھا۔ وہ بھی میری بہو کو اور پوتے کو ہلاک کرکے میرے لیے زبردست چیلنج بننا چاہتا تھا۔

بہرحال تیسری بار پھر اسے پورس کی ایک نئی ساتھی علیزا کو ٹریپ کرنے کا موقع مل رہا تھا۔ وہ اسے اپنے شکنجے میں رکھ کر تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ پورس سے، فرہاد علی تیمور سے اور بابا صاحب کے ادارے سے ٹکرا جاتا ہے اور ان کی کمزوریوں سے کھیل کر انہیں بے بس بنا دیتا ہے۔

پورس نے کہا "ہم کسی سے دشمنی کرنے کے لیے اس کے گھر نہیں جاتے مگر تم لوگ خواہ مخواہ ہمارے راستوں میں آجاتے ہو۔ تم نے میری شیوانی سے دشمنی کی تھی۔ اب علیزا سے دشمنی کرنے آئے تھے۔ سوچو کہ تمہارا کیا انجام ہونے والا ہے؟"

اس نے اب تک اتنی دشمنی کی تھی کہ اب سمجھوتا کرنے کی کوئی بات نہیں کرسکتا تھا۔ پورس نے مجھے مخاطب کرکے کہا "بابا! بائرن ٹوڈ نے پھر مجھ سے دشمنی کرنے کی کوشش کی تھی۔ ہمارے ادارے کی ایک طالبہ نے بڑی ذہانت اور دلیری کا ثبوت دیا ہے۔ بائرن ٹوڈ کو دماغی کمزوری میں مبتلا کردیا ہے۔ اب آپ مشورہ دیں کہ مجھے اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟"

میں نے کہا "اسے میرے حوالے کردو۔ یہ میرا شکار ہے اور وہ طالبہ کون ہے؟ کیا نام ہے اس کا؟"

پورس نے علیزا سے کہا "پاپا تمہیں پوچھ رہے ہیں۔ ان کے پاس جاؤ۔"

وہ خوش ہوگئی۔ میرے پاس آکر لرزتی ہوئی آواز میں بولی "سر! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ میں آپ کے پاس آگئی ہوں۔ آج کا دن میں کبھی نہیں بھولوں گی۔ آپ نے مجھے بلایا ہے۔ مجھے حکم دیں ابھی تعمیل کروں گی۔ آپ کی توقع پر پوری اتروں گی۔"

میں نے کہا "تم ابتدائی مرحلے میں ہماری توقع سے زیادہ کام دکھا چکی ہو۔ تم نے ایک بہت ہی زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والے کو زیر کیا ہے۔ میں نے تمہیں وش کرنے کے لیے بلایا ہے۔ آئی وش یو گڈ لک اب جاؤ اور خوب حاضر دماغی سے کام کرتی رہو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر خوشی کے مارے ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی۔ اس ہوٹل سے نکل کر پورس کے پاس جانے والی تھی۔ میں نے سونیا سے کہا "بائرن ٹوڈ ایک کچلے ہوئے سانپ کی طرح بے بسی سے ایک ہوٹل کے کمرے میں پڑا ہوا ہے۔ بولو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟ میں اسے آسان موت نہیں دینا چاہتا۔"

"وہ ہم سے لڑتا ہی رہا ہے۔ آج کل قلعے کے اندر رہتے ہوئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے جنگ کررہا ہے۔ جس طرح بدترین مجرم کو خوں خوار کتوں کے حوالے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اسے تمام مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حوالے کردو۔ وہ سب مل کر اسے نوچتے کھسوٹتے رہیں گے۔"

وہ راسپوٹین کے پاس گئی۔ اس نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کرنے کے لیے ایک آلہ کار کو مقرر کیا تھا۔ وہ اس کے دماغ میں آکر بولا "تم میرے پاس یونہی نہیں آئی ہو۔ آنے کا مقصد بتاؤ۔"

"تمہارے پاس جب بھی آؤں گی۔ تمہیں فائدہ پہنچاؤں گی۔"

"میں مانتا ہوں تم نے ایک بار بڑا زبردست فائدہ پہنچایا ہے۔ میں تمہارے ذریعے قلعے میں پہنچ گیا ہوں۔"

سونیا نے کہا "اس قلعے میں تمہارے کئی دشمن ہیں۔ کیا تم دشمنوں کی تعداد کم کررہے ہو؟"

"میں کم کرنا چاہتا ہوں۔ تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہاں میرے بعد ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا پہنچ گیا ہے۔ اس کے بعد زاؤ کوم کو برا پہنچ گیا ہے۔ میں تمہاری مکاریوں کو سمجھ رہا ہوں۔ تم ہم سب کو قلعے کے پنجرے میں پہنچا کر ایک دوسرے سے لڑا رہی ہو۔"

"میں نے تم پر احسان کیا ہے۔ تم سے کوئی مکاری نہیں کی ہے۔"

"پہلے اس قلعے میں پہنچنا تقریباً ناممکن تھا۔ اب اچانک ممکن کیسے ہوگیا ہے؟ صرف تم وہاں پہنچنے کے راستے جانتی ہو اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وہاں پہنچاتی رہتی ہو۔"

"میں تمہیں پھر ایک فائدہ پہنچانے آئی تھی مگر تم مجھے الزام دے رہے ہو۔ میری مکاریاں تمہارے حواس پر چھا گئی ہیں۔ ٹھیک ہے میں جارہی ہوں۔"

"پلیز ابھی نہ جانا۔ اتنا تو بتا دو کہ مجھے اور کس طرح فائدہ پہنچانا چاہتی ہو۔"

"اب میں قلعے سے دشمنوں کو ختم کرتے رہنے کے راستے پر تمہیں لے جانا چاہتی ہوں مگر تم اس قابل نہیں ہو۔"

"میڈم مجھ سے غلطی ہوگئی۔ سچ بتاؤ کیا واقعی تم اس قلعے سے میرے دشمنوں کو ختم کرسکتی ہو؟ تعجب ہے۔ میں ہزار کوششوں کے باوجود کسی کو ٹریپ نہیں کرپا رہا ہوں۔ تم کہاں رہتی ہو؟ کیا کرتی ہو؟ کس طرح دشمنوں تک پہنچ جاتی ہو؟ سچ بتاؤ کیا قلعے سے کوئی دشمن کم ہوسکتا ہے؟ اگر تم نے ایسا کر دکھایا تو میں تمہیں دیوی مان کر تمہاری پوجا کرتا رہوں گا پھر کبھی تمہیں غلط نہیں سمجھوں گا۔"

"تم میری پوجا کردیا نہ کرو۔ میں تمہیں بائرن ٹوڈ کے اندر پہنچا رہی ہوں۔ ابھی جاؤ۔ میں نے اس کے دماغ کے دروازے کھول دیے ہیں۔"

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اسے بائرن ٹوڈ کے اندر جگہ مل گئی۔ وہ حیرت اور مسرت سے واپس لوٹا "میڈم آپ کیا چیز ہیں؟ کاش میں آپ کے پیٹ سے پیدا ہوتا۔ کیا میں آپ کو ماں کہہ سکتا ہوں؟ آپ کو ماں کہہ کر فخر کرسکتا ہوں۔"

وہ بولی "بیٹے! بڑھاپے میں ماں نہیں ملتی۔ موت ملتی ہے اس سے پہلے کہ کوئی اس کے دماغ میں پہنچ کر قبضہ جمائے تم اسے اپنے شکنجے میں کس لو۔ اگر اس کے ساتھی اس کے اندر پہنچ جائیں گے تو تمہیں اسے ٹریپ کرنے کا موقع کبھی نہیں دیں گے۔"

دوسری طرف میں نے ہاروے سے کہہ دیا تھا کہ بائرن ٹوڈ ہم سے ٹکرانے کی سزا پا رہا ہے۔ "جاؤ اپنے ساتھی کو سزا سے بچاؤ۔"

ہاروے فوراً ہی اپنے دوسرے ساتھی بیکر برائٹ کے ساتھ اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں راسپوٹین قہقہہ لگا کر کہہ رہا تھا "تم قلعے میں مجھ سے ٹکرا رہے تھے۔ اب کیسے ٹکراؤ گے؟ تم تو خارش زدہ کتے بن گئے ہو۔ اب تو میرے غلام بن کر ہی زندہ رہو گے۔"

بائرن ٹوڈ کمزوری کے باعث سو رہا تھا۔ وہ اس کی کسی بات کا جواب دینے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ہاروے اور بیکر برائٹ اپنے ساتھی کی کمزوری اور بے بسی کو سمجھ رہے تھے۔ اس وقت خاموش تھے۔ راسپوٹین کو اس پر تنویمی عمل کرنے کا موقع دینا چاہتے تھے۔ ایسے وقت اس کے دماغ میں موجود رہ کر اس کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔ وہ بعد میں کوئی موقع دیکھ کر اپنے ساتھی کو اس کے شکنجے سے نکال سکتے تھے۔

سونیا نے ایک آلہ کار کے ذریعے مسٹری مین سے کہا "جس طرح قلعے کے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا میلہ لگ چکا ہے۔ اسی طرح بائرن ٹوڈ کے اندر بھی میلہ لگ رہا ہے۔ تم بھی میلہ لوٹنے جاسکتے ہو دیر کرو گے تو وہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

اس نے دیر نہیں کی۔ بائرن ٹوڈ کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں راسپوٹین تنویمی عمل شروع کررہا تھا۔ مسٹری مین نے کہا "ابے او بڈھے گھوسٹ! کیا یہ دماغ تیرے باپ کی جاگیر ہے؟ میں تجھے اس پر قبضہ جمانے نہیں دوں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم کہاں سے مرنے آگئے؟"

میں نے کوبرا کو بھی اس کے اندر پہنچا دیا تھا۔ اس نے کہا "میں بھی یہاں پہنچ گیا ہوں لیکن مرنے نہیں مارنے آیا ہوں۔"

راسپوٹین نے غصے سے پوچھا "کیا مصیبت ہے؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ابھی بائرن ٹوڈ کے اندر تمہیں جگہ مل سکتی ہے؟"

مسٹری مین نے کہا "یہی سوال میں تم سے کرتا ہوں۔ تمہیں کیسے پتا چلا کہ یہ دماغی طور پر ابھی کمزور ہے؟"

"میرے اپنے ذرائع ہیں۔ میں معلومات حاصل کرنے کے لیے ستاروں سے بھی آگے پہنچ جاتا ہوں۔"

کوبرا نے کہا "اور میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں سے گزر جاتا ہوں۔ سب ہی اپنے خفیہ ذرائع رکھتے ہیں۔"

مسٹری مین نے کہا "جس طرح ہم میڈم مارلی کے قلعے میں پہنچ گئے تھے۔ اسی طرح یہاں ایک کے بعد ایک پہنچ رہے ہیں۔ اس کے ساتھی ہاروے اور بیکر برائٹ بھی اس کے اندر خاموشی سے موجود ہوں گے۔ کسی نے مجھ سے درست کہا ہے کہ قلعے کی طرح یہاں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا میلہ لگ رہا ہے۔"

کوبرا نے کہا "یو اولڈ مین! بائرن ٹوڈ کو ہم میں سے کوئی ہپناٹائز نہیں کرسکے گا۔ ہم اس کے اندر رہ کر اسے زیادہ سے زیادہ دماغی مریض بناسکتے ہیں یا ہلاک کرسکتے ہیں۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔ میں تو اسے مار ڈالوں گا۔ ایک دشمن تو کم ہوگا۔"

ہاروے نے کہا "جب تک ہم اس کے اندر ہیں اسے مرنے یا عذاب میں مبتلا نہیں ہونے دیں گے۔"

راسپوٹین نے کہا "میں بھی بائرن ٹوڈ کو مرنے نہیں دوں گا۔ یہ زندہ رہے گا تو آئندہ کبھی اس سے فائدہ اٹھاسکوں گا۔ لہٰذا میں ہاروے اور بیکر برائٹ کی طرح اس کے دماغ پر سختی سے قبضہ جمائے رکھوں گا۔ کوئی اس کے اندر زلزلہ پیدا نہیں کرسکے گا۔"

مسٹری مین نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "ہم اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرچکے ہیں کہ یہ لندن میں ہے اور ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے سوئٹ میں بے یارومددگار پڑا ہوا ہے۔ یہاں میں انڈرورلڈ کا گاڈ فادر ہوں۔ میرے آلہ کار ابھی اس ہوٹل میں پہنچ کر اسے گولی ماردیں گے۔"

کوبرا ابھی لندن میں ہی تھا۔ وہ اپنی موجودگی وہاں ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "میرے آلہ کار بھی اس ہوٹل میں پہنچنے والے ہیں اب ہمیں کوئی روک سکتا ہے تو روک لے۔"

مسٹری مین اور کوبرا اس سلسلے میں ہم خیال تھے۔ بائرن ٹوڈ کو مار کر قلعے کے اندر سے ایک دشمن کو مٹادینا چاہتے تھے۔ دوسری طرف ہاروے اور بیکر برائٹ اپنے ساتھی کو بچانا چاہتے تھے۔ راسپوٹین بھی ان کے ساتھ ہوگیا تھا۔

ہاروے اور بیکر برائٹ ان کی بحث کے دوران میں اپنے آلہ کاروں کے ذریعے بائرن ٹوڈ کو اس ہوٹل سے نکال کر لے جارہے تھے یہ بات اس کے مخالفین کو معلوم ہوگئی تھی۔ اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کرسکتے تھے۔ اسے گاڑی کے پچھلے حصے میں ایک اسٹریچر بیڈ پر لٹایا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے تھے۔ تاکہ دشمن اسے اٹھنے پر مجبور کرکے وہ اٹھ نہ سکے۔

مسٹری مین اور کوبرا نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہا مگر ناکام رہے۔ ہاروے، بیکر برائٹ اور راسپوٹین نے بڑی مضبوطی سے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔

وہ گاڑی ایک جگہ رک گئی۔ وہ معلوم نہ کرسکے کہ ہاروے وغیرہ نے اسے کہاں روکا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص گاڑی کے پچھلے حصے میں آیا پھر اس نے ایک زوردار ٹھوکر بائرن ٹوڈ کے بازو میں دے دی۔ اس کے ساتھ ہی وہ بے ہوش ہوگیا۔

مسٹری مین نے ایک آلہ کار کے ذریعے ہاروے سے کہا "اسے کب تک بے ہوش رکھو گے؟ ہم قلعے سے ایک دوسرے سے تعاون کرسکتے ہیں۔ اگر تم تعاون کروگے تو میں انڈرورلڈ کی آمدنی میں سے تمہیں حصہ بڑے مسائل پر توجہ دو۔"

کوبرا نے کہا "تم سب ایڑی چوٹی کا زور لگالو۔ ہم قلعے میں بھی ایک دوسرے سے چھیننے جھپٹنے کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ تم چاہو گے کہ میں یہاں قلعے میں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ سب تمہارے تمام مخالفین کے خلاف تمہارا ساتھ دوں۔ میرے دوسرے کے لیے مسائل پیدا کررہے تھے۔ اب بائرن ٹوڈ کا ساتھ دینے سے میرے جیسا ایک مخالف تمہارے راستے سے زندگی اور موت کا ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگیا تھا۔ وہ سمجھ جائے گا میں تمہارے لیے آسانیاں کیوں پیدا کروں؟"

مسٹری مین نے کہا "تم خردماغ ہو۔ بائرن ٹوڈ کو ہلاک کرنے کے سلسلے میں میرے ہم خیال ہو۔ ہم دونوں مل کر تم کرسکیں گے۔ اسی طرح ہم دونوں مل کر لندن میں بھی بہت کچھ کرسکیں گے۔"

"تم مجھے باتوں میں الجھا کر مجھ سے یہ اگلوانا چاہتے ہو کہ ابھی لندن میں ہوں۔ چلو میں یہاں ہوں۔ آؤ مجھے ڈھونڈ نکالو۔"

"مجھے چیلنج نہ کرو۔ اگر تم لندن میں ہو تو میں چند گھنٹوں میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا پھر تمہارے جیسے گدھے کو ٹیلی پیتھی کے اصطبل کا گدھا بنا کر رکھوں گا۔ لعنت ہے تم پر۔"

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ علیزا بائرن ٹوڈ کو دماغی کمزوری میں مبتلا کرنے کے بعد اس ہوٹل کے پچھلے دروازے سے باہر آگئی تھی۔ وہاں ایک اسٹریٹ میں پورس اس کا منتظر تھا۔ وہ اس کے پاس آکر کار میں بیٹھ گئی۔ اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولی "یہ ہماری پہلی ملاقات ہے۔ میں آپ کی بہترین دوست راست بن کر رہنے کی کوشش کروں گی۔ ابھی ہم کہاں چل رہے ہیں؟"

وہ کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "میں تمہیں اپنے بنگلے میں لے جارہا ہوں۔ وہاں تمہیں ہپناٹائز کروں گا۔ تمہیں مکمل طور پر اپنا بناؤں گا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا نمبر تھری انیتا کے اندر آتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ یہاں انڈرورلڈ کی ٹیلی پیتھی جاننے والی گاڈ مدر ہے۔ تم اس کے خیالات پڑھ کر یہ سب کچھ معلوم کرچکی ہو۔ یہ بتاؤ اور کیا معلوم کیا ہے؟"

وہ بولی "جب میں اس کے خیالات پڑھ رہی تھی تو نمبر تھری ایک بار اس کے اندر آکر بول رہا تھا۔ اس کی باتوں سے یقین ہوگیا ہے کہ وہ واقعی انڈر گراؤنڈ سیل میں رہ کر بیزار ہوگیا ہے۔ زمین کے اوپر کھلی فضا میں آنا چاہتا ہے اور آنے سے پہلے انیتا جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی گاڈ مدر سے دوستی رکھنا چاہتا ہے۔ تاکہ باہر کی دنیا میں وہ اکیلا نہ رہے۔ انڈر گراؤنڈ سیل سے نکلتے ہی اسے انڈرورلڈ کی بادشاہت مل جائے۔"

پورس نے کہا "ہم نمبر تھری کے ذریعے انڈر گراؤنڈ سیل کا راستہ معلوم کرسکتے ہیں۔ اگرچہ نمبر تھری خود وہاں سے نکلنے کا راستہ نہیں جانتا ہے اور نہ ہی اسے یہ معلوم ہے کہ امریکا کے کس علاقے میں وہ انڈر گراؤنڈ سیل ہے۔"

علیزا نے کہا "ہمیں معلوم کرنا ہوگا۔ اگرچہ یہ ناممکن لگتا ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔"

"گڈ۔ اس سلسلے میں تم کیا کرنا چاہو گی؟"

"ابھی بابا صاحب کے ادارے سے روانہ ہونے سے پہلے میں نے آج کی تازہ رپورٹ وہاں پڑھی تھی۔ مسٹر فرہاد علی تیمور، میڈم سونیا اور مسٹر پارس عارضی طور پر نمبروں کے ذریعے انڈر گراؤنڈ سیل میں پہنچے ہوئے ہیں۔ نمبروں کے خیالات ... سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہاں ضروریات کا سامان پہنچانے کے لیے دو چار افسران نہایت رازداری سے آتے ہیں اور کوئی مسٹر بلیک ہے جو دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا عامل اور اعلیٰ افسر ہے۔ میں آپ کے تعاون سے مسٹر بلیک تک پہنچنے کی کوشش کروں گی۔"

"مجھے آپ نہیں تم کہو۔ ہمارا ایک دو دن کا ساتھ نہیں ہے۔ بائی داوے میں امریکی فوج کے تمام افسران تک باری باری پہنچ رہا ہوں ان کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ وہ سب خفیہ انڈر گراؤنڈ سیل کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ جبکہ وہ کوبرا نے کہا "ہم سب ایک دوسرے کے متعلق ایسے ہی اندازے کرتے ہیں کہ کون کس ملک اور کس شہر میں رہتا ہوگا۔ ویسے تم ضرور لندن میں ہو۔ یہاں انڈرورلڈ کے گاڈ فادر ہو۔ تمہاری یا تمہارے ایک ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے کی یہاں موجودگی ضروری ہے۔ یہاں نہیں رہوگے تو انڈرورلڈ کی حکومت تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"ہاں! امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور اسکاٹ لینڈ یارڈ کے خیال خوانی کرنے والے کئی سراغ رساں انڈرورلڈ کے معاملات میں مداخلت کررہے ہیں۔ سب ہی جانتے ہیں کہ یہاں میرا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت موجود ہے۔ ابھی دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نظرانداز کرکے تم سے بات کررہا ہوں۔"

"اتنی دیر سے بول رہے ہو۔ اب بولنے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟"

"ہم دونوں ایک دوسرے کے دشمن سہی لیکن بعض معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون کرسکتے ہیں۔ اگر تم تعاون کروگے تو میں انڈرورلڈ کی آمدنی میں سے تمہیں حصہ ہمارے حوالے کردو۔ اس قلعے میں بڑے مسائل ہیں، ہوں گے۔ بڑے مسائل پر توجہ دو۔"

"ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے حصہ مانگتے نہیں ہیں۔ چھین لیتے ہیں۔ ہم قلعے میں بھی ایک دوسرے سے چھیننے جھپٹنے کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ تم چاہو گے کہ میں یہاں قلعے میں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ سب تمہارے تمام مخالفین کے خلاف تمہارا ساتھ دوں۔ میرے دوسرے کے لیے مسائل پیدا کررہے تھے۔ اب بائرن ٹوڈ کا ساتھ دینے سے میرے جیسا ایک مخالف تمہارے راستے سے زندگی اور موت کا ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگیا تھا۔ وہ سمجھ جائے گا میں تمہارے لیے آسانیاں کیوں پیدا کروں؟"

مسٹری مین نے کہا "تم خردماغ ہو۔ بائرن ٹوڈ کو ہلاک کرنے کے سلسلے میں میرے ہم خیال ہو۔ ہم دونوں مل کر تم کرسکیں گے۔ اسی طرح ہم دونوں مل کر لندن میں بھی بہت کچھ کرسکیں گے۔"

"تم مجھے باتوں میں الجھا کر مجھ سے یہ اگلوانا چاہتے ہو کہ ابھی لندن میں ہوں۔ چلو میں یہاں ہوں۔ آؤ مجھے ڈھونڈ نکالو۔"

"مجھے چیلنج نہ کرو۔ اگر تم لندن میں ہو تو میں چند گھنٹوں میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا پھر تمہارے جیسے گدھے کو ٹیلی پیتھی کے اصطبل کا گدھا بنا کر رکھوں گا۔ لعنت ہے تم پر۔"

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ علیزا بائرن ٹوڈ کو دماغی کمزوری میں مبتلا کرنے کے بعد اس ہوٹل کے پچھلے دروازے سے باہر آگئی تھی۔ وہاں ایک اسٹریٹ میں پورس اس کا منتظر تھا۔ وہ اس کے پاس آکر کار میں بیٹھ گئی۔ اس سے مصافحہ کرتے

سب یوگا جاننے والے افسران ہیں۔"

"آپ ان یوگا جاننے والوں کے اندر کیسے پہنچ رہے ہیں؟"

"ان فوجیوں تک پہنچنا کچھ مشکل نہیں ہوتا۔ ان میں سے بیشتر ٹیلی پیتھی جاننے والے عادت سے مجبور ہیں۔ رات کو شراب پیتے ہیں پھر صبح نیند پوری ہونے تک نشہ ختم ہوجاتا ہے۔ ان کی دماغی توانائی بحال ہوجاتی ہے۔ میں نشے کے دوران ان کے خیالات پڑھتا ہوں۔ تم انیتا کی حیثیت سے نمبر تھری کے ذریعے اہم یوگا جاننے والے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے افسران تک پہنچ سکو گی۔"

وہ اپنے ایک بنگلے میں پہنچ گیا۔ علیزا کار سے اتر کر اس کے ساتھ اندر آئی۔ پورس نے کہا "تم شاور لے کر فریش ہوجاؤ پھر میں تمہیں ہپناٹائز کروں گا۔"

"میں بعد میں شاور لوں گی۔ پہلے کام کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ اچھی بات ہے۔ تم پہلے کام کو اہمیت دیتی ہو۔"

اس نے اسی وقت اسے ہپناٹائز کیا۔ اس کے ذہن میں مکمل انیتا کو نقش کردیا پھر بولا "تم آئندہ مجھے پورس نہیں سمجھو گی میں کیری گرانٹ ہوں۔ ہم یہاں انیتا اور کیری گرانٹ کی حیثیت سے زندگی گزاریں گے۔ اب تم آرام سے سوجاؤ۔"

اس نے علیزا کو ایک گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سلا دیا۔ وہ بہت پہلے ہی کیری گرانٹ کو غائب کرچکا تھا۔ خود اس کی جگہ آگیا تھا۔ دو گھنٹے پہلے مسٹری مین اس کے دماغ میں آیا تھا۔ اسے کیری گرانٹ سمجھتا رہا تھا پھر اس سے اہم گفتگو کرنے کے بعد چلا گیا تھا۔ پورس علیزا کو تنویمی نیند سلانے کے بعد نمبر تھری اور دوسرے امریکی اہم افسران کے سلسلے میں کچھ پلاننگ کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ مسٹری مین بول رہا تھا "کیری! مجھے یقین کی حد تک شبہ ہے کہ کوبرا یہاں لندن میں ہے۔ یہاں کے تمام جرائم پیشہ افراد ہماری نظروں میں رہتے ہیں۔ کوبرا ان مجرموں کو اپنا آلہ کار بناتا ہوگا۔ میں نے اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت سے کہا ہے اور تم سے بھی کہہ رہا ہوں۔ یہاں کے تمام مجرموں کے دماغوں میں جھانکتے رہو۔ ان کے اندر رہنے سے کوبرا کے علاوہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا بھی سراغ مل سکتا ہے۔"

پورس نے کہا "باس! میں آپ کے حکم کے مطابق یہاں کے تمام جرائم پیشہ افراد کے خیالات پڑھتا رہوں گا۔ اگر یہاں کوبرا ہے تو ضرور ہماری نظروں میں آئے گا۔"

مسٹری مین اس کے اندر سے چلا گیا۔ وہ کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ اس کا اپنا خاص ماتحت کیری گرانٹ جنم پہنچ گیا ہے اور وہ پورس کو کیری گرانٹ سمجھ رہا ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔ ہم بہت پہلے ہی اُن اور کوبرا کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ چونکہ کوبرا لندن میں اس لیے ہم نے پورس کو مخصوص لب ولہجے کے ذریعے کے اندر پہنچا دیا تھا۔

پورس ہماری طرح کوبرا کو ڈھیل دے رہا تھا۔ ضرورت کے وقت اس کی رسی کھینچ سکتا تھا۔ اس وقت نے کوبرا کے اندر جھانک کر دیکھا۔ وہ ایجنسی کے سا کرنے کے لیے ایک ریسٹورنٹ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس کہہ رہا تھا "یہاں میرے لیے خطرات پیدا ہو رہے ہیں اپنے بچاؤ کے طریقے جانتا ہوں۔ بہت زیادہ خطرہ پیدا میں ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس شہر سے چلا جاؤں گا۔"

ایجنسی نے کہا "ہمیں کسی مشکل میں پڑنے سے پہلے یہ شہر چھوڑ دینا چاہیے۔ کیوں نہ ہم امریکا چلے جائیں؟"

"میں کہیں بھی آئندہ تنہا جاؤں گا۔ مسٹری مین جان کہ میں تمہارا دیوانہ ہوں۔ اس کا یہ اندازہ درست ہے میں تمہیں اپنے پاس چھپا کر رکھتا ہوں۔ وہ کسی بھی ہتھکنڈے سے تمہارے اندر پہنچے گا تو اسے مجھ تک پہنچنے کا راستہ جائے گا۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی "میں نہیں چاہتی کہ میرا سے تم پر کوئی مصیبت آئے۔ تم ابھی مجھے چھوڑ کر چلے میرا دل کہتا ہے کہ تم میرے بغیر نہیں رہ سکو گے۔ چھپ کر مجھ سے ملتے رہو گے۔"

"ہاں تم جہاں بھی رہو گی۔ میں تمہاری طرف آؤں گا۔ فی الحال تم اسی شہر میں رہ کر مجھ سے دور ہو لندن ایسٹ بورن میں ہوں۔ تم ویسٹ بورن چلی جاؤ۔ ابھی وہاں تمہاری رہائش کے انتظامات کردوں گا۔"

وہ لنچ کے بعد وہاں سے اٹھ گئے۔ اپنے بنگلے میں ایجنسی نے اپنا ضروری سامان سفر پیک کیا پھر وہ وہاں پرائیویٹ فلائنگ کمپنی میں آئے۔ ایک طیارہ ویسٹ کی طرف جانے والا تھا۔ ایجنسی بڑے پیار سے رخصت اس طیارے میں چلی گئی۔

وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ میں آکر مارٹی کے قتلے چاہتا تھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے فو پاس آکر ریسیور اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہا "ہیلو ایجنسی سے انتظار نہ ہوسکا کہ میں تمہاری خیریت معلوم کروں

نے وہاں پہنچتے ہی مجھے فون کیا ہے۔"

پورس نے کہا "اے کون ہے بے تو۔ مجھے ایجنسی کہہ رہا ہے کیا میں فون پر لڑکی دکھائی دیتا ہوں؟ اپنے باپ کو بلا۔"

"یہاں کوئی باپ نہیں ہے۔ تم کون ہو؟"

"باپ نہیں ہے؟ یعنی تو باپ کے بغیر پیدا ہوگیا۔ دنیا میں غلط راستے سے آیا ہے اور اب میرے رانگ نمبر پر پہنچ گیا ہے۔"

کوبرا نے خیال خوانی کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ سانس روک کر بولا "اے ابھی میرے اندر خطرے کی گھنٹی بجی تھی۔ کیا تو ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ کیا ابھی میرے اندر آیا تھا؟"

کوبرا نے کہا "میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہوں۔ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں خیال خوانی کرسکتا ہوں؟"

پورس نے چونک کر کہا "ارے ہاں ابھی یاد آیا۔ تم نے کسی ایجنسی کو مخاطب کیا تھا اور مسٹری مین نے مجھ سے کہا تھا کہ کوبرا کی محبوبہ کا نام ایجنسی ہے۔ میں سمجھ گیا تم کوبرا ہو۔ ابھی تم میرے دماغ میں آنا چاہتے تھے ٹھیک ہے۔ میں فون نمبر کے ذریعے تمہاری رہائش گاہ کا پتا معلوم کرکے ابھی آرہا ہوں۔ کہیں نہ جانا۔ ہم دوستی دوستی کھیلیں گے۔"

اس نے فوراً ہی ریسیور رکھ دیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ایک کمرے میں آیا۔ اپنا سفری بیگ نکال کر ضروری سامان رکھنے لگا۔ مسٹری مین نے اسے چیلنج کیا تھا کہ چند گھنٹوں میں اسے اس شہر میں ڈھونڈ نکالے گا اور دو گھنٹے کے اندر ہی اس کا کوئی ماتحت فون کے ذریعے کسی حد تک اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہ اپنا سفری بیگ لے کر تیزی سے چلتا ہوا بنگلے کے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر ایک ائرپورٹ کی طرف جانے لگا۔ اب وہ اس ملک میں نہیں رہنا چاہتا تھا۔ یہ دہشت طاری ہوگئی تھی کہ مسٹری مین کے کتے اس کی بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔

پورس نے ایک آلہ کار کے ذریعے اس کی کار کو کبرا کی کار سے ٹکرا دی۔ ٹریفک پولیس والوں نے ان دونوں کو پکڑ لیا۔ ایک افسر نے دونوں کا ڈرائیونگ لائسنس طلب کیا۔ کوبرا نے اپنا لائسنس دکھاتے ہوئے کہا "میری غلطی نہیں ہے۔ مجھے جانے دو۔ میری فلائٹ مس ہوجائے گی۔"

اس افسر نے چونک کر پوچھا "یہ میرے دماغ میں کون بول رہا ہے۔"

پورس کے آلہ کار نے کہا "میں بول رہا ہوں۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ مجھے بھی جلدی جانے دو۔ میں ایک خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو تلاش کررہا ہوں۔"

کوبرا ایک دم سے پریشان ہوگیا۔ اس کے دماغ نے چیخ کر کہا "یہ میرے سامنے مسٹری مین کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت ہے میں اسے ابھی زخمی کرکے اس پر غالب آسکتا ہوں۔ مسٹری مین کے چیلنج کے جواب میں اس کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ناکارہ بنا سکتا ہوں۔"

پھر اس کی عقل میں یہ بات آئی کہ اسے زخمی کرے گا تو پولیس کیس میں پھنسے گا۔ اس ملک سے باہر نہیں جاسکے گا۔ ٹریفک پولیس کے افسر نے پورس کے زیر اثر رہ کر ان دونوں کو جانے دیا۔ کوبرا کی کار میں خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے پورس کے آلہ کار سے کہا "ایسا تمہاری غلطی سے ہوا ہے۔ تم مجھے اپنی گاڑی میں ائرپورٹ پہنچاؤ۔"

وہ اس کی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ جب گاڑی آگے جانے لگی تو اس نے ریوالور نکال کر کہا "اس میں سائیلنسر لگا ہوا ہے۔ آواز نہیں ہوگی۔ زندگی چاہتے ہو تو گاڑی ایک طرف روکو اور مسٹری مین کو اپنے پاس بلاؤ۔ میں اس سے بات کروں گا۔"

اس آلہ کار نے پوچھا "تم کس مسٹری مین کی بات کررہے ہو؟ میں دس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہوں۔ تم مجھے مار کر بھی نہیں مار سکو گے۔ کیونکہ تم نے میرے ایک آلہ کار کو نشانے پر رکھا ہوا ہے۔"

کوبرا نے پوچھا "کیا واقعی تم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو؟"

"میں اپنے بارے میں کہہ چکا ہوں۔ تمہارے متعلق اندازہ کررہا ہوں کہ تم بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو اور ٹیلی پیتھی جاننے والے مسٹری مین سے دشمنی رکھتے ہو۔ اب میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ تم میرے آلہ کار کو گولی مارو۔ میں دوسرے آلہ کار کے ذریعے اسی جگہ سے تمہارا تعاقب کروں گا۔ تمہاری اصلیت معلوم کرکے رہوں گا۔"

وہ پریشان ہوکر سوچنے لگا۔ "یہ میں کیسی مصیبتوں میں پڑ رہا ہوں۔ مسٹری مین سے دور جانے کے لیے میں یہ ملک چھوڑ رہا تھا۔ اس سے پہلے ہی ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے پیچھے پڑگیا ہے۔"

پورس اسے الجھا رہا تھا۔ بھڑکا رہا تھا۔ علیزا سو رہی تھی۔ اس کے جاگنے تک ذرا تفریح کررہا تھا۔ کوبرا کے سامنے یہی ایک راستہ تھا کہ وہ فوری طور پر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے پیچھا چھڑا لے۔ آئندہ وہ کسی دوسرے آلہ کار کے ذریعے تعاقب کرتا تو پھر اس سے بھی نمٹ لیا جاتا۔

اس نے بڑی خاموشی سے آلہ کار کو گولی مار دی۔ کوبرا

کے نصیب میں الجھنا اور بھٹکنا لکھا ہوا تھا۔ ٹھیک انہی لمحات میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کا ایک سراغ رساں فٹ پاتھ پر کھڑا اپنے ایک ساتھی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ کار میں بیٹھے ہوئے اس آلہ کار کو پہچانتا تھا۔ وہ آلہ کار ایک بینک ڈکیتی میں ملوث تھا۔

وہ سراغ رساں سوچ رہا تھا کہ ابھی جا کر اس کی گردن دبوچ لے گا۔ ایسے ہی وقت اس نے دیکھا۔ اس آلہ کار کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ سیدھا بیٹھا ہوا تھا پھر اسٹیئرنگ کی طرف ڈھلکتا ہوا اپنے ساتھی پر گرنے والا تھا۔ اس کے ساتھی یعنی کوبرا نے اسے پھر سیدھا کر کے سیٹ پر سیدھا بٹھا دیا تھا اور اس کے آگے سیفٹی بیلٹ باندھ دیا تھا۔ تاکہ وہ ادھر ادھر ڈھلک نہ سکے۔

وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کا ٹیلی پیتھی جاننے والا گھاگ سراغ رساں تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ وہ بینک ڈکیتی میں ملوث رہنے والا مجرم مر چکا ہے۔ اس کے ساتھی اسے ایک زندہ انسان کی طرح بٹھا کر کار سے باہر نکل رہا ہے۔ کوبرا اس کار سے نکل کر آگے جا کر کسی ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد ائرپورٹ جانا چاہتا تھا۔

جب وہ سراغ رساں کے قریب سے گزر کر جانے لگا تو اس نے اس کی پشت سے ریوالور لگاتے ہوئے کہا "رک جاؤ۔ ذرا بھی چالاکی دکھاؤ گے تو گولی چل جائے گی۔ اپنا نام بتاؤ اور اپنے دونوں ہاتھ پیچھے گردن پر رکھو۔"

ریوالور کی نال اس کی پشت سے لگی ہوئی تھی۔ وہ ذرا سی بھی حرکت کرتا تو مارا جاتا یا زخمی ہو جاتا۔ اس نے حکم کی تعمیل کی دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنی گردن پر رکھ لیا۔ ایسا کرتے وقت وہ خیال خوانی کے ذریعے سراغ رساں کے اندر پہنچا تو اس نے سانس روک لیا۔

حیرانی سے کہا "اوہ گاڈ! تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ میرے دماغ میں آنا چاہتے ہو۔ اب ذرا میں تمہارے دماغ میں آ کر دیکھتا ہوں۔"

اس نے دماغ میں آنا چاہا تو کوبرا نے سانس روک لیا۔ سراغ رساں نے ہنستے ہوئے کہا "تم تو ہمارے نئی پی بھائی ہو۔ اب مجھے دماغ میں آنے دو گے یا تمہیں زخمی کرنے کے بعد آنا ہوگا۔"

کوبرا ایک مشکل سے نکل کر دوسری مشکل میں پھنسا تھا دوسری سے نجات حاصل کرنے کے بعد تیسری مشکل میں پھنس رہا تھا۔ ایسے وقت اس سراغ رساں کا دوسرا ساتھی آ گیا۔ اس نے اپنے ساتھی سے کہا "یہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا قاتل ہے۔ ابھی اس کار میں اس نے ایک شخص کو ہلاک کیا ہے۔ اس کی جیب میں ایک قتل کرنے والا کوئی آلہ ہے اسے نکال لو۔ یہ سیدھی طرح قابو میں نہیں آئے گا۔"

اس کے ساتھی نے کہا "اس کے قریب جا کر جیب سے کچھ نکالنا مناسب نہیں ہوگا۔ یہ مجھ پر اٹیک کرے گا۔ اگر یہ اپنے دماغ میں آنے سے روک رہا ہے تو اسے زخمی کرو۔"

وہ زخمی ہونا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے یکبارگی پلٹ کر حملہ کرنا چاہا مگر وہ دونوں بہترین تربیت یافتہ سراغ رساں تھے۔ ایک نے اس کے پلٹتے ہی پیچھے سے لات ماری۔ دوسرے نے اس کے پاؤں میں گولی ماری۔ وہ اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ مرد، عورتیں، بچے سہم کر دور جانے لگے۔ انہوں نے اپنا آئی ڈی کارڈ نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم انگلی جنس والے ہیں۔ ہم نے ایک مجرم کو قابو میں کیا ہے۔ اب گولی نہیں چلے گی۔"

پولیس کی گاڑی آ گئی تھی۔ انہوں نے پولیس افسر سے کہا "اس سامنے والی کار میں ایک لاش ہے۔ اسے لے جاؤ۔ یہ قاتل ہماری کسٹڈی میں رہے گا۔"

ان میں سے ایک سراغ رساں خیال خوانی کے ذریعے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے کمانڈر ہائیڈ سے کہہ رہا تھا "سر! ہم نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو قابو میں کیا ہے۔ آپ اس کے دماغ میں آ جائیں۔"

کمانڈر ہائیڈ اس کے ذریعے کوبرا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ابتدائی چند خیالات پڑھ کر بولا "اچھا تو تم کوبرا ہو۔ ہانگ کانگ سے یہاں آئے ہو۔ یہاں ہمارے سراغ رسانوں کو ٹریپ کرنے کی پلاننگ کر رہے تھے اور ابھی مسٹری مین کے خوف سے بھاگ رہے تھے۔"

زاؤ کوم کو برا سفاک قاتل تھا۔ بے شمار لوگوں کے سر قلم کیے تھے۔ جب تک ایک پہاڑ کے غار میں تنہا اور گمنام رہ کر زندگی گزارتا رہا تب تک محفوظ رہا۔ خود کو ناقابلِ شکست سمجھتا رہا۔ اب وہ بڑی بے بسی سے ایک فٹ پاتھ پر پڑا ہوا تھا۔ اسے اسٹریچر پر ڈال کر ایک گاڑی کے پچھلے حصے میں پہنچایا جا رہا تھا۔

وہ شہ زور تھا۔ ایک گولی کھانے کے باوجود اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا تھا۔ مقابلے پر آنے والوں سے مقابلہ کر سکتا تھا لیکن دماغ میں آنے والوں کو اپنے خیالات پڑھنے سے نہیں روک سکتا تھا۔ وہ بے بسی سے سوچ رہا تھا۔ میں کیا کروں۔ بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں رہا ہے۔ یہ لوگ مجھے اپنا غلام بنا لیں گے۔ مجھے تو مرجانا چاہیے۔

کمانڈر ہائیڈ نے کہا "ہم تمہیں مرنے نہیں دیں گے۔ تم

تو ہمارے بہت کام کے آدمی ہو۔ ابھی تمہارے خیالات نے بتایا ہے کہ تم مارلی کے قلعے میں پہنچ گئے ہو۔ وہاں بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مقابلہ کرتے رہتے ہو۔"

کمانڈر ہائیڈ نے اسے مارشل ٹی ٹو کے حوالے کرتے ہوئے کہا "اسے تم قیدی بنا کر رکھو۔ میرا مشورہ ہے اسے فوراً ہپناٹائز کر کے اس کے دماغ کو لاک کر دو۔ ورنہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر پہنچ جائیں گے۔"

پورس وقت گزارنے کے لیے کوبرا کو اُلو بنا رہا تھا۔ کبھی مسٹری مین بن کر، کبھی امریکی خیال خوانی کرنے والا بن کر اسے ڈرا رہا تھا اور وہاں سے بھگا رہا تھا۔ بعد میں اسے پھر اس کے حال پر چھوڑ دینے والا تھا لیکن کھیل ہی کھیل میں وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ پورس ان کے ہاتھوں میں جانے سے اسے روک سکتا تھا لیکن اس نے نہیں روکا۔ یہ سوچا کہ اسے ان کی قید میں رہنے دیا جائے۔ اس کے ذریعے اسکاٹ لینڈ یارڈ والے بھی قلعے میں پہنچیں گے۔ اس قلعے کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ہاؤس فل کر دیا جائے۔

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ علیزا تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد شاور کے لیے گئی تھی۔ جب واپس آئی تو ایک شوخ رنگ کے لباس میں پہلے سے زیادہ فریش اور پرکشش لگ رہی تھی۔ پورس نے کہا "یُو آر سو بیوٹی فل۔"

وہ مسکرا کر بولی "تھینک یو۔ کیا آپ شاور نہیں لیں گے؟"

"آپ نہیں تم۔ میں باتھ روم میں جا رہا ہوں۔ میری واپسی تک انیتا کے دماغ میں جاؤ اور اس کا برین واش کرو۔ اس کا لب ولہجہ بدل دو۔ امریکی نمبر تھری اس کا لب ولہجہ اختیار کرے گا تو تمہارے اندر پہنچا کرے گا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ باتھ روم میں چلا گیا۔ علیزا اس کی ہدایت کے مطابق انیتا کے اندر پہنچ کر اس کی شخصیت تبدیل کرنے لگی۔ جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر دماغی طور پر حاضر ہوئی تو پورس بھی غسل سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کر چکا تھا۔ اس نے کہا "لنچ کا وقت گزر چکا ہے۔ چار بج رہے ہیں۔ کیا کچھ کھانا نہیں چاہو گی؟"

وہ صوفے سے اٹھ کر بولی "تمہیں انتظار کرنا ہوگا۔ میں ابھی کھانا تیار کرتی ہوں۔"

"تم یہاں کچن سنبھالنے نہیں آئی ہو۔ قریب ہی ایک ریسٹورنٹ ہے۔ آؤ وہاں چلتے ہیں۔"

وہ ایک ریسٹورنٹ میں آ گئے۔ انہوں نے اپنی پسند کے کھانوں کا آرڈر دیا۔ پورس نے کہا "تمہارے لیے تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں نے زاؤ کوم کوبرا کو قیدی بنا لیا ہے۔"

وہ بولی "یعنی اسے اپنا معمول بنا لیا ہے۔ اب اس کی اپنی شخصیت ختم ہو جائے گی اور وہاں اسکاٹ لینڈ یارڈ والے بھی اس کے ذریعے قلعے میں پہنچیں گے۔ یہ تو بڑا دلچسپ تماشا ہو رہا ہے۔"

"ہاں رفتہ رفتہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں پہنچ رہے ہیں۔ وہ قلعہ ان کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹکا رہے گا۔ ان میں سے کوئی وہاں سے جانا نہیں چاہے گا۔ وہاں دوسروں کا قبضہ برداشت نہیں کرے گا اور وہاں رہ کر دشمنوں کے پیدا کردہ مسائل میں الجھتا رہے گا۔"

کھانے کے دوران علیزا نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر کہا "مسٹر پورس! میرے دماغ میں آؤ۔"

اس نے دوسری بار سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر بولی "اچھا نمبر تھری تم ہو۔ میں نے پہلے تمہاری سوچ کی لہروں کو نہیں پہچانا تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔ مجھے پہچان کر اپنے اندر آنے دیتی ہو۔ یہ تمہاری دوستی کا ثبوت ہے۔"

علیزا نے اسے لبھانے کے انداز میں کہا "یہ صرف دوستی کا نہیں۔ میری محبت کا بھی ثبوت ہے۔ جب سے تم نے اپنی حالتِ زار بیان کی ہے۔ میں تمہارے بارے میں ہی سوچتی رہتی ہوں کہ پتا نہیں تم اس انڈر گراؤنڈ سیل میں کیسے زندگی گزار رہے ہوگے۔ اگر مجھے خواب میں بھی اس انڈر گراؤنڈ سیل کا کوئی سراغ مل جائے تو میں اڑتی ہوئی وہاں پہنچ جاؤں گی۔ اپنی جان پر کھیل کر تمہیں رہائی دلاؤں گی۔"

وہ بولا "یہاں سے رہائی پانا بہت مشکل ہے۔ یہاں ہمارے ایک ساتھی نمبرون کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ ایسے وقت کوئی دشمن اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ نمبرون کو معمول بنانا چاہتا تھا لیکن نہیں بنا سکتا تھا۔ ہمارا عامل مسٹر بلیک اور ہم باقی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر موجود تھے۔ کوئی دشمن اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ ہمارے ساتھی نمبرون کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ مسٹر بلیک نے اسے بچا لیا ہے۔"

علیزا نے پوچھا "یہ مسٹر بلیک کون ہے؟"

"ہم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سربراہ ہے۔ ہمارا

عامل بھی ہے۔ وہ ہم سب کے دماغوں میں آتا ہے۔ جب تک وہ ہمیں مخاطب نہیں کرتا۔ تب تک ہمیں پتا نہیں چلتا کہ وہ ہمارے اندر ہے۔"

"کیا وہ ابھی تمہارے اندر نہیں ہوگا؟ کیا وہ ہماری باتیں نہیں سن رہا ہوگا؟"

"میں اس وقت بہت سوچ سمجھ کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ یہاں رات کے گیارہ بجے ہیں۔ وہ فوجی افسر ہے۔ وقت پر سونے اور وقت پر جاگنے کا عادی ہے۔ وہ یقیناً اس وقت سو رہا ہوگا۔"

"تم مسٹر بلیک کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو۔ مجھے بتاؤ۔ کیا وہ واشنگٹن میں ہوگا؟ اکثر اعلیٰ افسران ہیڈ کوارٹر میں رہا کرتے ہیں۔"

"اگر مسٹر بلیک ریٹائرڈ افسر ہوگا تو ہیڈ کوارٹر میں نہیں رہے گا اپنے کسی ذاتی بنگلے میں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں وہاں کے ریٹائرڈ اور آن ڈیوٹی افسران کے متعلق معلومات حاصل کرتی رہوں گی۔"

"وہ بہت چالاک اور تجربے کار ہے۔ وہ کہیں روپوش رہ کر صرف ہماری نگرانی کرتا ہوگا۔ اس نے فوج کی ملازمت چھوڑ دی ہوگی ایسے میں تم تمام فوجی افسران کے دماغوں میں پہنچتی رہو گی تو وہ تمہیں کہیں نہیں ملے گا پھر یہ کہ اہم فوجی افسران یوگا کے ماہر ہیں۔ تم کتنوں کو ٹریپ کرو گی؟ کتنوں کے اندر جگہ بناتی رہو گی؟"

"تم فکر نہ کرو۔ یہ میرا مسئلہ ہے۔ میں تمہاری رہائی کے لیے اپنی اہم مصروفیات چھوڑ دوں گی۔ دن رات تمہارے لیے کوششیں کرتی رہوں گی۔ کیا تم میری محبت اور دوستی کو سمجھ رہے ہو؟"

"میں سمجھ رہا ہوں اور تمہاری دوستی اور محبت پر فخر کر رہا ہوں۔ میرا دل کہتا ہے کہ مجھے یہاں سے رہائی ملے گی تو میری آغوش میں آؤ گی۔ ہم آزاد پرندوں کی طرح کھلی فضاؤں میں اڑتے پھریں گے۔"

"میں تمہارے لیے بہت کچھ کرتی رہوں گی۔ تم مجھ پر بھروسا کرو اور مجھے اپنے اندر آنے دو۔ میں تمہارے ذریعے انڈر گراؤنڈ سیل کو دیکھتی رہوں گی۔ تم لوگوں کو وہاں سے نکلنے کا راستہ نہیں مل رہا ہے۔ ہو سکتا ہے تمہیں وہاں سے نکالنے کا مجھے راستہ مل جائے۔"

"تم میرے اندر آؤ۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ یہاں کی تنہائی میں تم سے باتیں کرتا رہوں گا۔ تمہاری باتوں سے مجھے بہت سہارا ملتا ہے۔"

وہ اور پورس ریسٹورنٹ سے اٹھ کر بنگلے میں آ گئے۔ علیزا ایک کمرے میں آ کر آرام سے بیٹھ گئی پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچ گئی۔ دوسرے لفظوں میں انڈر گراؤنڈ سیل کے اندر آ گئی۔ اس سے پہلے ہم وہاں پہنچ چکے تھے لیکن ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوا تھا۔ مسٹر بلیک نے نمبرون کو کوما میں پہنچا کر ہمارے وہاں آنے کا راستہ بند کر دیا تھا۔

علیزا اور پورس نمبر تھری کے اندر تھے۔ وہ نمبرون سے مختلف تھا۔ کیونکہ اپنی مرضی سے علیزا کو اپنے اندر جگہ دے رہا تھا۔ جبکہ ہم نمبرون کے اندر جگہ بنانا چاہتے تھے اور ہمیں اسے ہپناٹائز کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ نمبر تھری اس انڈر گراؤنڈ سیل کے اندر ٹہلنے کے انداز میں وہاں کے مختلف حصوں سے گزر رہا تھا۔ علیزا اور پورس وہاں کی ایک ایک چیز کو توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ علیزا نے نمبر تھری سے کہا "یہاں کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی مسلسل قید تنہائی سے گھبرا گئے ہوں گے کیا تم نے اس سلسلے میں کبھی ان سے باتیں کی ہیں؟"

"یہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ بہت خاموش رہتے ہیں اور بیزاری ظاہر کرتے رہتے ہیں لیکن اپنے اندر کی بات نہیں بولتے ہیں۔"

"انہیں اندر سے ٹٹولنا چاہیے۔ ابھی کسی ایک سے باتیں کرو اسے دوست بناؤ۔ اس کا اعتماد حاصل کرو۔ تب وہ اپنے اندر چھپی ہوئی بات تم سے بولے گا۔"

وہ اپنے ایسے ہی ایک ساتھی نمبر چھ کے کمرے میں آیا۔ اس سے بولا "اگر تم خیال خوانی میں مصروف ہو تو میں چلا جاؤں؟"

وہ بولا "نہیں' آجاؤ۔ بیٹھو مجھ سے باتیں کرو۔ میں تو خیال خوانی کرتے کرتے بیزار ہو گیا ہوں۔"

"یار! میں اکثر دیکھتا ہوں تم بیزار رہتے ہو۔ تم میرے دل کی بات پوچھو گے تو میں اس قید خانے میں رہتے رہتے بیزار ہو گیا ہوں لیکن تمہاری طرح بیزاری ظاہر نہیں کرتا ہوں۔"

نمبر چھ نے کہا "ایسی باتیں نہ کرو۔ مسٹر بلیک نے سن لیا تو تمہیں گولی مار دے گا۔"

"میں یقین سے کہتا ہوں۔ وہ اپنے معمول کے مطابق سو رہا ہے۔ میں ایسے ہی وقت اپنے اندر کی بات سوچتا ہوں اور بولتا ہوں۔ عام حالات میں ایسے خیالات کو لاشعور کے تہ خانے میں چھپا دیتا ہوں۔ مسٹر بلیک ہمارے خیالات پڑھ کر

ہماری فرض شناسی' ہماری کارکردگی اور ہمارے طریقہ کار کو سمجھتا ہے۔ ہمارے اندر بہت گہرائی تک نہیں ڈوبتا ہے۔ ہمارے تحت الشعور میں نہیں جاتا ہے۔"

وہ بولا "مسٹر بلیک نادان نہیں ہے۔ وہ ہماری بیزاری کو سمجھنے کے باوجود مطمئن ہے کہ ہم اندر سے محب وطن اور فرض شناس ہیں ہر انسان کے اندر شیطانی خیالات پیدا ہوتے ہیں لیکن وہ ایسے خیالات پر غالب آتا رہتا ہے اور اپنی سوجھ بوجھ سے ایک فرض شناس کی طرح ایک اچھی زندگی گزارتا ہے۔"

نمبر تھری نے پوچھا "کیا یہ اچھی زندگی ہے۔ اس تہ خانے میں گھٹ گھٹ کر مرنے کو زندگی کہتے ہیں؟"

"ہم نے ملک اور قوم کی خاطر ایسی زندگی گزارنے کی قسم کھائی تھی۔ اس لیے ہمیں اس تہ خانے میں بھیجا گیا ہے کیا تم یہاں سے باہر جانا چاہتے ہو؟ جبکہ یہ ناممکن ہے۔"

"انسان حوصلہ کرے تو ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ تم یہ بتاؤ۔ اگر یہاں سے باہر جانے کا موقع ملے گا تو تم جاؤ گے؟"

"مسٹر بلیک اجازت دے گا تو جاؤں گا۔ ورنہ بیزاری کے باوجود یہیں تمام عمر گزار دوں گا۔"

"اوہ۔ تم مجھے مایوس کر رہے ہو۔ میں یہ سوچ کر آیا ہوں کہ تم میرے ہم خیال بن کر یہاں سے فرار ہونے میں میرا ساتھ دو گے۔"

"نمبر تھری! میں حیران ہوں کہ تم باغیانہ انداز میں فرار ہونے کی بات کر رہے ہو۔ مجھے افسوس ہے' میں مسٹر بلیک کو تمہارے خلاف رپورٹ کروں گا۔ وہ تمہارا برین واش کر کے تمہیں محب وطن بنائے گا۔"

"پلیز میرے خلاف کچھ نہ کہنا۔ وہ برین واش نہیں کرے گا مجھے سزائے موت دے گا۔"

"وہ کیا کرے گا' میں نہیں جانتا۔ تمہارے خلاف رپورٹ پیش کرنا میرا فرض ہے۔ آئندہ تمہیں محب وطن بننا چاہیے یا مرجانا چاہیے۔"

علیزا نے پورس سے کہا "یہ نمبر چھ خلاف توقع مصیبت بن رہا ہے۔ مسٹر بلیک کو معلوم ہوگا تو وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

پورس نے کہا "نمبر تھری ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ ہمیں ہر حال میں اسے وہاں زندہ سلامت رکھنا ہے اور اس کے لیے لازمی ہے کہ نمبر چھ کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا جائے۔"

"مسٹر بلیک' نمبر تھری کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر لے گا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے آلہ کار بنا کر نمبر چھ کو ہلاک کیا ہے۔"

"مسٹر بلیک اس کے چور خیالات سے یہ معلوم نہیں کر سکے گا۔ نمبر تھری سے کہو' اس کے منہ پر تکیہ رکھے۔"

علیزا نے کہا "نمبر تھری! یہ نمبر چھ تمہارے لیے خطرہ بن گیا ہے۔ اسے ابھی ختم کر دو۔ میں بعد میں تمہارے دماغ سے قتل کی اس واردات کو مٹا دوں گی۔ مسٹر بلیک تمہارے اندر آ کر اس واردات کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکے گا۔"

نمبر تھری نے نمبر چھ کے منہ پر ایک گھونسا مارا۔ وہ بستر پر گر پڑا۔ نمبر تھری نے اس کے منہ پر تکیہ رکھ کر اسے دبوچ لیا۔ نمبر چھ کمزور نہیں تھا۔ حملہ کرنے والے سے جم کر مقابلہ کر سکتا تھا لیکن نمبر تھری کے ساتھ پورس کی بھی قوت شامل تھی۔ وہ تکیے کے نیچے سے نکل نہیں پا رہا تھا۔ ایسے وقت علیزا اس کے دماغ میں گھس گئی۔ وہ سانس نہیں لے پا رہا تھا۔ ایسے میں علیزا نے زلزلہ پیدا کیا تو وہ تکلیف کی شدت سے بے دم ہو گیا۔ تکیے کے نیچے سے اس کی چیخ نہ نکل سکی وہ جدوجہد کے قابل نہ رہا۔ جلد ہی اس کا دم گھٹ گیا۔

علیزا نے کہا "میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل آئی ہیں۔ یہ مر چکا ہے۔"

نمبر تھری نے پریشان ہو کر کہا "اب کیا ہوگا؟"

"فکر نہ کرو۔ اسے سیدھی طرح لٹاؤ۔ بستر کی شکنیں دور کرو۔ تکیہ اس کے سر کے نیچے رکھو۔ یہ معلوم ہو کہ یہ سکون سے سو رہا ہے۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بتائے گی کہ حرکت قلب بند ہونے کے باعث موت واقع ہوئی ہے۔"

نمبر تھری اسے بستر پر سیدھی طرح لٹا کر وہاں سے اپنے کمرے میں آ گیا۔ علیزا نے کہا "فوراً بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں مختصر سا عمل کروں گی۔"

اس کے بچاؤ کا یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ وہ علیزا کا معمول بن کر وہاں زندہ رہ سکتا تھا۔ علیزا اور پورس نے اسے ہپناٹائز کیا۔ اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کیں کہ وہ عام حالت میں مسٹر بلیک کا ہی معمول رہے گا لیکن درپردہ علیزا اور پورس کے زیر اثر رہا کرے گا۔ یہ بھول جائے گا کہ کسی انیتا (علیزا) سے اس کی دوستی تھی۔ یہ یاد نہیں رہے گا کہ کسی نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔ اسے نمبر چھ کی قتل کی واردات کبھی یاد نہیں آئے گی۔

انہوں نے نمبر تھری کو بڑی کامیابی سے اپنا معمول بنا لیا۔ اس کے ذریعے آئندہ دن رات انڈر گراؤنڈ سیل میں

جاسکتے تھے اور مسٹر بلیک اس کا عامل ہونے کے باوجود اس کے چور خیالات سے ان کی موجودگی کو نہیں سمجھنے والا تھا۔ علیزا اور پورس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔

○☆○

لی اس بری طرح دشمنوں کے شکنجے میں آگئی تھی کہ اس کا بچنا محال ہوگیا تھا۔ انہوں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ آفریدی اسے دل و جان سے چاہتا تھا۔ ایسے وقت اس کی محبت اسے نہیں بچا سکتی تھی۔ اس کی سنگدلی نے اسے بچالیا۔ اس نے اچانک ہی لی کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اس کے سر کو کار کے ڈیش بورڈ سے ٹکرا دیا تھا۔ وہ چیخ مار کر بے ہوش ہوگئی تھی۔ بے ہوشی کی حالت میں خیال خوانی کی لہریں دماغ کو متاثر نہیں کرتی ہیں۔ وہ دشمن پھر اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

اس کی جان بچانے کے لیے ایسی سنگ دلی لازمی تھی۔ وہ ایسا نہ کرتا تو دشمن لی کو دماغی مریضہ بنا دیتے یا پھر جان سے مار ڈالتے۔ آفریدی اسے فوراً ہی بابا صاحب کے چینی ادارے میں لے گیا تھا۔

بابا صاحب کے ادارے میں روحانی ٹیلی پیتھی کے باعث دنیاوی ٹیلی پیتھی بے اثر ہوجاتی تھی۔ وہاں دشمن خیال خوانی کی لہریں کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ پاتی تھیں۔ جب لی ہوش میں آتی تو دشمن اس کے اندر پہنچنے میں ناکام رہتے۔

لی کی حالت بڑی تشویش ناک تھی۔ ڈاکٹر توجہ سے اسے اٹینڈ کررہے تھے۔ انہوں نے آفریدی کو تسلی دی کہ سر کی چوٹ اگرچہ بہت گہری ہے لیکن علاج ہوجائے گا۔ وہ ہوش میں آجائے گی لیکن وہ ہوش میں آئی تو گم صم سی تھی۔ خاموشی سے چھت کو تک رہی تھی۔ ڈاکٹر نے پوچھا "لی! اب کیسی ہو؟ کیا تکلیف محسوس کررہی ہو؟"

وہ ڈاکٹر کو سوالیہ نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی "تم کون ہو؟ میں کہاں ہوں؟"

ڈاکٹر نے کہا "تم لی ہو مگر دلیر لڑکی ہو۔ سامنے دیکھو تمہارا آفریدی کھڑا ہوا ہے۔"

اس نے نظریں گھما کر سامنے کھڑے ہوئے آفریدی کو دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولا "ہائے لی! پتا ہے تم تین گھنٹوں تک بے ہوش رہی ہو۔"

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر پریشان ہو کر بولی "تم کون ہو؟ مجھے کیا ہوا تھا؟"

آفریدی نے چونک کر ڈاکٹر کو دیکھا۔ ڈاکٹر نے پریشان ہو کر کہا "وہ گاڈ! اس کی یادداشت گم ہوگئی ہے۔"

اس نے لی سے پوچھا "تم اپنا نام بتاؤ۔"

وہ بولی "ابھی تم دونوں مجھے لی کہہ رہے تھے۔ شاید یہی میرا نام ہے۔ مجھے اور کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔ شاید میں اسپتال میں ہوں۔ شاید تم ڈاکٹر ہو۔"

ڈاکٹر نے کہا "دماغ پر زور نہ دو۔ تمہیں دوائیں دی جارہی ہیں۔ آرام سے لیٹی رہو اور اپنے بارے میں کچھ یاد کرنے کی کوششیں کرتی رہو۔"

آفریدی نے اس کے پاس آکر اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تم میری بیوی ہو۔ مجھے دل و جان سے چاہتی ہو پھر مجھے کیسے بھول رہی ہو؟"

وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بولی "یہ کیا حرکت ہے۔ میرا ہاتھ کیوں پکڑ رہے ہو۔"

ڈاکٹر نے کہا "آفریدی! اس کے مزاج کے خلاف کچھ نہ کرو۔ تم باہر جاؤ۔ میں آرہا ہوں۔"

اس نے بڑے دکھ سے لی کو دیکھا پھر اس کمرے سے باہر آگیا۔ علی، وان شی، ماریہ اور احمد زبیری اس کمرے کی طرف آرہے تھے۔ وان شی نے پوچھا "اسے ہوش آگیا؟ سب خیریت ہے نا؟"

"اسے ہوش آگیا ہے مگر خیریت نہیں ہے۔ اس کی یادداشت گم ہوگئی ہے۔ وہ مجھے دل و جان سے چاہتی ہے مگر پہچاننے سے انکار کررہی ہے۔ اوہ گاڈ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

وہ سب پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ماریہ نے آفریدی کا بازو تھام کر کہا "یہ کوئی میجر پرابلم نہیں ہے۔ اس کا علاج ہوسکتا ہے۔ وہ خود کو ہم سب کو پہچاننے لگے گی۔"

علی نے کہا "آفریدی! تم نے بھی حد کردی تھی۔ کیا اتنی زور سے سر کو ٹکرایا جاتا ہے؟ تم نے محبت سے بچانے کے لیے پہلوانی دکھائی ہے۔"

ڈاکٹر ایک نرس کے ساتھ باہر آیا۔ وان شی نے پوچھا "وہ کیسی ہے؟"

"آرام سے ہے۔ شاید آنکھیں بند کیے سوچ رہی ہے۔ ابھی اسے نیند آجائے گی۔ تم سب اس کے پاس نہ جاؤ۔ وہ کسی کو پہچانتی نہیں ہے۔ تم سب کو دیکھ کر الجھتی رہے گی۔"

"کیا اس کی یادداشت واپس آجائے گی؟"

"میں ابھی دوسرے ڈاکٹروں سے کنسلٹ کروں گا۔ ہم پوری کوششیں کریں گے۔ ایسی حالت میں اس کی یادداشت

بحال رہنی چاہیے۔"

آفریدی نے پوچھا "ایسی حالت میں؟ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"وہ ماں بننے والی ہے۔"

وان شی اور ماریہ نے خوشی سے پوچھا "سچ ڈاکٹر؟"

علی نے کہا "آج پہلی بار معلوم ہوا کہ کار کے ڈیش بورڈ سے بیوی کا سر ٹکراؤ تو وہ ماں بن جاتی ہے۔"

وہ سب قہقہے لگانے لگے۔ آفریدی نے علی سے کہا "یار مجھ سے ایک غلطی ہوگئی۔ کب تک میرا مذاق اڑاتے رہو گے؟"

"سر ٹکرانے کی غلطی ہوئی ہے یا باپ بننے کی؟"

اس بات پر پھر قہقہے پھوٹ پڑے۔ ماریہ نے کہا "ایسی خوش خبری سن کر مرد بڑے خوش ہوتے ہیں۔ عورتوں کے مسائل کو بھول جاتے ہیں۔ ڈاکٹر! یہ بتاؤ۔ ایسی حالت میں ماں بننے سے پرابلم پیدا ہوں گے؟"

وہ کچھ سوچتا ہوا بولا "ماں کے لیے پرابلم نہیں ہوں گے۔ صحت اچھی رہی تو ڈیلیوری نارمل ہوگی لیکن ماں کی یادداشت کا اثر بچے پر پڑ سکتا ہے۔ وہ بچہ نو ماہ تک ایسی ماں کے خون میں پرورش پاتا رہے گا۔ جو خود کو نہیں پہچان رہی ہے۔"

ان سب کو چپ سی لگ گئی۔ ڈاکٹر نے کہا "میں کہہ چکا ہوں اس سلسلے میں ڈاکٹروں سے کنسلٹ کروں گا۔ تم لوگوں کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ تمہیں میڈیکل رپورٹ ملتی رہے گی۔"

وہ سب اسپتال سے واپس آگئے۔ وان شی نے کہا "آفریدی بہت پریشان ہے۔ اسے تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

وہ سب آفریدی کے بنگلے میں آگئے۔ اس نے علی اور احمد زبیری کو دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا وہ خیال خوانی کرنا بھی بھول گئی ہوگی؟"

ان سب نے اسے چونک کر دیکھا پھر علی نے کہا "ہم بھی عجیب ہیں ڈاکٹر سے اس کے بارے میں پوچھتے رہے۔ جبکہ اس کے دماغ میں جاکر بھی بہت کچھ معلوم کرسکتے ہیں۔"

ان سب نے بیک وقت خیال خوانی کی پرواز کی پھر لی کے دماغ میں پہنچ گئے۔ وہ اپنے بارے میں بار بار سوچ رہی تھی۔ "میں کون ہوں؟ اب سے پہلے کہاں تھی؟ وہ جوان محبت سے میرا ہاتھ پکڑ کر بول رہا تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا کیا میں سچ مچ اس کی بیوی ہوں؟"

آفریدی نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے اس جوان کی آواز کو اور لب و لہجے کو یاد کرکے خیال خوانی کی پرواز کرنی چاہیے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرسکوں گی کہ وہ میرا کون ہے؟"

وہ حیرانی سے سوچنے لگی "خیال خوانی؟ یہ خیال خوانی کیا ہوتی ہے۔"

علی نے کہا "جب یہ خود کو نہیں پہچان رہی ہے تو اسے خیال خوانی کیسے یاد رہے گی؟ ہم سب بیک وقت اس کے دماغ کو گرفت میں لے کر اس سے خیال خوانی کی پرواز کرا سکتے ہیں۔ یہ ایک تجربہ ہوگا۔"

ماریہ نے کہا "یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ آؤ ہم سب اس کے دماغ پر قبضہ جمائیں۔ ہم پہلے اسے آفریدی کا لب و لہجہ یاد کرائیں گے۔"

وہ سب اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے آفریدی کی آواز اور لب و لہجہ سنانے لگے۔ اسے یہ سب کچھ یاد کرتے رہنے کی طرف مائل کرنے لگے۔ وہ بار بار آفریدی کے لب و لہجے میں بول رہے تھے۔ وہ بھی بولنے لگی۔ آفریدی کو تصور میں دیکھنے لگی۔

اس کے یادداشت سے محروم ذہن میں آفریدی کا لب و لہجہ بھی تھا۔ اس کا تصور بھی تھا۔ وہ ان سب کی مدد سے لب و لہجے کو گرفت میں لے رہی تھی پھر ایسے ہی وقت وہ اچانک آفریدی کے اندر پہنچ گئی۔

وہ خوش ہو کر بولا "لی! تم میرے دماغ میں آئی ہو۔ میں تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کررہا ہوں۔ تم میری سوچ کی لہروں کو سن رہی ہو۔ مجھے پہچانو میں تمہارا لائف پارٹنر ہوں۔"

وہ خیال خوانی جاری نہ رکھ سکی۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں اس کے اندر کیسے پہنچ گئی تھی؟"

اس کی سوچ میں کہا گیا۔ "میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ یہ بھول رہی ہوں کہ ٹیلی پیتھی کیا ہوتی ہے لیکن مجھے خیال خوانی کی عادت ہے۔ اس لیے میں بے اختیار اس جوان کے بارے میں سوچتے سوچتے اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔"

وہ اپنے طور پر سوچنے لگی۔ "کیا میں کسی کے بھی دماغ میں پہنچ سکتی ہوں۔"

وان شی نے اس کی سوچ میں کہا "ہاں میں جس کے دماغ میں چاہوں پہنچ سکتی ہوں۔"

وہ تصور میں ڈاکٹر کو دیکھنے لگی۔ علی نے کہا "یہ ڈاکٹر کے

دماغ میں جانا چاہتی ہے۔ اسے ڈاکٹر کالب ولہجہ یاد کراؤ۔"

اسے بے ہوشی سے پہلے کی باتیں یاد نہیں تھیں۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے ڈاکٹر کو' نرس کو اور آفریدی کو دیکھا تھا۔ وہ تینوں اس کے ذہن میں پوری طرح محفوظ تھے۔ اسے ڈاکٹر کالب ولہجہ اچھی طرح یاد تھا۔ ان سب نے پھر ایک بار لب ولہجے کو گرفت میں لینا اور پرواز کرنا سکھایا تو وہ ڈاکٹر کے اندر پہنچ گئی۔ اسے مخاطب کیا "ڈاکٹر میں تمہارے پاس آئی ہوں۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

ڈاکٹر اپنے چیمبر میں تھا۔ اس نے حیرانی سے دروازے کی طرف دیکھا پھر بولا "لی! کیا تمہاری یادداشت واپس آگئی ہے؟ کیا تمہیں یاد آگیا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

"ہاں ابھی میں ٹیلی پیتھی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ سوچتے سوچتے اس جوان کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ اب تمہارے پاس آگئی ہوں۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ تمہاری یادداشت واپس آگئی ہے کیا تمہیں پچھلی تمام باتیں یاد آرہی ہیں؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "نہیں۔ مجھے اپنے بارے میں کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔ وہ جوان کہتا ہے کہ میں اس کی بیوی ہوں۔ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ کوئی مرد میرے جسم و جان کے مالک بننے کا دعویٰ کرے۔"

"لی! وہ جھوٹ نہیں کہہ رہا ہے۔ ہم سب گواہ ہیں۔ تم اسے شوہر کی حیثیت سے قبول کرو۔"

"تمہاری اور دنیا والوں کی گواہی سے کیا ہوتا ہے؟ جب تک ذہن مائل نہیں ہوگا۔ میں اسے اپنے قریب بھی نہیں آنے دوں گی۔"

"ٹھیک ہے تم اپنے ذہن اور اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات تسلیم نہ کرو۔ رفتہ رفتہ خود حقائق کو تسلیم کرنے لگو گی۔ میں یہ سوچ کے پریشان ہو رہا تھا کہ کس طرح تمہاری یادداشت واپس لائی جاسکتی ہے اب تمہاری ٹیلی پیتھی ہی تمہارا علاج کرتی رہے گی۔"

احمد زبیری نے آفریدی سے کہا "تم بھی صبر کرو اور خیال خوانی کے ذریعے اس کی یادداشت واپس لانے کی کوششیں کرتے رہو۔ اسے جبراً اپنی طرف مائل نہ کرو۔ اسے خود ہی اپنی طرف آنے دو۔"

علی نے کہا "پتا نہیں وہ کب اس کی طرف مائل ہوگی؟ بے چارہ بیوی کے ہوتے ہوئے کنوارا رہے گا۔"

وہ سب اس بات پر ہنسنے لگے۔ آفریدی نے کہا "علی! تمہاری زندہ دلی اچھی لگ رہی ہے۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ جلد ہی اسے پچھلی زندگی یاد آجائے گی۔ وہ پھر میرے ساتھ زندگی گزارنے لگے گی۔"

اس نے شام کو جناب عبداللہ واسطی سے ملاقات کی۔ انہوں نے کہا "تم نے بروقت حاضر دماغی سے کام لے کر لی کو دشمنوں کے شکنجے سے نکالا ہے تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ وہ خیریت سے ہے اور تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کچھ پریشان ہو۔"

"آپ دل کی بات سمجھ لیتے ہیں۔ دو باتیں مجھے پریشان کررہی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کی یادداشت کب تک بحال ہوگی؟ اور کیا اس کی دماغی کمزوری کا اثر بچے پر پڑے گا؟"

"آئندہ کیا ہونے والا ہے یہ خدا بہتر جانتا ہے۔ ہمیں روحانی علوم سے کبھی کچھ معلوم ہوتا ہے۔ تب بھی ہم کسی کے سامنے زبان نہیں کھولتے ہیں۔"

وہ بولا "میں نے پہلے کبھی یہ نہیں سوچا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ اچھے حالات پیش آئیں یا برے حالات۔ میں تمام حالات کا سامنا کرتا ہوں لیکن زندگی میں پہلی بار ایک بچے کی خوشی مل رہی ہے۔ بس اس بچے کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوگیا ہوں۔"

"معلوم کرکے کیا کرو گے۔ جو ہونے والا ہے کیا اسے بدل سکو گے؟ اپنی مستقل مزاجی اور جدوجہد سے تقدیر بدلی جاسکتی ہے۔ اگر خدا کو منظور ہو تو ورنہ تقدیر کا لکھا اٹل ہوتا ہے کیا تم اسے بدل دو گے؟"

آفریدی نے سر جھکا لیا۔ آہستگی سے کہا "بے شک ہمیں پیش آنے والے بدترین حالات کا علم نہیں ہوتا۔ جب وہ پیش آتے ہیں تو ہم کسی نہ کسی طرح اس کا سامنا کرتے ہیں۔ میں آپ کی گفتگو سے اندازہ لگا رہا ہوں کہ کوئی غیر معمولی بات ہوسکتی ہے۔"

"جو ہونی ہے۔ وہ ہو کر رہتی ہے۔ تم اپنے فرائض کی طرف توجہ دو۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حوصلے بڑھ رہے ہیں۔ میں روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک ایک دشمن کو پہچانتا ہوں لیکن اس ادارے کے باہر اپنی روحانیت کو کام میں نہیں لاسکتا۔ ہم پر کچھ پابندیاں رہتی ہیں۔ اس ادارے سے باہر تم سب کو ان دشمنوں سے نمٹنا ہے۔"

"ہم ہمیشہ چوکنے رہتے ہیں۔ دشمنوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد اتنی تیزی سے بڑھتی جارہی ہے کہ اگر ہم دس مخالفین کو ان کے ارادوں میں ناکام بناتے ہیں۔ انہیں خاک میں ملاتے ہیں تو دس اور پیدا ہوجاتے ہیں۔"

"یہ تو ہوتا آرہا ہے۔ ہماری دنیا میں جتنے مرتے ہیں۔ ان سے زیادہ بچے پیدا ہوجاتے ہیں۔ دشمن اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ادارے میں داخل ہو کر خیال خوانی کے قابل نہیں رہتا ہے۔ اس کے باوجود ایک دشمن یہاں پہنچا ہوا ہے۔ ہمارے ایک مکینک کے بھیس میں آیا ہے۔ یہاں کے ایک ایک شعبے میں جارہا ہے۔ وہاں کی اہم خفیہ معلومات کے بارے میں معلومات حاصل کررہا ہے۔"

آفریدی نے پوچھا "کیا ابھی وہ اس ادارے میں موجود ہے؟"

"ہاں! وہ موجود ہے۔ شام کو اس ادارے سے باہر جانے والا ہے۔"

"اور آپ اسے جانے دیں گے؟"

"ہاں! فرانس میں بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ وہاں بھی کتنے ہی دشمنوں نے چوری چھپے اندر آنے اور وہاں کے اہم راز معلوم کرنے کی حتی الامکان کوششیں کی ہیں اور ناکام ہوتے رہے ہیں۔ یہاں بھی دشمن ہی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ ایک دن وہ تھک ہار کر اپنی کوششوں سے باز آجائیں گے۔"

"وہ شخص کون ہے جو یہاں موجود ہے؟"

جناب عبداللہ واسطی نے آفریدی کو اس کے دماغ میں پہنچا دیا پھر کہا "اسے یہاں کچھ نہ کہنا۔ ادارے سے باہر جاکر بھی اس کے خیالات پڑھ سکو گے۔ وہ یوگا کا ماہر ہے لیکن تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکے گا۔ اب تم جاؤ میں مصروف رہوں گا۔"

وہ ان کے حجرے میں ان کے سامنے دو زانو بیٹھا ہوا تھا۔ ادب سے اٹھ کر انہیں سلام کرتا ہوا باہر چلا گیا۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے خوش ہو کر کہا "جناب آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔ میں حاضر ہوں۔ سمجھ گیا ہوں ضرور کوئی بات ہے۔"

انہوں نے کہا "ہاں یہاں کے حالات سنگین ہونے والے ہیں۔ ہمارے ادارے کے خلاف زبردست سازشیں ہورہی ہیں اور یہ سازشیں رنگ لانے والی ہیں۔ تم سونیا کے ساتھ یہاں چلے آؤ۔"

میں نے پوچھا "کیا ہمیں وہاں روپوش رہنا ہوگا؟"

"نہیں اعلانیہ آؤ۔ دشمنوں پر کچھ دہشت طاری رہے گی۔"

میں نے سونیا سے کہا "تیار ہوجاؤ۔ ہمیں بیجنگ جانا ہے۔ وہاں ہمارے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف سازشیں زور پکڑ رہی ہیں۔ میں ایک طیارہ چارٹر...کرا رہا ہوں۔"

"میں چین کے اعلیٰ حکام کو اور فوج کے اعلیٰ افسران کو باری باری مخاطب کرنے لگا۔ ان سے کہنے لگا۔ میں آج کسی وقت وہاں پہنچنے والا ہوں۔ ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ کے ذریعے میری آمد کے سلسلے میں خبریں نشر کی جاسکتی ہیں۔"

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ کے یہاں سے جانے کے بعد ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے آپ کو یہاں خاموشی سے آکر روپوش رہنا چاہیے۔"

میں نے کہا "آپ میری فکر نہ کریں۔ میں دشمنوں سے سامنا کرنے آرہا ہوں۔ اس لیے منہ نہیں چھپاؤں گا۔"

میں نے ہانگ کانگ کے ایک اعلیٰ عہدے دار سے کہا "میں ابھی ایک طیارے سے بیجنگ جانے والا ہوں۔ سونیا میرے ساتھ ہوگی آپ ابھی میرے لیے ایک طیارہ مخصوص کریں۔"

اس عہدے دار نے کہا "میں ابھی بیجنگ سرکار سے رابطہ کرتا ہوں انہیں اعتراض نہیں ہوگا تو آپ کے لیے ایک طیارہ یہاں کے رن وے پر پہنچا دیا جائے گا۔"

میں نے ایک خاص ماتحت کو اس عہدے دار کے اندر پہنچایا پھر کہا "دیکھتے رہو یہ کیا کررہا ہے۔ جب طیارہ رن وے پر پہنچ جائے تو وہاں کے انجینئروں کے دماغوں پر قبضہ جماؤ پھر اس طیارے کو اچھی طرح چیک کرو۔ میں تمہاری میڈم کے ساتھ بیجنگ جارہا ہوں۔"

سونیا گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ بیجنگ پہنچنے سے پہلے ہر پہلو پر غور کررہی تھی کہ وہاں کتنے ممالک کے خیال خوانی کرنے والے دشمن ہوں گے ان میں سے کوئی ہمارے ادارے کے اندر بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے باوجود وہ کیسی سازشیں کررہے ہوں گے؟

دنیا کے کئی ممالک سے چین کے سفارتی تعلقات تھے۔ ان تعلقات کی بنا پر وہاں کے سماجی' سیاسی اور فوجی اداروں سے تعلق رکھنے والے افراد چین کے مختلف شہروں میں آتے تھے ان میں سیاح بھی ہوتے تھے اور پریس سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی ہوا کرتے تھے۔

انہیں دیکھ کر یہ سمجھنا مشکل ہوتا تھا کہ ان کے اندر کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ جناب عبداللہ واسطی نے آفریدی کو جس شخص کے اندر پہنچایا تھا۔

وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کا ایک جاسوس تھا۔ اس کا نام جیری اسکاٹ تھا۔ عام طور پر ٹیلی پیتھی جاننے والے خود جسمانی طور پر کہیں نہیں جاتے۔ جہاں جانا مقصود ہوتا ہے۔ وہاں اپنے آلہ کار پہنچا دیتے ہیں۔ چین میں ایسے جاسوس تھے جو اپنے ملکوں سے خود وہاں آئے تھے۔ امریکا اور اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ وہ چین میں متحد ہو کر کام کریں گے۔

چینی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ملکوں سے باہر نہیں جاتے تھے۔ اب یہی صورت رہ گئی تھی کہ چین میں آکر ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچا جائے۔ ان کے ذریعے ٹرانسفارمر مشین کا سراغ لگایا جائے۔ وہ مشین کو تباہ کرنا چاہتے تھے اور چینی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد کم کرنا چاہتے تھے۔

ان کا دوسرا اہم منصوبہ یہ تھا کہ وہاں بابا صاحب کے ادارے کو ختم کیا جائے۔ بابا صاحب کے ادارے سے ان کی پرانی دشمنی تھی۔ انہوں نے اس ادارے کو تعلیم، ہنرمندی اور تربیت کے اعتبار سے بے مثال پایا تھا۔ میرے اور میری فیملی کے افراد کے علاوہ اس ادارے سے تعلق رکھنے والے بے شمار افراد نے ساری دنیا میں شہرت حاصل کی تھی۔

دشمنی کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ چین نے ہمارے ادارے کے تعاون سے ٹرانسفارمر مشین تیار کی تھی۔ چین پہلے ہی سپرپاور بن رہا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کے باعث اب اس کے سپرپاور ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا۔

جیری اسکاٹ نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے دعویٰ کیا تھا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے کے اندر داخل ہو کر وہاں کے اہم راز چرا کر لائے گا۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نمبر فور نے کہا "یہ اتنا ہی آسان ہوتا تو اب سے برسوں پہلے ہمارے باپ دادا اس ادارے کو تباہ کر چکے ہوتے لیکن وہ ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود وہاں کے اہم راز معلوم کرنے میں ناکام ہوتے رہے تھے۔"

جیری اسکاٹ نے کہا "تم امریکی لوگ ایک جگہ بیٹھے ہی بیٹھے کامیابیاں حاصل کرنا چاہتے ہو۔ پتا نہیں تم انڈر گراؤنڈ سیل میں کہاں چھپے رہتے ہو؟ مرد بنو میری طرح میدان میں آؤ اور دیکھو کہ کس طرح دشمنوں کے خفیہ اڈوں میں ہم اسکاٹ لینڈ کے جاسوس گھس جاتے ہیں اور بین الاقوامی سطح پر کامیابیاں اور شہرت حاصل کرتے رہتے ہیں۔"

"مجھے روپوشی کا طعنہ نہ دو۔ اگر تم بابا صاحب کے ادارے میں گھس کر اہم راز چرا لاؤ گے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں بھی انڈر گراؤنڈ سیل سے نکل کر بابا صاحب کے ادارے میں سرنگ بنا تا چلا جاؤں گا۔"

"ایسی باتیں نہ کرو ہم اچھی طرح جانتے ہیں تم رس ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی اس خفیہ تہ خانے سے نہیں نکل سکو گے۔"

"اور میں بھی اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم بابا صاحب کے ادارے سے اہم راز چرا کر کبھی نہیں لا سکو گے۔ تم جس طرح ناممکن کو ممکن بنانے کا دعویٰ کر رہے ہو۔ اسی طرح میں اس تہ خانے سے باہر آنے کا دعویٰ کر رہا ہوں۔"

جیری اسکاٹ ناممکن کو ممکن بنانے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں گیا تھا۔ اس نے بہترین پلاننگ پر عمل کرتے ہوئے اس ادارے کے ایک انجینئر کو ٹریپ کیا تھا۔ اسے ایک جگہ قیدی بنا کر اس کے بھیس میں وہاں پہنچا تھا۔ وہاں کے چند اہم شعبوں میں جا کر وہاں کی مصروفیات آنکھوں سے دیکھتا رہا تھا۔ اس نے ایک سگریٹ لائٹر سائز کے کیمرے سے کئی جگہ کی مائیکرو فلمیں اتاری تھیں۔ کچھ اہم نقشے اور اہم دستاویزات کی بھی فلمیں بنائی تھیں۔ اپنی توقع سے بھی زیادہ کامیابی حاصل کی تھی۔ اس دوران میں اس نے یہ محسوس کیا تھا کہ وہ وہاں خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔

اس نے وہاں سے اپنے ایک ساتھی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تھا مگر ناکام رہا تھا۔ اس نے اس بات کو اہمیت نہیں دی۔ وہ جانتا تھا کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ بھی پہلے ایسا ہو چکا ہے اس کے اطمینان کے لیے یہ بہت تھا کہ وہ کسی روک ٹوک کے بغیر وہاں سے بڑی اہم معلومات حاصل کر رہا تھا۔

جب وہ شام کو ادارے سے باہر آیا تو اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی اور امریکی نمبر فور کے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے منتظر تھے۔ آفریدی اس کے دماغ میں گھسا ہوا تھا۔ وہ بڑے فخر سے بولا "ہم اسکاٹ لینڈ یارڈ والے ہیں۔ ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔ میں نے ایسے ایسے اہم رازوں کی مائیکرو فلم تیار کی ہے جن کے بارے میں کبھی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔ ان رازوں تک پہنچنا تو دور کی بات ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے بابا صاحب کے ادارے کو اندر سے دیکھا ہے۔"

امریکی نمبر فور نے کہا "کیا ہمیں نہیں بتاؤ گے کہ تم نے کیا دیکھا ہے؟ اور وہ مائیکرو فلمیں کہاں ہیں؟"

"وہ سب میرے پاس محفوظ ہیں۔ میں انہیں اسکاٹ لینڈ پہنچاؤں گا۔ آج تک اتنی بڑی کامیابی کسی نے حاصل نہیں کی ہوگی۔"

نمبر فور نے کہا "ہمارے درمیان معاہدہ ہوا ہے کہ ہم متحد رہ کر یہاں کام کریں گے۔ تم معاہدے کے مطابق ہمیں بھی مائیکرو فلم کی کاپیاں دو گے اور وہاں کے حالات بتاؤ گے۔"

اس نے کہا "ہمارے درمیان معاہدہ ہوا ہے کہ ہم یہاں کی ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کریں گے اور چینی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا خاتمہ کریں گے۔ یہ سب کچھ ہم اپنے اپنے طور پر کریں گے۔ اس جدوجہد کے دوران میں ضرورت کے وقت ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔ ایک دوسرے کی مصیبتوں میں کام آئیں گے۔ یہ معاہدہ ہرگز نہیں کیا گیا ہے کہ ہم جو کچھ حاصل کرتے رہیں گے اسے تمہارے حوالے کرتے رہیں گے۔"

"تم باتیں بنا کر اپنے معاہدے سے پھر رہے ہو۔ کیا ہم سے الگ ہونا چاہتے ہو؟ اگر ہمارا اتحاد ٹوٹے گا تو صرف ہمیں نہیں تمہیں بھی نقصان پہنچے گا۔ اسے دھمکی نہ سمجھو یہ ایک حقیقت ہے۔"

"اور تم فضول جھگڑا نہ کرو۔ ہمیں یہ معاملہ اپنے اکابرین کے سامنے رکھنا چاہیے پھر وہ جو حکم دیں گے ہم ان پر عمل کریں گے۔"

جیری اسکاٹ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوٹل کے ایک کمرے میں آگیا۔ اس نے جیب سے اس سگریٹ لائٹر کو نکالا جو دراصل ایک کیمرا تھا۔ اس نے اس لائٹر کو کھول کر مائیکرو فلم کا رول نکالا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اندر فلم نہیں ہے۔ صرف اس کا خول رکھا ہوا ہے۔

وہ دیدے پھاڑ پھاڑ کر اس کیمرے اور اس خول کو دیکھنے لگا۔ اس نے اس کیمرے کو اس ادارے کے اندر نہیں کھولا تھا۔ اسے اپنے لباس کی اندرونی جیب میں چھپا کر رکھا تھا۔ کسی نے یہاں تک اس کیمرے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اس کے باوجود اس کے اندر سے مائیکرو فلم کا رول غائب ہو گیا تھا۔ یہ تو کوئی جادوئی عمل لگ رہا تھا۔

اسے اپنے اندر کمانڈر رہائیڈ کی آواز سنائی دی "ہیلو جیری اسکاٹ! ابھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ایک امریکی افسر کہہ رہا تھا کہ تم بابا صاحب کے ادارے میں گھس کر وہاں کے اہم رازوں کو مائیکرو فلموں میں محفوظ کر لیا ہے۔ وہ امریکی اس بات سے ناراض ہو رہے ہیں کہ تم نے انہیں مائیکرو فلم کی دوسری کاپیاں دینے سے انکار کیا ہے یہ تم نے اچھا کیا۔ میں ان لوگوں سے نمٹ لوں گا۔ تم ابھی مجھے ان رازوں کی نوعیت بتاؤ۔"

"سر! میں کیا بتاؤں۔ میں نے اس کیمرے سے بڑے اہم رازوں کی فلمیں اتاری تھیں۔ اس کیمرے کو اپنے لباس کی اندرونی جیب میں چھپا کر رکھا تھا۔ یہاں تک نہ کوئی میرے قریب آیا تھا اور نہ ہی کسی نے میرے لباس کو ہاتھ لگایا تھا۔ میں حیران ہوں۔ وہ مائیکرو فلمیں کس طرح غائب ہو گئی ہیں۔ فلموں کا یہ خول میرے ہاتھ میں رہ گیا ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ہم تو تمہاری کامیابی کی اطلاع پا کر خوش ہو رہے تھے۔ تم تو بری طرح مایوس کر رہے ہو۔"

"سر! میں پورے ہوش و حواس کے ساتھ کامیاب ہو کر ادارے سے باہر آیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کا وہ سربراہ عبداللہ واسطی کوئی جادوگر ہے۔ اس نے جادو سے میری مائیکرو فلم غائب کی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ ہم عملی زندگی گزارنے والے جادو پر یقین نہیں رکھتے ہیں۔ تم نے وہاں آنکھوں سے جو کچھ دیکھا ہے وہ تو تمہیں یاد ہے۔ مجھے وہاں کے بارے میں تفصیل سے ایک ایک بات بتاؤ۔"

"میں اس ادارے کے ایک انجینئر کے بھیس میں گیا تھا۔ کسی نے مجھ پر شبہ نہیں کیا تھا۔ میں سب سے پہلے وہاں کے ریکارڈ روم میں گیا تھا۔ وہاں میں نے دیکھا۔ میں نے دیکھا پھر۔۔۔ میں نے دیکھا۔"

کمانڈر رہائیڈ نے ڈانٹ کر کہا "کیا دیکھا۔ آگے بولو۔"

"سر! میں نے وہاں بہت کچھ دیکھا تھا۔ وہی یاد کر رہا ہوں۔ کیا دیکھا تھا؟"

"کیا تمہاری یادداشت اتنی کمزور ہو گئی ہے۔ چند گھنٹے پہلے دیکھی ہوئی چیزوں کو بھول گئے ہو۔"

"سر آپ جانتے ہیں۔ میری یادداشت بہت اچھی ہے۔ آپ میرے خیالات پڑھیں۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ میں یاد کر رہا ہوں تو مجھے یاد آ رہا ہے۔ جیسے اس ریکارڈ روم میں طرح طرح کے کھلونے رکھے ہوئے تھے۔"

کمانڈر رہائیڈ نے حیرانی سے کہا "واقعی تمہارے خیالات پڑھنے سے ایسا ہی لگ رہا ہے جیسے تم نے وہاں کھلونے ہی کھلونے دیکھے تھے۔ تم کسی دوسرے شعبے میں بھی گئے تھے۔ وہاں کے بارے میں یاد کر کے بتاؤ۔"

وہ سوچنے لگا۔ اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں کہاں گیا

تھا۔ کمانڈر ہائیڈ اس کے خیالات پڑھ کر بولا "ہمیں تسلیم کرلینا چاہیے کہ بابا صاحب کے ادارے میں جاسوسی نہیں ہوسکتی۔ وہاں روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مخالفین کو ان کے ارادوں میں ناکام بنادیا جاتا ہے۔"

اس نے امریکی اعلیٰ افسر سے کہا "آپ حضرات ... خوامخواہ ناراض ہورہے تھے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے جاسوس جیری اسکاٹ نے کوئی کامیابی حاصل نہیں کی ہے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے سے ناکام آیا ہے۔ اس کے پاس کوئی مائیکرو فلم نہیں ہے۔"

امریکی اعلیٰ افسر نے کہا "اب تو تم یہی کہو گے۔ جیری اسکاٹ نے مائیکرو فلم دینے سے انکار کیا۔ تم اس سے دو ہاتھ آگے ہو۔ مائیکرو فلم ہی کو غائب کررہے ہو۔"

"تم یقین کرو۔ میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔"

"یقین نہ دلاؤ۔ وہ مائیکرو فلمیں اپنے ہی پاس رکھو۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دو تنظیمیں کبھی تم نہیں رہ سکتیں۔ ہم بابا صاحب کے ادارے کے خلاف سازشوں میں کامیاب ہونے والے ہیں۔ ایسے وقت تم نے خود غرضی دکھائی ہے۔"

"جیری اسکاٹ کی حماقت سے تمہارے دلوں میں جو غلط فہمی پیدا ہورہی ہے۔ میں اسے دور نہیں کرسکوں گا۔ ہم سے اتحاد نہ رکھو ہم چین میں تمہارے تعاون کے محتاج نہیں ہیں۔"

آفریدی بڑی دیر سے جیری اسکاٹ کے اندر رہ کر ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں معلومات حاصل کررہا تھا۔ وان شی اور علی نے آکر کہا "اکیلے بیٹھے کیا کررہے ہو؟"

وہ انہیں اسکاٹ لینڈ یارڈ اور امریکا کے اتحاد بننے اور بگڑنے کے بارے میں بتانے لگا "یہ لوگ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف بڑی گہری سازشوں میں مصروف ہیں۔"

وان شی نے کہا "ہماری چینی انٹیلی جنس کے جاسوس یہ رپورٹ پیش کررہے ہیں کہ یہ لوگ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف نہیں ہیں۔ یہ ہماری ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنے آئے ہیں۔ ہمارے دو چینی ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے گئے ہیں۔ ظاہر ہے وہ بے چارے انہی کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔"

آفریدی نے کہا "وان شی! میں ابھی جیری اسکاٹ کے خیالات پڑھتا رہا ہوں۔ اس کا سربراہ کمانڈر ہائیڈ اس کے اندر آکر امریکا سے ہونے والے اتحاد کی بات کررہا تھا۔ انہوں نے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف یہ اتحاد قائم کیا تھا۔ تمہیں یقین نہ ہو تو ابھی جیری اسکاٹ کے اندر جاکر اس کے خیالات پڑھو۔ تمہیں حقیقت معلوم ہوجائے گی۔"

وہ بولی "صرف ایک جیری اسکاٹ کے خیالات پڑھنے سے کیا ہوتا ہے۔ میں یہاں کے اہم شعبوں کے چینی عہدے داروں کے خیالات پڑھتی رہتی ہوں۔ وہ سب جناب عبداللہ واسطی سے اور بابا صاحب کے ادارے سے بے حد متاثر ہیں۔ وہ اسلام قبول کررہے ہیں۔ اپنے جوان بچوں کو بابا صاحب کے ادارے میں تعلیم و تربیت کے لیے بھیج رہے ہیں۔ ان عہدے داروں کے چور خیالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس قدر جناب عبداللہ واسطی سے محبت کرتے ہیں۔ اسی قدر اپنے چینی حکمرانوں سے بیزار ہیں۔ ہمارے لوگوں میں ایسی تبدیلیاں کیوں آرہی ہیں؟"

علی نے کہا "وان شی! میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ ہم میں سے کسی نے ان عہدے داروں کو جناب عبداللہ واسطی کی طرف مائل نہیں کیا ہے اور نہ ہی ان کے دلوں میں چینی حکمرانوں کے خلاف نفرت پیدا کررہے ہیں۔ ذرا سوچو ہم ایسا کیوں کریں گے۔ ہم تو تمہارے ملک کی بہتری چاہتے ہیں۔ ہم یہاں رہ کر تمہارے ملک کی اور تمہاری قوم کی خدمت کررہے ہیں۔"

وان شی نے کہا "میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ میں بھی بابا صاحب کے ادارے کی طالبہ ہوں لیکن اس سے پہلے اپنی انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ کی جاسوس ہوں۔"

علی نے کہا "تم ادارے کے اندر دن رات آتی جاتی رہی ہو مجھ سے ٹریننگ حاصل کرتی رہی ہو۔ کیا تم نے ایسی کوئی سرگرمی دیکھی ہے جو تمہارے ملک کے خلاف ہو؟"

"سجھدوں' مندروں' گرجاؤں اور بڑے بڑے مذہبی اداروں کے پس پردہ سیاسی چالیں چلی جاتی ہیں۔ میں اس سلسلے میں بحث نہیں کروں گی حکومت کے خلاف کون سازشیں کررہا ہے اور کون نہیں کررہا ہے۔ اس کا فیصلہ ہمارے اکابرین کرنے والے ہیں۔"

علی نے کہا "اچھی بات ہے۔ میری مما اور پاپا صحیح وقت پر یہاں پہنچ رہے ہیں۔ وہ تم لوگوں کی غلط فہمیاں دور کردیں گے۔"

میں سونیا کے ساتھ وہاں پہنچا تو چینی آرمی کے اعلیٰ افسران ہمارے استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے۔ وہ ہمیں اپنے ساتھ ہیڈ کوارٹر میں لے گئے۔ وہاں شان دار ڈنر کا اہتمام کیا گیا تھا۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کھانے کے

دوران کہا "ہمیں ایسی رپورٹس مل رہی ہیں۔ جنہیں پڑھ کر ہم حیران و پریشان ہیں۔ اچھا ہوا آپ آگئے۔"

میں نے پوچھا "ایسی کیا بات ہے کہ آپ پریشان ہورہے ہیں؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے یہاں کے اہم شعبوں کے اہم عہدے داروں کے خیالات پڑھے ہیں۔ ان کے خیالات سے پتا چل رہا ہے کہ وہ اپنے ملک کے موجودہ حکمرانوں سے بیزار ہیں۔ وہ اپنے بدھ مذہب سے بھی بیزار ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا ہے اور یہ سوچتے ہیں کہ جناب عبداللہ واسطی کو اس ملک کا حکمران بننا چاہیے۔"

سونیا نے کہا "اگر ان کے دماغوں میں ایسی باتیں پک رہی ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں نے ان عہدے داروں کے دماغوں کو متاثر کیا ہے اور تنویمی عمل کے ذریعے اپنے ہی حکمرانوں کے خلاف انہیں متنفر کررہے ہیں۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "بے شک ہمارے دشمن ایسا کرسکتے ہیں لیکن آپ دوسرے پہلو کو نظرانداز کررہی ہیں۔ وہ تمام دشمن بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ہیں۔ ہم سے ہمیشہ کہتے رہتے ہیں کہ ہم نے یہاں یہ ادارہ قائم کرنے کی اجازت دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اگر انہوں نے ہمارے ان عہدے داروں پر تنویمی عمل کیا ہے تو ان عہدے داروں کے اندر اس ادارے سے محبت کیوں پیدا کریں گے؟ وہ تو اس ادارے کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ تو ان عہدے داروں کے اندر بھی اس ادارے سے نفرت پیدا کرائیں گے۔ جبکہ نفرت ہم سے پیدا کی جارہی ہے اور محبت ان سے۔"

میں نے پوچھا "آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ خدانخواستہ ہم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے بدھ مذہب کے خلاف ہیں اور چینی حکمرانوں کے خلاف بیزاری پیدا کررہے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم کسی ثبوت کے بغیر مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو الزام نہیں دیں گے۔ ہم اس پہلو پر بھی غور کررہے ہیں کہ دشمن دوغلی چالیں چل سکتے ہیں۔ جناب عبداللہ واسطی اور بابا صاحب کے ادارے کو بدنام کرنے کے لیے تنویمی عمل کے ذریعے ہمارے اہم عہدے داروں کے اندر ایسی باتیں پیدا کرسکتے ہیں۔ جنہیں سن کر ہم آپ کے خلاف سوچنے پر مجبور ہوجائیں۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا "آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ بہت بڑی غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے۔ آپ کسی طرح بھی ٹھوس دلائل اور ثبوت کے ساتھ اس غلط فہمی کو دور کریں۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں یہاں کے تمام حالات کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد یہ سمجھ لوں گا کہ دشمن ہم پر کیسی چال بازیوں سے حملے کررہے ہیں۔ ہمارے درمیان جو غلط فہمی ہے اسے کسی طرح دور کروں گا۔"

ڈنر کے بعد میں سونیا کے ساتھ ہیڈ کوارٹر کے باہر ایک گیسٹ ہاؤس میں آگیا۔ سونیا نے کہا "اس بار دشمنوں نے ہمارے خلاف زبردست چال چلی ہے۔ ویسے یہ چینی حکام اور اعلیٰ افسران کچے ذہن کے مالک ہیں۔ دشمنوں کی چال میں آرہے ہیں۔ ہمیں کچھ کرنا ہی ہوگا۔"

میں تھکے ہوئے انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا "ہاں کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔"

○☆○

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نمبر آٹھ کو یہ معلوم ہوچکا تھا کہ ٹائی نیویارک میں ہے۔ نمبر آٹھ کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت سڈنی تھا۔ اس کی محبوبہ کا نام کرسٹی تھا۔ ٹائی نے کرسٹی کو پہلے اپنی ڈمی بنایا تھا۔ اس وقت وہ نہیں جانتی تھی کہ کرسٹی اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سڈنی کی محبوبہ ہے اور معمول بھی ہے۔ اس طرح ان امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وہاں ٹائی کی موجودگی کا علم ہوگیا تھا۔ بعد میں ٹائی نے نمبر آٹھ کو مارلی کے قلعے میں پہنچادیا تھا۔ نمبر آٹھ نے اپنے سربراہ مسٹر بلیک سے کہا "اگرچہ ٹائی کے ذریعے مجھے قلعے کے اندر پہنچنے میں کامیابی ہوئی ہے۔ تاہم یہ سوچنا اور سمجھنا چاہیے کہ وہ ہمارے ملک میں کیا کررہی ہے۔"

مسٹر بلیک نے کہا "بعض اوقات سونیا اور فرہاد کی ہیرا پھیری سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ انہوں نے وہ قلعہ کیوں چھوڑ دیا ہے؟ نیویارک میں ایک ڈمی مارلی کیوں بنائی ہے؟ پھر یہ کہ وہ اپنی بہو ٹائی وغیرہ کے ذریعے دوسروں کو اس قلعے میں کیوں پہنچا رہے ہیں؟"

نمبر آٹھ نے کہا "اس قلعے میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھیڑ دیکھ کر یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ فرہاد نے میری طرح ان سب کو بھی اس قلعے میں پہنچایا ہے۔ پہلے وہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا اور اب انہوں نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے اس قلعے کو میدانِ جنگ بنادیا ہے تمہیں وہاں

محتاط رہنا چاہیے۔"

"میں خیال خوانی کے ذریعے اس قلعے میں جاکر بہت محتاط رہتا ہوں۔ آپ ثانی کو کسی طرح بھی نیویارک میں ٹریپ کریں۔ وہ یقیناً ہمارے انڈر گراؤنڈ سیل کا سراغ لگانے آئی ہے۔"

مسٹر بلیک نے خیال خوانی کے ذریعے آرمی کے افسران کو ہدایات دیں کہ وہ پورے نیویارک کی ناکا بندی کریں۔ ثانی کا حلیہ اور قدو قامت نشر کریں۔ وہ کسی بہروپ میں ہوگی لیکن قدو قامت اور جسامت کے ذریعے پہچانی جاسکتی ہے۔ جس پر بھی شبہ ہو اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کی جائے۔"

ویسے انہوں نے ناکا بندی کرانے میں دیر کی تھی۔ ثانی بہت پہلے ہی نیویارک چھوڑ چکی تھی۔ وہ نادان نہیں تھی۔ جیسے ہی اسے پتا چلا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں اس کی موجودگی کو سمجھ گئے ہیں۔ اسی وقت اس نے وہ شہر چھوڑ دیا تھا۔ کینیڈا آگئی تھی۔ وہاں ایک اپارٹمنٹ کرائے پر حاصل کرکے رہنے لگی تھی۔

وہ حسین تھی، جوان تھی۔ اسے تنہا دیکھ کر دشمن اس پر شبہ کرسکتے تھے۔ ان کے شبے سے بالاتر رہنے کے لیے اس نے کینیڈا پہنچتے ہی ایک ایسے شخص کو ٹریپ کیا تھا جس کے دو بچے تھے۔ بیوی نہیں تھی۔ اس نے اس شخص پر اور اس کے بچوں پر تنویمی عمل کرکے یہ باتیں نقش کی تھیں کہ وہ اس شخص کی بیوی اور ان بچوں کی ماں ہے۔

وہ ایسا کرنے کے بعد کرائے کا اپارٹمنٹ چھوڑ کر اس شخص کے بنگلے میں آگئی تھی۔ وہاں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے امریکی آرمی کے اعلیٰ افسران تک پہنچتی رہتی تھی۔ جو افسران یوگا کے ماہر تھے ان کی نگرانی ایسے افسران کے ذریعے کرتی تھی جو ان کے ساتھ رہتے تھے اور یوگا کے ماہر نہیں تھے۔

وہ واشنگٹن اور شکاگو کے آرمی انٹیلی جنس میں کتنے ہی اہم افراد کو اپنا آلہ کار بناتی رہی اور یوگا جاننے والے افسران کی نگرانی ان کے ذریعے کرتی رہی۔

وہاں پڑوس میں ایک شخص اپنی بیوی بچوں کے ساتھ رہتا تھا وہ جوان اور قد آور تھا۔ باڈی بلڈر تھا۔ اس کی بیوی کی عمر کچھ زیادہ تھی۔ ایک صبح ثانی جوگنگ کرتی جارہی تھی۔ اس باڈی بلڈر نے جوگنگ کرتے ہوئے اس کے قریب آکر کہا "تم بہت ینگ اور اسمارٹ ہو۔ مگر تمہارا شوہر بوڑھا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "تم بھی ینگ اور اسمارٹ ہو مگر تمہاری بیوی بوڑھی دکھائی دیتی ہے۔ قصہ کیا ہے؟ کیا وہ بہت دولت مند ہے؟"

"ہاں یہی سمجھو۔ میں نے دولت کی خاطر اس سے شادی کی ہے۔ ویسے تم دو بچوں کی ماں نہیں لگتی ہو۔ سچ بتاؤ کیا وہ دونوں بچے تمہارے ہیں؟"

"نہیں میری سوکن کے ہیں۔ وہ مرچکی ہے۔ یہ بچے مجھے اپنی ماں سمجھتے ہیں۔"

"کیا ہماری دوستی ہوسکتی ہے؟ میں اپنی بڑھیا سے بیزار ہوگیا ہوں تم بھی یقیناً اس بڈھے سے اکتا گئی ہوگی۔ ہم جوان ہیں۔ ہمیں کہیں رات گزارنی چاہیے۔"

وہ مسکرا کر بولی "ہاں تم ایسے ہو کہ تمہارے ساتھ رات گزاری جاسکتی ہے لیکن میرا بڈھا مجھے تنہا دن کے وقت کہیں جانے نہیں دیتا۔ میرے ساتھ لگا رہتا ہے۔ رات کو بھی گھر سے نکلنے نہیں دیتا۔"

"اس بوڑھے کو نیند کی گولیاں کھلا دو۔ وہ صبح تک گہری نیند سوتا رہے گا۔ ہم صبح تک عیش کرتے رہیں گے۔"

"میں اسے خواب آور گولیاں نہیں کھلاؤں گی۔ وہ دل کا مریض ہے ایک گولی بھی کھائے گا تو ہمیشہ کے لیے سوتا رہ جائے گا۔"

"کیا تمہیں اس بوڑھے سے محبت ہے؟"

"اس سے محبت ہو یا نہ ہو۔ میں اس کی ہلاکت کا سبب نہیں بنوں گی۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں اسے نیند کی گولیوں کے بغیر ہی آرام سے سلادوں گا۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ دونوں بچے بھی سوتے رہیں گے میں تمہارے پاس آجاؤں گا۔"

ثانی نے حیرانی سے پوچھا "تم اسے نیند کی کسی دوا کے بغیر کیسے سلاؤ گے؟"

"یہ نہ پوچھو۔ تمہیں حاصل کرنے کے لیے میں جادوگر بن جاؤں گا۔"

"مذاق نہ کرو۔ میں جادو کو نہیں مانتی ہوں۔ پہلے مجھے یقین دلاؤ کہ واقعی وہ سوتا رہے گا تو میں رات کو تمہیں اپنے بنگلے میں آنے کی اجازت دوں گی۔"

"آج رات تمہیں یقین ہوجائے گا۔ میں ایسے ہی وقت آؤں گا جب وہ گہری نیند میں ہوگا اور وہ ڈنر کے بعد دس بجے تک سوجائے گا۔"

ثانی نے اس کی باتوں سے اندازہ لگالیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے آج رات اسے معلوم ہوسکتا تھا کہ اس کی اصلیت

کیا ہے۔ وہ جوگنگ کرتی ہوئی بولی "اچھا میں جارہی ہوں۔ بنگلے تک پہنچنے میں دیر ہوگی تو وہ بڈھا مجھ پر شبہ کرے گا۔"

اس باڈی بلڈر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "پکی دوستی رات کو ہوگی۔ ابھی دوستی کی ابتدا کو کرتی جاؤ۔"

وہ اسے آغوش میں لے کر کس کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑاتے ہوئے کہا "سوری میں اپنے موڈ کے مطابق رومانس کرتی ہوں ابھی ایسا کوئی موڈ نہیں ہے۔ رات کا انتظار کرو۔"

وہ جوگنگ کرتے ہوئے جانے لگی۔ تب اس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ وقت اور حالات کے مطابق ثانی جو بھیس بدلتی تھی اور جو لب ولہجہ اختیار کرتی تھی۔ اسی کے مطابق اس کے چور خیالات بدل جاتے تھے۔ کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو یہی معلوم ہوتا کہ اس کا نام لیزا ہے۔ وہ ایک بوڑھے کی بیوی اور دو سوتیلے بچوں کی ماں ہے۔

ثانی کو یقین ہوگیا کہ وہی باڈی بلڈر اس کے خیالات پڑھ رہا ہے۔ وہ انجان بن کر اسے خیالات پڑھنے کا موقع دیتی رہی۔ جب وہ اس کے دماغ سے چلا گیا تو وہ سوچنے لگی۔ یہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ شاید وہ بڑھیا اس کی بیوی نہیں ہے اور وہ بچے بھی اس کے نہیں ہیں۔ جس طرح اس نے ایک بوڑھے کو اپنا نمائشی شوہر بنایا ہے۔ شاید اس نے بھی اس بڑھیا کو اپنی نمائشی بیوی بنا کر رکھا ہے۔

اس نے بنگلے میں پہنچ کر جوس پیا۔ ہلکا سا ناشتا کیا پھر بچوں کو تیار کرکے ایک اسکول بس میں انہیں روانہ کردیا۔ اس بوڑھے نے کہا "تم بہت اچھی ہو۔ میرے بچوں کا بہت خیال رکھتی ہو۔"

وہ بولی "تم بھی بہت اچھے ہو۔ مجھے گھر کا کام کرنے نہیں دیتے کھانا خود پکاتے ہو۔ آج کیا پکا رہے ہو؟"

اس نے کہا "کل شام میں مچھلیاں لے کر آیا تھا۔ فریج میں رکھی ہوئی ہیں۔ آج میں تمہیں بہترین فرائی کی ہوئی مچھلیاں کھلاؤں گا۔"

وہ کچن کی طرف چلا گیا۔ ثانی اپنے بیڈ روم میں آکر ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے پورس کے پاس پہنچ گئی پھر اسے مخاطب کیا "ہائے پورس کیسے ہو؟ کیا گزر رہے ہو؟"

"تعجب ہے یہ آفتاب مغرب سے کیسے نکل رہا ہے۔ بھئی تمہارا پارس مشرق میں ہے۔ تمہیں وہاں سے طلوع ہونا چاہیے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "میں نے اپنے میاں کو ڈھیل دی ہوئی ہے۔ ابھی اپنے صاحب کو ڈسٹرب نہیں کروں گی۔ میں جانتی ہوں صاحب بہت اہم معاملے میں مصروف ہیں۔"

"تمہارا صاحب کسی کام کا نہیں ہے۔ جس انڈر گراؤنڈ سیل میں وہ ناکام رہا ہے۔ وہاں میں کامیاب ہورہا ہوں۔"

"اپنی کامیابی پر زیادہ غرور نہ دکھاؤ۔ مجھے پتا ہے۔ تم علیزا کے ساتھ جب چاہتے ہو انڈر گراؤنڈ سیل میں پہنچ جاتے ہو۔ تم نے نمبر تھری کو معمول بنالیا ہے۔ ایسی کامیابیاں تو میں چلتے پھرتے حاصل کرتی ہوں تم میرے پارس کا کیا مقابلہ کرو گے۔ پہلے میرے مقابلے میں کامیاب ہوکر دکھاؤ۔"

پورس نے کہا "مجھے پتا ہے تم آج کل امریکا میں بھٹک رہی ہو۔ اللہ کرے بھٹکتی ہی رہو۔ کبھی انڈر گراؤنڈ سیل تک نہ پہنچو۔ میری دعا بڑی جلدی عرش تک پہنچتی ہے۔ تم دیکھ لینا پارس کی طرح تمہیں بھی ناکامی ہوگی۔ میں تم دونوں سے پہلے اس انڈر گراؤنڈ سیل کے دروازے تک پہنچ جاؤں گا اور اندر تو پہنچا ہی ہوا ہوں۔"

"میں تم سے تعاون حاصل کرنے آئی تھی۔ سوچا تھا تم مجھے بھی نمبر تھری کے اندر پہنچاؤ گے۔ میں بھی اپنے طور پر اس تہ خانے میں پہنچ کر کچھ کرتی رہوں گی لیکن تم نے میرے پارس کو کمتر کہا ہے۔ اب میں تمہیں اس سے کمتر ثابت کرکے رہوں گی۔"

"ارے میری پیاری بھالی جان۔ پارس کو برا کہتے ہی تم ناراض ہوجاتی ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ میرا سگا بھائی ہے۔ نہ وہ مجھ سے کمتر ہے۔ نہ میں کبھی اس سے کسی طرح کم رہتا ہوں۔"

"اب میں تمہیں کم کروں گی۔ چھ فٹ کے ہو تین فٹ کا بناؤں گی۔"

"ارے یہ کیا کہہ رہی ہو۔ میں تم سے ڈرتا نہیں ہوں مگر تم ضرور کوئی گھپلا کرو گی۔ میری کامیابی کے راستے میں ضرور کوئی رکاوٹ پیدا کرو گی۔ مجھے معاف کردو میری ماں۔"

"تمہاری کامیابی ہم سب کی کامیابی ہے۔ میں پاگل تو نہیں ہوں کہ تم سب کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کروں گی۔ میں تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گی لیکن یہ چیلنج کرتی ہوں کہ تم سے پہلے مسٹر بلیک کی کھوپڑی میں پہنچوں گی۔ تم انڈر گراؤنڈ سیل میں بھٹکتے رہ جاؤ گے۔ اچھا اب میں جارہی ہوں۔"

"ٹھہرو! ابھی نہ جانا۔ میرے دماغ میں رہو۔"

وہ خیال خوانی کرکے پارس کے پاس پہنچا پھر بولا "تم نے کیسی واہیات لڑکی کو میری بھابی جان بنایا ہے۔ یہ محترمہ ابھی میرے دماغ میں گھسی ہوئی ہیں۔ نکالنا چاہتا ہوں نکلتی نہیں ہیں۔"

ثانی نے کہا "جھوٹے، مکار۔ مجھے دماغ میں رہنے کو کہا اور اب کہتے ہو کہ میں زبردستی یہاں ہوں۔"

پارس نے پوچھا "بات کیا ہے۔ تم دونوں کس بات پر جھگڑا کررہے ہو۔"

پورس نے کہا "یہ میرے پاس آکر تمہارے خلاف زہر اگل رہی تھی۔ تم پر لعنت بھیج رہی تھی کہہ رہی تھی۔ جہاں تم ناکام ہوئے تھے وہاں میں کامیاب ہورہا ہوں۔ یہ ٹھیک ہے کہ میری تعریفیں کررہی تھی مگر تم جانتے ہو۔ میں تمہاری انسلٹ برداشت نہیں کرتا ہوں۔"

پارس نے کہا "ذرا کم بولو۔ تم کتنے سچے ہو یہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ ثانی تم بولو کیا بات ہے؟"

"جیسا کہ تم جانتے ہو۔ میں امریکا میں ہوں۔ مجھے بابا صاحب کے ادارے سے اطلاع ملی کہ پورس اور علیزا نے انڈر گراؤنڈ سیل میں بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ میں اس کامیابی سے فائدہ اٹھانے کے لیے اس سے تعاون حاصل کرنے کے لیے اس کے دماغ میں آئی تو اس کا دماغ ساتویں آسمان پر تھا۔ میں نے اسے چیلنج کیا ہے کہ میں اس سے پہلے مسٹر بلیک تک پہنچوں گی۔"

پارس نے کہا "پورس! سنبھل جاؤ۔ ثانی دوسری میڈم سونیا کہلاتی ہے۔ جب اس نے چیلنج کیا ہے تو یہ ہماری مما کی طرح تم سے آگے ہی رہے گی۔"

"یار تم تو جورو کے غلام نکلے۔ بھائی کو چھوڑ کر بیوی کے گن گارہے ہو۔ چلو لگ گئی شرط اگر میں ثانی سے پہلے مسٹر بلیک تک پہنچ جاؤں تو تم کیا ہارو گے؟"

"ہارنا تمہیں ہے۔ یہ لکھ لو کہ ثانی مجھے ہارنے نہیں دے گی۔"

"کیوں ثانی کا قصیدہ پڑھ رہے ہو کوئی شرط لگاؤ۔"

"ٹھیک ہے اگر تم ہارو گے تو پورے ایک برس تک جو بھی حسین لڑکی ملتی رہے گی تو تم اسے بہن بناتے رہو گے۔"

"ارے واہ یہ بھی کوئی شرط ہے۔ کیا شریف لوگ کبھی ایسی شرط لگاتے ہیں۔ حسن اللہ تعالیٰ کا بہترین عطیہ ہے۔ حسن کو حسن کی طرح پرکھنا چاہیے۔"

ثانی نے کہا "پارس! اسے اپنی شکست کا یقین ہوگیا ہے۔ یہ ڈر رہا ہے کہ ایک تو بازی ہارے گا اور اوپر سے لڑکیوں کو بہن بنانا رہے گا۔ بے چارہ دونوں طرف سے مارا جائے گا۔"

"اے ثانی! بکواس مت کرو۔ ہارو گی تم اور تمہارے میاں کو بھی یہی سزا ملنی ہوگی۔"

ثانی نے کہا "ویسے تم دونوں بھائی بدمعاش ہو۔ تم لڑکیوں کے سوا کوئی دوسری بات نہیں جانتے۔ اب میں فیصلہ سناتی ہوں۔ تم میں سے جو بھی ہارے گا۔ وہ ساری عمر حسین لڑکیوں کو بہن بناتا رہے گا۔"

پورس نے کہا "مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں ہے۔ میرے بھائی پارس کو بہت نقصان پہنچے گا تم بہت مکار ہو۔ تم جان بوجھ کر بازی ہار جاؤ گی۔ تاکہ تمہارا پارس صرف تمہارا رہے اور دوسری لڑکیوں کو بہن بناتا رہے۔"

پارس نے کہا "تمہارے جیسے محبت کرنے والے بھائی اب اس دنیا میں نہیں ملتے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں ثانی کو ہارنے نہیں دوں گا۔ وہ جیت جائے گی اور تم ہار جاؤ گے تو مجھے ملنے والی سزا تمہیں ملتی رہے گی۔"

"بکواس مت کرو۔ تم میاں بیوی مجھے اُلو نہیں بنا سکتے۔"

ثانی نے کہا "کیونکہ تم بنے بنائے ہو۔"

"اچھا زیادہ نہ بولو۔ ایک دوسرے کو چیلنج کرنے کی حماقت نہ کرو۔ ہمیں ایک دوسرے کے تعاون سے مسٹر بلیک تک پہنچنا ہے۔"

"اب سیدھے راستے پر آئے ہو۔ چلو ثانی کو نمبر تھری کے اندر پہنچا دو۔ ثانی بھی اپنے طور پر اہم معلومات حاصل کرے گی تو تمہیں بتاتی رہے گی۔"

پورس نے اسے نمبر تھری کے دماغ میں پہنچا دیا۔ وہ اس کے مختصر سے خیالات پڑھ کر واپس آگئی پھر بولی "تھینک یو پورس! میں پھر کسی وقت تم سے رابطہ کروں گی۔"

پورس چلا گیا۔ پارس نے کہا "کیسی ہو ثانی۔ یوں تو میں تم سے روز ہی رابطہ کرتا ہوں لیکن کل سے اب تک بہت مصروف رہا تھا۔"

"اپنی صفائی پیش نہ کرو۔ کرونا نے مصروف رکھا ہوگا۔"

"سوکن کی زبان سے نہ بولو۔ جرمنی میں کرونا سے بچھڑنے کے بعد اب تک اس سے ملاقات نہیں کی ہے۔ اس سے دور ہی دور رہتا ہوں۔"

"کیا میں تمہیں پارس نہیں پارسا سمجھوں۔ جبکہ تم پارسا کبھی نہیں بنو گے۔ کسی دوسری نے تمہیں کرونا سے دور کردیا ہوگا۔"

"تھیک کا علاج تو میرے باپ کے پاس بھی نہیں ہے۔ دل کی بات کہتا ہوں کہ تمہارے پاس آنے اور تمہارے تھ رہنے کے لیے دل مچل رہا ہے مگر تم یقین نہیں کروگی۔"

"تمہاری یہ پیار بھری باتیں مجھے اچھی لگتی ہیں لیکن پے یقین کروں؟ میرے لیے بے چین رہتے تو ابھی چلے تے۔ ماسکو میں جو بھی مصروفیات ہیں۔ خیال خوانی کے لیے ان سے نمٹ سکتے تھے۔"

"میں یہی کرنے والا ہوں۔ بس مجھے راسپوٹین کا انتظار ہے۔ وہ راسپوٹین پیلس میں رہتا ہے۔ ابھی کسی دوسری ائش گاہ میں چھپا ہوا ہے۔ کسی دن کسی وقت بھی وہ پیلس آئے گا تو میں اسے دبوچ لوں گا۔"

"کیا وہاں جسمانی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے؟"

"ہاں! اس پیلس میں راسپوٹین کی ایک حسین داشتہ تی ہے۔ مما اس داشتہ کے اندر رہ کر راسپوٹین کا انتظار درہی ہیں۔ اگر وہ اسے پیلس کے اندر ٹریپ کرنے میں ام رہیں گی تو میں پیلس کے باہر جسمانی طور پر موجود رہوں گا ے فرار ہونے کا موقع نہیں دوں گا۔"

"پھر تو تمہارا وہاں رہنا ضروری ہے۔ راسپوٹین ٹیلی تھی کی دنیا میں آتے ہی بڑی اہمیت حاصل کررہا ہے۔ وہاں موجود ہیں تم بھی ہو تو پھر اس کی شامت آگئی ہے۔ وہ پچ کر ں جاسکے گا۔"

"ہماری یہی کوشش ہوگی۔ ویسے وہ پچھلے دو دنوں سے پنے پیلس میں نہیں آرہا ہے۔ اسی شہر میں کہیں چھپا ہوا ے۔ یوں لگتا ہے جیسے اسے خطرے کا احساس ہوگیا ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ وہ خطرہ محسوس کررہا ہو۔ کیا اس کے ارے میں کچھ معلوم کرنے کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے؟"

"اس کے پیلس میں تمام خدمت گار یوگا کے ماہر ہیں۔ رف وہ داشتہ ایسی ہے۔ جس کے دماغ میں ہمیں جگہ مل گئی ے۔ وہ اپنے یوگا جاننے والے ماتحتوں سے رابطہ کرتا ہوگا۔ ی طرح ان کے دماغ میں پہنچنے سے اس کی موجودہ موفیات کا علم ہوگا۔"

"مجھے اس داشتہ کے دماغ میں لے چلو۔ میں اس پیلس اندر سے دیکھوں گی۔ اس داشتہ کے خیالات پڑھوں گی۔"

وہ پارس کے ساتھ اس حسینہ کے اندر آگئی۔ وہاں وش رہ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ائے اور پارس نے راسپوٹین کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا ئے میری جان! کیسی ہو؟"

"یہاں ہر طرح کا آرام ہے مگر تمہارے بغیر سکون نہیں ملتا ہے۔ میں دن رات تمہارا انتظار کرتی رہتی ہوں۔ آخر تم کہاں ہو؟"

پارس نے فوراً ہی سونیا کو وہاں بلالیا۔ راسپوٹین کہہ رہا تھا "میں کہیں بھی ہوں تم پوچھ کر کیا کروگی؟"

"میں تمہارے پاس چلی آؤں گی۔ مجھے بتاؤ تم کہاں ہو؟"

وہ بولا "مجھے یوں لگ رہا ہے۔ جیسے تمہارے اندر کوئی چھپا ہوا ہے اور وہ تمہارے ذریعے میرا موجودہ پتا معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

وہ بولی "کیا میرے اندر کوئی چھپا ہوا ہے؟ یہ میرے ساتھ بڑی مجبوری ہے کہ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرپاتی ہوں۔"

"میں پچھلے دو دنوں سے یہی سوچ رہا ہوں۔ میرے پیلس میں سبھی یوگا کے ماہر ہیں صرف تمہاری طرف سے اندیشہ رہتا ہے۔ اگرچہ میں تمہیں باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتا ہوں مگر ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑے کمینے ہوتے ہیں باہر سے راستہ بنا کر اندر چلے آتے ہیں۔"

"میں کیا کروں تم شبہ کرسکتے ہو۔ کیا میرے دماغ کو لاک نہیں کرسکتے؟"

"تم پیتی ہو۔ نشہ کرتی ہو۔ میں تمہیں پینے سے نہیں روکتا۔ کیونکہ نشے میں خوب ادائیں دکھاتی ہو لیکن اب مجھے اداؤں سے بہلنا نہیں چاہیے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آتے ہی میرے بے شمار دشمن پیدا ہوگئے ہیں۔ دانش مندی یہ ہے کہ تم مجھ سے دور ہوجاؤ۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم تو میرے دیوانے ہو۔ میں دور ہوجاؤں گی تو تم میرے بغیر رہ سکو گے؟"

"اگر تم کہیں دور جاکر رہو گی تو تمہارے پاس آنے کے لیے دل مچلتا رہے گا۔ اگر اتنی دور چلی جاؤ گی جہاں سے واپسی ممکن نہیں ہوتی تو پھر مجھے صبر آجائے گا۔ تمہاری جدائی کے زخم پر کوئی دوسری مرہم لگتی رہے گی۔"

"تم بڑے ہی بے وفا اور ہرجائی ہو مگر میں بے وفا نہیں ہوں۔ میں تمہیں چھوڑ کر یہاں سے کبھی نہیں جاؤں گی۔"

"یہ تم کیا پی رہی ہو؟"

"لیمن اسکواش ہے۔ پچھلی رات بہت پی لی تھی سر بھاری ہورہا ہے۔"

"میں نے تمہیں جو انگوٹھی پہنائی ہے اس کا اوپری حصہ کھول کر لیمن اسکواش میں ڈبو دو پھر اسے نکال کر پیو گی پھر ایک گھونٹ کے بعد دوسرا گھونٹ پینے کے قابل نہیں

رہو گی۔"

وہ گھبرا کر بولی "نہیں تم نے یہ انگوٹھی مجھے پہناتے وقت کہا تھا۔ اس میں زہر ہے کسی برے وقت میں کام آئے گا۔"

"اور میرا خیال ہے کہ وہ برا وقت آچکا ہے۔ جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔"

وہ اس کی معمول تھی اس نے حکم کی تعمیل کی۔ انگوٹھی کے اوپری حصے کو کھول کر لیسن اسکواش میں ڈبو دیا پھر بولی "میں نے اپنا حسن دیا ہے جوانی دی ہے۔ میری وفاداری صرف تمہارے لیے ہے۔ فار گاڈ سیک! مجھے خودکشی پر مجبور نہ کرو۔"

"میں مجبور کر رہا ہوں لیکن جو تمہارے اندر چھپا ہوا ہے۔ وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ اتنے بڑے پیلس میں صرف تم ہی اس کی آلہ کار بن کر رہ سکتی ہو۔ وہ تمہارے ذریعے کبھی نہ کبھی مجھ تک پہنچ سکتا ہے۔ تم اس کے لیے بہت اہم ہو۔ وہ چاہے تو تمہیں خودکشی سے باز رکھ سکتا ہے۔"

"تمہیں صرف شبہ ہے کہ کوئی میرے اندر ہے۔ جبکہ کوئی نہیں ہے اگر ہوتا تو میری انگلی سے یہ انگوٹھی اتار کر پھینک دیتا۔"

"وہ اب بھی بہت کچھ کر سکتا ہے۔ یہ شربت کا گلاس اٹھا کر پھینک سکتا ہے۔ تمہیں یہاں سے زندہ سلامت لے جا سکتا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں ایسے وقت میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ تم یہاں سے جا سکو گی۔"

سونیا' ثانی اور پارس سمجھ رہے تھے کہ راسپوٹین کو اس حسینہ کے اندر کسی کی موجودگی کا شبہ ہے مگر یقین نہیں ہے۔ وہ اندیشوں میں گھرا رہتا ہے۔ اپنی اس داشتہ کی جان لے کر ہی رہے گا۔

وہ رونے لگی۔ کہنے لگی "میرے اندر کوئی نہیں ہے۔ شبہ نہ کرو۔"

"شبہ دور نہ کیا جائے تو دماغ سکون برباد ہو جاتا ہے۔"

"میں نے تمہیں دن رات مسرتیں دی ہیں۔ اس کے بدلے مجھے ہلاک نہ کرو۔ اس پیلس سے' اس شہر سے اور اس ملک سے کہیں دور چلے جانے دو۔"

"میرا وقت برباد نہ کرو۔ گلاس اٹھا کر پیو۔ جو میرے لیے خطرہ بن جاتا ہے میں اسے ہمیشہ کے لیے مٹا دیتا ہوں۔"

اس نے گلاس کو اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ سونیا' ثانی اور پارس کو اس حسینہ سے ہمدردی تھی۔ اگر وہ اس سے ذرا بھی عملی طور پر ہمدردی کرتے راسپوٹین سمجھ لیتا کہ اس پیلس میں اس کی موت آ پہنچی ہے۔ آئندہ وہ کبھی ادھر کا رخ نہ کرتا۔"

اس نے گلاس سے ایک گھونٹ پیا۔ وہ زہر اتارنا تھا کہ وہ دوسرا گھونٹ نہ پی سکی۔ گلاس ہاتھ سے چھوٹ پڑا۔ وہ بولا "آہ! مجھے تمہاری موت کا افسوس ہے مجبور ہو گیا ہوں۔ آئندہ اس پیلس میں کسی یوگا جاننے والی حسینہ کو لاؤں گا۔"

وہ تینوں اس حسینہ کے دماغ سے نکل آئے۔ کیونکہ اس کا دماغ مردہ ہو چکا تھا۔ سونیا نے کہا "وہ بہت چالاک اور بہت محتاط ہے۔ پیلس کے اندر اور باہر اب پہلے سے زیادہ سیکیورٹی کے سخت انتظامات کرے گا۔ اس کے بعد ہمیں آئے گا۔ ہمیں انتظار کرنا پڑے گا۔"

وہ چلی گئی۔ پارس نے ثانی سے کہا "اس کم بخت کی خاطر مجھے جسمانی طور پر یہاں موجود رہنا پڑا۔ دیے ہوئے ہی تمہارے پاس آؤں گا۔"

"آجاؤ پارس! ایسی جدائی اچھی نہیں ہوتی۔ میں ایک پیالی اس کی طرف بڑھا دی۔ اسے کسی طرح کا شبہ نہیں کرو۔"

وہ جلد ہی آنے کا وعدہ کر کے پیار سے رخصت ہو گیا۔ ایک دن گزر چکا تھا اور رات ہو چکی تھی۔ اس کے پڑوسی کے دماغ میں آزادی سے آتا جاتا رہا تھا۔ اس پر کسی طرح کا بلڈر نے کہا تھا کہ وہ اس کے بوڑھے شوہر کو کسی دوا کی گہری نیند سلا دے گا۔ ثانی سمجھ گئی تھی کہ وہ ایک ہے۔ پہلے وہ رات کو اس بوڑھے کے دماغ میں آئے تھپک تھپک کر سلائے گا پھر رات گزارنے کے لیے پاس آئے گا۔

وہ بوڑھا اپنے معمول کے مطابق ڈنر سے پہلے پیگ پینے لگا۔ ایسے وقت ثانی اس کے دماغ میں جا رہی۔ جب وہ ڈنر کے بعد اپنے بیڈ پر آیا۔ تب ثانی دوسری سوچ کی لہروں کو اس کے اندر محسوس کیا۔ بلڈر اس بوڑھے کو تھپک تھپک کر سلا رہا تھا۔ صرف منٹ کے اندر ہی وہ گہری نیند سو گیا۔

ثانی بنگلے کے باہر برآمدے میں آگئی۔ باہر رات تاریکی بھی تھی اور اسٹریٹ لیمپس کی روشنیاں بھی اس نے نیم تاریکی اور نیم روشنی میں اسے اپنی طرف دیکھا۔ وہ قریب آتے ہوئے بولا "ہائے تم نے دیکھا وہی ہو رہا ہے۔ تمہارا وہ بوڑھا شوہر گہری نیند سو رہا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ اس کے بیڈ روم میں جا کر دیکھ لو۔"

"میں اسے دیکھ کر آ رہی ہوں۔ مگر تم بنگلے نے اسے دیکھا نہیں ہے پھر یقین سے کیسے کہہ رہے

ہو چکا ہے؟"

وہ برآمدے میں آکر بولا "میں جادو جانتا ہوں۔ تم پر بھی جادو کروں گا کہ تم میری دیوانی ہو کر میرے پیچھے بھاگتی پھرو گی۔"

وہ اس کے قریب آنا چاہتا تھا۔ وہ کترا کر اندر جاتی ہوئی بولی "میں نے کافی تیار کی ہے۔ پہلے ہم کافی پئیں گے۔"

"خوامخواہ کافی پینے میں کیوں وقت ضائع کریں۔ رات بہت محتاط ہے۔ پہلے اسے سنگین بنائیں گے۔ کھانا پینا تو ہوتا ہی رہے گا۔"

وہ اس کے ساتھ بولتا ہوا کچن میں آگیا۔ وہ چولہے سے کیتلی اتار کر دو پیالیوں میں کافی انڈیلتی ہوئی بولی "رات ہی تمہارے پاس آؤں گا۔"

اس نے دونوں پیالیوں میں چینی ڈال کر چمچ سے ہلایا پھر ایک پیالی اس کی طرف بڑھا دی۔ میں کسی طرح کا شبہ نہیں کرو۔"

وہ ایک گھونٹ پی کر بولا "آج سردی کچھ زیادہ ہے۔ کافی کا مزہ آرہا ہے۔"

ثانی کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ بہت دور بڑی بڑی سٹریٹ لائٹس کی روشنی میں نیاگرا آبشار دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کافی کا سپ لے رہا تھا۔ جب اس کا پانی بلندی سے نیچے گرتا تھا تو اس کا شور کئی کلومیٹر دور تک سنائی دیتا تھا۔

وہ بولا "مجھ سے دور کھڑکی کے پاس کیوں کھڑی ہو؟ یہاں صوفے پر میرے قریب آؤ پھر ہم بیڈ پر جائیں گے۔"

"میں چاہتی ہوں۔ تم صوفے سے اٹھ کر یہاں آؤ۔ رات کو نیاگرا فال کا منظر دیکھو۔ بڑا ہی دلکش ہے۔"

اس نے خالی پیالی کو سائڈ ٹیبل پر رکھ دیا پھر صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہونے لگا۔ وہ پوری طرح کھڑا نہ ہو سکا پھر بیٹھ گیا۔ گہرے گہرے سانس لے کر بولا "کچھ الجھن سی ہو رہی ہے۔"

"میں جانتی تھی تم وہاں سے اٹھ کر یہاں تک نہیں آسکو گے۔"

وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا "تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ میں دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا ہوں تو سمجھ رہی ہو کہ یہاں سے اٹھ کر تمہارے پاس نہیں آسکوں گا؟"

"میرے عاشق نامراد بولتے کیوں ہو۔ آتے کیوں نہیں۔"

وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ثانی نے بہت کم مقدار میں اعصابی کمزوری کی دوا پلائی تھی۔ وہ جسمانی طور پر زیادہ کمزور نہیں ہوا تھا لیکن دماغ اس حد تک کمزور ہوا تھا کہ اب وہ ثانی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کھڑکی کے پاس اس کے قریب آگیا۔ کھڑکی کی چوکھٹ سے ٹیک لگا کر بولا "میں باڈی بلڈر ہوں۔ پہاڑ کی چڑھائی پر دوڑتا ہوں۔ کبھی نہیں تھکتا اور تم کہہ رہی تھیں کہ میں وہاں سے یہاں تک نہیں آسکوں گا۔"

"یہاں تک آتو گئے ہو۔ واپس صوفے تک نہیں جا سکو گے۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو۔ میں تمہیں بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ پر لے جا سکتا ہوں اور تمہیں لے جاؤں گا۔"

"اتنی جلدی نہ کرو۔ پہلے ایک بار صوفے تک جا کر دکھاؤ۔"

وہ غصے سے بولا "کیا تم میرا مذاق اڑا رہی ہو؟ میری مردانگی دیکھنا چاہتی ہو۔ تو میں ابھی تمہیں دبوچ کر دکھاتا ہوں۔"

وہ اس کی طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے صوفے کی طرف گھما دیا۔ وہ ادھر جانے لگا۔ ایسے وقت ثانی نے اس کی ایک ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ وہ لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔

ثانی نے پوچھا "کیا ہوا میرے باڈی بلڈر؟ اٹھو مردانگی دکھاؤ۔"

وہ ہانپتا ہوا اٹھ کر فرش پر بیٹھ گیا۔ وہ بولی "بچوں کو جوان ہو کر اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہیے۔"

وہ پریشان ہو کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا پھر اس سے بولا "کیا تم نے مجھے کمزوری کی کوئی دوا کھلائی ہے؟"

"تم سیدھی طرح مجھے اپنے دماغ میں آنے نہ دیتے۔ اس لیے تمہیں زمین پر گرانا پڑا۔ تمہارے اندر ابھی توانائی ہے تم اٹھ کر صوفے پر بیٹھ سکتے ہو۔ میں تمہیں سہارا نہیں دوں گی۔"

وہ چاروں ہاتھ پاؤں سے فرش پر رینگتا ہوا صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ اس سے بولا "تم کون ہو؟ مجھے اس طرح ٹریپ

کر کے پچھتاؤ گی۔"

"اچھا تو تمہیں ٹریپ نہ کروں۔ چھوڑ دوں۔ اپنی ماں کی گود میں جانے دوں۔ ٹھیک ہے جاؤ۔ میں تمہیں نہیں روکوں گی۔"

وہ بے بسی سے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بولی "دروازہ نزدیک ہے۔ مگر تمہیں میلوں دور دکھائی دے رہا ہوگا۔ وہاں تک نہیں جا سکو گے پھر گھر تک کیسے جاؤ گے؟"

وہ بولا "تم نہیں جانتی ہو کہ کس خطرے سے کھیل رہی ہو۔ میرا باس کسی وقت بھی میرے اندر آ کر میرے حالات معلوم کرے گا۔ تم مجھے ہپناٹائز کرنا چاہو گی وہ کرنے نہیں دے گا۔"

"اچھا اگر میں زلزلہ پیدا کر کے مارنا چاہوں تو وہ تمہیں مرنے نہیں دے گا؟"

"وہ بہت زبردست ہے۔ وہ تمہیں اپنی بدترین کنیز بنائے گا۔"

"مجھ پر اپنے باس کی دہشت طاری نہ کرو۔ میں تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکی ہوں۔ تمہارا باس باون برس کا ایک ریٹائرڈ میجر جنرل ہے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے مسٹر بلیک کہتے ہیں۔"

وہ گم صم سا ہو کر ثانی کا منہ تکنے لگا پھر بولا "کیا تم وہی ہو جسے گرفتار کرنے کے لیے نیویارک شہر میں ناکا بندی کی گئی تھی؟"

"پتا نہیں تم لوگ نیویارک میں کسے گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ میرا نام کرونا ہے۔ الپا نے مجھے ٹیلی پیتھی سکھائی تھی۔ میں اسرائیل سے فرار ہو کر ملٹھا سے چھپ کر یہاں آئی ہوں۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی کی قوت بڑھانا چاہتی ہوں۔ تم سے پہلے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان کو اپنا معمول بنا چکی ہوں۔ تمہیں بھی غلام بناؤں گی۔ اپنی قوت بڑھاتی رہوں گی۔"

اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر صوفے پر سے اٹھنے کی توانائی پیدا کی۔ وہ وہاں سے چلتا ہوا بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پورس کو مخاطب کیا پھر کہا "مصروف نہیں ہو تو میرے پاس چلے آؤ۔"

اس نے اس کے پاس آ کر پوچھا "خیریت تو ہے۔"

"میرے سامنے بیڈ پر ایک باڈی بلڈر لیٹا ہوا ہے۔ یہ مسٹر بلیک کا ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ مسٹر بلیک دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے علاوہ صرف اس باڈی بلڈر سے براہِ راست رابطہ کرتا ہے۔ اس کا نام روزویل ہے۔ یہ مسٹر بلیک کا خاص ماتحت ہے۔"

ثانی نے پورس کو اس کے دماغ میں پہنچایا ہوا تفصیل سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ ثانی بھی تھی۔ یہ معلوم کر رہی تھی کہ روزویل اور مسٹر بلیک دوسرے کے روبرو آتے ہیں یا نہیں۔

مسٹر بلیک کبھی کسی کے روبرو نہیں آتا تھا لیکن نے اتنا معلوم کیا تھا کہ آج کل وہ کینیڈا میں ہی ہے۔ نے ایک بار اس کے دماغ میں جا کر اسے مخاطب کیا تو وقت اس نے مسٹر بلیک کے دماغ میں چند سیکنڈ تک نیاگرا آبشار کا شور سنا تھا۔ یوں اندازہ لگایا تھا کہ علاقے میں کہیں قریب ہی ہے۔

پورس نے ثانی سے کہا "یہ روزویل ہمارے اہم ہے۔ ہم کبھی نہ کبھی اس کے ذریعے مسٹر بلیک سکتے ہیں۔"

وہ بولی "جتنی جلدی ہو سکے اس پر مختصر سا کرو۔ وہ مسٹر بلیک کسی وقت بھی اس کے اندر آ سکتا

پورس نے کہا "تم اس پر عمل کرو۔ میں خامو کسی کی موجودگی محسوس کرنے کی کوششیں کرتا رہوں

وہ اسے ہپناٹائز کرنے لگی۔ مختصر طور پر اس میں یہ باتیں نقش کیں کہ وہ اس کے تنویمی عمل کو بھول جائے گا لیکن اس کے مخصوص لب و لہجے کے رہے گا۔ مسٹر بلیک اس کے چور خیالات سے نہیں کر سکے گا کہ کسی نے اسے معمول بنا رکھا ہے۔"

پھر اس نے کہا "تمہیں بہت ہی کم مقدار میں دوا کھلائی گئی ہے۔ اس کا اثر دیرپا نہیں ہے۔ تم تک تنویمی نیند سونے کے بعد اٹھو گے۔ جسمانی توانائی محسوس کرو گے اور اپنے بنگلے میں واپس گے۔"

اس عمل کے بعد وہ گہری نیند سو گیا۔ ثانی سے کہا "ہم نے اسے معمول بنایا ہے لیکن یہ شبہ شاید مسٹر بلیک اس کے اندر آ پہنچا تھا اور خاموشی تماشا دیکھ رہا تھا۔"

پورس نے کہا "ایسا ہو سکتا ہے۔ ہم بھی اکثر ہیں۔ ہپناٹائز کرنے والے دشمنوں کو دھوکا دینے کے اندر تنویمی عمل کیا جاتا ہے۔ اس کے اندر چھپ ہیں پھر اس کے معمول کو بڑی راز داری سے اپنا بنا لیتے ہیں۔"

وہ بولی "ہمیں کامیابی بھی ہو سکتی ہے اور ناکا

ویسے اب مجھے یہ جگہ چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر مسٹر بلیک اس روزویل کے اندر آیا ہوگا تو اس بنگلے کا پتا معلوم کر کے مجھ پر حملہ کرنے والا ہوگا۔"

وہ اپنے سفری بیگ میں ضرورت کا سامان رکھتے ہوئے بولی "تم جاؤ آدھے گھنٹے بعد آ کر روزویل کے حالات معلوم کرتے رہو۔ میں بھی اس پر نظر رکھوں گی۔ اوکے سوفار!"

وہ اپنا سفری بیگ اٹھا کر اس بنگلے سے باہر آئی پھر دور رات کی نیم تاریکی میں گم ہوتی چلی گئی۔

○☆○

دشمنوں نے بڑی زبردست چال چلی تھی۔ وہ عرصے سے یہ دیکھتے آئے تھے کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا بابا صاحب کے ادارے میں قدم نہیں رکھ سکتا ہے۔ اس ادارے کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کی گئی تھیں اور وہ برسوں سے اپنی سازشوں میں ناکام ہوتے آ رہے تھے۔

اس بار انہوں نے زبردست چال چلی تھی۔ چینی حکمرانوں اور دیگر اکابرین کو سمجھانے میں کامیاب ہو رہے تھے کہ بابا صاحب کا ادارہ مذہب کی آڑ میں وہاں سیاسی تبدیلیاں لانا چاہتا ہے۔ موجودہ چینی حکمرانوں کو اقتدار سے ہٹانا چاہتا ہے۔ اس ادارے سے تعلق رکھنے والے تمام مسلمان ٹیلی پیتھی کی ذریعے چین کے اہم افراد کے دماغوں پر تنویمی عمل کر رہے ہیں اور انہیں موجودہ چینی حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر رہے ہیں۔

ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے تھے کہ وہاں باغی پیدا ہو رہے تھے کیونکہ چینی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں کو بڑھ کر اپنے حکمران کو دیگر اکابرین کو بابا صاحب کے ادارے کے خلاف رپورٹ دے رہے تھے۔ وہ دشمن پتا نہیں کب سے ایسا کر رہے تھے؟

میں نے اور سونیا نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو اپنے دماغوں میں بلایا۔ ان سے کہا "یہاں کے اہم شعبوں میں جتنے چھوٹے بڑے عہدے دار ہیں ان سب کے دماغوں میں جا کر دشمنوں کے تنویمی عمل کا توڑ کرو۔ ان کے اندر سے بغاوت کو ختم کرو۔"

سونیا نے انہیں ہدایات دیں کہ تمام چھوٹے بڑے سرکاری عہدے داروں اور چھوٹے بڑے فوجی افسروں کے دماغوں میں جا کر ان کے اندر امریکا سے محبت پیدا کرو۔ انہیں موجودہ چینی حکمرانوں کا باغی بنا کر یہ خیالات دماغوں میں نقش کرو کہ امریکا کی طرح چین میں بھی فری سیکس کی اجازت دی جائے۔ چینی عورتوں کو مختصر سے مختصر لباس پہننے اور اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کی آزادی دی جائے۔ ہمارے یہاں بھی بے حیا جذباتی فلمیں بنائی جائیں اور ایسی کتابیں یا تصویر شائع کرنے کی اجازت دی جائے۔

دشمنوں کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے سونیا ایسی ہی چالیں چلتی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے پر جھوٹے الزامات عائد کیے جا رہے تھے۔ جھوٹ بولنے والوں کو جھوٹ سے ہی مارا جا سکتا ہے۔ چینی حکمرانوں اور فوج کے اعلیٰ افسران کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے بدظن ہو گئے ہیں۔

اس سازش کا توڑ کرنے کے لیے ہم نے دنیا کے تمام ملکوں سے اپنے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا لیا تھا۔ وہ سیکڑوں کی تعداد میں تھے اور وہاں سینکڑوں اہم چینی افراد کے دماغوں میں گھس کر انہیں ہپناٹائز کر رہے تھے اور سونیا کی ہدایات کے مطابق تمام باتیں ان کے ذہنوں میں نقش کر رہے تھے۔

میں نے اور سونیا نے رات کو آرمی افسران کے ساتھ ڈنر کیا تھا۔ ڈنر کے بعد گیسٹ ہاؤس میں آئے تھے۔ وہاں پہنچتے ہی ہم نے یہ کارروائی شروع کی تھی۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے رات گیارہ بجے سے دوسرے دن صبح آٹھ بجے تک مسلسل مصروف رہے۔ دن کے دس بجے ہمارے ساتھ میٹنگ رکھی گئی۔ ہم پھر ہیڈ کوارٹر میں آئے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر فرہاد! کل رات ہم نے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کچھ سنگین الزامات عائد کیے تھے۔ آپ ان الزامات کے جواب میں کیا کہنا چاہیں گے۔ اگر آپ ان الزامات کو غلط ثابت کریں گے تو ہمیں بے حد خوشی ہوگی۔ کیونکہ ہم آپ لوگوں سے ہمیشہ دوستی اور محبت قائم رکھنا چاہتے ہیں۔"

میں نے کہا "میری بھی یہی کوشش ہے کہ ہماری دوستی اور محبت قائم رہے۔ کل رات میں اور سونیا بڑی دیر تک خیال خوانی کرتے رہے آپ کے کتنے ہی چھوٹے بڑے سرکاری عہدے داروں اور فوجی افسروں کے خیالات پڑھتے رہے۔ ہم حیران ہیں کہ دشمن رازداری سے امریکا کی حمایت میں آپ کے عہدے داروں اور فوجی افسروں کو وفادار بنا رہے ہیں۔ موجودہ حکومت کا ڈھانچا بدلنا چاہتے ہیں۔ آپ کے یہ عہدے دار اور افسران امریکا کی حمایت میں اور اپنی حکومت کی مخالفت میں ایسی ایسی باتیں سوچ رہے ہیں کہ جنہیں سن کر آپ برداشت نہیں کر سکیں گے۔"

ایک افسر نے کہا "ہمارے لوگ اپنی آزادی کی ابتدا

سے امریکا کو ناپسند کرتے ہیں۔ وہ کبھی امریکا کی حمایت میں ہماری حکومت کے خلاف نہیں سوچیں گے۔"

سونیا نے کہا "آپ کے پاس بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ آپ ان سے کہیں کہ ہم سے رابطہ کریں ہم انہیں ایسے سیکڑوں چینی عہدے داروں اور افسروں کے اندر پہنچائیں گے جو امریکا کے کٹر حمایتی بن چکے ہیں۔"

انہیں ہماری باتوں کا یقین نہیں آرہا تھا پھر بھی انہوں نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے افسر سے کہا "آپ اپنے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حکم دیں کہ وہ مسٹر فرہاد اور مسز فرہاد کے دماغوں میں آئیں۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ ایک منٹ کے اندر ہی کئی چینی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دماغوں میں آگئے۔ ہم انہیں ان سرکاری عہدے داروں اور فوجی افسروں کے نام بتانے لگے جو امریکا کے حمایتی بن چکے تھے۔

وہ سب ان کے دماغوں میں جانے لگے۔ ان کے خیالات پڑھنے لگے اپنے اعلیٰ افسران کو یہ رپورٹ پیش کرنے لگے کہ واقعی ہمارے بارہ عہدے دار اور پندرہ فوجی افسران امریکا کے حمایتی بن چکے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکا کی طرح یہاں بھی فری سیکس ہو۔ بے حیا جذباتی فلمیں بنانے اور ایسی باتصویر کتابیں شائع کرنے کی اجازت دی جائے اور ایسی بہت سی نامناسب آزادی کے سلسلے میں سوچ رہے ہیں جو امریکی عورتوں اور مردوں کو حاصل ہیں۔

میں نے کہا "ابھی اور تقریباً ستر عہدے دار اور افسران ایسے ہی خیالات کے حامل ہیں۔ ہم نام بتاتے جارہے ہیں آپ ان کے اندر جاکر چور خیالات پڑھتے جائیں۔"

وہ پھر ہمارے بتاتے ہوئے ان سرکاری عہدے داروں اور فوجی افسروں کے اندر پہنچنے لگے اور ان کے چور خیالات پڑھنے لگے۔ ان کے اعلیٰ افسران ان کی رپورٹس سن کر حیران ہورہے تھے۔ انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے پوچھا "کیا اب سے پہلے تم نے ہی تمام افراد کے خیالات نہیں پڑھے تھے؟"

انہوں نے جواب دیا "ہم نے اب تک جن افراد کے خیالات پڑھے وہ بابا صاحب کے ادارے کی حمایت میں اور ہماری موجودہ حکومت کی مخالفت میں سوچ رہے ہیں۔"

میں نے کہا "آپ حضرات سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہ امریکی بڑی چالبازی سے چند اہم عہدے داروں کو ہمارے ادارے کا حامی اور موجودہ چینی حکومت کا مخالف بنا کر ایک طرف ابھار رہے تھے اور دوسری طرف یہ بڑی رازداری سے امریکا کے حمایتی پیدا کررہے ہیں۔"

وہاں کھڑے ہوئے ایک جونیئر افسر نے کہا "میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا نمبر فور ہوں۔ کل رات جب سونیا یہاں آئی تو ہم نے سمجھ لیا کہ اب یہ بہت زبردست مکاری دکھائے گی۔ آپ یقین کریں کہ سونیا اور فرہاد نے ہمیں بدنام کرنے کے لیے راتوں رات یہاں امریکا کے حمایتی پیدا کیے ہیں۔ ہم نے کسی کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنے ملک کا حمایتی نہیں بنایا ہے۔"

میں نے کہا "آپ کے چینی ٹیلی پیتھی جاننے والے اب تک ایک سو بیس عہدے داروں اور فوجی افسروں کے خیالات پڑھ چکے ہیں۔ ابھی تقریباً ایسے پانچ سو اہم افراد ہیں جو سائنس اینڈ ٹیکنالوجی اور پریس اینڈ پبلی کیشنز اور عالمی میڈیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان امریکیوں نے انہیں بھی اپنا حمایتی بنایا ہے۔ انہیں اپنا حمایتی بنانے میں پتا نہیں ان امریکیوں کے کتنے دن اور کتنی راتیں گزری ہوں گی؟ کیا ہم ایک رات میں سیکڑوں افراد پر تنویمی عمل کرسکتے ہیں؟ یہ تو ہم پر بچکانہ سا الزام ہے۔"

امریکی نمبر فور نے کہا "فرانس کے بابا صاحب کے ادارے میں سیکڑوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان سب نے مل کر ایک ہی رات میں ہمارے خلاف ایسی کارروائی کی ہے۔"

سونیا نے کہا "ہم نے بھی تم پر یہ الزام رکھا تھا کہ تم لوگوں نے بابا صاحب کے ادارے کو بدنام کرنے کے لیے اس ادارے کا حامی اور چینی حکومت کا مخالف بنایا ہے لیکن ہمارے اس الزام کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ اب تم ہم پر ایسا ہی الزام دے رہے ہو۔ میں آپ تمام اعلیٰ افسران سے پوچھتی ہوں کیا ان چالباز امریکیوں کا الزام تسلیم کیا جائے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "کل تک ہمارا کوئی چینی باشندہ امریکا کا حمایتی نہیں تھا۔ آج سیکڑوں حمایتی پیدا ہوگئے ہیں۔"

میں نے کہا "دو دن پہلے تک بابا صاحب کے ادارے کے حمایتی بھی نہیں تھے۔ وہ بھی اچانک پیدا ہوگئے تھے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہماری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ امریکی بابا صاحب کے ادارے کی حمایت میں چینی باغی پیدا کررہے ہیں اور آپ لوگ امریکا کی مخالفت میں ہمارے چند اہم افراد کو باغی بنا رہے ہیں۔ دونوں صورتوں میں ہمارا نقصان ہورہا ہے۔"

میں نے کہا "بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم آپ کے بدترین دشمن کی بدترین کارروائیوں سے آگاہ کررہے ہیں اور آپ ہمارے ہی الزام دے رہے ہیں کہ یہ کارروائی دشمن نہیں کررہے ہیں۔ ہمارے جیسے دوست کررہے ہیں۔ آپ کہتے تھے کہ ہماری دوستی بے لوث ہے۔ ہم نے کسی لالچ کے بغیر آپ کو ہماری دوستی کا یقین دلایا تھا۔ ہم نے اپنی محنت سے وہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ دیا تھا۔ ہم نے اپنی محنت سے وہ مشین یہاں تیار کی ہے۔ چینی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتے رہے ہیں۔ کیا یہی ہماری دوستی کا صلہ ہے کہ آج ہمیں دشمن سمجھا جارہا ہے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "وقت اور حالات کے ساتھ دوستی اور وفاداری بدلتی رہتی ہے۔ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ آپ دوستی کی آڑ میں دشمنی کررہے ہیں لیکن ایسا ہوتا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہمارا الزام یہ تھا کہ بابا صاحب کا ادارہ ایک مذہبی ادارہ ہے اور دنیا کے ہر ملک میں مذہبی اداروں کے پیچھے سیاسی کھیل کھیلے جاتے ہیں۔"

ایک اور افسر نے کہا "یہ حقیقت ہمارے سامنے ہے کہ پچھلے دس مہینوں میں ڈیڑھ سو چینی باشندوں کو اپنی طرف مائل کیا گیا ہے اور انہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔"

ایک اور افسر نے کہا "ہمارے چینی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے یہاں کے بیس اہم افراد کو موجودہ چینی حکومت کا باغی پایا ہے اور یہ تمام باغی جناب عبداللہ واسطی کے عقیدت مند ہیں۔"

"مسٹر فرہاد آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہم امریکا کی حمایت کرتے ہوئے بابا صاحب کے ادارے کی مخالفت میں بول رہے ہیں۔ ہم امریکا کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے ہیں اور ہمیشہ سمجھتے رہیں گے۔ وہ ہمیں نقصان پہنچانے کے لیے جیسی کارروائیاں کررہے ہیں ہم اس کا منہ توڑ جواب دیں گے لیکن ابھی ہمارے سامنے آپ ہیں۔ اس لیے ہم صرف اپنے اور آپ کے معاملات پر بول رہے ہیں۔"

میں نے کہا "یہاں ایک رات رہ کر میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ امریکی دوغلی چالیں چل رہے ہیں۔ انہوں نے آپ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے ایک طرف صرف بیس عدد بابا صاحب کے ادارے کے حمایتی پیدا کیے ہیں دوسری طرف بڑی رازداری سے سیکڑوں امریکی حمایتی پیدا کرچکے ہیں لیکن آپ یہ ماننے کو تیار نہیں ہیں کہ بابا صاحب کے ادارے کی حمایت کرنے والے ان بیس افراد کو امریکیوں نے پیدا کیا ہے۔ جب آپ نہیں مانیں گے تو ہم زبردستی نہیں منوائیں گے۔ آپ اپنا فیصلہ سنائیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات

روشنی کے مینار

ضیاء تسنیم بلگرامی

قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

عظمت کے مینار

کے مضامین کا وہ مجموعہ

قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ

ایمان کا سفر

وہ فن پارے جن کی آپ کو تلاش ہے۔

قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔

کچرا گھر

قیمت -/100 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو بیگانگی کے لبادے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں

آدھا چہرہ

قیمت -/250 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

جرائم، جادو، شیطان ازم، ارواح، طلسم، مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۰ کہانیاں

کالی کہانیاں

قیمت -/30 روپے ڈاک خرچ -/23 روپے

مشہور چور نکٹ ڈیلوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چرا لاتا ہے

نک ویلوٹ کی چوریاں

دو حصے۔ قیمت فی حصہ -/60 روپے

قیمت -/60 روپے ڈاک خرچ -/23 روپے

-/500 روپے کی کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

یہ رعایت پیشگی منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی حاصل ہوگی

کتابیات پبلی کیشنز

والوں کے خلاف کارروائی شروع کرچکے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے سلسلے میں جب تک یہ ثابت نہیں ہوگا کہ اس ادارے میں ہماری حکومت کے خلاف باغی نہیں پیدا کیے جارہے ہیں۔ تب تک ہم اس ادارے کو بند رکھنا چاہتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "آپ اتنے بڑے ادارے کو کیوں بند کریں گے؟ آپ کو شبہ ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے چینی باشندوں کو باغی بنا رہے ہیں تو آپ انہیں سزا دیں آپ ہمارے ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ملک بدر کریں۔"

"ہم آپ کے موجودہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے ملک سے نکالیں گے تو اس ادارے میں دوسرے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوجائیں گے۔ یہ ادارہ بند رہے گا تو مسلمانوں کی سرگرمیاں بھی تھم جائیں گی۔"

"گویا تمام مسلمانوں کے خلاف یہ حکم جاری کیا جارہا ہے۔ نہ یہاں بابا صاحب کا ادارہ رہے گا نہ مسلمان رہیں گے۔"

ایک افسر نے کہا "ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمارے ملک میں کسی بھی مذہبی ادارے اور کسی بھی مذہبی تنظیم کو یہاں قائم ہونے اور پنپنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

میں نے کہا "ہمارے تمام دشمن یہی چاہتے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے کو یہاں سے اکھاڑ پھینکیں۔ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہورہے ہیں۔ آپ اس ادارے کو بند کرنے کا حکم دے کر یہ بھول رہے ہیں کہ ہماری کتنی سبکی ہوگی۔ کیسی جگ ہنسائی ہوگی۔ ہم کسی جرم کے بغیر آپ سے دوستی کرنے کی سزا پاکر یہاں سے جائیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہاں بابا صاحب کے ادارے کو بند کرنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم آپ سے دوستی ختم کررہے ہیں۔ ہم عالمی میڈیا کے ذریعے یہ اعلان کریں گے کہ آپ ہمارے بہترین دوست تھے۔ اب بھی ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔ چین کی موجودہ حکومت نے سیاسی مصلحت کی بنا پر صرف بابا صاحب کے ادارے کو ہی نہیں دوسرے مذہبی اداروں کو بھی بند کردیا ہے۔"

سونیا نے کہا "دوسرے مذہبی ادارے والوں نے سفارتی تعلقات کی بنا پر یہاں اپنے ادارے قائم کیے ہیں۔ ہمارا کوئی اپنا ملک نہیں ہے کوئی سفارتی تعلق نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہم نے آپ کو سپر پاور بنانے کے لیے یہاں ٹرانسفارمر مشین تیار کی ہے۔ آپ نے سپر پاور بننے کی خوشی میں یہ ادارہ قائم کرنے کی اجازت دی تھی۔ ہم نے آپ سے سپر پاور بننے کی صلاحیتیں واپس نہیں لیں لیکن آپ ہمیں دیا ہوا انعام واپس لے رہے ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ اپنے فیصلے پر نظرثانی کریں۔ ہم یہاں سے واپسی کے لیے سامان سمیٹ رہے ہیں۔"

میں نے کہا "آج شام تک ہمارے لیے ایک طیارہ مخصوص کریں۔ ہم سب جناب عبداللہ واسطی کے ساتھ اس طیارے میں جائیں گے ہماری روانگی تک آپ اپنے فیصلے میں لچک پیدا کریں تو بہتر ہوگا۔"

میں اور سونیا وہاں سے اٹھ کر بابا صاحب کے ادارے میں جناب عبداللہ واسطی کے پاس آگئے۔ وہ پہلے سے جانتے تھے کیا ہونے والا ہے اس لیے انہوں نے علی، افریدی، احمد زبیری، ماریہ اور دوسرے تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سامان سفر باندھنے کی ہدایات کی تھیں۔ جب چینی آرمی کے مسلح افسران اور جوان اس ادارے میں آئے تو جناب عبداللہ واسطی نے وہاں کی چابیاں ان کے حوالے کیں پھر ہم کئی گاڑیوں میں بیٹھ کر ائرپورٹ آگئے۔

آفریدی اور احمد زبیری اور دوسرے مسلمان مکینک انجینئر اور ڈاکٹر وغیرہ بہت اداس تھے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ بہت کم مدت میں ترقی کرنے والے اس شان دار ادارے کو یوں اچانک بند کردیا جائے گا اور انہیں اپنی مرضی کے خلاف وہاں سے جانا ہوگا۔

ہمارے مکینک اور انجینئر ائرپورٹ پہنچ کر اس طیارے کے ایک ایک پرزے کو چیک کررہے تھے۔ اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارا پائلٹ اور کوپائلٹ یہ جہاز لے جائیں گے اور آپ کو پیرس تک پہنچا کر واپس آجائیں گے۔"

میں نے کہا "جہاز میں آپ کا عملہ نہ ہو تب بھی ہم جہاز لے جاسکتے ہیں لیکن جس طرح ہم جہاز کو اچھی طرح چیک کررہے ہیں اسی طرح پائلٹ اور کوپائلٹ کے دماغوں کو بھی اچھی طرح چیک کریں گے۔ آپ کو اعتراض تو نہیں ہے۔"

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے چینی افسر نے کہا "ہمارا پائلٹ اور کوپائلٹ یوگا کے ماہر ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے وہ کسی کو دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ آپ بھروسا کریں۔ وہ آپ کو بخیریت پیرس تک ضرور پہنچا دیں گے۔"

میں نے ان سے بحث نہیں کی۔ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہہ دیا کہ وہ ان جہاز اڑانے والوں کی نگرانی کریں۔ چینی حکمران اور افسران اپنے فیصلے پر اڑے رہے۔ انہوں نے کوئی لچک پیدا نہیں کی۔ ہم ان سے مذاکرات کرکے طیارے میں آگئے پھر وہ طیارہ وہاں سے روانہ ہوا۔

ہم نے ان سے دوستی کرکے ایک بہت یادگار سبق حاصل کیا تھا۔ ہم اور ہماری آئندہ نسلیں اس یادگار سبق کو کبھی بھلا نہیں سکیں گی۔

معاملہ یہاں ختم نہیں ہوا تھا۔ بات بہت آگے تک بڑھنے والی تھی۔ ابھی میں اس معاملے کے دوسرے پہلوؤں کو بیان کررہا ہوں۔ امریکا، اسرائیل، روس اور فرانس جیسے ممالک کو یہ معلوم تھا کہ ہم چین سے نکالے جارہے ہیں۔ ہمارا طیارہ دوسری صبح پیرس پہنچنے والا ہے۔

اندازہ کیا جاسکتا تھا کہ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کس طرح ہمارے استقبال کی تیاریاں کرچکے ہوں گے۔ اس طیارے میں جناب عبداللہ واسطی اور بابا صاحب کے ادارے کے اہم افراد تھے، میں تھا، سونیا تھی۔ وہ تمام دشمن مل کر ایک ہی حملے میں اس طیارے کو تباہ کردیتے تو ہمیشہ کے لیے ہمارا نام و نشان مٹ جاتا۔ سونیا اور فرہاد کی لاش کے ٹکڑے بھی نہیں ملتے۔ اس وقت ہم موت کے اڑن کھٹولے پر جارہے تھے۔

جناب عبداللہ واسطی نے مجھ سے کہا "ہمیں پیرس نہیں جانا ہے لیکن یہ چینی پائلٹ ہماری مرضی کے مطابق ہمیں کسی دوسری جگہ نہیں لے جائے گا۔ مجھے تھوڑی دیر کے لیے مجبوراً روحانی ٹیلی پیتھی کا سہارا لینا ہوگا۔ تم ہمارے ادارے کے پائلٹ کو اس پائلٹ کیبن میں پہنچاؤ۔ میں اس کی جگہ بدلنے والا ہوں۔"

میں نے اپنے ادارے کے دو پائلٹوں سے کہا "تم دونوں پائلٹ کیبن میں جاؤ۔ جناب عبداللہ واسطی نے کہا ہے تمہیں چینی پائلٹ کی جگہ سنبھالنی ہے۔ ہم اس طیارے کو پیرس نہیں کسی دوسری جگہ لے جائیں گے۔"

وہ دونوں اس کیبن میں آگئے۔ چینی کو پائلٹ نے انہیں دیکھ کر کہا "یہاں کیوں آئے ہو؟ ہم نے کہا تھا کہ ادھر کوئی نہیں آئے گا۔"

ہمارے پائلٹ نے فوراً ہی اس کی سیٹ سنبھالی۔ وہ دونوں چینی پائلٹ اور کو پائلٹ وہاں سے چلتے ہوئے طیارے کے آخری حصے میں آئے پھر وہاں خالی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔

وہ اپنی بات ختم کرتے ہی یک لخت چپ ہوگیا۔ اس پر سکتہ سا طاری ہوگیا۔ پائلٹ نے اپنی سیٹ پر سے اٹھتے وقت ہمارے پائلٹ سے بولا "یہ تمہاری جگہ ہے تم سنبھالو۔"

جناب عبداللہ واسطی نے کہا "یہ دونوں اگلے پندرہ گھنٹوں تک غائب دماغ رہیں گے۔ ان کے دماغوں میں ان کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی نہیں آسکے گا۔ اب مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا۔ مجھے عبادت میں مصروف رہنے دو۔"

میں سونیا کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کررہی تھی کہ اس طیارے میں کیسی تبدیلیاں ہوچکی ہیں۔ وہ بولی "چینی حکمرانوں نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ہے۔ زندگی میں پہلی بار مجھے توہین کا احساس ہورہا ہے لیکن میں برداشت کررہی ہوں۔ مجھے اطمینان ہے کہ ہم اس توہین کے جواب میں زبردست کارروائی کریں گے۔"

میں نے کہا "ہاں! ہم ابھی کارروائی نہیں کرسکیں گے۔ ابھی اس طیارے میں ہماری سلامتی کا مسئلہ ہے۔ ہم دنیا کے جس ملک کے ائرپورٹ میں اتریں گے۔ وہاں دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں طیارے سے اترنے کا موقع بھی نہیں دیں گے۔ اس طیارے کو صرف ایک راکٹ لانچر سے تباہ کردیں گے۔ جب تک اس طیارے میں ایندھن ہے اور جب تک یہ پرواز کررہا ہے تب تک ہمیں زمین کے کسی بھی خطے میں سلامتی سے اترنے کی تدبیر کرنی ہوگی۔"

میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ایک چینی آرمی افسر ہوں۔ مجھے اس طیارے میں اپنے پائلٹ اور کوپائلٹ کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔"

"ان کا دماغ ساتویں آسمان پر تھا۔ ہم نے انہیں پندرہ گھنٹوں کے لیے غائب دماغ بنا دیا ہے۔"

میں وہاں کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر بولا "ہم بڑی خاموشی کے ساتھ تمہارے ملک سے نکل آئے ہیں۔ اگر چاہتے تو وہیں جوابی کارروائیاں کرسکتے تھے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا اب کرنے والے ہیں۔"

"مسٹر فرہاد کیا ہمیں دھمکیاں دے رہے ہو؟"

"فی الحال تو میں لین دین کا حساب کرنے آیا ہوں۔ ہم نے تمہیں ٹرانسفارمر مشین دی۔ تم نے ہمیں بابا صاحب کا ادارہ قائم کرنے کی اجازت دی۔ اب تم نے اس ادارے کو ہم سے چھین لیا ہے۔ جواباً ہم تم سے وہ مشین اور اس مشین سے تمام پیدا ہونے والوں کو تم سے چھین رہے ہیں یہ چوبیس گھنٹے کا الٹی میٹم ہے اپنی مشین اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بچانے کی جتنی تدبیر کرسکتے ہو کرلو۔ چوبیس گھنٹوں کے بعد ساری دنیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہ تماشا دیکھیں گے جو کبھی کسی نے دیکھا نہیں ہوگا۔ اس لمحے کے بعد سے تم کسی طرح بھی ہم سے رابطہ قائم نہیں کرسکو گے۔ اسے دھمکی نہ سمجھنا۔ موت ساری زندگی ایک دھمکی کہلاتی ہے۔ جب آجاتی ہے تو پھر دھمکی نہیں رہتی۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔

ہم آسمان اور زمین کے بیچ میں تھے۔ چھ سات گھنٹے سے زیادہ پرواز نہیں کرسکتے تھے۔ کسی نہ کسی ملک کی زمین پر اترنا ضروری تھا لیکن تمام بڑے ممالک اور تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے زمین پر اترنے کے تمام راستے بند کررہے تھے جس دنیا میں ہم پیدا ہوئے تھے اسی دنیا پر ہمارا داخلہ ممنوع ہوگیا تھا۔

مسٹر بلیک ہمارے طیارے کو تباہ کرنے کے لیے بڑے جوش و خروش کے ساتھ سرگرم عمل تھا۔ وہ امریکا کے تمام بڑے اور چھوٹے ائرپورٹس کے اعلیٰ عہدیداروں اور تمام پرائیویٹ فلائنگ کمپنیوں کے مالکان کو حکم دے رہا تھا کہ چین سے آنے والے کسی بھی طیارے کو کسی بھی رن وے پر اترنے کی اجازت نہ دی جائے۔

انڈر گراؤنڈ سیل میں اب نو ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے تھے' ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کوما میں پڑا ہوا تھا۔ مسٹر بلیک نے ان نو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا "چند گھنٹوں کے لیے اپنی تمام مصروفیات ترک کردو۔ اپنے تمام ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ ہمارے ملک کے تمام ائرپورٹس کے عملے کے اندر پہنچو۔ وہاں کے اہم عہدے داروں کو اپنا آلہ کار بناؤ۔ چین سے آنے والے کسی بھی طیارے کو ہمارے ملک میں نہیں اترنا چاہیے۔"

نمبر فور نے کہا "سر! میں نے اپنے آٹھ ساتھیوں کو تفصیل سے بتایا ہے کہ فرہاد' سونیا اور بابا صاحب کے ادارے کے اہم افراد ایک طیارے میں بیجنگ سے پیرس جائیں گے پھر پتا چلا کہ وہ روٹ بدل رہے ہیں۔ وہ پیرس کے بجائے کسی دوسرے ملک میں اس جہاز کو اتارنے والے ہیں۔ ہم اس جہاز کو یہاں اترنے نہیں دیں گے۔"

مسٹر بلیک نے کہا "صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ انہیں ہمارے ملک میں آنے سے روک دیا جائے۔ تم سب کو خیال خوانی کے ذریعے دوسرے ممالک کے تمام ائرپورٹس میں پہنچنا چاہیے۔ وہاں کے عملے اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہیے۔ ویسے دوسرے ممالک کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہی کررہے ہوں گے۔"

"سر! ہماری پوری کوشش ہوگی کہ ہم دوسرے ممالک کے ائرپورٹس پر بھی نظر رکھیں۔ دنیا کے تمام ائرپورٹس میں ہمارے مسلح آلہ کار ہوں گے۔ اگر فرہاد کسی تدبیر سے اس طیارے کو جبراً کسی ائرپورٹ کے رن وے پر اتارے گا تو اس کے اترتے ہی راکٹ لانچر وغیرہ کے ذریعے حملے کیے جائیں گے۔ اس طیارے کے پرخچے اڑ جائیں گے۔"

"یہ نہ بھولو کہ ایران' افغانستان اور لیبیا ہمارے دشمن ہیں۔ وہ اس طیارے کو اپنے ملک میں اترنے کی اجازت دیں گے۔ ان ممالک میں ہمارے جاسوس ہیں' تمہارے آلہ کار ہیں۔ ان سب کو حکم دو کہ وہ وہاں کے تمام ائرپورٹس پر ابھی سے مسلح ہوکر پہنچ جائیں۔ انہیں اپنی جان پر کھیل کر بھی اس طیارے کو تباہ کرنا ہوگا۔"

مسٹر بلیک کے علاوہ امریکا کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران دوسرے تمام ممالک سے ہاٹ لائن پر رابطے کررہے تھے۔ ایک دوسرے سے معلوم کررہے تھے کہ وہ طیارے کو زمین پر اترنے سے پہلے ہی تباہ کردینے کے سلسلے میں کیا تدابیر پر عمل کررہے ہیں۔

اسرائیلی حکام الپا اور بن بورین سے کہہ رہے تھے "اس طیارے کو ہمارے ملک کی زمین پر نہیں اترنا چاہیے۔ سونیا اور فرہاد یہاں زندہ سلامت پہنچیں گے تو ہماری راتوں کی نیندیں حرام کردیں گے۔"

الپا نے کہا "سونیا اور فرہاد پہلی بار ایک طیارے کے پنجرے میں بند ہوگئے ہیں۔ وہ پنجرہ زمین اور آسمان کے درمیان معلق ہے۔ انہیں ایک ساتھ جہنم میں پہنچانے کا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔ میں اپنی تمام صلاحیت اور تجربوں سے کام لے کر اس طیارے کو تباہ کردوں گی۔"

بن بورین نے کہا "بابا صاحب کے ادارے کے ایک محترم بزرگ عبداللہ واسطی ادارے کے بہت ہی اہم افراد کے ساتھ اس طیارے میں ہیں۔ آج پہلی بار بابا صاحب کے ادارے کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔"

الپا نے کہا "ہمارے تمام ائرپورٹس کا عملہ جو کس ہے ہم نے وہاں کے تمام اہم عہدے داروں کے دماغوں کو آلہ کار کردیا ہے۔ اب ہم افغانستان' ایران اور لیبیا میں اپنے سراغ رسانوں کے ذریعے وہاں کے تمام عہدے داروں کے دماغوں میں پہنچ رہے ہیں۔ انہیں ہپناٹائز کرنے کا وقت تو نہیں ہے لیکن جیسے ہی وہ طیارے کو اترنے کی اجازت دینا چاہیں گے' ہم ان کے دماغوں میں زلزلے پیدا کرنے لگیں گے۔"

اسکاٹ لینڈ یارڈ کا جنرل وہاں کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے انچارج اور سربراہ مارشل ٹی ٹو اور کمانڈر رائیڈ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرے اعلیٰ عہدے دار بھی تھے۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے انگلینڈ' اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے تمام ائرپورٹس کو سیل کرچکے تھے۔ اب یورپ کے دوسرے ممالک کے اہم افراد کے اندر پہنچ رہے تھے اور انہیں اپنے اپنے ائرپورٹس کو سیل کرنے کا حکم دے رہے تھے۔

اس وقت دنیا کے تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں اتحاد پیدا ہوگیا تھا جہاں ایک ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پہنچ گئے تھے۔ وہیں دوسرے ممالک کے ٹیلی پیتھی

جاننے والے بھی پہنچ رہے تھے۔ سب ہی نے ہر ملک کے ہر شہر میں ائرپورٹس میں سیکڑوں مسلح آلہ کار پیدا کردیے تھے۔

مسٹر مین نے اپنے ماتحتوں سے کہا "تمام ممالک کے ان عہدے داروں کے اندر جاتے آتے رہو جن کا تعلق ائرپورٹس سے ہے۔ وہ طیارہ جہاں بھی اترے گا' تم وہاں آلہ کار بنا کر اس طیارے کو تباہ کردو گے۔ میں بھی موجود رہوں گا۔ ہم اس طیارے سے ایک بھی مسافر کو باہر نہیں آنے دیں گے۔"

ہاروے اور بیکر برائٹ مٹھیاں بھینچ کر اور دانت پیس کر کہہ رہے تھے "پورس نے پہلے ہمارے دو ساتھیوں سائرن اور آندرے کو ہلاک کیا پھر ہمارے سینئر ساتھی بائرن ٹوڈ کو خاک میں ملا دیا۔ اب ہم اس کے ماں باپ کو اس طیارے کے پنجرے سے نکلنے نہیں دیں گے۔ تمام ممالک کے فوجی سربراہوں کے اندر جاتے آتے رہیں گے۔ اس طرح پتا چلے گا کہ وہ طیارہ کہاں اترنے والا ہے۔"

یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ ہمارے بدترین دشمن دنیا کے چپے چپے پر موجود ہیں۔ روس کے اکابرین نے نیچ پال سے کہا "دنیا کے سب سے خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ختم کرنے کا ایسا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔ آپ اس سلسلے میں کیا کررہے ہیں؟"

نیچ پال نے کہا "میں وہی کررہا ہوں جو دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس وقت کررہے ہیں۔ وہ بے شمار دشمن اس طیارے کو ضرور تباہ کریں گے۔ ایسے وقت ہم ان کی پشت پناہی کرتے رہیں گے۔"

نیچ پال بظاہر وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سربراہ تھا لیکن کرونا کا معمول تھا۔ کرونا اور نیچ پال بہت پہلے سے پارس کے معمول تھے۔ راسپوٹین نے ایک آلہ کار کے ذریعے کرونا سے کہا "ہم دونوں کو مل کر اس طیارے کی تباہی کے لیے تدبیر کرنی چاہیے۔"

وہ پارس کی مرضی کے مطابق بولی "ساری دنیا ہی اس طیارے کو تباہ کرنے کے لیے اپنی نیندیں حرام کررہی ہے' کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کوئی بہت بڑا سیارہ ہماری زمین سے ٹکرانے والا ہے۔"

راسپوٹین نے کہا "وہ کسی سیارے سے کم نہیں ہے۔ ہم اسے زمین پر اترنے سے پہلے تباہ کرویں گے تو ہم مکار زمانہ سونیا اور سب سے پرانے اور خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور سے نجات پالیں گے۔"

"جیسا کہ تم جانتے ہو۔ میں نیچ پال کی معمول ہوں۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتی رہتی ہوں۔ تم تنہا اس سیارے سے ٹکرانے جاؤ۔ ہم سب کا مقصد ایک ہی ہے۔ پوری دنیا کوشش کررہی ہے۔ اس طیارے کو کسی نہ کسی طرح تباہ ہونا ہی ہے۔"

کرونا اور نیچ پال روسی اکابرین کو یقین دلا رہے تھے کہ وہ میری اور سونیا کی دشمنی کے سلسلے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں لیکن وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کررہے تھے۔ نیچ پال نے پارس کی مرضی کے مطابق اپنے ساتھی پجاریوں کو اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اس سلسلے میں خیال خوانی نہ کریں۔ جب وہ طیارہ کسی ملک میں اترے گا۔ تب اسے تباہ کرنے کے لیے وہ اپنی سرگرمی دکھائیں گے۔ تب تک انہیں اپنے ملکی معاملات میں مصروف رہنا چاہیے۔

طیارے میں میرے اور سونیا کے علاوہ کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ وہ سب خیال خوانی کے ذریعے تمام دشمنوں کی سرگرمیاں دیکھ رہے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے اور ادارے کے باہر دنیا کے تمام ممالک میں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے۔ وہ ہم سے غافل نہیں تھے۔ دنیا کے تمام چھوٹے بڑے ائرپورٹس میں جہاں مسلح دشمن تھے۔ وہاں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی پہنچے ہوئے تھے۔ میں نے ان سب سے کہہ دیا تھا کہ وہ تمام دشمنوں پر نظر رکھیں۔ میری طرف سے جب ہدایت ملے تب کارروائی کریں۔

ثانی' فہمی' پارس اور پورس بھی میرے اندر موجود تھے۔ میں نے پارس سے کہا "الپا تمہاری معمولہ ہے۔ اس کے ذریعے بن بورین وغیرہ کو اپنے شکنجے میں لو۔ ہمارا یہ طیارہ تل ابیب کے ائرپورٹ پر اترے گا۔"

سونیا نے کہا "ہمارے طیارے کو انٹرنیشنل ائرروٹ پر دیکھا جارہا ہے۔ انہیں پتا ہے کہ ہم روٹ بدل کر کدھر جارہے ہیں۔ جب یہ طیارہ اسرائیل پہنچے گا تو انہیں معلوم ہوجائے گا کہ تل ابیب کے قریب ائرپورٹس پر اتارا جارہا ہے۔ ایسے وقت میں وہ دشمن ہوائی حملے کرسکتے ہیں۔ ہمارے اس طیارے کی تباہی سے انہیں زندگی ملنے والی ہے۔ وہ ہمیں مار ڈالنے کے لیے کچھ بھی کرسکتے ہیں لہٰذا بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے وہاں کی ائرفورس پر چھا جاؤ۔"

میں نے کہا "وہاں حالات جنگ پیدا کردو۔ ہوائی حملوں کی صورت میں دشمن طیاروں کو مار گرانے کے لیے فوج کو الرٹ کردو۔"

ثانی اور فہمی' علی' پارس' پورس' آفریدی' احمد زبیری اور بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کرنے لگے۔ پارس الپا کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اس کی معمولہ تھی۔ جب تک وہ اسے مخاطب نہ کرتا' وہ اس کی موجودگی کو سمجھ نہیں سکتی

تھی۔

اس وقت وہ بن بورین اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے افسران کے ساتھ ہیڈ کوارٹر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ سب ہماری تباہی کے سلسلے میں اپنی تدابیر پر عمل کررہے تھے۔ خیال خوانی کے ذریعے مختلف ممالک کے ائرپورٹ میں پہنچ رہے تھے۔ وہاں کے عملے کے ذریعے معلوم کررہے تھے کہ ہمارا طیارہ کس ملک کے آسمان سے گزر رہا ہے۔

وہ خیال خوانی کے دوران میں ایک دوسرے سے گفتگو بھی کرتے جارہے تھے۔ وہاں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے افسران تھے' ان سب کے دماغوں میں پارس نے اس وقت جگہ بنائی تھی جب وہ پہلی بار ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی سیکھ کر اس مرحلے سے گزر رہے تھے' جب نئے سیکھنے والوں پر تنویمی عمل کیا جاتا ہے۔

پارس نے ہمارے کئی سراغ رسانوں کو ان سب کے دماغوں میں پہنچادیا۔ ان میں سے دو افسران اپنی جگہ سے اٹھ کر بن بورین کے دائیں بائیں آکر کھڑے ہوگئے۔ ریوالور نکال کر اسے اپنے نشانے پر رکھ لیا۔

وہ حیرانی سے بولا "یہ کیا حرکت ہے؟"

ایک نے کہا "اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھو۔ تمہیں پٹاخہ ٹائز کیا جارہا ہے۔ تم انکار کرو گے تو ہم گولی ماردیں گے۔"

ایک نے پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی۔ وہ خود کو چھڑانے کے لیے جدوجہد کرسکتا تھا لیکن دوسرے نے اس کے کھلے ہوئے منہ میں ریوالور کی نال ٹھونس دی تھی۔ اس وقت الپا ایک آرام دہ کرسی پر گم صم بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ پارس کی اجازت کے بغیر حرکت نہیں کرسکتی تھی۔

علی' بن بورین کے دماغ میں تھا۔ اسے وہاں سے اٹھا کر ایک بڑے صوفے پر لٹایا جارہا تھا۔ علی نے کہا "اپنے جسم کو ڈھیلا رکھو' دماغ کو آزاد چھوڑ دو ورنہ گولی چل جائے گی۔"

ریوالور کی نال اس کے حلق میں ٹھنسی ہوئی تھی۔ خوف سے اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ علی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اسے دماغی طور پر ذرا کمزور بنانے لگا پھر اس کے بعد اس نے ایک مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ اس کو معمول بنانے کے بعد آدھے گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

ایسے وقت پارس' الپا سے باتیں کرتا رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "پارس' یہ تم ٹھیک نہیں کررہے ہو۔ مجھے بتاؤ تم بن بورین اور ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے شکنجے میں کیوں لے رہے ہو؟"

"ایک نادان بچی کی طرح سوال نہ کرو۔ تمہارے چور خیالات بتارہے ہیں کہ تم میرے ارادوں کو سمجھ رہی ہو۔ میری مما اور میرے پاپا پہلی بار ایک ساتھ تمہارے ملک میں آرہے ہیں۔ میں ان کے استقبال کے لیے تمہیں تیار کررہا ہوں۔ فوراً اپنی بری' بحری اور فضائی افواج کے سربراہوں سے کہو کہ دشمن ممالک سے خطرہ ہے۔ کسی وقت بھی ہوائی حملے ہوسکتے ہیں لہٰذا تینوں افواج کو چوکس رہنا چاہیے۔ اپنے ملک کے اندر چین اور دوسرے ممالک کے درمیان مسافر بردار طیاروں کو آنے سے نہ روکا جائے۔ جنگی طیاروں کو ریڈار پر دیکھتے ہی تباہ کردیا جائے۔"

الپا اس کے احکامات کی تعمیل کرنے لگی۔ اکابرین حیرانی سے پوچھ رہے تھے "کن دشمن ممالک سے ہمیں خطرہ ہے؟ کون ہم پر حملے کرنے والے ہیں؟ پھر تم چین کے طیاروں کو یہاں آنے کی اجازت کیوں دے رہی ہو؟"

وہ بولی "میں تم سب کی سلامتی کے لیے ایسا کررہی ہوں۔ اگر فرہاد کے طیارے کو یہاں آنے سے روکا جائے گا تو تم میں سے کوئی زندہ نہیں بچے گا۔ تمہارے ساتھ تمہارے بیوی بچے بھی مارے جائیں گے۔"

ان میں سے کئی اکابرین اور فوج کے کئی افسران نے فون اور فیکس کے ذریعے امریکا اور دوسرے ممالک سے رابطہ کرنا چاہا۔ وہ انہیں بتانا چاہتے تھے کہ وہ سب مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے شکنجے میں آگئے ہیں۔ الپا نے چین سے آنے والے طیارے کو اپنے ملک میں اترنے کی اجازت دے دی ہے۔

لیکن ان میں سے کوئی ٹیلی فون اور فیکس کے ذریعے کسی سے رابطہ نہ کرسکا۔ ہمارے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں کے حکمرانوں اور تمام فوجی افسروں کے دماغوں پر قبضہ جماچکے تھے۔

جب ہمارا طیارہ اسرائیل کے قریب پہنچنے لگا تو ان ممالک کے حکمران اور فوجی افسران ٹیلی فون اور فیکس کے ذریعے الپا سے اور وہاں کے اکابرین سے رابطہ کرنے کی کوششیں کرنے لگے لیکن کسی سے رابطہ نہیں کرپارہے تھے۔ وہ کہنا چاہتے تھے کہ طیارہ اسرائیل کی حدود میں داخل ہو رہا ہے اسے روکا جائے لیکن تمام اسرائیلی اکابرین اور فوجی افسران گونگے بہرے ہوگئے تھے۔

تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیل کے کسی ایک فرد کے بھی دماغ میں جگہ نہیں مل رہی تھی۔ پورے اسرائیل کو اندر۔۔۔ اور باہر سے سیل کردیا گیا تھا۔

ہمارا طیارہ صحیح سلامت وہاں کے رن وے پر اتر گیا۔ الپا' بن بورین اور تمام اکابرین نے متفقہ یہ فیصلہ کیا کہ ان سے دوستی کی جائے۔ دشمنی ختم کرنی پڑے گی۔ کیونکہ ہم ان

اندر تمس آئے ہیں۔

انہوں نے بڑی گرمجوشی سے ہمارا استقبال کیا۔ جناب عبداللہ اسلمی نے کہا "مجھے آپ کی میزبانی منظور نہیں ہے۔ میں یروشلم جارہا ہوں مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کروں گا پھر اپنی حزل کی طرف چلا جاؤں گا۔"

وہ ایک کار میں بیٹھ کر وہاں سے چلے گئے۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے دوسرے افراد وہاں سے جانے والی دوسری پروازوں کے ذریعے مختلف مالک کی طرف جانے لگے۔ دشمن یہ معلوم نہیں کرسکتے تھے کہ ان میں سے کون کہاں جارہا ہے۔ وہ مختلف ممالک سے ہوتے ہوئے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے والے تھے۔

علی' آفریدی' لی' ماریہ اور احمد زبیری ائرپورٹ سے چپ چاپ چلے گئے۔ انہوں نے کسی میزبان سے ملاقات نہیں کی۔ سونیا نے الپا سے کہا "ہمیں کچھ عرصے تک یہاں پورے حفاظتی انتظامات کے ساتھ رہنا ہوگا۔ تمہارا ذاتی محل بہت وسیع و عریض ہے۔"

وہ بولی "یہ میرے لیے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کہ آپ میرے محل میں رہیں گی۔"

سونیا نے کہا "پہلے ٹرانسفارمر مشین کو اپنے اس محل میں پہنچاؤ' تم اور بن بورین اس مشین کے ساتھ یرغمال کے طور پر اس محل میں رہو گے۔"

میں نے کہا "باقی باتیں بعد میں ہوں گی فی الحال مشین وہاں منتقل کراؤ اور ہمارے ساتھ محل میں چلو۔"

فوراً ہی ہمارے احکامات کی تعمیل کی گئی۔ میں اور سونیا' الپا اور بن بورین کے ساتھ اس محل میں آگئے۔ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس ملک میں بہت اہم تھے۔ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے پھر مشین بھی بہت اہم تھی۔ جب تک یہ سب کچھ ہمارے شکنجے میں رہتا' وہاں کے فوجی حکمران ہمارے خلاف کچھ نہیں کرسکتے تھے پھر یہ کہ ان کے تمام فوجی افسران اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیر اثر آچکے تھے۔ وہاں ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

ہم نے اس محل میں پہنچ کر آرام سے بیٹھ کر ایک ایک دشمن سے رابطہ کرنا شروع کیا۔ میں نے چینی فوج کے اعلیٰ افسران سے کہا "دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کی طرح تمہاری بھی یہی خواہش تھی کہ ہم زندہ سلامت زمین پر نہ پہنچیں مگر ہم پہنچ گئے ہیں۔"

اس افسر نے کہا "ہماری ایسی کوئی خواہش نہیں تھی۔ ہم نے تو تمہیں بخیریت سفر کرنے کے لیے اپنا طیارہ دیا تھا۔"

"یوں کہو ہمیں موت کے اڑن کھٹولے پر بٹھایا تھا۔ بائی واوے ہمارا قرض تم پر باقی ہے' تم اسے ادا کرو گے' ابھی تمہارے ملک میں صبح ہونے والی ہوگی' یہاں رات ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب سو کر اٹھوں تو دوسری صبح وہ ٹرانسفارمر مشین تمہارے پاس نہ رہے۔ اس کا ایک ایک پرزہ الگ کر کے اسے آگ میں پگھلا دوں۔"

اس نے کہا "میں یوگا کا ماہر نہیں ہوں تم ہم جیسے چند افسران کو دماغی مریض بناسکتے ہو یا ہلاک کرسکتے ہو وہاں بیٹھ کر ہمارے ملک میں تخریبی کارروائیاں کرسکتے ہو۔ ہم تو ہمیشہ تخریبی کارروائیاں کرنے والے دشمنوں سے نمٹتے آئے ہیں تم سے بھی نمٹ لیں گے' لیکن تمہیں کبھی اپنی ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے نہیں دیں گے۔"

"آج ہمارا زمین تک پہنچنا ناممکن تھا۔ تم سب نے دشمنی کی انتہا کردی تھی مگر تم نے پہلے بھی دیکھا ہے اور آج بھی دیکھ رہے ہو ہم اپنی ذہانت سے اور عزائم سے ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔ کل صبح میرے نیند سے بیدار ہونے کے بعد تمہارے پاس ٹرانسفارمر مشین نہیں رہے گی۔ اس چیلنج کو اہمیت نہیں دو گے تو پچھتاؤ گے۔"

سونیا نے امریکی فوج کے اعلیٰ افسران سے کہا "آج تو صرف تم نے ہی نہیں ساری دنیا نے ایڑی چوٹی کا زور لگالیا تھا۔ ہماری موت کا جشن منانے والے تھے' اب سوگ منا رہے ہو۔"

ایک افسر نے کہا "تم اور فرہاد قسمت کے دھنی ہو۔"

"قسمت ان کا ساتھ دیتی ہے جو آگے بڑھ کر دشمنی نہیں کرتے دوستی اور سلامتی کے راستے پر چلتے ہیں۔ تم نے اس بار پھر بہت بڑی دشمنی کی ہے۔ چین میں بابا صاحب کے ادارے کو اپنی سازشوں سے بند کرادیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ سستے چھوٹ جاؤ گے؟ آج رات کی صبح ہونے دو کل دن نکلنے دو' ہم تمہیں دن میں تارے دکھانے والے ہیں۔"

میں نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ڈائریکٹر جنرل کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ مارشل بی ٹو اور کمانڈر ہائیڈ سے کہہ رہا تھا "یہ فرہاد کیا چیز ہے؟ کیا یہ قیامت تک زندہ رہنے اور موت کے حملوں سے بچتے رہنے کا مقدر لے کر آیا ہے؟"

مارشل بی ٹو نے کہا "ہم حیران ہیں آج تو دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس سے اس دنیا کی زمین چھین لی تھی۔ پتا نہیں اس نے الپا جیسی گھاگ عورت کو کس طرح ٹریپ کیا ہے؟"

کمانڈر ہائیڈ نے کہا "اس نے پورے اسرائیل کو اپنے شکنجے میں لے رکھا ہے۔ وہاں کسی سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ ٹیلی فون' فیکس اور ای میل کے رابطوں کو ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔ اسرائیل اس وقت ساری

دنیا سے کٹا ہوا ہے۔"

میں نے ڈائریکٹر جنرل کے ذریعے کہا "اب تمہارے کتنے مرنے کی باری ہے' میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ سب اپنی کرسیوں پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ ڈی آئی جی کو دیکھنے لگے۔ میں نے کہا "ہم نے تم پر احسان کیا۔ تمہارے پاس ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ پہنچایا۔ آج تم بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر رہے ہو مگر تم لوگ تو سانپ ہو جس کے برتن میں دودھ پیتے ہو اسی کو ڈس لیتے ہو۔ کیا پتا سکتے ہو کہ ہم سے کیوں دشمنی کر رہے ہو؟"

وہ خاموشی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے پھر مارشل ٹی ٹونے کہا "دشمنی کی ابتدا تم نے کی ہے۔ ہمارے سب سے بڑے دشمن چین کو ٹرانسفارمر مشین دی ہے۔"

"ایسا کہتے وقت یہ کیوں بھول رہے ہو کہ ہم نے تمہیں بھی یہ مشین دی ہے ہم دشمن ہوتے اور دشمنی کرتے تو کیا تم لوگوں کو ٹیلی پیتھی سیکھنے کا موقع دیتے؟ بہرحال تم نے اپنی کم ظرفی دکھائی ہے۔ اس کی سزا تو تمہیں پانی ہوگی۔"

"اچھا تو تم دھمکیاں دینے آئے ہو۔ ذرا معلوم تو ہو کہ ہمیں کیا سزا دینا چاہتے ہو؟"

"میں ابھی سونے جا رہا ہوں۔ مجھے نیند پوری کر لینے دو۔ کل کسی وقت تمہیں خود بہ خود معلوم ہو گا کہ تمہیں کیا سزا مل رہی ہے۔"

"تم سزا دینے سے پہلے ہمیں تجسس میں مبتلا رکھنا چاہتے ہو۔ ہم نادان بچے نہیں ہیں کہ تم ڈراؤ گے تو ہم کل تک ڈر ڈر کے خواب دیکھتے رہیں گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' وہاں سے چلا آیا۔ سونیا نے فرانس کی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے ذریعے وائرمین کو مخاطب کیا۔ اس ملک میں وائرمین نے ٹرانسفارمر مشین تیار کی تھی اور وہاں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت پیدا کر رہا تھا۔ سونیا نے کہا "وائرمین! میں سونیا بول رہی ہوں۔ ابھی تم نے اس ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پیدا کرنے کی ابتدا کی ہے۔ ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں اور تم ہم سے دشمنی کرنے کے لیے میدان میں آ گئے ہو۔"

وہ بولا "میڈم! میں آپ کو زمین پر اترنے اور نئی زندگی پانے کی مبارک باد دیتا ہوں۔ یہ درست ہے کہ میرے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی گھٹنوں کے بل چل رہے ہیں۔ لیکن میں تو پرانا کھلاڑی ہوں۔ بابا صاحب کا ادارہ ہمارے ملک فرانس میں ایک پھوڑے کی طرح ابھرا ہوا ہے۔ اس پھوڑے کو ختم کرنے کے لیے آپریشن ضروری تھا۔"

"اناڑی ڈاکٹر کے ہاتھوں میں اوزار آ جائیں تو وہ پھوڑے کو بھول کر اپنا ہی آپریشن کرنے لگتا ہے۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ تم نے خود کو بُری طرح چیر پھاڑ کر رکھ دیا ہے اور چیر پھاڑ کے نتیجے میں کل تمہاری موت واقع ہو سکتی ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اچھا تو تم مجھے موت کے گھاٹ اتارنے والی ہو۔ کیا میں تمہارے خوف سے یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں؟"

"تمہیں اس ملک سے اور اس دنیا سے جانا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے افراد سلامت چین سے واپس آ گئے ہیں اور کل تمہارے فرانس میں پہنچیں گے۔ وہاں سے اپنے بابا صاحب ادارے میں جائیں گے۔ اس سے پہلے تمہیں موت سو جانا چاہیے۔ بس کل تک اپنے سانس گنتے رہو۔"

وہ راسپوٹین کے پاس آئی۔ اس کے ایک آلہ کار کے ذریعے گفتگو ہوا کرتی تھی۔ اس نے کہا "تم بڑے ہی فراموش نکلے۔ میں نے تمہیں قلعے کے اندر پہنچایا تھا مجھے اوپر پہنچانے کے لیے دشمنوں کا ساتھ دے رہے ہو۔"

وہ بولا "میں تمہاری ذہانت اور مکاریوں سے بہت متاثر ہوں۔ تعجب ہے تم ایک جہاز کے پنجرے میں بند تھیں باہر نکلنے کا راستہ بھی ہوتا تو نہ نکلتیں کیونکہ تم معلق تھیں۔ تمہارے لیے زمین پر اترنا تقریباً ناممکن تھا۔ تعجب ہے تم نے کیسی مکاری دکھائی ہے کہ کس طرح وغیرہ کو ٹریپ کیا ہے۔ اگر تمہاری ایک تصویر مل جائے کسی بہترین سنگ تراش سے تمہارا مجسمہ بنواؤں گا اور کو پھولوں کے ہار پہنا کر اس کی پوجا کرتا رہوں گا۔"

"تم میری پوجا کرنے کے لیے اب اس قلعے میں نہیں سکو گے۔ میں نے تمہیں وہاں پہنچایا تھا۔ اب لات وہاں سے نکال رہی ہوں۔"

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس نے طیارے میں سفر کرنے کے دوران ہی اپنے ماتحت ٹیلی پیتھی والوں کو قلعے کے ان افراد کے دماغوں میں پہنچایا راسپوٹین' مسٹری مین' ہاروے' امریکی نمبر آٹھ اور کو معمول بنے ہوئے تھے۔

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان تمام افراد دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔ میں نے ایک آلہ کار کے ذ ہاروے اور بیکر برائٹ سے کہا "تم نے اپنے اہم ساتھی برا انجام دیکھا تھا پھر بھی تمہیں عقل نہیں آئی۔ تم جہاز کو ہمارا پنجرہ سمجھ کر ہمیں ختم کرنا چاہا تھا۔ اب طرف سے کچھ تو جوابی کارروائی ہو گی۔"

ہاروے نے پوچھا "دھمکی نہ دو' یہ بتاؤ کیا کرنا ہو؟"

"جو کرنا تھا وہ تو ہم کر چکے ہیں۔ تم سے مارلی کا قلعہ چھین لیا گیا ہے اب وہاں نہیں جا سکو گے۔"

ہارا یہ پیغام سن کر راسپوٹین' مسٹری مین' ہاروے' امریکی نمبر آٹھ سب ہی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے قلعے کے اندر اپنے اپنے معمول اور فرمانبرداروں تک پہنچنے کی کوششیں کرنے لگے اور ناکام ہونے لگے۔ وہ اب معمول نہیں رہے تھے۔ ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک رہے تھے۔

وہ سب اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگے۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا سونیا اور فرہاد ہمارے ان تمام معمولوں کے اندر موجود رہا کرتے تھے۔ وہاں ہمیں ایک دوسرے سے لڑاتے رہتے تھے۔ اب سمجھ میں آ رہا ہے کہ وہ ہمیں لڑاتے رہے اور ہم کتوں کی طرح لڑتے رہے۔"

ہم نے راسپوٹین' امریکی نمبر آٹھ اور کوبرا وغیرہ کو قلعے کے چند افراد کے اندر پہنچایا تھا لیکن ہم یا ہمارے ماتحت مسٹری مین اور ہاروے کے معمول کے اندر نہیں پہنچے تھے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے صرف ان کے دماغوں میں رسائی حاصل کی۔ جن کے اندر ہم نے انہیں پہنچایا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ان کے ذریعے مسٹری مین اور ہاروے کے تمام معمولوں کو گولی مار دی تھی۔

وہ قلعہ پھر ان کے لیے فولادی بن گیا تھا۔ وہ اس کے اندر نہیں جا سکتے تھے۔ فی الحال وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خالی ہو گیا تھا ہم نے بھی اسے خالی چھوڑ دیا تھا۔ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ ویسے وہ قلعہ اتنا اہم تھا کہ آئندہ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے میدانِ جنگ بننے والا تھا۔

میں نے اور سونیا نے خیال خوانی کا سلسلہ ختم کر دیا۔ ہمارے سراغ رسانوں کی نگرانی میں رات کا کھانا تیار کیا گیا تھا۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھایا پھر اپنی تھکن مٹانے کے لیے آرام سے سو گئے۔ ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساری باری الپا' بن بورین اور وہاں کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں پہرا دے رہے تھے۔ انہیں ہپناٹائز بھی کر رہے تھے۔ تاکہ وہ معمول بننے کے بعد ہمیں دھوکا نہ دے سکیں۔

اس کے علاوہ بابا صاحب کے ادارے میں تمام اہم افراد جاگ رہے تھے۔ جناب علی اسد اللہ تمیزی ایک کانفرنس ہال میں وہاں کے تمام اہم افراد سے مخاطب تھے۔ وہ کہہ رہے تھے "دوستوں اور دشمنوں کو آزماتے آزماتے ایک طویل مدت گزرتی جا رہی ہے۔ اس دوران میں ہمارے تجربات ہیں کہ ہمیں آئندہ کبھی کسی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔"

ادارے کے عہدیدار نے کہا "انہوں نے ہمارے ادارے والوں پر زمین تنگ کر دی تھی اگر پارس نے الپا کو بہت عرصہ پہلے سے اپنی معمولہ نہ.... بنایا ہوتا تو فرہاد پورے اسرائیل کو اپنے کنٹرول میں نہیں لے سکتا تھا۔ وہ دنیا کے کسی بھی رن وے پر طیارہ اتار سکتا تھا ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے حتی الامکان اس طیارے کو سیکیورٹی دے سکتے تھے لیکن ہمارے مقابلے میں دشمن کم نہیں تھے۔ انہوں نے کسی بھی رن وے پر طیارے کو تباہ کرنے کے ٹھوس اقدامات کیے تھے۔"

جناب تمیزی نے کہا "بہرحال اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارے لوگ بخیریت زمین پر اتر گئے ہیں اب ہمیں جوابی کارروائی کرنی ہے۔ ہم نے ٹرانسفارمر مشین کو عام کیا تھا۔ اب ان تمام مشینوں کو ختم کر دیں گے۔ جو لوگ ان مشینوں سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر چکے ہیں۔ انہیں اس علم سے محروم کر دیں گے۔"

انہیں خیال خوانی سے محروم کرنے کا نسخہ ہمارے پاس تھا ہمارے پاس اسپرے کرنے والی اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کا بہت بڑا اسٹاک ہے پورس نے بہت عرصہ پہلے ایک بہت ہی بوڑھے اور تجربہ کار کیمسٹ سے یہ دوا تیار کرا کے آزمالیا تھا۔

وہ اب توجہ سے جناب تمیزی کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ایسی ایک دوا بہت پہلے آزمائی گئی ہے۔ اس دوا کی خاصیت یہ تھی کہ یہ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں کو متاثر کرتی تھی۔ جو مشین کے ذریعے یہ علم حاصل کرتے تھے اس دوا کے اثر سے وہ خیال خوانی سے محروم ہو جاتے تھے۔

ابتدا... میں جب پورس ہمارے لیے اجنبی تھا اور پارس کا جانی دشمن تھا۔ ان دنوں اس نے یہ دوا کئی جگہ اسپرے کی تھی اور کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خیال خوانی سے محروم کیا تھا۔

یہ دوا جہاں اسپرے کی جاتی تھی۔ وہاں سے تقریباً پچیس کلومیٹر کے رقبے تک یہ ہوا میں تحلیل ہو کر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو متاثر کرتی تھی۔ وہ لوگ جنہوں نے قدرتی طور پر اپنی مسلسل محنت اور لگن سے خیال خوانی سیکھی تھی انہیں یہ دوا متاثر نہیں کرتی تھی اس دوا کا تعلق صرف ٹرانسفارمر مشین کے فنکشنز سے تھا۔

جناب تمیزی نے کہا "ہمارے سیکڑوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دوا سے بھرے ہوئے اسپرے کین کو لے کر دنیا کے تمام ممالک میں جانے والے ہیں۔ وہ بارہ یا پندرہ گھنٹے کے

اندر دنیا کے کسی حصے میں بھی پہنچ جائیں گے۔ ہر ملک میں ہمارے جاسوس اور دوسرے اہم افراد موجود ہیں۔ ان سب کو یہ اسپرے کین دیے جائیں گے۔"

کانفرنس ہال میں بیٹھے ہوئے حاضرین متفق ہو کر کہنے لگے "یہ ہماری طرف سے بہترین جوابی کارروائی ہوگی۔ وہ ہمارے اہم افراد کو زندگی سے محروم کرنا چاہتے تھے ہم انہیں ٹیلی پیتھی سے محروم کردیں گے۔ ہمارے کسی دشمن کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار نہیں رہے گا۔"

جناب تیمرزی نے کہا "ٹرانسفارمر مشین کی ایجاد سے پہلے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں تھے۔ اب ہم چاہیں گے کہ مشینوں سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے نہ رہیں' نہ دشمن رہیں۔ نہ دوست رہیں۔ ہمارے اپنے لوگوں کو بھی اس علم سے محروم کیا جائے گا۔"

تمام حاضرین چونک کر جناب تیمرزی کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ انہوں نے کہا "اس دنیا میں اور پوری کائنات میں صرف خدائے ذوالجلال کو قوت اور برتری حاصل ہے۔ اگر ہم تمام دشمنوں کو اس علم سے محروم کردیں گے اور صرف اپنے پاس یہ علم رکھیں گے تو ہم مسلمانوں کو تمام دنیا کے مذاہب پر اور تمام مخالفین پر برتری حاصل ہو جائے گی۔ جبکہ مشین کے ذریعے مصنوعی طریقے سے قوت اور برتری حاصل کرنا قدرت کے اور اسلامی مزاج کے خلاف ہے۔ اس دنیا پر کبھی ایک فرد یا ایک فرقے کی حکومت نہیں رہے گی۔ قدرتی طور پر توانائی ہر انسان میں تقسیم ہوتی ہے۔ توانائی کسی کو کم کسی کو زیادہ ملتی ہے لیکن کبھی ایسا نہیں ہوتا اور نہ ہی ہوگا کہ ساری توانائیاں کسی ایک کو مل جائیں اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس ایک کے سامنے کیڑے مکوڑے بن جائے۔

لہٰذا ٹرانسفارمر مشین کو اور تمام ٹیلی پیتھی سیکھنے والوں کو اس قوت سے اور اس قوت کے سرچشمے سے محروم رہنا چاہیے۔ جو لوگ خداداد صلاحیتوں سے اور خدا کی رضا سے کڑی محنت اور لگن سے یہ علم حاصل کرتے ہیں انہیں ہم اس علم کے حصول سے نہیں روکیں گے۔

اب وہ پہلا دور واپس آئے گا۔ صرف قدرتی طور پر یہ علم حاصل کرنے والے رہیں گے۔ پہلے فرہاد' آمنہ فرہاد اور چند مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اب بھی قدرتی طور سے ٹیلی پیتھی جاننے والے چند مخالفین ہماری دنیا میں ہیں اور یہی رہیں گے۔ اپنی موت مریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی تو ان کی جگہ دوسرے پیدا ہوں گے لیکن اب کبھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھیڑ نہیں لگے گی۔ اگر آپ تمام حضرات میری ان باتوں سے متفق ہیں تو ابھی ہمارے سیکرٹری افراد کو اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے اسپرے کین کے ساتھ دنیا کے ہر حصے میں روزانہ کیا جائے گا۔ تقریباً پندرہ گھنٹوں سے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوں گے۔"

سب نے اتفاق رائے سے کہا کہ وہ جناب تیمرزی کے فیصلوں سے متفق ہیں۔ اسلام دشمن عناصر کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے۔

○☆○

روس میں کرونا' تیج پال اور راسپوٹین کا ایک گروپ ہوا تھا کرونا نے تیج پال کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ جو زف بہت پہلے ہی اپنا غلام بنا چکی تھی۔ اس کے ساتھیوں میں صرف ایک بیزون رہ گیا تھا وہ موقع پاتے ہی اسے پھانسنا چاہتی تھی۔

دوسری طرف راسپوٹین دوستی کی آڑ میں کرونا کو کنیز بنانا چاہتا تھا۔ فی الحال بڑی محبت سے اس کا اعتماد حاصل کرایا تھا اور اعتماد حاصل کرنے کے لیے اس نے کرونا کے ذہن کے دماغ میں پہنچایا تھا لیکن وہ سب نمبر ون کے ذہن انڈر گراؤنڈ سیل میں پہنچ کر کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکے تھے۔

ایسے وقت کرونا اور راسپوٹین ہماری مخالفت میں ہمارے طیارے کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ راسپوٹین نے کرونا سے کہا "سونیا اور فرہاد پہلی بار ایک طیارے کو پنجرے میں قید ہیں۔ انہیں ہلاک کرنے کا اس سے بہتر ہاتھ نہیں آئے گا۔ تم تیج پال اور اس کے ساتھیوں سے وہ اس سلسلے میں کیا کر رہے ہیں؟ ایسے وقت ہم سب کو ہو جانا چاہیے۔"

کرونا نے پارس کی مرضی کے مطابق کہا "میں اس سلسلے میں تیج پال وغیرہ سے باتیں کر رہی ہوں۔ جب وہ کچھ کریں گے تو میں تمہیں ان کی کارروائی سے آگاہ کردوں گی۔"

پارس ماسکو میں موجود تھا۔ وہ راسپوٹین کو تلاش کرتا تھا۔ اس کے پیلس میں اس کی ایک داشتہ تھی۔ جس کے ذریعے راسپوٹین سوم کو ٹریپ کیا جاسکتا تھا لیکن اس کی داشتہ کو ہلاک کردیا تھا۔ وہ اپنی مصروفیات کے باعث پیلس میں نہیں آرہا تھا اور پارس کو اس پر حملہ کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ ایک لمبے عرصے تک اس کے پیلس میں آنے کا انتظار نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے اسی رات کو ایک ڈمی تیار کی۔ ایک خوب صورت اور جوان لڑکی کو ہپناٹائز کیا۔ اس کے اندر کرونا کے لب و لہجے کو اور اس کی شخصیت کو نقش کردیا۔

اس نے ڈمی کو حکم دیا کہ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اپنا لب و لہجہ بھول کر کرونا کے لب و لہجے میں بولے

اور سوچے گی۔ پارس نے ایسے وقت کرونا پر بھی مختصر سا عمل کیا تھا۔ اس کے لب و لہجے کو بدل دیا تھا آئندہ راسپوٹین کیا تھا۔ اس کے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتا تو کرونا کی ڈمی کے اندر پہنچ جاتا۔ پارس اس ڈمی کے اندر وقفے وقفے سے جا رہا تھا اور آرہا تھا۔ یہ اتنا مضبوط جال تھا کہ راسپوٹین پھنسنے ہی والا تھا۔

دوسری طرف روس کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران تیج پال سے کہہ رہے تھے کہ وہ ہمارے طیارے کو تباہ کرنے کے سلسلے میں کیا کر رہا ہے۔

تیج پال بھی پارس کا معمول تھا۔ وہ ہماری مخالفت میں کوئی کارروائی نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے روسی اکابرین سے جھوٹ کہہ دیا "میں اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مستعد ہیں دنیا کے تمام ائرپورٹس کے عملے تک پہنچ گئے ہیں۔ ان کے دماغوں میں جھانک کر اہم معلومات حاصل کر رہے ہیں وہ طیارہ جہاں بھی اترے گا۔ ہم اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اس کو تباہ کردیں گے۔"

ایسی کوئی بات نہیں ہو سکی۔ روسی اکابرین نے تیج پال سے پوچھا "وہ طیارہ اسرائیل میں کیسے اتر گیا؟"

اس نے کہا "دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے حیران و پریشان ہیں کہ فرہاد نے کس طرح الپا کو اور وہاں کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول بنالیا ہے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اسرائیل کے کسی بھی حاکم اور فوجی افسر سے رابطہ نہیں کر پا رہا ہے۔ ٹیلی فون' فیکس اور ای میل وغیرہ کے رابطے ختم کردیے گئے ہیں۔"

تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ناکام اور مایوس ہو کر ایک دوسرے سے اس سلسلے میں گفتگو کر رہے تھے۔ وہ پریشان ہوگئے تھے کہ ان کے خلاف جوابی کارروائیاں کی جانے والی ہیں۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ڈی جی نے امریکی اکابرین سے کہا "سونیا اور فرہاد جوابی کارروائی کے سلسلے میں بہت بڑی دھمکی دے رہے ہیں۔ ہماری ٹرانسفارمر مشین ہم سے چھین لینے کی باتیں کر رہے ہیں۔ ہم نے اس مشین کو ایسی جگہ چھپا دیا ہے کہ فرہاد کا باپ بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ فرہاد کا باپ بھی زمین پر نہیں اتر سکے گا۔ اب وہ زمین پر صحیح سلامت ہے اس سے پہلے بھی وہ ہماری توقع کے خلاف ناممکن کو ممکن بناتا رہا ہے۔"

"کیا آپ اندیشوں میں مبتلا ہیں۔ کیا ہم اپنی مشینوں کو اس کی دسترس سے دور نہیں رکھ سکیں گے؟"

"ہم ایسا کر رہے ہیں۔ ہم نے بھی سخت حفاظتی انتظامات کیے ہیں۔ فرہاد یا اس کا کوئی آلہ کار ہماری مشین تک نہیں پہنچ سکے گا لیکن پچھلی ناکامیوں کو دیکھ کر تشویش ہو رہی ہے۔ پتا نہیں وہ کیا کرنے والا ہے؟ اس سلسلے میں روس اور فرانس کے حکمران بھی بہت پریشان ہیں۔"

چینی اکابرین نے امریکی اکابرین سے کہا "ہم بھی پریشان ہیں اگرچہ ہماری مشین تک ایک چیونٹی بھی رینگتی ہوئی جائے گی تو ہمیں جدید الیکٹرونک آلات کے ذریعے پتا چل جائے گا کہ وہ چیونٹی کہاں سے رینگتی ہوئی گزر رہی ہے لیکن ان کی روحانی ٹیلی پیتھی نے ہمیں تشویش میں مبتلا کردیا ہے۔"

امریکی اکابرین نے کہا "ہم بھی اس پہلو پر غور کر رہے ہیں کہ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری مشینوں تک پہنچ کر انہیں ناکارہ بنا سکتے ہیں۔ ایسے وقت ہم بے بس ہو جائیں گے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارے ملک میں بھی روحانی قوت رکھنے والے مذہبی پیشوا ہیں۔ ہم ان کی خدمات حاصل کر رہے ہیں آپ تمام حضرات کو بھی اپنے مذہب کے روحانی پیشواؤں کے ذریعے بھی حفاظتی تدابیر کرنی چاہئیں۔"

وہ تمام مخالفین روحانیت کی طرف مائل ہوگئے تھے۔ اپنے اپنے مذاہب کے روحانی پیشواؤں کے ذریعے حفاظتی تدابیر کر رہے تھے۔ روسی اکابرین نے راسپوٹین سے رابطہ کیا۔ راسپوٹین وہاں کے حکمران طبقے میں ایک معزز شہری مانا جاتا تھا۔ وہ اپنے دادا راسپوٹین کی طرح اپنی آنکھوں سے اور اپنی باتوں سے دوسروں کو اپنی طرف مائل کرلیتا تھا۔ یہ ظاہر نہیں ہونے دیتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا کر رہا ہے۔

اس کا دادا راسپوٹین زار روس کے شاہی خاندان میں ایک معزز روحانی پیشوا سمجھا جاتا تھا لیکن اکثر لوگ اسے بدترین جادوگر کہتے تھے۔ اس سے نفرت کرتے تھے لیکن اسے زار روس کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس لیے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا تا تھا۔

موجودہ روس کے حکمران طبقے میں بھی موجودہ راسپوٹین کو جادوگر سمجھا جاتا تھا اور مجبوراً اسے معزز کہا جاتا تھا۔ کیونکہ حکمران طبقے کی حسین عورتیں اس کی طرف مائل ہوتی رہتی تھیں۔

موجودہ حالات میں راسپوٹین ان کے لیے بہت اہم ہوگیا تھا۔ روسی اکابرین نے اس سے کہا "تم اپنے دادا کی طرح غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہو اور زار روس تمہارے دادا کو روحانی پیشوا مانتا تھا۔ ہم دیکھتے آرہے ہیں کہ تمہارے اندر بھی ایسی ہی روحانی صلاحیتیں ہیں۔ کیا تم ان مسلمانوں کی روحانیت کا توڑ کرسکو گے؟"

روح کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ نیکی، سچائی اور پاکیزگی اپنی انتہا کو پہنچ کر اس قدر قوی ہو جاتی ہے کہ وہ ایک نادیدہ قوت سمجھی جانے لگتی ہے۔ جبکہ سچائی اور پاکیزگی نادیدہ نہیں ہے۔ یہ ہمارے ہی اچھے اعمال سے پیدا ہوتی ہیں۔ جو بزرگان دین اس کی انتہا کو پہنچتے ہیں وہ روحانیت کے رازوں کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

روحانیت کے لیے یہ لازمی ہے کہ اس کے حامل کبھی منفی خیالات کے حامل نہ ہوں۔ کسی کا برا نہ چاہتے ہوں، کسی کے خلاف سوچتے بھی نہ ہوں، کبھی قدرت کی طرف سے کوئی اشارہ ملے تب وہ کسی گمراہ کے خلاف روحانی قوت کو استعمال کرتے ہیں۔

جناب علی اسد اللہ تیمرزی، جناب عبد اللہ واسطی اور بابا صاحب کے ادارے کے دیگر بزرگان دین یہ ضروری نہیں سمجھ رہے تھے کہ دنیا کی تمام ٹرانسفارمر مشینوں کو ختم کرنے کے لیے روحانی ٹیلی پیتھی کو استعمال کریں اور نہ ہی قدرت کی طرف سے انہیں ایسا کوئی اشارہ مل رہا تھا لیکن مخالفین پر مسلمانوں کی روحانی ٹیلی پیتھی کی دہشت طاری تھی وہ اپنے اپنے روحانی پیشوا کے ذریعے روحانی ٹیلی پیتھی کا توڑ کرنے کی کوششیں کر رہے تھے۔

راسپوٹین نے خیال خوانی کے ذریعے کرونا کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں تمہارا دوست اولڈ مین ہوں۔"

اس نے اب تک خود کو راسپوٹین کی حیثیت سے کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ خود کو اولڈ مین ظاہر کر کے تمام مخالفین کو گمراہ کرتا رہے گا۔ اپنی اصلیت چھپا کر دوسروں کی اصلیت تک پہنچتا رہے گا۔ اس بار وہ دھوکا کھا گیا۔ کرونا کے دھوکے میں اس کی ڈی کے اندر پہنچ گیا۔ اس کی اندر پارس موجود تھا۔ اس نے کرونا کے لب و لہجے میں پوچھا "کیسے آنا ہوا؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "روس پر برا وقت آیا ہے تو وہ مجھے روحانی قوتوں کا حامل تسلیم کر رہے ہیں ورنہ مجھے جادوگر کہتے تھے۔ تمام ممالک کے اکابرین کو یہ اندیشہ ہے کہ بابا صاحب کے ادارے والے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹرانسفارمر مشینوں کو تباہ کرنے والے ہیں۔"

ڈی کرونا نے کہا "ہاں وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ تم ان کے خلاف کیا کر سکو گے؟ ہمارے تمہارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے روحانیت کے سامنے بے بس ہو جائیں گے۔"

"میں بے بس ہونا نہیں جانتا۔ میں ٹیلی پیتھی علاوہ بلیک میجک کے کمالات بھی جانتا ہوں۔ اگر یہاں روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی کارروائی کی گئی تو میں اس کا توڑ کروں گا۔"

ڈی کرونا نے پارس کی مرضی کے مطابق کہا "جسٹ اے منٹ میں جیولری کی دکان میں ہوں۔ ایک نیکلس خرید رہی ہوں۔"

وہ واقعی اس وقت ایک جیولری کی دکان میں تھی۔ ایک نیکلس کی قیمت پوچھ رہی تھی۔ دکاندار اس کی قیمت بتا رہا تھا۔ راسپوٹین اس دکاندار کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا۔ مختصر سی خیال خوانی کے ذریعے اس دکان کا پتا معلوم کیا پھر تیر کی طرح اپنی رہائش گاہ سے نکل کر اس دکان کی طرف جانے لگا۔ ڈی کرونا کو اپنی باتوں میں الجھانے لگا۔ اس نے کہا "کیا تم جانتی ہو کہ میں کس طرح روحانی ٹیلی پیتھی کا توڑ کروں گا؟"

وہ بولی "میں کیسے کہہ سکتی ہوں۔ میں روحانیت کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

وہ روحانیت کے بارے میں اسے لمبی چوڑی باتیں بتانے لگا اس کا خیال تھا کہ وہ اسے باتوں میں الجھا رہا ہے۔ وہ ڈی کرونا بڑی معصومیت سے الجھ رہی تھی۔ روحانیت سے بڑی دلچسپی ظاہر کر رہی تھی۔ دکاندار نے کہا "مس آپ جیولری دیکھتے دیکھتے کہاں گم ہو جاتی ہیں؟ آپ نے بتایا نہیں کہ یہ نیکلس لینا چاہتی ہیں یا نہیں۔ میں اس کی مناسب قیمت لگا دوں گا۔"

وہ راسپوٹین سے بولی "سوری میں تم سے بات نہیں کر سکوں گی۔ کیا تم تھوڑی دیر بعد آؤ گے؟"

"ہاں ہاں کوئی بات نہیں۔ میں تھوڑی دیر میں آ رہا ہوں پہلے تم اپنی پسند کا ہار خرید لو۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل گیا۔ وہ ایک کار ڈرائیو کرتا ہوا بڑی تیزی سے اس دکان کے قریب پہنچ رہا تھا۔ ڈی کرونا پارس کی مرضی کے مطابق ہار خریدنے میں مصروف ہو گئی تھی۔ وہ نیکلس کی قیمت ادا کر کے وہاں سے جانا چاہتی تھی۔ اس وقت راسپوٹین وہاں پہنچ گیا۔ اسے دیکھ کر پہلے اس نے خیال خوانی کے ذریعے یقین کیا کہ وہی ہے پھر یقین ہوتے ہی اس نے قریب آ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "ہائے کرونا! تم تو میری توقع سے زیادہ خوبصورت ہو۔"

کرونا نے گھبرا کر کہا "تم؟ تم وہی اولڈ مین ہو جو ابھی میرے اندر بول رہے تھے؟"

وہ اس کے اندر پہنچ کے بولا "ہاں میری جان میں وہ ہی ہوں خود کو بوڑھا ظاہر کرتا ہوں مگر بوڑھا نہیں ہوں۔ دیکھ لو کس قدر جوان، ہینڈسم اور اسمارٹ ہوں۔ تمہیں فوراً ہی مجھ پر عاشق ہو جانا چاہئے۔"

وہ اس سے کترا کر جانا چاہتی تھی۔ وہ اس کا بازو پکڑ کر بولا "ایسی بھی کیا بے رخی ہے۔ تم تو یہاں سے میری گود میں بیٹھ کر جاؤ گی۔"

ڈی کرونا نے اپنے بازو میں ہلکی سے چبھن محسوس کی۔ راسپوٹین نے اعصابی کمزوری کی دوا انجیکٹ کی تھی۔ وہ دوسرے ہی لمحے میں کمزوری محسوس کرنے لگی۔ راسپوٹین اسے سہارا دے کر اپنی کار میں لے آیا پھر کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ پارس اس کے اندر موجود تھا۔ اس کے ذریعے راسپوٹین کی منزل تک پہنچ رہا تھا۔

شہر کے ایک گنجان آباد علاقے میں اس کا ایک رائیٹ بنگلا تھا۔ اس نے بنگلے کے سامنے پہنچ کر کار کو روک کر کہا "میں تمہارے خیالات پڑھتا آ رہا ہوں۔ تم تو بہت ہی مکار ہو۔ جس الپا نے تمہیں ٹیلی پیتھی سکھائی تم اسے جھانسا دے کر چلی آئیں۔"

وہ بڑی کمزوری سے بولی "پلیز مجھے جانے دو۔ مجھے اپنی کنیزہ بناؤ۔ میں تمہاری دوست بن کر رہوں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "ٹیلی پیتھی کے دنیا میں دوستی ایک گالی ہے۔ مجھے یہ گالی نہ دو تم نے جوزف وسکی کو اپنا معمول بنایا۔ بڈی رابرٹ کو دماغی مریض بنایا اور یہ کتنا بڑا کمال کیا ہے کہ پیچ پال تک کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔"

وہ بولی "پیچ پال ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہاں کا حکمران بنا ہوا ہے۔ تم مجھے چھوڑ دو۔ اسے معمول بنا لو پھر اس کے اندر رہ کر پورے روس پر حکومت کرتے رہو۔"

"وہ تو مجھے کرنا ہی ہے۔ میرے ہاتھ کی لکیریں کہتی ہیں کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے پوری دنیا پر حکومت کروں گا۔"

وہ اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر کار کے اندر سے نکال کر اپنے بنگلے کے ایک بیڈ روم میں لے آیا۔ مسکرا کر بولا "کتنی حسین اور نرم و نازک ہو۔ تمہیں چھونے سے گدگدی ہو رہی ہے۔ جذبے مچل رہے ہیں۔"

اس نے ایک بیڈ پر لا کر اسے پھینک دیا۔ اسے حکم دیا کہ وہ چاروں شانے چت ہو کر اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دے اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ اسے ہپناٹائز کرنے لگا۔

پہلے کرونا اس کے لیے بہت اہم تھی۔ اب کرونا سے زیادہ پیچ پال اہم ہو گیا تھا۔ وہ مخصوص لب و لہجے کے ذریعے پیچ پال کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلومات حاصل کیں کہ اس کے دونوں ساتھی بیزون اور جوزف وسکی کہاں چھپے ہوئے ہیں اور وہ روسی اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر کیا کر رہا ہے۔

وہ تقریباً ایک گھنٹے تک خیال خوانی کرتا رہا پھر اس نے پیچ پال کو ہپناٹائز کرنا چاہا۔ ایسے وقت ڈی کرونا تحویل نیند سے بیدار ہو گئی۔ نیند پوری کرنے کے بعد اس کی کمزوری کسی حد تک دور ہو گئی تھی۔ وہ بیڈ سے اٹھ کر وہاں سے چلتی ہوئی اس کمرے سے باہر آئی۔

راسپوٹین ڈرائنگ روم کے ایک صوفے پر بیٹھا ہوا پیچ پال کے اندر پہنچ رہا تھا۔ اسے ہپناٹائز کرنے والا تھا۔ وہ دبے قدموں اس کے پیچھے پہنچ گئی۔ وہ خیال خوانی کے باعث بے خبر تھا۔ ڈی نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر دو انچ کا ایک تیز پھل والا چاقو نکالا پھر اسے کھول کر راسپوٹین کی گردن میں گھونپ دیا۔

وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ پلٹ کے حیرانی سے ڈی کرونا کو دیکھنے لگا۔ اس نے پیچھے گردن پر ہاتھ لے جا کر اس چاقو کو باہر نکالا۔ بے یقینی سے بولا "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ میں نے ایک ناکام تنویمی عمل کیا ہے۔ کتے کی بچی۔ کیا اس ننھے سے چاقو سے مجھے ہلاک کرنا چاہتی ہو؟ اب میں تمہیں زخمی کر کے پھر تمہیں ہپناٹائز کروں گا۔"

پارس نے راسپوٹین کے اندر پہنچ کر کہا "کتے کی بچی میں نہیں ہوں تم ہو تمہارے سامنے میری ڈی کھڑی ہوئی ہے اور میں تمہارے اندر بول رہی ہوں۔ تم مجھے ٹریپ کرنا چاہتے تھے۔ میں نے تمہیں پھانس لیا ہے۔ بڑے شہ زور ہو تو مجھے اپنے اندر سے بھگاؤ۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا پھر بولا "نہیں میں پہاڑ ہوں۔ ایک عورت مجھے نہیں توڑ سکے گی۔ شاید میں کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہا ہوں۔"

پارس نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ بہت صحت مند اور شہ زور تھا۔ دوسروں کی طرح اس کے حلق سے چیخ نہیں نکلی لیکن وہ تکلیف سے تڑپتا ہوا صوفے سے نیچے گر گیا۔

اوہ مائی گریٹ ڈیا... وہ اپنے دادا راسپوٹین کو پکار رہا تھا۔ اسے تصور میں ایک ایسا بوڑھا دکھائی دے رہا تھا جس کے چہرے پر بے شمار جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ چہرہ اتنا سخت تھا جیسے پہاڑ کو کاٹ کر تراشا گیا ہو۔

اس نے شیوانی کے دماغ میں آ کر ایسے ہی ایک بوڑھے کا تصور پیش کیا تھا۔ دراصل یہ اس کے بوڑھے دادا راسپوٹین کی تصویر تھی۔ اسے اپنے دادا سے بہت عقیدت تھی۔ وہ کوئی اہم کام شروع کرتے وقت اسے یاد کیا کرتا تھا۔ مصیبت کے وقت اسے پکارا کرتا تھا اس کی اس عقیدت مندی نے دوسروں کو گمراہ کر دیا تھا۔ دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے بوڑھا سمجھتے تھے۔

اس بار پارس نے سونیا کے لب و لہجے میں کہا "لوگ مصیبت کے وقت ارے باپ رے کہتے ہیں مگر تم باپ کے باپ کو یاد کر رہے ہو۔"

وہ چونک کر بولا "کون؟ میڈم سونیا تم ہو؟ تم میرے اندر

آئی ہو؟ مگر ابھی تو میں نے کرونا کی آواز سنی تھی۔"

"میں نے کرونا کو چارے کے طور پر پیش کیا تھا۔ تم میری مکاریوں سے بڑے خوف زدہ رہتے تھے۔ اب خوف زدہ نہیں رہنا چاہئے اب تو میں ہمیشہ تمہارے اندر رہا کروں گی۔"

وہ آنکھیں بند کیے گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے کہہ رہا تھا "میں نے جب سے تمہاری ہسٹری پڑھی تھی۔ تب سے مانتا ہوں اس دنیا میں تمہاری جیسی مکار عورت دوسری نہیں ہے۔ میں نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آتے ہی تمہارے فرہاد کی فیملی کو چیلنج کیا تھا اور اس طرح دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر اپنی دہشت طاری کی تھی۔ میں بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے زیر اثر لانا چاہتا تھا۔ اس دنیا میں ناقابل شکست کہلانا چاہتا تھا لیکن تم نے مجھے چاروں شانے چت کردیا ہے۔ آہ ایک عورت سے مات کھا رہا ہوں۔"

اس کی دماغی کمزوری دور ہو رہی تھی۔ پارس نے دوسری بار اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پھر تکلیف سے کراہنے اور تڑپنے لگا۔ اسے ہپناٹائز کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ کمزور بنانا ضروری تھا اور پارس یہی کر رہا تھا۔

○☆○

ثانی نے کینیڈا میں جسے معمول بنایا تھا۔ اس کا نام روز ویل تھا۔ اسے معمول بنانے سے پہلے ہی اس کی باتوں سے اور اس کے چور خیالات سے معلوم ہوگیا تھا کہ وہ مسٹر بلیک کا خاص ماتحت ہے۔ مسٹر بلیک نے ثانی کو گرفتار کرنے کے لیے پورے نیویارک کی ناکا بندی کی تھی لیکن وہ بہت پہلے ہی وہاں سے نکل کر کینیڈا آگئی تھی۔

مسٹر بلیک نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حکم دیا تھا کہ وہ امریکا، کینیڈا اور برازیل میں ثانی کو تلاش کریں۔ ایک تنہا جوان عورت کو تلاش کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہوگا اس نے اپنے خاص ماتحت روز ویل کو بھی تاکید کی تھی۔ اس سے کہا تھا وہ کینیڈا میں ہوگی۔ وہاں جو بھی حسین اور جوان عورت تنہا نظر آئے اس کے خیالات ضرور پڑھے جائیں۔"

روز ویل نے ثانی کی خیالات پڑھے تھے۔ اسے یہی معلوم ہوتا رہا کہ وہ ایک بوڑھے کی بیوی ہے اور اس کے دو بچے ہیں وہ ان بچوں کی سوتیلی ماں ہے۔ بھرپور جوان ہے۔ اس کے ساتھ راتیں گزاری جاسکتی ہیں۔ وہ یہی سوچ کر ثانی کے پاس آیا تھا پھر بری طرح اس کے شکنجے میں پھنس گیا تھا۔

ثانی نے اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کی تھیں کہ وہ اس کے تنویمی عمل کو بھول کر بدستور مسٹر بلیک کا ماتحت رہے گا لیکن اس کی سوچ کی لہروں کو کبھی اپنے اندر محسوس نہیں کرے گا اور ضرورت کے وقت اس کا معمول بن جایا کرے گا۔

پورس نے ثانی کو نمبر تھری کے اندر پہنچایا تھا۔ ثانی نے اسے روز ویل کے اندر پہنچا دیا۔ اس نے ثانی سے کہا "یہ مسٹر بلیک کا خاص ماتحت ہے۔ اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ بلیک اکثر اس کے پاس آتا رہتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ بھی اس کے اندر موجود ہو اس نے تمہارے تنویمی عمل میں مداخلت نہیں کی ہو ہم بھی اکثر اپنے دشمنوں کو اسی طرح دھوکا دیتے ہیں۔"

ثانی نے کہا "ہاں مسٹر بلیک ایسا کرسکتا ہے میں کسی خاص موقع پر روز ویل سے کام لوں گی۔ کسی جگہ اس سے ملنا چاہوں گی یا اس کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہوں گی تو ایسے وقت وہ مجھے نقصان پہنچائے گا۔"

پورس نے کہا "اگر وہ تمہارے تنویمی عمل کے دوران میں موجود رہا ہے تو اسے معلوم ہوچکا ہوگا کہ تم اس بنگلے میں موجود ہو۔ تمہیں یہاں سے فوراً نکلنا چاہئے۔"

وہ اسی وقت اپنے سفری بیگ میں ضروری سامان رکھ کر اس بنگلے سے باہر آگئی پھر وہاں سے ایک پرائیوٹ فلائنگ کمپنی کی طرف جانے لگی۔ پورس کے علاوہ پارس سے بھی اس کا رابطہ رہا تھا۔ پارس نے وعدہ کیا تھا کہ راسپوٹین کو قابو میں کرتے ہی وہ اس کے پاس امریکا چلا آئے گا۔

اس وقت راسپوٹین اس کے شکنجے میں نہیں آیا تھا اور وہ اسے پھانسنے کی تدبیر کر رہا تھا۔ ثانی ایک ڈو میسٹک فلائٹ کے ذریعے شکاگو جانے لگی۔ اس نے سفر کے دوران میں روز ویل کے اندر جھانک کر دیکھا۔ وہ آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے بعد بیدار ہوگیا تھا۔ اس بوڑھی کے بنگلے سے نکل کر اپنے بنگلے میں آگیا تھا۔ وہاں اس کی ایک بوڑھی بیوی اور دو بچے تھے جو اس کے اپنے نہیں تھے۔ جس طرح ثانی نے نمائشی طور پر ایک بوڑھے کو اپنا شوہر بنایا تھا۔ اسی طرح روز ویل نے بھی ایک بوڑھی کو اپنی بیوی بنایا تھا۔ اس کے بچوں کے ساتھ وہاں رہتا تھا۔"

تقریباً ایک گھنٹے بعد مسٹر بلیک نے اس کے اندر آکر اسے مخاطب کیا۔ اس نے کہا "تم اپنے بنگلے میں ہو؟ تمہارے خیالات نے بتایا تھا کہ آج تم اپنی جوان پڑوسن کے ساتھ رات گزارنے والے ہو۔ تم جوان کو چھوڑ کر اس بوڑھی کے پاس کیوں آئے ہو؟"

"میں پڑوسن کے پاس گیا تھا۔ کچھ وقت گزار کر چلا آیا۔ آپ نے مجھے ثانی کو تلاش کرنے کے لیے کہا ہے۔ اس لیے کہیں تفریح میں وقت نہیں گزارتا ہوں لیکن اسے تلاش کرنے کے لیے نائٹ کلبوں اور دیگر تفریح گاہوں میں جانا ہوگا۔ میں ابھی ایک نائٹ کلب میں جانے والا ہوں۔"

"تم نہیں وہ کمبخت کہاں غائب ہوگئی ہے۔ ہم نے نیویارک کی ناکا بندی کی۔ ہر مشکوک عورت کے دماغ میں جھانکتے رہے لیکن اس چالاک عورت کی پرچھائیں تک نظر نہیں آرہی ہے۔"

"ہمارا ملک بہت بڑا ہے۔ آخر ہم کہاں کہاں تک جاسکتے ہیں؟ یہاں کروڑوں عورتیں ہیں۔ کتنی عورتوں کے دماغوں میں جھانک سکتے ہیں؟"

"وہ ایسے اہم شہروں میں جائے گی۔ جہاں ہمارے سیاسی اور فوجی مراکز ہیں۔ وہ یہاں کے اہم حکام اور اہم فوجی افسران کو پھانسنے کے لیے واشنگٹن آسکتی ہے۔ تم بھی یہاں چلے آؤ۔"

ثانی روز ویل کے اندر رہ کر مسٹر بلیک کی باتیں سن رہی تھی اس کی باتوں سے اندازہ ہوگیا کہ وہ خود واشنگٹن میں ہے۔ اگر کسی دوسری جگہ ہوتا تو روز ویل سے کہتا کہ واشنگٹن چلے جاؤ لیکن وہ واشنگٹن میں ہی ہے۔ اسی لیے کہہ رہا تھا واشنگٹن چلے آؤ۔"

ثانی شکاگو کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے راستہ بدل لیا۔ واشنگٹن بہت بڑا شہر ہے۔ پتا نہیں مسٹر بلیک کس علاقے کے کس بنگلے میں ہوگا اور اس نے کس بھیس میں خود کو چھپا رکھا ہوگا لیکن ایک ہی شہر میں رہ کر وہ روز ویل کے ذریعے اس کے اور قریب پہنچ سکتی تھی۔ ان کی گفتگو سے کوئی اور اشارہ مل سکتا تھا۔ جس کے ذریعے وہ مسٹر بلیک تک پہنچ سکتی تھی۔

○☆○

ہم گہری نیند سونے کے بعد صبح پانچ بجے بیدار ہوگئے۔ سونیا باتھ روم میں شاور لے رہی تھی۔ میں بابا صاحب کے ادارے کے انچارج خلیل بن مکرم سے رابطہ کرکے پوچھنے لگا کہ جناب تیمرزی وغیرہ نے آخری فیصلہ کیا کیا ہے؟

خلیل بن مکرم نے کہا "آپ جیسا چاہتے تھے ویسا ہی فیصلہ ہوا ہے۔ ہمارے ادارے کے بے شمار افراد اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے اسپرے کین پچھلی رات یہاں سے لے گئے ہیں۔ چھ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ مزید چھ گھنٹے گزرنے تک وہ تمام کین دنیا کے ہر حصے میں پہنچا دیے جائیں گے۔"

خلیل بن مکرم نے بتایا کہ یہ کین اسرائیل بھی پہنچا دیے گئے ہیں ادارے کے دو اہم افراد تل ابیب پہنچے ہوئے ہیں۔ ہمارے دوسرے سراغ رساں ان سے وہ کین لے کر حیفہ، یروشلم اور وہاں کے دوسرے علاقوں کی طرف جاچکے ہیں۔ اب وہ میرے بیدار ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔

سونیا شاور لے کر باتھ روم سے باہر آئی۔ میں نے بستر سے اٹھ کر اس کے قریب آکر اسے آغوش میں لے لیا۔ وہ خود کو چھڑاتے ہوئے بولی "باسی منہ قریب نہ آیا کرو۔ پہلے جاکر شاور لو۔"

میں نے کہا "میں شاور کے لیے جا رہا ہوں۔ آخری بار خیال خوانی کے ذریعے اپنے بچوں سے باتیں کرلو۔ دس پندرہ منٹ کے بعد تم خیال خوانی کے علم سے محروم ہوجاؤ گی۔"

میں باتھ روم میں چلا آیا۔ وہ اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی اور بیٹے کبریا کے پاس پہنچ کر بولی "کیسے ہو؟ کیا کر رہے ہو؟"

"ہمارا ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی سے محروم ہونے سے پہلے آپ کے خیالات اور جذبات کیا ہیں؟"

"میرے بچو! میں خوش ہوں۔ مجھے ایک ہتھیار سے نجات مل رہی ہے۔ یہ ہماری خاندانی روایت ہے کہ ہم کبھی اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھتے۔ میں نے چند برسوں تک ٹیلی پیتھی جیسا ہتھیار رکھنے کا تجربہ کیا۔ میرے لیے کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔ میں اس علم کے بغیر اور زیادہ محتاط اور مستعد رہ کر کام کروں گی۔"

کبریا نے کہا "ہمیں بھی اس علم کے بغیر کام کرنا چاہیے۔ آپ نے ہمیں یہ علم کیوں سکھایا ہے؟"

"تم نے اور اعلیٰ بی بی نے قدرتی طریقوں سے یہ علم سیکھا ہے۔ اپنے باپ کے نقش قدم چل رہے ہو۔ اس علم میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ میں تو صرف اپنے تاثرات بیان کر رہی ہوں کہ مجھے اس سے محروم ہونے کے بعد کوئی دکھ نہیں پہنچے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "آپ ہمارے پاس نہیں آسکیں گی لیکن ہم آپ کے دماغ میں اگر آپ کی خیریت معلوم کرتے رہیں گے۔"

کبریا نے کہا "میں اور اعلیٰ بی بی آج بہت مصروف رہیں گے دشمنوں کے دماغوں میں جاکر ان کی بوکھلاہٹ اور بدحواسی دیکھتے رہیں گے۔ بڑا مزہ آئے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "آج تو دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے قیامت کا دن ہے۔ قیامت سے پہلے ان پر قیامت آنے والی ہے۔"

سونیا نے کہا "اچھا میں جا رہی ہوں۔ یہاں بہت مصروف رہوں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اس نے اپنے ماتحتوں سے رابطہ کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا "میڈم! ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ ہمارے لوگ اسرائیل کے چھوٹے بڑے اہم علاقوں میں پہنچ گئے ہیں۔"

سونیا نے مجھ سے پوچھا "کیا خیال ہے۔ اب انہیں اجازت دے ہی دو۔ یہ نیک کام بھی جلد ہوجائے۔"

میں نے باتھ روم سے نکل کر اسے آغوش میں لے کر کہا "میں شاور لے چکا ہوں۔ منہ ہاتھ دھو چکا ہوں۔ تم میری آغوش میں رہ کر خیال خوانی کو الوداع کہو۔"

پھر میں' سونیا اور دوسرے ماتحت خیال خوانی کے ذریعے دوا اسپرے کرنے کی اجازت دیتے ہوئے ایک دوسرے کو الوداع کہنے لگے۔

سونیا میری گردن میں بانہیں ڈال کر میرے دماغ میں بولنے لگی "یہ فیصلہ بہت اچھا ہے۔ اس علم کو صرف قدرتی طریقوں سے حاصل کرنا چاہیے ہماری دنیا میں کم سے کم ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے تو۔۔۔"

اچانک خیال خوانی کی پرواز کے پر جل گئے۔ سونیا دماغی طور پر حاضر ہو کر مسکراتے ہوئے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اسے چوم کر کہا "تمہاری بات میں پوری کرتا ہوں۔ ہماری دنیا میں خیال خوانی کرنے والے کم ہوں گے تو شیطانیت بھی کم ہوگی۔"

وہ مجھ سے الگ ہو کر بولی "آرام سے بیٹھو۔ ہماری فیملی میں اب تم ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔ تمہاری ذمے داریاں بڑھ گئی ہیں۔ فی الحال تمہیں دشمنوں کی خبر لینا چاہیے۔ میں اسرائیل سے جلد از جلد نکلنا چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا "تمہارے کہنے سے پہلے ہی آج دوپہر ایک بجے کی فلائٹ میں ہماری دو سیٹیں ریزرو کرا چکا ہوں۔ ہم آج ہی یہاں سے چلے جائیں گے۔"

میں ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا۔ ہم جس محل میں تھے وہ الپا کا تھا۔ الپا اپنے اسی محل میں قیدی بنی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ بن بورین بھی تھا۔ ہمارے ماتحتوں نے پچھلی رات ان پر تنویمی عمل کیا تھا۔ تاکہ وہ ہمارے خلاف کوئی سازش نہ کر سکیں۔

قیدی بننے کے بعد الپا اور بن بورین کی نیندیں اڑ گئی تھیں وہ پہلی بار شکنجے میں آئے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ رہائی مشکل ہے پھر بھی وہ سوچ رہے تھے انہیں کوئی تدبیر بچھائی نہیں دے رہی تھی وہ تمام رات خیال خوانی کے ذریعے اپنے اکابرین سے اور فوج کے اعلیٰ افسروں سے باتیں کرتے رہے۔

ان میں سے ایک اعلیٰ افسر ٹرانسفارمر مشین کا انچارج تھا وہ کہہ رہا تھا "ہم مجبور ہو گئے تھے۔ انہوں نے ہمارے دماغوں پر قبضہ جما لیا تھا۔ ہم نے ان کے حکم کے مطابق مشین کے ایک ایک پرزے کو کھول کر دو کتی ہوئی آگ میں ڈال دیا تھا۔"

ریکارڈ روم کے اعلیٰ افسر نے کہا "میں بھی مجبور ہو گیا تھا۔ میں نے ریکارڈ روم سے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ نکال کر اسے اپنے لائٹر کے ذریعے جلا دیا تھا۔"

بن بورین نے پریشان ہو کر کہا "جب انہوں نے ہمارے مشین اور اس کے نقشے کو نہیں چھوڑا ہے تو ہمیں بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

اکابرین اور فوج کے اعلیٰ افسر کہہ رہے تھے "الپا ابھی تمہاری فکر ہے۔ تم ہمیشہ سے یہاں ملک کی خاتون اول رہی ہو۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت کرتی رہی ہو۔ اپنے ملک اور قوم کی حفاظت کرتی رہی ہو۔ اگر وہ تمہیں مار ڈالیں گے تو ہمارے ملک میں کوئی دوسری الپا پیدا نہیں ہوگی۔"

ایک حاکم نے کہا "سونیا اور فرہاد سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ وہ سو رہے ہیں۔ جب وہ بیدار ہوں گے تو شاید ان سے کوئی سمجھوتا ہو سکے گا۔ پتا نہیں وہ کب جاگیں گے۔ ہماری جان تو سولی پر لٹکی ہوئی ہے۔"

الپا نے پارس سے رابطہ کیا اس سے کہا "تمہیں یہاں کے حالات معلوم ہیں۔ تمہارے پاپا نے ہمارے ملک پر قبضہ جما لیا ہے اور میں سمجھ گئی ہوں کہ وہ کسی بھی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

وہ بولا "میرے پاپا موت کے فرشتے نہیں ہیں۔ زندگی اور موت صرف خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن مصنوعی طریقے سے حاصل کیے ہوئے علم کو کوئی بھی ایک دوسرے سے چھین سکتا ہے۔ پاپا مصنوعی راستے سے حاصل کیا ہوا علم چھیننے والے ہیں۔ وہ زندگی نہیں چھینیں گے۔"

"پارس! میں نے زندگی میں ہزاروں بار تمہیں دھوکے دیے۔ ہزاروں بار تم سے معافیاں مانگیں اور تم نے معاف کر دیا۔ آج ایک بار اور آخری بار فراخدلی سے مجھے معاف کر کے میرے کام آؤ۔ اپنے پاپا سے کہو وہ مجھ پر تنویمی عمل نہ کریں۔ میرا برین واش نہ کریں۔ میرے دماغ کو ٹیلی پیتھی کے علم سے خالی نہ کریں۔"

"سوری! میرا تمہارا ذاتی معاملہ ہوتا تو آج بھی تمہیں معاف کر دیتا لیکن یہ ہمارے بڑوں کا فیصلہ ہے کہ ہمارے زمین تنگ کی گئی۔ بابا صاحب کے ادارے کو چین میں منتقل کر دیا گیا۔ میری مما اور پاپا کے لیے یہ زمین تنگ کر دی گئی وہ حکمت عملی سے کام نہ لیتے تو انہیں اس زمین پر اترنے دیا جاتا۔ کیا ایسے برے وقت میں تم نے ساتھ دیا تھا؟ اپنے ملک کے دروازے ان کے لیے کھولے تھے؟ وہ تو جرائم پر مسلط ہوئے ہیں۔ جو کیا ہے اس کا نتیجہ بھگتنا ہی ہوگا۔"

پارس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے فوج کے تمام بڑے افسران سے پوچھنے لگی "اپنے پورے ملک کی حفاظت کرتے ہو۔ آج صرف میری حفاظت کرو۔ میں بچ نکلوں گی تو پورے ملک کو فرہاد کے

سے نکال لوں گی۔"

تمام افسران کہہ رہے تھے۔ "ہم کیسے بچائیں؟ ہماری پوری فوج اس محل کو چاروں طرف سے گھیر سکتی ہے لیکن ہم میں سے کوئی نہ اس محل میں داخل ہو سکے گا اور نہ ہی سونیا اور فرہاد تک پہنچ سکے گا۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "ہم محسوس کر رہے ہیں کہ ہمارے دماغوں میں کوئی نہ کوئی رہتا ہے۔ ہم میں سے کوئی اپنی مرضی کے مطابق ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکے گا۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا "انہوں نے دھمکی دی ہے کہ محل کے اطراف اور ایئرپورٹ کے اندر اور باہر کسی بھی فوجی افسر اور جاسوس کو نظر نہیں آنا چاہیے اگر کوئی نظر آئے گا تو سزا کے طور پر یہاں کے اکابرین کو ہلاک کیا جائے گا۔ ان حالات میں آپ سمجھ سکتی ہیں کہ ہم آپ کے کسی کام نہیں آ سکیں گے۔"

ایک اور افسر نے کہا "ہم آپ کو کسی طرح اس محل سے نکال لانے کی کوشش کریں گے۔ تو اپنے اکابرین کو اور فوج کے اعلیٰ افسران کو بے موت مرتے دیکھیں گے۔ کیا آپ سیکڑوں کی تعداد میں اہم افراد کی ہلاکت چاہیں گی؟ ہم تو ایسا بھی نہیں چاہیں گے۔"

اس وقت میں گہری نیند میں تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ الپا اپنی اور ٹیلی پیتھی کی سلامتی کے لیے کس طرح پریشان ہو رہی ہے۔ میں صبح پانچ بجے بیدار ہوا تھا۔ سونیا مجھ سے پہلے ہی بیدار ہو کر خیال خوانی کر رہی تھی۔ اس نے تمام ماتحتوں کو حکم دیا کہ ٹھیک ساڑھے پانچ بجے صبح الپا کو محل سے فرار ہونے کا موقع دیا جائے۔

انہوں نے یہی کیا تھا۔ الپا نے اپنے موبائل کا بزر سن کر اسے کان سے لگایا۔ اسے دوسری طرف سے آواز سنائی دی "میڈم! اس وقت تمام پہرے دار غافل ہیں۔ میں اچھی طرح معلوم کر چکا ہوں۔ آپ فوراً یہاں سے نکل جائیں۔"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ فرہاد کے پہریدار کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟ ایسا نہ ہو کہ یہاں سے بھاگتے وقت کوئی مجھے گولی مار دے۔"

"قیدی بن کر رہیں گی۔ تب بھی موت آئے گی۔ مجھ سے بحث کریں گی تو فرار کا موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ اتنی سی عقل اس میں بھی تھی کہ قیدی بن کر رہنے میں بھی سلامتی نہیں ہے اسے رہائی حاصل کرنے کا خطرہ مول لینا چاہیے۔ وہ فوراً ہی ایک سفری بیگ میں ضروری سامان لے کر اس محل کے مختلف حصوں سے دبے قدموں گزرنے لگی۔

اس کا خیال تھا کہ کوئی اسے روکے گا مگر کوئی نہیں روک رہا تھا۔ وہ محل سے باہر آ گئی۔ وہاں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ کار کے اندر چابی موجود تھی۔ وہ اس میں بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتی ہوئی سوچنے لگی "کیا بات ہے مجھے کوئی نہیں روک رہا ہے۔"

اس وقت چھ بجنے کے لیے دس منٹ رہ گئے تھے۔ وہ تیزی سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی خیال خوانی کے ذریعے کسی پہلی فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ ریزرو کرا رہی تھی۔ یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ یہ میری یا سونیا کی کوئی چال ہو سکتی ہے۔ اسے آسانی سے فرار ہونے کا موقع دیا جا رہا ہے پتا نہیں آگے جا کر وہ اس کے ساتھ کیا کرنے والے ہیں۔

وہ ایئرپورٹ پہنچ گئی۔ جہاز روانگی کے لیے تیار تھا۔ اس کے پاس نہ پاسپورٹ تھا نہ ٹکٹ تھا لیکن وہ خیال خوانی کے ذریعے ایسی قانونی رکاوٹوں سے گزرتی ہوئی طیارے کے اندر پہنچ گئی۔ چند منٹ کے بعد ہی یہ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔

وہ کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ حیران ہو رہی تھی۔ یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ رہائی پا کر اپنے ملک سے باہر سونیا اور فرہاد کی گرفت سے دور نکلتی جا رہی ہے۔

ٹھیک چھ بجے بن بورین نے الپا کے بیڈ روم میں آ کر دیکھا تو وہ نظر نہیں آئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا میڈم! تم کہاں ہو؟ تمہارا کمرا خالی ہے۔ باتھ روم کا دروازہ کھلا ہوا ہے کیا محل کی چھت پر ہو؟"

"میں چھت سے بھی اوپر زمین اور آسمان کے بیچ میں ہوں۔"

"ہاں میں ایسا محسوس کر رہا ہوں کہ تم کسی طیارے میں بیٹھی رہو۔ میں حیران ہوں۔ ہمیں تو قیدی بنایا گیا ہے تم یہاں سے کیسے نکل گئیں؟"

"مجھے فرار ہونے کا موقع ملا اور میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا لیا۔ تم سو رہے تھے اور کھو رہے تھے۔ اب بھی کوشش کرو۔ شاید تمہیں بھی وہاں سے فرار ہونے کا موقع مل جائے۔"

"تم کہتی ہو تو میں ابھی یہاں سے نکلتا ہوں مگر مجھے یقین۔۔۔"

وہ آگے نہ کہہ سکا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ حیرانی سے سوچنے لگا۔ میری سوچ کی لہریں واپس کیوں آ گئی ہیں؟ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کرنے کی کوشش کی مگر نہ کر سکا۔ اس نے دو چار بار اسی طرح کوششیں کیں پھر پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں خیال خوانی کرنے میں ناکام کیوں ہو رہا ہوں؟

ایسے وقت الپا نے اس کے اندر آ کر پوچھا "کیا تم وہاں

سے فرار ہو رہے ہو؟ لیکن میں دیکھ رہی ہوں تم ابھی تک محل کے اندر ہو۔"

"میڈم میں ابھی خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر بول رہا تھا پھر ایک دم سے میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ میں بار بار خیال خوانی کی کوششیں کر رہا ہوں اور ناکام ہو رہا ہوں۔"

الپا نے کہا "انہوں نے تمہیں ہپناٹائز کیا ہوگا۔ تمہارے دماغ سے خیال خوانی کے علم کو مٹا دیا ہوگا۔"

"اگر وہ ایسا کرتے تو میں بالکل ہی خیال خوانی نہ کر پاتا۔ میں تو خیال خوانی کرتے کرتے اچانک ہی اس علم سے محروم ہو گیا ہوں۔"

"تم خیال خوانی سے کیوں محروم ہو رہے ہو یہ بعد میں سوچو۔ پہلے وہاں سے فرار ہونے کی کوشش تو کرو۔"

وہ فوراً ہی پلٹ کر وہاں سے جانے لگا۔ محل کے مختلف حصوں سے گزرنے لگا۔ محل سے باہر نکلتے ہی ایک گن مین نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

وہ پریشان ہو گیا۔ کہنے لگا "تم لوگوں نے میڈم الپا کو یہاں سے جانے کا موقع دیا ہے۔ پلیز مجھے بھی جانے دو۔"

"جب تک اس محل کے اندر رہو گے۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس احاطے سے باہر جاتے ہی تمہیں اوپر پہنچا دیا جائے گا۔"

الپا نے اس کے دماغ میں کہا "فی الحال تمہاری سلامتی اسی میں ہے۔ اندر جاؤ اور قیدی بنے رہو۔"

وہ محل کے اندر واپس جاتے ہوئے جھنجلا کر بولا "تم بہت خود غرض ہو۔ تم چاہتیں تو مجھے بھی اپنے ساتھ لے جا سکتی تھیں۔"

"میں رات بھر جاگتی رہی ہوں۔ اپنی رہائی کے لیے پریشان ہوتی رہی ہوں اور تم قیدی بن کر بھی خراٹے لیتے رہے اور سوتے رہے میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم سوتے رہے اور کھوتے رہے۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل کر ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے افسران کے دماغوں میں جانے لگی۔ یہ دیکھ کر حیران ہونے لگی کہ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس علم سے خالی ہو گئے تھے۔ بار بار خیال خوانی کی کوشش کر رہے تھے اور ناکام ہو رہے تھے۔

الپا اور بن بورین نے اپنی مشین سے تقریباً تیس ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے تھے۔ وہ ہیڈ کوارٹر میں اور ملک کے مختلف حصوں میں تھے۔ اس نے ان سب کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا تھا اور یہ دیکھ کر مایوس ہو گئی تھی کہ اب ان میں سے کوئی بھی خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔

ایسے وقت اس نے اپنے اندر جناب علی اسرافیل تمیرزی کی آواز سنی "تم دیکھ رہی ہو ہم نے ٹیلی پیتھی کے اس کھیل کو تمہارے ملک سے ختم کر دیا ہے۔ دنیا کے دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اب یہ کھیل کھیلنا بھول جائیں گے۔"

اس نے جناب تمیرزی کی آواز سنتے ہی گلے سے اسکارف کھول کر اسے آنچل کی طرح اپنے سر پر رکھ لیا پھر سر جھکا کر بولی "جناب عالی! میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آپ مجھ جیسی بدترین دشمن عورت پر مہربان کیوں ہو جاتے ہیں؟ اب سے پہلے میری زچگی کے دوران میں کئی دشمن مجھے غالب آکر مجھے اپنی کنیز بنانا چاہتے تھے ایسے وقت آپ نے میرے دماغ کو مقفل کر کے مجھے دشمنوں سے بچایا تھا۔"

انہوں نے کہا "تم احسان فراموش ہو پھر بھی احسان یاد رکھتی ہو۔ آج جب کہ تمام دنیا ٹیلی پیتھی سے محروم ہو رہی ہے۔ میں تمہیں اس علم کے ساتھ سلامتی دے رہا ہوں۔"

"آپ مجھ پر اتنا بڑا احسان کر رہے ہیں کہ میں اسے زندگی بھر بھلا نہیں پاؤں گی۔ ہمیشہ آپ کے احکامات کے آگے سر جھکاتی رہوں گی۔"

"شیطان اور اس کی اولاد کبھی سر نہیں جھکاتی۔ میں نے اس لیے تمہیں سلامتی دی ہے کہ قیامت تک خیر کے ساتھ شر کو بھی رہنا ہے یہ قدرت کا قانون ہے۔ ہم شر کو مٹا رہے ہیں لیکن بالکل ہی نہیں مٹا پائیں گے۔ جہاں قدرت کا اشارہ ملے گا۔ وہاں ہم اپنے فیصلے میں لچک پیدا کریں گے۔ جاؤ اور اپنی تمام یہودی خصلتوں کے ساتھ زندہ رہو۔"

جناب تمیرزی اس کے دماغ سے چلے گئے۔ الپا تھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچتی رہی۔ وہ جناب تمیرزی سے بہت متاثر تھی لیکن متاثر ہونے کے باوجود اپنی فطرت سے باز نہیں آسکتی تھی۔ اس وقت وہ متاثر ہو کر سوچ رہی تھی کہ آئندہ مجھ سے 'میری فیملی سے اور بابا صاحب کے ادارے سے ٹکر نہیں لے گی۔'

یہ اس کی وقتی طور پر جذباتی سوچ تھی۔ اسے یاد آیا کہ یعقوب اور پانچ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمان ہو گئے تھے۔ فلسطینی مجاہدین بن گئے تھے۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی یعقوب کے اندر پہنچی۔ وہ غزہ کے ساحلی علاقے میں تھا اور خیال خوانی سے محروم ہونے کے بعد پریشان ہو رہا تھا۔

الپا نے دوسرے مجاہدین کے دماغوں میں بھی پہنچ کر دیکھا ان کی بھی یہی حالت تھی۔ انہوں نے بھی کئی بار خیال خوانی کی کوششیں کی تھیں اور ناکام ہوتے رہے تھے۔ الپا نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا "کیا ہوا؟ کیا خیال خوانی کی پرواز نہیں کرو گے؟"

انہوں نے کہا "کیا تم نے کسی جادوگر کی خدمات حاصل کی ہیں؟ ہمیں یقین ہے کہ ہم پر جادو کیا گیا ہے۔"

وہ بولی "پہلے میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اب سمجھ گئی ہوں کہ میرے ملک کے ہر حصے میں جہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ وہاں اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی گئی ہے۔ ہمارے ملک کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی سے محروم ہو گئے ہیں۔"

"لیکن آپ تو خیال خوانی کر رہی ہیں۔ کیا اس دوا نے آپ پر اثر نہیں کیا ہے؟"

"مجھ پر جناب تمیرزی کے احسانات ہیں۔ میں اس دوا سے محفوظ ہوں۔ کوئی دوسرا وقت ہوتا تو تمہارے جیسے باغیوں کو کبھی زندہ نہ چھوڑتی لیکن میں نے یہ طے کیا ہے کہ مسلمانوں سے دشمنی میں پہل نہیں کروں گی۔ اس لیے تم لوگوں کو ڈھیل دے رہی ہوں۔ آئندہ کبھی مجھے دشمنی پر مجبور نہ کرنا۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے اکابرین سے رابطہ کرنے لگی۔ ٹیلی پیتھی سے محروم ہونے والے تمام افسران نے فون کے ذریعے اپنے اکابرین کو بتایا تھا کہ ان کی ٹرانسفارمر مشین کو آگ میں پگھلا دیا گیا ہے' نقشے کو جلا دیا گیا ہے اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس علم سے محروم کر دیا گیا ہے۔

الپا نے ان اکابرین کے پاس پہنچ کر تصدیق کی۔ ان سے کہا "اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے ذریعے ایسا کیا گیا ہے۔ میں خوش قسمتی سے محفوظ ہوں۔ اس دوا کے اسپرے کرنے سے پہلے ہی اپنے ملک سے باہر چلی آئی ہوں۔"

ان سب نے مطمئن ہو کر کہا "تھینک گاڈ! ہم یہی چاہتے تھے کہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔ تم سلامت رہو گی تو ہمارے ملک اور ہماری قوم کو تحفظ حاصل ہوتا رہے گا۔"

وہ بولی "میں آپ سب کو یہ سمجھانے آئی ہوں کہ... فی الحال آپ سب اسلام دشمنی بھول جائیں۔ فرہاد' اس کی فیملی اور بابا صاحب کے ادارے سے دشمنی کی کوئی بات نہ کریں' ان کے خلاف کسی ملک کا ساتھ نہ دیں میڈم سونیا اور مسٹر فرہاد وغیرہ کو وہاں رہنے سے یا وہ ملک چھوڑ کر جانے سے نہ روکیں۔ میری ایک ایک ہدایت پر عمل کیا جائے ورنہ ہم جتنا بڑا نقصان اٹھا چکے ہیں آئندہ اس سے بھی بڑا نقصان اٹھا سکتے ہیں۔ آپ سب مجھ سے بھی محروم ہو سکتے ہیں لہٰذا میری سلامتی کی خاطر میری ہدایات پر عمل کرتے رہیں۔"

وہ اپنے لوگوں کو سمجھا رہی تھی۔ فی الحال نیک پروین بنی ہوئی تھی پھر کسی وقت اسے پھولن دیوی بننے میں دیر نہ لگی۔

○☆○

چین میں آرمی ہیڈ کوارٹر کے اندر ایک تہ خانے میں ٹرانسفارمر مشین کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ اس تہ خانے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے اور یوگا کے ماہر وہاں گارڈز کے طور پر موجود رہا کرتے تھے۔ اپنی آرمی کے اعلیٰ افسران کو بھی اس تہ خانے میں آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ میں نے چیلنج کیا تھا کہ ہماری طرف سے جوابی کارروائی ہوگی ہم نے انہیں مشین کا نقشہ اور مشین دی تھی۔ وہ ان سے واپس لے لیں گے اور چوبیس گھنٹے کے اندر سب کچھ ان سے چھین لیں گے۔

میرے اس چیلنج کے بعد وہ بہت زیادہ محتاط ہو گئے تھے۔ انہیں یہ یقین تھا کہ ہم میں سے کوئی ان کے یوگا کے ماہر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔

ان کا یہ یقین کسی حد تک درست تھا لیکن ایک کہاوت کے مطابق بلی نے شیر کو تمام داؤ پیچ سکھا دیے تھے صرف درخت پر چڑھنے والا ایک طریقہ نہیں سکھایا تھا۔ اسی طرح ہم نے ان چینی اکابرین کے سامنے کبھی اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کا ذکر نہیں کیا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم کبھی ایسے جادوئی کمالات دکھا سکیں گے۔

پھر ہم نے کمال دکھا ہی دیا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے اعلیٰ افسران ایک کانفرنس ہال میں بیٹھے ہوئے اپنی مشین کے تحفظ کے سلسلے میں اپنے اکابرین کو یقین دلا رہے تھے کہ فرہاد کے فرشتے بھی ان کی نشین تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ ایسے وقت ایک اعلیٰ افسر نے حیرانی سے اٹھ کر کہا "میں بڑی دیر سے خیال خوانی کی کوشش کر رہا ہوں مگر ناکام ہو رہا ہوں۔"

پھر اس نے اپنے ایک ساتھی افسر سے کہا "پلیز تم میرے اندر آکر میری دماغی حالت کا اندازہ لگاؤ۔"

اس کے ساتھی افسر نے خیال خوانی کی پرواز کرنی چاہی مگر ناکام رہا۔ اس نے بار بار کوشش کی۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے افسران بھی ان کے دماغوں میں آکر معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے لیکن ان کے ساتھ بھی یہی ہونے لگا۔

وہ سب کے سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ حیرانی سے کہنے لگے "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کسی نے ہمیں ہپناٹائز نہیں کیا ہے۔ ہمارا برین واش نہیں کیا ہے پھر ہم ٹیلی پیتھی سے کیسے محروم ہو گئے ہیں؟"

چینی اکابرین ان کی باتیں سن کر پریشان ہو رہے تھے۔ ایک نے کہا "فرہاد اپنی دھمکی پر عمل کر رہا ہے۔ وہ کسی ایسے طریقے سے تم سب کو ٹیلی پیتھی سے محروم کر رہا ہے جسے ہم سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔"

ایک نے جھنجلا کر کہا "ایسا کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟ ایسا تو جادو ہی ہو سکتا ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہمارے ملک کے دوسرے حصوں میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ انہیں فرہاد کا سامنا کرنے سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی جائے۔ وہ جہاں ہیں وہاں سے بھی کہیں دور انہیں جانے کے لیے کہا جائے۔

ٹیلی فون، فیکس اور ای میل کے ذریعے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطے کیے جانے لگے۔ ان سے کہا گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سے رابطہ کریں پھر ان سے بات کی جائے گی۔

انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا مگر نہ کر سکے، ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعے کہا "ہم حیران ہیں۔ ہم سے خیال خوانی نہیں ہو رہی ہے۔ یہ کیا ماجرا ہے؟ اس سلسلے میں کوئی نئی انفارمیشن ہو تو بتائیں۔"

"نئی انفارمیشن یہی ہے کہ تم سب ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گئے ہو۔ فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والے کس طرح تم سب سے یہ علم چھین رہے ہیں۔ یہ ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

ان سب کو نہایت ہی حیرت انگیز طور پر نقصان پہنچ رہا تھا۔ وہ کبھی خواب و خیال میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ ہم کوئی نادیدہ طریقہ اختیار کریں گے اور ان سے ٹیلی پیتھی کا علم چھین لیں گے۔

ایسی محرومی کے پیش نظر ان کے دماغوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی کہ اسی طرح ان سے ٹرانسفارمر مشین بھی چھین لی جائے گی۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "جو ہو رہا ہے اس کا افسوس بعد میں کرو۔ پہلے مشین کی فکر کرو۔ وہ کسی نادیدہ طریقے سے اسے بھی چھین لیں گے۔"

تمام اعلیٰ افسران اس کانفرنس ہال سے نکل کر تیزی سے چلتے ہوئے ایک ایسی چار دیواری میں آئے۔ جس کے تہ خانے میں وہ مشین چھپا کر رکھی گئی تھی۔ اس چار دیواری کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ تہ خانے کا چور دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔ ان کھلے ہوئے دروازوں کو دیکھ کر ہی سمجھ میں آ گیا کہ وہاں بھی کچھ گڑبڑ ہوئی ہے۔

ان میں سے چند افسران تہ خانے میں پہنچے تو مشین کے کچھ بڑے حصے اِدھر اُدھر پڑے ہوئے تھے باقی تمام اہم پرزے غائب تھے۔

انہوں نے فون کے ذریعے وہاں کے انچارج کو مخاطب کیا پھر پوچھا "تم کہاں ہو؟ اور تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟ تم مشین کے تمام اہم پرزے کہاں لے گئے ہو؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "ہم یہیں ہیڈ کوارٹر کے کچن میں ہیں۔ کچن کے بڑے بڑے چولہوں میں مشین کے پرزوں کو گلا رہے ہیں۔ بڑا مزہ آ رہا ہے۔"

گرج کر کہا گیا "کیا بکواس کر رہے ہو۔ ایسی حرکت نہ کرو ہم آ رہے ہیں۔ وہاں کے تمام چولہے بجھا دو۔"

"سوری! ہم تمہارا حکم نہیں مان سکتے۔ ہمارے دماغوں پر دوسروں کی حکمرانی ہے۔"

وہ سب دوڑتے ہوئے کچن کی طرف جانے لگے۔ ان کی باتوں سے سمجھ میں آیا تھا کہ ہم ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر ان کی ٹرانسفارمر مشین کو نابود کر رہے ہیں۔ ہماری یہ کارروائی انہیں زبردست شاک پہنچا رہی تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے۔

وہ سب دوڑتے ہوئے کچن میں آ گئے۔ وہاں کھیل ختم ہو چکا تھا اس کچن میں فوجیوں کے پکوان کے لیے بڑے بڑے چولہے تھے۔ ان بڑے بڑے چولہوں میں لوہے کے چھوٹے بڑے ٹکڑے گلے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ اب وہ محض لوہے کے ٹکڑے تھے۔ ورنہ پہلے ٹرانسفارمر مشین کے بہت اہم پرزے تھے۔ وہ خاموشی سے اور بے بسی سے ان بیکار ہو جانے والے لوہے کے ٹکڑوں کو دیکھ رہے تھے پھر ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر فرہاد! ہم جانتے ہیں۔ تم ہمارے ان آدمیوں میں سے کسی ایک کے اندر موجود ہو ہم تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "کیا کہنے کے لیے کچھ رہ گیا ہے؟ تم نے ہمارے ادارے کو مٹایا۔ ہم نے تمہاری اس غیر معمولی قوت کو مٹا دیا جو ہمارے ذریعے تمہیں حاصل ہوئی تھی۔ حساب برابر ہو گیا۔"

"تم نے انتقامی کارروائی کی ہے۔ اب تمہارے اندر انتقام کی آگ کو سرد پڑ جانا چاہیے۔ ہمیں پھر سے ایک دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنا چاہیے۔ کیا ہمارے ساتھ کانفرنس ہال میں چلو گے؟"

"تمہاری آرمی کے تمام اہم افسران یہاں موجود ہیں۔ اس کچن کو کانفرنس ہال سمجھ لو۔ یہاں آگ میں جلے ہوئے دل کے ٹکڑوں کو دیکھتے رہو اور بولتے رہو۔"

"ہماری ایک حیرانی دور کرو۔ یہ بتاؤ کہ تم نے ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کس طرح خیال خوانی سے محروم کیا ہے؟"

"ہم نے تمہیں ایک غیر معمولی قوت دی تھی۔ تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ ہمارے پاس اس قوت کو کچلنے کا نسخہ موجود ہے۔ ہم نے تمہارے پورے ملک چین میں اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرائی ہے اور تم سب دیکھ رہے ہو کہ یہ دوا کس زود اثر ہے۔

ہوا تمہارے دل میں پہلے سے کھوٹ تھا۔ تم نے یہ طے کیا ہوا تھا کہ جب تمہاری مرضی ہو گی تم ہمیں اس قوت سے محروم کر دو گے۔"

"اس بات کو الٹ کر نہ بولو۔ تم دیکھ رہے تھے کہ ہم یہاں دوستی اور محبت سے رہنے لگے تھے۔ خدا گواہ ہے۔ ہم نے کبھی بھی ایسی مخالفانہ کارروائی نہ کرتے۔ تمہاری قیامت تک کی اور ہمارے ادارے کے خلاف تمہاری بے اعتدالی نے اور جارحانہ کارروائی نے ہمیں ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔"

"ہم نے تمہارے ادارے کو عارضی طور پر بند کرایا ہے۔ ہماری انکوائری جاری ہے۔ تمہارے خلاف الزامات غلط ثابت ہوں گے تو اس ادارے کو دوبارہ جاری رکھنے کی اجازت دے دی جائے گی۔"

"اور میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ تم جلد ہی ہمیں خوش خبری سناؤ گے کہ ہمارے خلاف الزامات غلط تھے۔ اب ہم دوبارہ اس ادارے کو جاری کریں اور تمہیں دوبارہ وہ مشین تیار کرنے کا موقع دیں اب تو مشین حاصل کرنے کی خاطر دشمن جھوٹے اور ہم سچے دکھائی دیں گے۔"

"پلیز ہمیں غلط نہ سمجھو۔ ہمیں دشمنوں کی مکاریوں کا یقین ہو رہا ہے۔ انہوں نے ہم جیسے دوستوں اور بھائیوں کو لڑایا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ایسے وقت تم بھول رہے ہو کہ میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔ تم نے اب سے پچیس گھنٹے پہلے دشمنوں کی مکاریوں کو ایک وسیلہ بنایا تھا۔ اس وسیلے سے ہم پر جھوٹے الزامات عائد کر کے ادارے کو بند کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔"

"ایسا نہ کہو۔ اپنے دل سے ناراضگی دور کرو۔ یہاں آ کر بابا صاحب کے ادارے کو جاری کرو۔ ہم پہلے سے زیادہ اس ادارے کو سہولتیں فراہم کریں گے اس ادارے کے لیے اور زیادہ زمینیں الاٹ کریں گے۔"

"ہم نے تمہارے ملک میں بابا صاحب کے ادارے کی ایک شاخ قائم کی تھی ہمارا یہ تجربہ ناکام رہا ہے۔ ناکامی کے بعد اسی تجربے کو دہرانا سراسر حماقت ہے۔ ہم نے تمہاری ٹرانسفارمر مشین ختم کر دی اس کا نقشہ بھی جلا دیا ہے۔ اگر اس کا نقشہ تمہارے کسی مکینک کے ذہن میں محفوظ ہے تو جاؤ پھر وہ مشین تیار کرو۔ ہمارے پاس اینٹی ٹیلی پیتھی کی دوا کا اسٹاک ہے۔ تم مشین بناتے بناتے نہیں تھکو گے ہم مشین مٹاتے مٹاتے نہیں تھکیں گے۔"

میں ان کے دماغوں سے چلا آیا۔ ہم جانتے تھے کہ جب ایسا ہو گا تو وہ بری طرح پھنس جائیں گے۔ پہلے وہ خیال خوانی کے ذریعے تمام بڑے ممالک کے افراد سے گفتگو کرتے تھے۔ اب ان کی خیال خوانی کے پر جل گئے تھے۔

وہ ٹیلی فون، فیکس اور ای میل کے ذریعے دوسرے ممالک کے اکابرین سے باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے پوچھا "تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیوں نہیں کر رہے ہیں؟"

چین کے اعلیٰ افسر نے کہا "اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو کہ ہمارے دماغوں میں آ کر باتیں کریں۔"

انہوں نے کہا "تم ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے دماغوں میں بلا رہے ہو۔ ہم بھی تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلانا چاہتے ہیں لیکن اب ہم ایک دوسرے سے اپنی کمزوریاں نہیں چھپا سکیں گے۔ یہ حقیقت سب ہی تسلیم کریں گے کہ سبھی دوست اور دشمن ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو چکے ہیں۔"

اس چینی اعلیٰ افسر نے فون بند کر دیا۔ یہ معلوم ہو گیا کہ میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے انتقام لے چکا ہوں۔ اب سب ہی کو انتظار تھا کہ اس محرومی کا ردِ عمل کیا ہونے والا ہے۔

○☆○

علیزا کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی سوچ رہی تھی۔ وہ پورس کے ساتھ کام شروع کرتے ہی بڑی اچھی کارکردگی کے مظاہرے کرتی رہی تھی اب یہ اطلاع ملی تھی کہ دوسروں کی طرح وہ بھی ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہونے والی ہے۔ اسے اپنی ذہانت اور اپنی بہترین صلاحیتوں پر اعتماد تھا وہ ٹیلی پیتھی کے بغیر بھی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتی تھی۔ بس ایک بات کھٹکتی تھی کہ وہ پہلے کی طرح تیزی اور پھرتی سے مشکل مراحل کو آسان نہیں بنا سکے گی۔ اس کی کارکردگی کسی حد تک متاثر ہو گی۔

پورس نے اس کے قریب آ کر کہا "میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم کیوں اداس ہو؟ ٹیلی پیتھی کے غیر معمولی علم سے محروم ہونے والی ہو۔"

"مجھے اس علم سے محروم ہونے کا دکھ نہیں ہے۔ بس ذرا ایک تشویش سی ہے۔ تم میرے اندر آ کر میرے دل کی باتیں سمجھ سکتے ہو۔"

وہ بولا "اب یہ علم ہمارے اندر تھوڑی دیر کا مہمان ہے کسی وقت بھی ہمارے اندر سے چلا جائے گا۔ میں نے کبھی کبھی تمہارے چور خیالات پڑھے ہیں۔ تم مجھے چاہتی ہو۔ میرے لیے تمہارے اندر جذبے مچلتے ہیں۔ میں نے سوچا تھا فرصت ملے گی تو ہم ایک دوسرے کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ اب شاید وہ گھڑی آ گئی ہے۔"

اس نے اس کی گداز بانہوں کو تھام لیا۔ وہ ایک دم سے

کھنچی چلی آئی۔ اس کی آغوش میں ڈوب گئی۔ کہنے لگی "ہر لڑکی یہ چاہتی ہے کہ اس کا چاہنے والا اس کے چور جذبوں کو نہ سمجھے۔ لڑکیاں بے نیازی دکھا کر نیاز حاصل کرتی ہیں۔ ٹیلی پیتھی کی یہی خرابی ہے خیال خوانی کرنے والا محبوب چھپے ہوئے چور جذبوں کو پڑھ لیتا ہے چلو اچھا ہے۔ آئندہ تم میرے چور جذبوں کو نہیں پڑھ سکو گے۔"

"اب تو پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ دیکھ لو میں تمہیں عملی طور پر پڑھ رہا ہوں۔"

وہ شرمانے لگی۔ پورس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھالیا۔ ایسا حسین بوجھ اٹھانے کے بعد مرد کو کرنا نہیں چاہیے مگر وہ کرتا ضرور ہے۔

تھری جے اسکاٹ لینڈ سے فرار ہونے کے بعد فرانس کے ساحلی علاقے میں آئے تھے۔ پھر وہاں سے اٹلی پہنچ گئے تھے۔ بہت عرصہ پہلے انہوں نے اسی ملک میں گردا جھیل کے کنارے طویل عرصے تک رہائش اختیار کی تھی۔ گمنام رہنے کے باعث دشمنوں سے محفوظ رہتے تھے۔ وہ اپنے لیے ہی ملک جگہ مناسب سمجھتے تھے۔ اس لیے دوبارہ آگئے تھے۔

انہوں نے وہاں پہنچنے کے بعد اطمینان سے خیال خوانی کی۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ والے ان کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ انہوں نے بڑے ظالمانہ انداز میں ان تینوں کو قیدی بنا کر رکھا تھا۔ ان میں سے ایک جے کا فونے وہاں کے ڈی جی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہیلو میں تھری جے کا ایک جے کا فو بول رہا ہوں۔ تم نے ہمیں غلام بنا کر بہت برا سلوک کیا تھا۔ یہ بھول گئے تھے کہ کبھی ہمارا بھی پلڑا بھاری ہوگا۔ تم نے دیکھ لیا کہ ہم نے کتنی ذہانت اور حاضر دماغی سے تمہاری تمام زنجیروں کو توڑا ہے۔ اب ہم تم سے انتقام لینے کے لیے آزاد ہیں۔ اب تم ہمارے غلام بنو گے۔"

"بہت بے وقوف ہو۔ ہمیں کمزور سمجھ کر دھمکیاں دے رہے ہو۔ شاید تم نہیں جانتے کہ ہماری طاقت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔

ہم نے زاؤ کوم کو برا جیسے زہریلے خیال خوانی کرنے والے کو اپنا معمول بنالیا ہے۔ اس کے ذریعے مارلی کے قلعے میں پہنچ گئے ہیں۔ ہم جلد ہی اس قلعے سے دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھگا دیں گے۔"

جے فلو نے کہا "زاؤ کوم کو برا ہوگا کوئی شہ زور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری دنیا میں ایسے شہ زور آتے رہتے ہیں اور کمزور ہو کر دنیا سے جاتے رہے ہیں۔ ہم تمہارے ساتھ اسے بھی فنا کردیں گے۔"

جے سامو نے کہا "ہم نے مارلی کے قلعے کے سلسلے میں بہت کچھ سنا ہے وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ ہماری نظروں میں اس قلعے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اہمیت تو تمہاری ہے۔ ہم ابھی تمہیں اذیتیں دے کر مار ڈالیں گے۔ اپنے مارشل ٹی ٹو اور کمانڈر ہائیڈ سے کہو وہ تمہاری حفاظت کریں۔"

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس ڈی جی کا باڈی گارڈ تھا۔ ڈی جی نے اس کے ذریعے مارشل ٹی ٹو اور کمانڈر ہائیڈ کو بلایا۔ ان سے کہا "تھری جے مجھے ابھی مار ڈالنے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ فوراً میرے اندر آؤ۔"

تھری جے نے انہی لمحات میں ڈی جی کے اندر زلزلہ پیدا کیا وہ چیختا ہوا کرسی سے اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ مارشل ٹی ٹو اور کمانڈر ہائیڈ نے اس کے اندر آکر چیختے ہوئے کہا "تھری جے ہمارا ڈی جی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ اسے ہلاک کرنا بزدلی ہے۔ ہمارے اندر آؤ۔ ہم سے مقابلہ کرو۔"

"تم لوگوں نے ہمیں غلام بنا کر یوں سمجھو کہ بزدل بنادیا ہے۔ ہم بزدلی دکھا رہے ہیں۔ تم شہ زوری دکھاؤ۔ اپنے ڈی جی کو بچالو۔"

مارشل ٹی ٹو نے کہا "تم نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کرکے اس کے دماغ کو کمزور بنادیا ہے۔ اب ہم اس پر پوری طرح قبضہ نہیں جما سکیں گے تم چالاکی نہ دکھاؤ۔ اسے چھوڑ دو۔ ہم اس کی جان بخشی کے لیے سمجھوتا کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیسا سمجھوتا کرو گے؟ ہمارے ساتھ جو برا سلوک کیا گیا۔ کیا اس کی تلافی کرسکو گے؟ انتقام کی آگ تو انتقام لینے سے ہی بجھے گی۔"

جے فلو اور جے سامو انہیں باتوں میں الجھا رہے تھے۔ جے کا فو ڈی جی کے اندر رہ کر محسوس کررہا تھا کہ اس کی دماغی تکلیف کچھ کم ہورہی ہے۔ اس نے اس کے ہاتھوں کو حرکت دی۔ اس کے لباس سے ایک ریوالور نکالا پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر مارشل ٹی ٹو پر گولی چلادی وہ گولی کھاتے ہی اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ کمانڈر ہائیڈ دم بخود رہ گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اپنا ہی ڈائریکٹر جنرل اپنے ہی مارشل کو گولی مارے گا۔"

پھر فوراً ہی عقل آئی کہ تھری جے اس کے اندر رہ کر ایسا کررہے ہیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنی حفاظت کے لیے ڈی جی کے ہاتھ سے ریوالور گراتا۔ ڈی جی نے اس پر بھی گولی چلادی۔

فائرنگ کی آوازیں دور تک گئی تھیں۔ کئی سراغ رساں اور مسلح گارڈز دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ ان سب نے ڈی جی، مارشل ٹی ٹو اور کمانڈر ہائیڈ کو فرش پر بہت ہی بری حالت میں دیکھا۔ ڈی جی جیسے بہت بیمار تھا۔ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ مارشل ٹی ٹو مرچکا تھا۔ کمانڈر ہائیڈ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ اس کے سانس اکھڑ رہے تھے۔ کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر آگئے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ تھری جے ہوشیار رہو۔ وہ ڈی جی کے اندر رہ کر تمہیں بھی اسی طرح ہلاک کرنا چاہیں گے۔ سب سے پہلے ڈی جی کو قابو میں کرو۔"

ایسا کہتے کہتے کمانڈر ہائیڈ نے دم توڑ دیا۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے تمام اعلیٰ عہدیداروں کو خطرے سے آگاہ کرنے لگے۔ ان عہدیداروں نے کہا "فرہاد نے چیلنج کیا تھا کہ ہم سے ٹرانسفارمر مشین چھین لے گا۔ اب یہ تھری جے موت بن کر ہم پر نازل ہوگئے ہیں۔ ہم پر بہت برا وقت آیا ہے۔ تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی ہماری اور ٹرانسفارمر مشین کی حفاظت کرسکتے ہو۔"

ڈی جی کی دماغی تکلیف کم ہوگئی تھی۔ وہ تھری جے کی مرضی کے مطابق فرش سے اٹھ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ ان سے کہنے لگا۔

"میرے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے باڈی گارڈ نے میرے دماغ پر قبضہ جمالیا ہے۔ میرے اندر سے تھری جے کو بھگادیا ہے۔ اب ہمیں سب سے پہلے اپنی مشین کی فکر کرنی چاہیے۔ مجھے ابھی اس تہ خانے میں لے چلو۔"

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں نے پوچھا "آپ وہاں جاکر کیا کریں گے؟ ہم سب اس کی حفاظت کررہے ہیں۔"

ڈی جی نے کہا "میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔ تمہارے حفاظتی انتظامات دیکھ کر مطمئن ہونا چاہتا ہوں۔"

"سوری سر! مشین کے قریب ہمارے صرف چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی جاسکتے ہیں۔ کسی اور کو وہاں جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

وہ سخت لہجے میں بولا "میں تمہارا ڈائریکٹر جنرل ہوں۔ تمہیں میرے اس حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔"

"سوری سر! آپ زبردستی اپنا حکم منوائیں گے تو ہم یہی سمجھیں گے کہ فرہاد اور تھری جے نے آپ کو اپنا آلہ کار بنالیا ہے۔"

وہ غصے سے بولا "تم بکواس کررہے ہو۔ مجھے ڈائریکٹر جنرل کے فرائض ادا کرنے سے روک رہے ہو۔ میں تم جیسوں کو نافرمانی کی سزا دے سکتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائر کیا۔ ایک نافرمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالا۔ ایک مسلح گارڈ نے ڈی جی کے ہاتھ پر فائر کیا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر گر پڑا۔ اسے گرفتار کرلیا گیا۔ اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل نے کہا "اس اکابرین وائش کرو۔ اس کے اندر سے دشمنوں کو نکالو۔ تب تک اسے سخت نگرانی میں رکھو۔"

انہوں نے زاؤ کوم کو برا کو قیدی بنانے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا تھا پھر اسے معمول بنالیا تھا۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ اس کے زہریلے دماغ پر تنویمی عمل کا اثر عارضی ہوگا۔ اسے ایک بنگلے میں قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ وہ لوگ مطمئن تھے کہ وہ معمول بن چکا ہے۔ فی الحال ان کے خلاف کچھ نہیں کرے گا۔

وہ سب وقفے وقفے سے کوبرا کے اندر آتے تھے۔ وہ اپنے چور خیالات کے ذریعے انہیں یہی تاثر دیتا تھا کہ وہ ان کا معمول بن چکا ہے۔ وہ ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیا کرتا تھا۔ جب وہ چلے جاتے تو وہ آزادی سے خیال خوانی کرنے لگتا تھا۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ میں جس عہدیدار اور سراغ رساں کے اندر جگہ ملتی تھی وہ ان کے اندر پہنچ جاتا تھا۔ ان کے ذریعے وہاں کے بہت سے راز معلوم کرتا رہتا تھا۔

ایسے وقت اسے معلوم ہوا کہ تھری جے نے ڈی جی کو آلہ کار بنا کر ان کے سب سے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے مارشل ٹی ٹو اور کمانڈر ہائیڈ کو مار ڈالا ہے۔ کوبرا نے چپکے چپکے جتنے آلہ کار بنائے تھے اب ان کے ذریعے وہاں تخریبی کارروائی کرنے لگا۔ اس نے ایک بڑے عہدیدار کے دماغ پر قبضہ جما کر کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ میں نے مشین کو چھین لینے کا چیلنج کیا تھا۔ اسے چھین لینے کے لیے آیا ہوں۔"

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "اچھا تو تم فرہاد ہو۔ تھوڑی دیر پہلے ڈی جی کے دماغ میں خود کو تھری جے کہہ رہے تھے۔"

کوبرا نے کہا "میں تمہارے ڈی جی کے دماغ میں نہیں گیا تھا۔ وہ یقیناً تھری جے تھے اور اب بھی وہ تم لوگوں کے درمیان موجود ہوں گے۔ تم پر دو طرف سے حملے ہورہے ہیں۔ اپنی مشین کو بچا نہیں پاؤ گے۔"

کوبرا نے اس عہدیدار کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر ایک مسلح گارڈ سے اس کی گن چھین لی پھر اس گن سے تڑاتڑ فائر کرنے لگا کتنے ہی افراد فائرنگ کی زد میں آنے لگے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس عہدیدار کو گولی ماردی۔ اس ایک منٹ کے اندر ان کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے اور پانچ اہم عہدیدار مارے گئے تھے۔

وہ سب پریشان ہوگئے تھے۔ تھری جے بھی اسی طرح اپنے آلہ کاروں کے ذریعے حملے کررہے تھے۔ اس مختصر سے وقت میں ان کے کئی عہدیداروں کے علاوہ دس ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے گئے تھے۔ یہ بہت بڑا نقصان تھا۔ اب ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنی سلامتی کی فکر ہوگئی تھی۔

انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے کہا "اب ہمیں کسی بھی مسلح گارڈ اور اپنے عہدیداروں کے سامنے نہیں آنا چاہیے۔ دشمن انہیں آلہ کار بنا کر ہم سب کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "ہم بھی دشمنوں کی طرح روپوش رہ کر اپنے عہدیداروں کی حفاظت کریں گے۔ انہیں نشین تک نہیں پہنچنے دیں گے۔"

یہ سب ٹیلی پیتھی کی دنیا کا آخری کھیل تھا۔ وہ انجام سے بے خبر ہو کر کھیل رہے تھے۔ ایسے ہی وقت انہیں پتا چلا کہ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہے ہیں۔ انہوں نے کئی بار خیال خوانی کی کوشش کی اور ناکام ہوتے رہے۔ دوسری طرف جے کافو' جے فلو اور جے سامو بھی اچانک ہی اس علم سے محروم ہوگئے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ پورس کے زیر اثر رہتے تھے۔ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرنے والوں کو ان کا پتا ٹھکانا معلوم ہوگیا تھا۔ انہوں نے وہاں بھی دوا اسپرے کی تھی۔

وہ تمام زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والے اس علم کے بغیر ایسے کھوکھلے ہوگئے تھے۔ جیسے جسم رہ گیا ہو جان نکل گئی ہو۔ اب وہ بے جان لاشوں کی طرح جیسے اپنی قبروں سے اٹھ کر چل پھر رہے تھے۔ اب اپنی کسی غیر معمولی صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کرسکتے تھے۔

زاؤ کوم کوبرا نے قدرتی طریقوں پر عمل کرتے ہوئے برسوں کی محنت سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ اس پر دوا نے اثر نہیں کیا۔ وہ اسکاٹ لینڈیارڈ کے ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر آسانی سے پہنچ رہا تھا اور حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔ "تم سب اچانک ہی خیال خوانی سے کیسے محروم ہوگئے ہو؟"

ایک سراغ رساں نے کہا "ہم بھول گئے تھے کہ بہت عرصہ پہلے پورس نے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی تھی اور کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خیال خوانی سے محروم کردیا تھا۔ آج بھی یہی ہو رہا ہے۔"

کوبرا دل کھول کر قہقہے لگانے لگا "تم سب کا مصنوعی علم آخر فنا ہوگیا مجھے دیکھو اس دوا نے مجھ پر کوئی اثر نہیں کیا ہے اور نہ ہی کبھی اثر کرے گی میں پہلے ہی کہتا تھا کہ میں ناقابل شکست ہوں۔ کوئی مجھے شکست نہیں دے سکے گا۔"

میں نے وہاں کے باقی اعلیٰ عہدیداروں کو مخاطب کیا "ہم نے تمہارے ساتھ نیکی کی تھی۔ تم نے خوامخواہ ہم سے دشمنی کی۔ اس کا نتیجہ دیکھ رہے ہو۔ ٹیلی پیتھی کا علم جس طرح تمہیں دیا گیا تھا اسی طرح چھین لیا گیا ہے۔ اب تم ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں کرسکو گے۔"

تمام ہوگا جاننے والے سراغ رساں تیزی سے دوڑتے ہوئے اپنی ٹرانسفارمر مشین کی طرف جانے لگے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جو چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس مشین کی حفاظت کررہے تھے۔ وہ بھی خیال خوانی سے محروم ہوگئے تھے۔ ہم نے انہیں آلہ کار بنایا تھا۔ انہوں نے ہماری مرضی کے مطابق ٹرانسفارمر مشین کے ایک ایک پرزے کو ناکارہ بنادیا تھا اور اس کے نقشے کو جلا ڈالا تھا۔

وہ سب جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ اب تک بڑی اونچی اڑان اڑ رہے تھے۔ اب بہت ہی پستی میں آگرے تھے۔ کوبرا نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "اب یہاں کوئی نہیں ہے۔ صرف میں ہی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا ہوں۔ یہاں انڈر ورلڈ میں جو ٹیلی پیتھی جاننے والا گاڈ فادر تھا وہ بھی اس علم سے خالی ہوگیا ہوگا۔ میں ابھی جاکر انڈر ورلڈ کے حالات معلوم کروں گا۔ اب تم سب کے دماغوں پر حکمرانی کرنے سے کوئی مجھے نہیں روک سکے گا۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے انڈر ورلڈ کے گاڈ فادر کو تلاش کرنے لگا پورس بہت پہلے ہی کیری گرانٹ کو ختم کرکے وہاں کا گاڈ فادر بنا ہوا تھا۔ اب وہ بھی علیزا کے ساتھ خیال خوانی سے محروم ہوگیا تھا۔ اس نے ایک بار ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوبرا سے گفتگو کی تھی۔

اب کوبرا نے اس کے اندر آکر اسے مخاطب کیا "ہیلو مسٹر گاڈ فادر کیا اب خیال خوانی کرسکتے ہو؟ کیا مجھے اپنے دماغ سے بھگا سکتے ہو؟"

پورس نے کہا "میں خیال خوانی نہیں کرسکتا مگر تمہیں لات مار کر بھگا سکتا ہوں۔ گیٹ لاسٹ۔"

اس نے سانس روک لیا۔ کوبرا اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے دماغ میں نہیں جاسکے گا۔ فی الحال یہ بات اطمینان بخش تھی کہ وہ گاڈ فادر (پورس) ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ وہ پھر کسی وقت اس سے نمٹ لے گا۔

میں نے اور سونیا نے کوبرا کی لاعلمی میں اسے ہپناٹائز کیا تھا اور اپنا معمول بنالیا تھا۔ ہم یہ جانتے تھے کہ اس کا زہرٹا دماغ چند گھنٹوں کے بعد تنویمی عمل کے اثر سے نکل آتا ہے۔ ہم یا ہمارے ماتحت چھ گھنٹے کے بعد اسی تنویمی عمل کو اس کے اندر دہراتے رہتے تھے۔

ادھر پچھلے تیس گھنٹوں سے ہم زمین پر اترنے پھر انقلابی کارروائی کرنے کے سلسلے میں مصروف ہوگئے تھے۔ کوبرا کی طرف توجہ نہیں دے سکے تھے۔ اس طرح وہ خوش قسمتی سے ہمارے تنویمی عمل کے اثر سے بھی نکل چکا تھا۔

وائزمین امریکا کا باغی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کا ماہر مکینک تھا۔ اس نے فرانس میں یہ مشین تیار کی تھی۔ وہاں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے تھے۔ اس نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ابھی پوری طرح قوت حاصل نہیں کی تھی۔ اس کے باوجود ہمارے دشمنوں میں شامل ہوگیا تھا۔ اس نے بھی فرانس کے تمام رن وے کو سیل کردیا تھا۔ ہمارے طیارے کو وہاں اترنے سے روکنے والا تھا۔

سونیا نے اسے سمجھایا تھا کہ اس جیسے طفل مکتب کو ہم سے دشمنی نہیں کرنی چاہیے لیکن فرانس کے اکابرین ایک طویل مدت سے بابا صاحب کے ادارے کو ناپسند کرتے آئے تھے اور اسے اپنے ملک سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے۔

چین میں ہمارے اس نئے ادارے کے خلاف کارروائی ہوئی تو انہیں بھی شہ مل گئی۔ انہیں یہ مشکل مرحلہ آسان دکھائی دیا۔ وہ اس طیارے میں مجھ کو اور سونیا کو جناب عبداللہ واسطی اور ادارے کے اہم افراد کو زمین پر اترنے سے پہلے ہی ہلاک کرسکتے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے کی آدھی قوت ختم کرسکتے تھے۔ باقی آدھی قوت کو دوسرے بڑے ممالک کی مدد سے ختم کرسکتے تھے۔ اب ناکام ہو کر سمجھ رہے تھے کہ وہ اس ادارے کو نقصان پہنچانا تو دور کی بات ہے کبھی اس ادارے کے قریب بھی نہیں جاسکیں گے۔

میں نے وائزمین کے دماغ میں آکر کہا "کہاں گئی تمہاری خیال خوانی کی اڑان؟ تم خود کو ٹیلی پیتھی کا پرانا کھلاڑی سمجھ رہے تھے کیا اب یہ کھیل کھیل سکتے ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ تم اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرو گے۔ اس دوا سے تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی نقصان پہنچے گا۔ لیکن تم نے اپنے نقصان کی پرواہ کیے بغیر ہم سب سے یہ علم چھین لیا ہے۔"

"ہاں ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ صرف قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے اس دنیا میں رہیں گے۔ آئندہ نہ مشینیں رہیں گی اور نہ ہی مشین سے پیدا ہونے والے دوست اور دشمن رہیں گے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہماری ٹرانسفارمر مشین بھی تباہ کردو گے؟"

"وہ تو ہم کرچکے ہیں۔ تمہارے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس مشین کی نگرانی کررہے تھے۔ انہوں نے خود ہی اس علم سے محروم ہو کر ہمارے آلہ کار بن کر اس مشین کو ناکارہ بنادیا ہے اور اس کے نقشے کو جلا ڈالا ہے۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔ وہ نقشہ میرے ذہن میں محفوظ ہے۔"

"تم اس دنیا میں رہو گے تو نقشہ رہے گا۔"

وہ چونک کر بولا "کیا تم مجھے مار ڈالو گے؟"

"میں تمہاری ہلاکت کا الزام اپنے سر نہیں لوں گا۔ زاؤ کوم کو برا انگلینڈ' اسکاٹ لینڈ اور پورے یورپ میں اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے چھا جانا چاہتا ہے۔ وہ ابھی تمہارے پاس آرہا ہے۔ تمہارے مقدر میں موت ہوگی تو مرو گے۔ ورنہ کوبرا کے غلام بن کر رہ جاؤ گے۔"

کوبرا تو خوشی سے پاگل ہو رہا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک دن تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مرجائیں گے اور وہ تنہا ساری دنیا پر حکومت کرنے کے لیے زندہ رہے گا۔ وہ ایک ایک خیال خوانی کرنے والے مخالف کے دماغ میں جارہا تھا اور یقین کررہا تھا کہ واقعی وہ سب ٹیلی پیتھی کے بغیر کھوکھلے ہوچکے ہیں۔

پہلے وہ اپنے آس پاس کے مخالفین کو ٹٹول رہا تھا۔ اسکاٹ لینڈیارڈ کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے آگے چوپے بن گئے تھے پھر اس نے وہاں کے انڈر ورلڈ کے گاڈ فادر سے رابطہ کیا تھا۔ ایسے وقت پورس نے اسے اپنے دماغ سے بھگا دیا تھا۔ اسے یہ تو معلوم ہو ہی گیا تھا کہ انڈر ورلڈ کا گاڈ فادر (پورس) بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگیا ہے۔ آئندہ وہ جب چاہے گا اس سے نمٹ لے گا۔

اس کے سب سے قریب پڑوس میں فرانس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ وہ وائزمین کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر بولا "اچھا ابھی تم فرہاد علی تیمور سے باتیں کررہے تھے اور اس نے پیش گوئی کی ہے کہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ بہت پریشان تھا۔ کہنے لگا "ہاں اب تو میں بہت مجبور اور بے بس ہوگیا ہوں۔ تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ چاہو تو زندہ چھوڑ سکتے ہو اور مجھے اپنا معمول بنا کر زندہ رکھ سکتے ہو۔"

وہ اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور بول رہا تھا "آج مجھے اپنی اوقات سے زیادہ خوشیاں مل رہی ہیں۔ اس خوشی میں بھول گیا تھا کہ فرہاد بھی قدرتی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ وہ میرے مقابلے پر زندہ ہے یہ بات تشویش ناک ہے۔ پتا نہیں اس کی فیملی میں اور بابا صاحب کے ادارے میں اور کتنے قدرتی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

وہ تشویش میں مبتلا ہو کر سوچ رہا تھا۔ وائزمین نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ کیا میرے چور خیالات پڑھ رہے ہو؟ میں تم سے التجا کرتا ہوں۔ مجھے ہلاک نہ کرو۔ میں تمہارے بہت کام آؤں گا۔"

"ٹیلی پیتھی کے بغیر میرے کس کام آؤ گے؟"

"تم جانتے ہو۔ میں ٹرانسفارمر مشین کا مکینک ہوں۔ اس مشین کا نقشہ میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ میں تمہارے

لیے وہ مشین تیار کرسکتا ہوں۔ تم اپنی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج تیار کرسکتے ہو۔"

"میں نے بڑے بڑے ممالک میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کرنے کا تماشا دیکھا ہے۔ میں ایسے تماشے نہیں کروں گا۔"

"پھر بھی تمہیں ایک ٹرانسفارمریشن اپنے پاس رکھنی چاہیے۔ وہ مشین کسی وقت بھی تمہارے کام آسکتی ہے۔ مجھ جیسا مکینک تمہارا معمول بن کر رہا کرے گا۔"

ایسے وقت فرانسیسی فوج کا ایک اعلیٰ افسر وائزمین کے پاس آیا پھر غصے سے بولا "یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کردیا ہے اور وہ سب خیال خوانی کے قابل نہیں رہے ہیں۔"

وائزمین نے کہا "بابا صاحب کے ادارے والوں نے بڑی زبردست انتقامی کارروائی کی ہے۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس علم سے محروم کردیا ہے۔ اب کسی ملک میں ٹرانسفارمر مشین بھی نہیں رہی ہے۔ تمام مشینیں تباہ کردی گئی ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "تم تو ماہر مکینک ہو۔ کیا دوسری مشین تیار نہیں کرسکو گے؟ کیا ان کی انتقامی کارروائی کا جواب نہیں دو گے؟"

وہ بولا "اس وقت میرے دماغ میں فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے کا زبردست دشمن زاؤ کوم کوبرا ہے۔ وہ لوگ کوبرا سے ٹیلی پیتھی کا علم چھیننے میں ناکام رہے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہ سن کر خوشی ہورہی ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کا ایک مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی موجود ہے۔ ہم اس کے تعاون سے جوابی کارروائی کرسکیں گے۔"

کوبرا نے کہا "میں انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ، فرانس اور یورپ کے تمام ممالک پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس طرح چھا جاؤں گا کہ فرہاد کو پھر ایک بار قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔"

وائزمین نے کہا "میں ابھی اطمینان سے بیٹھ کر اس مشین کا نقشہ تیار کررہا ہوں۔ شام تک یہ نقشہ تیار ہوجائے گا۔"

میں نہیں چاہتا تھا کہ ہماری دنیا میں پھر اسی ٹرانسفارمر مشین کا سلسلہ جاری رہے۔ میں نے اس اعلیٰ افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر کہا "گدھے کے بچے۔ تم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کوبرا کو ہم پر مسلط کرنا چاہتے ہو۔ وہ یہاں سے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرے گا۔ ان سب کو اپنا غلام بناتا رہے گا۔ ہماری پوری قوم اس کی غلام بن جائے گی۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

اس نے یہ کہتے ہی ریوالور نکال کر وائزمین کو گولی ماردی۔ کوبرا نے اس اعلیٰ افسر سے کہا "یونان سسٹرز۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اچانک اسے مار ڈالو گے۔ میں اسے بچا نہ سکا مگر تمہیں بھی اب بچنا نہیں چاہیے۔ تم بھی اس کے ساتھ جہنم میں جاؤ۔"

اس نے اسے خودکشی پر مجبور کردیا۔ اپنی محبوبہ اینجی کے پاس آکر بولا "تمہیں بہت بڑی خوش خبری سنانے آیا ہوں۔ ہماری دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے نابود ہوگئے ہیں۔"

اینجی نے خوشی سے اور حیرانی سے پوچھا "یہ کیسے ہوگیا؟"

"فرہاد نے انتقامی کارروائی کرتے ہوئے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرائی تھی۔ ٹرانسفارمر مشینوں سے یہ علم حاصل کرنے والے اس دوا کے زیر آگئے ہیں۔ خیال خوانی سے محروم ہوگئے ہیں۔ صرف فرہاد اور شاید چند ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم بہت لکی ہو۔ ایک بات تسلیم کرو۔ میں تمہاری زندگی میں آئی ہوں تو تمہیں ایسی حیرت انگیز کامیابیاں حاصل ہورہی ہیں۔ یہ بتاؤ میرے پاس کب آرہے ہو؟"

"میری جان تم میرے لیے بہت لکی ہو۔ میرا تو جی چاہتا ہے ابھی تمہارے پاس آجاؤں۔ لیکن ابھی مجھے کئی طرح کے چیلنج کا سامنا کرنا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے والے مجھ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کو زندہ نہیں رہنے دیں گے۔"

وہ بولی "ہاں ان کی طرف سے ہمیشہ خطرہ رہے گا۔ تمہیں بہت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔ وہ میرے ذریعے تمہیں نقصان پہنچانے کی کوششیں کریں گے۔

"میں تمہارے دماغ کو لاک کرچکا ہوں۔ کوئی تمہارے اندر نہیں آسکے گا اور نہ ہی یہ معلوم کرسکے گا کہ تم کہاں رہتی ہو۔ بہرحال میں اس سلسلے میں پھر باتیں کروں گا ابھی بہت مصروف ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ ابھی اور کئی دشمن تھے ان کے پاس جانے سے صحیح حالات معلوم ہورہے تھے۔ جیسے یہ معلوم ہوا تھا کہ انڈرورلڈ کا گاڈ فادر بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہوچکا ہے لیکن بدستور یوگا کا ماہر ہے۔ اس سے نمٹنے میں دشواری ہوگی مگر دیکھا جائے گا۔

پھر اسے یہ معلوم ہوا تھا کہ میں وائزمین کے پاس گیا تھا اور اس کی موت کی پیش گوئی کی تھی اور شاید میں نے ہی اس

اعلیٰ افسر کے ذریعے وائزمین کو ہلاک کیا ہے۔ آئندہ بھی بابا صاحب کے ادارے والے فرانس پر کڑی نظر رکھیں گے۔ کیونکہ ان کا اوارہ اسی ملک میں ہے پھر اس نے مسٹری مین کے بارے میں سوچا۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگیا۔

دوسروں کی طرح مسٹری مین بھی ٹیلی پیتھی سے خالی ہوگیا تھا۔ برسوں سے پراسرار بن کر رہنے والا اب پردے سے باہر آنے والا تھا۔ اس کی اصلیت یہ تھی کہ وہ جرمنی کی وزارت خارجہ میں اعلیٰ افسر تھا۔ جرمنی کے ایک طرف روس ہے اور دوسری طرف یورپ ہے۔ یورپ کے بیشتر ممالک روس کے مخالف اور امریکا کے حمایتی ہیں۔ مسٹری مین روس اور امریکا کے مخالفین اور حمایتیوں کے درمیان وہ کرزبردست سیاسی کھیل کھیلا کرتا تھا۔ آئندہ چین کے خلاف محاذ بنانے کے لیے میڈم مارلی کے قلعے اور جزیرے پر قبضہ جمانے کی فکر میں لگا ہوا تھا۔

ہانگ کانگ کے جنوب مغرب میں مارلی کا وہ قلعہ اور جزیرہ فوجی نقطہ نظر سے بہت اہم تھا۔ اس پر قبضہ جما کر امریکی فوج اگر بنا لیتی..... تو چین کے لیے دشواریاں پیدا ہوتی رہتیں۔

اسے یقین تھا کہ وہ جلد ہی اس قلعے سے دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھگا دے گا پھر امریکا سے اس قلعے اور جزیرے کا سودا کرے گا۔ وہ بہت بڑا سیاسی گیم کھیل رہا تھا۔ ایسے ہی وقت ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگیا تھا اور بری طرح ہو کھلا گیا تھا۔

بوکھلانے اور بدحواس ہونے والی بات ہی تھی۔ دو بڑی طاقتوں کے درمیان ہونے والا سودا اب نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ کروڑوں ڈالرز کی آمدنی سے محروم ہوگیا تھا۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ اب وہ بے نقاب ہو کر دنیا والوں کے سامنے آنے والا تھا۔ چین اور امریکا کے علاوہ ہم بھی اس کا اصلی چہرہ دیکھنے والے تھے۔

وہ بے چین ہو کر اپنی رہائش گاہ میں ادھر سے اُدھر بھاگتا پھر رہا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ کس طرح خود کو پہلے کی چھپا کر رکھ سکتا ہے اور اب یہ رازداری اور پراسراریت ناممکن ہوگئی تھی۔ اسے سب کے سامنے ننگا ہونا ہی تھا۔

وہ فوراً ہی اپنی کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا ملٹری اسپتال میں آگیا۔ اسے آرمی کے تمام افسران اور ڈاکٹر وغیرہ اچھی طرح جانتے تھے۔ اس نے چند بڑے ڈاکٹروں اور افسروں کو بلا کر کہا "میرے لیے خطرات پیدا ہورہے ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں آکر ہمارے ملک کے اہم راز معلوم کرنے والے ہیں۔ ان سے محفوظ رہنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ مجھے کوما میں پہنچادو۔"

اعلیٰ افسران نے کہا "آپ یوگا کے ماہر ہیں کیا انہیں اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکیں گے؟"

"ایک نہیں بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ہیں وہ یکے بعد دیگرے آتے رہیں گے۔ میں کب تک سانس روکتا ہوں گا؟"

اس نے ان ڈاکٹروں کو اور افسران کو قائل کردیا۔ انہوں نے اپنے ملک کے اہم رازوں کی حفاظت کے خاطر اسے کوما میں پہنچادیا۔

کوبرا اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچا۔ تو وہاں اسے جگہ مل گئی۔ وہ ایک بیڈ پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ چھت کو تک رہا تھا۔ اس کا دماغ سن ہوچکا تھا۔ اس کے اندر سوچ کی ایک لہر بھی نہیں تھی۔

کوبرا نے کہا "مسٹری مین! تم تو بڑے مکار نکلے۔ میرے آنے سے پہلے ہی کوما میں پہنچ گئے لیکن کتنے دن، کتنے ہفتے اور کتنے مہینے اسی طرح رہو گے؟ کیا اسی طرح مرجاؤ گے؟"

مسٹری مین ابھی خود نہیں جانتا تھا کہ آئندہ کس طرح ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہے گا۔ ویسے وہ آئندہ بھی پراسرار بن کر رہ سکتا تھا۔ کبھی موقع پا کر خودبخود تنویمی عمل کرا سکتا تھا یا لب و لہجہ اور اپنی شخصیت تبدیل کرسکتا تھا۔

کوبرا نے چیلنج کیا "میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ تمہارے اندر آتا جاتا رہوں گا۔ کبھی تو کوما سے باہر آؤ گے پھر میں تم سے نمٹ لوں گا۔"

وہ ناکام ہو کر واپس آگیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر ہاروے اور بلیک برائٹ کے بارے میں سوچنے لگا پھر سوچتے سوچتے ان کے اندر پہنچ گیا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روکنے لگے۔ وہ ہنسنے لگا۔ وقفے وقفے سے ان دونوں کے اندر جانے لگا۔ کہنے لگا "کب تک سانس روکتے رہو گے؟"

وہ سانس روکتے جارہے تھے۔ کسی کو دس منٹ اور کسی کو بیس منٹ تک سانس روکنے کی عادت تھی لیکن اس اس کے بعد ذرا دیر سانس لینا ضروری ہوتا تھا۔ وہ دو چار سانس لے کر دوبارہ زیادہ دیر تک سانس نہیں روک سکتے تھے۔

کوبرا ان کے پیچھے ہی پڑ گیا۔ کہنے لگا "میں تو نہیں جاؤں گا۔ اپنے دماغوں کو میرے حوالے کردو۔"

وہ مسلسل سانس روکتے روکتے بے دم ہو رہے تھے۔ اگر خیال خوانی کی صلاحیت ہوتی تو جواباً اس کے اندر جا کر بھی اسے سانس روکنے پر مجبور کرتے۔ تب اس کے لیے بھی یہی مسئلہ درپیش ہوتا کہ وہ کب تک سانس روکتا رہے گا لیکن اب بازی صرف کوبرا کے ہاتھ میں تھی۔ صرف وہی حملے کر رہا تھا۔

آخر وہ دونوں ہانپنے لگے۔ کوبرا نے ان کے دماغوں کو ہلکی سے تکلیف پہنچائی۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگے۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "کیا مارلی کے قلعے میں نہیں جاؤ گے؟ وہاں ٹیلی پیتھی کے زبردست کھلاڑی بن رہے تھے۔ بار بار میرا راستہ روک رہے تھے۔ اب کیا کرو گے؟"

ہاروے نے کہا "اب تو ہم تمہارے شکنجے میں ہیں۔ تم نہ آتے تو فریاد چلا آتا۔ ہمیں اپنا برا انجام نظر آرہا تھا۔ ہمیں اب تو مرنا ہے یا تم میں سے کسی کا غلام بن کر رہنا ہے۔"

کوبرا نے کہا "میں تمہیں غلام بنا کر کیا کروں گا؟ تمہارے پاس ٹرانسفارمر مشین نہیں ہے، تم کبھی ٹیلی پیتھی نہیں سیکھ سکو گے میں تمہیں غلام بنا کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکوں گا۔"

"تم ہمیں زندہ رکھنا چاہو تو فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ تم نے مارلی کے قلعے میں دیکھا ہے۔ ہم بہت اچھے منتظم ہیں۔ وہاں کے تمام حالات سے واقف ہیں۔ تم ہمیں وہاں منتظم بنا کر رکھ سکتے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ تمہیں آئندہ کبھی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کی امید ہے۔ اس امید پر میرے غلام بن کر رہنا چاہتے ہو۔"

ان باتوں کے دوران میں ہاروے اور بیکر برائٹ نے اپنے اپنے ریوالور نکال لیے تھے۔ کوبرا نے کہا "مجھے تمہارے جیسے غلاموں کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

انہوں نے اس کی مرضی کے مطابق ایک دوسرے پر فائر کیا۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ وہ اس کے لیے بڑی مسرتوں کا دن تھا۔ ایک تو دشمن ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گئے تھے پھر زندگی سے بھی محروم ہوتے جا رہے تھے۔

○☆○

روس میں پارس نے ایک ڈی کرونا کے ذریعے راسپوٹین سوم کو ٹریپ کیا تھا پھر اسے ہپناٹائز کر کے اپنا معمول بنا لیا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے اطلاع ملی تھی کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ وہ بھی دوسرے دن اس علم سے محروم ہونے والا ہے۔

پارس نے ثانی سے وعدہ کیا تھا کہ راسپوٹین کو ٹریپ کرنے کے بعد اس کے پاس امریکا آئے گا۔ اب یہ وعدہ پورا کرنے کا وقت آگیا تھا روس میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مصروفیات ختم ہونے والی تھیں۔

کرونا، تیج پال، ہیزون، جوزف وسکی سب ہی اپنی اپنی رہائش گاہوں میں چھپے ہوئے تھے۔ کرونا بہت خوش تھی۔

اس نے تیج پال کو اپنا معمول اور محکوم بنا لیا تھا۔ اسے کی تعمیر مل رہی تھی۔ الپا تو ایک چھوٹے سے ملک کی تھی۔ وہ بہت ہی وسیع و عریض ملک روس کی حکمران

پارس نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "کیا ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "تمہیں یاد کر رہی ہوں۔ تم ہو۔ میرے پاس آنے کا وعدہ کرتے ہو مگر آتے نہیں

"میں اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے ابھی آ اپنے گھر کے اور دل کے دروازے کھلے رکھو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ ابھی ہو؟"

"ہاں! گھڑی دیکھتی رہو۔ دس منٹ میں پہنچ رہا

وہ اس کے دماغ سے نکل گیا۔ وہ تیزی سے "ہر اہم مرحلے پر کامیابیاں حاصل کر چکی ہوں۔ تیج پال بنا کر روس کی بے تاج ملکہ بن چکی ہوں۔ اب ایک گیا ہے۔"

وہ اپنی فطرت سے مجبور ہو کر سوچ رہی تھی۔ بھی اپنا معمول بنا لے تو لامحدود قوتوں کی ملکہ بن جائے پہنچوں گی تو وہ تمہیں محسوس نہیں کرے گا۔"

وہ پارس کو چاہتی تھی مگر اس کی برتری نہیں تھی۔ کچن میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ مختلف اسپوٹین کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ وہ لہجہ اسے سنایا۔ اسے مشروبات بھی تھے۔ وہ کسی میں بھی اعصابی کمزوری ہمیشہ کرتے ہی اس کے اندر پہنچ گئی۔ مارے خوشی کی اسے پارس کے حلق سے اتار سکتی تھی۔ ایسے وقت اس سے لپٹ کر بولی "تم جادوگر ہو، میں اب تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گی۔"

وہ پھر راسپوٹین کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات کرلیا۔ اس نے سوچا اگر پارس کھانے پینے سے انکار کرتی ہیں۔ یہ بھولنے کے باوجود اس نے احتیاطاً اپنا لہجہ سنانے لگی پھر اس نے کہا "ہیلو راسپوٹین! میں بول رہی ہوں، تو وہ اسے گولی مار کر زخمی کر سکے گی۔

پارس نے اس پر بے شمار احسانات کے تھے۔ اسے ہی مصیبتوں سے نجات دلائی تھی۔ خطرناک دشمن مقابلے میں اسے برتر رکھا تھا اور اب اسے روس کی ملکہ بنا چکا تھا لیکن جو خود غرض اور طوطا چشم ہوتے ہیں احسانات کو یاد نہیں رکھتے۔ اپنی ضرورت کے مزاج بدلتے رہتے ہیں۔

اس کی اور الپا کی ایک جیسی فطرت تھی۔ الپا پر بھی بے شمار احسانات کیے تھے لیکن وہ ہمیشہ رہی تھی اور اپنے برے انجام کو پہنچتی رہی تھی۔

پارس اس کے پاس آگیا۔ اسے دیکھتے ہی وہ دوڑتی ہوئی آئی پھر اس کے گلے کا ہار بن گئی۔ ایسا اسی طرح گلے کا ہار بن کر گلا کاٹتی ہیں۔

وہ اسے چومنے لگی، اپنی اداؤں سے دیوانہ بنا

اس نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔ "ایسی بھی کیا دیوانگی ہے۔ ذرا ٹھہر ٹھہر کر محبت کرو اور باتیں بھی کرتی رہو۔ مجھے سانس تو لینے دو۔"

وہ بولی "تم بہت عرصے بعد میرے پاس آئے ہو۔ آج صرف پیار ہو گا باتیں نہیں ہوں گی۔"

اس نے پوچھا "کیا ضروری باتیں بھی نہیں ہوں گی؟"

"میں نے کہا نہ صرف محبت ہو گی۔ کچھ نہ بولو، محبت سے مجھے توڑ پھوڑ کر رکھ دو۔"

"کیا اپنے مطلب کی بھی بات نہیں سنو گی؟"

"نہیں سنوں گی۔ محبت۔ محبت اب صرف محبت۔"

کیا اس اولڈ مین کو اپنا معمول نہیں بناؤ گی؟"

وہ ایکدم سے الگ ہو کر حیرانی سے بولی "کیا تم اسے میرا معمول بنا سکتے ہو؟"

"نہیں جانے دو۔ ابھی صرف محبت کرو۔"

وہ اسے جھنجھوڑ کر بولی "نہیں تم بہت باکمال ہو۔ بہت عجیب و غریب ہو۔ ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہو۔ مجھے بتاؤ میں اسے کس طرح معمول بنا سکتی ہوں؟"

"یوں سمجھو اسے معمول بنا چکی ہو۔ میں اس کا وہ مخصوص لب و لہجہ سنا رہا ہوں۔ جس کے ذریعے اس کے اندر پہنچوں گی تو وہ تمہیں محسوس نہیں کرے گا۔"

پارس نے جس مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اسپوٹین کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ وہ لہجہ اسے سنایا۔ اسے تلقین کرتے ہی اس کے اندر پہنچ گئی۔ مارے خوشی کی اس سے لپٹ کر بولی "تم جادوگر ہو، میں اب تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گی۔"

وہ پھر راسپوٹین کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی پھر اس نے کہا "ہیلو راسپوٹین! میں بول رہی ہوں، مجھے پہچان رہے ہو۔"

اس نے چونک کر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا پوچھا "تم کرونا تم میرے اندر بول رہی ہو؟"

"ہاں! تم مجھے اپنی کنیز بنانے کی فکر میں تھے۔ افسوس میرے غلام بن گئے ہو۔ اب ساری زندگی میرے تلوے چاٹتے رہو گے۔"

وہ سر جھکا کر بولا "اب مجھے یاد آرہا ہے۔ تم نے ایک ڈی کرونا کے ذریعے مجھے ٹریپ کیا ہے۔ تم نے بڑی مکاری دکھائی ہے۔"

"تم نادان بچے نہیں ہو۔ خود کو شہ زور اور ناقابل شکست کہتے ہو پھر ایک عورت سے کیوں مات کھا گئے۔؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "سچ ہے کہ آدمی موت سے بچ سکتا ہے، مقدر سے نہیں لڑ سکتا۔ آج میں نے مات کھائی ہے۔ کبھی تمہیں بھی مقدر کے جوتے پڑیں گے۔"

"تم سرد آہ بھرتے رہو اور اپنی غلامی پر کڑھتے رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گی۔"

وہ پارس کے پاس دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم میرا دل ہو، میرا دماغ ہو، میری لامحدود طاقت ہو، میں اب تمہیں جدا نہیں ہونے دوں گی۔ کیا تمہیں بھوک لگی ہے؟"

"نہیں! کچھ کھانے کا موڈ نہیں ہے۔"

"تو پھر پینے کا موڈ بناؤ، ایسی سخت سردی میں گرما گرم کافی پینا چاہیے۔ میں ابھی کافی لاتی ہوں۔"

پارس نے اچانک ہی اسے ایک زوردار طمانچہ رسید کیا۔ وہ الٹ کر اس کے پاس ہی بستر پر گر پڑی پھر فوراً ہی اٹھ کر حیرانی سے بولی "آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ مجھ پر ہاتھ اٹھا سکے۔ کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ یہ غصہ برداشت کر رہی ہوں۔ تم نے مجھے کیوں مارا ہے؟"

"میں قدم قدم پر تمہیں کامیابیوں سے ہم کنار کر رہا ہوں تو کیا اس کے بدلے طمانچہ نہیں مار سکتا؟"

"بکواس مت کرو۔ میں اس دن کے لیے کبھی کسی کو برتر نہیں رہنے دیتی۔ مرد اپنا مال سمجھ کر عورت کو مارنے پیٹنے لگتا ہے۔"

"اچھا تو تمہیں میری برتری پسند نہیں ہے۔ آج تم مجھے کم تر بنانا چاہتی ہو مگر یہ کیوں بھول رہی ہو کہ ضرر رساں دوائیں مجھ پر اثر نہیں کرتی ہیں۔ تم ٹرین میں سفر کے دوران دیکھ چکی ہو۔"

اسے یاد آیا کہ ٹرین میں اس نے جو پانی پیا تھا اس میں دوا ملی ہوئی تھی۔ اس دوا نے مجھ پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔

یہ یاد آتے ہی وہ اچھل کر بستر سے اتر گئی۔ دوڑتی ہوئی ایک میز کے پاس آئی پھر اس کی دراز کو کھول کر بھرے ہوئے پستول کو نکال لیا پھر اس کا نشانہ لیتی ہوئی بولی "دوا سے بچ جاتے ہو گولی سے کیسے بچو گے؟"

وہ مسکرا کر بولا "گولی مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ آنکھ مار دو میں مر جاؤں گا۔"

"تم میرے لیے بہت اہم ہو۔ بہت قیمتی ہو۔ میں تمہیں صرف زخمی کروں گی اس کے بعد ساری زندگی تمہیں اپنا غلام بنا کر رکھوں گی۔"

"تم جانتی ہو کہ میں ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہوں۔ تم بھرا ہوا پستول ہاتھ میں لے کر بھی مجھے زخمی نہیں کر سکو گی۔"

اس نے اچھی طرح نشانہ لے کر گولی چلائی۔ وہ گولی پارس کے قریب سے گزر گئی۔ دوسری گولی تکیے میں پیوست ہو گئی۔ اس نے سنبھل کر دونوں ہاتھوں سے پستول کو تھام کر صحیح نشانہ لیا پھر بھی تیسری گولی اسے نہ لگی، اس کے قریب

سے گزر گئی۔ اس نے پوچھا "کیا مجھ سے ملنے کی خوشی میں پٹاخے چھوڑ رہی ہو؟ باہر تک فائرنگ کی آواز جا رہی ہوگی۔ کیوں بھیڑ لگانا چاہتی ہو؟ لاؤ وہ پستول مجھے دو؟"

کرونا نے بے اختیار پستول اس کی طرف اچھال دیا۔ وہ اسے کیچ کرتے ہوئے بولا "تمہاری جیسی ذلیل اور خود غرض عورتوں کے سائے سے بھی دور رہنا چاہئے۔ تم نے میرے تمام احسانات بھلا دیے' بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

وہ بولی "تم مجھے ہلاک نہیں کرو گے۔ میں جانتی ہوں تم میرے دیوانے ہو۔ اسی لیے میرے کام آتے رہتے ہو۔"

وہ اسے دیوانہ بنانے کے لیے لباس اتارنے لگی۔ پارس نے اس کا نشانہ لے کر کہا "رک جاؤ۔ لباس اتارو گی تو گولی مار دوں گا۔"

وہ بڑی ادا سے مسکرا کر بولی "میں محبت میں تمہیں اپنا غلام بنا سکتی ہوں تو تمہارے لیے اپنی جان بھی دے سکتی ہوں۔"

"میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گا۔ زخمی کروں گا پھر راسپوٹین اور بچ پال وغیرہ کو تمہارے اندر پہنچا دوں گا پھر تماشا دیکھوں گا کہ وہ کس طرح تمہیں نوچتے اور کھسوٹتے ہیں۔"

وہ گھبرا کر بولی "نہیں مجھے زخمی نہ کرنا۔ میں کسی کو اپنے دماغ میں برداشت نہیں کروں گی صرف تمہاری کنیز بن کر رہوں گی۔"

"میں تو اب تم پر تھوکنا بھی پسند نہیں کروں گا۔ یہاں سے جا رہا ہوں۔ بس چند منٹ رہ گئے ہیں اس کے بعد تم خود ہی بہت بڑی سزا پانے والی ہو۔"

وہ اٹھ کر جانے لگا۔ وہ فوراً آگے بڑھ کر اس سے لپٹ کر بولی "نہیں میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ ابھی بتاؤ مجھے کیا سزا دینے والے ہو؟"

"میں تمہیں کوئی سزا نہیں دوں گا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بہت بڑا انقلاب آ رہا ہے۔ ہم سب اس انقلاب کی لپیٹ میں آنے والے ہیں۔"

"صاف صاف بتاؤ۔ کیسا انقلاب آنے والا ہے؟ کیا یہاں میرے خلاف کچھ ہونے والا ہے؟"

"صرف تمہارے ہی خلاف نہیں۔ سبھی کے خلاف کچھ ہونے والا ہے۔"

وہ اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی بولی "تم بہت خطرناک ہو پتا نہیں کیا کرنے والے ہو۔ فار گاڈ سیک مجھے بتا دو تم کیا کرنے والے ہو؟"

"میں کچھ نہیں کروں گا۔ اسرائیل' چین اور یورپ کے تمام ممالک میں اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی جا چکی ہے۔ وہاں کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی سے محروم ہو چکے ہیں۔ ابھی ایک آدھ منٹ میں یہاں بھی اسپرے کی جانے والی ہے۔ ہم سب ٹیلی پیتھی سے محروم ہونے والے ہیں۔"

وہ حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے بولی "نہیں یہ مجھ کو ایسا نہیں ہوگا۔ میں نے بڑی مشکلوں سے اور بڑی محنت سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس قدر عروج حاصل کیا ہے۔ اس کو زوال نہیں دیکھوں گی۔ تم مجھے ڈرا رہے ہو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"سانچ کو کیا آنچ۔ یورپ یا اسرائیل کے کسی خیال خوانی کرنے والے سے رابطہ کرو۔ تمہیں میری بات ثابت ہو جائے گا۔"

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ الپا کے ذہن میں پہنچتے ہی بولی "میڈم سانس نہ روکنا میں کرونا بول رہا ہوں۔"

"اوہ! تو تم ہو' ذلیل' کمینے مجھے دھوکا دے کر گئے تھے۔ اب کہاں بھاگو گی؟ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی سے محروم ہو رہے ہیں۔ تم بھی محروم ہونے والی ہو۔"

"اگر ایسا ہے تو آپ محروم کیوں نہیں ہوئیں؟"

"یہ اپنے اپنے مقدر کی بات ہے۔ مجھے اس دوا سے بچ نکلنا تھا۔ اس لیے بچ گئی ہوں۔ اگر تم بچنا چاہتی ہو بھاگو۔ ایسی جگہ جاؤ جہاں وہ دوا اسپرے نہ کی جا رہی ہو۔"

کرونا کو یقین نہیں آیا۔ کیونکہ الپا خیال خوانی کرتی تھی۔ وہ بن بورین کے دماغ میں پہنچ کر بولی "کیا تم بھی اس سے محروم ہو چکے ہو؟ کیا میرے دماغ میں آ سکتے ہو؟ میں بول رہی ہوں۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "آہ خیال خوانی میرے لیے ایک خواب ہو گئی ہے۔ یہاں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس علم سے محروم ہو گئے ہیں۔ پتا نہیں الپا کس طرح ہے؟"

کرونا دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس سے بولی "الپا ہے۔ میں بھی بچ سکتی ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ دوڑتی ہوئی کمرے کا دروازہ کھول کر چلی گئی۔ باہر اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی جانے لگی۔ پارس نے راسپوٹین کے پاس پہنچ کر اسے بھی پیلس سے جانے پر مجبور کیا۔ وہ اپنی کار میں بیٹھ کر پارس کی رہنمائی میں اسی راستے پر جانے لگا جہاں سے کرونا گزر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ کرونا کے اندر پہنچ گیا۔ اسی کے دماغ میں کچھ

کی۔ اس نے کار کو غلط طریقے سے چلایا۔ تو وہ کار رکنے لگی۔ دراصل وہ خود ہی کار کو روک روک کر جھٹکے دے دے کر آگے بڑھا رہی تھی پھر اسے روک کر باہر آ گئی۔ اس کا بونٹ اٹھا کر سمجھنے کی کوشش کرنے لگی کہ کہاں خرابی پیدا ہوئی ہے۔

ایسے ہی وقت راسپوٹین نے وہاں آ کر اپنی کار روکی' اسے مخاطب کیا "ہائے کرونا! میں راسپوٹین ہوں۔ تم نے مجھے معمول بنایا ہے مگر مجھے چہرے سے نہیں پہچانتی ہو۔"

وہ فوراً ہی اس کی کار کا اگلا دروازہ کھول کر اس کی ہاتھ والی سیٹ پر بیٹھ کر بولی "فوراً گاڑی چلاؤ۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ وہ بولی "تیزی سے چلاؤ۔ اس شہر سے بہت دور نکل چلو۔"

وہ کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے بولا "کیا بات ہے؟ تم پریشان کیوں ہو؟"

"پریشانی کی بات ہے۔ سنو گے تو تمہارے بھی ہوش اڑ جائیں گے۔"

اس نے ہنستے ہوئے پوچھا "کیا قیامت آ رہی ہے؟"

"تم مذاق سمجھ رہے ہو اور واقعی قیامت آ رہی ہے۔ تمام دنیا میں اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی جا رہی ہے۔ اسرائیل' چین اور یورپی ممالک کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی سے محروم ہو گئے ہیں۔"

وہ بولا "ہاں مجھے یاد ہے بہت عرصہ پہلے ایسی دوا اسپرے کی گئی تھی اور اس وقت کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس علم سے محروم کیا گیا تھا۔ آج پھر یہی ہونے والا ہے۔ بائی دا وے تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"میں نے الپا سے رابطہ کیا تھا۔ اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیرو سے زیرو ہو گئے ہیں۔ وہ بہت چالاک ہے۔ کسی طرح بچ نکلی ہے۔ ہمیں بھی بچنا چاہئے۔ یہاں سے بہت دور ایسے ویران علاقے میں چلو جہاں انسانی آبادی نہ ہو۔"

"پھر تو یہ تمہارے لیے بڑی تشویش کی بات ہے۔"

"صرف میرے لیے ہی نہیں تمہارے لیے بھی تشویش کی بات ہے۔ کیا تم خیال خوانی سے محروم ہونا چاہو گے؟"

"یہ علم مرتے دم تک میرے ساتھ رہے گا۔ میں نے اس علم کو اپنے باپ دادا سے حاصل کیا ہے۔ قدرتی طریقوں سے برسوں کی محنت اور لگن سے اسے سیکھا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا واقعی وہ دوا تمہیں متاثر نہیں کرے گی؟"

"بالکل نہیں کرے گی۔ میں اسی شہر ماسکو میں رہ سکتا ہوں' مجھے کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے لیکن تمہاری خاطر خطرناک رفتار سے گاڑی چلاتا ہوا تمہیں دور لے جا رہا ہوں۔ میں چاہوں گا کہ تمہاری ٹیلی پیتھی کا علم سلامت رہے اور آئندہ تم میری کنیز بن کر میرا دل بھی خوش کرتی رہو اور خیال خوانی کے ذریعے میرے کام بھی آتی رہو۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "بڑی خوش فہمی ہے۔ تم میرے غلام ہو اور مجھے کنیز بنانے کے خواب دیکھ رہے ہو۔"

"اچھی طرح ہنس لینے کے بعد یہ بتاؤ کہ مجھے غلام بنا لینے کی خوش فہمی کیوں ہے؟"

"کیا بھول گئے۔ تھوڑی دیر پہلے میں تمہارے دماغ میں آئی تھی اور تم نے مجھے محسوس نہیں کیا تھا۔"

"تم پارس کے بتائے ہوئے ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعے میرے اندر آئی تھیں۔ لیکن تم نے مجھے ہپناٹائز نہیں کیا۔ میرا عامل تو پارس ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ میں اسی مخصوص لب و لہجے کے ذریعے تمہارے اندر آتی رہوں گی اور تم مجھے روک نہیں سکو گے۔"

"تم بھول رہی ہو پارس نے بھی ٹرانسمارمشین کے ذریعے یہ علم حاصل کیا ہے۔ جب وہ اس علم سے محروم ہو جائے گا تو پھر میں اس کا معمول نہیں رہوں گا۔ اس کا تنویمی عمل آپ ہی آپ ختم ہو جائے گا۔ میں آزاد ہو جاؤں گا اس کے بعد تمہیں اپنا بنا لوں گا۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ ایسا ہو سکتا تھا۔ اگر وہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے بچ بھی جاتی تو راسپوٹین سے بچ نہیں سکتی تھی۔ بچنے کا صرف یہ ایک ہی راستہ تھا کہ وہ ابھی اس سے دور چلی جائے۔ اس نے کہا "گاڑی روکو۔ فوراً روکو۔"

اس نے نہیں روکی۔ خطرناک رفتار سے چلاتا رہا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آ کر بولی "میں حکم دیتی ہوں گاڑی روکو۔"

اس نے گاڑی روک دی پھر اس نے حکم دیا "گاڑی سے اتر جاؤ۔" وہ دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر چلا گیا۔ اس نے دروازے کو بند کیا پھر اسے اسٹارٹ کر کے تیز رفتاری سے چلانے لگی۔ اب اسے صرف اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے ہی نہیں راسپوٹین سے بھی بہت دور چلے جانا تھا۔

وہ تقریباً تین سو کلومیٹر دور چلی آئی تھی۔ ایسے وقت پارس نے اس کے اندر آ کر کہا "کرونا! میں نے تمہارے ساتھ اچھا اور برا دونوں طرح کا وقت گزارا ہے۔ میں جانتا تھا تم ناگن ہو' کسی دن مجھے بھی ڈس لینا چاہو گی اور تم نے ایسا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ بہرحال وقت آ گیا' بات گئی۔ اب میں خیال خوانی نہیں کر سکوں گا۔ ہو سکے تو ایک منٹ بعد آخری بار مجھ سے رابطہ کرو۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی زیادہ

سے زیادہ دور جا رہی تھی۔ جہاں سے گزر رہی تھی وہاں کوئی انسانی آبادی نہیں تھی۔ اس نے ایک منٹ کے بعد پارس کے اندر پہنچ کر پوچھا "تم نے مجھے کیوں بلایا تھا؟"

"یہ بتانے کے لیے کہ یہاں بھی مجھ سمیت تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس علم سے محروم ہو چکے ہیں۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لیا۔

وہ بیچ پال کے پاس آکر بولی "کیا کر رہے ہو؟ خیال خوانی نہیں کرو گے۔"

وہ پریشان تھا۔ کہنے لگا "میں بار بار کوشش کر رہا ہوں اور ناکام ہو رہا ہوں۔ میری سمجھ میں یہی آرہا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے والوں نے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی ہے۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی سے محروم ہو چکے ہیں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "لیکن تم تو خیال خوانی کر رہی ہو؟"

"میں بچنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ ماسکو سے تین سو کلومیٹر دور ایک علاقے میں پہنچی ہوئی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہ دوا کہاں کہاں اسپرے کی گئی ہے اور مجھے اپنے بچاؤ کے لیے کہاں جانا چاہیے؟"

بیچ پال نے کہا "میں اتنا جانتا ہوں کہ جہاں یہ دوا اسپرے کی جاتی ہے۔ وہاں سے پچیس کلومیٹر کے رقبے تک اس کے اثرات رہتے ہیں۔ جو بھی اس کی حد میں رہتا ہے وہ دوا سے متاثر ہوتا ہے۔ تم خوش قسمت ہو کہ یہاں سے بچ نکلی ہو۔"

وہ کار کو روک کر باہر نکل کر سوچ رہی تھی۔ وہ دوا ماسکو شہر سے باہر بھی دور تک اسپرے کی گئی ہوگی روس کے دوسرے چھوٹے بڑے شہروں میں بھی اسپرے کیا جا رہا ہوگا۔ یہ بابا صاحب کے ادارے والے کسی بھی انسانی آبادی کو نہیں چھوڑیں گے۔ میری سلامتی اسی میں ہے کہ میں۔۔۔ فی الحال غیر آباد علاقے میں رہوں۔

وہ سوچ رہی تھی اور چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ اس غیر آباد علاقے میں وقت گزارنے کا مسئلہ تھا۔ وہاں تنہائی تھی، بھوک تھی، پیاس تھی۔ ویسے وہ بہت حوصلے والی تھی۔ اپنی خیال خوانی کی سلامتی کے لیے کئی دنوں تک بھوکی پیاسی رہ سکتی تھی۔

اسی وقت دور سے ایک گاڑی آتے ہوئے دکھائی دی وہ کسی آنے والے سے خوف زدہ نہیں ہو سکتی تھی۔ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار سلامت تھا۔ وہ کسی کو بھی اس ہتھیار سے زیر کر سکتی تھی۔

اس نے قریب آکر گاڑی روک دی۔ وہ راسپوٹین تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا "میں خیال خوانی کے ذریعے ایک شخص سے یہ گاڑی چھین کر لایا ہوں۔ تمہارے پیچھے آنا ضروری تھا۔ سوچا اس ویران علاقے میں جنگلی جانور تمہارے حسن و شباب کو چیر پھاڑ کر رکھ دیں گے۔ بلکہ یہ جانوروں کا نہیں میرا ہے۔"

وہ اپنی گاڑی سے اتر کر اس کے قریب آیا۔ وہ اس سے دور ہٹ کر بولی "خبردار میرے قریب نہ آنا۔"

"کیا میرے دماغ میں آکر حکم نہیں دو گی؟"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس مخصوص لہر کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گئی لیکن دوسرے لمحے ہی واپس آگئی۔ راسپوٹین نے سانس روک لیا تھا پھر وہ ہانپتا ہوا بولا "پارس کا کھیل ختم ہو چکا ہے۔ میں نے ابھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا ہے صرف ماسکو میں ہی نہیں، روس کے تمام علاقوں میں جہاں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے وہ اس علم سے محروم ہو گئے ہیں۔ پارس بھی محروم ہو گیا ہے اس کے ساتھ ہی اس کا تنویمی عمل بھی ختم ہو چکا ہے۔"

وہ سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ بولا "تم میرے دماغ میں آسکتی ہو اور نہ میں تمہارے اندر پہنچ سکتا ہوں۔ آؤں گا تو تم سانس روک لوگی۔ بولو اب کیا کیا جائے؟"

وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولی "ایسے برے وقت میں ہم دونوں کو دوست بن کر رہنا چاہیے۔ ایک دوسرے کے دماغ میں نہیں آنا چاہیے کسی کو نقصان پہنچانے کا خیال دل سے نکال دینا چاہیے۔"

"دو ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی دوست بن کر نہیں رہ سکتے۔ میری موجودہ معلومات کے مطابق اتنی بڑی دنیا میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی رہ گئی ہو۔ تم مجھ سے نجات حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرو گی۔ میری ذرا سی غفلت سے بھی فائدہ اٹھاؤ گی۔ لہٰذا مجھے وقت ضائع کیے بغیر تمہیں اپنے قابو میں کر لینا چاہیے۔" اس نے آگے بڑھ کر اسے دبوچ لیا۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوششیں کرنے لگی۔ اس نے اس کی گردن دبوچ لی۔ وہ بہت شہ زور تھا۔ وہ اس کے آگے دم نہیں مار سکتی تھی۔ گلا دبوچنے کے باعث اس کا دم رک رہا تھا۔ ایسے وقت وہ اسے اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکی۔ اس نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تو وہ تکلیف سے تڑپنے لگی۔

اس نے ایک بازو میں اسے دبوچ کر دوسرے ہاتھ سے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا۔ پھر اسے اٹھا کر پچھلی سیٹ پر پھینکا

اور خود بھی پچھلی سیٹ پر آگیا۔ اس نے اس کے کپڑے پھاڑ کر اسے برہنہ کر دیا۔ وہ اس کی درندگی کا شکار ہو گئی۔ اس کی مزاحمت ختم ہو گئی۔ وہ اس کے ساتھ جنسی عمل کرنے لگا۔ وہ بے بسی سے رونے لگی۔ اس کے ساتھ جنسی عمل کرتے ہوئے اس کا دماغ اس کے قابو میں آگیا۔ وہ اس کے دماغ میں آسکتی تھی۔ اس کے دماغ میں آکر اس نے اس کی سوچ کو بدلنا شروع کر دیا۔ وہ اس کے دماغ میں آکر اس کی سوچ کو بدلنے لگی۔ وہ اس کے ساتھ جنسی عمل کرتے ہوئے

پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں جاتے رہیں اور انہیں امریکا سے دور فرار ہونے کے سلسلے میں مدد کرتے رہیں۔ اس نے کہا "اب تم آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی ٹرانسفارمر مشین کی حفاظت کرسکتے ہو۔"

وہ نہیں جانتے تھے کہ اس مشین کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ مسٹر بلیک نے کہا "میں تم لوگوں کو ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ وہ اس مشین کا انچارج ہے۔ تم سب میرے دماغ میں آجاؤ۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی اس کے دماغ میں آگئے۔ اس نے ان سب کو اس اعلیٰ افسر کے اندر پہنچا دیا پھر اس اعلیٰ افسر سے کہا "اس وقت ہمارے آٹھ اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اندر موجود ہیں۔ تم انہیں دوسرے افسران تک پہنچاؤ۔ وہ اس ہتھیاروں کے گودام کے اندر اور باہر ایسے دشمنوں کو تلاش کریں گے جو اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرنے والے ہیں۔"

امریکا میں مشین کے سلسلے میں اور انڈر گراؤنڈ سیل میں رہنے والوں کے سلسلے میں بڑی رازداری سے کام لیا گیا تھا۔ اپنے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس مشین کو اور اس کے نقشے کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ اب مسٹر بلیک مجبور ہو کر انہیں یہ سب کچھ بتا رہا تھا۔

اس مشین کو آرمی کے ایک گودام میں چھپا کر رکھا گیا تھا۔ وہاں جدید ترین ہتھیاروں اور گولہ بارود کا ذخیرہ تھا۔ وہ آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ گئے تھے پھر اس کے ذریعے دوسرے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر پہنچ رہے تھے۔ وہاں آٹھ گھنٹے میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی تھیں۔

میں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس آرمی گودام کا پتا بتایا۔

پھر کہا "وہاں پہنچنے کے بعد گودام سے دور ہی رہو۔ جب تک میں نہ کہوں قریب نہ جانا۔"

اس گودام کے تمام دروازے اور وینٹی لیٹر بند کیے جا رہے تھے تاکہ اسپرے کی جانے والی دوا نہ اندر آئے اور نہ ہی ان کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو متاثر کرے۔

مسٹر بلیک نے کہا "تم تینوں گیس ماسک پہنے رہو۔ یہ ایک تجربہ ہوگا شاید دوائیں تم پر اثر نہیں کریں گی۔"

اس گودام میں گیس ماسک نہیں تھے۔ فوراً یہ چیزیں پہنچانے کا حکم دیا گیا۔ جو ٹیلی پیتھی جاننے والے ساحلی علاقوں میں تھے انہیں بحریہ کے ہیڈ کوارٹر میں جانے کا حکم دیا گیا۔ بحریہ کے کمانڈر انچیف سے کہا گیا کہ آبدوز جنگی جہاز کو سمندر کی تہ سے ابھار کر باہر لایا جائے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس جہاز کے ذریعے سمندر کی تہ میں پہنچایا گیا۔ امید تھی کہ سمندر کی تہ میں وہ دوا اثر نہیں کرے گی۔

وہ اس دوا سے بچنے کی ہر ممکن کوششیں کر رہے تھے۔ ثانی اور روزویل ایک فلائنگ کمپنی میں پہنچ گئے تھے۔ ایک ہیلی کاپٹر ان کے لیے تیار تھا۔ روزویل نے سوچا تھا کہ میڈم مارتھا اس کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے والی ہے۔ اسے دیکھے گا پھر اس کے دماغ میں جا کر اسے سفر ملتوی کرنے پر مجبور کردے گا۔"

مسٹر بلیک کے حکم کے مطابق اسے تنہا ایریزونا کی طرف جانا تھا۔ اگر وہ کسی عورت کے ساتھ جاتا تو بلیک اسے گولی مار دیتا لیکن فلائنگ کمپنی میں ثانی کے حسن و شباب کو دیکھ کر اس کے منہ میں پانی آگیا۔ ثانی نے اس کی سوچ پڑھ کر کہا "میں اسے ساتھ لے جاؤں گا۔ آدھے گھنٹے کا سفر ہے۔ مستی کروں گا پھر اسے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ہیلی کاپٹر سے باہر پھینک دوں گا۔"

اس نے ثانی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مجھے یہ کے انچارج نے بتایا ہے کہ تم میڈم مارتھا کہلاتی ہو۔ میرے ساتھ سفر کرنے والی ہو۔ یو آر سو بیوٹی فل۔"

وہ مسکرا کر شرما کر بولی "تھینک یو۔"

وہ دونوں ہیلی کاپٹر میں آکر بیٹھ گئے۔ ثانی نے کہا نے اس ہیلی کاپٹر کو واپسی کے لیے بھی بک کرایا ہے۔ پائلٹ ہوں۔ اسے خود اڑاؤں گی۔ کیا تم بھی اسے تنہا جانے والے تھے؟"

"ہاں! اگر میرے نصیب میں تمہاری جیسی حسین ہم ہے، ویسے میں ہیلی کاپٹر اڑاؤں گا۔"

وہ پائلٹ کی سیٹ پر آگیا۔ ثانی اس کے برابر والی پر بیٹھ گئی پھر وہ ہیلی کاپٹر وہاں سے پرواز کرنے لگا۔ روزو نے بلندی پر پہنچ کر کہا "اتنی دور کیوں ہو؟ قریب آؤ۔ بہت ہے۔"

وہ بولی "بچے کو سردی لگتی ہے تو ماں اسے اپنے چھپا لیتی ہے۔ میرے بچے اب تم جوان ہو چکے ہو۔ شرافت سے بیٹھے رہو۔ ورنہ اتنے جوتے ماروں گی کہ ایریزونا تک گنجے ہو جاؤ گے۔"

اس نے اسے غصے سے دیکھا پھر کہا "تم جتنی حسین اتنی ہی بدمزاج ہو۔ میں ابھی تمہارے مزاج ٹھکانے لگا گا۔"

"یعنی تم میرے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کرو خیال خوانی کے ذریعے اپنی طرف مائل کرو گے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "تم کیسے جانتی ہو کہ میں پیتھی جانتا ہوں۔"

"میں تو تمہیں کینیڈا سے جانتی ہوں۔ تم وہاں بھی مجھ پر ہزار جان سے عاشق ہو گئے تھے۔ میرے ساتھ رات گزارنے آئے تھے مگر میرے غلام بن کر واپس چلے گئے تھے۔"

وہ پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ اسے کینیڈا کی وہ رات یاد آنے لگی۔ جب ثانی نے اسے اعصابی کمزوری کی دوا پلائی تھی اس نے حیرانی سے پوچھا "تم؟ کیا تم ثانی ہو؟"

"اب آخری وقت پہچان کر کیا کرو گے؟ میں کوئی بھی ہوں۔ ابھی مسٹر بلیک تمہارے دماغ میں آئے گا۔ اسے تمہارے خیالات سے پتا چلے گا کہ تم کسی میڈم مارتھا کو ساتھ لا رہے ہو۔ تب وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔"

"وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں تمہیں اپنے ساتھ ایریزونا نہیں لے جاؤں گا۔ مسٹر بلیک سے کہہ دوں گا کہ تم میرے پیچھے پڑ گئی ہو گی اس لیے میں واشنگٹن واپس جا رہا ہوں۔"

وہ ہیلی کاپٹر کو واپس لے جانا چاہتا تھا لیکن ایسا نہ کرسکا۔ ایریزونا کی طرف ہی پرواز کرتا رہا۔ کہنے لگا "یہ سب یہ کیا ہو رہا ہے؟ تم مجھ پر مسلط ہو گئی ہو۔ مجھے مسٹر بلیک کے پاس جانے پر مجبور کر رہی ہو۔"

"ہاں! میں تمہارے بلیک کا چاند سا مکھڑا دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"وہ ہم دونوں کو گولی مار دے گا۔"

"تمہارے پاس بھی ریوالور ہے۔ تم میرے معمول ہو۔ میری حفاظت کے لیے تم بھی اسے گولی مار سکتے ہو۔"

"نہیں۔ میں کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

"جب ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔"

ان کی باتوں کے درمیان میں مسٹر بلیک روزویل کے اندر آگیا تھا۔ خاموشی سے معلوم کر رہا تھا کہ ثانی اس کے خاص ماتحت کو ٹریپ کر چکی ہے۔ اس نے روزویل کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر کہا "ثانی! آخر تم ہمارے شکنجے میں آ ہی گئیں۔ تم نے ہمیں بہت دوڑایا ہے۔ اب ہزاروں فٹ کی بلندی سے نیچے جاؤ گی۔"

ثانی نے کہا "اس کا مطلب ہے تم نے اپنے ماتحت کے دماغ پر اچھی طرح قبضہ جما لیا ہے۔ تمہیں پورا یقین ہے کہ یہ تمہاری مرضی کے مطابق مجھے گولی مار کر ہیلی کاپٹر سے نیچے گرا دے گا۔"

وہ بولا "میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ میں یہی کر رہا ہوں۔" روزویل، مسٹر بلیک کی مرضی کے مطابق بول رہا تھا اور اپنے لباس کے اندر سے ریوالور نکالنا چاہتا تھا۔ لباس کو ادھر ادھر ٹٹول رہا تھا۔

علم روحانیت پر ایک مستند کتاب
ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات
40 روپے + ڈاک خرچ 23 روپے
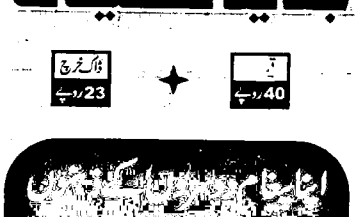
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں
خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
kitablat@hotmail.com
kitablat1970@yahoo.com

ثانی نے کہا "بلیک! ہیلی کاپٹر میں سوار ہوتے وقت اس کے پاس ریوالور تھا' اب نہیں ہے۔ اس کی آنکھوں سے دیکھو' یہ اپنے ہی ریوالور کے نشانے پر ہے۔ کیا تم نے اس کے خیالات سے یہ معلوم نہیں کیا تھا کہ میں اسے معمول بنا چکی تھی اور اسے غائب دماغ بنا کر ہتھیار سے خالی کر سکتی تھی۔"

ایسے وقت روز ویل نے ڈیش بورڈ کے ایک حصے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ثانی نے اس کے ہاتھ پر گولی مارتے ہوئے کہا "بلیک! ہم نے ایسے وقت حاضر دماغی سیکھی ہے۔ تم اس کے ذریعے ہیلی کاپٹر میں خرابی پیدا کر کے اسے نیچے گرانا چاہتے ہو۔"

وہ جھنجلا کر بولا "تم لوگ ذلیل ہو' کمینے ہو' اس دوا کے ذریعے ہم سے خیال خوانی کا علم چھین رہے ہو۔ ہمارے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ ایسے وقت تم مصیبت بن کر سر پر سوار ہو گئی ہو۔ میں اس ہیلی کاپٹر کو ایریزونا کی طرف نہیں آنے دوں گا۔"

"تم کچھ بھی کر لو' میں آ رہی ہوں۔ اتنا تو معلوم ہی ہو چکا ہے کہ تم اپنے خاص ماتحتوں کے ساتھ وہاں کے کسی علاقے میں پہنچنے والے ہو اور وہیں کسی علاقے میں انڈر گراؤنڈ سیل ہے۔"

یہ کہتے ہی ثانی نے روز ویل کے سر پر گولی ماری۔ اس کی طرف کے سلائیڈنگ دروازے کو کھولا۔ اس کا سیفٹی بیلٹ ہٹایا' پھر اسے ایک زوردار لات ماری' وہ سیٹ پر سے ڈھلک کر باہر گیا' پھر بلندی سے گہری پستی کی طرف جانے لگا۔

وہ پائلٹ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے ہیلی کاپٹر کی پرواز کا توازن قائم کرتے ہوئے سلائیڈنگ دروازے کو بند کیا۔ سیفٹی بیلٹ کو باندھا۔ پھر مجھ سے بولی "پاپا! مسٹر بلیک کو معلوم ہو چکا ہے کہ میں ایریزونا پہنچ رہی ہوں۔ وہ اور اس کے ساتھی میرے منتظر ہوں گے۔ مجھ سے نمٹنے کے بعد ہی اس انڈر گراؤنڈ سیل کی طرف جانا چاہیں گے۔"

میں نے کہا "اب ان کے پاس وقت نہیں رہا ہے۔ ایریزونا کے تمام علاقے میں دوا اسپرے کی جا چکی ہے۔ انہیں وہاں پہنچنے دو۔"

اس ملک کے ہر چھوٹے بڑے علاقے میں دوا اسپرے کی جا رہی تھی۔ میامی کے نیول بیس کے سامنے دور سمندر میں آبدوز' جنگی جہاز ابھرنے والا تھا۔ وہاں کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے اندر چھپا کر سمندر کی تہ میں لے جانے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی ایک آرمی افسر نے پریشان ہو کر کہا "اوگاڈ! شاید وہ دوا اثر کر چکی ہے۔ میں خیال خوانی کرنے میں ناکام ہو رہا ہوں۔"

اس نے دوسرے ساتھیوں سے پوچھا "کیا تم خیال خوانی کر سکتے ہو؟ کیا میرے اندر آ سکتے ہو؟"

وہ کوششیں کرنے لگے اور ناکام ہونے لگے۔ کوارٹر کا ایک اعلیٰ افسر خیال خوانی کے ذریعے سمجھوتا کرنے کی باتیں کر رہا تھا۔ باتیں کرتے کرتے سوچ کی لہریں گم ہو گئیں۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر پوچھا "کیا اب سمجھوتا کرنے کے لیے کچھ رہ گیا ہے؟"

وہ جھنجلا کر گالیاں دینا چاہتا تھا۔ میں نے اس پر زلزلہ پیدا کر دیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا گر پڑا۔ میں نے اس سے بدکلامی کرنے سے پہلے اپنی اوقات سمجھ لیتا۔ تم نے مجھ پر زمین تنگ کر دی تھی۔ میں تم سب کو اسی زمین کے اندر سلا دوں گا۔"

میں ثانی کے پاس آیا۔ وہ خیال خوانی سے محروم ہو چکی تھی۔ میں نے کہا "ڈونٹ وری! تم نے ماضی میں کسی کے بغیر بھی بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ اب بھی تمہارے ساتھ ہوں۔"

"تو پاپا! آپ میرے ساتھ نہ رہیں۔ مسٹر بلیک کی خبر لیں۔ میں ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کے بغیر کام کر لوں گی۔"

میں نے مسٹر بلیک کی آواز کو اور لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو گرفت کرتے ہی سانس روکنا چاہتا تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ کیا کرے گا۔ اس سے پہلے ہی میں نے اسے ہلکی سی تکلیف پہنچائی۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ میں نے کہا "تمہیں جس قدر اونچا اڑنا تھا اڑ چکے ہو۔ پہنچے زمین پر اونچی اڑان والے۔ اب نیچے گرتے رہو۔"

اس کا ہیلی کاپٹر ایریزونا کے ایک علاقے میں اترا۔ اس کے ساتھ تین اور افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ تین تھے جو انڈر گراؤنڈ سیل والوں کو راشن اور ضروریات کی چیزیں پہنچایا کرتے تھے۔

انہوں نے مسٹر بلیک کو تکلیف سے کراہتے ہوئے دیکھا تو پوچھا "تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

مسٹر بلیک نے میری مرضی کے مطابق ریوالور نکالا۔ ایک یکے بعد دیگرے دو ساتھیوں پر گولیاں چلائیں۔ تیسرے نے لات مار کر ریوالور گرا دیا پھر حیرانی سے کہا "مسٹر بلیک! ایسا نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کوئی دشمن تمہارے میں گھس آیا ہے۔"

اس نے بلیک کے اندر پہنچ کر میرا سراغ لگانا چاہا۔

ہے میں خیال خوانی نہیں کر پا رہا ہوں۔"

میں نے اس کے دو ساتھیوں کو ریوالور سے زخمی کیا تھا۔ ان میں سے ایک نے تیسرے کو بھی زخمی کرنا چاہا لیکن وہ محتاط ہو گیا تھا۔ اس نے باقی دو زخمی ساتھیوں کو گولی مارتے ہوئے کہا "مسٹر بلیک! میں نہیں چاہتا کہ دشمنوں کو ہمارے ذریعے انڈر گراؤنڈ سیل کا پتا معلوم ہو۔" اس نے یہ کہتے ہی مسٹر بلیک کو گولی ماردی۔

اس انڈر گراؤنڈ سیل کا پتا جاننے والا صرف وہی ایک اعلیٰ افسر رہ گیا تھا۔ وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ فی الحال میں نہیں جانتا تھا کہ اس وقت وہ کیا کر رہا ہے۔ ثانی اور ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں پہنچ رہے تھے لیکن ایریزونا اسٹیٹ بہت وسیع و عریض ہے۔ یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ مسٹر بلیک اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں کے کس علاقے میں پہنچا ہوا تھا۔ اب اس کا ایک ساتھی رہ گیا تھا۔ میں نے ثانی اور دوسرے سراغ رسانوں سے کہا "اسے تلاش کرو۔ کسی نہ کسی علاقے میں ایک ہیلی کاپٹر نظر آئے گا۔ جن میں تین لاشیں ملیں گی۔ چوتھا وہاں سے کہیں جا چکا ہے۔ تم ہیلی کاپٹر میں پرواز کرتے ہوئے سراغ لگا سکتی ہو۔"

ہمارے وہ سراغ رساں ایریزونا اسٹیٹ کے قریب ہی تھے وہ اپنی گاڑیوں میں وہاں پہنچے تھے اب ثانی کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر پرواز کرنے لگے۔ ہم وہاں کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے وہی سلوک کر رہے تھے جو دوسروں سے کر چکے تھے اور تقریباً انڈر گراؤنڈ سیل کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ہماری کامیابی یقینی تھی۔ میں بلیک اور اس کے دو زخمی ساتھیوں کے دماغوں میں رہ کر اس انڈر گراؤنڈ سیل کا پتا ٹھکانا اچھی طرح معلوم کر سکتا تھا اندر پہنچنے کے تمام راستوں سے واقف ہو سکتا تھا۔ لیکن ان کے تیسرے ساتھی نے بڑی حاضر دماغی اور حب الوطنی کا ثبوت دیا تھا۔ مسٹر بلیک جیسے سربراہ کا بھی لحاظ نہیں کیا تھا' اسے بھی گولی ماردی تھی۔ میری معلومات کے تمام ذرائع ختم کر دیے تھے۔

اب وہی ایک اعلیٰ افسر رہ گیا تھا۔ اسے گرفت میں لینا اور اس کے دماغ میں پہنچنا ضروری ہو گیا تھا۔ ثانی اپنے سراغ رسانوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں پرواز کر رہی تھی۔ بڑی دیر تک پرواز کرنے کے بعد ایک جگہ۔ وہ ہیلی کاپٹر نظر آیا۔ اس نے وہاں سے کچھ دور اپنی ہیلی کاپٹر کو اتارا۔ دو سراغ رسانوں نے کہا "پہلے ہم ادھر جا رہے ہیں۔ شاید وہاں وہ تیسرا افسر چھپا ہوا ہو۔"

میں انہیں بتا چکا تھا کہ اس ہیلی کاپٹر میں انہیں تین لاشیں ملیں گی۔ چوتھا وہاں چھپا ہو گا یا وہاں سے فرار ہو چکا ہو گا۔

ہمارے ان دو سراغ رسانوں نے وہاں جا کر دیکھا تو زندہ بچنے والا افسر وہاں سے جا چکا تھا۔ وہ موبائل فون کے ذریعے اپنے ان ساتھیوں سے رابطہ کرنے لگے جو آس پاس کے علاقوں میں رہتے تھے۔ ان سے کہا گیا "ہمیں ایک آرمی افسر کی تلاش ہے۔ ہم اس کا نام نہیں جانتے ہیں۔ وہ کسی بھی آبادی میں پہنچ کر گم ہو جائے گا اور ہم اسے ڈھونڈ نہیں پائیں گے پھر بھی کوشش کرو۔ کسی پر بھی شبہ ہو تو فون کے ذریعے فرہاد صاحب سے رابطہ کرو۔ تم لوگوں کو جس پر بھی شبہ ہو فرہاد صاحب اس کی اندر پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کر لیں گے۔

ویسے یہ ہماری سمجھ میں آ گیا تھا کہ اسے تلاش کرنا تقریباً ناممکن ہو گا۔ وہ اپنے انڈر گراؤنڈ سیل کے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی سلامتی کے لیے بہت محتاط رہے گا۔

میں انڈر گراؤنڈ سیل کے اندر نمبر تھرٹین کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر رہا تھا کہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے اثرات اس تہ خانے تک نہیں پہنچ پائیں ہیں۔ وہ بہ خیریت ہیں اور بدستور خیال خوانی کرتے رہیں گے۔

وہ آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے پہلے ہی بہت اہم تھے۔ اب اور زیادہ ان کی اہمیت ہو گئی تھی۔ امریکا کے لیے وہ بہت بڑا سرمایہ بن گئے تھے۔

ہم نے انتقامی کارروائی کرنے اور انہیں عبرت ناک سبق سکھانے کے سلسلے میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔ ہم نے ان کے ہوش اڑا دیے تھے۔ محاورتاً دن میں تارے دکھا دیے تھے۔ اس کے باوجود کچھ کانٹے چننے کے لیے رہ گئے تھے۔ ان میں سے آٹھ عدد کانٹے انڈر گراؤنڈ سیل میں تھے۔ ایک کانٹا زاؤکوم کوبرا اور باقی تین کانٹے الپا' کرونا اور راسپوٹین تھے۔

یہ کل بارہ عدد دشمن رہ گئے تھے۔ ہم نے سیکڑوں کو ختم کر دیا تھا ان بارہ عدد کو بھی رفتہ رفتہ ختم کر سکتے تھے۔ ویسے یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ اب ہماری دنیا میں صرف قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے رہیں گے۔ کوئی ٹرانسفارمر مشین نہیں ہو گی' کوئی عارضی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہے گا۔

میری داستان ایک نئے آغاز پر آ رہی ہے۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں گہری خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سب کی ٹیلی پیتھی مردہ ہو چکی تھی۔ وہ اپنی اپنی محدود میت کی قبر میں چھپے بیٹھے تھے۔ اب دماغوں میں پہنچ کر کسی کو للکار نہیں سکتے تھے۔ یہ انسانی فطرت ہے کسی کو بہت زیادہ قوت حاصل ہو جائے تو وہ بہت اکڑتا ہے۔ دوسروں کو کیڑے مکوڑے سمجھ کر روندتا ہوا گزر جاتا ہے اور جب اس سے غیر معمولی قوت چھین لی جائے تو پھر وہ خود ہی مٹی کا کیڑا بن جاتا ہے جسے کوئی بھی روند کر چلا جاتا ہے۔

وہ تمام دشمن خاموش تھے' چھپ رہے تھے اور یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ میں ان کے دماغوں میں پہنچ رہا ہوں۔ اتنی بڑی دنیا میں مجھ سے چھپنے کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ دشمن بے شمار تھے۔ میں تنہا تھا بیک وقت سب کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا لیکن سب ہی اس اندیشے میں مبتلا تھے کہ میں ان کے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔

میں خیال خوانی نہیں کر رہا تھا' صرف آرام کر رہا تھا۔ ہم سب نے ان مخالفین سے نمٹنے کے لیے ان تھک محنت کی تھی۔ ان فرعون بن جانے والوں نے دن کا سکون اور راتوں کی نیندیں چھین لی تھیں۔ ہم کبھی اپنی مرضی سے سو نہیں سکتے تھے کہیں آزادی سے تفریح نہیں کر سکتے تھے مگر اب آرام تھا اور سکون تھا۔

سونیا نے کہا "جب تک مقدر میں آرام اور سکون لکھا ہوا ہے ہمیں خوب تفریح کرنی چاہیے۔"

میں نے کہا "ایسا پہلے بھی ہوا ہے کسی ایک دشمن کو شکست دینے کے بعد ہم نے سوچا تھا کہ قصہ ختم ہو چکا ہے لیکن اچانک ہی کہیں سے کوئی افتاد آپڑتی تھی اور ہمارا سکون غارت ہو جاتا تھا۔"

"اس بار ہم نے کسی ایک دشمن کو نہیں تمام دشمنوں کو بیک وقت شکست دی ہے یہ لوگ اتنی جلدی سر نہیں اٹھائیں گے۔"

"یہ مت بھولو کہ ابھی ایسے دشمن ہیں جن کی ٹیلی پیتھی کا علم سلامت ہے۔ ہم نے زاؤکوم کوبرا اور راسپوٹین کو مار پلی کے قلعے سے نکال دیا ہے۔ وہاں ان کے تمام آلۂ کاروں کو ختم کر دیا ہے وہ ہمارے خلاف انتقامی کارروائیاں کر سکتے ہیں۔"

"مجھے پتا ہے۔ انڈر گراؤنڈ سیل میں آٹھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ الپا کی ٹیلی پیتھی بھی سلامت ہے لیکن یہ لوگ ابھی خاموشی کے خول میں چھپے رہیں گے۔ اب بہت محتاط رہ کر اپنے لیے حفاظتی انتظامات کرتے رہیں گے۔"

میں اور سونیا پیرس میں اپنے بچوں کے ساتھ تھے۔ بی بی نے کہا "دشمن کچھ کریں یا نہ کریں لیکن مما کو فکر میں مبتلا رہنے کی عادت ہو گئی ہے۔"

کبریا نے کہا "مما! ہم آپ کی تمام فکریں اپنے سر لیتے ہیں۔ آپ مجھے اور اعلیٰ بی بی کو ان کے دماغوں میں جانے دیں۔"

میں نے کہا "تم ان کے اندر جانا چاہو گے تو کوبرا راسپوٹین سانس روک کر تمہیں بھگا دیں گے۔"

سونیا نے کہا "تمہارے بھائی پارس نے الپا کا معمولہ بنایا تھا۔ وہ تنویمی عمل سے آزاد ہو چکی ہے۔ اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔"

"مما! ہمیں اتنی عقل ہے ہم براہِ راست ان کے اندر نہیں جا سکیں گے لیکن ان کے آس پاس رہنے والوں کے اندر پہنچ سکیں گے۔"

کبریا نے کہا "پاپا! آپ نے انڈر گراؤنڈ سیل میں تھری کو ٹریپ کیا ہے۔ اس کے دماغ میں جاتے رہے ہیں اس کے ذریعے وہاں کے باقی سات ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مصروفیات دیکھتے رہتے ہیں۔ ہم بھی یہی کریں گے۔ وہ انتظار کرتے رہیں گے موقع ملتے ہی ان میں سے کسی کو ٹریپ کر لیں گے۔"

سونیا نے مجھ سے کہا "یہی مناسب ہے۔ ان دونوں کو ان سب کا لب ولہجہ بتائیں گے۔ اب یہ ہماری جگہ محفوظ رہیں گے اور ہم آرام کریں گے۔"

اب سے کچھ عرصہ پہلے اعلیٰ بی بی ہمارے ساتھ کام کر چکی تھی۔ کبریا بھی میدان عمل میں اتر چکا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے تو بڑے کارنامے انجام دیے تھے۔

کبریا نے کہا "مما آپ دیکھیں گی میں اعلیٰ بی بی سے زیادہ کارنامے انجام دوں گا۔ یہ مجھ سے پیچھے رہ جائے گی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "پہلے میدان میں آؤ کوئی کارنامہ دکھاؤ تم تو کچھ کرنے سے پہلے ہی ڈینگیں مار رہے ہو۔"

میں نے کہا "ہم بہن کو پیچھے چھوڑنے کی باتیں کر رہے ہیں جب کہ تمہیں محافظ بن کے بہن کے پیچھے رہنا چاہیے۔"

سونیا نے کہا "میرا بیٹا بہن کا محافظ ضرور بنے گا لیکن ہر بھی مرحلے میں اس سے پیچھے نہیں رہے گا۔ دونوں درمیان شدت سے مقابلے کا جذبہ ہونا چاہیے۔ اس طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہیں گے کامیاب ہوتے رہیں گے۔"

ہم نے انیس زاؤکوم کوبرا' راسپوٹین' الپا اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا اور پھر سب کے ذہنوں کو ان کے ذہنوں میں نقش کر دیا۔

اب ذہنوں کو ان کے ذہنوں میں نقش کر دیا۔

کبریا نے کہا "اب ہم اپنے کانچ میں جائیں گے اور

خوانی کریں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "پاپا میں بھی جا رہی ہوں۔ آپ وعدہ کریں بالکل خیال خوانی نہیں کریں گے۔ خوب آرام کریں

وہ دونوں ساتھ والے دوسرے کانچ میں چلے گئے۔ میں سونیا کو کھینچ کر اپنی آغوش میں بھر لیا۔ اس نے پوچھا "یہ حرکت ہے؟"

میں نے کہا "حرکت میں برکت ہے۔ برکت نہ ہوتی تو ہمارے بچے کہاں سے آتے۔"

"کیا اس عمر میں بچوں کا شوق پیدا ہو رہا ہے؟"

"مہینے سال کی گنتی سے عمر کا حساب نہیں کرنا چاہیے۔ ن اندر سے جوان ہو تو وہ کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے اس پر جھک کر اس کے ں پر خاموشی کی مہر لگا دی۔

○☆○

کچھ عرصہ پہلے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ٹیلی پیتھی جاننے ں نے کوبرا کو ٹریپ کر کے اسے اپنا معمول اور محکوم بنا لیا اس کی قسمت اچھی تھی۔ جب اینٹی ٹیلی پیتھی دوا رے کی گئی تو اسے معمول بنانے والے تمام دشمن ٹیلی ی کے علم سے محروم ہو گئے۔ وہاں صرف وہی ایک ٹیلی ی جاننے والا رہ گیا پھر تو اس نے گن گن کر دشمنوں کو ت کے گھاٹ اتارا۔ انڈر ورلڈ کا بادشاہ بن گیا۔ مسٹری اس سے بچنے کے لیے کوما میں چلا گیا۔ چوہیں گھنٹوں کے ر جرائم کی دنیا میں اس کے نام کی دہشت طاری ہو گئی۔

وہ اپنی بیوی ایتھی کو خوش قدم سمجھتا تھا۔ وہ جب سے ی کی زندگی میں آئی تھی۔ تب سے کئی بار اس نے کامیابیاں مل کی تھیں وہ اس سے محبت کرتا تھا اور اس کے دل پر بھی عمل کرتا تھا۔

ایتھی نے کہا "تمہیں جتنی کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں مجھ سے اتنا ہی دور ہوتے جا رہے ہو۔ مجھے اپنے پاس کب ے گے؟"

"میرا دل چاہتا ہے۔ میں ابھی تمہارے پاس چلا آؤں ن مجھے تمہاری سلامتی عزیز ہے اگرچہ میں کامیابیاں مل کر رہا ہوں۔ تاہم فرہاد میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی کی طرح بجتا رہتا ہے۔"

"میں تمہیں منع کرتی رہتی تھی کہ فرہاد سے دشمنی نہ کرو اگر تم اس سے دوستی رکھتے تو آج اس کی طرف سے یوں خطرہ محسوس نہ کرتے۔"

"ایک میں ہی کیا۔ ساری دنیا اس کی دشمن ہے کوئی نہ کوئی کسی دن اسے چھپ کر گولی مارے گا۔ کبھی نہ کبھی اس کی عبرت ناک موت ہو گی۔ ایسا سب ہی سوچتے ہیں۔ میں بھی سوچتا ہوں۔ آخر ایک دن تو اسے مرنا ہی ہے۔ جب تک وہ زندہ ہے میں اس سے دوستی کر کے اس کے زیر اثر نہیں رہوں گا۔"

"وہ قسمت کا دھنی ہے۔ اپنی طبعی عمر تک بچے گا۔ تم نے دیکھ لیا' دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام دشمنوں نے اس کے لیے زمین تنگ کر دی تھی۔ اسے زمین اور آسمان کے بیچ معلق رکھ کر مار ڈالنا چاہتے تھے لیکن وہ اپنی حکمت عملی سے بچ گیا پھر زمین پر اترتے ہی سب کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم چھین لیا۔"

"تھینکس گاڈ! میں نے قدرتی طور پر یہ علم حاصل کیا ہے۔ فرہاد مجھ سے یہ علم چھیننے میں ناکام رہا ہے۔"

"میری بات مانو۔ اس سے رابطہ کر کے اس سے دوستی کی بات کرو۔"

"میں کیسے دوستی کروں؟ اس نے مجھے مارلی کے قلعے سے نکال دیا وہاں میرے آلہ کار تھے۔ ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا دوسرے تمام دشمن ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گئے ہیں۔ میں نے ان میں سے کتوں کو ختم کر دیا ہے۔ میں اس وقت اس قلعے کا حاکم بن سکتا تھا اور ایسے ہی وقت فرہاد نے مجھے وہاں سے نکالا ہے۔"

"ہو سکتا ہے دوستی کرنے سے وہ تمہیں دوبارہ اس قلعے میں پہنچا دے اس کی دوستی فائدہ پہنچاتی ہے' دشمنی مہنگی پڑتی ہے۔"

وہ سمجھا رہی تھی ایسے وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر کہا "تم سمجھا رہی ہو اور فرہاد میرے اندر آ پہنچا ہے۔ میں ابھی سانس روک کر اسے بھگا سکتا ہوں لیکن تمہارے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ ہاں تو مسٹر فرہاد! تم نے میری وائف کے یہ آخری چند فقرے سن ہوں گے۔ اس کا خیال ہے تم مجھے مارلی کا قلعہ واپس کر دو گے۔"

کبریا نے کہا "کوئی ضروری تو نہیں کہ تمہارے دماغ میں آنے والا فرہاد ہی ہو۔ ابھی اس دنیا میں کچھ ٹیلی پیتھی جاننے

والے رہ گئے ہیں۔"

"اچھا تو تم راسپوٹین ہو؟"

"مجھے افسوس ہے میں اپنا نام اور پتا ٹھکانا نہیں بتا سکوں گا۔ فرہاد کو معلوم ہوگا تو وہ میرا سراغ لگاتا ہوا میرے علاقے میں آئے گا پھر اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرے گا۔ میں دوسروں کی طرح ہیرو سے زیرو بننا نہیں چاہتا۔"

"اچھا تو تم ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار ہو پھر تو کسی دن اسپرے کے ذریعے مچھر مکھی کی طرح مارے جاؤ گے۔"

"ہو سکتا ہے میں وہی اسپرے پمپ اٹھا کر تمہارے سر پر ماروں اور تم مرجاؤ۔"

"کیا یہی سب کہنے کے لیے میرے پاس آئے ہو؟ یہ سمجھ رہے ہو کہ مکھی کے بھنبھنانے سے مجھے غصہ آئے گا۔"

"میں تمہیں غصہ نہیں دلانا چاہتا۔ تم نے میرے مرنے کی بات کی تو میں نے تمہارے مرنے کی بات کی تم دشمنی کرو گے میں بھی دشمنی کروں گا۔ کیوں نہ ہم دوست بن جائیں؟"

"میں کسی اجنبی سے دوستی نہیں کرتا۔"

"دوستی تو کرنی ہوگی۔ ہم دونوں مل کر پورے یورپ میں انڈر ورلڈ کے بادشاہ کہلائیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں یہاں انڈر ورلڈ کا گاڈ فادر ہوں۔ تم اس علاقے میں آکر سانس بھی نہیں لے سکو گے۔"

"میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ مل بانٹ کر کھائیں گے تو دونوں کا بھلا ہوگا ورنہ یہ انڈر ورلڈ کی بادشاہت تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"اگر تم مجھے دھمکی دے چکے ہو تو جاؤ اور خوش فہمی میں مبتلا رہو۔"

اس نے سانس روک لیا۔ کبریا دماغی طور پر اپنے کانیچ میں حاضر ہوگیا۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ کوبرا اپنی بیوی ایجی کو بہت چاہتا ہے اس نے اسے دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے کوئی ایجی کے دماغ میں جگہ نہیں بنا سکتا۔

کبریا نے اعلیٰ بی بی سے کہا "اگر یہ معلوم ہوجائے کہ کوبرا نے خود اپنی بیوی کے دماغ میں پہنچنے کے لیے کون سا مخصوص لہجہ مقرر کیا ہے تو میں آسانی سے ایجی کے دماغ میں رہ کر کوبرا کی مصروفیات معلوم کرتا رہوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ایسا ہوجائے تو تم کوبرا کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرسکو گے۔"

"ہم ایک دوسرے کے تعاون سے کامیابیاں حاصل کرسکتے ہیں تم میری مدد کرو میں بھی تمہاری مدد کیا کروں۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں کوبرا کے اندر جاؤں گا۔ وہ مجھے اپنے دماغ میں پڑھنے نہیں دے گا۔ میرے ساتھ تم بھی اس کے دماغ میں جاؤ تو وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ اسے باتوں میں الجھاؤں گا۔ تم اس کے چور خیالات مخصوص لہجہ معلوم کرسکو گی۔"

اعلیٰ بی بی نے یہی کیا۔ کبریا اسے باتوں میں الجھا اس کے چور خیالات پڑھ کر مخصوص لہجے کو ذہن رہی پھر دونوں دماغی طور پر کانیچ میں حاضر ہوگئے مخصوص لہجے کو کبریا کے اندر دہرایا۔ وہ اسے کرکے ایجی کے دماغ میں پہنچ گیا۔

ایجی کوبرا سے کہہ رہی تھی "پتا نہیں تمہارے میں آنے والا وہ کون تھا۔ ٹرانسفارمر مشین سے سیکھنے والے کچھ خوش نصیب ایسے ہوں گے جو اینٹی دوا سے محفوظ رہنے کے بعد چھپتے پھر رہے ہوں گے۔"

"یہ کم بخت چھپنے کے بجائے میرے انڈر علاقوں میں اپنا حصہ مانگ رہا تھا۔ اس نے دھمکی انڈر ورلڈ کی بادشاہت میرے ہاتھ سے نکل جائے

"تم کہہ رہے تھے کہ یہاں تمہارے مقابلے پیتھی جاننے والا نہیں ہے دیکھ لو یہ ایک آچکا ہے اور کتنے آئیں گے۔"

"اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے اتفاقاً دو چار بچ گئے یہ بچنے والے میرے ہاتھوں مارے جائیں گے۔"

"پلیز دعویٰ نہ کرو کسی کو چیلنج نہ کرو۔ مجھے ساتھ رہنا چاہیے۔ میں تمہیں ایک سے زیادہ معاملات الجھنے نہیں دوں گی۔ مجھے بتاؤ کہاں ہو؟ میں آتی ہوں۔"

"میں تو چاہتا ہوں تم ابھی میرے پاس چلی تمہارے پاس پہنچ جاؤں تمہارے لیے دل مچل رہا ایک آدھ روز ٹھہر جاؤ۔ انڈر ورلڈ کے چند جرائم مند بہت سرپھرے اور ضدی ہیں۔ میں انہیں پورا میں کرلوں پھر تمہیں بلالوں گا۔"

"تم میری موجودگی میں بھی ان سے نمٹ سکتے ابھی آؤں گی بتاؤ کہاں ہو؟"

وہ اسے سمجھانے لگا۔ کبریا نے ایجی کو سمجھ اسے ضد کرنے پر مائل کرتا رہا۔ آخر کوبرا نے اسے اپنی موجودہ رہائش گاہ کا پتا بتادیا۔ کبریا مسکرا

○☆○

اگرچہ میں نے اعلیٰ بی بی اور کبریا کو تمام اہم ذمے وہاں سونپ دی تھیں۔ تاہم دل کو اطمینان نہیں تھا۔ وہ پندرہ برس کے تھے بچے ہی تھے ان سے غلطیاں ہوسکتی ہیں۔

سونیا نے کہا "تمہیں کم سے کم خیال خوانی کرکے ایک دشمن کا ردعمل معلوم کرنا چاہیے ان کے پیچھے دن لگ جائے نہ رہو۔"

ہمارے مخالفین میں جو سب سے مضبوط تھے۔ وہ آٹھ رکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے انڈر گراؤنڈ سیل میں پوری صحیح محفوظ تھے۔ ان میں سے نمبر تھری میرا معمول تھا۔ نمبر ری کو کچھ روز پہلے ٹریپ کیا گیا تھا لیکن اس سے خاطر خواہ ندہ حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ میں اس کے ذریعے باقی سات ا پیتھی جاننے والوں کو دور ہی دور سے دیکھتا تھا۔ ان کے ر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ایسا کرنا چاہتا تو وہ سانس روک لیتے اط ہوجاتے ایک دوسرے پر شبہ کرتے کہ میں ان میں سے ی کے اندر پہنچا ہوا ہوں اور کسی وقت بھی ان سب کو مان پہنچا سکتا ہوں۔

وہ اپنے رمیان معلوم کرلیتے کہ کون میرے زیر اثر ہے نمبر تھری کے چور خیالات پڑھ کر اسے ختم کردیتے۔ میں ں چاہتا تھا کہ ان کے قریب رہنے کا ایک ذریعہ ختم جائے اس لیے بڑی خاموشی اور صبر سے کسی اچھے موقع کی ل میں تھا۔ پہلے مسٹر بلیک ان کا باس اور ان کا آقا تھا وہ ن کے دماغوں میں آتا تھا لیکن ان میں سے کوئی اس کے ر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ثانی نے اس کا کام تمام کردیا تھا۔ اس ح وہ آٹھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے تنویمی عمل ے آزاد ہوگئے تھے۔

میں نے نمبر تھری کے اندر پہنچ کر دیکھا ان سب کو یہ فکر ی کہ مسٹر بلیک کی جگہ اب کوئی ان کے دماغوں پر حاوی رنے کے لیے آئے گا؟

نمبر سات نے کہا "باہر کی دنیا میں سب ہی کی ٹیلی پیتھی تم ہوچکی ہے۔ ہمارے ملک میں شاید اب کوئی ایسا نہیں رہا ہمارا اعمال اور انچارج بن سکے۔"

نمبر پانچ نے کہا "فرض کرو کوئی ہے تو کیا ہمیں اس کا لام بن کر رہنا چاہیے؟"

نمبر چھ نے کہا "اگر ہم کسی کے معمول بنیں گے تو وہ بھی میں اس تہ خانے میں قید رکھے گا۔ ہم نے پچھلے کئی ماہ سے آسمان نہیں دیکھا ہے، سورج کی روشنی نہیں دیکھی ہے۔ ہم وطن کی خاطر کب تک زمین کے اندر دھنسے رہیں گے؟"

نمبر چار نے کہا "ہم یہاں سے باہر نکل کر کھلی فضا میں رہ کر بھی اپنے ملک کی خدمت کرتے رہیں گے۔"

"لیکن ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے؟ یہاں ہمارے لیے راشن اور ضرورت کی چیزیں پہنچانے والے تین افراد تھے ان میں سے ایک رہ گیا ہے وہ اس تہ خانے کا دروازہ کھول کر آئے گا تو اس سے کچھ معاملات طے ہوسکیں گے۔"

نمبر سات نے کہا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ اس سے معاملات طے ہوجائیں وہ اعلیٰ حکام کے فیصلوں کے مطابق ہمیں یہاں قیدی بنا کر ہم سے ملک کی خدمت کراتا رہے گا۔"

نمبر تھری نے میری مرضی کے مطابق کہا "اگر مسٹر بلیک کی جگہ کوئی دوسرا اگر ہم پر تنویمی عمل کرنا چاہے تو ہمیں اس کا معمول بننے کے لیے راضی ہوجانا چاہیے۔"

سب نے چونک کر نمبر تھری کو دیکھا۔ ایک نے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

وہ بولا "پہلے میری پوری بات سنو۔ اگر ہم راضی نہیں ہوں گے تو وہ ہمیں یہیں قیدی بنا کر رکھے گا یا ہر نکلنے نہیں دے گا۔ ہمیں بھوکا پیاسا مار سکتا ہے۔"

"ہاں ہمارے اعلیٰ افسران میں اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا ہے تو وہ ہم پر حکومت کرنے کے لیے ہمیں اپنا معمول ضرور بنائے گا۔"

نمبر تھری نے کہا "ایسے وقت ہم خود کو اس کا معمول بننے سے بچا سکتے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"وہ ایک وقت میں ہم میں سے کسی ایک پر تنویمی عمل کرے گا جس پر عمل کیا جائے گا۔ ہم سب اس کے اندر موجود رہیں گے اور اس کے تنویمی عمل کو ناکام بناتے رہیں گے۔"

سب نے خوش ہو کر کہا "یہ ہوئی کام کی بات ہم اسی حکمت عملی سے بظاہر اس کے معمول اور محکوم بن کر رہیں گے۔ وہ ہماری طرف سے مطمئن رہے گا اور ہم مناسب موقع کے انتظار میں رہیں گے۔ موقع ملتے ہی یہاں سے نکل کر باہر کی دنیا میں پہنچ جائیں گے۔"

وہ سب خوش ہو رہے تھے اور اس تدبیر کے ہر پہلو پر اچھی طرح غور کر رہے تھے۔ انہیں ای میل کے ذریعے اطلاع دی گئی تھی کہ ان کا اعلیٰ افسر بلیک مارا گیا ہے اور وہ تین افراد جو انہیں راشن اور ضرورت کی دوسری چیزیں

پہنچایا کرتے تھے۔ ان میں سے بھی دو..... مارے گئے صرف ایک رہ گیا ہے وہ چھپتا پھر رہا ہے۔

لہٰذا ان آٹھوں کو محتاط رہنا چاہیے۔ فرہاد بڑی تیزی سے انتقامی کارروائیاں کر رہا ہے۔ انہیں قطعی الحال خیال خوانی نہیں کرنا چاہیے۔ حالات کچھ سازگار ہوں گے تو وہ چھپنے والا شخص خفیہ انڈر گراؤنڈ سیل میں آکر انہیں ضرورت کی چیزیں پہنچائے گا۔

اس چھپنے والے کا نام ہیری جانسن تھا۔ ٹائی، مسٹر بلیک اور اس کے دو ساتھیوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہیری جانسن سے نمٹنا چاہتی تھی لیکن وہ فرار ہو گیا تھا۔ ایری زونا کے وسیع و عریض علاقے میں چھپتا پھر رہا تھا۔

اس نے ایک چھوٹے سے ٹاؤن سانٹا پہنچ کر آرمی کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا تھا۔ انہیں بتایا تھا کہ مسٹر بلیک اور اس کے دو ساتھی کس طرح مارے گئے ہیں۔ اگر اسے سکیورٹی فراہم نہ کی گئی تو بابا صاحب کے ادارے کے لوگ اسے گھیر کر مار ڈالیں گے پھر ان آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو راشن پہنچانے والا کوئی نہیں رہے گا۔

اعلیٰ افسران نے کہا "ہمیں خفیہ انڈر گراؤنڈ سیل کا پتا بتاؤ۔ اگر تمہیں کچھ ہو جائے گا۔ تو ہم اپنے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے کام آسکیں گے۔ ایسے برے وقت میں جبکہ ساری دنیا سے ٹیلی پیتھی ختم ہو رہی ہے۔ وہ آٹھ ہمارے لیے بہت بڑا قومی سرمایہ ہیں۔"

ہیری نے کہا "فرہاد ان آٹھوں تک پہنچنے کے لیے آپ لوگوں کے دماغوں میں جھانکتا پھر رہا ہوگا۔ میں آپ کو خفیہ انڈر گراؤنڈ سیل کا پتا بتاؤں گا۔ وہ آپ کے چور خیالات سے معلوم کر لے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم تینوں افسران یوگا کے ماہر ہیں۔ فرہاد کو بھی اپنے اندر نہیں آنے دیں گے تم کسی خوف اور فکر کے بغیر فوراً وہاں کا پتا بتاؤ۔"

ہیری نے پتا بتا دیا یہ بھی تفصیل سے بتایا کہ چور دروازے تک پہنچ کر اسے کن نمبروں کی ترتیب سے کھولا جا سکے گا۔

"میں چاہتا ہوں کہ ایری زونا کے علاقے میں فرہاد کے ماتحتوں کو تلاش کیا جائے کسی پر بھی شبہ ہو تو اسے گرفتار کر کے اس کی اصلیت معلوم کی جائے۔ وہ فرہاد سے تعلق رکھتا ہو تو اسے گولی مار دی جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ اس علاقے میں مجھے تلاش کریں۔"

"ٹھیک ہے، ہمارے سراغ رساں وہاں کے چپے چپے پر پھیل جائیں گے۔ انہیں تلاش کریں گے اور گھاٹ اتارتے رہیں گے۔"

"اوکے۔ میں ایک گھنٹے بعد رابطہ کروں گا۔"

ہیری ان کے دماغوں سے چلا گیا۔

ایک افسر نے کہا "ہمیں سب سے پہلے ان اپنے اعتماد میں لینا چاہیے۔"

دوسرے نے کہا "بہتر ہے ہم اس کام میں ای میل کے ذریعے ان سے رابطہ کریں۔"

وہ اس فیصلے کے مطابق ان آٹھوں سے را لگے۔ دوسری طرف ہیری بھی ای میل کے ذریعے رابطہ کرنا چاہتا تھا چونکہ بابا صاحب کے ادارے چھپتا پھر رہا تھا۔ اس لیے کسی محفوظ جگہ کمپیوٹر پا رہا تھا۔ اس کے سامنے یہی ایک راستہ رہ گیا تھا سے جلد اس انڈر گراؤنڈ سیل میں جائے پھر انہ کر کے ان سے دوستی کرے بڑی حکمت عملی سے باہر لائے انہیں زخمی کرے یا کھانے پینے کی اعصابی کمزوری کی دوا ملائے پھر تنویمی عمل کے دماغوں پر حاوی ہو جائے۔

یہ ایک دوسرے کو ٹرپ کرنے اور غلام پرانے ہتھکنڈے ہیں۔ ابھی میں یہ بیان کر رہا ہوں پیتھی سے محروم ہو جانے کے بعد تمام مخالفین اپ میں کیا کرتے پھر رہے ہیں۔

میرے لیے یہ جاننا ضروری تھا کہ وہ آئندہ آجائیں گے یا مجھ سے انتقام لینے کے لیے نئی شیلا سے کام لیں گے۔ یہ ایک فطری امر ہے، دشمن بار طور پر جھک جاتے ہیں لیکن ان کے اندر بغض اور جاتا ہے میں اپنے تمام دشمنوں کی رگ رگ سے وا اس لیے بے مثال فتح حاصل کرنے کے بعد بھی ان رہنا چاہتا تھا۔

ایک بات یہ سمجھ میں آرہی تھی کہ ابھی وہ طرح ٹوٹے ہوئے ہیں۔ میرے خلاف کسی طرح کارروائی نہیں کر سکیں گے۔ البتہ یہ ضرور ہوگا کہ میں ضرور لڑیں گے گنتی کے چند ٹیلی پیتھی جاننے گئے تھے۔ وہ نہیں چاہیں گے کہ ان میں سے کوئی جاننے والا انہیں نقصان پہنچائے اور ان کے دماغ ہو جائے۔

کوبرا یہی کر رہا تھا۔ جتنے ٹیلی پیتھی جاننے وا اس علم سے محروم ہو گئے تھے ان سب کو اس نے

تاکہ وہ کبھی دوبارہ یہ علم حاصل نہ کر سکیں۔

راسپوٹین سوم روس میں تھا۔ اس نے کرونا کو اپنی معمولہ اور داشتہ بنا رکھا تھا وہ کوبرا سے زیادہ سمجھ دار تھا۔ اس کی سوچ مختلف تھی۔ وہ چاہتا تھا، جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ انہیں دوست بنایا جائے۔ اس سے پہلے کہ میں انتقام لینے کے لیے دوسری بار کارروائی کروں وہ باقی رہ جانے والوں کے ساتھ ایک مضبوط اتحاد قائم کر لے۔ ایسے منصوبے بنائے کہ آئندہ میرے حملے ان پر ناکام ہوتے رہیں۔

موجودہ حالات میں ٹیلی پیتھی کے حوالے سے امریکا زیادہ طاقت ور تھا۔ اس کے پاس آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ راسپوٹین نے امریکی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں آکر کہا "میں راسپوٹین سوم ہوں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے ذریعے یوگا جاننے والے آرمی افسران سے گفتگو کروں۔"

اس اعلیٰ افسر نے آرمی کے تین یوگا جاننے والے اہم افسران کو فون کے ذریعے راسپوٹین کا پیغام پہنچایا۔ انہوں نے کہا "ابھی ہم مصروف ہیں۔ راسپوٹین سے کہو آدھے گھنٹے بعد رابطہ کرے۔"

اس وقت وہ تینوں افسران ای میل کے ذریعے انڈر گراؤنڈ سیل کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے نمبر سات سب سے عمر رسیدہ تھا۔ آرمی میں اس کا بہت اچھا ریکارڈ رہا تھا۔ اعلیٰ افسران اس کی ذہانت اور حاضر دماغی کو تسلیم کرتے تھے۔ وہ تینوں افسران اسی نمبر سات سے باتیں کر رہے تھے۔ اس سے کہہ رہے تھے۔ "ہم مسٹر بلیک کی جگہ تمہیں لانا چاہتے ہیں۔ موجودہ حالات تمہارے سامنے ہیں۔ تم بتاؤ کہ تم باقی سات ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو فرہاد کی انتقامی کارروائی سے کس طرح محفوظ رکھا جا سکے۔"

نمبر سات نے کہا "میں اپنے تجربات اور آپ کے مشوروں کے مطابق کام کروں گا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اسی تہ خانے میں رہ کر کام کرتے رہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "دانش مندی یہی ہے کہ تم سب اسی جگہ روپوش رہا کرو۔ اس روپوشی نے ہی تم سب کی ٹیلی پیتھی کو اب تک سلامت رکھا ہے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں لیکن مسٹر بلیک کی طرح ہم میں سے کسی ایک کو اس تہ خانے سے باہر رہنا چاہیے۔ اگر آپ مجھے میرے سات ساتھیوں کا انچارج بنانا چاہتے ہیں تو پھر مجھے یہاں سے باہر آنے دیں۔"

"ہم تمہارے سلسلے میں بڑی رازداری سے انتظامات کریں گے۔ تم آج رات تک اپنے سات ساتھیوں پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا معمول بنا لو تاکہ کل صبح تمہیں اس تہ خانے سے نکالا جائے گا۔"

ای میل کے ذریعے رابطہ ختم ہو گیا۔ نمبر سات کے دوسرے ساتھی اس بات پر اعتراض کرنے لگے کہ وہ انہیں اپنا غلام بنا کر تنہا اس تہ خانے سے باہر جانا چاہتا ہے۔ وہ اس کے تنویمی عمل کو قبول نہیں کریں گے۔

نمبر سات نے کہا "میں نے ان تین اعلیٰ افسران سے کہا ہے کہ تم سب پر میں تنویمی عمل کروں گا۔ جبکہ نہیں کروں گا اگر میں ان سے یہ کہتا کہ تم میں سے کوئی تنویمی عمل کے لیے راضی نہیں ہے تو پھر وہ مجھے بھی یہاں سے باہر نکالنے پر کبھی راضی نہ ہوتے۔ ہماری حکمتِ عملی یہ ہوگی کہ تم سب بظاہر میرے معمول بن کر رہو۔ میں یہاں سے نکلنے کے بعد تم سب کو چند گھنٹوں کے اندر باہر کی کھلی فضا میں لے آؤں گا۔"

وہ سب خوش ہو کر اس کی تعریفیں کرنے لگے۔ ایسے وقت ہیری وہاں پہنچ گیا۔ وہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ وہاں ضرورت کا سامان لایا کرتا تھا۔ جب وہ چور دروازے کے پاس آکر مخصوص نمبروں کی ترتیب سے لاک کھولنے لگتا تھا تو تہ خانے میں الارم سنائی دیتا تھا۔ وہ آٹھوں الارم کی آواز سنتے ہی الرٹ ہو گئے۔

ایک نے پوچھا "کیا وہ تینوں اعلیٰ افسران آئے ہیں؟"

نمبر سات نے کہا "اتنی جلدی کیسے آسکتے ہیں؟ ابھی تو ان سے باتیں ہوئی ہیں وہ کل صبح سے پہلے نہیں آئیں گے۔"

"پھر تو یہ وہی سامان پہنچانے والا شخص ہے۔ جیسا کہ ہمیں اطلاع ملی ہے اس کے دو ساتھی مارے گئے ہیں۔ یہ بچ گیا ہے لیکن ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو گیا ہے۔"

وہ سب تہ خانے کے اس حصے سے نکل کر دوسرے حصے میں آئے۔ وہاں ایک بڑا سا آہنی دروازہ تھا اس دروازے کے پیچھے اسٹور روم تھا۔ اس اسٹور روم میں ان کے لیے راشن اور ضرورت کی دوسری تمام چیزیں لا کر رکھی جاتی تھیں۔ جب وہ تینوں تمام سامان رکھ کر باہر چلے جاتے تھے اور وہاں سے ایک بٹن دباتے تھے۔ تب اسٹور روم کا اندر والا دروازہ کھل جاتا تھا اور وہ قیدی ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں پہنچ کر اپنی ضرورت کی چیزیں حاصل کرتے تھے۔ اس بار ہیری نے اس آہنی دروازے کے پاس آکر دستک دی پھر پوچھا۔

"کیا میری آواز سن رہے ہو؟"

نمبر سات نے کہا "ہم سن رہے ہیں۔"

"میرا نام ہیری جانسن ہے تمہیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ میرے دو ساتھی مارے گئے ہیں۔ میں تنہا رہ گیا ہوں۔ صرف میں ہی اس جگہ سے واقف ہوں اور یہاں کے چور دروازے سے اندر آسکتا ہوں۔"

"ہم جانتے ہیں۔ تم تینوں گونگے بن کر یہاں آتے رہے کبھی ہمیں مخاطب نہیں کیا۔ آج ہم سے بول رہے ہو بات کیا ہے؟"

ہیری نے کہا "اب حالات بدل گئے ہیں اس لیے تم سے بول رہا ہوں اور ایک اہم سوال کر رہا ہوں کیا اس تہ خانے کے باہر آنا چاہتے ہو؟"

"بے شک ہم باہر آنا چاہتے ہیں۔ ہم ساری عمر یہاں قیدی بن کر نہیں رہنا چاہتے۔"

ہیری نے کہا "میں اسی لیے آیا ہوں اب یہاں قیدی بن کر رہنا مناسب نہیں۔ بابا صاحب کے ادارے والوں کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ انڈر ورلڈ گراؤنڈ سیل ایری زونا کے علاقے میں ہے وہ کسی نہ کسی طرح تم سب کو ڈھونڈ نکالیں گے۔"

نمبر سات نے کہا "اس میں شبہ نہیں کہ ہمارے سروں پر خطرات منڈلا رہے ہیں۔ ہم اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے بچ گئے ہیں۔ اب ہم نے چھپنے کی کوئی دوسری جگہ تلاش نہیں کی تو فرہاد کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔"

ہیری نے کہا "میں تم سب کو نکال سکتا ہوں لیکن پہلے کچھ اہم معاملات طے کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے پہلے تم میں سے کسی ایک سے گفتگو کروں گا۔"

ان آنکھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے بولنے لگے۔

"یہ ہم سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے ٹھوس پلاننگ کے ساتھ آیا ہے۔"

دوسرے نے کہا "اس کے اندر کی بات معلوم کرنا چاہیے کہ یہ کیا چاہتا ہے؟"

تیسرے نے کہا "یہ یوگا کا ماہر ہے۔ ہمیں اپنے اندر نہیں آنے دے گا ہم اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکیں گے۔"

نمبر سات نے پوچھا "مسٹر ہیری۔۔۔! تم پہلی بار ہم میں سے کسی ایک سے روبرو ملنا چاہتے ہو۔ کچھ اہم معاملات طے کرنا چاہتے ہو۔ کیا یہ بات ہمارے اعلیٰ افسران کو معلوم ہے؟"

"اگر انہیں معلوم ہو گیا تو وہ مجھے گولی مار دیں گے۔ موت کے بعد ہی تمہاری لاشوں کو یہاں سے نکالا جائے گا۔ صرف ایک میں ہی ہوں جو تمہیں یہاں سے ابھی نکال سکتا ہوں۔"

"ہم تمہاری بات اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ تم ہمارے لیے فرشتہ بن کر آئے ہو۔ میں نمبر سات ہوں تم سے گفتگو کرنے کے لیے تنہا آؤں گا۔"

ہیری نے کہا "میں یہاں سے دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں۔ وہاں پہنچ کر اس دروازے کو کھولنے والا بٹن دباؤں گا اور ٹی وی اسکرین پر دیکھتا رہوں گا۔ اگر اس اسٹور روم میں ایک کے علاوہ کوئی دوسرا چھپ کر آئے گا تو پھر میں کسی سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ اس تہ خانے کو بند کر کے چلا جاؤں گا۔"

نمبر سات نے کہا "ٹھیک ہے۔ تم اسکرین پر دیکھ کر اطمینان حاصل کرو۔ اسٹور روم میں صرف میں آؤں گا۔"

ہیری اسٹور روم سے نکل کر دوسرے کمرے میں آگیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد اس نے ٹی وی اسکرین کو آن کیا۔ اسٹور روم دکھائی دینے لگا۔ اس نے ایک بٹن کو دبا کر کہا "دروازے کا لاک کھل چکا ہے۔ تم اپنی طرف کا لاک کھول کر چلے آؤ۔"

نمبر سات اس دروازے کو کھول کر اندر آگیا۔ ہیری نے اس آٹومیٹک سسٹم والے دروازے کو اپنی طرف سے بٹن دبا کر لاک کر دیا۔ آئندہ وہ دروازہ اسی بٹن کو دبانے سے کھل سکتا تھا۔

ہیری نے کہا "مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ میں آرہا ہوں۔"

وہ ٹی وی اسکرین کو آف کر کے اس دروازے کو اندر سے کھول کر دوسری طرف اسٹور روم میں آگیا۔

نمبر سات نے اسے دیکھ کر کہا "مسٹر ہیری! میں ایک طویل عرصے کے بعد باہر کی دنیا کے کسی شخص کو دیکھ رہا ہوں۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ ہیری نے بھی ہاتھ بڑھا کر اس سے مصافحہ کیا۔ دونوں نے گرم جوشی سے ایک دوسرے کے ہاتھ کو گرفت میں لے کر کہا۔

"تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

"میں بھی خوش ہوں۔ آج تمہارے ساتھ باہر جا کر سورج کی روشنی اور کھلا آسمان دیکھوں گا۔"

اسی وقت نمبر سات نے اچانک کمزوری محسوس کی وہ کرسی پر بیٹھ کر بولا "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

ہیری نے ہنستے ہوئے کہا "وہی ہو رہا ہے۔ جو ایسے وقت ہونا چاہیے میری انگلی میں یہ انگوٹھی دیکھ رہے ہو؟ اس انگوٹھی کے اندر اعصابی کمزوری کی دوا ہے اس کے ساتھ ایک ننھی سی سوئی منسلک ہے۔ میں نے اس سوئی کے ذریعے تمہارے اندر دوا انجیکٹ کی ہے۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "میں جانتا ہوں باقی سارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی تمہارے اندر موجود ہیں۔ میری باتیں سن رہے ہیں۔ وہ تمہیں میرے تنویمی عمل سے نہیں بچا سکیں گے۔ تم ابھی بے ہوش ہو جاؤ گے۔ میں تمہیں اٹھا کر باہر لے جاؤں گا اور اپنی گاڑی کے پچھلے حصے میں ڈال دوں گا۔ تمہیں ایک خفیہ قید خانے میں پہنچا دوں گا۔ جب تک تمہارے ساتھی تمہارے دماغ میں آتے جاتے رہیں گے۔ میں تمہیں قیدی بنا کر رکھوں گا اگر وہ تمہاری بھلائی چاہیں گے تو تمہارے دماغ میں کبھی نہیں آئیں گے۔"

نمبر آٹھ نے نمبر سات کی زبان سے کہا "تم ہم سب کو دوست بنا سکتے ہو۔ ہمارے صرف ایک ساتھی کو غلام بنا کر کیا حاصل کرو گے؟"

وہ بولا "یہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی میرا غلام بن کر میرے لیے بہت کچھ کرتا رہے گا۔ تم سب یہاں ساری عمر قیدی بن کر رہو گے اگر یہاں سے رہائی چاہتے ہو تو پھر تم میں سے کوئی ایک اس اسٹور روم میں آجائے۔ میں یہاں ایک چاکلیٹ رکھ کر جاؤں گا۔ اس چاکلیٹ کو کھانے کے بعد وہ بھی اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو جائے گا۔ میں اسے بھی یہاں سے باہر لے جاؤں گا۔ تم میں سے جو بھی اس قید سے رہائی حاصل کرنا چاہتا ہے کھلے آسمان کے نیچے آنا چاہتا ہے وہ یہاں آکر اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو جائے۔ آزادی کی کچھ تو قیمت چکانی ہی ہوگی۔"

ایسا کہتے ہوئے ہیری جانسن کا سر چکرانے لگا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اچانک اس نے اپنے اندر آواز سنی۔

وہ کہہ رہا تھا "کیا ہوا ہیری؟ بہت اونچے اڑ رہے تھے۔ تمہاری انگوٹھی میں زود اثر دوا تھی اس لیے یہ فوراً کمزوری میں مبتلا ہو گیا۔"

ہیری نے اپنے اندر دوسری آواز سنی وہ کہہ رہا تھا۔

"ہمارے ساتھی نے بھی انگلیوں کے درمیان ایک سوئی چھپا رکھی تھی۔ اس سوئی کی دوا آہستہ آہستہ اثر کرتی ہے اور تم دیکھ رہے ہو کہ کس طرح آہستہ آہستہ کمزور ہوتے جا رہے ہو۔"

تیسری آواز نے کہا "چلو اٹھو اور اسٹور روم کا دروازہ کھولو۔"

ہیری کا دماغ اس وقت خیال خوانی کرنے والوں کی گرفت میں تھا وہ بے اختیار وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا پھر اس نے مخصوص بٹن کو دبایا اسٹور روم کا وہ مقفل دروازہ خود بخود کھل گیا۔ وہ ساتوں اپنی طرف سے ایک دروازہ کھول کر اندر آئے اپنے ساتھی نمبر سات کو فوراً ہی طبی امداد پہنچانے لگے۔ ایک نے ہیری کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کہا۔

"کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔ تم ہمیں اپنا غلام بنانا چاہتے تھے۔ اب اس تہ خانے میں قیدی بن کر پڑے رہو۔ وہ تین اعلیٰ افسر آکر تم سے نمٹ لیں گے۔"

اس نے ایک لات مار کر اسے تہ خانے میں پہنچا کر اسٹور روم کے دروازے کو لاک کر دیا۔ اب وہ وہاں سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ وہ ساتوں اپنے ساتھی کو اٹھا کر ایک طویل عرصے کے بعد اس انڈر گراؤنڈ سیل سے باہر نکل آئے۔

○☆○

راسپوٹین نے آدھے گھنٹے کے بعد ان افسران سے رابطہ کیا اور کہا۔

"میں جانتا تھا آپ لوگ بہت مصروف ہوں گے۔ آپ کے بے شمار فوجی جوان ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو گئے ہیں پھر بھی آپ نے بڑی دانش مندی سے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بچا لیا ہے۔ ہم اس سلسلے میں فرہاد کی جتنی مذمت کریں کم ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر راسپوٹین! تم خوش نصیب ہو۔ تم نے قدرتی طریقوں سے یہ علم حاصل کیا ہے فرہاد تم سے کبھی یہ علم چھین نہیں سکے گا۔"

راسپوٹین ایک چوتھے افسر کے دماغ میں تھا۔ ان تین افسران نے اپنے اس افسر کو راسپوٹین سے رابطے کا ذریعہ بنایا تھا۔ وہ اس افسر کے ذریعے بولا۔

"میں بہت ہی نیک اور تعمیری جذبات لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ سے اس سلسلے میں تبادلہ خیال کرنا چاہتا ہوں کیا فرہاد کی انتقامی کارروائی ختم ہو چکی ہے؟ یا اس کے انتقام کا دوسرا مرحلہ شروع ہونے والا ہے؟"

ایک افسر نے کہا "ہم نے فرہاد، سونیا اور جناب

عبداللہ واسطی وغیرہ پر زمین تنگ کردی تھی۔ ان سب کی موت لازمی کردی تھی مگر وہ اپنی حکمت عملی سے بچ گئے۔ اب اس کا شدید ردِعمل تو ہونا تھا۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے یہ علم چھین لے گا۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ اس سے بھی بڑی کارروائی نہ کرے۔"

تیسرے افسر نے کہا "وہ ہمیں نیست و نابود کرنے تک انتقامی کارروائیاں جاری رکھے گا۔"

راسپوٹین نے کہا "بابا صاحب کے ادارے والوں نے توقع کے خلاف اچانک ہی اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرائی تھی اور بڑے منظم طریقے سے دنیا کے تمام ممالک میں یہ دوا پھیلائی تھی اگر آپ لوگوں کو ذرا بھی اس کی سن گن ملتی تو آپ حفاظتی تدابیر سے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بچالیتے۔"

"اب ان کی طرف سے دوسرے حملے کی توقع ہے یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ حملہ کس نوعیت کا ہوگا۔"

راسپوٹین نے کہا "فی الحال اس کی یہی کوشش جاری رہے گی کہ باقی ماندہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی یہ علم ہمیشہ کے لیے چھین لے۔ وہ مجھے اور کوبرا کو اس علم سے محروم نہیں کرسکیں گے لیکن فرہاد ہمیں ختم کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔"

ایک افسر نے کہا "فی الحال ہمیں خاموش رہ کر ہر پہلو سے غور کرنا چاہیے۔ پتا نہیں بابا صاحب کے ادارے میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے صحیح سلامت رہ گئے ہیں۔"

"وہ تو قسمیں کھا کر کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی اس علم سے محروم کردیا ہے۔ وہاں صرف فرہاد' آمنہ اور چند طلبہ و طالبات ایسے ہیں جنہوں نے قدرتی طریقوں سے یہ علم حاصل کیا ہے۔"

"ہمیں ان کی قسموں اور ان کے بیانات پر بھروسا نہیں ہے۔ وہ اپنے لوگوں سے ٹیلی پیتھی کا علم چھین لینے کی حماقت نہیں کریں گے۔"

راسپوٹین نے کہا "ہمیں متحد ہو کر یہ پلاننگ کرنی چاہیے کہ ہم کس طرح فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی شہ رگ تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ حقیقت اٹل ہے کہ فرہاد کی زندگی ہماری موت ہے وہ زندہ رہے گا تو موت دبے پاؤں ہمارے پاس آتی رہے گی۔"

"تم ہم سے کس طرح اتحاد کرنا چاہتے ہو؟ ہم سے کیا چاہتے ہو؟ ہمیں کیا فائدہ پہنچا سکتے ہو؟ یہ طے ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے دوست بن کر نہیں رہ سکتے۔ اس لیے ہم ایک دوسرے سے دوستی کا جھوٹا دعویٰ نہیں کریں گے۔ ہمیشہ دور رہ کر ایک دوسرے کے کام آئیں گے۔"

راسپوٹین نے کہا "میں اپنی تمام توجہ صرف فرہاد پر مرکوز کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؟ اور کیسی حکمت عملی سے اسے موت کے گھاٹ اتارنا ہوگا۔ آپ لوگوں سے صرف اتنا تعاون چاہتا ہوں کہ اس کا سراغ ملے' اس کی شہ رگ تک پہنچنے کا کوئی راستہ ملے تو مجھ سے فوراً رابطہ کریں۔"

"اس کا سراغ ملے گا تو ہم ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کریں گے۔ فوراً تمہیں مطلع کریں گے تم سے بھی یہی چاہتے ہیں کہ فرہاد کے اور بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں ہمیں اہم معلومات فراہم کرتے رہو۔"

"آپ لوگوں کو میرا بھرپور تعاون حاصل رہے گا۔ اچھا میں چلتا ہوں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔"

وہ چلا گیا ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہیری جانسن نے اب تک ہم سے رابطہ نہیں کیا۔ پتا نہیں فرہاد کے ماتحتوں سے کہاں چھپتا پھر رہا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "وہ کہیں سے فون کے ذریعے مختصر سی گفتگو کرسکتا تھا۔ ہمارے جاسوس بھی فرہاد کے ماتحتوں کو تلاش کررہے ہیں لیکن اب تک کسی کو پہچاننے اور گرفتار کرنے میں ناکام ہورہے ہیں۔"

تیسرے افسر نے کہا "فرہاد اور اس کے ماتحتوں کو یہ معلوم ہوچکا ہے کہ وہ انڈر گراؤنڈ سیل ایری زونا کے علاقے میں ہے۔ یہ اندیشہ ہے کہ دشمن اس خفیہ سیل تک پہنچ سکتے ہیں۔ ہم اس اہم پہلو کو نظرانداز کررہے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "ہم کل صبح انہیں وہاں سے نکالنا چاہتے ہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔"

"مناسب اس لیے ہے کہ نمبر سات کل تک باقی ساتوں کو اپنا معمول بنالے گا۔"

ایک نے کہا "اگر تنویمی عمل کرنے میں ایک گھنٹا صرف ہوتا ہے تو سات گھنٹوں میں ان سب پر یہ عمل ہوسکتا ہے۔ ہم دس گھنٹوں کے اندر ان سب کو وہاں سے نکال کر کسی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا سکتے ہیں۔"

"آپ ابھی نمبر سات سے رابطہ کرکے اسے حکم دیں کہ فوراً ان سب کو اپنا معمول بنائے۔ ہمیں اس کام میں دیر نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ ای میل کے ذریعے رابطہ کرنے لگے۔ دوسری طرف وہ ای میل کی کمزوری کے باعث بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اسے ہیری اعصابی کمزوری کے باعث بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اسے کہیں سے بھی امداد نہیں مل سکتی تھی۔

ایک اعلیٰ افسر نے پریشان ہو کر کہا "ہمارا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا کمپیوٹر اٹینڈ نہیں کررہا ہے۔"

دوسرے نے کہا "یہ تو تشویش کی بات ہے۔ کسی کو تو اٹینڈ کرنا چاہیے کیا وہاں سب سو رہے ہیں؟"

"سو رہے ہیں؟ یا وہاں موجود نہیں ہیں۔"

"سو رہے ہیں پہلے تو موجود تھے۔"

"ایک گھنٹا پہلے تو موجود تھے۔"

"ایک لمحے میں دنیا بدل جاتی ہے۔ ایک گھنٹے میں وہاں بہت کچھ ہوسکتا ہے۔"

انہوں نے چوتھے اعلیٰ افسر کو بلا کر کہا "تم ہمارے رازدار ہو۔ رازداری سے اس انڈر گراؤنڈ سیل میں جاؤ۔ معلوم کرو وہ آٹھوں ہم سے رابطہ کیوں نہیں کررہے ہیں۔"

وہ افسر وہاں سے ایک ہیلی کاپٹر میں روانہ ہوگیا۔ ایری زونا کے ایک ملٹری کیمپ میں پہنچ کر ہیلی کاپٹر سے اتر گیا۔ وہاں اس کے لیے ایک گاڑی تیار تھی۔ وہ اسے تنہا ڈرائیو کرتے ہوئے اس خفیہ مقام تک پہنچ گیا۔

اسے چور دروازہ کھولنے کے لیے مخصوص نمبروں کی ترتیب بتائی گئی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ ایک جگہ فرش پر ہیری بے ہوش دکھائی دے رہا تھا۔ وہ آٹھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے نظر نہیں آئے۔ اس نے اپنے موبائل کے ذریعے اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا پھر کہا "یہاں ہیری جانسن بے ہوش پڑا ہے۔ انڈر گراؤنڈ سیل ویران ہے۔ وہ آٹھوں یہاں سے جاچکے ہیں۔"

"اوہ گاڈ! وہ کہاں جاسکتے ہیں؟"

"فی الحال تو یہی کہا جاسکتا ہے۔ وہ جو بچتے تھے دوائے دل' وہ دکان اپنی بڑھا گئے۔"

○☆○

راسپوٹین ماسکو میں تھا۔ کرونا بھی وہیں تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پورے روس میں حکومت کرنے آئی تھی۔ وہاں اس نے پاریس کی مدد سے بڑی کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ اس نے بیج پال جیسے ذہین اور شاطر شخص کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں پر بھی حاوی ہورہی تھی۔ اس کے خواب پورے ہونے کا وقت آرہا تھا۔ وہ روس کی بے تاج ملکہ بننے والی تھی۔ ایسے وقت اپنی ٹیلی پیتھی دوا دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا کباڑا کرنے لگی۔

کرونا بھی اس دوا کے زیر اثر آنے والی تھی۔ عین وقت پر راسپوٹین نے اسے بچالیا۔ اسے ماسکو سے سیکڑوں میل دور لے گیا۔ وہاں دوا کے اثرات نہیں تھے۔ اس کی ٹیلی پیتھی سلامت رہ گئی تھی لیکن اسے سلامت رکھنے والے راسپوٹین نے اپنے شکنجے میں کس کر اپنی معمولہ اور داشتہ بنالیا تھا۔

وہ روس پر حکومت کرنے کے خواب دیکھنے والی' اس کی کنیز بن کر رہ گئی تھی۔ وہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے حواس پر چھا گیا تھا۔ جب تک اس پر تنویمی عمل کا اثر رہتا۔ تب تک وہ اس سے نفرت بھی نہیں کرسکتی تھی اس سے نجات حاصل کرنے کا کوئی راستہ بھی نہیں ڈھونڈ سکتی تھی۔

راسپوٹین اچھی طرح جانتا تھا کہ کرونا بڑی تیز و طرار عورت ہے۔ اس پر کبھی بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ وہ چوبیس گھنٹے میں ایک بار کرونا کے اندر پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ فی الحال مطمئن ہورہا تھا کہ ابھی وہ اس کے خلاف نہیں ہے اور اپنی ٹیلی پیتھی کی سلامتی سے بہت خوش ہے۔

اس نے کہا "بابا صاحب کے ادارے والے پھر کسی وقت دوا اسپرے کرسکتے ہیں۔ میں اندیشے میں مبتلا رہتی ہوں۔ اگرچہ یہ روس کا غیر آباد علاقہ ہے۔ شاید وہ اس طرف نہیں آئیں گے لیکن آبھی سکتے ہیں۔"

راسپوٹین نے کہا "میں تمہاری طرف سے فکرمند ہوں۔ سوچتا رہتا ہوں کہ تمہیں اپنی ٹیلی پیتھی دوا سے کس طرح محفوظ رکھوں؟"

"مجھے ایسی جگہ پہنچا دو جہاں وہ دشمن اسپرے کرنے والے نہ پہنچ سکیں۔ کیا دنیا میں ایسی جگہ نہیں ہے؟"

"ایسی کوئی جگہ نہیں ہے۔ جہاں انسان کے قدم نہ پہنچتے ہوں ویسے کئی گھنے جنگلات اور دلدلی مقامات ہیں جہاں رہائش ممکن نہیں ہے۔"

"میں اپنی ٹیلی پیتھی کی سلامتی کے لیے ایسی جگہ رہ جاؤں گی۔"

"دلدلی مقامات میں زہریلے سانپوں کی بہتات ہوتی ہے۔ گھنے جنگلات میں چیر پھاڑ کر کھا جانے والے درندے ہوتے ہیں۔ کیا تم ان سانپوں اور درندوں کے دماغوں میں جاکر انہیں قابو کرسکو گی؟"

"کوئی ایسا ملک تو ہوگا جہاں کبھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے

والا نہ گیا ہو۔"

"کوئی ایسا ملک نہیں ہے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر ملک میں آتے جاتے رہے ہیں البتہ ایشیا میں ایسے کئی ملک ہیں جہاں اب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔"

کرونا نے کہا "میری معلومات کے مطابق پچھلے دو برسوں سے انڈیا میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہا ہے اور آئندہ بھی کوئی وہاں نہیں رہے گا۔ جب ہر جگہ اندیشے ہیں تو پھر میں انڈیا میں رہنا پسند کروں گی۔"

راسپوٹین سوچنے لگا پھر بولا "ہاں روس سے انڈیا زیادہ محفوظ ہے۔ میں کل صبح کی کسی پہلی فلائٹ سے سیٹ ریزرو کراتا ہوں۔ تم سفر کی تیاری کرو۔"

"کیا تم میرے ساتھ نہیں چلو گے؟"

"ابھی تمہارے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔ میں جب ضروری سمجھوں گا تمہارے پاس آجاؤں گا۔"

"میں وہاں تنہا رہوں گی۔ زیادہ سے زیادہ سیر و تفریح میں وقت گزاروں گی پھر بھی بور ہوتی رہوں گی۔ کیا مجھے خیال خوانی کے ذریعے کسی اہم معاملے سے دلچسپی نہیں لینا چاہیے۔"

"میں نہیں چاہتا کہ تم خیال خوانی کے ذریعے فرہاد اور اس کے رشتے داروں سے چھیڑ چھاڑ کرو ان سے دور رہنے میں دانش مندی ہے۔ البتہ یہ معلوم کرسکتی ہو کہ الپا کہاں ہے؟ فی الحال وہ بھی سہمی ہوئی ہوگی اور خیال خوانی سے پرہیز کررہی ہوگی۔"

"میں اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں جاتی رہوں گی۔ ان کے خیالات پڑھتے رہنے سے الپا کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔ کیا تم مجھے بتاؤ گے تمہاری مصروفیات کیا ہیں؟"

"میں اس کوشش میں ہوں کہ جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سلامت رہ گئے ہیں' انہیں دوست بناتا رہوں۔ میری پہلی کوشش یہ ہے کہ میں آٹھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی طرح دوست بنالوں۔ اس مقصد کے لیے میں نے امریکی آرمی افسران سے دوستی کی ہے۔ میں کسی نہ کسی طرح ان کے ذریعے ان آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک ضرور پہنچوں گا۔"

اس وقت وہ کرونا کے دماغ میں بول رہا تھا۔ اچانک اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا "کون ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "میں بول رہی ہوں۔"

"اچھا۔ تو تم الپا ہو؟"

"کیا صرف الپا ہی ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟ میں کوئی اور نہیں ہوسکتی؟"

"میں پہیلی بوجھنے کا عادی نہیں ہوں۔ اپنا نام بتاؤ تم کون ہو؟"

وہ راسپوٹین کو اپنی باتوں سے الجھا رہی تھی۔ اس وقت کبریا بھی اس کے دماغ میں گھسا ہوا تھا۔ راسپوٹین بیک وقت دو خیال خوانی کرنے والوں کو محسوس نہیں کررہا تھا۔ اس لیے کبریا بڑی خاموشی سے اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔

"مسٹر راسپوٹین میرا نام پوچھ کر کیا کرو گے۔ بس اتنا سمجھ لو کہ تقدیر نے میرا بھی ساتھ دیا ہے اور میری ٹیلی پیتھی بھی محفوظ رہ گئی ہے۔"

"میری معلومات کے مطابق فی الوقت ہماری دنیا میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں رہ گئی ہیں۔ ایک آنہ فی ہے۔ وہ روحانیت کی طرف مائل ہے۔ دنیاوی معاملات سے کنارہ کشی اختیار کرچکی ہے۔ دوسری الپا ہے اور تیسری تم ہے۔ اگر تم الپا نہیں ہو تو کرونا بھی نہیں ہو فوراً بتاؤ کہ تم کون ہو؟ ورنہ میں سانس روک کر تمہیں بھگا دوں گا۔"

"میں یہ سوچ کر دوستی کرنے آئی ہوں کہ تم میرا نام اور پتا ٹھکانا نہیں پوچھو گے۔ تم میرے کام آؤ گے اور میں تمہارے کام آؤں گی۔"

"ٹھیک ہے ایسی دوستی ہوسکتی ہے۔ تم مجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دوگی۔ میں بھی تمہیں اپنے اندر آنے نہیں دوں گا۔ آئندہ اپنا کوئی آلہ کار مقرر کرو ہم اس کے دماغ میں رہ کر باتیں کیا کریں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ کوئی آلہ کار مقرر کرنے کے بعد تم سے رابطہ کروں گی۔ تم سانس روکنے کی زحمت نہ کرو میں جارہی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ کبریا بھی اس کے اندر سے نکل آیا۔ اس نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بیوی ہوتی ہے یا کوئی محبوبہ۔ ان سے ہم فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ میں کوبرا کے دماغ میں گیا تھا۔ ایسے وقت تم بھی اس کے اندر پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھ پھر اسی طرح ہم اس کی بیوی ا-نجی کے اندر پہنچ گئے۔ اسی طرح ابھی میں راسپوٹین کے چور خیالات پڑھ کر وہ مخصوص لب ولہجہ معلوم کرچکا ہوں۔ جس کے ذریعے وہ اپنی معلومات کے دماغ میں جاتا ہے۔"

کبریا نے اعلیٰ بی بی کو وہ مخصوص لب ولہجہ بتایا۔ وہ اس

ذہن نشین کرتے ہی کرونا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ راسپوٹین کرونا سے رخصت ہوچکا تھا۔ وہ تنہا تھی اور ہندوستان جانے کی تیاریاں کررہی تھی۔

اعلیٰ بی بی اور کبریا ہمارے پاس آکر بتانے لگے کہ وہ اب تک کیا کرتے رہے ہیں۔ میں نے کہا "تم دونوں کی ابتدائی کارکردگی اچھی رہی ہے۔ کبریا ا-نجی کے دماغ میں جایا کرے گا اور اعلیٰ بی بی کرونا کے اندر رہ کر راسپوٹین کی معروفیات معلوم کرتی رہے گی۔"

سونیا نے کہا "اتنا تو معلوم ہوچکا ہے کہ راسپوٹین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوست بنانے کی کوشش کررہا ہے۔"

میں نے کہا "اور کوبرا یورپ میں وہاں انڈر ورلڈ میں حکمرانی کے ذرائع مضبوط کررہا ہے۔"

کبریا نے پوچھا "پاپا اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

میں نے کہا "فی الحال ان کی مصروفیات پر نظر رکھو۔ ہمارا یہ اصول رہا ہے جب تک کوئی ہم سے دشمنی نہیں کرتا تب تک ہم اس کے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرتے صرف معلومات حاصل کرتے رہتے ہیں۔ بعد میں یہ معلومات ہمارے کام آتی ہیں۔"

سونیا نے کہا "تم دونوں کو امریکی اکابرین اور اسرائیلی اکابرین کے اندر جانا چاہیے۔"

کبریا نے کہا "میں امریکی اکابرین کے دماغوں میں جاؤں گا۔ ان کے ذریعے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "مجھے امریکی اکابرین کے پاس جانا چاہیے۔ میں پہلے بھی اس ملک میں رہ کر کام کرچکی ہوں۔ واشنگٹن اور نیویارک کے ایک ایک گلی کوچے سے واقف ہوں۔ پچھلے دنوں میں وہاں کے کئی آرمی افسران کے دماغوں میں جاتی رہی ہوں۔ مجھے مسٹر بلیک اور ہیری جانسن کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوتا رہا ہے چونکہ مجھے عملی طور پر وہاں کام کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس لیے میں معلومات حاصل کرنے پر اکتفا کرتی رہی۔"

سونیا نے کہا "تم تو بڑی پکی ہو پہلے سے جال بنتی رہتی ہو۔ ٹھیک ہے تم امریکی اکابرین کے پاس جاتی رہو۔"

کبریا نے کہا "مما جو مشکل اور پیچیدہ کام ہے وہ آپ اعلیٰ بی بی کو دے رہی ہیں۔ کیا یہ کام میں نہیں کرسکتا؟"

"بیٹے تم اسرائیل کو ایک چھوٹا سا ملک سمجھ رہے ہو۔ بے شک ملک چھوٹا ہے لیکن وہاں مشکلات زیادہ ہوں گی۔ الپا جیسی مکار عورت سے سابقہ پڑے گا۔ تب تمہیں پتا چلے گا کہ وہ لوہے کا چنا ہے اسے چبانے کی کوشش کرنے والوں کے دانت ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔"

میں نے کہا "ابھی تو تمہیں یہ معلوم کرنے کے لیے ایک عرصہ لگے گا کہ وہ کہاں ہے۔ فی الحال خاموش ہے یا رازداری سے کچھ کرتی پھر رہی ہے۔"

"پاپا آپ مجھے چیلنج کررہے ہیں۔ میں چوبیس گھنٹے کے اندر الپا کو ڈھونڈ نکالوں گا۔"

"سوچے سمجھے بغیر دعویٰ نہ کیا کرو۔ تم الپا کے بارے میں ابھی کچھ جانتے نہیں ہو۔ وہ پارس جیسے شاطر کو بھی دھوکے دیتی رہی ہے۔"

کبریا نے کہا "آپ مجھے اس کا لب ولہجہ سنا دیں پھر دیکھیں میں کیا کرتا ہوں۔"

میں نے اسے الپا کا لب ولہجہ سنایا۔ اس نے دو چار بار سننے کے بعد اسے ذہن نشین کرلیا پھر میرے دماغ سے چلا گیا۔ وہ اور اعلیٰ بی بی میرے ساتھ والے کاٹیج میں تھے۔ وہ بہن بھائی وہاں رہ کر خیال خوانی کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے ہمیں اس کام سے چھٹی دے دی تھی۔ ہم آرام کررہے تھے۔ وہ کام کررہے تھے۔

اعلیٰ بی بی امریکی اکابرین کے اندر پہنچ رہی تھی۔ ان کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کررہی تھی۔ فی الحال وہ آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی تھی اور وہ تمام اکابرین ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔

اس سلسلے میں بڑی رازداری برتی گئی تھی۔ آرمی کے چار اعلیٰ افسران کے علاوہ ہیری جانسن یہ راز جانتا تھا ان چار اعلیٰ افسران میں سے ایک یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ اعلیٰ بی بی اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔

اس کے خیالات سے پتا چلا کہ ہیری جانسن اس انڈر گراؤنڈ سیل میں آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس یہ پلان بنا کر گیا تھا کہ ان آٹھوں کو اپنا معمول بنالے گا لیکن بازی پلٹ گئی تھی۔ وہ آٹھوں اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اس انڈر گراؤنڈ سیل سے فرار ہوگئے تھے۔

اعلیٰ بی بی جس افسر کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ اس انڈر گراؤنڈ سیل میں گیا تھا۔ وہاں اس نے ہیری جانسن کو بے ہوشی کی حالت میں پایا تھا۔ اسے وہاں سے آرمی ہیڈ کوارٹر میں لاکر طبی امداد پہنچائی گئی تھی۔ اس نے ہوش میں آنے کے بعد بیان دیا تھا کہ وہ آٹھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے باغی ہوگئے ہیں۔ پتا نہیں وہ فرار ہونے کے بعد کہاں چھپنے

گئے ہیں۔

وہ ان تینوں اعلیٰ افسران سے جھوٹ بول رہا تھا۔ چند گھنٹے بعد نمبر چھ نے ان اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا اور کہا کہ ہیری جانسن تنویمی عمل کے ذریعے انہیں اپنا معمول اور محکوم بنانے آیا تھا لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ ان آٹھوں نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اسے مرنے کے لیے وہاں چھوڑ دیا تھا۔

ایک اعلیٰ افسر نے ہیری سے پوچھا "کیا تم خود کو بہت چالاک سمجھتے ہو؟ ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول بنانا چاہتے تھے۔ وہ تم سے نجات حاصل کر کے وہاں سے گئے ہیں۔ اگر تم ایسی مکاری نہ کرتے تو وہ آٹھوں اب بھی ہمارے پاس ہوتے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے نمبر چھ سے پوچھا "تم سب کہاں بھٹک رہے ہو؟ تمہیں انڈر گراؤنڈ سیل سے نکل کر سیدھا ہمارے پاس آنا چاہیے تھا۔"

نمبر چھ نے کہا "ابھی ہم اپنے لیے محفوظ پناہ گاہ تلاش کر رہے ہیں۔ کہیں ٹھکانا بنانے کے بعد آپ سے رابطہ کریں گے پھر موجودہ حالات پر گفتگو کریں گے۔"

دوسرے افسر نے کہا "یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟ تمہیں کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہاں تم آٹھوں کے لیے انتظامات ہو چکے ہیں۔"

"آپ لوگوں نے انڈر گراؤنڈ سیل جیسی مضبوط پناہ گاہ بنائی تھی۔ وہاں ہیری ہمیں ٹریپ کرنے کے لیے پہنچ گیا تھا۔ وہ نہ پہنچتا تو بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس پہنچ جاتے وہ جگہ ہمارے لیے غیر محفوظ ہو گئی تھی۔"

نمبر چار نے کہا "ہم اپنی سلامتی کے لیے آپ حضرات پر بھروسا نہیں کریں گے۔ ہم اپنے اپنے طور پر مختلف پناہ گاہوں کی طرف جا رہے ہیں یوں آزادی حاصل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم باغی ہو گئے ہیں۔ ہم آپ کی طرح آزاد رہ کر اپنے ملک اور اپنی قوم کی خدمت کرتے رہیں گے۔ ہم جا رہے ہیں پھر کسی وقت رابطہ کریں گے۔"

انہوں نے رابطہ ختم کر دیا۔ ان اعلیٰ افسران نے جھنجلا کر ہیری جانسن سے کہا "کتے کے بچے! تیری حماقت کی وجہ سے وہ آٹھوں ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے۔ تو نے اتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے کہ اب سزائے موت تیرا مقدر بن گئی۔"

انہوں نے ماتحتوں کو بلا کر حکم دیا کہ ہیری کو آہنی سلاخوں کے پیچھے قید رکھا جائے پھر وہ دوسرے تمام اکابرین سے رابطہ کر کے انہیں بتانے لگے کہ ان آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے فرار ہونے کے بعد وہ بالکل خالی ہاتھ ہو جائیں گے۔ اب ان کے پاس ایک بھی خیال خوانی کرنے والا نہیں رہے گا۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ نمبر تھری میرا معمول بن چکا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی کو اس کے اندر پہنچا دیا تھا۔ وہ اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ جب وہ آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس انڈر گراؤنڈ سیل سے باہر آئے تو ان کا ساتھی نمبر سات اعصابی کمزوری کے باعث بے ہوش ہو چکا تھا۔ ان میں سے دو ساتھی طبی امداد کے لیے اسے اسپتال لے گئے تھے۔ باقی پانچ ایک دوسرے سے رخصت ہو کر مختلف مقامات کی طرف چلے گئے تھے۔

انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ ایک دوسرے سے دور رہیں گے اور خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتے رہیں گے۔ نمبر تھری شکاگو کی طرف گیا تھا وہ دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح یہ سوچ رہا تھا کہ امریکا سے دور کسی ایسے براعظم میں یا کسی جزیرے میں جانا چاہیے۔ جہاں وہ اپنی ٹیلی پیتھی دوا سے محفوظ رہ سکے۔

اعلیٰ بی بی نے یہ تمام رپورٹ مجھے سنائی میں نے کہا "نمبر تھری ہماری مٹھی میں ہے۔ وہ دنیا کے جس حصے میں بھی جائے گا۔ ہم اسے ٹیلی پیتھی کے ساتھ محفوظ رہنے دیں گے۔ ویسے یہ اچھا نہیں ہوا کہ باقی ٹیلی پیتھی جاننے والے ادھر ادھر روپوش ہو رہے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ کس حصے میں پہنچے ہوئے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "آپ تو جانتے ہی ہیں کوئی زیادہ عرصے تک روپوش نہیں رہ پاتا۔ کبھی نہ کبھی ظاہر ہو ہی جاتا ہے میں نمبر تھری کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ اس کے ذریعے نمبر سات کے اندر پہنچوں گی وہ ہوش میں آ گیا ہو گا۔ میں مواد پا کر اسے اپنا معمول بنا لوں گی۔"

وہ پہلی بار کسی کو اپنا معمول بنانے کے لیے چلی گئی۔

○☆○

الپا قسمت کی دھنی تھی۔ اس کی ٹیلی پیتھی کا علم ختم ہو رہ گیا تھا۔ پتا نہیں کیوں جناب تبریزی اس پر مہربان تھے جب بھی اس پر کوئی بڑی مصیبت آتی تھی تو وہ اسے تحفظ فراہم کرتے تھے۔ اس بار بھی وہ ان کی وجہ سے محفوظ رہی تھی۔

الپا نے پہلے بھی جناب تبریزی سے متاثر ہو کر یہ عہد کیا تھا کہ آئندہ وہ اپنی خیال خوانی سے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچائے گی لیکن وہ اپنے یہودی مزاج کے مطابق گرگٹ کی طرح رنگ بدل لیا کرتی تھی۔

اس بار وہ سنجیدہ تھی۔ معلوم ہوتا تھا سچ مچ بدل گئی ہے۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ کبھی کسی مسلمان کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ وہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے بچنے کے لیے اسرائیل سے فرار ہو کر پاکستان چلی آئی تھی۔ اس کی معلومات کے مطابق تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی سے محروم ہو گئے تھے۔ صرف کرونا، راسپوٹین اور زاؤ کوم کوبرا یورپ میں رہ گئے تھے اور امریکا میں آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ تھے۔

اس کے حساب کے مطابق ایشیا میں کوئی نہیں تھا۔ لہٰذا یہ توقع نہیں تھی کہ دوا اسپرے کرنے والے ادھر آئیں گے۔ اس لیے وہ عارضی طور پر رہائش کے لیے پاکستان کے شہر کراچی آ گئی تھی۔

پھر اس کا دل کہتا تھا کہ جناب تبریزی اس کی خبر رکھتے ہیں۔ دوا اسپرے کرنے والوں کو اس کی طرف نہیں آنے دیں گے۔ وہ سمندر کے کنارے ایک عالی شان کوٹھی میں تھی وہاں آرام سے بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کیا کرتی تھی۔ وہ پوچھتے تھے "تم کہاں ہو؟"

"میں یہ کہتی تھی جہاں بھی ہوں پوری طرح محفوظ ہوں۔ آئندہ بالکل تنہا رہوں گی۔ کسی پر بھروسا نہیں کروں گی۔ یہ کوئی نہیں جان سکے گا کہ میں کہاں ہوں۔ آپ حضرات بھی کبھی مجھ سے ایسا سوال نہیں پوچھیں گے۔"

ایک حاکم نے کہا "اگر تم اسرائیل سے دور جا کر رہنے لگی ہو تو ہم سب خود کو یہاں تنہا اور بے یار و مددگار سمجھنے لگیں گے۔"

وہ بولی "میں اسرائیل میں ہی ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں بتاؤں گی۔ فی الحال یہ کہنے آئی ہوں کہ فلسطینی مسلمانوں کے خلاف تمام کارروائیاں بند کر دو۔"

آرمی کے ایک افسر نے کہا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ ہم سختیاں نہیں کریں گے تو یہ مسلمان سر چڑھتے رہیں گے۔ ہم یہودیوں کو ہلاک کرتے رہیں گے۔"

الپا نے کہا "جب ہم ان پر ظلم نہیں کریں گے تو وہ ہمارے لوگوں پر حملے نہیں کریں گے۔ میں چاہتی ہوں کہ امن اور صلح جوئی سے فلسطین کی آزادی کا فیصلہ کیا جائے۔"

تمام اکابرین اس بات کی مخالفت کرنے لگے۔ آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "میڈم آپ جناب تبریزی سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی ہیں۔ انہیں خوش کرنے کے لیے فلسطین کی آزادی کی بات کر رہی ہیں۔ یہ ہماری سیاسی اور عسکری پالیسیوں کے خلاف ہے۔"

"سیاسی پالیسیاں تبدیل ہو سکتی ہیں۔ میں یہودی ہوں اپنی یہودی قوم کو نقصان نہیں پہنچنے دوں گی اور مسلمانوں سے بھی انصاف کروں گی۔ فی الحال میرے حکم کی فوراً تعمیل کرو۔ فلسطینیوں کے علاقے میں ایک بھی گولی نہیں چلنی چاہیے۔"

تمام اکابرین حیران پریشان ہو رہے تھے۔ وہ پہلی بار یہودی سیاست کے خلاف بول رہی تھی۔ اس کا یہ حکم قابلِ قبول نہیں تھا لیکن وہ حکم عدولی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ایٹمی قوت سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔

انہوں نے عارضی طور پر فلسطینیوں کے خلاف کارروائی بند کر دی لیکن تشویش میں مبتلا ہو کر سوچنے لگے کہ شاید جناب تبریزی الپا کا برین واش کر کے اسے مسلمان بنا چکے ہیں۔ اسی وجہ فلسطینیوں کی حمایت کر رہی ہے۔ وہ سب پریشان ہو کر امریکی اکابرین سے اس سلسلے میں باتیں کرنے لگے۔

ایک امریکی افسر نے کہا "واقعی الپا کا برین واش کیا گیا ہے۔ ورنہ وہ تو کٹر یہودی تھی۔ الپا کا یہ رویہ تم لوگوں کو بہت مہنگا پڑے گا۔"

دوسرے آرمی افسر نے کہا "ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"ہم چاہتے ہیں کہ الپا کے اس بدلے ہوئے رویے سے ہمیں نقصان نہ پہنچے ہم نے عارضی طور پر فلسطینیوں کے خلاف کارروائیاں بند کی ہیں۔ جب دوبارہ کارروائیاں شروع کریں گے تو میڈم ہمارے دماغوں کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ ایسے وقت ہم چاہیں گے کہ آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری حفاظت کریں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اگرچہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اہم معاملات میں مصروف ہیں پھر بھی تمہاری مدد کرنے کے لیے ہم کسی ایک خیال خوانی کرنے والے کو فارغ کریں گے۔"

امریکی افسران انہیں جھوٹی تسلیاں دے رہے تھے۔ یہ حقیقت نہیں بتا سکتے تھے کہ ان کے آٹھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے انڈر گراؤنڈ سیل سے فرار ہو کر ان کے ہاتھوں سے نکل چکے ہیں۔ اسرائیلی اکابرین الپا سے محروم ہو رہے تھے اور امریکی اکابرین اپنے خیال خوانی کرنے والوں سے محروم ہو چکے تھے۔

دوسری صبح الپا کچھ بیمار ہو کر کمزوری محسوس کرنے لگی۔ اسے یہ اندیشہ ہونے لگا کہ کوئی دشمن اس کے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچ سکتا ہے۔ اگرچہ بیماری کے باوجود دماغی توانائی برقرار تھی لیکن یہ ڈر تھا کہ بیماری بڑھے گی تو وہ خیال خوانی کے قابل بھی نہیں رہے گی۔

وہ سوچنے لگی۔ کوبرا اور راسپوٹین سے بچنے کی یہی ایک صورت تھی کہ اس کا موجودہ لب ولہجہ اس کے ذہن سے مٹ جائے اور نئے لب ولہجے کے ساتھ دماغ لاگ ہو جائے۔ ایسا صرف تنویمی عمل کے ذریعے ہو سکتا تھا۔

ایک زبردست اور تجربہ کار عامل تل ابیب میں تھا۔ اس کا نام بن یہودہ تھا وہ ہمیشہ سے الپا کا وفادار رہا تھا۔ ماضی میں اس کے کام آتا رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روکنا چاہتا تھا۔ الپا نے کہا "میں ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "میڈم آپ نے بہت عرصے بعد یاد کیا ہے۔ میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ آپ کی ٹیلی پیتھی سلامت ہے۔"

"میرے نصیب اچھے ہیں۔ میں خندق میں گرنے سے پہلے بچ جایا کرتی ہوں۔ اس وقت میں اپنے ملک سے بہت دور ہوں اور تمہاری ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔"

"میں آپ کا خادم ہوں۔ آپ جہاں حکم دیں گی وہاں چلا آؤں گا۔"

"میں ابھی کسی پہلی فلائٹ میں تمہاری سیٹ ریزرو کرا رہی ہوں تم سفر کی تیاری کرو۔"

"مجھے کہاں آنا ہوگا؟"

"میں اپنے سائے کو بھی نہیں بتاتی کہ میں کہاں ہوں۔ تم اسرائیل سے ہانگ کانگ تک جانے کا سفر کرو گے میں جہاں مناسب سمجھوں گی۔ وہاں تمہارا سفر ملتوی کرا دوں گی اور تمہیں اپنے پاس بلا لوں گی۔"

وہ اس کے حکم کے مطابق سفر کی تیاری کرنے لگا۔ وہ ایک قد آور پہلوان تھا۔ اس کی آواز میں بڑی گھن گرج تھی۔ جب وہ کسی پر عمل کرتا تھا تو اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہو جاتی تھیں۔ الپا کو اس پر بھروسا تھا۔ وہ اکثر مشکل وقتوں میں اس کے کام آتا رہا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ایک انٹرنیشنل فلائٹ میں اس کے لیے سیٹ ریزرو کرانے لگی۔

امریکا میں تمام اکابرین کی خفیہ میٹنگ جاری تھی۔ یہ مسئلہ درپیش تھا کہ بابا صاحب کا ادارہ فرانس کے ایک چھوٹے سے حصے میں ہے۔ پہلے وہ ایک فولادی قلعہ تھا۔ اب ایک فولادی ملک کی حیثیت سے ابھر رہا ہے۔ دنیا کے کئی ممالک نے اور سپر پاور امریکا نے اس ادارے کے خلاف ایک طرح سے جنگ چھیڑ دی تھی۔ میرے اور سونیا کے علاوہ جناب عبداللہ واسطی اور ادارے کے کئی اہم افراد پر زمین تنگ کر دی تھی۔ ہم سب کو فضا میں ہی نیست و نابود کرنا چاہتے تھے۔

بڑی ٹھوس پلاننگ کے باوجود وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ہم سب صحیح سلامت رہے۔ اس کے بعد ہم نے تمام ممالک کی ٹرانسفارمر مشین تباہ کر دی۔ اس کے نقشے جلا دیے اور ان کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خیال خوانی سے محروم کر دیا۔

انہوں نے ہمارے خلاف جو جنگ چھیڑی تھی۔ اس میں بری طرح شکست کھائی تھی۔ سب سے زیادہ توہین اور شرمندگی کی بات یہ تھی کہ ہمارا کوئی ملک نہیں تھا۔ صرف ایک ادارہ تھا ہمارے پاس لڑاکا طیارے اور ایٹم بم نہیں تھے۔ ہم نے صرف ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے یہ ہتھیار ان کے پاس بھی تھے لیکن یہ ایسا ہتھیار ہے۔ جسے استعمال کرنے کے لیے ذہانت اور حاضر دماغی کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم نے اپنی ذہانت سے بہت پہلے ہی دشمنوں کی ٹیلی پیتھی کا توڑ کر لیا تھا۔ ان سب سے یہ ہتھیار چھین لیے تھے۔

اب وہ شکست کھانے کے بعد اس بات پر تلملا رہے تھے کہ امریکا جیسی سپر پاور کو شکست ہوئی ہے۔ دوسرے بڑے ممالک بھی بری طرح مات کھا چکے ہیں۔ اگر بابا صاحب کے ادارے کا وجود باقی رہے گا تو سپر پاور اور تمام بڑے ممالک اس کے زیر اثر رہنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ابھی ہمیں پتا چلا ہے کہ جناب تبریزی نے الپا کو تحفظ فراہم کیا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ ایسا کر چکے ہیں۔ اسرائیل میں الپا کی سب سے زیادہ اہمیت ہے۔ وہ وہاں کی بے تاج ملکہ ہے۔ جناب تبریزی اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے مسلمان بنا رہے ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا "ان کے عزائم سے پتا چلتا ہے کہ وہ ہمارے خلاف بھی ایسی ہی کارروائی کریں گے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موقع پا کر یا تو ختم کر دیں گے یا پھر انہیں مسلمان بنا کر ہمارے خلاف ان سے کام لیں گے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا "انہوں نے چین میں بھی ایسا ہی اسلامی ادارہ قائم کیا تھا۔ اس ادارے میں تعلیم حاصل

کرنے والے چینی باشندے اسلام قبول کرتے جا رہے تھے۔ اگر چینی حکام اس ادارے کو بند نہ کراتے تو وہاں اسلام چینی سے پھیلتا چلا جاتا۔"

تبریزی نے کہا "یہ لوگ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغوں میں گھس کر زبردستی اسلام قبول کرا رہے ہیں۔ ہمیں ان کی اسلامی تحریک کے خلاف عالمی سطح پر کارروائیاں کرنی چاہئیں۔"

"ہمیں یہ ثابت کرنا چاہیے کہ اسلام محبت کرنے والے انسانوں کا نہیں دہشت گردوں کا مذہب ہے۔"

"اور ہمیں حکومت فرانس سے احتجاج کرنا چاہیے۔ یہ بابا صاحب کا ادارہ ان کے ملک میں ہے۔ چین کی طرح فرانس کو بھی وہ ادارہ بند کر دینا چاہیے۔"

ایک آرمی افسر نے کہا "فرانس میں اس ادارے کو بند کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ ادارہ پچھلے بیس بائیس برسوں سے اپنی جڑیں مضبوط کر چکا ہے۔ اس سلسلے میں صرف فرانس کو نہیں تمام بڑے ممالک کو اس کے خلاف ٹھوس اور نتیجہ خیز کارروائی کرنی چاہیے۔"

اعلیٰ بابی نے کہا "آج مجھے بتایا کہ امریکی اکابرین کی کانفرنس میں اسلام اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کسی بہت بڑی کارروائی کا منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔

مجھے اندازہ تھا کہ وہ تمام ممالک ٹیلی پیتھی سے خالی ہونے کے بعد ہم سے سیاسی جنگ لڑیں گے۔ یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ اسلام کے خلاف محاذ آرائی شروع کریں گے۔

دوسرے دن امریکا، روس، برطانیہ، فرانس اور جرمنی کی ایک مشترکہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ وہاں سب ہی اس ایک بات پر متفق ہوتے رہے کہ ہم اسلامی اداروں کی آڑ میں زبردستی اسلام پھیلا رہے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی دماغوں میں گھس کر غیر مسلموں کو مسلمان بنا رہے ہیں۔

اس کانفرنس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ اسلام کو دہشت گردوں کا مذہب قرار دیا جائے۔

تمام دنیا میں پبلسٹی اور پروپیگنڈا کے مضبوط ذرائع امریکا کے پاس تھے۔ وہ ان ذرائع سے جھوٹ کو بڑی حد تک سچ ثابت کر دیتا تھا۔ برطانیہ کے ایک آرمی افسر نے کہا "یہودیوں کے بعد مسلمانوں کے دشمن نمبر دو ہندو ہیں۔ ہم ہندوستان کو فوجی اور مالی امداد دیں گے تو وہ ہمارے منصوبوں کے مطابق مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے دن رات اپنے چینلز سے گلا پھاڑ پھاڑ کر چیختے رہیں گے۔

وہ سب سر جوڑ کر سوچنے لگے کہ ہم پر کس طرح اور کتنے پہلوؤں سے دہشت گردی کے الزامات عائد کیے جا سکتے ہیں۔

میں نے جناب تبریزی سے رابطہ کیا۔ انہیں تمام ممالک کی مشترکہ کانفرنس کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے کہا "کچھ عرصہ پہلے بھی فرانس کے حکام نے ہمارے اس ادارے کو اپنی زمین سے مٹا دینا چاہا تھا اور وہ ناکام رہے تھے۔ اب ہمارے خلاف تمام بڑے ممالک متحد ہو رہے ہیں۔ آئندہ ہمیں بڑے سخت آزمائشی مراحل سے گزرنا ہے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ اب تم جاؤ۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آ گیا۔

کبریا الپا کو تلاش کر رہا تھا۔ اس نے پارس سے اس کا لب ولہجہ معلوم کیا تھا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا تھا لیکن بار بار مخاطب کرنے کے باوجود وہ سانس روکتی رہی تھی۔

وہ چاہتی تو کبریا سے دو چار باتیں کر سکتی تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ پارس کا چھوٹا بھائی اس کے پاس آنا چاہتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ فی الحال محتاط رہنا چاہتی تھی۔ اسی لیے کسی کو اپنے دماغ میں ایک لمحے کے لیے بھی جگہ دینا نہیں چاہتی تھی۔

کبریا اس کے اس رویے سے پریشان ہو گیا۔ اگر چند سیکنڈ کے لیے بھی اس کے دماغ میں رہنے کا موقع ملتا تو وہ کم از کم یہ تو معلوم کر لیتا کہ وہ کس مکان میں ہے۔ اس مکان کے فرنیچر اور ڈیکوریشن سے اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ وہ کس ملک میں ہے۔

اسے الپا کا معمولی سا سراغ بھی نہیں مل رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا "پاپا! اس نے تو خود کو کسی لوہے کے خول میں بند کر لیا ہے۔ اس کے پاس پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا ہے۔ وہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی اپنے اندر رہنے نہیں دیتی ہے۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر مجھے بھگا دیتی ہے۔"

میں نے کہا "وہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا انجام دیکھ کر سہمی ہوئی ہے۔ ایک سیکنڈ کے لیے کسی کو اپنے اندر آنے نہیں دے گی۔ اسی لیے کہا تھا اسے ڈھونڈ نکالنے کا دعویٰ نہ کرو۔"

"مجھے اپنے دعوے کے مطابق کچھ کر دکھانا ہے۔ آپ نے مجھے چوبیس گھنٹے کا وقت دیا ہے۔ ابھی صرف دو گھنٹے گزرے ہیں۔ میں بائیس گھنٹوں میں ضرور اس کے پاس پہنچوں گا۔"

وہ چلا گیا اور اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں جھانکنے لگا۔

ان سب کے خیالات سے پتا چل رہا تھا کہ وہ بھی الپا کے سلسلے میں بہت پریشان ہیں۔ یہ پتا نہیں چل رہا ہے کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں ہے۔ اسرائیلی جاسوس اس بات کا کھوج لگا رہے ہیں کہ جب اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اپیرے کی جارہی تھی تو اس روز وہ کس فلائٹ سے فرار ہوئی تھی۔ کبریا ان سراغ رسانوں کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ وہ تمام سراغ رساں یہ سمجھ رہے تھے کہ الپا نے اس روز خیال خوانی کے ذریعے سیٹ ریزرو کرائی ہوگی اور ایسا کرنے کے لیے اس نے کسی کی سیٹ کینسل کرائی ہوگی۔

وہ تمام ائرویز کمپنیوں کے ایجنٹوں کے دماغوں میں جھانکنے لگے۔ کبریا بھی یہی کررہا تھا۔ ان میں سے ہی کسی ایجنٹ نے الپا سے سحرزدہ ہوکر وہ سیٹ اس کے لیے ریزرو کی ہوگی۔ بڑی چھان بین کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ایک امریکی طیارے سے جاپان کی طرف گئی تھی۔ اس سفر کے دوران وہ جہاز جدہ اور بنکاک میں ایندھن کے لیے رکنے والا تھا۔

الپا نے جس ایجنٹ کو سحرزدہ کرکے وہ سیٹ حاصل کی تھی۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ پہلے وہ سیٹ کسی میڈم روزا کے نام ریزرو تھی۔ بعد میں وہ میڈم عالیہ کے نام ہوگئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ الپا نے میڈم عالیہ کے نام سے سفر کیا ہے۔

اس فلائٹ کے مطابق وہ جدہ' بنکاک' یا ٹوکیو گئی تھی۔ کبریا اور دوسرے یہودی جاسوس یہ معلوم کرنے لگے کہ وہ کس شہر میں گئی ہے؟ پتا چلا اس نے بنکاک میں سفر ملتوی کردیا تھا۔

وہ سب سوچنے لگے۔ الپا نے بنکاک پہنچ کر اپنا نام تبدیل کیا ہوگا۔ میڈم عالیہ کی جگہ کوئی دوسرا نام اختیار کیا ہوگا اگر وہ بنکاک میں رہ گئی تھی تو اسے تلاش کرنا مشکل تھا۔ انہوں نے فرض کیا کہ وہ بنکاک سے کسی دوسرے شہر یا کسی دوسرے ملک میں گئی ہے۔ انہوں نے پھر وہاں کی تمام ائرویز کمپنیوں میں جاکر معلومات حاصل کرنی شروع کیں۔ وہاں متعلقہ افراد کے دماغوں میں جھانکنے لگے۔

ایک ائرویز کمپنی کے ایجنٹ کی سوچ نے بتایا کہ فرانس جانے والی ایک فلائٹ میں کوئی سیٹ خالی نہیں تھی لیکن اچانک ایک شخص نے اپنی سیٹ منسوخ کرادی تھی۔ اس کی جگہ ایک میڈم عالیہ نے وہ سیٹ حاصل کی تھی۔ یوں پتا چلا کہ الپا نے اپنا نام تبدیل نہیں کیا ہے۔ وہ فرانس جانے والی اس فلائٹ سے پاکستان کے شہر کراچی تک گئی تھی۔

دوسری طرف الپا کراچی پہنچنے کے بعد بڑے آرام سے تھی اور بڑی خاموشی سے خیال خوانی کے ذریعے اسرائیل اکابرین کے دماغوں میں جاتی آتی رہتی تھی۔ ان میں کچھ ایسے آرمی افسران تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ الپا کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دیتے تھے۔ اس نے دوسرے اکابرین سے کہا "ان یوگا جاننے والوں کو سمجھاؤ۔ مجھے اپنے دماغوں میں آنے دیں وہ مجھ سے کیوں کترا رہے ہیں؟"

ان اکابرین نے کہا "میڈم! آپ برا نہ مانیں آپ فلسطینی مجاہدین کی حمایت کررہی ہیں۔ آپ کی باتوں سے حرکتوں سے صاف پتا چلتا ہے کہ آپ جناب تیمرزی کے اثر آچکی ہیں۔ شاید اسلام قبول کرچکی ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا "ہم مجبور ہیں۔ آپ سے شکایت نہیں کرسکتے۔ آپ کے خلاف کچھ بول نہیں سکتے۔ اگر ہم کریں گے تو آپ ہمیں دماغی مریض بنا دیں گی۔ یوگا جاننے والے خوش نصیب ہیں۔ آپ کے قہر و غضب سے محفوظ ہیں۔"

الپا نے کہا "آپ حضرات میرے بارے میں غلط رائے قائم کررہے ہیں۔ میں نے اسلام قبول نہیں کیا ہے۔ میں پیدائشی یہودی ہوں اور یہودی رہوں گی۔ یہ الگ بات ہے اب کبھی مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی نہیں کروں گی۔"

ایک افسر نے پوچھا "مسلمان ہمیں نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ تب بھی آپ ان کی حمایت کرتی رہیں گی؟"

"یہودی ہوں یا مسلمان ہوں۔ میں کسی کی اندھی حمایت نہیں کروں گی۔ دونوں کے چور خیالات پڑھ کے معلوم کروں گی کہ کون سازش کررہا ہے؟ کس نے فساد کی ابتدا کی ہے؟ جس کی غلطی ہوگی اسے غلطی سے باز آنے کو کہوں گی باز نہیں آئے گا تو اسے سزا دوں گی۔"

الپا ان اکابرین سے گفتگو کرکے یہ اچھی طرح معلوم کرچکی تھی کہ وہ لوگ اب اس پر بھروسا نہیں کررہے ہیں وہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ وہ اپنی خیال خوانی کے ذریعے دوسرے تمام معاملات میں انہیں فائدہ پہنچائے گی لیکن مسلمانوں کے معاملات میں ان کی اندھی حمایت نہیں کرے گی۔ ایسے وقت وہ انصاف کے تقاضے پورے کرے گی۔

الپا سمجھ رہی تھی کہ یوگا جاننے والے آرمی افسران ضرور اس کے خلاف سوچ رہے ہوں گے اور اس کے خلاف منصوبے بنا رہے ہوں گے۔

وہ دوسرے آرمی افسران کے ذریعے ان یوگا جاننے والے افسروں کے پیچھے پڑ گئی۔ ان کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کرنے لگی پھر اس نے موقع پاکر دو یوگا جاننے والوں

کو زخمی کردیا۔ ان کے اندر پہنچ کر باقی چھپنے والے افسران کا پتا ٹھکانا معلوم کیا پھر دوسرے افسران کو آلہ کار بنا کر ان تمام چھپنے والوں کو بھی اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کردیا۔

تب ان کے چور خیالات سے یہ اہم بات معلوم ہوئی کہ ان کے چند خاص جاسوس ائرویز کمپنیوں میں جاکر یہ معلوم کررہے ہیں کہ وہ کس فلائٹ سے کس ملک کے کس شہر میں گئی ہے؟

وہ تمام یہودی جاسوس ٹیلی فون' فیکس اور ای میل کے ذریعے ان افسران سے رابطہ رکھتے تھے۔

الپا نے ان افسران کو ٹیلی فون کے ذریعے ان سراغ رسانوں سے باتیں کرنے پر مجبور کیا۔ اس طرح وہ ان کے بھی دماغوں میں پہنچ گئی۔

وہ تین جاسوس تھے۔ وہ بڑی چالاکی سے اس کا سراغ لگاتے ہوئے کراچی پہنچ گئے تھے۔ ان تینوں نے تین مختلف ہوٹلوں میں قیام کیا تھا اور اس شہر میں میڈم عالیہ کو تلاش کررہے تھے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ ایک چوتھا جاسوس بھی اس کی تلاش میں ہے اور اس کا نام کبریا ہے۔

کبریا ان تینوں سراغ رسانوں کے دماغوں میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ پیرس کے اسی کالج میں تھا اور وہ تینوں جاسوس جسمانی طور پر کراچی میں پہنچے ہوئے تھے۔

الپا نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو بھی کراچی میں اس کی موجودگی کا علم ہو۔ اس نے ان سراغ رسانوں کے دماغوں پر قبضہ جماکر ان افسران سے رابطہ کیا۔ انہوں نے الپا کی مرضی کے مطابق یہ "سراغ" غلط ٹریک پر آگے ہیں۔ الپا کراچی میں نہیں ہے وہ کسی دوسرے ملک میں ہے اور ہمیں یہاں بھٹکا رہی ہے۔"

کبریا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ ان سراغ رسانوں کے اندر رہ کر یہ سمجھ رہا تھا کہ الپا انہیں اپنا آلہ کار بنا رہی ہے۔

کبریا نے بھی ایک جاسوس کو اپنا آلہ کار بنا کر کہا "میڈم! میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ آپ ہمیں ہماری مرضی کے خلاف ان افسران سے باتیں کرنے پر مجبور کررہی تھیں۔ میں چاہتا ہوں اسرائیل واپس نہ جاؤں آپ کی خدمت کروں۔ آپ میرے چور خیالات پڑھیں۔ اگر میں نیک نیتی سے یہ چاہتا ہوں تو آپ مجھے اپنا غلام بنالیں۔"

الپا کو وفادار ماتحتوں کی ضرورت تھی اور وہ تینوں جاسوس بہت ہی تربیت یافتہ اور تجربے کار تھے۔ اس کے بہت کام آسکتے تھے۔ اس نے باری باری ان تینوں کے چور خیالات پڑھے پھر ان پر یکے بعد دیگرے تنویمی عمل کیا اور انہیں اپنا معمول بنالیا۔

ایسے وقت کبریا ان تینوں کے دماغوں میں موجود رہا تھا۔ الپا نے جس مخصوص لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کیا تھا۔ وہ لب و لہجہ اسے معلوم ہوچکا تھا۔ وہ آئندہ ان تینوں کے اندر رہ کر الپا کی مصروفیات کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرسکتا تھا۔

اس نے سونیا کے پاس آکر کہا "ممّا! مجھے پاپا نے کہا تھا۔ الپا بہت چالاک ہے۔ بہت گہری ہے۔ وہ جہاں بھی چھپی ہوئی ہے۔ میں وہاں تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ انہوں نے مجھے چوبیس گھنٹوں کا ٹائم دیا تھا۔ اب میں پاپا سے کہتا ہوں وہ گھڑی دیکھیں میں نے بیس گھنٹوں کے اندر الپا کا سراغ لگالیا ہے۔"

سونیا نے مجھ سے کہا "سن رہے ہیں آپ؟ آپ تو ہمیشہ اپنی بیٹی کی تعریفیں کرتے رہتے ہیں۔ اب میرے بیٹے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

میں نے کہا "بھئی تمہارے بیٹے نے کمال کیا ہے۔ تعریف تو کرنی ہوگی لیکن دیکھ لینا میری بیٹی اس سے بھی بڑا کارنامہ انجام دے کر آئے گی۔"

"کوئی ضروری ہے کہ میرے بیٹے کی تعریفیں ہورہی ہوں تو آپ اپنی بیٹی کی تعریف شروع کردیں۔"

کبریا نے کہا "آپ دونوں نے ہم بہن بھائی کو آپس میں بانٹ لیا ہے۔ آپ مجھے اپنا بیٹا کہتی ہیں اور پاپا اعلیٰ بی بی کو اپنی بیٹی کہتے ہیں پھر ایسے لڑتے ہیں جیسے میں پاپا کا سوتیلا بیٹا ہوں اور اعلیٰ بی بی آپ کی سوتیلی بیٹی ہے۔"

ہم دونوں ہنسنے لگے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "دراصل ممّا مجھ سے جلتی ہیں۔ میں نے بارہ برس کی عمر میں ایسے کارنامے انجام دیے تھے کہ ممّا کبھی اس کی توقع کرہی نہیں سکتی تھیں۔ یہ تو بارہ برس کی عمر میں فیڈر سے دودھ پیتی ہوں گی۔"

سونیا نے کہا "چپ رہ چڑیل! تجھے کیا پتا میں نے بارہ چودہ برس کی عمر میں کتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں؟ زہریلے بیابان کی آگ میں جل کر کندن بنتی رہی ہوں۔ آج کندن نہ بنتی تو تجھے وراثت میں غیر معمولی صلاحیتیں حاصل نہ ہوتیں۔"

میں نے کہا "میری بیٹی تمہیں چھیڑ رہی ہے۔ تم اتنی سنجیدہ کیوں ہوگئیں؟ ہمارے دونوں بچوں نے صرف تمہاری ہی نہیں میری بھی غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کی ہیں۔ ہاں تو اعلیٰ بی بی تم اپنی رپورٹ پیش کرو۔"

وہ بولی "ابھی تو میں جارہی ہوں۔ خیال خوانی میں مصروف رہوں گی پھر آکر بتاؤں گی کہ میں نے کتنی بڑی کامیابی

حاصل کی ہے۔"

وہ میرے دماغ سے چلی گئی۔

○☆○

کرونا طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ راسپوٹین نے فیصلہ کیا تھا کہ اسے انڈیا میں رہنا چاہیے۔ اس ملک میں پچھلے کئی برسوں سے کوئی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرنے والے وہاں جائیں گے۔ اگر گئے بھی تو ہندوستان کے دور افتادہ حصوں میں نہیں جائیں گے۔ اس اندازے کے مطابق یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ ہندوستان کے انتہائی جنوبی حصے میں سری لنکا کے قریب جا کر رہے گی۔

وہ اسرائیلی انٹیلی جنس میں رہ چکی تھی۔ ٹریننگ کے دوران میں کئی زبانیں سیکھتی رہی تھی۔ اس نے ہندی زبان بھی سیکھی تھی۔ وہاں کی تہذیب اور ثقافت کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا تھا۔ بڑے سلیقے سے ساڑی بھی پہننا جانتی تھی۔ اسی لیے راسپوٹین نے اسے انڈیا جانے کی اجازت دی تھی۔ وہاں وہ ایک ہندوستانی عورت بن کر رہ سکتی تھی۔

وہ طیارے میں سفر کے دوران جنوبی ہندوستان کا نقشہ دیکھتی رہی ان علاقوں سے تعلق رکھنے والی گائیڈ بکس پڑھتی رہی پھر اس نے طے کیا کہ وہ جنوبی ہند کے سب سے آخری شہر کنیا کماری میں رہائش اختیار کرے گی۔

سیاحوں کے لیے کنیا کماری کے ساحلی علاقوں میں بڑی دلچسپیاں تھیں۔ یہ شہر تین بڑے سمندروں کے سنگم پر ہے مغرب میں بحیرہ عرب، جنوب میں بحرہ ہند اور مشرق میں بے آف بنگال ہے۔ یہاں کا طلوع آفتاب قابل دید ہوتا ہے۔ طلوع آفتاب کا منظر آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ ذہن میں تازگی پیدا کرتا ہے دیکھنے والوں کو سحر زدہ کر دیتا ہے۔ اس کا نظارہ کرنے والے منہ اندھیرے بیدار ہو کر ساحل سمندر پر آجاتے ہیں۔ لوگ اپنے گھروں کی اور ہوٹلوں کی چھتوں پر چڑھ کر اس کا نظارہ کرتے ہیں۔

کرونا نے کنیا کماری کے متعلق بہت کچھ سنا تھا اور پڑھا تھا۔ وہ ممبئی پہنچنے تک فیصلہ کر چکی تھی کہ اسی ساحلی شہر میں جا کر رہنا ہے۔ راسپوٹین نے کہا "میں تمہارے ارادوں کو سمجھ رہا ہوں۔ وہ دور افتادہ ساحلی علاقہ تمہارے لیے مناسب رہے گا۔ وہاں تمہیں رہنے کے لیے کاٹیج بھی مل جائے گا لیکن ایک پرابلم ہے۔"

"پرابلم کیسا ہی ہو۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے حل کرلیں گے۔"

"تم خوب صورت ہو جوان ہو۔ وہاں تنہا رہو گی تو لوگ تجسس میں مبتلا ہوں گے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے تمہارے بارے میں چھان بین کریں گے۔"

وہ بولی "ہاں یہ تو ہو گا۔ اگر میں دو چار عورتوں کو ملازمہ بنا کر رکھ لوں تو؟"

"پھر بھی تجسس رہے گا۔ عورت باپ بھائی کے ساتھ رہتی ہے یا پھر شوہر کے ساتھ۔ اس کے ساتھ ایک مرد ضروری ہوتا ہے۔ تب ہی وہ شکوک و شبہات سے بالاتر رہتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے کسی بوڑھی کو باپ بنالوں گی اور کسی نوجوان کو شوہر۔ وہ شوہر ہاتھی کا دانت ہوگا دکھانے کے لیے۔ کھانے کے لیے نہیں ہوگا۔"

ممبئی انٹرنیشنل ائرپورٹ ہے۔ یہاں دنیا کے تمام ممالک کے باشندے آتے ہیں۔ ان میں سیاحوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ ان سیاحوں کو اپنی خدمات پیش کرنے کے لیے وہاں بہت سے گائیڈ موجود رہتے ہیں۔ اسے بھی تین گائیڈز نے گھیر لیا۔ ان میں سے ایک بوڑھا تھا اور دو نوجوان تھے۔ کرونا نے کہا "گائیڈ ایک ہوتا ہے۔ تم تین ہو فیصلہ کرو۔ تم میں سے کون میرا گائیڈ بنے گا؟"

ان میں سے ایک نے کہا "پہلے میں میڈم کے پاس آیا تھا۔"

دوسرے نے کہا "میڈم کو پہلے میں نے مخاطب کیا تھا۔"

تیسرے نے کہا "میں تو میڈم کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔"

کرونا نے ایک خوب رو جوان سے کہا "میں تمہاری خدمات حاصل کروں گی۔"

دوسرا نوجوان چلا گیا۔ بوڑھے نے مایوس ہو کر کہا "میڈم! تم بہت خوب صورت ہو تمہیں دیکھتے ہی میں نے دوسرے سیاحوں کو چھوڑ دیا۔ تمہارے پیچھے چلا آیا۔ آہ تم مجھے مایوس کر رہی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں تمہیں مایوس نہیں کروں گی۔ تم بھی میرے گائیڈ بن کر رہو گے لیکن میں اس شہر میں نہیں رہوں گی۔ مجھے بہت دور جانا ہے۔"

بوڑھے نے کہا "میرا نام کملیش پوری ہے۔ تم ہندوستان کے جس شہر، جس گاؤں میں جاؤ گی میں تمہارے اخراجات پر جاؤں گا۔"

نوجوان نے کہا "میرا نام ارمان علی ہے۔ میں بھی روزی کی خاطر آپ کے ساتھ کہیں بھی جا سکتا ہوں۔"

"میں یہاں سے بہت دور کنیا کماری جاؤں گی۔ وہاں کم

از کم ایک ماہ تک رہوں گی۔ کیا اتنے عرصے تک میرے ساتھ رہو گے؟"

"ایک ماہ تو کیا ایک سال تک رہ سکتا ہوں۔"

کملیش پوری نے کہا "میں تو ساری زندگی ساتھ رہ سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے کسی ڈو میسٹک فلائٹ میں تین سیٹیں حاصل کرو۔"

ارمان نے کہا "اگر آپ ایڈوانس پے منٹ کریں گی۔ تو میں یہاں اپنے گھر والوں کو رقم دے کر اطمینان سے آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

وہ بولی "میرے پاس ڈالرز ہیں۔ آؤ پہلے کرنسی تبدیل کروں گی پھر ایڈوانس کے طور پر تم دونوں کو دس دس ہزار دوں گی۔"

اس نے کرنسی تبدیل کرنے کے بعد ان کی توقع سے زیادہ انہیں رقم دی۔ ایک ڈو میسٹک فلائٹ میں تین سیٹیں حاصل کیں پھر ان دونوں سے کہا۔

"اپنے گھر والوں کو رقم دے کر واپس ائرپورٹ آجاؤ۔ میں یہاں انتظار کروں گی۔"

وہ دونوں اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ کرونا ان کے خیالات پڑھنے لگی۔ دونوں ہی یہ سوچ رہے تھے کہ ایک بے وقوف عورت ملی ہے۔ ہمارا پتا ٹھکانا نہیں پوچھا اور ہمیں اتنی بڑی رقم دے دی۔ ارمان علی سوچ رہا تھا "بڑی دل والی عورت ہے۔ مجھے دھوکا نہیں دینا ہے۔ ساتھ رہوں گا تو زیادہ سے زیادہ رقم حاصل ہوتی رہے گی۔"

بوڑھا سوچ رہا تھا "بہت خوب صورت ہے کم بخت جوانی میں نہیں ملی۔ ویسے میں کون سا بوڑھا ہو گیا ہوں؟"

کرونا نے اس کی سوچ میں کہا "مگر جوان بھی نہیں ہوں۔ اس کا باپ بن کر رہ سکتا ہوں۔"

اس نے پریشان ہو کر سوچا "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں؟ ایسی بھرپور جوان عورت کا باپ بن کر کیوں رہوں گا کیا میں پاگل ہوں؟ مجھے تو کبھی تنہائی میں مل جائے تو اس سے لپٹ جاؤں گا۔"

کرونا نے سمجھ لیا بڈھا ٹھرکی ہے۔ اسے قابو میں رکھنے کے لیے اس پر تنویمی عمل کرنا ہوگا۔ تب ہی یہ میرا باپ بن کر رہ سکے گا لیکن یہ عمل کرنے سے پہلے کنیا کماری پہنچنا تھا۔ وہاں کہیں رہائش اختیار کرنے کے بعد اطمینان سے اسے مسمول بنایا جا سکتا تھا۔ دوپہر ایک بجے کی فلائٹ تھی۔ اس نے طیارے میں سفر کرتے وقت کہا "میں ایک دو ماہ تک تم لوگوں کے ساتھ رہوں گی تو لوگوں کو تجسس ہوگا کہ میں کون ہوں؟ اور تم دونوں کے ساتھ میرا کیا رشتہ ہے؟"

ارمان نے کہا "ہم پوچھنے والوں سے کہہ دیں گے کہ ایک لمبے عرصے کے لیے گائیڈ بنے ہوئے ہو۔ اس لیے ساتھ رہتے ہیں۔"

کرونا نے کہا "پولیس اور انٹیلی جنس والے میرے بارے میں انکوائری کریں گے۔ انہیں پتا چلے گا کہ میں کسی دوسرے ملک سے آئی ہوں اور میں یہ نہیں چاہتی میں یہاں ہندوستانی عورت بن کر رہنا چاہتی ہوں۔"

بوڑھے کملیش پوری نے کہا "تم ہماری زبان بہت اچھی طرح بول رہی ہو۔ اگر جینز اور شرٹ کے بجائے ساڑی اور دوسرا ہندوستانی لباس پہنو گی تو بالکل ہندوستانی عورت لگو گی۔"

"میں کنیا کماری پہنچتے ہی اپنے لیے ساڑھیاں گھاگھرے اور چولی وغیرہ خریدوں گی۔ وہاں اپنے لیے ایک کاٹیج کرائے پر حاصل کروں گی۔ تم دونوں میرے رشتے دار بن کر رہو گے۔"

کملیش پوری نے کہا "کسی کو تمہارا شوہر اور کسی کو تمہارا بھائی بن کر رہنا چاہیے۔ یہ ارمان تمہاری طرح خوب صورت ہے۔ دیکھنے میں تمہارا بھائی لگتا ہے یہ۔ تمہارا بھائی بن جائے گا۔ میں تمہارا شوہر بن کر رہوں گا۔"

کرونا نے اسے گھور کر دیکھا۔ ارمان نے کہا "آئینہ دیکھو اور اپنی عمر کا حساب کرو۔ تمہیں میڈم کا باپ بن کر رہنا چاہیے۔"

بوڑھے نے گھونسا دکھاتے ہوئے کہا "مجھے باپ دادا بناؤ گے تو میں منہ توڑ دوں گا۔ نزلے کی وجہ سے میرے بال سفید ہو رہے ہیں۔ ورنہ میری عمر زیادہ نہیں ہے۔ یقین نہ ہو تو مجھ سے پنجہ لڑا کر دیکھ لو۔"

کرونا نے کہا "تم دونوں آپس میں لڑو گے تو میں دونوں ہی کی چھٹی کروں گی۔ اپنے کام کے لیے دوسرے آدمی پکڑ لوں گی۔"

وہ بولا "تم کچھ بھی کرو لیکن میں باپ نہیں بنوں گا۔"

کرونا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ تنویمی عمل کے ذریعے اس بوڑھے کو راہ راست پر لے آئے گی۔ اس نے کنیا کماری پہنچ کر کملیش پوری سے کہا "تم جا کر ساحل سمندر پر کوئی خوب صورت کاٹیج حاصل کرو۔ اسے دس ہزار ایڈوانس دے کر دو ماہ کے لیے کاٹیج ریزرو کرالو میں ارمان کے ساتھ شاپنگ کے لیے جا رہی ہوں۔"

اپنے لیے ہندوستانی لباس اور زیورات خرید کر آؤں گی۔"

وہ کملیش پوری کو دس ہزار روپے دے کر ارمان کے ساتھ وہاں کی مین مارکیٹ میں آئی اور اپنی ضرورت کا سامان خریدنے لگی۔ اس نے ارمان کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ وہ لالچی ہے مگر ایمان دار ہے محنت کر کے زیادہ سے زیادہ رقم وصول کرنا چاہتا ہے جھوٹا اور فریبی نہیں ہے۔

جھوٹا اور فریبی وہ بوڑھا تھا۔ کرونا کے حسن و شباب کو دیکھ کر للچا رہا تھا۔ اس نے ایک کانیچ کے مالک سے دو ماہ کے لیے کانیچ کا سودا کیا تھا۔ معاہدے کے کاغذ پر اس نے خود کو کرونا کا شوہر لکھوایا تھا۔ کرونا نے شاپنگ سے واپس آکر اس کانیچ کو دیکھا۔ اسے پسند کیا پھر معاہدے کا کاغذ پڑھ کر غصے سے پوچھا "تم نے میرے شوہر کی جگہ اپنا نام کیوں لکھوایا۔ کیا تمہیں میرا کوئی شوہر تسلیم کرلے گا؟"

"تم تسلیم کرو گی تو ساری دنیا تسلیم کرے گی۔ ایسے ہی وقت کہتے ہیں کہ میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی۔ اس معاہدے کو تبدیل کردو گی تو لوگوں کو شبہ ہوگا۔ پتا نہیں تم کہاں سے آئی ہو؟ یہاں خود کو چھپا کر کیوں رکھنا چاہتی ہو؟ میں تمہارا رازدار بن کر رہوں گا۔ پولیس والوں کو تم پر شبہ نہیں کرنے دوں گا۔"

کرونا اسے گھور کر رہ گئی۔ ارمان نے کہا "اس بوڑھے کی نیت میں فتور ہے۔ تمہیں اس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔"

کرونا نے کہا "میری فکر نہ کرو یہ زیادہ پھیلے گا تو میں اس کی کمر توڑ دوں گی۔ بڑھاپے میں جھک کر بھی نہیں چل سکے گا۔"

اعلیٰ بی بی کبھی اس کے دماغ میں آتی تھی۔ کبھی چلی جاتی تھی۔ اس کے خیالات سے یہی پتا چل رہا تھا کہ ابھی وہ اپنا ٹھکانا بنانے میں مصروف ہے۔ وہ اس خیال سے کرونا کے پاس آرہی تھی کہ راسپوٹین اس کے پاس آکر باتیں کرے گا تو اسے بھی یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ کن معاملات میں مصروف ہے۔

پندرہ گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی راسپوٹین نے کرونا سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ ایسا ہو سکتا تھا کہ وہ چپ چاپ آکر اس کے چور خیالات پڑھ کر واپس چلا جاتا۔ اعلیٰ بی بی امریکی اعلیٰ افسران کے پاس آگئی۔ وہ تینوں یوگا کے ماہر تھے۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ایک آلہ کار کے ذریعے ان سے گفتگو کرتے تھے۔ اعلیٰ بی بی بھی اس آلہ کار کے اندر ان کی اہم باتیں سنتی رہتی تھی۔

ان آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں نمبر تھری ہمارا معمول تھا۔ وہ اس کے اندر آسانی سے آتی جاتی رہتی تھی۔ اس انڈر گراؤنڈ سیل سے نکلتے وقت نمبر سات اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اس کے دو ساتھی اسے ایمرجنسی اسپتال میں پہنچا کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ اس سے دور رہ کر خیال خوانی کے ذریعے اس کی نگرانی کرنا چاہتے تھے۔

نمبر سات بے حد مغرور ہوگیا تھا۔ کم از کم چوبیس گھنٹے اس اسپتال میں رہنے والا تھا۔ اعلیٰ بی بی اس اسپتال میں رہی کہ اس کے ساتھی ایک آدھ گھنٹے کے لیے اس سے غافل ہوجائیں یا کہیں مصروف ہوجائیں وہ فوراً اسے اپنا معمول بنالے گی۔ ویسے ان سب کو تو مصروف رہنا ہی تھا۔ وہ ایک عرصے کے بعد انڈر گراؤنڈ سیل سے باہر آئے تھے۔ ان کا سب سے پہلا اہم مسئلہ یہی تھا کہ کسی کی نظروں میں آئے بغیر کسی بہت ہی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچ جائیں۔

بے چارہ نمبر سات تو اسپتال میں پڑا ہوا تھا۔ باقی اس کے سات ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی اپنی سلامتی کے لیے محفوظ پناہ گاہ کی تلاش میں بھٹک رہے تھے۔ کوئی اسی ملک میں چھپ کر رہنا چاہتا تھا کوئی اس ملک سے باہر جانے کے لیے کسی فلائٹ میں سیٹ حاصل کر رہا تھا۔

نمبر سات اسپتال پہنچنے کے بعد ہوش میں آگیا تھا۔ اس کے دو ساتھیوں نے اس سے کہا تھا "تم فکر نہ کرو۔ ابھی کسی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہم اس تہ خانے سے نکل چکے ہیں۔ ابھی کوئی تمہارے دماغ میں نہیں آیا ہم ایک آدھ گھنٹے میں کسی محفوظ جگہ پہنچتے ہی تمہارے پاس آئیں گے۔ صرف ہیری جانسن ہمارے بارے میں جانتا ہے۔ وہ ابھی کئی گھنٹوں تک بے ہوش پڑا رہے گا۔ تم فکر نہ کرو۔ ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔"

اعلیٰ بی بی کو موقع مل گیا۔ اگر وہ ایک گھنٹے کے لیے بھی گئے تھے تو تنویمی عمل کے لیے یہ وقت کافی تھا۔ اس نے نمبر سات پر مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد اس کے تنویمی عمل کو بھول جائے گا۔ صرف اس کے مخصوص لب و لہجے کو یاد رکھے گا۔ جب وہ اس لب و لہجے کے ساتھ اس کے اندر آئے گی تو وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔

اس نے نمبر سات کو اپنا معمول بنا کر ایک بڑی کامیابی حاصل کی پھر ان تین یوگا جاننے والی آرمی افسران کی طرف توجہ دی۔ ان تینوں کے ایک آلہ کار کے دماغ میں پہنچی تو

معلوم ہوا وہاں راسپوٹین بول رہا ہے۔ ان تینوں اعلیٰ افسران سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ اعلیٰ افسران اس سے یہ کہہ رہے تھے کہ ان کے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے انڈر گراؤنڈ سیل میں محفوظ ہیں۔

راسپوٹین نے ان سے کہا "آپ کے آٹھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے خاموش ہیں۔ آپ کو ان سے کام لینا چاہیے۔ آپ چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے فرہاد کی مصروفیات کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرسکتے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم یہ نہ سمجھو کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ خیال خوانی کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ جب بھی انہیں فرہاد کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوں گی۔ ہم تمہیں فوراً بتائیں گے ہم تم سے تعاون کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ ہم اپنا وعدہ ضرور پورا کریں گے۔"

"ایک اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں آئی تھی۔ میں نے سوچا شاید الپا ہے لیکن وہ کوئی اور تھی میں اچھے سے الجھا ہوں ہوں کہ وہ کون تھی؟ کرونا تو میرے قابو میں آرہی ہے۔ میری معلومات کے مطابق کوئی تیسری ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت دنیا میں نہیں ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہماری معلومات کے مطابق بھی کوئی تیسری ٹیلی پیتھی جاننے والی نہیں تھی پھر وہ کہاں سے پیدا ہوگئی؟"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "کئی ملکوں میں ٹرانسفارمر مشین تیار کی گئی تھی۔ ہم نہیں جانتے کہ ان ممالک میں کتنے لڑکوں اور کتنی عورتوں کو ٹیلی پیتھی سکھائی گئی تھی۔ ان میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا اور کرونا کی طرح خوش قسمت ہوگی۔ اس کا یہ علم سلامت رہ گیا ہوگا۔ بائی داوے تم سے کیا کہہ رہی تھی؟"

"میں نے اسے اپنے دماغ میں زیادہ دیر رہنے نہیں دیا۔ میں نے اسے کہہ دیا پہلے اپنا ایک آلہ کار مقرر کرو۔ میں اس آلہ کار کے اندر آکر اس سے باتیں کروں گا۔ وہ چلی گئی تقریباً دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔ وہ اب تک واپس نہیں آئی۔ اسے رابطہ کرنا چاہیے تھا۔"

"پہلے تو اسے دماغ سے بھگا دیا اب الجھ رہے ہو کہ وہ کون تھی؟ اور واپس کیوں نہیں آئی؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "دراصل میں بہت مصروف تھی۔"

وہ تینوں اعلیٰ افسران اپنے اس چوتھے افسر کو دیکھنے لگے۔ جو آلہ کار بنا ہوا تھا اور جس کے دماغ میں راسپوٹین موجود تھا۔ ایک افسر نے پوچھا "مسٹر راسپوٹین تم عورتوں کے لہجے میں بول رہے ہو؟"

وہ بولا "میں نہیں کوئی اور بول رہی ہے۔ شاید یہ وہی ہے۔"

"ہاں میں وہی ہوں جس کا تم انتظار کر رہے ہو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "تم کون ہو؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تم اس افسر کو آلہ کار بنا کر ہم سے گفتگو کرسکتی ہو؟"

"میں وہ سب کچھ معلوم کرلیتی ہوں۔ جو دوسرے معلوم نہیں کرسکتے میں تمہارے ان آٹھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں جانتی ہوں کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم تو ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ڈینگیں مار رہی ہو۔ آج تک فرہاد ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک نہیں پہنچ سکا اور تم وہاں تک پہنچنے کا دعویٰ کر رہی ہو۔ آخر تم ہو کون؟"

"میں کوئی بھی ہوں جو کہتی ہوں اسے سچ ثابت کردیتی ہوں۔ تمہارا وہ ہیری جانسن انڈر گراؤنڈ سیل میں بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ تمہارے آدمی اسے اٹھا کر لے گئے۔ اب وہ تہ خانہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خالی ہوچکا ہے۔ کیا اتنا ہی بتا دینا کافی ہے یا آگے بھی ڈینگیں مارتی رہوں؟"

وہ تینوں اعلیٰ افسران پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ راسپوٹین نے کہا "ابھی آپ تینوں دعویٰ کر رہے تھے کہ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تہ خانے میں محفوظ ہیں اور بڑے آرام سے خیال خوانی کر رہے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ عورت جھوٹ بول رہی ہے۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے پاس محفوظ ہیں۔"

راسپوٹین نے کہا "میں اس آلہ کار کے ذریعے آپ کی پریشانیوں کو بھانپ رہا ہوں۔ پلیز مجھ سے نہ چھپائیں ہم آپس میں دوست ہیں۔ میں آپ کے بہت کام آسکتا ہوں۔ کیا وہ آٹھوں اب تہ خانے میں نہیں ہیں؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ہاں آپ اپنے اس دوست کو بتا دیں یہ ابھی ان آٹھوں کو پکڑ کر انہیں تہ خانے میں واپس پہنچا دے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے غصے سے کہا "بکواس مت کرو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ ہیں۔ تم یہاں سے جاؤ۔"

اعلیٰ بی بی نے نمبر تھری کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اس آلہ کار افسر کے اندر پہنچایا۔ وہ اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق

بولا "ہیلو سر میں نمبر تھری بول رہا ہوں۔ میں نے سوچا آپ ہمارے سلسلے میں پریشان ہوں گے۔ آپ کو بتا دوں کہ ہم سب انڈر گراؤنڈ سیل سے باہر آنے کے بعد پوری طرح محفوظ ہیں۔"

ایک افسر نے حکم دیا "نمبر تھری تم ابھی جاؤ۔ ہم ایک دوسرا آلہ کار مقرر کر رہے ہیں۔ تم سب اس کے اندر آکر ہم سے گفتگو کرو گے۔"

نمبر تھری نے کہا "یس سر! میں آدھے گھنٹے بعد دوسرے آلہ کار کے ذریعے گفتگو کروں گا۔ میرے دوسرے ساتھی بھی آپ سے رابطہ کریں گے۔"

وہ چلا گیا۔ اس آلہ کار افسر کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔

راسپوٹین نے کہا "میں نے تمہارے نمبر تھری کی باتیں سنی ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ انڈر گراؤنڈ سیل سے نکلنے کے بعد سب ہی محفوظ ہیں اور آپ تینوں مسلسل جھوٹ بول رہے ہیں کہ وہ تینوں اس تہ خانے میں ہیں۔"

ایک افسر نے ناگواری سے کہا "مسٹر راسپوٹین یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں۔ یہ ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ کون سی بات چھپانا چاہیے اور کون سی بات بتانا چاہیے۔ جو بات آپ کو بتانے والی ہوگی۔ وہ آپ کو ضرور بتائیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "یہ بتانے والی بات بھی نہیں بتائیں گے۔ تم تو پہلے ہی الو تھے یہ تمہیں اور الو بنا رہے ہیں۔"

راسپوٹین نے کہا "میں تمہاری بات کا برا نہیں مانوں گا۔ میں اتنی دیر سے سوچ رہا ہوں کہ تمہاری آواز اور لب ولہجے میں جوان اور عمر رسیدہ عورتوں والی چنگی نہیں ہے۔ تم ایک کم سن بچی لگتی ہو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "میرا بھی یہی اندازہ ہے آواز سنو تو ایسا لگتا ہے۔ کوئی کم سن بچی بول رہی ہے۔"

"تم لوگوں کا اندازہ درست ہے۔ میں ایک بچی ہوں فیڈر سے دودھ پی رہی ہوں لیکن تم لوگوں کے معاملات میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر رہی ہوں۔"

"تم بہت زیادہ بولتی ہو۔"

"جو بولتی ہوں اسے سچ کر دکھاتی ہوں۔ میں نے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں جو کچھ کہا کیا وہ سچ ثابت نہیں ہوا۔ اس سے بھی آگے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ کوبرا کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ الپا اسرائیل سے فرار ہو کر کس ملک کے کس شہر میں پہنچی ہوئی ہے اور تمہاری وہ کرونا کس ملک کے ساحلی علاقے میں آرام فرما رہی ہے۔"

راسپوٹین اس بات پر چونک گیا۔ اعلیٰ بی بی نے کرونا کا نام نہیں بتایا تھا لیکن ساحلی علاقہ کہہ کر یہ اشارہ دیا تھا۔ وہ بہت کچھ جانتی ہے۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم بڑے بڑے دعوے کر رہی ہو۔ کیا الپا اور کوبرا سے ہمارا رابطہ کرا سکتی ہو؟"

"میں براہ راست ان سے رابطہ نہیں کر سکتی ہوں لیکن مخصوص ذرائع سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہتی ہوں۔ ان سے قوی اور فیکس وغیرہ کے ذریعے بات کروں گی۔ تو وہ محتاط ہو جائیں گے۔ اس ملک اور شہر سے چلے جائیں گے۔ میں نہیں چاہوں گی کہ وہ میری نظروں سے دور ہو جائیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا تم بالکل تمہارے مقاصد بتاؤ گی؟ کیا ہمارے پاس کسی خاص مقصد کے ہو؟"

"ہاں امریکا' روس' برطانیہ' جرمنی اور فرانس کا مشترکہ اجلاس میں مسلمانوں کے خلاف جو فیصلے ہوئے میں ان سے واقف ہوں۔ یہ سمجھانے آئی ہوں کہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔"

"تم ان کی حمایت میں بول رہی ہو۔ کیا تم مسلمان ہو؟"

"بے شک مسلمان ہوں اگر نہ ہوتی تب بھی تم لوگ یہی سمجھاتی تم میں سے کوئی ایسی ایک مثال بھی پیش کر سکتا کہ کسی نے فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے دشمنی کی ہو اور کوئی کامیابی حاصل کی ہو۔"

"پچھلی ناکامیوں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگلی بار حاصل نہیں ہوگی۔"

دوسرے افسر نے پوچھا "تم کیوں چاہتی ہو کہ اسلامی ادارے کے خلاف کارروائی نہ ہو۔"

وہ بولی ابھی کچھ عرصہ پہلے ان کے خلاف کارروائی کی گئی تھی۔ ان سے دشمنی کا نتیجہ یہ ممالک کے سامنے ہے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک سب ہی ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو گئے ہیں۔ وہ خانہ بدوشوں کی طرح بھٹک رہے ہیں۔ قسمتی سے میں بھی بچ گئی۔ یہ نہیں چاہتی کہ وہ کارروائی کے طور پر اپنی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کر جیسے باقی رہنے والے بھی خیال خوانی کے علم سے ہو جائیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "انہوں نے ہماری

ایسی دوا اسپرے کی تھی۔ وہ دوسری بار ایسا کریں گے تو
ف خواہ مخواہ کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ باقی رہ جانے
ں ظاہر ہو چکے ہیں۔ وہ اپنی ٹیلی پیتھی کی سلامتی کے
لے ہوشیار ہو کر عمل کر رہے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "وہ احتیاطی تدابیر کیا کریں گے۔ کیا یہ
ہیں کہ جہاں چھپے ہوئے ہیں وہاں دوا اسپرے کرنے
ے نہیں پہنچیں گے؟ کیا وہ چوبیس گھنٹے اپنے چہروں پر
ک چڑھائے رہیں گے؟ مجھے اپنی فکر ہے سمجھ میں نہیں
ا اس دنیا کے کس ویران علاقے میں چلی جاؤں۔ آپ
نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آنے والی مصیبتوں سے بچا
ہیں۔ میری بات سمجھ میں آئے تو بابا صاحب کے ادارے
دور رہیں اور نہ سمجھ میں آئے تو پھر تمہارے ٹیلی پیتھی
نے والوں کے ساتھ مجھے بھی خیال خوانی سے محروم ہونا
ے گا۔ میں جا رہی ہوں امید کرتی ہوں آپ لوگ میرے
ورے پر غور کریں گے او کے! میں پھر کسی وقت آؤں
"

وہ خاموش ہو گئی اس آلہ کار افسر کے دماغ میں چپ
ہ موجود رہی۔ راسپوٹین نے ان اعلیٰ افسران سے کہا
ی کا مشورہ قابل غور ہے۔ وہ اسپرے کی جانے والی دوا
ا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ تمہارے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے
ے اس دوا کی زد میں آئیں گے۔ پہلے وہ انڈر گراؤنڈ سیل
پوری طرح محفوظ تھے۔ اب باہر نکلنے کے بعد کہاں کہاں
ے پھریں گے۔ کب تک اس دوا سے بچتے رہیں گے؟ میں
ا جا رہا ہوں' یہ آپ لوگوں کے لیے غور و فکر کا مقام ہے۔
کے۔ بی۔ یو۔"

وہاں گہری خاموشی چھا گئی۔ تینوں اعلیٰ افسران ایک
رے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔

○☆○

دنیا کے تمام بڑے ممالک نے بابا صاحب کے ادارے
خلاف ایک مشترکہ درخواست فرانسیسی عدالت میں پیش
ی۔ دوسرے لفظوں میں ایک اسلامی ادارے کے
مقدمہ دائر کر دیا۔ انہوں نے الزام دیا کہ چند ہفتے پہلے
صاحب کے ادارے نے دہشت گردی کی انتہا کر دی۔
ر انسان مار مشینیں بڑے ممالک میں تھیں۔ ان سب کو
کر دیا ہے۔ ان کے نقشے جلا دیے ہیں اور تمام ٹیلی پیتھی
نے والوں سے خیال خوانی کا علم ہمیشہ کے لیے چھین لیا
ا کرنے والے بابا صاحب کے ادارے میں تربیت
ل کرتے رہے ہیں۔

درخواست میں کہا گیا کہ چین میں بھی بابا صاحب کا ادارہ قائم کیا گیا تھا۔ حکومت چین نے جب یہ دیکھا کہ وہ ان کے باشندوں کو تعلیم و تربیت کے بہانے مسلمان بنا رہے ہیں اور انہیں دہشت گردی سکھا رہے ہیں تو فوراً ہی بابا صاحب کے اس ادارے کو وہاں بند کر دیا گیا اور انہیں ملک چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

انہوں نے عدالت کہا "بابا صاحب کے ادارے کو ایک نوٹس جاری کیا گیا ہے۔ ان سے کہا گیا ہے کہ فرانس کی سرزمین پر اس ادارے کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اگر ان کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک اسلامی ادارہ ہے تو وہ کسی اسلامی ملک میں جا کر یہ ادارہ قائم کریں۔

حکومت فرانس حکم دیتی ہے کہ پندرہ دن کے اندر اس ادارے کو ختم کیا جائے اور اس کی عمارتوں کو حکومت کی تحویل میں دیا جائے۔

یہ نوٹس بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا گیا تھا اور عدالت میں تمام ممالک کی جو مشترکہ درخواست پیش کی گئی تھی۔ اس کی ایک نقل بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دی گئی تھی۔ جناب تبریزی' جناب عبداللہ واسطی اور وہاں کے تمام عہدے دار سمجھ رہے تھے کہ وہ تمام دشمن ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے محروم ہونے کے بعد قانونی ہتھکنڈے آزما رہے ہیں۔

جناب تبریزی نے کانفرنس ہال میں ایک اجلاس طلب کیا پھر تمام عہدے داروں سے مشورے کرنے لگے۔ ان سب نے یہ طے کیا کہ اس سلسلے میں پہلے تمام اسلامی ممالک سے رابطہ کیا جائے۔ انہیں بتایا جائے کہ یہ بڑے ممالک اسلام دشمنی پر اتر آئے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کو دہشت گردوں کا مذہب ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے وقت تمام اسلامی ممالک کو متحد ہو کر بابا صاحب کے ادارے کی حمایت کرنا چاہیے۔ ہمیں اپنے اعمال سے ثابت کرنا چاہیے کہ اسلام محبت' اخوت اور امن آشتی کا مذہب ہے۔

یہ بات اسلامی ممالک کے لیے بڑی پریشان کن تھی۔ کیونکہ بیشتر اسلامی ممالک امریکا کے زیر اثر تھے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کی حمایت کر کے امریکا کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے اور بابا صاحب کے ادارے کی مخالفت کر کے مسلمانان عالم کی مخالفت اور بغاوت کا سامنا نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اس سلسلے میں اپنے امریکی آقاؤں سے مذاکرات کرنے گئے۔

ایک ملک کے حاکم نے کہا "آپ ہماری مجبوریوں کو

پیش نظر رکھیں۔ ہم تمام مسلمانوں کو اپنا مخالف بنا کر یہاں حکومت نہیں کر سکیں گے۔ جب ہماری حکومت نہیں رہے گی تو آپ کی حمایت کون کرے گا۔

دوسرے ملک کے بادشاہ نے کہا "بابا صاحب کا وہ ادارہ ایک طویل مدت سے فرانس میں پنپتا رہا ہے۔ اس کی جڑیں وہاں مضبوط ہو چکی ہیں۔ اگر اس ادارے کے خلاف کارروائی کی جائے گی تو دو ہی باتیں ہوں گی یا تو بہت ہی خطرناک جنگ چھڑ جائے گی یا پھر وہ ادارہ ہم میں سے کسی ایک کے اسلامی ملک از سر نو قائم ہوگا اور ہماری حکومت کے لیے عذاب جان بن جائے گا۔

ایک اور ملک کے بادشاہ نے کہا "ہمارے ملک کے تمام مسلمان اس ادارے کی حمایت کریں گے۔ اس ادارے میں تعلیم و تربیت کے لیے جائیں گے پھر ایک دن ہماری بادشاہت کو خاک میں ملا دیں گے۔"

ایک اور حاکم نے کہا "آپ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف بھرپور کارروائی کریں لیکن یہ الفاظ استعمال نہ کریں کہ اس ادارے کو وہاں سے ختم ہو کر کسی اسلامی ملک میں قائم ہونا چاہیے۔ آپ ہمیں مصیبت میں نہ ڈالیں۔"

لیبیا اور ایران نے کھل کر اعلان کیا کہ بابا صاحب کے ادارے کے لیے ہمارا ملک حاضر ہے۔ وہ ادارہ جب چاہے فرانس سے منتقل ہو کر ہمارے ملک میں قائم ہو سکتا ہے۔ ہم اس ادارے کے قیام کے لیے اپنے ملک کے خزانے کا منہ کھول دیں گے۔

جناب تبریزی نے کہا "ہم جانتے تھے کہ ان حالات میں اسلامی ممالک کا رویہ ہمارے ساتھ کیسا ہوگا۔ سب ہی اپنا تخت و تاج سلامت رکھنے کے لیے سپر پاور کی جی حضوری کرنے پر مجبور رہیں گے۔"

انہوں نے لیبیا اور ایران کے تمام حکام کا شکریہ ادا کیا اور کہا "خدانا خواستہ کوئی برا وقت آئے گا تو ہم ضرور آپ کے ملک میں پناہ لینے آئیں گے۔ فی الحال ہم اپنی جنگ آپ لڑیں گے۔"

امریکا نہیں چاہتا تھا کہ اس کی حمایت کرنے والے مسلمان حکمرانوں پر کوئی مصیبت آئے۔ اس نے دوسرے تمام بڑے ممالک سے کہا "اسلام کو دہشت گرد قرار دینا مناسب نہیں ہوگا۔ جتنے اسلامی ممالک ہمارے حلیف اور اتحادی ہیں۔ ان کی مسلمان رعایا یہ الزام برداشت نہیں کرے گی۔ لہٰذا ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ اسلام دہشت گردوں کا مذہب نہیں ہے۔ امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ ہماری جنگ امن پسند مسلمانوں سے نہیں ہے، صرف مسلمانوں سے ہے۔

برطانیہ نے کہا "ہماری کارروائی بابا صاحب کے ادارے کے مسلمانوں کے خلاف ہوگی تو دنیا والوں میں یہ آثار ہے گا کہ مسلمان ہی دہشت گرد ہیں۔ اسلام کو امن و سلامتی کا مذہب کہتے رہیں گے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ناک ادھر سے پکڑیں یا دہشت گرد مسلمان ہی سمجھے جائیں گے۔

بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے حکومت کے نوٹس کا جواب دیا گیا "جناب فرید واسطی کا طویل مدت سے قائم ہے۔ یہ ادارہ بہترین تعلیم کے سلسلے میں مشہور رہا ہے حکومت فرانس نے ادارے سے بے شمار فائدے اٹھائے ہیں۔ ہم وقت میں حکومت فرانس کا ساتھ دیا ہے۔ ایک کے بعد اس حکومت کو ہمارے اندر خرابیاں نظر

"ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ حکومت نے ہماری وفاداری کی قدر نہیں کی۔ یہاں کے ہمارے دشمنوں سے دوستی کی ہے اور ہمیں دشمن لگے۔ ان کی کھلی دشمنی کا ثبوت یہ ہے کہ آج سے پہلے چین کے ایک طیارے میں فرہاد علی تیمور کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ جناب عبداللہ واسطی کے بے حد اہم افراد بھی اس طیارے میں تھے۔

"دنیا کے تمام بڑے ممالک نے اپنے سپیس کر کے تمام ائرپورٹس کو سیل کر دیا۔ ہر چھوٹے کے ائرپورٹ میں فوج تعینات کر دی گئی۔ جہاز کے اترتے ہی اسے تباہ کر دینے کا فیصلہ ہو طیارے کے تمام اہم مسافروں کی موت یقینی ان تمام مسافروں کی سلامتی اللہ تعالیٰ کو منظور وہ محفوظ رہے۔ ہم اس بدترین دشمنی کی رپورٹ مجاز عدالت میں پہنچا چکے ہیں۔ دنیا کے تمام ہمارے مجرم ہیں۔ ہماری جان کے دشمن ہیں اور دنیا کے سامنے آ چکی ہے۔

آپ کے نوٹس کا جواب یہ ہے کہ جو طویل مدت سے قائم رہتے ہیں۔ انہیں دنیا کا نہیں کر سکتا۔ ہمارا یہ ادارہ بھی ایک طویل قائم ہے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ قیامت گا۔"

یہ نوٹس حکومت فرانس تک پہنچا دیا گیا

جنگ کی ابتدا... ہوئی تھی۔ آگے یہ خطرناک صورت اختیار کرنے والی تھی۔ دشمنوں کو اندازہ تھا کہ بڑی تباہیاں پھیلیں گی ان کا نقصان زیادہ ہوگا پھر بھی انہیں یہ امید تھی کہ وہ بابا صاحب کے ادارے کو فرانس کی زمین سے اکھاڑ پھینکیں گے۔

پھر تمام بڑے ممالک نے میرے خلاف الزام تراشی کی۔ میں نے ماضی میں دشمنوں کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے جو ہنگامے برپا کیے تھے اور جتنی تباہی پھیلائی تھی۔ ان سب کو دہشت گردی کا نام دیا گیا۔ مجھے دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد قرار دیا گیا۔ جب سے میری زندگی میں ٹیلی پیتھی کا آغاز ہوا تب سے کوئی دن ایسا نہیں گزرا جب دشمنوں نے میرے لیے عرصہ حیات تنگ نہ کیا ہو وہ میرے لیے ہر آنے والے دن کو میری زندگی کا آخری دن بناتے رہے۔

میں ان حالات میں جوابی کارروائی کارروائیاں کرتا رہا۔ ان کی فوجی تنصیبات کو اور اہم خفیہ اڈوں کو تباہ کرتا رہا۔ اب وہ ان تمام تباہیوں کا حساب کر رہے تھے۔ میں اپنی حفاظت کے لیے جوابی کارروائیاں کرتا رہا۔ وہ ان کارروائیوں کو اب دہشت گردی کا نام دینے لگے۔

میری تخریب کاری اور دہشت گردی کی ایک طویل فہرست عدالت میں پیش کی گئی۔ میرے خلاف بے شمار مقدمات دائر کیے گئے۔ بابا صاحب کے ادارے میں نوٹس بھیجا گیا کہ مجھے امریکی حکام کے حوالے کیا جائے یا مجھے عدالت میں پیش کیا جائے انکار کی صورت میں برے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔

بابا صاحب کے ادارے کی جانب سے جواب دیا گیا۔ فرہاد علی تیمور کے دن کس ملک میں بسر ہوتے ہیں۔ راتیں کس ملک میں گزرتی ہیں۔ یہ کوئی نہیں جانتا وہ بابا صاحب کے ادارے میں نہیں ہے۔ اگر وہ یہاں ہوتا تب بھی ہم اسے امریکا کے حوالے نہ کرتے۔ یہ امریکا ہوتا کون ہے؟... خوامخواہ کسی پر دہشت گردی کے الزامات عائد کرکے اسے سزا دینے کا حق اس سپر پاور کو نہیں ہے۔

ان تمام بڑے ممالک کی طرف سے کہا گیا۔ "دنیا کے تمام تجربے کار سراغ رسانوں نے بابا صاحب کے ادارے کا گھیراؤ شروع کردیا ہے۔ ہمارے چند سراغ رسانوں کو اندر آنے کی اجازت دی جائے وہ فرہاد کو ڈھونڈ نکالیں گے اگر اسے ہمارے حوالے نہ کیا گیا تو ہم اس ادارے پر حملہ کرنے کے لیے مجبور ہو جائیں گے۔"

دراصل وہ اتحادی ممالک ادارے پر حملہ کرنے کا جواز پیش کر رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مجھے ان کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ ایسی صورت میں مجھ جیسے دہشت گرد کو ہلاک کرنے کے لیے ادارے پر حملہ کرنے کو جائز قرار دیا جائے گا۔

وہ میرے خلاف عالمی میڈیا کے ذریعے پروپیگنڈا کرنے لگے۔ میں نے ان ممالک کے خلاف جو جوابی کارروائیاں کی تھیں۔ ان کی ویڈیو فلمیں ان ممالک کی لائبریریوں میں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ فلمیں تمام چینلز سے پیش کرنے لگے۔ ان فلموں کو دیکھ کر ایسا ہی لگتا تھا جیسے میں واقعی دہشت گرد ہوں۔ وہ عالمی رائے کو اپنے حق میں ہموار کر رہے تھے۔ عیسائیوں، یہودیوں اور ہندوؤں کی اکثریت مجھے دہشت گرد کہہ رہی تھی۔ وہ بھی اپنے ممالک سے میرے خلاف پروپیگنڈا کر رہے تھے۔ اسی وقت کروڑوں مسلمان میری حمایت میں بیانات دینے لگے۔ مختلف میڈیا کے ذریعے امریکا اور اس کے اتحادی ممالک کے الزامات کی تردید کرنے لگے۔ لیبیا، ایران اور دوسرے چند ممالک مجھ سے کہنے لگے کہ میں ان کے ملک میں چلا آؤں۔ وہ میری حفاظت کے لیے دشمنوں سے جنگ لڑیں گے۔

میں نے ان تمام ممالک کا شکریہ ادا کیا اور وعدہ کیا جب بھی میں ضروری سمجھوں گا۔ ان کے پاس پناہ لینے ضرور آؤں گا۔ آپ لوگ میری فکر نہ کریں۔ اس وقت سب سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ تمام اسلامی ممالک کو متحد کیا جائے۔ آپ لوگ یہی کوشش کریں۔

میں نے امریکی اکابرین سے کہا "میں تمہارے عزائم سمجھ رہا ہوں۔ تم میرا مطالبہ کرنے کی آڑ میں بابا صاحب کے ادارے پر ہوائی حملے کرنے کی تیاریاں کر رہے ہو اگر میں خود کو تمہارے حوالے کردوں۔ تب بھی تم اور تمہارے اتحادی ممالک بابا صاحب کے ادارے کا وجود برداشت نہیں کریں گے۔"

ایک امریکی افسر نے کہا "ہم تمہاری مکاریوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ تم خود کو نہیں کسی ڈی فرہاد کو پیش کرو گے۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "اب سے پہلے تمہیں کئی بار موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے۔ ہمیں اطمینان ہوا کہ دنیا والوں کو ایک دہشت گرد سے نجات مل گئی ہے پھر کچھ عرصے بعد پتا چلا کہ تم زندہ ہو اور تمہاری جگہ کوئی ڈی فرہاد مارا گیا ہے۔"

"مجھے دہشت گرد نہ کہو۔ ورنہ دوسرے اکابرین کے

دماغوں میں زلزلے پیدا کروں گا۔ سب ہی ذہنی مریض بن کر اسپتال میں پہنچ جائیں گے۔"

وہ سہم کر چپ ہوگئے۔ میں نے کہا "میں آج کل ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہیں کر رہا ہوں۔ تم اور تمہارے اتحادی ممالک قانونی طور سے جنگ لڑنے کے لیے غلط الزامات عائد کر رہے ہیں۔ میں یہ تماشا خاموشی سے دیکھ رہا ہوں۔ جناب تمیزی کی ہدایت ہے کہ تم لوگوں کو ڈھیل دی جائے۔ تم جو کرنا چاہتے ہو تمہاری وہ حسرت پوری نہیں ہوگی۔ بالآخر ہمیشہ کی طرح ذلت آمیز شکست کھاؤ گے۔"

ایک آرمی افسر نے کہا "تم لوگ حکومت فرانس کے ساتھ زیادتی کر رہے ہو۔ چین نے اپنے ملک میں تمہارے ادارے کو بند کیا۔ تم نے ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی۔ اس ملک سے چپ چاپ واپس چلے آئے کیا۔ فرانس میں اپنے ادارے کو بند کرکے وہاں سے چپ چاپ نہیں جاسکتے۔"

"چین میں ہمارا وہ ادارہ نیا تھا۔ وہ ہمارے لیے ایک نیا تجربہ تھا۔ فرانس میں ہمارا ادارہ بائیس برسوں سے ہے۔ اس کی جڑیں یہاں بہت مضبوط ہیں۔ جو بھی اسے اکھاڑنا چاہے گا۔ وہ اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے اکھڑ جائے گا۔ یہ بات سمجھ میں آجائے تو اچھا ہے ورنہ آنے والا وقت تمہیں سمجھا دے گا۔"

میں نے انہیں سمجھایا۔ وارننگ بھی دی پھر وہاں سے چلا آیا۔

○☆○

الپا نے اپنے تین یہودی سراغ رسانوں کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ ایسے وقت کبریا ان تینوں کے دماغوں میں موجود رہا تھا۔ اس نے تنویمی عمل کے دوران مداخلت نہیں کی تھی۔ خاموشی سے اس کے عمل کے دوران ان کے دماغوں میں موجود رہا تھا۔ الپا نے مخصوص لب ولہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کیا تھا۔ اس نے وہ مخصوص لب ولہجے یاد کرلیے تھے۔ آئندہ وہ کسی وقت بھی ان کے دماغوں میں پہنچ سکتا تھا۔

دوسرے دن بن یہودہ وہاں پہنچ گیا۔ اس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ الپا نے اس سے براہ راست ملاقات نہیں کی۔ خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں کرتی رہی۔ اگرچہ اسے بن یہودہ پر بھروسا تھا۔ وہ اس کا پرانا خدمت گار تھا۔ اس کے باوجود وہ چاہتی تھی کہ جب بن یہودہ اس پر تنویمی عمل کرے تو اس کی حفاظت کے لیے وہاں کوئی موجود رہے۔ اس نے اسی لیے ان سراغ رسانوں کو اپنا معمول بنایا تھا۔ تاکہ وہ اس کی حفاظت کرتے رہیں جب بن یہودہ اس پر عمل کرتا رہے تو اس پر کڑی نظر رکھیں۔ اگر وہ مکاری سے اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنانا چاہے تو اس کے معمول اسے ایسی حرکتوں سے باز رکھیں۔

اس نے اپنے ایک سراغ رساں کو تاکید کی۔ اسے کہا "کل صبح بن یہودہ مجھ پر تنویمی عمل کرے گا۔ میرے کمرے میں تم اس کے ساتھ موجود رہو گے۔ اگر وہ مجھے اپنی معمولہ بنانے کا عمل کرے تو تم فوراً اس کی گردن دبوچ لینا پھر اسے زخمی کرکے اپنا قیدی بنا کر رکھنا میں تنویمی عمل کے سحر سے نکلنے کے بعد اس سے نمٹ لوں گی۔"

اس جاسوس نے کہا "میڈم کیوں نہ پہلے بن یہودہ کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اپنا معمول بنالیا جائے۔"

وہ بولی "وہ میرا پرانا وفادار ہے۔ میں اس پر بھروسا کرتی رہی ہوں۔ اب بھی بھروسا کروں گی جب اس کی نیت میں فتور پیدا ہوگا تب اس سے نمٹ لیا جائے گا۔"

اس نے دوسری صبح بن یہودہ کو اپنی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں بلایا۔ اپنے ایک جاسوس سے متعارف کرایا "یہ ہماری انٹیلی جنس کا بہت ذہین سراغ رساں ہے۔ یہ تمہارے تنویمی عمل کے دوران یہاں موجود رہے گا۔"

بن یہودہ نے اس جاسوس کو ناگواری سے دیکھ کر کہا "میڈم ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ آپ مجھ پر بھروسا کرتی رہی ہیں۔"

"بے شک اب بھی تم پر بھروسا ہے لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ دنیا کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے اس علم سے محروم ہوچکے ہیں۔ خوش قسمتی سے میرا علم محفوظ ہے۔ میں دوسرے پہلو سے یہ سمجھ رہی ہوں کہ ممکن ہے دشمنوں نے تمہیں ٹریپ کیا ہوگا۔ کسی کے شکنجے میں آنے کے بعد یہ پتا نہیں چلتا کہ ہم کسی کے معمول اور محکوم بن چکے ہیں۔"

"آپ سمجھتی ہیں کسی نے مجھے اپنا معمول بنالیا ہے؟ ایسی بات نہیں ہے میڈم میں بہت محتاط رہنے کا عادی ہوں۔"

"میں بھی محتاط رہنے کی عادی ہوں۔ ایسی ہی خوش فہمی میں کئی بار دھوکا کھا چکی ہوں۔ تم بھی دھوکا کھا سکتے ہو۔"

اس جاسوس نے کہا "میڈم اپنے اطمینان کے لیے یہاں میری موجودگی چاہتی ہیں۔ تمہیں اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔"

"بے شک مجھے میڈم کی خوشی میں خوش رہنا چاہیے۔

یہ مطمئن رہیں گی تو آسانی سے عمل ہو سکے گا۔"

الپا آرام دہ بیڈ پر چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ اس نے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا پھر بن یہودہ کو دیکھنے لگی۔ وہ اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں میں ڈال کر اسے متاثر کرنے لگا۔ اسے تنویمی عمل میں مہارت حاصل تھی۔ وہ اپنی مقناطیسی آنکھوں سے اور بھاری بھرکم گرج دار آواز سے اپنے معمول کو سحرزدہ کر دیتا تھا۔

الپا دھیرے دھیرے اس سے سحرزدہ ہو گئی۔ جب بن یہودہ کو یقین ہو گیا کہ وہ پوری طرح ٹرانس میں آچکی ہے تو اس نے کہا "الپا تم میری معمولہ بن چکی ہو۔ مجھے جواب دو کیا تم میرے تمام احکامات کی تعمیل کرو گی؟"

الپا کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ وہ سحرزدہ ہو کر خوابیدہ لہجے میں بولی "ہاں میں تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کروں گی۔"

"میں حکم دیتا ہوں تھوڑی دیر تک اسی طرح خاموش پڑی رہو۔ میں جا رہا ہوں میری واپسی کا انتظار کرو۔ میں ابھی اگر عمل جاری رکھوں گا۔"

بن یہودہ نے یہ کہہ کر اس جاسوس کو دیکھا پھر اچانک ہی لباس کے اندر سے ایک ریوالور نکال لیا۔ اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "تم میری زبان نہیں سمجھو گے تو تمہیں گولیوں کی زبان سے سمجھا دوں گا۔ ہم سب یہودی ہیں۔ ہمیں اپنے مذہب اپنی قوم اور اپنے وطن کی سلامتی کے لیے پہلے سوچنا چاہیے۔ میں ساری زندگی میڈم کا غلام بنا رہا کیونکہ یہ یہودی تھیں لیکن اب نہیں ہیں۔ یہ ایک مسلمان عالم جناب تمیرزی کے زیر اثر آچکی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی میڈم کو اس عالم کے اثر سے نکالیں۔ یہ ایک بہترین موقع ہے۔ مجھے تنویمی عمل کرنے دو۔ میں اسے اپنے عمل سے دوبارہ یہودی بناؤں گا۔"

جاسوس نے کہا "مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے نیک عمل میں شریک نہیں ہو سکوں گا۔ میں میڈم کا فرماں بردار ہوں۔ میں یہاں ان کی حفاظت کے لیے ہوں اور جان دے کر بھی حفاظت کروں گا۔"

"ایسے ہی جاں نثار ہو تو پھر یہ لو اپنی جان دو۔"

اس نے ٹریگر دبانا چاہا اس سے پہلے ہی اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ اس جاسوس نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔ باقی دو جاسوس کمرے کے اندر آگئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں سائیلنسر لگا ہوا ریوالور تھا۔ اس نے کہا "تم خود کو بہت چالاک اور میڈم کو نادان سمجھ رہے تھے۔ خوش فہمی میں مبتلا رہنے کا نتیجہ دیکھ لو۔"

دوسرے نے کہا "یہ ابھی تم سے سحرزدہ ہو کر سو رہی ہے۔ بیدار ہونے کے بعد تم سے نمٹ لیں گی۔"

اس کے بازو میں گولی لگی تھی۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میری نیک نیتی کو سمجھو ہم سب یہودی ہیں۔ میڈم کو یہودیت کی طرف واپس لانا ہمارا فرض ہے۔ ہم انہیں اپنا معمول نہیں بناؤں گا۔ صرف انہیں یہودی بنائیں گا۔"

ایک جاسوس نے کہا "میڈم نے ہم سے کہا تھا۔ تم پر مختصر سا تنویمی عمل کرو گے۔ ان کے ذہن میں نیا لب و لہجہ نقش کر کے ان کے دماغ کو لاک کر دو گے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا عمل نہیں کرو گے۔"

دوسرے نے اسے ریوالور کے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "یہاں سے چلو۔ میڈم کے بیدار ہونے تک تم ہمارے قیدی بن کر رہو گے۔"

وہ اسے اس کمرے سے لے گئے۔ دروازے کو بند کر گئے تاکہ وہ سکون سے سوتی رہے۔ وہ مطمئن تھے کہ ان کی غیر موجودگی میں کوئی نہیں آئے گا لیکن کبریا اس کے اندر پہنچ چکا تھا۔

وہ سحرزدہ تھی۔ برائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ کبریا نے مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ ایک مختصر لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا پھر اس سے کہا "بن یہودہ تمہیں ٹریپ کر کے اسرائیلی اکابرین کی کنیز اور اپنا معمولہ بنانا چاہتا تھا۔ تمہیں بابا صاحب کے ادارے سے ایک بار تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے۔ تمہارے دماغ کو لاک کیا جا رہا ہے۔ کوئی دشمن تمہارے اندر نہیں آسکے گا۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ کسی کے لیے بھی الپا تک پہنچنا ناممکن تھا اگر کوئی پہنچ بھی جاتا تو اس عورت کو قتل کرنا ممکن نہ ہوتا۔ کبریا نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا تھا۔ وہ نیند سے بیدار ہو کر تھوڑی دیر تک اسی طرح بیڈ پر لیٹی رہی۔ چھت کی طرف دیکھتی رہی سوچتی رہی۔ اسے یاد آنے لگا۔ نیند کے دوران کوئی خواب میں آیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ وہ زبردست شکنجے میں پھنسنے والی تھی۔ اسے بابا صاحب کے ادارے سے تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے۔ اب کوئی اس کے اندر نہیں آسکے گا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی "بن یہودہ اس پر تنویمی عمل کرنے والا تھا۔ اس کی نگرانی کے لیے یہاں ایک

جاسوس موجود تھا۔ اب کوئی نہیں ہے۔ کیا اس عامل نے مجھ پر عمل کیا ہے؟"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اپنے ایک جاسوس کے پاس پہنچ کر پوچھا "کیا اس نے مجھ پر عمل کیا تھا؟"

"نہیں میڈم! یہ آپ کو دھوکا دے رہا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا میں کمرے میں تنہا ہوں مجھے گولی مار کر آپ پر اپنی مرضی کے مطابق عمل کرے گا۔"

"وہ ذلیل کمینہ کہاں ہے؟"

"ہم نے اسے زخمی کر کے قابو میں کیا ہے۔ اسے ایک کمرے میں قیدی بنا کر رکھا ہے۔"

وہ بن یہودہ کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے ماتحتوں نے اسے زخمی کرنے کے بعد اس کی مرہم پٹی نہیں کی تھی۔ اسے یونہی تڑپنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ الپا نے اس کے دماغ کو ایک ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ وہ تکلیف سے چیخ پڑا صوفے سے اچھل کر فرش پر گر پڑا ادھر سے ادھر تڑپنے لگا۔

وہ بولی "کتے! تو نے میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ یہ بھول گیا کہ میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ میں بظاہر تجھ پر اندھا اعتماد کرتی تھی لیکن پہلے بھی تیری نگرانی کراتی رہی آج بھی یہی کیا۔"

وہ عاجزی سے بولا "میڈم! میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ آپ کو اپنی معمول بنانا نہیں چاہتا تھا۔ صرف مسلمان سے یہودی بنانا چاہتا تھا۔"

"میں تجھ سے کہہ چکی تھی صرف میرے دماغ کو لاک کرنا ہے۔ اس کے سوا کوئی عمل نہ کرنا پھر تم نے ایسا کرنے کی جرأت کیسے کی؟ یہ بکواس کیوں کر رہے ہو کہ مجھے یہودی بنانا چاہتے تھے۔ کیا تمہارے باپ نے تمہیں بتایا ہے کہ میں یہودی نہیں ہوں۔ کیا تم نے دوسروں کو یہودی بنانے کا ٹھیکا لے رکھا ہے؟"

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا "خاموش رہو۔ میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہی ہوں۔"

وہ خاموش رہا۔ اس کے خیالات بتانے لگے کہ اسرائیلی اکابرین کو یقین ہو چکا ہے کہ وہ جناب تمیرزی سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر چکی ہے۔ ان اکابرین نے یہ بات امریکا اور دوسرے بڑے ممالک تک پہنچا دی ہے۔ اسی لیے وہ یہ الزام دے رہے ہیں کہ اسلام جبر و تشدد کا مذہب ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے غیر مسلموں کو جبراً مسلمان بنایا جا رہا ہے۔

ماضی میں الپا مسلمانوں کے خلاف ایک بہت بڑی قوت سمجھی جاتی تھی۔ اسرائیلی حکام اس قوت سے خالی ہو رہے تھے۔ دوسرے ممالک بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ ان کے خلاف مسلمانوں کی حمایت کرے۔ بن یہودہ نے اپنے اکابرین کو بتایا کہ وہ بڑی رازداری سے الپا کے پاس جا رہا ہے۔ وہاں وہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کرے گا۔

ان اکابرین نے اپنے ملک اور اپنی یہودی قوم کا واسطہ دے کر کہا "تم الپا کو مسلمان سے پھر یہودی بنا کر بہت بڑی نیکی کرو گے۔ پوری یہودی قوم تمہاری احسان مند رہے گی۔ ہم تمہیں اتنی دولت دیں گے جس کی تمہیں توقع بھی نہیں ہوگی۔"

بن یہودہ راضی ہو گیا۔ اس کے دل میں بات آئی کہ وہ اپنے عمل کے ذریعے الپا کو اپنی معمولہ اور کنیز بنا لے گا تو اس کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام اکابرین پر حکومت کر سکے گا۔ وہ ہمیشہ اس کی کنیز بن کر رہا کرے گی۔

الپا نے اس کے تمام خیالات پڑھنے کے بعد کہا "تم میری آنکھیں میں پلتے رہے اور مجھے ہی ڈسنا چاہتے تھے۔ مجھے اپنی معمولہ اور کنیز بنانے کے ارادے سے آئے تھے؟"

وہ دونوں کان پکڑتے ہوئے توبہ کرنے لگا "میڈم! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ مجھے ایک بار معاف کر دیں۔ میں زندگی بھر آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔"

"ہوں معاف تو کرنا ہوگا۔ آخر تم پرانے خدمت گار ہو جاؤ میں تمہیں آزاد کرتی ہوں۔"

اس نے اپنے ماتحتوں سے کہا "دروازہ کھول دو۔ اسے جانے دو۔"

وہ سہم کر بولا "میڈم! آپ مجھے سزا دیے بغیر معاف کر رہی ہیں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے آپ کچھ کرنے والی ہیں؟"

"میں کچھ کروں یا نہ کروں۔ تمہیں تو یہاں سے جانا ہی ہے جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

اسے وہاں سے جانا ہی تھا۔ وہ اس رہائش گاہ سے نکل کر باہر آیا پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ اسے دھڑکا لگا ہوا تھا کہ الپا موت کی طرح اس کا پیچھا کر رہی ہے۔ اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا "میڈم! کیا آپ میرے اندر موجود ہیں؟"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ پریشان ہو کر بولا "پلیز آپ خاموش نہ رہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں آپ موجود ہیں۔"

وہ سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کر رہا تھا لیکن اسے کوئی

جواب نہیں مل رہا تھا۔ ٹیکسی ایک ریلوے پھاٹک کے پاس رک گئی۔ پھاٹک بند تھا۔ ایک ٹرین وہاں سے گزرنے والی تھی۔ وہ ڈرائیور کو کرایہ دے کر ٹیکسی سے اتر گیا۔

اس نے اتر کر سوچا "میں یہاں کیوں اتر گیا۔ میں تو ہوٹل جانے والا تھا۔"

وہ سوچتا ہوا ریلوے لائن کے کنارے چلنے لگا۔ اب وہ یقین کے ساتھ سمجھ رہا تھا کہ الپا اس کے دماغ پر مسلط ہے۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق راستے سے بھٹک رہا ہے۔ وہ کڑ گڑانے لگا "میڈم! مجھے معاف کردیں۔ ایک بار مجھے اپنی وفاداری ثابت کرنے کا موقع دیں میں آپ کے قدموں کی دھول بن کر رہوں گا۔ میں آپ کے تلوے چاٹتا رہوں گا۔ صرف ایک بار مجھے معاف کردیں۔"

سامنے سے ایک ٹرین تیز رفتاری سے چلی آرہی تھی۔ وہ اچھل کر اس لائن پر آگیا۔ بے اختیار ٹرین کے سامنے دوڑنے لگا وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے لیکن سمجھنے کے باوجود اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ خیال خوانی کے شکنجے میں تھا دور سے دیکھنے والوں نے شور مچایا "وہ دیکھو وہ شخص خودکشی کررہا ہے۔ اسے پکڑو اسے بچاؤ۔"

لیکن اسے پکڑنے اور بچانے کا وقت گزر چکا تھا۔ تیز رفتار ٹرین نے اس کے چیتھڑے اڑا دیے۔ الپا کی سوچ کی لہریں اس کے مردہ دماغ سے نکل گئیں۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔

○☆○

اعلیٰ بی بی نے نمبر سات پر ایک مختصر سا تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک مخصوص لب ولہجہ نقش کیا تھا۔ اس طرح وہ چپ چاپ اس کے دماغ میں جاسکتی تھی۔ نمبر سات کو کبھی معلوم نہ ہوتا کہ وہ اس کے دماغ میں آتی رہتی ہے۔

نمبر سات اعصابی کمزوری کے باعث اسپتال میں تھا۔ اب اس کی جسمانی اور دماغی کمزوریاں دور ہوچکی تھیں۔ اس کے ساتھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کررہے تھے۔ اسے مشورے دے رہے تھے۔ ایک ساتھی نے کہا "جتنی جلدی ہوسکے اس اسپتال سے دور چلے جاؤ۔"

دوسرے ساتھی نے کہا "ہیری جانسن نے ہمارے اعلیٰ افسران کو بتایا ہوگا کہ تم اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو۔ وہ لوگ تمہیں مختلف اسپتالوں میں ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔ وہ یہاں بھی آسکتے ہیں۔"

تیسرے ساتھی نے کہا "اگرچہ ہم آنے والوں کو خیال خوانی کے ذریعے بھٹکا سکتے ہیں۔ تاہم یہاں سے فوراً نکل جانا ہی بہتر ہے۔"

ایسے وقت اعلیٰ بی بی بھی اس کے اندر موجود تھی۔ وہ خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ نمبر سات اسپتال کے ڈسچارج ہو کر ایک سمت جارہا تھا۔ وہ عارضی طور پر کسی ہوٹل یا گیسٹ ہاؤس میں قیام کرسکتا تھا لیکن ابھی یہ فیصلہ نہیں کرپایا تھا کہ اسے اسی شہر اور اسی ملک میں رہنا ہے یا فوراً ہی یہ ملک چھوڑ دینا ہے۔

ایک ساتھی نے کہا "ہم فوراً ہی یہ ملک نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ کیونکہ تمام ائرپورٹس، بندرگاہوں اور سرحدی علاقوں پر بے شمار جاسوس ہمیں تلاش کررہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ہم انڈر گراؤنڈ سیل سے نکلنے کے بعد ایسے ہی راستوں سے کہیں باہر جائیں گے۔"

نمبر سات نے کہا "اس طرح تو وہ گیسٹ ہاؤس اور ہوٹلوں میں بھی ہمیں تلاش کررہے ہوں گے۔"

ایک نے کہا "میں نے تو ایک حسینہ کو پھانس لیا ہے۔ اس کے اپارٹمنٹ میں ہوں۔ کوئی مجھ پر شبہ نہیں کرے گا۔"

دوسرے ساتھی نے کہا "میں نے بھی ایک بوڑھے میاں بیوی کو ٹریپ کیا ہے۔ یہاں ان کا بیٹا بن کر رہوں گا۔"

ایک اور ساتھی نے کہا "ہم سب کسی نہ کسی فیملی میں خود کو ایڈجسٹ کررہے ہیں۔ تمہیں بھی یہی کرنا چاہیے۔"

اس بار اس نے اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق کہا "میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"ہمیں بتاؤ کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ بولا "اعلیٰ افسران مجھے تم سب کا انچارج بنانا چاہتے تھے۔ وہ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں۔ اگر میں ان کا مزید اعتماد حاصل کرنے کے لیے ان کے پاس چلا جاؤں تو کیسا رہے گا؟"

"تم ہماری توقع کے خلاف یہ بات کہہ رہے ہو۔ ہمیں اس پر غور کرنا ہوگا۔"

"اس میں غور کرنے کی کیا بات ہے۔ اگر ہم اس کے تاریک پہلو کو دیکھیں تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ مجھے قیدی بنالیں گے۔ مجھے بڑی سخت پابندیوں میں رکھا جائے گا۔ تم سب میرے بہترین ساتھی ہو کیا مجھے ان کی پابندیوں میں رہنے دو گے؟"

ایک نے کہا "ہرگز نہیں ہم تو خیال خوانی کے ذریعے ان کے ہوش اڑا دیں گے۔ تمہیں ان کا غلام بن کر رہنے نہیں دیں گے۔"

دوسرے ساتھی نے کہا "تمہیں ان افسران کے پاس

جاکر رہنا چاہیے۔ انہیں یقین دلانا چاہیے کہ ہم سب اپنے ملک اور اپنی قوم کے وفادار ہیں۔ ملک کی بہتری کے لیے ہمیں جو احکامات دیے جائیں گے ہم ان پر عمل کریں گے۔"

نمبر سات فٹ پاتھ پر چل رہا تھا اور اپنے ساتھیوں سے ہم کلام کررہا تھا۔ اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق ان سے مشورے کررہا تھا۔ یہ مشورہ سب ہی کے لیے قابل قبول تھا۔ وہ ایک قہوہ خانہ ریسٹورنٹ میں آکر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا "میں یہاں بیٹھ کر آرمی افسران سے رابطہ کررہا ہوں۔"

آرمی کے ان اعلیٰ افسران کا ایک آلہ کار افسر تھا۔ راسپوٹین اور اعلیٰ بی بی وغیرہ اس کے دماغ میں آکر ان یوگا جاننے والے افسران سے باتیں کیا کرتے تھے۔ نمبر سات نے اس آلہ کار کے ذریعے ان افسران کو مخاطب کیا "ہیلو میں نمبر سات آپ سے مخاطب ہوں۔ اگر آپ مصروف ہوں تو میں پھر کسی وقت آؤں گا۔"

انہوں نے ایک دم خوش ہو کر کہا "تم ہمارے لیے تمام اہم معاملات سے زیادہ اہم ہو۔ ہم تمام کام چھوڑ کر ہمیشہ تم سے باتیں کرسکتے ہیں۔"

وہ بولا "یہ تو آپ حضرات کو معلوم ہوچکا ہے کہ ہم سب قہ خانے کے پنجرے سے اڑ چکے ہیں۔ ہم کیا کریں مجبور تھے۔ اگر وہاں سے فرار نہ ہوتے تو ہیری جانسن یا بابا صاحب کے ادارے والے ہمیں ٹریپ کرلیتے۔"

ایک آرمی افسر نے کہا "تم سب ہمارے پاس آتے تو ہم پوری طرح تمہیں تحفظ فراہم کرتے۔"

نمبر سات نے کہا "یہاں آنے کے سلسلے میں کوئی راضی نہیں تھا۔ سب یہی کہہ رہے ہیں۔ انڈر گراؤنڈ سیل سے زیادہ محفوظ جگہ کوئی نہیں ہوسکتی۔ ہم وہاں بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ میں ان سے پوری طرح متفق نہیں ہوں اور سمجھتا ہوں کہ ہم آپ کے پاس زیادہ محفوظ رہ سکیں گے۔"

انہوں نے خوش ہو کر کہا "تم اپنے ساتھیوں میں زیادہ ذہین اور تجربہ کار ہو اپنے ساتھیوں کو سمجھاؤ ہمارے پاس چلے آئیں۔"

"انہیں رفتہ رفتہ سمجھانا ہوگا۔ فی الحال میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں اس وقت سٹی ریسٹورنٹ میں بیٹھا ہوا ہوں۔ آپ اپنے خاص آدمیوں کو بھیج دیں۔ میں ان کے ساتھ چلا آؤں گا۔"

وہ سب خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ ایک نے کہا "ہم ابھی انٹیلی جنس کے دو خاص افسران کو بھیج رہے ہیں۔ ان کی آواز اور لہجہ سنا رہے ہیں۔ اس طرح ریسٹورنٹ میں تم انہیں پہچان سکو گے۔"

دوسرے افسر نے کہا "مسٹر سیون! بابا صاحب کا ادارہ ہمارے لیے بہت بڑا چیلنج بن چکا ہے۔ ایسے وقت ہمیں اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ میری طرح دوسرے سات خیال خوانی کرنے والے بھی محب وطن ہیں۔ اپنے وطن کی سلامتی کے لیے اور بابا صاحب کے ادارے کو نیست و نابود کرنے کے لیے وہ آپ کے تمام احکامات کی تعمیل کرتے رہیں گے۔"

"ہم تم پر بھروسا کرتے ہیں۔ تم ان سب کو ہماری طرف مائل کرتے رہو گے اور انہیں جلد ہی ہمارے پاس آنے پر آمادہ کرلو گے۔"

"میں کوشش کروں گا لیکن ان کی یہ بات درست ہے کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک ہی پناہ گاہ میں رہنا نہیں چاہیے۔ دوسرے ملکوں اور دوسرے شہروں میں جاکر ایک دوسرے سے دور رہنا چاہیے پھر خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے کی حفاظت کرنا چاہیے۔ بہرحال ان کی طرف سے مطمئن رہیں۔ وہ اپنے ملک کی خدمت کرتے رہیں گے۔"

اس نے اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق پوچھا "بابا صاحب کے ادارے کے خلاف جو کارروائیاں کی جارہی ہیں۔ وہ مجھے تفصیل سے بتائی جائیں۔"

انہوں نے نمبر سات کو بتایا کہ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کا وجود ہونا ہی نہیں چاہیے۔ وہ ایسی حکمت عملی اختیار کررہے ہیں کہ یہ ادارہ ہمیشہ کے لیے نابود ہوجائے گا۔

ہم نے اس ادارے پر حملہ کرنے کا ٹھوس جواز پیدا کیا ہے۔ ہم فرہاد علی تیمور کو دنیا کا بدترین دہشت گرد ثابت کررہے ہیں اور بابا صاحب کے ادارے سے اس کا مطالبہ کررہے ہیں۔ ہم اسے اپنی کسٹڈی میں لے کر موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ یہ ممکن نہیں ہے نہ وہ فرہاد کو ہمارے حوالے کریں گے اور نہ ہی فرہاد ہمارے قابو میں آئے گا۔ تب ہمارے پاس یہ جواز موجود رہے گا کہ ہم فرہاد کو باہر نکالنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے پر حملے کررہے ہیں۔

فرہاد نے ہمیں وارننگ دی ہے کہ ہم اسے دہشت گرد کہتے رہیں گے تو وہ ہمارے خلاف تباہ کن کارروائیاں شروع کردے گا۔ ظاہر ہے وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسی

کارروائیاں کرے گا۔ اس کے جواب میں ہمارے پاس بھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہونا چاہیے۔

جب کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے منتشر ہیں۔ اس طرح بکھرے ہوئے ہیں کہ کوئی کسی کا پتا ٹھکانا نہیں جانتا۔ سب اپنی اپنی جگہ اکیلے ہیں۔ اگر دشمن اچانک ان پر حملہ کریں گے تو انہیں بچانے کے لیے کوئی ساتھی وہاں نہیں پہنچ سکے گا۔

فرہاد کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ وہ انڈر گراؤنڈ سیل خالی ہو چکا ہے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے منتشر ہو گئے ہیں۔ وہ ایسے مواقع سے ضرور فائدے اٹھاتا ہے۔ جس طرح ہم اسے ٹارگٹ بنا رہے ہیں۔ اس کے جواب میں اس کی یہی کوشش ہوگی کہ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو نقصان پہنچایا جائے۔ ہمیں مجبور اور بے بس بنانے کے لیے وہ ہمارے ٹیلی پیتھی کے تمام ہتھیاروں کو ختم کرنا چاہے گا۔

نمبر سات نے کہا "آپ اطمینان رکھیے۔ فرہاد کو یہ تو معلوم ہوگا کہ ہم انڈر گراؤنڈ سیل سے نکل آئے ہیں لیکن یہ کبھی معلوم نہیں ہوگا کہ ہم منتشر ہو گئے ہیں۔ ہم یہی ظاہر کرتے رہیں گے کہ امریکن آرمی کی پناہ میں یک جا ہیں اور متحد ہو کر کام کر رہے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے قہقہہ لگایا۔ وہ آلہ کار افسر اور نمبر سات دونوں ہی اس قہقہے کو سن کر چونک گئے۔ اس نے اعلیٰ افسران سے کہا "سر! وہی اجنبی خیال خوانی کرنے والی میرے اندر قہقہے لگا رہی ہے۔"

نمبر سات نے کہا "میں بھی یہ آواز سن رہا ہوں۔ اس کا مطلب ہے یہ ہماری اہم خفیہ باتیں سنتی رہی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ہاں سنتی رہی ہوں۔ ویسے میں پہلے سے جانتی تھی میں تم لوگوں سے پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس تہ خانے سے فرار ہو گئے ہیں۔ ابھی یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ آٹھوں متحد اور یک جا نہیں ہیں۔ کوئی کسی کا پتا ٹھکانا نہیں جانتا ہے۔ ان حالات میں ان سب کو فوراً فوراً ڈھونڈنا اور پھر ٹریپ کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔"

وہ یوگا جاننے والے آرمی افسران ایک دوسرے کو پریشان ہو کر دیکھنے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا "تم کون ہو؟ اچانک کہاں سے آجاتی ہو؟ پھر کہاں گم ہو جاتی ہو؟"

"میں جو بھی ہوں جیسی بھی ہوں میری ذات سے کسی کو نقصان بھی نہیں پہنچ رہا ہے۔ کیا میں نے تمہیں نقصان پہنچایا ہے؟"

"ابھی تو نہیں پہنچایا لیکن جب چاہو گی نقصان پہنچا سکو گی۔"

دوسرے افسر نے پوچھا "کیا تم ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حالات فرہاد کو بتاؤ گی؟"

"فی الحال ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ آئندہ بتا بھی سکتی ہوں اور نہیں بھی بتا سکتی۔"

"تمہارا انداز بتا رہا ہے کہ تم ہمیں بلیک میل کرنے کا راستہ ہموار کر رہی ہو۔ یہ تمہاری آمد و رفت کوئی معنی رکھتی ہے۔"

ایک اور افسر نے کہا "کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم اپنی اصلیت نہ چھپاؤ۔ ہم سے جو فائدے حاصل کرنا چاہتی ہو دوست بن کر حاصل کرو۔"

"تمہارے پاس آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میں دوست بنوں گی تو میری کوئی خاص اہمیت نہیں ہوگی۔ اگر برطانیہ، جرمنی یا فرانس سے دوستی کروں گی تو وہ مجھے آنکھوں پر بٹھائیں گے۔"

"تم ایک بار دوستی کر کے دیکھو۔ ہم تم سے دوستی اور محبت کی انتہا کر دیں گے۔ تم اپنی اصلیت چھپا رہی ہو۔ ہم تمہیں تمام دنیا والوں سے چھپا کر رکھیں گے۔"

"میں جس بڑے ملک سے دوستی کروں گی۔ اسے اس بات کا پابند بناؤں گی کہ اس سے میری دوستی ظاہر نہ ہو۔ میں نہیں چاہتی کہ فرہاد مجھے اپنا دشمن سمجھ لے۔ اس سے دور رہنے میں ہی میری سلامتی ہے۔ اب میں جا رہی ہوں۔"

"جسٹ اے منٹ! تم جس ملک سے بھی دوستی کرو گی اسے ہمارے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں بتانا ہوگا۔ یہ بات ہماری پالیسی کے خلاف ہوگی۔ مس ان نون! تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "مجھے مس ان نون کہہ رہے ہو۔"

"اور کیا کہہ سکتے ہیں؟ اپنا نام بھی نہیں بتا رہی ہو۔ گم نام رہتی ہو۔ تمہیں تو ان نون ہی کہنا چاہیے۔"

"چلو یہی کہتے رہو۔ میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا او کے بائے۔"

اعلیٰ بی بی دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اب وہ ایک کپ چائے پینے کے بعد جرمنی، برطانیہ اور فرانس کے اعلیٰ حکام سے باری باری رابطہ کرنے والی تھی۔ اپنی پلاننگ کے مطابق ہر ملک کو اپنی دوستی کا یقین دلانا چاہتی تھی اور انہیں آپس میں لڑانا چاہتی تھی۔ اس کی چال بازی آئندہ سامنے آنے والی تھی۔

امریکا اور اس کے تمام اتحادی پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ گئے۔ مجھے دہشت گرد ثابت کرنے کے سلسلے میں ولی [illegible] دہشت گرد رہے تھے۔ میں نے ماضی میں اپنے [illegible] اور سلامتی کے لیے جو کارروائیاں کی تھیں۔ ان تمام کارروائیوں کو دہشت گردی کا نام دے رہے تھے۔ اس طرح [illegible] کارروائیوں کے خلاف سرد جنگ لڑ رہے تھے۔

میرے خلاف خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔ میں بھی کئی ذرائع سے ان میں جوابا خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ میرے پچھلے [illegible] ان کے الزامات کا جواب دے رہا تھا۔ وہ میرے پچھلے [illegible] کارروائیوں کو یہ ثابت کر رہے تھے کہ میں نے کب، کہاں، کس [illegible] اور کس شہر میں تخریبی کارروائیاں کی تھیں؟ میرے [illegible] کس بھی ان کے خلاف بے شمار ثبوت تھے۔ انہوں نے دنیا [illegible] بے شمار ممالک میں وقتاً فوقتاً فوجی کارروائیاں کی تھیں۔ ان کارروائیوں کے نتیجے میں شہر کے شہر تباہ ہو گئے تھے۔ لاکھوں کی تعداد میں معصوم اور بے گناہ شہری مارے گئے تھے۔

امریکا کی شروع سے یہی پالیسی رہی ہے وہ اپنے زیر اثر [illegible] والے ممالک کی فوجی امداد کے بہانے اپنی فوجیں وہاں بھیجتا ہے۔ اس نے کوریا اور ویت نام میں یہی کیا تھا۔ چین کے خلاف محاذ آرائی کی خاطر وہ برسوں ویت نام میں جنگ لڑتا رہا۔ جس کے نتیجے میں ہزاروں امریکی فوجی مارے گئے۔ ویت نام کے باشندوں کو کئی برسوں تک جنگ کے عذاب میں مبتلا کرتا رہا۔

وہ عراق کے خلاف کویت کو فوجی امداد دینے کے بہانے [illegible] ایسٹ میں آیا۔ کئی برس گزر چکے ہیں۔ اس کے ہزاروں [illegible] جنگی جہازوں اور خطرناک ہتھیاروں کے ساتھ وہاں [illegible] ہوئے ہیں اور جب تک اسلامی ممالک کی خاموشی اسے [illegible] دیتی رہے گی۔ وہ امریکی فوج وہاں موجود رہے گی۔

بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے بھی دنیا والوں سے پوچھا گیا "کیا یہ دہشت گردی نہیں ہے؟ ایک سپر پاور کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی دوسرے ملک میں جا کر کارروائیاں کرے۔ اس نے جہاں بھی ایسی کارروائیاں کی ہیں وہ ملک اقتصادی مشکلات میں مبتلا ہو کر اس سپر پاور کا غلام بن گیا ہے۔ کیا یہ طفیلی ملکوں کو زیادہ سے زیادہ غلام بنائے رکھنے والی دہشت گردی نہیں ہے؟

کوئی ایسا چھوٹا ملک نہیں ہے جہاں اس سپر پاور نے اقتصادی اور فوجی امداد کے بہانے اپنے ہتھیار اور اپنے جنگی جہاز استعمال نہ کیے ہوں۔ ایسی کارروائیوں کے دوران ان ممالک کے باشندے بے گھر ہوتے رہے۔ اپنے وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوتے رہے۔ اناج سے اور دواؤں سے محروم ہو کر بے موت مرتے رہے۔ کیا یہ دہشت گردی نہیں ہے؟"

بابا صاحب کے ادارے سے یہ بھی کہا گیا "امریکا اور اس کے اتحادی ممالک نے یہ الزام عائد کیا تھا کہ اسلام دہشت گردوں کا مذہب ہے پھر انہوں نے اپنے زیر اثر رہنے والے اسلامی ممالک کی خوشنودی کے لیے اپنے دیے ہوئے الزام کی خود ہی تردید کی اور اپنی اس جھوٹی زبان سے یہ سچ کہا کہ اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے اسلام محبت سے پھیلتا ہے نفرت اور دہشت گردی سے نہیں۔"

یہ جو کچھ بھی کہا جا رہا ہے۔ اس کی حقیقت سے کوئی ہوش مند انکار نہیں کر سکے گا۔ میری داستان کا ایک حصہ خیالی ہو سکتا ہے۔ باقی تین حصے حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ ہم ان کے الزامات کے جواب میں ان کے خلاف جو کہہ رہے تھے۔ تاریخ اس کی گواہ تھی۔

ہم پر بھی الزام دیا گیا تھا کہ ہم چین میں بابا صاحب کا ادارہ قائم کر کے وہاں کے باشندوں کو سحر زدہ کر کے مسلمان بنا رہے ہیں۔ بعد میں چینی حکام نے یہ اعتراف کیا تھا کہ یہ سچ نہیں ہے لیکن دوسرے تمام دشمن اس الزام کو سچ ثابت کر رہے تھے۔

ہم نے مخصوص پیمنٹز اور اپنے مخصوص ذرائع سے دنیا والوں کو بتایا کہ امریکا کی فوجی کارروائیوں کے نتیجے میں جہاں اناج اور دواؤں کی کمی ہوتی ہے۔ وہاں عیسائیت کی تبلیغ کرنے والے پہنچ جاتے ہیں۔ بھوکے اور بیمار بچوں کو اس شرط پر اناج اور دوائیں دیتے ہیں کہ وہ اور ان کے والدین عیسائی مذہب قبول کر لیں۔ اس طرح کتنے ہی لوگ اپنے بچوں کی سلامتی اور نئی زندگی دینے کے لیے عیسائیت قبول کر لیتے ہیں۔ یہ عالمی سچائی ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

صرف امریکا میں ایسی بے شمار تنظیمیں ہیں جو عیسائیت کا پرچار کرنے کے لیے دہشت گردی کی حد سے بھی گزر جاتی ہیں۔ میں چند ایسی تنظیموں کے نام پیش کر رہا ہوں۔ امریکن آرمی انٹیلی جنس اور ایف بی آئی کے ریکارڈز سے ان کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

(1) کو کلس کلان (KU KLUX KLAN) یہ دنیا میں سب سے قدیم دہشت گرد گروپ ہے۔ ان کا نظریہ ہے کہ سفید نسل کو برتر رہنا چاہیے اور پورے امریکا پر صرف عیسائیت کا بول بالا رہے۔

(2) کو وینٹ دی سورڈ اور آرم آف دی لارڈ (CSA) یہ تنظیم خود کو خدا کا بازو اور تلوار کہتی ہے۔ اس کا مخفف سی ایس اے ہے۔ یہ عیسائیت کا پرچار کرنے کے لیے کوشاں رہتی ہے۔ اس تنظیم کے پاس جدید ہتھیاروں کا ذخیرہ ہے اور

یہ کئی طرح کے جرائم میں ملوث رہتی ہے۔

(3) آرین نیشنز (ARYAN NATIONS)(4)بلیک لبریشن آرمی (BALCK LIBRATION ARMY)(5) کرسچین پیٹر یوٹس ڈیفنس لیگ (CHRISTIAN PATRIOTS DEFENCE LEAGUE)(6) جیوش ڈیفنس لیگ (JEWISH DEFENCE LEAGUE)(7)(MACHETEROS) موو (8)(MOVE) (9) نیو ورلڈ لبریشن فرنٹ (NEW WORLD LIBRATION FRONT) (10) اومیگا (OMEGA) (11) پوسے کومیٹیٹس (POSSE COMITITUS)(12) پورٹوریکن آرمڈ فورسز آف دی ریوولوشن (13) اسکن ہیڈز (SKIN HEADS)(14) سیمبیونیز لبریشن آرمی (15) یونائیٹڈ فریڈم فرنٹ!

دی آرڈر (THE ORDER) ایک مشہور زمانہ ناول کا نام (THE TURNER DIARIES) ہے۔ اس ناول میں ایک خفیہ انقلابی تنظیم کا ذکر ہے۔ اس انقلابی تنظیم کا نام (THE ORDER) اس گروپ نے اسی ناول سے متاثر ہو کر اپنا نام (THE ORDER) رکھا ہے۔ اس کے اراکین کئی ڈکیتیوں' قاتلانہ حملوں' بم دھماکوں اور آتش زنی کی وارداتوں میں ملوث رہتے ہیں اور خود کو عیسائیت کا علم بردار کہتے ہیں۔

ہمارے پیش کردہ حقائق ایسے تھے۔ جنہیں جھٹلایا نہیں جاسکتا تھا۔ امریکی اکابرین بھی جھٹلا نہیں سکتے تھے۔ اب تک ہمارے درمیان زبانی جنگ جاری تھی۔ وہ اپنے میڈیا کے ذریعے ہم پر طرح طرح کے الزامات عائد کررہے تھے اور ہم اپنے ذرائع سے انہیں منہ توڑ جواب دے رہے تھے۔

جس طرح وہ حالاتِ جنگ میں لوگوں کی مجبوری اور بے بسی سے فائدہ اٹھا کر عیسائیت کی طرف جھکاتے تھے اور عیسائیت کا پرچار کرنے والی جنگی دہشت گرد تنظیموں کے نام ہم نے پیش کیے تھے۔ اس کے بعد وہ اسلام پر کیچڑ نہیں اچھال سکتے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کرنے کا کوئی جواز ان کے پاس نہیں رہا تھا۔ یہی ایک بہانہ رہ گیا تھا کہ میں دہشت گرد ہوں۔ مجھے ان کے حوالے کیا جائے۔ ورنہ مجھے گرفتار کرنے کے لیے وہ اس ادارے پر حملہ کریں گے۔

فرانسیسی حکام نے کہا "فرہاد نے ہمیں دھمکی دی ہے۔ یہ کہا ہے کہ ہم عدالت سے اس کے خلاف مقدمہ واپس نہیں لیں گے تو وہ ہمیں چوبیس گھنٹوں کے اندر ناقابلِ تلافی نقصان پہنچائے گا۔"

فرانسیسی حکام کے اس بیان پر امریکا اور دوسرے اتحادی ممالک تشویش ظاہر کررہے تھے۔ تمام بڑے عالمی اداروں سے کہہ رہے تھے کہ فرہاد کو فرانس میں کارروائی سے روکا جائے۔

اور میں اپنے ذرائع سے یقین دلا رہا تھا کہ جھوٹ ہے۔ میں نے فرانسیسی حکام کو ایسا کوئی چیلنج نہیں کیا ہے۔

ان کے جھوٹے الزام سے یہ صاف ظاہر تھا کہ اتحادیوں نے مجھ پر مزید دہشت گردی کا الزام عائد کرنے کے لیے کوئی منصوبہ بندی کی ہے میں خیال خوانی کے ذریعے ان اعلیٰ حکام کے دماغوں کو ٹٹولنے لگا۔

پتا چلا وہ خود اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی مارنا چاہتے اور الزام دینا چاہتے ہیں کہ وہ کلہاڑی میں نے ماری ہے اور دوسرے اتحادی ممالک نے حکومت فرانس سے کہا کہ ان کی ایک اہم تنصیب پر اس طرح حملہ کیا جائے حملہ آور کا سراغ نہیں ملے گا۔ ہم سب فرہاد کے واویلا کریں گے کہ اس نے اپنے چیلنج کے مطابق گھنٹوں کے اندر یہ تخریبی کارروائی کی ہے۔

ایسی الزام تراشی کے باعث اس اہم تنصیب کو نقصان پہنچے گا۔ وہ تمام اتحادی اس نقصان کو پورا کریں میں جانتا تھا وہ ایسی ہی چال چلنے والے ہیں۔

ان اکابرین کے خیالات پڑھتے وقت میں نے ایک کے دماغ میں اعلیٰ بی بی کی آواز سنی وہ اس حاکم سے کہہ تھی "یہ تمام اتحادی ممالک تمہیں الو بنا رہے ہیں۔ ان باتوں میں آکر اپنی ایک اہم تنصیب کو نقصان پہنچانا کیا امریکا اپنی کسی تنصیب کو تباہ نہیں کرسکتا؟ برطانیہ جرمنی بھی فرہاد کو دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے اب میں ایسا کرسکتے ہیں لیکن نہیں کررہے ہیں۔"

اس حاکم نے کہا "مس اَن نون! تم ہماری دوست چکی ہو۔ ہماری بھلائی کے لیے ایسا کہہ رہی ہو ہماری کے دو اعلیٰ افسران بھی تمہارے ہم خیال ہیں۔ وہ چاہتے کہ ہمارے ملک میں تنصیبات کو نقصان پہنچے اتحادیوں میں سے کسی ایک کو ایسا کرنا ہی ہوگا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "لیکن تمہیں ہی کیوں کرنا نقصان دوسرے اپنے ملک میں کیوں نہیں اٹھا رہے

وہ ایک ایک حاکم کے اور ایک ایک آرمی دماغ میں جاکر انہیں دوسرے اتحادیوں کے خلاف تھی۔ ان میں سے کچھ قائل ہو رہے تھے اور کچھ میں تھے۔ بالآخر اعلیٰ بی بی نے کہا "میں خیال خوانی تمہارے پاس آئی ہوں' میں ان اتحادیوں کے خیالات تم سب کو سمجھا رہی ہوں۔ وہ خود کو فائدے میں نقصان پہنچا رہے ہیں۔ بابا صاحب کا ادارہ تمہارے

وہ تمام اتحادی چاہتے ہیں کہ اس ادارے والے سمجھیں اور سب سے پہلے تمہارے ملک دشمن عناصر کارروائیاں کریں۔ مجھے افسوس ہے کہ تم میری خیال خوانی سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ہو لہٰذا میں تمہاری لعنت بھیج کر جارہی ہوں۔"

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "پلیز رک جاؤ۔ ہم تمہاری بات مانتے ہیں اکابرین میں چند ایسے ہیں جو ہم سے متفق نہیں ہیں۔ ہم ان کی پروا نہیں کریں گے۔ ابھی ہم اتحادیوں سے رابطہ کرکے صاف کہہ دیں گے کہ ہم اپنے ملک میں کسی بھی تنصیب کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے فرہاد کو ہم کرنا ہے تو وہ اپنے ملک کی کسی تنصیب کو نقصان پہنچائیں۔"

پھر انہوں نے یہی کیا۔ فون اور فیکس کے ذریعے ان سے کہا "ہمارے منصوبے میں تبدیلی کرنی ہوگی۔ ہم نے جلد بازی میں آپ کی بات مان لی تھی۔ ہمارے تمام اکابرین کہہ رہے ہیں کہ اپنی ہی تنصیب کو نقصان پہنچانا دانش مندی نہیں ہے۔"

روس کے ایک حاکم نے کہا "آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم اپنے تمام پینلز کے ذریعے دنیا والوں سے کہہ چکے ہیں کہ فرہاد اپنے چیلنج کے مطابق چوبیس گھنٹوں کے اندر تمہاری کسی تنصیب کو نقصان پہنچانے والا ہے اور اس چیلنج کو بارہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اب اس چیلنج پر کسی وقت بھی عمل کرنا چاہیے۔"

فرانس کے آرمی افسر نے کہا "یہی نقصان کوئی دوسرا اپنے ہاں اٹھا سکتا ہے۔ امریکا بہت بڑا ملک ہے۔ اگر وہ اپنی کسی تنصیب کو چھوٹا سا نقصان پہنچائے گا تو اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

ایک امریکی حاکم نے پوچھا "تم اپنا ارادہ کیوں دل رہے تھے پہلے تو تم راضی ہوگئے تھے؟"

"ہم نے اس معاملے پر اچھی طرح غور کیا ہے۔ یہاں سب کہہ رہے ہیں کہ بابا صاحب کا ادارہ ہمارے ملک میں ہے ہم اسی زمین پر بیٹھ کر فرہاد پر تخریب کاری کا الزام لگائیں گے تو یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پلک جھپکتے ہی ہماری تمام تنصیبات کو تباہ و برباد کردے گا تم سب بابا صاحب کے ادارے سے دور ہو اور ہم سے زیادہ محفوظ ہو۔"

ایک امریکی فوجی افسر نے کہا "آپ یہ بھول رہے ہیں کہ ہمارے پاس آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے تمام اکابرین کی اور تمہاری تمام تنصیبات کی حفاظت کریں گے۔"

"ہم یہی کہنا چاہتے ہیں کہ فرہاد کے مقابلے میں تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے۔ اگر تم اپنی کسی تنصیب کو نقصان پہنچا کر فرہاد کو الزام دو گے تو یہ بات دنیا والوں کی سمجھ میں آئے گی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان مقابلہ ہو رہا ہے۔"

راسپوٹین' الپا اور کوبرا سب ہی ایسے وقت ان اتحادیوں کے دماغوں میں موجود تھے۔ ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ ان کے چور خیالات سے یہ سمجھ رہے تھے کہ ان اتحادیوں میں سے کوئی ملک اپنی کسی تنصیب کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔

کوبرا نے کہا "میں تم سب کے دماغوں میں پہنچ کر یہ سمجھ رہا ہوں کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے ملک کو معمولی سا نقصان بھی نہیں پہنچانا چاہتا ہے۔ اب سات گھنٹے رہ گئے ہیں۔ اگر تم میں سے کسی نے بھی اپنے ملک کو نقصان نہیں پہنچایا تو فرہاد تمہارے ویسے ہوئے الزام سے بری ہوجائے گا پھر اسے دہشت گرد ثابت نہیں کرسکو گے۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا "ہمارا یہ منصوبہ غلط تھا۔ ہم میں سے کوئی اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی نہیں مارے گا۔ اسے دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے کوئی دوسری منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔"

کوبرا نے کہا "منصوبہ تو یہی زبردست ہے۔ اسی پر عمل ہونا چاہیے اور۔۔۔ اور یہی ہوگا۔"

وہ یہ کہہ کر وہاں سے چلا آیا۔ امریکا کے اہم شعبوں کے عہدے داروں کے اندر جاکر کچھ اہم معلومات حاصل کرنے لگا۔

راسپوٹین بھی یہی چاہتا تھا کہ مجھے دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے امریکا کو پہل کرنا چاہیے۔ راسپوٹین نے پہلے امریکا سے دوستی کرنی چاہی تھی لیکن جلد ہی معلوم ہوگیا کہ وہ سپر پاور کسی سے دوستی نہیں نبھاتا ہے۔ انہوں نے راسپوٹین سے یہ راز چھپانا چاہا تھا کہ آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے انڈر گراؤنڈ سیل سے فرار ہوچکے ہیں اور وہ آنکھوں امریکی اکابرین کے کنٹرول میں نہیں ہیں۔ وہ اپنے اتحادی ممالک سے بھی یہ حقیقت چھپا رہے تھے۔

انہوں نے راسپوٹین کی دوستی کی قدر نہیں کی تھی۔ اس لیے وہ ان کے خلاف حرکت میں آگیا وہ واشنگٹن میں کئی افراد کو آلہ کار بنا کر انہیں وہاں کے ایک بہت بڑے کاروباری مرکز میں پہنچا دیا۔ وہ آلہ کار اس کی مرضی کے مطابق وہاں کے مختلف خفیہ مقامات میں بھاری قوت کے بم چھپانے لگے۔ انہوں نے ان تمام بموں کی بلاسٹنگ کا ایک

ہی وقت مقرر کیا۔

دوسری طرف کوبرا نے ایک مسافر بردار طیارے کے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ طیارہ شکاگو سے نیویارک کی طرف جارہا تھا۔ پرواز کے دوران پائلٹ غائب دماغ ہوگیا۔ ائرپورٹ ٹاور کے عہدے داروں سے کہنے لگا "میں ہائی جیکرز کے نرغے میں ہوں۔ مجھے حکم دیا جارہا ہے کہ میں اس طیارے کو شکاگو کی کسی بڑی عمارت سے ٹکرادوں۔"

ٹاور سے کہا گیا "ان ہائی جیکرز سے کہو ہم سے بات کریں۔"

"یہ بات نہیں کریں گے گونگے بنے ہوئے ہیں۔ ان کی طرف سے فرہاد علی تیمور میرے اندر بول رہا ہے۔ یہ کہہ رہا ہے کہ ہمارے حکمران اس پر دہشت گردی کا جھوٹا الزام لگا رہے تھے۔ لہٰذا الزام اٹھانا ہی ہے تو پھر جھوٹ کو سچ کیوں نہ کیا جائے یہ تو فرہاد وہی کررہا ہے۔ جو تم فرانس میں کرنا چاہتے تھے۔"

دوسرے ہی لمحے میں وہ طیارہ آسمان کی طرف پرواز کرنے کے بجائے زمین کی طرف جانے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک بہت بڑی سائنس لیبارٹری کی عمارت سے ٹکرا گیا پھر اتنا زبردست دھماکا ہوا کہ دور دور تک مرد، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کی چیخ وپکار سنائی دینے لگی۔ وہ سب اپنی سلامتی کے لیے بھاگ رہے تھے۔

سائنس لیبارٹری والے سلامت نہ رہ سکے۔ انہیں بھاگنے کی مہلت نہ مل سکی اور طیارے کے سیکڑوں بے گناہ مسافر ایسی بے رحمی اور دہشت گردی کے باعث مارے گئے۔ اب ایسی سنگ دلی کا الزام مجھ پر عائد ہونے والا تھا۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد واشنگٹن کے بہت بڑے تجارتی مرکز میں یکے بعد دیگرے کئی دھماکے ہونے لگے۔ کتنے ہی بے موت مرنے اور زخمی ہونے لگے۔ وہاں جیسے قیامت برپا ہونے لگی تھی۔ تمام امریکی اکابرین بری طرح بدحواس ہوگئے۔ وہ انٹرنیٹ کے تمام چینلز سے چیخ چیخ کر دنیا والوں کو میرے خلاف کہنے لگے "فرہاد انسانی تاریخ کا بدترین دہشت گرد ہے۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ فرانس میں کسی تنصیب کو نقصان پہنچائے گا لیکن اس نے ہم سب کی توجہ فرانس کی طرف مبذول کرکے امریکی حکومت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

اتحادی ممالک بھی میرے خلاف چیخ رہے تھے۔ تمام عالمی اداروں سے کہہ رہے تھے کہ فرہاد علی تیمور کو زنجیریں پہنائیں یا فوراً گولی ماردیں لیکن یہ اسی وقت ممکن تھا جب میں انہیں نظر آتا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ میں کس کس شہر میں ہوں۔ ویسے ان سب کا مقصد ایک ہی تھا صاحب کے ادارے پر حملہ کرکے اسے ختم کرنا تھا۔ اس لیے بڑے یقین سے کہہ رہے تھے کہ میں ادارے میں چھپا ہوا ہوں۔ اگر اس ادارے والوں نے ان کے حوالے نہ کیا تو اس ادارے کے خلاف کارروائی کریں گے۔

بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے کہا گیا نے بہت پہلے سے طے کرلیا تھا کہ دہشت گردی کرے اس کا الزام فرہاد پر لگا کر ہمارے ادارے پر حملہ کا جواز پیدا کرو گے اور تم یہی کررہے ہو۔"

"تمہیں ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے ثبوت پیش کرنا ہوگا کہ واشنگٹن اور شکاگو میں تباہی ذمے دار فرہاد ہے۔"

وہ ثبوت کے طور پر یہی کہہ رہے تھے کہ فرہاد ہی فرانس میں تباہی اور بربادی پھیلانے کی بات کی کہتا ہے کرگزرتا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کے گھمنڈ میں فرعون چکا ہے اور جو فرعون ہوتا ہے۔ اس کی فرعونیت کی کے بغیر ہی ظاہر ہوجاتی ہے۔

میں نے ان سے پوچھا "اگر یہ ثابت ہوجائے کہ صاحب کے ادارے میں نہیں ہوں۔ تب تم کس یہاں حملہ کرو گے؟"

وہ سب سوچ میں پڑگئے پھر انہوں نے کہا "جاسوس اس ادارے میں جاکر تمہیں تلاش کریں گے۔ تم وہاں نظر نہیں آؤ گے تو تمہیں بتانا ہوگا کہ تم کس ملک کس علاقے میں ہو؟"

"میں ابھی بتاؤں گا۔ ادارے میں تمہارے جاسوس جائیں گے ناکام ہوکر آئیں گے۔ خواہ مخواہ وقت ضائع میں ابھی باری باری تم تمام اتحادیوں کو فون کررہا ہوں فیکس پر اپنا پتا ٹھکانا بتا رہا ہوں۔ میرے اس عمل سے ہوجائے گا کہ یہ فون اور فیکس ازبکستان کے جنوبی علاقے تمہیں موصول ہورہے ہیں۔ یہاں اسلامی اتحاد کی ایک تنظیم ہے۔ اس تنظیم کے سربراہ اور دوسرے ذمہ دار بھی میری یہاں موجودگی کی گواہی دیں گے۔ اس اور گواہی کے بعد بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کرنے جواز نہیں رہے گا لہٰذا تمہارے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کا پیچھا چھوڑو اور میرے پیچھے آؤ۔"

ہمارے متحد رہنے والے دشمن ممالک کے حکمران یہ جانتے تھے کہ میں بابا صاحب کے ادارے میں نہیں ہوں، وہاں سے ہزاروں میل دور ازبکستان کے جنوبی علاقے میں پہنچا ہوا ہوں۔

وہ بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اگر یہ مان لیتے کہ میں وہاں نہیں ہوں تو انہیں اس ادارے پر حملہ کرنے کا کوئی بہانہ نہ ملتا، میں نے اپنا موجودہ پتا ٹھکانا بتادیا تھا لیکن وہ یقین نہیں کررہے تھے۔ اس بات پر بضد تھے کہ ان کے جاسوس ادارے کے اندر آئیں گے اور مجھے تلاش کریں گے۔

ہم مخصوص چینلز سے اور دوسرے ذرائع سے ساری دنیا کو بتا رہے تھے، امریکا اور اس کے اتحادی ممالک سے فون اور فیکس کے ذریعے رابطہ کررہے تھے۔ یہ ان کی ضد تھی کہ پہلے بابا صاحب کے ادارے میں مجھے ضرور تلاش کریں گے۔ ازبکستان کے اعلیٰ حکام سے کہہ رہے تھے کہ میں وہاں موجود ہوں تو مجھے فوراً حراست میں لیا جائے، ان اتحادی ممالک کے نمائندے اور جاسوس وہاں پہنچ کر اپنی آنکھوں سے مجھے دیکھیں گے۔ ہر پہلو سے میرا معائنہ کریں گے تب میرے فرہاد علی تیمور ہونے کا یقین کریں گے۔

یوں تو کئی جاسوس بھیس بدل کر بابا صاحب کے ادارے میں گھسنے کی کوششیں کرتے رہتے تھے لیکن اس ادارے کے اندر قدم نہیں رکھ پاتے تھے۔ اگر اندر پہنچ بھی جاتے تو ناکام ہوکر واپس جاتے تھے۔ پچھلے دنوں ہمارے ادارے کا ایک مکینک دو دنوں کی چھٹی لے کر پیرس گیا تھا۔ وہاں ایک دشمن جاسوس نے اس بے چارے کو ٹریپ کرکے ہلاک کردیا تھا پھر پلاسٹک سرجری کے ذریعے خود کو مکینک بنالیا تھا۔ صورت شکل کے علاوہ لب ولہجے کی بھی خوب نقالی کی تھی اور بڑی کامیابی سے وہی مکینک بن کر ہمارے ادارے کے اندر چلا آیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں کبھی کوئی دشمن چھپ کر داخل نہ ہوسکا، چھپنے والوں کو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہچان لیا جاتا تھا۔

اسے بھی پہچان لیا گیا، بظاہر اس کا محاسبہ نہیں کیا گیا۔ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں رہ کر ہمارے بارے میں معلومات حاصل کررہے ہوں گے، ہم نے کسی سوال اور جواب کے بغیر اسے غائب دماغ بنادیا اور اس کے اندر رہنے والوں نے اس پر دوبارہ نوٹس عمل کیا تاکہ اسے پھر سے حاضر دماغ بناکر اس کے ذریعے مجھے وہاں تلاش کرسکیں لیکن وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے مقابلے میں اپنا مقصد حاصل نہ کرسکے۔

اس کا برین واش کردیا گیا، اس کا لب ولہجہ گم کردیا گیا۔ اس کے بعد وہ دشمن پھر اس کے اندر نہ آسکے۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کیا، اپنا لب ولہجہ، اپنا طور طریقہ اور اپنی تمام عادتیں اس کے دماغ میں نقش کردیں۔ ادارے کے ماہرین نے اس کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی اور اسے سر سے پاؤں تک فرہاد علی تیمور بنادیا۔ وہ مجھے تلاش کرنے اور مجھے دیکھتے ہی ہلاک کرنے آیا تھا اور اب خود ہی فرہاد علی بن چکا تھا۔ اب نہ تو اس کے یارومددگار اسے پہچان سکتے تھے اور نہ ہی وہ خود کو پہچان سکتا تھا۔

بڑے بڑے ممالک اور کئی بڑے عالمی اداروں نے اصرار کیا کہ اتحادی ممالک کے سراغ رسانوں کو ادارے میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔

ہم نے اجازت دے دی۔ اس ڈمی فرہاد کو وہاں اس طرح چھپا کر رکھا کہ تلاش کرنے والے اس پر شبہ کریں پھر فرہاد کی حیثیت سے پہچان لیں۔ امریکا، روس، جرمنی، برطانیہ اور فرانس کے کئی جاسوس وہاں آئے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے کو پہلی بار اندر سے دیکھ رہے تھے۔ راسپوٹین، کوبرا اور آٹھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان سراغ رسانوں کے اندر موجود تھے۔

وہ سب حیرانی سے سوچ رہے تھے کہ وہاں کیا دیکھیں اور کیا نہ دیکھیں۔ وہاں کئی میل تک ایک خوبصورت ماڈرن شہر آباد تھا۔ خوبصورت رہائشی مکانات تھے، تعلیم وتربیت کے بڑے بڑے ادارے تھے۔ ایک بہت بڑی سائنس لیبارٹری تھی۔ تکنیکی مہارت حاصل کرنے کے لیے مختلف شعبوں کی کئی عمارتیں تھیں۔ ایک بہت خوبصورت مسجد اور ایک بڑا دارالعلوم تھا۔ وہاں کوئی ایسی عورت، کوئی ایسا مرد اور کوئی ایسا بچہ نہیں تھا جو کسی نہ کسی شعبے میں مہارت حاصل نہ کررہا ہو۔

وہ تمام جاسوس صبح سے شام تک اس ادارے کے سحر میں جکڑے رہے تھے۔ ان کے اندر رہنے والے خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے ایک ایک شخص کو ٹٹول رہے تھے۔ اس ادارے کے ہیلی پیڈ پر تین ہیلی کاپٹر کھڑے ہوئے تھے۔ اس ادارے کے مکینک وغیرہ وہاں اپنے کام میں مصروف تھے۔ ان سراغ رسانوں نے وہاں کے عملے کے ایک ایک فرد سے ملاقات کی۔ ایسے ہی وقت انہیں ڈمی فرہاد پر شبہ ہوا۔

انہوں نے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے کہا "ہم آپ کے اس مکینک کو حراست میں لے رہے ہیں۔

یہاں اس کا معائنہ کریں گے۔ ہمیں شبہ ہے کہ یہ ماسک میک اپ میں ہے۔"

ہمارے ادارے کے انچارج اور دوسرے عہدے داروں نے اس کی حراست پر اعتراض کیا' ان سے کہا "یہ ہمارا برسوں پرانا کامینک ہے' یہی اس کا اصلی چہرہ ہے۔ اس نے ماسک نہیں پہنا ہے۔"

انٹرنیٹ سے تعلق رکھنے والے کئی نیوز چینلز کے رپورٹر اور کیمرا مین آئے ہوئے تھے۔ مجھے تلاش کرنے کے سلسلے میں جو کچھ ہو رہا تھا' وہ اسے لائیو پروگرام کے طور پر ساری دنیا کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ دنیا دیکھ رہی تھی کہ ایک کامینک پر فرہاد ہونے کا شبہ کیا جا رہا ہے۔ ہم یونہی دکھاوے کے طور پر اعتراض کر رہے تھے۔ آخر اس کامینک کو ان کی حراست میں دے دیا۔

وہ اسے ایک لیبارٹری میں لے گئے۔ یہ سب کچھ مختلف چینلز کے ذریعے دکھایا جا رہا تھا۔ اس ڈی فرہاد کے چہرے کا بغور معائنہ کیا جا رہا تھا پھر معلوم کرلیا گیا کہ کس طرح ماسک چڑھایا گیا ہے۔ انہوں نے اس ماسک کو اتار دیا۔ انہیں ایک اجنبی چہرہ دکھائی دیا۔ وہ یقین کرنے والے تھے کہ جو چہرہ سامنے آیا ہے' وہی اصلی ہے۔ ایسے وقت اعلیٰ بی بی نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نمبر سات کی زبان سے کہا "یہ دھوکا ہے۔ اس چہرے کے پیچھے بھی ایک چہرہ چھپا ہوا ہے۔"

وہ سات نمبر ایک جاسوس کے اندر چھپا ہوا تھا۔ اس جاسوس نے دوسرے سراغ رسانوں سے کہا "یہ چہرہ بھی اصلی نہیں ہے۔"

یہ سن کر دوسرے بھی شبہ کرنے لگے۔ ان میں سے کئی جاسوسوں نے کہا "میک اپ ریموور (REMOVER) سے اس کے چہرے کو صاف کیا جائے' ابھی پتا چل جائے گا۔"

وہ یہی کرنے لگے۔ کئی انٹرنیٹ چینلز کے ذریعے دنیا والے دیکھ رہے تھے۔ میک اپ ریموور کے ذریعے چہرہ دُھل رہا تھا اور میرا چہرہ سامنے آرہا تھا۔ نیوز رپورٹرز ہاتھوں میں مائیک لیے اپنے اپنے چینلز سے چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے "یہ ہیں مسٹر فرہاد علی تیمور۔ یہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کا نام سب ہی جانتے ہیں' جو چہرے سے نہیں پہچانتے تھے' آج انہیں اسکرین پر دیکھ سکتے ہیں۔"

ڈی فرہاد کے چاروں طرف کیمرے تھے۔ وہ ہر زاویے سے فرہاد علی تیمور کو دنیا والوں کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ ایک جاسوس کہہ رہا تھا۔ "آخر ہم نے فرہاد کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ جیسا کہ ناظرین جانتے ہیں' فرہاد پر کئی بدترین دہشت گردی کے الزامات ہیں۔ ہم اس ملزم کو گرفتار کر کے یہاں سے لے جا رہے ہیں۔"

بابا صاحب کے ادارے کے انچارج نے کہا "ہم اس شرط پر فرہاد کو ان کی کسٹڈی میں دے رہے ہیں کہ وہ باقاعدہ عدالت میں مقدمہ چلائیں گے اور اس مقدمے کی کارروائی دنیا والوں کے سامنے پیش کرتے رہیں گے۔"

اتحادی ممالک کے ایک نمائندے نے کہا "ہم پہلے ہی وعدہ کر چکے ہیں کہ فرہاد علی تیمور پر باقاعدہ مقدمہ چلایا جائے گا۔ اس کے خلاف ٹھوس ثبوت پیش کیے جائیں گے۔ جرم ثابت ہونے پر قرار واقعی سزا دی جائے گی ورنہ باعزت بری کردیا جائے گا۔"

بابا صاحب کے ادارے کے باہر امریکی اور اس کے اتحادی ممالک کی فوجیں بالکل تیار کھڑی تھیں۔ اگر ادارے والے مجھے ان کے حوالے کرنے سے انکار کرتے تو وہ اس ادارے پر زمینی اور فضائی حملے شروع کردیتے۔

وہ یہی توقع کر رہے تھے لیکن ہم نے ان کی توقع کے خلاف ڈی فرہاد کو ان کے حوالے کردیا۔ وہ حیران تھے اور سوچ رہے تھے کہ یہ ہماری کوئی چال ہو سکتی ہے مگر وہ ہماری چالبازی ثابت نہیں کر سکتے تھے۔ ساری دنیا دیکھ رہی تھی کہ انہوں نے مجھے گرفتار کیا ہے اور یہ ثابت نہیں کر سکتے تھے کہ اس ڈی فرہاد کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی گئی ہے۔

اگر کوئی اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائے تو پھر اس کے پیچھے گم ہو جانے والے اصلی چہرے کو سامنے نہیں لایا جا سکتا۔ اگر وہ اپنا اصلی چہرہ واپس لانا چاہے گا تو اسے دوبارہ پلاسٹک سرجری کرانی ہوگی۔

ہمارے تمام دشمنوں کو شبہ تھا کہ ہم اس طرح انہیں دھوکا دے سکتے ہیں۔ کسی ڈی فرہاد کو ان کے حوالے کر سکتے ہیں۔ وہ تمام دنیا والوں کے سامنے میری گرفتاری کا تماشا دیکھ چکے تھے۔ دنیا دیکھ رہی تھی کہ ان کی حراست میں فرہاد علی تیمور ہے۔ اب یہ کہنے کی گنجائش نہیں رہی تھی کہ وہ دھوکا کھا رہے ہیں۔

امریکی اکابرین نے اپنے اتحادیوں سے کہا "ہم فرہاد علی تیمور کو اپنی کسٹڈی میں رکھ کر اسے دماغی طور پر کمزور بنائیں گے پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنا کر اس سے اس کی اصلیت معلوم کریں گے۔"

فرانس کے ایک حاکم نے کہا "ہم نے جسے گرفتار کیا ہے۔ اگر اسے تنویمی عمل کے ذریعے فرہاد بنایا گیا ہے تو ہمارے تنویمی عمل کرنے والے اس پہلے تنویمی عمل کو مٹا دیں

گے پھر وہ ڈی فرہاد ہوگا تو اس کی اصلیت سامنے آجائے گی۔"

وہ نہیں جانتے تھے کہ اس ڈی فرہاد پر روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے عمل کیا گیا ہے۔ وہ اس عمل کو کسی طور مٹا نہیں سکتے تھے۔ وہ چاہے جیسی بھی کوششیں کر لیتے' یہ ہرگز معلوم نہ کرا سکتے کہ وہ ڈی فرہاد کو لے گئے ہیں اور دنیا والوں سے یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ انہوں نے دھوکا کھایا ہے۔ اب تو انہیں اس ڈی فرہاد پر مقدمہ چلانا تھا اور اسے قرار واقعی سزا دینی تھی۔ ہم فرہاد کو ان کے حوالے کر چکے تھے۔ اب بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کرنے کا جواز ان کے پاس نہیں تھا۔

○☆○

الپا نے بن یہودہ پر اعتماد کیا تھا۔ اسے اپنے پاس کراچی بلایا تھا۔ وہ الپا کی خواہش کے مطابق اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کرنے والا تھا تاکہ کوئی دوست یا دشمن اس کے دماغ میں نہ آسکے۔

الپا جیسی چالاک عورت کسی پر اندھا اعتماد نہیں کر سکتی تھی۔ خود پر تنویمی عمل کرانے کے سلسلے میں اس نے بظاہر بن یہودہ پر اعتماد کیا تھا لیکن درپردہ اس کی نگرانی کرائی تھی۔ یوں نگرانی کرانے کے باوجود وہ دھوکا کھا سکتی تھی۔ ایسے وقت کہربا نے اسے بن یہودہ کے فریب سے بچایا تھا۔

اس نے بن یہودہ کو اپنے قابو میں کیا تھا۔ اس کی جگہ خود الپا پر مختصر سا تنویمی عمل کیا تھا۔ ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر کے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ جناب تیمرزی نے پھر اسے ایک بار فریب کھانے سے بچایا ہے اور اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ آئندہ کوئی اس کے دماغ کو کمزور بنا کر اس کے اندر نہیں آسکے گا۔

وہ بہت خوش تھی۔ اس بات پر فخر کر رہی تھی کہ جب بھی اس پر بڑی بڑی مصیبتیں آتی ہیں تو جناب تیمرزی اس کی حفاظت کرتے ہیں اور کبھی اسے کسی کی معمولہ بننے نہیں دیتے۔ بن یہودہ نے اسرائیلی اکابرین کی باتوں میں آکر اسے دھوکا دینا چاہا تھا۔ اس نے اسے جہنم میں پہنچا دیا۔

اب الپا کو ہر طرف سے اطمینان تھا' آئندہ کوئی اس کے اندر نہیں آسکتا تھا اور نہ ہی یہ کوئی معلوم کر سکتا تھا کہ وہ پاکستان کے شہر کراچی میں ہے' آرام سے زندگی گزار رہی ہے۔ وہ خیال خوانی نہ کرتی تب بھی بڑے عیش و آرام سے رہ سکتی تھی لیکن وہ جناب تیمرزی سے بہت زیادہ متاثر ہو چکی تھی۔ میرے لیے اور بابا صاحب کے ادارے کے لیے کوئی بڑا کام کرنا چاہتی تھی۔ اس نیک مقصد کے لیے وہ خیال خوانی کے ذریعے امریکیوں اور ان کے اتحادیوں کے اندر چپ چاپ پہنچنے لگی۔

اس نے یہی کچھ معلوم کیا جو میرے ساتھ ہو رہا تھا۔ اس نے کئی نیوز چینلز پر میری ڈی کو دیکھا تھا اور سمجھ رہی تھی کہ وہ میں ہی ہوں۔ اس نے پریشان ہو کر میرے دماغ میں آنا چاہا لیکن وہ اسی ڈی کے دماغ میں پہنچ گئی کیونکہ میرا لب ولہجہ بدل گیا تھا اور سابقہ لب ولہجہ ڈی کے دماغ پر نقش ہو گیا تھا۔

اس نے میری گرفتاری پر احتجاج کیا تھا۔ میری ڈی سے پوچھا تھا "فرہاد صاحب' یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ خود کو دشمنوں کے حوالے کیوں کر رہے ہیں؟ بابا صاحب کے ادارے سے بھی اعتراضات نہیں کیے جا رہے ہیں؟"

ڈی فرہاد نے میری مرضی کے مطابق جواب دیا۔ "جناب تیمرزی کے پاس جاؤ' تمہیں جواب مل جائے گا۔"

اس نے جناب تیمرزی کو بڑے ادب سے مخاطب کیا "محترم و معظم! میں آپ کے قدموں کی خاک ہوں' آپ کی دعائیں چاہتی ہوں۔ خدا مجھے مسلمانوں سے محبت کرنے اور ان کے کام آنے کی توفیق عطا کرے۔"

انہوں نے کہا "آمین۔ تم پریشان ہو کہ فرہاد کو دشمنوں کے حوالے کیا جا رہا ہے اور تمہارے ذہن کے ایک گوشے میں یہ بات بھی ہے کہ یہ ہماری ایک حکمتِ عملی ہے' وہ ایک ڈی فرہاد ہے۔"

"جی ہاں' میں یہی سوچ رہی تھی۔ فرہاد صاحب اتنے کمزور نہیں ہیں کہ اتنی آسانی سے دشمن انہیں پکڑ کر لے جائیں۔ حضور! آپ مجھے کچھ ہدایت کرنا چاہیں گے؟"

انہوں نے فرمایا "انصاف کے تقاضے پورے کیا کرو۔ یہ نہ دیکھو کہ کون مسلم ہے اور کون غیر مسلم' جو حق پر ہو اس کے کام آتی رہو۔ اب جاؤ' میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ خدا تمہیں صراط مستقیم پر قائم رکھے۔"

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی پھر ان سراغ رسانوں کے دماغوں میں جانے لگی جو ڈی فرہاد کو گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ انہوں نے اسے میامی کے ایک عالمی کیمپ میں پہنچا دیا تھا۔ ایک قلعہ نما عمارت کی مضبوط چار دیواری میں قیدی بنا کر رکھا تھا۔ وہاں ایک عامل اس پر تنویمی عمل کر رہا تھا۔ اس ڈی کے اندر چھپی ہوئی باتیں معلوم کی جا رہی تھیں۔

ایسے وقت آرمی کے اعلیٰ افسران اور اتحادی ممالک

کے نمائندے دوسرے کمرے میں ٹی وی اسکرین کے سامنے تنویمی عمل کا منظر دیکھ رہے تھے۔ عامل کے سوالات اور ڈمی فرہاد کے جوابات سن رہے تھے۔

عامل اس سے کہہ رہا تھا "تمہارا نام فرہاد نہیں ہے۔"

"میرا نام فرہاد ہے۔"

"تمہارے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی گئی ہے۔ پھر تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں فرہاد بنایا گیا ہے۔"

"میرے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری نہیں کی گئی ہے۔ یہ میرا اصلی چہرہ ہے' مجھ پر کسی نے تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔"

وہ عامل مختلف پہلوؤں سے گھما پھرا کر ایسے ہی سوالات کر رہا تھا۔ اس سے کسی بھی طرح اگلوانا چاہتا تھا کہ وہ فرہاد نہیں ہے لیکن ڈمی فرہاد بضد تھا کہ وہ فرہاد ہے۔

عامل نے ان نمائندوں کے پاس آکر کہا "آپ حضرات میرا تنویمی عمل دیکھ رہے تھے' میں مطمئن ہوں کہ یہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

ایک آرمی افسر نے کہا "تنویمی عمل دماغ کے اندر چھپے ہوئے حقائق کو باہر نکال لاتا ہے۔ اگر یہ ڈمی فرہاد ہوتا تو اس عمل کے نتیجے میں ظاہر ہو جاتا۔"

وہاں دوسرے چھ عامل بھی بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے کہا "ہم یہ تنویمی عمل دیکھ رہے تھے۔ ابھی اس پر بڑی مہارت سے عمل کیا گیا ہے۔ اگر عمل کے دوران میں کوئی غلطی ہوتی تو ہم ٹوک دیتے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ اسے فرہاد علی تیمور تسلیم کر لینا چاہیے۔"

ایک ملک کے نمائندے نے کہا "ہم نے روحانی ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ ہو سکتا ہے' انہوں نے اس پر کسی طرح کا روحانی عمل کیا ہو؟"

ان عمل کرنے والوں نے کہا "ہم روحانی ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں البتہ روحانی علوم پر یقین رکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس پر کسی طرح کا روحانی عمل کیا گیا ہو۔"

ایک عامل نے کہا "ہر عمل کا توڑ ہوتا ہے۔ روحانی عمل کا بھی توڑ ہو سکتا ہے۔ میں ابھی عمل کرتا ہوا فرہاد کے تحت الشعور تک پہنچ گیا تھا۔ اس طرح میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس پر روحانی عمل کیا گیا تھا تو میں اس کا توڑ کر چکا ہوں۔"

وہ ان سب کو یقین دلا رہا تھا لیکن ان کے دلوں میں روحانی ٹیلی پیتھی کھٹک رہی تھی۔

جادو ٹونے اور روحانیت وغیرہ کو سب ہی مانتے ہیں لیکن دنیا کی کسی عدالت میں ان کے عمل اور ردِ عمل کو تسلیم نہیں کیا جاتا ہے جو ظاہری ٹھوس ثبوت ہوتے ہیں' ان ہی بنیادوں پر فیصلے کیے جاتے ہیں۔

امریکا اور اس کے اتحادی' پولیس' آرمی' انٹیلی جنس اور قانون کا بول بالا رکھنے والے تمام اداروں سے یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ ڈمی ہے اور روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے فرہاد بنایا گیا ہے۔ تمام دنیا نے مختلف چینلز کے ذریعے مجھے اسکرین پر دیکھا تھا۔ وہ مجھے فرہاد علی تیمور تسلیم کرنے کے بعد ہی گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ اب یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے والوں نے مجھے ان کے حوالے نہیں کیا تھا۔

الپا نے ہنستے ہوئے امریکی اکابرین سے کہا "تم لوگوں نے مختلف چینلز کے ذریعے فرہاد کو دہشت گرد ثابت کرنے کی کوششیں کیں پھر دنیا والوں کو یہ تماشا دکھایا کہ اسے بابا صاحب کے ادارے سے گرفتار کر کے لے گئے ہو' تم نے فرہاد کو کچا چبا جانے اور نگل جانے کی کوشش کی لیکن وہ ہڈی کی طرح تمہارے گلے میں اٹک گیا ہے۔ اب نہ تو اسے نگل سکتے ہو نہ اگل سکتے ہو۔"

ایک آرمی افسر نے کہا "تم ہمیں الجھنوں اور پریشانیوں میں دیکھ کر خوش ہو رہی ہو یعنی یہ ثابت کر رہی ہو کہ مسلمانوں کی تمایتی بن چکی ہو' کیا اب اپنی یہودی قوم اور اپنے وطن اسرائیل کے لیے کام نہیں کر رہی ہو؟"

"تم لوگوں کی طرح میرے ملک کے اکابرین بھی یہی سمجھ رہے ہیں کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں جبکہ میں آج بھی یہودی ہوں۔ مذہب کوئی سا بھی ہو' ہمیں ایک مکمل انسان بننے کی کوششیں کرنا چاہئیں۔ میں ہر ملک' ہر قوم اور ہر مذہب کے ساتھ انصاف کے تقاضے پورے کروں گی۔"

"تو پھر انصاف کے تقاضے پورے کرو۔ ہم دہشت گرد فرہاد کو اس دنیا سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اس نیک کام میں ہمارا ساتھ دو۔"

"فرہاد نے ہمیشہ اپنے بچاؤ کے لیے تم لوگوں کے خلاف تخریبی کارروائیاں کی ہیں۔ تم اسے دہشت گردی کہتے ہو تو پھر تمہاری کارروائیوں کو کیا کہا جائے گا؟ تم نے کئی چھوٹے بڑے ملکوں میں فوجی کارروائیوں کے ذریعے شہر کے شہر تباہ کر دیے۔ ہزاروں عورتوں' بچوں' بوڑھوں اور جوانوں کو ہلاک کیا۔ زخمی اور اپاہج بنایا' کیا یہ بدترین دہشت گردی نہیں ہے؟"

"تمہارے منہ میں جناب تیمرزی کی زبان بول رہی ہے۔ اس ادارے والے بھی ایسے ہی حوالوں سے ہمیں دہشت گرد کہہ رہے تھے۔"

ایک اتحادی ملک کے نمائندے نے کہا "تم ہمارے لیے نئی ہو اور ہمیں سچ بتاؤ کہ ہماری حراست میں فرہاد علی تیمور ہے یا اس کی ڈمی ہے؟"

الپا نے کہا "اگر وہ فرہاد کی ڈمی ہوتی تو میں آرام سے اپنی جگہ بیٹھی رہتی۔ وہ فرہاد ہے اس لیے تم سب کو سمجھانے آئی ہوں۔ اس کے خلاف مقدمہ چلاؤ لیکن عدالت میں یہ تسلیم کر لو کہ وہ دہشت گرد نہیں ہے۔ اسے باعزت طور پر بری کر دو ورنہ میری مخالفت تم لوگوں کو بہت مہنگی پڑے گی۔"

"کیا تم ہمیں دھمکی دینے آئی ہو؟"

"سمجھانے آئی ہوں' وہ وقت نہ آنے دو جب میری دھمکی تمہارے لیے دھماکا بن جائے۔"

"اس دھمکی سے صاف ظاہر ہے کہ تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں پناہ مل گئی ہے اور ان کے لیے کام کر رہی ہو۔ تم کیا سمجھتی ہو۔ اگر یہ فرہاد ہے تو کیا تم یا بابا صاحب کا ادارہ اسے سزائے موت سے بچا لو گے؟"

"تم مجھ سے اگلوانا چاہتے ہو کہ ہم فرہاد کو بچانے کے لیے کیا کرنے والے ہیں؟ میں نہیں جانتی کہ بابا صاحب کے ادارے والے کیا کریں گے؟ لیکن .... یہ جانتی ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

وہ سب پریشان ہو گئے۔ اس کے لہجے میں چیلنج تھا کہ وہ کچھ کرنے والی ہے۔ برطانیہ کے ایک حاکم نے پوچھا "تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

اسرائیل کے ایک آرمی افسر نے کہا "تم پیدائشی یہودی ہو' محبِ وطن ہو۔ ہم تمہیں یہودی قوم کی بھلائی کا واسطہ دیتے ہیں۔ اگر ہماری حمایت نہ کرو تو مخالفت بھی نہ کرو۔"

فرانس کے ایک حاکم نے کہا "معلوم تو ہو کہ تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

الپا نے جواب دیا "عدالت میں فرہاد کی پیشی ہونے تک میں تمہارے چور خیالات پڑھتی رہوں گی۔ تم لوگوں کے اندر چھپی ہوئی باتیں معلوم کرتی رہوں گی۔ اگر تم لوگوں نے عدالت پر دباؤ ڈال کر فرہاد کو خوامخواہ دہشت گرد ثابت کیا تو میں اس عدالت کے جج اور اراکین جیوری کے دماغوں میں گھس کر فرہاد کو ایک صلح پسند اور پُرامن شہری ثابت کرا کے اسے تمام الزامات سے بری کراؤں گی۔ تم میں سے کوئی اسے دہشت گرد ثابت نہیں کر سکے گا۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا "تم بھول رہی ہو کہ ہمارے پاس بھی اچھی خاصی تعداد میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ بھی جج اور جیوری کے دماغوں پر اثر انداز ہوتے رہیں گے۔"

وہ بولی "اگر تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے عدالت میں میری مخالفت کریں گے اور میرے کام میں رکاوٹ پیدا کریں گے تو میں تم سب کے ملکوں میں سیاسی انتشار پیدا کروں گی' تمہارے تمام ممالک میں امن و امان کا مسئلہ پیدا کروں گی۔"

"یعنی ہمارے ملکوں میں دہشت پھیلاؤ گی پھر تو ہم عدالت میں یہ کہہ سکیں گے کہ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے حمایتی عدالت کے فیصلے سے پہلے ہمارے خلاف انتقامی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت کریں گے کہ تم فرہاد کی حمایتی ہو' فرہاد نے دہشت گردوں کی جو تنظیم بنائی تھی' اب اس تنظیم کی سربراہ تم ہو۔"

الپا نے کہا "میرے خلاف کچھ بھی کر لو' بس اتنا سمجھ لو' فرہاد کو سزائے موت دینے کی حسرت رہ جائے گی۔ میں اسے تمہاری قید میں نہیں رہنے دوں گی۔ اسے اس طرح غائب کروں گی کہ تم سب اسے ڈھونڈتے ہی رہ جاؤ گے۔ میرا خیال ہے اب اس کے بعد ہمارے درمیان سمجھوتا کرنے والی کوئی گفتگو نہیں ہو گی اس لیے میں جا رہی ہوں' اوکے!... دیکھا جائے گا۔"

وہ ان کے ایک آلۂ کار کے دماغ میں رہ کر بول رہی تھی۔ ایک حاکم نے اس آلۂ کار کو دیکھتے ہوئے کہا "الپا! تم چاہو تو سمجھوتا ہو سکتا ہے۔ بس اپنے اندر ایک ذرا سی تبدیلی پیدا کرو۔ ہماری پہلے جیسی الپا بن جاؤ۔ فرہاد کی حمایت سے باز آجاؤ۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ وہ سب اس کے جواب کا انتظار کرنے لگے۔ اس آلۂ کار نے کہا "شاید وہ

سسپنس ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

طالوت

قسط وار ناول

50 روپے

23 روپے

3 حصوں میں (مکمل)

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

جا چکی ہے۔ میرے اندر خاموشی ہے۔"

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا' ان میں سے ایک نے مخاطب کیا "الپا! خاموش نہ رہو' ہماری بات کا جواب دو۔ کیا تم اس کے دماغ میں خاموش رہ کر ہماری باتیں سننا چاہتی ہو؟"

وہ واقعی جا چکی تھی۔ انہیں کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ آپس میں بولنے لگے۔ وہ اپنی دانست میں مجھے قیدی بنا کر میرا برین واش کر چکے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر میں واقعی فرہاد علی تیمور ہوں تو آئندہ خیال خوانی نہیں کر سکوں گا کیونکہ انہوں نے ڈی فرہاد کو بالکل ہی ناکارہ بنا دیا تھا۔ وہ اب اپنے بچاؤ کے لیے یا ان کی قید سے فرار ہونے کے لیے اپنے طور پر کچھ کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

لیکن الپا کی طرف سے اندیشے پیدا ہونے لگے۔ وہ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مشورے کرنے لگے۔ ان خیال خوانی کرنے والوں نے کہا "ہم نہیں جانتے' الپا عدالتی معاملات میں کیسی چالیں چلے گی' جب اس کی چالبازیاں ظاہر ہوں گی تب ہی ہم جوابی کارروائیاں کر سکیں گے۔"

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نمبر پانچ نے کہا "ہم یہ معلوم کرنے کی فکر میں ہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ ہم سب اسے تلاش کر رہے ہیں۔"

نمبر سات نے کہا "ہم اسے تلاش کر رہے ہیں۔ ایک بار اس کا سراغ مل جائے تو ہم اسے چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ پھر وہ ہمارے شکنجے سے موت کے بعد ہی نکل سکے گی۔"

ایک بار تین اسرائیلی جاسوس اسے تلاش کرتے ہوئے کراچی پہنچ گئے تھے لیکن الپا نے انہیں اپنا معمول بنا لیا تھا۔ ان تینوں نے وہاں سے یہ رپورٹ دی تھی کہ الپا پاکستان میں نہیں ہے۔ اب وہ اسے تلاش کرنے کے لیے مشرقِ بعید کے مختلف ملکوں میں جا رہے ہیں۔

ڈی فرہاد کی گرفتاری سے پہلے میں مختلف ذرائع سے یہ پتا چکا تھا کہ میں از بکستان کے جنوبی علاقے میں ہوں۔ وہ ڈی کو گرفتار کرنے کے بعد مطمئن نہیں تھے۔ اس لیے اتحادی ممالک کے تمام جاسوس از بکستان پہنچ گئے تھے۔

جنوبی ایشیا میں کئی ممالک امریکا کے زیرِ اثر ہیں۔ ان ممالک سے کہا گیا کہ وہ اپنے سراغ رسانوں کو بھی فرہاد کی تلاش میں از بکستان روانہ کریں۔

الپا ان تمام اہم عہدے داروں کے اندر پہنچ رہی تھی جو امریکی اور اس کے اتحادی ممالک کے سفارت خانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ میرا بیٹا کبریا بھی الپا کے خیالات اور اس کے ارادوں کے مطابق غیر ملکی سراغ رسانوں کے [illegible] رہا تھا۔ الپا یہ نہیں جانتی تھی کہ کبریا نے اس پر قابو [illegible] کر کے... اسے بن یہودہ جیسے دشمن سے بچایا ہے۔ کبریا [illegible] کے اندر خاموش رہ کر اس کے طریقۂ کار کو سمجھتا رہتا تھا۔ ایک طرح سے وہ اس کے ذریعے بہت کچھ سیکھ رہا تھا۔

یوں خیال خوانی کرتے رہنے سے ایک اہم انکشاف ہوا کہ امریکی اور برطانوی سفارت خانے کا جو عملہ ہے [illegible] میں صرف عیسائی نہیں ہیں بلکہ یہودی بھی ہیں اور وہ خفیہ [illegible]

امریکی اور برطانوی کٹر عیسائی ظاہر کرتے ہیں۔ ان میں سے اکثر یہودی ان سفارت خانوں میں بظاہر کئی اہم اور غیر اہم عہدوں پر کام کر رہے تھے لیکن وہ حقیقتاً جاسوس تھے۔

اسد خان ایک کروڑ پتی بزنس مین کا بیٹا تھا۔ اس کا [illegible] مین باپ اکبر خان جوانی میں صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا۔ اس کے آباؤ اجداد بھی مذہبی احکامات کے سختی سے پابند رہتے تھے۔ کہاوت درست ہے کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ اکبر خان ایک انگریز حسینہ کا دیوانہ ہو گیا تھا۔ اس کے باپ دادا اسے دیوانگی سے باز رکھنے کی کوششیں کیں۔ اس حسینہ کا نام مارگریٹ تھا۔ اس نے بزرگوں کے اعتراضات کو ختم کرنے کے لیے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ وہ بہو بن کر اس خاندان میں آ گئی۔

اس کے بعد رفتہ رفتہ ان کے رہن سہن' ان کے طور طریقوں میں تبدیلیاں آنے لگیں۔ وہ مارگریٹ سے ماریہ اکبر بن گئی تھی۔ اس نے رسمی طور پر اسلام قبول کیا تھا۔ اکبر خان کو بھی ماڈرن مسلمان بنانے لگی۔ وہ تو پہلے ہی اس پر دیوانہ تھا' اس کے سمجھانے سے یہ سمجھنے لگا کہ پانچوں وقت کی نمازیں ضروری نہیں ہیں۔ کاروباری مصروفیات کے وقت ملے تو ایک آدھ وقت کی نماز پڑھ لینی چاہیے۔ لاکھوں مسلمان شراب بھی پیتے ہیں' عبادت بھی کرتے ہیں لہٰذا عشاء کی نماز کے بعد شراب پی جا سکتی ہے۔

ایمان میں اس طرح تبدیلی آنے لگی کہ منافع کمانا لازمی ہو تو جھوٹ بولا جا سکتا ہے' کم تولا جا سکتا ہے۔ جو مال فروخت کیا جا رہا ہے۔ اس میں ملاوٹ کی جائے تو منافع کی شرح بڑھ سکتی ہے۔

آج یہودیوں کے یہی عزائم ہیں کہ مسلمانوں کا مذہب تبدیل نہ کیا جائے' ان کا ایمان کمزور کر دیا جائے تو وہ یہودی نہ بنیں مگر یہودی نواز بن جائیں۔ سیاسی معاملات میں یہودیوں کے حامی بنتے رہیں۔

اکبر خان اکلوتا بیٹا تھا' ان بزرگوں کے بعد آئندہ نسل کو بڑھانے والا وہی تھا اور یہ یہودی ہمیشہ نئی نسل پر بڑی محنت سے حملہ کرتے ہیں' یہ بڑی کامیاب حکمتِ عملی ہے۔ اگر ایک نسل اپنے سانچے میں ڈھل جائے تو اس کے بعد آنے والی نسلیں بھی اس سانچے میں ڈھل جاتی ہیں۔

مارگریٹ عرف ماریہ اکبر دراصل عیسائی نہیں یہودی تھی۔ برطانوی سفارت خانے میں عیسائی بن کر آئی تھی۔ اس نے بڑی کامیابی سے اکبر خان کے خاندان پر چھاپا مارا تھا۔ اس نے اکبر خان کے لیے ایک بیٹی اور تین بیٹے پیدا کیے تھے۔ وہ ان چاروں کو اپنے مزاج اور اپنے طور طریقوں کے مطابق ڈھالتی رہی تھی۔

ماریہ اور اکبر خان کی نوجوان بیٹی انیلا اپنی ماں کے نقشِ قدم پر چلتی تھی۔ ماریہ کی یہ کوشش تھی کہ انیلا کی شادی ایسے نوجوان سے ہو جو ان کا ہم خیال بن کر رہے۔ انیلا بھی یہی چاہتی تھی۔ وہ ملک سے باہر تعلیم کے دوران میں یہودی نوجوانوں کے ساتھ وقت گزارتی رہی تھی لیکن محبت ایک قدرتی امر ہے۔ اسے ایک ایسے نوجوان سے عشق ہو گیا تھا جو کٹر مسلمان تھا۔ اسلامی طور طریقوں کے مطابق زندگی گزارتا تھا۔ اس نے پہلی ملاقات میں انیلا سے کہا "مجھ سے دوستی رکھنا چاہتی ہو تو ان لڑکیوں اور لڑکوں کے ساتھ وقت نہ گزارو۔ وہ بے لگام ہیں' مختصر لباس پہنتے ہیں۔ کلبوں میں اور سمندر کے کنارے رنگ رلیاں مناتے ہیں۔"

انیلا نے کہا "تم تنگ نظری سے سوچتے ہو۔ موسم اور ماحول کے مطابق مختصر لباس پہنا جاتا ہے۔ شرم و حیا آنکھوں میں ہوتی ہے' تم لباس پر تنقید نہ کرو۔"

"میں تمہاری بہتری کے لیے کہہ رہا ہوں۔ اگر یہ تمہیں برا لگتا ہے تو پھر آئندہ بھی میری اچھی باتیں بری لگتی رہیں گی۔ ہم اچھے دوست بن کر نہیں رہ سکیں گے۔"

وہ بولی "ہم صرف دوست نہیں ہیں۔ ہمارے دل بھی ایک دوسرے کے لیے دھڑکتے ہیں۔ کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے؟"

"محبت ہے' اسی لیے تمہیں اپنی راہ پر لانا چاہتا ہوں۔"

"محبوب وہ ہوتا ہے' جو اپنی محبوبہ کی خامیوں سے بھی پیار کرتا ہے۔"

"محبوب وہ ہوتا ہے' جو خامیوں کو دور کرتا ہے اور محبوبہ کو ایک شاہکار کی طرح تہذیب کے سانچے میں ڈھالتا ہے۔"

"کچھ میں تمہاری باتیں مانتی رہوں گی' کچھ تم میرے سانچے میں ڈھلتے رہو۔ وعدہ کرو' مجھے کبھی نماز پڑھنے اور روزے رکھنے کو نہیں کہو گے؟"

"نہیں کہوں گا' شرط یہ ہے کہ میں تمہیں دینی تعلیمات کی کتابیں پڑھاؤں گا اور سمجھاؤں گا۔ تم سمجھو گی اور ان تعلیمات پر عمل کرو گی۔"

"عمران! تم مجھے پرانے زمانے کی مسلمان عورت بنانا چاہتے ہو؟"

"کیا میں پرانے زمانے کا مسلمان مرد دکھائی دیتا ہوں؟ میں موجودہ دور کے مطابق لباس پہنتا ہوں۔ اونچی سوسائٹی کی بڑی بڑی تقریبات میں مجھے خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ بے پردہ خواتین سے باتیں کرتا ہوں۔ میرے گھرانے کی عورتیں پردہ نہیں کرتیں لیکن ملازمت اور بزنس میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں۔ شرم و حیا کے تقاضے پورے کرتی ہیں۔ خود کو نمائش کی چیز نہیں بناتیں' کیا تم انہیں پرانے زمانے کی مسلمان عورتیں کہو گی؟"

وہ انیلا کی ایسی باتیں ماننے لگا جو خلافِ تہذیب نہیں تھیں اور اسے اپنے سانچے میں رفتہ رفتہ ڈھالنے لگا۔ وہ عمران کی قربت میں دیوانی ہو جاتی تھی۔ اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں تبدیلیاں پیدا ہونے لگیں۔ وہ مشرقی تہذیب کے حسن میں ڈھلنے لگی۔

اس کی یہ تبدیلیاں ماریہ کو کھٹکنے لگیں۔ اس نے اکبر خان سے کہا "یہ ہماری بیٹی کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ صرف پاکستانی لباس پہننے لگی ہے۔ دوپٹے کو سینے اور سر سے لپیٹے رہتی ہے؟"

اکبر خان نے کہا "میں اس کی تبدیلیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ ویسے ہمارے ملکی لباس میں بہت پیاری لگتی ہے۔ اماجان اور دادا جان کے زمانے میں ہمارے گھر کی عورتیں ایسے ہی لباس پہنا کرتی تھیں۔ بیٹی کو دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے پھر وہی تہذیب اور سلیقہ واپس آ گیا ہے۔"

ماریہ نے پوچھا "کیا تم تعریفیں کر رہے ہو؟ ایسے کپڑے تمہارے خاندان کی بیک ورڈ عورتیں پہنا کرتی تھیں۔ تم میری بیٹی کو کیا بنانا چاہتے ہو؟"

"میں کیا بناؤں گا' میرے تمام بچوں کو تم ہی بناتی آ رہی ہو۔ ہمارے خاندان اور ہماری تہذیب کا حلیہ بدل دیا ہے۔"

ماریہ نے انیلا سے پوچھا "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تمہارے فرینڈز شکایتیں کر رہے تھے کہ تم گیٹ ٹوگیدر پارٹیز میں نہیں جاتی ہو۔ کسی گرل فرینڈ سے بھی نہیں ملتی ہو' یہ عمران کون ہے؟"

"ایک پولیس افسر ہے۔ بہت ہی ایماندار اور فرض

شناس ہے۔"

"کیا ایمانداری سے اونچی سوسائٹی میں نمایاں مقام حاصل ہوتا ہے؟ ایمانداری کی قدر صرف مسجدوں اور مدرسوں میں ہوتی ہے۔ ہم ہائی اسٹیٹس کے لوگ ہیں اور تم ایک جونیئر افسر کو لفٹ دے رہی ہو؟"

"سوری ممی! یہ دل کا معاملہ ہے۔"

"تمہارے لیے یہ دل کا معاملہ ہوگا لیکن وہ کوئی چالباز نوجوان ہے۔ تمہارے جیسی دولت مند لڑکی کو پھانس رہا ہے۔"

"میں اسے کیا دولت دوں گی؟ وہ مجھے ایمان کی دولت دے رہا ہے۔ میں تھکتی آئی تھی کہ ہمارے بزرگ عمران کی طرح دیندار تھے۔ میں ڈیڈی سے پوچھتی ہوں کیا ہمارے گھر کا ماحول پھر اسی طرح پاکیزہ اور ایمان افروز نہیں ہو سکتا؟"

اکبر خان ایسے وقت کشمکش میں مبتلا ہو جاتا تھا۔ اس کا ضمیر اس سے پوچھتا تھا کہ اس نے اپنے خاندان میں اپنے مذہب کو اسلام اور یہودیت کا ملغوبہ کیوں بنا دیا ہے؟ نصف مسلمانیت' نصف یہودیت۔ آدھا تیتر' آدھا بٹیر جیسے دھوبی کا کتا' نہ گھر کا نہ گھاٹ کا' نہ اسلام کا رہا' نہ یہودیت کا۔

ماریہ یہ نقصان برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے برسوں کی محنت سے اس خاندان کو اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا۔ بڑے بیٹے جبار خان کے بیوی بچے' دوسرے بیٹے نعیم خان کے بیوی بچے' سب ہی ماریہ کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔ تیسرا بیٹا اسد خان تھا۔ چوتھی بیٹی انیلا تھی۔ ان سب کے بچے اور پھیلتی ہوئی نسل' نمائشی مسلمان بن کر رہ گئی تھی۔

انیلا اور اسد کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی لیکن ماریہ کے منصوبے کے مطابق یہی ہونے والا تھا۔ جبکہ اچانک بازی پلٹ رہی تھی۔ انیلا اس کی توقع کے خلاف ایسے اسلامی احکامات کی پابند ہوتی جا رہی تھی جو اسے شرم و حیا کی حدود سے باہر نہیں لے جاتے تھے اور وہ ایسا کر کے عمران کا دل جیت چکی تھی۔

دوسری طرف اسد کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا تھا۔ اسے ایک مڈل کلاس کی لڑکی سے محبت ہو گئی تھی۔ وہ ایک اسکول ٹیچر تھی اور طالبات کو اسلامیات پڑھایا کرتی تھی۔ اسد نے پہلے اسے اپنی ماں ماریہ کے رنگ میں رنگنا چاہا لیکن وہ اسکول ٹیچر شائستہ مستقل مزاج تھی۔ وہ اسد کو متاثر کرتی رہی۔ اسد کے آباؤ اجداد آخر مسلمان تھے۔ اس کی رگوں میں ان کا لہو دوڑ رہا تھا۔ ان کی تہذیب' روایات پھر یہ کہ شائستہ نے اسے متاثر کیا تو اس میں بھی مثبت تبدیلیاں ہو گئیں۔

یہ ماریہ جیسی با اثر خاتون کے لیے بہت بڑا چیلنج تھا۔ وسیع ذرائع کی مالک تھی۔ اس کے باقی دو بیٹے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ ان کے ذریعے وہ شائستہ اور عمران کو جہنم رسید پہنچا سکتی تھی۔ پھر اس کی پشت پر ایک مضبوط یہودی لابی تھی جو امریکا تک اثر و رسوخ رکھتی تھی اور امریکا کے ذریعے پاکستانی حکام کی نیندیں حرام کر سکتی تھی۔

ماریہ کے حکم سے دوسرے بیٹے نعیم خان نے عمران کو اپنے دفتر میں طلب کیا... پھر گرج کر پوچھا "کیا تم جانتے ہو کہ انیلا میری چھوٹی بہن ہے؟"

"یس سر! میں جانتا ہوں۔"

"یہ جانتے ہوئے بھی تم اسے محبت کا جھانسا دے رہے ہو؟"

"میں اسے اپنے دین کا بھولا ہوا سبق پڑھا رہا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ اپنی اوقات میں رہو۔ انیلا سے کوئی تعلق نہ رکھو۔ اس سے فون پر بھی بات نہ کرو۔ ورنہ تم اس ڈیپارٹمنٹ میں تو کیا' کہیں بھی ملازمت نہیں کر سکو گے۔"

"آپ حکم دے رہے ہیں' میں کمبل کو چھوڑ دوں۔ کمبل مجھے نہ چھوڑے تو میں کیا کر سکوں گا؟ آپ اپنی بہن پر پابندیاں عائد کریں۔ کیا ابھی فون پر اسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ مجھ سے ملنے نہ آیا کرے؟"

"یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ میں اس سے اپنے طور پر بات کروں گا۔"

"آپ کی اونچی سوسائٹی میں سب بے لگام ہیں۔ آپ بہن کو لگام نہیں دے سکیں گے۔ میں نے پیار سے اسے قابو میں کیا ہے۔ پہلے وہ کتنے ہی ہوائے فرینڈز سے ملتی تھی۔ آپ کا سر شرم سے نہیں جھکتا تھا۔ اب وہ صرف مجھے اپنا سمجھتی ہے تو بھی آپ کو شرم نہیں آ رہی ہے' صرف غصہ آ رہا ہے کہ بہن اپنی سطح سے نیچے کیوں آئی ہے۔ اپنی سطح پر ہونے والی بے حیائی آپ کے لیے قابل قبول ہے۔"

"یو شٹ اپ! تم اپنے اعلیٰ افسر سے گستاخی کر رہے ہو؟"

"آپ اس گستاخی کی سزا دیں گے۔ میرا سروس ریکارڈ خراب کریں گے۔ مجھے اس شہر سے دور کسی ویران علاقے میں ٹرانسفر کر دیں گے۔ میری پیش گوئی سن لیں۔ آپ کی اس ویران علاقے میں بھی چلی آئے گی۔ آپ بہن کے پیچھے پیچھے میرے پاس آئیں گے۔"

عمران اسے سلیوٹ کر کے وہاں سے جانے لگا۔ نعیم خان اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے چپراسی کو حکم دیا "شائستہ کو بھیج دو۔"

چپراسی چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد شائستہ نے آ کر اسے سلام کیا۔ اس نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ وہ معمولی کاٹن کے لباس میں مڈل کلاس کی ایک معمولی سی لڑکی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ حقارت سے بولا "تم اسکول ٹیچر ہو؟"

"میرا نام شائستہ ہے۔ میں اسکول ٹیچر ہوں۔ ایک چھوٹے سے علاقے کے ایک چھوٹے سے مکان میں رہتی ہوں۔ میری ماہانہ تنخواہ ساڑھے چار ہزار روپے ہے۔ آپ اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ ایسے اختیارات والے عہدوں پر ہیں کہ ہمیں مسلمان ہونے کی سزائیں دے سکتے ہیں۔"

عمران نے اپنی جیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "میرے ساتھ چلو۔ جہاں کہو گی پہنچا دوں گا۔"

وہ اس کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر چلی گئی۔ نعیم خان اپنے آفس میں بیٹھا شائستہ اور عمران کے خلاف سوچ رہا تھا۔ فون کی گھنٹی نے اسے چونکا دیا۔ وہ ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے بولا "ہیلو...؟"

دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم بھرائی ہوئی آواز سنائی دی "میں ہوں... جے وی شوٹر۔"

یہ نام سنتے ہی نعیم خان نے بڑے ادب سے کہا "یس سر! میں ہوں آپ کا خادم۔"

جے وی شوٹر نے کہا "ابھی وہ دونوں آئے تھے۔ کیا وہ ہمارے راستے سے ہٹ جائیں گے یا ہٹانا ہوگا؟"

"ہٹانا ہوگا۔ میں پلاننگ کر رہا ہوں۔ اس شہر کے بدترین مجرم میرے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ ان میں سے کوئی شائستہ کو اغوا کر کے کسی ویرانے میں لے جائے گا۔ وہاں اس کی عزت کی دھجیاں اڑائے گا پھر اسے قتل کر دے گا۔"

"ہوں' ایسی لڑکیوں کا انجام یہی ہونا چاہیے لیکن عمران پولیس افسر ہے۔ اس کے خلاف کیا کر سکو گے؟"

"نو پرابلم سر... آپ کی تنظیم کا ایک رکن جیکب ملک دشمن سرگرمیوں کے باعث گرفتار ہوا ہے۔ اس پر مقدمہ چلے گا تو اسے سزائے موت ہو سکتی ہے۔"

"میں نے حکم دیا تھا کہ اسے کسی طرح رہا کرایا جائے۔ جیکب ہمارے بہت کام کا آدمی ہے۔ اس کے لیے کیا کر رہے ہو؟"

"جیلر سے خفیہ طور پر معاملات طے ہو چکے ہیں۔ کل بڑے افسر کو کھری کھری سنائی ہے۔"

"تم نے بھی جونیئر افسر ہو کر اپنے سینئر کا لحاظ نہیں کیا۔"

"دراصل پیار سب سے طاقتور جذبہ ہے۔ یہ تمہیں کسی کے سامنے جھکنے نہیں دیتا۔ میرا نام شائستہ ہے' تمہارا نام؟"

"مجھے عمران کہتے ہیں۔ یہ بہت مغرور لوگ ہیں۔ ہم صرف کمتر ہوتے تو یہ ہمیں شاید اپنے برابر لا کر تمہیں بہو اور مجھے داماد بنا لیتے... مگر انہیں میرے کٹر مسلمان ہونے پر اعتراض ہے اور تم معلمہ ہو اس لیے وہ تمہیں بھی مسترد کر رہے ہیں۔"

"کتنے افسوس کی بات ہے۔ ہم اسلام کے نام لیوا ہیں لیکن یہودی اور عیسائی ہم پر مسلط رہتے ہیں۔ وہ ہم سے زیادہ اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ ایسے اختیارات والے عہدوں پر ہیں کہ ہمیں مسلمان ہونے کی سزائیں دے سکتے ہیں۔"

عمران نے اپنی جیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "میرے ساتھ چلو۔ جہاں کہو گی پہنچا دوں گا۔"

وہ اس کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر چلی گئی۔ نعیم خان اپنے آفس میں بیٹھا شائستہ اور عمران کے خلاف سوچ رہا تھا۔ فون کی گھنٹی نے اسے چونکا دیا۔ وہ ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے بولا "ہیلو...؟"

دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم بھرائی ہوئی آواز سنائی دی "میں ہوں... جے وی شوٹر۔"

یہ نام سنتے ہی نعیم خان نے بڑے ادب سے کہا "یس سر! میں ہوں آپ کا خادم۔"

جے وی شوٹر نے کہا "ابھی وہ دونوں آئے تھے۔ کیا وہ ہمارے راستے سے ہٹ جائیں گے یا ہٹانا ہوگا؟"

"ہٹانا ہوگا۔ میں پلاننگ کر رہا ہوں۔ اس شہر کے بدترین مجرم میرے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ ان میں سے کوئی شائستہ کو اغوا کر کے کسی ویرانے میں لے جائے گا۔ وہاں اس کی عزت کی دھجیاں اڑائے گا پھر اسے قتل کر دے گا۔"

"ہوں' ایسی لڑکیوں کا انجام یہی ہونا چاہیے لیکن عمران پولیس افسر ہے۔ اس کے خلاف کیا کر سکو گے؟"

"نو پرابلم سر... آپ کی تنظیم کا ایک رکن جیکب ملک دشمن سرگرمیوں کے باعث گرفتار ہوا ہے۔ اس پر مقدمہ چلے گا تو اسے سزائے موت ہو سکتی ہے۔"

"میں نے حکم دیا تھا کہ اسے کسی طرح رہا کرایا جائے۔ جیکب ہمارے بہت کام کا آدمی ہے۔ اس کے لیے کیا کر رہے ہو؟"

"جیلر سے خفیہ طور پر معاملات طے ہو چکے ہیں۔ کل

جیکب کو دوسری جیل میں منتقل کیا جائے گا۔ ایسے وقت اسے فرار ہونے کا موقع ملے گا۔ اس کے پاس ہتھیار بھی پہنچائے جائیں گے۔ اس وقت عمران ڈیوٹی پر ہوگا۔ جیکب کے فرار ہونے پر پولیس مقابلہ ہوگا۔ اس کاؤنٹر فائرنگ میں ہمارے آدمی عمران کو گولی ماردیں گے۔"

"ٹائٹس پلاننگ۔ کل تک دونوں کو ٹھکانے لگادو' ویٹس آل!"

جے وی شوٹر نے فون بند کردیا۔ وہ یہودی خفیہ تنظیم کا سربراہ تھا۔ اسلام آباد کے ایک شاندار بنگلے میں رہتا تھا۔ وہاں سے کراچی تک اپنی تنظیم کے معاملات کو سنبھالتا تھا۔ پاکستان میں امریکا کی اندھی حمایت کرنے والے جتنے مسلمان تھے' ان سب سے جے وی شوٹر کا رابطہ رہتا تھا۔ وہ بظاہر امریکی مفادات کے لیے کام کرتا تھا لیکن درپردہ یہودی پالیسیوں پر عمل کرتا تھا۔ ان کی بنیادی پالیسی یہی تھی کہ اونچے طبقوں میں اسلامی تہذیب اور طور طریقوں میں تبدیلیاں لاکر انہیں ماڈرن مسلمان بنایا جائے۔ وہ مسلمان ہی رہیں لیکن یہودی نواز رہیں۔

اکبر خان کا پورا خاندان درپردہ یہودی نواز تھا۔ آئندہ نسلیں بھی اسلامی تہذیب کو بھول رہی تھیں۔ ایسے وقت اس خاندان میں انیلا اور اسد مسائل پیدا کررہے تھے۔ اسلامی طور طریقوں پر عمل کرنے لگے تھے۔ یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ وہ اپنے خاندان کے دوسرے افراد کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیں گے۔

جے وی شوٹر نے ماریہ اور اکبر خان کو حکم دیا "انیلا اور اسد کو سمجھاؤ۔ اگر وہ ہماری پالیسی کے خلاف رہیں گے تو ان دونوں کو گولی ماردی جائے گی۔ ان دو مچھلیوں کو پورا تالاب گندہ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

ماریہ نے پریشان ہوکر کہا "سر! ان بچوں کو میں نے جنم دیا ہے۔ آپ انہیں سزائے موت دینے کی بات نہ کریں۔ میں ایک ماں ہوں' میری تمام عمر کی خدمات کو پیشِ نظر رکھ کر فیصلہ کریں۔"

اکبر خان نے کہا "سر! یہ دونوں نادان ہیں۔ انہیں شائستہ اور عمران بہکا رہے ہیں۔ اگر ان دونوں کو خاک میں ملادیا جائے' انہیں ہمارے بچوں سے ہمیشہ کے لیے دور کردیا جائے تو پھر یہ ہمارے ہی طور طریقوں پر چلتے رہیں گے۔"

جے وی شوٹر نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں تمہارے بچوں کو سنبھلنے کا موقع دیتا ہوں۔ شائستہ اور عمران کو ٹھکانے لگادیا جائے گا۔ اس کے بعد بھی انیلا اور اسد اسلامی احکامات پر عمل کریں گے تو انہیں بھی موت کی نیند سلادیا جائے گا۔"

ماریہ اور اکبر خان اپنے بچوں کی زندگی چاہتے تھے۔ کے بڑے بیٹے نعیم خان نے انہیں اطمینان دلایا کہ وہ اپنی بہن اور بھائی کی سلامتی کے لیے شائستہ اور عمران کو ٹھکانے لگادے گا۔

وہ اسی منصوبے پر عمل کررہا تھا۔ اس نے دو خطرناک مجرموں کو طلب کیا۔ وہ دونوں اس کے سامنے ہاتھ جوڑے کرحاضر ہوگئے۔ خوش ہوکر کہنے لگے "حضور نے بہت دنوں بعد یاد کیا ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔"

نعیم نے شائستہ کی تصویر انہیں دی۔ اس کا نام اور پتا بتایا پھر کہا "اسے دیکھو اور اچھی طرح پہچان لو۔ چوبیس گھنٹے کے اندر اسے اغوا کرکے کسی ویرانے میں لے جاؤ گے۔ میں وہاں آؤں گا۔"

"حضور! آپ زحمت نہ کریں۔ آپ نہیں آئیں گے تب بھی ہم اسے ختم کردیں گے۔"

"میں ضرور آؤں گا۔ کمبخت کی جوانی بڑی غضب ناک ہے۔ یہ اس دنیا سے کنواری نہیں جائے گی۔ میں اس کی دھجیاں اڑاؤں گا۔ اس کے بعد تم اسے ہلاک کروگے۔ لاش کا پتا نہ چلے۔ میرے بھائی اسد کو معلوم نہ ہو کہ یہ کہاں گم ہوگئی ہے۔"

بے چاری شائستہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ زیادہ سے زیادہ پولیس والے اسے پریشان کریں گے۔ وہ بڑے اثر و رسوخ والے ہیں۔ اسے اسکول کی ملازمت سے خارج کردیا جائے گا۔

اسد نے اپنے بڑے بھائی نعیم سے پوچھا "آپ ہمارے ذاتی معاملات میں مداخلت کیوں کررہے ہیں؟ کیوں آپ نے شائستہ کو اپنے آفس میں بلایا تھا؟"

نعیم نے کہا "ہم تمہاری بہتری اور سلامتی چاہتے ہیں۔ اس سے تعلق رکھوگے تو کچھ پُراسرار لوگ تمہیں قتل کردیں گے۔"

"آپ پہلے بھی پُراسرار لوگوں کا ذکر کرچکے ہیں۔ ممی اور ڈیڈی بھی یوں سہمے ہوئے ہیں جیسے سچ مچ میرے سر پر موت منڈلا رہی ہو۔ آخر یہ کون لوگ ہیں؟ آپ اتنے بڑے افسر ہوکر انہیں گرفتار نہیں کرسکتے؟"

"انہیں گرفتار کرنے کے لیے ہی شائستہ کو سمجھایا جارہا ہے کہ وہ تم سے دور رہے۔ تم بھی اس سے ہمیشہ کے لیے دور ہوجاؤ۔"

ماریہ اور اکبر خان نے بھی اسد کو یہی سمجھایا۔ اسے

دھمکی دی کہ وہ شائستہ کی محبت سے باز نہ آیا تو اسے ملک سے باہر نیویارک بھیج دیا جائے گا۔ ویسے یہ محض دھمکی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ چوبیس گھنٹوں میں کیا ہونے والا ہے۔

دوسری صبح شائستہ معمول کے مطابق گھر سے نکل کر اسکول کی طرف جانے لگی تو ایک بڑی سی وین نے اس کا راستہ روک لیا۔ دو افراد وین کا سلائیڈنگ دروازہ کھول کر باہر آئے۔ انہوں نے گرین پوائنٹ پر شائستہ کو پکڑا۔ اسے کھینچ کر وین کے اندر ڈالا پھر اس کے دائیں بائیں آکر بیٹھ گئے۔ وہ گاڑی وہاں سے چل پڑی۔

وہ پریشان ہوکر بولی "تم لوگ کون ہو؟ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"خاموش بیٹھی رہو۔ ورنہ ایک گولی تمہیں خاموش کردے گی۔"

ایک نے کہا "یار! کیوں اسے ڈرا رہا ہے' یہ تیری بہن ہے۔"

دوسرے نے کہا "ابے کیا دماغ چل گیا ہے؟ اسے میری بہن کہہ رہا ہے۔ اپنی بہن نہیں بول سکتا؟"

"غصہ کیوں کرتا ہے' یہ میری بھی بہن ہے۔"

وہ دونوں اپنا اپنا سر سہلانے لگے۔ ایک نے کہا "یہ ہمیں کیا ہوگیا ہے۔ ہم اسے اپنی بہن کیوں کہہ رہے ہیں؟"

دوسرے نے کہا "اور اگر کہہ رہے ہیں تو پھر بہن کو اغوا کیوں کررہے ہیں؟"

"یار! ہم اپنی بہن کو گھمانے پھرانے لے جارہے ہیں۔"

شائستہ نے کہا "مجھے گھومنا پھرنا نہیں ہے۔ بہن کہہ رہے ہو تو مجھے اسکول واپس لے چلو۔"

"اے! چپ چاپ بیٹھی رہو۔ بڑے بھائیوں کے بیچ میں نہ بولو۔"

ایک نے کہا "لعنت ہے ہم پر' ہم بار بار اسے بہن کہہ رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کوئی میرے دماغ کے اندر گھسا ہوا ہے اور وہ اسے بہن کہنے پر مجھے مجبور کررہا ہے۔"

"ہاں' میں بھی کچھ ایسا ہی محسوس کررہا ہوں۔"

شائستہ نے کہا "کوئی تمہارے دماغ کے اندر نہیں ہے۔ یہ تمہارا ضمیر ہے' جو مجھے بہن سمجھنے پر مجبور کررہا ہے۔"

"تم پھر بولیں؟ اب اگر بولوگی تو گولی ماردوں گا۔"

"ابے کتے! تو میری بہن کو گولی مارے گا؟"

وہ غصے سے بولا "تو مجھے کتا کہہ رہا ہے؟ گالی دے رہا ہے؟"

"یار! ایک دوست دوسرے دوست کو پیار سے کتا کہہ سکتا ہے۔ چل تو بھی مجھے کہہ دے۔"

دوسرے نے کہا "کتے' کمینے! حرام کی اولاد!"

"اے' اے! تو تو مونی مونی گالیاں دے رہا ہے۔ اے لڑکی! تم بولو' ہمیں کس قسم کی گالیاں دینی چاہئیں؟"

وہ پریشان ہوکر بولی "اپنی اپنی ماں سے جاکر پوچھو۔ کیا تم دونوں پاگل خانے سے آئے ہو؟ آخر مجھے کہاں لے جارہے ہو؟"

وہ گاڑی ایک ویران علاقے سے گزر رہی تھی۔ ایک شکستہ سے مکان کے سامنے آکر رک گئی۔ وہ دونوں شائستہ کے ساتھ وین سے باہر آئے۔ ایسے ہی وقت نعیم خان بھی اس مکان سے باہر آگیا۔

شائستہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر کہا "آپ...؟ اچھا ہوا آپ یہاں ہیں۔ یہ دونوں پاگل ہیں۔ مجھے زبردستی یہاں لائے ہیں۔ آپ انہیں گرفتار کریں۔"

اس کی باتیں سن کر وہ تینوں قہقہے لگانے لگے۔ شائستہ نے نعیم خان سے پوچھا "آپ بھی ان کے ساتھ ہنس رہے ہیں؟"

نعیم خان نے کہا "یہ میرے حکم سے تمہیں یہاں لائے ہیں۔ تم یہاں سے دوسری دنیا میں جاؤ گی لیکن پہلے میرا دل خوش کردو گی۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "اب سمجھی۔ تم مجھے اسد سے دور نہ کرسکے اس لیے ایسی کمینگی پر اتر آئے ہو۔ تمہیں شرم آنی چاہیے' میں تمہارے چھوٹے بھائی کی عزت ہوں۔"

"تم اس کی منکوحہ نہیں ہو اس لیے میں تمہاری عزت اتار سکتا ہوں۔"

شائستہ نے ان دونوں سے کہا "تم مجھے بہن کہہ رہے تھے۔ کیا اپنی بہن کی بے عزتی برداشت کروگے؟"

نعیم خان نے ان سے کہا "تم دونوں اسے بہن بنا کر لائے ہو؟ یہ پہلے کیوں نہ کہا؟ میں بھی اسے بہن کہتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ پریشان ہوگیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "یہ... یہ میں نے کیا کہہ دیا؟"

ان دونوں نے کہا "حضور نے بہن کہہ دیا؟ کیا اسے واپس لے جائیں؟"

وہ غصے سے بولا "بکواس مت کرو۔ یہ میری کوئی نہیں لگتی۔ اسے اندر لے جاکر چارپائی سے باندھ دو۔ پھر اس کے تمام کپڑے پھاڑ دو۔"

وہ اسے جبراً کھینچتے ہوئے اندر لے آئے۔ وہ چیختے چلاتے

گئی۔ بہن اور بھائی کے رشتوں کا واسطہ دینے لگی۔ ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ انہوں نے اسے چارپائی پر لٹا کر رسیوں سے باندھ دیا۔ نعیم خان نے اندر آکر کہا۔ "اگر تم میری بات مان لیتیں' میرے بھائی کا پیچھا چھوڑ دیتیں تو تمہارا یہ انجام کبھی نہ ہوتا۔"

وہ رونے اور گڑگڑانے لگی۔ رحم کی بھیک مانگنے لگی۔ نعیم خان نے اپنا لباس اتارتے ہوئے ان دونوں سے کہا "منہ کیا دیکھ رہے ہو' اس کا لباس پھاڑ دو۔"

ایک نے کہا "یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا۔ میں نے اسے بہن کہا ہے۔ آپ مجھ سے ایسا کام نہ لیں۔"

دوسرے نے کہا "میں نے بھی اسے بہن کہا ہے۔ میں ایک غیرت مند بھائی ہوں۔ اپنی بہن کی عزت پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

نعیم خان نے کہا "کیا بکتے ہو' میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کسی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ ایک کار کسی سے آکر مکان کے سامنے رک گئی تھی۔ نعیم خان نے کہا "دیکھو' کون ہے؟ اسے اندر نہ آنے دینا۔"

وہ دونوں باہر آگئے۔ پھر ایک نے واپس دروازے پر آکر کہا "حضور! مصیبت آگئی ہے۔"

اس نے حکم دیا "مصیبت کو گولی مارو۔"

دوسرے نے کہا "ہم اسے نہیں مار سکتے۔ آپ بھی اسے نہیں مار سکیں گے' وہ آپ کا بھائی اسد ہے۔"

نعیم نے پریشان ہو کر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں اسد آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی شائستہ نے چیخ کر آواز دی "اسد! دیکھو تمہارا یہ بھائی میرے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے؟"

اسد تیزی سے اندر آیا۔ شائستہ کی رسیاں کھولتے ہوئے بولا "بھائی! یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "یہ دونوں بدمعاش اسے اغوا کر کے لے آئے ہیں۔ میں اس کی عزت بچانے آیا ہوں۔"

پھر وہ بے اختیار بولا "لیکن پہلے عزت لوٹنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "سنو! یہ اپنے منہ سے کہہ رہا ہے۔ اسی لیے مجھے باندھ رکھا تھا۔"

اسد نے غصے سے نعیم کو دیکھا۔ وہ پریشان ہو کر بولا "نہیں' میں یہ نہیں کہنا چاہتا تھا۔ پتا نہیں کیسے یہ بات میرے منہ سے نکل گئی۔"

ان دونوں میں سے ایک نے کہا "حضور! جو سچ ہے' وہ اپنے بھائی سے کہہ دیں۔ آپ نے اس لڑکی کو اغوا کرنے کا حکم دیا۔ ہم اسے اٹھا کر یہاں لے آئے۔ اب آپ اسے رسیوں سے باندھ کر اس کے کپڑے پھاڑنا چاہتے تھے۔"

وہ غصے سے بولا "یہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔ اسد! تم میرے چھوٹے بھائی ہو' میں سچ کہتا ہوں' اس لڑکی کو میں بہن..."

وہ شائستہ کو بہن کہنا چاہتا تھا لیکن بے اختیار کہہ گیا "اس لڑکی کو میں بہن نہیں سمجھتا۔ اس کی جوانی سے کھیلنا چاہتا تھا مگر تم کباب میں ہڈی بن کر آگئے ہو۔"

یہ کہہ کر وہ جیسے پھر ہوش میں آگیا۔ پریشان ہو کر بولا "میں کہنا کچھ چاہتا ہوں مگر منہ سے کچھ اور باتیں نکل رہی ہیں۔"

اسد نے کہا "آپ کی نیت جیسی گندی ہے' دنیا جانتی ہے' آپ کہہ رہے ہیں۔ میں شائستہ کو گھر کی عزت بنانا چاہتا ہوں۔ یہ جانتے ہوئے بھی آپ اس کی عزت سے کھیلنا چاہتے تھے۔ آج سے آپ کو بھائی کہتے ہوئے مجھے شرم آئے گی۔ آپ کے نام سے نفرت ہوتی رہے گی۔ لعنت ہے آپ جیسے بھائی پر۔"

وہ شائستہ کا ہاتھ تھام کر بولا "آؤ' ہم چلیں۔"

وہ اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی "تم نہ آتے تو یہ دونوں میری بوٹیاں نوچ لیتا پھر مجھے ہلاک کر دیتا اور تم اس پر صرف لعنت بھیج کر جا رہے ہو۔ میں ایسے نہیں جاؤں گی' اسے گولی مار کر جاؤں گی۔"

اسد نے کہا "اگر یہ تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کرتا تو پھر میں بھائی کے رشتے کو بھول جاتا اور اسے گولی مار دیتا لیکن خدا کو یہ منظور نہیں ہے کہ میرے ہاتھوں بھائی کا قتل ہو۔ اسی لیے تم محفوظ ہو۔"

ان دونوں میں سے ایک نے کہا "مگر ہم اسے سزا دیں گے۔ یہ ہمارے سامنے ہماری بہن کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔"

دوسرے نے کہا "ہم خطرناک مجرم کہلاتے ہیں اور یہ پولیس کا اعلیٰ افسر ہم جیسے مجرموں کی پشت پناہی کرتا ہے۔ اپنے مفادات کے لیے ہمیں واردات کرنے کی سہولتیں فراہم کرتا رہتا ہے۔ آج تو اس نے حد کر دی' ہماری بہن ہمارے ہاتھوں سے اغوا کرایا ہے' ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔"

ان دونوں نے اپنے اپنے ریوالور کا رخ نعیم خان کی طرف کیا۔ اسد نے ہاتھ اٹھا کر کہا "رک جاؤ' میرے بھائی کو گولی نہ مارو' تم اس کے کرتوت عدالت میں بیان کرو' اسے وہاں سے سزا ملے گی۔"

ایک نے کہا "ہم تھانوں اور عدالتوں کے چکر میں نہیں پڑتے جہاں چاہتے ہیں اپنی عدالت قائم کر لیتے ہیں' اپنا فیصلہ سناتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے سزا دیتے ہیں۔"

وہ باتوں میں الجھے ہوئے تھے۔ نعیم خان نے بڑی پھرتی سے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر اپنا ریوالور نکالا لیکن اسے استعمال نہ کر سکا۔ ان دونوں نے تڑاتڑ فائرنگ کی۔ ایک گولی نعیم خان کے ہاتھ پر لگی' دوسری گولی اس کے گھٹنے کی ہڈی توڑ کر نکل گئی۔ اسد فوراً ہی بڑھ کر نعیم خان کے آگے ڈھال بن گیا۔ ان سے التجا کرنے لگا "میرے بھائی کو نہ مارو' بس اتنی سزا کافی ہے اور اگر مارنا ہی چاہتے تو مجھے مار ڈالو۔"

شائستہ آگے بڑھ کر اسد کے آگے ڈھال بن گئی پھر بولی "مجھے بہن کہہ رہے ہو تو ہم اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمیں یہاں سے فرار ہونا ہوگا ورنہ یہ شہر پہنچتے ہی ہمارے پیچھے پولیس کے کتے چھوڑے گا۔"

وہ دونوں اپنی وین میں بیٹھ کر چلے گئے۔ اسد اپنے بھائی کو کاندھے پر لاد کر اپنی کار کے پاس آیا۔ اسے پچھلی سیٹ پر ڈال دیا پھر شائستہ کے ساتھ اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ نعیم خان پچھلی سیٹ پر پڑا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ اس کے اندر کوئی کہہ رہا تھا "یہ کتنے شرم کی بات ہے' میرے بھائی نے جس لڑکی کو اپنی عزت بنایا ہے' میں اس عزت کو مٹی میں ملانے والا تھا۔"

نعیم خان سوچنے لگا "یہ میرے اندر کون بول رہا ہے؟ کیا یہ میرا ضمیر ہے؟"

"ہاں' یہ تمہارا ضمیر ہے۔ اگر یہ دونوں تمہارے سامنے ڈھال نہ بنتے تو تمہارے ہی پالتو مجرم تمہیں گولی مار دیتے۔ سوچو کہ تم اپنے دین سے منحرف ہو کر کیسے بھٹک رہے ہو اور کیسی شرمناک غلطیاں کر رہے ہو۔ یہ تمہارا بھائی ہے جو اپنے دین کی طرف لوٹ آیا ہے۔ تمہیں سزا دینے کے بجائے تمہاری سلامتی کے لیے اسپتال لے جا رہا ہے۔"

اسد کار ڈرائیو کرتا ہوا شہر کی طرف جا رہا تھا۔ شائستہ نے پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ مجھے اغوا کر کے اس ویرانے میں لے جایا گیا ہے؟"

اسد نے کہا "میں ابھی تم سے یہی کہنے والا تھا کہ میں گھر سے یہ سوچ کر نکلا تھا کہ اسکول جا کر تم سے ملاقات کروں گا لیکن میرے ساتھ کچھ عجیب سے حالات پیش آنے لگے' میں نے بے ساختہ اپنی کار کا رُخ شہر کے باہر جانے والی سڑک کی طرف موڑ دیا۔ تھوڑی دُور جا کر خیال آیا کہ میں تمہارے اسکول کی طرف نہیں جا رہا ہوں۔ میں نے کار کو روک کر واپس جانے کا ارادہ کیا لیکن اسے نہ روک سکا پھر تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا کہ مجھے واپس جانا ہے۔"

شائستہ نے کہا "یہ تو تم عجیب سی بات کہہ رہے ہو' ایسے وقت تمہارا دماغ قابو میں نہیں تھا۔ تم واپس جانا کیسے بھول سکتے تھے؟"

"میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔ بے شک میرا دماغ میرے قابو میں نہیں تھا' کوئی غیبی طاقت مجھے تمہاری طرف لا رہی تھی۔"

شائستہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے سوچنے لگی' اس نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ بولی "اب مجھے بھی یاد آرہا ہے' وہ دونوں بدمعاش مجھے قتل کرنے کے لیے لے جا رہے تھے' لیکن راستے میں مجھے بہن کہنے لگے۔ کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے کہ وہ اچانک مجھے بہن سمجھنے لگے تھے پھر حیران بھی ہو رہے تھے کہ وہ مجھے بہن کیوں سمجھ رہے ہیں؟"

"یہ واقعی حیرانی کی بات ہے کہ وہ دشمن اچانک اپنے بن گئے تھے اور تمہیں بہن بنا کر غیرت مند بھائی بن گئے۔ وہ میرے بھائی کو قتل کر دینا چاہتے تھے۔"

شائستہ نے سر گھما کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا' نعیم خان کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ خاموش پڑا ہوا تھا' وہ بولی "پہلے یہ تکلیف سے کراہ رہے تھے' اب بالکل خاموش ہیں' شاید بے ہوش ہو گئے ہیں۔"

وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگا تاکہ جلد سے جلد بھائی کو اسپتال پہنچا سکے۔ شائستہ نے کہا "ہم اپنے ایمان پر قائم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کا صلہ ہمیں دے رہا ہے۔ ہم دونوں کو غیبی مدد حاصل ہوتی رہی ہے۔"

اسد نے کہا "میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔ تم ٹیلی پیتھی کے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

"میں نے ٹیلی پیتھی کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے لیکن یقین نہیں آتا کہ ایک خیال خوانی کرنے والا کسی دوسرے کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ سکتا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں ابھی جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا تھا' اس کا تعلق ٹیلی پیتھی سے ہے جب میں کار ڈرائیو کرتا ہوا تمہاری طرف آرہا تھا تو ایسے وقت کوئی میرے دماغ میں موجود تھا۔ وہ میرے اور تمہارے حالات جانتا ہے' اسی لیے میرے دماغ کو اپنے کنٹرول میں لے کر مجھے تمہاری طرف لے

جارہا تھا۔"

شائستہ نے کہا "یہ تمہارا خیال ہے بھلا تمہارے دماغ میں کون آئے گا' کیا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارا دوست ہے؟"

وہ انکار میں سرہلا کر بولا "نہیں ہے۔"

شائستہ کے دماغ میں ایک آواز ابھری "نہیں ہے مگر ہو سکتا ہے۔"

اس نے ایک دم سے چونک کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا' پھر بڑی حیرانی سے کہا "اسد! میرے اندر کوئی بول رہا ہے۔"

اسد ہنسنے لگا "واہ' میرے بولتے ہی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بولنے لگا۔ اس سے کہو میرے اندر بھی آکر کچھ بولے۔"

اسد کے اندر بھی ایک آواز ابھری "میں ایمان والوں کے ساتھ رہتا ہوں۔ ہمیشہ اپنا ایمان مستحکم رکھو' میں تمہارے پاس آتا رہوں گا' فی الحال خدا حافظ!"

اسد نے اس آواز کو سنتے ہی کار کو سڑک کے کنارے روک دیا تھا۔ شائستہ نے پوچھا "کیا ہوا؟"

اسد خلا میں تکتا ہوا کہہ رہا تھا "پلیز' جسٹ اے منٹ۔ ابھی خدا حافظ نہ کہو' میری بات سن لو۔ تم کون ہو' مجھے کیسے جانتے ہو؟"

وہ اسی طرح خلا میں تکتا ہوا جواب کا انتظار کرنے لگا۔ شائستہ نے حیرانی سے پوچھا "کس سے باتیں کر رہے ہو؟"

اس نے شائستہ کو دیکھتے ہوئے کہا "وہ ابھی میرے اندر بول رہا تھا' اب کوئی آواز نہیں ہے' وہ جا چکا ہے۔"

وہ بولی "وہ جو کوئی بھی ہے' ہمارا ہمدرد ہے۔ وہ پھر کسی مصیبت کے وقت ہمارے پاس آئے گا۔ ابھی فوراً اسپتال چلو' تمہارے بھائی صاحب بے ہوش پڑے ہیں' انہیں فوراً طبی امداد پہنچانی ہوگی۔"

اسد نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ دوسری طرف عمران اپنی ڈیوٹی پر تھا۔ اسے یہ ذمے داری سونپی گئی تھی کہ وہ ایک غیر ملکی تخریب کار جیکب کو ایک جیل سے نکال کر دوسری جیل میں پہنچائے گا۔

وہ جیل خانے کی ایک گاڑی میں سفر کر رہا تھا۔ اس گاڑی کے پچھلے حصے میں جیکب کو لاک کیا گیا تھا۔ عمران اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ بے چارہ یہ نہیں جانتا تھا کہ نعیم خان اس کی موت کا سامان کر چکا ہے۔ اس پر گولیاں برسانے کے لیے آگے کئی دشمن کسی جگہ چھپے ہوئے ہیں۔

گاڑی کے پچھلے حصے میں بیٹھے ہوئے جیکب نے عمران سے کہا "آفیسر! مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

عمران نے کوئی جواب نہیں دیا' خاموش رہا۔ جیکب نے کہا "اے آفیسر! چپ کیوں ہے' کیا آگے موت نظر آ رہی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تو مجھے جہاں لے جا رہا ہے وہیں تک پہنچ جاؤں' اس سے پہلے تو جہنم میں پہنچ سکتا ہے۔"

ڈرائیور نے عمران سے کہا "سر! یہ بہت پہنچا ہوا قیدی ہے جیل میں اس کے لیے فائیو اسٹار ہوٹل سے کھانا آتا ہے۔ مہنگی شراب پیتا ہے۔ اچھا ہے آپ خاموش رہیں اس کے منہ نہ لگیں۔"

اچانک اس گاڑی کا ایک پہیہ برسٹ ہو گیا۔ گاڑی رک گئی۔ کسی نے گولی مار کر پہیے کو ناکارہ کر دیا تھا پھر ایک دم سے فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں' پچھلے بیٹھنے والے دو سپاہی فائرنگ کی زد میں آ گئے' پچھلے دروازے کے تالے کو توڑ دیا گیا۔ جیکب شیر کی طرح دھاڑتا ہوا گاڑی سے باہر آیا۔

گاڑی کے رکتے ہی عمران نے پوزیشن کو سمجھ لیا تھا کہ راستہ روکنے والے آس پاس کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ اس نے فوراً ہی دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر چھلانگ لگائی پھر قلابازیاں کھاتا ہوا ایک جھاڑی کے پیچھے چلا گیا۔ ایسے وقت دشمنوں کو اس پر فائر کرنا چاہیے تھا لیکن انہوں نے گولی نہیں چلائی۔ وہ چھپ کر فائر کرنے والے دو سپاہی تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا "اے تو نے گولی کیوں نہیں چلائی؟"

دوسرے نے اپنا سر کھجاتے ہوئے کہا "یار! میں نے اپنی کھوپڑی کے اندر کسی کی آواز سنی تھی۔ اس نے کہا تھا گولی مت چلاؤ۔"

"کھوپڑی کے اندر آواز کیسے سنائی دے گی' کیا تو نے زہر لگایا ہے؟ نشہ ہونے سے دماغ کے اندر بہت سی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔"

دوسرے نے اپنے ساتھی کے منہ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "مجھے نشہ باز کہہ رہا ہے' میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے اپنی رائفل سے اس کا نشانہ لیا' وہ سہم کر بولا "ارے' ارے۔ گولی چل جائے گی۔"

"گولی چلنے کے لیے ہوتی ہے' یہ دیکھ۔"

اس نے گولی چلا دی۔ نھائیں کی آواز کے ساتھ اس کا ساتھی زمین پر گرا پھر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ گولی چلانے والا حیرانی سے اپنی رائفل کو دیکھنے لگا۔ پریشانی سے سوچنے لگا

"یہ میں نے کیا کیا؟ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم عمران صاحب کو گولی ماردیں' میں نے تو اپنے ساتھی کو مار ڈالا' کوئی بات نہیں میں کہہ دوں گا اسے عمران نے مارا ہے۔"

جیکب گاڑی سے باہر آتے ہی ایک درخت کے پیچھے چھپ کر دیکھنے لگا۔ عمران کو ڈھونڈنے لگا۔ وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے اسے للکارا "اے آفیسر! تو کہاں چھپ گیا ہے سامنے آ۔ میری رہائی کی یہ شرط ہے کہ میں تجھے یہاں سے زندہ نہ جانے دوں۔"

عمران جھاڑی کے پیچھے چھپا ہوا تمام حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ جیل خانے کی گاڑی بے کار ہو گئی تھی۔ دو سپاہی مارے گئے تھے اور کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا جیکب ایک درخت کے پیچھے چھپا ہوا' اسے للکار رہا تھا' وہ للکارتا ہوا درخت کے پیچھے سے نکل کر کھلی جگہ آ گیا پھر پریشان ہو کر سوچنے لگا "یہ میں کھلی جگہ کیوں آ گیا ہوں۔ وہ آفیسر تو مجھے گولی مار دے گا' مجھے فوراً درخت کے پیچھے جانا چاہیے۔"

وہ پلٹ کر تیزی سے دوڑتا ہوا درخت کے پیچھے چھپنے کے لیے آیا پھر دوسرے ہی لمحے وہاں سے دوڑتا ہوا پھر کھلی جگہ آ گیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں بار بار یہاں کیوں آ جاتا ہوں؟"

عمران جھاڑی کے پیچھے سے دیکھ رہا تھا' اس نے کہا "جیکب! تو میرے نشانے پر ہے۔ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا ورنہ گولی مار دوں گا۔"

جیکب نے پریشان ہو کر جھاڑی کی طرف دیکھا پھر سوچا "ادھر فائر کرنا چاہیے۔ وہ آفیسر وہاں چھپا ہوا ہے" اس نے جھاڑی کی طرف نشانہ لیا۔ عمران نے اسے للکارا "جیکب! ہتھیار پھینک دے' میری فائرنگ سے مجھے نقصان نہیں پہنچے گا' مگر تو مارا جائے گا۔"

جیکب نے کہا "میں اپنا بچاؤ کر سکتا ہوں۔ اس درخت کے پیچھے جا کر چھپ سکتا ہوں لیکن میں بزدل نہیں ہوں اور یہ ہتھیار کیا چیز ہے؟ میں اسے پھینک کر تجھ سے خالی ہاتھ لڑ سکتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنا ریوالور دور پھینک دیا۔ عمران جھاڑیوں سے باہر آ گیا۔ جیکب پریشان ہو کر سوچنے لگا "میں نے ریوالور کیوں پھینک دیا؟ یہ آفیسر تو مجھے مار ڈالے گا۔" عمران نے کہا "اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر گردن کے پیچھے رکھ لے' میری کسٹڈی سے نکل بھاگنا اتنا آسان نہیں ہے۔ ابھی تو اس گاڑی کا پہیہ تبدیل کرے گا اور میرے ساتھ بیٹھ کر جیل کے اندر جائے گا۔"

جیکب بُری طرح ذہنی طور پر اُلجھ گیا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر عمران سے پوچھا "کیا تو جادو جانتا ہے؟ میں درخت کے پیچھے چھپنا چاہتا تھا' نہ چھپا۔ میں ریوالور نہیں پھینکنا چاہتا تھا لیکن اسے پھینک دیا۔ نعیم خان اور جیلر نے بڑی دھوم دھام پلاننگ کے بعد مجھے فرار ہونے کا یہ موقع دیا تھا مگر میں فرار نہ ہو سکا۔ نعیم خان نے کہا تھا' مجھے فرار ہونے سے پہلے تجھے گولی مارنی ہے' میں تجھے گولی نہ مار سکا' تو ضرور جادو جانتا ہے۔"

عمران نے کہا "اچھا میرے ہی ڈیپارٹمنٹ کا ایک افسر نے میری موت کا منصوبہ بنایا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ ایسی ہی کوئی کمینگی دکھائے گا۔ میں اس سے بعد میں نمٹ لوں گا۔"

ایک جھاڑی کے پیچھے وہ سپاہی چھپا ہوا تھا جس نے.... خوامخواہ اپنے ساتھی کو گولی ماری تھی۔ اسے بھی حکم دیا گیا تھا کہ اسے پوزیشن مقابلے کے وقت عمران کو گولی مارنا ہے' اس وقت عمران ہاتھ میں ریوالور لیے جیکب کے سامنے کھلی جگہ کھڑا ہوا تھا۔

اس سپاہی نے جھاڑی کے پیچھے سے نکلتے ہوئے عمران کا نشانہ لیا پھر ٹریگر کو دبایا۔ گولی سیدھی جا کر جیکب کی ٹانگ میں لگی' وہ اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ اس سپاہی نے ان کے قریب آتے ہوئے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "عمران! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں' میں نے ایک گولی تیری ٹانگ پر ماری ہے' دوسری سر پر ماروں گا۔"

جیکب نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "اُلّو کے پٹھے! عمران میں نہیں' وہ ہے" وہ عمران کو دیکھ کر بولا "ارے ہاں' عمران صاحب تو آپ ہیں' میں خوامخواہ اس سے دشمنی کر رہا ہوں۔ دشمنی آپ سے تھی مگر میں نے اپنے ساتھی کو گولی ماردی۔ ابھی آپ کا نشانہ لیا اور جیکب کو گولی ماردی' یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

عمران نے کہا "خدا میرا حامی اور مددگار ہے' تمہاری کیا مجال ہے کہ اس بچانے والے کے آگے مجھے مار سکو۔"

وہ بولا "میں نہیں مانتا۔ آپ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں' ہمارے دماغوں میں گھس کر اپنے اوپر گولی چلانے کا موقع ہی نہیں دے رہے۔ ابھی میں آپ کو گولی مارنا چاہتا تھا لیکن اس کی ٹانگ پر گولی ماردی۔"

جیکب نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "میں جادو سمجھ رہا تھا مگر اب سمجھ میں آ رہا ہے کہ یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ کوئی میرے دماغ کے اندر تھا' وہ مجھے درخت کے پیچھے چھپنے نہیں دے رہا تھا۔ مجھے ہتھیار نہیں پھینکنا چاہیے تھا۔ عمران کا مقابلہ کرنا چاہیے تھا مگر میں نے کچھ سوچے سمجھے بغیر اپنا

ریوالور پھینک دیا۔" سپاہی نے کہا "ابھی ٹیلی پیتھی کا پتا چل جائے گا عمران صاحب! میرے ہاتھ میں رائفل ہے' کیا آپ مجھے مجبور کرسکتے ہیں کہ میں یہ رائفل پھینک دوں؟"

عمران نے کہا "میں کیسے مجبور کرسکتا ہوں؟ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔"

"پھر تو میں آپ کو گولی ماروں گا۔ آپ کے پاس بھی ہتھیار ہے' آپ مجھے ماریں' میں آپ کو مارتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنی رائفل عمران کے قدموں میں پھینک دی پھر دوسرے ہی لمحے چونک کر بولا "یہ ... میں نے کیا کیا؟"

جیکب نے کہا "یہ ثابت ہورہا ہے کہ یہ آفیسر ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے تمہارے ہاتھوں سے رائفل گرائی ہے۔"

عمران پریشان ہوکر یہ تماشے دیکھ رہا تھا' حیرانی سے سوچ رہا تھا۔ "واقعی' یہ سپاہی چھپ کر مجھے گولی مار سکتا تھا لیکن اس نے اور جیکب نے خود ہی میرے سامنے ہتھیار پھینک دیے۔ جیکب آسانی سے فرار ہوسکتا تھا لیکن موقع ملنے کے باوجود یہ فرار نہیں ہوا۔"

عمران کو کامیاب ہوتے دیکھ کر ڈرائیور گاڑی سے باہر آیا' کہنے لگا "میں چھپ کر دیکھ رہا تھا' آپ سچ مچ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ یہ شیر کی طرح گرجنے والا جیکب' آپ کے سامنے چوہا بن گیا ہے اور اس سپاہی نے ہماری گاڑی کا پیسہ بے کار کیا ہے۔ یہ بھی آپ کو قتل کرنے آیا تھا لیکن اس نے بھی آپ کے آگے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ مجھے یقین ہوگیا ہے' آپ پُراسرار علم جانتے ہیں۔ اب فوراً انہیں قیدی بنا کر یہاں سے چلیں۔"

عمران نے جیکب اور سپاہی کو حکم دیا۔ "گاڑی کا پیسہ تبدیل کرو اور جیکب' یہ تو تم نے دیکھ ہی لیا ہے کہ نہ تم اپنے پاس ہتھیار رکھ سکتے ہو اور نہ ہی یہاں سے فرار ہوسکتے ہو لہٰذا شرافت سے کام کرو۔"

وہ دونوں بڑی فرماں برداری سے گاڑی کا پیسہ تبدیل کرنے لگے۔ عمران سوچ رہا تھا "میرے ساتھ جو کچھ ہورہا ہے' ناقابل فہم ہے۔ میں نے اپنے ریوالور سے ایک گولی بھی نہیں چلائی اور اتنا خطرناک مجرم میرے قابو میں آگیا' جو سپاہی مجھے ہلاک کرنے آیا تھا وہ خود کو میرے حوالے کرچکا ہے۔"

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا۔ اس کے اندر ایک نسوانی آواز ابھری "میں تمہاری حامی اور مددگار ہوں' تم شرلپند عناصر کے خلاف تنہا لڑرہے ہو' خود کو تنہا نہ سمجھو' میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ابھی جارہی ہوں' پھر کسی وقت آؤں گی۔"

"پلیز' رک جاؤ۔ یہ تو بتادو تم کون ہو؟"

"ابھی یہ نہ پوچھو' اتنا سمجھ لو' میں تمہاری بڑی بہن ہوں' خدا حافظ!"

اس کے دماغ میں خاموشی چھاگئی' وہ بولا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسی باکمال بڑی بہن مل گئی ہے۔ اب تو میں نعیم خان جیسے بڑے بڑے بے ایمان افسروں سے ٹکراجاؤں گا۔ کیا آپ میرا ساتھ دیتی رہیں گی؟"

وہ خلا میں تکتے ہوئے جواب کا انتظار کرتا رہا۔ اسے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ اس نے سوچ کے ذریعے پکارا "سسٹر! کیا آپ جاچکی ہیں؟"

اس کے اندر خاموشی رہی۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر خدا کا شکر ادا کیا۔ خدا اس پر مہربان تھا۔ اسے ایک غیر معمولی قوت حاصل ہورہی تھی' اسے یقین ہوگیا کہ اب وہ اپنی انیلا کو حاصل کرسکے گا۔

الپا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ وہ اب تک عمران کے معاملات میں مصروف تھی۔ اس نے امریکی اکابرین کو چیلنج کیا تھا کہ وہ عدالت میں میرے خلاف کسی بھی جج کو فیصلہ سنانے اور مجھے زیادہ عرصے تک ان کی قید میں نہیں رہنے دے گی۔ ابھی عدالتی کارروائیاں شروع نہیں ہوئی تھیں۔ اس لیے وہ خود کو مصروف رکھنے کے لیے عمران اور اسد کے معاملات میں مصروف ہوگئی تھی۔

الپا اور میرے بیٹے کبریا نے یہ طے کیا تھا کہ وہ پاکستان میں غیر ملکی جاسوسوں اور تخریب کاروں تک پہنچیں گے۔ ایسے سیاسی تخریب کار اور جاسوس اپنے ملک کے سفارت خانوں کے ذریعے آتے تھے۔ یہاں کے سفارت خانوں میں انہیں پناہ دی جاتی تھی۔ ان کی سرگرمیوں کے دوران میں انہیں سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں اور انہیں قانون کی گرفت سے بچائے رکھنے کی کوششیں کی جاتی تھیں۔

الپا اور کبریا غیر ملکی سفارت خانوں کے ذریعے ملک دشمن عناصر تک پہنچ رہے تھے۔ ماریہ' اکبر خان' نعیم خان اور یہودی تنظیم کا سربراہ جے وی شوٹر سب اسی سلسلے کی ایک کڑی تھے۔ پہلے الپا یہودی تنظیم کی ایک سیکریٹری کے اندر پہنچی تھی۔ اس کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اس تنظیم کے سربراہ کا نام جے وی شوٹر ہے۔ وہ تنظیم کے کسی شخص کے سامنے نہیں آتا' فون کے ذریعے متعلقہ افراد سے رابطہ کرتا ہے۔ اس کا اصل نام اور پتا ٹھکانا کوئی نہیں جانتا۔

الپا نے سیکریٹری کے ذریعے فون پر جے وی شوٹر کی آواز سنی تھی۔ اس نے سوچا' تنظیم کا یہ سربراہ بہت اہم ہے۔ اس کے دماغ میں بہت سے اہم راز چھپے ہوں گے۔ ایسے لوگ جرائم کے ماہر ہوتے ہیں لیکن شرابی اور عیاش بھی ہوتے ہیں۔ الپا نے سوچا ہے اس کے دماغ میں جگہ مل جائے۔ یہ سوچ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ جے وی شوٹر نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ الپا واپس آگئی۔ وہ الپا کے لیے بھی پُراسرار بن گیا۔ اس کا سراغ لگانے کے لیے وہ تنظیم کے دوسرے عہدے داروں کو آلۂ کار بنا سکتی تھی۔ اس مقصد کے لیے وہ سیکرٹریٹ عرف ماریہ اکبر تک پہنچ گئی۔

اس طرح اسے معلوم ہوا کہ عمران کو انیلا سے دور کرنے اور اسد کو شائستہ سے الگ کرنے کے لیے کیسی سازشیں کی جارہی ہیں۔ میرا بیٹا کبریا خاموشی سے الپا کے دماغ میں جاتا رہتا تھا۔ اس کے خیالات پڑھ کر اس نے بھی یہ فیصلہ کیا کہ شائستہ اور عمران کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام بنائے گا۔

جب شائستہ کو اغوا کیا گیا تھا' تب الپا اس کی حفاظت کے لیے موجود تھی۔ ایسے وقت اسے معلوم ہوا کہ کوئی اور بھی خیال خوانی کرنے والا بھی شائستہ کی حفاظت کے لیے وہاں موجود ہے۔ وہ دراصل کبریا تھا۔ الپا خاموشی سے کبریا کی کارکردگی دیکھتی رہی اور سمجھنے کی کوشش کرتی رہی کہ وہ خیال خوانی کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟ وہ ایک نیک اور پارسا قسم کی روح تھی۔ نعیم خان کے ظلم سے بچا رہا تھا۔ اس لیے وہ خود ایک اچھے کردار کا مالک ہوگا۔ وہ اس کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوگئی تھی۔

جب وہ آخری بار اسد کے دماغ میں بول رہا تھا کہ میں ایمان والوں کے ساتھ رہتا ہوں۔ ہمیشہ اپنا ایمان مستحکم رکھو۔ میں تمہارے پاس آتا رہوں گا' فی الحال خدا حافظ۔

کبریا کی بات ختم ہوتے ہی الپا اس کے دماغ میں پہنچی۔ وہ بولا "پلیز' سانس نہ روکنا۔ میں شائستہ کی مدد کرنے آئی ہوں۔ اب میں عمران کے پاس جارہی ہوں۔ اس بے چارے پر کئی مصیبتیں نازل ہونے والی ہیں۔ ہم دونوں کے مقاصد ایک ہیں۔ کیا ہم دوست نہیں بن سکتے؟"

کبریا نے انجان بن کر پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولی "میں اپنی اصلیت کسی کو نہیں بتاتی مگر تمہارے جیسے نیک انسان سے خود کو نہیں چھپاؤں گی۔ میرا نام الپا ہے' تم نے میرے متعلق بہت کچھ سنا ہوگا۔"

"او' آپ تو ماں میں میری بھابی رہ چکی ہیں؟"

وہ چونک کر بولی "بھابی! تم ... تم کون ہو؟"

"میں پارس بھائی جان کا چھوٹا بھائی کبریا علی تیمور ہوں۔"

وہ خوشی سے پگھل گئی "تم پارس کے بھائی ہو۔ او گاڈ! تمہارے پاس آکر مجھے کتنی خوشی ہورہی ہے۔ یہ میں بیان نہیں کرسکتی۔"

"میں یہ دیکھ کر خوش ہورہا ہوں کہ تم یہودی تنظیم کے ناپاک مقاصد کے خلاف شائستہ اور عمران کی حمایت کررہی ہو۔ برے وقت میں ان کے کام آرہی ہو۔"

"جناب تیمرزی مجھ یہودی کو مصائب سے نجات دلاتے رہے ہیں۔ اس لیے میں مظلوم اور مستحق مسلمانوں کے کام آرہی ہوں۔ مذہب کوئی بھی ہو' ہمیں انصاف کے تقاضے پورے کرنے چاہئیں۔"

"مجھے تم سے محبت ہورہی ہے' آج سے میں تمہیں سسٹر کہوں گا۔"

"اور میں تمہیں بہن کا پیار دیتی رہوں گی۔ میں تمہارے پاپا کے لیے امریکا اور اس کے اتحادی ممالک سے فائٹ کررہی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ تمہارے پاپا بخیریت ہیں' ان کی ڈی دشمنوں کی قید میں ہے۔ میں یہی ظاہر کررہی ہوں کہ انہوں نے اصلی فرہاد علی تیمور کو گرفتار کیا ہے اور میں اس فرہاد کو ان کی قید سے رہائی دلاؤں گی۔"

"اس معاملے میں' میں بھی تمہارا ساتھ دوں گا۔ اس طرح انہیں یقین ہوتا رہے گا کہ انہوں نے میرے پاپا ہی کو قیدی بنایا ہے۔ اس لیے ہم ان کی رہائی کے لیے جدوجہد کررہے ہیں۔"

وہ دونوں امریکا اور اس کے اتحادی ممالک سے نمٹنے کے منصوبے بنانے لگے۔

○☆○

مجھے ازبکستان میں تلاش کیا جارہا تھا۔ کئی ممالک کے جاسوس وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان جاسوسوں کے دماغوں میں جاتے رہتے تھے اور ان کے اندر رہ کر وہاں کے مقامی افراد کو آلۂ کار بنا رہے تھے۔ کوبرا اور راسپوٹین بھی میرا سراغ لگانے کے لئے وہاں کے اہم شعبوں میں پہنچ رہے تھے۔ وہاں کے حکمرانوں اور اہم عہدے داروں کو آلۂ کار بنا کر ان کے چور خیالات پڑھ رہے

تھے۔ مجھے ڈھونڈ نکالنے کے لئے ان مقامی آلۂ کاروں کو اس ملک کے ایک حصے سے دوسرے حصے تک دوڑا رہے تھے۔

ان تمام مقامی آلۂ کاروں کے ذریعے یہ معلوم ہوا تھا کہ میں ازبکستان کے جنوبی علاقے میں کہیں ہوں۔ ازبک اسلامی تنظیم نے مجھے پناہ دی ہے۔ یہ تنظیم ملک کے جنوبی علاقے میں پھیلی ہوئی تھی اور اتنی بااثر تھی کہ وہاں کی موجودہ حکومت پر غالب آتی رہتی تھی۔ ملک کے اندرونی معاملات میں اختلافات پیدا ہوتے رہتے تھے۔

حکومت کی کوئی پالیسی اسلامی قوانین کے خلاف ہوتی تو ازبک اسلامی تنظیم کی طرف سے زبردست محاسبہ ہونے لگتا۔ پولیس اور فوج کے ذریعے اس تنظیم کو دبانے کی کوششیں کی جاتیں اور ہر بار حکومت ناکام رہتی۔ مسلمانوں کی اکثریت اور ان کا جوش وجذبہ حکمرانوں کے لئے اندیشے پیدا کرتا تھا کہ ایسی اسلامی تحریک چلتی رہی تو وہ اقتدار سے محروم ہوجائیں گے۔

امریکا اور اس کے اتحادی ممالک وہاں کی موجودہ حکومت پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ وہ جنوبی علاقے میں اپنے تمام ذرائع استعمال کرکے مجھے تلاش کریں لیکن ان علاقوں میں اسلامی تنظیم کے جانباز چپے چپے پر موجود رہتے تھے۔ پہاڑیوں کے درمیان دشوار گزار راہیں تھیں۔ ایسی خطرناک پناہ گاہیں تھیں۔ جہاں پولیس اور آرمی والے جانے سے کتراتے تھے۔ جاسوسی کرنے والے ہیلی کاپٹرز اور طیاروں کو وہاں سے گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ان جانبازوں نے ادھر سے پرواز کرنے والے ایک طیارے اور ایک ہیلی کاپٹر کو مار گرایا تھا۔

حکومت کے تمام ذرائع کمزور پڑ گئے تھے۔ ان حالات میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی مقامی افراد کے دماغوں میں سرنگ بناتے ہوئے میری خفیہ پناہ گاہ کا سراغ لگا سکتے تھے۔ ویسے یہ بتادوں کہ میں ازبکستان میں بھی نہیں تھا۔ وہاں بھی ایک ڈمی فرہاد میرا رول ادا کررہا تھا۔ اسے پناہ دینے والے اسلامی تنظیم کے اہم عہدے دار بھی اسے اصلی فرہاد علی تیمور سمجھ رہے تھے۔

کوبرا، راسپوٹین اور آٹھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے میری تلاش میں سرگرم عمل تھے۔ ادھر الپا، اعلیٰ بی بی اور کبریا سرگرمی دکھا رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی، امریکی خیال خوانی کرنے والے نمبر تھری اور نمبر سات کے دماغوں میں پہنچتی تھی۔ ان کے خیالات پڑھ کر ان کے دوسرے ساتھیوں کے بارے میں معلوم ہورہا تھا کہ وہ جنوبی علاقوں میں کیا کرتے پھر رہے ہیں۔

اعلیٰ بی بی نے راسپوٹین کی داشتہ کرونا کو اپنا لیا تھا۔ وہ کرونا کے ذریعے معلوم کرتی تھی کہ راسپوٹین ازبکستان میں کیا کررہا ہے؟ لیکن وہ اپنی داشتہ سے رابطہ کرتا تھا اور اپنی تمام مصروفیات کے بارے میں بتانا ضروری نہیں سمجھتا تھا۔ اعلیٰ بی بی چاہتی تھی کہ راسپوٹین اور دوسرے تمام خیال خوانی کرنے والوں کی راہوں میں دشواریاں پیدا کرے تاکہ انہیں ازبکستان میں فرہاد کی موجودگی کا یقین ہوجائے۔

کبریا نے کوبرا کی بیوی ایسنجی کو اپنی معلومات دیں لیکن ایسنجی کے ذریعے کوبرا کی اہم مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہورہی تھیں۔ کبریا نے الپا کو دماغ میں پہنچادیا۔ پھر اعلیٰ بی بی سے کہا "تم نے فرہاد کو اپنا معمول بنایا ہے۔ مجھے اور الپا کو بھی اس کے پاس پہنچادو۔"

اعلیٰ بی بی نے انہیں نمبر سات کے علاوہ کرونا کے دماغ میں بھی پہنچادیا پھر کہا "کوبرا اور راسپوٹین کو ازبکستان سے ہٹانے کا یہ طریقہ ہوسکتا ہے کہ ان کے لئے دوسرے مسائل پیدا کردیے جائیں۔"

کبریا نے الپا سے کہا "بیویاں اور داشتائیں مسائل پیدا کرتی ہیں۔ تم ایسنجی کے پاس جاؤ، میں راسپوٹین کے لئے پرابلم بنادوں گا۔"

الپا خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ایسنجی کے پاس اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ اس وقت ایسنجی ایک بڑے شاپنگ سینٹر میں جیولری کی دکان سے اپنے لئے ایک انگوٹھی خرید رہی تھی۔ الپا نے اس کے ذریعے شخص کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے دکان سے باہر لے گئی۔ اس کے اندر رہ کر اپنے مطلب کا کوئی شخص تلاش کرنے لگی۔

شاپنگ سینٹر کے باہر اپنے حلیے سے آوارہ اور بدمعاش نظر آنے والے تین افراد کھڑے ہوئے تھے۔

الپا جس آلۂ کار کے دماغ میں تھی، اس نے ان کے پاس آکر کہا "میرے پاس لائٹر ہے، آپ کے پاس سگریٹ ہے؟"

ایک بدمعاش نے کہا "یہ سگریٹ مانگ کر تعارف کرنے کا طریقہ ہے۔ ساری دنیا پہلے سگریٹ رکھتی ہے، بعد میں جلاتی ہے۔"

دوسرے نے پوچھا "کہاں ہے لائٹر؟"

تیسرے نے کہا "پہلے لائٹر نکالو پھر ہم سگریٹ نکالیں گے۔"

اس طرح الپا ان تینوں کی آوازیں سن کر ان کے ہاتھوں میں پہنچ گئی۔ سگریٹ مانگنے والا شخص دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولا "میں یہاں کیسے آگیا۔ میں تو جیولری کی دکان میں تھا؟"

ایک بدمعاش نے پوچھا "تم نہیں جانتے کہ یہاں تک کیسے پہنچے؟ کون سا نشہ کرتے ہو؟"

دوسرے نے کہا "یار! چھوڑو اسے، چلو کوئی موٹی اسامی دیکھتے ہیں۔"

وہ تینوں اس شخص کو نظرانداز کرکے مختلف دکانوں کی طرف جانا چاہتے تھے، الپا انہیں جیولری کی دکان کے پاس لے آئی۔ وہاں ایسنجی ہیرے کی انگوٹھی خریدنے کے بعد اسے پہن چکی تھی اور اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی پھر اس نے پرس میں سے بڑے بڑے نوٹ نکال کر دکان دار کو دیے، ایک بدمعاش نے کہا "یہ ہے مگڑی اسامی!"

ایسنجی دکان سے باہر نکل کر شاپنگ سینٹر کے صدر دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ تینوں اس سے ذرا فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب کرنے لگے۔ ایک نے کہا "اس کے پرس میں زیادہ مال ہوگا، ہم پرس چھین کر بھاگ جائیں گے۔"

دوسرے نے کہا "یار، وہ ہیرے کی انگوٹھی ہے، کیا اسے چھوڑو گے؟"

الپا چاہتی تھی۔ وہ تینوں اسے اغوا کرکے کہیں لے جائیں۔ تیسرے بدمعاش نے الپا کی مرضی کے مطابق کہا "ایسے وقت عقل سے کام لیا کرو، یہ عورت بہت دولت مند ہے، ہم اسے اغوا کریں گے پھر اس کی واپسی کے لئے لاکھوں ڈالرز کا مطالبہ کریں گے۔"

دوسرے نے تائید کی "اس طرح پرس کا مال بھی ملے گا، ہیرے کی انگوٹھی بھی ملے گی اور اس عورت کا باپ یا شوہر اس کی واپسی کے لئے ہمیں تگڑی رقم بھی دے گا۔"

ایسنجی شاپنگ سینٹر کے باہر اپنی کار کے پاس آئی، دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اسی وقت ایک بدمعاش دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اس کے پاس آگیا۔ اس کے دو ساتھی پچھلی سیٹ کے دروازے کھول کر اندر گھس گئے۔ ایک کے ہاتھ میں کھلا ہوا چاقو تھا، اس نے کہا "یہ بے آواز ہے، تمہاری آواز نکلنے سے پہلے ہی یہ اندر پہنچ جائے گا۔"

وہ سہم کر انہیں دیکھنے لگی پھر بولی "میں کسی کے لئے نہیں پکاروں گی۔ تم جو چاہتے ہو، مجھ سے لے جاؤ، یہ چاقو ہٹالو۔"

"ہماری باتوں کا صحیح جواب دوگی تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ بتاؤ تم کتنی دولت مند ہو، کیا تمہاری واپسی کا مطالبہ کرنے سے ہمیں ایک لاکھ ڈالر ملیں گے؟"

وہ بولی "ایک لاکھ تو بہت کم ہیں۔ میرا شوہر مجھے دل وجان سے چاہتا ہے۔ وہ تمہیں دس لاکھ بھی دے سکتا ہے۔"

ان تینوں نے اسے بے یقینی سے دیکھا پھر ایک نے پوچھا "کیا سچ کہہ رہی ہو؟"

"یقین نہ ہو تو میرے شوہر سے فون پر بات کرلو۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں میرا موبائل فون رکھا ہوا ہے، نمبر میں بتاتی ہوں۔"

"تم ہم سے دھوکا تو نہیں کررہی ہو، کیا تمہارا آدمی کوئی پولیس والا ہے؟"

"وہ بہت بڑا بزنس مین ہے۔ وہ میری سلامتی کے لئے پولیس والوں سے رابطہ نہیں کرے گا، تم جتنی رقم مانگو گے وہ دے دے گا۔"

"ٹھیک ہے، ہم آزمائیں گے کہ کتنا سچ بول رہی ہو۔ کار اسٹارٹ کرو اور ہم جہاں کہتے ہیں، وہاں چلو۔"

ایسنجی مطمئن تھی۔ یہ جانتی تھی کہ وہ لوگ جیسے ہی فون پر کوبرا سے باتیں کریں گے، وہ ان سب کے دماغوں میں پہنچ کر اسے بچالے گا۔ وہ کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھتے ہوئے بولی "کہاں جانا ہے، تم اس گاڑی میں بیٹھے بیٹھے بھی میرے شوہر سے معاملات طے کرسکتے ہو۔"

"ایسی جلدی بھی کیا ہے، پہلے ہم اپنی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچیں گے۔ وہاں ہمیں اندیشہ نہیں رہے گا، پولیس والے کہیں سے بھی چھپ کر آئیں گے تو ہمیں خبر ہوجائے گی۔"

الپا یہی چاہتی تھی کہ وہ اپنی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچ جائیں۔ وہاں وہ کوبرا کے لئے کسی طرح دشواریاں پیدا کرسکتی تھی۔ کوبرا ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے چشم زدن میں ان تینوں کو ہلاک کرسکتا تھا۔ وہ یقیناً ازبکستان میں مصروف ہوگا۔ الپا کا مقصد تھا اسے میری تلاش سے باز رکھنا، اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ اسے ایسنجی کے مسئلے میں الجھاتی رہے۔

وہ شہر سے باہر آگئے۔ ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے گاڑی روک دی، ایک نے کہا "اب تم اپنے آدمی کو فون کرو پھر ہم سے بات کرو اور خبردار، اسے یہاں کا پتا نہ بتانا۔"

اس نے چاقو رکھ کر اپنے لباس کے اندر سے ایک ریوالور نکالا پھر اسے دکھاتے ہوئے کہا "میں اسے وہاں استعمال نہیں کرسکتا تھا۔ یہ بہت آواز کرتا ہے۔ یہاں ٹھائیں ٹھائیں کرے گا تو کوئی تمہیں بچانے نہیں آئے گا۔"

ایسنجی نے ڈیش بورڈ کے خانے سے موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کیے۔ ایسے وقت الپا نے اس ریوالور والے کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کا ایک آلۂ کار ایسا رہے، جس کے دماغ میں کوبرا نہ پہنچ سکے۔

اس ریوالور والے کا نام جیری تھا۔ جیری نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا "تم دونوں اسی لمحے گونگے بن جاؤ' منہ سے ایک آواز نہ نکالو۔ یہ بہت چالاک بنتی ہے۔ اس کا شوہر ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہ تمہاری آواز سنتے ہی تمہارے دماغوں میں گھس کر تم دونوں کو ہلاک کردے گا۔"

ایک نے کہا "مگر تم تو بول رہے ہو؟"

"وہ میرے اندر نہیں آسکے گا' بس اب نہ بولو۔ دیکھو' یہ اس سے باتیں کررہی ہے۔"

وہ یہ سن کر پریشان ہوگئی کہ کوبرا ان کے دماغوں میں نہیں آسکے گا۔ اس نے رابطہ ہونے پر کہا "ہیلو' میں ہوں ایسنجی! میں اس وقت بڑی مصیبت میں ہوں۔ تین افراد مجھے اغوا کرکے ایک مکان میں لے آئے ہیں۔ میں نہیں جانتی' یہ کون سی جگہ ہے۔ انہوں نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔"

کوبرا اس کی باتیں سن رہا تھا اور اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کررہا تھا کہ انہوں نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا ہے۔ وہ اپنی سلامتی کے لئے جھوٹ بول رہی ہے۔ آنکھوں پر پٹی نہیں باندھی گئی تھی۔ وہ دیکھتی رہی تھی کہ اسے شہر سے دور ایک ویرانے میں لایا گیا ہے جہاں بہت دُور دُور اِکّا دُکّا مکانات دکھائی دے رہے تھے۔

کوبرا نے کہا "اطمینان رکھو' یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ان سے باتیں کرو' مجھے ان کی آوازیں سناؤ۔"

وہ بولی "وہ میری صحیح سلامت واپسی کے لئے تم سے کوئی سودا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لو' ان سے باتیں کرو۔"

اس نے جیری کو فون دیا۔ وہ فون لے کر اسے کان سے لگاتے ہوئے بولا "ہیلو' سنا ہے' بہت بڑے بزنس مین ہو۔ تم وائف کی سلامتی کے لئے دس لاکھ ڈالر دے سکتے ہو؟"

کوبرا اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچا۔ پھر سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ جیری نے سانس نہیں روکی تھی۔ اس کے باوجود کوبرا نے رکاوٹ محسوس کی۔ دیوار سامنے آگئی ہو اور سوچ کی لہریں اس دیوار سے واپس آگئی ہوں۔"

کوبرا نے پوچھا "تم کون ہو؟ میں تمہاری معلومات کہاں پہنچا سکتا ہوں؟"

"میں ایک جگہ بتاؤں گا۔ تم وہاں پوری رقم لے آؤ گے۔"

"تم دس لاکھ چاہتے ہو۔ اپنے ساتھیوں سے پوچھو کتنی رقم چاہتے ہیں؟"

"تم تو حاتم طائی کی قبر پر لات مار رہے ہو۔ تم ساتھیوں کو دس لاکھ کے علاوہ رقم دو گے' تعجب ہے؟"

یہ بات سنتے ہی جیری کا ساتھی خوشی سے بولا "واقعی! وہ ہمیں الگ سے رقم دینا چاہتا ہے؟"

جیری نے اسے غصے سے دیکھا پھر کہا "لالچ نے میں نے تجھے بولنے سے منع کیا تھا۔"

کوبرا اس بولنے والے ساتھی کے دماغ میں پہنچا۔ اس کے مختصر سے خیالات پڑھ کر بولا "اچھا تو تمہارا نام ہے۔ تم اپنے ساتھیوں سے کہہ رہے تھے کہ اس عورت کا شوہر ٹیلی پیتھی جانتا ہے' کیا تم مجھے جانتے ہو؟"

"میں تمہیں جانتا ہوں یا نہیں لیکن یہ سمجھ گیا ہوں میرے ساتھی کی حماقت سے تم فائدہ اٹھاؤ گے اور نقصان پہنچاؤ گے' میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ میں اپنی سلامتی کے لئے اپنے ساتھیوں جہنم میں پہنچا سکتا ہوں۔"

جیری کی باتوں کے دوران میں کوبرا اس کے ساتھی کے دماغ کو پوری طرح اپنے قبضے میں لے چکا تھا' اسے کٹھ پتلی بنا کر جیری پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی جیری نے اسے گولی ماردی۔ اس کے دوسرے ساتھی نے چیخ کر کہا "دماغ خراب ہوا ہے' تو نے اپنے ہی ساتھی کو گولی ماردی۔"

جیری نے اس سے کہا "تو نے بھی اپنے دشمن کو سناکر اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ سوری مائی فرینڈ! میں نہیں ماروں گا تو یہ دشمن تیرے ذریعے مجھے مار ڈالے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے دوسرے ساتھی کو بھی گولی ماردی۔ ایسنجی سے کہا "تمہارے شوہر کی مکاری کے باعث مجھے دو ساتھیوں کو ہلاک کرنا پڑا' اب اپنے سوا سات پونڈ تمہیں گولی ماروں گا تو وہ کیسے بچائے گا؟"

وہ سہم کر بولی "نہیں' نہیں' گولی نہ چلانا۔ میں دس لاکھ سے بھی زیادہ دوں گی' پلیز اس ریوالور کو ہٹاؤ۔"

کوبرا نے ایسنجی کے ذریعے کہا "تم دس لاکھ مانگ رہے تھے' میں دس کروڑ دوں گا۔ تمہیں دنیا کا امیر ترین شخص بنادوں گا۔ میری وائف کو نقصان نہ پہنچاؤ۔"

جیری نے کہا "تم اس کے ذریعے معلوم کرچکے ہو کہ ہم اس وقت کہاں ہیں۔ اس سے پہلے کہ تم یہاں پہنچو' میں اسے ایسی جگہ لے جارہا ہوں جہاں تم کبھی نہیں پہنچ سکو گے۔"

"میں وہاں نہیں آؤں گا' ایسنجی کو کہیں نہ لے جاؤ۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ اس وقت میری سیف میں پچاس لاکھ ڈالر ہیں۔ تم جہاں کہو گے میں یہ رقم لے کر چلا آؤں گا۔"

"میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم رقم لے کر کہاں آؤ گے لیکن اس سے پہلے میں اپنے لیے حفاظتی انتظامات کررہا ہوں تاکہ تم ٹیلی پیتھی کا کوئی حربہ نہ استعمال کرسکو۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"یہ ہوش و حواس میں رہے گی تو تم اس کے ذریعے دیکھتے رہو گے کہ میں اسے کہاں لے جارہا ہوں لہٰذا میں اسے بے ہوش کررہا ہوں۔"

وہ چیخ کر بولا "نہیں نہیں' وہ میری جان ہے' اسے کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ' اسے بے ہوش نہ کرو۔"

جیری نے کہا "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ میں دولت حاصل کرنے کی خاطر تمہاری وائف کو زندہ رکھوں گا' تم تھوڑی دیر بعد آؤ' یہ ہوش میں آجائے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کے دستے سے ایسنجی کے سر پر ایک ضرب لگائی۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی' بے ہوش ہوتے ہی کوبرا اس کے دماغ سے نکل آیا کیونکہ اس کا دماغ اسے جیری کے بارے میں اب کچھ نہیں بتا سکتا تھا۔

○☆○

راسپوٹین اور کوبرا کے بارے میں یہ معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ ازبکستان میں میرے خلاف کیا کررہے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کے خلاف یہی کارروائی کی جاسکتی تھی کہ انہیں دوسرے معاملات میں الجھادیا جاتا۔ الپا نے بڑی کامیابی سے کوبرا کو الجھادیا تھا۔ اب کبریا بھی یہی کررہا تھا۔

وہ کرونا کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ ہندوستان کے آخری جنوبی ساحل کے شہر کنیا کماری پہنچی ہوئی تھی۔ راسپوٹین نے اس سے کہا تھا کہ وہ دوسرے معاملات میں بہت مصروف رہے گا اور کرونا روس میں رہے گی تو ہمیشہ یہ اندیشہ رہے گا کہ دشمن وہاں اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرنے آسکتے ہیں لہٰذا اسے کسی ایسے علاقے میں جاکر رہنا چاہئے جہاں دوا اسپرے کرنے والے دشمن نہ پہنچ سکیں۔ اس مشورے کے مطابق وہ اپنی سلامتی کے لئے کنیا کماری آگئی تھی۔

وہ علاقہ اس کے لئے انجانا تھا اس لئے اس نے دو گائیڈز کی خدمات حاصل کی تھیں۔ ان میں سے ایک گائیڈ بوڑھا تھا اور دوسرا جوان۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ بوڑھا اس کا بزرگ بن کر رہے اور نوجوان اس کا بھائی بن جائے۔ اس طرح کسی کو یہ شبہ نہ ہوتا کہ وہ کسی دوسرے ملک سے تنہا آئی ہے۔ وہ ہندی زبان روانی سے بولتی تھی' وہاں کی ساڑیاں اور دوسرے ملبوسات اتنے سلیقے سے پہنتی تھی کہ ایک مکمل ہندوستانی عورت دکھائی دیتی تھی۔ وہاں کی مقامی پولیس اور انٹیلی جنس والے اس پر شبہ نہیں کرسکتے تھے۔ یہ اندیشہ نہیں تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس سے ٹکرانے وہاں چلا آئے گا۔

کبریا اس کے اندر رہ کر اس کے حالات معلوم کررہا تھا۔ وہ اس بوڑھے گائیڈ رمیش کو اپنا بزرگ بنانا چاہتی تھی لیکن وہ بوڑھا اس کی جوانی دیکھ کر پھسل رہا تھا۔ انہوں نے اس ساحلی کاٹیج کے مالک سے دو ماہ تک رہنے کا تحریری معاہدہ کیا تھا اور رمیش نے اس معاہدے میں خود کو کرونا کا پتی دیو لکھوایا تھا۔ جب کرونا نے اس معاہدے کو پڑھا تو غصے سے بھڑک اٹھی "تمہیں شرم نہیں آتی' کیا آئینے میں تمہیں اپنی عمر نظر نہیں آتی' کیا تم مجھے بیٹی نہیں سمجھ سکتے؟"

وہ بولا "دنیا میں بے شمار حسین عورتیں ہیں۔ میں سب کو بیٹی بنالوں گا تو اپنے ساتھ رات گزارنے والی کہاں سے لاؤں گا؟"

وہ بولی "ایسی باتیں کروگے تو میں تمہیں گائیڈ کی حیثیت سے ملازم نہیں رکھوں گی' ابھی یہاں سے نکال دوں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ مت بھولو کہ تمہاری بہت سی کمزوریاں میرے ہاتھ میں ہیں۔ تم ماسکو سے آئی ہو اور یہاں نام بدل کر اور لباس بدل کر خالص ہندوستانی عورت بن گئی ہو۔ اگر میں یہ کہہ دوں کہ تم ایک غیر ملکی جاسوسہ ہو تو یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے تمہاری بوٹیاں نوچ لیں گے۔"

کرونا کے نوجوان گائیڈ ارمان نے کہا "رمیش انکل! ہم دونوں پر میڈم کے احسانات ہیں۔ انہوں نے ہمیں پچاس' پچاس ہزار روپے دیے ہیں۔ آج تک کسی نے ایڈوانس پے منٹ کے طور پر کبھی ایک ہزار روپے بھی نہیں دیے۔"

رمیش نے غصے سے کہا "اے خبردار! مجھے انکل نہ کہنا۔ میں تم سے عمر میں بڑا ہوں لیکن اتنا بھی نہیں کہ تم مجھے انکل کہنے لگو۔ تم میرے اور میڈم کے معاملے میں نہ بولو۔"

کرونا اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ بوڑھا گائیڈ اسے بلیک میل کرنے لگا تھا۔ وہ پلک جھپکتے ہی اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرسکتی تھی لیکن راسپوٹین نے اسے سختی سے تاکید کی تھی کہ اسے غصے میں' جوش اور جذبے میں بہہ کر خیال خوانی نہیں کرنی چاہئے۔ یہ کبھی ظاہر نہیں ہونا چاہئے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ ظاہر ہونے سے لوگ اس سے مرعوب تو ہوجائیں گے لیکن درپردہ دشمن بھی پیدا ہوجائیں گے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تک یہ خبر پہنچ سکتی ہے کہ کرونا کنیا کماری میں بھیس بدل کر رہتی ہے۔

کرونا نے اس وقت صبر کرلیا۔ یہ طے کیا کہ چند گھنٹوں کے بعد اپنے کمرے میں سونے کے لئے جائے گی۔ پھر دروازہ اندر سے بند کرکے خیال خوانی کرے گی اور اس بوڑھے کو سزا دے گی۔

ایسے وقت راسپوٹین نے اس کے پاس آکر پوچھا "کیا کر رہی ہو؟"

وہ بولی "یہاں کم از کم دو ماہ تک رہنے کے انتظامات کر رہی ہوں۔ ایک بوڑھے کو باپ اور ایک جوان کو بھائی بنا کر اس ساحلی کاٹیج میں اچھا وقت گزار سکوں گی۔"

"کوئی تم پر شبہ تو نہیں کر رہا ہے؟ پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے اور اجنبی افراد سے سامنا ہو تو بعد میں چپ چاپ ان کے خیالات پڑھا کرو تاکہ دوست اور دشمن کی پہچان ہوتی رہے۔"

"میں اپنے سائے سے بھی محتاط رہتی ہوں۔ میری فکر نہ کرو۔ یہ بتاؤ' وہاں ازبکستان میں کیا کر رہے ہو؟ کیا واقعی اصلی فرہاد وہاں چھپا ہوا ہے؟"

وہ بولا "فرہاد کی چالبازیوں کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اسے بابا صاحب کے ادارے سے گرفتار کیا گیا تھا۔ وہاں اس کی اصلیت معلوم کرنے کے لئے اس کے چہرے کے میک اپ کو اور اس کے برین کو واش کیا گیا۔ وہ ہر پہلو سے اصلی فرہاد ثابت ہو رہا ہے۔"

"پھر ازبکستان میں وہ فرہاد کہاں سے پیدا ہوگیا؟"

"ہم یہی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ جب فرہاد کو گرفتار کیا گیا تو اس سے بہت پہلے وہ اعلان کرچکا تھا کہ وہ ازبکستان میں ہے لہٰذا یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ان دو میں سے کون اصلی ہے؟"

"اس نے امریکی اور اس کے اتحادی ممالک کو اور سب کو الجھا دیا ہے۔ کیسے معلوم ہوگا کہ اصلی کون ہے؟"

"معلوم نہ ہوسکا تو دونوں کو جہنم میں پہنچا دیا جائے گا۔ کیا تمہیں فرہاد کا پتا ٹھکانا معلوم ہو رہا ہے؟ کوئی کام کی بات حاصل ہو رہی ہے؟"

"مجھے امید ہے۔ میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے پہلے فرہاد تک پہنچ سکوں گا۔ اب تم بھی میرے ساتھ وہاں خیال خوانی کروگی۔"

"کیا میرے لئے کوئی خاص کام نکل آیا ہے؟"

"ہاں۔ میں ایک لیڈی ڈاکٹر جمیلہ کے دماغ تک پہنچ گیا ہوں۔ وہ ازبک اسلامی تنظیم میں سینئر ڈاکٹر کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ تم اس کے اندر رہ کر بہت سی اہم معلومات حاصل کرسکو گی۔ میں نے بھی بہت کچھ معلوم کیا ہے۔"

"کیا ان معلومات کے ذریعے تم فرہاد تک پہنچ سکو گے؟"

"ابھی اس کے دماغ میں چلو۔ اس کے خیالات پڑھو۔ جب اہم معلومات حاصل کرلوگی تب بتاؤں گا' تمہیں کیا کرنا ہے؟"

وہ راسپوٹین کے دماغ میں آئی۔ راسپوٹین نے اسے ڈاکٹر جمیلہ کے دماغ میں پہنچا دیا۔ وہ وہاں پہنچتے ہی اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ جمیلہ ایک عمر رسیدہ تجربہ کار ڈاکٹر تھی۔ پچھلے پندرہ برسوں سے ازبک اسلامی تنظیم سے وابستہ تھی۔ اس تنظیم میں میڈیکل کے شعبے کی انچارج تھی۔ وہ جانبازوں کی خفیہ پناہ گاہوں سے اچھی طرح واقف تھی۔ بیمار یا زخمی جانبازوں کے علاج اور آپریشن کے سلسلے میں دشوار گزار راستوں سے گزر کر ان خفیہ پناہ گاہوں میں جاتی رہتی تھی۔

جمیلہ کے چور خیالات نے بتایا کہ فرہاد واقعی جنوبی علاقوں کی کسی پناہ گاہ میں موجود ہے اور اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسلامی تنظیم کو خوب فائدے پہنچا رہا ہے۔ تنظیم کے خاص عہدے داروں نے اپنے ڈاکٹروں' انجینئروں' فوجی افسروں اور جانبازوں کو نہیں بتایا تھا کہ فرہاد کس پناہ گاہ میں ہے۔ جنہیں فرہاد سے ملنا ضروری ہوتا تھا' صرف انہیں اس پناہ گاہ تک پہنچایا جاتا تھا۔ کبھی اس پناہ گاہ میں کسی ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی تو جمیلہ کو وہاں بھیجا جاسکتا تھا۔

راسپوٹین نے اسی امید پر کرونا کو ڈاکٹر جمیلہ کے دماغ میں پہنچایا تھا کہ وہ اس کے خیالات پڑھتی رہے گی۔ اس کی مصروفیات پر نظر رکھے گی۔ جمیلہ کو آج کل میں کسی ضرورت کے تحت فرہاد کے پاس پہنچایا جاسکتا تھا۔ اس طرح کرونا بھی وہاں پہنچ جاتی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تب بھی وہ جمیلہ کے ذریعے تنظیم کے دوسرے اہم افراد تک پہنچتی رہتی۔

راسپوٹین نے اس سے کہا "تم نے یہ معلوم کیا ہوگا کہ ڈاکٹر جمیلہ کا ایک جوان بیٹا ہے۔ اس کا نام فیروز بخت ہے۔ تم اس کے دماغ میں بھی پہنچو۔ وہ جمیلہ کا ایک ہی بیٹا ہے۔ اس کی جان ہے' اس کی کمزوری ہے۔ ہم ضرورت کے وقت اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔"

کرونا صرف ذہین ہی نہیں' مکار بھی تھی۔ اس نے ماضی میں بڑی مکاریاں دکھائی تھیں' بڑی کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ وہ راسپوٹین کے مشوروں کی محتاج نہیں تھی۔ راسپوٹین نے اسے اپنی معمولہ اور واشتہ بتا کر رکھا تھا۔ وہ اسی عمل کے زیر اثر تھی۔ اس لئے اس کے مشوروں اور خیالی عمل پر عمل کرتی رہتی تھی۔

احکامات پر عمل کرتی رہتی تھی۔

اس نے راسپوٹین کے حکم کے مطابق جمیلہ کے بیٹے فیروز بخت کے دماغ میں بھی جگہ بنائی پھر اس کے خیالات پڑھنے کے بعد دائمی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔

رات کے کھانے کا وقت تھا' ارمان نے آکر پوچھا "میڈم! آپ کھانا باہر کھائیں گی یا یہاں لایا جائے؟"

اس نے کہا "ہم باہر کسی ریسٹورنٹ میں کھائیں گے۔ میں چینج کرکے آتی ہوں۔ رمیش سے کہو وہ بھی تیار ہوجائے۔"

ارمان اس کمرے سے نکل کر رمیش کے پاس آیا۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھا واڈکا پی رہا تھا۔ وہ ارمان کو دیکھ کر بولا "تو میرے ساتھ عیش کرو' جینے کا مزہ پینے میں ہے۔"

ارمان نے کہا "میں زیادہ پی کر بہکنا نہیں چاہتا۔ اگر میڈم اجازت دیں گی تو میں کھانے سے پہلے دو پیگ لوں گا۔"

وہ غٹاغٹ پینے کے بعد خالی گلاس کو میز پر رکھتے ہوئے بولا "تم تو میڈم کے غلام بن گئے ہو۔ آج میں تمہاری میڈم کے ساتھ ایک کمرے میں رات گزاروں گا' کیا پتا خاجوانی ہے؟ آج میرے بڑھاپے میں دھماکے کرے گی۔"

"میں نے تمہارے جیسا کمینہ نہیں دیکھا۔ میڈم اتنی مہربان ہیں اور تم انہیں بلیک میل کر رہے ہو۔"

"عقلمند وہ ہے جو موقعے سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اگر میں اس سے عام حالات میں یہ کہتا کہ آؤ' اپنی جوانی میرے حوالے کردو تو وہ حقارت سے مجھے بوڑھا کہہ کر مجھ پر تھوک دیتی لیکن اب اس کی کمزوری میرے ہاتھ میں ہے۔ وہ مجھے سینے پر آنے سے نہیں روک سکے گی۔"

کرونا اپنے کمرے میں لباس تبدیل کرنے کے دوران میں خیال خوانی کے ذریعے رمیش اور ارمان کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ رمیش سوچ رہا تھا کہ اب اور نہیں پینا چاہئے۔ ذرا ہوش میں رہ کر' ذرا موڈ میں رہ کر اس حسینہ سے چھیڑ چھاڑ کرنی چاہئے۔ وہ بھی کیا یاد کرے گی کس بڈھے شیر سے پالا پڑا تھا۔

کرونا نے اسے اور پینے پر مائل کیا۔ اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی بوتل کو اٹھا کر منہ سے لگالیا۔ ارمان نے کہا "ارے' یہ کیا کر رہے ہو؟ سوڈا یا پانی ملا کر پیو ورنہ کھوپڑی الٹ جائے گی۔"

وہ بوتل کو منہ سے لگائے غٹاغٹ پئے چلا جا رہا تھا۔ ذرا ٹھہر ٹھہر کر پینا چاہتا تھا لیکن کرونا بوتل کو اس کے منہ سے ہٹنے ہی نہیں دے رہی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ یوں خالص واڈکا نہیں پینی چاہئے' یا پھر رک رک کر پینا چاہئے' سب کچھ سمجھنے کے باوجود وہ رک نہیں پا رہا تھا۔ جب خود بخود رُکا تو بوتل خالی ہوچکی تھی۔

اس کا سر گھومنے لگا' در و دیوار گھومنے لگے۔ اس کے ہاتھوں میں اتنی سکت نہیں رہی کہ بوتل کو تھام سکے۔ اس سے پہلے کہ وہ گرتی' ارمان نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا لیکن اس بوڑھے کو تھامنے سے پہلے ہی وہ کرسی سے لڑھک کر گر پڑا اور چاروں شانے چت ہوگیا۔ ارمان نے ناگواری سے کہا "کم بخت کو سمجھایا تھا لیکن اسے بڑھاپے میں جوانی کا گھمنڈ ہے۔ شراب کی ایک بوتل کو برداشت نہ کرسکا۔ میڈم کی جوانی کا بوجھ کیا اٹھائے گا؟"

وہ جھک کر اسے فرش سے اٹھانا چاہتا تھا' کرونا نے آکر کہا "اس کتے کو یہیں پڑا رہنے دو۔ اچھا ہوا یہیں نشے میں آؤٹ ہوگیا۔ باہر ہمارے ساتھ جاتا تو پرابلم بن جاتا۔"

"میڈم! یہ بے ہوش ہوگیا ہے' اسے اسپتال پہنچانا ہوگا۔"

"اسے مرنا ہی ہے تو یہ اسپتال جاکے بھی مرے گا لہٰذا اسے یہیں مرنے دو۔ دروازہ لاک کرو اور چلو یہاں سے۔"

وہ دروازہ لاک کرکے کرونا کے ساتھ کاٹیج سے ساحل کی طرف جانے لگا۔ ساحل پر بڑی بڑی ہیڈ لائٹس کے باعث دور تک ساحل روشن ہوگیا تھا۔ سمندر کی لہریں چاندی کی طرح چمک رہی تھیں اور چاندی جیسی حسینائیں لہروں کی چاندی سے کھیل رہی تھیں۔ جوان اور بوڑھے بھی ان کے ساتھ ہنس کھیل رہے تھے۔ ساحل پر کھیل تماشے بھی ہو رہے تھے اور دور دور تک میلہ سا لگا ہوا تھا۔

وہ دونوں ایک اوپن ریسٹورنٹ میں آکر بیٹھ گئے۔ کرونا نے ارمان سے کہا "تم کچھ پینا چاہو تو پی سکتے ہو' میں سوپ پیوں گی۔"

ارمان نے کرونا کے لئے سوپ اور اپنے لئے وہسکی کا ڈبل پیگ منگوایا پھر اس سے پوچھا "آپ کیوں نہیں پیتیں؟"

"میں یوگا کی مشقیں کرتی ہوں' کبھی دس منٹ اور کبھی پندرہ منٹ کے لئے سانس روک لیتی ہوں۔ یوگا جاننے والے کسی قسم کا نشہ نہیں کرتے۔"

وہ سوپ پینے لگی۔ وہ وہسکی کا ایک ایک گھونٹ حلق سے اتارتے ہوئے سوچنے لگا "کتنی حسین ہے' اسے پہلی بار ائرپورٹ میں دیکھا تو میرے دل میں اتر گئی تھی۔ کاش میں حیثیت میں اس کے برابر ہوتا تو اس کے روبرو کھڑے ہو کر کہتا آئی لو یو۔"

کرونا خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس نے اسے زبان سے بولنے پر مجبور کیا۔ وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے بے اختیار بول پڑا "آئی لو یو۔"

پھر وہ ایک دم سے گھبرا کر سیدھا بیٹھ گیا' کرونا نے مسکرا کر کہا "تم نے مجھ سے پہلے کیوں نہ کہا' میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں۔"

وہ حیرانی اور بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ کرونا سر جھکا کر سوچ رہی تھی "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ راسپوٹین اگر میرے چور خیالات پڑھے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ میں اس نوجوان کو چاہنے لگی ہوں۔"

ارمان نے کہا "آپ مذاق کر رہی ہیں' میں ایک بہت معمولی گائیڈ ہوں' آپ کی طرح دولت مند نہیں ہوں۔"

"مجھے دولت نہیں چاہئے اس لئے کہ یہ میرے پاس ہے۔ میں وہی چاہتی ہوں جو میرے پاس نہیں ہے۔"

"کیا ابھی تک آپ نے شادی نہیں کی ہے؟"

"کی بھی ہے اور نہیں بھی کی ہے۔ میں اس سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں لیکن شاید کبھی نہ کر سکوں۔"

"ایسی کیا مجبوری ہے؟ وہ کون ہے؟ میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟"

"مجھے آپ نہ کہو تم کہو' تم میرے لئے کچھ نہیں کر سکو گے۔ مجھے ہی تمہارے لئے کچھ کرنا ہو گا۔"

وہ سوچنے لگی "آج رات میں اس پر تنویمی عمل کروں گی۔ اس کے دماغ کو لاک کر دوں گی۔ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو راسپوٹین اس کے دماغ میں آکر یہ معلوم کر لے گا کہ یہ مجھ پر عاشق ہو گیا ہے پھر وہ اس بے چارے کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

وہ اپنی پسند کا کھانا منگوا کر کھانے لگے۔ وہ اس بات کو سمجھتی تھی کہ راسپوٹین نے اپنے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی معمولہ بنا رکھا ہے۔ وہ اپنے طور پر لاکھ کوشش کرے گی تب بھی اس کے سحر سے نہیں نکل سکے گی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا دوست اسے نجات دلا سکتا ہے اور دوست تو وہ ایک پارس ہی تھا جو اس کی ہر مصیبت میں کام آتا تھا۔ اس نے خود اپنی نادانی سے اسے کھو دیا تھا۔

اس کا دل کہتا تھا کہ پارس ٹیلی پیتھی سے محروم ہو چکا ہے۔ اسی لئے اس کے موجودہ حالات سے غافل ہے۔ اس کے بعد اب کوئی دوسرا اس کا نجات دہندہ نہیں تھا۔ یہ سوچ کر وہ مایوس ہو جاتی تھی۔

ویسے قسمت بدلتے دیر نہیں لگتی۔ تقدیر کا چکر ایسا ہوتا ہے کہ کہیں نہ کہیں سے دوسرا مسیحا پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسرا مسیحا کیریا تھا۔ جب وہ ارمان کے ساتھ کاٹیج میں واپس آئی تو اپنی پلاننگ کے مطابق ارمان پر تنویمی عمل کرنے والی تھی تاکہ اس کے دماغ کو لاک کر کے اسے راسپوٹین سے محفوظ رکھ سکے لیکن وہ اپنے بیڈ روم میں آئی تو لباس تبدیل کر کے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ کیریا نے اس کے اندر تھکن کا احساس پیدا کیا۔ وہ بیڈ پر لیٹ گئی پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں' کیریا نے اسے سلا دیا۔

راسپوٹین ازبکستان میں کرونا سے بڑے اہم کام لینا چاہتا تھا۔ کیریا نے سوچا "اس دشمن کو کرونا سے محروم کر دیا جائے۔ اس طرح وہ اپنی ازبکستان کی مہم میں تنہا رہ جائے گا' پھر وہ کرونا کو تلاش کرتا پھرے گا اور کرونا اس سے انتقام لینے کے لئے اس کے معاملات میں مداخلت کرتی رہے گی اور اس کا سکون برباد کرتی رہے گی۔"

کیریا نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کیں کہ وہ آئندہ راسپوٹین کے زیر اثر نہیں رہے گی۔ اس کی آواز اور لہجہ سنتے ہی سانس روک کر اسے بھگا دے گی۔

اس نے ایک مخصوص لب و لہجہ اس کے ذہن میں نقش کرنے کے بعد کہا کہ وہ اس مخصوص لب و لہجے کے ساتھ آنے والے کو اپنے اندر محسوس نہیں کرے گی۔ بالکل نہیں۔ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی انہیں اندر آنے سے روک دے گی۔

اس نے حکم دیا کہ وہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد اس

کے تنویمی عمل کو بھول جائے گی۔ یہ کبھی نہیں سوچے گی کہ کسی نے اپنے مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اسے اپنی معمولہ بنا رکھا ہے۔ وہ خود کو آزاد سمجھتی رہے گی۔ ازبکستان میں وہ خلاف فرہاد کی حمایت میں کام کرتی رہے گی اور راسپوٹین کے ہر معاملے میں مداخلت کرتی رہے گی۔

اس نے یہ بھی تاکید کی کہ وہ بیدار ہونے کے بعد اپنا چولا تبدیل کر کے کینیا کماری سے دور چلی جائے گی۔

اس نے ایک گھنٹے تک اسے تنویمی نیند سونے دیا پھر الپا کو مخاطب کر کے بتایا کہ اس نے کرونا کو راسپوٹین سے چھین لیا ہے۔ الپا اسے بتانے لگی کہ وہ ایجنسی کو کوبرا سے دور کر کے اسے ابھار رہی ہے۔ دونوں اپنے اپنے معاملات ایک دوسرے کو بتاتے رہے پھر ایک گھنٹے بعد کیریا' کرونا کے پاس آگیا۔

وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گئی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ ریسٹورنٹ سے آتے ہی تھکن کے باعث آنکھ لگ گئی تھی۔ اب اسے ارمان کے دماغ میں جا کر اس پر تنویمی عمل کرنا چاہئے۔ کیریا خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا راسپوٹین کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بولا "کون ہو تم؟ فوراً بولو۔ ورنہ ابھی بھگا دوں گا۔"

کیریا نے آواز بدل کر سرگوشی میں کہا "کرونا۔۔۔"

اتنا کہہ کر وہ واپس کرونا کے پاس آگیا۔ راسپوٹین سوچ رہا تھا "یہ ابھی کون آیا تھا؟ صرف کرونا کا نام لے کر واپس کیوں چلا گیا؟"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا کرونا کے پاس آیا۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ راسپوٹین کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس نے حیرانی اور پریشانی سے سوچا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ میری معمولہ ہے۔ مجھے اپنے دماغ سے کیسے بھگا سکتی ہے؟"

وہ پھر اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے پھر سانس روک لی۔

ادھر کرونا خوشی سے اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس نے دوبارہ راسپوٹین کو اپنے اندر محسوس کرتے ہی بھگا دیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس کے تنویمی عمل سے آزاد ہو گئی ہے۔ اس کے لئے یہ سب سے بڑی خوشی تھی۔ وہ فاتحانہ انداز میں خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی راسپوٹین کے پاس آئی' پھر بولی "سانس نہ روکنا' میں کرونا ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "تم نے مجھے اپنے دماغ میں آنے کیوں نہیں دیا؟"

"میں تمہیں روکنے والی کون ہوتی ہوں؟ تم تو میرے عامل ہو' آقا ہو' میری عزت سے کھیلنے والے' میرے بدن کو نوچنے والے گدھ ہو۔ آؤ' آجاؤ۔"

"تم میرے تنویمی عمل کے شکنجے سے آزاد کیسے ہو گئیں؟"

"سیدھی سی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ تمہارے تنویمی عمل کی مدت گزر چکی تھی۔ اس کے اثرات ختم ہوتے ہی میں آزاد ہو گئی ہوں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میرے حساب سے تین دنوں کے بعد مدت ختم ہونے والی تھی۔ میں کل رات تم پر دوبارہ عمل کرنے والا تھا۔"

"تمہارا حساب غلط ہو گیا۔ یہ تمہاری بدقسمتی اور میری خوش قسمتی ہے۔"

"زیادہ نہ بولو' میں تمہیں پھر بدنصیب بنا سکتا ہوں۔"

"اب تو تم بھونکنے والے کتے رہ گئے ہو۔ کاٹنے والے نہیں رہے۔ تم میرے ساتھ جو زیادتیاں کرتے رہے' اب اس کی سزائیں پانے کے لئے تیار رہو۔ میں تمہاری بدترین دشمن بن کر فرہاد کی حمایت کروں گی اور ازبکستان میں تمہاری تمام کوششوں کو ناکام بناتی رہوں گی۔ فی الوقت میں تم پر تھوک کر جا رہی ہوں' آخ تھو۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ راسپوٹین نے چیلنج کیا تھا کہ وہ اسے پھر بدنصیب بنا سکتا ہے لہٰذا اس کی پہنچ سے کہیں دور چلے جانے میں ہی دانش مندی ہوتی۔ راسپوٹین اس کے دونوں گائیڈز رمیش اور ارمان کے ذریعے اسے نقصان پہنچا سکتا تھا۔

اس وقت رمیش نشے میں مدہوش پڑا ہوا تھا۔ ارمان کے بارے میں یہ یاد آیا کہ راسپوٹین نے اس کی آواز نہیں سنی ہے' وہ اس کے اندر نہیں پہنچ سکے گا لیکن وہ کسی دوسرے ہتھکنڈے سے مقامی پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو اس کا دشمن بنا سکتا ہے۔ کسی غنڈے بدمعاش کو آلۂ کار بنا کر اس کے ذریعے اسے گولی مار سکتا ہے۔

فی الحال دانشمندی یہی تھی کہ وہ اس علاقے سے دور چلی جائے۔ اس نے ارمان کو بلا کر کہا "میں ابھی یہاں سے کہیں دور جا رہی ہوں۔ کیا میرے ساتھ چلو گے؟"

"تم نے مجھے اپنی محبت کے قابل سمجھا ہے۔ میں تمہارے ساتھ کہیں بھی جا سکتا ہوں۔"

"فوراً ایک بیگ میں اپنا ضروری سامان لو اور باہر نکلو' میں ابھی آرہی ہوں۔"

وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ کرونا اپنے بیگ میں میک اپ کا تمام سامان اور کچھ ضروری چیزیں رکھ کر کانیچ سے باہر آئی پھر ارمان کے ساتھ ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جانے لگی۔ ارمان نے پوچھا "تم اچانک یہاں سے جا رہی ہو' کوئی پریشانی ہے؟"

"ہاں' ایک دشمن مجھے تلاش کر رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ یہاں پہنچے' میں کہیں دور جا کر چھپنا چاہتی ہوں۔"

"تم نے پہلے بھی ذکر کیا تھا۔ آخر وہ کون ہے؟ مجھے بتاؤ' میں مارشل آرٹ جانتا ہوں۔ اس کی ہڈی پسلی توڑ کر اسے اپاہج بنا دوں گا۔"

ایک کار ان کے قریب آ گئی اور آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ ڈرائیو کرنے والے نے کرونا کو دیکھ کر کہا "یوٹی فل' ویری اسمارٹ' میں لفٹ دے سکتا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "تھینک یو۔ میں لفٹ چاہتی ہوں۔"

وہ گاڑی روک کر بولا۔ "ایک شرط ہے تم میرے ساتھ بیٹھو گی اور یہ حوان پیچھے بیٹھے گا۔ بولو' منظور ہے؟"

کرونا نے ارمان سے کہا "پیچھے بیٹھ جاؤ۔ ہمارے لئے ٹیکسی سے یہ کار بہتر رہے گی۔"

وہ دونوں آگے پیچھے بیٹھ گئے۔ کار آگے چل پڑی۔ ڈرائیو کرنے والے نے اچھی خاصی پی رکھی تھی۔ اس نے کہا "میرا نام دیوراج کھوٹے ہے۔ گوا میں شراب کی فیکٹری ہے۔ لاکھوں کماتا ہوں۔ میرا آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ میں نے شادی نہیں کی۔ عورت ویسے ہی مل جاتی ہے۔ ایک بیوی پالنا سب سے بڑی حماقت ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

کرونا نے کہا "اچھا خیال ہے۔ میں نے بھی شادی نہیں کی۔ جب تمہارے جیسے اُلّو مل جاتے ہیں تو ایک شوہر پالنا سب سے بڑی حماقت ہے۔"

"تم نے مجھے اُلّو کہا؟"

"تم نے بہت زیادہ پی لی ہے۔ اس لئے خود کو اُلّو سمجھ رہے ہو۔"

وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "میں اس سے لڑائی کروں گا۔ اس عورت کے ساتھ نہیں بیٹھوں گا۔"

وہ کرونا کی مرضی کے مطابق لڑنے لگا۔ ایک جگہ کار کو روک کر کہا "تم بکواس عورت ہو۔ میں تمہارے پاس نہیں بیٹھوں گا۔"

وہ کار سے اترتے ہوئے ارمان سے بولا "اے تم گاڑی چلاؤ' میں پیچھے رہوں گا۔"

ارمان باہر آ کر کرونا کے پاس اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دیوراج کھوٹے پچھلی سیٹ پر آ گیا۔ کار آگے چل پڑی۔ کھوٹے نے کہا "اے! سیدھے گوا چلو۔ راستے میں کوئی [illegible] نہ کرنا' میں یہاں سو رہا ہوں۔"

وہ پچھلی سیٹ پر لیٹ گیا۔ کرونا نے اسے ٹہلی بیٹھی ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ وہ خراٹے لینے لگا۔ ارمان نے کہا "یہ عجیب آدمی ہے تم سے خوا مخواہ لڑ رہا تھا۔ اگر یہ [illegible] کرتا تو میں اس کا منہ توڑ دیتا۔"

"دماغ ٹھنڈا رکھا کرو۔ اس نے تھوڑی سی لڑائی لیکن گاڑی ہمارے حوالے کر دی۔ مجھے سوچنے سمجھنے دو کہاں جانا ہے؟"

وہ سوچنے لگی "دیوراج کھوٹے گوا میں رہتا ہے۔ بیرون ممالک سے بے شمار سیاح آتے ہیں۔ ان میں دشمن بھی ہو سکتا ہے۔ مجھے ایسی جگہ نہیں جانا چاہئے میں چہرہ بدل کر رہ سکتی ہوں۔ دیوراج کھوٹے تنہا میں رہتا ہے۔ میں اسے اپنا معمول بنا کر ارمان کے ساتھ کے بنگلے میں آرام سے رہوں گی۔"

وہ ارمان سے بولی "میں ذرا بیٹھے بیٹھے سونا چاہتی ہوں مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں خود ہی جاگ جاؤں گی۔"

وہ آنکھیں بند کر کے دیوراج کھوٹے کے دماغ میں پہنچ گئی۔ پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ اس نے کہا "میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ جو احکامات تمہیں دے رہی ہوں انہیں اپنے ذہن میں محفوظ رکھو اور ان پر عمل کرو۔"

"میرا حکم ہے کہ تم مجھے اپنی چھوٹی بہن سمجھو گے۔ اپنے اور پرائے سب ہی سے کہو گے' میرا نام ارونا کھوٹے ہے۔ میں لندن میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد یہاں آئی ہوں۔ میرے ساتھ میرا پتی ہے۔ اس کا نام شیکھر (ارمان) ہے۔ ارونا اور شیکھر کچھ عرصہ تک تمہارے ساتھ رہیں گے اور تم ہمیشہ اپنی بہن ارونا کے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

اس نے ضروری احکامات اس کے ذہن میں نقش کئے پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر خود چار گھنٹے کے لئے آرام سے سو گئی۔

○☆○

کوبرا بھی ازبکستان میں کسی حد تک کامیابیاں حاصل کر رہا تھا۔ پہلے تو اس نے مجھ تک پہنچنے کے لئے کئی ذرائع اختیار کئے تھے' پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو آلۂ کار بنا کر اسلامی تنظیم کے اعلیٰ عہدے داروں تک پہنچتا رہا۔ اس تنظیم کے تین عہدے دار یوگا کے ماہر تھے۔ وہی میرے

(ذہنی) بارے میں بہت کچھ جانتے تھے صرف یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی پناہ میں ایک ڈی میں ہے۔ اصلی فرہاد نہیں ہے۔

وہ جی جان سے میری حفاظت کر رہے تھے۔ ان تینوں کے بعد کسی چوتھے عہدے دار کو یہ نہیں معلوم تھا کہ میں کس پناہ گاہ میں ہوں۔ کوبرا دوسرے عہدے داروں کے ذریعے پتا لگاتا رہتا تھا۔ ان کے خیالات پڑھنے سے ہی یہ پتا چلا کہ ان میں سے کوئی میرا پتا ٹھکانا نہیں جانتا ہے۔ مجھ تک پہنچنے کے لیے اسے ان تین میں سے کسی ایک عہدے دار کے اندر پہنچنا ہوگا۔

اور وہاں تک پہنچنے کی ایک صورت یہ تھی کہ ان تینوں میں سے ایک کے بیمار ہونے کا انتظار کیا جائے پھر ان کے بیمار اور کمزور دماغوں سے وہ میرے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتے تھے۔

دوسری صورت یہ تھی کہ وہ اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے ان تینوں میں سے کسی ایک کو زخمی کر دیتا لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ وہ تینوں عہدے دار بہت ہی سخت حفاظتی انتظامات کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کے ایک درجن گارڈز ہوگا کے ماہر تھے کوبرا ان میں سے کسی کو بھی اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکتا تھا پھر بھی وہ مایوس نہیں ہوا' دوسرے ذرائع تلاش کرتا رہا۔

آخر وہ ایسے ایک عہدے دار تک پہنچا جو مختلف خفیہ پناہ گاہوں میں راشن اور اسلحہ پہنچانے کا ذمے دار تھا' اس کے ماتحت دُور دراز کے علاقوں میں ضرورت کا تمام سامان جانبازوں تک پہنچاتے تھے' کوبرا اس کے ماتحتوں کے دماغوں میں بھی جگہ بنانے لگا۔ اسے یقین ہو گیا کہ وہ اسی ایک عہدے دار کے ذریعے مجھ تک پہنچ سکے گا۔

آخر ان تین عہدے داروں میں سے ایک نے اس عہدے دار سے فون کے ذریعے رابطہ کیا "محترم صلاح الدین! ہماری ایک نئی اور بہت ہی اہم خفیہ پناہ گاہ ہے۔ وہاں ضروری اسلحہ اور ایک ماہ کا راشن پہنچانا ہے۔ آج شام کو ہمارا ایک خاص آدمی تمہارے پاس آئے گا۔ وہ آدمی بھی نہیں جانتا کہ نئی خفیہ پناہ گاہ کہاں ہے' جب وہ مطلوبہ ضروری سامان کی گاڑی لے کر یہاں سے چل پڑے گا تب اسے فون کے ذریعے بتایا جائے گا کہ اسے کن کن راستوں سے گزرنا ہے۔"

کوبرا کی امید بر آئی۔ وہ سامان لے جانے والے اس خاص آدمی کو اپنا آلۂ کار بنا سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کر سکتا تھا کہ اسے فون کے ذریعے کیا ہدایات دی جا رہی ہیں اور اسے نئی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچانے کے لیے کس طرح اس کی رہنمائی کی جا رہی ہے۔"

وہ خاص آدمی شام تک اس عہدے دار کے پاس آنے والا تھا۔ کوبرا بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔ سہ پہر کو اس عہدے دار سے کہا گیا کہ وہ خاص آدمی ٹھیک چار بجے اس کے پاس آ رہا ہے۔ سامان سے بھری ہوئی گاڑی تیار رکھی جائے۔

راسپوٹین اور تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں کوبرا کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہونے والی تھی۔ وہ ان سب سے پہلے میری خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنے والا تھا۔ وہ اپنی پلاننگ پر غور کرنے لگا کہ میری پناہ گاہ تک پہنچنے کے بعد وہ کس طرح کسی آلۂ کار کے ذریعے مجھے زخمی کرے گا پھر میرے دماغ میں پہنچ کر مجھے اپنا معمول اور محکوم بنا لے گا۔

چار بجنے میں دو منٹ رہ گئے۔ وہ خاص آدمی آنے ہی والا تھا۔ ایسے ہی وقت ایجنی نے اسے فون پر بتایا کہ اسے اغوا کر کے گن پوائنٹ پر رکھا گیا ہے۔

یہ سنتے ہی وہ پریشان ہو گیا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایجنی کے اندر پہنچ کر ان تین بدمعاشوں کو دیکھا۔ ان میں سے ایک نے ایجنی کو ریوالور کی زد پر رکھا تھا۔ اس نے ریوالور والے کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اسے ناکامی ہوئی' اس کے دو ساتھی خاموش تھے۔

کوبرا نے گھڑی دیکھی۔ چار بج چکے تھے۔ اسے اس عہدے دار کے ذریعے خاص آدمی کے اندر پہنچنا تھا۔ ادھر ایجنی کے سامنے موت تھی' وہ جلد سے جلد ایجنی کو تحفظ فراہم کر کے اس عہدے دار کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔

کار میں ایجنی کے پیچھے بیٹھے ہوئے دونوں غنڈے خاموش تھے۔ اس نے بڑی چالاکی سے انہیں بولنے پر مجبور کیا۔ ان میں سے ایک بول پڑا' ان کا ساتھی جیری بہت چالاک تھا۔ اس نے کوبرا سے کہا کہ اس کا ساتھی احمق ہے۔ اسے منع کرنے کے باوجود وہ بول پڑا اس نے دشمن کو اپنے دماغ میں آنے کا موقع دیا ہے لیکن اس سے پہلے کہ دشمن اسے آلۂ کار بنا کر اسے نقصان پہنچائے' جیری نے اسے گولی مار دی۔

اس کا دوسرا ساتھی بول پڑا کہ اس نے اپنے ہی دوست کو کیوں ہلاک کیا ہے؟ اس کے بولتے ہی کوبرا اسے آلۂ کار بنانے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ جلد سے جلد جیری کو ہلاک کر کے اس عہدے دار کے پاس جانا چاہتا تھا پہلے ایجنی کی سلامتی لازمی تھی۔

لیکن جیری نے اپنے دوسرے ساتھی کو بھی گولی ماردی۔ کوبرا پریشان ہوکر ایجنی کے دماغ میں آیا' جیری سے بولا "میری وائف کو ہلاک نہ کرو' تم دس لاکھ مانگ رہے تھے' میں دس کروڑ دوں گا۔ تمہیں دنیا کا امیر ترین شخص بنادوں گا۔ میری وائف کو نقصان نہ پہنچاؤ۔"

جیری نے کہا تھا کہ وہ ایجنی کو ایسی جگہ لے جارہا ہے جہاں کوبرا کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ جب اسے رقم مل جائے گی تو اس کی وائف اسے واپس مل جائے گی۔

جیری نے ریوالور کے دستے سے ایجنی کے سر پر ایک ضرب لگائی تھی۔ وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ اب کوبرا اس کے دماغ میں رہ کر یہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ جیری اسے کہاں لے جارہا ہے۔ اس نے کوبرا سے کہا تھا کہ وہ تھوڑی دیر بعد ہوش میں آجائے گی وہ پھر اس کے دماغ میں آکر لین دین کے معاملات طے کرسکتا ہے۔

کوبرا مجبور ہوگیا تھا' ایجنی کے ہوش میں آنے کے بعد ہی اس کی سلامتی کے لیے کچھ کرسکتا' وہ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اس عہدے دار کے دماغ میں پہنچا' وہ اپنی وائف کے سلسلے میں اس قدر الجھ گیا تھا کہ اسے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ وہ تقریباً پون گھنٹے بعد آیا تو پتا چلا' وہ خاص آدمی آکر جاچکا ہے' اس خاص آدمی کو تو صرف آنا تھا اور سامان سے بھری ہوئی گاڑی لے کر چلے جانا تھا اور وہ جاچکا تھا۔

کوبرا جھنجلا کر رہ گیا۔ اب وہ اس خاص آدمی کی آواز نہیں سن سکتا تھا۔ اس عہدے دار کی سوچ نے بتایا کہ وہ اس خاص آدمی سے فون پر رابطہ نہیں کرسکے گا کیونکہ اسے اس کا فون نمبر نہیں بتایا گیا ہے۔ ایک عہدے دار ہی ایسا تھا جس کے ذریعے کوبرا اس خاص آدمی تک پہنچ سکتا تھا۔ اب کامیابی کی کوئی صورت نہیں رہی تھی۔ وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کرنے والا بُری طرح ناکام ہوگیا تھا۔

الپا نے صحیح وقت پر ایجنی کو اغوا کرکے کوبرا کے زبردست منصوبے کو خاک میں ملادیا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ الپا نے اس کی لاعلمی میں اس کی چہیتی بیوی کو آلۂ کار بنایا ہے۔

الپا نے ایجنی کو اغوا کرنے کے لیے جیری کو آلۂ کار بنایا تھا۔ جیری نے اس کی مرضی کے مطابق ایجنی کو بے ہوش کیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے بے ہوش کرنے کے بعد کہاں لے جائے گا۔ وہ یہ سب کچھ الپا کی مرضی کے مطابق کرتا جارہا تھا۔ اس کا کوئی دوسرا خفیہ اڈا نہیں تھا۔ وہ گھوم پھر کر اس مکان میں دوبارہ آگیا۔ ایجنی کو کار سے نکال کر اپنے کاندھے پر لاد کر مکان کے اندر ایک کمرے میں لے گیا۔ اسے ایک بیڈ پر ڈال کر اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف باندھ دیے۔ وہ ہوش میں آرہی تھی' اس نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔

ایجنی نے ہوش میں آنے کے بعد آنکھیں کھولنی چاہیں تو پتا چلا پٹی بندھی ہوئی ہے اور دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے ہیں۔ وہ کسمساتے ہوئے کوبرا کو آوازیں دینے لگی۔ جیری نے کہا "میں تمہارے قریب بیٹھا ہوا ہوں اور ریوالور کے نشانے پر ہو' اپنے کوبرا کو آوازیں دیتی رہو' اگر وہ نہ آئے تو مجھے فون نمبر بتاؤ جتنی جلدی معاملات طے ہوں گے اتنی ہی جلدی تمہیں رہائی ملے گی۔"

وہ کوبرا کا فون نمبر بتانے لگی۔ ایسے ہی وقت وہ اس کے دماغ میں آگیا۔ آتے ہی جھنجلا کر بولا "تمہاری وجہ سے ہم فرہاد تک پہنچتے پہنچتے رہ گیا۔ میں اپنی پلاننگ کے مطابق اپنا معمول اور محکوم بنا سکتا تھا۔ میں بہت بڑی کامیابی سے محروم ہوگیا ہوں۔ تم گھر سے باہر کیوں گئی تھیں؟ کہاں مر گئی تھیں؟ ان بدمعاشوں کے ہاتھ کیسے لگ گئیں؟ اب تم کہاں ہو؟"

وہ روتے ہوئے بولی "مجھے غصہ کیوں دکھا رہے ہو' کیا میں جان بوجھ کر تمہیں پریشان کررہی ہوں؟ اگر پریشان ہورہے ہو تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو' چلے جاؤ یہاں سے جو میرے نصیب میں لکھا ہے' وہ ضرور ہوگا۔"

"بکواس مت کرو۔ تم جانتی ہو میں تمہیں کس قدر چاہتا ہوں؟ تمہارے اچھے اور برے نصیب کی ذمے داری مجھ پر ہے' بتاؤ یہ تمہیں کہاں لے آیا ہے؟"

"تم غصے میں یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ میری آنکھوں پر پٹی بندھی ہے۔ میں کیسے بتاؤں کہ مجھے کہاں لایا گیا ہے؟"

"واقعی' میری عقل کام نہیں کررہی ہے۔ جی چاہتا ہے دیوار سے سر ٹکرانے لگوں۔ اتنا بڑا ٹیلی پیتھی جاننے والا میری گرفت میں آتے آتے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔"

جیری بڑی دیر سے خاموش بیٹھا ایجنی کو دیکھ رہا تھا' اس نے پوچھا "کیا تم اپنے آدمی سے باتیں کررہی ہو؟"

کوبرا نے ایجنی کے ذریعے کہا "ہاں' میں موجود ہوں' مجھے بتاؤ تمہاری مطلوبہ رقم مجھے کہاں پہنچانی ہے؟"

اس بار الپا نے جیری کے ذریعے کہا "مجھے رقم کی ضرورت ہے اور نہ ہی میں تمہاری وائف کو نقصان پہنچانا چاہتی ہوں۔ میں تو ایک آلۂ کار ہوں' کوئی تمہیں فرہاد

تک پہنچنے سے روکنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوچکا ہے۔ اغوا کا یہ ڈراما ختم ہوچکا ہے' تمہاری وائف واپس آرہی ہے۔"

کوبرا نے کہا "تم فرہاد کی حمایتی ہو' تم نے مجھے بہت بڑی کامیابی کا مزہ دکھایا ہے لیکن یہ تمہاری مہربانی ہے کہ تم میری وائف کو نقصان نہیں پہنچا رہی ہو۔ میں اس کی واپسی کا بے چینی سے انتظار کررہا ہوں۔"

○☆○

امریکی اکابرین کے لیے ان کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بے حد اہم تھے۔ وہ ان سب کو سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے لیکن سب سے زیادہ عزت نمبر سیون کی کرتے تھے۔ اس پر اعتماد کرتے تھے کیونکہ اس نے ان اکابرین کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑا تھا۔ باقی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکا میں چھوڑ کر مختلف ملکوں اور شہروں کی طرف چلے گئے تھے۔ وہ آزاد اور روپوش رہ کر اپنی مرضی کی زندگی گزارنا چاہتے تھے۔

نمبر سیون نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ فوج کے تین اعلیٰ افسران کا اعتماد حاصل کرتا رہے گا اور ان کے مشوروں کے مطابق ملک و قوم کی خدمت کرتا رہے گا۔ اس کے باقی ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی جو زنجیریں توڑ کر چلے گئے تھے' وہ بھی محب وطن تھے اور نمبر سیون سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس کے مشوروں پر عمل بھی کرتے تھے۔

جب انہیں انڈر گراؤنڈ سیل سے آزادی ملی تھی تب نمبر سیون اعصابی کمزوریوں میں مبتلا تھا۔ ایسے وقت اس کے تمام ساتھیوں نے اس کی حفاظت کی تھی۔ اسے اسپتال پہنچایا تھا اور اس بات کا خیال رکھا تھا کہ کوئی دشمن اس کے قریب نہ پہنچ سکے اسے اپنا غلام نہ بنالے۔

اتنا خیال رکھنے کے باوجود اعلیٰ بی بی نے اس کے دماغ میں چکر بنالی تھی۔ ان آٹھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں نمبر تھری بہت پہلے سے ہمارا معمول تھا۔ اعلیٰ بی بی نے نمبر تھری کے ذریعے نمبر سیون کو اپنا معمول اور محکوم بنالیا تھا۔ اس طرح وہ امریکا اور اس کے اتحادی ممالک کے ٹاپ سیکریٹس اور انتہائی خفیہ منصوبوں سے واقف ہوتی رہتی تھی۔

وہ آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اتحادی ممالک کے سربراہوں اور اہم عہدے داروں کے اندر پہنچ کر ان کے ایسے منصوبوں اور ارادوں کو بھی سمجھتے رہتے تھے جنہیں وہ امریکا سے بھی چھپانا چاہتے تھے۔ نمبر تھری اور نمبر سیون نہیں جانتے تھے کہ اعلیٰ بی بی ان کی لاعلمی میں ان کے تمام راز اور منصوبے معلوم کرتی رہتی ہے۔

پہلے تو دشمنوں کے ناپاک عزائم یہ تھے کہ بابا صاحب کے ادارے کو نیست و نابود کردیں گے لیکن میں ان کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک گیا تھا۔ وہ مجھے گرفتار کرنے کے بعد الجھ رہے تھے کہ میں اصلی ہوں یا نہیں؟ کیونکہ ازبکستان میں بھی ایک فرہاد علی تیمور موجود تھا۔ وہاں میرے چاہنے والے مجھے پناہ دے رہے تھے۔ اسلامی تنظیم اور اس کے جانباز میری حفاظت کررہے تھے۔ کوبرا اور راسپوٹین دعویٰ کررہے تھے کہ میں وہاں موجود ہوں اور وہ جلد ہی میری خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنے والے ہیں۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں پہنچتے رہتے تھے۔ اعلیٰ بی بی ان کے سروں پر مسلط رہتی تھی اور ان کے منصوبوں کو ناکام بناتی رہتی تھی۔ جتنی سرگرمی سے مجھے تلاش کیا جارہا تھا اس سے یقین ہوتا تھا کہ اصلی فرہاد ازبکستان میں ہے جبکہ وہ اپنے قیدی فرہاد کا برین اور چہرہ واش کرکے دیکھ چکے تھے' وہ ہر پہلو سے اصلی فرہاد ثابت ہورہا تھا۔ انہوں نے انٹرنیٹ اور دوسرے تمام چینلز کے ذریعے دنیا کو دکھایا تھا کہ وہ فرہاد کو گرفتار کرچکے ہیں اور اب وہ اسے ذی فرہاد ثابت نہیں کرسکیں گے۔

امریکا اور اس کے اتحادیوں کا ایک اجلاس منعقد ہوا تھا۔ وہاں یہی مسئلہ زیر بحث تھا کہ اصلی فرہاد کہاں ہے؟ ان کی قید میں ہے یا ازبکستان میں؟

اگر ان کا قیدی اصلی فرہاد نہیں ہے تو اس پر عدالت میں مقدمہ چلانا سراسر حماقت ہوگی۔ وہ کسی ذی کو سزائے موت دلائیں گے' میں پھر بھی زندہ رہوں گا۔

برطانیہ کے ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا "پہلے ہمارا مقصد کچھ اور تھا لیکن ہم اپنے ٹارگٹ سے ہٹ گئے ہیں۔"

دوسرے نے تائید کی "بے شک' ہم بابا صاحب کے ادارے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے۔ اس ادارے پر حملہ کرنے کا جواز پیدا کررہے تھے۔ ہم نے فرہاد کو دہشت گرد ثابت کیا۔ بابا صاحب کے ادارے سے اس کی گرفتاری کا مطالبہ کیا۔ مطالبہ نہ ماننے کی صورت میں ہم اس ادارے پر حملہ کرسکتے تھے۔ صرف ایک ہی دن کے حملے سے وہ ادارہ ہمیشہ کے لیے نابود ہوجاتا۔"

ایک اور عہدے دار نے کہا "لیکن ہوا کیا؟ ہماری توقع کے خلاف انہوں نے ہمارا مطالبہ مان لیا۔ ساری دنیا کے سامنے فرہاد کو ہماری حراست میں دے دیا۔ اب ہم انکار بھی

نہیں کرسکتے۔ جب وہ دہشت گرد ہمارے ہاتھ آگیا ہے تو اب اس ادارے پر حملہ کرنے کا کوئی جواز نہیں رہا ہے۔"

"ہمیں نئے سرے سے کوئی پلاننگ کرنی ہوگی۔ اس سب سے بڑے اسلامی ادارے کو کسی طرح بھی ہمیشہ کے لیے ختم کرنا ہے۔"

ایک مشیر نے کہا "جناب تیمرزی اور جناب عبداللہ واسطی کی طرح وہاں جتنے بھی علمائے دین ہیں' انہیں ایک ایک کرکے نشانہ بنایا جائے۔ جب کلیدی عہدوں پر فرائض ادا کرنے والے یہ علما نہیں رہیں گے تو ادارہ کمزور ہوجائے گا۔ وہاں کی کمزوریوں سے ہم فائدہ اٹھاسکیں گے۔"

ایک نے اعتراض کیا "آپ جو مشورہ دے رہے ہیں' یہ دراصل سرد جنگ کی پالیسی ہے۔ کئی برسوں تک اس پر عمل کرتے رہنے کے بعد مطلوبہ مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ ہمیں ایسا راستہ اختیار کرنا چاہیے کہ ایک ہی حملے میں وہ ادارہ ختم ہوجائے۔"

"وہ ادارہ فرہاد اور اس کی پوری فیملی کی پناہ گاہ ہے۔ وہاں سے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے جنم لیتے رہتے ہیں۔ انہوں نے ایک ٹرانسفارمر مشین ضرور کہیں چھپا رکھی ہے۔ اس کے ذریعے وہ دہشت گرد پیدا کررہے ہیں۔"

"اس ادارے کی سلامتی ہمارے لیے بہت بڑا چیلنج ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ ہم دنیا والوں کے سامنے اصلی اور نقلی فرہاد کا مسئلہ پیش کریں۔ یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ ایک فرہاد کی گرفتاری کے باوجود دوسرا فرہاد ازبکستان میں ہے۔"

دوسرے نے تائید کی "ہم اسی بات کو اچھالیں گے۔ بابا صاحب کے ادارے پر الزام دیں گے کہ انہوں نے ایک ڈمی فرہاد ہمارے حوالے کرکے اصلی فرہاد کو ازبکستان پہنچادیا ہے۔"

"صرف اتنا ہی نہیں' یہ شبہ بھی ظاہر کیا جائے گا کہ شاید ازبکستان میں بھی ڈمی فرہاد ہے۔ اصلی فرہاد اب تک بابا صاحب کے ادارے میں چھپا ہوا ہے۔ وہ زیرزمین ہوتے ہوئے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دہشت گرد پیدا کررہا ہے۔ یہ زیرزمین خفیہ اڈا بابا صاحب کے ادارے میں ہی ہے۔ اگر فرانس کی حکومت نے اس ادارے کو وہاں سے نہ ہٹایا تو ہم اسے تباہ کردیں گے۔"

"ہمیں یہی کرنا چاہیے لیکن دنیا والوں کے سامنے ہم قیدی فرہاد کو اصلی کہہ چکے ہیں۔ مختلف چینلز کے ذریعے ہم نے ساری دنیا کے سامنے ماسک میک اپ اتار کر اس کے اصل چہرے کو دکھایا ہے۔ اسے اصلی تسلیم کیا ہے۔ آئندہ اسے نقلی کہنے کے لیے ٹھوس دلائل پیش کرنے ہوں گے۔"

نمبر سیون نے کہا "میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے جس پر عمل کرکے ہم دنیا والوں کو قائل کرسکتے ہیں کہ فرہاد بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔"

"اگر وہ تدبیر قابلِ عمل ہے اور اس سے جلد ہی مقاصد حاصل ہوسکتے ہیں تو ہمیں بتاؤ' اس پر فوراً عمل کیا جائے گا؟"

نمبر سیون نے کہا "سوری۔ میں بھرے اجلاس میں نہیں بتاؤں گا۔ آپ حضرات بُرا نہ مانیں۔ یہاں موجود مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ میں سے کتنوں کے دماغوں میں چھپے ہوں گے۔ میں صرف اپنے تین اعلیٰ افسروں کو بتاؤں گا کیونکہ وہ تینوں یوگا کے ماہر ہیں۔"

ایک نے کہا "بے شک' ہمیں دشمنوں سے محتاط رہنا چاہیے۔"

نمبر سیون نے کہا "میری تدبیر پر عمل کرنے سے پہلے لازمی ہے کہ ہم اس قیدی فرہاد کو اصلی کہتے رہیں اور پروپیگنڈا کرتے رہیں کہ اسے جلد ہی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔"

وہ سب اس بات پر متفق ہوئے کہ تدبیر مؤثر ہونے کی صورت میں قیدی کو اصلی فرہاد تسلیم کیا جائے گا۔ نمبر سیون نے تنہائی میں تینوں اعلیٰ افسران سے کہا "مجھ ناچیز کی رائے یہ ہے کہ اگر قیدی فرہاد کو فرار ہونے کا موقع دیا جائے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اگر وہ اصلی ثابت ہوگیا تو پھر وہ کبھی ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"سر! آپ بھول رہے ہیں۔ قیدی کا برین واش کیا ہوا ہے۔ اس کے ذہن سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹادیا گیا ہے۔ وہ معمول اور غلام بن کر رہے گا۔ میں اسے رازداری سے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچادوں گا۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "تدبیر اچھی ہے۔ اس کو فرار ہوتے ہی ہم الزام دیں گے کہ بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسے ہماری قید سے بھاگنے کا موقع دیا ہے اور اسے پھر ادارے میں بلاکر چھپادیا ہے۔"

تیسرے اعلیٰ افسر نے کہا "پھر ہم اس چھپے ہوئے فرہاد کو باہر نکالنے کے لیے اس ادارے پر حملہ کریں گے۔ ہمیں یہی کرنا ہوگا۔ پہلے ہم اس تدبیر کے ہر پہلو پر اچھی طرح غور کریں گے۔"

وہ صبح سے شام تک غور کرتے رہے۔ ایک نے کہا "اس منصوبے میں کوئی خرابی نہیں ہے لیکن مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جب یہ معلوم ہوگا کہ وہ ہماری قید سے فرار ہوگیا ہے' تب وہ گڑبڑ کریں گے۔"

"وہ کیسی گڑبڑ کرسکتے ہیں؟"

"وہ سمجھ سکتے ہیں' وہ فرار ہونے والے فرہاد کو بابا صاحب کے ادارے میں واپس نہ جانے دیں۔ اس کا راستہ بدل دیں۔ تم خاندان کے مقابلے میں کیا کرسکو گے؟"

نمبر سیون نے کہا "ان حالات میں اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کو پہلے سے رازدار بنانا ہوگا۔ وہی ساتھی اس سلسلے میں اور بھی اہم مشورے دے سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ایسا ہی کیا جائے گا۔ اگر یہ چیلنج کرچکی ہے کہ وہ فرہاد کو ہماری قید سے نکال لے جائے گی۔ وہ اس سلسلے میں ضرور کچھ کررہی ہوگی۔"

"اس کا یہ چیلنج ہمارے حق میں بہتر ہے۔ ہم تمام میڈیا کے ذریعے اس بات کو اچھالیں گے کہ الپا فرہاد کو عدالت میں پیش نہیں ہونے دے گی۔ وہ اسے ہماری قید سے نکال لے جانے کی کوششیں کررہی ہے۔ ہم اس کی ایک کوشش کو ناکام بنا چکے ہیں۔"

"ہم یہ بھی الزام دیتے رہیں گے کہ الپا کے علاوہ بابا صاحب کے ادارے کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہ چاہتے ہیں۔ وہ سب ہمارے لیے دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔ ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ فرہاد کو ہماری عدالت سے سزائے موت ملے گی اس لیے وہ اسے ہماری قید سے نکال لے جانا چاہتے ہیں۔"

وہ سب اس تدبیر پر عمل کرنے کے لیے متفق ہورہے تھے نمبر سیون نے کہا "میں قیدی فرہاد کے دماغ میں جاکر اسے اپنا معمول اور محکوم بنانا چاہوں گا۔"

"ہم تمہیں ایک انڈر گراؤنڈ سیل میں لے جائیں گے تاکہ تم قیدی کو روبرو دیکھتے ہوئے اس پر تنویمی عمل کرسکو گے۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "ہم ابھی برطانیہ کے اعلیٰ فوجی حکام سے رابطہ کررہے ہیں۔ یہاں سے تمہیں دو گھنٹے بعد قیدی کے پاس لے جائیں گے۔"

نمبر سیون ان کے دماغوں سے نکل آیا۔ اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے رابطہ کرنے لگا۔ اعلیٰ افسروں کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ پھر اس نے مجھے مخاطب کیا "ہائے پاپا!"

"ہائے پاپا کی جان! کیا بہت مصروف ہو؟"

"جی ہاں۔ زبردست مصروفیات ہیں۔ بڑا مزہ آرہا ہے۔ میں ایک تازہ خبر سنانے آئی ہوں۔ پہلے یہ بتائیں' آپ اور مما کہاں ہیں اور کیا کررہے ہیں؟"

میں اور سونیا جزیرہ لن ماؤ میں تھے۔ وہاں مارلی کا قلعہ ہمارے قبضے میں تھا۔ ہم اس پر اپنا قبضہ برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ سونیا کی پلاننگ کے مطابق ہم ایک اور ڈمی فرہاد اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ آئندہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ اصل فرہاد مارلی کے قلعہ میں ہے۔ تمام دنیاوی ہنگاموں سے دور اس قلعہ میں پُرسکون زندگی گزار رہا ہے۔ ہم اسے وہاں چھوڑ کر ہانگ کانگ کے شہر میں جاکر رہنے والے تھے۔ میں نے اعلیٰ بی بی کو یہ باتیں بتائیں پھر کہا "اب اپنی تازہ خبر سناؤ؟"

وہ بتانے لگی۔ امریکا اور اس کے اتحادی ممالک میرے اصلی یا نقلی ہونے کے سلسلے میں بُری طرح الجھ رہے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے کو تباہ و برباد کرنے کے لیے نئے سرے سے منصوبے بنا رہے تھے۔ اس ادارے پر حملہ کرنے کے لیے ڈمی فرہاد کو اپنی قید سے فرار ہونے کا موقع دینے والے تھے۔ سونیا نے تمام باتیں سننے کے بعد مجھ سے کہا "تمہاری دو ڈمی نے انہیں بُری طرح الجھادیا ہے۔ آئندہ یہ تیسری ڈمی بھی انہیں حیران و پریشان کرتی رہے گی۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا "تم اس سلسلے میں کیا کررہی ہو؟"

"وہ اس ڈمی کو دوبارہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانا چاہتے ہیں اور میں اسے وہاں تک پہنچنے نہیں دوں گی۔"

سونیا نے پوچھا "بس یہی کروگی اور کچھ نہیں؟"

وہ بولی "آپ نے پوری بات نہیں سنی۔ میں آپ کی بیٹی ہوں' ان کی یہ چال ان پر الٹادوں گی۔ اس ڈمی کو ان کے لیے دردِ سر بنادوں گی۔"

سونیا نے کہا "میرے کبریا کو ساتھ رکھو' وہ بہت کام آئے گا۔"

"سوری مما! میں آپ کے بیٹے کی محتاج نہیں ہوں۔ ہاں اگر آپ بیٹے کی سفارش کررہی ہیں تو میں اسے ٹریننگ دینے کے بارے میں غور کروں گی۔"

میں نے قہقہہ لگایا۔ سونیا نے چڑ کر کہا "یہ آپ کی لاڈلی خود کو سمجھتی کیا ہے؟ دو چار کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد آسمانوں پر اڑنے لگی ہے۔ میرا بیٹا پہلی بار میدانِ عمل میں آیا ہے مگر دیکھ لو کہ کیسی کامیابیاں حاصل کررہا ہے۔ کوبرا اور راسپوٹین کو ننگی کا ناچ نچا رہا ہے۔ ایک دن وہ تمہیں

پیچھے چھوڑ دے گا۔"

"مما! شاید آپ نہیں جانتیں۔ میں نے ہی کبریا کو کوبرا تک پہنچایا ہے۔ وہ میری انگلی پکڑ کر چل رہا ہے۔ اب وہ الپا کے ساتھ کام کر رہا ہے یعنی الپا کی انگلی پکڑ کر چل رہا ہے۔"

میں نے کہا "ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے اسے مشورہ دیا ہے کہ اسے الپا کے ساتھ رہ کر اس سے تجربات حاصل کرنا چاہئیں۔ الپا بہت تیز طرار ہے' وہ اس سے بہت کچھ سیکھ سکے گا۔"

سونیا نے کہا "اگر تم نے اسے کوبرا کی بیوی ایسنجی تک پہنچایا ہے تو ہم نے بھی تمہیں نمبر تھری کے ذریعے نمبر سیون تک پہنچنے کا راستہ دکھایا ہے۔ تم بھی انگلی پکڑ کر ہی چل رہی ہو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تم تو بیٹے کی خاطر بیٹی سے لڑنے لگتی ہو۔"

وہ بولی "یہ بالشت بھر کی چھوکری بہت مغرور ہو گئی ہے۔ میں اس کا سر نیچا کروں گی تب ہی اسے عقل آئے گی۔"

"آپ کیا کریں گی مما؟"

"میں تمہاری کامیابی کو ناکامی میں بدل سکتی ہوں اور تمہاری کامیابی کا سہرا کبریا کے سر باندھ سکتی ہوں۔"

"بے شک' آپ اپنے دور میں ناممکن کو ممکن بناتی رہی ہیں مگر سوری ٹو سے' اب آپ بوڑھی ہو چکی ہیں اور میں ایک بوڑھی خاتون کا چیلنج قبول نہیں کرنا چاہتی۔"

"تم قبول کرو یا نہ کرو مگر اب تمہاری شرمندگی اٹھانے کا وقت آ چکا ہے۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا "یہ کیا ہو رہا ہے۔ آپس میں جھگڑا کرو گی تو دشمنوں کو فائدہ پہنچے گا۔ سونیا! میری بیٹی کو چیلنج نہ کرو۔"

"یہ بہت سر پر چڑھ گئی ہے۔ میں ایک بار اس کا سر ضرور نیچا کروں گی اور آپ کیا مجھے نادان سمجھنے لگے ہیں؟ کیا میں دشمنوں کو فائدہ اٹھانے دوں گی؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "پاپا' آپ فکر نہ کریں۔ میں اپنے مشن میں کامیاب رہوں گی اور مما کو بھی یہ دکھاؤں گی کہ ساری دنیا کو شکست دینے والی ماں اپنی بیٹی کے سامنے ہار جائے گی۔"

سونیا نے کہا "جب تک میں تمہارا سر نہیں جھکاؤں گی۔ اس وقت تک ہمارے درمیان ماں بیٹی کا رشتہ نہیں رہے گا۔"

"آپ یہ کہتی ہیں تو یہی صحیح' آپ جب تک ماں نہیں رہیں گی' تب تک میں دوسری ماں لا سکتی ہوں لیکن [illegible] نہیں کرنا چاہتی کہ پاپا آپ پر سوکن لے آئیں۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ چلی گئی' اس کے جانے کے بعد ہنستے ہوئے کہا "بالکل مجھ پر گئی ہے۔ اب یہ میرے [illegible] کرے گی کہ میں اس کے خلاف کیا کر رہی ہوں' اور یہ اپنے مشن سے بھٹک جائے گی۔ میرے پیچھے دشمن [illegible] کرے گی۔"

"خود ہی اسے چیلنج کیا ہے اور خود ہی فکر میں [illegible] ہو؟ تم اس کی فکر نہ کرو۔ وہ ایسی نادان نہیں ہے کہ [illegible] مشن سے غافل ہو جائے' تم نے اسے چیلنج کیا ہے تو [illegible] کے خلاف ضرور کچھ کرو۔"

اس نے حیرانی سے کہا "یہ آپ کہہ رہے ہیں [illegible] ہیں کہ میں نے ایک قدم بھی اس کے خلاف اٹھایا تو [illegible] میں تارے نظر آنے لگیں گے۔ وہ بھاگتی ہوئی میری [illegible] چھپنے چلی آئے گی۔"

"میری بیٹی ایسی نہیں ہے جیسی تم سمجھ رہی ہو۔ [illegible] ہو اور تم نے ہمیشہ بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ [illegible] لیے خوش فہمی ہے کہ بیٹی کو جھکا لو گی' اب میں تمہیں [illegible] ہوں کہ میری بیٹی کو جھکا کر دکھاؤ' اب تو تمہیں دن میں [illegible] نظر آئیں گے؟"

"اس کا مطلب ہے تم بیٹی کا ساتھ دو گے؟"

"اور تم جو بیٹے کا ساتھ دے رہی ہو؟ ایک بات میں [illegible] دوں کہ میری بیٹی میری بھی محتاج نہیں ہے۔ یقین کرو کہ [illegible] اپنی ذہانت کے بل پر تمہیں چیلنج کا جواب دے گی۔ میں [illegible] تسلی کے لیے دُور ہی دُور سے اس کی نگرانی کروں گا۔"

ہم اس وقت مارلی کے قلعے میں تھے۔ اب وہاں سے [illegible] ہانگ کانگ جانے والے تھے' ہم اپنا سفری بیگ لے کر [illegible] عمارت سے باہر آئے۔ ہیلی پیڈ پر ہمارے لیے ہیلی کاپٹر [illegible] تھا۔ وہاں ڈی فرہاد کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی سلام کیا۔ میں نے کہا "ہم تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی سے مطمئن ہیں۔ یہ پورا قلعہ تمہارے حوالے کر کے جا رہے ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے تم سے رابطہ رہا کرے گا۔"

سونیا نے کہا "اگر تمہیں ضرورت ہو تو فون کے ذریعے ہمیں کال کرو کے' ہم فوراً پہنچ جائیں گے۔"

ہم اس سے مصافحہ کر کے ہیلی کاپٹر میں آگے [illegible] کرنے کے دوران میں سونیا نے پوچھا "کیا تم خیال خوانی کر رہے ہو؟"

"ہاں' ہانگ کانگ پہنچنے تک مارلی کے قلعے میں [illegible]

گا۔ وہاں فرہاد کی مصروفیات دیکھتا رہوں گا۔"

میں نے سر جھکایا جیسے خیال خوانی کر رہا ہوں۔ سونیا نے مجھے چور نظروں سے دیکھا پھر اپنے موبائل فون کو کان سے لگا کر انتظار کیا۔ تھوڑی دیر بعد کہا "میں ہوں سونیا! کبریا سے کہو' اس کی ماں یاد کر رہی ہے۔"

اس نے فون بند کر کے پھر مجھے دیکھا۔ میں انجان بنا رہا۔ میرے انداز سے وہ مطمئن ہو گئی کہ جب کبریا اس کے پاس آئے گا تو میں اس کی باتیں نہیں سنوں گا۔

میں نے چند منٹ کے بعد اندازہ کیا کہ بیٹا اس کے دماغ میں آ گیا ہے۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ بیٹا اس کے پاس آ گیا ہے۔ اس کی موجودگی میں سونیا میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ میں ایک ذرا توقف کے بعد اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے ایک دم سے چونک کر مجھے دیکھا۔ اس کمبخت کی مکاری کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے۔ اس نے مجھے بھی الو بنایا تھا' ویسے میں بننے والا نہیں تھا۔

میں نے فوراً ہی اعلیٰ بی بی کی آواز اور لہجے میں کہا "سوری ٹو ڈسٹرب یو مما! آپ نے مجھے چیلنج کیا اور میں نے آپ کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار نہیں کیا' وش یو گڈ لک!"

وہ بولی "اچھا بس۔ زیادہ اسمارٹ نہ بنو۔ جاؤ اپنا کام کرو۔ میں اپنے معاملات میں مصروف ہوں۔"

ایسے ہی وقت کبریا نے آ کر کہا "اچھا اعلیٰ بی بی موجود ہے' کیا باتیں ہو رہی ہیں؟"

"باتیں تو بہت ہیں۔ مما تمہیں بتائیں گی' میں جا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ وہ کبریا سے بولی "یہ بڑی مکار ہے۔ ہماری باتیں سننے کے لیے خاموش ہو گئی ہے۔ تم سے بہت ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ تم موقع دیکھ کر کسی وقت آؤ۔"

"یعنی ایسی اہم باتیں ہیں کہ آپ بیٹی کی موجودگی میں نہیں کہنا چاہتیں؟"

"ہاں' مگر ایک بات بتاؤ' تم نمبر سیون کے دماغ میں جا سکتے ہو؟"

"جی نہیں' صرف نمبر تھری کے اندر جا سکتا ہوں۔"

"فی الحال نمبر سیون اہم ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں اعلیٰ بی بی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ سکتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ تم اس چڑیل سے ہرگز مدد نہ لینا۔"

"یہ کیا بات ہوئی مما! وہ میری بہن ہے؟"

"وہ بہت مغرور ہوتی جا رہی ہے۔ تمہاری انسلٹ کر رہی تھی۔ تمہیں اپنے سے کمتر بتانا چاہتی ہے۔ میں نے اسے چیلنج کیا ہے کہ میرا بیٹا اس کے موجودہ مشن میں اس سے برتر رہے گا۔"

کبریا نے ہنستے ہوئے کہا "مما! وہ میری لاڈلی بہن ہے۔ اسے برتر رہ کر خوشی ہوتی ہے تو میں ہمیشہ اسے خوش کرتا رہوں گا۔"

"میں جانتی ہوں' تم دونوں ایک دوسرے پر جان دیتے ہو لیکن بات یہاں مختلف ہے۔ وہ مغرور ہوتی جا رہی ہے۔ ایک ماں کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں اسے سبق سکھاؤں۔ بڑے بڑے شہ زور بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔ زلزلے کے ایک جھٹکے سے بلند و بالا اور پُرشکوہ عمارتیں زمیں بوس ہو جاتی ہیں۔ میں اپنی بیٹی کو ایک مشن میں ناکام بنا کر اس سے دشمنی نہیں کروں گی۔ اسے یہ سمجھنے پر مجبور کروں گی کہ ہمیشہ کامیابیاں نصیب سرنگوں ہوتیں۔ کبھی کبھی ناکامیوں کا بھی منہ دیکھنا پڑتا ہے۔"

"آپ ایک ماں کا فرض ادا کرنا چاہتی ہیں اس لیے میں آپ دونوں کے درمیان کچھ نہیں بولوں گا۔ میں پاپا سے کہوں گا' وہ مجھے نمبر سیون کے دماغ میں پہنچا دیں گے۔"

"تم اس کے دماغ میں پہنچو گے' اس کے چور خیالات پڑھو گے تو تمہیں تمام تفصیلات معلوم ہوں گی کہ امریکا اور اس کے اتحادی ممالک کس طرح ایک نیا کھیل کھیلنے جا رہے ہیں۔ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد تم میرے پاس آؤ گے۔ میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

وہ آنے کا وعدہ کر کے جانے والا تھا۔ اس سے پہلے میں سونیا کے دماغ سے نکل آیا۔ اس نے سر گھما کر مجھے دیکھا۔ میں خیال خوانی کے انداز میں ایک سمت تک رہا تھا۔ ہم ہانگ کانگ پہنچنے والے تھے۔ وہ میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی "واپس آ جاؤ۔"

میں نے اسے دیکھا۔ اس نے کہا "تم کچھ لمبی خیال خوانی کر رہے تھے۔ بابا قلعہ میں اس ڈی کے خیالات اچھی طرح پڑھ چکے ہو۔ اس سے پوری طرح مطمئن ہو؟"

"میں صرف قلعہ میں نہیں تھا۔ ازبکستان پہنچا ہوا تھا۔ وہاں بھی ڈی فرہاد بڑی ذہانت سے میرا رول ادا کر رہا ہے۔ ہانگ کانگ پہنچ کر پھر خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔"

ہم ہیلی کاپٹر سے اتر کر ایک ریسٹ کار میں آئے۔ پھر اپنی رہائش گاہ کی طرف جانے لگے۔ مجھے اور سونیا کو چہروں سے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ وہاں کے اعلیٰ حکام کو ہماری آمد

کا علم ہوتا تو وہ سب ہمارے استقبال کے لیے دوڑے چلے آتے لیکن ہم خود کو ظاہر نہیں کرسکتے تھے۔ آج کل میں یہ خبر عام ہونے والی تھی کہ اصلی فرہاد مارلی کے قلعہ میں ہے۔

سونیا کارڈرائیو... کررہی تھی۔ ایسے وقت کبریا نے مجھے مخاطب کیا "ہائے پاپا!"

"ہائے سی! کیا ہورہا ہے؟"

"ایڈونچر پاپا! زبردست ایڈونچر۔ ٹیلی پیتھی بھی کیا چیز ہے۔ میں کبھی پاکستان میں، کبھی ازبکستان میں اور کبھی ہانگ کانگ میں پہنچ رہا ہوں۔ اب امریکا جانا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر جاؤ، رکاوٹ کیا ہے؟"

"میں نمبر سیون کے ذریعے وہاں کے اہم معاملات تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"اعلیٰ بی بی وہاں کے معاملات کو سنبھال رہی ہے؟"

"آپ کو تو پتا ہوگا۔ مما اسے کچھ سبق سکھانا چاہتی ہیں۔ ان کا مقصد نیک ہے۔ اس لیے میں ان کی ہدایات پر عمل کروں گا۔"

میں نے سونیا سے کہا "تمہارا بیٹا آیا ہے۔"

"کیا آپ اسے ہمارا بیٹا نہیں کہہ سکتے؟"

"ہمارا ہے مگر تم کچھ زیادہ ہی اس پر اپنا حق جتایا کرتی ہو؟"

"زیادہ نہ بولو۔ اسے نمبر سیون کے اندر پہنچادو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "آخر میری مدد کی ضرورت پڑ ہی گئی نا؟"

"طعنے نہ دو۔ کیا تمہاری بیٹی مجھ سے مدد نہیں لیتی رہی ہے؟"

"زیادہ نہ بولو۔ میں اسے نمبر سیون کے پاس پہنچا رہا ہوں۔"

میں نے کبریا کو اس کا لب ولہجہ یاد کرایا۔ وہ اسے ذہن نشین کرنے کے بعد نمبر سیون کے اندر پہنچ گیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ سونیا ایک ماں کی حیثیت سے اعلیٰ بی بی کا غرور توڑنا چاہتی تھی لیکن ماں، بیٹی اور بھائی کے درمیان کیسی رسہ کشی ہونے والی تھی۔ یہ میں نہیں جانتا تھا۔ ایک اندیشہ تھا کہ ان کے آپس کی تکرار سے دشمنوں کو فائدہ پہنچ سکے گا۔ لہٰذا میرا اس معاملے میں شریک ہونا لازمی ہوگیا تھا۔ میں چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے ان تینوں کی نگرانی کرسکتا تھا اور انہیں کسی غلطی سے باز رکھ سکتا تھا۔

ہم نے ایک کاٹیج کرائے پر حاصل کیا تھا۔ میں وہاں پہنچنے کے بعد آرام سے ایک بیڈ پر آکر نیم دراز ہوگیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا نمبر سیون کے اندر پہنچ گیا۔ یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ اس وقت اس کے اندر اعلیٰ بی بی اور کبریا کے علاوہ اس کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی بھی موجود ہوں گے۔

وہ اپنے تین اعلیٰ افسران کے ساتھ انڈر گراؤنڈ سیل میں پہنچا ہوا تھا۔ وہاں ڈی فرہاد ایک قیدی کی حیثیت سے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کی حالت عجیب ہوگئی تھی۔ چند دنوں میں ہڈیوں کا ڈھانچا بن گیا تھا۔ صاف ظاہر ہورہا تھا کہ بڑی درندگی سے اس پر تشدد کیا گیا ہے۔

وہ بیمار تھا۔ ان افسران کو دیکھ کر بیٹھ گیا تھا۔ انہیں رحم طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "گھبراؤ نہیں۔ اب تمہیں ٹارچر نہیں کیا جائے گا۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے، تم پر مقدمہ نہ چلایا جائے۔ تمہیں دہشت گرد ثابت نہ کیا جائے۔"

دوسرے اعلیٰ افسر۔ "ہم تمہیں آزاد کردیں گے لیکن ایک شرط پر۔۔۔؟"

ڈی نے بے یقینی سے اس افسر کو دیکھا۔ افسر نے کہا "یہاں سے رہا ہوکر تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں جانا ہوگا۔ بولو، وہاں جاؤ گے؟"

وہ ان کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بولا "جہاں کہو گے، چلا جاؤں گا۔ مجھے جانے دو یا مجھے مار ڈالو۔ میں اور اذیتیں برداشت نہیں کرسکوں گا، پاگل ہوجاؤں گا۔"

"ہم نادان نہیں ہیں کہ تمہیں پاگل ہونے دیں، تمہیں ہوش وحواس میں رکھ کر تم سے بہت کام لینا ہے۔"

نمبر سیون نے کہا "سر! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ اس قدر تشدد کریں گے۔ اس کا تو حلیہ ہی بگڑ گیا ہے۔ اس ہڈیوں کے ڈھانچے کو کوئی فرہاد تسلیم نہیں کرے گا۔"

"ہمیں کسی سے تسلیم نہیں کرانا ہے۔ اسے دنیا والوں سے چھپا کر بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانا ہے۔ ہم صرف اعلان کرتے رہیں گے کہ یہ ہماری قید سے فرار ہوگیا ہے۔"

"صرف اعلان کرنے سے بات نہیں بنے گی۔ یہ میرے زیر اثر رہ کر مختلف چینلز کے ذریعے دنیا والوں کو مخاطب کرے گا۔ ہمارے خلاف زہر اگلتے ہوئے کہے گا کہ یہ پناہ لینے کے لیے پھر بابا صاحب کے ادارے میں جارہا ہے۔ تب یہ ثابت ہوگا کہ فرہاد اس ادارے میں پہنچ گیا ہے اور تب آپ اس ادارے پر حملہ کرسکیں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہی ہونا چاہیے۔ اس فرہاد کو یہاں سے نکلنے کے بعد کئی چینلز کے ذریعے ہمارے خلاف

بولنے کا موقع دینا چاہیے۔ پھر یہ اپنی زبان سے کہے گا کہ پناہ کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں جارہا ہے تو ہمارا مقصد پورا ہوجائے گا۔"

"لیکن یہ چینلز کے ذریعے دنیا والوں کے سامنے آئے گا تو ہماری بدنامی ہوگی۔ اسے دیکھ کر سب ہی کہیں گے کہ ہم نے اس پر تشدد کی انتہا کی ہے۔ تمام بڑے عالمی ادارے اس پر تشدد کی انتہا کی ہے۔ تمام بڑے عالمی ادارے سوال کریں گے کہ جب اسے عدالت میں پہنچانے والے تھے تو پھر اس پر تشدد کیوں کیا گیا؟ کیا ہم اس سے جبراً اگلوانا چاہتے ہیں کہ یہ دہشت گرد ہے؟"

وہ تینوں افسران اس بات پر متفق ہورہے تھے کہ قیدی فرہاد کو ایسی حالت میں دنیا والوں کے سامنے پیش نہیں کیا جائے گا۔ بابا صاحب کے ادارے سے بھی ان پر الزامات عائد کیے جائیں گے کہ انہوں نے عدالت میں پیش ہونے والے قیدی کو قانون کے خلاف ٹارچر کیا ہے۔

اس بے چارے قیدی فرہاد کی حالت قابل دید تھی۔ پہلے تو اس کا برین واش کرکے اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم کی گئی تھیں۔ اسے تابعدار بنا کر عدالت میں یہ بیان دلایا جاسکتا تھا کہ وہ دہشت گرد ہے اور بابا صاحب کے ادارے میں دہشت گردی کی باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے لیکن یہ اندیشہ تھا کہ مخالف خیال خوانی کرنے والے اسے عدالت میں ایسے بیانات سے باز رکھیں گے لہٰذا اسے تابعدار نہیں بنایا گیا تھا۔ اس کے دماغ کو لاک کردیا گیا تھا تاکہ اس کے حمایتی اس کے اندر نہ پہنچ سکیں۔ میں نے ماضی میں انہیں بہت نقصان پہنچایا تھا۔ اتنے بڑے سپر پاور کو شرمناک شکست دیتا رہا تھا۔ انہوں نے مجھے قیدی بنا کر اچھی طرح غصہ اتارا تھا۔ مجھ پر ظلم کی انتہا کردی تھی۔ تھرڈ ڈگری کے تمام حربے استعمال کیے تھے۔ ہر دوسرے تیسرے دن بجلی کے جھٹکے پہنچائے جاتے تھے۔ وہ ظلم سہتے سہتے نیم پاگل سا ہوگیا تھا۔ بدن کا گوشت گل گیا تھا۔ ہڈیوں کا ڈھانچا بن کر رہ گیا تھا۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر میں نے سوچا۔ خدانخواستہ میں بچ بچ کر فرار ہوجاتا اور ان ظالموں کے ہتھے چڑھ جاتا تو آج اسی طرح ہڈیوں کا ڈھانچا بن کر ان کے سامنے گھٹنے ٹیکتا رہتا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ وہی عزت دیتا ہے، وہی ذلت دیتا ہے۔ اس نے اب تک مجھے دشمنوں سے محفوظ رکھا ہے۔ وہ ڈی فرہاد ایسے ہی انجام کا مستحق تھا جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔ وہ اسی ملک کا ایک جاسوس تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کے ایک مکینک کو ہلاک کرکے اس کی جگہ مکینک بن کر ادارے میں داخل ہوا تھا۔ ہم نے اسے سزا کے طور پر ڈی فرہاد بنا کر دشمنوں کے حوالے کردیا تھا۔ آج اس کی یہ حالت ہورہی تھی۔ وہ کہہ نہیں سکتا تھا کہ وہ ان کا ہی خاص آدمی ہے کیونکہ وہ اپنا ماضی بھول چکا تھا۔

ایک اعلیٰ افسر نے ڈی فرہاد کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ واقعی قبر سے نکلا ہوا مردہ دکھائی دے رہا ہے اسے پھر سے زندہ کرنا ہوگا۔ اگر اس کا باقاعدہ علاج کرایا جائے اور اسے آرام سے رکھ کر خوب کھلایا پلایا جائے تو یہ پہلے کی طرح تندرست وتوانا ہوجائے گا۔"

نمبر سیون نے کہا "اس مردہ فرہاد کی حالت بتا رہی ہے کہ اسے صحت یاب ہونے میں مہینوں لگ جائیں گے۔ کیا آپ اتنے عرصے تک انتظار کرسکیں گے؟ بہتر ہے کہ آپ تجربہ کار ڈاکٹرز سے مشورہ کریں۔"

"ڈاکٹرز سے کیا مشورہ کیا جائے؟ وہ بھی یہی کہے گا کہ اس مردے میں جان ڈالنے کے لیے اچھا خاصا وقت لگ سکتا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ تو ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ ہم اپنے منصوبے کے مطابق اسے یہاں سے نہیں نکال سکیں گے۔"

"اس کے جانے سے اور بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے سے ہمارے دو بڑے مقاصد پورے ہوجاتے۔ ہمیں بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کرنے کا جواز مل جاتا اور اس الجھن سے نجات مل جاتی کہ یہ کم بخت اصلی فرہاد ہے یا نہیں۔"

ڈی فرہاد نے گڑگڑاتے ہوئے کہا "خدا کے لیے مجھے جانے دو۔ میں باہر جاکر کبھی کسی سے نہیں کہوں گا کہ مجھ پر تشدد کیا گیا ہے' میں بیان دوں گا کہ اچانک بیماری کے باعث میری یہ حالت ہوگئی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے اسے نظرانداز کرتے ہوئے نمبر سیون سے کہا "میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔ ہم ایک نہایت ہی تندرست وتوانا ڈی فرہاد تیار کرسکتے ہیں' چوبیس گھنٹوں کے اندر پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے مکمل فرہاد بنایا جاسکتا ہے۔ تم اس پر تنویمی عمل کرکے فرہاد کا لب ولہجہ' اس کا انداز اور اس کے تمام طور طریقے اس کے ذہن میں نقش کرسکتے ہو؟"

دوسرے افسران نے کہا "آپ کی یہ بات دل کو لگ رہی ہے' ہم ایسا کرسکتے ہیں۔"

انہوں نے نمبر سیون سے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے؟"

اس نے کہا "پلاسٹک سرجری کرانا آپ کی ذمے داری ہے۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے اسے مکمل فرہاد بنادوں گا۔ یقیناً چوبیس گھنٹوں کے اندر ہماری مرضی کے مطابق ایک نیا فرہاد تیار ہوجائے گا۔"

وہ اس نئے منصوبے کے ہر پہلو پر غور کرنے لگے۔ میں نے ڈی کے خیالات پڑھے۔ وہ اندر سے بالکل خالی ہوچکا تھا۔ ابھی اس کے مقدر میں زندگی تھی اس لیے وہ جی رہا تھا ورنہ بے انتہا تشدد کے نتیجے میں مرچکا ہوتا۔ اگر اسے فرار ہونے کا موقع دیا جاتا تو وہ وہاں سے باہر نکل کر زیادہ دور نہ جاسکتا۔ کہیں راستے میں گرکر دم توڑ دیتا۔

کبریا نے سونیا کو وہاں کے حالات بتائے' سونیا نے کہا "وہ لوگ اپنی پلاننگ میں تبدیلی کررہے ہیں۔ تمہارے پاپا کی ایک ڈی بنا رہے ہیں۔ وہ شاید موجودہ قیدی فرہاد کو مارڈالیں۔ تم اس قیدی کو وہاں سے نکال لاؤ۔"

کبریا نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ وہ ڈی بالکل ناکارہ ہوچکا ہے۔ ہم اس سے کوئی کام نہیں لے سکیں گے؟"

"میں ردی کاغذ سے بھی گلاب کا پھول بنالیتی ہوں۔ میری ہدایت پر فوراً عمل کرو۔ وہاں جتنے سیکورٹی گارڈز ہیں۔ ان کے دماغوں میں جگہ بناؤ۔"

"میں یہی کروں گا۔ آپ اتنا بتادیں۔ اس بیمار اور ناکارہ ڈی سے کیا کام لینا ہے۔ میرے ایسا کرنے سے اعلیٰ بی بی کے لیے کیا فرق پڑے گا؟"

"اعلیٰ بی بی اس ڈی فرہاد پر توجہ دے رہی ہے جسے تیار کیا جارہا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہی کرے گی کہ اسے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچنے نہیں دے گی۔ یہ کوئی بڑی کامیابی نہیں ہوگی۔ کامیابی یہ مانی جائے گی کہ تم اس بیمار ڈی کو باہر لے جاکر مختلف چینلز کے ذریعے دنیا والوں کے سامنے پیش کروگے۔ وہ بیان دے گا کہ اسے قیدی بناکر کس طرح ٹارچر کیا گیا ہے۔ تم اس ہڈیوں کے ڈھانچے کو امریکا اور اس کے اتحادیوں کے لیے مصیبت بنادوگے۔"

"مما! یہ تو زبردست چال ہوگی۔ اعلیٰ بی بی جس ڈی کے پیچھے رہے گی' وہ امریکا کا بناوٹی فرہاد ثابت ہوگا؟"

"بیٹے! ایک تیر سے کتنے شکار کھیلے جاسکتے ہیں' یہ تمہیں یہی سیکھنا ہے اور میں تمہیں سکھاؤں گی۔"

کبریا اس کی ہدایات پر عمل کرنے چلا گیا۔ دوسری طرف نمبر سیون انڈر گراؤنڈ سیل سے نکلنے کے بعد اعلیٰ افسران سے رخصت ہوکر اپنی رہائش گاہ میں آیا۔ پھر دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد دو گھنٹے کے لیے سوگیا۔ نئے ڈی فرہاد کے سلسلے میں ابھی اس کی ضرورت نہیں تھی۔ جب اس کے چہرے کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل کرکے اسے میرا ہم شکل بنالیا جاتا تب وہ اس پر تنویمی عمل کرکے اسے ذہنی طور پر بھی مکمل فرہاد بنادیتا۔

اعلیٰ بی بی اس کے خوابیدہ دماغ میں آگئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی مما اس کے خلاف کیا کررہی ہے لیکن یقین تھا کہ ضرور کچھ کررہی ہے۔ وہ اپنے طور پر بھی کچھ کرنے کے لیے نمبر سیون کے خوابیدہ دماغ میں آگئی۔ اس نے ایک مختصر سا تنویمی عمل اس پر کیا' اس کے ذہن میں ایک نئے لب ولہجے کو نقش کرتے ہوئے حکم دیا کہ وہ آئندہ اسی لب ولہجے کے ذریعے آئے گی اور وہ اسے محسوس نہیں کرے گا' پچھلا لب ولہجہ بھول جائے گا۔ اس لہجے کے ذریعے آنے والوں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر بھگادے گا۔

اس عمل کے بعد کبریا یا کوئی بھی' نمبر سیون کے اندر نہیں آسکتا تھا اور نہ ہی آئندہ اس کی مصروفیات کے بارے میں کچھ معلوم کرسکتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اس نے اپنی مما کی معلومات کا اہم دروازہ بند کردیا تھا۔

اب ماں اور بیٹی کے درمیان ذہانت کا مقابلہ شروع ہوچکا تھا۔

قیدی فرہاد انڈر گراؤنڈ سیل میں تھا۔ سیل کے باہر دن رات دو مسلح گارڈز ڈیوٹی دیا... کرتے تھے۔ اس زیرزمین حصے کے اوپر جانے کے لیے ایک لفٹ تھی۔ وہ گارڈز ٹی وی اسکرین کے ذریعے اوپر ڈیوٹی دینے والے افسران سے رابطہ رکھتے تھے۔ ان افسران میں سے دو یوگا کے ماہر تھے۔ ان دونوں کی اجازت کے بغیر کوئی انڈر گراؤنڈ سیل میں نہیں جاسکتا تھا۔ حتیٰ کہ لفٹ کے دروازے تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

ایسے سخت انتظامات تھے جن کے پیش نظر کہا جاسکتا تھا کہ ایسی جگہ پر ندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ سونیا نے کبریا سے کہا تھا کہ ایسی جگہ سے ڈی فرہاد کو باہر نکال لائے۔ خیال خوانی کے ذریعے یہ کام کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ کبریا سب سے پہلے ڈی فرہاد کے اندر رہ کر اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ جب یقین ہوگیا کہ اس کے اندر کوئی نہیں ہے تو اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنالیا۔

دونوں مسلح گارڈز کبھی کبھی اس ڈی سے باتیں کیا کرتے تھے۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ ڈی کا لب ولہجہ بدل دیا گیا ہے کوئی دشمن اس کے دماغ میں نہیں آئے گا لہٰذا وہ کسی اندیشے کے بغیر اس سے گفتگو کرلیا کرتے تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم نمبر سیون کے ذریعے کہاں کہاں پہنچ رہے ہیں۔

ان دو مسلح گارڈز کو کسی طرح قابو میں رکھا جاسکتا تھا۔ کبریا نے ان کے ذریعے اوپر والوں کی باتیں سنیں۔ ایک گارڈ کے اندر پہنچ کر معلوم کیا۔ لفٹ آہنی سلاخوں کے پیچھے تھی اور وہ سلاخوں والا دروازہ مقفل رہتا تھا۔ اس کی چابی باری باری یوگا کے دو ماہر افسران کے پاس رہتی تھی۔ جب ایک کی ڈیوٹی ختم ہوتی تو اس کی جگہ دوسرا افسر آجاتا تھا۔ وہاں کے اہم معاملات ان افسران کے ہاتھوں میں تھے جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا راستہ روک سکتے تھے۔

وہ ایسے افسران کو تنہا قابو نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے الپا کو وہاں کے حالات بتائے پھر کہا "مما کی ہدایت کے مطابق میں قیدی فرہاد کو یہاں سے باہر لے جانا چاہتا ہوں۔ اس قیدی کو اپنا معمول بناچکا ہوں۔ اسے یہاں سے باہر لے جانے کے لیے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔"

الپا نے کہا "یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ ہم اسے تہ خانے سے باہر لے آئیں گے۔ اس کے بعد کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"جیسا کہ تم اس کے دماغ میں رہ کر سمجھ رہی ہو۔ یہ بہت بیمار اور کمزور ہے۔ ہڈیوں کا ڈھانچا بن چکا ہے۔ ایسا لگتا ہے' اس کی چند سانسیں باقی رہ گئی ہیں۔ ہمیں اسے زندہ رکھنا ہے۔ اسے چلنے پھرنے اور دوڑنے کے قابل بنانا ہے۔"

"ہم اسے کسی محفوظ پناہ گاہ میں لے جاکر اس میں کسی قدر توانائی پیدا کرنے کی کوششیں کریں گے۔ اس کے بعد اسے کس طرح استعمال کروگے؟"

"ہم مختلف چینلز کے ذریعے اسے دنیا والوں کے سامنے پیش کریں گے۔ اس ہڈیوں کے ڈھانچے کو دیکھ کر سب کو اس پر ترس آئے گا وہ بیان دے گا کہ اسے عدالت میں پیش کرنے سے پہلے قانون کے خلاف اس پر تشدد کی انتہا کی گئی ہے۔ اگر وہ فرار نہ ہوتا تو امریکی حکام اسے ٹارچر سیل میں مارڈالتے۔"

"میں نے امریکی اکابرین کو چیلنج کیا تھا کہ قیدی فرہاد کو وہاں سے نکال لے جاؤں گی۔ تمہارے ساتھ کام کرتے ہوئے میرا یہ چیلنج پورا ہوگا۔ وہ مجھے الزام دیں گے کہ میں مسلمانوں کی حمایت میں کام کررہی ہوں۔ میں نے ہی فرہاد کو ان کی قید سے فرار کرایا ہے۔"

وہ بابا صاحب کے ادارے کو الزام دیں گے کہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے فرہاد کو یہاں سے فرار کرا کے دوبارہ ادارے میں پہنچادیا ہے۔ وہ اس ادارے پر حملہ کرنے اور اسے تباہ کردینے کے منصوبے بنا چکے ہیں اور ایک نئے ڈی فرہاد کے ذریعے اپنے منصوبوں پر عمل کرنے والے ہیں۔"

الپا نے پوچھا "کیا وہ ایک نیا ڈی فرہاد بنا رہے ہیں؟"

"ہاں۔ میں ابھی تمہیں نمبر سیون کے دماغ میں پہنچاؤں گا۔ تم اس کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کرسکو گی۔"

"یہ میری ایک کامیابی ہوگی۔ میں ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں پہنچ سکوں گی اور نمبر سیون تو ہمارے لیے بہت اہم ہے۔"

کبریا' الپا کے دماغ میں بول رہا تھا۔ اب وہ کبریا کے اندر آگئی۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا نمبر سیون کے اندر پہنچا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لیا۔ سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے ٹکرا کر واپس آگئیں۔ الپا نے کہا "یہ تو تمہیں محسوس کررہا ہے؟"

"تعجب ہے۔ اعلیٰ بی بی نے اسی لب ولہجے کے ذریعے مجھے اس کے اندر پہنچایا تھا۔ میں کئی گھنٹے اس کے چور خیالات پڑھتا رہا ہوں۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ اب کیسے کررہا ہے؟"

"تم سے غلطی ہوئی ہوگی۔ اس مخصوص لب ولہجے کو اچھی طرح یاد کرو۔"

اس نے اچھی طرح یاد کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی لیکن دوسری بار بھی اسے ناکامی ہوئی۔ الپا نے کہا "کسی نے اس کے دماغ کو لاک کیا اور اس لب ولہجے کو مٹا دیا ہے جس کے ذریعے تم اس کے اندر پہنچتے رہے تھے۔"

"ایسا کون کرسکتا ہے؟ کیا اس کے ساتھیوں نے ایسا کیا ہوگا؟"

اس نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر کہا "نمبر سیون ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ ابھی تم اس کے اندر جاکر دیکھو۔"

وہ کیا دیکھتی۔ اسی نے کبریا اور اپنی مما کا راستہ روکنے کے لیے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ تاکہ وہ اس کے اندر رہ کر اہم معلومات حاصل نہ کرسکے۔ اعلیٰ بی بی نے حیرانی ظاہر کی "یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں صبح اس کے دماغ میں رہ چکی ہوں۔"

"میں بھی اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں لیکن آئندہ وہ ہماری معلومات کا ذریعہ نہیں بن سکے گا۔"

وہ بولی "تم میرے اندر رہو۔ میں اس کے پاس جارہی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے وہی لب ولہجہ اختیار کیا جسے اس کے دماغ سے مٹا دیا تھا۔ ظاہر ہے نمبر سیون سانس روک لیتا۔ اس نے یہی کیا۔ وہ کبریا اور الپا کے ساتھ اپنی جگہ واپس آگئی۔ پریشانی ظاہر کرتے ہوئے بولی "یہ تو گڑبڑ ہوگئی۔ یقیناً اس کے کسی ساتھی نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اس نے ہماری کامیابی کے راستے بند کردیے ہیں۔"

کبریا نے کہا "پتا نہیں وہ پاپا کی نئی ڈی بنا کر اسے کیسی ٹریننگ دے رہے ہیں۔ ہم اندھیرے میں رہیں گے اور وہ بہت کچھ کرجائیں گے۔"

"اب ایک قیدی فرہاد رہ گیا ہے۔ ہم اس کے اندر جاکر سیل کے اندرونی حالات معلوم کرسکتے ہیں لیکن ان کے اہم معاملات کو سمجھ نہیں پائیں گے پھر بھی چلو دیکھتے ہیں وہاں کیا ہورہا ہے۔"

کبریا نے الپا کے دماغ میں آکر کہا "اعلیٰ بی بی کو یہ معلوم نہ ہو کہ میں نے قیدی فرہاد کے دماغ کو لاک کیا ہے۔"

الپا نے حیرانی سے پوچھا "تم اپنی بہن سے یہ بات کیوں چھپانا چاہتے ہو؟"

"میں ابھی بتاؤں گا۔ تم فی الحال کچھ نہ بولو۔"

ادھر اعلیٰ بی بی نے حیرانی سے کہا "کبریا! یہ کیا ہورہا ہے۔ اس قیدی فرہاد کے دماغ کو بھی لاک کردیا گیا ہے۔"

وہ بولا "ہمارے دشمنوں کو شبہ ہوگیا ہے کہ ہم یہاں راستہ بنا رہے ہیں اسی لیے احتیاطاً ان سب کے دماغوں کو لاک کردیا گیا ہے۔"

"لیکن قیدی فرہاد کو تو ناکارہ سمجھ کر نظر انداز کیا گیا تھا۔ اسی لیے پاپا کی نئی ڈی تیار کی جارہی ہے پھر ایک ناکارہ شخص کے دماغ کو کیوں مقفل کیا گیا ہے؟"

"وہ احتیاطی تدابیر پر عمل کررہے ہیں۔ اچھا میں جارہا ہوں۔ مجھے کوئی اور راستہ نکالنا ہوگا۔"

وہ اعلیٰ بی بی کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ الپا نے پوچھا "اب بتاؤ۔ یہ معاملہ کیا ہے؟ بہن سے جھوٹ بول رہے ہو۔ جبکہ اسے جان سے زیادہ چاہتے ہو۔"

وہ اسے اعلیٰ بی بی اور اپنی مما کی تکرار کے بارے میں بتانے لگا۔ اس نے وضاحت کی کہ تکرار کے نتیجے میں دشمنی نہیں ہوگی بلکہ ایک ماں اپنی بیٹی کو غرور سے باز رکھنے میں کامیاب رہے گی۔ اس کی بہتری کے لیے اسے ایک اچھا سبق سکھایا جائے گا۔

الپا نے تائید کی "بے شک! اعلیٰ بی بی نے ماضی میں بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ اسے ایک بار ناکام بھی ہونا چاہیے۔ اسے یہ سمجھانا چاہیے کہ کبھی کبھی ناکامیاں بھی مقدر بن جاتی ہیں۔"

اس نے سونیا کے پاس آکر کہا "مما! ایک گڑبڑ ہوگئی ہے۔"

"کیا ہوگیا؟ کوئی پریشانی کی بات ہے؟"

"جی ہاں۔ نمبر سیون کا دماغ لاک ہوچکا ہے۔ میں مخصوص لب ولہجے کے ذریعے اس کے اندر نہیں جاسکوں گا۔ اہم معلومات کا راستہ بند ہوچکا ہے۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔ یہ اچانک اس کا دماغ کیسے لاک ہوگیا؟" وہ سوچتے ہوئے بولی "ہوں! یہ ضرور اس کی مکاری ہے۔"

کبریا نے پوچھا "کس کی؟"

"تمہاری بہن سے زیادہ مکار اور کون ہوگا۔ اس نے تمہاری کامیابی کا راستہ روکنے کے لیے نمبر سیون پر تنویمی عمل کیا ہوگا۔ اس کا وہ مخصوص لب ولہجہ مٹا کر کوئی نیا لہجہ اس کے ذہن میں نقش کیا ہوگا۔ تم اپنی چال باز بہن کو مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔"

"تو مما! آپ اس پر شبہ نہ کریں۔ الپا میرے اندر موجود ہے۔ اس سے پوچھ لیں۔ وہ بھی بری طرح پریشان ہوگئی ہے۔ اس نے نمبر سیون کے ذریعے ایک بڑی کامیابی کی توقع

کی تھی۔ اب مایوس ہوگئی ہے۔"

الپا نے کہا "یس میڈم! وہ بھی ہماری طرح بے حد پریشان ہے۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تم نے اسے یہ بتایا ہے کہ قیدی فرہاد کے دماغ کو تم نے لاک کیا ہے؟"

"نہیں۔ آپ نے تاکید کی ہے کہ میں اپنا کوئی راز اسے نہ بتاؤں۔"

"ٹھیک اسی طرح سمجھو' جب تم بہن سے اپنی چالاکی چھپا سکتے ہو تو بہن اپنی چال بازی تم سے کیوں نہیں چھپائے گی؟"

الپا نے کہا "آپ کی بات دل کو لگ رہی ہے۔"

سونیا نے کہا "تم اعلیٰ بی بی سے بہت زیادہ تجربے کار ہو۔ چالاکی اور مکاری میں کسی سے کم نہیں ہو پھر تمہاری عقل میں یہ بات کیوں نہیں آئی کہ بڑی بازی جیتنے کے لیے بہن بھائی' ماں بیٹا اور باپ بیٹی کے رشتوں کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ بازی جیتنے تک سب دشمن ہوتے ہیں۔ جیتنے کے بعد ایک دوسرے کو گلے لگایا جاتا ہے۔"

"سوری میڈم! میں بہن بھائی کے جذبوں کے سامنے بازی جیتنے کے اصول بھول گئی تھی۔ مجھے خوشی ہے کہ اتنی عمر گزارنے کے بعد بھی آپ سے کچھ سیکھ رہی ہوں۔"

وہ کبریا کے ساتھ انڈر گراؤنڈ سیل کے اس افسر کے پاس آئی جو یوگا کا ماہر تھا۔ وہ آفس میں بیٹھا سینڈو چز کھا رہا تھا اور ٹھنڈی بوتل پی رہا تھا۔ کبریا اس کے ماتحتوں کے اندر جگہ بنا چکا تھا۔ الپا بھی ان کے اندر جاسکتی تھی۔ وہ ایک ماتحت کو افسر کے قریب لے آئے۔ اس نے کہا "سر! سینڈو چز کیسے ہیں؟"

افسر نے کہا "اچھے ہیں۔ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

وہ لباس کے اندر سے ایک چاقو نکال کر اسے کھولتے ہوئے بولا "آپ ہاتھوں سے نہ کھائیں۔ اس چاقو سے کھائیں۔"

"کیا دماغ خراب ہوا ہے؟ کبھی چاقو سے سینڈو چز کھائے جاتے ہیں؟"

"سر! یہ بہت تیز ہے۔ اسے آزما کر دیکھیں۔"

اس نے یہ کہتے ہی افسر کے بازو میں چاقو کی نوک چبھو دی۔ ایک ہلکی سی خراش ڈالی۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے کوئی جوابی کارروائی کرنا چاہتا تھا لیکن کبریا اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس سے بولا "آرام سے بیٹھو اور میری باتیں سنو۔"

اس نے پوچھا "کون ہو تم؟"

"میری بات مانتے رہو گے تو دوست ہوں ورنہ دشمن۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"قیدی فرہاد کو یہاں سے باہر لے جانے میں ہمارا ساتھ دو۔"

"ہرگز نہیں۔ میں اپنی ڈیوٹی کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا۔"

"تمہارے تو فرشتے بھی کریں۔"

اس نے ایک ہلکا سا زلزلہ اس کے اندر پیدا کیا۔ ساتھ ہی اس کے منہ کو سختی سے بند رکھا۔ تاکہ منہ سے چیخ نہ نکلے۔ وہ تکلیف سے تڑپتا ہوا کرسی سے نیچے فرش پر گر پڑا۔ آفس کے اندر صرف وہی ایک ماتحت تھا۔ وہ فرسٹ ایڈ باکس لاکر اس کے بازو کے زخم کی مرہم پٹی کرنے لگا۔ جب اس کی دماغی تکلیف کچھ کم ہوئی تو الپا نے پوچھا "کیا کہتے ہو؟ ہمارا ساتھ دوگے یا زبردست زلزلہ پیدا کیا جائے۔"

وہ کراہتے ہوئے بولا "پلیز ایسا نہ کرو۔ میں تکلیف برداشت نہیں کرسکوں گا۔"

"ٹیلی پیتھی کا زلزلہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ جو برداشت نہیں کرپاتے' وہ مرجاتے ہیں یا پاگل ہوجاتے ہیں۔ کیا ہمارے احکامات کی تعمیل کروگے؟"

"میں مجبوراً ساتھ دوں گا لیکن تمہیں کامیابی نہیں ہوگی۔ ہمارے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے اندر آتے رہتے ہیں۔ وہ تمہارے آگے دیوار بن جائیں گے۔"

کبریا نے کہا "ہم دیوار گرانا جانتے ہیں۔ تم چپ چاپ وہی کرو جو ہم کہہ رہے ہیں۔"

الپا نے کہا "عمارت کے باہر گاڑی لانے کا حکم دو۔ ایک ایسی وین ہو جس میں بیمار کو آرام سے لے جاسکیں۔"

افسر نے پوچھا "بیمار کون ہے؟"

"وہی فرہاد علی تیمور جو یہاں زمین کے نیچے قید ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "نن۔ نہیں۔ وہ تو اتنا اہم ہے کہ یہاں سے فرار ہوگیا تو مجھے اور میرے بیوی بچوں کو گولی مار دی جائے گی۔"

کبریا نے پھر ہلکا سا دماغی جھٹکا دیا۔ وہ پھر کرسی سے اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ اس کا منہ بند کیا گیا تھا۔ ورنہ وہ تکلیف کی شدت سے چیخیں مارنے لگتا۔ کبریا نے الپا سے کہا "سسٹر! یہ بہت وقت ضائع کررہا ہے۔ ایسا نہ ہو' اس کا کوئی خیال خوانی کرنے والا آجائے۔ وہ اس کے خیالات پڑھ کر ہمارے ارادوں کو معلوم کرلے گا۔"

"مجھے بھی یہی اندیشہ ہے۔ ہم اس ڈھیٹ افسر کو آلہ کار بنانے پر مجبور ہیں۔ فی الحال یہی ہمارے کام آسکتا ہے۔"

اس کی دماغی تکلیف کچھ کم ہوئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کبریا نے کہا "اب ہم تمہارے بیوی بچوں کے دماغوں میں جائیں گے اور انہیں بھی اسی طرح دماغی تکالیف میں مبتلا کریں گے۔"

اس نے گھبرا کر کہا "نہیں نہیں' میرے بیوی بچوں کو اس عذاب میں مبتلا نہ کرو۔ تم جو کہو گے' میں کروں گا۔ ابھی ایک ویگن باہر آجائے گی۔ اس کے بعد کیا کرنا ہے؟"

"انڈر گراؤنڈ کے مسلح گارڈز کو حکم دو۔ وہ قیدی کو یہاں لے آئیں۔"

اس نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی۔ انٹر کام کے ذریعے حکم دیا "قیدی فرہاد علی تیمور کو سیل سے نکالو اور اوپر لے آؤ۔ اسے آرمی ہیڈ کوارٹر پہنچایا جائے گا۔"

الپا نے کہا "اٹھو یہاں سے اپنی وردی درست کرو اور اپنی افسرانہ شان کے ساتھ باہر چلو۔ یہ یاد رکھو۔ ہم تمہارے اندر ہیں۔ تمہیں کوئی چالاکی دکھانے کا موقع نہیں دیں گے۔"

کبریا انڈر گراؤنڈ سیل میں قیدی فرہاد کے اندر آگیا۔ مسلح گارڈز اسے آہنی سیل سے باہر لے آئے تھے۔ وہ بہت کمزور تھا۔ ایک گارڈ کے سہارے چل رہا تھا۔ پوچھ رہا تھا "مجھے کہاں لے جارہے ہو؟ مجھے اور ٹارچر نہ کرو۔ یہیں مار ڈالو۔"

ایک گارڈ نے کہا "ڈرو مت۔ تمہیں رہا کیا جارہا ہے۔"

اس کے ذہن میں ایک ہی خوف تھا کہ اس پر پھر درندگی سے تشدد کیا جائے گا۔ کبریا نے اس کے ذہن سے تشدد کو بھلا دیا۔ اس کے اندر حوصلہ پیدا کرنے لگا کہ یہاں سے باہر نکل کر اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود زندہ سلامت رہنے کے لیے فائٹ کرنا ہے۔

وہ ایک عرصے تک ذہنی اور جسمانی اذیتیں برداشت کرنے کے بعد لفٹ کے ذریعے اوپر سورج کی روشنی میں آیا۔ جیسے پہلی بار کھلی فضا میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اسے ایک ویگن کے اندر لیٹنے کو کہا گیا۔ یوگا جاننے والا افسر اب پوری طرح قابو میں تھا۔ الپا اور کبریا اس کے اور ایک مائنڈ کے دماغوں میں تھے۔ ایک اور افسر نے آکر اس آلہ کار افسر سے پوچھا "آپ اچانک اس قیدی کو کہاں لے جارہے ہیں؟"

وہ الپا کی مرضی کے مطابق بولا "ٹاپ سیکرٹ آرڈرز اکثر اچانک ملتے ہیں اور ان پر فوراً عمل کرنا پڑتا ہے۔ میں اسے آرمی ہیڈ کوارٹر لے جارہا ہوں۔ تم اپنے موبائل کے ذریعے میری باتوں کی تصدیق کرسکتے ہو۔"

اس افسر نے آرمی ہیڈ کوارٹر کے انچارج سے رابطہ کرنا چاہا۔ الپا اس کے اندر آگئی۔ اس نے الپا کی مرضی کے مطابق الٹے سیدھے نمبر پنچ کیے۔ کبریا نے ہیڈ کوارٹر کے انچارج کی حیثیت سے بھاری بھرکم آواز میں پوچھا "ہیلو! کیا بات ہے؟"

اس افسر نے کہا "سر! آفیسر آن ڈیوٹی قیدی فرہاد کو یہاں سے لے جارہا ہے۔ کیا جانے دیا جائے؟"

"یس۔ یہ ٹاپ سیکرٹ معاملہ ہے۔ اسے نہ روکو۔ فوراً آنے دو۔"

"آل رائٹ سر!" افسر نے موبائل کو بند کرتے ہوئے آلہ کار افسر سے کہا "آپ جاسکتے ہیں۔"

وہ ویگن وہاں سے روانہ ہوگئی۔ اسے ایک ماتحت ڈرائیو کررہا تھا۔ اس کے ساتھ افسر بیٹھا ہوا تھا۔ پچھلی سیٹ پر قیدی فرہاد لیٹا ہوا تھا۔ اب وہ قیدی نہیں رہا تھا۔ رہائی حاصل کرچکا تھا۔ فی الحال الپا اور کبریا کا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ ڈمی فرہاد کو جلد سے جلد طبی امداد پہنچا کر اسے ذہنی اور جسمانی طور پر توانا بنایا جائے۔

انڈر گراؤنڈ سیل والے تھوڑی دیر تک مطمئن رہے تھے۔ کیونکہ ایک افسر آرمی ہیڈ کوارٹر سے تصدیق کرچکا تھا کہ کسی ٹاپ سیکرٹ معاملے میں قیدی کو دوسری جگہ ٹرانسفر کیا جارہا ہے لیکن آرمی کا ایک اعلیٰ افسر پلاسٹک سرجری کے ایک ماہر کے ساتھ وہاں آیا۔ اس کے ساتھ میرے لمبے قامت کا ایک شخص تھا۔ اسے سرجری کے ذریعے ڈمی فرہاد بنانے کا ارادہ تھا۔ ایسے وقت وہ ماہر قیدی فرہاد کو بھی ساتھ رکھ کر اس کے چہرے کی اسٹڈی کرنا چاہتا تھا۔

لیکن وہاں پہنچتے ہی پتا چلا کہ تہ خانے کے سیل میں قیدی فرہاد نہیں ہے۔ اسے ہیڈ کوارٹر لے جایا گیا ہے۔ ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کیا گیا۔ وہاں سے کہا گیا' یہ غلط ہے۔ یہاں سے ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے کہ فرہاد کو ہیڈ کوارٹر لایا جائے۔

یہ سمجھ میں آگیا کہ مخالفین اس قیدی فرہاد کو وہاں سے نکال کرلے گئے ہیں۔ فوراً ہی نمبر سیون کو اطلاع دی گئی۔ جاسوس اور فوجی جوان اس کی تلاش میں نکل پڑے۔ وہ ایک شاہراہ کے کنارے کھڑی ہوئی ملی۔ اس میں وہ آلہ کار بننے والا افسر اپنے ماتحت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

ایک افسر نے آکر پوچھا "وہ قیدی کہاں ہے؟"

آلہ کار افسر نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا "سمجھ میں نہیں آتا کیا ہو رہا ہے۔ میں اسے پچھلی سیٹ پر لٹا کر لے جا رہا تھا۔ یاد نہیں آرہا ہے کہ کہاں لے جا رہا تھا۔ اچانک گاڑی کے تمام پہیے پنکچر ہو گئے۔"

"جھوٹ مت بولو۔ گاڑی کا ایک بھی پہیہ پنکچر نہیں ہے۔"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ تمام پہیے پنکچر ہونے کے بعد پھر کیسے ٹھیک ہو گئے؟"

دوسرے فوجی جوان گاڑی کے اندر اور باہر دور تک قیدی فرہاد کو تلاش کر رہے تھے۔ آلہ کار افسر نے کہا "اب وہ نہیں ملے گا۔ پتا نہیں کتنی دور نکل گیا ہوگا۔ میری گاڑی کے آگے ایک اور گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ قیدی اس میں بیٹھ کر گیا ہے۔"

نمبر سیون نے آکر کہا "اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ خیال خوانی کرنے والے اسے مجبور کر کے یہاں تک لے آئے تھے۔ آگے ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی یہ بھول گیا ہے کہ وہ گاڑی کیسی تھی، کار یا وین تھی، کس ماڈل کی تھی، اس کا کلر کیا تھا، اسے کچھ یاد نہیں ہے۔"

افسر نے کہا "آپ قیدی کے اندر جا کر معلوم کر سکتے ہیں۔"

"انہوں نے قیدی کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ میری معلومات کا راستہ بند کر دیا ہے۔ تمام ائرپورٹس کی سیکیورٹی کو الرٹ کرو۔ پرائیویٹ فلائنگ کمپنیوں اور شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں کی چوکیوں سے کہہ دو کہ کسی ایسے بیمار کو آگے نہ جانے دیں جو ہڈیوں کا ڈھانچا دکھائی دیتا ہو۔ مجھے اطلاع ملتے ہی میں اس کے دماغ میں جاؤں گا۔ وہ بیمار سانس روک کر مجھے آنے نہیں دے گا تو اسے فوراً حراست میں لیا جائے۔"

بے شمار جاسوس اور پولیس والے اسے تمام اسپتالوں میں بھی ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی کو پہلے شبہ تھا کہ کبریا نے ہی قیدی کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اب اسے یقین ہو گیا۔ اس آلہ کار افسر کے خیالات بتا رہے تھے کہ اس کے اندر دو خیال خوانی کرنے والے آئے تھے۔ ان میں سے ایک عورت تھی۔ یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ الپا ہی ہوگی۔

اعلیٰ بی بی سنجیدگی سے غور کرنے لگی "قیدی فرہاد کو اغوا کیوں کیا گیا ہے؟ ایسی غیر متوقع چالیں مما ہی چلتی ہیں۔ انہوں نے ہی کبریا کو ایسا کرنے کا مشورہ دیا ہوگا۔"

وہ نمبر سیون کے اندر تھی۔ ایسے وقت اطلاع ملی کہ ایک عورت ایک مریض کو فلائنگ کمپنی کے ایک ہیلی کاپٹر سے شکاگو لے جانا چاہتی ہے۔ نمبر سیون نے اس کمپنی کے انچارج کے ذریعے اس مریض کی آواز سنی پھر اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ حلیے سے بھی ہڈیوں کا ڈھانچا دکھائی دیتا تھا۔ نمبر سیون نے وہاں کے سیکیورٹی افسر سے کہا "اسے فوراً حراست میں لو۔ ہمارے آدمی پہنچ رہے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی اس عورت کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ مریض اس کا شوہر تھا۔ وہ علاج کے لیے اسے شکاگو لے جا رہی تھی۔ اسے امید نہیں تھی کہ وہ اپنی بیماریوں سے لڑ کر ایک نئی زندگی حاصل کر سکے گا پھر بھی ایک کمزور امید کے سہارے وہ اسے علاج کے لیے لے جا رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے اس کی سوچ میں پوچھا "کیا یہ واقعی میرا شوہر ہے؟"

وہ سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی اس کی اپنی سوچ نے کہا "ہاں یہ میرا شوہر ہے پتا نہیں کیوں اسے حراست میں لیا گیا ہے۔ انٹیلی جنس والوں سے پوچھو تو وہ کچھ بولتے نہیں بس اتنا کہتے ہیں کہ انتظار کرو ان کا کوئی بڑا آفیسر آنے والا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے پھر اس کی سوچ میں کہا "کیا میں نے اپنے شوہر کا چہرہ غور سے دیکھا ہے؟ ہو سکتا ہے کہیں راستے میں میرا شوہر بدل گیا ہو؟ اس کی جگہ کوئی مجرم آگیا ہو؟"

وہ عورت پریشان ہو کر سوچنے لگی "کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ مجرم چھپنے کے لیے ایسی کوئی حرکت کر سکتا ہے؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے شوہر کے پاس جانا چاہتی تھی۔ ایک افسر نے اسے روکتے ہوئے کہا "تم ابھی اس سے نہیں مل سکو گی پہلے ہمارے اعلیٰ افسر کو آنے دو۔"

نمبر سیون نے خیال خوانی کے ذریعے اس افسر سے کہا "اسے جانے دو میں قیدی کو پہچاننا چاہتا ہوں۔"

اس عورت کو اجازت دی گئی۔ وہ مریض ایک اسٹریچر پر پڑا ہوا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ وہ قریب آکر اسے غور سے دیکھنے لگی۔ ایسے وقت الپا اس کے ذہن پر مسلط تھی۔ عورت الپا کی مرضی کے مطابق کہنے لگی "یہ... اس کی صورت تو کچھ بدلی ہوئی سی ہے۔"

نمبر سیون نے ایک افسر کے ذریعے اس عورت سے کہا "اسے غور سے دیکھو کیا واقعی صورت بدل گئی ہے؟"

وہ بولی "مجھے ہڈیوں کے ڈھانچے ایک جیسے لگتے ہیں۔"

کبھی صحت مند اور خوب رو تھا۔ جب مجھے آغوش میں لے کر گھومتا تھا تو میں ہواؤں میں اڑنے لگتی تھی۔ ایسا زبردست مرد کسی کا نہ ہوگا اور ہوگا بھی تو مجھے کیا لینا؟ میرے لیے یہ ایک گالی تھا۔"

افسر نے ناگواری سے کہا "اے! کیا بکواس کر رہی ہو؟ جو بات پوچھی جائے اس کا جواب دو۔"

"اوہ! کیا جواب دوں اب اسے دیکھتی ہوں تو یقین نہیں آتا کہ یہ وہی جواں مرد ہے جو مجھے دیکھتے ہی بھینچ لیا کرتا تھا۔"

افسر نے کہا "اے! تم پھر بہک رہی ہو۔ اس کی صورت دیکھو اور یقین سے کہو کہ یہ تمہارا شوہر ہے۔"

"میں کیا کہوں اسے دیکھ کر ایک فلمی گیت یاد آرہا ہے۔ کبھی یہ اپنا لگتا ہے کبھی بیگانہ لگتا ہے۔ کبھی پروانہ لگتا ہے کبھی دیوانہ لگتا ہے۔"

نمبر سیون نے پوچھا "اگر یہ بیمار ہے تو سانس کیسے روک سکتا ہے؟"

وہ بولی "یہ دمے کا مریض ہے۔ سانس رک رک کر آتی ہے اور آپ سمجھ رہے ہیں کہ یہ سانس روک رہا ہے۔"

اس عورت کو یہ نہیں سمجھایا جا سکتا تھا کہ یہ ٹیلی پیتھی کا معاملہ ہے وہ دماغ میں آنے سے روکنے کے لیے سانسیں روک رہا ہے۔ ایک دمے کا مریض اس طرح سانسیں نہیں روک سکتا تھا۔ اس بات سے شبہ یقین میں بدل گیا تھا کہ وہی قیدی فرہاد ہے۔

نمبر سیون نے اس افسر کے ذریعے کہا "فرہاد! تم سانسیں روک کر خود کو نہیں چھپا سکو گے مجھے اپنے دماغ میں آنے دو اور کھل کر بتاؤ کہ یہ کون لوگ ہیں جو تمہیں یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں۔ تمہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ تم ہماری گرفت سے نکل کر نہیں جا سکو گے۔ ہمارے دشمن اپنی کوششوں میں ناکام ہو رہے ہیں۔"

مریض نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ تم مجھ سے کیا کہہ رہے ہو؟ میں کوئی مجرم نہیں ہوں مجھے کیوں حراست میں لیا گیا ہے؟ مجھ سے کیسی ایسی باتیں کی جا رہی ہیں؟"

"تم یا تو انجان بن رہے ہو یا تمہارے دماغ سے یہ حقیقت مٹا دی گئی ہے کہ تم فرہاد علی تیمور ہو اور یہاں سے فرار ہو رہے ہو ہم تمہیں یہاں سے لے جا کر تنویمی عمل کے ذریعے تمہارا برین واش کریں گے تو تمہیں اپنی اصلیت یاد آجائے گی۔"

مریض نے کراہتے ہوئے کہا "میں نہیں جانتا آپ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ بس ایک التجا ہے کسی ڈاکٹر کو بلائیں میری طبیعت گھبرا رہی ہے۔"

آفیسر نے ڈاکٹر کو بلانے کا حکم دیا۔ ایک ڈاکٹر آکر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ الپا انہیں بڑی کامیابی سے الجھا رہی تھی۔ کبریا کے لیے سہولتیں فراہم کر رہی تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے ڈی فرہاد کو ایک چھوٹے سے بنگلے میں لے آیا تھا۔ وہاں ایک بوڑھی خاتون تنہا رہتی تھی۔ کبریا نے ڈی فرہاد کو وہاں پہنچا کر اس کی ہمدردیاں حاصل کی تھیں پھر خیال خوانی کے ذریعے بھی اسے متاثر کیا تھا۔

وہاں ایک تجربے کار ڈاکٹر کو بلا کر ڈی فرہاد کا علاج کروایا جا رہا تھا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کا وہاں تک پہنچنا محال تھا۔ کبریا بہت محتاط تھا وہاں پہنچنے والوں کو خیال خوانی کے ذریعے بھٹکا سکتا تھا۔

آرمی کے تین اعلیٰ افسران نے اس ڈی فرہاد کو قیدی بنا رکھا تھا۔ اس سلسلے میں نمبر سیون ان کا رازدار تھا وہ ایک نئے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے نمبر سیون کو پہلی بار انڈر گراؤنڈ سیل میں لے گئے تھے۔ اس سے پہلے کوئی خیال خوانی کرنے والا وہاں تک نہیں پہنچ پاتا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور کبریا نمبر سیون کے دماغ میں چھپ کر وہاں تک پہنچ گئے تھے۔ اس کے بعد ہی ڈی فرہاد ان تین افسران کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔

ان میں سے ایک اعلیٰ افسر اس فلائنگ کمپنی میں آیا۔ جہاں ایک مریض کو حراست میں رکھا گیا تھا۔ اس اعلیٰ افسر نے مریض کو بڑی توجہ سے دیکھا۔ نمبر سیون نے کہا "سر! آپ اسے چہرے سے پہچانتے ہیں۔ کیا یہ ہمارا قیدی ہے؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "میں الجھ رہا ہوں چہرے کی ساخت وہی ہے لیکن ناک نقشہ ذرا مختلف ہے معلوم ہوتا ہے اس کے چہرے پر تبدیلی کی گئی ہے۔"

ایک ماہر کو بلا کر مختلف لوشنز کے ذریعے اس کے چہرے کو واش کیا گیا بے چارے کے چہرے پر میک اپ نہیں تھا۔ وہ واش ہونے کے بعد بھی ویسا ہی دکھائی دیا جیسا پہلے تھا۔ یہ ثابت ہو گیا کہ اس کے چہرے پر کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی گئی ہے۔ نمبر سیون نے کہا "سر! یہ فرہاد نہیں ہے۔"

نمبر سیون خود وہاں آکر اس پر تنویمی عمل نہیں کر سکتا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ جو لوگ اس قیدی فرہاد کو لے جانا چاہتے ہیں، وہ نمبر سیون کو جسمانی طور پر وہاں موجود دیکھ کر نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہ کسی حد تک سمجھ میں آگیا کہ وہ مریض فرہاد

نہیں ہے پھر بھی وہ پوری طرح تصدیق کرنا چاہتے تھے۔ یہ بات کھٹک رہی تھی کہ ایک دمے کا مریض پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس کیسے روک لیتا ہے۔

انہوں نے ایک عامل کو بلایا۔ اس نے مریض کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر عمل کیا اور اس حکم دیا کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ سانس نہیں روکے گا۔ مریض نے اس کا معمول بن کر اس کے حکم کی تعمیل کی۔ تب نمبر سیون کو اس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع ملا۔ اس کے خیالات پڑھتے ہی پتا چلا کہ وہ قیدی فرہاد نہیں ہے۔ واقعی دمے کا ایک مریض ہے اپنی بیوی کے ساتھ شنگا کو جارہا ہے۔

تب اعلیٰ بی بی نے سوچا "میں نے خوا مخواہ یہاں وقت ضائع کیا ہے۔ میں کبریا کے پاس جاکر بہت کچھ معلوم کرسکتی تھی۔"

کبریا ڈی فرہاد کے علاج پر توجہ دے رہا تھا۔ وہ اس ڈی کو پناہ دینے کے لیے ایک بوڑھی خاتون کے مکان میں آیا تھا۔ وہ خاتون اس کی معمولہ بنی ہوئی تھی۔ اس نے ایک ڈاکٹر کو بھی معمول بنایا تھا۔ وہ ڈاکٹر کسی سے کہہ نہیں سکتا تھا کہ وہ رازداری سے کسی کا علاج کررہا ہے۔ الپا نے اس سے کہا تھا "جب تک اس پناہ گاہ میں رہو۔ مجھے بھی اپنے دماغ میں نہ آنے دو۔ میں تمہارے اندر آؤں گی تو ایسے وقت تم اعلیٰ بی بی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکو گے۔"

کبریا اس سلسلے میں محتاط تھا۔ اعلیٰ بی بی اس کے پاس آئی تو اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس چلی گئی۔ کبریا نے اس کے دماغ میں آکر کہا "اعلیٰ! میری بہن۔ مجھے افسوس ہے۔ میں فی الحال تمہیں اپنے اندر نہیں آنے دوں گا۔"

"ہوں...! میں سمجھ گئی۔ ڈی کو تم لے گئے ہو۔"

"تعجب ہے۔ بہت دیر سے سمجھ رہی ہو۔"

"مجھے یقین کی حد تک شبہ تھا۔ اب تصدیق ہوگئی۔ بائی واوے' وہ ناکارہ قیدی تمہارے کیا کام آئے گا؟ وہ تو اب تب میں مرنے والا ہے۔ تم اسے چھپانے اور اس کا علاج کروانے کے لیے بہت دور نہیں لے جاسکو گے۔ وہ دم توڑ دے گا۔"

"نہ میرا حوصلہ ٹوٹے گا۔ نہ وہ دم توڑے گا۔ تم دیکھتی جاؤ میں کیا کرتا ہوں۔"

"مما نے تمہارے دماغ میں یہ منصوبہ ٹھونسا ہے۔ وہ ناکارہ کو بھی کارآمد بنانا جانتی ہیں۔ تمہیں اچھی ٹریننگ دے رہی ہیں۔ نادان بچے کی طرح ماں کی انگلی پکڑ رہے ہو۔"

"مجھے بچہ ہی سمجھو۔ بچے اپنے ماں باپ سے ہی سیکھتے ہیں۔ میں بھی سیکھ رہا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگی "میں مما کی چالیں سمجھنے کی کوشش کروں گی۔ ابھی مجھے دو باتوں پر دھیان دینا چاہیے۔ ایک تو کبریا کو دوسرے معاملات میں الجھانا ہے۔ تاکہ اس کی توجہ تقسیم ہوتی رہے اور وہ ڈی فرہاد پر پوری توجہ نہ دے سکے۔ دوسری بات یہ کہ اس مہم کے علاوہ مجھے دوسری اور کامیابیاں حاصل کرکے کبریا پر سبقت لے جانا چاہیے۔"

وہ جانتی تھی' کبریا کے دوسرے معاملات کیا ہیں۔ وہ کوبرا اور راسپوٹین کے خلاف بہت کچھ کررہا تھا۔ اس نے الپا کے تعاون سے کرونا کو راسپوٹین سے الگ کردیا تھا۔ ایک تو اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کو اس سے چھین لیا تھا۔ دوسرا یہ کہ راسپوٹین اور کوبرا کی توجہ ازبکستان کے ڈی فرہاد کی طرف سے ہٹادی تھی۔

یہ کبریا کی عارضی کامیابی تھی۔ کیونکہ کوبرا کو اس کی اغوا ہونے والی بیوی ا-نجی واپس مل گئی تھی اور راسپوٹین کرونا کی جدائی برداشت کرکے پھر خیال خوانی کے ذریعے ازبکستان پہنچ رہا تھا۔ کوبرا بھی وہاں ڈی فرہاد کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنے کی پھر سے کوششیں کررہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے راسپوٹین کے اندر پہنچ کر کہا "تم مجھے بھولے نہیں ہوگے۔ میں بہت اندر کی خبر لاتی ہوں۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ آٹھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے انڈر گراؤنڈ سیل سے فرار ہوگئے ہیں۔ جبکہ امریکی اکابرین یہ حقیقت دنیا والوں سے چھپا رہے تھے۔ میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ تم نے کرونا کو چھپانے کے لیے اسے انڈیا کے ایک دور افتادہ علاقے میں بھیج دیا ہے۔"

راسپوٹین نے کہا "تم کمال کی لڑکی ہو۔ میں تمہیں کبھی بھلا نہیں سکتا۔ تم نے امریکی اکابرین کو بھی الجھادیا ہے۔ ہم آج تک نہ جان سکے کہ تم کون ہو؟"

"اتنا تو جان گئے ہو کہ میں دشمن نہیں ہوں۔ میں نے تم میں سے کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ اس کے برعکس اہم معلومات فراہم کرتی رہی ہوں۔"

"ہم سب مانتے ہیں۔ تم بہت پہنچی ہوئی ہو۔ میں نے پہلے بھی پوچھا تھا۔ اب بھی پوچھ رہا ہوں' کیا ہم دوست نہیں بن سکتے؟"

"دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوستی مہنگی پڑتی ہے اور میں مہنگا سودا کبھی نہیں کرتی۔"

"اتنے دنوں بعد میں کیسے یاد آگیا؟"

"کرونا جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی تمہارے لیے بہت اہم تھی وہ ہاتھ سے نکل چکی ہے۔"

"تعجب ہے۔ میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا' وہ مجھے دھوکا دے کر جاچکی ہے پھر یہ اندر کی بات تمہیں کیسے معلوم ہوگئی؟"

"اس سے پہلے بھی میں بہت دور کی اور بہت اندر کی خبریں لاچکی ہوں۔"

"معلوم ہوتا ہے تم ٹیلی پیتھی کے علاوہ کالا جادو بھی جانتی ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔ میں یہ بھی بتاسکتی ہوں کہ اس وقت تمہاری کرونا کہاں ہے۔"

"او گاڈ! اگر تم بتادو تو مجھے یقین ہوجائے گا کہ واقعی کالا جادو جانتی ہو۔ صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے اتنے گہرے راز معلوم نہیں ہوسکتے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "مجھے جادوگرنی سمجھ لو' کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم اپنے فائدے کی بات سوچو' کرونا جیسی چالاک ٹیلی پیتھی جاننے والی کی واپسی چاہو گے؟"

"مجھے اس کا موجودہ پتا ٹھکانا بتادو۔ میں پھر اسے ٹریپ کروں گا۔ اسے پیروں کی جوتی بنا کر رکھوں گا۔"

"اس وقت وہ گوا کے ایک ساحلی بنگلے میں ہے۔ اس نے بنگلے کے مالک دیوراج کھوٹے کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا بھائی بنایا ہے اور ایک صحت مند نوجوان ارمان علی کو اپنا بیٹ پارٹنر بنا چکی ہے۔"

"تم بہت کچھ جانتی ہو۔ اس کا مطلب ہے کرونا کے دماغ میں جگہ بنا چکی ہو۔ اس کے چور خیالات پڑھتی رہتی ہو۔ اگر چاہو تو مجھے اس کے اندر پہنچا سکتی ہو۔"

"تم جتنا سمجھ رہے ہو۔ میں اتنی دور پہنچ نہیں پائی۔ ایک معاملے میں اتفاقاً دیوراج کھوٹے کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ اسی کے ذریعے کرونا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی ہیں۔"

"پلیز مجھے دیوراج کھوٹے کے دماغ میں پہنچادو۔"

اس نے اسے دیوراج کا لب ولہجہ بتایا۔ وہ اس کے ذریعے کرونا کو دوبارہ ٹریپ کرنے چلا گیا۔ اگرچہ اعلیٰ بی بی یہ خلافانہ قدم اٹھا چکی تھی۔ کبریا کی کامیابی کو ناکامی میں بدل رہی تھی۔ تاہم وہ کبریا سے دشمنی نہیں کررہی تھی۔ راسپوٹین کو پھر ایک بار ازبکستان کے معاملے سے نکال کر کرونا کے معاملے میں الجھا رہی تھی۔

کبریا نے بھی یہی چاہا تھا کہ راسپوٹین دور کوبرا ازبکستان میں مجھے تلاش نہ کرسکیں۔ وہاں میری موجودگی کا ثبوت ملنے کے باوجود ناکام ہوتے رہیں۔ اعلیٰ بی بی یہی کررہی تھی۔ میری طرف سے ان کی توجہ ہٹا رہی تھی۔

وہ کوبرا کو بھی بھٹکانے کے لیے اس کی بیوی ا-نجی کے پاس آئی۔ الپا اور کبریا نے اسے اغوا کرانے اور کوبرا کو اچھی طرح بھٹکانے کے بعد پھر اسے گھر پہنچا دیا تھا۔ کوبرا اسے دل وجان سے چاہتا تھا۔ وہ واپس آئی تو اسے گلے لگا کر چومتے ہوئے بولا "مجھے ان کم بختوں کا حلیہ بتاؤ جو تمہیں جبراً کہیں لے گئے تھے۔ میں انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ بولی "انہوں نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ میری بے عزتی نہیں کی۔ عزت سے واپس آنے دیا ہے۔ ان سے انتقام نہ لو۔"

"تم نہیں جانتیں۔ ان کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت ہے۔ اس نے مجھے تمہارے معاملے میں الجھا کر ازبکستان میں ہونے والی کامیابی کو ناکامی میں بدل دیا ہے۔"

ازبکستان میں کئی ممالک کے جاسوس مجھے تلاش کررہے تھے۔ کوبرا ان سراغ رسانوں کے ذریعے میری خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ جائے گا۔ ایسے ہی وقت ا-نجی کو اغوا کیا گیا تھا۔ اس کی بازیابی کے بعد وہ پھر اس جاسوس کے دماغ میں جانا چاہتا تھا لیکن اس کا دماغ نہ ملا۔ وہ مرچکا تھا۔ اس کے ساتھیوں کے ذریعے پتا چلا کہ اس نے خودکشی کی ہے۔

یہ سب ہی سمجھ گئے تھے کہ میں نے اسے خودکشی کرنے پر مجبور کیا ہے۔ ایسا نہ کرتا تو وہ میری خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ جاتا۔ یہ درست تھا۔ میں اسلامی تنظیم کے عہدے داروں اور جانبازوں کے دماغوں میں جاتا رہتا تھا۔ میرے دشمنوں میں جو بھی وہاں کے ڈی فرہاد کے لیے خطرہ بنتا تھا' میں اسے ہمیشہ کے لیے ختم کردیتا تھا۔ اس طرح امریکا اور اس کے اتحادیوں کو یقین ہوتا جارہا تھا کہ میں ازبکستان میں ہوں۔

ا-نجی نے کوبرا سے کہا "میں تمہیں شروع سے سمجھاتی آرہی ہوں' فرہاد کو دوست بناؤ۔ اس کی دشمنی مہنگی پڑتی رہے گی۔"

وہ بولا "میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ تمہیں اغوا کرانے والی عورت کا تعلق فرہاد سے ہے۔ اس نے فرہاد تک پہنچنے سے مجھے روکا ہے۔"

"دوسرے پہلو سے بھی سوچو۔ فرہاد چاہتا تو مجھے اغوا کرنے والے میری عزت کی دھجیاں اڑا دیتے پھر میں کس منہ

سے تمہارے پاس آتی؟"

"اگر وہ ایسا کرتے تو میں ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا۔"

"کیا انہیں مار ڈالنے سے میری لٹی ہوئی عزت واپس مل جاتی؟ میں تو تمہیں منہ دکھانے سے پہلے ہی خود کشی کر لیتی۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ ایسنجی نے کہا "تمہیں ایک ہی بات سوچنا ہے اور سمجھنا ہے' ہم فرہاد کو دوست بنا کر امن و امان اور سکون سے رہ سکیں گے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ میں تمہاری سلامتی چاہتا ہوں۔ تمہاری خاطر ازبکستان نہیں جاؤں گا۔ فرہاد سے دور رہوں گا۔"

وہ ایسنجی سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے خوش رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ آئندہ ایسنجی کو یہ نہیں بتائے گا کہ وہ مجھے تلاش کرنے اور مجھے ٹریپ کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ وہ چپ چاپ میرے خلاف اپنے منصوبوں پر عمل کرتا رہے گا۔

ازبک اسلامی تنظیم میں ایک لیڈی ڈاکٹر جمیلہ بہت اہم تھی۔ وہ کسی بیمار یا زخمی جانبازوں کے علاج کے سلسلے میں مختلف پناہ گاہوں میں جایا کرتی تھی۔ وہ کسی دن اس پناہ گاہ میں بھی پہنچ سکتی تھی' جہاں میرا ڈمی چھپا ہوا تھا۔ راسپوٹین نے کرونا کو ڈاکٹر جمیلہ کے دماغ میں گھسایا تھا اور اسے جمیلہ کی یہ کمزوری بتائی تھی کہ وہ اپنے اکلوتے جوان بیٹے کو جان سے زیادہ چاہتی ہے۔ کبھی ضرورت کے وقت اس کے بیٹے کو اغوا کر کے جمیلہ سے اپنی مرضی کے مطابق کام لیا جا سکتا ہے۔

کرونا اب راسپوٹین کے ہاتھوں سے نکل چکی تھی۔ اس نے جمیلہ اور اس کے بیٹے پر مختصر سا تنویمی عمل کر کے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔ راسپوٹین اب ان ماں بیٹے تک پہنچ کر انہیں اپنا آلہ کار نہیں بنا سکتا تھا۔ وہ اس بات پر جھنجلا رہا تھا۔ کرونا کو پھر سے ٹریپ کر کے اس سے انتقام لینا چاہتا تھا۔

وہ گوا میں دیوراج کھوٹے کے ایک بنگلے میں عیش کر رہی تھی۔ عیش کرانے کے لیے ارمان علی جیسا تگڑا قد آور جوان مل گیا تھا۔ دیوراج اس کا معمول اور محکوم تھا۔ وہاں سب ہی سے یہ کہتا پھرتا تھا کہ ارونا کھوٹے (کرونا) اس کی سگی بہن ہے۔ بچپن سے دہلی میں رہتی تھی۔ اب اسے گوا لے آیا ہے اور شیکھر (ارمان) اس کا بہنوئی ہے۔ کرونا وہاں خود کو پوری طرح محفوظ سمجھ رہی تھی۔ ایسے وقت راسپوٹین خیال خوانی کے ذریعے وہاں پہنچ گیا۔

وہ دیوراج کے اندر رہ کر اس کے حالات معلوم کر رہا تھا۔ اگر وہ جسمانی طور پر وہاں پہنچتا تو فوراً ہی کرونا کی گرفت دبوچ کر اسے اپنی کنیز بنا لیتا۔ اس نے یہ معلوم کیا کہ ارمان نامی ایک قد آور صحت مند جوان اس کا باڈی گارڈ ہے۔ لہٰذا اس پر حملہ کر کے اسے زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچنا آسان نہ ہو گا۔

اس نے سوچا۔ جلد بازی سے کام بگڑ جائے گا۔ تقریباً چوبیس گھنٹے تک کرونا کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کیا جائے پھر موقع ملتے ہی اسے دبوچ لیا جائے۔

دیوراج کی سوچ نے اسے بتایا کہ اس وقت کرونا ایک بیڈ روم میں ارمان کے ساتھ ہے۔ اس کے ہنسنے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ راسپوٹین اور جھنجلا رہا تھا کہ اس کی داشتہ دوسرے کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہی ہے۔ ارمان کی بھی تاک میں رہا۔ اسے بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دبوچ کر وہ کرونا کے بالکل قریب پہنچ سکتا تھا۔

اس نے ایک گھنٹے بعد دیوراج کے اندر آ کر معلوم کیا۔ پتا چلا بیڈ روم میں گہری خاموشی ہے۔ کرونا مستیاں کرنے کے بعد تھک کر سو گئی ہو گی۔ ارمان بھی بیڈ روم سے باہر نہیں آیا تھا۔ وہ بھی سو رہا ہو گا۔ ایسے وقت ان دونوں کو قابو میں کیا جا سکتا تھا۔

دیوراج نے راسپوٹین کی مرضی کے مطابق اس بیڈ روم کا دروازہ کھولنا چاہا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کے پاس دروازے کی دوسری چابی ہے۔ وہ اسے کھول کر اندر جا سکتا ہے۔ راسپوٹین نے اسے ایسا کرنے پر مائل کیا۔ وہ اپنی الماری سے چابیوں کا ایک گچھا نکال کر لے آیا۔ اس میں سے دو چار چابیوں کو آزمایا تو ایک چابی سے دروازہ کھل گیا۔

وہ آہستگی سے دروازہ کھول کر جھانکنے لگا۔ بیڈ پر کرونا بے حجابانہ ارمان سے لپٹی سو رہی تھی۔ وہ دبے قدموں اندر آ گیا۔ بیڈ کے سرہانے پھلوں کے ساتھ ایک چاقو رکھا ہوا تھا۔ راسپوٹین نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے اس عشق نہیں کرنا اپنی اس بہن کو زخمی کرنا چاہیے۔ میں اسے قتل نہیں کروں گا۔ اس کے بازو پر چاقو سے ہلکی سی خراش لگاؤں گا۔"

وہ دبے قدموں چلتا ہوا چاقو کے پاس آیا۔ کرونا بے خبر سو رہی تھی۔ اس نے چاقو اٹھا کر اس کے دستے کو مضبوطی سے گرفت میں لیا۔ ایسے وقت اس کے اندر کرونا کی آواز ابھری۔ وہ کہہ رہی تھی "دیوراج میں بہت دیر سے تمہارے

خیالات پڑھ رہی ہوں۔ تم میرے معمول اور فرماں بردار ہو لیکن تمہارے اندر میرے خلاف منفی خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ صاف ظاہر ہو رہا ہے کوئی تمہارے اندر چھپا ہوا ہے۔ تمہیں میرے خلاف بھڑکا رہا ہے۔"

دیوراج کے ہاتھ سے چاقو چھوٹ کر گر پڑا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولا "میں۔ میں نہیں جانتا کہ تمہارے بیڈ روم میں بے اختیار کیسے آ گیا۔ میرے اندر یہ سوچ پیدا ہو رہی تھی کہ میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا۔ صرف زخمی کروں گا۔"

وہ آنکھیں کھول کر بیٹھ گئی۔ اپنا لباس پہنتے ہوئے بولی "کوئی تمہارے ذریعے مجھے زخمی کر کے میرے اندر آنا چاہتا ہے۔ میں تمہارے اندر چھپے ہوئے دشمن سے پوچھ رہی ہوں۔ تم کون ہو؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا میرے اندر تمہارا کوئی دشمن چھپا ہوا ہے؟"

وہ بولی "تم خاموش رہو۔ میں اپنے دشمن سے کہہ رہی ہوں۔ مجھ سے دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔ مجھ سے کھل کر بات کرو۔ تم کون ہو؟"

"میں تمہارا بھائی دیوراج کھوٹے ہوں۔"

وہ ڈانٹ کر بولی "شٹ اَپ! تم سے کہہ چکی ہوں۔ خاموش رہو۔ ابھی تمہارے اندر چھپا ہوا شخص بولے گا۔"

راسپوٹین سوچ رہا تھا "میری تدبیر ناکام ہو رہی ہے۔ یہ کتیا بہت چالاک ہے۔ ابھی گہری نیند سونے کا بہانہ کر رہی تھی۔ میں دھوکا کھا گیا۔ اب یہ میرے ہاتھ سے نکلنے والی ہے۔"

کرونا نے کہا "جواب دو۔ تم کون ہو؟ ویسے میں یقین سے کہہ سکتی ہوں' تم راسپوٹین ہو۔ اتنا بتا دو تم دیوراج کے دماغ میں کیسے پہنچ گئے؟"

وہ بولا "کرونا! میں نے بڑی محبت سے تمہیں اپنا بنا کر رکھا تھا۔ تمہیں دشمنوں سے اور اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے بچائے رکھنے کے لیے اس دور افتادہ علاقے میں بھیجا تھا۔ میں تمہارا محافظ تھا۔ دشمن نہیں تھا پھر مجھے دھوکا دے کر یہاں کیوں آ گئیں؟"

"میں نے آزادی حاصل کی ہے۔ اب میں تمہاری داشتہ نہیں ہوں۔ تمہیں وارننگ دیتی ہوں' مجھ سے دور رہو۔ ورنہ ازبکستان میں تمہارے لیے رکاوٹیں پیدا کرتی رہوں گی۔"

"وہ تو تم پیدا کر چکی ہو۔ میں ڈاکٹر جمیلہ کے ذریعے فرہاد تک پہنچ سکتا تھا۔ تم نے اس کے دماغ کو لاک کر کے مجھے حاصل ہونے والی بہت بڑی کامیابی کا راستہ بند کر دیا ہے۔"

"آئندہ بھی بہت کچھ ہو گا۔ اگر چاہتے ہو کہ تمہارے راستے کی دیوار نہ بنوں تو مجھے اپنی معمولہ بنانے کے ارادے سے باز آ جاؤ۔"

"میری جان! تم زبردست ہو۔ میرے لیے بہت اہم ہو۔ میں زندگی بھر تمہیں اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔ پلیز میری بن جاؤ۔"

"میں دوست بن سکتی ہوں۔ داشتہ نہیں بنوں گی تمہیں کبھی اپنے دماغ میں آنے نہیں دوں گی۔ کبھی برے وقت میں تم میرے کام آؤ گے اور میں تمہارے کام آیا کروں گی۔"

"ہمارے درمیان پہلے جیسا گہرا رشتہ قائم ہو گا تو ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔"

"پہلے تم نے مجھے داشتہ بنا کر گہرا رشتہ قائم کیا۔ اب تم میرے معمول بن جاؤ۔ تمہاری نیت میں کھوٹ نہیں ہو گا تو میری بات مان لو گے۔"

"میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں' نہ تم میری معمولہ بننا چاہو گی نہ میں تمہارا معمول بنوں گا۔ اس فضول بحث کو جانے دو۔ ہم اچھے دوست بن کر رہیں گے۔"

"اچھے دوست بننا چاہتے ہو تو میرے قریب آنے کے لیے دیوراج کو اپنا آلہ کار نہ بناؤ۔"

"تم سے رابطہ کرنے کے لیے کسی کو تو آلہ کار بنانا ہو گا۔"

"مجھ سے رابطہ کرنا ہو تو سیدھے میرے دماغ میں آ کر اپنا نام بتاؤ پھر فوراً واپس جاؤ۔ میں تمہارے دماغ میں آ کر باتیں کیا کروں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ تمہاری اتنی دوستی بھی بہت ہے۔ آئندہ میں تمہارے آس پاس رہنے والوں کو آلہ کار نہیں بناؤں گا۔"

"میں تمہیں ایسا کرنے کا موقع ہی نہیں دوں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے دیوراج کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخیں مارتا ہوا اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ ادھر سے ادھر تڑپنے لگا۔ راسپوٹین نے کہا "یہ کیا کر رہی ہو؟"

"میں اسے اس قابل نہیں چھوڑوں گی کہ تم اسے آلہ کار بنا سکو۔ تم اس کے اندر رہ کر چاقو سے مجھ پر حملہ کرنے والے تھے۔"

"اب ایسا نہیں ہو گا۔ اب تو ہم دوست ہیں۔"

"ہماری دوستی کی ایک حد مقرر ہو گی۔ میں تمہارے

اندر آکر دوستی کروں گی۔ تمہیں اپنے اندر پہنچنے کا موقع نہیں دوں گی۔"

اس نے دوسری بار دیوراج کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ اس بار تکلیف برداشت نہ کرسکا اور بے ہوش ہوگیا۔ راسپوتین کو وہاں سے واپس آنا پڑا۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ کرونا پھر اس کے ہاتھوں سے نکل رہی تھی۔ دیوراج کے سوا کوئی اور اس کا آلہ کار نہیں تھا۔ اس بنگلے میں کوئی ملازم بھی نہیں تھا۔ جسے وہ آلہ کار بناتا۔

اس نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ کرکے کہا "میں بری طرح ناکام ہو رہا ہوں۔ کرونا پھر میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اب وہ گوا چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلی جائے گی۔ پلیز میری مدد کرو۔"

"کیا میں نے تمہاری مدد کرنے کا ٹھیکا لیا ہے؟ ایک بار اس کے پاس پہنچایا تھا پھر وہ کیسے ہاتھ سے نکل گئی؟"

"وہ بہت چالاک ہے۔ اس نے معلوم کرلیا کہ میں اس کے قریب آرہا ہوں۔ ایک دیوراج ہی آلہ کار تھا۔ اس نے اسے بے ہوش کردیا ہے۔ جب وہ ہوش میں آئے گا تو پتا چلے گا کہ وہ گوا چھوڑ کر جا چکی ہے۔"

"ایک عورت کو اپنی گرفت میں نہیں رکھ سکتے اور چلے ہو فرہاد سے ٹکرانے۔ بہرحال میں پھر اسے تلاش کرنے کی کوشش کروں گی۔ اس کا سراغ ملتے ہی تمہیں اس کے پاس پہنچاؤں گی۔"

اعلیٰ بی بی نے اسے ڈی فرہاد اور ازبکستان سے دور رکھنے کے لیے کرونا کے معاملے میں الجھا دیا تھا۔ آئندہ وہ پھر ازبکستان میں مصروف رہنا چاہتا تو وہ پھر اسے کرونا کے قریب پہنچا دیتی۔ فی الحال وہ اپنی ناکامی پر جھنجلا رہا تھا۔

○☆○

جے وی شوٹر یہودی تنظیم کا سربراہ تھا۔ پچھلے باب میں اکبر خان اور ماریہ کا ذکر ہوچکا ہے۔ آئندہ بھی ان کا ذکر اس لیے ضروری ہے کہ اکبر خان جیسے پاکستانی کس طرح یہودی تنظیم کے زیر اثر رہتے ہیں اور کس طرح اپنے پورے خاندان... اور اپنی پوری نسل کو یہودی نواز بنا دیتے ہیں۔ یہ جاننا ہر محب وطن پاکستانی کے لیے لازمی ہے۔

ماریہ یہودی تھی۔ اس نے اکبر خان کو اپنا دیوانہ بنا رکھا تھا۔ یہودی تنظیم کی طرف سے اسے لاکھوں روپے ملتے رہتے تھے۔ اس کے بیٹوں جبار خان اور نعیم خان کو اعلیٰ سرکاری عہدے دلائے گئے تھے اور اس کی بیٹی انیلہ لندن میں یہودیوں کے ماحول میں رہ کر تعلیم حاصل کرکے پاکستان آئی تھی۔

ماریہ نے اکبر خان کے پورے خاندان کو یہودی بنا دیا تھا۔ انہوں نے باقاعدہ یہودی مذہب قبول نہیں کیا تھا لیکن یہودیوں کے کٹر حامی بن کر برائے نام مسلمان رہ گئے تھے لیکن ان کی بیٹی انیلہ ایک محب وطن عمران کے عشق میں گرفتار ہوگئی تھی۔

عمران اسلامی احکامات کے مطابق زندگی گزارتا تھا۔ اس کی محبت نے انیلہ کو یہودیت سے متنفر کرکے اسلام کی طرف مائل کیا تھا۔ دوسری طرف ان کا بیٹا اسد بھی ایک اسکول ٹیچر شائستہ کا دیوانہ تھا۔ شائستہ بھی اپنی محبت سے اسد کو دین اسلام کی طرف مائل کرچکی تھی۔ یہ بات یہودی تنظیم کے سربراہ جے وی شوٹر کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ اس نے جبار خان اور نعیم خان کو وارننگ دی تھی کہ وہ اپنی بہن انیلہ کو اور بھائی اسد کو اسلام کی طرف مائل ہونے سے روکیں۔ ورنہ ان کے عہدے ان سے چھین لیے جائیں گے اور لاکھوں روپے کی امداد بند کردی جائے گی۔

نعیم خان پولیس کا سینئر افسر تھا۔ اس نے شائستہ کو وارننگ دی تھی کہ وہ اس کے بھائی اسد کا پیچھا چھوڑ دے۔ شائستہ' اسد کی محبت سے باز نہیں آئی۔ نعیم خان نے دو بدمعاشوں کے ذریعے اسے اغوا کرایا۔ وہ اس کی عزت لوٹ کر اسے ہلاک کردینا چاہتا تھا ایسے وقت الپا اور کبریا نے اس کی مدد کی۔ شائستہ بخیریت گھر واپس آگئی۔ اسد اپنے بھائی نعیم خان سے نفرت کرنے لگا۔ نعیم کے دونوں پیروں میں گولیاں لگی تھیں۔ وہ اپاہج ہوچکا تھا۔

اسی طرح عمران کو بھی انیلہ سے دور کرنے کے لیے اس پر حملے کیے گئے تھے۔ الپا اور کبریا نے اسے بھی دشمنوں سے بچالیا۔ یہودی تنظیم کا سربراہ جے وی شوٹر سمجھ گیا کہ ان کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ اب اسے پاکستان میں بہت سنبھل کر رہنا ہوگا۔

وہ یوں بھی محتاط رہتا تھا۔ اپنی تنظیم کے دوسرے عہدے داروں اور کارکنوں کے سامنے نہیں آتا تھا۔ کسی نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں جگہ نہیں بنا سکتا تھا۔

وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ شائستہ اور عمران کے پیچھے کون خیال خوانی کرنے والا ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسی کے ملک اسرائیل کی ٹیلی پیتھی جاننے والی یہودن الپا اس کے خلاف مسلمانوں کے کام آرہی ہے۔ اس نے اسرائیلی اکابرین سے کہا "یہاں ہماری تنظیم کے خلاف کوئی ٹیلی پیتھی

جاننے والا ہے۔ آپ الپا سے کہیں کہ وہ ایسے خیال خوانی کرنے والے کا سراغ لگائے۔ ورنہ یہ دشمن ہمارے اگلے منصوبوں کو بھی ناکام بناتا رہے گا۔"

اکابرین نے جواب دیا "پتا نہیں الپا کہاں چھپی ہوئی ہے۔ وہ دن میں کبھی ایک بار کبھی دو بار رابطہ کرتی ہے۔ ہمارا ذاتی کام کردیتی ہے لیکن وہ دل سے ملک اور قوم کی خدمت نہیں کررہی ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "اب وہ پہلے جیسی الپا نہیں رہی ہے۔ کبھی کچھ کام آہی جاتی ہے۔ اب وہ آئے گی تو اس کے سامنے تمہارا مسئلہ پیش کیا جائے گا۔"

دوسری طرف کبریا معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہودی تنظیم کا سربراہ کون ہے۔ وہ الپا کے ساتھ امریکا میں ڈی فرہاد کے قتل میں مصروف تھا۔ اس کے علاج کے دوران اتنی فرصت نہیں تھی کہ وہ پاکستان میں یہودی تنظیم کے خلاف کچھ کرسکتا تھا۔ اس نے الپا سے کہا "سسٹر! آپ اسرائیلی اکابرین کے ذریعے معلوم کرسکتی ہیں کہ یہاں ان کی تنظیم کا سربراہ کون ہے۔"

الپا نے کہا "میں سوچ رہی ہوں' ان اکابرین سے اس سربراہ کے بارے میں معلوم کروں لیکن میں اس سربراہ سے ملنا نہیں چاہوں گی کیونکہ وہ میرا ہم مذہب اور ہم وطن ہے۔ ہر ملک کے ایجنٹ دوسرے ملکوں میں ایسی سیاسی اور دینی سرگرمیاں جاری رکھتے ہیں۔ میرے ملک کے کچھ لوگ یہاں ایسا کررہے ہیں تو انہیں ایسا کرنے کا حق ہے۔ میں دوسے زیادہ یہ کروں گی کہ پاکستان میں ان کی سرگرمیوں کو بند کروں گی۔ انہیں یہاں سے چلے جانے کا مشورہ دوں گی۔"

"گیارہ آپ کے مشورے پر عمل کریں گے؟"

"آج تک میرے ملک کے اکابرین میرے مشوروں پر عمل کرتے آرہے ہیں۔ وہ میری بات مان لیں گے۔"

اس نے اپنے ملک کے اکابرین سے رابطہ کیا۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا "آپ چوبیس گھنٹوں میں ایک یا دوبارہ ہمارے پاس آتی ہیں۔ آج تیسری بار آئی ہیں۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم آپ سے معلوم کرنا چاہتے ہیں' اصل فرہاد کہاں ہے؟"

ایک حاکم نے کہا "آپ نے پچھلی بار کہا تھا کہ اصلی فرہاد امریکا میں قیدی بنا ہوا ہے۔ جبکہ ازبکستان میں بھی ایک فرہاد موجود ہے آپ اس دوسرے فرہاد کے بارے میں کیا کہیں گی؟ جبکہ وہاں کی اسلامی تنظیم اسے تحفظ فراہم کررہی ہے۔"

الپا نے کہا "میں نے قیدی فرہاد کے خیالات پڑھے تھے' اس کے چور خیالات بھی اسے فرہاد کہہ رہے ہیں۔ ازبکستان میں پناہ لینے والے فرہاد کے دماغ میں کبھی پہنچنے کا موقع ملے گا تو اس کے بارے میں کچھ کہہ سکوں گی۔"

"کیا عدالت میں اس قیدی فرہاد کو سزائے موت کا حکم سنایا جائے گا؟"

"وہ فرہاد ان کی قید سے فرار ہوچکا ہے۔"

سب نے حیرانی سے یہ خبر سنی۔ الپا نے کہا "امریکی حکام اس کے فرار ہونے کی خبر چھپا رہے ہیں لیکن یہ بات چھپنے والی نہیں ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "پاکستان میں ہماری یہودی تنظیم کے لیے ایک مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ وہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پہنچا ہوا ہے۔ وہ ہمارے معاملات میں مداخلت کرنے لگا ہے۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟"

"آپ یہ بتائیں کہ وہاں یہودی تنظیم کا سربراہ کون ہے؟"

"آپ جانتی ہیں کہ ہمارے خاص عہدے دار اور افسران یوگا کے ماہر ہیں۔ وہ روپوش رہ کر اپنے ملک اور قوم کی خدمت کررہے ہیں۔ وہ ہم سے بھی چھپتے ہیں۔ ہم صرف ان کے نام جانتے ہیں اور سروس ریکارڈ میں ان کے کارنامے پڑھتے رہتے ہیں۔"

کبریا رازداری سے الپا کے دماغ میں جایا کرتا تھا۔ کبریا کو اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ وہ اپنے اکابرین کی باتوں کو درست سمجھ رہی ہے۔ اس نے یہ معلوم کیا کہ پاکستان میں یہودی تنظیم کے سربراہ کا نام جے وی شوٹر ہے لیکن وہ اکابرین یہ نہیں جانتے تھے کہ جے وی شوٹر اصلی نام ہے یا اس نام کے پیچھے کوئی اور چھپا ہوا ہے۔ اکابرین کے پاس اس کا کوئی ریکارڈ نہیں تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کس ملک سے آیا ہے اور پاکستان میں کس حیثیت سے رہائش اختیار کیے ہوئے ہے۔

الپا نے کبریا سے کہا "صرف اسرائیلی انٹیلی جنس کے دو اعلیٰ عہدے دار اس کی اصلیت جانتے ہیں اور وہ دو عہدے دار بھی یوگا کے ماہر ہیں۔ فی الحال جے وی شوٹر تک پہنچنا محال ہے۔"

کبریا نے کہا "ہم دوسرے ذرائع استعمال کریں گے اس کے خاص ماتحتوں اور اس تنظیم کے اہم کارکنوں کے ذریعے

اس کا سراغ لگائیں گے۔"

یہ بات یقینی تھی کہ جے وی شوٹر کوئی غیر ملکی ہوگا' پاکستانی اور ایشیائی باشندوں سے مختلف ہوگا۔ پاکستان میں غیر ملکی باشندوں کی تعداد کم ہے۔ ان میں اسے تلاش کیا جاسکتا تھا۔ کبریا کی دو طرفہ مصروفیات تھیں۔ وہ ڈی فرہاد کا علاج کرا رہا تھا۔ علاج کے ذریعے اس کی ذہنی اور جسمانی توانائی بحال کرا رہا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اچھی طرح چلنے پھرنے کے قابل ہوجائے گا۔

ان چوبیس گھنٹوں میں الپا اور کبریا یہودی تنظیم کے سربراہ کو تلاش کرنے میں مصروف ہوگئے تھے۔ اسلام آباد' کراچی' لاہور اور دوسرے بڑے شہروں میں جہاں بھی غیر ملکی تھے۔ ان سب کے متعلق معلومات حاصل کررہے تھے لیکن جے وی شوٹر کے سائے تک بھی پہنچ نہیں پا رہے تھے۔ وہ بہت چالاک تھا۔ اسے جیسے ہی معلوم ہوا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے معاملات میں مداخلت کررہا ہے' وہ پاکستان چھوڑ کر پڑوسی ملک چلا گیا تھا۔ وہاں محفوظ رہ کر اپنے ایجنٹوں کے ذریعے پاکستان کے خلاف کام کرنے لگا تھا۔

اس کا طریقہ کار مختلف تھا وہ تخریب کاری کرتا تھا لیکن بم کے دھماکوں اور قتل و غارت گری سے پرہیز کرتا تھا۔ وہ گفتگو اور مذاکرات کے ذریعے انتشار پھیلایا کرتا تھا۔ اس نے ایسی ہی خفیہ سازشوں کے ذریعے ماریہ کو آلہ کار بنا کر اکبر خان کے پورے خاندان کو اور پوری نسل کو یہودی نواز بنا دیا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو مذہب تبدیل کرنے کی طرف مائل نہ کیا جائے۔ کیونکہ کوئی اپنے باپ دادا کے مذہب کو نہیں چھوڑتا۔ البتہ بے شمار لوگوں کے ایمان کو کمزور بنایا جاسکتا ہے۔

وہ دہلی میں تھا۔ اس کا ایک خاص ماتحت اسلام آباد میں رہتا تھا۔ دہلی سے احکامات ملتے تھے اور وہ خاص ماتحت رندھیرورما ان پر عمل کرتا تھا۔ رندھیرورما بھارتی سفیر کا چیف سیکریٹری تھا۔ کوئی شبہ نہیں کرسکتا تھا کہ اس کا تعلق یہودی تنظیم سے ہے جبکہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں تھی کہ ہندو اور یہودی کبھی مسلمانوں کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھنا چاہتے۔ سفارتی سطح پر اسرائیل اور بھارت کے تعلقات بہت مضبوط اور گہرے تھے۔ وہ پاکستان کو کمزور بنانے کے لیے بھارتی سفارت خانے کے ذریعے یہودیوں کو سہولتیں فراہم کیا کرتے تھے۔

الپا اور کبریا یہودی تنظیم کے اہم کارکنوں کے خیالات پڑھتے رہتے تھے۔ ایک اہم کارکن کے خیالات سے پتا چلا کہ جو بہت ہی خفیہ احکامات ہوتے ہیں' وہ رندھیرورما سے ملتے ہیں۔ الپا نے کبریا سے کہا "میں امریکا میں ڈی فرہاد کو سنبھال رہی ہوں۔ تم رندھیرورما تک پہنچ کر مزید معلومات حاصل کرو۔"

ورما فون اور فیکس کے ذریعے یہودی تنظیم کے عہدے دار سے رابطہ کیا کرتا تھا۔ کبریا نے اس اعلیٰ عہدے دار کے دماغ میں رہ کر اسے فون پر رندھیرورما سے رابطہ کرنے پر مجبور کیا۔ رابطہ ہونے پر ورما کی آواز سنائی دی۔

مسٹر بنجامن! خیریت تو ہے؟ کیسے یاد کیا؟"

بنجامن نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا "ابھی کچھ دیر پہلے فون پر مجھے دھمکی دی ہے۔ پتا نہیں کون تھا' کہہ رہا تھا کہ پاکستان چھوڑ کر چلا جاؤں ورنہ چوبیس گھنٹے کے بعد مجھے مار دی جائے گی۔"

رندھیرورما نے کہا "کسی انتہا پسند مسلمان نے دھمکی دی ہوگی۔ شاید اسے معلوم ہوچکا ہے کہ تم یہودی ہو اور یہاں عیسائی بن کر آئے ہو۔"

"کسی کو میری اصلیت کیسے معلوم ہوسکتی ہے۔ میں نے خود کو کبھی کسی پر ظاہر نہیں کیا ہے۔"

"تم یہ تسلیم نہیں کرو گے کہ کبھی کبھی بہت زیادہ بات ہو۔ ایسے وقت ڈینگیں مارتے ہو۔ ہوش میں نہیں رہتے کیا کہہ رہے ہو۔ ایسی حالت میں تم نے کسی کے سامنے اصلیت اگل دی ہوگی۔ اب وہ تم سے تعلق رکھنے والوں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کررہے ہوں گے۔"

"تم جے وی شوٹر کے سامنے میرا مسئلہ پیش کرو۔ اس سے پوچھو مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"ظاہر ہے تمہیں فوراً یہ ملک چھوڑ کر چلے جانا چاہیے۔ ورنہ تمہاری وجہ سے یہاں چھپے ہوئے دوسرے یہودی بھی بے نقاب ہوجائیں گے۔"

کبریا ان کی باتوں کے دوران میں رندھیرورما کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے چور خیالات سے پتا چلا کہ جے وی شوٹر پاکستان میں نہیں انڈیا کے شہر دہلی میں ہے۔ بھارتی حکومت کے سائے میں بیٹھ کر پاکستان میں تخریبی کارروائیوں کے منصوبے بناتا ہے اور اپنے ماتحتوں کے ذریعے ان منصوبوں پر عمل کراتا رہتا ہے۔

اس نے دہلی سے حکم دیا کہ بنجامن پاکستان چھوڑ کر چلا آئے۔ ورنہ وہ دھمکی دینے والے مسلمان اس کے دوسرے یہودیوں کے لیے بھی بلائے جان بن جائیں گے۔

رندھیرورما کے خیالات سے معلوم ہوا کہ وہ دہلی کے جس علاقے میں رہتا ہے اسی علاقے میں ورما کی ایک بیوی اور جوان بیٹی بھی رہتی تھیں۔ وہ پاکستان آئی ہوئی تھیں اور ان انڈیا واپس جانے والی تھیں۔ کبریا نے فیصلہ کیا کہ خود دہلی جاکر جے وی شوٹر کو جہنم میں پہنچائے گا۔ اس نے رندھیرورما کو غائب دماغ بنا کر اپنے لیے انڈیا کا پاسپورٹ اور ویزا حاصل کیا۔ انڈیا کی خفیہ ایجنسی "را" اپنے ایجنٹوں کو پاکستان بھیجنے کے لیے جعلی پاسپورٹ اور ویزا بنواتی تھی۔ کبریا نے ان سے یہ سب کچھ اپنے لیے بھی حاصل کرلیا۔

وہ سفر کے آغاز میں اپنی سیٹ پر آکر بیٹھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹوں پر رندھیرورما کی بیوی اور بیٹی بیٹھی ہوئی تھیں۔ دونوں نے اس قد آور جوان کو دیکھا۔ وہ ایک بھرپور یورپی کی طرح لمبا تڑنگا باڈی بلڈر تھا لیکن داڑھی مونچھیں نہیں تھیں۔ ابھی مسیں بھیگ رہی تھیں۔ داڑھی مونچھیں نکلنے والی تھیں۔ مسز ورما نے کہا "ہم دہلی جارہے ہیں۔ یہ میری بیٹی شلپا ورما ہے لیکن سب اسے چمتکار ورما کہتے ہیں۔"

کبریا نے کہا "چمتکار کے معنی ہیں معجزہ MIRACLE۔ لایعنی معجزے دکھاتی ہے؟"

"ہاں۔ اسے مستقبل کی کچھ باتیں پہلے سے معلوم ہوجاتی ہیں۔ یہ پیش آنے والے خطرات کو پہلے سے سمجھ لیتی ہے۔"

کبریا یہ سنتے ہی محتاط ہوگیا۔ شلپا کو اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہوسکتا تھا۔ اس وقت وہ بڑی توجہ سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا "ہائے' میرا نام وجے ورما ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ ہم ورما فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔"

شلپا نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ کبریا نے اسے تھام لیا۔ وہ ہاتھ اس کی طرح خوب صورت ملائم اور چکنا تھا۔ مصافحہ کرتے ہی پھسل گیا۔ دوسرے لفظوں میں شلپا نے جلدی سے ہاتھ چھڑا لیا۔ جیسے کبریا نے کرنٹ پہنچایا ہو۔ اپنا ہاتھ کو سہلاتے ہوئے بولی "تم وہی ہو۔"

اس نے پوچھا "کون ہوں؟"

مسز ورما نے پوچھا "بیٹی! تم اسے جانتی ہو؟"

وہ کبریا کو دیکھتے ہوئے بولی "میری آتما شکتی کہہ رہی ہے کہ ایک ہینڈسم میری زندگی میں آئے گا وہ عمر میں مجھ سے بڑا ہوگا مگر پہاڑ جیسا مرد ہوگا۔ تم ایسے ہی ہو مگر مجھ سے عمر میں بہت زیادہ لگ رہے ہو۔"

"میں پندرہ برس کا ہوں اپنے سولہویں سال کے ساتویں مہینے میں ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "او نو! کیا تمہیں لڑکیوں کی طرح اپنی عمر گھٹانے کی عادت ہے؟"

مسز ورما نے کہا "میں نے ایسے جوانوں کو دیکھا ہے جو اپنی عمر سے زیادہ چوڑے اور ہٹے کٹے ہوتے ہیں یہ سچ مچ پندرہ یا سولہ برس کا ہے۔"

وہ بدستور حیرانی سے بولی "مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ یہ مجھ سے تین برس چھوٹا ہے۔"

کبریا نے کہا "تم ہماری بات نہ مانو اپنی آتما شکتی پر بھروسا کرو۔ تمہاری آتما شکتی نے کہا تھا کہ تمہاری زندگی میں آنے والا عمر میں تم سے کم ہوگا۔"

"تم اس جہاز میں آئے ہو۔ میری زندگی میں نہیں آئے ہو اور نہ ہی آؤ گے۔ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"بعض اوقات ارادے کے بغیر بھی بہت کچھ ہوجاتا ہے۔"

وہ شلپا کے دماغ میں پہنچ چکا تھا اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ اسے دیکھتے ہی متاثر ہوگئی ہے۔ مصافحے کے وقت اس کی فولادی گرفت نے اس کے دل کو جکڑ لیا تھا۔ وہ فی الحال کبریا سے کترا رہی تھی' گھبرا رہی تھی۔ اس کی آتما شکتی نے کہا تھا کہ اس کی زندگی میں آنے والا کم عمر نوجوان غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہوگا۔ وہ اس کی دیوانی بن کر رہ جائے گی۔ وہ آگے نکل جائے گا اور یہ ساری زندگی اس کے پیچھے بھاگتی رہے گی اور وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔

کبریا کو بھی کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ ابھی اس نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تھا۔ اس کے اندر عشقیہ جذبات نہیں تھے۔ وہ میری اور سونیا کی طرح بڑے بڑے کارنامے انجام دینا چاہتا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کے ماہرین نے اور ہم نے جو ٹریننگ دی تھی' وہ ان پر عمل کرتا تھا۔ پہلی ٹریننگ یہی تھی کہ کسی عورت پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے دشمن حسن و شباب کو ہتھیار بنا کر ٹریپ کرتے ہیں۔ لہٰذا دشمنوں کے اس خوب صورت اور پرکشش ہتھیار سے ہمیشہ کترانا چاہیے۔

مسز ورما نے پوچھا "دہلی میں کہاں رہتے ہو؟"

"میں لکھنؤ کا رہنے والا ہوں۔ دہلی میں میرا کوئی نہیں ہے۔ میں وہاں دو چار دن ہوٹل میں رہوں گا پھر لکھنؤ چلا جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی وہ مسز ورما کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولی "ہم بہت بڑے بنگلے میں رہتے ہیں۔ تم ہوٹل میں نہ رہو۔ ہمارے ساتھ رہو گے تو ہماری تنہائی دور

ہوگی۔"

شلپا نے کہا "ممی! یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ پہلی ملاقات میں کسی اجنبی کو اچھی طرح سمجھے بغیر اپنے گھر کے دروازے پر بھی نہیں آنے دینا چاہیے اور آپ اسے گھر کے اندر بلا رہی ہیں۔ ہمارے ساتھ رہنے کو کہہ رہی ہیں؟"

ماں نے اس سے پوچھا "تمہاری آتما شکتی کیا کہتی ہے کیا یہ ہمیں نقصان پہنچائے گا؟"

"ابھی میری آتما شکتی کچھ نہیں کہہ رہی ہے۔"

"جب کوئی خطرے کی بات ہوتی ہے تو تمہیں پہلے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ اس نوجوان سے کوئی خطرہ نہیں ہے پھر اعتراض کیوں کر رہی ہو؟"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پھر اچانک پریشان ہوگئی۔ ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام کر بولی "ممی! آئی ایم گوئنگ ٹوبی لوسٹ!"

ماں نے اس کی سیٹ کی پشت کو آرام دہ بناتے ہوئے کہا "ایزی بے بی ایزی۔ آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ۔ کوئی تمہیں ڈسٹرب نہیں کرے گا۔"

وہ آنکھیں بند کر کے سیٹ پر نیم دراز ہوگئی۔ مسز ورما نے کبریا کو اشارے سے سمجھایا کہ وہ کوئی بات نہ کرے۔ خاموش رہے۔ کبریا بھی خیال خوانی کے لیے خاموشی چاہتا تھا۔ وہ شلپا کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کے دماغ نے بتایا کہ اس پر ایک طرح کا دورہ پڑتا ہے۔ پہلے سے کوئی بات معلوم ہونے والی ہو تو اس کی آنکھوں کے سامنے کئی رنگوں کے قمقمے جلنے بجھنے لگتے ہیں۔ روشنی کا ایک جھماکا ہوتا ہے۔ کسی کی آواز سنائی دیتی ہے۔ کوئی رازدارانہ سرگوشی میں کہتا ہے "اے! اے! وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے اور وہی ہوگا جو ہونے والا ہے۔"

پھر شلپا کو وہی دکھائی دیتا ہے' جو ہونے والا ہوتا ہے لیکن جو دکھائی دیتا ہے' وہ مبہم سا ہوتا ہے۔ اشارے کنائے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کچھ ایسا ہونے والا ہے۔

اس بار شلپا کے دماغ میں کوئی کہہ رہا تھا "اے! اے! دیکھو میں آگیا ہوں۔ تم جس کا انتظار وہ ولدار آگیا ہے۔"

کبریا اس کے دماغ میں تھا۔ یہ آوازیں سن رہا تھا۔ حیران ہو رہا تھا کیونکہ اس کے اندر اس کی اپنی آواز سنائی دے رہی تھی۔ شلپا نے ابھی اس سے باتیں کی تھیں اس کی آواز اور اس کا لہجہ سنا تھا۔ وہی آواز اور وہی لہجہ اب وہ اپنے اندر سن رہی تھی جبکہ کبریا کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔

اس وقت وہ تصور میں دیکھ رہی تھی' ایک سایہ اسے پکڑ رہا تھا۔ اس کے کپڑے پھاڑ رہا تھا۔ وہ بھاگنا چاہتی تھی راستہ روک کر اسے دبوچ رہا تھا۔ ایسے وقت اس نے کبریا کو دیکھا۔ کبریا نے دشمن کے سر پر ایک ہاتھ مارا' وہ دھنستا چلا گیا۔ وہ گردن تک دھنس گیا۔ صرف کبریا کا ہاتھ اور وہ اس کے سر پر چڑھ کر اونچی ہوگئی۔ کبریا کی گردن کے گرد بازو ڈال کر اسے چومنے لگی۔ ایسے وقت اس نے دھکا دیا اور اسے جا کر گرپڑی پھر سر گھما کر دیکھا تو وہ نہیں تھا۔

وہ تصوراتی منظر ختم ہوگیا۔ شلپا سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے نیم دراز تھی۔ آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی۔ اسے یاد آیا کہ وہ جہاز میں سفر کر رہی ہے اور شکتی کے ذریعے نظر آنے والا کبریا اس کا ہم سفر ہے۔ اس نے فوراً ہی آنکھیں بند کرلیں۔ وہ ابھی اسے دیکھنا اور اس سے مخاطب ہونا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے دل میں چور تھا۔ اس نے دیکھا تھا کہ اسے چوم رہی ہے۔ یہ پہلے سے تھی کہ وہ اس سے دیوانہ وار محبت کرنے والی ہے۔

مسز ورما نے کہا "بیٹی! ایک بار آنکھیں کھولنے سے تمہیں آرام آجاتا ہے پھر کیوں آنکھیں بند کی ہیں؟ طبیعت ٹھیک ہے؟"

اس نے آنکھ نہیں کھولی۔ بدستور آنکھیں بند رکھے ہوئے بولی "میں ٹھیک ہوں مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔"

کبریا نے دل میں کہا "تم مجھ سے کترا رہی ہو مگر تمہیں آنکھیں کھولنے پر مجبور کروں گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ مسز ورما نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

اس نے کہا "پیچھے ایک سیٹ خالی ہے۔ وہاں جا بیٹھوں گا۔"

کبریا کی مرضی کے مطابق مسز ورما خاموش رہیں۔ وہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ شلپا سوچ رہی تھی "وہ جا چکا ہے تھینکس گاڈ! اب میں آنکھیں کھول کر ایزی لی سفر کر سکوں گی۔"

وہ آنکھیں کھول کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ سر گھما کر دیکھا تو کبریا اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ وہ بوکھلا گئی پھر ذرا خفگی میں بولی "تم تو دوسری جگہ جا رہے تھے؟"

"یہ جہاز زمین اور آسمان کے بیچ میں ہے۔ میں دوسری جگہ کہاں جا سکوں گا۔"

وہ جھنجلا کر بولی "تم کسی دوسری سیٹ پر جانے والے تھے۔"

"میری سیٹ کی تبدیلی سے تمہیں کیا دلچسپی ہے؟"

"مجھے۔ مجھے کیا دلچسپی ہوگی۔ مجھے تم سے کیا لینا ہے؟ تم کہیں بھی جاؤ۔"

"میں نے ایسا نہیں کہا ہے۔"

مسز ورما نے کہا "ابھی تم نے کہا ہے۔ کیوں اس بے چارے سے الجھ رہی ہو؟"

"مجھے کسی سے الجھنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں تو بات بھی نہ کروں۔"

وہ دوسری طرف منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ کھڑکی کے پار بادلوں کو دیکھنے لگی۔ کبریا نے اسے اپنی طرف دیکھ کر بولنے پر مائل کیا۔ وہ ادھر گھومنا نہیں چاہتی تھی لیکن بے اختیار گھوم کر بولی "تم نے اپنا نام کیا بتایا تھا؟"

"مجھ بے چارے کو وجے ورما کہتے ہیں۔ تم نام پوچھنے کے بہانے باتیں کر رہی ہو۔"

"نام پوچھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باتیں کر رہی ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی "ممی! آپ میری سیٹ پر آجائیں۔"

مسز ورما اس کی سیٹ پر چلی گئی۔ وہ کبریا کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے بولی "میں تم سے ڈرتی نہیں ہوں اور نہ ہی تم سے کترا رہی ہوں۔ میں تم سے آنکھیں ملا کر باتیں کر سکتی ہوں۔"

اس کی ماں نے کہا "تم اس سے باتیں نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ اب باتیں کرنے کے لیے اس سے لگ کر بیٹھ گئی ہو۔ کیا ہوگیا ہے تمہیں؟"

وہ اندر سے پریشان تھی۔ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اسے کیا ہوگیا ہے؟ اس جوان سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی مگر بولتی چلی جا رہی تھی۔ اس سے کترانا چاہتی تھی لیکن ماں کو وہاں سے ہٹا کر اس کے پاس آکر لگ کر بیٹھ گئی تھی اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی قربت اچھی لگ رہی تھی۔

اس نے تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں بند کرلیں سوچنے لگی "میں بے اختیار کیوں اس کی طرف کھنچی جا رہی ہوں؟ بے شک یہ مجھے اچھا لگ رہا ہے لیکن مجھے اس کی طرف بڑھنا نہیں چاہیے اسے میری طرف آنا چاہیے۔" وہ بے چینی سے سوچنے لگی "بے اختیار اس کے پاس چلی آئی ہوں مجھے اپنے آپ کو قابو میں رکھنا چاہیے۔"

کبریا نے اسے کشمکش میں مبتلا رہنے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس کی ماں کے ذہن میں اس ارادے کو مستحکم کرتا رہا کہ وہ اسے مہمان بنا کر اپنے ساتھ لے جائے گی۔ رندھیر ورما کے خیالات پڑھنے کے بعد معلوم ہوا تھا کہ جے وی شوٹر سے سیاسی معاملات کے علاوہ ذاتی تعلقات بھی ہیں۔ وہ اکثر اس کے بنگلے میں آتا ہے اور ان ماں بیٹی کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے جایا کرتا ہے۔ کبریا ان ماں بیٹی کے ساتھ رہ کر جے وی شوٹر کے بالکل قریب آسکتا تھا اور آسانی سے اسے ٹریپ کر سکتا تھا۔

○☆○

آرمی کے وہ یوگا کے ماہر افسران ایک دوسرا فرہاد تیار کر چکے تھے۔ پلاسٹک سرجری کے ماہرین نے بڑی مہارت سے اس ڈی کو میرا ہم شکل بنایا تھا۔ وہ ڈی میرے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔ اسے مزید معلومات فراہم کی جا رہی تھیں۔ وہ بہترین نقال تھا۔ میرے چلنے پھرنے' ہنسنے بولنے کی کامیاب نقل کرتا تھا۔ نمبر سیون نے تنویمی عمل کے ذریعے میری اور بہت سی اہم باتیں اور عادتیں اس کے ذہن میں نقش کرائی تھیں۔ وہ اسے ذہنی اور جسمانی طور پر مکمل فرہاد بنا چکے تھے۔

اعلیٰ بی بی نمبر سیون کے اندر رہ کر یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اس ڈی فرہاد کے دماغ کو لاک کر دیا گیا تھا۔ اس کے اندر صرف نمبر سیون ہی پہنچ سکتا تھا اور اعلیٰ بی بی تو نمبر سیون کے ذریعے کہیں بھی پہنچ جاتی تھیں۔

اب اگلے مرحلے پر ان کا منصوبہ یہ تھا کہ اس ڈی فرہاد کو قید سے فرار ہونے دیں اور اس کے فرار ہونے کی خبر عام کریں اور وہ ڈی مختلف ذرائع سے یہ ظاہر کرتا رہے کہ وہ مخالفین سے چھپنے کے لیے مختلف ملکوں میں پناہ لیتا ہوا بابا صاحب کے ادارے میں تحفظ کے لیے جائے گا۔

الپا اور کبریا نے جس بیمار ڈی کو اغوا کیا تھا' وہ اب چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تھا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور دیگر جاسوس اس ڈی کو ابھی تک تلاش کر رہے تھے۔ آرمی کے افسران نے اعلیٰ بی بی سے کہا "تم مس گمنام (ان نون) کہلاتی ہو۔ پراسرار بن کر رہتی ہو۔ پتا نہیں کس طرح دوسروں کے راز معلوم کرلیتی ہو۔ کیا یہ بتا سکتی ہو کہ قیدی فرہاد کو کس نے اغوا کیا ہے؟ اور کیوں کیا ہے؟"

"میں کیا بتاؤں۔ تم میری معلومات پر یقین نہیں کرو گے۔"

"تم نے اب تک صحیح معلومات فراہم کی ہیں۔ ہم تمہاری بات کا یقین کریں گے۔"

وہ بولی "تمہارے ہاتھوں سے اصل فرہاد علی تیمور نکل

چکا ہے۔ تم اس شبے میں مبتلا رہے کہ وہ اصلی ہے یا نہیں؟ پتا نہیں الپا کس طرح انڈر گراؤنڈ سیل تک پہنچ گئی تھی۔ وہ اسے لے گئی ہے اور اب کہیں اس کا علاج کرا رہی ہوگی۔"

اس کی یہ بات سن کر انہیں چپ سی لگ گئی۔ انہوں نے پورے یقین کے ساتھ اس ڈی کو اصلی فرہاد مان کر قیدی بنایا تھا۔ بعد میں ازبکستان کے ڈی فرہاد نے ان کے یقین کو ڈگمگا دیا تھا پھر ان کے لیے اپنا یہ منصوبہ اہم تھا کہ ڈی کو فرار ہونے کا موقع دے کر بابا صاحب کے ادارے پر حملے کا جواز پیدا کیا جائے۔

اب اعلیٰ بی بی انہیں یقین سے کہہ رہی تھی کہ ان کے ہاتھوں سے فرہاد نکل چکا ہے۔ وہ اسے قیدی بنا کر ہلاک کرسکتے تھے۔ اپنے سب سے بڑے اور ناقابل شکست دشمن سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کرسکتے تھے لیکن اب جیتی ہوئی بازی ہار چکے تھے۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ ضروری نہیں ہے کہ مس اَن نون کی ہر بات درست ہو۔ جسے اغوا کیا گیا ہے' وہ اصلی فرہاد نہیں ہے۔ اصلی ازبکستان میں ہے۔ ہم دھوکا نہیں کھا رہے ہیں اپنے صحیح لائن آف ایکشن پر چل رہے ہیں۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "اگر ہم اپنے صحیح لائن آف ایکشن پر ہیں تو ہمارے لیے پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے لیکن ہم اگر بھٹک رہے ہیں تو وہ اغوا کیا جانے والا قیدی فرہاد ہمیں بہت نقصان پہنچائے گا۔"

نمبر سیون نے کہا "مس ان نون نے اب تک جتنی معلومات فراہم کی ہیں۔ وہ سب درست ثابت ہوئی ہیں۔ الپا نے اس قیدی فرہاد کو اسی لیے اغوا کیا ہے کہ وہ اصلی ہے۔ وہ مسلمانوں کی حامی ہوچکی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ جناب تبریزی نے اسے فرہاد کی حقیقت بتائی ہوگی۔ وہ اسے ہم سے چھیننے کے بعد کسی محفوظ پناہ گاہ میں لے گئی ہوگی۔ اس کا علاج کرا رہی ہوگی۔ فرہاد کی خیال خوانی کی صلاحیتیں جلد ہی بحال ہوجائیں گی پھر پتا نہیں وہ ہمارے خلاف کیسی کارروائیاں کرے گا۔"

"تمہارے دلائل سے وہ اصلی فرہاد ثابت ہو رہا ہے۔ وہ یہاں سے فرار ہونے کے بعد ہمارے خلاف زہر اگلے گا یا کہیں چھپ کر انتقامی کارروائیاں کرے گا۔ اس سے پہلے ہمارے ڈی فرہاد کو یہ دعویٰ کرنا چاہیے کہ وہ اصلی ہے اور اپنی حکمت عملی سے انڈر گراؤنڈ جیل توڑ کر آیا ہے۔"

یہ بات اتحادیوں اور دوسرے ممالک کے حکمرانوں تک پہنچ گئی تھی کہ میں اب قیدی نہیں رہا۔ انڈر گراؤنڈ سیل سے نکل آیا ہوں اور کہیں روپوش ہوں۔ امریکا اور اس کے اتحادیوں نے اپنے اپنے تمام چینلز سے یہ خبر عام کی کہ جس فرہاد کو بابا صاحب کے ادارے سے گرفتار کرکے لایا گیا تھا' وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مدد سے جیل توڑ کر فرار ہوگیا ہے۔

خبروں پر تبصرے کرنے والے پوچھ رہے تھے "بابا صاحب کے ادارے والوں نے قانونی تقاضے پورے کرنے کے لیے فرہاد کو امریکا کے حوالے کیا تھا۔ فرہاد خود عدالت میں پہنچ کر انصاف چاہتا تھا پھر وہ کیوں فرار ہوگیا؟"

جواب دیا جارہا تھا "فرہاد کو پہلے یقین تھا کہ اسے دہشت گرد ثابت نہیں کیا جاسکے گا لیکن اب اپنے خلاف ٹھوس ثبوت کی موجودگی نے اسے خوف زدہ کردیا ہے۔ اسے یقین ہوگیا ہے کہ اسے عدالت سے سزائے موت ملے گی۔ اسی لیے وہ جان کی امان کے لیے فرار ہوگیا ہے۔"

پھر سوال کیا گیا "وہ کس ملک میں ہے؟ کیا اس مفرور کو کوئی ملک پناہ دے گا؟"

جواب دیا گیا "کوئی ملک اسے پناہ نہیں دیتا۔ وہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرکے کسی بھی ملک کو پناہ دینے پر مجبور کردیتا ہے۔ ہم معلوم کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ وہ کس ملک میں ہے۔"

نمبر سیون نے ڈی فرہاد سے کہا "تم یہ ملک چھوڑ دو۔ ہم تمہارے فرار ہونے کی خبر عام کرچکے ہیں۔ تمہیں اب مفرور فرہاد کا رول ادا کرنا ہے۔"

ڈی نے پوچھا "مجھے کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے؟"

"یہاں سے افریقہ کے ایک شہر سن سٹی میں جاؤ۔ تم مختلف چینلز کے ذریعے تمہیں ٹی وی اسکرین پر دنیا والوں کے سامنے پیش کروں گا۔ تم بیان دو گے کہ تمہیں انڈر گراؤنڈ سیل میں رکھ کر خلافِ قانون بہت اذیتیں دی گئی ہیں اور تمہارے خلاف جھوٹا مقدمہ تیار کیا گیا ہے۔ لہٰذا تم اپنی سلامتی کے لیے وہاں سے فرار ہوگئے ہو۔ اب تم بابا صاحب کے ادارے میں جاکر امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف انتقامی کارروائیاں کرنے والے ہو۔"

"پھر تو مجھے سیدھا بابا صاحب کے ادارے میں جانا چاہیے۔"

"نہیں' دنیا والوں کو یہ دکھانا ہے کہ تمام دشمن تمہاری تلاش میں ہیں اور تم چھپتے چھپاتے بابا صاحب کے ادارے کی طرف جارہے ہو۔ یہ ڈراما ضروری ہے۔ ہم اس دوران میں بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کرنے کا مستحکم جواز پیدا کرلیں گے۔"

آرمی کے افسران' نمبر سیون کا یہ منصوبہ تھا' اتحادی ممالک اس منصوبے سے متفق تھے۔ لہٰذا اس ڈی فرہاد کو ایک رات ایک فلائٹ کے ذریعے امریکا سے دور کے لیے روانہ کردیا گیا۔ اتفاق سے الپا اور کبریا نے اسی رات اس فلائٹ میں قیدی فرہاد کو بھی پہنچا دیا۔ انہوں نے ائرپورٹ کی سیکورٹی والوں کے خیالات پڑھے تھے۔ پتا چلا تھا کہ کسی وجہ سے اس فلائٹ کے مسافروں کی سختی سے چیکنگ نہیں کی جائے گی۔ اینٹی میک اپ کیمرے ہٹا دیے گئے تھے۔ الپا اور کبریا نے اس نرمی سے فائدہ اٹھا کر اپنے فرہاد کو اس جہاز میں پہنچا دیا تھا۔

دونوں فرہاد فرضی ناموں سے سفر کررہے تھے۔ اعلیٰ بی بی نہیں جانتی تھی کہ کبریا کا اغوا کیا ہوا فرہاد بھی اسی جہاز میں اس کے ڈی فرہاد کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اور کبریا بھی نہیں جانتا کہ اعلیٰ بی بی نمبر سیون کے ذریعے اپنے ڈی فرہاد کے دماغ میں موجود ہے۔

نمبر سیون اور آرمی افسران بھی یہ سوچ نہیں سکتے تھے کہ دونوں فرہادیوں ایک جگہ مل بیٹھیں گے۔ ویسے ان میں سے ابھی کوئی نہیں جان رہا تھا کہ ایسا اتفاق ہو رہا ہے۔ ان دونوں کے نام اور صورتیں بدلی ہوئی تھیں۔ کبریا کے فرہاد نے ڈی فرہاد سے تعارف حاصل کرنے کے لیے مصافحہ کیا "میرا نام جیکی فرائیڈ ہے۔ میں ساؤتھ افریقہ جارہا ہوں۔"

ڈی فرہاد نے کہا "میرا نام فائنڈر جیمکن ہے۔ اتفاق سے میں بھی ساؤتھ افریقہ جارہا ہوں۔ وہاں میرے انکل بہت بڑے مل اونر ہیں۔"

وہ دونوں ایک دوسرے سے بول رہے تھے۔ نمبر سیون اور اعلیٰ بی بی نے جیکی فرائیڈ کے چور خیالات پڑھنے چاہے۔ اس نے سانس روک لی۔ کبریا بھی فائنڈر کی اصلیت معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے بھی سانس روک کر اسے بھگا دیا۔

اعلیٰ بی بی اور نمبر سیون نے سوچا کہ ان کے فائنڈر کا ذہن کچھ بیمار سا لگتا ہے پھر بھی اس نے ایک صحت مند کی طرح سانس روک لی ہے۔ اس ہم سفر جیکی کی اصلیت معلوم کرنی ہوگی۔

یکایک الپا اور کبریا کو کھٹک رہی تھی۔ ان کے جیکی کا ہم سفر فائنڈر جہاز میں بیٹھ کر پینے لگا تھا۔ اس کے باوجود اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لی تھی۔ الپا نے کہا "کوئی گڑبڑ ہے۔ ہمارے جیکی کا ہم سفر یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ کوئی اس کے اندر ہے جو پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرا رہا ہے اور اس کے دماغ کو لاک کررہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے اپنے معمول نمبر سیون کی سوچ میں کہا "ہمارے فائنڈر کا ہم سفر بیمار ہے۔ اس کے باوجود ہمیں اپنے اندر آنے سے روک رہا ہے۔ کسی نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔"

نمبر سیون نے کہا "ہماری قید سے فرار ہونے والا فرہاد بیمار تھا۔ یہ جیکی بھی بیمار ہے۔ اسے علاج کے ذریعے دو دنوں میں چلنے پھرنے کے قابل بنایا گیا ہے۔ ساؤتھ افریقہ پہنچنے سے پہلے ہمیں اس کی اصلیت معلوم کرنی ہوگی۔"

الپا نے کبریا سے کہا "میں یقین سے کہتی ہوں۔ فائنڈر کے دماغ میں اعلیٰ بی بی اور نمبر سیون چھپے ہوئے ہیں۔ یہ فائنڈر ہی ان کا نیا ڈی فرہاد ہے۔ ہمیں ہوشیار رہنا چاہیے' اعلیٰ بی بی موقع سے فائدہ اٹھا کر تمہارے منصوبے کو ناکام

جاسوسی ڈائجسٹ کا تھرلنگ خیز سلسلہ

ایک ایسے نوجوان کی داستانِ عبرت

جو حالات کے جال میں پھنس کر جرائم

کی دلدل میں پھنستا چلا گیا

انعام یافتہ مشہور مصنف جبار توقیر کا منفرد انداز تحریر

کتابی شکل میں تیار ہے

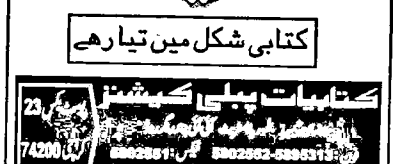

بنائے گی۔"

کبریا نے کہا "ہمیں سمجھنا چاہیے' اعلیٰ بی بی میری پلاننگ کے خلاف کیا کرے گی؟"

الپا نے کہا "ہم ابھی سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ پہلے اپنے جیکی فرہاد کے تحفظ کی فکر کرو۔ جہاز کے پورے عملے کو اپنے کنٹرول میں لو۔ ہم ان کے ڈی فرہاد کے لیے بھی مصیبتیں پیدا کریں گے۔"

وہ دونوں جہاز کے پائلٹ' کوپائلٹ' اسٹیوارڈ اور ائر ہوسٹس کو اپنے قابو میں کرنے لگے۔ حاضر دماغی کا تقاضا یہی تھا۔ اس لیے اعلیٰ بی بی بھی پائلٹ وغیرہ کے دماغوں میں پہنچنے لگی۔ پتا چلا' ان کے اندر بھی کوئی موجود ہے۔ حالات سمجھا رہے تھے کہ کبریا ہو سکتا ہے۔

اس نے فوراً مجھے مخاطب کیا "پاپا! ہم ایک مشکل سچویشن میں مبتلا ہیں۔ کبریا کا ڈی فرہاد اسی طیارے میں ہے' جس میں امریکا کا بنایا ہوا نیا ڈی فرہاد سفر کر رہا ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں' میں اس نئے ڈی فرہاد کے ذریعے دشمنوں کو ناکام بنانے والی ہوں۔ آپ کبریا کو سمجھائیں وہ اپنے قیدی فرہاد کو دور رکھے۔ مجھ سے نہ ٹکرائے۔ ورنہ ہم دونوں کو نقصان پہنچے گا۔"

میں نے سونیا سے کہا "تم نے بیٹے کی حمایت کی ہے اور بیٹی کے خلاف محاذ بنایا ہے۔ اب ایسی سچویشن ہے کہ وہ دونوں ٹکرائیں گے جس کے نتیجے میں وہ جہاز تباہ ہو سکتا ہے یا کبریا کا ڈی فرہاد مارا جا سکتا ہے۔"

سونیا نے کہا "اعلیٰ بی بی کا بھی ڈی فرہاد مارا جا سکتا ہے۔ ابھی کبریا نے مجھے وہاں کے تمام حالات بتائے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اگر تمہاری لاڈلی اپنے منصوبے سے باز آجائے اور کبریا کی پلاننگ میں اس کا ساتھ دے۔ آپ اسے جھکنا سکھائیں۔ اگر ان دونوں نے جہاز کے پائلٹ کو اپنے اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کی تو سیکڑوں مسافروں کی جانیں جائیں گی۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "بیٹی! کبریا کی پلاننگ صحیح ہے۔ دشمنوں نے جس فرہاد کو بابا صاحب کے ادارے سے گرفتار کیا تھا۔ کبریا اسی فرہاد کے ذریعے ان کے منصوبوں کو خاک میں ملانے والا ہے۔"

وہ بولی "میں بھی یہی کر رہی ہوں۔ دنیا والے کیا جانیں کہ کس ڈی فرہاد کو بابا صاحب کے ادارے سے گرفتار کیا گیا تھا۔ وہ نیا ڈی فرہاد بھی ہو سکتا ہے۔ میں کسی بھی ڈی کو بابا صاحب کے ادارے تک پہنچنے نہیں دوں گی۔ دشمن یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ فرار ہونے والا فرہاد اس ادارے میں پناہ لے چکا ہے۔ دشمن اس ادارے پر حملہ کرنے کا جواز پیدا نہیں کر سکیں گے۔"

"تو پھر یہ کام کبریا کو کرنے دو۔ تم بھائی کی خاطر راستے سے ہٹ جاؤ۔"

"آل رائٹ پاپا! آپ کہہ رہے ہیں تو مان لیتی ہوں۔ میں اس مہم میں کبریا کی مشکلات آسان کرتی رہوں گی۔"

"شاباش بیٹی! آئی لو یو۔"

"آئی لو یو ٹو پاپا! میں جا رہی ہوں۔"

ان دونوں ہم سفر فرہاد کو یہ بتا دیا گیا تھا کہ انہیں ایک دوسرے پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ ابھی ان کی اصلیت معلوم کی جا رہی ہے۔ نمبر سیون آرمی افسران سے کہنا چاہتا تھا کہ اپنے ڈی فرہاد کے ہم سفر جیکی فرائیڈ کو افریقہ پہنچنے تک حراست میں لیا جائے۔ اس پر قیدی فرہاد کا شبہ ہو رہا ہے۔ وہ بیمار ہے اور خیال خوانی کی لہروں کو بھی دماغ میں آنے سے روک رہا ہے۔

اعلیٰ بی بی نے نمبر سیون کو ایسا کہنے کی اجازت نہیں دی۔ اسے یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ افریقہ پہنچتے ہی ان کا بنایا ڈی فرہاد اپنے ہم سفر سے دور ہو جائے۔ اس ہم سفر کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوگا تو اسے نقصان پہنچائے گا۔ لہٰذا سفر کے دوران میں بھی اسے اپنے ہم سفر سے الگ رہنا چاہیے۔

نمبر سیون قائل ہو گیا لیکن وہ اپنے طور پر اس فرار ہونے والے قیدی فرہاد کو بھی اپنے قابو میں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے اندر جگہ بنانے کے لیے اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلانا چاہتا تھا۔ جہاز میں کھانے کے دوران میں اعلیٰ بی بی نے اسے ایسا کرنے نہیں دیا۔ نمبر سیون ایک آلہ کار کے ذریعے جو دوا کھانے میں ملانا چاہتا تھا اسے اعلیٰ بی بی نے بدل دیا۔ دوسری طرف الپا نے ایسا کیا۔ اس نئے ڈی فرہاد کو کھانے کے ذریعے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیا۔

نمبر سیون پریشان ہو گیا۔ اسے فوری طبی امداد دی جانے لگی۔ آرمی کے افسران کو معلوم ہوا تو وہ بھی پریشان ہو گئے۔ انہوں نے نمبر سیون سے پوچھا "یہ کیسے ہو گیا؟"

وہ اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق بولا "نئے ڈی فرہاد کو ٹاپ سیکرٹ میں رکھا گیا تھا۔ اس کے باوجود مخالفین ہمارے ڈی تک پہنچ گئے ہیں۔ میں زیادہ مخالفین کی بات نہیں کروں گا۔ مجھے الپا پر شبہ ہے۔"

ایک افسر نے غصے سے کہا "وہی حرافہ ایسا کر رہی ہے۔"

اسے مخاطب کرو۔ اسے سمجھاؤ کہ وہ مسلمانوں کی حمایت کرے ہم سے دشمنی نہ کرے۔ ہم اسرائیلی اکابرین سے ابھی سلسلے میں بات کرتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے ایک آلہ کار کے ذریعے ان افسران سے پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟"

انہوں نے انجان بن کر کہا "کیا ہوگا؟ کچھ نہیں۔ کیا تم کوئی نئی بات کہنے آئی ہو۔"

"ہاں۔ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ تم لوگوں نے ایک نیا ڈی فرہاد تیار کیا تھا۔ وہ اب تمہارے لیے پرابلم بن گیا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ ہمارے لیے پرابلم کیوں بنے گا؟"

"وہ خود نہیں بنے گا لیکن قدرتی حالات اسے مجبور کر سکتے ہیں۔ وہ بیمار پڑ سکتا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مس اَن نون! ہمیں یقین ہو رہا ہے کہ تم کوئی اور نہیں الپا ہو۔ آواز بدل کر بول رہی ہو۔ یہ بات صرف الپا جانتی ہے کہ ہمارا ڈی فرہاد اچانک بیمار ہو گیا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "یہ کبھی نہیں جان سکو گے کہ میں کون ہوں۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو' ابھی الپا سے رابطہ کریں۔ اس سے باتیں کریں۔ ادھر میں تم سے باتیں کر رہی ہوں۔ کیا ایک الپا دو جگہ ہو سکتی ہے؟ ادھر بھی اور ادھر بھی؟"

ایسے وقت نمبر سیون نے آکر کہا "میں نے ابھی الپا سے باتیں کی ہیں۔ وہ اعتراف کر رہی ہے کہ اس نے ہمارے نئے ڈی فرہاد کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا ہے۔ وہ اصلی فرہاد کو ہماری قید سے نکال کر لے گئی ہے۔ اسے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانے دے گی۔ ہم اس ادارے کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "اب بتاؤ' جب الپا ادھر ہے۔ وہاں کے معاملات میں مصروف ہے تو پھر میں کون ہوں؟"

"ہم مانتے ہیں تم الپا نہیں ہو۔ تم نے اب تک ہمیں ٹیلی اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ ایک گزارش ہے۔ اتنا بتا دو الپا کس ملک اور کس شہر میں ہے؟"

"جس دن اور جس وقت معلوم ہوگا' تمہیں ضرور بتاؤں گی۔ ابھی میں اسے تلاش کر رہی ہوں۔ اوکے جا رہی ہوں پھر کسی وقت آؤں گی۔"

ان افسران نے اعلیٰ بی بی کے آلہ کار بننے والے افسر سے کہا "وہ جا چکی ہے۔ تم بھی جاؤ۔"

وہ افسر چلا گیا۔ نمبر سیون نے کہا "یہ مس اَن نون کون ہے؟ ہم آج تک معلوم نہ کر سکے۔ پتا نہیں کیسے پراسرار ذرائع کی مالک ہے۔ کوبرا' راسپوٹین اور ہمارے تازہ ترین حالات سے باخبر ہو جاتی ہے۔ کسی معاوضے اور لالچ کے بغیر اہم معلومات فراہم کرتی ہے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ہمارے معاملات سے دلچسپی لے کر کیا فائدے اٹھاتی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مس ان نون کسی وقت بھی ہمارے لیے مصیبت بن سکتی ہے۔ یہ کہاں رہتی ہے؟ کیا کرتی ہے۔ اس کا سراغ لگانا ہوگا۔ ابھی یہ بتاؤ' وہ ڈی فرہاد کیسا ہے؟"

"جہاز میں اسے طبی امداد پہنچائی گئی ہے۔ وہ گہری نیند سو رہا ہے۔ بیدار ہوگا تو یہ معلوم کر سکوں گا کہ وہ اچانک اعصابی کمزوری میں کیسے مبتلا ہو گیا تھا؟ الپا اس کے دماغ میں کیسے پہنچ گئی تھی؟"

نمبر سیون یہ کہنا چاہتا تھا کہ ان کے ڈی فرہاد کے ایک ہم سفر جیکی فرائیڈ پر اسے شبہ ہے۔ وہ سفر کے اختتام پر اسے حراست میں لے کر اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتا ہے لیکن اعلیٰ بی بی اسے ایسا کہنے کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارا ڈی فرہاد نیند سے بیدار ہونے کے بعد نارمل رہے گا لیکن الپا پھر کوئی گڑبڑ کرے گی۔ ہمارا یہ ڈی ہماری پلاننگ پر عمل کرے گا تو وہ بے جا مداخلت کرے گی۔"

دوسرے افسر نے کہا "بے شک وہ ہمارا کام بگاڑ سکتی ہے۔ ہم ابھی اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کر رہے ہیں۔ وہ اکابرین الپا کو ہمارے خلاف کام کرنے سے منع کریں گے۔ وہ ہم سے دوستی کرے یا نہ کرے۔ اسے ہماری مخالفت سے باز رکھیں گے۔"

نمبر سیون دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس کا ڈی فی الحال ناکارہ ہو گیا تھا۔ اس کا منصوبہ ناکام ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ الپا اسے فرہاد کا رول ادا کرنے سے باز رکھنے والی تھی اور وہ الپا کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔

○☆○

کبریا دہلی پہنچ گیا۔ مان نہ مان' میں تیرا مہمان کے مصداق شیلیا کا مہمان بن گیا۔ وہ اس سے کترا رہی تھی لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی طرح اس کی ماں بھی وجے ورما (کبریا) کے زیر اثر ہے۔ وہ اس بات سے پریشان تھی کہ دل آپ ہی آپ اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا پھر اسے قدرتی طور پر

گیان حاصل ہوتا رہتا تھا۔ وہ وقت سے پہلے جو واقعات اپنے تصور میں یا خوابوں میں دیکھتی تھی۔ ویسے ہی واقعات اس کی زندگی میں ضرور پیش آتے تھے۔

اس نے کئی دن پہلے خواب میں کبریا سے مشابہت رکھنے والے جوان کو دیکھا تھا۔ اس جوان نے کہا تھا "تم بہت سندر ہو مگر افسوس تم مجھ سے عمر میں بڑی ہو' میں تم سے شادی نہیں کروں گا۔"

اور شلپا نے کہا تھا "تم شادی کرو یا نہ کرو۔ میں تمہاری آغوش میں آتی رہوں گی۔ مرد کبھی عورت سے چھوٹا نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ جھپٹنے والا شیر ببر ہوتا ہے۔"

شلپا نے خواب میں یہ بھی پوچھا تھا "کیا تم جادو جانتے ہو؟ مجھے بتاؤ' میں تمہاری طرف کیوں کھنچی چلی آتی ہوں؟"

اس نے کہا تھا "میرے اندر غیر معمولی صلاحیتیں ہیں' جو تمہیں میری طرف کھینچتی رہتی ہیں۔ میری ان صلاحیتوں کو تم کبھی سمجھ نہیں پاؤ گی۔"

کئی دن پہلے دیکھا ہوا یہ خواب سچی تعبیر پیش کر رہا تھا۔ وہ جوان اس کے گھر میں آگیا تھا۔ اس کے لیے ایک چیلنج بن گیا تھا کہ وہ اس سے دور رہ سکتی ہے تو رہے۔ اس کے سامنے مقناطیس آگیا ہے۔

کبریا اس کی طرف توجہ نہیں دیتا تھا۔ یوں کہنا چاہیے کہ ابھی اسے حسن و شباب کا چسکا نہیں پڑا تھا۔ اسے صرف اپنے کام سے دلچسپی تھی۔ وہ جے وی شوٹر تک پہنچنا چاہتا تھا۔ یہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ اکثر ان ماں بیٹی سے ملنے آتا ہے اور ان کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارتا ہے۔

شلپا کے گھر میں آنے کے بعد پتا چلا' وہ کسی ضروری کام سے ممبئی گیا ہے۔ دوسرے دن واپس آئے گا۔ اگلے چوبیس گھنٹوں تک وہ دور ہی رہنے والا تھا۔ کبریا معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہندوستان میں اس کی مصروفیات کیا ہیں؟ شلپا کا باپ رندھیر ورما اتنا ہی جانتا تھا کہ وہ انڈین آرمی کے اعلیٰ افسران سے ملاقاتیں کرتا رہتا ہے۔ وہ ضرور پاکستان کے خلاف منصوبے بنا رہا ہوگا۔

امریکا' اسرائیل اور بھارت کے حکمرانوں کی مشترکہ پلاننگ یہ تھی کہ مجھے دہشت گرد ثابت کر کے دوسرے تمام مسلمانوں پر بھی دہشت گردی کے الزامات لگائے جائیں۔ وہ آئندہ کسی موقع پر پاکستان کو بھی تخریب کاروں کا ملک قرار دے کر حملہ کر سکتے تھے۔

ایشیا میں انڈین آرمی کی تعداد زیادہ ہے۔ اسلحہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اس لیے بھارتی حکمرانوں کو کھجلی ہوتی رہتی ہے کہ کسی بہانے وہ پاکستان پر حملہ کر کے (خدانہ کرے) وطن عزیز کو دنیا کے نقشے سے مٹا دے۔

ان حکمرانوں کا یہ خواب پورا نہیں ہو رہا ہے پھر بھی سازشیں کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ بھارت کا ایجنٹ مسٹر اور آرمی کے اعلیٰ افسران' جے وی شوٹر کو پاکستان کے خلاف کام کرنے کے سلسلے میں سہولتیں فراہم کر رہے تھے اور اس کے عوض اسرائیلی وزیر خارجہ بھارت کو مالی اور فوجی امداد دینے کا معاہدہ کر چکا تھا۔

ایک انڈین آرمی افسر نے جے وی شوٹر کو رات کے کھانے پر بلایا تھا۔ اس کے لیے شراب اور شباب کے انتظامات کیے تھے۔ اس نے کہا "میں شباب کا رسیا ہوں' شراب کا نہیں۔ اگرچہ میری فیملی میں اور میرے دوست احباب سب ہی پیتے ہیں لیکن میں نے کبھی اسے منہ نہیں لگایا۔"

میزبان افسر نے کہا "تعجب ہے۔ آپ نے کبھی کسی حسینہ کے ہاتھوں سے بھی نہیں پی۔"

"میں حسن سے متاثر ہوں لیکن اس کے سامنے نہیں جھکتا میں اپنے اصول کے خلاف کسی کی بات نہیں مانتا۔"

"شباب ہو اور شراب نہ ہو تو کیا خاک مزہ آئے گا۔ شراب پی کر ہی جوانی لوٹنے کا مزہ آتا ہے۔"

وہ بولا "ہائے! جوانی تو بس ایک ہی دیکھی ہے اسے دیکھتا ہوں تو اس بڑھاپے میں بھی جوان ہو جاتا ہوں۔ کیا گدرایا ہوا بدن ہے۔ بدن کا ایک ایک نشیب و فراز نگاہوں کو پکارتا ہے اور دل کو تڑپاتا ہے۔"

"آپ نے کس حسینہ عالم کو دیکھ لیا ہے؟ وہ کون ہے؟ کہاں رہتی ہے؟"

"دہلی میں رہتی ہے۔ رندھیر ورما کی بیٹی ہے۔"

"اچھا شلپا ورما کی بات کر رہے ہیں۔ بے شک وہ مقابلہ حسن میں سب کو مات دے سکتی ہے۔ اس کا غضب ناک بدن چیلنج کرتا ہے کہ کون ہے جو اسے چرا کر لے جائے گا۔"

"جتنی حسین ہے اتنی ہی سنگین ہے۔ بڑی سنجیدہ اور ریزرو رہتی ہے۔ میں اسے دوست بنانے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ ان کے گھر جاتا ہوں۔ ان ماں بیٹی کے ساتھ تفریح کے لیے بھی نکلتا ہوں لیکن وہ کم بخت مجھ سے فری نہیں ہو رہی ہے۔"

"جو فری نہیں ہوئی اسے فراڈ سے حاصل کیا جاتا ہے۔"

"اس سے زبردستی کروں گا تو رندھیر ورما ناراض

ہو جائے گا۔"

"اس کا باپ بھی ناراض نہیں ہوگا۔ ہم پاکستان کے خلاف متحد ہو کر کام کر رہے ہیں۔ آپ وہاں اپنی یہودی تنظیم کے ذریعے کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں۔ ہمارے لیے بھی کامیابی کے راستے ہموار کر رہے ہیں۔ آپ کو خوش کرنا ہمارا فرض ہے۔ رندھیر ورما کو ہمارے اوپر والے مجبور کریں گے کہ اپنی بیٹی کو تحفے کے طور پر آپ کے سامنے پیش کرے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا "ایک دوسرے کو تحائف دیتے رہنے سے سیاسی دوستی مستحکم رہتی ہے۔"

اس افسر کی ایک ملازمہ نے آکر کہا "سر! مسٹر شوٹر کے لیے مسز ورما کا فون ہے۔"

افسر نے جے وی شوٹر سے کہا "بھئی بڑی عمر ہے ان ماں بیٹی کی۔ شلپا کا ذکر کرتے ہی اس کی ماں آپ کو فون پر یاد کر رہی ہے۔"

جے وی شوٹر نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو مسز ورما! آپ کیسی ہیں؟ اسلام آباد سے کب آئیں؟"

دوسری طرف سے مسز ورما نے کہا "ابھی آئی ہوں۔ آتے ہی آپ کو یاد کر رہی ہوں لیکن آپ تو دہلی چھوڑ کر ممبئی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"آپ نہیں تھیں۔ اس لیے یہاں چلا آیا۔ اب کل ہی کی فلائٹ سے آسکوں گا۔ بائی دا وے شلپا کیا کر رہی ہے؟"

مسز ورما نے ہنستے ہوئے کہا "آپ کو یاد کر رہی ہے۔"

"میرے ایسے نصیب کہاں ہیں؟ وہ فون پر تو بات کر سکتی ہیں۔"

"ہمارے ایک مہمان کے ساتھ کھانے پینے میں مصروف ہے۔"

"آپ کے گھر میں مہمان؟ وہ کون خوش نصیب ہے جس کے ساتھ شلپا کھانا کھا رہی ہے؟"

"ایک بہت ہی خوب رو اور اسمارٹ نوجوان ہے۔ اس کا نام دیو ورما ہے۔"

جے وی شوٹر کے اندر اچانک ہی رقابت کی آگ بھڑک اٹھی۔ مسز ورما کی باتوں سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ شلپا اس نوجوان دیو ورما سے دلچسپی لے رہی ہے۔ اس نے پوچھا "یہ دیو ورما کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کیا آپ کے رشتے داروں میں سے ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "آپ تو پولیس والوں کی طرح انکوائری کر رہے ہیں۔"

"میں اور رندھیر ورما بہت ہی اہم سیاسی معاملات میں مصروف رہتے ہیں۔ کوئی بھی اجنبی ہمارے اندر کے راز معلوم کرنے کے لیے دوست اور مہمان بن کر آسکتا ہے۔ آپ کو محتاط رہنا چاہیے۔"

وہ بولی "آپ اطمینان رکھیں۔ یہ مہمان میرے گھر میں رہ کر آپ لوگوں کے معاملات کو نہ سمجھے گا' نہ کسی طرح کی مداخلت کرے گا۔ وہ دو چار دنوں کے لیے آیا ہے پھر اپنے شہر لکھنؤ چلا جائے گا۔"

"کیا آپ اس کے لکھنؤ کا پتا اور فون نمبر بتا سکتی ہیں؟"

"اس کا آئی ڈی کارڈ دیکھ کر بتا سکوں گی لیکن مہمان کے بارے میں یوں انکوائری کرنا مناسب نہیں ہے۔ وہ دو چار دنوں میں چلا جائے گا۔"

"اگر وہ دو چار گھنٹوں کے لیے آیا ہے تب بھی انٹیلی جنس والے ضرور تحقیقات کریں گے۔ آپ ان معاملات کو ہم سے زیادہ نہیں سمجھتی ہیں۔ بہرحال میں کل آرہا ہوں۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ کبریا نے مسز ورما کے اندر رہ کر ممبئی کے میزبان افسر اور اس کی ملازمہ کی آواز سنی تھی۔ اب اس افسر کے اندر پہنچ گیا تھا۔ جے وی شوٹر کو بہت قریب سے دیکھ رہا تھا۔ شوٹر ریسیور رکھ کر کہہ رہا تھا "آپ دہلی انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ والوں سے رابطہ کریں۔ انہیں حکم دیں کہ مسز ورما کے گھر جا کر اس مہمان کے سلسلے میں انکوائری کریں۔ لکھنؤ کے انٹیلی جنس والے بھی اس کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔"

اس افسر نے ریسیور اٹھا کر دہلی انٹیلی جنس والوں سے رابطہ کیا۔ اس ڈیپارٹمنٹ کے ڈی جی سے باتیں کیں۔ کبریا ڈی جی کے اندر پہنچ گیا۔ آرمی کے اعلیٰ افسر نے جو حکم دیا تھا' اس کی فوراً تعمیل کی گئی۔ ڈی جی خود مسز ورما کے بنگلے میں آیا۔ کبریا کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگا۔ کبریا اپنا آئی ڈی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ لے کر خود اس کے سامنے آیا اور اس کے سوالات کا جواب دینے لگا اور اس کے دماغ میں رہ کر اسے مطمئن ہونے پر مائل کرتا رہا۔ آخر وہ مطمئن ہو کر بولا "مسٹر وجے ورما! بے شک تم ایک مہذب اور پرامن ہندوستانی ہو۔ میں تمہاری طرف سے مطمئن ہوں لیکن آرمی والے لکھنؤ تک تمہارے بارے میں تحقیقات کرانا چاہتے ہیں۔ مجھے ان کے حکم کی تعمیل کرنی ہوگی۔"

وہ ریسیور اٹھا کر لکھنؤ انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ کبریا نے غلط نمبر ڈائل کرایا۔ دوسری طرف سے کسی نے پوچھا "ہیلو۔ کون؟"

کبریا دوسری طرف کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں

پہنچ گیا۔ ڈی جی نے اپنا تعارف کرایا اور کہا "اوپر سے احکامات آئے ہیں۔ آپ ایک نوجوان وجے ورما کے سلسلے میں تحقیقات کریں اور صبح تک اس کے بارے میں مکمل رپورٹ پیش کریں۔"

اس نے کبریا کے آئی ڈی کارڈ کے مطابق اس کا پتا بتایا۔ کبریا نے اس فون اٹینڈ کرنے والے شخص کی زبان سے کہا "اوہو۔ اس نوجوان وجے شرما کو میں اچھی طرح جانتا ہوں یہ لکھنؤ کے ایک بہت بڑے بزنس مین موہن لال ورما کا بیٹا ہے۔ اس نے میری بیٹی کو پرپوز کیا ہے بہت جلد ان کی سگائی ہونے والی ہے۔"

ڈی جی نے کہا "پھر تو آپ وجے ورما کو بہت قریب سے جانتے ہیں۔ یہ رپورٹ دے سکتے ہیں کہ وہ ہر طرح کے شبے سے بالاتر ہے۔"

"شریمان! وہ میرا ہونے والا داماد ہے۔ اس پر کسی طرح کا شبہ نہیں کیا جا سکتا' میں ضمانت کے طور پر تحریری بیان دوں گا۔"

"پھر تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو تمہارے ہونے والے داماد کو دیکھتے ہی مطمئن ہو گیا تھا۔ پتا نہیں یہ اوپر والے کیوں اس معصوم نوجوان پر شبہ کر رہے ہیں۔ بہرحال میں اوپر والوں کو مطمئن کروں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کبریا سے کہا "ہم نے تم پر شبہ کیا۔ ہمیں کیا پتا تھا کہ تم میرے ہی رینک کے ایک ڈی جی کے داماد بننے والے ہو۔ بھئی کچھ خیال نہ کرنا۔ دہلی میں جب تک رہو آزادی سے گھومتے پھرتے رہو۔"

شلپا دور بیٹھی کبریا کو گھور کر دیکھ رہی تھی۔ یہ بات اسے شاک پہنچا رہی تھی کہ وہ جس کی طرف بے اختیار جھکتی جا رہی تھی' وہ پہلے ہی ایک ڈی آئی جی کی بیٹی سے منسوب ہو چکا ہے۔ وہ اپنے دل کو سمجھانے لگی "اونہہ! یہ کہیں منسوب ہو چکا ہے تو ہوتا رہے۔ یہ نہ تو میرا عاشق ہے اور نہ ہی میں اس پر مرتی ہوں۔ اچھا ہے یہ ہمارے گھر سے جلدی جائے۔ یہ سامنے نہیں رہے گا تو میری دیوانگی ختم ہو جائے گی۔"

ڈی جی نے آرمی کے اعلیٰ افسر کو فون پر بتایا کہ وجے ورما قابل اعتراض جوان ہے۔ لکھنؤ انٹیلی جنس کے ڈی جی کا ہونے والا داماد ہے اس پر کسی طرح شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

آرمی افسر نے یہ بات جے وی شوٹر کو بتائی۔ اسے مایوسی ہوئی۔ وہ چاہتا تھا' وجے ورما کے خلاف شبہ ظاہر کر کے اسے شلپا کے گھر سے دور کر دے لیکن وہ قابل اعتماد تسلیم کیا جا رہا تھا۔ میزبان افسر نے کہا "آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ وجے ورما کے ایک ڈی جی کی بیٹی کو چاہتا ہے اس سے شادی کرنے والا ہے۔ شلپا آپ کی ہے' وہ آپ کے مال پر ہاتھ صاف نہیں کرے گا۔"

"آج کل کے جوان شادی ایک سے کرتے اور افیئر کئی لڑکیوں سے کرتے ہیں۔ وہ شلپا کو پھانسنے کے لیے اس کے گھر مہمان بن کر آیا ہے۔ میں کل ہی کسی فلائٹ سے جاؤں گا۔"

"آپ ضرور جائیں اور یہ اطمینان رکھیں کہ شلپا آپ ہی کے بیڈ پر آئے گی۔ ہم آپ کے لیے انتظامات کریں گے۔"

کبریا اس میزبان افسر کے اندر تھا۔ اس کے ذہن خیالات بتا رہے تھے کہ وہ اوپر والوں سے کہہ کر رندھیر ورما پر دباؤ ڈالے گا جس کے نتیجے میں رندھیر ورما اپنی بیٹی کو بے وفا شوٹر سے دوستی اور بے تکلفی پر مجبور کرے گا۔ پاکستان کو سیاسی اور جغرافیائی برتری حاصل کرنے کے لیے اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو پیش کرنا ایک سیاسی حکمت عملی تھی۔

کبریا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ لباس تبدیل کر کے باہر جانے لگا۔ مسز ورما نے پوچھا "کیا کھانے کے بعد چہل قدمی کے لیے جا رہے ہو؟"

وہ بولا "زیادہ دور نہیں جاؤں گا۔ یہ جگہ میرے لیے انجانی ہے۔"

وہ شلپا سے بولی "تمہیں وجے کے ساتھ جانا چاہیے۔ جاؤ ذرا چاندنی چوک تک گھوم آؤ۔"

شلپا کسی نہ کسی بہانے کبریا کے قریب رہنا چاہتی تھی لیکن یہ چاہت ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

کبریا نے کہا "آنٹی! شلپا تھکی ہوئی ہے' میں اسے تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ تنہا چلا جاؤں گا۔"

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار بولی "میں تھکی ہوئی نہیں ہوں۔ تمہارے ساتھ چلوں گی۔ میں رات کے کھانے کے بعد واک کرتی ہوں۔"

وہ کبریا کے ساتھ بنگلے کے باہر آ گئی۔ اس کے ساتھ چلتی ہوئی بولی "کسی حسینہ کے ساتھ تمہاری سگائی ہونے والی ہے۔ میں پیشگی مبارک باد دیتی ہوں۔"

"میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔ ماں باپ مجبور کر رہے ہیں۔"

"شادی کیوں نہیں کرنا چاہتے؟"

"ابھی میری عمر ہی کیا ہے؟ میں کم از کم دس برس

شادی کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے زندگی میں بڑی بڑی اور نمایاں کامیابیاں حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن ممی اور ڈیڈ کہتے ہیں۔ تنہا پوتے کی ضرورت ہے پہلے میں بچے پیدا کروں پھر کامیابیاں حاصل کروں۔"

ہنستے ہوئے بولی "پہلے بیوی پھر بچوں کی فوج۔ کیا فوج بنانے کبھی کچھ کر پاؤ گے؟"

"شادی کے بعد میری آزادی ختم ہو جائے گی۔ میں کچھ نہیں کر پاؤں گا۔ سوچتا ہوں لکھنؤ جا کر شادی سے انکار کر دوں۔"

"بے چاری لڑکی کا دل توڑو گے۔ کیا اس سے محبت کرتے ہو؟"

"مجھے کسی سے محبت نہیں ہے۔ میں عشق و محبت کے لیے وقت ضائع نہیں کرتا۔"

"تم شادی نہیں کرنا چاہتے۔ کسی سے محبت بھی نہیں کرتے لیکن وقت گزارنے کے لیے گرل فرینڈ بناتے رہو گے۔"

"میں لڑکیوں سے دور بھاگتا ہوں۔"

"تم دور بھاگتے ہو یا لڑکیاں گھاس نہیں ڈالتیں۔"

"مجھے ایسی باتوں پر غور کرنے کی فرصت نہیں ملتی۔"

"تم ایسے کہہ رہے ہو جیسے سادھو سنیاسی ہو' لڑکیوں میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے ہو۔"

"لڑکیوں میں آخر دلچسپی والی بات کیا ہوتی ہے؟ ہماری مادہ بہنوں کی طرح دوسری تمام لڑکیوں کے بھی دو ہاتھ' دو پاؤں' دو آنکھیں' ایک ناک ایک منہ اور دو کان ہوتے ہیں سب ہی کا بدن ایک جیسا ہوتا ہے۔ وہ جوانی میں جیسی بھی دکھائی دیتی ہیں۔ بڑھاپے میں کھنڈر بن جاتی ہیں۔"

"بڑھاپے کی نہیں جوانی کی بات کرو۔ حسن اسے کہتے ہیں جو بے اختیار اپنی طرف کھینچتا ہے اگر حسن کے ساتھ جوانی کی بھی شراب ہو تو حسن اور زیادہ پرکشش ہو جاتا ہے۔ تمہیں بے حس ہو کہ کوئی حسین اور پرشباب لڑکی تمہیں اپنی طرف نہیں کھینچتی ہے۔ مانتی ہوں کہ سب کا بدن ایک جیسا ہوتا ہے لیکن کشش الگ الگ ہوتی ہے۔"

"ہوتی ہوگی۔ میں ابھی ذہنی طور پر بچہ ہوں۔ اس لیے ان باتیں نہیں سمجھتا ہوں۔"

"تم کسی حسین لڑکی کو نظر بھر کر دیکھو۔ اس سے دلچسپی لینے لگو گے تو جھٹکے ہی بچے سے جوان ہو جاؤ گے۔"

"تم مجھے گائیڈ کرو مجھے بتاؤ کس حسینہ سے کیسے دلچسپی لینی ہے؟"

"ایسے بھی نادان بچے نہ بنو۔ کیا میں حسین نہیں ہوں؟ مجھے توجہ سے کیوں نہیں دیکھتے؟"

"تم برا نہیں مانو گی تو میں تمہیں دیکھتا رہوں گا۔"

"صرف دیکھنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ اب میں تمہیں کیسے بتاؤں۔ میں لڑکی ہوں اپنی زبان سے کچھ نہیں کہہ سکوں گی۔ مجھے چھو کر دیکھو۔ میرا ہاتھ پکڑو۔"

کبریا نے چلتے چلتے اس کے ایک ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ وہ اس سے دور رہنا چاہتی تھی لیکن باتوں ہی باتوں میں اس کے قریب آ گئی۔ اس نے سوچا' واقعی اس کی عمر کم ہے۔ ذہنی طور پر بچہ ہے۔ مجھے ہی اس کے قریب آ کر اسے گائیڈ کرتے رہنا ہوگا۔

وہ تھوڑی دور تک اس کے ساتھ چلتی رہی۔ انتظار کرتی رہی کہ وہ اس کے خوب صورت ہاتھوں کی نرمی و گرمی محسوس کر کے اس کی تعریف کرے گا لیکن وہ چپ چاپ چلتا رہا۔ وہ مایوس ہو کر بولی "تم نے میرا ہاتھ ایسے پکڑا ہے جیسے واکنگ اسٹک پکڑ کر چل رہے ہو۔ کچھ میرے ہاتھ کے بارے میں کہو۔"

"میں ابھی کہنے ہی والا تھا۔ تمہارے ہاتھ میری ممی کی طرح ملائم ہیں۔ جب میں ننھا سا تھا' تب وہ ایسے ہی ہاتھ سے مجھے فیڈر پلاتی تھیں' روٹی کھلاتی تھیں اور لوری سناتے ہوئے تھپک تھپک کر سلاتی تھیں۔"

"اب اتنے بھی ننھے نہیں ہو کہ میں تمہیں تھپک تھپک کر سلاؤں گی۔ تم میرا ہاتھ تھام کر اپنی ماں کے ہاتھ کو یاد کر رہے ہو۔ تمہیں صرف مجھ پر دھیان دینا چاہیے۔ میری تعریفیں کرنی چاہیے۔"

"تمہارا ہاتھ بہت اچھا ہے۔ بہت خوب صورت ہے لیکن یہ جتنا بھی خوب صورت ہو۔ شادی کے بعد ان ہاتھوں سے بچوں کو پالنا ہوگا۔"

"پلیز شادی اور بچوں کی باتیں نہ کرو۔ یہ بتاؤ میرا ہاتھ تھام کر کیا مجھ میں کشش محسوس نہیں کر رہے ہو؟"

"کیا ہاتھ تھامنے سے کشش محسوس ہوتی ہے؟ مجھے ایسا کچھ نہیں لگ رہا ہے۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ آس پاس دیکھتے ہوئے بولی "یہاں اندھیرا ہے کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ مجھے سینے سے لگاؤ پھر کشش محسوس کرو گے۔"

اس نے آگے بڑھ کر اپنی گداز بانہوں کا ہار اسے پہنایا۔ اس کے سینے سے لگ کر بولی "چپ کیوں کھڑے ہو۔ مجھے اپنے بازوؤں میں جکڑ لو۔"

کبریا نے اپنے دونوں بازوؤں میں اسے سمیٹ لیا۔ دونوں کے دل ایک دوسرے سے لگ کر دھڑکنے لگے۔ شلپا انتظار کرنے لگی۔ اسے یقین تھا کہ وہ ایسی حالت میں جذبات سے بے قابو ہو کر اسے پیار کرے گا لیکن وہ پتھر کے مجسمے کی طرح کھڑا رہا۔ وہ اپنا چہرہ اس کے چہرے کی طرف اٹھاتے ہوئے بولی "تم تو پہاڑ کی طرح اونچے ہو۔ مجھ پر جھکو۔ مجھے پیار کرو۔"

وہ بولا "میں نے انگریزی فلموں میں دیکھا ہے۔ ہیرو ہیروئن کے ہونٹوں کا بوسہ لیتا ہے مگر یہ پاپ ہے۔ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ جھنجلا کر بولی "اگر یہ پاپ ہے تو مجھے سینے سے کیوں لگا رہے ہو؟"

"یہ پاپ نہیں ہے۔ ممی بھی مجھے اسی طرح سینے سے لگاتی ہیں۔"

وہ ایک دم سے تڑپ کر الگ ہو گئی۔ غصے سے بولی "میرا ہاتھ پکڑتے ہو تو ماں یاد آتی ہے' سینے سے لگاتے ہو تو ماں یاد آتی ہے۔ تمہیں تو ماں کی گود میں رہنا چاہیے تھا۔ یہاں کیوں آئے ہو؟"

وہ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی گھر کی طرف واپس جانے لگی۔ پلٹ کر اسے نہیں دیکھا کہ وہ پیچھے آ رہا ہے یا نہیں؟ وہ بیزاری سے سوچ رہی تھی "وہ آئے گا مگر اسی طرح جی کو جلانے آئے گا۔ اب میں اسے منہ نہیں لگاؤں گی۔"

وہ گھر آ گئی۔ ماں نے پوچھا "وجے کہاں ہے؟"

"ہو گا کہیں۔ وہ ننھا بچہ نہیں ہے۔ آ جائے گا۔"

"تم اس کے ساتھ گئی تھیں۔ اس کے ساتھ آنا چاہیے تھا۔"

"ممی! وہ بہت بدتمیز ہے۔ میرا ہاتھ پکڑ رہا تھا۔ مجھے سینے سے لگانا چاہتا تھا۔ میں اسے دھتکار کر چلی آئی۔"

ماں اسے گھور کر دیکھنے لگی۔ وہ نظریں چراتے ہوئے بولی "آپ اس طرح کیوں دیکھ رہی ہیں؟"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ کیا مجھے ناداں سمجھتی ہو؟ میں اپنی آنکھوں سے دیکھتی آ رہی ہوں۔ وہ تمہاری طرف دیکھتا بھی نہیں ہے۔ تم خود ہی اس کے قریب جا کر اس سے چپک کر باتیں کرتی ہو۔ اسے اپنی طرف مائل کرتی ہو۔"

وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ ماں سے منہ پھیر کر اپنے بیڈ روم میں آ گئی۔ اسے یہ سوچ کر غصہ آ رہا تھا کہ وہ کیوں اس پر مرمٹی ہے اس کے حسن و شباب کا تقاضا یہ ہے کہ طلب گار خود اس کے سامنے آ کر اس کے حسن کی خیرات مانگیں لیکن

اس کے برعکس ہو رہا تھا۔ وہ کبریا سے بھیک مانگ رہی تھی۔ اسے بری طرح اپنی توہین کا احساس ہو رہا تھا۔ دل میں قسمیں کھا رہی تھی کہ اب اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گی۔ اس کے بارے میں کچھ نہیں سوچے گی لیکن ایسا ارادہ کرنے کے باوجود وہ اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

اس نے بیڈ پر جانے سے پہلے لباس تبدیل کیا۔ لباس اتار کر ایک باریک نائٹی پہنی آئینے میں دیکھا تو نائٹی سے جھلک رہا تھا۔ وہ سوچنے لگی "وجے بدنصیب ہے۔ میں مہربان ہو رہی ہوں اور وہ خفا ہے۔ آخر کیوں؟"

وہ ذرا نرم پڑ کر سوچنے لگی۔ مجھے غصہ نہیں کرنا چاہیے۔ وہ پہاڑ جیسا مرد ہے مگر ذہن بچکانہ ہے۔ اچھا بھلا طرح جوان نہیں ہوا ہے۔ جوانی کے معاملات نہیں سمجھتا ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں اسے سمجھاؤں۔ اس نے ہاتھ پکڑا تھا۔ مجھے سینے سے لگایا تھا۔ میں اسے گائیڈ کرتی رہوں گی تو وہ میرا دیوانہ ہو جائے گا پھر میرے پیچھے دوڑتا رہے گا۔"

رات کے گیارہ بجے اس کی ماں نے آ کر پوچھا "وجے کو کہاں چھوڑا تھا؟ وہ ابھی تک واپس نہیں آیا ہے۔"

شلپا کو بھی تشویش ہوئی۔ وہ بولی "ہم زیادہ دور نہیں گئے تھے۔ وہ نادان بچہ نہیں ہے کہ راستہ بھول جائے۔ آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں۔ وہ آ جائے گا۔"

شلپا خود پریشان ہونے لگی۔ آدھی رات گزرنے کے بعد بھی وہ نہیں آیا۔ وہ اس کے بیڈ روم میں آ کر انتظار کرنے لگی۔ اس کے بیڈ پر لیٹ کر سوچنے لگی "وہ مجھے اپنے اس نائٹی میں دیکھے گا تو دیکھتا رہ جائے گا۔ اس نے ایک ایسی کھلی ہوئی کتاب پہلے کبھی پڑھی نہیں ہو گی۔ نظارہ بھی نہیں کیا ہو گا۔"

وہ سوچ رہی تھی۔ کبریا اس کے بالکل قریب اس کے اندر موجود تھا۔ وہ پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ اس سے کترا کر گا تو وہ دیوانی ہو کر اس کے بیڈ روم میں چلی آئے گی۔ واقعی آ گئی تھی۔ اس کی واپسی کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ کبریا کبھی کسی حسینہ کو دلچسپی سے نہیں دیکھتا تھا۔ نے کبھی کسی کو گرل فرینڈ بنانے کے بارے میں سوچا تھا۔ زندگی میں پہلی بار شلپا اس کے سینے سے آ لگی تھی۔ ان مختصر سے لمحات میں وہ اس کے غضب ناک حسن سے متعارف ہوا تھا۔ اسے اچھا لگا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ

اس کے سینے سے لگی رہے اور اسے جوانی کا سبق پڑھاتی رہے۔ اس کے باوجود اس کے دماغ نے سمجھایا' ابھی وقت نہیں ہے۔ وہ جس مشن پر آیا ہے' اس پر دھیان دینا چاہیے۔

شلپا سے کترانے کے لیے اس نے اسے غصہ دلایا تھا۔ اسے چھوڑ کر چلی آئی تھی لیکن اب اس سے دور نہیں رہ سکتی تھی۔ اسی لیے اس کے بیڈ پر آ گئی تھی۔ بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔ فی الحال اس سے دور رہنے کا ایک راستہ تھا۔ کبریا نے خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک کر سلا دیا۔

اسے پتا بھی نہ چلا کہ کب آنکھ لگ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو سورج نکل رہے تھے۔ وہ بیڈ پر اکیلی تھی۔ وہ نہیں آیا تھا۔ وہ کہاں چلا گیا تھا۔ اس نے ماں کے پاس آ کر پوچھا۔ اس نے حیرانی ظاہر کی "اگر وہ تم سے ناراض ہو گیا تھا۔ تب بھی یہاں آتا اور اپنا سامان لے جاتا۔ میرا خیال ہے۔ وہ راستہ بھٹک گیا ہے یا بھگوان نہ کرے۔ کسی حادثے کا شکار ہوا ہے۔"

شلپا لباس تبدیل کر کے اپنی کار میں بیٹھ کر اسے ڈھونڈنے نکل گئی۔ آس پاس کے علاقوں میں کسی کو حادثہ پیش نہیں آیا تھا۔ نہ ہی اغوا کی کوئی واردات ہوئی تھی۔ یہی سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ ناراض ہو کر کہیں چلا گیا ہے۔

سجے دی شوٹر دوپہر کی فلائٹ سے دہلی آ گیا۔ مسز ورما کے ساتھ اگر ملاقات کی۔ شلپا بھی ڈرائنگ روم میں بیٹھی کبریا کے بارے میں ماں سے باتیں کر رہی تھی۔

اس کی آتما شکتی نے اسے بتایا تھا کہ وہ اس کی زندگی میں آئے گا۔ یہ نہیں بتایا تھا کہ آتے ہی واپس چلا جائے گا۔ یقین تھا کہ وہ واپس آئے گا۔

سجے دی شوٹر نے آتے ہی شلپا کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا "مجھے کل رات معلوم ہوا کہ اسلام آباد سے واپس آنے والی ہو۔ کسی فلائٹ میں سیٹ نہیں مل رہی تھی۔ میں ہائی کمشنر کا آدمی ہوں۔ اوپر والوں نے ایک فلائٹ میں میرے لیے سیٹ خالی کرا دی۔ بائی دا وے تمہارا وہ مہمان دکھائی نہیں دے رہا ہے۔"

مسز ورما نے کہا "ہم اس کے لیے پریشان ہیں۔ وہ کل کھانے کے بعد واک کے لیے گیا تھا پھر واپس نہیں لوٹا۔"

"واپس نہ آنے کی کوئی تو وجہ ہو گی؟"

"وہ شلپا سے ناراض ہو گیا ہے۔"

شلپا نے کہا "ممی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بھلا کیوں ناراض ہو گا۔ میں یقین سے کہتی ہوں' وہ شام تک واپس آ جائے گا۔"

سجے دی شوٹر نے مسکرا کر کہا "محبت اور اپنائیت ہو گی تو صبح کا بھولا شام کو واپس آ جائے گا۔ کیا تم اس سے متاثر ہو گئی ہو؟"

وہ ناگواری سے بولی "یہ میرا پرسنل معاملہ ہے۔ آپ کوئی دوسری بات کریں۔"

"دوسری بات سرکاری ہے۔ جیسا کہ تم جانتی ہو' تمہارا پاکستان کا دورہ سرکاری تھا۔ وہاں ایک تقریب میں جس پاکستانی سیاست داں سے تمہاری ملاقات ہوئی تھی۔ اس کا نام بتاؤ۔"

شلپا نے کہا "وہ ایک منسٹر ہے۔ اس کا نام خواجہ خیر الدین ہے۔ وہ فوجی نقطہ نظر سے وہاں کے وفاقی معاملات کے بہت سے راز جانتا ہے۔"

"اور وہ اگلے ہفتے بھارت کے دفاعی منسٹر سے مذاکرات کے لیے آ رہا ہے۔ تم یہاں دن رات خواجہ خیر الدین کی میزبانی کرو گی اور اس کا دل خوش کرتی رہو گی۔"

یہ سنتے ہی مسز ورما وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ شلپا نے ناگواری سے کہا "آپ کو ممی کے سامنے ایسی بات نہیں کرنی چاہیے۔"

"اس میں چھپانے کی کیا بات ہے؟ تمہاری ممی جانتی ہیں کہ یہ سرکاری ڈیوٹی ہے اور یہ ڈیوٹی تمہیں کرنی ہے۔ وہ پاکستانی سیاست داں تم پر ہزار جان سے فدا ہو گیا ہے۔"

"میری ڈیوٹی کیا ہے؟ یہ میں خوب سمجھتی ہوں۔ آپ ابھی کس لیے آئے ہیں؟"

"تم نے اسلام آباد سے آنے کے بعد ڈیوٹی رپورٹ نہیں دی ہے۔ ابھی وزارت خارجہ کے سیکریٹری نے تمہیں بلایا ہے۔ میں وہیں جا رہا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی "میں چینج کر کے آتی ہوں۔"

اس نے بیڈ روم میں آ کر وزارت خارجہ کے سیکریٹری سے رابطہ کیا۔ فون پر کہا "میں شلپا ورما بول رہی ہوں۔ کیا آپ نے ابھی مجھے بلایا ہے؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "ہاں۔ میں نے مسٹر شوٹر سے کہا تھا کہ وہ تمہیں اپنے ساتھ یہاں لے آئیں۔ تم کتنی دیر میں آ رہی ہو؟"

"میں ایک گھنٹے میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ لباس تبدیل کرنے لگی۔ سوچنے

لگی "خواجہ خیرالدین ایک ہفتے بعد یہاں آئے گا لیکن اس سے پہلے میں اپنے بدن کی سوغات وجے (کبریا) کو دوں گی۔ جس پر دل آگیا ہے' پہلے اس کی آغوش میں کھیلوں گی۔ آہ! کیسی مجبوری ہے۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی خواجہ خیرالدین کے لیے ایک حسین سیاسی تحفہ بن جاؤں گی۔"

کبریا اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچ میں بولا "میں چاہوں تو کسی دوسرے کے بیڈ پر جانے سے انکار کرسکتی ہوں۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "میں ایسا نہیں کرسکتی۔ مجھے اس پاکستانی کی ہوس پوری کرنی ہوگی۔ وہ فوجی نوعیت کے بہت سے اہم راز اگلنے والا ہے اور میں اس سے اگلواؤں گی۔"

کبریا نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے ان سیاسی معاملات میں نہیں پڑنا چاہیے۔ اگر میرے حکمرانوں نے مجھ پر جبر کیا تو میں یہ دیش چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔ ساری زندگی صرف وجے ورما کی آغوش میں رہوں گی۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "نہیں' یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ میں تو اپنے دیس کی خاطر جان بھی دے سکتی ہوں۔ جبکہ جان نہیں دینا ہے' صرف جوانی دینا ہے۔ پاکستان پہلے ہمارا ہی دیس تھا۔ مسلمانوں نے اس دیس کے ٹکڑے کردیے۔ ہم بھی ان سے کم نہیں ہیں۔ ہم نے بھی پاکستان کے ٹکڑے کردیے۔ اس کے ایک حصے کو بنگلا دیش بنادیا۔ ہم اس بچے کھچے پاکستان کو بھی نہیں رہنے دیں گے۔ ایک ہفتے کے بعد میں خواجہ خیرالدین کو جوانی کی سوغات پیش کروں گی اور اس سے پاکستان کی دفاعی کمزوریاں اور اہم راز معلوم کروں گی۔"

کبریا اس کی سوچ کے ذریعے اسے سمجھانے کی کوششیں کرتا رہا لیکن ہندو قوم کو اس بات کا غصہ تھا کہ مسلمانوں نے پاکستان بنانے کے لیے ہندوستان کے ٹکڑے کردیے تھے۔ ان کے اندر یہ انتقامی جذبہ نسل در نسل مضبوط ہوتا جارہا تھا کہ وہ باقی ماندہ پاکستان کو بھی دنیا کے نقشے میں نہیں رہنے دیں گے۔ یہی شدید انتقامی جذبہ شلپا کے اندر تھا اور وہ اپنے ارادوں سے باز آنے والی نہیں تھی۔

وہ جے وی شوٹر کے ساتھ اس کی کار میں بیٹھ کر جارہی تھی۔ اس نے پوچھا "اتنی خاموش کیوں ہو؟ کیا سوچ رہی ہو؟"

"میں تمہیں نہیں بتاسکتی۔ اپنی پرسنل لائف کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔"

"تمہاری لائف پرسنل کہاں رہی؟ تمہارا جسم تمہاری جوانی سرکاری طور پر استعمال کے لیے ہے۔ تم اپنی مرضی سے کسی کو اپنا یار نہیں بنا سکتیں۔ تم دولت تو کماؤ گی لیکن جب تک جوان اور پرکشش رہو گی تب تک اپنی مرضی سے زندگی نہیں گزار سکو گی۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ کبریا کے بارے میں سوچنے لگی "یار تو بنا چکی ہوں۔ پہلے اسی سے اپنے دل کی مراد پوری کروں گی۔ میرا یہ ذاتی راز کسی کو معلوم نہیں ہوگا۔"

وہ جے وی شوٹر کے ساتھ وزارت خارجہ کے ایک اعلیٰ عہدے دار کے بنگلے میں آگئی۔ اس عہدے دار نے اسے دیکھتے ہی کہا "آؤ شلپا! تم بہت غیر ذمے دار ہوتی جارہی ہو تم کل شام کو اسلام آباد سے آئی ہو۔ تمہیں یہاں آتے ہی ہم سے رابطہ کرنا چاہیے تھا۔"

وہ بولی "جب میں یہاں پہنچی تو آفس ٹائم ختم ہوچکا تھا۔ آج صبح حاضر ہونے والی تھی لیکن ہمارا مہمان اچانک بیمار ہوگیا ہے۔ اس کی گمشدگی نے مجھے پریشان کردیا ہے۔"

"دوسری غیر ذمے داری یہی ہے کہ تم نے ایک اجنبی کو مہمان بنایا ہے۔ سنا ہے وہ خوب رو جوان ہے اور تمہیں تاکید کی گئی ہے کہ تم کسی کو بوائے فرینڈ نہیں بناؤ گی اور نہ اس کے ساتھ بیڈ پر جاؤ گی۔"

"سر! اس مہمان سے میرا ایسا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اب تک اَن چھوئی ہوں۔ مجھے کسی نے چکھا نہیں ہے۔"

"آج مسٹر شوٹر تمہیں ٹچ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اطمینان کرنا چاہتے ہیں کہ تمہیں پرفیکٹ ٹریننگ دی گئی ہے۔"

ایک ملازم چائے کی ایک ایک پیالی ان تینوں کے آگے رکھ رہا تھا۔ شلپا نے کہا "میری ٹریننگ پرفیکٹ ہے۔ میں اس پاکستانی کو کامیابی سے شیشے میں اتاروں گی۔"

"اگر اس نے تمہیں شیشے میں اتار لیا تو کیا کرو گی؟"

تمہیں تاکید کی گئی ہے کہ کسی بھی محفل میں اپنوں پر بھی بھروسا نہ کرو۔ بلکہ اپنے سائے پر بھی بھروسا نہ کرو۔"

وہ چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے بولی "وقت آنے پر میں ثابت کروں گی کہ میں اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کرتی ہوں۔"

اس عہدے دار نے کہا "میں چائے پی کر جارہا ہوں۔ تم یہاں بیڈ روم میں مسٹر شوٹر کے ساتھ رہو گی اور ٹریننگ کے مطابق ان کے ساتھ وقت گزارو گی۔"

وہ بولی "نو سر! میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ صرف اپنے

دیس کی خاطر تن من کی قربانیاں دوں گی لیکن خواہ مخواہ کی عیاشی کے ساتھ تنہائی میں وقت نہیں گزاروں گی۔"

"تمہیں ٹریننگ کے دوران اپنے بچاؤ کے طریقے بھی بتائے گئے ہیں۔ مسٹر شوٹر تم پر حملہ کریں گے تو خود کو کیسے بچاؤ گی؟"

وہ چٹکی بجا کر بولی "مسٹر شوٹر جیسے بوڑھوں کو ایک چٹکی میں اڑا سکتی ہوں۔"

جے وی شوٹر ہنسنے لگا۔ اس عہدے دار نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "میں جارہا ہوں۔ تم اپنے دعوے کے مطابق ہمارے یہودی دوست کو چٹکیوں میں اڑاتی رہو۔"

وہ بولی "جسٹ اے منٹ سر! آپ سمجھ رہے ہیں کہ میں نے آپ دونوں پر بھروسا کرکے یہ چائے پی ہے اور اب میں اعصابی کمزوری میں مبتلا رہوں گی اور یہ شوٹر میری جوانی کو مزے سے شوٹ کرتا رہے گا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ عہدے دار ایک ذرا کمزوری محسوس کرتے ہوئے پھر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ شلپا نے پوچھا "کیا ہوا؟ میری چائے آپ کی طرف چلی گئی۔ میں نے جو ٹریننگ حاصل کی ہے۔ اس کا ایک نمونہ آپ کو دکھایا ہے۔"

وہ کمزوری کے باعث کراہتے ہوئے بولا "تم نے اپنے سینئر کے ساتھ اچھا نہیں کیا ہے۔"

"آپ میرے ساتھ کون سی اچھائی کررہے تھے؟ اب آپ اپنے یہودی دوست سے کہیں۔ میرے قریب آئے اور میرا ہاتھ پکڑے۔ آپ سب جانتے ہیں۔ میں بلیک بیلٹر ہوں۔"

جے وی شوٹر نے کہا "پلیز مجھے چیلنج نہ کرو۔ میں تم سے کم نہیں ہوں۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہم دوست بن کر ایک دوسرے کو خوش کریں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں دوست بن کر تمہاری آغوش میں آسکتی ہوں لیکن ایک شرط ہے۔ پہلے ہم دونوں دو چار پیگ پئیں گے۔"

"میں شراب نہیں پیتا۔"

"میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم میرے بدن کو دیکھ کر للچاتے رہتے ہو۔ اگر تم میری شرط نہیں مانو گے تو ہمیشہ للچاتے ہی رہو گے۔"

عہدے دار نے کہا "بہت آسان شرط ہے۔ اس کی بات مان لو۔ آج دو پیگ پی لوگے تو تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ یہ نشے میں اور دو آتشہ لگے گی۔"

شلپا اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی "میری شرط نہیں مان رہے ہو۔ میں جارہی ہوں۔ ہمت ہے تو مجھے روک لو۔"

وہ روک سکتا تھا لیکن اس زبردستی کو زبردستی حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ وہ اسے پسینہ پسینہ کردیتی لیکن من کی مراد پوری نہ ہونے دیتی۔ جے وی شوٹر نے سوچا "میں نیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہنے کے لیے شراب سے پرہیز کرتا ہوں۔ ویسے آج تک کوئی میرے اندر نہیں آیا اور نہ ہی یہاں کسی کے آنے کا اندیشہ ہے۔ آج اصول کے خلاف پی لوں گا تو یہ پکے ہوئے پھل کی طرح میری آغوش میں آجائے گی۔"

وہ بولی "کیا سوچ رہے ہو؟ مجھے جانے سے روک سکو گے؟"

"روک سکتا ہوں لیکن تمہاری مرضی سے تمہیں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر ایک بوتل اور دو گلاس منگواؤ۔"

عہدے دار نے کہا "یہ سامنے الماری میں سب کچھ ہے۔ مجھے افسوس ہے' میزبانی نہیں کرسکوں گا۔ کمزوری محسوس کررہا ہوں۔"

جے وی شوٹر اپنی جگہ سے اٹھ کر الماری کے پاس گیا۔ وہاں سے بوتل اور گلاس نکالتے ہوئے بولا "کوئی بات نہیں' کمزور ہو' اٹھ نہیں سکتے مگر تماشا تو دیکھ سکتے ہو۔"

پہلا پیگ تیار ہوگیا۔ دونوں نے گلاسوں کو ٹکرا کر چیئرز کہا پھر پینے لگے۔ جے وی شوٹر پارے کی طرح مچلتے ہوئے شباب کو حاصل کرنے کے لیے بے چین تھا۔ دو چار گھونٹ میں ہی گلاس خالی کرکے بولا "اب دوسرا پیگ لے رہا ہوں۔ اس کے بعد تم میری آغوش میں آرہی ہو گی۔"

وہ دوسرا پیگ پینے لگا۔ اتنا ہی کافی تھا۔ کبریا اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کبریا کی مرضی کے مطابق تیسرا پیگ پھر چوتھا پیگ پینے لگا۔ عہدے دار نے کہا "یہ کیا کررہے ہو؟ اپنے پیروں پر تو بھی کھڑے نہیں رہ سکو گے۔ شراب کو چھوڑو' شباب کو پکڑو۔"

اس نے شلپا کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ ایک کے بجائے دو دکھائی دے رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' چار ہاتھوں میں سے کون سا ہاتھ پکڑے۔ جب ایک ہاتھ پکڑنے میں کامیابی ہوئی تو شلپا نے اس کے ہاتھ کو ایک جھٹکا دیا۔ وہ آگے کو جھکتا ہوا فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔ وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ وہیں پڑا رہا۔ مدہوشی میں بڑبڑاتا رہا۔ وہ میزبان عہدے دار کمزوری کے باعث سو گیا تھا۔ شلپا ان دونوں کو حقارت سے دیکھ کر چلی گئی۔

کبریا اس عہدے دار کے خیالات پڑھنے لگا۔ بہت سے اہم راز معلوم کرنے لگا۔ یہ بھی معلوم ہونے لگا کہ پاکستان میں تخریبی کارروائیاں کرنے اور بڑے شہروں میں امن و امان کا مسئلہ پیدا کرنے کے کیسے کیسے منصوبے بنائے گئے ہیں اور ان منصوبوں پر عمل بھی ہو رہا تھا۔

جے وی شوٹر مدہوش تھا۔ مدہوشی میں اس کے خیالات پڑھے نہیں جا سکتے تھے۔ کبریا نے سوچا' چند گھنٹے بعد آ کر اسے اپنا معمول بنائے گا۔ وہ شلپا کے اندر آ گیا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں تھی۔ ماں نے رات کا کھانا کھانے کو کہا۔ اس نے انکار کر دیا۔ کبریا اب تک واپس نہیں آیا تھا۔ اس کے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ بھوک اڑ گئی تھی۔ نیند بھی نہیں آ سکتی تھی۔

وہ ماں کے پاس آ کر بولی "ہم نے وجے ورما کو مہمان بنایا تھا۔ وزارت خارجہ کا اعلیٰ عہدے دار اس بات پر اعتراض کر رہا تھا۔ کل میں دوسرے عہدے داروں سے اس سلسلے میں بات کروں گی۔"

شلپا کو قریب رکھے ہوئے فون کی گھنٹی سنائی دی۔ وہ بولی "ممی! گھنٹی بج رہی ہے۔ ریسیور اٹھائیں۔"

ماں نے تعجب سے کہا "فون تو خاموش پڑا ہے۔"

"ممی! یہ خاموش نہیں ہے۔ گھنٹی کی آواز صاف سنائی دے رہی ہے۔ شاید وجے کا فون ہے۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا پھر ریسیور کو کان سے لگا کر پوچھا "ہیلو کون؟"

کبریا نے اس کے دماغ میں کہا "میں وہی ہوں۔ جس کے انتظار میں تم تڑپ رہی ہو۔ کیا مجھے پہچان سکتی ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی "وجے تم..... تم کہاں ہو؟"

اس کی ماں نے فون کے وائڈ اسپیکر کو آن کیا۔ تاکہ اس کی باتیں سن سکے۔ کبریا نے اس کے دماغ میں کہا "میں جہاں بھی ہوں' وہاں سے واپس آ سکتا ہوں لیکن کس لیے آؤں؟"

"میرے لیے آؤ۔ پلیز ابھی آ جاؤ۔"

ماں نے حیرانی سے پوچھا "تم کس سے باتیں کر رہی ہو؟ دوسری طرف سے کوئی نہیں بول رہا ہے۔ فون بند ہے۔"

"ممی! وائڈ اسپیکر میں خرابی ہو گی۔ میں ریسیور سے وجے کی آواز سن رہی ہوں۔ یہ لیں آپ بات کریں۔ وجے کو سمجھائیں' وہ یہاں واپس آ جائے۔"

مسز ورما نے ریسیور لے کر کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو وجے! تم اچانک کہاں چلے گئے ہو؟ ہمیں بتا کر جانا چاہیے تھا۔"

وہ جواب سننے کے لیے چپ ہوئی پھر بولی "ہیلو۔ ہیلو وجے۔ ہیلو....."

پھر وہ شلپا سے بولی "دوسری طرف کوئی نہیں ہے۔ فون خاموش ہے۔"

شلپا نے ماں سے ریسیور چھین کر کان سے لگایا "ہیلو وجے! تم خاموش کیوں ہو گئے؟"

کبریا نے کہا "میں خاموش نہیں ہوں۔ تم میری آواز سن رہی ہو۔ تم سنتی رہو' میں بولتا ہوں گا۔"

"تم ممی سے کیوں نہیں بول رہے ہو؟"

"میری آواز صرف تم سن سکو گی کیونکہ یہ میری آتما کی آواز ہے۔"

مسز ورما نے سر گھما کر دیکھا۔ فون کا پلگ سوئچ بورڈ سے نکل کر ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ وہ تعجب سے بولی "تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔ پلگ لگا ہوا نہیں ہے۔ فون سے آواز کیسے آئے گی؟ تم نے گھنٹی کی آواز سنی اور اب باتیں کر رہی ہو۔ شلپا! یہ فون ڈیڈ (DEAD) ہے۔"

شلپا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر سوئچ کی طرف دیکھا۔ واقعی پلگ سوئچ سے الگ تھا۔ فون سے رابطہ ہو نہیں سکتا تھا۔ اس نے ریسیور کو پھر کان سے لگا کر کہا "ہیلو وجے! ہیلو۔"

اس بار کبریا خاموش رہا۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ کر حیرانی سے ریسیور کو دیکھنے لگی۔ مسز ورما نے کہا "تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ فون ڈیڈ پڑا ہے اور ہیلو ہیلو کیے جا رہی ہو۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولی "ممی! میں صاف طور سے اس کی آواز سن رہی تھی۔ اس کی آواز آپ نہیں سن سکتی تھیں۔"

"ایسی کیا بات ہے کہ مجھے اس کی آواز سنائی نہ دیتی؟"

"وہ کہہ رہا تھا۔ اس کی آتما بول رہی ہے اس کی آواز صرف میں سن سکتی ہوں۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟ تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ مر چکا ہے۔ خود بول نہیں سکتا۔ اس لیے اس کی آتما بول رہی ہے۔"

وہ جھنجلا کر ریسیور کریڈل پر پٹختے ہوئے بولی "میں کیا جانوں' وہ بول رہا تھا' یا اس کی آتما بول رہی تھی۔ میں صاف طور سے اس کی آواز سن رہی تھی۔"

"بیٹی! میں تمہارے اندر تبدیلی دیکھ رہی ہوں۔ وہ تمہارے حواس پر چھا گیا ہے۔ تم اس کے لیے باؤلی ہو رہی ہو۔ خود کو سنبھالو۔ ورنہ پاگل ہو جاؤ گی۔"

وہ قائل ہو کر سوچنے لگی "ہاں میں پاگل ہو رہی ہوں۔ اس نے فون نہیں کیا تھا اور میں اس کی آواز سن رہی تھی۔

میں اس کی دیوانی ہو گئی ہوں۔"

وہ سوچتے ہوئے اپنے بیڈ روم میں آ گئی۔ وہاں بھی سوچ کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ بیڈ پر لیٹ گئی پھر چونک کر اٹھ بیٹھی۔ سامنے کبریا کھڑا ہوا تھا۔ وہ بیڈ سے اتر کر دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی پھر اس سے لپٹ کر بولی "تم۔ تم کہاں چلے گئے تھے؟ اس طرح کیوں مجھے تڑپا رہے ہو؟ اب میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔"

وہ اس سے لپٹ رہی تھی۔ اس کے چہرے کو اپنے اوپر جھکا کر اسے ادھر ادھر سے چوم رہی تھی اور کہہ رہی تھی "تم مجھے پاگل بنا رہے ہو۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ وعدہ کرو۔ مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔"

باہر سے مسز ورما کی آواز سنائی دی "شلپا! کس سے باتیں کر رہی ہو؟"

"ممی! یہ وجے ہے۔ واپس آ گیا ہے۔ آپ آ کر دیکھیں۔"

مسز ورما دروازہ کھول کر اندر آئی۔ کبریا نے اس کے دماغ میں آ کر اسے غائب دماغ بنا دیا۔ اب وہ اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ بولی "کہاں ہے وجے؟"

کبریا مسز ورما کے سامنے آ گیا۔ شلپا نے کہا "ممی! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ وجے آپ کے سامنے ہے۔ یہ آپ کے سامنے سے گزرتا ہوا دروازے کی طرف جا رہا ہے۔"

وہ گھوم کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ جبکہ حقیقتاً موجود تھا۔ اس دروازے سے گزر کر باہر چلا گیا تھا۔ شلپا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "وجے! رک جاؤ۔ کہاں جا رہے ہو؟"

مسز ورما نے شلپا کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر آگے جانے سے روک لیا "رک جاؤ بیٹی! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ یہاں وجے نہیں ہے اور تم اسے دیکھ رہی ہو۔ وہاں فون ڈیڈ پڑا تھا اور تم اس کی آوازیں سن رہی تھیں۔"

شلپا خود کو چھڑا کر کبریا کے پیچھے جانا چاہتی تھی لیکن ماں اس سے لپٹ گئی تھی۔ اسے آگے بڑھنے نہیں دے رہی تھی۔ دراصل کبریا اس کے اندر رہ کر شلپا کو اپنے پیچھے آنے سے روک رہا تھا پھر ایک جگہ چھپنے کے بعد اس نے ماں بیٹی کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔

وہ دوڑتی ہوئی کمرے سے باہر آئی ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آوازیں دینے لگی "وجے..... وجے! تم کہاں ہو؟ واپس آ جاؤ وجے!"

مسز ورما بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے جانے لگی "یہ لڑکی سچ مچ پاگل ہو گئی ہے۔ پتا نہیں وجے کل سے کہاں گم ہو گیا ہے۔ جب تک واپس نہیں آئے گا' یہ اس کے لیے باؤلی ہوتی رہے گی۔"

شلپا مکان کے ایک ایک حصے میں اسے ڈھونڈ رہی تھی۔ ایک جگہ ماں سے سامنا ہوا۔ وہ غصے سے بولی "آپ میرے کمرے میں کیوں آئی تھیں۔ وہ آپ کو دیکھتے ہی پھر کہیں چلا گیا ہے۔"

"وہ مجھے دیکھ کر کیوں جائے گا۔ میں اس کی دشمن نہیں ہوں۔ تم یہ کیوں نہیں مانتیں کہ وہ تمہارے کمرے میں نہیں تھا۔ گھر ہوتا تو مجھے نظر آتا۔"

"آپ بوڑھی ہو گئی ہیں۔ آپ کی بینائی کمزور ہو گئی ہے۔ وہ سر سے پاؤں تک دکھائی دے رہا تھا۔ پلیز آپ میرے بیڈ روم کی طرف نہ آئیں۔"

وہ اپنے بیڈ روم کی طرف جاتے ہوئے سوچنے لگی "پتا نہیں ممی کو کیا ہو گیا ہے؟ وہ موجود تھا۔ میں اس سے لپٹ رہی تھی۔ اسے چوم رہی تھی اور ممی ہیں کہ اس کے وجود سے انکار کر رہی ہیں۔"

وہ دروازہ کھول کر اپنے بیڈ روم میں آئی۔ کبریا اس کے بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ خوشی سے چیخ پڑی۔ وہ دوڑتی ہوئی اچھل کر بستر پر آئی اور اس سے لپٹ گئی۔ ادھر ادھر سے اسے چھو کر' چوم کر کہنے لگی "تمہارا وجود ہے لیکن ممی تمہیں دیکھ نہیں پا رہی ہیں۔"

کبریا نے اس کی سوچ میں کہا "ان خوب صورت لمحات میں مجھے ممی کی نہیں اپنی بات کرنی چاہیے۔"

وہ بولی "ممی کو مارو گولی۔ یہ بتاؤ کہاں چلے گئے تھے؟"

کبریا نے اس کی سوچ میں کہا "یہ کہیں بھی گیا ہو۔ ابھی بات نہیں' صرف پیار ہی پیار کرنا چاہیے۔ اسے دیوانہ بنانے کے لیے اپنے حسن کا نظارہ کرانا چاہیے۔"

مسز ورما دروازہ کھول کر اندر آئی پھر اسے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ مسز ورما کو کبریا نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ بیڈ پر تنہا دکھائی دے رہی تھی اور ایسی حرکتیں کر رہی تھی جیسے خیال میں وجے سے لپٹ کر پیار کر رہی ہو۔

مسز ورما اپنے گالوں پر ہولے ہولے طمانچے مارتی ہوئی رام رام کہتے ہوئے بیڈ روم سے باہر آ گئی۔ سوچنے لگی' صبح دماغی امراض کے کسی ڈاکٹر سے کنسلٹ کرے گی۔ اس لڑکی کا علاج نہ کرایا گیا تو یہ اسی طرح ایب نارمل ہو کر گھر سے باہر چلی جائے گی اور جگ ہنسائی کا سبب بنے گی۔

اس نے بند دروازے کی طرف دیکھا پھر قریب آ کر کان

لگا کر سننے لگی۔ اندر سے آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ کچھ کہتی جارہی تھی۔ صاف سنائی نہیں دے رہا تھا۔ ماں نے سمجھ لیا' وہ تصور میں وجے کو دیکھ رہی ہے' تصور میں اس سے لپٹ رہی ہے۔ گہری گہری سانسیں لے رہی ہے اور ہائے ہائے کررہی ہے جیسے وجے مرچیں کھلا رہا ہو۔

وہ بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد کبریا نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا' مسز رما اپنے کمرے میں جاکر سوگئی تھی۔ اوھر بیڈ روم میں شلپا مدہوش ہورہی تھی۔ بیڈ پر وہ بے ترتیب بکھری پڑی تھی۔ وہ مستی میں ڈوب کر کہہ رہی تھی "کون کہتا ہے' تم عمر میں چھوٹے ہو؟ ہائے تم نے میرا کچومر نکال دیا ہے۔"

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ کبریا اس سے الگ ہو کر بیڈ سے اتر گیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے غائب دماغ بنا دیا۔ اب وہ اسے نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ ایک دم سے چونک کر اٹھ بیٹھی۔ کہنے لگی "وجے! وجے! تم اچانک کیسے غائب ہوگئے ہو؟"

وہ بیڈ سے اتر کر وہاں گئی' جہاں کبریا کھڑا ہوا تھا۔ اب وہ ادھر نہیں تھا اس کمرے سے جاچکا تھا لیکن اس کے اندر موجود تھا۔ شلپا دونوں ہاتھ پھیلا کر اندھوں کی طرح اسے ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ اس کی سوچ میں بولا "میں کسے ڈھونڈ رہی ہوں؟ وہ یہاں نہیں آیا تھا۔"

وہ چیخ کر بولی "آیا تھا۔ میں ممی کی طرح اندھی نہیں ہوں۔ اسے آنکھوں سے دیکھتی رہی' اسے چھوتی رہی' وہ مجھے بازوؤں میں بھرتا رہا اور چومتا رہا۔ وہ ابھی یہاں تھا۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اپنے لباس کے پاس آئی۔ اسے پہنتے ہوئے بولی "وہ یہاں تھا۔ اس نے میرے بدن پر اپنے پیار کی مہر لگائی ہے۔ وہ خواب نہیں تھا۔ خیال نہیں تھا۔ سچ سچ یہاں تھا۔ وجے ـــ وجے! تم کہاں گم ہوگئے ہو؟ پلیز آجاؤ۔"

پھر اس کی دوسری سوچ نے کہا "یہ جاگتی آنکھوں کا خواب تھا۔ مجھے یقین کرلینا چاہیے وہ کوئی جادو نہیں تھا۔ وہ غائب نہیں ہوا تھا۔ یہ میری نظروں کا دھوکا تھا۔"

وہ سر تھام کر ایک جگہ بیٹھ گئی۔ اس ترقی یافتہ سائنسی دور میں یہ بات بڑی مضحکہ خیز تھی کہ وہ نظروں کے سامنے تھا اور غائب ہوگیا تھا۔ کوئی بھی سننے والا یقین نہ کرتا۔ اسی کا مذاق اڑایا جاتا۔ وہ کسی سے پوچھ نہیں سکتی تھی کہ اگر یہ خواب تھا تو میرے بدن کا جو توڑ جوڑ کیوں دکھ رہا ہے؟

اس کے اس سوال کا جواب خود اس کے پاس نہیں تھا۔

○☆○

الپا اور کبریا کا اغوا شدہ فرہاد افریقہ کے شہر سن سٹی پہنچ گیا۔ اس کا عارضی نام جیکی فرائیڈ تھا۔ امریکا کے نئے ڈی فرہاد کا عارضی نام فا ٹنڈر تھا۔ وہ بھی اسی جہاز سے وہاں پہنچ گیا تھا۔ سفر کے دوران میں الپا نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ اب وہ نارمل ہوچکا تھا۔ امریکی اعلیٰ افسران کشمکش میں تھے کہ اپنے منصوبے کے مطابق اس سے کام لیا جائے یا صبر کیا جائے؟ وہ سمجھ گئے تھے کہ الپا ان کے فا ٹنڈر کے دماغ میں جگہ بنا چکی ہے۔ اس کے ذریعے ان کے منصوبے معلوم کررہی ہے۔ وہ کسی بھی مرحلے میں رکاوٹ پیدا کرسکتی ہے۔

ایک افسر نے کہا "اسرائیلی اکابرین نے الپا سے بات کی ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمارے ڈی فرہاد (فا ٹنڈر) کے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی۔"

نمبر سیون نے کہا "ہمیں اپنے ڈی کو استعمال کرکے آزمانا چاہیے کہ الپا مداخلت کرے گی یا نہیں؟ جب اس نے وعدہ کیا ہے تو ہمیں یہ رسک لینا چاہیے۔"

اب وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ الپا کا ردِعمل کیا ہوگا؟ انہوں نے ساؤتھ افریقہ کے ایک چینل سے دھماکا خیز خبر نشر کی کہ فرہاد امریکیوں کی قید سے فرار ہونے کے بعد پہلی بار اس چینل کے ذریعے دنیا والوں کو مخاطب کرے گا۔ افریقہ کے وقت کے مطابق رات آٹھ بجے دنیا والے اسے اسکرین پر دیکھ سکیں گے اور اس کی باتیں سن سکیں گے۔ اگر امریکا اور اس کے اتحادیوں نے اسے دنیا والوں سے رابطہ قائم کرنے سے روکنا چاہا اور چینل میں خرابی پیدا کرنے کی کوشش کی تو انہیں برے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔

انہوں نے اپنے ہی ڈی فرہاد کے ذریعے اپنے خلاف ایک شوشا چھوڑا۔ مختلف چینلز کے ذریعے بار بار یہ خبر نشر کرتے رہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس خاص چینل پر ان کے ڈی فرہاد کو دیکھیں اور اس کی باتیں سنیں۔

وہ یہی بات کہنے والا تھا کہ امریکا کے ایک انڈر گراؤنڈ سیل میں اسے قیدی بنا کر رکھا گیا تھا اور قانون کے خلاف اسے ٹارچر کیا گیا تھا۔ وہ ان کے ظلم و ستم سے تنگ آکر قید سے فرار ہوا ہے اور اب چھپ چھپا کر بابا صاحب کے ادارے میں پناہ لینے جائے گا۔

سارا زور اس بات پر ہو تاکہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں جاکر چھپنے والا ہے۔ اس کے بعد امریکی اور اس کے اتحادی ممالک مطالبہ کریں گے کہ فرہاد کو دوبارہ ان کے حوالے کیا جائے۔ اگر مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو اس ادارے پر تباہ کن حملے کیے جائیں گے اسے نیست و نابود کردیا جائے گا۔

الپا اور کبریا اس خاص چینل کے پروگرام پروڈیوسر اور وہاں کے عملے کے اہم افراد کے دماغوں پر قبضہ جما چکے تھے۔ ٹھیک رات کے آٹھ بجے اناؤنسر نے کہا "ناظرین! ہم اپنے اعلان کے مطابق فرہاد علی تیمور کو پیش کررہے ہیں۔ مسٹر فرہاد پر دہشت گردی کا الزام ہے جسے اب تک درست ثابت نہیں کیا جاسکا ہے۔ مسٹر فرہاد ان کی قید سے فرار ہو کر روپوشی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اگر وہ براہ راست ہمارے اسٹوڈیو میں آتے تو امریکی ایجنٹ جنس والے انہیں گرفتار کرلیتے۔ لہٰذا مسٹر فرہاد نے رازداری سے اپنی یہ باتیں ریکارڈ کرائی ہیں۔ یہ لائیو LIVE پروگرام نہیں ہے۔ ہم ریکارڈنگ پیش کررہے ہیں۔"

ایسے وقت ایک اور اناؤنسر نے آکر کہا "ناظرین! یہاں ایک دلچسپ صورتحال پیدا ہوگئی۔ ایک اور فرہاد علی تیمور یہ دعوے کررہے ہیں کہ وہ بھی امریکا کے قیدی تھے اور قید سے فرار ہو کر روپوش رہنے لگے ہیں۔ ہم ابھی ان کی بھی ریکارڈنگ پیش کررہے ہیں۔"

نمبر سیون' امریکی اکابرین اور اتحادی ممالک کے سربراہ یہ پروگرام دیکھ رہے تھے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے "یہ کیا ہورہا ہے؟ الپا گڑبڑ کررہی ہے۔ ہمارے فرہاد کے ساتھ اپنے فرہاد کو پیش کررہی ہے۔ اسے ایسا کرنے سے روکا جائے۔"

نمبر سیون نے الپا کو مخاطب کیا "میڈم! آپ نے کہا تھا' ہمارے ڈی فرہاد کے معاملات میں آپ مداخلت نہیں کریں گی۔"

وہ بولی "میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ تم اپنے منصوبے کے مطابق جو کررہے ہو' اس میں مداخلت نہیں کررہی ہوں۔"

"آپ ایسے وقت دوسرا فرہاد پیش کررہی ہیں۔ دنیا والوں کو الجھا رہی ہیں۔ کوئی یہ سمجھ نہیں پائے گا کہ دونوں میں سے کون اصلی ہے اور کون سچ بول رہا ہے۔"

الپا' نمبر سیون اور امریکی اعلیٰ افسران اس بحث میں الجھے ہوئے تھے ادھر امریکی ڈی فرہاد کی ریکارڈنگ دنیا والوں کے سامنے پیش کی جارہی تھی۔ وہ ڈی فرہاد کہہ رہا تھا "مجھے قیدی بنا کر بری طرح ٹارچر کیا گیا ہے۔ قانون کے مطابق مجھے عدالت میں پیش کرنا چاہیے لیکن میرے دشمن یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ عدالت میں مجھے دہشت گرد ثابت نہیں کرسکیں گے۔ اس لیے وہ مجھے ٹارچر سیل میں مار ڈالنا چاہتے تھے۔ میں بڑی مشکلوں سے جان بچا کر آیا ہوں۔ میں نے طے کرلیا ہے کہ روپوش رہ کر سفر کرتا رہوں گا اور کسی بھی طرح بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ کر وہاں باقی زندگی گزاروں گا۔"

اناؤنسر نے کہا "ناظرین! ابھی مسٹر فرہاد بہت کچھ کہنے والے ہیں۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے یہ سلسلہ منقطع کرکے دوسرے فرہاد علی تیمور کو پیش کررہے ہیں۔ آپ دوسرے فرہاد کو بھی دیکھ لیں۔ دونوں کی باتیں سن کر اصلی فرہاد کو پہچانیں۔"

اسکرین پر الپا اور کبریا کا ڈی فرہاد نظر آنے لگا۔ وہ بھی ٹارچر سیل میں ہونے والے ظلم و ستم کی داستان سنانے لگا پھر اس نے کہا "میں روپوش رہ کر ثابت کروں گا کہ دہشت گرد نہیں ہوں اور پناہ لینے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جاؤں گا۔ وہاں پناہ لینے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امریکی اور اس کے اتحادی بابا صاحب کے ادارے کے لیے مشکلات پیدا کریں گے۔ مجھے وہاں سے دوبارہ گرفتار کرنے کے لیے اس ادارے پر حملے کریں گے اور اتنے بڑے اسلامی ادارے کو نابود کرنا چاہیں گے۔"

وہ ایسی باتیں کررہا تھا جو دشمنوں کے منصوبے کے خلاف تھیں وہ کہہ رہا تھا "میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جس کے نتیجے میں دشمنوں کو موقع ملے اور وہ اسلامی ادارے کو نقصان پہنچائیں میرے چھپنے کے لیے اور محفوظ رہنے کے لیے ایک اور مضبوط پناہ گاہ ہے۔ میں کل تک وہاں پہنچنے والا ہوں۔"

اس سے پوچھا گیا "کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ پناہ گاہ کہاں ہے؟"

"میں وہاں پہنچ کر بتاؤں گا۔ اگر میں وقت سے پہلے بتاؤں گا تو دشمن مجھ سے پہلے اس پناہ گاہ تک پہنچ جائیں گے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"

اناؤنسر نے کہا "ناظرین جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں مسٹر فرہاد اپنی گفتگو ختم کرچکے ہیں۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچنے کے بعد ہم سے رابطہ کریں گے۔ امید ہے کہ ہم کل تک پھر دوسرے فرہاد علی تیمور کو پیش کرسکیں گے۔"

اس چینل پر چند سیکنڈ تک وقفہ رہا پھر اناؤنسر نے کہا "ناظرین! ہمیں بابا صاحب کے ادارے سے ایک پیغام

موصول ہوا ہے۔ یہ پیغام ایک آڈیو کیسٹ میں ہے۔ ہم اسے پیش کررہے ہیں سماعت فرمائیں۔"

اس چینل سے ایک مردانہ آواز ابھرنے لگی "میں بابا صاحب کے ادارے کا ایک عہدے دار بول رہا ہوں۔ میرا نام خلیل بن مکرم ہے میں بابا صاحب کے ادارے کے تمام اعلیٰ عہدے داران کی متفقہ رائے کے مطابق یہ کہہ رہا ہوں۔ کسی بھی فرار ہو کر آنے والے فرہاد سے ہمارا تعلق نہیں ہے۔ ہم نے اصل فرہاد علی تیمور کو عدالت میں پیش کرنے کے لیے اسے امریکا کے حوالے کیا تھا۔ فرہاد بھگوڑا نہیں ہے کہ بزدلوں کی طرح قید سے فرار ہو کر ہمارے پاس پناہ لینے آئے گا۔ یہ امریکی چال ہے دو عدد ڈمی فرہاد کو ہمارے ادارے کی طرف بھیجا جارہا ہے لیکن ہم کسی کو پناہ نہیں دیں گے۔ ہم صرف اصلی فرہاد کو عدالت سے باعزت طور پر بری کرائیں گے۔ ہم امریکی اکابرین سے کہتے ہیں کہ فرہاد کو عالمی عدالت میں پیش کرنا ان کی ذمے داری ہے۔ وہ اپنی ذمے داری پوری کریں۔ ورنہ ہم ان کے خلاف یہ مقدمہ کریں گے کہ انہوں نے اصل فرہاد کو مار ڈالا ہے اور دو چار ڈمی فرہاد کے ذریعے ڈراما پلے کررہے ہیں۔"

بابا صاحب کے ادارے سے ایسی باتیں سن کر امریکی اکابرین پریشان ہوگئے۔ یہ واقعی ان کی ذمے داری تھی کہ قیدی فرہاد کو عدالت میں پیش کرتے۔ پیش نہ کرنے کی صورت میں بابا صاحب کے ادارے سے اصلی فرہاد کی واپسی کا مطالبہ کیا جاسکتا تھا۔ وہ امریکا کے خلاف قانونی لڑائی میں جیتنے والے تھے۔

ایک امریکی افسر نے کہا "پریشانی کی ایسی بات نہیں ہے۔ قیدی جیل سے فرار ہوتے رہتے ہیں۔ ہم ثابت کردیں گے کہ جس فرہاد کو قیدی بنایا گیا تھا' وہ واقعی فرار ہوگیا۔ ہماری ناکامی یہ ہے کہ فرار ہونے والے فرہاد کو بابا صاحب کے ادارے میں گھسنے نہیں دیا جائے گا۔ ہم اپنی پلاننگ کے مطابق فرہاد کو بابا صاحب کے ادارے میں نہ پہنچا سکیں گے نہ اس ادارے پر حملہ کرنے کا جواز پیدا کرسکیں گے۔"

دوسرے افسر نے کہا "قیدی فرہاد کو الپا نے اغوا کیا۔ الپا کو بابا صاحب کے ادارے کی امداد حاصل تھی۔ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ وہی اصل فرہاد تھا۔ وہ کل تک کسی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچنے والا ہے۔ اس ادارے والوں نے پہلے ہی اس کے لیے پناہ گاہ کا انتظام کر رکھا ہے۔ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ وہ پناہ گاہ کہاں ہوسکتی ہے۔"

ایک اور افسر نے کہا "ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اور مختلف ممالک میں رہنے والے سراغ رساں یہ معلوم کرنے کی کوششیں کررہے ہیں۔ تمام ممالک کے ائرپورٹس' بندرگاہوں اور خشکی کے تمام راستوں کی نگرانی کی جارہی ہے۔ کوئی بھی ایسا شخص جو بیمار ہے اور ہڈیوں کا ڈھانچا دکھائی دیتا ہے' اسے چیک کیا جائے گا۔ اس کے چور خیالات پڑھے جائیں گے۔ کوشش یہ کی جارہی ہے کہ اس فرہاد کو ساؤتھ افریقہ سے باہر نہ نکلنے دیا جائے۔"

اب وہ اس ایک ڈمی فرہاد کی تلاش میں مصروف ہوگئے تھے۔ ان کے اپنے ڈمی فرہاد کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے والا منصوبہ ناکام ہوگیا تھا۔ تمام بڑے عالمی اداروں کی طرف سے پوچھا جارہا تھا کہ امریکا یہ کیسا ڈراما پلے کررہا ہے؟ وہ بابا صاحب کے ادارے سے ایک فرہاد کو قیدی بنا کر لے گیا تھا پھر اس کی قید سے دو فرہاد کیسے فرار ہوگئے؟

ایسے انڈر گراؤنڈ سیل میں جہاں سخت الیکٹرونک انتظامات کیے گئے تھے۔ وہاں سے ایک قیدی بھی فرار نہیں ہوسکتا تھا۔ جبکہ دو عدد قیدی فرہاد فرار ہوگئے تھے۔

وہ اپنی طرف سے یہ صفائی پیش کررہے تھے کہ ایک ہی فرہاد فرار ہوا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے والے دوسرے فرہاد کے فرار ہونے کا ڈراما پلے کرکے اس معاملے کو الجھا رہے ہیں اور وہ جلد ہی اس ایک فرہاد کو گرفتار کرنے والے ہیں۔

یہ معاملہ اتنا دلچسپ اور اہم ہوگیا تھا کہ کوبرا اور راسپوٹین بھی ان دو عدد فرہاد سے دلچسپی لینے لگے۔ انہوں نے ازبکستان والے فرہاد کو عارضی طور پر نظرانداز کردیا۔ وہ بھی یہ معلوم کرنے لگے کہ وہ فرہاد کل تک کس ملک کے کس علاقے میں کس خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنے والا ہے۔ ایسے وقت اعلیٰ بی بی نے اسے مخاطب کیا "ہائے! میں ہوں۔ مس ان نون۔ کیا ہورہا ہے؟"

ٹھیک ایسے ہی وقت کوئی عورت راسپوٹین سے کہہ رہی تھی "یو شٹ اپ! کیا خود کو گلفام سمجھتے ہو۔ میں کوئی بکاؤ مال نہیں ہوں۔"

ادھر راسپوٹین نے اعلیٰ بی بی کی سوچ کی لہروں کو سنتے ہی سانس روک لی۔ اس عورت سے بولا "میری جان! میں تمہارے غصے کو پیار میں بدل سکتا ہوں لیکن پھر سہی۔ ابھی مجھے مصروف رہنا ہوگا۔"

وہ کسی حسین عورت کو پھانس رہا تھا۔ ایسے وقت کوئی بھی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تو وہ اسے بھگا دیتا لیکن اس نے مس ان نون کی بہت ضرورت تھی۔ وہ اسے مخاطب کرتے

ہوئے بولا "سوری میں نے سانس روک لی تھی۔ تم میرے اندر آسکتی ہو۔"

اعلیٰ بی بی اس حسین عورت کے دماغ میں جگہ بنا چکی تھی۔ دوسری بار راسپوٹین کے اندر آکر بولی "شاید تم مصروف ہو۔ میں پھر کسی وقت آؤں گی۔"

"او۔ نو۔ میں نے مصروفیت ختم کردی ہے۔ تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا۔ تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا تھا۔"

"میں جانتی ہوں' تم ان دو عدد فرہاد کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو۔"

"او گاڈ! تم کیسے جانتی ہو؟ تمہارے بارے میں امریکی افسران درست کہتے ہیں کہ تم جادو جانتی ہو۔ بے شک میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم ان کے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

"میں دوسرے کو اہمیت نہیں دے رہی ہوں۔ صرف اس فرہاد کے پیچھے ہوں' جو کل تک کسی پناہ گاہ میں پہنچنے والا ہے۔"

"کیا تم اس کا تعاقب کررہی ہو؟"

"میں اس کے پیچھے کہاں بھاگتی پھروں گی۔ میں تو قاہرہ میں ہوں۔ میرا ایک آلہ کار اس کا تعاقب کررہا ہے۔"

راسپوٹین یہ سن کر چونک گیا کہ مس ان نون قاہرہ میں ہے۔ کیونکہ وہ بھی اس شہر کے ایک ہوٹل السوئز میں تھا۔ حقیقتاً وہ قاہرہ میں نہیں تھی۔ وہ اس حسین عورت کے دماغ سے یہ معلوم کرچکی تھی کہ وہ ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل سوئز میں ہے۔ وہاں کی وہ کاؤنٹر گرل بہت خوب صورت تھی۔ اس کا نام نبیلہ تھا۔ وہ نبیلہ میں دلچسپی لے رہا تھا اور وہ اس سے کترا رہی تھی۔

وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے کسی وقت بھی اپنے کمرے میں بلا سکتا تھا۔ اس لیے فی الحال اسے چھوڑ کر اعلیٰ بی بی سے اہم باتیں کررہا تھا۔ اس نے پوچھا "کیا وہ فرہاد تمہارے آلہ کار کی نظروں میں ہے؟"

"بے شک' وہ فرہاد کے ساتھ سفر کررہا ہے۔"

"کیا وہ کسی طیارے میں سفر کررہا ہے؟"

"سوری۔ یہ نہیں بتاؤں گی۔"

"یہ تو بتا دو' وہ مغرب کی طرف جارہا ہے یا مشرق کی طرف؟"

"وہ مشرق بعید کی طرف جارہا ہے۔ ابھی جنوبی ایشیا سے گزر رہا ہے۔"

"او گاڈ! مشرق بعید کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ہانگ کانگ جائے گا۔ مارلی کا قلعہ اس کے لیے محفوظ پناہ گاہ ہے۔ وہ اسی قلعے میں جائے گا۔"

"میں بھی یہی سمجھ رہی ہوں۔ وہ ضرور اس قلعے میں جائے گا۔"

"مس ان نون! تم بہت باکمال ہو۔ میں نے پہلے بھی خواہش ظاہر کی تھی۔ اب بھی یہی کہتا ہوں۔ ہم بہترین دوست بن سکتے ہیں۔"

"میں نے دوستی سے انکار نہیں کیا تھا لیکن یہ خیال دل سے نکال دو کہ تم کرونا کی طرح مجھے دوست بنا کر ٹریپ کرسکو گے۔"

"میں کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ تم مجھے دور دور رہنے کو کہو گی۔ میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا لیکن ہمیں کبھی اتنی دور بھی نہیں رہنا چاہیے کہ ہم کبھی برے وقت میں ایک دوسرے کی مدد کے لیے فوراً نہ پہنچ سکیں۔"

"میں مانتی ہوں۔ ہم کسی ایک ملک' ایک شہر میں رہ سکتے ہیں لیکن کبھی ایک دوسرے کے روبرو نہیں آئیں گے اور نہ تم کبھی اس شہر میں مجھے تلاش کرو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ تمہیں کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تم پر بھروسا کروں گی' تمہیں آزماؤں گی۔ تمہیں اپنا ایک راز بتاتی ہوں۔ میں پچھلے تین ماہ سے قاہرہ میں ہوں اور ایک طویل عرصے تک رہوں گی۔ یہاں میرا علاج ہورہا ہے۔"

"علاج...؟ کیسا علاج؟"

"میں قمری مہینے کی ہر چودھویں رات کو ایب نارمل ہوجاتی ہوں۔ یہ وضاحت سے نہیں بتاؤں گی کہ ایب نارمل رہنے کے دوران میں کن حالات سے گزرتی ہوں۔ ایک بہت ہی معروف دماغی امراض کے ڈاکٹر نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ جب چودھویں کا چاند طلوع ہو تو مجھے کسی ساحل سمندر پر رہنا چاہیے۔ میں اس کے مشورے کے مطابق پچھلے تین مہینے سے دریائے نیل کے ساحل پر جاتی ہوں۔ جب چودھویں کا چاند طلوع ہوتا ہے تو میں ایب نارمل نہیں ہوتی۔ بالکل نارمل رہتی ہوں۔ سوچتی ہوں اب ہمیشہ نیل کے ساحل پر رہوں یا جب تک آسمان پر پورا چاند رہا کرے' میں یہاں رہوں پھر باقی دن اپنے ملک میں گزارا کروں۔"

وہ باتوں ہی باتوں میں یہ ظاہر کررہی تھی کہ آج کل قاہرہ میں دریائے نیل کے ساحل کے قریب کسی بنگلے یا ہوٹل میں ہے۔ وہ ہوٹل السوئز بھی نیل کے ساحل پر تھا۔ اعلیٰ بی بی

اس کاؤنٹر گرل نبیلہ کے ذریعے یہ معلوم کرچکی تھی کہ راسپوٹین اس ہوٹل کے ایک سوئٹ میں ہے۔

وہ بولا "تم مجھ پر بھروسا کررہی ہو۔ تم نے یہ بتایا ہے کہ قاہرہ میں ہو۔ آج کل میں پیرس میں ہوں۔ اگر اجازت دو تو کسی بھی پہلی فلائٹ سے قاہرہ آجاؤں۔"

"آجاؤ۔ جب دوستی کرنی ہی ہے تو دوستوں کو قریب نہ رہتے ہوئے بھی قریب رہنا چاہیے۔ ایک گھر میں نہ سہی' ایک شہر میں رہنا چاہیے۔ میں اتنی بڑی دنیا میں بالکل تنہا ہوں۔ اس شہر میں تمہاری موجودگی احساس دلائے گی کہ کبھی برے وقت میں کام آنے والا کوئی میرے قریب ہے اور ایک آواز میں مجھ تک پہنچ سکتا ہے۔"

"میں وقت آنے پر ثابت کروں گا کہ تمہارا سب سے بڑا محافظ ہوں۔ کسی غرض یا لالچ کے بغیر تم سے دوستی نباہتا رہوں گا۔ میں آج رات تک کسی فلائٹ سے وہاں پہنچ رہا ہوں۔ جب تک تم اس شہر میں رہو گی' میں بھی وہیں رہوں گا۔"

اعلیٰ بی بی اس کے دماغ سے واپس آکر مسکرانے لگی۔ وہ بے لوث اور بے غرض دوستی کا دعویٰ کررہا تھا اور اس سے جھوٹ بول رہا تھا کہ وہ پیرس میں ہے۔ اب وہ نیل کے ساحل پر جاکر اسے تلاش کرتا رہے گا۔

اعلیٰ بی بی اس کاؤنٹر گرل نبیلہ کے ذریعے ہوٹل کے کچن میں پہنچ گئی تھی۔ کچن کے انچارج' تمام باورچی اور کئی ویٹرز کے دماغوں میں جگہ بناتی جارہی تھی۔ اسے انتظار تھا۔ راسپوٹین ہوٹل میں واپس آکر لنچ کرسکتا تھا یا رات کا کھانا کھاسکتا تھا۔ ایسے وقت وہ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرسکتی تھی۔

وہ واقعی نیل کے ساحلی علاقے میں آگیا تھا۔ وہ ساحل تقریباً دس میل تک اس طرح آباد تھا کہ وہاں امیر کبیر افراد کے بنگلے تھے' کئی منگے ہوٹل اور طرح طرح کی تفریح گاہیں اور نائٹ کلب وغیرہ تھے۔ وہاں مس ان نون کو ایک ہی دن میں تلاش نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پتا نہیں وہ کتنے عرصے تک وہاں بھٹکنے والا تھا۔ یہ بھٹکانے والی پر منحصر تھا۔ پتا نہیں وہ کس طرح اسے الو بنانے والی تھی۔

اس نے اسے تلاش کرنے کے دوران سوچا "فی الوقت فرہاد سے زیادہ مس ان نون اہم ہے۔ جب فرہاد اپنی پناہ گاہ میں پہنچے گا تو پھر اس کی طرف توجہ دی جائے گی۔ میں ساحل پر نظر آنے والی ہر عورت کے خیالات پڑھتا رہوں گا۔ آج نہیں تو کل یا دو چار دنوں میں ضرور ان نون تک پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے ایک آلہ کار کے ذریعے امریکی افسران سے رابطہ کیا پھر کہا "میں راسپوٹین بول رہا ہوں۔ تم سب اپنے قیدی فرہاد کو ڈھونڈ رہے ہو کہ وہ کہاں ہے اور کس طرح چھپ کر اپنے کسی خفیہ اڈے میں پہنچنے والا ہے۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں وہ خفیہ اڈا معلوم کرچکا ہوں۔ کیا یقین کرو گے؟"

سب نے چونک کر اس آلہ کار افسر کو دیکھا۔ اس کے اندر راسپوٹین تھا۔ ایک افسر نے پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

دوسرے نے کہا "وہ ابھی اپنی پناہ گاہ تک نہیں پہنچا ہے پھر تم نے کیسے معلوم کرلیا؟"

وہ بولا "مس ان نون نے اب تک کبھی کوئی غلط اطلاع نہیں دی۔ ہمیشہ صحیح معلومات فراہم کی ہیں۔ ان نون سے میری دوستی پکی ہوگئی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ فرہاد مشرق بعید کی طرف سفر کررہا ہے۔ وہ اس بات سے بے خبر ہے کہ ان نون کا ایک آلہ کار اس کا ہم سفر ہے۔ وہ اپنے آلہ کار کے ذریعے صحیح معلومات حاصل کررہی ہے۔"

ایک افسر نے کہا "مسٹر راسپوٹین! ہم تم سے آدھے گھنٹے بعد بات کریں گے۔ ابھی ہم اسے گھیرنے کے انتظامات میں مصروف رہیں گے۔ ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں' وہ مارلی کے قلعے میں پناہ لے گا۔"

وہ تمام افسران اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اور اتحادی ممالک کے سربراہوں کو یہ دھماکا خیز خبر سنانے لگے۔ ان سے کہنے لگے کہ ہانگ کانگ اور وہاں کے تمام جنوبی جزیروں میں اپنے جاسوس پہنچادیں۔ فرہاد کے قلعے تک پہنچنے سے پہلے جزیرہ لن تاؤ میں چھاتا بردار گوریلا فوج اتاری جائے۔ وہ فوج اس مارلی کے قلعے کا محاصرہ کرے گی اور فرہاد کو وہاں جانے سے پہلے ہی گرفتار کرے گی۔

جنگ کے آثار پیدا ہوگئے تھے۔ تمام اتحادی ممالک کی فوجیں الرٹ ہوگئی تھیں۔ فرہاد کو قلعے کے اندر جانے سے روکنے کے لیے تمام دشمن حد سے گزر جانے والے تھے۔

یہ تو انہیں بعد میں معلوم ہونے والا تھا کہ ان کے تمام مستحکم انتظامات کرنے سے پہلے ہی فرہاد علی تیمور قلعے کے اندر پہنچا ہوا ہے۔

میں اپنی ڈمی بہت پہلے ہی وہاں پہنچا چکا تھا۔

ہانگ کانگ کی انتظامیہ کے عہدے دار یہ سن کر پریشان ہوگئے تھے کہ میں پناہ لینے کے لیے مارلی کے قلعے میں جارہا ہوں اور میرا راستہ روکنے اور مجھے دوبارہ گرفتار کرنے کے لیے امریکا اور اس کے اتحادی جزیرہ لن تاؤ میں گوریلا فوج پہنچانے والے ہیں۔

یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ چین کی اجازت کے بغیر وہاں کوئی ملک اپنی فوج نہیں اتار سکتا تھا اور نہ ہی اپنے جاسوس اور سیکرٹ ایجنٹس بھیج سکتا تھا۔ میرے تمام دشمن ممالک چینی حکام سے اس سلسلے میں گفتگو کررہے تھے۔ ان سے کہہ رہے تھے کہ فرہاد دوسرے دن کسی بھی وقت اپنے قلعے میں جانے کے لیے جزیرہ لن تاؤ پہنچ سکتا ہے۔ یہ ایک رات ختم ہونے اور دوسرے دن کا سورج نکلنے سے پہلے انہیں عارضی طور پر اپنی فوج اتارنے کی اجازت دی جائے۔ فرہاد کو گرفتار کرتے ہی فوج واپس چلی جائے گی۔

چینی حکام راضی نہیں تھے۔ انہوں نے صاف کہہ دیا' ہماری حدود میں کسی بھی ملک کی فوج کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

امریکی اکابرین میں سے ایک حاکم نے کہا "فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والے اب آپ کے دوست نہیں رہے۔ انہوں نے آپ کو ٹرانسفارمر مشین تیار کرکے دی تھی۔ بعد میں اس مشین کو تباہ کردیا۔ آپ کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنی اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے ذریعے ناکارہ بنا دیا۔ اب فرہاد کے پاس منہ چھپانے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس لیے وہ آپ کے علاقے میں آرہا ہے۔ کیا آپ اسے گرفتار کرنے میں ہماری مدد نہیں کریں گے؟"

انہوں نے جواب دیا "فرہاد آپ کا مفرور قیدی ہے۔ ہمارے درمیان قیدیوں کے تبادلے کے سلسلے میں کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے اگر فرہاد اپنے قلعے میں آئے گا تو ہم اسے آپ کے حوالے نہیں کریں گے۔"

دوسرے چینی حاکم نے کہا "اس نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ہمیں فائدہ بھی پہنچایا اور نقصان بھی۔ وہ یہاں آئے گا تو ہم اس کا محاسبہ کریں گے لیکن اپنے علاقے میں آپ کی فوج یا کسی جاسوس کو آنے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

ہانگ کانگ اور اس کے تمام جنوبی جزیروں میں چین کی فوجیں کسی بھی صورت حال سے نمٹنے کے لیے تیار ہوگئیں۔ امریکا اور اس کے اتحادی ممالک سے آنے والے مسافر بردار طیاروں کی پروازیں بھی محدود کردی گئیں۔ ان ممالک سے آنے والے مسافروں کی سختی سے چیکنگ ہونے لگی۔ ان حالات میں میرے تمام دشمن بے دست و پا ہوگئے۔ یہ سمجھ گئے کہ مجھے قلعے میں پہنچنے سے روکنے کے لیے کوئی بہت بڑی کارروائی نہیں کرسکیں گے۔

اب وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ہی میرے خلاف کچھ کرسکتے تھے۔ ہانگ کانگ میں ان کے بے شمار جاسوس تھے۔ نمبر سیون اور اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے ساتھی اپنے سراغ رسانوں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ ان میں سے کئی مقامی جاسوسوں کو جزیرہ لن تاؤ پہنچا دیا گیا۔ وہ جاسوس قلعے کے اندر گھسنے کی پلاننگ کرنے لگے۔

وہ قلعے کے اندر رہ کر وہاں پہنچنے والے فرہاد کو دیکھنا اور یقین کرنا چاہتے تھے۔ اس قلعے کے اہم افراد کو اپنا آلہ کار بنا کر مجھے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرنا چاہتے تھے اور یہ اسی وقت ممکن ہوتا' جب وہ قلعے کے اندر پہنچنے میں کامیاب ہوتے۔ ابھی وہ منصوبے بنا رہے تھے۔

چین کے اکابرین بابا صاحب کے ادارے والوں سے رابطہ کررہے تھے۔ انہیں یقین دلا رہے تھے کہ وہ جزیرہ لن تاؤ میں دشمنوں کو میرے خلاف کوئی بڑی کارروائی کرنے نہیں دیں گے۔ اگر وہ رازداری سے مجھے نقصان پہنچانا چاہیں گے تو ان کا محاسبہ کیا جائے گا۔ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

چینی حکمرانوں کے لیے یہ اچھا موقع تھا۔ وہ میرے کام آکر پہلے جیسی دوستی اور پہلے جیسا اعتماد قائم کرنا چاہتے تھے۔ ایک چینی حاکم نے کہا "ہم مسٹر فرہاد سے براہِ راست گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان سے مسلسل رابطہ رہے اور ہم ان کے لیے سہولتیں فراہم کرتے رہیں۔"

بابا صاحب کے ادارے کے انچارج خلیل بن مکرم نے کہا "مسٹر فرہاد کو قید و بند کے دوران میں بڑی اذیتیں پہنچائی گئی ہیں۔ وہ جسمانی اور دماغی کمزوریوں میں مبتلا ہیں۔ ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہیں۔ اس لیے آپ سے براہِ راست رابطہ نہیں کرسکیں گے۔ کچھ عرصے بعد رابطہ ممکن ہوسکے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ جب وہ مارلی کے قلعے میں آئیں گے تو ہم ان سے ملاقات کا شرف حاصل کریں گے۔"

"اس قلعے کا دروازہ ایک ہفتے تک بند رہے گا۔ کوئی اندر جاسکے گا اور نہ اندر سے کوئی باہر آسکے گا۔ آپ ایک ہفتے بعد ان سے ملاقات کرسکیں گے۔"

"بے شک انہیں قلعے میں پہنچ کر آرام کرنا چاہیے۔ ہم ایک ہفتے بعد ان سے ملاقات کریں گے۔"

چینی اکابرین کو اطمینان ہو گیا تھا۔ ہم سے دوبارہ دوستی کی راہیں ہموار ہو رہی تھیں۔ انہوں نے جزیرہ لن تاؤ میں اپنے جاسوس اور فوجی پہنچا کر اتنا سخت پہرا لگا دیا تھا کہ ایک پرندہ بھی قلعے کی طرف پرواز نہیں کر سکتا تھا۔

امریکا اور اتحادی ممالک کے جاسوس پریشان ہو گئے تھے۔ انہیں سزائیں دی گئی تھیں پھر ان کے ملکوں میں انہیں واپس بھیج دیا گیا تھا۔

ان کا منصوبہ بری طرح ناکام رہا تھا۔ وہ فرار ہونے والے فرہاد کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانا چاہتے تھے۔ اس ادارے کی طرف سے اعلان کر دیا گیا تھا کہ جس فرہاد کو قیدی بنا کر عدالت میں پیش کرنے کے لیے لے جایا گیا ہے' اسے وہ عدالت سے باعزت بری کرائیں گے۔ اگر وہ فرہاد ادارے میں آنا چاہے گا تو اسے پھر عدالت میں پہنچا دیں گے۔

دوسرے دن مارلی کے قلعے میں رہنے والے فرہاد نے اعلان کیا کہ وہ قلعے کے اندر پہنچ گیا ہے۔ اب اسے کسی دشمن سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ پناہ لینے کے لیے کبھی بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جائے گا۔

اس طرح دشمنوں کی یہ خوش فہمی ختم ہو گئی تھی کہ وہ جلد ہی بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کر سکیں گے۔

نمبر سیون نے اپنے آرمی افسران سے کہا "جو ہماری قید میں تھا' وہی اصلی فرہاد تھا۔ ہم نے اصلی اور نقلی کی الجھنوں میں اسے اہمیت نہیں دی۔ فرہاد کی دوسری ڈپی بنانے میں مصروف رہے۔ الپا ہماری غفلت سے فائدہ اٹھا کر اصلی فرہاد کو ہماری قید سے نکال کر لے گئی۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم اس کے دماغ میں جاتے تھے۔ تم اسے اندر سے نہ سمجھ سکے کہ وہ اصلی ہے پھر ہم اسے کیسے سمجھ لیتے؟"

"تنویمی عمل کے ذریعے اس کا برین واش کیا گیا تھا۔ اس کے بعد بھی وہ خود کو فرہاد کہتا رہا تھا۔ ہمیں یقین کر لینا چاہیے تھا لیکن ہم ازبکستان میں پناہ لینے والے فرہاد کی وجہ سے کشمکش میں مبتلا ہو گئے تھے۔"

"بہرحال ہم بری طرح ناکام رہے ہیں۔ ایک تو اصلی فرہاد ہاتھ سے نکل گیا۔ دوسرا یہ کہ ہم بابا صاحب کے ادارے کو نیست و نابود نہیں کر سکیں گے۔"

"ویسے اب یہ پوری طرح یقین ہو گیا ہے کہ مارلی کے قلعے میں پناہ لینے والا فرہاد اصلی ہے۔ پہلے بابا صاحب کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور الپا جیسی خرانٹ عورت اس کی مدد کر رہی تھی۔"

"اب چین کے حکام اسے تحفظ دے رہے ہیں۔ اسے پوری طرح محفوظ ہے۔"

"دنیا کا کوئی بھی شخص موت سے چھپ کر محفوظ نہیں رہ سکتا۔"

نمبر سیون نے کہا "میں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے کہا ہے کہ اب وہ چینی فوج کے افسران اور ان کے سراغ رسانوں کے دماغوں میں جگہ بنائیں۔ ان کے ذریعے ہم میں سے کسی نہ کسی کو قلعے کے اندر فرہاد کے قریب پہنچنے کا موقع مل جائے گا۔"

چینی حکام نادان نہیں تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ آٹھ عدد امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے چینی افسران اور اعلیٰ عہدے داران کو آلہ کار بنائیں گے لہٰذا ہانگ کانگ اور جزیرہ لن تاؤ میں یوگا کے ماہر افسران اور عہدے داران کو ڈیوٹی کے لیے تعینات کیا گیا تھا۔

گویا اب چین اور امریکا کے درمیان ٹھن گئی تھی۔ کھلم کھلا جنگ نہ سہی لیکن درپردہ ایک دوسرے کے خلاف کارروائیاں جاری تھیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہ معلوم کر رہے تھے کہ خیال خوانی کرنے والے دشمن کہاں کہاں سے سرنگ بناتے ہوئے قلعے کے اندر پہنچنا چاہتے ہیں۔

انہوں نے کوبرا اور راسپوٹین سے رابطہ کیا۔ ان سے کہا "اب تم لوگوں کو ازبکستان کے فرہاد کی طرف دھیان نہیں دینا چاہیے۔ مارلی کے قلعے میں رہنے والے فرہاد کے بارے میں تصدیق ہو چکی ہے۔ وہی اصلی ہے۔"

کوبرا نے اپنی بیوی اینجی سے وعدہ کیا تھا کہ میرے خلاف محاذ آرائی نہیں کرے گا لیکن اینجی کی لاعلمی میں مجھ پر حاوی ہونے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ مارلی کے قلعے پر قبضہ جمانا اور وہاں کا حاکم بن کر بیٹھنا کوبرا کا پرانا خواب تھا۔

امریکی اکابرین چاہتے تھے کہ وہ اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے کام آئے اور قلعے کے اندر اصلی فرہاد کی شہ رگ تک پہنچنے میں ان کی مدد کرے۔

اس نے معذرت کرتے ہوئے ان سے صاف کہہ دیا کہ وہ میرے خلاف محاذ آرائی میں ان کا شریک نہیں بنے گا اور مجھ سے دشمنی نہیں کرے گا۔ اس فیصلے سے اس کی بیوی اینجی خوش ہو گئی تھی۔ اب وہ بڑی خاموشی سے چینی فوج

کے افسران اور جاسوسوں کے دماغوں تک پہنچنے کی کوششیں کر رہا تھا۔

راسپوٹین نے امریکی اکابرین سے کہا "میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ فرہاد مارلی کے قلعے میں پہنچنے والا ہے۔ اسے پہنچنے سے روک سکتے ہو تو روک لو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم نے یہ اہم اطلاع دی تھی لیکن ہمارا ساتھ نہیں دیا۔ کیا تم اس کی مخالفت سے ڈر رہے ہو؟"

"میں نے ڈرنا نہیں سیکھا ہے۔ دراصل میں ایک اہم معاملے میں مصروف ہوں۔ جب تک اس معاملے سے نمٹ نہیں لوں گا۔ کسی دوسری طرف دھیان نہیں دوں گا۔"

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اعلیٰ بی بی نے راسپوٹین کو اپنی طرف الجھایا ہوا تھا۔ وہ ان دنوں قاہرہ کے ایک ہوٹل میں قیام پذیر تھا۔ اعلیٰ بی بی کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی۔ وہ انجان بن کر یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ خود آج کل قاہرہ میں دریائے نیل کے ساحل پر وقت گزار رہی ہے۔

راسپوٹین نے اس سے جھوٹ کہا کہ وہ پیرس میں ہے اور مس ان نون (اعلیٰ بی بی) سے دوستی کرنے قاہرہ پہنچنے والا ہے۔

اعلیٰ بی بی نے امریکی اکابرین اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر شدت سے یہ تجسس پیدا کر دیا تھا کہ یہ مس ان نون کون ہے؟ کہاں رہتی ہے؟ اور دوسروں کے اہم رازوں تک کیسے پہنچ جاتی ہے؟

کوئی یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ نوجوان لڑکی ہے یا عمر رسیدہ عورت؟ یہ شبہ کیا جا رہا تھا کہ الپا آواز بدل کر مس ان نون کے نام سے انہیں دھوکا دے رہی ہے۔ بعد میں یہ شبہ دور ہو گیا تھا۔ جب اعلیٰ بی بی ایک آلہ کار کے ذریعے ان سے گفتگو کر رہی تھی' تب نمبر سیون نے الپا کو مخاطب کر کے اس سے باتیں کی تھیں۔ الپا کسی دوسری جگہ تھی۔ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ الپا اور مس ان نون دو الگ ہستیاں ہیں۔

میں سونیا کے ساتھ ہانگ کانگ میں تھا۔ خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ چینی فوج اور سراغ رسانوں نے قلعے کے اطراف سخت پہرا لگا رکھا ہے۔ ہانگ کانگ کی پولیس بھی بڑی مستعدی سے میرے دشمن سراغ رسانوں کی بو سونگھتی پھر رہی تھی۔ میں بھی خیال خوانی کرتا رہتا تھا۔ سونیا وہاں کی ٹیلی پیتھس کے ڈی جی کی پرسنل سیکریٹری بن کر یہ معلوم کرنے کی کوششیں کر رہی تھی کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے قلعے تک پہنچنے کے لیے کن افراد کے دماغوں پر قبضہ جما رہے ہیں۔

میں نے ڈی جی کے دماغ پر قبضہ جما کر سونیا کو اس کی پرسنل سیکریٹری بنا دیا تھا۔ کوئی اسے سونیا کی حیثیت سے نہیں پہچانتا تھا۔ وہ ڈی جی اور دوسرے اعلیٰ عہدے داروں سے ملاقات کرنے والوں پر کڑی نظر رکھتی تھی۔ جس پر شبہ ہوتا تھا مجھے اس کے دماغ تک پہنچا دیتی تھی۔

ہمارے دشمن بڑے بڑے عہدے داروں کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں اپنا آلہ کار بنا رہے تھے۔ سونیا نے کہا "میں جس کی پرسنل سیکریٹری ہوں' اسی پر مجھے شبہ ہے۔ یہ چینی فوج کے افسران سے فون کے ذریعے رابطہ کرتا رہتا ہے۔ جبکہ قلعے کے آس پاس ڈیوٹی پر رہنے والے افسران بہت سخت ہیں۔ وہ ہانگ کانگ انتظامیہ کے کسی عہدے دار سے گفتگو کرتے ہیں نہ کوئی تعلق رکھتے ہیں۔"

میں نے کہا "بے شک چینی فوج کے افسران بہت محتاط ہیں۔ وہ یہاں کے عہدے داروں سے بھی کترا رہے ہیں۔ میں ابھی ڈی جی کے اندر جا کر حقیقت معلوم کرتا ہوں۔"

ڈی جی سے میری پرانی واقفیت تھی۔ اب سے پہلے بھی میں اور سونیا ہانگ کانگ میں کافی عرصے تک رہ چکے تھے۔ وہاں کے اعلیٰ عہدے دار ہمیں بہت چاہتے تھے اور ہمیشہ ہماری خدمت کے لیے تیار رہتے تھے۔ ڈی جی فرض شناس اور محب وطن تھا۔ وہ قانون کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا تھا۔

میں خاموشی سے اس کے اندر پہنچا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ پریشان ہے اس کی جوان بیٹی سوزی وان کہیں تفریح کے لیے گئی تھی۔ اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔ ڈی جی کو دھمکی دی گئی تھی کہ بیٹی کے اغوا کے سلسلے میں کسی سے کچھ نہ کہے۔ ورنہ وہ اسے زندہ واپس نہیں ملے گی۔

سوزی وان کو اغوا کیوں کیا گیا تھا؟ کیا دشمن اسے کمزور بنا کر اس کے ذریعے قلعے میں پہنچنا چاہتے تھے؟

اس کی سوچ نے کہا "میرے اس دشمن کا تعلق فرہاد کے معاملات سے نہیں ہے۔ میرا وہ دشمن بدنام زمانہ مجرم ماسٹر تارپیڈو ہے۔ میں نے اس کے ایک دست راست کو گرفتار کر کے آہنی سلاخوں کے پیچھے قید کیا ہے۔ اس پر مقدمہ چلے گا تو اسے سزائے موت ہو گی۔ اس کا مطالبہ ہے کہ میں اسے رہا کر دوں یا جیل سے فرار ہونے کا موقع دوں۔ اگر میں چوبیس گھنٹے کے اندر اس کا مطالبہ پورا نہیں کروں گا تو وہ میری بیٹی کی عزت سے کھیلنا شروع کر دے گا۔ اگر میں مزید چوبیس گھنٹے کے بعد بھی اسے رہا نہیں کروں گا تو ماسٹر

تارپیڈو میری بیٹی کو اذیتیں دے کر ہلاک کردے گا۔

پہلے چوبیس گھنٹے کی جو مہلت دی گئی تھی۔ ان میں سے نو گھنٹے گزر گئے تھے۔ صرف پندرہ گھنٹے رہ گئے تھے۔ ڈی جی کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ اس سلسلے میں فرہاد سے مدد طلب کرنا چاہیے لیکن گزشتہ روز ڈی فرہاد نے مخصوص چینل کے ذریعے کہا تھا کہ امریکا میں قیدی بنا کر اسے اذیتیں پہنچائی گئی ہیں۔ اسے ہڈیوں کا ڈھانچا بنا دیا ہے اور وہ دماغی کمزوری کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔

ڈی جی یہی سمجھ رہا تھا کہ میں بیمار ہوں۔ قلعے میں رہ کر اپنی توانائی بحال کررہا ہوں۔ ان حالات میں اس کی مدد نہیں کرسکوں گا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ان دنوں ماسٹر تارپیڈو ہانگ کانگ میں ہی ہے۔ فون کے ذریعے اس سے رابطہ کرتا ہے۔ بیس گھنٹے گزرنے کے بعد وہ پھر اسے فون کرے گا۔

میں بیس گھنٹے گزرنے کے بعد ڈی جی کے ذریعے تارپیڈو کی آواز سن سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ اگر وہ یوگا کا ماہر ہوتا تو ناکامی ہوسکتی تھی۔ میں اس کے دست راست کے ذریعے اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرسکتا تھا۔ میں نے اسے فون کے ذریعے دستِ راست سے باتیں کرنے پر مائل کیا۔ اس نے فون پر جیلر سے کہا "قیدی نمبر دو سو سات سے باتیں کراؤ۔"

جب قیدی دو سو سات فون پر باتیں کرنے آیا تو میں اس کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا۔ ماسٹر تارپیڈو کے اس دستِ راست کا نام اینڈی مائیکل تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ماسٹر تارپیڈو اسے جان سے زیادہ چاہتا ہے۔ اس کی رہائی کے لیے وہ پورے ہانگ کانگ میں آگ لگا دے گا۔ قانون کے محافظوں کا جینا حرام کردے گا۔

اینڈی مائیکل کے خیالات نے بتایا کہ اس کا باس مسٹر تارپیڈو ایک سیاہ فام نیگرو ہے۔ وہ اہم ضرورت کے وقت ہی اس سے ملاقات کرتا ہے ورنہ روپوش رہتا ہے۔ اپنا چہرہ اور حلیہ بدلنے میں اسے مہارت حاصل ہے۔ کس وقت، کس ملک میں جاکر کس بھیس میں رہتا ہے، یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ عالمی شہرت یافتہ جاسوس اور انٹرپول والے بھی اس کی اصل صورت شکل سے اسے پہچان نہیں سکتے تھے۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اس کا اصل روپ کیا ہے۔

اینڈی مائیکل کی سوچ نے بتایا کہ وہ قد آور باڈی بلڈر ہے۔ میں سمجھ گیا، وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے گا۔ مجھے دوسرے ذرائع سے اس کی شہ رگ تک پہنچنا ہوگا۔

میں نے سونیا کو تارپیڈو کے متعلق بتایا۔ اس نے کہا "میں سمجھ رہی تھی کہ قلعے کے اندر پہنچنے کے لیے ڈی جی کو آلہ کار بنایا جارہا ہے لیکن یہ معاملہ مختلف ہے۔ ماضی میں ڈی جی سے ہماری اچھی دوستی رہی ہے۔ ہمیں اس کے کام آنا چاہیے۔"

"ڈی جی کے خیالات نے بتایا ہے کہ اس کی بیٹی سوزی وان اپنی سہیلیوں کے ساتھ مکاؤ کی طرف جارہی تھی۔ جب اسے اغوا کیا گیا ہے۔ اسے مکاؤ یا ہانگ کانگ کے کسی علاقے میں چھپا کر رکھا گیا ہوگا۔"

سونیا نے کہا "تارپیڈو نے پچھلی بار ڈی جی کو آفس میں فون کیا تھا۔ میں نے سی ایل آئی سے معلوم کیا، وہ فون ہانگ کانگ کے ایک علاقے سے کیا گیا تھا۔ میں اس علاقے میں گئی تھی ایکسچینج سے پتا چلا، وہ فون ایک ایسے مکان میں تھا، جہاں پے انگ گیسٹ آکر رہتے ہیں۔ اس مکان کے بوڑھے مالک نے بتایا، صبح ایک صحت مند اور قد آور شخص نے مکان کا ایک کمرا کرائے پر حاصل کیا تھا۔ وہ دو گھنٹے تک وہاں رہا اور وہاں کا فون استعمال کرتا رہا پھر وہاں سے چلا گیا۔ شاید رات کو واپس آئے گا۔"

میں نے کہا "تارپیڈو نے صرف فون استعمال کرنے کے لیے وہاں کا کمرا کرائے پر حاصل کیا ہوگا۔ اب وہ اس مکان میں واپس نہیں آئے گا۔ یہ جاننا ہے کہ انٹیلی جنس والے فون نمبر معلوم کرکے وہاں ضرور پہنچیں گے۔ آئندہ وہ کسی دوسری جگہ سے فون کرے گا۔"

سونیا اس وقت ڈی جی کے آفس میں تھی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں کررہا تھا۔ اس نے فون کی گھنٹی سن کر کہا "جسٹ اے منٹ! ذرا فون اٹینڈ کرلوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو ڈی جی آفس۔"

دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز سنائی "ہیلو۔ تم ڈی جی کی پرسنل سیکریٹری ہو؟"

"جی ہاں۔ فرمائیے؟"

"بہت اسمارٹ ہو۔ آفس ڈیوٹی کے علاوہ جاسوسی بھی کرتی ہو۔ میرا سراغ لگانے اس بوڑھے کے مکان میں گئی تھیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "تمہیں گرفتار کرانا ہوتا تو پولیس فورس کے ساتھ جاتی اور میں جاسوس نہیں ہوں۔ تمہاری فین ہوں۔ تم جرائم کی دنیا میں ایک ہیرو کی طرح مشہور ہو۔ میں تمہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنا

چاہتی تھی۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں وہی ہوں، جس کی تم قدر دان ہو؟"

"میرا اندازہ غلط ہوسکتا تھا۔ اگر تم سے ملاقات ہوتی اور تم میرے آئیڈیل تارپیڈو نہ ہوتے تو میں مایوس ہوجاتی۔"

"بہتر ہے مایوس ہوجاؤ۔ اب تم سی ایل آئی میں میرا دوسرا فون نمبر دیکھ کر اس طرف آؤ گی تو زندہ واپس نہیں جاؤ گی۔"

"اگر میں تمہارے دستِ راست اینڈی کو جیل سے نکال کر تمہارے پاس پہنچا دوں تو کیا اس کے بعد بھی مجھے دشمن سمجھو گے؟"

"تم بہت بڑا دعویٰ کررہی ہو۔ یہ بتاؤ، اینڈی کو کس طرح جیل سے نکالو گی؟"

وہ بولی "ڈی جی بوڑھا اور عیاش ہے۔ اگر میں اپنی جوانی کے شیشے میں اسے اتارلوں تو پھر وہ میرے اشاروں پر ناچے گا۔ تمہارے خاص آدمی کو جیل سے ضرور فرار کرائے گا۔"

"ہاں۔ یہ ماننے والی بات ہے۔ تم اسے شیشے میں اتار سکتی ہو؟"

"تمہارا کام ہوجائے گا تو مجھ سے ملاقات کرو گے۔"

"تم ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دو گی۔ انعام ضرور دوں گا۔ جو خواہش کرو گی اسے پورا کروں گا۔"

"میں تمہارے ساتھ کام کرنا چاہوں گی۔"

"ٹھیک ہے تمہاری یہ خواہش پوری ہوگی۔ تم سی ایل آئی میں میرے اس موبائل فون کا نمبر دیکھ رہی ہو۔ اس نمبر پر جب بھی رابطہ کرو گی، میں تم سے باتیں کروں گا۔"

"کیا یہ موبائل فون پہلے تمہارے پاس نہیں تھا؟"

"نہیں! ابھی میں نے ایک شخص سے اسے چھینا ہے۔ آج یہ میرے پاس رہے گا۔ کل اسے پھینک کر کوئی دوسرا فون کسی سے چھین لوں گا۔ اوکے میں تمہارے فون کا انتظار کروں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ میں نے کہا "تم نے اس سے دوستی کرنے کے لیے جال پھینکا ہے۔ وہ تمہیں آزمائے گا۔"

"اور میں آزمائش پر پوری اتروں گی۔ تم ڈی جی کو مجبور کرو، وہ اینڈی مائیکل کو جیل سے رہائی دلائے گا۔"

"اینڈی رہا ہوجائے گا لیکن تارپیڈو کبھی تمہارے سامنے نہیں آئے گا۔ وہ تم سے جھوٹا وعدہ کررہا ہے۔"

"جھوٹا وعدہ ہی سہی۔ جب اینڈی جیل سے فرار ہوگا تو تم اس کے اندر رہ کر تارپیڈو تک پہنچ سکو گے۔"

یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں نے ڈی جی کے اندر جاکر اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ بیٹی کی آبرو سلامت رکھنے کے لیے اسے تارپیڈو کے مطالبے کو تسلیم کرلینا چاہیے۔

جب تارپیڈو نے بیس گھنٹے بعد فون کیا تو ڈی جی نے کہا "آج آدھی رات کے بعد تمہارے دست راست اینڈی مائیکل کو جیل سے فرار ہونے کا موقع دیا جائے گا۔ تم میری بیٹی کو زندہ سلامت واپس کرو گے۔ اس کی آبرو پر کوئی حرف نہ آئے۔"

تارپیڈو نے کہا "تمہاری بیٹی سلامت رہے گی اور اس کی آبرو بھی۔ یہ بتاؤ، تم راضی کیسے ہوگئے؟"

ڈی جی نے میری مرضی کے مطابق کہا "میری پرسنل سیکریٹری جتنی حسین ہے اتنی ہی ذہین بھی ہے۔ میں اس کے مشورے پر عمل کررہا ہوں۔ اس نے کہا ہے کہ وہ میری بیٹی کو واپس لائے گی۔ تم بتاؤ میری سیکریٹری کو کہاں آنا چاہیے۔"

"اسے کہیں آنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ سوزی وان خود ہی تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔"

"سوری، میں تم پر اندھا بھروسا نہیں کروں گا۔ جہاں تم سوزی وان کو میری سیکریٹری کے حوالے کرو گے، وہیں تمہارا دستِ راست اینڈی تمہارے حوالے کیا جائے گا۔"

وہ غرا کر بولا "تمہاری بے اعتمادی درست ہے۔ ہم بھی محتاط رہیں گے سوزی وان اور اینڈی کا تبادلہ سی پورٹ میں ہوگا۔ وہاں ہماری ایک اسپیڈ بوٹ میں سوزی وان ہوگی۔ وہ بوٹ سے اترے گی اور اینڈی اس میں سوار ہوگا۔ وہ بوٹ کھلے سمندر میں جائے گی۔ کیا اس طرح تبادلہ منظور ہے؟"

ڈی جی نے میری مرضی کے مطابق منظور کیا۔ یہ معاملات طے ہوگئے کہ آدھی رات کے بعد اینڈی کو جیل سے نکال کر صبح ہونے سے پہلے سوزی وان سے اس کا تبادلہ کیا جائے گا۔

اب میں اپنی چال چلنے کے لیے سوزی وان کے دماغ میں آگیا۔

○☆○

اعلیٰ بی بی نے خوب چال چلی تھی۔ راسپوٹین کو جھانسا دیا تھا کہ وہ قاہرہ میں دریائے نیل کے ساحل پر ہے اور اس سے دوستی کرسکتی ہے۔

راسپوٹین بھی قاہرہ میں تھا لیکن یہ ظاہر کررہا تھا کہ پیرس میں ہے اور اس سے دوستی کرنے کی خاطر دوسری صبح

تک قاہرہ پہنچ جائے گا۔

اعلیٰ بی بی نے دوستی کی یہ شرط رکھی تھی کہ وہ ایک دوسرے کے روبرو نہیں آئیں گے۔ ایک شہر میں رہتے ہوئے بھی صرف خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھیں گے۔ کبھی کوئی برا وقت آئے گا تو فوراً ایک دوسرے کی مدد کے لیے پہنچیں گے لیکن ایک دوسرے کا پتا ٹھکانا نہیں پوچھیں گے اور نہ ہی دھوکے سے اتا پتا معلوم کرکے کسی کو نقصان پہنچائیں گے۔

یہ حقیقت تھی کہ دو خیال خوانی کرنے والے دوستی کی آڑ میں ایک دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں۔ جسے موقع ملتا ہے' وہ دوسرے کو ٹریپ کرکے اسے اپنا معمول اور محکوم بنالیتا ہے۔

راسپوٹین اعتماد کے قابل نہیں تھا۔ اس نے دوستی کی بات شروع ہوتے ہی یہ طے کرلیا تھا کہ دریائے نیل کے ساحل پر مس اَن نون (اعلیٰ بی بی) کو تلاش کرے گا پھر بڑی چالاکی سے اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرکے اسے اپنی معمولہ اور داشتہ بنائے گا۔

اسی لیے اس نے جھوٹ کہہ دیا کہ وہ پیرس میں ہے۔ تاکہ اعلیٰ بی بی ساحلی علاقے میں آزادی سے کہیں گھومتی پھرتی مل جائے۔ کسی پنگلے یا تفریح گاہ میں حکمتِ عملی کے ذریعے اسے پہچانا جاسکتا تھا۔ وہ جھوٹ اور فریب سے ہی قابو میں آسکتی تھی۔

اعلیٰ بی بی اس کے مکارانہ عزائم کو سمجھ رہی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ وہ نیل کے ساحل پر ایک ہوٹل میں ہے۔ اس وقت وہ اعلیٰ بی بی کی تلاش میں نیل کے ساحل پر بھٹک رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اس ہوٹل کے کچن میں کام کرنے والے اہم افراد کو آلہ کار بنالیا تھا۔ وہ لنچ یا ڈنر کے وقت کھانے کے لیے آتا تو وہ کچن میں کام کرنے والے کے ذریعے اس کے کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دیتی۔ اس طرح وہ راسپوٹین کو اپنا معمول بنالیتی۔

وہ دونوں دوست بن کر ایک دوسرے کے خلاف چالیں چل رہے تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اعلیٰ بی بی اس کے خلاف کیا کررہی ہے لیکن اعلیٰ بی بی نے اس کا پتا ٹھکانا معلوم کرلیا تھا اور کچن میں کام کرنے والوں کے ذریعے اس کی کھوپڑی میں پہنچنے والی تھی۔

اس نے جس ہوٹل میں قیام کیا تھا' وہاں نبیلہ نامی ایک حسین لڑکی استقبالہ کاؤنٹر پر تھی۔ راسپوٹین کا دل اس پر آگیا تھا۔ اس نے ایک رات کے لیے دوستی کرنی چاہی تو نبیلہ ناراض ہوگئی۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ وہ کوئی بازاری لڑکی نہیں ہے۔

ایسے وقت اعلیٰ بی بی نے راسپوٹین سے دماغی رابطہ کرتے ہی نبیلہ کی آواز سن لی تھی پھر نبیلہ کے اندر رہ کر اس ہوٹل کے دوسرے اہم افراد کو آلہ کار بناتی رہی تھی۔

راسپوٹین یہ نہ جان سکا کہ وہ نبیلہ کو اپنا معمول بنا چکی ہے۔ وہ تو مس ان نون جیسی تیز طرار نیلی پیشی جاننے والی کو اپنی داشتہ بنانے کی دھن اسے تلاش کررہا تھا۔ دریائے نیل کے ساحل پر کئی کلومیٹر تک آبادی تھی۔ ساحلی کاٹیج اور بے شمار تفریح گاہیں تھیں۔ وہاں کسی اجنبی چہرے والی کو ایک ہی دن میں تلاش نہیں کیا جاسکتا تھا۔

پھر بھی وہ جوان اور بوڑھی عورتوں کے دماغوں میں جھانک رہا تھا۔ ایک خیال یہ تھا کہ دوسروں کے اہم راز معلوم کرنے والی' دور کی کوڑی لانے والی ان نون کوئی عمر رسیدہ عورت ہوگی لیکن اس کی شوخی اور کھنکتی ہوئی آواز بتاتی تھی کہ وہ کوئی نوخیز جوان لڑکی ہے۔ اسے ڈھونڈ نکالنے کے بعد ہی اس کی اصلیت معلوم ہوسکتی تھی۔ اسی لیے وہ جوان اور بوڑھی سبھی عورتوں کو ٹٹول رہا تھا۔

ہماری دنیا کی آبادی چھ ارب سے کچھ زیادہ ہے۔ ان میں سے ہر انسان کے اندر گھس کر معلوم کیا جائے تو اس کی اپنی ایک کہانی ہوتی ہے۔ کسی کی کہانی یونہی عام سی ہوتی ہے۔ کسی کی بہت ہی دلچسپ ہوتی ہے۔ اگر ہر شخص کے دماغ میں گھس کر اس کی کہانی پڑھی جائے اور لکھی جائے تو میری یہ داستان قیامت تک ختم نہیں ہوگی۔

وہ صبح سے مس اَن نون کو تلاش کررہا تھا۔ کتنے ہی دماغوں کو پڑھتا ہوا شام تک ایک حسین دوشیزہ کے اندر پہنچا۔ جو حسینہ اسے پسند آجاتی تھی' وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرلیتا تھا۔ اس حسینہ میں بھی بلا کی کشش تھی۔ اس کا نام مونا تھا وہ اس اعتبار سے دلچسپ تھی کہ وہ تنہائی میں مرد کی قربت سے ڈرتی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش ہوگئی تھی کہ مرد اکیلے میں بڑے پیار سے بڑی تکلیفیں پہنچاتے ہیں۔ اس نے طے کرلیا تھا' کبھی کسی سے شادی نہیں کرے گی اور نہ ہی کسی کو دوست بنائے گی۔

یہ فیصلہ کرنے کے باوجود اس کے اندر قدرتی تقاضے مچلتے تھے وہ کشمکش میں رہتی تھی کہ کسی ساتھی کے بغیر پہاڑ جیسی جوانی کیسے گزارے گی۔

ایک خرانٹ عورت نے مشی مونا کی پریشانی معلوم

کرنے کے بعد کہا "تم پریشان کیوں ہوتی ہو؟ یہ تو اچھا ہی ہے کہ مرد کی محبت نہیں چاہتیں۔ یہ مرد جھوٹے اور فریبی ہوتے ہیں۔ ان سے دور ہی رہنا چاہیے۔"

"مگر میری تنہائی مجھے مارے ڈالتی ہے۔" مشی مونا نے اس عورت کی بات سن کر کہا "مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

اس عورت نے کہا "میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہارے مسئلے کا حل بتاتی ہوں۔"

وہ اسے اپنے ساتھ لے آئی۔ اسے آغوش میں لے کر پیار کرنے لگی۔ مشی مونا نے آنکھیں بند رکھتے ہوئے محسوس کیا جیسے کوئی مرد اس کے قریب آگیا ہے۔ کچھ ہی دیر میں اس عورت کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا۔ مشی مونا سرشار ہوگئی۔ جادو اترا تو وہ نڈھال ہوچکی تھی۔ اس عورت نے پوچھا "اب بولو۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی جیون ساتھی کی ضرورت ہے؟"

مشی مونا شرما کر اس سے لپٹ گئی پھر اس عورت سے گہری دوستی ہوگئی۔ کچھ دنوں بعد اسے اپنے اندر کچھ عجیب سی بے چینی محسوس ہونے لگی۔ اس عورت سے بھرپور پیار اور محبت ملنے کے باوجود اسے اپنے اندر خلا سا محسوس ہونے لگا۔ کوئی کمی محسوس ہونے لگی۔

راسپوٹین اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ اس کے حسن و شباب سے متاثر ہوا تھا۔ یہ خیال آیا تھا کہ وہ مس ان نون ہوسکتی ہے لیکن خیالات پڑھنے کے بعد اس جوان لڑکی کا مسئلہ دلچسپ لگا۔ اس نے سوچا' مشی مونا زبردست ہے۔ میں اس کے اندر کسی ساتھی کی شدید خواہش پیدا کروں گا تو یہ پکے ہوئے پھل کی طرح میری آغوش میں آجائے گی۔

اس وقت وہ ایک ساحلی ریسٹورنٹ میں تھا۔ وہاں کئی عورتیں تھیں۔ اس نے فیصلہ کیا پہلے ان کے دماغوں میں جاکر مس ان نون کو تلاش کرے گا پھر وہاں کسی کرائے کا کاٹیج میں مشی مونا کو اپنے زیرِ اثر لا کر ایک رنگین شام گزارے گا۔

اسے جتنی بھی عورتیں اور حسین لڑکیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ ان کے دماغوں میں باری باری جانے لگا۔ اپنی معصومیت کے باعث اپنے ہوٹل میں کچ کے لیے نہ جاسکا۔ اعلیٰ بی بی نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے معلوم کیا۔ وہ ہوٹل میں واپس نہیں آیا تھا۔ ویسے اطمینان تھا کہ رات کو کھانے اور سونے کے لیے ضرور آئے گا۔ اس وقت اس سے نمٹ لیا جائے گا۔

دریائے نیل کے ساحل پر حسینوں کا میلہ لگا رہتا تھا۔ ان حسیناؤں کے دماغوں کو پڑھتے پڑھتے عمر گزر جاتی لیکن میلہ ختم نہ ہوتا۔ راسپوٹین نے ایک اور حسینہ کو دیکھا۔ وہ ایک سہیلی کے ساتھ تھی۔ اس کے بدن کی خوب صورتی دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کسی ہیلتھ کلب میں ورزش کرتی ہے اور اپنے بدن کو خوب سے خوب تر بنائے رکھتی ہے۔ ایسی لڑکیاں یوگا کی ماہر بھی ہوتی ہیں۔ راسپوٹین نے سوچا' اگر وہ یوگا جانتی ہے تو پھر یہ مس ان نون ہوسکتی ہے۔ اس کے اندر ضرور پہنچنا چاہیے۔

اس نے پہلے اس کی سہیلی کے دماغ کو پڑھا۔ سہیلی کی سوچ نے بتایا اس خوب صورت بدن والی کا نام نینسی ہے۔ آج صبح ہی نینسی سے دوستی ہوئی تھی لہٰذا وہ اس کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتی تھی۔ اتنا معلوم تھا کہ وہ کئی منٹ تک سانس روک لیا کرتی ہے اور اس نے مارشل آرٹ میں بھی بڑی مہارت حاصل کررکھی ہے۔

راسپوٹین کی بے چینی بڑھ گئی۔ اسے یقین کی حد تک شبہ ہوا کہ وہی مس ان نون ہے۔ کسی طرح اس کے دماغ کو کمزور بنا کر اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کی اصلیت معلوم کرنی چاہیے۔

وہ نینسی کی میز پر آکر بولا "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ بولی "اگر کوئی ضروری بات کرنی ہو تو بیٹھ سکتے ہو۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "میں ایک نجومی ہوں۔ یہاں ساحلی علاقے میں لوگوں کے ہاتھ دیکھتا ہوں۔ ان کی زندگی کے حالات بتاتا ہوں۔ اس طرح میری کمائی ہوتی رہتی ہے۔"

نینسی نے مسکرا کر کہا "عورتوں کو اپنے مستقبل کی بڑی فکر ہوتی ہے۔ مجھے بھی ہے۔ میں معلوم کرنا چاہوں گی کہ میرے آنے والے دن کیسے ہوں گے۔"

اس نے اپنی داہنی ہتھیلی اس کی طرف بڑھائی۔ وہ بولا "داہنی نہیں' بائیں ہتھیلی۔ عورتوں کا بایاں ہاتھ دیکھا جاتا ہے۔"

اس نے بائیں ہتھیلی بڑھائی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اسے تھام کر بولا "اس ہاتھ کو چھو کر اندازہ ہوتا ہے کہ تم عام لڑکیوں کی طرح نازک نہیں ہو۔ ہاتھ کی یہ لکیر بتاتی ہے کہ لمبی عمر ہے لیکن زندگی آسان نہیں ہے۔ بڑی دشواریوں کا سامنا کرتی رہو گی۔"

وہ بولی "ماضی میں بھی دشواریوں کا سامنا کیا ہے۔ آج کل حالات کچھ بہتر ہیں۔ اب تم مستقبل سے ڈرا رہے ہو۔"

وہ بولا "تم ڈرنے والی نہیں ہو۔ بڑی دلیری اور ذہانت سے زندگی گزار رہی ہو۔ تمہارے اندر ایک غیر معمولی

صلاحیت ہے۔ اس صلاحیت کے ذریعے تم دوسروں کے بھید معلوم کرلیتی ہو۔"

"عجیب ہے۔ مجھ میں تو ایسی کوئی صلاحیت نہیں ہے!"

"تم اس صلاحیت کو دنیا والوں سے چھپاتی ہو۔ مجھ سے بھی چھپا رہی ہو۔ جبکہ تمہارے ہاتھ کی یہ لکیر صاف طور سے کہہ رہی ہے کہ تم اپنی اس غیر معمولی صلاحیت سے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرتی ہو۔ بہتر ہے تم مجھ سے نہ چھپاؤ۔"

وہ بولی "ذرا ٹھہرو۔ مجھے سوچنے دو۔ آخر میرے اندر ایسی کون سی صلاحیت ہے؟"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ ٹھیک اسی وقت اعلیٰ بی بی نے راسپوٹین سے رابطہ کرنا چاہا۔ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر آئی تو وہ مسکرا کر نینسی کو دیکھتے ہوئے بولا "ہیلو مس ان نون! تمہارا اصل نام نینسی ہے۔"

ادھر نینسی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ادھر اعلیٰ بی بی ہنستے ہوئے بولی "تم مجھے نینسی کیوں کہہ رہے ہو؟"

نینسی نے حیرانی سے پوچھا "تم مجھے مس ان نون کیوں کہہ رہے ہو؟"

وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا "تم اس وقت میرے سامنے بھی بیٹھی ہو اور میرے دماغ میں بھی ہو۔"

وہ پھر حیرانی سے بولی "میں تمہارے دماغ میں بھی ہوں؟ یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں؟ تم کیسے نجومی ہو؟"

وہ ہنسنے لگی۔ ادھر اعلیٰ بی بی اس کے دماغ میں ہنستے ہوئے بولی "واہ مسٹر راسپوٹین! تم سمجھ رہے ہو' وہ سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی میں ہوں۔"

وہ الجھ سا گیا۔ نینسی سے بولا "اگر تم مس ان نون نہیں ہو تو مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ میں نے اس علم کے بارے میں پڑھا ہے اور بہت کچھ سنا ہے۔ پلیز میرے اندر آؤ۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ کوئی دماغ کے اندر کیسے آتا ہے؟ کیسے بولتا ہے؟"

وہ دوسرے ہی لمحے نینسی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بے چینی محسوس کرتے ہوئے بولی "میرا جی چاہتا ہے' سانس روک لوں۔ عجیب سی بے چینی ہے۔"

وہ اپنے احساسات بیان کررہی تھی۔ راسپوٹین نے اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرلیا کہ وہ مس ان نون نہیں ہے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "تم اس کے اندر ہو۔ یہ دیکھ رہے ہو کہ وہ خیال خوانی نہیں کررہی ہے اور میں تمہارے اندر ہوں۔"

وہ بولا "ہاں۔ مغالطہ ہوا تھا۔"

"اور تم خوش ہوگئے تھے کہ میرے قریب پہنچ گئے ہو۔"

"تم سمجھ سکتی ہو۔ میں کسی پلانگ سے نینسی کے پاس نہیں آیا تھا۔ یہ مجھے اچھی لگ رہی تھی۔ میں اس سے دوستی کرنا چاہتا تھا۔"

"تم نے وعدہ کیا ہے' کبھی دھوکے سے قریب نہیں آؤ گے اور مجھے ٹریپ نہیں کرو گے۔"

"تم آئندہ دیکھو گی۔ میں اپنی زبان پر قائم رہوں گا۔"

"تم نے کہا تھا' پیرس میں ہو' پھر نیل کے ساحل پر کیسے پہنچ گئے؟"

"ابھی دو گھنٹے پہلے ایک فلائٹ سے آیا ہوں۔ تمہیں جب بھی مجھ پر شبہ ہو تو وضاحت طلب کیا کرو۔ اس طرح میں صفائی پیش کرکے تمہاری غلط فہمی دور کیا کروں گا۔ بائی دا وے ابھی کس لیے رابطہ کیا ہے؟"

"تم سے یہ پوچھنے آئی تھی کہ قاہرہ کب پہنچ رہے ہو؟ تم تو پہنچ ہی گئے ہو۔ یہ نینسی بہت خوب صورت ہے۔ انجوائے کرو۔ میں پھر کسی وقت رابطہ کروں گی۔"

خاموشی چھا گئی۔ وہ جا چکی تھی۔ نینسی نے پوچھا "تم بڑی دیر سے خاموش ہو۔ کیا سوچ رہے ہو؟ میں تمہیں اپنے اندر محسوس نہیں کررہی ہوں۔"

راسپوٹین خطرہ محسوس کرنے لگا۔ اس کا تجربہ کہہ رہا تھا کہ مس ان نون نے نینسی کی باتیں سنی ہیں' اب وہ نینسی کے اندر رہ کر اس کے ذریعے معلومات حاصل کرتی رہے گی کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے۔

وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا "سوری' مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔"

وہ بھی اٹھتے ہوئے بولی "ایسا بھی کیا ضروری کام ہے؟ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

اس کا شبہ یقین میں بدلنے لگا کہ مس ان نون نینسی کے اندر رہ کر لگاوٹ ظاہر کررہی ہے۔ اس کے ساتھ اس کی رہائش گاہ تک پہنچنا چاہتی ہے۔ وہ بولا "مس ان نون! تمہیں نینسی کے ذریعے میرا پیچھا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ سراسر وعدہ خلافی ہوگی۔"

نینسی نے حیرانی سے پوچھا "تم مجھے بار بار مس ان نون کیوں کہتے ہو؟ میں نینسی ہوں۔ میرے خیالات پڑھ کر معلوم کرلو۔"

مجھے خیالات پڑھنے کی فرصت نہیں ہے۔ میں صرف چاہتا ہوں کہ تم میرے پیچھے نہ آؤ۔ اگر آؤ گی تو میں نینسی کے پیچھے پھرنے اور تعاقب کرنے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔"

نینسی سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا ریسٹورنٹ کے باہر آگیا۔ ریسٹورنٹ کے باہر چھپ کر نینسی کو دیکھنے لگا۔ وہ اپنی میز پر سہیلی سے باتیں کررہی تھی۔ یہ اطمینان ہوا کہ ان نون اس کے اندر رہ کر اس کا تعاقب نہیں کررہی ہے۔ وہ وہاں سے دور چلا آیا۔

اس وقت خیال خوانی منگنی پڑنے والی تھی۔ اعلیٰ بی بی کسی کے ذریعے اس کا تعاقب کرسکتی تھی۔ کسی کو آلہ کار بنا کر اسے زخمی کرسکتی تھی لیکن اس نے ایسی غلطی نہیں کی۔ جانتی تھی کہ راسپوٹین اس پر شبہ کرے گا۔ یوں بھی نینسی کو آلہ کار بنانا ضروری نہیں تھا۔ راسپوٹین جس ہوٹل میں ٹھہرا وہاں اعلیٰ بی بی نے اسے شکنجے میں لینے کے لیے مضبوط انتظام کر رکھا تھا۔

راسپوٹین نے ایک گھنٹے بعد نینسی کے دماغ میں پہنچ کر اپنی تسلی کی۔ وہ ہیلتھ کلب میں ورزش کررہی تھی۔ خوش ہوکر بولی "تم وہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔ میں تمہیں اپنے دماغ میں محسوس کررہی ہوں۔"

راسپوٹین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہوکر خاموشی سے چلا آیا اور اس بات سے توبہ کرلی کہ آئندہ اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کسی پر ظاہر نہیں کرے گا۔ رازداری سے خیال خوانی کرتا ہوا مس ان نون تک پہنچ کر اسے ٹریپ کرے گا۔

وہ خیال خوانی کرتے کرتے تھک گیا تھا۔ اب ذرا تفریح کرنا چاہتا تھا۔ مشی مونا اس کی تفریح کا سامان بن سکتی تھی۔ اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ سمندر کے کنارے کنارے ٹھنڈی ریت پر چل رہی تھی۔ وہاں دور دور تک کتنی ہی عورتیں' مرد' بچے اور بوڑھے سمندر کی لہروں سے کھیل رہے تھے اور طرح طرح کی دلچسپیات میں مصروف تھے۔ وہ تنہا تھی۔ راسپوٹین نے اس کے اندر پہنچ کر محسوس کیا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ کوئی اس کے اندر بول رہا ہے۔

راسپوٹین محتاط ہوگیا۔ بالکل خاموش رہا۔ نینسی کے اندر جاکر مس ان نون سے ٹکراؤ ہوا تھا۔ یہاں مشی مونا کے اندر آکر کسی اجنبی خیال خوانی کرنے والے کا سراغ مل رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "تم اپنے اندر میری آواز سن کر حیران ہو رہی ہو۔ میری جان! اپنی حیرانی دور کرو۔ یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ میں تمہیں دیکھ کر دیوانہ ہوگیا ہوں۔"

وہ اپنے اندر ایک پرائی آواز سن کر پریشان ہو رہی تھی۔ سہم کر بول رہی تھی "تم کون ہو؟ میرے اندر سے چلے جاؤ۔ پلیز چلے جاؤ۔"

"میں جانتا ہوں' تم کسی بھی مرد کی قربت سے گھبراتی ہو۔ تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ دیکھو' میں تمہارے اندر گھس آیا ہوں اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا ہوں۔"

"یہ تمہاری مہربانی ہے۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ پلیز چلے جاؤ۔"

"میں چلا جاؤں گا لیکن تم میرے پاس آؤ گی۔"

"میں نہیں آؤں گی۔ تم میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا پیچھا چھوڑ رہا ہوں۔ تم خود ہی میرے پاس آؤ گی۔"

اس کے اندر خاموشی چھا گئی۔ وہ بولنے والا یوں چپ ہوگیا تھا جیسے چلا گیا ہو۔ راسپوٹین سوچنے لگا' وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا عاشق کون ہوسکتا ہے؟ اب سے پہلے اس نے ایسی آواز اور نپ ولہجہ نہیں سنا تھا۔ یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ امریکا کے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کوئی ہوگا۔

وہ جو بھی تھا۔ راسپوٹین کے لیے ایک بہترین موقع فراہم کررہا تھا۔ اپنی عاشق مزاجی کے باعث راسپوٹین کی گرفت میں آسکتا تھا۔

مشی مونا چلتے چلتے ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ وہ اچانک ہی سامنے آگیا۔ وہ ٹھہر کر پیچھے ہٹنا چاہتی تھی لیکن اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرپا رہی تھی۔ وہ دماغ پر چھا گیا تھا۔

وہ بولا "تمہیں میری قربت سے بھاگنا چاہیے تھا۔ تم ٹھہر گئی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "مجھے کیا ہوگیا ہے۔ میں دور جانا چاہتی ہوں مگر نہیں ہو رہی ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کبھی نہ کبھی مرد کی ضرورت پڑتی ہے۔ آج میں تمہارے لیے ضروری ہوگیا ہوں۔ ابھی تم میرے اور قریب آؤ گی۔"

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے بالکل قریب ہوگئی۔ اس کا ذہن اندر سے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "میں اس کی گردن میں بانہیں ڈالوں گی۔ اس کے سینے سے لگ جاؤں گی۔ اس سے لپٹ جاؤں گی مگر نہیں۔ نہیں۔۔۔"

وہ انکار کرتے کرتے اس سے لپٹ گئی۔ دیوانہ وار اسے چومنے لگی۔ وہ اسے دبوچ کر پیار کا جواب پیار سے دینے لگا۔

راسپوٹین دور سے اپنے شکار کی عیاشی کا تماشا دیکھ رہا تھا اور مشی مونا کے اندر رہ کر اس کی شہ رگ کے قریب پہنچا ہوا تھا۔ مشی مونا اس کے ساتھ جذبات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ راسپوٹین کی مرضی کے مطابق بولی "میں تمہارے اتنے قریب آگئی ہوں۔ یہ تو بتاؤ' تم کون ہو؟"

وہ بولا "پوچھ کر کیا کرو گی۔ اتنا یاد رکھو کہ میں تمہاری زندگی کا پہلا مرد ہوں۔"

"میں نام پوچھ رہی ہوں۔"

"ایکس' وائی' زیڈ کسی بھی نام سے پکار لو۔"

"چلو یہی بتا دو۔ تم نے یہ ٹیلی پیتھی کہاں سے سیکھی؟"

"جہاں سے بھی سیکھی' تمہارے اندر ڈوب جانے کے لیے سیکھی۔"

"کیا تمہیں ڈر نہیں لگتا۔"

"میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ جسے چاہتا ہوں حاصل کر لیتا ہوں۔ جو نہ ملے اسے چھین لیتا ہوں۔"

"کوئی تمہیں بھی تم سے چھین سکتا ہے۔ کیا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ہو۔"

وہ ایک دم چونک کر اس سے الگ ہو گیا۔ اسے گھور کر بولا "میں تمہارے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ تم ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھیں۔ اب تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ امریکا میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟"

وہ دونوں باتیں پھیلا کر بولی "میری عزت لوٹنے والے! جو نہ ملے اسے چھین لیتے ہو۔ گھبرا کیوں گئے۔ آؤ چھین لو۔"

وہ اسے جھنجوڑ کر بولا "میری بات کا جواب دو! ابھی تم کیا کہہ رہی تھیں؟"

"میں نہیں کہہ رہی تھی۔ میرے اندر کوئی کہہ رہا ہے۔ تم تو کسی سے نہیں ڈرتے ہو۔"

وہ سہم کر پھر پیچھے ہٹ گیا۔ بے یقینی سے بولا "کیا تمہارے اندر کوئی بول رہا ہے۔"

"ڈرتے کیوں ہو؟ تھوڑی دیر بعد وہ تمہارے اندر بولے گا۔"

وہ پیچھے ہٹتے ہوئے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ایک طرف تو سمندر ہے۔ باقی تین اطراف سے دشمن آسکتا تھا۔ اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ دشمن کہیں سے بھی آسکتا تھا۔ آس پاس اور دور دور تک عورتوں مردوں اور بچوں بوڑھوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ان کے درمیان سے چھپ کر آنے والے کو دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔

وہ پلٹ کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ اگرچہ بزدل نہیں تھا۔ جیب میں ریوالور بھی تھا لیکن وہ کسے گولی مارتا؟ کس سے مقابلہ کرتا؟ اس وقت چھپنے والے کا پلڑا بھاری تھا۔ مشی مونا اس کے پیچھے دوڑتی آرہی تھی۔ صاف سمجھ میں آرہا تھا کہ دشمن اس کے اندر رہ کر پیچھا کر رہا ہے۔

وہ بھاگتے بھاگتے ریوالور نکال کر بولا "چلی جاؤ۔ میرے پیچھے نہ آؤ۔"

"میں آؤں گی۔ مجھے گولی مارو گے تو اس ہجوم میں پکڑے جاؤ گے۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ رک جاؤ۔"

وہ رک نہیں سکتا تھا بھاگتے ہوئے سوچ رہا تھا' وہ فائر کرتے ہی تمام لوگوں کی نظروں میں آجائے گا۔ قانون کے محافظوں سے چھپ نہیں سکے گا۔ سیکڑوں چشم دید گواہ ہوں گے۔ وہ بری طرح پھنس گیا تھا۔ بھاگ سکتا تھا نہ رک سکتا تھا اور نہ ہی پیچھا کرنے والی کو گولی مار سکتا تھا۔ یہ خطرہ تھا کہ مشی مونا کے اندر چھپ کر آنے والا' باہر بھی کہیں ہے اور وہ کسی وقت اسے گولی مار سکتا ہے۔

اپنے بچاؤ کے لیے کچھ تو کرنا ہی تھا۔ وہ ایک لڑکی کا قاتل نہیں بننا چاہتا تھا۔ اس نے ایک جگہ رک کر ہوائی فائر کیا۔ عورتیں اور بچے چیخنے اور بھاگنے لگے۔ مشی مونا بھی سہم کر رک گئی پھر راسپوٹین نے اسے آگے بڑھنے پر مجبور کیا۔ وہ اس کی طرف بڑھتی ہوئی بولی "گولی مارو گے؟ ہوا میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولا "رک جاؤ۔ پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟"

"میں مشی مونا ہوں۔ مجھ سے کیوں ڈر رہے ہو؟"

"میں تم سے نہیں' اس سے بول رہا ہوں' جو تمہارے اندر چھپا ہوا ہے۔"

"یہ کہہ رہا ہے' پہلے تم بتاؤ کون ہو۔ ایک فائر کر کے پھنس گئے ہو۔ قانون کے محافظ آتے ہی ہوں گے۔"

"او گاڈ! میں تو بھول ہی گیا تھا۔" وہ پھر پلٹ کر بھاگنے لگا۔

راسپوٹین نے سوچا۔ وہ اپنے خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں کو مدد کے لیے بلا سکتا ہے۔ اگر وہ آگئیں گے تو اسے زخمی کرنے کے بعد ان پر تنویمی عمل نہیں کیا جا سکے گا۔ اس کے ساتھی تنویمی عمل کا توڑ کرنے لگیں گے۔

وہ ایک کاٹیج کے پیچھے چھپا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ فوراً ہی ریوالور نکال کر اس نے گولی چلا دی۔ بھاگنے والے کے جسم سے ایک چیخ نکلی۔ وہ لڑکھڑا کر ریت پر گر پڑا۔ اس کے پیٹ میں گولی لگی تھی۔ راسپوٹین دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ آٹھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں نمبر ٹو تھا۔

○☆○

دوسری صبح شلپا کی آنکھ کھلی تو وہ بڑی دیر تک بیڈ پر لیٹی چھت کی طرف دیکھتی ہوئی سوچتی رہی' پچھلی رات اس کے ساتھ کیا ہوا تھا؟

وزارت خارجہ کے سیکریٹری نے اسے اپنی کوٹھی میں بلایا تھا۔ وہ جے وی شوٹر کے ساتھ گئی تھی۔ سیکریٹری نے حکم دیا تھا کہ وہ اس یہودی جے وی شوٹر کی ناجائز خواہشات کا احترام کرے۔

شلپا کے انکار کو اقرار میں بدلنے کے لیے چائے میں کوئی کمزوری کی دوا ملائی گئی تھی لیکن شلپا نے چالاکی سے اپنے خود سیکریٹری کو پلا کر اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیا تھا جے وی شوٹر کو اتنی شراب پلا دی تھی کہ وہ مدہوش ہو کر اور اسے چھونے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔

وہاں تو وہ دو مردوں پر غالب آگئی تھی۔ انہیں ناکارہ وہاں سے چلی آئی تھی لیکن گھر آکر رسے سے مات کھا گئی۔ اگر وہ سیدھی طرح اس کے پاس آتا اور اس سے شباب کی خیرات مانگتا تو وہ اسے بھی ٹرخا دیتی۔ دور ہی سے اسے للچاتی رہتی لیکن وہ ایک خواب کی طرح آیا تھا نہیں کر اس کی مغرور جوانی سے کھیل کر چلا گیا تھا۔

وہ آنکھ کھلنے پر بیڈ پر لیٹی سوچ رہی تھی' پچھلی رات اس کے ساتھ جو کچھ ہوا' وہ اُسے خواب جیسی واردات کیوں لگ رہی ہے؟

وہ کھلی آنکھوں سے کبریا کو دیکھتی رہی اور اس کی ممی سوچ رہی تھیں کہ کبریا اس کے بیڈ روم میں نہیں ہے' یعنی وہ اپنی ممی کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ صرف وہ دیکھ رہی تھیں۔ ممی کے جانے کے بعد وہ تمام رات اس سے کھیلتا رہا پھر نہ جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔ اب وہ نیند سے بیدار ہو کر اپنے بیڈ پر تنہا پا رہی تھی۔ وہ نہیں تھا۔ رات کو اسرار طریقے سے آیا تھا اور اسی پراسرار طریقے سے غائب ہو چکا تھا۔

وہ انگڑائیاں لینے لگی۔ تمام رات اس چھلیا کے چھل سے کا انداز نرالا تھا۔ وہ جیسے تھا اور نہیں بھی تھا۔ وہ ادھر ہست چھو کر سمجھنے کی کوشش کرنے لگی کہ بدن پر اس کے ن مرگ چکی ہے۔

ناشتے کی میز پر اس کی ممی نے کہا "وزارت خارجہ کے ایجنٹ کا فون آیا تھا۔ اس نے گیارہ بجے میٹنگ کے لیے انوائٹ"

اس نے چائے پیتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے چلی جاؤں گی۔"

"کل رات تمہیں کیا ہوا تھا؟"

اس نے انجان بن کر پوچھا "کیا ہوا تھا؟"

"جب تمہارے بیڈ روم میں نہیں تھا اور تم خوا مخواہ یقین دلا رہی تھیں کہ وہ موجود ہے۔ کیا تم ایب نارمل ہو جاتی ہو؟"

"ممی! وہ موجود تھا۔ میں حیران ہوں کہ آپ کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔"

"کل رات تم ایسی حرکتیں کر رہی تھیں جیسے دبنے کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہی ہو۔"

"رات کی بات جانے دیں۔ کیا آپ نہیں جانتیں کہ میں ایسی ہی سرکاری ڈیوٹی کرنے والی ہوں۔ نہ کنواری رہوں گی اور نہ ہی آئندہ پانچ برسوں میں کسی سے شادی کروں گی۔ مجھے پاکستانی سیاست دانوں کو خوش کرنے کے لیے ماہانہ ایک لاکھ روپے دیے جاتے ہیں۔ آپ کوئی دوسری بات کریں۔"

وہ ناگواری سے بولی "دوسری بات کیا کروں؟ تم کوئی دوسری سرکاری ملازمت نہیں کر سکتی تھیں میں ان لاکھوں روپے کی آمدنی پر تھوکتی ہوں۔"

"میں لاکھوں روپے کے لالچ میں ایسا نہیں کر رہی ہوں۔ آپ میری ڈیش بھگتی کو اچھی طرح سمجھتی ہیں۔ سورگباشی اندرا گاندھی نے پڑوسی مسلمانوں سے آدھا پاکستان چھین لیا تھا۔ باقی جو رہ گیا ہے' اسے بھی ہم رہنے نہیں دیں گے۔"

"کیا اپنی عزت کو کھلونا بنانے سے پاکستان دنیا کے نقشے سے مٹ جائے گا۔"

"آپ نہیں سمجھیں گی' سیاسی بازیاں مختلف ہتھکنڈوں سے کھیلی جاتی ہیں اور جیتی جاتی ہیں۔ بنیادی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہمارے سامنے والے کتنے لالچی ہوس پرست اور خود غرض ہیں۔ اکثر سیاست دان عام انسانوں سے زیادہ خود غرض ہوتے ہیں۔ بیرونی ممالک میں ڈالرز اور پونڈز جمع کرنے کے لیے اپنے ملک کو بیچ دیتے ہیں۔ یہ لوگ حسن اور جوانی کے ایسے رسیا ہوتے ہیں کہ حسین جسموں کی جنت میں پہنچ کر اپنے ملک کے اہم راز اگل دیتے ہیں۔ پاکستان کا منسٹر خواجہ میرا دیوانہ ہے۔ وہ اگلے ہفتے سیاسی دورے پر یہاں آنے والا ہے۔ میں اسے حسن کے وہ وہ جلوے دکھاؤں گی اور جوانی کی ایسی شراب پلاؤں گی کہ وہ اہم فوجی راز اگلتا چلا جائے گا۔"

وہ چائے کا آخری گھونٹ پی کر وہاں سے اٹھ گئی۔ لباس

بدلنے کے لیے اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔ مسز وریا نے بیٹی سے بحث نہیں کی۔ وہ باپ بیٹی کے مزاج کو سمجھتی تھی۔ باپ بے غیرت تھا۔ اس نے بڑی فراخ دلی سے بیٹی کو ایسی سرکاری ملازمت کرنے کی آزادی دی تھی۔

وہ اپنے بیڈ روم میں لباس تبدیل کرکے آئینے کے سامنے لائٹ میک اپ کر رہی تھی کہ اسے موبائل کا بزر سنائی دیا۔ جبکہ وہ موبائل ایک طرف خاموش پڑا تھا۔ کبریا نے اس کے دماغ کو مٹھی میں لے کر اسے سوچنے پر مجبور کیا تھا کہ وہ بزر کی آواز سن رہی ہے۔

اس نے موبائل کا ایک بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے کبریا نے پوچھا "ہائے کیسی ہو؟"

وہاں کبریا کا نام وجے ورما تھا۔ شلپا نے اسے آواز سے پہچان لیا۔ خوشی سے چہک کر بولی "وجے! تم کہاں ہو؟ میں سو رہی تھی اور تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔"

"میں مسافر ہوں۔ کسی ایک منزل کو ٹھکانا نہیں بناتا۔ کہیں بھی دم بھر کے لیے رکتا ہوں پھر آگے بڑھ جاتا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں ایسی منزل ہوں کہ میرے پاس آکر دور نہیں جاسکو گے کیا پچھلی رات تم نے نہیں دیکھا کہ میں حسن کا شاہکار ہوں۔ تم بار بار میری طرف کھنچے چلے آؤ گے۔ بولو آج رات بھی آؤ گے نا؟"

"تم ایک شریف زادی ہوتیں تو میں تم سے محبت بھی کرتا اور عزت بھی کرتا پھر تمہاری زلفوں کی چھاؤں میں زندگی گزار دیتا۔"

شلپا کے تیور بدل گئے۔ وہ غصے سے بولی "کیا بکواس کر رہے ہو؟ تم میری انسلٹ کرنے کی جرات کیسے کر رہے ہو؟ مرد کے بچے ہو تو سامنے آکر ایسی باتیں کرو۔ میں تمہیں منہ توڑ جواب دوں گی۔ کم از کم چھ ماہ کے لیے آہنی سلاخوں کے پیچھے قید کرا دوں گی۔"

"میں جانتا ہوں۔ تمہارے جسم کی دلالی کرنے والے سرکاری افسران مجھے گولی مار سکتے ہیں لیکن تمہارے دلال مجھے کیسے پکڑیں گے؟ میں تو ہوا ہوں۔ کسی کی مٹھی میں نہیں آتا۔ ہوا ہو جاتا ہوں۔"

"تم بزدلوں کی طرح چھپ کر ڈینگیں مار رہے ہو۔"

"میں چھپنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ آج رات کو بھی تمہارے پاس آؤں گا۔ تمہارے حسن و شباب کی دھجیاں اڑاؤں گا پھر صبح ہونے سے پہلے چلا جاؤں گا۔"

"تم کسی فلمی ہیرو کی طرح چیلنج کر رہے ہو۔ تمہارا باپ بھی میرے بیڈ روم میں قدم نہیں رکھ سکے گا۔"

"میرے باپ کا نام نہ لو۔ یہ بیٹا ہی کافی ہے تمہارے آس پاس فوج کا پہرا لگوا لو۔ جس طرح پچھلی رات تمہیں آرہا تھا اور تمہاری ماں کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسی طرح آج تمہارے پہرے داروں کو دکھائی نہیں دوں گا۔"

اسے یاد آیا۔ اس کی ممی پورے یقین سے کہہ رہی تھیں کہ وجے نظر نہیں آرہا ہے۔ جبکہ وہ کمرے میں موجود اور اس کی ماں کے سامنے سے گزر کر گیا تھا۔ یہ حیران کن بات تھی۔ شلپا نے اس بات کو اہمیت نہیں دی تھی۔ اب حیرانی سے سوچ رہی تھی کہ اس کی ماں کی نظریں کمزور نہیں ہیں پھر بھی وہ وجے کو کیوں نہ دیکھ سکی؟

وہ فون پر بولی "مرد کی زبان ایک ہوتی ہے۔ کیا کہہ رہے ہو' آج رات آؤ گے؟ اور کسی کو نظر نہیں آؤ گے؟"

وہ بولا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ نظر تو آؤں گا۔ سب ہی دیکھیں گے لیکن مجھے تمہارے بیڈ روم میں داخل ہونے سے نہیں روک سکیں گے۔"

"کیا تم جادو جانتے ہو یا پہرے داروں پر غنودگی طاری کرکے آؤ گے؟"

"میں ایسا کچھ نہیں کروں گا۔ تم مجھے روکنے اور گرفتار کرانے کے انتظامات کرو۔ میں آج رات ٹھیک بارہ بجے تمہارے کمرے کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"

شلپا نے اس کی باتیں سنتے سنتے سر گھما کر دیکھا اور چونک گئی۔ وہ آئینے میں دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ وہ فوراً ہی پلٹ کر اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ مگر اسے چند سیکنڈ کے لیے غائب دماغ بنا کر اس کمرے سے چلا گیا۔ جب وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی تو اس کے ذہن کو جھٹکا لگا۔ یوں محسوس ہوا جیسے سر چکرا گیا ہو۔

وہ اِدھر اُدھر گھوم کر دیکھنے لگی۔ وجے نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر آئی۔ وہاں بھی دور تک کہیں نہیں تھا۔ موبائل فون اس کے کان سے لگا ہوا تھا۔ اسے آواز سنائی دی "ابھی میں تمہیں دکھائی دیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے دکھائی نہیں دے رہا ہوں۔ کمرے میں داپس جاؤ۔ میں وہاں موجود ہوں۔"

وہ فوراً کمرے میں آئی پھر کبریا کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ وہ بیڈ پر آدھا بیٹھا ہوا تھا۔ آدھا لیٹا ہوا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا ہے؟ تم نظر آکر گم ہو گئے تھے پھر نظر آرہے ہو؟"

"پچھلی رات بھی یہی ہو رہا تھا۔ تم مجھے دیکھ رہی تھیں لیکن تمہاری ماں مجھے دیکھ نہیں پا رہی تھی۔ آج رات بھی

ہو گا۔ تم مجھے دیکھو گی۔ تمہارے پہرے دار مجھے نہ دیکھ سکیں گے اور نہ ہی گرفتار کر سکیں گے۔ اچھا میں جا رہا ہوں۔"

اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کے ذہن پر یہ ظاہر کردیا کہ وہ اب اس کے سامنے نہیں ہے۔ شلپا نے چونک کر دیکھا تو بیڈ پر نظر آنے والا وجے نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ اب کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ تیزی سے بیڈ کے پاس آکر کسی نابینا کی طرح دونوں ہاتھ بڑھا کر یوں اسے ڈھونڈنے لگی جیسے اندھیرا ہو اور وہ نظر آرہا ہو۔ وہ پہلے ہی بیڈ سے اتر کر کمرے سے جا چکا تھا۔ اس نے آواز دی "تم کہاں ہو؟ واپس آؤ۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم جادو جانتے ہو۔ تم کل رات مجھ پر جادو کرکے میری جوانی سے کھیلتے رہے تھے۔"

وہ بول رہی تھی۔ اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ جا چکا تھا۔ وہ تھک ہار کر بیٹھ گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ اکثر اسے پیش آنے والی باتوں کا علم ہو جاتا تھا۔ اسے یہ آگہی ملی تھی کہ اس کی زندگی میں ایک شخص آئے گا' جو غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہو گا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ وجے غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ اس کی زندگی میں آتے ہی پراسرار بن گیا ہے۔ مہمان بن کر آیا تھا۔ اب روپوش ہو گیا ہے۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ یہ کیسی غیر معمولی صلاحیت ہے کہ وہ کبھی دکھائی دیتا ہے' کبھی غائب ہو جاتا ہے۔ اس کی عقل یہی سمجھا رہی تھی کہ وہ جادوگر ہے۔

وہ لباس تبدیل کرکے وزارت خارجہ کے دفتر جانے لگی۔ اس کا جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں رہ کر وجے کی دوسری جھلک دیکھنا چاہتی تھی۔ اسے سمجھنا چاہتی تھی۔ اسے اپنی توہین محسوس کر رہی تھی اور اس کی طرف مائل بھی ہوتی جا رہی تھی۔

وہ دفتر میں پہنچ کر وزارت خارجہ کے سیکریٹری کے سامنے حاضر ہوئی۔ وہ اسے غصے سے دیکھتا ہوا بولا "کل تم نے کیا حرکت کی تھی؟"

"وہی حرکت کی' جو آپ میرے ساتھ کرنا چاہتے تھے۔ آپ چائے پلا کر مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتے تھے۔ میں نے وہی چائے آپ کو دھوکے سے پلا دی۔ آپ واقعی طور پر کمزور ہوئے' آپ کا کچھ نہیں بگڑا۔ میں کمزور ہو جاتی تو وہ یہودی جے وی شوٹر میرے بدن سے کھیلنے لگتا۔ کیا یہ اچھا ہوتا؟ کیا اتنی وضاحت کافی ہے؟"

"بکواس مت کرو۔ میں تمہارا اعلیٰ افسر ہوں۔ تم نے گستاخی کی ہے۔ میری انسلٹ کی ہے۔ تمہارا براہِ راست تعلق آرمی انٹیلی جنس سے ہے۔ میں نے تمہارے خلاف وہاں رپورٹ پہنچائی ہے۔ وہ فون پر تم سے وضاحت طلب کریں گے۔"

"کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ آپ میرے خلاف رپورٹ دینے کے سوا کر بھی کیا سکتے تھے۔ میں پھول کی طرح نازک ہوں اور فولاد کی طرح سخت۔ میری مرضی کے بغیر کوئی مرد مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔"

اسے اپنے اندر سرگوشی سنائی دی۔ کبریا نے کہا "میں نے تمہاری دھجیاں اڑا دی ہیں۔"

اس نے ایک دم سے چونک کر اپنے سر کو تھام لیا۔ حیرانی سے سوچا "یہ تو اسی کی آواز ہے۔"

سیکریٹری نے اسے سر پکڑتے دیکھ کر پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولی "مرد سر کا درد۔ یہاں آتے ہی سر میں درد ہونے لگا۔ میں جا رہی ہوں۔ آج کسی مرد سے بات نہیں کروں گی۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سیکریٹری نے کہا "رک جاؤ۔ ابھی تمہیں فون پر اپنے اعلیٰ افسران سے باتیں کرنا ہیں۔"

وہ ریسیور کان سے لگا کر بولا "ہیلو سیکریٹری فارن افیئرز۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں آرمی انٹیلی جنس کا چیف بول رہا ہوں۔ تم نے شلپا کے خلاف رپورٹ بھیجی تھی' وہ میں نے پڑھی ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق اس نے اپنی عزت بچانے اور عیاش مردوں کو بے وقوف بنانے کی جو ٹریننگ حاصل کی ہے' وہی داؤ پیچ تم پر اور اس یہودی مہمان کی آزمائے تھے اس نے تمہاری اور اس یہودی مہمان کی انسلٹ نہیں کی ہے۔"

اس نے کہا "آپ یہ تو سوچیں۔ جے وی شوٹر ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ پاکستانی سیاست دانوں دیگر اور اہم شخصیات کو ہمارے لیے ٹریپ کرتا رہتا ہے۔ شلپا اسے خوش کر دیتی تو کیا فرق پڑتا ہے؟"

"شلپا موسٹ امپورٹنٹ گرلز میں سے ایک ہے۔ اسے صرف پاکستان کے عیش پسند غداروں کے لیے رکھا گیا ہے۔ تم ہماری اجازت کے بغیر اسے کسی دوسرے مقصد کے لیے استعمال نہیں کرو گے۔ شلپا موجود ہو تو اس سے بات کراؤ۔"

اس نے شلپا کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے اس کی طرف ریسیور کو بڑھایا۔ وہ ریسیور لے کر کان سے لگا کر بولی "ہیلو میں

ہوں شلپا۔ گڈ ڈے سر!"

دوسری طرف سے کہا گیا "یو ٹو ہیو اے گڈ ڈے۔ ہم سب یہ رپورٹ پڑھ کر خوش ہوئے کہ پچھلی رات تم نے دفاعی طریقے استعمال کیے اور اپنے مقابلے میں دو مردوں کو ناکارہ بنا دیا۔"

"تھینک یو سر! لیکن یہ ہمارے سیکریٹری صاحب غصہ دکھا رہے ہیں۔"

"ان کی پروا نہ کرو۔ اپنے اصولوں کے مطابق ڈیوٹی دیتی رہو۔ وش یو گڈ لک اینڈ گڈ بائے۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ کبریا نے شلپا کو یہ سمجھنے نہیں دیا کہ دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا ہے۔ وہ بولی "پھر ایک بار شکریہ سر! آپ سے ایک درخواست ہے۔"

کبریا نے کہا "ہوں۔ بولو کیا چاہتی ہو؟"

"مجھے دو سکیورٹی گارڈز کی ضرورت ہے۔ آج رات میرے گھر میں ان کی ڈیوٹی رہے گی۔"

"تو پرابلم۔ آج رات نو بجے دو مسلح گارڈز تمہارے پاس آجائیں گے۔"

اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق ریسیور رکھ دیا۔ سیکریٹری کو طنزیہ انداز میں مسکرا کر دیکھا پھر کہا "قسمت ہمارے ساتھ ہے۔ جلنے والے جلا کریں۔"

وہ پلٹ کر دروازے تک آئی پھر بولی "آپ کے سلسلے میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے۔"

وہ چیخ کر بولا "یو شٹ اَپ اینڈ گٹ لاسٹ.....!"

کبریا اس کے دماغ میں گھس گیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا "..... اور خبردار! گٹ لاسٹ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم چلی جاؤ۔ ہرگز نہیں، میں تمہیں نہیں جانے دوں گا خود یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ شلپا اس کے بدلے ہوئے رویے پر حیران تھی۔ دوسرے ہی لمحے وہ دروازہ کھول کر واپس اندر آیا پھر بولا "باہر بہت گرمی ہے۔ مجھے شرٹ اتار دینا چاہیے۔"

اس نے شرٹ اتار دی پھر بنیان بھی اتار دیا۔ اس کے بعد بولا "اب اوپر گرمی نہیں لگے گی لیکن کمر سے نیچے موسم گرم رہے گا۔ یہاں بھی ٹھنڈک ہونی چاہیے۔"

وہ اپنی پتلون اتارنے لگا۔ شلپا نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ کیا آپ کا دماغ خراب ہوگیا ہے؟"

وہ بولا "میری جان! میں یہ چڑی اتار کر تمہارے ساتھ تفریح کے لیے جاؤں گا۔"

وہ اپنی چڑی اتارنے لگا۔ شلپا فوراً ہی پلٹ کر دروازہ کھول کر باہر آگئی۔ اس وسیع و عریض آفس میں کتنی ہی لڑکیاں عورتیں، جوان اور بوڑھے مرد اپنی اپنی میز پر مصروف تھے۔ ایک عورت نے سیکریٹری کو دیکھتے ہی چیخ ماری "یہ ہمارے سر کو کیا ہوا ہے!"

سیکریٹری اپنے آفس کا دروازہ کھول کر شلپا سے کہہ رہا تھا "میری جان! رک جاؤ۔ میرے ساتھ چلو۔ آج میں نے نیا سوٹ پہنا ہے۔ ہر انسان ماں کے پیٹ سے یہی سوٹ پہن کر دنیا میں آتا ہے۔"

آفس کے تمام لوگ اٹھ کر کھڑے ہوگئے تھے۔ کئی عورتیں اسے بے لباس دیکھ کر چیخ اٹھی تھیں۔ شلپا اس سے کترا کر تیزی سے جارہی تھی اور وہ اس کے پیچھے چلا آرہا تھا۔ وہ غصے سے بولی "کیوں میرے پیچھے آرہے ہو؟ سب لوگ تماشا دیکھ رہے ہیں۔ تمہیں شرم نہیں آرہی ہے؟"

وہ بولا "محبت میں شرم کیسی؟ میں ان سب کے سامنے قسم کھا کر کہتا ہوں۔ تمہیں ہمیشہ لباس پہنائے رکھنے کے لیے میں تمام عمر ننگا رہوں گا۔"

دو چار اعلیٰ عہدے داروں سے آگے جانے سے روکتے ہوئے کہا "آپ کی دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ آپ چیمبر میں چلیں۔ اپنا لباس پہنیں۔"

وہ ان سے ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ شلپا نے چیخ کر کہا "اسے روکو۔ سیکیورٹی گارڈز تماشا کیوں دیکھ رہے ہیں۔"

کئی گارڈز نے آکر اسے پکڑ لیا۔ دوسرے عہدے داروں کے حکم سے اس کے آفس میں اسے لے جانے لگے۔ شلپا تیزی سے چلتی ہوئی اس عمارت سے باہر اپنی کار کے پاس آئی پھر دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتی ہوئی مین روڈ پر آگئی۔ وہ حیرانی سے سوچ رہی تھی "وہ سیکریٹری اچانک پاگل کیسے ہوگیا؟ میں نے پچھلی رات اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلائی تھی۔ کیا یہ اسی کا رد عمل ہے؟"

وہ زیادہ دیر تک نہ سوچ سکی۔ اچانک ایک ریوالور کی نال اس کی گردن سے آکر لگی۔ پیچھے سے آواز آئی "گاڑی نہ روکنا۔ کسی کو مدد کے لیے نہ پکارنا۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"میں جہاں کہہ رہا ہوں۔ گاڑی وہاں لے چلو۔ چالاکی دکھاؤ گی تو جان سے جاؤ گی۔ مجھ سے اور کوئی سوال نہ کرو۔"

"سوال کیوں نہ کروں؟ مجھے معلوم ہونا چاہیے، مجھے اس لے جارہے ہو۔"

وہ اسے راستہ بتانے لگا۔ شلپا بری طرح الجھ گئی تھی۔ رات سے عجیب الجھا دینے والے حالات پیش آرہے تھے۔ اسے سحر زدہ کر کے اس کی مغرور جوانی سے کھیلتا رہا پھر آفس میں گئی تو سیکریٹری نہایت بے شرمی سے اس کے پیچھے آگیا تھا۔ جب اس جنگ سے نجات ملی تو اب اس کی کار کوئی دشمن اسے گن پوائنٹ پر کہیں لے جارہا تھا۔

وہ جھنجلا کر بولی "میں خوف زدہ نہیں ہوں۔ مجھے صاف بتاؤ۔ کہاں لے جارہے ہو؟"

"جہاں جارہی ہو۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوجائے گا۔"

شلپا کی ساتھ والی سیٹ پر موبائل فون رکھا ہوا تھا۔ کبریا نے ریوالور والے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے فون کا رسائی دیا۔ وہ شلپا سے بولا "کوئی تمہیں کال کر رہا ہے۔ کیا بیل بزر سنائی نہیں دے رہا ہے۔"

وہ بولی "سنائی دے گا تو میں اٹینڈ کروں گی۔"

"تم بہری ہو؟ مجھے سنائی دے رہا ہے اور تمہیں سنائی نہیں دے رہا ہے۔ اٹھاؤ فون اور باتیں کرو لیکن خبردار! میرے بارے میں کچھ کہو گی تو گولی مار دوں گا۔"

اس کے مجبور کرنے پر اس نے فون اٹھا کر اس کا بٹن دبا کر کان سے لگایا۔ اسے وجے کی آواز سنائی دی "ہائے! اس نے پیچھا چھوٹ گیا؟"

اگرچہ وہ اسے دشمن سمجھ رہی تھی لیکن اس وقت وہ سب سے بڑا سہارا لگ رہا تھا۔ اس کے دماغ نے کہا "اسے کس طرح بتانا چاہیے کہ میں مصیبت میں ہوں لیکن کیسے بتاؤں؟"

وہ عقب نما آئینے میں اسے دیکھتے ہوئے بولی "تم ہماری باتیں سن رہے ہو۔"

وہ بولا "مجبوری ہے۔ ہم ایک ہی کار میں ہیں۔ تمہاری باتیں نہ سننے کے لیے مجھے ذرا دور جا کر کانوں میں انگلیاں ٹھونسنا پڑیں گے پھر ریوالور کو تمہاری گردن سے ہٹانا ہوگا اور اتنی حماقت نہیں کروں گا۔"

شلپا نے مسکرا کر سوچا "عجیب احمق ہے۔ یہ نہیں سمجھ رہا ہے کہ وجے اس کی باتیں سن رہا ہوگا۔"

وہ بولی "ٹھیک تم اسی طرح ریوالور سے میرا نشانہ لیے بیٹھے رہو۔ میں اپنے آدمی سے کچھ نہیں بولوں گی۔"

"ہاں اور اس سے یہ بھی نہ بولنا کہ تم ابھی کناٹ پیلس کی طرف سے گزر کر ریلوے اسٹیشن کے پیچھے تین سو دو نمبر کے بنگلے میں جاؤ گی۔"

"میں ہرگز نہیں بولوں گی۔ مجھے کچھ بولنے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔"

پھر وہ فون پر وجے سے بولی "تم ہماری باتیں تو نہیں سن رہے ہو نا؟"

کبریا نے کہا "سن رہا ہوں۔ کوئی ریوالور والا موت بن کر تمہارے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ میں تمہاری جان بچانے کے لیے کچھ نہیں کرسکوں گا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ میں پولیس کو اطلاع دوں؟"

وہ جھنجلا کر بولی "یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ تمہیں فوراً ایسا کرنا چاہیے۔"

"لیکن ہمارے دیس کی پولیس ہمیشہ دیر سے پہنچتی ہے۔ تم نے فلموں میں دیکھا ہوگا۔ ہیرو اپنی ہیروئن کی جان بچانے کے لیے تنہا درجنوں دشمنوں سے لڑتا ہے کیا میں ہیرو بننے کے لیے آجاؤں؟"

"مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ فلموں کی باتیں نہ کرو۔ عقل سے کام لو۔ ہیلو۔ ہیلو۔ میری بات سن رہے ہو؟ ہیلو۔ ہیلو۔"

کبریا چپ رہا۔ یہ تاثر دیتا رہا کہ وہ جاچکا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ شلپا کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ اس نے پچھلی رات دو مردوں کو نیچا دکھایا تھا۔ انہیں دوا اور شراب کے ذریعے ناکارہ بنا دیا تھا۔ ان میں سے ایک نے اس کے خلاف اوپر والوں تک شکایت پہنچائی تھی۔ وہ اسی طرح انتقامی کارروائی کرسکتا تھا۔ دوسرا جے وی شوٹر تھا۔ وہ چند غنڈوں کو بھاری رقم دے کر شلپا کو اغوا کرا رہا تھا۔

وہ پچھلی رات شراب کے نشے میں مدہوش ہو کر شلپا کو حاصل کرنے میں ناکام رہا تھا۔ شراب کے نشے میں مدہوش ہوگیا تھا۔ ان لمحات میں اس کی یوگا کی مہارت ختم ہوگئی تھی۔ کبریا نے اس کے اندر پہنچ کر اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا تھا۔ آئندہ وہ کبریا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔

کبریا نے اس کے چور خیالات پڑھے تھے۔ یہ معلوم کیا تھا کہ پاکستان میں یہودی تنظیم کس طرح اپنے اہم مقاصد حاصل کر رہی ہے۔ ان یہودیوں کے علاوہ چند مفاد پرست پاکستانی سیاست داں بھی تھے، جو اپنے ملک میں یہودی تنظیم کی جڑیں مضبوط کر رہے تھے۔

جے وی شوٹر پچھلی رات مدہوش رہنے کے بعد دوسری صبح بیدار ہوا۔ کبریا نے اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ

پاکستان میں جو یہودی نواز سیاست داں ہیں' ان سے فون پر رابطہ کیا جائے۔ وہ کبریا کی مرضی کے مطابق ان سے رابطے کرنے لگا اور کبریا ان سب کے دماغوں میں پہنچتا رہا۔ وہ آئندہ ان سب سے اچھی طرح نمٹنے والا تھا۔

ریوالور والا اسے راستہ بتا رہا تھا۔ وہ اس کی رہنمائی کے مطابق ڈرائیو کرتی ہوئی ایک ویران بنگلے کے احاطے میں آئی پھر بنگلے کے دروازے کے سامنے کار سے اتر گئی۔ اس شخص کے گن پوائنٹ پر چلتی ہوئی دروازہ کھول کر اندر آئی۔ ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں ایک بڑے سے صوفے پر جے وی شوٹر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "آؤ میری جان! کل رات تم نے مجھے مدہوش کرکے فرش پر گرا دیا تھا۔ آج میں تمہیں چاروں شانے چت کرکے کل کا حساب برابر کروں گا۔"

وہ بولی "میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اتنے کمینے نکلو گے کہ ایک تنہا لڑکی کو گن پوائنٹ پر جبراً یہاں بلاؤ۔"

"کل تم نے چیلنج کیا تھا کہ مارشل آرٹ جانتی ہو۔ میں تنہا تمہیں قابو میں نہیں کرسکوں گا۔ اس لیے تمہیں تنہا بلایا ہے۔"

ڈرائنگ روم کے دروازے سے دو قد آور غنڈے اندر آئے۔ شوٹر نے کہا "یہ دونوں بھی مارشل آرٹ جانتے ہیں۔ یہ تمہاری ہڈیاں پسلیاں توڑ کر میرے سامنے بچھا دیں گے۔ تم اپاہج بن کر بے بسی سے اپنی جوانی کا خزانہ مجھے پیش کرتی رہو گی۔"

"میں اپنے دیس کی سیاست میں ایک اہم رول ادا کرنے والی ہوں۔ مجھے اپاہج بناؤ گے تو یہاں سے زندہ اپنے ملک نہیں جاسکو گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کوئی نہیں جانتا کہ میں نے تمہیں اغوا کرایا ہے۔ اس ویران بنگلے میں تمہاری لاش پائی جائے گی تو مجھ پر کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔ میں کل صبح کی فلائٹ سے پاکستان واپس جانے والا ہوں۔"

شلپا سہم کر بولی "او گاڈ! تم میرے قتل کا منصوبہ بنا چکے ہو۔"

"ہاں! لیکن اگر تم بات مان لوگی اور میرا دل خوش کروگی تو میرے یہ فائٹر تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ تم میری دوست بن کر یہاں سے زندہ سلامت واپس جاؤ گی۔"

اس نے پریشان ہو کر آس پاس دیکھا۔ دونوں فائٹر تن کر کھڑے ہوئے تھے اور پیچھے وہ ریوالور والا موجود تھا۔ وہ بے بسی سے بولی "میں دوستی کروں گی۔ کسی دوسرے کمرے میں چلو۔"

جے وی شوٹر نے قریب آکر اسے کھینچ کر سینے سے لگایا پھر کہا "آؤ بیڈ روم میں چلیں۔"

وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے ساتھ لے کر ایک کمرے میں آیا۔ اس کے فائٹر وغیرہ بھی آگئے۔ شلپا نے کہا "میں تمہارے باہر جانے کو کہو اور دروازہ اندر سے بند کردو۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "تم نے مجھے احمق سمجھا ہے۔ بند کمرے میں تنہا کرکے مجھ پر مارشل آرٹ کا مظاہرہ کروگی۔ مجھے توڑ پھوڑ کر اپنے انٹیلی جنس والوں کو یہاں بلاؤ گی۔ کیا تم مجھے الو کا پٹھا سمجھتی ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا تم ان تینوں کے سامنے میری عزت سے کھیلو گے؟"

"ہاں۔ مجبوری ہے۔ میں ان کی موجودگی میں نہیں شرماؤں گا۔ تم بھی نہ شرماؤ۔ یہ تینوں بھی بے شرمی سے تماشا دیکھیں گے۔"

ریوالور والے نے شوٹر سے کہا "آپ نے ہمیں پچاس پچاس ہزار روپے دیے ہیں۔ ہم اس لڑکی کو یہاں گھیر کر لے آئے ہیں لیکن مجھے بے شرمی پسند نہیں ہے۔ میں ان دو فائٹروں سے کہتا ہوں یہاں سے باہر جاؤ۔"

شوٹر نے سخت لہجے میں پوچھا "تم انہیں حکم دینے والے کون ہوتے ہو؟"

"جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔" وہ اپنا ریوالور دکھاتے ہوئے بولا "ابھی لاٹھی میرے ہاتھ میں ہے۔ میرا حکم چلے گا۔"

اس نے دونوں کو باہر جانے کا حکم دیا۔ انہوں نے انکار کیا۔ وہ جے وی شوٹر کے احکامات کے پابند تھے۔ اچانک اس نے ریوالور سے نشانہ لے کر دو گولیاں چلائیں۔ وہ دونوں فائٹر چیخ مار کر اچھلتے ہوئے فرش پر گر پڑے۔ دونوں کے ایک ایک پیر میں گولی لگی تھی۔ کبریا نے اس ریوالور والے کی زبان سے کہا "اب فرش پر گھسٹتے ہوئے جاؤ۔"

وہ خوف زدہ ہوگئے تھے۔ ایک ایک پیر سے لنگڑاتے ہوئے اس کمرے سے باہر چلے گئے۔ جے وی شوٹر نے غصے سے پوچھا "یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اپنے ہی آدمیوں کو نقصان پہنچا رہے ہو۔ یہ ریوالور مجھے دو۔"

وہ یہ کہتے ہوئے وہ بیڈ کے سرہانے کی طرف گیا پھر بے ہی تکیے کی نیچے سے ایک پستول نکالا۔ اس کے ہاتھ میں ایک گولی آکر لگی۔ وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا۔ پستول اس بیڈ پر گر پڑا۔ ریوالور والے نے کہا "شلپا! اس کا پستول اٹھا لو۔ میں باہر جا رہا ہوں۔ ابھی واپس آجاؤں گا۔"

شلپا نے فوراً ہی اس پستول کو اٹھا لیا۔ وہ باہر چلا گیا۔ وہ جے وی شوٹر کا نشانہ لیتے ہوئے بولی "کتے! اب میں تجھے اپاہج بناؤں گی۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا "یہ اچانک کیا ہوگیا؟ یہ برا آدمی تھا۔ میں نے اسے پچاس ہزار روپے دیے تھے۔ یہ مجھ سے کیوں دشمنی کر رہا ہے؟"

"تو اسرائیل سے پاکستان گیا۔ وہاں محفوظ تھا۔ یہاں تیری موت تجھے کھینچ کر لائی ہے۔"

کبریا نے کمرے میں آکر کہا "درست کہتی ہو۔ یہ حرام موت مرنے آیا ہے۔"

وہ کبریا کو دیکھ کر ناگواری سے بولی "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"تم نے فون پر کہا تھا۔ مجھے فلمی ہیرو کی طرح یہاں تنہا آکر تمہیں دشمنوں سے بچانا چاہیے۔ دیکھ لو' میں جان ہتھیلی پر رکھ کر آیا ہوں۔"

"میں دشمنوں پر قابو پا چکی ہوں۔ تب تم آئے ہو۔ یہ تمہاری مردانگی ہے؟"

"میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں۔ ابھی تم نے بازی جیتی نہیں ہے۔ یہ یہودی تم پر غالب آسکتا ہے۔ کیونکہ تمہارے ہاتھ میں جو پستول ہے' وہ خالی ہے۔"

شلپا نے بے یقینی سے پستول کو دیکھا پھر کبریا کا نشانہ لے کر کہا "ابھی معلوم ہوجائے گا۔ یہ خالی ہے یا بھرا ہوا؟"

وہ کبریا کی مرضی کے بغیر ٹریگر نہیں دبا سکتی تھی۔ اس کے دماغ نے اسے سمجھایا کہ وہ ٹریگر دبا چکی ہے۔ گولی نہیں چل رہی ہے۔ اس نے غصے سے پستول کھینچ کر کبریا کو مارا۔ اس نے اسے کیچ کرتے ہوئے کہا "اب تمہارے پاس ہتھیار نہیں ہے۔ اپنا بچاؤ کیسے کرو گی؟ ایک دشمن واپس آرہا ہے۔"

وہ ریوالور والا پھر کمرے میں آگیا۔ جے وی شوٹر سے بولا "باس! مجھ سے بھول ہوگئی۔ میں نے اپنے ہی آدمیوں کو گولی ماری۔ آپ کو تنہا چھوڑ دیا۔ اب نہیں چھوڑوں گا۔ آپ حکم دیں' مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

جے وی شوٹر نے کبریا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس جوان کو باہر لے جاؤ۔ یہ شلپا کا مہمان بن کر آیا تھا۔ اب ہیرو بن کر اس کی مدد کرنے آیا ہے۔ اسے گولی مار دو۔"

کبریا نے کہا "یہ کیسے فائر کرے گا؟ اس کا ریوالور تو خالی ہے۔"

اس نے چونک کر اپنے ریوالور کو دیکھا۔ کبریا اس کے دماغ پر چھا گیا۔ اسے وہ ریوالور خالی دکھائی دیا۔ اس نے غصے سے ریوالور کھینچ کر اسے مارا۔ کبریا نے ریوالور کو کیچ کیا پھر اسے دیکھ کر بولا "تعجب ہے' ریوالور بھی بھرا ہوا ہے اور پستول بھی۔"

اس نے پستول سے ہوائی فائر کیا۔ شلپا حیرانی سے بولی "ابھی تو یہ خالی تھا پھر لوڈ کیسے ہوگیا؟"

اس نے ریوالور سے اس شخص کی ایک ٹانگ میں گولی ماری۔ وہ چیختا ہوا فرش پر گرا اور وہاں سے گھسٹتا ہوا باہر چلا گیا۔ جے وی شوٹر سہم کر کبریا کو دیکھنے لگا۔ کبریا نے شلپا سے کہا "اب تو مجھے ہیرو مان لو۔ تمہیں اپاہج بنانے کے لیے دو فائٹر آئے تھے۔ ایک ریوالور والا تھا۔ سب ہی تمہارے دشمن تھے۔ میں نے انہیں ناکارہ بنا دیا۔ وہ اب واپس نہیں آئیں گے۔ اب یہ یہودی رہ گیا ہے۔"

شلپا نے یہودی جے وی شوٹر کو دیکھا پھر کبریا سے کہا "اس ذلیل کو بھی ختم کردو۔ یہ زمین کا بوجھ ہے۔"

کبریا نے کہا "تمہیں کیوں نہ ختم کروں۔ ابھی تم نے مجھ پر گولی چلائی تھی۔ میں تو مقدر سے بچ گیا ورنہ تم نے تو مجھے مار ہی ڈالا تھا۔ لہٰذا تمہیں مرنا چاہیے۔"

اس نے ریوالور کو جے وی شوٹر کی طرف اچھالا۔ شوٹر نے اسے کیچ کرکے دیکھا۔ اس کے چیمبر میں تین گولیاں تھیں۔ شلپا نے سہم کر کہا "وجے! یہ تم کیا کر رہے ہو؟ میں نے پچھلی رات تمہیں خوش کیا تھا' اس کے عوض مجھے بچالو۔ اپنے پستول سے اس پر گولی چلاؤ۔ ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گا۔"

جے وی شوٹر ہر حال میں شلپا کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اسے گولی نہیں مار سکتا تھا۔ وہ کبریا کو اپنا رقیب سمجھتا تھا پھر شلپا نے بھی اعتراف کیا تھا کہ پچھلی رات اس نے اس کے رقیب کو خوش کیا تھا۔ یہ دشمنی کو اور بھڑکانے والی بات تھی۔

اس نے کبریا کا نشانہ لے کر گولی چلائی۔ وہ گولی اس کے قریب سے گزر گئی۔ وہ بولا "میں نے تمہیں ریوالور دیا اور مجھ ہی پر گولی چلا رہے ہو؟"

اس نے کہا "تم میرے رقیب ہو۔ میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن بار بار کوششیں کرنے کے باوجود یہ نہیں مل رہی ہے اور تم اس کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہے ہو؟"

شلپا نے کہا "شوٹر! اسے شوٹ کردو۔ یہ ابھی میری موت چاہتا تھا۔ میں اسے حرام موت مرتے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"میری جان! تمہیں خوش کرنے کے لیے میں ضرور

اسے جہنم میں پہنچاؤں گا۔"

اس نے دوسری بار نشانہ لیا۔ گولی چھت پر جا کر لگی۔ کبریا نے کہا "گدھے کے بچے! میں یہاں ہوں اور تو چھت پر گولی چلا رہا ہے۔"

وہ شوٹر سے بولی "کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ کیوں گولیاں ضائع کر رہے ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "سمجھ میں نہیں آتا۔ میں صحیح نشانہ لے رہا ہوں پھر بھی گولیاں اِدھر اُدھر جا رہی ہیں۔ اب اس میں ایک گولی رہ گئی ہے۔"

وہ بولی "ریوالور مجھے دو۔ اس آخری گولی کو ضائع نہیں ہونا چاہیے۔"

اس نے شوٹر سے ریوالور لے کر اچھی طرح کبریا کا نشانہ لیا لیکن ٹریگر دباتے وقت شوٹر کی طرف گھوم گئی۔ وہ سہم کر چیختے ہوئے بولا "یہ کیا کر رہی ہو۔ وہ ادھر ہے۔ یہ میں ہوں ـــ میں ـــ اسے مارو اسے۔"

اس نے ٹریگر دبا دیا۔ شوٹر کے حلق سے چیخ نکلی۔ گولی اس کی ٹانگ میں لگی تھی۔ وہ فرش پر گر پڑا۔ کبریا نے کہا "میں تمہیں اتنی آسانی سے مرنے نہیں دوں گا۔ تم تڑپ تڑپ کر اور ٹھُر ٹھُر کر مرو گے۔"

پھر وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا "تم اس خوف سے پاکستان چھوڑ کر آئے ہو کہ وہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو گیا ہے۔ تم اس سے دور رہ کر اس ملک میں تخریبی کارروائیاں کرنا چاہتے ہو لیکن میں تمہارے پاس آ گیا ہوں۔ تمہارے سامنے ہوں۔ تم ریوالور رکھتے ہوئے بھی مجھے ہلاک نہ کر سکے۔"

وہ اپنی زخمی ٹانگ کو پکڑے فرش پر بیٹھا خوف زدہ نظر سے کبریا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "تم مطمئن تھے کہ میں تمہارے اندر نہیں پہنچ پاؤں گا میں کل رات ہی تمہارے دماغ میں پہنچ کر تمہاری خفیہ تنظیم کے اہم راز معلوم کر چکا تھا۔ اب تم میرے لیے بالکل بیکار ہو۔ تم نے پاکستان کے چند عبادت گزار مسلمانوں کو ان کے سرکاری اعلیٰ عہدوں سے نیچے گرایا ہے اور یہودی نواز مسلمانوں کو ان اونچے عہدوں پر پہنچایا ہے۔ تم یہودیوں کو امریکا کی پشت پناہی حاصل ہے اور تم ہندوؤں کی پشت پناہی کر رہے ہو۔ امریکا' اسرائیل اور بھارت' تم تینوں کا ایک مضبوط مثلث بنا ہوا ہے۔"

وہ اس کے اندر بول رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ شلپا نے پوچھا "یہ تم دونوں ایک دوسرے کو یوں چپ چاپ کیوں دیکھ رہے ہو؟ بات کیا ہے؟"

جے وی شوٹر نے بے بسی سے کہا "یہ میرے دماغ کے اندر ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یہ۔ یہ پاکستانی ہے۔ مسلمان ہے۔"

شلپا نے چونک کر بے یقینی سے کبریا کو دیکھا۔ یہ تین باتیں دھماکا خیز تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ دوسرا یہ کہ پاکستانی ہے۔ یعنی جس ملک کو وہ مٹتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہے' وہ وہاں کا باشندہ ہے۔ تیسرا یہ کہ وہ مسلمان ہے۔ یہ بات غصہ دلانے والی تھی ایک مسلمان رات بھر اس کی دھجیاں اڑاتا رہا تھا۔

لیکن وہ غصہ کیسے دکھاتی۔ یہ سن کر ہی ہوش اڑ گئے تھے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہ اپنے تیور بدلنے لگی۔ اپنے اندر کے غصے کو کچل کر مسکرانے لگی۔ وہ شوٹر سے کہہ رہا تھا "اب پاکستان میں تمہاری اور بھارت کی سازشیں کامیاب نہیں ہوں گی۔ میں تینوں ممالک کے افراد کو وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دوں گا۔"

شلپا مسکراتی ہوئی قریب آ کر بولی "غصہ تھوک دو۔ میرے بھارت سے دوستی کرو۔ ہم ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ اگر ہم متحد ہو جائیں تو امریکا اور اسرائیل دونوں ہی ہمارے قدموں میں رہیں گے۔"

کبریا نے کہا "تمہارے جیسے انتہا پسند ہندو پاکستان کو دنیا کے نقشے سے مٹا دینا چاہتے ہیں اور تم تو اسے مٹانے کے لیے اپنی آبرو کو کھلونا بنانے والی ہو اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گی اور خدانہ کرے پاکستان نہیں رہے گا تو پھر کس سے اتحاد کرو گی؟ تم تو جشن مناؤ گی۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں ہندو مسلم اتحاد چاہتی ہوں۔ آخر پچھلی رات ہمارا اتحاد ہوا تھا۔ ہم اسی طرح متحد ہو کر رہیں گے۔"

"اور تم ایسا ہی اتحاد..... دوسروں سے کرو گی۔ ان کے بیڈ پر جا کر ان سے اہم راز اگلوا کر پورے پاکستان کو نابود کرنا چاہو گی۔"

وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ اس کا منہ تکنے لگی۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کوئی راز چھپا نہیں رہے گا۔ جے وی شوٹر نے کہا "میں مانتا ہوں کہ تمہارے پاکستان میں تخریبی کارروائیاں کرتا رہا ہوں لیکن جو کیا ہے' اس کی تلافی کر سکتا ہوں مجھے ایک موقع دو۔ میں آج ہی سے تمہارے ملک میں تعمیری کارروائیاں شروع کر دوں گا۔"

"میں نے سانپ کو دودھ پلانا نہیں سیکھا ہے۔ یہودیوں

اور ہندوؤں سے بھلائی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ان پر بھروسا کرنا سب سے بڑی حماقت ہے۔"

"میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں' تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔ کسی کو موت کے گھاٹ اتارنے سے پہلے اس کی آخری خواہش پوری کی جاتی ہے۔ کیا میری ایک خواہش پوری کرو گے۔"

"ایک نہیں' دو خواہش پوری کروں گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"چوبیس گھنٹے کی زندگی۔ اس کے بعد مجھے مار ڈالو۔"

کبریا نے چند سیکنڈ میں اس کے خیالات پڑھے پھر کہا "تم چوبیس گھنٹوں میں اپنے بچاؤ کی تدابیر پر عمل کرنا چاہتے ہو۔ جاؤ تمہیں مہلت دی۔ تم بھی کیا یاد کرو گے۔"

"تم نے وعدہ کیا ہے۔ میری دو خواہشیں پوری کرو گے۔"

"بے شک۔ تمہاری دوسری خواہش جانتا ہوں۔ ویسے تم زبان سے کہو۔"

وہ شلپا کو دیکھتے ہوئے بولا "اس حسینہ نے مجھے بہت دوڑایا ہے۔ بہت تڑپایا ہے۔ میں اس کے بدن کے ایک ایک حصے کو دیکھ کر ترستا رہتا ہوں۔ تم چاہو گے تو میں ابھی اس کی جوانی سے کھیل سکوں گا۔"

"میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ تم اسے راضی کرو۔"

"یہ سیدھی طرح راضی نہیں ہو گی۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے میری آغوش میں پہنچا سکتے ہو۔"

"کتے کے بچے! تم مجھے دلال سمجھ رہے ہو۔ میں کسی عورت کو تمہارے پاس پہنچاؤں گا۔"

اس نے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیختے ہوئے فرش پر تڑپنے لگا۔ ویسے بڑا سخت جان تھا۔ ایک گولی اس کے ہاتھ میں لگی تھی۔ دوسری گولی ایک پاؤں کی پنڈلی میں سوراخ کرتی ہوئی گزر گئی تھی لیکن وہ زخمی ہونے کے باوجود شلپا کی آرزو کر رہا تھا۔ اب ٹیلی پیتھی کے زلزلے سے دماغ بھی پھوڑے کی طرح دکھنے لگا تھا۔ وہ گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا "مجھے معاف کر دو۔ میں نے بھول سے ایسی بات کہہ دی۔ تم سمجھ سکتے ہو' میں اس کے بدن کے لیے کس قدر للچا رہا ہوں۔"

شلپا نے اس کی طرف تھوک کر کہا "تمہارے جیسے کتے مجھے دیکھ دیکھ کر للچاتے رہیں گے۔ میں صرف اپنے وجے کی آغوش میں کھیلتی رہوں گی۔"

وہ کبریا کے اور قریب آ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈالنا چاہتی تھی۔ کبریا نے اسے دور ہٹاتے ہوئے کہا "شوٹر جیسے ہوس پرست تمہیں دیکھ کر للچائیں گے۔ میرے لیے تم باسی ہو چکی ہو۔ زندہ سلامت رہنا چاہتی ہو تو پاکستان دشمنی سے باز آ جاؤ۔ آئندہ پاکستانی سیاست دانوں کو ٹریپ کرنے کا خیال دل سے نکال دو۔ ورنہ اس سیکریٹری کی طرح سرعام ننگی پھرتی رہو گی۔"

پھر اس نے وجے شوٹر سے کہا "اس وقت دو بجے ہیں۔ کل دو بجے تک زندہ رہو اور اپنی سلامتی کے لیے اپنی چوٹی کا زور لگاتے رہو اور دعا مانگتے رہو کہ کل اس شہر کی گھڑیاں دو نہ بجائیں۔ اس کے بعد تم دوسری سانس نہیں لے سکو گے۔"

وہ جانے لگا۔ شلپا نے راستہ روک کر پوچھا "کیا واقعی تمہارا نام وجے ورما نہیں ہے؟"

"الحمد اللہ میں مسلمان ہوں اور میرا نام کبریا فرہاد ہے۔"

جے وی شوٹر نے حیرانی سے کہا "فرہاد؟ کبریا فرہاد؟ کیا تم ـــ تم فرہاد علی تیمور کے بیٹے ہو؟"

وہ کوئی جواب دیے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ شلپا یہ نام سن کر سوچ میں پڑ گئی تھی پھر اس نے چونک کر آس پاس دیکھا۔ وہ نظر نہیں آیا۔ وہ اسے آوازیں دیتی ہوئی بنگلے کے باہر آئی "کبریا! کبریا! تم کہاں ہو؟ پلیز واپس آؤ۔ میں ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے سے باہر آئی۔ ونڈ اسکرین کے پار دور تک دیکھنے لگی۔ شاید وہ کہیں نظر آ جائے۔

وہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ٹیلی پیتھی کی آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔

○☆○

بدنام زمانہ مجرم تارپیڈو سے تمام معاملات طے ہو چکے تھے۔ تارپیڈو نے اپنے دست راست اینڈی مائیکل کو جیل سے رہا کرانے کے لیے انٹیلی جنس کے ڈی جی کی بیٹی سوزی وان کو اغوا کیا تھا۔ یہ دھمکی دی تھی کہ اینڈی کو رہا نہ کیا گیا تو سوزی وان کو عزت لوٹنے کے بعد قتل کر دیا جائے گا۔

ڈی جی سے میری اچھی خاصی دوستی تھی۔ میں اور سونیا اس کی مدد کر رہے تھے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ ہم یہ جانتے تھے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن قلعے کے اندر ڈی فرہاد تک پہنچنے کے لیے ڈی جی

کے دماغ میں آتے جاتے ہوں گے۔ اگر میں اس کے دماغ میں کبھی بولتا تو دشمنوں کو معلوم ہوجاتا کہ میں بیمار نہیں ہوں اور خیال خوانی کررہا ہوں۔

ڈی فرہاد نے امریکی حکام پر یہ الزام لگایا تھا کہ انہوں نے اسے قیدی بنا کر اس قدر اذیتیں پہنچائی تھیں اور اس طرح برین واش کیا تھا کہ وہ ہڈیوں کا ڈھانچا بن کر خیال خوانی بھول چکا ہے۔ اب مارلی کے قلعے میں زیر علاج ہے۔

سونیا ڈی جی کی پرسنل سیکریٹری بنی ہوئی تھی۔ ڈی جی نے میری مرضی کے مطابق تارپیڈو سے یہ معاملہ طے کیا کہ آدھی رات کے بعد اس کے دست راست کو جیل سے نکال کر سی پورٹ میں پہنچایا جائے گا۔ وہاں سوزی وان کو بھی لایا جائے گا پھر ڈی جی اپنی بیٹی کو لے جائے گا اور تارپیڈو اپنے دست راست کو ایک اسپیڈ بوٹ میں وہاں سے کھلے سمندر کی طرف لے جائے گا۔ اگر کسی نے اس کا پیچھا کیا تو اس کے نتائج بہت برے اور ناقابل برداشت ہوں گے۔

میں سوزی وان کے اندر پہنچ کر ضروری معلومات حاصل کررہا تھا۔ سب سے پہلے تو یہی معلوم ہوا کہ تارپیڈو ایک سیاہ فام نیگرو ہے۔ جہاں سوزی وان کو قید کیا گیا ہے۔ وہاں وہ ایک بار آیا تھا۔ اس نے کہا تھا "تم حسین ہو اور میں حسن و شباب کا رسیا ہوں۔ ابھی تمہارے باپ سے معاملات طے ہورہے ہیں۔ اگر وہ اینڈی کو رہا نہیں کرے گا تو میں تمہارے بدن کی ایک ایک بوٹی سے کھیلوں گا پھر تمہاری بوٹیاں چیل کوؤں کو کھلا دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا تھا پھر واپس نہیں آیا تھا۔ ہانگ کانگ سے تقریباً چھ کلومیٹر دور ایک جزیرے میں ایک چرچ تھا۔ آس پاس شکستہ مکانات تھے۔ کبھی لوگ وہاں آباد تھے۔ اب وہاں جانور بھی دکھائی نہیں دیتے تھے۔ سوزی وان کو اس چرچ میں قید کیا گیا تھا۔

وہاں جدید اسلحے سے لیس چھ مسلح افراد تھے۔ سب مشین گنیں اور ہینڈ گرنیڈ وغیرہ بھی تھے۔ وہ سب اپنے چہرے اور حلیے سے جانور لگتے تھے۔ ایسے بدمعاش تھے کہ سوزی وان کے سامنے لباس تبدیل کرتے تھے اور کہتے تھے کہ باس کے بعد وہ بھی اس کے مزے لوٹیں گے۔

چرچ میں کرسیاں اور لمبی بنچ وغیرہ تھیں۔ بیٹھنے، لیٹنے اور سونے کی سہولت تھی۔ وہ دوپہر کو پیٹ بھر کر کھا چکے تھے۔ تارپیڈو نے فون کے ذریعے ان سے کہا تھا کہ رات کا کھانا وہاں بھیج دیا جائے گا۔ آدھی رات کے بعد وہ سوزی وان کو لے کر سی پورٹ جائیں گے پھر اینڈی مائیکل کو حاصل کرکے سوزی وان کو ان کے حوالے کریں گے۔

وہ چرچ کے اندر آزادی سے گھومتی پھرتی تھی لیکن جدھر جاتی تھی۔ ادھر کوئی نہ کوئی مسلح درندہ چلا آتا تھا۔ اسے دور ہی دور سے چھیڑتا تھا۔ فحش کلامی کرتا تھا اور بے بسی سے کہتا تھا کہ باس نے اسے چھونے سے منع کیا ہے۔ ورنہ وہ اس کے ساتھ بڑے رنگین لمحات گزارتے۔ سب ہی بے بس ہو کر اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے تھے۔ وہ تارپیڈو سے اتنے مرعوب اور خوف زدہ تھے کہ اس کی غیر موجودگی میں بھی اس کے احکامات کی تعمیل کررہے تھے۔

میں سوزی وان کے اندر رہ کر ان کے بارے میں اچھی خاصی معلومات حاصل کرچکا تھا۔ میں نے سونیا کو وہاں کی پوزیشن بتائی۔ وہ بولی "سوزی کو اس طرح وہاں سے لانا ہے کہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے اور اس کی رہائی سے پہلے تارپیڈو کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ہم معاہدے کے خلاف کام کررہے ہیں۔"

"میری کوشش ہوگی کہ کم سے کم وقت میں ان درندوں پر غالب آکر سوزی کو وہاں سے نکال لاؤں۔ اس چرچ سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ تم اپنی گاڑی لے کر وہاں جاؤ۔ میں ان درندوں پر حملہ کرتے ہی تمہیں اطلاع دوں گا۔ تم گاڑی لے کر چرچ کے سامنے چلی آنا۔"

وہ میرے مشورے کے مطابق گیراج میں جاکر اپنی گاڑی کو چیک کرنے لگی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے پھر ایک درندے کے اندر پہنچ گیا۔ وہ سب اچھے خاصے صحت مند تھے۔ یوگا میں مہارت حاصل کرسکتے تھے لیکن نشے کے عادی تھے۔ شراب اور چرس کے بغیر نہیں رہتے تھے۔ اس لیے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتے تھے۔

میں نے اس کے اندر پہنچتے ہی محسوس کیا کہ وہ کچھ پریشان ہے پھر اس کی سوچ نے بتایا کہ اس نے اپنے اندر کسی کی آواز سنی تھی۔ کسی نے کہا تھا "رابرٹ! تم الو کے پٹھے ہو۔ اتنی حسین لڑکی تمہارے سامنے ہے اور تم اسے ہاتھ بھی نہیں لگا رہے ہو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچتا رہ گیا کہ وہ کیسی آواز تھی؟ اس نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سنا تھا لیکن اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر آسکتا ہے۔

سونیا نے بہت پہلے ہی مجھ سے کہا تھا "نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ڈی جی کے اندر آتے جاتے ہوں

گے، انہیں سوزی وان کے معاملات کا علم ہوگا۔ وہ لوگ بھی ایسے مجرم کو شکار کرنا چاہیں گے۔"

اب یہی ہو رہا تھا۔ میں سوزی وان کے پاس آکر اس حالات پڑھنے لگا۔ وہ اندر سے بہت خوش تھی۔ کسی نے اسے کہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اسے رہائی دلا سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ رہائی کے بعد اس کی آغوش میں آکر خواہش کرے گی۔

وہ اس پر وہ راضی ہوگئی تھی۔ وہاں چھ درندے اسے پھانسنے والے تھے۔ ان کے مقابلے میں اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ترجیح دی تھی۔ یہ اس کی خطا تھی۔

میں سونیا کے پاس آیا۔ وہ اپنی گاڑی ڈرائیو کرتی ہوئی ہانگ کانگ کے مغربی علاقے کی طرف جارہی تھی۔ اس نے لہروں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا "ہاں بولو۔"

"تمہارا اندازہ درست تھا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا درندوں کے اندر پہنچ گیا ہے۔ اس نے تارپیڈو کے چھ مسلح درندوں کے اندر بھی جگہ بنالی ہے۔"

وہ بولی "اس کا مطلب ہے، ہمارے راستے میں رکاوٹیں ہوں گی۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ان چھ مسلح درندوں کو آپس میں لڑانے والے تھے۔ کیا اب ایسا کرسکو گے؟"

"کیوں سوچ رہا ہوں۔ وہ دشمن انہیں تحفظ فراہم کرسکتا ہے لیکن وہ ہوس پرست ہے۔ سوزی وان کو حاصل کرنے کے لیے ان درندوں کو ہلاک کرسکتا ہے۔"

"تو پھر جلدی نہ کرو۔ سوزی کے اندر رہ کر اس کے ذہن کے اندر تحریک پیدا کرو۔ وہ اسے جلد سے جلد رہائی دلانے کے لیے ایکشن میں آئے گا۔"

ٹیلی خاموشی سے سوزی کے اندر آگیا۔ وہ اجنبی سے مخاطب تھی "تم چاہو تو ابھی مجھے رہائی دلا سکتے ہو پھر دیر کیوں کررہے ہو؟"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ مجھ پر بھروسا کرو۔ یہ مسلح درندے ہمارے میری مرضی کے بغیر تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکیں گے۔"

"اس بات کا مجھے اطمینان ہے لیکن تم تارپیڈو کو نہیں سنبھال سکو گے وہ یہاں آئے گا تو تم اسے میرے پاس آنے سے روک سکو گے۔"

"دراصل مجھے اسی کا انتظار ہے۔ وہ ایک بدنام زمانہ سمگلر ہے۔ لوہے کا چنا ہے۔ انٹرپول والے بھی اسے چبا نہیں سکے۔ میں اسے اپنا غلام بنانا چاہتا ہوں۔"

سوزی نے میری مرضی کے مطابق کہا "تم یہاں گڑبڑ کرو گے تو تارپیڈو ابھی دوڑا چلا آئے گا۔"

"مجھے سوچنے دو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں بھی سوچنے لگا۔ کیا وہ تنہا ہوگا؟ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کئی ہیں۔ ان کے علاوہ کوبرا، راسپومین اور کرونا بھی ہیں۔ وہ بھی مارلی کے قلعے کے اندر ڈی فرہاد تک پہنچنے کی کوششیں کررہے ہوں گے۔ اس مقصد کے لیے ڈی جی کے دماغ کو ضرور ٹٹولتے رہے ہوں گے اور اس طرح انہیں بھی سوزی وان اور تارپیڈو کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوچکا ہوگا۔

کیا وہ لوگ اس معاملے میں دلچسپی نہیں لے رہے ہوں گے؟

تارپیڈو ایسا چالاک اور زبردست مجرم تھا، جسے قانون کے محافظ بھی گرفتار کرنا چاہتے تھے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس پر قابو پاکر اسے اہم مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔ میں بھی اس کی کھوپڑی کے اندر پہنچ کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ ہے کیا بلا؟ جو بھی کسی کی گرفت میں نہیں آتا ہے۔

سونیا اس بستی میں پہنچ گئی جو چرچ سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ اس چھوٹی سی بستی میں رہائش کے لیے کوئی ہوٹل نہیں تھا۔ ایک چھوٹی سی سرائے اور شراب خانہ تھا۔ اسے دیر تک وہاں نہیں رہنا تھا۔ چرچ میں ہنگامہ کسی وقت بھی شروع ہوسکتا تھا۔ وہ انتظار کرنے کے لیے ایک میز کے پاس بیٹھ گئی۔

وہاں آنے والی عورتیں یا مرد سب ہی مستی میں چور رہتے تھے۔ شراب پیش کرنے والی ایک عورت نے آکر پوچھا "اکیلی ہو؟"

"ابھی تو اکیلی ہوں۔ بعد کا پتا نہیں۔۔۔"

"کیا پیو گی؟"

"سافٹ ڈرنک یا جوس پلا دو۔"

"یہاں صرف شراب ملتی ہے۔ یہاں بیٹھنے کے لیے پینا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے چھ بوتلیں اور چھ گلاس لاکر رکھ دو اور بل لے آؤ۔"

آس پاس بیٹھے ہوئے لوگ اسے دیکھنے لگے۔ اس عورت نے تعجب سے پوچھا "تم چھ بوتلیں پیو گی؟ یہاں خودکشی کرنے آئی ہو؟"

"تمہارا کام آرڈر کے مطابق شراب پیش کرنا ہے۔ تم

اپنا کام کرو۔"

وہ کاؤنٹر کے پیچھے گئی پھر ایک بڑی سی ٹرے میں چھ بھری ہوئی بوتلیں اور گلاس اٹھا کر سونیا کے سامنے میز پر رکھ دیے۔ سونیا نے پرس میں سے بڑے بڑے نوٹ نکالے پھر ان میں سے ایک نوٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا "باقی رکھ لو۔"

وہ عورت خوش ہوگئی۔ کتنی ہی للچائی ہوئی نظریں اس پرس کو دیکھ رہی تھیں۔ دو افراد اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آئے۔ ایک نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "اس علاقے میں مجھ سے زیادہ پینے والا کوئی نہیں ہے پھر بھی پوری دو بوتل نہیں پی سکتا اور تم چھ بوتلیں پینے والی ہو؟"

وہ وہاں وقت گزارنے کے لیے تماشے کر رہی تھی۔ اس نے کہا "میں نہیں پیوں گی جن کی جیب ہلکی ہے۔ جو بوتل خرید نہیں سکتے۔ انہیں پلاؤں گی یا جو سب سے طاقت ور ہوگا۔ اسے پلاؤں گی۔"

اس کی بات سنتے ہی کچھ پینے والے آئے۔ وہ مانگ کر پینے والوں میں سے تھے۔ سونیا نے بڑی فراخ دلی سے کہا "ایک ایک بوتل اٹھا کر لے جاؤ۔"

پھر اس نے مزید چھ بوتلوں کا آرڈر دیا۔ ایک قد آور شخص نے آگر کہا "بار بار رقم نکال کر دے رہی ہو۔ یہ پرس مجھے دے دو۔ میں تمہاری طرح فراخ دل نہیں ہوں۔ یہ تمام نوٹ اپنی ذات پر خرچ کروں گا۔"

وہ بولی "یہاں جو سب سے زیادہ طاقت ور اور بہترین فائٹر ہے۔ اسے شکست دو اور یہ تمام نوٹ لے جاؤ۔"

اس نے بلند آواز سے پوچھا "ہے کوئی مرد کا بچہ' جو مجھ سے مقابلہ کرے۔"

وہاں سیدھے سادے پینے والے بھی تھے اور غنڈے بدمعاش بھی تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر مرنے مارنے کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے لیکن وہ باڈی بلڈر قد آور جوان تھا۔ اس کے للکارنے پر کوئی سامنے نہیں آرہا تھا۔ وہ بڑے غرور سے پلٹ کر سونیا سے بولا "یہاں کسی نے ماں کا دودھ نہیں پیا ہے۔ یہ تمام رقم مجھے دے دو۔"

کاؤنٹر کے پاس سے للکارنے کی آواز آئی "رک جاؤ۔"

للکارنے والے کی آواز عورتوں جیسی تھی۔ سب نے ادھر دیکھا۔ کاؤنٹر کے اوپر چارفٹ کا ایک شخص دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑا تھا۔ اگر اس کی مونچھیں نہ ہوتیں تو وہ بارہ برس کا لڑکا دکھائی دیتا۔ اسے دیکھ کر سب ہنسنے لگے۔

باڈی بلڈر نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے اسے گالیاں دے کر کہا "تو میرا مذاق اڑانے آیا ہے؟ چھپکلی کی اولاد! ایک انگلی ماروں گا تو زمین میں دھنس جائے گا۔"

بونے نے اچانک گھوم کر ایک لات چلائی۔ باڈی بلڈر قریب آگیا تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بونا مارشل آرٹ جانتا ہوگا۔ اس کی لات منہ پر پڑی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دو قدم پیچھے گیا۔ وہ سنبھل سکتا تھا لیکن ایک کرسی سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔

سب لوگ حیرانی سے واہ واہ کرنے لگے۔ وہ جھنجلا ہوئے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ بونا کاؤنٹر سے قلابازی کرتا ہوا آیا اسے فلائنگ کک مارتا ہوا دوسری طرف جا کر فرش پر گرا دوسرے ہی لمحے میں اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

دو زبردست ٹھوکریں کھانے کے بعد باڈی بلڈر کو اندا ہوا کہ مدمقابل قد میں چھوٹا ہے مگر وہ چھوٹا اسے کھوکھلا گا۔ دوسری ٹھوکر ایسی تھی کہ اس کی ناک سے لہو کی دھار بہنے لگی تھی۔ میرے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ میں اس اندر پہنچ گیا۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکا۔

میں نے اس باڈی بلڈر کے اندر پہنچنے کے لیے بونے اندر رہ کر فائٹ کی تھی۔ بے چارہ بونا مارشل آرٹ نہیں جانتا تھا۔ اس سے لڑائی جاری رکھتا تھا تو اس کی ہڈیاں پسلیاں ٹوٹ کر رہ جاتیں۔ کیونکہ میں اسے چھوڑ کر باڈی بلڈ کے خیالات پڑھنے والا تھا۔ لہٰذا میں نے اسے بھاگنے پر مجبو کیا۔ وہ چھلانگیں لگا کر دوڑتا ہوا بیرونی دروازے تک گیا پلٹ کر بولا "مجھے معاف کرنا۔ میں صرف دولاتیں مارنے تھا۔ آگے تو میرا باپ بھی تم سے نہیں لڑ سکے گا۔"

وہ دروازہ کھول کر بھاگ گیا۔ میں نے سونیا سے کہا باڈی بلڈر مشکوک ہے۔ تمہیں چھپ کر دیکھ رہا تھا۔ میں اس کے دماغ کا دروازہ کھولنے کے لیے اس بونے کو مارشل آرٹ کا کھلاڑی بنا دیا تھا۔ اب میں اس کے خیالات پڑھ جارہا ہوں۔"

میں نے خیالات پڑھے۔ اس باڈی بلڈر کا نام تھا۔

یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی۔ تاریپڈو کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ ایسے تیسرے درجے کے شراب خانے کی کبھی نہیں آسکتا تھا۔ اگرچہ اس کے خیالات یہی کہہ رہے تھے۔ اس کی اصلیت اسی طرح معلوم کی جاسکتی تھی کہ تنویمی عمل کے ذریعے معمول بنایا جائے پھر وہ مجھ سے اصلیت نہیں چھپا سکتا تھا۔

وہ اس بونے کو پکڑنے اور مارنے کے لیے دوڑتا ہوا

پھر واپس آکر غصے سے چیختے ہوئے بولا "وہ کتا بھاگ آئندہ وہ جہاں بھی ملے گا۔ میں اسے زندہ نہیں گا۔"

وہ سونیا کے سامنے آکر بولا "وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اس لیے میں میدان جیت گیا ہوں۔"

سونیا نے کہا "میں نے تمہیں اس بونے سے لڑنے کے لیے کہا تھا۔ مجھے منصف بنائے بغیر تم نے لڑائی شروع کی۔ لہٰذا پھر کسی سے فائٹ کرو۔"

"یہاں میرا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں۔ لاؤ یہ پرس اور رقم مجھے دو۔"

پرس کی طرف جھپٹا۔ سونیا نے اسے ایک طرف ہٹا کا ہاتھ خالی میز پر پڑا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی یہ پرس چھین لو گے تو یہ تمہارا ہے۔"

ہنستے ہوئے بولا "کیوں چیلنج کر رہی ہو؟ ایک ہاتھ سے لوں گا۔ دوسرے ہاتھ سے پرس چھین لوں گا۔"

تم نے بونے کو بھی ایک مذاق سمجھا تھا۔ اس کا نتیجہ ۔ اب میری کلائی پکڑ کے دیکھو۔ دن میں تارے دکھائی گے۔"

نے اچانک اس کی کلائی کو پکڑنا چاہا۔ اس سے پہلے کا دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ وہ جھکا ہوا تھا۔ گیا۔ ایک گھونسا پیٹ پر پڑا۔ وہ جھکنے لگا۔ ایک ہاتھ ا۔ وہ پھر سیدھا ہوگیا پھر یہی ہونے لگا۔ کبھی ایک ہاتھ رہا تھا۔ کبھی دوسرا ہاتھ پیٹ یا سینے پر۔ وہ کبھی جھکتا بڑھا ہوتا ہوا پیچھے جارہا تھا۔ وہ اتنی پھرتی سے حملے تھا کہ اسے جوابی حملہ کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ بے حال ہو کر گر پڑا۔ تب وہ میز کے پاس آئی۔ وہاں کو اٹھا کر اسے جھلاتے ہوئے کہا "کم آن۔ یہ پرس انتظار کر رہا ہے۔"

توڑ حملوں کے باعث بدحواس اور نڈھال سا آہستہ آہستہ فرش سے اٹھ رہا تھا۔ اس کے رہا تھا کہ وہاں سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر چوک چمپئ میں اس کے چھ مسلح ماتحت ہیں۔ انہوں کی سوزی دان کو قیدی بنا رکھا ہے۔ وہ دور ہی دور ڈوں کی نگرانی کرنے کے لیے اس سرائے کے میں آیا ہے۔

کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ تاریپڈو ہے۔ جبکہ تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ میرے تجربات کہہ رہے تھے ٹرپ ہوجانے والا یہ شخص تاریپڈو نہیں

ان لوگوں کے لئے جو خوبصورت کہانیاں پڑھنے کے شوقین ہیں

ہزاروں دلوں کی دھڑکن

محی الدین نواب

کی خوبصورت کہانیوں کے تین دلکش مجموعے

کچرا گھر

قیمت -/100 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

8 بہترین کہانیوں کا مجموعہ

ایمان کا سفر

قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

10 خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ

آدھا چہرہ

قیمت -/250 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

پہلا طویل معاشرتی ناول

کمپیوٹرائزڈ کتابت | دلکش طباعت | مضبوط جلد

تینوں کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں

تینوں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف نایتی قیمت مبلغ -/450 روپے بذریعہ منی آرڈر پیشگی ارسال کریں

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23
ٹوبہ ٹیک سنگھ 74200
فون: 5802551 فیکس: 5802552-4896313

ہے۔ اگر وہ اچھا فائٹر نہ ہوتا تو کسی کو چیلنج نہ کرتا۔ ایک عورت سے مقابلہ نہ کرتا۔ اگر اچھا فائٹر ہوتا۔ تب بھی اپنے دست راست اینڈی کو رہائی دلانے کے معاملے میں سنجیدہ رہتا۔ ایسی غیر سنجیدگی سے کسی شراب خانے میں آکر دنگا فساد نہ کرتا۔

سونیا نے اس کی ایسی پٹائی کی کہ وہ بے ہوش ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہوش میں آنے والا تھا۔ میں اس پر تنویمی عمل کرکے اس کی اصلیت معلوم کرسکتا تھا لیکن میرے پاس وقت نہیں تھا۔ میں چند سیکنڈ کے لیے سوزی وان کے پاس گیا تو پتا چلا' وہاں گڑبڑ شروع ہوچکی تھی۔

میں نے سونیا سے کہا "سوزی کے اندر آنے والا اجنبی وہاں دو مسلح پہرے داروں کو آپس میں لڑا رہا ہے۔ تم تیار رہو۔ جیسے ہی بلاؤں' گاڑی لے کر چلی آنا۔"

میں سوزی کے اندر آکر دیکھنے لگا۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے اجنبی نے ایک پہرے دار کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے مجبور کیا تھا کہ وہ سوزی کے پاس جاکر اس کے بدن سے کھیلنا شروع کردے۔ وہ پہرے دار اس کی مرضی کے مطابق یہی کرنا چاہتا تھا لیکن دوسرے پہرے دار نے سوزی کے آگے ڈھال بن کر کہا "تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ یہ لڑکی باس کی امانت ہے۔ تم اسے ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گے۔"

"میں اپنی بھوک مٹاؤں گا۔ باس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں ہوگا۔ ہم تمام ساتھی ایک کے بعد ایک اس کے مزے لوٹیں گے۔ ہم ایک دوسرے کے رازدار رہیں گے باس کو پتا بھی نہیں چلے گا۔"

دوسرے پہرے داروں نے کہا "بکواس مت کرو۔ ہم نے کبھی تصور میں بھی باس سے غداری نہیں کی۔ تم کرو گے تو ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔"

وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا جس پہرے دار کو بھڑکا رہا تھا' اس کا نام رابرٹ تھا۔ اس نے دھمکی دینے والے کو گولی ماردی پھر تیزی سے سوزی وان کے پیچھے آکر اسے اپنے سامنے ڈھال بنالیا۔

اس کے تمام ساتھی حیران تھے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ رابرٹ اپنے ساتھی کو گولی ماردے گا۔ دوسرے ساتھی نے کہا "رابرٹ! تم پاگل ہوگئے ہو۔ گن پھینک دو۔ ہمارے پاس آؤ۔ اپنی پرابلم بتاؤ۔"

رابرٹ نے اس بولنے والے کو بھی گولی ماردی۔ اس کے پانچ ساتھیوں میں سے دو مارے گئے۔ باقی تین نے اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے چھپ کر اپنی جان بچائی۔ وہ بولا "میں سوزی کو ساتھ والے کمرے میں لے جارہا ہوں۔ یاد رکھو! میرے پر گولیاں برساؤ گے تو پہلے یہ مرے گی اور یہ تمہارے باس کی امانت ہے۔ تم اسے نہیں مارو گے۔"

وہ ایک ہاتھ سے سوزی کو گرفت میں لے کر دوسرے ہاتھ سے فائرنگ کرتا ہوا ایک کمرے کی طرف جانے لگا۔ ایک پہرے دار موبائل فون کے ذریعے تارپیڈو سے کہہ رہا تھا "باس! یہ رابرٹ اچانک پاگل ہوگیا۔ سوزی آپ کی امانت ہے۔ یہ خیانت کرنے اسے ایک کمرے میں لے جا رہا ہے۔"

تارپیڈو نے غصے سے کہا "اس کتے کو گولی ماردو۔"

"اس نے سوزی کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ ہم اس پر گولی چلائیں گے تو سوزی ماری جائے گی۔ اس نے ہمارے دو ساتھیوں کو مار ڈالا ہے۔ ہم صرف تین رہ گئے ہیں۔"

"اسے کسی طرح قابو میں کرو۔ میں آرہا ہوں۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ سونیا نے جس کی پٹائی کی تھی' میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے بے ہوش ہوا تھا۔ اب ہوش و حواس میں اس شراب خانے سے باہر نکل رہا تھا۔ اس کے موبائل سے بزر کی آواز ابھری۔ اس نے موبائل فون کا ایک بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو! میں تارپیڈو بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "تم کہاں ہو؟ فوراً چرچ آجاؤ۔ وہاں رابرٹ باغی ہوگیا ہے۔ اس نے اپنے ہی ساتھیوں کو مار ڈالا ہے۔ اگر وہ سوزی کو بھی مار ڈالے گا تو اپنے بہترین دوست اینڈی کو جیل سے رہا نہیں کرا سکیں گے۔"

"تم فکر نہ کرو باس! میں ابھی وہاں پہنچ کر سوزی کو نکال دوں گا۔"

اس نے فون بند کردیا۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ وہ اصل تارپیڈو نہیں تھا۔ جو اصلی تھا' وہ کہیں دور روپوش تھا اور ایک ڈمی تارپیڈو کے ذریعے سوزی وان اور اپنے دست راست اینڈی مائیکل کے معاملات نمٹا رہا تھا۔

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ چرچ سے تھوڑے فاصلے پر اپنی گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے چرچ کی اندرونی حالات بتا کر کہا "تھوڑی دیر انتظار کرو۔ میں سوزی وان کو چرچ سے باہر لاؤں گا۔"

میں سوزی کے اندر پہنچ گیا۔ رابرٹ سوزی کو زبردستی ایک کمرے میں لے آیا تھا اور چیخ کر کہہ رہا تھا "میں پیتھی کا جن ہوں۔ رابرٹ کے اندر گھسا ہوا ہوں۔

سوزی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نے تمہاری فون کال سنی ہے۔ میں تمہارے باس تارپیڈو کا انتظار کررہا ہوں۔"

میں نے الپا کو مخاطب کیا "میرے پاس آؤ۔"

وہ دوسرے ہی لمحے آگئی۔ میں نے کہا "تمہیں ایک ڈمی تارپیڈو کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ تم اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھو۔ اسے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا آلہ کار نہ بننے دو۔ تم اس کے اندر رہ کر وہاں کے حالات معلوم کرسکو گی۔"

میں نے اسے ڈمی تارپیڈو کے دماغ میں پہنچا دیا۔ وہ بھی اپنی گاڑی میں چرچ کے قریب پہنچ گیا تھا سونیا نے اسے دیکھ کر کہا "ہائے تارپیڈو! چرچ کے اندر کیسے جاؤ گے؟ وہاں موت ہے!"

اس نے بے بسی سے سونیا کو گھور کر دیکھا۔ وہ بولی "فکر نہ کرو۔ سوزی ابھی خود ہی چرچ سے باہر آئے گی۔"

میں پھر سوزی کے پاس آیا۔ وہ ایک کمرے میں رابرٹ کے گن پوائنٹ پر تھی۔ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہہ رہی تھی "تم نے ان درندوں سے نجات دلانے کا وعدہ کیا تھا لیکن مجھے تارپیڈو تک پہنچنے کا مہرہ بنا رہے ہو۔ فار گاڈ سیک! ایک مظلوم اور بے یارومددگار لڑکی پر ترس کھاؤ۔ مجھے ان سے نجات دلاؤ۔"

اس نے رابرٹ کے ذریعے ڈانٹ کر کہا "بکواس مت کرو۔ چپ رہو۔ شاید تارپیڈو آگیا ہے۔"

تارپیڈو اپنی گاڑی سے میگافون اسپیکر نکال کر بول رہا تھا "رابرٹ! ابھی تمہارے ساتھی نے مجھے فون پر بتایا ہے کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تمہیں اپنا آلہ کار بنایا ہے۔ میں اس سے کہتا ہوں کہ وہ میرے دماغ میں آکر باتیں کرے۔"

وہ رابرٹ کے دماغ سے نکل کر نہیں جاسکتا تھا۔ اگر جاتا تو نہ صرف رابرٹ اس کی گرفت سے نکل کر اپنے ساتھیوں کے پاس چلا جاتا بلکہ سوزی بھی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی۔ اس نے رابرٹ کی زبان سے بلند آواز میں کہا "تم تینوں جہاں بھی چھپے ہوئے ہو اپنے باس تارپیڈو سے کہو' وہ چرچ کے اندر آئے۔ میں اس سے روبرو باتیں کروں گا۔"

وہ کبھی یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ رابرٹ کے اندر کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا آسکتا ہے۔ میں نے اچانک رابرٹ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی گن سوزی کے پاس پھینک دے۔ اس نے جیسے ہی میری مرضی کے مطابق ایسا کیا۔ میں سوزی کے اندر پہنچ گیا۔ سوزی نے جھک کر اس گن کو اٹھایا پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر رابرٹ کو گولی ماردی۔

میں جانتا تھا کہ اجنبی اس کے مردہ دماغ سے نکل کر سوزی کے اندر آئے گا۔ میں نے سوزی پر بڑی مضبوط گرفت رکھی۔ وہ غصے سے بولا "کتے کی بچی! تو نے رابرٹ کو گولی کیوں ماری؟"

سوزی نے کہا "کتے کے بچے! تو کوئی دوسرا ٹھکانا بنا۔ اب یہاں تیری دال نہیں گلے گی۔ تو آتا رہے گا۔ میں سانس روکتی رہوں گی۔"

میں نے اس کے اندر سانس روکی۔ اس کی سوچ کی لہریں باہر نکل گئیں۔ وہ ان تین پہرے داروں میں سے ایک کے اندر چلا گیا۔ اس کا نام جیری تھا۔ میں نے دوسرے پہرے دار کے اندر گھس کر جیری کو گولی ماری پھر دوسرے ساتھی کو بھی جہنم میں پہنچایا آخر میں وہی ایک رہ گیا۔ اجنبی نے حیرانی سے اس کے دماغ میں پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولا "میں آخری دماغ رہ گیا ہوں۔ میرے بعد کس کے اندر جاؤ گے؟"

یہ کہتے ہی اس نے خود کو گولی ماردی۔ اب وہ اجنبی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا ہوگا۔ چرچ کے اندر اور باہر کوئی ایسا نہیں تھا' جسے وہ آلہ کار بنا کر وہاں موجود رہتا۔ سوزی وان بار بار سانس روک کر اسے بھگا رہی تھی۔ وہ وہاں سے بھاگتی ہوئی چرچ کے باہر آئی اور وہ سونیا اور تارپیڈو کو اپنی اپنی گاڑی کے پاس دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

سونیا نے کہا "گھبراؤ نہیں۔ خطرہ ٹل گیا ہے۔ یہاں آؤ۔"

وہ میری مرضی کے مطابق سونیا کے پاس آگئی۔ ڈمی تارپیڈو نے ریوالور سے نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں شراب خانے میں ہی سمجھ گیا تھا کہ تم انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے آئی ہو۔ تم سوزی وان کو نہیں لے جاسکو گی۔ اسے میرے حوالے کردو۔"

سونیا نے گاڑی کا اگلا دروازہ کھولا۔ سوزی وہاں بیٹھ گئی۔ سونیا نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ گاڑی کو اسٹارٹ کیا۔ ڈمی تارپیڈو دونوں ہاتھوں سے ریوالور تھام کر للکارتے ہوئے کہہ رہا تھا "خبردار! گاڑی نہ چلانا ورنہ گولی ماردوں گا۔"

وہ بار بار گولی مارنے کی دھمکیاں دے رہا تھا اور یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ فائر کیوں نہیں کررہا ہے۔ سونیا اس کے سامنے سوزی وان کو اس سے چھین کر لے جارہی تھی۔ وہ پوری طرح کوششیں کرنے کے باوجود ریوالور کا ٹریگر دبا

نہیں پا رہا تھا۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ اس کے دماغ کے ٹریگر پر الپا کی انگلی رکھی ہوئی تھی۔

اس نے موبائل کے نمبر پنچ کیے۔ تارپیڈو سے رابطہ ہوا۔ اس نے کہا "باس! ڈی جی نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔ اس کی ایک جاسوسہ سوزی وان کو ہم سے چھین کر لے گئی ہے۔ ہمارے تمام مسلح ماتحت مارے گئے ہیں۔"

دوسری طرف سے گرج کر پوچھا گیا "کیا بکواس کر رہے ہو؟ تم وہاں کیا کر رہے تھے؟"

"مجھے کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ میرے یہاں پہنچنے تک قصہ تمام ہو چکا تھا۔ ہمارے تمام آدمی مارے جا چکے تھے اور وہ جاسوسہ' سوزی وان کو وہاں سے لے جا رہی تھی۔ میں اسے گولی نہ مار سکا۔ کوئی نادیدہ قوت مجھے روک رہی تھی۔ بعد میں پتا چلا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمیں نقصان پہنچا رہا ہے۔"

"ٹیلی پیتھی؟" دوسری طرف سے اصلی تارپیڈو نے کہا "او گاڈ! مجھے یہ اندیشہ تھا کہ ڈی جی کے اندر کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے آتے ہوں گے۔ وہ میرے معاملات کو سمجھنے کے بعد مجھ تک پہنچنے کی کوششیں کریں گے۔ یقیناً ڈی جی نے ان خیال خوانی کرنے والوں کی مدد حاصل کی ہے۔"

"باس! وہ ڈی جی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں نقصان پہنچائے گا۔ بہتر ہے' اس سے دور رہا جائے۔ آپ اپنے دست راست اینڈی کو بھول جائیں۔ اسے جیل سے رہا نہیں کرا سکیں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اندر پہنچ گئے ہیں۔ تم اتنے بے بس ہو گئے ہو کہ سوزی وان کو لے جانے والوں پر گولیاں نہ چلا سکے۔ اب تم میرے کام کے قابل نہیں رہے ہو۔ تمہیں مر جانا چاہیے۔"

وہ خوف سے گڑگڑاتے ہوئے بولا "باس! میں ناکارہ نہیں ہوں۔ آپ کے بہت کام آ سکتا ہوں۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے سزائے موت نہ دیں۔"

"تم میرے لیے خطرناک بن گئے ہو۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے ذریعے مجھ تک پہنچنے کی کوششیں کریں گے۔ تمہارے اندر رہ کر میرے دوسرے اہم ماتحتوں کو اپنا آلہ کار بنائیں گے۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ میں حکم دیتا ہوں۔ اپنا موبائل آن رکھو۔ اپنا ریوالور نکالو اور خودکشی کر لو۔"

الپا اس کے اندر تھی۔ میں نے کہا "خاموشی سے تماشا دیکھو۔"

ڈی تارپیڈو حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ ریوالور نکال کر اپنی کنپٹی سے لگا کر رحم کی بھیک مانگ رہا تھا۔ اصل تارپیڈو سخت لہجے میں کہہ رہا تھا "گولی چلاؤ۔ میں فون کے ذریعے آواز سننا چاہتا ہوں۔"

میں اسے سزائے موت سے بچا سکتا تھا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا سکتا تھا لیکن وہ بدترین مجرمانہ زندگی گزار رہا تھا۔ اس نے کتنے ہی دوستوں اور دشمنوں کو ہلاک کیا تھا۔ لڑکیوں کو اغوا کر کے ان کی عزت سے کھیلتا رہا تھا۔ وہ ہمدردی کا نہیں' سزائے موت کا مستحق تھا۔

ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز گونجی۔ اس کے ساتھ ہی میری اور الپا کی سوچ کی لہریں اس کے مردہ دماغ سے نکل گئیں۔ میں دماغی طور پر اپنے ساحلی کاٹیج میں حاضر ہو گیا۔ وہاں میں سونیا کے ساتھ دن رات گزار رہا تھا۔ الپا نے کہا "سر! آج میں بہت خوش ہوں۔ آپ نے مجھے مخاطب کیا۔ مجھے ایک کام کرنے کو دیا۔ میں آج کا دن ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

"مجھے سر نہ کہو۔ تم اپنے بہترین عمل سے ہمارے دل جیت رہی ہو۔ سونیا نے تم سے کہا تھا کہ تم اسے مما کہہ کر مخاطب کرو گی۔ لہٰذا مجھے پاپا کہا کرو۔"

وہ خوشی کے مارے روتی ہوئی مجھ سے اور سونیا سے محبت کا شدید سے اظہار کرنے لگی۔ میں نے کہا "تم نے امریکا میں قیدی بننے والے ڈی فرہاد کو اغوا کر کے بڑی کامیابی سے امریکی منصوبوں کو خاک میں ملایا ہے۔ کبریا کو بہت اچھی طرح گائیڈ کر رہی ہو۔ تم خود کو میری فیملی کا ایک ممبر سمجھو۔"

وہ خوشی سے نہال ہو گئی۔ میں نے کہا "اب جاؤ اور دیکھو کبریا کیا کر رہا ہے؟"

وہ چلی گئی۔ میں نے سونیا کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ ڈی جی کے بنگلے میں تھی۔ وہاں سوزی وان اپنے باپ کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔ ڈی جی اسے پیار کر رہا تھا اور سونیا کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ اس نے کہا "تم تنہا میری بیٹی کو ان بدمعاشوں کے چنگل سے چھڑا کر لائی ہو۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اسے ایک چرچ میں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے؟"

سوزی وان نے کہا "ڈیڈی! وہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ اس نے بڑے جادوئی انداز میں سپرا دینے والے چھ درندوں کو ہلاک کیا تھا۔"

ڈی جی نے سونیا سے پوچھا "کیا ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے معاملات سے دلچسپی لے رہے ہیں؟"

سونیا نے کہا "ایک خیال خوانی کرنے والا تارپیڈو تک پہنچنے کے لیے سوزی کو مہرہ بنا رہا تھا۔ پتا نہیں وہ کون تھا لیکن میرے دماغ میں ایک خیال خوانی کرنے والی نے آ کر مجھے گائڈ کیا تھا۔ مجھے چرچ تک پہنچایا تھا اور اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ناکام بنا کر سوزی کو اس سے نجات دلائی تھی۔"

اچانک سوزی نے پریشان ہو کر کہا "ڈیڈ! وہ پھر میرے دماغ میں بول رہا ہے۔"

میں سونیا کے پاس تھا۔ فوراً ہی سوزی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اجنبی اس کی زبان سے بولا "میں ناکامی برداشت نہیں کرتا۔ ڈی جی! میں تمہاری بیٹی کو آلہ کار بنا کر تارپیڈو تک ضرور پہنچوں گا۔"

سونیا نے ابھی ایک خیال خوانی کرنے والی کا ذکر کیا تھا۔ میں نے الپا کو پھر بلایا۔ اس سے کہا "سونیا کے اندر رہو اور موجودہ سچویشن کو سمجھو۔"

وہ سونیا کے پاس چلی گئی۔ وہ اجنبی کہہ رہا تھا "وہاں میرے مقابلے میں ایک خیال خوانی کرنے والی تھی۔ اس نے سوزی کے دماغ پر قبضہ جما کر میرا راستہ روکا تھا۔ یہ تو سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ وہ ہمیشہ اس کے دماغ میں نہیں رہ سکتی تھی۔ اب میں اس پر قبضہ جما کر رہوں گا۔"

میں نے الپا اور سونیا سے کہا "امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے مارلی کے قلعے تک پہنچنے میں مصروف ہیں۔ راسپوٹین کو اعلیٰ بی بی الجھا رہی ہے۔ ایک کوبرا رہ گیا ہے۔ یہ کم بخت وہی ہو گا۔"

الپا نے کہا "آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں کوبرا کو اس کی آواز اور لہجے سے پہچان رہی ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

سونیا نے سوزی کو دیکھتے ہوئے کہا "مسٹر اجنبی! تم کون ہو؟ اور تمہیں ہم سے کیا دشمنی ہے؟"

وہ بولا "میں تارپیڈو کو ٹریپ نہ کر سکا۔ اب دوسری چال چل رہا ہوں۔ ڈی جی کو مجبور کروں گا کہ وہ تارپیڈو کے دست راست کو رہا کر دے۔ ورنہ میں سوزی کو دماغی اذیتیں دیتا رہوں گا۔ اگر اس کے دست راست کو رہا کیا جائے گا تو میں تارپیڈو کو دوست بنا کر اس کے خاص آدمی کو اس کے حوالے کروں گا۔"

سونیا نے کہا "وہ خیال خوانی کرنے والی میرے اندر موجود ہے' جس نے ابھی ہماری مدد کی تھی۔ اب یہ تم سے بول رہی ہے۔"

الپا نے کہا "ہائے اجنبی! کیا تم میری آواز اور لہجے سے مجھے پہچان رہے ہو؟"

اس نے کہا "تم مس ان نون ہو۔ آواز اور لہجہ بدل کر بولتی ہو۔"

"میں ان نون نہیں' الپا ہوں۔ یاد کرو۔ میں نے تمہاری بیوی اینجی کو اغوا کیا تھا پھر اسے کوئی نقصان پہنچائے بغیر تمہارے پاس واپس بھیج دیا تھا۔"

"اچھا تو تم نے اسے اغوا کیا تھا۔ میں تم سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ آج تم مجھے نقصان پہنچانے آئی ہو۔ تم نہ ہوتیں تو میں تارپیڈ تک پہنچ جاتا۔"

"تارپیڈو کی نہیں' اپنی بات کرو۔ میں نے اینجی کو صحیح سلامت تمہارے پاس پہنچایا تھا۔ اس کے بدلے تم سوزی کو صحیح سلامت رہنے دو۔"

"میں سوزی کے بدلے تارپیڈو کے خاص آدمی کی رہائی چاہتا ہوں۔"

"مجرم کو رہا نہیں کیا جائے گا۔ تم سوزی کا پیچھا چھوڑو گے یا نہیں؟"

قلم کا نشتر آزمانے والے، درد سے آشنا کرنے والے اور سماجی شعور کو بھڑکانے والے محی الدین نواب کی
دس شاہکار کہانیوں کا مجموعہ
ایمان کا سفر
نیا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے
قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200
فون: 8802562-6396313 فیکس: 8802951
kitabiat1970@yahoo.com

"پیچھا نہ چھوڑوں تو کیا کرو گی؟"

"کوبرا! تمہاری ایجی ماں بننے والی ہے۔ کیا تم باپ بننے کی خوشی حاصل نہیں کرو گے؟"

"کیا مجھے وہ خوشی حاصل کرنے سے روکو گی؟"

"اب میں تمہارے ہوش اڑاتی ہوں۔ جب ایجی اغوا ہونے کے بعد واپس آئی تھی تو تم نے اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا تاکہ کوئی تمہاری بیوی کے اندر نہ پہنچ سکے لیکن میں پہنچ سکتی ہوں۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ مجھے جھانسا دے رہی ہو۔"

"میں ایجی کے اندر جا رہی ہوں۔ اس کی سلامتی چاہتے ہو تو اس کے اندر آؤ۔ اب ہماری ملاقات ایجی کے دماغ میں ہوگی۔"

کوبرا الجھ کر رہ گیا۔ وہ ایجی کو دیوانگی کی حد تک چاہتا تھا پھر وہ اس کے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ اس کی حفاظت لازمی تھی لیکن اس کے پاس جانے کے لیے سوزی کو چھوڑنا پڑتا اور وہ اسے چھوڑ کر دوسری بار ناکام نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "الپا! مجھے سوچنے کا وقت دو۔"

سونیا نے کہا "الپا جا چکی ہے۔ کیا تم اپنی بیوی کی سلامتی نہیں چاہو گے؟"

"پہلے میں یقین کرنا چاہتا ہوں کہ الپا میری ایجی کے اندر پہنچ سکتی ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ڈی جی نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف کی باتیں سنیں پھر پوچھا "کیا تمہارا نام ایجی ہے؟ تم پیرس سے بول رہی ہو؟"

کوبرا نے تڑپ کر کہا "ریسیور سوزی کو دو۔"

سوزی نے ریسیور لے کر کان سے لگایا۔ کوبرا نے اس کی زبان سے پوچھا "ہیلو! ایجی! تم بول رہی ہو؟"

دوسری طرف سے ایجی نے پوچھا "تم کہاں ہو؟ میرے اندر کوئی عورت بول رہی ہے۔ وہ مجھے فون پر تم سے باتیں کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ تم فوراً آؤ۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں آ رہا ہوں۔ ابھی آ رہا ہوں۔"

میں نے الپا سے کہا "اسے ایجی کے پاس الجھائے رکھو۔ میں سوزی کے دماغ کو لاک کر رہا ہوں۔"

میں الپا کے پاس سے آکر سوزی کے اندر پہنچا۔ کوبرا جا چکا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اپنے بیڈ روم میں آئی پھر بستر پر لیٹ گئی۔ میں اس پر مختصر سا تنویمی عمل کرنے لگا۔

ادھر کوبرا نے ایجی کے پاس آکر پوچھا "تم خیریت سے ہو۔"

"ہاں مگر کوئی میرے اندر ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

کوبرا نے کہا "الپا! میں نے سوزی دان کو چھوڑ دیا ہے۔ تم بھی میری بیوی کے دماغ سے چلی جاؤ۔"

الپا نے کہا "پہلے اپنی بیوی کو بتاؤ کہ تم ایک معصوم لڑکی کو دماغی مریضہ بنانا چاہتے تھے۔ اس لڑکی کو مہرہ بنا کر ایک بدنام زمانہ مجرم سے دوستی کرنا چاہتے تھے۔"

"ہاں۔ میں ایسا کرنا چاہتا تھا۔ اب نہیں کروں گا۔ میں اس لڑکی کو آزاد کر چکا ہوں۔ تمہیں بھی یہاں سے جانا چاہیے۔"

وہ بولی "ابھی مجھے ایجی کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم ہوا ہے۔ تم نے اس محبت کرنے والی بیوی سے وعدہ کیا تھا کہ فرہاد سے دوستی کرو گے۔ اس کے خلاف محاذ آرائی نہیں کرو گے۔ یہ بتاؤ، تم ہانگ کانگ میں کیا کر رہے ہو؟"

"میں ہانگ کانگ میں نہیں، کسی دوسرے ملک میں ہوں۔"

ایجی نے کہا "جھوٹ نہ بولو۔ میں نے ابھی ہانگ کانگ کے ڈی جی کو فون کیا تھا۔ تم اس کے گھر میں تھے۔"

"میری جان! میں خیال خوانی کے ذریعے وہاں پہنچا ہوا تھا۔"

وہ بولی "میں نے انٹرنیٹ کے کئی چینلز سے یہ خبریں سنی ہیں کہ فرہاد علی تیمور ہانگ کانگ کے جنوبی جزیرے میں ہے۔ تم اسی لیے وہاں خیال خوانی کے ذریعے جاتے ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں تارپیڈو نامی ایک مجرم کو ٹریپ کرنے وہاں گیا تھا۔ اب نہیں جاؤں گا۔"

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے پھر اس لڑکی کو دماغی مریضہ کیوں بنانا چاہتے تھے۔ تم میرے اعتماد کو دھوکا دے رہے ہو۔ فرہاد کے خلاف کچھ کرتے پھر رہے ہو۔"

"میں تمہاری قسم کھا کر کہتا ہوں کہ۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی "جھوٹی قسم مت کھاؤ۔ اگر میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہو تو چوبیس گھنٹے کے اندر میرے پاس آؤ اور ہمیشہ میرے ساتھ رہو۔ ورنہ میں تمہارے بچے کو جنم نہیں دوں گی۔ اس بچے کو ضائع کر دوں گی۔"

"ایسا مت کرو۔ تم ایسی حرکت نہیں کرو گی۔ میں کرنے نہیں دوں گا۔"

الپا نے کہا "تم اپنے بچے کی خاطر ایجی کو ٹیلی پیتھی

کے ذریعے مجبور کرنا چاہو گے تو میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کرنے بھی نہیں دوں گی۔ میرے جاسوس ایجی کی نگرانی کرتے رہیں گے اور میں دن رات اس کے دماغ میں آتی رہوں گی۔ اس کے علاوہ ایک ایسی چال چلوں گی کہ تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "اچھا بس کرو۔ زیادہ دھمکی نہ دو۔ میں اپنی بیوی کی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔"

الپا اسے وہاں باتوں میں الجھاتی رہی۔ ادھر میں نے سوزی کے دماغ کو لاک کر دیا پھر سونیا سے کہا "کئی گھنٹے سے خیال خوانی کرتا رہا ہوں۔ اب ساحل پر جا کر کھلی فضا میں چہل قدمی کروں گا۔ تم کب تک آ رہی ہو؟"

اس نے دو گھنٹے بعد آنے کو کہا۔ میں رابطہ ختم کرکے باتھ روم میں آیا پھر غسل کرنے لگا۔ ان دنوں جسمانی محنت نہیں ہو رہی تھی۔ بیٹھے بیٹھے، لیٹے لیٹے خیال خوانی کیا کرتا تھا۔ اچھی خاصی ذہنی تھکن ہو جاتی تھی۔ ایسی تھکن اتارنے کے لیے کھلی فضا میں چلنا پھرنا اور خیال خوانی سے پرہیز کرنا لازمی تھا۔ میں نے سوچا آئندہ دو چار گھنٹوں تک خیال خوانی نہیں کروں گا۔

دیکھا جائے تو پوری عمر خیال خوانی کرتے کرتے گزر رہی تھی۔ کبھی میں تنہا تھا۔ آمنہ سے بچے ہوئے تو باپ بن گیا۔ اب وہ بچے اپنے بچوں کے باپ بن چکے تھے۔ سونیا سے ہونے والے بچے اعلیٰ بی بی اور کبریا بھی جوان ہو چلے تھے۔ ایک طویل عرصے گزر چکا تھا۔ میں تقریباً ربع صدی سے خیال خوانی کرتا آ رہا تھا۔

میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر کاٹیج کے باہر آیا۔ ساحل سمندر پر دور تک خاصی چہل پہل تھی۔ جوان لڑکیاں اور عورتیں مختصر سے لباس میں نہا رہی تھیں۔ سمندر سے کھیل رہی تھیں۔ جوانی ایسی ہی ہوتی ہے۔ کسی چپو اور بادبان کے بغیر طوفانی لہروں سے کھیلتی ہے۔ بچے، بوڑھے اور جوان طرح طرح کی تفریحات میں مصروف تھے۔ فکر اور پریشانیوں اور دنیاوی جھمیلوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہاں ہنستے کھیلتے وقت گزار رہے تھے۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ ایک جگہ رک کر دیکھا۔ دو شخص آپس میں لڑ رہے تھے۔ دونوں ہی اچھے خاصے فائٹر تھے۔ ایک دوسرے پر کامیاب مکے کر رہے تھے۔ جو ان کے درمیان بیچ بچاؤ کے لیے آتا، وہ لکیں مار کر بھاگ دیتے تھے۔ اس لیے لوگ دور ہی دور سے تماشا دیکھ رہے تھے۔

میں ان دونوں کی کھوپڑیوں میں گھس کر انہیں ٹھنڈا کر سکتا تھا لیکن خوا مخواہ خیال خوانی کرنا مناسب نہیں تھا۔ ہماری دنیا میں قدم قدم پر کسی نہ کسی کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا ہے۔ اگر میں ہر ایک کے معاملات میں مداخلت کروں تو مجھے کبھی کھانے پینے اور سونے کا بھی وقت نہیں ملے گا۔

میں وہاں سے آگے جانے لگا۔ ایک جوان عورت پیچھے آ رہی تھی۔ اس کے شانے سے ایک بیگ لٹک رہا تھا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی میرے برابر آ گئی۔ ہانپتے ہوئے بولی "وہ۔۔۔ وہ میرا پیچھا کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا "اتنے مختصر کپڑے پہنو گی تو نہ جانے کتنے ہی لوگ تمہارے بدن کی بوٹی بوٹی کا حساب کریں گے۔"

وہ بولی "کتنی ہی لڑکیاں ایسے لباس پہنتی ہیں لیکن یہ میرے ہی پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔"

"کتوں کے آگے اپنے بدن کی ایک آدھ بوٹی ڈال دو۔ وہ نہیں کاٹیں گے۔"

وہ ناراض ہو کر بولی "تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"تم اڑانے والی چیز ہو گی تو سب ہی مزے اڑائیں گے۔"

وہ تنہا تھی۔ دو کتوں سے بچنے کے لیے میرے پاس آئی تھی یا کوئی مکار تھی مجھے پھانسنے آئی تھی۔ ایسی لڑکیاں ساحل سمندر پر تمام کرنسی لوٹ لیتی ہیں یا اپنے ساتھ کسی ہوٹل میں لے جا کر بالکل کنگال بنا دیتی ہیں۔ میں اس کے اندر پہنچ کر حقیقت معلوم کر سکتا تھا لیکن یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ دو گھنٹے تک خیال خوانی نہیں کروں گا۔ میری دنیا کے لوگ ٹیلی پیتھی کے بغیر زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا میں دو گھنٹے نہیں گزار سکوں گا؟

آدھا گھنٹا گزر گیا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹا رہ گیا تھا۔ میں خیال خوانی کا اس قدر عادی ہو گیا تھا جیسے کچھ لوگ عینک کے عادی ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے عینک اتار لی جائے تو وہ کچھ دیکھ نہیں پاتے۔ مجھے بھی خیال خوانی کے بغیر آس پاس کے اجنبی لوگ سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ میں فوراً ہی ٹیلی پیتھی کی عینک لگا کر انہیں دیکھنے سمجھنے لگتا تھا۔

فی الحال صبر کر رہا تھا۔ ایسی کوئی قیامت نہیں آ گئی تھی کہ خیال خوانی کرنا ضروری ہوتا۔ میرے ساتھ چلنے والی لڑکی کا پیچھا کرنے والے دونوں بدمعاش دوڑتے ہوئے میرے سامنے آکر ہمارا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ لڑکی اپنے بچاؤ کے لیے میرے پیچھے آکر مجھ سے چپک گئی۔ اپنے بدن کی حرارت میرے اندر پہنچانے لگی۔

میں نے ان دونوں سے کہا "بھائی! ذرا آرام سے۔ یہ بتاؤ پرابلم کیا ہے؟"

"اس لڑکی کو ہمارے حوالے کردو!"

میں نے کہا "لڑکی کو اس کے ماں باپ حوالے کرتے ہیں اور کسی ایک کے حوالے کرتے ہیں لیکن تم دو ہو۔ اسے کون حاصل کرے گا؟"

"یہ ہمارا مسئلہ ہے۔ تم سامنے سے ہٹو اور یہاں سے جاؤ۔"

"جھگڑے والی بات نہ کرو۔ یہ تم دونوں سے راضی نہیں ہے۔ اس بے چاری کو چھوڑ دو۔"

ایک نے آگے بڑھ کر اپنے بازو کے مسلز دکھاتے ہوئے کہا "ایک ہاتھ پڑے گا تو ریت میں دھنس جاؤ گے۔ کیا اس کے باڈی گارڈ بننا چاہو گے؟"

میں نے کہا "تم پہلوان ہو پھر دو ہو۔ میں تمہارے مقابلے میں اکیلا ہوں۔ یہ بھی اکیلی ہے۔ ہمیں جانے دو۔"

دوسرے نے کہا "یہ اولڈ مین ہمارا وقت ضائع کررہا ہے۔ اسے ایک ہاتھ رسید کرو اور ٹینا کو یہاں سے لے چلو۔"

پہلوان نما جوان نے ایک ہاتھ چلایا۔ میں نے وہ ہاتھ پکڑلیا۔ اس نے دوسرا ہاتھ چلایا۔ میں نے دوسرے ہاتھ کو بھی پکڑلیا۔ دوسرا جوان اس کی مدد کے لیے آرہا تھا۔ میں نے اچھل کر ایک کک ماری۔ وہ دور جاکر گرا۔ وہ پہلوان اپنے دونوں ہاتھ چھڑانے کی کوشش کررہا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر اپنے سر سے زوردار ٹکر ماری۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی ناک سے خون بہنے لگا۔

میں نے اس کے منہ پر ایک گھونسا مارا۔ وہ پیچھے جاکر اپنے ساتھی کے پاس ریت پر گر پڑا۔ وہ دونوں تگڑے جوان تھے۔ مجھ پر جوابی حملے کرسکتے تھے لیکن وہ ریت پر بیٹھے رہ گئے۔ ٹینا سامنے آکر میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "میں نے ان سے پہلے ہی کہا تھا۔ تم بوڑھے دکھائی دیتے ہو مگر بوڑھے نہیں ہو لیکن یہ دونوں تمہاری اصلیت معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اب ہمیں معلوم ہوگیا ہے۔"

"کیا معلوم ہوگیا ہے؟"

"یہی کہ تم جوان ہو اور بوڑھے کے بھیس میں گھوم رہے ہو۔ کم آن میں تمہارے ساتھ ہوٹل میں رات گزاروں گی۔"

میں نے اس کی بانہیں گردن سے الگ کیں۔ اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا "رات گزارنے کے لیے یہ دو جوان کافی ہیں۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ بولی "یہ دونوں میری سسٹر کے ملازم ہیں۔ میں ملازموں کے ساتھ راتیں نہیں گزارتی۔ جسے پسند کرتی ہوں۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ دراصل میری سسٹر تم پر ہزار جان سے عاشق ہوگئی ہے۔ وہ تمہیں بلا رہی ہے لیکن میں تمہیں اس کے پاس پہنچانے سے پہلے اپنی ایک رات رنگین کرلینا چاہتی ہوں۔"

"تمہاری سسٹر کون ہے؟"

"سسٹر موت کا دوسرا نام ہے۔ اس کی اتنی ہی تعریف ہے کہ اس کے پاس جانے والا پھر اپنی دنیا میں لوٹ کر نہیں آتا۔"

اس نے پھر آگے بڑھ کر میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ اس سے پہلے کہ میں اسے الگ کرتا' مجھے اپنی گردن میں سوئی چبھنے کا احساس ہوا۔ چشم زدن میں جیسے میرے اندر آگ بھرگئی۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاگیا۔ میں چکرا کر ریت پر ایسا گرا کہ پھر اٹھ نہ سکا۔ اپنی ذات سے غافل ہوتا چلا گیا۔

کیا یہ خیال خوانی نہ کرنے کی سزا تھی؟ اگر میں ٹینا اور اس کے ساتھیوں کے خیالات پڑھ لیتا تو ان نوجوانوں کے ہاتھوں یوں بے بسی سے زمین بوس نہ ہوتا۔

یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ خیال خوانی کروں تو محفوظ رہوں۔ نہ کروں تو شامت آجائے۔ اس بار ایسی شامت آئی تھی' جس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

میرے وجود کو نابود کردیا گیا تھا۔ میں زندہ تھا مگر کہیں نہیں تھا۔

پہلے سونیا کو میری گمشدگی کا علم ہوا۔ اس نے اعلیٰ بی بی' کبریا اور الپا سے کہا۔ وہ تینوں خیال خوانی کے ذریعے مجھے تلاش کرنے لگے۔ انہیں میرا دماغ نہیں مل رہا تھا۔

انہوں نے سوچا۔ شاید میں بے ہوش ہوں یا کوما میں ہوں۔ آج نہیں تو کل ضرور مجھ سے رابطہ ہوگا لیکن دو دن گزر گئے۔ کہیں سے کسی طرح بھی میرا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ سونیا نے پریشان ہوکر جناب تمیرزی سے منت کی کہ میرے بارے میں اسے کچھ بتایا جائے۔ انہوں نے بے بسی سے کہا "یہ قدرت کے بھید ہیں۔ میں زبان کھولنے سے قاصر ہوں۔ کاش! میں کچھ کہہ سکتا۔ وہ عالم الغیب ہے۔ وہی جانتا ہے۔"

واقعی' یہ کیا بھید ہے؟ میں کہاں ہوں؟

یہ عجب معاملہ تھا کہ مجھے اپنی خبر نہیں تھی۔

اگر مجھے موت آجاتی تو میرے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو یقین ہوجاتا کہ میں مرچکا ہوں۔

لیکن وہ یقین کے ساتھ سمجھ رہے تھے کہ میں اس دنیا میں کہیں سانس لے رہا ہوں۔ مگر یہ سراغ نہیں مل رہا تھا کہ کہاں ہوں؟ دو دن اور دو راتیں گزر چکی تھیں۔ یہ اندازہ کیا جاسکتا تھا کہ مجھے ٹریپ کرنے والے ہانگ کانگ سے باہر کہیں لے گئے ہیں۔

مقدر کے تماشے بڑے دلچسپ ہوتے ہیں۔ اب تک دشمن میری تلاش میں تھے کہ میں کس ملک میں ہوں۔ امریکا کی حدود میں ہوں؟ ازبکستان میں ہوں؟ یا مارلی کے قلعے میں؟

اب میرے اپنے مجھے تلاش کررہے تھے کہ میں کہاں ہوں۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مجھے کیسے تلاش کیا جائے؟ کئی طرح کے سوالات پیدا ہورہے تھے؟ کیا امریکا اور اس کے حواری ممالک کے اکابرین نے مجھ پر غالب۔۔۔ آگر مجھے نائب کیا ہے؟

اگر وہ مجھ پر غالب آجاتے تو فخریہ اعلان کرتے کہ انہوں نے اصل فرہاد کو قیدی بنالیا ہے۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اب وہ قیدی بنا کر مجھے عدالت میں پیش نہ کرنا چاہتے ہوں۔ انہوں نے بڑی رازداری سے میرا برین واش کیا ہو۔ میری یادداشت اور میری ٹیلی پیتھی کا علم مجھ سے چھین لیا ہو اور مجھے کہیں قیدی بنا کر رکھا ہو۔

الپا' اعلیٰ بی بی اور کبریا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نہر تھری اور نمبر سیون کے اندر جاکر ان کے چور خیالات پڑھ چکے تھے۔ اگر ان کے اکابرین نے مجھے قیدی بنایا ہوتا تو یہ راز ان سے چھپا نہ رہتا۔ ان کے ذریعے میرے اپنوں کو میرا سراغ مل جاتا۔

وہ تمام دشمن میری گمشدگی سے بے خبر تھے۔ اگر وہ باخبر ہوتے تو ازبکستان میں اور مارلی کے قلعے میں اب تک مجھے تلاش نہ کرتے رہتے۔ دو دن اور دو راتیں گزرنے کے بعد بھی وہاں ان کی تلاش جاری تھی۔

ویسے مجھے بتا دینا چاہیے کہ میں کہاں ہوں اور کس حال میں ہوں لیکن میں کیا بتاؤں؟ کوئی یقین نہیں کرے گا کہ میں اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہوں۔ کسی پاگل کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اس کا دماغ چل گیا ہے۔ وہ بے تکی باتیں کرتا ہے۔ نہ خود کو پہچانتا ہے' نہ دوسروں کو جانتا ہے۔

شاید میں پاگل ہوگیا تھا' خود کو نہیں پہچان رہا تھا یا پھر میری یادداشت گم ہوچکی تھی۔ میں اپنی پچھلی زندگی بھول چکا تھا یا پھر تنویمی عمل کے ذریعے میرے ذہن سے میری پچھلی زندگی مٹادی گئی تھی۔

○☆○

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ پہلے تو حیران ہوا کہ یہ کیسی جگہ ہے؟ میں ایک بیڈ پر اس طرح اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا کہ منہ نہ تو بستر کی طرف تھا۔ نہ زمین پر اوندھا تھا۔ میرے سامنے خلا تھا۔ ذہن پر زور دینے کے بعد سمجھ میں آیا۔ میرے اوپر آئینے کی چھت تھی۔ میں ایک وسیع و عریض آئینے کی چھت میں اپنا عکس دیکھ رہا تھا۔ اس لیے الٹا لیٹا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

میں نے کروٹ لے کر اس بیڈ اور بیڈ روم کو دیکھا۔ وہ بہت ہی خوب صورتی سے آراستہ کی ہوئی خواب گاہ تھی۔ کچھ فاصلے پر سامنے والی دیوار تھی۔ دیوار کے ساتھ ایک بہت بڑی ٹی وی اسکرین تھی۔ اس کے سامنے ایک مکمل کمپیوٹر سیٹ رکھا ہوا تھا۔ اس سے منسلک ٹیلی فون' فیکس اور ٹائپ رائٹر وغیرہ دکھائی دے رہے تھے۔ گھر سے باہر کی دنیا سے رابطہ رکھنے اور تمام دنیاوی معلومات حاصل کرنے کا تمام سامان اور تمام الیکٹرونک آلات وہاں موجود تھے۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ذہن میں سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ وہ بڑا سا کمرا میرے لیے انجانا تھا۔ میں نے پہلی بار اس کمرے میں آنکھ کھولی ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا سوال پیدا ہوا' میں اس سے پہلے کہاں تھا؟

دوسرے سوال نے مجھے بے چین کردیا۔ میں بستر سے اتر کر کھڑا ہوگیا۔ چاروں طرف گھوم کر اس بیڈ روم کو دیکھتے ہوئے ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگا میں اب سے پہلے کہاں تھا؟

بیڈ کی پچھلی پوری دیوار شیشے کی تھی۔ وہاں سر سے پاؤں تک دکھائی دے رہا تھا۔ میں اپنے چہرے کو چھو کر دیکھا۔ میرا چہرہ میرے لیے اجنبی تھا۔ میں نے پہلے کبھی یہ چہرہ نہیں دیکھا تھا۔

اگر نہیں دیکھا تھا تو میرا پہلا چہرہ کیسا تھا؟

میں یاد کرنے لگا۔ مجھے اپنی صورت شکل یاد نہیں آرہی تھی۔ میرا ذہن سمجھا رہا تھا کہ یہی میرا پیدائشی چہرہ ہے۔

بیڈ کے سرہانے چابیوں کا گچھا رکھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ایک ڈائری ریموٹ کنٹرولر اور موبائل فون رکھا ہوا تھا۔ میں نے ڈائری اٹھا کر اسے کھولا۔ ایک صفحے پر لکھا ہوا تھا "فار انفارمیشن' کنسلٹ کمپیوٹر۔" (معلومات کے لیے کمپیوٹر سے مشورہ کریں۔)

میں تیزی سے کمپیوٹر کے پاس آیا۔ ٹی وی' ٹیلی فون' فیکس سب کو چیک کیا۔ ہر چیز آرڈر میں تھی۔ میں کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ اس کے مانیٹر پر پہلی تحریر ابھری "اے ہیپی اینڈ گڈ ڈے مسٹر سلمان قیصر!"

کمپیوٹر کسی سلمان قیصر کو نئے دن کی مبارک باد دے رہا تھا۔ میں نے کی بورڈ کو آپریٹ کرتے ہوئے سوال کیا "میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں؟"

مانیٹر پر جوابی تحریر ابھرنے لگی "تمہارا نام سلمان قیصر ہے۔"

دوسری سطر میں لکھا ہوا تھا "تم جزیرہ "کلیانی" میں ہو۔ یہاں کے مالک و مختار ہو۔ یہ جزیرہ ہندوستان کے جنوب مغرب میں ہے۔ جزیرہ کلیانی کی تفصیلات معلوم کرنے کے لیے انفارمیشن کوڈ نمبر زیرو تھری ٹو کی ڈسک پنچ کرو۔"

"میں اپنا خاندانی شجرہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم والیٔ میسور ٹیپو سلطان کے ایک عزیز انعام قیصر کے پوتے ہو۔ تمہارے والد کا نام ارباب قیصر تھا۔"

"مجھے یہ باتیں یاد کیوں نہیں ہیں؟"

"تمہارے ساتھ ایک المیہ ہے۔ تم بہت ذہین ہو لیکن تمہارا حافظہ کمزور ہے۔ تمہیں پوری تفصیل سے پچھلی زندگی یاد دلانے کے لیے یہ کمپیوٹر رکھا گیا ہے۔ تمہیں اس کے ذریعے اپنے ہر سوال کا جواب ملتا رہے گا۔"

"میں بیڈ روم سے باہر جاؤں گا۔ کیا میں اس مکان میں تنہا ہوں؟"

"یہ کوئی چھوٹا سا مکان نہیں ہے۔ ایک اونچی پہاڑی پر بہت بڑا محل ہے۔ تمہارے ملحقہ کمرے میں تمہاری پرسنل سیکریٹری ٹینا کماری موجود ہے۔"

اس کمپیوٹر کے ذریعے میں بہت سی معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ فی الوقت میں نے اسے بند کر دیا۔ ایک بڑی سی میز کے پاس آکر ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گیا۔ وہاں رکھے انٹر کام کے ساتھ مانیٹر منسلک تھا۔ میں نے انٹر کام کا بٹن دبایا تو مانیٹر آن ہو گیا۔ ایک حسین دوشیزہ دکھائی دی۔ وہ مسکرا کر بولی "مارننگ سر! بھگوان کا شکر ہے آپ کو ہوش آگیا۔ ڈاکٹر نے تاکید کی ہے۔ ہوش آتے ہی آپ کو ایک کیپسول کے ساتھ جوس پینا چاہیے۔ میں جوس اور دوا لے کر آرہی ہوں۔"

"یو آر ویل کم۔" میں نے انٹر کام کو آف کر دیا۔

وہ ایک منٹ کے اندر ہی دروازہ کھول کر آئی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک چھوٹی سی ٹرے تھی۔ ٹرے پر جوس سے بھرا ہوا جگ اور خالی گلاس تھا۔ ایک چھوٹی سی طشتری میں ایک ٹیبلٹ اور ایک کیپسول رکھا ہوا تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا پورا وجود مسکراتا ہوا لگ رہا تھا۔ بلاشبہ وہ پرکشش تھی۔ کچھ نہ کہنے کے باوجود اپنی طرف متوجہ کر لیتی تھی۔

میں نے پوچھا "کیا میں نے پہلے بھی تمہیں دیکھا ہے؟"

"یس سر! میں پچھلے تین ماہ سے آپ کی پرسنل سیکریٹری ہوں۔"

"میری یادداشت اتنی کمزور کیوں ہے؟"

"اکثر آپ پر دورہ پڑتا ہے۔ اس کے نتیجے میں آپ کا حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ آپ پچھلی زندگی بھول جاتے ہیں پھر مسلسل علاج کرتے رہنے سے دو چار مہینوں میں آپ کی یادداشت واپس آتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' میں دو چار ماہ تک تمہارا اور کمپیوٹر کا محتاج رہوں گا۔"

"آپ یہ دوا لیں اور جوس پئیں۔ آپ کی سب سے اہم گائیڈ کماری یوجا کلیانی ہیں۔"

"یہ کون ہیں؟"

"وہ اس جزیرے کی مالک ہیں۔ انہوں نے آپ کو یہاں کا مالک و مختار بنا دیا ہے۔ آپ ان سے شادی کرنے والے ہیں۔"

"میں نے جسے دیکھا نہیں ہے' سمجھا نہیں ہے۔ اس سے بھلا شادی کیسے کروں گا؟"

"آپ ان سے ون رات ملتے رہے ہیں۔ آپ دونوں ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہتے ہیں۔ شاید آپ انہیں روبرو دیکھ کر پہچان سکیں گے۔"

"وہ میرے روبرو کب آئیں گی؟"

"کیرالا سول کورٹ میں اس جزیرے کے سلسلے میں مقدمہ چل رہا ہے۔ آج عدالت میں ان کی پیشی ہے۔ کل کسی وقت یہاں آسکتی ہیں۔ انہیں معلوم ہوگا کہ آپ ہوش میں آگئے ہیں تو وہ فون یا ای میل کے ذریعے آپ سے باتیں کریں گی۔ آپ بھی ان سے رابطہ کر سکتے ہیں۔"

"میں ابھی تمہاری مالکن سے بات کروں گا۔"

"ابھی نہ کریں۔ وہ اس وقت عدالتی معاملات میں مصروف ہوں گی۔ آپ شام کو ان سے رابطہ کریں۔"

میں جوس پیتا رہا اور اس سے باتیں کرتا رہا۔ اس نے پوچھا "آپ غسل کرنا چاہیں گے؟"

"ہاں۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میرے ملبوسات اور شیونگ وغیرہ کا سامان کہاں ہے۔ تعجب ہے۔ مجھے کوئی چھوٹی

سی بات بھی یاد نہیں ہے۔"

وہ الماری کھول کر دکھانے لگی۔ ہر ڈیزائن کے ملبوسات سے الماری بھری ہوئی تھی۔ ان سے میچ کرتی ہوئی ٹائیاں' جرابیں اور دیگر جنوں جوڑے جوتے تھے۔ ٹائلٹ میں شیونگ وغیرہ کا سامان تھا۔ اس نے پوچھا "آپ غسل کرنے سے پہلے مساج کرانا چاہیں گے؟"

میں نے پوچھا "مساج کون کرے گا؟"

"کرے گا نہیں کرے گی۔ آپ کی خدمت کے لیے کئی کنیزیں ہیں۔ آپ کو جو پسند آتی ہے' اسے آپ بلا کر تنہائی میں وقت گزارتے ہیں۔"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ میں ایسا کرتا ہوں مگر کیا کروں۔ حافظہ کام نہیں کر رہا ہے۔ تم جو کہو گی' اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔"

"یہاں جتنی خوب صورت کنیزیں ہیں' انہیں میں یہاں بلا رہی ہوں۔ آپ جسے پسند کریں گے' وہ مساج کرے گی۔"

"کسی کو نہ بلاؤ۔ میرا ذہن الجھا ہوا ہے۔ میں تنہائی چاہوں گا۔"

"تعجب ہے۔ مجھے بھی نظر انداز کر رہے ہیں۔ کیا مجھ سے دل بھر گیا ہے؟"

"اوگاڈ! تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں تمہارے ساتھ بھی وقت گزارتا رہا ہوں؟"

"اب میں کیا بولوں؟ آپ کو کچھ یاد نہیں ہے۔ ویسے ابھی یاد دلا سکتی ہوں۔"

وہ کافرانہ انداز میں میری سانسوں کے قریب آگئی۔ میں نے کہا "سوری۔ ابھی نہیں' پھر کبھی۔ یو می آل ون۔"

وہ ذرا مایوس ہوئی پھر مسکراتے ہوئے چلی گئی۔ میں نے باتھ روم میں آکر شیو کیا پھر غسل کرنے لگا۔ اس دوران میں سوچنے اور سمجھنے کی کوششیں کرتا رہا کہ مجھ پر کس طرح کا دورہ پڑتا ہے اور میں مہینوں تک پچھلی زندگی بھول کر کس طرح زندگی گزارنے لگتا ہوں۔ اب میں پھر سب کچھ بھول چکا ہوں۔ پتا نہیں کتنے ماہ بعد میری یادداشت واپس آئے گی اور میں خود کو پورے یقین کے ساتھ پہچان سکوں گا۔

میں لباس چینج کرنے کے بعد بیڈ روم سے باہر ایک ملحقہ کمرے میں آیا۔ وہ کمرا میری پرسنل سیکریٹری ٹینا کماری کے لیے مخصوص تھا۔ وہ بھی تقریباً ایک بیڈ روم تھا وہ دن رات میرے قریب رہتی تھی۔ نیند کے دوران میں بھی کال کی جائے تو وہ اٹھ کر چلی آتی تھی۔ یہ باتیں اسی نے بتائیں۔ میں نے کہا "میں اس محل کو اندر اور باہر سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

اس نے سوئچ بورڈ کے ایک بٹن کو دبایا۔ وہاں ایک سرخ بلب روشن ہو گیا۔ میں نے پوچھا "یہ کیا ہے؟"

وہ بولی "محل کے اندر اور باہر ہر جگہ سرخ بلب روشن ہو جاتے ہیں۔ تمام خدام اور مسلح گارڈز الرٹ ہو گئے ہوں گے۔ آئیں۔ ہم چلیں۔"

میں اس کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ محل بہت خوب صورت تھا۔ ہر کمرے کے سامنے اور راہداریوں میں مسلح گارڈز' دو چار کنیزیں اور خدام دکھائی دے رہے تھے۔ گارڈز مجھے دیکھ کر سلیوٹ کر رہے تھے۔ کنیزیں اور خدام سر جھکا کر دونوں ہاتھ جوڑ رہے تھے۔ میں ٹینا کے ساتھ محل کے باہر آیا۔ وہاں بھی مسلح گارڈز خاصی تعداد میں تھے۔ میں نے کہا "تمہاری مالکن نے اچھی خاصی فوج بنائی ہے۔"

میں ریلنگ کے پاس آکر دیکھنے لگا۔ وہ محل ایک اونچی پہاڑی پر تھا۔ دوربین کے ذریعے وہاں سے پورے جزیرے کو دور ساحل تک دیکھا جا سکتا تھا۔ میں نے ریلنگ کے ساتھ لٹکی ہوئی دوربین کو آنکھوں سے لگا کر دیکھا۔ محل کے باہر چاروں طرف گھوم کر دیکھا جائے تو پندرہ کلومیٹر کے رقبے میں پھیلا ہوا جزیرہ اپنی پوری شادابی اور خوب صورتی کے ساتھ دکھائی دیتا تھا۔ ایک جگہ ساحل پر چار اسپیڈ بوٹس اور کئی کشتیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ٹینا نے کہا "محل کے اسٹاف کے لیے وہ اسپیڈ بوٹس اور کشتیاں ہیں۔ انڈیا کے کسی شہر میں جانے کے لیے ان کے ذریعے کوچین کی بندرگاہ تک جاتے ہیں۔ آپ اور مالکن کے لیے دو ہیلی کاپٹرز ہیں۔"

محل کے پیچھے ایک ہیلی پیڈ تھا۔ وہاں ایک ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ کماری یوجا کلیانی دوسرا ہیلی کاپٹر کیرالا لے گئی تھی۔ کل تک یہاں آنے والی تھی۔

میں نے پوچھا "تمہاری مالکن کس سے مقدمہ لڑ رہی ہیں؟"

"بھارت سرکار سے۔ یہ جزیرہ بحر ہند میں ہے۔ اس لیے بھارت سرکار اسے اپنے قبضے میں لینا چاہتی ہے۔ جبکہ برٹش سرکار کے دور سے یہ جزیرہ مالکن کے دادا اور پردادا کی ملکیت ہے۔"

"انڈین گورنمنٹ اب کیوں یہاں اپنا قبضہ جمانا چاہتی ہے۔"

"یہ ہندوستانی حکمرانوں کی پرانی عادت ہے۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد ان حکمرانوں نے یہاں کی کسی ریاست کو آزاد نہیں رہنے دیا۔ ریاست حیدر آباد' نیپال اور بھوٹان وغیرہ پر قبضہ جما لیا۔ سری لنکا پر زور نہیں چل رہا ہے۔ وہاں کا

امن و امان برباد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے پاکستان کا ایک بازو کاٹ دیا۔ اسے بنگلا دیش بنانے کے بعد باقی پاکستان کو مٹا دینے کی فکر میں ہیں۔"

"لیکن یہ تو ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔"

"وہ یہاں کے تمام چھوٹے بڑے جزیروں میں اپنی فوجیں اتار چکے ہیں۔ صرف ہمارا جزیرہ رہ گیا ہے۔ اگر بھارتی حکمران مالکن سے مقدمہ ہار جائیں گے تو پھر یہاں فوجی کارروائی کریں گے۔"

میں نے کہا "کیا وہ عدالتی فیصلے کے خلاف یہاں فوج کشی کریں گے؟"

"حکمرانوں کے لیے کون سی بڑی بات ہے۔ وہ انصاف کرنے والے جج کو تبدیل کردیں گے۔ عدالت سے فوج کشی کی اجازت حاصل کرلیں گے۔"

اس کی باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ بھارت سرکار ہر حال میں وہ جزیرہ کماری پوجا کلیانی سے حاصل کرے گی۔ دوسرے لفظوں میں مجھ سے وہ جزیرہ چھین لے گی۔ کیونکہ پوجا کے ساتھ میرا جو رشتہ ہونے والا تھا' اس کے پیش نظر میں وہاں کا مالک تھا۔

پوجا کے پردادا امیش کلیانی کے نام پر اس جزیرے کا نام "کلیانی" رکھا گیا تھا۔ بھارتی فوجی نقطہ نظر سے وہ جزیرہ بہت اہم تھا۔ یورپ سے آنے والے تمام مسافر بردار اور مال بردار بحری جہاز وہاں سے گزرتے تھے۔ زمانہ جنگ میں پاکستان کی بحری فوج کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے اور فوج کی پیش قدمی روکنے کے لیے وہ جزیرہ بہت اہم تھا۔

میں نے کہا "پھر تو بھارت سرکار اس جزیرے پر ضرور قبضہ حاصل کرے گی۔ ہمارا یہ محل بھی ایک مضبوط قلعہ ہے۔ ہمیں یہاں سے جانا ہوگا۔ فوج یہاں آکر رہے گی۔ تمہاری مالکن خوا مخواہ مقدمہ لڑ رہی ہے۔ مقدمہ جیتنے کے بعد بھی وہ بھارتی فوج سے نہیں جیت سکے گی۔"

ٹینا کماری نے کہا "جب تک آپ مالکن کے ساتھ ہیں' تب تک انہیں آس ہے کہ آپ بھارتی فوج کو یہاں آنے نہیں دیں گے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا میں بحری اور ہوائی فوج کو یہاں آنے سے روک سکوں گا؟"

"جی ہاں۔ آپ تنہا ایک فوج سے بھی زیادہ طاقت ور ہیں۔ دنیا کی کوئی فوجی قوت آپ کو شکست نہیں دے سکے گی۔"

"تم حیران کردینے والی باتیں کررہی ہو۔ کیا یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں تنہا ساری دنیا سے لڑ سکتا ہوں اور غالب آسکتا ہوں؟ کیا میں جادوگر ہوں؟"

"جادوگر نہیں ہو لیکن ایک غیر معمولی صلاحیت کے حامل ہو۔ یہ صرف مجھے اور میری مالکن کو معلوم ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

"ٹیلی پیتھی؟" میں نے بے یقینی سے پوچھا "میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں؟"

وہ میرے قریب آکر مجھ سے لگ گئی۔ وہ مجھے آپ کہہ کر مخاطب کرتی رہی تھی۔ اب تم کہنے لگی تھی۔ اس نے کہا "دورہ پڑنے کے بعد تم بے ہوش ہوگئے تھے۔ طویل بے ہوشی کے بعد ہوش میں آئے ہو۔ ابھی تمہارا دماغ کچھ کمزور ہے۔ اچھا کھاتے پیتے رہو گے تو آج رات تک یا کل تک خیال خوانی کرنے لگو گے۔"

وہ اس طرح لگی ہوئی تھی کہ اس کی دھڑکنیں بار بار میرے جسم پر دستک دے رہی تھیں۔ مجھے اس کی طرف مائل ہونا چاہیے تھا لیکن ٹیلی پیتھی والی بات مجھے حیران کررہی تھی۔ میں نے پوچھا "میں خیال خوانی کیسے کرتا ہوں۔ کسی کے دماغ میں کیسے پہنچتا ہوں؟"

"میں کیسے بتاؤں؟ تم کتنی بار میرے دماغ میں آچکے ہو۔ کیسے آتے ہو' اس کا طریقہ کار تمہیں معلوم ہوگا۔ تم بھولنے کے باوجود بے اختیار خیال خوانی کرو گے۔ اب مالکن تمہاری دماغی توانائی بحال ہونے کا انتظار کریں گی۔"

اس کے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے بٹن دبا کر کان سے لگایا۔ ہیلو کہا پھر ایک دم سے خوش ہو کر بولی "میڈم! خوش خبری ہے۔ صاحب ہوش میں آچکے ہیں لیکن وہی ٹریجڈی ہے۔ پہلے کی طرح پھر اپنی پچھلی زندگی کو بھول گئے ہیں۔ میں انہیں یاد دلا رہی ہوں۔ اس وقت ہم محل سے باہر ہیلی پیڈ کے قریب ہیں۔"

اس نے دوسری طرف کی باتیں سن کر کہا "آل رائٹ میڈم!"

اس نے میری طرف فون بڑھاتے ہوئے کہا "میڈم بات کرنا چاہتی ہیں۔"

میں نے فون کو کان سے لگا کر کہا "ہیلو میں بول رہا ہوں۔ جبکہ میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں اور مجھے تم سے کیا کہنا ہے۔"

دوسری طرف سے محبت بھری آواز سنائی دی "میری جان! میرے سلمان! فکر نہ کرو۔ تمہاری یادداشت واپس آجائے گی۔ ایسا پہلے بھی ہوچکا ہے۔ کیا میری آواز سے مجھے

کتابیات پبلی کیشنز

پہچاننے کی کوشش کرو گے؟"

"جو خود کو بھول چکا ہو' وہ کسی کو آواز سے کیا پہچانے گا۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ کب آرہی ہو؟"

"میں آج ہی شام کو تمہاری آغوش میں پہنچ جاؤں گی۔ وہیں شام تک ٹینا اور کمپیوٹر سے اپنے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہیے۔"

"ہاں۔ میرے اندر بڑی بے چینی اور اضطراب ہے۔ اپنے بارے میں بہت کچھ نہیں' سب کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ جلد ہی تمہاری یادداشت بحال ہوجائے گی۔ میں یہاں کا کام ختم ہوتے ہی روانہ ہوجاؤں گی۔ مجھے کس کرو۔"

میں نے فون کو ہونٹوں سے لگا کر چوما۔ آواز وہاں تک گئی۔ وہاں سے چومنے کی آواز یہاں تک آئی پھر رابطہ ختم ہوگیا۔

پتا نہیں' مجھے اپنے بارے میں کیسی کیسی معلومات حاصل ہونے والی تھیں۔ ویسے اپنے بارے میں یہی جان کر حیران تھا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ کماری پوجا کلیانی میرے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے بھارتی فوج کا راستہ روکنے والی ہے۔

○☆○

میری داستان کے مختلف ادوار میں میری فیملی کے مختلف افراد آتے رہے۔ پچھلے دور میں پارس' پورس اور ہونیا ٹالی وغیرہ نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے۔ اب وہ چھٹیاں منا رہے تھے۔ ان کی جگہ اعلیٰ بی بی اور کبریا آگئے تھے۔ یہ دونوں بھی نمایاں کارکردگی دکھا رہے تھے۔ عملی میدان میں ابھی ان کی ابتدا تھی اور ان کی ابتدا بتا رہی تھی کہ پارس اور پورس کی طرح یہ دونوں بھی بڑے بڑے کارنامے انجام دیں گے۔

میری داستان میری فیملی کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔ اس لیے میں اپنے علاوہ اعلیٰ بی بی اور کبریا کے بھی واقعات پیش کررہا ہوں۔

پچھلے باب میں اعلیٰ بی بی اور راسپوٹین کا ذکر کچھ یوں تھا کہ وہ ایک دوسرے سے دور دور رہ کر دوستی کرنا چاہتے تھے۔ اعلیٰ بی بی دوستی کے لیے رضامند ہوگئی تھی لیکن یہ خوب سمجھتی تھی کہ وہ دوستی کی آڑ میں دشمنی کرے گا اور بڑی مکاری سے اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنائے گا۔ اس نے راسپوٹین کو یہ تاثر دیا تھا کہ وہ اس پر اعتماد کررہی ہے۔

وہ دونوں قاہرہ میں تھے۔ اعلیٰ بی بی جانتی تھی کہ راسپوٹین کا قیام کس ہوٹل میں ہے۔ اس نے ہوٹل کے اہم افراد کو اپنا آلہ کار بنالیا تھا۔ راسپوٹین نے ہوٹل کی کاؤنٹر گرل انیلا کو چیلنج کیا تھا کہ وہ اسے حاصل کرے گا۔ وہ ہوٹل میں لنچ کے لیے نہیں آیا تھا لیکن رات گزارنے کے لیے آنے والا تھا۔ اعلیٰ بی بی انیلا کے ذریعے بھی راسپوٹین کو ٹریپ کرسکتی تھی۔

دوسری طرف راسپوٹین اسے ٹریپ کرنے کے لیے دریائے نیل کے ساحل پر بھٹکتا پھر رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اسے بتایا تھا کہ وہ ایک ساحلی بنگلے میں رہتی ہے۔ دریائے نیل کا ساحل تقریباً دس کلومیٹر تک آباد تھا۔ اس ساحل پر ہزاروں کی تعداد میں رہائشی بنگلے' نہایت شان دار ہوٹلز' گیسٹ ہاؤس اور نائٹ کلبز وغیرہ تھے۔

راسپوٹین کا خیال تھا کہ انہی اطراف میں ہوگی۔ اگر وہ ساحل پر آنے والی تمام عورتوں کے خیالات باری باری پڑھتا رہے گا تو کبھی نہ کبھی مس ان نون (اعلیٰ بی بی) کے دماغ تک بھی پہنچ جائے گا۔ یہ معلوم ہوجائے گا کہ وہ کہاں ہے؟ کس بھیس میں ہے؟ اور وہاں کیا کرتی پھر رہی ہے؟

ہزاروں عورتوں کے اندر جانا اور ان کے خیالات پڑھنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ وہ ایک آدھ منٹ میں ہی اعلیٰ بی بی تک پہنچ سکتا تھا یا پھر ایک آدھ ماہ بعد بھی اس کا سراغ نہ ملتا۔

اسے خیال خوانی کے دوران میں مختلف لڑکیوں کی دلچسپ ہسٹری معلوم ہورہی تھی۔ وہ دلچسپی کے باوجود انہیں نظرانداز کرتا جارہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ منشی مونا نامی ایک لڑکی کے اندر پہنچا اور پرائی سوچ کی لہروں کو سن کر چونک گیا۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا منشی مونا پر عاشق ہوگیا تھا۔ وہ اسے پھانس کر ہوٹل کے ایک کمرے میں لے جانا چاہتا تھا لیکن منشی مونا اس پر راضی نہیں تھی۔ اس وقت وہ دونوں سمندر کے ساحل پر لوگوں کے ہجوم میں تھے۔ راسپوٹین بھی وہاں کچھ فاصلے پر کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔

اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہ گمان تھا کہ اس ساحل پر کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا نہیں آئے گا اور نہ ہی منشی مونا کے ذریعے اس کا پیچھا کرے گا۔ ایسی ہی خوش فہمی مصائب میں مبتلا کردیتی ہے۔

راسپوٹین نے دور سے اس کا نشانہ لے کر گولی چلائی۔ گولی اس کی ٹانگ میں لگی تھی۔ وہ چیختا ہوا اچھل کر ریت پر گر پڑا۔ وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ پتا چلا

کتابیات پبلی کیشنز

کہ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا نمبر ٹو ہے۔

وہ اعلیٰ بی بی کو ٹریپ کرنے کے لیے صبح سے اس ساحل پر بھٹک رہا تھا۔ اس کا بھٹکنا رائیگاں نہیں گیا تھا۔ اس نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کرکے ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ آج کا دن اس کے لیے خوش نصیبی کا دن تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ اپنی خوش نصیبی سے اعلیٰ بی بی کو بھی اپنی کنیز بنالے گا۔

نمبر ٹو گولی کھانے کے بعد ریت پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے لیے فوراً ایمبولینس منگوائی گئی۔ اسے کسی قریبی اسپتال میں پہنچایا جارہا تھا۔ گولی لگنے سے گھٹنے کے نیچے ہڈی کریک ہوگئی تھی۔ بڑی ہی ناقابلِ برداشت تکلیف ہورہی تھی۔ وہ اتنی شدید تکلیف کو بھول کر ایمبولینس کے اندر چھت کو تک رہا تھا اور سمجھے ہوئے انداز میں سوچ کے ذریعے پوچھ رہا تھا "تم کون ہو؟ تم مشی مونا کے اندر چھپے ہوئے تھے۔ تم نے مجھے زخمی کیا ہے اور اب میرے اندر چلے آئے ہو۔"

راسپوٹین اس کے اندر خاموش تھا۔ وہ اس کے چور خیالات پڑھ کر یہ معلوم کررہا تھا کہ وہ آٹھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے انڈر گراؤنڈ سیل سے نکلنے کے بعد کس طرح آزادانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ سب دنیا کے مختلف ملکوں میں پہنچے ہوئے تھے۔ ان آٹھوں میں بڑی گہری دوستی اور بڑا گہرا اعتماد تھا۔ اس کے باوجود وہ ایک دوسرے کو نہیں بتاتے تھے کہ کون کس ملک یا کس شہر میں ہے؟

وہ ایسی احتیاطی تدابیر پر عمل کررہے تھے۔ یہ اندیشہ رہتا تھا کہ اگر کوئی دشمن کسی ایک ساتھی پر غالب آئے گا تو پھر اس کے چور خیالات کے ذریعے دوسرے ساتھیوں کے پتے ٹھکانے معلوم کرلے گا۔ انہوں نے ایسی احتیاطی تدابیر کے باعث راسپوٹین کو اپنی طرف آنے سے روک دیا تھا۔

نمبر ٹو کی مرہم پٹی ہوچکی تھی۔ چونکہ تکلیف زیادہ تھی۔ اس لیے اسے نیند کا انجکشن دے کر سلا دیا گیا۔ راسپوٹین نہیں چاہتا تھا کہ کسی وقت اس کے ساتھی اس سے رابطہ کریں اور انہیں معلوم ہوجائے کہ کسی نے اسے زخمی کیا ہے پھر وہ اسے دشمن کے تنویمی عمل سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اس کے ساتھیوں کو خبر ہونے سے پہلے ہی اس نے نمبر ٹو کو اپنا معمول بنالیا۔

اب سے پہلے اس نے کرونا کو اپنی معمولہ اور کنیز بنا دیا لیکن وہ اس کے تنویمی عمل کے گرفت سے نکل چکی تھی۔ اس بار اس نے سوچا، نمبر ٹو کو ہاتھ سے نکلنے نہیں دے گا۔ اس کے ذریعے دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرے گا۔

اس مقصد کے لیے اس نے ایک تدبیر پر عمل کیا۔ نمبر ٹو کی آواز اور لہجے میں اس کے ایک ساتھی نمبر فور کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا "میرے دوست! میں مصیبت میں ہوں۔ میرے ایک پاؤں میں گولی لگی ہے۔"

نمبر فور نے پریشان ہوکر پوچھا "کس نے گولی ماری ہے؟ کیا وہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہے؟"

"نہیں۔ ساحل سمندر پر دہشت گردوں نے فائرنگ کی تھی۔ میری طرح دو چار زخمی ہوئے ہیں۔ یہ اندیشہ نہ کرو کہ کسی دشمن نے مجھے ٹریپ کیا ہے۔"

"تم زخمی ہو پھر خیال خوانی کیسے کررہے ہو؟"

"جب گولی لگی، تب ذہن بہت کمزور ہوگیا تھا۔ اب تکلیف کم ہے۔ اس لیے خیال خوانی کررہا ہوں۔ تم میرے لہجے سے تھکن محسوس کررہے ہوگے۔ بہتر ہے۔ میرے اندر آؤ اور میرے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہوجاؤ۔"

وہ اس کے اندر آگر اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ راسپوٹین کی مرضی کے مطابق اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ محتاط رہ کر زندگی گزار رہا ہے۔ کسی سے دوستی نہیں کرتا اور نہ ہی کسی پر بھروسا کرتا ہے۔ آج اچانک دہشت گردوں نے ساحل سمندر پر فائرنگ کی تو بدنصیبی سے اسے ایک گولی آکر لگ گئی۔"

اس کے چور خیالات پڑھنے کے دوران ایک ڈاکٹر آکر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ راسپوٹین فوراً ہی اس کے اندر پہنچ کر نمبر ٹو سے کہنے لگا "مسٹر! تم خوش نصیب ہو۔ زخم گہرا نہیں ہے۔ تمہارے علاوہ تین اور زخمی ہوئے ہیں۔ ان کی حالت بہت ہی تشویش ناک ہے۔"

راسپوٹین کوشش کررہا تھا کہ نمبر فور کو شبہ نہ ہونے پائے۔ ڈاکٹر معائنہ کرکے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد نمبر فور نے اپنے ساتھی سے کہا "تم وہاں تنہا ہو۔ تمہیں ایک ساتھی کی ضرورت ہے۔ میں آج رات کی فلائٹ سے آسکتا ہوں۔ تم کیا کہتے ہو؟"

وہ بولا "مصیبت میں دوست ہی کام آتے ہیں۔ تم آؤ گے تو ہم بہت عرصے بعد ایک ساتھ وقت گزاریں گے۔"

"میرے دوست! میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کرتا لیکن تمہارے اندر شیطان بول رہا ہے۔ اس نے تمہارے اور ڈاکٹر کے ذریعے مجھے دھوکا دینے کی کوششیں کیں۔ معلوم ہوتا ہے، وہ تنہا ہے۔ اگر وہ ڈاکٹر کے اندر رہتا تو تمہارے اندر نہ رہ پاتا۔ لہٰذا وہ تمہارے اندر موجود ہے۔

پولیس افسر نے راسپوٹین سے کہا "سوری مسٹر! ہم نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔ آپ انجوائے کریں۔ ہم جارہے ہیں۔"

وہ جانے کے لیے پلٹ گیا۔ اسی وقت اعلیٰ بی بی نے اس سپاہی کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کی گن سے راسپوٹین کا نشانہ لے کر کہا "ہم تو دوست ہیں۔ دوست کو کیوں بھول گئے تھے؟"

وہ گھبرا کر بولا "تم۔۔۔؟ مس ان نون! ایسے وقت تمہیں میرا ساتھ دینا چاہیے۔"

"ساتھ ہی دینے آئی ہوں۔ صبح سے مجھے ساحلی علاقوں میں تلاش کررہے ہو۔ تم کتنے کمینے ہو، یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ اب اپنی کمینگی کا نتیجہ دیکھو۔"

وہ اسے باتوں میں الجھا کر پھر افسر کے اندر پہنچ گیا۔ افسر نے اپنی گن نکالی۔ اعلیٰ بی بی نے یہ حرکت دیکھتے ہی گولی چلا دی۔ راسپوٹین کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ گولی اس کے شانے میں لگی تھی۔ وہ بستر پر گر کر تڑپنے لگا۔

وہ افسر سے بولی "تم گدھے ہو۔ تم سے کہا تھا، یہاں آتے ہی اسے زخمی نہیں کرو گے تو یہ تمہارے دماغ میں گھس جائے گا۔ اگر میں فائرنگ نہ کراتی تو تمہارے ہاتھوں سے تمہارا یہ سپاہی مارا جاتا۔ اب خود اس کی زبان سے سنو۔"

وہ راسپوٹین کے دماغ پر حاوی ہوگئی۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں۔۔۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ میں نے اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو گولی ماری تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے لیکن اب میں اسے اپنا معمول نہیں بنا سکوں گا۔ اگر ہم دونوں کو زخمی اور بیمار بنا کر نہ رکھا گیا تو ہم فولادی زنجیریں توڑ کر بھی فرار ہوجائیں گے۔"

افسر نے اسے ہتھکڑی پہنا دی۔ وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ اسے یہ خاص بات معلوم ہوئی کہ راسپوٹین پر تنویمی عمل دیرپا نہیں رہتا۔ دس بارہ گھنٹوں کے اندر قدرتی طور پر دماغی توانائی حاصل کرلیتا ہے۔ تنویمی عمل کا اثر اس کے ذہن سے مٹ جاتا ہے۔ لہٰذا اس پر تنویمی عمل کرنا فضول تھا۔ اس کے ساتھ یہی سلوک مناسب ہوتا کہ اسے ہمیشہ زخمی اور بیمار رکھا جاتا۔ وہ کبھی دماغی توانائی حاصل نہ کرپاتا اور نہ ہی کبھی خیال خوانی کے قابل رہتا۔

اسے بھی اسپتال پہنچایا گیا۔ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا گرفت میں آیا تھا۔ اس لیے پولیس اور انٹیلی جنس کے تمام اعلیٰ افسران آگئے تھے۔ امریکا کی طرف سے مطالبہ کیا جارہا تھا کہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو قیدی بنا کر نہ رکھا جائے۔ ان کے حوالے کردیا جائے۔ وہاں کے افسران مشکل میں پڑگئے تھے۔ مصر، امریکا کے زیرِ اثر تھا۔ اس کے مطالبے سے انکار نہیں کرسکتا تھا اور ٹیلی پیتھی کے سب سے خطرناک ہتھیار کو واپس بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

حکومت مصر کے تمام اعلیٰ عہدے دار کہہ رہے تھے کہ ہمارے پاس ایک نہیں دو ہتھیار آگئے ہیں۔ ہم ان کے ذریعے بہت بڑی قوت بن کر بڑے ممالک کی صف میں آسکتے ہیں۔ ہمیں جرأت سے کام لے کر امریکی مطالبے کو مسترد کردینا چاہیے۔

کچھ عہدے دار کہہ رہے تھے کہ امریکا کو ناراض نہیں کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا آگیا ہے۔ اس کیے پہلے کو امریکا کے حوالے کردیا جائے۔

اسپتال میں آنے والے افسران اور عہدے داران اسی بحث میں الجھے ہوئے تھے۔ نمبر سیون نے ایک سپاہی کو آلہ کار بنا کر کہا "ہم دوستانہ انداز میں مطالبہ کررہے ہیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وی آئی پی ٹریٹمنٹ دو اور اسے کسی بھی پہلی فلائٹ سے یہاں بھیج دو۔ آئندہ تمہارے کسی بھی سنگین معاملے میں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے کام آتے رہیں گے۔"

ایک مصری عہدے دار نے کہا "دونوں زخمیوں کا باقاعدہ علاج ہورہا ہے اور ہم ابھی آپس میں تمہارے مطالبات پر غور کررہے ہیں۔"

"غور کیا کرنا ہے۔ ہم جو کہہ رہے ہیں، وہی کرنا ہے۔ ہمارا مطالبہ ناجائز نہیں ہے۔ وہ ہمارا ہے اسے ہمارے پاس رہنا چاہیے۔"

اعلیٰ بی بی نے دوسرے سپاہی کو آلہ کار بنا کر کہا "نمبر ٹو اب تمہارا نہیں رہا۔ انڈر گراؤنڈ سیل سے فرار ہونے والوں میں ایک تم ہی ہو جو اپنے ملک کے وفادار ہو۔ باقی سب نے وہ ملک چھوڑ دیا ہے اور اپنے اکابرین کے احکامات کے پابند نہیں ہیں۔ اگر یہ نمبر ٹو تمہارا وفادار ہوتا تو اسے تمہارے حوالے کیا جاتا۔ تم اسے یہاں سے جبراً لے جاکر اپنا وفادار بناؤ گے۔ بہتر ہے اس پر اپنا حق نہ جتاؤ۔"

نمبر سیون نے پوچھا "تم کون ہو؟ مس ان نون آواز بدل کر بول رہی ہو؟"

"نہ آواز بدل رہی ہوں۔ نہ چھپ رہی ہوں۔ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے قاہرہ میں میرے قیدی بن کر رہیں گے۔ تم اپنے مطالبے کے ساتھ واپس جاؤ۔"

"اب تک دوست بن کر ملتی رہیں۔ آج مخالفت پر اتر

آئی ہو۔"

"میرے دونوں شکار میرے لیے چھوڑ دو۔ میں پہلے کی طرح دوست بن کر رہوں گی۔"

"نمبر ٹو ہمارا ہے۔ اسے ہمارے پاس آنے دو۔"

"میں بحث نہیں کروں گی۔ جبرا لے جانا چاہو گے تو اسے گولی مار دوں گی۔"

"ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ ہمارا نہ ہوا تو تمہارا بھی نہیں رہے گا۔ بہتر ہے اسے ہمارے پاس زندہ رہنے دو۔"

"میرے دونوں شکار زندہ رہیں گے۔ ان میں سے ایک کو بھی مارنے سے پہلے یہ بتا دو' تم اپنے کتنے اعلیٰ افسران کی موت چاہو گے؟"

"بکواس مت کرو۔ تم ہمارے اکابرین کو نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔"

"اور تم میرے قیدیوں کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ مصری حکام سے اپنا مطالبہ نہیں منواؤ گے اور نہ ہی خفیہ طور سے نمبر ٹو کو یہاں سے لے جانے کی سازش کرو گے۔"

وہ بولا "میں اپنے اکابرین سے مشورہ کرنے کے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ وہ مقامی عہدے داروں سے بولی "تم میں سے کوئی امریکی دباؤ میں نہیں آئے گا۔ تم پر دباؤ ڈالنے والے میرے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ یہ دونوں تمہارے قیدی ہیں۔ تم ان میں سے ایک سے فائدہ اٹھاؤ گے اور دوسرے کو ہمیشہ زخمی اور بیمار بنا کر رکھو گے۔ میرے ان احکامات کی تعمیل کرو گے تو فائدے میں رہو گے۔ ورنہ تمہارے اس شہر میں بڑی تباہی پھیلے گی۔ میں ان دونوں کے دماغوں میں آتی جاتی رہوں گی۔ دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بناتی رہوں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر ٹورسٹ بیورو کے ایک میگزین کو کھول کر پڑھا۔ انفارمیشن کاؤنٹر کا نمبر دیکھ کر فون کے ذریعے رابطہ کیا "ہیلو' میں آپ کے شہر میں پہلی بار آئی ہوں۔ کیا آپ کسی بہترین گائیڈ سے میرا رابطہ کرا سکتی ہیں۔"

دوسری طرف سے ایک خاتون نے کہا "ہم اپنے شہر میں آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ شاید لیڈی گائیڈ پسند کریں گی؟"

"گائیڈ عورت ہو' یا مرد' جوان ہو' یا بوڑھا' اسے تجربے کار ہونا چاہیے وہ شہر کے چپے چپے سے واقف ہو اور یہاں کی مشہور ہستیوں کو جانتا ہو یا جانتی ہو۔"

"آل رائٹ ابھی ایک گائیڈ آپ سے رابطہ کرے گا۔"

اس نے فون بند کیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ ایک شخص کی آواز سنائی "ہیلو۔ میں ٹورسٹ گائیڈ ہوں۔ آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔"

"کیا تم یہاں کے مشہور لوگوں کے نام اور پتے جانتے ہو؟"

"بڑی حد تک جانتا ہوں۔ آپ کن لوگوں سے ملنا چاہیں گی؟"

"کسی مشہور نجومی سے یا کسی باکمال جادوگر سے۔"

"ایسے پیشہ ور لوگ قاہرہ میں بھرے پڑے ہیں۔ ان میں دو چار ہی باکمال ہیں اور وہ ہر ایک سے ملاقات نہیں کرتے۔ وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ ملنے سے انکار کر سکتے ہیں۔"

"میں ایسے ہی کسی نجومی یا جادوگر سے ملنا چاہوں گی۔ تم اپنا پتا بتاؤ۔ میں ایک گھنٹے میں تمہارے پاس آؤں گی۔"

"آپ کیوں زحمت کرتی ہیں۔ میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"میں مناسب نہیں سمجھتی۔ اپنا پتا نوٹ کراؤ۔"

اس نے پتا بتایا۔ اعلیٰ بی بی نے ریسیور رکھ دیا پھر وہاں سے اٹھ کر مجھے تلاش کرنے کی جدوجہد میں نکل پڑی۔

○☆○

سب ہی مجھے ڈھونڈ نکالنے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ میرا بیٹا کبریا بھی پریشان تھا۔ وہ چاہتا تو موجودہ مصروفیات کو چھوڑ کر میری تلاش میں نکل پڑتا لیکن موجودہ مصروفیات پاکستان کے تحفظ اور سلامتی کے لیے تھیں۔ وہ اسلام آباد سے دہلی اسی لیے آیا تھا۔ یہودی تنظیم کا سربراہ جے وی شوٹر پاکستان میں عیسائی بن کر رہ رہا تھا اور بھارتی حکومت کے لیے کام کر رہا تھا۔ کچھ اہم فوجی راز تھے' جنہیں وہ بڑی زبردست چالیں چل کر حاصل کرنے والا تھا۔

ایک گہری سازش کا سلسلہ دہلی سے اسلام آباد تک چل رہا تھا۔ اس میں ایک پاکستانی سیاست داں احمقانہ رول ادا کرنے والا تھا۔ کبریا اس سیاست داں کے ساتھ دشمنوں کو بھی سزائیں دینے والا تھا۔ پچھلے باب میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جے وی شوٹر کو سزا مل رہی تھی۔ کبریا نے اسے زخمی کر کے اس کی خواہش کے مطابق چوبیس گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ جے وی شوٹر نے اس سے التجا کی تھی کہ اسے زندہ رہنے کا ایک موقع دیا جائے۔ وہ خود کو کبریا سے ملنے والی سزائے موت سے بچا لے گا۔ اب وہ ایسا کر سکے گا یا نہیں' یہ آئندہ چوبیس گھنٹوں میں معلوم ہونے والا تھا۔

شوٹر کو مہلت دینے کے بعد اسے میری گمشدگی کا علم ہوا۔ اب وہ جلد ہی ان سب معاملات سے نمٹ کر صرف میری طرف توجہ دینا چاہتا تھا۔ اس نے شلپا سے کہا "میں نے تمہاری پاکستان دشمنی کے باوجود تمہیں زندہ چھوڑا ہے۔ تمہیں سنبھلنے کا موقع دے رہا ہوں۔ کیونکہ تمہاری ماں ایک نیک عورت ہے اس نے مجھے ماں کا پیار دیا ہے۔ اگر تم دشمنی سے باز نہیں آؤ گی تو بھری جوانی میں حرام موت مرو گی۔"

جے وی شوٹر اور شلپا کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ کبریا میرا بیٹا ہے۔ تب سے وہ دونوں سہمے ہوئے تھے۔ شلپا پہلے سے زیادہ کبریا کی دیوانی ہو گئی تھی۔ اس سے التجائیں کر رہی تھی "کبریا! میری پچھلی غلطیوں کو بھول جاؤ۔ تم جو کہو گے' وہ کروں گی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم اتنے بڑے باپ کے بیٹے ہو۔"

وہ بولا "تم میرے پاپا کے بڑے پن سے متاثر نہیں ہو۔ بلکہ انہیں خطرناک سمجھ کر خوف زدہ ہو۔ ہم سے دوستی کر کے اپنا الّو سیدھا کرنا چاہتی ہو۔"

"مجھے خود غرض نہ سمجھو۔ مجھے اپنے ساتھ رہنے کا ایک موقع دو۔ میں تمہیں اتنی محبتیں دوں گی کہ تم دنیا کو بھول کر صرف مجھ سے ہی پیار کرتے رہو گے۔"

"ابھی دنیا کو بھولنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اس لیے تمہاری دنیا سے جا رہا ہوں۔ اگر کبھی تمہیں پاکستان کے خلاف کوئی کام کرتے ہوئے دیکھوں گا تو تمہاری موت بن کر آؤں گا۔ لہٰذا اپنے لیے دعا مانگتی رہو کہ یہ موت تمہاری طرف نہ آئے۔"

وہ اسے مایوس کر کے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنا نیا آئی ڈی کارڈ' پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات تیار کرا لیے تھے۔ اس کا موجودہ نام البرٹ پارکر تھا۔ شکاگو یونیورسٹی کا اسٹوڈنٹ تھا۔ ہندوستانی کلچر سے دلچسپی تھی۔ اس لیے انڈین کلچر کی اسٹڈی کے لیے دہلی آیا ہوا تھا۔ وہاں کے مشہور ہوٹل تاج محل کے ایک سوئیٹ میں قیام پذیر تھا۔

وہ اب سے پہلے وجے ورما کے روپ میں تھا۔ تبدیلی ضروری ہو گئی تھی۔ شلپا اور جے وی شوٹر بھارتی سرکار کے اہم عہدے داروں اور اعلیٰ افسروں کو بتا رہے تھے کہ اس شہر میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا پہنچا ہوا ہے۔

جے وی شوٹر اپنے زخم کی مرہم پٹی کراتے ہی بھارتی وزیر داخلہ کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے کہا "میں نے اور شلپا نے اپنی آنکھوں سے فرہاد کے بیٹے کو دیکھا ہے۔ اس کا نام کبریا ہے۔ اسی نے وزارت خارجہ کے سیکریٹری کی سب کے سامنے مادر زاد ننگا کیا تھا اور اسی نے مجھے یہاں گولی ماری ہے۔ مجھے کل دوپہر تک زندہ رہنے کا موقع دیا۔ اگر آپ نے میری سیکیورٹی کے انتظامات نہ کیے تو وہ کل دوپہر کے بعد کسی وقت بھی گولی مار دے گا۔"

"آپ کو نو چنتا نا ہی کرو۔ ہم آپ کی رکھشا کے لیے ایسا جبردست بندوبست کریں گا کہ چڑیا کا بچہ بھی اڑ کے آپ کے پاس نہیں آئے گا۔"

"وہ بے پر کے اڑ کر آ جاتا ہے۔ آپ یہ کیوں بھول رہے ہو کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اسے میرے اندر آنے سے کوئی روک نہیں سکے گا۔"

وہ قائل ہو کر بولا "ہمری بدھی میں ای بات نہیں آئی۔ یہ سسری ٹیلی پیتھی بڑی کھترناک ہے۔ اس کو تو کوئی روک نہیں سکے گا۔ آپ ترنت اسرائیل چلے جاؤ۔ ادھر آپ کے بڑے لوگ آپ کی رکھشا کر سکیں گے۔"

"میں اپنے ملک کے اکابرین سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ہاٹ لائن پر بات کرائیں اور ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ پاکستان کے خلاف جو سازشیں ہم کر رہے تھے' وہ اب نہیں کر سکیں گے۔ کبریا میرے اور وزارت خارجہ کے سیکریٹری کے اندر رہ کر ہماری تمام خفیہ پلاننگ معلوم کر چکا ہے۔"

"ای تو بہوت برا ہوا۔ ادھر کا منسٹر ادھر دورے پر آنے والا ہے۔ کا نام ہے اس کا؟ ہاں کھا جا منیر الدین۔ وہ بہوت سا سیکرٹس بتانے والا ہے۔"

"کبریا اسے نہیں آنے دے گا۔ ہماری پلاننگ ناکام ہو کر رہے گی۔"

جے وی شوٹر نے ہاٹ لائن پر اسرائیل کے ایک اعلیٰ عہدے دار سے گفتگو کی "میں انڈو پاک میں یہودی تنظیم کا سربراہ ہوں۔ میرا نام جے وی شوٹر ہے۔ پاکستان کے خلاف ہماری ایک زبردست سازش کامیاب ہونے والی تھی۔ اچانک فرہاد علی تیمور کے بیٹے کبریا کی مداخلت سے ہم ناکام ہو رہے ہیں۔"

حیرانی سے پوچھا گیا "فرہاد علی تیمور کا بیٹا؟ کیا وہ عملی میدان میں ہے؟ کیا آپ کی معلومات درست ہیں؟"

"میں نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا ہے۔ اسی نے فائرنگ کے ذریعے مجھے زخمی کیا ہے اور مجھے کل دوپہر تک کی زندگی دی ہے۔ دوپہر کے بعد وہ مجھے مار ڈالے گا۔"

اسرائیلی عہدے دار نے کہا "فرہاد کی ٹیلی پیتھی جاننے والی اولاد میدان میں آئی ہے۔ یہ تشویش ناک خبر ہے۔"

"تشویش ناک ہے۔ میں مرنے والا ہوں۔ مجھے بچانے کی فکر کریں۔ میں یہودی تنظیم کے لیے بہت اہم ہیں۔"

"آپ مجھے سوچنے سمجھنے کا موقع دیں۔ دوسرے اکابرین سے مشورہ کرنے دیں پھر میں آپ سے رابطہ کروں گا۔"

"آپ کیا مشورہ کریں گے؟ کیا یہ کہ مجھے مرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے یا ترس کھا کر بچالیا جائے۔ کیا میری یہی اہمیت ہے؟ میری برسوں کی خدمات کا یہی صلہ ہے؟"

"آپ غلط نہ سمجھیں۔ میں اکابرین سے یہ مشورہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے کس طرح آپ کو بچایا جاسکتا ہے؟"

"اس میں ایسی دشواری کیا ہے؟ آپ فوراً میڈم الپا سے رابطہ کریں۔ وہ میرے اندر آکر میرے دماغ کو لاک کریں گی پھر وہ دشمن نہیں آسکے گا۔"

"میڈم سے رابطہ کرنا آسان نہیں ہے۔ انہوں نے تین ممالک کے فون نمبرز دیے ہیں۔ ان نمبروں پر ان کے آلہ کار ہیں۔ وہ چوبیس گھنٹوں میں دو بار ان کے دماغوں جاکر پیغام سنتی ہیں پھر ہم سے رابطہ کرتی ہیں۔"

"پلیز آپ ابھی ان نمبروں پر پیغام دیں۔ مجھے بھی وہ نمبرز نوٹ کرائیں۔ آپ امریکی اکابرین کے ذریعے ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مدد حاصل کرسکتے ہیں۔ ان میں سے کوئی میرے دماغ کو لاک کرسکتا ہے پھر امریکیوں کے لیے یہ ایک اہم اطلاع ہوگی کہ فرہاد کا بیٹا دہلی میں ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں' میں ان سب سے رابطہ کررہا ہوں۔ میری کوشش ہوگی کہ چند گھنٹوں کے اندر آپ کے دماغ کو لاک کردیا جائے۔"

اس نے الپا سے رابطے کے تمام نمبرز نوٹ کرائے پھر فون بند کردیا۔ شوٹر ان نمبروں پر الپا کے آلہ کاروں کو پیغام دینے لگا۔

کبریا دیکھ رہا تھا کہ جے وی شوٹر کل کے بعد بھی زندہ رہنے کے لیے کیسی کیسی کوششیں کررہا ہے۔ اس نے اس کے خیالات سے ہندوستان آنے والے سیاست دان کے ٹیلی فون نمبر معلوم کیے پھر اس سے رابطہ کیا۔ جب اسے پتا چلا کہ دہلی سے فون کال ہے تو اس نے فوراً ہی وہ کال اٹینڈ کی "ہیلو۔ میں ہوں جی خواجہ..... فرمائیے؟"

وہ فون بند کرکے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ کبریا نے شلپا کی آواز اور لہجے میں کہا "ہیلو جی! میں شلپا بول رہی ہوں جی....."

منیرالدین کا منہ خوشی سے کھل گیا "ہائے شلپا جی! تم ہو۔ بڑی عمر ہے تمہاری ابھی تمہیں ہی یاد کررہا تھا۔"

"مگر تمہاری عمر کم ہوگئی ہے۔"

"ایں؟ یہ کیا کہہ رہی ہو؟ اچھا۔ اچھا مذاق کررہی ہو۔ بڑی مذاقیہ ہو۔"

"یہ مذاق نہیں ہے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی وقت بھی تمہارے دماغ میں آکر تمہاری موت بن سکتا ہے۔"

"او۔ اچھا۔ تم اس کی بات کررہی ہو۔ مجھے خفیہ پیغام مل چکا ہے کہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا کبریا دہلی میں ہے۔ وہاں گڑبڑ کررہا ہے۔ مجھے ہوشیار رہنے کے لیے کہا گیا ہے۔"

"تو پھر اپنے بچاؤ کے لیے کیا کررہے ہو؟"

"میں کوئی فون کال اٹینڈ نہیں کررہا ہوں۔ یہ دہلی کی کال نہ ہوتی تو میں کبھی اٹینڈ نہ کرتا۔ میں نے باہر والوں سے ملنا اور بولنا بند کردیا ہے۔ بیماری کے بہانے کچھ دنوں تک اپنے کمرے میں بند رہوں گا۔"

"تم تو بڑے ہوشیار ہو جی! میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں۔"

"صرف یاد کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ میں تو تمہاری سانسوں کے قریب آنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر آؤ نا۔ میں اپنے بدن کی تھالی میں جوانی کی سوغات پیش کروں گی۔"

"ہائے! کیا جذبات کو بھڑکانے والا فقرہ ادا کیا ہے۔ جی چاہتا ہے۔ ابھی اڑ کر تمہارے پاس چلا آؤں۔"

"مگر کیسے آؤ گے؟ میں تو وہاں ہوں' جہاں تم اپنی خوشی سے نہیں آنا چاہو گے۔"

"تم بلا کر دیکھو۔ جہنم میں بھی چلا آؤں گا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں جہنم میں ہوں۔"

"تم بڑی مذاقیہ ہو۔"

"یہ مذاق نہیں ہے۔ میں جہنم سے فون کررہی ہوں۔ اس فون کا کنکشن تمہاری دنیا سے نہیں ہے۔ کریڈل پر ہاتھ مار کر دیکھو۔ تمہیں کوئی ٹون سنائی نہیں دے گی۔ میں دنیاوی کنکشن کے بغیر بول رہی ہوں۔"

اس نے اپنے فون اور ریسیور کو دیکھا پھر کان سے لگا کر سنا۔ پتا چلا دوسری طرف سے کوئی نہیں بول رہا ہے۔ دہلی سے آنے والی کال پتا نہیں کب ختم ہوئی تھی؟ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ معاملہ کیا ہے؟

اس نے شلپا کی آواز میں پوچھا "ہائے جی یقین آیا جی؟ ہماری دنیا سے نہیں' جہنم سے بول رہی ہوں۔"

"نن۔ نہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تم کون ہو؟ اس فون ...ر سے کیسے بول رہی ہو؟"

"موت کا ٹکٹ کٹاؤ۔ میرے پاس آؤ پھر یقین آجائے ...

اس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ پریشان ہو کر اٹھ گیا۔ ...نے پھر اسے بٹھا دیا۔ وہ ریسیور اٹھا کر آرمی کے ایک ...فسر سے رابطہ کرکے بولا "میں خواجہ منیرالدین بول رہا ...جہنم کا ٹکٹ کٹانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ ایک ٹکٹ دیں ...

"سسٹر خواجہ! آپ جیسے سیاست دانوں کو بہت پہلے ہی ...ں چلے جانا چاہیے۔ یہاں کے لوگ مجبوراً آپ لوگوں ...داشت کرتے ہیں۔ اگر آپ کی پارٹی اقتدار میں نہ ہوتی ...کا بڑا برا حشر ہوتا۔"

"پلیز آپ غصہ نہ دکھائیں۔ میں جو غلطیاں کرچکا ہوں' ...تلافی کرتے ہی خود اپنے ہاتھ سے جہنم کا ٹکٹ کٹاؤں گا ...پنی شلپا کی آغوش میں پہنچ جاؤں گا۔"

"آپ کس طرح تلافی کریں گے؟"

"میں نے چند ایمان دار اور فرض شناس اعلیٰ عہدے ...ں کو نچلے عہدوں پر گرا دیا۔ ان کی جگہ یہودی نواز ...انوں کو پہنچا دیا ہے۔ میں ابھی ایک حکم نامہ جاری کررہا ...ہ۔ جس کی رو سے محب وطن فرض شناس تمام عہدے ...اپنے اعلیٰ مقام پر واپس آجائیں گے اور یہودی نواز ...ٹ مسلمانوں کو ملازمت سے برخاست کردیا جائے گا۔"

اعلیٰ افسر نے پوچھا "آپ کے اپنے کرپٹ ہونے کے ...ے میں کیا رائے ہے؟"

"بڑی نیک رائے ہے۔ میں ایک اعتراف نامہ لکھ رہا ...ہوں کہ آج تک بھارت اور اسرائیل کا ایجنٹ بن کر رہا۔ ...ہفتے ہندوستان کے دورے پر جاتا تھا۔ یہ برائے نام ...ستان کی وفاداری کے نام پر دورہ ہوتا لیکن وہاں جاکر پاک ...ں کے چند اہم راز اگلنے والا ہوں مگر اب ایسا نہیں ہوگا۔ ...میرا ضمیر مجھے جھنجوڑ رہا ہے۔ لہٰذا غداری سے پہلے ...کی کررہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ کبریا نے اس کے ...ماغ کو ذرا ڈھیل دی۔ وہ ایک دم سے بوکھلا کر سوچنے لگا ...یہ میں ابھی فون پر کیا بکواس کررہا تھا؟ اور وہ بھی آرمی ...ایک اعلیٰ افسر کو مخاطب کرکے؟ او خدایا! کیا میرا دماغ چل گیا ہے؟ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ میں کوئی تلافی ولافی نہیں کروں گا۔"

اسے فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور کو اٹھا کر کان سے لگایا۔ اسے شلپا کی آواز سنائی دی "ہیلو جی! میں شلپا بول رہی ہوں جی! تم بڑے وہ ہو۔ کتنا انتظار کرا رہے ہو۔ جلدی کرو۔ جو لکھنا ہے' فوراً لکھ دو اور ٹکٹ لے کر چلے آؤ۔"

وہ غصے سے دھاڑتے ہوئے بولا "بکواس مت کرو۔ میں اپنے خلاف کچھ نہیں لکھوں گا۔"

کبریا پوری طرح اس پر حاوی ہوگیا۔ وہ فوراً ہی نرمی سے بولا "سوری میری جان! تم بڑی دیر سے انتظار کررہی ہو۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر پرسنل سیکریٹری کو بلایا۔ اسے ہدایات دیں کہ دو حکم نامے پرنٹ کرے۔ ایک کے مطابق محب وطن' فرض شناس عہدے داروں کو ان کے اعلیٰ عہدوں پر فوراً واپس لایا جائے اور دوسرے حکم نامے کے مطابق ان کی جگہ کام کرنے والے کرپٹ لوگوں کو ملازمت سے برطرف کیا جائے۔

سیکریٹری احکامات کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ وہ کاغذ قلم لے کر تحریری طور پر اپنے تمام چھوٹے بڑے جرائم کا اعتراف کرنے لگا۔ آخر میں اس نے لکھا "ہمارے ملک میں کبھی کسی کرپٹ سیاست داں کو سزا نہیں دی گئی۔ بلکہ اسے تمام سزاؤں سے بچا کر اپنی تمام دولت اور جائداد سمیت ملک سے باہر جانے کا موقع دیا گیا۔ میں بھی اسی طرح اپنے ملک کا خزانہ خالی کرکے یہاں سے جاسکتا ہوں۔ کمزور اور نادان پاکستانی قوم ہمیشہ کی طرح چپ چاپ تماشا دیکھے گی۔ میرا بال بھی بانکا نہیں کرسکے گی لیکن میرا ضمیر مجھے مجبور کررہا ہے کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے موت کی سزا پاؤں۔ لہٰذا میں راضی خوشی خودکشی کررہا ہوں۔"

اس نے اعتراف نامہ مکمل کرکے اپنے دستخط کیے۔ سیکریٹری دو طرح کے حکم نامے کمپیوٹر پرنٹر کے ذریعے پرنٹ کرکے لے آیا۔ منیرالدین نے انہیں پڑھ کر دستخط کیے پھر حکم دیا "اس کی کئی کاپیاں پرنٹ کرو اور تمام متعلقہ شعبوں کے سربراہوں تک آج ہی انہیں پہنچا دو۔"

سیکریٹری وہ اہم کاغذات اٹھا کر لے گیا۔ خواجہ منیرالدین نے انٹرکام کے ذریعے اپنی شریک حیات سے کہا "ہمارے تمام چھوٹے بڑے بچوں' بہوؤں..اور دامادوں کو بلاؤ۔ ان کے ساتھ یہاں ڈرائنگ روم میں آؤ۔ کچھ ضروری

باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

ایک گھنٹے کے اندر اس کے خاندان کے تمام اہم افراد ڈرائنگ روم میں جمع ہوگئے۔ وہ سب تجسس میں مبتلا تھے کہ بیک وقت سب کو کیوں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے وہاں آتے ہی سب سے پہلے اس کے سامنے سینٹر ٹیبل پر رکھے ایک ریوالور کو دیکھا۔

اس کی شریک حیات نے پوچھا "خیریت تو ہے؟ آپ نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟"

اس نے اپنے بیٹوں' بہوؤں اور دامادوں کو دیکھا پھر بیوی سے کہا "تمہارے دل میں خدا کا خوف ہے۔ تم ہمیشہ مجھے غلط کاموں سے روکتی رہیں لیکن میں دولت اور اقتدار کا لالچی رہا اور جرائم کی دلدل میں دھنستا رہا۔ آج میں اپنی تمام اولاد سے کہتا ہوں کہ اپنی ماں کے نقش قدم پر چلو۔ ایک مجرم باپ کو اپنا آئیڈیل نہ بناؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ میری طرح تمہارا انجام بھی برا ہو۔"

ایک بیٹے نے کہا "ڈیڈ! آج آپ کیسی باتیں کررہے ہیں؟ آپ تو ہمیں سمجھاتے آئے ہیں کہ دنیا میں سر اٹھا کر جینے کے لیے زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنی چاہیے اور دولت ہمیشہ چور راستوں سے آتی ہے۔ ایسے وقت ضمیر کی آواز نہیں سننا چاہیے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "دولت کی ہوس رکھنے والے والدین اپنی اولاد کو دینی تعلیمات کے خلاف ہوس پرستی کی طرف لے جاتے ہیں۔ میں بھی تم سب کو اپنے راستے پر لے جارہا تھا۔ ابھی دیکھو گے کہ یہ راستہ موت کی طرف لے جاتا ہے۔"

اس نے ایک بڑا سا لفافہ اٹھا کر اپنی شریک حیات کو دیتے ہوئے کہا "اس میں میرا اعتراف نامہ ہے۔ میں نے اپنے تمام جرائم کا اعتراف کیا ہے۔ اسے آرمی کے کسی بڑے افسر تک پہنچا دینا۔"

اس کی بیوی نے لفافہ لے کر پریشانی سے پوچھا "آپ ایسا کیوں کررہے ہیں؟ آپ کے ارادے کیا ہیں؟"

وہ بولا "نیک بخت! زندگی میں پہلی بار نیک ارادہ کیا ہے۔ دعا کرو۔ میری طرح تمام کرپٹ سیاست داں نابود ہوجائیں۔ کیونکہ یہ قوم دوا کرنا نہیں جانتی۔ یہ صرف دعا مانگنا ہی جانتی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کو اٹھا کر کنپٹی سے لگایا۔ بیوی نے چیخ ماری "نہیں۔"

اس کے قریب آنے سے پہلے ہی گولی چل گئی۔ بیٹے بیٹیاں سب ہی دم بخود رہ گئے۔ یہ ان کی توقع کے خلاف تھا۔ وہ آگے بڑھ کر اسے نہ روک سکے۔ جب انہیں یقین کہ ان کا باپ واقعی خودکشی کرچکا ہے وہ سب دھاڑیں مار کر رونے لگے۔

کبریا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ وہ اپنے کمرے کے آرام دہ صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر فریش ہونے کے لیے باتھ روم میں چلا گیا۔ یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ وطن عزیز کے خلاف ہونے والی سازشیں ناکام ہورہی ہیں۔ اسے پاکستان سے بے انتہا محبت تھی۔ اگرچہ وہ یہاں پیدا نہیں ہوا تھا لیکن یہ اس کے باپ دادا اور پردادا کی زمین تھی۔ یہاں کی مٹی سے اپنے پرکھوں کی خوشبو ملتی تھی۔ اسی لیے یہاں کے سنگین معاملات میں سنجیدگی سے دلچسپی لے رہا تھا۔

وہ ایک بہترین لباس پہن کر سویٹ سے باہر آیا پھر لفٹ کے اندر پہنچا۔ ایک ادھیڑ عمر کا شخص دو نوجوان لڑکیوں کے ساتھ پہلے سے لفٹ میں تھا۔ ایک جوان شخص بھی آگیا۔ ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا "لفٹ میں کچھ خرابی ہے انتظامیہ نے نوٹس لگایا ہے۔ اس میں چار افراد سے زیادہ سوار نہ ہوں۔"

وہ نوٹس ایک دیوار سے لگا ہوا تھا۔ جوان شخص۔ کبریا سے کہا "مسٹر! تم باہر چلے جاؤ۔ پہلے میرا جانا ضرور ہے۔"

ایک لڑکی نے کہا "یہ غلط ہے۔ تم آخر میں آئے ہو۔ باہر جاؤ۔"

کبریا نے کہا "کوئی بات نہیں ہے۔ میں بعد میں آجاؤں گا۔"

وہ باہر آگیا۔ لفٹ نیچے جانے لگی۔ جوان نے لڑکی سے کہا "تم اس کی حمایت میں بول رہی تھیں۔ کیا وہ تمہارا یار تھا۔"

عمر رسیدہ شخص نے کہا "تہذیب کے دائرے میں رہ کر بولو۔ تمہیں ایک لڑکی سے بات کرنی نہیں آتی؟"

وہ لفٹ روک کر بولا "بڑے میاں اس عمر میں دو جوان چھوکریوں کو لے کر گھوم رہے ہو۔ ایک مجھے دے دو۔"

اس نے بٹن دبایا۔ لفٹ اوپر جانے لگی۔ دوسری لڑکی نے کہا "تمہیں شرم آنی چاہیے۔ یہ ہمارے انکل ہیں۔"

لفٹ رک گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ باہر کبریا کھڑا ہوا تھا۔ نوجوان نے کہا "تعجب ہے۔ لفٹ واپس کیسے آگئی؟"

وہ باہر گیا۔ کبریا اندر آگیا۔ دروازہ بند ہوگیا۔ لفٹ نیچے جانے لگی ایک لڑکی نے ناگواری سے کہا "بہت ہی بدتمیز تھا۔

ایسے لوگوں کو دولت دے دیتا ہے' شرافت نہیں

کبریا خاموش تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس جوان کا ارہا تھا۔ وہ جوان دوڑ کر سیڑھیوں سے اترتا ہوا نیچے لفٹ مختلف فلور پر رک رک کر نیچے جارہی تھی۔ گراؤنڈ فلور پر آئی تو وہ بھی دوڑتا ہانپتا وہاں پہنچا۔ کبریا "میں بے خیالی میں لفٹ سے باہر آیا تو تم اندر چلے ں بھی کم نہیں ہوں۔ ان حسیناؤں کے ساتھ نیچے آیا مجھے یہ حسینہ پسند ہے۔ تم اس دوسری کو لے جاؤ۔"

کبریا کوئی جواب دیے بغیر لابی کی طرف جانے لگا۔ کی نے اس کی مرضی کے مطابق اس جوان کو ایک جڑ دیا۔ وہ غصے میں آکر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑنا لیکن صرف مٹھی باندھ کر رہ گیا۔ اس کا دماغ سمجھا رہا اس نے بالوں کو مٹھی میں جکڑلیا ہے اور اس حسینہ کو والے جارہا ہے۔

وہ آگے بڑھتے ہوئے۔ اسے بالوں سے پکڑ کر کھینچتا ہوا رہا تھا "سور کی بچی! تو نے مجھے طمانچہ مارا ہے۔ میں کے سامنے تجھے ننگا کروں گا۔"

لوگ جمع ہورہے تھے۔ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ تھے۔ وہ دونوں لڑکیاں بھی حیران تھیں۔ وہ لوگوں کو کر کے کہہ رہا تھا "تم سب تماشا دیکھو۔ میں اسے ننگا ہوں۔ یہ بازاری لڑکی ہے۔ اسے سب کے سامنے ننگا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنی پتلون اتار دی پھر اپنی شرٹ نے لگا۔ ایک پولیس افسر اور سیکیورٹی گارڈز آگئے۔ اسے پکڑلیا۔ افسر نے غصے سے کہا "پاگل کے بچے! پتلون پہنو۔ تمہیں پاگل خانے پہنچایا جائے گا۔"

کبریا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ خود کو ننگا دیکھ کر گھبرا گیا۔ جلدی سے پتلون پہنتے ہوئے بولا "وہ۔ وہ ہے کہ وہ اس لڑکی نے مجھے طمانچہ مارا تھا۔ میں اس انتقام لے رہا تھا۔ یہ۔ یہ جادو جانتی ہے۔ میں اسے پکڑ لے رہا تھا۔ اس کے کپڑے اتار رہا تھا مگر یہ ادھر چلی رمیں۔ میں۔"

سیکیورٹی گارڈز اسے دھکے دیتے ہوئے لے جانے لگے۔ جارہا تھا کہ پاگل نہیں ہے۔ اسے چھوڑ دیا جائے۔ وہ کی سے ضرور انتقام لے گا۔

کی نے اس کی ایک نہیں سنی۔ اسے دھکے دیتے ہوئے لے گئے۔ کبریا کھانے کے لیے ڈائننگ ہال میں آگیا۔ وہاں رنگا رنگ ملبوسات میں حسین عورتیں بڑے بڑے رئیسوں کے ساتھ بیٹھی ہنس بول رہی تھیں۔ کبریا ایک میز پر آکر بیٹھ گیا۔ اس نے کھانے کا آرڈر دیا پھر خیال خوانی کے ذریعے الپا کے پاس پہنچ گیا "ہیلو سسٹر! کیا ہورہا ہے؟"

"ہیلو کبریا! کچھ نہ کچھ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ فی الحال ہمارے لیے پاپا سے زیادہ کوئی اہم نہیں ہے۔ میں نے دوسری تمام مصروفیات ختم کردی ہیں۔"

"میں اسی مسئلے پر بات کرنے آیا ہوں۔ میری عقل کام نہیں کررہی ہے کہ پاپا کو کہاں تلاش کریں اور کیسے تلاش کریں۔ وہ صرف جسمانی طور پر ہی نہیں' دماغی طور پر بھی کہیں گم ہوگئے ہیں۔ ہماری خیال خوانی کی لہروں کو نہیں مل رہے ہیں۔"

وہ بولی "اسی طرح دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں یا تو تنویمی عمل کے ذریعے پاپا کا برین واش کیا گیا ہے۔ ان کے لب ولہجے کو مٹا دیا گیا ہے یا پھر کسی جادوئی عمل کے نتیجے میں وہ اپنے آپ کو اور اپنے لب ولہجے کو بھول گئے ہیں۔"

"ہمیں کسی جادوگر سے رابطہ کرنا چاہیے۔"

"میں خیال خوانی کے ذریعے ہر ملک اور ہر شہر کے جادوگروں اور تنویمی عمل کرنے والوں تک پہنچوں گی اور ان کے خیالات پڑھتی رہوں گی۔ اس طرح یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ ان میں سے کس نے حال ہی میں کس پر کس طرح کا تنویمی عمل کیا ہے۔ پاپا جب گم ہوئے تو ہانگ کانگ میں تھے۔ میں اپنی تلاش وہیں سے شروع کروں گی۔ پہلے پورے ایشیا میں انہیں ڈھونڈتی رہوں گی۔"

"یوں تلاش کرنے میں کئی دن' کئی ہفتے لگیں گے لیکن کوئی اور صورت بھی نہیں ہے۔ میں بھی یہی طریقہ اختیار کروں گا۔"

"تم آج کل انڈیا میں ہو۔ ہندوستان میں بڑے خطرناک جادوگر ہیں۔ ان سے بچ کر رہو اور انہیں اپنے مقصد کے لیے استعمال کرو۔"

"میں ابھی سے ایسے خطرناک جادوگروں کے نام اور پتے معلوم کروں گا۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ بیرا میز پر کھانے کی ڈشیں رکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا "تم اس شہر میں کتنے عرصے سے ہو؟"

بیرے نے ادب سے جواب دیا "سر! میں یہیں پیدا ہوا تھا اور شاید یہیں ساری زندگی گزار دوں گا۔ کیا آپ کو کسی گائیڈ کی ضرورت ہے؟"

"میں کسی مشہور جادوگر سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا تم کسی سے ملا سکتے ہو؟"

"یہاں کا ہیڈ باورچی جادوگروں کے بارے میں بہت جانتا ہے۔ میں ابھی اس سے پوچھ کر بتاؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ کبریا کھانا شروع کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بیرا اس ہوٹل کے ہیڈ کک کے پاس جا کر کہہ رہا تھا "رام پرساد! تمہارے لیے ایک نگڑا مرغا ہے۔ دولت مند نوجوان ہے۔ کسی بڑے جادوگر سے ملنا چاہتا ہے۔"

رام پرساد نے پوچھا "کہاں ہے؟ میرے کو بتاؤ۔ نگڑا ہوگا تو میں تیرے کو پانچ سو روپے دوں گا۔"

وہ اسے کبریا کے بارے میں بتانے لگا۔ کبریا رام پرساد کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ دہلی اور جنوبی ہند کے کئی جادوگروں کو جانتا تھا۔ ان سے رابطہ رکھتا تھا اور وہ دولت مند گاہکوں کو پھانس کر ان کے پاس پہنچاتا تھا۔ وہ جادوگر کمیشن کے طور پر اسے ہزاروں روپے بھی دیتے تھے اور اسے چھوٹے موٹے جادوئی کرتب بھی سکھاتے تھے۔

وہ سوچ رہا تھا کہ پہلے خود ہی اپنے جادو سے کبریا کے مسائل حل کرے گا۔ ناکام ہوگا تو پھر کسی گرو کے پاس اسے لے جائے گا۔

کبریا نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ وقت ضائع کرے۔ اس نے اس کے خیالات پڑھ کر اس کے تمام گرو گھنٹالوں کے نام پتے اور ٹیلی فون نمبر معلوم کیے پھر کھانے میں مصروف ہوگیا۔ رام پرساد نے آکر ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا پھر پوچھا "آپ کسی جادوگر سے ملنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں۔ ابھی ایک شخص یہاں آیا تھا اس نے مجھے بہت بڑے گرو کا نام اور پتا بتایا ہے۔ میں خود ہی اس سے ملنے چلا جاؤں گا۔ تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

"صاحب! میرے کو ایک بار سیوا کرنے کا چانس دو۔ میں آپ کو بہت بڑے گرو کے پاس لے جاؤں گا۔"

کبریا نے کہا "یہاں ایک گرو گھنٹال ہیں۔ ان کا نام گنپت سہائے سہاہا ہے۔"

"ارے صاحب! یہ تو میرے گرو ہیں۔ میں آپ کو ان کے پاس لے جاؤں گا۔"

"تم مجھے کیا لے جاؤ گے۔ میں ان سے ملاقات کا وقت مقرر کر چکا ہوں۔ میرا پیچھا چھوڑو اور جاؤ یہاں سے۔"

وہ مایوس ہو کر جانے لگا پھر ایک طرف دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس کا گرو گنپت سہائے سہاہا اپنے دو چیلوں کے ساتھ ڈائننگ ہال میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "جے ہو گرو مہاراج کی۔ ابھی آپ ہی کا شبھ نام لے رہا تھا اور آپ آگئے۔"

کبریا نے دیکھا۔ ایک پستہ قد کا موٹا سا آدمی موتیوں رنگ برنگی مالائیں پہنے ہوئے تھا۔ اس کا کرتا اور دھوتی رنگ برنگی تھی۔ وہ رام پرساد سے بولا "ہمرا کوئی بھی سیوک دل سے ہمرا نام لیتا ہے تو ہم اس کے پاس پہونچ جاتے ہیں۔"

کبریا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بے چینی محسوس کرنے لگا۔ ایک ہاتھ سے سر تھام کر سوچنے لگا "ای ہمرے اندر کا ہو رہا ہے؟ لگتا ہے کوئی چیز اندر گھس آئی ہے۔ ہمرے اوپر کوئی جادو کر رہا ہے؟"

کبریا اس کے اندر سے نکل آیا۔ وہ سکون محسوس کرنے لگا۔ مطمئن ہو کر بولا "کونو چنتا کی بات نہیں ہے۔ آج بھگوان جیادہ پی لی ہے۔ کبھی کبھی یہ سسری بھنگ کھوپڑیا میں گھس جاتی ہے۔"

اس کے خیالات نے بتایا وہ پہلوانی کرتا ہے۔ بڑا جی دار ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک سکتا ہے لیکن بھنگ پی کر کسرت کرتا ہے اور رات کو چرس کا دم لگانے کے بعد سوتا ہے۔ کبریا نے سوچ لیا' وہ اس کے سونے کے بعد اس کے خیالات آرام سے پڑھے گا۔

رام پرساد اسے کبریا کے پاس لے آیا۔ اس سے بولا "مہاراج! ای صاحب نے آپ سے ملاقات کا بخت کرا رہے ہیں۔"

وہ کبریا کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "تم کو ہوبوا؟ ہم تم کو ملاقات کا کوئی بخت نہیں دیے ہیں۔"

کبریا نے کہا "تم نے فون پر مجھے وقت دیا ہے۔ میں تمہیں آواز سے پہچان رہا ہوں۔ کیا تمہارا فون نمبر ٹو ون فائیو ون زیرو نائن ون نہیں ہے؟"

"ہاں ہمرے گھر کا پھون نمبر یہی ہے۔"

"تو پھر تم گرو گنپت سہائے سہاہا نہیں ہو۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہے اس نے ابھی دس منٹ پہلے مجھ سے بات کی ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم دو گھنٹا پہلے گھر سے نکل گئے تھے اور تم کہت ہو۔ دس منٹ پہلے ہمرے سنگ بات کیے رہے۔"

"تمہیں یقین نہیں آرہا ہے تو ابھی گھر فون کرو۔"

اس نے گرو کو اپنا موبائل فون دیا۔ اس نے فون لے کر اپنے گھر کے نمبر پنچ کیے۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔

کبریا نے گرو کے دماغ پر قبضہ جما کر اپنے موبائل فون کو آف کرایا۔ دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ گرو کی آواز میں اس کے اندر بولا "ہیلو ہم گرو گنپت سہائے سہاہا بول رہے ہیں۔"

ادھر گرو نے کبریا کے فون کے ذریعے کہا "کا بکتے ہو۔ گرو گنپت سہائے سہاہا ہم ہیں۔ تم کون ہو اور ہمرے گھر میں کا کر رہے ہو؟"

کبریا نے کہا "ای ہمرا گھر ہے۔ تمرے باپ کا نہیں ہے۔ ہمرا نام گنپت سہائے سہاہا ہے۔ ای نام تمرا نہیں ہے۔"

گرو بوکھلا کر اپنے چیلوں کو دیکھتے ہوئے بولا "ہمری کھوپڑیا میں پھر کوئی گڑبڑ ہوت ہے۔ ای کیسے... ہوسکت ہے۔ ادھر بھی ہم ہیں۔ ادھر بھی ہم ہیں۔"

ایک چیلے نے کہا "گرو دیو! جرور کوئی دسمن آپ پر جادو کرت ہے۔"

"او دسمن ہمرے گھر میں گھس کے بیٹھا ہے۔ ہم ابھی جا کے اس کی سبہ لیں گے۔ دیکھیں گے کون سسرا ہے؟ اس کا سروناس کردیں گے۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ کبریا نے اس سے اپنا فون لے لیا۔ وہ فوراً ہی پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا اپنے چیلوں کے ساتھ جانے لگا۔ وہ کھانا کھا چکا تھا۔ اب چائے کا آرڈر دینا چاہتا تھا۔ ایسے وقت وہ دو لڑکیاں آگئیں' جو لفٹ میں اس کے ساتھ تھیں۔ ان کے ساتھ وہ عمر رسیدہ شخص بھی تھا ان میں سے ایک بولی "کیا ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں؟"

وہ بولا "یہاں بیٹھنے کی شرط یہ ہے کہ میرے ساتھ چائے پینی ہوگی۔"

وہ تینوں ہنستے ہوئے بیٹھ گئے۔ کبریا نے چائے کا آرڈر دیا۔ اس شخص نے کہا "مجھے پروفیسر دینا ناتھ کہتے ہیں۔ یہ دونوں میرے بھائی کی بیٹیاں ہیں۔ اس کا نام شاردا ہے اور اس کا نام میرا ہے۔"

کبریا نے کہا "میرا نام البرٹ پارکر ہے۔ میں شکاگو یونیورسٹی کا ایک اسٹوڈنٹ ہوں۔ یہاں انڈین کلچر پر ریسرچ کرنے آیا ہوں۔"

پروفیسر نے کہا "میں ایک پامسٹ ہوں۔ ستاروں کی چال اور ہاتھ کی لکیروں کو پڑھتا ہوں۔ قیافہ شناس ہوں۔ چہرہ اور آنکھیں پڑھ کر سامنے والے کے کردار کو بڑی حد تک سمجھ لیتا ہوں۔ میں نے لفٹ میں تمہارا چہرہ اور تمہاری آنکھیں دیکھ کر شاردا اور میرا سے کہا تھا۔ تم خاموش رہتے ہو۔ اندر سے بہت گہرے ہو۔ کم عمری کے باوجود زمانہ شناس دکھائی دیتے ہو۔"

میرا نے کہا "انکل کی باتیں سن کر میرے اندر تجسس پیدا ہوگیا ہے۔ میں چاہتی ہوں آپ انکل کو اپنا ہاتھ دکھائیں۔ اپنا پیدائشی نام اور تاریخ پیدائش بتائیں۔"

شاردا نے کہا "میری بھی یہی خواہش ہے۔ کیا آپ انکار کریں گے؟"

وہ مسکرا کر بولا "میں کسی کا دل نہیں توڑتا۔ ہاتھ دیکھنا ہے تو میرے سویٹ میں چلیں۔ وہیں چائے پی جائے گی۔"

وہ تینوں خوش ہوگئے۔ کبریا نے ویٹر کو بلا کر چائے سویٹ میں لانے کو کہا۔ وہاں کھانے کا بل ادا کیا پھر ان کے ساتھ لفٹ کی طرف جانے لگا۔ اس دوران میں وہ ان تینوں کے خیالات پڑھتا رہا۔ پروفیسر دینا ناتھ ایک نہایت شریف انسان تھا۔ انتہائی شرافت کے باعث مصائب میں مبتلا ہوتا رہتا تھا۔ ان دونوں کو ئی اسے پریشان کر رہا تھا۔ وہ جو بھی تھا' اس کے متعلق کبریا بعد میں معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

پروفیسر کی طرح شاردا اور میرا بھی اچھے کردار کی لڑکیاں تھیں۔ وہ دونوں کبریا کی خوب روئی اور مردانہ وجاہت سے متاثر تھیں۔ اپنے انکل سے علم نجوم اور قیافہ شناسی سیکھ رہی تھیں۔ وہ تینوں بڑے بڑے شہروں کے بڑے بڑے ہوٹلوں اور کلبوں میں جاتے تھے۔ وہاں امیر کبیر خواتین اور حضرات کے ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر سچی باتیں بتاتے تھے اور فیس کے طور پر ہزاروں روپے وصول کرتے تھے۔ یہی علم ان کی آمدنی کا ذریعہ تھا۔

وہ سویٹ میں آکر پروفیسر کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کے دوسری طرف میرا بیٹھ گئی۔ شاردا ان کے سامنے سینٹر ٹیبل پر بیٹھتے ہوئے بولی "آپ کا ہاتھ ہم تینوں دیکھیں گے اس لیے مجھے یہاں بیٹھنا ہوگا۔"

کبریا نے پوچھا "تمہاری فیس کتنی ہے؟"

"پانچ ہزار لیتی ہوں۔ آپ سے نہیں لوں گی۔ کیونکہ ہم نے آپ کا ہاتھ دیکھنے کی فرمائش کی ہے۔"

"میں تو فیس دوں گا۔ کیونکہ یہ تمہارا پیشہ ہے۔ تمہارے پانچ ہزار اور میرا کے پانچ ہزار اور پروفیسر ایک استاد کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس لیے ان کی فیس دس ہزار۔ میں کل بیس ہزار ادا کروں گا۔"

انہوں نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ میرا نے کہا "آپ مذاق کر رہے ہیں۔"

کبریا وہاں سے اٹھ کر الماری کے پاس گیا پھر وہاں سے

بڑے نوٹوں کی گڈیاں لاکر ان کے سامنے رکھ دیں "یہ پورے بیس ہزار ہیں۔"

ان کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ پروفیسر نے کہا "ہم اتنی بڑی رقم نہیں لیں گے۔ صرف میں آپ کا ہاتھ دیکھوں گا۔ آپ میری فیس دیں گے۔"

"لیکن میں تینوں کو ہاتھ دکھاؤں گا اور تینوں کا حق ادا کروں گا۔ آپ انکار کریں گے تو ہاتھ نہیں دکھاؤں گا۔"

ہوٹل کا ملازم چائے اور اسنیکس کی ٹرالی رکھ کر چلا گیا۔ کبریا نے کہا "آپ لوگوں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ اسنیکس لیں۔ چائے پئیں پھر میرا ہاتھ دیکھیں۔"

میرا نے پوچھا "آپ کیسے جانتے ہیں کہ ہم نے کھانا نہیں کھایا ہے؟"

"آپ تینوں ویٹنگ ہال اور لاؤنج میں تین مختلف افراد کے ہاتھ دیکھ رہے تھے۔ کھانے کا وقت کہاں ملا؟ ان کے بعد آپ میرے پاس آئے ہیں۔"

وہ کھانے پینے لگے۔ شاردا نے کہا "آپ نے ہم پر نظر رکھی تھی۔ بھلا کیوں؟"

"اس پاگل جوان نے تم دونوں کے پیچھے پڑ کر ایک طرح سے دلچسپی پیدا کردی تھی۔"

"اور تو کوئی بات نہیں ہے؟"

"اپنی تعریفیں سننا چاہتی ہو تو پھر سنو۔ تم دونوں بہت سندر ہو۔ کوئی بھی دل والا تم دونوں میں دلچسپی لے سکتا ہے اور اس پاگل کی طرح تمہارے پیچھے پاگل ہو سکتا ہے۔"

وہ اس بات پر ہنسنے لگیں۔ پروفیسر نے چائے کی پیالی خالی کرتے ہوئے کہا "اب کام ہونا چاہیے۔ پلیز اپنا ہاتھ دکھاؤ۔"

اس نے اپنی دائیں ہتھیلی آگے بڑھائی۔ وہ تینوں اور قریب ہوگئے۔ جھک کر اس کے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھنے لگے۔ پہلے زندگی کی لکیر دیکھی جاتی ہے۔ ہر شخص اپنی لمبی حیات دیکھنا چاہتا ہے۔ شاردا نے کہا "آپ کی عمر لمبی ہے۔ آپ بڑھاپے کی آخری حد تک جئیں گے لیکن بڑے مصائب اور بڑی دشواریوں سے گزرتے رہیں گے۔"

میرا نے کہا "آپ بڑے حوصلہ مند ہیں۔ حالات سے فائٹ کرنا جانتے ہیں۔ کیوں انکل! میں ٹھیک کہہ رہی ہوں؟ یہ تمام دشواریوں سے مردانہ وار گزرتے رہیں گے؟"

پروفیسر گہری سنجیدگی اور خاموشی سے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ نہیں بول رہا تھا۔ وہ دونوں بولتی جارہی تھیں۔ کبریا بھی خاموش تھا اور باری باری ان تینوں کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد پروفیسر دینا ناتھ نے کہا "تم وہ نہیں ہو' جو دکھائی دیتے ہو۔ اپنے اندر چھپے رہتے ہو اور تم اندر چھپ کر رہنے پر مجبور ہو۔ کیونکہ تمہارے دوست کم ہیں اور دشمن زیادہ ہیں۔"

کبریا نے کہا "دوست واقعی کم ہیں۔ میں کسی کو دشمن نہیں بنانا چاہتا لیکن دشمن پیدا ہو جاتے ہیں۔ فی الحال میں ان سے دور چلا آیا ہوں۔ یہاں مجھ سے جو ملے گا' میں اسے دوست بنانے کی کوشش کروں گا۔"

پروفیسر نے کہا "تم ایک غیر معمولی نوجوان ہو۔ دوسروں سے مختلف ہو۔ میرا تجسس اور بڑھ گیا ہے کہ تم اندر سے کیا ہو؟ شاید تم بتانا نہیں چاہو گے۔ مجھے پوچھنا نہیں چاہیے۔"

"میں بتاؤں گا۔ آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ ابھی آپ سے اپنے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کچھ اور بتائیں؟"

وہ پھر ہاتھ کی لکیروں کو دیکھتے ہوئے بولا "آج کل تم بہت پریشان ہو۔ کوئی بہت بڑا نقصان اٹھا رہے ہو یا پھر تمہاری کوئی بہت اہم چیز گم ہوگئی ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولا "آپ درست کہہ رہے ہیں۔ میں اپنے پاپا کی تلاش میں بھٹک رہا ہوں۔ وہ کہیں گم ہوگئے ہیں۔"

"یہ تو بڑی پریشانی کی بات ہے۔ وہ کب اور کن حالات میں گم ہوئے تھے؟"

"کاروبار کے سلسلے میں ہانگ کانگ گئے تھے۔ اس کے بعد ان سے رابطہ منقطع ہوگیا۔ میرا دل کہتا ہے' وہ جہاں بھی ہیں' زندہ سلامت ہیں یا تو انہیں کہیں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے یا پھر ان کی یادداشت گم ہوگئی ہے اسی لیے واپس نہیں آرہے ہیں۔"

"تم مجھے ان کا نام اور تاریخ پیدائش لکھ کر دو۔ میں زائچہ بناؤں گا۔ ایک آدھ گھنٹے میں بتا سکوں گا کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ وہ مشرق یا مغرب میں ہیں یا شمال یا جنوب میں۔"

"مجھے یہ اچھی طرح یقین ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ آپ نے ابھی کہا تھا' میں ایک غیر معمولی انسان ہوں۔ بے شک میرے اندر ایک غیر معمولی صلاحیت ہے۔ جب میں اس کا مظاہرہ کروں گا تو آپ حیران رہ جائیں گے۔ مجھے اپنی صلاحیت سے پاپا کی زندگی کا ثبوت مل گیا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ کس ملک اور کس علاقے میں ہیں۔"

میرا نے کہا "یہ سن کر میرے اندر بے چینی پیدا ہو رہی

ہے کہ آپ ایک غیر معمولی انسان ہیں۔ پلیز آپ جلدی بتائیں' کون ہیں؟ کیا ہیں۔ ہے بھگوان مجھ سے رہا نہیں جارہا ہے۔"

پروفیسر نے کہا "میرا! صبر کرو۔ پہلے اس کے پاپا اہم ہیں۔ ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے دو۔"

کبریا وہاں البرٹ پارکر کے نام سے تھا۔ اس نے باپ کا نام پارکر وائلڈ بتایا لیکن میری تاریخ پیدائش درست بتائی۔ پروفیسر اسی وقت کاغذ قلم لے کر زائچہ تیار کرنے لگا۔ دونوں لڑکیاں بھی اس زائچے میں دلچسپی لینے لگیں۔

کبریا میرے بارے میں جاننے کے لیے بے تاب تھا۔ جب وہ پروفیسر پارکر وائلڈ کے حروف کے اعداد لکھنے والا تھا۔ تب کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر فرہاد علی تیمور کے حروف کے اعداد لکھوانے لگا۔ میری تاریخ پیدائش وہی تھی جو وہاں کاغذ پر لکھی ہوئی تھی۔ اس طرح میرے نام کا زائچہ تیار ہونے لگا۔

میرا کہنا چاہتی تھی کہ انکل حروف کے اعداد غلط لکھ رہے ہیں لیکن کبریا نے اس کے ذہن کو بھٹکا دیا۔ اچانک اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ وہ اپنے جذبوں کے باعث لرز گئی۔ مسکرانے لگی لیکن شاردا کو ٹھیس پہنچی۔ یہ آرزو اس کی تھی کہ البرٹ پارکر اس کا ہاتھ پکڑے۔ کبریا نے میرا کی ہتھیلی کو سہلاتے ہوئے کہا "میں نے تم لوگوں سے یہ بات چھپائی تھی۔ میں بھی ہاتھ کی لکیریں پڑھ لیتا ہوں۔"

میرا نے فوراً ہی اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ کبریا نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ اپنا ہاتھ سینے پر رکھ کر بولی "میں اپنا ہاتھ کسی کو نہیں دکھاتی۔ اپنے انکل کو بھی نہیں دکھاتی۔"

شاردا نے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "یہ تو بس یونہی نخرے کرتی ہے۔ آپ میرے بارے میں کچھ بتائیں۔"

کبریا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ خوش ہوگئی۔ میرا سے بولی "تم دستانے پہن کر رہا کرو۔ کوئی تمہارے ہاتھوں کو نظر نہیں لگائے گا۔"

کبریا نے لکیروں کو توجہ سے دیکھتے ہوئے کہا "تمہاری عمر لمبی ہے مگر یہ مختصر ہو سکتی ہے۔ تمہیں ایک حادثہ پیش آئے گا۔ اس حادثے میں بچ جاؤ گی تو بڑھاپے تک جیتی رہو گی۔"

وہ بولی "تم نے پہلی ہی بات غلط کہہ دی۔ مجھے کوئی حادثہ پیش نہیں آئے گا۔ چھوٹی چھوٹی مشکلات پیش آئیں گی۔ میں ان سے گزر جاؤں گی۔ آپ انکل سے زیادہ ماہر نہیں ہیں۔ یہ میرا ہاتھ دیکھ چکے ہیں۔"

کبریا پروفیسر کے خیالات پڑھنے کے بعد ہی کہہ رہا تھا۔ دراصل پروفیسر نے شاردا کو یہ حقیقت نہیں بتائی تھی کہ اسے ایک جان لیوا حادثہ پیش آئے گا۔ ایسے ہی وقت زندگی اپنے اختتام کو پہنچے گی۔

پروفیسر نے اپنی بھتیجی سے سچ نہیں کہا تھا۔ سچائی چھپائی تھی۔ وہ اپنے انکل کی مہارت کے سامنے کبریا کو اناڑی نجومی سمجھ رہی تھی۔ وہ بولا "میں تمہارے انکل کو غلط نہیں کہوں گا۔ اس لیے خود کو اناڑی تسلیم کرتا ہوں۔"

میرا ٹٹولتی ہوئی نظروں سے کبریا کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے شاردا کے ہاتھ کو بڑھا تھا اور اپنے انکل سے بحث کی تھی۔ انہوں نے اسے سمجھایا تھا کہ شاردا کو وقت سے پہلے صدمہ نہ پہنچایا جائے۔ حادثہ اور موت کی سچائی کو اس سے چھپایا جائے۔

کبریا یہی سچائی کہہ چکا تھا اور پروفیسر کی بزرگی کی خاطر اس سچائی سے انکار کر رہا تھا۔ میرا سمجھ رہی تھی کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔ وہ اس علم میں اس کی مہارت کو تسلیم کر رہی تھی اور اس سے متاثر ہو رہی تھی۔

پروفیسر نے بڑی دیر بعد کہا "بے شک تمہارے پاپا کی عمر لمبی ہے۔ اس طوالت کے پیش نظر امید کی جاسکتی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور اگر زندہ ہیں تو وہ یہاں سے جنوب کی طرف ہیں۔ یہ زائچہ اسی سمت اشارہ کر رہا ہے۔"

کبریا کی دلچسپی بڑھ گئی۔ وہ صوفے پر پہلو بدل کر بولا "ہم انڈیا کے شمال میں یہاں دہلی میں ہیں۔ کیا وہ ہندوستان کے جنوبی علاقوں میں یا سری لنکا میں ہوں گے؟ یہاں سے دور جنوب میں آسٹریلیا بھی ہے۔"

"ہاں۔ انہی علاقوں میں انہیں تلاش کیا جاسکتا ہے۔"

"کیا فاصلہ معلوم نہیں کیا جاسکتا؟"

"مشکل ہے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ یہاں سے کتنے فاصلے پر ہیں۔"

"ایک طریقہ ہے کہ میں یہاں سے جنوب کی طرف سفر کرتا رہوں۔ آپ میرے ساتھ رہیں۔ فرض کریں ہم مدراس یا حیدر آباد دکن پہنچتے ہیں اور وہاں آپ کا علم کہتا ہے کہ پاپا اب بھی جنوب کی طرف ہیں تو ہم آگے بڑھیں گے اور اگر آپ کا علم کہتا ہے کہ ہم بہت آگے بڑھ چکے ہیں اور اب وہ شمال کی طرف ہیں تو پھر وہ شمال کی سمت کسی قریبی علاقے میں ہوں گے۔ یعنی وہ سینٹرل پردوئس میں' مہاراشٹر میں' اڑیسہ یا بنگال میں ہوں گے۔"

پروفیسر نے تائید کی "بے شک اس طریقہ کار کے

مطابق تمہارے پاپا کے قریب پہنچا جاسکتا ہے لیکن میں تمہارے ساتھ کہاں کہاں بھٹکتا رہوں گا۔ تنہا نہیں ہوں۔ میرے ساتھ دو نوجوان لڑکیاں ہیں۔"

"آپ یہ بتائیں' آپ کی ماہانہ آمدنی کیا ہے؟"

"اڑتی ہوئی روزی ہے۔ کسی مہینے پچاس ہزار روپے کمالیتے ہیں۔ کسی مہینے پانچ ہزار بھی نہیں ملتے۔"

"میں آپ کو ماہانہ پچاس ہزار دوں گا۔ میرے ساتھ سفر کرتے رہنے اور ہوٹلوں میں قیام کرنے کے اخراجات میں برداشت کروں گا پھر آپ جہاں جائیں گے۔ اپنے پیشے کے مطابق امیر کبیر لوگوں کو قسمت کا حال بتاتے رہیں گے۔ وہ آپ کی اضافی آمدنی ہوگی۔"

پروفیسر نے دونوں لڑکیوں کو دیکھا۔ میرا نے کہا "آپ سراسر ہمارے فائدے کی بات کررہے ہیں۔ یوں بھی ہم بڑے بڑے شہروں کے بڑے بڑے ہوٹلوں اور کلبوں میں جاتے ہیں۔ آپ کے ساتھ بھی یہی سلسلہ رہے گا۔"

شاردا نے کہا "میرا دل کرتا ہے۔ آپ کے ساتھ ساری دنیا گھومتی رہوں۔ آپ کے ساتھ خوشی بھی مل رہی ہے اور آمدنی بھی بڑھ رہی ہے۔"

"میری دونوں بیٹیاں خوش ہیں۔ میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

کبریا نے فون کے ذریعے ہوٹل کے منیجر سے رابطہ کیا پھر اسے پروفیسر دینا ناتھ کے کمرے کا نمبر بتاتے ہوئے کہا "ان کا تمام بل میرے حساب میں ایڈجسٹ کریں۔ کل ہم یہاں سے جارہے ہیں۔"

پھر اسی نے شاردا سے کہا "پہلے ہم مدراس جائیں گے۔ کل کسی فلائٹ میں چار سیٹیں ریزرو کرالو۔ پتا نہیں جنوب میں کتنی دور تک سفر کرنا ہوگا۔"

پروفیسر نے کہا "تم نے وعدہ کیا ہے کہ اپنی کسی غیر معمولی صلاحیت کے بارے میں بتاؤ گے۔"

شاردا نے کبریا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "پلیز بتائیں میں بہت بے چین ہوں۔"

وہ کچھ زیادہ ہی بے چین تھی۔ اس کے قریب رہ کر کسی نہ کسی بہانے اسے چھو رہی تھی۔ کبریا کو ان دونوں سے دلچسپی نہیں تھی۔ اگرچہ میرا بہت خوب صورت تھی۔ شاردا کے مقابلے میں سنجیدہ اور ذہین تھی۔ اس سے متاثر تھی لیکن ریزرو رہنے کی عادی تھی۔ کبریا کا مزاج عاشقانہ نہیں تھا۔ وہ بھی لڑکیوں کے معاملے میں ریزرو رہنے کا عادی تھا۔

وہ پروفیسر سے بولا "میں نے کبھی کسی کو اپنی اس غیر معمولی صلاحیت کے بارے میں نہیں بتایا ہے۔ آج آپ کو بتا رہا ہوں۔ امید کرتا ہوں شاردا اور میرا کبھی کسی کو میرا یہ راز نہیں بتائیں گی۔"

ان دونوں نے وعدہ کیا کہ وہ ہمیشہ اس کی رازدار بن کر رہیں گی۔ اس نے کہا "میری قوت سماعت غیر معمولی ہے۔"

ان تینوں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ بات سمجھ میں آگئی تھی لیکن وہ وضاحت چاہتے تھے۔ اس نے کہا "شاید ایسی صلاحیت کسی کو نصیب نہیں ہوئی ہوگی۔ اگر میں اپنے مطلوبہ افراد کی باتیں سننا چاہوں اور وہ ہزاروں کلومیٹر کے فاصلے پر ہو۔ تب بھی میں ان کی آواز اور لہجے کو کیچ کرلیتا ہوں۔"

پروفیسر نے حیرانی سے کہا "کیا ایسا ممکن ہے؟ تمہاری یہ بات ناقابل یقین ہے۔"

وہ بولا "یہ ناممکن نہیں ہے۔ ریڈیو یا آڈیو سسٹم کے ذریعے دنیا کے ایک سرے کی آواز دوسرے سرے تک پہنچائی جاتی ہے۔ ایسا ہی کچھ قدرتی نظام میری قوت سماعت کے ساتھ ہے۔ آپ ابھی آزما کر دیکھ لیں۔"

میرا نے کہا "اگر میں یہاں سے دور کہیں جاکر کچھ بولوں گی تو آپ سن لیں گے؟"

"بے شک۔ تم اور شاردا لفٹ کے ذریعے نیچے ہوٹل کے باہر جاؤ اور باتیں کرو۔ میں یہاں پروفیسر کو بتاتا رہوں گا۔ بلکہ موبائل فون کے ذریعے تمہیں بھی بتاتا رہوں گا کہ تم دونوں کے درمیان کس موضوع پر باتیں ہورہی ہیں۔"

وہ دونوں فوراً اٹھ گئیں۔ وہ بہت زیادہ تجسس میں مبتلا ہوگئی تھیں۔ اپنا موبائل فون لے کر وہاں سے چلی گئیں۔ وہ پروفیسر سے بولا "ہم خاموش رہیں گے۔ میرا ذہن ان دونوں پر مرکوز رہے گا۔ اس طرح ان کی آوازیں میری سماعت تک پہنچتی رہیں گی۔"

پروفیسر خاموش بیٹھا رہا۔ کبریا میرا کے اندر پہنچ گیا۔ وہ شاردا کے ساتھ لفٹ میں تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی "ہم ابھی لفٹ میں ہیں۔ کیا البرٹ ہماری باتیں سن رہا ہوگا؟"

شاردا نے کہا "مجھے تو یقین نہیں آرہا ہے۔ ابھی معلوم ہوجائے گا۔"

کبریا نے پروفیسر کو بتایا کہ وہ دونوں لفٹ میں کیا باتیں کررہی ہیں اور اب لفٹ سے نکل کر ہوٹل کے باہر گارڈن میں آگئی ہیں۔ شاردا میرا سے کہہ رہی ہے "تم صوفے پر البرٹ کے ساتھ چپک کر بیٹھ گئی تھیں۔ کیا مجھے وہ جگہ نہیں دے سکتی تھیں۔"

میرا نے کہا "فضول باتیں نہ کرو۔ میں نے قریب بیٹھنے کے باوجود فاصلہ رکھا تھا۔ میں تمہاری طرح چھچھوری نہیں ہوں۔ تم کسی نہ کسی بہانے اس کا ہاتھ پکڑ رہی تھیں۔"

"اس میں چھچھورا پن کیا ہے۔ وہ مجھے اچھا لگتا ہے۔ جب سے اسے دیکھا ہے۔ دل اسی کے لیے دھڑکنے لگا ہے۔"

کبریا پروفیسر کو ان کی باتیں بتاتا جارہا تھا پھر اس نے موبائل فون پر ان سے رابطہ کرکے وہ فون پروفیسر کو دیا۔ پروفیسر نے اسے کان سے لگا کر کہا "ہیلو شاردا! تم میرا سے جھگڑا کیوں کررہی ہو؟ کیا واقعی البرٹ کے لیے تمہارا دل دھڑک رہا ہے؟"

وہ حیرانی سے بولی "انکل! آپ کیسے جانتے ہیں۔ میں نے ابھی یہ بات میرا سے کہی ہے۔"

پروفیسر لفظ بہ لفظ ان کی باتیں انہیں سنانے لگا۔ میرا بھی شاردا کے فون سے کان لگائے سن رہی تھی۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ لفٹ میں کیا باتیں کررہی تھیں۔ وہ حیران ہورہی تھیں۔ میرا نے کہا "ہم ابھی آرہے ہیں۔"

انہوں نے فون بند کردیا۔ پروفیسر نے کہا "البرٹ! یہ تمہاری حیرت انگیز غیر معمولی صلاحیت ہے۔ بائی گاڈ! آلہ سماعت کان سے لگائے بغیر کوئی دور کی آواز نہیں سن سکتا۔ تم اتنی بڑی دنیا میں ایک ہی حیران کرنے والے شخص ہو۔ کیا بچپن سے ایسے ہو؟"

"نہیں۔ ابھی پچھلے برس سے اچانک یہ تبدیلی آئی ہے۔ میں بھی ابتدا میں دور کی آوازیں سن کر حیران ہوتا رہا پھر میرے پاپا نے مشورہ دیا کہ مجھے اپنی اس غیر معمولی صلاحیت کو دوسروں سے چھپانا چاہیے۔"

"انہوں نے درست مشورہ دیا ہے۔ ویسے تم اپنی اس زبردست صلاحیت سے اپنے پاپا کی آواز سن سکتے ہو۔"

"میں کئی بار کوششیں کرچکا ہوں۔ ان کی آواز موصول نہیں ہورہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی دشمن نے تخریبی عمل کے ذریعے ان کا برین واش کیا ہے۔ ان کے لب لہجے کو ذہن سے مٹادیا ہے یا پھر وہ کسی حادثے کے سبب اپنی یادداشت کھوچکے ہیں۔"

شاردا اور میرا واپس آگئیں۔ شاردا آتے ہی کبریا کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ وہ بولا "یہ کیا کررہی ہو؟ صوفے پر بیٹھو۔"

وہ اس کے قدموں سے لپٹ کر بولی "اب تو میں انہی قدموں میں رہوں گی۔ آپ مہاگیان والے ہیں۔ مجھے اپنی داسی بنالیں۔"

"مجھے داسی بنانے کا شوق نہیں ہے۔ پلیز یہاں سے اٹھو۔ طریقے سے بیٹھو۔"

اس نے میرا کو دیکھا۔ وہ ایک طرف کھڑی خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی ایک صوفے پر بیٹھتی ہوئی بولی "آپ واقعی باکمال ہیں۔ ایسی غیر معمولی صلاحیت کسی کو نصیب نہیں ہوئی ہوگی۔ کیا آپ اپنی اس صلاحیت سے ہماری کچھ مدد کرسکیں گے؟"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"انکل کا ایک دشمن ہے۔ وہ ہمیں بہت پریشان کرتا رہتا ہے۔"

پروفیسر نے کہا "بیٹی! یہ بات رہنے دو۔ البرٹ اپنے پاپا کے لیے پریشان ہے۔ اسے اور کسی مسئلے میں نہ الجھاؤ۔"

کبریا نے کہا "انسان بیک وقت کئی مسائل سے نمٹتا رہتا ہے۔ آپ مجھ سے اپنے معاملات نہ چھپائیں۔ پتا نہیں ہمیں کتنے عرصے تک ساتھ رہنا ہے۔ جب تک ساتھ رہے گا ہم ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔"

شاردا نے کہا "میں کچھ عرصے تک نہیں' ہمیشہ ساتھ رہوں گی۔ پلیز آپ وعدہ کریں۔"

میرا نے ناگواری سے کہا "شاردا! ہم ایک اہم مسئلے پر گفتگو کررہے ہیں اور تم اپنی ہی باتیں کیے جارہی ہو۔"

وہ غصے سے بولی "تم کیوں جل رہی ہو؟ کیا اس لیے کہ البرٹ تمہیں لفٹ نہیں دے رہے ہیں۔"

"اور کیا تمہیں دے رہے ہیں؟ خوامخواہ لفٹ لینے کی کوششیں کررہی ہو۔"

شاردا نے کبریا سے کہا "دیکھو یہ میری انسلٹ کررہی ہے۔ کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ میری محبت کا جواب محبت سے دیا جائے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ میں نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی ہے۔ میں نہیں جانتا محبت کا جواب محبت سے کیسے دیا جاتا ہے۔"

"میں تمہیں پیار کرنا سکھادوں گی۔"

"لیکن یہ کیا ضروری ہے؟ میں اپنے پاپا کے معاملے میں پریشان ہوں پھر مجھے زندگی میں بہت کچھ کرنا ہے۔ محبت تو بیکار لوگوں کا مشغلہ ہے۔"

میرا مسکرانے لگی۔ شاردا نے اسے غصے سے دیکھا پھر کبریا سے کہا "محبت کو مشغلہ نہ سمجھو۔ یہ دل سے ہوتی ہے۔ یہ دل کا معاملہ ساری زندگی کے لیے ہوتا ہے۔"

وہ بولا "کیسی باتیں کررہی ہو۔ دل تو خون کو پمپ کرتے رہنے کا ایک آلہ ہے۔ اس آلے سے محبت کیسے ہوسکتی ہے؟"

میرا کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ پروفیسر مسکرانے لگا۔ کبریا نے معصومیت سے پوچھا "کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ آپ لوگ مسکرا رہے ہیں۔ ہنس رہے ہیں۔"

پروفیسر نے کہا "تم درست کہہ رہے ہو۔ دل خون کو پمپ کرکے اسے سارے جسم میں پہنچاتا ہے لیکن شاعروں نے دل کو محبت کا مسکن اور مرکز بنادیا ہے۔"

پھر اس نے شارداسے کہا "بیٹی! تم نے البرٹ کے ہاتھ کی لکیریں نہیں پڑھیں۔ اس کا مزاج عاشقانہ نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہے' جو محبت کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ بہتر ہے۔ اس سے محبت کی باتیں نہ کرو۔"

میرا نے کہا "میں انکل کے ایک دشمن کی بات کررہی تھی۔"

کبریا نے کہا "میں ایک بار کسی طرح اس دشمن کی آواز سن لوں تو پھر ہمیشہ اس کی باتیں سنتا رہوں گا۔ یہ معلوم کرتا رہوں گا کہ وہ پروفیسر کے بارے میں کسی سے کیا کہہ رہا ہے اور ان کے خلاف کیا کرنا چاہتا ہے؟"

"اس کی آواز کیسے سنی جاسکتی ہے؟ وہ شاید ممبئی میں ہوگا۔"

"کیا آپ اس کا فون نمبر جانتے ہیں؟"

"مجھے اس کے کئی فون نمبر یاد ہیں۔ کیا فون پر اس کی آواز سنو گے؟"

کبریا اثبات میں سرہلا کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ پہلے بھی معلوم کرچکا تھا۔ اس کے دشمن کا نام ناگیش ور پانڈے تھا۔ وہ مہاراشٹر کی اس سیاسی پارٹی کا لیڈر تھا' جس کے تمام کارکن مسلمانوں کے کٹر دشمن تھے۔ انہوں نے چھ برس پہلے سورت شہر میں ہندو مسلم فسادات کرائے تھے اور سیکڑوں مسلمانوں کو قتل کرایا تھا۔ ممبئی شہر میں بھی وہ مسلمانوں کے خلاف اقدامات کرتے رہتے تھے۔ وہاں کے دولت مند مسلمانوں سے لاکھوں روپے بھتا وصول کرتے رہتے تھے۔

پروفیسر کا رابطہ پانڈے کی پرسنل سیکریٹری سے ہوگیا۔ اس نے کہا "میں پروفیسر دینا ناتھ بول رہا ہوں۔ ناگیش ور پانڈے صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

لیڈی سیکریٹری نے کہا "وہ ایک میٹنگ میں ہیں۔ کل ان سے بات ہوسکے گی۔"

کبریا اس سیکریٹری کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اس وقت پانڈے کی آغوش میں تھی۔ فون بند کرنے کے بعد مسکرا کر پوچھ رہی تھی "یہ وہی پروفیسر ہے نا' جس کی ایک بھتیجی تمہارے ہتھے نہیں چڑھ رہی ہے؟"

پانڈے نے پوچھا "کیا دینا ناتھ کا فون تھا؟ تم نے بات کیوں نہیں کرائی؟"

"ابھی میں تمہیں خوش کررہی ہوں۔ ابھی تم پر صرف میرا حق ہے۔ بائی داوے میرا میں ایسی کیا خاص بات ہے؟ کیوں اس کے پیچھے پڑگئے ہو؟"

"یوں دیکھا جائے تو اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ایسی کتنی ہی لڑکیاں میرے بیڈ پر آتی رہتی ہیں لیکن وہ میرے لیے ایک چیلنج بن گئی ہے۔ ایک بار میں نے اسے بہت بڑی آفر دی تھی۔ اس نے وہ آفر ٹھکرا دی۔ میں نے فون پر بات کی تو اس نے نفرت سے تھوک دیا۔ میں یہ بے عزتی کبھی نہیں بھولوں گا۔ کتے کی بچی ایک مسلمان سے عشق کررہی تھی۔ میں نے اس کے عاشق کو قتل کرادیا۔ اسے فون پر بتایا کہ کس طرح اس کے یار کو کتے کی موت مارا ہے۔"

وہ بولی "اس مسلمان کو مار کر تمہیں کیا ملا؟ وہ تو پھر بھی تمہارے قابو میں نہیں آئی۔ تمہارے لیے کون سی بڑی بات ہے۔ اسے اغوا کراؤ اور اس کے کپڑے اتار کر اس پر تھوک دو۔"

"بڑی مشکل ہے۔ الیکشن سر پر ہیں۔ ایسے وقت بدمعاشیاں نہیں چلتیں۔ جنتا کے سامنے سادھو بن کر رہنا پڑتا ہے۔"

"تو پھر مٹی ڈالو اس پر۔ الیکشن کے بعد اس سے نمٹ لینا۔"

"مجھ سے اس کی ایک بات برداشت نہیں ہورہی ہے۔"

"کون سی بات؟"

"وہ سالی ہاتھ کی لکیریں پڑھتی ہے۔ اس نے فون پر کہا تھا کہ اس کے مقدر میں ایک مسلمان ہے۔ ایک کو قتل کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ کوئی دوسرا مسلمان آئے گا اور ضرور آئے گا۔"

وہ سیکریٹری کو پرے دھکیلتے ہوئے بولا "کیا یہ غصہ دلانے والی بات نہیں ہے۔ سالی ہندو جاتی کو چھوڑ کر کسی مسلمان کی گود میں جائے گی۔ میں اس بار اسے ہی ٹھکانے لگا دوں گا۔ نہ وہ رہے گی۔ نہ کوئی مسلمان اس کی زندگی میں آئے گا۔"

"تم مجھے کیوں دھکا دے رہے ہو۔ کسی مسلمان پر بس

نہیں چل رہا ہے تو مجھے غصہ دکھا رہے ہو۔"

پانڈے نے ایک زور دار تڑاخ کی آواز کے ساتھ طمانچہ رسید کیا "سور کی بچی۔ مجھے طعنہ دیتی ہے۔ تمہارے جیسی عورتوں کو ذرا منہ لگاؤ تو سر چڑھ جاتی ہیں۔ چل بھاگ یہاں سے۔"

اس نے ایک لات ماری۔ وہ اپنا لباس اٹھا کر وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد بھی وہ یہ سوچ کر تلملا رہا تھا کہ میرا نے اس پر تھوک کر پھر کسی مسلمان کو اپنا یار بنایا ہوگا۔ کبریا نے اسے فون کرنے پر مائل کیا۔ وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ادھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کبریا نے ریسیور کان سے لگا کر کہا "ہیلو۔"

وہ بولا "پروفیسر دینا ناتھ کہاں ہے۔ اسے فون دو۔"

"پہلے یہ بتاؤ۔ تم کون؟"

"میں اس کا باپ ہوں۔ تم سے کیا مطلب ہے۔ اسے فون دو۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ باپ نہیں ہو سکتے۔ ان کے پتا جی کا دیہانت ہو چکا ہے۔"

"تم گدھے ہو۔ میں ہندو پرشد دل کا لیڈر ناگیشور پانڈے ہوں۔"

کبریا نے پروفیسر کی طرف دیکھتے ہوئے فون پر کہا "اچھا تو تم ناگیشور پانڈے ہو۔ میں پروفیسر کا سیکریٹری ہوں۔ ابھی صاحب میٹنگ میں ہیں۔ کل کسی وقت کال کرو۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا وہ اتنا دولتمند ہو گیا ہے کہ سیکریٹری رکھنے لگا ہے۔ میرا سے میری بات کراؤ۔"

میرا جی ابھی مجھ سے پرائیویٹ باتیں کر رہی ہیں۔ یہ باتیں صبح تک ختم ہوں گی۔ تم انتظار فرماؤ۔"

"تم سے کیا پرائیویٹ باتیں کر رہی ہے۔ سچ بتاؤ۔ تم کون ہو؟"

"میں ایک مسلمان ہوں۔ میرا نام فرہاد ہے۔"

"میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

"اتنی دور سے کیسے مارو گے؟ کیا تمہارے ریوالور کی گولی ممبئی سے دہلی تک سفر کرتی ہے؟"

میرا، شاردا اور پروفیسر دلچسپی سے مسکراتے ہوئے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ پانڈے کہہ رہا تھا "میری دل (پارٹی) کے لوگ دہلی میں بے شمار ہیں۔ وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں میرا سے دور چلا جاؤں گا تو تم مجھے ہلاک نہیں کراؤ گے۔ زندہ رہنے دو گے؟"

میرا بڑے دکھ سے اور تجسس سے اسے دیکھنے لگی۔ پانڈے کہہ رہا تھا "تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔ تم اس لڑکی سے دور ہو جاؤ۔"

"تم اپنی بھلائی سوچو۔ اگر میرا کا پیچھا نہیں چھوڑو گے تو میں تمہیں اوپر پہنچا دوں گا۔"

وہ غصے میں گالیاں دینا چاہتا تھا۔ کبریا نے اسے زیر اثر لیا تو اس نے اپنی زبان دانتوں تلے چبا ڈالی پھر تکلیف کی شدت سے تلملانے لگا۔ کبریا نے پوچھا "ہیلو پانڈے! تم نے چیخ کیوں ماری ہے؟ کیا پریشانی ہے؟"

وہ پھر گالی دینا چاہتا تھا۔ زبان پھر دانتوں تلے آ گئی۔ اس بار ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر تکلیف کی شدت کو برداشت کرنے لگا۔ کبریا نے ریسیور پروفیسر کو دیتے ہوئے کہا "پتا نہیں، وہ اچانک کس تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہے۔ میں نے اس کے چیخنے اور کراہنے کی آوازیں سنی ہیں۔"

پروفیسر ریسیور کان سے لگا کر سننے لگا پھر بولا "ہاں کراہنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔"

کبریا، میرا کے اندر آ گیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق انگل سے ریسیور لے کر بولی "میں اس کمینے سے بات کروں گی۔"

وہ ریسیور کو کان سے لگا کر سننے لگی۔ اس وقت تک پانڈے کی تکلیف کم ہو گئی تھی۔ اس نے غصے میں ریسیور کو اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "میں آج ہی تمہیں نرک میں پہنچا دوں گا۔ تمہیں صبح تک زندہ نہیں رہنے دوں گا۔"

زبان تکلیف کے باعث لڑکھڑا رہی تھی۔ اس نے یہی بات یوں ادا کی "آ تمہیں نرک مندوں گا۔ صبح ندہ نہیں دوں گا۔"

میرا نے پوچھا "کتے! کیوں بھونک رہا ہے؟ صاف صاف کیوں نہیں بولتا؟"

وہ بولا تو پھر الفاظ ایک دوسرے میں گڈمڈ ہونے لگے۔ آخر وہ ٹھہر ٹھہر کر سنبھل سنبھل کر بولنے لگا "تم۔ پھر ایک۔ مسلمان۔ کے چکر میں ہو۔"

اس کے بعد وہ کبریا کی مرضی کے مطابق بولا "تم اس مسلمان کو چھوڑ دو۔ میں اپنی بیٹی کی شادی اس سے کراؤں گا۔ اس کا نام فرہاد ہے۔ فرہاد نام کے لوگ سچے عاشق ہوتے ہیں۔"

کبریا نے اسے ڈھیل دی۔ وہ چونک کر بولا "نہیں۔ یہ میں کیا کہہ رہا ہوں میں اسے گولی۔"

کبریا نے اسے گرفت میں لیا۔ وہ بولا "گولی نہیں ماروں ا اپنا داماد بناؤں گا۔ چلو کوئی بات نہیں، تم بھی اس سے ادی کر لو۔ مسلمان چار شادیاں کرتے ہیں لیکن تم میری بیٹی و سوکن نہ سمجھنا۔ اسے بہن بنا کر فرہاد کے ساتھ سوتی ہنا۔"

میرا نے جھینپ کر کبریا کو دیکھا پھر کہا "پتا نہیں، یہ کیا واس کر رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے۔ پاگل ہو چکا ہے۔ میں... ذاہ اپنا وقت ضائع کر رہی ہوں۔"

اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ شاردا نے پوچھا "وہ کیا کہہ رہا تھا۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "میرے اور البرٹ کے بارے میں لی سیدھی باتیں کر رہا تھا۔"

"ہاں۔ مگر کیا کہہ رہا تھا؟"

"کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ میں صاف صاف بولوں۔ کیا تم ننھی بچی ہو؟ سمجھ نہیں سکتیں؟"

میرا شرم سے سرخ ہو رہی تھی۔ کبریا سے نظریں چرا رہی تھی اور وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ مقدر میں ایک مسلمان ہے تو پھر ایک مسلمان ہی رگ جاں کے قریب پہنچا ہوا ہے۔

○☆○

اعلیٰ بی بی بھی مجھے تلاش کر رہی تھی۔ اس نے ٹورسٹ بورو کے ایک گائیڈ کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اس سے فون پر باتیں کی تھیں پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ اس کا نام شیخ فرمان مصری تھا۔ پچیس برس کا صحت مند جوان تھا اس کا یہ عزم تھا کہ بڑے بڑے کارنامے انجام دے گا۔ اس مقصد کے لیے وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ مارشل آرٹ کا زبردست فائٹر تھا۔ انسانوں کو ان کی آنکھوں سے چہروں سے اور ان کے لب و لہجے سے کس طرح پہچانا جاتا ہے؟ قیافہ شناسی کا یہ ہنر وہ سیکھ رہا تھا۔

اسی شہر میں ایک ستر سالہ بوڑھی خاتون تھی۔ اس کا نام بنت عمارہ تھا۔ شیخ فرمان مصری اس سے قیافہ شناسی اور علم رمل سیکھ رہا تھا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ بنت عمارہ کوئی پراسرار علم جانتی ہے۔ غیب کی باتیں بتا دیتی ہے۔

یہ معلوم کر کے اعلیٰ بی بی کو امید بندھی تھی کہ وہ بوڑھی خاتون میرے بارے میں کچھ بتا سکے گی۔ میری نشان دہی کر سکے گی۔ اس نے فرمان مصری کو ایک انڈین ریسٹورنٹ میں ملاقات کے لیے بلایا تھا۔ وہ بہت خوش تھا۔ مقررہ وقت سے پہلے اس ریسٹورنٹ میں پہنچ گیا تھا۔ بنت عمارہ نے اس سے کہا تھا کہ اسی کی زندگی میں ایک نہایت حسین اور باکمال دوشیزہ آنے والی ہے۔ وہ اسے عروج کی طرف لے جائے گی۔

فرمان مصری اسے ماں کہتا تھا۔ اس نے کہا "اے ام فرمان! میرا تجسس بڑھ گیا ہے۔ کیا میں اسے تلاش کروں؟ اس کی تلاش میں کس سمت جانا ہوگا؟"

بنت عمارہ نے کہا "تم چین، جاپان، امریکا کہیں بھی چلے جاؤ۔ اقامت وہی رہے گی۔ خوش قسمتی کو آنا ہو تو وہ خود تمہارے پاس آتی ہے۔"

پھر ایک دن بوڑھی خاتون نے کہا "وہ آ رہی ہے۔"

اس نے دوسرے دن کہا "وہ آ چکی ہے۔"

پھر تیسرے دن کہا "وہ تمہیں پکارنے والی ہے۔"

اسی دن ٹورسٹ بیورو والوں نے اسے ایک فون نمبر دے کر کہا "اس نمبر پر ایک لڑکی سے رابطہ کرو۔ یہ یورپ سے آئی ہے۔ اسے ایک گائیڈ کی ضرورت ہے۔"

اس نے رابطہ کیا۔ فون پر اعلیٰ بی بی کی آواز سنی تو دل نے تیزی سے دھڑکتے ہوئے کہا "یہی ہے۔ یہی ہے وہ، جس کا مجھے انتظار ہے۔"

وہ قیافہ شناس تھا۔ اس کے لب و لہجے کی نرمی نے بتایا کہ اس نرمی کے پیچھے سخت چھپی ہوئی ہے اور لہجے کی گرمی کے پیچھے ٹھنڈک ہے۔ بڑے پیار سے بولتی ہے مگر تولتی ہے تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتی ہے۔

ایک ریسٹورنٹ میں ملاقات کا وقت مقرر ہوا تھا۔ وہ وقت سے پہلے ہی وہاں ایک میز پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس سے ملنے کے بعد وہ بنت عمارہ سے اس کا ذکر کرنے والا تھا۔

اعلیٰ بی بی ایک شان دار کار ڈرائیو کرتی ہوئی پارکنگ ایریا میں آئی۔ وہاں کار میں بیٹھ کر ٹیلی پیتھی کی آنکھ سے دیکھا۔ وہ ایک میز پر بیٹھا اِدھر اُدھر متلاشی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کسی تنہا لڑکی کو پہچاننا چاہتا تھا۔ اس نے فون پر آواز سن کر اندازہ لگایا تھا کہ وہ بہت کم سن ہوگی۔

وہ کار کو لاک کر کے ریسٹورنٹ کے باہر بچھی ہوئی میزوں کی طرف جانے لگی۔ اس نے بڑی حد تک اس کے اور بنت عمارہ کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں۔ آئندہ اس بوڑھی خاتون سے ملنا چاہتی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ اس کے ذریعے مجھ تک پہنچ سکے گی۔

وہ فرمان مصری کی میز کے پاس آ کر اس سے انجان بن کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ فرمان اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے قریب آ کر بولا "ایکسکیوزمی، کیا آپ کسی گائیڈ کو تلاش کر رہی ہیں۔"

اس نے بڑی معصومیت سے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ بولا "میں وہی گائیڈ ہوں۔ میرا نام شیخ فرمان مصری ہے۔"

وہ مسکرا کر مصافحہ کرتے ہوئے بولی "میرا نام آصفہ ہے۔ تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

وہ میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ اعلیٰ بی بی اسے دیکھ کر متاثر ہوئی۔ وہ ایک صحت مند قد آور اور خوب رو جوان تھا۔ اس کی شخصیت میں مردانگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "یہاں دنیا کے تمام ممالک کے لوگ آتے ہیں۔ ایک گائیڈ کی حیثیت سے میری کوشش ہوتی ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ زبانیں سیکھتا رہوں۔ فی الوقت میں عربی' انگریزی' فرانسیسی' جرمن' روسی' چینی اور ہندی زبانیں سمجھتا بھی ہوں اور بولتا بھی ہوں۔"

وہ بولی "میں بھی دنیا کی معروف زبانیں سیکھتی رہتی ہوں۔ تم مجھ سے کسی بھی زبان میں گفتگو کر سکتے ہو۔"

"تم صحت مند اور قد آور ہو لیکن چہرے اور لہجے سے کم سنی ظاہر ہو رہی ہے۔ لڑکیوں سے ان کی عمر نہیں پوچھنا چاہیے پھر بھی میں پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"میں اگلے دو ماہ بعد پورے سولہ برس کی ہو جاؤں گی۔"

"میں اندازہ کر رہا تھا کہ اٹھارہ یا بیس برس کی ہو گی۔"

"میں جمناسٹک کے کمالات سیکھتی رہی ہوں۔ اس لیے جسمانی طور پر بھرپور دکھائی دیتی ہوں۔ کوئی یقین نہیں کرے گا کہ میں اتنی کم عمر ہوں۔"

"میں یقین کر رہا ہوں مگر حیران ہوں کہ اتنی سی عمر میں تم نے کئی زبانیں سیکھ لی ہیں اور تنہا یورپ سے یہاں آئی ہو۔"

"مجبوری لے آئی ہے۔ میرے پاپا کہیں گم ہو گئے ہیں۔ میں انہیں تلاش کر رہی ہوں۔ میرا خیال ہے' میں کسی ماہر نجومی یا غیب کا علم رکھنے والے کسی عامل کی خدمات حاصل کروں تو شاید میرے پاپا کا سراغ مل جائے گا۔"

"ہاں۔ اکثر ایسے عامل کی مدد سے بڑی حد تک سراغ مل جاتا ہے۔ یہاں ایک معمر خاتون ہیں۔ ان کا نام بنت عمارہ ہے۔ میں انہیں ماں کا درجہ دیتا ہوں۔ وہ مجھے بیٹا مانتی ہیں۔ میں ان سے قیافہ شناسی اور علم رمل سیکھتا رہتا ہوں۔ کسی کی تحریر پڑھ کر' ہندسوں کے ذریعے یا تاش کے پتوں کے ذریعے بہت کچھ بتا سکتا ہوں۔"

"میں چاہوں گی کہ اپنے علم کے ذریعے میرے کام آؤ۔ تمہیں منہ مانگا معاوضہ دوں گی۔ اس معمر خاتون بنت عمارہ کے متعلق اور کچھ بتاؤ؟"

"وہ بہت باکمال خاتون ہیں۔ میں بتا نہیں سکتا' وہ کتنی گہری ہیں۔ اکثر غیب کی باتیں بتا دیتی ہیں اور وہ باتیں سچ ثابت ہوتی ہیں۔"

"پھر تو میں سب سے پہلے ان کے پاس جانا چاہوں گی۔ میں جب تک یہاں ہوں تم دن رات میرے گائیڈ بن کر میرے ساتھ رہو گے۔ میں تمہارے علوم سے بھی فائدہ اٹھاتی رہوں گی۔"

"تم اپنا پرابلم بتاؤ۔ ہو سکتا ہے' میں یہاں بیٹھے ہی بیٹھے تمہاری مشکل آسان کر دوں۔ یہ تو تم نے بتایا ہے کہ اپنے پاپا کے لیے پریشان ہو۔ اگر صرف یہی پریشانی ہے تو میں تمہیں اطمینان سے علم رمل کے ذریعے۔"

"میں نے کہا نا' تمہارے علم سے بھی فائدہ اٹھاؤں گی لیکن پہلے مادام بنت عمارہ سے ملنا چاہتی ہوں۔ آج ہی ملنا چاہتی ہو۔ بلکہ ابھی۔"

اس نے اپنا موبائل فون نکالا۔ اس کے نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر بولا "ہیلو ماما! میں فرمان بول رہا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ دوسری طرف سے بنت عمارہ نے کہا "ہاں بیٹے! بولو۔ کیسے ہو؟ کام کیسا چل رہا ہے؟"

"فرسٹ کلاس ماما! میں آپ سے ابھی ملنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ ایک لڑکی ہے۔ وہ ایک اہم ضرورت کے تحت آپ سے ملنا چاہتی ہے۔"

وہ بولی "اس کا مطلب ہے' وہ لڑکی تمہاری زندگی میں آ چکی ہے۔"

فرمان نے نظریں اٹھا کر اعلیٰ بی بی کو بڑی حسرت سے دیکھا پھر کہا "خدا کرے آپ کی زبان مبارک ہو۔"

وہ بنت عمارہ کے دماغ میں پہنچ گئی۔ بنت عمارہ نے ایک گہری سانس لے کر کہا "میں نے پیش گوئی کی تھی۔ میرا ابھی یہی خیال ہے کہ تمہاری دستگیری کرنے والی آ گئی ہے۔"

"کیا ابھی اس کے ساتھ آ جاؤں؟"

"آ جاؤ۔ ہماری تمہاری زندگی میں انقلابی تبدیلیاں آنے والی ہیں۔"

"تھینک یو ماما! ہم ابھی آ رہے ہیں۔"

اس نے فون بند کر کے اعلیٰ بی بی سے کہا "آؤ چلیں۔"

وہ اس کے ساتھ باہر نکل کر بولی "تم میری کار ڈرائیو کرو۔ میں خاموش رہ کر اپنے حالات پر غور کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ اس کی ساتھ والی سیٹ پر آ گئی۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ وہ بنت عمارہ کے اندر پہنچ کر اس کے مزید خیالات پڑھنے لگی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کے پاس پراسرار علوم کا ایک ضخیم نسخہ ہے جو ہزاروں سال پرانا ہے۔ اس کے پردادا نے قدیم مصری زبان کا ترجمہ موجودہ مقامی زبان میں کیا تھا۔ وہ اب اس کے کام آ رہا تھا۔

اس نسخے میں بہت کچھ تھا۔ وہ مقامی زبان میں تھا اور بہت پیچیدہ تھا۔ اعلیٰ بی بی کو ایسے علوم سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ ایسی پیچیدگیوں کو سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے اس کے حالات زندگی معلوم کرتی رہی۔

وہ ایک پرانے طرز کے مکان میں رہتی تھی۔ اس نے مکان سے باہر آ کر اعلیٰ بی بی کا استقبال کیا۔ اس کی پیشانی کو چوم کر کہا "اندر آؤ۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔ خوش آمدید۔"

وہ اس وسیع و عریض مکان کے اندر آئی۔ وہاں جگہ جگہ مسلح ملازم اور خادمائیں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہاں کی سجاوٹ دیکھنے لگی۔ دیواروں پر عجیب و غریب تصویریں کندہ کی گئی تھیں۔ اہرام کے علاوہ ابوالہول کی بھی ایک تصویر تھی۔ کئی تصاویر میں کچھ لوگ پراسرار عمل میں مصروف دکھائی دے رہے تھے۔

ایک دیوار پر ایک بڑا سا ٹی وی اسکرین تھا۔ اس کے ساتھ ایک بڑی سی میز پر ایسی چیزیں رکھی ہوئی تھیں' جو جادوئی عمل کے دوران میں کام آتی ہیں۔ بنت عمارہ نے کہا "تمہیں یہ ماحول پسند نہیں آئے گا۔ میری زندگی تو یہیں گزر رہی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "یہ ماحول میرے مزاج کے خلاف ہے لیکن میرے لیے بالکل نیا اور دلچسپ ہے۔ میں یہاں بیٹھ کر گفتگو کر سکتی ہوں۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ فرمان مصری نے کہا "ماما! آپ کی مہمان کا نام آصفہ ہے۔ ان کے فادر کہیں گم ہو گئے ہیں۔ یہ انہیں تلاش کرنے کے لیے آپ کی مدد چاہتی ہیں۔"

بنت عمارہ نے اس سے کہا "میں تم سے چند سوالات کروں گی۔ تم صحیح جواب دو گی تو میں تمہارے فادر کا سراغ لگانے کی کوشش کروں گی۔"

وہ بڑی سے میز کے پاس گئی۔ وہاں ایک انسانی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔ اس نے اسے دکھاتے ہوئے کہا "دیکھو اس کھوپڑی کے اندر ایک ریموٹ کنٹرول ہے۔ میں اس کے ذریعے اس بڑے سے اسکرین کو آن کر رہی ہوں۔"

اس نے اسکرین کی طرف رخ کر کے اسے آن کیا پھر کہا "میرے سوالات اور تمہارے جوابات اسکرین پر تحریر کی صورت میں ابھرتے رہیں گے۔ میں چاہوں گی کہ تم مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ اور صحیح جوابات دیتی رہو۔"

وہ مقامی زبان میں کچھ پڑھنے لگی پھر بولی "اے حسین شہزادی! تیرا نام کیا ہے؟"

اس کا یہ سوال تحریر کی صورت میں اسکرین پر ابھرنے لگا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "میرا نام آصفہ ہدانی ہے۔"

اسکرین پر تحریر ابھری "میرا نام ـــــ ہے۔"

نام کی جگہ خالی تھی۔ وہاں آصفہ ہدانی لکھا ہوا نہیں تھا۔ بنت عمارہ نے کہا "تمہارا کوئی بھی غلط جواب اسکرین پر نہیں آئے گا۔ وہ جگہ خالی رہے گی۔ صحیح جواب دے کر خالی جگہ کو پر کرو۔"

اعلیٰ بی بی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کا جھوٹ پکڑا جائے گا۔ وہ چند سیکنڈ کے لیے سوچ میں پڑ گئی پھر بولی "میری کچھ مجبوریاں ہیں۔ میں اپنا اصل نام نہیں بتا سکوں گی۔"

بنت عمارہ نے پلٹ کر اسے دیکھا پھر مسکرا کر کہا "کوئی بات نہیں۔ تم اپنے والد تک پہنچنا چاہتی ہو۔ ان کا صحیح نام بتاؤ۔"

اعلیٰ بی بی چپ رہی۔ بنت عمارہ نے کہا "ان کے نام اور تاریخ پیدائش کے بغیر زائچہ نہیں بنے گا۔ تم کبھی انہیں تلاش نہیں کر سکو گی۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ مجھے سوچنے کا موقع دیں۔ میں کل کوئی معقول جواب دے سکوں گی۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ تم اپنے حالات اور مجبوریوں کو ہم سے زیادہ سمجھتی ہو۔ ویسے مجھے ماں کی جگہ سمجھو۔ اگر دشمنوں کے خوف سے اپنی اصلیت چھپا رہی ہو تو مجھے ان دشمنوں کے نام بتاؤ۔ میں انہیں تمہارے مقابلے میں کمزور بنا دوں گی۔"

وہ بولی "میں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ آپ صدق دل سے میرے کام آئیں گی پھر بھی چاہوں گی کہ مجھے کل تک سوچنے کا موقع دیں۔"

"بہتر ہے۔ اچھی طرح سوچ لو۔ کل جس وقت بھی چاہو' یہاں چلی آؤ۔ میرے گھر کا دروازہ تمہارے لیے ہمیشہ کھلا رہے گا۔ کیا اپنے دشمنوں کے بارے میں کچھ بتانا چاہو گی؟"

"ایک نہیں کئی دشمن ہیں اور وہ ٹیلی پیتھی جانتے

ہیں۔"

فرمان نے پریشان ہو کر کہا "او گاڈ! پھر تو وہ تمہارے دماغ میں گھس آتے ہوں گے؟"

"نہیں۔ مجھے یوگا میں مہارت حاصل ہے۔ میں سانس روک کر انہیں بھگا دیتی ہوں۔"

بنت عمارہ نے کہا "آج شام انٹیلی جنس کا ایک افسر یہاں آکر مجھ سے کہہ رہا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو گرفتار کیا گیا ہے۔ تین گھنٹے بعد معلوم ہوا ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو قیدی بنایا گیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے پراسرار علم کے ذریعے انہیں اس طرح قابو میں کروں کہ وہ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکیں۔"

اعلیٰ بی بی نے ان سے انجان بن کر کہا "یہ وہی ہوں گے، جو مجھے پریشان کر رہے تھے۔ پولیس والے انہیں جسمانی طور پر قیدی بنا سکتے ہیں لیکن دماغوں کو زنجیر نہیں پہنا سکیں گے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے آہنی سلاخوں سے باہر آجائیں گے۔"

"میں کسی کو بھی دماغی کمزوریوں میں مبتلا کر سکتی ہوں۔ میں نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دوا کے ذریعے کمزور بنایا ہے۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام راسپوٹین ہے۔ اس کے اعصاب بڑے مضبوط ہیں۔ اس کا دماغ غیر معمولی توانائی کا حامل ہے۔ میرے علم نے بتایا ہے کہ میں اس پر تنویمی عمل کر کے اسے غلام بناؤں گی تو چند گھنٹوں کے بعد تنویمی عمل کا اثر ختم ہو جائے گا۔ وہ پھر آزاد ہو جائے گا۔"

"آپ ایسے خطرناک شخص کو کیسے قابو میں کریں گی؟ وہ آپ کے دماغ میں بھی آسکتا ہے۔ کیا آپ خطرہ محسوس نہیں کر رہی ہیں؟"

"وہ گولی کے زخم کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں تھا۔ تھوڑی دیر پہلے جب میں فرمان سے فون پر باتیں کر رہی تھی۔ تب میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ میں سمجھ گئی وہی شیطان ہے۔"

تھوڑی دیر پہلے فرمان سے فون پر باتیں کرتے وقت اعلیٰ بی بی اس کے اندر گئی تھی اور اس کے خیالات پڑھتی رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا آپ نے اس کی سوچ کی لہروں کو بھگایا تھا۔"

وہ بولی "میں نے ضروری نہیں سمجھا۔ وہ میرے خیالات پڑھ رہا ہوگا لیکن میرے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔ میں نے اپنے دماغ کے ایک خاص حصے کو مقفل کر رکھا ہے۔ وہ میرے اندر رہ کر مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کیا وہ آپ کو نیند کی حالت میں اپنی معمولہ نہیں بنا سکے گا؟"

"نہیں، میرے خلاف کوئی بھی عمل ہو تو میرا ذہن چوکنا ہو جاتا ہے۔ میں نے پراسرار عمل کے ذریعے اپنی اس کھوپڑی کو ایک مضبوط قلعہ بنایا ہے۔ اعصابی کمزوری کی دوا ہو یا زہر میرے کھانے پینے کی کسی چیز میں ہو تو مجھے خبر ہو جاتی ہے۔"

"آپ واقعی باکمال ہیں۔"

"میرا یہ بوڑھا جسم تبھی کسی کے حملوں سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔ کسی بھی ہتھیار سے تھوڑی دیر کے لیے زخمی ہوتی ہوں پھر وہ زخم چند سیکنڈ میں بھر جاتے ہیں۔"

وہ درست کہہ رہی تھی کہ کوئی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا۔ اعلیٰ بی بی بڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھتی رہی تھی پھر بھی یہ باتیں معلوم نہیں ہوئی تھیں جو بنت عمارہ اب اسے بتا رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی کی یہ خوش فہمی ختم ہو گئی کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہے۔ وہ معمر خاتون بہت چالاک تھی۔ کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو دھوکے میں رکھتی تھی۔ وہ بھی دھوکا کھا گئی تھی۔

اس نے سوچا تھا کہ دوسرے دن اپنا اور میرا اصلی نام اور تاریخ پیدائش نہیں بتائے گی۔ وہ اپنے پراسرار عمل سے جھوٹ پکڑ لیتی تھی۔ اعلیٰ بی بی اس کی نیند کے دوران میں اسے اپنی معمولہ بنا کر میرے اصلی نام سے زائچہ بنوانے والی تھی۔ اس طرح معلوم کر سکتی تھی کہ میں کس علاقے اور کس حال میں ہوں؟

لیکن اب اسے معلوم ہو چکا تھا کہ بنت عمارہ کا دماغ اور جسم فولادی ہے۔ اسے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے ذریعے کمزور نہیں بنایا جا سکے گا۔ مجھے تلاش کرنے کے لیے اسے اپنا اور میرا اصلی نام بتانا ہوگا۔ ورنہ وہ کبھی مجھ تک نہیں پہنچ سکے گی۔ بنت عمارہ سے مل کر اس کے پراسرار علوم کے بارے میں جان کر یہ امید کی جا سکتی تھی کہ وہ میرا سراغ لگانے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔

معمر خاتون نے کہا "میں نے ٹیلی پیتھی جاننے والے دو قیدیوں کا ذکر کیا ہے۔ ہمارے شہر میں ایک تیسری خیال خوانی کرنے والی بھی ہے۔ اس نے یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے کہا ہے کہ وہ امریکی دباؤ میں آکر ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو واپس نہ کریں۔ وہ امریکی اکابرین سے نٹ

لے گی اور یہ تائید کی ہے کہ راسپوٹین کو ہمیشہ زخمی اور بیمار بنا کر رکھا جائے۔ ورنہ وہ کسی وقت بھی ان کی قید سے فرار ہو جائے گا۔ وہ حکومت مصر کو حوصلہ دے رہی ہے۔ اسی شہر میں روپوش ہے۔ قیدی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ مس ان نون کہلاتی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کیا آپ اس تیسری کا سراغ نہیں لگا سکتیں؟ اسے اپنے قابو میں نہیں کر سکتیں۔"

وہ بولی "جب تک کوئی دشمنی نہ کرے، تب تک میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔ وہ دو قیدی مجھے اور میرے ملک کے اہم افراد کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لیے میں ان کی مخالف ہوں۔ وہ تیسری میرے ملک کی خاطر سپر پاور امریکا سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ میں اس کی عزت کرتی رہوں گی۔"

"آپ جس کی عزت کرتی ہیں۔ اس سے ملنا نہیں چاہیں گی؟"

"اگر وہ ملنا چاہے تو میں اسے گلے لگا لوں گی۔"

اعلیٰ بی بی اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی پھر اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بولی "میں آگئی۔ مجھے گلے لگا لیں۔"

فرمان نے چونک کر اسے دیکھا۔ بنت عمارہ ہنس کر اٹھ کھڑی ہوئی پھر اسے اٹھا کر گلے سے لگایا اور کہا "میری جان! میں جانتی ہوں، تم فرہاد علی تیمور کی بیٹی اعلیٰ بی بی ہو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "آپ کیسے جانتی ہیں؟"

وہ بولی "تم نے میرے خیالات پڑھے تھے۔ تمہیں معلوم ہوا تھا کہ میرے پاس پراسرار علوم سے تعلق رکھنے والے ہزاروں سال پرانے نسخے ہیں لیکن میرے چور خیالات نے یہ نہیں بتایا کہ وہ پراسرار علوم کیا ہیں؟"

"کیا ہیں؟ کیا اب بتائیں گی؟"

"کئی علوم بہت پیچیدہ ہیں۔ تم سمجھ نہیں پاؤ گی۔ اتنا سمجھ لو کہ ان علوم کے ذریعے میرا دماغ فولادی ہے۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا مجھے دماغی طور پر کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میرے دماغ کو کمزور بنانے یا مجھے مار ڈالنے کی سازش کی جائے گی تو مجھے پہلے سے خبر ہو جائے گی۔"

وہ اعلیٰ بی بی کو اپنے ساتھ صوفے پر بٹھاتے ہوئے بولی "ایسے ہی پراسرار علوم کے ذریعے اپنے جسم کو بلٹ پروف بنا لیا ہے۔ مجھے گولی ماری جائے یا کسی اور ہتھیار سے حملے کیے جائیں تو مجھے طبعی موت سے پہلے موت نہیں آئے گی۔ کتنا ہی گہرا زخم لگے وہ چند سیکنڈ میں بھر جاتا ہے۔"

"یہ آپ بتا چکی ہیں لیکن آپ میرے اور پاپا کے بارے میں کیسے جانتی ہیں؟"

"اسی قدیم نسخے میں ٹیلی پیتھی کا بھی علم ہے۔ میں یہ علم بھی حاصل کر چکی ہوں اور اپنی خیال خوانی کی تکنیک پر ایسا عمل کیا ہے، جس کے نتیجے میں یوگا کے ماہرین بھی میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر پاتے ہیں۔"

اس نے اعلیٰ بی بی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا "تمہیں بھی یوگا میں مہارت حاصل ہے لیکن تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکیں۔ میں نے تمہارے خیالات پڑھ کر تمہاری اصلیت معلوم کی ہے۔"

اعلیٰ بی بی مایوس ہوئی۔ یہ سن کر شکست خوردہ سی ہو گئی کہ وہ معمر خاتون اس کے اندر رہ کر اس کے خیالات پڑھتی رہی اور وہ بے خبر رہی۔ کوئی چوری سے اندر گھس آئے اور سارے راز معلوم کر لے تو وہ راز چرانے والا دشمن لگتا ہے لیکن معمر خاتون اتنی محبت اور ممتا سے پیش آرہی تھی کہ اسے دشمن نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس کی محبت اور ممتا میں کوئی بناوٹ اور دکھاوا نہیں تھا۔ اس کے باوجود کوئی اپنا سگا بھی ہمارے راز تک پہنچے تو شکایت ہوتی ہے۔

وہ بولی "آپ مجھے ماں کا پیار دے رہی ہیں پھر بھی مجھے یہ اچھا نہیں لگا۔ آپ میری لاعلمی میں میرے خیالات پڑھتی رہیں۔"

بنت عمارہ نے کہا "مجھے ماں کہہ رہی ہو تو یقین کرو، میں نے صرف تمہارا اور تمہارے پاپا کا نام معلوم کیا ہے۔ اس کے بعد تمہارے چور خیالات نہیں پڑھے اور یہ ایک ماں کا وعدہ ہے۔ آئندہ تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گی۔"

اعلیٰ بی بی "تھینک یو ماما" کہتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔

فرمان نے کہا "تم ٹیلی پیتھی کے شہنشاہ فرہاد علی تیمور کی صاحب زادی ہو اور ہمارے درمیان بیٹھی ہوئی ہو۔ اس وقت تمہاری اصلیت معلوم کر کے اور اپنے قریب دیکھ کر جو خوشی حاصل ہو رہی ہے، اسے میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے اسے مسکرا کر دیکھا پھر بنت عمارہ سے کہا "آپ کو میرے پاپا کا نام اور تاریخ پیدائش معلوم ہو چکی ہے۔ پلیز آپ جلد سے جلد معلوم کریں، وہ کہاں ہیں؟"

"میں زائچہ بنا کر معلوم کروں گی۔ علم رمل سے بھی کام لوں گی۔ اس میں ایک آدھ گھنٹا صرف ہوگا۔ یہاں بیٹھ کر بور ہونے سے بہتر ہے، فرمان کے ساتھ آؤٹنگ کے لیے جاؤ۔"

تفریح کرو۔ ایک گھنٹے بعد خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرو گی تو میں کچھ بتا سکوں گی۔"

فرمان کے من کی مراد پوری ہوگئی۔ وہ اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتا تھا۔ اس سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ دونوں بنت عمارہ سے رخصت ہو کر مکان کے باہر کار کے پاس آئے۔ فرمان نے پوچھا "کیا میں ڈرائیو کروں؟"

وہ مسکرا کر بولی "اگر زحمت نہ ہو تو ڈرائیو کرو۔ میں تھوڑی دیر تک خیال خوانی کروں گی۔"

وہ کار کی اگلی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ فرمان کار کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "اگر تم خیال خوانی کرتی رہو گی تو میں تمہارے ساتھ رہنے کے باوجود تنہا تنہا سا رہوں گا۔"

"میں صرف چند منٹ تک خیال خوانی کروں گی۔ اس کے بعد تم تنہائی محسوس نہیں کرو گے۔"

وہ راسپوٹین کے اندر پہنچنا چاہتی تھی لیکن اس نے سانس روک لی۔ اسے آنے نہیں دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ چند گھنٹوں میں دماغی توانائی حاصل کر چکا تھا۔ گولی کا جو زخم لگا تھا۔ اس کی تکلیف کم ہوگئی ہوگی۔

اعلیٰ بی بی جیلر کے اندر پہنچی۔ وہ جیل سے کئی کلو میٹر دور سڑک پر زخمی پڑا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ راسپوٹین آہنی سلاخوں سے نکل کر اس کے آفس میں آیا تھا پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کا ریوالور اس سے لیا تھا۔ دوسرے افسران اور سپاہی اسے روک نہ سکے۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ کوئی اس کے راستے کی رکاوٹ بنے گا تو وہ جیلر کو گولی مار دے گا۔

وہ اسے جیل کی گاڑی میں یرغمال بنا کر لے گیا۔ اپنے افسر کی سلامتی کی خاطر مسلح سپاہیوں نے اسے نہیں روکا۔ وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا کئی کلو میٹر دور جا کر رک گیا۔ جیلر کو گاڑی کے باہر دھکا دے کر بولا "جاؤ دفع ہو جاؤ۔"

جیلر وہاں سے بھاگتا ہوا بولا "میں تمہیں فرار نہیں ہونے دوں گا۔ ابھی اس شہر کی ناکہ بندی کراؤں گا۔"

راسپوٹین نے اس کی ایک ٹانگ پر گولی ماری پھر دوسری ٹانگ کو زخمی کیا اور کہا "اسی ویرانے میں پڑے رہو۔ مجھے کوئی نہیں روک سکے گا۔"

اس نے آگے جا کر جیل کی گاڑی چھوڑ دی تھی پھر پتا نہیں اتنے بڑے شہر میں کہاں گم ہو گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے جب اس کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی "کم بخت ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ اس شہر سے نکل جائے گا تو پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔"

پولیس اور انٹیلی جنس والے پورے شہر کی ناکہ بندی کر رہے تھے اور سپاہیوں کو تاکید کر رہے تھے کہ جہاں کہیں ایک لنگڑا شخص دکھائی دے اور وہ اپنے بچاؤ کے لیے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرے تو اسے فوراً گولی مار دی جائے۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے سن رہا تھا اور احکامات دینے والے افسران کے دماغوں میں زلزلے پیدا کر رہا تھا۔ کتنے ہی افسران کو اپنے اپنے ریوالور سے خودکشی کرنے پر مجبور کر چکا تھا۔ اس کی ایسی ظالمانہ کارروائیوں سے تمام بڑے افسروں اور عہدے داروں پر دہشت طاری ہو رہی تھی۔

پھر اس نے مقامی ٹی وی چینل کے ایک انچارج کو ٹریپ کیا۔ وہ انچارج کیمرے کے سامنے آ کر اس ملک کے تمام ٹی وی اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔ اس ملک کے اکابرین کو مخاطب کر کے کہنے لگا "میں راسپوٹین ہوں۔ اس انچارج کے دماغ میں گھس کر اس کی زبان سے بول رہا ہوں۔ یہاں کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے مخاطب ہوں۔ وہ سب دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ مجھے گرفتار کرنے کے لیے تلاش کر رہے ہیں۔ ان سب کو خودکشی کرنے پر مجبور کرتے ہوئے موت کے گھاٹ اتار رہا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے اس انچارج کے اندر پہنچ کر کہا "راسپوٹین! شیطان نہ بنو۔ بے گناہ افسران کو نہ مارو۔"

"تو پھر انہیں سمجھاؤ کہ وہ شہر کی ناکہ بندی نہ کریں۔ کسی لنگڑے کو نہ گرفتار کریں اور نہ ہی گولی ماریں۔"

"تم جتنی بھی پابندیاں لگاؤ' پکڑے جاؤ گے۔ میں تمہیں بھاگنے نہیں دوں گی۔"

"تم سے تو میں اچھی طرح نمٹ لوں گا۔ ابھی ان لوگوں سے نمٹ رہا ہوں۔"

پھر وہ کیمرے کے سامنے بولنے لگا "میں حکم دیتا ہوں کہ تمام سپاہی اور جاسوس اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں۔ کوئی باہر نہ نکلے۔ یہاں کے عوام سے کہتا ہوں۔ وہ کوئی ہتھیار لے کر نہ نکلیں۔ جس کے پاس ہتھیار ہوگا۔ میں اسے اسی کے ہتھیار سے خودکشی کرنے پر مجبور کروں گا۔"

جب سے وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے گرفتار ہوئے تھے' تب سے پورے شہر اور پورے ملک میں یہ بحث عام تھی کہ ٹیلی پیتھی کتنا خطرناک علم ہے اور وہ دو قیدی کسی وقت بھی حکومت کے لیے مصیبت بن سکتے ہیں۔ اب وہ ایک ٹی

وی چینل سے اس ملک کی انتظامیہ کو چیلنج کر رہا تھا۔ کتنے ہی افسران کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا اور ابھی کئی اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو مار ڈالنے کی دھمکی دے رہا تھا اور یہ سب دیکھ رہے تھے کہ وہ اپنی دھمکیوں پر عمل بھی کر رہا ہے۔

پورے شہر میں دہشت طاری ہوگئی تھی۔ عورتیں اور بچے گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں نکل رہے تھے۔ ضرورت کے تحت باہر نکلنے والوں کی تعداد کم ہوگئی تھی۔ اخبار کے ضمیمے شائع ہو رہے تھے۔ پریس والے حکومت سے مطالبہ کر رہے تھے کہ وہ عوام کو ایک پاگل ٹیلی پیتھی جاننے والے سے فوراً نجات دلائے۔

وہ انچارج جو راسپوٹین کا آلہ کار بنا ہوا تھا۔ اسکرین پر نظر آ رہا تھا۔ حکومت کا ایک نمائندہ اس کے پاس آ کر بولا "ہم تمہارے مطالبات تسلیم کرتے ہیں۔ شہر کی ناکہ بندی ختم کی جا رہی ہے۔ صبح ہونے تک پولیس اور جاسوس اپنے گھروں سے نہیں نکلیں گے۔ تم صبح تک ہمارے ملک سے باہر چلے جاؤ۔"

اعلیٰ بی بی نے اس نمائندے کے ذریعے کہا "میں راسپوٹین کی دشمن ان نون بول رہی ہوں۔ یہاں کی حکومت اور عوام سے کہتی ہوں' وہ خوف زدہ نہ ہوں۔ میں چند گھنٹوں میں اسے زندہ گرفتار کروں گی یا پھر وہ کہیں مردہ پایا جائے گا۔"

راسپوٹین نے کہا "ان نون! مجھے مار ڈالنے کی دھمکی نہ دو۔ ایک دن سب ہی مرتے ہیں۔ میں بھی مروں گا لیکن یہاں مرنے سے پہلے یہاں کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم جواب دو کیا تم انہیں مرتے ہوئے دیکھنا چاہو گی؟"

وہ بولی "ہرگز نہیں۔ میں ان کی سلامتی کی خاطر تمہارے راستے کی رکاوٹ نہیں بنوں گی لیکن تم اس ملک سے فوراً چلے جاؤ۔"

وہ دماغی طور پر اس کار میں حاضر ہوگئی جسے فرمان مصری ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس وقت گاڑی فٹ پاتھ کے کنارے رکی ہوئی تھی۔ اسے بڑے پیار سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی "سوری' میں چند منٹ کے لیے خیال خوانی کرنا چاہتی تھی لیکن وہاں معاملہ بگڑ گیا ہے۔ راسپوٹین جیل سے فرار ہو کر اس ملک کے اکابرین کے لیے موت بن گیا ہے۔"

فرمان نے کہا "یہ تو بہت برا ہوا۔ ہمیں اس خطرناک مفرور کو تلاش کرنا چاہیے۔ وہ ائرپورٹ یا سی پورٹ کی طرف ضرور جائے گا۔"

"اس کا راستہ روکا جائے گا تو وہ یہاں کے کئی اکابرین کو مار ڈالے گا۔ بہتر ہے وہ ملک سے باہر جائے پھر میں اسے ٹریپ کروں گا۔ ہماری ماما (بنت عمارہ) اس کے اندر پہنچ کر معلوم کر لیں گی کہ وہ اس ملک سے نکل کر کہاں جا رہا ہے۔"

"ماما نے کہا تھا' تم ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد ان سے رابطہ کر سکتی ہو۔ اب تو دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔ انہوں نے تمہارے پاپا کے بارے میں کچھ معلوم کیا ہوگا۔"

"میں ابھی ان کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے بنت عمارہ کے پاس آئی۔ اس نے کہا "آؤ بیٹی! میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ فرمان کے خیالات نے بتایا کہ تم خیال خوانی میں مصروف ہو پھر تم نے اسے بتایا کہ راسپوٹین دماغی توانائی حاصل کرتے ہی جیل سے فرار ہو کر ہمارے ملک کے حکام اور عوام کے لیے دہشت بن چکا ہے۔"

"میں نے سوچا تھا کہ آپ کو اس کے فرار ہونے کی اطلاع دوں گی۔ آپ کسی روک ٹوک کے بغیر اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے پھر میرا غلام بنا دیں گی۔"

"یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ ہم تھوڑی دیر بعد راسپوٹین سے نمٹ لیں گے۔ میں نے تمہارے پاپا کا زائچہ تیار کیا ہے۔ حروف کے اعداد اور تاش کے پتوں سے بھی معلومات حاصل کر رہی ہوں۔ میں ایسے علوم کے ذریعے کبھی ناکام نہیں ہوتی لیکن اس بار ایک رکاوٹ ہے۔"

"کیسی رکاوٹ ماما؟"

"جہاں تمہارے پاپا ہیں' وہاں بھی کوئی پراسرار علوم جاننے والا ہے۔ وہ کون ہے؟ کہاں ہے؟ یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ اس میں کچھ وقت لگے گا۔"

"او گاڈ! کس پراسرار علوم جاننے والے نے پاپا کو سحر زدہ کر رکھا ہے۔ اسی لیے وہ اپنی آواز اور لب و لہجے کے ساتھ گم ہو گئے ہیں۔ آپ کب تک معلوم کر سکیں گی؟"

"میں کہہ نہیں سکتی۔ ایک دن بھی لگ سکتا ہے۔ ایک ہفتہ بھی لگ سکتا ہے۔ وہ پراسرار علوم جاننے والا بہت زبردست ہے۔ مجھے بڑی محنت کرنی ہوگی۔"

"ماما! میری بے چینی بڑھ گئی ہے۔"

"میں تمہاری بے چینی اور تمہارے جذبات کو سمجھ رہی ہوں۔ ذرا تحمل سے کام لو۔ میں تمہارے پاپا تک تمہیں ضرور پہنچاؤں گی۔ ابھی میرے اندر رہو۔ میں تمہیں راسپوٹین کے پاس .... پہنچا رہی ہوں۔"

راسپوٹین کے بارے میں یہی رائے قائم کی جارہی تھی کہ وہ جلد از جلد اس شہر اور اس ملک سے دور چلا جائے گا لیکن وہ شہر کے مضافات میں تھا۔ ایک بڑے سے بنگلے میں گھس کر وہاں جوان بیوہ عورت کو اپنے قابو میں کرچکا تھا۔ اس بیوہ عورت کا نام ہالہ آفتاب تھا۔

ہالہ اس سے سہمی ہوئی تھی۔ وہ ٹی وی پر دیکھ چکی تھی کہ وہ بہت خطرناک ہے۔ کئی افسران کو قتل کرچکا ہے اور آئندہ بھی وہ اس بنگلے میں چھپ کر تخریبی کارروائیاں کرنے والا ہے۔

اس نے جیل سے فرار ہو کر فیصلہ کیا تھا کہ اسے اسی شہر میں کہیں چھپ کر رہنا چاہیے۔ وہ باہر نکلے گا تو لنگڑا کر چلنے کے باعث پہچان لیا جائے گا۔ مس ان نون کے علاوہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے پتا نہیں کتنے لوگوں کو آلہ کار بنا کر ائرپورٹ، سی پورٹ اور ہائی وے پر تلاش کررہے ہوں گے۔ وہ تو اسے دیکھتے ہی پہلے گولی مار کر زخمی کریں گے پھر اس کے اندر آکر اس کے راسپوٹین ہونے کی تصدیق کریں گے اس کے بعد اسے اپنا غلام بنائیں گے یا ہمیشہ کے لیے اس کا قصہ تمام کردیں گے۔

اعلیٰ بی بی، بنت عمارہ کے اندر تھی۔ اس لیے راسپوٹین، اعلیٰ بی بی کی موجودگی کو سمجھ نہیں پا رہا تھا اور یہ بنت عمارہ کی خیال خوانی کی غیر معمولی تکنیک تھی کہ اس کی سوچ کی لہروں کو کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا کوئی بھی یوگا کا ماہر محسوس نہیں کرپاتا تھا۔ اپنے اندر اس کی موجودگی سے بے خبر رہتا تھا۔

راسپوٹین بھی بے خبر تھا۔ وہ اس بیوہ ہالہ آفتاب سے کہہ رہا تھا "مجھے بھوک لگی ہے۔ فوراً کھانا لاؤ۔ کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ تم یہ دیکھ چکی ہو کہ میں تمہارے دماغ میں گھسا رہتا ہوں۔ تم میری مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکو گی۔"

وہ کھانا گرم کرنے کچن میں آئی۔ وہ اس کی پیچھے پیچھے آیا۔ چونکہ وہاں کی پولیس اور حکمرانوں سے نمٹ رہا تھا۔ اس لیے ہالہ پر تنویمی عمل کرکے اپنی معمولہ بنانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ جبکہ یہ ضروری تھا۔ وہاں کچھ عرصے تک محفوظ رہنے کے لیے ہالہ کو اپنی معمولہ اور کنیز بنا کر رکھنا بہت ضروری تھا۔

بنت عمارہ نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا "تم اس کم بخت کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتی ہو؟"

"اسے جان سے نہیں مارنا چاہتی۔ اس کی زندگی کو موت سے بدتر بنا دینا چاہتی ہوں۔"

پھر تو اسے اندیشوں میں مبتلا رکھنا چاہیے۔ آج اس کی نیند حرام کی جائے۔"

ہالہ نے میز پر اس کے لیے کھانا لا کر رکھا۔ وہ بولا "میرے سامنے بیٹھو اور میرے سامنے رہا کرو۔ تمہارے دور کے رشتے دار ہیں۔ کچھ شناسا بھی ہیں۔ انہیں فون کرو اور کہو تم ابھی کچھ دنوں کے لیے اسکندریہ یا کسی دوسرے شہر جارہی ہو۔ لہٰذا یہاں کوئی نہ آئے اور نہ ہی فون کرے۔ یہ بنگلا مقفل رہے گا۔"

وہ یہ کہتے ہوئے لقمہ اٹھا کر منہ کی طرف لے جانا چاہتا تھا لیکن وہ ناک سے جا کر لگ گیا۔ ہالہ بے اختیار ہنس پڑی۔ اس نے جھینپ کر دیکھا پھر اس لقمے کو منہ میں رکھ کر چبانے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ بے خیالی میں ایسا ہوگیا ہے لیکن اس نے دوسرا لقمہ اٹھایا تو وہ بھی ناک سے جا کر لگ گیا۔ ہالہ پھر ہنسنے لگی۔

اسے ہالہ پر غصہ آنا چاہیے تھا لیکن وہ تشویش میں مبتلا ہوگیا۔ سوچنے لگا "میرا ذہن قابو میں کیوں نہیں ہے؟ ایسا دو بار کیوں ہوا؟"

اس نے تیسری بار بہت توجہ سے لقمہ اٹھایا پھر ٹھیک اسے منہ میں لے گیا لیکن اسے چبانے کے بعد پلیٹ میں اگل دیا۔ ہالہ نے منہ بنا کر کہا "توبہ ہے۔ یہ کیا کررہے ہو؟"

اس نے حیرانی سے سوچا "جس پلیٹ میں کھا رہا ہوں، اس میں کیوں اگل دیا۔ کھانا لذیذ ہے۔ اگلنے کی وجہ بھی نہیں ہے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ اپنے مزاج کے خلاف ایسا کیوں کررہا ہے؟ یوں سوچتے سوچتے اس نے اگلا ہوا لقمہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ اسے نگلنے لگا۔ ہالہ کو کراہیت محسوس ہوئی اسے ابکائی آنے لگی۔ وہ فوراً اٹھ کر واش روم میں چلی گئی۔

جب راسپوٹین کو اس حماقت کا احساس ہوا تو وہ خود بھی قے کرنے لگا۔ تیزی سے چلتا ہوا واش روم میں آیا۔ ہالہ کو ایک طرف دھکا دے کر واش بیسن پر جھک گیا۔ جھکتے ہی اس کا سر نلکے سے ٹکرا گیا۔ ایسی زور کی ٹکر لگی تھی کہ سر چکرا گیا۔ وہیں واش بیسن پر جھک کر سوچنے لگا۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔

سر چکراتا رہے تو سوچنے اور غور کرنے سے بھی اصل بات سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ نہ سمجھنے کے باوجود سمجھ رہا تھا لیکن یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی چپ چاپ اس کے اندر موجود ہے اور وہ اسے محسوس نہیں کررہا ہے۔

وہ بہت زبردست یوگا کا ماہر تھا پھر اس میں یہ غیر معمولی

صلاحیت تھی کہ زخمی ہونے اور کمزوریوں میں مبتلا ہونے کے باوجود چند گھنٹوں میں اس کی دماغی توانائی بحال ہوجاتی تھی پھر وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا تھا اور خیال خوانی کے قابل بھی ہوجاتا تھا۔

وہ خیال خوانی کرتا ہوا جیل سے فرار ہوا تھا اور وہاں کے حکمرانوں کو اپنے دباؤ میں لاچکا تھا۔ یہ سب کچھ دماغی توانائی کے بحال ہونے کے باعث ہوا تھا اور اسی دماغی توانائی سے وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرسکتا تھا۔

پھر وہ دماغ بے قابو کیوں ہورہا تھا؟ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ بے تکی حرکتیں کیوں کررہا ہے؟ ذہنی رو بہک رہی تھی مگر کیوں بہک رہی تھی؟ اس کی کوئی وجہ تو ہونی چاہیے۔

بس ایک ہی وجہ سمجھ میں آرہی تھی۔ جو بات معقول ہوتی ہے، وہی سمجھ میں آتی ہے۔ معقول اندیشہ ایک ہی تھا کہ کوئی اس کے اندر گھس آیا ہے۔ وہی اس سے بے تکی حرکتیں کرا رہا ہے۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا تھا کہ وہ اچانک ہی پاگل پن کی طرف مائل ہو رہا ہو اور اپنے پاگل پن کو سمجھ بھی رہا ہو۔

وہ شکست خوردہ انداز میں واش روم سے باہر نکل کر بیڈ روم میں آیا۔ وہاں بستر کے سرے پر بیٹھ کر سوچ کے ذریعے بولا "کون ہو تم؟"

وہ انتظار کرنے لگا۔ جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے پھر پوچھا "کون ہو تم؟"

پھر وہی خاموشی "گہرا سناٹا" وہی اندیشے کوئی موجود ہے "نہیں کوئی نہیں ہے۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہوں۔ میرے اندر کوئی ہوتا تو میں اسے محسوس کرلیتا۔ آئندہ میں دیکھوں گا کہ مجھ سے کوئی بے تکی حرکت ہوگی یا نہیں؟

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ہالہ دروازے پر کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ بولا "ادھر آؤ۔ میں بہت پریشان ہوں۔ میرے سینے سے لگو۔ مجھے پیار کرو۔ میرا دل بہلاؤ۔"

وہ بولی "پلیز مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ میں نے بیوہ ہونے کے بعد کبھی کسی مرد کو اپنے قریب نہیں آنے دیا۔ تم جب تک چاہو، میرے گھر میں رہو لیکن مجھے بری نیت سے نہ دیکھو۔"

"اے زیادہ پارسا نہ بن۔ دیکھ ابھی کیسے میرے پاس آکر گلے لگے گی۔"

وہ اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ مجبور ہو کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی قریب آنے لگی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا "یہ میری ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔ جسے چاہتا ہوں، اسے اپنی آغوش میں بلا لیتا ہوں لیکن تو وہیں رک جا۔ تو میری بہن ہے۔"

وہ رک گئی۔ خوش ہوگئی۔ یہ پریشان ہوگیا کہ اچانک اسے بہن کیوں کہہ رہا ہے؟

پھر وہ سنبھل کر بولا "نہیں تو میری بہن نہیں ہے۔ تیری جوانی مجھے خوشی کرنے کے لیے ہے۔ وہاں کیوں کھڑی ہے۔ چل بھاگ یہاں سے۔ میں تیری صورت نہیں دیکھنا چاہتا۔"

وہ کمرے سے باہر بھاگ گئی۔ اس نے دروازے کو اندر سے لاک کیا پھر ادھر ادھر دیکھ کر بولا "ارے یہ کہاں چلی گئی؟ کوئی اسے مجھ سے چھین رہا ہے۔"

وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا "اے تو باہر کیوں چلی گئی۔"

"تم نے مجھے کمرے سے بھاگ جانے کو کہا تھا۔"

"اب نہیں کہوں گا۔ اندر آجا۔"

وہ دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے پوچھا "دروازہ کیوں نہیں کھول رہی ہے؟"

"تم نے اندر سے بند کر رکھا ہے۔"

اس نے چونک کر دروازے کو دیکھا۔ وہ مقفل تھا۔ اس کی سوچ نے کہا "یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں نے اسے بہن کہہ دیا۔ کمرے سے بھگا دیا۔ اب دروازہ بند کرکے اسے اندر آنے کو کہہ رہا ہوں۔ کیا میں پاگل ہو رہا ہوں۔"

اس نے آگے بڑھ کر دروازے کی اوپری چٹخنی لگائی پھر لاک کھول کر بولا "اب تم آسکتی ہو۔"

ہالہ نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی پھر بولی "تم نے اندر سے بند کر رکھا ہے۔"

اس نے اوپر چٹخنی لگی ہوئی دیکھی۔ اب اسے یقین ہوگیا کہ وہ کسی کے زیر اثر آگیا ہے۔ وہ ایک دم سے ڈھیلا پڑ گیا۔ ایک صوفے پر جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ بڑے ہی شکست خوردہ انداز میں سوچ کے ذریعے بولا "کون ہو تم؟ فار گاڈ سیک خاموش نہ رہو۔ تم مجھ پر حاوی ہو چکے ہو۔ جب چاہو گے، اپنا معمول بنا لو گے پھر چھپنے کی کیا ضرورت ہے؟ پلیز کچھ بولو۔ تم نہیں بولو گے تب بھی یہی سمجھتا رہوں گا کہ کسی کے زیر اثر آگیا ہوں۔"

وہ جواب کا انتظار کرنے لگا۔ کرب میں مبتلا ہونے لگا۔ اس کے اندر کوئی نہیں بول رہا تھا۔ گہری طویل خاموشی تھی۔ اسے غصہ آنے لگا۔ وہ جھنجلا کر بولا "تم مجھے دھوکا نہیں

دے سکتے۔ میں کبھی یقین نہیں کروں گا کہ تم موجود نہیں ہو۔ تم ہو۔ تم ہو۔ کتے! کمینے! تم ہو۔ میرے اندر رہ کر خاموش نہ رہو۔ بولو۔ بولو ورنہ گندی گندی گالیاں دوں گا۔"

وہ جنون میں آکر چیخنے لگا پھر ایک دم سے چپ ہو گیا۔ بند دروازے کے باہر ہالہ کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔ وہ صوفے سے اٹھ کر بولا "اے کتیا! کیوں ہنس رہی ہے؟"

وہ بولی "چپ کتے کے بچے! سمجھنے کی کوشش کر' میں نے کس طرح تجھے اس کمرے میں قید کر دیا ہے۔ اب تو یہاں سے نکل نہیں پائے گا۔"

وہ دوڑتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ اسے لاک کرنے کے بعد چٹخنی نیچے گرائی پھر اسے کھولا تو وہ نہیں کھلا۔ اس نے لاک کو دیکھا تو غلطی معلوم ہوئی۔ لاک کرنے کے بعد چٹخنی ہٹانے سے دروازہ نہیں کھل سکتا تھا۔

اس بار اس نے چٹخنی چڑھا کر لاک کو کھولا پھر دروازے کو کھولنا چاہا۔ وہ بدستور بند رہا۔ ہالہ نے قہقہہ لگا کر کہا "تو ایسا قیدی ہے' جو خود ہی باہر نکلنے کا راستہ بند کر رہا ہے۔ کتے! تو اس کمرے سے باہر نہیں آسکے گا۔ میں دروازے کو باہر سے بھی بند کر رہی ہوں۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کھول سکتا ہے تو کھول لے۔"

اس نے چٹخنی گرا کر لاک کو کھول کر دروازے کو کھولنا چاہا تو اسے باہر سے بند کیا جا چکا تھا۔ وہ جھنجلا کر خیال خوانی کے ذریعے ہالہ کے اندر پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ بار بار اس کے اندر جانے لگا۔ وہ بار بار سانس روک کر اسے بھگانے لگی پھر ہنستے ہوئے بولی "یہ تمہاری بدنصیبی ہے۔ تم پناہ لینے میرے پاس آئے۔ میرے خیالات پڑھ کر بھی یہ معلوم نہ کر سکے کہ میں وچ ڈاکٹر ہوں۔ پراسرار علوم جانتی ہوں۔ میں تمہیں پولیس اور انٹیلی جنس والوں کے حوالے نہیں کروں گی۔ تمہیں اپنا غلام بنا کر تمہاری ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھاتی رہوں گی۔"

وہ غصے سے دروازے کو لاتیں مارنے لگا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی "تم سر ٹکراتے رہو' تب بھی دروازہ نہیں کھلے گا۔ میں جا رہی ہوں پھر کسی وقت آکر تم پر تنویمی عمل کروں گی۔"

باہر خاموشی چھا گئی۔ اس کی عقل نے سمجھایا' چیخنے چلانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ٹھنڈے دماغ سے اپنے حالات پر غور کرنا ہوگا۔ یہاں سے نکل بھاگنے کی تدبیر کرنی ہوگی۔

"لیکن تدبیر کیسے کروں؟ ہالہ وچ ڈاکٹر ہے۔ یہ اپنے پراسرار علوم سے مجھے الو بناتی رہی۔ مجھ سے بے تکی حرکتیں کراتی رہی۔ کیا واقعی یہ میرے دماغ میں آتی ہے؟"

اس نے سوچ کے ذریعے مخاطب کیا "ہالہ! کیا تم میرے اندر ہو؟ کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟ جب تم نے یہ بتا دیا کہ وچ ڈاکٹر ہو تو اور کچھ نہ چھپاؤ۔ بولو ہالہ! بولو۔"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اب اسے غصہ نہیں آرہا تھا۔ وہ بڑے صبر و تحمل سے نجات حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ سوچنے کے دوران میں یہ بات کھٹک رہی تھی کہ وہ دماغ میں کیوں نہیں آرہی ہے؟ اگر نہیں آرہی ہے تو اپنی مرضی کے مطابق کیسے نچا رہی ہے؟ کیا وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں' کسی پراسرار علم کے ذریعے ایسا کر رہی ہے؟

بنت عمارہ نے اعلیٰ بی بی سے کہا "اس کم بخت کو الجھتے رہنے دو۔ میں پھر فرصت سے آؤں گی اور اسے تگنی کا ناچ نچاتی رہوں گی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "رات گزرتی جا رہی ہے۔ آپ آرام کریں۔"

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر فرمان سے کہا "میں ماما کے ساتھ مصروف تھی۔ تم بور ہوتے رہے۔"

وہ بڑے پیار سے بولا "میرے لیے یہی بہت ہے کہ تم میرے قریب ہو۔"

وہ اس کے پیار کے انداز کو نظر انداز کر رہی تھی۔ اس نے کہا "بس ایک مصروفیت اور ہے۔ میں پندرہ بیس منٹ میں واپس آکر تم سے باتیں کروں گی۔ ہم کچھ کھائیں گے مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

وہ ہالہ کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے راسپوٹین سے بچائے رکھنا بہت ضروری تھا۔ اس نے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ ایک مختصر سے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا تاکہ راسپوٹین اس کے اندر نہ پہنچ سکے۔

○☆○

میں سر اٹھائے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایک ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا محل کے چاروں طرف گردش کر رہا تھا۔ ٹینا میرے ساتھ ہیلی پیڈ سے دور کھڑی ہوئی تھی۔ میں موبائل فون کان سے لگائے کماری یوجا کلیانی سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں تھی اور اب محل کے ہیلی پیڈ پر اتر رہی تھی۔ میرے پاس آنے کے لیے بے چین ہو رہی تھی۔

میں اس سے زیادہ بے چین تھا۔ وہ میری محبوبہ تھی۔ اس سے میری شادی ہونے والی تھی اور میں اسے بھولا ہوا تھا۔ مجھے اس کی صورت شکل بھی یاد نہیں تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا' وہ کیسی ہے؟ کیا میرے مزاج اور معیار کے مطابق

ہے؟

ہیلی کاپٹر نیچے اتر گیا۔ گردش کرتا ہوا پنکھا آہستہ آہستہ تھمنے لگا۔ اس کا سلائیڈنگ دروازہ کھلا تو وہ دور سے دکھائی دی۔ وہ مسکراتی ہوئی ہیلی کاپٹر سے باہر آئی۔ میں اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ دونوں بانہیں پھیلائے تقریباً دوڑتے ہوئے مجھ سے آکر لپٹ گئی۔

گلے لگنے سے اس کی دھڑکنوں نے بتایا' وہ بھرپور ہے۔ ایک مہنگے امپورٹڈ پرفیوم میں بسی ہوئی تھی۔ سانسوں میں مہک رہی تھی۔ ساڑی اتنی خوب صورتی سے پہنی تھی کہ بدن کی زرخیزی کہیں ڈوب رہی تھی' کہیں ابھر رہی تھی۔ گلے لگنے کے باعث اس کا منہ دوسری طرف تھا۔ میں نے کہا "سوری پوجا! تمہیں بازوؤں میں سمیٹ کر بھی یاد نہیں آرہا ہے کہ ہم پہلے بھی اتنی محبت سے ملتے رہے ہیں۔"

وہ بولی "کوئی بات نہیں۔ اپنے ذہن پر زور نہ ڈالو۔ رفتہ رفتہ سب یاد آجائے گا۔ میں پیار سے اور اپنی اداؤں سے تمہیں یاد دلاتی رہوں گی۔"

"مجھے تو تمہارا چہرہ بھی یاد نہیں ہے۔ اپنی صورت تو دکھاؤ۔"

وہ میرے سینے سے الگ ہو گئی۔ اپنا چہرہ میری نگاہوں کے سامنے لے آئی۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں کنول کی طرح کھل کر مسکرا رہی تھیں "لو دیکھو۔ کیسی لگتی ہوں؟"

"خوب صورت ہو۔ آنکھیں کنول ہیں تو ہونٹ گلاب۔ چہرہ آفتاب ہے۔ رات کو مہتاب ہوتا ہوگا۔ تم اتنا حسن لے کر اس جزیرے میں تنہا رہتی ہو۔ کوئی تمہیں اٹھا کر نہیں لے جاتا؟"

"میں تنہا نہیں رہتی۔ تم ہمیشہ ساتھ رہتے ہو۔ میرے جسم و جان کے محافظ ہو۔ کس کی مجال ہے کہ میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔ شاید تم دنیا کے پہلے محافظ ہو جو کسی ہتھیار کے بغیر میری حفاظت کرتے ہو۔"

"ہتھیار کے بغیر حفاظت کرتا ہوں؟ وہ کیسے؟"

"کیا ٹینا نے تمہیں نہیں بتایا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"ہاں بتایا تھا۔ میں کئی بار خیال خوانی کی کوششیں کر چکا ہوں اور ناکام رہا ہوں۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ مجھے ٹیلی پیتھی جیسا علم آتا ہے۔"

"یقین آجائے گا۔ تم جلد ہی خود بخود خیال خوانی کرنے لگو گے۔"

اس نے چہرے کو اور قریب کیا پھر کہا "تم مجھے گلے لگاتے ہی پیار کرتے ہو۔ تمہیں یاد دلا رہی ہوں۔"

وہ ہونٹوں کو اور قریب لے آئی۔ میں نے ہچکچاتے ہوئے آس پاس دیکھا۔ ایک طرف ٹینا کھڑی ہوئی تھی۔ دوسری طرف دو مسلح شخص یوں مستعد دکھائی دے رہے تھے جیسے کسی حکم کے منتظر ہوں۔ وہ ہم سے دور تھے۔ ہماری باتیں نہیں سن سکتے تھے۔ وہ بولی "پیار کیوں نہیں کرتے؟"

میں جھجک رہا تھا۔ میں نے کہا "اندر چلو۔ سب دیکھ رہے ہیں۔"

"دیکھنے دو۔ سب ہماری داسیاں اور غلام ہیں۔ جب تم مجھے سب کے سامنے پیار کرتے ہو تو مجھے اچھا لگتا ہے اور میں مغرور ہو جاتی ہوں۔"

"مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔ اندر چلو۔"

"کیا میری بات نہیں مانو گے؟"

"کیا تم زبردستی بات منواتی ہو؟ اگرچہ مجھے کچھ یاد نہیں ہے لیکن میری انا' میرا مزاج اور میری مردانگی کہتی ہے' عورت سے اپنی بات منوانی چاہیے۔ چلو۔"

میں نے اس کے بازو کو سختی سے پکڑا۔ وہ ایک ہائے کے ساتھ بولی "تمہارا یہی انداز مجھے مار ڈالتا ہے۔"

میں نے آگے بڑھتے ہوئے کھینچا۔ وہ کھنچتی ہوئی میرے ساتھ چلنے لگی۔ میں نے پوچھا "یہ دو مسلح شخص کون ہیں؟ ہمارے پیچھے کیوں آرہے ہیں؟"

اس نے پلٹ کر ایک کی طرف اشارہ کیا "یہ جادیو ہے۔ جب میں تم سے دور جزیرے سے باہر جاتی ہوں تو یہ میرا محافظ بن کر ساتھ رہتا ہے۔ لومڑی کی طرح چالاک' چیتے کی طرح پھرتیلا اور ہاتھی کی طرح طاقت ور ہے۔"

میں نے کہا "یعنی یہ انسان نہیں جانور ہے۔"

وہ غصے سے غرا کر میری طرف بڑھا۔ پوجا نے ڈانٹ کر کہا "جادیو! رک جاؤ۔"

وہ رک گیا۔ غصے سے بولا "یہ میری انسلٹ کر رہا ہے۔"

"یہ تمہارے مالک ہیں۔ پیچھے جاؤ۔"

وہ پیچھے ہٹ گیا۔ پوجا نے مجھ سے کہا "ٹائٹ نہ کرو۔ میں اسے بہت عرصے بعد جزیرے میں لائی ہوں۔ یہ پہلی بار تمہیں دیکھ رہا ہے۔ آگے چل کر تم سے مانوس ہو جائے گا۔"

وہ دوسرے مسلح شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی "یہ ہردیو ہے۔ میرا نیا باڈی گارڈ۔ میں کسی نئے اور اجنبی شخص پر بھروسا نہیں کرتی۔ جادیو نے اس کی ضمانت دی ہے

اور میں جادیو پر اندھا اعتماد کرتی ہوں۔"

میں نے کہا "تم ابھی مجھے اپنا محافظ کہہ رہی تھیں۔"

"یہ دونوں میری جان کے محافظ ہیں اور تم جسم و جان کے محافظ ہو۔ یہ یہاں کبھی کبھی آتے ہیں۔ تم میرے ساتھ دن رات رہتے ہو۔"

اس نے دونوں سے کہا "جاؤ آرام کرو۔ ضرورت ہوگی تو بلاؤں گی۔"

وہ چلے گئے۔ ٹینا ہمارے ساتھ بیڈ روم کے دروازے تک آئی۔ اس نے ہمارے لیے دروازہ کھولا۔ ہم اندر آئے۔ اس نے دروازے کو باہر سے بند کردیا۔ پوجا نے میری گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "یہاں کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔"

میں نے اس پر جھکتے ہوئے کہا "میں دل سے پیار نہیں کرسکوں گا۔ میرا ذہن بری طرح الجھا ہوا ہے۔ ایک تو میں اپنا ماضی بھول گیا ہوں۔ دوسرا یہ کہ تم بھارت سرکار سے مقدمہ لڑ رہی ہو۔ ٹینا کہہ رہی تھی کہ بھارتی فضائیہ یہاں حملے کرسکتی ہے۔ سمندری راستوں سے ان کی گوریلا فوج آسکتی ہے۔"

"ہاں بہت کچھ ہوسکتا ہے۔ میں جتنا سمجھ رہی ہوں' اس سے زیادہ ہم پر مصیبتیں آسکتی ہیں لیکن میں نے مرنا سیکھا ہے' ڈرنا نہیں سیکھا۔ میں تمہارے ذریعے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دوں گی۔"

"تمہیں میری ٹیلی پیتھی پر بہت بھروسا ہے۔ جب کہ میں نہیں جانتا' یہ کیا ہوتی ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو بھولا ہوا ہے' تم اس کے بھروسے پر ایک بڑی فوجی طاقت سے ٹکرانا چاہتی ہو۔ کیا یہ نادانی نہیں ہے؟"

"فی الحال اسے میری نادانی کہہ لو۔ جب تمہاری خیال خوانی کی صلاحیت لوٹ آئے گی۔ تب تم مان لوگے کہ ہم کتنے طاقت ور ہیں۔ تم دشمنوں کے دماغوں میں گھس کر ان کے منصوبے معلوم کرو گے۔ ان کے حملوں کو ناکام بناؤ گے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ یہاں جزیرے اور میرے محل میں چھپے ہوئے جاسوسوں کو پکڑ سکو گے۔"

بے شک گھر کے بھیدی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ آستین کے سانپ کی طرح چھپے رہتے ہیں۔ نظر نہیں آتے۔

بند کمرے میں پوجا کلیانی مجھے اپنے حالات بتا رہی تھی اور کمرے کے باہر محل کے اندر سازشیں ہو رہی تھیں۔ میں ان سازشوں سے بے خبر تھا لیکن بعد میں جو کچھ معلوم ہوا' اسے ابھی بیان کر رہا ہوں۔

بھارتی فوج کے اعلیٰ افسران کلیانی جزیرے کے خلاف کارروائیاں شروع کرچکے تھے۔ ان کے کئی جاسوس اور گوریلا فائٹرز کماری پوجا کلیانی کے سیکیورٹی گارڈز کے بھیس میں وہاں موجود رہتے تھے۔ بھارتی فوج کے کمانڈر کا حکم ملتے ہی پوجا کلیانی کو گرفتار کرکے اس جزیرے پر قبضہ جما کر بڑی رازداری سے پوجا کی لاش کو سمندر میں پھینک دیتے۔ دنیا والوں کو خبر نہ ہوتی کہ پوجا کہاں گئی اور وہاں بھارتی فوج کیسے آگئی۔ یہی سمجھا جاتا کہ پوجا کلیانی جزیرے کو بھارت سرکار کے حوالے کرکے یورپ یا امریکا چلی گئی ہے۔

گیسوں کے ساتھ تھن بھی پس جاتا ہے۔ پوجا کے ساتھ میری بھی شامت آنے والی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ بھارت سرکار مقدمہ ہارنے کے بعد ایکشن میں آئے گی جبکہ فوج کا سیکرٹ مشن شروع ہوچکا تھا۔ پوجا کی عاقبت نااندیشی مجھے موت کے جزیرے میں لے آئی تھی۔

رات ہوچکی تھی۔ پوجا کے خاص باڈی گارڈز جادیو اور ہردیو ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان شراب کی بوتل اور دو بھرے ہوئے گلاس رکھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں اچھے باڈی بلڈر تھے۔ ان میں جادیو واقعی ہاتھی کی طرح طاقت ور تھا۔ اکیلا کئی دشمنوں کو مار گراتا تھا۔ شراب پینے کے بعد غصے میں اور زیادہ خوفناک ہوجاتا تھا۔ کبھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے سامنا نہیں ہوا تھا۔ کبھی سانس روکنے کا مسئلہ پیش نہیں آیا تھا اور اب بھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے خطرہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ شراب سے شغل کر رہے تھے۔

جادیو دراصل بھارتی کمانڈوز کا ایک افسر تھا۔ اس نے آرمی کے ایک منصوبے کے تحت کماری پوجا کلیانی کا اعتماد حاصل کیا تھا۔ پچھلے چار ماہ میں خود کو اس کا وفادار ثابت کیا تھا۔ دوسری طرف سے کئی بھارتی گوریلا فائٹرز' سیکیورٹی گارڈز بن کر محل کے اندر اور باہر پہنچ گئے تھے۔ جادیو آج ہردیو کو بھی باڈی گارڈ بنا کر وہاں لے آیا تھا۔ ان سب کا تعلق فوج سے تھا اور وہ موبائل فون کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے تھے۔

انہیں اطلاع ملی تھی کہ ایک عمر رسیدہ شخص کو بے ہوشی کی حالت میں ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے لایا گیا ہے اور اسے کماری پوجا کلیانی کے بیڈ روم میں پہنچایا گیا ہے۔ قارئین سمجھ رہے ہوں گے' یہ اطلاع میرے بارے میں تھی۔ محل میں عام ملازمین سے لے کر سیکیورٹی گارڈز اور ان

کے افسران تک کو یہ بات سمجھائی گئی تھی کہ میرا نام سلمان قیصر ہے۔ میں کماری پوجا کلیانی کا منگیتر ہوں۔ ہماری شادی جلد ہونے والی ہے۔ چونکہ میں بیمار ہوں اس لیے کچھ عرصے کلیانی جزیرے میں رہنے آیا ہوں۔

اتنے بڑے محل میں صرف ٹینا کو میری اصلیت معلوم تھی۔ بھارتی گوریلا فائٹرز کو شبہ تھا کہ میں سلمان قیصر نہیں ہوں اور نہ ہی پوجا کا منگیتر ہوں۔ میری اصلیت کچھ اور ہے۔ پوجا کسی خاص مقصد کے لیے مجھے وہاں لائی ہے۔

میں کون ہوں؟ یہ میں نہیں جانتا تھا۔ یہاں کیوں لایا گیا ہوں؟ یہ جان گیا تھا۔ بھارتی گوریلے اور جاسوس یہ جاننا چاہتے تھے۔ اسی لیے جادیو اور ہردیو وہاں آئے ہوئے تھے۔ جادیو کو یہ معلوم تھا کہ کماری پوجا کلیانی کی دست راست اور ہم راز صرف ایک ٹینا ہے۔ وہی میرے بارے میں اسے بہت کچھ بتا سکے گی۔

ہردیو نے گلاس خالی کرتے ہوئے کہا "جادیو! تم کہتے ہو' ٹینا بہت گہری ہے۔ پیٹ کی بات زبان پر نہیں لاتی ہے پھر یہ کیوں امید رکھتے ہو کہ وہ سلمان قیصر کے بارے میں تم سے سچ بولے گی۔"

"نہیں بولے گی تو سچ اگلوانا ہوگا۔ ابھی ہم ایک گلاس اور پئیں گے پھر اس کے کمرے میں جائیں گے۔ دروازہ اندر سے بند کرکے اسے شیشے میں اتاریں گے۔"

"ابھی اس کے پاس جانا ہے تو اور نہ پیو۔ تم نشے میں درندے بن جاتے ہو۔"

"دو گلاس سے نشہ نہیں ہوگا۔ فکر نہ کرو۔ دوسرا گلاس بناؤ۔"

وہ بوتل کھول کر اپنے اور اس کے لیے دو گلاس بنانے لگا۔ فون کی گھنٹی سنائی دی۔ جادیو نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔ میں جادیو بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ایک گوریلے کی آواز سنائی دی "سر! ٹینا پچھلی رینگ کی طرف نکلنے آئی ہے۔ کیا اسے تنہائی میں دبوچ لیا جائے؟"

"بہت ہوشیاری سے دبوچنا ہوگا۔ پوجا کے سیکیورٹی گارڈز کو ادھر نہیں آنا چاہیے۔ پہلے اچھی طرح پلاننگ کرو پھر اسے قابو میں کرو۔ ہم آرہے ہیں۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولا "ہردیو! آیہ اچھا ہے کہ محل کے باہر تاریکی میں اسے گھیرا جا رہا ہے۔ آؤ چلتے ہیں۔"

وہ دونوں بھرے ہوئے گلاس اٹھا کر غٹاغٹ پینے لگے پھر گلاس خالی کرکے انہیں میز پر رکھ کر وہاں سے روانہ ہوگئے۔

مارشل آرٹ
کراٹے
ابتدا سے بلیک بیلٹ
تک کی مشقیں
ان لوگوں کے لئے جو تنہا یا کسی ایک ساتھی کے ساتھ کراٹے سیکھنا چاہتے ہیں۔
اردو میں پہلی بار کراٹے سکھانے کی ایک مکمل اور آسان کتاب
قیمت 40 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں
خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

محل کے باہر قمقمے روشن رہتے تھے لیکن ان کی روشنی دور ریلنگ تک نہیں جاتی تھی۔ ادھر تاریکی رہتی تھی۔ مضبوط ریلنگ کے دوسری طرف گہری پستی تھی۔ اس طرف لڑھکنے والا سنبھل نہیں سکتا تھا۔ دو سو فٹ گہری کھائی میں گر کر اوپر پہنچ جاتا تھا۔

ٹینا کو کسی دشمن کا ڈر نہیں تھا۔ وہ یہی سمجھ کر ادھر تاریکی میں آئی کہ وہاں اپنے ہی سیکورٹی گارڈز ہیں۔ انہوں نے اسے باتوں میں لگالیا۔ ایک نے کہا "میڈم! ہم نے سلمان قیصر صاحب کو پہلی بار یہاں دیکھا ہے۔ ہمیں یقین نہیں آرہا ہے کہ یہ میڈم کلیانی کے منگیتر ہیں۔"

ٹینا نے پوچھا "تمہیں یقین کیوں نہیں آرہا ہے؟"

"اس لیے کہ وہ مسلمان ہیں۔ یہ سوچنے سے بھی برا لگتا ہے کہ ایک مسلمان ہماری کسی ہندو عورت کا پتی بنے گا۔"

"کیوں برا لگتا ہے؟ کتنی ہی مسلمان عورتیں ہندوؤں سے اور ہندو عورتیں مسلمانوں سے شادیاں کرتی ہیں۔"

"ہمارے مہاراشٹر میں کوئی ہندو عورت کسی مسلمان کا نام بھی لے تو ہم اسے اور اس کے مسلمان عاشق کو گولی مار دیتے ہیں۔"

"ایسی عورتیں دوسرے ملکوں میں جاکر مسلمانوں سے شادیاں کرتی ہیں۔ وہاں تم ان کا کیا بگاڑ لیتے ہو؟"

"ہم آپ سے بحث نہیں کریں گے۔ اتنا بتادیں، آخر اس سلمان قیصر میں کیا خوبی ہے؟ میرا مطلب ہے، میڈم کلیانی کوئی خاص خوبی دیکھ کر ہی انہیں اپنا بنا رہی ہوں گی۔"

جادیو اور ہردیو وہاں آگئے۔ ہردیو نے کہا "یہ اہم سوال ہے۔ ہم بھی تم سے یہی پوچھ رہے ہیں۔ سلمان قیصر کی اصلیت کیا ہے؟"

وہ بولی "تم ایسا بے تکا سوال کیوں کررہے ہو؟ سیدھی سی بات ہے۔ ہماری میڈم کا دل سلمان صاحب پر آگیا ہے۔"

جادیو نے ہاتھ بڑھا کر اس کے جبڑوں کو دبوچ لیا۔ ٹینا کو یوں لگا جیسے اس کے جبڑے فولادی شکنجے میں آگئے ہیں اور اب ٹوٹنے والے ہیں۔ وہ بولا "جب میں پی لیتا ہوں تو درندہ بن جاتا ہوں۔ تمہارے جیسی عورتوں کا کچومر نکال دیتا ہوں۔ سچ بتاؤ۔ یہ سلمان قیصر کون ہے؟"

وہ بول نہیں پارہی تھی۔ اس نے جبڑے چھوڑ دیے۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگی۔ وہ بولا "تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ اپنے دیس کی وفادار رہو۔ تمہاری میڈم کلیانی بھارت سرکار سے مقدمہ لڑ کر کھلی غداری کررہی ہے۔ تم نہ کرو۔ ہمارا ساتھ دو۔"

"میں غدار نہیں ہوں۔ سچ کہہ رہی ہوں۔ سلمان قیصر ایک عام سا انسان ہے۔ بے انتہا دولت مند ہے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی۔"

جادیو نے اپنے آدمیوں سے کہا "تم لوگوں کے پاس سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور ہیں۔ یہ ذرا بھی چیخنا چاہے تو فوراً گولی مار دو۔ اس کے کپڑے اتار کر باری باری اس کے بدن کی دھجیاں اڑاؤ۔ جب یہ سچ بولے تو اسے کپڑے پہنا دو۔"

وہ پلٹ کر بھاگنا چاہتی تھی۔ دو گوریلا فائٹرز نے اسے پکڑلیا۔ اس نے چیخنا چاہا تو اس کے منہ میں ریوالور کی نال گھسادی۔ اس کا لباس اتارنے لگے۔ وہ رونے لگی تو لباس کو پھاڑنے لگے پھر اسے زمین پر پٹخ دیا۔

میں بے خبر تھا۔ بند کمرے میں پوجا سے اپنے بارے میں سوالات کررہا تھا۔ وہ مجھے وہی جواب دے رہی تھی۔ جو مجھے کمپیوٹر اور ٹینا سے معلوم ہوچکا تھا۔ میں اور پوجا سوچ بھی نہیں سکتے کہ باہر اس بے چاری کے ساتھ درندگی کی انتہا کی جارہی ہے۔

وہ بڑی سخت جان تھی۔ پوجا کی وفادار تھی۔ میری اصلیت نہیں بتارہی تھی۔ ایک ایک گوریلے کا ظلم برداشت کررہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک گوریلے نے ظلم کرنے کے لیے اپنا لباس اتارا تو اس کا ریوالور گر کر ٹینا کے ہاتھ کے پاس آیا۔ اس نے فوراً ریوالور اٹھا کر اسے گولی ماردی پھر اس نے دوسرے کا نشانہ لیا لیکن ٹریگر دبانے سے پہلے ہی ایک گولی آکر اس کے سر میں پیوست ہوگئی۔ وہ تکلیف برداشت نہ کرسکی۔ فوراً ہی دم نکل گیا۔

انہوں نے اسے اور اپنے گوریلا ساتھی کی لاشوں کو اٹھا کر گہری کھائی میں پھینک دیا۔ ہردیو نے کہا "ٹینا کے ہاتھ میں جو ریوالور آیا تھا۔ اس میں سائیلنسر نہیں لگا تھا۔ اس کی آواز دور تک گئی ہوگی۔"

جادیو نے کہا "موبائل کے ذریعے تمام گوریلا ساتھیوں کو الرٹ کردو۔ ہم پوجا کے کمرے میں جاکر اسے گن پوائنٹ پر رکھیں گے پھر سلمان قیصر سے اس کی اصلیت اگلوائیں گے۔ وہ سچ نہیں بولے گا تو اسے گولی ماردیں گے۔ ویسے بھی اس جزیرے میں اس کا وجود غیر ضروری ہے۔ کم آن۔۔۔!"

وہ محل کی طرف جانے لگے۔ میں اب تک اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ موت میری طرف چلی آرہی ہے۔

اور میں ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے بھی محروم تھا۔

ٹینا نے جس ریوالور سے گولی چلائی تھی۔ اس میں سائیلنسر لگا ہوا نہیں تھا۔ رات کے سناٹے میں فائرنگ کی آواز دور تک گونجتی گئی تھی۔ وہ آواز میں نے بھی سنی پھر پوجا سے پوچھا "کیا ہمارے گارڈز رات کو فائرنگ کرتے ہیں؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا "نہیں۔ پتا نہیں کسی نے کیوں فائر کیا ہے۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

باہر پوجا کلیانی کے وفاداروں نے بھی وہ آواز سنی تھی پھر ادھر دوڑتے گئے تھے۔ جادیو کے گوریلا فائٹرز نے ان پر گولیاں برسائیں۔ ان میں سے کچھ مارے گئے۔ کچھ ادھر اُدھر چھپ کر جوابی فائر کرنے لگے۔

پوجا انٹرکام کے ذریعے ٹینا کو بلانا چاہتی تھی۔ مسلسل فائرنگ کی آوازیں سن کر گھبرا گئی۔ مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے فوراً ہی اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ دوسری طرف بھی ایک دروازہ تھا۔ اسے بھی بند کردیا۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پوجا نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے سیکیورٹی افسر نے کہا "میڈم! آپ کے دونوں باڈی گارڈز جادیو اور ہردیو غدار ہیں۔ انہوں نے ہمارے چار گارڈز کو ہلاک کیا ہے۔ وہ محل کے اندر آنا چاہتے ہیں۔ ہم ان کا راستہ روک رہے ہیں۔ آپ ہوشیار رہیں۔"

وہ حیرانی سے بولی "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ جادیو میرا وفادار محافظ ہے۔ وہ غداری نہیں کرے گا۔ ہیلو۔ ہیلو۔ ہیلو۔"

سیکیورٹی افسر نے مختصر سی اطلاع دی تھی۔ خطرے سے آگاہ کرکے فون بند کردیا تھا۔ کیونکہ وہاں کاؤنٹر فائرنگ ہورہی تھی۔ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہوگیا تھا۔ میں نے کہا "آج میں نے پہلی بار جادیو کو دیکھا تھا۔ میری چھٹی حس نے خطرے کا احساس دلایا مگر میں نے توجہ نہیں دی۔ تم کیسے کہتی ہو کہ وہ وفادار ہے؟"

"میں نے اسے کئی بار آزمایا ہے۔ مجھے اس پر اعتبار ہے۔"

"کیا تمہیں اپنے سیکیورٹی افسر پر بھروسا نہیں ہے؟ کیا وہ جھوٹ بول رہا ہے؟"

میں انٹرکام کے ذریعے ٹینا سے رابطہ کرنے لگا۔ پوجا نے کہا "مجھے سیکیورٹی افسر پر بھی بھروسا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، وہ آپس میں کیوں لڑ رہے ہیں؟"

میں نے کہا "ٹینا سے رابطہ نہیں ہورہا ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں ہے؟"

وہ ناگواری سے بولی "کسی یار کی آغوش میں ہوگی۔ پکی عیاش ہے۔"

میں نے پوچھا "یہاں ریوالور یا کوئی دوسرا ہتھیار ہے؟"

"میں نے اپنے بیڈ روم میں کبھی ہتھیار نہیں رکھا۔ کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پوجا نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میڈم! میں آپ کا خادم جادیو ہوں۔ یہ آپ کے کئی گارڈز باغی ہوکر ہم پر گولیاں برسا رہے ہیں۔"

وہ بولی "جادیو یہ کیا ہورہا ہے؟ ابھی سیکیورٹی افسر تم دونوں کو غدار کہہ رہا تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ تم ان پر گولیاں برسا رہے ہو!"

"میں آپ کا وفادار ہوں۔ غداری کیوں کروں گا۔ سیکیورٹی افسر جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ آپ کو نقصان پہنچانے کے لیے محل کے اندر آنا چاہتا ہے۔ ہم اس کا راستہ روک رہے ہیں۔"

"یہی بات وہ کہہ رہا تھا کہ تم محل میں داخل ہونا چاہتے ہو۔ وہ اور اس کے گارڈز تمہارا راستہ روک رہے ہیں۔"

"وہ چالباز، جھوٹا اور مکار ہے۔ جب تک میں آکر آواز نہ دوں۔ آپ دروازہ ہرگز نہ کھولیں۔"

"ٹھیک ہے۔ صرف تمہاری آواز سن کر دروازہ کھولوں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے کہا "تم اس کی آواز پر دروازہ نہیں کھولو گی۔ ایسا اندھا اعتماد تمہارے ساتھ مجھے بھی لے ڈوبے گا۔"

"میں جادیو کو تم سے زیادہ جانتی ہوں۔ ایک بار اس نے ایک دشمن سے میری عزت بچائی تھی۔ تم اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اس وفادار کو کیسے پہچانو گے؟"

"میں بحث نہیں کروں گا۔ آخری بار کہہ دو۔ مجھ پر بھروسا کرو گی یا جادیو پر۔"

"جادیو پر بھروسا کرکے ہی میں نے اسے باڈی گارڈ بنایا ہے۔ تم میرے محل میں ہو۔ میں جو کہوں گی، تم وہی کرو گے۔"

"سوری۔ میں تمہارے ساتھ حرام موت مرنے کی حماقت نہیں کروں گا۔"

میں باہر نکل کر ٹینا کے ملحقہ کمرے میں آیا۔ وہ نہیں تھی۔ پوجا دروازے پر آکر مجھے بلا رہی تھی۔ میں نے کہا

"اندر جاؤ اور اپنے دشمن کا انتظار کرو۔ زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔"

میں ٹینا کے کمرے سے بھی نکل آیا۔ ایک کوریڈور سے گزرنے لگا۔ باہر سے ٹھہر ٹھہر کر فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ محل کے اندر ویرانی تھی۔ کنیزیں اور مسلح گارڈز دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ایک کمرے میں ایک کنیز دکھائی دی۔ وہ بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی نمستے کے انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ کے سر کو جھکالیا۔ میں نے پوچھا "یہاں کوئی مسلح گارڈ ہے؟"

اس نے انکار میں سرہلایا۔ میں نے پوچھا "یہاں کوئی ہتھیار ہے؟"

اس نے پھر انکار میں سرہلایا۔ میں وہاں نہتا تھا۔ کسی بھی وقت کوئی دشمن آتے ہی مجھے گولی مار سکتا تھا۔ میں نے پوچھا "محل کا مین سوئچ بورڈ کہاں ہے؟ کچھ تو میرے کام آؤ۔"

وہ ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی "ادھر ہے۔"

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "کم آن۔ مجھے وہاں تک پہنچاؤ۔"

وہ میرے ساتھ چلنے لگی۔ اب فائرنگ کی آوازیں قریب آتی جارہی تھیں۔ ایک کوریڈور سے گزرتے وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ ایک سیکیورٹی گارڈ دوڑتا ہوا آرہا تھا۔ میں نے اسے وفادار سمجھ کر کہا "مجھے ایک گن دو۔"

اس نے اپنی گن سیدھی کی۔ میرا نشانہ لیا۔ میں نے کنیز کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھالیا اور ایک دروازے کی طرف چھلانگ لگا کے دیوار کی آڑ میں آگیا۔ اس نے گولی چلائی لیکن ہم بچ گئے۔ کنیز نے سہم کر پوچھا "یہ ہمارے گارڈز ہیں۔ ہم پر گولی کیوں چلا رہے ہیں۔"

"یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ یہاں کون محافظ ہے اور کون دشمن؟"

کمرے کی ایک دیوار پر دو نیامی تلواریں ایک ڈھال کے ساتھ نظر آئیں۔ ڈیکوریشن کے طور پر ایسے ہتھیار دیواروں پر سجائے جاتے ہیں۔ میں نے ایک تلوار نیام سے باہر کھینچ لی۔ وہ سہمی ہوئی دروازے کے پیچھے کھڑی تھی۔ باہر دروازے کے قریب گارڈ کی آواز سنائی دی "تم نہتے ہو۔ چھپ یا بھاگ نہیں سکو گے۔ سامنے آجاؤ۔"

میں کوئی جواب دے کر اسے سمجھنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ کمرے میں کہاں ہوں۔ اس نے بول کر حماقت کی۔ میں نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ فرش پر گر کر پھسلتا ہوا' باہر نکلا اور اس کے پیروں پر تلوار چلائی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں فرش پر پھسلتا ہوا آؤں گا۔ تلوار نے اس کی ایک ٹانگ ٹخنے کی طرف سے کاٹ دی۔ وہ چیخ کر نیچے گرا۔ گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ میں اسے اٹھا کر کھڑا ہوگیا۔

کنیز نے دروازے کے پیچھے سے نکل کر حیرانی سے دیکھا۔ میں نے اس گارڈ کو گولی مار کر اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اپنے لباس میں رکھ لیا پھر کنیز کے ساتھ دوڑنے لگا۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے ایک جگہ چھپ کر اس سے کہا "تم آنے والوں سے باتیں کرو گی۔ یہ معلوم کرو کہ وہ وفادار ہیں یا غدار؟ کیا تم ڈر رہی ہو؟"

وہ میرے بازو کو تھام کر بولی "آپ بہت بہادر ہیں۔ میرے آقا ہیں۔ میں آپ کے لیے جان دے سکتی ہوں۔"

وہ مجھ سے دور ہو کر کوریڈور میں ایسی جگہ کھڑی ہوگئی جیسے وہاں اکیلی ہو اور گھبرا رہی ہو۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یادداشت گم ہونے کے باعث میں اجنبی لوگوں میں ایک انجانی جگہ پر ہوں۔ پوجا کلیانی جو کہہ رہی ہے' اسی کو درست سمجھ رہا ہوں۔ اگر میں اس کنیز کو عزت دوں اور اس پر بھروسا کروں تو یہ میرے اور پوجا کے بارے میں کچھ بتا سکے گی۔ اگر کچھ نہیں جانتی ہوگی تب بھی اس انجانی جگہ میرے کام آسکتی ہے۔

پوجا کا رجحان جادیو کی طرف تھا۔ وہ مجھ سے زیادہ اس پر بھروسا کررہی تھی۔ مجھے بھی حکمتِ عملی سے کام لینا تھا۔ اس مالکن کے مقابلے میں ایک کنیز کو اہمیت دینی تھی اور جب اسے اہمیت دیتا تو پھر وہ کنیز نہ رہتی۔ میں اسے برابر کا درجہ دیتا تو پوجا انگاروں پر لوٹنے لگتی۔ ابھی آگے چل کر بہت کچھ ہونے والا تھا۔

دو مسلح گارڈز دوڑتے ہوئے اس کوریڈور میں آئے۔ اس کنیز کو دیکھ کر رک گئے۔ ایک نے پوچھا "ابھی ادھر فائرنگ ہو رہی تھی۔ کون کس پر فائر کررہا تھا۔"

وہ بولی "میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ تمام گارڈز ایک جیسی وردیاں پہنے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے پر گولیاں بھی چلا رہے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "ہم انڈین آرمی کے جوان ہیں۔ اس محل اور جزیرے کو اپنے کنٹرول میں لے رہے ہیں۔ ہمیں بتاؤ۔ یہاں کتنے مسلح گارڈز چھپے ہوئے ہیں۔"

یہ معلوم ہوتے ہی کہ وہ دشمن ہیں' پھر میں نے انہیں دوسری بات نہیں کہنے دی۔ یکبارگی سامنے آکر تڑاتڑ مسلسل فائرنگ کی۔ انہیں سنبھلنے یا بھاگنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ گولیوں سے چھلنی ہوگئے۔ فرش پر گرنے کے بعد پھر نہ اٹھ سکے۔ میں نے کنیز سے کہا "میں نے مسلسل فائرنگ کی ہے۔ یہ آوازیں سن کر دوسرے بھی آئیں گے۔ فوراً مین سوئچ کی طرف چلو۔"

وہ میرے ساتھ دوڑتی ہوئی محل کے مختلف حصوں سے گزر کر ایک کمرے میں آئی۔ اس کمرے میں محل کے کئی حصوں کے سوئچ بورڈز تھے۔ میں نے ایک ایک کرکے تمام سوئچ آف کردیے۔ اس کے ساتھ ہی محل کے اندر اور باہر گہری تاریکی چھاگئی۔ اس نے اندھیرے سے گھبرا کر میرے بازو کو تھام لیا۔ میں نے جھک کر سرگوشی میں کہا "روشنی کے بغیر ان کی آدھی قوت رہ گئی۔ انہیں تاریکی میں مارے جانے کا اندیشہ ہوگا۔ وہ ادھر روشنی کرنے ضرور آئیں گے۔ یہاں سے نکل چلو۔"

ہم دونوں ہاتھوں سے ٹٹولتے ہوئے کمرے سے باہر آئے۔ وہ میرا ہاتھ پکڑے دیواروں کو چھو کر راستے کا اندازہ کرتی ہوئی ایک کمرے میں آئی۔ میں نے کہا "ہمیں سوئچ بورڈز کے قریب رہنا چاہیے۔ میں یہاں آنے والوں کو روک سکوں گا۔ اگر دشمن ہوئے تو انہیں جہنم میں پہنچاؤں گا۔"

وہ بولی "اس کمرے کی کسی الماری میں ایک پنسل ٹارچ ہے۔ آپ کو اس کی ضرورت ہوگی۔"

اس تاریکی میں میرا دماغ ایک ذرا روشن ہوا۔ مجھے یوں لگا کہ میں تاریکی میں دشمنوں سے آنکھ مچولی کھیلتے ہوئے لڑنے کی تکنیک جانتا ہوں۔ میں نے کہا "جب بھی کچھ کہنا ہو' میرے کانوں کے پاس سرگوشی کرو۔ دشمنوں کو ہماری سانسوں کی آواز بھی سنائی نہ دے۔ ہم ٹارچ رکھیں گے لیکن جب تک میں نہ کہوں' تم اسے استعمال نہیں کرو گی۔ ہماری طرف سے روشنی ہوگئی تو دشمن فوراً ہی ہم پر گولیاں برسائیں گے۔"

وہ دیوار کا سہارا لیتی ہوئی الماری کی طرف چلی گئی۔ میں دروازے سے لگا کھڑا رہا۔ ایسے وقت ہلکی سی روشنی ہوئی۔ دور کوریڈور میں ہردیو ایک مسلح گارڈ کے ساتھ دکھائی دیا۔ وہ سگریٹ لائٹر کی روشنی میں آرہا تھا۔ مسلح گارڈ اسے بتا رہا تھا کہ مین سوئچ بورڈ کہاں ہے۔

میں نے گن سیدھی کی۔ مسلح گارڈ آگے تھا۔ میری پہلی گولی اسے لگی۔ ہردیو پلٹ کر لائٹر بجھا کر بھاگ رہا تھا۔ میں نے دوسرا فائر کیا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ اس کے لڑکھڑا کر گرنے کی آواز سنائی دی پھر چند سیکنڈ کے بعد میں نے اندازہ کیا' وہ اٹھ کر بھاگ رہا تھا۔ میں آواز کی سمت فائر کرتا چلا گیا۔ اس کی ایک چیخ سنائی دی پھر خاموشی چھاگئی۔

وہ ٹارچ لے کر واپس آگئی۔ مجھ سے لگ گئی۔ مسلسل فائرنگ کے باعث اس کا دل دھڑک رہا تھا اور میرے سینے کو بھی دھڑکا رہا تھا۔ میں نے بے اختیار اسے بازوؤں میں بھینچ لیا۔ اس محل میں آنے کے بعد ٹینا میرے قریب آنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے ٹال دیا تھا۔ میرے بدن کو مساج کرنے کے لیے کئی خادماؤں کو پیش کرنا چاہتی تھی۔ میں نے انکار کردیا تھا پھر ہیلی پیڈ پر پوجا میری سانسوں کے قریب آئی تھی۔ میں اس سے بھی کترا گیا۔ شاید اس لیے کہ میرے مقدر میں وہ کنیز لکھی ہوئی تھی۔

میں اس سے ٹارچ لے کر دروازے پر آیا۔ ایک ہاتھ سے گن سنبھالی۔ فرش پر لیٹ کر دوسرے ہاتھ سے ٹارچ روشن کی۔ دور کوریڈور میں دو مسلح افراد ہردیو کو اٹھا کر لے جارہے تھے۔ میں نے گولی چلادی۔ ایک تو وہ ٹارچ کے روشن ہوتے ہی گھبرا گئے تھے پھر ان میں سے ایک کو گولی لگی تو دوسرا اپنی سلامتی کے لیے ہردیو کو پھینک کر بھاگنے لگا لیکن وہ میرے ریوالور کی گولی سے تیز نہ بھاگ سکا۔ وہ بھی اچھل کر فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔ ہردیو گھسٹ گھسٹ کر ایک دروازے کی طرف جارہا تھا۔ گولیاں اس کے پیروں میں لگی تھیں۔ وہ کھڑا ہونے اور چلنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

وہ ناکارہ ہوچکا تھا۔ دشمن کو ناکارہ سمجھ کر چھوڑ دو تو وہ توانائی حاصل کرتے ہی پلٹ کر حملہ کرتا ہے۔ میں اسے ختم کردینا چاہتا تھا۔ ایسے وقت جادیو کی آواز سنائی دی "ہردیو کو نہ مارنا۔ اسے مارو گے تو میں تمہاری بوٹی بوٹی کاٹ کر چیل کوؤں کو کھلادوں گا۔"

میں ایسی جگہ تھا کہ وہ مجھ پر گولی نہیں چلا سکتا تھا۔ میں نے اس کی آواز سنتے ہی ٹارچ بجھادی اور بجھاتے بجھاتے ہردیو کو گولی ماردی۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ اس کے بعد کوئی آواز نہیں آئی۔ جادیو اس سے پوچھ رہا تھا "کیا پھر تمہیں گولی لگی ہے؟ کیا تم فرش پر رینگتے ہوئے میرے پاس نہیں آسکتے؟"

ہردیو کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ جادیو نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا "کتے! میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں جانتا ہوں' تم سلمان قیصر ہو۔ میں نے پوجا کو قیدی بنا

کر رکھا ہے۔ اسے زندہ سلامت دیکھنا چاہتے ہو تو مین سوئچ آن کرو۔ ہتھیار پھینک کر سامنے آجاؤ۔ اس خوش فہمی میں نہ رہو کہ یہاں سے زندہ سلامت جاسکو گے۔"

میں نے کنیز کو کھینچ کر اپنی آغوش میں لیا پھر اس کے کان میں سرگوشی کی "کیا اس کمرے میں دوسرا دروازہ ہے؟"

وہ میری اور اپنی سانسوں کی ہلچل میں بولی "دوسرا دروازہ ہے۔ آپ میرے ساتھ آئیں۔"

"میں یہاں سے نکل کر پوجا کے بیڈ روم تک جانا چاہتا ہوں۔"

"میں لے چلوں گی۔"

ہم پھر دیوار کے سہارے تاریکی میں چلنے لگے پھر دوسرے دروازے تک پہنچ کر اس کمرے سے نکل آئے۔ وہاں بھی گہری تاریکی تھی۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ ایسی تاریکی میں کتنے دشمن ہوں گے اور کہاں کہاں چھپے ہوں گے؟

میں نے ایک جگہ چھپ کر ذرا ٹارچ کی روشنی کی۔ دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ میں نے ٹارچ بجھادی۔ دیوار پر ہاتھ رکھ کر تیزی سے آگے جانے لگا۔ آگے کنیز تھی' وہ مجھے لے جارہی تھی۔

یہ اطمینان تھا کہ دشمنوں کا لیڈر جادیو مین سوئچ بورڈ کی طرف ہے۔ یہاں میرے پیچھے نہیں آئے گا۔ کاش میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہوجاتیں تو میں جادیو کے اندر پہنچ کر اس کے تمام خفیہ منصوبے معلوم کرلیتا اور اس کے اندر رہ کر یہ بھی دیکھتا رہتا کہ وہ محل کے کس حصے میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔

میں ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خالی تھا۔ اپنی ذہانت اور اَن دیکھی چھپی صلاحیتوں سے جنگ لڑ رہا تھا' جنہیں میں بھول چکا تھا۔ میرے ذہن میں خود بخود یہ باتیں آرہی تھیں کہ کس موقع پر مجھے کیا کرنا ہے اور میں وہی کرتا جارہا تھا۔

میرے آگے چلنے والی کنیز اچانک ہی کسی سے ٹکرا گئی۔ وہ اسے دبوچ کر غراتے ہوئے بولا "کون ہو تم؟"

وہاں کی گہری تاریکی بندہ پرور تھی۔ وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کنیز نے اس کی گرفت میں گراتے ہوئے کہا "میں یہاں کی داسی ہوں۔ مجھے نہ مارو۔ مجھے چھوڑ دو۔"

وہ بولا "چھوڑ دوں گا۔ پہلے یہ بتاؤ' تم نے سلمان قیصر کو دیکھا ہے؟"

وہ بولی "نہیں۔ وہ ہماری میڈم کے بیڈ روم میں ہوں گے۔"

"وہ وہاں نہیں ہے۔ بہت مکار ہے۔ وہاں سے کہیں چلا گیا ہے لیکن محل کے اندر کہیں ہوگا۔ تم اس اندھیرے میں کہاں بھٹک رہی ہو؟"

اب مجھے ایک لمحے میں ٹارچ روشن کرتے ہی... اس کی گن کی پوزیشن دیکھتے ہی فائر کرنا تھا اگر اس کی گن کنیز کی کنپٹی یا سینے پر ہوتی تو میں مشکل میں پڑجاتا اس مشکل کو آسان کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ میں اس کے گن والے ہاتھ پر گولی مارتا۔

یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ گولی کنیز کو بھی لگ سکتی تھی۔ مجھے اس کی کراہ سنائی دی۔ وہ انک انک کر بول رہی تھی "میری گردن تو چھوڑو۔ سانس رک رہی ہے۔ مجھے کچھ بولنے تو دو۔"

اس نے اپنی گرفت ذرا ڈھیلی کی۔ میں نے اسی لمحے میں ٹارچ کی روشنی اس پر پھینکی پھر ٹھیک اس کی پیشانی پر گولی مار دی۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ گئی۔ کنیز ایک دم سے آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ وہ پیچھے دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گرا پھر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ میں نے ٹارچ بجھادی تھی۔ میری فائرنگ کے نتیجے میں کہیں سے جوابی فائر ہو سکتا تھا۔ وہ اپنی بانہیں میری گردن میں ڈال کر بری طرح لپٹی ہوئی تھی۔ اپنی سانسیں میری سانسوں میں پہنچا رہی تھی۔ تاریکی میں اس کا وجود سحر زدہ کر رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک سحر زدہ ہوتا رہا پھر اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

ہم ٹینا کے اس کمرے میں پہنچ گئے۔ جو پوجا کے بیڈ روم سے منسلک تھا۔ میں نے کنیز کے کان میں سرگوشی کی "تم یہاں چھپی رہو۔ جب تک آواز نہ دوں۔ سامنے نہ آنا۔"

وہ مجھ سے الگ ہو کر تاریکی میں کہیں چھپ گئی۔ اسی وقت پوجا کے بیڈ روم کا دروازہ کھلا۔ اس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "جادیو! یہ کیا کر رہے ہو؟ مجھے کہاں لے جارہے ہو؟"

"اس کتے کے پاس لے جارہا ہوں۔ یہاں کے مین سوئچ بورڈ زمرد اس نے قبضہ جما رکھا ہے۔ تمہیں گن پوائنٹ پر رکھوں گا تو وہ اندھیرے کا یہ کھیل بند کرے گا۔ یہاں روشنی کرنے پر مجبور ہوجائے گا۔"

وہ پوجا کو کھینچتا ہوا ٹینا کے کمرے میں آگیا۔ اندھیرے میں ہم ایک دوسرے کو دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ باتوں اور آوازوں سے پتا چل رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔

وہ کہہ رہی تھی "آرام سے چلو۔ اس طرح کیوں کھینچ رہے ہو؟ میں نے تم پر اندھا اعتماد کیا اور تم مجھے یہ صلہ دے رہے ہو؟"

وہ دونوں میرے قریب سے گزر کر کمرے سے باہر جارہے تھے۔ میں دبے قدموں ان کے پیچھے جانے لگا۔ جادیو کہہ رہا تھا "مجھ پر اندھا اعتماد کرکے تم نے موت کو آواز دی ہے۔ میں تمہارا نہیں' اپنے دیس کا اور اپنی آرمی کا وفادار ہوں۔"

وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا۔ میں بھی رک گیا۔ وہ پوجا سے بولا "چپ رہو۔ یہاں کوئی ہے۔"

گہری خاموشی چھاگئی۔ وہ میری آہٹ سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں جہاں تھا وہاں ایک اسٹینڈ پر بڑا سا وزنی گلدان رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے ٹٹول کر اٹھایا اور ایک طرف پھینک دیا۔

گہرے سناٹے میں جیسے بم بلاسٹ ہوا ہو۔ ایک زوردار دھماکے کی آواز پیدا ہوئی۔ پوجا کے حلق سے چیخ نکلی۔ جادیو نے اُدھر فائر کیا۔ جہاں سے دھماکے کی آواز ابھری تھی اور میں نے اُدھر گولی چلائی جدھر سے فائر کا شعلہ چمکا تھا۔

اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ میں سمجھ گیا۔ اسے گولی لگی ہے۔ میں نے ٹارچ روشن کی۔ وہ دکھائی دیا۔ گولی لگنے کے بعد ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ وہ فرش پر گر کر ریوالور کو تلاش کر رہا تھا۔

ٹارچ کی روشنی میں وہ ریوالور اسے دکھائی دیا۔ اس نے ادھر ہاتھ بڑھایا۔ میں نے دوسری گولی چلائی۔ پہلے ہی اس کے ایک ہاتھ سے لہو بہہ رہا تھا۔ دوسرے فائر سے دوسرا ہاتھ بھی زخمی ہوگیا۔ یک بارگی وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ غصے سے غرا کر کچھ بکتے ہوئے۔ میری طرف چھلانگ لگائی۔

میں نے تیسرا فائر کیا لیکن نشانہ چوک گیا۔ وہ اڑتا ہوا مجھ پر آیا۔ ہم دونوں فرش پر گر پڑے۔ میرے ہاتھوں سے ٹارچ اور ریوالور نکل گئے۔ ہم ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو کر فرش پر دور تک چلے گئے۔

فرش پر پڑی ہوئی ٹارچ اِدھر سے اُدھر ہو رہی تھی۔ اس کی روشنی بھی اِدھر سے اُدھر پھسل رہی تھی۔ ہم کبھی روشنی میں ہوتے تھے۔ کبھی تاریکی میں۔ وہ بے شک وشبہ ہاتھی کی طرح طاقت ور تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ زخمی تھے۔ دونوں ہاتھوں سے لہو بہے جارہا تھا۔ اس کے باوجود وہ مجھ سے لڑ رہا تھا۔ اپنے سر سے ٹکریں مار رہا تھا۔ ایک بار اس نے میرے سر پر ٹکر ماری تو میں ایک دم سے چکرا گیا۔ آنکھوں کے سامنے قمقمے جلنے بجھنے لگے۔

وہ جانتا تھا۔ دوسری بار ٹکر مار لے گا تو میں چکرا کر لڑنے کے قابل نہیں رہوں گا۔ اسے اپنے لڑنے کی تکنیک معلوم تھی۔ میں اپنی تکنیک جانتا تھا۔ اس نے جیسے ہی دوسری بار ٹکر مارنی چاہی۔ میں نے انگریزی حرف 'وی' کی صورت میں دونوں انگلیاں آگے بڑھادیں۔ وہ انگلیاں دو سلاخوں کی طرح اس کی دونوں آنکھوں میں پیوست ہوگئیں۔

اس کے حلق سے ایک دل خراش چیخ نکلی۔ وہ الٹ کر دوسری طرف گیا پھر آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ ویسے وہ بہت جی دار تھا۔ مکار تھا۔ جہاں تڑپ رہا تھا۔ وہیں ایک ریوالور اس کے ہاتھ آگیا تھا۔

آنکھوں میں ایسی شدید تکلیف تھی کہ وہ کچھ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ مجھ پر گولی نہیں چلا سکتا تھا۔ پوجا اس سے دور جانا چاہتی تھی۔ اس نے ٹانگ پکڑ کر اسے کھینچ لیا..... ادراسے دبوچ کر اس کے سر سے ریوالور لگاتے ہوئے کہا "خبردار! مجھ پر گولی چلاؤ گے تو میں اسے مار ڈالوں گا۔ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

اس نے سختی سے دونوں آنکھوں کو بند کر رکھا تھا۔ ان آنکھوں سے خون بہہ رہا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے بھی کافی مقدار میں خون بہہ چکا تھا۔ ایسے ہی وقت پورے محل میں روشنی ہوگئی۔

روشنی ہوتے ہی میں نے دیکھا۔ اس کا ریوالور والا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ انگلی ٹریگر پر تھی۔ لرزنے کے باعث ٹریگر دب سکتا تھا۔ گولی چل سکتی تھی' پوجا مر سکتی تھی۔ میں نے یک بارگی اس کے ہاتھ پر چھلانگ لگائی۔ اس ہاتھ والا ریوالور پوجا کے سر پر سے ہٹ گیا۔ جادیو کے چہرے کی طرف گیا۔ ایسے وقت ٹریگر دب گیا۔ جادیو کے چہرے کے چیتھڑے اڑ گئے۔

پوجا اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کراہتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے گن اٹھا کر اس کا رخ دروازے کی طرف کیا۔ قدموں کی آوازیں رک گئیں۔ دروازے کے پیچھے سے سیکیورٹی افسر نے پوچھا "میڈم! آپ خیریت سے ہیں۔"

وہ بولی "ہاں۔ آجاؤ۔"

وہ چند گارڈز کے ساتھ اس ہال میں آگیا۔ پوجا نے غصے سے پوچھا "تم کہاں مر گئے تھے؟ اگر یہ سلمان صاحب نہ ہوتے تو تم بخت یہ دشمن مجھے مار ڈالتا۔"

وہ بولا "میڈم! ہم اس کے ساتھیوں کو یہاں آنے سے روک رہے تھے۔ ہم نے اس کے بارہ گوریلا فائٹرز کو موت کے گھاٹ اتارا ہے اور پتا نہیں کتنے تھے؟ وہ اندھیرے میں فرار ہوگئے ہیں۔"

وہ بولی "باہر تاریکی ہے وہ مرنے کے لیے جنگل میں نہیں

جائیں گے۔ یہی محل میں کہیں چھپے ہوں گے۔ انہیں تلاش کرو۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ ہمارے گارڈز روشنی ہوتے ہی محل کے اندر اور باہر انہیں تلاش کر رہے ہیں۔"

پوجا نے جادیو کی لاش کو دیکھا پھر اس کی طرف تھوکتے ہوئے کہا "یہ خود کو آرمی کا ایک افسر کہہ رہا تھا۔ میں صبح ہوتے ہی وزیر داخلہ سے شکایت کروں گی کہ آرمی کا افسر اپنے کمانڈوز کے ساتھ مجھے ہلاک کرنے آیا تھا۔ ثبوت کے طور پر ان سب کی لاشیں یہاں موجود ہیں۔ میں اپنے وکیل سے بھی مشورہ کروں گی۔ عدالت میں میرا کیس اور مضبوط ہو جائے گا۔"

میں نے کہا "تم وزیر داخلہ سے رابطہ نہیں کروں گی۔ آرمی والے الٹا تم پر کیس کریں گے۔ یہ الزام لگائیں گے کہ آرمی کی ایک گشتی ٹیم جزیرے کا معائنہ کرنے گئی تھی۔ تمہاری ذاتی فوج نے ان سب کو مار ڈالا ہے۔ بھارتی فوج کو جزیرے پر حملہ کرنے کا بہانہ مل جائے گا۔"

پوجا نے مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا "تم نے میری بات نہیں مانی تھی۔ جادیو پر اندھا اعتماد کیا تھا۔ میں بھی اعتماد کرتا تو تمہارے ساتھ بے موت مارا جاتا۔ اب بھی میرے مشورے پر عمل نہیں کرو گی تو کل انڈین آرمی فضائی اور بحری راستوں سے یہاں پہنچ جائے گی۔"

پوجا نے کہا "تمہاری باتوں میں وزن ہے پھر بھی میں اپنے وکیل سے مشورہ کروں گی۔ وہ مجھے صحیح مشورہ دے گا۔"

"تمہارا وکیل جادیو کا کیس عدالت میں لے جانے کا مشورہ دے گا۔ میری بات کو سمجھو۔ آرمی والوں کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے افسر اور کمانڈوز یہاں مارے گئے ہیں۔ وہ عدالت میں جج کا تبادلہ کرائیں گے اور یہاں فوجی حملہ کریں گے۔ کوئی قانون انہیں نہیں روک پائے گا۔"

"سلمان! تم نہیں جانتے' وہ وکیل بہت ذہین اور تجربے کار ہے۔ وہ قانون سے کھیلنا جانتا ہے۔"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ تم نے پہلی بار میری بات نہیں مانی۔ میں تمہارا کمرا چھوڑ کر چلا گیا۔ دوسری بار نہیں مانو گی تو یہ جزیرہ چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

وہ کنیز ٹینا کے کمرے سے باہر آئی۔ پوجا نے پوچھا "تم وہاں کیا کر رہی تھیں؟"

"میں نے اسے وہاں چھپایا تھا۔ ہماری آج کی کامیابی میں اس نے اہم رول ادا کیا ہے۔ آؤ میرے پاس تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ میرے قریب آکر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "میرا نام ثمرن ہے۔ آپ بہت بڑے سورما ہیں۔ آپ نے یہ کامیابی اپنی عقل اور طاقت سے حاصل کی ہے۔"

"ثمرن! میں اس جزیرے سے جانے والا ہوں۔ میرے ساتھ چلو گی؟"

پوجا نے میرے قریب آتے ہوئے پوچھا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم یہاں سے نہیں جاؤ گے پھر اسے کیوں ساتھ لے جانے کی بات کر رہے ہو؟"

"جب میرے چاروں طرف دشمن ہی دشمن تھے اور میں مصائب میں گھرا ہوا تھا۔ تو یہی میرے کام آئی تھی۔"

"اس نے کوئی بڑا کام کیا ہے تو اسے انعام دو اور یہاں سے ہٹاؤ۔"

"یہ ہٹانے کی نہیں کلیجے سے لگانے کی چیز ہے۔ میں سب کے سامنے اسے انعام دے رہا ہوں۔"

میں نے ثمرن کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا پھر اسے اپنے بازوؤں میں بھر کر اسے چومنے لگا۔ پوجا نے چیخ کر کہا "سلمان! تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ اسے چھوڑ دو' اس پر تھوک دو۔"

میں نے کہا "تم اپنی حماقت سے مجھے جادیو کے جال میں پھنسانے والی تھیں۔ میں تمہیں چھوڑ سکتا ہوں مگر ثمرن کو نہیں چھوڑ سکتا۔"

"میں اسے گولی مار دوں گی۔ اسے کتوں کے آگے ڈال دوں گی۔ وہ اس کی بوٹی بوٹی نوچ کر کھا جائیں گے۔"

"میری زندگی میں یہ ممکن نہیں ہے۔ اگر اسے کسی نے ہاتھ بھی لگایا تو میں اس محل کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔"

وہ مجھے دیکھنے کر کچھ سوچنے لگی۔ پتا نہیں کیا سوچ رہی تھی۔ میں اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ وہ اچانک شکست خوردہ سے انداز میں بولی "میرے بیڈ روم میں چلو۔ میں تنہائی میں باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں ثمرن کو ایک لمحے کے لیے بھی تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ بھی بیڈ روم میں جائے گی۔"

اس نے گھور کر ثمرن کو دیکھا پھر مجھ سے کہا "جادیو نے ٹینا کو مار ڈالا ہے۔ اسے ٹینا کے کمرے میں تھوڑی دیر کے لیے تنہا چھوڑ سکتے ہو۔ وہاں اس کے پاس کوئی نہیں آئے گا۔"

میں ثمرن کو ایک بازو میں سمیٹ کر ٹینا کے کمرے کی

طرف جانے لگا۔ پوجا نے سیکیورٹی افسر سے کہا "کتنے دشمن مارے گئے ہیں اور ہمارے کتنے وفادار کام آچکے ہیں۔ کتنے دشمن فرار ہوچکے ہیں۔ کتنے یہاں چھپے ہوئے ہیں۔ مجھے آدھے گھنٹے کے اندر حساب دو۔"

اس نے کہا "میڈم! ان لاشوں کا کیا کیا جائے گا؟"

"میں تھوڑی دیر بعد بتاؤں گی۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں جانے کے لیے ٹینا کے کمرے میں آئی۔ وہاں میرے ساتھ ثمرن کو دیکھا پھر اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر گئی۔ میں نے اس کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا "جب تک میں نہ آؤں۔ یہ دروازہ نہ کھولنا۔ یہاں آرام کرو۔"

میں پوجا کے بیڈ روم میں آیا۔ وہ بولی "تمہیں مان مرتبے کا خیال نہیں ہے؟ تم نے سب کے سامنے ایک داسی کو منہ لگایا۔ اپنی بلندی سے گرتے ہوئے تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آرہی ہے؟"

"کسی گرتے ہوئے کو سنبھالنا اور اسے اپنی بلندی پر لے آنے سے فخر حاصل ہوتا ہے۔ تمہارے سوچنے کا انداز غلط ہے۔ میں نیچے نہیں گرا۔ اسے اپنے برابر لے آیا ہوں۔ تمہیں کیا اعتراض ہے؟"

"ہماری شادی ہونے والی ہے اور تم اسے منہ لگا رہے ہو۔ سب کے سامنے میری انسلٹ کرچکے ہو پھر پوچھتے ہو کہ میں اعتراض کیوں کررہی ہوں؟ تمہاری ان حرکتوں سے صاف ظاہر ہے کہ تم اس داسی کو مجھ سے افضل اور برتر بنا رہے ہو۔"

"سوری پوجا! میں نہیں جانتا۔ ہماری شادی کب طے ہوئی ہے؟ میں تمہیں شادی کے لیے راضی ہوگیا تھا؟ تم جو کہہ رہی ہو۔ مجھے اس پر یقین کرنا پڑ رہا ہے۔ تم نے جادیو کے معاملے میں مجھے کم تر بنا کر یہ اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ مجھے تم پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ آئندہ میں دوسرے ذرائع سے معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ میں کون ہوں؟ اور میرے والدین یا دوسرے رشتے دار کہاں ہیں؟"

وہ بولی "اتنی بڑی دنیا میں میرا اور تمہارا کوئی نہیں ہے۔ تمہارے والدین مرچکے ہیں۔ جو چند رشتے دار تھے وہ پاکستان چلے گئے۔ میرے رشتہ داروں سے ملنا چاہو گے تو وہ میری برائیاں کریں گے اور تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتا سکیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں اس دن کا انتظار کروں گا۔ جب میری یادداشت واپس آئے گی۔ میں بھولی ہوئی تمام باتیں ایک ایک کرکے یاد کروں گا اور یہ سمجھوں گا کہ میری زندگی میں تمہاری کتنی اہمیت ہے؟"

"سلمان! تمہیں مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ میں نے جادیو کو اہمیت دے کر تمہارا دل دکھایا ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں آئندہ تمہاری ہر بات مانوں گی۔ تم درست کہتے ہو۔ انڈین آرمی کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ہم نے ان کے افسروں اور کمانڈوز کو ہلاک کیا ہے۔ میں ان تمام لاشوں کو گہرے سمندر میں پھکوا دوں گی۔ یہ کام ابھی راتوں رات ہوگا۔ کسی کو خبر نہیں ہوگی۔"

"یہ تمہاری دانش مندی ہوگی۔ کبھی کوئی غلط قدم اٹھا کر انڈین آرمی کو یہاں حملہ کرنے کی دعوت نہ دو۔"

"اب میں تمہاری ہر بات مانوں گی۔ تم بھی میری ایک بات مان لو۔ ثمرن کو منہ نہ لگاؤ۔ اس پر دل آگیا ہے تو اس سے ایک رات کھیل لو پھر اس کی چھٹی کردو۔"

"سوری۔ میں نے اسے ٹھکرانے کے لیے گلے نہیں لگایا ہے۔ میرا اس محل میں رہنا ضروری نہیں ہے۔ میں اسے لے کر کیرالا چلا جاؤں گا۔"

"پلیز! یہاں سے جانے کی بات کبھی نہ کرنا۔ صرف تم ہی انڈین آرمی کو میرے اس جزیرے سے دور رکھ سکتے ہو۔"

"ہاں۔ ٹینا نے بتایا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے انڈین آرمی کو ناکام بنا تا رہوں گا لیکن کہاں ہے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار؟ ابھی میں نے ٹیلی پیتھی کے بغیر ان کے آٹھ فائٹرز کو ہلاک کیا۔ جادیو اور ہردیو جیسے انڈین آرمی کے دو ہاتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ انڈین آرمی کے اس خفیہ مشن کو ناکام بنایا ہے۔"

وہ بولی "تم باکمال ہو۔ کسی ہتھیار کے بغیر بھی دشمنوں پر غالب آجاتے ہو۔ جلد ہی تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہوجائیں گی پھر تم ناقابل شکست بن جاؤ گے۔"

"مجھے اندازہ ہورہا ہے کہ تم اپنی اور اپنے جزیرے کی سلامتی کے لیے مجھے شادی کی زنجیروں میں جکڑنا چاہتی ہو۔ اگر ایسا ہے تو کوئی سوال کیے بغیر میرے اس سوال کا جواب دو۔ یہ جزیرہ تمہارے لیے کتنا اہم ہے؟"

"یہ جزیرہ انگریزوں کے دور حکومت سے ہماری ملکیت ہے۔ یہ میرے دادا پردادا کی امانت ہے۔ میں اسے ہر قیمت پر انڈین آرمی سے بچانا چاہتی ہوں۔ اس لیے میں اپنی جان دے کر بھی تمہیں اپنا بنا کر رکھوں گی۔ تمہیں ساتھ نہیں چھوڑنے دوں گی۔"

میں نے کہا "میری چند معمولی شرائط مان کر تم اپنی تمام

ضروری شرائط منوا سکتی ہو۔ میں اس وقت تک تمہارے لیے اور جزیرے کی سلامتی کے لیے لڑتا رہوں گا۔ جب تک انڈین آرمی شکست تسلیم نہیں کرلے گی۔"

"بس میں یہی چاہتی ہوں۔ بولو۔ تمہاری شرائط کیا ہیں؟"

"میری پہلی شرط یہ ہے کہ تم مجھ سے شادی نہیں کرو گی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تم میرے ذاتی معاملات میں داخلت نہیں کرو گی اور ثمرن میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں کہہ چکی ہوں۔ اس جزیرے کو اپنی ملکیت بنائے رکھنے کے لیے تمہاری ہر شرط مان لوں گی۔ تم سے شادی نہیں کروں گی لیکن تم دن رات میری نظروں کے سامنے رہو گے۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ میری ایک اور شرط یہ ہے کہ یہاں کے تمام مسلح گارڈز میرے زیر کمان رہیں گے۔ اگر کوئی نافرمانی کرے گا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔ تم اعتراض کرو گی تو تمام شرائط بھول کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"یہاں تم جو چاہو گے وہی ہوگا۔ بس یہاں سے جانے کی بات نہ کرنا۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "ہمارے معاملات طے ہوچکے ہیں۔ اب تمہیں مطمئن رہنا چاہیے۔ میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ تمہاری خاطر ایک بڑی فوجی قوت سے ٹکراتا رہوں گا۔ محل کی انتظامیہ سے کہہ دو کہ میرے اور ثمرن کے لیے ایک کمرا مخصوص کردیں۔ آئندہ ثمرن کو داسی نہ سمجھیں۔ اسے میرے برابر عزت دی جائے اور اس کے تمام احکامات کی تعمیل کی جائے۔"

اس نے انٹرکام کے ذریعے اپنے محل کے منتظمین سے رابطہ کیا اور میری مرضی کے مطابق انہیں احکامات دینے لگی۔

میں مطمئن ہوکر ثمرن کے پاس آگیا۔ پوجا نے اپنے بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر اس نے موبائل فون کے نمبر پنچ کیے۔ اسے کان سے لگا کر انتظار کرنے لگی۔ دوسری طرف سے ایک بوڑھی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی "بولو بیٹی! کیا بات ہے؟"

پوجا نے کہا "دادی ماں! تم نے کہا تھا کہ وہ مجھ سے محبت کرے گا۔ شادی کرے گا اور کبھی جزیرے سے جانے کی بات نہیں کرے گا لیکن وہ تو محل کی ایک داسی کا دیوانہ ہوگیا ہے۔"

"بیٹی! میں نے کہا تھا۔ پیار اور شادی کے معاملے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہوگی لیکن تمہارا کام نہیں رکے گا۔ وہ اپنی غیر معمولی صلاحیت سے دشمنوں کو تم سے دور رہنے پر مجبور کردے گا۔"

"اس کی خیال خوانی کی صلاحیت کہاں مرگئی ہے؟ آخر وہ کب ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنے کے قابل ہوگا؟"

"ذرا صبر کرو۔ وہ خیال خوانی ضرور کرے گا۔"

"ابھی انڈین آرمی نے زبردست حملہ کیا تھا۔ ایسے خطرے کے وقت بھی اس کی خیال خوانی کی صلاحیت واپس نہیں آئی۔ مجھے لگتا ہے، تم نے اس کی یادداشت کے ساتھ اس کی ٹیلی پیتھی کو بھی مٹا دیا ہے۔ تم بوڑھی ہوگئی ہو۔ الٹے سیدھے منتر پڑھنے لگی ہو۔"

"لڑکی! کیا اس مت کر میں بوڑھی نہیں ہو۔ ابھی اور سو سال تک جوان رہوں گی۔ فرہاد پر میرا دل آگیا تھا۔ تو میری پوتی ہے۔ اس لیے تیری خاطر اسے چھوڑ دیا۔ اب وہ مجھے چھوڑ کر کسی داسی کی طرف جھک رہا ہے تو میں اسے اپنی طرف جھکا لوں گی۔"

"جب وہ خیال خوانی کرنے لگے گا تو کیا تمہارے خیالات پڑھ کر یہ معلوم نہیں کرے گا کہ تم ایک سو دس برس کی ہو۔ منتر پڑھتی رہتی ہو اور سولہ برس کی چھوکری بن کر اپنا بڑھاپا چھپاتی رہتی ہو۔"

"جب وہ خیال خوانی کرے گا تب بھی اسے ہماری اصلیت معلوم نہیں ہوگی۔ میں نے اپنے اور تمہارے دماغوں کی بندش کی ہے۔ وہ ہمارے چور خیالات کبھی نہیں پڑھ سکے گا۔"

"دادی ماں! مجھے فرہاد پر بھروسا نہیں ہے۔ یہ بڑا ہی ضدی ہے، اپنی من مانی کرتا ہے۔ کسی دن اچانک ہمارا ساتھ چھوڑ دے گا تو کیا ہوگا؟"

"تم فکر نہ کرو۔ اب میں وہاں آؤں گی اور اپنے حسن، اپنی جوانی، اپنی اداؤں اور اپنے منتروں سے اسے دیوانہ بنا کر رکھوں گی۔ وہ میرے منتروں کی جکڑبندی سے نکل نہیں پائے گا۔"

پوجا نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی پھر اپنے موبائل کو آف کردیا۔

○☆○

کیریا نے پروفیسر دیناناتھ کے ذریعے میرے بارے میں اس حد تک معلوم کیا تھا کہ میں زندہ سلامت ہوں اور جنوب کی سمت کسی علاقے میں ہوں۔

کبریا نے پروفیسر دینا ناتھ اور اس کی دو بھتیجیوں کو یہ آفر دی تھی کہ وہ چنوں مجھے ڈھونڈ نکالنے تک کبریا کے ساتھ رہیں گے۔ وہ انہیں ایک ماہ میں پچاس ہزار روپے بھی دے گا اور ان کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کے اخراجات بھی برداشت کرے گا۔

انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ دوسرے دن ہوٹل چھوڑ کر دہلی سے مدراس جائیں گے۔ وہاں پہنچ کر پروفیسر اپنے علم سے اگر یہ معلوم کرے گا کہ میں اور آگے کے جنوبی علاقے میں ہوں تو پھر وہ سب آگے جنوب کی طرف سفر کریں گے۔

پروفیسر نے کبریا کے سامنے اپنا ایک مسئلہ بیان کیا۔ مہاراشٹر میں ایک سیاسی لیڈر ناگیشور پانڈے تھا۔ وہ میرا کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ میرا ایک مسلمان کے عشق میں گرفتار ہوئی تھی۔ ناگیشور پانڈے مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی ہندو لڑکی کسی مسلمان کی آغوش میں جائے۔ اس نے اس مسلمان کو قتل کرا دیا تھا۔

کبریا نے پروفیسر سے کہا کہ وہ ناگیشور پانڈے سے نمٹ لے گا۔ اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ البتہ یہ کہا کہ وہ غیر معمولی سماعت کا حامل ہے۔ ہزاروں میل دور کوئی مطلوبہ شخص باتیں کر رہا ہو تو وہ اس کی آواز سن لیتا ہے۔ پروفیسر نے فون کے ذریعے اسے ناگیشور پانڈے کی آواز سنائی۔ وہ آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا پھر اس نے پانڈے کا ایسا تماشا بنایا تھا کہ وہ غصے سے پاگل ہو گیا تھا۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ کبریا کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

اس کے چیلنج کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کبریا نے خود کو مسلمان کہا تھا اور یہ جتلایا تھا کہ وہ میرا سے عشق کرتا ہے۔ میرا یہ سن کر جھینپ رہی تھی۔ ایک تو دل پہلے ہی اس کی طرف مائل تھا۔ اس پر وہ کھلم کھلا فون پر پانڈے سے کہہ چکا تھا کہ اس نے میرا کے ایک مسلمان عاشق کو قتل کرایا ہے۔ دوسرے مسلمان عاشق کا وہ کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

گزشتہ اقساط میں یہ سب کچھ تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ پروفیسر دینا ناتھ اور اس کی دونوں بھتیجیاں میرا اور شاردا آدھی رات تک کبریا کے کمرے میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اس کی غیر معمولی قوتِ سماعت پر حیران ہوتے رہے۔ شاردا تو کبریا کی ایسی دیوانی ہو رہی تھی کہ سب کی موجودگی میں اس کا ہاتھ پکڑ رہی تھی۔ ایک ہی صوفے پر اس سے لگ کر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے برعکس میرا بہت سنجیدہ تھی۔ کبریا سے کترا رہی تھی۔ اس کے بارے میں کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی لیکن بے اختیار سوچتی چلی جاتی تھی۔

کبریا باتوں کے دوران میں کبھی کبھی اس کے خیالات پڑھتا تھا۔ اس نے انہیں اپنا نام البرٹ پارکر بتایا تھا۔ میرا سوچ رہی تھی "پروفیسر انکل نے اپنے علم سے یہ بتایا ہے کہ ایک مسلمان میری زندگی میں آئے گا۔ اگرچہ پانڈے نے ایک مسلمان کو ہلاک کرا دیا ہے۔ اس کے باوجود میری تقدیر نہیں بدلی۔ مجھے ایک مسلمان سے ہی محبت ہوگی پھر نہ جانے کیوں یہ دل البرٹ پارکر کی طرف مائل ہو رہا ہے۔ یہ تو عیسائی ہے۔"

کبریا نے اس کی سوچ میں کہا "عیسائی ہے تو کیا ہوا؟ میری محبت میں گرفتار ہو کر مسلمان ہو جائے گا۔"

وہ قائل ہو کر سوچنے لگی "یہ مجھے چاہتا ہے۔ ابھی فون پر پانڈے سے باتیں کر رہا تھا۔ خود کو مسلمان کہہ رہا تھا اپنا نام فرہاد بتا کر پانڈے کو بھڑکا رہا تھا کہ میں اس مسلمان فرہاد سے محبت کر رہی ہوں اور یہ بھی میری خاطر پانڈے سے ٹکرانے کے لیے تیار ہے۔ ہے بھگوان! کیا یہ نہیں جانتا کہ کتنی بڑی طاقت کو للکار رہا ہے؟"

اس نے چور نظروں سے کبریا کو دیکھا۔ وہ اس کی سوچ میں بولا "یہ پیار کی انتہا ہے۔ یہ میری خاطر ہر سرا قتدار پارٹی کے لیڈر کو چیلنج کر چکا ہے۔ میں چور نظروں سے کیوں دیکھ رہی ہوں؟ مجھے کسی کا ڈر تو نہیں ہے۔"

کبریا نے اسے اپنی طرف دیکھنے پر مائل کیا۔ جب وہ دیکھنے لگی تو اس نے بھی نظریں ملائیں۔ اس نے ایک دم سے شرما کر نظریں جھکا لیں۔ پروفیسر سے بولی "انکل! چلیں۔ مسٹر پارکر کو آرام کرنے دیں۔"

شاردا نے کہا "تمہیں جانا ہے تو جاؤ۔ میں تو پارکر سے باتیں کروں گی۔"

پروفیسر نے اٹھتے ہوئے کہا "نہیں شاردا! دوسروں کے آرام کا خیال رکھنا چاہیے۔ آؤ ہم اپنے کمرے میں چلیں۔"

میرا اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ شاردا کو بھی اٹھنا پڑا۔ وہ جاتے جاتے سوچنے لگی "جب میرا اور انکل سو جائیں گے تب میں چپ چاپ پارکر کے پاس آؤں گی۔ ہائے مجھے کیا ہو گیا ہے۔ یہ تو مجھے پاگل بنا رہا ہے۔"

وہ تینوں چلے گئے۔ کبریا نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ ایک ایزی چیئر پر آ کر آرام سے بیٹھ کر ناگیشور پانڈے کے اندر پہنچ گیا۔ اس وقت وہ سونے کے لیے بستر پر لیٹ رہا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس نے دہلی میں اپنی سیاسی پارٹی کے ایک لیڈر سے رابطہ کیا تھا۔ وہ لیڈر ہوم منسٹر تھا۔ اس نے ہوم منسٹر کو ایک فون نمبر بتا کر کہا تھا "میں نے سی ایل آئی میں یہ نمبر پڑھا ہے۔ مجھے ایک دشمن نے دہلی سے فون کیا تھا۔ آپ معلوم کریں کہ فون کہاں سے کیا گیا ہے؟ وہاں میرا دشمن موجود ہے۔ وہ مسلمان ہے اور اس نے میری بیٹی کو اغوا کرنے کی دھمکی دی ہے۔ آج کل میری بیٹی وہیں دہلی میں ہے۔"

ہوم منسٹر نے کہا "آپ کی بیٹی میری بیٹی ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں اور آئی جی پولیس کو وہاں چھاپا مارنے کو کہتا ہوں۔ آپ بتائیں دشمن سے کیسا سلوک کیا جائے؟"

"اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ وہ زندہ رہے گا تو میری بیٹی کو نہیں چھوڑے گا۔"

"اسے گولی مارنے کا معقول جواز پیش کرنا ہوگا۔ اس پر الزام لگایا جا سکتا ہے کہ وہ پاکستان سے آنے والا کشمیری مجاہد ہے۔ دہلی میں تخریبی کارروائیاں کرنے آیا ہے۔"

"آپ جو بہتر سمجھتے ہیں' وہ کریں۔ میں صبح ہونے سے پہلے اس کی موت چاہتا ہوں۔"

"میں احکامات صادر کرنے کے بعد سونے کے لیے جاؤں گا۔ میرا سیکریٹری اس کی موت کی خبر آپ کو سنائے گا۔"

ناگیشور پانڈے نے مطمئن ہو کر ریسیور رکھ دیا پھر خود سونے کے لیے بیڈ پر آ گیا۔ کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اٹھ کر پھر فون کے ذریعے ہوم منسٹر سے رابطہ کیا۔ اس بار سیکریٹری نے کہا "صاحب سونے کے لیے جا چکے ہیں۔ آپ صبح رابطہ کریں۔"

پانڈے نے ریسیور رکھ دیا۔ کبریا اس سیکریٹری کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ ہوم منسٹر نے آئی جی پولیس کو ہمارے پیچھے لگا دیا ہے۔ اس سیکریٹری نے کبریا کی مرضی کے مطابق آئی جی سے رابطہ کر کے پوچھا "کیا آپ اس فون کے ذریعے اس کشمیری مجاہد تک پہنچ چکے ہیں۔"

اس نے جواب دیا "ہمیں ابھی معلوم ہوا ہے کہ وہ ہوٹل تاج محل کا ایک فون نمبر ہے۔ ہوٹل کے ایکسچینج سے آپریٹر نے بتایا ہے کہ ایک سوئٹ سے ممبئی کے کسی ناگیش درپانڈے کو فون کیا گیا تھا۔"

کبریا آئی جی کے اندر پہنچ گیا۔ اس آئی جی نے ڈی آئی جی کو حکم دیا تھا کہ اس ہوٹل کے سوئٹ میں جو مسلمان ہے۔ اس پر الزام عائد کیا جائے کہ وہ پاکستان سے آنے والا کشمیری مجاہد ہے۔ الزام ثابت کرنے کے لیے کچھ ہتھیار اور ہینڈ گرنیڈ اور ٹائم بم وغیرہ لے جا کر اس کے سوئٹ میں رکھے جائیں۔ اس مسلمان کو فرار ہونے کا موقع دیا جائے اور جب وہ بھاگنے لگے تو اسے گولی مار دی جائے۔

کبریا آئی جی کے ذریعے ڈی آئی جی کے اندر پہنچ گیا۔ ڈی آئی جی ایک پولیس کار میں بیٹھا ہوٹل کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے پولیس وین میں ایک انسپکٹر اور چھ مسلح سپاہی بیٹھے ہوئے تھے۔ انسپکٹر وائرلیس کے ذریعے ڈی آئی جی سے ہدایات حاصل کر رہا تھا۔ کبریا انسپکٹر کے اندر آ گیا پھر اس کے ذریعے ایک سپاہی کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ اس سپاہی نے کبریا کے زیر اثر آتے ہی اسلحے کے بیگ میں سے ایک ہینڈ گرنیڈ نکالا پھر اس کی چابی کو دانتوں میں دبا کر زور سے کھینچا۔ دوسرے سپاہی نے چیخ کر کہا "یہ تم نے کیا کیا ہے؟ اسے فوراً گاڑی سے باہر پھینکو!"

اس سپاہی نے کہا "نکو اس مت کرو۔ میں اس گرنیڈ کو آزما رہا ہوں۔"

دوسرے سپاہی چیخنے لگے "گاڑی روکو۔ گاڑی روکو۔ جلدی روکو۔"

اس سے پہلے کہ وہ رکتی' ایک زوردار دھماکا ہوا۔ گاڑی کئی فٹ اچھلی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین بوس ہو گئی۔ انسپکٹر اور سپاہیوں کے بھی چیتھڑے اڑ گئے۔ ڈی آئی جی کی کار آگے جا کر رک گئی۔ اس نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک افسر سے پوچھا "یہ کیا ہو گیا؟ یہ کس نے کیا ہے؟"

اس گاڑی کا ایک بھی فرد زندہ نہیں بچا۔ کوئی نہیں بتا سکتا تھا کہ اتنا زبردست دھماکا کیسے ہو گیا؟ کیسے وہ چھ سپاہی اپنے انسپکٹر کے ساتھ مارے گئے۔ بے چارے کشمیری مجاہد کو گولی مارنے جا رہے تھے۔

ڈی آئی جی نے آئی جی اور ہوم منسٹر تک یہ خبر پہنچائی کہ وہ کشمیری مجاہد وہاں منظم جماعت کے ساتھ ہے۔ ہمارے اندر کی خبر رکھتا ہے۔ اس کے آدمیوں نے ہمارے ایک انسپکٹر اور سپاہیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔

یہ دہشت طاری ہو گئی کہ تاج محل ہوٹل کے سوئٹ میں وہ مسلمان تنہا نہیں ہے۔ اس کے آگے پیچھے مسلح تخریب کار ہیں' جو چشم زدن میں پولیس والوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ لہٰذا اچھی خاصی پولیس فورس کے ساتھ اسے گرفتار کرنے کے لیے اس ہوٹل میں جانا چاہیے۔

کبریا اپنا سفری بیگ اٹھا کر ہوٹل سے باہر آ گیا۔ اسے عارضی طور پر ایک محفوظ پناہ گاہ کی ضرورت تھی۔ وہ ایک چور راستے سے شلپا کی کوٹھی میں آ گیا۔ کوٹھی کے باہر مسلح سیکیورٹی گارڈز تھے۔ اندر شلپا اور اس کی ماں مسز رما تھی۔

اس نے دونوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے گہری نیند سلا دیا۔

وہ پھر نا گیشور پانڈے کے پاس آیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ اس نے نیند کی حالت میں ریسیور اٹھا کر دہلی میں اپنی بیوی اور بیٹی سے رابطہ کیا۔ وہ دونوں ایک نائٹ کلب میں تھیں۔ وہاں سے ائرپورٹ کی طرف جا رہی تھیں۔ کبریا نے ان کی آوازیں سن کر فون بند کرا دیا اس کی بیٹی کے اندر پہنچ گیا۔ اس کا نام سرلا پانڈے تھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہہ رہی تھی "ممی! ہر رات کلب جانا ضروری تو نہیں ہے۔ آپ پتے کھیلتی ہیں اور ہزاروں روپے ہارتی رہتی ہیں۔"

"میں ہمیشہ نہیں ہارتی۔ دادی ماں بن کر نصیحت نہ کرو۔"

"آپ کو اچھی بات کڑوی کیوں لگتی ہے؟"

"کیا تم جھگڑا شروع کرو گی؟"

"اس میں جھگڑے کی کیا بات ہے؟ ساری دنیا کی مائیں اپنے بچوں کو غلط کاموں سے روکتی ہیں۔ میں ایسی بیٹی ہوں کہ ماں کو دولت لٹانے سے منع کرتی رہتی ہوں۔ میں ایک ہی بیٹی نہیں ہوں۔ آپ کا ایک جوان بیٹا بھی ہے۔ ڈیڈی کی دولت اور جائداد ہمارے لیے بچا کر رکھنا چاہیے۔"

"میں تمہارے باپ کی نہیں' اپنے باپ کی دولت پر عیش کر رہی ہوں۔ یہاں جو شوگر مل ہے۔ اسے میں جہیز میں لائی تھی۔ جس کوٹھی میں ہم رہتے ہیں' وہ پانچ کروڑ روپے کی ہے۔ تمہارے نانا اسے میرے نام کر گئے ہیں۔"

وہ بول رہی تھی اور سرلا بیزار ہو رہی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا اس کا ایک بڑا بھائی ہے۔ جس کا نام راہول پانڈے ہے۔ وہ ابھی ممبئی سے دہلی آ رہا ہے۔ اسی لیے وہ ائرپورٹ جا رہی تھیں۔ سرلا نے کہا "آپ نے بہت پی لی ہے۔ آپ کار میں بیٹھی رہیں گی۔ میں راہول کو ریسیو کرنے جاؤں گی۔"

"میں نشے میں نہیں ہوں۔ میرا بیٹا آ رہا ہے اور میں اسے ریسیو نہ کروں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ تم مجھے بہت زیادہ روکنے ٹوکنے لگی ہو۔"

"راہول نے آپ کو پینے سے منع کیا تھا۔ وہ آپ کو ایسی حالت میں دیکھے گا تو ناراض ہو گا۔ اگر آپ ویزیٹرز لابی میں جائیں گی تو میں نہیں جاؤں گی۔"

اس نے ائرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں کار روکی۔ اس کی ماں کار سے باہر نکل کر بولی "تم جاؤ یا نہ جاؤ۔ میں تو جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ کبریا نے سرلا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ڈیش بورڈ میں سے کاغذ کا پیڈ اور قلم نکال کر لکھا "میں سرلا پانڈے کو لے جا رہا ہوں۔ کسی کو پاکستان سے آنے والا کشمیری مجاہد کہہ کر جھوٹا الزام دو گے تو یہ زندہ نہیں ملے گی۔"

سرلا نے یہ تحریر لکھ کر کاغذ کے پیڈ اور قلم کو ڈیش بورڈ کے اوپر رکھا پھر کار وہیں چھوڑ کر ٹیکسی میں بیٹھ کر شلپا کے بنگلے میں آئی۔ کبریا نے شلپا اس کی ماں اور مسلح گارڈز کو سلا دیا تھا۔ کسی نے سرلا کو وہاں آتے نہیں دیکھا۔ وہ ایک بیڈ روم میں کبریا کے سامنے آئی۔ اس نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ چونک کر اسے دیکھ کر بولی "تم کون ہو؟ میں کہاں آ گئی ہوں؟ میں۔ میں یہاں کیسے آ گئی؟"

وہ گھوم گھوم کر چاروں طرف حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ کبریا نے کہا "تم یہاں محفوظ ہو۔ آرام سے بیٹھو۔"

"میں نہیں بیٹھوں گی۔" وہ پلٹ کر دروازے کی طرف گئی پھر واپس آ کر بیٹھ گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی "میں جانا چاہتی تھی پھر واپس آ کر کیوں بیٹھ گئی۔"

کبریا نے کہا "تمہارا باپ حکمران پارٹی کا ایک اہم لیڈر ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ مسلمانوں کا جانی دشمن ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ طاقت کے غرور میں فرعون بن گیا ہے۔ جب تک میں اس غبارے کی ہوا نہیں نکالوں گا۔ تب تک تم میری قید میں رہو گی۔"

"اگر میرے ڈیڈی ظالم ہیں تو ان سے انتقام لو۔ ایک کمزور لڑکی کو مہرہ بنانا مردانگی نہیں ہے۔"

"تمہارا باپ کمزور لڑکیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتا رہتا ہے۔ اسے یہ سبق سکھانا ضروری ہے کہ اس کی جوان بیٹی کو بھی کوئی ہوس کا نشانہ بنا سکتا ہے۔ جبکہ میں تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ تم بہت اچھے ذہن کی لڑکی ہو۔ اپنی ممی اور ڈیڈی کی گمراہی سے پریشان رہتی ہو۔ انہیں راہِ راست پر لانا چاہتی ہو۔ تم نہ تو کسی کی برائی کرتی ہوں اور نہ ہی کسی کا برا چاہتی ہو۔ اس لیے یہاں عزت آبرو سے رہو گی۔ جاؤ بیڈ پر لیٹ جاؤ۔"

وہ اس کی موجودگی میں بستر پر لیٹنا نہیں چاہتی تھی لیکن بے اختیار وہاں گئی پھر اس نے چاروں شانے چت لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ کبریا نے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا دیا پھر سوچا کہ دشمنوں سے نمٹنے کے بعد اس پر تنویمی عمل کرے گا۔

وہ آئی جی اور ڈی آئی جی کے خیالات پڑھنے لگا۔ کچھ دیر پہلے ایک انسپکٹر کئی مسلح سپاہیوں کے ساتھ بم دھماکے سے مارا گیا تھا۔ وہ دھماکا کیسے ہوا تھا۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

پولیس ڈیپارٹمنٹ کے اتنے لوگوں کا مارا جانا معمولی بات نہیں تھی۔ ہوم منسٹر کو بھی نیند سے جگا دیا تھا۔ کیونکہ اسی کے حکم سے ایک مسلمان کو ہلاک کرنے کی پلاننگ پر عمل کیا جا رہا تھا۔

ہوم منسٹر نے کہا "تم لوگوں کے پاس عقل نام کی چیز نہیں ہے۔ اس مسلمان پر حملہ کرنے' اسے گرفتار کرنے یا گولی مارنے سے پہلے اس کے متعلق معلومات حاصل کرنی چاہیے تھیں۔ اپنے اتنے آدمیوں کو مروانے کے بعد یہ عقل آ رہی ہے کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ خطرناک اسلحے کے ساتھ پوری طرح منظم ہے۔"

ڈی آئی جی نے کہا "اب ہم پوری طرح محتاط ہیں۔ پہلے ہم اپنے جاسوس اس ہوٹل میں بھیج رہے ہیں۔ ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیرا جا رہا ہے۔ ہمارے جاسوس انکوائری کریں گے پھر کسی خون خرابے کے بغیر خاموشی سے گرفتار کریں گے۔ وہ فرار ہونا چاہے گا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔"

ناگیشور پانڈے نے ممبئی سے ہوم منسٹر کو کبریا کے خلاف ایکشن لینے کے لیے کہا تھا۔ اس نے پروفیسر دینا ناتھ' میرا اور شاردا کے بارے میں اسے نہیں بتایا تھا۔ اس لیے فی الحال انہیں کوئی پریشان نہیں کر رہا تھا۔

کبریا نے فون کے ذریعے پروفیسر سے کہا "آپ میری باتیں توجہ سے سنیں اور فوراً عمل کریں۔ میں وہ ہوٹل چھوڑ کر روپوش ہو گیا ہوں۔ پانڈے یہاں میری موت کا سامان کر رہا ہے۔ ابھی اس نے آپ تینوں کے خلاف کسی سے کچھ نہیں کہا ہے۔ آپ موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ میرا اور شاردا کو لے کر فوراً ہوٹل سے نکل جائیں۔ ٹرین یا جہاز کے ذریعے جنوب کی طرف کسی بھی شہر میں چلے جائیں۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

وہ فون بند کر کے میرا کے اندر پہنچ گیا۔ شاردا پوچھ رہی تھی "کیا پارکر کا فون تھا؟ وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

پروفیسر نے کہا "پانڈے پہلے ہمارا دشمن تھا۔ اب پارکر کے خون کا پیاسا ہو گیا ہے۔ پارکر یہ ہوٹل چھوڑ کر جا چکا ہے۔ ہمیں بھی فوراً یہاں سے جانا ہو گا۔"

میرا کے دل نے دھڑک دھڑک کر پوچھا "وہ جا چکا ہے؟ کہاں گیا ہے؟ کیا اب کبھی نہیں آئے گا؟"

شاردا نے پوچھا "وہ کہاں گیا ہے؟ کیا ہم سے پھر کبھی نہیں ملے گا؟ کیا مرد ایسے ہوتے ہیں؟ اپنی جان بچانے کے لیے ہمیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

میرا نے ناگواری سے کہا "کیا مصیبت کے وقت وہ تمہیں گود میں اٹھا کر لے جاتا۔"

پروفیسر نے کہا "وہ ہماری وجہ سے مصیبت میں پھنس گیا ہے۔"

شاردا نے کہا "میرا کی وجہ سے اس پر مصیبت آئی ہے۔ پانڈے سمجھ رہا ہے کہ البرٹ مسلمان ہے اور میرا پر عاشق ہے۔ جبکہ وہ مجھے لائن مار رہا ہے۔"

وہ سب سامان پیک کر رہے تھے اور اپنی اپنی رائے پیش کرتے جا رہے تھے۔ شاردا نے کہا "پارکر مدراس جانے کے لیے کہہ رہا تھا۔ کیا ہمیں کسی فلائٹ میں جگہ ملے گی۔"

"ممبئی جانے والی ٹرین ملے گی۔ ہمیں ہر حال میں ابھی یہ شہر چھوڑ دینا ہے۔"

میرا خاموش تھی۔ کبریا کی جدائی دل دکھا رہی تھی۔ وہ دل کو سمجھا رہی تھی "یہ اچھا ہی ہوا۔ دل نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف مائل ہو رہا تھا۔ اس کی دوری سے سنبھل جاؤں گی۔ بھگوان کرے' وہ کبھی واپس نہ آئے۔"

وہ تینوں ہوٹل کے کاؤنٹر پر آئے۔ وہاں کا بل ادا کرنا چاہا۔ کاؤنٹر گرل نے کہا "مسٹر پارکر آپ کے تمام واجبات ادا کر چکے ہیں۔"

وہاں ایک جاسوس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پروفیسر سے پوچھا "پارکر نے آپ کا بل ادا کیا۔ اس کا مطلب ہے' اس سے گہرا تعلق ہے۔"

پروفیسر نے کہا "میں پامسٹ ہوں۔ میں نے اس کے ہاتھ کی لکیریں پڑھی تھیں۔ اس کے عوض اس نے ہوٹل کا بل ادا کیا ہے۔"

دوسرے جاسوس نے پوچھا "کیا اس کے ہاتھ کی لکیروں

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں
بزرگان دین کے ایمان افروز واقعات
روشنی کے مینار
قیمت -/150 روپے
ڈاک خرچ -/25 روپے
مصنف: ضیاء تسنیم بلگرامی
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23 کراچی نمبر 1

نے یہ نہیں بتایا کہ وہ البرٹ پارکر نہیں ہے۔ ایک بہروپیا مسلمان ہے۔"

"ہاتھ کی لکیریں کسی کا نام اور مذہب نہیں بتاتیں۔"

"پھر کیا بتاتی ہیں؟ تم نے کیا معلوم کیا ہے؟"

"یہی کہ اس کی عمر بہت لمبی ہے۔ وہ بڑے مصائب کا سامنا کرے گا اور دشمنوں پر غالب آتا رہے گا۔"

"وہ سالا ہوٹل چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ ورنہ اس کی لمبی عمر دھری کی دھری رہ جاتی مگر جائے گا کہاں؟ اسی شہر میں کتے کی موت مرے گا۔"

ہوٹل کے منیجر نے پروفیسر کی حمایت میں کہا "یہ پیشہ ور نجومی ہیں۔ یہاں ہوٹل میں آنے والے اپنے ہاتھ کی لکیریں دکھاتے ہیں اور ان کی قابلیت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی مطلوبہ فیس دس ہزار روپے خوشی سے دیتے ہیں۔ البرٹ پارکر سے ان کا کوئی ذاتی تعلق نہیں ہے۔"

جاسوس نے کہا "ٹھیک ہے۔ تم جاؤ لیکن یہ بتاؤ کہاں جارہے ہو؟"

"ہم ممبئی جارہے ہیں وہاں کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام کریں گے؟"

وہ ہوٹل سے نکل کر ریلوے اسٹیشن آئے۔ اس وقت صبح کے چار بج رہے تھے۔ دو گھنٹے بعد چھ بجے ممبئی میل وہاں سے روانہ ہونے والی تھی۔ انہیں آسانی سے سیٹیں نہیں مل سکتی تھیں۔ کبریا نے بکنگ کلرک کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ لوگ ٹرین کے روانہ ہونے تک چند سیٹیں بچا کر رکھتے تھے۔ ان میں سے تین سیٹیں ان تینوں کو مل گئیں۔

کبریا نے اس کلرک کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ اسی ٹرین کے ایک ائر کنڈیشنڈ کیبن کو ریزرو رکھا جائے۔ ابھی ایک شخص آکر اس کیبن کا کرایہ ادا کرے گا۔ اس معاملے سے فارغ ہو کر اس نے سرلا پر تنویمی عمل کیا۔ اس نے اس کا حافظہ کمزور کرکے اس کے دماغ کو حکم دیا کہ وہ عارضی طور پر اپنی پچھلی زندگی بھول جائے گی۔ شلپا کو اپنی کزن اور اس کی ماں کو اپنی سمجھ کر ان کے ساتھ رہے گی۔ اپنی اصلیت معلوم کرنے کی فکر نہیں کرے گی۔

اس نے شلپا اور اس کی ماں مسز ورما پر بھی مختصر سا عمل کیا۔ جس کے مطابق شلپا کی ماں سرلا کو اپنے بھائی کی بیٹی سمجھ کر اسے اپنے بنگلے میں چھپا کر رکھنے والی تھی۔ شلپا کے ذہن میں بھی یہ بات نقش ہوگئی کہ سرلا کا نام منورما ہے۔ وہ کزن ہے۔ وہ اپنی کزن کو بنگلے سے باہر جانے دے گی اور نہ ہی اسے کسی کا سامنا کرنے دے گی۔

اس نے وہاں کے معاملات سے نمٹ کر اپنا سفری بیگ اٹھایا پھر وہاں سے ریلوے اسٹیشن کی طرف جاتے ہوئے پانڈے کے اندر پہنچ گیا۔ اس وقت تک اس کی بیوی اور اس کے بیٹے راہول نے فون پر اسے اطلاع دے دی تھی کہ سرلا کو کسی نے اغوا کیا ہے۔ انہیں کار کے اندر سرلا کی تحریر ملی تھی۔ تحریر بدلی ہوئی تھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسے سرلا نے لکھا ہے۔

راہول نے فون پر کہا "ڈیڈ! اس اغوا کرنے والے نے لکھا ہے کہ کسی کو پاکستان سے آنے والا کشمیری مجاہد کہہ کر جھوٹا الزام دو گے تو ہماری سرلا زندہ واپس نہیں ملے گی۔"

ناگیشور پانڈے نے غصے سے کہا "اسی مسلمان نے میری بیٹی کو اغوا کیا ہے۔ وہ ہوٹل تاج محل کے ایک سوئٹ میں ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ اسے اب تک گرفتار کیوں نہیں کیا گیا۔"

اس نے ہوم منسٹر سے رابطہ کیا۔ وہ بولا "مسٹر پانڈے! آپ نے کس مسلمان سے دشمنی کی ہے۔ وہ یہاں منظم گروہ کے ساتھ ہے۔ اس نے ہمارے ایک انسپکٹر اور چھ سپاہیوں کو ان کی گاڑی سمیت بم سے اڑا دیا ہے۔ وہ ہوٹل چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے۔ اسے پورے شہر میں تلاش کیا جارہا ہے۔"

پانڈے نے کہا "اس نے میری بیٹی کو اغوا کرکے دھمکی دی ہے کہ اسے پاکستان سے آیا ہوا کشمیری مسلمان کہا جائے گا تو وہ میری بیٹی کو زندہ سلامت نہیں چھوڑے گا۔ پتا نہیں وہ میری بیٹی کے ساتھ کیسا سلوک کررہا ہوگا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ میں ابھی پورے شہر کی ناکا بندی کرا رہا ہوں۔ آپ کی بیٹی ہماری بیٹی ہے۔ ہم صبح ہونے سے پہلے اسے واپس لے آئیں گے۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات 44 ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ 15 اکتوبر 2003ء کو شائع ہوگا

ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

44

چوالیسواں حصّہ

فرہاد علی تیمور

حسن، رنگینیوں اور تحیر کے اُس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس وقت میں چاہتا، جھانک لیتا اور یہی اُس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔ ہمت، شوخی، پُرمحل و طلسم ہوش رُبا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی کی لازوال اور بے مثال داستانِ عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار ہے۔

اُردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

کبریا اپنا حلیہ تبدیل کر چکا تھا۔ کوئی اسے البرٹ پارکر کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا پھر وہ ایسے مسلمان کو ڈھونڈ رہے تھے، جس کے ساتھ اغوا شدہ ایک لڑکی ہوگی۔ ٹی وی کے کئی چینل کے ذریعے سرلا کی تصویر دکھائی جارہی تھی اور یہ اطلاع نشر کی جارہی تھی کہ ایک قد آور جوان جو خود کو البرٹ پارکر کہتا ہے۔ اس نے سرلا پانڈے کو اغوا کیا ہے۔ یہ لڑکی کسی بھی مرد، عورت، جوان یا بوڑھے کے ساتھ دکھائی دے، فوراً ہی قریبی تھانے میں اطلاع دیں۔ لڑکی گجراتی ہے۔ گجراتی، ہندی اور انگریزی روانی سے بولتی ہے۔ اطلاع دینے والے کو ایک لاکھ روپے دیے جائیں گے۔

البرٹ پارکر کا ایک خیالی خاکہ بھی اسکرین پر پیش کیا جارہا تھا۔ شاردا اور میرا نے ریلوے اسٹیشن کے ٹی وی اسٹیشن پر سرلا کی تصویر دیکھی پھر ٹرین پر سوار ہوگئیں۔

شاردا نے کہا "پارکر کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ہم نے سرلا کو دیکھا ہے۔ یہ ناگیش ورپانڈے کی بیٹی ہے۔ مانا کہ باپ ظلم کررہا ہے لیکن اس کی بیٹی پر ظلم نہیں کرنا چاہیے۔"

پروفیسر نے کہا "پارکر اس لڑکی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہ اسے صرف ایک ڈھال کے طور پر استعمال کررہا ہے۔"

شاردا نے میرا کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہا "سرلا بھرپور جوان ہے۔ سندر بھی ہے۔ پارکر نہ جانے اس کے ساتھ کیا کررہا ہوگا؟"

میرا نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "تم بھی بھرپور جوان ہو۔ سندر بھی ہو۔ کیا اس نے کبھی تمہیں لفٹ دی ہے۔ الٹا تم اسے لفٹ دیتی رہیں اور وہ تم سے کترا تا رہا۔"

"تم جو راستے کی دیوار بنی ہوئی تھیں۔ وہ تمہاری خاطر خود کو مسلمان کررہا تھا۔ پانڈے کو یہ بتا رہا تھا کہ تم اس کے ساتھ وقت گزار رہی ہو۔"

"اس نے پانڈے کو بھڑکانے کے لیے ایسا کہا تھا۔ ورنہ اس کے رویّے سے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ جوان لڑکیوں سے دلچسپی نہیں لیتا ہے۔"

کبریا ٹرین کی روانگی سے پہلے ٹکٹ کاؤنٹر پر آیا۔ اس نے کاؤنٹر کلرک کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ایک ائر کنڈیشنڈ کیبن اس کے لیے ریزرو رکھا ہوا تھا۔ ایک کیبن چار مسافروں کے لیے ہوتا ہے۔ کبریا نے اپنے ایک فرضی نام کے ساتھ پروفیسر دینا ناتھ، میرا اور شاردا کے نام سے چار ٹکٹ حاصل کیے۔ ان کی رقم ادا کی پھر ٹرین پر سوار ہوگیا۔

صبح کے چھ بج رہے تھے۔ ٹرین وہاں سے چل پڑی۔ شاردا نے کہا "بڑی مشکل سے بیٹھنے کے لیے سیٹ ملی ہے۔ سونے کی جگہ نہیں ہے اور ہم رات بھر جاگتے رہے ہیں۔ نیند کیسے پوری ہوگی؟"

پروفیسر نے کہا "پانڈے ہمارے لیے مصیبت بن گیا

ہے۔ ہم بیٹھے بیٹھے کس طرح نیند پوری کریں گے۔"

"میں کبھی اس طرح سو نہیں پاؤں گی۔ آپ ٹکٹ چیکر کو زیادہ رقم دے کر ائر کنڈیشنڈ کیبن میں برتھ حاصل کریں۔"

پروفیسر کے موبائل کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کرکے کان سے لگایا۔ اسے کبریا کی آواز سنائی دی۔ وہ خوش ہو کر بولا "تم؟ خیریت سے ہو نا؟ ہم تمہارے لیے بہت پریشان ہیں۔ تم کہاں ہو؟"

کبریا نے کہا "آپ حیرانی پریشانی ظاہر نہ کریں۔ میرا اور شاردا کے ساتھ اس ٹرین کی بوگی نمبر سولہ کے کیبن نمبر سات میں آجائیں۔"

اس نے فون بند کردیا۔ پروفیسر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے میرا اور شاردا سے کہا "میرے ساتھ آؤ۔ ہم دوسرے ڈبے میں جائیں گے۔"

وہ دونوں اس کے ساتھ چلنے لگیں۔ میرا نے کہا "دوسرے ڈبے میں جگہ نہیں ملے گی۔"

شاردا نے کہا "سمجھا کرو۔ انکل ٹکٹ چیکر کو رشوت دے کر برتھ حاصل کریں گے۔"

ٹرین کی تمام بوگیاں ایک دوسرے سے منسلک تھیں۔ وہ ایک ایک بوگی سے گزرتے ہوئے کبریا کے کیبن کے دروازے پر آئے۔ اس نے دروازہ کھول کر کہا "آجائیں۔"

وہ پیچھے ہٹ گیا۔ وہ تینوں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس نے پروفیسر کو اندر آنے پر مائل کیا۔ وہ دونوں بھی اس کے ساتھ آگئیں۔ وہ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد بولا "میں نے دشمنوں سے بچنے کے لیے اپنا چہرہ اور حلیہ تبدیل کیا ہے۔ آپ مجھے آواز سے پہچان سکتے ہیں۔ میں البرٹ پارکر ہوں۔"

تینوں حیران ہو کر اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ مسکرا کر بولا "جب میں بھیس بدلتا ہوں تو میرے اپنے بھی مجھے پہچان نہیں سکتے۔ میری پہچان یہ ہے کہ میں غیر معمولی قوت سماعت رکھتا ہوں۔"

پروفیسر نے کہا "بے شک یہ البرٹ پارکر کی پہچان ہے۔"

وہ بولا "تھوڑی دیر پہلے شاردا کہہ رہی تھی، بڑی مشکل سے بیٹھنے کے لیے سیٹ ملی ہے۔ سونے کی جگہ نہیں ہے اور ہم رات بھر جاگتے رہے ہیں۔ نیند کیسے پوری ہوگی؟"

میرا نے کہا "ہاں۔ شاردا یہی کہہ رہی تھی۔"

شاردا نے اتنی دیر میں پہلی بار کبریا کو لگاوٹ سے دیکھا اور کہا "یہ تم اندازے سے بھی کہہ سکتے ہو کہ ہمیں برتھ نہیں ملی ہوگی اس لیے میں نے ایسی باتیں کی ہیں۔ ہماری کوئی دوسری گفتگو سناؤ۔"

وہ مسکرا کر بولا "تم نے میرا سے سرگوشی میں کہا تھا، سرلا بھرپور جوان ہے۔ سندر بھی ہے۔ پارکر اس کے ساتھ نہ جانے کیا کر رہا ہوگا؟"

شاردا یہ سنتے ہی جھینپ گئی پھر بولی "سوری پارکر! میں نے حسد اور جلاپے میں یہ کہہ دیا تھا۔ پتا نہیں کیوں، میں کسی دوسری لڑکی کو تمہارے قریب نہیں دیکھ سکتی۔"

"یہ تمہاری دماغی کمزوری ہے۔ تم جلد ہی میرے ساتھ میری آئیڈیل کو دیکھو گی۔ اسے میرے قریب برداشت نہیں کرو گی تو میں اسے لے کر دور چلا جاؤں گا۔"

وہ بولی "تم میری توہین کر رہے ہو۔ کیا تمہاری کوئی آئیڈیل ہے؟"

"ہاں۔ وہ بہت خوب صورت، سنجیدہ اور خاموش رہنے والی لڑکی ہے۔ جب سے اسے دیکھا ہے، وہ میری نگاہوں میں رہنے لگی ہے۔ اس وقت بھی مجھ سے دور نہیں ہے۔"

میرا نے چونک کر اسے چور نظروں سے دیکھا۔ کبریا اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ شاردا نے دونوں کی نگاہوں کے تصادم کو دیکھا پھر غصے سے بھڑک گئی "مجھے پہلے ہی شبہ تھا۔ تم بہن نہیں دشمن ہو۔ کالی بلی کی طرح میرا راستہ کاٹ رہی ہو۔ انکل! آپ دیکھ رہے ہیں، یہ خاموش رہتی ہے مگر مجھے اندر سے ڈستی رہتی ہے۔"

میرا نے ناگواری سے کہا "کیا بکواس کر رہی ہو۔ انکل! اسے سمجھائیں۔ پتا نہیں، یہ میرے متعلق کیسی رائے قائم کر رہی ہے؟"

پروفیسر نے ڈانٹ کر کہا "مجھے پارکر سے ضروری باتیں کرنے دو۔ تمہاری بے تکی باتوں کے باعث مجھے باتیں کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔"

"میں چپ رہوں گی۔ پہلے میرا صاف صاف کہہ دے کہ اسے پار کرسے لگاؤ نہیں ہے۔"

کبریا نے کہا "میرا سے نہ پوچھو، میں کہتا ہوں کہ میرا میری آئیڈیل ہے۔ کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ میں اسی کی خاطر بر سر اقتدار پارٹی کے لیڈر سے ٹکرا رہا ہوں اور بھیس بدل کر پھر اس کے قریب آگیا ہوں۔"

اس کی باتیں سن کر میرا کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ منہ پھیر کر شرما رہی تھی اور شاردا رونے لگی تھی۔ پروفیسر نے کہا "کیوں بچوں کی طرح رو رہی ہو؟ چپ ہو جاؤ آنسو

پونچھو۔ محبت ایسی چیز نہیں ہے، جسے تم زبردستی کسی سے چھین سکو۔"

پھر اس نے کبریا سے کہا "پارکر! میرا اور شاردا کی ذمے داریاں مجھ پر ہیں۔ یہ دونوں جسے پسند کریں گی۔ میں اس سے شادی کردوں گا لیکن تم تقدیر سے نہیں لڑ سکو گے۔ میرا کے مقدر میں کوئی مسلمان لائف پارٹنر ہے۔ تم اس کے جیون ساتھی نہیں بن سکو گے۔"

وہ بولا "محبت کا جذبہ اتنا طاقت ور ہوتا ہے کہ وہ تقدیر بدل دیتا ہے یا اپنے محبوب کی تقدیر کے مطابق ڈھل جاتا ہے۔ میں میرا کی خاطر مسلمان ہو جاؤں گا۔"

میرا ان لمحات میں شرم و حیا بھول گئی۔ پیار کے جذبوں میں ڈوب کر اسے دیکھنے لگی۔ بڑی خاموشی سے اس پر قربان ہونے لگی۔ شاردا کا دل ٹوٹ رہا تھا۔ کبریا نے اسے ایک برتھ پر سونے کے لیے مائل کیا۔ وہ وہاں لیٹ گئی۔ وہ پروفیسر سے بولا "میں ابھی ٹائلٹ سے آتا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹائلٹ میں آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کیا پھر شاردا کے اندر پہنچ کر اس کے دماغ کو تھپکنے لگا۔ وہ دو تین منٹ کے اندر سو گئی۔ وہ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ پروفیسر نے شاردا کو محبت سے دیکھا پھر کبریا سے کہا "ابھی اس میں بچپنا ہے۔ ایک بچی کی طرح کھلونے کے لیے ضد کرتے کرتے سو گئی ہے۔ تم اس کی حرکتوں کا برا نہ ماننا۔"

وہ بولا "میں ایسی باتوں اور حرکتوں کو اہمیت نہیں دیتا۔ یہ رفتہ رفتہ نارمل ہو جائے گی۔ اچھا ہوا سو گئی۔ ہم اطمینان سے ضروری باتیں کرکے سو جائیں گے۔ ہم سب ہی پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔"

"میں صرف دو باتیں کروں گا۔ پہلی بات تو یہ کہ تم میرا کی خاطر کیا واقعی مسلمان ہو جاؤ گے۔ اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دو گے؟"

"میرے دادا اور پردادا سب ہی مسلمان تھے۔ میرے پاپا بھی مسلمان ہیں اور الحمدللہ میں بھی پیدائشی مسلمان ہوں۔"

میرا اور پروفیسر اسے بے یقینی سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا "آپ کو رفتہ رفتہ یقین ہو جائے گا۔ میری کچھ مجبوریاں ہیں۔ میں ابھی اپنے پاپا اور اپنے خاندان کے متعلق کچھ نہیں بتا سکوں گا۔ میرے کئی دشمن ہیں۔ ان سے چھپتے رہنے کے لیے میں بھیس بدلتا رہتا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، جب مناسب سمجھو، اپنی اصلیت بتا دینا۔ میرا کی خاموشی بتا رہی ہے کہ یہ تم سے راضی ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرا دوسرا سوال ہے، کیا واقعی تم نے پانڈے کی بیٹی سرلا کو اغوا کیا ہے؟"

"جی ہاں۔ میں اسے ایک محفوظ جگہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ وہاں وہ عزت آبرو سے رہے گی۔ جب پانڈے ہمارا پیچھا چھوڑ دے گا تو اس کی بیٹی اسے مل جائے گی۔"

"اگرچہ وہ دشمن کی بیٹی ہے مگر میں چاہتا ہوں اس کی عزت پر حرف نہ آئے۔ مجھے تم پر بھروسا ہے۔ اس کا خیال رکھو اور اسے جلد ہی عزت سے اس کے گھر پہنچا دو۔ اب باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ میں سو رہا ہوں۔"

وہ اوپر والی برتھ پر سونے چلا گیا۔ کبریا نے اسے بھی خیال خوانی کے ذریعے سلا دیا۔ میرا سر جھکائے بیٹھی تھی۔ کبریا نے کہا "تمہیں بھی سونا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں، سونے سے پہلے تم کچھ کہو۔ میں اپنے بارے میں کہہ چکا ہوں۔ کیا میری اس سچائی کا تمہیں یقین ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ تم سے جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے۔ آپ مجھ سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔ میرے لیے یہ فخر کی بات ہے کہ آپ میری خاطر ایک ایسے طاقت ور دشمن سے لڑ رہے ہیں جو بہت با اختیار ہے۔ اس کے ذرائع اتنے وسیع ہیں کہ وہ ہندوستان میں کہیں بھی آپ کو سکون سے رہنے نہیں دے گا۔ کیا آپ میری ایک بات

مانیں گے؟"

"بولو۔ ہزار باتیں مانوں گا۔"

"آپ یہ ملک چھوڑ دیں۔ یہاں قدم قدم پر آپ کے لیے خطرہ ہے۔ وہ لوگ کہیں سے چھپ کر آپ کو گولی مار سکتے ہیں۔"

"تم ملک چھوڑنے کی بات کہہ رہی ہو۔ میں تو تمہارے بغیر یہ دنیا بھی نہیں چھوڑوں گا۔ کیا میرے ساتھ گولی کھاؤ گی؟"

"میں زبان سے کیا کہوں؟ کسی دن ثابت کردوں گی کہ میری جان آپ ہی کے لیے ہے اور یہ جان آپ ہی کو دوں گی۔"

"مجھے یقین ہے۔ میں تم پر بھروسا کرتا ہوں اور تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ تم اپنے دل کی بات کہو۔"

اس نے میرا کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں لیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے' شرماتے ہوئے اسے دیکھا پھر سر جھکا کر بولی "میں آپ کی سلامتی چاہتی ہوں۔ آپ اس شیطان پانڈے کو نہیں جانتے۔ وہ آپ کو مار ڈالنے کے لیے سرکاری مشینری کو کام میں لائے گا۔"

"میں دشمنوں سے بے خبر نہیں ہوں۔ ان کے ایک ایک منصوبے سے باخبر رہتا ہوں۔"

"میں سمجھ گئی۔ آپ غیر معمولی قوت سماعت کے ذریعے دشمنوں کی باتیں سنتے رہتے ہیں۔ واقعی اس صلاحیت کے ذریعے آپ محفوظ رہتے ہیں۔"

اس کا ہاتھ کبریا کے ہاتھ میں تھا۔ وہ عجیب سی کشش محسوس کررہی تھی۔ اس کی طرف کھنچی جارہی تھی۔ اس کے اندر کیا ہورہا ہے' یہ کبریا خوب سمجھ رہا تھا۔ فی الحال وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ دشمن اسے کہاں کہاں تلاش کررہے ہیں؟

اس نے کہا "جی چاہتا ہے' اسی طرح تمہارے ساتھ محبت سے وقت گزارتا رہوں لیکن ہم سب پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ ہمیں ذہنی اور جسمانی طور پر فریش رہنے کے لیے سوجانا چاہیے۔ میں اوپر والی برتھ پر جارہا ہوں۔ تم یہاں سوجاؤ۔"

اسے کبریا کی قربت اچھی لگ رہی تھی۔ وہ دیر تک بیٹھی رہنا چاہتی تھی لیکن محبت سے یہ بھی سوچ رہی تھی کہ وہ تنہا دشمنوں سے جنگ لڑ رہا ہے۔ بہت تھکا ہوا ہے۔ اسے سوجانا چاہیے۔

کبریا نے اس کے ہاتھ کو چوم کر کہا "ہم نیند پوری کرنے کے بعد ڈھیر ساری باتیں کریں گے۔ اب آرام سے سوجاؤ۔"

وہ اوپر والی برتھ پر چلا گیا۔ میرا نے اس ہاتھ کو اپنے دھڑکتے ہوئے سینے سے لگالیا۔ جسے کبریا نے چوما تھا پھر وہ اپنی برتھ پر لیٹ گئی۔ کبریا نے اسے ایک منٹ میں خیال خوانی کے ذریعے سلا دیا۔

ابھی اس کے نصیب میں آرام نہیں تھا۔ دشمنوں کی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کرنا بہت ضروری تھا۔ پہلے اس نے ناگیشور پانڈے کی بیٹی سرلا کی خبر لی۔ وہ شلپا کے بنگلے کے ایک کمرے میں آرام سے سو رہی تھی۔ کبریا نے سرلا' شلپا اور اس کی ماں کے دماغوں میں باری باری جاکر یہ حکم دیا کہ وہ تینوں مزید چار گھنٹوں تک سوتی رہیں گی۔

پھر اس نے ڈی آئی جی کے خیالات پڑھے۔ وہ مایوس ہو کر اپنے اعلیٰ افسر سے کہہ رہا تھا کہ البرٹ پارکر دہلی میں نہیں ہے۔ اس شہر سے باہر نہ جانے کون سے شہر یا قصبے میں جاکر چھپا ہوا ہے۔ اعلیٰ افسر نے کہا "ممبئی سے ناگیشور پانڈے اپنی بیٹی کے لیے گرج رہا ہے۔ آج شام تک اس کی بیٹی واپس نہ آئی تو وہ ہم سب کو ہمارے عہدوں سے نیچے گرادے گا۔ ہمارا ٹرانسفر کرادے گا۔"

کبریا نے ناگیشور پانڈے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے کبریا کی مرضی کے مطابق فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔ کون ہے؟"

"تمہارا باپ بول رہا ہے۔ اپنی بیٹی واپس چاہتے ہو یا نہیں؟"

وہ چونک کر بولا "ارے تم! تم البرٹ پارکر ہو؟"

"میں البرٹ پارکر کے بھیس میں تھا۔ اب دوسرے بھیس میں ہوں۔ تمہارے اتر پردیش کے تمام پولیس والے مجھے ڈھونڈ رہے ہیں۔ کتنے ہی میرے قریب سے گزر چکے ہیں۔ کسی نے مجھے اب تک نہیں پہچانا ہے اور نہ ہی کبھی پہچان پائیں گے۔"

"یہ بتاؤ۔ میری بیٹی کہاں ہے؟ تم نے اسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا ہے۔"

"تمہاری بیٹی بہت ہی سندر اور بھرپور جوان ہے۔"

"اے خبردار! ایک بیٹی کے باپ سے ایسی باتیں نہ کرو۔"

"تم دوسروں کی بیٹیوں سے کھیلتے ہو اور چٹخارے لے لے کر ان کے حسن و شباب کی باتیں کرتے ہو۔ ایسے وقت

تمہیں شرم نہیں آتی؟"

"اپنی بیٹی کے لیے غیرت جاگتی ہے۔ دوسروں کی بیٹیاں لوٹ کا مال ہوتی ہیں۔ مجھے بتاؤ' سرلا کہاں ہے؟"

"میرے سامنے بیڈ پر لیٹی ہوئی ہے۔ میں اس سے کہہ رہا ہوں لباس پہنو مگر یہ نہیں پہن رہی ہے۔ تم نے اسے بچپن سے ننگی رہنے کی عادی بنا دیا ہے۔ اب یہ کھلی ہوئی کتاب کی طرح پڑی میری نیت خراب کررہی ہے۔"

"اے! مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ میری بیٹی سے بات کراؤ۔"

"وہ دوسرے فون سے بات کرے گی۔ میں نمبر بتا رہا ہوں۔ ڈائل کرو۔"

اس نے کریڈل پر ہاتھ رکھ کر ہٹایا پھر کبریا کی مرضی کے مطابق آئی جی کی بوڑھی دادی کے موبائل فون پر رابطہ کیا۔ ادھر سے بوڑھی دادی نے "ہیلو" کہا۔ وہ غصے سے بولا "تمہیں شرم نہیں آتی۔ ننگی کیوں ہو؟"

بڑھیا نے گھبرا کر اپنے آپ کو دیکھا پھر غصے سے کہا "تم کون ہو بدتمیز؟"

"شٹ اپ! اپنے باپ کو بدتمیز کہہ رہی ہو؟"

"کیا بکواس کررہے ہو؟ میرے باپ کو مرے ہوئے پچاس برس ہوچکے ہیں۔"

"کیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے؟ میں زندہ ہوں اور تم مجھے مردہ کہہ رہی ہو۔ آگے کوئی بکواس کرنے سے پہلے بستر سے اٹھو اور فوراً کپڑے پہنو۔"

"پاگل کے بچے! میں نے پورے کپڑے پہنے ہیں۔ تیری ماں ننگی ہوگی جاکے اسے کپڑے پہنا۔"

آئی جی نے کمرے میں آکر پوچھا "دادی ماں! کس کا فون ہے؟"

"پتا نہیں کون کمینہ ہے؟ کیا تم معلوم کرسکتے ہو کہ یہ فون کرنے والا کتا کون ہے؟"

آئی جی نے اس سے فون لے کر کان سے لگایا۔ اس وقت وہ پوچھ رہا تھا "کیا تم سرلا نہیں ہو؟"

اس نے سرلا کا نام لیا تو آئی جی نے اس کی آواز بھی پہچان لی۔ حیرانی سے پوچھا "ناگیشور! یہ تم ہو؟"

وہ بولا "اوہ۔ سوری۔ اس دشمن نے مجھے غلط نمبر بتایا ہے۔ تم آئی جی ہو نا؟"

"ہاں۔ کس دشمن نے تمہیں یہ نمبر دیا ہے؟"

"وہی دشمن ہے جس نے سرلا کو اغوا کیا ہے۔ پتا نہیں وہ میری بیٹی کے ساتھ کیا کیا کررہا ہے؟"

"فکر نہ کرو۔ وہ خیریت سے ہوگی۔ ہم اسے ڈھونڈ نکالنے کی پوری کوششیں کررہے ہیں۔"

"یہ تو میں کل رات سے سنتا آرہا ہوں۔ وہ میری بیٹی کے ساتھ اسی شہر کے کسی مکان میں ہے۔ میری عزت کی دھجیاں اڑا دیا ہے۔"

"ہم پورے شہر کی ناکابندی کرچکے ہیں۔ وہ یہاں سے جا چکا ہے۔ اگر سرلا کے ساتھ کسی مکان میں ہے تو پھر کسی قریبی شہر میں ہوگا۔ میرا مشورہ ہے۔ اس کا کوئی مطالبہ ہو تو مان لیا جائے۔ اس طرح بیٹی واپس آجائے گی۔ اس کی واپسی کا یہی ایک آسان طریقہ ہے۔"

کبریا نے اسے فون کی گھنٹی بجنے کا احساس دلایا۔ وہ بولا "فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ شاید اسی کا فون ہے؟ میں ابھی تم سے رابطہ کروں گا۔"

اس نے وہ ریسیور رکھ کر دوسرے فون کا ریسیور اٹھایا پھر اسے کان سے لگا کر بولا "ہیلو!"

کبریا نے کہا "تم نے اپنی بیٹی سے بات کرلی؟"

"تم نے مجھے غلط نمبر دیا تھا۔ پلیز! میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ میری بیٹی کو واپس کردو۔ تمہارا جو بھی مطالبہ ہوگا میں اسے پورا کروں گا۔"

"میرا مطالبہ ہے۔ تم پروفیسر دینا ناتھ' شاردا اور میرا سے دشمنی بھول جاؤ گے۔"

"سمجھو کہ بھول گیا۔ بس اسی لمحے سے بھول گیا۔ میں کبھی ان کا نام بھی زبان پر نہیں لاؤں گا۔"

"تم دو دنوں کے لیے دہلی آجاؤ گے۔ یہاں آنے کے بعد تم ممبئی میں کسی سے فون پر بھی رابطہ نہیں کرو گے۔"

"میں ابھی کسی بھی پہلی فلائٹ میں دہلی جانے کے لیے سیٹ حاصل کروں گا۔"

"تم جتنی جلدی دہلی آؤ گے اتنی ہی جلدی تمہیں بیٹی واپس ملے گی۔ وہ ائرپورٹ پر تمہیں ریسیو کرنے آئے گی۔"

وہ ناگیشور پانڈے کو اس لیے ممبئی سے ہٹا رہا تھا کہ شام تک پروفیسر دینا ناتھ ان دونوں لڑکیوں کے ساتھ وہاں پہنچنے والا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ پانڈے کو وہاں ان کی آمد کا علم ہو اور وہ ان کے خلاف شیطانی حرکتیں کرے۔

اس نے کہا "دہلی جانے سے پہلے یہاں کسی کو دو کروڑ روپے دے کر جاؤ۔ میں وہ رقم اس سے وصول کرلوں گا۔"

وہ عاجزی سے بولا "دو کروڑ تو بہت ہوتے ہیں۔"

"تو پھر تین کروڑ دے دو۔ جتنی بحث کرو گے اتنی ہی رقم بڑھتی جائے گی۔ جسے تین کروڑ دے کر جاؤ گے اسے ابھی بلاؤ۔"

اس نے اپنے ایک مشیر کو بلایا پھر اس کے آنے پر کہا "میں ابھی تمہیں تین کروڑ روپے دے رہا ہوں۔ کسی وقت بھی ایک شخص تمہارے پاس آئے گا۔ وہ کوڈ ورڈز کے طور پر کہے گا "تا گیشور پانڈے گدھے کا بچہ ہے" یہ سنتے ہی تم اسے تین کروڑ روپے دے دو گے۔"

مشیر نے حیرانی سے پوچھا "پانڈے صاحب! آپ گالی کھانے کے تین کروڑ دے رہے ہیں؟"

"آج میں بہت خوش ہوں۔ جو مجھے گالی دے گا۔ میں اسے اسی طرح انعام دوں گا۔"

"میں آپ کو ماں بہن کی گالیاں دے سکتا ہوں۔ کیا مجھے بھی تین کروڑ ملیں گے؟"

"تین کروڑ جوتے ملیں گے۔"

کبریا اس مشیر کی آواز سن چکا تھا۔ کسی وقت بھی اس کے اندر پہنچ سکتا تھا۔

مشیر نے کہا "یہ آپ ریسیور اٹھا کر کس سے باتیں کر رہے ہیں؟ یہ تو خراب پڑا ہے۔ اس کے لیے کمپلین کی گئی ہے۔"

"مجھے پتا ہے۔ تم ابھی جاؤ۔ میں بعد میں بلاؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے ریسیور کو دیکھ کر سوچا "واقعی یہ فون تو خراب ہے۔ میں اتنی دیر سے اس پر کیسے بات کر رہا ہوں؟ اور مجھے اس کی آواز بھی سنائی دے رہی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

اس نے ریسیور کو پھر کان سے لگایا۔ کبریا نے کہا "گدھے کے بچے! جب تجھے آواز سنائی دے رہی ہے تو پھر فون کیسے خراب ہو سکتا ہے؟ اب یہ ریسیور رکھ دے اور دوسرے فون کے ذریعے دہلی کے لیے سیٹ حاصل کر لے۔"

اس نے ریسیور کو رکھ کر دوسرے فون کا ریسیور اٹھایا پھر ایک ایرلائن ایجنسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

کبریا دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ آئندہ پھر پانڈے کے پاس جا کر اس سے نمٹنے والا تھا۔

○☆○

اعلیٰ بی بی نے فرمان مصری کے ساتھ کچھ وقت گزارا تھا۔ اس کے ساتھ رات کا کھانا کھا کر قاہرہ کی شاہراہوں پر گھومتی رہی تھی۔

فرمان ایک صحت مند' قد آور خوب رو جوان تھا۔ پہلی ملاقات میں اعلیٰ بی بی کو دل دے بیٹھا تھا۔ وہ بھی اس سے کسی حد تک متاثر تھی لیکن اتنی ریزرو تھی کہ وہ اظہارِ محبت کی جرأت نہیں کر رہا تھا۔ وہ بھی اسے موقع نہیں دے رہی تھی۔

پراسرار علوم جاننے والی بنت عمارہ نے فرمان کو اپنا بیٹا بنایا تھا۔ بعد میں اعلیٰ بی بی کو بھی بیٹی بنا لیا تھا۔ وہ بوڑھی نیلی پیتھی جانتی تھی۔ اس کے دماغ میں کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا آ سکتا تھا لیکن اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس نے خود پر ایسا عمل کیا تھا کہ تیر ہو تلوار ہو یا بندوق کی گولیاں ہوں' وہ چند سیکنڈ کے لیے اسے زخمی کرتی تھیں' پھر وہ زخم آپ ہی آپ بھر جاتا تھا۔ وہ اور بھی کئی طرح کے پراسرار علوم جانتی تھی۔

اس نے مجھے تلاش کرنے کے لیے میرا زائچہ بنایا تھا۔ اپنے ایک پراسرار علم کے ذریعے مجھے ڈھونڈ رہی تھی۔ ایسے وقت پتا چلا کہ کوئی اس کی معلومات کے راستے میں رکاوٹ بن رہا ہے۔ وہ رکاوٹ بننے والا کون ہے؟ کہاں رہتا ہے؟ اور کس طرح کا عمل کر رہا ہے؟ یہ ابھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

میں پچھلے باب میں بیان کر چکا ہوں۔ کماری پوجا کلیانی کی دادی ماں ایک وچ لیڈی تھی۔ وہ اپنے کالے علوم سے سولہ برس کی جوان خوب صورت چھوکری بن کر رہتی تھی۔ اس وقت وہ ایک سو دس برس کی بوڑھی تھی۔ اس کا دعویٰ تھا۔ آئندہ اور ایک سو سال تک وہ سولہ برس کی جوان لڑکی بن کر رہے گی۔

اس نے تنویمی عمل کے ذریعے میرا برین واش کیا تھا۔ میرے اندر نیلی پیتھی کا علم رہنے دیا تھا۔ باقی میری پچھلی زندگی بھلا دی تھی۔ میں کیسی ذہانت سے کام لیتا ہوں؟ کیسی حکمت عملی سے دشمنوں کو پسپا کرتا ہوں۔ یہ سب کچھ میری یادداشت میں محفوظ تھا۔ خیال خوانی کی صلاحیتیں بھی یاد آنے والی تھیں لیکن میری اصلی شناخت مجھے نہیں مل سکتی تھی۔ میں نہ خود کو پہچان سکتا تھا اور نہ ہی اپنوں میں واپس جا سکتا تھا۔

وہ پوجا کی دادی ماں زبردست وچ لیڈی تھی۔ میرے چاروں طرف کالے علم سے ایسی بندش کر چکی تھی کہ بنت عمارہ جیسی زبردست وچ لیڈی بھی مجھ تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ وہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ کس نے میرے اطراف کالے منتروں سے بندش کی ہے؟ اور اس کا توڑ کیسے ہو سکتا ہے؟

اس رات بنت عمارہ تھک ہار کر سو گئی تھی۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ اس نامعلوم جادوگر سے ٹکرانا آسان نہیں ہو گا۔ رفتہ رفتہ معلومات حاصل ہوں گی کہ کس نے مجھے ٹریپ کیا ہے؟ اور میں کب تک کالے علم کی جکڑ بندی میں

رہوں گا؟

فرمان مصری نے اعلیٰ بی بی کو بنت عمارہ سے ملایا تھا۔ اس سے پہلے اعلیٰ بی بی نے فرمان مصری کے خیالات پڑھے تھے۔ اس کے ذریعے بنت عمارہ کے دماغ میں پہنچی تھی پھر اس کے بھی خیالات پڑھے تھے۔ یہ اس کی خوش فہمی تھی کہ وہ ان ماں بیٹے کے دماغوں میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکتی ہے۔ بعد میں بنت عمارہ نے اسے بتایا کہ وہ دھوکا کھا رہی تھی۔ ان ماں بیٹے کے چور خیالات کو کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ اس نے اپنے اور فرمان کے دماغ پر ایسا عمل کیا تھا کہ وہ اپنے اندر پرائی سوچ کو محسوس کر لیتے تھے لیکن ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ ایسا ہی عمل بابا صاحب کے ادارے میں اعلیٰ بی بی اور کبریا پر کیا گیا تھا۔

فرمان مصری بہترین فائٹر تھا۔ اپنی ماں سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر چکا تھا۔ بہت جلد خیال خوانی کے قابل ہونے والا تھا۔ بنت عمارہ اسے کچھ پراسرار علوم بھی سکھا رہی تھی۔

اعلیٰ بی بی' فرمان اور بنت عمارہ کے درمیان محبت اور اعتماد پیدا ہوا۔ تب فرمان نے اعلیٰ بی بی کو اپنے بارے میں اصل حقائق بتائے۔ اعلیٰ بی بی نے دریائے نیل کے ساحل پر ایک بنگلا کرائے پر لیا تھا۔ فرمان نے کہا "قاہرہ کے مضافات میں وسطی نامی ایک بستی ہے۔ میں وہاں کی زمینوں کا مالک ہوں وہاں ایک بہت بڑی حویلی میں رہتا ہوں۔ میں چاہوں گا۔ تم وہاں میرے ساتھ رہو۔ اس کرائے کے بنگلے کو چھوڑ دو۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "آج رات مجھے یہاں رہنے دو۔ کل کسی وقت تمہاری حویلی میں آؤں گی۔"

فرمان بڑے پیار سے مصافحہ کر کے چلا گیا۔ وہ رات اس نے اسی بنگلے میں گزاری۔ کھڑکیوں اور دروازوں کو اندر سے اچھی طرح بند کر دیا پھر سونے سے پہلے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ بنگلے کے آس پاس کوئی غیر معمولی بات ہو یا کوئی اندر آنا چاہے تو فوراً اس کی آنکھ کھل جائے۔ وہ یہ ہدایت دے کر صبح چھ بجے تک کے لیے گہری نیند سو گئی۔

فرمان مصری اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا۔ قاہرہ شہر سے اس کی حویلی پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ وہ اپنے علاقے کا جاگیردار تھا۔ اس کی حویلی کے اندر اور باہر درجنوں مسلح گارڈز کی ڈیوٹی رہا کرتی تھی۔ یہ دولت اور جاگیر اسے بنت عمارہ سے حاصل ہوئی تھی۔ وہ کہتی تھی "تم میرے بیٹے ہو۔ آج میرا جو کچھ ہے وہ کل تمہارا ہو گا۔" وہ صرف اپنی دولت اور جائداد ہی نہیں اپنے پراسرار علوم بھی اس کے ذہن میں منتقل کرتی جا رہی تھی۔

اس نے ایک بار پوچھا تھا "ماما! آپ اپنا سب کچھ مجھے دیتی جا رہی ہیں۔ آخر مجھے اس قدر چاہتی کیوں ہیں؟"

اس نے جواب دیا "بیٹے! میں تمہارے ذریعے محبت کے رشتوں میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں۔ تمہاری زندگی میں ایک حسین لڑکی آنے والی ہے۔ تم اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارو گے۔ وہ میرے لیے ایک پوتے کو جنم دے گی۔ تو وہ پوتا مجھے دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت بنا دے گا۔"

"آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ وہ حسینہ مجھ سے راضی ہو جائے گی اور وہ ایک بیٹے کو جنم دے گی۔"

"میرا ایک علم مجھے مستقبل کے بارے میں درست بتاتا ہے۔ بس ایک پریشانی ہے۔ کہیں سے کوئی رکاوٹ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔"

"کیسی رکاوٹ ماما؟"

"یہ ابھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

یہ کچھ عرصہ پہلے کی بات تھی پھر اعلیٰ بی بی سے ان کی ملاقات ہوئی تو وہ فرمان سے بولی "یہی وہ حسینہ ہے' جو میرے لیے ایک پوتا پیدا کرے گی۔ اسے جلد سے جلد اپنی محبت میں گرفتار کرو۔"

وہ بولا "ماما! یہ جتنی حسین ہے' اتنی ہی سنگین ہے۔ بہت ریزرو رہتی ہے۔ رومانی انداز اختیار کرنے کا موقع نہیں دے رہی ہے۔ کیا یہ مجھ سے محبت کرے گی؟"

"محبت اور اپنے بہترین سلوک سے ہم دونوں اس کا دل جیت لیں گے۔ میں اس کے باپ کو ڈھونڈ نکالوں گی تو یہ ہمیشہ کے لیے ہماری ہو جائے گی۔"

پھر بنت عمارہ نے پراسرار علوم کے ذریعے مجھے تلاش کرنا چاہا۔ تب پتا چلا' واقعی ویسی ہی رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ جس کا ذکر فرمان سے کر چکی تھی۔

اب یہ اندیشہ پیدا ہو رہا تھا کہ وہی رکاوٹ فرمان اور اعلیٰ بی بی کے درمیان آئے گی۔ انہیں ایک دوسرے سے ملنے نہیں دے گی پھر اعلیٰ بی بی اس کے لیے ایک پوتے کو جنم نہیں دے سکے گی۔

اس نے فرمان سے کہہ دیا تھا کہ وہ صبح تک مراقبے میں رہے گی اور اس نامعلوم قوت کے بارے میں معلوم کرتی رہے گی۔ اسے اعلیٰ بی بی کے زیادہ سے زیادہ قریب ہو جانا چاہیے۔ وہ اپنی ماما کی ہدایات کے مطابق اعلیٰ بی بی کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوششیں کرتا رہا لیکن اس کا انداز

محبوبانہ ہونے کے باوجود بے تکلفانہ نہیں تھا۔

وہ اسے محبت اور اس کی رضامندی سے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اسے ساحلی بنگلے میں تنہا چھوڑ کر شہر سے دور اپنی حویلی کی طرف جانے لگا۔ وہ کار ڈرائیو کرنے کے دوران یہ تمام باتیں سوچ رہا تھا۔ اچانک اس کے اندر بے چینی سی پیدا ہونے لگی۔ یہ سوچ پیدا ہونے لگی کہ وہ اعلیٰ بی بی سے دور ہو کر غلطی کر رہا ہے۔ آج ہی رات اسے حاصل کر لینا چاہیے۔

اس نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ بڑی سنجیدگی سے خود کو ٹٹولنے لگا کہ اس کے اندر اعلیٰ بی بی کے لیے جارحانہ خیالات کیوں پیدا ہو رہے ہیں "نہیں۔ میں اسے پیار کی سچائی سے حاصل کروں گا۔ میرے اندر یہ شیطانی خیالات کیوں پیدا ہو رہے ہیں؟ اگر پرائی سوچ کی لہریں ہوتیں تو میں انہیں محسوس کر لیتا۔ میرے اندر کوئی نہیں ہے پھر میں اپنے قابو سے باہر کیوں ہو رہا ہوں؟"

اس نے سوچتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے واپسی کے راستے پر موڑ لیا۔ تب اسے ماننا پڑا کہ کوئی نادیدہ قوت اس پر حاوی ہو رہی ہے۔ اسے واپس اعلیٰ بی بی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اگر اس نے خود کو نہ روکا تو یہ بہت برا ہوگا۔ اعلیٰ بی بی اس سے بدظن ہو جائے گی۔ اسے عیاش اور بدکردار سمجھ کر اس کا ساتھ چھوڑ دے گی۔

وہ تیزی سے کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا اور اسے روکنے کی کوشش بھی کرتا جا رہا تھا لیکن ناکام ہو رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کرتے ہوئے بنت عمارہ کو پکارا "ماما! مجھے بچاؤ۔ کوئی مجھ پر حاوی ہو رہا ہے۔ یہ وہی نادیدہ قوت ہو سکتی ہے۔ مجھے بچاؤ۔۔۔"

اس کی سوچ کی لہریں بنت عمارہ تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ تب اسے یاد آیا جب وہ مراقبے میں رہتی ہے تو اس کے دماغ کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں۔ کوئی اس کے اندر نہیں پہنچ پاتا۔ اس نے کہا تھا' صبح تک مراقبے میں رہے گی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ابھی اس کی آواز سن پائے گی اور نہ ہی اس کی کوئی مدد کر سکے گی۔

وہ نادیدہ قوت بہت ہی زبردست تھی۔ وہ اس سے نجات حاصل کرنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ بے اختیار ڈرائیو کرتا ہوا اسی ساحلی بنگلے کی طرف جا رہا تھا' جہاں ایک بیڈ روم میں اعلیٰ بی بی سو رہی تھی۔

گاڑی اس بنگلے کے سامنے پہنچتے ہی رک گئی۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اعلیٰ بی بی کے اندر پہنچا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بیدار ہو گئی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

وہ بولا "میں فرمان! میرے اندر آؤ اور مجھ سے بچنے کی کوشش کرو۔ کوئی شیطان میرے اندر گھسا ہوا ہے۔"

وہ فوراً اٹھ بیٹھی۔ اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا۔ وہ واپس نہیں آنا چاہتا تھا لیکن ایک نادیدہ قوت اسے یہاں لے آئی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ فرمان زبردستی اعلیٰ بی بی سے تعلقات قائم کرے۔

وہ کار سے اتر کر بنگلے کے دروازے تک آیا پھر پوری قوت سے واپس جانے کی کوشش کی۔ وہاں سے پلٹ کر ساحل کا رخ کیا لیکن اس کا دماغ اس کے قابو سے باہر ہو گیا۔ وہ دروازے کے پاس آ کر اسے لاتیں مارنے لگا۔ جھنجلا کر کہنے لگا "دروازہ کھولو۔ نہیں کھولو گی تو یہ ٹوٹ جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی اس کے اندر اپنی دماغی قوتوں کا اضافہ کرنا چاہتی تھی۔ تاکہ اس کی اور فرمان کی مشترکہ قوتوں سے اس ناگہانی شیطانی قوت کا مقابلہ کیا جا سکے۔ ایسے وقت پتا چلا کہ اس کا دماغ بے قابو ہو رہا ہے۔ اب وہ فرمان کو اپنے پاس بلانا چاہتی ہے۔ اس کی بات ماننا چاہتی ہے۔

وہ انکار میں سر ہلا کر چیخنے لگی "نہیں۔ یہ میرے اندر کیسے گندے خیالات پیدا ہو رہے ہیں؟ میں دروازہ نہیں کھولوں گی۔"

وہ انکار کر رہی تھی لیکن بے اختیار دروازے کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ ان لمحات میں فرمان دماغی طور پر سکون محسوس کر رہا تھا۔ اس کے اندر سے شیطانی ضد ختم ہو گئی تھی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا "اب وہ نادیدہ قوت تمہارے اندر موجود ہے۔ ایک بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ وہ بیک وقت ہم دونوں کو مجبور نہیں کر سکے گی۔ میں نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا ہے۔ تم اندر سے کھولو گی تو یہ نہیں کھلے گا۔"

یہی ہوا۔ اعلیٰ بی بی نے نادیدہ قوت کے دباؤ میں آ کر دروازے کی چٹخنی ہٹائی تو وہ باہر سے بند تھا۔ اچانک فرمان نے پھر اپنے اندر شیطانی ضد محسوس کی۔ ادھر اعلیٰ بی بی نے دماغی سکون محسوس ہوتے ہی پھر چٹخنی لگا دی۔ باہر سے فرمان نے دروازہ کھولنا چاہا تو وہ اندر سے بند ہو چکا تھا۔

ایسا دو چار بار ہوا۔ وہ نادیدہ قوت اعلیٰ بی بی کو مجبور کرتی تو فرمان اس کا بچاؤ کرتا۔ وہ فرمان کو مجبور کرتی تو اعلیٰ بی بی

اس کا بچاؤ کرتی۔ ایسے طریقہ کار سے وہ قوت اپنے ارادے میں ناکام ہو رہی تھی۔

آخر وہ مجبور ہو گئی۔ اسے بولنا پڑا۔ فرمان کو اپنے اندر بنت عمارہ کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "تم گدھے ہو۔ میں نے کتنے مواقع فراہم کیے۔ پہلے تمہیں رومانس کا موقع دیا پھر تم اس بنگلے میں اس کے ساتھ تنہا آئے لیکن تم نے اسے ہاتھ نہیں لگایا۔ آخر میں مجبور ہو کر ایسا کر رہی ہوں۔ تم میرے بیٹے ہو۔ میری بات مانو۔ میں اعلیٰ بی بی پر پوری طرح قبضہ جما رہی ہوں۔ وہ بالکل بے بس ہو جائے گی۔ تم ابھی اس سے جسمانی تعلق قائم کرو گے۔"

"نہیں ماما! یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میں اسے پیار سے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ زبردستی کے لیے کیوں مجبور کر رہی ہیں؟"

"میرا علم کہہ رہا ہے۔ آج رات یہ بہت ضروری ہے۔ مجھے تاش کے پتوں نے بتایا ہے۔ آج رات اس کی کوکھ میں میرے پوتے کی بنیاد پڑے گی۔"

وہ جھنجلا کر بولا "آپ تو ایک پوتے کے پیچھے پڑ گئی ہیں۔ اخلاق اور تہذیب کو بھول گئی ہیں۔ میں نکاح پڑھائے بغیر آپ کی یہ خواہش پوری نہیں کروں گا۔"

"بیٹے فرمان! تم نہیں جانتے۔ آج چاند کی پہلی تاریخ ہے۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو اگلے چاند کی پہلی تک انتظار کرنا ہوگا۔ میں زیادہ دنوں تک انتظار نہیں کر سکتی۔"

"انتظار کیوں نہیں کر سکتیں؟ مسئلہ کیا ہے؟"

"میرا بڑھاپا' میری کمزوری بڑھتی جا رہی ہے۔ تمہاری اولاد میری تمام کمزوریاں دور کر دے گی۔ میرے تمام مسائل حل کر دے گی۔"

"پھر آپ ایک ماہ تک انتظار کریں۔ میں اعلیٰ بی بی کو شادی کے لیے راضی کروں گا۔"

"تم میری بات نہیں سمجھو گے۔ نہ میں سمجھا سکوں گی۔ شادی نہیں ہونی چاہیے۔ میں جو عمل کرنے والی ہوں' اس کے لیے ناجائز اولاد چاہیے۔"

"یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ وہ فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہے۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پائی ہے۔ وہ کبھی خلافِ تہذیب ایک ناجائز بچے کی ماں نہیں بنے گی۔"

انہیں اعلیٰ بی بی کی آواز سنائی دی "میں سب سن رہی ہوں۔ ماما! آپ ایک بچہ چاہتی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ بچہ فرمان کا ہو اور وہ میری کوکھ سے ہو۔ اس سلسلے کی اہم بات یہ ہے کہ اسے ناجائز ہونا چاہیے۔"

"تم نے مجھے ماں کہا ہے اور میں تمہیں دل سے بیٹی سمجھتی ہوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں فرمان کو اپنی دولت اور جائداد دیتی رہتی ہوں۔ یہ رفتہ رفتہ بے انتہا دولت مند بنتا جا رہا ہے۔ میں تمہارے بھی کام آ رہی ہوں۔ کل صبح تک تمہارے پاپا کو ڈھونڈ نکالوں گی۔ ایک ماں تم دونوں کے لیے بہت کچھ کر رہی ہے۔ کیا اس کے بدلے میری ایک چھوٹی سی خواہش پوری نہیں کرو گے؟ بہت معمولی سی خواہش ہے۔ مجھے ایک ناجائز بچہ دے دو۔"

وہ بولی "ماما! میں اب تک یہی سمجھ رہی تھی کہ آپ نے مثبت مقاصد کے لیے پراسرار علوم حاصل کیے ہیں لیکن یہ موٹی عقل سے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ غلط حرکتوں سے ناجائز مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں۔ آپ کالا جادو جانتی ہیں اور اسے پراسرار علوم کا نام دیتی ہیں۔ آپ کو کالے جادو کے لیے مجھ سے اور فرمان سے جنم لینے والے ناجائز بچے کی ضرورت ہے۔ میری معلومات کے مطابق کالا جادو جاننے والے اپنا کوئی اہم مقصد حاصل کرنے کے لیے گناہ آلود ناجائز بچے کی قربانی دیتے ہیں۔ اس کا خون بہا کر کوئی مراد حاصل کرتے ہیں۔"

بنت عمارہ نے کہا "تم درست کہہ رہی ہو۔ جب میں ہر طرح تم دونوں کے کام آ رہی ہوں تو کیا تم اپنا ایک بچہ میرے لیے قربان نہیں کرو گے۔"

فرمان نے نفرت سے کہا "آپ پہلی بار ایک ماں کی نہیں' ایک ڈائن کی' ایک خبیث چڑیل کی زبان سے بول رہی ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ آپ نے میرا ایک بیٹا حاصل کرنے کے لیے مجھے بیٹا بنایا ہے۔ میں ایسے رشتے پر تھوکتا ہوں۔ آپ میرے دماغ سے چلی جائیں۔۔۔"

"کیسے چلی جاؤں؟ اگر کسی دوسرے جوان سے اور کسی دوسری لڑکی سے میرا کام بنتا تو میں تم لوگوں کے پیچھے اتنا وقت ضائع نہ کرتی تم دونوں کا زائچہ میرے کالے عمل کے مطابق ہے۔ تم دونوں کی دانش مندی یہی ہوگی کہ میری بات مان لو۔ سمجھ لینا پہلا بچہ پیدا ہوتے ہی مر گیا تھا۔ اس کے بعد مالا مال کر دوں گی۔ تم دونوں دنیا کے امیر ترین میاں بیوی کہلاؤ گے۔"

اعلیٰ بی بی فرمان کے دماغ میں تھی۔ اس نے کہا "تم پوری طاقت سے سانس روکو میں تمہاری دماغی توانائی میں اضافہ کر رہی ہوں۔ ہم اسی طرح اسے دماغ سے نکال سکتے ہیں۔"

ان دونوں نے مل کر پوری طاقت سے سانس روکی۔

بنت عمارہ اس کے دماغ سے نکل گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اعلیٰ بی بی کے اندر آگئی۔ فرمان جانتا تھا کہ وہ یہی کرے گی۔ اس نے بھی اعلیٰ بی بی کے اندر آکر اس کے ساتھ پوری قوت سے سانس روکی۔ وہ وہاں سے نکل گئی۔

دو چار بار یہی ہوتا رہا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "بنت عمارہ! ہم نے تمہیں ماں کہہ کر غلطی کی۔ اب ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ تم اپنے پراسرار علوم ہم پر آزماؤ۔ ہم اپنی ذہانت سے ان کا توڑ کرتے رہیں گے۔"

وہ غصے سے بولی "تم نے اپنی حماقت سے مجھے دشمن بنالیا ہے۔ میں تمہارے باپ کو تلاش کرکے تمہیں وہاں تک پہنچانا چاہتی تھی لیکن اب تمہارا باپ بھی میری دشمنی سے نقصان اٹھائے گا۔ وہ ابھی جہاں بھی ہو' بے بس اور مجبور ہو۔ وہ ٹیلی پیتھی کا علم بھول چکا ہے۔ اسی لیے تم لوگوں سے رابطہ نہیں کررہا ہے۔ میں کل تک اسے تلاش کرکے دماغی مریض بنادوں گی۔"

فرمان نے کہا "تم ہمیں ماں کا پیار دیتے دیتے اچانک بدترین دشمن بن گئی ہو۔ مجھے یاد آرہا ہے ایک بار تم نے کہا تھا کہ تم دوبارہ جوان ہونے کا عمل کررہی ہو۔ میرا پہلا بچہ تمہارے لیے خوش نصیبی لائے گا۔ اب بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے کہ تم اپنا بڑھاپا اور کمزوری دور کرنے کے لیے اور ایک بار پھر سے جوان ہونے کے لیے ہمارے پیچھے پڑگئی ہو تم مجھ کو' اعلیٰ بی بی کو اور اس کے پاپا کو جان سے مار ڈالنے کی بھی دھمکی دو تب ہم تمہارے سامنے نہیں جھکیں گے۔"

وہ غصے سے بولی "میں تم دونوں کو جھکا کر رہوں گی۔ تم دونوں اپنا پہلا ناجائز بچہ مجھے دو گے۔ ضرور دو گے۔ اس وقت چار بج چکے ہیں اب تھوڑی دیر میں صبح ہونے والی ہے۔ چاند کی پہلی رات گزر چکی ہے۔ آج میں ناکام ہوگئی۔ تم دونوں کو جان سے مار ڈالنا میرے لیے معمولی سی بات ہے لیکن میں تمہیں زندہ رکھنے پر مجبور ہوں۔ اگلے ماہ چاند کی پہلی تاریخ کو میں اپنی بات ضرور منواؤں گی۔ میں جارہی ہوں۔ لعنت ہے تم دونوں پر۔"

وہ چلی گئی۔ انہوں نے اطمینان کی سانس لی۔ اعلیٰ بی بی نے فرمان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "تم بہت اچھے ہو۔ تم اس کی ممتا کے فریب میں نہیں آئے۔ اگر ہم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرتے تو وہ ہمیں بہت ہی گندے اور گھناؤنے راستوں پر لے جاتی۔"

فرمان نے کہا "ہم ایک دوسرے سے تعاون کرکے ہی آئندہ بھی اس بلا سے نجات حاصل کرسکتے ہیں۔ یہ اگلے ماہ چاند کی پہلی تاریخ تک ہمیں گناہ کرنے پر مجبور کرتی رہے گی۔"

"ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم اس بلا کے ٹلنے تک ضرور ایک ساتھ رہیں۔"

"ہاں۔ اب یہ ضروری ہوگیا ہے کہ ہم اس کی کمزوریوں کو سمجھیں وہ اپنے بڑھاپے اور کمزوری سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہمارے پیچھے پڑگئی ہے۔ اگر ہم اسے مزید کمزور بنانے کی تدابیر پر عمل کریں تو اس سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔"

وہ اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "وعدہ کرو ایسی مصیبت میں میرے ساتھ رہو گی۔ تمہارے ساتھ رہ کر مصائب سے کھیلنا اچھا لگے گا۔"

وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی "تم انتہائی مجبوری کی حالت میں بھی شیطان نہ بن سکے۔ تم نے ثابت کیا ہے کہ شریف اور عزت دار ہو۔ میں تم پر اعتماد کروں گی اور تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

"تو پھر ابھی یہ بنگلا چھوڑ دو۔ میری حویلی میں چلو اور میرے ساتھ رہو۔"

اعلیٰ بی بی نے سفری بیگ میں اپنا تمام ضروری سامان رکھا پھر اس کے ساتھ باہر آکر کار میں بیٹھ گئی پھر اس سے کہا "ہمیں ہر لمحے محتاط رہنا ہے۔ وہ چڑیل کسی وقت بھی ہمارے اندر پہنچ سکتی ہے۔"

وہ کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "فی الحال ہمارے بچاؤ کا طریقہ یہی ہوگا۔ وہ تمہارے دماغ میں آئے گی تو میں تمہارے اندر آکر اسے ناکام بناؤں گا۔ جب وہ میرے اندر آئے گی تو تم اسے ناکام بناتی رہو گی۔ اس کے حملوں کی نوعیت کو سمجھتے ہوئے ہمیں ہمہ وقت حاضر دماغی سے کام لینا ہوگا۔"

وہ تین گھنٹے کی لانگ ڈرائیو کے بعد حویلی میں آگئے۔ اس وقت دن نکل آیا تھا۔ اس نے اعلیٰ بی بی سے کہا "فی الحال کسی بھی بیڈ روم میں جاکر نیند پوری کرو۔ بعد میں جو بھی کمرا پسند آئے گا وہ تمہارے لیے مخصوص کردیا جائے گا۔ ویسے تم یہاں مہمان بن کر نہیں اس حویلی کی مالکن بن کر رہو گی۔"

اس نے ایک کمرے میں آکر کہا "میں یہاں گزارہ کرلوں گی۔ ویسے ابھی تک خیریت ہے وہ ہماری طرف پلٹ کر نہیں آرہی ہے۔"

وہ یقیناً تھک گئی ہوگی۔ میں ایک عرصے سے اس کے قریب رہتا آیا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے وہ بظاہر صحت مند نظر آتی ہے لیکن اندر سے بہت کمزور ہے۔ کچھ دوائیں کھاتی رہتی ہے اور اپنے اوپر کچھ عمل کرتی رہتی ہے۔ اس طرح عارضی طور پر توانائی حاصل کرتی رہتی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اس لیے وہ جلد سے جلد کالے عمل کے ذریعے پھر سے جوانی اور توانائی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اچھی بات ہے اب میں چار بجے تک نیند پوری کروں گی پھر بیدار ہوجاؤں گی۔ اب تو دن نکل آیا ہے۔ شب بخیر نہیں کہہ سکتی اس لیے صبح بخیر۔"

وہ دونوں ہنستے ہوئے ایک دوسرے سے رخصت ہوگئے۔ فرمان اپنے کمرے میں جاکر سوگیا۔ اعلیٰ بی بی پریشان ہوکر سوچنے لگی۔ یہ بنت عمارہ صرف اس لیے مجھ پر بھاری پڑ رہی ہے کہ اپنے ایک پراسرار علم کے ذریعے میرے دماغ کو بے حس بنا کر اندر گھس آتی ہے اور میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہیں ہوں۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس چڑیل کو اپنے اندر آنے سے کس طرح روک سکتی ہے۔ اس نے کچھ سوچ کر الپا کو مخاطب کیا "ہیلو سسٹر! میں بول رہی ہوں۔"

الپا نے خوش ہوکر کہا "اعلیٰ بی بی! تم آئی ہو؟ خیریت سے ہو ناں؟"

"سسٹر! میں ایک پرابلم میں ہوں۔ ایک ویچ لیڈی بہت خطرناک ہے اس کا نام بنت عمارہ ہے۔ وہ کئی طرح کے پراسرار علوم جانتی ہے۔ کسی کے بھی دماغ میں گھس آتی ہے وہ تمہارے بھی اندر آئے گی تو تم اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکو گی۔"

"پھر تو وہ واقعی بہت خطرناک ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ تمہارے دماغ میں گھس آتی ہے اور تم اسے روک نہیں پاتیں۔"

"ہاں۔ یہی پریشانی ہے۔ میں جناب تیرہزی سے التجا کروں گی تو وہ میرے دماغ کو لاک کردیں گے لیکن وہ اکثر یہی سمجھاتے رہتے ہیں کہ دنیاوی معاملات میں روحانی امداد طلب نہ کیا کرو۔ پتا نہیں قدرت کا منشاء کیا ہوتا ہے؟ بعض مصائب انسان کی بہتری کے لیے ہوتے ہیں وہ ایسے مصائب کی آگ میں جل کر کندن بن جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تمہیں ابھی جناب تیرہزی سے رجوع نہیں کرنا چاہیے۔ ہم اپنے طور پر کچھ تدابیر پر عمل کریں گے۔ سب سے پہلے تو میں اس کی کمزوریاں معلوم کرنا چاہوں گی۔"

اعلیٰ بی بی نے اسے بتایا کہ اس کی عمر سو سال سے بھی زیادہ ہوگی۔ وہ بوڑھی اور کمزور ہے پھر سے جوانی اور توانائی حاصل کرنے کے لیے اسے اور فرمان کو پریشان کررہی ہے اس کے بنائے ہوئے زائچوں کے مطابق اگر وہ فرمان سے جسمانی تعلق قائم کرے گی اور ناجائز بچے کو جنم دے گی تو اس ناجائز بچے کے لہو سے اس بڑھیا کو جوانی بھی حاصل ہوگی اور توانائی بھی۔ اس مقصد کے لیے وہ اگلے چاند کی پہلی تاریخ تک ان دونوں کو گناہ گار بننے پر مجبور کرتی رہے گی۔ ابھی وہ تھک ہار کر سورہی ہے۔ آئندہ کسی وقت بھی آکر پریشان کرسکتی ہے۔

الپا نے پوچھا "کیا تم مجھے اس کے قریب پہنچا سکتی ہو؟"

"میں اس کے دماغ میں پہنچا سکتی ہوں۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتی ہے لیکن انجان بنی رہتی ہے۔ اسے یہ اطمینان رہتا ہے کہ کوئی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔"

"میں تمہارے دماغ میں آرہی ہوں۔ تم مجھے اس کے اندر پہنچادو۔"

"ایک بات یاد رکھو۔ اگر وہ تمہاری آواز اور لہجے کو پکڑلے گی۔ تو خود تمہارے لیے بھی مصیبت بن جائے گی۔ تم اس کی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ سے نہیں نکال سکو گی۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں محتاط رہوں گی۔ مجھے اس کے پاس پہنچا کر تم آرام سے اپنی نیند پوری کرو۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گی۔"

اعلیٰ بی بی نے اسے بنت عمارہ کے دماغ میں پہنچا دیا پھر واپس آکر بستر پر لیٹ گئی۔ اپنے دماغ کو ضروری ہدایات دے کر سوگئی۔ وہ بوڑھی ویچ لیڈی اس وقت سورہی تھی۔ اس نے نیند کی حالت میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بنی رہی۔ وہ سوجانا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے اس کی پرسنل سیکریٹری نے کہا "میڈم ایک ضرورت مند رئیس آپ سے ملنا چاہتا ہے کیا آپ اسے ملاقات کا کوئی وقت دینا چاہیں گی؟"

وہ بولی "اس سے کہو شام کو فون پر بات کرے۔ میں تم سے کہنا بھول گئی تھی کہ ابھی چند گھنٹے آرام کروں گی۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

وہ ریسیور رکھ کر پھر بستر پر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کرکے سوچ کے ذریعے بولی "اعلیٰ بی بی! میں تمہیں اپنے اندر

محسوس کررہی ہوں۔ تم یہی دیکھنے آئی ہو کہ میں تمہارے خلاف کیا کرنے والی ہوں؟ میں ابھی کچھ نہیں کروں گی۔ تھک گئی ہوں۔ چند گھنٹوں تک نیند پوری کرنے کے بعد ایسی چال چلوں گی کہ تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔ تم میرے چور خیالات نہیں پڑھ سکو گی۔ میری چالوں کو نہیں سمجھ سکو گی۔ اس لیے جاؤ۔"

الپا اس کے دماغ سے نکل کر اس کی پرسنل سیکریٹری کے اندر پہنچ گئی۔ اسے یہ معلوم ہوچکا تھا کہ بنت عمارہ پر کتنے ہی حملے کیے جائیں تو وہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں مرنے گی۔ اس کے جسم پر جتنے زخم لگتے ہیں وہ دیکھتے ہی دیکھتے چند سیکنڈ میں بھر جاتے ہیں۔

الپا یہ اچھی طرح سمجھ گئی کہ اس بوڑھی چڑیل کو زخمی کیا جاسکتا ہے اور نہ ہلاک کیا جاسکتا ہے۔ وہ بڑھاپے کے باعث بہت کمزور ہے اسے مزید کمزور بنایا جائے تو اس کی خیال خوانی کی صلاحیتیں کمزور پڑ جائیں گی۔ مشکل یہ تھی کہ اسے اعصابی کمزوریوں میں بھی مبتلا نہیں کیا جاسکتا تھا۔ صرف ایک ہی راستہ تھا کہ اس کی ان کمزوریوں میں اضافہ کیا جائے جو بڑھاپے کے باعث تھیں۔

وہ مزید معلومات کے لیے اب اس کی پرسنل سیکریٹری کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ یہ معلوم ہوا کہ بنت عمارہ کے پاس پراسرار علوم کے ہزاروں سالہ پرانے نسخے ہیں۔ جن سے وہ استفادہ کررہی ہے۔ ان میں سے دو چار نسخے ایسے ہیں جنہیں وہ ہر روز ایک بار پڑھتی ہے اور اپنی کھوئی ہوئی توانائی بحال کرتی رہتی ہے۔

یہ کام کی بات معلوم ہوئی تھی۔ بنت عمارہ کو ان نسخوں سے محروم کیا جاسکتا تھا۔ سیکریٹری کے خیالات نے بتایا کہ بنت عمارہ کے بیڈ روم سے ملحقہ ایک کمرا ہے۔ جہاں ایک الماری میں اس کی اہم دستاویزات اور وہ اہم نسخے رکھے ہوئے ہیں۔ اس الماری کی ایک چابی اس کے پاس رہتی ہے اور دوسری چابی اس کا ایک معاون وچ ڈاکٹر اپنے پاس رکھتا ہے۔ وہ جب بھی کوئی کالا عمل کرتی ہے تو وہ وچ ڈاکٹر ایک شاگرد اور خدمت گار کی حیثیت سے اس کالے عمل کی تیاریاں کرتا ہے اور اس عمل کے لیے ضروری سامان فراہم کرتا ہے۔

الماری کی جو چابی بنت عمارہ کے پاس تھی۔ اسے حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔ وہ ایک سونے کی چین کے ساتھ اس چابی کو اپنے گلے میں پہنے رہتی تھی۔ وچ ڈاکٹر بھی اس چابی کو بڑی احتیاط سے رکھتا تھا۔ سیکریٹری کے خیالات نے بتایا کہ وچ ڈاکٹر اس کے عشق میں مبتلا ہے۔ وہ بھی اسے چاہتی ہے لیکن ابھی اس کے قریب نہیں جارہی ہے دور ہی دور سے اسے للچاتی رہتی ہے۔ الپا نے فیصلہ کرلیا کہ اس سیکریٹری کے ذریعے وچ ڈاکٹر کو ٹریپ کرے گی پھر اس الماری سے وہ تمام نسخے نکال لے گی۔

وہ وچ ڈاکٹر فی الوقت موجود نہیں تھا۔ ایک ہفتے کی چھٹی لے کر اسکندریہ گیا ہوا تھا۔ یہ بات پریشان کن تھی جب تک وہ نہ آتا بنت عمارہ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جاسکتی تھی۔ سیکریٹری کو اس کا فون نمبر نہیں معلوم تھا۔ وہ فون پر اپنے عاشق سے گفتگو کرتی تو الپا اس کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ جاتی پھر اسے اسکندریہ سے واپس آنے پر مجبور کرتی۔

الپا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ وہ میرے لیے بھی پریشان تھی۔ میں کہاں گم ہوچکا ہوں؟ میرا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔ اب اعلیٰ بی بی کو ایک اہم مسئلہ درپیش تھا۔ اس چڑیل کو اس کے دماغ میں آنے سے کس طرح روکنا تھا۔ فی الحال کوئی تدبیر سجھائی نہیں دے رہی تھی۔

بنت عمارہ بری طرح تھکی ہوئی تھی۔ مسلسل چھ گھنٹے تک سوتی رہی۔ بیدار ہونے کے بعد پھر اعلیٰ بی بی اور فرمان کے سلسلے میں فکرمند ہورہی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ کس طرح انہیں قابو میں کیا جائے وہ کسی ایک کے دماغ پر مسلط ہوکر اسے گناہ کی طرف مائل کرسکتی تھی مگر دوسرا اس کی طرف مائل نہیں ہوتا تھا۔ وہ بیک وقت دونوں کے دماغوں میں جاکے انہیں مجبور نہیں کرسکتی تھی۔ اسے ہر حال میں ان سے ہونے والے ایک ناجائز بچے کی ضرورت تھی۔

اس کے پاس ایک ایسا مہرہ تھا جسے وہ اعلیٰ بی بی کے خلاف استعمال کرسکتی تھی اور وہ مہرہ تھا۔ راسپوٹین۔ اس وقت وہ ایک بیوہ کے مکان کے کمرے میں قیدی بنا ہوا تھا۔ بنت عمارہ نے ہی اسے قیدی بنا کر وہاں رکھا تھا۔

جہاں اسے قیدی بنا کر رکھا گیا تھا وہاں ایک نوجوان بیوہ رہتی تھی۔ اس کا نام ہالہ تھا۔ ہالہ نے اس کمرے کے دروازے کو باہر سے بند کردیا تھا۔ راسپوٹین وہاں سے باہر نہیں نکل سکتا تھا وہ شور نہیں مچا سکتا تھا دروازہ نہیں توڑ سکتا تھا۔ کیونکہ پورے قاہرہ کی پولیس اسے تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ ہالہ اسے گرفتار کراسکتی تھی۔ اس نوجوان بیوہ کے دماغ کو لاک کردیا گیا تھا۔ راسپوٹین اس کے اندر پہنچ سکتا تھا اور نہ اسے اپنا معمول بنا سکتا تھا۔

وہ جیل سے فرار ہونے کے بعد ٹیلی پیتھی کے ذریعے

وہاں کی پولیس اور انتظامیہ کو پریشان کرتا رہا تھا۔ کتنے ہی افسروں اور سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔ وہاں کے اعلیٰ حکام اور عوام کو اچھی طرح دہشت زدہ کر چکا تھا پھر یہ وارننگ دی تھی کہ شہر کی ناکا بندی کی جائے گی اور اسے تلاش کیا جائے گا تو وہ یہاں کے حکمرانوں کو اور اعلیٰ عہدے داروں کو ایک ایک کر کے ہلاک کرتا رہے گا۔

حکومت کی طرف سے اعلان کیا گیا تھا کہ اسے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ وہ یہ شہر اور یہ ملک چھوڑ کر چلا جائے گا لیکن ابھی شہر چھوڑ کر جانا اس کے لیے مناسب نہیں تھا۔ اس کے پاؤں میں گولی لگی تھی۔ سب جانتے تھے کہ وہ لنگڑا کر چل رہا ہے۔ وہ شہر سے باہر جانے کے لیے ائرپورٹ یا بندرگاہ کی طرف جاتا تو اسے دور ہی سے پہچان کر گولی ماردی جاتی۔

پھر اسے اعلیٰ بی بی کی طرف سے خطرہ تھا وہ کسی بھیس میں بھی ہوتا تو وہ اسے لنگڑی چال سے پہچان لیتی پھر اسے مزید زخمی کر کے اس کے دماغ پر حاوی ہو جاتی۔ ان اندیشوں کے باعث وہ ہالہ کے مکان میں آکر چھپ گیا تھا۔ وہاں بنت عمارہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی اسے پریشان کرتی رہی تھی پھر اسے اسی مکان کے ایک کمرے میں قید کردیا تھا۔

اب بنت عمارہ چھ گھنٹے تک سونے کے بعد تازہ دم ہو چکی تھی۔ وہ راسپوٹین کے دماغ میں پہنچ گئی۔ راسپوٹین کو بڑا ناز تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں نہیں آسکتا لیکن پچھلی رات سے بنت عمارہ اس کے اندر آکر اسے پریشان کرتی رہی تھی۔ اس نے خود کو ظاہر نہیں کیا تھا اور وہ پریشان ہوتا رہا تھا کہ اس کے اندر کون پہنچ گیا ہے اور خود کو ظاہر کیوں نہیں کررہا ہے؟

اس بار بنت عمارہ نے کہا "ہیلو راسپوٹین! میں خود کو ظاہر کررہی ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم مس ان نون ہو۔ آواز اور لہجہ بدل کر بول رہی ہو۔"

وہ بولی "تم جسے مس ان نون کہتے ہو اس کا اصل نام اعلیٰ بی بی ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہے۔ تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور امریکی اکابرین کو مس ان نون کے نام سے جھانسا دیتی رہتی ہے۔"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ میرے دماغ میں کیسے آگئی ہو؟ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ حساس ذہن رکھتا ہوں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہوں۔ ایسی کیا بات ہے کہ میں تمہیں محسوس نہیں کرپا رہا ہوں۔"

"میں یہاں کی بہت مشہور و معروف وچ لیڈی ہوں۔ کئی پراسرار علوم جانتی ہوں ایسے ہی ایک علم کے ذریعے تمہارے جیسے یوگا کے ماہروں کے اندر پہنچ جاتی ہوں۔ میرا نام بنت عمارہ ہے تم یہ نام کبھی نہیں بھولو گے کیونکہ میں تم پر حکومت کرنے والی مالکن ہوں اور تم میرے غلام ہو۔"

وہ بے بسی سے خلا میں تک رہا تھا۔ اس کے اندر یہ غیر معمولی صلاحیت تھی کہ وہ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا نہیں ہوتا تھا۔ دشمن اسے کمزور بنا کر اس کے اندر نہیں آسکتے تھے لیکن وہ وچ لیڈی دماغی توانائیوں کے باوجود دماغ میں گھس آئی تھی۔

اس نے یوگا کی مہارت سے پوری طرح سانس روکی ایسے میں سوچ کی لہروں کو باہر نکل جانا چاہیے تھا لیکن وہ قہقہے لگا رہی تھی۔ کہہ رہی تھی "اور سانس روکو اور جتنی تدابیر عمل کرسکتے ہو کرتے رہو۔"

وہ اچھی طرح سمجھ گیا کہ اس وچ لیڈی کے خلاف کچھ بھی نہیں کرسکے گا۔ وہ بے بسی سے بولا "اوہ گاڈ! تم کہاں سے پیدا ہوگئی ہو؟ تم نے تو مجھے بری طرح جکڑ لیا ہے۔"

"تم میرے فرماں بردار بن کر رہو گے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں تمہیں آزاد چھوڑ دوں گی تم جہاں چاہو گے جاسکو گے جو چاہو گے کرسکو گے۔ میرے فرماں بردار بن کر رہنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی تم پر حاوی نہیں ہوسکے گا۔ میں تمہارے کسی بھی دشمن کے دماغ میں پہنچ کر اسے نابود کردوں گی۔"

وہ قائل ہو کر بولا "ہاں۔ یہ فائدہ ضرور ہے۔ میں تمہارے ذریعے تمام دشمنوں پر حاوی ہو سکتا ہوں۔ میں سب سے پہلے اعلیٰ بی بی کو زیر کرنا چاہوں گا کیا تم اسے میرے زیر اثر لاسکتی ہو؟"

"تم اس سے بہت بری طرح خار کھائے بیٹھے ہو۔ ایک بہت ہی کم عمر لڑکی تمہارے جیسے خرانٹ تجربے کار ٹیلی پیتھی جاننے والے کو الو بناتی رہی ہے۔ اس کی وجہ سے تم نے اپنی ایک ٹانگ پر گولی کھائی اور تم لنگڑے ہو کر جیل پہنچے۔ اس میں شبہ نہیں کہ تم بہت شاطر ہو تم نے جیل سے فرار ہو کر یہاں کے حکمرانوں کو دہلا دیا ہے سب تمہارے نام سے دہشت زدہ ہیں۔ میں تمہاری صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھاؤں گی۔"

"میں دن رات تمہارے کام آتا رہوں گا۔ تم میری ایک خواہش پوری کردو۔ ابھی اور اسی وقت اسے میری کنیز بنادو۔"

"تمہاری یہ خواہش ابھی پوری نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ پہلے میں اعلیٰ بی بی سے ایک فائدہ حاصل کرنے والی ہوں۔ جب میرا کام نکل جائے گا تو میں اسے تمہارے حوالے کردوں گی۔"

"کیا وہ بھی تمہارے زیر اثر آچکی ہے؟"

"دنیا کے بڑے سے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور بڑے سے بڑے یوگا کے ماہر میرے زیر اثر آسکتے ہیں۔ اعلیٰ بی بی کی کیا بساط ہے؟"

"تمہاری صلاحیتوں سے پتا چلتا ہے کہ تم اس کے دماغ میں بھی پہنچ جاتی ہو۔"

"صرف پہنچتی نہیں ہوں تمہیں بھی پہنچا سکتی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "کیا سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہم ابھی میرے دماغ میں آؤ۔ میں اس لڑکی کے اندر جارہی ہوں لیکن خبردار وہاں اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرو گے۔ خاموش رہو گے۔"

راسپوٹین اس بوڑھی وچ لیڈی کے اندر آگیا۔ وہ اعلیٰ بی بی کے اندر پہنچ گئی۔ اس وقت وہ بھی اپنی نیند پوری کرچکی تھی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر فریش ہوگئی تھی اور فرمان کے ساتھ بیٹھی دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے فرمان سے کہہ رہی تھی "دن کے دو بج رہے ہیں بنت عمارہ کی طرف سے طویل خاموشی ہے۔"

فرمان کہہ رہا تھا "وہ ہمیں پریشان نہیں کررہی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ خاموش بیٹھی ہوگی۔ ابھی وہ ہمارے خلاف کوئی گہری چال چل رہی ہوگی۔"

وہ بولی "یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ابھی وہ ہمارے اندر موجود ہو اور خاموشی سے ہماری باتیں سن رہی ہو۔ میں یہ سوچ کر ہی پریشان ہوجاتی ہوں کہ وہ میری مرضی کے خلاف میرے اندر چھپی ہوئی ہے۔"

بنت عمارہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ راسپوٹین نے کہا "واپس کیوں آگئیں؟ یہ سننا چاہیے کہ وہ تمہارے خلاف کیا پلاننگ کررہی ہے؟"

"میں بعد میں اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرلوں گی۔"

"تم زبردست ہو۔ اعلیٰ بی بی کو تو ایک چٹکی میں مسل ڈالو گی۔"

"میں اسے جان سے نہیں ماروں گی۔ اس کا زندہ رہنا میرے لیے بہت ضروری ہے۔ میں اس سے ایک کام لینا چاہتی ہوں لیکن یہ کم بخت راضی نہیں ہورہی ہے۔"

"راضی کیسے نہیں ہوگی؟ تم اس کے دماغ پر قبضہ جماؤ گی تو یہ غائب دماغ رہ کر تمہارا کام کرے گی۔"

"ابھی تم نے جس نوجوان کو اس کے ساتھ دیکھا اس کا نام فرمان ہے۔ وہ اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچ کر اسے بچاتا ہے۔ میں فرمان کے دماغ میں پہنچتی ہوں اسے سزا دیتی ہوں تو اعلیٰ بی بی اس کے اندر آکر اسے بچاتی ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم بیک وقت دونوں پر اثر انداز نہیں ہوسکتیں۔ ایسا کرو۔ پہلے کسی ایک کے اندر جاکر اس پر تنویمی عمل کرو۔ اسے معمول بنالو پھر کسی دوسرے وقت دوسرے کو معمول وار بنالو۔"

"آج تمہارے تعاون سے یہی کروں گی۔ تم میرا لب ولہجہ اختیار کرکے فرمان کے اندر جاؤ گے تو وہ تمہیں اپنے اندر سے نہیں نکال سکے گا۔ میں جب تک اعلیٰ بی بی پر عمل کرتی رہوں گی۔ تب تک تم فرمان کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھو گے وہ قابو میں نہیں آئے گا تو اس کے اندر زلزلہ پیدا کرو گے۔"

"میں تو اسے دماغی مریض بنادوں گا۔"

"ایسا ہرگز نہ کرنا۔ میں ان دونوں کو جسمانی اور ذہنی طور پر صحت مند رکھنا چاہتی ہوں۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ جسمانی تعلقات قائم کرتے رہیں۔"

"تم ایسا کیوں چاہتی ہو؟"

"میرے بنائے ہوئے زائچوں کے مطابق ان دونوں سے جو ناجائز اولاد ہوگی میں اس کے لہو میں بھیگ کر جوان لڑکی بن جاؤں گی۔ میرا بڑھاپا اور بڑھاپے کی تمام کمزوریاں ختم ہوجائیں گی۔"

"اب سمجھا، تم اعلیٰ بی بی کو زندہ رکھنا کیوں چاہتی ہو۔ میں جسے مار ڈالنا چاہتا ہوں۔ وہ تمہارے لیے بہت ضروری ہوگئی ہے۔"

"ہم آج رات انہیں ٹریپ کریں گے۔ پہلے فرمان کو دماغی طور پر کمزور بنایا جائے گا۔ اس کے بعد وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا۔ اعلیٰ بی بی کے اندر پہنچ کر اس کی مدد نہیں کرسکے گا۔"

"ایک وعدہ کرو۔ جب تمہیں ایک بچہ مل جائے اعلیٰ بی بی تمہارے کام کی نہیں رہے تو اسے میری داشتہ بنادینا۔"

"وہ مغرور لڑکی تمہیں ضرور ملے گی۔ اب میرے دماغ سے جاؤ۔"

وہ بولا "میں ہالہ کے مکان کے ایک کمرے میں قید

ہوں۔ ہالہ سے کہو' وہ دروازہ کھولے۔ مجھے باہر نکلنے دے۔"

"تم جاؤ۔ دروازہ کھل جائے گا لیکن مکان سے باہر نہ جانا۔ پولیس والے تمہیں گولیوں سے چھلنی کردیں گے۔"

وہ چلا گیا۔ ادھر اعلیٰ بی بی نے کہا "میں اتنی دیر سے راسپوٹین کو بھول رہی ہوں۔ کل بنت عمارہ نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے نیگمی کا ناچ نچایا تھا۔"

فرمان نے کہا "ہاں میں جانتا ہوں۔ وہ ہالہ کے مکان میں ہے۔"

"بنت عمارہ نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ وہ بیک وقت ہم دونوں کو زیر نہیں کرسکے گی۔ اس کے لیے اسے ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہوگی۔ وہ راسپوٹین کو اپنا معمول بنا کر ہمارے خلاف استعمال کرے گی۔"

"اس سے پہلے کہ وہ اسے اپنا آلہ کار بنائے ہمیں اسے راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔ آؤ ہم ابھی وہاں چلیں گے۔"

وہ دونوں وہاں سے روانہ ہوگئے۔ بنت عمارہ نے اپنے طور پر صحیح پلاننگ کی تھی۔ ان دونوں کو بیک وقت ٹریپ کرنے کے لیے راسپوٹین کی خیال خوانی سے کام لینے والی تھی لیکن ایک اہم بات بھول گئی تھی کہ اعلیٰ بی بی راسپوٹین کے بارے میں یہ جانتی ہے کہ وہ ہالہ کے مکان میں چھپا ہوا ہے۔

اس بوڑھی وچ لیڈی کو یہ سوچنا چاہیے تھا کہ اعلیٰ بی بی وہاں جاکر اس کے اہم آلہ کار کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ فرمان نے کہا "میں وہاں پہنچتے ہی اسے گولی مار دوں گا۔ نہ رہے گا بانس۔ نہ بجے گی بانسری۔"

وہ بولی "وہ ہمیں دیکھتے ہی بدک جائے گا۔ فوراً خیال خوانی کے ذریعے بنت عمارہ کو مدد کے لیے پکارے گا۔"

وہ بولا "ہمارا طریقہ کار وہی ہوگا۔ وہ تمہارے اندر آئے گی تو میں بھی تمہارے اندر آکر تمہاری دماغی توانائی میں اضافہ کردوں گا۔ جب وہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو تم میرے بچاؤ کے لیے میرے اندر آجاؤ گی۔"

"اس بار یہ طریقہ کار کام نہیں آئے گا۔ ہم ایک دوسرے کی مدد کرنے میں الجھے رہیں گے تو راسپوٹین کو فرار ہونے کا موقع مل جائے گا۔"

فرمان نے تائید میں سر ہلایا "ہاں یہ مسئلہ تو ہے۔ وہ بڑھیا اپنے آلہ کار کو ہمارے ہاتھوں مرنے نہیں دے گی۔ وہ ہمیں آپس میں الجھادے گی۔"

"میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا رہی ہوں۔ وہ ہم دونوں کے اندر رہ کر ہماری دماغی توانائی میں اضافہ کرتے رہیں گے۔"

وہ الپا کو مخاطب کرکے بولی "سسٹر! ہم راسپوٹین سے ٹکرانے جارہے ہیں۔ بنت عمارہ اسے بچانے کے لیے ہمارے اندر زلزلے پیدا کرسکتی ہے۔ تم کبریا کو بلاؤ اور ہمارے اندر رہ کر دماغی توانائی میں اضافہ کرو۔ کبریا کو یہ اچھی طرح سمجھا دینا کہ ہمارے پاس رہ کر اپنی آواز نہ سنائے ورنہ چڑیل اس کے اندر پہنچ جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی پانچ منٹ میں آرہی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی اس کے دماغ سے واپس آگئی۔ وہ ہالہ کی رہائش گاہ کے قریب پہنچ رہے تھے۔ اس نے کہا "ابھی ادھر نہ جاؤ۔ ہم دس منٹ کے بعد جائیں گے۔ گاڑی کسی دوسرے راستے پر لے چلو۔"

فرمان نے گاڑی دوسرے راستے پر موڑ لی۔ وہ دس منٹ تک اس علاقے میں اِدھر اُدھر گھومتے رہے پھر کبریا کی آواز سنائی دی "کیا ہو رہا ہے اعلیٰ بی بی؟ کس چڑیل کے چکر میں پھنس گئی ہو؟ سسٹر نے بتایا ہے کہ وہ بہت خطرناک ہے۔"

"ہاں وہ کم بخت یوگا جاننے والوں کے اندر بھی پہنچ جاتی ہے۔ یہ میرے ساتھ فرمان بیٹھے ہوئے ہیں۔"

پھر اس نے کہا "فرمان! میرا بھائی کبریا آیا ہے۔ وہ تمہارے پاس آئے گا اسے ہیلو کہو۔"

وہ مسکرا کر بولا "ہیلو کبریا! یو آر ویل کم۔"

الپا، اعلیٰ بی بی سے باتیں کرنے لگی۔ کبریا نے فرمان کے اندر پہنچ کر کہا "ہیلو فرمان! تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

"فرہاد علی تیمور کے بیٹے سے مل کر مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے اس کا اندازہ تم نہیں کرسکتے۔ تمہاری آمد سے بہت حوصلہ پیدا ہو رہا ہے۔"

"میں تنہا نہیں ہوں۔ ہماری سسٹر الپا بھی ہے اور مزید چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "اوہ گاڈ! اتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موجودگی میں وہ بالکل بے بس ہوجائے گی۔ اسے پھر ایک بار ناکامی ہوگی میں راسپوٹین کی طرف جارہا ہوں۔ تم سب گونگے بن جاؤ۔ سسٹر کو اور چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سمجھا دو کہ کام ہوجانے کے بعد ہم سے رخصت ہوتے وقت بھی کچھ نہ بولیں۔ خدا حافظ بھی نہ کہیں۔"

وہ راستہ بدل کر ڈرائیو کرتا ہوا ہالہ کے مکان کے قریب پہنچ گیا۔ اعلیٰ بی بی ہالہ کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس وقت وہ کچن میں مصروف تھی۔ وہ اسے کچن سے بیرونی دروازے تک لے آئی۔ اس نے دروازے کو کھول دیا۔ سامنے اعلیٰ بی بی فرمان کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ دونوں کے ہاتھ میں ریوالور تھے۔

وہ ہالہ کے خیالات پڑھ کر معلوم کرچکی تھی کہ راسپوٹین ایک بیڈ روم میں ہے۔ وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے ادھر جانے لگے۔ راسپوٹین بیڈ روم سے باہر آرہا تھا۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی ٹھٹک گیا۔ سہم کر بولا "کون ہو تم لوگ؟"

"پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاتھوں میں ریوالور لے کر آنے والے دوست نہیں ہوتے۔" اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے آواز دی۔

"عمارہ! جلدی آؤ موت اچانک میرے سامنے آگئی ہے۔"

وہ اپنی کمزوریاں دور کرنے کے لیے ایک نسخہ سامنے رکھ کر اس پر لکھا ہوا منتر پڑھا کرتی تھی۔ ایسے وقت کوئی اسے مخاطب کرتا تو وہ غصے سے بھڑک جاتی تھی لیکن راسپوٹین نے کہا تھا کہ موت اچانک میرے سامنے آگئی ہے۔ اس بات نے اسے چونکا دیا۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچی۔ اس وقت اعلیٰ بی بی کہہ رہی تھی "کیا ہوا راسپوٹین؟ ہوش اڑ گئے؟ کیا اپنی ماں کو بلا رہے ہو؟"

بنت عمارہ نے راسپوٹین کے ذریعے ان دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور دیکھے پھر فوراً ہی اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ کہنے لگی "خبردار! گولی نہ چلانا ورنہ ایسا زلزلہ پیدا کروں گی کہ تمہارے دماغ کی چولیں ہل جائیں گی۔"

"تو پھر زلزلہ پیدا کرہی دو۔ میرے تین گننے تک تم نے مجھے پوری قوت کے ساتھ نہ روکا تو میں اسے گولی ماردوں گا۔"

یہ وارننگ دے کر اس نے کہا "ایک۔۔۔"

بنت عمارہ نے اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ پتا چلا اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔ وہ بولی "اب میں ایک کے بعد دو کہہ رہی ہوں۔ تمہارا یہ آلہ کار حرام موت مرنے والا ہے۔"

اعلیٰ بی بی کے دماغ میں الپا دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ تھی یعنی اعلیٰ بی بی کی اپنی دماغی قوت ملا کر اس وقت چار دماغی قوتیں بنت عمارہ کے مقابلے پر تھیں۔ اس بار اس نے پوری قوت سے زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی پھر وہ حیران رہ گئی۔ اسے یوں لگا جیسے اعلیٰ بی بی کا دماغ ایک فولادی قلعے میں محفوظ ہے۔ وہ وہاں تک پہنچ نہیں پا رہی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے تین کہتے ہی ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی راسپوٹین کے شانے کی ہڈیاں توڑتے ہوئے گزر گئی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے دیوار سے جا لگ گیا۔

بنت عمارہ نے چیخ کر کہا "اسے جان سے نہ مارو۔ ورنہ میں فرمان کو جہنم میں پہنچانے جارہی ہوں۔ تم اسے مارو گی تو میں تمہارے یار کو مار ڈالوں گی۔"

وہ خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر فرمان کے دماغ میں آگئی پھر اس سے بولی "اعلیٰ بی بی کو فائرنگ سے روکو راسپوٹین میرا معمول ہے۔ یہ مرے گا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اسے فوراً روکو۔"

فرمان نے کہا "میں اسے کیا روکوں گا؟ اس نے ایک گولی چلائی ہے تو میں دو سری گولی چلاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی راسپوٹین کے دوسرے شانے کی ہڈی توڑتے ہوئے گزر گئی۔ وہ چیختا ہوا تکلیف سے کراہتا ہوا زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ بنت عمارہ غصے سے چیختی ہوئی زلزلے پیدا کرنے کی بار بار کوششیں کررہی تھی لیکن فرمان کا دماغ متاثر نہیں ہو رہا تھا۔

وہ حیرانی سے بولی "تمہارا دماغ بھی فولاد کی طرح سخت ہوگیا ہے۔ تم دونوں نے ایسا کیا عمل کیا ہے؟ میرے حملے ناکام کیوں ہو رہے ہیں۔"

فرمان نے کہا "تم بوڑھی اور کمزور ہوچکی ہو۔ اب تمہارا کوئی جادو مجھ پر نہیں چلے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "بڈھی چڑیل! تیرا یہ آلہ کار جہنم میں جارہا ہے۔ اسے بچاسکتی ہو تو بچالو۔ اپنا تمام کالا جادو آزمالو۔"

وہ بولی "اسے نہ مارو مجھ سے صلح کرو۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔ آئندہ تم دونوں کے دماغوں میں نہیں آؤں گی۔"

"وہ تو تم ویسے بھی نہیں آسکو گی۔ تم ہماری دماغی قوتوں کو آزما چکی ہو۔ ہم تمہیں اپنے اندر سے بھگا بھی سکتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے سانس روکی۔ الپا اور دونوں ساتھیوں نے بھی زور لگایا تو اس کی سوچ کی لہریں باہر نکل گئیں۔ وہ فرمان کے اندر پہنچی فرمان نے بھی یہی کیا۔ کبریا اور دو ساتھیوں نے مل کر دماغ سے نکال لیا۔

وہ بار بار ان کے دماغوں میں جانے لگی اور بڑی بے آبرو ہو کر ان کے کوچوں سے نکلنے لگی۔ آخر تھک ہار کر تسلیم کرلیا کہ اب وہ کبھی ان کے دماغوں میں جاسکے گی نہ انہیں کوئی نقصان پہنچا سکے گی۔

اعلیٰ پی پی نے کہا "راسپوٹین! تو فرعون کی طرح طاقت کا غرور دکھاتا رہا اور آج اسی فرعون کے دیس میں کتے کی موت مر رہا ہے۔"

اس نے ایک فائر کیا۔ گولی راسپوٹین کی پیشانی میں آگے سے سوراخ کرتی ہوئی پیچھے سے نکل گئی۔

○☆○

جزیرہ کلیانی کے اس محل میں جیسے ایک زبردست طوفان آکر گزر گیا ہو۔ کماری پوجا کلیانی اپنے ساتھ دو باڈی گارڈز جادیو اور ہردیو کو بھارت کے ایک علاقے کیرالہ سے لے کر آئی تھی۔ اسے جادیو پر اندھا اعتماد تھا کہ وہ اس کا وفادار اور جانباز باڈی گارڈ ہے۔

"میں نے جادیو کو دیکھتے ہی بھانپ لیا تھا کہ وہ شخص اندر سے بہت گہرا اور چالباز ہے۔ بعد میں میرا اندازہ درست نکلا۔ جادیو کی اصلیت یہ تھی کہ وہ انڈین آرمی کمانڈوز آفیسر تھا۔ اس کے کئی کمانڈوز پوجا کے ملازم اور سیکیورٹی گارڈ کے بھیس میں وہاں بڑی رازداری سے مناسب وقت کا انتظار کر رہے تھے۔

بھارتی حکمران پوجا کلیانی سے وہ جزیرہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ عدالت میں مقدمہ چل رہا تھا اور وہ مقدمہ ہارنے والے تھے۔ بھارتی جاسوس اس جزیرے کی ایک ایک رپورٹ اپنے ہیڈ کوارٹر تک پہنچایا کرتے تھے۔ میرے بارے میں یہ رپورٹ پہنچائی گئی تھی کہ چوبیس گھنٹے پہلے مجھے بے ہوشی کی حالت میں ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس محل میں لایا گیا تھا۔

میں کون ہوں اور مجھے کہاں سے لایا گیا ہے؟ یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا تھا۔ آرمی انٹیلی جنس والے میری اصلیت معلوم کرنا چاہتے تھے اس لیے جادیو نے محل میں پہنچتے ہی آپریشن شروع کر دیا تھا۔ محل کے باہر پوجا کلیانی کی پرسنل سیکریٹری ٹینا سے معلوم کرنا چاہا کہ میں کون ہوں؟ اس نے جھوٹی قسم کھائی کہ وہ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے۔ اسے قتل کر دیا گیا پھر پوجا کے وفادار گارڈز پر حملے کیے گئے اس طرح محل کے اندر اور باہر فائرنگ شروع ہو گئی۔

میں نے پوجا کو سمجھایا تھا کہ وہ جادیو پر بھروسا نہ کرے لیکن وہ میرے مقابلے میں جادیو کو اہمیت دے رہی تھی۔ لہٰذا میں اپنی سلامتی کے لیے اسے بیڈ روم میں چھوڑ کر محل کے دوسرے حصے میں آیا۔ وہاں کی ایک کنیز ثمرن نے میرا ساتھ دیا۔ جگہ جگہ میری رہنمائی کی۔ میں نے میں سوئچ آف کر کے محل کے اندر اور باہر تاریکی پھیلا دی اور دشمنوں کے لیے مسئلہ پیدا کر دیا۔ میں نے بڑی حکمت عملی سے جادیو اور ہردیو کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے کمانڈوز بھی مارے گئے۔ تب پوجا کو یہ دیکھ کر شرمندگی ہوئی کہ وہ مجھ پر جادیو کو ترجیح دے رہی تھی۔

پوجا کو یہ خوش فہمی تھی کہ میں اسے منگیتر اور محبوبہ سمجھتا ہوں لیکن میں ثمرن سے متاثر ہو گیا تھا۔ پوجا اس جزیرے کی مالک تھی۔ میں نے ثمرن جیسی کنیز کو اس پر ترجیح دی تو وہ جل بھن کر رہ گئی۔ میں نے اس سے کہا "تمہارے سامنے دو اہم مسئلے ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں تمہارے لیے بہت ضروری ہوں تو کیا تم مجھے ثمرن کے ساتھ اس محل میں رہنے دو گی؟ اگر انکار کرو گی تو میں یہ جزیرہ چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

یہ پوجا کے لیے بہت بڑا مسئلہ تھا وہ ایک زبردست پلاننگ کے مطابق مجھے ٹریپ کر کے اور میرا برین واش کرانے کے بعد مجھے اس جزیرے میں لائی تھی۔ اس کی دادی ماں کالے جادو کی بہت خطرناک وچ لیڈی تھی۔ دادی ماں نے اپنے منتروں کے ساتھ گیان حاصل کرنے کے بعد پوجا سے کہا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے انڈین آرمی کو اس جزیرے میں آنے سے روک سکتی ہے۔

پوجا نے مجھے ہانگ کانگ کے ایک ساحلی علاقے میں دیکھا تھا۔ وہاں سے مجھے ٹریپ کر کے اسی شہر کے ایک خفیہ مکان میں لایا گیا تھا۔ وہاں اس کی دادی ماں نے پتا نہیں مجھ پر کیسا کیسا کالا عمل کیا تھا۔ میرے ذہن سے ان سوالات کے جوابات مٹا دیے تھے۔

کہ میں کون ہوں؟

کیا میں اس دنیا میں تنہا رہتا تھا یا اپنی پوری فیملی کے ساتھ رہا کرتا تھا؟ اس فیملی میں میرا کون کون تھا؟ ماں باپ بھائی بہن بیوی بچے؟

میری زندگی کے چھوٹے بڑے واقعات میرے چھوٹے بڑے کارنامے کیا تھے؟

ان تمام سوالات کے جوابات حرفِ غلط کی طرح میرے ذہن سے مٹا دیے گئے تھے۔ میری آواز اور لب ولہجہ کو تبدیل کر دیا گیا تھا۔ صرف ٹیلی پیتھی، ذہانت اور حاضر دماغی، حکمت عملی اور جانبازی کو برقرار رکھا گیا تھا۔

کالا جادو جاننے والی دادی ماں نے اس دنیا میں ایک سو دس برس گزارے تھے۔ اس طویل عمر میں اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ وہ بہت ہی چالاک اور حاضر دماغ تھی۔ کسی بھی معاملے کے ہر پہلو پر نظر رکھتی تھی میرے معاملے میں چھوٹی سی چھوٹی بات کو پیشِ نظر رکھا تھا اور مجھے اتنی

مضبوطی سے جکڑ لیا تھا کہ میرے چاہنے والے غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے کے باوجود مجھے ڈھونڈ نہیں پا رہے تھے۔

پوجا اور اس کی دادی ماں نے اس جزیرے کو اپنے قبضے میں رکھنے کے لیے پہلے مجھ پر قبضہ جمایا تھا۔ میں ان کے لیے جزیرے سے زیادہ اہم تھا پھر وہ دادی اور پوتی دیکھ رہی تھیں کہ ابھی میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال نہیں ہوئی تھیں اور میں نے خیال خوانی کے بغیر درجنوں کمانڈوز کو ان کے کمانڈر کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

ان دادی اور پوتی کی نظروں میں میری اہمیت اور بڑھ گئی تھی۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ میں آئندہ بھی اسی طرح انڈین آرمی کے حملوں کو پسپا کرتا رہوں گا۔

ان حقائق کے پیشِ نظر پوجا کبھی یہ نہ چاہتی کہ میں ثمرن کے ساتھ اس جزیرے کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔ اس نے کہا "ٹھیک ہے میں تمہیں اپنا منگیتر نہیں کہوں گی تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے اس جزیرے کے مالک نہیں بننا چاہتے تو نہ بنو لیکن کبھی یہ جزیرہ چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

میں نے کہا "اس طرح تمہارا یہ پہلا مسئلہ حل ہو گیا۔ تم ثمرن سے دشمنی نہیں کرو گی تو میں یہ جزیرہ چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ یہاں تمہارے دشمنوں سے نمٹتا رہوں گا۔ اب دوسرا مسئلہ بھی اہم ہے۔"

پوجا نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "اس محل کے اندر اور باہر انڈین آرمی کے درجنوں کمانڈوز کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ ان کے دو کمانڈر جادیو اور ہردیو بھی مارے گئے ہیں۔ اس تباہی اور ناکامی کی خبر آرمی کے اعلیٰ افسران تک پہنچے گی تو سمجھ لو اس جزیرے پر قیامت آجائے گی۔ انہیں یہاں بحری اور فضائی حملے کرنے کا جواز مل جائے گا۔ تمہیں آرمی کے جوانوں اور افسروں کو قتل کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا جائے گا۔"

میں نے پوجا کے سیکیورٹی افسر سے کہا "تم سب کی سلامتی اسی میں ہے کہ ان لاشوں کے ساتھ بھاری بھاری پتھر باندھ کر انہیں گہرے سمندر میں ڈبو دیا جائے۔"

پوجا نے سیکیورٹی افسر سے کہا "ان تمام لاشوں کو ہمارے دونوں ہیلی کاپٹروں میں لے جاؤ اور بہت دور سمندر کی گہرائیوں میں پھینک دو۔ جزیرے میں اور جزیرے کے آس پاس ان کا نام و نشان بھی نہیں ملنا چاہیے۔"

سیکیورٹی افسر اور دوسرے تمام گارڈز ان تمام احکامات کی تعمیل کرنے لگے۔ میں ثمرن کے ساتھ ایک پرتعیش خواب گاہ میں آگیا۔ پوجا نے اپنے بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد فون کے ذریعے دادی ماں سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا کہ بھارتی کمانڈوز نے جزیرے پر کیسی قیامت ڈھائی تھی اور میں نے کس طرح انہیں خاک و خون میں ملا دیا ہے۔

وہ بولی "لیکن اس نے میری انسلٹ کی ہے مجھے ناپسند کر کے ایک کنیز ثمرن کو گلے لگایا ہے۔ میں خون کے گھونٹ پی کر یہ توہین برداشت کر رہی ہوں۔ کیا آئندہ مجھے سلمان قیصر پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

وہاں میرا نام سلمان قیصر تھا۔ مجھے یہی بتایا گیا تھا۔ دادی ماں نے اسے سمجھایا "اپنی ہوس اور اپنے جذبات کو نہ دیکھو۔ تمہیں بہت مروِل جائیں گے۔ تمہارے لیے یہ اطمینان کافی ہے کہ وہ اکیلا شخص پورے جزیرے کا محافظ بن کر رہے گا۔ وہ زبان کا دھنی ہے جب تک بھارتی حکومت اس جزیرے کو تمہاری ملکیت تسلیم نہیں کرے گی تب تک وہ تمہارا ساتھ دیتا رہے گا۔"

"پھر تو میں مطمئن رہوں گی لیکن وہ داسی ثمرن میرے سینے پر مونگ دلتی رہے گی۔ میرے سامنے رہ کر آنکھوں میں چبھتی رہے گی۔"

دادی ماں نے کہا "میں دن رات تپسیا کرتی رہی۔ کالے منتروں کا جاپ کرتی رہی۔ بیس برس کی کٹھن تپسیا کے بعد دوبارہ یہ جوانی حاصل کی ہے۔ پہلے سے زیادہ حسین اور پرکشش ہو گئی ہوں جو مجھے دیکھتا ہے دیوانہ ہو جاتا ہے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "جب میں نے ہانگ کانگ میں پہلی بار فرہاد کو دیکھا تو اس کے لیے پاگل سی ہو گئی لیکن تم اس کے لیے باؤلی ہو رہی تھیں۔ میں اپنی پوتی کا دل نہیں توڑ سکتی تھی لہٰذا میں نے اسے تمہارے حوالے کر دیا۔"

وہ مایوس ہو کر بولی "یہ میری بدقسمتی ہے۔ اب میں اسے تمہارے حوالے کر رہی ہوں۔"

"تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ اب میں اس جزیرے میں آؤں گی اور اپنے حسن، اپنی جوانی، اپنی اداؤں اور اپنے منتروں سے اسے دیوانہ بنا کر رکھوں گی وہ میرے منتروں کی جکڑبندی سے نکل نہیں پائے گا۔"

پوجا نے کہا "دادی ماں! تم میری سب سے بڑی طاقت ہو۔ تم یہاں آؤ گی تو مجھے اپنے مکمل تحفظ کا یقین رہے گا۔"

"اب مجھے دادی ماں کہنا بھول جاؤ۔ میرا نام انیتا سکسینہ ہے۔ میں تمہاری سہیلی ہوں اور کیرالہ سے آئی ہوں۔"

رات کا پچھلا پہر تھا۔ میں تھک ہار کر ثمرن کے ساتھ

اپنی خواب گاہ میں سو رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ پوجا کلیانی کی کوئی دادی ماں بھی ہے اور وہ ایک بہت خطرناک ویچ ڈینڈی ہے۔ میں بہت سے معاملات سے بے خبر تھا۔ اگر ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہو جاتیں تو یہ بے خبری نہ ہوتی۔

میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیتا کہ ان دادی اور پوتی میں کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ مجھے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ جادیو اور ہردیو کے تمام کمانڈوز مارے جا چکے ہیں یا ان میں سے ایک آدھ بچ گیا ہے اور وہ ابھی سیکیورٹی گارڈز کے بھیس میں چھپا ہوا ہے۔

اگر کوئی زندہ بچ گیا ہوگا تو خفیہ طور سے اپنے اعلیٰ افسران کو یہ ضرور بتا رہا ہوگا کہ جزیرے میں تمام کمانڈوز اپنے دونوں کمانڈروں کے ساتھ مارے گئے ہیں اور اب ان کی لاشیں رات کی تاریکی میں دور سمندر کی گہرائیوں میں پھینکی جا رہی ہیں۔

اگر یہ خبر اعلیٰ افسروں تک پہنچائی جا رہی ہوگی تو انڈین آرمی صبح ہونے سے پہلے اس جزیرے کو گھیر لے گی۔

سیکیورٹی افسر اور تمام گارڈز نے صبح ہونے سے پہلے ان تمام لاشوں کو سمندر کی گہرائیوں میں پہنچا دیا۔ جب میں صبح سات بجے تیار ہوا تو ہر طرف خاموشی تھی' سکون تھا ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی جو تشویش ناک ہوتی۔ ثمرن مجھ سے پہلے بیدار ہو گئی تھی۔ ہم غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد خواب گاہ سے باہر آئے۔ ثمرن میرے لیے ناشتے کی تیاریاں کرنے لگی۔ میں نے سیکیورٹی افسر کو بلا کر پوچھا "کیا تمام لاشوں کو ٹھکانے لگا دیا گیا ہے۔"

اس نے کہا "یس سر! نیچے کھائی میں دو لاشوں کے ساتھ ہماری سیکریٹری ٹینا کی بھی لاش تھی۔ ہم نے ان سب کو بھی سمندر کی گہرائیوں میں پہنچا دیا ہے۔ خون کے تمام دھبے اور دوسرے نشانات مٹا دیے گئے ہیں۔"

میں نے کہا "بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے وہ کمانڈوز سیکیورٹی گارڈز بن کر تمہارے درمیان رہتے تھے اور تم ان سے دھوکا کھاتے رہے۔"

"سر! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ انڈین کمانڈوز اتنی رازداری سے ہمارے درمیان جگہ بنا لیں گے۔ اب میں یہاں اپنے ایک ایک گارڈز کو چیک کر رہا ہوں۔"

"اگر ان میں سے کوئی زندہ بچ گیا ہوگا اور ہمارے درمیان چھپا ہوگا تو وہ ہمارے لیے بہت بڑا مسئلہ بن رہا ہوگا۔ ہو سکتا ہے اس نے آرمی افسران تک یہاں کے متعلق تمام خبریں پہنچائی ہوں۔"

"سر! کل رات میں نے یہاں کے تمام ٹیلی فون تار کاٹ دیے تھے۔ یہ اطمینان کیا ہے کہ یہاں کسی کے پاس موبائل فون نہیں ہے۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو۔"

"وہ سلیوٹ کر کے چلا گیا۔ میں ثمرن کے ساتھ ناشتا کرتے ہوئے سوچنے لگا کوئی دشمن زندہ نہیں بچا ہے۔ اگر زندہ ہے بھی تو اسے اپنے اعلیٰ افسروں سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ ویسے سیکیورٹی آفیسر مطمئن تھا کہ اب محل کے اندر اور باہر کوئی دشمن چھپا ہوا نہیں ہے۔ اگر کوئی ہوتا اور اس نے کسی طرح اطلاع دی ہوتی تو بھارتی فوج پچھلی رات کو ہی اس جزیرے پر حملہ کر دیتی۔

پچھلی رات یہ ہوا تھا کہ جادیو نے محل میں آپریشن شروع کرتے ہی ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کیا تھا اور بڑے یقین سے کہا تھا "یہاں تقریباً چالیس مسلح گارڈز ہیں۔ ہمارے کمانڈوز انہیں چاروں طرف سے گھیر کر ہلاک کر رہے ہیں۔ وہ جلد ہی ہتھیار ڈال دیں گے پھر پوجا کلیانی کو محل کے تہ خانے میں دفن کر دیا جائے گا۔"

ہیڈ کوارٹر میں اعلیٰ افسران کو بھی یقین ہو گیا تھا کہ جزیرے پر ان کا قبضہ ہو جائے گا۔ ابھی وہ ایک گھنٹے بعد خوش خبری سننے کی توقع کر رہے تھے لیکن وقت گزرنے لگا۔ جادیو کی طرف سے مسلسل خاموشی رہی تو وہ پریشان ہو گئے۔

انہوں نے جادیو اور ہردیو کے موبائل فون پر رابطہ کیا تو کوئی جواب نہیں ملا۔ دونوں کی طرف سے خاموشی رہی۔ محل میں آرمی کا ایک اور اہم جاسوس تھا۔ اس کی طرف سے بھی مسلسل خاموشی تھی۔ وہ لوگ صبح تک انتظار کرتے رہے اور تشویش میں مبتلا ہوتے رہے۔

صبح ناشتے کی میز پر پوجا میرے پاس آئی۔ جب ہی آرمی ہیڈ کوارٹر سے اسے فون پر مخاطب کیا گیا۔ ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "ہیلو مس پوجا! خیریت سے ہو؟"

وہ بولی "آپ آرمی کے بہت بڑے افسر ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ اتنی صبح میری خیریت کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"ہمیں رپورٹ ملی ہے کہ پچھلی رات آپ کے محل میں فائرنگ ہوتی رہی ہے۔ کیا آپ فائرنگ کی وجہ بتا سکیں گی؟"

"آپ کو کسی نے غلط رپورٹ دی ہے۔ یہاں فائرنگ تو دور کی بات ہے دیوالی کے پٹاخے بھی نہیں چھوڑے گئے۔ یہاں مکمل امن و امان ہے۔"

"ہمیں ملنے والی رپورٹ غلط نہیں ہو سکتی۔ آپ ہم سے حقیقت چھپا رہی ہیں۔ کل رات وہاں گھنٹوں فائرنگ ہوتی

رہی ہے۔"

میں فون کے وائڈ اسپیکر سے دوسری طرف کی باتیں سن رہا تھا۔ میں نے پوجا سے ریسیور لے کر کہا "جناب! میں پوجا کا ہونے والا پتی ہوں۔ میری وائف درست کہہ رہی ہیں۔ اگر آپ کو یقین نہیں ہے تو آپ اپنا ایک بندہ یہاں بھیج دیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے یہاں کا امن و امان دیکھے گا تو آپ کو اطمینان ہو گا۔"

"ایک بندہ نہیں' سراغ رسانوں کی ایک ٹیم ہیلی کاپٹر سے وہاں پہنچے گی۔"

میں نے کہا "سوری۔ ہم ایک بندے سے زیادہ کسی اور کو نہیں آنے دیں گے۔ آپ زبردستی نہ کریں۔ ہمارا مقدمہ عدالت میں چل رہا ہے۔ فیصلہ ہمارے حق میں ہونے والا ہے۔ اگر آرمی والے جبراً یہاں آئیں گے تو ہم پھر عدالت میں جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"تم شاید وہی ہو۔ جسے بے ہوشی کی حالت میں وہاں لے جایا گیا تھا؟"

"جی ہاں۔ میں بیمار تھا۔ ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق مجھے اسپتال سے یہاں لایا گیا ہے۔"

"ہم ڈاکٹر اور اسپتال کا نام معلوم کرنا چاہیں گے۔"

"پھر ایک بار سوری۔ آپ ہمارے ذاتی معاملات کی کھوج نہ لگائیں تو بہتر ہوگا۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر کہا گیا "آپ بہت اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ٹھیک ہے' ہمارا ایک افسر اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ آ رہا ہے۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے سیکیورٹی افسر کو بلا کر کہا "ہم نے آرمی والوں کی یہاں آمد پر پابندی لگائی ہے۔ اب وہ رات کے اندھیرے میں سمندری راستے سے جزیرے میں آ کر چھپیں گے۔ خود کو فوجی ظاہر نہیں کریں گے۔ تاریکی میں حملے کریں گے اور نقصان پہنچا کر پھر جنگلوں میں چھپتے پھریں گے۔ تم سب کو ایسی گوریلا جنگ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"

سیکیورٹی افسر نے کہا "پچھلی رات ہمارے چھ گارڈز مارے گئے ہیں اور دس زخمی ہیں۔ فی الوقت ہمارے پاس چھبیس گارڈز ہیں۔ اس محل سے دور جنگلوں میں گوریلا فائٹ کے لیے مزید گارڈز کی ضرورت ہے۔"

پوجا نے کہا "اور پچیس گارڈز کا اضافہ کر لو لیکن خوب چھان بین کے بعد ان گارڈز کو جزیرے میں لاؤ۔ ان میں بھی آرمی والے چھپ کر آ سکتے ہیں۔ یہ اچھی طرح پرکھنا ہوگا کہ انڈین آرمی کے خلاف وہ گارڈز ہمارے وفادار رہیں گے یا نہیں؟"

میں نے کہا "انڈیا کے بڑے شہروں میں کتنے ہی مفرور مجرم ہوں گے۔ وہ چھپتے پھر رہے ہوں گے۔ ایسے مجرموں کو یہاں پناہ ملے گی تو وہ غلام بن کر آرمی والوں سے ضرور مقابلہ کریں گے۔"

"ایسے لوگوں کو تلاش کرنے میں کئی دن' کئی مہینے لگ جائیں گے اور ہمیں جلد سے جلد گارڈز کی تعداد بڑھانی ہے۔"

میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ اگر میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہو جاتیں تو میں ایسے مجرموں کو ٹریپ کر کے یہاں لے آتا جو قانون کے محافظوں سے چھپتے پھر رہے ہیں۔ پتا نہیں' کون سی کمزوری آڑے آ رہی تھی۔ میرا ذہن خیال خوانی کے قابل نہیں ہو رہا تھا۔

ایک گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ ایک آرمی افسر اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ آ رہا ہے۔ ہمارے ہیلی پیڈ پر جگہ نہیں تھی۔ ان کے ہیلی کاپٹر کو محل سے دور ایک میدان میں اتارنے کے لیے کہا گیا۔ سیکیورٹی افسر ان کے استقبال کے لیے ایک گاڑی لے کر گیا۔ آرمی افسر ایک نہیں' دو باڈی گارڈز کے ساتھ آیا تھا۔

جب وہ محل میں آئے تو میں نے ان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "جو معاملات طے ہو جائیں' اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ آپ اصول کے خلاف دو باڈی گارڈز کے ساتھ آئے ہیں۔ ہم بات نہیں بڑھانا چاہتے۔ اس لیے دوسرے گارڈ کو برداشت کر رہے ہیں۔"

"برداشت تو کرنا ہوگا۔ ہم فوجی ہیں۔ دیس کے رکھشک ہیں۔ اس جزیرے کا کیس عدالت میں ہے۔ اس لیے ہم ذرا مجبور ہو گئے ہیں۔ عدالت میں اگلی پیشی ہوگی۔ آخری فیصلہ سنا دیا جائے گا۔ پوجا کلیانی کے ساتھ بڑے بے آبرو ہو کر یہاں سے نکلو گے۔"

پوجا نے کہا "ابھی تو آپ یہاں سے نکلیں گے۔ جو انکوائری کرنے آئے ہیں' کریں اور تشریف لے جائیں۔"

ہمارے درمیان تلخ باتیں ہوتی رہیں۔ وہ محل کے اندر اور باہر ہمارے ساتھ گھومتے رہے۔ انہیں ایسے آثار نہیں مل رہے تھے کہ پچھلی رات وہاں گولیاں چلتی رہی ہوں اور وہاں لوگ خاصی تعداد میں مارے گئے ہوں۔

دو استعمال شدہ گولیوں کے خول مختلف جگہ زمین پر پائے گئے۔ افسر نے کہا "ان سے ثابت ہوتا ہے کہ پچھلی

رات گولیاں چلتی رہی ہیں۔ کیا اب بھی انکار کریں گے؟"

میں نے کہا "یہاں چاند ماری ہوتی ہے۔ نشانے بازی کی مشقیں جاری رہتی ہیں۔ ڈھونڈنے سے ایسے خول اور بھی ملیں گے۔"

پوجا نے کہا "ہم نے آپ کے کھانے پینے کا بندوبست کیا ہے۔ مجھے امید ہے۔ ناکام ہونے کے بعد آپ ناراض نہیں ہوں گے۔ کچھ کھا پی کر جائیں گے۔"

انہیں ہمارے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل رہا تھا۔ وہ الزام نہیں دے سکتے تھے کہ وہاں ان کے کمانڈوز اور کمانڈر مارے گئے ہیں یا انہیں کہیں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔

افسر نے کہا "ہم اس محل کا تہ خانہ دیکھیں گے۔"

پوجا نے کہا "یہاں کوئی تہ خانہ نہیں ہے۔"

میں نے کہا "پوجا! انکار نہ کرو۔ انہیں تہ خانے میں جا کر اچھی طرح اطمینان کر لینے دو۔"

ہم تہ خانے کے ایک خفیہ دروازے کے پاس آئے۔ افسر اپنے گارڈز اور ہمارے سیکیورٹی افسر کے ساتھ تہ خانے میں گیا۔ ہم باہر رہے۔ پوجا نے ناگواری سے کہا "جب میں انکار کر چکی تھی کہ یہاں تہ خانہ نہیں ہے تو تم نے مجھے کیوں جھٹلا دیا؟ کیا تم نے ان کے سامنے میری انسلٹ نہیں کی ہے؟"

"تم حماقت کرو گی تو انسلٹ بھی ہوگی۔ تم اپنے باڈی گارڈ جادیو پر اندھا اعتماد کرتی تھیں۔ کیا تم نے اسے تہ خانے کے بارے میں نہیں بتایا تھا؟ اس نے یہاں کا پورا نقشہ ہیڈ کوارٹر میں پہنچایا ہوگا۔"

وہ ایسی غلطی کر چکی تھی۔ اس لیے خاموش رہی۔ وہ چاروں تہ خانے سے باہر آگئے۔ افسر نے کہا "ہم واپس جا رہے ہیں۔ کیا آپ ہمارے ساتھ ہیلی کاپٹر تک چلیں گے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "دوست ہوں یا دشمن، میں سب ہی کو گھر تک پہنچاتا ہوں۔ آپ گاڑی میں بیٹھیں۔ میں آرہا ہوں۔"

پوجا نے کہا "میں بھی چلوں گی۔"

میں نے ثمرن کے پاس آکر اسے رازداری سے سمجھایا "میں پوجا کے ساتھ واپس آنے میں دیر کروں گا۔ تم اس کی غیر حاضری میں اس کے بیڈ روم کی تلاشی لو۔ وہاں شاید ایسی کوئی چیز ملے، جس کے ذریعے میں اپنی پچھلی زندگی کو یاد کر سکوں۔"

میں اسے سمجھا کر پوجا کی کار میں آیا۔ وہ بولی "کیا مہمانوں کے سامنے ایک داسی سے پرائیویٹ باتیں کرنی ضروری تھیں؟"

"میں نے تمہیں سمجھایا ہے، وہ داسی نہیں ہے۔ آئندہ اس کی انسلٹ نہ کرنا۔ ورنہ میری مخالفت مول لو گی۔"

میں ثمرن کو اس پر ترجیح دے رہا تھا اور وہ اس کی برتری برداشت نہیں کر رہی تھی۔ میری مخالفت کی دھمکی پر وہ چپ رہی۔

میں اور پوجا سیکیورٹی افسر کے ساتھ ایک کار میں تھے۔ دوسری گاڑی میں آرمی افسر اپنے دو گارڈز کے ساتھ تھا۔ ان کا ہیلی کاپٹر گھنے جنگل کے درمیان ایک کھلے میدان میں تھا۔ جنگل سے گزر کر چاروں طرف ساحل تک جانے کے لیے پختہ سڑکیں بنی ہوئی تھیں۔ ہم ایسے ہی ایک راستے سے گزر کر ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ گئے۔

ہم اپنی کار سے اتر کر ان سے رخصتی مصافحہ کرنا چاہتے تھے۔ ایسے ہی وقت آرمی افسر نے میرے سینے پر ریوالور کی نال رکھ دی پھر ہمارے سیکیورٹی افسر سے کہا "تم گولی چلانا چاہو گے تو اس سے پہلے تمہارا یہ مالک، تمہارا یہ آقا مارا جائے گا۔"

سیکیورٹی افسر مجبور ہوگیا۔ ان دو گارڈز نے پوجا کو نشانے پر رکھا تھا۔ میں دلیری سے اپنا بچاؤ کر سکتا تھا لیکن وہ پلک جھپکتے ہی پوجا کو گولی مار دیتے۔ ان کے ایک گارڈ نے سیکیورٹی افسر سے ہتھیار چھین لیے۔ پوجا کے ہینڈ بیگ سے ایک ریوالور نکال لیا گیا۔ میں اپنی عادت کے مطابق کبھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتا تھا۔

آرمی افسر نے ہمیں نہتا کرنے کے بعد حکم دیا "تم تینوں ایک قطار میں کھڑے ہو جاؤ اور میرے سوالوں کے صحیح جواب دو۔"

ہم قیدیوں کی طرح ایک قطار میں کھڑے ہوگئے۔ افسر نے کہا "ہمارے دو کمانڈر جادیو اور ہردیو کل رات نو بج کر چالیس منٹ تک، اس جزیرے میں موجود تھے۔ انہوں نے ہم سے رابطہ کیا تھا۔ ہمیں یقین دلایا تھا کہ ان کا آپریشن کامیاب رہے گا لیکن اچانک وہ چپ ہوگئے پھر انہوں نے ہم سے رابطہ نہیں کیا۔ جواب دو۔ وہ دونوں کمانڈر اپنے سات کمانڈوز کے ساتھ کہاں غائب ہوگئے ہیں؟ یا غائب کر دیے گئے ہیں؟"

میں نے کہا "یہ تو ہم سراسر الزام ہے۔ جادیو اور ہردیو کل شام پوجا کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں آئے تھے پھر رات کا

کھانا کھا کر ایک اسپیڈ بوٹ کے ذریعے واپس چلے گئے۔"

وہ گرج کر بولا "بکواس مت کرو۔ سچ نہیں بولو گے تو ابھی کتے کی موت مارے جاؤ گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے مجھے گالی دی۔ ایک دم سے میرا خون کھولنے لگا۔ آج تک کبھی کسی نے گالی دینے کی جرأت نہیں کی تھی۔ ایسی کوشش کرنے والوں کی زبانیں اپنے ہی دانتوں تلے آجاتی تھیں اور وہ تکلیف سے تلملا کر رہ جاتے تھے۔

میں نے تڑپ کر شدت سے خواہش کی، میری خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس آجائیں۔ میں اس گالیاں دینے والے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

میرے اندر آندھی سی چل رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا۔ جیسے طوفانی ہوائیں میرا دماغ اڑا کر لے جائیں گی یا تو میرا دماغ تنکے کی طرح اڑ جائے گا، یا پھر خیال خوانی کی صلاحیتیں پورے استحکام کے ساتھ واپس آجائیں گے۔ میں سب کچھ برداشت کر سکتا تھا لیکن گالی نہیں برداشت کر سکتا تھا۔ میں نے شدید غصے سے لرزتے ہوئے کہا "کتے کے بچے! تم نے مجھے گالی دی ہے۔ یہ گالی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔ چلاؤ مجھ پر گولی۔ ورنہ اب تم مرنے والے ہو۔"

اس نے میری وارننگ کو گیدڑ بھبکی سمجھا۔ مذاق اڑانے کے انداز میں قہقہے لگانے لگا۔ وہ اور اس کے دونوں گارڈز ہتھیاروں سے لیس تھے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں عزتِ نفس کی خاطر جان پر کھیل جاؤں گا۔

اس نے مجھے نشانے پر رکھا تھا لیکن قہقہہ لگانے کے دوران میں ریوالور والا ہاتھ اوپر نیچے ہو رہا تھا۔ ایسے وقت میں نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس کو اپنے ساتھ زمین پر گرا کر ڈھلان کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔ ریوالور سے فائرنگ ہوتی رہی ہم لڑھکتے رہے۔ اس کی کلائی میری گرفت میں تھی اور اس کا ہاتھ اوپر کی طرف تھا۔ اس لیے دونوں ہی گولیوں سے محفوظ رہے۔ وہ ایک جگہ بڑے پتھر سے ٹکرا کر رک گیا۔ تکلیف کے باعث اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ ریوالور پر گرفت ڈھیلی ہوگئی۔ میں نے فوراً ہی اس ریوالور پر قبضہ جمالیا۔

اس کے دونوں گارڈز ڈھلان کی بلندی پر کھڑے پوجا اور سیکیورٹی افسر کو گن پوائنٹ پر رکھے ہوئے تھے۔ وہاں سے للکار کر کہہ رہے تھے "ہمارے آفیسر کو ذرا بھی خراش آئے گی تو ہم ان دونوں کو گولی مار دیں گے۔"

اس افسر کا ریوالور میرے ہاتھ میں آگیا تھا۔ میں نے پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی تھی۔ اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے بولا "آج تک کسی نے مجھے گالی دینے کی جرأت نہیں کی۔ اب تو دیکھے گا کہ یہ گالی تجھ کو کتنی مہنگی پڑے گی۔"

پھر میں نے اس کے دونوں گارڈز سے کہا "تمہارا یہ باپ میرے نشانے پر ہے۔ وہاں ایک بھی گولی چلی تو تم اس کی لاش یہاں سے لے جاؤ گے۔"

عجیب پوزیشن پیدا ہوگئی تھی۔ ادھر ان کے آفیسر کی موت تھی۔ ادھر پوجا گنیانی مفت میں ماری جانے والی تھی۔ میں نے اس افسر سے کہا "اپنے کتوں سے کہو۔ انہیں چھوڑ دیں اور اپنے ہتھیار پھینک دیں۔"

وہ بولا "مجھے مارنے کے بعد کیا اس جزیرے کی مالکن کو مرتے دیکھ سکو گے؟"

ادھر سے پوجا نے چیختے ہوئے کہا "سلمان! آفیسر کو چھوڑ دو۔ ورنہ یہ مجھے مار ڈالیں گے۔"

میں نے کہا "یہ آرمی کا بہت بڑا افسر ہے۔ وہ لوگ اسے مرنے نہیں دیں گے۔ تم فکر نہ کرو۔ چپ چاپ دیکھتی رہو کہ میں زندگی اور موت کی بازی کس طرح کھیلنے والا ہوں؟"

ویسے بازی جیت کر بھی ہارنے کے آثار تھے۔ کیونکہ وہ زندہ سلامت واپس نہ جاتے تو یہ ثابت ہو جاتا کہ ہم نے ان کے دو کمانڈروں اور کئی کمانڈوز کو ہلاک کر کے اور ان کی لاشیں کہیں چھپا دی ہیں۔

ایک تو ناکامی کے آثار تھے۔ دوسرا یہ کہ اس کی گالی دو دھاری خنجر کی طرح میری عزتِ نفس کو کاٹ رہی تھی۔ میرے اندر ابھی تک آندھی چل رہی تھی۔ تیز ہوا کے جھکڑ میرے دماغ کی چولیں ہلا رہے تھے۔ ایک دم سے شہپر کے پر پھڑپھڑائے، بلند نگاہ، بلند پرواز رکھنے والے ٹیلی پیتھی کے شاہین نے ایک اڑان لی پھر اڑتا ہوا آرمی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

صد شکر ہے میرے معبود! تو ہی عزت دیتا ہے، تو ہی ذلت دیتا ہے اور تو مجھے عزت دیتا آرہا ہے۔

میری صلاحیتیں واپس آچکی تھیں۔

جس نے بھی میرا برین واش کیا تھا۔ اس نے میرے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں نہیں مٹائی تھیں۔ اس غیر معمولی علم کے ساتھ میری ذہانت' حاضر دماغی' جانبازی اور بر وقت حکمت عملی کو برقرار رکھا تھا۔ میں اب تک ان تمام صلاحیتوں کے ذریعے دشمنوں کو نیست و نابود کرتا آرہا تھا۔ ایک ٹیلی پیتھی کی صلاحیت رہ گئی تھی۔ یہ دیر سے واپس آئی مگر اچھے وقت پر آئی۔ دیر آید۔ درست آید۔

میں نے ایک ہاتھ سے آرمی افسر کی گردن دبوچ رکھی تھی۔ دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ بری طرح سہما ہوا تھا۔ کسی بھی لمحے گولی چل سکتی تھی۔ وہ خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں بولا "اسے ہٹاؤ دھوکے سے گولی چل سکتی ہے۔ ذرا عقل سے سوچو۔ میری موت تمہیں اور پوجا کو بہت مہنگی پڑے گی۔ میں زندہ واپس نہیں جاؤں گا تو یہاں انڈین آرمی کے حملے شروع ہو جائیں گے۔"

"اور میں تمہیں چھوڑ دوں گا تو تمہارے آدمی پوجا کو مار ڈالیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں ہم تم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر ابھی یہاں سے چلے جائیں گے۔"

میں نے کہا "ہم تمہیں دوستانہ انداز میں الوداع کہنے یہاں تک آئے تھے لیکن تم اچانک ہی دشمن بن گئے۔"

"میرے لیے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ہمارے کمانڈر اور کمانڈوز اس جزیرے سے کہاں غائب ہوئے ہیں۔ اس اہم سوال کا جواب تم ہی دے سکتے ہو۔"

"ہم جواب دے چکے ہیں اور تم محل کے اندر اور باہر اچھی طرح دیکھ چکے ہو۔ تم نے وہاں کا تہ خانہ بھی دیکھا ہے۔ ہم نے انہیں زندہ یا مردہ کہیں نہیں چھپایا ہے۔"

وہ بولا "پھر تو ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ تم لوگوں نے ان کی لاشیں سمندر میں پھینک دی ہیں۔"

"تم خوا مخواہ شبہ کر رہے ہو اور ہمارے پاس تمہارے شک کا کوئی علاج نہیں ہے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اپنے دونوں گارڈز کے ساتھ یہاں سے زندہ سلامت جانے کے لیے اپنے ان سے کہو کہ وہ ہتھیار پھینک دیں اور ہیلی کاپٹر میں جا کر بیٹھ جائیں۔"

ہتھیار پھینکنے کے بعد وہ بالکل نہتے ہو جاتے۔ ہمارے رحم و کرم پر رہتے اگر وہ ہتھیار پھینکنے سے انکار کرتے تو یہ خوف تھا کہ ان کا افسر ارا جائے گا۔

میں نے اس افسر کے دماغ پر حاوی ہو کر اس بات پر قائل کیا کہ انہیں ہتھیار پھینک دینے چاہئیں۔ اس نے چیخ کر دونوں گارڈز سے کہا "ہمارے معاملات طے ہو چکے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اپنے تمام ہتھیار پھینک دو اور ہیلی کاپٹر میں جا کر بیٹھ جاؤ۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل میں پوجا اور سیکیورٹی آفیسر کے آگے ہتھیار پھینک دیے اور پلٹ کر ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگے۔ میں اس افسر کے ساتھ چڑھائی چڑھتا ہوا پوجا کے پاس آگیا۔ وہ افسر سے بولی "بڑے شرم کی بات ہے۔ ہم نے شرافت سے تمہیں یہاں آنے کی اجازت دی۔ پوری طرح اپنی بے گناہی کا ثبوت دیا۔ تمہارے کمانڈرز اور کمانڈوز نہ یہاں آئے تھے اور نہ ہی ہم نے انہیں قیدی بنا کر کہیں چھپایا ہے۔ اس کے باوجود تم ہمیں جان سے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ اب ہتھیار ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ اب ہم تمہیں مار ڈالیں تو؟"

وہ بولا "تو اس جزیرے پر قیامت آجائے گی۔ ہم اپنے ہیڈ کوارٹر سے روانگی کا وقت لکھ کر آئے ہیں۔ اگر ہم چار گھنٹے کے اندر وہاں پر واپس نہ پہنچے تو آرمی کو یہاں حملہ کرنے کا جواز مل جائے گا۔"

میں نے کہا "پوجا! ان سے بحث نہ کرو۔ انہیں جانے دو۔"

میں نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا "جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے چلے جاؤ۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔ وہ تینوں ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے لیکن میں ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ تینوں غصے میں تھے۔ افسر نے جھلا کر کہا "یہ پوجا کا منگیتر بہت پراسرار ہے۔ اس نے بڑی چالاکی سے ان تمام لاشوں کو سمندر میں پھنکوایا ہے۔ ہم اس کے خلاف ایک چھوٹا سا ثبوت حاصل کرنے میں بھی ناکام رہے ہیں۔ کم آن یہاں سے نکل چلو۔"

ہیلی کاپٹر بلندی کی طرف پرواز کرتا ہوا دور جانے لگا۔ میں نے کہا "تم سیکیورٹی افسر کے ساتھ اپنی کار میں جاؤ۔ میں اس دوسری گاڑی میں آجاؤں گا۔ یہاں مجھے کچھ کام ہے۔"

اس نے پوچھا "یہاں جنگل میں تمہارا کیا کام ہے؟"

"تمہارے جزیرے کی حفاظت کرنا میری ذمے داری ہے۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ مجھے یہاں کیا کرنا ہے۔ مجھ سے کوئی سوال نہ کیا کرو۔ جاؤ یہاں سے۔"

اس نے مجھے ناگواری سے دیکھا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے "یہ بہت مغرور ہے۔ سیکیورٹی افسر کے سامنے میری توہین کر رہا ہے۔ جی چاہتا ہے اس کا منہ نوچ لوں لیکن

یہ بہت زبردست۔ پچھلی رات سے میری حفاظت کرتا آرہا ہے یہ نہ ہوتا تو جادیو مجھے موت کے گھاٹ اتار دیتا اور ابھی اس نے کتنی دلیری سے آرمی افسر اور اس کے گارڈز کو نہتا کر دیا تھا۔"

وہ اپنی کار میں جا کر بیٹھ کر بھی سوچتی رہی "یہ خطرناک ہے مگر زبان کا دھنی ہے۔ اپنے وعدے کے مطابق میری خاطر ایک بہت بڑی فوج سے ٹکر لے رہا ہے۔ مجھے اس کی بدمزاجی کو برداشت کرنا ہی ہوگا۔"

وہ سوچتی رہی۔ سیکیورٹی افسر اور دو گارڈز کے ساتھ اپنی کار میں وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی میں اس آرمی افسر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ وائرلیس کے ذریعے ہیڈ کوارٹر کو بتا رہا تھا "انہوں نے اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے۔ بڑی رازداری سے ان لاشوں کو غائب کیا گیا ہے۔ پتا نہیں سمندر کے کس حصے میں لے جا کر پھینکا گیا ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "ہمارے دونوں کمانڈرز اور وہ سات کمانڈوز مجرمانہ انداز میں چھپ کر وہاں گئے تھے۔ ہم ان کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کر سکیں گے۔ انہیں کوئی الزام نہیں دے سکیں گے۔"

اس افسر نے کہا "پوجا کا منگیتر ہماری نظروں میں مشکوک ہے۔ تعجب ہے کہ پوجا کلیانی ایک مسلمان سے کیوں شادی کر رہی ہے؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "وہ بڑے پراسرار طریقے سے جزیرے میں لایا گیا ہے۔ کیا تم نے اس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی ہیں؟"

"فی الحال تو اتنا ہی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ بہت ہی زبردست فائٹر ہے۔ موت کی پروا کیے بغیر جھپٹ پڑتا ہے۔ پوجا کلیانی اسے اپنا منگیتر کہتی ہے لیکن وہ اس کا شعیر خاص ہے۔ اس نے جادیو اور ہریو جیسے ناقابل شکست کمانڈروں کو نابود کر دیا ہے۔ اس نے مجھے بری طرح جکڑ لیا تھا۔ میں اپنی رپورٹ میں لکھوں گا کہ وہ سلمان قیصر جزیرہ کلیانی کا فولادی دروازہ ہے۔ پہلے اس دروازے کو توڑنا ہوگا۔ اس کے بعد ہی جزیرہ پر قبضہ جمایا جا سکے گا۔"

ہیلی کاپٹر تیزی سے پرواز کرتا جا رہا تھا۔ ہیڈ کوارٹر سے تقریباً چالیس کلومیٹر کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہم پندرہ منٹ میں وہاں پہنچنے والے ہیں۔ میں آپ کے پاس آکر تفصیلی رپورٹ پیش کروں گا۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق وائرلیس میں خرابی پیدا کر دی۔ ہیڈ کوارٹر سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ میں نے کہا "کتے کے بچے! تو نے مجھے گالی دی تھی۔"

اس نے بوکھلا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا پھر حیرانی سے بولا "یہ۔ اس کی آواز میرے اندر سنائی دے رہی ہے۔"

ایک گارڈ نے پوچھا "سر! کس کی آواز؟"

"وہ۔ وہ وہی ہے۔ جس نے ہم سب کو نہتا کر دیا تھا۔ ٹھہرو' مجھے سننے دو۔ وہ کچھ بول رہا ہے۔"

میں نے کہا "میں بہت کم بولتا ہوں۔ باقی جو کرنا ہوتا ہے وہ کر گزرتا ہوں۔ تم نے جس زبان سے مجھے گالی دی تھی اسے دانتوں تلے کچل ڈالو۔"

وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا لیکن بے اختیار اس کی زبان ذرا باہر نکلی پھر اوپر نیچے کے دانتوں نے اسے پوری قوت سے چبا ڈالا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیختا ہوا اپنی سیٹ پر تڑپنے لگا۔ دونوں گارڈز نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا ہوا؟ سر! کیا تکلیف ہے؟"

وہ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ منہ کھولے زبان باہر نکالے ہائے ہائے کر رہا تھا۔ میں نے کہا "تم نے مجھے نہتا اور کمزور پا کر طاقت کے غرور میں گالی دی تھی۔ اب اپنی طاقت سے کام لو۔ جو سزا مل رہی ہے۔ اس سے خود کو بچاؤ۔"

وہ عاجزی سے بولا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ اگر معلوم ہوتا تو تمہارے سامنے سر جھکا کر باتیں کرتا۔"

"تمہارے جیسے مغرور طاقت ور لوگ کمزور ہونے کے بعد اسی طرح گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ تم لوگوں میں انسانیت نام کو نہیں ہوتی۔"

یہ کہتے ہی میں نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے پھر دانتوں تلے اپنی زبان کو پیس ڈالا۔ وہ حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔ سیفٹی بیلٹ سے بندھا ہوا تھا اس لیے بری طرح تڑپنے کے باوجود اپنی سیٹ پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں گارڈز پریشان تھے۔ وہ اپنے اعلیٰ افسر کی تکلیف کو سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ ایک نے کہا "سر! آپ تکلیف برداشت کریں ہم ہیڈ کوارٹر پہنچ رہے ہیں۔ وہاں پہنچتے ہی ڈاکٹرز آپ کو اٹینڈ کریں گے۔"

وہ ہیلی کاپٹر ایک ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرتا ہوا ہیڈ کوارٹر کے اطراف چکر کاٹ رہا تھا۔ ایسے وقت میں نے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میرے زیر اثر آتے ہی انجن بند کر دیا۔ گروش کرتا ہوا پنکھا رکنے لگا۔ ایک گارڈ نے چیخ کر کہا "یہ کیا کر رہے ہو؟ انجن کو فوراً آن کرو۔"

پائلٹ نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ ان دونوں کو نہ لڑنے کا موقع ملا نہ سنبھلنے کا۔ پہلے کی گردش تھمتے ہی ہیلی کاپٹر تیزی سے نیچے جا رہا تھا۔ ہیڈ کوارٹر کے افسران اور سپاہی اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر خوف سے بھاگ رہے تھے۔ وہ ہیلی کاپٹر تیزی سے آکر گولا بارود کے گودام پر گرا۔ اس کے ساتھ ہی زبردست دھماکے ہونے لگے۔ گودام میں رکھے ہوئے مختلف ساخت کے بم پھٹ رہے تھے۔ آگ کے شعلے دور تک پھیل رہے تھے۔ آسمان کی طرف لپک رہے تھے۔ ایک قیامت کا منظر تھا جو دور سے دیکھنے والوں کے دل بھی دہلا رہا تھا۔

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے محل کی طرف جانے لگا۔

اس نے مجھے یہاں گالی دی تھی اگر میں طیش میں آکر اسے یہاں مار ڈالتا تو انڈین آرمی کو جزیرے پر حملہ کرنے کا ایک بہانہ مل جاتا۔ اسی لیے میں نے اس کے گھر پہنچا کر اسے ایسی موت مارا تھا کہ اس کی موت عبرت ناک بن گئی تھی۔ اس کے ساتھ کتنے ہی آرمی والے مارے گئے۔ کروڑوں روپے کا گولا بارود اور اسلحہ تباہ ہو گیا۔ ان کے اہم ریکارڈز جل کر راکھ ہو گئے۔

وہ تو پہلے ہی اپنے دو کمانڈروں اور سات کمانڈوز کے قتل کا الزام ہم پر عائد نہیں کر سکتے تھے۔ اب اتنی بڑی تباہی کے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم نے ان سے انتقام لیا ہے۔

میں گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا شمالی ساحل کے پاس آکر رک گیا۔ وہاں کئی کشتیاں اور اسپیڈ بوٹس کھڑی ہوئی تھیں۔ پوجا کے محل میں کام کرنے والے ملازم اور سیکیورٹی گارڈز وغیرہ ان کشتیوں اور اسپیڈ بوٹس وغیرہ کے ذریعے ہندوستان کے مغربی ساحلی شہروں کی طرف جایا کرتے تھے۔ وہ ساحلی کنارہ بہت خوب صورت تھا۔ ناریل کے اونچے اونچے درخت تھے۔ وہاں ہریالی تھی اور رنگ برنگے خوب صورت پھول کھلے ہوئے تھے۔

میں نے اس خوب صورت ماحول میں ایک جگہ بیٹھ کر ثمرن کا تصور کیا۔ وہ بہت حسین بہت پرکشش تھی۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے وہ میرے بارے میں بڑی محبت اور بڑی عقیدت سے سوچ رہی تھی۔ میں نے اسے ایک ہی رات میں داسی سے ملکہ بنا دیا تھا۔ پستی سے اٹھا کر بہت بلندی پر لے آیا تھا۔ وہ میرے بارے میں سوچ رہی تھی کہ مجھ پر قربان ہونے کے لیے یہ ایک زندگی بہت کم ہے۔ وہ ایک جنم کے بعد جتنی بار جنم لیتی رہے گی۔ اتنی ہی بار سلمان قیصر یعنی مجھ پر قربان ہوتی رہے گی۔

میں نے محل سے باہر آتے وقت اسے رازداری سے کہا تھا کہ پوجا جب تک محل سے باہر رہے وہ اس کے بیڈ روم میں جا کر وہاں کی تلاشی لے۔ شاید کوئی ایسی چیز مل جائے جو میرے بھولے ہوئے ماضی کی طرف نشان دہی کرے۔ مجھے پوجا پر بالکل اعتماد نہیں رہا تھا۔ کچھ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ جھوٹ بول رہی ہے دھوکا دے رہی ہے۔

پوجا میرے ساتھ آرمی افسر کو رخصت کرنے ہیلی کاپٹر تک آئی تھی۔ ثمرن اس دوران میں اس کے بیڈ روم کی تلاشی لیتی رہی تھی۔ تلاش بسیار کے بعد بھی کوئی ایسی چیز ہاتھ نہیں لگی جو میرے کسی کام آتی۔

پوجا کی پرسنل سیکریٹری کا نام ٹینا تھا۔ وہ اس کی سیکریٹری بھی تھی اور بہت ہی گہری رازدار سہیلی بھی۔ وہ اس کے بیڈ روم سے ملحقہ کمرے میں رہتی تھی۔ ثمرن اس کمرے کی بھی تلاشی لینے لگی۔ ایک الماری میں ٹینا سے تعلق رکھنے والی کچھ اہم دستاویزات تھیں۔ ہیرے موتیوں سے جڑے ہوئے زیورات تھے۔ وہاں ایک ڈائری رکھی ہوئی تھی۔

ثمرن اسے اٹھا کر پڑھنے لگی۔ ٹینا نے اپنے اور پوجا کے بارے میں بہت سی اہم باتیں لکھی تھیں۔ ڈائری کا ایک ایک ورق پڑھ کر پتا چلتا تھا کہ وہ دونوں کتنی رازدار سہیلیاں تھیں۔ اس ڈائری کے ایک صفحے پر میرے بارے میں پڑھتے ہی ثمرن چونک گئی۔

ٹینا نے لکھا تھا کہ پوجا کی دادی ماں ایک بہت زبردست ویچ لیڈی ہے۔ اس کے کالے عمل سے کوئی دشمن بچ نہیں پاتا ہے۔ اس دادی ماں نے تقریباً بیس برس تک بڑی کٹھن تپسیا کی تھی۔ چند خاص منتروں کا جاپ کرتی رہی تھی۔ اس طویل عرصے میں کتنی ہی مشکلات سے گزرنے کے بعد وہ بوڑھی سے جوان ہونے لگی۔ اس نے سدا جوان رہنے کا کالا علم حاصل کر لیا تھا۔ اب وہ سولہ برس کی ایک نوخیز دوشیزہ کے روپ میں ہے اور خود کو اننیتا سکسینہ کہلاتی ہے۔

اس کے مقابلے میں اس کی پوتی پوجا کلیانی زیادہ عمر کی دکھائی دیتی تھی۔ اپنی دادی سے لڑتی تھی اور کہتی تھی کہ اسے بھی سولہ برس کی دوشیزہ بنایا جائے۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ جب اس پر بڑھاپا طاری ہونے لگے گا تو وہ اسے بھی ایک نوخیز دوشیزہ بنا دے گی۔ دونوں دادی پوتی میں بڑی محبت تھی وہ پوتی کو سمجھاتی تھی کہ وہ دنیا والوں کے سامنے اسے دادی

ماں نہ کہے۔ ورنہ لوگ دادی کو حیرانی سے دیکھیں گے اور پوتی کا مذاق اڑائیں گے کہ وہ ایک سولہ برس کی لڑکی کو دادی ماں کہہ رہی ہے۔

دادی ماں کے جوان ہونے سے بڑی الجھنیں پیدا ہو رہی تھیں پوتی عمر میں بڑی اور دادی چھوٹی دکھائی دیتی تھی۔ اس لیے یہ طے پایا کہ وہ دونوں سہیلیاں بن کر رہیں گی۔ تنہائی میں وہ اسے دادی ماں کہہ سکتی ہے۔

ڈائری کے دوسرے صفحے پر لکھا تھا کہ وہ دادی اور پوتی کسی ضرورت سے ہانگ کانگ گئی تھیں۔ ٹینا بھی ان کے ساتھ تھی۔ وہاں انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ عمر رسیدہ تھا لیکن آج کل کے جوانوں سے زیادہ جوان اور صحت مند دکھائی دیتا تھا۔ دادی ماں نے اسے دیکھتے ہی کہا "مجھے جس کی تلاش تھی وہ مل گیا۔ میرے کالے علم نے بتایا تھا کہ میرا مطلوبہ شخص سمندر کے کسی ساحلی علاقے میں ملے گا۔

پوجا نے پوچھا "آخر اس میں کیا خاص بات ہے؟"

اس نے جواب دیا "تم دیکھ رہی ہو اس وقت وہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہے۔ دراصل یہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

پوجا نے کہا "دادی ماں تم نے کہا تھا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص ہمارے کام آئے گا۔ ہمارے جزیرے کی حفاظت کے لیے تنہا بھارتی فوج سے لڑتا رہے گا۔ کیا یہ وہی ہے؟ ہائے کتنا خوب رو اور اسمارٹ ہے۔"

دادی ماں نے کہا "ہاں یہ وہی ہے۔ اسے ٹریپ کر کے اس کرائے کے مکان میں لے جانا ہو گا جہاں ہمارا عارضی قیام ہے۔"

یہ میں پچھلے باب میں بیان کر چکا ہوں کہ میں ہانگ کانگ کے ایک ساحل پر چہل قدمی کر رہا تھا' ایسے وقت ٹینا نے دو نوجوانوں کے ذریعے مجھے اس طرح اٹھایا تھا کہ میں اس کے سازشی ارادوں کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ اچانک بے ہوشی کی دوا انجیکٹ کی گئی تب میں چونکا تھا لیکن اس وقت تک دیر ہو چکی تھی۔ اس کے بعد میں اپنی ذات سے' اپنے وجود سے غافل ہو گیا تھا۔

اور اب تک میں اپنے آپ سے غافل تھا۔ ابھی ثمرن کے خیالات پڑھ کر معلوم ہو رہا تھا کہ میرے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا تھا۔ ٹینا نے ڈائری میں لکھا تھا کہ مجھے بے ہوش کرنے کے بعد ایک مکان میں پہنچایا گیا تھا۔ وہاں دادی ماں نے مجھ پر کالا عمل کیا تھا۔ مجھ پر ایسا سحر طاری کیا تھا کہ میں بے ہوشی کے عالم میں اس کے ہر سوال کا جواب دیتا رہا تھا۔ اس طرح انہیں یہ معلوم ہوا کہ میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ اس نے مجھ پر کئی طرح کے عمل کیے۔ میرے ذہن سے میرا نام اور میری شناخت مٹا دی۔ صرف میری اہم صلاحیتوں کو میرے ذہن میں محفوظ رکھا۔ اس کے بعد میری تمام پچھلی زندگی کو حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا۔

اس کے کالے عمل کے بعد پوچا نے پوچھا تھا "دادی ماں آپ نے اس کا نام سلمان قیصر رکھا ہے اگر کبھی اسے معلوم ہو گا کہ اس کا نام فرہاد علی تیمور ہے اور یہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک مشہور ہے تو پھر یہ بڑی آسانی سے معلومات حاصل کرتا ہوا اپنے لوگوں تک پہنچ جائے گا۔"

اس نے جواب دیا "میں نے اس پر ایسا عمل کیا ہے کہ یہ کبھی اپنے بارے میں معلوم کرنا چاہے تو ایسے وقت اس کا ذہن بھٹک جائے۔ یہ اپنے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے کبھی کسی صحیح سمت میں نہیں جا سکے گا۔"

میں جزیرے کے ایک خوب صورت ساحلی علاقے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ثمرن نے بڑی محبت اور لگن سے میرا اصلی نام معلوم کیا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مجھے ہانگ کانگ سے لایا گیا ہے۔ یہ دو باتیں بڑی اہم تھیں۔ میں اس چھوٹی سی ٹپ کے ذریعے اپنے بارے میں بڑی بڑی معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

میں وہاں سے واپس جانے کے لیے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پوجا محل میں پہنچ گئی تھی۔ ثمرن اسے دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ میں کہاں رہ گیا ہوں؟ واپس کیوں نہیں آیا؟ میں محل میں جا کر اسے سینے سے لگا کر شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا کہ وہ اپنی کوششوں سے مجھے میری شناخت کی طرف لے جا رہی تھی۔

ٹینا نے اپنی ڈائری میں جو کچھ لکھا تھا۔ اسے پڑھنے کے بعد یہ ثابت ہو گیا تھا کہ پوجا اور اس کی دادی ماں دونوں ہی خود غرض اور مطلب پرست ہیں۔ انہوں نے اپنے مفادات حاصل کرنے کے لیے مجھ سے میرا ماضی چھین لیا ہے۔ میرے لہو کے رشتوں سے مجھے الگ کر دیا ہے۔

اب مجھے بہت محتاط رہنا تھا۔ اس محل میں رہ کر میں اپنے بارے میں اور بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ میں اپنی گاڑی سے ٹیک لگا کر پوجا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پہلے سوچا تھا کہ محل میں جا کر اطمینان سے اس کے چور خیالات پڑھوں گا لیکن اپنے بارے میں حقائق جاننے کی بے چینی تھی۔ میں نے اسی وقت اس کے خیالات پڑھنے شروع کیے۔

بڑی حیرانی ہوئی۔ اس کی سوچ کی لہریں بتا رہی تھیں کہ میں اس کا منگیتر ہوں اور وہ مجھے دل و جان سے چاہتی ہے۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کی دادی ماں کے بارے

میں کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ اس کی کوئی دادی ماں نہیں ہے۔ اس کا دنیا میں اپنا کوئی سگا نہیں ہے۔ صرف دو محبت کرنے والی دو سہیلیاں ہیں۔ ان میں سے ایک سہیلی ٹینا تھی۔ جو مر چکی ہے۔ دوسری سہیلی کا نام انیتا سکسینہ ہے۔

میں یہ خیالات پڑھ کر چونک گیا۔ کیونکہ ڈائری کے مطابق اس کی دادی ماں کا موجودہ نام انیتا سکسینہ تھا۔ وہ سولہ برس کی جوان لڑکی بن چکی تھی۔ یہ سارے حقائق پوجا کے دماغ سے حاصل نہیں ہو رہے تھے۔ خیال خوانی اور تنویمی عمل کی ایک تکنیک کے پیش نظر فوراً ہی یہ بات سمجھ میں آگئی کہ پوجا کے دماغ کے اس حصے کو لاک کیا گیا ہے۔ جہاں چور خیالات چھپے ہوتے ہیں۔

جو دادی ماں اپنے کالے عمل کے ذریعے میرا برین واش کر سکتی ہے' میرے ماضی کی تمام یادیں مجھ سے چھین سکتی ہے۔ وہ اپنی پوتی کی حفاظت کے لیے ایسی احتیاطی تدابیر پر عمل کر چکی ہوگی۔ تاکہ میں کبھی اس کے چور خیالات نہ پڑھ سکوں۔

وہ بوڑھی بہت دور اندیش تھی۔ یہ جانتی تھی کہ جلد ہی میری خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس آجائیں گی۔ اس لیے اس نے صرف پوجا کے ہی دماغ کو نہیں بلکہ اپنے دماغ کے چور خانے کو بھی لاک کر دیا ہوگا۔ میں ابھی خود کو تمہیں پہچان رہا تھا مگر اپنے اصل دشمن کو پہچان گیا تھا۔ یہاں رہ کر اب مجھے دادی ماں کا سراغ لگانا تھا۔ میں اس کی شہ رگ تک پہنچ کر ہی اس کا سارا طلسم توڑ سکتا تھا۔

میں گاڑی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت ونڈ اسکرین کے پار دور سمندر میں ایک اسپیڈ بوٹ دکھائی دی۔ وہ تیزی سے ساحل کی طرف آرہی تھی۔ رنگین ملبوسات سے اندازہ ہوا کہ کوئی عورت آرہی ہے۔ وہ اسپیڈ بوٹ جیسے جیسے کشتی گھاٹ کے قریب آتی گئی۔ آنے والی واضح ہوتی گئی۔

میں گاڑی سے اتر کر گھاٹ کے قریب آیا۔ وہ اسپیڈ بوٹ سے اتر رہی تھی۔ ایک نوخیز دوشیزہ تھی۔ غضب کا حسن تھا' غضب کی کشش تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی ہاتھ ہلا کر قریب آتے ہوئے کہا "ہائے سلمان! تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں آرہی ہوں؟ مجھے ریسیو کرنے آئے ہو نا؟"

وہ مجھے پہچانتی تھی۔ مجھے یاد نہیں آرہا تھا کہ میں نے پہلے کبھی اسے دیکھا ہے۔ اس نے قریب آکر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا "تم مجھے کیسے جانتی ہو؟ میں تو پہلی بار تمہیں دیکھ رہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "او مائی پور ڈارلنگ! پوجا نے مجھے بتایا ہے کہ تمہاری یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔ تم اپنی پہلی زندگی بھول گئے ہو پھر مجھے کیسے پہچانو گے؟"

پھر وہ ذرا قریب ہو کر سرگوشی میں بولی "کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی' تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔ تم پوجا کے مگنیتر مگر چھپ کر میرے بیڈ روم میں آتے رہے ہو۔"

"یہ۔ یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ کیا تم پوجا کی سہیلی ہو اگر سہیلی ہو تو شاید میں تمہارا نام جانتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم مجھے اتنا چاہتے ہو؟ سب کچھ بھولنے کے باوجود تم نے میرا نام یاد رکھا۔ اچھا بتاؤ۔ کیا نام ہے میرا؟"

میں اسے یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ اس کا نام انیتا سکسینہ ہے۔ اگر نام بتا دیتا تو اس کے اندر یہ تجسس پیدا ہوتا کہ مجھے اس کا نام کیسے معلوم ہوا ہے؟ وہ اور پوجا سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ ٹینا کی ڈائری مجھے ان کے بارے میں بہت کچھ بتا چکی ہے۔

میں نے غلط نام لیتے ہوئے کہا "تمہارا نام چمپا کلی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "چمپا کلی نہیں انیتا سکسینہ۔ میرا نام انیتا سکسینہ ہے۔ یادداشت گم ہونے کے بعد بہت دلچسپ ہو گئے ہو۔ تمہارے ساتھ اچھا وقت گزرے گا۔ آؤ چلیں میں چلیں۔"

وہ میری کمر میں ہاتھ ڈال کر گاڑی کی طرف بڑھنے لگی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کالا جادو جاننے والی دادی ماں کی اتنی اسمارٹ اور فری ہوگی۔ وہ سولہ برس کی جوان چھوکری تھی لیکن میں سمجھ رہا تھا کہ ایک سو دس برس کی بوڑھی دادی ماں مجھ سے چیک کر چل رہی ہے اور سولہویں سال کی حرارت پہنچا رہی ہے۔

○☆○

کبریا نے سرلا کو اپنی معمولہ بنانے کے بعد شیلا کوٹھی میں پہنچا دیا تھا۔ اس نے شیلا اور اس کی ماں کو مختصر سا تنویمی عمل کر کے انہیں یہ ذہن نشین کرایا تھا کہ سرلا کو اپنی ایک عزیز سمجھ کر قبول کرتی رہیں گی۔ اس کے بارے میں کوئی سوال نہیں کریں گی کہ وہ کہاں سے آئی اور ان کے گھر میں کیوں آئی ہے؟

وہ تینوں دوسرے دن دیر تک سوتی رہیں پھر بیدار ہو

دیر تک

کے بعد غسل وغیرہ کیا۔ لباس تبدیل کیا پھر ایک ساتھ بیٹھ کر ناشتا کیا۔ آپس میں ہنستی بولتی رہیں۔ اسے اپنی ایک عزیزہ سمجھ کر بے تکلفی سے گفتگو کرتی رہیں۔

سرلا بھی خود کو بھولی ہوئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔ جبکہ دبلی سے ممبئی تک اس کے اغوا ہونے پر ہلچل پیدا ہوگئی تھی۔ وہ حکمران پارٹی کے ایک لیڈر کی بیٹی تھی۔ پچھلی رات سے پولیس اور انتظامیہ حرکت میں تھی۔ اسے جگہ جگہ تلاش کیا جارہا تھا اور وہ شلپا کی کوٹھی میں آرام سے وقت گزار رہی تھی۔

کبریا، پروفیسر دینا ناتھ، میرا اور شاردا کے ساتھ ٹرین میں ممبئی کی طرف جارہا تھا۔ وہ سب پچھلی رات کے جاگے ہوئے تھے۔ لہٰذا گہری نیند سو رہے تھے۔ کبریا نے سونے سے پہلے ناگیش وریانڈے سے کہہ رہا تھا کہ اس کی بیٹی سرلا اس وقت واپس ملے گی جب وہ ممبئی چھوڑ کر تین دنوں کے لیے دبلی چلا جائے گا۔

کبریا چاہتا تھا کہ جب پروفیسر دینا ناتھ، میرا اور شاردا ممبئی پہنچیں تو وہ دشمن ناگیش وریانڈے اس شہر میں نہ رہے۔ پانڈے ایک عرصے سے میرا کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ وہ اسے گھاس نہیں ڈال رہی تھی۔ پانڈے کو اس وقت اپنی اغوا شدہ بیٹی کی فکر تھی۔ اس لیے وہ شام چار بجے کی فلائٹ سے دبلی روانہ ہوچکا تھا۔

کبریا نے سرلا کی واپسی کے لیے تین کروڑ روپے کا مطالبہ کیا تھا۔ پانڈے نے اپنے ایک مشیر کو تین کروڑ روپے سے بھرا ہوا بریف کیس دیا تھا اور کہا تھا کہ کوئی بھی اجنبی شخص اس کے پاس آئے گا تو وہ بریف کیس اس کے حوالے کردے گا۔ کبریا ممبئی پہنچ کر وہ بریف کیس اس سے حاصل کرنے والا تھا۔ فی الحال وہ ٹرین میں آرام سے نیند پوری کرتا ہوا سفر کررہا تھا۔

شام کو سرلا نے شلپا اور اس کی ماں سے کہا "آج میں نے آپ لوگوں کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارا ہے۔ اب میں جارہی ہوں ہوں پھر کبھی ملاقات ہوگی۔"

شلپا کی ماں نے پوچھا "بیٹی! تم کہاں جانا چاہتی ہو؟ ہمیں بتاؤ۔ ہم تمہیں اپنی گاڑی میں پہنچادیں گے۔"

"میں یہاں سے ائرپورٹ جاؤں گی۔ آپ زحمت نہ کریں۔ میرے لیے ایک ٹیکسی منگوالیں۔"

ایک ملازم ٹیکسی لے آیا۔ وہ اس میں بیٹھ کر ائرپورٹ کی طرف روانہ ہوگئی۔ پانڈے نے فون کے ذریعے اپنی بیوی اور بیٹے راہول پانڈے کو اطلاع دی تھی کہ وہ شام کی فلائٹ سے دبلی پہنچ رہا ہے۔ سرلا اسے ریسیو کرنے ائرپورٹ آئے گی۔

راہول نے پوچھا "کیا اس کی رہائی کا معاملہ طے ہوچکا ہے؟ آپ نے بہت بڑی رقم ادا کی ہوگی۔"

"ہاں بیٹے! میں نے تمہاری بہن کے لیے تین کروڑ روپے ادا کیے ہیں۔ وہ دشمن مجھے بہت نقصان پہنچا رہا ہے۔"

"اتنی بڑی رقم کیسے ادا کی جائے گی اور کہاں ادا کی جائے گی؟"

"وہ میرے مشیر کے پاس آکر رقم لے جائے گا۔"

"پھر تو اسے آسانی سے گرفتار کیا جاسکتا ہے۔ آپ مشیر کے مکان کے اطراف خفیہ طور سے پولیس کا پہرا لگوا دیں۔"

پانڈے نے کہا "یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا لیکن کیا وہ اتنا نادان ہوگا کہ خود وہ رقم لینے آئے گا؟"

"وہ نہیں آئے گا کوئی دوسرا آئے گا۔ اس کے ذریعے اس مجرم تک پہنچا جاسکتا ہے۔ آپ فوراً ایکشن لیں۔"

پانڈے نے بیٹے کے مشورے کے مطابق ممبئی کے ایک پولیس افسر کو حکم دیا کہ اس کے مشیر کے مکان کی کڑی نگرانی کرائی جائے اور جو بھی شخص رقم سے بھرا ہوا بریف کیس لینے آئے۔ اسے گرفتار کرلیا جائے گا۔

وہ شام کی فلائٹ سے دبلی پہنچ گیا۔ اس کی بیوی اور بیٹا اسے ریسیو کرنے آئے تھے۔ اس نے پوچھا "کیا سرلا آئی ہے؟"

بیوی نے پوچھا "وہ کہاں سے آئے گی؟ کل سے نہ جانے کہاں گم ہوگئی ہے؟"

"اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے ریسیو کرنے یہاں آئے گی۔"

"کیا سرلا نے کہا تھا؟ کیا آپ دونوں کے درمیان گفتگو ہوتی رہی ہے؟"

"اس سے گفتگو نہیں ہوئی۔ سمجھا کرو۔ اس دشمن نے کہا تھا کہ وہ یہاں آئے گی۔"

"دشمن نے کہا اور آپ نے یقین کرلیا اور یقین کرکے تین کروڑ روپے دے دیے۔ کیا آپ کی عقل گھاس چرنے گئی ہے؟"

سرلا ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں آئی۔ وزیٹرز لابی میں جیسے ہی ایک جگہ بیٹھی کبریا کے تخویفی عمل کے مطابق اسے اپنے بارے میں یاد آگیا کہ وہ کون ہے اور کس کی بیٹی ہے؟ اور حیرانی سے اپنے آس پاس کے ماحول کو دیکھ کر سوچنے لگی کہ میں اب تک کہاں تھی؟ اور کیا کرتی رہی تھی؟

پچھلی رات اس کا بھائی راہول پانڈے ماں سے ملنے

کے لیے دبلی آرہا تھا۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ راہول کو ریسیو کرنے ائرپورٹ آئی تھی۔ پچھلی رات ماں نے بہت زیادہ پی لی تھی۔ سرلا نے کہا تھا "آپ گاڑی میں بیٹھی رہیں ورنہ وزیٹرز لابی میں جاکر تماشا بن جائیں گی۔"

لیکن اس کی ماں کار سے اتر کر ائرپورٹ کی عمارت میں چلی گئی تھی۔ سرلا نے سوچا تھا کہ وہ تماشا بننے نہیں جائے گی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھی رہی تھی۔ ایسے ہی وقت کبریا نے اسے نیلی پیتھی کی مٹھی میں بند کرلیا تھا پھر اسے پتا نہیں چلا کہ وہ کہاں گم ہوگئی تھی۔

اب وہ اسی ائرپورٹ کی عمارت میں بیٹھی سوچ رہی تھی "میں تو اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور رات کا وقت تھا۔ یہاں تو دن کی روشنی ہے۔"

سامنے گھڑی میں چھ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ پتا نہیں وہ صبح کا وقت تھا یا شام کا؟ لیکن پریشان کن بات یہ تھی کہ ابھی کار کے اندر رات تھی اور ابھی وزیٹرز لابی میں دن کا وقت لگ رہا تھا پھر یہ سمجھنے سے بھی قاصر تھی کہ کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سے نکل کر وزیٹرز لابی میں کیسے پہنچ گئی ہے؟

ناگیش وریانڈے اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ وہاں سے گزر رہا تھا۔ وہ تینوں اسے دیکھتے ہی ٹھٹک گئے۔ پانڈے نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا "بیٹی! تم یہاں ہو؟ ہم وہاں تمہارا انتظار کررہے تھے۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی "ڈیڈی! آپ۔۔۔ آپ تو ممبئی میں تھے۔ آپ راہول کو ریسیو کرنے یہاں کیسے آگئے؟"

راہول نے ہنستے ہوئے کہا "میں تو کل رات کو یہاں آیا تھا۔ ڈیڈی ابھی ممبئی سے آرہے ہیں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کل رات سے اب تک کتنے گھنٹے گزر چکے ہیں؟"

"اٹھارہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی "اوہ۔ گاڈ! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں تھوڑی دیر پہلے اپنی کار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ رات کا وقت تھا۔ ممی تمہیں ریسیو کرنے یہاں آئی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا، یہ سب کیا ہے؟ رات سے اچانک دوسرے دن کی شام کیسے ہوگئی؟ تم اکیلے یہاں آرہے تھے لیکن اب ڈیڈی بھی تمہارے ساتھ آگئے ہیں۔"

وہ اچانا سر پکڑ کر بھائی کے بازو سے لگ گئی۔ باپ نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "ڈونٹ وری۔ تمہیں کڈنیپ کیا گیا تھا۔ تمہارے ذہن پر برا اثر پڑا ہے۔"

وہ بولی "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ مجھے کسی نے کڈنیپ نہیں کیا تھا۔ میں کل رات سے یہاں ائرپورٹ پر ہی ہوں۔"

ان سب نے ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر ناگیش وریانڈے نے کہا "پورے دبلی کی پولیس اور انٹیلی جنس والے پچھلی رات سے تمہیں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں اور تم یہاں چھپی بیٹھی تھیں؟"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا "مگر نہیں۔ وہ تمہیں اغوا کرکے کہہ رہا تھا کہ تم اس کے ساتھ ایک بیڈ روم میں ہو اور۔۔۔ اور کیا بتاؤں؟ بڑی شرمناک باتیں کررہا تھا۔"

وہ ناگواری سے بولی "ڈیڈی! آپ کی باتیں سن کر مجھے شرم آرہی ہے۔ کل سے اب تک کوئی دوست یا دشمن میرے قریب نہیں آیا۔ پلیز! اس سلسلے میں مجھ سے کوئی بات نہ کریں۔ میرا سر دکھ رہا ہے۔ میں سوچنا چاہتی ہوں، میں سمجھنا چاہتی ہوں کہ کل سے اب تک میں نے کہاں وقت گزارا ہے اور کس طرح گزارا ہے؟ مجھے گھر جاکر تنہائی میں سوچنا چاہیے۔"

پانڈے نے کہا "تم بہت اپ سیٹ ہو۔ خاموش رہ کر سوچنے کی کوشش کرتی رہو۔ شاید تمہیں کچھ یاد آجائے؟ آؤ ہم گھر چلیں۔"

وہ سب باہر پارکنگ ایریا میں آکر اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ راہول گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ ناگیش وریانڈے اپنے موبائل کے ذریعے ہوم منسٹر سے رابطہ کیا۔ ہوم منسٹر نے اس کی آواز سن کر کہا "مسٹر پانڈے! ہم پوری کوشش کررہے ہیں۔ جلد ہی آپ کی بیٹی کو ڈھونڈ نکالیں گے۔"

وہ بولا "آپ لوگ کیا ڈھونڈیں گے؟ میں نے ڈھونڈ لیا ہے۔ میری بیٹی میرے پاس آگئی ہے۔"

ہوم منسٹر نے چونک کر حیرانی سے پوچھا "کیا۔ آپ کی بیٹی واپس آگئی ہے؟ اسے کس نے اغوا کیا تھا؟ میں کسی بڑے افسر کو بھیج رہا ہوں۔ وہ اس کا بیان لے گا۔ ہم اس کے ذریعے اس مجرم تک پہنچ سکیں گے۔"

"ہم شاید کبھی مجرم تک نہ پہنچ سکیں؟ یہ اغوا کا کیس الجھا ہوا ہے۔ ایسا لگتا ہے، میری بیٹی کو کسی نے کالے جادو کے ذریعے ٹرپ کیا تھا۔ میرے پاس واپس آنے کے بعد اسے یاد نہیں آرہا ہے کہ اسے کس نے اغوا کیا تھا؟ اور اس نے کل رات سے اب تک کہاں وقت گزارا ہے؟"

"یہ بات تو بڑی تشویش ناک ہے۔"

"تشویش ناک بھی ہے اور عجیب بھی۔ ذہن تسلیم نہیں کررہا ہے کہ وہ کل رات سے اب تک دماغی طور پر کہیں

غائب رہی تھی۔"

ہوم منسٹر نے کہا "او۔ گاڈ! آپ نے دماغی طور پر غائب رہنے کی بات کہی ہے تو مجھے یاد آرہا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے غائب دماغ بنایا جاتا ہے۔"

"ٹیلی پیتھی۔۔۔؟" اس نے چونک کر سوچا کہ کل ممبئی میں اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہوا تھا۔ وہ اس دشمن سے بات کرنے کے دوران میں کئی بار غائب دماغ ہوا تھا اور ایک بار تو ایسا ہوا کہ ٹیلی فون کا تار ٹوٹا ہوا تھا اور وہ ریسیور اٹھا کر باتیں کررہا تھا۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ اس ریسیور سے دشمن کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

اسے یقین ہونے لگا کہ وہ دشمن ضرور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے سرلا کی واپسی کے لیے تین کروڑ کا مطالبہ کیا تھا اور وہ اتنی بڑی رقم ادا کرنے سے انکار نہ کرسکا۔ ہوم منسٹر نے پوچھا "آپ خاموش کیوں ہوگئے؟"

"میں آپ کی بات پر غور کررہا ہوں۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہوچکا ہے۔ میں کبھی کبھی غائب دماغ رہا ہوں۔ میں کسی حد تک یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

ہوم منسٹر نے کہا "وہاں وزارت خارجہ کے دفتر میں ایسے واقعات ہوچکے ہیں۔ وہاں کا سیکریٹری دماغی طور پر غائب ہوکر آفس میں سب کے سامنے ننگا ہوگیا تھا۔ یہودی تنظیم کے سربراہ جے وی شوٹر کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اس یہودی نے بیان دیا ہے کہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا کبریا دہلی میں موجود ہے اور ہمارے اندرونی خفیہ معاملات میں مداخلت کررہا ہے۔"

"میں وزارت خارجہ کے سیکریٹری سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔ اگر وہ واقعی فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے تو میں نے اس سے دشمنی مول لے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

اس نے فون بند کردیا۔ سرلا پچھلی سیٹ پر اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی فون پر ہونے والی گفتگو سن رہی تھی اور دل ہی دل میں یہ تسلیم کررہی تھی کہ اسے اب تک ٹیلی پیتھی کے ذریعے غائب دماغ بنایا گیا تھا اور اس کے ساتھ ایسا کرنے والا فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ وہ اپنے باپ کی طرح خوب رو اور اسمارٹ ہوگا۔ قد آور باڈی بلڈر ہوگا اور پہلی نظر میں ہی گھائل کردیتا ہوگا۔

سرلا کو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا۔ لندن میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران اس نے ایک ایسے انسٹی ٹیوٹ میں داخلہ لیا تھا۔ جہاں یوگا اور ٹیلی پیتھی کے بارے میں بہت کچھ بتایا اور سکھایا جاتا تھا۔

وہ میرے اور میری فیملی کے بارے میں بھی بہت کچھ سنتی رہتی تھی۔ اب یہ سن کر اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ میرا بیٹا اس کے دماغ میں آیا تھا۔ اسے غائب دماغ بنا کر کہیں لے گیا تھا۔

اب اسے اپنے باپ کی وہ بات یاد آئی۔ پانڈے نے کہا تھا "وہ تمہیں اغوا کرکے کہہ رہا تھا کہ تم اس کے ساتھ ایک بیڈ روم میں ہو اور۔۔۔ اور کیا بتاؤں؟ بڑی شرمناک باتیں کررہا تھا۔"

باپ کی یہ باتیں یاد آتے ہی وہ شرم سے سرخ ہونے لگی۔ ایک سنسنی سی پیدا ہونے لگی "کیا میں اس کے ساتھ بیڈ روم میں تھی؟"

دل کی دھڑکنیں بےقابو ہوگئیں۔ اس نے سینے پر اتنی تیزی سے ہاتھ رکھا جیسے دھڑکنوں کو روک رہی ہو۔ ان سے کہہ رہی ہو "یہ کیا بےقابو پن ہے؟ یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ اس نے تنہائی میں مجھے ہاتھ لگایا ہو۔ میں اپنے اندر کوئی تبدیلی محسوس نہیں کررہی ہوں۔ میں گھر جاکر آئینہ دیکھوں گی۔ آئینہ بتائے گا کہ کہاں کہاں واردات ہوئی تھی؟

وہ گھر پہنچنے کے بعد سیدھی اپنے بیڈ روم میں چلی گئی پھر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ بند کمرے میں کیا ہوتا ہے؟ کوئی نہیں دیکھ سکتا لیکن اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ یقیناً اپنی الجھنیں دور کررہی ہوگی۔

اس کا باپ اپنی الجھنیں دور کررہا تھا۔ وزارت خارجہ کے سیکریٹری سے فون پر رابطہ کرکے میرے بیٹے کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ وہ کہہ دیتا تھا "میں نے فرہاد کے بیٹے کو نہیں دیکھا ہے۔ یہودی تنظیم کے سربراہ جے وی شوٹر نے یہ انکشاف کیا ہے کہ فرہاد کا بیٹا یہاں ہے۔ وہ وجے شرما کے ہاں سے شلپا کی کوٹھی میں مہمان بن کر آیا تھا۔"

"یہ شلپا کون ہے؟"

"ہمارے فارن ڈیپارٹمنٹ کی ایک بہت ہی حسین اور پرکشش لڑکی ہے۔ اس نے بھی یہی بیان دیا ہے کہ وہ اس کی ٹیلی پیتھی سے سحرزدہ ہوگئی تھی اور یہ میرا اپنا تجربہ ہے۔ اس نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے سب کے سامنے ننگا کردیا تھا۔"

"کیا آپ کے فارن ڈیپارٹمنٹ کو یہ تشویش نہیں ہے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ملک کے اہم راز معلوم کررہا ہے؟"

"ہم بہت پریشان ہیں۔ ہم نے پورے ملک کی پولیس اور انتظامیہ کو الرٹ کردیا ہے۔ انٹیلی جنس والے بھی بڑی

رازداری سے اسے تلاش کررہے ہیں۔ شلپا اور جے وی شوٹر نے اس کا جو حلیہ بیان کیا ہے۔ اس کے مطابق اس کی ایک خیالی تصویر بناکر تمام متعلقہ اداروں میں پہنچا دی گئی ہے۔"

"اس کی ایک تصویر میرے پاس بھیج دیں۔ اس کا نام کیا ہے؟"

"اس کا نام کبریا ہے۔ اس کی عمر سولہ سال ہے لیکن اسے دیکھ کر یقین نہیں آتا۔ وہ قد آور باڈی بلڈر ہے۔ بیس بائیس برس کا جوان لگتا ہے۔ وہ بھیس بدلنے کا ماہر ہے۔"

وہ کبریا کے بارے میں بتا رہا تھا۔ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد پانڈے نے رابطہ ختم کردیا۔ اس کے بیٹے راہول نے کہا "ڈیڈی! آپ نے ایسے خطرناک نوجوان سے دشمنی کیوں مول لی؟"

"بیٹے! میری مخالفت پروفیسر دینا ناتھ سے تھی۔ اس کی بھتیجی میرا ایک مسلمان سے عشق کرتی تھی۔ میں نے اس مسلمان کو قتل کروا دیا۔ میرا غصے سے کہنا تھا کہ اب وہ کسی دوسرے مسلمان سے عشق کرے گی۔"

اس کی بیوی نے کہا "آپ کو میرا سے کیا دلچسپی ہے؟ وہ کسی سے بھی عشق کرے۔"

"تم جانتی ہو کہ ہماری پارٹی مسلمانوں کے خلاف ہے۔ ہم کبھی یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ ہماری کوئی ہندو عورت کسی مسلمان سے شادی کرے اور اس کے لیے مسلمان بچے پیدا کرے۔"

راہول نے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مسلمان ہے۔ آپ اسلام دشمنی سے باز نہیں آئیں گے تو وہ آئندہ بھی آپ کو اور ہم سب کو نقصان پہنچائے گا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ اس نے سرلا کو اغوا کرنے کے بعد کیا سلوک کیا ہوگا؟ وہ غائب دماغ رہی تھی۔ اس لیے کچھ بتا نہیں پا رہی ہے۔"

سرلا ان کے کمرے میں آئی اور بولی "ڈیڈی! آپ جانتے ہیں میں لندن میں ٹیلی پیتھی کی کلاسز اٹینڈ کیا کرتی تھی۔ مجھے پھر شوق ہورہا ہے۔ میں پھر ٹیلی پیتھی سیکھوں گی۔"

ماں نے پوچھا "کیا پھر لندن جانے کا ارادہ ہے؟"

"اتنی دور جانے کی کیا ضرورت ہے؟ جس نے مجھے اغوا کیا تھا' اس سے سیکھوں گی۔ ڈیڈی! آپ اس سے رابطہ کریں۔ اس سے میری بات کرائیں۔"

"کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ کیا دشمن سے ٹیلی پیتھی سیکھو گی؟ اور کیا وہ سکھاوے گا؟"

راہول نے کہا "آپ پھر اس سے دشمنی کی بات کررہے ہیں۔ یہ کتنا فنٹاسٹک آئیڈیا ہے۔ سرلا ٹیلی پیتھی سیکھے گی تو وہ دوست بن جائے گا۔ ہمیں کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ ہم اس سے بہت سا فائدہ حاصل کرسکیں گے۔"

"بچوں جیسی باتیں نہ کرو۔ وہ ہمارے دیس کا دشمن ہے۔ جن اہم رازوں کو کوئی چرا نہیں سکتا' وہ چرا لیا کرتا ہے۔"

سرلا نے تالی بجانے کے انداز میں دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر کہا "ہائے! یہ ٹیلی پیتھی کیا چیز ہے؟ جہاں انسان پہنچ نہیں پاتا' وہاں پہنچا دیتی ہے۔ پلیز ڈیڈی! آپ اس سے رابطہ کریں۔ آپ میری بات نہیں مانیں گے تو میں آپ سے بات نہیں کروں گی۔"

"بات نہ کرو۔ مرجاؤ لیکن ایک مسلمان سے تمہیں دوستی نہیں کرنے دوں گا۔ کروگی تو اس کے ساتھ تمہیں بھی گولی ماردوں گا۔"

"آپ اسے گولی مارنے کہاں جائیں گے؟ ابھی چلیں۔ میں بھی چلتی ہوں۔ اس طرح اس سے ملاقات ہوجائے گی۔ مجھے یقین ہے آپ گولیاں ضائع کریں گے۔ اسے مار نہیں سکیں گے۔ اپنی جان کی امان پانے کے لیے پھر اسے تین کروڑ روپے ادا کریں گے۔"

وہ غصے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا "پورے شہر کی پولیس اور جاسوس اسے تلاش کررہے ہیں۔ وہ کب تک چھپتا پھرے گا۔ جلد ہی ساری دنیا اس کی موت کی خبر سنے گی۔ تم اس کے ساتھ دوسری دنیا میں جاکر ٹیلی پیتھی سیکھ سکو گی۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا۔ وہ بھائی سے بولی "راہول! ہم دونوں مل کر اسے تلاش کریں گے۔ ہم اپنی محبت سے دشمن کو دوست بنائیں گے۔"

راہول نے کہا "اس کی ایک خیالی تصویر شہر کے تمام تھانوں میں پہنچائی گئی ہے۔ ہم آئی جی انکل کے پاس جاکر وہ تصویر حاصل کریں گے۔"

وہ دونوں وہاں سے جانے لگے۔ ماں نے انہیں روکا لیکن وہ نہیں رکے۔ سرلا دھن کی پکی تھی۔ اسے ہر حال میں ڈھونڈ نکالنے کا ارادہ کرچکی تھی۔

کبریا' میرا' شاردا اور پروفیسر نے نیند پوری کرلی۔ شام تک جیسے گھوڑے بیچ کر سوتے رہے۔ بیدار ہونے کے بعد کبریا اور پروفیسر اوپری برتھ سے اتر کر نیچے آگئے۔ میرا نے کہا "مجھے سو کر اٹھنے کے بعد غسل کرنے کی عادت ہے۔ پتا نہیں باتھ روم میں کتنا پانی ہوگا۔"

پروفیسر نے کہا "ٹرین میں ہزاروں مسافر پانی بہاتے

رہتی ہیں۔ تمہارے نہانے کے دوران میں پانی ختم ہوجائے گا تو پھر مشکل میں پڑجاؤ گی۔"

ٹکٹ کلکٹر نے دروازے پر دستک دی۔ کبریا نے دروازہ کھول کر اسے چار ٹکٹ دکھائے پھر پوچھا "یہ ٹرین کب تک ممبئی پہنچے گی؟"

"امید ہے' دو گھنٹے کے اندر پہنچ جائے گی۔"

وہ چلا گیا۔ کبریا نے دروازہ بند کرکے میرا کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا "دو گھنٹے صبر کرو۔ ممبئی کے کسی شان دار ہوٹل میں غسل کرسکو گی۔"

وہ سر جھکا کر ٹائلٹ میں چلی گئی۔ صبح سونے سے پہلے کبریا نے محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ اس بات پر وہ شرما رہی تھی۔ اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ شاروا کبریا کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "میرا کا چہرہ اور اس کے شرمانے کی ادائیں بتا رہی ہیں کہ ان دونوں کے درمیان بہت کچھ ہوتا رہا ہے۔ ہم رات بھر کے تھکے ہوئے تھے۔ بے ہوشی کی نیند سوتے رہے اور یہ دونوں پتا نہیں کیا کیا کرتے رہے۔"

وہ تصور میں دیکھنے لگی کہ وہ دونوں کیا کیا کرتے رہے تھے۔ کبریا اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔ پروفیسر نے کہا "میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں لے آتا ہوں۔ تم کیا کھانا پسند کرو گے؟"

"ہلکا سا ناشتا بہتر ہوگا۔ رات ہوچکی ہے۔ ہم ممبئی پہنچ کر اچھا کھانا کھائیں گے۔ میں گرما گرم چائے پینا چاہتا ہوں۔"

پروفیسر کیبن سے باہر چلا گیا۔ شاروا نے کہا "تم میرا کے ساتھ سو رہے تھے یا جاگ رہے تھے؟"

وہ بولا "عشق میں سونے جاگنے کا پتا نہیں چلتا۔ یہ عشق بڑی گہرائی میں اتار دیتا ہے۔ ویسے تم بہت کھوجی ہو' دوسروں کے پرائیویٹ معاملات کا کھوج لگاتی رہتی ہو۔ بہتر ہوگا' ہمارے بارے میں سوچنا چھوڑ دو۔ کوئی دوسرا ساتھی تلاش کرو۔"

"ساتھی تلاش کرنے کے لیے مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔ کتنے ہی مجھ سے لفٹ لینا چاہتی ہیں لیکن میں تمہارے لیے دل سے مجبور ہوگئی ہوں۔ تم نہیں جانتے میرے اندر کیا ہو رہا ہے؟ اگر تم نے میرے پیار کا جواب پیار سے نہیں دیا تو میں اپنی جان دے دوں گی۔ چلتی ٹرین سے کود پڑوں گی۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تم ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گی۔"

"تم چاہو تو مجھے خودکشی سے باز رکھ سکتے ہو۔ تم میرا کو ضرور چاہو مگر مجھ سے بھی پیار کرو۔ کیا بیک وقت دونوں بہنوں سے پیار نہیں کرسکتے؟"

"تم پاگل ہو رہی ہو۔ بیک وقت دو سگی بہنوں سے ازدواجی رشتہ نہیں ہوسکتا۔ ایسی احمقانہ باتیں دماغ سے نکال دو۔"

وہ کچھ کہتے کہتے رہ گئی "میرا ٹائلٹ سے باہر آگئی۔ اس کے سامنے وہ کچھ بولنا نہیں چاہتی تھی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹائلٹ چلی گئی۔ میرا تولیے سے منہ ہاتھ پونچھ رہی تھی۔ بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ اس انتظار میں تھی کہ کبریا کچھ بولے گا۔

وہ بولا "یہ شاروا باؤلی ہو رہی ہے۔ میں تمہیں چاہنے لگا ہوں' یہ اس سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ تم اسے سمجھاؤ' میرا خیال دل سے نکال دے۔"

"میں کیا سمجھاؤں۔ خود اپنے دل کو سمجھا نہیں پا رہی ہوں۔ میرا ذہن کہتا ہے کہ مجھے آپ سے دور ہوجانا چاہیے۔ ورنہ میری وجہ سے آپ پر مصیبتیں آتی رہیں گی۔ وہ ناگن ورپانڈے کتے کی طرح آپ کی بو سونگھتا پھر رہا ہوگا۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ اس جیسے ہزاروں دشمن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

وہ بولی "ہم ممبئی پہنچنے والے ہیں۔ پانڈے ممبئی میں نہیں دہلی میں ہے۔"

"آپ کیسے جانتے ہیں؟"

"میں شطرنج کی بساط پر اپنے ہر مخالف مہرے کی چال پہچانتا ہوں۔ پوری خبر رکھتا ہوں کہ کون کہاں ہے؟ اور آئندہ کیا کرنے والا ہے؟"

اس نے میرا کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ وہ بولا "پلیز چھوڑ دیں۔ شاروا آجائے گی۔ آپ نے مجھے دل میں جگہ دے کر اسے مایوس کیا ہے۔"

"وہ زیادہ عرصے تک مایوس نہیں رہے گی۔ جلد ہی اس کی زندگی میں ایک چاہنے والا آئے گا پھر وہ ہمارے لیے پرابلم نہیں بنے گی۔"

وہ ایک دوسرے کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اس کے ہاتھ کو چومنا چاہتا تھا۔ اسی وقت شاروا ٹائلٹ سے باہر

آئی۔ وہ دونوں فوراً ہی سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ شاروا نے انہیں گھور کر دیکھا پھر تولیے سے منہ پونچھنے لگی۔

میرا نے پوچھا "کیا ہم سے ناراض ہو؟"

"میرے حق پر ڈاکا ڈال کر پوچھ رہی ہو۔ بڑی بھولی بن رہی ہو۔"

کبریا جانتا تھا کہ وہ ایسی ہی ٹیڑھی باتیں کرے گی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر ٹائلٹ میں چلا گیا۔ وہ سب بیدار ہونے کے بعد باری باری ٹائلٹ جا رہے تھے اور فریش ہو کر آرہے تھے۔ وہ اندر منہ ہاتھ دھو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میرا نے دروازہ پیٹتے ہوئے کہا "آپ فوراً باہر آئیں۔ یہ شاروا اپنا بیگ لے کر جا رہی ہے۔"

کبریا نے اندر سے کہا "تم آرام سے بیٹھو وہ کہیں نہیں جائے گی۔"

"وہ جا چکی ہے۔ میں اسے روکنا چاہتی تھی۔ اس نے مجھے دھکا دے کر گرا دیا ہے۔"

وہ شاروا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ گاڑی کسی چھوٹے سے اسٹیشن پر رکی ہوئی تھی۔ وہ ٹرین سے اتر کر اسٹیشن کے باہر جا رہی تھی۔ کبریا چاہتا تو اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے واپس ٹرین میں لے آتا لیکن اس نے جان بوجھ کر ڈھیل دے دی۔

وہ ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس وقت تک ٹرین چل پڑی تھی۔

میرا نے کہا "آپ اتنے اطمینان سے باہر آرہے ہیں۔ پتا نہیں وہ کہاں چلی گئی ہے؟ آپ جائیں اسے منا کر لے آئیں۔"

"تم خوامخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ وہ چلتی ٹرین سے باہر کہیں نہیں جائے گی۔"

پروفیسر دو ناشتا لے کر آیا۔ میرا نے کہا "یہ شاروا بہت پریشان کر رہی ہے۔ ابھی مجھ سے لڑ جھگڑ کر گئی ہے۔"

پروفیسر نے کہا "تم دونوں ناشتا کرو۔ میں اسے منا کر لے آتا ہوں۔"

"میں بھی چل رہا ہوں۔ آپ ٹرین کے پچھلے حصے کی طرف جائیں۔ میں اگلے حصے کی طرف جاتا ہوں۔"

وہ دونوں کیبن سے باہر آکر مختلف سمتوں میں چلے گئے۔ کبریا ٹرین کی اگلی سمت آگے جا کر ایک خالی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ شاروا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس اسٹیشن سے باہر آکر دور تک دیکھتی رہی۔ وہ ایک چھوٹا سا ٹاؤن تھا۔ دور تک چھوٹی چھوٹی دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ چند اوباش قسم کے لوگ ایک چبوترے پر بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ ایک نے کہا "یار! ادھر دیکھو زبردست مال ہے۔"

سب نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے لباس اور رکھ رکھاؤ سے کوئی رئیس زادی دکھائی دے رہی تھی۔ دوسرے نے کہا "کوئی مال وال اسامی ہے۔ اگر یہ میری ٹیکسی میں جائے گی تو میرے وارے نیارے ہوجائیں گے۔"

دوسرے نے کہا "سب کو حصہ ملنا چاہیے۔ وہ ہم میں سے کسی کی بھی ٹیکسی میں بیٹھے گی تو اسے ٹاؤن سے باہر روالی کے جنگل میں لے جایا جائے گا۔ باقی ساتھی پیچھے پیچھے وہاں پہنچ جائیں گے۔"

ایک ڈرائیور اپنے پتے پھینک کر شاروا کے پاس آیا۔ سائیکل رکشے اور آٹو رکشے والے اس سے پوچھ رہے تھے "ویدی! کہاں جاؤ گی؟ آؤ میرے رکشے میں بیٹھو۔"

ڈرائیور نے سب کو ہٹاتے ہوئے کہا "ہٹو یہاں سے۔ یہ رکشے میں نہیں' ٹیکسی میں جائیں گی۔ شریمتی جی! کہاں جائیں گی؟"

شاروا نے پوچھا "یہاں سے ممبئی کتنی دور ہے؟"

"ساٹھ کلومیٹر دور ہے۔ کیا آپ کو ممبئی جانا ہے؟"

"ادھر جانے کے بعد واپسی کے لیے سواری نہیں ملتی۔ میں آٹھ سو روپے لوں گا۔"

وہ اس کے ساتھ ٹیکسی کے پاس آئی پھر بولی "ہم کتنی دیر میں ممبئی پہنچیں گے؟"

"زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹے میں۔ میں ہوائی جہاز کی طرح ٹیکسی چلاتا ہوں۔ ڈیڑھ گھنٹے سے پہلے پہنچا دوں گا۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے دور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ انہوں نے اشارے سے کہا کہ وہ پیچھے پیچھے آجائیں گے۔ اس نے ٹیکسی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر اسے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "آپ اکیلی ہیں؟"

"کیا میں اکیلی نظر نہیں آرہی؟"

وہ مسکرا کر بولا "لمبا سفر ہے۔ باتیں کرنے کا کوئی بہانہ تو ہونا چاہیے۔ میرے پوچھنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ اکیلی کہاں سے آرہی ہیں؟ ممبئی میں کس جگہ جائیں گی؟"

"پہلے ممبئی پہنچو پھر بتاؤں گی اور ممبئی پہنچنے تک بالکل خاموش رہو۔ مجھے زیادہ باتیں کرنا پسند نہیں ہے۔"

ڈرائیور نے دل ہی دل میں کہا "بڑی نخرے دکھا رہی ہے۔ جب بدن کے کپڑے پھٹیں گے' تب سارے نخرے بھول جائے گی۔"

اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ پیچھے دور تک کوئی ٹیکسی یا کوئی گاڑی نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ جس ٹاؤن سے آرہے تھے۔ وہاں سے دو راستے نکلتے تھے۔ ایک راستہ ممبئی کی طرف اور دوسرا روالی کے جنگل کی طرف جاتا تھا۔ اسے روالی کی طرف جانا تھا لیکن وہ ممبئی والے راستے پر چل پڑا تھا۔

اس نے دائیں بائیں دیکھ کر حیرانی سے سوچا "یہ میں غلط راستے پر کیوں جارہا ہوں۔ مجھے واپس جانا چاہیے۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ شاروا نے پوچھا "گاڑی کیوں روک دی؟"

وہ گاڑی کو واپسی کے لیے موڑتے ہوئے بولا "میری جان! میں تمہیں جنگل میں لے جانا چاہتا تھا۔ بھولے سے ممبئی جانے والے راستے پر آگیا۔"

وہ چیخ کر بولی "اسی راستے پر چلو۔ ورنہ میں گاڑی سے کود جاؤں گی۔"

وہ گاڑی کو روک کر باہر آیا پھر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بولا "بھری جوانی میں رات کو اکیلی گھر سے نکلی ہے۔ بیگ میں مال بھی بہت ہوگا۔ کیا میں تجھے ایسے ہی چھوڑ دوں گا؟"

وہ پچھلی سیٹ پر آکر اسے پکڑ کر سینے سے لگا کر چومنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "چھوڑ دو مجھے۔ ایسا پاپ نہ کرو۔ بھگوان کے لیے چھوڑ دو۔"

"بھگوان کے پاس لڑکیوں کی کمی نہیں ہے۔ اس کے لیے کیوں چھوڑوں۔ تو اپنے گھر میں سکھ چین سے رہ رہی ہوگی۔ وہاں تجھ سے محبت کرنے والے بھی ہوں گے مگر تو ان سب کو چھوڑ کر یہاں مرنے آئی ہے تو تجھے مرنا ہی ہوگا۔ کیا تو اتنا بھی نہیں جانتی کہ جوان لڑکی تنہا رات کو کہیں محفوظ نہیں رہ سکتی۔"

ان لمحات میں وہ پچھتا رہی تھی۔ اسے میرا' کبریا اور پروفیسر یاد آرہے تھے۔ اگر وہ میرا سے حسد نہ کرتی۔ بہن کی خوش نصیبی پر خوش رہتی تو یوں بدنصیب نہ بنتی۔ وہاں رات کو ویرانی میں کوئی اس کی مدد کرنے والا نہیں تھا پھر وہ اچانک ہی تبدیل ہوگئی۔

اس نے اچانک ہی ایک زوردار لات ماری۔ وہ ایک دم سے پیچھے جاکر کھلے ہوئے دروازے سے ٹکرا کر ٹیکسی سے باہر گر پڑا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک نوجوان لڑکی اتنی زوردار لات مارے گی۔ وہ تڑپ کر ٹیکسی سے باہر آئی۔

اچانک اس کی آواز بھی بدل گئی۔ وہ مردانہ آواز میں غرا کر بولی "تم ڈراؤنے ڈرامے اور فلمیں دیکھتے ہو؟ میں ایسی ہی فلم سے نکلی ہوئی ایک پریت آتما ہوں۔ اب تم وہاں سے اٹھو گے اور دوڑتے ہوئے آکر ٹیکسی کے بونٹ سے ٹکراؤ گے۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا پھر بے اختیار دوڑتا ہوا آکر بونٹ سے ٹکرایا پھر اس نے اپنے سر کو بھی بونٹ سے ٹکرادیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ الٹ کر پھر سڑک پر گر پڑا۔

شاروا حیرانی سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی۔ اپنے آپ پر بھی حیران ہورہی تھی کہ اس میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی؟ ایک لات مارتے ہی وہ ٹیکسی کے باہر جا گرگیا پھر میری آواز اچانک مردانہ ہوگئی ہے۔ کیا سچ مچ کوئی پریت آتما میرے اندر سما گئی ہے؟

وہ آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ جیسا اس نے کہا تھا اسی طرح وہ بونٹ سے ٹکرایا تھا۔ وہ پھر مردانہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی "اب تم کئی فٹ اوپر اچھل کر گرو گے اور اس پکی سڑک پر اپنا سر مارو گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ کئی فٹ اوپر اچھل کر نیچے گر پڑا پھر اس نے اپنے سر کو سڑک پر زور سے مارا۔ وہ تین بار سر مارتا رہا اور چیختا رہا۔

اب وہ یہ سوچ کر خوف زدہ ہورہی تھی کہ اس کے اندر کسی کی بدروح سما گئی ہے۔ وہ اس سے کبھی نجات حاصل نہیں کرسکے گی۔

وہ ڈرائیور دونوں ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے جھک رہا تھا۔ اس سے معافیاں مانگ رہا تھا "مجھے معاف کردو' میری ماں! میں تمہیں بری نیت سے ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی پھر نفرت سے بولی "کتے! وہاں کیا کھڑا ہے؟ چل گاڑی چلا۔"

وہ فوراً ہی دوڑتا ہوا آکر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی چلانے لگا۔ وہ بری طرح دہشت زدہ تھا۔ اب اسے کسی طرح بھی نقصان پہنچانے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ وہ اپنی جگہ سہمی ہوئی بیٹھی تھی' پریشان ہوکر سوچ رہی تھی' ایک بدروح اس کے اندر سما گئی ہے۔ اب وہ نارمل لڑکی نہیں رہے گی۔

اسے اپنے اندر آواز سنائی دی "اری نادان لڑکی! تو ڈرتی کیوں ہے؟ میں تجھے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تیری حفاظت کروں گا' تیری طاقت بنوں گا۔"

وہ سہم کر بولی "تم کون ہو؟ اور میرے اندر کہاں سے آئے ہو؟"

"میں اس ویرانے سے گزر رہا تھا۔ تجھے دیکھا تو تو میرے دل میں سما گئی۔ اس لیے میں تیرے اندر سما گیا۔"

"کیا تم ہمیشہ میرے اندر گھسے رہو گے؟"

"ہمیشہ نہیں۔ کبھی آتا رہوں گا۔ کبھی جاتا رہوں گا۔ اب میں جارہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔"

"تم چلے جاؤ گے تو یہ ڈرائیور پھر مجھے پریشان کرے گا۔"

"اب تو اس کا باپ بھی تمہیں ہاتھ نہیں لگائے گا۔ یہ تم سے دور دور رہے گا۔ تم فکر نہ کرو آرام سے ممبئی پہنچو۔"

کبریا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر دوبارہ اپنے کیبن میں آگیا۔ وہاں میرا اور پروفیسر دینا ناتھ اس کا انتظار کررہے تھے۔ میرا نے اسے دیکھتے ہی پوچھا "شاروا کہاں ہے؟"

پروفیسر نے کہا "میں تو پچھلی تمام بوگیوں میں دیکھ آیا ہوں وہ کہیں نظر نہیں آئی۔"

"میں اگلی تمام بوگیوں میں دیکھ آیا ہوں۔ وہ ٹرین میں کہیں نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے۔ ایک گھنٹا پہلے ٹرین جس اسٹیشن پر رکی تھی۔ وہ وہیں اتر گئی تھی۔"

میرا پریشان ہوکر بولی "اندھیری رات ہے۔ اسے ذرا بھی خوف نہیں آیا کہ چور بدمعاش اس کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے؟"

پروفیسر نے کہا "ہم اس اسٹیشن کی طرف واپس بھی نہیں جاسکتے اور اگلے کسی اسٹیشن پر اتر کر اسے تلاش نہیں کرسکتے۔ پتا نہیں وہ کہاں گئی ہے؟ اور کس راستے سے گئی ہے؟ اس لڑکی نے تو ہمارا سکون برباد کردیا ہے۔"

میرا نے کہا "وہ اپنی حماقتوں سے خود بھی نقصان اٹھائے گی۔ ہمیں بھی فکر و پریشانی میں مبتلا کرتی رہے گی۔ ہم سب صبح سے بھوکے ہیں۔ کسی طرح اسے تلاش کریں۔ اسے ہمیشہ کے لیے اپنا بنالیں۔"

کبریا نے کہا "وہ نادان ہے تم نادانی کی باتیں نہ کرو۔ اسے مجھ سے محبت نہیں ہے بلکہ تمہارے مقابلے میں ضد ہے' حسد ہے' جلاپا ہے۔"

وہ اس کے قریب بیٹھ کر بولا "اگر وہ ضد کرے کہ مجھے اندھے کنوئیں میں کود جانا چاہیے ورنہ وہ اندھی ہوکر اپنی عزت لٹانے کہیں چلی جائے گی۔ تو کیا میں اس کی ضد پوری کرنے کے لیے اندھے کنوئیں میں کود کر جان دے دوں گا۔"

"میں نہیں جانتی۔ آپ کسی طرح اسے تلاش کریں۔ وہ دیکھنے میں جوان ہوگئی ہے لیکن ذہنی طور پر بچی ہے۔ وہ غلطی کررہی ہے تو ہمیں اس کی غلطی کو سدھارنا ہوگا۔ اسے محبت سے سمجھانا ہوگا۔"

"میں ہزار بار سمجھاؤں گا لیکن تمہارے حصے کی محبت اسے نہیں دوں گا۔"

میرا نے سر اٹھا کر بڑی محبت سے اسے دیکھا پھر کہا "میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتے ہیں اس کی آواز سنیں یہ معلوم کریں کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ مجھے تھوڑی دیر خاموش رہنے دو۔ میں اس کی آوازیں سنتا ہوں۔"

وہ سر اٹھا کر کیبن کی دیوار کو تکنے لگا۔ جیسے دور کی آواز سننے کی کوشش کررہا ہو پھر اس نے کہا "ہاں۔ مجھے اس کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ اوگاڈ! وہ خوف زدہ ہوکر چیخ رہی ہے۔ کسی مرد کا قہقہہ سنائی دے رہا ہے۔"

میرا اور پروفیسر پریشان ہوکر بالکل سیدھے بیٹھ گئے۔ پروفیسر نے پوچھا "اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ پلیز جلدی بتاؤ۔ وہ کس مصیبت میں ہے؟"

کبریا نے کہا "شاروا کی آواز اچانک بدل گئی ہے۔ وہ بھاری بھرکم مردانہ آواز میں بول رہی ہے۔ "تم ڈراؤنے ڈرامے اور فلمیں دیکھتے ہو؟ میں ایسی ہی فلم سے نکلی ہوئی ایک پریت آتما ہوں۔ اب تم وہاں سے اٹھو گے اور دوڑتے ہوئے آکر ٹیکسی کے بونٹ سے ٹکراؤ گے۔"

میرا اور پروفیسر دم بخود رہ گئے تھے۔ میرا نے پریشان ہوکر پوچھا "کیا اس کے اندر کوئی پریت آتما گھس گئی ہے؟"

کبریا نے کہا "ابھی کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ میں کسی کے دوڑنے اور بونٹ سے ٹکرانے کی آواز سن رہا ہوں۔"

کبریا ایک ذرا وقفے سے بولا "وہ پھر مردانہ آواز میں بول رہی ہے' اب تم کئی فٹ اوپر اچھل کر گرو گے اور اس پکی سڑک پر اپنا سر مارو گے۔"

میرا نے کبریا کا بازو تھام کر پوچھا "کیا آپ معلوم نہیں کرسکتے کہ سچ مچ اس کے اندر کسی کی آتما سمائی ہے یا نہیں؟"

وہ بولا "میں اس شخص کے چیخنے کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ پریت آتما کے حکم کے مطابق اپنا سر ٹکرا رہا ہے اور چیخیں مار رہا ہے۔"

میرا کچھ اور کہنا چاہتی تھی۔ پروفیسر نے کہا "بیٹی خاموش رہو۔ اسے پوری توجہ سے آوازیں سننے دو۔"

کبریا نے کہا "میں شاروا کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ اسی

طرح مردانہ آواز میں بول رہی ہے' کہتے! وہاں کیا کھڑا ہے۔ چل گاڑی چلا۔"

وہ ایک ذرا وقفے سے بولا "اب میں گاڑی چلنے کی آواز سن رہا ہوں۔ شاردا شاید اس بات سے سہمی ہوئی ہے کہ اس کے اندر ایک بد روح گھس آئی ہے۔ میں اس بد روح کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ شاردا سے کہہ رہی ہے "اری نادان لڑکی! تو ڈرتی کیوں ہے؟ میں تجھے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تیری حفاظت کروں گا۔ تیری طاقت بنوں گا۔"

کبریا کی یہ باتیں سن کر میرا اور پروفیسر نے اطمینان کی سانس لی۔ پروفیسر نے کہا "معلوم ہوتا ہے شاردا کے اندر کوئی نیک آتما سما گئی ہے۔"

میرا نے کہا "وہ آتما کہہ رہی ہے کہ شاردا کی حفاظت کرلے گی اس کی طاقت بنے گی۔ ہے بھگوان! تو نے تو ہماری ساری چنتا دور کردی۔"

کبریا نے کہا "اب تمہیں مطمئن ہو کر کچھ کھانا پینا چاہیے۔"

پروفیسر نے پیک کیا ہوا ناشتا کھولتے ہوئے کہا "تم بھی کچھ کھاتے رہو اور شاردا کی آوازیں سنتے رہو اور پلیز یہ معلوم کرو کہ وہ کہاں جارہی ہے؟"

انہوں نے کھانا شروع کیا۔ کبریا نے سوچا "ابھی یہ دونوں پوری طرح مطمئن نہیں ہوئے ہیں۔ انہیں اور اطمینان دلانا ہوگا۔"

شاردا اس کیبن سے جاتے وقت پروفیسر کا موبائل فون لے گئی تھی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر پریت آتما کے انداز میں بولا "شاردا۔۔۔!"

وہ اپنے اندر آواز سن کر چونک گئی۔ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا "تو محفوظ ہوگئی ہے۔ تجھے سکون مل گیا ہے لیکن تیری بہن اور تیرا انکل بہت پریشان ہیں۔ چل ابھی فون سے رابطہ کر۔ اب میں جارہا ہوں۔"

کبریا دماغی طور پر کیبن میں حاضر ہوگیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اسے اپنے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے ایک بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا پھر دوسری طرف کی آواز سن کر ایک دم سے خوش ہو کر بولا "ارے شاردا! تم ہو؟ تمہیں پتا ہے ہم تمہارے لیے کس قدر پریشان ہورہے ہیں۔ یہ لو پروفیسر انکل سے بات کرو۔"

اس نے پروفیسر کو اپنا موبائل فون دیا۔ میرا خوش ہورہی تھی۔ اس نے بڑی محبت سے کبریا کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ پروفیسر فون پر کہہ رہا تھا "بیٹی! تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تم ناراض ہو کر ہم سے دور جاکر ہمیں بہت بڑی سزا دے رہی ہو۔"

وہ بولی "انکل! میرا کی طرح آپ بھی بے مروت ہیں آپ چاہتے تو اس بھوپیے البرٹ پارکر کو میری طرف مائل کرسکتے تھے۔ مجھے نہ بہن پر اور نہ ہی انکل پر اعتماد رہا ہے میں نے اتنی بڑی دنیا میں تنہا رہنے کا فیصلہ کیا ہے میں نے ہمت سے کام لیا۔ گھر سے تنہا نکلی تو مجھے ایک پریت آتما کی شکتی حاصل ہوگئی ہے۔ اب میں مردوں کی اس دنیا میں تمام اٹھا کر شان سے جی سکتی ہوں۔"

"ہمیں خوشی ہے کہ تمہیں ایک شکتی حاصل ہوگئی ہے۔ ایسے وقت تمہیں ہم سے دور نہیں رہنا چاہیے۔ ہم سب مل کر بڑی شان سے زندگی گزاریں گے۔"

میرا نے فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "شاردا! تم اس وقت کہاں ہو؟ اور کسی گاڑی میں کہاں جارہی ہو؟"

"میں بتانا تو نہیں چاہتی تھی کہ میں کہاں جارہی ہوں اور آئندہ کیا کرنے والی ہوں لیکن تمہاری جیسی بے مروت بہن کو ایک اچھا سبق سکھانا چاہتی ہوں۔ وہاں تم لوگوں کے ہاں آؤں گی اور تمہارے یار کو تم سے چھین کر لے جاؤں گی۔ میری شکتی کے سامنے اس کی غیر معمولی صلاحیتیں کام نہیں آئیں گی۔ وہ میرا غلام بن کر میرے قدموں میں رہے گا۔"

میرا نے محبت سے اور عاجزی سے کہا "شاردا! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تم مجھے غلط کیوں سمجھ رہی ہو؟ تمہیں آتما شکتی حاصل ہوگئی ہے۔ کیا تم میری وجہ سے میرے چاہنے والے کو بھی نقصان پہنچاؤ گی۔"

"تمہارے چاہنے والے نے اگر مجھے نہ چاہا۔ تمہارے جھے کی محبت مجھے نہ دی تو میں اسے خاک میں ملا دوں گی۔ اس کے آگے میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی ممبئی میں ملاقات ہوگی تو تم سر پیٹ پیٹ کر روؤ گی۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ میرا ہیلو' ہیلو کہتی رہ گئی۔ کبریا نے اس سے فون لے کر بند کردیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "میرا سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟ وہ آپ کی دشمن بن گئی ہے۔ اپنی آتما شکتی سے آپ کو اپنا غلام بنانے والی ہے۔"

کبریا نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "جب وہ ایسا کرے گی تب دیکھا جائے گا۔ تم ابھی سے کیوں پریشان ہورہی ہو؟ وہ اپنی آتما شکتی سے مجھے ٹریپ کرنے کے لیے ہمارے پاس آئے گی تو ہم محبت سے اسے اپنا بنالیں گے۔"

پروفیسر نے کہا "وہ بہت ضدی لڑکی ہے پھر بھی ہم اسے اپنا بنائے رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

"وہ ٹرین ممبئی پہنچنے والی تھی۔ کبریا نے ٹائلٹ میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے ناگیشور پانڈے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا وہ دہلی پہنچ گیا ہے اور اسے یہ معلوم ہوچکا ہے کہ اس کی بیٹی کو اغوا کرنے والا فرہاد علی تیمور کا بیٹا کبریا ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس کی بیٹی کو اغوا کرنے اور تین کروڑ روپے حاصل کرنے کا کھیل ٹیلی پیتھی کے ذریعے کھیل رہا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی خیالی تصویر دہلی کے تمام تھانوں اور متعلقہ شعبوں میں پہنچا دی گئی ہے اور اب دو بھارتی چینلز کے ذریعے اسکرین پر اس کی تصویر دکھائی جارہی ہے۔ عوام کو اطلاع دی جارہی ہے کہ اس کا نام کبریا ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی جیسا خطرناک علم جانتا ہے۔ بھیس بدلنے کا ماہر ہے۔ یہ اپنی عمر سولہ برس بتاتا ہے لیکن بیس بائیس برس کا دکھائی دیتا ہے۔ قد آور باڈی بلڈر ہے۔ یہ جہاں بھی نظر آئے یا کسی کو یہ شبہ ہو کہ وہ کہیں خاموش بیٹھا خیال خوانی کررہا ہے تو فوراً ہی قریبی تھانے میں اطلاع دینے والے کو پانچ لاکھ روپے انعام کے طور پر دیے جائیں گے۔

کبریا نے یہ بھی معلوم کیا کہ پانڈے کی بیٹی سرلا اور اس کے بیٹے راہول نے اپنے باپ کو سمجھایا تھا کہ وہ کبریا سے دشمنی نہیں دوستی کرے لیکن سانپ کبھی دوستی کرنا نہیں جانتا۔ اس کی بیٹی اور بیٹا دونوں ہی ماں باپ کی مخالفت کررہے ہیں اور کبریا کو تلاش کرنے کے لیے گھر سے نکل گئے ہیں۔

کبریا نے سوچا کبھی فرصت ہوگی تو ان بہن بھائی سے رابطہ کیا جائے گا۔ وہ ناگیشور پانڈے کے مشیر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پانڈے نے اپنے مشیر کو ایک بریف کیس دیا تھا جس میں تین کروڑ روپے تھے۔ اس نے حکم دیا تھا کہ کوئی اجنبی اس سے ملنے آئے تو وہ بریف کیس اس کے حوالے کردے۔ اب اس مشیر کے مکان کے چاروں طرف خفیہ پولیس کا پہرا لگا ہوا تھا۔ وہ ناک میں لگے ہوئے تھے کوئی بھی اجنبی بریف کیس لینے آتا تو اسے گرفتار کرلیتے۔

مشیر نے اس بریف کیس کو اپنی الماری میں چھپا کر رکھا تھا۔ اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق ایک خالی بریف کیس کو کھولا اس میں ردی کاغذات رکھے پھر ان کے اوپر نوٹوں کی چند گڈیاں رکھیں۔ اس بریف کیس کو بند کیا پھر اسے مخصوص نمبروں کے ذریعے لاک کردیا۔ جب کبریا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ لاک نمبر بھول گیا۔

کبریا ٹائلٹ سے نکل کر کیبن میں آیا۔ ٹرین ممبئی اسٹیشن کے ایک پلیٹ فارم پر پہنچ کر رک گئی تھی۔ وہ تینوں ٹرین سے اتر کر پلیٹ فارم پر آئے جگہ جگہ لگے ہوئے ٹی وی کے اسکرین پر کبریا کی خیالی تصویر نشر کی جارہی تھی۔ اس کے بارے میں تفصیلات بیان کی جارہی تھیں۔ میرا اور پروفیسر ٹھٹک کر ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنے لگے۔ اناؤنسر کہہ رہی تھی کہ اس کا نام کبریا ہے اور یہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یہ ہمارے ویس کے لیے بہت بڑا خطرہ بن گیا ہے۔ یہ جہاں بھی نظر آئے یا کہیں بیٹھا ہوا خیال خوانی کرتا ہوا دکھائی دے تو فوراً قریبی تھانے میں اطلاع دی جائے۔ اطلاع دینے والے کو پانچ لاکھ روپے انعام کے طور پر دیے جائیں گے۔

میرا اور پروفیسر نے حیرانی سے کبریا کو دیکھا پھر پروفیسر نے اس کے قریب ہو کر سرگوشی کی "تم اتنی بڑی بات ہم سے چھپا رہے تھے۔ کیا تمہیں ہم پر بھروسا نہیں ہے؟ اب ہمیں آزمالینا۔ ہم تمہاری حقیقت کسی پر ظاہر نہیں کریں گے۔"

میرا نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "میں نے تو آپ کی زبان سے سن کر ہی یقین کرلیا تھا کہ آپ مسلمان ہیں۔ اب تو آپ کے دشمن بھی آپ کو مسلمان تسلیم کررہے ہیں۔ آپ میرے ہونے والے جیون ساتھی ہیں۔ میں ہر قدم پر آپ کی ہم راز رہوں گی۔"

وہ اسٹیشن سے باہر آکر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک عالی شان فائیو اسٹار ہوٹل میں پہنچ گئے۔ وہ تمام راستے خاموش رہے تاکہ ٹیکسی ڈرائیور ان کی باتیں نہ سن لے۔ انہوں نے اس ہوٹل میں ایک سوئٹ حاصل کیا پھر وہاں آرام سے بیٹھ کر کبریا نے کہا "مجھے یقین ہے کہ آپ دونوں میرے رازدار بن کر رہیں گے لیکن شاردا پر بھروسا نہیں ہے۔ میں چاہوں گا کہ میری اہم باتیں اس سے چھپائی جائیں۔"

میرا نے کہا "مختلف میڈیاز کے ذریعے آپ کی حقیقت بیان کی جارہی ہے۔ شاردا بھی کسی ٹی وی چینل کے ذریعے آپ کے بارے میں یہ حقائق سن سکتی ہے۔"

کبریا نے کہا "مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میرے خلاف پولیس والوں کو اطلاع دے سکتی ہے۔ حسد اور جلاپے کے باعث کچھ بھی کرسکتی ہے۔"

پروفیسر نے تائید میں سر ہلا کر کہا "یہ اندیشہ تو ہمیں بھی ہے۔ کیا تم اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے روک نہیں سکتے؟"

"میں ابھی اس کے دماغ میں جارہا ہوں۔ اسے روکنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ پتا

چلا وہ ابھی ٹیکسی میں سفر کر رہی ہے اور ممبئی سے تقریباً بیس میل دور ہے۔ وہ تھکن محسوس کر رہی تھی۔ کبریا نے اسے پچھلی سیٹ پر لیٹنے کے لیے مائل کیا۔ وہ لیٹ گئی پھر اس کی مرضی کے مطابق گہری نیند سو گئی۔ اس نے ایک مختصر سا تنویمی عمل کیا کہ وہ کبریا کی اصلیت کسی کو نہیں بتائے گی اور کسی سے یہ بھی نہیں کہے گی وہ میرا اور پروفیسر دینا ناتھ کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ باتیں اس کے ذہن میں نقش کرنے کے بعد اس نے اسے آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

پھر اس ٹیکسی ڈرائیور کے خیالات پڑھے۔ وہ شاردا سے بری طرح سہما ہوا تھا اسے جلد سے جلد ممبئی پہنچا کر اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ شاردا کو کسی حال میں بھی نقصان پہنچانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر میرا اور پروفیسر کو دیکھا۔ وہ دونوں بڑی دلچسپی سے اسے خیال خوانی کرتے دیکھ رہے تھے۔ اس نے شاردا کے متعلق انہیں بتایا "وہ ابھی تک ٹیکسی میں سفر کر رہی ہے اور ایک گھنٹے کے اندر ممبئی پہنچنے والی ہے۔ میں اسے یہاں ہوٹل میں آنے پر مجبور کردوں گا۔"

میرا نے کہا "اسے کسی پریت آتما کی شکتی حاصل ہو گئی ہے۔ وہ آپ کو نقصان پہنچانا چاہے گی۔"

کبریا نے ہنستے ہوئے کہا "وہ پریت آتما میں ہی ہوں۔ ایک ٹیکسی ڈرائیور اس کی عزت لوٹنا چاہتا تھا۔ میں نے شاردا کے دماغ میں گھس کر یہ تاثر دیا کہ اس کے اندر ایک پریت آتما گھس آئی ہے۔ اب وہ بہت زیادہ طاقت ور بنی رہے گی۔"

یہ بات سن کر میرا اور پروفیسر ہنسنے لگے۔ وہ بولا "میں چاہتا ہوں کہ شاردا اسی خوش فہمی میں مبتلا رہے۔ یہی سمجھتی رہے کہ اسے ایک آتما کی بھرپور شکتی حاصل ہو چکی ہے۔"

پروفیسر نے کہا "تم جو مناسب سمجھو وہ کرو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

اس نے کہا "میں نے ناگیشور پانڈے کو اچھی خاصی سزا دی ہے۔ اس کی بیٹی سرلا کو عزت آبرو سے گھر پہنچا دیا ہے لیکن جرمانے کے طور پر اس سے تین کروڑ روپے وصول کر رہا ہوں۔ اس نے سیاست بازی میں خوب دولت کمائی ہے۔ ابھی ایک شخص تین کروڑ روپے لے کر یہاں آئے گا۔ اس کے لیے میں تھوڑی دیر تک خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مشیر کے دماغ میں پہنچا اس کے ذریعے دو چار ٹیلی فون کال کرائیں پھر کال کا جواب دینے والوں میں سے ایک شخص کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ شخص کبریا کی مرضی کے مطابق اپنی کار میں بیٹھ کر مشیر کے مکان کے احاطے میں داخل ہوا۔ خفیہ پولیس والے الرٹ ہو گئے۔ مشیر نے دروازہ کھول کر پوچھا "آپ کون ہیں؟ کس لیے آئے ہیں؟"

اس شخص نے کہا "ناگیشور پانڈے نے جس اجنبی شخص کا ذکر کیا تھا وہ میں ہی ہوں۔ تمہارے ایک بریف کیس میں تین کروڑ روپے رکھے ہوئے ہیں۔ میں وہ لینے آیا ہوں۔ کوئی اور سوال نہ کرو بریف کیس میرے حوالے کردو۔"

مشیر نے اندر آ کر الماری کھول کر اس بریف کیس کو نکالا۔ اس میں ردی کاغذات بھرے ہوئے تھے اور اسے مخصوص نمبروں کے ذریعے لاک کیا گیا تھا۔ اس نے باہر آ کر اسے اس اجنبی کے حوالے کر دیا۔ وہ اجنبی اسے کر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ جب وہ مین روڈ پر آیا تو خفیہ پولیس کی کئی گاڑیاں اس کے پیچھے لگ گئیں۔

وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ بریف کیس لے جانے والا کبریا ہے یا اس کا کوئی آلہ کار ہے۔ اگر وہ آلہ کار ہو گا تو اتنی بڑی رقم کبریا تک پہنچانے کے لیے ضرور جائے گا۔ وہ اجنبی جب پولیس والوں کو اپنے پیچھے لگا کر دور نکل گیا تو کبریا نے مشیر کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ مشیر غائب دماغ ہو گیا۔ الماری سے اصلی بریف کیس نکال کر اپنی کار میں بیٹھ کر ہوٹل میں پہنچ گیا۔

کبریا نے دروازہ کھولا۔ مشیر وہ بریف کیس اس کے حوالے کر کے کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ کبریا نے اس وقت تک اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھا۔ جب تک کہ وہ اپنے مکان کے اندر نہ پہنچ گیا پھر وہ اسے چھوڑ کر دماغی طور پر حاضر ہو کر، میرا کے پاس آیا۔ بریف کیس کو سامنے رکھتے ہوئے بولا "اسے کھولو۔"

میرا نے اسے کھولا۔ پروفیسر نے حیرانی سے دیکھا۔ وہاں بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ کبریا نے کہا "میرا! ناگیشور پانڈے نے تم سے دشمنی کی انتہا کر دی ہے۔ مجھ سے پہلے تم ایک مسلمان کو چاہتی تھیں۔ اس نے بڑی بے دردی سے اسے قتل کرا دیا۔ اب بھی وہ تمہارے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ میں اسے اسی طرح سزا دوں گا۔ اس کی تمام دولت تمہاری طرف منتقل کرتا رہوں گا۔ یہ تین کروڑ روپے کی پہلی قسط تمہاری ہے۔ آئندہ بھی ہر قسط کی رقم تمہاری ہی ہوا

کرے گی۔"

میرا نے اسے بڑی محبت اور عقیدت سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو جھلملانے لگے۔

پروفیسر نے کہا "ہم نے ٹرین میں پیٹ بھر کر نہیں کھایا تھا۔ رات کے دس بج رہے ہیں۔ کیا خیال ہے؟"

کبریا نے کہا "شاردا یہاں پہنچنے ہی والی ہے۔ میں اس کے دماغ میں جا رہا ہوں وہ ابھی یہاں آ جائے گی۔"

وہ شاردا کے اندر پہنچ گیا۔ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو کر پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ممبئی شہر کے ایک بازار سے گزر رہی تھی۔ ڈرائیور نے پوچھا "شری متی جی! میں آپ کو کہاں لے جاؤں؟"

اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق ہوٹل کا نام اور پتا بتایا۔ ڈرائیور نے اس کو وہاں پہنچا دیا۔ وہ ٹیکسی سے اتر کر ہوٹل کے اندر آ کر لفٹ کے ذریعے ساتویں فلور پر آئی۔ وہ حیرانی سے سوچ رہی تھی "میں بے اختیار یہاں پر کیسے آ گئی ہوں۔"

کبریا نے اس کے اندر کہا "میں وہی آتما ہوں۔ جو تمہاری محافظ ہے اور تمہاری طاقت ہے۔ یہاں سے تمہیں سوئٹ نمبروں میں جانا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا تم میرے اندر رہو گے؟"

وہ بولا "میں ضرورت کے وقت تمہارے پاس آ جایا کروں گا۔"

اس نے آگے بڑھ کر سوئٹ نمبروں کے دروازے کو کھولنا چاہا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ اس نے دستک دی چند سیکنڈ کے بعد ہی دروازہ کھل گیا۔ وہ کبریا کو اپنے سامنے دیکھ کر چونک گئی۔ حیرانی سے بولی "تم۔ تم یہاں ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "حیران کیوں ہو رہی ہو؟ یہاں میرا بھی ہے اور تمہارے انکل بھی ہیں۔ اندر آ جاؤ۔"

وہ ایک آتما کی شکتی حاصل کرنے کے بعد بڑے فخر سے میرا اور کبریا کا سامنا کرنا چاہتی تھی لیکن یہ توقع نہیں تھی کہ اتنی جلدی سامنا ہو جائے گا۔ وہ اندر آ گئی۔ میرا اسے دیکھتے ہی آگے بڑھ کر اس کے گلے لگنا چاہتی تھی۔ شاردا نے ہاتھ اٹھا کر کہا "خبردار۔ میرے قریب نہ آنا۔ مجھے ایک ایسی شکتی مل گئی ہے کہ میں اپنے دشمنوں کو جلا بھسم کر دیتی ہوں۔"

میرا آگے بڑھتے بڑھتے رک گئی۔ بڑے دکھ سے کبھی شاردا کو اور کبھی کبریا کو دیکھنے لگی۔ کبریا نے کہا "اپنی بہن کی بدمزاجی کا غم نہ کرو۔ اسے رفتہ رفتہ عقل آ جائے گی۔"

پروفیسر نے کہا "شاردا! تم کیوں اتنی ضدی اور ہٹ دھرم ہو؟ آخر تمہیں ہم سے کیا شکایت ہے؟"

وہ بولی "آپ میرے بزرگ ہیں لیکن آپ نے مجھ سے ناانصافی کی ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں اس خوب رو جوان کو چاہتی ہوں لیکن آپ نے میری حوصلہ افزائی نہیں کی۔ جب آپ نے دیکھا کہ میرا اسے چاہنے لگی ہے اور یہ مسلمان ہے تو آپ فوراً ہی اس سے رشتہ کرنے کے لیے راضی ہو گئے۔ کیا آپ نے میرا جی نہیں توڑا ہے؟ مجھ سے ناانصافی نہیں کی ہے؟"

پروفیسر نے کہا "میں نے تمہاری اور میرا کی مرضی بعد میں دیکھی ہے۔ پہلے کبریا کی پسند اور محبت کو دیکھا ہے۔ اس کے مطابق میرا کی حمایت کی ہے۔"

شاردا نے بڑے غرور سے کبریا کو دیکھا پھر پوچھا "اگر میں کبریا کو اپنی طرف مائل کر لوں۔ یہ ابھی مجھے پسند کرنے لگے اور محبت کرنے لگے تو کیا آپ میرے حق میں فیصلہ کریں گے؟"

میرا نے کہا "اگر یہ ابھی تمہیں پسند کر لیں گے تو تجھ سے زیادہ خوشی کسی کو نہیں ہو گی۔ میں تم دونوں کے درمیان کبھی نہیں آؤں گی۔"

شاردا نے کبریا کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا "میں پہلی ہی نظر میں تمہیں دل دے بیٹھی تھی۔ اس وقت سے تم میرے ہو اور ہمیشہ میرے رہو گے۔ میں چاہتی ہوں انکل کے سامنے میری محبت کا اقرار کر لو ورنہ میں تمہیں اقرار کرنے پر مجبور کر دوں گی۔"

"تعجب ہے۔ تم زبردستی مجھے اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہو۔ یہ تم محبت نہیں کر رہی ہو۔ بھیک مانگ رہی ہو۔"

"یو شٹ اَپ! باتیں نہ بناؤ۔ میرے پاس آؤ۔ مجھے بازوؤں میں لے کر محبت کا اظہار کرو۔"

"تم کچھ زیادہ ہی حد سے بڑھ رہی ہو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم مجھے کس طرح اپنی طرف مائل کر لو گی۔"

شاردا نے آنکھیں بند کر کے پوچھا "اے شکتی والی آتما! کیا تو میرے اندر ہے؟"

کبریا نے اس کے اندر پہنچ کر کہا "ہاں۔ میں تمہارے اندر ہوں۔ بولو تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں کہ کبریا کو جو حکم دوں وہ فوراً اس کی تعمیل کرے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم حکم دو۔"

اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے حکم دیا "کبریا! میرے پاس آؤ۔ مجھے بازوؤں میں لو اور مجھے پیار کرو۔"

میرا نے کہا "چچی چچی۔ انکل کے سامنے کیسی بے شرمی کی باتیں کررہی ہو۔"

وہ بولی "خاموش رہو اور دیکھو۔ یہ ابھی کچے دھاگے سے بندھا آئے گا۔"

"کبریا نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ جیسے کوئی شکتی اسے شاردا کی طرف کھینچ رہی ہو۔ وہ آگے بڑھا وہ خوش ہوگئی لیکن آگے بڑھنے والا رک گیا پھر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ سختی سے بولی "یہ میرا حکم ہے۔ آگے بڑھو۔ میرے پاس آؤ۔ مجھے گلے سے لگاؤ مجھے پیار کرو۔"

کبریا پھر رک رک کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ سخت لہجے میں بولی "جلدی آؤ۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

وہ قریب آگیا۔ شاردا نے دونوں بانہیں پھیلا کر آنکھیں بند کرلیں پھر فاتحانہ انداز میں کہا "دیکھو میرا! یہ تمہارے سامنے مجھے گلے لگا رہا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تڑاخ کی آواز کے ساتھ اس کے گال پر طمانچہ پڑا۔ اس نے آنکھیں کھول کر حیرت سے دیکھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہاں پیار کے بجائے تھپڑ ملے گا۔ وہ جھلا کر بولی "اے آتما! تو کہاں ہے؟ کیا تیری شکتی اس پر اثر نہیں کررہی ہے؟"

کبریا نے کہا "وہ آتما تمہیں ایک برے انسان سے بچانے کے لیے اس ویرانے میں آئی تھی۔ اب بھی کوئی تم سے برائی کرنا چاہے گا تو وہ تمہارے اندر آکر تمہاری مدد کرے گی لیکن تم کسی کے ساتھ برائی کرنا چاہو گی تو وہ آتما تمہاری کوئی مدد نہیں کرے گی۔ اس کے برعکس تمہاری پٹائی کرے گی۔"

وہ اپنا ایک گال سہلا رہی تھی۔ شرمندہ سی ہو کر میرا اور انکل سے نظریں چرا رہی تھی۔ کبریا نے پوچھا "جانتی ہو۔ وہ آتما کون ہے جو تمہارے اندر آتی ہے؟"

شاردا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولا "وہ کوئی آتما نہیں ہے میں ہوں۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے اندر آتا رہا ہوں۔ اس ویرانے میں ایک نہیں کئی ٹیکسی ڈرائیور آکر تمہاری عزت کا کباڑا کرنے والے تھے۔ میں نے ان سب کو تمہارے قریب نہیں آنے دیا اور جو تمہارے قریب آیا۔ اسے تم نے سزا پاتے دیکھ لیا۔ میں تمہیں برائیوں سے بچانے کے لیے ہمیشہ تمہارے اندر آکر تمہاری طاقت بن جاؤں گا لیکن تم کسی برائی چاہو گی تو میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔"

وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ میرا نے اس کے پاس بیٹھ کر کہا "ذرا عقل سے سوچو' کبریا اس ویرانے میں تمہیں نہ بچاتے تو ابھی تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتیں۔ تم ہمیں چھوڑ کر چلی گئی تھیں لیکن کبریا نے تمہیں بے یارو مددگار نہیں چھوڑا۔ ہمارے رشتوں کو ہماری محبت کو سمجھو۔"

وہ سمجھ رہی تھی۔ شاردا یوں سر جھکائے بیٹھی تھی جیسے سمجھ رہی ہو لیکن کبریا اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ ایک فرضی آتما کی شکتی سے محروم ہو کر شیشہ زور بنتے بنتے اچانک کمزور بن کر اپنی توہین محسوس کررہی تھی۔

پھر جس بہن سے اس کا پیار چھین رہی تھی' اسی بہن کے سامنے کبریا نے اسے طمانچہ مارا تھا۔ وہ یہ انسلٹ برداشت نہیں کرپا رہی تھی۔

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ وہاں سے جانے لگی۔ میرا اور پروفیسر نے اسے پکڑلیا "کہاں جارہی ہو؟ رک جاؤ۔"

"چھوڑو۔ میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں رہوں گی۔"

پروفیسر نے پوچھا "تنہا کہاں جاؤ گی؟ کہاں رہو گی؟ کیا رات کی ٹھوکر کافی نہیں ہے؟ اس ٹیکسی ڈرائیور جیسے ہزاروں لاکھوں بدمعاش تمہیں قدم قدم پر ملیں گے۔ کہاں تک اپنی عزت بچاؤ گی؟"

"میں اپنی عزت لٹاؤں' یا مرجاؤں۔ آپ کی بلا سے۔ مجھے چھوڑ دیں۔ جانے دیں۔"

کبریا نے کہا "اسے چھوڑ دو۔ جانے دو۔ یہ کہیں نہیں جائے گی۔"

انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس گئی۔ اسے کھولا لیکن باہر نہیں گئی۔ اسے بند کرکے واپس آئی پھر صوفے پر بیٹھ گئی۔ پروفیسر نے خوش ہو کر کہا "شاباش بیٹی! تم بہت سمجھ دار ہو۔"

اس نے چونک کر سب کو دیکھا پھر اچھل کر کھڑی ہوگئی "میں۔ میں تو جارہی تھی پھر یہاں آکر کیسے بیٹھ گئی؟"

وہ پھر تیزی سے چلتی ہوئی گئی پھر دروازے تک جاکر واپس آگئی۔ سب نے سمجھ لیا کہ یہ ٹیلی پیتھی کا تماشا ہے۔ میرا اور پروفیسر مسکرانے لگے۔ شاردا اور آگ بگولہ ہوگئی۔ کبریا کو گھور کر دیکھنے لگی۔ اس نے اچانک چیخ مارنے کے لیے منہ کھولا لیکن آواز نہیں نکلی۔ منہ آپ ہی آپ بند ہوگیا۔

اس نے غصے سے ایش ٹرے اٹھا کر کبریا کو مارنا چاہا پھر چپ چاپ اسے واپس رکھ دیا "تم میری مرضی کے خلاف کچھ

نہیں کرسکو گی۔ اپنے دماغ سے گرمی نکالو۔ ہم سب تمہیں چاہتے ہیں۔ ہماری محبتوں کو سمجھو۔ ہم سے پیار لو۔ ہمیں پیار دو۔"

وہ گہری سنجیدگی سے سوچ رہی تھی پھر آہستگی سے بولی "میں ایک شرط پر یہاں رہوں گی۔"

"پیار سے رہنے کے لیے کوئی بھی شرط منوالو۔"

"تم اپنی ماں کی قسم کھاؤ کہ میری بات مان لوگے۔"

"ماں کی قسم کیوں دے رہی ہو۔ ایسے ہی اپنی بات منوالو۔"

"نہیں' پہلے قسم کھاؤ۔"

"اگر تم میرا کی محبت مجھ سے چھیننا نہیں چاہو گی تو میں اپنی مما کی قسم کھا کر کہتا ہوں' تمہاری بات مان لوں گا۔"

وہ بولی "بہت معمولی سی بات ہے۔ تم کبھی میرے دماغ میں نہیں آؤ گے۔"

کبریا نے پریشان ہو کر میرا اور پروفیسر کو دیکھا۔ پروفیسر نے کہا "کبریا! تم یہ بات نہیں مانو گے۔ یہ بے لگام ہوجائے گی۔ ہماری باتیں پیار سے بھی نہیں سمجھے گی پھر کہیں بھٹکنے چلی جائے گی۔"

شاردا نے کہا "تم اپنی ماں کی قسم کھا چکے ہو۔ کیا قسم توڑو گے؟"

وہ بولا "نہیں۔ میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ تم خوش ہوجاؤ۔ آئندہ تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گا۔"

میرا نے کہا "آپ اس کی باتوں میں آگئے ہیں۔ یہ ہمارے قابو میں نہیں رہے گی۔ ہماری کوئی بات نہیں مانے گی۔"

"آئندہ یہ کیا کرے گی؟ ہمارے ساتھ کیسے رہے گی؟ یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ پروفیسر! آپ کے علم نے بتایا تھا کہ میرے بابا جنوب کی طرف ہیں۔ ہم شمال سے جنوب کی طرف آچکے ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ وہ کس سمت میں ہیں اور کتنے فاصلے پر ہیں؟"

پروفیسر اپنی اٹیچی سے میرا زائچہ وغیرہ نکال کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک حساب کرتا رہا پھر بولا "اب بھی جنوب کی طرف اشارہ ہے۔"

اس کا حساب درست تھا۔ جزیرہ کلیانی وہاں سے انتہائی جنوب کی طرف تھا۔ کبریا کو اسی سمت میں اور آگے جانا تھا۔

○☆○

راسپوٹین کی موت اعلیٰ بی بی کے ہاتھوں لکھی ہوئی تھی۔ تقدیر کا وہ لکھا ہوا پورا ہوگیا۔ وہ حرام مرگیا۔ بنت عمارہ نے اسے بچانے کی انتہائی کوششیں کیں۔ اپنے طلسمی ہتھکنڈے آزمائے۔ اعلیٰ بی بی سے سمجھوتا کرنے پر راضی ہوئی لیکن وہ ایک بار بیٹی بن کر دھوکا کھا چکی تھی۔ اس بوڑھی چڑیل پر بھروسا کرنے کی نادانی نہیں کرسکتی تھی۔

اس نے اسے موقع دیا تھا کہ وہ اپنے آلہ کار راسپوٹین کو بچاسکتی ہے تو بچالے لیکن اس کا کوئی جادوئی حربہ کام نہیں آیا۔ اعلیٰ بی بی نے راسپوٹین کا ایسا نشانہ لیا کہ گولی اس کی پیشانی میں سوراخ کرتی ہوئی کھوپڑی کے پچھلے حصے سے باہر نکل گئی۔ وہ فرش پر گر کر تھوڑی دیر تڑپتا رہا پھر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑگیا۔

وہ بنت عمارہ کا ایک اہم آلہ کار تھا۔ وہ اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھارہی تھی۔ تنہا خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی اور فرمان کو زیر نہیں کرسکتی تھی۔ انہیں اپنے ایک اہم مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتی تھی۔ اس کے ایک پراسرار علم نے اسے یہ بتایا تھا کہ اعلیٰ بی بی اور فرمان کے ملاپ سے ناجائز بچہ پیدا ہوگا تو وہ اس بچے کے لہو سے نہا کر جوان اور صحت مند ہوجائے گی۔

راسپوٹین کی ہلاکت کے بعد وہ تنہا رہ گئی تھی۔ تنہائی کے باوجود اس میں اتنا دم خم تھا کہ وہ اعلیٰ بی بی کا سکون برباد کرسکتی تھی۔ فی الحال تھک گئی تھی۔ بڑھاپے نے کمزور بنادیا تھا۔ وہ اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے ہزاروں سال پرانے ایک نسخے کے منتروں کو پڑھتی رہتی تھی۔ یادداشت بھی کمزور ہوچکی تھی۔ اس لیے ان منتروں کو زبانی یاد نہیں کرسکتی تھی۔ لہٰذا صبح و شام وہ نسخہ کھول کر پڑھتی رہتی تھی۔ جس روز پڑھنے کا موقع نہ ملتا۔ اس روز بے حد کمزوری محسوس کرتی تھی۔ ان منتروں سے اور کمزوریوں سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ ایک نوزائیدہ بچے کے لہو سے غسل کرے اور وہ بچہ اعلیٰ بی بی اور فرمان کے ملاپ سے ہو۔

وہ بضد تھی کہ ایک بچہ حاصل کرکے ہی رہے گی۔ اس کی یہ ضد اعلیٰ بی بی کے لیے کئی طرح کے مسائل پیدا کرنے والی تھی۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ اعلیٰ بی بی کی لاعلمی میں فرمان کو اپنا معمول بنائے گی۔ اسے اچھی طرح اپنے شکنجے میں لے گی۔ تو وہ مجبور اور بے بس ہوجائے گا۔ اس کے حکم کے مطابق اعلیٰ بی بی کی عزت سے جبراً کھیلے گا اور اسے اپنے بچے کی ماں بنائے گا۔

الپا نے اعلیٰ بی بی سے کہا "تمہیں بہت محتاط رہنا چاہیے۔ وہ بوڑھی چڑیل ہماری توقع کے خلاف اچانک

تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

اس نے الپا سے کہا "سسٹر! تم نے کہا تھا۔ اس نسخہ سے اسے محروم کردیا جائے' جس کے منتروں کو پڑھ کر وہ روزانہ توانائی حاصل کرتی رہتی ہے۔"

"ان نسخوں تک پہنچنے میں ذرا دشواری ہے پھر بھی میں جلد ہی انہیں حاصل کرکے تباہ کردوں گی۔"

وہ نسخے ایک الماری میں محفوظ تھے۔ وہ الماری بنت عمارہ کے بیڈ روم سے ملحقہ ایک کمرے میں تھی۔ الماری اور کمرا مقفل رہتے تھے۔ ان کی چابیاں بنت عمارہ کے پاس رہتی تھی۔ دوسری چابیاں اس کے معاون وچ ڈاکٹر کے پاس رہا کرتی تھیں۔

الپا نے بنت عمارہ کی لیڈی سیکریٹری کے خیالات پڑھے تھے۔ وچ ڈاکٹر اس سے عشق کرتا تھا۔ الپا اس سیکریٹری کے ذریعے وچ ڈاکٹر کی آواز سن کر اسے ٹریپ کرسکتی تھی لیکن وہ موجود نہیں تھا۔ چند دنوں کے لیے اسکندریہ گیا ہوا تھا۔ سیکریٹری کے پاس اس کا فون نمبر بھی نہیں تھا۔ وہ جلد ہی اس کا فون نمبر معلوم کرکے اس سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔

فرمان نے اعلیٰ بی بی سے کہا "یہاں ہمارے لیے خطرہ ہے۔ ہمیں یہ شہر یہ ملک چھوڑ دینا چاہیے۔"

"ہم کہیں بھی جائیں گے' وہ ہمارے دماغوں میں گھس آئے گی۔"

"پچھلی بار سسٹر' کبریا اور تمہارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے اندر سے اسے بھگا دیا تھا۔ وہ سمجھ رہی ہوگی کہ اب ہم اپنی دماغی قوتوں سے اسے جب چاہیں بھگا سکتے ہیں۔ وہ ہمارے اندر نہیں آئے گی۔"

"شیطان کو زندگی بھر دھتکارتے رہو' وہ پیچھا نہیں چھوڑتا۔ وہ ایک بچہ حاصل کرنے کے لیے پاگل ہورہی ہے۔ ہمارے اندر ضرور آئے گی۔ ہم اپنی تمام دماغی قوتوں سے بھگا نہیں سکیں گے۔ وہ پھر ہم پر حاوی ہوجائے گی۔"

"راسپوٹین کی موت کے بعد وہ اکیلی رہ گئی ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ایک وقت میں کسی ایک کے اندر آسکے گی۔ تمہارے اندر آئے گی تو میں فوراً ہی سسٹر اور کبریا وغیرہ کو کال کروں گا۔ وہ میرے دماغ میں آئے گی تو تم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے ساتھ میرے اندر سے اسے بھگا سکو گی۔ ہم اسے بار بار اس طرح شکست دیں گے تو وہ تھک ہار کر پیچھا چھوڑ دے گی۔"

وہ بولی "ہم اسی طرح اس کا مقابلہ کریں گے لیکن یہ شہر چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ وہ پراسرار علوم کے ذریعے میرے بابا کا سراغ لگا رہی تھی مگر ایک غیبی طاقت اسے روک رہی تھی۔"

وہ بولا "ہاں۔ اس نے کہا تھا کہ کوئی غیبی قوت آڑے آرہی ہے۔ اس نادیدہ قوت کا تعلق بھی کالے جادو سے ہے۔ وہ نامعلوم جادوگر یہ نہیں چاہتا کہ بنت عمارہ تمہارے بابا کا سراغ لگائے۔"

"اس بوڑھی چڑیل نے کہا تھا کہ وہ جلد ہی اس رکاوٹ کو دور کردے گی اور مجھے میرے بابا تک پہنچا دے گی۔ میں اسے کسی طرح مجبور کروں گی کہ وہ میرے کام آئے۔"

"وہ کام نہیں آئے گی۔ تم سے انتقام لے گی۔ اس کی طرف سے ایک اور اندیشہ پیدا ہورہا ہے۔ وہ تمہارے بابا کا سراغ لگا کر انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ تمہارے بابا پہلے ہی کسی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ یہ ان کے لیے نئی مصیبت بن جائے گی۔"

"اس بڑھیا کو صرف اسی طرح قابو میں کیا جاسکتا ہے کہ اسے روز منتر پڑھنے اور توانائی حاصل کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اسے ہمیشہ کمزور رینا کر رکھا جائے۔"

اعلیٰ بی بی نے فرمان کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا "تم بنت عمارہ کے معاون وچ ڈاکٹر سے مل چکے ہو گے؟"

"کئی بار مل چکا ہوں۔ بنت عمارہ سے روز ملنے جایا کرتا تھا۔ وہاں اکثر اسے ملاقات ہوا کرتی تھی۔"

"وہ اسکندریہ گیا ہوا ہے۔ پتا نہیں کب واپس آئے گا۔ کیا تم اس کا کوئی ٹیکٹ نمبر یا پتا ٹھکانا جانتے ہو؟"

"وہ اسکندریہ میں کہاں گیا ہے؟ کیوں گیا ہے؟ یہ میں نہیں جانتا۔ اس کے موبائل فون کا نمبر میری ڈائری میں لکھا ہوا ہے۔ میں ابھی ڈائری لے کر آتا ہوں۔ میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ ہم اس وچ ڈاکٹر سے کوئی کام لے سکتے ہیں۔"

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ فرمان کی حویلی میں آکر رہنے لگی تھی۔ فرمان اچھے کردار کا مالک تھا۔ اسے رفتہ رفتہ متاثر کررہا تھا۔ وہ اسے پسند کرنے لگی تھی اور پسند کرنے کی ہی حد تک تھی۔ اس سے آگے پیار و محبت کے مراحل تک نہیں پہنچنا چاہتی تھی۔

فرمان اپنے بیڈ روم سے ایک ڈائری لے کر آیا۔ اسے کھول کر موبائل فون کا نمبر پڑھتے ہوئے بولا "ابھی اسے فون کیا جائے؟"

"پہلے اس کے بارے میں بتاؤ۔ کیا وہ یوگا کا ماہر ہے؟"

"اس کی ایک کمزوری ہے۔ شام ہوتے ہی وہ شراب

پینے لگتا ہے۔ ایسے میں بھلا وہ سانس کیا رو کے گا؟"

"پھر تو سمجھو کام بن گیا۔ اس سے بات کرو۔"

اس نے نمبر پنچ کیے۔ فون کو کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی "ہیلو! میں فرنانڈس بول رہا ہوں۔"

"میں فرمان مصری بول رہا ہوں۔ کہاں ہو؟ کتنے دنوں سے تمہیں نہیں دیکھا ہے۔ کیا لمبی چھٹی پر گئے ہو؟"

اعلیٰ بی بی' فرمان کے اندر تھی۔ فرنانڈس کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ زبان سے کچھ بول رہا تھا۔ اس کے دل میں کچھ اور تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہیلو فرمان! میں کیسے یاد آگیا؟ تم تو میڈم عمارہ کے ساتھ مصروف رہتے ہو۔ میں تو ان کا ایک معمولی خدمت گار ہوں۔ تم تو ان کے بیٹے ہو۔"

اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے "لیکن اب تم بیٹے نہیں رہے۔ بدترین دشمن بن گئے ہو۔ میڈم میرے دماغ میں آکر مجھے بتا چکی ہیں۔ مجھے تم سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ تم ضرور کسی خاص مقصد سے رابطہ کر رہے ہو۔"

فرمان نے کہا "میں ماما (بنت عمارہ) کا بیٹا ہوں لیکن تمہارا دوست ہوں اور دوست رہوں گا۔ تم نے بتایا نہیں کہاں ہو؟"

"اسکندریہ میں ہوں۔ سنا ہے' میڈم کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں شام تک ان کے قدموں میں پہنچ جاؤں گا۔ تمہارا عشق کس مرحلے پر ہے۔ ویسے خوش نصیب ہو۔ بہت خوب صورت لڑکی ملی ہے۔"

"میں اپنے لیے دعا کروں گا کہ یہ خوش نصیبی میرے حصے میں آئے۔ ٹھیک ہے۔ تم شام کو آرہے ہو۔ ماما کی رہائش گاہ میں ملاقات نہیں ہوگی۔"

"جسٹ اے منٹ! یہ تو بتاؤ۔ کیا وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے؟"

"نہیں۔ وہ ایک ساحلی بنگلے میں ہے۔ اچھا۔ بائے پھر ملاقات ہوگی۔"

فرمان نے فون کو بند کیا۔ اس کے قریب اعلیٰ بی بی بیٹھی فرنانڈس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ بھی پڑھنے لگا۔ ایک نیا انکشاف ہوا کہ وہ بہت عرصے سے بنت عمارہ کا شاگرد یا معاون بن کر اس کے تمام پراسرار علوم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ہزاروں سال پرانے نسخے حاصل کرنے کی کوششیں کر رہا تھا لیکن یہ سوچ کر محتاط رہتا تھا کہ وہ بوڑھی اس کے اندر آکر اس کے چور خیالات پڑھتی ہوگی۔

وہ اپنے چور خیالات میں اس بات کو مستحکم بناتا رہتا تھا کہ وہ بنت عمارہ کا فرماں بردار رہے۔ ساری عمر اس کا فرماں دار بن کر رہے گا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانیاں دیتا رہے گا۔ اس کے پاس اس الماری کی چابیاں تھیں۔ جن میں وہ نایاب نسخے رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں چرانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ الماری سے اگر ایک نسخہ بھی باہر نکالا جاتا تو اسے خبر ہو جاتی۔

اس نے ان نسخوں کو چرانے کا دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ بنت عمارہ جب اسے کوئی نسخہ نکال کر لانے کا حکم دیتی تھی اور اس نسخے کے مطابق کسی کالے عمل کی تیاریاں کرائی تھی تو وہ اس دوران میں اس نسخے کو زیادہ سے زیادہ زبانی یاد کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ انہیں اپنے ذہن میں محفوظ کرنے کے بعد گھر آکر لکھ لیا کرتا تھا۔

وہ معاون ہونے کی حیثیت سے بنت عمارہ کے بہت سے اندرونی راز جانتا تھا۔ سب سے اہم راز یہ تھا کہ وہ بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اندر سے کھوکھلی ہو چکی تھی۔ وہ بوڑھی سے جوان ہونے اور بھرپور توانائی حاصل کرنے کے انتظار میں تھی۔ اس مقصد کے لیے وہ اعلیٰ بی بی سے ایک بچہ حاصل کرنے میں ناکام ہو رہی تھی۔ جب تک وہ بچہ حاصل نہ ہوتا۔ تب تک وہ عارضی طور پر توانائی حاصل کر رہی تھی۔ فرنانڈس یہ ساری باتیں اچھی طرح جانتا تھا۔

وہ روزانہ توانائی حاصل کرنے کے لیے جن منتروں کا جاپ کیا کرتی تھی۔ انہیں ایک بڑے سے کاغذ پر فرنانڈس سے لکھوایا تھا۔ اس طرح کہ وہ نسخہ پڑھتی گئی تھی اور یہ کاغذ پر لکھتا گیا تھا۔ کئی منتروں کو ایک دوسرے سے ملایا گیا تھا۔ انہیں یاد رکھنا مشکل تھا۔ ایسے وقت فرنانڈس نے اس کے کمزور حافظے سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اس نے لکھتے وقت منتروں کے کئی الفاظ میں تبدیلیاں کی تھیں۔

اس کا مقصد صاف ظاہر تھا۔ وہ بنت عمارہ کو بالکل ہی کمزور بنا دینا چاہتا تھا۔ منتر خالص نہیں تھے۔ ان میں گڑبڑ ہو چکی تھی۔ اس لیے اسے برائے نام توانائی حاصل ہوتی تھی۔ کمزوری کا یہ عالم تھا کہ اب وہ یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں پہنچ نہیں پا رہی تھی۔ اسے یہ فکر ستا رہی تھی کہ اسی طرح کمزور رہے گی تو اعلیٰ بی بی اور فرمان کے اندر نہیں جا سکے گی۔ نہ ہی انہیں اپنے زیر اثر لا سکے گی اور نہ ہی انہیں ایک بچہ پیدا کرنے پر مجبور کر سکے گی۔

اعلیٰ بی بی اور فرمان نے فرنانڈس کے یہ خیالات پڑھ کر اطمینان حاصل کیا کہ بنت عمارہ خیال خوانی کے معاملے میں کسی حد تک کمزور ہو چکی ہے۔ جب تک توانائی حاصل نہیں

ہوگی۔ وہ ان کے دماغوں میں نہیں آسکے گی۔

اس نے فرمان سے کہا "میں اپنے پاپا کے لیے فکر مند ہوں۔ اس بڑھیا نے بڑی حد تک ان کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ معلومات جہاں تک بھی ہوں۔ اس نے ہمیں نہیں بتایا۔ ہم اس کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر کچھ تو معلوم کر سکتے ہیں؟"

فرمان نے کہا "وہ سیدھی طرح ان معلومات کے متعلق کچھ نہیں بتائے گی اور ہم جبراً اس سے معلوم نہیں کر سکیں گے۔ اسے ہلاک کرنے کی دھمکی نہیں دے سکتے۔ وہ اپنی طبعی موت سے پہلے نہیں مرے گی۔ اسے مار پیٹ کر۔ اسے بدترین قسم کی اذیتیں پہنچا کر اس سے کچھ اگلوا نہیں سکیں گے کیونکہ اسے سوئی چبھوئی جائے یا اس کے جسم میں خنجر پیوست کیا جائے تو ان کا زخم چند سیکنڈ میں بھر جاتا ہے۔ وہ تکلیف محسوس نہیں کرتی۔ بلکہ ایسے حملوں سے آسودگی حاصل کرتی ہے۔"

"اس بات پر غور کرو کیا فرنانڈس کو آلہ کار بنا کر اس بڑھیا سے کچھ معلوم کیا جا سکتا ہے؟"

"وہ اسکندریہ سے واپس آرہا ہے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد بنت عمارہ کے پاس پہنچے گا پھر ہم دیکھیں گے کہ ان کے درمیان کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ اور وہ ہمارے خلاف کیا کرنے والے ہیں؟"

وہ وقت گزارنے کے لیے حویلی سے باہر آگئے۔ حویلی کے اطراف دور تک سرسبز و شاداب باغ بھی تھا اور وہاں مختلف قسم کی سبزیاں بھی اگائی گئی تھیں۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی آباد تھی۔ اس بستی کی تمام عورتیں اور مرد فرمان مصری کو آقا کہتے تھے۔ وہ اس کے کھیتوں اور اس کی حویلی میں ملازمت کرتے تھے۔

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے بستی سے گزرتے رہے۔ عورتیں اور مرد انہیں دیکھ دیکھ کر بڑی عقیدت سے سلام کرتے رہے۔ وہ ایک دوسرے کی قربت سے چپکے چپکے سحر زدہ ہو رہے تھے۔ رسمی طور پر انہیں جواب دیتے جا رہے تھے۔ انہیں پتا بھی نہ چلا کہ وہ بستی سے باہر کتنی دور نکل آئے ہیں۔

ان کے ایک طرف چھوٹی بڑی پہاڑیاں تھیں' دوسری طرف ایک گھنا جنگل تھا۔ پہاڑیوں کے دامن میں دور تک کھیت ہی کھیت دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اس پختہ راستے پر تھے جو کھیتوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ راستے کے ایک طرف ایک خوب صورت سا کاٹیج دکھائی دے رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا "اس ویرانے میں اتنا خوب صورت کاٹیج کس نے بنوایا ہے؟"

"میں نے بنوایا ہے۔" فرمان نے جواب دیا "جب مجھے تنہائی درکار ہوتی ہے میں یہاں آجاتا ہوں۔"

"تم یہاں آکر تنہا کیوں رہتے ہو؟"

وہ باتیں کرتے ہوئے کاٹیج کے احاطے میں داخل ہوئے۔ وہاں ہر طرف رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ ساتھی حسین ہو تو احساسات میں بھی پھول کھلنے لگتے ہیں۔ فرمان اس کی قربت سے مست ہو رہا تھا۔ وہ مستی میں نہیں تھی۔ بہت ریزرو رہنے کی عادی تھی۔ فرمان اسے بہت اچھا لگتا تھا لیکن وہ زبان سے اظہار نہیں کرتی تھی۔ اپنی اداؤں اپنے عمل سے اپنی پسندیدگی ظاہر کرتی تھی۔

وہ دروازہ کھول کر کاٹیج کے اندر آئے۔ وہ کاٹیج ایک پہاڑی ٹیلے پر بنا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے گھنا جنگل جانے کتنی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے کھڑکی دروازے اندر سے بند تھے۔ فرمان نے ایک بڑی سی کھڑکی کھول کر کہا "یہاں آکر دیکھو۔ جنگل کتنا گھنا ہے؟ حد نظر تک درخت ہی درخت دکھائی دے رہے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔ پہاڑی کے ڈھلان میں حد نظر تک درخت ہی درخت دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے پوچھا "جنگلات کا یہ سلسلہ کہاں تک گیا ہے؟"

"دریائے نیل کے ساحل تک پہنچ کر یہ جنگل دلدلی ہو جاتا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ کھڑکی کا ایک پٹ بند تھا۔ وہیں سے گولی شیشہ توڑتی ہوئی اندر آئی۔ فرمان اسے دھکا دیتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ وہ جمناسٹک کی ماہر تھی۔ گرتے گرتے بھی قلابازی کھاتی ہوئی دور چلی گئی۔

فرمان فرش پر پڑا کراہ رہا تھا پھر وہاں سے رینگتا ہوا اعلیٰ بی بی کی طرف آرہا تھا۔ اس کے بائیں بازو میں گولی لگی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے پریشان ہو کر پوچھا "گولی اندر ہے یا نکل چکی ہے؟"

"نکل چکی ہے۔ فکر نہ کرو۔ دوسرے کمرے کی الماری میں کئی طرح کے ہتھیار موجود ہیں۔ انہیں فوراً نکالو۔"

وہ دوڑتی ہوئی دوسرے کمرے میں آئی۔ الماری کھول کر اس کی ایک بڑی سی دراز کو کھولا۔ اس میں مختلف ساخت کے ریوالور' شاٹ گن اور کلاشنکوف رکھی ہوئی تھیں۔ اس

نے ایک ریوالور کو چیک کیا۔ وہ بھرا ہوا تھا۔ فرمان بھی اٹھ کر وہیں آگیا۔ اس نے ریوالور کو چیک کیا۔ وہ بھرا ہوا تھا۔ فرمان اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ کمرے میں آگیا تھا۔ اس نے ریوالور کو اس کی طرف اچھالا۔ وہ اسے دائیں ہاتھ سے کیچ کرتے ہوئے بولا "نیچے والی دراز میں فرسٹ ایڈ باکس ہے۔ اسے نکال کر مجھے دو اور تم جنگل کی سمت والی کھڑکیوں کی طرف نہ جاؤ۔"

اس نے نچلی دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکال کر اسے فرش پر رکھا پھر اسے زور سے دھکا دیا۔ وہ پھسلتا ہوا فرمان کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے بعد ایک کلاشنکوف بھی اس کے پاس آگئی۔ وہ برق رفتاری سے ایکشن میں آچکی تھی۔ اس نے ایک پستول کو لوڈ کیا۔ اس کے کئی میگزین اپنے لباس کے اندر چھپائے پھر کھڑکی کے قریب ایک دیوار سے لگ کر شیشے کے آر پار دیکھنے لگی۔ ڈھلان میں بڑے پتھر اور چٹانیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اس کے بعد دور تک درخت ہی درخت دکھائی دے رہے تھے۔ ادھر کوئی آدم زاد تو کیا؟ کوئی جانور بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ کھڑکی کے نیچے جھکتی ہوئی دوسرے کمرے میں آئی۔ وہاں کھڑکی کے کنارے دیوار سے لگ کر دیکھا۔ وہاں بھی ڈھلان میں بڑے بڑے پتھر اور چٹانیں تھیں۔ دو مسلح شخص اوپر چڑھتے ہوئے کانیچ کی طرف آرہے تھے۔ اس نے آہستگی سے کھڑکی کی چٹخنی گرائی پھر اچانک ہی کھڑکی کے پٹ کو کھول کر تڑاتڑ فائرنگ کی۔ ایک شخص کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ گولی کھا کر ڈھلان سے لڑھکتا ہوا نیچے جانے لگا۔

دوسرا شخص اچھل کر ایک پتھر کی آڑ میں چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی نے دوڑ کر چھلانگ لگائی اور میز پر آئی۔ وہاں روشن دان سے دیکھا۔ اس سے بچ کر جانے والا اب چٹان پر رینگتا ہوا ایک سمت جارہا تھا۔ اس نے نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ وہ چٹان پر اوندھے منہ لیٹا ہوا رینگ رہا تھا۔ اس کے بعد رینگنے کے قابل نہ رہا۔ وہیں اوندھے منہ لیٹا رہ گیا۔

فرمان نے ایک دوا کے ذریعے خون کے بہاؤ کو روک لیا تھا۔ اس پر پٹی چپکا کر دوسری کھڑکی کی طرف جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت دوسرے کمرے کی کھڑکی کے شیشے کے ٹوٹنے کی آواز آئی۔ فرمان فرش پر رینگتا ہوا اس کمرے کے دروازے پر آیا۔ اسے آہستگی سے کھول کر دیکھا۔ ایک مسلح شخص شیشہ توڑنے کے بعد ہاتھ ڈال کر چٹخنی گرا رہا تھا۔ وہ جیسے ہی ایک پٹ کھول کر اندر کی طرف آیا۔ فرمان نے گولی چلا دی۔ گولی اس کے شانے میں لگی۔ وہ آدھا کھڑکی کے اندر تھا اور آدھا باہر تھا۔ زخمی ہونے کے بعد بھاگنا چاہتا تھا لیکن فوراً ہی باہر نہ جاسکا۔ فرمان نے للکارتے ہوئے کہا "خبردار! کوئی حرکت نہ کرنا۔ ہتھیار پھینک دو اور بتاؤ کہ ہم سے دشمنی کیوں کررہے ہو؟"

وہ ہتھیار پھینکتے ہوئے بولا "پلیز مجھے گولی نہ مارنا۔ ہم تمہیں ہلاک کرنے نہیں آئے ہیں صرف تمہیں دہشت زدہ کرکے قیدی بنا کر لے جانے آئے ہیں۔"

"مجھے قیدی بنا کر کہاں لے جانا چاہتے ہو۔"

"ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں احرام کے پیچھے ایک لال کوٹھی میں لے جائیں۔"

فرمان نے کہا "اچھا۔ سمجھ گیا۔ اس لال کوٹھی کی مالک بنت عمارہ ہے۔ اس نے تم لوگوں کو بھیجا ہے۔"

"ہاں۔ تم ہماری مجبوری سمجھ سکتے ہو۔ میڈم بہت خطرناک ہیں۔ ان کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کی سزا موت ہے۔ یہاں ناکام ہونے کے بعد تم سے بھی ہمیں موت ملے گی۔"

"تم سب تعداد میں کتنے ہو؟"

"ہم آٹھ تھے۔ دو ابھی مارے گئے ہیں۔ میں آپ کو دوستانہ انداز میں سمجھاتا ہوں۔ آپ ہمارے ساتھ لال کوٹھی میں چلیں۔ آپ کو میڈم کی طاقت کا پتا ہے ان کے سامنے جھکنا ہی پڑے گا۔"

"میں بھی تمہیں سمجھاتا ہوں۔ اپنے باقی پانچ ساتھیوں کے ساتھ واپس چلے جاؤ۔ ورنہ تم میں سے کوئی یہاں سے زندہ نہیں جاسکے گا۔"

"آپ ہمارے لیے پرابلم پیدا کررہے ہیں۔ ہم آپ کو لیے بغیر نہیں جاسکیں گے پھر بھی میں جاکر اپنے ساتھیوں کو سمجھاتا ہوں۔ انہیں سمجھا منا کر یہاں سے لے جانے کی کوشش کروں گا۔"

وہ کھڑکی سے باہر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت اعلیٰ بی بی نے وہاں پہنچ کر اس کی ٹانگ پر گولی ماردی پھر بولی "فرمان! تم اس سے باتوں میں لگے رہے۔ اس کے خیالات نہیں پڑھے۔ یہ یہاں سے جاکر اس کانیچ کے اندر آنسو گیس کے شیل پھینکنا چاہتا تھا۔ ہمیں باہر آنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا۔ اب یہ اپاہج بن کر یہاں اندر پڑا رہے گا تو اس کے ساتھی اس کی سلامتی کے لیے شیل نہیں پھینکیں گے۔"

وہ گولی کھانے کے بعد کمرے کے اندر گر کر فرش پر پڑا ہوا تھا۔ فرمان نے کھڑکی کے قریب دیوار سے لگ کر چیختے ہوئے کہا "سنو! میری بات توجہ سے سنو! تمہارا ایک ساتھی

یہاں ہماری قید میں ہے۔ اگر آنسو گیس کے شیل یہاں پھینکو گے تو ہمارے ساتھ یہ بھی مصیبت میں مبتلا ہوگا۔ تم صرف پانچ رہ گئے ہو۔ اگر پانچ منٹ کے اندر واپس نہیں جاؤ گے تو یہاں کوئی تمہاری لاشیں اٹھانے کے لیے بھی نہیں آئے گا۔"

اعلیٰ بی بی اور فرمان جھک کر چلتے ہوئے کانیچ کے پیچھے اس دروازے کی طرف آئے جو جنگل کی طرف کھلتا تھا۔ انہوں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ ادھر ویرانی تھی۔ کوئی دشمن نظر نہیں آرہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے دروازے کو آہستگی سے کھول کر باہر کی طرف دیکھا۔ کانیچ کے دائیں بائیں بھی کوئی نظر نہیں آرہا تھا پھر اس نے فرمان سے کہا "میں دیوار سے لگی ہوئی دائیں طرف جاؤں گی۔ تم اسی طرح دیوار سے لگے ہوئے بائیں طرف جاؤ۔ ادھر دیوار کے پیچھے جو لوگ چھپے ہوں گے وہ نظر آجائیں گے۔ اب ہمیں فائرنگ کرتے ہوئے اس ڈھلان سے اتر کر جنگل کی طرف جانا ہوگا۔ کانیچ کے اندر خطرہ ہے۔"

وہ دونوں محتاط انداز میں باہر آئے پھر دیوار سے لگ کر دو مختلف سمتوں میں جانے لگے۔ وہ دونوں ان کناروں تک پہنچ گئے جہاں کانیچ کی دیوار دوسری طرف مڑتی تھی۔ انہوں نے سر نکال کر دوسری طرف دیکھا۔ اسی وقت گولیاں چلنے لگیں۔ ان دونوں نے جوابی فائرنگ کی۔ ایسی کاؤنٹر فائرنگ سے نہ کسی کو نقصان ہوا نہ کسی کو فائدہ پہنچا۔ فرمان اپنی جگہ سے اچھل کر دوڑتا ہوا ڈھلان کی طرف ایک بڑے پتھر کے پیچھے چلا گیا۔ وہاں سے اس نے فائرنگ کی تو جوابی فائرنگ کرنے والے کسی دوسری جگہ چھپنے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگتے چلے گئے۔

فرمان نے انہیں دور بھاگتا کر اعلیٰ بی بی کی طرف دیکھا۔ وہ دیوار کے پاس سے چھلانگ لگا کر فضا میں لمبی قلابازیاں کھاتی ہوئی ڈھلان سے نیچے جانے لگی۔ یہ جمناسٹک کا حیرت انگیز کمال تھا۔ ہموار زمین پر بھی بازیگر مختلف انداز میں قلابازیاں کھا لیتے ہیں مگر وہاں کی زمین ہر قدم پر نیچے اور نیچے کی طرف جارہی تھی۔ ایسی ڈھلان پر بار بار قدم جما کر پھر فضا میں قلابازیاں کھا کر آگے بڑھنا تقریباً ناممکن تھا جسے وہ ممکن بنا رہی تھی۔

دو دشمن اس کی طرف مسلسل فائر کررہے تھے لیکن اس کے مسلسل متحرک رہنے کے باعث نشانہ چوک رہا تھا۔ گولیاں آس پاس سے گزر رہی تھیں۔ فرمان نے کلاشنکوف سے گولیاں چلائیں تو ان میں سے ایک چیخ کر ہوا میں اچھلا اور پھر زمین پر آکر گرا اور اس کی لاش ڈھلوان کی طرف لڑھکتی چلی گئی۔ اس کا دوسرا ساتھی چھپنے کے لیے کانیچ کے دوسری طرف بھاگتا چلا گیا۔ اب وہ چار رہ گئے تھے۔

موقع ملتے ہی فرمان پتھروں کے پیچھے چھپتا ہوا ڈھلوان سے اتر کر نیچے جانے لگا۔ وہ نیچے پہنچ کر اعلیٰ بی بی کی طرف جانا چاہ رہا تھا وہ اس سے بہت دور تھی۔ ایسے وقت پھر اوپر سے فائرنگ ہونے لگی۔ وہ چاروں دور دور تک پھیل گئے تھے۔ فائرنگ کرتے ہوئے انہیں گھیرنا چاہتے تھے۔ فائرنگ ایسی ہورہی تھی کہ وہ اعلیٰ بی بی کی طرف نہ جاسکا۔ دوڑتا ہوا قریبی درخت کے پیچھے چلا گیا۔

وہاں سے گھنے درختوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ دشمن بڑے بڑے پتھروں کے پیچھے چھپتے ہوئے ڈھلوان سے اترتے ہوئے ان کی طرف آرہے تھے۔ ان میں سے دو فرمان کی طرف فائرنگ کررہے تھے اور باقی دو اعلیٰ بی بی سے جوابی فائرنگ میں مصروف تھے۔ وہ بھی درختوں کے پیچھے آگئی تھی اور فائرنگ سے بچنے کے لیے ایک درخت سے دوسرے درخت کے پیچھے چھپتی جارہی تھی۔

فرمان بھی اسی طرح چھپتا ہوا دور ہوتا جارہا تھا۔ ان کے درمیان اتنے درخت آڑے آرہے تھے کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں پا رہے تھے۔ مسلسل فائرنگ کے باعث ان دونوں کو خیال خوانی کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ بنت عمارہ کے اندر جاکر اسے وارننگ دینا چاہتے تھے کہ وہ دشمنی سے باز آجائے۔ ایسی دشمنی سے وہ کچھ حاصل نہیں کرسکے گی۔ سراسر نقصان اٹھائے گی۔

وہ دونوں جنگل میں بہت دور نکل آئے تھے۔ بے شمار درخت تھے اور ایسے گھنے تھے کہ سورج چھپ گیا تھا۔ اس کی روشنی زمین تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ فائرنگ رک گئی تھی۔ دشمن بھی انہیں تلاش کررہے تھے اور یہ سمجھ رہے تھے کہ اس جنگل میں زیادہ اندر تک جائیں گے تو بھٹک جائیں گے۔ واپسی کا راستہ سمجھ میں نہیں آئے گا۔

اعلیٰ بی بی نے خیال خوانی کے ذریعے فرمان کو مخاطب کیا "تم خیریت سے ہو؟ کیا تمہاری طرف فائرنگ ہورہی ہے؟"

فرمان نے کہا "دشمنوں کی طرف سے خاموشی ہے۔ پتا نہیں ہم ایک دوسرے سے کتنی دور ہوگئے ہیں؟"

ایک طویل وقفے کے بعد پھر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ ایک گولی اس درخت کے تنے سے آکر لگی جس کے پیچھے فرمان چھپا ہوا تھا۔ اس نے مسلسل جوابی فائرنگ کی پھر زمین پر رینگتا ہوا دوسرے درخت کے پیچھے چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی نے

کہا "انہوں نے تمہیں دیکھ لیا ہے۔ پتا نہیں تم کہاں ہو؟ میں تمہارے پاس کیسے آؤں؟"

"میری فکر نہ کرو۔ اپنا خیال رکھو۔ خیال خوانی کرتی رہو گی تو دشمنوں سے غافل ہو جاؤ گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک گولی چلی۔ وہ اچھل کر زمین پر گرا۔ اعلیٰ بی بی نے پریشان ہو کر کہا "فرہان حوصلہ کرو۔ او خدایا! پہلے تمہارے بائیں بازو میں گولی لگی تھی۔ اب اسی بازو کے اوپر شانے میں گولی لگی ہے۔"

فرہان کے ہاتھ سے گن چھٹ گئی تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ چار مسلح شخص اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے قریب آتے جا رہے تھے۔ تب اعلیٰ بی بی کو سمجھ میں آیا کہ وہ چاروں فرہان کے ہی پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اس کے پیچھے کوئی نہیں آ رہا تھا۔ بنت عمارہ کو فرہان کی ضرورت تھی۔ اس لیے وہ اعلیٰ بی بی کو نظر انداز کر رہے تھے۔

وہ چاروں فرہان کے قریب آ گئے۔ وہ تکلیف کی شدت کو برداشت کرتے ہوئے اٹھنا چاہتا تھا۔ ان میں سے ایک نے رائفل کے کندے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر ایسے گرا کہ پھر اٹھ نہ سکا۔ بے ہوش ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی اب اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتی تھیں۔ یہ معلوم نہیں کر سکتی تھیں کہ وہ لوگ فرہان کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟

وہ فوراً ہی خیال خوانی کرتی ہوئی بنت عمارہ کے دماغ میں پہنچی۔ وہ ٹیلی فون کا ریسیور کان سے لگائے پوچھ رہی تھی "کہیں وہ مر تو نہیں گیا؟ اسے چیک کرو۔ اسے مرنا نہیں چاہیے۔"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی "میڈم! ہم اسے آپ کے پاس زندہ ہی لائیں گے۔ یہ صرف بے ہوش ہوا ہے۔"

اس بڑھیا نے پوچھا "وہ لڑکی کہاں ہے؟"

"میڈم وہ اسی جنگل میں کہیں گم ہو گئی ہے۔ نظر نہیں آ رہی ہے۔"

"اس سے ہوشیار رہو۔ وہ مکار بھی ہے اور خطرناک بھی۔ فرہان کو فوراً لال کوٹھی میں پہنچاؤ۔ وہ اپنے یار کی خاطر اس کوٹھی کی طرف ضرور آئے گی پھر میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

"عمارہ نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا پھر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں اس کا معاون وچ ڈاکٹر فرنانڈس کھڑا ہوا آگے جھک کر سلام کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "میں آپ کے حکم کے مطابق حاضر ہو گیا ہوں۔ آپ بہت کمزور اور بیمار بیمار سی دکھائی دے رہی ہیں۔"

وہ بولی "اچھا ہوا تم آ گئے۔ ایسے برے وقت میں تم ہی میری ناکامیوں کو کامیابیوں میں بدل سکتے ہو۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔ میرے لیے یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ میں آپ کے برے وقت میں کام آؤں گا۔ پلیز مجھے بتائیں معاملہ کیا ہے؟"

اس نے کہا "میں تمہیں فرہان کے بارے میں بتا چکی ہوں کہ اس نے بیٹا بن کر مجھے دھوکا دیا ہے۔ ایک حسین لڑکی کی خاطر مجھ سے نافرمانی کر رہا ہے۔ میرا صرف ایک حکم نہیں مان رہا ہے۔ مجھے صرف اس کا ایک بچہ چاہیے اور وہ بچہ دینے سے انکار کر رہا ہے۔"

فرنانڈس نے کہا "آپ فکر نہ کریں۔ میں اسے اپنے شکنجے میں لے کر آپ کی فرماں برداری پر مجبور کر دوں گا۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ اس کے ساتھ فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہے۔ وہ اپنی ماں سونیا کی طرح مکار اور خطرناک ہے۔ وہ ابھی فرہان کی حفاظت کر رہی تھی لیکن میرے غلاموں نے فرہان کو بے ہوش کر دیا ہے۔ اسے بے ہوشی کی حالت میں لال کوٹھی پہنچا رہے ہیں۔ تم فوراً ڈاکٹر زبیر کو ساتھ لے کر جاؤ۔ اس سے کہو کہ وہ فرہان کے ہوش میں آتے ہی اسے کوما میں پہنچا دے۔ اس طرح اعلیٰ بی بی کبھی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گی۔"

وہ بولا "میں ابھی جا رہا ہوں۔ آپ میرے دماغ میں رہ کر یہ معلوم کرتی رہیں کہ میں کس طرح فرہان کو اس کی محبوبہ سے دور کر رہا ہوں۔"

"میں تم سے فون کے ذریعے رابطہ کرتی رہوں گی۔ فی الحال خیال خوانی نہیں کروں گی۔"

فرنانڈس نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا آپ بہت زیادہ کمزوری محسوس کر رہی ہیں؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "ہاں۔ پتا نہیں۔ مجھ پر منتروں کا اثر کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ میں صبح سے شام تک منتر پڑھتی رہتی ہوں پھر بھی توانائی حاصل نہیں ہو رہی ہے۔ کمزوری بڑھتی جا رہی ہے۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں ڈوب رہی ہوں۔"

وہ بولا "آپ اس قدر کمزوری کے باعث خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہی ہیں۔"

"آہ! میں بہت مجبور ہو گئی ہوں۔ ابھی میں نے اپنے غلاموں سے فون پر گفتگو کی تھی۔ پہلے خیال خوانی کی کوشش کی تو ناکام رہی۔ تم اب جاؤ میں تم سے بھی فون کے ذریعے

معلومات حاصل کرتی رہوں گی۔"

"میں ابھی آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا لیکن ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے بتایا تھا کہ آپ نے کسی حد تک فرہاد علی تیمور کا سراغ لگایا ہے لیکن کوئی انجانا جادوگر آپ کے راستے میں رکاوٹ بن رہا ہے۔"

"ہاں۔ مجھے کچھ توانائی حاصل ہو گی تو میں اس رکاوٹ کو دور کروں گی۔ فرہاد تک پہنچ کر اسے اپنے طلسمی شکنجے میں لے آؤں گی۔ یہ باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔ تم ابھی جاؤ۔"

"میڈم! یہ باتیں ابھی بہت ضروری ہیں۔ میں اعلیٰ بی بی کی کوئی بہت بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا ہوں۔ فی الحال اس کی کمزوری اس کا باپ ہے۔ جب میں اسے یہ بتاؤں گا کہ اس کا باپ مجھے مل گیا ہے اور وہ میرے شکنجے میں ہے۔ تب وہ میرے سامنے دم نہیں مارے گی میری فرماں بردار بن کر رہے گی۔"

بنت عمارہ نے کہا "وہ تمہاری نہیں، میری معمولہ بن کر رہے گی تو میرے لیے ایک ناجائز بچے کو جنم دینے پر مجبور ہو جائے گی۔"

"آپ اس قابل نہیں رہیں کہ اسے اپنی معمولہ بنا سکیں۔ آپ کی جسمانی اور دماغی کمزوری بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ بھول جائیں کہ آپ توانائی حاصل کر سکیں گے۔ آپ اپنے سارے کام مجھے سونپ دیں۔ میں آپ کو بوڑھی سے جوان اور کمزور سے توانا بناؤں گا۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولی "بے شک اب میں اعلیٰ بی بی سے تنہا نہیں لڑ سکوں گی۔ تم میرے لیے اسے ایک ناجائز بچہ پیدا کرنے پر مجبور کر سکو گے۔"

"تو پھر آپ مجھے اعلیٰ بی بی کی کمزوری بتائیں۔ اس کا باپ کہاں گم ہو گیا ہے؟ وہ مجھے کہاں مل سکتا ہے؟"

وہ بولی "میرے علم نے مجھے بتایا ہے کہ فرہاد علی تیمور کو مشرق کی طرف جا کر تلاش کیا جا سکتا ہے۔ یہاں سے مشرق کی طرف ایشیا ہے۔ دنیا کے نقشے میں یہاں سے دیکھا جائے تو مشرق کی طرف پہلا ملک ہندوستان ہے پھر اس کے بعد مشرق بعید کے بہت سے ممالک ہیں۔"

وہ چند لمحوں تک چپ رہی پھر بولی "میں نے منتروں کا جاپ کرنے کے دوران میں ایک انجانی سی رکاوٹ محسوس کی ہے۔ اگر وہ رکاوٹ نہ ہوتی تو میں معلوم کر لیتی کہ وہ کہاں موجود ہے۔"

فرنانڈس نے کہا "میں ابھی فرہان کو کوما میں پہنچانے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد یہاں واپس آؤں گا۔ آپ میری رہنمائی کریں گی کہ کس طرح اس ایک رکاوٹ کو دور کر کے بعد فرہاد علی تیمور تک پہنچا جا سکتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی بڑی خاموشی سے بنت عمارہ کے اندر رہ کر ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کے لیے یہ بات اطمینان بخش تھی کہ وہ بڑھیا کمزوری کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہی ہے۔ وہ آئندہ اس کے اور فرہان کے دماغوں میں نہیں آ سکے گی۔ فی الحال ایک ہی پریشانی تھی کہ فرہان ان کا قیدی بن گیا تھا اور وہ بڑھیا فرہان کو اس سے دور کرنے کے لیے اسے کوما میں پہنچانا چاہتی تھی۔

ابھی اعلیٰ بی بی کا اہم مسئلہ یہی تھا کہ فرہان کو کوما میں جانے سے کس طرح بچا سکتی ہے۔ کوما کو آدھی موت کہنا چاہیے۔ ایک انجکشن کے ذریعے اچھے بھلے چلتے پھرتے آدمی کو سر سے پاؤں تک بے بس بنا دیا جاتا ہے۔ وہ ایک ذرا سی حرکت کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ وہ ایک مردے کی طرح بستر پر چاروں شانے چت پڑا سامنے والی دیوار کو دیکھتا رہتا ہے۔ اس میں اتنی سکت بھی نہیں رہتی کہ وہ دیدے گھما کر دائیں بائیں دیکھ سکے۔ دماغ کچھ سوچنے کے قابل نہیں رہتا۔ کوئی بھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آ کر اسے دماغی طور پر بیدار نہیں کر سکتا۔

وہ نہ سن سکتا ہے، نہ سوچ سکتا ہے۔ نہ بول سکتا ہے نہ منہ کھول کر کچھ کھا پی سکتا ہے۔ اس کے اندر انجکشن کے ذریعے خوراک پہنچائی جاتی ہے۔ اگر وہ فرہان کو کوما میں پہنچا دیتے تو اعلیٰ بی بی پھر اس سے کس طرح بھی رابطہ کرنے کے قابل نہ رہتی اسے ان کے شکنجے سے نکالنے کی ہر تدبیر ناکام ہوتی رہتی۔

وہ بنت عمارہ کے دماغ سے نکل کر فرنانڈس کے اندر پہنچ گئی۔ فرنانڈس آدھے گھنٹے بعد ڈاکٹر زبیر کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے بولا "میڈم عمارہ کو تمہاری خدمات کی ضرورت ہے۔"

ڈاکٹر زبیر نے کہا "میں اس وقت اسپتال جا رہا تھا لیکن میڈم کے لیے تو جان بھی حاضر ہے۔ میں ان سے جتنی رقم مانگتا ہوں وہ اس سے زیادہ دیتی ہیں بولو کیا کام ہے؟"

"تم ابھی میرے ساتھ لال کوٹھی چلو گے۔ تم میڈم کے منہ بولے بیٹے فرہان کو جانتے ہو۔ وہ فرہان نافرمان ہو گیا ہے۔ اسے بے ہوشی کی حالت میں لایا جا رہا ہے۔ جب وہ ہوش میں آ جائے تو تم اسے کوما میں پہنچا دو گے۔"

اعلیٰ بی بی ڈاکٹر زبیر کے اندر پہنچ گئی تھی۔ اس کے

خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ ڈاکٹر رشوت خور تھا دولت کمانے کے لیے کسی کا حمل گرا دیتا تھا' کسی کا دل' گردے اور آنکھیں غیر قانونی طور پر حاصل کرکے ایسے ضرورت مندوں کو فیض پہنچاتا تھا جو اسے زیادہ سے رقم دیتے تھے۔ اس نے فرنانڈس سے کہا "تم یہاں بیٹھو۔ میں کوما کے سلسلے میں ضروری دوائیں اپنے بیگ میں رکھ لوں پھر ہم چلیں گے۔"

اس نے کہا "وہ بری طرح زخمی ہے۔ اسے دو گولیاں لگی ہیں۔ اس کی مرہم پٹی کے لیے بھی ضروری دوائیں اور انجکشن رکھ لو۔"

وہ دوسرے کمرے میں آیا وہاں دواؤں کا اسٹاک رکھا ہوا تھا۔ وہ ضروری دوائیں نکال کر بیگ میں رکھنے لگا۔ ایک انجکشن کی شیشی اٹھاتے وقت اس کے خیالات نے کہا "یہ انجکشن بڑا موثر ہے۔ یہ کم از کم پچاس گھنٹوں تک فرمان کو نیم مردہ بنا کر رکھے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا تھا اس نے اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق اس شیشی پر لگے ہوئے لیبل کو الگ کیا پھر اس لیبل کو دوسرے انجکشن کی شیشی پر چپکا دیا۔ اس شیشی میں ایسی دوا تھی جو مریض کو سکون سے سلا دیتی اور اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچاتی۔

اس نے ڈاکٹر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر سوچا "یہ ابھی مجھے ایک لمحے کے لیے کیا ہو گیا تھا؟"

اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی انجکشن کی شیشی کو دیکھا۔ اس شیشی کا لیبل بتا رہا تھا کہ اس میں وہی دوا ہے جو فرمان کو کوما میں پہنچا دے گی۔ اس نے خود کو سمجھایا "مجھے کچھ نہیں ہوا تھا میں نے ابھی یہ شیشی بیگ میں رکھنے کے لیے اٹھائی تھی اور یہ میرے ہاتھ میں ہے۔ پتا نہیں کیوں کبھی کبھی ایسا لگتا ہے جیسے ہم بیٹھے بیٹھے کہیں کھو گئے ہوں۔ ہم چند ساعتوں کے لیے ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ ہمیں اپنی کوئی خبر نہیں ہوتی۔"

اس نے وہ شیشی بیگ میں رکھ لی۔ اعلیٰ بی بی مطمئن ہو گئی۔ اب یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ ان دشمنوں کے دماغوں میں مسلسل رہتی۔ اسے دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری تھا۔ وہ ڈاکٹر زبیر کے دماغ سے واپس آ گئی۔ اس کے اپنے مسائل بھی تھے۔ اس وقت وہ گھنے جنگل میں تھی۔ شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ ایک آدھ گھنٹے بعد رات کی تاریکی پھیلنے والی تھی پھر اسے وہاں کچھ دکھائی نہ دیتا۔ وہ ایک اندھی کی طرح دوسری صبح تک بھٹکتی رہتی۔

ابھی دن کی ہلکی ہلکی سی روشنی تھی۔ دور تک بڑے بڑے سایہ دار درخت اور گھنی جھاڑیاں تھیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس سمت جانے سے وہ کسی انسانی آبادی تک پہنچ سکے گی؟

اس نے ذہانت سے سوچا۔ چاروں طرف توجہ سے دیکھا تو ایک سمت گہرے سائے حد نظر تک تھے۔ دوسری طرف دن کی دم توڑتی ہوئی روشنی کہہ رہی تھی کہ وہ بھی ایک آدھ گھنٹے میں بجھنے والی ہے۔ ذہانت نے سمجھایا جہاں دم توڑتی ہوئی بجھتی ہوئی سی روشنی ہے وہاں یقیناً سورج ڈوبنے والا ہے اور وہ مغربی سمت ہے۔

وہ مغرب کی سمت رخ کرکے کھڑی ہو گئی۔ اس کے دائیں طرف شمال اور بائیں طرف جنوب تھا۔ جنوب کی طرف اس جنگل کے اختتام پر دریائے نیل بہہ رہا تھا۔ شمال کی طرف فرمان کا وہ کانیج تھا جہاں دشمنوں نے ان پر حملے کیے تھے۔

وہ شمال کی طرف تیزی سے دوڑنے لگی۔ وہ دن کی آخری روشنی بجھنے سے پہلے اس کانیج تک یا کسی انسانی آبادی تک پہنچنا چاہتی تھی۔ بنت عمارہ کا خیال تھا کہ وہ جنگل ایک بھول بھلیاں ہے۔ اعلیٰ بی بی تمام رات تاریکی میں بھٹکتی رہے گی۔ جنگلی درندوں اور زہریلے سانپوں سے بچ کر واپس نہیں آ سکے گی لیکن وہ اپنی ذہانت سے بچاؤ کا راستہ نکال چکی تھی۔ تیزی سے ایک ہی سمت میں دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ دائیں بائیں کہیں نہیں مڑے گی۔ اس کے راستے میں درخت اور جھاڑیاں آ رہی تھیں وہ جھاڑیوں کے اس پار جانے کے لیے دائیں یا بائیں جتنے قدم مڑتی تھی ان جھاڑیوں کو پار کرنے کے بعد پھر اتنے ہی قدم واپس آ جاتی تھی اس طرح پھر شمال کی سمت دوڑنے لگتی تھی۔

اسے صرف آدھے گھنٹے تک مسلسل دوڑنا پڑا آخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو ہی گئی۔ رات کی تاریکی پھیلتے پھیلتے وہ اس پختہ سڑک پر پہنچ گئی جس کے دوسری طرف دور تک کھیت ہی کھیت دکھائی دے رہے تھے۔ وہ فرمان کے ساتھ اسی راستے پر چلتی ہوئی کانیج تک گئی تھی۔ وہ کانیج اور وہ بستی دور تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ اندھیرا پھیل چکا تھا۔ وہ دور تک دیکھ بھی نہیں سکتی تھی۔

ایک اندازہ تھا کہ وہ کانیج یا بستی کے قریب ہے۔ وہ ایک آدھ گھنٹے تک پختہ سڑک پر چلتی رہے گی تو انسانی آبادی تک پہنچ جائے گی۔

وہ سڑک پر چلتی ہوئی خیال خوانی کے ذریعے فرنانڈس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ ڈاکٹر زبیر نے فرمان کو ایک انجکشن لگایا تھا۔ جس کے بعد وہ ساکت ہو گیا ہے۔ اب وہ اپنی مرضی سے ایک ذرا بھی جنبش نہیں کر سکے گا۔

وہ یہ خیالات پڑھ کر فرمان کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ کوما میں نہیں تھا۔ انجکشن تبدیل کرنے کے نتیجے میں اسے کوما سے نجات ملی تھی اس وقت وہ گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔

اس کے خوابیدہ خیالات نے بتایا کہ اس نے ہوش میں آنے کے بعد خود کو ایک کمرے میں پایا تھا۔ اس کے آس پاس فرنانڈس اور ڈاکٹر زبیر کو کھڑے ہوئے تھے۔ فرنانڈس نے مسکرا کر اس سے کہا تھا "فرمان! ہمارے درمیان اچھے تعلقات رہے ہیں لیکن فی الحال میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکوں گا۔ تمہیں زیادہ دیر ہوش میں نہیں رکھا جا سکتا۔ تمہاری چاہنے والی یقیناً تمہارے دماغ میں ہو گی اور تمہیں بچانے کی تدبیر کر رہی ہو گی مگر افسوس اس بے چاری کو مایوسی ہو گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ڈاکٹر نے اس کے بازو میں ایک انجکشن لگایا۔ وہ زخمی ہونے کے باعث پہلے ہی کمزور تھا۔ نیند کے انجکشن نے فوراً اثر دکھایا اور وہ گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

اعلیٰ بی بی نے اسے مخاطب کیا "فرمان! تم خواب کی اسکرین پر مجھے دیکھ رہے ہو۔ مجھے دیکھو۔ کیا میں نظر آ رہی ہوں؟"

اس کی خوابیدہ سوچ نے کہا "ہاں۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تم کہاں ہو؟ میں تنہا رہ گیا ہوں۔ میرے پاس آ جاؤ۔"

"میں تمہارے پاس ہوں۔ یہ کبھی نہ سوچو کہ میں تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دوں گی۔ بنت عمارہ' فرنانڈس اور ڈاکٹر زبیر تمہیں کوما میں پہنچانا چاہتے تھے تاکہ تم جسمانی اور دماغی طور پر نیم مردہ ہو جاؤ۔ تمہاری سوچ کی لہریں سو جائیں اور میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے کام نہ آ سکوں۔"

وہ بولا "میں کوما میں جانے کے بعد ایک مردے سے بھی بدتر ہو جاؤں گا۔ کیا تم نے میرے بچاؤ کی کوئی تدبیر سوچی ہے؟"

"میں اپنی تدبیر پر عمل کر چکی ہوں۔ ڈاکٹر زبیر جس انجکشن کے ذریعے تمہیں کوما میں پہنچانا چاہتا تھا۔ میں نے وہ انجکشن بدل دیا ہے۔ وہ دھوکا کھا گیا ہے تمہیں نیند کا انجکشن لگا کر یہ سمجھ رہا ہے کہ تم کوما میں پہنچ گئے ہو۔"

"او۔ تھینک یو اعلیٰ بی بی! تم بہت باکمال ہو۔ تم نے ان کی ایک بہت اہم چال کو ناکام بنا دیا ہے۔"

"تمہیں جو انجکشن لگایا گیا ہے اس کے نتیجے میں چند گھنٹے تک سوتے رہو گے لیکن آنکھ کھلتے ہی دشمنوں پر یہ بھید کھل جائے گا کہ تم کوما میں نہیں ہو۔"

وہ بولا "میں خود کو سکتے کی حالت میں رکھوں گا۔ مردہ بن کر پڑا رہوں گا۔ ایک ذرا حرکت نہیں کروں گا۔"

"نہیں فرمان! کوئی بھی زندہ اور متحرک شخص خود کو کئی گھنٹے تک ساکت بنا کر نہیں رکھ سکتا۔ کسی وجہ سے بھی تمہارا جسم ذرا سی بھی حرکت کرے گا تو وہ سمجھ لیں گے کہ ہم انہیں دھوکا دے رہے ہیں۔"

"تو پھر ایک ہی راستہ ہے۔ تم تنویمی عمل کے ذریعے میرے جسم کو بے حس و بے حرکت بنا دو۔"

"میں یہی کرنے والی ہوں۔ اب تم خاموش رہو۔"

وہ اس پر عمل کرنے لگی۔ اسے پوری طرح اپنے زیر اثر لانے کے بعد اس سے پوچھا "کیا تم میرے مطیع اور فرماں بردار ہو؟"

وہ خوابیدہ لہجے میں بولا "ہاں۔ میں تمہارا مطیع اور فرماں بردار ہوں۔"

"میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد بھی تمہاری آنکھیں اسی طرح بند رہیں گی۔ تمہارے جسم کا کوئی حصہ ایک ذرا سی بھی حرکت نہیں کرے گا۔ تمہارے جسم پر کوئی مکھی بیٹھے یا کوئی سانپ رینگتا رہے۔ تب بھی تم حرکت نہیں کرو گے۔ تمہارا ذہن بیرونی اثرات قبول نہیں کرے گا۔ کسی وجہ سے بھی چھینک آئے گی یا کھانسی ہو گی تو تمہارا ذہن نہ اسے قبول کرے گا اور نہ ہی اسے ظاہر کرے گا۔ یہ سب کچھ تمہارے اندر ہی تحلیل ہو کر رہ جائے گا۔"

پھر اس نے کہا "اس طرح تم مصنوعی کوما میں رہو گے۔ نہ بول سکو گے' نہ حرکت کر سکو گے۔ جب خطرہ ٹل جائے گا اور میں حکم دوں گی تو تمہارے اندر سے تمام بے حسی ختم ہو جائے گی پھر تم بستر سے اٹھ جاؤ گے۔ چلنے پھرنے' دوڑنے اور ذہنی قلابازیاں کھانے لگو گے۔"

اس نے تنویمی عمل مکمل کیا پھر اس کے خوابیدہ دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ وہ رات کی تاریکی میں ویران سڑک پر تنہا جا رہی تھی۔ فرمان پر تنویمی عمل کرنے کے بعد مطمئن ہو رہی تھی۔ سب سے زیادہ اطمینان کی بات تو یہ تھی کہ بنت عمارہ انتہائی کمزوری کے

باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہی تھی۔ اب وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے فرمان کو اپنا معمول اور مطیع نہیں بنا سکتی تھی۔ اس بڑھیا کے پاس ایک ہی راستہ رہ گیا تھا وہ پراسرار علوم کے ذریعے اسے اپنا معمول بنا کر اپنی اہم بات منوا سکتی تھی۔

وہ کالے جادو کے زیر اثر آکر اعلیٰ بی بی کو ایک بچہ پیدا کرنے کے سلسلے میں راضی کر سکتا تھا۔ اعلیٰ بی بی نہ مانتی تو وہ اس پر جبر کر سکتا تھا۔ اکثر عورتیں جبر سے مان جاتی ہیں۔ وہ بھی اس کی بات مان سکتی تھی۔

وہ ویران راستے پر جا رہی تھی اور اپنے موجودہ حالات پر غور کر رہی تھی۔ اب اس کے سامنے دو بڑے چیلنج تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ میرا سراغ لگائے۔ اسے اس حد تک معلوم ہو گیا تھا کہ میں مشرق کی طرف ایشیا کے کسی ملک میں ہوں۔

فرنانڈس نے کہا تھا کہ وہ بنت عمارہ کی رہنمائی میں کالے جادو کے ذریعے اس نامعلوم رکاوٹ کو دور کرے گا جو کسی دوسرے جادوگر نے ان کے راستے میں حائل کی ہوئی ہے۔ وہ رکاوٹ دور ہوتے ہی صاف پتا چل جائے گا کہ میں کس ملک کے کس علاقے میں موجود ہوں۔

اعلیٰ بی بی اسی بات کی خنکر تھی کہ دوسرے دن بنت عمارہ اور فرنانڈس یہ کالا عمل کریں وہ اس نادیدہ رکاوٹ کو دور کریں پھر وہ ان کے خیالات پڑھ کر میرا پتا معلوم کر لے۔ اس کے آگے دوسرا بڑا چیلنج یہ تھا کہ وہ کس طرح بنت عمارہ اور فرنانڈس کی طلسمی قوتوں کو خاک میں ملا کر فرمان کو ان کے شکنجے سے رہائی دلوائے گی۔

○☆○

انیتا سکینہ بہت خوب تھی۔ سولہ برس کی چھوکری تھی اور اس سولہ برس کے پیچھے ایک سو دس برس کی بڑھیا چھپی ہوئی تھی۔ میں جزیرہ کلیانی کے ساحل پر تھا وہیں اس سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ پچھلی رات پوجا نے اپنی وچ ڈاکٹر دادی ماں عرف انیتا سکینہ کو یہ بتایا تھا کہ میں اس کی طرف مائل نہیں ہو رہا ہوں۔ اس محل کی ایک داسی ثمرن کا دیوانہ بن گیا ہوں۔

پوجا اور اس کی دادی ماں انیتا سکینہ کی پلاننگ یہ تھی کہ پوجا مجھے پہلے اپنا منگیتر اور پھر اپنا پتی دیو بنا کر رکھے۔ اس طرح میں اس کے جزیرے کا محافظ بن کر رہوں گا اور اس کے تحفظ کے لیے بھارتی فوج سے لڑتا رہوں گا۔ دوسرے لفظوں میں پوجا مجھے اپنا شوہر نہیں باڈی گارڈ بنا کر رکھنا چاہتی تھی۔

میں نے ثمرن کو پوجا پر ترجیح دے کر غلطی نہیں کی تھی۔ ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ پوجا خود غرض تھی۔ اس نے دادی ماں کے کالے علوم کے ذریعے مجھ سے میری پچھلی زندگی چھین لی تھی۔ مجھے اپنے لہو کے رشتوں سے دور کر دیا تھا۔ میں سب کو بھول چکا تھا کبھی کسی کو یاد کرنے اور پہچاننے کے قابل نہیں رہا تھا۔

اس کے برعکس ثمرن وفادار تھی۔ مجھے میری پچھلی زندگی یاد دلانا چاہتی تھی اس نے بڑی کوششوں کے بعد ٹینا کی ڈائری حاصل کی تھی۔ اس ڈائری میں میری اصلیت لکھی ہوئی تھی۔ میں نے ثمرن کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا تھا کہ اس ڈائری میں میرا نام لکھا ہوا ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ کس طرح مجھے ٹریپ کرنے کے بعد کالے عمل کے ذریعے میرا برین واش کر کے مجھے اس جزیرے پر پہنچایا گیا ہے۔

جب اس کی دادی ماں کو پتا چلا کہ میں اس کی پوتی کو چھوڑ کر ثمرن کا دیوانہ ہو گیا ہوں تو وہ اپنے حسن و شباب کا جادو جگانے کے لیے اس جزیرے میں میرے سامنے آ گئی۔ ساحل پر پہلی ملاقات میں ہی اس نے یہ جتلانے کی کوشش کی کہ وہ پوجا کی رازدار سہیلی ہے اور میں پوجا کا منگیتر ہونے کے باوجود اس کے ساتھ بھی چوری چھپے راتیں گزارتا رہا ہوں۔ وہ سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ میں پوجا اور ثمرن سے بھی زیادہ اس کا دیوانہ ہوں۔ حافظہ کمزور ہونے کے باعث اسے بھول رہا ہوں۔

وہ ہمارے ساتھ محل میں رہنے آئی تھی۔ میرے ساتھ آکر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ جس طرح اس نے میرا برین واش کیا تھا اس کے نتیجے میں میری یادداشت کبھی واپس نہ آتی۔ میں کبھی خود کو پہچان نہ پاتا لیکن بھلا ہو ثمرن کا، اس نے ایک ڈائری کے ذریعے کسی حد تک مجھ سے میری پہچان کرا دی تھی۔ میں گاڑی اسٹارٹ کر کے محل کی طرف جانے لگا۔ وہ اگلی سیٹ پر مجھ سے لگی اپنے بدن کی حرارت پہنچا رہی تھی۔ اس نے کہا "سیدھے محل میں نہ چلو۔ جزیرے کے چاروں طرف ساحلی سڑک پر چلتے رہو۔ بہت دنوں بعد ہماری ملاقات ہو رہی ہے۔ میں زیادہ سے زیادہ وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔"

میں ساحلی سڑک پر سست رفتار سے ڈرائیو کرنے لگا۔ میں نے کہا "مجھے یاد نہیں آ رہا ہے کہ میں نے پہلے کبھی تمہیں دیکھا ہے لیکن تم اس قدر بے تکلف ہو رہی ہو۔ جیسے برسوں کی پہچان ہو۔"

"تمہیں میری بات کا یقین نہیں آ رہا ہے۔ ہم اس قدر بے تکلف ہو چکے تھے کہ تم کئی راتیں میرے ساتھ گزارتے

رہے۔ جب تمہاری خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس آئیں گی اور تم میرے خیالات پڑھو گے تو میرے اندر کی سچی باتیں تمہیں معلوم ہوں گی۔ تم میرے اس قدر دیوانے ہو کہ تم نے پوجا کو چھوڑنے اور مجھ سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"تعجب ہے۔ میں اتنی ساری اہم باتیں بھول چکا ہوں۔ ویسے تم اس جزیرے میں کب تک رہو گی اور رہو گی تو کیا پھر وہی گڑبڑ کرو گی۔"

اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا "کیسی گڑبڑ؟"

"تمہارے بیان کے مطابق تم میرے ساتھ راتیں گزار چکی ہو۔ کیا یہاں بھی پوجا سے چھپ کر مجھ سے ملتی رہو گی؟"

وہ مسکرا کر بولی "پوجا سے چھپنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جب اسے یہ معلوم ہو گا کہ تم اس کے نہیں میرے دیوانے ہو تو پھر وہ تم سے دستبردار ہو جائے گی پھر میں تم سے شادی کروں گی اور محل میں تمہارے ساتھ رہا کروں گی۔"

"لیکن میں تم سے شادی نہیں کروں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "کیوں مذاق کرتے ہو؟"

"مذاق تو تم اور پوجا کر رہی ہو۔ تم دونوں میں سے کوئی ایک مجھے حاصل کرنا چاہتی ہو۔ تمہیں اس بات کی پروا نہیں ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔"

"تم بولو۔ کیا چاہتے ہو؟"

پوجا کو معلوم ہے اس محل میں ثمرن نامی ایک بہت ہی خوب صورت لڑکی ہے۔ میں اسے دل و جان سے چاہتا ہوں۔"

"چھی چھی۔ کتنے چھوٹے خیالات ہیں تمہارے۔ تم ایک محل کی مہارانی کو چھوڑ کر ایک داسی کو گلے لگا رہے ہو۔ ہماری عزت اور شان و شوکت کا تو خیال کرو۔"

"تمہاری اور پوجا کی عزت اور شان و شوکت اس طرح برقرار رہ سکتی ہے کہ میں ثمرن کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں۔"

وہ تڑپ کر بولی "کیا بکواس کر رہے ہو؟ اس کتیا کی وجہ سے ہمیں چھوڑ کر جاؤ گے۔ تم ہماری انسلٹ کر رہے ہو۔"

میں نے ایک جھٹکے سے گاڑی روک دی۔ اس کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرا گیا۔ وہ جھلا کر بولی "یو نان سنس! کیا میری جان لو گے؟"

میں اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ ڈیش بورڈ سے ٹکرانے کے باعث اس کی پیشانی زخمی ہو گئی تھی۔ لہو بہہ رہا تھا۔ میں نے ناگواری سے کہا "تم نے ابھی کس لہجے میں کہا ہے کہ بکواس نہ کرو؟ کیا میں تمہارے باپ کا نوکر ہوں؟"

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات ضیاء تبسم بلگرامی کے قلم سے

روشنی کے مینار

قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

ضیاء تبسم بلگرامی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ

عظمت کے مینار

قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ وہ فن پارے، جن کی آپ کو تلاش ہے۔

ایمان کا سفر

قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔

کچرا گھر

قیمت -/100 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو بے گیری کے لبادے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں۔

آدھا چہرہ

قیمت -/250 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

جرائم، جادو، شیطان، اوہام، ارواح، طلسم و مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں

کالی کہانیاں

قیمت -/30 روپے ڈاک خرچ -/23 روپے

مشہور چوکنگ بیلوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چراتا ہے

نک ویلوٹ کی چوریاں

دو حصے۔ قیمت فی حصہ -/50 روپے ڈاک خرچ -/23 روپے

-/200 روپے کی کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

یہ سہولت پیشگی منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی حاصل ہو گی

کتابیات پبلی کیشنز
دھلمان سینٹر، گلشن اقبال، آگرہ تاج ہوٹل کے سامنے
فون: 6802551 فیکس: 6802662-6898313
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ بولی "سوری۔ تم ایک داسی کو ہم پر ترجیح دے رہے ہو۔ اس لیے مجھے غصہ آگیا تھا۔"

وہ اپنے بیگ میں سے ایک ٹشو پیپر نکال کر پیشانی سے بہتے ہوئے لہو کو پونچھنے لگی۔ میں نے حیرانی سے دیکھا۔ اس کی پیشانی پر جہاں زخم آیا تھا وہ زخم بھر گیا تھا۔ وہ ایسے مٹ گیا تھا جیسے وہاں کبھی چوٹ ہی نہ لگی ہو۔ اس نے ایک بے بی مرر میں اپنے چہرے کو دیکھتے ہوئے لہو کو پونچھ لیا تھا۔ چہرہ اور پیشانی پہلے کی طرح صاف و شفاف ہوگئی تھی۔ میں نے کہا "ابھی تمہیں چوٹ لگی تھی۔ پیشانی پر زخم کا نشان تھا۔ اب نظر نہیں آرہا ہے۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "تمہارا حافظہ بہت ہی کمزور ہوگیا ہے۔ تم سب کچھ بھول گئے ہو۔ یہ بھی یاد نہیں ہے کہ میں پیدائشی طور پر ایک غیر معمولی لڑکی ہوں۔ میرے جسم پر کہیں بھی چوٹ لگے تو وہ زخم چند سیکنڈ میں بھر جاتا ہے۔"

وہ مجھ سے چھپا رہی تھی۔ یہ نہیں بتانا چاہتی تھی کہ اسے کالے جادو میں مہارت حاصل ہے۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "تمہارے اندر اور کون سی غیر معمولی صلاحیت ہے؟"

"میری ایک عادت ہے۔ میں اپنے کسی بھی مخالف کو برداشت نہیں کرتی۔ میری بددعا میں بڑی تاثیر ہے۔ جب میں اس کے خلاف پرارتھنا کرتی ہوں تو وہ مصیبتوں میں مبتلا ہوجاتا ہے اور تڑپ تڑپ کر مرجاتا ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں تم سے محبت کروں۔ تمہاری محبت کی مخالفت نہ کروں اگر تمہاری مخالفت مول لے کر ثمرن سے پیار کرتا رہوں گا تو تمہاری بددعا مجھے مار ڈالے گی۔ صاف کیوں نہیں کہتیں کہ تم کالا جادو جانتی ہو۔"

"چلو یہی سمجھ لو اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ میرے کالے جادو سے تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔ البتہ ثمرن زندہ نہیں رہے گی۔"

میں نے گاڑی کی رفتار سست کردی۔ سوچ میں پڑ گیا۔ میری وجہ سے کسی وقت بھی ثمرن کی جان جاسکتی تھی۔ میں نے کہا "کیا ہمارے درمیان سمجھوتا نہیں ہوسکتا؟ مجھ سے عشق و محبت کا ناٹک نہ کرو۔ صاف صاف بولو میری ذات سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتی ہو اور میں صاف صاف کہتا ہوں کہ ثمرن محفوظ رہے گی تو تم اور پوجا میری ذات سے فائدہ اٹھا سکو گی۔ اگر اسے نقصان پہنچے گا تو پھر سمجھ لو میں اس پورے جزیرے کو سمندر میں ڈبو کر رکھ دوں گا۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا پھر کہا "میں چاہتی ہوں۔ تم ہمارے بن کر رہو اور اس جزیرے سے کہیں نہ جاؤ۔"

"اگر ثمرن میرے ساتھ زندہ سلامت رہے گی تو میں اس جزیرے میں رہوں گا۔ ورنہ یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تمہارا کالا جادو بھی مجھے روک نہیں سکے گا۔"

"تم اس جزیرے کی سلامتی کے لیے انڈین آرمی سے لڑتے رہو گے تو ثمرن کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"کیا اس بات کی ضمانت دو گی کہ ثمرن کو کوئی حادثہ پیش نہیں آئے گا۔ وہ اچانک کسی بیماری سے نہیں مرے گی؟"

"میں یہ ضمانت کیسے دے سکتی ہوں؟ ثمرن کو، پوجا کو، مجھ کو کہیں بھی کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اچانک کوئی بیماری لگ سکتی ہے۔ یہ تو قدرتی معاملات ہیں۔"

"کالا جادو جاننے والوں کی سب سے بڑی شیطانیت یہ ہوتی ہے کہ وہ قدرتی معاملات میں مداخلت کرتے ہیں۔ میں نادان نہیں ہوں۔ تم درپردہ اپنے کسی کالے عمل سے ثمرن کو بیمار بنا سکتی ہو۔ اسے اندر ہی اندر اذیتوں میں مبتلا کرکے مار سکتی ہو۔"

"شبہ کرو گے تو سمجھوتا نہیں ہوسکے گا۔ ہمیں ایک دوسرے پر بھروسا کرنا ہی ہوگا۔ مجھ پر بھروسا کرو میں ثمرن کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

میں نے ایک گھاٹ کے قریب گاڑی روک لی۔ وہاں ساحل پر کئی موٹر بوٹس تھیں۔ اس نے پوچھا "گاڑی کیوں روک دی؟"

میں نے کہا "میں سمندر کی سیر کرنے کے لیے یہاں آیا تھا۔ ارادہ تھا ایک موٹر بوٹ میں دور تک جاؤں گا تمہیں دیکھ کر اپنا ارادہ بھول گیا تھا۔ تم بولو۔ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میرے ساتھ سمندر کی سیر کرو گی؟"

وہ مسکرا کر بولی "تمہارے ساتھ تو میں جہنم کی بھی سیر کرسکتی ہوں۔"

ہم گاڑی سے اتر کر ایک موٹر بوٹ کے پاس آئے۔ ساحل پر کھڑے ہوئے ملاح اور بوٹ ڈرائیور ہمیں دیکھ کر سلام کرنے لگے۔ وہ سب پوجا کے ملازم تھے۔ میں نے ایک ڈرائیور سے کہا "ہم اس بوٹ پر سمندر میں جائیں گے۔ تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

وہ میرے ساتھ بوٹ پر سوار ہوگیا۔ میں نے انجن اسٹارٹ کیا پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا کھلے سمندر کی طرف

جانے لگا۔ وہ بولی "تم اپنی پچھلی زندگی بھول گئے ہو لیکن تمہیں اپنی تمام صلاحیتیں یاد ہیں۔ تم یہ موٹر بوٹ تو کیا ہیلی کاپٹر اور ہوائی جہاز بھی اڑا سکتے ہو۔"

میں اس سے باتوں کے دوران میں اس کے خیالات بھی پڑھتا جارہا تھا۔ وہ اور پوجا پرانی سوچ کی لوگوں کو محسوس نہیں کرتی تھیں۔ اس کے باوجود اس دادی ماں نے اپنے اور پوجا کے چور خیالات کے خانوں کو مقفل کردیا تھا اور اپنے دماغوں پر یہ ہدایات نقش کردی تھیں کہ میں کسی روک ٹوک کے بغیر ان کے دماغوں میں آکر ان کے عام خیالات پڑھ سکوں گا۔ جو خاص اور خفیہ خیالات ہوں گے وہ ان کے دماغوں کے چور خانوں میں محفوظ رہیں گے۔

اس کے موجودہ عام خیالات بتا رہے تھے کہ وہ فی الحال مجھ سے سمجھوتا کررہی ہے لیکن ایک داسی ان کے غرور اور ان کی برتری کو ٹھیس پہنچا رہی ہے۔ وہ یہ توہین برداشت کررہی تھی اور خود نہیں جانتی تھی کہ کب تک برداشت کرپائے گی۔ ارادے بدل سکتے تھے۔

اس نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ کیا میرے بارے میں کچھ سوچ رہے ہو؟"

"ہاں۔ دادی ماں! تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولی "تم مجھے دادی ماں کہہ رہے ہو؟"

"ہاں تم دادی اور پوتی خود کو بہت چالاک سمجھتی ہو۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "کیا تم ہمارا رشتہ بھی جانتے ہو؟ کیا تمہاری دماغی کمزوری دور ہوگئی ہے؟ کیا تمہاری یادداشت واپس آگئی ہے؟"

"تم اپنے چور خیالات کے خانوں کو لاک کرکے یہ سمجھ رہی تھیں کہ تمہاری حقیقت مجھ سے چھپی رہے گی۔ مجھے کسی حد تک معلوم ہوا ہے کہ تم کالے جادو میں خطرناک حد تک مہارت رکھتی ہو۔ دنیا میں بڑے بڑے شہ زور گزرے ہیں لیکن وہ اپنی تمام شہ زوری اور تمام مہارت کے ساتھ مٹی میں مل گئے۔ تم بھی اپنے تمام کالے جادو کے ساتھ سمندر میں غرق ہوجاؤ۔"

وہ سہم کر بولی "نہیں۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے گہرے سمندر میں لاکر دھوکا دے رہے ہو۔ میں ابھی اپنے منتروں سے تمہیں جلا کر بھسم کردوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ کوئی منتر پڑھنے لگی۔ میں نے اس کی گردن دبوچ لی پھر گلا دبایا تو وہ منتر پڑھنے کے قابل نہ رہی۔ کالا جادو جاننے والے ایسے وقت مجبور ہوجاتے ہیں۔ جب انہیں فوری ضرورت کے وقت منتر پڑھنے کا موقع نہیں ملتا۔ اسے بھی یہ موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ خود کو میری گرفت سے چھڑانے کی کوششیں کررہی تھی۔ میں نے اسے زیادہ جدوجہد کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھالیا۔ وہ چیخنے لگی "چھوڑو مجھے چھوڑ دو۔ فرہاد! تم بہت پچھتاؤ گے۔"

میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر اپنے سر سے بلند کیا پھر کہا "میں تو بعد میں پچھتاؤں گا۔ ابھی تم سمندر میں جاؤ۔"

یہ کہتے ہی میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا۔ موٹر بوٹ کو واپسی کے لیے موڑ لیا۔ وہ پانی میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھی کبھی ڈوب رہی تھی کبھی ابھر رہی تھی۔ میں تیز رفتار موٹر بوٹ میں اس سے دور ہوتا چلا گیا۔ آخری بار میں نے اسے ڈوبتے دیکھا پھر وہ ابھر نہ سکی۔

میں ساحل پر واپس آگیا۔ وہاں دوسرے بوٹس مین اور ساحل پر کام کرنے والے دوسرے لوگوں نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں ایک حسین لڑکی کے ساتھ کھلے سمندر میں گیا تھا اور اب تنہا واپس آیا تھا۔ ان سب کی نظروں میں یہی سوال تھا کہ وہ حسینہ کہاں چلی گئی؟

میں پوجا کے حوالے سے اس جزیرے کا مالک تھا۔ ان سب کا آقا تھا۔ ان کا ان داتا تھا۔ اس لیے وہ مجھ سے کچھ پوچھ نہیں سکتے تھے اور پوچھنا ضروری بھی نہیں تھا۔ صاف سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ میں اسے سمندر میں پھینک آیا ہوں۔

وہاں میری گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس گاڑی میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا محل کی طرف جانے لگا۔ میں اپنی داستان میں ایسے واقعات بھی پیش کرتا رہتا ہوں۔ جو میری غیر موجودگی میں سیکڑوں ہزاروں میل دور رونما ہوتے رہتے ہیں اور یہ واقعات میری بیٹی، بیٹوں اور سونیا کو پیش آتے رہتے ہیں۔ ان واقعات کا علم مجھے بعد میں ہوتا ہے لیکن میں داستان گوئی میں حسن ترتیب کا خیال رکھتے ہوئے اپنے خیالات کے ساتھ ان واقعات کو بیان کرتا رہتا ہوں۔

اس وقت بھی میں نہیں جانتا تھا کہ ساحل پر واپس آنے کے بعد میرے پیچھے سمندر میں کیا ہو رہا ہے؟

میں اسے ڈبو چکا تھا۔ سمندر رشانت تھا لیکن وہ شانت نہیں تھی۔ ہزاروں فٹ گہرے پانی سے وہ آہستہ آہستہ ابھرنے لگی۔ پانی کی سطح پر گردن تک باہر نکل آئی۔ وہ ڈوبتے وقت سولہ برس کی حسین دوشیزہ تھی۔ وہاں سے ابھرتے وقت ایک سو دس برس کی خبیث بڑھیا دکھائی دے رہی تھی۔

◆◆◆

سونیا میری تلاش میں نکل چکی تھی۔

وہ مجھے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تلاش کرنے کا عزم کرچکی تھی۔ جناب تیمرزی نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ جب وہ مجھے تلاش کرتی ہوئی مجھ سے ایک ہزار کلومیٹر کے فاصلے تک پہنچ جائے گی تو اس کے سونگھنے کی غیر معمولی حس بیدار ہوجائے گی۔ وہ میرے جسم کی مخصوص مہک کو سونگھتی ہوئی مجھ تک پہنچ جائے گی۔

دنیا کے ایک سرے پر امریکا ہے' دوسرے سرے پر جاپان' اس نے پلاننگ کی کہ وہ مجھے امریکا سے ڈھونڈنا شروع کرے گی۔ وہاں سے تمام ممالک کے دشوار گزار علاقوں میں جاتی رہے گی۔ اس طرح دنیا کے دوسرے سرے جاپان تک پہنچ جائے گی۔ کسی نہ کسی علاقے میں میری مخصوص مہک اسے ضرور ملے گی۔

پہلے وہ انتہائی شمال میں گرین لینڈ گئی تھی۔ وہاں سال کے بارہ مہینے برف جمی رہتی ہے۔ درخت اور مکانوں پر بھی برف چھائی رہتی ہے۔ دروازوں کے سامنے بیلچوں سے برف ہٹا کر اندر جانے کا راستہ بنایا جاتا ہے۔ وہاں انسانی آبادی کم ہے۔ سونیا نے انتہائی شمال میں پرنس کرسچین لینڈ سے جنوب میں کنگ فریڈرک لینڈ تک مجھے تلاش کیا۔ ہر شہر اور علاقے میں کہیں ایک دن اور کہیں دو چار گھنٹے رہ کر مغرب میں پھیلے ہوئے بے شمار جزیروں میں گھومتی پھرتی رہی۔ سردی ایسی شدید تھی کہ وہ ہوٹل اور گیسٹ ہاؤس میں باہر سے آتی تو اس کے اونی اور چرمی لباس پر برف جمی رہتی تھی۔ وہ بدترین موسم سے لڑتی ہوئی مجھے ڈھونڈ رہی تھی۔

ان برفانی علاقوں میں آئی بینک' کڈنی بینک تقریباً ہر بڑے جزیرے میں ہیں۔ وہاں کی ٹھنڈک میں عطیے کے طور پر حاصل ہونے والی آنکھیں اور گردے کئی گھنٹوں تک محفوظ رہتے ہیں۔ وہاں سے امریکا کی تمام ریاستوں میں یہ عطیات ضرورت مندوں تک پہنچائے جاتے ہیں۔

وکٹوریہ آئی لینڈ پہنچنے کے بعد سونیا کو زکام ہوگیا۔ اس نے بہت عرصے کے بعد برفانی علاقوں میں دن رات گزارے تھے۔ اس لیے کچھ علیل ہوگئی۔ علاج کے لیے ایک اسپتال میں آئی۔ وہاں کے سینئر ڈاکٹر لارسن نے اس کا معائنہ کرتے ہوئے کہا "تم بہت ہی خوب صورت اور اسمارٹ ہو۔ تمہاری عمر کیا ہوگی؟"

وہ مسکرا کر بولی "عورتوں سے ان کی عمر نہیں پوچھنا چاہیے۔ ویسے میں کئی جوان بچوں کی ماں ہوں۔"

"مذاق کررہی ہو۔ کوئی یقین نہیں کرے گا کہ تم شادی شدہ ہو۔"

"میں کسی کو یقین دلانا بھی نہیں چاہتی۔"

"اگر تم کئی بچوں کی ماں ہو تو تمہاری صحت حیرت انگیز ہے۔ کیا تم عینک لگاتی ہو؟ تمہاری دور کی نظر کیسی ہے؟"

"تم دیکھ رہے ہو' میری آنکھوں پر عینک نہیں ہے۔ میں نیم تاریکی میں بھی دور تک اپنوں اور غیروں کو پہچان لیتی ہوں۔"

"تمہاری قریب کی نظر کیسی ہے؟ کیا پڑھتے لکھتے وقت عینک لگاتی ہو؟"

"میں صرف زکام کے لیے دوا لینے آئی ہوں اور تم سوالات کررہے ہو' جیسے مجھے کوئی تشویش ناک خفیہ بیماری ہو۔ ویسے میری قریب کی نظر بھی اتنی تیز ہے کہ میں تمہاری مونچھوں میں ایک تنکا دیکھ رہی ہوں۔"

"آئیں۔۔۔؟"

اس نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ رکھا پھر دو انگلیوں سے انہیں ٹٹولنے لگا۔ سونیا نے ایک انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا "ادھر نہیں۔ ادھر۔ ہاں۔ ذرا نیچے۔ چور کی داڑھی میں تنکا ہوتا ہے' مگر وہ تمہاری مونچھوں میں ہے۔"

وہ تنکا مونچھوں سے نکل آیا۔ وہ حیرانی سے بولا "واقعی تمہاری نظریں بہت تیز ہیں۔"

"تمہیں میری آنکھوں سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟"

"میرے اسپتال میں آئی بینک ہے۔ جن لوگوں کی ہر پہلو سے درست ہوتی ہے۔ میں انہیں ہدایات دیتا رہتا ہوں کہ انہیں اپنی آنکھوں کا عطیہ دینا چاہیے۔ یہاں باقاعدہ قانونی طور پر تحریری وصیت لکھائی جاتی ہے۔ موت کے بعد یہ آنکھیں نکال کر کسی ضرورت مند کو دی جاسکتی ہیں۔"

"میں اپنا دل' اپنی آنکھیں اور اپنے گردے پہلے ہی ایک اسپتال میں ڈونیٹ کرچکی ہوں۔ میری موت کے بعد میرے جسم سے یہ سب نکال کر ضرورت مندوں کو دے دیے جائیں گے۔"

"تم بہت دل والی ہو' انسان دوست ہو۔ میں بہت سے برموں سے ہوں۔ تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں فرانس کی رہنے والی ہوں۔ ایک ساتھی کی تلاش میں نکلی ہوں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اسے تلاش کرنے کا عزم ہے۔"

"پھر تو وہ ساتھی بہت ہی خوش نصیب ہے۔ تمہارے جیسی حسینہ اس کی تلاش میں بھٹک رہی ہے۔ کیا یہاں بھی تنہا ہو؟"

"ہاں۔ ہوٹل کارلوس میں ہوں۔ آج طبیعت سنبھل جائے گی تو کل کسی فلائٹ سے الاسکا چلی جاؤں گی۔"

ڈاکٹر نے اسے نسخہ لکھ کر دیتے ہوئے کہا "جانے سے پہلے کیا ایک شام میرے ساتھ گزارو گی؟"

"میں اس جزیرے کی سیر کرنا چاہتی ہوں۔ ہوسکتا ہے' میرا ساتھی یہیں کہیں مل جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ آج شام پانچ بجے ہوٹل میں آؤں گا۔ تمہیں اپنی کار میں لے چلوں گا۔ تم چاہو گی تو ہم ایک حسین رات بھی گزار لیں گے۔"

"سوری! میرے بارے میں اتنی دور تک نہ سوچو۔ ڈنر کے بعد تم گھر جاؤ گے۔"

وہ اسپتال سے باہر آئی پھر ٹیکسی میں بیٹھ اپنے ہوٹل پہنچ گئی۔ وہ جزیرہ ایک ہزار کلومیٹر کے رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔ جناب تیمرزی نے اس سے کہا تھا کہ میں کہیں ایک ہزار میل کے رقبے میں رہوں گا تو وہ میری بو سونگھ لے گی۔ ایسے ہی وقت اس کے سونگھنے کی حس بیدار ہوجائے گی۔

اس جزیرے میں پہنچنے کے بعد اسے معلوم ہوگیا کہ میں وہاں نہیں ہوں پھر بھی وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جزیرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گئی تھی۔ ایک گھنٹے کے اندر یقین ہوگیا کہ میں وہاں نہیں ہوں۔

اس نے اسی وقت ائرپورٹ آکر الاسکا جانے کے لیے معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کل صبح سے پہلے کوئی فلائٹ نہیں ہے۔ اس نے اس فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کرلی تھی۔ اب اسے کل صبح کا انتظار تھا۔ اسے وہ رات جزیرے میں گزارنی تھی۔

وہ ہوٹل میں آکر چوتھے فلور پر جانے کے لیے لفٹ کے اندر آئی۔ وہاں ایک عورت پہلے سے موجود تھی۔ اس کی حالت سے عیاں تھا کہ اس کے یہاں آج کل میں ولادت ہونے والی تھی۔ چوتھے فلور پر پہنچنے تک سونیا نے اسے توجہ سے دیکھا۔ وہ بہت خوب صورت تھی۔ مکمل عورت نہیں لگ رہی تھی۔ بیس بائیس برس کی لڑکی دکھائی دیتی تھی۔ کسی نے وقت سے پہلے اسے ماں بنا دیا تھا۔

لفٹ چوتھے فلور پر رک گئی' دروازہ کھل گیا۔ وہ باہر جاتے جاتے لڑکھڑا گئی۔ سونیا نے اسے تھام لیا۔ اسے لفٹ سے باہر لاتے ہوئے بولی "کس روم میں جاؤ گی؟"

اس نے کمزور سی آواز میں کہا "فورز یرو ایٹ۔"

"اوہ۔ تم میرے ساتھ والے کمرے میں ہو۔ میں فور زیرو نائن میں ہوں۔"

وہ اسے سہارا دے کر کمرے تک لائی۔ اس نے کہا "شکریہ! اب میں چلی جاؤں گی۔"

سونیا نے اس کے ہاتھ سے چابی لے کر کہا "تکلف نہ کرو۔ میں تمہیں بیڈ پر لٹاؤں گی۔ تمہارے آرام کا خیال کروں گی پھر جاؤں گی۔ میری کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔"

وہ دروازہ کھول کر اس کے ساتھ اندر آئی پھر پوچھا "کیا تم اکیلی ہو؟"

وہ تھکے ہوئے انداز میں بیڈ کے سرے پر بیٹھ کر بولی "ہاں۔ اکیلی ہوگئی ہوں۔"

"تمہارا شوہر کہاں ہے؟"

"الاسکا میں ہے۔ میں کل صبح کی فلائٹ سے جارہی ہوں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "پھر تو الاسکا تک ہمارا ساتھ رہے گا۔ میں بھی اسی فلائٹ سے جانے والی ہوں۔" پھر اس کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں پوچھا "ویسے تمہارے ہاں ولادت کب تک متوقع ہے۔ ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟"

"ڈاکٹر کہتے ہیں کہ میں ایک ہفتے تک ماں بن جاؤں گی۔"

"تمہیں تکلیف سے زیادہ پریشانی ہے بلکہ تم خوف زدہ ہو۔"

اس نے چونک کر سونیا کو دیکھا پھر ہچکچاتے ہوئے بولی "نہیں۔۔۔ میں۔۔۔ میں خوف زدہ تو نہیں ہوں۔ مجھے بھلا کس کا ڈر ہوگا؟ میں تو خوش ہوں۔ کل ڈیڑھ گھنٹے کی پرواز کے بعد اپنے خاوند کے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

سونیا نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ انسانی چہرے پڑھنا جانتی تھی۔ اس نے پوچھا "تمہارا خاوند تمہیں یہاں تنہا چھوڑ کر کیوں گیا ہے؟"

"اسے وہاں نئی ملازمت ملی ہے۔ وہ ایک کرائے کا مکان حاصل کرنے کے بعد مجھے بلا رہا ہے۔ کل میں جاتے ہی اس کے گلے لگ جاؤں گی۔"

عورت جب اپنے مرد سے گلے لگنے کی بات کرتی ہے تو خوشی سے کھل جاتی ہے۔ اس کے چہرے پر خوشی نہیں تھی۔ آنکھوں سے خوف جھلک رہا تھا۔ سونیا نے کہا "سردی زیادہ ہے۔ کافی پینا چاہو گی؟"

"نہیں۔ شکریہ' اب میں آرام سے سوجاؤں گی۔ تم بھی آرام کرو۔"

وہ سونیا کو ٹالنا چاہتی تھی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ اٹھنا چاہتی تھی۔ سونیا نے کہا "بیٹھی رہو۔ میں فون یہیں لے آتی ہوں۔"

وہ فون اٹھا کر اس کے پاس لائی۔ اس نے ریسیور اٹھایا اور کان سے لگا کر کہا "ہیلو' میں بول رہی ہوں۔"

اس نے دوسری طرف کی بات سنی پھر کہا "مسٹر فو! میں نے آپ کو آواز سے پہچان لیا ہے۔ کیا آپ مجھے نہیں پہچان سکتے۔ میں ہوں ریزا شون۔"

وہ چپ ہوئی۔ دوسری طرف کی باتیں سنتی رہی پھر بولی "میں مجبور تھی۔ پچھلی رات کی فلائٹ میں سیٹ نہیں ملی۔ میں کل صبح کی فلائٹ سے آرہی ہوں۔ کل دن کے گیارہ بجے تک ہاٹ اسپرنگ ائرپورٹ پہنچوں گی۔"

وہ پھر چپ ہو کر سننے لگی۔ سامنے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ سونیا نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ کب چلی گئی تھی' اسے پتا ہی نہ چلا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا "آپ اپنے ہی کام کی باتیں کیے جارہے ہیں۔ پلیز خاموش ہو جائیں۔ برجر مائیک کو فون دیں۔ میں اس کی آواز سننا چاہتی ہوں۔"

وہ ایک ذرا چپ ہو کر بولی "میں صرف ایک ہی بات جانتی ہوں۔ اگر برجر سے میری بات نہیں کرائی جائے گی تو پھر میں ڈیلوری کے لیے وہاں نہیں آؤں گی۔"

اس سے کچھ کہا گیا۔ وہ غصے سے بولی "مجھے دھمکی نہ دو۔ برجر زندہ سلامت نہ رہا تو میں یہاں اپنی جان دے دوں گی۔ وہاں نہیں آؤں گی۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر وہ خوش ہو کر بولی "برجر! مائی ڈارلنگ! تم خیریت سے ہو؟"

وہ اس سے باتیں کر کے خوش ہو رہی تھی اور کہہ رہی تھی "تم فکر نہ کرو۔ جب میں ان کا مطالبہ پورا کردوں گی تو وہ تمہیں رہا کردیں گے۔"

وہ برجر کی باتیں سن کر بولی "مجھے بھی مسٹر فو پر بھروسا نہیں ہے۔ میں پہلے اس سے اپنی شرائط منواؤں گی۔ اسے فون دو۔"

وہ چند سیکنڈ کے بعد بولی "مسٹر فو! آپ برجر کو کل ائرپورٹ ساتھ لائیں گے۔ وہاں اس کی رہائی کے بغیر میں ڈیلوری نہیں دوں گی۔"

وہ مسٹر فو کی باتیں سننے کے بعد بولی "دھوکا میں نہیں' آپ دے سکتے ہیں۔ لہٰذا کسی شک و شبے کے بغیر لین دین ہونا چاہیے۔ وہاں ائرپورٹ کے باہر برجر آپ کی گاڑی میں بیٹھا رہے گا۔ میں اسی گاڑی کے اندر آکر آپ کا مال آپ کو دے کر برجر کے ساتھ کسی ٹیکسی میں چلی جاؤں گی۔"

وہ ذرا چپ ہونے کے بعد بولی "سوری۔ میں اور کوئی بات نہیں مانوں گی۔ بالکل صاف ستھرا لین دین ہوگا۔ میرے مطالبے پر غور کرو پھر مجھے فون کرو۔ میرا مطالبہ قابلِ قبول ہوگا تو کل آؤں گی۔ ورنہ مال خاک میں ملا دوں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پریشان ہو کر کچھ سوچنے لگی پھر چونک کر سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔ زیرِ لب بڑبڑائی "وہ کہاں چلی گئی؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس آئی۔ وہ بند تھا۔ اس نے خود کو سمجھایا "وہ جا چکی ہے۔ تھینکس گاڈ' اس نے یہ باتیں نہیں سنیں۔"

وہ دروازے سے پلٹ کر بیڈ کے پاس آئی پھر ٹھٹک گئی۔ سونیا بیڈ کے پیچھے کھڑی مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی "کہاوت ہے کہ دائی سے پیٹ نہیں چھپتا۔ کیا اب بھی چھپا گی؟ یقین کرو' مجھے راز دار بناؤ گی تو تمہارا برجر نہیں سلامت ملے گا۔ میں یہ پیش گوئی کردوں کہ وہ دشمن مال ڈیلوری لیتے ہی تم دونوں کو ہلاک کردے گا۔"

وہ پریشان ہو کر اس کا منہ تکنے لگی۔ اس نے کہا "بھروسا نہ کرو۔ مجھے راز دار نہ بناؤ' تب بھی میں بہت کچھ معلوم کر چکی ہوں۔ برجر مائیک تمہارا شوہر ہے مسٹر فو قیدی بنا کر تم سے کوئی اہم چیز اسمگل کرا رہا ہے۔ کیا درست ہے؟"

ریزا نے جواب نہیں دیا۔ سر جھکا لیا۔ سونیا نے کہا "صرف ایک سوال کا جواب دو۔ اس کے بعد کچھ اور نہیں پوچھوں گی۔"

اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "تم ان کے لیے کون سی اہم چیز چھپا کر لے جارہی ہو؟"

اس کا سر جھکا ہی رہا۔ نہ اس نے سر اٹھایا' نہ کوئی جواب دیا۔ وہ بولی "کوئی بات نہیں' کل میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ ہاٹ اسپرنگ ائرپورٹ میں دیکھوں گی کہ تم کے ساتھ کیا لین دین کررہی ہو۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے تک گئی۔ وہاں پلٹ کر بولی "خدا سے اپنی جان کی امان چاہو۔ وہ تمہارے برجر کے ساتھ تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اپنی سہی' اپنے بچے کی تو سلامتی چاہو۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ ساتھ والا کمرا اس کا کمرے کے اندر آئی۔ بہت دنوں سے کوئی ہائی جیک پیدا کرنے کا معاملہ پیش نہیں آیا تھا۔ اب ریزا اور برجر کا معاملہ

ہیڈ کرنے والا تھا۔ ریزا کسی مسٹر فو پر بھروسا کر کے غلطی کررہی تھی۔ وہ کوئی اہم چیز ان کے حوالے کرنے والی تھی اور مسٹر فو اس اہم چیز کو خفیہ رکھنے کے لیے اسے اور برجر کو موت کی نیند سلا سکتا تھا۔

دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے مردانہ آواز سنائی دی "روم سروس۔"

ہوٹل کا ملازم آیا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا۔ باہر سے دروازے پر لات پڑی۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے چلی گئی۔ تین بیٹے کے قفص اندر آئے۔ ایک نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ دوسرے نے کہا "ہم دوستی کرنے آئے ہیں۔ ہماری بات مان لوگی تو دوستی ہو جائے گی۔ ورنہ دشمنی کے قابل بھی نہیں رہو گی۔"

"کیا بات نہ ماننے سے گولی مار دو گے؟"

ایک نے چاقو نکال کر کھٹاک کی آواز کے ساتھ اسے کھولا پھر کہا "ہم شور مچانے والا ہتھیار نہیں رکھتے۔ یہ تمہارے چیخنے سے پہلے گلا کاٹ دے گا۔ آواز بھی نہیں نکل سکے گی۔"

وہ اس کے پیچھے تھے۔ ایک سامنے تھا۔ وہ بولی "مجھے بھی چیخنا چلانا پسند نہیں ہے۔ یہ بتاؤ' مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

ایک نے تہ کیے ہوئے کاغذات جیب سے نکال کر کہا "ان کاغذات کو پڑھے بغیر ان پر دستخط کردو۔ کوئی سوال نہ کرو۔ ہم تمہارے دستخط اور انگوٹھے کے نشانات لے کر چلے جائیں گے۔"

"میں یہاں اجنبی ہوں۔ فرانس سے آئی ہوں۔ یہاں میرا کسی سے کوئی لین دین نہیں ہے پھر یہ کیسا معاہدہ ہے جس پر مجھے دستخط کرنے ہوں گے؟"

"ہم کہہ چکے ہیں تم کوئی سوال نہیں کرو گی۔ دستخط کرنے سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا البتہ فائدہ پہنچے گا۔ ہم تمہیں زندہ سلامت چھوڑ کر جائیں گے۔"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا "آخر تم لوگوں کو مجھ سے دشمنی کیا ہے؟ مجھے ان کاغذات کو پڑھنے تو دو۔"

ایک نے پیچھے سے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر زور کا جھٹکا دیا پھر کہا "اب اگر بکواس کی اور دستخط نہ کیے تو تیرے گلے پر چاقو چل جائے گا۔"

اس نے شیرنی کے بالوں کو جھٹکا دیا تھا۔ ایک دم سے پیچھے زلزلہ آگیا۔ اس نے سامنے والے شخص کے پیٹ سے نیچے زوردار لات ماری۔ وہ ایک دم سے تڑپ گیا ہاتھ سے چاقو چھوٹ گیا۔ پیچھے والے شخص کی پسلیوں پر ایک ہاتھ کی کہنی لگی۔ تیسرا شخص اس کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تھا اس کے منہ پر گھونسا پڑا پھر اس نے لپک کر فرش پر پڑے ہوئے چاقو کو اٹھا لیا۔ وہ تینوں مار کھانے کے بعد سنبھل رہے تھے۔ اس نے چاقو کا ہاتھ چلایا۔ وہ چاقو ایک کے چہرے کو کان سے لے کر ناک تک کاٹتا چلا گیا۔

اس نے گھوم کر چاقو کا دوسرا ہاتھ چلایا۔ دوسرے کے سینے سے قمیص پھٹتی چلی گئی۔ لہو کی دھار بہتی چلی گئی۔ تیسرا آدمی اپنے بچاؤ کی کوشش میں پیچھے ہٹ رہا تھا۔ سونیا نے اچھل کر ایک فلائنگ کک ماری۔ وہ لات کھانے کے بعد پیچھے دیوار سے ٹکرا کر واپس آیا تو چاقو اس کے پیٹ پر لہو کی دھار بناتا چلا گیا۔

یہ سب کچھ صرف ایک منٹ کے اندر ہوا۔ ان تینوں پر ایک منٹ میں قیامت آکر گزر گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک عورت اتنی خطرناک فائٹر ہوگی۔ انہیں یوں لگا جیسے چشمِ زدن میں ایک بجلی آسمان سے کوندی ان پر لپکی اور انہیں ناکارہ بنا کر گزر گئی۔ وہ تینوں فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے کوئی اٹھ رہا تھا اور کوئی رینگتا ہوا دروازے کی طرف جارہا تھا۔

وہ اچھل کر دروازے کے پاس آگئی اور رکاوٹ بن کر کھڑی ہوگئی پھر ایک ہاتھ میں پکڑے ہوئے چاقو کو لہراتے ہوئے بولی "اپنی ماں کو چھوڑ کر کہاں جارہے ہو؟ کن کاغذات پر دستخط کروا رہے ہو؟ انہیں پڑھ کر سناؤ۔"

وہ تینوں قریب آرہے تھے۔ جس کے چہرے پر زخم آیا تھا۔ اس نے سونیا کو غافل سمجھ کر اس پر چھلانگ لگائی مگر لات کھا کر واپس چلا گیا۔ اس نے پھر چاقو والا ہاتھ چلایا۔ دوسرے کے بازو پر لہو کی لکیر بن گئی۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا پیچھے چلا گیا اور تیسرا تو پیچھے ہی تھا۔ اسے اپنی سلامتی عزیز تھی وہ آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ وہ بڑی سفاکی سے بولی "ابھی تو میں زخمی کررہی ہوں۔ اب اگر میری بات پر عمل نہ کیا تو پھر تم تینوں کی لاشیں ہی باہر جائیں گی۔ کم آن۔ ان کاغذات کو پڑھ کر سناؤ۔"

تیسرے نے فرش پر پڑے ہوئے کاغذات کو اٹھایا پھر اٹک اٹک کر پڑھنا شروع کیا۔ وہ اسی اسپتال کے مطبوعہ فارم تھے۔ جو لوگ اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں گردوں اور دل کا عطیہ دینا چاہتے تھے۔ وہ اس فارم کو اپنے مکمل نام اور پتے کے ساتھ پُر کرتے تھے۔ اس وصیت پر دستخط کرتے تھے کہ ان کی موت کے بعد دل' ان کے گردے اور ان کی

آنکھیں ضرورت مندوں کو دے دی جائیں۔ یہ عطیات حاصل کرنے کے لیے ان کے کسی عزیز و اقارب سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

سونیا نے کہا "اب سمجھ میں آرہا ہے کہ ڈاکٹر لارسن کیوں میری آنکھوں، گردوں اور دل کے بارے میں سوالات کررہا تھا؟"

اس نے سر سے پیچھے کھڑے ہوئے ایک شخص سے کہا "میرا موبائل فون بیڈ پر پڑا ہوا ہے۔ اسے یہاں لاؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ذرا دور سے ہاتھ بڑھا کر موبائل فون اسے دیا۔ سونیا نے ان سے پوچھا "پولیس کسٹڈی میں جانا چاہو گے یا میرے سوالات کے صحیح جوابات دو گے؟ صحیح جوابات ملنے پر میں پولیس کو کال نہیں کروں گی۔ تم تینوں کو یہاں سے زندہ جانے دوں گی۔"

وہ تینوں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس نے پوچھا "کیا وہ اسپتال جرائم کا اڈا ہے؟ وہاں دل، گردے اور آنکھیں بھاری قیمت پر فروخت کرنے کے لیے بے گناہوں کی جانیں لی جاتی ہیں۔"

ایک نے کہا "ایسے عطیات کے سلسلے میں سخت قانونی کاروائیاں کی جاتی ہیں۔ کسی کی مرضی کے خلاف جبراً ان کے یہ اہم اعضا چھینے نہیں جاتے۔"

"پھر یہ میرے ساتھ ابھی کیا ہو رہا تھا؟"

دوسرے شخص نے کہا "ہم اسپتال والوں سے چھپ کر ڈاکٹر لارسن کے احکامات کے مطابق یہ سب کرتے ہیں۔"

تیسرے نے کہا "تم یہاں اجنبی اور تنہا ہو۔ ڈاکٹر لارسن بڑے وسیع ذرائع اور اختیارات رکھتا ہے۔ تم یہ ثابت نہیں کرسکو گی کہ ڈاکٹر نے ہمیں واردات کے لیے یہاں بھیجا ہے۔ وہ ہم تینوں کی بھی سزائیں کم سے کم کرا سکتا ہے۔"

"اگر تم ہمیں زندہ چھوڑ رہی ہو تو ہم تمہیں دوستانہ مشورہ دے رہے ہیں جتنی جلدی ہوسکے اس جزیرے سے چلی جاؤ۔ وہ بہت ضدی، بہت خطرناک ہے۔ وہ آج رات کی صبح نہیں ہونے دے گا تمہیں ختم کردے گا۔"

"میں ایک شرط پر تم لوگوں کو زندہ جانے دوں گی۔ تم سب مجھے اس کے تمام خفیہ اڈوں کا پتا بتاؤ گے۔"

انہیں اپنی جان پیاری تھی۔ وہ زندہ رہنا چاہتے تھے۔ وہ ڈاکٹر لارسن کے تمام خفیہ اڈوں کے پتے، فون اور فیکس نمبر بتانے لگے۔ سونیا ایک کاغذ پر نوٹ کرتی رہی پھر اس نے کہا "جو کچھ تم لوگوں نے لکھایا ہے اگر یہ غلط ہوگا تو میں تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر کتوں کی موت ماروں گی۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

اس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ تینوں لڑکھڑاتے ہوئے گرتے پڑتے باہر آئے۔ ریزا اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آرہی تھی۔ ان تینوں زخمیوں کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ سونیا نے کمرے سے باہر آکر خون آلود چاقو ان کی طرف پھینکتے ہوئے کہا "اسے رکھ لو۔ ہتھیار مجھے بوجھ لگتے ہیں۔"

وہ چاقو اٹھا کر وہاں سے دوڑتے ہوئے لفٹ کی طرف چلے گئے۔ ریزا نے شدید حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا "تم نے ان تینوں کی یہ حالت بنائی ہے۔ تم تو بالکل تنہا ہو۔ کیا تم نے تنہا ہی ان سے مقابلہ کیا تھا؟"

"نہیں۔ میرے قبضے میں کئی بدروحیں ہیں۔ وہ تینوں مجھے ہلاک کرنے آئے تھے۔ بدروحوں نے انہیں لہولہان کرکے واپس بھیج دیا ہے۔ اگر تم اپنی اور برجر کی سلامتی چاہتی ہو تو کل صبح سے پہلے مجھے اپنا ہم راز بنالینا۔ صرف یہ بتا دینا کہ تم کس مال کی ڈلیوری دینے والی ہو پھر میں تمہارے مسٹر فو سے خود ہی نمٹ لوں گی۔"

ریزا نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا پھر سر ہلا کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ سونیا نے موبائل آن کرکے کان سے لگا کر انتظار کرنے لگی۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی "ہیلو! ڈاکٹر لارسن اسپیکنگ!"

اس نے کہا "میں بول رہی ہوں۔ تم میری آواز سے مجھے پہچان رہے ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں عطیہ دینے والے فارم پر دستخط کرچکی ہوں؟"

"میرا خیال ہے کرچکی ہو۔ میرے آدمی کو فون دو۔"

"تمہارے وہ تینوں کتے زخموں سے چور یہاں سے لہولہان ہوکر گئے ہیں۔ شاید ناکامی کے باعث تمہارے سامنے نہیں آئیں گے۔ سنا ہے تم بہت خطرناک ہو۔"

"تم میرے مزاج کے خلاف بول رہی ہو۔ میری مرضی کے خلاف شہ زوری دکھا رہی ہو۔ میں حیران ہوں کہ تم نے ان تینوں کو کیسے زخمی کیا ہے؟"

"تمہیں حیران نہیں ہونا چاہیے تم ایک دل، دو گردے اور دو آنکھیں چاہتے تھے۔ تمہاری تمام مطلوبہ چیزیں کل تک تمہارے اسپتال کے بینک میں پہنچ جائیں گی اور دو گردے اور وہ آنکھیں تمہاری ہوں گی۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں تمہیں بیس منٹ دے رہی ہوں۔ اپنے وسیع ذرائع اور اختیارات استعمال کرنا شروع کردو۔ اس کے باوجود تم چھپتے پھرو گے۔ یہ حقیقت ہے کہ وسیع ذرائع اور اختیارات والوں کو بھی موت آتی ہے اور تمہاری موت بھی آرہی ہے۔"

اور فون بند کردیا۔

○☆○

میں گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا محل کی طرف جارہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے میں سولہ برس کی انیتا سکینہ کے ساتھ کھلے سمندر میں گیا تھا۔ وہاں میں نے اسے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا تھا۔ اب مطمئن ہوکر ثمرن کے پاس جارہا تھا۔ محل میں پوجا تھی اس کے سیکیورٹی گارڈز تھے۔ اس کے باوجود ثمرن وہاں تنہا اور بے یار و مددگار تھی۔ وہ میرا انتظار کررہی تھی۔

مجھے وہاں پہنچنے میں دیر ہوگئی تھی۔ وہ پریشانی سے سوچ رہی تھی کہ پوجا اور سیکیورٹی آفیسر محل میں واپس آگئے ہیں۔ میں کیوں نہیں آیا ہوں؟ کیا میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے؟ یا پوجا نے میرے خلاف کوئی سازش کی ہے۔

میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور اس کی اپنی سوچ میں اسے تسلیاں دے رہا تھا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ میں جلد ہی واپس آجاؤں گا۔

میں نے ثمرن اور پوجا وغیرہ کو اپنی خیال خوانی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ میں خود اپنے بارے میں بہت کم جانتا تھا۔ اس حد تک معلوم ہوا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور مجھے ہانگ کانگ کے ایک ساحلی علاقے سے لایا گیا ہے۔

پوجا نے اپنی دادی ماں کے بل پر مجھ سے بڑی زیادتیاں کی تھیں۔ مجھ سے میری یادداشت چھین کر مجھے تاریکیوں میں پہنچا دیا تھا۔ اب میں پوجا سے جبراً تمام حقائق اگلوا سکتا تھا۔ اب اس کی حفاظت کرنے کے لیے دادی ماں اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ اس کے محافظ صرف سیکیورٹی گارڈز تھے میں ان سے نمٹ سکتا تھا۔

میں نے محل کے احاطے میں پہنچ کر گاڑی روکی۔ گاڑی سے اتر کر باہر آیا۔ ثمرن دوڑتے ہوئے آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ مجھے پیار کرتے ہوئے شکایتیں کرنے لگی "آپ کہاں چلے گئے تھے میری جان نکلی جارہی تھی۔ آئندہ میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ سائے کی طرح آپ کے ساتھ رہوں گی۔"

میں نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھالیا۔ پوجا باہر آکر دیکھ رہی تھی۔ میں ثمرن کو بازوؤں میں اٹھائے اس کے قریب سے گزر کر محل کے اندر آگیا۔ پوجا نے ناگواری سے کہا "یہ کیا حرکت ہے؟ کیا یہ پیار و محبت کے چونچلے تنہائی میں نہیں کرسکتے؟"

میں نے ثمرن کو بازوؤں سے اتار کر کہا "میں تمہیں پہلے سمجھا چکا ہوں کہ مجھے اس جزیرے کا محافظ بنا کر رکھنا چاہتی ہو تو میرے ذاتی معاملات میں کچھ نہ بولا کرو۔"

وہ ذرا نرم پڑ کر بولی "میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ کیا میرے بیڈ روم میں چلو گے؟ وہاں ہمارے درمیان صرف یہ سیکیورٹی افسر ہوگا۔ ثمرن کو یہاں چھوڑ دو۔"

"سوری۔ یہ میرا سایہ ہے۔ میرے ساتھ رہے گی۔ ہم سب ایک دوسرے کے لیے اہم ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے سامنے کھل کر باتیں کرنی چاہئیں۔"

ہم سب ایک بڑے سے ہال میں آکر مختلف صوفوں پر بیٹھ گئے۔ پوجا نے مجھ سے پوچھا "تم تین گھنٹے جزیرے میں گزار کر آئے ہو۔ کیا جنگل میں بھٹک رہے تھے؟"

"میں اس جزیرے کو دیکھ رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا۔ جب یہاں رہنا ہے تو یہاں کے چپے چپے سے واقف رہنا چاہیے۔"

سیکیورٹی افسر نے کہا "ہمیں یہاں جنگ جو افراد کی ضرورت ہے، جو ہر طرح کے ہتھیار استعمال کرنا جانتے ہوں۔ میں میڈم کی اجازت سے پندرہ فائٹرز کو بھارت کے مختلف حصوں سے بلا رہا ہوں۔ ان سے فون اور ای میل کے ذریعے رابطہ کرچکا ہوں۔ وہ آج رات کسی وقت یہاں پہنچیں گے۔"

میں نے کہا "ابھی انہیں یہاں آنے سے روک دو۔ اس جزیرے کی سلامتی کی ذمے داری مجھ پر ہے۔ پہلے میں ان پندرہ افراد سے فون پر باتیں کروں گا پھر فیصلہ کروں گا کہ ان میں سے کتنے افراد کو یہاں بلانا ہے۔"

سیکیورٹی افسر نے کہا "کیا آپ سمجھتے ہیں، میں کمزور فائٹروں کا انتخاب کروں گا۔ کیا مجھ سے زیادہ آپ کا تجربہ ہے؟"

"تمہارا تجربہ تو پوجا نے بھی دیکھ لیا۔ انڈین کمانڈوز تمہارے زیر سایہ یہاں سیکیورٹی گارڈز بنے ہوئے تھے۔ تم آستین میں سانپ پال رہے تھے۔"

وہ جھینپ کر بولا "انسان کبھی کبھی دھوکا کھا جاتا ہے کیا آپ دھوکا نہیں کھاتے؟"

"جب کھاؤں گا، تب یہ سوال کرنا۔ فی الحال میرے حکم کی تعمیل کرو۔ میں ایک گھنٹے بعد تمہارے منتخب فائٹروں سے فون پر باتیں کروں گا۔"

پوجا نے کہا "تمہارے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔ آج

کسی وقت میری ایک سہیلی یہاں آنے والی ہے۔ اس کے سامنے اپنا رویہ درست رکھو۔ تم تو میرے بھی آقا بن جاتے ہو۔"

"تم سہیلی کو بھول جاؤ۔ وہ یہاں نہیں آئے گی۔"

"کیا تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو؟ وہ یہاں آتی ہی ہوگی۔"

"وہ ابھی ساحل پر آئی تھی۔ میں نے اسے واپس بھیج دیا ہے۔"

"وہ ایسی نہیں ہے کہ میرے پاس آکر واپس چلی جائے۔"

"موت اگر واپس بھیج دے تو کیا پھر بھی نہیں جائے گی؟"

"تم نہیں جانتے میری سہیلی کو اتنی جلدی موت نہیں آئے گی۔ اگر کوئی اسے مارنا چاہے گا تو پھر بھی نہیں مرے گی۔"

"تم تو خدائی دعویٰ کر رہی ہو۔ ہماری دنیا میں ایسا کون ہے جسے پیدا ہونے کے بعد موت نہ آئی ہو۔ ایک سو دس برس تک زندہ رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔"

پوجا نے چونک کر مجھے دیکھا پھر کہا "میری سہیلی ایک سو دس برس کی نہیں ہے صرف سولہ برس کی ہے۔"

"تم اپنی سہیلی کی بات کر رہی ہو اور میں تمہاری دادی ماں کی بات کر رہا ہوں۔"

وہ نہیں جانتی تھی کہ میں اس کی دادی ماں کے بارے میں کیا کچھ جانتا ہوں؟ وہ پریشان ہو کر بولی "تم یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میری کوئی دادی ماں نہیں ہے۔"

"ہاں اب تو تمہیں یہی کہنا ہوگا۔ اب تمہاری کوئی دادی ماں نہیں رہی ہے۔ وہ سولہ برس کی چھوکری بن کر یہاں آئی تھی۔ میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا ہے وہ ڈوب کر مر چکی ہے۔"

وہ یقین نہیں کر سکتی تھی کہ کوئی اس کی دادی ماں کو مار سکتا ہے۔ وہ اپنے موبائل فون پر نمبر پنچ کرتے ہوئے بولی "میں ابھی اس سے پوچھتی ہوں کہ وہ کب تک یہاں آ رہی ہے۔ وہ ابھی مجھے جواب دے گی۔"

اس نے فون کو کان سے لگایا اور انتظار کرنے لگی۔ پتا چلا دوسری طرف فون میں کوئی گڑبڑ ہے اسے جواب نہیں ملے گا۔ اس نے اپنا فون بند کر دیا پھر کہا "آج وہ کسی وقت آئے گی تو تمہارا یہ مذاق ختم ہو جائے گا کہ وہ مر چکی ہے۔"

میں اس کی یہ باتیں سن کر خاموش رہا۔ اسے اس کی دادی ماں کی موت کا یقین دلانا ضروری نہیں تھا۔ آج یا کل حقیقت معلوم ہونے پر وہ سر پکڑ کر رونے والی تھی۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سیکیورٹی افسر نے آگے ہو اسپیکر کو آن کرتے ہوئے کہا "میڈم! انڈین آرمی کے ا افسر آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

پوجا نے بلند آواز سے کہا "ہیلو! میں کماری پوجا بول رہی ہوں۔"

فون کے وائرلیس اسپیکر سے آواز سنائی دی "ہیلو! انڈین آرمی کا میجر ارجن کھنہ بول رہا ہوں۔ شاید تمہیں خبر مل گئی ہوگی۔ ہمارا جو افسر انکوائری کے لیے تمہارے جزیرے میں گیا تھا۔ وہ یہاں زندہ واپس نہیں آسکا۔ اس ہیلی کاپٹر یہاں پہنچنے سے پہلے ہی گر کر تباہ ہو گیا۔"

پوجا نے کہا "اگر وہ افسر ہیلی کاپٹر کے ساتھ تباہ ہو ہے تو آپ یہ خبر ہمیں کیوں سنا رہے ہیں؟"

میجر نے کہا "مس پوجا! آپ کا وہ منگیتر سلمان قیصر ز انگیز کمالات دکھا رہا ہے۔ ہمارے دو کمانڈوز جاں بحق اور ہو ناقابل شکست تھے۔ وہاں ہمارے جان پر کھیل جانے والے کئی کمانڈوز بھی تھے۔ وہ تمہارے دو درجن سیکیورٹی گارڈز خاک میں ملا کر رکھ دیتے۔ کل تمہارا بھی نام و نشان م جاتا۔ تمہارے سیکیورٹی گارڈز وہ جنگ نہیں جیت سکتے تھے جیتنے کے لیے کسی غیر معمولی طاقت یا غیر معمولی ہتھیار ضرورت تھی اور وہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار تمہارے سلمان قیصر کے پاس ہے۔"

پوجا نے میری طرف دیکھا پھر ہنستے ہوئے فون پر کہا کتابوں اور قصہ کہانیوں کی باتیں کر رہے ہو۔ میرے منگیتر سلمان قیصر کو ایک طرح کے دورے پڑتے ہیں۔ وہ ا بیماری کے نتیجے میں اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔ یہ اپنے کو نہیں پہچان رہا ہے تو ٹیلی پیتھی جیسے مشکل علم کو کیا سمجھے گا۔"

"تم باتیں بنا رہی ہو۔ حقیقت یہی ہے۔ سلمان قیصر اسی ہتھیار سے ہمارے دونوں کمانڈروں اور کئی کمانڈوز ہلاک کر کے ہے ان کی لاشوں کو گہرے سمندر میں لے جا ڈبویا گیا ہے۔ اتنی بڑی واردات کرنے کے بعد اس نے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے۔ آج اس نے ہمارے اور اس کے دو باڈی گارڈز کو ہیلی کاپٹر سمیت یہاں پہنچا کر کیا ہے۔ ہیڈ کوارٹر میں تباہی مچا دی ہے۔ کروڑوں رو گولا بارود اور اسلحہ تباہ ہو چکا ہے۔"

پوجا نے کہا "مجھے یہ سن کر افسوس ہو رہا ہے۔ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں؟"

"میں سلمان قیصر سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے کہا "میں سلمان قیصر بول رہا ہوں۔ فون کے وائرلیس اسپیکر کے ذریعے آپ کی تمام باتیں سن رہا ہوں آپ مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"ہم آپ کے بارے میں دور تک معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ ابھی اس حد تک معلوم ہوا ہے کہ آپ پہلے کبھی ہمارے بھارت دیس میں نہیں رہے۔ آپ کو ہانگ کانگ سے اس جزیرے میں پہنچایا گیا ہے۔ کیا واقعی آپ اپنی یادداشت کھو چکے ہیں؟"

"آپ مجھ سے یہ نہ پوچھیں کہ میں کیا کھو چکا ہوں اور کیا پا چکا ہوں! یہ بتائیں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

میجر کی آواز سنائی دی "یہاں دہلی اور ممبئی میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ وہ ہمیں پاکستان سے سفارتی سطح پر بہت نقصان پہنچا رہا ہے۔ پتا نہیں اس نے کتنے اہم راز چرا لیے ہیں۔ اس کے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ سولہ یا سترہ برس کا جوان ہے اور وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا کبریا ہے۔"

پوجا میرا نام سنتے ہی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ میں اپنا نام سنتے ہی خود کو نہ پہچان لوں لیکن میں انجان بنا بیٹھا ہوا تھا۔ اسے ذرا اطمینان ہوا۔ وائرلیس اسپیکر کے ذریعے میجر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "ٹیلی پیتھی کا جو کھیل کبریا دہلی میں کھیل رہا ہے وہی کھیل آپ اس جزیرے میں بیٹھ کر کھیل رہے ہیں۔ آپ کی عمر اور آپ کے تجربے کے پیش نظر یہ قیاس آرائی کی جا سکتی ہے کہ آپ سلمان قیصر نہیں ہیں۔ کبریا کے باپ فرہاد علی تیمور ہیں۔ فرہاد علی تیمور! آپ تسلیم کر لیں۔"

پوجا ایک دم سے بھڑک کر بولی "یہ کیا بکواس ہے؟ میجر! تم سراسر بکواس کر رہے ہو یہ میرے منگیتر سلمان قیصر ہیں۔ یہ اپنی یادداشت بھول چکے ہیں۔ آپ انہیں فرہاد علی تیمور کہہ کر بھٹکا رہے ہیں۔ انہیں مجھ سے دور کر دینا چاہتے ہیں۔ مجھے ایسی فضول باتیں پسند نہیں ہیں۔ میں فون بند کر رہی ہوں۔"

میں نے کہا "فون بند نہ کرو۔ جب میں سلمان قیصر ہوں تو پھر ہوں تم غصہ کیوں دکھا رہی ہو؟ میجر کی باتیں تحمل سے سنو اور ان کی باتوں کا معقول جواب دو۔"

پھر میں نے ٹیلی فون کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا "ہیلو میجر! آپ لوگ میرے بارے میں جیسی بھی رائے قائم کریں۔ میں جواباً کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ میں خود کو بھول چکا ہوں۔ فی الحال اتنا ضرور جانتا ہوں کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کبریا سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کوئی رابطہ ہے۔"

میجر نے کہا "کل رات سے اب تک ہمارے دو کمانڈرز کئی کمانڈوز اور ایک انکوائری کرنے والا افسر حیرت انگیز طور پر مارے گئے ہیں۔ ہمیں کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا گیا ہے۔ ہمارے اہم فوجی افسروں کی لاشیں بھی نہیں مل رہی ہیں۔ ایسی ہلاکتیں اور ایسی تباہیاں صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے لائی جا سکتی ہیں۔ آپ خیال خوانی سے انکار کر رہے ہیں کوئی بات نہیں۔ آپ ہم سے ایک ملاقات تو کر سکتے ہیں؟"

پوجا نے کہا "نہیں سلمان! ملاقات سے انکار کر دو۔"

میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر پوچھا "کیا آپ ملاقات کرنے یہاں آئیں گے؟"

"ہمارا ایک انکوائری افسر وہاں گیا تھا تو زندہ واپس نہیں آیا۔ آپ برا نہ مانیں اس جزیرے میں آپ ہماری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکیں گے۔ ہم آپ کی سلامتی کی ضمانت دے سکتے ہیں۔ آپ دہلی چلے آئیں۔"

"میں وہاں آؤں گا۔ آپ جھوٹے الزامات لگا کر مجھے گرفتار کر لیں گے یہ دیکھیں گے کہ میں اپنی رہائی کے لیے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرتا ہوں یا نہیں۔ سیدھی سی بات ہے میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا اور جب آپ کو یقین ہو جائے گا کہ میں نہیں جانتا ہوں تو آپ مجھے قیدی بنا کر کماری پوجا کلیانی کو بلیک میل کریں گے۔ اسے مجبور کریں گے کہ وہ میری رہائی کے لیے عدالت میں جزیرے کا کیس ہار جائے۔"

"آپ خوامخواہ شبہ کر رہے ہیں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔"

"ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ ایک دوسرے پر کبھی اعتماد نہیں کریں گے۔ اس لیے مجھ سے ملاقات کرنے کا خیال دل سے نکال دو۔"

ہماری باتوں کے دوران میں ایک سیکیورٹی گارڈ نے آکر سیکیورٹی افسر سے کچھ کہا "اس گارڈ کے ہاتھ میں وہ ہینڈ بیگ تھا جسے انیتا سکسینہ اپنے ساتھ لا رہی تھی۔ میں نے ملاقات سے انکار کرنے کے بعد فون بند کیا۔ سیکیورٹی افسر نے پوجا سے کہا "میڈم! گھاٹ کے ملاحوں نے یہ اطلاع بھیجی ہے کہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹا پہلے ایک خوب صورت جوان لڑکی یہاں ساحل پر آئی تھی۔ مسٹر سلمان اسے کھلے سمندر میں لے گئے تھے۔ جب یہ واپس آئے تو اس موٹر بوٹ میں وہ لڑکی نہیں

تھی۔ یہ اسے سمندر میں ڈبو کر آئے ہیں۔"

پوجا نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا "اس طرح کیا دیکھ رہی ہو۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تمہاری وہ سہیلی یا تمہاری وہ دادی ماں یہاں آئی تھی۔ میں نے اسے گہرے پانی میں ڈبو کر مار ڈالا ہے۔"

وہ چیخ کر بولی "نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

وہ سیکیورٹی افسر سے ہینڈ بیگ لے کر اسے کھول کر دیکھنے لگی۔ اس کے اندر کچھ ایسا سامان تھا جسے دیکھ کر تصدیق ہوگئی کہ اس کی دادی ماں یہاں آئی تھی۔ اس نے چیخ کر پوچھا "کہاں ہے وہ؟"

"جہنم میں ہے۔ تمہارے چیخنے چلانے سے واپس نہیں آسکے گی۔ آرام سے کام کی باتیں کرو۔ ورنہ میں یہاں سے اٹھ کر چلا جاؤں گا۔"

وہ آنسوؤں سے روتے ہوئے سیکیورٹی افسر سے کہہ رہی تھی "ابھی انکوائری کرو۔ کیا سچ مچ ایک حسین لڑکی یہاں آئی تھی اور اس نے اسے سمندر میں لے جا کر ڈبویا ہے۔ اگر اسے ہلاک کیا گیا ہے تو میں اسے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی اسے گرفتار کرلو۔"

سیکیورٹی افسر اور دوسرے گارڈز نے اپنی اپنی گن کا رخ میری طرف کیا۔ میں نے سیکیورٹی افسر کی کھوپڑی گھما دی۔ وہ پوجا سے بولا "میڈم! آپ غصے میں غلط فیصلہ نہ کریں۔ انڈین آرمی کو ہم سے بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔ وہ اچانک ہم پر حملہ کرسکتے ہیں۔ ایسے وقت آپ مسٹر سلمان کو دشمن نہ بنائیں۔"

وہ غصے سے روتے ہوئے بولی "مجھے مشورہ نہ دو۔ جاؤ اور میری دادی ماں کو تلاش کرو۔"

"آپ کی دادی ماں یہاں نہیں آئی ہیں۔ ساحل پر ایک جوان لڑکی کو دیکھا گیا تھا۔ وہ اب نہیں ملے گی۔ سمندر میں ڈوب چکی ہے۔"

وہ چیخ کر بولی "وہ جوان لڑکی میری دادی ماں تھی۔ تم نہیں سمجھو گے اور میں سمجھا نہیں سکوں گی۔ اس نے میری دادی کو ہلاک کیا ہے۔ تم کھڑے کیوں ہو؟ اسے گرفتار کیوں نہیں کرتے؟"

"میڈم! آپ ابھی نارمل نہیں ہیں۔ ایک جوان لڑکی کو دادی ماں کہہ رہی ہیں۔ آپ کی عقل میں یہ بات نہیں آرہی ہے کہ مسٹر سلمان اس جزیرے کی سلامتی کے لیے بہت اہم ہیں۔ بہتر ہے آپ اپنے بیڈ روم میں جا کر آرام کریں۔ محل کا ڈاکٹر آپ کا معائنہ کرے گا۔"

وہ بار بار چیخ کر بولنے پر مجبور ہو رہی تھی۔ حالات ا... تھے کہ اس کا قابل اعتماد سیکیورٹی افسر اسے ایب نارمل ... رہا تھا "میں بیمار نہیں ہوں۔ پاگل نہیں ہوں۔ مجھے کسی ... کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جو حکم دے رہی ہوں' اس ... عمل کرو۔ فرہاد کو گرفتار کرلو۔"

سیکیورٹی افسر نے تعجب سے مجھے دیکھا پھر کہا "آپ ... اس میجر کی طرح انہیں فرہاد کہہ رہی ہیں؟"

پوجا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ ذرا سنبھل کر ... "میں بہت پریشان ہوں۔ میرا ذہن کام نہیں کر رہا ہے۔ یہ فرہاد نہیں ہے۔ سلمان قیصر ہے۔"

میں نے کہا "تم نے روانی میں اور بے خیالی میں ... اصلی نام لیا ہے۔ اب دو میں سے ایک بات کرو۔ تم نارمل ... یا نہیں؟ نارمل نہیں ہو' اس لیے ایک جوان لڑکی کو دادی ... اور مجھے فرہاد کہہ رہی ہو۔ اگر نارمل ہو تو مجھے سلمان کہو ... یہ کہہ دو کہ وہ جوان لڑکی تمہاری دادی ماں نہیں ہے۔"

"ہے!" وہ حلق پھاڑ کر چیختی ہوئی بولی "وہ میری دادی ماں تھی۔ تم نے اسے مار ڈالا ہے۔"

"اگر یہ سچ ہے کہ وہ تمہاری دادی ماں تھی تو یہ بھی ... ہے کہ میں سلمان نہیں' فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ میری باتوں سے الجھ کر رہ گئی۔ مجھے غصے سے دیکھنے لگی۔ میں نے سیکیورٹی افسر سے کہا "میجر نے درست اندا... لگایا تھا۔ یہ بھی غصے سے درست کہہ رہی ہے اور مجھے ... تسلیم کرنا چاہیے کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تمہاری میڈ... بھی درست کہہ رہی ہیں کہ وہ لڑکی دیکھنے میں جوان تھی ... ایک سو دس برس کی بوڑھی ویچ ڈاکٹر یعنی جادوگرنی ... کماری پوجا کلیانی کی دادی ماں تھی۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "وہ کالا جادو جاننے ... بوڑھیا مرچکی ہے۔ اب یہاں صرف ٹیلی پیتھی کا جادو چلے ... میری حکمرانی ہوگی۔ جو میرا فرماں بردار رہے گا۔ اسے ... زندگی ملے گی۔ جو نافرمانی کرے گا۔ اس کے ہاتھ سے ... چھوٹ جائیں گے۔"

سیکیورٹی افسر کی سوچ نے کہا "یہ تو زبردستی ہمیں ... ماتحت بنانا چاہتا ہے۔ ہم میڈم کا نمک کھاتے ہیں۔ ... سے وفاداری کرنی چاہیے۔"

میں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا دیا۔ اس ... تعجب سے اپنے خالی ہاتھ کو دیکھا۔ میں نے کہا "تم ... میرے خلاف سوچ رہے تھے۔ اس لیے ریوالور گر گیا۔ ... تک مجھ سے وفاداری نہیں کرو گے۔ اس ریوالور کو فرش ... سے اٹھا نہیں سکو گے۔"

اس نے سوچا' فوراً جھک کر اسے اٹھائے گا لیکن صرف سوچ رہا تھا۔ عمل نہیں کر رہا تھا پھر اس نے میری مرضی کے مطابق وہاں موجود گارڈز کو حکم دیا کہ وہ اپنے ہتھیار پھینک دیں۔ انہوں نے اپنے افسر کے حکم کی تعمیل کی۔ اپنے اپنے ہتھیار فرش پر ڈال کر سیدھے کھڑے ہوگئے۔

سیکیورٹی افسر نے پریشانی سے شکست خوردہ انداز میں مجھے دیکھا۔ میں نے پوچھا "کیا تم سمجھ رہے ہو' ٹیلی پیتھی کیا ہوتی ہے؟ ہاں۔ کچھ سمجھ رہے ہو۔ میں کچھ اور سمجھتا ہوں۔"

میں نے ایک گارڈ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اپنی گن اٹھا کر سیکیورٹی افسر کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "یہ ہوتی ہے ٹیلی پیتھی۔" پلک جھپکتے ہی تمہارے تمام گارڈز کو باغی بنا دے گی۔ یہ تمہاری دی ہوئی گن سے تمہیں ہی گولی ماردیں گے۔"

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے احکامات کی تعمیل کرنے والے گارڈز اس طرح اچانک اس کے جانی دشمن بن سکتے ہیں۔ وہ عاجزی سے بولا "سر! مجھے معاف کردیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ میں اور میرے تمام گارڈز آپ کے وفادار رہیں گے۔ ہم اس جزیرے کی سلامتی چاہتے ہیں۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہتھیار اٹھالو اور تم سب یہاں سے جاؤ۔"

وہ سب ہتھیار اٹھا کر وہاں سے چلے گئے۔ پوجا نے بے بسی سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "یہ محل تمہارا ہے۔ یہ جزیرہ تمہارا ہے لیکن تم یہاں اکیلی بے یارومددگار رہ گئی ہو۔"

وہ پھر رونے لگی۔ کہنے لگی "تم نے میری دادی ماں کو کیوں مار دیا۔ وہ میری ماں کی ماں تھی۔ میری طاقت تھی۔ تم تنہا جزیرے کی حفاظت نہیں کرسکو گے۔ یہاں ہماری سلامتی کے لیے کالا جادو ضروری تھا۔ تم نے ہماری آدھی طاقت کم کردی ہے۔"

"میں تمہاری دادی ماں کو کم نہ کرتا تو تم دونوں مجھے کم کردیتیں۔ اس نے میرا برین واش کیا تھا۔ وہ اگر زندہ رہتی تو مجھے کبھی اپنی یادداشت واپس لانے کا موقع نہ دیتی۔ اب میں اپنے لہو کے رشتوں کو تلاش کروں گا۔ وہ میری یادداشت واپس لائیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"ہم میرے عزیز و اقارب تک مجھے پہنچا دو۔ میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک یہ جزیرہ قانونی طور سے تمہارا تسلیم نہیں کیا جائے گا' تب تک میں تمہارا ساتھ دوں گا۔"

"یقین کرو۔ میں نہیں جانتی' تمہارے عزیز و اقارب کون ہیں اور کہاں ہیں؟ دادی ماں نے صرف اتنا بتایا تھا کہ تمہارا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ مجھے صرف تمہاری ذات سے دلچسپی تھی۔ اس لیے میں نے تمہارے رشتے داروں کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا اور نہ ہی دادی ماں نے کچھ بتایا تھا۔"

"میں نہیں جانتا' تم کس حد تک سچ بول رہی ہو۔ میں تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکوں گا۔ اس بڑھیا نے چور خیالات کے خانے کو لاک کردیا ہے۔ لہٰذا میرے سامنے یہی ایک راستہ ہے کہ میں اس جزیرے سے باہر نکلوں اور تمام دنیا میں اپنے رشتے داروں کو تلاش کرتا رہوں۔ جگہ جگہ پہنچ کر خیال خوانی کرتا رہوں گا تو وہ ضرور کہیں نہ کہیں مل ہی جائیں گے۔"

"پلیز' اس جزیرے کو چھوڑنے کی بات نہ کرو۔ میں تمہارے عزیز و اقارب کا پتا ٹھکانا معلوم کروں گی۔"

"کیسے معلوم کرو گی؟"

"کیرالہ میں دادی ماں کے پاس ان کی اہم دستاویزات' جادوئی نسخے اور ان کی لکھی ہوئی ڈائریاں رکھی ہیں۔ رواں سال کی ڈائری میں انہوں نے تمہارے بارے میں تمام تفصیلات ضرور لکھی ہوں گی۔ میں ابھی فون کرتی ہوں۔ دادی ماں کی ہمراز ملازمہ وہ ڈائریاں لے کر کل صبح تک یہاں ضرور آجائے گی۔"

"اگر ایسا ہے تو میں کل تک انتظار کروں گا۔"

میں ثمرن کا ہاتھ پکڑ کر اس کے سامنے سے گزرتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آگیا۔ کمرے میں پہنچتے ہی وہ دیوانہ وار مجھ پر فدا ہوتے ہوئے بولی "میں کتنی خوش نصیب ہوں۔ آپ فرہاد علی تیمور ہیں۔ میرے پتا جی ٹیلی پیتھی سیکھنے کی کوششیں کرتے کرتے اس دنیا سے چلے گئے۔ وہ تو آپ کی پوجا کرتے تھے۔ دن رات آپ کے کارنامے سنایا کرتے تھے۔ میں بھگوان کا جتنا بھی شکر ادا کروں' کم ہے۔ میں بھی پتا جی کی طرح آپ کی پوجا کرتی رہوں گی۔"

وہ پوجا کرنے لگی۔ میں پیار کرنے لگا۔ دشمن حالات سے نمٹتے نمٹتے' زندگی کی دھوپ میں چلتے چلتے ثمرن کے پیار کی چھاؤں بہت ٹھنڈی اور پرسکون لگ رہی تھی۔ پتا نہیں آگے اور کتنی کڑی دھوپ تھی۔ میں جی بھر کے اس چھاؤں میں

آرام کرنے لگا۔

اس دوران میں کبھی کبھی خیال خوانی کی پرواز بھی کررہا تھا۔ موجودہ حالات میں دشمنوں سے غافل رہنا نادانی ہوتی۔ پوجا نے مجھے ٹریپ کرکے اپنی دادی ماں کے ذریعے میری یادداشت چھین کر بڑی چالاکی دکھائی تھی۔ مجھے جزیرے میں پیار سے قیدی بنا کر رکھنے کی ٹھوس پلاننگ پر عمل کیا تھا لیکن تقدیر اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

دادی ماں کی موت نے اس کی کمر توڑ دی تھی۔ اس جزیرے میں اور محل میں اس کے اختیارات ختم ہوگئے تھے۔ اس نے محل سے باہر آکر سیکیورٹی افسر سے کہا "میں تم پر اندھا اعتماد کرتی تھی لیکن تم برے وقت پر میرا ساتھ چھوڑ رہے ہو۔"

وہ بولا "میں نے آپ کا نمک کھایا ہے۔ آپ سے وفاداری کرتا رہوں گا۔ ابھی میں فرہاد کا وفادار بن گیا ہوں تو اس میں آپ کی بھلائی ہے۔ میں درپردہ آپ ہی کی بہتری کے لیے کام کرتا رہوں گا۔"

وہ بولی "ایک بات رازداری سے بتاؤ۔ ابھی تو فرہاد میرے لیے بہت ضروری ہے۔ جب اس کی ضرورت نہیں رہے گی تو کیا تم چھپ کر اسے گولی مار کر میرے راستے سے ہٹادو گے؟"

"آپ جب بھی اشارہ کریں گی' میں اس کا کام تمام کردوں گا۔"

ایک سیکیورٹی گارڈ دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا۔ پوجا نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولا "میڈم! میں موت کا ہرکارہ ہوں۔ مجھے حکم ملا ہے کہ غدار کو جینے نہ دو۔ اسے موت سے پہلے عبرت ناک سزا دو۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنی گن سیدھی کی پھر سیکیورٹی افسر کے ایک پاؤں میں گولی ماردی۔ وہ چیختا ہوا اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ پوجا نے سہم کر پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟ اپنے افسر سے دشمنی کررہے ہو؟"

گارڈ نے سیکیورٹی افسر کا ریوالور لے کر کہا "تم نے اپنے آقا فرہاد علی تیمور کو دھوکا دیا ہے۔ وفاداری کی قسم کھا کر غداری کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ بولو تمہیں گولی کیوں نہ ماری جائے؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑا کر بولا "مجھ سے بھول ہوگئی۔ میری پہلی غلطی معاف کردو۔ مجھے وفاداری کا ایک موقع اور دو۔ اب میں میڈم پوجا کی باتوں میں نہیں آؤں گا۔ میں جان کی امان چاہتا ہوں۔ مجھے ایک موقع دو۔"

وہاں فائرز پہلے کم تھے۔ میں اور کم نہیں کرنا چاہتا" میں نے اس سیکیورٹی گارڈ کی زبان سے کہا "ٹھیک تمہیں آخری موقع دیا جاتا ہے۔ جاؤ اپنے زخم کی مرہم کراؤ۔"

پوجا سہمی ہوئی تھی۔ دادی ماں کی زندگی میں غبار طرح پھولی ہوئی تھی۔ اب اس غبارے سے ہوا نکل تھی۔ اس نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ میری مخالفت کرنا تو دور کی بات ہے دل میں بھی مخالفت کرے گی تو مجرم ہوجائے گی۔

میں نے اس کے اندر کہا "میں پہلی بار تمہارے بول رہا ہوں۔ بے شک یہ تمہیں اچھی طرح سمجھ چاہیے۔ مجھ سے دشمنی کا ارادہ بھی کرو گی تو مجھے خبر ہو گی۔ میں تمہارے اندر گھسا ہوا ہوں۔ کیا تم مجھے باہر سکتی ہو۔"

وہ سہمی ہوئی تھی۔ بے بسی سے بولی "میں انڈین کے خطرے کو ہمیشہ کے لیے ٹالنا چاہتی تھی لیکن تم اس بھی بڑا خطرہ بن کر مجھ پر مسلط رہو گے۔"

"تم نے مجھے خطرناک بنا دیا ہے۔ اگر تمہاری اچھی ہوتی۔ تم میرا برین واش نہ کراتیں اور ایک دوست کر مجھ سے مدد حاصل کرتیں تو آج تم یوں بے یار و مددگار ہوتیں۔ اب تمہیں عقل آگئی ہے تو میں تم سے یہاں مالکانہ حقوق نہیں چھینوں گا۔ تم اب بھی ایک ملکہ شان و شوکت کے ساتھ یہاں زندگی گزارو گی۔"

میں دماغی طور پر ثمرن کے پاس حاضر ہوگیا۔ وہ مجھ پیار نچھاور کرتے ہوئے خوش کررہی تھی۔ میں کبھی اس ساتھ خوش ہورہا تھا۔ کبھی خیال خوانی کرتے ہوئے کے عزائم معلوم کررہا تھا پھر میں نے انڈین آرمی کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ یہ جاننا ضروری تھا کہ وہ جزیرے خلاف کیسے منصوبے بنا رہے ہیں۔

اس میجر نے کہا تھا کہ دہلی یا ممبئی میں کبریا نامی ٹیلی پیتھی جاننے والا نوجوان ہے اور وہ میرا بیٹا ہے۔ اگر درست کہہ رہا تھا تو اس حد تک پتا چل گیا کہ میرا ایک بیٹا بھی ہے اور میں دہلی یا ممبئی کی طرف جاکر اسے تلاش کرسکتا ہوں۔

پوجا نے کہا تھا کہ وہ دادی ماں کی لکھی ہوئی ڈائری تک یہاں منگوالے گی۔ اگر اس ڈائری سے مجھے معلومات حاصل نہ ہوتیں تو میں ثمرن کو لے کر یہاں سے

جاتا۔ فی الحال میں یہیں بیٹھے بیٹھے خیال خوانی کے ذریعے اپنے بیٹے تک پہنچنے کی کوششیں کرسکتا تھا۔

میں نے میجر کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ کبریا ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے کچھ اہم راز معلوم کررہا ہے۔ اس سلسلے میں ہوم منسٹر نے میجر سے رابطہ بھی کیا تھا۔ لہٰذا پھر اس سے رابطہ کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے ان ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ بیٹے کے بارے میں کوئی نئی بات معلوم ہوسکے۔

میجر نے ہوم منسٹر کو یہ نہیں بتایا تھا کہ انڈین آرمی عدالتی فیصلے سے پہلے ہی کلیانی جزیرے پر قبضہ جمانا چاہتی ہے۔ آرمی نے اپنے اس مشن کو راز میں رکھا تھا۔ میجر نے کبھی کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا کہ اس جزیرے میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص موجود ہے۔ جس پر فرہاد علی تیمور ہونے کا شبہ کیا جارہا ہے۔

میجر نے ہوم منسٹر سے پوچھا "کیا کبریا علی تیمور کا کوئی سراغ مل رہا ہے؟"

ہوم منسٹر نے کہا "یہ ٹیلی پیتھی کا چکر ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ اس نوجوان کی موجودگی کبھی دہلی میں ظاہر ہوتی ہے کبھی ممبئی میں۔ وہ ان دو میں سے کسی ایک شہر میں کہیں چھپا ہوا ہے۔"

میں ہوم منسٹر کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم ہونے لگا کہ یہودی تنظیم کا سربراہ جے وی شوٹر اور شلپا نامی ایک حسین لڑکی ایک پاکستانی سیاست دان کو پھانس کر پاکستان آرمی کے اہم راز معلوم کرنا چاہتے تھے۔ کبریا نے ان کے تمام اہم منصوبوں کو ناکام بنادیا تھا۔

پھر کبریا نے ممبئی کے ایک سیاست دان ناگیشور ہانڈے کی بیٹی کو اغوا کیا تھا۔ اس کی بیٹی دہلی میں اسے واپس ملی تھی اور کبریا نے اس کی واپسی کے عوض ممبئی میں تین کروڑ روپے وصول کیے تھے۔ انٹیلی جنس والے کہہ رہے تھے کہ وہ کہیں ایک جگہ بیٹھا ہوا ہے اور ان دونوں شہروں کے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ عہدے داران کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے دن کا چین اور رات کی نیندیں اڑا رہا ہے۔

میں ہوم منسٹر کے اندر رہ کر آگے بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن اچانک ہی ثمرن کی چیخ سن کر خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں نے گھبرا کر پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھے گہری گہری سانسیں لینے کی کوشش کرتے ہوئے... اٹک اٹک کر کہہ رہی تھی "یہاں ایک سوئی سی چبھ رہی ہے۔ سانسیں مشکل سے آرہی ہیں۔"

میں نے فوراً ہی محل کے ڈاکٹر کو خیال خوانی کے ذریعے گرفت میں لیا۔ وہ دواؤں کا بیگ اٹھا کر تیزی سے دوڑتا ہوا بیڈ روم میں آگیا۔ میں نے کہا "اسے دیکھو کیا ہورہا ہے؟" اچانک سینے میں چبھن ہورہی ہے۔ یہ سانس نہیں لے پارہی ہے۔"

ڈاکٹر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ پریشان ہوکر کہنے لگا "یہ تو بالکل ٹھیک ہے۔ نبض صحیح چل رہی ہے۔ دل کی دھڑکنیں بھی درست ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ثمرن نے پھر ایک زوردار چیخ ماری۔ دونوں ہاتھوں سے پیشانی کو تھام کر تکلیف سے تڑپ کر بولی "یہاں بھی سوئی چبھ رہی ہے۔ پیشانی سے دماغ تک چبھ رہی ہے۔ مجھے بچاؤ۔ مجھے بچاؤ نہیں تو میں مرجاؤں گی۔"

وہاں سیکیورٹی گارڈز وغیرہ آگئے تھے۔ پوجا بھی پہنچ گئی تھی۔ ثمرن کو تھور کر دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے مجھ سے کہا "سر! اس کا علاج کوئی ڈاکٹر نہیں کرسکے گا۔ اس پر کالا جادو کیا جارہا ہے۔"

میں نے جھلا کر کہا "یہ کیا بکواس ہے؟ یہ تکلیف سے تڑپ رہی ہے تم فوری طور پر سکون پہنچانے کے لیے کوئی دوا نہیں دے سکتے۔"

وہ عاجزی سے بولا "سر! آپ یقین کریں۔ یہ کالے جادو کا وڈو سسٹم ہے۔ کوئی اس کا پتلا بنا کر اس کے سینے اور اس کی پیشانی میں سوئیاں چبھو رہا ہے۔"

یہ سنتے ہی پوجا ایک دم سے قہقہے لگانے لگی۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی "زندہ ہے۔ میری دادی ماں زندہ ہے۔ میں جانتی تھی میری دادی ماں کو مقررہ وقت سے پہلے کوئی نہیں مار سکے گا۔"

میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ چڑیل زندہ تھی اور میں اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ مرچکی ہے۔ ثمرن تھوڑی دیر تک پرسکون رہی پھر اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر چیخ ماری اور تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگی۔ میں اس کی تکلیف دیکھ کر اندر سے تڑپنے لگا۔ میں نے آگے بڑھ کر پوجا کا گلا دبوچ کر گرجتے ہوئے پوچھا "کہاں ہے تیری دادی ماں؟ اسے بول یہاں آئے۔ اسے فوراً سمجھا کہ ثمرن کو نقصان نہ پہنچائے ورنہ میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کروں گا۔"

میں نے اسے دھکا دیا وہ پیچھے دیوار سے ٹکرا گئی۔ غصے سے بولی "تم کیا سمجھتے ہو؟ مجھے مار ڈالنے کے بعد یہاں سے زندہ سلامت جاسکو گے۔ جاؤ ابھی ثمرن کو لے کر یہاں سے جاسکتے ہو تو چلے جاؤ۔ اپنی ٹیلی پیتھی کی تمام صلاحیتیں آزمالو۔

تمہیں اس جزیرے سے باہر جانے کا راستہ نہیں ملے گا۔"

اس کے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ وہ اسے آن کر کے سننا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے چھین کر فون کو کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے ایک بوڑھی اور کمزور آواز سنائی دی "میری بچی! تم خیریت سے ہو ناں؟"

وہ آواز میرے لیے انجانی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر بولی "اچھا تو تو میرے اندر آیا ہے! میری پوتی تیری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی لیکن میں محسوس کر رہی ہوں۔ تمرن کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے تو میرے اندر سے چلا جا۔"

"تو مجھے دماغ سے جانے کو کہہ رہی ہے۔ مجھے سانس روک کر کیوں نہیں بھگا رہی ہے؟"

وہ بولی "تو نے مجھے کمزور بنا دیا ہے۔ میں بیس برس کی کٹھن تپسیا کے بعد جوان چھوکری بن گئی تھی۔ جوانی کی تمام توانائیاں حاصل کر چکی تھی لیکن تو نے مجھے سمندر میں ڈبو دیا۔ میں اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں مروں گی۔ میں گہرے پانی سے باہر نکل آئی لیکن پتا چلا کہ میری جوانی کھارے پانی سے دھل گئی ہے۔ میں نہیں جانتی ایسا کیوں ہو گیا؟"

میں نے کہا "تیری شامت آئی تھی کہ تو مجھ سے ٹکرانے کے لیے یہاں آ گئی۔ اب میں تیری موت کا حساب غلط کر دوں گا۔ مقررہ وقت سے پہلے تجھے خاک میں ملا دوں گا۔ اگر تو اپنی باقی سانسوں تک زندہ رہنا چاہتی ہے تو تمرن کا پیچھا چھوڑ دے۔"

"تو نے کہا اور میں نے چھوڑ دیا لیکن یاد رکھ میری پوتی کو نقصان پہنچے گا تو تیری وہ رکھیل زندہ نہیں رہے گی۔"

"بوچا کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"میرے بدن پر سمندر کے پانی کا نمک لگا ہوا ہے۔ میں دریا کی طرف جا رہی ہوں۔ میٹھے پانی سے غسل کرنے کے بعد نمک دھل جائے گا اور میری جوانی واپس مل جائے گی تو میں تیری دشمنی کو بھول جاؤں گی۔"

"اور اگر میٹھے پانی سے نہا کر بھی جوانی واپس نہ لوٹی تو پھر کیا کرے گی؟"

وہ کچھ سوچ کر بولی "اگر چند مخصوص منتروں کے پڑھتے رہنے کے بعد بھی جوانی واپس مل جائے گی تو اس وقت بھی میں تجھے معاف کر دوں گی اور اگر اثر نہ ہوا تو پھر سمجھ لے کہ تو میرے ہاتھوں سے مرنے کے لیے ہی پیدا ہوا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت تجھے میرے ہاتھوں مرنے سے نہیں بچا سکے گی۔ فی الحال اپنی خیریت چاہتا ہے تو میرے دماغ سے چلا جا۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ تمرن سکون سے آنکھیں بند کیے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ اسے پرسکون دیکھ کر مجھے اطمینان ہوا۔ اسے تو سکون مل گیا تھا لیکن میری فکر اور پریشانیاں بڑھ گئی تھیں۔ وہ بوڑھی چڑیل جنگل میں کہیں چھپی ہوئی تھی اور اپنے جادوئی ہتھکنڈوں سے مجھے مجبور اور بے بس کرنا چاہتی تھی۔ یہ میں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اب وہ مجھے جزیرے سے باہر نہیں جانے دے گی۔

○☆○

کبریا ممبئی کے ایک ہوٹل میں میرا، شاردا اور پروفیسر دینا ناتھ کے ساتھ تھا۔ شاردا ان کے لیے ایک پریشان کن مسئلہ بن گئی تھی۔ اس کی ضد تھی کہ کبریا اس سے بیاہ کرے اور شادی کرے۔ جبکہ کبریا اور میرا ایک دوسرے کو چاہنے لگے تھے۔ کبریا نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ میرا کی جگہ اسے کبھی نہیں دے گا۔

اس بات پر شاردا غصے سے ان کا ساتھ چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ کبریا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے بدمعاشوں کے چنگل سے بچا کر واپس لے آیا تھا۔ اس کے باوجود شاردا ایک ضدی بچی کی طرح مچل رہی تھی۔ اس نے ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی کہ رہے گی تو کبریا کی آغوش میں، ورنہ کہیں دور چلی جائے گی۔

اس نے کبریا سے وعدہ لیا تھا۔ اسے ماں کی قسم دلائی کہ وہ اس کے دماغ میں نہیں آئے گا۔ کبریا نے کہا "میں پہلی بار اسے ماں کی قسم دی گئی ہے۔ لہٰذا وہ کبھی شاردا کے دماغ میں جائے گا نہ اس کے خیالات پڑھے گا۔"

اس طرح ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا، وہ قابو سے باہر ہو گئی۔ پہلے کبریا اسے خیال خوانی کے ذریعے کنٹرول کرتا تھا۔ اب وہ بے لگام ہو گئی تھی۔ میرا نے کہا "آپ نے دی ہوئی قسم قبول نہ کریں۔ یہ ہمارے لیے مصیبت بن جائے گی۔"

"یہ اپنے لیے مصیبت بنے گی۔ ہمیں چھوڑ کر چلی جائے گی تو بے یار و مددگار رہے گی۔ غنڈے بدمعاش اس کی عزت کی دھجیاں اڑاتے رہیں گے۔ بہرحال ابھی تو اسے بھوک لگی ہے۔ کیا کھانے کے لیے کہیں باہر چلیں یا کمرے میں کھانا منگوا لیں۔"

میرا نے کہا "باہر چلیں۔ واکنگ ہو جائے گی۔ کسی اچھے ریسٹورینٹ میں اپنی اپنی پسند کی ڈش کھائیں گے۔"

وہ سب کمرے کو لاک کر کے ہوٹل کے باہر آ گئے۔ پروفیسر، شاردا کے ساتھ چلتا ہوا اسے پیار سے سمجھا رہا

وہ پروفیسر کے ساتھ چل رہی تھی لیکن میرا اور کبریا کو ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر چلتے دیکھ رہی تھی۔ اس کا دماغ اندر سے چیخ رہا تھا "میرا کی جگہ مجھے ہونا چاہیے۔ کبریا کو میرا ہاتھ تھامنا چاہیے۔ میں بوڑھے انکل کے ساتھ چل رہی ہوں اور یہ میرے آئیڈیل کے ساتھ کیسی مست ہو کر چل رہی ہے۔ اس کی ساری مستی نکال دوں گی۔ اسے کبریا سے ہمیشہ کے لیے الگ کر دوں گی۔"

وہ ایک اوپن ایر ریسٹورینٹ میں آ کر بیٹھ گئے۔ اپنی اپنی پسند کے مطابق کھانے کا آرڈر دینے لگے۔ وہ ہندو تھے، ناں مچھلی یعنی گوشت مچھلی نہیں کھاتے تھے۔ سبزیوں پر گزارہ کرتے تھے۔ سبزیوں کی ڈشیں بھی طرح طرح کی مزے دار ہوتی تھیں۔

کبریا نے بھی سبزی کی ایک ڈش کا آرڈر دیا۔ میرا نے کہا "آپ تو گوشت مچھلی کھاتے ہیں پھر آپ سبزی کا آرڈر کیوں دے رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ تم میری زندگی میں آ گئی ہو۔ مجھے سبزی کی عادت ڈالنی ہوگی اور تمہیں گوشت کی۔"

وہ سر جھکا کر مسکرانے لگی۔ شاردا کی ساری توجہ ان دونوں کی طرف تھی۔ میرا کو مسکراتے دیکھ کر جل گئی۔ ناگواری سے بولی "تم گوشت کھاؤ گی تو کیا تمہارا دھرم شٹ نہیں ہو گا؟"

وہ بولی "مجھے کسی ایک دھرم کی ہو کر رہنا ہے۔ جب میں ایک مسلمان کو اپنے دل و جان کا مالک بنا رہی ہوں تو پھر میں مسلمان ہی بن کر رہوں گی۔"

ان کے آرڈر کے مطابق کھانا آ گیا۔ وہ کھانے کے دوران میں باتیں کرنے لگے۔ شاردا کھانا ادھورا چھوڑ کر اٹھی اور پروفیسر سے بولی "انکل! میں ابھی واش روم سے آتی ہوں۔"

میرا نے اٹھتے ہوئے کہا "میں بھی چلتی ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولی "تم میرے ساتھ کیوں آ رہی ہو؟ کیا میری نگرانی کرو گی؟ کیا تم میری باڈی گارڈ ہو؟"

"تم برا کیوں مان رہی ہو؟ میں کسی ضرورت سے ہی واش روم جا رہی ہوں۔"

وہ بیٹھ گئی اور بولی "تو پھر جاؤ۔ جب تم آ جاؤ گی تب میں جاؤں گی۔"

میرا نے بیٹھ کر کہا "پہلے تم جا رہی تھیں۔ اس لیے تم ہی جاؤ۔ مجھے جلدی نہیں ہے۔"

اس نے گھور کر میرا کو دیکھا پھر وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ میرا نے تشویش سے کہا "مجھے اس سے ڈر لگ رہا ہے۔ یہ پھر ہمیں چھوڑ کر جا سکتی ہے۔"

کبریا نے بڑی بے پروائی سے کہا "اب وہ کہیں جائے گی تو کسی جنم میں ہی پہنچے گی۔ تم اسے ساری زندگی زنجیریں پہنا کر نہیں رکھ سکو گی۔ کھانے پر توجہ دو۔ اسے آنا ہو گا تو آ جائے گی۔"

وہ سر جھکا کر کھانے لگی لیکن اس کا سارا دھیان شاردا کی طرف تھا۔

پروفیسر نے کہا "کوئی اپنے مقدر سے نہیں لڑ سکتا۔ اس کا زائچہ اور اس کے ہاتھ کی لکیروں سے بس ایک ہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ لڑکی اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتی رہے گی۔ اسے روکا نہیں جا سکتا۔"

کبریا نے کہا "میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے روک سکتا تھا لیکن اس نے قسم دے کر یہ رکاوٹ بھی دور کر دی ہے۔ تقدیر اپنا لکھا ہوا منوانے کے لیے ایسے ہی تماشے کرتی ہے۔"

میرا نے اٹھتے ہوئے کہا "میں ابھی جا کر دیکھتی ہوں۔"

کبریا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا "بیڈ لک۔ کیوں اس کی اتنی فکر کرتی ہو؟ اس کا بس چلے گا تو وہ تمہاری جگہ حاصل کرنے کے لیے تمہیں قتل بھی کر دے گی۔"

میرا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہا "آپ غصہ نہ کریں۔ اس کے لیے میرے جذبات کو سمجھیں۔ پلیز مجھے جانے دیں۔"

کبریا نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "اچھی بات ہے جاؤ۔"

وہ خوش ہو کر وہاں سے چلی گئی۔ پروفیسر نے کہا "بچپن میں ان کی ماں مر گئی تھی۔ تب سے میرا شاردا کو بہت چاہتی ہے۔ اسے ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دیتی۔ حالانکہ یہ شاردا سے صرف دو برس بڑی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد میرا تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ وہ گھبرائی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "وہ واش روم میں نہیں ہے۔ میں نے ریسٹورینٹ کے اندر ہر جگہ دیکھا ہے۔ وہ کہیں نظر نہیں آ رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ پچھلے دروازے سے چلی گئی ہے۔"

کبریا نے نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے کہا "اب وہ میرے لیے خطرہ بن جائے گی۔ اسے جو بھی محبت سے سہارا دے گا۔ وہ اس کے سامنے اگل دے گی کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور تم دونوں کے ساتھ رہتا ہوں۔"

میرا نے کہا "وہ ایسی حماقت نہیں کرے گی۔"

کبریا نے ڈانٹ کر کہا "بکواس مت کرو۔ کیا وہ اب تک حماقتیں کرتی نہیں آرہی ہے؟ وہ حسد اور جلاپے میں کچھ بھی کرسکتی ہے۔"

پروفیسر نے کہا "میرا! خوا مخواہ شاردا کی حمایت نہ کرو۔ وہ کبریا کے لیے خطرہ بن گئی ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام میڈیا کے ذریعے کبریا کو تلاش کیا جارہا ہے۔ اسے پولیس والے آرمی والے سب ہی تلاش کررہے ہیں۔ اگر وہ ان میں سے کسی کے ہتھے چڑھ جائے گی تو وہ لوگ اس کے بارے میں بہت کچھ اس سے اگلوالیں گے۔"

کبریا نے پروفیسر سے کہا "فی الحال دانش مندی یہ ہے کہ میں آپ لوگوں سے دور ہوجاؤں۔ ہمارا ایک ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔"

میرا اس کا بازو تھام کر بیٹھ گئی پھر بولی "میں آپ کو کہیں نہیں جانے دوں گی۔ اس دیس میں قدم قدم پر آپ کے دشمن ہیں۔ میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ میرا کے ہاتھ کو محبت سے تھام کر بولا "ایسے وقت جذبات سے نہیں عقل سے کام لینا چاہیے۔ اگر پولیس یا آرمی والوں نے گھیرا ڈالا تو ہم سب ایک ساتھ پھنس جائیں گے۔ اگر میں روپوش رہوں گا تو تم دونوں کو مصیبتوں سے نجات دلاتا رہوں گا۔"

"کچھ بھی ہو میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ انکل یہاں سے لکھنؤ واپس چلے جائیں گے میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔"

"تم میرے ساتھ رہ کر میری بہت بڑی پہچان بن جاؤ گی۔ ڈھونڈنے والوں کو یہ معلوم ہوگا کہ تمہارے انکل تنہا رہ گئے ہیں تو یقیناً تم میرے ساتھ ہو۔ میں بھیس بدلتا رہوں گا لیکن تمہاری موجودگی کے باعث پہچان لیا جاؤں گا۔"

پروفیسر نے کہا "بیٹی! کبریا کی باتوں کو سمجھو۔ اس کے لیے پرابلم نہ بنو۔ اسے جانے دو۔ یہ دور رہ کر میری اور تمہاری حفاظت کرے گا۔"

میرا شکایت بھری نظروں سے کبریا کو دیکھنے لگی۔ وہ اس سے جدا نہیں ہونا چاہتی تھی لیکن حالات بچھڑنے پر مجبور کررہے تھے۔ کبریا نے اس کے اندر سوچ کے ذریعے کہا "میری جان! نہ میں تمہیں بھلا سکتا ہوں اور نہ ہی زیادہ دنوں تک تم سے دور رہ سکتا ہوں۔ میں دشمنوں کو اپنے راستے سے بھٹکا کر کسی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچتے ہی تمہیں اپنے پاس بلالوں گا۔ ہم مجبوراً عارضی طور پر جدا ہورہے ہیں۔"

وہ بھی سوچ کے ذریعے بولی "وعدہ کریں۔ آپ مجھے جلد سے جلد بلائیں گے۔ آپ جب تک دور رہیں گے۔ مجھ سے مسلسل ذہنی رابطہ رکھیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ ہر گھنٹے آدھے گھنٹے میں تمہارے پاس آتا رہوں گا۔"

پروفیسر نے کہا "کبریا! جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ میری معلومات کے مطابق تمہارے پاپا جنوب کی طرف اسی علاقے میں ہیں۔ میرا خیال ہے اب تم پونا، کیرالہ اور سری لنکا کی طرف جاؤ گے۔"

"جی ہاں۔ میں اسی طرف جاؤں گا۔"

میرا نے کہا "تم مجھے بتاتے رہو کہ کس شہر کی طرف جارہے ہو؟ کس علاقے میں پہنچ گئے ہو۔ میں اسی طرف سفر کرتی رہوں گی۔"

کبریا نے پروفیسر سے کہا "آپ ہمارے ساتھ کہاں بھٹکتے رہیں گے۔ میرا مشورہ ہے اپنے شہر لکھنؤ واپس چلے جائیں۔ میں جنوب کی طرف سفر کرنے کے دوران میں آپ سے دماغی رابطہ رکھوں گا اور پاپا کے زائچے کے مطابق آپ مجھے بتاتے رہیں گے کہ وہ کس سمت میں ہیں۔"

پروفیسر نے پوچھا "اور میرا کے متعلق کیا چاہتے ہو؟"

"آپ اسے تنہا چھوڑ دیں۔ یہ تنہا ان علاقوں کی طرف جاتی رہے گی جہاں میں پہنچتا رہوں گا۔"

پروفیسر نے کہا "مجھے یقین ہے کہ یہ جہاں بھی تنہا جائے گی تم اس کے اندر رہ کر اس کی حفاظت کرتے رہو گے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں یہاں سے لکھنؤ چلا جاؤں گا۔ میں اپنی یہ بیٹی تمہارے حوالے کررہا ہوں۔"

"میرا ایک اور مشورہ ہے۔ آپ صبح تک اس ہوٹل میں نہ جائیں۔ ہمارا سامان اور وہ تین کروڑ روپے وہیں پڑے رہنے دیں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کرتا رہوں گا۔ جب کوئی خطرہ درپیش نہیں ہوگا تو میں آپ سے وہاں جانے کے لیے کہوں گا۔"

پروفیسر نے وہاں سے اٹھ کر کھانے کا بل ادا کیا پھر میرا کو گلے لگا کر کبریا سے مصافحہ کرکے وہاں سے رخصت ہوگیا۔

میرا نے پوچھا "میرے لیے کیا حکم ہے؟"

میرے ساتھ شاپنگ سینٹر چلو۔ سفری بیگ اور ضروری سامان خریدو۔ اس سے پہلے ہم کسی ائرکنڈیشنڈ کوچ میں دو سیٹیں حاصل کریں گے اور ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن کر اس کوچ کے ذریعے پونا جائیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "آپ بہت اچھے ہیں۔ میرا ساتھ نہیں چھوڑ رہے ہیں لیکن شاپنگ کے لیے رقم کم پڑے گی۔

میرے پرس میں صرف دو ہزار روپے ہیں۔"

کبریا نے کہا "اور میری جیب تو بالکل خالی رہتی ہے۔ اس کے باوجود دنیا کی ساری دولت میرے قدموں میں رہتی ہے۔ چلو میں ٹیلی پیتھی کا کمال دکھاتا ہوں۔ تم کبھی کسی کی محتاج نہیں رہو گی۔"

وہ حیرانی سے بولی "لیکن آپ رقم کہاں سے حاصل کریں گے؟"

"میں اس ریسٹورینٹ کے مالک سے کم از کم پچاس ہزار روپے وصول کرسکتا ہوں لیکن اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا ہے کہ یہ ایک سچا، دھرم والا نیک انسان ہے۔ میں حلال کی روزی کمانے والوں سے رقم نہیں لیتا۔ بے ایمانوں اور شیطانوں سے ان کی دولت حاصل کرتا ہوں۔ آگے چلو ہماری دنیا میں شیطان بہت ہیں۔"

وہ ریسٹورینٹ بہت مشہور تھا۔ وہاں بڑے بڑے دولت مند شراب پی کر اپنی داشتاؤں کے ساتھ ماس مچھلی کھانے آیا کرتے تھے۔ کبریا نے کہا "رقم یہیں مل جائے گی۔ وہاں کتنی ہی قیمتی گاڑیاں کھڑی ہوئی ہیں۔ تم آگے بڑھو اور ان گاڑیوں کے قریب سے گزرتی جاؤ۔"

وہ بولی "ان گاڑیوں میں اوباش قسم کے رئیس ہوتے ہیں۔ وہ مجھے چھیڑیں گے۔ تم ایسی حرکتیں برداشت نہیں کرپاؤ گے۔ خوا مخواہ بات بڑھے گی۔ میں کوئی ہنگامہ نہیں چاہتی ہوں۔"

"کوئی ہنگامہ نہیں ہوگا۔ جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ ادھر جاؤ۔"

وہ جانے لگی۔ ان کاروں کے قریب سے گزرنے لگی۔ امیر کبیر لوگ اپنی اپنی کار میں کسی نہ کسی حسینہ کے ساتھ شراب پی رہے تھے۔ گوشت مچھلی کھا رہے تھے اور زر خرید حسیناؤں کو کلیجے سے لگا رہے تھے۔ ایک کار میں ایک شخص نشے کی حالت میں اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی حسینہ کو دھتکار رہا تھا۔ اسے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ دے کر کہہ رہا تھا "گٹ آؤٹ۔ سور کی بچی! کیا اسی وقت تمہیں بیمار ہونا تھا سارا موڈ چوپٹ کردیا۔"

وہ رقم لے کر باہر چلی گئی۔ تب اس نے دور سے آتی ہوئی میرا کو دیکھا۔ دروازہ کھول کر بولا "او واٹ اے فنٹاسٹک بیوٹی! اکیلی کہاں بھٹک رہی ہو۔ میری گاڑی میں آجاؤ۔ جتنی رقم مانگو گی تمہیں دوں گا۔"

کبریا نے کہا "میری جان! تمہیں گھبرانا نہیں چاہیے۔ اس کے قریب جاؤ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھو۔ مجھ پر بھروسا کرو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ اس کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ ڈیش بورڈ کے خانے میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے ہیں۔ سیٹ کے نیچے ایک بیگ میں اس کے کچھ ضروری کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ وہ میرا سے پوچھ رہا تھا "کیا تم پیو گی؟ بہترین امپورٹڈ وہسکی ہے۔"

کبریا نے کہا "اب یہ تھوڑی دیر میں چپ ہوجائے گا۔ تمہارے پیروں کے پاس ایک بیگ رکھا ہوا ہے۔ اسے خالی کرو پھر ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر وہاں کی تمام رقم بیگ میں رکھ لو پھر وہاں سے ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جاؤ۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے اس رئیس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق وہسکی کی بوتل کو کھول کر منہ سے لگایا اور غٹاغٹ پینے لگا۔ وہ تو پہلے ہی نشے میں ٹن تھا۔ بھری ہوئی بوتل خالی ہوتی گئی اور اسے ہوش و حواس سے بیگانہ کرتی گئی۔ میرا بیگ میں رقم بھر کر اسے بند کرنے کے بعد کار سے باہر آئی پھر تیز قدموں سے چلتی ہوئی ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جانے لگی۔

کبریا ایک ٹیکسی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے آواز دی "کم آن میرا! یہاں اس ٹیکسی میں آجاؤ۔"

وہ دونوں اس ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ایک بڑے شاپنگ سینٹر میں پہنچ گئے۔ میرا نے ٹیکسی سے اتر کر اس کا کرایہ ادا کیا پھر شاپنگ کرنے کے لیے منگنے علاقے کی مہنگی دکانوں کی طرف کبریا کے ساتھ جانے لگی۔

شاردا ایک پولیس اسٹیشن میں تھانہ انچارج سے کہہ رہی تھی "میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جانتی ہوں۔ جسے گرفتار کرنے کے لیے پورے دیس کی پولیس اور انٹیلی جنس والے پچھلے دو دنوں سے پریشان ہورہے ہیں۔"

انچارج افسر نے چونک کر پوچھا "تم کون ہو؟ اسے کیسے جانتی ہو؟ کیا تم اس کا خفیہ اڈا جانتی ہو؟"

"میں ابھی اس کے بارے میں سب کچھ بتاؤں گی لیکن اسے گرفتار کرانے والے کے لیے دو لاکھ روپے کی رقم انعام کے طور پر رکھی گئی ہے۔ پہلے یہ رقم مجھے ملنی چاہیے۔"

اس وقت شاردا کے پرس میں صرف آٹھ سو روپے تھے اسے تنہا رہنے کے لیے زیادہ سے زیادہ رقم کی ضرورت تھی۔ اس لیے پہلے رقم کا مطالبہ کررہی تھی۔

انچارج افسر نے کہا "تمہیں رقم مل جائے گی۔ پہلے

اسے گرفتار کراؤ۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "اپنے اعلیٰ افسران سے میری بات کراؤ رقم تمہارے بٹوں سے ملے گی۔ اس لیے میں تمہارے بٹوں کو کبریا تک پہنچاؤں گی۔"

وہ جھنجلا کر بولا "جب میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ رقم مل جائے گی تو پھر ضرور ملے گی۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

"مجھے غصہ نہ دکھاؤ۔ اپنے بٹوں سے بات کراؤ ورنہ چلی جاؤں گی۔"

"کہاں جاؤ گی۔ میں تمہیں حوالات میں بند کروں گا۔ تمہاری اتنی پٹائی کروں گا کہ تم اس کا پتا بتانے پر مجبور ہو جاؤ گی۔"

"تم جب تک میری پٹائی کرو گے۔ اس وقت تک وہ وہاں سے جا چکا ہوگا۔"

وہ غصے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسسٹنٹ پولیس انسپکٹر سے بولا "اسے حوالات میں بند کرو۔ یہ ابھی پانچ منٹ میں اگل دے گی۔"

انسپکٹر نے کہا "سر! یہ ہمارے دیس کی سلامتی کا معاملہ ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں کے اہم راز چرا کر لے جائے گا۔ آپ اس لڑکی کا مطالبہ پورا کریں اور فوراً آئی جی صاحب سے رابطہ کریں۔"

انچارج افسر نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا "بکواس مت کرو۔ ہم اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو گرفتار کرنے کا کریڈٹ حاصل کریں گے۔ پورے دیس میں ہمارا نام ہوگا۔ ہماری ترقی ہوگی۔"

انسپکٹر نے کہا "آپ نام پیدا نہ کریں اپنے دیس کو نقصان سے بچائیں۔"

"دیس کو نقصان نہیں پہنچے گا اور ہمیں بھی فائدہ ہو جائے گا۔ تم اسے بند کرو۔" انچارج نے دہاڑتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر نے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "سر! معافی چاہتا ہوں۔ آپ دیس کا نقصان کریں گے تو میں آپ کو گولی مار کر زخمی کروں گا پھر کمشنر صاحب کو رپورٹ کروں گا۔ پلیز۔۔۔ فوراً ہمارے بٹوں کو اطلاع دیں ورنہ آپ نام نہیں کما سکیں گے۔ آپ کی وردی اتر جائے گی۔"

انچارج افسر کے پاس بھی ریوالور تھا لیکن وہ میز کی نچلی دراز میں تھا۔ وہ جواباً اس پر ریوالور نہیں تان سکتا تھا۔ اس نے مجبور ہو کر آئی جی آف پولیس سے رابطہ کر کے اسے کبریا کے بارے میں بتایا۔ آدھے گھنٹے کے اندر پولیس کے بڑے بڑے افسران اس تھانے میں پہنچ کر شاردا سے سوالات کرنے لگے۔

شاردا نے کہا "جب میں یہاں آئی تو کبریا میری بہن اور میرے انکل کے ساتھ مری دھر ریسٹورینٹ میں بیٹھا ہوا تھا لیکن آپ کا یہ انچارج افسر میری پٹائی کرنے کی دھمکیاں مجھے دیتا رہا اور وقت برباد کرتا رہا۔"

اس انچارج افسر کو حراست میں لے لیا گیا۔ کمشنر پولیس نے پوچھا "اب وہ کہاں ہوگا؟"

وہ بولی "اب وہ لوگ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرے میں ہوں گے۔"

آئی جی نے کہا "ہم اس ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ جب تک وہ گرفتار نہیں ہوگا۔ ہم اس ہوٹل سے کسی کو باہر نکلنے نہیں دیں گے۔"

شاردا نے کہا "اسے گرفتار کرنے کے لیے میرے ایک اہم مشورے پر عمل کرنا ہوگا۔ آپ سب وہاں پہنچ کر گونگے بن جائیں گے۔ وہاں جو بھی بولے گا کبریا اس کے دماغ میں گھس کر اسے اپنا غلام بنا لے گا۔"

کمشنر نے کہا "تم نے بہت اچھا مشورہ دیا ہے۔ اب ہمارے تمام افسران اور سپاہی گونگے بن کر اسے گرفتار کریں گے۔"

درجنوں کی تعداد میں پولیس والوں کی گاڑیاں وہاں سے روانہ ہوئیں۔ شاردا تمام اعلیٰ افسران کے ساتھ تھی۔ وہ پہلے مری دھر ریسٹورینٹ پہنچے۔ شاردا نے ایک میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ تینوں یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اب وہ ہوٹل کی طرف گئے ہوں گے۔ آپ فوراً وہاں چلیں۔"

ہوٹل کے پاس پہنچتے ہی سپاہیوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ شاردا اعلیٰ افسران کے ساتھ ہوٹل کے اندر آئی پھر لفٹ کے ذریعے ان کے کمرے تک پہنچی۔ اس کا دروازہ مقفل تھا۔ منیجر کو حکم دیا گیا کہ وہ ماسٹر کی کے ذریعے اسے کھولے۔ منیجر نے حکم کی تعمیل کی اور دروازہ کھل گیا۔

وہ سب کمرے کے اندر آئے پھر وہاں رکھے ہوئے سامان کی تلاشی لینے لگے۔ ایک بریف کیس سے تین کروڑ روپے برآمد ہوئے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کمشنر سے کہا "سر! یہ وہی تین کروڑ روپے ہیں جو ناگیشور پانڈے سے وصول کیے گئے ہیں۔ پانڈے صاحب کا مشیر اس بات کی گواہی دے گا۔"

پانڈے کے مشیر کو بلانے کا حکم دیا گیا۔ وہاں سے دہلی تک کتنے ہی فون پر باتیں ہونے لگیں۔ ہوم منسٹر اور آرمی

کے اعلیٰ افسران کو اطلاع دی گئی کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اب دہلی میں نہیں ہے۔ ممبئی کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں آیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اسے اس کارروائی کی اطلاع مل چکی تھی۔ اسی لیے وہ پھر کہیں گم ہو گیا ہے۔ ہم پورے شہر کی ناکہ بندی کر رہے ہیں۔ اسے یہاں سے نکل بھاگنے کا موقع نہیں دیں گے۔

فون کے ذریعے احکامات جاری کیے جانے لگے۔ کئی ٹی وی چینلز کے ذریعے عوام کو اطلاعات فراہم کی جانے لگیں کہ کبریا علی تیمور ممبئی میں ہے۔ اس کے ساتھ ایک خوب صورت لڑکی اور اس کا پروفیسر انکل بھی ہے۔

شاردا نے اعلیٰ افسران کو یہ معلومات بھی فراہم کیں کہ کبریا اپنے باپ کو تلاش کر رہا ہے۔ وہ اس کی تلاش میں جنوبی ہند کے علاقوں میں جاتا رہے گا۔ شاردا کے اس بیان کی روشنی میں ممبئی سے لے کر راس کماری تک تمام پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو الرٹ کر دیا گیا۔

کبریا اور میرا شاپنگ کر رہے تھے۔ آئندہ سفر میں کام آنے والی ضروری چیزیں خرید رہے تھے اور انہیں اپنے اپنے سفری بیگ میں رکھتے جا رہے تھے۔ کبریا نے میک اپ کرنے کا سامان خریدا۔ اس دوران میں وہ اپنے قریب سے گزرنے والوں کو توجہ سے دیکھتا رہا۔ کبھی کبھی کسی کی آواز سن کر اس کے مختصر خیالات پڑھتا رہا۔

وہ صبح تک کے لیے کہیں ٹھکانا بنانا چاہتا تھا۔ ایک بہت بڑی دکان کے مالک کے خیالات نے بتایا کہ وہ اپنے بہت بڑے بنگلے میں تنہا رہتا ہے۔ اتنا کنجوس ہے کہ کوئی نوکر بھی نہیں رکھتا۔ آدھی رات کے بعد گھر جاتا ہے پھر صبح دس بجے آ کر دکان میں بیٹھ جاتا ہے۔

میرا خریداری میں مصروف تھی۔ کبریا نے اس دکان دار کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کے بنگلے کی چابیوں کا ایک گچھا اس کی جیب میں رہتا تھا۔ چابیوں کا دوسرا گچھا احتیاطاً دکان میں رکھا کرتا تھا۔ اس نے دکان میں رکھی ہوئی چابیاں نکال کر میرا کو دے دیں۔

میرا نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا۔۔۔؟"

کبریا اس دکان دار کی زبان سے بولا "یہ ہمارے نئے مکان کی چابیاں ہیں۔ ہم وہاں محفوظ رہیں گے۔ تم اس دکان دار سے کوئی چیز طلب کرو۔"

میرا لپ اسٹکس کے مختلف شیڈز کے بارے میں پوچھنے لگی۔ کبریا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر میرا سے بولا "جی ہاں۔ نیا امپورٹڈ مال ہے۔ ابھی دکھاتا ہوں۔"

اس سے پہلے کبریا اپنا کمال دکھا چکا تھا۔ وہ دونوں ضرورت کا تمام سامان خریدنے کے بعد باندرہ ہل کے ایک پوش علاقے میں آئے۔ وہاں اس دکان دار سیٹھ کا بہت بڑا بنگلا تھا۔ انہوں نے بنگلے سے بہت پہلے ہی وہ ٹیکسی چھوڑ دی۔ اور پیدل بنگلے کی طرف روانہ ہو گئے۔

میرا نے کہا "میں آپ کی ٹیلی پیتھی کے تماشوں کو کچھ کچھ سمجھنے لگی ہوں۔ آپ نے اس سیٹھ سے چابیاں حاصل کی ہیں۔ کیا وہاں اس کے رشتے دار نہیں آئیں گے؟ بنگلے میں ملازم وغیرہ تو ہوں گے؟"

"نہ ملازم ہیں' نہ رشتے دار میں اطمینان کر چکا ہوں۔ یوں بھی ہمیں وہاں ساری زندگی نہیں رہنا ہے۔ ہم صبح تک رہیں گے پھر پونا کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔"

وہ دونوں اس بنگلے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اسے کھول کر اندر آئے۔ اسے اندر سے لاک کر دیا۔ وہ بنگلا اتنا وسیع و عریض تھا کہ وہاں گھوم کر دیکھنے میں اچھا خاصا وقت صرف ہو جاتا۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپری حصے میں آ گئے۔

کبریا نے ایک بیڈ روم میں پہنچ کر پوچھا "وقت گزارنے کے لیے یہ بیڈ روم کیسا رہے گا؟"

میرا نے جواب نہیں دیا۔ سر جھکا کر اس کے قریب آ گئی۔ اس نے بڑی محبت سے اسے بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ جذبات سے لرزتے ہوئے لہجے میں بولی "میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ آپ مجھے چھوڑ تو نہیں دیں گے؟"

"میں نے تمہیں چھوڑنے کے لیے نہیں پکڑا۔ میری ایک کمزوری ہے کہ میں تقدیر سے نہیں لڑ سکوں گا۔ باقی تمام دنیا سے تمہارے لیے لڑتا رہوں گا۔"

یہ اس کے لیے بہت بڑی بات تھی کہ اس کی خاطر جنگ کرنے والا ایک مرد اس کی زندگی میں آ گیا ہے۔ وہ اس کے بازوؤں میں پگھلنے لگی۔

بنگلے کے باہر ان سے دور پولیس' آرمی اور انٹیلی جنس والے شہر کی ناکہ بندی کر چکے تھے۔ ممبئی کے تمام علاقوں میں انہیں ڈھونڈ رہے تھے۔ اتنا تو وہ سمجھ رہے تھے کہ کبریا اب کسی ہوٹل یا گیسٹ ہاؤس میں نہیں رہے گا۔ کہیں اونچے طبقے میں یا نچلے طبقے میں کسی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے اس کے مکان میں روپوش رہے گا۔

پروفیسر دینا ناتھ نے کبریا کے مشورے پر عمل کیا تھا۔ اس نے عارضی طور پر دوسرے ہوٹل میں ایک کمرا لیا تھا

لیکن ہوٹلوں پر چھاپے مارنے والی پولیس پارٹی وہاں بھی پہنچ گئی۔ پروفیسر نے اپنا ایک فرضی نام اور پتا بتایا۔ پولیس افسر کو اس پر شبہ ہوا۔ اس نے فون کے ذریعے آئی جی سے رابطہ کر کے شاردا کو ایک اعلیٰ افسر کے ساتھ بلایا۔ شاردا کو دیکھتے ہی پروفیسر نے سر جھکا لیا۔ وہ اعلیٰ افسر سے بولی "یہ میرے انکل ہیں۔ یہ بتائیں گے کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟"

پروفیسر نے کہا "آستین کا سانپ بھی ایسے نہیں ڈستا' جیسے تم ڈس رہی ہو۔ میں نہیں جانتا' وہ دونوں کہاں ہیں۔ اگر جانتا تب بھی نہ بتاتا۔"

اعلیٰ افسر نے اس کا گریبان پکڑ کر کہا "جب تمہیں ٹارچر کیا جائے گا تو تمہارا باپ بھی ان کا پتا ٹھکانا بتائے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے زور کی چیخ ماری۔ ایک دم سے اچھل کر زمین پر گرا اور تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ دوسرے افسران اور سپاہی اسے سنبھالنے لگے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اچانک کیسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہے؟ ایک افسر نے کہا "فوراً کسی ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

کبریا نے پروفیسر کی زبان سے کہا "اسے ڈاکٹر کی نہیں عقل کی ضرورت ہے اور تم سب کو بھی اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ تم میں سے جو بھی پروفیسر کے ساتھ بدتمیزی کرے گا اس کا یہی حشر ہو گا۔"

شاردا نے ان افسران سے کہا "یہ کبریا ہے۔ پروفیسر انکل کی زبان سے بول رہا ہے۔ میں بھی یہی چاہوں گی کہ میرے انکل سے بدتمیزی نہ کی جائے۔"

کبریا نے کہا "تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ تمہیں جو دشمنی کرنی تھی وہ کر چکیں۔ ہم تمہاری وجہ سے کتنی مصیبتیں اٹھا رہے ہیں؟ یہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ ویسے تمہارے برے حالات جلد ہی تمہیں سمجھا دیں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر کبریا! ہم تمہاری بہتری کے لیے کہتے ہیں۔ تم اس شہر سے زندہ سلامت نہیں جا سکو گے۔ اگر چلے بھی گئے تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ تم اپنے باپ کی تلاش میں جنوب کی طرف سفر کرنے والے ہو۔ ہم اس دیس کے آخری سرے تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

"تم اتنی بکواس کیوں کر رہے ہو؟ تم خاموش رہو گے تب بھی میں تمہاری کھوپڑی میں گھس کر تمہارے ارادے معلوم کرتا رہوں گا۔ میں یہاں سے تمہاری راج دھانی دہلی تک اور آرمی ہیڈ کوارٹرز تک پہنچ کر یہ معلوم کر لیتا ہوں کہ میری گرفتاری کے لیے کہاں کہاں کس طرح جال بچھائے جا رہے ہیں؟"

افسر نے کہا "ہم جانتے ہیں' ٹیلی پیتھی بہت خطرناک ہتھیار ہے لیکن تم تنہا اس ہتھیار کو پورے دیس کی پولیس اور آرمی والوں پر استعمال نہیں کر سکو گے۔ کہیں نہ کہیں تو پکڑ میں آؤ گے۔ بہت جلد تسلیم کر لو گے کہ تمہاری موت تمہیں اس دیس میں لائی ہے۔"

"میں فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کروں گا.... فی الحال میرا ایک مطالبہ پورا کرو۔ پروفیسر کو وہ تین کروڑ روپے دو اور انہیں عزت سے رہا کرو۔ یہ مطالبہ پورا نہ ہوا تو ہر دس منٹ کے بعد ایک پولیس افسر خودکشی کرے گا۔ جاؤ۔ اور اپنے اوپر والوں سے کہو کہ تم میں سے ہر افسر دس منٹ بعد اپنی جان دینے والا ہے۔ بہتر ہے' پروفیسر کو رہا کر دیا جائے۔"

وہ سب پریشان ہو گئے۔ آئی جی اور کمشنر پولیس سے رابطے کرنے لگے۔ کمشنر نے ہوم منسٹر سے رابطہ کیا۔ اس نے کہا "اگر مطالبہ پورا کیا جائے گا تو اس کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔ بچاؤ کی تدبیر کرو۔ تمام افسران کو حکم دو کہ وہ اپنے اپنے ہتھیار پھینک دیں اور عارضی طور پر تمام ہتھیاروں سے دور رہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک اعلیٰ افسر نے سامنے آ کر سیلیوٹ کیا پھر اپنا ریوالور نکال کر کہا "سر! کبریا کے دیے ہوئے پہلے دس منٹ پورے ہو چکے ہیں۔ اس ڈیپارٹمنٹ کا پہلا افسر جا رہا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگایا اور پھر ٹریگر دبا دیا۔ فائر کی آواز کے ساتھ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا پھر ٹھنڈا پڑ گیا۔

ہوم منسٹر بوکھلا کر کھڑا ہو گیا "ارے! اس نے تو خود کو گولی ماری ہے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟"

ہوم منسٹر دہلی میں تھا اور کمشنر ممبئی سے فون پر بول رہا تھا "سر! میں نے گولی چلنے کی آواز سنی ہے۔ کیا اس نے خودکشی کی ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "ہاں۔ ہم اپنے افسران کی زندگی داؤ پر نہیں لگائیں گے۔ اگلے دس منٹ سے پہلے اس کا مطالبہ پورا کرو۔ اس پروفیسر کو تین کروڑ روپے دے کر رہا کر دو۔"

دس منٹ سے پہلے پروفیسر کو تین کروڑ روپے سے بھرا ہوا بیگ دے کر کہا گیا کہ وہ آزاد ہے اور کہیں بھی جا سکتا ہے۔ پولیس والے اسے پریشان نہیں کریں گے۔

شاردا نے کہا "انکل! وہ دونوں جب تک آپ کے پاس نہیں رہیں گے میں آپ کے ساتھ رہا کروں گی۔"

پروفیسر نے اس کے قریب آ کر نفرت سے اسے دیکھا پھر ایک زور کا طمانچہ رسید کیا "تو پیدا کیوں ہوئی؟ پیدا ہوتے ہی مر کیوں نہ گئی؟ میں تجھے ساتھ کیا رکھوں گا۔ میں تو تیری صورت بھی نہیں دیکھوں گا۔"

اس نے بیگ سے نوٹوں کی چند گڈیاں نکال کر اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا "انہیں گن لے۔ یہ کروڑ سے زیادہ ہوں گے۔ کہیں جا کر شرافت کی زندگی گزار سکتی ہے تو گزار لے۔ ورنہ ذلت اور رسوائی تو تیرا مقدر بن چکی ہے۔"

پروفیسر بیگ اٹھا کر وہاں سے چلا گیا۔

کبریا نے بستر سے اٹھتے ہوئے میرا سے کہا "اٹھو۔ فوراً شلوار لے کر لباس پہنو۔ ہمیں صبح سے پہلے یہاں سے جانا ہو گا۔"

وہ ایک دم سے لپٹ کر بولی "یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ابھی آپ نے ایسی مسرتیں دی ہیں' جن سے میں پہلے آشنا نہیں تھی اور اب انہی مسرتوں سے محروم کر رہے ہیں۔"

وہ بولا "سکھ کے بعد دکھ اور دکھ کے بعد پھر سکھ' یہ ازلی چکر ہے۔ جو چلتا رہتا ہے۔ ہم آگے جا کر پھر کہیں پڑاؤ ڈالیں گے۔ ابھی یہاں سے نکلنا ضروری ہے۔"

وہ اٹھنا نہیں چاہتی تھی لیکن حالات مجبور کر رہے تھے۔ وہ اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ کبریا نے آئی جی کے اندر جا کر معلوم کیا کہ باندرہ بل کے علاقے میں کتنے افسران اور سپاہی اسے تلاش کر رہے ہیں۔ آئی جی نے اس کی مرضی کے مطابق ایک افسر سے فون پر رابطہ کیا۔ کبریا اس افسر کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا' وہ اسی بنگلے کے قریب ہے۔

کبریا نے جس دکان دار سیٹھ سے بنگلے کی چابیاں لی تھیں۔ وہ سیٹھ دکان بند کرنے کے بعد اپنی کار میں آیا تھا۔ پولیس افسر نے اسے روک کر پوچھا "آپ کے گھر میں کتنے افراد ہیں؟"

سیٹھ نے جواب دیا "ایک کتے کا پلا بھی نہیں ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں۔ بنگلے کے اندر اندھیرا ہے۔ کوئی ہوتا تو روشنی بھی ہوتی۔"

افسر نے کہا "ہم جس مجرم کو تلاش کر رہے ہیں' وہ بند دروازے چابیوں کے بغیر کھول لیتا ہے۔ اندھیروں میں ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے دیکھتا رہتا ہے۔ آپ دروازہ کھولیں۔ میں اندر جا کر دیکھوں گا۔"

کبریا فوراً سفری بیگ میں سامان رکھتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولا "میرا۔ باہر آؤ۔ ہمیں تلاش کرنے والے کتے یہاں دروازے تک آ پہنچے ہیں۔"

وہ میرا کے بھی کپڑے وغیرہ سمیٹ کر اس کے بیگ میں رکھنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے دیکھنے لگا۔ وہ افسر اس سیٹھ کے ساتھ بنگلے کے اندر آ چکا تھا۔

○☆○

سونیا نے وہ ہوٹل چھوڑ دیا۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر لارسن سے فون پر گفتگو کی تھی۔ ڈاکٹر لارسن اس کی آنکھیں' اس کا دل اور اس کے گردے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے اپنے حواریوں کو اس کے پاس بھیجا تھا۔ وہ ایک عطیات نامے پر اس سے دستخط کرانا چاہتے تھے۔ اگر وہ دستخط کر دیتی تو جلد ہی کسی حادثے سے دوچار ہو کر مر جاتی۔ وہ حادثہ کرانے والا ڈاکٹر لارسن ہوتا۔

یہ اس کا وھندا تھا۔ وہ صحت مند افراد کو اسی طرح ٹریپ کر کے موت کے منہ میں پہنچاتا تھا پھر ان کے دل' گردے اور آنکھیں بھاری قیمت پر فروخت کرتا تھا۔ اس بار وہ' سونیا کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے سونیا نے اسے چیلنج کیا تھا کہ صبح ہونے سے پہلے وہ ڈاکٹر لارسن کی آنکھیں' دل اور گردے اس کے اسپتال کے بینک میں پہنچائے گی۔

وہ ہوٹل سے باہر آئی۔ رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ وہ سیدھی اسپتال کی طرف گئی۔ وہاں ڈاکٹر لارسن کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کار کے دروازے کو کھول کر اسے اندر سے چیک کیا۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں ایک ریوالور' ایک ڈائری اور نوٹوں کا ایک بنڈل رکھا ہوا تھا۔ وہ تینوں چیزیں لے کر پچھلی سیٹ پر آ گئی۔ ریوالور میں سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ اس نے ڈائری اور نوٹوں کے بنڈل کو اپنے سفری بیگ میں رکھا پھر اگلی اور پچھلی سیٹ کے درمیان آرام سے لیٹ گئی۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر لارسن کی آواز سنائی دی۔ وہ کسی سے باتیں کرتا ہوا آ رہا تھا۔ قریب آنے پر اس کے الفاظ واضح طور پر سنائی دیے "مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ اب ہوٹل میں ہو گی۔ وہ چالاک بھی ہے اور بہت ہی خطرناک فائٹر بھی۔"

کسی نے کہا "میں نے آپ کے تینوں حواریوں کو لہولہان دیکھا ہے۔ یقین نہیں آ رہا ہے کہ ایک تنہا عورت نے ان کی یہ درگت بنائی ہے۔"

ڈاکٹر لارسن نے کہا "امیگریشن آفس میں جا کر ابھی معلوم کرو کہ یہ اصل میں کون ہے اور کہاں سے آئی ہے۔ مجھے یہ کوئی عام عورت نہیں لگتی۔"

دوسرے شخص نے کہا "میں ابھی جاکر معلوم کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو اس کی اصلیت معلوم ہوجائے گی۔"

وہ شخص چلا گیا۔ ڈاکٹر دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی پھر جیب سے موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کیے۔ اسے کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا پھر تھوڑی دیر بعد اس نے کہا "باس! میں لارسن بول رہا ہوں۔ میں نے اس عورت کے بارے میں تفصیلی رپورٹ دی تھی۔ اس نے مجھے چیلنج کیا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں۔ میں ڈاکٹر ہوں کوئی فائٹر نہیں ہوں۔ کسی سے ہاتھا پائی نہیں کرسکتا۔ اپنی ذہانت سے دشمنوں کو شکست دیتا ہوں۔ آپ میری سیکیورٹی کے لیے کیا کررہے ہیں؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "میں نے وہاں کے زر خرید پولیس افسران کو تاکید کی ہے کہ وہ فوراً ہوٹل جاکر اس عورت کو گرفتار کریں۔ پہلے اسے لاک اپ میں رکھیں پھر اسے ایسے وقت رہائی دیں۔ جب ہمارے آدمی آسانی سے اسے گولی مارسکیں۔"

اگلے اور پچھلی سیٹوں کے درمیان لیٹی ہوئی سونیا اٹھ کر بیٹھ گئی پھر پچھلی سیٹ پر آگئی۔ اس نے ریوالور کی نال ڈاکٹر کی گردن پر لگا دی۔ وہ ایک دم سے چونک گیا۔ فوراً گاڑی روک دی۔ وہ بولی "اپنے باس سے کہو۔ موت تمہارے پیچھے بیٹھی ہوئی ہے۔"

دوسری طرف سے باس نے پوچھا "کیا بات ہے لارسن؟ میں کسی عورت کی آواز سن رہا ہوں۔"

لارسن نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "سر! یہ وہی ہے۔ میری گاڑی میں چھپی ہوئی تھی۔ اس کا ریوالور میری گردن سے لگا ہوا ہے۔"

"اسے فون دو۔ میں بات کروں گا۔"

لارسن نے فون سونیا کی طرف بڑھایا۔ وہ اسے لے کر اپنے کان سے لگا کر بولی "ہاں بولو۔ اب تم کیا بولنا چاہو گے۔"

دوسری طرف سے بھاری بھرکم آواز میں کہا گیا "اسے چھوڑ دو۔ گولی نہ مارو میں تمہاری زندگی کی ضمانت دیتا ہوں۔ تم زندہ سلامت اس جزیرے سے باہر جاسکو گی۔"

"میں تمہاری ضمانت کے بغیر زندہ سلامت یہاں سے جاؤں گی۔ میں اسے ایک ہی شرط پر صرف ایک گھنٹے کے لیے زندہ چھوڑ سکتی ہوں۔"

"بولو! شرط کیا ہے؟"

"تم ابھی میرے سامنے آؤ۔"

"اگر میں اس جزیرے میں ہوتا تو ابھی تمہارے سامنے چلا آتا۔ میں اس وقت شکاگو میں ہوں۔ یہ ڈاکٹر میرے لیے بہت اہم ہے۔ تم اس کی زندگی کی قیمت بتاؤ۔ کوئی اور شرط منواؤ۔"

"میں اس ڈاکٹر کی اہمیت کو سمجھتی ہوں۔ یہ اس جزیرے میں تمہارے لیے دل، گردوں اور آنکھوں کی پلانٹیشن کا کام کرتا رہتا ہے۔ اگر مجھ میں شہ زوری نہ ہوتی تو تم لوگ اب تک مجھے موت کی نیند سلا چکے ہوتے۔ اگر میں اس ڈاکٹر کو زندہ چھوڑوں گی تو یہ میرے بعد یہاں آنے والے معصوم افراد کو موت کے گھاٹ اتار کر تمہارے لیے ان کی لاشوں کا کاروبار کرتا رہے گا۔ لہٰذا میں کسی حال میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تم خوش نصیب ہو کہ یہاں نہیں ہو۔"

"دیکھو فون بند نہ کرنا۔ تم سمجھ نہیں رہی ہو۔ میں وہاں نہ ہوتے ہوئے بھی موجود ہوں۔ وہاں قانون کے محافظ میرے احکامات کے مطابق تمہیں دوڑا دوڑا کر ماریں گے۔ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

سونیا نے فون بند کردیا۔ اسے ڈاکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی "تمہارا باس مجھے بڑی بڑی دھمکیاں دے رہا تھا مگر تمہاری موت آگئی ہے تو سمجھو آہی گئی ہے۔"

وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا "ایک بار مجھ سے دوستی کرلو۔ میں اپنا آدھا بینک بیلنس تمہیں دے دوں گا۔ تم جو کہو گی وہ کروں گا۔ تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔"

سونیا نے پوچھا "کیا اپنے اس منافع بخش کاروبار میں مجھے شریک کرو گے۔"

وہ خوشی سے کھل گیا۔ اس کی طرف گھوم کر بولا "یہ ہماری خوش نصیبی ہوگی۔ ہمیں تمہاری جیسی شہ زور عورت کی ضرورت ہے۔"

الپا، اعلیٰ بی بی اور کبریا چوبیس گھنٹوں میں دو بار سونیا کے پاس آکر اس کی خیریت معلوم کرتے رہتے تھے۔ اس وقت الپا نے آکر پوچھا "ہائے مما! کیسی ہیں؟"

سونیا نے کہا "خاموشی سے میرے خیالات پڑھ لو اور حالات کا جائزہ لیتی رہو۔ یہاں انسانی اعضا کی خرید و فروخت کا دھندا چل رہا ہے۔"

فون کا بزر سنائی دیا۔ ڈاکٹر لارسن نے اسے آن کرکے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے اس کے ساتھی نے کہا "سر! میں یہاں امیگریشن آفس میں ہوں۔ یہاں کے رجسٹر میں لکھا ہوا ہے کہ اس کا نام سونیا فرہاد ہے۔ سر! آپ کس

میت سے ٹکرا گئے ہیں؟ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور کی بیوی ہے۔"

وہ خوش ہوکر بولا "پھر تو ہم اور زیادہ خوش نصیب بن گئے ہیں۔ یہ خوش خبری سنو۔ میڈم سونیا سے دوستی ہوگئی ہے۔ یہ پارٹنر بن کر ہمارے کاروبار میں شریک رہیں گی۔ میں تم سے بعد میں بات کروں گا۔"

اس نے فون بند کردیا۔ سونیا نے کہا "سب سے پہلے تم مجھے اپنے باس کے بارے میں بتاؤ۔"

"میں اس کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا۔ اتنا جانتا ہوں کہ شکاگو نیشنل اسپتال کا ایک سینئر ڈاکٹر ہے۔ اسے ڈاکٹر بوکا بوکا کہتے ہیں۔ اس کا کاروبار اس جزیرے سے لے کر امریکا کے جنوب میں برازیل تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ بہت وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ امریکا کے ہر اسٹیٹ کے حکمرانوں سے اس کی دوستی رہتی ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو خرید تا رہتا ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران سونیا نے الپا سے کہا "اس کی خاص باتیں 'نام' پتے اور تمام فون نمبر نوٹ کرتی رہو۔ میں اس سے بہت کچھ اگلوا رہی ہوں۔"

سونیا نے ڈاکٹر لارسن سے کہا "یہاں سے برازیل تک ڈاکٹر بوکا بوکا کے جتنے خفیہ اڈے ہیں۔ ان کے پتے بتاؤ۔"

"میں اس کے تمام خفیہ اڈوں کے بارے میں نہیں جانتا۔ ویسے وہ بہت مشہور ہے۔ تمام بڑے شہروں میں ڈاکٹر بوکا بوکا کے نام سے آئی بینک اور کڈنی بینک وغیرہ قائم کیے گئے ہیں۔ ہر شہر کے ایسے بنکوں میں پہنچ کر اس کا پتا اور فون نمبر معلوم کیا جاسکتا ہے۔"

"ابھی تم شکاگو کے فون نمبر پر اس سے باتیں کررہے تھے۔ وہاں کے تمام نمبر اور اس کے پتے بتاؤ۔"

وہ شکاگو کے کئی ٹھکانوں کے پتے اور اس کے فون نمبرز بتانے لگا۔ الپا وہ سب کچھ نوٹ کررہی تھی پھر سونیا نے پوچھا "اس جزیرے میں تمہارے اہم کارندے کتنے ہیں؟ ان کے نام پتے اور فون نمبر بتاؤ۔"

"تم ایک ہی وقت میں اتنی ساری باتیں پوچھ رہی ہو۔ میرے ساتھ رہو گی تو رفتہ رفتہ یہاں کے کاروبار کے متعلق تمام باتیں معلوم ہوتی رہیں گی۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں جو پوچھتی جارہی ہوں۔ اس کے جوابات دیتے رہو۔"

وہ اپنے اہم کارندوں کے نام' پتے اور فون نمبر بتانے لگا۔ اسی وقت ایک پولیس کار سامنے آکر رکی۔ ایک پولیس افسر چند سپاہیوں کے ساتھ گاڑی سے باہر آیا۔ سونیا نے ریوالور ڈاکٹر کو دیا۔ وہ لینے سے انکار کرنے لگا۔ الپا نے اسے لینے پر مجبور کردیا۔ سونیا پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر آئی۔

پولیس افسر نے کہا "تم وہی ہو' جو ابھی ہوٹل سے فرار ہوئی ہے۔ تم ڈاکٹر لارسن کو ہلاک کرنا چاہتی ہو۔"

وہ بولی "ریوالور ڈاکٹر کے پاس ہے۔ یہ مجھے ہلاک کرسکتا ہے۔ میں خالی ہاتھوں سے کیسے ہلاک کرسکتی ہوں؟"

ڈاکٹر لارسن نے کار سے باہر آکر کہا "یہ بہت مکار ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور کی بیوی ہے۔ میں اپنی جان بچانے کے لیے اسے اپنے بزنس میں پارٹنر بنانے کا جھانسا دے رہا تھا۔"

افسر نے کہا "میڈم! میں تمہیں حراست میں لیتا ہوں۔ میری گاڑی میں چلو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں سمجھ گئی۔ تم ڈاکٹر بوکا بوکا کے زر خرید غلام ہو۔ یہ لوگ مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں اور تم ان کا ساتھ دو گے۔ لہٰذا میں تمہیں حکم دیتی ہوں' ڈاکٹر لارسن کی پٹائی کرو۔"

الپا افسر کی کھوپڑی میں سما گئی۔ اس نے ڈاکٹر کو ایک زور کا طمانچہ رسید کیا۔ وہ بوکھلا گیا "افسر! یہ کیا کررہے ہو؟ ہمارا کھاتے ہو اور ہم پر ہاتھ اٹھاتے ہو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے دوسرا طمانچہ رسید کیا۔ الپا ڈاکٹر کی کھوپڑی میں سما گئی۔ ڈاکٹر نے فوراً ہی اسے گولی ماردی۔ الپا نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ پریشان ہوکر بولا "یہ۔ یہ میں نے کیا کیا؟"

تمام سپاہیوں نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا۔ ایک نے حکم دیا "اپنا ریوالور پھینک دو۔ ورنہ ہم گولی ماردیں گے۔"

سونیا کار کے پیچھے چلی آئی۔ الپا نے پھر ڈاکٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ بولا "تم لوگ مجھے گولی مارو گے تو کیا میرے پاس گولیاں نہیں ہیں؟ یہ دیکھو۔"

اس نے مسلسل فائر کیے۔ پہلے ایک سپاہی کو گولی ماری پھر دوسرے کو لیکن تیسرے کو نہ مار سکا۔ سپاہیوں نے تڑاتڑ فائرنگ کرکے اس کے جسم کو گولیوں سے چھلنی کردیا۔ وہ بے جان ہوکر برف کی سطح پر گر گیا۔ ہلکی ہلکی برف باری ہورہی تھی۔ ایک انسپکٹر نے کہا "میڈم! آپ نے درست کہا تھا۔ ہمارا یہ افسر لالچی تھا۔ ڈاکٹر بوکا بوکا کے لیے کام کرتا تھا۔ آپ اس کاؤنٹر فائرنگ کی چشم دید گواہ ہیں۔ ہمارے ساتھ

پولیس اسٹیشن چل کر بیان دیں گی۔"

سونیا نے کہا "میں بیان دوں گی لیکن ڈاکٹر لارسن کی لاش کو فوراً پولیس کارروائی کے بعد آپریشن تھیٹر میں بھیجا جائے۔ یہ سب ہی سے عطیات کے فارم پر کراتا تھا۔ اس نے بھی فارم پر دستخط کیے ہوں گے۔ آپ اس کی آنکھیں اور گردے بینکوں میں پہنچائیں۔ دل تو گولیوں سے چھلنی ہو چکا ہے۔"

الپا انسپکٹر کی کھوپڑی میں تھی۔ وہ فوراً کارروائیاں کرنے لگا۔ سونیا نے کاؤنٹر فائرنگ کے سلسلے میں تحریری بیان دیا کہ ڈاکٹر لارسن نے پہلے پولیس افسر کو گولی ماری تھی۔ لہٰذا انسپکٹر نے اپنے بچاؤ کے لیے جوابی کارروائی کے طور پر ڈاکٹر لارسن کو ہلاک کیا ہے۔

ڈاکٹر لارسن کے قتل ہوتے ہی اس کے اہم کارندے جزیرے سے فرار ہو گئے۔ سونیا نے ایئرپورٹ کے ایک ہوٹل کے کمرے میں آکر فون کے ذریعے ڈاکٹر بوکا کو مخاطب کیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ فون کا بزر سن کر جھنجلا گیا۔ اسے آن کر کے کان سے لگا کر بولا "کسی کی نیند کا تو خیال کرو۔ یہ کوئی فون کرنے کا وقت ہے۔ ایسی کیا ایمرجنسی آپڑی ہے؟"

"میری آواز سنو اور پہچانو۔ تمہاری نیند اڑ جائے گی۔ یہ جزیرہ تمہارے جرائم سے پاک ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر لارسن کی آنکھیں اور گردے نکالے جا رہے ہیں۔ اسے بچانے والا زر خرید افسر بھی جہنم میں پہنچ گیا ہے۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا "او گاڈ! تم وہی ہو۔ میرے ایک کارندے نے مجھے اطلاع دی تھی کہ تمہارا نام سونیا ہے اور تم فرہاد علی تیمور کی وائف ہو۔ تم پہلے اپنا تعارف کرا دیتیں تو میں تم سے کبھی نہ الجھتا۔ تم نے اس جزیرے میں مجھے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ وہاں دوبارہ دھندا شروع کرنے میں کئی مہینے لگ جائیں گے۔ پلیز تم وہاں سے چلی جاؤ۔"

"مجھے یہاں رہنا نہیں ہے۔ آگے کہیں جانا ہے۔ جہاں جہاں جاؤں گی، وہاں ڈاکٹر بوکا بوکا کے تمام گردوں اور آنکھوں کے بینکوں کو تباہ کرتی جاؤں گی۔"

"میں کوئی موم کا بنا ہوا نہیں ہوں۔ تم یہاں آؤ، تب تمہیں میری طاقت، مضبوط ذرائع اور بے پناہ اختیارات کا علم ہو گا۔ تم واپس بھاگو گی یا پھر میں تمہیں سمندر میں پھینک دوں گا۔"

"ڈاکٹر لارسن نے بھی بڑے دعوے کیے تھے۔ تمہارے یہ دعوے بھی تمہیں جہنم میں پہنچا دیں گے۔ میں امریکا کی تمام ریاستوں سے گزرنے والی ہوں۔ تم سے کہیں نہ کہیں ضرور سامنا ہو گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ دوسری صبح نو بجے ریزا کو دیکھا وہ بورڈنگ کارڈ لینے کاؤنٹر پر آئی تو سونیا کو دیکھ کر ٹھٹک گئی پھر مسکرا کر بولی "میں سوچ رہی تھی کہ یہاں تم سے ضرور ملاقات ہو گی۔ تم اچانک ہوٹل سے کہاں چلی گئی تھیں؟"

"وہاں ہوٹل میں میرے لیے خطرات پیدا ہو گئے تھے اس لیے کھلے میدان میں نکل آئی تھی۔"

"تم نے کل تین ہٹے کٹے بدمعاشوں کو لہولہان کیا تھا پھر کہہ رہی ہو کہ خطرات سے نمٹنے کے لیے کھلے میدان میں نکل گئی تھیں؟ تم آخر کون ہو؟ یہاں کیا کرتی پھر رہی ہو؟"

وہ دونوں بورڈنگ کارڈ لے کر ویٹنگ ہال کی طرف جانے لگیں۔ سونیا نے مسکرا کر کہا "تم پوچھ رہی ہو کہ میں کیا کرتی پھر رہی ہوں؟ جبکہ میں کچھ نہیں کرتی۔ جن کی شامت آتی ہے وہ مجھے کچھ کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔"

"کیا لوگ خوامخواہ تم سے دشمنی کرتے ہیں؟"

"کیا مرد حضرات طاقت اور اختیارات کے غرور میں عورتوں کو کھلونا نہیں بناتے؟ کیا خوامخواہ ہمارے پیچھے نہیں پڑتے؟ کوئی مسٹر فو ہے وہ کیوں تمہارے پیچھے پڑا ہوا ہے؟ کیا تم نے اس کا کچھ بگاڑا تھا؟ کیا اسے کسی طرح کا نقصان پہنچایا ہے؟"

"میں تو مسٹر فو کو جانتی بھی نہیں تھی۔ بس وہ آپ ہی آپ میری اور برجر کی محبت کے درمیان دیوار بن گیا۔ بے شک، یہ مرد، حسین عورتوں کو دیکھ کر ان کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ بائی دا وے تم تنہا کہاں سے آئی ہو اور کہاں جا رہی ہو؟"

"میں اپنے شوہر کو تلاش کر رہی ہوں۔ پتا نہیں وہ کہاں گم ہو گیا ہے؟ اس کی تلاش میں نہ جانے کہاں کہاں بھٹکنا ہو گا؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی "میں بھی اپنے چاہنے والے کے لیے بھٹک رہی ہوں۔ پتا نہیں ہماری محبت کا انجام کیا ہو گا؟"

"تم بہت کم سن ہو۔ بیس برس سے پہلے شادی نہیں کرنی چاہیے۔ تم نے وقت سے پہلے شادی کی ہے۔"

"نہیں۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی۔"

سونیا نے اسے تعجب سے دیکھا پھر اس کے بدوضع جسم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "کیا یہ برجر کا ہے؟"

"ہاں یہ ہم دونوں کے پیار کا کھلا ثبوت ہے۔"

"جب یہی کرنا تھا تو پہلے شادی کیوں نہیں کی؟"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ولادت کے بعد شادی ہو جائے گی۔"

اس نے فون کا بزر سنائی دیا۔ وہ اس کا ایک بٹن دبا کر کان سے لگاتے ہوئے بولی "ہیلو۔۔۔؟"

دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی "میں مسٹر فو کا اسسٹنٹ ہوں۔ ہوٹل سے تمہارا تعاقب کر رہا ہوں۔ الاسکا تک تمہارے ساتھ سفر کروں گا۔"

وہ ناگواری سے بولی "پھر میں کیا کروں؟"

"بکواس مت کرو۔ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تم اس سے کیوں دوستی کر رہی ہو؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اور یہ یاد رکھو۔ میں مسٹر فو کے سوا کسی سے بات نہیں کروں گی۔ تم میری نگرانی کرتے ہو تو کرتے رہو۔"

"جسٹ اے منٹ! فون بند نہ کرنا۔ تم اس عورت کی موجودگی میں نگرانی کرنے والی باتیں کر رہی ہو۔ کیا تم نے اس عورت کو اپنا رازدار بنایا ہے؟"

"ہاں۔ یہ میری رازدار ہے اور میرے ساتھ الاسکا تک جا رہی ہے۔"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ سونیا نے کہا "مسٹر فو نے تمہیں مسلسل نگرانی میں رکھا ہے۔ تم ان کے لیے کوئی بہت ہی اہم چیز اسمگل کر رہی ہو۔"

"وہ جو بھی چیز ہے۔ ان کے لیے اہم ہو گی۔ میرے لیے تو میرا محبوب سب سے اہم ہے۔"

"تم بہت بھولی ہو۔ پہلی بار اسمگلروں کے ہتھے چڑھی ہو۔ اگر مسٹر فو کوئی گھاگ اسمگلر ہے تو اپنے راز کو راز رکھنے کے لیے تمہیں اور برجر کو زندہ نہیں رہنے دے گا۔"

"تم مجھے کیوں ڈرا رہی ہو؟ میں اسے فائدہ پہنچا رہی ہوں۔ اس کی چیز صحیح سلامت اس کے پاس پہنچاؤں گی تو وہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ مجھے انعام دے گا اور میرے لیے یہی انعام بہت ہے کہ میرا برجر مجھے واپس مل جائے۔"

"تم میری ایک بات مانو گی؟"

ریزا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ بولی "مجھے ایک بڑی بہن کی حیثیت سے اپنے ساتھ رہنے دو۔ مسٹر فو سے جو بھی لین دین کرنا ہے۔ میری موجودگی میں کرو۔"

"تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ میں نے تمہاری لیری دیکھی ہے۔ تمہاری موجودگی میں مجھے حوصلہ رہے گا۔"

فون کا بزر پھر بولنے لگا۔ ریزا اس کا بٹن دبا کر کان سے لگا کر بولی "میں سمجھ رہی تھی، تم ضرور فون کرو گے؟ بولو، کیا بات ہے؟"

مسٹر فو کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی "تمہارے ساتھ وہ عورت کون ہے؟ کیوں اس سے دوستی بڑھا رہی ہو؟"

"تمہیں اعتراض کیوں ہے؟"

"تم نادان ہو۔ سمجھا کرو۔ اس عورت کا تعلق سی آئی اے سے ہو سکتا ہے۔ تم ہمارے لیے خطرہ پیدا کر رہی ہو۔"

"تم خوا مخواہ اندیشے میں مبتلا ہو رہے ہو۔ یہ ایک مظلوم عورت ہے۔ چند بدمعاش اسے پریشان کر رہے تھے۔ یہ ان سے جان چھڑا کر میرے ساتھ الاسکا آ رہی ہے۔ یہ وہاں میرے ساتھ ہی ٹھہرے۔"

"تم اس عورت پر بھروسا کرو لیکن میں اس کی موجودگی میں لین دین نہیں کروں گا۔ اس سے پہلے ہی تم اس سے کہہ دینا کہ وہ کسی ہوٹل میں چلی جائے۔ تم تھوڑی دیر بعد آؤ گی۔"

"سوری، تمہارے ساتھ نہ جانے کتنے حواری رہیں گے۔ میں تو اعتراض نہیں کروں گی۔ میرے ساتھ صرف ایک میری ساتھی رہے گی۔ تمہیں بھی اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔"

"تم پرابلم پیدا کر رہی ہو۔"

"تم اپنے اطمینان کے مطابق ایئرپورٹ کے باہر مجھ سے نہ ملو۔ جو جگہ اپنے لیے محفوظ سمجھتے ہو۔ مجھے وہاں بلاؤ۔ جہاں کہو گے وہاں آؤں گی لیکن میرے ساتھ میری یہ ساتھی رہے گی اور تمہارے ساتھ برجر کو آنا چاہیے۔ میں اسے دیکھنے کے بعد ہی تمہارا مال تمہارے حوالے کروں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جگہ تبدیل کروں گا۔ جب تم ہاٹ اسپرنگ کے ایئرپورٹ پر پہنچو گی تو میں تمہیں ملاقات کی جگہ بتاؤں گا۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ اناؤنسر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ مسافروں کو جہاز پر سوار ہونے کی ہدایت کر رہی تھی۔ وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر ایگزٹ ڈور سے نکل کر جہاز میں سوار ہو گئیں۔ اپنی سیٹوں پر آکر بیٹھ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد جہاز وہاں سے روانہ ہو گیا۔

وہ ڈیڑھ گھنٹے بعد ہاٹ اسپرنگ پہنچنے والی تھیں۔ ریزا نے پریشان ہو کر کہا "میری طبیعت گھبرا رہی ہے۔"

سونیا نے اس کی حالت کے پیشِ نظر پوچھا "کیا اس کی

وجہ سے بے چینی ہو رہی ہے؟ ایسی حالت میں فضائی سفر نہیں کرنا چاہیے لیکن تم مجبوری میں ایسا کر رہی ہو۔"

"مجھے اپنی حالت کے کے سلسلے میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ مجھے برجر یاد آ رہا ہے پتا نہیں؟ وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کر رہے ہوں گے۔"

"تم خوامخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ جب تک وہ اپنا مال تم سے وصول نہیں کریں گے۔ اس وقت تک وہ برجر کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہیں گے۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ سونیا نے اس کی طرف جھک کر کہا "دشمنوں تک پہنچنے کے لیے ڈیڑھ گھنٹا رہ گیا ہے۔ اب تو بتا دو کہ تم کون سی اہم چیز اسمگل کر رہی ہو؟ اور تم نے اسے کہاں چھپا رکھا ہے؟"

پلیز! اور ڈیڑھ گھنٹے تک صبر کرلو۔ میں ائرپورٹ کے باہر پہنچتے ہی تمہیں بتا دوں گی۔"

سونیا نے کہا "ہو سکتا ہے جب تک تم بتاؤ۔ تب تک دیر ہو چکی ہو۔ مجھے تمہاری حفاظت کے لیے کچھ سوچنے کا وقت ملنا چاہیے۔"

"تم مجبور کر رہی ہو تو مجھے بتانا ہی ہوگا۔"

وہ آگے کچھ بولنا چاہتی تھی۔ اسی لمحے میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص ان کے قریب جھک گیا پھر ریزا سے بولا "تم اپنی زبان بند رکھو گی۔"

ریزا اور سونیا نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ سونیا سے بولا "تمہیں ہمارے معاملات سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ کیا تم چاہتی ہو کہ یہاں کوئی گڑبڑ کرو اور وہاں اس کا محبوب برجر مارا جائے؟ کیا تم اس سے دشمنی نہیں کر رہی ہو؟"

ریزا نے گھبرا کر کہا "نہیں ہمیں۔ میں کچھ نہیں بولوں گی۔ میں اپنی زبان بند رکھوں گی۔ اپنے برجر سے ملنے تک خاموش رہوں گی۔"

اس شخص نے کہا "صرف خاموش رہنے سے بات نہیں بنے گی۔ تم اپنی اور برجر کی سلامتی کے لیے اس عورت سے دور ہو جاؤ۔ یہاں میری سیٹ پر آ جاؤ۔ میں تمہاری سیٹ پر چلا جاؤں گا۔"

ریزا اپنی سیٹ سے اٹھ گئی۔ وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر سونیا کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ریزا پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ سونیا نے اس سے کہا "کیا تم گدھے کے بچے ہو؟ کیا اتنا نہیں سمجھتے کہ میں تم لوگوں کے راز سے کسی حد تک واقف ہو چکی ہوں۔ اب ریزا میرا ساتھ چھوڑے گی تب بھی میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گی اگر تم لوگوں نے اعتراض کیا تو میں وہیں ائرپورٹ میں شور مچاؤں گی کہ ریزا کوئی اہم چیز چھپا کر لا رہی ہے۔"

اس نے حقارت سے سونیا کو دیکھا پھر کہا "ہم پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ تم ضرور کوئی گڑبڑ کرو گی۔ ہم نے تمہارا علاج پہلے ہی سوچ لیا تھا۔"

وہ مسکرا کر بولی "اچھا۔ تو تم ڈاکٹر ہو۔ چلو میرا علاج کرو۔"

وہ اس کی طرف گھوم کر بولا "میرا ہاتھ کوٹ کی جیب میں ہے اور جیب میں صرف ہاتھ ہی نہیں ریوالور بھی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "مجھے یہاں گولی مارنے کے بعد کیا تم سزائے موت پانا چاہتے ہو؟ جیب سے ہاتھ نکال لو نادانی نہ کرو۔"

وہ بولا "میرے باس نے پچاس لاکھ ڈالر میری بیوی کے اکاؤنٹ میں جمع کیے ہیں۔ میری موت کے بعد میرے بچے کسی کے محتاج نہیں رہیں گے۔ اب تم سمجھ سکتی ہو کہ مجھے سزائے موت کا کوئی خوف نہیں ہے۔"

"تمہیں گولی مارنی ہوتی تو اب تک مار چکے ہوتے یہ دھمکی کیوں دے رہے ہو؟ کم آن۔ شوٹ می۔"

"تمہارے بچاؤ کی ایک صورت ہے۔ میرے دوسرے ہاتھ میں یہ سوئی ہے اسے چبھونے سے تم بے ہوش ہو جاؤ گی پھر میں تمہیں گولی ماروں گا۔ اس طرح میں بھی سزائے موت سے محفوظ رہوں گا۔"

یکبارگی سونیا نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے دونوں ہاتھوں کو جکڑ لیا۔ اس کے ایک ہاتھ کو اس طرح گھمایا کہ ریوالور کا رخ چھت کی طرف ہو گیا۔ وہ زور آزمائی کرنے لگا۔ حیران ہونے لگا۔ ایک عورت سے اپنا ہاتھ چھڑانے میں ناکام ہو رہا تھا۔ وہ اپنے دوسرے ہاتھ سے غافل ہو گیا تھا۔ سونیا نے ایک جھٹکے سے دوسرے ہاتھ کو گھما کر وہ سوئی اس کی ران میں چبھو دی۔

اس نے ایک گہری سانس لی پھر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی پھرتی سے ہوا کہ اس قطار میں بیٹھے ہوئے مسافروں میں سے کسی نے دیکھا کسی نے نہیں دیکھا اور جس نے بھی دیکھا اس نے یہی سمجھا ہوگا کہ مرد اپنی عورت کو زبردستی منا رہا ہے۔

پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی ریزا کی توجہ ان کی طرف تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ ان کے درمیان کوئی جھگڑا چل رہا ہے پھر وہ جھگڑا ایک لخت ختم ہو گیا تھا اور وہ شخص خاموش ہو گیا تھا۔ وہ

اگلی سیٹ کی طرف جھک کر سونیا سے بولی "ابھی کیا ہو رہا تھا؟"

سونیا نے کہا "تماشا ہو رہا تھا۔ یہ مجھے اپنے ریوالور سے گولی مارنے آیا تھا لیکن ایسا نہ کر سکا۔ ناکامی کے صدمے سے بے ہوش ہو گیا ہے۔"

وہ ایسا کہتے وقت اس کی جیب سے ریوالور نکال کر اپنے کوٹ کی جیب میں رکھ رہی تھی پھر اس نے ریزا سے کہا "اب میں تمہیں حکم دیتی ہوں۔ یہاں سے اٹھو اور ٹائلٹ کی طرف جاؤ۔ میں تمہارے پیچھے آ رہی ہوں۔"

وہ عاجزی سے بولی "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میرے معاملات میں نہ پڑو۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

وہ سخت لہجے میں بولی "تم ہوٹل میں بھی دیکھ چکی ہو اور یہاں بھی دیکھ رہی ہو۔ میں ایسے شہ زوروں کو منٹوں میں کمزور بنا دیتی ہوں۔ میری بات نہ مان کر تم بہت نقصان اٹھاؤ گی۔ فوراً اٹھو اور ٹائلٹ کی طرف جاؤ۔"

وہ سونیا کے حکم سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ انکار کرنے کی صورت میں وہ اسے پولیس کے حوالے کر سکتی تھی۔ اسمگل ہونے والا کوئی مال اس کے سامان سے برآمد کرا سکتی تھی۔ وہ مجبور ہو کر اٹھ گئی۔

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پیچھے ٹائلٹ کے دروازے تک پہنچی پھر اسے کھول کر ریزا سے بولی "اندر چلو۔"

وہ سر جھکا کر اندر گئی۔ سونیا بھی اس کے پیچھے آ گئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر کے بولی "بے وقوف لڑکی! تم خود بھی مرو گی اور برجر کی بھی موت کا سبب بنو گی۔ کیا اب بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ شخص مجھے یہاں ہلاک کرنے کیوں آیا ہے؟ میں اسے بے ہوش نہ کرتی تو وہ مجھے مار ڈالتا۔ کیا تم مسٹر فو سے اس طرح مقابلہ کر سکو گی؟ اگر اس کی نیت اچھی ہوتی تو وہ مجھے تمہارے ساتھ آنے سے یوں روکنے کی کوشش نہ کرتا۔"

وہ روہانسی ہو کر بولی "میری سمجھ میں آ رہا ہے۔ وہاں کچھ گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ تم بہت زبردست ہو اور میں خدا کے بعد صرف تم پر بھروسا کروں گی۔ تم جو کہو گی وہی کروں گی۔"

"تو پھر فوراً بتاؤ کہ تم ان کے لیے کون سی اہم چیز چھپا کر لے جا رہی ہو؟"

"یہ ایک ڈسک ہے۔ روسی حکومت کا ایک اہم راز ہے اور چند تحریری دستاویزات ہیں۔ جو شخص انہیں چرا کر لایا تھا اسے کسی نے وکٹوریہ آئی لینڈ میں گولی مار دی۔ روسی ایجنٹ ان چیزوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مسٹر فو نے انہیں میرے پاس لا کر چھپایا ہے۔ وہ امریکی حکام سے اس ڈسک اور ان تحریری دستاویزات کا سودا کرنا چاہتا ہے۔"

"کیا روسی ایجنٹ تم پر شبہ نہیں کر رہے ہیں؟"

"دنیا کا کوئی جاسوس مجھ پر شبہ نہیں کر سکتا۔ روسی ایجنٹوں نے اگر مجھے دیکھا ہوگا تو وہ مجھے حاملہ سمجھ کر گزر گئے ہوں گے جیسا کہ تم بھی سمجھ رہی ہو۔ وہ تمام راز میرے پیٹ میں ہیں۔ میں حاملہ نہیں ہوں۔"

"کیا۔۔۔؟" سونیا نے حیرانی سے اس کے پیٹ کو دیکھا۔

کہتے ہیں عورت پیٹ کی ہلکی ہوتی ہے لیکن وہ لڑکی پیٹ کی مضبوط تھی۔ کوئی ان اہم رازوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

○☆○

دادی ماں نے مجھے بری طرح الجھا دیا تھا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سمندر میں ڈوبنے کے بعد وہ کم بخت ابھر آئے گی اور زندہ رہے گی۔

وہ اس بات سے پریشان تھی کہ اس کی جوانی سمندر کے کھارے پانی سے دھل گئی تھی۔ اندر کا بڑھاپا باہر آ گیا تھا۔ ایک تو اسے اس بات کا غصہ تھا کہ میں نے اسے گہرے پانی میں ڈبو کر مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ دوسرا اس بات کا غصہ تھا کہ میری اس حرکت سے اس کی جوانی چھن گئی تھی۔

اب وہ میٹھے پانی سے غسل کر کے یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ بدن سے کھارے پانی کے اثرات دور ہونے کے بعد وہ پھر سے جوان ہو سکے گی یا نہیں؟ یا پھر دوبارہ منتروں کا جاپ کرنے کے بعد وہ بڑھاپے اور کمزوری سے نجات حاصل کر سکتی تھی۔ اسے جوانی سے محروم ہونے کا غصہ اتنا تھا کہ وہ میرا پتلا بنا کر اس میں سوئیاں چبھو سکتی تھی۔ مجھے ناقابل برداشت اذیتوں میں مبتلا کر سکتی تھی لیکن جزیرے کی سلامتی کے لیے اور اس پر اپنا قبضہ جمائے رکھنے کے لیے میرا صحت مند رہنا ضروری تھا۔

وہ مجھے جسمانی اور ذہنی اذیتیں نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس لیے ثمرن کو اذیتیں دینے لگے تھی۔ وہ میری اس کمزوری کو سمجھ گئی تھی کہ ثمرن کو پہنچنے والی تکالیف سے مجھے تکلیف پہنچتی رہے گی۔

فی الحال وہ ثمرن کے پتلے میں سوئیاں نہیں چبھو رہی تھی۔ وہ اپنی جوانی کو واپس لانے کی کوششیں کر رہی تھی۔ کسی دریا میں نہانے گئی تھی۔ ثمرن نے مجھ سے کہا "بھگوان کرے اسے جوانی واپس مل جائے۔ ورنہ وہ پھر سوئیاں چبھونے لگے گی۔

اس بار تو میں نہیں بچوں گی۔ مجھ سے تکلیف برداشت نہیں ہوتی ہے۔ میں خودکشی کرلوں گی۔"

میں نے اسے تھپکتے ہوئے کہا "حوصلہ کرو۔ میں تمہیں اس سے نجات دلانے کی کوئی تدبیر کروں گا۔"

"آپ میری خاطر اس کے سامنے جھک رہے ہیں۔ اگر میں نہ رہوں تو آپ تمام زنجیریں توڑ کر یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ تم کیوں نہیں رہو گی؟ میرے ساتھ ضرور رہو گی۔"

"میں آپ کو دادی پوتی کے سامنے جھکتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی۔"

"جو خود جھکنا نہیں جانتے' وہ دوسروں کو جھکا نہیں سکتے۔ میں ان پر قابو پانے کے لیے ان سے سمجھوتا کر رہا ہوں۔ ابھی یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جو جادو وہ تم پر کر رہی ہے۔ اس کا توڑ کیا ہو سکتا ہے؟"

میں نے خاموشی سے پوجا کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا اس کی دادی ماں نے ایک گھنٹا پہلے اس سے فون پر رابطہ کیا تھا اور کہا تھا کہ دریا میں اشنان کرنے کے بعد پھر اسے فون کرے گی۔ پوجا کو چاہیے کہ وہ میری کڑی نگرانی کرے۔ مجھے ہیلی پیڈ یا ساحل کی طرف ثمرن کے ساتھ نہ جانے دے۔ ورنہ میں فضائی یا سمندری راستے سے فرار ہو جاؤں گا۔

اب ایک گھنٹا گزرنے کے بعد وہ پھر پوجا سے فون پر باتیں کر رہی تھی۔ غصے سے کہہ رہی تھی "اس نمک حرام فرہاد نے مجھے دوبارہ بوڑھی بنا دیا ہے۔ میں دریا میں غسل کر چکی ہوں۔ میری جوانی واپس نہیں آ رہی ہے۔ میں اس سے بہت بری طرح انتقام لوں گی۔"

"دادی ماں! غصہ تھوک دو۔ اپنے جزیرے کی سلامتی کے لیے اسے دوست بنائے رکھنا ضروری ہے۔ تم اسے منتروں سے اس طرح جکڑ لو کہ وہ یہاں سے کبھی نہ جا سکے۔"

"اسے روکنے کے لیے ضروری ہے کہ میرا بڑھاپا اور میری کمزوریاں دور ہو جائیں۔ میں ایک جگہ بیٹھ کر کئی گھنٹوں تک منتر پڑھ نہیں سکتی جسم تھک جاتا ہے۔ حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ میں پڑھتے پڑھتے بھول جاتی ہوں۔"

پوجا نے پریشان ہو کر کہا "یہ تو تشویش کی بات ہے۔ آپ کالا عمل نہیں کریں گی تو وہ یہاں سے چلا جائے گا۔"

"میں چھوٹے چھوٹے منتر پڑھ سکتی ہوں۔ ثمرن کے نام کا پتلا بنا کر منتر پڑھنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔ اس لیے فرہاد اس کمزوری سے کھیل رہی ہوں۔ وہ ثمرن کی خاطر ہماری باتیں مانتا رہے گا۔"

"جب اس کا دل ثمرن سے بھر جائے گا تو پھر وہ ہمارے دباؤ میں نہیں رہے گا۔"

"میں اس وقت تک منتروں کا جاپ کر کے اپنی جوانی اور توانائی حاصل کرلوں گی۔"

"تم محل میں کب آؤ گی؟"

"جب تک بڑھاپے اور کمزوری سے نجات نہیں ملتی' میں یہاں جنگل میں رہ کر تپسیا کروں گی اور منتر پڑھتی رہوں گی۔"

اس کی باتوں سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد اپنی کھوئی ہوئی جوانی اور توانائی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ تاکہ تھکن اور کمزوری کے بغیر منتروں کا جاپ کر سکے۔ یہ عجیب اتفاق تھا۔ قاہرہ میں اعلیٰ بی بی سے دشمنی کرنے والی ڈچ لیڈی بنت عمارہ بھی بوڑھی اور کمزور ہو گئی تھی۔ وہ بھی دادی ماں کی طرح جوانی اور توانائی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ کالا جادو جاننے والی دونوں بوڑھیاں ایک ہی مرحلے سے گزر رہی تھیں۔

اعلیٰ بی بی کی کوشش تھی کہ بنت عمارہ دوبارہ توانائی حاصل نہ کر سکے اور یہی میں بھی چاہتا تھا۔ ہم باپ بیٹی ایک جیسے حالات سے گزر رہے تھے۔

میں نے ثمرن سے کہا "تم یہاں رہو۔ میں اس بڑھیا کی تلاش میں محل سے باہر جاؤں گا۔"

وہ مجھ سے لپٹ کر بولی "میں یہاں اکیلی نہیں رہوں گی۔ دادی ماں کو زندہ پا کر پوجا مغرور ہو گئی ہے۔ وہ یہاں میرے ساتھ دشمنوں جیسا سلوک کرے گی۔ میں اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکوں گی۔"

"تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ میں پوجا کے دماغ میں جاتا رہوں گا۔ اسے دشمنی نہیں کرنے دوں گا۔ پوجا تو کیا۔ اس کی دادی ماں بھی تم پر کالا جادو نہیں کرے گی۔"

"پھر بھی آپ سوچیں۔ آپ کے بغیر میں اتنے بڑے محل میں تنہا رہ جاؤں گی۔ یہاں میرا کوئی اپنا نہیں ہے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی لیکن میں اسے محل سے باہر اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا۔ واپسی میں رات ہو سکتی تھی۔ اس کے ساتھ جنگل میں بھٹکنا دانش مندی نہ ہوتی۔

میں نے اسے ایک پیوالو دیتے ہوئے کہا "اسے رکھو۔ پوجا دشمنی کرے تو اسے زخمی کرو۔ ہلاک کرنے کی دھمکی دو۔ میں بھی خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر رہوں گا۔ موجودہ حالات میں تمہیں حوصلے سے کام لینا چاہیے۔"

"آپ وعدہ کریں۔ جلدی واپس آئیں گے۔"

میں نے کہا "اس بڑھیا نے تمہارے نام کا جو پتلا بنایا ہے' میں اسے تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ اس پتلے کو توڑ کر ان سوئیوں کو مٹی میں دبا کر تمہارے خلاف ہونے والے جادو کو ناکام بناؤں گا۔"

میں اسے سمجھا بجھا کر محل سے باہر جانے لگا۔ پوجا نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

میں نے پوچھا "کیا کہیں جانے پر پابندی ہے؟"

"ہاں تم ہیلی پیڈ اور ساحل کی طرف نہیں جاؤ گے۔"

"میں یہاں پابندیوں میں نہیں رہوں گا۔"

"نہیں رہو گے تو جاؤ۔ محل کے احاطے سے باہر نکلو گے تو ثمرن کے بدن میں پھر سوئیاں چبھیں گی۔"

"میں بھی کچھ جوڑ توڑ جانتا ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو گی تو ثمرن محل میں محفوظ رہے گی۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

میں نے اسے مسکرا کر دیکھا پھر اس کے ذہن کو جکڑ لیا۔ وہ مسکرا کر بولی "آؤ ہم دادی ماں کی تلاش میں چلیں۔"

ہم ایک کار میں بیٹھ کر محل کے احاطے سے باہر آئے۔ میں نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔ "اس جزیرے میں دریا کہاں سے آ گیا؟"

وہ بولی "ایک پہاڑی جھرنا' ندی کی صورت میں بہتا ہوا سمندر سے جا ملتا ہے۔ یہاں سے دائیں طرف جنگل میں چلو۔ کیا دادی ماں دریا کے کنارے ہوں گی؟"

"وہ دادی ہے۔ تم پوتی ہو۔ سمجھ سکتی ہو۔ اکثر جادوگر دریا کے کنارے آگ جلا کر تپسیا کرتے ہیں اور منتر پڑھتے ہیں۔"

"ابھی تم دادی ماں سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

میں نے گھنے جنگل میں پہنچ کر گاڑی روک دی پھر اترتے ہوئے کہا "اپنے موبائل سے دادی ماں کو مخاطب کرو۔"

اس کا دماغ میری مٹھی میں تھا۔ اس نے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے دادی ماں نے پوچھا "بولو بیٹی! خیریت سے ہو؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ کو ڈھونڈتے یہاں جنگل میں آئی ہوں۔"

"ہے بھگوان! تمہیں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں بڑھاپے سے نجات پاتے ہی محل میں آؤں گی۔ تم واپس جاؤ۔"

"میں اتنی دور آئی ہوں تو آپ سے مل کر ہی جاؤں گی۔"

"تم بہت ضدی ہو۔ آجاؤ۔ دریا کے کنارے ہم نے جو ہنومان مندر بنایا تھا' میں اسی مندر کے سامنے ہوں۔"

وہ تیزی سے ادھر جانے لگی۔ میں اس سے فاصلہ رکھ کر اس کے پیچھے چلنے لگا۔ جنگل کے درمیانی حصے سے ایک چھوٹا سا دریا بہتا تھا۔ اسے دریا نہیں چھوٹی سی ندی کہنا چاہیے۔ اس کے کنارے ہنومان مندر تھا۔ وہ وہاں سوکھی لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلا کر جادوگری کے بہت سے لوازمات کے ساتھ پالتھی مارے بیٹھی تھی۔ پوجا کو دیکھ کر بولی "تیرے آنے سے میرے منتر ادھورے رہ گئے ہیں۔ میں آج سورج ڈوبنے کے وقت سے صبح سورج کے نکلنے تک منتر پڑھتی رہوں گی تو میری جوانی اور توانائی مجھے واپس مل جائے گی۔ تمہیں جو کہنا ہے' کہو اور واپس جاؤ۔ مجھے صبح تک مخاطب نہ کرنا۔ میں فون

جاسوسی ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ

ایک ایسے نوجوان کی داستانِ عبرت

جو حالات کے جال میں پھنس کر جرائم

کی دلدل میں پھنستا چلا گیا

انعام یافتہ مشہور مصنف جبار توقیر کا منفرد انداز تحریر

گمراہ

8 حصے

قیمت فی حصہ 60 روپے

ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے

کتابی شکل میں تیار ہے

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 6802851-6802852 فیکس: 6802853

kitabiat1970@yahoo.com

بند رکھوں گی اور نہ ہی تم دوبارہ یہاں آنا۔ میں خود ہی محل میں آؤں گی۔"

پوجا نے میری مرضی کے مطابق کہا "آپ نے فرہاد کو میرے سامنے جھکا دیا ہے۔ اب وہ میرے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے۔"

"اب تو اس کا باپ بھی تمہارے حکم پر چلے گا۔ اسی لیے میں نے ثمرن کا پتلا بنا کر اسے عذاب میں مبتلا کیا تھا۔ وہ تمہاری نافرمانی کرے گا تو میں پھر ثمرن کے بدن میں سوئیاں چبھونے لگوں گی۔"

"آپ نے وہ پتلا کہاں رکھا ہے؟"

"تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"فرہاد یہاں آکر کوئی گڑبڑ کر سکتا ہے۔"

"اس کے باپ کو کبھی وہ پتلا نہیں ملے گا۔ میں نے مندر کے پیچھے اسے ایک بڑے پتھر کے نیچے چھپا کر رکھا ہے۔"

میں دبے قدموں مندر کے پیچھے آیا۔ وہاں ایک بڑا سا پتھر رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس پتھر کو ہٹا کر دیکھا' وہاں کوئی پتلا نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا۔ وہ اپنی پوتی سے جھوٹ بول رہی تھی۔ یہ سمجھ گئی تھی کہ وہ خود نہیں آئی ہے۔ میں نے اسے وہاں بھیجا ہے۔ وہ کہہ رہی تھی "تم پتلے کی فکر نہ کرو۔ وہ قیامت تک وہاں نہیں پہنچ سکے گا جہاں میں نے اسے چھپا کر رکھا ہے۔ تم واپس جاؤ۔"

میں اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر بولی "چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟ پتھر کے نیچے دیکھ آئے؟"

میں نے ناگواری سے کہا "تم کیا سمجھتی ہو' میں تمہیں منتر پڑھ کر جوانی اور توانائی حاصل کرنے دوں گا؟"

میں نے پہلی بار انیتا سکسینہ کا بڑھاپا دیکھا تھا۔ وہ بالکل چڑیل جیسی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے کہا "میں جو کرنا چاہتی ہوں' کر گزرتی ہوں۔ ذرا ثمرن کے اندر جھانک کر دیکھو۔"

میں سمجھ گیا۔ اس پر پھر مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں۔ میں نے فوراً ہی اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ اس وقت وہ دونوں ہاتھوں سے پیشانی کو تھام کر چیخ رہی تھی۔ اس کے دماغ میں سوئیاں چبھ رہی تھیں۔ وہ تکلیف سے بے حال ہو کر مجھے پکار رہی تھی۔

میں نے تڑپ کر اس بڑھیا کو دیکھا۔ حاضر دماغی نے کہا "وہ سوئی اب بھی چبھ رہی ہے۔ تب ہی ثمرن عذاب میں مبتلا ہو رہی ہے۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آئی کہ وہ پتلا ابھی اس بڑھیا کے پاس ہے۔

وہ اسے اپنے زانو کے نیچے دبائے ہوئے تھی۔ اس کا ایک ہاتھ زانو کے نیچے تھا۔ اس کا خیال تھا' وہ مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ میں نے اسے ایک لات ماری۔ وہ چیخ مارتے ہوئے پیچھے کی طرف الٹ گئی۔ الٹنے سے پہلے جہاں بیٹھی ہوئی تھی' وہاں وہ چھوٹا سا پتلا رکھا ہوا تھا۔ اس پتلے کی پیشانی پر ایک سوئی چبھی ہوئی تھی۔

میں نے جھک کر اسے اٹھایا پھر اس کی پیشانی سے سوئی نکال کر پھینک دی۔ پوجا چیخ رہی تھی "تم نے میری دادی ماں کو لات کیوں ماری؟"

وہ اپنی دادی کو سہارا دے کر زمین سے اٹھا رہی تھی۔ میں نے دونوں کو لات ماری پھر ثمرن کے پاس پہنچ کر کہا "فکر نہ کرو۔ تمہارا پتلا میرے ہاتھ آگیا ہے۔ میں نے پیشانی سے سوئی نکال دی ہے۔ اب تو تمہارے اندر چبھن نہیں ہو رہی ہوگی۔"

وہ بولی "وقتی طور پر آرام مل رہا ہے۔ آپ نہیں جانتے' وہ چڑیل دوسرا پتلا بنا کر میرا جینا حرام کر دے گی۔ وہ میری وجہ سے آپ کو کمزور بناتی رہے گی۔ آپ اس سے جیت کر بھی ہارتے رہیں گے۔"

وہ ریوالور کو اپنے سینے پر رکھ کر بولی "میں نہیں رہوں گی تو آپ اس چڑیل کا کام تمام کر سکیں گے۔ اس جزیرے سے باہر جا کر اپنوں کو تلاش کر سکیں گے۔ خدا حافظ میرے محبوب! میرے آقا۔۔۔!"

میں اسے خودکشی سے روکنے ہی والا تھا۔ اسی لمحے خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ پوجا نے ایک پتھر کھینچ کر مارا تھا۔ وہ میری پیشانی پر آکر لگا۔ میں نے دونوں دادی پوتی کی گردنوں کو دبوچ کر اٹھایا پھر دونوں کے سر ٹکرا دیے۔ وہ چیختی ہوئی زمین پر گر پڑیں۔

ان سے ایک ذرا سی نجات ملی تو میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ثمرن کے پاس پہنچنا چاہا لیکن سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ اس کا دماغ مردہ ہو چکا تھا۔ وہ میری آزادی اور سلامتی کی خاطر قیامت کی نیند سو گئی تھی۔

میں غم و غصے سے لرز گیا۔ وہ دونوں بری طرح سہمی ہوئی تھیں۔ وہاں سے اٹھ کر بھاگنے لگیں۔ میں نے کہا "بھاگو! جہاں جزیرہ ختم ہوتا ہے۔ وہاں تمہاری موت ہے اور اس جزیرے سے باہر میری آزادی اور نئی زندگی ہے۔"

دادی اور پوتی بری طرح سہمی ہوئی تھیں۔ مجھ سے دور بھاگ رہی تھیں۔ وہ مجھے محافظ بنا کر جزیرے میں لائی تھیں۔ میں ان کی موت بن گیا تھا۔ اب خدا کے سوا کوئی انہیں بچا نہیں سکتا تھا۔

وہ سمجھ رہی تھیں کہ فرار کا راستہ نہیں ہے۔ میں دن رات موٹر بوٹ میں یا بیلی کاپٹر میں سوار نہیں ہونے دوں گا پھر یہ بھی اندیشہ تھا کہ وہ جان بچا کر بھاگ جائیں گی... تو میں جزیرے پر قبضہ جمالوں گا۔ یہاں ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت کرتا رہوں گا۔ ان دونوں... اور انڈین آرمی کو یہاں قدم نہیں رکھنے دوں گا۔

ان کے خیالات نے بتایا کہ وہ ساحل کی طرف جا رہی ہیں۔ وہ بوڑھی دوڑتے دوڑتے تھک کر گر پڑی تھی۔ پوجا نے اسے زمین سے اٹھاتے ہوئے پوچھا "دادی ماں! کچھ کرو۔ وہ درندہ بن گیا ہے۔ ہم سے مروت نہیں کرے گا۔ ہمیں مار ڈالے گا۔"

وہ تکلیف سے اٹھ کر کراہتی ہوئی آگے چلتی ہوئی بولی "کسی طرح مجھے یہاں سے نکل جانا ہے۔ تم یہاں رہو گی۔ اسے پھر سے دوست بنانے کی کوشش کرو۔ اس کا ظلم برداشت کرو۔ میں کیرالہ پہنچتے ہی تیاری شروع کر دوں گی۔ چوبیس گھنٹوں کے اندر بازی پلٹ دوں گی۔ تم کسی طرح اسے سنبھالتی رہو۔"

"وہ تو پہلے بھی میری طرف مائل نہیں ہوا تھا۔ ثمرن کی موت کے بعد مجھ سے سخت نفرت کرتا رہے گا۔ شاید وہ مجھے مار ڈالے۔"

"میں نے سوچا تھا۔ اس کے پتلے کے ذریعے اسے اذیتیں دے کر فرہاد کو تڑپاتی رہوں گی۔ ثمرن جتنا تڑپتی رہے گی۔ فرہاد اتنا ہی ہمارے آگے جھکتا رہے گا لیکن اس کمینی نے خودکشی کر کے میرے جادو کو ناکام بنا دیا ہے۔ ہمیں فرہاد کے مقابلے میں بے بس اور کمزور بنا دیا ہے۔"

بے شک ثمرن نے میری آزادی' سلامتی اور خودداری کے لیے بہت بڑی قربانی دی تھی۔ اس کی محبت اور وفاداری کو میں کبھی بھول نہیں پاؤں گا۔

وہ دونوں کشتی گھاٹ پر پہنچ گئیں۔ وہاں کے ملاحوں نے انہیں دیکھتے ہی دونوں ہاتھ جوڑ کر ان کے سامنے سر جھکا دیا۔ پوجا نے ایک ملاح سے کہا "یہ میری دادی ماں ہیں۔ انہیں آرام سے موٹر بوٹ میں کیرالا کے قریب ساحل تک لے جاؤ۔ جلدی کرو۔"

وہ ملاح قریب آگیا۔ پوجا نے پوچھا "کیا تم نے سنا نہیں' اپنی موٹر بوٹ قریب لاؤ۔"

اس نے اچانک ہی دادی ماں کو ایک زور کا طمانچہ رسید کیا۔ وہ دونوں سہم کر پیچھے ہٹ گئیں۔ اس نے گرج کر کہا "واپس جاؤ۔"

دوسرے ملاحوں نے اپنے ساتھی سے کہا "رام اوتار! تیرا دماغ چل گیا ہے؟ تو نے مالکن کی دادی ماں پر ہاتھ اٹھایا ہے۔"

پھر وہ ان کے قریب آکر بولا "دادی ماں! یہ گدھا ہے۔ ایک ہی گال پر طمانچہ مارتا ہے۔ جبکہ دونوں پر مارنا چاہیے۔"

اس نے بڑھیا کے دوسرے گال پر طمانچہ مارا وہ لڑکھڑا کر گرنے والی تھی۔ پوجا نے اسے سنبھالتے ہوئے کہا "دادی ماں! میں سمجھ گئی۔ فرہاد ان کے اندر گھسا ہوا ہے۔ یہ تمہیں سمندری راستے سے نہیں جانے دے گا۔"

وہ دونوں پلٹ کر وہاں سے محل کی طرف بھاگنے لگیں۔

اب بڑھیا میں دوڑنے کی تو کیا' چلنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر ہانپتے ہوئے بولی "ہے بھگوان! ہم اپنے ہی جزیرے میں' اپنی ہی زمین پر مجرموں کی طرح بھاگ رہے ہیں۔ کوئی ہماری مدد کرنے والا نہیں ہے۔"

پوجا نے کہا "وہ ہمارا بدترین دشمن بن گیا ہے۔ سیکیورٹی افسر کے دماغ میں رہے گا۔ محل کے کسی بھی مسلح گارڈ کو ہمارا حمایتی نہیں بننے دے گا۔ ہم کہاں جائیں؟ چھپنے اور پناہ لینے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے سیکیورٹی افسر کو حکم دیا تھا کہ وہ محل کے احاطے میں ایک چتا تیار کر کے ثمرن کا آخری کریا کرم کرے اور وہ میرے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ ادھر میں کار ڈرائیو کرتا ہوا ان دادی پوتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر زمین پر میرے سامنے اوندھی ہو گئیں۔ بڑھیا نے کہا "تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ دیتی ہوں۔ یہ سچ تسلیم کر لو کہ میں ثمرن کو جان سے نہیں مارنا چاہتی تھی۔ اس کے ذریعے تمہیں مجبور بنا رہی تھی۔ اس کا زندہ رہنا میرے لیے بھی ضروری تھا۔"

میں نے حقارت سے کہا "تم نے اسے جان بوجھ کر نہیں مارا۔ تمہاری دشمنی نے اسے میری خاطر مرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ میری محبت میں جان سے چلی گئی۔ کیا تم اپنی پوتی کی خاطر جان نہیں دو گی؟"

میں نے کار کی ڈکی سے رسیاں نکالیں۔ پوجا نے مجھے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا "کیا کرنا چاہتے ہو؟"

میں نے اس کے منہ پر ایک زوردار ہاتھ رسید کیا۔ وہ چکرا کر زمین پر گر پڑی پھر بڑھیا کی گردن دبوچ کر اسے ایک درخت کے موٹے تنے سے لگا کر کھڑا کیا۔ وہ بھاگنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی پٹائی کی۔ وہ کمزوری کے باعث مار برداشت نہ کر سکی۔ چپ چاپ کھڑی رہی۔ میں نے اسے درخت سے لگا کر رسیوں سے باندھ دیا۔ وہ گڑگڑا رہی تھی۔ مجھے معاف کردو۔ میں اس جزیرے سے چلی جاؤں گی پھر کبھی واپس نہیں آؤں گی۔ تم پوجا کے ساتھ یہاں حکومت کرتے رہو۔

میں کار کے اندر سے پیٹرول کا کین اٹھا کر لایا پھر اس پر پیٹرول ڈالنے لگا۔ وہ خوف سے چیخ رہی تھی۔ پوجا بھی آکر مجھ سے لپٹ کر مجھے ایسا کرنے سے باز رکھنا چاہتی تھی لیکن میں نے بڑھیا کو سر سے پیر تک اچھی طرح بھگو دیا۔ خالی کین کو ایک طرف پھینک دیا۔ پوجا کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اسے دھکا دے کر دور گرا دیا پھر کار کے ڈیش بورڈ کے خانے سے ایک ماچس کی ڈبیا نکال لی۔

دونوں دادی پوتی حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگیں۔ پوجا دوڑتی ہوئی آکر میرے قدموں سے لپٹ گئی۔ رو رو کر کہنے لگی "میں اس جزیرے کی ملکہ بن کر رہنے کے لیے تمہیں یہاں لائی تھی۔ میں یہ جزیرہ تمہارے نام لکھ دوں گی۔ دادی ماں کے ساتھ یہاں سے چلی جاؤں گی۔ تمہارے خدا کا واسطہ دیتی ہوں۔ دادی ماں کو زندہ نہ جلاؤ۔"

میں نے ماچس کی ایک تیلی نکال کر سلگائی پھر کہا "میں نے اس خبیث بڑھیا کو سمندر میں ڈبویا۔ یہ زندہ واپس آگئی۔ اب دیکھوں گا کہ جل کر راکھ ہوجانے کے بعد اس دنیا میں کیسے واپس آئے گی؟"

میں نے جلتی ہوئی تیلی اس کی طرف اچھال دی۔ تیلی کا ننھا سا شعلہ فضا میں اڑتا ہوا بڑھیا کے پاس آیا پھر یکبارگی آگ لگ گئی۔ وہ شعلوں میں لپٹ کر چیخنے لگی۔ پوجا اس سے دور کھڑی رو روتے ہوئے اپنے سر کے بال نوچ رہی تھی۔ اپنے کپڑے پھاڑ رہی تھی۔ اس کے ماتم کرنے سے آگ نہیں بجھ سکتی تھی۔ وہ چکرا کر گر پڑی پھر ایسے ساکت ہوگئی۔ جیسے دم نکل گیا ہو۔

مجھے ایسا ہی لگا جیسے وہ مرچکی ہے۔ میں نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ بڑھیا ایک بار سمندر کی گہرائیوں میں ڈوبنے کے باوجود زندہ رہ گئی تھی۔ اس بار میں توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ وہ آگ کے شعلوں سے نکل کر آسکتی ہے یا نہیں؟

اس کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ سر ایک طرف ڈھلک گیا تھا۔ اس کے بدن کی بوڑھی کھال جل رہی تھی۔ پگھل رہی تھی۔ وہ درخت سے کھنچا تھا۔ اس میں بھی آگ لگ گئی تھی۔ وہ بھی اسے جلا رہا تھا۔

پوجا زمین پر جیسے مردہ پڑی ہوئی تھی۔ وہ اچانک اٹھ بیٹھ گئی۔ روح سے خالی ہونے والے بوڑھے جسم کو جلتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا "تمہاری دادی ماں اپنے جادو پر بڑا غرور تھا۔ اس کا انجام دیکھ رہی ہو۔ تم بھی دولت مند ہو۔ تمہارے پاس درجنوں مسخ گارڈز ہیں۔ دولت اور طاقت کام نہیں آرہی ہے۔"

وہ ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے بولی "تم نے دادی ماں سے انتقام لے لیا۔ کیا مجھے بھی سزا دو گے؟"

"ہاں مگر موت کی سزا نہیں دوں گا۔ تمہیں یہاں چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ تم یہاں بے یار و مددگار رہو گی۔ عدالت سے کیس جیتنے کے بعد بھی انڈین آرمی تمہیں یہاں سکون سے رہنے نہیں دے گی۔"

میں کار میں آکر بیٹھ گیا۔ محل کے احاطے میں لگی چتا کو آگ لگ چکی تھی۔ اس وفا کی دیوی کی آخری رسومات ادا ہوچکی تھیں۔ میں کشتی گھاٹ پر آیا۔ تمام ملاح مجھے دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے۔ میں نے ایک ملاح سے کہا "مجھے کوچین کی بندرگاہ تک پہنچا دو۔ پہلے موٹر بوٹ کی اچھی طرح چیک کرلو۔"

اس نے کہا "ابھی میں چیک کررہا تھا۔ ٹنکی فل ہے۔ آپ آجائیں۔"

میں اس موٹر بوٹ میں سوار ہوا۔ اس ساحل سے جاتے وقت مجھے یوں لگا جیسے برسوں تک قید رہنے کے بعد آزادی حاصل ہوئی ہے۔ اب میں آزادی سے اپنے انسانی رشتوں کو تلاش کرسکتا تھا۔

انڈین آرمی کے افسر نے کہا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کیریا نامی ایک نوجوان دہلی یا ممبئی میں ہے۔ اس کا اتا پتا فرہاد علی تیمور سے ہوسکتا ہے۔ اس افسر کا یہ اندازہ غلط تھا کوئی ضروری نہیں تھا کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا آپس میں کوئی تعلق ہو' یا ان کی ایک دوسرے سے رشتے داری ہو۔

پھر بھی میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے دہلی جانا چاہیے۔ کیریا کا سراغ لگا کر اس سے ملاقات کرنی چاہیے۔ ملاقات نہ ہوسکے تو کم از کم خیالی خوانی کے ذریعے گفتگو کرنی چاہیے۔ میں کوچین پہنچ گیا۔ مجھے وہاں چند گھنٹے گزارنے

سوچ رہی تھی "میرا دھیان اس کے پیٹ کی طرف کیوں نہیں گیا؟ میں نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ پیٹ میں بچہ نہیں ہے۔ اسمگل ہونے والا مال وہاں چھپایا گیا ہے۔"

اس نے ریزا کا اوپری لباس اٹھا کر دیکھا۔ اس کے پیٹ پر اس طرح پلاسٹک سرجری کی گئی تھی کہ اوپر سے پیٹ کی کھال بھی اس کے بدن کا حصہ دکھائی دیتی تھی۔ پیٹ کو ہلکے سے دباؤ تو وہ دب جاتا تھا۔ کوئی شبہ نہیں کرسکتا تھا کہ جعلی پیٹ ہے اور اس کے اندر کچھ چھپا دیا گیا ہے۔

سونیا نے کہا "تمہیں یہ پیٹ لے کر ان کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ وہاں پہنچنے سے پہلے پیٹ پر لگے ہوئے ڈھکن کو الگ کردو۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہاں میں اسے الگ کردوں گی تو ائرہوسٹس اور میرے آس پاس بیٹھنے والے لوگ مجھے حیرت سے دیکھیں گے۔"

"ہم ہاٹ اسپرنگ ائرپورٹ پہنچنے سے پندرہ منٹ پہلے پھر اس ٹوائلٹ میں آئیں گے۔ اس اضافی پیٹ کو کاٹ کر یہاں ڈسٹ بن میں پھینک دیں گے۔ ڈسک اور دستاویزات کو میں چھپالوں گی۔"

وہ پریشانی سے سوچ رہی تھی۔ سونیا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "وہ۔۔۔ وہ بات یہ ہے کہ جب میں وہاں کے ائرپورٹ پر پہنچوں گی تو مسٹر فو مجھے دور سے دیکھتا رہے گا۔ اسے میرا پھولا ہوا پیٹ نظر نہیں آئے گا تو وہ مجھ پر شبہ کرے گا۔"

"اسے شبہ کرنے دو۔ وہ اس سلسلے میں فون کے ذریعے تم سے سوالات کرے گا۔ تم اسے بتاؤ گی کہ اپنے اضافی پیٹ کا بوجھ کم کیا ہے۔ س کی تمام چیزیں صحیح سلامت ہیں۔ برجر کو زندہ سلامت تمہارے پاس بھیجا جائے گا تو تم یہ اہم چیزیں اس کے حوالے کردو گی۔"

"وہ یقین نہیں کرے گا' پہلے یہ چیزیں دیکھنا چاہے گا۔"

"ایسے وقت میں اس سے فون پر بات کروں گی پھر تم دیکھو گی کہ میں جیسا کہوں گی۔ وہ ویسا ہی کرنے پر مجبور ہوجائے گا۔ یہ چیزیں اس کے لیے بہت اہم ہیں۔ وہ انہیں حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کرے گا۔"

وہ دونوں ٹوائلٹ سے باہر آکر اپنی اپنی سیٹوں کے پاس آئیں پھر وہاں بیٹھ گئیں۔ مسٹر فو کا حواس اپنی سیٹ پر گہری نیند سو رہا تھا۔ اس کی باچھوں سے رال ٹپک رہی تھی۔ سونیا اپنا حلیہ تبدیل کرنا تھا۔ دہلی تک سفر کرنے کے لیے اچھی خاصی رقم حاصل کرنی تھی۔ دولت حاصل کرنے کے لیے لوگ دن رات محنت کرتے' سوچتے رہ جاتے ہیں کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کی جاسکتی ہے؟ مجھے سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ میں سوچ کے ذریعے لاکھوں کروڑوں روپے منٹوں میں حاصل کرلیتا تھا اور ابھی مجھے یہی کرنا تھا۔

پوجا محل میں پہنچ گئی۔ وہاں احاطے میں ایک جگہ ثمرن کی چتا جل چکی تھی۔ سب کچھ راکھ ہوچکا تھا۔ سیکیورٹی افسر نے عاجزی سے کہا "میڈم! ہم مجبور تھے۔ مسٹر فرہاد نے دماغ کے اندر آکر حکم دیا تھا کہ یہاں ثمرن کا احتتم سنسکار کیا جائے۔"

وہ گہری سنجیدگی سے بولی "کوئی بات نہیں۔ جو ہوگیا۔ سو ہوگیا۔ اب وہ یہاں سے جاچکا ہے۔ میرے اور اس جزیرے کے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔"

وہ محل کے اندر جاتے ہوئے بولی "اب انڈین آرمی سے نمٹنے کی ذمے داری تمہاری ہے۔ جتنے قابل اعتماد جنگ جو جوانوں کو یہاں میری حفاظت کے لیے لاسکتے ہو' فوراً لے آؤ۔ ابھی ان سب سے رابطہ کرو۔"

وہ "یس میڈم!" کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ اس نے اپنے بیڈ روم میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر ایک قد آدم آئینے کے سامنے آکر خود کو سر سے پاؤں تک دیکھنے لگی پھر اپنے خوب صورت چہرے پر انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی "پوجا! میری بچی! مجھے معاف کرنا۔ میں اس وقت جلائی جارہی تھی۔ مجھے فوراً ہی ایک خوب صورت مردہ جسم کی ضرورت تھی۔ اس لیے تجھے مار ڈالا۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "تو زندہ رہتی تو فرہاد تجھے سکون سے جینے نہ دیتا۔ تو اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔ ہمارے باپ دادا کا یہ جزیرہ ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ تو جزیرے کی ملکہ ہے۔ دنیا والوں کی نظروں میں زندہ رہے گی اور اب میں ایسی چال چلوں گی کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا پھر یہاں واپس آکر میرے قدموں میں رہے گا۔ جاؤ فرہاد! میں دیکھوں گی کہ تم کتنی دور تک جاسکتے ہو۔ گھونسے سے بندھے ہوئے بیل ہو۔ رسے کی لمبائی تک جاکر واپس آؤ گے۔"

○☆○

سونیا اور ریزا ہوائی جہاز کے ٹوائلٹ کے اندر تھیں۔ ریزا نے ایک ایسا انکشاف کیا تھا کہ سونیا حیران رہ گئی تھی۔

نے اسٹیوارڈ کو بلا کر کہا "یہ شخص کیسے سو رہا ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ اس نے نشہ کیا ہے۔"

اسٹیوارڈ نے اسے جھنجوڑ کر جگانے کی کوشش کی۔ اس نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ ائر ہوسٹس نے کہا "یہ واقعی مدہوش ہے۔ اسے سونے دیا جائے۔ ائرپورٹ میں اسے سیکیورٹی پولیس کے حوالے کیا جائے گا۔"

سونیا نے اس کے جسم میں ایک سوئی انجیکٹ کی تھی۔ جس کے نتیجے میں وہ مدہوش ہو کر سو رہا تھا۔ ریزا تعریفی انداز میں سونیا کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ یہ عورت خطرناک فائٹر بھی ہے اور چالاک بھی ہے۔ اس نے کوئی الزام آنے سے پہلے اس شخص کو نشے باز بھی ثابت کردیا تھا۔

تقریباً پون گھنٹے بعد اناؤنسر نے کہا کہ آدھے گھنٹے میں یہ جہاز ہاٹ اسپرنگ ائرپورٹ کے رن وے پر اترنے والا ہے۔ سونیا نے سر گھما کر ریزا سے پوچھا "تمہارے پاس چاقو ہے؟"

"میرے بیگ میں ہے۔ کیا تمہیں ضرورت ہے؟"

"اسے ٹوائلٹ میں لے آؤ۔"

وہ دونوں مزید دس منٹ گزار کر ٹوائلٹ میں آگئیں۔ ریزا نے اپنا اوپری لباس اتارا۔ سونیا نے اضافی پیٹ کے ڈھکن کو کاٹ کر اس کے جسم سے الگ کیا۔ اس ڈھکن میں ایک کمپیوٹر ڈسک اور تحریری دستاویزات رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے وہ تمام چیزیں اپنے پاس رکھ کر کٹے ہوئے فاضل پیٹ کو ڈسٹ بن میں ڈال دیا پھر کہا "جب تک یہ سب کچھ میرے پاس رہے گا' اس وقت تک وہ لوگ تمہیں اور برجر کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہ دونوں ٹوائلٹ سے باہر آگئیں۔ مسافروں سے کہا جارہا تھا کہ وہ حفاظتی بیلٹ باندھ لیں۔ جہاز رن وے پر اترنے والا ہے۔ وہ دونوں اپنی اپنی سیٹ پر آکر سیفٹی بیلٹ باندھنے لگیں۔ ریزا کے پاس بیٹھا ہوا مسافر آنکھیں بند کرکے خیریت سے جہاز کے اترنے کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ اس قطار کے دوسرے مسافروں نے بھی اس کی طرف توجہ نہیں دی۔

جہاز رن وے پر اتر کر دوڑتا ہوا ایک جگہ رک گیا۔ تمام مسافر سیفٹی بیلٹ کھول کر اپنا اپنا دستی سامان سنبھال رہے تھے۔ ایگزٹ ڈور کی طرف جارہے تھے۔ ریزا بھی سونیا کے پیچھے چلتی ہوئی قطار میں کھڑی ہوگئی۔ دروازہ کھلنے کے بعد مسافر جہاز سے باہر جانے لگے۔ صرف ایک مسافر مدہوش پڑا ہوا تھا۔

مسٹر فو... دوسری منزل کی ایک بالکونی میں کھڑا سے دوربین لگائے' جہاز سے اترنے والے مسافر رہا تھا۔ اس کے پاس دو موبائل فون تھے۔ وہ ایک ذریعے اپنے خاص آدمیوں سے کہہ رہا تھا "مسافر باہر آرہے ہیں لیکن کوئی پیٹ والی عورت نظر ہے۔ ہمارا جاسوس ایڈی بھی دکھائی نہیں دے رہا۔"

پھر اس نے چونک کر کہا "ہاں ریزا دکھائی دے لیکن اس کا پیٹ پھولا ہوا نہیں ہے۔ مجھے کوئی گڑ ہے۔ جسٹ اے منٹ! میں ابھی ریزا سے بات کرتا

اس نے دوسرے موبائل فون کے نمبر پنچ کیے اپنے فون کا بزر سنائی دیا۔ وہ سونیا کے ساتھ چلتی پورٹ کی عمارت کی طرف جارہی تھی۔ اس نے اسے کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو۔ میں ریزا بول رہی ہوں۔"

مسٹر فو نے کہا "میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ کیا تم پر چڑھے ہوئے خول کو ہٹا دیا ہے؟"

وہ بولی "ہاں۔ وہ مجھے بوجھ لگ رہا تھا۔ ویسے اہم چیزیں میرے پاس محفوظ ہیں۔"

وہ غصے سے بولا "تم بہت بڑی نادانی کررہی ہو والے اس کمپیوٹر ڈسک پر شبہ کریں گے۔ اسے اجازت نہیں دیں گے۔"

"تم میرے ساتھ میری ایک سہیلی کو دیکھ رہے بہت چالاک ہے کسٹم والوں کو ان اہم چیزوں کی نہیں دے گی۔"

وہ بولا "تمہاری سہیلی گئی جہنم میں۔ اگر تم تک نہیں پہنچاؤ گی تو میں تمہارے سامنے برجر کو گا۔ تم بھی یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکو گی۔"

"تم بکواس نہ کرو تو بہتر ہے۔ اپنے مال کا انتظار مجھے بتاؤ کہ کہاں ملاقات ہوگی؟"

"تم عمارت سے باہر آؤ گی۔ پارکنگ ایریا میں سرخ رنگ کی رینٹڈ کار کھڑی ہوگی۔ وہ تمہارے تم اسے ڈرائیو کرتی ہوئی پارکنگ ایریا سے نکلو گی۔ کے ذریعے گائیڈ کرتا رہوں گا کہ تمہیں کن راستوں گزرتے رہنا ہے؟ اور کس منزل پر پہنچنا ہے؟"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہاری رہنمائی کے مطابق پہنچوں گی اور وہاں سب سے پہلے برجر کو دیکھنا چاہوں گی۔"

"ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ میرے ایک جاسوس فون کے ذریعے تم سے رابطہ کیا تھا۔ وہ تمہاری نگرانی اسی طیارے میں یہاں آرہا تھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ سے تمام مسافر اتر چکے ہیں لیکن وہ نظر نہیں آیا۔"

"وہ نظر نہیں آرہا ہے تو میں کیا کروں؟ ہوسکتا ہے وہ سفر سے دوران بیمار پڑ گیا ہو؟ میں اسے صورت سے نہیں پہچانتی ہوں۔ اس سے صرف فون پر گفتگو ہوئی تھی۔"

وہ چونک کر بولا "وہ یقیناً بیمار ہوگیا ہے۔ میں نے جہاز سے باہر ایک مریض کو اسٹریچر پر لے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔"

ریزا نے فون بند کردیا۔ وہ سونیا کے پیچھے امیگریشن کاؤنٹر سے گزر رہی تھی۔ وہاں سے وہ دونوں بیگیج ہال میں آئیں۔ کسٹم والے سامان چیک کررہے تھے۔ ان دونوں کے پاس ایک ایک سفری بیگ تھا۔ ان کے بیگ بھی چیک کیے گئے۔ سونیا کے بیگ میں تحریری دستاویزات تھیں۔ ایسی دستاویزات پڑھنے کا کسی کے پاس وقت نہیں ہوتا اور نہ ہی ان پر اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ اگر ڈسک نظر آتی تو طرح طرح کے سوالات کیے جاتے اور اسے روک لیا جاتا۔

لیکن ڈسک نہیں تھی۔ غائب ہوچکی تھی۔ ریزا نے باہر حیرانی سے پوچھا "ڈسک کہاں ہے؟"

سونیا نے اپنا پرس کھول کر ڈسک نکال کر دکھائی۔ ریزا نے بڑی حیرانی سے اسے دیکھا پھر پوچھا "انہوں نے تمہارا یہ پرس چیک کیا تھا۔ اس وقت یہ ڈسک اس میں نہیں تھی۔"

"یہ ہاتھ کی صفائی ہے۔ تم نہیں سمجھو گی۔ میں افسر کے قریب کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے ڈسک اس افسر کی جیب میں ڈال دی تھی۔ چیکنگ کے بعد اس کی جیب سے نکال کر واپس پرس میں رکھ لیا۔"

وہ تعجب سے بولی "ایسا کب کیا؟ میں نے تو دیکھا ہی نہیں۔"

"تم دیکھ لیتیں یا اور کوئی دیکھ لیتا تو پھر کمال کیا ہوتا؟ یہ ایک آرٹ ہے۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

اسی وقت کبریا نے اسے مخاطب کیا "ہائے مما!"

"ہائے سنی! تمہارے پاپا کا کچھ پتا چلا؟"

"نو مما! میں ہندوستان میں ہوں۔ یہاں علم نجوم کے پروفیسر نے بتایا ہے کہ میں جنوب کی طرف جاؤں گا تو شاید مل جائیں گے۔ آپ کہاں بھٹک رہی ہیں؟"

"الاسکا کے ایک شہر ہاٹ اسپرنگ میں ہوں۔ میرے ساتھ ایک لڑکی ہے۔ اس کا نام ریزا ہے۔ تم اس کے دماغ میں ہو۔ وہ کرایہ دشمن کے اندر پہنچ سکتے ہو اور اس کی خفیہ نگرگریوں سے مجھے آگاہ کرسکتے ہو۔"

الپا' اعلیٰ بی بی اور کبریا چوبیس گھنٹوں میں ایک دو بار سونیا کے پاس آکر اس کی خیریت معلوم کرتے تھے۔ اب سے پہلے وکٹوریہ آئی لینڈ میں الپا آئی تھی۔ اب کبریا آیا تھا۔ سونیا نے ریزا سے کہا "مسٹر فو سے کہو' اس کا مال کسی روک ٹوک کے بغیر نکل آیا ہے۔ اب ہم اس کی رینٹڈ کار کی طرف جارہی ہیں۔"

اس نے فون سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ایک اجنبی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا "مسٹر فو کہاں ہیں؟"

"وہ واش روم میں ہیں۔ ابھی باہر آکر تم سے رابطہ کریں گے۔"

ریزا نے فون بند کیا۔ کبریا اس بولنے والے کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ مسٹر فو کا باڈی گارڈ ہے۔ اس کا آقا واش روم میں نہیں ہے۔ اپنے اس جاسوس کی خیریت معلوم کرنے گیا ہے' جیسے اسٹریچر پر جہاز سے لایا گیا تھا۔

مسٹر فو کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ انڈر ورلڈ مافیا کے اہم عہدے داروں میں سے ایک ہے۔ وہ تمام عہدے دار جرائم کے مختلف شعبوں کے ماسٹر ہیں۔ مسٹر فو بڑے ممالک کے اہم راز چرانے اور انہیں دوسرے ممالک کے حکمرانوں تک پہنچانے کی واردات کرتا تھا اور اپنی مافیا گینگ کو کروڑوں ڈالرز کا منافع پہنچاتا تھا اور اپنے شعبے کا ماسٹر کہلاتا تھا۔

یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک قد آور باڈی بلڈر ہے۔ شراب و شباب سے پرہیز کرتا ہے۔ کبریا نے سمجھ لیا کہ وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ اس کے دماغ میں نہیں جانا چاہیے۔ اس کے آس پاس کے حواریوں کو آلہ کار بنانا چاہیے۔ اس وقت مسٹر فو ائرپورٹ میں اس باڈی گارڈ کے ساتھ تھا۔ اس کے علاوہ دو حواری پارکنگ ایریا سے ذرا دور ایک ویگن کار میں تھے۔ ریزا جب رینٹڈ کار میں وہاں سے نکلتی تو وہ دونوں اس کا تعاقب کرتے اور مسٹر فو ان سے آگے ایک خفیہ اڈے میں پہنچنے والا تھا۔

وہ اپنے بیمار جاسوس کو دیکھنے گیا تھا۔ اسے ایک ایمبولینس کے ذریعے اسپتال بھیجا گیا تھا۔ مسٹر فو اس کے پیچھے اسپتال نہیں جاسکتا تھا۔ باڈی گارڈ کے ساتھ اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگا۔ فون کے ذریعے ریزا کو بتانے لگا کہ اسے کن راستوں سے گزرتے رہنا ہے؟

شہر سے باہر ایک چرچ تھا۔ اس کے آس پاس برائے نام آبادی تھی۔ ویرانی زیادہ تھی۔ وہ ریزا کو اسی چرچ میں بلا رہا تھا۔ کبریا نے یہ تمام باتیں سونیا کو بتائیں۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ان سے پہلے اس چرچ کے پاس پہنچ گئی۔ ایک

عبادت گزار خاتون کی طرح چرچ کے اندر آئی پھر صلیب کے سامنے گھٹنے ٹیک کر سینے اور پیشانی پر صلیب کا نشان بنایا اور سر کو جھکا لیا۔

ایک فادر نے آکر پوچھا "کیا اعتراف گناہ کے لیے آئی ہو؟ یا مجھ سے دعا کرانا چاہتی ہو؟"

"میں ادھر سے گزر رہی تھی۔ اس لیے دعا مانگنے چلی آئی ہوں۔ یہاں اتنی ویرانی کیوں ہے؟ کیا لوگ عبادت کرنے نہیں آتے؟"

کبریا فادر کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ اندر سے بہت پریشان تھا۔ چرچ کے پیچھے فادر اور نن وغیرہ کی رہائش کے لیے کئی کمرے تھے۔ وہاں تین مسلح شخص ایک نوجوان کو قیدی بنا کر لائے تھے۔

وہاں ایک نوجوان نن کو گن پوائنٹ پر رکھا گیا تھا اور فادر کو دھمکی دی گئی تھی کہ وہ کسی سے اس کا ذکر کرے گا تو اس نن کو گولی ماردی جائے گی۔

فادر اس کی جان بچانے کے لیے خاموش تھا اور دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا کہ وہ تمام مجرم انہیں نقصان پہنچائے بغیر یہاں سے چلے جائیں۔

سونیا نے کہا "کبریا! تم ریزا کو راستے سے ہٹا دو۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی دوسری سڑک پر چلی جائے گی تو اس کے پیچھے آنے والے مسٹر فو وغیرہ یہاں دیر سے پہنچیں گے اور جانے سے پہلے فادر کو چند سیکنڈ کے لیے غائب دماغ بنا دو۔"

دوسرے ہی لمحے میں فادر نے آنکھیں بند کیں۔ چند سیکنڈ کے بعد آنکھیں کھولیں تو سونیا نظر نہیں آئی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "وہ... کہاں چلی گئی؟ میں نے تو صرف پلک جھپکائی تھی اور وہ غائب ہوگئی۔ آج یہاں کیا ہو رہا ہے؟ ادھر مسلح بدمعاش آئے ہوئے ہیں۔ ادھر کوئی جادوگرنی آئی تھی۔"

سونیا چرچ کے پیچھے ان رہائشی کمروں کی طرف آئی۔ وہاں سے دبے قدموں چلتی ہوئی ایک کمرے کے قریب پہنچی۔ اس کمرے کے اندر تین مسلح شخص تھے۔ ایک نوجوان کو کرسی پر بٹھا کر رسیوں سے باندھا گیا تھا اور اس کے منہ پر ٹیپ چپکا دیا گیا تھا۔

ایک شخص نے ایک نوجوان نن کو نشانے پر رکھا تھا۔ اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہا تھا "اتنی چکنی عمر میں راہبہ بننے کی کیا ضرورت تھی؟ بن ہی گئی ہو تو یہ تمہاری مرضی ہے۔ دوسرے کمرے میں چلو۔ میرا دل خوش کردو۔"

وہ بے چاری سہمی ہوئی تھی۔ عاجزی سے کہہ رہی تھی "پلیز، مجھ سے ایسی گندی باتیں نہ کرو۔ خدا سے ڈرو۔"

کبریا ریزا کو راستے سے ہٹا کر آگیا تھا۔ سونیا نے ذریعے اس نن کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "ہتھیار کو میرے سامنے سے ہٹاؤ۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ ہتھیار تو ہمارے لیے کھلونا تم بھی کھلونا سمجھ کر کھیل سکتی ہو۔ لو۔ اسے پکڑو۔ ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اپنی گن اسے دینے چاہا۔ اچانک کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس گن کو لیا۔ وہ گن اس ڈرنے والی کے ہاتھوں میں آگئی۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر گولی چلا دی۔ گولی ٹھیک سینے پر لگی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر اپنے ایک ساتھی سے ٹکرایا پھر فرش پر گر کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

وہ دونوں سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ چرچ میں رہنے والی ایک نن گولی چلا سکے گی۔ ان دونوں کو بھی سنبھلنے کی مہلت نہ ملی۔ ادھر سے سونیا نے اور ادھر سے کبریا نے نن کے ہاتھوں تڑا تڑ فائرنگ کی پھر ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔

اس نن نے خوف سے کانپتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ ایک گن دیکھی پھر ایک چیخ مار کر اسے دور پھینک دیا۔ سونیا نے کمرے میں آکر اسے تھپکتے ہوئے کہا "ڈرو نہیں۔ تم نے کسی کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ تم ایک راہبہ ہو۔ کسی کی جان لیتی نہیں ہو۔ جان بچاتی ہو۔"

اس نے آگے بڑھ کر رسیاں کھول دیں پھر برجر کے منہ سے ٹیپ ہٹا کر کہا "تمہاری ریزا یہاں آنے والی ہے۔ اس سے جو کہوں گی۔ تم ابھی وہی کرو گے۔"

فادر دوڑتا ہوا اس کمرے میں آیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ نن کو گولی ماردی گئی ہے۔ وہ فادر کو دیکھتے ہی اس سے لپٹ کر رونے لگی۔

ریزا ایک آدھ راستے پر بھٹک گئی تھی۔ مسٹر فو کے ذریعے بار بار اسے گائیڈ کیا تو وہ اس کے مطلوبہ راستے پر کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس چرچ کے سامنے پہنچ گئی۔ پیچھے اور دو گاڑیاں آرہی تھیں۔

ایک کار میں مسٹر فو اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ تھے۔ دوسری ویگن میں دو مسلح حوار تھے۔ وہ سب اپنی گاڑیوں سے اتر کر اس کے قریب آئے۔ ریزا نے پوچھا "برجر کہاں ہے؟"

مسٹر فو نے کہا "چرچ کے اندر چلو۔ اپنے محبوب کو لے کر وہ ڈسک اور دستاویزات ہمارے حوالے کرو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دو فائر ہوئے۔ ویگن سے آنے والے دونوں حواری فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔

باڈی گارڈ اور مسٹر فو نے فوراً ہی اپنے ریوالور نکال لیے۔ وہ دوڑتے ہوئے کار کے پیچھے چھپنے جا رہے تھے۔ ان سے چھپ کر دیکھنا چاہتے تھے کہ فائرنگ کس نے اور کہاں سے کی ہے لیکن چھپنے سے پہلے ایک گولی مسٹر فو کے بازو میں آکر لگی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا۔

سونیا نے چرچ کی ایک دیوار کے پیچھے سے نکلتے ہوئے باڈی گارڈ سے کہا "ہتھیار پھینک دو۔ ورنہ تمہارے باس کو گولی ماردوں گی۔"

اس نے ریوالور پھینک دیا۔ ریزا نے اس کے اور مسٹر فو کے ریوالوروں کو اٹھا لیا پھر سونیا سے پوچھا "میرا برجر کہاں ہے؟"

برجر چرچ کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی رو کر آئی پھر اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ باڈی گارڈ مسٹر فو کو سنبھال رہا تھا۔ وہ اپنے شانے کو پکڑ کر تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ سونیا نے کہا "تم نے ایک ملک کے اہم رازوں کو یہاں سے بچانے کے لیے بڑی اچھی تدبیر کی تھی۔ اس بے چاری کو استعمال کرنا بتا دیا تھا۔ کروڑوں ڈالرز کا منافع حاصل کرنے کے لیے اس معصوم لڑکی کو اس کے محبوب کے ساتھ یہاں موت کے گھاٹ اتارنے والے تھے۔ اب بتاؤ کہ موت کسے آئے گی؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "تم کون ہو؟ اچانک ہمارے درمیان کہاں سے آگئی ہو؟ میں تم سے زیادہ باتیں نہیں کر سکوں گا۔ گولی میرے شانے کی ہڈی کو توڑتی ہوئی گزر گئی ہے۔ فی الحال میں یہی کہوں گا کہ مجھے گولی مار کر کچھ حاصل نہیں کر سکو گی۔ مجھ سے سمجھوتا کرو۔ میں تمہیں منہ مانگا دام دوں گا۔"

"تم زندہ رہو گے تو ریزا اور برجر زندہ نہیں رہ سکیں گے کیونکہ یہ تمہارے مال کی ڈیلیوری نہیں دے رہی ہے۔ تمام اہم راز میرے پاس ہیں۔"

"تم یہ اہم راز لے کر اس شہر سے باہر نہیں جا سکو گی۔ تم سمجھتی ہوگی کہ انڈر ورلڈ کے لوگ کتنے مضبوط، بااختیار اور خطرناک ہوتے ہیں۔ تم یہاں سے ائرپورٹ تک زندہ نہیں جا سکو گی۔"

کبریا اب تک مسٹر فو کے چور خیالات پڑھتا رہا تھا اور سونیا کو تمام باتیں بتاتا رہا تھا۔ سونیا نے کہا "مسٹر فو! تم جان جاتے کہ میں کتنی دور تک معلومات حاصل کر لیتی ہوں۔ اس شہر میں تم اپنے چھ حواریوں کے ساتھ آئے ہو۔ ان میں سے تین چرچ کے پیچھے والے کمرے میں مارے گئے ہیں۔ دو یہاں تمہارے سامنے مر چکے ہیں۔ یہ آخری باڈی گارڈ زندہ رہ گیا ہے۔"

اسی وقت باڈی گارڈ نے سونیا کو بے خبر سمجھ کر اس پر چھلانگ لگائی۔ سونیا نے جھک کر اسے اپنے سر کے اوپر سے اچھال دیا۔ وہ دوسری طرف جا کر گرا پھر اس کے اٹھنے سے پہلے ہی ریزا نے اسے گولی ماردی۔

سونیا نے کہا "لو۔ یہ تمہارا آخری حواری بھی گیا۔ تم نے واشنگٹن کے ہیڈ کوارٹر میں کہا ہے کہ آج شام کی فلائٹ سے ڈسک اور دستاویزات لے کر وہاں پہنچو گے۔ وہ تمہارا انتظار وہاں کر رہے ہیں۔ یہاں مجھ سے انتقام لینے کوئی نہیں آئے گا۔"

ریزا نے کہا "اسے زندہ نہ چھوڑو۔ ورنہ یہ ہمیں مار ڈالے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ یہ اور اس کے حواری تمہیں صورت شکل سے پہچانتے تھے۔ باقی انڈر گراؤنڈ کے لوگ تمہیں نہیں پہچانتے ہیں۔ تم اپنے برجر کے ساتھ آزادی سے زندگی گزارو گی۔ تمہیں پہچاننے والا تمہارا یہ آخری دشمن ہے۔ تم اسے اپنے ہاتھوں سے جہنم میں پہنچاؤ۔"

مسٹر فو کے فون سے بزر کی آواز سنائی دی۔ ریزا نے اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا "فون کو ہاتھ نہ لگاؤ۔"

سونیا نے کہا "تمہارے ہیڈ کوارٹر والے ان اہم رازوں کو حاصل کرنے کے لیے بے چین ہوں گے۔ میں ان کی بے چینی کچھ اور بڑھانا چاہتی ہوں۔ یہ فون مجھے دو۔"

اس نے پوچھا "کیا پہلے مجھے کچھ باتیں کرنے کی اجازت دو گی؟"

"اجازت ہے لیکن تم ریزا کے خلاف کچھ بول نہیں سکو گے۔"

اس نے فون کا بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا پھر تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں فو بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "خیریت تو ہے؟ کیا تم بیمار ہو؟"

"ہاں۔ شاید یہ میری زندگی کی آخری بیماری ہے۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا وہ راز حاصل ہو چکے ہیں؟"

"وہ راز ایک خطرناک عورت کے پاس ہیں۔ اس نے

میرے تمام وفاداروں کو مار ڈالا ہے۔ اب میری باری ہے۔"

"تعجب ہے۔ تم ایک خطرناک فائٹر ہو کر چوہے کی طرح بول رہے ہو۔ وہ عورت کون ہے؟ اس سے بات کراؤ۔"

"یہ بہت چالاک ہے۔ مجھے مقابلہ کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ یہ ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ یہ لو باتیں کرو۔"

سونیا نے فون لے کر کہا "بولو۔ میں سن رہی ہوں۔ اس سے پہلے تم ایک آواز سن لو۔"

اس نے ریزا کو اشارہ کیا۔ ریزا نے مسٹر فو کو گولی ماردی پھر سونیا نے پوچھا "آواز سنی؟ تمہارا فو اس دنیا سے جاچکا ہے۔ اب تم اس کی زندگی کا سودا کرنے میں میرا وقت ضائع نہیں کرو گے۔"

"تم بہت اسمارٹ اور اسٹریٹ فارورڈ ہو۔ کیا اپنا تعارف کراؤ گی؟"

"میں کسی سے نہیں پوچھتی کہ تم کون ہو؟ خود ہی مطلوبہ فرد کی جڑوں تک پہنچ جاتی ہوں۔ تم انڈر ورلڈ مافیا کے سیکرٹ انس اینڈ آؤٹ شعبے میں ایک عہدے دار ہو۔ مسٹر فو تمہارا سینئر تھا۔ اس کی موت کے بعد تمہیں اس کا عہدہ دیا جائے گا۔ تم اس وقت واشنگٹن ڈی سی کی سترہویں اسٹریٹ کی ایک عمارت میں ہو۔ ایم آئی رائٹ؟"

"او گاڈ! تم تو بہت ہی خطرناک عورت ہو۔ ہمارے بارے میں اتنا کچھ کیسے جانتی ہو؟ پلیز اپنے بارے میں کچھ بتاؤ؟"

"جب کبھی سامنا ہوگا تو مجھے دیکھ سکو گے اور کسی حد تک جان سکو گے فی الوقت یہ ڈسک اور ڈاکومنٹس میرے پاس رہیں گے۔ میں معلوم کروں گی کہ امریکی حکام روسی حکومت کا یہ راز حاصل کرنے کی کتنی قیمت دے سکیں گے؟"

"ہم سے سودا کرو۔ ہم تمہیں منہ مانگی قیمت دیں گے۔"

وہ بولی "روسی حکام بھی اپنے ملک کے ان رازوں کو واپس حاصل کرنے کی منہ مانگی رقم دیں گے۔ ابھی کچھ دنوں تک میں بازار کا بھاؤ معلوم کرتی رہوں گی پھر کسی ایک سے سودا کروں گی۔ تب تک کے لیے گڈ بائی۔"

اس نے رابطہ ختم کر کے فون کو مسٹر فو کی لاش پر پھینک دیا۔ ریزا نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تم بہت پراسرار اور باوقار خاتون ہو۔ انسان دوست ہو۔ تم ہمیں ایک نئی زندگی دے رہی ہو۔ ہم تمہیں کبھی بھلا نہیں پائیں گے۔"

برجر نے سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے بڑی عقیدت سے کہا "آپ خدا کی طرف سے غیبی امداد بن کر آئی ہیں۔ مونٹریال جارہے ہیں۔ وہاں ہماری شادی ہوگی۔ دو دن بعد اگر آپ ہماری شادی میں شریک ہوں تو یہ ہمارے لیے بڑے فخر کی بات ہوگی۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں مصروفیات کے باعث آپ کی خوشیوں میں شریک نہیں ہوسکوں گی لیکن ہنی مونٹریال آؤں گی تو تم لوگوں سے ضرور ملوں گی۔"

وہ دونوں بڑی محبت سے رخصت ہو کر اس ریڑھی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ اس شہر میں پہنچنے کے بعد سے سونگھنے کی حس بیدار نہیں ہوئی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ ایک میل کے رقبے میں نہیں ہوں۔ اب وہاں سے اسے نکلنا چاہیے۔

گبریا نے کہا "مما! پروفیسر دینا ناتھ بہت ہی ہائی ہیں۔ انہوں نے پاپا کا زائچہ بنانے کے بعد پورے یقین کہا ہے کہ وہ کسی جنوبی علاقے میں ہیں۔ میں اس وقت طرف جارہا ہوں۔ یہاں سے جنوب میں سری لنکا تک گا۔ شاید آسٹریلیا بھی جانا پڑے؟ آپ ہم دونوں مل کر تلاش کریں گے۔"

"بیٹے! نجومیوں کی پیش گوئی ہمیشہ سچ نہیں ہوتی تمہارے پروفیسر دینا ناتھ کی پیش گوئی سچ ہوگی۔ تو تمہیں مل جائیں گے پھر میں بھی وہاں چلی آؤں گی اور نہ ملے تو یہاں میری تلاش جاری رہے گی۔"

"ٹھیک ہے مما! میں جارہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا مسٹر فو کی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چل گئی۔ وہ اس وقت ہائی وے پر تھی۔ وہ راستہ الاسکا کی مشرقی سرحد کی طرف جاتا تھا۔ اسے سرحد تک نہیں جانا تھا وہاں کے ایک شہر ہولی کراس تک جانے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میں ایک ہزار میل کے اطراف میں موجود نہیں؟ وہ پھر ہولی کراس سے کسی جہاز میں سوار ہو کر جاسکتی تھی۔

وہ دوپہر تین بجے تک ڈرائیو کرتی رہی۔ تقریباً کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہائی وے کے کنارے ریسٹورنٹ کے سامنے رک گئی۔ وہاں ایک کار اور ایک سی وین کھڑی ہوئی تھی۔

وہ کار سے اتر کر ریسٹورنٹ کے اندر آئی۔ ہال میں قریب تین کاؤ بوائے ٹائپ کے شخص بیٹھے ہوئے تھے کے ہولسٹرز میں ریوالور تھے۔ وہ برگر وغیرہ کھا رہے

شراب پیتے ہوئے ایک دوسرے سے فحش مذاق کررہے تھے۔ ان جوان لڑکیوں اور عورتوں کی طرف دیکھ رہے تھے جو ان کے اطراف بیٹھی ہوئی کھا پی رہی تھیں۔

ایک بڑی سی میز پر ایک بوڑھا اور دو جوان مرد تھے۔ دو جوان اس فیملی میں ایک خوب صورت نوخیز دوشیزہ تھی۔ ان جوان عورتیں اور ایک غصہ آرہا تھا کہ وہ تینوں کاؤ بوائے ان مردوں کو اس بات پر دیکھ کر آپس میں گندا مذاق کررہے تھے پھر ان کی عورتوں کی طرف دیکھ کر قہقہے لگا رہے تھے۔

سونیا دروازہ کھول کر اندر آئی تو ان تینوں نے اسے دیکھا ایک نے شراب کا جام اس کی طرف کرتے ہوئے کہا "ہائے جانی! کیا ہے تیری جوانی؟ تجھے دیکھتے ہی شراب پھیکی پڑتی ہے۔"

وہ مسکراتی ہوئی اس فیملی کے قریب ایک میز پر آکر بیٹھ گئی۔ اس فیملی کے ایک جوان مرد نے کہا "یہ ننگا پن برداشت نہیں ہورہا ہے۔ میں اس موئی ناک والے کا منہ توڑ دوں گا۔"

بوڑھے شخص نے کہا "بیٹے! جوش میں نہ آؤ۔ ان کی حرکتوں سے ظاہر ہے کہ وہ پرلے درجے کے لفنگے ہیں۔ یہ مارنے مرنے والے لوگ ہیں۔"

ایک جوان عورت نے کہا "مائی ڈیئر براؤن! ان کے پاس ہتھیار بھی ہیں۔ تم جوش میں آؤ گے تو یہ گولیاں چلانے سے دریغ نہیں کریں گے۔"

بوڑھے نے اپنی نوجوان بیٹی کو دیکھتے ہوئے کہا "تمہاری چھوٹی بہن باربرا بہت سہمی ہوئی ہے۔ تم ان لفنگوں سے کچھ کہو گے تو وہ یہاں چلے آئیں گے۔ انہیں دور ہی رہنے دو۔"

سونیا اپنے لیے کھانے کا آرڈر دے رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک کاؤ بوائے کاؤنٹر سے پلٹ کر لڑکھڑاتا ہوا ان کی طرف آیا پھر باربرا کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا "یہ بہت کم سن ہے۔ مجھے دیکھتے ہی سہم گئی ہے۔"

پھر وہ ایک جوان عورت کے پاس آکر بولا "تم زبردست ہو۔ کیا میرے ساتھ تھوڑا وقت گزارو گی؟"

براؤن نامی جوان مرد نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "اے مسٹر! یہ میری وائف ہے۔ تمہیں ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔"

وہ اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکالتے ہوئے بولا "یہ تمہاری وائف ہے تو میری لائف ہے۔ اس خوب صورت لائف کے لیے میں تمہاری لائف لے سکتا ہوں۔"

بوڑھے نے گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا "کیا یہاں کوئی قانون کا محافظ نہیں ہے؟"

اس نے ہوٹل کے مالک سے کہا "تمہارے ہوٹل میں شریف اور سیدھے سادھے لوگ بھی آتے ہیں۔ تم ان کی حفاظت کے لیے کیا کرتے ہو؟"

وہ بے بسی سے بولا "ادھر ہائی وے کی پیٹرولنگ پولیس آتی ہے تو یہ لوگ چپ چاپ سر جھکا کر چلے جاتے ہیں۔ پولیس والوں کے بغیر میں کیا کرسکتا ہوں؟"

وہ جوان عورت سہم کر دور ہونا چاہتی تھی۔ اس نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ سونیا نے اس کے قریب آکر اس کے شانے کو تھپک کر کہا "ذرا آہستہ کھینچو۔ یہ عورت ہے، ربڑ نہیں ہے کہ کھینچتے چلے جاؤ۔ یہ بتاؤ۔ میں کیسی ہوں؟"

وہ سونیا کی ٹھوڑی چھو کر بولا "تم تو شراب کی بھری ہوئی بوتل ہو۔ تم چلو گی تو میں اسے چھوڑ دوں گا۔"

وہ شرماتی اور مسکراتی ہوئی بولی "کہاں لے جاؤ گے؟"

"بس یہاں ٹوائلٹ میں جائیں گے، تھوڑی موج مستی کریں گے پھر واپس آجائیں گے۔"

"تو پھر چلو۔" اس نے اس فیملی سے کہا "تم لوگ آرام سے کھاؤ پیو۔ تم لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر وہاں سے چلتی ہوئی ٹوائلٹ کی طرف جانے لگی۔ اس فیملی کے افراد ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔

بوڑھے شخص نے کہا "پتا نہیں یہ کون ہے؟ ہماری بلا اپنے سر لے گئی ہے۔"

ٹوائلٹ کا دروازہ اندر سے بند ہوگیا۔ وہاں گہری خاموشی چھاگئی۔ دو کاؤ بوائز پی رہے تھے۔ ایک نے ہنستے ہوئے کہا "دونوں طرف سے رضامندی ہو تو کوئی ہنگامہ نہیں ہوتا۔"

دوسرے نے کہا "عورت زبردست ہے۔ اس کے بعد میں ٹوائلٹ میں جاؤں گا۔"

تھوڑی دیر بعد دروازہ ذرا سا کھل گیا۔ سونیا نے جھانک کر دیکھا۔ مسکرایا پھر ہاتھ کے اشارے سے دوسرے کو بلایا۔ خوشی کے مارے دوسرے کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ سونیا نے اس کا گریبان پکڑ کر اندر کھینچ لیا۔

اس نے اندر آتے ہی اپنے ساتھی کو دیکھا۔ وہ فرش پر بے ہوش پڑا تھا پھر اس سے پہلے کہ وہ اپنا ریوالور نکالتا۔ سونیا نے اپنے ریوالور کی نال اس کے منہ میں ٹھونس دی پھر

کہا "میں شور اور ہنگامہ آرائی پسند نہیں کرتی۔ چپ چاپ زمین پر گھٹنے ٹیک دو۔"

اس نے بے بسی سے اسے دیکھا پھر فرش پر اپنے گھٹنے ٹیک دیے۔ سونیا نے اس کے منہ سے ریوالور کی نال نکال لی پھر اس کے دستے سے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ سر ایسا چکرایا کہ اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔

اس نے اپنے ریوالور کو کوٹ کی جیب میں رکھا۔ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا' بالوں کو درست کیا پھر دروازہ کھول کر باہر آگئی۔ وہاں سے چلتی ہوئی سیدھی تیسرے کاؤ بوائے کے پاس آئی۔

اس نے تعجب سے پوچھا "وہ تو ابھی اندر گیا تھا اور تم اتنی جلدی باہر آگئیں؟"

وہ بولی "مرد عورت کو دیکھ کر ٹھنڈا ہونا چاہتا ہے۔ میں دونوں کو ٹھنڈا کر چکی ہوں۔ اب تمہاری باری ہے۔"

وہ اونچے اسٹول سے اترتے ہوئے بولا "تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ کیا گڑبڑ کر رہی ہو؟ وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"کہہ تو رہی ہوں کہ وہ ٹھنڈے ہو چکے ہیں۔ اگر تم ہولسٹر سے ریوالور نکال کر مجھے گولی نہیں مارو گے تو تمہارا بھی یہی انجام ہوگا۔"

اس کا ہاتھ فوراً ہی ہولسٹر کی طرف گیا لیکن وہاں تک پہنچ نہیں سکا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ منہ پر ایک زبردست ہاتھ پڑا تھا۔ جیسے ہتھوڑا پڑا ہو۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ اس کی ناک سے اور پاچھوں سے لہو کی دھار بہہ رہی تھی۔

وہ بولی "میں تمہیں موقع دے رہی ہوں۔ اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکالو۔ یہ بے چارے شریف لوگ ہیں۔ انہیں دکھاؤ کہ تم کتنے بڑے بدمعاش ہو؟"

اس فیملی کی عورتیں اور مرد بڑی حیرانی سے سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ اس کاؤ بوائے نے ریوالور نکالنے کے لیے دوسری بار ہولسٹر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسی لمحے اس کے حلق سے چیخ نکلی۔

سونیا نے اس کی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں زور کی لات ماری تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے جھکنے لگا۔ اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا پھر دوسرا' پھر تیسرا گھونسا پڑا۔ وہ زیادہ لمبا کھیل کھیلنے کی عادی نہیں تھی۔ اس نے شراب سے بھری ہوئی بوتل اٹھا کر اس کے سر پر دے ماری۔ سر پر بوتل ٹوٹی' شراب پھیلی' پھر اس کا سر اور چہرہ لہو میں نہا گیا۔ وہ فرش پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔

وہ اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ وہاں اس کا کھانا اور پانی کی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ اس فیملی کی تمام عورتیں اور مرد اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آگئے۔ ان کے بزرگ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا "بیٹی...! تم کون ہو؟ یہ طرح پٹائی کی ہے؟ تعجب ہے۔ ان کے پاس بھی ہتھیار تھے۔"

باربرا نے سونیا کے شانے پر سر رکھ کر کہا "بزرگ ہونے سے کیا ہوتا ہے؟ آنٹی نے کسی کو بھی ہولسٹر تک لے جانے کا موقع نہیں دیا ہوگا۔ آنٹی بہت زبردست ہیں۔"

سونیا نے اس کے گال کو تھپکتے ہوئے کہا "جاؤ جا کر کھاؤ پھر یہاں سے جلدی نکل چلو۔"

بزرگ نے کہا "ہم سب کھا چکے ہیں۔ تم کہاں جا رہی ہو بیٹی؟"

"میں ہولی کراس سٹی تک جاؤں گی۔"

ایک جوان عورت نے خوش ہو کر کہا "ہم بھی کراس جا رہے ہیں۔ کیا وہاں ہمارے گھر چلو گی؟ آج رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ گی؟ پلیز انکار نہ کرنا۔"

وہ مسکرا کر بولی "اتنی اچھی فیملی کے ساتھ میرا سفر اچھا گزرے گا۔ مجھے یہ گڑیا جیسی لڑکی بہت پیاری لگی ہے۔"

اس نے باربرا کے گال کو چوما پھر کھانے سے فارغ ہو کر ان کے ساتھ ہوٹل سے باہر آگئی۔ آگے سفر کرنے کے لیے ان کے پاس بڑی سی وین تھی۔ باربرا نے سونیا سے کہا "کار میرے بھائی کو ڈرائیو کرنے دو۔ تم ہماری گاڑی میں آؤ گی تو مزہ آئے گا۔"

وہ ان کے ساتھ وین میں بیٹھ گئی۔ براؤن اپنی بیوی کے ساتھ سونیا کی لائی ہوئی کار میں چلا گیا۔ باربرا کا بھائی اس وین کو ڈرائیو کرنے لگا۔ جیری کی منگیتر ایلسی نے کہا "جیری! پلیز مائنڈ نہ کرنا۔ میں تمہارے برابر بیٹھ کر سفر کروں گی۔ میں ان محافظ اور مہربان میڈم کے ساتھ خوب باتیں کروں گی۔ تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔"

"میرا نام سونیا ہے۔ میں فرانس سے آئی ہوں۔ یہاں سے کینیڈا جاؤں گی۔"

بزرگ نے کہا "میرا نام جیکسن ملر ہے۔ تم خانہ بدوش ہو؟"

"میرے شوہر کہیں گم ہو گئے ہیں۔ میں انہیں تلاش کر رہی ہوں۔"

"تم شوہر کو تلاش کرنے فرانس سے یہاں آئی ہو؟"

"میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تلاش کرتی رہوں گی۔ امریکا سے یورپ اور افریقا پھر ایشیا' چین اور جاپان جاؤں گی۔"

"او گاڈ! اس طرح تو پوری زندگی تلاش یار میں گزر جائے گی۔"

وہ بولی "کوئی خدا کی تلاش میں زندگی گزار دیتا ہے۔ کوئی یار کی تلاش میں دیوانہ وار بھٹکتا رہتا ہے۔ زندگی میں کسی نہ کسی کو حاصل کرنے کی لگن رہتی ہے۔ مجھے یقین ہے۔ میں اسے ڈھونڈ نکالوں گی۔"

جیری نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "کچھ بیچنے والے ہیں۔ شام ہو چکی ہے۔ اس آسیب زدہ علاقے سے گزرتے وقت اندھیرا پھیلنے لگے گا۔"

جیکسن ملر نے کہا "تیز رفتاری سے چلو۔ ہم اندھیرا ہونے سے پہلے اس علاقے سے گزر جائیں گے۔"

باربرا نے سہم کر کہا "مجھے تو دن کے وقت بھی وہاں سے گزرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ کیا دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے؟"

ایلسی نے کہا "دوسرے راستے پر جائیں گے تو بہت لمبا چکر کاٹنا ہوگا۔ تقریباً تیس کلومیٹر کی اضافی ڈرائیو ہوگی۔"

سونیا نے پوچھا "وہ علاقہ آسیب زدہ کیوں کہلاتا ہے؟"

جیکسن نے کہا "وہاں پرانے زمانے کے کھنڈرات ہیں۔ رات کے وقت اکیلے گزرنے والے مسافر کہیں گم ہو جاتے ہیں پھر کبھی نظر نہیں آتے۔ شام کے بعد کوئی تنہا مسافر وہاں سے نہیں گزرتا۔ لوگ ٹولیوں کی صورت میں ادھر سے گزرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس علاقے میں ایسی کوئی خوف زدہ ہونے والی بات نہیں ہے۔ لوگ بے پر کی اڑاتے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "وہاں کی علاقائی پولیس کیا کہتی ہے؟"

"کھنڈرات سے کئی میل دور ایک اجاڑ سا پولیس اسٹیشن ہے۔ ایک تھانے دار اور چند سپاہی ہوتے ہیں۔ وہ کبھی باقاعدہ ڈیوٹی پر نہیں ہوتے۔ جب کوئی واردات ہوتی ہے تو ان پولیس والوں کو کہیں سے ڈھونڈ کر لانا پڑتا ہے۔"

جیری تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ تاکہ اندھیرا ہونے سے پہلے اس علاقے سے گزر جائیں لیکن ایک گیسٹ ہاؤس کے قریب پہنچ کر انہیں رکنا پڑا۔ عورتیں ٹوائلٹ جانا چاہتی تھیں۔ ان کے پیچھے آنے والی کار میں براؤن اور ایڈنا بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بہت پیچھے رہ گئے تھے۔

ان کے پیچھے رہ جانے کی ایک خاص وجہ تھی۔ ایڈنا سامنے والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ڈیش بورڈ کے خانے کو یونہی کھولا تو حیران رہ گئی۔ وہاں بڑے بڑے نوٹوں کی بے شمار گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "براؤن! یہ دیکھو یہاں کتنی دولت ہے۔ میں نے اتنے سارے نوٹ پہلے کبھی ایک ساتھ نہیں دیکھے۔"

براؤن کار کو ایک طرف روک کر ادھر دیکھا۔ ایک گڈی نکال کر کچھ اندازہ کیا پھر کہا "یہ ایک گڈی ایک لاکھ ڈالرز کی ہے۔"

ایڈنا جلدی جلدی تمام گڈیاں نکال کر گنتی ہوئی بولی "تیس گڈیاں ہیں۔ یعنی تیس لاکھ ڈالرز ہیں۔ مائی گاڈ! یہ رقم ہماری ہو سکتی ہے؟"

"جاگتی آنکھوں سے خواب نہ دیکھو۔ یہ رقم اس خطرناک عورت کی ہے جو تنہا تین مسلح بدمعاشوں کی بری طرح پٹائی کرتی ہے اور انہیں بے ہوش کر دیتی ہے۔"

"بے شک یہ عورت زبردست ہے لیکن ہم کوئی تدبیر سوچ کر اسے حاصل کر سکتے ہیں۔"

"اتنی بڑی رقم حاصل نہیں کی جا سکے گی۔ وہ عورت ہمیں خیرات نہیں دے گی اور ہم اس نے چھین نہیں سکیں گے۔"

وہ تیزی سے سوچ رہی تھی پھر بولی "راستہ بدل دو۔ ان سے کہو کہ میں اس آسیب زدہ علاقے سے گزرنا نہیں چاہتی۔ مجھے ڈر لگ رہا تھا۔ اس لیے ہم ایک لمبے راستے سے گزر کر آئیں گے۔"

اس نے راستہ بدل دیا پھر کہا "راستہ بدلنے سے کیا حاصل ہوگا؟"

"آگے میرا مائیکہ ہے۔ میں یہ تمام رقم ممی کے پاس امانت کے طور پر رکھوں گی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"ہم وہاں سے فون کریں گے کہ راستے میں چند ڈاکوؤں نے ہماری کار چھین لی ہے۔ ہم پیدل ہو گئے ہیں۔ میں نے ممی کو فون کیا ہے۔ وہ بے چاری کار لے کر ہماری مدد کے لیے آ رہی ہیں۔"

وہ بیوی کی بات سے قائل ہو کر بولا "تدبیر اچھی ہے۔ وہ عورت تو کیا پولیس والے بھی قائل ہو جائیں گے کہ ڈاکوؤں نے ہمیں لوٹ لیا ہے۔"

ادھر سونیا اس فیملی کے ساتھ گیسٹ ہاؤس میں تھی۔ وہ

سب براؤن اور ایڈنا کا انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سونیا نے کہا "براؤن کے پاس موبائل فون ہے۔ آپ میرے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کریں۔"

جیکسن ملیر نے اس سے فون لے کر اپنے بڑے بیٹے سے رابطہ کیا پھر کہاں "ہیلو براؤن! تم کہاں رہ گئے ہو؟"

دوسری طرف سے براؤن نے کہا "ڈیڈی! ہم بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں ایڈنا کتنی ڈرپوک ہے۔ وہ اس آفت زدہ علاقے سے گزرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے راستہ بدل دیا۔ ہمارا ارادہ تھا۔ ہم سینٹ مچل کے راستے سے ایک لمبا چکر کاٹ کر ہولی کراس پہنچیں گے لیکن اچانک ہم پر ایک افتاد آپڑی ہے۔"

جیکسن نے کہا "اتنی لمبی باتیں نہ کرو۔ یہ بتاؤ کس مصیبت میں پڑ گئے ہو؟"

"یہاں ہم پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا تھا۔"

جیکسن نے پریشان ہو کر پوچھا "ڈاکوؤں نے حملہ کیا تھا؟ تمہارے پاس کوئی قیمتی چیز نہیں ہے انہوں نے تمہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا ہے؟"

"قیمتی چیز کار تھی۔ ہمیں تو پتا ہی نہیں تھا جب ڈاکوؤں نے ڈیش بورڈ کا خانہ کھولا تو اس میں بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں تھیں۔ پتا نہیں کتنے لاکھ ڈالرز ہوں گے۔ یہ تو وہ میڈم ہی بتا سکتی ہیں جن کی وہ کار تھی۔"

جیکسن نے کہا "جسٹ اے منٹ۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے سونیا سے کہا "بیٹی ایک بری خبر ہے۔ ڈاکو تمہاری کار چھین کر لے گئے ہیں۔ براؤن کہہ رہا ہے۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں لاکھوں ڈالرز رکھے ہوئے تھے۔ ڈاکو وہ رقم بھی لے گئے۔"

باربرا نے کہا "او گاڈ! آپ ہمارے ساتھ رہ کر بہت بڑا نقصان اٹھا رہی ہیں۔ وہاں کتنی رقم تھی؟"

سونیا کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ کتنی رقم تھی۔ وہ مسٹر فوکی کار استعمال کر رہی تھی۔ اس نے ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ بے پروائی سے بولی "پتا نہیں لاکھوں ڈالرز ہوں گے۔ مجھے یاد نہیں ہے اور اب یاد کر کے کرنا کیا۔ رقم بھی گئی کار بھی گئی۔"

جیکسن نے کہا "یہ میرا بڑا بیٹا بالکل گدھا ہے۔ بیوی کی باتوں میں آ کر دوسرے راستے پر چلا گیا۔"

وہ فون پر بیٹے کو برا بھلا کہنا چاہتا تھا۔ سونیا نے اس سے فون لے کر کہا "آپ غصہ نہ کریں۔ میں بات کرتی ہوں۔"

اس نے فون پر کہا "ہیلو براؤن! جو ہونا تھا وہ ہو گیا اس کا افسوس نہ کرو۔ مجھے کار اور رقم کے چھن جانے کا نہیں ہے۔ تم کوئی ٹیکسی یا رینٹڈ کار لے کر چلے آؤ یہاں گیسٹ ہاؤس میں انتظار کر رہے ہیں۔"

براؤن نے کہا "میڈم! میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں۔ میں نے آپ کا بہت نقصان کیا ہے۔"

"میرا کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔ تم ایڈنا کے ساتھ آؤ۔ میرا یہ موبائل نمبر نوٹ کرو کوئی ضرورت پڑے تو فون کر سکو گے۔"

اس نے موبائل نمبر بتا کر فون بند کر دیا۔ اس ہاؤس میں کئی کمرے تھے۔ اس ہائی وے سے گزرنے والے دو چار مسافر وہاں کے مختلف کمروں میں تھے۔ وہ لوگ سمت ہاٹ اسپرنگ کی طرف جا رہے تھے۔ ایک کمرے میں ایک ادھیڑ عمر کا شخص تھا۔ اس نے اپنا تعارف کرایا۔ "ڈاکٹر ریگھم کہتے ہیں۔ میں یہاں سے چار کلو میٹر دور ہیکاک میں رہتا ہوں۔"

جیکسن ملر نے تعجب سے پوچھا "آپ وہاں رہتے ہیں وہ تو آسیب زدہ علاقہ ہے۔ کیا آپ وہاں فیملی کے ساتھ رہتے ہیں؟"

ڈاکٹر ریگھم نے ہنستے ہوئے کہا "آپ لوگ تعلیم یافتہ ہیں اس سائنسی دور میں سانس لے رہے ہیں اور آسیب وغیرہ پر یقین رکھتے ہیں۔"

"کیا یہ درست نہیں ہے کہ وہاں سے تنہا گزرنے والے کہیں گم ہو جاتے ہیں پھر کبھی نظر نہیں آتے۔"

"اگر آپ کا کوئی بندہ گم ہو گیا ہو۔ مجھے اس کا نام بتائیں۔ اس کی تصویر دکھائیں۔ میں وہاں اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہوں۔ یہاں گیسٹ ہاؤس میں ایک مریض کو دیکھنے آیا تھا۔ ابھی واپس جاؤں گا تو اندھیرا پھیل چکا ہو گا۔ مجھے دوسری صبح پھر زندہ سلامت دیکھیں گے۔"

سونیا نے کہا "بے شک! آسیب اور بھوتوں پر یقین نہ رکھنا چاہیے یہ سب قصے کہانیوں کی باتیں ہیں۔"

ڈاکٹر ریگھم نے کہا "ہمارے ہیکاک میں آبادی کم ہے۔ وہاں دو چار بنگلے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے بہت دور ہیں۔ اس فاصلے پر صدیوں پرانے کھنڈرات ہیں۔ تیز ہوائیں چلتی ہیں اور وہ ہوائیں ٹوٹی ہوئی دیواروں اور شگافوں سے گزرتی ہیں تو عجیب طرح کی بھیانک آواز ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے بہت سی نادیدہ روحیں ماتم کر رہی ہیں۔"

ڈاکٹر نے مایوسی اور بیزاری سے سر ہلا کر کہا "یہاں کے قدیم باشندے ان کھنڈرات سے کئی کلومیٹر دور جا کر آباد ہو گئے ہیں۔ وہ بھوتوں چڑیلوں اور بد روحوں پر یقین رکھتے ہیں۔ عجیب احمق لوگ ہیں۔ دن کے وقت میرے ہی پاس علاج کے لیے آتے ہیں لیکن رات کو نہیں آتے۔"

جیکسن نے کہا "ہم ہولی کراس جا رہے ہیں۔ آپ کی باتوں سے حوصلہ ہو رہا ہے کہ خواہ مخواہ اس علاقے کو آسیب زدہ مان لیا گیا ہے۔"

"یہ صرف دقیانوسی خیالات والے مانتے ہیں۔ جب آپ ادھر سے گزرنے ہی والے ہیں تو پھر میرے ساتھ چلیں۔ وہاں میرا ایک چھوٹا سا اسپتال ہے لیکن چھوٹا ہونے کے باوجود ایک مکمل اسپتال ہے۔ میں سرجن ہوں۔ اس لیے وہاں آپریشن کی جدید مشینیں اور آلات رکھتا ہوں۔"

جیکسن مڑنے کہا "ہم آپ کے ساتھ ضرور چلیں گے۔ میرا بیٹا اور میری بہو ابھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ ان کے آتے ہی ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ کیا آپ اس وقت تک ہمارا انتظار کریں گے؟"

ڈاکٹر رگھم نے کہا "بے شک۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ میں یہاں ایک گھنٹا اور ٹھہر سکتا ہوں۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر بولا "ایکسکیوزمی۔ مجھے ایک ضروری فون کرنا ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

وہ وہاں سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جیری اپنی منگیتر ایلسی کے ساتھ باہر باغیچے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "میرے پرچے ختم ہوتے ہی میں تم سے شادی کر لوں گا۔ اب تم سے دور دور نہیں رہا جاتا۔"

وہ بولی "میرا بھی یہی حال ہے۔ تمہارے بغیر ایسا لگتا ہے جیسے میں ادھوری ہوں۔ کل رات میں نے ایک بہت ہی بھیانک خواب دیکھا تھا۔"

"اور خواب دیکھ کر تم ڈر گئی تھیں۔"

"خواب ہی ایسا تھا۔ ایک قصائی میرے بدن کو ٹٹول کر کہہ رہا تھا کہ یہ اچھی صحت مند ہے۔ اس میں سے تیس بتیس کلو گوشت ضرور نکلے گا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بغدا تھا۔ میں اس کی گرفت سے نکلنا چاہتی تھی لیکن اس نے مجھے زمین پر پٹخ دیا۔ اس بغدے سے مجھ پر حملہ کیا۔"

وہ دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ کر بولی "اوگاڈ! میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی' وہ پیشہ ور قصائی اس بغدے سے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا تھا۔"

جیری نے ہنستے ہوئے کہا "تم دہشت ناک کہانیاں پڑھو گی تو ایسے ہی الٹے سیدھے خواب دیکھتی رہو گی۔"

سونیا جیکسن وغیرہ کے ساتھ برآمدے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے موبائل جیکسن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "شاید یہ آپ کے بیٹے کا فون ہے۔"

اس بوڑھے نے فون لے کر ایک بٹن کو دبایا پھر اسے کان سے لگا کر کہا "ہیلو براؤن! تم کہاں رہ گئے ہو؟ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے براؤن نے کہا "ڈیڈی! ہم ایک بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "اب کیا ہوا؟"

"پولیس نے ہمیں گرفتار کیا ہے۔"

"کیا بک رہے ہو؟ پولیس تمہیں کیوں گرفتار کرے گی؟"

سونیا نے چونک کر جیکسن کو دیکھا ادھر سے براؤن کہہ رہا تھا "ہم جس کار میں تھے۔ اس کی ڈکی میں ہیروئن کے پیکٹس چھپا کر رکھے گئے تھے۔ پیٹرولنگ پولیس والوں نے ہمیں روک کر تلاشی لی تو یہ مال برآمد ہوا ہے۔"

"تم کس کار کی بات کر رہے ہو؟ تمہاری وہ کار تو ڈاکوؤں نے چھین لی تھی۔"

"او ڈیڈ! میں نے آپ سے جھوٹ کہا تھا۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں تیس لاکھ ڈالرز تھے۔ ہماری نیت خراب ہو گئی تھی۔ ہم نے ڈکیتی کا بہانہ کیا۔ اس طرح ہم وہ بڑی رقم ہتھیا سکتے تھے۔"

بوڑھے نے غصے سے کہا "اور تم نے یہ سب کچھ اپنی بیوی کے مشورے سے کیا ہوگا۔ تم بیوی کے غلام بن کر رہتے ہو۔"

سونیا نے پوچھا "وہاں مسئلہ کیا ہے؟"

جیکسن نے پوچھا "کیا تم منشیات اسمگل کرتی ہو؟"

"میں منشیات پر لعنت بھیجتی ہوں۔ آپ یہ سوال کیوں کر رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ پولیس والوں نے تمہاری کار کی ڈکی سے ہیروئن کے پیکٹس برآمد کر کے براؤن اور ایڈنا کو گرفتار کر لیا ہے۔"

"میں نے آپ کو پہلے نہیں بتایا تھا اب بتا رہی ہوں کہ کار میری نہیں تھی۔ میں اسے اپنے ایک دشمن سے چھین کر لائی تھی۔ میں اب تک اس بات سے بے خبر تھی کہ اس کی ڈکی بورڈ کے خانے میں لاکھوں ڈالرز ہیں اور اس کی ڈکی میں ہیروئن کے پیکٹس چھپا کر رکھے گئے ہیں۔"

جیکسن نے کہا "میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ کہہ رہی ہو اور منشیات کی اسمگلر نہیں ہو؟"

"آپ یقین کرنا چاہیں تو کر لیں۔ جب میں اسمگلر نہیں ہوں تو پھر نہیں ہوں۔"

باربرا نے سونیا سے لپٹ کر کہا "ڈیڈی! یہ میری سسٹر ہیں۔ میرے اپنوں سے بڑھ کر اپنی ہیں۔ پلیز' آپ ان پر شبہ نہ کریں۔ براور براؤن بہت جھوٹ بولتے ہیں۔ جب ان کی کار ڈاکو لے گئے تھے تو پھر پولیس انہیں کیوں گرفتار کر رہی ہے؟ کار ان ڈاکوؤں کے پاس تھی لہٰذا ڈاکوؤں کو گرفتار ہونا چاہیے۔"

جیکسن سونیا کے سامنے یہ نہیں کہنا چاہتا تھا کہ بیٹے نے لاکھوں ڈالرز ہتھیانے کے لیے باپ سے جھوٹ کہا تھا۔ وہ جھجکتے ہوئے بولا "میرے بیٹے نے مصلحتاً جھوٹ کہا تھا۔ کار ڈاکو نہیں لے گئے تھے۔ اب وہ کار سمیت پکڑا گیا ہے۔ اس پر اسمگلنگ کا الزام آ رہا ہے۔ میں کیا کروں؟ اسے کس طرح بے گناہ ثابت کروں؟"

سونیا نے کہا "میں بھی بے گناہ ہوں۔ میں نہیں جانتی تھی کہ اس کار میں اسمگلنگ کا مال رکھا ہوا ہے۔"

بوڑھے نے پوچھا "اگر تم پکڑی جاتیں تو کس طرح رہائی پاتیں؟ پلیز میرے بیٹے کی رہائی کے لیے کچھ کرو۔"

"فی الحال اسے لاک اپ میں رہنے دو۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ صبح تک اسے ضرور رہائی دلاؤں گی۔"

وہ جانتی تھی کہ صبح تک اعلیٰ پی پی ضرور اس کی خیریت دریافت کرنے آئے گی۔ وہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے رہائی دلائے گی۔ جیکسن نے اس سے کہا "تم اس پولیس اسٹیشن جاؤ گی۔ تب ہی رہائی کی بات بنے گی۔"

وہ بولی "آپ کا بیٹا جھوٹ بولتا ہے۔ دھوکا دیتا ہے۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لیے پولیس والوں کو میرے خلاف بیان دیا ہوگا۔ میں وہاں جاؤں گی تو وہ مجھے گرفتار کر لیں گے۔ میں نادان نہیں ہوں۔ وہاں نہیں جاؤں گی۔ آپ مجھ پر بھروسا کریں یا نہ کریں۔ کل آپ کا بیٹا واپس آ جائے گا۔"

دوسری طرف سے براؤن نے پوچھا "ڈیڈ! آپ خاموش کیوں ہیں؟ میں کب سے انتظار کر رہا ہوں۔ آپ بولتے کیوں نہیں؟"

"بیٹے! میں کیا بولوں؟ کل صبح تک صبر کرو۔ تمہاری رہائی کے لیے کوششیں کی جائیں گی۔ فی الوقت میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

دوسری طرف سے پولیس افسر نے کہا "تمہارے بیٹے کا بیان ہے کہ وہ کار جس خاتون کی ہے' وہ ابھی آپ کے ساتھ ہے۔ کیا آپ اس سے بات کرائیں گے؟"

جیکسن نے سونیا کو فون دیتے ہوئے کہا "شاید کوئی پولیس افسر ہے تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

سونیا نے سوچتی ہوئی نظروں سے بوڑھے کو دیکھا پھر فون لے کر کہا "ہیلو آپ مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"کیا وہ کار جس کا نمبر اے ایل کے دو صفر صفر چار ہے' وہ تمہاری ہے۔"

"میں ایک ٹورسٹ ہوں۔ فرانس سے آئی ہوں۔ میری کوئی کار نہیں ہے۔ کسی کی غلط بیانی کے باعث آپ میرا محاسبہ کریں گے تو اپنا وقت ضائع کریں گے۔ یہ کبھی ثابت نہیں کر سکیں گے کہ اس کار کا تعلق مجھ سے ہے۔ اگر آپ کی تسلی ہو گئی ہو تو میں فون بند کروں؟"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ جیکسن نے کہا "تم بہت چالاک ہو۔ تم نے اپنا بچاؤ کر لیا ہے۔ کیا تم واقعی کل اسے رہا کرا سکو گی؟"

"آپ کے پاس بھروسا کرنے اور صبر کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ لہٰذا کل تک صبر کریں۔"

وہ سب وین میں آ کر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر رگھم کی اپنی گاڑی نہیں تھی۔ وہ اپنی گاڑی بنگلے میں چھوڑ کر آیا تھا۔ اب ان کی وین میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ سونیا کی برابر والی سیٹ پر تھا۔ اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا "کیا تم ایتھلیٹ ہو؟ ورزش کرتی ہو؟ بائی گاڈ بہت خوب صورت اور پرکشش فیگر ہے۔ بائی داوے تمہاری عمر کیا ہوگی؟"

"تم اندازہ کرو اور بتاؤ۔"

"میرا خیال ہے پچیس' چھبیس یا زیادہ سے زیادہ ستائیس برس۔"

سونیا تقریباً پینتالیس برس کی تھی لیکن اس نے جمناسٹک کی مشقوں کے ذریعے اپنے آپ کو جوان اور خوب صورت بنا کر رکھا تھا۔ وہ بولی "ڈاکٹر! تمہارا اندازہ غلط ہے۔ میں پورے اٹھارہ برس کی ہوں۔"

"بے شک! تم اٹھارہ برس کی ہو۔ میری نظریں کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔"

پھر اس نے ایلسی اور باربرا کو دیکھ کر کہا "تم تمام نوجوان اور صحت مند ہو۔ تم سب نے کبھی کسی قسم کا نشہ نہیں کیا ہوگا۔ تمہاری آنکھیں' دل اور گردے صحیح کام کر رہے ہوں گے۔"

سونیا نے چونک کر ڈاکٹر ریگھم کو دیکھا۔ اسے ڈاکٹر لارسن یاد آیا۔ اس نے اس کا معائنہ کرتے ہوئے اس کی صحت مندی کی تعریفیں کی تھی اور اس کی تعریفوں کی تان اس بات پر ٹوٹتی تھی کہ آنکھیں' دل اور گردے صحیح کام کر رہے ہوں گے۔ لہٰذا اسے عطیات نامے پر وصیت لکھ کر دستخط کرنا چاہیے۔

سونیا نے مسکرا کر کہا "ڈاکٹر! ہم سب مکمل طور پر صحت مند ہیں۔ ہمیں آنکھوں' دل اور گردوں کے عطیات نامے پر کرکے دستخط کرنے چاہئیں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم نے تو میرے منہ کی بات چھین لی۔ میں یہی کہنے والا تھا۔ انسان اپنی زندگی میں بڑے بڑے کارنامے انجام دے کر اس دنیا سے جاتا ہے لیکن انسان کا اس سے بڑا کارنامہ اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی موت کے بعد بھی دوسروں کو زندہ رکھتا ہے اور ان کے اندر خود زندہ رہتا ہے۔"

ایلسی نے کہا "واقعی اس سے بڑا انسانی کارنامہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی آنکھیں' دل اور گردے جیری کے نام لکھوں گی۔"

جیری نے ڈرائیو کرتے ہوئے عقب نما آئینے میں ایلسی کو دیکھا پھر کہا "آئی لو یو۔ میں بھی اپنا سب کچھ تمہارے نام لکھ دوں گا۔"

ڈاکٹر نے کہا "ایسے عطیات نامے کسی خاص رشتے دار کے نام نہیں لکھے جاتے۔ انسان دوستی کے نام پر کسی کو بھی عطیہ کیے جا سکتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "ایسے جذبوں اور ایسی نیکیوں سے بے شمار معذور انسانوں کا بھلا ہوتا ہے لیکن بعض افراد اس نیکی کے پیچھے شیطانی کھیل کھیلتے ہیں۔ اہم انسانی اعضا کا کاروبار کرتے ہیں اور ایسے اعضا حاصل کرنے کے لیے بے گناہ معصوم لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے بڑے دکھ سے سونیا کو دیکھا پھر سر جھکا کر کہا "لوگ مختلف ہتھکنڈوں سے دولت کماتے ہیں پھر بھی ان کا پیٹ نہیں بھرتا۔ یہ کتنی ظالمانہ حرکتیں ہیں۔ میں نے اخبارات میں پڑھا ہے اور ڈاکٹروں کی محفلوں میں بھی سنا ہے۔ لوگ تھوڑی سی رقم حاصل کرنے کے لیے کسی کی بھی جان لے لیتے ہیں۔"

وہ ہیکاک نامی علاقے میں پہنچ گئے۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں کھنڈرات دکھائی دے رہے تھے۔ باربرا انہیں دیکھ کر سہم گئی۔ سونیا سے چپک گئی۔ اندھیرے میں یوں لگتا تھا جیسے ان شکستہ ستونوں، دیواروں کے پیچھے بدروحیں چھپی ہوئی ہیں۔

ان کی گاڑی کھنڈرات کے درمیان سے گزر رہی تھی۔ اطراف میں وہ صدیوں پرانی شکستگی دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہاں سے دو کلومیٹر آگے جانے کے بعد ایک چھوٹا سا بنگلا آیا۔ ڈاکٹر نے کہا "وہ ہے میرا بنگلا۔ بہت بڑے احاطے میں ہے۔"

ادھر گاڑی موڑتے وقت دور سو میٹر کے فاصلے پر بنگلے دکھائی دیے۔ وہ تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جیری نے پوچھا "کیا ان بنگلوں میں کوئی نہیں رہتا؟"

ڈاکٹر نے کہا "یہ لوگ بڑے شہروں میں رہتے ہیں۔ سال میں ایک آدھ بار آتے ہیں پھر کچھ روز رہ کر چلے جاتے ہیں۔"

جیری نے گاڑی کو ڈاکٹر کے بنگلے کے سامنے روکا۔ بنگلے کے اندر روشنی تھی۔ ایک معمر خاتون دروازہ کھول کر باہر آئی پھر بولی "ریگھم تم آگئے؟ یہ کون لوگ ہیں؟ عورتوں اور مردوں کی آوازیں سن رہی ہوں۔"

وہ بولا "میں آگیا ہوں۔ میرے ساتھ چند مہمان ہیں۔ رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیں گے پھر چلے جائیں گے۔"

خاتون نے کہا "تھینکس گاڈ' کتنی مدت کے بعد ہمارے تنہائی دور ہو رہی ہے۔ کیا میں ان سے متعارف ہو سکتی ہوں۔"

اس خاتون کی باتوں سے اور انداز سے معلوم ہوا کہ وہ اندھی ہے۔ سونیا نے آگے بڑھ کر' اس کا ہاتھ تھام کر کہا "ہم تین عورتیں اور دو مرد ہیں۔ میرا نام سونیا ہے۔"

ایلسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "میرا نام ایلسی ہے۔ آپ کا نام کیا ہے؟"

"میں ڈاکٹر ریگھم کی وائف ہوں۔ مجھے مسز ریگھم کہتے ہیں۔"

باربرا نے کہا "میرا نام باربرا جیکسن ہے۔ میرے ساتھ میرے ڈیڈی اور بھائی کھڑے ہیں۔"

مسز ریگھم نے خوش ہو کر کہا "اندر آؤ۔ مجھے اپنے عرصے کے بعد میزبانی کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔"

وہ سب بنگلے کے اندر آئے اور ایک ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ جیکسن نے کہا "جیری! انجن گرم ہو گیا ہوگا۔ پانی وغیرہ چیک کرو۔"

ڈاکٹر ریگھم نے کہا "یہاں باتھ روم میں پانی کا کین رکھا ہوا ہے اسے لے جاؤ۔ انجن کو ٹھنڈا کرو۔"

جیری اپنی جگہ سے اٹھ کر باتھ روم کا دروازہ کھول کر پانی سے بھرا ہوا کین لے آیا۔ مسز ریگھم نے کہا "دیکھو یہاں کارنس پر ٹارچ رکھی ہوئی ہے باہر تاریکی ہوگی اسے لے جاؤ۔"

وہ کارنس پر رکھی ہوئی ٹارچ اٹھا کر باہر چلا گیا۔ جیکسن نے کہا "مسز ریگھم ...! رات کے کھانے کا تکلف نہ کریں۔ ہم یہاں سے جلد ہی نکل جائیں گے۔ بات یہ ہے کہ ہم ایک مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں۔"

"مسئلہ کیا ہے؟"

"میرا بیٹا پولیس کی حراست میں ہے۔ میں جلد سے جلد ہولی کراس پہنچ کر وہاں کے میئر سے ملنا چاہتا ہوں۔ شاید اس کے ذریعے میں اپنے بیٹے کو رہائی دلا سکوں۔"

ڈاکٹر ریگھم نے کہا "ہم کھانے کے سلسلے میں کوئی تکلف نہیں کریں گے۔ یہاں کھانا تیار ہے۔ فریج سے نکال کر گرم کرنا ہوگا۔ دیر نہیں ہوگی۔"

سونیا' ایلسی اور باربرا اپنی جگہ سے اٹھ کر کچن کا کام سنبھال لیا۔ مسز ریگھم سے کہا "آپ صرف گائیڈ کریں کہ کون سی چیز کہاں ہے؟ ابھی ہم کھانا گرم کرکے لے آئیں گے۔"

تمام عورتیں کچن میں مصروف ہو گئیں۔ کھانا گرم کرنے لگیں۔ میز پر پلیٹیں وغیرہ لا کر رکھنے لگیں۔ جیکسن اور ڈاکٹر خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ باربرا نے کہا "کھانا تیار ہے آجائیں۔"

جیکسن نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "یہ جیری اب تک کیوں نہیں آیا؟ باہر کیا کر رہا ہے؟"

وہ وہاں سے چلتا ہوا بنگلے کے باہر آیا۔ کچھ فاصلے پر بڑی سی وین کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا انجن والا حصہ کھلا ہوا تھا لیکن جیری نظر نہیں آرہا تھا۔ جیکسن نے آواز دی "جیری! کہاں ہو تم؟"

ڈاکٹر نے بھی باہر آکر دور تک دیکھتے ہوئے آواز دی "ہیلو ینگ مین! کہاں ہو تم؟"

وہ دونوں تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے وین کے پاس آئے اس کے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ پانی سے بھرا ہوا کین کھلے ہوئے دروازے کے پاس رکھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے پوچھا "تمہارا بیٹا ٹارچ لے کر کہاں چلا گیا؟ یہاں پانی کا کین اسی طرح رکھا ہوا ہے۔"

"میرا یہ بیٹا بہت بزدل ہے۔ اس تاریکی میں کہیں تنہا نہ چلا جائے گا۔ میرا دل ڈوب رہا ہے۔ وہ کہاں غائب ہو گیا ہے؟"

تمام عورتیں بنگلے سے نکل کر باہر آگئیں تھیں۔ سونیا نے پوچھا "جیری کہاں ہے؟ گاڑی کے اندر تو نہیں ہے؟"

جیکسن نے رونے کے انداز میں کہا "نہیں ہے۔ نہ اندر ہے اور نہ باہر ہے۔ اندھیرے میں نہ دور تک دکھائی دے رہا ہے اور اسے ہماری آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔"

ایلسی رونے لگی۔ ڈاکٹر سے کہنے لگی "تم نے کہا تھا کہ یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کہاں ہے میرا جیری؟ بتاؤ۔ وہ کہاں ہے؟"

ڈاکٹر ریگھم پریشان ہو کر ایک ایک کا منہ دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "خدا بہتر جانتا ہے۔ میں نے تم لوگوں سے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے کبھی کوئی واردات نہیں ہوئی۔ میرے پاس آنے والے کسی بھی مریض پر کبھی کوئی آنچ نہیں آئی۔ میرا دل کہتا ہے وہ یہیں کہیں ہے۔ میں دوسری ٹارچ لے کر آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا بنگلے کی طرف جانے لگا۔ سونیا چاروں طرف پھیلی ہوئی تاریکی میں دور تک دیکھ رہی تھی اور دور تک سوچ رہی تھی "اگر جیری نہ ملا تو بوڑھا جیکسن اپنی موت سے پہلے ہی مر جائے گا۔ اس کا ایک بیٹا پولیس کسٹڈی میں تھا اور دوسرا بیٹا وہیں کہیں موت کی کسٹڈی میں تھا۔"

اسی وقت افق سے چاند طلوع ہو گیا۔

○☆○

کبرا ایک بنگلے کے بیڈ روم میں میرا کے ساتھ تھا۔ وہ ابھی شاور لے کر آئی تھی۔ پانی کے صاف و شفاف قطرے اس کے اچھلے بدن پر پھسل رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا کہ گلاب کی پنکھڑیوں پر شبنم کے قطرے لرز رہے ہوں۔ کوئی اور وقت ہوتا تو کبرا اس گلاب کو دبوچ کر تمام قطرے پی جاتا لیکن باہر سے شامت آرہی تھی۔

اس نے ایک کروڑ پتی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کرکے کچھ وقت گزارنے کے لیے اس کا بنگلا حاصل کیا تھا۔ اب وہ شخص اپنی دکان بند کرکے بنگلے میں واپس آرہا تھا تو باہر ایک پولیس افسر نے اسے روک کر کہا تھا کہ وہ بنگلے کے اندر آکر تلاشی لینا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے پانچ سپاہیوں میں سے دو سپاہیوں سے کہا "تم دونوں یہاں گاڑی کے پاس رہو اور تم تینوں میرے ساتھ اندر چلو۔"

ایک سپاہی نے کہا "سر میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا

کہ میں بیمار ہوں۔ آپ مجھے گاڑی میں بیٹھنے دیں۔ مجھے ذرا آرام ملے گا۔"

پولیس آفیسر نے اسے ایک سپاہی کے ساتھ وہیں چھوڑ دیا پھر تین سپاہیوں کو لے کر اس کروڑ پتی سیٹھ کے ساتھ بنگلے کے اندر آیا۔ کبریا نے میرا کی طرف اس کا لباس اچھالتے ہوئے کہا "اسے فوراً پہنو۔ پولیس والے بنگلے کے اندر آچکے ہیں۔ جلدی کرو۔"

وہ جلدی جلدی لباس پہنتے ہوئے بولی "اب کیا ہوگا؟ وہ تو اندر آچکے ہیں۔ ہم اوپری منزل میں ہیں۔ کیا تم باہر نکلنے کا دوسرا راستہ جانتے ہو؟"

"تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں باہر جانے کا دروازہ ابھی کھولتا ہوں۔ جب تک میں نہ بولوں تم مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس بیمار سپاہی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تین سپاہی اسے بنگلے کے اندر ڈھونڈ رہے تھے اور ان کا افسر ہاتھ میں ریوالور لیے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپری منزل کی طرف آرہا تھا۔ اسی وقت باہر سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔

افسر نے پلٹ کر نچلی منزل کی طرف دیکھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اوپری منزل کی طرف جائے یا باہر جاکر فائرنگ کی وجہ معلوم کرے۔

فائرنگ کی آواز دوبارہ سنائی دی۔ اس بار مسلسل فائرنگ ہورہی تھی۔ وہ افسر تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے سپاہیوں کو آوازیں دیتے ہوئے باہر کی طرف جانے لگا۔

باہر اس سپاہی نے پہلے اپنے ساتھی کو گولی ماری تھی پھر اس نے مردہ ساتھی کی گن اٹھا کر مسلسل ہوائی فائرنگ کی تھی پھر ایک گولی اپنے بازو پر مار کر خود کو زخمی کیا تھا اور سڑک پر گر پڑا تھا۔ وہ افسر تینوں سپاہیوں کے ساتھ دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔ وہ بازو کی تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "سر! ابھی وہ ایک کار میں یہاں سے فائرنگ کرتا ہوا گیا ہے۔ ابھی بہت دور نہیں گیا ہوگا۔"

وہ سپاہی کو سہارا دے کر گاڑی کے اندر لے آئے پھر اسے تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے وہاں سے جانے لگے۔

کبریا اور میرا اپنا اپنا سفری بیگ اٹھا کر سیڑھیوں سے اترتے ہوئے نیچے آئے۔ وہ کروڑ پتی سیٹھ پولیس والوں کی آمد اور باہر ہونے والی فائرنگ سے پریشان ہوگیا تھا۔ اسے یہ خوف تھا کہ کوئی گولی اس کی طرف بھی نہ آجائے۔ اس نے اپنے بیڈ روم میں جاکر دروازے کو اندر سے بند کرلیا تھا۔ وہ صبح تک باہر نکلنے والا نہیں تھا۔

وہ دونوں وہاں سے چلتے ہوئے باہر آئے۔ رات کا تیسرا پہر تھا۔ چاروں طرف خاموشی اور ویرانی تھی۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے مختلف گلیوں سے گزرتے ہوئے ایک شاہراہ پر پہنچے۔ وہاں ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے پوچھا "کہاں جانا ہے؟"

کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ کوئی سوال کیے بغیر خاموشی سے ٹیکسی اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرنے لگا۔ میرا خاموشی سے کبریا کو دیکھ رہی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ وہ اسے دیکھ کر دل ہی دل میں قربان ہونے لگی۔ بڑے فخر سے مسکرانے لگی۔

وہ ایس ائے پر پہنچ گئے۔ جہاں سے ائرکنڈیشنڈ کوچز پونا جاتی تھیں۔ ٹیکسی ایک جگہ رک گئی۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ سے باہر آئے۔ کبریا نے پانچ سو کا ایک نوٹ اگلی سیٹ پر رکھا۔ وہ ڈرائیور اس کی مرضی کے مطابق وہاں سے واپس چلا گیا۔ جب وہ دو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرچکا تو کبریا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پریشان ہوکر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا زیر لب بڑبڑانے لگا "وہ دونوں ابھی یہاں تھے۔ اب یہاں نہیں ہیں اور یہ علاقہ بھی وہ نہیں ہے۔ میں تو باندرا بل کے ٹیکسی اسٹینڈ پر تھا۔"

اس نے اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچا "آج ایک ہی تو اپنے کے بعد چڑھ گئی ہے۔ تعجب ہے۔ یہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟"

اس کی نظر ساتھ والی سیٹ پر گئی وہاں پانچ سو کا ایک نوٹ پڑا ہوا تھا۔ اس نے لپک کر اسے اٹھالیا "ارے یہ کہاں سے آگیا؟"

کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر میرا سے کہا "سوری! تمہیں انتظار کرنا پڑا۔"

وہ مسکرائی اور اس کا ہاتھ تھام کر بولی "میں انتظار نہیں کررہی تھی۔ آپ پر فخر کررہی تھی۔ میں کتنی خوش نصیب ہوں آپ جیسے شہ زور اور ناقابلِ شکست محافظ کی آغوش میں رہتی ہوں۔"

وہ بولا "ہم یہاں سے ایک ہی کوچ میں سفر کریں گے لیکن ایک دوسرے سے دور رہیں گے۔ تمہارے جیسی حسین لڑکی تنہا سفر کرے گی تو تمہارے آس پاس والے مسافروں کو حیرانی ہوگی۔ وہ طرح طرح کے سوالات کریں گے۔ جو تمہارے جی میں آئے تم جواب دیتی رہنا۔ کوئی گڑبڑ ہوئی تو میں سنبھال لوں گا۔"

وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوگئے۔ پہلے میرا ٹکٹ کاؤنٹر پر گئی۔ وہاں پتا چلا کہ دس منٹ بعد جو کوچ جانے والی ہے۔ اس میں کوئی سیٹ خالی نہیں ہے۔

میرا نے پلٹ کر دور کھڑے ہوئے کبریا کو دیکھا۔ کبریا نے کہا "جسٹ اے منٹ! میں ابھی تم سے بات کرتا ہوں۔"

پھر اس نے بکنگ کلرک کے خیالات پڑھے۔ اس کے بعد میرا سے کہا "کوچ میں چھ سیٹیں خالی ہیں۔ یہ لوگ زیادہ رقم حاصل کرنے کے لیے روانگی کے وقت تک وہ سیٹیں خالی رکھتے ہیں۔ تم ٹکٹ کی رقم کے ساتھ سو روپے زیادہ دو۔ تمہیں سیٹ مل جائے گی۔"

میرا نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اسے سیٹ مل گئی۔ اس کے بعد کبریا نے بھی کاؤنٹر پر جاکر اپنے لیے ایک سیٹ حاصل کرلی۔ وہ دونوں اس کوچ پر سوار ہوگئے۔ میرا جس سیٹ پر بیٹھی تھی اس کے برابر والی سیٹ پر سکھ جوان بیٹھا ہوا تھا۔ کبریا کو اس سے دو قطار پیچھے ایک سیٹ ملی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک سکھ عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس طرح وہاں سے ان کے سفر کا آغاز ہوا۔

سکھ نے میرا سے پوچھا "کیا تم اکیلی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "نہیں۔ میرے ساتھ تم ہو۔"

وہ گھبرا کر بولا "میری طرف دیکھ کر باتیں نہ کرو۔ میں دائیں طرف دیکھ رہا ہوں تم بائیں طرف دیکھو۔ نہیں تو میری بیوی کو شبہ ہوگا کہ میں تم سے لفٹ لے رہا ہوں۔"

میرا نے حیرانی سے پوچھا "کیا تمہاری بیوی بھی اس کوچ میں ہے؟"

وہ بولا "اور نہیں تو کیا؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں بیوی کے بغیر پیدا ہوا تھا؟"

میرا نے تعجب سے پوچھا "کیا تم اپنی بیوی کے ساتھ پیدا ہوئے تھے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے۔ مجھے وہ میرے ساتھ پیدا ہوئی تھی۔ کم بخت ایک منٹ کے لیے بھی ساتھ نہیں چھوڑتی۔"

"ابھی تو اس نے چھوڑا ہوا ہے۔"

"میں نے اسے اپنے بوبی کی قسم دی ہے کہ وہ یہاں سے پونا تک مجھ سے دور رہ کر سفر کرے گی تو میں اسے بوبی کے بعد ہونے کی اجازت دوں گا۔ ورنہ ایک بھی بچہ نہیں ہوگا۔"

"ایک بھی کیسے نہیں ہوگا؟ بوبی تو ہوگیا ہے۔ تم نے

ذاتی ہپناٹزم

ان لوگوں کے لیے جو اپنی
کمزوریوں اور خرابیوں
کو دور کرنا چاہتے ہیں

قیمت 25 روپے ❖ ڈاک خرچ 23 روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ
منی آرڈر ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
[illegible]
فون: 5082591 5082592-5085512

کتابیں کی قیمتیں اور ڈاک خرچ میں کسی بھی رات تبدیل ہوسکتا ہے

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

اسے اس کی قسم دی ہے۔ تمہارا ایک بیٹا ہے۔"

"وہ بیٹا ابھی نہیں ہوا ہے۔ وہ میری اجازت کے بغیر ایک چڑیا کا بچہ بھی پیدا نہیں کرسکتی۔ اب وہ پونا تک مجھ سے دور رہے گی تب وہاں جاکر بوبی کو پیدا کرے گی۔ تم بار بار میری طرف دیکھ کر باتیں نہ کرو۔ وہ یہاں چلی آئے گی پھر بوبی کبھی پیدا نہیں ہوسکے گا۔"

دوسری طرف وہ سکھ عورت کبریا سے کہہ رہی تھی "تم میری طرف منہ کرکے نہ بیٹھو۔ میرا مرد مجھ پر شبہ کرے گا۔"

اس نے پوچھا "کیا تمہارا پتی اس کوچ میں ہے؟ تم اس سے الگ کیوں بیٹھی ہو؟"

"وہ جی مجبوری ہے۔ اس سے الگ ہونے کے بعد ہی میں بوبی کو پیدا کرسکوں گی۔"

وہ بولا "میں نے تو سنا ہے۔ بیوی اپنے میاں کے ساتھ رہے تبھی کوئی بوبی پیدا ہوتا ہے۔ تم اس سے دور رہ کر کیسے پیدا کرو گی؟"

"تم دیکھنے میں ہٹے کٹے پہاڑ جیسے ہو مگر میاں بیوی کے معاملات میں بچے ہو۔ میں تمہیں نہیں سمجھا سکوں گی کہ میاں سے دور رہ کر بچے کس طرح پیدا کیے جاتے ہیں؟"

کوچ ایک قصبے میں پہنچ کر رک گئی۔ مسافر اتر رہے تھے' چڑھ رہے تھے۔ ایک پولیس آفیسر دو سپاہیوں کے ساتھ کوچ کے اندر آیا۔ وہ تینوں پہلے دور دور تک نظریں دوڑاتے رہے پھر ایک ایک مسافر کے پاس جاکر انہیں توجہ سے دیکھنے لگے۔

وہ افسر کبریا کے پاس بھی آیا۔ کبریا نے اس سکھ عورت کو گہری نیند سلا دیا تھا۔ وہ جھک کر اس کی آغوش میں سو رہی تھی۔ افسر نے ان دونوں کو دیکھ کر پوچھا "یہ تمہاری کون ہے؟"

وہ بولا "تعجب ہے۔ آپ اتنا نہیں سمجھ سکتے؟ آغوش میں بیوی ہی سوتی ہے۔ کوئی پڑوسن آکر نہیں سوتی۔"

افسر نے اسے گھور کر دیکھا۔ اس کی جو تصویر ٹی وی چینلز وغیرہ کے ذریعے نشر کی جارہی تھی۔ وہ اس تصویر سے بالکل مختلف تھا۔ وہ اسے توجہ سے دیکھنے کے بعد آگے بڑھ گیا۔ کبریا نے اس سکھ جوان کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ سرگوشی میں میرا سے بولا "میں تمہارا کبریا بول رہا ہوں۔"

میرا نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ بولا "یقین کرو۔ میں نے اس سکھ جوان پر قبضہ جما رکھا ہے۔ وہ پولیس افسر ادھر آرہا ہے۔ تم فوراً میری آغوش میں آجاؤ۔"

"نہیں کبریا۔ میں کسی پرائی آغوش میں نہیں جاؤں گی۔ یہ سراسر بے شرمی ہوگی۔"

"مجبوریوں کو سمجھو۔ تمہیں صرف اس کے بدن سے لگنا ہے۔ تمہاری شرم و حیا کو میں سمجھتا ہوں' اور تمہاری قدر کرتا ہوں۔"

وہ اس کی آغوش میں نہیں گئی۔ صرف اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ اس وقت تک وہ آفیسر ان کے پاس پہنچ گیا۔ ٹھاردا نے پولیس والوں کو بیان دیتے وقت میرا کا جو حلیہ بیان کیا تھا۔ وہ اس سے کچھ ملتا جلتا تھا اور وہ واقعی میرا ہی تھی۔

آفیسر نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ خود کو آنچل میں چھپاتے ہوئے بولی "جو پوچھنا ہے بوبی کے باپ سے پوچھو۔"

"یہ بوبی کون ہے؟"

کبریا نے اس کی زبان سے کہا "یہ ہمارا بڑا بیٹا ہے۔"

"کہاں ہے۔ تمہارا بڑا بیٹا۔۔۔؟"

"جب پیدا ہوگا۔ تو تم تمہیں دکھائیں گے۔ ابھی تو ہم منصوبہ بندی کررہے ہیں۔"

آفیسر جھک کر اس سکھ کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا "یہ اصلی داڑھی ہے؟"

"کیا مطلب ہے؟ آپ کا۔ کیا آپ مجھے کوئی نقلی سکھ سمجھ رہے ہیں؟"

"دیکھو سردار جی! برا نہ ماننا۔ میں ذرا داڑھی کھینچ کر دیکھوں گا۔ ایک مجرم بھیس بدل کر چھپتا پھر رہا ہے۔"

اس نے داڑھی کو ادھر ادھر سے کھینچ کر دیکھا پھر کہا "شکریہ سردار جی! آپ تو اصلی ہیں۔"

وہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ دوسرے مسافروں کو توجہ سے دیکھتا ہوا۔ سپاہیوں کے ساتھ اس کوچ سے باہر چلا گیا۔

کبریا نے اطمینان کی سانس لے کر میرا کے اندر آکر کہا "خطرہ ٹل گیا ہے۔ اب آگے دیکھیں کیا ہونے والا ہے؟"

آگے تو بہت کچھ ہونے والا تھا۔ کبریا کی تصویر ٹی وی چینلز کے ذریعے پورے ملک میں دیکھی جارہی تھی۔ جزیرے کے محل میں بیٹھی ہوئی انیتا سکینہ عرف بوچا اپنے ٹی وی اسکرین پر اس تصویر کو دیکھ رہی تھی۔ اناؤنسر کہہ رہی تھی "اس کا نام کبریا علی تیمور ہے۔ یہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ اپنے باپ کی طرح ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

وہ چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ توجہ سے سننے لگی۔ ٹی وی سے آواز ابھر رہی تھی "یہ اب تک کئی پولیس والوں کو قتل کرچکا ہے۔ ہمارے ملک کے اہم راز چرا کر یہاں سے فرار ہونے والا ہے۔ تازہ ترین اطلاع کے مطابق یہ اپنے گمشدہ باپ کو یہاں تلاش کررہا ہے۔"

انیتا سکینہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگی۔ اناؤنسر کہہ رہی تھی "اسے کسی طرح معلوم ہوا ہے کہ اس کا باپ ہندوستان کے کسی جنوبی علاقے میں ہے۔ اس لیے وہ ممبئی سے راس کنیا کماری اور پھر سری لنکا تک جانے والا ہے۔ ان اطراف کے لوگوں کو ایسی صورت اور حلیے کا جوان نظر آئے تو وہ فوراً قریبی تھانے میں اطلاع دے۔ اسے گرفتار کرانے والے کو دو لاکھ روپے انعام کے طور پر دیے جائیں گے۔"

میں وہ جزیرہ چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس کے لیے میں بہت بڑا خطرہ تھا' جو ٹل گیا تھا لیکن جزیرے پر قبضہ جمائے رکھنے کے لیے مجھ سے دوستی بھی ضروری تھی۔ وہ اس پہلو سے سوچ رہی تھی کہ آئندہ میری کس کمزوری سے کھیل سکتی ہے؟ اور اپنی مدد کے لیے کس طرح مجھے مجبور کرسکتی ہے؟

وہ قسمت کی دھنی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے میرا بیٹا کبریا اسکرین پر دکھائی دیا۔ اس کے یہ موجودہ حالات معلوم ہوئے کہ وہ مجھے تلاش کرتا ہوا جنوب کی طرف یعنی اس جزیرے کی طرف آرہا تھا۔

وہ میری کوئی کمزوری ڈھونڈنا چاہتی تھی۔ کبریا خود ہی میری کمزوری بن کر اس کی طرف کھنچا چلا آرہا تھا۔

اس نے سوچا تھا "مجھے قابو میں کرنے کے لیے ایک خطرناک چلہ کشی کرے گی۔ اگر اس میں کامیابی نہ ہوتی اور میں اس کے قابو میں نہ آتا تو اس کی جان جاسکتی تھی۔ وہ جزیرہ اس کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا تھا۔ لہٰذا وہ اپنی جان کی بازی لگانے والی تھی۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی یہ طے کرلیا کہ میری اس کمزوری کو کس طرح ہاتھ میں لے گی۔

اس نے پوجا کے بیڈ روم کو اپنے کالے علوم کا مسکن بنالیا تھا۔ دھیان گیان میں رہنے اور منتر پڑھتے رہنے کے دوران میں مردہ انسانی کھوپڑی بکرے کا گوشت اور ایک جگ بھر کر خون' ماش کی دال اور سینڈروز وغیرہ کی ضرورت تھی۔ اس کے حکم سے یہ تمام سامان مہیا کردیا گیا تھا۔

سیکورٹی افسر اور دوسرے ملازمین حیران تھے کہ ان کی مالکن کالے جادو کا سامان منگوا کر اپنے بیڈ روم میں کیا کررہی ہیں۔ انہوں نے پہلے کبھی پوجا کو ایسا بھیانک عمل کرتے نہیں دیکھا تھا۔ سیکورٹی افسر کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ پوجا کی دادی ماں خطرناک ڈچ لیڈی تھی۔ وہ مرچکی ہے۔ اب وہ شاید اپنی دادی ماں سے سیکھا ہوا عمل کررہی ہوگی۔

وہ اپنے بیڈ روم کو اندر سے بند کرکے ماش کی دال کو

ٹیلی پیتھی کے سلسلے کی پہلی کتاب
ٹیلی پیتھی اور مستقبل بینی
ٹیلی پیتھی کے ذریعے مستقبل بینی کیسے کی جاسکتی ہے؟
ٹیلی پیتھی کے بارے میں مفصل معلومات
ماہیت' اس کے فوائد و نقصانات
اس کی مشقیں
اور بہت کچھ
قیمت 25 روپے
ڈاک خرچ 25 روپے
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں
خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
kitablat@hotmail.com
kitablat1970@yahoo.com

بکرے کے لہو سے گوندھ رہی تھی اور گوشت کاٹ کر اسے ماش کی دال کے ساتھ ملا کر کبریا کا تصور کر رہی تھی۔ اسکرین پر جو تصویر دیکھی تھی اسے دماغی آنکھوں سے دیکھ کر منتر پڑھ رہی تھی اور اس کے نام کا پتلا بنا رہی تھی۔

○☆○

بنت عمارہ کا آخری وقت آ رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے قابو میں نہ آ کر اسے توڑ ڈالا تھا۔ وہ کمزور ہوتی جا رہی تھی پھر بھی اپنے معاون وچ ڈاکٹر فرنانڈس کے ذریعے کوششیں کر رہی تھی کہ کسی بھی طرح اعلیٰ بی بی سے ایک بچہ حاصل کر کے اپنی گزری ہوئی جوانی اور توانائی حاصل کر لے۔

اس نے اپنے حواریوں کے ذریعے فرمان کو قیدی بنا کر اعلیٰ بی بی سے جدا کر دیا تھا۔ فرنانڈس اور ڈاکٹر زبیر نے اس کی ہدایت کے مطابق فرمان کو کوما میں پہنچایا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اعلیٰ بی بی نے کوما میں پہنچانے والے انجکشن کو بدل دیا تھا اور فرمان پر تنویمی عمل کر کے اس کے ذہن میں یہ نقش کر دیا تھا کہ وہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد بے حس و حرکت پڑا رہے گا اور یہ تاثر دیتا رہے گا کہ وہ کوما میں پڑا ہوا ہے۔

اعلیٰ بی بی کی اس پلاننگ کے مطابق دشمن، فرمان کو کوما میں سمجھ رہے تھے اور دھوکا کھا رہے تھے۔

بنت عمارہ نے فرنانڈس سے کہا تھا۔ فرمان کو کوما میں پہنچانے کے بعد اس لال کوٹھی کے اطراف سخت پہرا لگا دیا جائے۔

فرنانڈس نے کہا "ہمارے پاس چار بہترین نشانہ باز ہیں۔ وہ چاروں وہاں مسلح رہیں گے۔ میں نے انہیں سمجھا دیا ہے کہ اعلیٰ بی بی کو جان سے نہ مارا جائے اسے کسی بھی طرح زندہ گرفتار کیا جائے۔ تاہم اگر وہ قابو میں نہ آئے تو اسے زخمی کیا جا سکتا ہے۔"

بنت عمارہ نے بڑی نقاہت سے کہا "وہ شیطان کی بچی بڑی مکار ہے۔ ایک بار وہ قابو میں آ جائے گی تو ہم اسے دواؤں کے ذریعے اس قدر کمزور بنا دیں گے کہ وہ ٹیلی پیتھی اور جمناسٹک کے کرتب بھول جائے گی۔"

فرنانڈس نے کہا "آدھی رات ہو چکی ہے وہ اس گھنے جنگل سے نکل آئی ہوگی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا ہوگا کہ فرمان کو یہاں لال کوٹھی میں لایا گیا ہے۔ وہ ادھر آنے والی ہی ہوگی میں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ دونوں ٹیلی فون کے ذریعے باتیں کر رہے تھے۔ اب سے پہلے وہ خیال خوانی کے ذریعے باتیں کیا کرتے تھے لیکن انتہائی کمزوری کے باعث بنت عمارہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہی تھی۔ پہلے اس کی یہ صلاحیت اتنی غیر معمولی تھی کہ وہ یوگا جاننے والوں کے اندر بھی پہنچ جایا کرتی تھی۔ کوئی دوسرا اس کے اندر آ کر اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اب وہ چور خیالات کا خانہ بھی کمزور ہو گیا تھا۔

اسے اب بھی یہ خوش فہمی تھی کہ کوئی دوسرا اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے اندر پہنچ کر اسے مخاطب کیا "ہیلو شیطان کی بیٹی! کس حال میں ہو؟"

وہ بولی "میں جانتی تھی تم فرمان کو تلاش کرو گی۔ جسے نہیں ملے گا تو میرے خیالات پڑھو گی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکوں گی؟"

"اعلیٰ بی بی! مجھ سے بحث نہ کرو۔ یوں دشمنی مول لے کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکو گی۔ ایک بار میری بات مان لو پھر دیکھو میں تمہیں کس طرح جلد ہی تمہارے باپ کے پاس پہنچا دوں گی۔"

"اب میں تمہاری دوستی اور مدد کی محتاج نہیں ہوں۔ میں فرمان کو تمہاری قید سے رہائی دلاتے ہی اپنے پاپا کی طرف جاؤں گی۔"

"تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے اپنے باپ کا پتا ٹھکانا معلوم ہو چکا ہو۔"

تمہیں یہ خوش فہمی ہے کہ کوئی تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔ بے وقوف بڑھیا! تم جسمانی طور پر اس قدر کمزور ہو چکی ہو کہ اپنے بیڈ روم میں دو چار قدم چل کر ہانپنے لگتی ہو۔ اسی طرح تمہارا دماغ بھی کمزور ہو چکا ہے تمہارے چور خیالات کا خانہ کھل چکا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "نہیں۔ تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

تمہارے چور خیالات کہہ رہے ہیں کہ میرے پاپا یہاں سے مشرق کی طرف ہیں۔ دنیا کا نقشہ دیکھو تو قاہرہ کے مشرق میں، سمندر پار ہندوستان، برما، بنکاک، کوریا، چین اور جاپان وغیرہ کئی ممالک اور جزیرے ہیں۔ پاپا اسی طرف کہیں ہیں۔ تم یہ معلوم کرنا چاہتی تھیں کہ وہ کس ملک کے کس علاقے میں ہیں؟ لیکن کوئی نادیدہ قوت تمہیں صحیح معلومات حاصل کرنے سے روک رہی ہے۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولی "اچھا تو تم میرے چور خیالات پڑھ رہی ہو پھر تو یہ بھی معلوم کر رہی ہو گی کہ میں کس طرح ایک پراسرار علم کے ذریعے منتروں کا جاپ کر کے اس نادیدہ قوت کو اپنے راستے سے ہٹا دوں گی اور تمہارے پاپا کا صحیح پتا ٹھکانا معلوم کر لوں گی۔"

"ہاں میں تمہارے آئندہ منصوبوں کو سمجھ رہی ہوں۔ ایک طرف تو کسی طرح مجھے بے بس کر کے مجھ سے ایک اولاد حاصل کرنا چاہتی ہو۔ مجھ سے اولاد حاصل کرنے میں کم از کم گیارہ ماہ کا عرصہ لگے گا۔ اس عرصے تک تم کسی بھی طرح اپنی کمزوریوں سے لڑتی ہوئی زندہ رہو گی پھر ایک نوزائیدہ بچے کے خون میں نہا کر گزری ہوئی جوانی اور توانائی حاصل کرو گی۔"

بنت عمارہ تھکے ہوئے انداز میں بیڈ پر لیٹ گئی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "دوسری طرف تم اس نادیدہ قوت کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہو جو تمہارا راستہ روک رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے تم فرنانڈس کے ذریعے مخصوص منتروں کا جاپ کرانا چاہتی ہو۔ کامیابی حاصل کرنے کے بعد تم اس نادیدہ قوت کے پتے ٹھکانے تک پہنچ جاؤ گی اور میرے پاپا کا بھی صحیح پتا ٹھکانا معلوم کر لو گی۔ کیا میں درست کہہ رہی ہوں؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "ہاں۔ تم یہ سب کچھ معلوم کر چکی ہو۔ کیا یہ دانش مندی نہیں ہوگی کہ اپنے ایک بچے کی قربانی دے کر ایک گمشدہ باپ تک پہنچو؟"

"میں تمہاری بیہودہ شرط مانے بغیر اپنے پاپا تک پہنچ جاؤں گی۔"

"تم اس نادیدہ قوت کو راستے سے ہٹائے بغیر کبھی پہنچ نہیں پاؤ گی۔ میں ہی تمہیں وہاں تک پہنچا سکتی ہوں۔"

"تم آخری سانسیں گن رہی ہو۔ مشکل منتروں کا جاپ نہیں کر سکو گی۔ تمہارے خیالات کہہ رہے ہیں کہ تم اپنے شاگرد اور معاون وچ ڈاکٹر فرنانڈس سے یہ کالا عمل کراؤ گی۔ وہ تمہاری طرف سے مشکل منتروں کا جاپ کرے گا۔ کیوں یہی بات ہے ناں؟"

"ہاں۔ میں اپنے وفادار شاگرد سے یہ کام لوں گی۔"

"تو پھر سمجھ لو۔ میں بھی تمہارے فرنانڈس سے یہ کام لے سکتی ہوں۔ تم تو جانتی ہو، وہ شراب پیتا ہے، پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر پاتا۔ وہ نہیں جانتا کہ میں اس کے دماغ میں جاتی آتی رہتی ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "آہ! یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ تم نے فرنانڈس کے دماغ میں جگہ بنائی ہوگی۔ کیا تم اس کے چور خیالات پڑھ لیتی ہو؟"

"اس کے چور خیالات بھی پڑھ لیتی ہوں اور اسے بھگتی کانچ بھی نچا سکتی ہوں۔"

وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی ایسی ڈھیلی پڑ گئی جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔ اب وہ تسلیم کر رہی تھی کہ ہر پہلو سے کمزور ہو چکی ہے۔ اگر اعلیٰ بی بی واقعی فرنانڈس کے دماغ میں پہنچ جاتی ہے تو پھر وہ بازی لے جائے گی کسی طرح بھی قابو میں نہیں آئے گی۔

اس نے کروٹ بدل کر ریسیور اٹھایا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "تم فرنانڈس سے رابطہ کر رہی ہو۔ یہ یقین کرنا چاہتی ہو کہ میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتی ہوں یا نہیں؟"

وہ جھلا کر بولی "مکار لڑکی! نکل جا میرے دماغ سے۔ مجھے اپنا کام کرنے دے۔ میرا پیچھا چھوڑ دے۔"

"کیا تم نے میرا پیچھا چھوڑ دیا تھا؟ مجھے اپنی بیٹی بنایا تھا۔ ایک ماں بن کر دھوکا دے رہی تھیں۔ اب دیکھ رہی ہے کہ یہ دھوکا تجھے کتنا مہنگا پڑ رہا ہے۔ جو بویا ہے وہ تو کاٹنا ہی ہوگا۔"

رابطہ ہوتے ہی وہ بولی "ہیلو فرنانڈس! فوراً میرے ایک سوال کا جواب دو۔ کیا اعلیٰ بی بی تمہارے دماغ میں آتی ہے؟"

"میڈم! میں جوان ہوں، صحت مند ہوں، صبح و شام ورزش کرتا ہوں۔ اس کا تو باپ بھی میرے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔"

"تم اپنی یہ بری عادت بھول رہے ہو کہ تم شراب پیتے ہو۔"

"میں نے پچھلے دو دنوں سے شراب کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ میرا دماغ حساس ہے۔ یقین نہ ہو تو آپ میرے دماغ میں آئیں۔ میں آپ کو محسوس کرلوں گا۔"

"مجھے تو بڑے بڑے یوگا جاننے والے محسوس نہیں کر سکتے تھے۔ افسوس کہ بڑھاپے اور کمزوری نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا۔ میں خیال خوانی کی پرواز کرنے کے قابل بھی نہیں رہی ہوں۔"

فرنانڈس نے پوچھا "کیا اعلیٰ بی بی میرے دماغ میں پہنچنے کا دعویٰ کر رہی ہے؟"

"ہاں۔ ابھی یہ میرے دماغ میں ہے۔ کیا میں اس سے کہوں کہ یہ تمہارے دماغ میں جائے؟ میں چاہتی ہوں تم اس کا دعویٰ غلط کر دو۔"

"میڈم! ذرا عقل سے سوچیں۔ اگر یہ میرے دماغ میں آتی تو فرمان کو ہمارا قیدی نہ بننے دیتی اور ہمیں اتنا موقع نہ دیتی کہ ہم اسے کوما میں پہنچا دیں۔"

"ہاں۔ یہ تو میں بھول ہی گئی تھی کیوں اعلیٰ بی بی! تم نے فرنانڈس اور ڈاکٹر زبیر کے دماغ میں پہنچ کر فرمان کو کوما میں

جانے سے کیوں نہیں بچایا؟ اب میں تمہیں چیلنج کرتی ہوں۔ تم فرنانڈنس کے دماغ میں کبھی نہیں جاتی ہو۔ تم جھوٹی اور مکار ہو۔"

دوسری طرف سے فرنانڈنس نے کہا "میں اعلیٰ بی بی کو خوش آمدید کہنا چاہتا ہوں لیکن افسوس وہ میرے اندر نہیں آسکے گی۔"

بنت عمارہ نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا "کیا تم میرے اندر ہو؟ یا فرنانڈنس کے پاس گئی ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اعلیٰ بی بی فرنانڈنس کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اسے یہ خوش فہمی تھی کہ اس نے دو دنوں سے نشے کو ہاتھ نہیں لگایا ہے اس لیے اس کا دماغ حساس ہوگیا ہے۔ وہ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ عارضی طور پر نشہ چھوڑ دینے کے باوجود ذہن اس کے اثرات قبول کرتا رہتا ہے۔ جسمانی اور دماغی توانائی ایک عرصے کے بعد بحال ہوتی ہے۔

وہ ایک جگہ خاموش بیٹھا خلا میں تک رہا تھا اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ اس نے پہلے بھی اعلیٰ بی بی کو محسوس نہیں کیا تھا اب بھی محسوس نہیں کررہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سوچا "اچھا ہوا آج بھی میں نے شراب نہیں پی۔ ورنہ وہ میرے اندر چلی آتی۔ اس نے میڈم کے کمزور دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کیا ہوگا کہ فرمان کو لال کوٹھی میں قید کیا گیا ہے۔ وہ اسے رہائی دلانے کے لیے یہاں ضرور آئے گی۔"

اس نے چار بہترین نشانے بازوں کی ڈیوٹی وہاں لگائی تھی۔ انہیں تاکید کی تھی کہ کوئی فون کال آئے تو وہ اسے اٹینڈ نہ کریں۔ آپس میں بھی باتیں نہ کریں۔ باہر سے آنے والوں کو بھی اپنی آواز نہ سنائیں۔ جب تک ان کی ڈیوٹی وہاں رہے گی وہ مستقل گونگے بن کر رہیں گے۔

وہ صبح پانچ بجے تک اعلیٰ بی بی کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ فرمان کی رہائی کے لیے نہیں آئی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کی میڈم بنت عمارہ بے حد کمزور ہوچکی ہے اور اب کالا جادو کرنے اور منتر پڑھنے کے سلسلے میں اس کی محتاج ہوگئی ہے لہٰذا یہی موقع ہے کہ میڈم سے نجات حاصل کرلی جائے۔

اس نے بڑی حد تک ہزاروں سال پرانے نسخوں کی نقل حاصل کی تھی مگر وہ تمام اصل نسخے چاہتا تھا۔ وہ نسخے اس کے لیے اعلیٰ بی بی اور فرمان سے زیادہ اہم تھے۔ وہ تمام پراسرار علوم حاصل کرنے کے بعد ان دونوں کو بھی خاک میں ملا سکتا تھا۔

اس نے ڈرائنگ روم میں آکر ایک مسلح حواری سے کہا "میں ایک ضروری کام سے جارہا ہوں۔ جب تک واپس نہ آؤں تب تک یہاں ایک چیونٹی کو بھی آنے نہ دینا اور نہ کسی کو اپنی آواز سنانا۔ اگر اعلیٰ بی بی یہاں آئے تو فوراً میرے موبائل فون پر بیپ دینا۔ فون پر بات نہ کرنا۔ میں اپنے فون پر بزر کی آواز سنتے ہی سمجھ لوں گا کہ وہ دشمن لڑکی یہاں آئی ہوئی ہے۔"

اس حواری نے کہا "آپ کو فون کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ ہم اسے دیکھتے ہی گولی مار کر زخمی کردیں گے پھر اسے رسیوں سے باندھ کر رکھیں گے۔ ہم چار ہیں۔ مسلح ہیں۔ وہ لڑکی ہم سے بچ کر نہیں جائے گی۔"

وہ مطمئن ہوکر کوٹھی سے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر بنت عمارہ کی رہائش گاہ کی طرف جانے لگا۔ اس نے اپنے حواریوں کو گونگے بن کر رہنے کا حکم دیا تھا اور خود ہی ایک حواری سے گفتگو کی تھی۔ یہ یقین تھا کہ اعلیٰ بی بی اس کے اندر نہ آسکتی ہے۔ نہ کبھی آئے گی۔

اس کے جاتے ہی وہ اس حواری کے اندر پہنچ گئی۔ اس کی سوچ میں بولی "مجھے اپنے ساتھیوں کو بھی بتانا چاہیے کہ باس مجھے کیا کہہ کر گیا ہے؟"

وہ اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق کوٹھی سے باہر آیا۔ اس کے تین ساتھی کوٹھی کے تین اطراف میں گن لیے کھڑے تھے۔ اس نے ایک سے گفتگو کی "یار! یہاں آس پاس کوئی ہماری آواز سننے والا نہیں ہے۔ ہم کیوں خوامخواہ گونگے بنے رہیں۔"

دوسرے نے کہا "ہم کل شام سے جنگل میں اس لڑکی کو تلاش کرتے رہے اور گونگے بن کر رہے۔ اب صبح ہوچکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ وہ ابھی تک جنگل میں بھٹک رہی ہے۔"

باقی دو ساتھی بھی وہاں آگئے۔ تیسرے نے کہا "میڈم بہت خطرناک وچ لیڈی ہے لیکن ایک لڑکی کو زیر کرنے میں ناکام ہورہی ہے۔"

چوتھے نے کہا "فرنانڈنس بھی وچ ڈاکٹر ہے اور وہ بھی ناکام ہورہا ہے۔ کچھ بھی ہو۔ لڑکی ہے بڑی زبردست۔ ہمیں ہوشیار رہنا چاہیے۔"

اس کوٹھی کے احاطے میں ایک بڑا سا کنواں تھا۔ وہ باتیں کرتے ہوئے وہاں آئے۔ ایک نے کنویں میں جھانک کر کہا "یہ زیادہ گہرا نہیں ہے۔"

دوسرے نے کہا "اندر جاؤ گے تو گہرائی کا پتا چلے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے جھانکنے والے کی ٹانگیں پکڑ کر الٹا دیا۔ وہ چیختا ہوا اندر چلا گیا۔ تیسرے نے پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟ اسے کنویں میں کیوں گرا دیا؟"

"اس لیے کہ اس کے بعد مجھے اندر جانا ہے۔"

"اس سے پہلے کہ کوئی اسے روکتا۔ اس نے کنویں میں چھلانگ لگادی۔ اعلیٰ بی بی تیسرے کے اندر گئی۔ وہ بولا "اس کنویں میں ضرور کوئی خزانہ چھپا ہوا ہے۔ میں بھی جاکر دیکھتا ہوں۔"

اس نے بھی وہاں چھلانگ لگانے میں دیر نہیں کی۔ آخری حواری رہ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے اسے بھی اندر پہنچا دیا۔ ان سے مقابلہ کرنے اور گولیاں چلانے کی زحمت نہیں کی۔ ایک کار ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے میں آئی۔ کار سے اتر کر کوٹھی کے اندر پہنچی۔ فرمان ایک کمرے کے بیڈ پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

دشمنوں نے اپنی دانست میں اسے کوما میں پہنچایا تھا۔ جبکہ اعلیٰ بی بی نے اس پر تنویمی عمل کرکے اسے بالکل ساکت کردیا تھا۔ وہ اس کے حکم کے بغیر ایک ذرا سی حرکت نہیں کرسکتا تھا۔ اس طرح دشمن دھوکا کھاگئے کہ وہ کوما میں ہے۔

اس نے بیڈ کے پاس آکر اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "فرمان! میں نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا۔ میں حکم دیتی ہوں۔ آنکھیں کھولو اور حرکت میں آجاؤ۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے دیکھ کر مسکرایا پھر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا "تم یہاں آنے سے پہلے میدان صاف کرچکی ہو۔"

"تم بڑی دیر تک بے حس و حرکت پڑے رہے ہو۔ فریج کھول کر دیکھو۔ دودھ یا جوس ہو تو توانائی کے لیے پی لو۔"

وہ بیڈ سے اتر کر جوگنگ کرتا ہوا کچن میں گیا۔ وہاں فریج کھول کر دیکھا۔ اپنی ضرورت کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اس نے کہا "باہر چلو کسی اسنیک بار میں کھا پی کر توانائی بحال کی جائے گی۔"

وہ کوٹھی سے باہر آئے پھر کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔

فرنانڈنس اپنی کار میں بنت عمارہ کی رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ وہ اسے دیکھ کر بولی "تمہیں وہاں اعلیٰ بی بی کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ یہاں کیوں آگئے؟"

وہ بولا "اعلیٰ بی بی تمہاری ضرورت ہے اور تم میری ضرورت ہو۔ وہ تمہارے کام نہیں آئے گی تو تم اسے خاک میں ملا دو گی۔ اس نیک کام کے لیے تمہیں میری ضرورت پڑے گی۔ تم میری محتاج بن گئی ہو۔"

"تم یہ کیا بکواس کررہے ہو؟"

اس نے جیب سے چابیاں نکال کر دکھاتے ہوئے پوچھا "ان چابیوں کو پہچانتی ہو۔ یہ تمہاری الماری کی چابیاں ہیں۔ میں اسے کھولنے جارہا ہوں۔"

"تم میری اجازت کے بغیر اسے کبھی نہیں کھولتے۔ آج کیوں کھولنے جارہے ہو۔"

"آج تم مجھے روکنے کے قابل نہیں رہیں۔ پہلے میں تمہارے آگے مجبور تھا۔ آج تم مجبور ہو۔ میں وہ ہزاروں سالہ تمام نسخے یہاں سے لے جاؤں گا۔ اب وہ تمہارے کسی کام کے نہیں رہے۔ تم ایک بھی منتر پڑھنے کے قابل نہیں رہی ہو۔"

"فرنانڈنس! تم میرے وفادار تھے۔ اس برے وقت میں مجھے دھوکا دے رہے ہو۔ میں تمہیں گاڈ کا واسطہ دیتی ہوں۔ ایسا نہ کرو۔ اس وقت تم ہی میرے سب کچھ ہو۔ آخری بار میرے کام آؤ۔ مجھے اپنی جوانی حاصل کرلینے دو۔"

اسے اپنے اندر اعلیٰ بی بی کی ہنسی سنائی دی۔ وہ بولی "جس پہ تکیہ تھا' وہی پتے ہوا دینے لگے۔ اب مجھے کیسے اپنے قابو میں لاؤ گی؟"

وہ گھبرا کر بولی "فرنانڈنس! یہ میرے اندر ہنس رہی ہے۔ میرا مذاق اڑا رہی ہے۔ پلیز میرا ساتھ دو۔"

وہ بولا "آج اسے ہنسنے دو۔ کل وہ بھی تمہاری طرح روئے گی۔"

یہ کہہ کر وہ ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ بنت عمارہ بے بسی سے کہنے لگی "وہ لے جائے گا۔ وہ میرے دادا پڑدادا کے زمانے کے نسخے ہیں۔ وہ ہمارا خاندانی خزانہ ہے۔ اسے لوٹ کر لے جارہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "تمہارے اس خزانے کو صرف میں ہی بچا سکتی ہوں لیکن میں ان شیطانی نسخوں کو محفوظ نہیں رہنے دوں گی۔ میں نہیں چاہوں گی کہ تمہارے بعد یہ نسخے دوسرے شیطانوں کے ہاتھ لگ جائیں۔"

فرمان کار ڈرائیو کررہا تھا۔ اعلیٰ بی بی خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں کررہی تھی۔ وہ اس رہائش گاہ تک پہنچ گئے۔ وہ کار سے اتر کر پیٹرول کا کین اٹھا کر فرمان کے ساتھ اس رہائش گاہ کے اندر آئی۔ فرنانڈنس وہ تمام نسخے ایک بیگ میں رکھ کر بنت عمارہ کے پاس آیا۔ دوسرے دروازے سے اعلیٰ بی بی اور فرمان وہاں پہنچے۔

فرنانڈس انہیں دیکھتے ہی چونک گیا۔ اس نے فرمان کو دیکھ کر حیرت سے پوچھا "تم۔۔۔؟"

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جسے کوما میں چھوڑ کر آیا ہے۔ وہ اپنے پیروں سے چل کر وہاں چلا آئے گا۔

فرمان نے کہا "تم دونوں کی طرح ہم بھی جادو جانتے ہیں۔ کوما کو آدھی موت کہتے ہیں' میں آدھی موت سے نکل آیا ہوں۔ اب تمہیں موت سے کون بچائے گا۔"

اس نے بیگ کو ایک طرف پھینک کر ریوالور نکال لیا۔ فرمان نے کہا "یہ ریوالور ہاتھی کا دانت ہے۔ دکھانے کے لیے ہے۔ استعمال کرنے کے لیے نہیں ہے۔ گولی چلاؤ۔"

وہ کین کا ڈھکن کھول کر بیگ پر پیٹرول چھڑکنے لگا۔ اس نے ٹریگر دبانا چاہا لیکن ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ بنت عمارہ تڑپ کر بستر سے اٹھتی ہوئی کہہ رہی تھی "ان نسخوں پر پیٹرول کیوں چھڑک رہے ہو؟"

"آج کے بعد یہ شیطانی نسخے کسی کے ہاتھ نہیں لگیں گے۔"

وہ اپنی کمزوری بھول کر ان نسخوں کو بچانے آرہی تھی۔ فرمان نے اسے دھکا دیا۔ وہ دور جا کر گر پڑی۔ ادھر فرنانڈس نے کئی بار ریوالور کو فرش پر سے اٹھایا لیکن وہ اس کی گرفت میں نہیں رہتا تھا۔ ہاتھ سے چھوٹ جاتا تھا۔

وہ حیرانی اور بے یقینی سے اعلیٰ بی بی کو تکنے لگا۔ وہ بولی "مجھے کیا دیکھ رہے ہو؟ میں تو تمہارے دماغ میں نہیں آسکتی۔"

وہ ہنسنے لگی۔ فرمان نے پوچھا "کیا تم اپنی میڈم سے بھی زیادہ کمزور ہوگئے ہو؟ ایک چھوٹے سے ریوالور کو نہیں پکڑ سکتے؟"

پھر وہ بنت عمارہ سے بولا "تم نے بے شرمی کی انتہا کردی۔ مجھ کو اور اعلیٰ بی بی کو گناہ کرنے پر مجبور کرتی رہیں۔ اب یہ گناہ کے پلندے جل کر خاک ہونے والے ہیں۔ تم تو بڑی زبردست اور ناقابلِ شکست کہلاتی تھیں۔ آج ان صدیوں پرانے کاغذات کو راکھ ہونے سے نہیں بچا سکو گی۔ اٹھو۔۔۔ اور اپنے تمام جادوئی ہتھکنڈے استعمال کرو۔"

اس نے ماچس کی ڈبیا سے ایک تیلی نکالی۔ اسے سلگایا۔ اس کا ننھا سا شعلہ دیکھتے ہی بنت عمارہ نے تڑپ کر کہا "فرنانڈس! فوراً اگنی منتر پڑھو۔ یہ آگ بجھ جائے گی۔"

وہ جلدی جلدی منتر پڑھنے لگا لیکن وہ پڑھائی جاری نہ رکھ سکا۔ اعلیٰ بی بی س کی زبان دانتوں میں لے آئی۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔

وہ پریشان ہو کر بولی "کیوں چیخ رہے ہو؟ جلدی جلدی پڑھو۔"

پڑھنا تو دور کی بات ہے۔ وہ بولنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ فرمان نے جلتی ہوئی تیلی بیگ پر پھینک دی۔ ایک دم سے شعلے بھڑک گئے۔

وہ چیختی چلاتی فرش پر رینگتی ہوئی۔ بیگ کے پاس آکر اس پر دونوں ہاتھ مار کر آگ بجھانے کی حماقت کرنے لگی۔ ان ہزاروں سالہ نسخوں کو بچانے کے لیے اس پر جنون طاری ہوگیا تھا۔ وہ جلنے کی پروا کیے بغیر بیگ سے لپٹ گئی۔ نتیجہ ظاہر تھا۔ آگ پہلے اس کے کپڑوں میں لگی۔ جب وہ سر سے پاؤں تک جلنے لگی۔ تب اسے تکلیف کا احساس ہوا۔ وہ چیخیں مارنے لگی پھر بھی ان نسخوں کو بچانے کا اس قدر جنون تھا کہ وہ آگ میں جلتی جا رہی تھی اور بیگ سے نسخے نکال نکال کر دور پھینکتی جا رہی تھی۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ ان نسخوں نے بھی آگ پکڑلی ہے پھر وہ بے دم ہو کر گر پڑی۔ سر سے پاؤں تک جلتے وقت اب اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ چیخیں مار سکے۔

فرنانڈس کا خیال تھا کہ اعلیٰ بی بی کی توجہ بنت عمارہ کی طرف ہے۔ اس نے فوراً ہی ریوالور کو فرش پر سے اٹھایا لیکن اعلیٰ بی بی کا نشانہ نہ لے سکا۔ ریوالور کا رخ اس کی اپنی طرف ہوگیا۔ اس کی نال کھلے ہوئے منہ کے اندر آگئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک فائر کی آواز گونجی "ہائے ری موت! تو مارنے والوں کو بھی مار ڈالتی ہے۔"

اس جادو نگری کے قبرستان میں موت کا سناٹا چھا گیا تھا۔

○☆○

کبریا اور میرا پونا کی طرف جا رہے تھے۔ ایک سکھ نوجوان اور اس کی بیوی ان کے ہم سفر تھے۔ انہیں نیند آرہی تھی۔ کبریا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں تھپک تھپک کر سلا دیا پھر باری باری ان پر مختصر ساتنویمی عمل کیا۔

سکھ نوجوان کا نام دلجیت سنگھ تھا۔ پونا میں اس کا ایک بنگلا اور ایک ریسٹورنٹ تھا۔ کبریا نے دلجیت اور اس کی بیوی امرت کور کے ذہنوں میں' یہ نقش کیا کہ وہ دونوں میرا اور کبریا کو اپنا رشتے دار سمجھتے رہیں گے۔ پولیس انکوائری کے وقت امرت کور کبریا کی دھرم پتنی اور میرا دلجیت سنگھ کی دھرم پتنی بن جایا کرے گی۔

کبریا وہاں صرف چند گھنٹے رہنا چاہتا تھا۔ پچھلی رات کی نیند پوری کر کے آگے جنوب کی طرف جانے کا ارادہ تھا۔ پونا پہنچنے سے پہلے امرت کور اور دلجیت نیند سے بیدار ہوگئے۔ انہوں نے پورے ہوش و حواس کے ساتھ یہ تسلیم کیا کہ میرا اور کبریا ان کے قریبی رشتے دار ہیں اور پونا پہنچ کر ان کے بنگلے میں قیام کریں گے۔

پونا پہنچنے کے بعد ایک فلائٹ کے ذریعے دہلی میں کولہین پہنچے۔ وہاں سے ایک چھوٹے سے معمولی ہوٹل میں قیام کیا۔ میک اپ کا مہنگا سامان خرید کر ایک فرانسیسی سیاح کا بہروپ اختیار کیا۔

فرانس کی ایمبیسی والوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر اپنے لیے پاسپورٹ اور ویزا تیار کروایا۔ ان کا ایک چپڑاسی یہ تمام کاغذات لے کر انڈین امیگریشن آفس میں گیا۔ اس نے ہندوستان میں میری انٹری کی مہر لگوائی پھر اس چھوٹے سے ہوٹل میں آکر وہ سب کچھ میرے سامنے رکھ کر وہاں سے چلا گیا۔ جب وہ اپنے آفس میں پہنچا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

اس کے بعد میں ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں آگیا۔ میں اس دوران میں ہوم منسٹر کے خیالات بھی پڑھتا رہا۔ میں نے ٹی وی اسکرین پر کبریا کی خیالی تصویر بھی دیکھی تھی۔ اسے بڑی تندہی سے تلاش کیا جا رہا تھا اور یہ کہا جا رہا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔

میں اس کا سراغ لگانے کے لیے بے چین تھا۔ ہوم منسٹر کے خیالات نے بتایا کہ کبریا دہلی یا ممبئی میں سے کسی شہر میں ہے۔ مہاراشٹر کے ایک سیاست دان نا گیشور پانڈے سے دشمنی کے باعث یہ بات عام ہوئی تھی کہ وہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نوجوان ہے۔ ورنہ اس سے پہلے وزارت خارجہ کے اعلیٰ عہدے دار اس حقیقت کو چھپا رہے تھے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے انہیں ایک اہم معاملے میں ناکام بنا دیا ہے۔

میں نے ہوم منسٹر کو ناگیشور پانڈے سے باتیں کرنے پر مجبور کیا۔ اس طرح پانڈے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنی فیملی کے ساتھ لنچ میں مصروف تھا۔ وہ سب کبریا کے بارے میں ہی باتیں کر رہے تھے۔

پانڈے کہہ رہا تھا "کبریا نے میرے تین کروڑ روپے وصول کیے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ممبئی میں ہے۔"

اس کی بیٹی سرلا اور بیٹا راہول ہمیشہ کبریا کی حمایت میں بولتے رہتے تھے۔ سرلا کو ٹیلی پیتھی سیکھنے کا بہت شوق تھا۔ وہ اپنے باپ سے ضد کرتی تھی کہ کبریا سے دوستی کی جائے اور وہ اس بات پر بضد تھی کہ کبریا ممبئی میں نہیں دہلی میں ہے۔

اس نے کہا "ڈیڈ! یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تین کروڑ روپے وصول کرنے کے لیے ممبئی گیا ہو۔ اس نے کسی کو آلہ کار بنا کر وہ رقم وصول کی ہوگی پھر وہ رقم یہاں منگوالی ہوگی۔"

راہول نے سرلا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "یہ ٹیلی پیتھی بڑے غضب کا علم ہے۔ گھر بیٹھے بیٹھے ہزاروں میل دور سے کروڑوں اور اربوں روپے حاصل کیے جاتے ہیں۔ سرلا! تمہیں یہ علم ضرور سیکھنا چاہیے۔"

"کیسے سیکھوں؟ اس سکھانے والے سے ڈیڈی دشمنی کر رہے ہیں۔"

"پانڈے نے ناگواری سے کہا "تم پھر بکواس کر رہی ہو۔ وہ دشمن ہے۔ دشمن ہی رہے گا۔"

"میں اور راہول اسے دوست بنا کر رہیں گے۔ میں لندن میں ٹیلی پیتھی کی کلاسز اٹینڈ کرتی رہی ہوں۔ کبریا سے دوستی ہوگی تو وہ مجھے پوری طرح خیال خوانی کرنا سکھا دے

گا۔"

میں ان سب کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ان کے ذریعے یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ کبریا کس شہر میں ہے؟ میں وزارت خارجہ کے سیکریٹری کے اندر پہنچ گیا۔ پچھلے دنوں کبریا ان سب کو نگنی کا ناچ نچا چکا تھا۔ ان کے دفتر میں کبریا کا پورا ریکارڈ موجود تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اس ریکارڈ کو شروع سے آخر تک پڑھنے لگا۔

سیکریٹ سروس ڈیپارٹمنٹ کا وہ ریکارڈ غلط نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ پوری طرح تصدیق ہو گئی کہ میں کسی شک و شبے کے بغیر فرہاد علی تیمور ہوں۔ میری ایک بیوی کا نام آمنہ فرہاد ہے اور دوسری کا نام سونیا فرہاد ہے۔ پہلی بیوی سے میرے دو بیٹے ہیں۔ ایک کا نام پارس ہے اور دوسرے کا نام پورس ہے۔

دوسری بیوی سے میری ایک بیٹی اعلیٰ بی بی ہے اور دوسرا بیٹا کبریا علی تیمور ہے۔ یہ دونوں بہن بھائی ایک ہی دن پانچ منٹ کے وقفے سے پیدا ہوئے تھے۔ ان دونوں کی عمر سولہ برس ہے۔ کبریا پچھلے دنوں پاکستان میں تھا۔ آج کل وہ ہندوستان میں ہے۔

ریکارڈ میں یہ بھی درج تھا کہ فرانس میں پیرس کے قریب کئی کلومیٹر کے رقبے پر بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ میں اور میری فیملی کے تمام افراد وہاں رہتے ہیں۔ میرے تمام بچوں نے اسی ادارے میں تعلیم و تربیت حاصل کی ہے۔

اس آفیشل ریکارڈ سے مجھے اپنی فیملی کے بارے میں بھی معلوم ہوا اور اپنا مستقل پتا ٹھکانا بھی معلوم ہو گیا۔ اب میں گمشدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ ان لوگوں سے کسی وقت بھی رابطہ کر سکتا تھا لیکن پہلے مجھے اپنے بیٹے کی فکر تھی۔ یہاں اسے جگہ جگہ ڈھونڈا جا رہا تھا۔

یہاں کے حکام اس بات سے پریشان تھے کہ کبریا ان کے بہت سے سرکاری اور فوجی راز معلوم کر رہا ہے۔ اگر وہ کہیں نظر آ جاتا تو وہ دشمن اسے گولی مار سکتے تھے۔

وہ جس طرح پولیس اور انتظامیہ کو دھوکے دے رہا تھا اور دہلی سے ممبئی تک انہیں ناچ نچا رہا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ وہ بہت ذہین ہے۔ مجھے خوشی ہو رہی تھی، میں اپنے بیٹے پر فخر کر رہا تھا۔

وہ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ وہ ہندوستان چھوڑ کر دشمنوں سے دور جا سکتا تھا لیکن مجھے تلاش کرنے کے لیے خطرات سے کھیل رہا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ آخر کس طرح اس کا سراغ

لگاؤں؟

اس کی گرفتاری کے لیے شہر میں جگہ جگہ پوسٹر لگائے گئے تھے۔ میں نے ایک پوسٹر کے قریب آ کر اس کی خیالی تصویر کو دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ اس طرح میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا لیکن وہ ایک خیالی تصویر تھی۔ آنکھیں بالکل کبریا جیسی نہیں تھیں۔ میری خیال خوانی کا پرندہ بھٹکتا رہا۔ میرا بیٹا نہیں ملا۔

میں ہوٹل کے کمرے میں واپس آ گیا۔ وہاں ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ کر ہوم منسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ اپنے میڈیا کے ذریعے کبریا کو مخاطب کرنا چاہیے۔ اس سے کہنا چاہیے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ہوم منسٹر سے رابطہ کرے۔ وہ منسٹر اس کے باپ کا پتا جانتا ہے۔ کبریا اس کے دماغ میں آ کر اپنے باپ سے بات کر سکے گا۔

میں نے ہوم منسٹر کو اس بات پر آمادہ کیا تو وہ فوراً ہی تمام میڈیا کے عہدے داروں سے رابطے کرنے لگا۔ کبریا اس وقت پونا میں تھا۔ وہ میرا کے ساتھ شام چار بجے تک سوتا رہا پھر بیدار ہو کر غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد میرا سے بولا "سفر کی تیاری کرو۔ ہمیں شاید آگے جانا ہو گا؟"

پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے پروفیسر دینا ناتھ کو مخاطب کیا۔ وہ لکھنؤ پہنچ گیا تھا۔ اس نے پوچھا "پروفیسر! آپ خیریت سے ہیں؟ پولیس والے پریشان تو نہیں کر رہے ہیں؟"

"ان پر تمہاری دہشت طاری ہے۔ کوئی میری طرف نہیں پھٹک رہا ہے۔ تم اپنی سناؤ۔ میرا کیسی ہے؟"

"میرے ساتھ بہت خوش ہے۔ ہم ابھی پونا میں ہیں۔ آگے جانے سے پہلے آپ بتائیں کہ مجھے کس سمت میں جانا چاہیے؟"

"ایک ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔"

پروفیسر میرے زائچے والا کاغذ کھول کر بیٹھ گیا پھر مختلف علوم کے ذریعے معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس کے بعد وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کبریا نے پوچھا "کیا ہوا...؟"

وہ اپنے حساب کتاب پر نظر ڈالتے ہوئے بولا "تمہارے پاپا اب جنوب کی طرف نہیں ہیں۔ میرے حساب کے مطابق وہ شمال کی طرف ہیں۔"

"آپ نے تو کہا تھا کہ وہ کسی جنوبی علاقے میں ملیں گے۔"

"بے شک۔ میں نے کہا تھا۔ اس وقت وہ وہیں کسی علاقے میں تھے۔ انہوں نے شاید جگہ بدل دی ہے۔ ہندوستان کے کسی شمالی حصے کی طرف گئے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے، مجھے واپس ممبئی اور دہلی وغیرہ کی طرف جانا ہو گا۔ ویسے یہ ایک طرح سے اچھا ہی ہے۔ شاروا کے بیان کے مطابق پریس والے مجھے ان جنوبی علاقوں میں ڈھونڈ رہے ہیں۔ شمال کی طرف جاؤں گا تو ان لوگوں سے کسی حد تک نجات ملے گی۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میرا شاور لینے گئی تھی۔ وہ اپنے سفری بیگ میں سامان رکھنے لگا۔ ایسے ہی وقت اس کا سر چکرا گیا۔ وہ ایک دم سے فرش پر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے دماغ میں چبھن سی ہو رہی ہے۔ وہ کچھ سوچنا سمجھنا چاہتا ہے لیکن ذہن پر دھند چھا رہی ہے۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سامنے کا تمام منظر دھندلایا ہوا سا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اس کا ذہن باہر کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ وہ باہر نہیں جانا چاہتا تھا۔

باہر کیوں نہیں جانا چاہتا تھا؟

اس کا جواب وہ بھول گیا تھا۔ یہ بھی بھول گیا کہ ابھی میرا کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ شاور لینے گئی تھی۔ باتھ روم سے باہر آنے والی تھی۔

وہ محبوبہ، وہ جان حیات یک لخت اس کے دماغ سے گم ہو گئی تھی۔ دماغ کے اندر کچھ نہیں تھا۔ صرف دھند ہی دھند تھی۔

تب وہ یکبارگی دوڑتا ہوا باہر کی طرف جانے لگا۔ ایسے وقت دور کہیں سے ایک نہایت ہی کرخت اور خباثت سے بھری ہوئی نسوانی آواز سنائی دے رہی تھی "جے مہاکالی! گلنے والی۔ تیرا پچنگ نہ جائے خالی۔ کسی کا ہو گا دیوالہ۔ میری ہو گی دیوالی۔ جے مہاکالی! تیرا پچنگ نہ جائے خالی۔"

وہ بے اختیار بنگلے سے باہر آ گیا تھا اور ایک سمت دوڑتا جا رہا تھا۔ وہ کرخت اور خباثت سے بھری ہوئی آواز جیسے اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

"جے مہاکالی...! تیرا پچنگ نہ جائے خالی..."

عورتوں کی نفسیات

- عورتوں کی قسمیں
- عورت اور محبت
- عورت اور شادی
- عورت اور دوستی

اور بہت کچھ.....!

ان عورتوں کیلئے جو خود کو سمجھنا چاہتی ہیں اور ان حضرات کیلئے جو عورتوں کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

قیمت 25 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ

kitablat@hotmail.com
kitablat1970@yahoo.com

قصہ حاتم طائی میں کہا گیا تھا کہ کوہ ندا کی خبر لائی جائے۔

حاتم طائی نے بڑی جستجو کے بعد معلوم کیا تھا کہ ایک مقام پر ایک بلند و بالا پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ سے ندا آتی ہے "یا اخی۔۔۔! یا اخی۔۔۔!"

اس آواز کو سننے والا پہاڑ کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر ادھر دوڑتا چلا جاتا ہے۔ نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے پھر کبھی واپس نہیں آتا۔

تب حاتم کو معلوم ہوا کہ کوہ ندا سے موت پکارتی ہے۔ جس کے دن پورے ہو جاتے ہیں۔ اسے وہ آواز سنائی دیتی ہے۔ اس کا بلاوا آتا ہے اور وہ تمام رشتے داروں اور دوست احباب کو بھول کر موت کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔

کبریا کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔ اس کے کانوں میں کسی چڑیل کی آواز سنائی دے رہی تھی "جے مہا کالی! کلکتے والی۔ تیرا پھنگ نہ جائے خالی۔ کسی کا ہوگا دیوالہ' میری ہوگی دیوالی۔۔۔ جے مہا کالی۔۔۔! تیرا پھنگ نہ جائے خالی۔۔۔!"

وہ شہر کی مختلف سڑکوں پر دوڑتا جا رہا تھا۔ یہ نہیں سمجھ رہا تھا' کیوں دوڑ رہا ہے؟ اور کہاں جا رہا ہے؟

ہوش و حواس میں رہ کر چلنے والوں کی کوئی نہ کوئی منزل ہوتی ہے۔ جو ہوش سے بیگانے ہو جاتے ہیں۔ خود کو بھی نہیں پہچانتے' وہ بھلا کیا جانیں کہ راستہ کیا ہوتا ہے؟ اور منزل کہاں ہوتی ہے؟

وہ دوڑتے دوڑتے ایک جگہ رک گیا۔ سڑک کے کنارے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا مالک کسی دکان کے اندر گیا ہوا تھا۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کیا۔ کار اسٹارٹ کی پھر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔

ہماری دنیا میں عجیب و غریب پراسرار علوم ہیں۔ ان علوم کے ذریعے ایسی ایسی وارداتیں ہوتی ہیں کہ ذہن انہیں تسلیم نہیں کرتا۔ اس وقت بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی تھی کہ دادی ماں نے ایک بھیانک عمل سے کبریا کے لیے ایک جگہ مقرر کر دی ہے۔ اب وہ کہیں رکے بغیر اس جگہ پہنچ کر دم لینے والا تھا۔

پتا نہیں وہ کتنی دیر تک اور کتنی دور تک ڈرائیونگ کرنے والا تھا۔ سفر مختصر بھی ہو سکتا تھا اور طویل بھی۔ ویسے ان حالات میں خود فراموشی تھی۔ وہ اپنی میرا کو بھی بھول گیا تھا۔

میرا غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر کمرے میں آئی۔ وہاں کبریا نظر نہیں آیا۔ اس نے آواز دی "کبریا! کہاں ہو تم؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ پورا لباس پہن کر کمرے سے باہر آئی۔ وہ اور کبریا پونا میں ایک سکھ دلجیت سنگھ کے بنگلے میں تھے۔ دلجیت سنگھ کی پتنی باہر لان میں پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ اس نے پوچھا "تم نے میرے ہزبینڈ کو دیکھا ہے؟"

اس نے کہا "وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہاں سے دوڑتا ہوا گیا ہے۔ میں نے پوچھنا چاہا کہ یوں دوڑتے ہوئے کہاں جا رہے ہو لیکن وہ دور نکل گیا تھا۔"

میرا نے پریشان ہو کر دور تک دیکھا۔ اس کی سمجھ میں آرہا تھا کہ اچانک دوڑتے ہوئے جانے کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ اس نے یہاں خطرہ محسوس کیا ہوگا۔ شاید پولیس اور انٹیلی جنس کے لوگ یہاں پہنچنے والے ہوں گے۔

اس کے دل نے کہا "وہ ایسے تو نہیں ہیں کہ خطرات کے وقت مجھے تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ وہ جاتے وقت کہہ سکتے تھے کہ ضروری کام سے جا رہے ہیں۔ ابھی واپس آجائیں گے۔"

وہ سوچتی ہوئی خلا میں تکنے لگی۔ ذہن میں یہ بات آرہی تھی کہ وہ چند سیکنڈ کے لیے دماغ میں آکر اسے تسلی دے سکتا تھا۔ اپنی کوئی مجبوری بتا سکتا تھا پھر وہ خیال خوانی کیوں نہیں کر رہا ہے؟

وہ بری طرح الجھ گئی تھی۔ دل یہ نہیں مان سکتا تھا کہ وہ ہرجائی ہے۔ اسے چھوڑ کر جانا ہوتا تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے کہیں بٹھا کر آرام سے چلا جاتا۔ یوں دوڑتا ہوا وہاں سے نہ جاتا۔ آخر وہ دوڑتا ہوا کیوں گیا ہے؟

اسی وقت دلجیت سنگھ تیزی سے چلتا ہوا لان میں آیا۔ میرا سے بولا "اوئے بہنا! تیرے پتی کو کیا ہوا ہے؟ سڑک پر دوڑتا جا رہا تھا۔ میں نے اسے آواز دی۔ وہ تو جیسے بہرا ہو گیا تھا۔ میں اسے پکڑنے کے لیے پیچھے پیچھے دوڑنے لگا۔ پتا نہیں روڈ کے کنارے کس کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس میں بیٹھ کر اس کو ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ میں اسے روک نہیں سکا۔"

میرا نے پریشان ہو کر پوچھا "وہ کدھر گئے ہیں؟"

"یہ تو واہ گرو جانتا ہے۔ وہ ہائی وے کی طرف جا رہا تھا۔"

"بھیا! مجھ پر کرپا کرو۔ اپنی گاڑی نکالو۔ ہم انہیں ڈھونڈنے جائیں گے۔ پلیز جلدی کرو۔"

"میری بہنا! میں اپنی گڈی لینے آیا ہوں۔ ہم ابھی چلتے ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر پہلے ہائی وے کی طرف

گئی۔ دیر ہو چکی تھی۔ وہ کئی کلومیٹر دور جا چکا تھا۔ وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ وہ ہائی وے کی کس سمت گیا ہے؟ کیونکہ وہاں سے ایک راستہ ممبئی' دوسرا کیرالہ اور تیسرا راستہ حیدر آباد کی طرف جا رہا تھا۔

وہ دونوں شہر کے مختلف علاقوں میں جا کر اسے تلاش کرنے لگے۔ دلجیت نے اس کار کا رنگ اور نمبر یاد رکھا تھا۔ وہ کار بھی کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ میرا کا دل رو رہا تھا پھر آنکھیں بھی رونے لگیں۔ دلجیت نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "صبر کرو۔ وہ واپس آئے گا۔ تم تنہا اور بے سہارا نہیں ہو۔ یہ بھائی تمہارے ساتھ ہے۔"

وہ بے سہارا نہیں تھی۔ اپنے پروفیسر انکل کے پاس لکھنؤ جا سکتی تھی۔ اس کے بیگ میں لاکھوں روپے تھے۔ وہ کسی کی محتاج بھی نہیں تھی۔ وہ دلجیت کے بنگلے میں آئی اور ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر اپنے حالات پر غور کرنے لگی۔ وہاں ٹی وی آن تھا۔ ایک اناؤنسر کہہ رہی تھی "مسٹر کبریا! ہم آپ کو مخاطب کر رہے ہیں۔ مسٹر کبریا! آپ توجہ فرمائیں۔"

میرا اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے توجہ سے سننے لگی۔ اناؤنسر کہہ رہی تھی "مسٹر کبریا! آپ کے لیے ایک خوش خبری ہے۔ آپ کے فادر فرہاد علی تیمور نے ہم سے رابطہ کیا ہے۔ آپ کی طرح وہ بھی آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ ہوم منسٹر کے ذریعے اپنے فادر سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

یہ خوش خبری میرا کے لیے بھی تھی کہ اس کے کبریا کو گمشدہ باپ مل رہا ہے۔ کبریا یہ خبر سنے گا تو ضرور مجھ سے رابطہ کرے گا۔ اس خوشی کے ساتھ یہ دکھ اور پریشانی بھی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیوں نہیں کر رہا ہے؟

ویسے اس کا پیار اور اعتماد مستحکم تھا۔ وہ اسے ہرجائی نہیں سمجھ رہی تھی اس اندیشے میں مبتلا ہو رہی تھی کہ کوئی دشمن اس پر غالب نہ آگیا ہو۔ وہ کسی ایسی مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو کہ خیال خوانی سے بھی محروم ہو گیا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو وہ مجھ سے بھی رابطہ نہ کر سکے گا۔

ٹی وی کے ذریعے وقفے وقفے سے کبریا کو مخاطب کیا جا رہا تھا اور کہا جا رہا تھا کہ وہ ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعے بھی ہوم منسٹر سے رابطہ کر کے اپنے باپ تک پہنچ سکتا ہے۔ ہوم منسٹر کے ٹیلی فون نمبرز اور ای میل نمبر بتائے جا رہے تھے۔ میرا نے ان نمبروں کو نوٹ کر لیا۔

وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی کہ کبریا اس سے رابطہ کرے گا تو اس کا مطلب ہو گا کہ وہ خیال خوانی کر رہا ہے۔ اب اس کے دماغ میں بھی آئے گا۔ وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک انتظار کرتی رہی پھر اس نے پریشان ہو کر ہوم منسٹر کے فون پر رابطہ کیا۔ اتنے بڑے سرکاری عہدے دار سے رابطہ کرنا آسان نہیں ہوتا۔ جب اس کے سیکریٹری کو معلوم ہوا کہ کبریا کے ساتھ رہنے والی میرا کوئی اطلاع دینا چاہتی ہے تو فوراً ہی ہوم منسٹر سے اس کا رابطہ کرایا گیا۔ اسپیشل برانچ والے رازداری سے معلوم کرنے لگے کہ وہ کہاں سے فون پر بول رہی ہے؟

ہوم منسٹر نے پوچھا "کیا تم پروفیسر دینا ناتھ کی بھتیجی اور کبریا کی ساتھی ہو؟ تمہارا نام میرا ہے؟"

"ہاں۔ میں میرا ہوں۔ پونا سے بول رہی ہوں۔ آپ اپنے سی ایل آئی میں میرا فون نمبر پڑھ چکے ہوں گے۔"

"کبریا کہاں ہے؟ اس کے فادر نے کہا ہے کہ وہ مجھ سے خیال خوانی یا فون کے ذریعے گفتگو کرے گا تو مسٹر فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔ اس طرح بچھڑے ہوئے باپ بیٹا مل جائیں گے۔"

میرا نے کہا "کبریا اچانک مجھ سے بچھڑ گئے ہیں۔ میں ان کے پاپا سے کہنا چاہتی ہوں کہ پہلے بیٹا انہیں تلاش کر رہا تھا۔ اب وہ بیٹے کو تلاش کریں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ یہ سوچ کر دل گھبرا رہا ہے کہ دشمن ان پر غالب نہ آگئے ہوں۔"

"مسٹر فرہاد جب بھی مجھ سے رابطہ کریں گے' میں انہیں تمہارا نام اور پتا بتا دوں گا۔ تم اپنی موجودہ رہائش گاہ کا پتا بتاؤ۔"

میرا نے پونا والے بنگلے کا پتا بتایا۔ دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ اس کے پندرہ منٹ کے بعد ہی دلجیت سنگھ کے بنگلے کو آرمی کے جوانوں نے گھیر لیا۔ دلجیت اور اس کی پتنی امرت کور پریشان ہو گئے۔ میرا نے کہا "آپ دونوں نہ گھبرائیں۔ یہ لوگ مجھے حراست میں لینے آئے ہیں۔"

ایک آرمی افسر نے کہا "تم ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ ابھی تو حراست میں رہو گی۔ اگر کبریا کی خفیہ پناہ گاہ کا پتا نہیں بتاؤ گی تو تمہیں بیچ چوراہے پر لا کر گولی مار دی جائے گی۔"

"تو پھر ابھی گولی مار دو۔ مجھے جو کہنا تھا' وہ ہوم منسٹر کہہ چکی ہوں۔ وہی تم سے کہوں گی' اس سے زیادہ نہ جانتی ہوں' نہ کچھ کہہ سکوں گی۔"

اسے حراست میں لے لیا گیا۔ کبریا ابھی تک سحر زدہ تھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ رات کے نو بجے وہ کیرالا پہنچا

پھر وہاں سے کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک دلدلی علاقے میں پہنچ گیا' پھر وہاں سے اتر کر ایک شمشان گھاٹ کے بڑے آہنی دروازے کے پاس آیا۔ اس گیٹ کو کھول کر اندر پہنچا۔ دور ایک برگد کے گھنے درخت کے نیچے دادی ماں بیٹھی ہوئی تھی۔

اس کے سامنے الاؤ روشن تھا۔ ایک بکرا وہاں کٹا پڑا تھا۔ سر اس کے دھڑ سے الگ تھا اور وہ سر الاؤ کے شعلوں کے درمیان رکھا ہوا تھا۔ کبریا نے ایک نہایت خوب صورت جوان عورت کو دیکھا۔ وہی دادی ماں تھی۔ اپنی پوتی کا جوان جسم اور اس کا رنگ روپ حاصل کر چکی تھی۔

وہ اس وقت آنکھیں بند کیے منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ کبریا اسے دیکھتا ہوا الاؤ کے پاس آیا پھر آہستہ آہستہ لپکتے ہوئے شعلوں کے چاروں طرف گھومنے لگا۔ اس آگ کے اطراف تین چکر کاٹنے کے بعد رک گیا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آگئی۔ اس نے اپنی ساڑی کے پلو کو کبریا کی شرٹ کے دامن سے باندھا پھر آگے چلنے لگی۔ وہ پیچھے چلنے لگا۔ وہ دونوں آگ کے چاروں طرف گھومنے لگے۔

ہندوانہ رسم کے مطابق یہ اگنی پھیرے تھے۔ اس طرح بیاہ رچایا جاتا ہے۔ میاں بیوی ساری زندگی کے لیے ایک دوسرے کو باندھ لیتے ہیں۔ وہ بلند آواز سے منتر پڑھتی جا رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی "یہ پتی پتنی کے اگنی پھیرے نہیں ہیں۔ یہ آگ شاکسی (گواہ) ہے کہ پاتال کی گہرائیوں سے جاپ کیا ہوا منتر تجھے میرا غلام بنا رہا ہے۔"

اس نے ایک مٹھی میں رکھے ہوئے سفوف میں سے تھوڑا سا سفوف لے کر الاؤ پر پھینکا۔ شعلے اور زیادہ بھڑکنے لگے۔ وہ اور زیادہ بلند آواز میں بولتی ہوئی اس کے ساتھ آگ کے پھیرے لگانے لگی "تو میرا داس ہے۔ ہمیشہ میرا غلام بن کر رہے گا۔ بول رہے گا۔"

وہ اس کے پیچھے چلتا ہوا بولا "ہمیشہ تیرا غلام رہوں گا۔"

وہ کچھ منتر پڑھنے کے بعد بولی "تو اپنے ماں باپ اور خون کے تمام رشتوں کو بھول جائے گا۔"

وہ ایک غلام کی طرح پیچھے پیچھے چلتے ہوئے بولا "میں اپنے ماں باپ اور خون کے تمام رشتوں کو بھول جاؤں گا۔"

"مہا کالی ماں اگنی ساہا۔ بول تو اپنی پچھلی تمام زندگی بھول جائے گا اور اسے کبھی یاد نہیں کرنا چاہے گا۔"

اس نے آگ کے پھیرے لیتے ہوئے اس کی باتیں دہرائیں۔ وہ بولی "مہا کالی ماں اگنی ساہا۔ بول مجھے صرف تیری ذہانت اور خیال خوانی یاد رہے گی اور تو میری مرضی کے بغیر خیال خوانی نہیں کرے گا۔"

وہ پھر اس کی باتیں دہرانے لگا۔ یہ بھی ایک طرح کا تنویمی عمل تھا۔ وہ معمول کو ہپناٹائز کر کے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہپناٹائز نہیں کر سکتی تھی۔ وہ دوسرے پراسرار علوم جانتی تھی۔ ایسے ہی ایک پراسرار علم کے ذریعے کبریا کو اپنا معمول اور محکوم بنا رہی تھی۔

آخر میں اس نے آگ کے اطراف ساتواں پھیرا لیتے ہوئے کہا کہ وہ آئندہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔

سات پھیرے پورے کرنے کے بعد وہ الاؤ سے ذرا فاصلے پر چاروں شانے چت لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ گویا کہ تنویمی نیند سونے لگا۔ دادی ماں نے ایک بڑا سا تھال اٹھایا۔ اس تھال پر ایک بڑے سے کٹورے میں بلی دیے ہوئے بکرے کا خون تھا۔ گیندے کے پھول اور کچے چاول رکھے ہوئے تھے۔

وہ زیر لب کچھ پڑھتی ہوئی کبریا کے چاروں طرف گھومنے لگی۔ کٹورے میں انگلیاں ڈبو کر کبریا پر لہو کے چھینٹے دینے لگی۔ کبھی چاول کے دانے اور کبھی گیندے کے پھول اس پر پھینکنے لگی۔ وہ گہری نیند میں ڈوب چکا تھا۔

○☆○

میں نے ہوم منسٹر کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ مختلف میڈیاز کے ذریعے کبریا کو مخاطب کرے اور اسے یہ بتائے کہ اس کا گمشدہ باپ خود اسے تلاش کر رہا ہے لہٰذا اسے فوراً ہوم منسٹر سے رابطہ کرنا چاہیے۔

وہ ہوم منسٹر میرے حکم کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ مختلف میڈیاز کے ذریعے کبریا کو مخاطب کیا جا رہا تھا۔ میں نے ایک گھنٹے تک اس کا انتظار کیا پھر سوچا' وہ کہیں مصروف ہے۔ اس لیے نہ ریڈیو سن رہا ہے اور نہ کوئی ٹی وی چینل دیکھ رہا ہے۔ وہ جب بھی دیکھے گا یا میرے بارے میں سنے گا تو ضرور مجھ سے رابطہ کرے گا۔ مجھے فی الحال دوسرے معاملات میں مصروف رہنا چاہیے۔

مجھے اپنے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا کہ میری پوری فیملی کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ میری پہلی بیوی آمنہ فرہاد اور دوسری بیوی سونیا فرہاد ہے۔ آمنہ سے میرے دو بیٹے پارس اور پورس ہیں۔ سونیا سے ایک بیٹی اعلیٰ بی بی اور دوسرا بیٹا کبریا ہے۔ یہ بہن بھائی ایک ہی دن میں پانچ منٹ کے وقفے سے پیدا ہوئے تھے اور ان دنوں وہ

سولہ برس کے ہیں۔

انڈین فارن آفس میں میرا اور میری پوری فیملی کا ریکارڈ موجود تھا۔ میں نے وہاں سے بابا صاحب کے ادارے کے کئی فون نمبر معلوم کیے پھر ایک فون کے نمبر پنچ کیے۔ دوسری طرف سے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج خلیل بن مکرم کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

میرا نام سنتے ہی وہ خوشی سے اچھل پڑا "فرہاد صاحب! آپ کی آواز سن کر کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ یہ بیان نہیں کر سکتا۔ ہمیں یقین تھا کہ آپ کی یادداشت واپس آجائے گی۔"

"میری یادداشت واپس نہیں آئی ہے۔ میں مختلف ذرائع سے اپنے بارے میں معلومات حاصل کر رہا ہوں۔"

"پھر تو آپ کو جناب تیرزی سے گفتگو کرنی چاہیے۔ آپ فون بند کر کے میرے دماغ میں آجائیں۔"

میں اس کے اندر آگیا۔ اس نے انٹر کام کے ذریعے جناب تیرزی سے کہا "جناب! اس وقت فرہاد صاحب میرے اندر موجود ہیں۔ آپ سے گفتگو کریں گے۔"

انہوں نے کہا "خوش آمدید فرہاد! آجاؤ۔"

میں ان کے اندر پہنچ گیا۔ انہیں سلام کرنے کے بعد بولا "حضور! محترم! میرا حافظہ اب تک کمزور ہے۔ میری کچھ مدد فرمائیں۔"

"تم اپنی مدد آپ کے طور پر خود ہی اپنی یادداشت واپس لا رہے ہو۔ چند گھنٹوں کے بعد تمہارا حافظہ پہلے کی طرح مستحکم ہو جائے گا۔"

"شکریہ۔ میں ہندوستان میں ہوں۔ کبریا بھی اسی ملک میں کہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ یہاں بابا صاحب کے ادارے میں ہم سب کے ریکارڈز ہیں۔ ان میں ہماری تصویریں، متحرک فلمیں اور آڈیو ٹیپ ہیں۔ میں آڈیو ٹیپ کے ذریعے اپنی بیویوں اور بچوں کی آوازیں سننا چاہتا ہوں۔"

"تم سب سے پہلے کبریا کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچنا چاہو گے۔ تم اپنے طور پر اس تک پہنچنے کی ناکام کوششیں کر رہے ہو۔"

"جی ہاں۔ آپ کے ذریعے کامیابی چاہتا ہوں۔"

"تم اب تک گردش میں تھے۔ اپنی ذہانت اور غیر معمولی صلاحیتوں کے باوجود گردش سے نکل نہیں پائے۔ اب تمہیں نجات حاصل ہو رہی ہے۔"

"جناب! آپ روحانی علوم کے ذریعے بہت کچھ جانتے ہیں۔"

"ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اب کبریا گردش میں ہے۔ جب تم گردش میں آگئے تھے تو سونیا اور تمہارے بچوں نے ہم سے روحانی امداد مانگی تھی لیکن ہم نے معذوری ظاہر کی تھی۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولے "بعض اوقات قدرت شیطانوں اور منفی خیالات رکھنے والوں کو ڈھیل دیتی ہے۔ انہیں حق پر غالب آنے کا موقع دیتی ہے۔ دنیا والوں کو تماشا دکھاتی ہے کہ غالب آنے والی شیطانی قوتیں دیرپا نہیں ہوتیں۔ انہیں اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ تم کالے جادو کو مات دے کر شیطانی قوتوں کو کمزور بنا کر آزادی حاصل کر چکے ہو۔ تمہارے حالات دیکھنے اور پڑھنے والے سمجھیں گے کہ وہ بھی تمہاری طرح ذہانت اور حوصلوں سے شر پر قابو پا سکتے ہیں۔

ازل سے خیر و شر کے درمیان جنگ جاری ہے۔ اس لیے جناب تیرزی جیسے روحانی علوم رکھنے والے بزرگ خاموشی سے شر کے غالب آنے کا تماشا دیکھتے ہیں۔ شر کا غلبہ عارضی ہوتا ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا "تم اپنی ذہانت اور حوصلوں کے باعث وقت سے پہلے نجات حاصل کر چکے لیکن مکمل نجات حاصل نہیں ہوئی ہے۔ نجات کے لیے چند گھنٹے رہ گئے ہیں۔ فی الوقت تمہیں کبریا کا آڈیو ٹیپ سن کر اس کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ اسے حالات کے دھارے میں بہنے دو۔ اپنی طرح اسے بھی اپنی مدد آپ کرنے دو۔ خدا تمہارے ساتھ ہے تو اس کے ساتھ بھی ہے۔ اچھا میری عبادت کا وقت ہو رہا ہے خدا حافظ۔"

میں ان کے دماغ سے نکل آیا۔ ان کی دو باتیں اہم تھیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد رکھ کر اپنی مدد آپ کرنا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ چند گھنٹوں کے بعد میری یادداشت مکمل طور پر واپس آنے والی تھی اور دادی ماں کا رہا سہا طلسم بالکل ہی ختم ہونے والا تھا۔

انہوں نے فرمایا تھا "کبریا گردش میں آرہا ہے۔ اس کے باوجود مجھے اس کا آڈیو ٹیپ نہیں سننا چاہیے۔ چند گھنٹوں کے بعد میرا حافظہ پہلے کی طرح مضبوط ہونے والا تھا۔ تب میں اس کی آواز اور لہجے کو یاد کر کے اس کے اندر جا سکتا تھا اور اس کے کام آسکتا تھا۔

جناب تیرزی کے اسلامی نظریے کے مطابق ان جیسے روحانی علوم رکھنے والوں کو قدرتی معاملات میں مداخلت نہیں

کرنا چاہیے۔ جادو کتنا ہی خطرناک ہو' اسے روحانی عمل سے ہٹانا چاہیے۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق خاک میں ملایا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق شیطانی قوتوں کو غالب آتا دیکھتے ہیں اور یہ پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ ان سے متاثر ہونے والا بندہ اپنے تدبر تدبیر سے اور ایمانی حوصلے سے مخالف قوتوں کو کچل دے گا۔

شیطانی قوتیں جب بالکل ہی جان و مال اور ایمان کی سلامتی کے لیے خطرہ بن جائیں' تب روحانی علوم سے استفادہ کیا جاتا ہے اور ان مخالف قوتوں کو خاک میں ملایا جاتا ہے۔ میں اپنے ذاتی تجربات سے بھی یہی درس حاصل کر رہا تھا۔

میں یادداشت واپس آنے تک خاموش نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ میں نے ہوم منسٹر کے خیالات پڑھے تو پتا چلا۔ ایک گھنٹا پہلے میرا نے اس سے رابطہ کیا تھا۔ وہ کبریا کے ساتھ پونا میں تھی۔ کبریا اچانک اس سے چھڑ گیا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ میں اسے تلاش کروں۔ وہ بہت پریشان تھی۔

ہوم منسٹر نے میری مرضی کے مطابق پونا کے آرمی افسران سے رابطہ کیا۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ دو افسران کے خیالات نے بتایا کہ وہ سپاہیوں کے ساتھ دلیجت کے بنگلے میں گئے تھے پھر انہوں نے میرا کو حراست میں لے کر ممبئی پولیس کے حوالے کر دیا تھا۔ وہ لوگ اسے ممبئی لے گئے تھے۔

ایک آرمی افسر نے اس پولیس افسر سے رابطہ کیا' جو میرا کو وہاں سے لے گیا تھا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ اپنے اعلیٰ افسران سے رابطے کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا "سر! میں نہیں جانتا' وہ اچانک کہاں غائب ہو گئی ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی کا جادو ہو سکتا ہے۔ کبریا ہم سب کو غائب دماغ بنا کر اسے ہماری کسٹڈی سے نکال کر لے گیا ہے۔"

یہ بات میرے لیے قابلِ قبول نہیں تھی۔ اگر کبریا خیال خوانی کر رہا تھا اور میرا کو ان کی قید سے نکال کر لے گیا تھا تو پھر وہ میرے دماغ میں بھی آسکتا تھا۔ بیٹا صرف محبوبہ کے پاس جائے اور باپ کے پاس نہ آئے۔ یہ بات میں تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔

میرا کو پونا سے دو پولیس افسران ممبئی لائے تھے۔ میں نے دوسرے افسر کے دماغ میں جگہ بنائی۔ اس کے خیالات پڑھے تو میرا کے خلاف سازش کا علم ہوا۔ ناگیشور پانڈے ممبئی پہنچا ہوا تھا۔ اس دوسرے افسر نے اسے فون پر بتایا تھا کہ وہ میرا کو پونا سے گرفتار کر کے لانے والا ہے۔

ناگیشور پانڈے نے اس افسر سے کہا "میرا کو میرے رنگ محل میں پہنچا دو۔ میں تمہیں ایک لاکھ روپے دوں گا اور تمہاری ترقی کرا دوں گا۔"

وہ دو افسران اور چار سپاہی ایک وین میں میرا کو لے کر ممبئی آئے۔ اس راشی افسر نے اپنے ساتھی جونیئر افسر کو گھر جانے کی چھٹی دی پھر سپاہیوں کو لالچ دے کر میرا کو پانڈے کے رنگ محل میں لے آیا۔

میرا نے ایک خوب صورت رنگ محل کو دیکھا۔ ایک بہت بڑی خواب گاہ کی دیواروں پر عریاں اور جذباتی تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ مجھے کہاں لے آئے ہو؟"

افسر نے کہا "تم کوئی مجرمہ ہوتیں تو تمہیں حوالات میں بند کرتے۔ تم تو خاص سرکاری مہمان ہو۔ ہماری سرکار کبریا سے دشمنی نہیں چاہتی۔ تمہیں یہاں عزت دے کر دوستی کرنا چاہتی ہے۔ اچھا میری ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے۔ میں جاتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ اس خواب گاہ کا دروازہ باہر سے بند کرتا گیا۔ میرا دوڑتی ہوئی آکر دروازہ پیٹنے لگی۔ وہاں اور بھی داس اور واسیاں ہوں گی لیکن انہیں دروازہ کھولنے سے منع کر دیا گیا۔ وہ تھک ہار کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ٹیلی فون کے پاس آکر ریسیور کو اٹھا کر کان سے لگایا۔ خاموش رہی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کس نے فون کیا ہے۔ دوسری طرف سے جانا پہچانا قہقہہ سنائی دیا۔ اسے یقین نہیں آیا پھر اس کی آواز سنائی دی "کیا خوب اڑتی ہوئی چڑیا ہو۔ یہ بھول گئی تھیں کہ میں پرانا چڑی مار ہوں۔ دیکھ لو؟ تمہیں اپنے دستر خوان پر لے آیا ہوں۔"

وہ نفرت سے بولی "پانڈے! یہ تم ہو؟ کیا تمہاری شامت آئی ہے؟ جانتے ہو' کبریا آئے گا تو تمہارا کیا حشر کرے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اسے آنا ہوتا تو وہ تمہیں پونا میں قیدی بننے نہ دیتا۔ تمہیں رہائی دلا کر اپنے ساتھ لے جاتا۔ اس کا دل تم سے بھر گیا ہے۔ اب وہ پلٹ کر نہیں آئے گا۔ میں نے سمجھایا تھا' کسی مسلمان کی گود میں نہ جاؤ۔ میں نے ایک کو قتل کیا تو تم دوسرے کے پاس چلی گئیں۔ کیا مسلمان تمہیں زیادہ خوش کرتے ہیں؟"

"بکواس مت کرو۔ تم میں اور میرے مسلمان عاشق میں یہ فرق ہے کہ وہ مجھے اپنی عزت بنا رہا ہے اور تم پالی ہو۔ پاپ کرنا چاہتے ہو تمہاری یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی۔"

"میں آرہا ہوں۔ وہاں پہنچنے ہی والا ہوں۔ تم نے مجھے

اس کبریا کا سہارا لے کر بہت نقصان پہنچایا ہے۔ میں تمہارے خوب صورت بدن کی دھجیاں اڑانے کے بعد تمہیں طوائفوں کے محلے میں پہنچا دوں گا۔ وہاں دو ٹکے کے لوگ آکر تمہیں دن رات نوچتے کھسوٹتے رہیں گے۔"

وہ ریسیور رکھ کر دروازے کے پاس آئی اور اسے اندر سے بند کردیا۔ ایک چھوٹا دروازہ اور دو کھڑکیاں تھیں۔ ان سب کو بھی اندر سے اچھی طرح بند کرکے واپس ٹیلی فون کے پاس آئی۔ ریسیور اٹھا کر ہوم منسٹر کے نمبر پنچ کیے۔

تھوڑی دیر بعد رابطہ ہوا۔ وہ بولی "ناگیشور پانڈے نے اپنے رنگ محل میں مجھے قیدی بنایا ہے۔ یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ آپ کے پولیس والوں نے مجھے یہاں پہنچایا ہے۔ آپ سے التجا کرتی ہوں۔ مجھے یہاں سے رہائی دلائیں۔"

وہ بولا "پہلے ٹیلی پیتھی جاننے والا بیٹا ہمارے دیس میں آیا پھر اس کا باپ آگیا۔ اب وہ دونوں ہی غائب ہوگئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ باپ بیٹے کی ملاقات ہوگئی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو پاکر اس دیس سے چلے گئے ہیں۔"

میرا نے بڑے اعتماد سے کہا "کبریا کبھی مجھے بے یارو مددگار چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ وہ ابھی رابطہ نہیں کررہے ہیں۔ ان کی کوئی مجبوری ہوگی۔"

"تم بہت ہی ذلیل عورت ہو۔ اپنے دیس کی دشمن ہو۔ مسلمانوں سے دوستی کرتی ہو اور ہم سے دشمنی۔ دیس کے غداروں کو جو سزا دی جاتی ہے۔ وہی تمہیں بھی ملنی چاہیے۔ ناگیش در پانڈے برسرِ اقتدار پارٹی کا لیڈر ہے۔ وہی تمہیں سزائیں دے گا۔"

دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ دروازے پر دستک سنائی دی۔ میرا نے ریسیور رکھ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ باہر سے پانڈے کی آواز سنائی دی "دروازہ کھولو۔ تمہارا یار آیا ہے۔"

وہ بولی "کتے کی طرح بھونکتے رہو۔ دروازہ نہیں کھلے گا۔"

وہ دروازے کو دھکے مارنے لگا۔ اپنے حواریوں سے بولا "اسے توڑ دو۔ سب مل کر دھکے مارو۔"

رنگ محل کی کھڑکیاں اور دروازے شیشم کی مضبوط لکڑی سے بنے ہوئے تھے۔ انہیں توڑا نہیں جاسکتا تھا لیکن وہ سب کوششیں کررہے تھے۔ میرا وہاں کی الماریاں کھول کر کوئی ہتھیار تلاش کرنے لگی۔

کسی بھی الماری میں کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ایک چھوٹا سا چاقو بھی نہیں ملا۔ اس نے بیڈ کے نیچے، پھر تکیوں کے نیچے دیکھا تو ایک تکیے کے نیچے بھرا ہوا پستول رکھا ہوا تھا۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ اسے وہاں سے اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا۔

اب وہ تمام حواری کلہاڑیاں لاکر دروازے کو توڑ رہے تھے۔ ایک کلہاڑی کا پھل دروازے کو توڑتا ہوا ذرا اندر، پھر باہر چلا گیا۔ وہاں شگاف پڑ گیا۔ آر پار نظر آنے لگا۔ ایک نے اس شگاف سے جھانک کر اندر دیکھا۔ میرا نے گولی چلا دی۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی پھر اس شگاف کے پاس کوئی نہیں آیا۔ پانڈے کی گرج دار آواز سنائی دی "اس کتیا کو کسی نے ہتھیار دیا ہے۔ اس کتے افسر کو بلاؤ۔ اس نے اس کی تلاشی کیوں نہیں لی؟ کچھ بھی ہو۔ یہ دروازہ توڑ دو۔"

پھر دروازے پر کلہاڑیاں چلنے لگیں۔ دروازہ تھوڑا تھوڑا کرکے ٹوٹنے لگا۔ وہ میرا کو صاف طور سے دکھائی دینے لگے۔ اس نے دوسری گولی چلائی۔ کلہاڑی چلانے والا چیخ کر گر پڑا۔ سب وہاں سے دور چلے گئے۔ اب کوئی بھی دروازے کے سامنے آتا تو بے موت مارا جاتا۔

پانڈے نے گرج کر کہا "تمہارے پاس گولیاں کم ہوں گی۔ کب تک فائر کرتی رہو گی۔ اب یہاں سے بھی گولیاں چلائی جائیں گی پھر فائرنگ اس وقت بند ہوگی، جب تمہاری گولیاں ختم ہوجائیں گی۔ اس کے بعد بولو۔ خود کو کیسے بچا گی؟"

"میرے پاس ایک ہی پستول ہے۔ میں اس کی آخری گولی اپنے لیے بچاؤں گی۔ تم میری زندگی میں مجھے ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔"

اس خواب گاہ کے باہر پانڈے کے دو حواری مارے گئے تھے۔ تین رہ گئے تھے۔ ایسے وقت میں اس کے دماغ میں آگیا۔ اس نے حواریوں کو حکم دیا اندر فائر کرو۔ مسلسل فائر کرتے رہو۔"

ان میں سے ایک حواری نے اپنے ساتھی کو گولی مار دی پھر اس سے پہلے کہ اسے روکا جاتا۔ اس نے دوسرے حواری کو شوٹ کردیا۔ پانڈے نے غصے سے پوچھا "کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟ تم نے اپنے ساتھیوں کو کیوں مار ڈالا؟"

اس نے اپنی گن سے اس کا نشانہ لیا۔ وہ پیچھے ہٹتے ہوئے پھر ادھر ادھر بھاگتے ہوئے بولا "اے! گولی چل جائے گی۔ میں تمہارا سینئر ہوں۔ کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں گھسا ہوا ہے؟"

وہ نشانہ لیتے ہوئے بولا "پانڈے! اب تیری باری ہے۔"

وہ سہم کر بولا "نہیں نہیں۔ یہ کیا کررہے ہو؟ میں تمہارا مالک ہوں تمہارا ان داتا ہوں۔ گن پھینک دو۔"

اسی وقت فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ پانڈے کا نشانہ لینے والا چیخ مار کر گر پڑا۔ وہ پولیس افسر وہاں پہنچ گیا تھا، جس نے میرا کو وہاں پہنچایا تھا۔ اس نے کہا "پانڈے صاحب! آپ نے بلایا۔ میں دوڑا چلا آیا لیکن یہ سب کیا ہورہا ہے؟ آپ کے پانچ وفادار مارے گئے ہیں اور یہ دروازہ ٹوٹا ہوا ہے۔"

وہ غصے سے بولا "وہ کتیا اندر ہے۔ تم نے اسے یہاں بند کرتے وقت چیک نہیں کیا۔ اس کے پاس پستول ہے۔ وہ ادھر سے گولیاں چلا رہی ہے۔ میں اندر کیسے جاؤں؟"

"اسے پوٹنا میں گرفتار کرتے وقت چیک کیا گیا تھا۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ یہاں آپ اپنا پستول بھول گئے ہوں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ کسی بھی طرح اسے کنٹرول کرو۔"

میرا دیکھ رہی تھی کہ اس کے حواریوں نے ایک دوسرے کو ہلاک کیا ہے اس کا دل کہہ رہا تھا، اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا محبوب آگیا ہے۔ میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو! میں کبریا نہیں ہوں۔ اس کا باپ ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "پاپا! آپ آئے ہیں۔ آپ میرے پاس آئے ہیں۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"تم حیران کیوں ہو؟ تم میرے بیٹے کی جان ہو۔ میری بہو ہو۔ میرے خاندان کی عزت ہو۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی تمہیں میلی نظروں سے دیکھے۔ دیکھنے والوں کا انجام ابھی دیکھو گی۔ دروازہ کھولو اور باہر جاؤ۔"

وہ مسرتوں سے سرشار ہورہی تھی۔ دروازے کے پاس آکر بڑے شگاف سے باہر دیکھتی ہوئی بولی "میں باہر آرہی ہوں۔"

افسر نے پوچھا "کیا تم نے ہتھیار پھینک دیا ہے؟"

"ہاں۔ تم بھی پھینک دو۔"

میں افسر کے اندر آگیا۔ اس نے اپنا ریوالور پھینک دیا۔ پانڈے نے کہا "یہ کیا کررہے ہو؟ اسے اٹھاؤ۔ ورنہ یہ ہم پر گولی چلائے گی۔"

میرا دروازہ کھول کر باہر آگئی۔ وہ فرش پر پڑا ہوا ریوالور اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "سیدھی طرح کھڑے رہو۔ نہیں تو زمین میں پہنچ جاؤ گے۔"

پھر وہ پانڈے سے بولی "تو کتا ہے۔ کتا ہی رہے گا۔ تیری جوان بیٹی میری عمر کی ہے۔ اس کی جوانی دیکھ کر تیرے منہ میں پانی نہیں آتا۔ تو مجھے طوائفوں کے بازار میں پہنچانا چاہتا تھا۔ اب میں تجھے ننگا کروں گی۔"

پھر وہ افسر سے بولی "تو نے رقم حاصل کرنے اور ترقی پانے کے لالچ میں مجھے یہاں پہنچایا ہے۔ اگر کچھ دیر زندہ رہنا چاہتا ہے تو پانڈے کی ایسی پٹائی کر کہ یہ اپنے لہو میں نہا جائے اور پانڈے! تو اپنا بچاؤ کرنا چاہتا ہے تو اس افسر کی پٹائی کر۔ تم میں سے جو جیتے گا۔ میں اسے ایک گھنٹے تک زندہ رہنے دوں گی۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کو بے بسی سے دیکھنے لگے۔ میرا نے فرش پر سے اس کا ریوالور اٹھا کر کہا "میں انتظار نہیں کروں گی۔ گولی چلا دوں گی۔"

اس نے افسر کے پیروں کے پاس ایک فائر کیا۔ وہ اچھل کر پانڈے کے پاس آیا اور اس کے منہ پر گھونسا جڑ دیا۔ پانڈے کو اپنا بچاؤ کرنا تھا پھر اتنے بڑے لیڈر کی توہین تھی کہ اس کے زیرِ اثر رہنے والا افسر اسے مار رہا تھا۔ لہٰذا دونوں میں ٹھن گئی۔ دونوں صحت مند اور طاقت ور تھے۔ ایک دوسرے پر زبردست حملے کررہے تھے۔ مار بھی رہے تھے اور مار کھا بھی رہے تھے۔

میں نے میرا سے کہا "تم کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں جاکر آرام کرو۔ میں تمہارے پاس آتا رہوں گا۔ یہاں کے ایک تھانے میں تمہارا سفری بیگ ہے۔ اس میں لاکھوں روپے ہیں۔ وہ بیگ ابھی تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔"

وہ وہاں سے جانے لگی۔ وہ دونوں لڑتے لڑتے رک گئے۔ اس نے پلٹ کر گولی چلائی تو وہ پھر لڑنے لگے۔ اس نے کہا "میں یہاں چھپ کر رہوں گی اگر کسی نے ہاتھ روکا تو اسے گولی مار دوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ دونوں لڑ رہے تھے۔ زخمی ہورہے تھے۔ ہانپ رہے تھے۔ ان کے کپڑے پھٹ گئے تھے۔ میں نے پانڈے کو مجبور کیا۔ وہ پھٹے ہوئے کپڑوں کو اپنے جسم سے الگ کرتا ہوا دوڑتا ہوا رنگ محل سے باہر آگیا۔ وہ افسر بھی اس کے پیچھے دوڑتا ہوا آکر اسے مارنے لگا۔ وہ سڑک پر ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے بالکل ننگے ہوگئے۔ میں کبھی اس کے اور کبھی اس کے دماغ میں جاکر انہیں ایسی حرکتیں کرنے پر مجبور کررہا تھا۔

اس سڑک پر بھیڑ لگ رہی تھی۔ پولیس والے آگئے تھے۔ وہ ان دونوں کو پہچانتے تھے۔ ان میں سے ایک ان کا بڑا افسر تھا۔ دوسرا برسرِ اقتدار پارٹی کا مشہور و معروف لیڈر تھا۔ انسپکٹر ان دونوں کو لڑائی سے روکنا چاہتا تھا۔ اس بڑے افسر

نے اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر پانڈے کے ایک پیر میں گولی ماری وہ چیختے ہوئے لنگڑانے لگا۔ افسر نے ایک ہوائی فائر کیا۔ تمام لوگ سہم کر دور جانے لگے۔ اس نے ریوالور پانڈے کو دے کر کہا "اب تم میری ٹانگ میں گولی مارو۔ حساب برابر کرو۔"

پانڈے نے ریوالور لے کر حساب برابر کیا۔ ذرا سی دیر میں برسراقتدار پارٹی کے دوسرے لیڈر اور اہم کارکن وہاں آگئے۔ پولیس اور انتظامیہ کے بڑے افسران بھی وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت تک میں نے ان دونوں کے ہاتھوں میں دو دو ریوالور پہنچا دیے تھے۔ وہ تمام آنے والے خوف زدہ تھے۔ کیونکہ جو بھی ان کے قریب جانا چاہتا تھا' وہ ان پر فائر کرنے لگتے تھے۔

پانڈے نے کہا "خبردار! کوئی ہمارے قریب نہ آئے۔ میں نے فرہاد علی تیمور کی بہو کو میلی نظروں سے دیکھا تھا۔ مجھے اس کی سزا مل رہی ہے۔ میں سربازار ننگا ہو گیا ہوں۔ اپنے لہو میں بھیگ رہا ہوں۔ میری ایک ٹانگ میں گولی لگی ہے۔ ابھی اور بھی گولیاں لگیں گی۔"

اس افسر نے کہا "میں نے فرہاد صاحب کی بہو کو اس کمینے پانڈے کے پاس پہنچایا تھا۔ مجھے اس کی سزا مل رہی ہے۔ میں بھی ننگا ہو چکا ہوں۔ اپنے لہو میں نہا رہا ہوں۔ میرا انجام دیکھو اور ان نیلی پیلی جاننے والوں سے دشمنی نہ کرو۔"

وہ شاید کچھ اور کہنے والا تھا لیکن پانڈے نے اسے گولی ماری۔ وہ اچھل کر گر پڑا پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ بڑے بڑے افسران دور کھڑے اس سے کہہ رہے تھے کہ وہ ریوالور پھینک دے۔ ایک سرکاری عہدے دار بلند آواز سے کہہ رہا تھا "مسٹر فرہاد! آپ پانڈے صاحب کو عبرت ناک سزا دے چکے ہیں۔ اب انہیں معاف کردیں۔ یہ سرِعام ننگے ہو کر ذلیل ہو رہے ہیں۔ بس کریں۔ بہت ہو چکا ہے۔ انہیں معاف کردیں۔"

میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا "میں اس کی زبان سے فرہاد بول رہا ہوں۔ تم اونچی کرسیوں پر بیٹھنے والے بے حس اور بے غیرت لوگ اپنے جیسے عیاش کے لیے معافی چاہتے ہو۔ یہ پرائی بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں سے کھیلتا رہا۔ کیا یہ قابلِ معافی ہے؟ اگر ہے تو اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو یہاں چوراہے پر لاؤ اور ان کی آبرو لٹنے کا تماشا دیکھو پھر میں اس کتے کو معاف کردوں گا۔"

ان سب کو چپ لگ گئی۔ دنیا کے کچھ ممالک میں ایسے بے غیرت اعلیٰ عہدے دار ہوتے ہیں۔ جو اپنے جیسے بدکار عہدے داروں کی پردہ پوشی کرتے رہتے ہیں۔ پانڈے نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی پر رکھتے ہوئے کہا "ہم جیسے سیاسی لیڈروں کی خود غرضی' رشوت خوری' قومی خزانے کی لوٹ مار اور عیاشی کے اثرات پوری قوم پر پڑتے ہیں۔ پورے ملک میں ہماری وجہ سے کرپشن پھیلتا ہے۔ ہمیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ میں نے پھر اسی افسر کی زبان سے کہا "اس کے عبرت ناک انجام کو یاد رکھو۔ میری بہو میرا اس شہر میں موجود ہے۔ اگر کوئی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا تو اس دشمن کے ساتھ تم سب کی شامت آجائے گی۔ یہ نمونہ جو میں نے پیش کیا ہے۔ اس سے سبق حاصل کرو۔"

میں یہ وارننگ دے کر میرا کے پاس آگیا۔ وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے سوئٹ میں تھی۔ اس کا سفری بیگ اس کے پاس لاکھوں روپے کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا۔ وہاں کی پولیس اور انتظامیہ والے سہم گئے تھے وہ بیگ فوراً ہی اس کے پاس پہنچا دیا تھا اور آئندہ بھی اس کی فرماں برداری اور خدمت گزاری کے لیے مستعد رہنے والے تھے۔

میں نے اپنی بہو کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ کن حالات میں اس سے بچھڑ گیا ہے؟ پھر میں نے اسے مخاطب کیا "بیٹی! میں نے معلوم کیا ہے۔ وہ اچانک ہی دور ہوا اس بنگلے سے باہر گیا تھا پھر دلجیت سنگھ نے اسے کہیں میں جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔"

"جی ہاں۔ اگر وہ ہوش میں رہتے تو مجھے بتا کر جاتے کہ کہاں جا رہے ہیں؟ وہ تو سڑکوں پر دوڑتے وقت دلجیت کی آواز بھی نہیں سن رہے تھے۔ شاید آپ اسے نہ مانتے ہوں لیکن میں جادو ٹونے کو مانتی ہوں۔ کسی دشمن نے ان پر جادو کیا ہے۔"

"میں مانتا ہوں۔ مجھ پر بھی جادوئی ہتھکنڈے آزمائے گئے ہیں۔ میرے بیٹے کو سحر زدہ کیا گیا ہے اور میں سمجھ رہا ہوں کہ ایسا کس نے کیا ہے؟ میں ابھی اس سے نمٹ لوں گا۔"

"آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس دشمن کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کیا اس نے ان کی قبلی صلاحیتیں ختم کردی ہیں؟ کیا اسی لیے وہ خیال خوانی نہیں کر رہے ہیں؟"

"تم اطمینان رکھو۔ میں یہ معلوم کرلوں گا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ اور اسے کس طرح واپس لا سکتا ہوں؟ یہ میں چند گھنٹوں کے بعد معلوم کرسکوں گا۔"

اس نے تعجب سے پوچھا "آپ بیٹے کے پاس پہنچنے کے لیے اتنی دیر کیوں کریں گے؟"

"تمہیں یہ تو معلوم ہوگا کہ میں کہیں گم ہو گیا تھا؟ دراصل مجھ پر بھی جادو کیا گیا تھا۔ ایک کالے عمل کے ذریعے میرے حافظے کو کمزور بنا دیا گیا تھا۔ اب وہ کالا عمل کمزور پڑ رہا ہے۔ چند گھنٹوں میں اس کے اثرات بالکل ختم ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ہی میں کبریا سے رابطہ کروں گا۔ میرا خیال ہے' تمہیں یہاں تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ اپنے پروفیسر انکل کے پاس جا کر رہنا چاہیے۔ یہاں بظاہر کوئی دشمن نہیں رہا لیکن درپردہ کوئی دشمنی کرسکتا ہے۔"

"میں اس دیس میں جہاں بھی جاؤں گی۔ مجھ سے دشمنی کی جائے گی۔ کبریا پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے سرکاری اور فوجی راز چرائے ہیں۔ یہی الزام آپ پر بھی ہوگا اور میں آپ کی بہو ہوں۔ وہ مجھے بھی اس دیس کی دشمن سمجھتے رہیں گے۔ درپردہ میری نگرانی بھی کرتے رہیں گے اور نقصان پہنچانے کی بھی کوشش کرتے رہیں گے۔"

"تم درست کہہ رہی ہو پھر بھی تمہیں یہاں تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ پروفیسر انکل جیسے بزرگ کے سائے میں رہنا بہتر ہے۔"

وہ اپنے سر پر آنچل رکھتے ہوئے بولی "پاپا! میں اپنا میکا چھوڑ چکی ہوں۔ مجھے سسرال میں آپ جیسے بزرگ کے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔ اگر حالات سازگار ہوتے تو میں ابھی تمہارے پاس پہنچ جاتا یا تمہیں اپنے پاس بلا لیتا لیکن یہاں تمہارے ساتھ کوئی بھی مرد ہوگا تو یہ شبہ کیا جائے گا کہ وہ تمہارا شوہر ہے یا سسر ہے کبریا ہے یا فرہاد ہے؟ تم جب بھی میرے قریب آؤ گی میں تمام دشمنوں کی نظروں میں آجاؤں گا۔"

"میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ واقعی مجھے آپ سے دور رہنا چاہیے لیکن میرا دل کہتا ہے کہ وہ ضرور یہاں آئیں گے۔ مجھے انتظار کرنا چاہیے۔ آپ مجھے کل صبح تک یہاں رہنے کی اجازت دیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنے اطمینان کے لیے یہاں رہوں۔ ویسے بھی جہاں جاؤں گی میں تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا۔"

وہ دن گزر چکا تھا۔ رات ہو گئی تھی۔ میں نے کہا "رات کا کھانا کھا کر آرام کرو۔ کبریا کا سراغ ملتے ہی میں تمہیں خوش خبری سناؤں گا۔"

میں نے ایک موبائل نمبر نوٹ کرانے کے بعد کہا "کمرے کا دروازہ اندر سے بند رکھو۔ خطرہ محسوس کرتے ہی مجھے کال کرو۔ میں آجاؤں گا۔"

اسے ہر طرح سے تحفظ کا یقین دلا کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ایسے وقت میں پہلے سے زیادہ دماغی توانائی محسوس کر رہا تھا۔ اس جزیرے سے آنے کے بعد بھی ذہن پر ایک دھند سی چھائی رہتی تھی۔ جس طرح بینائی کمزور ہونے کے باوجود ہم کسی حد تک دیکھنے کے قابل رہتے ہیں۔ اسی طرح دھند محسوس کرنے کے باوجود میں ذہانت سے کام لیتا رہا تھا۔

اب وہ دھند چھٹ رہی تھی۔ جناب تیمرزی کی پیش گوئی کے مطابق پہلے کی طرح ذہن کو توانائی حاصل ہو رہی تھی۔ میں یاد کرنے لگا کہ میرے بیٹے کی صورت کیسی ہے؟ وہ کس طرح بولتا ہے؟ اس کی آواز کیسی ہے؟

میں اسے تصور میں دیکھنے لگا۔ بیٹے کا جانا پہچانا چہرہ دکھائی دینے لگا لیکن چہرہ صاف نظر نہیں آرہا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی اور سونیا کو یاد کیا۔ ان کی صورتیں بھی اسی طرح دھندلی سی دکھائی دیں۔ دھندلی ہونے کے باوجود وہ پہچانی جا رہی تھیں۔ میرا حافظہ رفتہ رفتہ توانائی حاصل کر رہا تھا۔

جناب تیمرزی نے فرمایا تھا' چند گھنٹوں کے بعد یادداشت واپس آجائے گی۔ پہلے کی طرح حافظہ مستحکم ہو جائے گا۔ چار چھ گھنٹے ہوں' یا آٹھ دس گھنٹے ہوں' انہیں چند گھنٹے کہا جائے گا۔ بارہ گھنٹوں کے بعد ایک دن یا ایک رات کہلاتی ہے۔ ان کی پیش گوئی کو ابھی سات گھنٹے گزرے تھے۔

اگر ان کے چہرے صاف طور پر نظر آتے۔ ان کی آنکھیں واضح طور پر دکھائی دیتیں تو میں ان آنکھوں میں جھانکتا ہوا ان کے دماغوں میں پہنچ جاتا۔ بہرحال اب زیادہ انتظار نہیں کرنا تھا۔ میں بڑے صبر سے وقت گزار رہا تھا۔

کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ میں ڈائننگ ہال میں کھانے کے لیے جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے اسے کھولنے سے پہلے پوچھا "کون۔۔۔؟"

باہر سے ایک مترنم آواز سنائی دی۔ وہ فرانسیسی زبان میں بول رہی تھی "معذرت خواہ ہوں۔ آپ کو ڈسٹرب کر رہی ہوں۔ کیا مجھ سے دو باتیں کرنا پسند کریں گے؟ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔"

میں اس کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے بارے میں ابتدائی معلومات حاصل کرسکتا تھا لیکن خیال خوانی کے معاملے میں بہت محتاط تھا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہاں کے جاسوس ہر جگہ مختلف بہروپ میں ہیں۔ طرح طرح کے بھیس بدل کر مجھے تلاش کررہے ہیں۔ ان میں یوگا کے ماہر بھی ہوں گے۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی مجھے پہچان لیں گے۔

وہ فرانسیسی زبان روانی سے بولنے کے باوجود کئی الفاظ صحیح تلفظ کے ساتھ ادا نہیں کرپائی تھی۔ یہ اندازہ ہوا کہ وہ پیدائشی فرانسیسی نہیں ہے یا یہ اس کی مادری زبان نہیں ہے۔

میں نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ ایک خوب صورت بھرپور جوان عورت جینز اور شرٹ پہنے کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا "فرمایئے۔ پرابلم کیا ہے؟"

وہ بولی "میں اپنے ڈیڈی کے ساتھ آئی ہوں۔ انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ وہ ابھی اسپتال میں ہیں۔ میں یہاں تنہا ہوں۔ میری پرابلم یہ ہے کہ میں اپنی فرانسیسی زبان کے سوا دوسری زبان نہ بول سکتی ہوں نہ سمجھ سکتی ہوں۔ کاؤنٹر گرل نے بتایا کہ سیون زیرو ٹو میں آپ رہتے ہیں اور آپ فرانس سے آئے ہیں۔ آپ میری مدد کرسکیں گے۔"

"مجھے تمہارے کام آکر خوشی ہوگی۔ تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں کچھ ضروری چیزیں خریدنا چاہتی ہوں۔ یہاں کے لوگ میری زبان نہیں سمجھتے۔ آپ مجھے کمپنی دیں گے تو میں کسی دشواری کے بغیر شاپنگ کرسکوں گی۔ ورنہ ہوٹل کے کمرے میں بند رہوں گی۔ جب تک ڈیڈی اسپتال سے نہیں آئیں گے۔ میں اس ہوٹل سے باہر نہیں جاسکوں گی۔"

میں نے باہر آکر دروازے کو لاک کرتے ہوئے کہا "میں ابھی باہر نکل رہا تھا۔ تمہارے جیسی حسین لڑکی کو کمپنی دے کر خوشی ہوگی۔ میرا وقت بھی اچھا گزرے گا۔ کم آن۔"

ہم وہاں سے لفٹ میں آگئے۔ لفٹ کے اندر وہ میرے قریب رہی۔ مرد کو اتنی قربت ملے تو وہ اور قریب ہو کر چپک جاتا ہے لیکن میں نے وہ چند انچ کا فاصلہ برقرار رکھا۔ میرے ریکارڈ میں یہ درج ہے کہ میں حسن پرست ہوں۔ کسی بھی حسین عورت کے ساتھ وقت گزارتا ہوں اور اسے فوراً پھانس لیتا ہوں۔ میں نے اسے پھانسنے کے سلسلے میں پہل نہیں کی۔

میں اس کی ریفنڈ کار میں اس کے برابر بیٹھ گیا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی بولی "میرا نام فلورا ہے۔ فلورا میک۔ میرے ڈیڈی کا نام میک ڈونلڈ ہے۔"

میں نے کہا "میرا نام جیسن جیرالڈ ہے۔ سیاحت کی غرض سے مجھے یہاں لایا ہے۔ کل آگرہ جاکر تاج محل دیکھوں گا پھر واپس چلا جاؤں گا۔"

"اتنی جلدی واپس جاؤ گے؟"

"مجبوری ہے۔ میرے پاس محدود رقم رہ گئی ہے۔ یہاں نہیں رہ سکوں گا۔"

"یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ اگر تم میرے گائیڈ بن جاؤ۔ ہوٹل کے باہر میرے ساتھ رہا کرو تو میں تمہارے یہاں کے تمام اخراجات برداشت کروں گی۔ تمہارے ہوٹل کے بل ادا کرتی رہوں گی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "واہ، تم میرا سب سے اہم مسئلہ حل کررہی ہو۔ میں تمہارا شکر گزار رہوں۔"

"شکر ادا نہ کرو۔ تم میرے کام آؤ گے، میں تمہارے کام آتی رہوں گی۔"

ہم ایک شاپنگ سینٹر میں پہنچ گئے۔ ایک جگہ کار روک کر دروازے کھول کر باہر نکلے۔ کچھ فاصلے پر دو شخص کھڑے ہوئے تھے۔ حلیے سے بدمعاش لگتے تھے۔ ایک نے فلورا کو دیکھ کر کہا "ہائے، کیا مال ہے۔ اس کے پرس میں بھی کافی مال ہوگا۔ کیا خیال ہے دھرمو؟"

دھرمو نے کہا "اسے دکان میں جانے دو۔ یہ پرس کھولے گی تو ہم مال کا اندازہ کریں گے۔"

وہ مجھے بھی غیر ملکی سمجھ رہے تھے۔ اس لیے ہندی بول رہے تھے۔ فلورا نے دکانوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "یہ دونوں آوارہ بدمعاش لگتے ہیں۔ مجھے دیکھ کر کچھ کہہ رہے تھے۔"

میں نے کہا "میں ہندی زیادہ نہیں سمجھتا پھر بھی اتنا سمجھ گیا ہوں کہ ان کی نظریں تمہارے پرس پر ہیں۔"

وہ بولی "میں نے سنا ہے۔ فلموں میں بھی دیکھا ہے۔ یہاں چور بدمعاش زیادہ ہیں۔ راہ چلتے لوٹ لیتے ہیں۔"

"صرف انڈیا کو بدنام نہ کرو۔ یورپ کا کون سا ملک ایسا ہے، کون سا شہر ایسا ہے، جہاں چور بدمعاش نہیں ہیں۔ کس ملک میں صرف گھوڑے نہیں ہوتے، گدھے بھی ہوتے ہیں۔"

وہ ایک بوتیک میں آکر اپنے لیے ملبوسات پسند کرنے لگی۔ مجھ سے کہنے لگی "مجھے ہندوستانی لباس بہت پسند ہے۔ میں نے بہت اچھی ساڑیاں خریدی ہیں۔ آج شلوار سوٹ خریدوں گی۔"

وہ اپنی پسند سے سوٹ خریدنے لگی پھر دوسری دکانوں میں جاکر ضروریات کی دوسری چیزیں بھی خریدتی رہی۔ مجھے شبہ تھا کہ اس کا تعلق انڈین انٹیلی جنس ایجنسی سے ہے۔ وہ پیدائشی جاسوس تھی۔ چونکہ سرخ و سفید ہے۔ اس لیے یورپی ہندوستانی ہے۔ اس نے سراغ رسانی کی ٹریننگ کے دوران فرانسیسی زبان سیکھی ہوگی لیکن اس زبان پر اسے عبور حاصل نہیں ہوا تھا وہ تلفظ کی ادائیگی میں غلطیاں کررہی تھی۔

میں دھرمو اور اس کے دو ساتھیوں کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ وہ دونوں کسی دوسری بڑی آسامی کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے انہیں فلورا کی طرف مائل کیا۔ انہوں نے طے کیا کہ ان میں سے ایک مجھ پر حملہ کرے گا اور دوسرا فلورا سے پرس چھین کر بھاگ جائے گا۔

شاپنگ کے بعد ہم کار کی طرف واپس آئے۔ اسی وقت ان نے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں اس سے مار کھاتا ہوا دور جا گرپڑا لیکن خیال خوانی کے ذریعے دھرمو کے اندر موجود ہا۔ وہ صرف پرس چھین کر بھاگنا چاہتا تھا مگر میری مرضی کے طابق اس نے چاقو کے دستے سے فلورا کے سر پر زوردار ضرب لگائی۔ وہ تربیت یافتہ جاسوسہ تھی۔ مار کھانے کے بعد بھی اس سے لپٹ گئی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے داؤ پیچ زمانی۔ میں نے دھرمو کے ذریعے اس کے سر پر دوسری ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر گرپڑی۔

دھرمو پرس لے کر اپنے ساتھی کے ساتھ فرار ہوگیا۔ مجھے چوٹیں نہیں آئی تھیں پھر بھی کراہتا ہوا زمین سے اٹھ کر ن کے پاس آیا۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ بھی تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ میں نے اسے سہارا دے کر کار میں بٹھایا۔ کچھ لوگ دوڑتے ہوئے ہمارے پاس آئے تھے۔ انہوں نے انگریزی زبان میں ان سے کہا "چور پرس لے کر فرار ہوگئے ہیں۔ انہیں پکڑو۔ میں اسے میڈیکل ایڈ کے لیے لے جارہا ہوں۔"

میں نے اسے ایک قریبی اسپتال میں پہنچایا۔ وہاں اس کی مرہم پٹی ہونے لگی۔ میں اس دوران میں اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ واقعی وہ انڈین آرمی کی ایک جاسوسہ تھی۔ اس کا نام راوھیکا تھا۔ اسے یوگا میں مہارت حاصل تھی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتی تھی۔ اگر میں محتاط نہ رہتا اور ہوٹل میں اسے دیکھتے ہی خیالات پڑھنا چاہتا تو وہ آرمی کے جوانوں کو سگنل دیتی وہ فوراً آکر مجھے گرفتار کرلیتے۔ اس کی ٹھوس پلاننگ کے باوجود میں اس کے اندر گھس کر بچ گیا۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ اس پر اس طرح حملہ ہوا تھا کہ وہ مجھ پر شبہ نہیں کرسکتی تھی۔

مرہم پٹی کے بعد وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوگئی۔ ہم نے ہوٹل میں پہنچ کر رات کا کھانا کھایا۔ آرمی کے جوان دور ہی دور سے راوھیکا کی نگرانی کررہے تھے۔ جب وہ دونوں بدمعاش پرس چھین کر بھاگنے لگے تو کچھ دور جانے کے بعد انہیں گرفتار کرلیا گیا۔ ان کے بیانات سے پتا چلا کہ وہ پیشہ ور چور اچکے ہیں۔ آرمی والوں نے ایک سپاہی کے ذریعے وہ پرس راوھیکا تک پہنچادیا۔

کھانے کے بعد ہم اوپر اپنے کمروں کی طرف جانے لگے۔ ایسے وقت میں نے تصور میں سونیا، اعلیٰ بی بی اور کبریا کو صاف طور سے دیکھا۔ ان کی آوازیں اور لہجے بھی یاد آگئے۔ اب میں راوھیکا سے جلد از جلد پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ وہ خود ہی اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر بولی "میں کمزوری محسوس کررہی ہوں۔ اب جاکر سوجاؤں گی۔ اوکے گڈنائٹ!"

وہ اپنے کمرے میں گئی۔ میں اپنے کمرے میں آگیا۔ اس نے کمرے پہنچتے ہی فون کے ذریعے اپنے سینئر افسر سے رابطہ کیا۔ میرے ساتھ وقت گزارنے کے سلسلے میں رپورٹ دی پھر کہا "یہ فرہاد نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ اس نے میری ذات میں دلچسپی نہیں لی۔ دوسری بات یہ کہ کنگال ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی کسی کے محتاج نہیں ہوتے۔ وہ میرا محتاج ہوگیا ہے پھر یہ کہ بہت ہی بزدل ہے۔ ایک چور سے مار کھاکر گرپڑا تھا۔"

وہ میری اتنی خامیاں گنوا رہی تھی، جو کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے میں نہیں ہوسکتی تھیں پھر اس نے کہا "یہ فرہاد نہیں ہے۔ میں اپنی ڈیوٹی کے مطابق کبریا کو تلاش کررہی تھی۔ مجھے خوامخواہ ممبئی سے بلایا گیا ہے۔ یہ کسی شک وشبے کے بغیر جیسن جیرالڈ ہے۔ میں یہاں وقت ضائع نہیں کروں گی۔ ممبئی جانے والی فلائٹ میں میری ایک سیٹ ریزرو کرا دیں۔"

میں اس کی طرف سے مطمئن ہوگیا۔ وہ اور اس کے آرمی جوان میرا پیچھا چھوڑنے والے تھے۔ میں نے ایک جگہ آرام سے بیٹھ کر آنکھیں بند کیں۔ اپنے بیٹے کبریا کا تصور کیا۔ اب وہ مجھے صاف طور پر دکھائی دے رہا تھا پھر میں نے اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا اور خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے اندر پہنچا۔ اسی لمحے اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔

یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ میں نے پھر اس کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے پھر سانس روک کر مجھے بھگا دیا۔

"اوہ خدایا! کسی نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔"

"کس نے کیا ہے۔؟"

اسی خبیث عورت کی طرف دھیان گیا' جو پوجا کی دادی ماں تھی۔

لیکن وہ تو مر چکی تھی۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کے جسم کو جلایا تھا۔ اس سے پہلے اسے سمندر میں اسے ڈبویا تھا۔ وہ ڈوبنے کے بعد بھی وہاں سے ابھر کر زندہ واپس آگئی تھی۔ آخری بار اسے جلا کر توجہ سے دیکھتا رہا تھا۔ اس کی بوڑھی کھال جل رہی تھی۔ بدن کی چربی پگھل رہی تھی۔ وہ جل کر راکھ ہوگئی تھی۔

اس کے بعد یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ راکھ دوبارہ مجسم ہو جائے گی۔ ایسا ممکن نہیں تھا۔ دادی ماں جلنے کے بعد زندگی حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے دوسرے پہلو سے سوچا "کیا پوجا' مجھ سے انتقام لے رہی ہے؟ کیا اس نے کسی دوسرے کالا جادو کرنے والے کی خدمات حاصل کی ہیں؟"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پوجا کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ یہ میرے لیے نئی بات تھی۔ پوجا کو یوگا میں مہارت حاصل نہیں تھی پھر وہ کس طرح سانس روک رہی تھی؟

میں نے پھر ایک بار کوشش کی۔ اس کے اندر پہنچتے ہی کہا "پوجا! میری ایک بات سنو۔ سانس نہ روکو۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں پھر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اب تو یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ پوجا نے کسی عامل کے ذریعے اپنے دماغ کو لاک کرایا ہے۔ اس کے بعد کسی جادوگر کے ذریعے کبریا کو اپنے شکنجے میں کس لیا ہے اور اس کے دماغ کو بھی لاک کرا دیا ہے۔

وہ اپنے جزیرے کی سلامتی چاہتی تھی۔ ہمیشہ اس کی ملکہ بن کر رہنا چاہتی تھی۔ اس نے مجھ سے مایوس ہو کر کبریا کو ٹریپ کیا ہے۔ اب اس کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے جزیرے کی حفاظت کرنا چاہتی ہوگی۔

اس کی یہ تدبیر خوب تھی۔ وہ اس تدبیر پر عمل کر کے کامیاب ہو رہی تھی۔ آئندہ بھی کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے اسے جزیرے میں رہنا ہوگا۔ ہو سکتا تھا' وہ اس وقت بھی جزیرے میں ہو۔

اگر اس نے میرے بیٹے کو جزیرے میں بلایا ہو تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں اس جزیرے میں دوبارہ پہنچ موت کے گھاٹ اتار کر کبریا کو واپس لا سکتا تھا اور ایسا کے لیے یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟

میں وہاں کے سیکیورٹی افسر کے دماغ میں پہنچا۔ افسر نے پچیس نئے جنگ جو اور تجربے کار افراد کو جزیرے حفاظت کے لیے بلایا۔ بیس سیکورٹی گارڈز پہلے سے موجود لیکن وہاں پوجا نہیں تھی۔

سیکیورٹی افسر کی سوچ نے کہا' جس روز میں جزیرے کو چھوڑ کر گیا تھا' اس دن سے پوجا بالکل بدل ہے۔ اس نے محل کے اندر اپنے وسیع و عریض بیڈ جادو گھر بنا رکھا ہے۔ کالا جادو کرنے کے لیے جن چیز ضرورت ہوتی ہے' وہ تمام چیزیں منگوا کر رکھی گئی ہیں کمرے میں کبھی دھیمی آواز سے اور کبھی بلند آواز پڑھتی رہتی ہے۔ آدھی رات کے بعد وہاں سے عجیب سی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ محل کی تمام داسیوں اور ملا کو تاکید کی ہے کہ بیڈ روم سے جیسی بھی آوازیں سنائی وہاں کوئی نہ آئے۔ نہ دروازے پر دستک دے۔ نہ کسی کے ذریعے ڈسٹرب کیا جائے۔

میں سیکیورٹی افسر کے یہ خیالات پڑھ کر حیران یقین نہیں آرہا تھا کہ پوجا بھی کالا جادو جانتی ہے۔ ا پرسنل سیکریٹری ٹینا اس کی رازدار سہیلی تھی۔ اس ڈائری میں کہیں نہیں لکھا تھا کہ وہ کالا جادو جانتی ہے۔ دنوں اس کے دماغ میں جاتا تھا۔ اس کے خیالات پڑھ اس کے چور خیالات نے بھی یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ پراسرار ہے اور پراسرار علوم جانتی ہے۔

اب معلوم ہو رہا تھا کہ ایک رات اس نے بڑا اپنے بیڈ روم میں اس کی بلی دی تھی۔ رات بھر جاپ کرتی رہی تھی پھر دوسری صبح جزیرے سے چلی اس نے جاتے وقت سیکیورٹی افسر سے کہا تھا "جب زندہ ہے' تب تک میں یہاں نہیں آؤں گی۔ تم اس کے نگران اعلیٰ بن کر اس کی حفاظت کرو گے۔ انڈین یہاں قدم رکھنے نہیں دو گے۔ میں یہاں سے دور دشمنوں سے لڑتی رہوں گی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے مدد کرتی رہوں گی۔ تم سے برابر رابطہ رکھوں گی۔"

سیکیورٹی افسر کے خیالات کے مطابق وہ جزیرے سے دور کہیں گئی۔ اس دوپہر کو کبریا پر سحر تھا اور وہ میرا لو چھوڑ کر جنونی انداز میں دوڑتا ہوا

تھا۔ ان تمام حالات کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا تھا کہ پوجا نے جزیرے سے دور ہندوستان کے کسی علاقے میں کہیں خفیہ پناہ گاہ بنائی ہے۔ وہاں اس نے کبریا کو بلا کر اس طرح اسے قابو میں کیا ہے' جس طرح مجھے کیا تھا۔ فرق یہ ہے کہ میں قابو میں آنے کے باوجود جسمانی اور دماغی طور پر آزاد تھا لیکن کبریا ذہنی طور پر غلام بن گیا تھا۔

اچانک میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا' کیا پوجا کی دادی ماں آتما شکتی رکھتی تھی؟ میری زندگی کے پچھلے باب میں ایسے جادوگر آئے تھے' جو آتما شکتی رکھتے تھے۔ ان کی موجود جسم کو چھوڑ کر کسی نئے صحت مند جسم میں داخل ہو جاتی تھی اور نئی شخصیت اختیار کر لیتی تھی۔

یہ خیال آتے ہی مجھے یاد آیا۔ جب میں دادی ماں کو ایک درخت سے باندھ کر پیٹرول چھڑکنے کے بعد جلا رہا تھا اور وہ جلتے ہوئے چیخیں مار رہی تھی۔ تب پوجا روتے روتے چلا کر گر پڑی تھی پھر مرتے ہی یوں ساکت ہوگئی تھی جیسے اس کا دم نکل گیا ہو۔ مجھے وہ مردہ دکھائی دی تھی۔ اس وقت میں نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔

میری توجہ دادی ماں کی طرف تھی۔ اس کے جسم کی کھال جل رہی تھی۔ ایسے ہی وقت وہ ایک دم سے ساکت ہوگئی تھی۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ اس کی جان نکلتے ہی پوجا اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ جبکہ وہ بالکل مردہ ہوگئی تھی۔ اب آتما شکتی والی بات ذہن میں مستحکم ہو رہی تھی کہ دادی ماں نے چالبازی دکھائی ہے۔ اس کے بوڑھے جسم سے آتما نکلتے ہی اپنی پوتی پوجا کے مردہ جسم میں داخل ہوگئی ہوگی اور اب پوجا ہے' وہ دراصل پوجا نہیں ہے۔ دادی ماں ہے۔ پوتی کی صورت میں دادی اب تک زندہ ہے۔

مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ بوڑھی مجھ سے زبردست انتقام لے رہی تھی اور کبریا کی خیال خوانی کے ذریعے جزیرے کی حفاظت بھی کرتی رہنے والی تھی۔ میں نے سیکیورٹی افسر کے پڑھ خیالات پڑھے۔ دادی ماں اب تک فون کے ذریعے اس افسر سے رابطہ کر رہی تھی۔ ابھی ایک گھنٹا پہلے اس سے کہا تھا "تم جزیرے کی سلامتی کے لیے فوجی انداز کی تیاریاں کرتے رہو۔ میں نے پھر ایک بار ٹیلی پیتھی کا ہتھیار تیار کیا ہے۔ کل صبح سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تم سب کے ماغوں میں آیا کرے گا۔ تم لوگ اس کے احکامات کی تعمیل کیا کرو گے۔"

یہاں سیکیورٹی افسر نے کہا "آپ فرہاد کی دشمنی کے باعث یہاں نہیں آرہی ہیں۔ ایسا کب تک ہوگا۔ آپ ہماری مالکن ہیں۔ آپ کو اس محل میں آکر رہنا چاہیے۔"

"میں اپنے موجودہ معاملات سے نمٹنے کے بعد فرہاد کے پیچھے پڑ جاؤں گی۔ اسے کہیں سکون سے رہنے نہیں دوں گا۔ اسے کسی نہ کسی طرح خاک میں ملا کر ہی رہوں گی۔"

اسے مجھ سے خطرہ تھا۔ سہمی ہوئی تھی کہ میں اپنے بیٹے کو کسی دن اس سے چھین کر لے جاؤں گا پھر اس جزیرے کی سلامتی کے لیے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہے گا۔ وہ کبریا کو کسی طرح بھی کھونا نہیں چاہتی تھی۔ اسے اپنے شکنجے میں رکھنے کی خاطر مجھے ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹانا ضروری تھا اور وہ اس سلسلے میں کچھ کر رہی ہوگی۔

میں سیکیورٹی افسر کے خیالات پڑھ کر واپس آگیا۔ میرا مخاطب کیا وہ کبریا کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "ہمارے روحانی پیشوا جناب تبریزی نے پیش گوئی کی تھی کہ کبریا گردش میں ہے۔ یہ پیش گوئی درست ثابت ہو رہی ہے۔ خطرناک کالا علم رکھنے والی ایک خبیث عورت نے کبریا کو سحر زدہ رکھا ہے۔ وہ میری خیال خوانی کی لہروں کو اپنے دماغ سے نکال رہا ہے۔ مجھے پہچاننے سے انکار کر رہا ہے۔ وہ بری طرح اس خبیث عورت کے شکنجے میں ہے۔ اسے نجات دلانے میں پتا نہیں کتنا عرصہ لگے گا۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ بولی "کیا آپ اپنے بیٹے کے پاس نہیں جا سکتے؟ کیا اس کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکتے؟"

"مجھے کبریا کے اور اس چڑیل کے دماغوں میں جگہ نہیں مل رہی ہے۔ جب تک ان کے خیالات نہیں پڑھوں گا' یہ معلوم نہیں کر سکوں گا کہ وہ دونوں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ بیٹی! تمہیں صبر کرنا ہوگا۔"

"کیسے صبر کروں پاپا! وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر گئے ہیں۔ پتا نہیں' وہ چڑیل ان کے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہوگی۔"

"یہ اطمینان رکھو۔ اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کرے گی۔ وہ کبریا سے بہت سے فائدے اٹھانے والی ہے۔ اسے سر کا تاج بنا کر رکھے گی لیکن ہمارے لیے یہ بات ناقابل قبول ہے کہ وہ ایک چڑیل کے شکنجے میں رہے۔ میں اسے جلد سے جلد نجات دلانے کی کوشش کروں گا۔ تم کل کسی فلائٹ سے اپنے انکل پروفیسر کے پاس چلی جاؤ۔ میں ابھی تمہارے لیے سیٹ ریزرو کراتا ہوں۔"

میں نے ایک ائیر ویز کمپنی کے انچارج سے رابطہ کیا۔ ڈومیسٹک فلائٹ میں سیٹ خالی نہیں تھی لیکن اس نے

میرے زیر اثر رہ کر میرا کے نام ایک سیٹ ریزرو کردی۔ میں نے میرا کو پیار سے سمجھایا۔ تسلیاں دیں کہ میں روز اس سے رابطہ کرتا رہوں گا اور جلد ہی کبریا کی بازیابی کی خوش خبری سناؤں گا۔

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ کبریا اور دادی ماں تک پہنچنے کا کوئی راستہ نکالنا تھا۔ وہ میرے خوف سے جزیرے میں آنے والی نہیں تھی۔ آئندہ کبریا کے ذریعے سیکیورٹی افسر سے رابطہ رکھنے والی تھی۔ اس طرح میں اس افسر کے دماغ میں رہ کر اپنے بیٹے کی باتیں سن سکتا تھا۔ دادی ماں کے تمام منصوبے معلوم کرسکتا تھا۔ کبھی اتفاق سے کبریا کے دماغ میں جگہ بنانے کا موقع مل سکتا تھا۔

میں طریقہ کار کے متعلق سوچنے لگا کہ آئندہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ پھر میں نے اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو سنتے ہی خوشی سے اچھل پڑی۔

چہکتی ہوئی بولی "پاپا! یہ آپ ہیں؟ مائی گاڈ! میں تو خوشی سے پاگل ہوجاؤں گی۔ آپ نے سب سے پہلے مجھے یاد کیا ہے نا؟ آپ اس وقت کہاں ہیں؟ پاپا...!"

وہ خوشی کے مارے سوالات کرتی جارہی تھی۔ جواب سننا ضروری نہیں تھا۔ اس کے لیے یہی بہت تھا کہ میں واپس آگیا ہوں۔ میں نے کہا "میں گم ہوگیا تھا۔ خود کو پہچاننے کے قابل نہیں رہا تھا۔ کالے جادو کے زیر اثر آگیا تھا۔"

وہ بولی "خدا کا شکر ہے کہ آپ جادو کے اثر سے نکل آئے۔"

"میں تو نکل آیا ہوں لیکن کبریا پھنس گیا ہے۔"

وہ چونک کر بولی "کیا؟ وہ پھنس گیا ہے؟ کہاں؟"

میں ابھی بتاتا ہوں ذرا الپا کے پاس چلو۔"

وہ بولی "پاپا! یہ میرے ساتھی فرمان ہیں۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ انہوں نے برے وقت میں میرا بہت ساتھ دیا ہے۔"

فرمان نے مجھے سلام کیا۔ میں نے کہا "میری بیٹی تمہیں پسند کرتی ہے۔ لہٰذا میں بھی تمہیں پسند کرتا ہوں۔ تم سے بعد میں تفصیلی گفتگو ہوگی۔"

وہ بولی "میرے ساتھ فرمان بھی الپا کے پاس جائیں گے۔ آپ کو اعتراض تو نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں چاہوں گا کہ یہ جوان ہماری مہم میں ہمارے ساتھ رہے اور اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتا رہے۔"

ہم سب الپا کے اندر آئے۔ اعلیٰ بی بی نے اس سے کہا "سسٹر! میں فرمان کے ساتھ آئی ہوں۔ ذرا بوجھو تو ہمارے ساتھ اور کون صاحب ہیں؟"

الپا نے مسکرا کر کہا "کبریا ہے۔"

"غلط۔ تم بوجھ نہیں سکو گی۔"

وہ ایک دم سے اداس ہو کر بولی "میرا دل تو کہتا ہے ہمارے پاپا ابھی یہاں آجائیں لیکن ہماری بدنصیبی مجھے مایوس کرتی ہے۔"

میں نے کہا "بیٹی! مایوسی ختم کرو۔ میں تمہارے سامنے ہوں۔"

وہ ایک دم سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ خوش ہو کر بولی "یہ ہمارے پاپا کی آواز ہے۔ پاپا! پاپا! آپ واقعی آگئے ہیں۔"

"ہاں۔ خدا کا شکر ہے۔ میں خود کو اور تم سب کو پہچاننے لگا ہوں لیکن ہماری پریشانیاں ابھی ختم نہیں ہوئی ہیں۔ کبریا گم ہوگیا ہے۔ اب وہ اپنے آپ کو اور ہم سب کو بھول گیا ہے۔ میں نے اس سے رابطہ کرنا چاہا مگر اس نے مجھے روک کر مجھے واپس آنے پر مجبور کردیا۔ اس کے دماغ کو قابو کرلیا گیا ہے۔"

میں انہیں اپنے کبریا اور دادی ماں کے بارے میں واقعات تفصیل سے بتانے لگا۔ وہ تینوں توجہ سے سن رہے تھے پھر الپا نے کہا "یہ دادی ماں خطرناک بھی ہے اور چالاک بھی۔ آپ اس کے شکنجے سے نکل گئے۔ وہ ٹیلی پیتھی ہتھیار سے انڈین آرمی کو دور رکھنا چاہتی ہے۔ اس لیے کبریا کو اپنا معمول بنالیا ہے۔"

فرمان نے کہا "وہ خبیث بڑھیا کبریا کی خیال خوانی کے ذریعے جزیرے کے معاملات کنٹرول کرتی رہے گی۔ ہمیں جزیرے کے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچنا چاہیے۔ ان کے اندر رہ کر اس بڑھیا کی کوئی کمزوری معلوم کرسکیں گے۔"

میں نے اس سے کہا "شاباش، تم ہمارے ذہنی سوچتے ہو۔ میں یہی کہنے آیا ہوں کہ تم سب کو جزیرے کے سیکیورٹی افسر اور دوسرے اہم افراد کے دماغوں میں قیام سے رہنا چاہیے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "آپ ہمیں وہاں پہنچا دیں پھر ہم وہیں ہی وہاں دور تک جگہ بناتے رہیں گے۔"

وہ تینوں میرے اندر آئے۔ میں نے انہیں سیکیورٹی افسر کے دماغ میں پہنچادیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "میں اپنی ماں کے پاس جاؤں گی۔"

میں ان سب کو میرا کے دماغ میں لے آیا۔ ان کا تعارف کرانے لگا "میرا! ان سب سے ملو۔ یہ الپا ہے، یہ

بہن ہے اور یہ فرمان۔ تم ان سب کی بھابی ہو۔"

وہ خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ ایک ایک سے بہت اور عقیدت کا اظہار کررہی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "پاپا! ہم کو اب اس ملک میں نہیں رہنا چاہیے۔ ہم اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچائیں گے۔"

میں نے کہا "یہ اسلام قبول کرے گی۔ تب ہی بابا صاحب کے ادارے میں اسے جگہ ملے گی۔"

میرا نے کہا "میں کبریا سے ملتے ہی دل سے اسلام قبول کرچکی ہوں۔"

الپا نے کہا "کبریا کی واپسی تک تم اس ادارے میں رہ کر بہترین تربیت حاصل کرتی رہو گی۔ کوئی ہنر بھی سیکھ سکو گی۔"

میرا نے کہا "میں نے علم نجوم حاصل کیا ہے۔ وہاں اور زیادہ مہارت کرنا چاہوں گی۔"

میں نے اور اعلیٰ بی بی نے جناب تبریزی سے میرا کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا "اسے یہاں بھیج دو۔ ہم اسے سمجھتیں دیں گے۔"

الپا نے اعلیٰ بی بی اور فرمان سے کہا "تم دونوں کبریا کے معاملے میں مصروف رہو۔ میں میرا کے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کراؤں گی اور کل صبح تک اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچادوں گی۔"

الپا، میرا کے معاملے میں مصروف ہوگئی۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "آپ نے مما سے رابطہ کیا ہے؟"

"نہیں۔ ابھی جارہا ہوں۔"

"وہ آپ کی تلاش میں بھٹک رہی ہیں۔ ان دنوں الاسکا میں ہیں۔ آپ انہیں واپس لے آئیں۔"

میں نے بڑے پیار سے تصور میں سونیا کو دیکھا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔

○☆○

سونیا الاسکا میں تھی۔ ایک فیملی کے ساتھ ہولی کراس ہالی ناؤس کی طرف جارہی تھی۔ ان سب نے تھوڑی دیر کے لیے ایک گیسٹ ہاؤس میں قیام کیا تھا۔ وہاں سے آگے ایک ایسی بستی تھی، جس کا نام ہچکاک تھا۔ اس بستی کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ آسیب زدہ ہے۔ رات کی تاریکی میں وہاں سے گزرنے والا کہیں غائب ہوجاتا ہے پھر کبھی دکھائی نہیں دیتا۔

ڈاکٹر ریگھم اس گیسٹ ہاؤس میں تھا۔ اس نے کہا "یہ سب افواہیں ہیں۔ جاہلانہ بکواس ہے۔ میں وہاں برسوں سے رہتا ہوں۔ آپ لوگ میرے ساتھ چلیں۔ رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیں پھر آگے چلے جائیں۔"

وہ سب اس ڈاکٹر کے ساتھ اس بستی میں پہنچے تو رات ہوچکی تھی۔ وہاں صدیوں پرانے کھنڈرات تھے۔ جو تاریکی میں بڑے پراسرار اور ڈراؤنے لگ رہے تھے۔ خواتین دل ہی دل میں سہمی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر ریگھم کی اندھی بیوی میلی ریگھم نے ان کا استقبال کیا پھر رات کے کھانے کی تیاری ہونے لگی۔ ایسے وقت جیکسن ملر کا بیٹا جیری گاڑی میں پانی ڈالنے گیا تو پھر واپس نہیں آیا۔

سونیا، جیکسن ملر اور ڈاکٹر ریگھم وغیرہ نے بنگلے سے باہر آکر دیکھا وہ بڑی سی وین کھڑی ہوئی تھی، جس میں جیری پانی ڈالنے گیا تھا۔ وہاں وہ پانی کا کین بھی رکھا ہوا تھا لیکن جیری نہیں تھا۔ اس کی مشکیٹر ایلسی رونے لگی۔ بوڑھے ریگھم نے صدمے سے کہا "میرا ایک بیٹا پولیس کی حراست میں ہے۔ دوسرا اس تاریکی اور ویرانے میں جانے کہاں گم ہوگیا ہے۔ میں اسے کہاں ڈھونڈوں؟ وہ بزدل ہے۔ اس تاریکی میں تنہا کہیں نہیں گیا ہوگا۔"

ایلسی نے روتے ہوئے ڈاکٹر ریگھم سے کہا "تم نے کہا تھا۔ یہ آسیب زدہ علاقہ نہیں ہے۔ یہاں کبھی کوئی واردات نہیں ہوئی پھر بتاؤ، میرا جیری کہاں گم ہوگیا ہے؟"

وہ سب اسے آوازیں دے رہے تھے لیکن جواب نہیں مل رہا تھا۔ ڈاکٹر ریگھم بنگلے میں جاکر ایک ٹارچ اور ایک گن لے کر آگیا۔ سونیا نے کہا "آپ سب بنگلے میں رہیں۔ میں ڈاکٹر کے ساتھ جارہی ہوں۔ جیری کو ڈھونڈ کر لے آؤں گی۔ جب تک واپس نہ آؤں، بنگلے سے باہر نہ نکلنا۔"

وہ ڈاکٹر کے ساتھ کھنڈرات کی طرف جانے لگی۔ اس وقت چاند طلوع ہونے لگا۔ چاندنی تاریکی کو کسی حد تک دور کرنے لگی۔ ڈاکٹر پریشان تھا۔ بار بار کہہ رہا تھا "ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ آج میرے ہی مہمان کے ساتھ ایسا ہو رہا ہے۔ مجھے شرم آرہی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "کیا مریض رات کو بھی تمہارے پاس آتے ہیں؟"

"نہیں۔ وہ سب ڈرپوک ہیں۔ دن کو آتے ہیں۔ رات کو میرا اسپتال ویران ہوجاتا ہے۔"

"جب سب کہتے ہیں کہ یہ علاقہ آسیب زدہ ہے۔ خطرناک ہے، یہاں سے گزرنے والے اچانک گم ہوجاتے ہیں تو یہ بات آپ کیوں نہیں مانتے؟"

"کیونکہ میں نے کبھی کسی مسافر کو یا میرے پاس آنے والے مریض کو گم ہوتے نہیں دیکھا۔ آج پہلی بار میری آنکھوں کے سامنے ایسا ہو رہا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ جیری خود کہیں گیا ہے۔ اسے کسی نے نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

اچانک دو چمگادڑیں اڑتی ہوئی ان کے قریب سے گزر گئیں۔ سونیا انہیں دور تک جاتے ہوئے دیکھتی رہی پھر بولی "ڈاکٹر! میں ادھر جاتی ہوں۔ تم ادھر جاؤ۔ یہ کھنڈر بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔"

وہ بولا "تمہارے پاس گن نہیں ہے۔ تنہا کیسے جاؤ گی؟"

وہ بولی "مجھے گن چلانی نہیں آتی۔ میں نے ایسے ہتھیاروں کو کبھی ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔ تمہارے بیان کے مطابق یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر میں ہتھیار کیوں رکھوں؟"

وہ ایک طرف جانے لگی۔ ڈاکٹر نے دوسری طرف جاتے ہوئے کہا "تم بہت دلیر ہو لیکن کبھی کبھی دلیری مہنگی بھی پڑتی ہے۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا جانے لگا۔ کہیں کہیں جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ ٹوٹی ہوئی دیواروں کے پتھر اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے۔ سونیا ایک دیوار کے پیچھے رک گئی۔ اسے ڈاکٹر پر شبہ تھا۔ تجربات سمجھا رہے تھے کہ وہ کوئی گڑبڑ کر رہا ہے۔

وہ دبے قدموں ادھر جانے لگی' جدھر وہ گیا تھا۔ ایک طرف راستہ بند تھا۔ وہ دیوار کے شگاف سے گزر کر دوسری طرف آئی۔ ڈاکٹر نظر نہیں آیا۔ وہ دبے قدموں چلتی ہوئی کھنڈر کے دوسرے حصوں سے گزرنے لگی۔ پتا نہیں وہ کہاں چلا گیا تھا۔ اس نے ایک جگہ رک کر ادھر ادھر دیکھا۔ کچھ آہٹیں سنائی دیں۔ جیسے دیوار کی دوسری طرف ایک سے زیادہ افراد چل رہے ہوں۔

وہ پھر دبے قدموں چلتی ہوئی ایک لمبا چکر کاٹ کر اس دیوار کے پیچھے آئی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ ایک جگہ چھوٹے چھوٹے پتھروں کے پاس ڈاکٹر کی ٹارچ لائٹ پڑی ہوئی تھی۔ وہ روشن تھی۔ اس لیے نظر آگئی۔ اس نے اسے اٹھا کر بجھا دیا۔ چاندنی میں اسے دور تک دکھائی دے رہا تھا۔

وہ اپنی ٹارچ وہاں چھوڑ کر نہیں گیا ہوگا۔ یہ سوچا جا سکتا تھا کہ کچھ لوگ اسے جبراً پکڑ کر لے گئے ہیں۔ اس نے ان سے جان چھڑانے کی کوشش کی ہوگی ایسے میں وہ ٹارچ وہاں گر پڑی ہوگی۔

اس طرح یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وہاں کچھ جرائم پیشہ لوگ ہیں۔ اس نے آواز دی "ڈاکٹر...! ڈاکٹر رنگھم! کہاں ہو؟"

اس ویرانے میں اس کی آواز گونجتی ہوئی دور تک گئی کوئی جواب نہیں آیا۔ وہ تن کر شیرنی کی طرح کھڑی رہی جنہوں نے جیری اور ڈاکٹر کو غائب کیا تھا' وہ اس پر بھی حملہ کرنے آسکتے تھے۔ وہ بہت محتاط ہو کر آگے بڑھنے لگی۔ ادھر دیکھتی ہوئی پوچھنے لگی "یہاں کون ہے؟ میں پوچھتی ہوں یہاں کون ہے؟ جو بھی ہے' وہ سامنے آجائے۔"

اچانک ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور بالکل قریب دیوار میں پیوست ہوگئی۔ فائر کی آواز سنائی نہیں دی تھی سائیلنسر لگے ہوئے ہتھیار سے فائر کیا گیا تھا۔ وہ فوراً ہی گئی پھر جھک کر دوڑتی ہوئی ادھر جانے لگی جدھر سے اندا تھا کہ گولی چلائی گئی ہے۔

ایک شخص قریبی ستون کی آڑ میں کھڑا ہوا ریوالور چیمبر میں بلٹ رکھ رہا تھا۔ سونیا نے یکبارگی اس پر چھلانگ لگائی۔ اس کے ساتھ زمین پر یوں گری کہ یہ اوپر رہی اور نیچے۔ وہاں زمین پر نوکیلے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ وہ اس پشت میں چبھ گئے پھر وہ تکلیف کی شدت سے اٹھنے کے قا نہ رہا۔ سونیا نے اس کے منہ پر گھونسے مارتے ہوئے پو "جیری کہاں ہے؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں کسی جیری کو جانتا۔ مجھے چھوڑ دو۔ تم یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گی۔ آنے والے زندہ واپس نہیں جاتے۔"

وہ دو چار گھونسوں میں ہی نیم مردہ ہوگیا۔ ناک اور سے لہو بہنے لگا۔ وہ یکبارگی الٹ کر پیچھے دیوار سے لگ کسی نے اس پر چھلانگ لگائی تھی اور اپنے ساتھی پر اوندھے منہ گر پڑا تھا۔ نیچے دب جانے والا پہلے ہی نیم تھا۔ اوپر سے بوجھ پڑتے ہی نیچے کے نوکیلے پتھر اس کے گہرائی تک پیوست ہوگئے۔ اسی لمحے اس کا دم نکل گیا۔

سونیا نے اوپر والے کے بازو پر گولی ماری۔ اس کے سے گن چھوٹ کر دور جا گری۔ وہ دوسرے ہاتھ سے بازو کو تھام کر اس کی طرف پلٹا۔ سونیا نے اس کے منہ پر لات ماری' پھر پوچھا "یہاں اور کتنے ہیں؟"

منہ پر لات پڑتے ہی وہ دوسری طرف الٹ گیا تکلیف سے کراہتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ بازو کو چیر کر آرپار ہوگئی تھی۔ اس نے پھر ایک لات اس منہ پر ماری۔ اس بار وہ اٹھنے کے قابل ہی نہ رہا۔ چاند شانے چت ہو کر ہانپنے لگا۔ وہ دیوار اور ستون کے درمیا

کھڑی رہی تاکہ کہیں سے گولی آکر نہ لگے۔ وہ اسے نشانے پر رکھ کر بولی "زندہ رہنا چاہتے ہو تو میرے سوالوں کے جواب دو۔ یہاں تمہارے جیسے اور کتنے کتے ہیں؟"

"اس کھنڈر میں ہم دو ہی ہیں۔ باقی دو ساتھی ڈاکٹر کے بنگلے میں گئے ہیں۔"

"تمہارے دو ساتھی بنگلے میں کیوں گئے ہیں؟"

"اس بنگلے میں تمہارے ساتھ آنے والی ایک جوان عورت اور ایک جوان لڑکی ہے۔ ان کے ساتھ ایک بوڑھا بھی ہے۔ ہم بوڑھوں کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ جوان عورتوں اور مردوں کو آپریشن تھیٹر میں لے جاتے ہیں۔ وہاں ان کی آنکھیں، دل اور گردوں کو نکال لیتے ہیں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "مجھے اندازہ تھا کہ یہاں اسی طرح کا دھندا ہو رہا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک گولی اس کے سینے میں ماری پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی ڈاکٹر کے بنگلے کی طرف جانے لگی۔ وہاں ایلسی اور باربرا دو جوان لڑکیاں تھیں اور وہاں کے قاتل جوان جسموں کا ہی شکار کر رہے تھے۔

اس بنگلے میں ڈاکٹر کی اندھی بیوی اور باربرا کا باپ جیکسن طرمبی موجود تھے لیکن وہ دونوں بوڑھے تھے۔ ان کی آنکھیں دل اور گردے کام نہیں آسکتے تھے۔ اس لیے وہ قاتلوں سے محفوظ رہنے والے تھے۔ سونیا کو باربرا کی زیادہ فکر تھی۔ وہ ابھی چودہ پندرہ برس کی گڑیا جیسی خوب صورت لڑکی تھی۔ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہی تھی۔ وہ سونیا سے بہت مانوس ہوگئی تھی۔ سفر کے دوران میں اسی سے لگی رہی تھی۔ سونیا کو سسٹر کہتی تھی اور یہ کہتی رہی تھی "آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ رہ جائیں، یا مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔ آپ مجھے بالکل میری ممی جیسی لگتی ہیں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا تھا "تو پھر مجھے سسٹر کیوں کہتی ہو؟ مجھے مما کہا کرو۔ تم میری بیٹی اعلیٰ بی بی کی طرح ہو۔"

باربرا اس وقت ایلسی اور جیکسن طرمبی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ باربا سن چکی تھی کہ علاقہ آسیب زدہ ہے۔ یہاں آنے والے واپس نہیں جاتے اور یہاں آتے ہی اس کا بھائی جیری کہیں گم ہوگیا تھا۔ اس کی گمشدگی یہ سمجھا رہی تھی کہ کوئی بلا اسے اٹھا کر لے گئی ہے اور باقی افراد کو بھی اٹھا کر لے جائے گی۔ واقعی یہاں سے کوئی واپس نہیں جاسکے گا۔

وہ تینوں اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ اچانک ہی دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ کھلا۔ دو افراد اندر میں گن لیے اندر آئے۔ باربرا اور ایلسی خوف سے پڑیں۔ جیکسن نے دونوں لڑکیوں کے سامنے ڈھال ہوئے پوچھا "کون ہو تم لوگ؟ اس طرح اندر کیوں ہو؟"

ایک نے کہا "بڈھے! راستے سے ہٹ جا۔ ہم لڑکیوں کو لینے آئے ہیں۔"

دوسرے نے آگے بڑھ کر ایلسی کو پکڑ لیا۔ پہلا باربرا کی طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ جیکسن اس سے لپٹ آگے بڑھنے سے روکنے لگا۔ باربرا خوف سے روتی ہوئی ہوئی وہاں سے بھاگتی ہوئی ایک کو ریڈور سے گزرتی ہوئی کمرے میں آئی پھر اس کے دروازے کو اندر سے بند کر اسے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ ایلسی کی چیخ آوازیں دور ہوتی جا رہی تھیں۔ صاف پتا چل رہا تھا بدمعاش اسے اٹھا کر دور کہیں لے جا رہے ہیں پھر دروا کی آواز سنائی دی۔ باہر سے ایک دشمن کہہ رہا تھا "اے دروازہ کھول اور میرے پاس آجا۔"

وہ چیخ کر بولی "نہیں کھولوں گی۔ میرے ڈیڈی کہاں ڈیڈی۔۔۔! ڈیڈی! مجھے بچاؤ۔ یہ مجھے مار ڈالے گا۔"

وہ باہر سے بولا "میں نے تیرے باپ کو گولی مار دی ہمیں جوانوں کی ضرورت ہے۔ چل باہر آجا۔"

اسے یقین نہیں آیا کہ اس کے باپ جیکسن طرمبی مار دی گئی ہے۔ وہ "ڈیڈی۔ ڈیڈی۔" کہہ کر باپ کو پکار لگی۔ باہر سے دروازے پر لاتیں اور گھونسے مارے جا تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "تو دروازہ نہیں کھولے گی تو میں اسے دوں گا۔ سیدھی طرح باہر آجا۔"

باہر موت تھی۔ وہ دروازہ نہیں کھولنا چاہتی تھی اچانک میلی ریگھم کی آواز سن کر چونک گئی۔ اس نے کروکھا۔ ڈاکٹر کی اندھی بیوی ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی باربرا اسے دیکھتے ہی دوڑتی ہوئی جا کر اس سے لپٹ گئی بچالو۔ یہ مجھے مار ڈالے گا۔ مجھے بچالو۔"

اس اندھی نے بلند آواز سے کہا "الفریڈ! دروا توڑنا۔ میں یہاں ہوں۔ دروازہ کھول رہی ہوں۔"

وہ باربرا کو خود سے الگ کر کے کرسی سے اٹھ گئی ہو کر بولی "نادان لڑکی! خون خرابا کرنے والوں کی دنیا کیا کر کیا کرے گی؟ تجھے نیکی کمانے کے لیے مرنا چاہیے آنکھوں، دل اور گردوں سے دوسرے مریضوں کو ملے گی تو یہ تیری طرف سے بہت بڑی نیکی ہوگی۔"

وہ سہم کر بولی "نہیں۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ مجھے مرنے کا مشورہ کیوں دے رہی ہو؟ میں کسی کے ساتھ نیکی نہیں کرنا چاہتی۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔"

وہ اندھی آگے بڑھنا چاہتی تھی۔ باربرا نے اسے دھکا دیا۔ وہ ذرا پیچھے گئی پھر مسکرا کر بولی "تجھے تو مرنا پڑے گا۔ یہاں سے کوئی زندہ واپس نہیں جاتا۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی یہاں سے زندہ جا کر ہمارے خلاف قانونی کارروائی کرے۔"

وہ پھر دروازے کی طرف جانے لگی۔ باربرا اس سے لپٹ کر اسے روکنے لگی۔ اس نے خود کو چھڑا کر اسے دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑا کتابوں کے ایک ریک کے پاس گری۔ وہاں ایک پیتل کا گلدان رکھا ہوا تھا۔ اس نے گلدان اٹھا کر اسے مارنا چاہا۔ میلی ریگھم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "تم اندھی نہیں ہو! دیکھ سکتی ہو؟"

وہ اس سے گلدان چھین کر ایک تھپڑ مارتی ہوئی بولی "میں اپنے گھر آنے والے مہمانوں کے سامنے اندھی بن جاتی ہوں پھر ان کے دل گردے نکالتے وقت دیکھنے لگتی ہوں۔"

اس نے باربرا کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ اسے کھینچتی ہوئی دروازے تک آئی۔ میلی ریگھم جسمانی طور پر باربرا کے مقابلے میں طاقت ور تھی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ باہر الفریڈ گن لیے کھڑا تھا۔ ہنستے ہوئے بولا "مسز ریگھم! تم اندھی بن کر آنے والوں کو اندھا بنا دیتی ہو۔ تم ایک اندھی عورت... ایکٹنگ خوب کرتی ہو۔"

میلی ریگھم نے باربرا کو اس کی طرف دھکا دیا۔ وہ روتے اور چیختے لگی۔ سونیا کو پکارنے لگی "مما! تم کہاں ہو؟ مجھے بچاؤ۔ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ مما۔۔۔! مما۔۔۔! پلیز ہیلپ می۔۔۔"

وہ اسے کھینچتا ہوا کوریڈور سے لے جا رہا تھا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی رک گیا۔ گولی اس کی پیشانی پر لگی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ سے گن اور دوسرے ہاتھ سے باربرا چھوٹ گئی۔ وہ فرش پر گر کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

باربرا چیخ مار کر مما کہتی ہوئی دوڑتی ہوئی آکر سونیا سے لپٹ گئی۔ میلی ریگھم فوراً ہی چھلانگ مار کر الفریڈ کے پاس گئی۔ وہاں فرش پر گن پڑی ہوئی تھی۔ وہ اسے اٹھانا چاہتی تھی۔ سونیا نے اس کے ہاتھ میں گولی ماری۔ وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔ اسے پریشان ہو کر دیکھنے لگی۔

سونیا نے کہا "میں یہ نہیں پوچھوں گی کہ تم اندھی کیوں بن جاتی ہو؟ میں نے ایسے ڈرامے بہت دیکھے ہیں۔ فوراً بتاؤ کہ تمہارے آدمی جیری اور ایلسی کو کہاں لے گئے ہیں؟"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "میں نہیں بتاؤں گی۔"

اس کا ہاتھ زخمی تھا۔ سونیا نے اسی ہاتھ پر پھر ایک گولی ماری۔ وہ تکلیف کی شدت سے فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔

سونیا نے کہا "اب میں تمہارے دوسرے ہاتھ پر گولی ماروں گی پھر تمہاری ٹانگوں میں گولیاں لگیں گی۔ میں تمہیں اتنی اذیتیں دوں گی۔ جنہیں تم اسے بڑھاپے میں برداشت نہیں کر سکو گی۔ اب میں تمہارے دوسرے ہاتھ میں گولی مارنے والی ہوں۔"

وہ "نہیں نہیں" کہہ کر پیچھے ہٹنے لگی "میں بتاتی ہوں۔ ابھی بتاتی ہوں۔ مجھے گولی نہ مارو۔"

"تو پھر بتاؤ۔ دیر نہ کرو۔"

وہ بولی "جیری اور ایلسی کو بھول جاؤ تو اچھا ہے۔ اب وہ زندہ نہیں ملیں گے۔ انہیں آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا ہے۔"

سونیا نے آگے بڑھ کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھایا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر سونیا اسے کھینچتی ہوئی۔ ٹیلی فون کی طرف لے جاتے ہوئے بولی "باربرا! یہاں کے باہر کھلنے والے تمام دروازے بند کردو۔ کھڑکیاں بھی بند کرو۔ جاؤ۔ جلدی کرو۔"

باربرا دوڑتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ سونیا نے ٹیلی فون کے پاس پہنچ کر میلی ریگھم سے کہا "ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر فون کرو۔ انہیں بتاؤ کہ تم گن پوائنٹ پر ہو۔ میں کسی وقت بھی تمہیں گولی مار سکتی ہوں۔ لہٰذا جیری اور ایلسی کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔"

یہ کہہ کر اس نے ریوالور کی نال اس کی کنپٹی پر رکھ دی۔ وہ موت کے خوف سے لرز رہی تھی۔ فوراً ہی ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگی۔ سونیا نے اینڈ اسپیکر کے بٹن کو دبایا۔ دوسری طرف سے ڈاکٹر ریگھم کی آواز سنائی دی "ہیلو۔ میلی! یہ الفریڈ کہاں رہ گیا ہے؟ ابھی تک تیسرے شکار کو لے کر نہیں آیا۔"

وہ خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں بولی "ریگھم! ان دونوں کو ابھی ہلاک نہ کرنا، ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گی۔"

"کون مار ڈالے گی؟ کس کی بات کر رہی ہو؟"

"وہی جو تمہارے ساتھ کھنڈر میں گئی تھی۔ وہ الفریڈ کو قتل کر چکی ہے۔ مجھے بھی کر سکتی ہے۔ تم جیری اور ایلسی کو ہلاک نہیں کرو گے تو یہ بھی مجھے ہلاک نہیں کرے گی۔"

سونیا نے اس کے ہاتھ سے ریسیور چھین کر ریگھم سے

کہا "تمہارے جیسے ڈاکٹر جب شیطان بن جاتے ہیں تو نیکی کے نام پر ایسے ہی گھناؤنے جرم کرتے ہیں۔ کیا اپنی بیوی کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو؟"

"دیکھو اسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا۔ ہم پچاس برسوں سے ایک ساتھ زندگی گزارتے آرہے ہیں۔ وہ میری جان ہے۔"

"دوسروں کی جانیں لیتے وقت اپنی جان کا خیال نہیں آتا کہ کسی دن یہ بھی جائے گی۔ میں نے ابھی تک اسے زندہ رکھا ہے۔ اسے زندہ دیکھنے کے لیے جیری اور ایلسی کی آوازیں سناؤ۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "آوازیں سننے کی کیا ضرورت ہے؟ تم میلی کو یہاں لے آؤ۔ میں ان دونوں کو تمہارے حوالے کردوں گا۔"

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم کھنڈر میں ٹارچ پھینک کر چلے گئے تھے۔ مجھے یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ تمہیں بھی اغوا کیا گیا ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے دھوکا کھا گئی تھی۔ اب تمہاری کوئی چالاکی نہیں چلے گی۔ فوراً ان کی آوازیں سناؤ۔"

"تم ان کی آوازیں سن لوگی لیکن ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں ممکن نہیں ہے؟"

"تم سمجھ سکتی ہو۔ کسی کا بھی آپریشن کرنے سے پہلے اسے بے ہوش کردیا جاتا ہے۔ میں نے جیری کو بے ہوش کیا ہے۔ ایلسی کو ابھی یہاں لایا گیا ہے۔ میں اسے بھی بے ہوش کرنے والا تھا۔ اب نہیں کروں گا۔ لو اس سے بات کرو۔"

"تھوڑی دیر بعد ایلسی کی آواز سنائی دی۔ وہ رو رہی تھی' ہانپ رہی تھی۔ لرزتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی "سسٹر! مجھے بچاؤ۔ میرے جیری کو بچاؤ۔ نہیں تو یہ ہمیں مار ڈالیں گے۔"

سونیا نے سمجھایا "رونا بند کرو۔ تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ شیطان تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ ابھی میں جیسا کہتی ہوں ویسا کرو۔ پہلے یہ بتاؤ ابھی تم کہاں ہو؟"

"میں آپریشن تھیٹر میں ہوں۔ یہاں آپریشن بیڈ پر جیری لیٹا ہوا ہے۔ اس کی آنکھیں بند ہیں۔ وہ حرکت نہیں کررہا ہے' وہ میری آواز بھی نہیں سن رہا ہے۔"

"تم پھر رو رہی ہو۔ آنسو پونچھو اور حوصلہ کرو۔ جیری کے قریب جاکر اس کی نبض ٹٹولو اور دل کی دھڑکنیں سنو پھر مجھے بتاؤ' وہ زندہ ہے یا نہیں؟ یہ ریسیور ڈاکٹر کو دو۔"

ڈاکٹر کی آواز سنائی دی "تم یقین کرو۔ جیری بھی زندہ ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ ایلسی کو چیک کرنے دو۔"

"ہاں۔ وہ جیری کے پاس گئی ہے۔ اسے چیک کررہی ہے۔ تم میلی کی آواز مجھے سناؤ۔"

سونیا نے ریسیور میلی کو دیا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی "اس نے میرے ایک ہی ہاتھ میں دو بار گولیاں ماری ہیں۔ میں تکلیف سے تڑپ رہی ہوں۔ مجھے فرسٹ ایڈ کی ضرورت ہے۔ ان دونوں کو فوراً واپس کردو۔ ورنہ میں زندہ نہیں بچوں گی۔"

"میں ابھی اس سے معاملات طے کرتا ہوں۔ ریسیور اسے دو۔ کیا خون بہت بہہ رہا ہے؟"

"نہیں۔ یہ لڑکی باربرا فرسٹ ایڈ باکس لے آئی ہے۔ میری مرہم پٹی کررہی ہے لیکن یہ دوسری بہت ظالم ہے۔ اس سے سمجھوتا کرو۔"

ادھر سے ایلسی نے کہا "سسٹر! جیری زندہ ہے۔ ان سے کہو یہ اسے ہوش میں لائیں۔ میں اسے ریسیور دے رہی ہوں۔"

ڈاکٹر ریگھم کی آواز سنائی دی "ہیلو۔ اب تمہیں یقین ہوجانا چاہیے کہ یہ دونوں زندہ سلامت ہیں لیکن تم نے میری میلی پر ظلم کیا ہے۔"

"اور تمہارے آدمیوں نے ہمارے ایک بزرگ کو مار ڈالا ہے۔ یہ تمہاری نظروں میں ظلم نہیں ہے۔ ابھی میلی کو وہاں لے کر آرہی ہوں۔ اسے تمہارے حوالے کروں گی اور ان دونوں کو وہاں سے لے جاؤں گی۔ منظور ہے تو ایلسی کو ریسیور دو اور خبردار میلی کو حاصل کرتے ہی کوئی چالاکی نہ دکھانا۔"

"میں میلی کی قسم کھاتا ہوں۔ تمہیں دھوکا نہیں دوں گا۔ تم بھی وعدہ کرو۔ میلی کو اب اور کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔"

"میلی تمہیں زندہ سلامت ملے گی۔ میرے آنے تک جیری کو ہوش میں لانے کی کوشش کرو اور ریسیور ایلسی کو دو۔"

ایلسی کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے پوچھا "اس آپریشن تھیٹر اور اسپتال کے اندر اور باہر کتنے افراد ہیں؟"

وہ بولی "یہاں تو ہر طرف ویرانی ہے۔ آپریشن تھیٹر میں ڈاکٹر کے علاوہ اس کا ایک اسسٹنٹ ہے اور ایک گن مین ہے جو مجھے یہاں لایا ہے۔"

سونیا نے کہا "اس سے گن لے لو اور تینوں کو نہتا کرکے اگر وہ اعتراض کریں تو مجھے بتاؤ اور یہ دیکھو کہ وہ جیری کو ہوش میں لانے کی کوشش کررہا ہے یا نہیں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی' پھر ایلسی کی آواز سنائی دی "میں نے گن لے لی ہے۔ اب وہ جیری کو ہوش میں لانے کی کوشش کررہا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آرہی ہوں۔ میرے آنے تک ہوشیار رہو۔ ان تینوں کو گن کے نشانے پر رکھو۔ اِدھر اُدھر جانے نہ دو۔"

سونیا نے ریسیور رکھ کر میلی کی گرون دبوچی پھر اسے آگے کی طرف دھکا دیتی ہوئی بولی "اس اسپتال کے آپریشن تھیٹر میں چلو۔ اگر اپنی سلامتی چاہتی ہو تو سچ بولتی رہو۔ وہاں اسپتال میں اس وقت کتنے لوگ ہوں گے؟"

وہ باربرا اور میلی کے ساتھ باہر آئی پھر وین کو ڈرائیو کرتی ہوئی اسپتال کی طرف جانے لگی۔ میلی نے کہا "رات کے وقت اسپتال میں ہم صرف ایک اسسٹنٹ کو رکھتے ہیں۔ وہ ہمارا رازدار ہے اور باقی چار گن مین ہیں۔ انہیں ہم اچھی خاصی رقم دیتے ہیں۔ وہ ہمارے لیے صحت مند جوانوں کو رات کے وقت ٹریپ کرکے لاتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو ابھی تم نے گولی ماری ہے۔"

اسپتال وہاں سے قریب تھا۔ سونیا اسے گن پوائنٹ پر رکھ کر اسپتال کے اندر سے گزرنے لگی۔ باربرا اس کے بازو سے لگی چل رہی تھی۔ وہاں کے تمام کمرے اور مریضوں کے وارڈ بند تھے۔ رات کو کوئی مریض کبھی وہاں نہیں رہتا تھا۔ کوریڈور ویران پڑے تھے۔ آپریشن تھیٹر کا دروازہ بند تھا۔

اس نے دروازہ کھول کر اندر جانے سے پہلے موبائل فون کے ذریعے ایلسی سے رابطہ کیا۔ ڈاکٹر نے ریسیور اٹھایا۔ اس نے کہا "ایلسی سے بات کراؤ۔"

پھر ایلسی کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے پوچھا "تم خیریت سے ہو؟ کیا جیری کو ہوش میں لایا گیا ہے؟"

وہ بولی "جی ہاں۔ جیری ہوش میں آرہا ہے۔ آپ کہاں ہیں؟"

"میں اس دروازے کے باہر ہوں۔ ابھی آرہی ہوں۔"

اس نے فون کو بند کرکے لباس کے اندر رکھا۔ اسی وقت کسی نے پیچھے سے اس پر چھلانگ لگا کر اس کے ریوالور پر ہاتھ مارا۔ سونیا کو ایسے وقت سنبھلنا اور اپنا بچاؤ کرنا آتا تھا لیکن حملہ آور ایک سے زیادہ ہوگئے۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے ان سے فائٹ کرنے لگی۔ میلی اس کی گرفت سے نکل کر ایک کمرے میں چلی گئی۔ باربرا ایک گوشے میں دیوار سے لگ کر رونے لگی۔

حملہ آور تعداد میں تین تھے۔ سونیا کے لیے کچھ بھی نہیں تھے' وہ کسی کے قابو میں نہیں آرہی تھی۔ ایک ایک کی پٹائی کررہی تھی۔ ایک مار کھانے والا ایسی جگہ جاکر گرا جہاں سونیا کے ہاتھ سے نکل جانے والا ریوالور پڑا ہوا تھا۔ وہ ریوالور اٹھا کر باربرا کے پاس آیا۔ اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "رک جاؤ۔ ورنہ میں اسے گولی ماردوں گا۔"

وہ مجبور ہوگئی۔ دو حواریوں نے اس کے دونوں بازوؤں کو جکڑلیا۔ وہ تینوں سونیا سے مار کھا کر بری طرح جھنجلائے ہوئے تھے۔ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ سونیا اور باربرا کو ہلاک نہ کریں۔ ورنہ وہ سونیا کو ضرور گولی ماردیتے۔ وہ اسے اچھی طرح جکڑ کر دروازہ کھول کر باربرا کے ساتھ آپریشن تھیٹر کے اندر لے آئے۔ میلی بھی ان کے پیچھے آگئی۔

وہ سونیا سے بولی "میں نے غلط کہا تھا کہ ہمارے صرف چار گن مین ہیں۔ مزید تین گن مین اپنے کوارٹرز میں آرام کررہے تھے۔ انہوں نے ابھی آکر تمہیں قابو میں کیا ہے۔"

ڈاکٹر ریگھم نے کہا "ہمارے سات وفاداروں میں سے دو کو تم نے کھنڈر میں مار ڈالا۔ تیسرے کو میرے بنگلے میں ہلاک کیا۔ یہ چار رہ گئے ہیں۔ تم بہت خطرناک عورت ہو۔ پہلے تمہارے ہی دل گردے نکالے جائیں گے۔"

پھر وہ ایلسی سے بولا "اے! تم گن اٹھائے کیا کھڑی ہو۔ کیا ہمیں گولی مارو گی؟ کیا اپنی سسٹر اپنے جیری کو مرتے دیکھنا چاہو گی۔"

سونیا نے کہا "ایلسی! گن پھینک دو۔"

وہ جیری کے پاس آکر بولی "نہیں۔ یہ جیری کو مار ڈالیں گے۔ جو بھی ادھر گولی چلائے گا۔ میں اسے مار ڈالوں گی۔"

جیری نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "میری محبت میں اندھی نہ بنو۔ تم ان سب کا مقابلہ نہیں کرسکو گی۔ گن پھینک دو۔"

ایلسی نے بے بسی سے اپنے محبوب کو دیکھا پھر گن کو ریگھم کے سامنے فرش پر پھینک دیا۔ سونیا ہر طرف سے مجبور ہوگئی تھی۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے بہت کچھ کرسکتی تھی۔ ان سب کو موت کے گھاٹ اتار سکتی تھی لیکن اس کے ایکشن میں آتے ہی وہ باربرا کو گولی ماردیتے۔

الپا' اعلیٰ بی بی اور کبریا ہر چھ گھنٹے بعد باری باری اس کے پاس آتے تھے اب ان میں سے کسی ایک کے آنے کا

وقت ہو رہا تھا۔ سونیا ان کے انتظار میں کچھ وقت گزارنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا "ریگھم! مجھے ہلاک کرنے اور میرے دل گردے نکالنے سے پہلے یہ بتا دو۔ اتنا خطرناک کاروبار تم تنہا کیسے کر رہے ہو؟ اس کے لیے بڑے بڑے وسیع ذرائع کے لوگوں کو راز دار بنانا پڑتا ہے۔ تمہاری پشت پر ضرور کوئی بڑی طاقت ہوگی۔"

ریگھم نے کہا "ایک بہت طاقت ور اور بہت وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ شمالی امریکا سے لے کر برازیل تک بڑی بڑی سیاسی شخصیتیں اس کے زیر اثر رہتی ہیں۔ اس کا نام ڈاکٹر بوکا بوکا ہے۔ وہی ہمارا سرپرست ہے۔"

سونیا نے کہا "اس کاروبار کا ذکر جہاں بھی ہوتا ہے' وہاں ڈاکٹر بوکا بوکا کا نام ضرور لیا جاتا ہے۔ میری اس سے جان پہچان ہے۔ میں اس سے فون پر کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"بکواس کر رہی ہو۔ وہ انڈر ورلڈ کا ڈان ہے۔ تمہاری اس سے واقفیت کیسے ہو سکتی ہے؟"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔ تم خود فون کرو اور اسے میرا نام بتاؤ اور میرا نام ہے سونیا فرہاد۔ میں فرہاد علی تیمور کی وائف ہوں۔"

"یہ نام تو سنا ہوا ہے۔ وہ فرہاد ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کیے۔ کئی فون کے نمبر پنچ کرنے کے بعد اس سے رابطہ ہوا۔ وہ خوشامدانہ انداز میں بولا "باس! میں ہیکاک کا ڈاکٹر ریگھم بول رہا ہوں۔ میں نے یہاں تین صحت مند جوانوں کو ٹریپ کیا ہے۔ ان کے ساتھ ایک جوان صحت مند عورت ہے۔ اس کا نام سونیا فرہاد ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور کی وائف ہے۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "کیا وہ ابھی تمہارے قریب ہے؟"

"یس باس یہ ابھی میرے آپریشن تھیٹر میں ہے۔ میں سب سے پہلے اس کے دل گردے نکالنے والا ہوں۔"

"تم کس بلا کو اپنے آپریشن تھیٹر میں لے آئے ہو۔ اگر تم نے اسے ذرا بھی نقصان پہنچایا تو اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی پوری فیملی ہمارے پیچھے پڑ جائے گی۔ ہمارا جینا مرنا' سونا جاگنا حرام کر دے گی۔ اسے ریسیور دو۔ میں بات کروں گا۔"

ریگھم نے سونیا سے مرعوب ہو کر اسے ریسیور دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولی "ہائے بوکا بوکا! میں نے وکٹوریہ آئی لینڈ میں تمہارے کاروبار کو تباہ کیا تھا۔ کیا اسے بھول گئے ہو؟"

"میں اسے نہیں بھولوں گا اور نہ ہی تم سے انتقام لینا چاہوں گا۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ وقت آنے پر تمہارے لوگوں سے اچھی طرح نمٹ سکتا ہوں لیکن سمجھوتا ہو جائے تو بہتر ہے۔ میرا دھندا بڑی سہولت سے کسی روک ٹوک کے بغیر چل رہا ہے۔ میں تم لوگوں کی مداخلت کے بغیر اسے جاری رکھنا چاہتا ہوں۔"

"یہ تمہاری بدنصیبی ہے کہ تمہارا یہ دھندا کرنے والے خود ہی میرے راستے میں آ رہے ہیں۔ ڈاکٹر ریگھم خود ہی مجھے اور میرے ساتھیوں کو مہمان بنا کر یہاں لایا ہے۔"

"اس نے انجانے میں ایسا کیا ہے۔ میں ابھی اسے حکم دیتا ہوں۔ وہ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو وہاں سے جانے دے گا۔ کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"یہ کیا۔ اس کا تو باپ بھی مجھے یہاں سے جانے سے نہیں روک سکے گا۔ تم اپنے دوسرے بڑے اڈے کی تباہی کا ماتم شروع کر دو۔"

"جب ہم دوستی کر سکتے ہیں تو تم دشمنی کیوں چاہتی ہو؟"

"میں قصائیوں سے دوستی نہیں کرتی۔ تم سب درندے ہو۔ بے گناہ لوگوں کو ہلاک کر کے ان کے جسمانی اعضا کو فروخت کرتے ہو۔ یہ درندگی کی انتہا ہے۔ میں یہاں سے برازیل تک تمہارے دھندے کو خاک میں ملا دوں گی۔"

ڈاکٹر بوکا بوکا نے فون بند کر دیا۔ سونیا نے ریسیور کو رکھتے ہوئے کہا "ریگھم! تم نے فون کے وائڈ اسپیکر سے سنا' تمہارا باس مجھ سے سمجھوتا کرنا چاہتا تھا۔ میں سمجھوتا کر کے آسانی سے اپنے لوگوں کے ساتھ زندہ سلامت یہاں سے جا سکتی ہوں لیکن درندوں سے سمجھوتا نہیں کروں گی۔ تم سب کو ابھی یہاں مرنا ہے۔"

ڈاکٹر بوکا بوکا سے گفتگو کے دوران میں ہی سونیا نے اپنے اندر سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ بریا آیا ہوا ہے۔ میں نے بھی خود کو ظاہر نہیں کیا۔ اس کے ذریعے ریگھم اور دوسرے حواریوں کے اندر پہنچنے لگا۔ فون کی گھنٹی سن کر ریگھم نے ریسیور اٹھا کر آواز سنی پھر کہا "یس باس! حکم کریں۔"

ڈاکٹر بوکا بوکا نے کہا "وہ بہت خطرناک عورت ہے۔ تم نہیں' تم اس پر قابو پا سکو گے یا نہیں؟ اگر تم اسے کسی بھی طرح ہلاک کر سکو تو میں تمہیں انعام دوں گا۔ کل صبح تمہارے بینک اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ ڈالر جمع کرا دوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا "باس! آپ فون آن رکھیں۔ میں ابھی آپ کو سونیا کی آخری چیخیں سنا رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور کو کریڈل سے ہٹا کر رکھا پھر اپنے چاروں

حواریوں سے کہا "اسے پکڑ کر بیڈ پر لے جاؤ۔ میں اسے بے ہوش کیے بغیر پہلے اس کی آنکھیں نکالوں گا۔"

دو حواریوں کے پاس ہتھیار تھے۔ ان میں سے ایک حواری نے اپنی گن سونیا کی طرف اچھالی۔ سونیا نے اسے کیچ کیا۔ دوسرے گن والے نے اپنے تینوں ساتھیوں سے کہا۔ "ٹیلی کو اٹھا کر بیڈ پر لٹاؤ۔ انکار کرو گے تو حرام موت مرو گے۔"

ریگھم نے کہا "تم میرے وفادار ہو کر یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

سونیا نے کہا "اب یہ میرا وفادار رہے۔"

پھر وہ ریسیور اٹھا کر بولی "بوکا بوکا! سن رہے ہو؟ میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ اپنے دوسرے بڑے اڈے کی تباہی کا ماتم شروع کر دو۔"

فون کے وائڈ اسپیکر سے ڈاکٹر بوکا بوکا کی آواز سنائی دی "جو کرنا ہے۔ ابھی کر لو۔ کل سے زمین تمہارے لیے تنگ ہو جائے گی۔ جہاں جاؤ گی' موت کے ہرکارے تمہارا پیچھا کرتے رہیں گے۔ تمہیں الاسکا یا کینیڈا سے آگے اپنی طرف نہیں آنے دوں گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ تین حواری ٹیلی کو اٹھا کر آپریشن بیڈ پر لے آئے تھے۔ سونیا نے کہا "ٹیلی! تم اپنے ہزیئنڈ کے ساتھ انسانوں کو جانوروں کی طرح ہلاک کرتی رہیں۔ ان کی آنکھیں' دل اور گردے نکالنے کا تماشا دیکھتی رہیں۔ اب تمہاری آنکھیں نکالی جائیں گی۔"

وہ خوف سے چیخ رہی تھی "معافیاں مانگ رہی تھی۔ سونیا نے ان تینوں حواریوں پر گولیاں برسائیں۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔ اس نے چوتھے حواری سے پوچھا "تمہارے ہاتھ میں گن ہے۔ تم کیا کرو گے؟"

وہ بولا "جو کہو گی' وہ کروں گا۔"

"تم بھی قصائیوں کا ساتھ دیتے رہے ہو۔ میرے یہاں سے جانے کے بعد پھر کہیں جا کر انسانی جانوں سے کھیلتے رہو گے۔ لہٰذا اپنی جان سے کھیلو۔"

اس نے گن کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھا پھر ٹریگر کو دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اچھل کر فرش پر گر کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ باربرا' ایلسی اور جیری حیرانی سے یہ تماشے دیکھ رہے تھے۔ ٹیلی اور ریگھم ایک دوسرے سے لپٹ کر خوف سے کانپ رہے تھے۔

سونیا نے کہا "کیوں خوف زدہ ہو؟ ساری زندگی دوسروں کی زندگیوں سے کھیلتے رہے ہو۔ موت کا پیٹ بھرتے رہے ہو۔ تمہیں بھی کسی وقت موت کا لقمہ بننا تھا اور اب وہ وقت آ گیا ہے۔"

ٹیلی قدموں میں گرنے کے لیے جھکنا چاہتی تھی مگر سونیا نے اسے لات مار کر دور کر دیا پھر کہا "میں اس حد تک رحم کر رہی ہوں کہ تم دونوں کی آنکھیں' دل اور گردے نہیں نکال رہی ہوں۔ یہ غیر انسانی فعل ہے۔ میں ایسا نہیں کروں گی۔"

اس نے دونوں کے پیروں میں دو دو گولیاں ماریں۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔ وہ بولی "تمہارے جیسے درندوں کو آسانی سے نہیں مرنا چاہیے۔ انسانی زندگی کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر مرنا چاہیے۔"

اس نے دونوں کے بازوؤں میں دو دو گولیاں ماریں۔ وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگے۔ زیادہ دیر نہ چیخ سکے۔ چار چار گولیوں کا زخم ایسا تھا کہ ان پر بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ انہوں نے ڈوبتے ہوئے ذہن سے سونیا کی باتیں سنیں "بے ہوش ہو جاؤ' پھر ہوش میں آؤ گے۔ اس وقت نہ چل سکو گے اور نہ ہاتھوں سے ایک دوسرے کی مدد کر سکو گے۔ لہو اس قدر بہہ جائے گا کہ اٹھنے کے قابل نہیں رہو گے۔ یہیں پڑے پڑے موت کا انتظار کرتے رہو گے۔ کل صبح سے پہلے یہاں کوئی نہیں آئے گا اور صبح بہت دور ہے۔"

وہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔ ان کے تمام زخموں سے خون رس رہا تھا۔ ایسے وقت میں نے سرگوشی کے انداز میں سانس چھوڑتے ہوئے کہا "ہائے میری جان! تم تو جان نکال لیتی ہو۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولی "کبریا! یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

میں ہنسنے لگا۔ وہ حیرانی سے اور خوشی سے میری ہنسی کو پہچان رہی تھی۔ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی "فرہاد! میری جان! یہ تم ہو؟"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے چومتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ میں گردش سے نکل آیا ہوں۔"

وہ خوشی کے مارے باربرا سے لپٹ گئی۔ وہ حیران تھی۔ ایلسی اور جیری سمجھ رہے تھے کہ دشمن قاتلوں کو ہلاک کرنے کے بعد وہ خوش ہو رہی ہے۔ وہ دونوں بھی قریب آ کر اس سے لپٹ گئے۔

وہ انہیں بعد میں بتانے والی تھی کہ وہ جانِ حیات مل گیا ہے' جسے تلاش کرنے کے لیے وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرنے والی تھی۔

○☆○

ڈاکٹر بوکا بوکا نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی سونیا کو چیلنج کیا تھا۔ وہ انڈر ورلڈ کا بے تاج بادشاہ تھا۔ وکٹوریہ آئی لینڈ اور کینیڈا سے لے کر برازیل تک تمام سیاسی حکمران ووٹ حاصل کرنے' مخالفین کو شکست دینے اور امن و امان قائم رکھنے کے سلسلے میں بوکا بوکا کے محتاج رہتے تھے۔ امریکا کے کسی بھی اسٹیٹ کی پولیس اور انتظامیہ کو وہ خاطر میں نہیں لاتا تھا۔

وہ حکمرانوں کا حکمران تھا۔ اسے طاقت' اقتدار اور اختیارات چھپر پھاڑ کر مل رہے تھے۔ ایسے میں اس کے پاس ایک اور قوت کا اضافہ ہو گیا اور وہ قوت تھی ٹیلی پیتھی۔

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا "ہیلو ڈاکٹر! تم مجھے نہیں جانتے لیکن میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ شمالی امریکا سے لے کر جنوبی امریکا تک تمہارے ان تمام خفیہ مراکز کا مجھے پتا ہے' جہاں سے انسانی اعضا کی ترسیل ہوتی ہے اور وہ تمہارے تمام آئی بینک اور کڈنی سینٹرز میں پہنچائے جاتے ہیں۔"

اس نے ان تمام خفیہ مراکز کے پتے اور وہاں کام کرنے والے ڈاکٹروں کے نام بتائے۔ ڈاکٹر بوکا بوکا نے حیرانی سے پوچھا "تم کون ہو اور میرے انتہائی اندرونی راز کیسے جانتے ہو؟"

وہ بولا "دو ہی طرح سے معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ جادو سے یا پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"تم یوگا کے ماہر ہو۔ تمہارا حساس دماغ میری سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرے گا۔ تمہاری سیکریٹری اپنے کیبن میں کمپیوٹر کے ساتھ مصروف ہے۔ وہ ابھی تمہارے پاس آ رہی ہے۔"

ایک منٹ کے اندر ہی اس کی نوجوان سیکریٹری دستک دیے بغیر اس کے چیمبر میں آئی۔ اس نے پوچھا "تم اجازت حاصل کیے بغیر اندر کیوں آئی ہو؟ باہر جاؤ اور مجھ سے اجازت طلب کرو۔"

وہ بولی "سوری سر! میرے اندر کوئی سمایا ہوا ہے۔ وہ مجھے یہاں لایا ہے۔ میں اس کی اجازت کے بغیر یہاں سے نہیں جا سکوں گی۔"

ڈاکٹر بوکا بوکا نے پوچھا "مسٹر! کیا تم اس کے دماغ میں گھسے ہوئے ہو؟"

وہ مردانہ آواز میں بولی "ہاں۔ میں اس کے اندر سے اب نکل رہا ہوں۔ تمہیں یقین دلانا چاہتا ہوں۔ یہ تمہارے دیکھو۔"

سیکریٹری نے اپنے بلاؤز کے تمام بٹن کھول دیے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا۔ وہ چیخ مار کر جلدی جلدی بٹن لگانے لگی۔ پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ کہنے لگی "یہ۔ یہ میں یہاں کیسے آ گئی؟ میں تو اپنے کیبن میں تھی۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولا "کوئی بات نہیں۔ اپنے کیبن میں جاؤ۔ اگر طبیعت ٹھیک نہ ہو تو آج چھٹی کر سکتی ہو۔"

وہ بڑی ندامت ظاہر کرتی ہوئی چلی گئی۔ فون کی گھنٹی سنائی دی۔ وہ ریسیور اٹھا کر بولا "ہیلو؟"

"ہیلو ڈاکٹر! یقین آیا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں؟"

"بے شک تم یہ حیرت انگیز صلاحیت رکھتے ہو۔ کیا مجھ سے دوستی کرو گے؟"

"میں دوستی کے لیے ہی آیا ہوں۔ تمہارے رازدار مشیر کے خیالات پڑھتا رہتا ہوں۔ پتا چلا کہ وکٹوریہ آئی لینڈ میں سونیا نے تمہیں کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا ہے۔ وہاں تمہارا آئی بینک اور کڈنی سینٹر ختم ہو چکا ہے۔ ان حالات میں میں ہی تمہارا دوست راست بن سکتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم نے تو دل خوش کر دیا۔ میری بہت بڑی الجھن دور کرنے آئے ہو۔ پلیز اپنا مکمل تعارف کراؤ۔"

وہ بولا "کچھ عرصہ پہلے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی شامت آ گئی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے والوں نے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی تھی۔ آٹھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دوا سے محفوظ رہے تھے۔ ان میں سے ایک خوش نصیب میں ہوں۔"

"یہ میں نے سنا ہے کہ آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے انڈر گراؤنڈ سیل سے نکل کر کہیں چلے گئے ہیں۔ فرہاد علی تیمور اور بابا صاحب کے ادارے والوں نے اینٹی ٹیلی پیتھی کی دوا اسپرے کر کے اپنے مخالفین کو خاک میں ملا دیا ہے۔ تم خوش نصیب ہو کہ محفوظ رہے۔"

"وہ پھر کبھی ایسی دوا اسپرے کر سکتے ہیں۔ میں ایسے دشمنوں کو ٹیلی پیتھی کی دنیا میں حکومت کرنے نہیں دوں گا۔ اگر میں انہیں خاک میں نہ ملا سکا۔ تب بھی ان کے راستوں میں کانٹے بچھاتا رہوں گا۔ اسی لیے تم سے دوستی کرنے آیا ہوں۔ فرہاد اور سونیا کا ہر دشمن میرا دوست ہے۔"

"میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ تم نے اپنا نام نہیں بتایا؟"

"پہلے ہم آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے نمبروں سے پہچانے جاتے تھے۔ ہمارا پیدائشی نام سرکاری فائلوں میں چھپا دیا گیا تھا۔ بہرحال میرا نام ڈبلیو رائٹ ہے۔"

"ڈبلیو رائٹ! میں ابھی تم سے ملنا چاہوں گا۔"

"سوری' کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی کسی کے روبرو نہیں جاتا۔ ابھی تم یوگا کے ماہر ہو۔ کبھی بیمار ہو سکتے ہو۔ ایسے وقت فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے رشتے دار تمہارے اندر آئیں گے۔ تم انہیں روک نہیں سکو گے۔ وہ تمہارے چور خیالات پڑھ کر میرا پتا ٹھکانا معلوم کر لیں گے۔"

"تم درست کہتے ہو۔ ہمارا رابطہ فون یا ای میل کے ذریعے ہونا چاہیے۔"

"اور میں تمہارے مشیر کو بھی آلہ کار بنا کر اس کے دماغ میں رہ کر تم سے باتیں کر سکتا ہوں۔"

"مشیر کو ہمارے معاملات سے الگ رکھو۔ میری ایک گرل فرینڈ ہے۔ اسے آلہ کار بنانا مناسب رہے گا۔ کیا میں اسے بلاؤں؟"

"ہاں۔ بلاؤ۔ میں اس کی آواز اور لہجہ سننا چاہوں گا۔"

اس نے انٹر کام کے ذریعے لیڈی سیکریٹری سے کہا "مس سوسانہ کو یہاں بھیج دو۔"

پھر اس نے ڈبلیو رائٹ سے کہا "میں سوسانہ کے بارے میں سنجیدگی سے سوچتا ہوں' وہ میری وفادار ہے یا نہیں؟ تم اس کے خیالات پڑھ کر اس کے اندر کی بات مجھے بتا سکو گے۔"

"کیا تم نے اسے انسانی اعضا والے دھندے کے بارے میں بتایا ہے؟"

"میری یہ گرل فرینڈ تو کیا میری بیوی بچے بھی میرے خفیہ دھندے سے واقف نہیں ہیں۔ صرف میرا ایک بڑا بیٹا رازدار ہے۔"

سوسانہ نے دروازہ کھول کر پوچھا "کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟"

وہ مسکرا کر بولا "آؤ۔ تمہارے لیے یہ فون کال ہے۔"

وہ قریب آ کر حیرانی سے بولی "میری کال آپ کے پرسنل فون پر کیسے آ گئی؟ میری کوئی سہیلی ہے؟"

"تم خود ہی بات کرو۔ کوئی مرد ہے۔"

وہ ریسیور لے کر' کان سے لگا کر بولی "ہیلو! کون ہو تم؟"

ڈبلیو رائٹ نے کہا "تم ایک اچھی لڑکی ہو۔ تمہیں کوئی دشمن فون نہیں کرے گا۔ مجھے اپنا دوست سمجھو۔"

"مگر تم ہو کون؟ مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"میں تمہیں نہیں جانتا تھا۔ ڈاکٹر نے ابھی بتایا ہے کہ تمہارے جیسی خوب صورت لڑکی اس کی گرل فرینڈ ہے۔"

اس نے گھور کر ڈاکٹر کو دیکھا پھر پوچھا "تم نے میرے اور اپنے بارے میں کسی کو بتایا ہے۔ یہ کون ہے؟"

"میرا بہترین دوست ہے۔ تمہاری عزت کرے گا۔ اس سے دوستی کرو۔"

اس نے فون پر پوچھا "کیا تم میری عزت کرو گے؟ اچھے دوست بنو گے؟"

"ہاں۔ ڈاکٹر دوست بن کر تمہارے دل میں رہتا ہے۔ میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ کیا ابھی تمہارے دماغ میں آ جاؤں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "کیسے آؤ گے؟"

وہ اس کے اندر پہنچ کر بولا "ریسیور ڈاکٹر کو دے دو۔"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر ڈاکٹر کو دیکھا۔ ریسیور کو اس کی طرف بڑھایا۔ اسے اپنے اندر اس اجنبی دوست کی آواز سنائی دے رہی تھی "میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔ وہ تمہارا محبوب ہے۔ دل میں دھڑکتا ہو گا۔ دھڑکنوں کے الفاظ نہیں ہوتے۔ سمجھو یا نہ سمجھو۔ تمہاری مرضی لیکن میں الفاظ کے ساتھ واضح ہوں۔"

وہ گھبرا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر سے بولی "ابھی جو فون پر بول رہا تھا۔ اس کی آواز میرے دماغ میں گونج رہی ہے۔ وہ میرے اندر بول رہا ہے۔ یہ کیا جادو ہے؟"

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا "یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ جادو نہیں ہے۔"

"ٹیلی پیتھی؟" وہ حیرانی سے بولی "ہاں۔ میں نے سنا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے دماغوں کے اندر پہنچ جاتے ہیں۔"

"تم نے جو سنا تھا' اس کا ذاتی تجربہ تمہیں ہو رہا ہے۔ یہ میرے اور تمہارے دوست ہے۔ ان کا نام ڈبلیو رائٹ ہے۔ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ یہ میرے اندر نہیں آ سکتے۔ اس لیے آئندہ تمہارے اندر آ کر مجھ سے باتیں کیا کریں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میری زندگی کا یہ انوکھا تجربہ ہے۔ مسٹر رائٹ! تمہاری آمد سے مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ تم میرے ذریعے دن رات ڈاکٹر سے باتیں کر سکتے ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ میں اس طرح بھی ڈاکٹر کے کام آتی رہوں گی۔"

ڈبلیو رائٹ نے اس کی زبان سے کہا "ڈاکٹر! ابھی میں جا رہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔"

"ویسے تو تم دن رات آسکتے ہو لیکن ایک خاص وقت بھی مقرر ہو جائے تو بہتر ہوگا۔"

"میں پھر کسی وقت آکر صبح و شام کا وقت مقرر کروں۔ اوکے بائی۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ سوسانہ ہنستے ہوئے بولی "مسٹر رائٹ میری زبان سے بول رہے تھے۔ مجھے عجیب سا لگ رہا تھا۔"

"وہ تمہارے اندر موجود ہیں یا جا چکے ہیں؟"

"پتا نہیں۔ مجھے تو پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ میرے اندر ہیں یا نہیں؟ جب بولتے ہیں۔ تب ان کی موجودگی ظاہر ہوتی ہے۔"

اس نے سوسانہ کو دیکھتے ہوئے مخاطب کیا "مسٹر رائٹ! تم موجود ہو؟"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ سوسانہ نے بھی انکار میں سر ہلا کر کہا "وہ نہیں ہیں۔ جا چکے ہیں۔ عجیب سا لگ رہا ہے' جیسے وہ ابھی ہمارے سامنے تھے اور اب نہیں ہیں۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "کم آن۔ شام ہو چکی ہے۔ ہم کہیں آؤٹنگ کے لیے چلیں۔ آج ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دوستی کر کے جو خوشی ہو رہی ہے۔ میں اسے بیان نہیں کر سکوں گا۔"

وہ دونوں چیمبر سے نکل کر اسپتال سے باہر آئے پھر کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ ڈبلیو رائٹ خاموشی سے سوسانہ کے اندر موجود تھا اور اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ ایک مڈل کلاس گھرانے کی لڑکی تھی۔ دوسری لڑکیوں کی طرح اونچے خواب دیکھتی تھی۔ وہ اسپتال میں ملازمت کرنے آئی تو ڈاکٹر بوکا بو کا اس پر عاشق ہو گیا۔ وہ اس سے عمر میں تین گنا زیادہ تھا۔ بڑھاپے میں رال ٹپکنے لگی۔ وہ اس سے راضی نہیں ہونا چاہتی تھی لیکن ڈاکٹر نے اسے ایک بنگلا خرید کر دیا۔ اس کے بینک اکاؤنٹ میں پانچ لاکھ ڈالر جمع کیے تو وہ راضی ہو گئی۔

اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ لالچی تھی۔ ہر لڑکی ایک شان دار مستقبل کے خواب دیکھتی ہے اور شان و شوکت سے زندگی گزارنا چاہتی ہے۔ سوسانہ نے ایسا کرنے کے بعد ڈاکٹر کو دھوکا نہیں دیا تھا۔ اس سے وفاداری کر رہی تھی لیکن وہ وفاداری دل کا بوجھ تھی۔ ڈاکٹر کا بڑھاپا اس کی جوانی کا ساتھ نہیں دیتا تھا۔ حالانکہ وہ ڈاکٹر تھا۔ توانائی حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کی دوائیں کھاتا تھا مگر لنگڑے گھوڑے کی طرح دوڑ شروع کرتے ہی گر پڑتا تھا۔ سوسانہ اندر ہی اندر کرب میں مبتلا رہتی تھی۔ وفاداری کا تقاضا تھا۔ زبان سے اُف نہیں کرتی تھی۔

وہ ڈاکٹر کے ساتھ آؤٹنگ کے لیے نکلی تھی۔ انہوں نے رات کا کھانا ایک ہوٹل میں کھایا۔ وہ اس کے ساتھ بنگلے میں رات گزارنا چاہتا تھا لیکن ایک اہم کاروباری معاملے کے سلسلے میں فون آگیا۔ وہ فون اٹینڈ کرنے کے بعد اسے جانا پڑا۔ اس نے رخصت ہوتے وقت کہا "ڈبلیو رائٹ کسی وقت بھی تمہارے ذریعے رابطہ کرنا چاہے گا۔ تم فوراً میرے موبائل فون پر کال کرنا۔ چھ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس نے اب تک رابطہ نہیں کیا ہے۔ اوکے۔ سی یو۔"

وہ چلا گیا۔ سوسانہ نے دروازے کو اندر سے بند کرنا چاہا تو نہ کر سکی۔ اس کے دماغ نے کہا "اسے کھلا رکھو۔ کوئی آنے والا ہے۔"

وہ سحر زدہ سی ہو کر دروازے کے باہر دیکھنے لگی "کون آنے والا ہے؟"

وہ لاشعوری طور پر سوسانہ کے اندر اپنی شخصیت حاوی کرتا رہا تھا۔ وہ ڈاکٹر کے ساتھ گھومتی پھرتی اور ہنستی بولتی رہی تھی۔ ان کے درمیان کوئی تیسرا نہیں تھا۔ وہ سمجھ نہ سکی کہ تیسرا شخص اس کی لاعلمی میں اس کے ذہن پر نقش ہو رہا ہے۔

پھر وہ اچانک اس کے سامنے آگیا۔ اسے دیکھتے ہی دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس کے سامنے ایک قد آور باڈی بلڈر کھڑا ہوا تھا۔ سامنے آتے ہی حواس پر چھا رہا تھا۔ وہ آگے بڑھا۔ یہ پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اس کے پاس آکر اسے بازوؤں کے حصار میں لے کر اس پر جھک گیا۔ اس کے چہرے اور گردن پر ہونٹوں سے سرگوشیاں کرنے لگا پھر اسے بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ روم کی طرف جانے لگا۔

اس کے ارادے خطرناک تھے۔ وہ ڈاکٹر بوکا بو کا کے تمام کاروبار پر اس طرح قبضہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ ڈاکٹر محض ایک کارندہ بن کر رہ جائے اور وہ خیال خوانی کے ذریعے کاروبار کا تمام منافع حاصل کرتا رہے۔ وہ اس کے ہم راز مشیر کو اپنا معمول بنا چکا تھا۔ اس رات اس نے سوسانہ کو اپنی معمولہ بنا لیا۔ اب اسے انتظار تھا کہ ڈاکٹر کبھی بیمار پڑے یا اسے کوئی حادثہ پیش آئے تو وہ اس کے اندر پہنچ کر اسے بھی اپنا معمول بنا سکے گا۔

وہ سوسانہ کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری کی دوا دیتا

تھا لیکن یہ خیال آتا تھا کہ وہ ڈاکٹر ہے' کھانے پینے کی چیز میں ملی ہوئی دوا کو محسوس کر سکتا ہے۔ وہ کوئی رسک لینا نہیں چاہتا تھا۔ اسے اپنا غلام بنانے کی ایسی جلدی نہیں تھی۔ وہ بڑی سہولت سے یہ کام کرنا چاہتا تھا۔

پھر ایک رات ڈاکٹر نے اسے بتایا کہ سونیا الاسکا میں ہے۔ انسانی اعضا حاصل کرنے کا ایک خفیہ اڈا ہیچاک میں ہے۔ وہاں ڈاکٹر ریگھم ایک فیملی کو ٹریپ کر کے اپنے بنگلے میں لایا تھا۔ اس فیملی میں سونیا بھی تھی وہ اس کے حواریوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی تھی اور اب ڈاکٹر ریگھم وغیرہ کو ختم کرنے والی تھی۔

ڈبلیو رائٹ ڈاکٹر بوکا بو کا کی فون کال کے ذریعے ریگھم کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس وقت آپریشن تھیٹر میں ریگھم کا پلڑا بھاری رکھا اور سونیا بے بس نظر آرہی تھی لیکن اچانک ہی بازی پلٹ گئی تھی۔ ریگھم کے ایک حواری نے اپنے تین ساتھیوں کو ہلاک کر دیا پھر سونیا کے حکم سے خودکشی کر لی۔

ڈاکٹر بوکا بو کا نے کہا "مسٹر رائٹ! کسی طرح میلی اور ریگھم کو بچاؤ۔ ریگھم میرے لیے بہت ضروری ہے۔"

رائٹ نے کہا "تم نے آخری وقت میں مجھے وہاں پہنچایا ہے۔ وہاں کی پوزیشن کو سمجھنے تک سونیا ان پر حاوی ہو گئی ہے۔ اس کی پشت پر ایک سے زیادہ خیال خوانی کرنے والے ہو سکتے ہیں۔"

"تم باربرا' ایلسی اور جیری کے دماغوں میں گھس کر ان کی موت بن جاؤ گے تو سونیا ریگھم کو ہلاک نہیں کرے گی۔"

"میں کسی ایک کے دماغ میں گھس سکتا ہوں۔ اس ایک دماغ میں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے آکر میری سوچ کی لہروں کو کمزور بنا دیں گے پھر وہ تینوں سونیا کے سگے رشتے دار نہیں ہے۔ میں ان میں سے کسی کو مارنا چاہوں گا' تب بھی وہ اس ایک کی قربانی دے کر ریگھم کو ضرور ہلاک کرے گی۔"

ان کی بحث کے دوران سونیا نے میلی اور ریگھم کو دونوں ہاتھوں اور پیروں سے اپاہج بنا دیا تھا۔ انہیں سسک سسک کر مرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ ان زخموں سے اتنا خون بہہ رہا تھا کہ صبح تک ان کے بچنے کی امید نہیں تھی۔ ڈبلیو رائٹ نے کہا "اگر میں وہاں خیال خوانی کا مظاہرہ کرتا تو سونیا اور فرہاد وغیرہ کو معلوم ہو جاتا کہ تمہاری پشت پر بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ جبکہ میں خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔"

"تعجب ہے۔ تمہارے پاس ایک غیر معمولی طاقت ہے۔ تم اسے ظاہر کیوں نہیں کرنا چاہتے؟"

"ہم آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس لیے انڈر گراؤنڈ سیل میں رکھا گیا تھا کہ فرہاد اور اس کے ساتھی کسی نہ کسی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ لگا کر ان کی شہ رگ تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہم انڈر گراؤنڈ سیل سے باہر آنے کے بعد اب تک محتاط ہیں۔ ہم کبھی سونیا اور فرہاد وغیرہ کی موجودگی میں خود کو ظاہر نہیں کرتے۔"

"پھر تم ان سے خوف زدہ رہ کر میرے لیے کیا کر سکو گے؟"

"مجھے بزدل اور خوف زدہ نہ سمجھو۔ میں احتیاطی تدابیر پر عمل کرتا ہوں۔ میں چھپ کر ان پر حملے کر سکتا ہوں اور تمہیں ان کے حملوں سے بچا سکتا ہوں۔ سونیا اب میری نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکے گی۔ میں باربرا' ایلسی اور جیری کے اندر رہ کر اس کی مصروفیات سے باخبر رہوں گا۔ اس کی کوئی کمزوری میرے ہاتھ آسکتی ہے۔ وہ بیمار پڑ سکتی ہے۔ کسی حادثے سے دوچار ہو سکتی ہے۔ ایسے وقت میں اس کے اندر گھس کر اسے اپنی معمولہ بنا سکوں گا اور اگر ایسا نہ کر سکا تو اسے آسانی سے ہلاک کر سکوں گا۔"

ڈاکٹر نے کہا "بے شک سونیا اور فرہاد جیسے زبردست دشمنوں کے مقابلے میں تمہیں اسی طرح محتاط رہنا چاہیے۔ تم باربرا' ایلسی اور جیری کے ذریعے سونیا کو اعصابی کمزوری کی دوا کھلا سکتے ہو۔"

"موقع ملا تو میں ایسا ضرور کروں گا۔"

سونیا اس فیملی کے ساتھ ہولی کراس ٹاؤن میں آگئی۔ وہ فیملی آدھی رہ گئی تھی۔ باربرا کا باپ جیمسن طرمارا گیا تھا۔ اس کا بڑا بیٹا اور بہو پولیس کسٹڈی میں تھے۔ صرف باربرا' ایلسی اور جیری رہ گئے تھے۔ میں نے جیمسن طرمر کی تدفین سے پہلے خیال خوانی کے ذریعے اس کے بڑے بیٹے اور بہو کو رہائی دلائی۔ سونیا نے ان سے کہا "میں نے تم سب کے ساتھ بہت ہی یادگار وقت گزارا ہے۔ اب مجھے یہاں سے جانا ہوگا۔"

باربرا نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر شکایت کی "کیا آپ مجھے بیٹی بنا کر یہاں چھوڑ جائیں گی۔"

"بیٹیاں ایک دن ماں باپ سے جدا ہو جاتی ہیں۔ ہمیں بھی جدا ہونا ہے۔ نہ میں اپنی فیملی سے دور یہاں رہ سکتی ہوں۔ نہ تم اپنی فیملی کو چھوڑ کر میرے ساتھ آسکتی ہو۔ کیا تم میرے ساتھ آسکو گی؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "آپ نے مجھے اتنا تحفظ' اتنی

سلامتی دی ہے کہ میری سگی ماں بھی نہیں دے سکتی تھی۔ میں ہمیشہ آپ کے سائے میں محفوظ رہ سکتی ہوں لیکن اپنے باپ دادا کا خاندان' یہ مکان اور لہو کے رشتے توڑ کر نہیں جاسکوں گی۔ آپ سے دور رہوں گی لیکن آخری سانسوں تک آپ کو یاد کرتی رہوں گی۔"

ڈبلیو رائٹ خیال خوانی کے ذریعے باربرا کے اندر آتا جاتا رہتا تھا۔ اس وقت بھی موجود تھا اور سمجھ رہا تھا کہ سونیا وہاں سے جائے گی تو وہ باربرا کے بعد کسی کو آلہ کار نہیں بنا سکے گا۔ پتا نہیں چلے گا کہ وہ کہاں جارہی ہے؟

اس نے ڈاکٹر بوکا سے کہا "وہ ہولی کراس ٹاؤن سے جارہی ہے۔ پتا نہیں آگے کہاں جاکر ہمارے کس تیسرے اڈے کو تباہ کرے گی۔ یہ تنہا ہوگی اس کے ساتھ کوئی نہیں ہوگا۔ میں کسی کے ذریعے اس پر نظر نہیں رکھ سکوں گا۔"

ڈاکٹر نے کہا "اس سے پہلے کہ یہ ہمیں مزید نقصان پہنچائے۔ اسے کسی بھی طرح وہیں ختم کردو۔"

"مجھے یہ معلوم نہیں ہورہا ہے کہ ابھی سونیا کے اندر فرہاد موجود ہے یا نہیں؟ مجھے سوچ سمجھ کر حملہ کرنا ہوگا۔"

"تمہارے سوچنے سمجھنے تک وہ وہاں سے چلی جائے گی۔ جو کرنا ہے جلدی کرو۔ آخر کب تک ان لوگوں سے چھپ کر خیال خوانی کرتے رہو گے؟"

ڈبلیو رائٹ اس وقت باربرا کے علاوہ جیری اور ایلسی وغیرہ کو آلہ کار بنا سکتا تھا۔ اس نے جیری کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اس مکان میں کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ کچن میں چاقو رکھا ہوا تھا۔ جیری نے اسے اپنے لباس میں چھپا لیا۔ سونیا اپنا سفری بیگ اٹھا کر ان سے رخصت ہورہی تھی۔ باربرا اور ایلسی اسے مکان کے باہر ٹیکسی تک رخصت کرنے آئی تھیں۔ جیری راستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔ ایلسی نے پوچھا "کیا بات ہے جیری؟"

ڈبلیو رائٹ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے حملہ کرنے پر مجبور کررہا تھا۔ اس نے سونیا سے کہا "تم نے ایک ہوٹل میں تین غنڈوں کی پٹائی کی تھی۔ تم نہ ہوتیں تو باربرا اور ایلسی کی آبرو خاک میں مل جاتی پھر تم نے ہچکاک میں ہم سب کو قاتلوں سے بچایا۔ ہم سب تم پر اپنی جانیں بھی قربان کردیں تو کم ہے۔ میرے لباس کے اندر یہ چاقو ہے۔"

اس نے لباس کے اندر سے چاقو نکالا۔ ایلسی اور باربرا پریشان ہوگئیں۔ سونیا مسکرانے لگی۔ وہ بولا "ایک کتا بڑی دیر سے میرے اندر بھونک رہا ہے۔ مجھے مجبور کرنا چاہتا ہے کہ میں تمہیں اس چاقو سے ہلاک کردوں۔ اس سے پوچھو۔ یہ کس نسل کا کتا ہے اور کہاں سے آیا ہے؟"

سونیا نے کہا "پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈاکٹر بوکا یہ نہیں چاہتا کہ میں آگے جاکر اسے مزید نقصان پہنچاؤں۔ اس کی اس حماقت سے مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ میں پہلے سے زیادہ محتاط رہوں گی۔"

وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگئی۔ ڈبلیو رائٹ اپنی آلہ کار سوسانہ کے دماغ میں آیا۔ اس کے ذریعے ڈاکٹر بوکا سے بولا "تمہاری جلد بازی کی وجہ سے اسے معلوم ہوگیا ہے کہ تمہارے ساتھ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ اب وہ پہلے سے زیادہ محتاط رہے گی۔ فرہاد وغیرہ معلوم کریں گے کہ میں کون ہوں؟ انہیں یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ میں آٹھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہوں۔"

"اتنی لمبی باتیں کیوں کررہے ہو؟ صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم سونیا پر حملہ کرنے میں ناکام رہے ہو۔ وہ تنہا ہے۔ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ تم اس ننھی عورت کو ہلاک نہ کرسکے۔"

"وہ تنہا نہیں ہے۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود تھے۔ میں نے جیری کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا لیکن مجھ سے پہلے کوئی اس کے اندر موجود تھا۔ اس نے جیری کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ آئندہ میں تمہارے مشورے پر عمل نہیں کروں گا۔"

وہ آپس میں بحث کررہے تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ سونیا آئندہ ان کے کسی اور خفیہ اڈے تک پہنچنے والی ہے۔ جبکہ ایسا نہیں تھا۔ وہ میری تلاش میں وہاں گئی تھی۔ میں اس کی زندگی میں واپس آگیا تھا۔ خوامخواہ اس ملک میں رہنا ضروری نہیں تھا۔

وہ یہ سن کر پریشان ہوگئی تھی کہ اس کا بیٹا کبریا گردش میں آگیا ہے۔ میں جس مصیبت سے نکل آیا تھا' اس مصیبت میں وہ گرفتار ہوگیا تھا۔ وہ بیٹے کو تلاش کرنے میرے پاس ہندوستان آرہی تھی۔ الاسکا سے کینیڈا پہنچ کر وہاں سے کسی فلائٹ میں انڈیا آنے والی تھی۔

الپا' اعلیٰ بی بی اور فرمان خیال خوانی کے ذریعے جزیرے کے سیکیورٹی افسر اور دوسرے اہم افراد کے دماغوں میں جگہ بنا چکے تھے۔ وہاں انہوں نے کبریا کی آواز بھی سنی تھی۔ وہ سیکیورٹی افسر کے اندر آکر وہاں کے دفاعی انتظامات دیکھ رہا تھا۔ تمام مسلح افراد صبح و شام فوجی مشقیں کیا کرتے تھے اور انڈین آرمی سے نمٹنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

دادی ماں کبریا سے کہتی تھی کہ اسے محل کے اندر اور باہر کے تمام معاملات پر نظر رکھنی ہے اور جزیرے کے چاروں طرف بھی یہ دیکھنا ہے کہ انڈین گوریلے فائٹر سمندر کے راستے سے چھپ کر نہ آجائیں۔ وہ دادی ماں کے حکم کے مطابق دن رات خیال خوانی میں مصروف رہتا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "پاپا! میں وہاں کسی کے اندر کبریا کی آواز سنتی ہوں تو اس سے باتیں کرنے کے لیے دل بے چین ہوجاتا ہے۔"

میں نے کہا "بھائی کی محبت سے مغلوب ہوکر اسے مخاطب کرنے کی غلطی نہ کرنا۔ وہ دادی ماں کو بتادے گا کہ ہم جزیرے میں اہم افراد کے اندر آتے رہتے ہیں پھر وہ وہاں ہمارے لیے رکاوٹیں پیدا کرنے لگے گی۔"

انڈین آرمی کے اعلیٰ افسران اس سیکیورٹی افسر سے فون اور فیکس کے ذریعے پوچھنے لگے "تمہاری مالکن پوجا کلیانی کہاں ہیں؟ ہم اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

کبریا نے سیکیورٹی افسر کی زبان سے کہا "ہماری میڈم تفریح کے لیے کسی ملک میں گئی ہیں۔ کوئی ضروری بات ہو تو آپ مجھ سے کرسکتے ہیں۔"

آرمی کے افسران کو یہ معلوم ہوچکا تھا کہ جزیرے میں صرف ایک سیکیورٹی افسر رہ گیا ہے۔ پوجا اور سلمان قیصر کہیں دور کسی ملک میں ہیں۔ وہ میرے بارے میں یہی جانتے تھے کہ میں اب تک پوجا کے ساتھ ہوں۔ جزیرے میں کتنی بڑی تبدیلی آگئی ہے' وہ نہیں جانتے تھے۔

فرمان نے پوچھا "آرمی وہاں حملہ کرے گی تو کیا ہم کبریا کا ساتھ دیں گے اور اس چیل کے جزیرے کی حفاظت کریں گے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ہم آرمی کے حملوں کو ناکام بنائیں گے تو گویا دادی ماں کا ساتھ دے کر اس دشمن عورت کے ہاتھ مضبوط کریں گے۔"

الپا نے کہا "اگر وہ جزیرہ تباہ ہوجائے یا انڈین آرمی کا قبضہ وہاں ہوجائے تو دادی ماں کو زبردست نقصان پہنچے گا اور ہم اسے نقصان پہنچائیں گے۔"

میں نے کہا "تصویر کا ایک ہی رخ نہ دیکھو۔ بے شک اس خبیث عورت کو بھاری نقصان پہنچا کر خوشی ہوگی لیکن اس تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ وہ کبریا کو نقصان پہنچائے گی۔ اس نے مجھے صرف جزیرے کی سلامتی کے لیے ٹریپ کیا تھا۔ کبریا کو بھی صرف اسی مقصد کے لیے اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ جب اس سے فائدہ نہیں پہنچے گا تو وہ اسے نقصان ضرور پہنچائے گی۔"

اعلیٰ بی بی نے مایوس ہوکر کہا "یہ کیسی مجبوری ہے۔ وہ ہم سے دشمنی کررہی ہے اور ہم نہ چاہتے ہوئے بھی دوستوں کی طرح اس کے جزیرے کی حفاظت کرتے رہیں گے۔"

"ہم واقعی مجبور ہیں۔ کبریا کی سلامتی کے لیے ہمیں ایسا کرنا ہوگا۔"

آخر آرمی والے حرکت میں آگئے۔ انہوں نے پوجا اور سلمان قیصر کے بغیر جزیرے کو خالی' لاوارث اور کمزور سمجھ لیا۔ رات کی تاریکی میں سمندری راستے سے ساحل پر اتر گئے۔ وہاں صرف چار مسلح گارڈز تھے۔ وہ سیکڑوں کی تعداد میں آنے والوں کو جوابی فائرنگ سے روک نہیں سکتے تھے۔ وہاں سے بھاگ کر محل میں آئے۔ سیکیورٹی افسر کو بتایا کہ آرمی کے سیکڑوں جوان ساحل پر آگئے ہیں۔ سیکیورٹی افسر نے محل کے چاروں طرف اپنے مسلح گارڈز کو الرٹ کردیا۔

اس وقت اعلیٰ بی بی اور فرمان خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھے۔ انہوں نے مجھے اور الپا کو بلایا۔ میں فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے آرمی ہیڈ کوارٹر کے افسران کے اندر پہنچنے لگا۔ اس سے پہلے بھی میں ان کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ وہ افسران موبائل فون اور وائرلیس کے ذریعے ان افسروں سے باتیں کررہے تھے' جو جزیرے کے ساحل پر سپاہیوں کے ساتھ بخیریت پہنچ گئے تھے۔

ان میں سے ایک افسر رپورٹ پیش کررہا تھا "سر! ہم یہاں پہنچ گئے ہیں۔ ادھر کوسٹ گارڈز بھی نظر نہیں آرہے ہیں۔ چند ملاح اور ماہی گیر ہیں۔ انہیں ہم نے حراست میں لیا ہے۔ ان کے بیان کے مطابق ادھر چار مسلح گارڈز رات کو ڈیوٹی دیتے ہیں۔ وہ ہمیں اتنی بڑی تعداد میں دیکھ کر بھاگ گئے ہیں۔"

ہیڈ کوارٹر سے کہا گیا "ان بھاگنے والوں نے محل میں خبر پہنچائی ہوگی۔ وہ مقابلے کے لیے تیار ہوں گے۔ بہت ہوشیاری سے محل کا محاصرہ کرو۔"

میں نے الپا' اعلیٰ بی بی اور فرمان کو اس افسر کے دماغ میں پہنچایا پھر ہم سب اس ایک افسر کے ذریعے دوسرے افسروں اور سپاہیوں کے اندر پہنچنے لگے۔ ادھر سیکیورٹی افسر' کبریا سے کہہ رہا تھا "سر! ہم لڑنے والے تعداد میں پورے چالیس بھی نہیں ہیں اور سیکڑوں تعداد میں آئے ہیں پھر ان کے پاس مشین گنیں اور میزائل وغیرہ بھی ہوں گے۔"

کبریا نے کہا "کیا پہلے سے نہیں جانتے تھے کہ ان کے پاس یہ سب کچھ ہوگا اور ہم محدود ہتھیاروں سے لڑیں

گے؟"

"ہم جانتے تھے لیکن ہم آپ کی ٹیلی پیتھی کے ہتھیار پر زیادہ بھروسا کرتے ہیں۔ آپ یہ ہتھیار استعمال کریں۔ تاکہ ان پر دہشت طاری ہو۔"

"میں نے اب تک کسی دشمن کی آواز نہیں سنی ہے۔ آواز سنے بغیر میں کسی کے اندر جاسکوں گا اور نہ ان کے خلاف کچھ کرسکوں گا۔ وہ محل کا محاصرہ کرنے کے بعد ضرور تمہیں مخاطب کریں گے۔"

کبریا نے ایک مسلح گارڈ سے کہا "تم موٹر سائیکل لے کر ساحل کی طرف ایلچی بن کر جاؤ اور ان سے باتیں کرو۔"

ایلچی بننے والے نے پریشان ہو کر پوچھا "آپ مجھے تنہا موت کے منہ میں کیوں بھیج رہے ہیں۔ وہ میری کوئی بات نہیں سنیں گے۔ گولی ماردیں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ یہ جنگ کا اصول ہے۔ دشمن کے ایلچی کو مارا نہیں جاتا۔ اس کے ذریعے مذاکرات کیے جاتے ہیں۔"

وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔ کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ محل کے احاطے کی چار دیواری بہت اونچی تھی اور اس کی اونچائی پر تار کانٹے بچھائے گئے تھے۔ وہاں چاروں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مچانیں بنی ہوئی تھیں۔ ہر مچان پر چار چار مسلح گارڈز تھے اور سرچ لائٹس کے ذریعے دور تک دیکھ رہے تھے۔

وہ ایلچی موٹر سائیکل پر ساحل کی طرف جارہا تھا۔ دور کہیں سے آواز سنائی دی "ہالٹ۔۔۔"

کبریا اس ایلچی کے اندر تھا۔ اس نے آواز سنیں لیکن دور کی آواز اور لہجہ صاف سنائی نہیں دیا۔ اب آگے باتوں کا سلسلہ شروع ہونے والا تھا۔ وہ توجہ سے سننے لگا۔ ایلچی نے موٹر سائیکل روک دی تھی۔ تاریکی میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا "میں اکیلا ہوں۔ گولی نہ چلانا۔ پیغام لے کر آیا ہوں۔ مجھے اپنے قریب آنے۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ ایلچی چیخ مار کر گرا پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ کبریا کی سوچ کی لہریں اس کے مردہ دماغ سے واپس آگئیں۔

آرمی والوں کو یقین تھا کہ وہ صبح سے پہلے جزیرے پر قبضہ جمالیں گے۔ اس لیے ان کی نظروں میں ایلچی اور مذاکرات وغیرہ کی اہمیت نہیں تھی۔ کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دادی ماں سے کہا "انہوں نے ایلچی کی بات نہیں سنی۔ اسے مار ڈالا ہے۔ مجھے دشمنوں کی آواز سننے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔"

وہ بولی "میں بھارت سرکار سے فریاد کروں گی تو میری کوئی نہیں سنے گا۔ جو جزیرے کے مقدمے کا فیصلہ سنانے والا ہے، میں ابھی اس جج سے شکایت کرتی ہوں۔ شاید وہ ہمارے لیے کچھ کرسکے گا۔ تم جزیرے میں جاؤ۔"

کبریا پھر سیکیورٹی افسر کے اندر آگیا۔ ابھی تک محل پر حملہ نہیں ہوا تھا۔ سیکیورٹی افسر نے کہا "پتا نہیں، وہ حملہ کیوں نہیں کررہے ہیں۔ ہمیں اپنا انجام صاف دکھائی دے رہا ہے یا تو بے موت مرنا ہوگا۔ یا پھر ان کے سامنے ہتھیار ڈالنے ہوں گے۔"

کبریا نے ڈانٹ کر کہا "بزدلوں جیسی باتیں نہ کرو۔ برسوں سے محافظ بننے کا وعدہ کرکے بڑی بڑی تنخواہیں لیتے آرہے ہو۔ اب موت کے خوف سے ہتھیار پھینکنے کی باتیں کررہے ہو۔"

"آپ غصہ نہ دکھائیں۔ ہم سے پہلے آپ کا ہتھیار بیکار ہوچکا ہے۔ آپ مجبور ہوگئے ہیں۔ یہ ہتھیار استعمال نہیں کرپارہے ہیں۔ دیکھا جائے تو ہم سے پہلے آپ ہتھیار ڈال چکے ہیں۔"

"تم باغیانہ انداز میں بول رہے ہو۔ تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ دشمن ادھر آئیں گے تو تم ایک بھی گولی چلائے بغیر گھٹنے ٹیک دو گے۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ رات کے سناٹے میں دور سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کبریا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کون فائرنگ کررہا ہے؟ اور کس دشمن پر کررہا ہے؟

ہم نے انہیں آپس میں لڑا دیا تھا۔ میں نے ایک افسر کے ذریعے دوسرے افسر سے کہا "محل پر حملہ نہ کیا جائے۔ محل کے سپاہیوں کو باہر آنے پر مجبور کیا جائے۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہم راکٹ لانچر سے محل میں راکٹ برسائیں گے تو وہاں بھگدڑ شروع ہوگی۔ وہ محل کے احاطے سے باہر آنے پر مجبور ہوجائیں گے۔"

میں نے کہا "اپنے راکٹ برباد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہیں گولی ماروں گا تو آواز وہاں تک جائے گی۔"

یہ کہتے ہی میرے آلہ کار افسر نے دوسرے افسر کو گولی ماری پھر مسلسل فائر کرتا گیا۔ کئی سپاہی فائر کی زد میں آکر مرگئے۔ دوسرے اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے اسے سمجھانے لگے

کہ وہ پاگلوں کی طرح فائرنگ نہ کرے لیکن الیا، اعلیٰ بی بی اور فران نے دوسروں کے اندر پہنچ کر انہیں بھی گولیاں چلانے پر مجبور کیا۔ دو سپاہی بھاری مشین گن چلانے لگے۔ وہاں اچانک ہی قیامت برپا ہوگئی تھی۔

ہم نے یہ خیال رکھا تھا کہ ہمارے آلہ کار مرنے نہ پائیں اور وہ آخر وقت تک ہمارے کام آتے رہیں۔ رات کی تاریکی میں پتا نہیں چل رہا تھا کہ کتنے سپاہی اور افسران مارے گئے ہیں۔ جو بچ گئے تھے، وہ اس پہاڑی کی طرف آگئے، جس پر محل کھڑا ہوا تھا۔

ایک افسر نے حکم دیا "سب لوگ قریب آجائیں۔ کوئی دور نہ رہے۔ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ہمارے لوگوں نے ایک دوسرے پر گولیاں کیوں چلائی ہیں۔"

دوسرے نے کہا "میں نے دیکھا ہے۔ مشین گن کے ایک برسٹ سے درجنوں سپاہی بے موت مرگئے۔ فائرنگ کرنے والے جنون میں کیوں مبتلا ہوگئے۔"

اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نے کہا "ہیڈ کوارٹر میں کہا جارہا تھا کہ ہوجانے ٹیلی پیتھی جاننے والے فریاد سے دوستی کی ہے۔ میری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ ہم پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے حملہ کیا جارہا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "میں نہیں مانتا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا صرف پندرہ منٹ میں ہمارے درجنوں سپاہیوں کو خاک میں ملادے گا۔"

تیسرے نے کہا "اگر یہ ٹیلی پیتھی نہیں ہے تو پھر یہ سب کیسے ہوگیا۔ کیا پوجا ہم پر جادو کررہی ہے؟"

"ہم یہاں بحث کرنے نہیں جزیرے پر قبضہ حاصل کرنے آئے ہیں۔ جو ہوچکا ہے۔ اس پر بعد میں غور کیا جائے گا۔ ابھی محل کی طرف پیش قدمی کی باتیں کرو۔ جلد سے جلد محل پر حملہ کرنا چاہیے۔"

میں نے ایک سپاہی کی زبان سے کہا "ہم انسان ہیں۔ دوسرے انسانوں کو کیوں ہلاک کرتے ہیں۔ دوسروں کی زمینوں پر قبضہ جمانے کے لیے اپنی محبت کرنے والی بیویوں اور معصوم بچوں کو چھوڑ کر اتنی دور آتے ہیں اور حرام موت مارے جاتے ہیں۔"

ایک افسر نے ڈانٹ کر کہا "کیا بکواس کررہے ہو۔ میدان جنگ میں آکر کسی بھی سپاہی کو بیوی، بچے اور گھر کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیے۔"

"کیوں نہیں سوچنا چاہیے؟ کیا ہم انسان نہیں ہیں۔ ہمارے سینوں میں دل نہیں دھڑکتے ہیں۔ کیا تم یہاں مرجاؤ

خوف اور اسکا سدباب
قیمت 40 روپے ڈاک خرچ 23 روپے
خوف ایک بیماری ہے۔ ایسی بیماری جو زندگی میں زہر گھول دیتی ہے اور صلاحیتوں کو ختم کردیتی ہے۔
کتاب کی قیمت منی آرڈر اور ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں
مکتبہ نفسیات
kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

گے تو وہاں تمہاری بیوی بچے نہیں روئیں گے۔ اگر تمہارے پیچھے وہ نہیں روئیں گے تو تمہیں ابھی مرجانا چاہیے۔"

وہ سپاہی سب مشین گن لیے کھڑا تھا۔ اس نے ٹریگر دبایا۔ تڑاتڑ کی آواز کے ساتھ بیک وقت کئی گولیاں نکلیں اور سامنے والوں کی زندگیاں پھینستی چلی گئیں پھر ایک بار بھگدڑ شروع ہوئی۔ ایک افسر نے اس سپاہی کو گولی ماری۔ وہ تو مرگیا لیکن ہم چاروں نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے فائرنگ جاری رکھی۔ ان پر بدحواسی طاری ہوگئی۔ وہ جدھر جارہے تھے' ادھر سے فائرنگ ہورہی تھی۔ جان بچانے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔

آخر وہ اپنے ہتھیار پھینک کر زمین پر گھٹنے ٹیکنے لگے۔ کہنے لگے "سیز فائر۔ بند کرو۔ فائرنگ بند کرو۔ ہم ہتھیار ڈال چکے ہیں۔"

فائرنگ بند ہوگئی۔ میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا "اب یہ مان لو کہ محل کے دروازے تک نہیں پہنچ سکو گے اور جزیرے سے فوراً واپس نہ گئے تو ہم میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔"

دوسرے افسر نے کہا "یہاں جو ہورہا ہے' وہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ سمجھ داری یہی ہوگی کہ ہم یہاں سے واپس چلے جائیں۔"

"لیکن مردہ سپاہیوں کو چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔ ان کی لاشیں اور تمام ہتھیار اٹھا کر لے جاؤ گے۔"

ایک نے پوچھا "اتنی لاشیں ہم کہاں لے جائیں گے؟ اور کیوں لے جائیں گے؟"

میں نے کہا "یہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا حکم ہے۔ اگر حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو تمہاری لاشیں اٹھانے والا بھی یہاں کوئی نہیں رہے گا۔"

انہوں نے مجبور ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ لاشیں اور ہتھیار اٹھا کر کشتیوں پر لے جاکر رکھیں۔ حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ وہ سب سہمے ہوئے تھے۔ واپس جانے کے لیے پھرتی سے کام کررہے تھے۔ ہم ان کے ذریعے ٹارچ کی روشنی میں دور تک دیکھ رہے تھے کہ وہاں کوئی لاش یا انڈین آرمی کا کوئی ہتھیار نہ رہ جائے۔ آئندہ یہ ثبوت نہ ملے کہ انڈین آرمی وہاں آئی تھی۔

وہاں حملہ کرنے ایک سو سپاہی اور روس افسران آئے تھے۔ جن میں سے دو افسران اور چالیس سپاہی زندہ واپس جارہے تھے۔ ان کا بحری جنگی جہاز جزیرے سے پانچ میل دور گہرے پانی میں کھڑا تھا۔ وہ سب موٹر بوٹس میں آئے تھے اور انہی بوٹس میں بحری جہاز کی طرف جارہے تھے۔ ہماری خدا خوانی کے مطابق لاشوں اور ہتھیاروں کو سمندر میں پھینکے جارہے تھے۔

اس بحری جنگی جہاز میں بھی کچھ اعلیٰ افسران اور کچھ سپاہی تھے۔ انہوں نے واپس آنے والوں سے پوچھا "کیا جزیرے پر قبضہ ہوگیا؟"

دوسرے افسر نے خوش ہو کر کہا "یقیناً قبضہ ہوچکا ہے۔ اسی لیے ہمارے چھ افسران اور باقی سپاہی وہیں رہ گئے ہیں۔"

ان کی باتوں کے دوران میں ہم چار سپاہیوں کو جہاز کے ویسمنٹ میں لے گئے۔ جہاں انجن' پیٹرول اور ڈیزل آئل تھا۔ اوپر عرشے پر ایک شکست خوردہ افسر نے کہا "آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ جزیرے پر قبضہ نہیں ہوا ہے۔ ہم ناکام ہو کر اور بہت بڑا نقصان اٹھا کر آئے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ لوگ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے ہمارے چھ افسران اور ساٹھ سپاہیوں کو مار ڈالیں گے۔"

ایک اعلیٰ افسران نے غصے سے کہا "یہ کیا بکواس ہے؟ کون یقین کرے گا کہ تم لوگ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے شکست کھا کر آئے ہو؟"

"کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ ہمارے ساتھ یہی ہوا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو توپ کا رخ جزیرے کی طرف کیا جائے۔ ہم یہاں سے اتنے گولے برسائیں گے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس جزیرے کے ساتھ سمندر میں ڈوب جائے گا۔"

اعلیٰ افسر کے حکم کے مطابق ائر کرافٹ گنوں کا رخ جزیرے کی طرف کیا گیا تھا۔ وہ جہاز جزیرے کے قریب جانے لگا لیکن اس سے پہلے کہ گولے برسائے جاتے۔ یکبارگی جہاز میں زلزلہ پیدا ہوا۔ تہ خانے سے ایک زوردار دھماکا ہوا پھر دوسرا اور پھر تیسرا دھماکا ہوا۔ اس بحری جہاز کے پرخچے اڑنے لگے۔

افسروں اور سپاہیوں نے سمندر میں چھلانگیں لگائیں۔ نیچے پانی میں بھی موت تھی کیونکہ دھماکے ویسمنٹ سے ہی ہورہے تھے۔ آگ کے شعلے اور دھوئیں کے بادل آسمان کی طرف اٹھ رہے تھے۔ جہاز دھیرے دھیرے ڈوبتا جارہا تھا۔

سیکیورٹی افسر اور تمام مسلح افراد محل کے باہر کھڑے سمندر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میلوں دور تک دھماکے سنائی دے رہے تھے اور آگ کے شعلے دکھائی دے رہے تھے۔

کبریا نے کہا "کوئی بحری جہاز تباہ ہو رہا ہے۔"

سیکیورٹی افسر نے کہا "یہ ان فوجیوں کا ہی جہاز ہوگا' جو یہاں حملہ کرنے آئے ہیں۔"

"تعجب ہے۔ یہاں ابھی تک حملہ نہیں ہوا اور وہاں سمندر میں ہوگیا۔ اس جہاز پر یقیناً حملہ کیا گیا ہے۔ ویسے کون حملہ کر سکتا ہے؟"

"ہمارے جزیرے میں بڑی دیر تک گولیاں چلتی رہی تھیں۔ پچھلے دو گھنٹے سے خاموشی ہے۔ نہ ہم پر حملہ ہو رہا ہے اور نہ ہی ہمیں دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔"

کبریا دماغی طور پر دادی ماں کے پاس حاضر ہوا۔ وہ بولی "میں نے اس جج سے رابطہ کیا تھا۔ وہ بھی مجبوری ظاہر کر رہا ہے۔ کہہ رہا تھا۔ آرمی کسی بھی بہانے سے جزیرے میں داخل ہو سکتی ہے۔ میں تمہارے مقدمے کا فیصلہ تمہارے حق میں سنانے والا ہوں لیکن میں آرمی کے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا۔ تم بتاؤ جزیرے میں کیا ہو رہا ہے؟"

"ابھی تک خیریت ہے۔ وہاں ایسے حالات پیش آ رہے ہیں' جو میری سمجھ سے باہر ہیں۔ وہ حملہ آور دور ساحل کی طرف ایسی فائرنگ کر رہے تھے۔ جیسے کسی مخالف فوج سے مقابلہ کر رہے ہوں۔ اب ہر طرف گہری خاموشی ہے۔ وہ محل کے قریب نہیں آ رہے ہیں۔ دور سمندر میں ان کا ایک بحری جہاز بھی یوں تباہ ہو چکا ہے۔ جیسے کسی نے حملہ کر کے اسے ڈبویا ہو۔"

یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایک ہی رات میں کیا کچھ ہو گیا ہے؟ اور کیسے ہو گیا ہے؟ صبح کبریا نے سیکیورٹی افسر کو حکم دیا کہ وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر جزیرے کے اوپر پرواز کرے اور صحیح حالات معلوم کرتے۔

اس نے حکم کے مطابق پرواز کی۔ کبریا اس کے اندر موجود تھا۔ وہ افسر ہیلی کاپٹر کو پورے جزیرے کے اطراف گھما رہا تھا اور نیچے دیکھ رہا تھا۔ انڈین آرمی کا ایک بھی سپاہی کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ ساحل پر ملاح اور ماہی گیر دکھائی دے رہے تھے۔

اس نے ہیلی کاپٹر کو ساحل پر اتارا۔ ملاحوں اور ماہی گیروں سے سوالات کیے۔ انہوں نے بتایا' پچھلی رات بھارتی فوجی آئے تھے۔ وہ تعداد میں سو سے زیادہ ہوں گے۔ انہوں نے ہمیں ایک کٹیا میں بند کر دیا تھا۔ ہم اندھیرے میں گولیاں چلنے کی آوازیں سنتے رہے پھر ایک گھنٹے کے بعد وہ فوجی اپنے ساتھیوں کی لاشیں موٹر بوٹس میں ڈال کر یہاں سے چلے گئے۔

چلایا۔ اس کے جاتے ہی وہ قہقہے لگانے لگی۔ کہنے لگی "فرار۔! ہاہاہا۔ یہ تو کمال ہو گیا۔ میں نے یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ تم بیٹے کی سلامتی کے لیے میرے دشمنوں کو جزیرے سے دور رکھو گے۔ ہاہاہاہاہا۔"

وہ مستی میں جھومتی ہوئی' ادھر سے ادھر رقص کے انداز میں جاتی ہوئی بولی "جس طرح کسی دیو کی جان طوطے میں ہوتی ہے' اسی طرح تمہاری جان تمہارے بیٹے کے اندر ہے۔ ہاہاہاہا۔ تم اسے میری قید میں زندہ سلامت رکھنے کے لیے میری دشمنوں سے لڑتے رہو گے۔"

وہ خوشی سے باؤلی ہو رہی تھی۔ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا "اے بھگوان! تو نے خوب چمتکار دکھایا ہے۔ جس فرہاد کو اپنے شکنجے میں رکھنا چاہتی تھی۔ وہ پنجرہ توڑنے کے بعد بھی میرے شکنجے میں رہے گا۔"

وہ دل کھول کر قہقہے لگا رہی تھی۔ بے شک اس نے زبردست کامیابی حاصل کی تھی۔ اس نے مجھے مجبور اور بے بس بنا دیا تھا۔ میں اس کا زیردست نہ ہوتے ہوئے بھی اس کے جزیرے کا محافظ بن چکا تھا۔

پتا نہیں' یہ سلسلہ کب تک جاری رہنے والا تھا۔ کب تک مجبور بیٹے کی خاطر اسے فائدہ پہنچاتا رہا تھا۔ ابھی اس مسئلے پر توجہ دینے کا وقت نہیں مل رہا تھا۔ ایک اور بڑا چیلنج سامنے آ رہا تھا۔ ایک بحری جہاز کا ڈوبنا اور سیکڑوں فوجیوں کا مارا جانا معمولی بات نہیں تھی۔ دہلی راجدھانی اور آرمی ہیڈ کوارٹر میں جیسے زلزلہ آ گیا تھا۔ امریکی آقاؤں تک یہ خبر پہنچائی جا رہی تھی کہ مسلمان دہشت گرد بھارت میں گھس آئے ہیں اور فرہاد علی تیمور کی پشت پناہی میں تخریبی کارروائیاں کر رہے ہیں۔

پچھلے چند برسوں سے بھارت' اسرائیل اور امریکا نے ہمیں قسم کھائی تھی کہ مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کر کے ہی رہیں گے اور وہ اپنے بے شمار میڈیاز کے ذریعے ایسا کر رہے تھے۔ اب کتنے ہی انٹرنیٹ چینل کے ذریعے کہا جا رہا تھا کہ فرہاد علی تیمور نے جزیرہ کلیانی کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا ہے۔ وہاں اس نے ایک بڑا نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ وہاں سے دنیا کے تمام دہشت گردوں کو احکامات جاری کرتا ہے اور مضبوط پلاننگ کے مطابق تخریبی کارروائیاں کراتا ہے۔ اس کا قابو کرنے کے لیے انڈین آرمی کا ایک بحری جہاز جزیرے کی طرف گیا تھا۔ اس میں سیکڑوں فوجی تھے۔ اسے بری طرح تباہ کر کے ڈبو دیا گیا ہے۔

میں نے بھارت سرکار کے ایک عہدے دار کو آلہ کار بنایا۔ وہ ان کے مختلف چینلز سے کہنے لگا "بھارت سرکار اور اسی کے حلیف ممالک مجھے اسکرین پر دیکھ لیں۔ آئندہ فرہاد علی تیمور میری زبان سے بولتے رہیں گے۔"

اس اعلان کے بعد میں نے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ پہلے بھی مجھ پر دہشت گرد ہونے کا الزام لگایا گیا تھا لیکن عالمی عدالت میں کبھی مجھے مجرم ثابت نہیں کیا جا سکا۔"

انڈیا' اسرائیل اور امریکا یہ تینوں پرانے شاطر پھر سے وہی چال چل رہے ہیں۔ اب یہ الزام دے رہے ہیں کہ میں نے بھارت کے جنوب میں جزیرہ کلیانی کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا ہے۔ یہاں سے دہشت گردی کے لیے ایک بہت بڑا نیٹ ورک قائم کیا ہے۔

آپ ابھی ان کی عقل کا ماتم کریں گے۔ یہ بات موٹی عقل سے بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ جب میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے الزام لگانے والوں کے دماغوں میں گھس کر ان کے گھروں میں نیٹ ورک قائم کر سکتا ہوں تو ایک چھوٹے سے جزیرے کلیانی کو اپنا ہیڈ کوارٹر کیوں بناؤں گا؟

وہ جزیرہ ایک ہندوستانی عورت پوجا کلیانی کی ملکیت ہے۔ بھارت سرکار پوجا کلیانی سے اس جزیرے کو چھین لینا چاہتی ہے۔ یہ سرکار قانونی جنگ میں پوجا سے ہارنے والی ہے۔ دو دنوں کے بعد عدالت پوجا کے حق میں فیصلہ سنانے والی ہے۔ اس لیے بھارتی فوج زبردستی جزیرے پر قبضہ جمانا چاہتی ہے۔ کیا جبرا کسی کی زمین چھین لینا اور وہاں کے محافظوں کو ہلاک کرنا دہشت گردی نہیں ہے؟

"پوجا نے جزیرے کی سلامتی کے لیے مجھ سے مدد طلب کی ہے۔ میں انڈین آرمی کو جزیرے میں آنے سے روکتا ہوں اور ایک تنہا عورت کی مدد کرتا ہوں تو مجھے دہشت گرد کہا جاتا ہے۔

"سانچ کو کیا آنچ؟ دنیا کے مختلف ممالک سے غیر جانبدار پریس رپورٹرز اس جزیرے میں بھیجے جائیں۔ جب وہ صحیح رپورٹ پیش کریں گے تو معلوم ہوگا کہ وہاں ایک محل ہے' جہاں پوجا اپنے رشتے داروں اور محافظوں کے ساتھ رہتی ہیں۔ میرا اس جزیرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انڈین آرمی وہاں ہوائی حملے کرکے اسے کھنڈر بنا دینے کے بہانے ڈھونڈ رہی ہے۔

"اگر منصفانہ کارروائی نہ کی گئی اور آرمی کو وہاں ہوائی حملے کرنے کا موقع دیا جائے گا تو ایک بہت بڑی جنگ چھڑ جائے گی۔ اگر بڑے ممالک جنوبی ایشیا میں امن وامان چاہتے ہیں تو بھارت کو جزیرے کی طرف پیش قدمی سے روکیں یا پھر بھارت کی حمایت کرنا بند کریں۔ یہ جزیرہ کلیانی کبھی بھارت کے قبضے میں نہیں آئے گا۔"

میں یہ باتیں مختلف چینلز کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ اس دوران میں الپا' اعلیٰ بی بی اور فرہان ہمارے دشمن ممالک کے سربراہوں کے دماغوں میں جاکر پوچھ رہے تھے "کیا یہ درست نہیں ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جزیرہ کلیانی کو نہیں تمہارے دماغوں کو ہیڈ کوارٹر بنایا جاسکتا ہے۔ تم ہمارے قبضے میں رہ کر تخریب کاری اور دہشت گردی کے احکامات جاری کرو گے تو دنیا کل ہی سے تمہیں دہشت گرد کہنے لگے گی۔ کیا ہم ایسا کوئی نمونہ دکھائیں؟"

ان سب نے کہا کہ نہیں' وہ سب مانتے ہیں۔ ہم ان کے ذریعے تمام ممالک میں دہشت گردی کرسکتے ہیں۔ ان سربراہوں سے کہا گیا کہ وہ ابھی پریس کانفرنس بلا کر اعتراف کریں کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں دہشت گرد بنایا جارہا ہے لیکن ہم ایسا نہیں کررہے ہیں۔

دوسری صبح تمام بڑے ممالک کے اخبارات نے اپنے سربراہوں کے یہ بیانات شائع کیے کہ جب فرہاد علی تیمور ہمارے دماغوں میں دہشت گردی کا نیٹ ورک قائم کرلے گا تو پھر وہ کلیانی جیسے چھوٹے جزیرے کو ہیڈ کوارٹر بنائے گا۔ یہ الزام غلط ہے کہ وہ اس جزیرے میں دہشت گردی کا مرتکب ہورہا ہے۔ وہ صرف پوجا کلیانی کی مدد کررہا ہے۔ اگر انڈین آرمی وہاں حملے نہ کرے تو یہ تنازعہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گا۔

دادی ماں نے ایک چینل سے میری باتیں سنی تھیں' یہ اخبار میں بھی پڑھا کہ بڑے ممالک کے سربراہ انڈین آرمی کو جزیرے میں مداخلت سے منع کررہے ہیں۔ میری باتیں اور ساری خبریں اس کی حمایت میں تھیں۔ وہ خوشی سے چہکی۔

کبریا نے پوچھا "پوجا! یہ سب کیا ہے؟ تم فرہاد کو دہشت گرد کہتی ہو اور وہ تمہاری حمایت میں بول رہا ہے۔"

وہ بولی "تم فرہاد کی چالاکیوں کو سمجھو۔ وہ دہشت گردی کے الزامات سے بچنے کے لیے ایسے بیانات دے رہا ہے۔ میرا جانی دشمن ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میں اس سے چھپ رہتی ہوں اور تمہیں بھی چھپا رہی ہوں۔"

"آخر کب تک چھپو گی؟ پرسوں کیرالا کی عدالت میں آخری فیصلہ سنایا جائے گا اور یہ میں نے جج کے دماغ میں جاکر معلوم کیا ہے کہ وہ تمہارے حق میں فیصلہ سنائے گا۔ تم عدالت میں حاضر نہیں ہوگی تو وہ فیصلہ نہیں سنائے گا۔ پرسوں تم چھپ نہیں سکو گی۔ تمہیں وہاں جانا ہوگا۔"

وہ پریشان ہوکر کبریا کا منہ تکنے لگی۔ اس وقت اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے سامنے بیٹا نہیں باپ کھڑا ہے اور اس سے پوچھ رہا ہے' کہاں بچ کر جاؤ گی۔ پرسوں میرا فیصلہ میں کرنے آؤ گی۔

میری ساری زندگی طرح طرح کی الجھنوں کو سلجھانے میں گزر رہی ہے اور وہ الجھنیں بھی ایسی کہ دھمکیاں دیتی رہتی ہیں "ہمیں نہیں سلجھاؤ گے تو مارے جاؤ گے۔ طبعی عمر گزار نہیں پاؤ گے....."

میری داستان کے ہر باب میں ایسی دھمکیاں ملیں گی۔ میں ایسی ایسی مشکلات سے گزرتا رہا کہ اب وہ مشکلات میرے لیے پانی ہوگئی ہیں۔ بقول شاعر "مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں۔"

انسان ذہانت سے تدبیریں سوچتا رہے اور حوصلے سے عمل کرتا رہے تو بے شک کوئی مشکل پھر مشکل نہیں رہتی۔

ان دنوں پوجا (دادی ماں) نے مشکلات میں ڈال رکھا تھا۔ ایسی چال چلی تھی کہ میں اس سے سخت نفرت اور دشمنی رکھنے کے باوجود اس کے آگے گھٹنے ٹیک رہا تھا۔ ایک محافظ بن کر اس کے جزیرے کی حفاظت کررہا تھا۔ اس نے میرے بیٹے کو یرغمال بنا کر مجبور کردیا تھا۔ میں اسے جزیرے کی ملکہ بنائے رکھنے کے لیے انڈین آرمی سے اور تمام بڑے ممالک سے لڑتے رہنے پر مجبور ہوگیا تھا۔

میں نے جزیرے میں آنے والی بھارتی فوج کو بحری جہاز سمیت نیست ونابود کردیا تھا۔ اس کے نتیجے میں بھارتی حکمران پھر ایک بار مجھے دہشت گرد ثابت کرنے پر تل گئے تھے۔ اس کے جواب میں الپا' اعلیٰ بی بی' فرہان اور میں نے تمام بڑے ممالک کے سربراہوں کے دماغوں میں جاکر پوچھا تھا "کیا ہم تمہارے اندر رہ کر تمہارے ذریعے دہشت گردی نہیں کرا سکتے؟"

انہوں نے خوف زدہ ہوکر کہا "ہاں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں معمول اور محکوم بنا کر ہم سے تخریبی کارروائیاں کرائی جاسکتی ہیں۔ ہمیں دہشت گرد ثابت کیا جاسکتا ہے لیکن تم ایسا نہیں کررہے ہو۔"

پھر ان تمام سربراہوں نے مختلف ٹی وی چینلز اور اخبارات کے ذریعے اعتراف کیا کہ فرہاد علی تیمور دہشت گرد نہیں ہے۔ یہ سراسر الزام ہے کہ وہ جنوبی ایشیا میں دہشت گردی پھیلانے کے لیے جزیرہ کلیانی میں ایک بہت بڑا نیٹ ورک قائم کررہا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہمارے دماغوں میں گھس کر ہمارے ذریعے دہشت گردی کرسکتا ہے۔ دنیا والوں کو خیال نہیں چلے گا کہ وہ ہمارے اندر گھسا ہوا ہے۔ بظاہر یہی دکھائی دے گا کہ ہم دہشت گرد بن چکے ہیں۔

لیکن وہ ہمارے خلاف ایسی کوئی سازش نہیں کررہا ہے۔ ہم نے جو الزامات اس پر عائد کیے تھے۔ انہیں واپس لے رہے ہیں۔ اس جزیرے کی ملکہ پوجا نے فرہاد علی تیمور سے مدد طلب کی ہے۔ مسٹر فرہاد انڈین آرمی کے خلاف اس کی مدد کررہے ہیں اور یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ انڈین آرمی کو چاہیے کہ وہ عدالتی فیصلے کا انتظار کرے اور اس فیصلے کے مطابق عمل کرے۔

ان بیانات کے بعد آئندہ کوئی مجھے دہشت گرد نہیں کہہ سکتا تھا لیکن اس کا بڑا فائدہ پوجا کو پہنچ رہا تھا۔ انڈین آرمی کو جارحانہ اقدامات سے باز رہنے کے لیے کہا گیا تھا۔ فی الحال اس کا جزیرہ بھارتی فوجیوں کے حملوں سے محفوظ ہوگیا تھا۔ وہ خوش ہورہی تھی کہ اس نے میرے بیٹے کو قیدی بنا کر مجھے بھی پھانس لیا ہے اور آئندہ میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے جزیرے کی حفاظت کرتا رہوں گا۔

اور میں یہی کررہا تھا۔ اس کے سوا کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ میرے بیٹے کی سلامتی اسی میں تھی کہ میں اس چڑیل کے کام آتا رہوں۔ ہم اس خبیث بڑھیا کو تلاش کررہے تھے۔ ہمارا اندازہ تھا کہ وہ ہندوستان کے کسی جنوبی علاقے میں چھپی ہوئی ہے۔

دوسری طرف کبریا کی سوچ میں تبدیلی آنے لگی تھی۔ وہ اس بات پر پوجا سے بحث کرنے لگا تھا کہ وہ مجھے اپنا دشمن کیوں سمجھتی ہے جبکہ میں اس کے جزیرے کی حفاظت کررہا ہوں۔

وہ اسے سمجھاتی تھی "تم نہیں جانتے فرہاد بہت مکار اور سازشی ہے۔ وہ دنیا والوں کو دکھانے کے لیے میری حمایت کررہا ہے۔ میرے دشمنوں کو اس جزیرے سے دور کررہا ہے۔ تاکہ خود وہاں قبضہ جما سکے۔"

کبریا نے پوچھا "کیا وہ تمہارے کالے جادو پر غالب آسکتا ہے؟ کیا کبھی تمہیں شکست دے کر اس جزیرے پر قبضہ جما سکتا ہے؟"

"جب تک میرے پاس کالے جادو کی طاقت اور تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے تب تک وہ ہمارے جزیرے میں قدم نہیں رکھے گا ہم سے چھپ کررہے گا۔"

"تم بھی اس سے چھپی رہتی ہو اور مجھے بھی چھپاتی رہتی ہو۔ آخر یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟"

وہ پریشان ہوکر بولی "میں بھی یہی سوچتی ہوں' ایسا کب تک ہوتا رہے گا؟ میرے سامنے دو ہی راستے ہیں' اس کی ایک جوان بیٹی ہے۔ میں اسے بھی سحر زدہ کرکے اپنے پاس بلاؤں اور قیدی بنا کر رکھوں۔ تب وہ بیٹی کی خاطر میرے سامنے اور جھک جائے گا۔"

"وہ اتنا کمزور تو نہیں ہے کہ تم اس کی بیٹی کو اغوا کرو' اور وہ تمہارے سامنے جھک جائے۔"

"جو میں جانتی ہوں' وہ تم نہیں جانتے۔ میں ایسے ہی ایک طریقہ کار سے اسے جھکنے پر مجبور کررہی ہوں۔"

"کیا اس کی کوئی کمزوری تمہارے ہاتھ آچکی ہے؟"

پوجا نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا پھر کہا "تم اس بحث میں نہ پڑو کہ میں فرہاد سے کس طرح نمٹ رہی ہوں۔ میرے سامنے آخری راستہ یہی ہے کہ میں اپنے کالے منتروں کے ذریعے اسے ہلاک کردوں۔ فی الحال میں اسے زندہ رکھنے پر مجبور ہوں۔"

"اس لیے کہ وہ ہمارے کام آرہا ہے اور ویسے بھی انڈین آرمی کی طرف سے ہمیشہ خطرہ رہے گا۔ تم اس کی محتاج رہو گی۔"

"تم اس کے مقابلے میں ناتجربے کار ہو' اگر اس کی طرح بھرپور تجربہ رکھتے تو میں کبھی اس کی محتاج نہ رہتی۔"

"ہماری اور اس کی دشمنی کا نتیجہ کیا ہوگا؟ تم اس کے خوف سے چھپتی پھر رہی ہو۔ وہ تمہارے خوف سے کبھی اس جزیرے میں قدم نہیں رکھے گا۔ جب ہم میں سے کوئی وہاں نہیں جاسکے گا تو پھر اس جزیرے کی ملکیت حاصل کرنے کا فائدہ کیا ہے؟"

"میں کچھ عرصے تک حالات کا جائزہ لیتی رہوں گی۔ جب عدالت میرے حق میں فیصلہ سنائے گی۔ یہ جزیرہ قانونی طور پر میرا ہوجائے گا اور جب انڈین آرمی یہاں حملے کرنے سے باز آجائے گی تو پھر میں فرہاد کو زندہ نہیں رہنے دوں گی۔ وہ مرجائے گا تو میرا کوئی اور طاقت ور دشمن نہیں رہے گا۔"

"پرسوں عدالت میں فیصلہ سنایا جائے گا۔ میں اس جج کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ وہ ہمارے حق میں فیصلہ سنانے والا ہے۔ وہ جزیرہ ہمیشہ کے لیے تمہارے نام ہوجائے گا لیکن پرسوں تمہیں عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا۔"

"ہاں۔ وہاں تو ضرور جانا ہوگا۔ ہم کل یہاں سے روانہ ہوکر پرسوں کیرالا پہنچ جائیں گے۔"

وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے بولا "تم کچھ بھول رہی ہو۔"

اس نے پوچھا "کیا۔۔۔؟"

"عدالت میں جانے کا مطلب یہ ہے کہ تم منظرعام پر آؤ گی۔ روپوشی باقی نہیں رہے گی۔ کیا فرہاد یہ نہیں جانتا ہوگا کہ پرسوں تمہارے مقدمے کا آخری فیصلہ سنایا جانے والا ہے؟"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے کبریا کو تکنے لگی۔ وہ پہلے تو یہ سمجھتی تھی کہ اس کے حق میں فیصلہ سنایا جانے والا ہے۔ ایسے اہم دن کے بارے میں وہ بھول گئی تھی کہ اس کے تمام دشمن کیرالا کی عدالت میں جمع ہوں گے۔ وہ اس کے مختتر رہیں گے اور اسے جانی نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

میں نے انڈین آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے ذریعے پتا پہنچ کر معلوم کیا تھا کہ پوجا کلیانی کیرالا کی عدالت میں حاضر ہونے والی ہے۔ اس اعلیٰ افسر نے جج سے رابطہ کرکے کنفرم کیا کہ وہ اس وقت تک فیصلہ نہیں سنائے گا' جب تک کہ پوجا کلیانی عدالت میں حاضر نہیں ہوگی۔ اس کی غیر حاضری میں فیصلہ محفوظ رکھا جائے اور اسے عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا جائے۔

آرمی انٹیلی جنس والے یہ پلان کرچکے تھے کہ وہ پوجا کو خفیہ پناہ گاہ سے نکال کر عدالت میں آئے گی تو اسے عدالت کے باہر ہی گولی ماردی جائے گی۔ میرے لیے بھی یہ اچھا موقع تھا۔ ایسے وقت اسے خفیہ پناہ گاہ سے نکلنا ہی تھا۔ وہ مقدمہ اس کے باپ دادا کے زمانے سے چل رہا تھا۔ پرسوں اس مقدمہ جیتنے والی تھی۔ یہ اس کے لیے بہت بڑی خوشی کا موقع تھا۔ قانون کے مطابق اس کا عدالت میں حاضر ہونا ضروری تھا۔ اس کی غیر حاضری میں فیصلہ نہیں سنایا جاسکتا تھا۔ آرمی والے بھی اس کی عدم موجودگی میں فیصلہ سنانے کی اجازت نہ دیتے۔

پوجا کے لیے یہ بہت بڑا مسئلہ پیدا ہوگیا تھا۔ اگر وہ عدالت میں نہ جاتی تو اس آخری فیصلے کو عدالتی فائلوں میں درج کررکھ دیا جاتا پھر بھارتی حکمران اس میں ہیرا پھیری کرسکتے تھے۔ جج بدل سکتے' فیصلہ بدل سکتے تھے' انہوں نے دوبارہ سے فوج کو رازداری سے جزیرے میں بھیجا تھا۔ عدالتی فیصلے سے پہلے ہی قبضہ جمالینا چاہتے تھے اور وہ دونوں بار بھارتی فوج کا مقابلہ اٹھا کرنا کام رہے تھے۔

اب انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ ان کا کوئی سپاہی جزیرے میں قدم نہیں رکھے گا۔ آئندہ وہ ڈھکے چھپے حملے کریں گے۔ ان پر کوئی الزام نہیں لگا سکے گا۔ اس طرح وہ اس جزیرے کے محل کو کھنڈر بنادیں گے۔ وہاں خفیہ ہوائی حملے کیے جاتے رہیں گے جس کے نتیجے میں لوگ اس جزیرے کو چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوجائیں گے۔

میں کتنے ہی فوجی افسران اور اعلیٰ حکام کے اندر گھس کر ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ مجھے دہشت گرد ثابت کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اپنے میڈیا کے ذریعے کہہ رہے تھے

دیوتا

دنیا نے بڑے ممالک کے سربراہوں کے دماغوں میں گھس کر ان کو اپنی حمایت میں بیان دینے پر مجبور کیا ہے۔

ایک بھارتی اعلیٰ عہدے دار نے کہا "میرا تعلق امور خارجہ سے ہے۔ اپنے دیس کے اہم راز میرے اندر چھپے رہتے ہیں۔ اس وقت فرہاد میرے اندر موجود نہیں ہے۔ اگر موجود ہوتا تو وہ مجھے اپنے خلاف بولنے نہ دیتا۔ میں ابھی اس کے ریڈار میں نہیں ہوں۔ آزادی سے یہ بیان دے رہا ہوں۔ کبھی کبھی میرے دماغ میں آتا ہے اور کئی راز چرا کرلے جاتا ہے۔ یہ ایسی چوری ہے کہ ہم اس کے خلاف کچھ بول نہیں سکتے۔ بولتے ہیں تو اس کے خلاف کوئی ثبوت ہم پیش نہیں کرسکتے۔ اس لیے ہماری باتیں جھوٹی سمجھی جاتی ہیں۔"

ایک آرمی افسر نے الزام لگایا کہ میں اس کے دماغ سے کئی راز چرا کرلے جاتا ہوں۔ ایک اعلیٰ حاکم نے الزام لگایا کہ میں اپوزیشن پارٹی کو پورے بھارت میں تخریبی کارروائیوں کے لیے تیار کررہا ہوں اور عن قریب اس ملک میں امن وامان کا مسئلہ پیدا کرنے والا ہوں۔

اس بیان کے فوراً بعد مسلمانوں کے اکثریتی علاقوں میں مسلم کش فسادات ہونے لگے۔ کتنے ہی مسلمانوں کو ہلاک کیا گیا۔ ان کے گھروں کو آگ لگائی گئی۔ حکمران ہندو غنڈوں کے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لیے بڑے بڑے ممالک سے کہنے لگے "ایسا فرہاد کررہا ہے۔ ہمارے دیس میں ہندو مسلمان بھائی بھائی کی طرح رہتے ہیں۔ فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں آپس میں لڑا رہا ہے اور ہندوؤں کو بدنام کررہا ہے۔

ایک بار کوئلے کی کان میں دھماکا ہوا۔ کئی مزدور زمین کی تہہ میں دب کر مرگئے۔ کہا گیا کہ وہ دھماکا میں نے کیا ہے۔ ان ایک سائنس دان اچانک بیمار ہوا پھر ایب نارمل ہوگیا۔ اس کی بہکی باتیں کرنے لگا۔ اس کی دماغی کمزوری کا تعلق مجھ سے جوڑا گیا۔ اسے کئی چینلز کے ذریعے پیش کرکے کہا گیا کہ یہ بھلا ثبوت ہے کہ فرہاد اس سائنس دان کے اندر موجود ہے۔ یہ ایک چونکا دینے والی سائنسی ایجاد کرنے والا تھا لیکن فرہاد سے دماغی نقصان پہنچا رہا ہے۔

اس طرح وہ عالمی طاقتوں کو جھنجوڑ رہے تھے کہ وہ سب مجھ ہوکر میرے خلاف کارروائی کریں اور مجھے ہندوستان جانے پر مجبور کریں۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "پاپا! یہ لوگ جھوٹ بولنے کی انتہا کررہے ہیں۔ کیا آپ خاموش رہیں گے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں بیٹے! جواب تو دینا ہی ہوگا۔ میں ان کے جھوٹ اس طرح کھولوں گا کہ یہ سچ بولیں گے' تب بھی جھوٹے کہلائیں گے۔"

میں ائرفورس کے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں بہت پہلے سے پہنچا ہوا تھا۔ ان کے دو پائلٹ میرے معمول بن چکے تھے۔ دوسرے دن عدالت میں فیصلہ سنایا جانے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی رات کو اعلیٰ افسران نے میرے زیر اثر رہ کر فیصلہ کیا کہ جزیرے پر ہوائی حملے کرکے اسے نیست و نابود کردیا جائے۔ انہوں نے ان دو پائلٹوں کو حکم دیا کہ وہ رات کی تاریکی میں پرواز کریں۔ جزیرے کے محل پر زبردست بمباری کریں پھر اپنے ائربیس میں واپس آجائیں۔

ان دونوں نے احکامات کی تعمیل کی۔ بے آواز طیاروں میں پرواز کرتے ہوئے جزیرے تک پہنچے پھر وہاں بم برسانے لگے۔ اس محل سے واسیاں اور دوسرے ملازم جاچکے تھے۔ صرف سیکیورٹی گارڈز رہ گئے تھے۔ وہ ہوائی حملوں کے خلاف جوابی کارروائی نہیں کرسکتے تھے۔ اس لیے محل چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔

وہ دونوں طیارے پندرہ منٹ تک وہاں پرواز کرتے رہے۔ کبھی آتے رہے کبھی جاتے رہے۔ انہوں نے محل کو کھنڈر بنادیا۔ جنگل میں آگ لگادی۔ جب وہ اپنے ائربیس کی طرف واپس جانے لگے تو میں نے ایک کو واپس جانے دیا۔ دوسرے طیارے کو وہیں جزیرے میں گرا کر تباہ کردیا پھر پوجا کی طرف سے غیر ملکی نشریاتی اداروں کو اطلاع دی کہ انڈین آرمی نے ہوائی حملوں کے ذریعے جزیرے کو بالکل تباہ کردیا ہے۔ انہیں جائے واردات پر پہنچ کر ان جارحانہ حملوں کی سچی تصویری رپورٹ پیش کرنی چاہیے۔

پھر یہی ہوا' صبح ہونے سے پہلے ان بڑے بڑے اداروں کے رپورٹرز اور کیمرا مین وغیرہ پہنچ گئے۔ میں نے دوسرے طیارے کو اسی لیے گرایا تھا کہ انڈین آرمی کے حملوں کا ٹھوس ثبوت مل جائے اور یوں ثبوت مل گیا تھا۔ وہ انکار نہیں کرسکتے تھے۔ یہ بیان دینے لگے کہ ان کے پائلٹوں دماغ بے قابو ہوگئے تھے۔ وہ اپنے اعلیٰ افسران کی اجازت کے بغیر حملے کرنے گئے تھے اور یقیناً فرہاد علی تیمور نے ان کے ذریعے حملے کرائے ہیں۔

ان سے سوالات کیے جارہے تھے "کیا فرہاد علی تیمور پاگل ہے؟ وہ جزیرے میں پوجا کی مدد کے لیے آیا ہے۔ کیا وہ پوجا کے خلاف انڈین آرمی کو حملے کرنے کی دعوت دے گا۔ کروڑوں روپے کے عالیشان محل کو بالکل ہی کھنڈر بنادے گا؟ وہاں کی سیکیورٹی کو تباہ کردے گا؟

جھوٹے الزامات لگانے کی ایک حد ہوتی ہے۔ بھارتی

حکمران حد سے بڑھ کر جھوٹ بول رہے ہیں۔ انہیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ انہوں نے عدالتی فیصلہ سننے سے پہلے ہی مایوس ہو کر جزیرے کو بری طرح تباہ کردیا ہے۔

کبریا نے خیال خوانی کے ذریعے جزیرے کے حالات معلوم کیے۔ پوجا کو بتایا کہ اب وہاں کچھ نہیں بچا ہے۔ محل کی کوئی دیوار اور کوئی چھت سلامت نہیں رہی ہے۔ وہ محل مٹی کا ڈھیر بن کر رہ گیا ہے۔ پوجا دل پکڑ کر رہ گئی۔ بہت زبردست نقصان ہوا تھا۔ مجھے مجبور کرکے وہ فائدے اٹھا رہی تھی۔ میں نے ایک پہلو سے اس کی مدد کی۔ دوسرے پہلو سے بری طرح تباہ کردیا۔ وہ جزیرہ اس طرح تباہ ہوا تھا کہ وہ کبھی وہاں جاتی تو سر چھپانے کی کوئی جگہ نہ ملتی۔ اسے کھلے جنگل میں رہنا پڑتا۔

اس نے کبریا سے پوچھا "کیا ہمارا سیکیورٹی افسر وہاں موجود ہے؟"

کبریا نے کہا "کئی سیکیورٹی گارڈز مارے گئے ہیں۔ باقی جان بچا کر بھاگ گئے۔ سیکیورٹی افسر بھی ایک موٹر بوٹ کے ذریعے بھارت کے ایک ساحل پر پہنچا ہوا ہے۔ کیا تم چاہتی ہو کہ اس سے رابطہ کروں؟"

"نہیں۔ جب جزیرہ نہ رہا تو اس کی خدمات کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ اس جزیرے میں دوبارہ محل تعمیر کرنے میں نہ جانے کتنا عرصہ لگے گا۔ ہمارے دونوں ہیلی کاپٹر تو سلامت ہیں نا؟"

"محل کی اینٹ سے اینٹ بج گئی ہے تو ہیلی کاپٹر کس طرح سلامت رہ سکتے تھے۔ تم کروڑوں روپے کے نقصان میں ہو۔"

"تم بھارتی حکمرانوں اور آرمی کے اعلیٰ افسروں سے کہو' جزیرے میں جو تباہی کی ہے۔ اس کے ہرجانے کے طور پر ننانوے کروڑ' ننانوے لاکھ اور ننانوے ہزار روپے ادا کریں۔ عدم ادائیگی کی صورت میں انہیں اس سے بھی زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

وہ بھارتی اکابرین سے اس سلسلے میں رابطے کرنے لگا۔ انہیں دھمکیاں دینے لگا کہ جلد ہی مطلوبہ رقم ادا نہ کی گئی تو انہیں ناقابل برداشت نقصان پہنچے گا۔ وہ لوگ کبریا کو سلمان قیصر سمجھتے تھے۔ انہوں نے کہا "مسٹر سلمان! تم نے بھی ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ پہلے ہمارے ہیڈ کوارٹر کے اسلحہ ڈپو کو تباہ کیا پھر ہماری فوج کو بحری جہاز سمیت سمندر میں ڈبو دیا۔ تم نے ہمیں اربوں روپے کا نقصان پہنچایا ہے۔ کیا یہ نقصان بھروگے؟"

"تم نے جارحیت کی۔ اس کا نتیجہ تمہیں مل گیا۔ میں نے کوئی جارحیت نہیں کی تھی۔ کوئی حملہ نہیں کیا تھا۔ تم لوگ کے گھمنڈ میں بھول گئے تھے کہ جزیرے کو تباہ کرنے کا کام کتنا برا ہوگا۔ اب یہ انجام تمہارے سامنے آرہا ہے۔"

انہوں نے کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دیا۔ ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ دوسرے دن پوجا عدالت میں پیش ہونے والی ہے۔ وہیں اس کا کام تمام کردیا جائے گا۔

وہ دوسرا دن آگیا۔ عدالت میں پیشی کا وقت ہوگیا۔ پوجا کے وکیل کے ساتھ ایک برقع پوش عورت دیکھی گئی۔ وہ وکیل کے ساتھ ایک ٹیکسی سے اتر کر عدالت کے کمرے کی طرف جارہی تھی۔ یہ صاف سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ پوجا ہے۔ یہ طے ہوچکا تھا کہ اسے عدالت کے کمرے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں جائے گا۔ طے شدہ منصوبے کے مطابق اس عورت کو گولی مار دی گئی۔

پتا نہیں وہ بے چاری کون تھی۔ پوجا نے اسے اپنی جگہ بھیج کر خوامخواہ اس کی جان لی تھی۔ وکیل نے عدالت میں حاضر ہو کر کہا "جناب عالی! میرے ساتھ ایک برقع پوش خاتون اپنے مقدمے کے سلسلے میں آرہی تھی لیکن اسے کلیانی سمجھ کر گولی ماری گئی ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ موکلہ کی زندگی خطرے میں ہے۔ آپ نے صبح کے اخبار پڑھا ہوگا۔ آپ کے فیصلہ سنانے سے پہلے ہی جزیرے کو بری طرح بمباری کی گئی ہے۔ میری موکلہ پوجا کلیانی کے کھنڈر بنا دیا گیا ہے۔ ان حالات میں وہ یہاں آکر اپنی کو دعوت دینا نہیں چاہتیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ غیر حاضری میں آپ مقدمے کا فیصلہ سنادیں۔"

سرکاری وکیل نے اعتراض کرتے ہوئے یہ اختیار کیا کہ پوجا کی غیر موجودگی میں فیصلہ نہ سنایا جائے۔ حاضر ہونے کا حکم دیا جائے۔ کبریا اس جج کے دماغ میں جمائے ہوئے تھا۔ اس نے کہا "انڈین آرمی کو جزیرے پر حملہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ایسے اقدامات سے پوری محتاط ہوگئی ہیں اور منظر عام پر آنے سے اپنے محسوس کررہی ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ عدالت کلیانی کے حق میں فیصلہ سنا رہی ہے۔ وہ جزیرہ حکمرانوں کے دور سے پوجا کے دادا پردادا کی ملکیت اور وراثت میں پوجا کو ملا ہے۔ لہٰذا پوجا کلیانی کسی کی کے بغیر اس جزیرے کی تنہا مالک و مختار ہے۔"

بھارتی حکمرانوں نے ناراض ہو کر کہہ دیا کہ ہم نہیں مانیں گے۔ فرہاد علی تیمور نے جج کے دماغ میں

کتابیات پبلی کیشنز

کبریا نے کہا "تمہارے فیصلہ نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم لوگ قیامت تک اس جزیرے میں قدم نہیں رکھ سکو گے۔ تم اسے تباہ کرتے رہو گے اور جرمانے کے طور پر کروڑوں اربوں روپے خرچ کرکے پھر اسے آباد کرتے رہو گے۔"

میں ان حکمرانوں کے اندر جاکر کبریا کی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ اس نے ان حکمرانوں کو ننانوے کروڑ' ننانوے لاکھ اور ننانوے ہزار روپے ادا کرنے کے لیے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی تھی۔

دشمن کمزور نہیں تھے۔ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے نمٹنے کے لیے اندر ہی ایک مضبوط محاظ بنا رہے تھے۔ بارہ گھنٹے کے بعد ہی خیال خوانی کرنے والوں کو معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے تمام اہم حکمرانوں اور اہم فوجی افسروں کے دماغوں کو بند کردیا ہے۔ فوجی اداروں اور اہم سرکاری اداروں کے سربراہوں پر تنویمی عمل کیے گئے ہیں۔ ان کے ذہنوں میں ہدایتیں نقش کی گئی ہیں کہ وہ کبھی شراب نہیں پئیں گے۔ ان کا دماغ مقفل نہیں رہے گا اور فرہاد ان کے اندر گھس جائے گا۔

میں نے فون کے ذریعے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ اس نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا "ہیلو مسٹر فرہاد! اب آپ خود ہو کر فون پر باتیں کررہے ہیں۔ پہلے کی طرح میرے دماغ میں باتیں نہیں کریں گے۔"

میں نے کہا "یہ دفاعی اقدامات تم سب کو مبارک ہوں۔ تمہارے لیے بھارت میں ہزاروں اہم افسران اور عہدے داران ہیں۔ آخر کتنوں کے دماغوں کو لاک کیا جائے گا۔"

اس نے کہا "ہمارے دیس میں تنویمی عمل کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ ہم نے ان سب کی خدمات حاصل کی ہیں اور یہ خبر سن کر تمہاری نیندیں اڑ جائیں گی کہ ہمارے دیس میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہوگیا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ابھی پیدا ہوا ہے تو یقیناً پالنے میں ہوگا یا ماں کا دودھ پی رہا ہوگا۔"

"تم مذاق سمجھ رہے ہو۔ ابھی اپنے دماغ کا دروازہ کھلا رکھو تمہارے اندر آئے گا۔ تم سے باتیں کرے گا۔"

"اسے آنے کو کہو۔ میں اسے خوش آمدید کہہ رہا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس کی آواز اپنے اندر سنائی دی "مسٹر فرہاد! کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ انڈیا چھوڑ کر چلے جاؤ اور پھر کبھی یہاں کے معاملے میں مداخلت نہ کرو۔ میں ایک دوست کی زبان سے سمجھا رہا ہوں۔"

میں نے کہا "تم ہندوستان میں پیدا ہوئے ہو تو ہندی بولو۔ امریکی لہجے میں بول کر یہ ثابت نہ کرو کہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والے آٹھ امریکیوں میں سے ایک ہو۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہا پھر بولا "میرا تعلق کسی بھی ملک سے ہو۔ تم کام کی باتیں کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ میں دو میں سے کسی ایک ملک میں رہوں گا۔ تم انڈیا چھوڑنے کو کہو گے تو امریکا چلا جاؤں گا۔ کیا تم چاہو گے کہ تمہارے اکابرین بخار میں مبتلا ہوجائیں۔"

"نہیں۔ تم امریکا نہیں جاؤ گے۔ کسی تیسرے ملک کا رخ کرو۔"

"تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ میں تمہارے احکامات کی تعمیل کروں گا۔"

"میری پلانگ ایسی ہے کہ تم یا تمہارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں کے کسی بھی اعلیٰ عہدے دار کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

"میں نے اپنی زندگی میں بڑی بڑی پلانگ کرنے والے شاطر دیکھے ہیں اور انہیں اپنی پلانگ کے ساتھ فنا ہوتے بھی دیکھا ہے۔ مستقبل کے منصوبے ضرور بنانے چاہئیں لیکن ان منصوبوں کی تکمیل کا دعویٰ کرنے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ زندگی کتنی رہ گئی ہے؟ موت تو اچانک ہی آتی ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی جیسے موت آگئی ہو۔ وہ یقیناً کسی تکلیف میں مبتلا ہوا تھا۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔

صرف ایک لمحہ پہلے وہ کس قدر غرور دکھا رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں تمام غرور خاک میں مل گیا۔ کسی نے پشت کی طرف سے اس کے سر پر ایسی زوردار ضرب لگائی تھی کہ دماغ ہل کر رہ گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر جھکا اور فرش پر گر پڑا۔ اس کی دماغی حالت بتا رہی تھی کہ وہ بے ہوش ہونے والا ہے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہی اس پر حملہ کیا ہوگا یا کسی کے ذریعے حملہ کرایا ہوگا۔

میں اس زخمی کے دماغ میں کسی بولنے والے کا انتظار کررہا تھا۔ اس نے فرش پر کرتے وقت سر گھما کر دیکھا۔ ایک حسین عورت اپنے ہاتھ میں پیتل کا گلدان لیے کھڑی

کتابیات پبلی کیشنز

ایک ہاتھ کمر پر رکھ کر مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی "ہائے ہینڈسم! مجھے ٹریپ کرنا چاہتے تھے۔ میں تمہاری اس واشنہ کے ذریعے تمہیں ٹریپ کررہی ہوں۔ اب مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟"

اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ اس پر نیم بے ہوشی طاری ہوگئی۔ وہ تھوڑی دیر بعد ہوش میں آسکتا تھا۔ میں اس حملہ کرنے والی کے دماغ میں جاکر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس کے دماغ پر جس نے قبضہ جمایا تھا' وہ اس وقت جاچکا تھا۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے سوچ رہی تھی کہ اس نے گلدان اٹھا کر اس پر حملہ کیوں کیا ہے؟ مجھے کیا ہوگیا تھا؟ کیا یہ مرچکا ہے؟

وہ قریب آکر اس پر جھک گئی۔ اس کا معائنہ کرنے لگی۔ پتا چلا زندہ ہے۔ بے ہوش ہوگیا ہے۔ وہ وہاں سے دوڑتی ہوئی گئی پھر پانی سے بھرا ہوا جگ لاکر آئی اس کے چہرے پر پانی چھڑکنے لگی۔ وہ کسمسانے لگا پھر اس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ میں اس حسینہ کے اندر سے نکل کر اس کے اندر پہنچ گیا۔ سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آٹھ امریکیوں میں سے ایک تھا۔ اس کا نام بوبی برٹن تھا۔

اس کے دماغ میں ایک نسوانی آواز سنائی دی "ہائے بوبی! کیا مجھے دماغ میں آنے سے روک سکتے ہو؟"

اس نے پریشان ہوکر سانس روکنے کی کوشش کی لیکن دماغی کمزوری کے باعث اسے اپنے اندر سے باہر نہ نکال سکا۔ وہ ہنسنے لگی۔ بوبی برٹن کے خیالات نے بتایا کہ اس وقت کرونا اس کے اندر بول رہی ہے۔

میری داستان میں کرونا ایک طویل عرصے تک اہم رول ادا کرتی رہی تھی۔ آخری بار راسپوٹین نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی واشنہ بنالیا تھا پھر اعلیٰ بی بی نے اسے نجات دلائی تھی۔ تب سے آزاد تھی۔ میرے معاملات سے دور تھی۔ اس لیے میں اسے نظر انداز کرتا رہا۔ اب وہ پھر انجانے میں میرے شکار تک پہنچ گئی تھی اور مجھ سے پہلے پہنچ کر اسے زیر کرلیا تھا۔

اس کی مختصر سی روداد یہ تھی کہ وہ بہت عرصے سے ہندوستان میں رہ رہی تھی۔ ہندوستانی زبان اور کلچر سے اچھی طرح واقف تھی۔ بڑی آسانی سے ہندوستانی دوشیزہ بن کر رہتی تھی۔ وہاں پوری طرح تحفظ حاصل کرنے کے لیے اس نے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں جگہ بنائی۔ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا دیوانہ عاشق بنالیا۔ اس دیوانے نے اس سے شادی کرلی۔

وہ ایک اعلیٰ افسر کی بیوی کی حیثیت سے محفوظ رہی اور اس کے دماغ میں رہ کر ملک کے اندرونی اور بیرونی معاملات کی خبر رکھتی تھی۔ اس طرح اسے یہ معلوم ہوا میرا بیٹا کبریا ہندوستان میں ہے اور وہاں کے اکابرین سے پراہم بنا ہوا ہے پھر پتا چلا کہ میں بھی انڈیا میں ہوں۔ وہ تو آرمی افسر کی بیوی ہونے کی حیثیت سے بھارتی سرکار ٹیلی پیتھی سے فائدہ پہنچا سکتی تھی لیکن وہ بہت چالاک بہت محتاط تھی۔ اس نے ہمارے خلاف محاذ نہیں بنایا۔ بھی معاملے میں خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اس نے اس صلاحیت کو اب تک چھپائے رکھا تھا۔

پھر ایک ٹاپ سیکرٹ میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ سرکار کو بھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار رکھنا چاہیے۔ تاکہ مجھے میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو منہ توڑ جواب دیا جاسکے اس مقصد کے لیے امریکا سے امداد طلب کی گئی۔ وہاں جواب ملا اگر امریکی فوج کو جنگی مشقوں کے بہانے ہندوستان میں رہنے دیا جائے گا اور کبھی یہ ظاہر نہیں کیا جائے گا انڈیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی محاذ آرائی کررہے تو وہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھیجا جاسکتا ہے۔

امریکی شرائط منظور کرلی گئیں۔ دو ٹیلی پیتھی والے مختلف بہروپ میں وہاں پہنچ گئے۔ اس معاملے کو سیکرٹ رکھا گیا تھا لیکن کرونا نے اپنے شوہر کے دماغ سے کچھ معلوم کرلیا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک کو دوسرے کو گیرالہ بھیجا گیا تھا۔ شان دار بنگلوں میں ان کا تھا اور ان کی خدمات کے لیے خوب صورت کنیزوں کیا گیا تھا۔ کرونا ایک ایک کرکے ان تمام کنیزوں پہنچ گئی تھی۔

اب اس نے موقع پاکر بوبی برٹن کے دماغ میں تھی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرا کون تھا اور اور ساتھ کیسا سلوک کررہی تھی۔ یہ ابھی معلوم نہیں میں نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا "تم نے کئی ماہ پہلے کرونا میں جگہ بنائی تھی۔ اس کے اندر پہنچتی تھیں اور وہ سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ کیا وہ تمہارے زیر اثر ہے؟"

"یس پاپا! وہ ایک اہم ٹیلی پیتھی جاننے والی اس سے غافل نہیں رہ سکتی تھی۔ ہر پندرہ بیس دنوں کے اندر پہنچ کرنے سرے سے تنویمی عمل کرتی آپ اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"خاموشی سے اس کے خیالات پڑھو۔ تمہارے سوال کا جواب مل جائے گا پھر مجھے آکر بتاؤ کہ وہ کیا کرتی پھر رہی ہے۔"

وہ اسی وقت کرونا کے پاس چلی گئی۔ میں کبریا کے لیے پریشان تھا۔ پوچا اتنی رازداری سے کام لے رہی تھی کہ مجھے اس کے سائے تک بھی پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں مل رہا تھا۔

ایسے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکیوں کے ذریعے ہمارے خلاف محاذ آرائی ہورہی تھی۔ اگرچہ ایک بوبی برٹن ہماری نظروں میں آگیا تھا اور آئندہ ہمارے زیر اثر رہنے والا تھا پھر بھی یہ ہماری کامیابی نہیں تھی۔ آئندہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے امریکی اگر ہمارے لیے مشکلات پیدا کرسکتے تھے۔ وہ میرا دھیان اپنی طرف بٹاتے رہتے اور میں بیٹے سے بے خبر ہوتا رہتا۔ پتا نہیں یہ سلسلہ کب تک جاری رہنے والا تھا۔

○☆○

سونیا واپسی کا سفر شروع کرچکی تھی۔ وہ الاسکا سے ایک فلائٹ میں کینیڈا آئی۔ وہاں سے کوئی ڈائریکٹ فلائٹ انڈیا کے لیے نہیں تھی۔ اس لیے وہ مانٹریال سے دوسری فلائٹ سے نیویارک پہنچی۔ وہاں دوسرے دن انڈیا جانے والی فلائٹ میں ایک سیٹ مل گئی۔ اب اسے ایک رات نیویارک میں گزارنی تھی۔

وہ سیٹ کنفرم کرانے کے لیے ائرپورٹ کے ایک ٹکٹ کاؤنٹر پر آئی تھی۔ اس وقت پیرس سے ایک فلائٹ وہاں آئی ہوئی تھی۔ مسافر جہاز سے اتر کر امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر سامان چیک کرانے کے بعد باہر وزیٹرز لابی میں آرہے تھے۔ مسافروں کے اس ہجوم میں پارس اور پورس بھی تھے۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے ان دونوں کو ہدایت کی تھی کہ امریکا تک سفر کرو۔ ٹرانسفارمر مشینوں کے ذریعے جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوئے تھے۔ ان کی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرکے ختم کردیا گیا تھا۔ اپنوں میں سونیا' پارس اور پورس وغیرہ کی بھی صلاحیتوں کو ختم کروایا گیا تھا۔ اس کے باوجود چند دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے تھے۔

جناب تبریزی نے کہا "یہ دشمن اندر ہی اندر سازشیں کررہے ہیں۔ وہ براہ راست حملے نہیں کریں گے۔ بالواسطہ نقصان پہنچائیں گے۔ لہٰذا اپنے ساتھ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا رکھو۔ جہاں بھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کا شبہ ہو' وہاں یہ دوا اسپرے کردو۔"

وہ دوا اسپرے کرنے کی ذمہ داری ادارے کے دوسرے افراد کو بھی دے سکتے تھے لیکن اس کام کے لیے انہوں نے پارس اور پورس کو ہی منتخب کیا تھا۔ اس میں بھی کوئی مصلحت پوشیدہ تھی۔

میں اشارتاً یہ کہہ دوں کہ پارس اور پورس کو اس مہم کے دوران میں ہماری ایک گمشدہ اہم چیز ملنے والی ہے۔ میرے قارئین بڑی دلچسپی سے میری داستان پڑھتے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ وہ قیاس آرائی کریں اور بتائیں کہ ہماری کون سی سانس لیتی ہوئی اہم چیز ہمیں ملنے والی ہے؟

کبریا کے بارے میں نہ سوچا جائے۔ اسے ہم انڈیا میں تلاش کررہے ہیں انشاء اللہ جلد ہی اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔

جب وہ دونوں اپنا اپنا سامان اٹھائے وزیٹرز لابی میں آئے تو وہاں سونیا کو دیکھتے ہی خوشی سے اچھل پڑے۔ دوڑتے ہوئے آکر اس سے لپٹ گئے "ہائے مما! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہاں آپ سے ملاقات ہوجائے گی۔"

"مجھے بھی توقع نہیں تھی کہ تم دونوں یہاں آؤ گے۔ کیا تفریح کے لیے آئے ہو یا کوئی اور مقصد ہے؟"

"مقصد ہے۔ ہم اسپرے کرنے اور ٹیلی پیتھی کے مچھروں کو مارنے آئے ہیں۔"

پارس نے پوچھا "آپ یہاں ائرپورٹ میں کیا کررہی ہیں؟"

"کل کی ایک فلائٹ میں سیٹ حاصل کی ہے۔ تمہارے پاپا سے ملنے انڈیا جارہی ہوں۔"

پورس نے کہا "یہ کیا مما! ہم آئے ہیں اور آپ جارہی ہیں۔ ہمارے ساتھ کچھ دن گزارنے کے بعد جائیں۔"

"سوری۔ آج کی ایک شام اور ایک رات تم دونوں کے ساتھ گزاروں گی۔ اس سے زیادہ وقت نہیں دے سکوں گی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں آئے۔ کاؤنٹر گرل نے مسکراتے ہوئے ویل کم کہا پھر پوچھا "میں کیا خدمت کرسکتی ہوں؟"

پورس نے کہا "یوں مسکرا کر خدمات پیش نہ کرو۔ میری مما ساتھ میں ہیں۔"

سونیا نے اس کے کان پکڑ کر کہا "ماں نہ ہوتی تو لفٹ لے لیتے۔ یہاں یہی کرنے آئے ہو۔ میں تمہیں کل ہی واپس لے جاؤں گی۔"

"مما! سمجھا کریں۔ پارس شادی شدہ ہے۔ میری زندگی میں بیوی نام کی کوئی مخلوق نہیں ہے۔ میں تو آپ کے لیے

ایک بہو کا انتظام کرنا چاہتا ہوں۔"

کاؤنٹر گرل نے مسکرا کر کہا "پھر تو میرا خیال دل سے نکال دو۔ میں نہ صرف شادی شدہ... ہوں بلکہ ایک بچے کی ماں بھی ہوں۔"

سونیا اور پارس ہنسنے لگے۔ پورس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "یہ ہیں میرے نصیب۔ معاملہ کہیں سیٹ نہیں ہو رہا ہے۔"

انہوں نے وہاں تین کمرے حاصل کیے پھر اپنے اپنے کمرے میں جانے سے پہلے یہ طے کیا کہ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ایک گھنٹے بعد ملیں گے پھر کہیں تفریح کے لیے جائیں گے۔ سونیا نے اپنے کمرے میں آکر فون کے ذریعے اورنج جوس کا آرڈر دیا پھر اٹیچی سے ایک لباس نکالا۔ وہ غسل کرنے کے بعد اسے پہننا چاہتی تھی۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

"ہیلو میڈم! تم مجھے آواز سے پہچان سکتی ہو۔"

"ہاں ڈاکٹر بوکا بوکا! شیطان اپنی آواز سے پہچانا جاتا ہے۔ اپنی اس فون کال سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ تمہارے آدمی میری نگرانی کر رہے ہیں۔"

"تمہاری نگرانی کرتے رہنا اتنا آسان نہیں ہے۔ میرے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ ہوتا تو الاسکا سے تمہارا پیچھا کرنا ناممکن ہو جاتا۔"

"تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی کم عمری پر ترس آرہا ہے۔ اسے بتا دو کہ یہاں دو بھائی یا جوج' ماجوج پہنچے ہوئے ہیں۔ جو کسی وقت بھی اس کی شہ رگ تک پہنچ جائیں گے۔"

"ایسا کہتے وقت یہ بھول رہی ہو کہ موت تمہارے قریب بھی پہنچ سکتی ہے۔"

"کیا تم نے یہی کہنے کے لیے فون کیا ہے؟"

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ وہ بولی "آجاؤ۔"

ویٹر ایک ٹرے میں اورنج جوس لے کر آیا پھر اسے سینٹر ٹیبل پر رکھ کر چلا گیا۔ اس نے فون پر پوچھا "ہیلو۔ خاموش کیوں ہو؟"

جواب نہیں ملا۔ دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا۔ وہ ریسیور رکھ کر جوس پینے لگی۔ وہ اتنا تو سمجھتی تھی کہ ڈاکٹر بوکا بوکا اس کے ہاتھوں بڑے بڑے نقصانات اٹھانے کے بعد بری طرح خوف زدہ ہوگا۔ اب اسے کسی تیسری جگہ نقصان اٹھانے کا اندیشہ ہوگا۔ اسی لیے وہ اس کی نگرانی کرا رہا تھا۔

دشمن ہماری لاعلمی میں ہمارے خلاف کیا کر رہے ہیں' یہ ہم نہیں جانتے۔ کبھی کبھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہو جاتا ہے۔ ورنہ ہم اندھیرے میں رہتے ہیں۔ اس وقت بھی سونیا' پارس اور پورس بے خبر تھے۔ بڑے پیمانے پر ان کے سراغ رسانوں نے ایک اسپیشل ٹیم بنائی تھی۔ اس ٹیم کے جاسوس بابا صاحب کے ادارے کے چاروں طرف رازداری سے نگرانی کرتے تھے کہ وہاں کے کتنے افراد کہاں جاتے ہیں؟ کہاں جاتے ہیں؟ اور کیا کرتے رہتے ہیں؟

جب پارس اور پورس ادارے سے باہر نکلے اور فلائٹ سے امریکا جانے لگے تو پیرس سے نیویارک تک فون اور ٹیکس وغیرہ کے ذریعے رابطے ہوتے رہے۔ نیویارک سے سراغ رسانی کا جال بچھا دیا گیا۔ ایسے انتظامات کیے گئے کہ وہ دونوں نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائیں۔

وہ دونوں مطمئن تھے۔ بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ان میں سے دو ان کے ذہن میں آتے جاتے رہتے تھے۔ اگر اچانک ان پر حملہ کیا جاتا تو خیال خوانی کے ذریعے ان سے نمٹ سکتے تھے۔

ویسے حملہ تو ہو چکا تھا۔ سونیا نے جوس پینے کے اچانک کمزوری محسوس کی۔ کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے فوراً ہی فون کے ذریعے پارس اور پورس سے رابطہ کرنا چاہا۔ ٹیلی فون کے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا اسے اٹھانا چاہا لیکن دوا زود اثر تھی۔ اس کا سر چکرا گیا۔ فون اور ریسیور کی طرف جھکتے جھکتے منہ کے بل سینٹر ٹیبل پر گری پھر وہاں سے ڈھلک کر فرش پر آگئی۔ وہاں سے اٹھنے کی سکت نہ رہی۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

پارس اور پورس کے کمرے اوپر والے فلور میں تھے۔ وہ ایک گھنٹے بعد تیار ہو کر اپنے کمروں سے باہر آئے پھر راہداری سے اتر کر سونیا کے دروازے پر پہنچے اور دستک دی۔ دروازہ نہیں کھلا۔ انہوں نے دوبارہ اپنی مما کو آواز دیتے ہوئے دستک دی پھر بھی دروازہ نہیں کھلا۔ پورس نے دروازے کے ہینڈل کو گھمایا تو وہ کھل گیا۔ وہ دونوں اسے آوازیں دیتے ہوئے اندر آئے۔ وہ کمرے میں نہیں تھی۔ باتھ روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہاں بھی نہیں تھی۔ میز پر جوس کا گلاس رکھا ہوا تھا۔ بستر پر ایک اٹیچی کھلی ہوئی تھی دونوں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر پارس نے فون کے ذریعے منیجر سے پوچھا "روم نمبر فور ون زیرو میں جو لیڈی نہیں' وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کہاں گئی ہیں؟"

منیجر نے کہا "وہ بے ہوش ہو گئی تھیں۔ ان کے دو بیٹے پارس اور پورس انہیں اسپتال لے گئے ہیں۔"

منیجر نے اسپتال کا نام اور پتا بتایا۔ پارس نے ریسیور رکھ کر پورس سے کہا "مما خطرے میں ہیں۔ وہ یہاں بے ہوش ہو گئی تھیں۔ دو افراد پارس اور پورس بن کر انہیں لیڈی ڈزن اسپتال لے گئے ہیں۔ میں اسپتال فون کر رہا ہوں۔ تم بابا صاحب سے فوراً رابطہ کرو۔"

ایسے ہی وقت بابا صاحب کے ادارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آگیا۔ اس نے پوچھا "سر! خیریت تو ہے؟"

"فوراً مما کے دماغ میں جاؤ اور خیریت معلوم کرو۔"

وہ گیا پھر دوسرے ہی لمحے میں واپس آکر بولا "وہ بے ہوش ہیں۔ ابھی ان کے خیالات پڑھے نہیں جا سکیں گے۔"

پارس نے کہا "میں اسپتال والوں سے باتیں کر رہا ہوں۔ تم ان کے دماغوں میں جا کر معلوم کرو' کیا مما کو وہاں لے جایا گیا ہے؟"

وہ اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں جا کر معلوم کرنے لگا۔ وہاں سونیا کو لایا نہیں گیا تھا۔ انہوں نے مجھے اطلاع دی۔ میں نے اعلیٰ پی بی اور الپا کو بتایا پھر ہم سب موجودہ حالات پر گفتگو کرنے لگے۔

میں نے کہا "یہ امریکی اکابرین اب ہم سے کھل کر دشمنی نہیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے دنیا والوں کی نظروں میں ہم سے کوئی تعلق نہیں رکھا ہے۔ وہ بظاہر نہ ہمارے دوست ہیں نہ دشمن ہیں لیکن اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوسرے ملکوں میں بھیج کر وہاں ہمارے خلاف محاذ آرائی کر رہے ہیں۔ وہ انڈیا میں ہمارے خلاف یہی کر رہے ہیں۔ ہمارے ممالک کے سراغ رسانوں کی ٹیم ان ہی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مدد سے ہماری نگرانی کر رہی ہے۔"

پورس نے کہا "اب سمجھ میں آرہا ہے کہ وہ سراغ رساں ہمارے پیچھے پیرس سے یہاں تک آئے ہیں۔ انہوں نے یہاں مما کو ہمارے ساتھ دیکھا اور موقع پا کر انہیں اغوا کر لیا۔"

"ابھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ انہی سراغ رسانوں نے مما کو اغوا کیا ہے یا کوئی اور ہم سے دشمنی کر رہا ہے۔ اس ملک میں ڈاکٹر بوکا بوکا کی بڑی شہرت رکھتا ہے۔ امریکا کے شمال سے جنوب تک اس نے ہر بڑے شہر میں کفنی سینٹر اور آئی بینک قائم کیے ہیں۔ درپردہ آنکھوں' گردوں اور دلوں کا غیر قانونی دھندا کرتا ہے۔ تمہاری ماں نے اس کے دو بڑے خفیہ اڈوں کو تباہ کیا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ آئندہ بھی اس کے خفیہ اڈے تباہ کیے جائیں گے۔"

"پھر تو مما کے اغوا کے سلسلے میں اس ڈاکٹر پر بھی شبہ کیا جا سکتا ہے۔"

میں نے کہا "اس کے بے شمار کلینک ہیں۔ کہیں بھی فون کر کے ڈاکٹر کا ذاتی فون نمبر معلوم کرو۔"

پارس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں نمبر دیکھ کر رابطہ کیا۔ ایک کفنی سینٹر کے انچارج نے کہا "سوری' ہم ڈاکٹر کا ذاتی نمبر نہیں دے سکتے۔ ہمیں اجازت نہیں ہے۔ آپ اپنی پرابلم ہمیں بتا سکتے ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ میں گھس کر نمبر معلوم کیے پھر پارس کو بتایا۔ اس نے اس نمبر پر رابطہ کیا۔ ڈاکٹر کی آواز سنائی دی "ہیلو میں ڈاکٹر بوکا بوکا بول رہا ہوں۔"

"میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس بول رہا ہوں۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر بتا دو میری مما سونیا کہاں ہیں؟"

اس نے کہا "میں نے دو گھنٹے پہلے ہوٹل کے فون پر میڈم سے بات کی تھی۔ وہ اسی ہوٹل میں ہوں گی۔"

"بکواس مت کرو۔ تم نے انہیں اغوا کرایا ہے۔ کیا تم مما کے جانی دشمن نہیں ہو؟"

"میں کیا دشمنی کروں گا۔ میں تو ان سے خوف زدہ رہتا ہوں۔"

"لہٰذا ان سے پیچھا چھڑانے کے لیے اغوا کیا ہے۔ اگر انہیں ذرا سا بھی نقصان پہنچا تو امریکا کے شمال سے جنوب تک تمہارے خفیہ اڈوں کو تباہ کر دیا جائے گا۔ ابھی دس منٹ کے اندر مما سے میری بات نہ کرائی گئی تو پندرہ منٹ کے بعد تمہارے ایک ایک اڈے کی تباہی شروع ہو جائے گی۔"

وہ پریشان ہو کر قسمیں کھانے لگا کہ اس نے سونیا کو اغوا نہیں کرایا ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کفنی سینٹر کے انچارج کے پاس پہنچ گئے' جس سے ابھی پارس نے فون پر بات کی تھی۔ وہ اس انچارج کے ذریعے دوسرے ڈاکٹروں کے دماغوں میں پہنچنے لگے پھر ان کے ذریعے وہاں توڑ پھوڑ شروع کر دی۔ قیمتی جدید مشینوں کو تباہ کر دیا۔ جو ڈاکٹر خفیہ دھندے میں ملوث تھے۔ انہیں ہلاک کر دیا۔

ڈاکٹر بوکا بوکا نے بدحواس ہو کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈبلیو رائٹ سے رابطہ کر کے اس سے کہا "کچھ کرو۔ یہ لوگ میرے ایک ایک اڈے کو اسی طرح تباہ و برباد کرتے رہیں گے۔"

اس نے کہا "میں تنہا کیا کر سکتا ہوں۔ وہ ایک نہیں کئی خیال خوانی والے ہیں۔ میں کتنوں کو روک سکوں گا؟ کتنوں سے مقابلہ کر سکوں گا۔"

"تم ٹیلی پیتھی جاننے والے آٹھ امریکی ہو۔ کیا ایسے وقت اپنے ساتھیوں سے مدد حاصل نہیں کر سکتے؟"

"پتا نہیں میرے ساتھی کہاں کہاں کن معاملات میں مصروف ہیں۔ ابھی معلوم کرتا ہوں پھر ان سب کے ساتھ آکر کچھ کر سکوں گا۔"

اس سے رابطہ ختم ہوگیا۔ ڈاکٹر بوکا بڑی پریشانی اور گہری سنجیدگی سے سوچنے لگا "آج تک یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ فرہاد اور اس کے بیٹے کچھ نقصان اٹھاتے ضرور ہیں لیکن اپنے مخالفین پر غالب آجاتے ہیں۔ وہ مجھے نقصان پہنچا رہے ہیں لیکن مجھے ان کے خلاف جوابی کارروائی نہیں کرنی چاہیے۔ کسی بھی طرح ان سے سمجھوتا کرنا چاہیے۔"

اس نے پارس سے رابطہ کرکے کہا "میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کبھی پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر نہیں آنے دیتا لیکن تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے دماغ میں خوش آمدید کہوں گا۔ وہ میرے چور خیالات پڑھ کر تمہیں یقین دلائیں گے کہ میں نے میڈم کو اغوا نہیں کرایا ہے۔"

میں پارس کے اندر تھا۔ یہ بات سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا "کیا تم میڈم کے خیال خوانی کرنے والے ہو؟"

"ہاں میں وہی ہوں۔ خاموش رہو۔"

وہ چپ رہا۔ میں نے اس کے چور خیالات پڑھے۔ وہ درست کہہ رہا تھا اس نے سونیا کو اغوا نہیں کرایا تھا۔ ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے خیالات پڑھے۔ انہوں نے بھی پارس اور پورس کو بتایا کہ ڈاکٹر بوکا بوکا ہمارا مجرم نہیں ہے۔ کسی اور نے میڈم کو اغوا کرنے کی جرأت کی ہے۔

بڑے ممالک نے اپنے ذہین اور دلیر سراغ رسانوں کی ایک خفیہ ٹیم بنائی تھی۔ اس ٹیم کا نام دی ٹاپ ایگلز تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی ان کی پشت پر رہتے ہوئے اہم مواقع پر ان کے کام آتے تھے۔ دی ٹاپ ایگلز پر شبہ ہو رہا تھا۔ وہ ٹیم ہمارے خلاف وجود میں آئی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "پاپا! ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا امریکی بوبی برٹن ہماری معلومات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ آپ میرے دماغ میں آجائیں۔"

میں اس کے اندر گیا۔ وہ کرونا کے اندر پہنچ گئی۔ کرونا نے انڈیا میں بوبی برٹن کو ٹریپ کیا تھا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور محکوم بنا کر اس کے دماغ سے بات نقش کی تھی کہ وہ اس کے مخصوص لہجے اور سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا کرے گا۔

اعلیٰ بی بی نے وہ مخصوص لہجہ معلوم کیا پھر وہ لہجہ اختیار کرکے بوبی برٹن کے اندر پہنچ گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ اسے دی ٹاپ ایگلز کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرنے لگی۔ اس کے خیالات نے بتایا۔ دی ایگلز کے چیف سراغ رساں بابا صاحب کے ادارے کے اطراف دلان راؤ رہتے ہیں۔ سیٹلائٹ کے ذریعے بھی سراغ رسانی کی جاتی ہے۔ اس ادارے کی اہم ہستیاں جب اس ادارے سے نکلتی ہیں تو وہ ان کا تعاقب کرتے ہیں اور ان کی معمولات سے باخبر رہتے ہیں۔ ان میں سے کوئی اہم ہستی نشانے پر آجائے تو اسے گولی مار دیتے ہیں۔

انہیں معلوم تھا کہ میں انڈیا میں ہوں اور سونیا الپا میں ہے۔ وہ سب خاصی تعداد میں سونیا کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ ہندوستان میں مجھے اور کبریا کو تلاش کر رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی اور الپا کہاں ہیں، یہ نہیں جانتے تھے۔

اعلیٰ بی بی نے اسے دی ٹاپ ایگلز کے چیف کے ذہن میں جانے کے لیے مائل کیا۔ اس کی سوچ نے کہا "وہ یوگا کا ماہر ہے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سے فون پر یا ای میل کے ذریعے سے رابطہ کرتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "چیف کے قریب رہنے والے ایسے سراغ رساں کے پاس جاؤ، جو یوگا میں مہارت نہ رکھتا ہو۔"

وہ ایک سراغ رساں کے اندر پہنچ گیا۔ اس کا نام [illegible] تھا۔ ہم بھی اس کے اندر پہنچ گئے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ان کے سراغ رسانوں کی ایک ٹیم نے سونیا کو نیویارک میں ٹریپ کیا تھا۔ اس کا چیف جانتا ہوگا کہ سونیا کو ٹریپ کرنے کے بعد کہاں پہنچایا گیا ہے۔

ہم نے اس سے چیف کا فون نمبر معلوم کیا پھر فون کے ذریعے میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو مسٹر مارٹن! میں ہوں فرہاد علی تیمور۔"

وہ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ چلا کر بولا "آ۔ آپ۔ آپ میرا نام اور فون نمبر کیسے جانتے ہیں؟"

"میرے سوال کا صحیح جواب نہ ملا تو میں تمہارے دماغ میں گھسنے کا راستہ بھی معلوم کرلوں گا۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر بتاؤ، سونیا کہاں ہے؟"

"جی۔ وہ۔ مجھے تھوڑی دیر پہلے اطلاع ملی تھی کہ میڈم سونیا کو ٹریپ کیا گیا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں محتاط رہوں، آپ میڈم کے سلسلے میں کسی وقت بھی مجھے پریشان کر سکتے ہیں۔ اب یہی ہو رہا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں آپ مجھ تک پہنچ رہے ہیں۔"

"زیادہ نہ بولو۔ میرے سوال کا جواب دو۔ سونیا کہاں ہے؟"

"آپ یقین کریں۔ نیویارک کے دی ٹاپ ایگلز والے میڈم کے معاملے کو ہینڈل کر رہے ہیں اور اتنی رازداری سے کام کر رہے ہیں کہ ہم سے بھی اس معاملے کو چھپا رہے ہیں۔ صرف نیویارک ایگلز کا چیف میڈم کے بارے میں جانتا ہے۔"

"مجھے تمہارے دماغ میں آکر معلوم کرنا ہوگا۔ تمہارے خیالات بتائیں گے کہ کتنا سچ بول رہے ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "آ۔۔۔ آپ مجھے دھمکی نہ دیں۔ میں اپنا یہ جگہ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ آپ مجھے تلاش نہیں پائیں گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے فون بند کردیا۔ اعلیٰ بی بی، الپا اور دوسرے ٹاپ ایگلز کے دوسرے سراغ رسانوں کے اندر جگہ جگہ جا رہے تھے۔ میں شیفرڈ کے اندر آگیا وہ میری مرضی کے مطابق تیزی سے چلتا ہوا اپنے چیف کے آفس کا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ چیف نے ناگواری سے پوچھا "دستک دیے بغیر کیوں آئے ہو؟"

وہ ریوالور نکال کر نشانہ لیتے ہوئے بولا "تمہارے جسم پر ایک گولی دستک دے گی پھر تمہارے دماغ کا دروازہ کھل جائے گا۔"

وہ حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے بولا "نہیں۔ یہ۔ یہ کیا حرکت ہے؟ پاگل ہوگئے ہو؟ کیا فرہاد کو میرے دماغ میں پہنچانا چاہتے ہو؟"

اس نے ٹریگر دبایا۔ گولی اس کے ہاتھ میں لگی۔ وہ چیخنے لگا "ہیلپ۔ ہیلپ۔"

میں نے اس کے اندر آکر کہا "کیوں حلق پھاڑ رہے ہو۔ تمہارے اندر پہنچ گئی ہے۔ فرسٹ ایڈ کا سامان منگواؤ اور ہم پٹی کراؤ۔ تب تک میں تمہارے چور خیالات پڑھتا رہتا ہوں۔"

وہ نڈھال سا ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ نیویارک میں دی ٹاپ ایگلز کا ڈی جی یعنی ڈائریکٹر جنرل رہتا ہے۔ اسے امریکا اور یورپ کے ٹاپ ایگلز کا ڈی جی اس لیے بنایا گیا ہے کہ وہ یوگا کا ماہر ہے اور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔

میں نے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا یقیناً ان آٹھ امریکیوں میں سے ایک ہوگا۔ اس کا نمبر کیا تھا اور موجودہ نام کیا ہے؟"

"اس کا نمبر سیون تھا۔ اس کا نام جے ای فری مین ہے۔"

پچھلے ابواب میں نمبر سیون کا خاصا ذکر ہو چکا ہے۔ وہ ذہانت اور تجربات کے اعتبار سے باقی سات ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے سینئر تھا۔ اس کے بقیہ سات ساتھی انڈر گراؤنڈ سیل سے نکلنے کے بعد روپوشی میں آزادی سے زندگی گزار رہے تھے لیکن نمبر سیون یعنی جے ای فری مین نے فوج کے اعلیٰ افسران کے پاس آکر ملک سے وفاداری اور فرماں برداری کا ثبوت دیا تھا۔

ویسے تو وہ سات ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی وفادار تھے۔ جے ای فری مین کو اپنا سینئر تسلیم کرتے تھے اس کی ہدایات پر عمل کیا کرتے تھے لیکن امریکی اکابرین کے پابند نہیں رہتے تھے۔ فری مین ان سے ملکی خدمات لیا کرتا تھا۔

کچھ عرصہ پہلے ہم نمبر تھری اور نمبر سیون جے ای فری مین کے دماغوں میں پہنچ جایا کرتے تھے۔ بعد میں ہم انہیں مسلسل اپنا معمول بنا کر نہ رکھ سکے۔ ایسا کرنے کے لیے ہر دس بارہ دنوں کے اندر نئے سرے سے تنویمی عمل کرنا پڑتا ہے۔ میں تو اپنی یادداشت کھو بیٹھا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور کبریا دوسرے معاملات میں مصروف ہوگئے تھے۔ لہٰذا وقت مقررہ پر تنویمی عمل نہ کر سکے۔ وہ دونوں ہماری گرفت سے نکل چکے تھے۔

اتنے عرصے بعد آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے تین افراد ہماری معلومات کے دائرے میں آرہے تھے۔ ان میں سے ایک ڈبلیو رائٹ تھا، جو ڈاکٹر بوکا بوکا سے دوستی نباہ رہا تھا۔ دوسرا بوبی برٹن ہمارے زیر اثر آچکا تھا اور تیسرا جے ای فری مین تھا۔ وہ امریکی اکابرین کا اہم قابل اعتماد ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ دی ٹاپ ایگلز میں ڈائریکٹر جنرل کے فرائض انجام دے رہا تھا۔

میں زخمی مارٹن کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ چور خیالات جھوٹ نہیں بولتے یہ سچ تھا کہ ان کے ڈی جی، جے ای فری مین نے سونیا کو ٹریپ کرنے کے بعد بڑی رازداری سے کہیں چھپایا تھا۔ اس نے امریکی اکابرین کو بھی اس کے

بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ آری افسران نے خود کہا تھا کہ وہ ان میں سے کسی کو ہمراز نہ بنائے۔ ورنہ ان کے دماغوں میں آگر سونیا تک پہنچ جائے گا۔

کئی گھنٹے گزر گئے تھے۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے کئی بار سونیا کے دماغ میں جا چکے تھے۔ پہلے تو وہ بے ہوش رہی تھی پھر پتا چلا کہ وہ کوما میں ہے۔ فری مین نے اسے ہم دور رکھنے کے لیے کوما میں پہنچا دیا تھا۔

میں نے مارٹن سے پوچھا "فری مین سے کس طرح رابطہ کرتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "اس سے فون پر رابطہ کرتے ہیں۔ اس کی سیکریٹری سے پہلے بات ہوتی ہے پھر وہ فری مین سے بات کراتی ہے۔"

"اس سے رابطہ کرو اور بتاؤ کہ میں تمہاری کھوپڑی میں پہنچا ہوا ہوں اور کسی وقت اس کے اندر بھی پہنچنے والا ہوں۔"

اس نے رابطہ کیا "اس کی سیکریٹری کی آواز سنائی دی "ہیلو مسٹر مارٹن! میں لیزا بول رہی ہوں۔"

"ہائے لیزا! میں ڈی جی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری ٹو سے' وہ موجود نہیں ہیں۔ واشنگٹن گئے ہیں۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ واشنگٹن گئے ہیں؟"

"یقین تو کرنا ہی ہوگا۔ باس نے کہا تھا' کوئی بھی پوچھے تو یہی جواب دیا جائے۔"

میں لیزا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کی سوچ کہنے لگی' وہ وہی کر رہی ہے' جو باس اس سے کہہ گیا ہے۔ اس کا باس بہت سنجیدہ اور ریزرو رہا کرتا تھا۔ لیزا سے صرف دفتری معاملات پر گفتگو کرتا تھا۔ اپنے دفتری کمرے میں اسے نہیں بلاتا تھا۔ اس سے انٹر کام پر باتیں کرتا تھا۔ اس نے کبھی اپنے باس کی صورت نہیں دیکھی تھی۔

جب تک وہ آفس میں موجود رہتا تھا' اس کے آفس کا دروازہ اندر سے بند رہتا تھا۔ اس کے جانے کے بعد دروازہ کھل جاتا تھا۔ وہ اس قدر محتاط تھا کہ اپنی پرسنل سیکریٹری کے سامنے بھی نہیں آتا تھا۔

میں لیزا کو آلہ کار بنا کر فری مین تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر کہا "تمہارے جو اعلیٰ افسران یوگا کے ماہر ہیں۔ ان کے پاس جاؤ اور کہو فرہاد علی تیمور ان سے باتیں کرنے والا ہے۔"

وہ تین یوگا جاننے والے اہم اعلیٰ افسران ہیڈ کوارٹر میں تھے۔ اس نے وہاں پہنچ کر کہا "سر! مسٹر فرہاد میرے سامنے موجود ہیں اور آپ حضرات سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ تینوں اعلیٰ افسران پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ میں نے آلہ کار افسر کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تم لوگ خود ہی پریشانیاں مول لیتے ہو۔ ابھی میرا دماغ ٹھنڈا ہے۔ کیونکہ سونیا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ تم سب کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ کوما سے نکل آئے تاکہ ہم اس سے رابطہ کر سکیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ یقین کریں کہ میڈم سونیا کے بارے میں اتنا ہی جانتے ہیں کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے فری مین نے میڈم کو قیدی بنایا ہے۔ فری مین ہمیں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا رہا ہے۔ اس نے چھ گھنٹے سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ خود کہیں روپوش ہو گیا ہے۔"

"یہ تم لوگوں کی پالیسی ہے۔ ایک خاص پلاننگ کے تحت وہ روپوش ہو گیا ہے۔ تم سے رابطہ نہیں کرتا ہے۔ سونیا کو اغوا کرنے اور قیدی بنانے کا الزام تم سب پر ہے اور وہ فری مین ہماری پہنچ سے دور رہے۔ نہ ہم سے رابطہ کرے' نہ سونیا کی رہائی کے مطالبے پر عمل کرے۔"

"آپ ہمیں غلط نہ سمجھیں۔ میڈم کے اغوا سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم اسے سمجھانا چاہتے ہیں کہ وہ آگ سے دشمنی مول نہ لے۔ میڈم کو فوراً رہا کرے اور آپ سے معافی مانگے لیکن وہ نہ تو خیال خوانی کے ذریعے اور نہ ہی ای میل وغیرہ کے ذریعے رابطہ کر رہا ہے۔ ہم دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے اس سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمیں ناکامی ہو رہی ہے۔"

"تم بڑی مضحکہ خیز باتیں کر رہے ہو۔ جب آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے انڈر گراؤنڈ سیل سے فرار ہو کر تمہاری پابندیوں سے آزاد ہو گئے تھے۔ تب فری مین ہی ایک واحد خیال خوانی کرنے والا تھا جو فرار نہیں ہوا تھا۔ وہ وفادار رہا تک تمہاری پابندیوں میں رہ کر ملک کی خدمت کرتا رہا۔ آج سونیا کو ٹریپ کرتے ہی تم سے وفاداری بھول گیا۔ اب وہ تمہاری مرضی کے خلاف سونیا اور ہم سے دشمنی کر رہا ہے۔"

"آپ یقین نہیں کر رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ آپ کو اپنی سچائی کا کیسے یقین دلائیں۔"

"میں سانپ کو اس کے بل سے نکالنا جانتا ہوں۔ تم سب سے ایک ایک اعلیٰ افسر ہر ایک گھنٹے کے بعد مرتا رہے گا۔"

فری مین میرا مطالبہ تسلیم کرنے کے لیے گھٹنے ٹیک دے گا۔"

یوگا جاننے والے وہ تینوں اعلیٰ افسران گھبرا کر کھڑے ہوگئے۔ ایک نے کہا "نہیں۔ آپ فری مین کے جرم کی سزا ہمیں نہیں دی سکتے۔ آپ ہمیں مہلت دیں۔ ہم کسی بھی طرح فری مین سے رابطہ کریں گے۔ اس سے آپ کا مطالبہ منوائیں گے۔"

میرے آلہ کار نے ریوالور نکال کر ان کے سنبھلنے سے پہلے تڑا تڑ تین فائر کیے۔ کسی کے بازو پر، کسی کے شانے پر اور کسی کی ٹانگ پر گولیاں ماری۔ وہ تینوں زخمی ہو کر فرش پر گر پڑے۔ میں نے کہا "اب تم تینوں مجھے اپنے دماغوں میں آنے سے نہیں روک سکو گے۔ میں ہر ایک گھنٹے بعد آکر باری باری موت کے گھاٹ اتارتا رہوں گا۔"

ہیڈ کوارٹر میں ہلچل پیدا ہوگئی تھی۔ انہیں فوری طبی امداد پہنچائی جارہی تھی۔ تمام اکابرین تک یہ خبر پہنچائی جارہی تھی کہ میں نے ان تین یوگا جاننے والے افسران کو زخمی کیا ہے اور اگر سونیا کو رہا نہ کیا گیا تو میں ایک ایک گھنٹے بعد انہیں ہلاک کرتا رہوں گا۔

میں نے کہا "اب میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔ یہ معلوم ہو رہا ہے کہ فری مین آدھے گھنٹے بعد تم تینوں سے رابطہ کرنے والا ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں نے فرمان سے کہا "تم ان تینوں کے اندر موجود رہو اگر یہ کسی دوا کے ذریعے دوبارہ توانائی حاصل کرکے اپنے دماغ کو لاک کرانا چاہیں تو ان کے اندر زلزلہ پیدا کرتے رہنا۔"

مجھے یقین تھا کہ میں آدھے گھنٹے بعد فری مین کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کروں گا۔ ویسے توقع کے خلاف بھی بہت کچھ ہو جاتا ہے۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔

○☆○

ٹیلی پیتھی جاننے والے دو امریکی انڈیا میں تھے۔ ان میں سے ایک بولی برن پہلے کرونا کے زیر اثر آگیا تھا پھر اعلیٰ بی بی نے بھی اس کے اندر جگہ بنالی تھی اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام فولر گرے ہے اور وہ کیرالہ میں کہیں رہائش پذیر ہے۔

وہ فرمان کے ساتھ کیرالہ پہنچ گئی تھی۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ یوجا کا تعلق اسی علاقے سے ہے۔ اب شاید اس نے وہ جگہ چھوڑ دی ہوگی۔ کبریا پر مسلسل قبضہ جمائے رکھنے کے لیے کسی دوسرے علاقے میں چلی گئی ہوگی۔

اعلیٰ بی بی یہی سوچ کر آئی تھی کہ وہاں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے فولر گرے کے علاوہ یوجا کو بھی تلاش کرے گی۔ وہ ایک فلائٹ کے ذریعے وہاں آئی تھی۔ فائیو اسٹار ہوٹل میں دو کمرے لیے تھے۔ ایک کمرا فرمان کے لیے تھا۔ اسی وقت میں نے اس سے کہا تھا کہ وہ ان تمام فوجی افسروں کے دماغوں میں جاکر ان کی نگرانی کرتا رہے۔

اعلیٰ بی بی نے اس سے کہا "آدھے گھنٹے بعد فری مین افسران سے رابطہ کرنے والا ہے۔ تم اس وقت تک افسران کی نگرانی کرو۔ میں ہوٹل سے باہر شاپنگ کے لیے جارہی ہوں۔ جلد ہی واپس آجاؤں گی۔"

وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آئی۔ وہاں لاؤنج میں ایک صوفے پر سیاہ لباس پہنے ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے گلے میں رنگ برنگی موتیوں کی مالائیں تھیں۔ اس کے سامنے کتنی ہی عورتیں اور مرد فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اعلیٰ بی بی نے ہوٹل کے ایک ملازم سے پوچھا "یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے کہا "یہ ایک تانترک شکتی مان (بہت زبردست جادوگر) ہیں۔ ان کے سامنے اپنی کوئی مشکل بیان کرو تو وہ مشکل آسان کردیتے ہیں۔"

"کیا یہ جادو کے ذریعے مشکل آسان کرتے ہیں؟"

"جب جادو جانتے ہیں تو پھر جادو کے ذریعے ہی چمتکار دکھاتے ہوں گے۔"

اچانک اعلیٰ بی بی کے دل میں خیال آیا کہ اس تانترک شکتی مان سے اس جادوگرنی دادی ماں کے بارے میں سوال کرنا چاہیے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

ایک عورت گڑگڑا کر کہہ رہی تھی "مہاراج! میں تین برس سے ماں بننے کے لیے ترس رہی ہوں۔ آپ میری منوکامنا پوری کردیں۔"

مہاراج نے اپنی ایک جھولی میں ہاتھ ڈال کر ایک چٹکی راکھ نکالی۔ اس سے کہا "جا۔ تیری گود ہری ہوگی۔"

وہ مہاراج کے قدموں پر سر رکھ کر وہاں سے اٹھ گئی۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "مہاراج! درشن کیا دوں؟"

"ہم مایا کے لوبھی نہیں ہیں۔ کسی سے کچھ نہیں لیتے۔ جا چلی جا۔"

وہ چلی گئی۔ ایک شخص نے سامنے آکر گھٹنے ٹیک کر قدموں کو چھو کر کہا "مہاراج! پتا نہیں مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی کھوپڑی گھوم جاتی ہے۔ بہت غصہ آتا ہے۔ غصے سے چیخنے چیخنے بے ہوش ہو جاتا ہوں۔"

وہ مہاراج لکڑی کی کھڑاؤں پیروں میں پہنا کرتا تھا۔ اس نے جھک کر ایک کھڑاؤں اٹھا کر اس شخص کے سر پر ماری پھر کہا "مورکھ! تجھ سے شراب برداشت نہیں ہوتی پھر پیتا کیوں ہے۔ شراب چھوڑ دے۔ نشہ نہیں کرے گا تو کبھی تجھے غصہ نہیں آئے گا۔"

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ اس کے بعد دوسرا شخص آیا۔ اس نے سامنے آتے ہی اچانک اپنے بیگ سے ریوالور نکال لیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ٹریگر دباتا، اعلیٰ بی بی نے اس کے ہاتھ پر ایک لات ماری۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ وہ چھلانگ لگا کر اپنے ہتھیار کے پاس پہنچ کر گرا پھر اسے اٹھانا چاہتا تھا کہ منہ پر ایک ٹھوکر پڑی۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔ وہاں سے سر اٹھا کر گھورتے ہوئے اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ اس بار وہ ریوالور کی طرف نہیں گیا۔ یک بارگی اچھل کر اسے فلائنگ کک مارنے آیا۔ وہ جھک گئی۔ وہ اس کے سر پر سے گزرتا ہوا دوسری طرف جا کر گر پڑا۔

پھر اس کا پھرتیلا پن ختم ہوگیا۔ اعلیٰ بی بی کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ ریوالور کی گولیاں نکال کر ادھر ادھر پھینکتے ہوئے بولی "یہ بوڑھا شخص دوسروں کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔ تم اسے نقصان پہنچانا کیوں چاہتے ہو؟"

"تم ہمارے معاملے میں نہ پڑو۔ وہ ریوالور مجھے دو۔"

وہ خالی ریوالور اس کی طرف پھینک کر بولی "یہ لو۔ اسے لوڈ کرکے فائر کرسکتے ہو تو ضرور کرو۔"

بات ختم ہوتے ہی اعلیٰ بی بی نے پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر کیا۔ چونک کر بولی "کون ہو تم؟"

اس کے اندر سوچ کی لہریں ابھریں "تم یہاں سے چلی جاؤ۔ ورنہ پچھتاؤ گی۔"

وہ حیرانی اور خوشی سے بولی "کبریا! تم؟ میرے اندر بول رہے ہو۔ مجھے پہچانو میں تمہاری بہن اعلیٰ بی بی ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ نہ میرا نام کبریا ہے نہ ہی تم میری بہن ہو۔ ہاں اگر اس بوڑھے کو گولی مارنے دو گی تو تمہیں بہن مان کر چھوڑ دوں گا۔ ورنہ تمہارے دماغ میں زلزلے پیدا کروں گا۔"

اس کے اندر فرمان آچکا تھا۔ اس نے کہا "کبریا! میں تمہارے زلزلے کو ناکام بنا دوں گا۔ اس خبیث بڈھیا کے سحر سے نکلو۔ اپنی بہن کو پہچانو۔"

کبریا نے کہا "میں کسی خبیث بڈھیا سے سحرزدہ نہیں ہوں۔ مجھے اس بوڑھے کو ہلاک کرنے دو۔ یہ میری یوجا سے دشمنی کرنے آیا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ فرمان کی موجودگی کے باعث اعلیٰ بی بی کے اندر دفاعی قوت تھی۔ کبریا کا حملہ ناکام رہا۔ اس نے اپنے آلہ کار کے اندر سما کر اس پر حملہ کیا۔ وہ بہن بھائی بابا صاحب کے ادارے میں ایک دوسرے پر حملے کرنے اور اپنا بچاؤ کرتے رہنے کی ٹریننگ حاصل کرچکے تھے۔ اب بھائی کو یاد نہیں رہا تھا کہ بہن کے لڑنے کی تکنیک کیا ہے۔ بہن کو سب کچھ یاد تھا۔ وہ اس کے حملوں کو ناکام بنا رہی تھی اور اس کے آلہ کار کی پٹائی کرتی جارہی تھی۔ وہ مار کھاتے کھاتے بے دم ہو کر گر پڑا۔

یوجا ایک کرسی پر بیٹھی کبریا کو پریشانی سے خیال خوانی کرتی دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟ کچھ مجھے بھی بتاؤ۔ کیا مہاراج کو ہلاک کرچکے ہو؟"

وہ غصے سے بولا "نہیں۔ ایک لڑکی نے میرے آلہ کار کو ناکارہ بنا دیا ہے۔"

"تو تم کیا کررہے ہو؟ کیا اس لڑکی کو بھی ختم نہیں کرسکتے؟"

"اس کے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ وہ اس کی حفاظت کررہا ہے۔"

"پہلے تم کسی بھی طرح مہاراج کو ختم کرو۔ وہ مجھے برباد کرنے یہاں آیا ہے۔"

"مہاراج ہوشیار ہوگیا ہے۔ وہ آسانی سے قابو میں نہیں آئے گا پھر بھی میں کوشش کرتا ہوں۔"

اس کا آلہ کار کسی کام کا نہیں رہا تھا۔ وہ ایک دوسرے شخص کے اندر آگیا۔ اس بار اس نے سوچا، اس شخص کے اندر چھپ کر پہلے اس لڑکی کے بارے میں معلوم کرے گا کہ وہ کون ہے اور مہاراج سے اس کا کیا تعلق ہے۔

مہاراج بڑی دیر سے خاموش بیٹھا اعلیٰ بی بی کی دلیری اور لڑنے کے انداز کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ کبریا کے پہلے آلہ کار کو پولیس والے گرفتار کرچکے تھے۔ مہاراج نے اعلیٰ بی بی کے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "بیٹی! تم کون ہو؟"

وہ بولی "مہاراج! میرا بھائی ایک چٹیل پوجا (انتیا سکینہ) کے جادوئی شکنجے میں ہے۔ پتا نہیں اس نے اسے کہاں قیدی بنا کر رکھا ہے۔ ابھی میں نے اس آدمی کے اندر سے بھائی کی آواز سنی ہے۔ جس نے آپ پر حملہ کیا تھا۔"

"اس کے اندر سے تم نے بھائی کی آواز کیسے سن لی؟"

"میرے بھائی کا نام کبریا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یوجا نے اسے مجبور کیا ہوگا۔ اس نے اس آدمی کو آلہ کار بنا

کرابھی آپ پر حملہ کیا تھا۔"

"ہے بھگوان! تمہارا بھائی اس کے چنگل میں ہے۔ وہ تو بڑی بدذات ہے۔ جسے شکنجے میں لے لیتی ہے' اسے مرتے دم تک نہیں چھوڑتی۔"

کبریا اپنے آلہ کار کو ان کے قریب لے گیا تھا اور ان دونوں کی باتیں سنتے ہوئے سوچ رہا تھا "وہ لڑکی خود کو میری بہن کہہ رہی تھی۔ اب مہاراج سے بھی یہی کہہ رہی ہے۔ اس کی پریشانی اور بے چینی سے لگتا ہے' سچ کہہ رہی ہے۔ پوجا کہتی ہے میرا آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ میں اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں کوئی بات نہ کروں۔"

اعلیٰ بی بی' مہاراج سے کہہ رہی تھی "پوجا نے جادو کے ذریعے میرے بھائی کی یادداشت گم کردی ہے اسی لیے وہ مجھے اور اپنے باپ فرہاد علی تیمور کو بھول گیا ہے۔"

میرا نام سن کر کبریا نے چونک کر سوچا "کیا؟ یہ کیا کہہ رہی ہے۔ فرہاد علی تیمور میرے باپ ہیں۔ پوجا تو انہیں دشمن کہتی آرہی ہے۔ اگر میں بیٹا ہوں تو کیا وہ بیٹے اور باپ کو ایک دوسرے کا دشمن بنا رہی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا "وہ میرے باپ ہیں اور یہ میری بہن اور میں ان کا سگا ہوں لیکن مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔ یہ کہہ رہی ہے کہ پوجا نے جادو کے ذریعے میری یادداشت گم کردی ہے۔ مجھے کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔ میں نے پہلے نہیں سوچا کہ میں کون ہوں؟ میرے ماں باپ کون ہیں؟ اور میں کہاں سے پوجا کے پاس آیا ہوں؟"

اعلیٰ بی بی مہاراج کو بتا رہی تھی کہ پوجا کی دادی ماں ایک سو دس برس کی بوڑھی عورت تھی۔ وہ برسوں کی تپسیا کے بعد جوانی حاصل کرکے سولہ برس کی دوشیزہ بن گئی تھی۔ میں نے اسے سمندر میں ڈبو کر پھر بوڑھی بنا دیا تھا۔ دوسری بار میں نے اسے زندہ جلایا تو وہ اپنی پوتی پوجا کے جسم میں سما گئی ہے۔ اصل پوجا مرچکی ہے۔ اس کے جوان جسم کے اندر ایک سو دس برس کی بوڑھی جادوگرنی چھپی ہوئی ہے۔ وہ مجھے قیدی بنا کر نہ رکھ سکی۔ اب میرے بیٹے کے دماغ سے اس کا ماضی بھلا کر اسے اپنے قابو میں کررکھا ہے۔

کبریا کے سامنے نئے انکشافات ہو رہے تھے۔ ماضی کے جو اوراق بند ہوگئے تھے' وہ اب کھل رہے تھے۔ یہ عجیب سی بات معلوم ہو رہی تھی کہ جس پوجا کے ساتھ وہ زندگی گزار رہا ہے' وہ جوان ہوتے ہوئے بھی جوان نہیں ہے۔ اس کے اندر ایک سو دس برس کی بوڑھی دادی ماں چھپی ہوئی ہے اور وہ بوڑھی جادوگرنی اس کا ماضی بھلا کر اسے اس کے باپ اور بہن سے دور کرتی جارہی ہے۔

مہاراج کہہ رہا تھا "پوجا کی دادی ماں کا نام انتیا سکینہ تھا۔ وہ میرے باپ کی داشتہ تھی۔ اس سے جادو سیکھا کرتی تھی۔ میں بھی اپنے باپ سے یہ کالا علم سیکھتا رہتا تھا۔ ہمارے گھر میں صدیوں پرانے جادوئی نسخے تھے۔ ایک رات وہ تمام نسخے چرا کر فرار ہوگئی۔ پتا نہیں کہاں روپوش رہی۔ تیس برس گزر چکے ہیں۔ میرا باپ مرچکا ہے۔ میں اس دھوکے باز کو تلاش کرتا رہا۔ کچھ روز پہلے معلوم ہوا کہ وہ یہاں کیرالہ میں کہیں رہتی ہے۔ مجھے امید ہے' میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "میرا بھائی کبریا نہیں جانتا کہ وہ ابھی انجانے میں اپنی بہن پر حملے کررہا تھا۔ یہ سوچ کر دل کڑھ رہا ہے کہ میں اس کے دل میں بہن کا پیار نہ جگا سکی۔ وہ جاچکا ہے۔ اب شاید نہیں آئے گا۔"

مہاراج نے کہا "تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ میں ایک پراسرار عمل سے معلوم کروں گا کہ وہ دادی ماں کہاں چھپی ہوئی ہے۔ وہ جہاں بھی ہوگی' وہاں تمہارا بھائی ضرور ہوگا۔"

"دادی ماں نے کبریا پر جادو کیا ہے۔ اگر آپ پہلے اس جادو کا توڑ کریں تو کبریا کی یادداشت واپس آجائے گی۔ وہ مجھے پہچان کر خود ہی خیال خوانی کے ذریعے بتا سکے گا کہ پوجا اس کے ساتھ کہاں چھپی ہوئی ہے۔"

مہاراج نے تائید میں سر ہلا کر کہا "تم درست کہتی ہو۔ اس کے جادو کا توڑ کروں گا۔ تمہارے بھائی کو پچھلی تمام باتیں یاد آئیں گی تو وہ تم سے رابطہ کرکے ضرور اپنا اور پوجا کا ٹھکانا بتائے گا۔ کیا تم میرے استھان میں چلوگی۔ میں وہاں جاکر پراسرار عمل کروں گا۔"

اعلیٰ بی بی اور فرمان اس کے ساتھ ہوٹل سے باہر جانے لگے۔ کبریا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اس کے سامنے پوجا نہیں تھی۔ دوسرے کمرے سے ایسی دھیمی دھیمی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔ جیسے وہ منتر پڑھ رہی ہو۔

وہ وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہ آتش دان کے سامنے فرش پر پلتھی مارے بیٹھی تھی۔ شعلے لپک رہے تھے۔ ان کا سلگتا ہوا عکس پوجا کے چہرے پر پڑ رہا تھا۔ ان لمحات میں وہ کبریا کو بہت خطرناک لگ رہی تھی۔ منتر پڑھتے وقت اس کے دیدے پھیلے ہوئے تھے۔ وہ ماش کی دال کا ایک ایک دانہ آگ میں پھینکتی جارہی تھی۔ کبریا اکثر اسے یہ عمل کرتے ہوئے دیکھتا رہتا تھا۔ اس نے پہلے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ کالا جادو جانتی ہے تو پھر خطرناک بھی ہوگی۔

اب یہ سوالات پیدا ہو رہے تھے کہ ایک کالا جادو جاننے والی سے اس کا تعلق کیسے ہوا' کب ہوا' اس نے ٹیلی پیتھی کیسے سیکھی؟ اور کہاں سے سیکھی؟

پوجا نے منتر پڑھتے ہوئے سر گھما کر اسے دیکھا۔ وہ سر جھکائے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ اس کی طرف گھوم کر بولی "میں جانتی تھی۔ وہ مہاراج تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ تم اسے ہلاک نہیں کرسکو گے۔"

کبریا نے کہا "وہ کہیں گم ہوگیا ہے۔ میں پھر اسے تلاش کرنے جاؤں گا۔"

"میں ایسا منتر پڑھ رہی ہوں کہ وہ ہمارے اس ٹھکانے کی طرف کبھی نہیں آسکے گا۔ ہم نے انڈین آرمی کے افسران کو چیلنج کیا تھا کہ جزیرے کو کھنڈر بنانے کا جرمانہ بارہ گھنٹے کے اندر ادا نہ کیا گیا تو ہم بھی انہیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچائیں گے اور بارہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

"میں ابھی ان افسران سے رابطہ کروں گا۔ فی الحال فرہاد علی تیمور کے متعلق سوچ رہا ہوں۔"

پوجا نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا "فرہاد کے بارے میں کیا سوچ رہے ہو؟"

"کیا اس کی اولاد بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟"

اس نے گھور کر اسے دیکھا پھر پوچھا "اس کی اولاد سے تمہیں کیا لینا ہے؟"

وہ لڑکی جس نے میرے حملے سے مہاراج کو بچایا ہے' وہ فرہاد کی بیٹی ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

"ہوں۔ تو اس کی بیٹی یہاں آئی ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے' وہی مہاراج کو اپنے ساتھ لائی ہے۔ وہ باپ بیٹی ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ اب مہاراج کے کالے جادو کا سہارا لے رہے ہیں۔ اس لڑکی کی شامت آگئی ہے۔"

"کیا تم اس پر جادو کرو گی؟"

"میں اس پر ایسا عمل کروں گی کہ وہ ہوش و حواس کھو کر بے اختیار دوڑتی ہوئی میرے پاس چلی آئے گی۔"

"ایسا عمل کس طرح کرو گی؟"

"جس طرح تم پر۔۔۔" وہ بولتے بولتے رک گئی پھر جھنجلا کر بولی "کیوں فضول باتوں میں وقت ضائع کررہے ہو؟ آرمی چیف سے جرمانہ وصول کرو۔"

"ان سے تو مزید بارہ گھنٹے بعد بھی بہت کچھ وصول کیا جاسکتا ہے۔ فی الوقت فرہاد کی بیٹی اہم ہے۔ اسے مہاراج سے دور کرو۔ اس پر کوئی عمل کرو اور اسے یہاں بلاؤ۔ ورنہ وہ ہمیں نقصان پہنچائے گی۔"

وہ سوچنے لگی "یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وہ لڑکی آئے گی تو میرے پاس دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوجائیں گے۔ فرہاد میری زنجیریں توڑ کر گیا تھا۔ میں اس کی دوسری اولاد کو بھی داسی بنالوں گی۔"

وہ بولی "میں ابھی یہ عمل کروں گی۔"

"ابھی تو وہ مہاراج کے ساتھ ہے۔ وہ ادھر آئے گی تو مہاراج بھی اس کے ساتھ یہاں چلا آئے گا۔"

"میرا جادو اس وقت اثر کرے گا' جب وہ تنہا ہوگی۔ تم فکر نہ کرو۔ کوئی اس کے پیچھے نہیں آسکے گا۔ تم یہاں سے جاؤ۔ باہر کا دروازہ کھلا رکھو۔ اگر وہ تنہا ہوگی تو ابھی ایک گھنٹے کے اندر یہاں آجائے گی۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آیا پھر دروازہ کھول کر وہاں بیٹھ گیا۔ یہ بات اس کے دماغ میں چبھ رہی تھی کہ وہ ابھی جس طرح منتر پڑھ کر اس لڑکی کو سحرزدہ کرکے یہاں بلا رہی ہے۔ اسی طرح اسے بھی سحرزدہ کرکے کہیں سے بلایا تھا۔ پوجا ابھی یہی کہتے کہتے رک گئی تھی۔ اس نے بات پوری نہیں کی تھی پھر بھی بات سمجھ میں آگئی تھی۔

اب اس کے دل میں بے چینی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا "کیا میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں؟ اور کیا وہ واقعی میری بہن ہے؟ یہ پوجا اسے بھی میری طرح منتروں کے سحر میں جکڑ کر یہاں بلا رہی ہے۔ اس کے ذہن سے بھی پچھلی زندگی بھلا دے گی۔ اسے بھی میری طرح اپنی معمول بنا کر رکھے گی۔"

وہ بے چینی سے انتظار کررہا تھا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ لڑکی کس طرح سحرزدہ ہو کر آئے گی اور پوجا اس کے ساتھ کیسا سلوک کرے گی؟

اعلیٰ بی بی اور فرمان کیرالہ کے ایک دلدلی علاقے میں آئے تھے۔ وہاں مہاراج ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر منتر پڑھ رہا تھا۔ اس نے اعلیٰ بی بی سے کہا تھا "تم دونوں ایک آدھ گھنٹے تک کہیں تفریح کرو۔ جب میں پوجا کے جادو کا توڑ کروں گا اور کبریا کو پچھلی زندگی یاد آئے گی تو وہ تم سے ضرور دماغی رابطہ کرے گا۔"

وہ فرمان کے ساتھ ٹہلتی ہوئی جھیل کنارے آئی۔ فرمان نے کہا "جھیل بہت خوب صورت ہے۔ کشتی کی سیر کرو گی؟"

وہ دور تک جھیل کو دیکھتی ہوئی بولی "ہاں۔ یہ بہت خوب صورت ہے۔ وہاں دیکھو' دور کتنے خوب صورت کنول کے

پھول کھلے ہوئے ہیں۔ کیا مجھے ایک پھول لاکر دو گے؟ مجھے بہت اچھے لگ رہے ہیں۔"

"تم بھی چلو۔ بونگ بھی ہوجائے گی۔ تم کنول کے پھول بھی لے آؤ گی۔"

"میں یہاں درخت کے سائے میں بیٹھنا چاہتی ہوں۔ تم نہ جانا چاہو تو کوئی بات نہیں میرے پاس بیٹھو۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ تم نے ایک پھول کی فرمائش کی ہے۔ میں ضرور لے کر آؤں گا۔ تم یہاں بیٹھو۔ میں ابھی آجاؤں گا۔"

ساحل پر کئی کشتیاں تھیں۔ وہ ادھر چلا گیا۔ وہ درخت کے سائے میں بیٹھ کر کبریا کے بارے میں سوچنے لگی۔ دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگی کہ مہاراج کا عمل کامیاب ہو اور بھائی اسے پہچان کر دوڑتا ہوا اس کے پاس چلا آئے۔

وہ بے خبر تھی کہ دوسری طرف پوجا بھی اس کے خلاف عمل کررہی ہے۔ ادھر پوجا' ادھر مہاراج دونوں ہی اپنے پراسرار علوم کی طاقت کو آزما رہے تھے۔ فرمان ایک بوٹ کرائے پر حاصل کرکے اسے چپوؤں کے ذریعے کھیتا ہوا جھیل کے اس حصے کی طرف جارہا تھا' جہاں کنول کے بے شمار پھول کھلے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہی اعلیٰ بی بی نے محسوس کیا' جیسے سر پر کوئی چیز آکر لگی ہے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ باہر سے کوئی چیز آکر نہیں لگی تھی۔ اندر ہلکی سی چوٹ کا احساس ہوا تھا۔ اس نے دوڑ کر فرمان کو جھیل میں جاتے ہوئے دیکھا لیکن اسے آواز نہ دے سکی۔ ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

وہ بھول گئی کہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ بے اختیار وہاں سے پلٹ کر جانے لگی۔ پہلے تیزی سے چلتی رہی پھر دوڑنے لگی۔ فرمان کشتی کھیتے ہوئے جھیل میں دور نکل گیا تھا۔ وہاں سے اسے اعلیٰ بی بی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اسے معلوم نہ ہوسکا کہ وہ اچانک کہیں چلی گئی ہے۔

ادھر مہاراج مسلسل منتر پڑھتا ہوا پوجا کے جادو کا توڑ کررہا تھا۔ کبریا ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا اپنے موجودہ حالات پر غور کررہا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے ایک ہلکا سا ذہنی جھٹکا لگا۔ دماغ کی اسکرین پر مختلف مناظر ابھرنے لگے۔ پہلا منظر یہ تھا کہ وہ پونا کے ایک بنگلے میں میرا کا انتظار کررہا تھا۔ میرا باتھ روم میں غسل کررہی تھی۔ ایسے ہی وقت اس کا دماغ بے قابو ہوگیا۔ وہ دوڑتا ہوا بنگلے کے باہر جارہا تھا۔ دوسرا منظر یہ تھا کہ وہ ایک کار ڈرائیو کرتا ہوا کہیں جارہا تھا پھر وہ ایک ایسے ویرانے میں پہنچا' جہاں الاؤ روشن تھا۔ پوجا آگ کے سامنے بیٹھی منتروں کا جاپ کررہی تھی۔

اسے ایک ایک بات یاد آنے لگی کہ وہ کس طرح اس پر کالا عمل کرتی رہی تھی اور وہ سحرزدہ ہو کر خود کو بھول چکا تھا۔ اب اندر سے تاریکی چھٹ گئی تھی۔ اسے یاد آگیا کہ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔

ایسے ہی وقت اس نے سر گھما کر دیکھا۔ اعلیٰ بی بی دوڑتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہ سامنے تھا مگر اس نے بھائی کو نہیں دیکھا۔ اسی رفتار سے دوڑتی ہوئی اس کمرے کی طرف جانے لگی' جدھر وہ منتر پڑھ رہی تھی۔ کبریا اسے دیکھتے ہی پہچان کر خوش ہوگیا تھا۔ اس نے مخاطب کیا "عالی۔!"

وہ اسے عالی کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا مگر اس کی آواز بہن کے کانوں تک نہیں پہنچی۔ وہ تیزی سے اس کے پیچھے جانے لگا۔ پوجا آتش دان کے سامنے فرش پر بیٹھی بلند آواز سے منتر پڑھ رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی کو دیکھ کر فرش سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ کچھ پڑھتے ہوئے اس پر مٹھی بھر سفوف چھڑکنا چاہتی تھی کہ کبریا کو دیکھ کر رک گئی۔ سخت لہجے میں بولی "میں نے کہا تھا' یہاں نہیں آؤ گے۔ جاؤ دوسرے کمرے میں جاؤ۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا "میں نہیں جاؤں گا۔ یہ دیکھوں گا کہ تم نے مجھ پر کس طرح جادو کیا تھا اور میری یادداشت مجھ سے چھین لی تھی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "یہ۔ یہ کیا بک رہے ہو۔ میں نے تم پر جادو نہیں کیا ہے۔ تم ابھی جاؤ۔ مجھے یہ کام کرنے دو۔ دیر ہوگی تو یہ میرے منتروں کے اثر سے نکل جائے گی۔ فوراً یہاں سے جاؤ۔"

اس نے پوجا کے قریب پہنچتے ہی ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ اس کی مٹھی سے سفوف نکل کر گرنے لگا۔ اعلیٰ بی بی چکرا کر فرش پر گر پڑی۔ آتش دان کے سامنے ایک بڑا سا چھرا رکھا ہوا تھا۔ پوجا نے ایک ہاتھ کھاتے ہی سمجھ لیا کہ اس کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ وہ فوراً ہی چھرے کے پاس آئی' اسے وہاں سے اٹھانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی کبریا نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ وہ چیختی ہوئی دور جا گری۔ اس نے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ پھر تکلیف کے باعث چیخنے لگی۔ وہ بولا "تو مجھے میرے پاپا کا دشمن بناتی رہی۔ اب میری بہن کو بھی جادوئی ہتھکنڈوں سے زیر کرنا چاہتی ہے۔ اسے ہوش میں لا۔ ورنہ۔"

وہ چیختی ہوئی بولی "میرے بال چھوڑو۔ یہ ابھی ہوش میں

آجائے گی میرے منتر ادھورے رہ گئے ہیں۔"

اس نے بال چھوڑ دیے۔ گردن دبوچ لی۔ وہ بڑی مشکلوں سے سانس لے رہی تھی۔ وہ بولا "ایسی حالت میں تو سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو دماغ سے نہیں نکال سکے گی۔ میں تیرے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

وہ پڑھنے لگا۔ یہ سچ معلوم ہوا کہ وہ ایک سو دس برس کی بڑھیا ہے۔ جب میں اسے زندہ جلا رہا تھا' تب اس نے اپنی پوتی پوجا کے جسم میں سما کر نئی زندگی حاصل کی تھی۔

اب بھی اسے یہ خوف نہیں تھا کہ وہ کبریا کے ہاتھوں ماری جائے گی۔ یہ اطمینان تھا کہ کبریا زیادہ سے زیادہ پوجا کے جسم کو مردہ بنائے گا۔ وہ آتما شکتی کے ذریعے پھر کسی خوب صورت عورت کے جسم میں داخل ہو کر پھر ایک نئی زندگی حاصل کرلے گی۔ اس اطمینان کے باوجود وہ پوجا ہی کے جسم میں مستقل رہنا چاہتی تھی۔ کیونکہ اس کے ذریعے وہ جزیرہ کیانی کی ملکہ بن کر رہ سکتی تھی۔

وہ بولی "مجھے چھوڑ دو۔ مجھ سے سمجھوتا کرو۔ پوجا کا یہ جسم مرجائے گا تو پھر جزیرے کی کوئی وارث نہیں رہے گی۔ اس جزیرے پر بھارت سرکار کا قبضہ ہوجائے گا۔ پلیز مجھے چھوڑ دو۔"

اعلیٰ بی بی کا سر تھوڑی دیر کے لیے چکرایا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھا۔ کبریا نے کہا "عالی! میں کبریا ہوں۔ اس وقت بہروپ میں ہوں اور یہ ذلیل عورت پوجا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے فرش سے اٹھتے ہوئے کہا "ابھی اسے جان سے نہ مارو۔ اس کی آتما کسی دوسرے جسم میں منتقل ہوجائے گی۔ یہ بظاہر ہمارے لیے مرجائے گی مگر کہیں جاکر زندہ رہے گی۔"

"کیا تم اسے زندہ چھوڑ دینا چاہتی ہو؟"

"ذرا ٹھہرو۔ میں ابھی بتاتی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے مہاراج کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

وہ بولی "ہم نے پوجا پر قابو پالیا ہے۔ آپ نے کہا تھا۔ اسے جان سے نہیں مارنا چاہیے۔ یہ کہیں دوسری جگہ نئی زندگی حاصل کرلے گی۔"

"ہاں۔ اسے جان سے نہ مارنا۔ میں آرہا ہوں۔ مجھے پتا بتاؤ۔"

اس نے کبریا سے اس بنگلے کا پتا پوچھ کر مہاراج اور فرمان کو بتایا۔ مہاراج نے کہا "وہ بہت مکار ہے۔ اسے منتر پڑھنے کا موقع نہ دینا۔ اس کے منہ پر ٹیپ چپکا دو۔ ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ دو۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔"

وہ کبریا سے بولی "اس کے منہ پر ٹیپ چپکا دو۔ رسی لے آؤ۔ ہم اس کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھیں گے۔"

پوجا نے عاجزی سے کہا "میرا منہ بند نہ کرو۔ میں باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

کبریا ٹیپ اور رسی لے آیا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے منہ پر ٹیپ لگاتے ہوئے کہا "ہم تمہارے دماغ میں رہ کر باتیں کریں گے۔ بولو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

اس کی سوچ نے کہا "مہاراج کو میرے بارے میں کچھ نہ بتاؤ۔ وہ بڑا بدذات ہے۔ میرے ساتھ برا سلوک کرے گا۔"

کبریا نے پوچھا "کیا ہم سے اچھے سلوک کی توقع کررہی ہو۔ تم نے ہمارے پاپا کو دماغی طور پر نقصان پہنچایا۔ ایک عرصے تک انہیں' پھر مجھے اپنا غلام بنا کر رکھا۔ تمہیں تو بار بار موت کی سزا دی جائے۔ وہ بھی کم ہوگی۔"

فرمان اور مہاراج وہاں آگئے۔ پوجا سہم کر مہاراج کو دیکھنے لگی۔ اس نے کہا "اسے آزاد چھوڑا جائے گا تو یہ پھر ہم سب کو نقصان پہنچائے گی۔ میں اسے مرنے بھی نہیں دوں گا اور آرام سے جینے بھی نہیں دوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "پھر آپ کیا کریں گے؟"

"میرے پاس ایک دوا ہے۔ اس کی ایک خوراک سے ہی یہ نیم پاگل ہوجائے گی پھر اسے کوئی منتر یاد نہیں رہے گا۔ یہ خودکشی کرنا بھی بھول جائے گی۔"

پوجا رحم طلب نظروں سے دیکھ کر انکار میں سر ہلانے لگی۔ مہاراج نے اپنی جھولی میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی۔ کبریا نے اس کے منہ پر سے ٹیپ کو ہٹایا۔ وہ منہ نہیں کھولنا چاہتی تھی۔ اس کا گلا دبایا گیا تو منہ خود ہی کھل گیا۔ دوا کے چند قطرے ٹپکا دیے گئے۔ وہ تڑپی اور چند سیکنڈ کے بعد ہی بے ہوش ہوگئی۔

میں سونیا کے سلسلے میں مصروف تھا۔ اس سلسلے کا ذکر ابھی کروں گا۔ میں نے اچانک اپنے اندر کبریا کی آواز سنی تو چونک گیا۔ حیرت سے اور مسرت سے پوچھا "تم اس خبیث بڑھیا سے نجات حاصل کرچکے ہو؟"

"یس پاپا! اعلیٰ بی بی نے ایک مہاراج کے ذریعے میری پچھلی زندگی مجھے یاد دلائی ہے۔ آپ ہمارے پاس آکر خیالات پڑھیں۔ تمام روداد معلوم ہوجائے گی۔"

میں نے کبریا اور اعلیٰ بی بی کے خیالات پڑھ کر ان کے

تمام حالات معلوم کیے۔ مہاراج کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا "آپ آئندہ بوجا سے نمٹتے رہیں ہم اس پر لعنت بھیج چکے ہیں پھر کبھی زندگی کے کسی موڑ پر آپ سے ملاقات ہوگی۔"

میں نے اپنی بیٹی اور بیٹے سے کہا "وہاں سے چلے آؤ۔ تمہاری مما کا معاملہ پیچیدہ ہو رہا ہے۔"

میں نے یوگا جاننے والے فوج کے تین اعلیٰ افسران کو زخمی کر کے یہ دہشت پیدا کر دی تھی کہ میں ان کی اور دوسرے امریکی اکابرین کی جانیں بھی لے سکتا ہوں اور یہ ان سے کہہ چکا تھا کہ سونیا کو رہا نہ کیا گیا تو ایک ایک گھنٹے کے بعد ایک ایک اعلیٰ افسر موت کا ذائقہ چکھتا رہے گا۔

ان کے چور خیالات سے معلوم ہوا تھا کہ ان کا خاص اور اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا جے ای فری مین آدھے گھنٹے بعد ان سے رابطہ کرنے والا ہے۔ اب وہ سب اپنی جان کی سلامتی کے لیے اسے کہنے والے تھے کہ وہ سونیا کو رہا کر دے اور ہم سے دشمنی کو طول نہ دے۔ ورنہ فوج کے اہم افسران جان سے جائیں گے۔

فری مین آدھے گھنٹے بعد نہ آسکا۔ ذرا دیر سے آیا اور اپنے اہم یوگا جاننے والے افسران کو زخمی دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اسے بتایا گیا کہ میں ان کے دماغوں میں ہوں۔ سونیا کو رہائی نہ ملی تو میں انہیں ہلاک کر دوں گا۔

میں نے ایک افسر کے ذریعے اسے مخاطب کیا "فری مین! اپنے اس افسر کے اندر آؤ اور مجھ سے بات کرو۔"

وہ اس افسر کے اندر آکر بولا "مسٹر فرہاد! ایک طویل عرصے سے ہمارے اور آپ کے درمیان دشمنی بھی رہی ہے اور سمجھوتے بھی ہوتے رہے ہیں۔ آپ نے آج سمجھوتا کیے بغیر ہمارے تین سب سے اہم افسران کو نقصان پہنچایا ہے۔ یہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔ آپ کو میرا انتظار کرنا چاہیے تھا۔"

"یہ جھوٹے افسران کہہ رہے تھے کہ تم سونیا کے سلسلے میں ان سے رابطہ نہیں کر رہے ہو۔ کہیں روپوش ہو گئے ہو پھر میں تمہارا انتظار کیوں کرتا؟ اب تم آئے ہو تو باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ سونیا کو فوراً رہا کرو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میری ایک التجا ہے۔ میں میڈم کے بارے میں جو کہنے جا رہا ہوں' اسے آپ تحمل سے سنیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ ہمارے لیے مصیبت بن جائیں گی تو میں انہیں کبھی ٹریپ نہ کرتا۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ صاف صاف کہو۔"

"میں میڈم کو آپ سے چھپائے رکھنے کے لیے انہیں کوما میں رکھنا چاہتا تھا لیکن ڈاکٹر سے غلطی ہو گئی یا پتا نہیں کس طرح انجکشن بدل گیا۔ اس انجکشن کے نتیجے میں میڈم ایب نارمل ہو گئی ہیں۔"

یہ سنتے ہی میں نے سونیا کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے دو چار بار کوششیں کیں۔ اسے مخاطب کیا "سونیا! میں تمہارا فرہاد ہوں۔ سانس نہ روکو۔ مجھ سے باتیں کرو۔"

لیکن وہ مجھے نہیں پہچان رہی تھی۔ شاید اپنے آپ کو بھی نہیں پہچان رہی تھی۔ میں نے غصے سے کہا "کتے کے بچے تو نے کس ڈاکٹر سے کام لیا تھا؟ اس نے کون سا انجکشن لگایا ہے؟ وہ مجھے نہیں پہچان رہی ہے۔ اس نے دماغ کے دروازے بند کر لیے ہیں۔ فوراً بتاؤ۔ ابھی وہ کہاں ہے؟"

"دیکھیے آپ نے مجھے کتے کا بچہ کہا ہے۔ یہ اخلاق اور تہذیب کے خلاف ہے۔"

میں نے گرج کر کہا "کتے! حرام کی اولاد! میں تجھے اخلاق اور تہذیب سکھانے کے لیے اوپر پہنچا دوں گا۔ تو نے میری سونیا کو دماغی مریضہ بنایا ہے میں تیرے تمام اکابرین کو دماغی مریض بنا کر پاگل خانے پہنچا دوں گا۔ اگر اپنے اکابرین کی سلامتی چاہتا ہے تو فوراً بتا' سونیا ابھی کہاں ہے؟"

"میں کیا بتاؤں؟ آپ بہت غصے میں ہیں۔ میری بات کا یقین نہیں کریں گے میڈم ہماری قید سے فرار ہو گئی ہیں۔ انہوں نے ڈاکٹر اور ایک مسلح گارڈ کو بڑی بے دردی سے ہلاک کیا۔ دوسرا گارڈ زخمی پڑا ہے۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ جب وہ مجھے نہیں پہچان رہی ہے اور خود کو بھول گئی ہے تو پھر اسے ایک طرف پڑا رہنا چاہیے تھا۔ فرار کیسے ہو گئی؟"

"آپ یقین کریں۔ اس انجکشن کا ری ایکشن عجیب طرح سے ہوا ہے۔ ڈاکٹر انجکشن لگانے کے بعد سمجھ رہا تھا کہ وہ کوما میں پہنچ گئی ہیں۔ کیونکہ وہ بالکل ساکت لیٹی ہوئی تھیں لیکن توقع کے خلاف وہ اچانک ہی اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ دو مسلح گارڈز انہیں لٹا کر بستر سے باندھنا چاہتے تھے۔ اس نے دونوں کی پٹائی کر دی۔ ان کی ایک گن چھین لی۔ ڈاکٹر اور ایک گارڈ کو گولی مار دی۔ دوسرے پر بھی گولی چلاتی ہوئی وہاں سے باہر چلی گئیں۔ میرے بے شمار ماتحت انہیں تلاش کر رہے ہیں لیکن وہ اب تک نظر نہیں آئی ہیں۔"

میں نے پھر سونیا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس نے سانس روک لی۔ اس کے اندر جانے اور آنے میں دو سیکنڈ لگے۔ میں نے اتنی دیر میں اس کے ذریعے ٹریفک کا شور سنا۔

وہ کسی چوراہے پر ہوگی۔ مجھے یہ اطمینان تھا کہ وہ زندہ سلامت ہے۔ نہ زخمی ہے' نہ کسی کمزوری میں مبتلا ہے۔ اسی لیے پوری توانائی سے سانس روک لیتی ہے اور وہ کسی قید خانے یا چار دیواری کے اندر نہیں ہے۔ فری مین کا بیان درست ہو سکتا تھا کہ وہ فرار ہو گئی ہے۔

میں نے کہا "میں کیسے یقین کر لوں کہ سونیا کو تمہارے کسی خفیہ اڈے میں چھپا کر نہیں رکھا گیا ہے۔ تم نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی ہوگی کہ وہ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے۔ اس طرح ہمیں معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے اور تم جھوٹ بولتے رہو کہ وہ فرار ہو گئی ہے۔"

"میں جانتا تھا' آپ مجھے جھوٹا اور فریبی سمجھیں گے۔ میں لاکھ قسمیں کھاؤں گا' آپ یقین نہیں کریں گے۔"

"یقین کر سکتا ہوں۔ تم اپنے چور خیالات پڑھنے دو۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کبھی اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دیتا۔ تم میرے دماغ میں آتے ہی زلزلہ پیدا کر دو گے۔ کوئی اپنی موت کو کبھی دعوت نہیں دیتا۔"

ہم ایک زخمی آلہ کار افسر کے دماغ میں بول رہے تھے۔ اس اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر فرہاد! فارڈ گاڈسیک آپ فری مین کی بات کا یقین کریں۔ اس کے ماتحت میڈم کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ بھی تلاش کریں گے تو وہ کہیں نہ کہیں ضرور ملیں گی۔ زیادہ وقت نہیں گزرا ہے' وہ ابھی نیویارک سے باہر نہیں گئی ہوں گی۔ ہمیں بحث و تکرار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اسے تلاش کرنا چاہیے۔"

اس کی اس بات نے قائل کیا کہ وہ ایب نارمل ہو کر ابھی اس شہر سے باہر نہیں گئی ہوگی۔ میں نے کہا "اسے تلاش کرنے کی ذمے داری تمہاری ہے۔ کیوں اسے اغوا کیا گیا؟ اب میں چوبیس گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ اسے کسی بھی طرح تلاش کرو اور ہمارے حوالے کرو۔ ورنہ کل اسی وقت انتقامی کارروائی کے لیے آؤں گا۔ کل کوئی سمجھوتا نہیں ہوگا۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے علاوہ پارس اور پورس سے بھی کہا "تمہاری مما کو جو انجکشن لگایا گیا تھا۔ اس کا تشویشناک ردِعمل ہوا ہے۔ وہ ہم سب کو بھول گئی ہیں۔ جہاں قید کیا گیا تھا وہاں سے فرار ہو گئی ہیں۔ اسے تلاش کرو۔ وہ ابھی نیویارک سے باہر نہیں گئی ہوں گی۔"

پورس نے پارس سے کہا "میں ائرپورٹ جا رہا ہوں۔ تم بندرگاہ کی طرف جاؤ۔ ہمارے درمیان موبائل فون کے ذریعے رابطہ رہے گا۔"

وہ دونوں ہوٹل سے نکل کر اپنی اپنی کار میں وہاں سے روانہ ہو گئے۔ میں اور میرے بیوی بچے گردش میں آئے ہوئے تھے۔ پہلے مجھ پر گردش آئی۔ جادوئی ہتھکنڈوں کے باعث میری یادداشت گم ہو گئی تھی۔ دوسری بار کریا کی یادداشت گم ہو گئی اور اب تیسری بار سونیا کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔

ہم تینوں کے ساتھ یہ یکسانیت تھی کہ یادداشت گم ہوتی رہی اور ایسا اتفاقاً نہیں ہو رہا تھا۔ دشمن جادو جاننے والے ہوں یا ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں' وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمیں ٹریپ کرنے کے بعد ہماری یادداشت چھین کر ہی اپنوں سے دور چھپا کر رکھا جا سکتا ہے۔

ہمارے تمام مخالفین کے پاس یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا۔ میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ سونیا کو وہ کوما میں رکھنا نہیں چاہتے تھے۔ اس کی یادداشت چھین کر اس طرح ہم سے دور کرنا چاہتے تھے کہ ہم ان سے شکایت بھی نہ کر سکیں اور یہ ثابت ہو جائے کہ غلط انجکشن کے باعث سونیا نیم پاگل یا ایب نارمل ہو کر ہم سے دور ہو گئی ہے۔

میں نے پھر ان تین زخمی افسران کے اندر پہنچ کر کہا۔ "میں تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے فری مین کی چالبازی سمجھ رہا ہوں۔ اس نے سونیا کی یادداشت چھین لینے کے لیے ضرر رساں انجکشن اسے لگایا پھر اسے فرار ہونے کا موقع دیا ہے۔ یقیناً اس کے ماتحت دور ہی دور سے اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ پتا نہیں وہ آئندہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتا ہے لیکن اس سے کہہ دینا کہ کل صبح تک ہمیں سونیا نہ ملی تو میں کسی بھی طرح اس کی شہ رگ تک پہنچ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

وہ سب میری دھمکیوں سے سہمے ہوئے تھے۔ میں بھی پریشان تھا کہ پتا نہیں آئندہ سونیا کے ساتھ کیسا سلوک کیا جانے والا ہے؟ پتا نہیں وہ کہاں بھٹک رہی ہوگی اور اسے کہاں بھٹکایا جا رہا ہوگا۔ آئندہ اس کی حفاظت کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ ان کے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے جے وی فری مین کو جلد سے جلد ختم کر دوں۔

میں نے الپا' اعلیٰ بی بی' کبریا اور فرمان کو اپنے اندر بلا کر کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والے آٹھ امریکیوں میں سے صرف جے وی فری مین ایسا وفادار ہے جو انڈر گراؤنڈ سیل سے

رہائی پانے کے باوجود فرار نہیں ہوا تھا۔ آرمی کے تین یوگا جاننے والے افسران کے سامنے حاضر ہوگیا تھا۔ اسی طرح یہ خیال قائم کیا جاسکتا ہے کہ فری مین آرمی ہیڈ کوارٹر میں یا واشنگٹن ڈی سی کے کسی علاقے میں رہتا ہے۔"

الپا نے پوچھا "کیا وہ تین زخمی افسران اس کی خفیہ رہائش گاہ کے بارے میں نہیں جانتے ہیں؟ جبکہ وہ ان کا ماتحت ہے۔"

"میں ان تینوں کے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ ان کے مشترکہ خیالات یہ ہیں کہ فری مین اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے صرف ایک یوگا جاننے والا افسر رابطہ رکھتا ہے۔ اس افسر کو ان نون ماسٹر کہا جاتا ہے۔ وہ ان نون ماسٹر جے وی فری مین کی رہائش اور اس کی سیکیورٹی کا ذمے دار ہے۔"

الپا نے کہا "ایسی اہم اور خفیہ معاملات سے تعلق رکھنے والی شخصیات واشنگٹن میں رہتی ہیں۔ اگر ہم وہاں کے تمام اہم افراد کے دماغوں میں جاتے رہیں گے تو ضرور اس ان نون ماسٹر تک پہنچ جائیں گے۔"

میں نے کہا "اور ایک بات ہے۔ ان نون ماسٹر جیسے افراد کی ٹاپ سیکرٹ فائلیں آرمی ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم میں رہتی ہیں۔ میں اس کی فائل تک پہنچے جارہا ہوں۔ تم واشنگٹن کے تمام اہم افراد کے اندر پہنچ کر اسی ان نون ماسٹر کو تلاش کرو۔"

میں ہیڈ کوارٹر کے اہم افسران کے اندر جاکر یہ معلوم کرنے لگا کہ ریکارڈ روم میں کتنے یوگا جاننے والے عہدے دار ہیں۔ ایسے یوگا جاننے والوں سے نمٹنے کے بعد ہی اس نے سیکرٹ فائل کو پڑھ کر ان نون ماسٹر کا اصلی نام اور پتا معلوم کیا جاسکتا تھا۔ بہرحال ہم سب اس پراسرار شخص تک پہنچنے کے سلسلے میں مصروف ہوگئے۔

○☆○

پورس ائرپورٹ پہنچ کر ہر جگہ سونیا کو تلاش کرتا رہا۔ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ یہ جے وی فری مین کی کوئی چال ہوگی۔ وہ اسے اس لیے بھٹکا رہا ہوگا کہ ہمیں اس کے فرار ہونے اور رہائی پانے کا یقین ہوجائے۔ ہم بھی اسے پورے شہر میں تلاش کرتے پھریں لیکن اسے پہچان نہ پائیں۔ فری مین اس کا چہرہ تبدیل کرسکتا تھا۔

پورس ہر اس عورت کو توجہ سے دیکھ رہا تھا، جو سونیا کے قد اور جسامت کے برابر دکھائی دیتی تھی۔ اس نے ایسی کتنی ہی عورتوں کو مخاطب کیا۔ ان سے باتیں بھی کیں لیکن مایوسی ہوتی رہی۔ پارس بندرگاہ میں بالکل اسی طرح تلاش کررہا تھا اور مایوس ہورہا تھا۔ اس نے فون پر پورس سے کہا "ممانظر نہیں آرہی ہیں۔ کیا تمہیں کوئی امید ہے؟"

اس نے کہا "یہاں امید نہیں رہی۔ میں ہائی وے کی طرف جارہا ہوں۔ تم کہاں جاؤ گے؟"

"میں مجسمہ آزادی کی طرف جارہا ہوں۔ مما کو بوٹنگ کا بہت شوق ہے۔ شاید اوھر گئی ہوں۔"

پورس ہائی وے پر دور تک گیا۔ پارس مجسمہ آزادی کے پاس آیا۔ اس وقت رات کے سائے پھیل رہے تھے۔ وہاں تفریح کرنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ بیرونی ممالک سے آنے والے مجسمہ آزادی کے اطراف کشتی کی سیر ضرور کرتے تھے۔ پارس ایک ڈیڑھ گھنٹے تک ماں کو ڈھونڈتا رہا لیکن وہ نہ جانے کہاں گم ہوگئی تھی۔

وہ مایوس ہوکر وہاں سے روانہ ہوگیا۔ ایک رہائشی علاقے سے گزرتے وقت کار میں اچانک خرابی پیدا ہوئی۔ وہ اسے روک کر اس کا بونٹ اٹھا کر خرابی دور کرنے لگا۔ وہ خرابی منٹوں میں دور ہوگئی۔ اس نے کار میں آکر بیٹھنے سے پہلے اس بنگلے کے گیٹ کی طرف دیکھا پھر چونک گیا۔ وہاں لگی نیم پلیٹ پر ڈاکٹر بوکا بوکا کا نام لکھا ہوا تھا۔

اس نے سوچا "یہ محض ایک اتفاق ہے یا تقدیر کا تماشا ہے کہ گاڑی یہاں آکر رک گئی ہے؟ اگرچہ مما کے اغوا کا تعلق اس ڈاکٹر سے نہیں ہے۔ یہ ڈاکٹر ابھی ہمارے لیے ضروری نہیں ہے لیکن میں یہاں آکر کیوں رک گیا؟ یہ قدرت کی طرف سے کوئی اشارہ ہوسکتا ہے۔ جب میں یہاں پہنچ ہی گیا ہوں تو مجھے ڈاکٹر سے ضرور ملنا چاہیے۔"

گیٹ پر ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ پارس نے موبائل فون پر اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مخاطب کیا پھر کہا "میں جانتا ہوں، تم مما کی تلاش میں مصروف ہو۔ فی الحال میرے پاس رہو پھر چلے جانا۔"

وہ موبائل بند کرکے گیٹ کے پاس آیا پھر مسلح گارڈ سے بولا "میں ڈاکٹر سے ملنا چاہتا ہوں۔ تم انہیں اطلاع دو۔"

وہ بولا "سوری سر! وہ بالٹی مور گئے ہیں۔ پرسوں کسی وقت آئیں گے۔"

وہ واپس کار میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولا "میں اس بنگلے کے پیچھے جارہا ہوں۔ تم گارڈ کے اندر جاکر معلوم کرو۔ یہاں بنگلے کے اندر اور باہر کتنے افراد ڈیوٹی پر ہیں۔"

وہ چلا گیا۔ پارس آہستہ آہستہ ڈرائیو کرتے ہوئے

سوچنے لگا "یہاں ڈاکٹر نہیں ہے تو ڈاکٹر کا کوئی خاص آدمی ضرور ہوگا۔ اس کے بیڈ روم میں جاکر تلاشی لی جاسکتی ہے۔ وہاں سے کوئی اہم کام کی چیز برآمد ہوسکتی ہے پھر وہ ڈاکٹر مما کا دوست نہیں، دشمن ہے۔ ان سے خوف زدہ رہتا ہے۔ ابھی اس نے مما سے دشمنی نہیں کی ہے پھر بھی کرسکتا ہے۔ اس کی کوئی کمزوری ڈھونڈنا چاہیے۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے پارس کے اندر آکر بولا "سر! بنگلے کے اندر اور باہر کوئی نہیں ہے۔ وہ مسلح گارڈ رات دو بجے تک ڈیوٹی پر رہے گا پھر اس کی جگہ دوسرا گارڈ آجائے گا۔ ڈاکٹر کی غیر موجودگی میں وہاں اس کی پرسنل سیکریٹری رہتی ہے۔ وہ کہیں گئی ہے۔ ایک آدھ گھنٹے میں واپس آنے والی ہے۔"

پارس نے کار کو بنگلے کے پیچھے پارک کیا پھر کہا "میں اندر جارہا ہوں۔ اس گارڈ کو بنگلے کی طرف متوجہ نہ ہونے دو۔ جب میں اندر چلا جاؤں تو تم بھی مما کی تلاش میں چلے جاؤ لیکن ہر پندرہ یا بیس منٹ کے بعد میرے پاس آتے رہو۔"

وہ احاطے کی دیوار پھاند کر اندر آیا۔ بنگلے کے پچھلے دونوں دروازے اندر سے بند تھے وہ گھوم کر سامنے والے دروازے پر آیا۔ وہ باہر سے مقفل تھا اور یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ وہ پیچیدہ سے پیچیدہ تالوں کو کھولنا جانتا تھا۔ اس دروازے کو کھول کر اندر آگیا۔ اسے بند کرکے دیکھنے لگا۔ ایک کوریڈور کے بعد ایک بہت بڑا ڈرائنگ روم ڈائننگ روم اور ٹی وی لاؤنج دور تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ وہاں سے گزر کر دوسرے کمروں میں جاکر دیکھنے لگا۔ وہاں کی الماریاں کھول کر کوئی کام کی چیز تلاش کرنے لگا۔ دوپہر سے مایوسی ہورہی تھی۔ نہ سونیا دکھائی دے رہی تھی اور نہ ہی کوئی کام کی چیز ہاتھ آرہی تھی۔

وہ ایک اور بیڈ روم میں آیا۔ وہ خواب گاہ دوسرے کمروں سے بڑی اور... عیش و عشرت کے تمام سامان سے آراستہ تھی۔ وہاں ایک بڑا سا آئرن سیف تھا۔ یقیناً وہ ڈاکٹر کا خاص کمرا تھا۔ اس سیف میں ضرور اہم دستاویزات اور بہت سے راز چھپے ہوں گے۔ پارس اسے کھولنے آیا تو مایوسی ہوئی۔ اس سیف کو مخصوص نمبروں سے کھولا جاسکتا تھا اور وہ نمبر صرف ڈاکٹر ہی جانتا ہوگا۔

خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر آیا۔ اس نے کہا "یہ سیف مخصوص نمبروں سے کھولا جاسکتا ہے۔ کیا ڈاکٹر کے دماغ میں جاسکو گے؟"

"ڈاکٹر نے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے آپ کے

ان لوگوں کے لیے جو خوبصورت کہانیاں پڑھنے کے شوقین ہیں
ہزاروں دلوں کی دھڑکن
محی الدین نواب
کی خوبصورت کہانیوں کے تین دلکش مجموعے
کیمرا گھر
قیمت -/100 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے
8 بہترین کہانیوں کا مجموعہ
ایمان کا سفر
قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے
10 خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ
آدھا چہرہ
قیمت -/250 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے
پہلا طویل معاشرتی ناول
کمپیوٹرائزڈ کتابت | دلکش طباعت | مضبوط جلد
تینوں کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں
تینوں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف رعایتی قیمت
مبلغ -/450 روپے بذریعہ منی آرڈر پیشگی ارسال کریں
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200
فون: 5892551 فیکس: 5892552-5896313
kitabi1970@yahoo.com

پاپا کو ایک بار دماغ میں آکر چور خیالات پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ اب وہ مجھے اندر نہیں آنے دے گا۔ سانس روک لیا کرے گا۔"

"ہوں پھر تو مجھے اس پرسنل سیکریٹری کا انتظار کرنا چاہیے۔ شاید وہ مخصوص نمبر جانتی ہو۔"

"میں اس سیکریٹری کے اندر جاکر معلوم کرسکوں گا۔ ابھی جارہا ہوں۔ پندرہ منٹ کے بعد آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی باہر ایک کار کے آنے اور دروازے کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں سنائی دیں۔ پارس دروازے کے پردے کے پاس آگیا۔ دور سے ایک نسوانی ہنسی سنائی دی۔ وہ کچھ بولتی آرہی تھی۔ جواب میں مردانہ آواز سنائی دی۔ آوازیں قریب آرہی تھیں۔

وہ پردے کے پیچھے چھپ گیا۔ ایک شخص نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا تھا "میں نے منع کیا تھا' زیادہ نہ پیو مگر تم شروع کرتی ہو تو پیتی ہی چلی جاتی ہو۔ تمہیں اپنے آپ پر کنٹرول نہیں ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی آکر بستر پر گر پڑی۔ کہنے لگی "زیادہ پینے سے کیا ہوتا ہے تم تو ابھی ایسے جھنجھوڑ دو گے کہ نشہ پانی ہوجائے گا۔"

وہ اس کے پہلو میں گرتے ہوئے بولا "تم ہو ایسی چیز' تم پر جھپٹنے کا مزہ آتا ہے۔ ڈاکٹر بوکا بوکا بدنصیب ہے۔ بڑھاپے میں تمہیں سنبھال نہیں پارہا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ اسے سنبھالنے لگا۔ پارس وہ تماشا دیکھنے نہیں آیا تھا۔ اس نے وہاں داخل ہونے کے بعد ڈرائنگ روم کے ٹیلی فون پر اس کے نمبروں کو پڑھا تھا۔ وہ نمبر اتنے آسان تھے کہ یاد رہ گئے تھے۔ اس نے اپنا موبائل نکال کر وہ نمبر پنچ کیے۔ ڈرائنگ روم سے فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ اس شخص نے بیزاری سے کہا "اس وقت کس کا فون آسکتا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بیڈ سے اترتے ہوئے بولی "ڈاکٹر کا فون ہے۔ مجھے اٹینڈ کرنا ہوگا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی تو نشے سے ڈگمگانے لگی۔ اس کے ساتھی نے اسے تھام کر کہا "سنبھل کر چلو اور اس سے سنبھل کر بات کرو۔ ورنہ اسے شبہ ہوگا کہ کسی کے ساتھ موج مستی میں ہو۔"

وہ اسے سہارا دے کر بیڈ روم سے باہر چلا گیا۔ پارس نے پردے کے پیچھے سے نکل کر دروازے سے باہر کوریڈور میں آکر دیکھا۔ وہ ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے تھے۔ وہ ریسیور اٹھا کر اپنے کان سے لگا کر بولی "ہیلو' میں سوسانہ بول رہی ہوں۔"

پارس نے سخت لہجے میں کہا "ننگی کیوں ہو؟ کپڑے پہن کر آؤ۔"

وہ بدحواسی میں بولی "جی۔ ابھی پہن کر آتی ہوں۔"

وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر اپنے یار سے بولی "وہ غصہ کررہا ہے۔ میں لباس پہن کر آتی ہوں۔"

وہ اس کا بازو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے بولا "اتنا نشہ کیوں کرتی ہو۔ کیا وہ فون کے ذریعے تمہیں بے لباس دیکھ رہا ہے؟"

وہ ایک ہاتھ سے سر تھام کر بولی "ہاں۔ تعجب ہے۔ وہ کیسے جانتا ہے کہ میں ایسی حالت میں ہوں؟ میں ابھی پوچھتی ہوں۔"

اس نے ریسیور کو کان سے لگا کر پوچھا "مائی ڈیر بوکا! کیوں مذاق کرتے ہو۔ میں تو پورے لباس میں ہوں۔"

پارس نے کہا "جھوٹی! کمینی! اپنے یاس کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہے۔ چل کپڑے پہن' ورنہ تیری چھٹی کردوں گا۔"

"پلیز ناراض نہ ہو۔ میں ابھی پہنتی ہوں۔"

وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر رونے کے انداز میں بولی "وہ دیکھ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس فون کے ساتھ مانیٹر لگالیا ہے۔ وہاں بیٹھا مجھے دیکھ رہا ہے۔ تم اس کے دماغ میں جاکر معلوم کرو۔"

یہ سنتے ہی پارس چونک گیا۔ اس کے ساتھ جو شخص تھا' وہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ اس نے کہا "تم جانتی ہو' وہ سانس روک لیتا ہے۔ میں اس کے خیالات نہیں پڑھ سکوں گا پھر کیوں خوامخواہ خیال خوانی کروں؟"

وہ ریسیور کو ایک طرف رکھ کر تیزی سے بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈبلیو رائٹ بھی اس کے پیچھے جانے لگا۔ پارس ایک طرف چھپ گیا تھا۔ اس کا خیال خوانی کرنے والا آگیا تھا۔ وہ اسے بتا رہا تھا کہ یہاں جو شخص ہے' وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اسے ٹریپ کرنا ہے۔ ابھی میرے پاس رہو۔

وہ لباس پہن کر ڈرائنگ روم میں واپس آئی۔ ڈبلیو رائٹ کہہ رہا تھا "سوسانہ! میں یقین سے کہتا ہوں۔ اس کے کسی بھی ٹیلی فون کے ساتھ مانیٹر نہیں لگا ہوا ہے۔ تم نے الٹی سیدھی باتیں سن رہی ہو۔"

وہ ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولی "تم میرے دماغ میں ہو۔

سنو پھر معلوم ہوگا کہ میں نشے میں نہیں ہوں۔ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔"

اس نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا کر کہا "ہیلو' اب تو میں لباس میں نظر آرہی ہوں نا؟ پلیز بتاؤ کہ مجھے کس طرح دیکھ رہے ہو؟"

"یہ راز کی بات ہے۔ میں کسی کی موجودگی میں نہیں بتاؤں گا۔"

"کسی کی موجودگی سے کیا مراد ہے؟ یہاں تو میں اکیلی ہوں۔"

"چل جھوٹی! یہ گدھا تیرے اتنے قریب کیوں ہے۔ اسے لات مار کے دور ہٹادے۔"

ڈبلیو رائٹ نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "میں تمہارے اندر آکر سن چکا ہوں۔ یہ ڈاکٹر کی آواز نہیں ہے۔ تم اس سے پھر بولو۔ میں اس بار اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر جاؤں گا۔"

اس نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹایا۔ وہ بولی "مسٹر بوکا! آج تمہاری آواز بدلی ہوئی کیوں ہے؟"

پارس نے نسوانی آواز میں کہا "کیا بتاؤں' میں نے غلطی سے ایک ایسی دوا کھالی ہے' جس کے نتیجے میں بار بار آواز بدل رہی ہے۔ اب دیکھو آواز سریلی ہوگئی ہے۔"

ڈبلیو رائٹ اس آواز اور لہجے کے ذریعے پارس کے اندر نہیں جاسکتا تھا۔ جھنجلا کر بولا "یہ ڈاکٹر نہیں ہے۔ کوئی مکار ہے۔ آوازیں بدل بدل کر بول رہا ہے۔"

وہ سوسانہ سے ریسیور چھین کر بولا "اے! تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

پارس کا خیال خوانی کرنے والا سوسانہ کے اندر آیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق تیزی سے چلتی ہوئی بیڈ روم میں گئی۔ پارس فون پر اسے باتوں میں الجھاتا رہا۔ جب وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھوں میں ایک ریوالور تھا۔

وہ اس کا نشانہ لے کر بولی "ڈبلیو رائٹ! ریسیور کو پھینکو اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

وہ ریسیور رکھتے ہوئے حیرانی سے بولا "یہ کیا کررہی ہو؟ دیکھو تم نشے میں ہو۔ گولی چل جائے گی۔ اسے پھینک دو۔"

پارس سامنے آگیا۔ ڈبلیو رائٹ اسے دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ پارس نے سوسانہ سے ریوالور لے کر پوچھا "اپنے دماغ میں آنے دو۔ ورنہ گولی کھانے کے بعد بے بس ہوجاؤ گے۔"

وہ سہم کر بولا "پلیز گولی نہ چلاؤ۔ میری بات سن لو۔ مجھ

علم روحیات پر ایک منفرد کتاب
ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات
قیمت 25 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے
اپنا ہاتھ کسی کے ہاتھ میں دیں
کائنات کا سب سے بڑا راز!
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ
منی آرڈر روانہ کریں
ملنے کا پتہ
مکتبہ نفسیات
فون: 5862561 5862562-5865315
kitablat@hotmail.com
kitablat1970@yahoo.com

سے کوئی سمجھوتا کرلو۔ میں تمہارا سچا اور وفادار دوست بن کر رہوں گا۔"

"میں گن رہا ہوں اور میں تین سے آگے گنتی نہیں جانتا۔ اس سے پہلے دماغ کا دروازہ نہیں کھولو گے تو گولی چل جائے گی۔"

وہ گننے لگا "ایک۔۔۔ دو۔۔۔ اور یہ۔۔۔"

تین کہنے سے پہلے ہی وہ چیخ کر بولا "آجاؤ۔ میرے اندر آجاؤ۔ میرے دماغ کا دروازہ کھلا ہے۔ آجاؤ۔"

پارس کا خیال خوانی کرنے والا اندر پہنچ گیا پھر وہاں پہنچتے ہی اس نے زلزلہ پیدا کردیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ سوسانہ تبسم کراسے دیکھ رہی تھی پھر اس نے رحم طلب نظروں سے پارس کو دیکھا۔ وہ ڈانٹ کر بولا "ننگی کیوں ہو؟ جاؤ کپڑے پہنو۔"

"جی۔ ابھی پہنتی ہوں۔۔۔" وہ پلٹ کر جانا چاہتی تھی پھر چونک کر بولی "مم۔ میں نے لباس پہنا ہوا ہے۔"

"کیوں پہنا ہے؟ کیا پیدا ہوتے وقت پہنا تھا؟"

"نن۔ نہیں۔۔۔"

"ننگی پیدا ہوتے ہوئے شرم نہیں آئی۔"

"مجھے معاف کردو۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔"

"یعنی آئندہ کپڑے پہن کر پیدا ہوا کرو گی۔ شاباش۔ ادھر بیڈ روم میں چلو مگر خبردار! اپنے جامے میں رہنا۔"

وہ اس کے ساتھ بیڈ روم میں آکر بولی "کیا مجھے بھی دماغی عذاب میں مبتلا کرنے گے؟ پلیز مجھ سے دوستی کرو۔ میں تمہیں خوش کروں گی۔"

"آہ! گاڈ نے تم عورتوں کو ایسے ایسے آئٹم عطا کیے ہیں کہ ان آئٹموں سے خوش بھی کرتی ہو اور دھما کے بھی کرتی رہتی ہو۔ بائی واوے۔ تمہیں ایک شرط پر رہائی ملے گی۔"

"میں تمہاری ہر شرط مان لوں گی۔"

"اگر تم یہ سیف کھول سکو گی تو سمجھو، مجھ سے نجات مل گئی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں کھول سکتی ہوں۔"

"کیا ڈاکٹر نے تمہیں اس کے مخصوص نمبر بتائے ہیں؟"

"وہ کسی کو اپنا راز نہیں بتاتا۔ ڈبلیو رائٹ کو بھی اپنے اندر نہیں آنے دیتا۔ وہ ایک بار بیمار ہوگیا تھا۔ ایسے وقت رائٹ نے چپ چاپ اس کے اہم چور خیالات پڑھ لیے تھے۔ اس سیف کے نمبر بھی معلوم کیے تھے۔"

اس نے سیف کے پاس جاکر مخصوص نمبروں کی ترتیب سے اس کے پٹ کھول دیے۔ پارس نے قریب آکر دیکھا۔ اندر کئی فائلیں، اہم تصاویر سے بھرے ہوئے لفافے، ڈیڈیز اور آڈیو کیسٹس اور ڈسک رکھے ہوئے تھے۔

وہ غیر قانونی طور پر انسانی آنکھوں، دل اور گردوں کا تجارت کرتا تھا۔ سیف میں رکھی ہوئی تمام چیزیں اسی تجارت سے تعلق رکھتی تھیں۔ پارس نے کہا "یہ سب کچھ سمیٹ کر لے جانا ہوگا۔"

محنت رائیگاں نہیں گئی تھی۔ اتنی بھاگ دوڑ کے بعد صرف ڈاکٹر کے اہم راز ہی نہیں، ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہاتھ آیا تھا۔

○☆○

پورس ہائی وے پر میلوں دور تک بھٹکتا رہا، لیکن اپنی ماں کی ایک جھلک تک نہ دیکھ سکا۔ وہ کئی گھنٹے تک ہائی وے کی پولیس چوکی میں بیٹھا رہا۔ وہاں سے گزرنے والی گاڑیوں کو پولیس والے روکتے تھے۔ چیک کرتے تھے پھر آگے جانے کی اجازت دیتے تھے۔ ایسے وقت وہ بھی گاڑیوں کے اندر جھانک کر دیکھتا تھا۔ سونیا کے قدو قامت کی بہت کم عورتیں نظر آئیں لیکن وہ کسی اور پہلو سے سونیا جیسی نہیں تھیں۔

پولیس افسر نے پوچھا "تم ماں کے لیے بہت پریشان ہو۔ اسے بہت چاہتے ہو۔ کیا وہ تمہیں نہیں چاہتی؟ وہ تمہیں چھوڑ کر کیوں گئی ہے؟"

وہ سرد آہ بھر کر بولا "یہ بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔ میں ماں کو بہت چاہتا ہوں۔ میں نے گاڈ سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ میں ماں کے بغیر پیدا نہیں ہوؤں گا۔"

افسر نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر چونک کر اسے دیکھتے ہوئے بولا "تم نے کیا کہا میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"یہی میری ٹریجڈی ہے۔ میری کچھ باتیں کچھ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ میں پیدا ہونے کے بعد ماں سے کبھی الگ نہیں ہوا لیکن میری زندگی میں ایک حسین لڑکی آئی۔ اس نے بیوی بننے سے پہلے کہہ دیا، ساس کو برداشت نہیں کرے گی۔"

"یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ حکومت کی طرف سے بوڑھے ماں باپ کی پرورش کی جاتی ہے۔ تم سرکاری فلاحی ادارے میں ماں کو بھیج سکتے تھے۔"

"حکومت میری ماں کو ہر طرح کا آرام دے سکتی تھی، میرے جیسا ایک بیٹا نہیں دے سکتی تھی اور گھر میں میری بیوی، میری محبوبہ، میری دلدار اور گل گلزار بن سکتی تھی لیکن میری ماں نہیں بن سکتی تھی۔"

افسر نے تائید میں سر ہلایا پھر چونک کر کہا "کیسی باتیں

کرتے ہو۔ بیوی کیسے ماں بن سکتی ہے؟"

"نہیں بن سکتی ہے۔ یہی بات میں نے اس حسینہ کو سمجھائی۔ اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں راتیں اس کے ساتھ گزاروں گا اور دن ماں کے ساتھ۔"

"کیا وہ راضی ہوگئی؟"

"ہاں وہ راضی ہوگئی۔ شادی ہوگئی۔ میں دن کو ماں کے پاس رہا کرتا تھا۔ رات کو بیوی کے پاس آجاتا تھا۔ بڑے آرام سے زندگی گزار رہی تھی۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"تین برس بعد بیوی نے شکایت کی، اولاد نہیں ہو رہی ہے۔ میرے اندر کوئی خرابی ہے۔ میں نے اپنا اور اس کا طبی معائنہ کرایا۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق ہم ماں باپ بن سکتے تھے۔"

"تو پھر بن گئے؟"

"نہیں۔ یہی تو ٹریجڈی ہے۔ چار برس گزر گئے اور ہم اولاد سے محروم رہے۔ تب بیوی نے کہا، میں جی جان سے کوشش نہیں کر رہا ہوں۔ میں نے پوچھا مجھے اور کیا کرنا چاہیے؟ اس نے جواب میں وہی کہا، جو ہر بہو، ساس کے خلاف کہتی ہے۔"

"بیوی نے کیا کہا؟"

پورس جواب دینے سے پہلے شرمانے لگا پھر بولا "وہ کہنے لگی۔ رات کافی نہیں ہے۔ دن کو بھی اوور ٹائم کرنا ہوگا۔ میں مشکل میں پڑ گیا۔ کیونکہ دن کا وقت بیوی کے لیے نہیں تھا لیکن وہ بڑی سیاست سے کام لے رہی تھی۔ اولاد کا حوالہ دے کر ماں کا وقت چھین رہی تھی۔"

"یہ ماننا پڑے گا کہ تمہاری بیوی بہت چالاک ہے پھر کیا ہوا؟"

"وہی ہوا جو دنیا کی تمام بیویاں چاہتی ہیں۔ بیٹے اپنی ماؤں کو اس قدر چاہتے ہیں کہ اہم معاملات میں ماں کی قسم کھاتے ہیں لیکن اوور ٹائم کرتے وقت ماں کو بھول جاتے ہیں۔"

"اسی لیے تمہاری ماں ناراض ہو کر چلی گئی ہے۔"

وہ بلند آواز سے "ماں" کہتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ افسر نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

"آہ! رات ہو چکی ہے۔ میں کہاں جا سکتا ہوں۔"

وہ اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔ وہ اپنی ممما کے لیے پریشان نہیں تھا۔ یہ خوب سمجھتا تھا کہ اس کی ممما نے اغوا کرنے والے فری مین کو مصیبتوں میں ڈال رکھا ہوگا۔ اس کے پاپا بھی اس ملک کے اکابرین کے لیے موت کا فرشتہ بن رہے ہیں۔

اپنی ماں کے لیے بس ایک ذرا سی فکر تھی کہ وہ ایب نارمل ہوگئی ہیں۔ اپنے آپ کو بھول چکی ہیں۔ ایسی حالت میں نہ جانے کہاں بھٹک رہی ہوں گی۔

وہ ایک مخصوص رفتار سے کار چلا رہا تھا اور سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ ہارن کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ ایک لڑکی کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس کی کار کے پیچھے آئی تھی اور ہارن سنا کر ہاتھ کے اشارے سے کہہ رہی تھی کہ وہ اپنی گاڑی راستے سے ہٹالے۔

پورس نے اسے ہاتھ کے اشارے سے اوور ٹیک کرنے اور آگے نکل جانے کو کہا لیکن وہ بضد تھی۔ شاہراہ کے جس ٹریک پر تھی۔ اس سے دائیں بائیں ہو کر آگے نہیں جانا چاہتی تھی۔ پورس نے اپنی گاڑی روک دی۔ پیچھے اس کی گاڑی بھی رک گئی۔ وہ اپنی کار سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا اس کے پاس آیا اور چڑ کر بولا "خدا جب حسن دیتا ہے۔ نزاکت آہی جاتی ہے۔ یہ کون سی ادا ہے؟ یہ شاہراہ اتنی چوڑی ہے کہ دس کاریں ایک ساتھ گزر سکتی ہیں۔ کیا تم دائیں بائیں سے کراس کرکے آگے نہیں جاسکتیں؟"

وہ کار سے باہر آکر بولی "میں تو تمہیں کچلتے ہوئے آگے نکل سکتی ہوں۔ مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ میرے ماں باپ نے سمجھایا تھا، ہمیشہ سیدھے راستے پر چلو۔ میں میلوں دور سے سیدھی ڈرائیو کرتی آرہی ہوں اور تم مجھے دائیں بائیں سے گزرنے کا ٹیڑھا راستہ دکھا رہے ہو۔"

اس نے پوچھا "کیا تم پاگل ہو۔ سیدھے راستے پر چلنے کا مطلب یہ ہے کہ نیک کام کرو۔ دوسروں کے دکھ مصیبت دور کرو۔ ہمیشہ سچ بولو۔ ماں باپ نے سمجھایا کچھ ہے اور تم سمجھتی کچھ ہو۔"

"کیا مجھے ناسمجھ اور نادان سمجھتے ہو؟ اپنی گاڑی چھوڑ کر مجھ سے لفٹ لینے آئے ہو؟ تم چاہتے تو اپنی گاڑی ایک طرف ہٹا لیتے۔ مجھے چاپ چاپ گزر جانے دیتے لیکن تمہاری نیت کھوٹی ہے۔ میں ایک چیخ ماروں گی تو ادھر جا کر گرو گے۔ میں مارشل آرٹ جانتی ہوں۔"

پورس نے اس کا بازو پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی دور گئی پھر اچانک وہاں سے دوڑ کر پورس کی کار میں جا کر بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کرکے آگے بڑھانے لگی۔ وہ چیخ کر بولا۔ "اے میری کار سے باہر آؤ۔"

وہ باہر نہیں آئی۔ رفتار بڑھا کر جانے لگی۔ وہ دوڑتے

ہوئے بولا "اے رک جاؤ۔ میں کہتا ہوں رک جاؤ۔"

وہ رکنے والی نہیں تھی۔ اس کی آواز سے بھی دور ہوتی چلی گئی۔ وہ واپس دوڑتا ہوا اس کی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کرنے لگا۔ وہ اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے کار سے باہر آکر اس کا بونٹ اٹھا کر چیک کیا۔ اس کی خرابی دور کی پھر اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ پتا نہیں وہ کتنے کلو میٹر دور جا چکی تھی۔

اس لڑکی کی چالاکی سمجھ میں آگئی تھی۔ وہ اپنی کار میں پیدا ہونے والی خرابی دور نہیں کر سکتی تھی۔ اسے شاید کہیں جلدی جانا تھا۔ اس لیے اس کی کار لے گئی تھی۔ وہ ایک مخصوص رفتار سے آگے جانے لگا۔

اندھیری رات تھی۔ سڑک کے اطراف حدِ نظر تک اچھی خاصی روشنی تھی۔ وہ تقریباً دس کلو میٹر تک آگے بڑھتا رہا۔ اسے اپنی گاڑی اور وہ لڑکی دکھائی نہیں دی۔ اس لڑکی کی کار میں گاڑی کے اہم کاغذات ہو سکتے تھے۔ ان کاغذات سے اس کا پتا اور فون نمبر معلوم کیا جا سکتا تھا۔

اس نے سوچا پہلے ہوٹل جانا چاہیے وہاں پارس آچکا ہوگا پھر ان گاڑی کے کاغذات کے مطابق وہ اس لڑکی تک پہنچ کر اپنی گاڑی واپس لے آئے گا مگر اس کی نوبت نہیں آئی۔ کچھ دور جانے کے بعد تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر اسے اپنی کار دکھائی دی۔ اس کار کے آگے ایک وین کھڑی ہوئی تھی۔

اس وین نے کار کا راستہ روکا ہوا تھا۔ تین شخص اس لڑکی کے پاس آکر اس سے زبردستی کر رہے تھے۔ اسے جبراً اپنی وین کی طرف لے جا رہے تھے۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ اکیلی ان تینوں سے نجات نہیں پا سکتی تھی۔ وہ اسے وین کے اندر لے گئے تھے۔ پارس نے اپنی کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے مسلسل ہارن بجانا شروع کر دیا تھا تاکہ وہ تینوں خوف زدہ ہو کر لڑکی کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔

لیکن وہ لڑکی کو لے کر بھاگ رہے تھے۔ جب پارس ان کے قریب پہنچا تو وہ وین تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ وہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے رفتار بڑھانے لگا۔ وین کو ڈرائیو کرنے والا عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو بتا رہا تھا "کوئی ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اس سے پیچھا چھڑانا ہوگا۔"

ایک ساتھی نے کہا "یہ ہائی وے چھوڑ دو۔ دوسرے راستے پر چلو۔"

آگے جا کر وہ وین ایک دوسری سڑک پر مڑ گئی۔ پارس بھی اسی راستے پر آگیا۔ وہ بڑی خطرناک رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ وین کے قریب پہنچ کر اس سے آگے نکل جانا چاہتا تھا۔ وہ اسے آگے جانے کا راستہ نہیں دے رہے تھے لیکن وہ کسی طرح ڈاج دے کر ان سے آگے نکل گیا۔ اب انہیں آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے اپنی گاڑی کی رفتار سست کرنے لگا۔ انہیں بھی رفتار کم کرنی پڑی۔

اب تو وہ آگے والے کی مرضی پر تھے۔ نہ رفتار بڑھا سکتے تھے نہ آگے نکل سکتے تھے۔ انہوں نے مجبور ہو کر وین کو روک دیا۔ وہ تین تھے ایک سے بہ آسانی نمٹ سکتے تھے پارس بھی اپنی گاڑی سے باہر آگیا ان میں سے ایک کے ہاتھ میں شاٹ گن تھی۔ دوسرے نے لوہے کی راڈ پکڑی ہوئی تھی گن والے نے اس کا نشانہ لیتے ہوئے پوچھا "کیوں ہمارا پیچھا کر رہے ہو؟ یہ لڑکی تمہاری کیا لگتی ہے؟"

پارس نے کہا "میری تو کوئی نہیں لگتی تمہاری بہن لگتی ہے اور بہن کو ایسی بے شرمی سے اغوا نہیں کرنا چاہیے۔"

تیسرے نے اس لڑکی کو پکڑ رکھا تھا۔ لڑکی بہت ہی ضدی اور تیز طرار تھی۔ وہ خود کو اس سے چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایسا کرتے وقت اس نے شاٹ گن والے کو ایک لات ماری۔ وہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ خود کو سنبھال نہ سکا۔ آگے کی طرف لڑکھڑا کر جھکتے ہوئے گرنے والا تھا۔ پارس نے اسے ایک کک ماری منہ پر لات پڑی تو وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ دوسرے نے لوہے کی راڈ سے حملہ کیا۔ پارس فوراً ہی جھک گیا۔ حملہ کرنے والے کا ہاتھ گھومتا ہوا اپنے ساتھی کی طرف آیا۔ وہ راڈ ساتھی کے منہ پر پڑی۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔ شاٹ گن ہاتھ سے چھوٹ کر پارس کی طرف آئی۔ پارس نے اسے کیچ کرتے ہوئے کہا "کوئی آگے بڑھا تو گولی مار دوں گا۔"

وہ سب سہم کر پیچھے ہٹنے لگے۔ لڑکی خود کو چھڑا کر پارس کے پاس آئی اور پارس کے شانے کو تھپکتی ہوئی بولی "شاباش۔ تم تو فلمی ہیرو کی طرح زبردست ہو۔ میرا نام جولیانہ ہے۔ تم مجھے پیار سے جولی کہہ سکتے ہو۔ ہاتھ ملاؤ۔"

جولی نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے کہا "میں تم سے ہاتھ ملاؤں گا تو یہ گن ہاتھ سے نکل جائے گی۔ پہلے ان سے پوچھو یہ تمہیں اغوا کر کے کہاں لے جا رہے تھے؟"

وہ آگے بڑھی اور ان میں سے ایک کو طمانچہ مار کر بولی "مجھے کہاں لے جا رہے تھے؟ مجھے اپنے باپ کا مال سمجھا ہے۔"

پورس نے کہا "تم باپ کا مال ہو تیں تو ان کا باپ آکر تمہیں لے جاتا۔ ذرا ڈھنگ سے سوال کرو۔"

وہ دوسرے کو طمانچہ رسید کرکے بولی "کیا مجھے اپنا مال سمجھ کر لے جا رہے تھے۔"

پورس نے کہا "تم حسن اور شباب سے مالا مال ہو۔ تم پر کسی کے نام کی مہر نہیں لگی ہوئی ہے۔ تمہیں کوئی بھی اپنا مال سمجھ کر لے جا سکتا ہے۔ تمہیں ڈھنگ سے کوئی سوال کرنا بھی نہیں آتا۔ یہی بات کسی دوسری طرح پوچھو۔"

وہ پلٹ کر بولی "میں ان سے سوالات کر رہی ہوں مگر جواب تم دیتے جا رہے ہو۔ کیا تم نہیں پوچھ سکتے کہ یہ مجھے کہاں لے جا رہے تھے۔"

ان میں سے ایک نے پورس کے قریب آکر کہا "یہ لڑکی ایب نارمل ہے۔ گھر سے بھاگی ہوئی ہے۔ میں اس کا ماموں ہوں۔ ان دو آدمیوں کو ساتھ لایا ہوں تاکہ اسے زبردستی گھر واپس لے جا سکوں۔"

وہ بولی "اے انکل! جھوٹ نہ بولو تم میرے کوئی نہیں لگتے ہو۔ میں تمہارے ساتھ گھر نہیں جاؤں گی۔"

پورس نے پوچھا "جب یہ تمہارے کوئی نہیں لگتے تو تم انہیں انکل کیوں کہہ رہی ہو؟ سچ کہو یہ تمہارے کوئی لگتے ہیں یا نہیں؟"

"یہ میرے ماں کے بھائی ہیں میرے کوئی نہیں ہیں۔"

"پھر تو یہ تمہارے انکل ہوئے تم رشتے سے انکار نہیں کر سکتیں۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی "کر سکتی ہوں۔ تم سب ایب نارمل ہو۔ جب میری ماں مر چکی ہے تو پھر ان سے بھی میرا رشتہ مر چکا ہے۔"

"کسی ایک کے مر جانے سے دوسرے تمام رشتے ختم نہیں ہوتے۔ تمہارے انکل کا تمہاری ماں سے خونی رشتہ ہے۔"

وہ بولی "یہی تم سمجھ نہیں سکتے۔ بھلا میری ماں سے میرا خون کا رشتہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"تم واقعی ایب نارمل ہو۔ تمہیں اس بنیادی حقیقت کو یاد رکھنا چاہیے کہ سب سے پہلے ماں باپ سے ہی خون کا رشتہ ہوتا ہے۔"

"میں مانتی ہوں۔ باپ سے خون کا رشتہ ہے۔ ماں سے نہیں ہے۔ بھلا ہو بھی کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ تو میری سوتیلی ماں ہے؟"

پورس کی کھوپڑی گھوم گئی۔ کسی بھی ایب نارمل سے باتیں کرو تو ایسے ہی سر چکرا جاتا ہے۔ کبھی ایسا لگ رہا تھا کہ وہ غلط کہہ رہی ہے اور کبھی اس کی بات درست ہو جاتی تھی۔ وہ بیزار ہو کر بولا "مجھے تم لوگوں کی رشتے داری سے کچھ نہیں لینا ہے۔ یہ بتاؤ تم گھر سے بھاگ کر کیوں جا رہی ہو؟ اور جا رہی ہو تو کہاں جا رہی ہو؟ تم گھر واپس کیوں نہیں جانا چاہتیں؟ کیا گھر والے تمہیں تکلیف پہنچاتے ہیں؟ اگر تکلیف پہنچاتے ہیں تو کیوں پہنچاتے ہیں؟ اگر نہیں پہنچاتے ہیں تو گھر کیوں چھوڑ رہی ہو؟ اگر ماں سوتیلی ہے تو کیا باپ بھی سوتیلا ہے؟ اگر سوتیلا ہے تو تم نے اب تک اس کے ساتھ کیسے گزارا کیا؟ اگر وہ سوتیلا نہیں ہے تو پھر وہ سگا ہے اور اگر وہ سگا ہے تو تمہاری حفاظت کیوں نہیں کر رہا ہے؟ اگر حفاظت کر رہا ہے تو گھر سے کیوں بھاگ رہی ہو؟ اور اگر گھر سے بھاگ رہی ہو تو۔"

وہ حلق پھاڑ کر چیختی ہوئی بولی "کیا تم ایب نارمل ہو۔ ایک ہی سانس میں اتنے سوالات کر رہے ہو جتنے قیامت کے دن بھی نہیں کیے جائیں گے۔ اوہ گاڈ تو نے مجھے اس دنیا میں کیوں پیدا کیا ہے۔ میں جس سے بھی ملتی ہوں۔ وہ ایب نارمل ہوتا ہے مگر مجھے ایب نارمل کہتا ہے۔"

ان دونوں نے جولی کے انکل سے کہا "یہ لڑکی ہمارے ساتھ جانا نہیں چاہے گی اور اس کی مدد کرنے والا اسے لے جانے نہیں دے گا۔ اس لیے ہمیں یہاں سے جانے دو۔"

وہ شاٹ گن کے نشانے پر تھے۔ پورس نے انکل سے پوچھا "تم جولی کو واپس لے جانے کے لیے، یہ شاٹ گن لے کر کیوں آئے تھے؟ اس کا مطلب ہے تمہارے ارادے خطرناک تھے۔ اگر یہ واپس نہ جاتی تو تم اسے گولی مار دیتے۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو میں اسے دھمکی دینے کے لیے یہ گن ساتھ لایا تھا۔ یقین نہ ہو تو اسے چیک کر لو یہ خالی ہے۔"

پورس نے اسے توجہ سے دیکھا تو واقعی وہ خالی تھی۔ وہ اسے ایک طرف پھینکتے ہوئے بولا "جولی! اپنے انکل کو پریشان نہ کرو ان کے ساتھ گھر چلی جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ اب تو مجھے معلوم ہو گیا ہے یہ گن خالی ہے۔ کوئی مجھے کہیں جانے سے نہیں روک سکتا۔ میں جا رہی ہوں وہ تیزی سے چل کر اپنی کار کی جانب جانے لگی۔ پورس دوڑتا ہوا اس سے پہلے آکر کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

وہ قریب آکر بولی "ہٹ جاؤ یہاں سے یہ میری کار ہے۔"

"تم میری کار لے کر بھاگ گئی تھیں۔ اب یہاں سے

اپنی کار لے جاؤ گی تو کیا میں پیدل جاؤں گا؟"

وہ اس کے برابر والی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی پھر بولی "ہائی وے پر چلو وہاں سے اپنی کار لو اور میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے اس کے انکل سے کہا "تم فکر نہ کرو میں اسے گھر پہنچا دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ ڈرائیو کرتا ہوا ہائی وے کی طرف جانے لگا۔ اس کے بازو پر گھونسا مارتے ہوئے بولی "میں اپنے گھر نہیں جاؤں گی تم کون ہوتے ہو مجھے لے جانے والے؟"

"میں تمہارا کچھ ہونا چاہتا ہوں۔ اس لیے لے جا رہا ہوں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟ تم میرے کیا ہونا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارے گھر والوں سے تمہیں مانگنا چاہتا ہوں۔ مجھے تمہارے جیسی پٹاخہ لڑکی بہت پسند ہے۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اس کی طرف گھور کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی۔ یہ ایسا گبرو جوان تھا کہ کوئی بھی لڑکی اس سے متاثر ہو سکتی تھی۔ وہ بھی اس سے متاثر ہو رہی تھی۔ اس کے باوجود اس نے ناگواری سے پوچھا "تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں تم سے شادی کروں گی۔؟ کیا تم مجھے نادان سمجھ کر پھانسنا چاہتے ہو؟ میں مردوں کی چال بازیاں خوب سمجھتی ہوں۔"

"تم یہ کیوں سمجھتی ہو کہ میں تمہیں پھانس رہا ہوں۔ میں تو شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اسے گھور کر دیکھتے ہوئے بولی "تو تم مجھ سے شادی کرو گے؟ یہ بتاؤ کتنے دنوں کے لیے یا کتنے ہفتوں کے لیے کرو گے؟"

اس نے تعجب سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ شادی تو ساری زندگی کا پیار بھرا سمجھوتا ہوتا ہے۔"

"پیار بھرا نہیں عیاشی بھرا سمجھوتا ہوتا ہے۔ مجھے اُلّو نہ بناؤ میں سب جانتی ہوں مجھے بہت تجربہ ہے۔"

"کیا تم شادی کرنے کا تجربہ کر چکی ہو؟ نہیں میرا تجربہ کہتا ہے تم ابھی معصوم ہو۔ کیا میں غلط سمجھ رہا ہوں؟"

"سمجھنے کی بات نہ کرو تمہارے پاس عقل ہی نہیں ہے تو کیا خاک سمجھو گے؟ میری شادی نہیں ہوئی تو کیا ہوا تجربہ تو ہے۔ میں نے کتنے ہی مردوں کو دیکھا ہے۔ فلرٹ کرتے ہیں شادیاں کرتے ہیں پھر طلاق دیتے ہیں۔ میرا باپ اب تک چار شادیاں کر چکا ہے میری ماں مجھ پر لا چکا ہے۔ وہ دو چار ہفتے یا دو چار مہینے بعد کرتا ہے پھر طلاق دے دیتا ہے۔ میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ تم سے طلاق لینے کے لیے شادی کروں گی۔ مجھے پھانسنے کی کوشش نہیں کرو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں طلاق نہیں دوں گا۔"

"ہر مرد شادی سے پہلے ایسے ہی وعدے کرتا ہے۔"

"میں ایسا مرد نہیں ہوں۔"

"جب مرد نہیں ہو تو شادی کیسے کرو گے۔؟ کیا میں پاگل ہوں کہ ایک نامرد سے شادی کروں گی؟"

وہ جھینپ کر بولا "میں کہتا کچھ ہوں تم سمجھتی کچھ ہو۔ اچھا چلو تم شادی نہ کرو دوستی تو کر سکتی ہو۔"

وہ چند لمحوں تک سوچتی رہی پھر بولی "میں ایسے مرد سے دوستی کروں گی جو مرد نہیں ہو گا۔ اگر تم نہیں ہو تو دوستی ہو گی اگر ہو تو دوستی نہیں ہو گی۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "میں نہیں ہوں مجھ سے دوستی کرو۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم ہو مجھے اُلّو بنا رہے ہو۔"

"میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟ ایسا کرو میرے ساتھ ایک رات گزارو۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے میں ایک رات گزاروں گی تم اچانک حملہ تو نہیں کرو گے؟"

وہ ہائی وے پر اپنی گاڑی تک پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا "کیا میرے ساتھ ہوٹل چلو گی؟"

"کیا تم مجھے کوئی اسٹریٹ گرل سمجھتے ہو؟ کیا میں لاوارث ہوں کہ جہاں چاہو گے لے جاؤ گے؟ یہ مت بھولو کہ ہم صرف دوست ہیں۔"

"تم رات گزارنے اور مجھے آزمانے کی بات پر راضی ہوئی تھیں اس لیے میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔ ویسے بھی تم تنہا ہو۔ یہاں سے کہاں جاؤ گی؟"

"نیویارک سٹی میں میری بہن اور بہنوئی رہتے ہیں۔ میں وہاں جاؤں گی۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"یقین نہیں ہے تو میرے ساتھ چلو۔ جاؤ اپنی کار میں بیٹھو۔ ہمیں اپنی اپنی گاڑی میں جانا ہو گا۔ تم میری گاڑی کے پیچھے پیچھے آؤ۔"

"تاکہ تم آگے جا کر کہیں ڈاج دو اور میری نظریں بچا کر پھر کہیں بھٹکنے کے لیے چلی جاؤ۔"

"میں کہیں بھی جاؤں، تمہیں میری اتنی فکر کیوں ہے؟"

"صرف اتنی سی فکر ہے کہ تمہارے دماغ کا کوئی پرزہ ڈھیلا ہے تم غلط ہاتھوں میں پھنس جاؤ گی تو وہ تمہارے خوب

صورت جسم کے چیتھڑے اڑاویں گے۔ تمہاری بہن تک تمہیں پہنچا دینے کے بعد ہی مجھے اطمینان ہوگا۔"

"تو پھر آؤ میرے پیچھے میں نے کب منع کیا ہے۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا "میں تمہاری کار میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا اپنی کار یہاں چھوڑ دو گے؟"

پورس نے موبائل فون نکال کر رینٹڈ کار والوں کے نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر اپنا نام ہوٹل کا کمرا نمبر اور کار کا نمبر بتاتے ہوئے کہا "یہ کار ہائی وے پر فورٹی تھری کلومیٹر کے فاصلے پر کھڑی ہے۔ آپ یہ کار منگوائیں میں اس سلسلے کی ایکسٹرا پے منٹ کروں گا۔ کیا میں یہ کار یہاں چھوڑ کر جاؤں؟"

اس نے دوسری طرف کی بات سنی پھر تھینکس کہہ کر رابطہ ختم کردیا۔ جولی کی کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی پھر اس سے بولا "اپنی بہن کا پتا بتاؤ۔"

وہ بولی "ففتھ اسٹریٹ مین ہٹن بنگلوز نمبر بی ۲۲۔"

وہ بول رہی تھی اور اس کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا "اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟ کوئی الٹی سیدھی بات تو نہیں سوچ رہی ہو؟"

"ہاں جو سوچنا نہیں چاہتی وہ سوچ رہی ہوں۔ پتا نہیں تم کیوں اچھے لگ رہے ہو؟ تم بہت دلیر ہو۔ تم میری خاطر ان تینوں کے مقابلے پر آگئے تھے۔ یہ کیوں نہیں سوچا کہ وہ تمہیں گولی مار سکتے تھے؟"

"جب کوئی اچھا لگتا ہے تو اس کے لیے جان پر کھیل جانے کو جی چاہتا ہے۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ مجھے کتنی اچھی لگ رہی ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تھینک یو۔ تم اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔"

وہ بولا "میرا نام رومیو ہے۔"

اس نے خوش ہو کر اسے دیکھا پھر کہا "تمہارا نام رومیو اور میرا نام جولی یعنی جولیٹ' عشق کی دنیا میں رومیو جولیٹ لازوال رہیں گے۔ اتفاق سے ہم دونوں کے نام بھی یہی ہیں۔ آگے بولو کیا کرتے ہو؟"

"کچھ نہیں کرتا۔ خاندانی رئیس ہوں۔ ساری دنیا کی سیر کرتا رہتا ہوں۔ تم اپنے بارے میں بتاؤ؟"

"میں اپنے بارے میں کیا بتاؤں میرا باپ زندہ ہے مگر میں یتیم ہوں۔ اس کا جینا مرنا میرے لیے برابر ہے۔ وہ شراب پیتا رہتا ہے یا پھر عورتوں سے دوستی کرتا رہتا ہے۔ مجھ سے دکھاوے کی محبت کرتا ہے۔ میری ماں میرے لیے [illegible] خاصی دولت اور جائداد چھوڑ کر اس دنیا سے چلی گئی [illegible] باپ قلاش ہے۔ مجھ سے رقم مانگتا رہتا ہے۔ میں ہزار [illegible] گھر سے بھاگ آئی ہوں۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم باپ کے لیے بلینک چیک ہو [illegible] تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اسی لیے اس نے انکل کو تمہارے پیچھے لگایا تھا۔ آئندہ بھی وہ تمہارے پیچھے آئے گا۔"

"آنے دو۔ اب میں اسے گھاس نہیں ڈالوں گی۔ [illegible] بہن اور بہنوئی کے ساتھ رہوں گی۔ آج میں پورے [illegible] برس کی ہوگئی ہوں۔ قانوناً مجھے یہ حق حاصل ہوگیا ہے کہ [illegible] جس کے ساتھ چاہوں' زندگی گزاروں۔ اب میرا باپ [illegible] میرا سرپرست بن کر نہیں رہ سکے گا۔"

"تمہاری بہن اور بہنوئی کا مزاج کیسا ہے؟ کیا ان کے ساتھ گزارہ کرسکو گی؟"

"ہاں وہ بہت اچھے ہیں۔ ان کے دو پیارے پیارے بچے ہیں۔ دونوں ہی بہت کیوٹ ہیں۔ ان میں سے ایک [illegible] اتنا چاہتا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی اس طرح آکر لپٹ جاتا ہے جیسے میں ہی اس کی ماں ہوں۔ پتا ہے وہ دونوں ایک [illegible] پیدا ہوئے تھے۔"

پورس نے دلچسپی سے پوچھا "اچھا دونوں ایک [illegible] پیدا ہوئے تھے؟"

"ہاں تقریباً تین برس پہلے سسٹر اٹلی گئی تھیں۔ وہاں روم کی سیر کررہی تھیں۔ تب ہی انہیں میٹرنٹی ہوم میں داخل کرنا پڑا۔"

"اچھا ماں باپ امریکا میں رہتے ہیں۔ بچے یورپ میں پیدا ہوئے۔ جب وہ جڑواں ہیں تو ان کی عادتیں بھی ایک جیسی ہوں گی؟"

"نہیں۔ عادتیں مختلف ہیں۔ ان میں سے ایک [illegible] نائیر بنجامن اور دوسرے کا نام فائبر بنجامن ہے۔ ان میں سے جو دوسرا فائبر بنجامن ہے وہ کچھ عجیب و غریب سا ہے۔"

"اچھا۔ عجیب و غریب سے کیا مراد ہے؟"

"اس بچے کی آنکھیں بڑی خوب صورت ہیں۔ ان میں بڑی معصومیت ہے لیکن کبھی غصہ کرتا ہے یا کسی بات کی ضد کرتا ہے۔ تو اس کی آنکھیں بڑی خوفناک سی ہوجاتی ہیں۔ ایسے وقت اس کی آنکھوں میں دیکھو تو بڑی [illegible] ہوتی ہے۔ دل بے اختیار اس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔"

"پھر تو میں اس کی آنکھوں میں ضرور دیکھوں گا۔ کیا پتا دل بھی کھنچ جائے گا؟"

"ضرور۔ میں دعوے سے کہتی ہوں۔ تم اس سے محبت کرنے لگو گے۔ جب بھی میں کوئی اہم کام کرنا چاہتی ہوں تو پہلے اس سے پوچھتی ہوں۔ جب وہ کہتا ہے تو میں وہ کام کرتی ہوں۔ ورنہ نہیں کرتی۔"

"وہ بچہ ہے۔ تم اسے کوئی پہنچا ہوا بزرگ بنا رہی ہو۔"

"اسے مذاق نہ سمجھو' وہ تین برس کا بچہ صحیح پیش گوئی کرتا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تھا' مجھے ڈیڈی کے ساتھ رہنا چاہیے یا نہیں؟ اس نے کہا' جتنی جلدی ہوسکے باپ سے دور ہوجاؤ۔ اسی لیے میں دور چلی آئی ہوں۔"

"عجیب ہے۔ تین برس کے بچے دنیاوی معاملات کو نہیں سمجھتے اور وہ ایسے معاملات میں تمہیں مشورے دیتا ہے۔"

وہ مین ہٹن پہنچ گئے۔ جولی نے کہا "تم ابھی خود دیکھو گے۔ میں اس سے پوچھوں گی کہ مجھے تم سے دوستی کرنی چاہیے یا نہیں؟ وہ مجھے صحیح مشورہ دے گا۔"

وہ ففتھ اسٹریٹ میں آکر ایک بنگلے کے احاطے میں داخل ہوئے۔ اس کی سسٹر نے دروازہ کھول کر انہیں خوش آمدید کہا۔ پورس اسے دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا۔ یوں لگ رہا تھا' اسے پہلے کہیں دیکھا ہے۔ جولی نے تعارف کرایا "یہ مسٹر رومیو ہیں۔ ڈیڈی نے انکل اور دو غنڈوں کو میرے پیچھے لگایا تھا۔ مسٹر رومیو نے مجھے ان سے بچایا ہے اور رومیو! یہ ہیں میری سسٹر لیزا بنجامن۔"

دونوں نے مصافحہ کیا پھر بنگلے کے اندر آئے۔ جولی نے پوچھا "فائبر کہاں ہے؟"

لیزا نے کہا "تم آتے ہی فائبر کو پوچھتی ہو۔ کیا نائبر تمہارا بھانجا نہیں ہے؟"

"دونوں ہی میرے اپنے ہیں لیکن میں نے رومیو کے سامنے فائبر کی اتنی تعریفیں کی ہیں کہ یہ اس سے ملنے کے لیے بے چین ہوگئے ہیں۔"

لیزا کا دوسرا بیٹا نائبر دوڑتا ہوا آیا۔ جولی نے اسے چوم کر پوچھا "کیسے ہو؟ فائبر کہاں ہیں؟"

"آنٹی! وہ تو ابھی جمنازیم کلب میں ہوگا۔ وہ تو بس جمناسٹک کے کرتب سیکھتا رہتا ہے۔"

پورس نے پوچھا "تم ایسے کرتب نہیں سیکھتے؟"

وہ بولا "میری ہائٹ اور باڈی اس کی طرح نہیں ہے۔ وہ عمر سے بہت اونچا ہے۔ پتا نہیں' میرا قد اس کے برابر کیوں نہیں ہے؟"

پورس نے لیزا سے کہا "جڑواں بچے تو قد اور جسامت میں برابر ہوتے ہیں پھر یہ بچے ایک دوسرے سے مختلف کیوں ہیں؟"

لیزا نے کہا "ان کے ڈیڈی بھی حیران ہوتے ہیں۔ نائبر کی صورت باپ سے ملتی ہے لیکن فائبر بالکل مختلف ہے۔ وہ کیسا عجیب و غریب ہے' یہ جولی تمہیں بتا چکی ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "کبھی کبھی ایسا لگتا ہے' جیسے فائبر ہمارا بیٹا نہیں ہے لیکن میں نے دونوں کو جنم دیا ہے۔ میں کیسے انکار کرسکتی ہوں کہ وہ میرا اپنا نہیں ہے۔ میں نے اسے پیدا بھی کیا ہے اور اسے دودھ بھی پلایا ہے۔"

جولی نے کہا "سسٹر! تم ان دونوں کو جنم دیتے ہی بے ہوش ہوگئی تھیں۔ ہوسکتا ہے' کسی نے بچہ بدل دیا ہو۔ تمہارا بچہ اٹھا کر فائبر کو تمہارے پاس چھوڑ گئی ہو۔"

پورس اس کی بات سن کر چونک گیا۔ اس نے پوچھا "کیا یہ جڑواں بچے روم کے لیڈی میریا میٹرنٹی ہوم میں پیدا ہوئے تھے؟"

لیزا نے تائید میں سر ہلایا "ہاں۔"

"تین برس پہلے یکم جنوری کو؟"

"ہاں۔ تم ان دونوں کی تاریخ پیدائش کیسے جانتے ہو؟"

اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتا۔ فائبر دوڑتا ہوا آکر اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ اس سے نظریں ملتے ہی پورس دم بخود رہ گیا۔ فائبر کی آنکھیں؟ کیا خدا کی قدرت تھی۔ وہ بالکل شیوانی کی آنکھیں تھیں۔

شیوانی۔ جو اپنی آنکھوں سے اسی طرح سحر زدہ کردیتی تھی اور آنکھیں ملانے والے کے دماغ کو یوں جکڑ لیتی تھی کہ وہ اپنے اندر کی چھپی ہوئی باتیں بولنے لگتا تھا اور شیوانی جو حکم دیتی تھی' بے اختیار اس کی تعمیل کرتا تھا۔

وہ ناقابل تسخیر تھی۔ پورس نے اسے تسخیر کیا تھا۔ اس سے شادی کی تھی۔ وہ ایک بچے کو جنم دینے کے لیے روم کے لیڈی میریا میٹرنٹی ہوم کے ایک کمرے میں تھی۔ زچگی کے وقت راسپوٹین اس کے دماغ میں آکر اسے کمزور بنا رہا تھا اور اس کے ہونے والے بچے کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔

ایسے وقت سونیا نے بڑی چالاکی سے بچے تبدیل کیے تھے۔ لیزا نے دو بچوں کو جنم دیا تھا۔ ان میں سے ایک پیدا ہوتے ہی مرگیا تھا۔ سونیا نے اس مردہ بچے کو شیوانی کے پہلو میں رکھ کر اس کے زندہ بچے کو لیزا کے پہلو میں پہنچا دیا تھا۔ اس طرح راسپوٹین کو دھوکا دیا تھا کہ وہ جس بچے کو مارنا چاہتا ہے۔ وہ پیدا ہوتے ہی مرگیا ہے۔

شیوانی اس زچگی کے بعد زندہ نہ رہ سکی۔ اپنے پیار کا

تحفہ پورس کو دے کر ابدی نیند سو گئی۔ لیزا اس بچے کو اپنے دوسرے بچے کے ساتھ لے گئی تھی۔

اب تین برس کے بعد پورس کا وہ بیٹا اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں "مجھے پہچانو۔ تم مجھے بھول گئے تھے۔ میں نہیں بھولی۔ میں تمہارے بیٹے کے چہرے سے لگی ہوئی تمہارا انتظار کرتی رہی ہوں۔"

وہ ان لمحات میں شیوانی کی آنکھوں میں ڈوب کر ساری دنیا کو بھول چکا تھا۔

○☆○

ہمارا ایک ایک لمحہ سونیا کی تلاش میں گزر رہا تھا۔ اب اس کے علاوہ اسے اغوا کرنے والے جے ای فرمین تک بھی پہنچنا چاہتے تھے۔ اس کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ واشنگٹن میں کہیں ہے۔ ایک پراسرار افسران نون ماسٹر کہلاتا تھا وہ ماسٹر اس فری مین کی خفیہ رہائش گاہ تک جاتا تھا اور اس کے لیے بہت سخت سیکیورٹی کا انتظام کیا کرتا تھا۔

الپا' کبریا' اعلیٰ بی بی اور فرمان اس جے ای فری مین کو واشنگٹن ڈی سی میں تلاش کر رہے تھے۔ وہاں کے ایک ایک اہم فرد کے دماغ میں پہنچ رہے تھے۔ میں ان نون ماسٹر کی خفیہ فائل پڑھنے کے لیے ریکارڈ روم کے ایک اعلیٰ عہدے دار کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا ایک ساتھی عہدے دار یوگا کا ماہر ہے ریکارڈ روم کی تمام چابیاں اور خفیہ لاک نمبرز اس کے پاس رہتے ہیں۔ وہ آدھے گھنٹے بعد ڈیوٹی پر آنے والا ہے۔

اس نے میری مرضی کے مطابق اس کی رہائش گاہ فون کیا۔ رابطہ ہونے پر ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اس اعلیٰ عہدے دار کی بیوی تھی۔ اس نے ریسیور رکھ کر آواز دی "ڈینی! کہاں ہو تم؟ ڈیوٹی پر جا رہے ہو یا نہیں؟"

دوسرے کمرے سے ڈینی کی آواز سنائی دی "یہاں آؤ اور مجھے کھانے کے لیے دوائیں دو۔ تم وہاں کیا کر رہی ہو؟ کس کا فون تھا؟"

وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے میں آئی "پتا نہیں کس کا فون تھا؟ سی' ایل' آئی میں ریکارڈ روم کا نمبر نظر آیا تھا۔"

ڈینی بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ میں نے اس کی وائف کے ذریعے دیکھا وہ کچھ کمزور سا نظر آرہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "مجھے فون پر کہہ دینا چاہیے کہ میں آج ڈیوٹی پر نہیں آسکوں گا۔ پچھلی رات کے بخار نے مجھے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ آج میں آرام کروں گا۔"

یہ سنتے ہی میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کمزوری کے باعث میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکا۔ اس کی بیماری نے میرے لیے آسانی فراہم کر دی تھی۔ میں اس کا خیال تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کے لیے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا ہوگا لیکن وہ تو نوالے کی طرح حلق سے اتر گیا تھا۔

وہ میری مرضی کے مطابق اٹھ کر بیٹھ گیا اور جلدی جلدی اپنی یونیفارم پہننے لگا۔ اس کی بیوی نے حیرانی سے پوچھا "یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ ابھی تو تم بیمار اور کمزور تھے؟ بستر سے اٹھ نہیں پا رہے تھے؟"

"میرے اندر یہ جذبہ پیدا ہو گیا ہے کہ مجھے بیماری میں بھی اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں۔"

بیوی نے دوائیں لا کر دیں۔ وہ انہیں کھانے کے بعد کمرے سے نکل پڑا۔ کار ڈرائیو کرتا ہوا ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم میں آگیا۔ وہ تھکن اور کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ لیکن خود کو اسے اچھی طرح سنبھال رہا تھا۔ وہ ریکارڈ روم کے ایک خاص حصے میں آکر اس الماری کے پاس گیا جس میں اہم افراد کی فائلیں رکھی ہوئی تھیں۔

وہ اس الماری کو کھول کر ان... نون ماسٹر کے نام کی فائل تلاش کرنے لگا پوری الماری دیکھنے کے بعد بھی فائل نہ ملی۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "ان نون ماسٹر کا اصل نام کیا ہے؟ مجھے تو اس کا اصل نام معلوم ہونا چاہیے۔"

اس کی سوچ نے پریشان ہو کر کہا "میں خوامخواہ ان نون ماسٹر کی فائل تلاش کر رہا ہوں۔ جبکہ میں ہی ان نون ماسٹر کہلاتا ہوں۔ یہ راز یہاں کوئی نہیں جانتا اور میں بھی تھوڑی دیر کے لیے یہ بھول گیا تھا۔ کیا ایک رات کے بخار نے میرا دماغ اس قدر کمزور کر دیا ہے؟"

اس کے خیالات پڑھ کر مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ مجھے پہلے ہی اس کے چور خیالات پڑھ لینا چاہیے تھے لیکن میں اس بیمار اور کمزور کو سنبھالنے میں مصروف رہا۔ بہرحال میں نے اس کے ذہن کو کریدنا شروع کیا توجے ای فری مین کی خفیہ رہائش کا پتا معلوم ہو گیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ زیادہ وقت اپنی رہائش گاہ میں گزارتا ہے۔ رات کو کہیں نہ کہیں تفریح کے لیے جاتا ہے پھر صبح سے پہلے واپس آجاتا ہے۔ ابھی وہ اپنے بنگلے میں ہوگا۔ شام چھ بجے کے بعد باہر جائے گا۔

میں نے الپا' کبریا' اعلیٰ بی بی اور فرمان کو اس کی رہائش گاہ کا پتا بتایا پھر کہا "اس بنگلے کے اندر اور باہر جتنے سیکیورٹی

گارڈز ہیں' وہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔ اس کی حفاظت کے لیے ہائی ٹیکنیکل سیکیورٹی کے انتظامات ہیں۔ کوئی اجازت کے بغیر بنگلے کے اندر قدم نہیں رکھ سکے گا۔ اسے باہر کہیں ٹریپ کرنا ہوگا۔ جب رہے گا۔"

میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے واشنگٹن میں کئی آلہ کار بنائے تھے۔ وہ ان کے ذریعے اس خفیہ کی چاروں طرف جائزہ لینے لگے۔ اسے ٹریپ کرنا آسان نہیں تھا۔ اس بنگلے کے اندر پہنچنے کی کوشش کی جاتی تو فری مین کو خبر ہو جاتی۔ جب وہ باہر اپنی کار میں جاتا اور اس کا تعاقب کیا جاتا تو تعاقب کرنے والے اس کی نظروں میں آسکتے تھے۔

الپا وغیرہ نے تقریباً تیس گاڑیوں کا انتظام کیا۔ وہ مختلف گاڑیوں پر پہنچائی گئیں۔ اس طرح ہر راہے پر گاڑی بدل جاتی اور تعاقب جاری رہتا تو فری مین کبھی شبہ نہ ہوتا۔

ان نون ماسٹر پھر بخار میں مبتلا ہو گیا۔ اسے ایک ایمبولینس کے ذریعے اسپتال پہنچایا گیا۔ علاج کے دوران میں الپا مین نے اس کے دماغ میں آکر کہا "میں پچھلی رات تمہارے پاس آیا تھا۔ اس وقت تمہیں بخار تھا۔ اب بھی بخار ہے۔ کیا توجہ سے علاج نہیں کرا رہے ہو؟"

"علاج تو کرا رہا ہوں۔ پتا نہیں' یہ بخار پیچھا کیوں نہیں چھوڑ رہا ہے؟"

"اتنی بیماری میں ڈیوٹی پر نہیں جانا چاہیے تھا۔"

"ہاں۔ بس یونہی چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں ان نون ماسٹر کے نام کی فائل تلاش کرنے لگا پھر یاد آیا کہ ان نون میں خود ہوں اور اس نام کی کوئی فائل نہیں ہے۔"

یہ سنتے ہی فری مین چونک گیا۔ اس نے پوچھا "کیا ہمارے اندر کوئی بول رہا ہے؟"

"نہیں۔ میں نے اب تک پرائی سوچ کی لہروں کو استعمال نہیں کیا ہے۔"

"کیسے کہو گے؟ بیمار ہو۔ کوئی تمہارے اندر چھپا ہوا ہو۔ تمہارے ذریعے میرا پتا ٹھکانا معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا پھر اس نے ان نون کے ذریعے سیکیورٹی افسر سے کہا "میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ بنگلے کے چاروں اپنے گارڈز کو دور دور تک نظر دوڑانے کا حکم دو۔ مشکوک افراد دکھائی دیں تو فوراً انہیں گرفتار کریں یا زخمی کریں پھر میں ان کی اصلیت معلوم کر لوں گا۔"

وہ حکم دینے کے بعد ایک ریوالور اور ایک شاٹ گن کو لوڈ کرنے لگا لباس تبدیل کرتے وقت خیال خوانی کرتا رہا۔ اس نے اپنے چھ آلہ کاروں کو چھ مختلف چوراہوں پر پہنچنے کا حکم دیا۔ انہیں تاکید کی جب اس کی کار وہاں سے گزرے تو وہ تعاقب کرنے والوں پر دھیان رکھیں۔ اس طرح وہ تعاقب کرنے والوں سے باخبر رہے گا۔

سیکیورٹی افسر نے تھوڑی دیر بعد فون پر کہا "سر! ہمارے گارڈز بنگلے کے چاروں طرف محتاط ہیں۔ دور تک کوئی مشکوک بات نظر نہیں آرہی ہے۔ سامنے مین روڈ پر اور پیچھے کے راستے پر معمول کے مطابق گاڑیاں گزرتی جا رہی ہیں۔ کوئی گاڑی ان اطراف میں نہیں رک رہی ہے۔ ہم سب مطمئن ہیں۔"

"میں ٹھیک دس منٹ کے بعد یہاں سے نکلوں گا۔ میری کار چیک کرو۔"

اس کا خیال تھا کہ ہم ابھی اس کی رہائش گاہ تک پہنچ نہیں پائے ہیں۔ اس سے پہلے ہی وہ دوسری پناہ گاہ میں چلا جائے گا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک حسینہ کو مخاطب کیا "ہائے ربی! میں آدھے گھنٹے میں پہنچ رہا ہوں۔ اس بنگلے میں کوئی آیا تو نہیں تھا؟"

"یہاں کون آئے گا۔ جب سے تم میری زندگی میں آئے ہو' میں نے تمام رشتے داروں اور دوستوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ تم نے میری صورت بھی بدل دی ہے۔ تاکہ کوئی مجھے نہ پہچان سکے۔ آجاؤ۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔"

وہ بنگلے سے نکل کر اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے سے باہر آکر مین روڈ پر ایک سمت جانے لگا۔ کار کے اندر بڑی سی اسکرین پر پیچھے آنے والی گاڑیاں دکھائی دیتی رہتی تھیں۔ وہ گاڑیاں یا تو اس سے آگے نکل جاتی تھیں یا پھر راستہ بدل کر دوسری سمت چلی جاتی تھیں۔

وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے بھی معلوم کرتا جا رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ دشمنوں کی نظروں میں آئے بغیر جگہ تبدیل کر رہا ہے۔ وہ آدھے گھنٹے بعد ایک بنگلے کے احاطے میں پہنچ گیا۔ ربی نے دروازہ کھول کر کہا "آجاؤ۔ میں چھت پر سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ آس پاس کوئی مشکوک فرد نہیں ہے۔"

اس نے ربی کے ساتھ بنگلے کے اندر آکر دروازے کو لاک کر دیا۔ ربی نے پوچھا "کیا تم خطرہ محسوس کر رہے ہو؟"

"ہاں میری سیکیورٹی کے انتظامات کرنے والا ان نون

ماسٹر بیمار ہے۔ اس نے کچھ ایسی حرکتیں کی ہیں، جن سے شبہ ہوتا ہے کہ فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ چکا ہے۔ وہ اس کے خیالات پڑھ کر اس خفیہ رہائش گاہ کے بارے میں معلوم کرچکا ہوگا۔ تھینکس گاڈ! میں بخیریت یہاں پہنچ گیا ہوں۔"

"آرام سے بیٹھو۔ میں چائے اور اسنیکس لاتی ہوں۔"

وہ کچن میں آکر چائے تیار کرنے لگی۔ سامنے بڑی سی کھڑکی کے پار احاطے کا پچھلا گیٹ دکھائی دے رہا تھا۔ دودھ سپلائی کرنے والی گاڑی آئی تھی۔ ایک شخص دودھ کی بوتلیں لے کر کھڑکی کے پاس آیا۔ رینی اسے اچھی طرح پہچانتی تھی۔ اس نے بوتلوں کو کھڑکی کے پاس رکھتے ہوئے پوچھا "ہیلو میڈم! کیسی ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "ویری ویل تھینک یو۔"

وہ باہر گاڑی کی طرف چلا گیا۔ رینی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک ٹرے میں چائے اور اسنیکس لے کر کمرے میں آئی۔ فری مین ہاتھ پاؤں پھیلائے صوفے پر نیم دراز خیال خوانی میں مصروف تھا۔ سامنے سینٹر ٹیبل پر ریوالور اور ایک شاٹ گن رکھی ہوئی تھی۔ رینی نے ان کے قریب ٹرے رکھتے ہوئے کہا "دماغی طور پر حاضر ہوجاؤ اور اسنیکس لو۔"

وہ رینی کو دیکھ کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا پھر بولا "کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا ہے پھر بھی دل گھبرا رہا ہے۔"

وہ بولی "جب موت تعاقب کرتی ہے تو نظر نہیں آتی۔"

پھر وہ ریوالور اٹھا کر بولی "موت سے بچنے کے لیے اتنا سامان اٹھائے گھوم رہے ہو۔ کیا یہ چیزیں تمہیں موت سے بچا سکیں گی؟"

وہ ایک سینڈوچ اٹھا کر کھاتے ہوئے بولا "اسے رکھ دو۔ غلطی سے گولی جائے گی۔"

رینی نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور کو تھام لیا اور اس کا نشانہ لیتے ہوئے بولی "یہ غلطی سے بھی نہیں چلے گی۔ اگر تم سونیا کا پتا بتا دو۔"

وہ چونک کر بولا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تمہاری آواز کیوں بدل گئی ہے؟"

میں نے کہا "ایک عورت کے گلے سے جو آواز نکل رہی ہے۔ اس سے تم مجھے پہچان پاؤ گے۔ ویسے زندگی کی آخری سانسوں میں کسی کو پہچان کر کیا کرو گے؟"

اس نے چور نظروں سے گن کو دیکھا۔ میں نے کہا "یہ تم سے دور ہے۔ اسے اٹھا سکتے ہو تو اٹھا لو۔"

وہ عاجزی سے بولا "مسٹر فرہاد! پلیز مجھے ہلاک نہ کریں۔ اپنا معمول بنالیں۔ میں ساری زندگی آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔"

"تو پھر مجھے اپنے اندر آنے دو۔"

اس نے دماغ کا دروازہ کھولا۔ میں نے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا صوفے سے گر کر تڑپنے لگا۔ میں نے رینی کے دماغ کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ وہ گھبرا کر کھڑی ہوگئی۔ اس کو تڑپتا ہوا دیکھ کر پریشان ہوگئی۔

اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ وہ اس کے اوپر جھک کر اسے تھام کر پوچھنے لگی۔ "فری مین! یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ تم کیسی تکلیف میں مبتلا ہوگئے ہو؟"

اس کا سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تکلیف برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اسے جھنجوڑتے ہوئے پوچھ رہی تھی لیکن وہ جواب دینے کے قابل نہیں رہا تھا۔ دیدے پھاڑ پھاڑ کر رینی کو اپنی دیکھ رہا تھا جیسے اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہو یا پھر اپنے سامنے والی کو پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

وہ روتے ہوئے بولی "یہ تمہیں اچانک کیا ہوگیا ہے؟ ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔"

سر کی تکلیف میں کچھ کمی ہو رہی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا حال ہے؟ تم غیر معمولی قوت حاصل کرنے کے بعد اوقات سے زیادہ اونچے اڑنے لگے تھے۔"

وہ آہستہ آہستہ کراہ رہا تھا۔ سوچ کے ذریعے بولا "تم نے اپنے دماغ میں آنے کے لیے آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ نے آتے ہی مجھے اس اذیت میں مبتلا کردیا۔"

"اگر میں تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا نہ کرتا تو کیا کرتا؟ کرزخمی کردیتا۔ تمہارے اندر مستقل آتے جاتے رہنے کے لیے کوئی تو راستہ بنانا ہی تھا۔"

فار گاڈ سیک۔ اب ایسا نہ کریں۔ ورنہ میں مرجاؤں گا۔ ابھی مجھے آرام آجائے گا تو بے شک آپ مجھ پر خوفناک کرکے مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا غلام بنالیں لیکن یوں زلزلہ نہ کریں۔"

"میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟"

تھوڑی دیر بعد معلوم ہوگا۔ تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔ تمہارے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

بابا صاحب کے ادارے کے چند جاسوس واقعی ایسے بھی تھے۔ ان میں سے ایک کو میں نے ابھی رینی کے چور بلایا تھا۔ وہ آنے ہی والا تھا۔ میں فری مین کے چور پڑھنے لگا۔ پتا چلا سونیا اس کی قید میں نہیں ہے

میں اسے پہنچایا گیا تھا اور اسے غلط انجکشن لگایا گیا اس اڈے سے وہ فرار ہوگئی تھی۔

فری مین نے ڈاکٹر سے کہا تھا کہ اسے ایسا انجکشن لگایا جائے جس کے نتیجے میں وہ نیم پاگل ہوجائے۔ اپنے آپ کو جان جائے۔ اس طرح ہم میں سے کوئی بھی اس کے دماغ میں جاکر یہ معلوم نہیں کرسکے گا کہ سے کہاں قیدی بنا کر رکھا ہے۔

انہوں نے اسے جو انجکشن لگایا تھا۔ اس کا ری ایکشن ان کے خلاف کچھ زیادہ ہی تھا۔ وہ جنونی ہوگئی تھی۔ اس نے ڈاکٹر اور ایک مسلح گارڈ کو ہلاک کیا تھا اور دوسرے گارڈ کو زخمی کرکے وہاں سے فرار ہوگئی تھی۔

فری مین نے رینی سے کہا "تم نے سونیا کو ٹریپ کرنے کی بات کیسے کی؟ کیا تمہارے دل میں ایک ذرا سا خوف پیدا نہیں ہوا کہ اس کے نتیجے میں تم اور تمہارے اکابرین کتے کی موت مارے جاؤ گے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میں سچ مچ ٹیلی پیتھی کے غرور میں اندھا ہوگیا تھا۔ مجھے اس کی سزا مل رہی ہے۔ میں سزا کے طور پر ساری زندگی آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔" وہ اٹھ کر صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے اپنے ادارے کے جس جاسوس کو بلایا تھا وہ آیا تھا۔ میں نے رینی کے دماغ میں آکر فری مین سے کہا "یہاں چپ بیٹھے رہو میں ابھی آتا ہوں۔"

رینی وہاں سے دروازے کی طرف جانے لگی۔ فری مین کی نظروں سے ریوالور اور شاٹ گن کو دیکھنے لگا۔ سوچ رہا تھا کہ کیا میں ان ہتھیاروں سے فائدہ اٹھا سکتا ہوں؟

پھر اس نے مایوس ہو کے سوچا۔ فرہاد یہاں رینی کے پیچھے آیا ہے۔ میں رینی کو گولی ماروں گا۔ تو کچھ حاصل نہیں ہوگا اس وقت میں سانس روکنے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ فرہاد کو اندر آنے سے نہیں روک سکوں گا۔ اب میں اپنے بچاؤ کے لیے کچھ نہیں کرسکوں گا۔

رینی ایک شخص کے ساتھ آئی۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا "میرا خیال ہے تمہارے سر کی تکلیف دور ہوچکی ہوگی۔ اگر خیال خوانی کرسکتے ہو تو میرے دماغ میں آؤ۔"

فری مین نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"پوچھتے کیوں ہو؟ میرے اندر آؤ میرے خیالات پڑھو۔ فوراً بہت کچھ معلوم ہوجائے گا۔"

فری مین نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر دماغی تکلیف کی حد تک محسوس کی۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر خیالات پڑھنے لگا پھر سوچ کے ذریعے بولا۔

"تم بابا صاحب کے ادارے سے آئے ہو۔ تمہارے پاس ایک بہت ہی خطرناک ہتھیار ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے دنیا کے کسی ہتھیار سے نہیں مرتے لیکن اس ہتھیار سے مرجاتے ہیں جو تمہارے پاس ہے لیکن تمہارے خیالات یہ نہیں بتا رہے ہیں کہ وہ ہتھیار کیا ہے اور کیسا ہے؟"

اس نے ایک پرفیوم کی شیشی نکال کر دکھائی پھر کہا "یہ ہے ہتھیار۔ زبردست پرفیوم ہے ذرا اسے سونگھ کر دیکھو لیکن میرے دماغ میں بولتے رہو ایسا کرو اپنے اکابرین کے دماغوں میں جاکر ان سے کہو کہ تم بڑی مصیبتوں میں مبتلا ہوگئے ہو۔ وہ یہاں فوراً آکر میری مدد کریں۔"

"کیا تم میرے لیے نئی مصیبتیں پیدا کرنے والے ہو؟ میں فرہاد صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ مجھے مصیبتوں سے بچالیں گے۔"

"جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ وقت بہت کم ہے اپنے لوگوں کو فوراً مدد کے لیے بلاؤ۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے فوج کے اعلیٰ افسران سے کہنے لگا کہ اس وقت وہ مصیبت میں مبتلا ہے۔ فوراً آکر اس کی مدد کی جائے۔ اس نے رینی کے بنگلے کا پتا بھی بتایا اور یہ بھی بتایا کہ میں اس کے دماغ میں گھسا ہوا ہوں اور اب کوئی اسے مجھ سے نجات نہیں دلا سکے گا۔ اس کے سامنے ایک شخص پرفیوم کی شیشی لیے بیٹھا ہے اور مجھ پر پرفیوم اسپرے کر رہا ہے۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ یہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا ہے۔ اسے اسپرے کرتے ہی میں ہمیشہ کے لیے ٹیلی پیتھی سے محروم ہوجاؤں گا۔ پلیز مجھے بچاؤ۔ مجھے کسی بھی طرح۔"

وہ آگے خیال خوانی نہ کرسکا۔ اچانک ہی خیال خوانی کی پرواز نے دم توڑ دیا۔ وہ زخمی پرندے کی طرح بلندی سے پستی میں آگرا۔ اس پستی میں اب وہ ایک عام سا انسان تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک غیر معمولی شخص نہیں رہا تھا۔

وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے پرفیوم کی شیشی جیب میں رکھی پھر کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ فری مین گم صم بیٹھا رہا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اب وہ کبھی خیال خوانی نہیں کرسکے گا۔ اس کے باوجود اس نے پرواز کرنے کی کوششیں کیں۔ ناکامی کے بعد یقین کرنا پڑا کہ پر کے بغیر کوئی پرواز نہیں کرسکتا۔

اس نے رینی کو دیکھ کر تقریباً رونے کے انداز میں کہا "میں جیتے جی مرچکا ہوں۔ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں چھن چکی ہیں۔ اب میرا کوئی رعب و دبدبہ نہیں رہے گا۔ اب میں

ایک غیر معمولی صلاحیت کے بغیر کیڑے مکوڑے کی طرح رینگتا رہوں گا۔ میری تیز رفتاری اور بلند پروازی ختم ہو چکی ہے۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "رینی! میری جان! میرے پاس آؤ۔ مجھے اپنے سینے سے لگا کر تسلیاں دو۔ میں ڈوب رہا ہوں۔"

رینی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آئی پھر قریب آتے ہی زور کا طمانچہ اس کو رسید کر کے حقارت سے بولی "تم تو ڈوب چکے ہو۔ کیا تمہیں سینے سے لگا کے میں بھی تمہارے ساتھ ڈوب جاؤں؟"

وہ غصے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا گلا دبوچ کر بولا "بے وفا! مکار! میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تجھے بے انتہا دولت دیتا رہا۔ دنیا کا کوئی شخص تجھے اتنی دولت نہیں دے سکتا تھا۔ مجھ پر زوال آتے ہی تو مجھے دھتکار رہی ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ اس کا گلا دبوچنے لگا۔ وہ نوکیلی ہیل کی سینڈل پہنے ہوئے تھی اس نے اس کے پاؤں پر زور سے اپنے پیر کو مارا تو وہ تکلیف سے چیخ پڑا گردن پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ رینی نے اسے زور کا دھکا دیا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑا کر صوفے سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ اس قدر طاقت ور تھا کہ دنیا کے بڑے بڑے شہ زوروں کو پچھاڑ دیتا تھا۔ اب وہ ایسا کمزور ہو گیا تھا کہ ایک عورت سے مار کھا کر اس کے قدموں کے پاس گرا ہوا تھا۔ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

رینی نے حقارت سے "آخ۔۔۔ تھو" کہہ کر اس کے منہ پر تھوک دیا۔ یہ بات برداشت سے باہر تھی۔ ایک عورت نے اس پر تھوکا تھا۔ وہ غصے سے پھٹ پڑا۔ بڑی پھرتی سے اٹھ کر وہاں سے چھلانگ لگاتا ہوا سینٹر ٹیبل کے پاس آیا۔ وہ شاٹ گن اٹھا کر اسے گولیوں سے چھلنی کر دینا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ٹریگر دباتا۔ ایک زوردار دھماکے کی آواز کے ساتھ گولی آ کر اس کے ہاتھ میں لگی۔ شاٹ گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔

رینی نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور کو تھام رکھا تھا۔ اس نے دوسری گولی چلا کر اس کے دوسرے بازو کو زخمی کیا پھر کہا "تمہارے دونوں بازو بیکار ہو چکے ہیں۔ تم ٹیلی پیتھی کے بغیر حقیر کیڑے بن گئے تھے۔ اب اپاہج بھی بن کر رہا کرو گے۔"

یہ کہہ کر اس نے ریوالور کو اس کے سامنے پھینک دیا پھر کہا "تم اپنی حفاظت کے لیے یہ ہتھیار لائے ہو۔ چلاؤ ریوالور کو اٹھاؤ اور مجھ پر گولی چلاؤ۔"

اس کے دونوں بازوؤں میں گولیاں پیوست ہو چکی تھیں۔ وہ گولیاں اس کے اندر انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ وہ سامنے پڑے ہوئے ریوالور کو چھو بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ اس فکر میں مبتلا ہو گیا تھا کہ فوراً ہی آپریشن وہ گولیاں نہ نکالی گئیں تو زخم ناسور بن جائیں گے۔ اس کے دونوں بازو کاٹ دیے جائیں گے۔

وہ بڑے عذابوں سے گزرنے والا تھا۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اب ہمیں سونیا کی تلاش تھی۔ یہ یقین ہو چکا تھا کہ وہ دشمنوں کی قید میں نہیں ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں بھٹک رہی تھی اور ہمیں کہاں کہاں بھٹکانے والی تھی؟

○☆○

پورس دم بخود تین سالہ فابر کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اگر وہ نہ دیکھنا چاہتا تب بھی ان آنکھوں میں ڈوب جانے پر مجبور ہو جاتا کیونکہ ان آنکھوں سے شیوانی اسے پکار رہی تھی۔

وہ آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ فابر اس کا اپنا بیٹا ہے۔ اس بیٹے کی جائے پیدائش اور تاریخ پیدائش بھی یہی ظاہر کر رہی تھی۔

جب پورس نے پہلی بار شیوانی کی آنکھوں سے آنکھیں ملائی تھیں تو ایک دم سے سحر زدہ ہو گیا تھا۔ کوشش کرنے کے باوجود اس سے نظریں نہیں چرا سکا تھا۔ بیٹے کی آنکھیں بالکل ویسے ہی تھیں باپ کو سحر زدہ کر رہی تھیں۔ اسے مجبور کر رہی تھیں کہ وہ اسے دیکھتا رہے اور شیوانی کے حوالے سے اس رشتے کو پہچانتا رہے۔

اس نے بیٹے کے دونوں بازوؤں کو تھام لیا۔ اسے اپنے قریب کیا پھر اس پر جھک کر پہلے اس کی ایک آنکھ کو چوما پھر دوسری آنکھ کو چوم لیا۔ اسے سینے سے لگا کر بڑے جذبے بولا "شیوانی! میری جان! آج معلوم ہوا کہ تم اپنی موت کے بعد بھی زندہ ہو۔ تم نے اپنے پیار کا بہت ہی خوب صورت اور انمول تحفہ مجھے دیا ہے۔"

جولی اور لیزا صوفوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہیں گلے لگتے دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں۔

جولی نے کہا "میں نے کہا تھا نا کہ فابر عجب دیوانہ ہے۔ اپنی آنکھوں کے جادو سے غیروں کو بھی اپنا بنا لیتا ہے۔ نے تو اسے دیکھتے ہی گلے لگا لیا ہے۔"

لیزا نے پورس سے کہا "مسٹر رومیو تم ابھی کسی خیالی دنیا میں ہو۔ کچھ ایسی باتیں کر رہے تھے۔ جو سننے کے بھی سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

جولی نے کہا "ہاں ابھی میں نے بھی یہ نام سنا تھا۔ یہ شیوانی کون ہے؟"

پورس نے ان دونوں کو سنجیدگی سے دیکھا پھر کہا "فابر کی ماں کا نام شیوانی ہے۔"

وہ دونوں ایک دم سے چونک گئیں۔ لیزا نے ناگواری سے کہا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں فابر کی ماں ہوں۔ میں نے اسے جنم دیا ہے۔"

"بے شک تم نے دو بیٹوں کو جنم دیا لیکن فابر نے شیوانی کوکھ سے جنم نہیں لیا ہے۔ یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔"

"اگر میں نے اسے پیدا نہیں کیا تھا۔ تو پھر میرا دوسرا بیٹا کہاں ہے؟"

"تمہارا وہ دوسرا بیٹا پیدا ہونے کے بعد مر گیا تھا۔ میری مانے تمہارے اس مردہ بچے کی جگہ فابر کو پہنچا دیا تھا۔ کیونکہ فابر کی زندگی خطرے میں تھی۔ ایک دشمن اسے مار دینا چاہتا تھا۔ تمہارے مردہ بچے کو شیوانی کے پہلو میں دیکھ کر وہ دشمن دھوکا کھا گیا۔ اس طرح ہم نے فابر کی جان بچائی تھی۔"

لیزا غصے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی "تم بکواس کر رہے ہو۔ کہاں کی فلمی کہانی سنانے آئے ہو؟ جولی! یہ تم کس آدمی کو پکڑ کر لے آئی؟ یہ میرے بچے کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔"

جولی نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "سسٹر! غصہ نہ کرو رومیو بہت اچھا ہے۔ اس کی باتیں سننے اور سمجھنے دو۔ فابر ہمارا ہے ہمارا ہی رہے گا۔"

وہ جولی کا ہاتھ جھٹک کر بولی "میں اس کی کوئی بات نہیں سنوں گی۔ اسے ابھی یہاں سے باہر لے جاؤ۔ ورنہ میں ابھی فابر کو بلاؤں گی۔"

وہ بولی "پلیز سسٹر! میری بات مان لو۔ اتنا تو تم جانتی ہو کہ فابر مستقبل کی پیش گوئی کرتا ہے۔ اس کی کتنی ہی باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ تم اپنے بیٹے سے پوچھ کہ رومیو برا ہے یا بھلا، جھوٹا ہے یا سچا؟"

لیزا فابر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی پورس سے دور لے گئی پھر غصے سے بولی "تم میرے پیارے اور لاڈلے بیٹے ہو۔ تم سے جھوٹی پیش گوئی کرتے ہو۔ آنے والے دنوں کے متعلق صحیح باتیں بتاتے ہو۔ کیا گزرے ہوئے دنوں کے متعلق کچھ بتا سکتے ہو؟"

"خواب" کے موضوع پر
اردو زبان میں اپنی نوعیت
کی
منفرد کتاب
خوابوں کے اسرار
قیمت 25 روپے ❖ ڈاک خرچ 23 روپے
خوابوں کی تعبیر، ان کی حقیقت اور ان
کی افادیت کے بارے میں ایک نادر
کتاب!
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ جیب ذیل
پیشگی منی آرڈر ارسال کریں
خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نشریات
kitablat@hotmail.com
kitablat1970@yahoo.com

"ممی! آپ کیا پوچھنا چاہتی ہیں۔"

"بیٹے! یہ آدمی کہتا ہے کہ میں نے تمہیں پیدا نہیں کیا ہے۔ تم اس سے کہہ دو کہ میں پیدا کیا ہے میں تمہاری ماں ہوں۔"

فائبر اسے ایسے دیکھنے لگا جیسے اسے اس کی بات نے الجھا دیا ہو۔ اگرچہ وہ قدرتی طور پر غیر معمولی سا تھا۔ عمر کے ساتھ ساتھ غیر معمولی صلاحیتیں مکمل ہو سکتی تھیں۔ فی الحال اس کا ذہن کچا تھا۔

پورس نے کہا "تم تین برس کے معصوم بچے سے ایسی باتیں پوچھ رہی ہو۔ دنیا کا کوئی بچہ یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ کیسے پیدا ہوا تھا؟ اور اسے کس نے پیدا کیا تھا؟"

جولی نے کہا "تم نہیں جانتے۔ یہ ہر طرح کی باتیں بتا دیتا ہے۔"

پورس نے کہا "غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے بچے ہمیشہ ہر بات نہیں بتا سکتے۔ کبھی کبھی قدرتی طور پر کوئی بات ان کے اندر پیدا ہوتی ہے تو وہ بول دیتے ہیں۔ اس بنیادی بات کو سمجھو کہ فائبر خود اپنے طور پر کچھ نہیں جانتا جب اسے آگاہی ملتی ہے تب ہی یہ بولتا ہے۔"

جولی فائبر کا ہاتھ پکڑ کر ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گئی پھر اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا "میں تمام راستے یہ سوچتی آئی تھی کہ مجھے رومیو سے دوستی کرنی چاہیے یا نہیں؟ یہ مجھے اچھا لگتا ہے۔ فائبر! تم بتاؤ مجھے اس سے دوستی کرنی چاہیے کہ نہیں۔۔۔؟"

فائبر نے پورس کی طرف دیکھا۔ پورس نے مسکرا کر اسے آنکھ ماری۔ وہ بڑی سنجیدگی سے بولا "دوستی کر سکتی ہو لیکن پکی نہیں سچی۔"

جولی نے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی؟ پکی دوستی کیوں نہیں ہو سکتی؟"

اس نے جواب میں ایسی بات کہی جو اس عمر کے بچے کبھی نہیں کر سکتے۔ اس نے پورس کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ بادل ہے۔ سایہ کرے گا۔ مسرتوں کی برسات لائے گا پھر گزر جائے گا۔"

جولی نے کہا "تم صاف الفاظ میں کیوں نہیں بولتے۔ یہ شخص ہر وقت ہے۔ تم دوستی کرو گی تو پچھتاؤ گی۔ یہ تمہارے جذبات سے کھیلے گا۔ اس کے بعد منہ پھیر کر چلا جائے گا۔"

جولی نے دل برداشتہ ہو کر پورس کو دیکھا۔ وہ دل ہی دل میں اس کی تمنا کرتی آ رہی تھی۔ اس نے کہا "دل نہیں مانتا کہ تم ہرجائی ہو۔ تم نے میری خاطر جان کی بازی لگا دی تھی تمہارے جیسا جانباز مجھے دھوکا نہیں دے گا۔"

پورس نے کہا "ہاں میں تمہیں صاف صاف کہہ دیتا ہوں اگرچہ تم بہت خوب صورت ہو۔ بہت پرکشش ہو۔ میں تمہیں مانگتا ہے۔ اگر ہمارے درمیان تعلقات قائم ہو گئے۔ تو وہ عارضی ہوں گے میں صحرا نہیں ہوں۔ میرے میں گردش ہے۔ میں کسی ایک ملک یا کسی ایک شہر میں رہتا فائبر درست کہہ رہا ہے۔ تم پیچھے رہ جاؤ گی میں آگے جاؤں گا۔"

وہ ناراض ہو کر بولی "اگر تم ایسے ہو تو تم نے یہ کیوں تھا کہ مجھ سے دوستی کرو گے اور مجھ سے شادی کرو گے۔"

"تم گھر سے فرار ہونے کے بعد بھٹک رہی تھیں۔ نہیں جانتا تھا کہ تم اپنی سسٹر کے پاس واقعی آؤ گی یا کہیں چلی جاؤ گی۔ میں تمہیں یہاں تک پہنچانے کے فلرٹ کر رہا تھا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پاؤں پٹختے ہوئے بولی "تم کر رہے تھے۔ مجھے دھوکا دے رہے تھے۔ میں محبت تھی اور تم میری انسلٹ کر رہے تھے۔ میں نم سے نفرت ہوں۔"

وہ غصے سے پلٹ کر جانا چاہتی تھی پھر اپنے ہنوئی کو دیکھ کر رک گئی۔ وہ دروازے پر کھڑا پورس کو نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اندر آتے ہوئے "یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

لیزا آگے بڑھ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کس کرتے ہوئے بولی "اس شخص کا نام رومیو ہے۔ یہ جولی سے فلرٹ کر رہا تھا۔ اسے دھوکا دے رہا تھا۔"

بنجامن نے پورس سے پوچھا "کیوں مسٹر! یہ میں کیا رہا ہوں؟ تم کون ہو؟ کہاں رہتے ہو؟ کیا کرتے ہو؟"

سالی ہے لیکن میں نے اولاد کی طرح اس کی پرورش کی اسے دھوکا دے کر بہت پچھتاؤ گے۔ تم مجھے نہیں جانتے اپنے کسی بھی مخالف کی زندگی مختصر کر دیتا ہوں۔ کھڑے ہو جاؤ اور میرے سوالوں کے جواب دو۔"

پورس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "تم خود کو خطرناک ثابت کر رہے ہو۔ میں تمہارے چیلنج کے چیلنج نہیں کروں گا۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ تین افراد سالی کو اغوا کر کے لے جا رہے تھے۔ میں نے اس کی بچائی ہے۔ یہ گھر واپس نہیں جانا چاہتی تھی۔ میں

جھوٹی محبت ظاہر کی اس سے شادی کرنے کا وعدہ کیا اس کو بہلا پھسلا کر یہاں لے آیا۔ ہماری ملاقات صرف گھنٹوں کی ہے۔ مجھے دھوکا دینا ہوتا تو اسے بہلا پھسلا کر ہوٹل میں لے جاتا۔"

بنجامن نے جولی سے پوچھا "کیا تمہاری اس سے چند منٹ کی ملاقات ہے؟"

جولی نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ بولا "چند گھنٹوں کی ملاقات میں یہ تمہیں گھر پہنچانے آیا ہے پھر تم اسے دھوکے باز کیوں سمجھ رہی ہو؟"

وہ سر جھکا کر بولی "یہ میری محبت سے انکار کر رہا ہے۔"

"کیا تم پاگل ہو؟ زبردستی اس سے محبت کرو گی؟ اس نے اور ہم پر احسان کیا ہے۔ تمہیں عزت آبرو سے یہاں پہنچایا ہے۔ کیا تم نے اسے کوئی ڈرنک پلائی ہے؟ تمہیں خاطر تواضع تو کرنی چاہیے۔"

اس نے پورس سے پوچھا "مسٹر رومیو! کیا پینا چاہو گے؟ وہسکی بھی ہے، وائن بھی ہے اور شیمپئن بھی۔"

"سوری میں شراب نہیں پیتا۔ سافٹ ڈرنک پی لوں گا۔"

لیزا نے آگے بڑھ کر کہا "تمہیں میرے گھر سے زہر بھی نہیں ملے گا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ گیٹ آؤٹ!"

بنجامن نے حیرانی سے پوچھا "ڈارلنگ! واٹ از دی ہے؟ تم اپنے محسن کے ساتھ ایسا رویہ کیوں اختیار کر رہی ہو؟"

"یہ محسن نہیں ہے ہمارا دشمن ہے۔ ہمارے فائبر کو اپنا بنا رہا ہے۔"

"تو کیا ہوا؟ یہ محبت سے اسے بیٹا کہہ رہا ہے۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے۔"

"یہ محبت سے نہیں دشمنی سے کہہ رہا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ فائبر کو اس نے نہیں اس کی بیوی نے جنم دیا ہے۔"

بنجامن نے چونک کر پورس کو دیکھا پھر ناگواری سے بولا "کیا تم ایسا کہہ رہے ہو؟"

"جو سچ ہے وہی کہہ رہا ہوں۔ تم خود ہی اپنے دونوں بیٹوں کو دیکھتے رہتے ہو۔ کیا تم نے کبھی نہیں سوچا کہ یہ جڑواں بچے ایک دوسرے سے مختلف کیوں ہیں؟ ان میں سے ایک ذہین اور ہے۔ دوسرا اس کے مقابلے میں بونا لگتا ہے۔ شکل و صورتیں مختلف ہیں۔ دونوں کی عادتیں ایک جیسی

وہ غصے سے بولا "تم بکواس کر رہے ہو۔ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ ایک باپ کے تمام بچے بالکل ایک جیسے نہیں ہوتے۔ ان کی صورتیں اور عادتیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ کیا تم ان سب کو بھی یہی کہو گے کہ یہ اپنے باپ کی اولاد نہیں ہیں؟"

پورس نے کہا "تم خوامخواہ طیش میں آ رہے ہو۔ تمہارے اندر یہ بات چھپی ہوئی ہے کہ تمہارا ایک بیٹا نابر بالکل تمہاری طرح ہے لیکن فائبر کسی پہلو سے بھی تم سے مشابہت نہیں رکھتا ہے۔ یہ ایک موٹی عقل میں بھی آنے والی بات ہے کہ جڑواں بچے ایک دوسرے سے اتنے زیادہ مختلف نہیں ہوتے۔ جتنا کہ یہ دونوں ہیں۔"

وہ غصے سے اس کے قریب آ کر بولا "اگر تم زندہ واپس جانا چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔"

پورس نے کہا "اگر تمہیں پورا یقین ہے کہ فائبر تمہارا ہی کا بیٹا ہے۔ تو پھر تمہیں غصہ کیوں آ رہا ہے؟ جو تمہاری چیز ہے۔ وہ تمہاری ہی رہے گی اور اگر تمہاری نہیں ہے تو پھر جو بھی اس کا حق دار ہے۔ وہ اپنے ضرور لے جائے گا۔"

اس نے کہا "فائبر کا برتھ سرٹیفکیٹ ہمارے پاس ہے۔ روم کے لیڈی میرا میٹرنٹی ہوم نے یہ برتھ سرٹیفکیٹ جاری کیا ہے۔ اس میں فائبر کے باپ کا نام بنجامن فرینک یعنی میرا نام لکھا ہوا ہے۔ تم اپنی بکواس سے اسے اپنا بیٹا ثابت نہیں کر سکو گے۔"

پورس نے کہا "اسے اپنا بیٹا ثابت کرنے کے لیے میں عدالت میں جاؤں گا اور نہ ہی تم سے بھیک مانگوں گا۔ صرف محبت سے سمجھاؤں گا کہ سچ کو سچ تسلیم کرو۔ میرا حق مجھے ادا کرو۔ تم انکار کرو گے تو میں جھگڑا نہیں کروں گا۔ چپ چاپ یہاں سے چلا جاؤں گا۔ اس اعتماد کے ساتھ کہ جو چیز میری ہے، وہ خود ہی میرے پاس چلی آئے گی۔"

وہ گھور کر بولا "تمہارے ارادے کیا ہیں؟ صاف صاف بتاؤ، کیا کرنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا "مجھ سے نہ پوچھو۔ فائبر سے پوچھو۔ اگر اسے آگہی حاصل ہو تو یہ مستقبل کی کچھ باتیں بتا دیتا ہے۔"

بنجامن نے سوچتی ہوئی نظروں سے فائبر کو دیکھا پھر اس کے پاس آ کر صوفے پر بیٹھ کر بولا "بیٹے! تمہارے ڈیڈی کون ہیں؟"

فائبر نے کہا "آپ میرے ڈیڈی ہیں۔"

بنجامن نے فاتحانہ انداز میں پورس سے کہا "سنا تم نے۔؟ یہ مجھے ڈیڈی کہہ رہا ہے؟"

پورس نے آگے بڑھ کر پوچھا "بیٹے! تمہارا باپ کون ہے؟"

فائبر نے بنجامن کو دیکھا پھر فائبر کی آنکھوں سے شیوانی نے پورس کو دیکھا۔ وہ بچہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بنجامن سے دور ہو گیا۔ اس کے اور پورس کے درمیان رک گیا۔ کبھی اس کو اور کبھی اس کو دیکھنے لگا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ بھرائی ہوئی آواز میں بولنے لگا "ہر چیز اپنی اصل کی طرف جاتی ہے۔ مجھے بھی اپنی اصل کی طرف جانا ہے اور جب میں جاؤں گا تو مجھے کوئی روک نہیں پائے گا۔"

یہ کہتے ہی وہ چکرا گیا۔ پیچھے صوفے پر گر پڑا۔ لیزا اور جولی دوڑ کر اس کے پاس آئیں۔ لیزا نے اس کے چہرے کو تھام کر اپنے سینے سے لگایا۔ اس نے آنکھیں کھول کر لیزا کو دیکھا پھر اس کے ممتا بھرے سینے میں منہ چھپا کر آنکھیں بند کر لیں۔

پورس نے بنجامن سے کہا "عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے۔ تمہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس نے تمہیں ڈیڈی کہا لیکن باپ نہیں کہا۔"

وہ غصے سے بولا "بکواس مت کرو۔ اس نے تمہیں بھی باپ نہیں کہا ہے۔"

"یہ تو کہا ہے کہ وہ اپنی اصل کی طرف جائے گا' اور اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ میرا بیٹا مجھے ضرور ملے گا۔ میں جا رہا ہوں۔"

اس نے فائبر کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کیے ماں کے سینے پر سر رکھے جیسے سو رہا تھا۔ اس نے کہا "بیٹے! میں جا رہا ہوں' ہم پھر ملیں گے۔ گڈ بائے۔"

جیسے شیوانی نے آنکھیں کھول کر دیکھا' پھر کہا "بائے" اور آنکھیں بند کر لیں۔ پورس مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

بنجامن نے پریشان ہو کر فائبر کے قریب آ کر اسے دیکھا پھر لیزا سے کہا "جولی اسے سنبھالے گی۔ تم میرے ساتھ آؤ۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔ اس کے پیچھے لیزا نے آ کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ اس کے قریب آ کر دھیمی آواز میں بولا "تم سمجھ رہی ہو کہ بھید کھلنے والا ہے۔ وہ بڑے یقین سے فائبر کو اپنا بیٹا کہہ رہا ہے۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے بنجامن کو دیکھنے لگی۔ "فائبر کے پیدا ہوتے ہی اس کی آنکھوں نے ہمیں حیران کیا تھا۔ وہ آنکھیں پرائی پرائی سی لگتی تھیں۔ ہم نے کئی خوابوں میں ان آنکھوں کو بولتے دیکھا تھا۔ ان آنکھوں کے پیچھے سے آواز آتی تھی' تم میری ماں نہیں ہو' تم میرے باپ نہیں ہو۔ مجھے ایک روز تم سے بچھڑنا ہے۔ مجھے اپنی اصل کی طرف جانا ہے۔"

لیزا اور بنجامن نے اپنے مذہبی پیشوا سے ایسے خوابوں کا ذکر کرتے ہوئے پوچھا تھا "جب ہم اس کی آنکھوں کو دیکھتے ہیں تو یہ ہمیں پرایا کیوں لگتا ہے؟"

ان کے پیشوا نے کہا "میں اس سلسلے میں مطالعہ کروں گا پھر جو معلوم ہو گا وہ میں تمہیں بتاؤں گا۔"

پھر اس نے ایک ہفتے بعد بتایا "اس بچے کی پیدائش کے سلسلے میں کوئی گڑبڑ ہے۔ میری معلومات کے مطابق لیزا نے صرف ایک زندہ بچے کو پیدا کیا ہے۔ دوسرا بچہ عورت نے تمہارے خواب سچے ہیں۔ وہ بچہ اپنی اصل کی تلاش میں ہے۔"

بنجامن نے کہا "پتا نہیں وہ کس مذہب اور کس قوم کا ہے؟ اسے ہمارے گھر میں نہیں رہنا چاہیے۔"

مذہبی پیشوا نے کہا "تم تین برس پہلے کاروبار میں نقصانات اٹھا رہے تھے۔ جب یہ بچہ آیا تو اچانک تمہارے کاروبار میں ترقی ہونے لگی۔ پہلے تم ایک ہوٹل نقصان میں چلا رہے تھے۔ آج مختلف شہروں میں تمہارے چار ہوٹل ہیں اور ان چاروں سے تم لاکھوں ڈالرز کا منافع حاصل کر رہے ہو۔ جب تک یہ بچہ تمہارے پاس رہے گا تب تک تم خوش نصیب رہو گے۔ آئندہ بھی تمہارے کاروبار میں ترقی ہوتی رہے گی۔"

بنجامن نے کہا "پھر تو میں فائبر کو اپنے سینے سے لگائے رکھوں گا۔ کبھی اسے جدا نہیں ہونے دوں گا۔"

لیزا نے کہا "کیا ہوا اگر یہ میری کوکھ سے پیدا نہیں ہوا' میں نے اسے اپنا دودھ تو پلایا ہے۔ میں اسے ساری زندگی ماں کا پیار دیتی رہوں گی۔"

مذہبی پیشوا نے کہا "یہ بچہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو لیکن تمہارے پاس یہودی بن کر پرورش پائے گا۔ اس طرح تم اپنے لیے بہترین خدمت انجام دو گے۔"

جب دو برس گزر گئے تیسرے برس فائبر بولنے لگا تو سب حیران کرنے لگا۔ کبھی کبھی وہ ایسی باتیں بتاتا تھا جو بالکل درست ثابت ہوتی تھیں پھر اس کی آنکھوں میں مزید گہرائی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ وہ ماں باپ ہو کر بھی اس سے کم ہی بات کرنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔ آنکھیں ملتے ہی وہ اس کی آنکھوں میں کھنچتے چلے جاتے تھے۔ ان کے دل بے اختیار دھڑکنے لگتے تھے۔

مذہبی پیشوا نے بھی جب فائبر کو دیکھا تو اس سے نظریں ملتے ہی پریشان ہو گیا۔ اس نے بڑی مشکل سے نظریں ہٹائیں۔ دوبارہ اس کی کنڈلی بنائی پھر بنجامن سے کہا "تم بہت خوش نصیب ہو۔ یہ بچہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک بنتا رہے گا۔ تم اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے بے انتہا دولت مند ہوتے رہو گے۔ اس بچے کی حفاظت کرو اسے کبھی اپنے سے جدا نہ ہونے دو۔"

پھر تو انہوں نے قسم کھالی کہ چاہے جان چلی جائے۔ فائبر کو اپنی جان سے الگ نہیں کریں گے۔

لیزا اور بنجامن بیڈ روم میں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے یہ تمام پچھلی باتیں یاد کر رہے تھے۔ انہیں یہ یقین تھا کہ فائبر کے اصل ماں باپ کبھی ان کے دروازے پر مطالبہ کرنے نہیں آئیں گے لیکن آج پورس نے آ کر ان کا سکون برباد کر دیا تھا۔ کوئی ڈاکو آ کر لوٹ لیتا تو وہ پریشان نہ ہوتے لیکن پورس ان کی خوش قسمتی ان سے چھیننے آیا تھا۔

لیزا نے بنجامن کا بازو تھام کر کہا "کچھ کرو۔ وہ رومیو سمجھ کر آیا ہے۔ فائبر کو کسی چالاکی سے لے جائے گا۔ تم اتنی پریشان کیوں ہو؟ کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ بولا "ہم نہیں جانتے' وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟ اس سے پوچھنے سے وہ کبھی اپنی اصلیت نہ بتاتا۔ ویسے وہ پھر کبھی لوٹ سکتا ہے۔"

"یہاں نہیں آئے گا تو باہر کہیں انتظار کرے گا۔ موقع ملتے ہی فائبر کو اغوا کرے گا۔ تم کرائے کے قاتلوں کو اس کے پیچھے لگا دو۔ اسے مار ڈالو۔ وہ نہیں رہے گا تو پھر کوئی فائبر کو ہم سے چھیننے نہیں آئے گا۔"

"میں ابھی فائبر کو فارم ہاؤس لے جا رہا ہوں۔ وہاں اسے چھپا کر رکھوں گا۔ فارم ہاؤس کے اندر اور باہر ہمارے ملازم رہیں گے۔ کسی بھی اجنبی کو وہاں نہیں آنے دیں گے۔ اسے دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔"

"میں اپنے بیٹے فائبر کو چھوڑ کر فارم ہاؤس نہیں جا سکوں گی۔ جولی وہاں فائبر کے ساتھ رہا کرے گی۔"

انہوں نے جولی سے کہا کہ وہ اپنا ضروری سامان لے کر فائبر کے ساتھ فارم ہاؤس میں جا کر رہے۔ آدھے گھنٹے بعد ہی بنجامن ان دونوں کو اپنی کار میں بٹھا کر فارم ہاؤس کی طرف لے جانے لگا۔ فائبر نے کوئی سوال نہیں کیا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ وہ زیادہ بولنے کا عادی نہیں تھا۔

جولی بے چین تھی۔ پورس کے چلے جانے سے اسے دکھ ہو رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سمجھا رہی تھی کہ جب پورس دعویٰ کر رہا ہے کہ فائبر اس کا بیٹا ہے تو پھر بیٹا جہاں بھی رہے گا' وہ اس سے ملنے ضرور آئے گا۔ اس طرح اس سے دوبارہ ملاقات ہو سکے گی۔

بنجامن تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ فائبر نے کہا "ڈیڈ! میں آئس کریم کھاؤں گا۔ پلیز گاڑی روکیں۔"

اس نے ایک آئس کریم بار کے سامنے گاڑی روک کر کہا "تم دونوں بیٹھے رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ دکان کی طرف چلا گیا۔ جولی کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ اچانک اسے پورس دکھائی دیا۔ وہ شاہراہ کے دوسری طرف ایک فٹ پاتھ پر چل رہا تھا۔ جولی گاڑی سے اتر کر ہاتھ ہلا ہلا کر اسے اپنی طرف بلانے لگی۔ وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ سر جھکائے چلا جا رہا تھا۔

فائبر اپنی طرف کا دروازہ کھول کر کار سے باہر آیا پھر تیزی سے ایک طرف جانے لگا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کہاں جانا ہے؟ اسے آگہی ملی تھی کہ کار سے نکل کر اسے تنہا جانا چاہیے۔ اس لیے وہ راستے اور منزل کی پہچان کے بغیر تیزی سے چلا جا رہا تھا۔

وہ شمال کی سمت جا رہا تھا۔ دوسری طرف کے فٹ پاتھ پر پورس جنوب کی طرف جا رہا تھا۔ دونوں باپ بیٹے مخالف سمتوں میں جاتے ہوئے ایک دوسرے سے دور ہوتے جا رہے تھے۔

بنجامن آئس کریم کے پیکٹس اٹھائے ہوئے کار کے پچھلے دروازے پر آیا۔ پچھلی سیٹ خالی تھی۔ وہاں فائبر نہیں تھا۔ پیچھی پنجرہ توڑ کر جا چکا تھا۔

گھر کی چار دیواری میں ہوں یا چار دیواری سے باہر ہوں۔ ہمیشہ اپنے قیمتی مال پر نظر رکھنا چاہیے۔ اس کی کڑی نگرانی کرتے رہنا چاہیے۔ ورنہ چور اچکے نظر بچا کر مال چرا کر لے جاتے ہیں یا پھر تقدیر آنکھوں میں دھول جھونک کر وہ مال چرا لے جاتی ہے۔ بنجامن کے لیے فابر سب سے اہم سرمایہ تھا۔ وہ اسے پورس کی رسائی سے دور ایک فارم ہاؤس میں لے جاکر چھپانا چاہتا تھا لیکن اس سے ایک غلطی ہوگئی۔ وہ فابر کے لیے ایک جگہ گاڑی روک کر آئس کریم لینے گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ فابر کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی جولی اس کی نگرانی کرے گی۔

یہ بھی غلط ہے کہ اپنے مال کی نگرانی خود نہ کی جائے۔ اس مال کو کسی دوسرے کے بھروسے پر چھوڑ دیا جائے۔ جب وہ آئس کریم لے کر کار کی طرف واپس آیا تو پچھلی سیٹ خالی تھی فابر نہیں تھا۔ جولی کار سے باہر نکل کر فٹ پاتھ پر کھڑی اونچی آواز میں پورس کو پکار رہی تھی۔

پورس اس شاہراہ کے دوسرے فٹ پاتھ پر جا رہا تھا۔ جولی ہاتھ ہلا ہلا کر اسے مخاطب کر رہی تھی "پورس۔! رک جاؤ۔ پورس! میں ہوں جولی۔ ادھر دیکھو۔"

وہ اس کی طرف دوڑنے لگی۔ ادھر بنجامن کے ہاتھ سے آئس کریم چھوٹ کر گر پڑی۔ وہ چیخ کر بولا "فابر کہاں ہے؟ جولی۔؟ کہاں جا رہی ہو۔؟ فابر کہاں ہے؟"

جولی کے حواس پر پورس چھایا ہوا تھا۔ اس نے فابر کو کار سے نکل کر جاتے نہیں دیکھا تھا۔ لہٰذا وہ اس کے لیے پریشان نہیں تھی۔ وہ تو پورس کو آوازیں دیتے ہوئے دوڑ رہی تھی۔ وہ ایک فٹ پاتھ پر تھی۔ وہ کشادہ سڑک کے دوسرے فٹ پاتھ پر تھا۔ دونوں ندی کے دو کنارے بنے ہوئے تھے اور بنجامن کار کے چاروں طرف گھوم کر دور دور تک دیکھ رہا تھا۔ شاہراہ پر گاڑیاں دوڑ رہی تھیں۔ ادھر وہ بچہ نہیں جا سکتا تھا۔ فٹ پاتھ پر عورتوں اور مردوں کی اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ اس بھیڑ میں وہ بچہ نظر نہیں آسکتا تھا۔

پھر اس کی سمجھ میں آیا کہ جولی پورس کو آوازیں دیتے ہوئے کہیں دوڑتی جا رہی ہے۔ یقیناً پورس ہی فابر کو وہاں سے لے گیا ہے۔

وہ بھی اس طرف دوڑنے لگا۔ جولی زیبرا کراسنگ سے دوڑتے ہوئے دوسرے فٹ پاتھ پر آگئی۔ وہاں سے بھاگتی دوڑتی پورس کے پیچھے آکر اس کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے ہانپتے ہوئے بولی "رک جاؤ!"

وہ چونک کر پلٹا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "تم۔؟ تم کہاں سے آرہی ہو۔؟ کیوں ہانپ رہی ہو؟ کیا پولیس والے دوڑا رہے ہیں؟"

وہ بدستور ہانپتے ہوئے بولی "کتنی دیر سے آواز پر آواز دے رہی ہوں۔ میں ادھر دوسرے فٹ پاتھ پر تھی۔ ادھر بھاگتے دوڑتے ہوئے آرہی ہوں۔"

"اچھا۔ تم اتنی بڑی شاہراہ کراس کر کے میرے پاس آئی ہو۔ سوہنی بھی اسی طرح مہینوال سے ملنے آئی تھی لیکن جلدی میں کچا گھڑا اٹھا کر لے آئی تھی۔ نہ پانی بھر سکی نہ پار اتر سکی۔ اپنے ساتھ مہینوال کو بھی لے کر ڈوب مری۔"

"تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے۔ میں تمہیں ایک ضروری بات بتانے آئی ہوں۔"

"کیا بات ہے بتاؤ؟"

"فابر تمہارا بیٹا ہے نا۔"

"کیا یہی بتانے آئی ہو کہ وہ میرا بیٹا ہے؟ جبکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں' وہ میرا خون ہے۔"

"تمہاری غفلت سے خون پانی ہو جائے گا۔ بنجامن تمہارے بیٹے کو تم سے دور چھپانے کے لیے لے جا رہا ہے۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "وہ اسے کہاں لے جا رہا ہے؟"

"یہاں سے ساٹھ کلو میٹر دور اس کا ایک بہت بڑا فارم ہاؤس ہے۔ وہ فابر اور مجھے وہاں لے جا رہا ہے۔ تاکہ میں اس کی دیکھ بھال کر سکوں۔ فارم ہاؤس کے باہر دن رات اس کے گن مین ڈیوٹی پر رہا کریں گے۔ تمہیں وہاں دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔"

"مجھے وہاں دیکھتے ہی تمہیں کیوں گولی مار دیں گے؟"

"مجھے نہیں تمہیں گولی مار دیں گے۔ بات کو سمجھا کرو۔"

"اچھا ہوا تم نے سمجھا دیا میں فارم ہاؤس کی طرف نہیں جاؤں گا۔"

اس نے تعجب سے پوچھا "کیا اپنے بیٹے کو حاصل کرنے نہیں جاؤ گے؟"

"کیا تم چاہتی ہو میں گولی کھانے وہاں جاؤں؟"

"پہلے تو تم کسٹر اور بنجامن کے سامنے دعویٰ کر رہے تھے کہ وہ تمہارا بیٹا ہے۔ تم اسے حاصل کر لو گے۔"

"بے شک وہ میرا بیٹا ہے میں اسے حاصل کر رہا ہوں۔ کیا تم ان کی طرف سے آنے والی موت سے مجھے بچا لو گی؟"

وہ اس کا بازو تھام کر بولی "میں جانتی ہوں۔ تم موت سے نہیں ڈرتے۔"

نہیں ڈرتے۔ مجھے آزما رہے ہو کہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟ میں تمہاری جاں بازی دیکھ چکی ہوں۔ تم میری جان بچانے کے لیے میرے تین مخالفین سے ٹکرا گئے تھے۔ ان کے پاس گن بھی تھی لیکن تم نے اپنی جان کی پروا نہیں کی۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ تمہاری اس دلیری نے مجھے کس قدر متاثر کیا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی سسٹر کے خلاف میرا ساتھ دو گی۔"

بنجامن دوسرے فٹ پاتھ پر سگنل کے پاس کھڑا ہوا تھا اس کے سامنے گاڑیاں تیزی سے گزر رہی تھیں۔ وہ سرخ سگنل کا انتظار کر رہا تھا۔ گاڑیاں رکنے کے بعد ہی وہ سڑک عبور کر کے دوسرے فٹ پاتھ پر جا سکتا تھا۔

وہ بولی "تمہارا ساتھ دینے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں تمہیں چاہنے لگی ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سسٹر اور بنجامن فائبر کو دل و جان سے چاہتے ہیں۔ ہمارے ایک مذہبی پیشوا نے اپنے روحانی علوم سے معلوم کیا ہے کہ تمہارا بیٹا فائبر ان کے لیے بہت لکی ہے۔ وہ ان کے ساتھ رہے گا تو انہیں بے انتہا دولت ملتی رہے گی۔ وہ صرف زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنے کے لیے فائبر کی پرورش کر رہے ہیں۔"

سگنل کے سرخ ہوتے ہی بنجامن زیبرا کراسنگ سے گزرنے لگا۔ جولی اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "وہ آ رہا ہے۔ مجھے اس کے اور فائبر کے ساتھ جانا ہوگا۔ تم کسی ٹیکسی میں ہمارا پیچھا کرو اور میرا موبائل فون نمبر یاد رکھو۔"

اس نے اپنا موبائل فون نمبر بتایا۔ پورس نے ذہن نشین کر لیا پھر وہ بولی "میں سوچتی ہوں اگر فائبر ان کے لیے خوش قسمتی نہ لاتا تو کیا وہ اسے بیٹا بنا کر رکھتے۔۔۔ ہرگز نہیں۔ وہ تو اسے کسی یتیم خانے میں لے جا کر پھینک دیتے۔ یہ دنیا بڑی خودغرض ہے لیکن میں خودغرض نہیں ہوں میں تمہارا ساتھ دوں گی۔"

پورس نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تھینک یو۔۔۔"

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن بنجامن ہانپتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا۔ پورس کو ایک ہاتھ سے دھکا دیتے ہوئے بولا "اے! میرا بیٹا کہاں ہے؟ تم نے اسے کہاں چھپایا ہے؟"

اس نے بھی اسے جوابی دھکا دیتے ہوئے کہا "پاگل کے بچے! وہ بچہ تمہارے پاس تھا اور تم مجھ سے پوچھ رہے ہو؟"

جولی نے حیرانی سے پوچھا "کیا وہ کار میں نہیں ہے؟ وہ تو پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔"

وہ غصے سے بولا "میں نے اسے تمہارے بھروسے پر چھوڑا تھا۔ تم اسے چھوڑ کر یہاں کیوں آ گئیں؟"

وہ پورس کی طرف اشارہ کر کے بولی "یہ رومیو مجھے نظر آ گیا تھا۔ میں کار سے اتر کر اسے آوازیں دینے لگی پھر اس کے پیچھے دوڑتی ہوئی یہاں آ گئی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ فائبر کو کار سے نکال کر کہیں چلا جائے گا۔"

وہ پورس کو گھونسا دکھا کر بولا "وہ خود کہیں نہیں گیا ہے۔ اس رومیو نے اسے اغوا کرایا ہے۔"

پورس نے کہا "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ میں تو جانتا بھی نہیں تھا کہ تم اسے کہاں لیے پھر رہے ہو؟ تم مجھ پر الزام لگانے میں یہاں وقت ضائع کرو گے، وہاں میرا بیٹا کہیں بھٹک جائے گا۔"

وہ جولی کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتے ہوئے بولا "کم آن جولی! مجھے بتاؤ۔ وہ کس کار میں بیٹھا ہوا تھا؟ مجھے اپنے بیٹے تک پہنچنا ہوگا۔"

بنجامن ان کے ساتھ چلتے ہوئے بولا "اے! خبردار! اسے بیٹا مت بولو، وہ میرا بیٹا ہے۔"

"وہ تمہارا ہے تو اسے بھٹکنے کے لیے کیوں چھوڑ دیا؟"

"میں اس کی فرمائش پر آئس کریم لانے گیا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ جولی اتنی لاپروا ہو گی کہ اسے چھوڑ کر تمہارے پیچھے بھاگے گی۔"

وہ تینوں تیزی سے چلتے ہوئے سگنل کے پاس آئے، وہاں رک کر سگنل کا انتظار کرنے لگے۔ بنجامن نے جولی سے پوچھا "تم فائبر کو چھوڑ کر اس کے پاس کیوں آئی ہو؟ اس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

وہ بولی "آئی لو ہم۔ یہ میرا ہیرو ہے۔ اس نے میرے ڈیڈی کے غنڈوں سے میری جان بچائی تھی۔ میں دل سے اسے چاہنے لگی ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے، تم اس کا ساتھ دو گی؟ اپنی بہن اور بہنوئی کا ساتھ نہیں دو گی؟"

"میں سچ کا ساتھ دوں گی۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ فائبر تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ یہ رومیو کا ہے اور مجھے رومیو کا ساتھ دینا چاہیے۔"

سگنل سرخ ہوتے ہی گاڑیاں رک گئیں۔ وہ تینوں زیبرا کراسنگ سے گزر کر دوسرے فٹ پاتھ کی طرف جانے لگے۔ وہ جولی سے کہہ رہا تھا "تم نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ فائبر کو تلاش کرتے ہی میں اس سے تمہیں نہیں ملواؤں گا اور اسے فارم ہاؤس میں بھی نہیں لے جاؤں گا۔ وہ تم اپنے یار کو وہاں لے جاؤ گی۔"

وہ دوسرے فٹ پاتھ پر آ گئی۔ تیزی سے چلتے ہوئے بنجامن کی کار کے قریب پہنچ کر دور تک دیکھنے لگی۔ پورس نے کہا "وہ کسی قریب کی دکان میں ہی گیا ہوگا۔"

جولی نے کہا "آگے کھلونوں کی دکانیں ہیں۔ وہ ادھر بھی جا سکتا ہے۔"

وہ سب ادھر جانے لگے۔ وہ کھلونوں کی تین منزلہ دکان تھی۔ پورس نے اس دکان کے گراؤنڈ فلور پر سرسری سی نگاہ ڈالی پھر زینے چڑھتا ہوا فرسٹ فلور پر جانے لگا جولی بھی اس کے ساتھ تھی۔ بنجامن سیکنڈ فلور پر چلا گیا۔ وہ سب اوپر نیچے اسے تلاش کرتے رہے پھر اس دکان سے باہر آ گئے۔ آس پاس کی دکانوں میں بھی جا کر ڈھونڈنے لگے۔ بنجامن نے اپنی کار کے پاس آ کر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اس کی تمام دولت لٹ جاتی تو اسے اتنا صدمہ نہ پہنچتا۔ فائبر کے کہیں چلے جانے سے خوش نصیبی روٹھ کر چلی گئی تھی۔

اس کے مذہبی پیشوا نے کہا تھا "جب تک فائبر تمہارے ساتھ رہے گا۔ خوش نصیبی تمہارے قدم چومتی رہے گی۔ تم دولت مند بنتے چلے جاؤ گے۔" اور واقعی تین برس کے عرصے میں اس کا کاروبار عروج پر پہنچ گیا تھا۔ وہ ہفتے میں پانچ چھ لاکھ ڈالرز کا منافع حاصل کرنے لگا تھا۔

وہ کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ جولی نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

وہ غصے سے بولا "تم مجھ سے بات نہ کرو۔ وہ تمہاری وجہ سے گم ہو گیا ہے۔ اگر وہ نہ ملا تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کر کے جانے لگا۔ اسے تلاش کرنے کا ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ وہ گھر سے فائبر کی تصویر لے کر آئے اور پولیس اسٹیشن میں اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائے اور اس کی تصویر اخبارات میں شائع کرائے۔

پورس کے لیے مسئلہ تھا کہ وہ اسے کہاں تلاش کرے۔ جولی نے کہا "فائبر تنہائی پسند ہے۔ وہ میرے سسٹر اور بنجامن کے پاس کبھی زیادہ دیر نہیں بیٹھتا تھا۔ ہمارے پاس سے اٹھ کر کہیں باہر جایا کرتا تھا۔ فن فیئر گراؤنڈ یا کسی تفریح گاہ میں جانے سے کتراتا تھا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہاں لوگوں کی بھیڑ میں نہیں ہوگا۔ ایسی جگہ ہوگا، جہاں چہل پہل نسبتاً کم ہوگی۔ ہمیں ایسی ہی جگہ جانا چاہیے۔ وہ دونوں ٹیکسی میں بیٹھ کر گلی کوچوں کی طرف جانے لگے۔ پورس کے موبائل سے بزر کی آواز سنائی دی۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا۔

دوسری طرف سے پاریں نے پوچھا "تم کہاں ہو؟ میں ہوٹل میں انتظار کر رہا ہوں۔ تمہیں اب تک یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔"

"آج تم میرا انتظار نہ کرو۔ پتا نہیں میں کب تک مصروف رہوں گا۔"

"کیا تمہاری مصروفیت پریشان کن ہے؟"

"ہاں! اچھی خاصی پریشانی ہے۔ میرا بیٹا یعنی تمہارا بھتیجا گم ہو گیا ہے۔ میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ تمہارا بیٹا اور میرا بھتیجا کہاں سے پیدا ہو گیا؟"

"پاریں! جناب تیرزی جب بھی ہمیں کسی مہم پر بھیجتے ہیں تو پہلے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں ہمیں بھیجا جا رہا ہے۔ اس بار بھی انہوں نے ہمیں نیویارک جانے کے لیے کہا۔ تو ہم سمجھ گئے تھے کہ ان کی اس ہدایت کے پیچھے کوئی بہت بڑا مقصد چھپا ہوا ہے۔"

"کیا یہاں آنے کا مقصد تمہاری سمجھ میں آ گیا ہے۔"

"ہاں۔ تمہاری بھی سمجھ میں آ جانا چاہیے۔ کیا تم میرے اس بیٹے کو بھول گئے ہو۔ جسے شیوانی نے جنم دیا تھا۔"

پاریں نے حیرانی سے پوچھا "اوہ گاڈ! کیا تم اسی بیٹے کو تلاش کر رہے ہو؟ کیا تمہیں اس کا سراغ مل رہا ہے؟"

"تم سراغ ملنے کی بات کر رہے ہو۔ میں تو اپنے بیٹے سے مل چکا ہوں اور ملنے کے بعد بچھڑ بھی چکا ہوں۔ تقدیر جب اپنا چکر چلاتی ہے تو ہم گھن چکر بن جاتے ہیں۔ اب میں پریشان ہوں کہ اتنے بڑے شہر میں اسے کہاں تلاش کروں؟"

وہ پاریں کو فائبر کے متعلق تفصیلات بتانے لگا۔ وہ جگہ بھی بتائی جہاں سے وہ گم ہو گیا تھا اور اس جگہ کے بارے میں بھی بتایا جہاں اسے تلاش کیا جا رہا تھا۔ پاریں نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں بھی وہیں آس پاس کے علاقوں میں اسے تلاش کرنے آ رہا ہوں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ پورس اور جولی ایک جگہ ٹیکسی سے اتر کر دور دور تک دیکھنے لگے۔ اکا دکا افراد نظر آ رہے تھے۔ کوئی بچہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ انہوں نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے اسے رخصت کر دیا۔ جولی نے قریب آ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا "اب اسے کہاں تلاش کرو گے؟ میرے ساتھ سسٹر کے گھر تک چلو۔ تم ان کے سامنے نہ آنا۔ میں اندر جا کر فائبر کی کچھ تصویریں لے آؤں گی۔"

"میں تم سے یہی کہنے والا تھا۔ اس کی صرف ایک ہی ایسی تصویر لے کر آؤ۔ جس میں اس کی آنکھیں صاف طور پر نظر آتی ہوں۔ اب اس کی آنکھیں ہی مجھے اس کے پاس پہنچا سکیں گی۔"

دونوں لیزا اور بنجامن کے بنگلے کے قریب پہنچے۔ پورس نے فون کے ذریعے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہا "فوراً میرے پاس آؤ۔"

وہ دوسرے ہی لمحے اس کے اندر آگیا۔ جولی بنگلے سے دور کار سے اتر کر جانا چاہتی تھی۔ پورس نے کہا "کیا تمہاری سسٹر فابیر کی تصویر تمہیں دے دے گی؟ وہ تو اعتراض کرے گی۔"

وہ بولی "وہ نہیں دیں گی تو میں زبردستی لے آؤں گی۔ تم انتظار کرو میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ بنگلے کی طرف پیدل جانے لگی۔ پارس نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے پوچھا "تم نے جولی کی آواز سنی؟"

"جی ہاں۔ کیا مجھے اس کے اندر جانا چاہیے؟"

"ہاں۔ اس کے اندر رہو۔ اس کی بہن کو تصویر دینے سے انکار نہ کرنے دو۔ کسی بحث و تکرار کے بغیر اسے تصویر لے آنے دو۔"

وہ جولی کے پاس چلا گیا۔ پورس انتظار کرنے لگا۔ فابیر کی تصویر حاصل کرنے کے بعد وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے پاس بلانا چاہتا تھا۔ وہ اس کے پاس آکر تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر فابیر کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا اور معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کس علاقے میں بھٹک رہا ہے پھر وہ پورس کو اس کے پاس پہنچا سکتا تھا۔

○☆○

وہ تین برس کا تھا لیکن جسیم اور قد آور ہونے کے باعث پانچ برس کا دکھائی دیتا تھا۔ اگر وہ فٹ پاتھ پر پیدل چلتا رہتا تو زیادہ دور نہیں جا سکتا تھا۔ پورس، جولی اور بنجامن اسے دور تک تلاش کرتے ہوئے اس تک پہنچ جاتے لیکن وہ ایک گلی سے دوسری گلی پھر دوسری گلی سے ایک دوسری شاہراہ کے فٹ پاتھ پر پہنچ گیا تھا۔

وہاں ایک سیاہ رنگ کی وین کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی چھت پر سامان رکھنے کا کیریئر بنا ہوا تھا۔ پیچھے ایک چھوٹی سی سیڑھی تھی۔ جس کے ذریعے چھت پر پہنچا جاتا تھا۔ وہ سیڑھی پر چڑھتا ہوا چھت کے کیریئر میں آکر بیٹھ گیا۔

کتنی ہی گاڑیاں اس وین کے قریب سے گزر رہی تھیں۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ چار افراد پلاسٹک کے بڑے بڑے تھیلے اٹھا کر لا رہے تھے اور اس وین کے اندر رکھتے جا رہے تھے۔ فابیر چھت پر لیٹا کسی کو نظر نہیں آرہا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ ایسا کیوں کر رہا تھا کیوں بنجامن کو چھوڑ کر چلا آیا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ آگے اسے کہاں جانا ہے۔

بس اس کے دماغ میں آپ ہی آپ یہ بات آئی تھی کہ کار کا دروازہ کھول کر باہر جانا ہے اور چلتے ہی رہنا ہے۔ وہ جو رومیو (پورس) نام کا شخص جولی آنٹی کے ساتھ آیا تھا۔ وہ بہت اچھا ہے۔ وہ مجھے اپنا بیٹا کہہ رہا تھا۔ میرا دل اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ میں اس کی طرف جا رہا ہوں۔ جب تک وہ نہیں ملے گا۔ میں اس کی طرف چلتا ہی رہوں گا۔ بعض اوقات وہ بے اختیار ایسی حرکتیں کرتا تھا کہ لیزا اور بنجامن پریشان ہو جاتے تھے پھر حیران بھی ہوتے تھے۔ وہ ایک بار آؤٹنگ کے لیے ساحل سمندر پر ایسی جگہ گئے تھے۔ جہاں اونچی نیچی ناہموار چٹانیں تھیں۔ فابیر نے ایک جگہ پہنچ کر لیزا سے کہا "ممی! یہاں رک جائیں میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ آگے بڑھا اور سر اٹھا کر ایک چٹان کی بلندی کو دیکھنے لگا۔ بنجامن نے پوچھا "وہاں کیا دیکھ رہے ہو؟"

اس نے کہا "ڈیڈی! وہاں کچھ ہے میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں۔"

وہ دوڑتا ہوا اس چٹان پر چڑھنے لگا۔ لیزا نے پریشان ہو کر کہا "اس چٹان پر کیوں چڑھ رہے ہو! گر پڑو گے واپس آؤ۔ یہ تمہیں کیا ہو جاتا ہے؟ تم ایسی حرکتیں کیوں کرتے ہو؟"

وہ ایسی مہارت سے اوپر کی طرف چڑھتا جا رہا تھا۔ جیسے ماں کے پیٹ سے کوہ پیمائی سیکھ کر آیا ہو۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس کی ماں بھی کچھ ایسی ہی عجیب و غریب تھی۔

بلندی کے ایک حصے پر چڑھتے چڑھتے اس کا ایک پاؤں ذرا پھسل گیا۔ لیزا نے سہم کر اپنے بیٹے نابیر کو سینے سے لگا لیا۔ یہ تو مذہبی پیشوا نے بتا ہی دیا تھا کہ فابیر اپنا بیٹا نہیں ہے اپنا بیٹا صرف نابیر تھا۔

فابیر پاؤں پھسلنے سے پہلے ہی چٹان کے ایک حصے کو پکڑ کر سنبھل گیا تھا۔ لیزا اور بنجامن نے اطمینان کی سانس لی۔ وہ اپنا نہیں تھا لیکن اپنوں سے بڑھ کر تھا۔ ان کے لیے خوش نصیبی، کامرانی اور کامیابی لے کر آیا تھا۔ بنجامن نے چیخ کر اسے مخاطب کیا "فابیر! کیوں اپنی جان کے دشمن بن رہے ہو۔ نیچے آجاؤ؟"

وہ بہت اوپر پہنچ گیا تھا۔ اس چٹان کے پیچھے ایک اور چٹان تھی وہ اس کے پیچھے جا کر گم ہو گیا۔ وہ دونوں سر اٹھا کر تجسس بھری نظروں سے ادھر دیکھ رہے تھے۔ پتا نہیں وہ کہاں گم ہو گیا تھا اس چٹان کے پیچھے کیا کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دکھائی دیا۔ وہ چٹان کے پیچھے سے نکل آیا تھا۔ پلاسٹک کے ایک بہت بڑے تھیلے کو گھسیٹ کر لا رہا تھا پھر اس نے اس تھیلے کو بلندی سے لڑھکا دیا تھا۔ وہ وہاں سے لڑھکتا ہوا۔ چٹان کے نشیب و فراز سے ٹکراتا ہوا نیچے ان کے پاس آگیا۔ ان دونوں نے اسے سیدھا کر کے کھولا۔ وہ مضبوط رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اسے کھول کر دیکھتے ہی دونوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اندر بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ وہ خوشی کے مارے بھول گئے کہ فابیر کس طرح بلندی سے نیچے اتر رہا ہے۔ وہ حیران تھے کہ انتہائی بلندی پر چھپے ہوئے خزانے پر اس کی نظریں کیسے پہنچ گئی تھیں کیا وہ غیب کی باتیں جانتا ہے یا کبھی کبھی قدرتی طور پر اسے آگہی ملتی ہے۔

اس وقت بھی وہ وین کی چھت پر لیٹا ہوا تھا۔ چار افراد وہاں بھی پلاسٹک کے تھیلے اٹھا کر لا رہے تھے۔ وہ تھیلے بھرے ہوئے تھے۔ وہ انہیں وین کے اندر رکھ رہے تھے پھر وہ چاروں اس وین میں بیٹھ گئے۔ وہ گاڑی اسٹارٹ ہو کر وہاں سے جانے لگی۔

وہ چھت پر لیٹا ہوا تھا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے چاروں طرف رات کی تاریکی بھی تھی اور بجلی کی روشنی بھی تھی۔ وہ گزرتے ہوئے مناظر دیکھ رہا تھا لیکن یہ نہیں سمجھ رہا تھا کہ کن علاقوں سے گزر رہا ہے۔ وہ پہلی بار تنہا کسی انجانی منزل کی طرف سفر کر رہا تھا۔

وہ وین کہیں کہیں رکتی رہی۔ اس میں سوار افراد کبھی آپس میں بحث کرتے کبھی فون پر کسی سے کہتے رہے کہ مقررہ راستے پر خطرہ ہے اس لیے وہ راستہ بدل کر آرہے ہیں۔

پھر وہ وین چل پڑتی تھی راستہ بدل جاتا تھا۔ وہ تقریباً تین گھنٹے تک راستے بدل بدل کر وین کو ڈرائیو کرتے رہے۔ آخر وہ ایک اوور ہیڈ برج کے نیچے آکر رک گئے۔ وہاں دور دور تک نیم تاریکی اور گہرا سناٹا تھا۔ سڑک کے دونوں طرف اونچی عمارتیں تھیں۔ ان عمارتوں میں بڑے بڑے دفاتر اور گودام تھے۔ جو اس وقت بند پڑے تھے۔

وہ چاروں وین کے دروازے سے باہر آکر چاروں طرف دیکھنے لگے۔ ایک نے موبائل فون کے ذریعے کسی کو مخاطب کیا "ہیلو مسٹر جے جے! ہم برج کے نیچے آگئے ہیں۔ تم کہاں ہو؟"

جے جے کی آواز سنائی دی "ہم یہیں ہیں۔ کیا تم صرف چار ہو؟"

"ہم پانچ ہیں۔ پانچواں اسٹیئرنگ سیٹ پر ہے۔"

"مال کہاں ہے؟"

"وین کے اندر ہے۔ کیا پوری رقم لائے ہو؟"

"ہاں مگر ہم پہلے مال دیکھیں گے پھر ادائیگی کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ یہاں تمہارے دو آدمی آکر مال چیک کر سکتے ہیں۔"

"تم سب خالی ہاتھ دکھائی دے رہے ہو۔ ہم کیسے یقین کریں کہ نہتے ہو؟"

"یقین نہ کرو۔ ہم نادان نہیں ہیں کہ خالی ہاتھ چلے آتے۔ ہتھیار ہمارے لباس کے اندر ہیں۔ دوستانہ ماحول میں لین دین ہو گا تو یہ لباس کے اندر ہی رہیں گے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر جے جے نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ آرہا ہوں۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ چاروں وین کے دونوں طرف کے دروازوں کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ بہت دھیمی آواز میں ایک دوسرے سے بول رہے تھے۔ ایک نے کہا "جے جے بہت محتاط ہے۔ تم میں سے کوئی جلد بازی نہ کرے۔ جو کرنا ہے، وہ میں کروں گا۔"

دوسرے نے کہا "وہ لوگ آس پاس کی عمارتوں میں چھپے ہوں گے۔ انہوں نے ہمیں نشانے پر رکھا ہو گا۔ مسٹر فوی! تم جے جے کو احمق سمجھ رہے ہو۔"

تیسرے نے کہا "بے شک۔ وہ ترنوالہ نہیں ہے کہ حلق سے اتر جائے۔"

فوی نے کہا "تم سب مجھ پر بھروسا کر کے آئے ہو۔ بھروسا ختم ہو رہا ہے۔ موت نظر آرہی ہے تو واپس چلے جاؤ۔"

وہ سب خاموش ہو گئے۔ کوئی واپس نہیں گیا۔ فوی نے پھر فون پر مخاطب کیا "ہیلو مسٹر جے جے! کیا بات ہے؟ کیا تم مال چیک کرنے نہیں آؤ گے؟"

جے جے نے کہا "میں خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ تم سب اپنے لباس کے اندر سے ہتھیار نکال کر دور پھینک دو۔ اس کے بعد میں آؤں گا۔"

"تم بہت شکی ہو جے جے! ہم دوستانہ ماحول چاہتے ہیں۔ تمہارے اطمینان کے لیے ہم اپنے ہتھیار پھینک دیں گے لیکن تمہیں بھی خالی ہاتھ آنا ہو گا۔ صرف تمہارا باڈی

گارڈ مسلح ہوگا اور کوئی مسلح شخص یہاں نہیں آئے گا۔"

"منظور ہے۔ اپنے ہتھیار پھینکو۔ ہم یہاں سے دیکھ رہے ہیں۔"

فومی نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ ان میں سے ایک نے کہا "تو مسٹر فومی! ہم ہتھیار نہیں پھینکیں گے۔"

دوسرے نے کہا "ہم جان بوجھ کر موت کو دعوت نہیں دیں گے۔"

تیسرے نے کہا "تم سمجھتے کیوں نہیں فومی! یہ ہمارا مال بھی لے جائیں گے۔ رقم بھی نہیں دیں گے اور ہمیں یہیں گولی مار دیں گے۔ جب وہ ہم پر بھروسا نہیں کررہے ہیں تو ہمیں بھی ان پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

فومی نے فون پر کہا "مسٹر جے جے! میرے ساتھیوں کی باتیں سن رہے ہو۔ یہ تم پر تو کیا مجھ پر بھی بھروسا نہیں کررہے ہیں لیکن میں صاف دل کا آدمی ہوں۔ یہ لوگ میرا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ تب بھی میں یہ مال تمہیں دے کر جاؤں گا۔ کیا تم میرے ساتھیوں کو واپس جانے دو گے؟ ان پر گولیاں تو نہیں چلاؤ گے؟"

"مجھے تمہاری صاف دلی متاثر کررہی ہے۔ جو تمہارا ساتھ نہ دے اسے جانے کے لیے کہہ دو۔ وہ سلامتی سے جائیں گے۔"

فومی نے اپنے ساتھیوں سے کہا "آخری فیصلہ سناؤ۔ میرا ساتھ دو گے یا جاؤ گے؟"

ان تینوں نے چاروں طرف دیکھا پھر وہاں سے پلٹ کر واپسی کے راستے پر جانے لگے۔ ان کے قدموں کی آواز دور دور تک سنائی دیتی رہی پھر وہ تاریکی میں کہیں جاکر گم ہوگئے۔ فومی نے فون پر کہا "اب یہاں میں رہ گیا ہوں اور میرا ڈرائیور اور یہ دیکھو ہم دونوں ہتھیار پھینک رہے ہیں۔"

ان دونوں نے اپنے اپنے لباس کے اندر سے ہتھیار نکال کر دور پھینک دیے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر قریبی عمارت کے ستون کے پیچھے سے ایک گن مین نکل کر ان کی طرف آنے لگا۔ وہ جے جے کا باڈی گارڈ تھا۔ فائبر وین کی چھت پر اوندھا لیٹا ہوا یہ تماشے دیکھ رہا تھا۔

اس باڈی گارڈ نے قریب آکر پہلے فومی کی تلاشی سر سے پاؤں تک لی پھر ڈرائیور کی تلاشی لی۔ وین کے چاروں طرف گھوم کر اس کے اندر دیکھا۔ اس کے بعد فضا میں ہاتھ اٹھا کر لہرایا۔ اس کے ساتھ ہی آس پاس کی عمارتوں کی دیواروں اور ستونوں سے کلاشنکوف اور رائفلوں کی نالیں دکھائی دینے لگیں۔ ان سب کا رخ فومی اور اس کے ڈرائیور کی طرف تھا۔

فومی نے فون پر کہا "مسٹر جے جے! تم نے زبان دی تھی کہ یہاں صرف دو آدمی آئیں گے اور صرف تمہارا باڈی گارڈ مسلح ہوگا۔ میں نے تم پر اعتماد کیا ہے جے جے!"

"تمہارا اعتماد قائم رہے گا۔ میرے یہ تمام مسلح ماتحت تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اسی طرح دور چھپے رہیں گے۔ تمہارے پاس صرف دو آدمی آئیں گے۔ ایک باڈی گارڈ آچکا ہے۔ دوسرا میں آرہا ہوں۔"

ایک موٹا قد آور بھاری بھرکم شخص دکھائی دیا۔ وہ بڑے اطمینان سے چلتا ہوا فومی کے پاس آیا۔ اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے آدمی سے کہو 'مال دکھائے۔'"

فومی نے کہا "اندر چلو۔ مال پچھلی سیٹوں کے درمیان رکھا ہوا ہے۔"

وہ دونوں اندر آئے۔ باڈی گارڈ نے فومی کو نشانے پر رکھا تھا۔ اس نے پلاسٹک کے ایک تھیلے کو کھولتے ہوئے کہا "ان تھیلوں میں جتنے بھی ہتھیار ہیں' خالی ہیں۔ بلٹس کے پیکٹ وہاں الگ رکھے ہوئے ہیں۔"

وہاں تین بڑے تھیلے رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں کھول کر الٹتا گیا۔ ان کے سامنے کلاشنکوف' شاٹ گن' پستول اور ریوالوروں کے ڈھیر لگ گئے۔ وہ سب جدید ساخت کے ہتھیار تھے۔ ابھی مارکیٹ میں اس کوالٹی کا مال نہیں آیا تھا۔

جے جے ایک ایک ہتھیار کو اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ وہ سب خالی تھے۔ اس نے کہا "بے شک' تم نے جیسا کہا تھا۔ ویسا ہی بہترین کوالٹی کا مال لائے ہو لیکن قیمت بہت زیادہ مانگ رہے ہو۔"

"قیمت مناسب ہے۔ تم بیس لاکھ ڈالرز ادا کرنے کا وعدہ کرچکے ہو۔"

"میں کبھی کبھی وعدے اور قسمیں بھول جایا کرتا ہوں۔ مال تو تم لے آئے ہو۔ اب یہ میرے قبضے میں ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں تمہیں بیس لاکھ کیوں خوامخواہ دے دوں؟"

"مسٹر جے جے! کیا تم مذاق کررہے ہو یا سنجیدہ ہو؟"

جے جے نے مسکرا کر باڈی گارڈ کو دیکھا پھر سر ہلایا۔ باڈی گارڈ نے دوسرے ہی لمحے میں ڈرائیور کو گولی ماردی۔ فومی نے ہتھیاروں کے ڈھیر میں سے ایک ریوالور اٹھا کر کہا "جے جے! تم مار کھاگئے۔ تم نے اس ریوالور کو چیک نہیں کیا۔ یہ بھرا ہوا ہے۔"

اس نے ریوالور کی نال کو جے جے کے چہرے سے

لگاتے ہوئے کہا "یقین نہ ہو تو اپنے باڈی گارڈ سے کہو۔ مجھے گولی مارے۔ اس کے ساتھ ہی میں بھی ٹریگر دباؤں گا۔"

باڈی گارڈ اپنے باس کے حکم کا منتظر تھا۔ جے جے نے پریشان ہوکر کہا "نہیں۔ گولی نہ چلانا۔ اپنی گن نیچی کرو۔"

اس نے گن جیسے ہی نیچی کی۔ فومی نے اسے گولی ماردی پھر کہا "ایک مہرہ میرا مارا گیا۔ ایک تمہارا بھی گیا۔ تم نے دیکھ لیا کہ یہ ریوالور موت کی زبان بولتا ہے۔"

وہ سہم کر بولا "میں ابھی بیس لاکھ ڈالرز ادا کروں گا۔"

"اب تو تمہارا باپ بھی ادا کرے گا۔ اپنے ماتحتوں کو فون پر کہو' میرے آدمی واپس آرہے ہیں۔ اگر ایک بھی گولی چلی تو تم چل بسو گے۔ ان میں سے کوئی ایک ماتحت بیس لاکھ ڈالرز لے آئے۔"

وہ اپنے فون کے ذریعے ماتحتوں کو بتانے لگا کہ وہ فومی کے شکنجے میں آگیا ہے اور جو احکامات وہ دے رہا ہے۔ ان پر سختی سے عمل کیا جائے۔ فومی نے فون پر اپنے ساتھیوں کو واپس بلالیا۔ اس کے تینوں ساتھی دوڑتے ہوئے اس کے پاس آگئے۔ فومی نے جے جے سے کہا "میں نے اپنے ساتھیوں کو تمہارے سامنے بزدل اور بے وفا ثابت کرکے تمہیں خوش فہمی میں مبتلا رکھا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس بازی میں میرا ایک ڈرائیور مارا گیا۔ بہرحال بہت کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا ہی پڑتا ہے۔"

وہ بولتے بولتے چونک گیا۔ ان سب نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وین کی چھت پر آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ فائبر چھت سے اتر رہا تھا۔ ایک شخص نے فوراً ہی وین سے باہر اگر اس کی طرف گن کا رخ کیا پھر ایک بچے کو دیکھ کر حیرانی سے بولا "فومی! یہ تو ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔ یہ ہماری گاڑی کی چھت پر کیا کررہا تھا؟"

دوسرے ساتھی بھی وین سے باہر آگئے۔ ایک نے پوچھا "اے! کون ہو تم؟"

فائبر نے سوال کرنے والے کو دیکھا۔ اس سے نظریں ملتے ہی وہ شخص ڈھیلا پڑگیا۔ یوں لگا جیسے جسم میں جان نہیں رہی ہے اور وہ بے اختیار ان آنکھوں کی طرف کھنچا جارہا ہے۔

یہ وہ وقت تھا' جب پورس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا فائبر کی تصویر دیکھ چکا تھا۔ اس تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر فائبر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ وین کی چھت پر لیٹا ہوا تھا۔ برائی سوچ کی لہروں کے باعث بے چینی محسوس کرکے اٹھ بیٹھا تھا پھر چھت سے اتر کر نیچے آگیا تھا۔

باخبری

لاشعور میں دبے ہوئے خوف،
احساسات اور محرکات کو بے نقاب
کرنے والی عجیب و غریب کتاب

قیمت 125 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ پیشگی منی آرڈر ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
[illegible]
فون: 5802251 فیکس: 5802252-5803213

کتابیں کی لیٹیں اور ٹریک شریف دوسرے شہروں میں بھی کسی بھی وقت تبدیل ہوسکتی ہے

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پورس سے کہا "اس بچے کا دماغ کچھ عجیب سا ہے۔ کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ کسی ایک خیال کو پڑھنا محال ہو رہا ہے۔"

پورس کو یاد آیا۔ شیوانی کا دماغ بھی ایسا ہی تھا۔ جب وہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور شیوانی کے دماغ میں جھانکتا کرتا تھا تو اس کے اندر بھی سوچ کی لہریں گڈمڈ ہوتی رہتی تھیں۔

فابر کا دماغ اپنی ماں سے ایک ذرا مختلف تھا۔ جب اسے آگہی ملتی تھی تو وہ غیر معمولی عادتوں و صلاحیتوں کا حامل بن جاتا تھا۔ ورنہ ایک عام سے بچے کی طرح اس کا ذہن کام کرتا تھا۔ جب وہ وین کی چھت سے اتر کر نیچے آیا اور ایک شخص نے اس سے پوچھا "اے! کون ہو تم؟"

اس وقت ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پورس سے کہا "سر! اب اس بچے کی سوچیں گڈمڈ نہیں ہو رہی ہیں۔ میں اس کے ذریعے ایک شخص کی آواز سن چکا ہوں۔"

پورس نے کہا "فوراً اس شخص کے ذریعے معلوم کرو۔ میرا بیٹا کس علاقے میں کن لوگوں کے درمیان ہے؟"

وہ اس شخص کے دماغ میں آگیا۔ وہ شخص فابر سے آنکھیں ملانے کے بعد ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ بے اختیار اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ دھپ سے زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے ساتھی نے پوچھا "تم زمین پر کیوں بیٹھ گئے ہو؟"

پھر اس نے فوی سے کہا "فوی! یہ بچہ کچھ پراسرار سا ہے۔ یہ جواب نہیں دے رہا ہے۔ چپ چاپ جا رہا ہے۔"

فوی نے کہا "اسے جانے نہ دو۔ معلوم کرو۔ یہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔"

وہ فابر کو پکڑ کر واپس وین کے پاس لے آیا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا فوی اور اس کے ساتھیوں کے مختصر خیالات پڑھ کر معلوم کر رہا تھا کہ وہاں کیا کھیل، کھیلا جا رہا ہے۔

جے جے کا ایک ماتحت ایک بریف کیس لے کر آیا۔ فوی کے مطالبے کے مطابق اسی میں بیس لاکھ ڈالرز تھے۔ فوی نے فابر سے پوچھا "فوراً بتاؤ، تم کون ہو؟ اور تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے؟"

فابر نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا "اس کی آنکھیں بڑی خطرناک ہیں۔ اسے میرے سامنے سے لے جا کر گولی مار دو۔"

اس کے ساتھی نے اچانک گھوم کر اپنے دونوں ساتھیوں پر فائر کیے۔ وہ جہنم میں پہنچ گئے۔ فوی نے غصے سے کہا "کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟ تم نے اپنے ساتھیوں کو کیوں ہلاک کیا ہے؟"

وہ بولا "میں مجبور ہوں۔ اس بچے کی آنکھیں کہہ رہی ہیں کہ میں تمہیں بھی گولی مار دوں۔"

اس سے پہلے کہ وہ ٹریگر دبا تا۔ فوی نے اسے گولی مار دی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فوی کے اندر آگیا۔ وہ بولا "جے جے! کبھی کبھی مجھ جیسے بدنصیب جیتی ہوئی بازی ہار جاتے ہیں۔ اس بچے کی آنکھیں کہہ رہیں کہ مجھے خودکشی کرنا چاہیے۔"

اس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگا کر کہا "جے جے! میں اس ریوالور سے تمہیں ہلاک کرنے والا تھا لیکن ابھی جو گولی اس کے اندر سے نکلنے والی ہے۔ اس پر میرا نام لکھا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبا دیا۔ بیٹھے بیٹھے لڑھک کر ہتھیاروں کے ڈھیر پر آگیا۔ ہتھیاروں کی صورت میں موت بیچنے والا خود موت کے منہ میں چلا گیا۔

جے جے حیرانی سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر اپنے ایک ایک دشمن کو مرتے مارتے دیکھ رہا تھا۔ وہ فوراً ہی وین سے باہر آکر فابر کے قدموں میں گر پڑا۔ بلند آواز سے کہنے لگا "تم بچے نہیں ہو۔ تمہارے اندر کسی پہنچے ہوئے بزرگ کی روح سمائی ہوئی ہے۔ تم ہم انسانوں سے افضل اور برتر ہو۔ انسان نہیں، دیوتا ہو۔ کسی دیوتا کی اولاد ہو۔"

اس کے ماتحت دیواروں اور ستونوں کے پیچھے سے نکل کر اس کے قریب آرہے تھے۔ فابر کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ ان سے کہنے لگا "کیا تم لوگ یقین کرو گے۔ اس بچے نے تنہا میرے تمام دشمنوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس نے میری جان بچائی ہے۔ مجھے یہ نئی زندگی دی ہے۔"

ایک نے ہتھیاروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "باس! یہ مال فوراً یہاں سے لے جانا ہوگا۔ پانچ لاشیں پڑی ہیں۔ پولیس اچانک پہنچ سکتی ہے۔"

جے جے نے کہا "یہ مال اپنی گاڑی میں رکھو اور یہ بیس لاکھ روپے میں اس بچے پر نچھاور کر کے تمہیں دے رہا ہوں۔ اسے آپس میں بانٹ لو۔"

وہ فابر کا ہاتھ تھام کر پوچھنے لگا کہ وہ کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ اور وہ کہاں سے آیا ہے؟

ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پورس کے پاس آکر کہا "سر! آپ کا بیٹا چانا ٹاؤن کے قریب کمرشل علاقے میں ہے۔ آپ ادھر چلیں۔ میں گائیڈ کروں گا۔"

اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام عبداللہ تھا۔ پورس نے اسے اپنے پاس بلا کر فابر کی تصویر دکھائی تھی اور وہ

تصویر کی آنکھوں کے ذریعے فابر تک پہنچ گیا تھا۔ وہ فوی اور جے جے کے بارے میں بتا رہا تھا کہ وہ جدید اسلحہ خریدنے اور فروخت کرنے والے بین الاقوامی مجرم ہیں۔ فوی مارا گیا ہے۔ جے جے سمجھ رہا ہے کہ فابر نے اس کے دشمنوں کو ہلاک کر کے اس کی جان بچائی ہے۔ لہٰذا وہ فابر کا عقیدت مند بن کر اسے اپنے ساتھ لے جا رہا ہے۔

پورس نے کہا "میرے بیٹے کو مجرموں کے سائے میں نہیں رہنا چاہیے۔ تم فابر کے دماغ میں مستقل رہو۔"

وہ کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ جولی اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ عبداللہ پچھلی سیٹ پر تھا۔ جولی عقب نما آئینے میں عبداللہ کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک جگہ بیٹھا ہوا آنکھیں بند کر لیتا تھا یا خلا میں تکتا رہتا تھا اور غیب کی باتیں بتاتا جا رہا تھا کہ فابر کہاں ہے اور کن لوگوں میں ہے اور وہاں کیا کر رہا ہے؟

اس نے پورس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "کیا یہ غیب کی باتیں جانتا ہے؟"

"نہیں۔ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلومات حاصل کر رہا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "یہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یہ تو بڑا زبردست علم ہے۔"

پورس نے ایک گیراج کے پاس کار روک دی۔ وہاں عبداللہ اپنی کار رکھا کرتا تھا۔ اس نے کہا "تمہیں ہم سے دور رہنا چاہیے۔"

عبداللہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پورس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولا "سر! آپ کے بیٹے کے دماغ میں پھر گڑبڑ ہو رہی ہے۔ مختلف خیالات اس طرح گڈمڈ ہو رہے ہیں کہ اس کی کوئی ایک سوچ پڑھی نہیں جا رہی ہے۔ پتا نہیں چل رہا ہے کہ اب وہ کیا بول رہا ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

"خدانخواستہ وہ پھر کہیں گم نہ ہو جائے۔ اس کے دماغ میں موجود رہو۔ میں کمرشل ایریا کی طرف جا رہا ہوں۔"

عبداللہ کار سے اتر کر اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا۔ پورس تیزی سے کار ڈرائیو کرتا ہوا اس سمت جانے لگا۔ جدھر عبداللہ نے راہنمائی کی تھی۔ جولی نے پوچھا "تم نے اسے کیوں جانے دیا۔ وہ خیال خوانی کر رہا تھا، بہت اچھا لگ رہا تھا۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے ساتھ زیادہ دیر نہیں رہتے۔ اپنوں سے بھی چھپ کر رہتے ہیں۔ اگر کوئی دشمن ہم

ہپناٹزم کے عملی طریقے

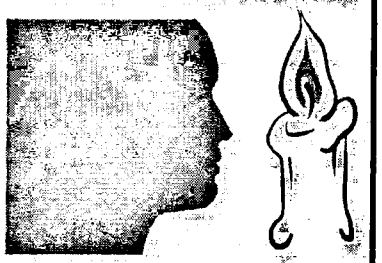

ہپناٹزم کو سیکھنے کے آسان طریقے اور مشقیں

قیمت 30 روپے ڈاک خرچ 23 روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
[illegible]
فون [illegible]

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

پر حملہ کرے گا تو وہ بھی اس حملے کی زد میں آئے گا اور چھپا رہے گا تو محفوظ رہ کر ہمارے دشمنوں سے نمٹتا رہے گا۔"

"عبداللہ کے پاس ایسا علم ہے کہ وہ تمہیں اپنا غلام بنا سکتا ہے لیکن وہ تمہیں سر کہتا ہے۔ تمہارا فرماں بردار ہے۔ تم نے اسے کس طرح اپنا غلام بنایا ہے؟"

"یہ ایک لمبی داستان ہے۔ میں سمندر کے کنارے ٹہل رہا تھا۔ ایک بڑی سی بوتل لہروں میں بہتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں نے اسے اٹھا کر دیکھا۔ اس کے اندر دھواں بھرا ہوا تھا۔ اس دھویں میں ایک جن نظر آرہا تھا۔ مجھ سے گڑگڑا کر کہہ رہا تھا کہ میں بوتل کھول کر اسے آزاد کردوں۔ میں نے بوتل کھولی تو اندر سے دھویں کے ساتھ وہ نکل آیا۔ وہ پہاڑ جیسا قد آور تھا۔ اس نے کہا، آج سے وہ میرے ساتھ رہا کرے گا اور میرے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہے گا۔ میں نے کہا یہ پہاڑ جیسا قد چھوڑ دو۔ میرے جیسا انسان بن جاؤ۔ تب ہی اس دنیا میں میرے ساتھ رہ سکو گے۔ وہ فوراً ہی عبداللہ کے روپ میں آگیا۔"

جولی نے بے یقینی سے پوچھا "کیا یہ عبداللہ حقیقتاً جن ہے! انہیں تم مذاق کررہے ہو۔"

"اس بار عبداللہ آئے گا تو اس سے پوچھ لینا۔ وہ تمہیں اپنی اصلیت بتائے گا۔"

دوسری طرف فائبر اب اس علاقے میں نہیں تھا۔ جے جے اسے ایک دوسرے علاقے میں لے آیا تھا۔ وہاں اس کا ایک خفیہ اڈا تھا۔ جہاں وہ جدید اسلحہ اور گولا بارود کا ذخیرہ رکھتا تھا اور بڑی رازداری سے وہ اسلحہ دہشت گردوں تک پہنچاتا تھا۔ وہ اڈہ اس کا ایک عیش کدہ بھی تھا اس وقت ایک لڑکی کو وہاں لاکر ایک کمرے میں قید کیا گیا تھا۔ جے جے نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ کامیاب ہو کر لوٹے گا تو یہاں آکر شراب و شباب سے دل بہلائے گا۔

جب وہ فائبر کو ساتھ لے کر وہاں پہنچا تو اس کے ماتحت فوجی سے حاصل کیا ہوا اسلحہ گودام میں رکھ رہے تھے۔ ان میں سے کچھ کھانے پینے اور ہنسنے بولنے میں مصروف تھے۔ ایک بند دروازے کے پیچھے سے لڑکی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ زور زور سے دروازہ پیٹ کر باہر آنے کی ضد کررہی تھی۔

فائبر نے اس دروازے کی طرف دیکھا۔ جے جے نے ہنستے ہوئے کہا "میرے ننھے دوست! یہ خوامخواہ چلا رہی ہے۔ میں ابھی کمرے میں جاکر خاموش کردوں گا۔ تم میرے دوسرے کمرے میں جاکر اپنے پسند کے کھانوں کا آرڈر دو۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا پھر تمہیں باہر لے جاکر خوب سیر کراؤں گا۔"

وہ بند دروازے کی طرف جانے لگا۔ فائبر اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا تو لڑکی باہر نکل کر بھاگنا چاہتی تھی۔ جے جے نے اسے دبوچ لیا۔ فائبر نے کہا "اے! اس پر ظلم نہ کرو۔ اسے چھوڑ دو۔"

وہ بولا "میرے ننھے دوست! ایسی بات نہ کہو۔ مجھے ذرا موج مستی کرنے دو۔"

وہ بولا "تم بہت گندے ہو۔ یہ میری آنٹی جولی جیسی ہے۔ آنٹی! تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ خود کو چھڑانے کی کوششیں کرتے ہوئے بولی "تم میرا نام لے رہے ہو پھر میرا نام بھی پوچھ رہے ہو۔ میرا نام بھی جولی ہے مگر تم مجھے اپنی آنٹی جولی سمجھ کر بھی نہیں بچا سکو گے۔ تم تو ایک چھوٹے سے بچے ہو۔"

"میں تمہیں بچاؤں گا ضرور بچاؤں گا۔"

عبداللہ جے جے کے اندر رہ کر خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔ فائبر نے اس دوسری جولی کو بچانے کا عزم کیا تو اس نے جے جے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے فوراً ہی اس لڑکی کو چھوڑ دیا۔ وہ دوڑتی ہوئی فائبر کے پاس آگئی باہر نہیں جاسکتی تھی۔ باہر جانے والے دروازے پر گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ عبداللہ نے جے جے کے دماغ کو ڈھیل دی۔ اس نے تعجب سے سوچا "یہ لڑکی ابھی میرے چنگل میں تھی۔ یہ اس بچے کے پاس کیسے پہنچ گئی؟"

وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ بچہ بہت پراسرار ہے۔ اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ پیار و محبت سے اسے سمجھانا چاہیے۔ وہ خوشامدانہ انداز میں بولا "میرے ننھے دوست! میں پچھلے چھ ماہ سے اس لڑکی کو حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن کبھی مجھے فرصت نہیں ملتی تھی اور کبھی یہ ہاتھ نہیں آتی تھی۔ بڑے انتظار کے بعد آج یہ مجھے مل رہی ہے۔ میں اسے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ صبح دس ہزار ڈالر دے کر اسے رخصت کروں گا یہ خوش ہو جائے گی۔"

وہ بولی "میں ایسی خوشی پر تھوکتی ہوں۔ میں رقم کی خاطر کسی کو اپنی عزت پر ہاتھ ڈالنے نہیں دوں گی۔ پلیز مجھے یہاں سے جانے دو۔"

فائبر نے کہا "یہ جانا چاہتی ہے اسے جانے دو۔"

جے جے نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تم بتانا پسند کرو گے کہ تم کس قسم کا پراسرار علم جانتے ہو؟ یا تمہارے اندر کیسی غیبی طاقت چھپی ہوئی ہے؟"

"میں کوئی پراسرار علم نہیں جانتا۔ میرے اندر کوئی غیبی طاقت نہیں ہے۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ جو سوچتا ہوں جو چاہتا ہوں وہ ہو جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں اپنی جولی آنٹی کو یہاں سے لے جاؤں اور میں لے جاؤں گا۔"

وہ سوچنے لگا "اگر کسی طرح اس بچے کو بے بس اور مجبور بنا دوں تو یہ کچھ نہیں کرسکے گا۔ خوامخواہ رنگ میں بھنگ ڈال رہا ہے۔"

اس نے اپنے ایک ماتحت کو قریب بلا کر اس کے کان میں کہا "اس لڑکے کی آنکھیں خطرناک ہیں۔ یہ آنکھیں ہی گڑبڑ کرتی ہیں تم فوراً ہی ایک بڑا سا تھیلا لے کر اس کے چہرے کو گردن تک چھپا دو پھر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر رکھو۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ جے جے فائبر کو دوست بنا کر رکھنا چاہتا تھا لیکن اس کی کمزوریاں بھی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ آئندہ اس سے کام بھی لے سکے اور وقت ضرورت اپنا بچاؤ بھی کرسکے۔ وہ سوچتے سوچتے ایک دم سے چونک گیا۔ زوردار فائرنگ کی آواز سنائی دی تھی۔ اس کا ماتحت دوسرے کمرے میں تھیلا لینے گیا تھا۔ اس تھیلے میں فائبر کا چہرہ اور آنکھیں چھپانے والا تھا لیکن دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے خود کشی کرلی تھی۔

جے جے نے سہم کر فائبر کو دیکھا۔ اس نے کہا "ہمیں باہر جانے دو۔"

جے جے کو اپنی موت نظر آرہی تھی۔ اس نے ماتحتوں سے کہا "دروازہ کھول دو۔ انہیں جانے دو۔"

ایسا کہتے ہی اس نے ایک گن مین کو اشاروں میں سمجھایا کہ وہ فائبر کو گولی مار دے۔ ماتحتوں نے دروازہ کھول دیا تھا۔ وہ لڑکی کے ساتھ باہر جارہا تھا۔ گن مین نے گن سیدھی کی پھر اچانک ہی اس کا رخ بدل کر اس کا ٹریگر دبا دیا۔ فائرنگ کی زوردار آواز کے ساتھ جے جے کی چیخ بلند ہوئی اس کی ایک ٹانگ میں گولی لگی تھی۔ وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ فائبر نے دروازے سے پلٹ کر جے جے سے کہا "تم بہت خود غرض ہو۔ اپنی خود غرضی سے دوست کو دشمن بنا لیتے ہو۔ خوش نصیبی تمہارے پاس آئی تھی لیکن تم بہت ہی بدنصیب ہو۔"

وہ پلٹ کر اس لڑکی کے ساتھ چلتا ہوا اس خفیہ اڈے سے باہر آگیا۔ اس کے ساتھ ایک فٹ پاتھ پر چلتا ہوا وہاں سے دور جانے لگا۔ لڑکی حیران تھی۔ وہ بولی "تم نے جے جے سے کہا تھا کہ تم جو چاہتے ہو وہ ہو جاتا ہے۔ تم مجھے وہاں سے رہائی دلانا چاہتے تھے۔ تم واقعی رہائی دلا چکے ہو۔ پلیز تم مجھے بتاؤ۔ تم کون ہو اور کہاں رہتے ہو؟"

عبداللہ اس لڑکی کے اندر تھا۔ بار بار فائبر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کررہا تھا۔ اس کے خیالات اس طرح گڈمڈ تھے۔ وہ کسی ایک خیال کو بھی پڑھ نہیں سکتا تھا اس کے اندر رہ کر یہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے اور آئندہ کہاں جانے والا ہے؟ فی الحال وہ لڑکی کے دماغ میں رہ کر فائبر کی نگرانی کرسکتا تھا۔

جب وہ بہت دور چلے گئے تو عبداللہ نے جے جے کے دماغ میں آکر دیکھا۔ وہ اپنے زخم کی مرہم پٹی کروا رہا تھا۔ وہ اس کے دوسرے ماتحت کے دماغ پر قبضہ جما کر اس بڑے کمرے میں اسے لے آیا۔ جہاں اسلحہ اور گولا بارود کا ذخیرہ تھا۔ اس نے وہاں آکر ایک ہینڈ گرینیڈ کو اٹھایا پھر اس کی ننھی سی چابی کو اپنے دانتوں میں دبا کر باہر کھینچ لیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔

پہلے دھماکے کے ساتھ دوسرے، تیسرے زوردار دھماکے ہونے لگے گولا بارود کے ڈھیر کو آگ لگ گئی تھی۔ اس عمارت کے در و دیوار گر رہے تھے۔ شعلے باہر کی طرف لپک رہے تھے۔ آس پاس رہنے والے چیختے چلاتے باہر بھاگ رہے تھے۔ عبداللہ وہاں سے پورس کے پاس آگیا۔

پورس جولی کے ساتھ اس کمرشل ایریا میں پہنچ گیا تھا۔ جہاں قومی اور جے جے کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ عبداللہ نے کہا "سر! جے جے آپ کے بیٹے کو یہاں سے بیس کلومیٹر دور اپنے ایک خفیہ اڈے میں لے گیا تھا۔ میں نے جے جے اور اس کے آدمیوں سمیت اس خفیہ اڈے کو تباہ کردیا ہے۔ فائبر صحیح سلامت ہے۔"

پورس نے پوچھا "فائبر کہاں ہے؟"

اس نے جواب دیا "وہ ایک لڑکی کے ساتھ ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آپ کے صاحب زادے کا دماغ کچھ عجیب و غریب سا ہے۔ کبھی تو کئی خیالات گڈمڈ ہوتے رہتے ہیں اور کبھی ایک ہی سوچ سنائی دیتی ہے۔ جب ایک سوچ کر پڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ تب صاحب زادے کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کررہے ہیں؟ فی الحال ان کے دماغ میں رہ کر کچھ معلوم نہیں کیا جاسکتا۔"

پورس نے پریشان ہو کر کہا "پھر تو وہ کہیں گم ہو جائے گا۔ تم اس لڑکی کے دماغ میں جاؤ اور اس کے ذریعے اس کی نگرانی کرتے رہو پھر یہاں آکر میری بھی راہنمائی کرتے رہو۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس لڑکی کے اندر آیا۔

دھماکے ہونے والے دھماکے کے نتیجے میں دور دور تک بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ دھماکے ایسے دل ہلا دینے والے تھے کہ وہ لڑکی بھی خوف زدہ ہو کر ایک طرف بھاگنے لگی۔ مرد' عورتیں' بچے اور بوڑھے سبھی بدحواس تھے۔ جس کا جدھر منہ اٹھ رہا تھا ادھر دوڑتے جا رہے تھے۔ لڑکی ان سے ٹکرا رہی تھی۔ گر رہی تھی۔ سنبھل رہی تھی اور اندھا دھند بھاگتی جا رہی تھی۔

وہ بہت دور جانے کے بعد ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ وہیں زمین پر پڑی ہوئی بری طرح ہانپنے لگی۔ یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ خطرے سے بہت دور چلی آئی ہے۔ یہ اطمینان ہوتے ہی اسے فابیر کا خیال آیا۔ وہ چونک کر اپنے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ادھر ادھر دوڑتے ہوئے اسے تلاش کرنے لگی۔ اسے آوازیں دینے لگی "میرے دوست! میرے بھائی! تم کہاں ہو؟"

عبداللہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ یہ دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا کہ وہ فابیر سے بچھڑ گئی ہے۔ اسے تلاش کر رہی ہے۔ وہ اسے دور تک دوڑانے لگا۔ اس کی زبان سے پکارنے لگا "فابیر۔ فابیر! کہاں ہو فابیر؟ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ پلیز آجاؤ فابیر۔"

وہ بڑی دیر تک اس لڑکی کے ذریعے اسے ڈھونڈتا رہا۔ کبھی کبھی اس کے دماغ میں بھی جاتا رہا لیکن کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے سوچ کے ذریعے اسے آوازیں بھی دیں "فابیر! میں تمہارے دماغ کے اندر تمہیں پکار رہا ہوں۔ ان مختلف سوچ کی لہروں سے نجات حاصل کرو۔ کسی ایک سوچ پر ٹھہر جاؤ۔ میری باتیں سنو۔ تمہارے والد تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ پلیز جہاں ہو وہاں رک جاؤ۔ ایک بار میری باتیں سن لو۔"

وہ اسے مخاطب کرتے کرتے تھک گیا۔ پریشان ہو گیا پھر پارس کے پاس آ کر بولا "سر! مجھے افسوس ہے۔ آپ کے صاحب زادے پھر گم ہو گئے ہیں۔ میں احتیاطی تدابیر پر عمل کرتا رہا ہوں۔ کسی نہ کسی کے ذریعے صاحب زادے کی نگرانی کرتا رہا ہوں۔ مگر کیا کروں؟ وہ اپنے دماغ میں میری باتیں نہیں سن رہے ہیں۔ میری سوچ کی لہریں انہیں متاثر نہیں کر رہی ہیں۔ سوسوری سر!"

پورس نے ایک جھٹکے سے گاڑی روک دی۔ اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "کیا مصیبت ہے؟ میرا بیٹا مجھے دوڑا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے' میں اس کا بیٹا ہوں اور وہ میرا باپ ہے۔"

جولی نے ہنستے ہوئے کہا "بیٹے کو اپنا باپ کہہ رہے ہو۔ تھک گئے ہو۔ پریشان ہو گئے ہو۔ واپس چلو۔ یوں بھٹکنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ آدھی رات گزر چکی ہے۔ کیا باقی آدھی رات بھی جاگ کر گزارو گے؟"

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگا۔ آگے کسی ہوٹل میں ہی رات گزارنی تھی۔

○☆○

میری پریشانیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ پہلے کبریا گم ہوا تھا پھر وہ مل گیا۔ اس کے بعد سونیا کہیں گم ہو گئی۔ ہم باپ' بیٹے اور بیٹی سب ہی اسے تلاش کر رہے تھے۔ ایسے وقت اطلاع ملی کہ پورس کا گمشدہ بیٹا مل گیا تھا۔ ملنے کے بعد پھر بچھڑ گیا ہے۔ اب اس کے لیے بھی دل تڑپ رہا تھا کہ میرا وہ پوتا نہ جانے کہاں بھٹک رہا ہو گا اور کس حال میں ہو گا؟

میں نے پورس سے رابطہ کیا۔ اس نے فابیر سے ملنے اور بچھڑنے کی تمام روداد سنائی۔ میں نے کہا "ہم سب اسے تلاش کریں گے۔ انشاء اللہ وہ ہمیں ضرور ملے گا۔"

اس نے کہا "پاپا! یہ فابیر عجیب سا نام ہے۔ اسے تبدیل کرنا چاہیے۔"

"بے شک۔ یہ یہودیوں کا دیا ہوا نام ہے۔ اسے عدنان کے نام سے پکارو۔ عدنان علی تیمور۔"

"آپ کو مما کی باتیں یاد ہیں۔ جب شیوانی اسے جنم دینے والی تھی۔ تب مما نے کہا تھا کہ وہ اپنے پوتے کو عدنان کے نام سے پکاریں گی۔ یہ نام مجھے بھی پسند ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے' تمہاری مما اب نیویارک میں نہیں ہیں۔ بھٹکتی ہوئی کسی دوسرے شہر کی طرف چلی گئی ہیں۔ اس الجھی ہوئی ڈور کا کوئی ایسا سرا نہیں مل رہا ہے' جسے تھام کر میں اس کے پاس کہیں پہنچ سکوں۔"

"مما اتنی خوبیوں اور صلاحیتوں کی حامل ہیں کہ بدنام زمانہ مجرم ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے انہیں قیدی بنا کر رکھ سکتے ہیں۔ آپ بڑے بڑے مجرموں کے خیالات پڑھیں۔ شاید ان کے ذریعے آپ مما تک پہنچ سکیں۔"

"میں یہی کرنے والا ہوں۔ تم میرے پوتے کو تلاش کرو۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں' اعلیٰ بی بی' فرہان اور کبریا انڈیا کے مختلف شہروں میں تھے۔ ایک دوسرے سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھتے تھے اور دن رات سونیا کی تلاش میں مصروف رہتے تھے۔

کتابیات پبلی کیشنز

اعلیٰ بی بی اور فرہان نے یہ طے کیا تھا کہ دنیا میں جتنے مشہور و معروف جادوگر ہیں' ان کے نام اور پتے معلوم کرتے رہیں گے۔ اگر ان کے دماغوں میں نہ پہنچ پائے تو ان کے آلہ کاروں کے ذریعے انہیں ٹریپ کریں گے۔ میں اور کبریا بھی کالے جادو کی دلدل میں دھنسنے کے بعد نکل آئے تھے۔ سونیا کے ساتھ بھی ایسا کچھ ہو سکتا تھا۔

کبریا اور الپا نے طے کیا تھا کہ وہ دنیا کے تمام مشہور و معروف بینا ٹائز کرنے والوں کے نام اور پتے معلوم کریں گے۔ تنویمی عمل کے سلسلے میں غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے اکثر عامل جرائم کے ذریعے دولت کماتے ہیں۔ ایسے عامل بھی سونیا کو ٹریپ کر سکتے تھے۔

میں نے سوچا' جب سونیا میری تلاش میں شمالی امریکا پہنچی تو اس سے پہلے دشمنی کرنے والا ڈاکٹر بوکا بوکا تھا۔ وہ انسانی آنکھیں' دل اور گردے غیر قانونی اور غیر انسانی طریقوں سے حاصل کرتا تھا اور ضرورت مندوں کو منہ مانگی قیمت پر فروخت کرتا تھا۔ امریکا کے شمال سے لے کر جنوب تک اس کا یہ کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ سونیا نے اس کے دو خفیہ آپریشن تھیٹرز تباہ کیے تھے۔ اسے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا تھا۔

میں نے ڈاکٹر بوکا بوکا کے چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ سونیا سے بری طرح خوف زدہ تھا۔ اس سے معافیاں مانگ چکا تھا اور یہ قسم کھائی تھی کہ کبھی اس سے دشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کرے گا۔

غیر قانونی طور پر انسانی اعضا کو فروخت کرنے کا دھندا ایسا تھا کہ عالمی سطح کے بدنام ترین مجرموں سے اس کی دوستی رہتی تھی۔ میں اس کے ذریعے غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے مجرموں تک پہنچ سکتا تھا۔

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا تھا لیکن اس وقت اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ ایک جگہ سوکھی گھاس کے بستر پر بڑا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ میں نے پوچھا "ہیلو ڈاکٹر بوکا بوکا! یہ تم کہاں پڑے ہوئے ہو؟"

وہ چونک کر بیٹھتے ہوئے بولا "آپ۔؟ میں آپ کے لہجے سے پہچان رہا ہوں۔ آپ فرہاد علی تیمور ہیں۔"

"ہاں۔ میں فرہاد ہوں۔ تم اپنا دکھڑا سناؤ۔"

"آہ! کیا سناؤں! چند منظم مجرموں نے مجھے اغوا کیا ہے۔ انہوں نے دھمکی دی ہے کہ میرے بیٹے یا بیوی نے تاوان کی رقم ادا نہ کی تو پہلے وہ میرا ایک گردہ نکالیں گے۔ اس کے بعد بھی رقم نہ ملی تو میری آنکھیں نکالی جائیں گی۔ آخر میں دل نکالا جائے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "اسے مکافات عمل کہتے ہیں۔ تمہارے کارندے معصوم اور بے گناہ لوگوں کو ٹریپ کر کے ان کی آنکھیں' دل اور گردے نکال کر فروخت کرتے ہیں۔ اب تمہارے ساتھ یہی ہونے والا ہے۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "فرہاد صاحب! آپ کو خدا نے میرے پاس بھیجا ہے۔ فار گاڈ سیک مجھے ان ظالموں سے نجات دلائیں۔"

"اتنی جلدی کیوں گھبرا گئے۔ ذرا یہ تجربہ بھی کرو کہ اپنے جسم کے اہم عضو سے محروم ہونے کے بعد بے چارے بے گناہ افراد پر کیا گزرتی رہی ہو گی۔ تم بہت بڑے قسائی تھے۔ کوئی تم سے بھی بڑا قسائی ٹکرا گیا ہے۔"

"آپ ساری زندگی میرا مذاق اڑاتے رہیں۔ مجھے جوتے مارتے رہیں لیکن ابھی میرے کام آجائیں۔ میں آپ کو میڈم سونیا کی قسم دیتا ہوں۔ مجھے یہاں سے رہائی دلائیں۔"

"تمہیں پتا ہے' سونیا کو اغوا کیا گیا تھا۔ اب وہ اغوا کرنے والے کی قید میں بھی نہیں ہے۔ پتا نہیں کہاں چلی گئی ہے۔ اس کی سوچ' اس کا لہجہ بدل گیا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ میں یہ سوچ کر آیا ہوں کہ شاید تمہارے ذریعے اس کا کوئی سراغ مل سکے گا۔"

وہ جلدی سے بولا "آپ مجھے یہاں سے رہائی دلائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں' ان کا سراغ ضرور لگاؤں گا۔"

"تم اسے کس طرح تلاش کرو گے؟"

"دنیا کے بدترین مجرموں سے میرے تعلقات ہیں۔ میں آپ کو ان کے دماغوں میں پہنچاؤں گا۔ آپ ان کے اندر جا کر بہت سی اہم معلومات حاصل کر سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے کام آؤں گا۔ تم خاموش رہو۔ میں تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کن لوگوں نے اغوا کیا ہے۔ ان کی باتوں سے پتا چلتا تھا وہ کسی منظم گروہ کے افراد ہیں۔ وہ اسے خوب شراب پلا کر مدہوش کرنے کے بعد کسی نامعلوم علاقے میں لے آئے تھے۔ انہوں نے اس کے جوان بیٹے آرنلڈ بوکا سے فون پر رابطہ کیا تھا۔ اس سے کہا تھا کہ وہ ایک کروڑ ڈالرز ادا کر کے اپنے باپ کو حاصل کر سکتا ہے۔ رقم کی عدم ادائیگی کی

کتابیات پبلی کیشنز

صورت میں اسے باپ کی لاش ملے گی۔ اس لاش کی آنکھیں، دل اور گردے نہیں ہوں گے۔

مجھے اس کی زندگی اور موت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ اب تک جیسے گھناؤنے جرم کرتا آیا تھا، اس کی سزا یہی ہوسکتی تھی کہ اس کے جسم کے سب ہی اہم اعضا نکال کر اسے تڑپا تڑپا کر مار ڈالا جائے۔ میں اس کے دماغ سے تمام بدترین مجرموں کے نام پتے اور فون نمبرز معلوم کرسکتا تھا۔ اس کا احسان لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے باوجود میں اسے رہائی دلا کر یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ عملی طور پر سونیا کو تلاش کرنے کے لیے اور کیسے ہتھکنڈے آزما سکتا ہے۔ محض سونیا کی خاطر میں اس کے معاملات سے دلچسپی لینے پر آمادہ ہوگیا۔

نامعلوم افراد نے اسے پچھلی رات اغوا کیا تھا۔ دوسری صبح فون پر اس کے بیٹے آر نلڈ بوکا سے رابطہ کیا تھا۔ آر نلڈ نے کہا تھا۔ تاوان کی رقم بہت زیادہ ہے۔ پہلے رقم کم کی جائے پھر بات آگے بڑھے گی۔"

میں نے کہا "بوکا بوکا! تم دنیا کے دولت مند مجرموں میں سے ایک ہو۔ ایک کروڑ ڈالرز تمہارے لیے اہمیت نہیں رکھتے پھر تمہارا بیٹا سودے بازی کیوں کررہا ہے؟"

"وہ نالائق ہے۔ پتا نہیں کیوں ایسا کررہا ہے۔ آپ اس کے اندر جاکر فوراً معاملات طے کرادیں۔"

میں نے اس کے بیٹے آر نلڈ بوکا کی آواز نہیں سنی تھی۔ اس نے چند ٹیلی فون نمبرز بتائے۔ میں نے ایک نمبر پر رابطہ کیا تو اس کی آواز سنائی دی "ہیلو۔ میں آر نلڈ بوکا بول رہا ہوں۔"

میں نے کہا "تمہارا باپ نامعلوم افراد کی قید میں ہے۔ تم اسے رہائی دلانے میں دیر کیوں کررہے ہو؟"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ اغوا کے معاملے سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"میں تمہارے باپ کا ہمدرد ہوں۔ جلد از جلد اس کی رہائی چاہتا ہوں۔"

"اس کی رہائی چاہتے ہو تو تم ہی تاوان کی رقم ادا کردو۔"

میں نے فون بند کردیا۔ اس کے دماغ میں گھس کر خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ آر نلڈ کی ایک محبوبہ ہے۔ وہ اسے دل و جان سے چاہتا ہے لیکن اس کی ماں اور اس کا باپ ڈاکٹر بوکا بوکا اس لڑکی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ آر نلڈ نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اسے پسند کریں یا نہ کریں، وہ اس سے شادی کرنے والا ہے۔

شادی سے پہلے ہی ڈاکٹر بوکا بوکا نے اس لڑکی کو اغوا کرایا پھر اسے آپریشن تھیٹر پہنچا کر اس کا ایک گردہ نکلوادیا۔ جب وہ گھر واپس آئی تو آر نلڈ کو معلوم ہوا کہ اس کے باپ کے حکم پر اس کی محبوبہ کا ایک گردہ چرا لیا گیا ہے۔ یہ باپ کی طرف سے بیٹے کے لیے ایک چیلنج تھا۔

اس نے بوکا بوکا کے پاس آکر پوچھا "آپ نے ایسی دشمنی کیوں کی؟ آپ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے میں اس کی محبت سے باز آجاؤں گا۔"

"باز نہیں آؤ گے تو پھر اس لڑکی کا دوسرا گردہ بھی نکال لیا جائے گا۔"

اس نے بے بسی سے کہا "ڈیڈ! میں آپ کا ایک ہی بیٹا ہوں۔ پلیز یہ ظلم نہ کریں۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔"

"میں اسی لیے ایسا کررہا ہوں کہ تم میرے اکلوتے بیٹے ہو۔ میرے بعد تم ہی اتنا پھیلا ہوا کاروبار سنبھالو گے اور اس کے لیے لازمی ہے کہ تم میرے احکامات کے پابند رہو۔"

وہ باپ کا کاروبار سنبھال رہا تھا لیکن کاروباری معاملات میں اسے مکمل اختیارات حاصل نہیں تھے۔ وہ ابھی باپ کا محتاج تھا۔ اس نے اپنی محبوبہ کے پاس آکر کہا "میں فی الحال بہت مجبور ہوں۔ ہمیں کچھ عرصے کے لیے ایک دوسرے سے دور رہنا ہوگا۔ میں اپنے باپ کو رفتہ رفتہ راضی کروں گا یا پھر اس کی موت کا انتظار کروں گا۔"

بیٹا اسے رفتہ رفتہ راضی نہ کرسکا۔ اس کی موت کا انتظار کرتا رہا۔ اسے موت بھی نہیں آرہی تھی پھر اچانک تیسری بات ہوگئی۔ نامعلوم افراد نے اسے اغوا کرلیا۔ اس کی رہائی کے لیے تاوان طلب کرنے لگے۔ اس کی ماں نے کہا "فوراً بینک سے رقم نکالو اور وہ جہاں کہتے ہیں، وہاں یہ رقم پہنچادو۔"

اس نے ماں سے کہا "میں جلد بازی میں ایک کروڑ ادا نہیں کروں گا۔ وہ لوگ مجبور ہو کر پچاس لاکھ ڈالرز لے کر ڈیڈی کو رہا کردیں گے۔"

جب دوسری بار فون کے ذریعے مطالبہ کیا گیا تو آر نلڈ نے کہا "تم لوگ میرے باپ کو رہا کرنا چاہتے ہو لیکن میں ایسا نہیں چاہتا میری مرضی کے مطابق رہائی ہوگی تو میں تمہاری مطلوبہ رقم سے بھی زیادہ تمہیں دوں گا۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں۔ میرے باپ کا ایک گردہ نکالو اور اس

کے عوض پچاس لاکھ ڈالرز حاصل کرلو۔ اسے اچھی طرح کھلاتے پلاتے رہو پھر اس کی دونوں آنکھیں نکالو اور مجھ سے ایک کروڑ ڈالرز وصول کرو۔"

"ہم ایک کروڑ چاہتے تھے اور تم ڈیڑھ کروڑ ڈالرز دے رہے ہو۔ ہمیں بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟ تم جیسا چاہو گے ویسا ہی ہوگا لیکن پچاس لاکھ ڈالرز پہلے ادا کرو۔"

"میں ابھی ادا کروں گا۔ جہاں کہو وہاں رقم پہنچادوں گا۔"

میں آر نلڈ بوکا کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس وقت تک وہ اغوا کرنے والوں کو پچاس لاکھ ڈالرز ادا کرچکا تھا۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ دوسری صبح تک ڈاکٹر بوکا بوکا کا ایک گردہ نکال لیا جائے گا۔ میں ڈاکٹر کے دماغ سے ... تمام بدترین مجرموں کے نام پتے اور فون نمبرز معلوم کرکے ایک ڈائری میں نوٹ کرنے لگا۔ اس کی زندگی کا کوئی بھروسا نہیں تھا۔ باپ بیٹے کے درمیان جنگ ہورہی تھی بیٹے کا پلڑا بھاری تھا۔ وہ باپ کو ایک گردے اور دونوں آنکھوں سے محروم کرکے اپنا محکوم بنا کر زندہ رکھنا چاہتا تھا۔

میں چاہتا تو بازی پلٹ سکتا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے بڑی آسانی سے رہائی دلا سکتا تھا لیکن وہ ہمدردی کا مستحق نہیں تھا۔ اس نے صرف اپنے بیٹے کی محبوبہ پر ظلم نہیں کیا تھا اور پتا نہیں کتنے مردوں اور عورتوں پر تشدد کراتا رہا تھا۔ ان کے اہم اعضا سے انہیں محروم کرتا رہا تھا۔

جب اسے آپریشن تھیٹر میں لے جایا جارہا تھا تو میں اس کے ذریعے ڈاکٹرز اور دوسرے افراد کی باتیں سن رہا تھا۔ مجھے ان اہم افراد تک پہنچنا تھا جنہوں نے اسے اغوا کیا تھا۔ وہ یقیناً خطرناک مجرموں کا گروہ تھا۔ میں ان کے ذریعے بھی سونیا تک پہنچ سکتا تھا لیکن وہاں آپریشن تھیٹر میں اس گروہ کا کوئی اہم فرد نہیں تھا۔

دوسری صبح اس گروہ کے ایک فرد نے آر نلڈ سے رابطہ کیا۔ میں اس کے اندر موجود تھا اور اس اجنبی کی آواز سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا مسٹر آر نلڈ بوکا! تمہارا پہلا کام ہوچکا ہے۔ تمہارا باپ ایک گردے سے محروم ہوچکا ہے۔ ہم اسے خوب کھلاتے پلاتے رہیں گے اس کی صحت کا خیال رکھیں گے جب وہ آپریشن کے قابل ہوگا تو اس کی دونوں آنکھیں نکال لی جائیں گی۔"

میں اس اجنبی کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا اس کا تعلق ایک بین الاقوامی خفیہ تنظیم سے ہے۔ اس تنظیم کا نام تھا۔ دی ٹیرر سپلائرز۔ دنیا میں جتنی دہشت گرد تنظیمیں ہیں۔ انہیں ہمیشہ جدید ہتھیاروں کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ دی ٹیرر سپلائرز دنیا کے تمام دہشت گردوں کو مناسب قیمت پر جدید اسلحہ سپلائی کرتے رہتے ہیں۔

اس خفیہ تنظیم کو اسلحے کی بلیک مارکیٹ سے آئے دن ہتھیار خریدنے پڑتے ہیں انہیں اتنے ہتھیار خریدنے کے لیے کروڑوں ڈالرز کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اتنی بڑی بڑی رقومات حاصل کرنے کے لیے یہ تنظیم طرح طرح کی وارداتیں کرتی رہتی ہے۔ ان میں اغوا کی وارداتیں ایسی ہے جس کے ذریعے بڑی بڑی رقمیں حاصل ہوجاتی ہیں۔ ان کا طریقہ کار یہی ہوتا ہے کہ یہ دنیا کے بے انتہا دولت مندوں کو اغوا کرتے ہیں پھر بھاری تاوان حاصل کرنے کے بعد انہیں رہا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر بوکا بوکا بھی بے انتہا دولت مند تھا۔ اسی لیے اسے اغوا کیا گیا تھا۔

دی ٹیرر سپلائرز کے تین بڑے سربراہ تھے۔ ایک سربراہ کا نام سینڈی گرے تھا۔ وہ امریکا کے کسی شہر میں تھا۔ میں جس کے دماغ سے یہ معلومات حاصل کررہا تھا۔ وہ سینڈی گرے کا خاص کارندہ تھا۔

دوسرے سربراہ کا تعلق یورپ سے تھا۔ اس کا نام جیک کیلر تھا۔ وہ یورپ کی انڈر گراؤنڈ مارکیٹ سے جدید خطرناک ہتھیار خرید کر مختلف ممالک کی دہشت گرد تنظیموں کو منہ مانگی قیمت پر سپلائی کرتا تھا۔

تیسرے سربراہ کا نام مہادیاہی تھا۔ وہ دنیا کے تمام ممالک کے دہشت گردوں تک ہتھیار پہنچایا کرتا تھا۔ اسلحہ فروخت کرنے کا یہ دھندا پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا۔ وہ تینوں سربراہ ہر روز لاکھوں ڈالرز کا منافع حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اپنے معاملات میں بہت مضبوط تھے۔ بڑے وسیع ذرائع کے مالک تھے۔ ہر ملک میں اپنی ذاتی فوج رکھتے تھے۔ میرے آلہ کار کے خیالات نے بتایا کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ اس لیے کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آتے۔ وہ دور ہی سے دشمنوں کو پہچان لیتے ہیں۔ آنے والی مصیبتوں سے پہلے ہی نجات حاصل کرلیتے ہیں۔

یہ حیرانی اور تشویش کی بات تھی کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ میں نے اس کے اندر سوال پیدا کیا۔ وہ تینوں کیسی کیسی صلاحیتوں سے کام لیتے ہیں؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا "وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ میں ان سے ہزاروں کلومیٹر دور رہتا ہوں۔ تب بھی انہیں پتا چل جاتا ہے کہ میں کیا کررہا ہوں، کن لوگوں سے مل رہا ہوں، اور کس طرح ان سے معاملات طے کررہا

ہوں؟"

میں نے اس کے اندر خیال پیدا کیا "پھر تو یہ ٹیلی پیتھی کا علم ہے۔ وہ دماغ کے اندر آکر تمام ڈھکے چھپے خیالات پڑھ لیتے ہوں گے۔"

اس نے سوچا "ہاں شاید یہی بات ہے۔ ویسے میں ٹیلی پیتھی کو ایک خیالی علم سمجھتا ہوں۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے پر اسرار علم کے ذریعے خفیہ باتیں معلوم کر لیتے ہوں۔"

میں سوچنے لگا۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو پھر وہ کون ہیں۔ کیا ٹیلی پیتھی جاننے والے آٹھ امریکیوں میں سے ہیں؟ ان آٹھوں میں سے فری مین' ڈبلیو رائٹ اور بولی برٹن ختم ہو چکے تھے۔ اب پانچ رہ گئے تھے۔ وہ دنیا کے مختلف حصوں میں چلے گئے تھے۔ ان میں سے تین ایسے ہوں گے' جو متحد ہو کر دی ٹیرر سپلائرز کے نام سے ساری دنیا کے دہشت گردوں کو ہتھیار سپلائی کر رہے ہوں گے۔

زاؤ کوم کوبرا کی طرف بھی دھیان گیا۔ وہ ایک طویل عرصے سے خاموش تھا۔ کسی طرح کی سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کر رہا تھا۔ ہو سکتا ہے' وہ نام اور حلیہ بدل کر دی ٹیرر سپلائرز تنظیم کا ایک سربراہ بن گیا ہو۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو مجھے اس کا دماغ نہیں ملا۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی تھیں یا تو وہ مر چکا تھا یا پھر اپنی آواز اور لہجے کو تبدیل کر چکا تھا۔ اس کی بیوی کا نام ایجی تھا۔ اس سے حقیقت معلوم کی جا سکتی تھی میں نے الپا کو بلایا۔ وہ بولی "یس پاپا؟"

میں نے پوچھا "تم کوبرا کی وائف ایجی کے اندر جاتی ہو؟"

"یس پاپا! کیا ایجی سے کوئی کام ہے؟"

"ہاں۔ کوبرا کی سوچ کی لہریں نہیں مل رہی ہیں۔ معلوم کرو' وہ زندہ ہے' یا مر چکا ہے؟"

الپا نے ایجی کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا' وہ ایک بیٹے کی ماں بن گئی ہے۔ کوبرا بہت خوش ہے۔ وہ ایجی کو بہت چاہتا تھا۔ اس نے کوبرا کو بیٹے کی قسم دی تھی اور کہا تھا۔ وہ آئندہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کبھی دشمنی نہیں کرے گا۔

وہ دیکھتی آ رہی تھی کہ میں اپنے تمام دشمنوں کو نیست و نابود کرتا جا رہا ہوں۔ انہیں راسپوٹین کی موت کی بھی خبر مل چکی تھی۔ وہ سہمی ہوئی رہتی تھی کہ کسی دن کوبرا بھی مارا جائے گا۔

کوبرا نے ایجی کے سامنے بیٹے کی قسم کھائی اور وعدہ کیا تھا کہ آئندہ ایسی خیال خوانی نہیں کرے گا جس کے نتیجے میں مجھ سے یا کسی سے بھی دشمنی پیدا ہو۔ اس نے پھر سے یوگا کی مشقیں شروع کی تھیں اور ان مشقوں کے دوران میں اپنی آواز اور لہجہ تبدیل کرتا رہا تھا۔ وہ ایجی سے دور رہا کرتا تھا۔ کبھی کبھی اچانک ہی چھپ کر اس سے ملنے آتا تھا۔ اسے یہ سمجھایا تھا کہ وہ دشمنوں سے محفوظ رہنے اور آئندہ خیال خوانی نہ کرنے کے لیے اپنی آواز اور لہجہ بدل چکا ہے۔

چور چوری سے جاتا ہے' ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ وہ محبت کرنے والی بیوی کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس کی لاعلمی میں کچھ نہ کچھ کر رہا ہوگا۔ اس نے بڑی رازداری سے کچھ کرنے کے لیے ہی آواز اور لہجے کو تبدیل کیا تھا اور یہ سوچا جا سکتا تھا کہ وہ دی ٹیرر سپلائرز تنظیم کا ایک سربراہ ہے۔

وہ تینوں سربراہ یوگا میں مہارت رکھتے ہوں گے۔ اپنے خاص کارندوں سے بھی چھپ کر رہتے ہوں گے۔ فی الحال میں ان کے کسی خاص آدمی کو آلہ کار بنا کر انہیں ٹریپ نہیں کر سکتا تھا۔ کبھی ڈاکٹر بوکا بوکا اور کبھی آر نلڈ بوکا کے اندر رہ کر انتظار کرتا رہتا کہ شاید کوئی نیا کارندہ ان سے رابطہ کرے تو مجھے اس کے ذریعے کوئی راستہ مل جائے۔

انہوں نے ڈاکٹر بوکا بوکا کا ایک گردہ نکالنے کے بعد اسے دو ہفتوں تک مہمان بنا کر رکھا تھا۔ اسے خوب کھلاتے پلاتے رہے تھے۔ تاکہ وہ صحت مند رہے اور دوسرے آپریشن کی تکلیف بھی برداشت کر سکے۔ دو ہفتے بعد آر نلڈ نے ان کی مطلوبہ رقم ادا کی۔ انہوں نے اس کی آنکھیں نکال لیں۔ اسے اس کے شہر کے ایک علاقے میں پہنچا دیا۔ فون پر اطلاع دے دی کہ اس اندھے کو اٹھا کر لے جائیں۔

ڈاکٹر بوکا بوکا بڑی تکالیف سے گزرنے کے بعد اپنے بنگلے میں پہنچ گیا۔ اس کی وائف اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ آر نلڈ نے باپ کے تمام کاروبار پر قبضہ جمانے کے بعد کہا "ڈیڈ! اب میں آپ کی جگہ ہوں اور آپ میرے محتاج ہیں۔ کیا آپ میری محبوبہ سے مجھے شادی کرنے سے روک سکتے ہیں؟ کیا اس کا دوسرا گردہ نکلوا سکتے ہیں؟"

اس کی ماں نے کہا "اپنے باپ کو طعنے نہ دو۔ دیکھتے نہیں' ان پر کتنا ظلم ہوا ہے۔"

"یہ دوسروں کے ساتھ جو کرتے آ رہے تھے' وہی ان کے ساتھ ہوا ہے۔ ان کا اندھا ہونا ضروری تھا۔ ان کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے تمام کاروبار میرے ہاتھوں میں آیا

ہے۔"

"یہ اندھے نہ ہوتے' تب بھی کاروبار تمہارے ہاتھوں میں آتا۔"

"تب تو بڑا لمبا انتظار کرنا پڑتا۔ پتا نہیں ڈیڈی کو کب موت آتی۔ میں نے شارٹ کٹ راستہ اختیار کیا ہے۔ شاہی خاندانوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ بوڑھے بادشاہوں سے تخت و تاج حاصل کرنے کے لیے شہزادے بھی ایسے ہی شارٹ کٹ راستے اختیار کرتے تھے۔"

ماں نے پوچھا "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے باپ کو اندھا بنایا ہے؟"

"اب یہ بتانے کا وقت گزر چکا ہے۔ جو ہونا تھا' وہ ہو چکا ہے۔ اب تم دونوں وہ مجبور ساس سسر ہو' جو اپنی بہو کے زیر اثر رہا کریں گے۔"

ڈاکٹر بوکا بوکا نے فرعون بن کر بیٹے پر حکمرانی کی تھی۔ اب بیٹے کا حکوم ہو گیا تھا۔ اب ان کے معاملات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ میں ان باپ بیٹے کے ذریعے دی ٹیرر سپلائرز تنظیم کے خطرناک سربراہوں کے بارے میں جان چکا تھا کہ وہ تینوں چھپے رستم ہیں۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں لیکن کسی پر ظاہر نہیں ہو رہے ہیں۔

میری توجہ اب ان تینوں کی طرف تھی۔ ڈاکٹر بوکا بوکا میرے لیے کسی کام کا نہیں رہا تھا۔ لہٰذا میں نے اس کے حال پر اسے چھوڑ دیا۔ تقدیر کے تماشوں کو سمجھنا ممکن نہیں ہوتا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ ڈاکٹر بوکا بوکا کو نظر انداز کروں گا تو سونیا کے قریب پہنچتے پہنچتے دور ہو جاؤں گا۔

سمندر کے ساحل پر ایک چھوٹا سا خوب صورت بنگلا تھا۔ آر نلڈ نے اپنے ماں باپ کو وہاں پہنچا دیا تھا۔ تاکہ وہ اپنا بڑھاپا وہیں گزارتے رہیں۔ وہاں ساحل پر شام تک اچھی چہل پہل رہتی تھی پھر رات کو خاموشی اور ویرانی رہتی تھی۔ ساحل شہر سے بہت دور تھا۔ وہاں کوئی بیس بائیس بنگلے دور دور بنے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر بوکا بوکا کی بیوی اس ویرانے میں ایک رات رہ کر گھبرا گئی۔ اندھے شوہر کو چھوڑ کر بیٹے کے پاس شہر میں آ گئی۔ وہ اندھا وہاں تنہا رہ گیا۔

اسے بھوک لگتی' یا بیمار ہوتا' میلے کپڑے دھلوانے یا نئے سلوانے ہوتے تو وہ فون کے ذریعے ریسٹورنٹ' اسپتال' لانڈری یا ٹیلرنگ شاپ والوں سے رابطہ کر کے اپنی ضروریات پوری کرتا تھا۔ ایک رات کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی "میں ایک مسافر ہوں۔ مجھے رات گزارنے دو۔ صبح چلا جاؤں گا۔"

اس نے کہا "سوری' میں اندھا ہوں۔ کسی پر بھروسا نہیں کر سکتا۔ شام ہوتے ہی دروازوں اور کھڑکیوں کو اندر سے بند کر لیتا ہوں۔ تم کسی دوسرے بنگلے میں چلے جاؤ۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی پھر کچھ ہلکی ہلکی سی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس نے پوچھا "کیا تم ابھی تک یہیں ہو؟ چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ ایک تار سے دروازہ کھول رہا تھا۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ سہم کر یوں دیدے پھاڑنے لگا جیسے دیکھنے کی نہ سہی سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ آنے والے شخص کے ساتھ سونیا کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بولی "جیری! تم نیویارک سے یہاں تک جھوٹ بولتے آ رہے ہو۔ تم نے کہا تھا' یہاں تمہارا ایک بنگلا ہے' میں اس بنگلے میں آرام سے رہوں گی۔"

جیری نے کہا "تم دیکھ رہی ہو کہ یہاں سے پچاس گز کے فاصلے پر جو بنگلا ہے' وہاں میرے ساتھیوں نے گاڑی روکی ہے۔ وہی ہمارا بنگلا ہے لیکن ہم اپنا مال یہاں چھپائیں گے۔"

جیری اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ایک بڑی سی وین ڈرائیو کرتا ہوا نیویارک سے میامی کی طرف آ رہا تھا۔ وین کے پچھلے حصے میں جدید ترین اسلحے کا ذخیرہ تھا۔ اس کے باس سینڈی گرے نے فون کے ذریعے کہا تھا کہ وہاں ساحل پر ان کے ساحلی بنگلے کے قریب والے بنگلے میں ڈاکٹر بوکا بوکا رہتا ہے۔ وہ اندھا ہو چکا ہے۔ اگر اس کے بنگلے میں ہتھیاروں کو چھپا کر رکھا جائے گا تو وہاں کی پیٹرولنگ پولیس کو شبہ نہیں ہوگا۔

ایک تو ڈاکٹر بوکا بوکا پورے امریکا میں ایک معزز ڈاکٹر کی حیثیت سے مشہور تھا۔ اعلیٰ سرکاری عہدے داروں تک اس کی رسائی تھی پھر وہ اندھا ہو چکا تھا۔ اس لیے قانون کے محافظ اس پر شبہ نہیں کر سکتے تھے۔

جیری وین ڈرائیو کرتا ہوا آ رہا تھا' ایسے وقت ہائی وے پر سونیا مل گئی۔ وہ کسی گاڑی والے سے لفٹ لیے کھڑی ہوئی تھی۔ جیری نے اسے لفٹ دی۔ اپنے ساتھیوں کو پیچھے بیٹھنے کو کہا اور سونیا کو اپنے ساتھ اگلی سیٹ پر بٹھا لیا۔ وہ جینز اور شرٹ پہنے ہوئے تھی۔ بدن کی خوب صورتی بتا رہی تھی کہ جمناسٹک کی مشقیں کرتی رہتی ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ وہ دو جوان بچوں کی ماں ہے۔ پچیس یا تیس برس کی بھرپور جوان عورت دکھائی دیتی تھیں۔ یوگا کی مشقیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ ایک طویل عمر تک جوان رکھتی ہیں۔

جیری تو اسے دیکھتے ہی اس پر مرمٹا تھا۔ اس نے گاڑی [illegible] بڑھا کر ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا "تم کہاں جانا چاہتی [illegible]؟"

وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولی "جہاں یہ راستہ [illegible] ہے' وہاں جاؤں گی۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "یہ تو مختلف شہروں تک جاتا [illegible] میں میامی جا رہا ہوں۔"

"میں بھی وہیں جاؤں گی۔"

"یعنی تمہاری کوئی منزل نہیں ہے۔ تمہارا نام کیا [illegible]؟"

"تم کسی بھی نام سے پکار سکتے ہو۔"

"تم اپنا نام نہیں بتانا چاہتیں؟"

"میرا کوئی نام ہوگا تو بتاؤں گی۔ تم سے پہلے دو شخص [illegible] لے' وہ بھی پوچھ رہے تھے' میں کون ہوں؟ کہاں رہتی ہوں؟ [illegible] نے بہت سوچنے کی کوشش کیں لیکن مجھے اپنا نام اور پتا [illegible] نہیں آ رہا ہے۔ پہلے میں کہاں زندگی گزارتی رہی۔ میرے [illegible] زدیک قارب کون ہیں' مجھے یاد نہیں آ رہا ہے۔"

"کیا تم دماغی مریضہ ہو یا تمہارا دماغ اس قدر کمزور ہے [illegible] اپنے بارے میں سب کچھ بھول چکی ہو؟"

"میرے ساتھ ایسی ہی کوئی بات ہے۔ میں جب اپنے [illegible] بارے میں بتا نہیں پاتی تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ میں کوئی کال [illegible] گرل ہوں اور اپنی اصلیت چھپا رہی ہوں۔ کیا تم بھی مجھے [illegible] گرل سمجھ رہے ہو؟"

"بالکل نہیں۔ تمہیں کوئی بھی دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ [illegible] نیک لڑکی ہو۔"

"میں یہ بھی نہیں جانتی کہ لڑکی ہوں یا عورت۔ ویسے [illegible] تمہیں سمجھا دیتی ہوں' مجھ پر نیت خراب نہ کرنا۔ ورنہ [illegible] اندر اتنی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی کہ بگڑی ہوئی [illegible] نہ بن جاؤ گے پھر کوئی تمہیں کار آمد نہیں بنا سکے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم بولتی خوب ہو۔ میامی بیچ سے دور [illegible] ساحل پر کئی بنگلے ہیں۔ ان میں سے ایک میرا ہے۔ کیا [illegible] رہنا چاہو گی؟"

"وہاں پہنچتے پہنچتے رات ہو جائے گی۔ صبح تک رہنا ہی [illegible] جب تک کہیں مستقل ٹھکانا نہیں ہوگا۔ بھٹکتی ہی [illegible]۔"

رات کے گیارہ بجے اس ویران ساحل کے ایک بنگلے [illegible] سونیا نے پوچھا "یہ تمہارا بنگلا ہے؟"

"پہلے ہم اس سامنے والے بنگلے میں جائیں گے۔ اپنا مال چھپانے کے لیے وہ بنگلا مناسب رہے گا۔"

اس کے دوسرے ساتھی وین کے پاس کھڑے رہے۔ وہ جیری کے ساتھ اندھے ڈاکٹر کے بنگلے میں آ گئی۔ ڈاکٹر بوکا بوکا بری طرح سہما ہوا تھا۔ جیری نے کہا "تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ ہم تمہارے پڑوسی ہیں۔ دوستی رکھو گے تو زندہ رہو گے ورنہ مارے جاؤ گے۔ ہم جو حکم دیں گے' تمہیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔"

"میں اندھا ہوں' تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"تم اندھے ہو۔ اس لیے اسلحہ فروخت کرنے کا غیر قانونی دھندا نہیں کرتے ہو۔ قانون کے محافظ تم پر شبہ نہیں کریں گے۔ ہم اپنا تمام اسلحہ یہاں چھپا کر رکھیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "ایسا نہ کرو۔ میں نیک نام بھی ہوں اور بدنام بھی ہوں۔ پولیس کے کئی اعلیٰ عہدے دار میرے خفیہ دھندے کو سمجھتے ہیں اور میرے خلاف ٹھوس ثبوت حاصل کرنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ اپنے ہتھیار یہاں لا کر رکھو گے تو انہیں میری گرفتاری کا بہانہ مل جائے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ ہم سامنے والے کاٹیج میں رہ کر تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔ تم پر مصیبت بننے والوں کو یہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے۔"

"پلیز میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ میرے اندھے پن اور میری مجبوریوں سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔"

"زیادہ بکواس نہ کرو۔ ہمارے باس کا ایک پیغام تمہارے لیے ہے۔"

"کون ہے تمہارا باس' کیا پیغام ہے؟"

"باس کے حکم سے کچھ دنوں پہلے تمہیں اغوا کیا گیا تھا۔ پہلے تمہارا ایک گردہ نکالا گیا پھر دونوں آنکھیں نکال لی گئیں۔ اب باس کا پیغام یہ ہے کہ تم نے ہم سے تعاون نہ کیا تو تمہارے سینے سے دل نکال لیا جائے گا۔ جیسے تم دوسروں کو مارتے آئے ہو' کیا ویسے ہی مرنا چاہتے ہو؟"

وہ تھوک نگل کر بولا "نن۔ نہیں۔ تم جیسا چاہو کرو۔ میرے بنگلے کو اسلحے کا گودام بنا لو۔ میں انکار نہیں کروں گا۔"

جیری بنگلے سے باہر آیا۔ سونیا نے کہا "تم تو بڑا خطرناک دھندا کرتے ہو۔ تمہارا باس کون ہے؟"

وہ اپنے بنگلے اور وین کی طرف چلتے ہوئے بولا "ہمارا باس بہت پراسرار ہے۔ قانون کے محافظ بھی اسے صورت شکل سے نہیں پہچانتے۔ ہم نے بھی اسے نہیں دیکھا ہے۔"

وہ وین کے پاس آ گئے۔ اس کے دونوں ساتھی بنگلے کے

اندر جاکر لی رہے تھے۔ وہ انہیں ڈانٹنے کے لیے ادھر گیا۔ سونیا نے پچھلے حصے کی طرف آکر دیکھا۔ جدید ترین ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ ان میں ریموٹ کنٹرولر سے بلاسٹ ہونے والے کئی طاقت ور بم بھی تھے۔ اس نے ایک ریموٹ کنٹرولر کو اٹھا کر ان میں سے ایک بم کو کنٹرولر سے ایڈجسٹ کیا پھر اس بم کو وہیں رکھ کر کنٹرولر کو ہاتھ میں لے کر وہاں سے دوڑتی ہوئی دور جانے لگی۔

جیری اپنے ساتھیوں کو غصے سے کہتا آرہا تھا کہ پہلے انہیں کام کرنا چاہیے پھر شراب کباب کا مزہ لینا چاہیے۔ اس نے چونک کر سونیا کو دیکھا پھر آوازیں دیتا ہوا اس کے پیچھے دوڑنے لگا "اے کہاں بھاگ رہی ہو؟ کیا میرے ساتھ رات نہیں گزارو گی؟ تم اچانک اس طرح کیوں بھاگ رہی ہو؟"

وہ تقریباً سو گز کے فاصلے تک دوڑنے کے بعد رک گئی۔ دور سے ریموٹ کنٹرولر کو دکھاتے ہوئے بولی "میں تمہارے اس کنٹرولر کو آزما رہی ہوں۔ دیکھنا چاہتی ہوں کہ یہاں سے دھماکا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟"

وہ دوڑتا ہوا قریب آگیا پھر ہانپتے ہوئے بولا "تم پاگل ہو۔ جب تک کسی بم کو اس سے ایڈجسٹ نہیں کیا جائے گا ادھر کوئی دھماکا نہیں ہوگا۔" اس کے ہاتھ سے ریموٹ کنٹرولر لے کر بولا "ابھی یہ کام نہیں کرے گا۔"

"اگر یہ کام کے قابل ہو تو اس کا کون سا بٹن دبایا جاتا ہے؟"

ان دونوں کا رخ وین کی طرف تھا۔ جیری نے کہا "اس سرخ بٹن کو دبایا جاتا ہے۔"

سونیا نے معصومیت سے پوچھا "کیا اسے دبانے سے دھماکا نہیں ہوگا؟"

"کبھی نہیں ہوگا۔ یہ دیکھو۔" جیری نے یہ کہہ کر سرخ بٹن کو دبایا۔ یکبارگی وین میں دھماکا ہوا۔ وہ ایسے دھماکے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ایک دم سے اچھل کر ریت پر گر پڑا۔ وین تو دھماکے سے کتنے ہی فٹ اوپر اچھل کر بنگلے کی چھت پر آئی۔ وہ بنگلا بھی آگ کے شعلوں اور دھوئیں کی لپیٹ میں آگیا۔ اس کے ساتھیوں کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔

کئی منٹ تک جیری کے اوسان بحال نہیں ہوئے۔ وہ ریت پر پڑا دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ آگ کے شعلے آسمان کی طرف لپک رہے تھے۔ سونیا نے ننھی بچی کی طرح اچھل اچھل کر تالیاں بجاتے ہوئے کہا "دھماکا ہوگیا۔ ہوگیا۔ تم کہتے تھے یہ ناکارہ ہے۔ تم ہار گئے۔ میں جیت گئی۔ دھماکا ہوگیا۔ ہوگیا۔"

وہ غصے سے چیختا چنگھاڑتا ہوا اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ حملہ کرنے کے انداز میں بڑھتے ہوئے بولا "پاگل لڑکی! تم نے اسی لاکھ ڈالرز کا اسلحہ تباہ کردیا ہے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے حملہ کیا۔ وہ اچھل کر پیچھے جاتے ہوئے بولی "مجھے الزام نہ دو۔ ریموٹ کنٹرولر کا بٹن تم نے دبایا تھا۔"

"تم نے مجھے بٹن دبانے کو کیوں کہا تھا؟"

"میں تمہیں سمندر میں ڈوبنے کو کہوں گی تو کیا ڈوب جاؤ گے؟"

اس نے اس پر چھلانگ لگائی۔ وہ الٹی قلابازی کھا کر دوسری طرف چلی گئی۔ وہ ریت پر اوندھے منہ گر پڑا تھا۔ سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ پیچھے سے آواز آئی "میں یہاں ہوں۔"

وہ آواز کی طرف گھوما تو منہ پر ایک زوردار لات پڑی۔ اس سے پہلے کہ سنبھلتا' دوسری لات بھی پڑی۔ لگاتار زبردست ٹھوکریں تھیں کہ سر چکرانے لگا۔ وہ اٹھنا چاہتا تھا منہ پر ایک ہاتھ ایسے پڑا جیسے ہتھوڑا پڑتا ہے۔ وہ چیختا الٹ کر پھر ریت پر گر پڑا۔ سونیا نے اس کے چاروں طرف گھومتے ہوئے پوچھا "اپنے باس کا نام اور پتا بتاؤ۔"

وہ گالیاں دیتا ہوا بولا "میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں۔"

بات پوری ہونے سے پہلے منہ پر لات پڑی۔ وہ بولا "اب گالی نہ نکالنا۔ ورنہ بولنے کے قابل نہیں رہے گا۔ یہاں زبردست دھماکے ہوئے ہیں۔ پولیس آنے والی ہے۔ چل اٹھ میرے ساتھ چلتا رہ اور بولتا رہ۔"

وہ گرفتاری کے خوف سے اٹھ کر ایک طرف بھاگنے لگا۔ سونیا نے فلائی کرتے ہوئے ایک کک ماری۔ وہ پھر گر پڑا۔ وہ بولی "تیزی سے نہ دوڑو۔ آرام سے چلو۔ اپنے باس کا نام اور پتا بتاؤ۔ تم لوگ کہاں کہاں اسلحے کا ذخیرہ رکھتے ہو؟"

اس نے چلتے چلتے سونیا کو بے خبر سمجھ کر حملہ کیا لیکن کھا گیا۔ وہ متواتر اس کی پٹائی کرتی چلی گئی۔ دن میں تارے دکھائی دیتے ہیں۔ اسے رات میں سورج دکھائی دینے لگا۔ بری طرح لہولہان ہو کر ساحلی سڑک پر آگرا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی پھر بیٹھ گیا۔ اس کے بدن کا جوڑ جوڑ ٹوٹ رہا تھا۔

اس نے کہا "میرے سوالوں کے جواب نہیں دو گے تو پھر کبھی اٹھنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں

دیر تا

کو نہیں جانتا۔ وہ میرے موبائل فون پر مجھے مخاطب کرتا

"فون کے سی ایل آئی پر اس کا نمبر آتا ہوگا۔"

"ہاں آتا ہے لیکن وہ نمبر کسی نہ کسی پی سی او کا ہوتا میں نے دو بار اپنے دماغ کے اندر اس کی آوازیں سنی وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ کبھی کسی خاص موقع پر دماغ پڑھ لیتا ہے۔"

"اس کے خاص کارندوں کے نام اور پتے بتاؤ۔"

اس نے پچھلی جیب سے ایک موبائل فون نکال کر اس طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اس میں تمام اہم افراد کے نام فون نمبر محفوظ ہیں۔ میامی نائٹ کلب کے فورتھ فلور میں کا ایک خاص کارندہ ہے۔ اس کا نام فرینک بلیو ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ کراہتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ سونیا موبائل فون لے کر تمام نام اور نمبر چیک کیے پھر کہا "اچھا تو جاتی ہوں۔ تم فرار ہو جاؤ یا پولیس والوں کے ہتھے لو یہ تمہاری قسمت ہے۔ او کے گڈ نائٹ!"

اس نے گھوم کر اس کے منہ پر کک ماری۔ وہ کراہتا ہوا گرا پڑا۔ وہ دوڑتی ہوئی دور جاتی ہوئی رات کی تاریکی میں گم ہوگئی۔ اس کی کوئی منزل نہیں تھی۔ پتا نہیں' وہ آگے جاکر کیا جھنگلے والی تھی اور بھنکانے والوں کو کس طرح تماشا دکھانے والی تھی۔

○☆○

سینڈی گرے ریوالونگ چیئر پر بیٹھا فون پر باتیں سن رہا تھا اور بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا پھر اس نے غصے سے پوچھا "کیا بکواس کر رہا ہے؟ پانچ برس کے ایک بچے نے یہ تباہی مچائی ہے؟ کیا تمہاری اس بات کا کوئی یقین کرے گا؟"

دوسری طرف سے کچھ کہا گیا۔ سینڈی نے فون بند کردیا۔ وہ بولنے والے کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ درست کہہ رہا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق سینڈی گرے کا ایک ایجنٹ فوی نامی دہشت گرد کو بیس لاکھ ڈالر کے ہتھیار فروخت کرنے گیا تھا۔ سینڈی نے اپنے باس مسٹر جے سے کہا تھا کہ فوی کو ہتھیار فروخت نہ کرنے کا دھوکا دے کر بیس لاکھ ڈالر چھین لو پھر اسے گولی مار دو۔ مسٹر جے نے حکم کے مطابق یہی کیا تھا۔ ایک بار فوی غالب آیا۔ دوسری بار فوی اس پر غالب آگیا پھر پتا نہیں کیا ہوا۔ ننھا سا بچہ کہاں سے آگیا۔ اس کے آتے ہی فوی اور اس کے ساتھی مارے گئے۔ مسٹر جے خوش ہو کر اس بچے کو اپنے ایک خفیہ اڈے میں لے آیا۔ اس اڈے میں کروڑوں ڈالرز کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ وہ بچہ مسٹر جے کی حرکتوں سے ناراض ہوگیا اس اڈے سے چلا گیا۔ کوئی اسے روک نہ سکا۔ اس کے جاتے ہی اس خفیہ اڈے میں زبردست دھماکے ہوئے مسٹر جے کے ساتھ اس کے تمام ماتحت مارے گئے۔ ایک ماتحت کسی طرح بچ گیا تھا۔ وہ اس تباہی کی رپورٹ اپنے باس سینڈی گرے کو سنا رہا تھا۔

یہ رپورٹ پورس کے بیٹے کے بارے میں تھی۔ بیٹے کا نام پہلے فائبر تھا۔ اب اس کا نام عدنان علی تیمور رکھ دیا گیا تھا۔ اس کی وجہ سے دہشت گرد فوی اور اسلحہ کا سپلائر مسٹر جے مارے گئے تھے۔ سینڈی گرے کو کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا تھا۔ یہ تمام واقعات پچھلے باب میں پیش کیے جاچکے ہیں۔

سینڈی گرے یہ رپورٹ سننے کے بعد حیران اور پریشان ہوگیا۔ ریوالونگ چیئر سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ سوچنے لگا "یہ بچہ کون ہے؟ کس کا ہے اچانک کہاں سے آیا تھا اور مجھے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا کر کہاں غائب ہوگیا ہے؟"

ان تمام سوالوں میں سے کسی کا بھی جواب آسانی سے ملنے والا نہیں تھا۔ اس نے اپنے خاص ماتحت سے فون پر کہا "اپنے تمام ماتحتوں کو فوراً حکم دو کہ نیویارک کے ہر ایک چھوٹے بڑے علاقے میں پانچ برس کے ایک ایسے بچے کو تلاش کریں جس کی آنکھوں میں غیر معمولی کشش ہو۔ بچہ ہینڈسم ہے اور خاموش رہنے کا عادی ہے۔"

رپورٹ دینے والے ماتحت نے اس بچے کے بارے میں اتنا ہی بتایا تھا۔ دوسری صبح کے اخبار نے سینڈی کو چونکا دیا۔ کسی بنجامن نامی شخص نے اپنا نام اور فون نمبر لکھا تھا۔ اس بچے کی تصویر شائع کرائی تھی۔ بچے کا نام فائبر لکھا ہوا تھا۔ اس بچے کو تلاش کرکے لانے والے کو ایک لاکھ ڈالر انعام دینے کا وعدہ کیا تھا۔

سینڈی نے پھر اپنے خاص ماتحت سے کہا "اس بچے کی تصویر کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں تیار کرو اور تمام ماتحتوں تک پہنچادو۔ اب اس بچے کو آسانی سے تلاش کیا جاسکے گا۔"

پھر اس نے آرام سے بیٹھ کر اخبار میں شائع ہونے والی تصویر کو غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ ان آنکھوں میں واقعی غیر معمولی کشش تھی۔ وہ ذرا سی کوشش کے بعد اس کے اندر پہنچ گیا لیکن حیرانی سے سوچ کی لہروں کو سننے لگا۔ کتنی ہی سوچ کی لہریں ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ اس کا ذہن کسی ایک سوچ کی لہر پر ٹھہر نہیں پا رہا تھا۔

کتابیات پبلی کیشنز

الفاظ واضح نہیں تھے۔ وہ دماغ نہیں تھا کوئی عجوبہ تھا۔ وہ پریشان ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

اس نے کبھی سوچا تک نہیں تھا کہ انسانی دماغ ایسے جعلی ہوتے ہیں اور اگر نہیں ہوتے تو وہ بچہ انوکھا اور عجوبہ تھا۔ وہ اس کے اندر پہنچ کر نا کام ہو رہا تھا۔ اس لیے بے چینی اور بڑھ گئی۔ یہ تجسس تھا کہ آخر وہ کون ہے اچانک کہاں سے آ ٹپکا ہے؟

بنجامن نے اخبار میں اپنا فون نمبر شائع کرایا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ اس وقت وہ شراب پی رہا تھا۔ سینڈی نے اس کی آواز سن کر فون بند کر دیا۔ اس کے اندر آ کر خیالات پڑھنے لگا۔

اس کے چور خیالات نے بتایا کہ فائبر اس کا اپنا بیٹا نہیں ہے لیکن وہ سگے بیٹے سے زیادہ اسے عزیز رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک غیر معمولی لڑکا ہے۔ جب سے گھر میں آیا ہے' بنجامن دولت مند بنتا جا رہا ہے۔ وہ اس لڑکے کو ہر قیمت پر تلاش کر کے گھر لانا چاہتا ہے۔

سینڈی گرے کو معلوم ہوا کہ وہ لڑکا راز کی باتیں جان لیتا ہے۔ ایک بار وہ سمندر کی ساحلی چٹانوں پر چڑھ کر نوٹوں سے بھرا ہوا تھیلا لے آیا تھا۔ بنجامن کے خیالات نے عدنان علی تیمور یعنی فائبر کے بارے ایسے کئی واقعات بتائے۔ سینڈی گرے کو یقین ہو گیا کہ وہ عدنان واقعی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے۔ اس اہم لڑکے کو کسی طرح ڈھونڈ نکالنا چاہیے۔

اس نے بنجامن کے دماغ میں سوال پیدا کیا "وہ گھر چھوڑ کر کیوں چلا گیا ہے؟"

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کی سالی جولی ایک جوان مرد کے ساتھ اس کے گھر آئی تھی۔ اس کا نام رومیو (پورس) تھا۔ رومیو نے دعویٰ کیا کہ عدنان (فائبر) اس کا بیٹا ہے اور وہ بیٹا جلد ہی اپنے باپ کے پاس چلا آئے گا۔

بنجامن اس بیٹے کو چھپانے کے لیے اس کے فارم ہاؤس لے جا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت راستے میں عدنان کہیں گم ہو گیا۔ اس کا رومیو بھی اسے تلاش کر رہا ہے۔ جولی بھی رومیو کے ساتھ اسے ڈھونڈ رہی ہے۔

سینڈی نے پوچھا "کیا جولی اور رومیو کی تصویریں ہیں؟"

اس کے خیالات نے بتایا "صرف جولی کی تصویر ہے۔"

سینڈی نے بنجامن کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ غائب دماغ ہو کر جولی کی ایک تصویر لے کر گھر سے نکل گیا۔ اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جا رہا ہے۔

اس نے ایک جگہ فٹ پاتھ کے کنارے گاڑی روک دی۔ کوئی اجنبی کھڑا ہوا تھا۔ وہ اس اجنبی کو جولی کی تصویر دکھا کر گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا اپنے بنگلے میں واپس آیا پھر آ گیا۔ سے دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا "میں کار میں کہیں جا رہا ہوں کہیں جا رہا ہوں! یوں لگتا ہے جیسے نیند میں تھا یا بیہوش دماغ نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ میں کہیں گم ہو گیا تھا۔"

وہ سوچ رہا تھا مگر سمجھ نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا تھا۔

سینڈی نے اپنے کمرے میں آ کر آرام سے صوفے پر بیٹھ کر جولی کی تصویر کو غور سے دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت دن کے دو بجے تھے۔ وہ پچھلی تمام رات رومیو کے ساتھ جاگتی رہی تھی۔ اس کے خوابیدہ خیالات بتانے لگے کہ وہ پچھلی رات فائبر کو تلاش کرتے رہے۔ رومیو نے اس کا نام تبدیل کیا ہے۔ اس کا نام عدنان علی تیمور رکھا گیا ہے۔

سینڈی یہ نام سنتے ہی چونک گیا۔ اس نے جولی کے خوابیدہ دماغ میں کہا "یہ تو اسلامی نام ہے۔ کیا رومیو مسلمان ہے؟"

"میں نہیں جانتی اس کا مذہب کیا ہے اور جان کر بھی کیا کروں گی۔ اپنا تن من نچھاور کر چکی ہوں۔ اب یہ کوئی بھی ہو۔"

سینڈی سوچنے لگا "عدنان علی تیمور کا نام سنتے ہی فرہاد تیمور کی طرف دھیان جاتا ہے۔ کیا اس وقت جولی فرہاد کے ساتھ بیڈ پر سو رہی ہے؟ لیکن فرہاد کے متعلق تازہ اطلاع یہ ہے کہ وہ انڈیا کے کسی علاقے میں ہے۔"

وہ اٹھ کر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا "جولی کے ساتھ کوئی بیٹا ہو گا۔ پارس' پورس یا گبریا لیکن نہیں گبریا بھی میں ہے۔ مجھے معلوم کرنا چاہیے کہ اس وقت جولی کے ساتھ کون ہے۔"

اس نے اپنے خاص ماتحت سے فون پر کہا "ہوٹل لا کے روم نمبر سات سو سات میں جولی نام کی ایک لڑکی اس کے ساتھ ایک مرد ہے۔ یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ ہے۔ اس نے ہوٹل کے کاؤنٹر پر اپنا نام رومیو بتایا ہو گا۔ شخص خطرناک ہو سکتا ہے۔ اس کا تعلق فرہاد علی تیمور خاندان سے ہو سکتا ہے۔"

ماتحت نے پوچھا "کیا اس شخص کی اصلیت معلوم کر جائے۔"

"تم اپنے ماتحتوں کے ساتھ ہوٹل پہنچو۔ احتیاط

کی دوا ساتھ لے جاؤ۔ میں وہاں تم سے رابطہ کروں

ماتحت سے رابطہ ختم کر کے جولی کے پاس آیا۔ اسے جاگنے پر مجبور کیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر تے ہوئے پورس کو دیکھا پھر اس سے لپٹ کر بولی چائے پیو گے؟"

سینڈی کے زیر اثر تھی۔ پورس کا جواب سنے بغیر اس بیور اٹھا کر بیڈ ٹی کا آرڈر دیا۔ پورس نے اسے کھینچ کر تی جلدی کیا ہے؟ ابھی ہمیں سونا چاہیے۔"

"سونا نہیں جاگنا چاہیے۔ چائے پیو اور پتا کرو۔ تمہارا ہاں بھٹک رہا ہے۔ تمہارے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کا پتا ٹھکانا معلوم کیا ہے یا نہیں؟"

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا "آہ! میرا بیٹا تو میرا باپ بن گیا کل رات سے دوڑا رہا ہے۔ میں ابھی معلوم کروں

وہ بیڈ سے اتر کر باتھ روم میں چلا گیا۔ سینڈی کا خاص کرا نمبر سات سو سات کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ لازم چائے کی ٹرے لے کر ادھر آیا تو اس نے پوچھا مرے میں چائے لے جا رہے ہو؟"

وہ بولا "روم نمبر سات سو سات۔۔۔"

لازم کی آواز سنتے ہی سینڈی نے اس کے دماغ پر قبضہ اس کی زبان سے کہا "دوا ملا دو۔"

ماتحت نے کیتلی کا ڈھکن اٹھا کر دوا کے چند قطرے چھڑکے پھر وہاں سے چلا گیا۔ سینڈی نے ملازم کے دماغ کو چھوڑ دیا۔ اس نے کمرے میں آ کر جولی کے سامنے کی ٹرے رکھی پھر چلا گیا۔ پورس باتھ روم سے نکل کر ہا چائے آ گئی۔ کیا بات ہے؟ چائے تمہارے لبوں کی میں گرمی بھی ہے' مٹھاس بھی ہے۔"

وہ قریب آ کر بیٹھ گیا۔ جولی نے مسکرا کر پیالی بڑھاتے کہا "آنکھ کھلتے ہی رومانٹک ہو گئے۔ میں تو تمہارے یہ جو دور ہے' اس کی فکر کرو۔"

"ہاں میرے ماتحت نے رابطہ کیا تھا۔ عدنان کا دماغ عجوبہ ہے۔ وہ خیال خوانی کرنے والا پریشان ہو جاتا ہے کی کوئی ایک سوچ کی لہر گرفت میں نہیں آتی۔ پتا ہی وہ کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

جولی' جولی کے اندر رہ کر پورس کی باتیں سن رہا تھا۔ باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ اس کا تعلق ٹیلی پیتھی والوں میں سے ہے اور وہ ضرور فرہاد علی تیمور کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ دونوں اپنی اپنی پیالی اٹھا کر چائے پینے لگے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے انہیں دیکھ رہا تھا۔ ابھی پانچ دس منٹ کے بعد جولی کا ساتھی اعصابی کمزوری میں مبتلا ہونے والا تھا۔ وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کر سکتا تھا۔ جولی نے دو گھونٹ پینے کے بعد کہا "چائے کا مزہ کچھ عجیب سا ہے۔"

وہ بولا "میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ چائے کا مزہ تمہارے لبوں کی طرح ہے۔ اس میں گرمی بھی ہے' مٹھاس بھی ہے۔"

"تم تو ہر بات مذاق میں اڑا دیتے ہو۔ کیا مزہ کچھ عجیب سا نہیں لگ رہا؟"

اس نے جولی کے ہاتھ سے پیالی لے کر اسے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا "چائے پسند نہیں ہے تو نہ پیو۔ ہو سکتا ہے اس میں کسی نے کچھ ملا دیا ہو؟"

"ہماری چائے میں کوئی کیا ملائے گا اور کیوں ملائے گا؟"

"تم نہیں جانتیں' میرے بہت سے جانے انجانے دشمن ہیں۔ وہ میرے کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا سکتے ہیں یا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن میرے دماغ میں آنے کے لیے مجھے اعصابی کمزوری کی دوا کھلا سکتا ہے۔"

وہ بولتا جا رہا تھا اور چائے پیتا جا رہا تھا۔ جولی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "یہ سمجھتے بھی ہو کہ تم سے دشمنی کی جا سکتی ہے پھر بھی ایسی بدمزہ چائے پی رہے ہو؟ اسے چھوڑو۔ مت پیو۔"

سینڈی نے فوراً ہی جولی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ تاکہ وہ اسے چائے پینے سے نہ روکے۔ وہ دوسرے ہی لمحے میں بولی "اچھا کوئی بات نہیں۔ چائے تمہیں اچھی لگ رہی ہے تو پی لو۔"

پورس ہنسنے لگا "تم ابھی چائے پینے سے روک رہی تھیں' پھر فوراً پینے کے لیے کہہ رہی ہو؟ تم کچھ نہیں سمجھ رہی ہو' لیکن میں سمجھ رہا ہوں اور وہ سمجھ رہا ہے۔"

جولی نے حیرانی سے پوچھا "وہ کون۔۔۔؟"

"وہی جو تمہارے دماغ میں چھپا ہوا ہے۔ تم اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی ہو۔"

"تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تمہارا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر ہے؟"

"اس وقت تمہارے اندر میرا کوئی آدمی نہیں ہے۔ وہ

جو بھی ہے' اس انتظار میں ہے کہ چائے میں ملی ہوئی دوا مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گی پھر وہ میرے دماغ میں آئے گا تو میں اس کی سوچ کی لہروں کو روک نہیں پاؤں گا۔"

سینڈی گرے حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ یہ سمجھ رہا ہے' چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی گئی ہے پھر بھی اسے پیتا جارہا ہے۔ یہ جان بوجھ کر ایسا کیوں کررہا ہے؟

پورس نے مسکراتے ہوئے جولی کی طرف دیکھ کر کہا "تم کس سوچ میں پڑ گئے بھئی یہ دوا تو بہت ہی زود اثر ہے۔ دیکھو! تم جس کے دماغ میں ہو وہ کمزوری محسوس کررہی ہے۔ جبکہ اس نے صرف دو ہی گھونٹ پیے ہیں اور میں تو پیالی خالی کرچکا ہوں۔"

جولی اپنی جگہ سے اٹھ کر بیڈ پر جاتے ہوئے بولی "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں کمزوری محسوس کررہی ہوں۔ ذرا لیٹنا چاہتی ہوں۔"

پورس نے کہا "وہ تمہیں آنکھ بند کرکے سونے نہیں دے گا۔ وہ تمہارے ذریعے مجھے دیکھ رہا ہے' میرے کمزور ہونے کا انتظار کررہا ہے۔"

آخر وہ بولنے پر مجبور ہوگیا۔ اس نے جولی کی زبان سے کہا "میں حیران ہوں کہ یہ دوا تم پر اثر کیوں نہیں کررہی ہے؟"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "او گاڈ! مجھے یاد آرہا ہے۔ فرہاد اور اس کے دونوں بیٹے پارس اور پورس زہریلے ہیں۔ ان پر زہر اثر کرتا ہے اور نہ ہی کوئی کمزور کرنے اور نقصان پہنچانے والی دوا انہیں متاثر کرتی ہے۔"

"ہاں۔ میں پورس ہوں لیکن تم نہیں بتاؤ گے کہ تم کون ہو؟"

وہ بولا "ہماری دنیا میں جو چند ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں' میں ان میں سے ایک ہوں۔"

ایسے وقت اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت جولی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا پھر وہ پورس کے پاس آکر بولا "اس ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کے آدمی اس کمرے کے باہر ضرور ہوں گے۔ آپ آدھے گھنٹے سے پہلے کمرے سے باہر نہ نکلیں۔ میں اپنے مسلح افراد کو یہاں بلا رہا ہوں۔"

وہ ماتحت چلا گیا۔ پورس نے کہا "تم اپنے بارے میں ابھی نہ بتاؤ لیکن میں جلد ہی تمہارا جغرافیہ معلوم کرلوں گا۔ تم شاید میری اصلیت معلوم کرنے آئے تھے۔"

"میں یہ بھی معلوم کرنے آیا ہوں' کیا وہ بچہ واقعی تمہارا بیٹا ہے؟ میں نے جولی کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ تم اس کے باپ ہونے کا دعویٰ کررہے ہو اور تم نے اس کا نام عدنان علی تیمور رکھا ہے۔"

"کیا تم نام پر اعتراض کرنے آئے ہو؟"

"میں یہ بتانے آیا ہوں کہ پچھلی رات تمہارے بیٹے نے مجھے دو کروڑ ڈالرز کا نقصان پہنچایا ہے۔"

پچھلی رات پورس کے ماتحت نے عدنان علی تیمور کے دماغ میں رہ کر پہلے مسٹر جے کے آدمیوں کو ہلاک کیا تھا پھر جس عمارت میں اسلحے کا گودام تھا اسے تباہ کردیا تھا۔ گولے بارود کے دھماکوں سے وہ پوری عمارت گھنٹوں لرزتی رہی تھی۔

پورس نے کہا "اچھا۔ تو تم غیر قانونی طور پر اسلحہ فروخت کرتے ہو؟ چلو تمہارا نام معلوم نہیں ہوا۔ وہ بھی معلوم ہوگیا۔ رفتہ رفتہ اور بہت کچھ معلوم ہوجائے گا۔"

پورس کے ماتحت نے اس ہوٹل کے اندر اور باہر موجود مسلح آدمیوں کو بلایا تھا پھر اس ہوٹل کے اندر ایک ایک شخص کے دماغ میں جاکر ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پورس نے کمرے کے اندر سینڈی گرے کو باتوں میں الجھا رکھا تھا۔ ادھر وہ ماتحت سینڈی گرے کے خاص کارندے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کررہا تھا کہ اس کے کتنے مسلح ماتحت اس ہوٹل میں کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں اور وہ سب پورس کو گھیرنے اور نقصان پہنچانے کے انتظار میں ہیں۔

سینڈی گرے نے اپنے خاص کارندے کے پاس آکر کہا "روم نمبر سات سو سات میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا پورس ہے۔ وہ بہت چالاک ہے۔ وہ یہاں سے بچ نکلنے کے انتظامات کیے ہوگا۔ یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اس نے کیسے انتظامات کیے ہوں گے۔ وہ کمرے میں بند ہے۔ اگر اچانک کمرے میں گھس کر حملہ کیا جائے تو وہ اپنی جان نہیں بچا سکے گا۔ اپنے آدمیوں سے کہو۔ وہ اس کمرے میں گھس جائیں اور اسے کمرے سے باہر زندہ نہ جانے دیں۔"

پورس کے ماتحت نے اس وقت تک الپا' اعلیٰ بالیا اور کبریا کو بلا لیا تھا۔ کیونکہ وہ تنہا اتنے زیادہ دشمنوں سے نہیں نپٹ سکتا تھا۔ وہ تینوں تیزی سے کئی مسلح دشمنوں کے پاس پہنچ گئے تھے پھر ان کے دماغوں پر قبضہ جمالیا تھا۔ وہ ہوٹل کے اندر ہوائی فائر کرتے ہوئے کاؤنٹر کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک نے کاؤنٹر گرل سے کہا "جتنی رقم ہے جلدی کرو۔ ہم پیشہ ور ڈاکو ہیں۔ رقم نہ ملے تو گولی مار دیں گے۔"

دوسرے مسلح شخص نے کہا "اے خبردار! میں ڈاکو تجھے مال لے جانے نہیں دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنے ساتھی کو گولی ماردی۔ سینڈی کا یہ دیکھ کر پریشان ہوگیا کہ جنہیں پورس کو ٹریپ کرنے کے لیے بلایا تھا' وہ ڈاکو بن رہے تھے۔ ایک نے دوسرے کو ماری تھی۔ تیسرے نے دوسرے کو اور پھر چوتھے نے کو گولی ماردی۔ اس نے فون کے ذریعے کہا "باس! لڑ ہورہی ہے۔ میرے ماتحت میری بات نہیں مان ہیں۔ وہ ہوٹل میں خود کو ڈاکو کہہ رہے ہیں اور ایک نے کو گولی مار کر ہلاک کررہے ہیں۔"

وہ بولا "مجھے اندازہ تھا کہ پورس نے حفاظتی انتظامات کیے ہیں۔ یہ اس کی طرف سے ہمارے خلاف کارروائی ہے۔ تمہیں وہاں نہیں رہنا چاہیے۔ فوراً چلے آؤ۔"

پورس کے ماتحت نے اس خاص کارندے کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ وہ اسے آلہ کار بنایا۔ اسے چھوٹ دے دی تاکہ اس کے ذریعے اس کے باس تک پہنچنے کا راستہ بنا سکے.....

اس کے خیالات نے بتایا تھا کہ اس کا باس بہت محتاط ہے۔ اس کے سامنے بھی نہیں آتا ہے۔ اسے دور ہی دور رکھ کر اس سے اہم کام لیتا رہتا ہے۔ اس کارندے سے یہ تو ہو سکتا تھا کہ وہ اس کے ذریعے کیسے کیسے اہم معاملات کرتا رہتا ہے اور ان کے اسلحہ سپلائرز اور خفیہ اڈے کہاں ہیں؟

سینڈی گرے نے یہ نہیں سوچا تھا کہ جولی کے دماغ میں جانے کے بعد پورس سے نمٹنا ہوگا۔ وہ تو عدنان علی تیمور کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گیا تھا۔ اس طرح یہ بھی ہوگیا کہ وہ بچہ پورس کا بیٹا ہے لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس بچے میں کیسی کیسی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔

عدنان کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا تھا کہ اس کی آنکھیں عجیب طرح کی کشش ہے۔ اس سے آنکھیں ملانے والا گم صم سا ہوجاتا ہے۔ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔ یہ تین بچہ جو کہتا ہے' اس کی بات مانتا ہے۔ یعنی اس کے سامنے والوں کو ہپناٹائز کرلیتی تھیں۔ ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا تھا۔ وہ آنکھیں عام حالات میں نارمل رہتی تھیں۔ ان میں دوسری غیر معمولی بات یہ تھی کہ کبھی کبھی اسے کچھ معلوم ہوجاتی تھیں۔ جیسے اسے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ عدنان کے پیچھے نوٹوں سے بھرا ہوا تھیلا رکھا ہے۔ اچانک اسے آگہی حاصل ہوتی تھی۔

وہ کمرے سوچنے لگا "یہ لڑکا بہت خطرناک ہے۔ اسے آگہی مل سکتی ہے کہ ہمارے اسلحے کے خفیہ گودام کہاں کہاں ہیں؟ وہ دشمنوں کا بیٹا اور پوتا ہے۔ مجھے آئندہ بھی نقصان پہنچائے گا۔"

جب شام ہوگئی تو اس نے اپنے کارندے سے جھنجلا کر کہا "تم کیسے نالائق ماتحتوں سے کام لے رہے ہو۔ وہ ایک بچے کو تلاش نہیں کرسکتے۔ تم ان سے بڑے بڑے کام کیسے لیتے ہو؟"

"باس! وہ بچہ پتا نہیں کہاں جاکر چھپ گیا ہے۔ وہ ضرور کسی چار دیواری کے اندر ہے۔ باہر گھومتا پھرتا رہتا تو نظروں میں آجاتا۔ شام کا وقت ہے۔ ہم اسے تمام تفریح گاہوں میں تلاش کررہے ہیں۔"

وہ بار بار خیال خوانی کے ذریعے عدنان کے اندر جارہا تھا اور مایوس ہورہا تھا۔ کتنی ہی سوچ کی لہریں ایک دوسرے سے گڈمڈ ہورہی تھیں۔ ایک بار وہ اس کے اندر پہنچا تو اس کا دماغ پرسکون تھا۔ صرف ایک ہی سوچ کی لہر تھی اور وہ سوچ کی لہریں بتا رہی تھیں کہ وہ ایک کشتی پر بیٹھا ہے اور وہ کشتی مجسمہ آزادی کے قریب سے گزرتی جارہی ہے۔

اس نے فوراً ہی اپنے خاص کارندے سے رابطہ کرکے کہا "اپنے آدمیوں کے ساتھ فوراً اسٹیچو آف لبرٹی کے پاس جاؤ۔ وہاں عدنان علی تیمور ایک کشتی میں سیر کررہا ہے۔ فوراً پہنچو' ایسا نہ ہو کہ وہ وہاں سے کسی دوسری جگہ چلا جائے۔"

وہ خود اپنی خفیہ رہائش گاہ سے باہر آیا پھر کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا ادھر جانے لگا۔

پورس کے ماتحت کو اس کارندے کے خیالات سے پتا چلا کہ عدنان کشتی میں سیر کررہا ہے۔ اس نے عدنان کے اندر آکر تصدیق کی۔ پتا چلا' وہ مجسمہ آزادی کے پاس ہے۔ اس نے پورس سے کہا "سر! عدنان بابا مجسمہ آزادی کے پاس ہیں۔ دشمنوں کو بھی معلوم ہوچکا ہے۔ وہ سب اسے اپنے قابو میں کرنے گئے ہیں۔"

پورس نے کہا "میں ابھی وہاں جارہا ہوں۔ تم دشمنوں پر نظر رکھو۔"

ایک ہاتھ بھر کا بچہ تھا۔ اپنوں اور دشمنوں کو پچھلی رات سے دوڑا تھا۔ وہ اپنے پرائے اس کی ایک عادت سے واقف نہیں تھے۔ وہ کسی سے کہانی سنتا تھا یا کوئی فلم دیکھتا تھا تو ذہن کی پوری یکسوئی سے فلم کے اس منظر اور ماحول میں پہنچ جاتا تھا۔ اسی ماحول کا ایک کردار بن جاتا تھا۔

اس وقت وہ آرام سے بیٹھا ٹی وی پر مجسمہ آزادی کی ایک دستاویزی فلم دیکھ رہا تھا۔ وہاں چلنے والی کشتیاں اتنی

کتابیات پبلی کیشنز

اچھی لگ رہی تھیں کہ وہ بھی اسی منظر کی ایک کشتی میں پہنچ کر خود کو وہاں سیر کرتے دیکھ رہا تھا۔ اب ایسے وقت کوئی بھی اس کے خیالات پڑھتا تو اسے یہی معلوم ہوتا کہ وہ کشتی کی سیر کررہا ہے۔ وہ ان لمحات میں بھول گیا تھا کہ ایک ڈرائنگ روم میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

وہ پچھلی رات بھٹکتا ہوا ایک بنگلے میں داخل ہوگیا تھا۔ اس وقت رات کے تین بجے تھے۔ اس بنگلے کے سامنے پہنچ کر اسے آگہی ملی تھی کہ اسے اندر جانا چاہیے۔ اس نے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ اندر خاموشی رہی۔ اس نے دوسری بار دستک دی۔ کسی خاتون نے پوچھا "کون ہے؟"

اس نے پھر دستک دی۔ دروازہ ذرا سا کھلا۔ ایک عمر رسیدہ خاتون نے اسے دیکھا پھر پوچھا "بچے! تمہارے ساتھ کون ہے؟"

اس نے کہا "میں اکیلا ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

وہ ذرا سا کھلا ہوا دروازہ ایک زنجیر سے بندھا ہوا تھا۔ پوری طرح کھل نہیں سکتا تھا۔ وہ خاتون کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہی سحرزدہ ہوگئی تھی۔ اس نے اندرونی زنجیر کو ہٹا کر دروازہ کھولتے ہوئے کہا "میں سوچ رہی تھی' کوئی آنے والا کال بیل کیوں نہیں بجا رہا ہے مگر تم تو ننھے سے ہو۔ تمہارا ہاتھ بٹن تک نہیں پہنچ سکتا۔ آؤ۔ اندر آجاؤ۔"

وہ اندر آکر ایک سمت جانے لگا۔ خاتون نے پوچھا "پہلے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔ کہاں جارہے ہو؟"

وہ بولتا ہوا جارہا تھا۔ رک نہیں رہا تھا "وہ تکلیف میں ہے۔ وہ بہت تکلیف میں ہے۔"

خاتون اس کے پیچھے آرہی تھی۔ وہ ایک بیڈ روم میں آیا۔ ایک عمر رسیدہ شخص بیڈ پر لیٹا ہوا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ عدنان نے قریب پہنچ کر بیمار کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ بیمار نے سر گھما کر اسے دیکھا پھر ان ننھی آنکھوں میں دیکھتا ہی رہ گیا۔

خاتون کہہ رہی تھی "یہ میرے شوہر ہیں۔ گردے کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے' دونوں گردے ٹھیک ہیں۔ کچھ خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ وہ دواؤں سے دور ہوجائے گی۔ گردہ تبدیل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "مگر یہ تکلیف سے بے حال ہورہے ہیں۔ نیند کی دوا دی گئی ہے لیکن تکلیف کی شدت سے نیند نہیں آرہی ہے۔ ذرا سی دیر کے لیے بھی تکلیف میں کمی نہیں ہورہی ہے۔"

وہ کہتے کہتے چپ ہوگئی۔ حیرانی سے دیکھنے لگی۔ اس کے شوہر کی کراہیں نہیں نکل رہی تھیں۔ وہ بچے کی آنکھوں میں مسلسل دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسی آسودگی اور اطمینان تھا جیسے وہ بیمار نہ ہو' اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہورہی تھیں پھر وہ سکون سے سوگیا۔

خاتون عدنان کو بڑی حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے سامنے آکر گھٹنے ٹیک کر بولی "ننھے فرشتے! تم کون ہو؟ جس تکلیف دوائیں دور نہ کرسکیں' تم نے کردیں۔ تم نے لگایا اور یہ آرام سے سوگیا۔ تم مسیحا ہو' ابنِ مریم ہو۔ ایسا لگ رہا ہے' خداوند یسوع تمہارے روپ میں یہاں ہے۔ کیا تم میرے گھر میں رہو گے؟"

وہ بولا "مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

خاتون نے اٹھ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا "آؤ بیٹے! تمہیں کھانا کھلاؤں گی۔ یہ گھر تمہارا ہے۔ تم میرے ساتھ رہو گے نا؟"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کچن میں آگئی اور اس کی پسند کے کھانا گرم کرنے لگی۔ اس سے پوچھنے لگی۔

"بیٹے! مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ رات کو کہاں سے آئے ہو؟"

وہ چپ رہا۔ کھانا سامنے آیا۔ اسے کھانے لگا۔ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ کر بولی "پلیز' مجھے اپنی ماں سمجھ کر کیا تم اپنی حقیقت بتانا نہیں چاہتے؟"

وہ خاتون کو سنجیدگی سے دیکھنے لگا پھر اس کے دماغ میں باتیں آنے لگیں' وہی کہنے لگا "ہاں۔ تم میری ممی ہو۔ تم تین برس پہلے مجھے پیدا کیا تھا۔"

وہ تعجب سے بولی "ہاں۔ چالیس برس گزرنے کے بھی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ تین برس پہلے میں ماں بن گئی بدقسمت تھی۔ بیٹا پیدا ہوتے ہی مرگیا۔"

"میں وہی ہوں۔ تمہاری مصیبتیں دیکھ کر واپس ہوں۔"

وہ بے یقینی مگر خوشی سے اٹھ کر اس کے پاس آئی۔ اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر بولی "تم میرے بیٹے ہو؟ میں نے تمہیں پیدا کیا تھا؟ میں یہ نہیں مان سکتی کہ تم مردہ تھے زندہ کیسے ہوگئے۔ خدا کی قدرت کو سمجھ پاتے۔ میں یقین سے سمجھ رہی ہوں۔ تم میرے ہو۔ میں نے تمہیں جنم دیا ہے۔"

وہ اسے سینے سے لگانے لگی۔ اسے چومنے لگی۔ اس نے کھانے کے بعد کہا "مجھے نیند آرہی ہے۔"

وہ اسے اپنے بیڈ روم میں لے آئی۔ وہاں اسے سینے سے لگا کر سوگئی۔ وہ بھی تھکا ہوا تھا۔ دوسری صبح دس بجے تک سوتا رہا۔ اس بیمار کا نام ڈی سوزا تھا اور وہ خاتون میڈم موریتا تھی۔ ڈی سوزا نے بھی عدنان کو اپنا بیٹا تسلیم کرلیا اس نے پوچھا "ہم تمہیں کس نام سے پکاریں؟"

اس کے ذہن میں یہی نام آیا۔ وہ بولا "میرا نام عدنان ہے۔"

وہ بولا "تم کہہ رہے ہو۔ موریتا بھی کہہ رہی ہے تو میں یقین کرتا ہوں کہ تم میرے ہی بیٹے ہو لیکن پچھلے تین برس تم کہاں تھے؟ کس کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے؟"

"مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ ماں باپ کی تلاش میں تھا۔ دونوں مل گئے۔ میری تلاش ختم ہوگئی ہے۔"

"تم نے مجھے ہاتھ لگایا۔ میرے گردے کی تکلیف ختم ہوئی۔ میں جوانوں کی طرح چلنے پھرنے لگا ہوں۔ تم سچ مچ مسیحا ہو لیکن یہ جادو بھی ہوسکتا ہے۔"

"آپ جو بھی رائے قائم کریں۔ کوئی کسی کو اپنی رائے قائم کرنے سے نہیں روک سکتا۔"

وہ شام کو ڈرائنگ روم میں آکر ٹی وی دیکھنے لگا۔ یہ وہی وقت تھا۔ جب وہ اسکرین پر مجسمۂ آزادی کی دستاویزی فلم دیکھتا ہوا خود کو کشتی کی سیر کرتے دیکھ رہا تھا۔ ایک طرف بڑی گرے اور اس کے ماتحت وہاں آکر کشتیاں کرائے پر لے کر دور دور تک اسے تلاش کررہے تھے۔ دوسری طرف سینڈی اور اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت اس کی تلاش میں مصروف تھے۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں بھی جارہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد پتا چلا' پھر اس کے اندر سوچ کی لہریں منقطع ہوگئیں ہیں۔ وہ پریشان ہوگئے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اچانک اس کا ذہن کیسے تبدیل ہوجاتا ہے۔ دراصل اب ٹی وی کے مناظر کو ذہنی یکسوئی سے نہیں دیکھ رہا تھا۔ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

سینڈی گرے فکرمند تھا۔ عدنان ہاتھ آتے آتے گم ہوگیا تھا۔ اس کی غیر معمولی صلاحیتیں اسے تشویش میں مبتلا کررہی تھیں۔ یہ اندیشہ تھا کہ راز کی باتیں جاننے والا' اس غیر رہائش گاہ تک پہنچ سکتا ہے۔

وہ اسے تلاش کرنے کا ہر ممکن راستہ اختیار کرچکا تھا۔ یہ صرف یہی راستہ رہ گیا تھا کہ وہ وقفے وقفے سے اس کے ذہن سے رابطہ کرتا رہے۔ اس عجوبے نے اس کا سکون برباد کردیا تھا۔ اسے تلاش کرتے کرتے صبح سے شام اور شام سے رات ہوگئی تھی۔ جب پیچیدہ معاملات پیش آتے تھے اور کوئی ایک معاملہ بہت زیادہ الجھ جاتا تھا تو ایسے وقت ایک آدھ پیگ پینے کا جی چاہتا تھا۔ پینے سے مسائل تو حل نہیں ہوتے لیکن دماغ سے عارضی طور پر بوجھ اتر جاتا ہے۔ فکر اور پریشانی سے نجات مل جاتی ہے۔ عدنان ایک چھپا چھپا سا خوف بن گیا تھا۔ وہ مدہوش رہ کر صبح تک اس خوف سے نجات حاصل کرسکتا تھا۔

لیکن یہ بات اس نے گرہ میں باندھ لی تھی کہ نشہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موت بن جاتا ہے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔ اگر کسی کا دماغ بیماری کی وجہ سے کمزور پڑے یا نشے کے باعث وہ سانس روکنے کے قابل نہ رہے تو وہ اپنے اندر آنے اور قبضہ جمانے والوں کو روک نہیں پاتا۔ ان کا معمول اور محکوم بن کررہ جاتا ہے۔

اس نے شراب پینے کی خواہش کو اپنے اندر کچل دیا۔ رات کے دس بجے اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس وقت عدنان کا دماغ پھر پرسکون تھا۔ سوچ کی کئی لہریں ایک دوسرے سے الجھی ہوئی نہیں تھیں۔ اس کا ذہن ایک ہی سوچ پر مرکوز تھا۔

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کے اندر پہنچ کر حیرانی سے دیکھنے لگا۔ وہ ایک قبرستان میں پہنچا ہوا تھا۔ وہاں نیم تاریکی تھی۔ کہیں دور دور بلب کی روشنی تھی۔ حدِ نظر تک شبنمی دھند چھائی ہوئی تھی۔ ماحول بہت ہی پراسرار اور ڈراؤنا سا تھا۔

سینڈی گرے حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ وہ رات کو قبرستان میں کیوں پہنچا ہوا ہے! وہ بڑی توجہ سے اس قبرستان کو دیکھ رہا تھا اور سمجھنے کی کوشش کررہا تھا کہ وہ قبرستان نیویارک میں کہیں ہے یا شہر کے باہر کسی مضافاتی علاقے میں ہے؟

عدنان آہستہ آہستہ چلتا ہوا قبروں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ دور سے گیدڑوں کی ہیبت ناک آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے ایک قبر کے پاس رک کر اس کے کتبے کو پڑھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا کیپٹن پیٹر بیل' نام کے نیچے اس کی پیدائش اور موت کی تاریخ لکھی ہوئی تھی۔

اس نے فوراً ہی اپنے خاص کارندے سے رابطہ کرتے ہوئے کہا "کیپٹن پیٹر بیل ایک بہت ہی معروف اور جانباز فوجی افسر تھا۔ فوراً معلوم کرو کہ یہاں کے کس قبرستان میں اس کی تدفین ہوئی تھی؟ معلوم ہوتے ہی فوراً وہاں پہنچو۔ عدنان

علی تیمور وہاں پہنچا ہوا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولا "باس! اس فوجی افسر کی قبر یہاں کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ تو انڈین عیسائی تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں برما کے محاذ پر مارا گیا تھا۔ اس کی قبر ہندوستان کے کسی جنوبی علاقے میں ہے۔"

وہ تعجب سے بولا "وہ شام کو مجسمۂ آزادی کے پاس تھا۔ شام کو انڈیا جانے والی کوئی فلائٹ نہیں ہے۔ اگر وہ رات کی کسی فلائٹ سے انڈیا جائے گا تو صبح تک وہاں پہنچے گا پھر اتنی جلدی وہاں کے قبرستان میں کیسے پہنچ گیا ہے؟"

وہ پھر توجہ سے عدنان کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک شکستہ قبر کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اچانک ہی وہ شکستہ قبر ایک دم سے لرز گئی۔ وہاں کوئی بڑے دل گردے والا ہوتا تو وہ بھی دہشت زدہ ہو کر مرجاتا لیکن عدنان آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ اس قبر سے اچانک ہی ایک ہاتھ باہر آیا تھا۔ پہلے تو وہ ہاتھ استخوانی تھا پھر آہستہ آہستہ وہ ہاتھ گوشت و پوست میں بدلنے لگا۔ بہت ہی خوب صورت دوشیزہ کا ہاتھ دکھائی دینے لگا۔

سینڈی گرے حیران اور پریشان تھا کہ وہ پراسرار لڑکا اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ یہ ناممکن تھا کہ وہ دو چار گھنٹوں میں امریکا سے انڈیا پہنچ جاتا پھر یہ کہ وہ ایسے قبرستان میں کیوں گیا ہے؟ جہاں دہشت زدہ کرنے والا واقعہ پیش آرہا ہے۔ اس ہاتھ کے آس پاس شکستہ قبر کی مٹی ہٹتی جارہی تھی۔ اس قبر میں خلا پیدا ہو رہا تھا۔ وہ ہاتھ اشارے سے اسے اپنے پاس بلا رہا تھا۔

عدنان ایک ایک قدم آگے بڑھاتا ہوا قبر کے کنارے پہنچا۔ قبر کے اندر نیم تاریکی میں ایک تہ خانہ دکھائی دے رہا تھا۔ ایک زینہ نیچے تک چلا گیا تھا۔ زینے کے نچلے حصے میں ایک دوشیزہ کھڑی ہوئی ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلا رہی تھی۔ عدنان نے قبر کی تہ میں جانے کے لیے زینے کے پہلے پائیدان پر قدم رکھا۔

اس کے ساتھ ہی ایک تحریر ابھری لکھا ہوا تھا "ٹو۔ بی کنٹی نیوڈ" یعنی وہ ڈراما سیریل جاری ہے۔ کہانی کا بقیہ حصہ اگلی قسط میں پیش کیا جائے گا۔

سینڈی گرے ایک دم سے چیختا ہوا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ غصے سے گالیاں دینے لگا۔ اب اس کی سمجھ میں آیا تھا کہ عدنان کوئی دہشت ناک ڈراما سیریل دیکھ رہا تھا اور ڈرامے کے اس منظر میں اس قدر ڈوب گیا تھا کہ ہیرو کی جگہ خود کو اس قبرستان میں دیکھ رہا تھا۔

پھر یہ بھی سمجھ میں آیا کہ وہ شام کو بھی مجسمہ آزادی کی طرف نہیں گیا ہوگا۔ کسی ڈراما سیریل یا کسی دستاویزی فلم میں اس مجسمے کو دیکھ کر وہاں کے ماحول میں پہنچ گیا ہوگا اور خود کشتی کی سیر کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوگا۔

بات سمجھ میں آگئی تو اپنے آپ پر بھی غصہ آنے لگا۔ غصہ اس بات کا تھا کہ ایک بچہ اسے اب تک بے وقوف بنا رہا تھا۔ وہ خلا میں گھونسا تان کر کہہ رہا تھا "میں اس کا منہ توڑ دوں گا۔ اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بس ایک بار وہ مل جائے۔"

اور وہ نہیں مل رہا تھا۔

○☆○

دو ہفتے گزر گئے۔ اس دوران میں ڈاکٹر بوکا بوکا کو اغوا کیا گیا تھا اور اس کے بیٹے آرنلڈ بوکا کی خواہش کے مطابق ڈاکٹر بوکا بوکا کا ایک گردہ نکال لیا گیا تھا پھر دو ہفتے تک اسے اچھی طرح کھلانے پلانے کے بعد اس کی آنکھیں نکال لی گئی تھیں۔ اس کے بعد اسے رہائی نصیب ہوئی تھی۔

بیٹے نے اسے ایک ویران ساحل کے بنگلے میں پہنچا دیا تھا۔ ڈاکٹر کی بیوی نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا "اپنے بیٹے کے ساتھ رہنے لگی تھی۔ ان ہی دنوں سونیا ایک شخص جیری اور اس کے دو ساتھیوں کے ساتھ وہاں آئی تھی پھر وہاں پہنچ کر اس نے جو ہنگامہ کیا تھا۔ اس کا ذکر ابھی کر چکا ہوں۔ لاکھوں ڈالرز کا اسلحہ اور ان کا ایک بنگلا تباہ کرنے کے بعد اس نے جیری کی اچھی طرح پٹائی کی تھی پھر اس سے موبائل فون لے کر اسے لہولہان چھوڑ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

اس نے جیری سے پوچھا تھا کہ وہ کس کے لیے کام کرتا ہے؟ جیری اپنے پراسرار باس کا نام اور پتا نہیں جانتا تھا۔ فون کے ذریعے اس سے رابطہ رکھتا تھا۔ اس کے موبائل فون میں ان اہم افراد کے فون نمبرز بھی محفوظ تھے جن سے ہتھیاروں کے سلسلے میں لین دین رہا کرتا تھا۔

اس نے سونیا کو بتایا تھا کہ اس کے باس کے نمبر کے ساتھ ایس جی لکھا رہتا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ باس کا نام سینڈی گرے ہے اور اس کا مخفف ایس۔ جی ہے۔

وہ ویران ساحل میامی بیچ سے کئی کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ سونیا ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر میامی کی طرف جانے لگی۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی چلاتے ہوئے عقب نما آئینے میں اسے دیکھا پھر کہا "تم خوب صورت ہو، جوان ہو کیا ویران بنگلوں میں کسی نے تمہیں کال کیا تھا؟"

اس نے مختصر سا جواب دیا "میں کال گرل نہیں ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "پھر اس ویرانے میں اکیلی کیا کر رہی تھیں؟"

"تمہیں بتانا ضروری نہیں ہے۔ خاموشی سے ڈرائیو کرو سامنے دیکھتے رہو۔"

وہ عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے بولا "اونہہ۔ میں تمہارے جیسی عورتوں کو خوب پہچانتا ہوں۔ برسوں سے ٹیکسی چلا رہا ہوں۔ میامی کی ایک ایک دھندا کرنے والی کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔"

سونیا نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموش رہی، وہ بولا "اگر تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں پولیس اسٹیشن نہ لے جاؤں تو مجھے پچاس ڈالر دے دو۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ڈرائیور کو دیکھا۔ وہ ایک ہاتھ جماتی تو ڈرائیونگ کے قابل نہ رہتا۔ وہ دبلا پتلا سا، نشے کا عادی تھا۔ وہ اس پر ہاتھ اٹھانا نہیں چاہتی تھی، پولیس کے جھمیلوں میں بھی نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ وہ کسی کے ان سوالوں کے جواب نہیں دے سکتی تھی کہ وہ کون ہے؟ اس کا کیا نام ہے؟ وہ کہاں سے آئی ہے اور کہاں بھٹکتی پھر رہی ہے؟

اس نے پچاس ڈالرز نکال کر اسے دے دیے۔ وہ رقم لے کر ہنستے ہوئے بولا "میں نے کہا "تم ہاں" تمہاری جیسی عورتوں کو خوب پہچانتا ہوں۔ اب ٹیکسی کا کرایہ بھی دے دو۔ ٹھیک پچیس ڈالرز بنیں گے۔ تم تیس ڈالرز دے دو۔ اس کے بعد میں تمہیں پریشان نہیں کروں گا۔"

اس نے گھور کر ڈرائیور کو دیکھا پھر تیس ڈالرز بھی نکال کر دے دیے۔ اس نے رقم لے کر رکھ لی پھر گاڑی کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ اس نے پوچھا "تم نے گاڑی کیوں روکی؟"

اس نے اچانک ہی کھٹاک کی آواز کے ساتھ چاقو نکالا ہنستے ہوئے کہا "میں دیکھنا چاہتا تھا، تم کنگال ہو یا مالا مال ہو۔ تمہارے پاس تو بہت مال ہے، نوٹ پر نوٹ نکالتی جارہی ہو۔ جتنا مال ہے، میرے سامنے رکھ دو۔"

وہ اسے ہمدردی سے دیکھتے ہوئے بولی "میری شرافت ہی راس نہیں آرہی ہے۔ میں آرام سے شہر پہنچنا چاہتی تھی اور تم حرام کھا کر بھی خوش نہیں ہو رہے ہو۔"

اس نے یکبارگی اس کی کلائی پکڑ کر موڑ دی۔ وہ جھاڑو کے تنکے کی طرح تھا، جیسے ٹوٹ کر رہ گیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی، ہاتھ سے چاقو چھوٹ گیا۔ سونیا نے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا تو اس کے دیدے پھیل گئے۔ ایسا ہتھوڑا نما ہاتھ تھا کہ اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ وہ پیچھے کی طرف الٹ کر کھڑکی کے شیشے سے ٹکرایا۔ اس نے اس کی تینوں جیبوں میں ہاتھ ڈال کر پانچ سو ڈالرز نکالے پھر کہا "شاید تمہارا دھندا یہی ہے۔ تم ٹیکسی چلا کر نہیں، کمزور عورتوں کو لوٹ کر مال کماتے ہو۔ آئندہ تم کسی کو لوٹنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

اس نے ٹیکسی سے باہر آکر اس کی طرف کا دروازہ کھول کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا پھر اسے باہر کھینچ کر ایک ہاتھ مارا، وہ دور جا کر گرا۔ اس نے فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر بھاگنے میں دیر نہیں کی۔

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگی۔ وہ تیزی سے سڑک پر بھاگتا جارہا تھا۔ آگے جا کر واپس گھوم کر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اچھل کر کہنے لگا "تم میری گاڑی نہیں لے جاسکتیں۔ میں شہر پہنچتے ہی پولیس والوں کو تمہارے پیچھے لگا دوں گا۔ پولیس والے حوالات میں تمہاری ایسی کی تیسی کرتے رہیں گے۔"

سونیا نے گاڑی کی رفتار ایک دم سے بڑھا دی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ شخص کمینہ ہے آئندہ اس کے لیے مصیبتیں پیدا کرتا رہے گا۔ اس نے پوری رفتار سے ڈرائیو کرتے ہوئے اسے زور کی ٹکر ماری۔ وہ اچھل کر دور ایک طرف جا کر گرا۔ سونیا کے لیے یہ دیکھنا ضروری نہیں تھا کہ اس کا انجام کیا ہوا ہوگا وہ آرام سے ڈرائیو کرتی ہوئی ایک گھنٹے کے اندر میامی پہنچ گئی۔

وہاں کوئی پولیس والا اسے ٹیکسی ڈرائیو کرتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ وہ کسی جھمیلے میں پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ ایک جگہ ٹیکسی کو چھوڑ کر فٹ پاتھ پر چلنے لگی۔ وہ میامی شہر کے اس علاقے میں تھی جہاں دن سے زیادہ رات میں رونق رہا کرتی تھی۔ مینگے نائٹ کلبس، کیبرے، کیسینو اور مساج اینڈ باتھ صبح تک کھلے رہتے تھے۔ رات سے صبح تک دولت لٹائی جاتی تھی اور لوٹی جاتی تھی۔ وہ ایک ہوٹل کی لابی میں آکر بیٹھ گئی۔ اس نے کھانے کا آرڈر دیا پھر موبائل فون کو آن کر کے سینڈی گرے سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے اس کی آواز سن کر پوچھا گیا "تم کون ہو؟ یہ تو جیری کا فون ہے۔"

"جیری بات کرنے کے قابل نہیں ہے۔ میں نے اس کی بری طرح پٹائی کی ہے۔ تمہاری ہتھیاروں سے بھری ہوئی وین

...اور ساحلی کانیج کو بم کے دھماکوں سے تباہ کردیا ہے۔ بہتر ہے' پہلے میری ان باتوں کی تصدیق کرلو پھر مجھ سے رابطہ کرو۔"

اس نے فون بند کردیا۔ کھانا کھانے لگی۔ سوچنے لگی "میرے ذہن کو کیا ہوگیا ہے؟ مجھے یاد کیوں نہیں آرہا ہے کہ میرا نام کیا ہے؟ میں کون ہوں؟ میرے اپنے سگے ضرور ہوں گے۔ وہ سب کہاں گم ہوگئے ہیں؟"

سینڈی گرے نے پہلے سونیا کے دماغ میں آکر خیالات پڑھے۔ اس نے سانس روک لی۔ اس کا ایک خاص کارندہ فرینک بلیو میامی نائٹ کلب کا انچارج تھا۔ اس نے فون پر اس سے کہا "جیری لاکھوں ڈالرز کے ہتھیار لے کر ویران ساحل کے بنگلے میں گیا تھا۔ پتا چلا ہے کہ وہ تمام اسلحہ اور میرا وہ بنگلا تباہ ہوگیا ہے۔ تم فوراً اپنے آدمیوں کو بھیج کر معلوم کرو' یہ کہاں تک درست ہے؟"

فرینک بلیو نے کہا "باس! ایک گھنٹا پہلے معلوم ہوا تھا کہ ویران ساحل کی طرف کہیں زبردست دھماکے ہوئے ہیں۔ میرے دو بندے وہاں گئے ہیں۔ میں ابھی ان سے رابطہ کرنے کے بعد آپ کو کال بیک کروں گا۔"

اس نے فون بند کیا پھر اپنے بندوں سے رابطہ کرکے معلومات حاصل کیں۔ اس کے بعد سینڈی گرے کو فون پر مخاطب کیا "ہیلو باس! بری خبر ہے۔ آپ کا بنگلا نمبر اے فورٹین تباہ ہوگیا ہے۔ ہتھیاروں والی وین کے پرخچے اڑ گئے ہیں۔ وین اور ہتھیاروں کے ساتھ انسانی جسموں کے ٹکڑے بھی دور تک بکھر گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے' جیری بھی مارا گیا ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "اوگاڈ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ دو ہفتے پہلے یہاں نیویارک میں ایک عجیب و غریب بچے نے میرے اسلحے سے بھرے ہوئے گودام کو تباہ کرکے مجھے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا تھا۔ آج ایک عورت نے لاکھوں ڈالرز کے اسلحے... اور میرے بنگلے کو تباہ کیا ہے۔"

فرینک بلیو نے حیرانی سے پوچھا "کیا ابھی یہ نقصان ایک عورت نے پہنچایا ہے؟"

"ہاں۔" اس نے فون پر یہی کہا تھا۔ ہوسکتا ہے۔ اس عورت کے پیچھے میرے دشمن چھپے ہوئے ہوں۔ میرے اندازے کے مطابق وہ عورت میامی شہر میں کہیں ہوگی۔ اسے تلاش کرو۔"

اس نے جیری کے موبائل فون کے نمبر پنچ کیے۔ سونیا کھانے کے بعد کافی پی رہی تھی۔ فون کا بزر سن کر اس نے بٹن کو دبایا پھر اسے کان سے لگا کر کہا "میں جانتی تھی' تم مجھ سے رابطہ کرو گے۔"

"کون ہو تم؟ تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"میں تمہیں نہیں جانتی پھر تم سے دشمنی کیوں کروں گی۔ جیری ایک اندھے بوڑھے کو پریشان کررہا تھا۔ وہ نابینا اسلحہ اس کے بنگلے میں چھپانا چاہتا تھا۔ میں نے اسلحہ سمیت اس کے دو ساتھیوں کو ختم کردیا۔ جیری کی پٹائی کرکے اس کو جاں بخش دی ہے۔"

"تم نے تنہا ایسا نہیں کیا ہوگا۔ تمہارے ساتھ اور بھی لوگ ہوں گے۔"

"یقین کرو یا نہ کرو۔ میں بالکل تنہا ہوں۔"

"پھر تو تم زبردست ہو۔ میرے لیے کام کروگی؟"

"میں انسانیت کے خلاف کوئی کام نہیں کرتی۔ اگر تم عمر گزارنا چاہتے ہو تو مجھ سے دور رہو۔"

"اگر میں لمبی عمر جینا نہ چاہوں تو کیا مجھ سے ملوگی؟"

"کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی کسی کے روبرو نہیں آتا۔ مجھے نادان نہ سمجھو۔ کوئی دوسرا حربہ آزماؤ۔"

سونیا نے ویٹر کو بلا کر پوچھا "کتنا بل ہے؟"

وہ بولا "ٹاٹنٹی ڈالرز۔"

اس نے سو ڈالرز دیے۔ وہ شکریہ ادا کرکے چلا گیا پھر وہ فون پر بولی "تم بھی کیا یاد کرو گے۔ میں نے ایک ویٹر کی آواز سنائی ہے۔ اب تم اس کے دماغ سے معلوم کروگے کہ یہ کون سا ہوٹل ہے اور میں میامی کے کس حصے میں ہوں۔ روبرو آسکتے ہو' تو آؤ مگر نہیں آؤ گے۔ اپنے کتوں کو بھیجو گے۔"

اس نے ہنستے ہوئے فون کو بند کردیا۔ سینڈی نے ویٹر کے مختصر سے خیالات پڑھے پھر فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر فرینک بلیو کے اندر پہنچا۔ اس سے بولا "وہ عورت سی سائیڈ ہوٹل کی بالکونی میں ہے۔ فوراً اسے جاکر پکڑو۔ وہ بہت چالاک ہے۔ اسے نکل بھاگنے کا موقع نہ دینا۔ کوشش کرو کہ اسے زندہ گرفتار کرو۔ میں اس سے بہت کچھ اگلوانا چاہتا ہوں۔"

وہ پھر ویٹر کے دماغ میں آیا۔ وہ کچن میں مصروف تھا۔ اس نے اسے پھر بالکونی کی طرف جانے پر مائل کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ فرینک بلیو کے وہاں پہنچنے تک سونیا کی نگرانی کرتا رہے۔

وہ ویٹر کے اندر رہ کر بالکونی میں آیا تو سونیا وہاں نہیں تھی۔ ویٹر تیزی سے چلتا ہوا سیڑھیوں سے اترتا ہوا ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ باہر جانے لگا۔ ہوٹل کے مالک نے اسے روک کر پوچھا "ڈیوٹی چھوڑ کر کہاں

ہے ہو؟ کچن میں جاؤ۔"

وہ بولا "سر! میں دس منٹ کے لیے جاؤں گا پھر واپس آؤں گا۔ پلیز مجھے جانے دیں۔"

وہ جانے کی اجازت نہیں دینا چاہتا تھا۔ سینڈی نے اس کے دماغ میں آکر اس کا منہ بند کیا۔ اسے کاؤنٹر کی طرف دھکیل کر مائل کیا۔ ادھر ویٹر کا دماغ آزاد ہوگیا تھا۔ اس نے کہا "آل رائٹ سر! میں کچن میں جارہا ہوں۔"

وہ پلٹ کر کچن کی طرف جانے لگا۔ سینڈی نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے دوڑاتا ہوا ہوٹل کے باہر لے جانے میں دیر ہوگئی تھی۔ اس نے باہر آکر دور تک اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ فرینک چند ماتحتوں کے ساتھ آیا۔ سینڈی نے ویٹر کی زبان سے کہا "فرینک! میں ایس جی کے دماغ میں آرہا ہوں۔ وہ عورت ابھی باہر نکل کر کہیں گئی ہے۔ ٹیکسی کھڑی ہے۔ اس کی طرف جاؤ۔ یہ ویٹر اسے پہچانتا ہے۔"

وہ سب ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جانے لگے۔ ویٹر سے سونیا کے حلیے اس کے ہیئر اسٹائل اور تمام حلیہ تفصیل سے معلوم کرنے لگے۔ وہ ٹیکسی اسٹینڈ کے آس پاس نظر نہیں آئی۔ فرینک بلیو نے اپنے آدمیوں سے کہا "تم لوگوں کو اس کا حلیہ معلوم ہوچکا ہے۔ ایسی کوئی عورت تنہا نظر آئے تو اسے جانے نہ دینا۔ فوراً باس کو فون پر مطلع کرو۔"

وہ سب مختلف سمتوں میں چلے گئے۔ سونیا نے فون کے ذریعے سینڈی کو مخاطب کیا "ہیلو۔ تم لوگ عجیب احمق ہو؟ ہوٹل کے اندر ہوں اور تم سب ہوٹل کے باہر تلاش کررہے ہو؟"

اس نے فوراً ہی فرینک بلیو کے دماغ میں آکر کہا "وہ ہوٹل کے اندر ہے۔ ویٹر کے ساتھ اندر جاؤ۔ اپنے آدمیوں کو ہوٹل کے دروازے پر کھڑا کردو۔ انہیں کہہ دو کہ کسی بھی عورت کو باہر نہ جانے دیں۔"

وہ سب دوڑتے ہوئے ہوٹل کے اندر چلے گئے۔ اسے نیچے تک ہر منزل پر تلاش کرنے لگے۔ وہ فون کے ذریعے بولی "کیا تمہاری ٹیلی پیتھی کسی کام آرہی ہے؟ ایک نے کہا کہ میں باہر گئی ہوں تم سب اس کے ساتھ باہر چلے گئے۔ میں نے کہا کہ میں ہوٹل کے اندر ہوں تو پیچھے اندر تلاش کررہے ہو۔ اب ایک گھنٹا گزر چکا اور تمہارا خیال ہے کہ میں اب تک اسی ہوٹل میں بیٹھی انتظار کررہی ہوں۔"

واقعی ایک گھنٹا گزر چکا تھا اور وہ مایوس ہوچکا تھا۔ اس نے فرینک سے کہا "ہم ہوٹل تک محدود ہوکر اسے تلاش کررہے ہیں۔ وہ اس ویٹر کو دھوکا دے کر جاچکی ہے۔ اسے پورے شہر میں تلاش کرنا ہوگا۔"

وہ سب پھر ہوٹل کے باہر آگئے۔ فرینک بلیو نے اپنے آدمیوں سے کہا "تم سب اپنی گاڑیوں میں جاؤ اور اسے مختلف علاقوں میں تلاش کرو۔"

وہ سب چلے گئے۔ اس نے فون کے ذریعے اپنے مزید ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنا کام دھندا چھوڑ کر اس عورت کو تلاش کریں۔ اس نے بلیو جینز پر اورنج کلر کی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ گلے میں سیاہ رنگ کا اسکارف ہے۔ اس کی زلفیں سنہری ہیں اور شانوں تک لہراتی ہیں۔ ایسی کوئی عورت نظر آئے تو فوراً باس سے فون پر رابطہ کرو۔

اس کے درجنوں ماتحت پورے میامی شہر میں پھیل گئے۔ صبح چار بجے تک انہوں نے بیس ایسی عورتوں کو پکڑا جو تنہا تھیں اور وہ سونیا کے لباس اور حلیے سے ملتی جلتی تھیں۔ سینڈی گرے نے ایک ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اچھی طرح ان کے خیالات پڑھے۔ ان میں سے بعض سیدھی سادی گھریلو عورتیں تھیں اور بعض مین ہنٹر تھیں۔ گلی کوچوں میں مردوں کو شکار کرتی تھیں۔

سینڈی گرے نے جھنجلا کر کہا "ان میں وہ نہیں ہے جس کی تلاش ہے۔ انہیں جانے دو۔ تم لوگ کسی کام کے نہیں ہو۔ پوری رات گزر چکی ہے اور تم لوگ اس ایک عورت کو تلاش نہیں کرپائے ہو؟"

فرینک بلیو نے کہا "باس! آپ دیکھ رہے ہیں' ہم اسے تلاش کرنے کے لیے اپنے تمام ذرائع استعمال کررہے ہیں۔ پولیس والوں کو بھی اچھی خاصی رقم دے کر اس کے پیچھے لگا دیا ہے۔ امید ہے وہ جلد ہی پکڑی جائے گی۔"

وہ کیسے ملتی؟ جو چیز بغل میں چھپی ہو۔ اسے سارے شہر میں ڈھونڈ مارو وہ کبھی نہیں ملے گی۔ وہ فرینک بلیو کی کار میں پچھلی سیٹ پر لیٹی ہوئی تھی۔ کار کے شیشے کلرڈ تھے۔ وہ باہر سے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ فرینک بلیو کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ سینڈی اس کے اندر تھا۔ اس نے پوچھا "اب کہاں جارہے ہو؟"

وہ بولا "ہم نے اب تک میڈم بونزا کال گرلز ہاسٹل چیک نہیں کیا ہے۔ ہوسکتا ہے' وہ عورت وہاں چھپی ہوئی ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ فرینک دھیمی رفتار سے کار ڈرائیو کررہا تھا

اور فٹ پاتھ پر چلنے والی عورتوں کو دیکھتا جا رہا تھا۔ اسے پیچھے سے آواز سنائی دی "کب تک مجھے تلاش کرتے رہو گے؟"

اس نے ایک دم سے بوکھلا کر گاڑی روکی۔ پلٹ کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ پر وہ مسکرا رہی تھی اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ سہم کر بولا "تک... کون ہو تم؟"

"میں وہی ہوں۔ بلیو جینز اور بیج کلر کی شرٹ، گلے میں سیاہ اسکارف اور دیکھو سنہری زلفیں شانوں تک لہرا رہی ہیں۔ کیا ریوالور کے سامنے زلفوں پر شاعری فرماؤ گے؟"

وہ تھوک نگل کر بولا "ہماری کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ ہم تو ایک دوسرے کو جانتے بھی نہیں۔ یقین کرو۔ میں تمہارے جیسی اسمارٹ عورت سے دوستی کرنے کے لیے تمہیں تلاش کر رہا تھا۔"

"میں ابھی تمہیں آزماؤں گی کہ دوستی کے قابل ہو یا نہیں؟ کار آگے بڑھاؤ۔ کہیں ویرانے کی طرف چلو۔ آرام سے دوستی ہوگی۔"

اس نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ وہ بولی "اپنے باس اور اپنے دھندے کے بارے میں سچ سچ بتاؤ گے تو دوستی ہوگی۔"

"میں باس کا دست راست ہوں۔ اس کے باوجود اس کا نام اور پتا نہیں جانتا۔ ہم سب اسے ایس جی کہتے ہیں اور فون پر اس سے رابطہ کرتے ہیں۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ وہ بولی "کچھ چھپاؤ گے تو بچھتاؤ گے۔"

"میں کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ بہت خطرناک ہے لیکن تم سے متاثر ہو گیا ہے۔ اسے تمہارے جیسی اسمارٹ عورت کی ضرورت ہے۔ کیا تم اس کی دست راست بننا چاہو گی؟"

"منہ چھپانے والے چھپ کر وار کرتے ہیں۔ وہ کبھی میرے سامنے نہیں آئے گا۔ اس لیے اس کی باتیں نہ کرو۔"

اس نے ایک ویران علاقے میں گاڑی روک دی۔ سونیا کار سے باہر آ کر بولی "باہر کھلی فضا میں آؤ۔" وہ دروازہ کھول کر باہر آیا پھر بولا۔

"ٹھیک ہے۔ باس کی باتیں نہیں کروں گا۔ ہم دوست بن کر رہیں گے۔"

"میں تمہارے باس کو بے نقاب کرنا چاہوں گی تو تم دشمن بن جاؤ گے۔"

"نہیں۔ تم سے اور گہری دوستی ہو جائے گی۔ میں خود اسے بے نقاب دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ ہنس کر بولی "وہ تمہارے اندر ہے اور تم اس کے خلاف بول رہے ہو۔"

"ابھی وہ میرے دماغ میں نہیں ہے۔"

"پھر کسی وقت آ کر تمہارے خیالات پڑھے گا کہ تم کس طرح تم بھی اسے بے نقاب کرنا چاہتے ہو۔"

"میں اس سے باتیں بناؤں گا کہ تمہیں ٹریپ کرنے کے لیے اس کے خلاف بول رہا ہوں۔"

"ویری اسمارٹ۔ میں تم سے دوستی کروں گی۔"

سونیا نے ریوالور کو ایک طرف پھینک کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ فرینک نے تیزی سے کوٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک پستول نکالا۔ اسی لمحے میں اس کے ہاتھ پر لات پڑی۔ پستول ہاتھ سے نکل کر فضا میں اڑتا ہوا دور گرا۔ سونیا نے اس طرف چھلانگ لگائی۔ پستول کے پاس آ کر اسے اٹھاتے ہوئے پلٹ کر دیکھا۔ فرینک نے اس کا پھینکا ہوا ریوالور اٹھا لیا۔ دونوں ایک دوسرے کے نشانے پر آ گئے۔

اسی وقت سینڈی کی آواز سنائی دی۔ وہ فرینک کی زبان سے بولا "میں فرینک کا باس ایس جی بول رہا ہوں۔ کوئی گولی نہ چلائے۔ دونوں مریں گے۔ خوامخواہ جان سے جائیں گے۔"

وہ بولی "تمہیں میری نہیں اپنے دست راست کی فکر ہے۔ تم نے اپنے حواریوں کو یہاں پہنچنے کے لیے کہا ہے تمہیں ان کا بھی انتظار ہے۔ ان کے آنے تک تم مجھے اپنی میں لگائے رکھو گے۔"

سینڈی نے سوچ کے ذریعے فرینک سے کہا "یہ بہت چالاک ہے۔ ہمارے آدمیوں کے آنے تک فرار ہو جائے گی۔ تم خطرہ مول لو۔ فوراً گولی چلا کر اسے زخمی کرو۔"

فرینک نے سونیا سے کہا "تم خوامخواہ دشمنی مول لے رہی ہو۔ جبکہ دوستی کر سکتی ہو۔"

"تمہاری دوستی کا نمونہ ابھی دیکھ چکی ہوں۔ اب میری دوستی دیکھو۔ میں پہلے تمہیں فائر کرنے کا موقع دیتی ہوں۔ گولی چلاؤ۔"

وہ تو یہی کرنے والا تھا۔ اس نے فوراً ہی نشانہ لے کر ٹریگر کو دبایا۔ ایک بار پھر دبایا۔ کھٹ کھٹ کی آواز ہوئی۔ گولی نہیں چلی۔ وہ خالی ریوالور کے ذریعے اسے آلو بنا کر ویرانے میں لائی تھی۔

اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ وہ فوراً ہی دونوں ہاتھ جوڑ کر زمین پر گھٹنے ٹیک کر بولا "مجھے معاف کر دو۔ ایک موقع دو۔ تم سچ مچ گریٹ ہو۔ دوستی کے قابل ہو لیکن

تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔"

"اپنے باس کے غلام رہو اور اس سے کہو' ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی جان بچائے۔"

سینڈی نے کہا "میں تم سے التجا کرتا ہوں۔ اسے گولی نہ مارو۔ میں تمہیں بہت بڑی آفر دینا چاہتا ہوں۔"

رات کی خاموشی ٹھائیں کی زوردار آواز دور تک گونجتی چلی گئی۔ سینڈی کی سوچ کی لہریں فرینک کے مردہ دماغ سے نکل گئیں۔ اب وہ دیکھ نہیں سکتا تھا کہ سونیا کیا کر رہی ہے اور کہاں جا رہی ہے؟

اس کے کئی مسلح حواری ادھر آ رہے تھے۔ وہ ایک کے دماغ میں رہ کر وہاں پہنچا تو میدان صاف ہو چکا تھا۔ وہاں فرینک کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ سونیا اس کی کار لے کر چلی گئی تھی۔ وہ سب اپنی گاڑیوں میں دور دور تک جا کر اسے ڈھونڈتے رہے لیکن اس کے سائے تک بھی نہ پہنچ سکے۔

وہ کئی کلومیٹر کا فاصلہ طے کر چکی تھی۔ ایک مڈوے ٹاؤن میں آ کر فرینک کی کار کو ایک جگہ چھوڑ دیا۔ ایک ہوٹل میں آ کر سوچنے لگی "مجھے کہاں جانا چاہیے' میرے اپنے مجھے کہاں ملیں گے' یہ عجیب بات ہے کہ جہاں جا رہی ہوں' مجرموں سے ٹکرا رہی ہوں۔ کیا اس دنیا میں شریف لوگ نہیں ہیں؟"

اب وہ کسی شریف مرد یا عورت سے دوستی کر کے آگے بڑھنا چاہتی تھی۔ ہوٹل کے باہر ایک چھ برس کی بچی کھیل رہی تھی۔ ایک گیند کو دیوار پر مار کر واپسی میں اسے کیچ کرنا چاہتی تھی لیکن کیچ نہیں کر پا رہی تھی۔ سونیا نے اس کے پیچھے آ کر گیند کو کیچ کیا پھر مختلف طریقوں سے گیند کو دیوار پر مار کر کیچ کرنے لگی۔ سونیا بھی اچھل رہی تھی' کبھی قلابازی کھا رہی تھی اور کبھی گیند کی طرف پیٹھ کر کے اسے دیکھے بغیر کیچ کر رہی تھی۔

بچی خوش ہو کر تالیاں بجانے لگی۔ سونیا نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میرا نام وہ ہے' جو تمہیں سب سے زیادہ پسند ہے۔ بولو دنیا میں سب سے پیارا نام کیا ہے؟"

وہ بولی "میرا۔ یہ میری ممی کا نام تھا۔"

"تھا۔؟ یعنی اب نہیں ہے؟"

"وہ گاڈ کے پاس چلی گئی ہیں۔ گرینڈپا کہتے ہیں' وہ جلد ہی واپس آئیں گی۔"

"تو سمجھو کہ ممی واپس آ گئی ہیں۔ میرا نام بھی میرا ہے۔"

ایک بوڑھے نے قریب آ کر کہا "میں دور سے دیکھ رہا تھا۔ تم میری پوتی کو ہنسا رہی ہو۔ ورنہ یہ دو دنوں سے ہنسنا بھول گئی تھی۔"

"یہ ہنسنا کیوں بھول گئی ہے کوئی ٹریجڈی ہوئی ہے۔"

"اس کی ممی ایک حادثے میں ہلاک ہو گئی ہے۔ اس [illegible] کے ذہن پر ماں کی موت کا برا اثر پڑا ہے۔"

سونیا نے کہا "میں اس کی ممی کی ہم نام ہوں۔ میرا نام بھی میرا ہے۔ میں اسے اتنا پیار دوں گی کہ یہ ماں کا غم بھول جائے گی۔ آپ کی فیملی میں اور کتنے افراد ہیں۔"

"صرف ایک بیٹا ہے۔ ہماری اس سے نہیں بنتی ہے۔ یہ بھی اپنے باپ سے ڈرتی ہے اور نفرت کرتی ہے۔ میں اسے لے کر واشنگٹن جا رہا ہوں۔"

وہ بولی "میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ کیا میں بچی کی دیکھ بھال کے لیے آپ کے ساتھ رہ سکتی ہوں؟"

بے بی نے سونیا کا ہاتھ پکڑ کر کہا "تم بہت اچھی ہو۔ میرے ساتھ رہو گی۔ گیند کیچ کرنا سکھاؤ گی۔"

سونیا کے ساتھ وہ بوڑھا بھی ہنسنے لگا۔ اس نے سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میرا نام جان ریڈی ہے۔ میں نہیں جانتا' تم کون ہو کہاں سے آئی ہو اور میں بھی نہیں جانتا کہ مجھے نقصان پہنچاؤ گی یا میرے زخموں پر مرہم رکھو گی۔ میں اپنی پوتی پنکی کی ہنسی کی خاطر تم پر بھروسا کروں گا۔"

سونیا کو ایک سہارا مل گیا۔ رشتے داری مل گئی۔ وہ دادا اور پوتی کے ساتھ واشنگٹن چلی گئی۔

سینڈی گرے تھک ہار کر سو گیا۔ دوسری صبح آنکھ کھلی تو ضروری کاموں سے نمٹنے کے دوران کبھی سونیا کے بارے میں اور کبھی عدنان کے بارے میں سوچتا رہا۔ ان دونوں نے اسے لاکھوں کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا تھا اور اب تک اس کی گرفت میں نہیں آئے تھے۔

پچھلی رات سونیا کہیں گم ہو گئی تھی اور عدنان پچھلے ہفتوں سے اسے دوڑا رہا تھا۔ کبھی کبھی یوں لگتا تھا' وہ گرفت میں آنے والا ہے مگر آتے آتے ہاتھوں سے نکل جاتا تھا۔

سینڈی گرے تو دشمن تھا۔ میں دادا ہو کر اسے کیچ نہیں کر پا رہا تھا۔ پورس باپ ہو کر اس کے پیچھے دوڑتا رہتا تھا۔ الپا کبریا' اعلیٰ بی بی اور فرمان سب ہی اس انتظار میں تھے کہ کبھی وہ ایک سوچ پر مرکوز رہ کر ہمیں یہ معلوم کرنے کا موقع دے گا کہ وہ کہاں ہے اور کس طرح سے ہم اسے گھیر پائیں گے؟

عدنان اپنے حال میں مست تھا۔ وہ میڈم مورینا اور اس کے شوہر ڈی سوزا کو ممی اور ڈیڈی بنا کر آرام سے دن

رات گزار رہا تھا۔ اسے اب تک آگہی نہیں ملی تھی کہ اسے اپنے بچھڑے ہوئے باپ کے پاس جانا ہے' یا نہیں۔ اس کے دماغ میں کوئی مشورہ الہام کی طرح اترتا تھا' تب وہ اس پر عمل کرتا تھا۔ ڈی سوزا ضروری کام سے واشنگٹن جا رہا تھا۔ عدنان سے اس قدر متاثر تھا کہ اسے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ مورینا نے کہا "کوئی بات نہیں' میں اپنے بیٹے کو لے کر تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

ادھر سینڈی گرے نے دن کے گیارہ بجے خیال خوانی کی۔ عدنان کے دماغ میں پہنچا تو وہ ایک ہی سوچ پر ٹھہرا ہوا تھا۔ مختلف خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے تھے۔ وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔

سینڈی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اب وہ دھوکا کھانا نہیں چاہتا تھا۔ ہو سکتا تھا' وہ پھر ٹی وی اسکرین پر طیارے میں سفر کرنے کا منظر دیکھ رہا ہو۔ یہ تصدیق کرنی تھی کہ وہ واقعی طیارے میں بیٹھا ہوا ہے۔

اس کے دائیں بائیں ایک عمر رسیدہ خاتون اور ایک مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ خاموش تھے۔ ان میں سے کوئی بولتا تو وہ اس کے دماغ میں پہنچ جاتا۔ اس طرح یقین ہو جاتا کہ وہ ٹی وی کا کوئی منظر نہیں ہے۔

وہ انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد عدنان نے قریب سے گزرنے والی ہوسٹس کو مخاطب کیا اور اس سے کولڈ ڈرنک کی فرمائش کی۔ وہ مسکرا کر بولی "ابھی لاتی ہوں۔"

سینڈی اس ائرہوسٹس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا' وہ اندرون ملک ایک شہر سے دوسرے شہر پرواز کرنے والا طیارہ ہے اور وہ طیارہ واشنگٹن جا رہا ہے۔ یہ تصدیق ہو گئی کہ عدنان واقعی اس طیارے میں سفر کر رہا ہے۔ ہوسٹس کے خیالات سے پتا چلا۔ وہ ڈیڑھ گھنٹے بعد واشنگٹن پہنچنے والا ہے۔

اس نے فوراً ہی واشنگٹن کے خاص ماتحت سے رابطہ کیا۔ پتا چلا' فرینک بلیو کی ہلاکت کے باعث وہ میامی نائٹ کلب کا چارج سنبھالنے گیا ہوا ہے۔ اگر اسے واپس بلایا جاتا تو وہ ڈیڑھ گھنٹے میں واپس نہیں آ سکتا تھا پھر بھی اس نے اس ماتحت کو فوراً واشنگٹن واپس آنے کا حکم دیا۔

اس کی ایک گرل فرینڈ تھی۔ اس کا نام فلورا تھا۔ اس نے سینڈی سے بیزار ہو کر کہا تھا "تم مجھ سے کبھی شادی نہیں کرو گے۔ جھوٹے وعدے کرتے رہو گے۔ بہتر ہے ہم الگ ہو جائیں۔ میں کوئی دوسرا لائف پارٹنر ڈھونڈ لوں گی۔"

سینڈی نے بھی فلورا کو چھوڑ دیا تھا۔ اب وہی یاد آ رہی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا ہائے فلورا! میں ایس جی بول رہا ہوں۔ کیسی ہو؟"

"آج میری یاد کیسے آ گئی؟"

"تم سے ایک کام ہے۔ ایک ڈومیسٹک فلائٹ نیویارک سے واشنگٹن آ رہی ہے۔ وہ ساڑھے بارہ بجے وہاں پہنچے گی۔ وقت کم ہے۔ فوراً ائرپورٹ کے لیے روانہ ہو جاؤ۔"

"میں ائرپورٹ کیوں جاؤں؟ کیوں تمہارا کام کروں؟ تم بے موت اور ہرجائی ہو۔"

"یہ ایسی باتوں کا وقت نہیں ہے۔ مجھے مجبور نہ کرو۔ ورنہ میں تمہیں لباس اتار کر ائرپورٹ جانے پر مجبور کر دوں گا۔"

فلورا جانتی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تماشا بنا سکتا ہے۔ وہ سہم کر بولی "میں ابھی جا رہی ہوں۔"

اس نے کہا "اس فلائٹ سے پانچ برس کا ایک بچہ آ رہا ہے۔ تم دور ہی دور سے اس پر نظر رکھو گی۔ میں ابھی تمہیں بتاؤں گا کہ وہ تنہا ہے یا اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔"

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچا "فلائنگ کمپنی والے پانچ برس کے بچے کو تنہا سفر کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ وہ طیارے میں ضرور کسی کے ساتھ ہے۔"

وہ پھر ائرہوسٹس کے اندر پہنچ گیا۔ ہوسٹس نے اس کی مرضی کے مطابق عدنان کے پاس بیٹھے ہوئے ڈی سوزا سے پوچھا "کیا آپ کچھ پینا پسند کریں گے؟"

اس نے کہا "تو کھینکس۔"

وہ ڈی سوزا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ایک ضروری کام سے واشنگٹن جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی مورینا اور بیٹا عدنان ہے۔ سینڈی نے اس کی سوچ میں کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ عدنان ایک مسلمان ہے اور میں عیسائی ہوں۔"

اس نے کہا "تین برس پہلے میری بیوی نے ایک بیٹے کو جنم دیا تھا۔ وہ مر گیا تھا۔ اب تین برس بعد زندہ ہو کر واپس آ گیا ہے۔"

سینڈی نے جھنجلا کر کہا "یہ کیا بکواس ہے۔ جو بچہ پیدا ہونے کے بعد مر گیا وہ تین برس بعد کیسے واپس آ گیا۔ کبھی مردے بھی زندہ ہوتے ہیں؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ ہمیں عدنان سے عقیدت ہے۔ یہ بچہ جو کہتا ہے' ہم اسے سچ سمجھتے ہیں۔"

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس بچے نے عجب کرشمہ دکھایا تھا۔ اس نے اچانک تین بجے رات کو گھر میں آ کر اس

کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں تو گردے کی تکلیف کم ہوگئی۔ اب نہ کوئی بیماری ہے' نہ پریشانی ہے۔

عدنان کے متعلق ایسی باتیں سن سن کر سینڈی پریشان ہوجاتا تھا۔ سوچتا تھا "آخر اس میں کیسی کیسی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں' یہ لڑکا ایک جگہ اپنے ماں باپ کے پاس کیوں نہیں رہتا؟ ان سے بھی دور رہ کر کیوں بھٹکتا رہتا ہے؟ آخر یہ چاہتا کیا ہے؟ مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے پھر یہ مجھے نقصان کیوں پہنچاتا ہے؟"

اس نے فلورا کو عدنان کی غیر معمولی صلاحیتوں کے بارے میں بتایا۔ وہ تمام باتیں سن کر بولی "پھر تو یہ تمہارے لیے خطرناک ہے۔ تمہیں اس سے دور رہنا چاہیے۔"

"میں دور رہ کر اس کی نگرانی کرنا چاہتا ہوں۔ فی الحال اس کا سامنا نہیں کروں گا۔ پہلے اس کی کمزوریاں معلوم کروں گا پھر اسے کمزور بنا کر قابو میں کروں گا۔ یہ ابھی جتنا خطرناک ہے' بعد میں میرے لیے اتنا ہی فائدہ مند ہوگا۔"

"مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔ کہیں وہ مجھے دشمن سمجھ کر نقصان نہ پہنچائے۔"

"تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ میں ابھی کسی فلائٹ سے وہاں پہنچنے والا ہوں۔ میرے آنے تک تم اس پر نظر رکھو گی اور اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دو گی۔"

وہ ائرپورٹ پہنچ گئی۔ سینڈی نے کہا "تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ میں پرائیویٹ کمپنی کے ایک طیارے میں آرہا ہوں۔ تمہارے اندر رہ کر تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

اس کے دوسرے ماتحت بھی دیر سویر وہاں پہنچنے والے تھے۔ وہ اس بات کو یقینی بنا رہا تھا کہ اس بار عدنان اسے ڈاج دے کر کہیں چھپ نہ سکے گا۔ یہ ایک اندیشہ تھا کہ پورس اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والی بھی عدنان کے خیالات پڑھ رہے ہوں گے اور وہ بھی واشنگٹن پہنچ رہے ہوں گے۔ وہ لوگ اس کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔

ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ عدنان کا ذہن تھوڑی دیر کے لیے صاف ہوا تھا پھر اس کے اندر مختلف خیالات گڈمڈ ہونے لگے تھے۔ سینڈی خود کو تسلیاں دے رہا تھا کہ پورس وغیرہ اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گے اور اگر بنیں گے تو ان سے بھی نمٹ لیا جائے گا۔

بعض اوقات جن رکاوٹوں کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاتا' وہی رکاوٹیں اچانک پیش آجاتی ہیں۔ سونیا بھی ائرپورٹ پہنچ گئی۔ سینڈی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پچھلی رات جس نے اسے ڈس لیا تھا' وہی ناگن واشنگٹن میں ہوگی۔ وہ اسی سات برس کی بچی پنکی اور اس کے دادا جان ریڈی کے ساتھ ائرپورٹ آئی تھی۔ جان ریڈی اپنے ایک دوست ڈی سوزا اور اس کی بیوی مورینا کا استقبال کرنے آیا تھا۔ ڈی سوزا جب بھی واشنگٹن آتا تھا تو جان ریڈی کے بنگلے میں قیام کیا کرتا تھا۔

میڈم مورینا اور ڈی سوزا جہاز سے اتر کر عدنان کے ساتھ وزیٹرز لاؤنج میں آئے۔ دونوں دوستوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ ڈی سوزا نے کہا "یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ تمہاری بہو حادثے میں ہلاک ہوگئی ہے۔ ہماری پنکی بیٹی ماں سے محروم ہوگئی ہے۔"

مورینا نے جھک کر پنکی کی پیشانی کو بوسہ لیا۔ وہ بولی "میری ممی پھر واپس آگئی ہیں۔ یہ رہیں ممی۔"

وہ سونیا سے لپٹ گئی۔ جان ریڈی نے ان سے سونیا کا تعارف کرایا "اس کا نام بھی میرا ہے۔ اس سے پنکی کو اتنی مماثل رہی ہے کہ یہ اپنی ممی کو بھول گئی ہے۔"

سونیا نے ان دونوں سے مصافحہ کیا۔ مورینا نے کہا "تمہیں بہو کی جگہ یہ دوسری میرا مل گئی ہے۔ ہمیں تو سچ مچ ہمارا بیٹا مل گیا ہے یہ دیکھو۔"

مورینا نے پیچھے پلٹ کر آواز دی "عدنان...!"

وہ نہیں تھا۔ مورینا اور ڈی سوزا نے دور تک دیکھتے ہوئے کہا "ابھی تو یہیں تھا۔ عدنان! بیٹے عدنان!"

وہ اسے آوازیں دیتے ہوئے اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگے۔ دوسری طرف فلورا سوچ کے ذریعے سینڈی سے کہہ رہی تھی "کہاں ہے وہ لڑکا؟ مجھے کسی بوڑھے میاں بیوی کے ساتھ نظر نہیں آرہا ہے۔"

سینڈی خیال خوانی کے ذریعے ڈی سوزا کے اندر پہنچا تو پتا چلا' عدنان کہیں گم ہوگیا ہے۔ اسے تلاش کیا جارہا ہے۔ اس وقت سونیا ان سے پوچھ رہی تھی "کیا وہ آپ لوگوں کے ساتھ جہاز سے اتر کر آیا تھا؟"

مورینا نے کہا "ہاں۔ وہ ہمارے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔"

سونیا نے کہا "پھر وہ کہاں جاسکتا ہے؟ اسے یہیں کہیں ہونا چاہیے۔"

وہ بھی عدنان کو آوازیں دینے لگی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ عدنان اس کا پوتا ہے اور وہ پوتا اپنی دادی کے قریب آتے آتے دور ہوگیا ہے۔

ادھر سینڈی بوکھلا گیا تھا۔ وہ ڈی سوزا اور مورینا کے اندر رہ کر سونیا کی باتیں سن رہا تھا اور اسے آواز سے پہچان

رہا تھا کہ وہ پچھلی رات والی پراسرار اور خطرناک عورت ہے۔ اس نے لاکھوں ڈالرز کا اسلحہ تباہ کیا تھا۔ فرینک بلیو کو موت کے گھاٹ اتارا تھا پھر وہاں سے فرار ہوگئی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یوں اچانک اسے پھر نقصان پہنچانے کے لیے واشنگٹن کے ائرپورٹ کی لابی میں چلی آئے گی۔

وہ فوراً ہی فلورا کے پاس آکر بولا "یہاں سے واپس جاؤ۔ اپنی کار کے پاس رہو۔ میں ابھی پھر تم سے رابطہ کروں گا۔ عدنان کہیں گم ہوگیا ہے۔"

"مجھے واپس جانے کو کیوں کہہ رہے ہو؟ میں بھی اسے یہاں تلاش کروں گی۔"

"یہاں ایک بہت ہی خطرناک عورت ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ تمہیں دیکھے اور تمہارے پیچھے پڑجائے۔"

فلورا وہاں سے چلی گئی۔ سینڈی کا دھیان دو طرف بٹ گیا۔ سونیا اس کے حواس پر چھائی تھی اور عدنان کو قابو میں کرنا بھی لازمی تھا۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ لڑکا اچانک جگہ کیوں بدل دیتا ہے؟ وہ کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ مورینا اور ڈی سوزا کو ماں باپ بنانے کے بعد انہیں بھی چھوڑ کر چلا جائے گا۔ اگر اسے ذرا سا بھی شبہ ہوتا تو وہ سفر کے دوران میں اس کی نگرانی کرتا رہتا۔ جہاز سے اترتے وقت بھی اس کے ماں باپ کے ذریعے اسے نظروں میں رکھتا۔

اب اس کے ملنے کی توقع نہیں تھی۔ مورینا اور ڈی سوزا نے اسے تلاش کرنے کے دوران میں سونیا وغیرہ کو بتایا تھا کہ وہ ایک غیر معمولی لڑکا ہے۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کشش ہے۔ وہ دیکھنے والوں کو سحرزدہ کردیتا ہے۔ ایسا کہتے وقت مورینا رونے لگی۔ وہ اسے اپنا ہی بیٹا سمجھ رہی تھی۔ اس سے جدا ہونا نہیں چاہتی تھی۔ سونیا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا "ذرا صبر کرو۔ ہم اسے پورے شہر میں تلاش کریں گے۔ وہ ضرور تمہیں ملے گا۔"

سینڈی گرے بھی مایوس ہوگیا۔ ائرپورٹ کے اندر اور باہر اسے تلاش کرتے کرتے تھک گیا۔ فلورا اپنی کار کے پاس کھڑی اس کا انتظار کررہی تھی۔ اس نے دماغ میں آکر کہا "وہ کم بخت شیطان ہے۔ اچانک غائب ہوجاتا ہے۔ آج تک کی بڑے سے بڑے شہ زور نے مجھے اتنا پریشان نہیں کیا' جتنا کہ یہ بچہ کررہا ہے۔"

فلورا نے پوچھا "میں کب تک یہاں کھڑی رہوں گی؟ اب مجھے جانے دو۔"

"بے شک تم پریشان ہوگئی ہو۔ میں آدھے گھنٹے بعد وہاں پہنچنے والا ہوں۔ تم میرا انتظار نہ کرو۔ گھر چلی جاؤ۔ میں وہاں آجاؤں گا۔"

"پلیز سینڈی! تمہیں میرے اپارٹمنٹ میں نہیں آنا چاہیے۔ ہمارے تعلقات ختم ہوچکے ہیں۔ مجھے ایک نیا چاہنے والا مل گیا ہے۔ میں اس کے ساتھ ایک اچھی زندگی گزار رہی ہوں۔ تم میرے گھر نہیں آؤ گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں جہاں چاہتا ہوں' وہاں پہنچ جاتا ہوں۔ اپنے محبوب سے کہہ دو' آج وہ تمہارے اپارٹمنٹ میں نہ آئے۔ کوئی پڑوسی بھی نہ آئے۔ تم جانتی ہو۔ میں تنہائی میں کسی تیسرے کا وجود برداشت نہیں کرتا۔"

وہ ہنستا ہوا اس کے دماغ سے گم ہوگیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی' کس طرح ایک اچھی اور پیار بھری زندگی گزارے۔ سیموئیل اسے دل و جان سے چاہتا تھا۔ اس سے شادی کرکے ازدواجی مسرتیں دینا چاہتا تھا لیکن سینڈی ایک عرصے کے بعد پھر اس کی زندگی برباد کرنے آرہا تھا۔ وہ مجبور تھی اس کی ٹیلی پیتھی کے آگے دم نہیں مار سکتی تھی۔

وہ کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرتی ہوئی پارکنگ ایریا سے باہر آئی پھر ایک شاہراہ سے گزرنے لگی۔ ایسے ہی وقت اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا تو ایک دم سے پریشان ہوگئی۔ فوراً ہی سڑک

کے کنارے گاڑی روک دی۔

عقب نما آئینے میں ایک بچے کی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ آنکھیں بڑی بڑی خوب صورت سی تھیں۔ ان میں ایسی انجانی سی کشش تھی کہ وہ اپنی نظریں نہیں ہٹا پا رہی تھی۔ عقب نما آئینے سے ہٹ کر وہاں سے پلٹ کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھنا چاہتی تھی لیکن وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ اپنی جگہ سے ہلنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔

پھر ان معصوم پرکشش آنکھوں نے کہا "گاڑی چلاؤ۔ گھر چلو۔ مجھے بھوک لگی ہے۔"

وہ بے اختیار کار اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرنے لگی۔ سوچنے لگی "یہ وہی ہے۔ سینڈی نے جیسا کہا تھا' ویسی ہی اس کی آنکھیں ہیں۔ کیا میں سحرزدہ ہو رہی ہوں؟"

وہ کسی حد تک سحرزدہ تھی۔ اس کی بات مان کر گھر کی طرف جا رہی تھی۔ اس سے کسی طرح کا سوال نہیں کر رہی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ سینڈی کی طرح یہ بچہ بھی اسے اپنے زیر اثر لے آیا ہے۔ اب سینڈی ہی آکر اس بچے سے اسے نجات دلا سکتا ہے۔

اس نے اپارٹمنٹ کے سامنے گاڑی روکی۔ وہ گاڑی سے اتر کر اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا اپارٹمنٹ کے اندر آیا۔ ڈائننگ روم میں آکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ فلورا نے جھکتے ہوئے اسے دیکھا۔ اب اس کی آنکھیں عام حالات میں تھیں۔ پہلے جیسی غیر معمولی کشش نہیں تھی۔ اسے حوصلہ ہوا۔ اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ میرے ساتھ یہاں کیوں آئے ہو؟"

"پہلے کھانا لاؤ۔ بھوک لگی ہے۔"

"پہلے میرے سوال کا جواب دو۔"

اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو آنکھوں میں پھر وہی کشش تھی۔ وہ فوراً ہی فرماں برداری سے چلتی ہوئی کچن میں آگئی۔ اس کے لیے کھانا گرم کرنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ سینڈی پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے ائرپورٹ پہنچ گیا ہوگا۔ یہاں آنے سے پہلے میرے دماغ میں آئے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ جس لڑکے کو وہ ٹریپ کرنا چاہتا ہے' وہ یہاں گھر میں بیٹھا ہوا ہے پھر وہ اسے یہاں سے لے جائے گا۔

اسے یاد آیا کہ سینڈی اس بچے سے خوف زدہ بھی ہے۔ شاید وہ اسے اپنے ساتھ نہ لے جائے۔ اسے اسی اپارٹمنٹ میں قید کر کے اس کے سر پر مسلط رکھے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ عدنان کے مقابلے میں سینڈی سے زیادہ خوف زدہ ہے۔ ایک تو وہ جب چاہتا تھا اس کے اندر آکر اس کی کچھ ایسی باتیں بھی معلوم کر لیتا تھا' جنہیں عورت سب سے چھپا کر رکھتی ہے پھر یہ کہ وہ یہاں آکر اس کے محبوب سیموئیل کا راستہ روکنے والا تھا۔ سیموئیل اگر اس کا مقابلہ کرنا چاہتا تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ذہنی مریض بنا دیتا یا پھر اسے مار ڈالتا۔

یہ خوف سمجھا رہا تھا کہ اسے بچے سے نہیں' سینڈی سے کسی طرح نجات حاصل کرنی چاہیے۔ وہ کھانا گرم کر کے اس کے پاس لے آئی۔ وہ سر جھکا کر کھانے لگا۔ اس نے پوچھا "کیا تم غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہو؟ میں نے سنا ہے' تم عجیب و غریب ہو۔ میں بڑے پیار سے ایک بہتر زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ کیا تم میری کوئی مدد کر سکتے ہو؟"

اس نے سر اٹھا کر فلورا کو دیکھا۔ فلورا کی نظریں اس کی آنکھوں سے چپک کر رہ گئیں۔ وہ گم صم سی اس کے سامنے بیٹھی رہی۔ ایسے وقت اس نے اپنے اندر سینڈی کی آوازیں سنیں۔ وہ کہہ رہا تھا "ہائے فلورا! میں یہاں پہنچ گیا ہوں اور ایک ٹیکسی میں تمہاری طرف آرہا ہوں۔ فلورا۔ فلورا۔! مجھے محسوس ہو رہا ہے جیسے میں تمہارے دماغ میں نہیں ہوں۔ کسی بند کمرے میں بول رہا ہوں۔ مجھے اپنی سوچ کی لہروں کی بازگشت سنائی دے رہی ہے۔ فلورا۔! تم کہاں ہو؟ فلورا۔! مجھے تمہارا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟ کیا تم مر چکی ہو؟ نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں ابھی آرہا ہوں۔"

فلورا یہ تمام باتیں سن رہی تھی اور گم صم عدنان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی پھر اس کے اندر خاموشی چھا گئی۔ اس کے دل کو بڑا اطمینان حاصل ہو رہا تھا۔ پہلی بار سینڈی اس کے اندر آکر ناکام ہوا تھا۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کال بیل کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھولا۔ سینڈی نے اندر آتے ہوئے پوچھا "کیا تم مرگئی تھیں۔ مجھے پتا نہیں چل رہا تھا کہ میں تمہارے دماغ میں ہوں یا نہیں؟ تمہیں جواب تو دینا چاہیے تھا۔"

وہ بولی "تمہارے لیے یہ بہتر ہوگا کہ میرے دماغ میں تو کیا' میرے گھر میں بھی نہ آؤ۔ ابھی واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ اب اس گھر میں تمہارا باپ آگیا ہے۔"

اس نے غصے سے طمانچہ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ آواز سنائی دی "اے... خبردار!"

اس نے پلٹ کر دیکھا تو عدنان کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ طمانچہ مارنے والا ہاتھ اٹھا تھا' اٹھا ہی رہ گیا۔

◆◆◆◆

وہ دم بخود رہ گیا۔ اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے ہی رہ گئی۔ وہ جس ننھے دشمن کو پکڑ کر اپنے قابو میں کرنا چاہتا تھا اور جس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے خوف زدہ بھی تھا' وہ کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔

یہ بات ابتدا سے ہی اس کے ذہن میں تھی کہ عدنان کے روبرو نہ آئے اور اس سے دور رہنے میں ہی اس کی عافیت تھی۔ یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ اس کی خیال خوانی کی لہریں اس کے ننھے سے دماغ میں پہنچ کر ناکام ہو جاتی ہیں۔

پہلے تو اسے یقین نہیں آیا کہ وہ لڑکا اچانک اس کے سامنے آگیا ہے۔ وہ ائرپورٹ میں گم ہو گیا تھا۔ تلاش بسیار کے باوجود کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔ سینڈی کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ وہ گم ہو کر فلورا کے اپارٹمنٹ میں پہنچ جائے گا۔ اس لیے وہ بے دھڑک وہاں آگیا تھا۔ فلورا پر ہمیشہ کی طرح رعب جما کر اس کی پٹائی کرنا چاہتا تھا لیکن پٹائی کرنے والا ہاتھ اٹھا کا اٹھا ہی رہ گیا۔

وہ سہم کر پیچھے ہٹا اور فلورا سے بولا "یہ۔ یہ کون ہے؟"

وہ بولی "تم پہچان رہے ہو۔ اسی لیے سہمے ہوئے ہو۔ تمہیں یقین نہیں آرہا ہے۔"

عدنان نے فلورا سے پوچھا "یہ کون ہے؟"

وہ حیرانی سے بولی "عجیب ہے۔ تھوڑی دیر پہلے تم نے مجھے اس کی ٹیلی پیتھی سے بچایا تھا اور تم اسے جانتے تک نہیں ہو۔! یہ تم پر دشمنی کرتا آرہا ہے۔ نیویارک سے تم پر قابو پا کر اپنا معمول بنانے آیا ہے۔ تم غیب کی باتیں جان لیتے ہو اور اپنے اس دشمن کو نہیں پہچان رہے ہو۔"

"میں نہیں جانتا کون میرا دوست ہے۔ کون میرا دشمن ہے۔ یہ جان گیا ہوں کہ تمہارا دشمن ہے۔ ابھی تم پر ہاتھ اٹھا رہا تھا۔ اے دشمن! یہاں سے جاؤ۔"

وہ خود ہی وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ ایک بچے کے روبرو خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ وہ جانے لگا۔ فلورا نے اس کا راستہ روک کر کہا "میرے ننھے محافظ! اسے جانے نہ دو۔ مار ڈالو۔ یہ زندہ رہے گا تو میرے دماغ میں آکر میرا جینا حرام کرتا رہے گا۔"

وہ غصے سے بولا "میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔"

عدنان نے فلورا سے کہا "ہٹ جاؤ۔ اسے جانے دو۔"

وہ بولی "یہ تمہارا جانی دشمن ہے۔ اسے زندہ نہ جانے دو۔"

اس کے ننھے سے دماغ میں یہ غائبانہ مشورہ سمایا ہوا تھا کہ اسے جانے دیا جائے۔ وہ بولا "سسٹر! اسے جانے دو۔"

فلورا ایک طرف ہٹ گئی۔ سینڈی بھاگنے کے انداز میں وہاں سے باہر چلا گیا۔ وہ عدنان کے قریب آکر بولی "وہ تم سے

ڈاکٹر جی ایم نازکی
شہرۂ آفاق کتاب
ازدواجی نفسیات
قیمت 40 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے
❖ زندگی کے ساتھی کا آئیڈیل
❖ منگنی اور آئیڈیل
❖ ازدواجی ہم آہنگی
❖ ازدواجی زندگی کا جنسی پہلو
اور بہت کچھ!
کتاب کی قیمت بذریعہ پیشگی ڈرافٹ' منی آرڈر یا کراسڈ چیک ارسال روانہ کریں
ملنے کا پتا
مکتبہ نفسیات
kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

بری طرح خوف زدہ تھا۔ کیا تم اسے کوئی سزا نہیں دے سکتے تھے؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں تم پر کیوں بھروسا کر رہی ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے نقصان پہنچائے گا۔ غنڈوں بدمعاشوں کو یہاں بھیجے گا تو تم بچے ہو۔ ان سے کیسے مقابلہ کرو گے؟ تم نہ تو کوئی انتقامی کارروائی کرتے ہو' نہ منہ سے زیادہ بولتے ہو۔ اوگاڈ! پتا نہیں وہ یہاں سے جانے کے بعد کیا کرنے والا ہے؟"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ ریسیور اٹھا کر بولی "ہیلو۔ کون؟"

سینڈی کے دہاڑنے کی آواز سنائی دی۔ وہ گالیاں بکتے ہوئے کہہ رہا تھا "میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اس لڑکے نے تم پر تنویمی عمل کر کے تمہارے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ میری سوچ کی لہریں تمہاری طرف نہیں جا پا رہی ہیں۔ میں تم سے نمٹ لوں گا۔ تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ بولی "کیا بکواس کر رہے ہو؟ اس بچے نے مجھ پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے لیکن یہ سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ اب تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے مجبور اور بے بس نہیں بنا سکو گے۔ اب تم کتے کی طرح روتے رہو گے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا پھر خوش ہو کر بولی "تم واقعی عجیب و غریب ہو۔ کچھ کرتے نہیں ہو مگر بہت کچھ ہو جاتا ہے۔ وہ سینڈی گرے اب مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

وہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی اور اس کا ہاتھ تھام کر بولی "تم زبردست ہو۔ آئندہ بھی میرے کام آ سکتے ہو۔ بولو میں تمہارے لیے کیا کروں؟ اپنی کوئی خواہش بیان کرو۔"

اس نے فلورا کو دیکھا پھر کہا "میں آئس کریم کھاؤں گا۔"

وہ ہنستے کر بولی "صرف آئس کریم۔؟ میں تمہارے لیے یہاں آئس کریم کی دکان لگا دوں گی۔ تمہیں دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ آئس کریم کھانے والا بچہ بڑوں سے بھی زیادہ بڑے کارنامے انجام دے رہا ہے۔"

"تم بہت بولتی ہو۔ کام نہیں کرتی ہو۔ مجھے آئس کریم لا کر دو۔"

"آئس کریم لانے کے لیے یہاں سے تین کلو میٹر دور جانا ہو گا۔ کیا تم یہاں تنہا رہو گے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ اپنا پرس اٹھا کر بولی۔ "آؤ۔ دروازے کو اندر سے بند کرو۔ میں جلد ہی آؤں گی۔ جب تک آواز نہ دوں۔ دروازہ نہ کھولنا۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ اس نے اندر سے دروازے کو بند کر لیا۔ وہاں سے آہستہ آہستہ چلتا ہوا فلورا کے بیڈ روم کے سامنے آیا۔ دروازہ بند تھا لیکن اسے کمرے کے اندر ایک سیاہ بیگ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اس نے ایک الماری کی طرف دیکھا۔ وہ سیاہ بیگ الماری کے اندر نظر آ رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس الماری کو کھولا۔ اس کے نچلے حصے میں وہ بیگ رکھا ہوا تھا۔

اس نے فرش پر گھٹنے ٹیک کر بیگ کو اپنی طرف کھسکایا۔ وہ نمبروں کے ذریعے لاکڈ کیا گیا تھا۔ وہ گھور کر لاک کو دیکھنے لگا۔ خفیہ نمبر ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے آنے لگے۔ وہ ایک ایک نمبر گھماتا گیا۔ کھٹ کی آواز کے ساتھ لاک کھل گیا۔ اس نے بیگ کو کھول کر اندر دیکھا۔ اس میں ایک جوڑا مردانہ لباس' شیونگ کا سامان' ایک فائل اور تین کمپیوٹر ڈسک رکھی ہوئی تھیں۔

اس نے فائل پر ایک نظر ڈالی۔ ذہن میں بات آئی کہ فائل چھوڑ دی جائے۔ تینوں ڈسک نکال لی جائیں۔ اس نے یہی کیا۔ تینوں ڈسکس کو نکال کر اپنے لباس کے اندر رکھ لیا۔ بیگ کو بند کر کے اس کے مخصوص نمبروں کے ذریعے اسے لاک کیا۔ اسے پہلے کی طرح اس کی جگہ رکھا۔ الماری کو بند کر کے کمرے کے باہر آیا پھر اس اپارٹمنٹ سے باہر نکل کر ایک طرف روانہ ہو گیا۔ کہیں ٹھہراؤ نہیں تھا۔ وہ کسی جگہ ٹھہر نہیں پا رہا تھا۔

فلورا آئس کریم لینے کے لیے کار میں آئی تھی۔ تاکہ جلدی اپارٹمنٹ میں واپس پہنچ سکے لیکن راستے میں اس کا محبوب سیمویل مل گیا۔ وہ بولی "میں تمہیں کال کرنے والی تھی۔ آج میں بہت خوش ہوں۔"

"بہت خوش ہو تو فوراً کال کرنا چاہیے تھا۔ ویسے بات کیا ہے۔"

"آؤ۔ آئس کریم پارلر میں بیٹھیں۔ وہاں بتاؤں گی۔"

وہ دونوں پارلر میں آ کر میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ وہ آئس کریم کا آرڈر دے کر بولی "مجھے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے ایس جی سے نجات مل گئی ہے۔ وہ کبھی میرے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔"

"وہ تمہیں پریشان کرنے آتا ہے۔ شیطان اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا۔ وہ پھر آئے گا۔"

"وہ شیطان ایک ننھے فرشتے سے شکست کھا کر اس سے خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا ہے۔"

وہ اسے عدنان کے بارے میں بتانے لگی۔ وہ تعجب سے سنتا رہا اور کچھ سوچتا رہا پھر اس نے پوچھا "کیا وہ خفیہ اور راز کی باتیں جانتا ہے؟"

"ہاں۔ سینڈی اسی بات سے خوف زدہ رہتا ہے۔ وہ تو

اس کے روبرو کھڑا ہی نہ ہو سکا۔ دم دبا کر بھاگ گیا۔"

"کیا تم نے میرے بارے میں اسے بتایا ہے؟"

"بتانا کیا ہے۔ ابھی چلو۔ اس سے تعارف کراؤں گی۔ مجھے تو جیسے ایک محافظ مل گیا ہے۔ میں ہمیشہ اسے اپنے ساتھ رکھوں گی۔ جلدی آئس کریم کھاؤ۔ وہ انتظار کر رہا ہو گا۔ ارے! تم تو کھا نہیں رہے ہو۔ کس سوچ میں ہو؟"

"کچھ نہیں۔ وہ اچانک مجھے یاد آیا ہے کہ ابھی ایک گھنٹے کے اندر مجھے ریکریشن گراؤنڈ پہنچنا ہے۔ میں ابھی تمہارے اپارٹمنٹ نہیں جا سکوں گا۔ تم ایسا کرو۔ میرا وہ سیاہ بیگ لے آؤ۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ تم وہ بیگ لانے تک میرا یہاں انتظار کرو گے تو پھر اپارٹمنٹ میں کیوں نہیں چلو گے؟"

"میری جان! سمجھا کرو۔ وہاں اس عجیب و غریب لڑکے سے ملاقات کرنے میں دیر ہو جائے گی۔ میں ضروری کام نمٹا کر' واپسی پر اس سے ملوں گا۔ تمہارے پاس کار ہے۔ میں اسی کار میں تمہارے ساتھ ریکریشن گراؤنڈ تک جاؤں گا۔"

وہ راضی ہو گئی۔ عدنان کے لیے آئس کریم کا بڑا سا پیک لے کر کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ وہ کار کی کھڑکی پر جھک کر بولا۔ "میری جان! اس لڑکے سے زیادہ باتیں نہ کرنا۔ ورنہ دیر ہو جائے گی۔ میرا بیگ لے کر فوراً چلی آؤ۔"

"بس یہ گئی اور یہ آئی۔"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی چلی گئی۔ سیمویل اسے دیکھتا رہا۔ جب اس کی کار نظروں سے اوجھل ہو گئی تو اس نے اپنا موبائل فون نکال کر کسی سے رابطہ کیا پھر کہا "ہیلو سر! میں نے جس اپارٹمنٹ میں مال رکھا ہے' وہاں خطرہ ہے۔ ہمیں چوتھی ڈسک کے انتظار میں یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ آپ ریکریشن گراؤنڈ میں بیلی کاپٹر لے آئیں۔"

"میں نے تمہیں وارننگ دی تھی۔ ایسے اہم راز کو کسی خطرے کی جگہ نہ رکھا جائے۔ تم بہت لاپروا ہو۔ اگر کوئی گڑبڑ ہو گی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی۔ میں ابھی وہ فائل اور تینوں ڈسکس لے کر آ رہا ہوں۔ آپ ٹھیک ایک گھنٹے بعد بیلی کاپٹر لے آئیں۔" اس نے فون بند کر دیا۔

فلورا کار سے اتر کر اپارٹمنٹ میں آئی۔ دروازہ کھلوانے کے لیے کال بیل کا بٹن دبایا پھر پتا چلا دروازہ ذرا سا کھلا ہوا ہے۔ اس نے ہاتھ لگایا تو وہ پوری طرح کھلتا چلا گیا۔ اس نے آواز دی "عدنان! کہاں ہو؟"

اس نے اندر آ کر اسے تلاش کرتے ہوئے کہا "میں نے آئس کریم لی تھی۔ دروازہ نہ کھولنا باہر نہ جانا۔"

اسے جواب ملا اور نہ وہ ملا۔ وہ دل برداشتہ ہو کر صوفے

سگریٹ نوشی چھوڑیے
جینا شروع کیجیے
قیمت
25 روپے
ڈاک خرچ
23 روپے
تمباکو نوشی اور دیگر بری عادات سے چھٹکارا حاصل کیجیے۔
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں
kitabist@hotmail.com
kitabist1970@yahoo.com

پر بیٹھ گئی۔ وہ اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ وہاں سے اٹھ کر باہر آئی اور اپارٹمنٹس کے چاروں طرف اسے تلاش کرنے لگی پھر اسے یقین کرنا پڑا کہ وہ جیسے اچانک آیا تھا۔ ویسے ہی اچانک جاچکا ہے۔

وہ اپارٹمنٹ میں واپس آئی۔ سیمویل نے فون پر پوچھا۔ "تم کہاں ہو؟ اتنی دیر کیوں کررہی ہو؟"

وہ رونے کے انداز میں بولی "ہائے سیمویل! وہ بچہ یہاں نہیں ہے۔ کہیں چلا گیا ہے۔"

"اس میں افسوس کرنے کی کیا بات ہے؟ کہیں کھیلنے کودنے گیا ہوگا۔ واپس آجائے گا۔ تم فوراً بیگ لے کر آؤ۔ مجھے دیر ہورہی ہے۔"

"سوری۔ میں ابھی بیگ لے کر آرہی ہوں۔"

اس نے بیڈ روم آکر الماری کھولی۔ وہاں سے سیاہ بیگ کو نکالا پھر اسے اٹھا کر اپارٹمنٹ کے باہر آئی۔ دل نے کہا' عدنان واپس آسکتا ہے۔ اس نے دروازے کو کھلا چھوڑ دیا۔ کار میں بیٹھ کر آئس کریم پارلر تک پہنچی۔ سیمویل انتظار کررہا تھا۔ اس کے ساتھ وہاں سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ پچھلی سیٹ پر رکھے ہوئے بیگ کو دیکھا۔ وہ ایسے نمبروں سے مقفل تھا کہ اسے کوئی کھول نہیں سکتا تھا۔ ایک بچے سے تو توقع ہی نہیں کی جاسکتی تھی۔

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولی "تم واپس کب آؤ گے؟"

"شاید ایک ہفتے بعد آسکوں گا۔"

"سیمویل! میں بہت اداس ہوں۔ ایک تو وہ محافظ بچہ کہیں چلا گیا ہے۔ اوپر سے تم چھوڑ کر جارہے ہو۔ آخر تم کرتے کیا رہتے ہو؟ کب تک مجھ سے بچھڑتے اور ملتے رہو گے۔"

"فلورا! تمہیں میرے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنی ہے تو تمہیں میرا رازدار بن کر رہنا ہوگا۔"

"میں دل و جان سے تمہاری ہوں۔ تمہارا کوئی راز کبھی کسی کے سامنے زبان پر نہیں لاؤں گی۔"

"یہ تمہاری دانش مندی ہوگی۔ میرے ساتھ زندگی گزارنے کی شرط یہی ہے کہ میری ہم راز بن کر رہو۔"

"آخر کیسی رازداری چاہتے ہو؟ مجھ سے کھل کر بولو۔"

"میں وائٹ ہاؤس کے اہم سیاسی راز چرا کر دوسرے ممالک کی ایجنسیوں کو فروخت کرتا ہوں۔"

وہ ریکریشن گراؤنڈ میں آگئے تھے۔ وہ گاڑی روک کر بولی "یہ کیا بکواس کررہے ہو؟ اپنے وطن سے غداری کرتے ہو؟"

وہ پچھلی سیٹ سے بیگ اٹھاتے ہوئے بولا "اب تم مجھے حُبِ الوطنی نہ سکھانا۔ دولت کمانے کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔"

وہ بیگ اٹھا کر کار سے باہر آگیا۔ موبائل کے ذریعے کہنے لگا "میں آگیا ہوں۔ فوراً ہیلی کاپٹر لے آؤ۔"

اس نے تعجب پوچھا "تمہارے پاس ہیلی کاپٹر بھی ہے؟ تم کہاں جارہے ہو؟"

"میں بارڈر کی طرف جارہا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے تم میرے ساتھ گزارا نہیں کرسکو گی۔"

"میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ تم میرے ملک کا راز چرا کر نہیں لے جاسکتے۔ میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔"

وہ اس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑنے لگی۔ اس نے گریبان چھڑا کر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ مار کھا کر پیچھے زمین پر گر پڑی۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ بہت دور سے چلا آرہا تھا۔

وہ زمین سے اٹھ کر اس سے بیگ چھیننے کی کوشش لگی۔ وہ اس کی پٹائی کرنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کچھ فاصلے پر آکر اتر رہا تھا۔ وہ مار کھاتے کھاتے نڈھال ہوگئی تھی۔ چکرا کر گر پڑی۔ سیمویل دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر میں سوار ہوگیا۔ اس کا سلائیڈنگ دروازہ بند ہوگیا۔ وہ پھر پرواز کے لیے بلندی کی طرف اٹھنے لگا۔

ہیلی کاپٹر کے اندر ایک موٹا اور بھدا سا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ پیچھے دو گن مین تھے۔ موٹے نے پاس سے کہا "ڈسکس اور فائل کہاں ہیں۔ نکالو۔ میں اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے مخصوص نمبروں کی ترتیب سے بیگ کو کھول کر دیکھا تو اندر فائل تھی۔ وہ تینوں ڈسکس نہیں تھیں۔ موٹے نے غرا کر اسے دیکھا۔ اسے ایک الٹا ہاتھ رسید کیا پھر ریوالور نکال کر پوچھا "وہ تمام ڈسکس حاصل کرنے کے لیے ہم نے بڑی محنت کی تھی۔ تم نے ان کا سودا کسی دوسرے سے کرلیا۔"

"نن۔ نہیں۔ آپ مجھے غلط نہ سمجھیں۔ وہ۔ وہاں ایک بچہ آیا تھا۔ وہ اسی نے۔۔۔"

پھر ایک الٹا ہاتھ منہ پر پڑا "ہمیں اُلّو بناتے ہو۔ ایک بچہ کیا کمپیوٹر سیکرٹ ڈسک چرائے گا؟"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز ابھری۔ نیچے زمین پر بڑی فلورا آہستہ آہستہ اٹھتی ہوئی آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر ایک لمبے دائرے میں پرواز کررہا تھا۔ اب تک کہیں دور نہیں گیا تھا پھر اس کا سلائیڈنگ دروازہ کھل گیا۔ وہاں بلندی سے کوئی گرتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ تیزی سے پستی کی طرف آتا ہوا فلورا کے قریب زمین بوس ہوگیا۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ پہلا محبوب

ہینڈی گرے ہرجائی تھا۔ دوسرا محبوب سیمویل بھی ہرجائی نکلا۔ اسے ہمیشہ کے لیے تنہا چھوڑ کر لاش میں تبدیل ہوگیا تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

○☆○

وہ پاکستان میں ایک مشہور و معروف ماڈل گرل تھی۔ اشتہاری فلمیں بنانے والے کہتے تھے کہ وہ مشہور زمانہ نونالیزا کی طرح مسکراتی ہے۔ نام تو اس کا کچھ اور تھا مگر وہ نینا کے نام سے مشہور تھی۔ وہ ٹی وی ڈراموں میں بھی اپنی اداکارانہ صلاحیتیں منواتی رہتی تھی۔ لاکھوں روپے کماتی تھی لیکن مطمئن نہیں تھی۔

وہ کسی طرح پڑوسی ملک میں جاکر لاکھوں نہیں کروڑوں کمانا چاہتی تھی۔ ہندوستانی ماڈلز اور اداکاراؤں کے بارے میں پڑھتی بھی تھی اور انہیں انڈین اسکرین پر دیکھتی بھی تھی۔ دل مچل جاتا تھا کہ ہندوستان میں پیسا کیوں نہ ہوئی؟ انڈین ماڈلز کو ساری دنیا میں شہرت حاصل ہوتی ہے اور وہ پاکستان میں کنویں کا مینڈک بنی ہوئی تھی۔ اسے ابھرنے' شہرت کی بلندیوں پر پہنچنے اور خوب دولت کمانے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ ملکی قوانین کے مطابق وہ نہ تو انڈین فلموں میں کام کرسکتی تھی اور نہ ہی ماڈلنگ کرسکتی تھی۔

اس کے بڑے بڑے ہمدرد تھے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ کسی طرح یو' کے یا امریکا کی شہریت حاصل کرلے۔ وہاں کسی سے شادی کرلے۔ تب وہ پاکستانی قوانین کی زنجیروں سے آزاد ہوجائے گی۔

وہ ایک بار ماڈلنگ کے لیے لندن گئی تو ایک پاکستانی دلال نے کنور مہیش ورما سے اس کی ملاقات کرائی۔ کسی کو پاکستانی دلال کہا جائے تو اپنے حب الوطنی کے جذبے کو ٹھیس پہنچتی ہے لیکن کیا کیا جائے۔ طوائفیں اور دلال ہر ملک میں ہوتے ہیں۔ کنور مہیش ورما نے اسے دیکھا تو کہا "واہ! کیا آئیڈیل بیوٹی ہے۔ اپنی نئی فلم کی ہیروئن کے لیے ایسا ہی چہرہ اور ایسا ہی فیگر چاہیے۔ تم ماڈلنگ کرتی ہو۔ کیا ایکٹنگ کا تجربہ ہے؟"

وہ یہ سن کر خوش ہوگئی کہ کنور مہیش ورما کو اس کا چہرہ اور اس کا فیگر پسند آیا ہے۔ وہ بولی "میں کئی ٹی وی ڈرامے اور سیریل کرچکی ہوں۔"

"ٹی وی اور فلموں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ تم نے انڈین ہیروئنوں کو دیکھا ہوگا۔ وہ بجلی کی طرح رقص کرتی ہیں اور تم سے کم لباس میں بجلیاں گراتی ہیں۔"

"میں نے باقاعدہ ڈانس سیکھا ہے۔ آپ ایک گانا مجھ پر پکچرائز کریں۔ آپ میرا ڈانس دیکھ کر مادھوری ڈکشٹ کو بھول جائیں گے۔"

"میں اپنے ڈائریکٹر سے تمہیں ملاؤں گا لیکن تمہیں لندن کی شہریت حاصل کرنے کے لیے کسی انگریز سے شادی کرنی ہوگی۔ کیا تم کرو گی؟"

"میں انڈین اسکرین پر آنا چاہتی ہوں۔ جو کہو گے' وہ کروں گی لیکن کون انگریز مجھ سے شادی کرے گا؟ میں یہاں کسی کو نہیں جانتی۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ یہاں ایسے بے روزگار اور قلاش انگریز بھی ہیں' جو چند پونڈز میں بک جاتے ہیں۔ میں تمہارے لیے کسی کو خریدوں گا۔ تمہاری اس سے کورٹ میرج ہوگی لیکن وہ تمہیں ہاتھ نہیں لگائے گا۔ تم صرف میری راتیں رنگین کیا کرو گی۔"

وہ راضی ہوگئی۔ دو دنوں کے اندر ایک انگریز سے شادی بھی ہوگئی اور اسے وہاں کی شہریت بھی حاصل ہوگئی۔ وہ کنور مہیش ورما کا دل خوش کرنے لگی۔ یہ طے پایا کہ وہ پہلے پاکستان جائے گی۔ پھر یو' کے پاسپورٹ اور دیگر سرکاری کاغذات کے ذریعے پاکستان سے ہندوستان جائے گی۔ اسے وہاں کا قانون نہیں روک سکے گا۔

ورما نے کہا "جب تم اسلام آباد سے ممبئی کے لیے روانہ ہوگی تو ائرپورٹ پر ایک شخص تمہیں ملے گا۔ وہ تمہیں کمپیوٹر ڈسکس کا ایک پیکٹ دے گا۔ تم اپنے میک اپ باکس میں اسے چھپا کر لے آؤ گی۔"

"وہ کس کی ڈسکس ہوں گی؟"

"ان ڈسکس کا تعلق سیاسی معاملات سے ہے۔ تم نہیں سمجھو گی۔"

"میں ایسی بھی نادان نہیں ہوں۔ یہ اندازہ کرسکتی ہوں کہ سرکاری راز چرا کر میرے ذریعے اسے ہندوستان پہنچایا جائے گا۔"

"یہ سمجھ رہی ہو تو اچھی بات ہے۔ بولو کیا رازدار بن کر رہو گی؟"

"میں کہہ چکی ہوں۔ انڈین اسکرین پر آنے کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہوں۔"

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے۔ لوگ وطن فروشی کے ذریعے بھی اپنی خواہشات کی تکمیل کرتے ہیں۔ وطن سے غداری کی سزا کبھی فوراً ہی مل جاتی ہے۔ کبھی ایک مدت کے بعد ملتی ہے مگر ملتی ضرور ہے۔

یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ الپا بھی اس وقت ائرپورٹ کی ویزیٹرز لابی میں تھی۔ کبریا انڈیا سے پاکستان آرہا تھا۔ وہ اسے ریسیو کرنے آئی تھی۔ اس کے قریب سے گزرتے وقت اس

سے ٹکرا ہوگئی۔ اس نے کہا "سوری۔"
وہ بولی "اٹس آل رائٹ۔"
انہی لمحات میں ایک شخص نے قریب آکر کہا "ہائے نینا!"
نینا نے پوچھا "تم کون ہو؟ مجھے کیسے پہچانتے ہو؟"
وہ الپا کو دیکھ کر ہچکچایا پھر بولا "تم سے یہ بات ہو چکی ہے کہ میں یہاں ملوں گا۔ پلیز ادھر چلو' میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"
وہ الپا سے ٹکرانے کے باعث بھول گئی تھی کہ وہاں ایک شخص آکر اسے ایک پیکٹ دینے والا ہے۔ وہ جلدی سے بولی "او گاڈ! میں تو بھول ہی گئی تھی۔ دراصل میرے اتنے فین ہیں کہ سب ہی کو یاد نہیں رکھ سکتی۔"
وہ بولتی ہوئی اس کے ساتھ دور جانے لگی۔ الپا نے محسوس کیا کہ وہ باتیں بنا رہی ہے۔ وہ اسے غور سے دیکھتی رہی۔ نینا اس شخص کے ساتھ ایک جگہ جاکر رک گئی۔ وہ کچھ بول رہا تھا اور ایک چھوٹا سا پیکٹ اسے دے رہا تھا پھر وہ پیکٹ اسے دیتے ہی پلٹ کر جانے لگا۔ اگر وہ اس کا فین ہوتا تو اتنی جلدی نہ جاتا۔ پیکٹ کی صورت میں کوئی تحفہ دینے کے بعد کچھ لگاوٹ کی باتیں کرتا لیکن وہ بڑی بے نیازی سے چلا گیا تھا۔
الپا نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے اندر پہنچی۔ مختصر سے خیالات پڑھے۔ پتا چلا' اس کا نام راج ملہوترا ہے اور وہ "را" کا ایک اہم کارندہ ہے۔ اس نے دو ڈسکس نینا کے حوالے کی ہیں۔ وہ دونوں ڈسکس پاکستان اور کشمیر کے اہم سیاسی معاملات سے تعلق رکھتی ہیں۔"
وہ راج ملہوترا کے دماغ سے نکل آئی۔ اس سے بعد میں نمٹ سکتی تھی۔ اس نے نینا کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ باتھ روم میں جاکر اس پیکٹ کو اپنے میک اپ بکس میں چھپا رہی تھی۔ وہ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا' وہ ایک فلم میں ہیروئن بننے کے لیے ممبئی جا رہی ہے۔ اسے اسی شرط پر ہیروئن بننے کا چانس دیا جا رہا تھا کہ وہ پاکستان میں رہ کر "را" والوں کے کام آتی رہے گی اور وہ کام آرہی تھی۔
الپا دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کس طرح اس پیکٹ کو چھپا کر لے جائے گی۔ اس نے اپنی ایک اپیچی' ہینڈ بیگ اور میک اپ بکس کو ایکسرے مشین کے سامنے سے گزارنے کے لیے ایک قطار میں رکھ دیا تھا۔ اس کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا۔ ایکسرے کے ذریعے اس پیکٹ کے اندر رکھی ہوئی ڈسکس کو صاف طور سے دیکھا جا سکتا تھا۔
ایکسرے مانیٹر کے سامنے ایک افسر اپنے ایک ماتحت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ماتحت ایک مسافر کا بیگ کھول کر اس میں سے ٹرانسسٹر ریڈیو سیل نکال کر کہہ رہا تھا کہ طیارے میں سیل جیسی دھماکا کرنے والی چیزیں نہیں لے جائی جاسکتیں۔
وہ مسافر لاعلمی میں ایسے سیل لے جا رہا تھا۔ اس لیے اسے گرفتار نہیں کیا گیا۔ وہ تمام سیل ضبط کرکے اسے جانے کی اجازت دے دی گئی لیکن نینا جو ڈسکس لے جا رہی تھی۔ ان میں سرکاری راز پوشیدہ تھے۔ وہ ایک لمبی مدت کے لیے جیل کی سلاخوں کے پیچھے جاسکتی تھی۔
شوق انسان کو سولی پر بھی چڑھا دیتا ہے۔ آدمی شوق پورا کرنے کی خاطر بڑے بڑے خطرات سے بھی گزر جاتا ہے۔ وہ بھی حوصلہ کر رہی تھی۔ ایکسرے مشین کے سامنے سے سامان گزار رہی تھی۔ الپا اس افسر کے دماغ میں آگئی۔ وہ ایک بہت ہی فرض شناس افسر تھا۔ ایک ایک سامان کو بغور دیکھتا تھا۔ نینا کا سامان ایک قطار میں سے رہ کر گزرتا ہوا ایکسرے مانیٹر پر دکھائی دینے لگا۔ اس کے میک اپ باکس میں رکھی ہوئی ڈسکس صاف طور سے دکھائی دے رہی تھی۔ ایسے ہی وقت الپا نے محسوس کیا کہ وہ افسر اچانک غائب دماغ ہوگیا ہے۔
مانیٹر اسکرین سے سامان کو گزرنے میں تین یا چار سیکنڈ لگتے ہیں۔ ان چار سیکنڈ میں افسر نے سر گھما کر اپنے ماتحت کو مخاطب کیا۔ ماتحت کی توجہ بھی مانیٹر سے ہٹ گئی۔ نینا کا میک اپ باکس اسکرین سے گزر گیا۔
ماتحت نے پوچھا "یس سر!"
افسر نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر کہا "میں کچھ کہنے والا تھا۔ اتنی جلدی بھول گیا۔ تعجب ہے۔"
ادھر نینا اپنا سامان ٹرالی میں رکھ کر لے گئی۔ اس کا دل خوشی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ ایک بہت بڑے خطرے سے نکل آئی تھی۔ الپا کی یہ دانش مندی تھی کہ اس نے نینا کے اندر اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی تھی۔ اس طرح یہ معلوم ہوگیا تھا کہ اس کی پشت پر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اور وہ اس کی موجودگی سے بے خبر ہے۔
الپا نے خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ اسے نینا کے بارے میں بتایا پھر کہا "کبریا کی فلائٹ یہاں پہنچ گئی ہے۔ میں اس کے ساتھ مصروف رہوں گی۔ یہاں "را" کا ایک کارندہ راج ملہوترا میری نظروں میں آیا ہے۔ میں اس کے ذریعے معلوم کروں گی کہ "را" والوں نے یہاں سے اسلام آباد تک کس طرح اپنا جال بچھا رکھا ہے۔"
اعلیٰ بی بی نے کہا "ویل سینسر! میں نینا کے ذریعے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچنے کی کوشش کروں گی۔ مجھے اس کے اندر پہنچا دو۔"

وہ الپا کے اندر آئی۔ الپا نے اسے نینا کے اندر پہنچا دیا۔ فرمان نے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہوسکتا ہے؟"
اعلیٰ بی بی نے کہا "وہ بھارتی حکومت کے لیے کام کر رہا ہے۔ یقیناً ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ہی ہے' جو ہمارے خلاف محاذ آرائی کے لیے بھارت پہنچے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک بوبی برٹن پر اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی جاچکی ہے۔ وہ ناکارہ ہوچکا ہے۔ دوسرے کا نام وینڈمارکس ہے۔ وہ اب تک روپوش ہے۔ ہم سے بچتا پھر رہا ہے۔"
فرمان نے کہا "وہ بہت محتاط ہے۔ اپنی آواز بھی نہیں سنا رہا تھا۔ اب ہم اس غدار ماڈل اور اس سے تعلق رکھنے والوں کے ذریعے اس کے بارے میں کچھ معلوم کرسکیں گے۔"
"اس محتاط شخص تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم خود کو ظاہر نہ کریں۔ خاموشی سے اس کی مصروفیات پر نظر رکھیں۔"
وہ سفر کے دوران میں اپنی سیٹ پر خاموش بیٹھی اپنے خیالوں میں گم رہی۔ وہ انڈین فلم انڈسٹری میں پہنچ کر خود شہرت کی بلندیوں پر پہنچتا دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ ایسے وقت کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر نہیں تھا۔ کبھی اعلیٰ بی بی اور کبھی فرمان اس کے خیالات پڑھتے رہے تھے۔
ممبئی ائرپورٹ پہنچ کر اسے کسٹم چیکنگ سے گزرنا تھا۔ وہاں اس کے میک اپ باکس کو کھول کر دیکھا گیا۔ ایک افسر نے وہ پیکٹ نکال کر اپنے پاس رکھ لیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس وقت اعلیٰ بی بی نے محسوس کیا کہ اس کے اندر کوئی ہے اور وہ اسے بولنے سے اور اعتراض کرنے سے روک رہا ہے۔
وہ خاموشی سے اپنا سامان سمیٹ کر جانے لگی۔ فرمان نے کہا "میں اس کے دماغ میں رہوں گا۔ تم اس افسر کا محاسبہ کرو۔ دیکھو وہ پیکٹ کہاں پہنچانے والا ہے؟"
نینا ٹرالی میں سامان لے کر وزیٹرز لاؤنج میں آئی۔ وہاں کنور مہیش ورما نے مسکرا کر اس کا استقبال کیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "میں وہ پیکٹ کسی طرح پاکستان سے لے آئی تھی لیکن یہاں کسٹم والوں نے چھین لیا ہے۔"
وہ ہنستے ہوئے بولا "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ تم اپنے حصے کا کام کر چکی ہو۔ تمہیں وہ پیکٹ اسی افسر تک پہنچانا تھا۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ میرے بنگلے میں چلو' تمہیں بھی خوش کروں گا۔"
وہ مسکرائی اور اس کا بازو تھام کر اس کے ساتھ جانے لگی۔ اعلیٰ بی بی کسٹم افسر کے اندر تھی۔ اس نے اشارہ کام کے ذریعے کسی سے کہا "آپ کا مال آگیا ہے۔ اسے لے جائیں۔"
وہ ساتھ والے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر افسر کے پاس آیا پھر اس سے پیکٹ لیتے ہوئے بولا "میں وہاں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نینا ہی تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مال صحیح پہنچا ہے یا نہیں؟"
وہ دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں اس نے پیکٹ کو کھول کر دونوں ڈسکس کو دیکھا پھر ایک کمپیوٹر کے ذریعے چیک کرنے لگا۔ مانیٹر پر تحریریں ابھرنے لگیں۔ وہ پاکستان اور چین کے درمیان ایک خفیہ معاہدے کی تفصیلی رپورٹ تھی۔ یہ معاہدہ صرف بھارتی حکمرانوں کی ہی نہیں' امریکی حکمرانوں کی خارجہ پالیسی کے خلاف بھی تھا۔
امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وینڈمارکس نے اس بھارتی انٹیلی جنس کے افسر کے دماغ میں کہا "اس۔۔۔ڈسک کی ایک کاپی تیار کرکے مجھے دی جائے۔ میں اسے اپنے اکابرین تک پہنچاؤں گا۔"
دوسری ڈسک کو بھی مانیٹر پر دیکھا گیا۔ وہ کشمیر کے معاملات میں پاکستان اور چین کے درمیان ایک بہت ہی اہم خفیہ معاہدہ تھا۔ انٹیلی جنس کے افسر جیپ پال نے سوچ کے ذریعے کہا "مسٹر مارکس! میں یہ دونوں ڈسکس اپنے ہیڈ کوارٹر لے جا رہا ہوں۔ وہاں ان کی کاپیاں تیار کرکے تمہارے ملک کے حکمرانوں کے پاس بھیج دی جائیں گی۔"
وینڈمارکس نے کہا "ٹھیک ہے۔ جب تم ہیڈ کوارٹر پہنچو گے تو میں تمہارے اعلیٰ افسران سے باتیں کروں گا۔"
جیپ پال دونوں ڈسکس کو اپنے بریف کیس میں رکھ کر ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آیا۔ اعلیٰ بی بی ان دونوں ڈسکس کو اس طرح ناکارہ بنانا چاہتی تھی کہ انہیں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مداخلت کا شبہ نہ ہو۔ وینڈمارکس ابھی اس خوش فہمی میں تھا کہ میں اور میرے خیال خوانی کرنے والے انڈیا میں اس کی موجودگی سے بے خبر ہیں۔ وہ ہمیں بے خبر سمجھ رہا تھا۔ ہم اس کی بے خبری میں اسے دبوچ لینا چاہتے تھے۔
وہ ہیڈ کوارٹر کی طرف جا رہا تھا۔ اس وقت وینڈمارکس اس کے اندر نہیں تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے اندر بھوک اور پیاس کے احساس میں شدت پیدا کی۔ وہ ایک فاسٹ فوڈ کی دکان کے سامنے گاڑی روک کر اتر گیا۔ ایک بھکاری نے اس کے آگے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "بھگوان کے لیے ایک روٹی کھلا دو۔ کل سے کچھ نہیں کھایا ہے۔"
وہ بھکاری کو دھتکار کر دکان کے کاؤنٹر پر آگیا۔ اعلیٰ بی بی نے بھکاری کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے کار کی فرنٹ

سیٹ پر رکھے ہوئے بریف کیس کو دیکھا پھر کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر بریف کیس اٹھا کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ گلی کے موڑ پر ہی ایک شخص نے اسے روک کر کہا "ابے چوٹی کے۔ اسے چرا کر کہاں لے جا رہا ہے۔ مجھے دے۔ اس میں میرا بھی حصہ ہے۔"

بھکاری نے تن کر کہا "پورے سو روپے لوں گا نہیں تو جان بھی لے لے تو نہیں دوں گا۔"

اس نے فوراً ہی سو روپے نکال کر دیے۔ وہ روپے لے کر اسے بریف کیس دے کر چلا گیا۔ وہ بریف کیس لے کر تیزی سے چلتا ہوا کئی گلیوں سے گزرتا ہوا ایک بڑے سے نالے کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ جیب سے چاقو نکال کر بریف کیس کے لاک کو توڑنے لگا۔ وہ تھوڑی سی محنت کے بعد کھل گیا۔ اوپر ہی دو ڈسکس رکھی ہوئی تھیں۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے ذریعے انہیں اٹھا کر نالے کے بہتے ہوئے گندے پانی میں پھینک دیا۔ اس میں چند کاغذات ایک ریوالور اور ایک منی کیمرا رکھا ہوا تھا۔ اس شخص نے مایوس ہو کر کہا "نقدی نہیں ہے لیکن ریوالور اور کیمرے کو بیچ کر کچھ رقم حاصل کی جا سکتی ہے۔"

اعلیٰ بی بی اسے چھوڑ کر تیج پال کے دماغ میں آئی۔ وہ اپنی کار میں بریف کیس کو نہ پا کر ادھر ادھر پوچھتا پھر رہا تھا "کیا کسی نے یہاں کسی کو بریف کیس لے جاتے دیکھا ہے؟"

کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ دور تک دوڑ تا گیا تھا لیکن بریف کیس لے جانے والا کہیں نظر نہیں آیا۔ اس نے پریشان ہو کر ہیڈ کوارٹر میں اطلاع دی۔ آدھے گھنٹے کے اندر ہی پولیس فورس وہاں پہنچ گئی۔ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کی لاپرواہی کے سبب دو اہم ڈسکس ہاتھ سے نکل گئی تھیں۔ یہ غیر ذمے داری بہت بڑا جرم تھی۔ اسے سخت سزا ملنے والی تھی۔

اسے اعلیٰ افسران کے سامنے پیش کیا گیا۔ اعلیٰ بی بی اس کے ذریعے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں پہنچنے لگی۔ فرمان بھی آ گیا تھا۔ ویڈ مارکس ایک افسر کے دماغ میں کہہ رہا تھا "تیج پال نے غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ یہ کھانے پینے کے لیے کار سے اتر کر گیا تھا۔ وہ بریف کیس بھی ساتھ لے جا سکتا تھا۔ اس نے کار کی کھڑکی بھی کھلی رکھی تھی۔ گویا کسی کو بھی بریف کیس چرا کر لے جانے کا کھلا موقع دیا تھا۔"

اعلیٰ افسر نے غصے سے تیج پال کو دیکھ کر کہا "اسے تو گولی مار دینی چاہیے۔"

"آپ اسے جو بھی سزا دیں لیکن وہ اہم راز ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ ہمارے پچھلے دو ہفتوں کی محنتوں پر پانی پھر گیا ہے۔ ہم ان دو ڈسکس کی موجودگی میں پاکستانی حکمرانوں کو اپنے دباؤ میں رکھ کر ان کی خارجہ پالیسی تبدیل کر سکتے تھے لیکن اب ایسا کچھ نہیں ہو سکے گا۔ ہم جیتی ہوئی بازی ہار چکے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر مارکس! ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے ایک افسر کی غلطی سے ہم بہت بڑا نقصان اٹھا رہے ہیں۔ آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دیا جائے گا۔"

"آئندہ آپ کا جو بھی قابل افسر میرے لیے کام کرے گا' میں اس کی ایسی کوئی غلطی برداشت نہیں کروں گا۔ جس سے مجھے اور میرے ملک کو نقصان پہنچے گا۔ میں ایسی غلطی کرنے والے کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

"پلیز مسٹر مارکس! آپ ناراض نہ ہوں۔ میں چاہتا ہوں' آپ مجھ سے تنہائی میں باتیں کریں۔"

وہ افسر کانفرنس ہال سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہ اب تک زبان سے گفتگو کر رہا تھا۔ کمرے میں آ کر سوچ کے ذریعے بولا "آپ میرے چور خیالات پڑھ چکے ہیں۔ میری پریشانیوں کو سمجھ رہے ہیں۔ پلیز میرے لیے کچھ کریں۔"

ویڈ مارکس نے اس اعلیٰ افسر سے کہا "مسٹر جے راج! تم اپنی بیٹی کے لیے پریشان ہو۔ تم نہیں چاہتے کہ تمہاری بیٹی کلپنا تمہارے اعلیٰ خاندان سے باہر کسی سے پیار کرے اور اس سے شادی کرے۔ یہ کلپنا کا ذاتی معاملہ ہے' میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"آپ آسانی سے معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ کس شخص سے ملتی ہے؟ میں نے اپنے جاسوس لگائے تھے لیکن پتا نہیں وہ انہیں کس طرح دھوکا دے کر اس کے پاس چلی جاتی ہے۔ وہ آپ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دھوکا نہیں دے سکے گی۔"

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ میں کسی کے ذاتی معاملات میں دلچسپی لے سکوں لیکن آپ آرمی انٹیلی جنس کے چیف ہیں۔ آپ کے ساتھ میرا دن رات رابطہ رہتا ہے۔ میں آپ کی پریشانی دور کروں گا۔ مجھے اپنی بیٹی کی آواز سنائیں۔"

اس نے اسی وقت فون کے ذریعے بیٹی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "ہیلو پاپا! کیسے یاد کیا؟"

"تم میری ایک ہی بیٹی ہو۔ مجھے محبتوں سے زیادہ پریشانیاں دے رہی ہو پھر کیسے یاد نہیں کروں گا؟ تم اپنے باپ کو کس جرم کی سزا دے رہی ہو؟"

"اوہ پاپا! آپ پھر وہی بحث شروع کر رہے ہیں۔ پلیز فون پر تو بحث سے باز آ جائیں۔"

کلپنا نے فون بند کر دیا۔ آرمی انٹیلی جنس کے چیف نے

کہا "مسٹر مارکس! آپ نے دیکھا' وہ کتنی خود سر اور گستاخ ہو گئی ہے۔ میری پوری بات بھی نہیں سنی اور فون بند کر دیا۔"

"مسٹر جے راج! آپ نے تو دنیا دیکھی ہے۔ یہ جانتے ہیں کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ آپ اطمینان رکھیں میں کلپنا کے اندر جا کر اس کی دیوانگی ختم کر دوں گا۔"

اعلیٰ بی بی اور فرمان فون پر ہونے والی گفتگو سنتے ہی کلپنا کے دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھ رہے تھے۔ پتا چلا کہ دو ماہ قبل ایک بہت بڑی تقریب میں ویڈ مارکس نے کلپنا کو دیکھا تھا۔ اس کے حسن و شباب میں اس کی گفتگو میں اور اس کی اداؤں میں اتنی دلکشی تھی کہ وہ اس پر مرمٹا تھا۔

کلپنا کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کرنا کچھ مشکل نہ تھا لیکن اس نے خیال خوانی کے بغیر آزمایا کہ وہ اس سے متاثر ہوتی ہے یا نہیں؟ آرمی انٹیلی جنس کے ایک افسر نے کلپنا سے تعارف کرایا "یہ ہمارے چیف مسٹر جے راج کی صاحب زادی ہیں اور یہ ہیں مسٹر ویڈ مارکس ہمارے امریکی مہمان۔"

دونوں نے مسکرا کر ایک دوسرے سے مصافحہ کیا پھر آرکسٹرا کی ایک دھن پر ایک دوسرے سے لگ کر رقص کرتے ہوئے باتیں کرنے لگے۔ کلپنا پہلی ہی ملاقات میں اس سے متاثر ہو گئی۔ ویڈ مارکس کے لیے یہ فخر کی بات تھی کہ وہ اس کی مردانہ وجاہت سے متاثر ہوئی ہے۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ جیسا آئیڈیل چاہتی تھی' ویڈ مارکس ویسا ہی ہے۔ ان خیالات نے مارکس کو اس کا دیوانہ بنا دیا۔ اس نے یہ طے کر لیا کہ انڈیا میں مصروفیات کے دوران میں کسی دن اس سے شادی کر لے گا۔

کلپنا نے کہا "یہ ممکن نہیں ہے۔ میں راجپوت خاندان کی لڑکی ہوں۔ مجھے کوئی راجپوت ہی بیاہ کر لے جائے گا۔ تم غیر ملکی ہو۔ تمہیں قبول نہیں کیا جائے گا۔"

ویڈ مارکس نے اس کے باپ جے راج کے خیالات پڑھے۔ یہی معلوم ہوا کہ وہ اور اس کا پورا خاندان کبھی کسی غیر ملکی کو بطور داماد قبول نہیں کرے گا۔ اس کے باوجود کلپنا ہائی ہو رہی تھی۔ اس نے یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ ایک امریکی کو اپنا تن من دے چکی ہے۔ اس کا باپ اپنے سراغ رسانوں کے ذریعے اس کے عاشق کا سراغ لگانے کی کوشش کرتا رہا۔ ویڈ مارکس ان سراغ رسانوں کو خیال خوانی کے ذریعے بھٹکاتا رہتا تھا۔ کلپنا کا عشق باپ اور تمام خاندان والوں کے لیے بہت ہی پراسرار ہو گیا تھا۔ یہ رائے قائم کی جانے لگی تھی کہ کلپنا کسی بھٹکی ہوئی آتما سے عشق کرنے لگی ہے۔

اس پراسرار عشق کے سلسلے میں عجیب و غریب واقعات پیش آئے تھے۔ جے راج نے ایک بار بیٹی پر پابندی عائد کی تھی کہ وہ رات کو کہیں نہیں جائے گی۔ اسے روکنے کے لیے دو مسلح گارڈز کی ڈیوٹی لگائی تھی۔ جب وہ رات کو جانے لگی اور گارڈز اسے روکنے کے لیے آئے تو ویڈ مارکس نے ایک کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے سانس لینے سے روک دیا دم گھٹنے کے باعث وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ دوسرے گارڈ نے ایک جانب اندھیرے میں دیکھ کر چیخ ماری پھر خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگ گیا۔

دوسری بار جے راج نے ایک جاسوس کو بیٹی کے پیچھے لگایا۔ وہ جاسوس جس کار میں اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ اچانک حادثے کا شکار ہو گئی۔ دوسرے تیسرے جاسوسوں کے ساتھ ایسے ہی واقعات پیش آئے کوئی حادثے میں ہلاک ہو گیا۔ کوئی زخمی ہو گیا۔ زندہ بچنے والوں نے یہی کہا کہ کوئی بھٹکی ہوئی آتما کلپنا سے پریم کر رہی ہے۔

بیٹی کے پریم روگ نے باپ کو پریشان کر دیا تھا۔ وہ یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ کلپنا کسی آتما کے چکر میں پھنسی ہوئی ہے۔ اس کے ایک سراغ رساں نے بتایا تھا کہ لندن' سوئزر لینڈ اور امریکن ایکسپریس بینکوں میں کلپنا کے اکاؤنٹس میں کروڑوں ڈالرز جمع ہو چکے ہیں۔ ہندوستان کرنسی کے حساب سے وہ ارب پتی بن گئی تھی۔ باپ نے پوچھا "تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آ گئی؟"

اس نے جواب دیا "مجھے آتما شکتی سے بے انتہا دولت حاصل ہو رہی ہے۔ آپ جس طرح چاہیں انکوائری کرائیں۔ آپ آتما کے بھید کبھی معلوم نہیں کر سکیں گے۔"

ان حالات میں جے راج نے ویڈ مارکس سے کہا کہ وہ یہ بھید معلوم کرے اور اس پراسرار عاشق کو بے نقاب کرے۔ گویا وہ چور کو کوتوالی کے فرائض سونپ رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے مجھے مخاطب کیا اور کہا "اس دیس میں ایک اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اور وہ ہماری معلومات کے دائرے میں آ گیا ہے۔ حالات بتا رہے ہیں کہ وہ جلد ہی ہماری گرفت میں آ جائے گا۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "شاباش! تم نے آخر اس دوسرے کو بھی ڈھونڈ نکالا ہے۔"

"اسے میں نے نہیں' سسٹر الیا نے دریافت کیا ہے۔ میں آپ کو انڈین آرمی انٹیلی جنس کے چیف کی بیٹی کلپنا کے اندر پہنچا رہی ہوں۔ وہ دہلی میں ہے اور آپ بھی وہیں ہیں۔ اس کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔"

میں اپنی بیٹی کے پاس آیا۔ اس نے مجھے کلپنا کے دماغ میں پہنچا دیا۔ اس وقت ویڈ مارکس اس سے باتیں کر رہا تھا

اور یہ کہہ کر ہنس رہا تھا کہ اس کے باپ نے اس چور کا پتا لگانے کے لیے اسے بھیجا ہے' جو اس کی بیٹی کو اس سے چرا رہا ہے۔ کلپنا اس کی بات پر ہنس کر بولی "ہم کب تک چھپ کر ملتے رہیں گے۔"

"میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ ابھی اعلانیہ تمہیں حاصل کر سکتا ہوں۔ تمہارا باپ بہت مغرور ہے۔ وہ مجھے داماد تسلیم کرنے سے انکار کرے گا۔ میری انسلٹ ہوگی۔ اس لیے میں چوری چھپے تم سے مل کر انتقاماً اسے اُلّو بنا رہا ہوں۔"

"اب یہ کھیل ختم کرو۔ ہماری چوری چھپے کی ملاقات رنگ لا رہی ہے۔ میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "کیا سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ تمہارے پاس آ کر تمہارے گلے لگ کر یہ خوشی شیئر کرنا چاہتی ہوں۔"

"میری جان! ابھی چلی آؤ۔ میں اتنی بڑی خوش خبری سن کر تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔ کل صبح رجسٹرار آفس جا کر تم سے شادی کروں گا۔ بس چلی آؤ۔ میں تمہارے اندر ہوں۔ کسی کو رکاوٹ بننے نہیں دوں گا۔"

وہ فوراً ہی ایک اٹیچی میں اپنا ضروری سامان رکھ کر باہر جانے لگی۔ ماں نے اور پہلوان نما چاچا نے پوچھا' وہ کہاں جا رہی ہے؟ اس نے جواب دیا۔ میں اپنے پتی دیو کے پاس جا رہی ہوں۔ اب مانگ میں سندور بھر کر ہی واپس آؤں گی۔"

چاچا نے گرج کر کہا "بے شرمی کی باتیں نہ کرو۔ اپنے کمرے میں واپس جاؤ۔"

وہ باہر جانے لگی۔ چاچا اسے روکنے کے لیے آگے بڑھا تو لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا پھر جلدی سے اٹھ کر جانا چاہا تو ایک دم سے کئی فٹ اوپر اچھل کر پھر اوندھے منہ فرش پر آ گیا۔ کلپنا اس کی طرف دیکھے بغیر باہر آ کر کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگی۔ ماں نے فون کے ذریعے اس کے باپ کو اطلاع دی پھر کہا "آپ کی بیٹی ہمارے قابو سے باہر ہے۔ ابھی آپ کے بھائی کو کسی بھوت نے اٹھا کر پٹخا ہے لیکن آپ تو بھوت پریت کو مانتے نہیں ہیں۔ کلپنا یہاں سے جا چکی ہے۔"

باپ نے کہا "فکر نہ کرو۔ میرے آدمی اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔ آج معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس سے ملنے کے لیے کہاں جایا کرتی ہے۔"

ویٹو مارکس یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کلپنا کا تعاقب کرنے والوں کو نہیں روکا۔ وہ چاہتا تھا کہ آج یہ بھید کھل جائے۔ وہ کلپنا کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ یہ طے کر چکا تھا کہ دوسرے دن اسے اپنی شریکِ حیات بنا لے گا۔

وہ مارکس کی رہائش گاہ میں آ گئی۔ اس کے باپ کو اطلاع ملی کہ وہ ایک بنگلے کے اندر گئی ہے۔ باپ آرمی کے مسلح جوانوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ویٹو مارکس کبھی کسی کے روبرو نہیں آتا تھا۔ اس کی تنہائی کی رازدار صرف کلپنا تھی۔ وہ اس کے ساتھ ایک بیڈ روم میں تھی اور پریشان ہو کر پوچھ رہی تھی "تم کسی کے سامنے نہیں جاتے۔ اب میرے پاپا اور دوسرے آرمی والوں سے سامنا کرنا پڑے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں یہاں بیڈ روم میں چھپا رہوں گا۔ ادھر آنے والوں کو خیال خوانی کے ذریعے بھٹکا دیا کروں گا۔ تم اپنے پاپا سے ملنے جاؤ۔ مجھے ان سے باتیں کرنی ہیں۔"

وہ ڈرائنگ روم میں آئی۔ اس کا باپ جے راج آرمی افسر اور کے مسلح جوانوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ بیٹی کو دیکھ کر بولا "آج معلوم ہوا کہ تم یہاں آیا کرتی ہو۔ وہ بزدل کہاں چھپا ہوا ہے؟"

ویٹو مارکس نے ایک فوجی جوان کی زبان سے کہا "میں ویٹو مارکس بول رہا ہوں۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھپ کر رہنا ہی پڑتا ہے۔"

جے راج نے حیرانی سے پوچھا "مسٹر مارکس! کیا یہ تمہاری رہائش گاہ ہے؟"

"ہاں اور تمہاری بیٹی مجھ سے ہی ملنے آیا کرتی ہے۔ یہ میری محبت ہے۔ میری زندگی ہے۔ کل ہماری شادی ہونے والی ہے۔"

جے راج نے غصے سے کہا "تم نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ اپنی ٹیلی پیتھی سے ہم ہندوستانیوں کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ تم فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں سے بھگانے آئے ہو۔"

میں نے کلپنا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولی "پاپا! جب اپنی سلامتی کے لیے دوسرے ملک سے فوجی بلاؤ گے تو وہ یہاں آ کر صرف ہمارے دیس کا کھانا نہیں کھائیں گے' یہاں کی ہر چیز استعمال کریں گے۔ یہاں کی بیٹیوں اور بہنوں سے بھی اپنی پیاس بجھائیں گے۔ ویٹو مارکس نے آپ کے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا ہے۔ میں خود ہی اس پر مرمٹی تھی۔"

میں نے کلپنا کے ذریعے بیڈ روم کا فون نمبر معلوم کر کے رابطہ کیا۔ فون کی گھنٹی بجتے ہی ویٹو مارکس چونک کر سوچنے لگا' ابھی کون یہاں فون کر سکتا ہے؟ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ میں نے کہا "فون بند نہ کرنا۔ میں تمہارے بیڈ روم کے قریب ہوں۔ تمہیں فرار ہونے کا موقع نہیں دوں گا۔"

اس نے میرے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ میں نے مسکرا کر کہا "تمہارا باپ بھی میرے خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔

ویسے میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ جاؤ اور اپنے انجام کا انتظار کرو۔"

میں نے سانس روکی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر فون پر بولا "کیا واقعی آپ فرہاد علی تیمور ہیں؟"

"میرے فرہاد ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ جیسے ہی تم بیڈ روم سے باہر نکلو گے' میں اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کروں گا۔ تم پلک جھپکتے ہی شیر سے چوہے بن جاؤ گے۔"

وہ پریشان ہو کر گڑگڑانے لگا "نہیں۔ پلیز آپ دوا اسپرے نہ کریں۔ ٹیلی پیتھی میرا پہلا اور آخری سرمایہ ہے۔ اس کے بغیر میں صفر ہو جاؤں گا۔"

"اور یہ رہا تو تم میرے خلاف محاذ آرائی کرتے رہو گے۔"

"نہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ قسمیں کھاتا ہوں۔ میں نے کلپنا سے زیادہ دنیا میں کسی کو نہیں چاہا۔ میں کلپنا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ آپ کے خلاف کبھی خیال خوانی نہیں کروں گا۔"

وہ مجھ سے باتوں میں الجھا ہوا تھا۔ آرمی والے اسے تلاش کرتے ہوئے بیڈ روم میں آ گئے۔ ویٹو مارکس ان سے منہ نہ چھپا سکا۔ پہلی بار ان سب کے روبرو ہو گیا۔ کلپنا آ کر اس کے گلے لگ گئی۔ پریشان ہو کر بولی "تم نے کہا تھا' تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن یہ تمہیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "اس وقت میں کسی اور ہی مسئلے میں الجھ گیا ہوں۔ میں ان سب سے نمٹ سکتا ہوں۔ مجھے ان کی پروا نہیں ہے لیکن میرے پیچھے موت کھڑی ہے۔ وہ موت کا فرشتہ صرف مجھے دکھائی دے رہا ہے۔"

میں نے فون کے ذریعے کہا "پہلے ان لوگوں سے نمٹ لو پھر تم سے باتیں ہوں گی۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ وہ آرمی انٹیلی جنس کے چیف جے راج سے بولا "مجھے کس جرم میں گرفتار کرنے آئے ہو؟"

"تم نے میری بیٹی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے بہکا کر..... میرے خاندان کی عزت کو خاک میں ملایا ہے۔ میں تمام امریکی اکابرین سے تمہاری شکایت کروں گا۔"

"شکایت نہیں کرو گے۔ بکواس کرو گے۔ کوئی تمہاری نہیں سنے گا۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ملک کا سرمایہ ہیں۔ میں تمہاری بیٹی کو بیوی بنا کر یہاں سے لے جاؤں گا۔ تم اور تمہارے بھارتی حکمران میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

ایک آرمی افسر نے کہا "تم ہمارے دیس کے لیے کام کرنے آئے ہو اور ہمارے ہی منہ پر کالک مل رہے ہو۔"

"میں یہاں بہت بڑی خدمات انجام دینے آیا ہوں اور اس کے بدلے صرف کلپنا کا پیار چاہتا ہوں۔ میں یہ معاملہ اپنے اور تمہارے اکابرین کے سامنے پیش کروں گا۔ وہ تمام بڑے جو فیصلہ کریں گے۔ میں اس فیصلے کے مطابق عمل کروں گا۔ ابھی یہاں سے جاؤ۔ آئندہ یہاں نہ آنا۔"

جے راج نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہم جا رہے ہیں۔ کل تک تمہارا کوئی فیصلہ ہو جائے گا۔ چلو کلپنا!"

"میں نہیں جاؤں گی۔ میں بالغ ہوں اور ویٹو مارکس کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔ کل ہماری شادی ہے۔"

باپ نے اسے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو ویٹو مارکس نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتے ہوئے فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ سب لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ مارکس نے کہا "کلپنا میرے حق میں فیصلہ سنا چکی ہے۔ اس پر ہاتھ اٹھانا تو دور کی بات ہے' کوئی انگلی بھی نہیں اٹھا سکے گا۔ میں سہولت سے سمجھا رہا ہوں۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ تم سب دماغی مریض بن جاؤ گے۔"

جے راج تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ جب تکلیف میں ذرا سی کمی ہوئی تو وہ فرش پر اٹھ بیٹھا۔ آرمی افسر نے اسے سہارا دیا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر کوئی بات کیے بغیر ان سب کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ کلپنا نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا۔

"میرے پاپا بہت ضدی ہیں۔ وہ تمہارے خلاف ایکشن لیں گے۔"

"تمہارے پاپا تو کیا' اس دیس کے حکمرانوں کی بھی مجال نہیں ہے کہ وہ سپر پاور امریکا کے خلاف کوئی ایکشن لے سکیں۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی ذات میں سپر پاور امریکا ہیں۔"

کلپنا نے میری مرضی کے مطابق کہا "اب اس موت کے فرشتے سے بات کرو۔ جو تمہارے آس پاس ہے۔"

وہ مارکس سے الگ ہو کر ذرا دور جا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ ویٹو مارکس اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ مسکرا کر بولی "تھوڑی دیر کے لیے کلپنا کو بھول جاؤ۔ فرہاد تم سے مخاطب ہے۔ کیا چند لمحوں کے بعد تم سپر پاور بن کر رہ سکو گے؟"

اس نے بڑی تشویش سے کلپنا کو دیکھا پھر کہا "آپ کلپنا کے خیالات پڑھ کر یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ مجھے یقین کر لینا چاہیے کہ آپ اس بنگلے کے اندر یا باہر کہیں آس پاس ہیں اور کسی لمحے میں بھی دوا اسپرے کر سکتے ہیں۔"

"یقین تو کرنا ہی ہو گا۔ جب تک بیڈ روم کی چار دیواری میں رہو گے' میں دوا اسپرے نہیں کروں گا۔ ساری زندگی

کمرے میں رہو گے تو تمہاری ٹیلی پیتھی کا علم محفوظ رہے یہاں سے باہر نکلنے کی ایک شرط ہے۔"

"آپ نے مجھے بری طرح جکڑ لیا ہے۔ آپ کی شرط کیا ہے؟"

"مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"نہیں۔ آپ مجھے اپنا معمول اور محکوم بنا لیں گے۔"

"تمہارے پاس دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کو قبول کر دیا میرے معمول بن جاؤ۔"

"دوا اسپرے نہ کرو۔ میں اسی کمرے میں رہوں گا۔ ساری زندگی یہیں گزار دوں گا۔"

"کیا میں اس کمرے کے باہر ساری زندگی تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا؟ کوئی ایک فیصلہ کرو۔ ٹیلی پیتھی سے محروم ہونا ہے ہوا یا میری برتری منظور ہے؟"

وہ بے بسی سے بولا "آپ میرے اندر آ سکتے ہیں۔"

میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا "تم نے جب سے ٹیلی پیتھی سیکھی ہے' تب سے سکندر اعظم کی طرح جیسے دنیا کو فتح کرتے آئے ہو۔ لوگوں کو غلام بناتے رہے ہو۔ کسی پر جبر کرتے رہے' کسی کو بے موت مارتے رہے۔ اپنے اور ملک کے مفادات کے سامنے یہ بھولتے رہے کہ فرعون کو بھی زوال آیا تھا۔ آخر کار تم پر بھی یہ وقت آ ہی گیا۔"

میں نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ چکرا کر گرا اور فرش پر تڑپنے لگا۔ کلپنا دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی۔ اسے جھنجھوڑ کر پوچھنے لگی "یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ ایسا تو ابھی میرے پاپا کے ساتھ ہوا تھا۔"

وہ میری گرفت میں آ چکا تھا۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "حوصلہ کرو کلپنا! میری تکلیف دور ہو جائے گی۔ یوں سمجھو کہ مجھ پر ایک طرح کا دورہ پڑا ہے۔ اگلے چار گھنٹے تک سوتا رہوں گا پھر بیدار ہونے کے بعد پہلے کی طرح تازہ دم ہو جاؤں گا۔ تمہیں یہ چار گھنٹے یہاں تنہا گزارنے ہوں گے۔"

وہ فرش سے اٹھ کر بیڈ پر آ گیا۔ میں نے فرمان کو بلا کر کہا کہ اس پر نوکری عمل کرو۔ ہم ایک مخصوص لب و لہجے کے علاوہ کسی اور کے اندر جا سکیں گے اور یہ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکے گا۔"

میں اسے فرمان کے حوالے کر کے دماغی طور پر حاضر ہوا۔ اب سے پہلے ہم نے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے ذریعے ناکارہ بنا دیا تھا۔ ویٹو مارکس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جا سکتا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ ان کا حربہ ان ہی پر آزماؤں۔ انہوں نے ویٹو مارکس کو اس کے خلاف محاذ آرائی کے لیے بلایا تھا۔ آئندہ میں اسے ان کے ہی خلاف استعمال کر سکتا تھا۔

○☆○

سونیا بنگلے کے ٹیرس پر بیٹھی سوچ میں گم تھی۔ سوچ یہی تھی کہ وہ کب تک اپنوں کی تلاش میں بھٹکتی رہے گی؟ اسے اپنی پچھلی زندگی یاد کیوں نہیں آ رہی ہے؟ کم از کم اپنا نام تو یاد آنا چاہیے۔

اس وقت وہ سات برس کی ایک بچی پنکی اور اس کے بوڑھے دادا جان ریڈی کے بنگلے میں تھی۔ پنکی کی ماں ایک حادثے میں مر گئی تھی۔ ماں کا نام میرا تھا۔ سونیا نے بھی اپنا نام میرا بتایا۔ پنکی اس سے گھل مل گئی؟ اسے اپنی ممی کہنے لگی۔ سونیا کو کہیں اپنا ٹھکانا بنانا تھا۔ وہ پنکی کی ماں بن کر وہاں رہ گئی۔ اسے اپنوں کی تلاش تھی۔ اسے اپنے نہیں ملے تو اس نے دوسروں کو اپنا بنا لیا تھا۔

وہ اپنے بارے میں سوچتے سوچتے اچانک عدنان کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس نے عدنان کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ مورینا اور ڈی سوزا اسے اپنا بیٹا مانتے تھے۔ وہ دونوں واشنگٹن میں پنکی کے دادا جان ریڈی کے بنگلے میں رہنے آئے تھے۔ ائرپورٹ میں سونیا' پنکی اور جان ریڈی انہیں ریسیو کرنے گئے تھے۔ وہاں پتا چلا کہ عدنان کہیں گم ہو گیا ہے۔

وہ مورینا اور ڈی سوزا کے ہمراہ ڈو میسٹک فلائٹ میں سفر کرتا ہوا واشنگٹن آیا تھا لیکن ائرپورٹ پر ان سے بچھڑ گیا تھا۔ سونیا ٹیرس سے اتر کر ڈرائنگ روم میں آئی تو وہاں مورینا' ڈی سوزا' پنکی اور جان ریڈی بیٹھے ہوئے تھے۔ پنکی کمپیوٹر گیم کھیلنے میں مگن تھی۔ مورینا' عدنان کو یاد کر کے رو رہی تھی۔ روتے روتے کہہ رہی تھی "تین برس پہلے بیٹا پیدا ہوا تھا۔ چند گھنٹوں کے بعد مر گیا۔ اس کی موت کے بعد صبر کرنا پڑا کہ ہمارے نصیب میں اولاد نہیں ہے لیکن تین برس کے بعد اچانک عدنان آ گیا۔ اسے دیکھ کر دل نے کہا' ہمارا بیٹا واپس آ گیا ہے۔"

ڈی سوزا نے کہا "عدنان بھی یہی کہتا تھا کہ ہم اس کے ماں باپ ہیں اور وہ مرنے کے بعد پھر واپس آیا ہے۔"

سونیا نے کہا "کیا آپ کی عقل تسلیم کرتی ہے کہ کوئی مرنے کے بعد واپس دنیا میں آ سکتا ہے؟"

"عقل تسلیم نہیں کرتی لیکن وہ بچہ عجیب و غریب تھا۔ اس کی آنکھوں میں کبھی کبھی ایسی کشش پیدا ہو جاتی تھی کہ ہم اس سے آنکھیں نہیں ملا سکتے تھے۔ میں گردے کی تکلیف میں مبتلا تھا۔ ڈاکٹر کہتے تھے گردہ ناکارہ ہو گیا ہے۔ تبدیل کرنا ہو گا۔ ایک رات میں تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ وہ اچانک ہی کہیں سے آ گیا۔ اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

آنکھوں سے آنکھیں ملائیں تو رفتہ رفتہ ایسا آرام آیا کہ پھر کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔"

مورینا نے کہا "ڈاکٹر نے انہیں چیک کیا تھا۔ جیرانی سے پوچھ رہا تھا' ان کا ناکارہ گردہ کیسے ٹھیک ہوگیا ہے؟ ان کا کہاں علاج کرایا ہے؟ ہم سب سے یہ نہیں کہتے کہ ہمارے گھر ایک نتھا مسیحا آگیا ہے اور وہ ہمارا چھوٹا ہوا بیٹا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگی۔ جان ریڈی نے کہا "تمہیں قسمت سے ایک مسیحا مل گیا تھا۔ شاید وہ ڈی سوزا کا علاج کرنے آیا تھا۔ علاج کرنے کے بعد چلا گیا۔ یہ دیکھو کہ میں کتنا بد قسمت ہوں۔ میرا جوان بیٹا میرے کسی کام کا نہیں ہے۔ نکھٹو موالی بن گیا ہے۔ گھر سے دور رہتا ہے۔ میری بہو میرا کو مارتا پیٹتا رہتا تھا۔"

جان ریڈی نے ایسا کہتے ہوئے سونیا کو دیکھا۔ کیونکہ اس نے بھی اپنا نام میرا بتایا تھا اور وہ وہاں پنکی کی ماں بن کر رہ رہی تھی۔ گویا کہ اس کی بہو کی جگہ تھی۔ سونیا نے کہا "انکل! آپ نے میرے سامنے بیٹے کی برائی نہیں کی لیکن میں پنکی سے معلوم کر چکی ہوں۔ وہ اس کی ماں میرا پر بہت ظلم کرتا تھا۔ پنکی بچی ہے' وہ کسی بات کی گہرائی کو نہیں سمجھتی۔ اس نے سنا تھا کہ آپ کا بیٹا جان مین اس کی ماں کو فروخت کرنا چاہتا تھا۔ پنکی نہیں سمجھ سکتی تھی کہ عورت کو فروخت کرنے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ ہم آپ تو سمجھ سکتے ہیں۔"

جان ریڈی نے سر جھکا لیا۔ ڈی سوزا نے کہا "میرے دوست! تم نے ہمیں نہیں بتایا کہ جان مین اس حد تک آوارہ اور بد چلن ہوگیا ہے۔ اپنی بیوی کو بیچنا چاہتا تھا؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "وہ جرائم کی دلدل میں اس قدر دھنس گیا ہے کہ اسے بتاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ میں نے اس کا جرم چھپایا ہے لیکن میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہتا ہے کہ بیٹا شیطان بن گیا ہے' پھر بھی میں ایک باپ کی طرح اسے کیوں چاہتا ہوں۔ اسے قانون کے حوالے کیوں نہیں کرتا؟"

ڈی سوزا نے پوچھا "تمہارا ضمیر تمہیں سکون سے نہیں رہنے دے گا۔ بہتر ہے' قانون کے محافظوں کے ذریعے اس کا محاسبہ کرو۔ ایسا نہیں کرنا چاہتے تو کم از کم ہمیں بتاؤ' اس نے کیا کیا ہے۔ اس طرح تمہارے دل کا بوجھ ہلکا ہوگا۔"

جان ریڈی نے سر اٹھا کر ان سب کو دیکھا پھر دور بیٹھی ہوئی پنکی کو دیکھا۔ وہ کمپیوٹر گیم میں مصروف تھی۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا "میری بہو میرا حادثے میں ہلاک نہیں ہوئی تھی۔ اسے میرے بیٹے نے قتل کیا تھا۔"

مورینا اور ڈی سوزا نے حیرانی سے یہ بات سنی۔ سونیا کے لیے یہ کوئی حیران ہونے والی بات نہیں تھی۔ ظالم شوہر ظلم کی انتہا کو پہنچ کر ایسی ہی واردات کرتے ہیں۔ وہ بولا "وہ جرائم کی دلدل میں ہے۔ ایک دن ضرور سزا پائے گا۔ آپ کے ضمیر کو مطمئن ہونا چاہیے۔ آپ مقتول بہو کی بیٹی کو قاتل باپ سے دور رکھتے ہیں اور اسے بھرپور پیار اور توجہ دیتے رہتے ہیں۔"

"وہ مجھے سکون سے نہیں رہنے دے گا۔ کل اس نے فون کیا تھا کہ وہ آج کسی وقت یہاں آئے گا اور اپنی بیٹی پنکی کو لے جائے گا۔ ایک تو یہ مایوسی ہے کہ میں پوتی سے محروم ہو جاؤں گا۔ دوسری یہ پریشانی ہے کہ پتا نہیں وہ اس معصوم بچی کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا؟ وہ باپ ہے' میں اسے پنکی کو لے جانے سے نہیں روک سکوں گا۔"

مورینا نے کہا "تم فکر نہ کرو۔ وہ یہاں آئے گا تو ہم اسے سمجھائیں گے۔ پنکی کی تعلیم و تربیت تم اچھی طرح کر چکے ہو گے۔ یہ حقیقت اسے تسلیم کرنا چاہیے۔"

"اچھی باتیں اس کی سمجھ میں آتیں تو وہ غلط راستوں پر نہ چلتا۔ وہ باپ کی نصیحتوں پر عمل نہیں کرتا پھر تمہاری بات کیا مانے گا۔ وہ اتنا مغرور ہوگیا ہے جیسے دنیا کا سب سے طاقت ور آدمی بن گیا ہو۔"

سونیا نے کہا "آپ پریشان نہ ہوں۔ جب ماں موجود ہو تو باپ اولاد کو اس سے چھین کر نہیں لے جا سکتا اور میں پنکی کی ماں ہوں۔ وہ میری بیٹی کو مجھ سے نہیں لے جا سکے گا۔"

ڈی سوزا نے کہا "یہ اچھا پوائنٹ ہے۔ جان ریڈی! تم دعویٰ کرو کہ تمہاری بہو میرا زندہ ہے۔ پنکی اپنی ماں کے پاس رہے گی۔ مجرم باپ کے ساتھ نہیں جائے گی۔"

جان ریڈی نے کہا "وہ تو یہی کہے گا کہ اس کی بیوی میرا مر چکی ہے۔ وہ اس میرا کو پنکی کی ماں تسلیم نہیں کرے گا۔ بڑے ہنگامے کرے گا۔ تم اسے نہیں جانتے ہو۔"

سونیا نے کہا "وہ مجھے نہیں جانتا ہے۔ آپ ایک فون پر اڑے رہیں کہ میں آپ کی بہو میرا اور پنکی کی ماں زندہ ہوں۔ آپ کے بیٹے نے بیوی کا مڑر نہیں کیا ہے۔ میں زندہ ہوں۔ آپ ان باتوں پر قائم رہیں۔ باقی میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

تقریباً دو گھنٹے بعد وہ آگیا۔ اسے دیکھ کر سب ہی دہل گئے۔ ڈرائنگ روم میں آگئے۔ وہ مورینا اور ڈی سوزا کو دیکھ کر بولا "ہائے آنٹی! ہائے انکل! اچھا ہوا آپ دونوں آگئے۔ میرے ڈیڈ یہاں تنہا ہو جائیں گے۔ میں پنکی کو لے جاؤں گا تو ڈیڈی آپ لوگوں کی صحبت میں بہل جائیں گے۔"

جان ریڈی نے کہا "میری پوتی تمہارے ساتھ نہیں

جائے گی۔ تم آوارہ بدمعاش ہو۔ اس کی زندگی برباد کردو گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں باپ ہوں۔ اپنی بیٹی کو کہیں بھی لے جا سکتا ہوں۔"

ڈی سوزا نے کہا "بے شک تم باپ ہو لیکن بیٹی کو دادا دادی کے پاس رہنے دو۔ یہاں اس کی تعلیم و تربیت اچھی ہوگی۔"

جان مین نے کہا "میں اپنی بیٹی کو تربیت کے لیے ہی لے جا رہا ہوں۔ یہ ایک ادارے میں رہے گی۔ وہاں کمپیوٹر اور دل ربا ادائیں سیکھے گی۔ جوان ہونے تک باپ کی بڑے ڈالرز کی اسسٹر بن جائے گی۔ لاکھوں ڈالرز کمایا کرے گی۔"

"یہ بڑے شرم کی بات ہے۔ تم اپنی بیٹی کو ننگی ناچا کر ڈالرز کمانا چاہتے ہو۔ تمہیں باپ دادا کی عزت اور مرتبے کا خیال نہیں ہے۔"

وہ بولا "دادا مر گئے۔ باپ بھی کچھ دنوں کے مہمان ہیں۔ مجھے دولت کمانا ہے۔ باپ دادا نے میرے لیے دولت جائداد نہیں چھوڑی ہے۔ مجھے ہی اپنی عقل سے دولت کمانا ہوگی۔"

"تم بے غیرت ہو۔ سمجھانے سے نہیں سمجھو گے۔ اس معصوم بچی کو عیاشوں کے ٹریننگ سینٹر میں داخل کرانا چاہتے ہو۔ بچی کی ماں بھی اس بات کی اجازت نہیں دے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "ڈیڈ! ماں تو مر چکی ہے۔ کیا اب وہ اجازت دینے یہاں آئے گی؟"

"میری بہو میرا مردہ نہیں زندہ ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ تم نے اسے قتل کیا تھا۔ تم نے اسے قتل نہیں کیا تھا۔ میں تمہیں قتل کے الزام سے بچا رہا ہوں۔ وہ زندہ ہے۔ میرا! بلا لاؤ۔"

سونیا ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ جان مین کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی "ہائے جان! مجھے دیکھ کر یہ نہ کہنا کہ میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔"

وہ اسے سر سے پاؤں تک تعریفی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا "غضب کا حسن ہے۔ غضب کی جوانی ہے۔ آج پتا چلا کہ مرنے کے بعد پہلے سے زیادہ دھماکا خیز ہو جاتی ہے۔"

"یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ پہلے سے دھماکے محسوس کرو۔ پنکی میری بیٹی ہے۔ یہ میرے پاس رہے گی۔ میں اس پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

"میں خود کو تماشا بنانا چاہتی ہو؟ دنیا جانتی ہے کہ پنکی میری بیٹی ہے۔"

"دنیا نہیں جانتی۔ ہم اس بنگلے میں دو ماہ پہلے آئے تھے۔ وہاں تمہیں پنکی کے باپ کی حیثیت سے کسی نے نہیں دیکھا۔ میں کہہ سکتی ہوں کہ تم میرے شوہر ہو لیکن پنکی کے باپ نہیں ہو۔ یہ ایک عورت ہی بتا سکتی ہے کہ اس کی اولاد کس مرد سے ہوئی ہے۔"

پنکی دوڑتی ہوئی آکر سونیا سے بولی "ممی! میرا گیم اسٹاپ ہوگیا۔ اس میں کوئی فالٹ پیدا ہوگیا ہے۔"

جان مین نے پنکی سے پوچھا "تم اس عورت کو ممی کیوں کہہ رہی ہو۔ تمہاری ممی مر چکی ہے۔"

وہ بولی "میری ممی زندہ ہے۔ یہ میری ممی ہیں۔ تم بہت گندے پاپا ہو۔ میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

وہ ناگواری سے بولا "تم نے میری بیٹی کو اچھی طرح سکھایا پڑھایا ہے۔ میں ثابت کردوں گا کہ تم میری فراڈ بیوی اور پنکی کی فراڈ ممی ہو۔ بہتر ہے' میرے گھر میں آکر یہ تماشے نہ کرو۔ تمہیں اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا ہوگا۔"

جان ریڈی نے کہا "ایک بیوی کو قتل کرنے کے بعد دوسری کو قتل کرنے کی دھمکی دے رہے ہو۔ میرے پاس تمہارے خلاف کوئی ثبوت ہوتا تو ابھی تمہیں پولیس کے حوالے کر دیتا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم میرے سسر ہو' شوہر ہو۔ میرے ساتھ کچھ بھی کر سکتے ہو۔"

وہ سونیا کو گھور کر دیکھتے ہوئے بولا "کیا تم مانتی ہو کہ میری بیوی ہو؟"

"ہاں۔ جب پنکی کی ماں ہوں تو تمہاری بیوی بھی ہوئی۔"

"تو پھر آؤ۔ بیڈ روم میں چلو۔"

اس نے آگے بڑھ کر سونیا کے بازو کو پکڑا پھر اسے کھینچتا ہوا ایک بیڈ روم میں لے آیا۔ اسے حکم دیا "لباس اتارو۔"

وہ مسکرا کر بولی "پہلے دروازہ اندر سے بند کرو۔"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ وہ بولی "آؤ۔ میرا لباس اتارو۔ تم نہیں جانتے' میری یادداشت گم ہوگئی ہے۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ کبھی کسی مرد نے میرا لباس اتارا ہو۔"

"آج کے بعد تم کبھی نہیں بھولو گی کہ مرد کس طرح لباس اتارتے ہیں۔"

اس نے قریب آکر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسی لمحے منہ پر ایک الٹا ہاتھ پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے گیا پھر غصے سے آگے بڑھا تو منہ سے چیخ نکل گئی۔ دونوں ٹانگوں کے بیچ میں لات پڑی تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے جھکنے لگا تو منہ پر ایک گھونسا پڑا پھر دوسرا گھونسا پڑا۔ وہ مار کھاتا ہوا پیچھے گیا۔ سونیا نے گھوم کر ایک کک ماری۔ وہ پیچھے دیوار سے ٹکرا کر

فرش پر گر پڑا۔

اس کا سر چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے رنگ برنگے قمقمے جل بجھ رہے تھے۔ وہ تکلیف کے باعث کراہ رہا تھا۔ اس کے منہ اور ناک سے لہو بہہ رہا تھا۔ سونیا نے کہا "چلو اٹھو۔ میرے پاس آؤ۔ یہ لباس تمہارے جیسے مرد کا انتظار کر رہا ہے۔"

اس نے بڑی پھرتی سے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر پستول نکالا لیکن وہ سونیا سے زیادہ پھرتیلا نہیں تھا۔ پستول پر ایک ٹھوکر پڑی۔ وہ ہاتھ سے نکل کر دور چلا گیا۔ وہ کراہتے ہوئے بولا "تم بہت پچھتاؤ گی۔"

"ابھی تو تم پچھتا رہے ہو۔ کیا اپنے غنڈے اور مسلح ساتھیوں کو بلاؤ گے؟"

"میرے پاس ایسی طاقت ہے کہ تم دماغی مریضہ بن جاؤ گی۔ میرے قدموں میں گر کر معافی مانگو گی۔"

"تمہارے پاس ایسی طاقت ہے تو کتے کی طرح مار کیوں کھا رہے ہو؟"

وہ اپنی جیب سے موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کرنے لگا۔ سونیا نے اس سے فون چھین کر نمبر پڑھے۔ انہیں پڑھتے ہی سمجھ گئی کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایس جی یعنی سینڈی گرے کا فون نمبر ہے۔ اس نے جیری سے جو موبائل فون چھینا تھا۔ اس میں بھی یہی نمبر تھا۔ میامی بیچ میں فرینک بلیو بھی اسی نمبر پر ایس جی سے رابطہ کرتا تھا۔

اس نے فون بند کر کے پوچھا "یہ تمہارا ایس جی کہاں رہتا ہے؟ میں اس کے پیچھے دم ہلانے والے کئی کتوں کو مار چکی ہوں۔ تم بھی مرنے کے لیے میرے پاس چلے آئے ہو۔"

اس نے فرش پر سے پستول اٹھا کر اس کا نشانہ لیا۔ وہ خوف سے لرزتے ہوئے بولا "نن۔ نہیں۔ مجھے نہ مارو۔ میں پنکی کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔ چپ چاپ یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

وہ بولی "جیری سمندر کے ویران ساحل پر لاکھوں ڈالرز کا اسلحہ لے کر آیا تھا' میں نے وہ سب تباہ کر دیا۔ تم نے سنا ہوگا۔ میں نے میامی بیچ میں ایس جی کے دستِ راست فرینک بلیو کو جہنم میں پہنچا دیا۔ تم نے یہ بھی سنا ہوگا۔"

وہ خوف سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا "تم۔ تم وہی عورت ہو' جس نے ایس جی کے کئی اہم آدمیوں کو ہلاک کیا ہے۔ ایس جی کتے کی طرح تمہاری بو سونگھتا پھر رہا ہے۔"

"اور تم اسے فون کرو گے تو وہ تمہارے خیالات پڑھتے ہی معلوم کر لے گا کہ میں اس بنگلے میں ہوں۔"

"میں۔ میں اسے فون نہیں کروں گا۔ مجھے گولی نہ مارو۔"

"تم فون نہیں کرو گے تب بھی وہ تمہارے دماغ میں آجائے گا۔"

"وہ زبردستی دماغ میں آجاتا ہے۔ میں اسے کیسے روک سکتا ہوں؟"

"ایک ہی راستہ ہے کہ میں یہ بنگلا چھوڑ کر کہیں چلی جاؤں۔ میں کہاں جاؤں گی۔ تمہیں معلوم نہیں ہوگا تو اسے بھی معلوم نہیں ہوگا۔ چلو اٹھو۔ چہرے سے خون پونچھو۔ میں تمہارے ساتھ یہاں سے جاؤں گی۔"

اس نے فرش پر سے اٹھ کر آئینے میں دیکھ کر چہرے سے خون صاف کیا۔ اپنا حلیہ درست کیا پھر اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہ جان ریڈی وغیرہ سے بولا "تم تمہارے بیٹے کے ساتھ اس شرط پر جا رہی ہوں کہ یہ کتا یہاں آکر پنکی پر اپنا حق نہیں جتائے گا۔ آپ کی پوتی ہمیشہ آپ کے پاس رہے گی۔"

پنکی آکر اس سے لپٹ گئی "ممی! میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ میں آپ کے بغیر نہیں رہوں گی۔"

وہ اسے چومتے ہوئے بولی "میں تمہاری بہتری کے لیے تم سے دور جا رہی ہوں۔ تمہیں داوا جان سے بہت سی محبتیں ملتی رہیں گی۔ تم اچھی بچی کی طرح خوش رہا کرو گی۔"

اس نے اسے سمجھا منا کر مورینا' ڈی سوزا اور جان ریڈی سے مصافحہ کیا پھر اپنا سفری بیگ اٹھا کر جان مین کے ساتھ باہر آئی۔ اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جانے لگی تو ڈرائیو کرتے ہوئے بولا "تم کہاں جاؤ گی۔"

"تم کہیں بھی چلتے رہو۔ میں جہاں مناسب سمجھوں گی۔ تمہاری گاڑی سے اتر جاؤں گی۔"

وہ بالٹی مور جانے والے راستے پر چلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد جان مین کے موبائل سے بزر کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے سی ایل آئی پر دیکھ کر کہا "تمہارا باس ایس جی تمہیں کال کر رہا ہے۔"

"تم یہ فون اٹینڈ نہیں کرو گے تو وہ تمہارے دماغ میں آکر اٹینڈ نہ کرنے کی وجہ معلوم کرے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں کیا کروں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

وہ اس کی طرف فون بڑھا کر بولی "لو۔ اس سے بات کرو۔"

اس نے حیرانی سے سونیا کو دیکھتے ہوئے سڑک کے کنارے کار روکی پھر فون لے کر اس کا ایک بٹن دبا کر کان سے لگاتے ہوئے بولا "یس باس! میں جان مین بول رہا ہوں۔"

کوئی جواب نہیں ملا۔ دوسری طرف سے فون بند ہو گیا تھا۔ اس نے فون اٹینڈ کرنے میں دیر کی تھی۔ سینڈی گرے فون بند کر کے اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اسے معلوم ہو رہا تھا کہ وہی پراسرار عورت اس وقت جان مین کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے' جو اس نے کئی اہم آدمیوں کو ہلاک کر چکی ہے اور اس کے لاکھوں ڈالرز کا اسلحہ بھی تباہ کر چکی ہے۔

جان مین کے خیالات نے بتایا کہ وہ اب تک اس کے قبضے میں تھی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ جان مین کا رابطہ ایس جی سے رہتا ہے تو وہ بنگلا چھوڑ کر کہیں جا رہی ہے۔ سینڈی گرے نے کہا "تم اس عورت کا نام میرا بتا رہے ہو۔ یہ خطرناک فائٹر بھی ہے اور مکار بھی ہے۔ ابھی یہ سمجھ رہی ہے کہ میں تمہارے دماغ میں آکر بول رہا ہوں۔ یہ پھر فرار ہو کر کہیں جا چھپے گی۔ میں پھر اسے تلاش کرتا رہوں گا۔ اسے کسی بھی طرح قابو میں کرنا ہوگا۔"

"یہ بہت زبردست ہے۔ اس کے دو چار ہاتھ کھانے کے بعد ہی مجھے موت نظر آنے لگی تھی پھر یہ کہ میرا پستول اس کے پاس ہے۔ یہ ذرا بھی ترس نہیں کھائے گی۔ مجھے گولی مار دے گی۔ آپ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے قابو میں کیوں نہیں کر رہے ہیں؟"

"یہ یوگا کی ماہر ہے۔ میری خیال خوانی کی لہروں کو اپنے دماغ سے بھگا دیتی ہے۔ تم اسے باتوں میں لگاؤ۔ اس کا ساتھ چھوڑو۔ اسے کسی جگہ لے جاؤ۔ وہاں جلد ہی میرے آدمی پہنچ جائیں گے۔ میں بھی آجاؤں گا۔ خبردار! یہ بھاگنے نہ پائے۔"

وہ بولا "ابھی نہ جاؤ۔ یہ تو سوچو' میں اسے کہیں جانے سے کیسے روک سکوں گا۔ یہ مجھے گولی مار دے گی۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تمہاری باتیں ختم نہیں ہوئیں۔ خیال چھپانے والے بزدل سے کہو۔ وہ مجھے کہیں جانے سے روک نہیں سکے گا۔ بہتر ہے' میرے سامنے آجائے۔ میں کسی نہ کسی دن اس کی شہ رگ تک پہنچنے والی ہوں۔ میری باتیں سن رہا ہے؟"

سینڈی گرے نے کہا "سن رہا ہوں اور تم سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ یہ راستہ بالٹی مور کی طرف جاتا ہے۔ کیا تم بالٹی مور جا رہی ہو؟"

"کیا تم وہاں میرے روبرو آؤ گے؟ یا اپنے کتوں کو میرے لیے بھیجو گے؟ جواب دو۔ ابھی آؤں گی۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ تمہارے روبرو آؤں گا اور بالکل اکیلا آؤں گا۔ بولو' بالٹی مور میں کہاں ملو گی؟"

سونیا نے قہقہہ لگایا پھر کہا "تم مرجانا پسند کرو گے لیکن

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات

صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ہَوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو بنو دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے سارے ریکارڈ توڑ دیے

پانچ حصّوں میں مکمّل

قیمت فی حصہ -/60 روپے * ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے

مکمل سیٹ منگانے پر رعایتی قیمت -/300 روپے' ڈاک خرچ معاف

-/300 روپے کا منی آرڈر پیشگی روانہ فرمائیں۔

یہ رعایت صرف منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی مل سکے گی۔

کتابیات پبلی کیشنز

میرے سامنے کبھی نہیں آؤ گے۔ یہ باتیں صرف وقت گزارنے کے لیے کر رہے ہو۔ تمہارے آدمی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ لہٰذا مجھے یہاں سے جانا چاہیے۔"

وہ پستول سے جان مین کا نشانہ لیتی ہوئی بولی "باہر جاؤ۔ میں یہ گاڑی لے جا رہی ہوں۔"

سینڈی کہنے لگا "میریا! نہ جاؤ۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ میں تمہارے روبرو آکر تم سے ملوں گا۔"

سونیا نے دروازہ کھول کر جان مین کو دھکا دیا۔ وہ کار سے باہر جا کر گر پڑا۔ جلدی سے اٹھ کر بولا "میں اپنے آپ میں نہیں ہوں۔ میرے اندر ایس جی بول رہا ہے۔ دیکھو مجھے گولی نہ مارنا۔"

"تمہیں زندہ چھوڑوں گی تو تم پھر پنکی کے پاس جاؤ گے۔ اس معصوم بچی کو عیاشوں کے جہنم میں پہنچا دو گے۔ تمہارے جیسے بے غیرت باپ کو مر جانا چاہیے۔ آخری بار اپنے باس ایس جی کو پکارو۔ کیا اس کی ٹیلی پیتھی تمہیں بچا سکتی ہے؟"

اس نے آواز دی "باس! فار گاڈ سیک۔ مجھے کسی طرح بچا لو۔ ٹیلی پیتھی دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار ہے۔ کیا اس ہتھیار سے ایک عورت کو زیر نہیں کر سکو گے؟ باس۔! باس۔! سنتا کیوں نہیں ہے؟ ابے او ٹیلی پیتھی جاننے والے کتے! تو کیسا کتا ہے؟ ایک عورت کو نہیں کاٹ سکتا؟"

وہ چیخ کر اسے آوازیں بھی دے رہا تھا اور مایوس ہو کر گالیاں بھی بک رہا تھا۔ سونیا نے اسے گولی مار دی۔

○☆○

میں نے ویڈ مارکس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ وہ تکلیف میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے دیتا۔ اگر انکار کرتا تو میں اپنی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کر دیتا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس نے مجبور ہو کر مجھے اپنے اندر آنے دیا۔ میں نے زلزلے کے ذریعے اس کے دماغ کو ذرا کمزور بنا دیا۔ تاکہ اس پر تنویمی عمل کیا جا سکے۔

وہ تکلیف کے باعث فرش پر گر کر تڑپ رہا تھا۔ کلپنا آکر اس سے لپٹ گئی۔ اس کی حالت دیکھ کر رونے لگی۔ اس نے کلپنا کو حقیقت نہیں بتائی کہ میں اسے دماغی طور پر کمزور بنا رہا ہوں۔ اس نے اسے سمجھایا کہ اسے پریشان نہیں ہونا چاہیے اس پر ایک طرح کا دورہ پڑا ہے۔ وہ چار گھنٹے تک سوتے رہنے کے بعد نارمل ہو جائے گا۔

تنویمی عمل کے بعد دو چار گھنٹے کی نیند لازمی ہوتی ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ یہی ہونے والا ہے۔ وہ فرش سے اٹھ کر بیڈ پر آکر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ فرمان میری ہدایات کے مطابق اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس کے چار گھنٹے کی نیند کے دوران میں کلپنا وہاں تنہا رہتی۔ اس لیے میں نے اسے بھی اتنے عرصے کے لیے اس کے پاس ہی بیڈ پر سلا دیا۔

ہم نے ویڈ مارکس سے پہلے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جے وی فری مین، ڈبلیو رائٹ اور بوبی برٹن کو اپنی ٹیلی پیتھی دوا کے ذریعے ناکارہ بنا کر ہمیشہ کے لیے ٹیلی پیتھی سے محروم کر دیا تھا۔ میں اس بار ویڈ مارکس کو ڈھیل دے رہا تھا۔ امریکی اور بھارتی حکمران میرے خلاف محاذ آرائی کے لیے مارکس کو ہندوستان لائے تھے۔ میں اسی مارکس کو آئندہ ان کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا۔

ویسے بھی کئی انڈین آرمی انٹیلی جنس کے افسران ویڈ مارکس کے خلاف ہو گئے تھے۔ کلپنا ان کے ایک آرمی افسر جے راج کی بیٹی تھی۔ وہ خاندانی راجپوت تھے۔ اپنی بیٹی کا ہاتھ کسی راجپوت کے ہاتھ میں ہی دے سکتے تھے پھر ویڈ مارکس ہندو بھی نہیں تھا۔ عیسائی تھا۔ یہ بات دونوں ملکوں کے اکابرین تک پہنچ رہی تھی۔ یہ شکایت امریکا تک پہنچائی گئی تھی کہ ویڈ مارکس ایک ہندو شریف زادی کی عزت سے کھیل رہا ہے اور دوسرے دن اس سے کورٹ میرج کرنے والا ہے۔

یہ بہت اہم معاملہ تھا۔ اکابرین کے درمیان بحث ہو رہی تھی۔ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے اور بھارتی اعلیٰ عہدے داروں کے خاندانی اور مذہبی معاملات میں مداخلت کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔

امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے بھارتی حکمرانوں سے کہا "مارکس اور کلپنا ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور شادی کرنا چاہتے ہیں تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اس طرح دونوں ملکوں کے درمیان جو تعلقات ہیں، وہ اور مضبوط ہوں گے۔ ویڈ مارکس آپ لوگوں کا داماد بن کر آپ کے ملک کی اور زیادہ خدمت کرے گا۔"

ایک بھارتی عہدے دار نے کہا "ہماری ہندو قوم اپنے مذہبی معاملات میں بہت جذباتی ہے۔ راجپوت اپنے خاندان اور برادری سے باہر اپنی لڑکیاں نہیں دیتے۔ دوسری برادری والے جبراً ان کی لڑکی لینا چاہیں تو وسیع پیمانے پر خاندانی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ خون کی ندیاں بہنے لگتی ہیں۔ اگر مارکس جبراً کلپنا کو یہاں سے لے جانا چاہے گا تو تمام راجپوت ہم حکمرانوں کے خلاف ہو جائیں گے۔ ان کی بغاوت ہمیں نقصان پہنچائے گی۔ بہتر ہے کہ مارکس کو کافی عرصے کے لیے دور رکھا جائے۔"

امریکی حاکم نے کہا "ہمارے لیے بڑی مشکل پیدا ہو جائیں گی۔ ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذاتی

معاملات میں مداخلت نہیں کرتے اور یہ ویڈ مارکس کا ذاتی معاملہ ہے۔ ہمارے پاس چند ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ ہم ان میں سے کسی کی بھی ناراضگی مول لینا نہیں چاہیں گے پھر بھی ہم کوشش کریں گے۔ شاید مارکس ہماری بات مان کر کلپنا سے دور ہو جائے۔"

امریکی اکابرین نے ویڈ مارکس کے ایک خفیہ فون نمبر پر رابطہ کیا۔ اس فون سے ایک ٹیپ منسلک تھا۔ اس میں سے آواز آئی "میں چار گھنٹے کے بعد رابطہ کروں گا۔ فی الحال مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

وہ نہیں جانتے تھے کہ ویڈ مارکس وہ چار گھنٹے کہاں گزار کیسے گزار رہا ہے۔ جب انہوں نے رابطہ کیا تھا۔ تب چار گھنٹے پورے ہونے والے تھے۔ وہ تنویمی نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ فرمان نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور ہونے والی گفتگو بھول جائے گا۔ اسے یاد نہیں رہے گا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے اور وہ کلپنا کو پہلے سے زیادہ دیوانہ چاہے گا۔ اس کی خاطر اپنے امریکی اکابرین کی مخالفتیں مول لے گا اور بھارتی حکمرانوں کی نیندیں حرام کر دے گا۔

چار گھنٹے بعد تنویمی نیند پوری ہو گئی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ بستر پر چاروں شانے چت پڑا رہا۔ چھت کو تکتا ہوا سوچنے لگا "میں بے وقت کیوں سو گیا تھا؟ شاید تھک گیا تھا۔ وہاں میری طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی۔ کلپنا مجھ سے لپٹ کر رونے لگی تھی۔ میں نے اسے تسلیاں دی تھیں مگر میری جان کہاں ہے؟"

اس نے اٹھنا چاہا تو پتا چلا، اس کی جان اس کے پہلو میں سو رہی ہے۔ وہ کروٹ لے کر اس پر چھا گیا۔ اس نے نیند میں ڈوبی جانے پہچانے بوجھ کو محسوس کیا تو آنکھ کھل گئی۔ اپنے اوپر اس کا چہرہ دیکھ کر بولی "یہ کیا حرکت ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا "تمہارا خوابیدہ حسن بہکاتا ہے۔ میں کیا کروں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے اسے بانہوں کا ہار پہنا دیا۔ وہ بستر پر تادیر تک ایک دوسرے کی محبتوں میں ڈوبتے رہے، ابھرتے رہے پھر وہ بولی "تم نے پاپا کو دماغی تکلیف پہنچائی وہ ناراض ہو کر گئے ہیں۔ تم صرف پاپا کی نہیں پوری سنجیدہ بلائین کی مخالفتیں مول لے رہے ہو۔ وہ تمہارے بدبخت کارروائی کریں گے۔ ہمارے درمیان بڑی مضبوط دیوار کھڑی کی جائیں گی۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں تمہاری خاطر ساری دنیا کی مخالفتیں مول لوں گا۔ ابھی ہمیں یہ بنگلا چھوڑ دینا چاہیے۔ وہ یہاں پھر آئیں گے۔ ہم کسی دوسری خفیہ رہائش گاہ میں رہیں گے۔"

دونوں کچھ ضروری سامان ایک بیگ میں رکھ کر اس

تحریر اور شخصیت

ان کے لئے ایک نادر کتاب جو اپنی شخصیت کو اُبھارنے، سنوارنے اور نکھارنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

قیمت 25 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

بنگلے سے باہر آئے پھر ایک کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔ کلپنا نے کہا "میری ایک بہت ہی رازدار سہیلی ہے۔ وہ ایک چھوٹے سے بنگلے میں اپنے بوڑھے ماں باپ کے ساتھ رہتی ہے۔ کیا اس کے ساتھ رہنا مناسب ہوگا؟"

وہ بولا "ہم کہیں بھی تنہا رہیں گے تو انٹیلی جنس والے آسانی سے ہم تک پہنچ جائیں گے۔ تمہاری سہیلی مناسب رہے گی۔ میں اس پر اور اس کے ماں باپ پر نگرانی عمل کروں گا۔ وہ ہم دونوں کو بیٹی اور داماد سمجھتے رہیں گے۔ فی الحال وہیں چلو۔"

کلپنا اسے اپنی سہیلی سنگیتا کے گھر لے آئی۔ وہاں پہنچ کر مارکس نے پہلی فرصت میں سنگیتا اور اس کے ماں باپ پر نگرانی عمل کیا پھر کلپنا سے کہا "کوئی مجھے چہرے سے نہیں پہچانتا ہے لیکن تم پہچانی جاؤ گی۔ لہٰذا میں میک اپ کے ذریعے تمہارا چہرہ تبدیل کروں گا۔ جب تک حالات سازگار نہیں ہوں گے، تم تبدیل شدہ چہرے کے ساتھ رہو گی۔"

وہ انڈین انٹیلی جنس والوں کو دھوکا دینے اور ان سے محفوظ رہنے کے لیے تمام احتیاطی تدابیر پر عمل کر رہا تھا۔ رات کے دس بجے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے اس کے خاص فون پر رابطہ کیا پھر کہا "ہیلو مارکس! میں نے چار گھنٹے پہلے رابطہ کرنا چاہا۔ تمہارے فون سے اطلاع ملی کہ تم کہیں مصروف ہو۔"

وہ بولا "ہاں میں اپنے ذاتی معاملات میں مصروف تھا۔"

"تمہارے ذاتی معاملات ہمارے لیے مسائل پیدا کر رہے ہیں۔ بھارتی اکابرین تمہارے خلاف شکایتیں کر رہے ہیں۔"

"ان کی شکایتیں بے جا ہیں۔ کلپنا بالغ ہے۔ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کا حق رکھتی ہے اور وہ اپنا مستقبل مجھ سے وابستہ کر چکی ہے۔ کل صبح ہم کورٹ میرج کرنے والے ہیں۔"

"پلیز۔ اتنی جلدی نہ کرو۔ تم کل نہ سہی، پرسوں شادی کر سکتے ہو۔ پہلے ہم سب کو کسی مثبت نتیجے تک پہنچنے دو۔"

"آپ کہتے ہیں تو میں ایک دن کی تاخیر برداشت کر لوں گا لیکن کل شام تک میرے حق میں فیصلہ ہو جانا چاہیے۔"

"یوں ضد نہ کرو کہ تمہارے حق میں فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ اپنے اندر تھوڑی سی لچک پیدا کرو۔ بعض حالات میں ملک اور قوم کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہے۔"

"میں ملک و قوم کے لیے اپنی جان دے سکتا ہوں۔ میری وفاداری کا یہ ثبوت کم نہیں ہے کہ میں فرہاد علی تیمور جیسے ٹیلی پیتھی کے پہاڑ سے ٹکرانے آیا ہوں۔ یہاں میری جان بھی جا سکتی ہے۔ میں یہاں جان کی بازی لگا رہا ہوں اور آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"بے شک تم محب وطن ہو۔ ہمارے وفادار ہو۔ ہماری پوری کوشش ہوگی کہ فیصلہ تمہارے حق میں ہو۔ اگر بہت زیادہ مجبوریوں کے باعث ایسا نہ ہو سکا تو تم سمجھوتا کرو گے۔ کلپنا ایک لڑکی ہے۔ اس سے دستبردار ہو کر دنیا کی حسین ترین لڑکیوں سے دل بھی بہلا سکتے ہو اور کسی سے شادی بھی کر سکتے ہو۔"

"سوری سر! میں ساری دنیا کو چھوڑ دوں گا لیکن کلپنا کو نہیں چھوڑوں گا۔ پلیز آپ کلپنا کے خلاف نہ بولیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ایک گھنٹے بعد خیال خوانی کے ذریعے ہمارے پاس آؤ۔ ہم یہاں تمہارے معاملات پر بحث کر رہے ہیں۔"

ویٹو مارکس نے فون کا رابطہ منقطع کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے آرمی انٹیلی جنس کے چیف جے راج کے اندر آیا۔ وہ کلپنا کا باپ تھا۔ آرمی کے تمام اعلیٰ افسران سے کہہ رہا تھا "مجھ جیسے اعلیٰ افسر کی بیٹی کو اغوا کیا گیا ہے اور اس اغوا کرنے والے کے خلاف کارروائی نہیں کی جا رہی ہے۔ کیا آپ لوگ ہماری سرکار کو کارروائی کے لیے مجبور نہیں کریں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم پُرزور احتجاج کر رہے ہیں۔ ہمارے حکمران امریکی حکمرانوں سے رابطے میں ہیں۔ مذاکرات جاری ہیں۔ جلد ہی اس سلسلے میں کارروائی کی جائے گی۔"

ویٹو مارکس کبھی بھارتی حکمرانوں اور کبھی امریکی حکمرانوں کے اندر جا کر ان کی باتیں سننے لگا۔ بھارت کی طرف سے کہا جا رہا تھا کہ جب تک کوئی آخری فیصلہ نہ ہو، تب تک ویٹو مارکس کو چاہیے کہ وہ کلپنا کو اس کے گھر پہنچا دے۔ اغوا کی واردات تمام راجپوت پٹالین کو طیش دلا رہی ہے۔ فوج کے اندر بغاوت کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔

میں ویٹو مارکس کے اندر تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق سوچ رہا تھا کہ کلپنا کو اس کے گھر واپس نہیں بھیجے گا بلکہ اپنے پاس چھپا کر رکھے گا۔ اس نے اپنے خاص فون کو بند کر دیا۔ تاکہ امریکی اکابرین اس سے رابطہ نہ کر سکیں۔ اس نے اس کی سوچ میں کہا "میں کل صبح تک کسی سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ وہ اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہیں گے کہ میرے اندر آ کر بات کریں۔ میں کسی کو اپنے اندر نہیں آنے دوں گا۔"

وہ اپنے اندر پیدا ہونے والی اس سوچ سے غافل ہو گیا۔ کیونکہ وہ بھی یہی چاہتا تھا۔ وہ کلپنا سے جدا ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور اس سے جدا

والوں کو دشمن سمجھنے لگا تھا۔ خواہ وہ اپنے ہی اکابرین کیوں نہ ہوں۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے اکابرین کے دماغوں میں جا کر معلوم کر رہا تھا۔ وہ اس سے مخصوص فون پر رابطہ نہیں کر پا رہے تھے۔ رابطہ نہ ہونے پر جھنجلا رہے تھے۔ انہوں نے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا کہ وہ مارکس سے رابطہ کریں۔ انہوں نے اس کے دماغ میں آنے کی کوشش کی۔ وہ سانسیں روکتا رہا۔ وہ دونوں ناکام ہو کر چلے گئے۔

بھارتی اکابرین سے کہا گیا کہ ویٹو مارکس کہیں گم ہو گیا ہے یا روپوش ہو گیا ہے۔ اسے وہاں تلاش کیا جائے۔ بھارتی حکمرانوں سے نہ کہا جاتا تب بھی وہ اسے تلاش کرتے۔ وہ ہر حال میں پوجا کی واپسی چاہتے تھے۔ تمام سول اور ملٹری کے جاسوس پورے دہلی شہر میں پھیل کر انہیں گھر گھر تلاش کر رہے تھے۔ دو چار جاسوسوں نے کلپنا کی سہیلی سنگیتا کے گھر کی طرف آنا چاہا۔ مارکس نے خیال خوانی کے ذریعے انہیں بھٹکا دیا۔

جے راج اور دوسرے انٹیلی جنس کے افسران نے غصے سے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا امریکی ہے۔ میک اپ کے ذریعے چھپنے کے باوجود پہچانا جائے گا۔ وہ ہندی صاف طور پر بول نہیں پاتا ہے۔ اپنی زبان سے پکڑا جا سکتا ہے پھر پکڑا کیوں نہیں جا رہا ہے؟"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جاسوسوں کو بھٹکا رہا ہے۔ انہیں اپنے روبرو پہنچنے کا موقع نہیں دے رہا ہے۔ اسے تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی پکڑ سکتا ہے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا "دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ناکام ہو چکے ہیں۔ وہ انہیں اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دے رہا ہے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا "وہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا، سو کروڑ ہندوستانیوں کو بے وقوف نہیں بنا سکے گا۔ ٹی وی چینلز اور اخبارات کے ذریعے اعلان کراؤ کہ جو بھی شخص کسی بھی انگریز کی نشان دہی کرے گا۔ جو ہندو فیملی کے ساتھ رہتا ہے اور وہ اچھی طرح ہندی زبان بول نہیں پاتا ہو تو ایسے اطلاع دینے والے شخص کو پانچ لاکھ روپے انعام کے طور پر دیے جائیں گے۔"

ڈی جی کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ تمام جاسوسوں کو بتایا گیا کہ وہ اپنے ساتھ ایٹمی میک اپ کیمرا رکھیں۔ تاکہ مارکس اگر میک اپ میں چھپے ہوں تو اس کیمرے سے اس کے اصلی چہرے سامنے آ جائیں۔

ویٹو مارکس نے انٹیلی جنس کے افسران کے اندر آ کر وارننگ دی کہ اسے اور کلپنا کو تلاش نہ کیا جائے۔ اخبارات اور ٹی وی چینلز سے اشتہار بازی بند کی جائے۔ ورنہ وہ افسران ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔

کلپنا نے کہا "مارکس! تمہیں فوراً اس ملک سے چلے جانا چاہیے۔ تم اپنی زبان کی وجہ سے پکڑے جاؤ گے۔"

وہ بولا "میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ تم میرے ساتھ چلو گی یا پھر ہم یہیں جئیں گے۔ یہیں مریں گے۔"

وہ ایک اعلیٰ افسر کے اندر آ گیا۔ وہ کئی اعلیٰ افسران کے درمیان بیٹھا ہوا مارکس کے خلاف بول رہا تھا پھر اچانک ہی اس کا لہجہ بدل گیا۔ اس نے کہا "میں اب تمہارا ساتھی نہیں ہوں۔ ویٹو مارکس ہوں۔"

سب نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ اپنا ریوالور نکال کر بولا "سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا۔ تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ مجھے تلاش کرتے رہو گے۔ میری کلپنا کے لیے مصیبت بنتے رہو گے۔ لہٰذا میں ابھی یہ مصیبتیں ختم کر رہا ہوں۔"

اس نے ایک افسر کو گولی ماری پھر دوسرے کو نشانہ بنایا۔ وہ سب چیختے ہوئے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ جب اس نے تیسرے کو گولی ماری تو ایک افسر نے اسے گولی ماردی۔ اس کے مرتے ہی باقی تمام افسران کو اطمینان ہوا۔

یہ اطمینان دوسرے ہی لمحے میں ختم ہو گیا۔ ایک اور افسر نے ریوالور نکال کر کہا "میں ویٹو مارکس ہوں۔ تم نے اپنے ساتھی افسر کو گولی ماری ہے۔ تمہاری کوئی گولی میری طرف نہیں آ سکے گی۔"

ایک افسر نے گڑگڑا کر کہا "پلیز گولی نہ چلانا۔ پہلے ہماری بات سن لو۔ ہم ابھی تمہیں تلاش کرنے والی مہم کو بند کر رہے ہیں۔ تم اور جو کہو گے، ہم وہی کریں گے۔ تم دیکھ سکتے ہو۔ ہم ابھی احکامات جاری کر رہے ہیں۔"

وہ مختلف میڈیا زکو فون کر کے حکم دینے لگا کہ ویٹو مارکس اور کلپنا کے خلاف چلنے والی مہم کو فوراً بند کیا جائے۔ مارکس ان میڈیا والوں کے دماغوں میں پہنچ کر دیکھ رہا تھا۔ وہ احکامات کی تعمیل کر رہے تھے۔

مارکس کو اطمینان حاصل ہوا۔ اس نے اطمینان سے ایک دن گزارنے کے بعد اپنے اکابرین سے رابطہ کیا۔ انہوں نے پوچھا "تم کہاں روپوش رہتے ہو؟ ہم سے رابطہ نہیں کرتے۔ ہم سے ناراض ہو گئے ہو۔ جبکہ ہم بھارتی حکمرانوں سے تمہارے لیے فائٹ کر رہے ہیں۔"

"معاف کیجئے گا۔ آپ لوگ کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں موت کا منظر دکھایا ہے۔ تب سے وہ سہم کر خاموش بیٹھے ہیں۔"

"تم نے ان کے اعلیٰ افسران کو ہلاک کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ تم نے یہ نہیں سوچا' ہمارے سفارتی تعلقات خراب ہوسکتے ہیں۔ بلکہ ہونے والے ہیں۔ ہم انہیں راضی کررہے ہیں۔ انہیں خوش کرنے کے لیے یہ وعدہ کررہے ہیں کہ ہم پاکستان کو جو مراعات دے رہے تھے۔ ان میں کمی کردیں گے۔ ہم پاکستان کو کم تر بنا کر ہی ہندوستان کو خوش کرسکتے ہیں۔"

"آپ اپنی سیاسی چالیں چلتے رہیں لیکن میں اپنی کلپنا کے خلاف کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

"آری کی راجپوت بنالین نے کلپنا کو اپنی انا اور غیرت کا مسئلہ بنالیا ہے۔ بھارت سرکار بہت مجبور ہوگئی ہے۔ وہ کسی طور راضی نہیں ہوگی کہ کلپنا تمہارے پاس رہے۔ فار گاڈ سیک اسے اس کے گھر واپس بھیج دو۔"

"یہ کبھی نہیں ہوگا اور جب تک آپ کلپنا کے معاملے میں میری بھرپور حمایت نہیں کریں گے' میں آپ لوگوں سے رابطہ نہیں کروں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس نے طے کرلیا کہ کلپنا کو اپنا بنائے رکھنے کے لیے وہ بھارتی حکومت سے لڑتا رہے گا اور اسے یہ دیکھ کر اطمینان ہورہا تھا کہ کسی بھی ٹی وی چینل سے اس کے اور کلپنا کے خلاف کوئی مہم نہیں چلائی جارہی تھی۔ وہ آری افسران اور بھارتی اکابرین کے دماغوں میں جاکر ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ سب اس کے معاملے میں خاموش تھے۔ اس کے خلاف کچھ نہیں بول رہے تھے۔ ان کی سیکرٹ سروس کے ایک خفیہ ادارے نے ان سب کو ہدایت کی تھی کہ وہ مارکس اور کلپنا کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔

مارکس نے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ وہ سیکرٹ سروس کا نامعلوم ادارہ کہاں ہے؟ کس نے بھارتی حکمرانوں اور آرمی کے افسروں کو خاموش بیٹھنے کی ہدایت کی ہے اور وہ سب فرماں بردار بچوں کی طرح خاموش ہوگئے ہیں۔

یہ کوئی حاکم اور کوئی آرمی افسر نہیں جانتا تھا۔ میں نے مارکس کی سوچ میں کہا "یہ ایمرجنسی میں کوئی نامعلوم ادارہ قائم ہوا ہے۔ اس ادارے میں یوگا جاننے والے جاسوس ہوں گے۔ مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ میری لاعلمی اور بے خبری میں مجھ تک پہنچنے کے لیے کوئی سرنگ کھود رہے ہیں۔"

وہ اس سوچ پر غور کرنے لگا۔ وہ تمام اکابرین اور تمام آرمی افسران اچانک خاموش ہوگئے تھے۔ اس کا مطلب صرف یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ خوف زدہ ہوکر ہار مان چکے ہیں۔ وہ درپردہ کچھ کررہے ہوں گے۔ اسے مطمئن ہوکر کلپنا کے پیار و محبت میں ڈوب کر دشمنوں سے بے خبر نہیں رہنا چاہیے۔ دانش مندی کا تقاضا ہے کہ امن و امان کے بارے میں کبھی دشمنوں سے غافل نہ رہا جائے۔

اس نے کلپنا سے کہا "میرے اور تمہارے ممالک کے اکابرین کی خاموشی پراسرار ہے۔ میں خطرہ محسوس کررہا ہوں۔"

"کیا تم خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کے خیالات نہیں پڑھ رہے ہو؟"

"وہ سب خاموش ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ ایک بڑی کامیابی کا انتظار کررہے ہوں۔"

"تم نے میک اپ کے ذریعے میرا چہرہ بدل دیا ہے۔ میرے پاپا بھی مجھے نہیں پہچان سکیں گے لیکن تم صحیح طور سے ہماری ہندی زبان بول نہیں پاتے ہو۔ مجھے تمہاری فکر لگی رہتی ہے۔"

"مجھے دو چار دنوں تک تم سے دور رہنا چاہیے۔ کیونکہ میں یہاں گرفت میں آؤں گا تو اینٹی میک اپ لینس کے ذریعے تمہارا اصلی چہرہ بھی دیکھ لیا جائے گا۔ تم تنہا رہو گی تو کوئی تم پر شبہ نہیں کرے گا۔"

"مارکس! میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ جہاں جانا چاہتے ہو' مجھے بھی ساتھ لے چلو۔"

"نہیں کلپنا! صرف دو چار دنوں کی جدائی ہوگی۔ میں تمہارے دماغ میں صبح و شام موجود رہوں گا۔ تمہیں خنائی کا احساس نہیں ہوگا۔ میں دور رہ کر بھی تمہارے قریب' تمہارے اندر رہوں گا۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم دماغی طور پر میرے اندر رہو گے' جسمانی طور پر نہیں رہو گے۔ ہم تمہیں کس طرح چھو سکوں گی؟ کس طرح ہم ایک دوسرے کی آغوش میں رہیں گے؟ آج رات نہ جاؤ۔ مجھے اپنے بازوؤں میں چھپائے رکھو کل کسی وقت چلے جانا۔"

وہ اس کی خوشی میں خوش رہتا تھا۔ اس نے صرف ایک رات رکنے کی فرمائش کی تھی۔ اس لیے وہ رک گیا۔

دوسری جانب یہ تحقیقات ہورہی تھیں کہ کلپنا کے کتنے دوست اور کتنی سہیلیاں ہیں۔ اس کی ڈائری سے پتا چلا کہ اس کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے۔ صرف ایک سنگیتا نام کی سہیلی ہے۔ انہوں نے بڑی خاموشی سے سنگیتا کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ معلوم ہوا کہ دو روز پہلے تک وہ اپنے بنگلے میں ماں باپ کے ساتھ رہتی تھی۔ پچھلے دو دنوں سے ان کے گھر میں ایک مرد اور ایک لڑکی کا اضافہ ہوگیا ہے۔

سیکرٹ سروس والوں نے اس مرد اور لڑکی کو دور ہی دور سے دیکھنا چاہا لیکن وہ دکھائی نہیں دیے۔ پتا چلا کہ وہ دونوں گھر سے باہر نہیں نکلتے ہیں۔ وہ دن رات اس گھر کی چار

دیواری کے اندر رہتے تھے۔ اس بات نے شبے کو تقویت پہنچائی۔

ویٹو مارکس اپنی کلپنا کی بات مان کر ایک رات کے لیے رک گیا تھا۔ بس وہی رات اس پر بھاری پڑ گئی۔ سیکرٹ سروس کے مسلح افراد نے اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا پھر چھ مسلح افراد نے دروازے پر آکر دستک دی۔ بیل کا ایک بجا تھا۔ مارکس ایک بیڈ روم میں کلپنا کے ساتھ تھا۔ اسے پتا چلا کہ آدھی رات کے بعد دروازے پر دستک ہورہی ہے۔ وہ سنگیتا کے باپ کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز سنائی دی "کورئیر سروس ہے۔ مس سنگیتا کے نام خط ہے۔"

مارکس نے اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں گھسنا چاہا لیکن اس نے سانس روک کر اس کی سوچ کی لہروں کو روک دیا۔ مارکس ٹھٹک گیا۔ کسی کورئیر سروس کا ملازم یوگا کا ماہر نہیں ہوسکتا تھا۔ مارکس نے سنگیتا کے باپ کی زبان سے کہلوایا "ہم آدھی رات کے بعد دروازہ نہیں کھولتے۔ کل دن کے وقت آؤ۔"

سانس روکنے والا سمجھ گیا تھا کہ مارکس اس کے دماغ میں گھس آنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے مسلح ساتھیوں کو اشارے سے سمجھایا کہ مارکس اس گھر کے اندر موجود ہے۔ وہ دروازہ کھولنے نہیں دے گا۔ اس نے ریوالور نکال کر دروازے کے لاک پر دو فائر کیے پھر اس کے ہینڈل کو پکڑ کر گھمایا تو دروازہ کھل گیا۔ وہ سب دندناتے ہوئے اندر آگئے۔ سنگیتا اور اس کی ماں ڈرائنگ روم میں فائرنگ کی آواز سن کر آگئیں۔ ایک نے اینٹی میک اپ لینس آنکھوں سے لگا کر دیکھا۔ سنگیتا کے چہرے پر میک اپ نظر نہیں آیا۔ انہوں نے سنگیتا اور اس کے ماں باپ سے پوچھا "کلپنا کہاں ہے؟"

سنگیتا نے کہا "کلپنا یہاں نہیں ہے۔ یہاں میری ایک بہن اپنے پتی کے ساتھ رہتی ہے۔"

"اپنی بہن اور جیجاجی کو یہاں بلاؤ۔"

سنگیتا اسے بلانے گئی پھر کلپنا کے ساتھ واپس آئی۔ وہ بچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسے اینٹی میک اپ لینس کے لیے دیکھا جائے گا۔ جب دیکھا گیا تو اوپر سے کیے ہوئے میک اپ کے پیچھے اصلی چہرہ نظر آگیا۔ اس افسر نے کہا "کلپنا! اب تم نہیں چھپ سکو گی۔ ویٹو مارکس کہاں ہے؟"

وہ بولی "میں کلپنا نہیں ہوں۔ میرا نام رینا لہوترا ہے۔ مارکس اپنے پتی دیو جے لہوترا کے ساتھ رہتی ہوں۔"

"چلو دیو جے لہوترا ہی سہی۔ وہ سامنے کیوں نہیں آرہا ہے؟ کہاں ہے سنگیتا! جاؤ اپنے جیجاجی کو بھی بلا کر لاؤ۔"

ویٹو مارکس مجبور ہوگیا تھا۔ وہاں آنے والوں میں سے کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ بولنے والے یوگا کے ماہر تھے۔ وہ فوراً ہی ریوالور لے کر دوسرے دروازے سے نکل کر بالکونی میں آیا پھر وہاں سے چھلانگ لگا کر لان کی گھاس پر آگرا وہاں سے اٹھتے ہی اس پر سرچ لائٹس کی روشنیاں پڑنے لگیں۔ میگا فون کے ذریعے کہا گیا "مارکس! تمہیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ تم شاید یقین نہ کرو۔ ہم یقین دلاتے ہیں۔ فائر!"

اس کا حکم سنتے ہی چاروں طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ گولیاں اس کے قدموں کے پاس آکر گھاس اور مٹی اڑانے لگیں۔ اب فرار کا راستہ نہیں تھا۔ اس نے اپنا ریوالور پھینک دیا۔ میگا فون کے ذریعے بولنے والے کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ وہ بھی یوگا کا ماہر تھا۔

کئی مسلح جوان دوڑتے ہوئے آئے۔ ایک نے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دیں۔ اسے کوٹھی کے اندر ڈرائنگ روم میں لے کر آئے۔ ایک افسر نے کہا "آوارکس! ہم نے تمہاری ٹیلی پیتھی کو ناکام بنا دیا ہے۔ ہمارا ایک ساتھی کلپنا کو واش روم میں لے گیا ہے۔ اس کے چہرے سے بھی میک اپ دھل رہا ہے۔"

مارکس نے کہا "اس بات پر غور نہ کرو کہ یوگا میں مہارت رکھتے ہو۔ میں تمہاری قید میں زیادہ دیر نہیں رہوں گا۔ جب بھی رہائی پاکر نکلوں گا' تم لوگوں کے لیے موت بن جاؤں گا۔"

"موت تو تم بن ہی گئے تھے۔ ہمارے کتنے ہی اہم افسران کو مار ڈالا۔ ہمارے اختیار میں ہوتا تو ہم ابھی تمہیں گولیوں سے چھلنی کردیتے لیکن تمہاری موت کا فیصلہ ہمارے اکابرین سنائیں گے۔"

کلپنا کو وہاں لایا گیا۔ اب اس کا اصلی چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ مارکس کو دیکھتے ہی اس کے پاس جانا چاہتی تھی لیکن اسے پکڑ کر دھکا دے کر ایک طرف فرش پر گرا دیا گیا۔ مارکس طیش میں آکر اٹھنا چاہتا تھا۔ اس کے منہ پر گھونسا پڑا۔ وہ صوفے پر گر پڑا۔ دونوں ہاتھ پیچھے ہتھکڑیوں میں بندھے ہوئے تھے۔ وہ غصے سے گرجنے لگا۔ پہلی بار بے بس ہوگیا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔

میں یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور فرمان بھی موجود تھے۔ میں نے ان سے کہا "ابھی مداخلت نہ کرو۔ جو ہورہا ہے' اسے دیکھتے رہو۔ فی الوقت ہماری ٹیلی پیتھی بھی کام نہیں آئے گی۔"

ہم کلپنا، سنگیتا اور اس کے ماں باپ کے دماغوں میں رہ کر انہیں آلۂ کار نہیں بنا سکتے تھے۔ کیونکہ وہ سب سنتے تھے۔ گھر میں کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ وہ سب جسمانی طور پر کمزور تھے۔ ہم ان کے ذریعے ان مسلح افراد پر حملہ کرکے ان سے ہتھیار نہیں چھین سکتے تھے۔ یوں بھی اسے رہائی دلانے کی جلدی نہیں تھی۔ یہ دیکھنا تھا کہ مارکس کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے؟

مارکس کو دو آدمیوں نے جکڑلیا تھا۔ تیسرا ایک سرنج میں دوا بھر کے لایا۔ ایک افسر نے ریوالور نکال کر مارکس سے پوچھا "اس ریوالور سے زخمی ہونا چاہو گے یا یہ انجکشن لگواؤ گے۔ ہم تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ تم خیال خوانی کے قابل نہ رہو۔"

مارکس نے پریشان ہو کر ریوالور کو دیکھا۔ گولی اس کے ہاتھ یا پاؤں میں لگتی تو وہ اپاہج بن جاتا پھر پتا نہیں وہ کب تک زخم کی تکلیف برداشت کرتا رہتا۔ کلپنا نے روتے ہوئے کہا۔ "پلیز اسے گولی نہ مارو۔ اسے چھوڑ دو۔ مجھے مار ڈالو۔"

مارکس نے بے بسی سے کلپنا کو دیکھا پھر چپ چاپ انجکشن لگوالیا۔ وہ روتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔ مارکس رفتہ رفتہ کمزوری محسوس کررہا تھا۔ ایک افسر نے کہا "اب تم ذہنی طور پر کمزور ہو چکے ہو۔ ہم تمہاری خیال خوانی کی پرواز دیکھنا چاہتے ہیں۔ میرے دماغ کے دروازے کھلے ہیں۔ آؤ چلے آؤ۔"

اعصابی کمزوری نے ذہنی طور پر اسے کمزور بنا دیا تھا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز نہیں کرسکتا تھا۔ نڈھال سا صوفے پر پڑا ہوا تھا۔ اس افسر نے کہا "ہم تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں' یہ ہمارے ملک کے اکابرین بھی نہیں جان سکیں گے۔ ہم اپنے بھارتی حکمرانوں سے چھپ کر وہ کرنے والے ہیں' جس کے بارے میں کوئی کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا کہ وہ لوگ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرسکتے ہیں؟ اعلیٰ پی پی نے کہا "مارکس نے ان کی آرمی کے کئی اہم افسران کو ہلاک کیا ہے۔ یہ لوگ اسے ذہنی مریض بنا کر امریکا کے حوالے کریں گے۔"

فرہان نے کہا "یہ تم سوچ رہی ہو اور وہ دعوے کررہا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔"

اس افسر نے سنگیتا اور اس کے ماں باپ سے کہا "تم سب سمجھ رہے ہو کہ ہم انڈین آرمی کے لوگ ہیں یا بھارتی حکومت سے ہمارا تعلق ہے۔"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا "ہمارے گینگ کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ ہم نے اس زبردست پلاننگ پر عمل کرتے ہوئے ویڈمارکس کو شکنجے میں لیا ہے۔ ہم اسے اپنا معمول بنا کر اپنے گینگ کو سب سے زیادہ طاقت ور بنائیں گے۔"

یہ ایک نیا انکشاف ہو رہا تھا۔ اب تک ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ انڈین سیکرٹ سروس کے لوگ ہیں۔ ویڈمارکس کو قابو میں کرنے کے لیے یوگا کی مہارت رکھتے ہوئے ہڈی رازداری سے آئے ہیں لیکن یہاں تو کچھ اور ہی تھا۔ وہ لوگ کسی ایشیائی خفیہ تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔ ویڈمارکس کو امریکا اور بھارت سے چھین کر لے جارہے تھے۔

انہوں نے سنگیتا اور اس کے ماں باپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ کلپنا اور ویڈمارکس کو قیدی بنا کر وہاں سے لے گئے۔

○☆○

جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا جاچکا ہے۔ "دی ٹیرر سپلائرز" تنظیم کے تین سربراہ تھے۔ وہ تینوں ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ یہ ابھی معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ تینوں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے تھے یا کہیں سے نئے وارد ہوئے تھے۔ ماضی میں ایک طویل عرصے سے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے رہے تھے۔ ان میں سے کئی مارے ہاتھوں فنا ہوگئے اور کئی روپوش ہوگئے۔ روپوشی کے بعد پھر ان کی خبر نہیں ملی۔ اسی لیے وہ میری داستان سے نکل گئے۔

ان روپوش ہونے والوں نے بھی کسی موقع پر اپنے وجود کا ثبوت نہیں دیا۔ لہٰذا فرض کرلیا گیا کہ وہ مرچکے ہیں۔ درحقیقت ان میں سے کچھ ایسے ذہین تھے۔ جو خاموشی سے اس طرح خیال خوانی کرتے رہے کہ کبھی ظاہر نہ ہوسکے۔ وہ ہمیں اور ہمارے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی معرکہ آرائی دیکھ دیکھ کر تجربات حاصل کرتے رہے۔ ہمارے ایک ایک طریقہ کار کو سمجھتے رہے اور اپنی حفاظتی تدابیر پر عمل کرتے رہے۔

ایک طویل عرصے کے بعد تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے سامنے آئے تھے۔ وہ تینوں "دی ٹیرر سپلائرز" تنظیم کے سربراہ تھے۔ امریکا کے شمال سے جنوب تک اس سربراہ سینڈی گرے تھا' جسے سونیا اور عدنان یعنی دادی اور پوتا اپنے پیچھے دوڑا رہے تھے۔ آئندہ پتا نہیں اس کا کیا حشر کرنے والے تھے۔

یورپ میں اس تنظیم کا سربراہ جیک کیلر تھا اور ایشیا میں مہادھائی اس تنظیم کا سرغنہ تھا۔ امریکا میں سینڈی گرے سے نمٹنے کے بعد ان دونوں کی باری آنے والی تھی۔ پچھلے باب میں یہ ذکر کیا تھا کہ سینڈی گرے کو عدنان کی طرف سے

فکر لاحق ہوئی تھی۔ اس بچے کی وجہ سے اس کا کروڑوں ڈالرز کا اسلحہ تباہ ہوگیا تھا۔ بخیامن نے عدنان کو تلاش کرنے کے لیے اخبارات میں اشتہار دیا تھا۔ سینڈی نے بخیامن کے خیالات پڑھ کر جولی کے بارے میں معلوم کیا کہ وہ بخیامن کی سالی ہے اور کسی رومیو نامی جوان کے ساتھ عدنان کو تلاش کررہی ہے۔ اس نے جولی کے خیالات پڑھے اور رومیو کو ٹریپ کرنے کے لیے ان کی چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی۔ پورس زہریلا تھا اس پر ایسی دوائیں اثر نہیں کرتی تھیں۔ سینڈی کو اسی حد تک معلوم ہوگیا کہ رومیو دراصل فرہاد علی تیمور کا بیٹا پورس ہے اور عدنان' پورس کا بیٹا ہے۔

وہ چائے پی کر جولی اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوگئی تھی۔ پورس نے اسے اسپتال پہنچایا پھر فون کے ذریعے اس کی سسٹر کو اور بخیامن کو اطلاع دی کہ وہ اسپتال آکر جولی کو سنبھالیں۔ اطلاع ملتے ہی بخیامن دوڑا چلا آیا۔ وہ کسی بھی طرح عدنان کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ بچہ اس کے لیے خوش قسمتی لا رہا تھا۔ وہ اس سے محروم نہیں رہنا چاہتا تھا۔

جولی بہت کمزور ہوگئی تھی۔ بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے پورس سے پوچھا "کیا تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

وہ بولا "میں بہت مجبور ہوں۔ یہاں ایک جگہ رہ نہیں سکتا۔ پتا نہیں اپنے بیٹے کی تلاش میں کہاں کہاں بھٹکنا ہوگا۔"

"بیٹے کا معاملہ ہے۔ میں تمہیں نہیں روکوں گی۔ مجھ سے فون پر رابطہ رکھو گے؟ میں عدنان کے لیے دعائیں کرتی رہوں گی۔ وہ مل جائے گا تو میرے پاس آؤ گے۔"

"ہاں۔ میں اسے لے کر تمہارے پاس آؤں گا۔"

بخیامن نے وہاں آکر ان دونوں کو غصے سے دیکھا پھر کہا "تم دونوں کی وجہ سے میرا بیٹا گم ہوا ہے۔ بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

جولی نے کہا "میں بیمار ہوں۔ پہلے تمہیں میرا حال پوچھنا چاہیے۔ تم خود غرض ہو۔ اپنی خوش قسمتی کے لیے اس کے پیچھے بھاگ رہے ہو۔ یہاں بھی اسی امید پر آئے ہو کہ وہ بچہ ہمارے پاس ہوگا۔"

"ہاں۔ وہ تمہارے پاس ہے۔ اس رومیو نے اسے چھپا کر رکھا ہے۔ میں اس سے اپنا بیٹا لے کر رہوں گا۔"

پورس نے کہا "تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ ہم اس کی تلاش میں دن رات پریشان رہتے ہیں اور تم مجھے الزام دینے آئے ہو۔"

جولی نے کہا "تم رومیو کو غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تمہاری سالی ہوں۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ عدنان اب تک لاپتا ہے۔"

"یہ عدنان کون ہے؟ مجھ سے صرف میرے بیٹے کی بات کرو۔"

"رومیو نے اپنے بیٹے کا نام عدنان رکھا ہے۔ تم اپنے طور پر اسے فائر کہتے رہو۔"

"یہ کون ہوتا ہے' میرے بیٹے کا نام تبدیل کرنے والا؟"

پورس نے کہا "میں نے تمہارے نہیں اپنے بیٹے کا یہ نام رکھا ہے۔"

"وہ تمہارا نہیں' میرا بیٹا ہے۔ میں تمہارے خلاف رپورٹ درج کرا چکا ہوں۔ ابھی پولیس آئے گی اور تمہیں پکڑ کر لے جائے گی۔"

وہ غصے سے تنتناتا ہوا اس کمرے سے باہر آیا پھر موبائل کے ذریعے اس تھانے کے انسپکٹر سے باتیں کرنے لگا۔ جہاں پچھلے دنوں رومیو کے خلاف رپورٹ درج کرا چکا تھا۔

سینڈی کا دست راست جولی اور پورس کی نگرانی دوربین سے کیا کرتا تھا۔ جب پولیس والے اسپتال میں آئے تو اس نے فون پر سینڈی سے کہا "یہاں اسپتال میں پولیس آئی ہے۔ اگر پورس نے بچے کو کہیں چھپا رکھا ہے تو اب اسے اس بچے کو پولیس کے حوالے کرنا ہوگا۔"

سینڈی بخیامن کے اندر آگیا۔ وہ پورس کی طرف اشارہ کرکے پولیس افسر سے کہہ رہا تھا "اسی کا نام رومیو ہے۔ اسی نے میرے بیٹے کو اغوا کیا ہے اور اسے کہیں چھپا کر رکھا ہے۔"

افسر نے پوچھا "مسٹر رومیو! ہمارے ساتھ چلو اور بچے کو جہاں چھپایا ہے' وہ جگہ بتاؤ۔"

وہ بولا "ایک بد دماغ آدمی مجھ پر الزام لگا رہا ہے اور آپ اسے سچ مان رہے ہیں۔ میں نے اس کے بیٹے کو اغوا نہیں کیا ہے۔ میں تو خود اپنے گمشدہ بیٹے کو تلاش کررہا ہوں۔"

وہ غصے سے بولا "تم جسے تلاش کررہے ہو' وہ میرا بیٹا ہے۔ تمہارا نہیں ہے۔"

پورس نے افسر سے کہا "آپ اس کی حماقت کو سمجھیں۔ میں اپنے بیٹے کو تلاش کررہا ہوں اور یہ اسے میرا نہیں اپنا بیٹا کہہ رہا ہے۔"

افسر نے بخیامن سے کہا "یہ اپنے بیٹے کو تلاش کررہا ہے تمہارے بیٹے کو کیوں تلاش کرے گا؟ اگر تمہارے بیٹے کو تلاش کررہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بیٹے کو اس نے کہیں چھپا کر نہیں رکھا ہے۔"

بخیامن نے کہا "یہ بہت مکار ہے اس نے اسے چھپا کر رکھا ہے۔ اسے تلاش نہیں کررہا ہے۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ آپ اسے گرفتار کرکے لے جائیں۔ اس کی پٹائی کریں۔ اس پر تھرڈ ڈگری استعمال کریں۔ یہ سچ اگل دے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ مسٹر رومیو! میں تمہیں گرفتار کرتا ہوں۔"

اس نے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ پورس کو ہتھکڑی پہنائی جائے۔ پورس نے کہا "آج تک مجھے کسی نے ہتھکڑی نہیں پہنائی۔ کوئی جرم ثابت کیے بغیر تم مجھے ہتھکڑی نہیں پہنا سکو گے۔"

پورس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت عبداللہ وہاں موجود تھا۔ وہ افسر عبداللہ کی مرضی کے مطابق بولا "ٹھیک ہے۔ اسے ہتھکڑی نہ پہناؤ۔ پہلے یہ ثابت ہونا چاہیے کہ اس نے اس بچے کو اغوا کیا ہے۔"

سینڈی گرے خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا۔ اس نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے کہا "یہ معاملہ پیچیدہ ہے۔ اسے ہتھکڑی پہناؤ۔"

عبداللہ نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ بولا "خبردار! اسے ہتھکڑی نہ پہناؤ۔"

سینڈی گرے نے اسے مجبور کیا۔ وہ سپاہی سے بولا "یو بلڈی فول! میں تمہیں حکم دے رہا ہوں' ہتھکڑی پہناؤ۔"

عبداللہ اس بار سپاہی کے دماغ پر حاوی ہوگیا۔ سپاہی نے اس افسر کے منہ پر ایک گھونسا جڑتے ہوئے کہا "پاگل کے بچے کبھی کہتا ہے' ہتھکڑی پہناؤ۔ کبھی منع کرتا ہے۔ تجھے افسر کس نے بنایا ہے۔"

افسر نے غصے سے کہا "تم۔؟ تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ میں تمہیں نوکری سے ڈسچارج کرادوں گا۔"

سینڈی گرے سمجھ گیا کہ پورس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں اس کی خیال خوانی کا توڑ کررہا ہے۔ وہ اپنے دست راست سے بولا "فوراً اپنے آدمیوں کے ساتھ اسپتال پہنچ کر پورس کو ٹریپ کرو۔ اس نے عدنان کو کہیں چھپا رکھا ہے۔"

دست راست نے کہا "ہم اسپتال کے سامنے ایک وین میں ہیں۔ ابھی اندر جاکر پورس کو گھیرنے کی کوشش کریں گے۔"

"میں تمہارے دماغ میں رہوں گا مگر یہ اچھی طرح سمجھ لینا کہ پورس کے ساتھ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ لہٰذا اس کے سامنے تم سب گونگے بنے رہو گے۔"

ادھر سپاہی اپنے افسر سے معافی مانگ رہا تھا۔ افسر کہہ رہا تھا "پتا نہیں مجھے کیا ہوا ہے۔ ایک حکم دیتا ہوں۔ دوسرے ہی لمحے میں اس حکم سے انکار کرتا ہوں۔ مسٹر رومیو کو کبھی مجرم سمجھتا ہوں۔ کبھی بے قصور مانتا ہوں۔"

بخیامن نے کہا "آفیسر! یہ ضرور کوئی جادو جانتا ہے۔ تم اس کے جادو سے بچ کر اسے گرفتار کرو۔"

اسی وقت عدنان کی آواز سنائی دی "ہائے ڈیڈ!"

اس نے چونک کر گھومتے ہوئے دیکھا۔ عدنان اپنی ماں یعنی مسز بخیامن کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ بخیامن اسے دیکھتے ہی بازوؤں میں لے کر چومنے لگا۔ مسز بخیامن نے افسر سے کہا "میرا ہزبینڈ مسٹر رومیو پر غلط الزام لگا رہا ہے۔ اسے مسٹر رومیو نے نہیں' دوسرے نامعلوم لوگوں نے اغوا کیا تھا۔"

بخیامن نے پورس سے معذرت کی "مجھے افسوس ہے' میں نے تم پر الزام لگایا۔ میرا بیٹا مجھے مل گیا ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔ چلو بیٹے! ہم گھر چلیں۔"

عدنان نے پورس کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا "ہائے پاپا۔!"

پورس نے خوش ہوکر مصافحہ کیا "ہائے عدنان!"

بخیامن نے عدنان سے کہا "تم اسے پاپا کیوں کہہ رہے ہو؟"

وہ بولا "جس طرح آپ کو ڈیڈی کہہ رہا ہوں۔ اسی طرح ان کو پاپا کہہ رہا ہوں۔ اگر یہ میرے باپ نہیں ہیں تو آپ خود کو میرا باپ ثابت کریں۔"

"ہمارے پاس برتھ سرٹیفکیٹ ہے۔"

پورس نے کہا "برتھ سرٹیفکیٹ دس ڈالرز میں جعلی بن جاتا ہے۔"

"میرا بیٹا اٹلی کے شہر روم کے ایک اسپتال میں پیدا ہوا تھا۔ میرے پاس وہاں کا سرٹیفکیٹ ہے۔"

پورس نے کہا "میں بھی فیکس کے ذریعے اسی شہر کے اسی اسپتال کا برتھ سرٹیفکیٹ آج ہی منگوا لوں گا۔"

بخیامن کی وائف نے کہا "پلیز! آپ لوگ بحث نہ کریں۔ ہمارے لیے یہ کافی ہے کہ بیٹا مل گیا ہے اور یہ آئندہ ہمارے ساتھ رہا کرے گا۔ کیوں ٹھیک ہے نا فابر؟"

وہ بولا "پلیز آپ مجھے عدنان کہا کریں۔ یہ نام میری دادی ا۔ رداوا کو پسند ہے۔"

پورس مسکرانے لگا۔ بخیامن نے ناگواری سے کہا "تمہاری دادی اور دادا کہاں سے آگئے؟ وہ تو مر چکے ہیں۔"

"پلیز آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ وہ دونوں زندہ ہیں اور کسی دن مجھ سے ملنے والے ہیں۔"

بخیامن کو اس کی وائف نے سمجھایا "آپ بیٹے سے بحث نہ کریں۔ یہ جو کہتا ہے۔ مان لیں۔ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ رہے اور یہ ہمارے ساتھ رہا کرے گا۔"

عدنان نے کہا "میں آپ کے ساتھ چلوں گا لیکن پاپا سے مجھے ایک بات کرنی ہے۔ کیوں پاپا! ہم واش روم کے اندر چلیں۔ اس کے بعد میں چلا جاؤں گا۔"

پورس نے کہا "یس مائی سن! آؤ ہم واش روم میں چلیں۔"

اس وقت عدنان کے دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے تھے۔ اس لیے سینڈی گرے کو اس کے اندر جگہ مل گئی تھی۔ اس نے اپنے دست راست سے کہا۔ "عدنان اسپتال میں آیا ہوا ہے۔ تم پورس کو چھوڑو۔ اس کے بیٹے کو اغوا کر کے ہمارے کسی خفیہ اڈے میں لے آؤ۔ میں ابھی اس بچے کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

وہ باپ بیٹے واش روم میں آئے۔ پورس نے اس کی پیشانی کو چوم کر پوچھا "بیٹے! تم کہاں بھٹک رہے ہو؟ ہمیں کیوں اپنے پیچھے دوڑا رہے ہو؟"

اس نے باپ کی باتوں کا جواب نہیں دیا۔ اپنے لباس کے اندر سے دو ڈسکس نکال کر اس کی طرف بڑھا دیں۔

وہ ڈسکس کو لیتے ہوئے بولا۔ "یہ کیا ہے؟"

وہ معصومیت سے بولا "پاپا! میں نہیں جانتا۔ میرے دماغ میں جو بات آتی ہے، میں وہی کرنے لگتا ہوں۔ میرے دل میں آیا کہ میں ایک سیاہ بیگ کو کھول کر وہاں سے دو ڈسکس نکال لوں۔ میں نے یہی کیا پھر خیال آیا، میں یہ چیزیں اپنے پاپا کو لے جا کر دوں۔"

"ہر انسان وہی کرتا ہے۔ جو اس کا دماغ کہتا ہے۔ تمہارے دماغ میں ایسی باتیں کہاں سے پیدا ہوتی ہیں، جو تمہاری عمر سے اور تمہاری ذہانت سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔"

وہ بدستور معصومیت سے بولا "میں نہیں جانتا۔"

"تم اب تک کہاں بھٹک رہے تھے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"کیا تم میرے ساتھ نہیں رہو گے؟"

"دماغ بولے گا تو رہوں گا۔"

"کیا تمہارا دماغ بخامن کے ساتھ رہنے کو کہہ رہا ہے؟"

"میں اس ڈیڈی کے ساتھ بھی نہیں رہوں گا۔"

"پھر تم کہاں رہو گے۔ کہاں جاؤ گے؟"

"ایک خاتون بھٹک رہی ہیں۔ اپنے گھر کا راستہ بھول گئی ہیں۔ میں انہیں ان کے گھر پہنچاؤں گا۔"

پورس نے حیرانی سے پوچھا "کون ہیں وہ خاتون؟ تم کس کی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تم انہیں جانتے ہو؟"

"میں انہیں نہیں جانتا۔ وہ کہیں راستے میں مل جائیں گی۔ میں انہیں گھر پہنچا دوں گا۔"

"بیٹے! تمہاری دادی جان ہمیں بھول گئی ہیں۔ پتا نہیں کہاں بھٹک رہی ہیں۔ ہم انہیں تلاش کر رہے ہیں۔ کیا تم انہی کی بات کر رہے ہو؟"

"میں دادی جان کو نہیں جانتا۔ وہ ملیں گی تو ان سے پوچھوں گا۔ اب میں جاؤں گا۔ باہر چلیں۔"

پارس نے سوچا، اسے بخامن کے ساتھ جانے دے گا لیکن اس کا تعاقب کرتا رہے گا۔ عبداللہ نے سوچ کے ذریعے کہا "میں نے عدنان کو یہاں دیکھتے ہی اپنے آدمیوں کو بلایا ہے۔ وہ سب عدنان پر کڑی نظر رکھیں گے۔ ہم اسے کہیں گم نہیں ہونے دیں گے۔ یہ یقیناً آگے جا کر بخامن سے بھی بچھڑنے والا ہے۔"

سینڈی گرے عدنان کے اندر تھا۔ سوچ رہا تھا۔ اس بچے نے وہ دو ڈسکس کہاں سے حاصل کی ہیں۔ یقیناً وہ بہت اہم ہوں گی۔ مجھے یہ چیزیں پورس سے حاصل کرنی چاہئیں لیکن کیسے؟"

وہ سوچنے لگا کہ خیال خوانی کے ذریعے کس کے پیچھے لگنا چاہیے؟ وہ ڈسکس اہم ہوں گی اور عدنان بھی اہم تھا۔

اس نے اپنے دست راست سے کہا "تم اپنے آدمیوں کے ساتھ پورس کے پیچھے لگے رہو۔ اس کے لباس کے اندر دو ڈسکس ہیں۔ انہیں کسی طرح اس سے چھین لو۔ اسے پکڑ کر کسی خفیہ اڈے میں لے آؤ۔ اپنے دو آدمیوں کو عدنان کے تعاقب میں رہنے دو۔ میں ان دونوں کو گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

اس کا دست راست اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے لگا۔ عدنان، پورس کے ساتھ واش روم سے باہر آیا۔ اس نے پولیس افسر سے کہا "جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا تھا، وہ اسپتال کے کوریڈور میں موجود ہیں۔ مجھے پھر اغوا کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ افسر اور سپاہیوں کے ساتھ ایک کوریڈور میں آیا پھر سینڈی گرے کے دست راست اور اس کے آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا "یہی ہیں وہ لوگ۔ انہیں پکڑ لو۔"

افسر نے ان سب کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے انہیں گن پوائنٹ پر گھیر لیا۔ ان کے لباسوں کے اندر چھپے ہوئے ہتھیار چھین لیے۔ سینڈی گرے اس صورت حال سے پریشان ہو گیا۔ بخامن اپنے ساتھ عدنان کو لے جا رہا تھا اور پورس ان سے دور رہ کر عدنان کی نگرانی کر رہا تھا۔ سینڈی گرے نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو پولیس والوں سے نجات دلانی چاہی لیکن عبداللہ اس کی خیال خوانی کا توڑ کرنے لگا۔

سینڈی گرے نے مجبور ہو کر دست راست سے کہا "تم سب حوالات میں جاؤ۔ میں بعد میں تمہیں رہائی دلاؤں گا۔"

وہ عدنان کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اس کے دماغ

میں آگیا۔ عدنان، بخامن اور اس کی وائف کے درمیان بیٹھا ہوا کار میں سفر کر رہا تھا۔ سینڈی نے اس کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی۔ معلوم کرنا چاہا کہ وہ ڈسکس کس نوعیت کی تھیں اور وہ انہیں کہاں سے لایا تھا؟

پتا چلا، وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ اس کا دماغ جو کہتا ہے، وہ اسی کے مطابق عمل کرتا جاتا ہے اور یہ بات ذہن تسلیم کرتا تھا کہ وہ ایک ناسمجھ بچہ ہے۔ اپنی ننھی سی ذہانت سے کچھ نہیں کرتا ہے۔ اسے جب کوئی آگہی حاصل ہوتی ہے۔ تب ہی یہ بڑے کام کر گزرتا ہے۔ سینڈی کو یقین تھا کہ وہ ایسے بچے کو ایک بار پکڑ لے گا تو پھر اسے اپنے قابو میں کر لے گا اور اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدے اٹھا سکے گا۔

پورس اپنی کار میں بخامن کی کار کا تعاقب کر رہا تھا۔ یہ بات اس کے دل کو لگ رہی تھی کہ عدنان جانے انجانے میں اپنی دادی کو تلاش کر رہا ہے اور وہ ضرور اپنی دادی تک پہنچے گا۔ ابھی چونکہ پہچانتا نہیں ہے۔ اس لیے انہیں ایک اجنبی بھٹکنے والی خاتون کہہ رہا تھا۔

اس نے سوچا "میرا دل کہہ رہا ہے کہ میرا بیٹا ہی ہم سب کو ممّا تک پہنچائے گا۔ مجھے اس کا تعاقب کرتے رہنا چاہیے۔"

وہ اپنی کاروں میں ایک مصروف شاہراہ سے گزر رہے تھے۔ شاہراہ کے دونوں طرف فلک بوس عمارتیں تھیں۔ بڑی بڑی دکانیں، ہوٹل، کلب اور شراب خانے تھے۔ ایک جگہ عدنان نے کہا "پلیز گاڑی روک دیں۔"

بخامن نے کار کو ایک سائیڈ میں کرتے ہوئے فٹ پاتھ سے لگا روکا پھر پوچھا "کیا پھر پہلے کی طرح آئس کریم کی فرمائش کرو گے۔ میں آئس کریم لینے جاؤں گا تو تم کہیں چلے جاؤ گے۔"

وہ بولا "میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ آپ کار کو ادھر پسمنٹ میں لے چلیں۔"

"بیٹے! وہ ایک بہت بڑے کیسینو کا پسمنٹ ہے۔ وہاں کیوں جانا چاہتے ہو؟ ہمیں سیدھے گھر جانا چاہیے۔"

"نہیں۔ میں پہلے وہاں جاؤں گا۔"

بخامن کی وائف نے کہا "جب یہ ضد کر رہا ہے تو اسے وہیں لے چلیں۔ جب یہ اپنی مرضی سے کہیں جاتا ہے تو ہمیں فائدہ ہی پہنچتا ہے۔ چلو ادھر گاڑی لے چلو۔"

بخامن اس بات سے قائل ہو گیا۔ کار اسٹارٹ کر کے ادھر جانے لگا۔ بڑی بڑی عمارتوں کے تہ خانوں کو پسمنٹ کہا جاتا ہے۔ وہاں درجنوں کاریں پارک کرنے کی گنجائش رکھی جاتی ہے۔ اس وقت وہاں چند گاڑیاں ادھر ادھر کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ کار کو ایک جگہ روک کر بولا "بتاؤ، یہاں کیوں آئے ہو؟"

پورس ان کا تعاقب کرتا ہوا، اس پسمنٹ کے ایک حصے میں آ کر رک گیا۔ عدنان نے بخامن سے کہا "دروازہ کھولیں۔ باہر چلیں۔"

سینڈی گرے پریشان ہو کر سوچنے لگا "یہ یہاں کیوں آیا ہے؟ یہ تو میرا کیسینو ہے۔ کیا یہ جانتا ہے کہ میں یہاں دسویں فلور والے آفس میں بیٹھا ہوا ہوں۔"

وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر آفس سے باہر آیا۔ اس کی کار بھی پسمنٹ میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے حواریوں سے کہا "پسمنٹ میں ایک بچہ اپنے ماں باپ کے ساتھ آیا ہے۔ اس بچے کو ان سے چھین کر کیسینو کے پیچھے گودام میں لے جاؤ۔ اس بچے کو بچہ نہ سمجھنا۔ وہ بہت خطرناک ہے۔ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر، منہ پر ٹیپ چپکا کر لاؤ۔ اسے کسی طرح کا نقصان نہ پہنچانا۔ وہ میرے بارے میں پوچھے تو کوئی جواب نہ دینا۔ کم بخت ایسے آ رہا ہے جیسے میرا پتا جانتا ہو۔"

وہ اپنی پرائیویٹ لفٹ کے ذریعے نیچے جانے لگا۔ بخامن نے عدنان کے ساتھ کار سے نکلتے ہوئے پوچھا "یہاں تو کچھ نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا یہاں کیوں آئے ہو؟"

وہ بولا "اس لفٹ میں اوپر چلیں۔ دسویں فلور پر۔"

"پلیز فابر! گھر چلو۔ یہ اچھی جگہ نہیں ہے۔"

"میرا نام فابر نہیں ہے۔ عدنان ہے۔"

"تم یہاں اپنے نام پر بحث نہ کرو۔ واپس چلو۔"

وہ دوڑتا ہوا لفٹ کی طرف جانے لگا۔ وہ میاں بیوی بھی اس کے پیچھے لفٹ میں آ گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ پورس کی کار لفٹ کے قریب تھی۔ وہ نمبر پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ بیٹا دسویں فلور پر گیا ہے۔ وہ بھی اوپر جانا چاہتا تھا پھر رک گیا۔ دو بھاری بھرکم جسموں والے بدمعاش ایک دروازہ کھول کر آئے تھے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

وہ دونوں ادھر ادھر متلاشی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کہا "نہ وہ بچہ ہے اور نہ ہی اس کے ماں باپ ہیں۔"

دوسرے نے کہا "جب باس نے کہا ہے تو وہ یہاں ضرور ہوں گے یا پھر ادھر آنے والے ہوں گے۔"

پورس ان سے انجان بن کر لفٹ کی طرف جانے لگا۔ وہ دونوں اسے آواز دیتے ہوئے قریب آئے "اے سنو! تم نے یہاں کسی بچے کو اپنے ماں باپ کے ساتھ دیکھا ہے۔"

وہ لفٹ کے اندر جاتے ہوئے بولا "ہاں۔ وہ تینوں اوپر گئے ہیں۔ میں بھی ادھر جا رہا ہوں۔"

وہ دونوں لفٹ کے اندر آ گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔

پورس نے پوچھا "ہاتھ میں ریوالور لے کر بچے کو کیوں ڈھونڈ رہے ہو؟"

ریوالور والے نے غرا کر کہا "تم سے مطلب؟ اپنے کام سے کام رکھو۔"

"اچھا تو لو۔ میں اپنا کام کرتا ہوں۔"

اس نے ایک الٹا ہاتھ منہ پر رسید کیا۔ مار کھانے والے کو یوں لگا جیسے منہ پر ہتھوڑا پڑا ہو۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ اُسے پتا ہی نہیں چلا کہ اس کا ریوالور پورس کے ہاتھ میں کیسے آگیا؟ دوسرا شخص اپنے ساتھی کے پیچھے تھا۔ وہ حملہ کرنے کے لیے تیزی سے آگے نہ آسکا۔ لفٹ میں جگہ تنگ تھی۔ ایکشن کی گنجائش نہیں تھی۔

پورس نے ریوالور کے دستے سے دوسرے کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ ایسے ہی وقت سینڈی ان میں سے ایک کے اندر آکر عدنان کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔ ان دونوں کو مار کھاتے دیکھ کر بوکھلا گیا۔ اس نے پوچھا "یہ کون ہے؟ اس سے مار کیوں کھا رہے ہو؟ کیا تمہارے پاس اسلحہ نہیں ہے۔"

اس کا جواب دینے سے پہلے وہ بھی لفٹ کے اندر گر کر بے ہوش ہوگیا۔ سینڈی نے پریشان ہو کر سوچا "کیا وہ بچہ کرامات دکھا رہا ہے؟ کسی کے ذریعے اس کے آدمیوں کو زیر کر رہا ہے۔"

وہ پھر عدنان کے اندر آکر دیکھنے لگا۔ وہ بنجامن اور اس کی بیوی کے ساتھ اس کے آفس میں گھس آیا تھا۔ میز پر رکھی ہوئی چابیاں اٹھا کر بنجامن سے کہہ رہا تھا کہ وہ سیف کو کھولے۔ سینڈی جلدی سے اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا — وہ بدحواسی میں سیف کی چابیاں میز پر چھوڑ آیا تھا۔

وہ سیف کھل چکا تھا۔ اندر بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ بنجامن اور اس کی وائف کی آنکھیں حیرت اور مسرت سے پھیل گئیں۔ وہ ایک بیگ میں وہ گڈیاں اٹھا کر ڈالنے لگے۔ سینڈی میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ وہ عدنان کی غیر معمولی صلاحیتوں کا سامنا کرنے اوپر اپنے آفس میں آتا۔ وہ کیسینو کے سیکیورٹی افسر سے بولا "میرے دسویں فلور والے آفس میں فوراً جاؤ۔ ایک بچہ مجھے لوٹ کر جا رہا ہے اور میں اسے روک نہیں سکتا۔"

وہ حکم دے کر عدنان کے اندر آیا تو اس کے دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ اس کا ذہن کسی ایک سوچ پر مرکوز نہیں تھا۔ سیکیورٹی افسر دسویں فلور کی طرف جا رہا تھا۔ وہ چیخ کر بولا "نیچے یسمنٹ میں جاؤ۔ وہ ادھر گیا ہے۔ اسے دیکھتے ہی گولی مار دو۔ میں اسے زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔"

جھنجلاہٹ اس لیے بھی تھی کہ اب عدنان کے دماغ سے معلومات حاصل نہیں ہو رہی تھیں۔ یہ خوف پیدا ہوا کہ وہ اسی کی طرف نہ آرہا ہو؟ جب وہ اس کے کیسینو، اس کے آفس اور اس کے سیف تک پہنچ سکتا تھا تو اس کی شہ رگ تک بھی پہنچ سکتا تھا۔

وہ کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ فوراً اپنی کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے کیسینو سے دور جانے لگا۔ وہ حیران تھا۔ پریشان تھا۔ جس بچے کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا، وہ اس کے دفتر میں گھس کر اس کی تجوری خالی کر کے چلا گیا تھا۔

عدنان ان ماں باپ اور بھرے ہوئے بیگ کے ساتھ لفٹ میں آیا۔ وہاں پورس تھا اور لفٹ کے باہر دو شخص بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ بنجامن نے لفٹ میں آکر پورس سے کہا "تم ہمارا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟"

پورس نے بٹن دبایا۔ لفٹ نیچے جانے لگی۔ عدنان نے بنجامن سے کہا "آپ پاپا سے جھگڑا نہ کریں۔ یہ آپ کے بیگ میں سے کچھ نہیں لیں گے۔"

وہ تہ خانے میں آئے۔ وہاں سیکیورٹی افسر تین مسلح گارڈز کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنی گنوں کا رخ ان کی طرف کیا۔ پورس نے فوراً ہی لفٹ کا دروازہ بند کیا۔ باہر چلنے والی گولیاں دروازے پر آکر لگ رہی تھیں۔ پورس نے بٹن کو دبایا۔ لفٹ اوپر جانے لگی۔ فائر کرنے والے زینے کے ذریعے اوپر کی طرف دوڑے۔ پورس دوسرے فلور پر پہنچ کر لفٹ کو پھر نیچے لے آیا۔ وہ اوپر جانے والے پھر نیچے کی طرف آنے لگے۔ بنجامن بھاری بیگ اٹھائے اپنی کار میں آیا۔ اس کی وائف بھی آئی۔ اس نے پوچھا "فابر کہاں ہے؟"

اس وقت گولیاں چلنے لگیں۔ وہ کار کو تیزی سے موڑ کر ڈرائیو کرتا ہوا باہر جانے لگا۔ اس کی وائف نے کہا "فابر کو چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو؟"

وہ بولا "کیا ہم مرنے کے لیے وہاں رک جائیں۔ وہ عجیب و غریب بچہ ہے۔ ہمارے پاس زندہ واپس آئے گا۔"

پورس عدنان کو کھینچتا ہوا ایک ستون کے پیچھے لے آیا۔ مسلح گارڈز کی فائرنگ کے جواب میں فائر کرنے لگا۔ عدنان جھکتا ہوا گاڑیوں کے پیچھے چلا گیا۔ دو مسلح گارڈز مارے گئے۔ ان کا افسر چھپ چھپ کر گولیاں چلانے لگا۔ پورس کے ریوالور میں ایک گولی رہ گئی تھی۔ وہ اس گولی کو احتیاط سے استعمال کرنا چاہتا تھا۔

اس نے سر گھما کر دیکھا تو عدنان نظر نہیں آیا۔ وہ پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے قریب سے گزر کر ستون میں پیوست ہوگئی۔

اسے سیکیورٹی افسر دکھائی دیا۔ پورس نے گولی چلائی۔ وہ اچھل کر ایک طرف گرا پھر فرش پر لڑھکتا چلا گیا۔ آخری گولی ضائع ہوگئی۔ وہ بچ گیا تھا۔ فرش سے اٹھ کر فائر کرنا چاہتا تھا۔ پورس ستون کے پاس سے چھلانگ لگا کر ایک گاڑی کی آڑ میں ہوگیا۔

وہ افسر نڑا نڑ فائرنگ کر رہا تھا۔ عدنان کی آواز سنائی دی۔ وہ پکار رہا تھا "پاپا۔۔۔! پاپا۔۔۔!"

اس نے کار کے نیچے سے جھانک کر دیکھا۔ کچھ فاصلے پر عدنان ایک مردہ گارڈ کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ اس نے مردہ گارڈ کی گن اٹھا کر باپ کو نیچے سے جھانکتے ہوئے دیکھا پھر اس گن کو اس کی جانب پھینکا۔ وہ گن فرش پر پھسلتی ہوئی کار کے نیچے سے گزر کر پورس کے پاس آگئی۔ وہ اسے اٹھا کر مسلسل فائر کرتا ہوا ایک اور ستون کے پیچھے آیا۔

سیکیورٹی افسر گاڑیوں کے پیچھے چھپتا ہوا اپنی پوزیشن بدل رہا تھا۔ ان گاڑیوں کے نیچے سے اس کے چلتے ہوئے پاؤں دکھائی دے رہے تھے۔ پورس نے فرش پر لیٹتے ہی لیٹے گولیاں چلائیں۔ اس کی چیخیں سنائی دیں۔ پیروں میں گولیاں لگتے ہی وہ گر پڑا تھا۔ گرتے ہی پوری طرح نشانے پر آگیا۔ پورس نے متواتر گولیاں چلائیں۔ وہ گولیاں کھا کر تڑپنے لگا پھر بالکل ساکت ہوگیا۔ وہ آخری دشمن مارا گیا تھا۔

پورس نے اٹھ کر آواز دی "عدنان! میرے پاس آجاؤ۔ خطرہ ٹل گیا ہے۔"

وہ اسے آوازیں دیتا ہوا اس مردہ گارڈ کے پاس آیا۔ جس کی گن اٹھا کر عدنان نے اس کے پاس پھینکی تھی لیکن وہ وہاں نہیں تھا۔ پورس اسے آوازیں دیتا ہوا ادھر سے ادھر جانے لگا "عدنان۔۔۔! عدنان۔۔۔! آجاؤ۔ اپنے باپ سے آنکھ مچولی نہ کھیلو۔ بیٹے! یہاں اور دشمن بھی آسکتے ہیں۔ میرے پاس آؤ۔ فوراً آؤ۔۔۔"

وہ یسمنٹ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا کر اسے پکارتا رہا۔ اس کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ کہیں نظر نہیں آرہا تھا پھر کہیں گم ہوگیا تھا۔

○☆○

سنگیتا کی کوٹھی کے باہر اچھی خاصی فائرنگ ہوئی تھی۔ آدھی رات کے بعد ہونے والی فائرنگ نے پورے علاقے کو جگا دیا تھا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں نے وہاں آکر سنگیتا کے باپ سے پوچھا "یہاں فائرنگ کون کر رہا تھا؟ کیوں کر رہا تھا؟"

وہ بولا "ہم نہیں جانتے، وہ کون لوگ تھے۔ ہم انہیں آرمی والے سمجھتے رہے۔ وہ کلپنا اور ویٹومارکس کو یہاں سے گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔"

سنگیتا نے کہا "انہوں نے یہاں سے جاتے وقت ہمیں بتایا کہ ان کا تعلق نہ تو آرمی سے ہے اور نہ ہی کسی بھارتی پولیس اور انٹیلی جنس کے شعبے سے ہے۔ وہ کسی خفیہ گینگ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ اس لیے وہ ویٹومارکس کو کلپنا کے ساتھ قیدی بنا کر لے گئے ہیں۔"

"تم نے ایک ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے گھر میں کیوں چھپایا تھا، جو مفرور تھا اور جس نے آرمی کے افسران کو قتل کیا تھا۔ تم سب اسے پناہ دے کر اس کے جرم میں برابر کے شریک ہوگئے ہو۔"

"ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سحر زدہ کر دیتا ہے۔ اس نے ہمیں اپنا معمول بنا لیا تھا۔ وہ آپ کے گھر میں گھستا تو آپ کو بھی معمول بنا لیتا پھر آپ اس کا کیا بگاڑ لیتے؟"

یہ بات بھارتی اور امریکی اکابرین تک پہنچی کہ ویٹو مارکس کو کسی خفیہ تنظیم کے لوگ پکڑ کر لے گئے ہیں اور وہ اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھانے والے ہیں۔ بھارتی اکابرین اور آرمی کے اعلیٰ افسران نے اپنے ملک کی سیکرٹ سروس کے ایک خفیہ ادارے سے رابطہ کیا۔ اس خفیہ ادارے کے ڈائریکٹر جنرل کا نام رگھوناتھ سہائے تھا۔ اس سے پوچھا گیا "مسٹر سہائے! آپ نے ہمیں خفیہ ہدایات دی تھیں کہ ہم ویٹومارکس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ آپ اسے ٹریپ کرنے والے ہیں پھر یہ تیسری پارٹی کہاں سے آگئی۔ اسے ٹریپ کر کے کہاں لے گئی ہوگی؟"

رگھوناتھ سہائے نے کہا "میں خود پریشان ہوں۔ ہمارے دیس میں پتا نہیں کتنی خفیہ ایجنسیاں ہیں۔ ان میں سے کسی ایجنسی نے ویٹومارکس کو اپنا قیدی بنایا ہے۔"

"لیکن اس طرح ہمارے مسائل بڑھ جائیں گے۔ امریکی اکابرین یقین نہیں کریں گے کہ ان کا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مر گیا ہے یا کہیں بھاگ گیا ہے۔ وہ یہی الزام دیں گے کہ ہم نے خفیہ طور سے اسے قیدی بنا کر رکھا ہے یا اسے مار ڈالا ہے۔"

"انہیں الزام عائد کرنے دیں۔ ہم نے ایسا نہیں کیا ہے۔ اس نے ہماری آرمی کے اہم افسران کو ہلاک کیا تھا۔ ہم صرف احتجاج کر کے رہ گئے۔ امریکا کا کچھ نہیں بگاڑ سکے اور نہ ہی انہوں نے ویٹومارکس کو قاتل تسلیم کیا۔ وہ مفرور تھا۔ صرف ہم سے نہیں، اپنے اکابرین سے بھی چھپ رہا تھا۔ روپوشی کے دوران میں اگر وہ کسی دشمن کے ہتھے چڑھ جائے گا تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔"

"ٹھیک ہے کہ ہم امریکی حکام کے سامنے جواب دہ نہیں

ہیں لیکن اس کی گمشدگی ہمارے لیے مسائل پیدا کرے گی۔ وہ کسی خفیہ تنظیم کا آلہ کار بن کر ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اسے کسی طرح تلاش کیا جائے۔ اسے لے جانے والے ابھی اسی شہر میں ہوں گے۔ ہم پورے شہر کی ناکہ بندی کر چکے ہیں۔ ائرپورٹ اور ہائی وے چیک پوسٹ سے گزرنے والوں کو سختی سے چیک کیا جا رہا ہے۔ آپ اسے کسی طرح بھی ڈھونڈ نکالیں۔"

رگھوناتھ سہائے نے اسے ڈھونڈ نکالنے کا وعدہ کیا پھر اپنے موبائل فون کو بند کردیا۔ اس وقت وہ سیکرٹ سروس کے ایک خفیہ اڈے میں تھا۔ پولیس اور آرمی والے اس اڈے سے واقف تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ وہاں ایک تہ خانہ بھی ہے۔ وہ اپنی خفیہ کارروائیاں اسی تہ خانے میں کرتے تھے۔

کلپنا اور ویڈمارکس کو اسی تہ خانے میں لایا گیا تھا۔ کلپنا ایک کمرے میں تنہا تھی۔ دوسرے کمرے میں مارکس ایک بیڈ پر چاروں شانے چت لیٹا اپنے سامنے کھڑے ہوئے عامل کو دیکھ رہا تھا۔ عامل کی بڑی بڑی مقناطیسی آنکھیں اس کی آنکھوں' اس کے دل اور اس کے دماغ کو اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔ وہ بھاری بھرکم آواز میں بول رہا تھا "تم میری آواز سے متاثر ہو رہے ہو۔ میری آنکھوں میں ڈوب رہے ہو۔ تمہاری آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی ہیں۔ آنکھیں بند کرنے کے بعد تم میری آواز سنتے رہو گے۔ میری ایک ایک بات تمہارے ذہن میں نقش ہوتی رہے گی۔ ایسے وقت تم رگھوناتھ سہائے کی آواز سنو گے۔ اس کے معمول اور محکوم بن کر اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہو گے۔ میں تمہارا عامل ہوں اور رگھوناتھ سہائے تمہارا حاکم ہے۔ تم میرے معمول اور اس کے غلام رہا کرو گے۔"

میں' اعلیٰ بی بی اور فرمان اس وقت ویڈمارکس کے اندر موجود تھے۔ ہم نے سوچ لیا تھا کہ کسی طرح کی مداخلت نہیں کریں گے۔ خاموشی سے تماشا دیکھتے رہیں گے۔

تماشا یہ تھا کہ رگھوناتھ سہائے دیش بھگت تھا۔ اپنے بھارت دیش کی بہتری کے لیے ویڈمارکس کو بھارتی حکمرانوں' آرمی کے افسروں اور انٹیلی جنس والوں سے چھپا رہا تھا۔ اگر وہ مارکس کو بھارت سرکار کے حوالے کرتا تو وہ سرکار امریکا کے دباؤ میں آکر مارکس کو امریکی حکام کے حوالے کردیتی۔

انڈین آرمی افسران سے بھی مارکس کو چھپا کر رکھا جا رہا تھا۔ کیونکہ راجپوت بٹالین ہر حال میں مارکس کی موت کا مطالبہ کر رہی تھی۔ رگھوناتھ سہائے نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ایسا کچھ نہیں ہونے دے گا۔ وہ ویڈمارکس کی ٹیلی پیتھی سے اپنے بھارت دیس کو فائدہ پہنچاتا رہے گا۔

عامل نے اسے اپنا معمول بنانے کے بعد کہا "اب تم رگھوناتھ سہائے کی آواز سنو اور اس کے احکامات کو اپنے ذہن میں نقش کرلو۔ آئندہ یہ تمہارا حاکم اور تم اس کے محکوم رہو گے۔ کیا تم رگھوناتھ سہائے کے محکوم رہا کرو گے۔"

مارکس نے خوابیدہ آواز میں کہا "میں رگھوناتھ سہائے کا محکوم بن کر رہا کروں گا۔"

پھر ایک آواز سنائی دی "ویڈمارکس! میں رگھوناتھ سہائے ہوں۔ میری آواز اور میرے لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کرو۔ میں کبھی تمہارے روبرو آیا کروں گا۔ کبھی فون پر احکامات دوں گا۔ تم میری آواز اور لہجہ پہچان کر میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

"میں تمہاری آواز اور تمہارا لہجہ پہچان کر تمہارے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔"

"تم اپنا نام اور اپنی وطن پرستی بھول جاؤ گے۔ بھارت دیس کے لیے اہم کام کرتے رہو گے۔ تمہارا نام دیس کھ ہے۔ کلپنا تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ ہم اسے اور اس بچے کو تمہاری کمزوری بنا کر رکھیں گے۔ کبھی کسی وجہ سے تنویمی عمل کمزور پڑے گا تو تم کلپنا اور اپنے بچے کی خاطر ہمارے سامنے جھکتے رہو گے۔"

وہ اسے ہر طرح سے مجبور اور پابند بنا رہے تھے۔ اس طرح شکنجے میں جکڑ رہے تھے کہ وہ صرف ان کے ہی لیے کام کرتا رہے اور کبھی کسی کی گرفت میں نہ آئے۔ آخر میں عامل نے حکم دیا "تم کسی بھی دوست یا دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دو گے۔ کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر اسے بھگا دیا کرو گے۔"

اسے ہر طرح سے پابند بنانے کے بعد عامل نے حکم دیا "اب تم چار گھنٹے تک گہری نیند سوتے رہو گے۔ بیدار ہونے کے بعد بھول جاؤ گے کہ تم پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ اب سو جاؤ۔"

اس کا تنویمی عمل ختم ہوگیا۔ میں نے فرمان کو سمجھایا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے عامل کے لب ولہجے میں خیال خوانی کے ذریعے مارکس سے کہا "تنویمی نیند سے واپس آؤ۔ ایک اور بات ذہن میں نقش کرو۔ میں ایک لب ولہجہ تمہیں سنا رہا ہوں توجہ سے سنو۔"

فرمان اسے اپنی آواز سناتے ہوئے بولا "اس لب ولہجے میں جو بھی تمہارے اندر آئے گا' اس کی سوچ کی لہروں کو تم محسوس نہیں کرو گے۔ وہ تمہارے اندر موجود رہے گا' تمہیں اس کی موجودگی کی خبر نہیں ہوگی۔"

فرمان نے اپنا لب ولہجہ اس کے اندر نقش کرکے اسے

پھر سے تنویمی نیند سلا دیا۔

رگھوناتھ سہائے کے علاوہ سیکرٹ سروس کے چار اعلیٰ افسران بھی یوگا کے ماہر تھے اور مارکس کو معمول بنائے رکھنے سلسلے میں رگھوناتھ کے ہمراز تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ جب تک کلپنا اور مارکس کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ تب تک ان دونوں کو اسی سیکرٹ سروس والے بنگلے میں رکھا جائے گا۔ وہاں کسی کو ان کی موجودگی کا شبہ نہیں ہوگا۔ اگر کوئی اچانک ڈھونڈتے آجائے گا تو ان دونوں کو فوراً تہ خانے میں چھپا دیا جائے گا۔

کلپنا کو تاکید کرتے ہوئے کہا گیا "اگر تم ویڈمارکس کو زندہ دیکھنا چاہتی ہو اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو ہمارے احکامات کی تعمیل کرتی رہو۔ کچھ عرصے کے لیے باہر کی دنیا سے رابطہ ختم کردو۔ اس بنگلے سے باہر قدم نہ نکالو۔ تمہارا باپ اور تمہاری راجپوت برادری والے تمہیں گولی مار دیں گے۔ تمہاری سلامتی صرف ہمارے سائے میں ہے۔"

ویڈمارکس نیند سے بیدار ہوا تو تنویمی عمل کو بھول چکا تھا۔ اس کے پاس بیڈ پر کلپنا لیٹی ہوئی تھی۔ اس پر مختصر سا تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کیا گیا تھا۔ تاکہ کوئی دشمن اس کے اندر آکر مارکس کو نقصان نہ پہنچائے۔

مارکس اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس بیڈ روم کو دیکھ کر سوچنے لگا' کہاں ہے اور پہلے کہاں تھا؟

اسے یاد آیا کہ وہ سنگیتا کی کوٹھی میں تھا۔ وہاں کچھ لوگوں نے اچانک حملہ کرکے اسے بے بس کردیا تھا۔ اسے ہتھکڑیاں پہنائی تھیں اور اسے اعصابی کمزوری کا انجکشن لگایا تھا پھر آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے وہاں سے لے گئے تھے۔

وہ سوچنے لگا "اب میری حیثیت کیا ہوگی؟ ظاہر ہے' قیدی بنا ہوا ہوں' پتا نہیں کب تک قیدی بنا رہوں گا۔ مجھے یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے لیکن پہلے یہ سمجھنا ہوگا کہ یہ بنگلا کہاں ہے اور میں ان دشمنوں کے دماغوں میں کیسے پہنچ سکوں گا؟ اس گینگ کا لیڈر میرے روبرو بول رہا تھا اور میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ وہ اور اس کے ساتھی یوگا کے ماہر تھے۔ مجھے کسی ایک کا لب ولہجہ یاد کرنا چاہیے۔"

وہ یاد کرنے لگا۔ اس کے تصور میں رگھوناتھ سہائے تھا۔ اسی نے اپنے آدمیوں کو ہتھکڑیاں پہنانے کا حکم دیا تھا۔ وہ اس کا لب ولہجہ یاد کرتے کرتے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے سانس روک لی پھر فوراً ہی فون کے ذریعے رابطہ کرکے بولا "ہیلو مارکس! ابھی تم میرے اندر آنا چاہتے تھے؟"

"میں یاد کر رہا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہو چکا ہے۔ مجھے یاد آیا کہ تم نے اس بنگلے میں آکر مجھے قیدی بنایا تھا۔ کیا تم بتانا چاہو گے کہ تم کون ہو؟ اور مجھے کیوں قیدی بنا رہے ہو؟"

"خود کو قیدی نہ سمجھو۔ ہم تمہیں دوست بنا رہے ہیں۔ یہ میرا حکم ہے کہ ہمارے دوست بن کر رہو گے۔"

تنویمی عمل کے ذریعے یہ بات اس کے ذہن میں نقش کردی گئی تھی کہ وہ رگھوناتھ سہائے کے تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔ اس نے بڑی فرمانبرداری سے کہا "میں تمہارا دوست بن کر رہوں گا۔"

"تم صرف ہمارے دیس کے مفادات کے لیے کام کرتے رہو گے۔ امریکا کی فرماں برداری بھول جاؤ۔"

"میں امریکا کے لیے نہیں' تمہارے دیس کی بہتری کے لیے کام کرتا رہوں گا۔"

"اس بیڈ روم کے وارڈ روب میں تمہارے ناپ کے بہترین ملبوسات ہیں۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس پہنو پھر کلپنا کے ساتھ ڈائننگ روم میں آجاؤ۔ ہم ساتھ ہی ناشتا کریں گے۔"

"تم نے میری کلپنا کو نقصان نہیں پہنچایا۔ تمہارا شکریہ۔"

"یہ تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ ہم ماں بننے والی عورتوں کا مان کرتے ہیں۔ جب تک تم ہمارے دوست رہو گے' ہم تمہاری کلپنا کو اور تمہارے بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ تمہیں بھی دشمنوں سے محفوظ رکھیں گے۔"

دوسری طرف سے فون بند ہوگیا۔ مارکس نے ریسیور رکھ کر کلپنا کو محبت سے دیکھا پھر اس پر جھک گیا۔ اس کے چہرے پر اپنے ہونٹوں سے ادھر ادھر دستک دینے لگا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے مسکرا کر اپنے محبوب کو دیکھا پھر دونوں باہیں اس کی گردن میں ڈال کر اسے سر سے پاؤں تک اوڑھ لیا۔

میں ان کے دماغوں سے چلا آیا۔ تقریباً چالیس منٹ کے بعد پھر ان کے پاس پہنچا تو وہ دونوں تیار ہو کر ڈائننگ روم میں آچکے تھے۔ رگھوناتھ سہائے سے دوسری بار ملنے کے بعد بے تکلفی سے گفتگو ہو رہی تھی۔ مارکس کے ذہن میں اب یہ بات نہیں تھی کہ اسے جبراً قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔ وہ رگھوناتھ سہائے اور آس پاس بیٹھے ہوئے دوسرے افسران کو شعوری طور پر اپنا دوست تسلیم کر رہا تھا۔

وہ مارکس کو سمجھا رہے تھے کہ اسے کچھ عرصے تک کلپنا کے ساتھ اسی بنگلے میں چھپ کر رہنا چاہیے۔ انڈین پولیس اور جاسوس اسے پورے دہلی شہر میں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔

وہ کلپنا کے ساتھ اپنے نئے دوستوں کے سائے میں ہی محفوظ رہے گا۔

ایک اعلیٰ افسر دیوراج نے کہا "مارکس! اگر تم پوری یکسوئی سے خیال خوانی کے قابل ہو تو پھر کچھ کام کی باتیں کی جائیں۔"

"بے شک! میں بھرپور ذہنی توانائی محسوس کر رہا ہوں۔ خیال خوانی کر سکتا ہوں اور مصروف رہنا چاہتا ہوں۔"

دیوراج نے کہا "تمہیں امریکا سے خاص طور پر اس لیے بلایا گیا تھا کہ تم فرہاد علی تیمور اور اس کے بیٹے کبریا کے خلاف محاذ آرائی کرو۔ وہ ہمارے دیس میں رہتے ہوئے ہمیں بہت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ پتا نہیں ہمارے کتنے اہم سرکاری اور فوجی راز معلوم کرتے رہتے ہیں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ان کا سراغ لگا سکتے ہو۔ ان کا پتا ٹھکانا معلوم کر کے انہیں گولی مار سکتے ہو یا ان باپ بیٹے کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر سکتے ہو۔"

"بے شک۔ میں اسی لیے آیا ہوں میرے علاوہ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا یوبی برٹن یہاں آیا تھا۔ وہ اپنی حماقت سے ان کی نظروں میں آ گیا۔ انہوں نے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے ذریعے اسے خیال خوانی سے محروم کر دیا۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہے گی کہ فرہاد اور اس کے بیٹے کو یہاں میری موجودگی کا علم نہ ہو۔ اگر ہو تو وہ کبھی مجھ تک پہنچ نہ پائیں۔"

"تم اس پہلو سے مطمئن رہو۔ فرہاد تو کیا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی یہاں تک پہنچ نہیں پائے گا۔ ہم چاہتے ہیں، تم ان کا سراغ لگاؤ۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ انہیں ٹریپ کرنے کی کوئی زبردست تدبیر کرنی ہوگی پھر اس پر عمل کرنا ہوگا۔"

"ابھی ایک تدبیر ذہن میں ہے۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے انڈین آرمی افسران کے خیالات پڑھتے رہتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم ہوگا کہ بھارتی اور امریکی اکابرین تمہیں تلاش کر رہے ہیں اور آرمی افسران تمہیں مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان حالات کے پیشِ نظر تم مظلوم بن کر فرہاد کی ہمدردیاں حاصل کر سکتے ہو؟"

"وہ مجھ سے پوچھے گا کہ میں آج کل کہاں ہوں؟ وہ میرا پتا ٹھکانا معلوم کرنا چاہے گا۔"

"تم کہہ سکتے ہو کہ کلپنا کے ساتھ نامعلوم افراد کی قید میں ہو اور فرار کا راستہ ڈھونڈ رہے ہو۔"

میں پہلے یہ اندازہ کر چکا تھا کہ وہ سیکرٹ سروس والے مارکس کو اپنا معمول بنا کر اسے امریکا سے چھین کر سب سے پہلے میرے خلاف استعمال کریں گے۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ ایسے وقت میں کیا کروں گا۔ میں اس وقت دہلی شہر سے کچھ فاصلے پر ایک پہاڑی کے پاس تھا۔ وہاں ایک غار کے پاس کار روک کر تھرماس سے چائے نکال کر پی رہا تھا۔ ایک گھنٹا پہلے وہاں چند مجرموں سے میری ٹکر ہو گئی تھی۔ وہ اس غار میں گولا بارود لے جا کر چھپا رہے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھ لیا تھا اور میں نے ان کا خفیہ اڈا دیکھ لیا تھا۔ وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ لہٰذا مجھے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنا پڑا۔ وہ تعداد میں چار تھے، چاروں فنا ہو گئے۔

ایسے وقت معلوم ہوا کہ ویزا مارکس مجھ سے رابطہ کرنے والا ہے۔ میں وہیں غار کے اندر زمین پر لیٹ گیا۔ جیسے ہی وہ میرے دماغ میں آیا، میں تکلیف سے کراہنے لگا۔ اس کی توقع کے برخلاف میں نے سانس نہیں روکی تھی۔ میں نے اسے اپنے دماغ سے نہیں بھگایا تھا۔ اس نے پوچھا "مسٹر فرہاد! تمہیں کیا ہوا ہے؟"

پھر وہ میرے خیالات پڑھنے لگا۔ اسے معلوم ہوا کہ چار دشمنوں سے میرا مقابلہ ہوا تھا۔ وہ دشمن مر گئے لیکن میں ان کی گولیوں سے زخمی ہو گیا ہوں۔ میں طبی امداد کا محتاج ہوں۔ مجھ میں اتنی جان نہیں رہی ہے کہ میں اس غار سے نکل کر باہر جا سکوں۔

مارکس نے خوش ہو کر رگھوناتھ سہائے اور دیوراج وغیرہ سے کہا "فرہاد زخمی حالت میں ایک غار کے اندر بے یارومددگار پڑا ہوا ہے۔ ہم فوراً وہاں پہنچ کر اسے قیدی بنا سکتے ہیں یا اسے گولی مار سکتے ہیں۔"

وہ سب اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا "تم پورے یقین سے کہتے ہو کہ وہ فرہاد ہی ہے؟"

"میں اس کے لب و لہجے کو پہچانتا ہوں پھر اس کا دماغ جھوٹ نہیں بولے گا۔ اس کے قریب ہی دو لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ ہمیں وہاں پہنچنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

دیوراج نے کہا "تم سب یہیں رہو۔ میں اپنے جوانوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جا رہا ہوں۔ تم مسلسل فرہاد کے دماغ میں رہتے ہوئے اسے وہاں سے جانے نہ دو، اس کا بیٹا اور دوسرے لوگ ضرور اس کی مدد کرنے آئیں گے۔"

مارکس نے کہا "اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔ اسی لیے اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اطلاع نہیں دے پا رہا ہے۔"

ان سب کو یقین ہو گیا کہ میں زخمی حالت میں غار کے اندر موجود ہوں۔ دیوراج اپنی ایک ٹیم لے کر مجھے گرفتار کرنے آ رہا تھا۔ رگھوناتھ سہائے نے مارکس سے کہا "میں تمہارے پاس بیٹھا تمہیں دیکھتا رہوں گا۔ تم مسلسل خیال خوانی کے ذریعے فرہاد کے دماغ میں رہو۔ اسے ہمارے ہاتھ

سے نکلنا نہیں چاہیے۔"

اگر وہ مسلسل میرے اندر رہتا تو میں اس غار سے باہر نہیں آسکتا تھا۔ میرے حرکت کرنے سے معلوم ہوجاتا کہ میں زخمی نہیں ہوں بلکہ انہیں دھوکا دے رہا ہوں ایسے وقت فرہان نے مارکس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ مارکس اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے بعد زیر اثر رہ کر اس کی مرضی کے مطابق یہ دیکھتا رہا کہ میں غار میں اسی جگہ زمین پر پڑا ہوا ہوں۔ جبکہ میں اٹھ کر گولا بارود کے ذخیرہ سے دھماکا خیز مواد غار میں دور تک پھیلا رہا تھا پھر میں اپنی کار کو غار کے دہانے سے بہت دور لے گیا۔

ایک ہیلی کاپٹر دور سے آرہا تھا۔ وہ غار کے دہانے کے سامنے اتر گیا۔ دیوراج اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر سے باہر آکر غار کے اندر جانے لگا۔ میں نے دہانے کے پاس آکر ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دبایا۔ اس سے مسلسل بم پھٹ پڑا۔ میں تیز رفتاری سے اپنی کار کی طرف بھاگنے لگا۔ ایک بم کے پھٹنے سے بارود میں آگ لگ گئی پھر تو یکے بعد دیگرے دھماکے ہوتے چلے گئے۔ جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ اس پہاڑ کے پتھر ٹوٹ رہے تھے۔ غار کے اندر سے شعلے باہر آرہے تھے۔ وہ اندر جانے والے باہر نہ آسکے۔ وہ اپنے دھرم کے مطابق مرنے کے بعد جلائے جاتے ہیں لیکن وہ زندہ وہاں جل مرے۔ اس وقت فرہان نے مارکس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اسے میرے دماغ میں رہنے دیا۔

وہ چونک گیا۔ اب میں اسے زخمی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اپنی کار ڈرائیو کرتا جارہا تھا۔ میں نے سانس روکی تو وہ باہر نکل کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ رگھوناتھ سہائے نے پوچھا "وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"ہونا کیا ہے؟ میں حیران ہوں۔ فرہاد اب زخمی نہیں ہے۔ وہ ایک کار میں کہیں جارہا ہے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ابھی تم کہہ رہے تھے کہ کسی کے چور خیالات جھوٹ نہیں بولتے۔ تم دھوکا کیسے کھاگئے؟"

"میں حیران ہوں۔ اس شخص کا دماغ بھی عجوبہ ہے۔ وہ کرتا کچھ ہے اور اس کا دماغ بتاتا کچھ ہے۔"

"دیوراج سے بات کرو۔ اسے صورت حال بتاؤ۔ وہ وہاں پہنچ چکا ہوگا۔ شاید اس غار میں کوئی نہ ہو۔"

وینو مارکس نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ وہ پریشان ہو کر بولا "دیوراج کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ وہ مردہ ہوچکا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ اسے فون کریں۔"

رگھوناتھ سہائے نے اس کے موبائل فون پر رابطہ کیا۔ فون بھی خاموش تھا۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے رابطہ کیا۔ ادھر بھی خاموشی تھی۔ دوسرے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو۔ کون؟"

دوسری طرف سے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل نے کہا "ابھی اطلاع ملی ہے کہ آپ کا ایک ہیلی کاپٹر پہاڑی کی طرف گیا تھا۔ غار کے اندر بڑے خوفناک دھماکے ہوئے ہیں۔ آدھی پہاڑی کٹ کر رہ گئی ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر بھی تباہ ہوگیا ہے۔"

رگھوناتھ سہائے یہ اطلاع سن کر لرز گیا۔ اس کا بہترین قابل ساتھی افسر دیوراج مارا گیا تھا صرف آدھا گھنٹا پہلے وہ زندہ تھا۔ اس سے باتیں کررہا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد موت اسے کھا گئی تھی۔ اس نے فون پر کہا "ہمیں اطلاع ملی تھی کہ فرہاد اس غار میں موجود ہے۔ دیوراج اسے گرفتار کرنے گیا تھا۔ پتا نہیں یہ فرہاد کیسا خبیث ہے۔ انسان ہے یا کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہے۔ ہم سمجھتے ہیں' اس کی موت آرہی ہے لیکن وہ موت ہمارے لوگوں کی طرف چلی آتی ہے۔ آئی۔ آئی ہیٹ ہم۔"

وہ فون بند کرکے وینو مارکس سے بولا "یہ کیسے ہوگیا؟ تم نے کیسی خیال خوانی کی تھی؟ وہ تمہیں زخمی کیسے نظر آیا تھا۔ تمہاری ٹیلی پیتھی اس کی ٹیلی پیتھی سے کمزور کیوں ہے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس سے مات کیوں کھا جاتے ہیں؟"

"ہماری سمجھ میں ایک ہی بات آتی ہے۔ ہمارے مقابلے میں اس کے تجربات بہت زیادہ ہیں۔ وہ خیال خوانی کی عجیب عجیب تکنیک سے واقف ہے۔ وہ قرنوں سے خیال خوانی کا تجربہ رکھتا ہے۔ ہم مات کھانے کے بعد سوچتے ہی رہ جاتے ہیں۔"

"جب تم اس کے دماغ میں گئے تو کیا اس کے چور خیالات نے یہ نہیں بتایا کہ وہ زخمی ہونے کا بہانہ کررہا ہے؟"

"یہی تو اس کے تجربات ہیں۔ وہ دوسروں کو اپنے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دیتا ہے۔"

وہ میز پر گھونسا مارتے ہوئے بولا "شٹ۔ اس بار ہم اس کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھائیں گے۔ ہم اس کے بیٹے کبریا کو اس کی کمزوری بنا سکتے ہیں۔ ہمیں اس پہلو سے کوئی تدبیر کرنی ہوگی۔ تم بھی سوچو۔ میں بھی سوچ رہا ہوں۔"

ان دونوں کے سر جھکے ہوئے تھے۔ اس لیے جھکے ہوئے تھے کہ سوچ رہے تھے۔ اس لیے بھی جھکے ہوئے تھے کہ بری طرح شکست کھا چکے تھے۔

○☆○

سونیا سمندر کے کنارے کھڑی آتی جاتی لہروں کو دیکھ رہی تھی۔ لہریں بار بار ساحل پر آتی تھیں پھر اس طرح واپس

چلی جاتی تھیں جیسے ساحل ان کے لیے نہیں ہے۔ ان کے مقدر میں سمندر کے گہرے پانیوں میں ہی رہنا ہے۔ وہ سوچ رہی تھی "میں بھی ان لہروں کی طرح بھٹک رہی ہوں۔ ساحل ساحل بھٹک رہی ہوں۔ تاکہ میرے اپنے کسی ساحل پر تو مل جائیں لیکن نہیں ملتے۔ میں پلٹ کر دشمنوں کے ہجوم میں چلی آتی ہوں۔"

وہ میامی اور واشنگٹن تک بھٹکنے کے بعد پھر نیویارک واپس آگئی تھی۔ یہ خیال آیا کہ اس نے خود کو بھولنے کے بعد نیویارک میں اپنے آپ کو دیکھا تھا۔ شاید یہیں اس کے اپنے ہوں گے۔ یہاں وہ ہر علاقے میں جاتی رہے گی تو کسی نہ کسی سے اس کا سامنا ہوجائے گا۔

ادھر پارس اور پورس نے سوچا کہ وہ نیویارک کے چپے چپے میں جاکر اپنی مما کو تلاش کرچکے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے کتنے ہی جاسوس ناکام ہوچکے ہیں۔ وہ کسی دوسرے شہر میں گئی ہے۔ پارس نے کہا "ہمیں اب دوسرے شہروں میں جانا چاہیے۔ یہاں اب امید نہیں ہے۔ وہ کہیں دوسری طرف چلی گئی ہیں۔"

پورس نے کہا "عدنان پھر ہاتھ آکر نکل گیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ایک خاتون بھٹک رہی ہیں۔ وہ انہیں ان کی منزل تک پہنچانے جارہا ہے۔ اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کس شہر اور کس علاقے میں بھٹک رہی ہیں۔ وہ ان کے پیچھے کہاں جارہا ہے؟"

پارس نے کہا "عدنان اپنی دادی کی طرف قدرتی کشش محسوس کررہا ہے۔ وہ ان کے پیچھے دوسرے شہروں میں جاسکتا ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے کہ وہ عجوبہ ہماری مرضی سے ہمیں نہیں ملے گا۔ ہوسکتا ہے' مما کو لے کر ہمارے پاس آجائے۔"

"تم کیا کہتے ہو۔ کیا عدنان بھی مما کو تلاش کرنے یہاں سے جاچکا ہے؟"

"ظاہر ہے مما یہاں نہیں ہیں۔ وہ اسی طرف گیا ہے' جہاں انہیں پالینے کی توقع ہے۔"

پورس قائل ہوگیا۔ عدنان یہاں رہے یا وہاں جائے یا کہیں بھی جائے۔ وہ اپنی مرضی سے ہی سامنے آئے گا۔ انہیں اپنی مما کی تلاش میں اب آگے جانا چاہیے۔ لہٰذا وہ دونوں بھائی نیویارک چھوڑ کر دوسرے شہروں کی طرف چلے گئے۔

وہ ادھر گئے۔ سونیا ادھر آگئی۔ اسے اپنے نہیں مل رہے تھے۔ قدم قدم پر دشمن مل رہے تھے۔ وہ یہاں سے میامی اور واشنگٹن تک کتنے ہی دشمنوں کو ٹھکانے لگا چکی تھی پھر یہاں واپس آئی تھی۔ وہ ہوٹلوں' کلبوں' تفریح گاہوں' بازاروں اور لوگوں کے ہجوم میں جاتی رہتی تھی۔ حیران تھی کہ انسانوں کے سمندر میں اسے کوئی اپنا پہچاننے والا کیوں نہیں مل رہا ہے۔

اس وقت وہ سمندر کے کنارے کھڑی ہوئی خیالوں میں گم تھی پھر ایک دم سے چونک گئی۔ کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ ایک نوجوان احمقانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ صورت سے بھی احمق لگ رہا تھا۔ سونیا نے پوچھا "یس؟"

اس کے کانوں میں ائرفون لگا ہوا تھا۔ وہ میوزک کی تال پر تھرک رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر تھا۔ وہ تھرکتے ہوئے کہہ رہا تھا "یہ بڑا زبردست ڈانسنگ میوزک ہے۔ جو بھی سنتا ہے۔ ڈانس کرنے لگتا ہے۔ تم سنو گی؟"

وہ ہنس کر بولی "نہیں۔ مجھے ناچنا نہیں آتا۔ ناچنا آتا ہے۔ بائی دا وے تم نے مجھے کیوں مخاطب کیا ہے؟"

"میں بہت دیر سے دیکھ رہا تھا' تم یہاں تنہا کھڑی ہوئی ہو۔ مجھے یوں لگا جیسے تم میرے جیسی ہو۔ میں بھی دنیا میں تنہا ہوں۔"

"کیا تمہارا کوئی نہیں ہے؟ تمہارا کوئی گھر بھی نہیں ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر کہاں رہتے ہو؟ کیا کرتے ہو؟"

"ارے! تم ایک ساتھ اتنے سوالات کررہی ہو۔ چلو تم ہی جواب دو' کہاں کھاتی پیتی ہو؟ کام کیا کرتی ہو؟"

"اب تک نامعلوم دشمنوں نے مجھے کوئی کام نہیں کرنے دیا۔ مجھ سے مار کھاتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں ڈالرز چھوڑ جاتے ہیں۔"

"پھر تو تم بہت مالدار ہوگی۔ کیا مجھے سو ڈالرز ادھار دو گی؟ یہ تمہارے سوال کا جواب ہے۔ میں ادھار کھا کر گزارا کرتا ہوں۔"

اس نے ایک ہزار کا نوٹ نکال کر کہا "اس میں سو ڈالرز لو۔ باقی نو سو واپس کرو۔"

"عجیب بے وقوف ہو۔ میرے پاس نو سو ہوتے تو تم سے سو کیوں مانگتا۔ تم بہت بھولے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی اسی جگہ رہوں گی۔ تم ہزار کا کھلا لے آؤ۔ جلدی آنے کی کوشش کرنا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھے ہزار ڈالرز مل رہے ہیں تو کیا میں نقصان اٹھانے کے لیے واپس آؤں گا۔ تم بہت بھولی ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم بہت بھولے ہو۔ پورے ایک ہزار رکھ لو۔ جاؤ موج کرو۔"

وہ خوش ہو کر جانے لگا۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی۔ اب اسے بھی وہاں سے جانا چاہیے۔ کہاں جانا چاہیے؟ کوئی منزل' کوئی گھر نہیں تھا اور نہ کوئی اس کا انتظار کرنے والا تھا پھر بھی جب تک سانسیں چل رہی تھیں' تب تک چلتے رہنا تھا۔ کہیں نہ کہیں پہنچ کر پیروں کی گردش تھم جانے والی تھی۔

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ آگے جانے والا وہ احمق نوجوان تین بندوں میں گھر گیا تھا۔ ایک شخص اس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑ رہا تھا۔ دوسرے نے اس کے سر پر چپت ماری۔ سونیا نے تیزی سے ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "اے! کیا کر رہے ہو؟ رک جاؤ۔"

وہ قریب آکر بولی "چھوڑو اس کا گریبان۔ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ چھوڑو اسے۔"

ایک نے کہا "یہ میرے مکان میں پے انگ گیسٹ ہے۔ ایک تو اس نے تین ماہ سے کرایہ نہیں دیا۔ اوپر سے میری الماری کی چابیاں لے آیا ہے۔ اس الماری کے اندر سیف ہے اور سیف میں میرے اہم کاغذات رکھے ہوئے ہیں۔ اس سے پوچھو' چابیاں کہاں ہیں؟"

پھر اس نے سر پر چپت مار کر کہا "لیری تو کرایہ نہیں دیتا' چابیاں تو دے دے۔"

سونیا نے کہا "اسے نہ مارو۔ میں پوچھتی ہوں۔ ہاں لیری! بولو۔ وہ چابیاں کہاں ہیں؟"

لیری نے کہا "اس نے مجھے مارا تھا۔ میں وہ چابیاں چھین کر بھاگ گیا۔ ادھر آتے وقت میں نے انہیں راستے میں کہیں پھینک دیا ہے۔ اب مجھے یاد نہیں ہے' کہاں پھینکا ہے۔"

دوسرے نے گریبان پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا "پھر تو ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

سونیا نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا پھر کہا۔ "سہولت سے بات کرو۔"

اس کے دو ساتھی اس پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ ان کی بھی اچھی خاصی پٹائی ہوگئی۔ وہ مار کھا کر تکلیف سے کراہنے لگے۔ ایک نے ہانپتے ہوئے کہا "یہ ہم پر ظلم ہے۔ تم اتنی دلیر ہو تو اس سے میری چابیاں لے کر کیوں نہیں دیتیں؟"

سونیا نے لیری کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا "یاد کرو۔ تم نے چابیاں کہاں پھینکی تھیں؟"

لیری نے خوش ہو کر کہا "یہ تم نے اچھا کیا۔ ان کی پٹائی کردی۔ اس نے مجھے زور زور سے مارا تھا اور وہ چابیاں تو مجھے یاد نہیں ہیں' کہاں پھینک دیں۔ میں سچ کہتا ہوں۔"

مار کھانے والے نے کہا "مجھے وہ اہم کاغذات سیف سے نکالنے ہیں۔ ورنہ میرا لاکھوں کا نقصان ہوگا۔"

سونیا نے کہا "میں تمہارے گھر چلتی ہوں۔ تمہاری الماری اور سیف کھول دوں گی۔"

"اگر تم چابیوں کے بغیر کھول سکتی ہو تو ابھی ہمارے ساتھ چلو۔ تمہاری بڑی مہربانی ہوگی۔"

وہ لیری اور ان تینوں کے ساتھ ایک ویگن کار میں بیٹھ کر ایک بنگلے میں آئی۔ وہاں گراؤنڈ فلور میں رہائشی سامان یعنی فرنیچر وغیرہ نہیں تھا۔ ڈرائنگ روم میں سامان سے بھرے ہوئے بڑے بڑے کارٹن رکھے ہوئے تھے۔ سونیا نے پوچھا "وہ الماری کہاں ہے؟"

ایک نے کہا "ہم اوپر والے حصے میں رہتے ہیں۔ نیچے فیکٹری کا مال رکھا رہتا ہے۔"

وہ سب سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آئے۔ ایک نے جیب سے ایک چابی نکال کر دروازہ کھولنا چاہا تو پتا چلا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ حیرانی سے بولا "میں اسے لاک کر کے گیا تھا۔ یہ کیسے کھل گیا؟"

دوسرے ساتھی نے پوچھا "کیا تمہیں اچھی طرح یاد ہے کہ تم نے لاک کیا تھا؟"

"میں لیری کی طرح احمق نہیں ہوں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ باہر کا دروازہ مقفل تھا۔ یہ اندر کا کیسے کھل گیا؟"

اس نے جیب سے ریوالور نکال کر للکارتے ہوئے پوچھا۔ "اندر کون ہے؟"

سونیا نے اس کے ریوالور کو دیکھ کر تعجب سے سوچا "یہ مجھ سے مار کھاتا رہا۔ جبکہ یہ ریوالور سے مجھ پر فائر کر سکتا تھا یا دھمکی دے کر پٹائی سے بچ سکتا تھا۔ اس نے ریوالور کیوں استعمال نہیں کیا تھا؟"

وہ حیرانی سے بولی "تمہارے پاس ریوالور ہے؟"

اس نے چونک کر اپنے ریوالور کو دیکھا پھر سونیا کا نشانہ لے کر بولا "ہاں۔ ایس جی نے کہا تھا' پہلے یقین کیا جائے کہ تم وہی مطلوبہ عورت ہو۔ ہم نے لیری کے لباس میں ایک مائیک چھپا دیا تھا۔ تمہاری باتیں سنتے رہے۔ جب تم نے لیری سے کہا کہ اب تک نامعلوم دشمنوں نے تمہیں کوئی کام نہیں کرنے دیا۔ وہ تم سے مار کھاتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں ڈالرز چھوڑ جاتے ہیں۔ تب ہم نے سمجھ لیا کہ تم وہی ہو۔ جس نے ایس جی کو لاکھوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا ہے۔"

دوسرے نے کہا "تب پھر ایس جی نے حکم دیا کہ ہم ریوالور سے تمہیں نشانہ نہ بنائیں۔ تم بہت چالاک ہو پھر ایک بار بچ کر فرار ہو جاؤ گی۔ ہم اس کے حکم کے مطابق تمہیں اس کمرے میں قید کرنے کے لیے لائے ہیں۔ چلو اس کمرے کے اندر جاؤ۔"

ریوالور والے نے ہنستے ہوئے کہا "میں ایس جی ہوں۔ اس کی زبان سے بول رہا ہوں۔ اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما چکا ہوں۔ بولو' اپنے دماغ میں آنے دو گی یا تمہیں زخمی کر کے آجاؤں؟"

جو دروازہ لاک کرنے کے باوجود کھلا ہوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ پوری طرح کھلنے لگا۔ ان سب نے ادھر دیکھا۔ سینڈی گرے نے اسی ریوالور والے کے ذریعے دیکھا تو بوکھلا گیا۔ کوئی نہیں جانتا' قیامت کب آئے گی مگر وہ فتنہ آگیا تھا۔

◆◆◆◆

سینڈی گرے نے خیال خوانی کے ذریعے محسوس کیا کہ ریوالور والا عدنان سے نظریں ملاتے ہی سحر زدہ ہونے لگا ہے۔ ریوالور پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا وہ آلہ کار کمزور پڑ جائے۔ اس نے اس کے دماغ کو پوری طرح اپنی گرفت میں لیا۔ تاکہ وہ ان دیکھی آنکھوں کے سحر سے نکل جائے لیکن اسے دیر ہو چکی تھی۔

سونیا کب چوکنے والی تھی۔ وہ موقع سے فائدہ اٹھانا جانتی تھی۔ ریوالور والے کو عدنان کی طرف متوجہ ہوتے دیکھا تو اس کے ہاتھ پر ایک ٹھوکر ماری۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر فضا میں اڑتا ہوا عدنان کے پاس آکر گرا۔ سونیا نے پھر کسی کو ریوالور کی طرف جانے کی مہلت نہیں دی۔ ایک ایک کو لاتوں اور گھونسوں پر رکھ کر انہیں سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

وہ تینوں ایک گھنٹا پہلے سمندر کے کنارے سونیا سے اچھی طرح مار کھا چکے تھے۔ ذرا سی دیر میں فرش پر بیٹھ گئے۔ اپنے کانوں کو پکڑ کر معافی مانگنے لگے۔ عدنان نے ریوالور اٹھا کر سونیا کے ہاتھ کو چھو کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ عدنان نے وہ ریوالور اس کی طرف بڑھا دیا۔ سونیا نے ریوالور لے کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے۔ کہا "بیٹے! تم نہ آتے تو ان سے نمٹنا مشکل ہو جاتا۔ کیا تمہارے ساتھ یہاں کوئی اور بھی ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ سونیا نے ان تینوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تم میں سے کسی کے اندر ہے۔ اسے اب تک سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مجھے کبھی ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اس کے گن مین اس بنگلے کے اطراف موجود ہوں گے۔"

سینڈی نے ایک آلہ کار کے ذریعے کہا "تم ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ میں صرف تمہیں اس بنگلے میں گھیرنا چاہتا تھا۔ یہ میرا گڈ لک ہے کہ یہ ننھا فتنہ بھی میرے شکنجے میں آرہا ہے۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تم اس بچے کو جانتے ہو؟"

"اسے تو کوئی جان نہیں سکتا۔ یہ کوئی خلائی مخلوق ہے۔ کبھی نظروں میں آتا ہے اور پھر کہیں گم ہو جاتا ہے۔ یہ اب تک مجھے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا چکا ہے۔ اب یہ بھی یہاں سے زندہ نہیں جا سکے گا۔"

وہ بولی "یہاں گراؤنڈ فلور میں بڑے بڑے کارٹن اور لکڑی کی پیٹیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں یقیناً ہتھیار اور گولا بارود رکھے ہوئے ہیں اور یہ بھی کروڑوں ڈالرز کے تو ضرور ہوں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیا تم انہیں تباہ کرنے کی دھمکی دو گی؟ اگر تباہ کرنا چاہو گی تو خود یہاں حرام موت مرو گی۔"

"اور اگر یہاں سے باہر جاؤں گی تو تمہارے آدمی مجھے نشانہ بنائیں گے۔ دونوں صورتوں میں موت ہے لیکن میرے پاس اپنے بچاؤ کا ایک راستہ اور بھی ہے۔ میں ابھی کسی قریبی پولیس اسٹیشن سے رابطہ کرتی ہوں۔ وہ یہاں آکر کروڑوں کے مال کو سیل کر دیں گے میں اس بچے کے ساتھ اس کی پناہ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

وہ چپ چاپ سوچ میں پڑ گیا۔ اپنے آدمیوں سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ بنگلے کے اندر جا کر سونیا پر حملہ کریں۔ دونوں طرف سے فائرنگ کے نتیجے میں گولا بارود کو آگ لگ سکتی تھی پھر ایک بار کروڑوں کا نقصان اٹھانا پڑتا۔ وہ الجھ کر رہ گیا۔

سونیا ان تینوں کو ہانکتی ہوئی عدنان کا ہاتھ تھام کر گراؤنڈ فلور میں آئی۔ وہاں کے ایک کمرے میں تینوں کو دھکے دے کر اندر کیا پھر باہر سے دروازے کو بند کر دیا۔ باہر وہ بڑی سی وین کھڑی ہوئی تھی۔ جس میں اسے وہاں لایا گیا تھا۔ اس نے دروازہ کھول کر دور تک دیکھا کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ عدنان سے بولی "تم یہاں ٹھہرو۔ جب میں بلاؤں تو چلے آنا۔"

وہ فرش پر لیٹ کر رینگتی ہوئی وین کی طرف جانے لگی۔ اسی وقت تڑاتڑ فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ گولیاں اِدھر اُدھر دیواروں پر آکر لگ رہی تھیں۔ اس نے وین کا دروازہ کھولتے ہوئے جوابی فائرنگ کی۔ ایک اس کی نظروں میں آگیا تھا۔ وہ گولی کھا کر گر پڑا۔ دوسرے بھاگتے ہوئے دوسری طرف پوزیشن لینے لگے۔ وہ عدنان سے بولی "فوراً آؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا آکر کھلے ہوئے دروازے سے اندر چلا گیا۔ سونیا نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کی پھر فائرنگ ہونے لگی تھی۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی' ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو سنبھالتی ہوئی' دوسرے ہاتھ سے فائر کرتی ہوئی بنگلے کے احاطے سے باہر آئی پھر مین روڈ پر رفتار بڑھاتی چلی گئی۔ سونیا نے پوچھا "بیٹے! تمہیں ڈر تو نہیں لگ رہا ہے؟"

عدنان نے پوچھا "ڈر کیسے لگتا ہے؟"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "کسی بہادر باپ کے بیٹے ہو۔ تمہارے والدین کہاں ہیں؟ تم اس بنگلے میں کیا کر رہے تھے؟"

وہ بولا "میں ایک وقت میں کسی ایک سے بات کر سکتا ہوں۔ تمہارے ساتھ ساتھ وہ بھی میرے اندر بول رہا

ہے۔"

"اچھا تو وہ کم بخت تمہارے دماغ میں ہے۔ ٹھیک ہے۔ اسے دیکھنا چاہیے کہ میں کس طرح اسے کروڑوں کا نقصان پہنچاتی ہوں۔"

اس نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے پاس گاڑی روک کر عدنان سے کہا "آنکھیں بند کرو۔ تاکہ وہ دیکھ نہ سکے کہ میں کیا کر رہی ہوں۔"

عدنان نے آنکھیں بند کرلیں۔ سینڈی ٹیلی پیتھی کی قوت سے اس کی آنکھیں کھولنے کی کوششیں کرنے لگا لیکن اس کے ننھے سے دماغ پر خیال خوانی کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ سونیا نے قریبی پولیس اسٹیشن کے انچارج سے رابطہ کرکے اسے بنگلے کا نمبر اور پتا بتایا پھر کہا کہ وہ بنگلا اسلحہ اور گولا بارود کا گودام ہے۔ وہاں فوراً چھاپا مارا جائے۔ اس سے پوچھا گیا کہ وہ کون ہے۔ وہ فون بند کرکے وین میں آگئی پھر اسے اسٹارٹ کرکے آگے جاتی ہوئی بولی "بیٹے! آنکھیں کھولو۔ کیا وہ کتا ابھی تک تمہارے اندر ہے؟"

"پتا نہیں۔ وہ خاموش ہے۔ شاید چلا گیا ہے۔"

"وہ آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ یہ معلوم کرے گا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

ایسے وقت پورس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت عبداللہ عدنان کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے سونیا کی باتیں سننے لگا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ عدنان کس عورت کے ساتھ ہے اور کہاں جا رہا ہے؟

سونیا نے پوچھا "بیٹے! تم نے میرے سوالوں کے جواب نہیں دیے۔ تم کون ہو؟ تمہارے والدین کہاں ہیں؟ تم تنہا کہاں بھٹک رہے ہو؟"

وہ بولا "میرا نام عدنان ہے۔ اس وقت اپنے والدین کا نام بھول رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تنہا کیوں ہوں؟"

وہ بولی "معلوم ہوتا ہے' میری طرح تمہاری یادداشت بھی گم ہوگئی ہے۔ تم بھی میری طرح اپنوں کی تلاش میں بھٹک رہے ہو۔"

سونیا کی اس بات نے عبداللہ کو چونکا دیا۔ اس نے سوچا "اس خاتون کی یادداشت گم ہوگئی ہے۔ یہ ہماری مادام سونیا تو نہیں ہیں؟ عدنان نے اپنے پاپا پورس سے کہا تھا کہ وہ ایک بھٹکنے والی خاتون کو اس کے گھر تک پہنچانے جا رہا ہے اور اس وقت وہ ایسی ہی ایک خاتون کے ساتھ ہے۔ کیا یہ عدنان کی دادی جان ہیں؟"

عبداللہ نے پورس کے پاس آکر کہا "سر! عدنان بابا ایک ایسی خاتون کے ساتھ ہیں' جو اپنے ماضی اور اپنے آپ کو بھول چکی ہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ آپ کی والدہ ہیں۔ اس وقت وہ دونوں ایک وین میں وال اسٹریٹ سے گزر رہے ہیں۔ ان کا رخ نیویارک اسٹاک ایکسچینج کی طرف ہے۔ آپ ادھر آئیں۔ میں آپ کو گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

پورس فوراً ہی اپنے کمرے سے نکل کر ہوٹل کے باہر جانے لگا۔ بیٹے نے باپ کو تھکا مارا تھا۔ پورس مایوس ہو کر سوچتا تھا کہ واقعی وہ ایک غیر معمولی بچہ ہے۔ اس کے پیچھے بھاگنے سے وہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اپنی مرضی سے سامنے چلا آئے گا۔ اس وقت وہ مایوس ہونے کے باوجود جا رہا تھا کہ اس کے ذریعے وہ اپنی مما (سونیا) تک پہنچ سکتا تھا۔

عبداللہ پھر عدنان کے اندر پہنچ گیا تھا۔ سونیا کہہ رہی تھی۔ "میں اب تک اپنوں کو تلاش نہ کرسکی لیکن میں تمہارے اپنوں تک تمہیں ضرور پہنچاؤں گی۔ تب تک تم میرے ساتھ رہو گے۔ میں تمہیں تنہا بھٹکنے نہیں دوں گی۔"

عدنان نے کہا "تم مجھے کہیں نہیں پہنچاؤ گی۔ میں تمہارے گھر تک تمہیں پہنچانے والا ہوں۔"

اس نے تعجب سے پوچھا "کیا تم جانتے ہو' میرا گھر کہاں ہے؟ جبکہ پہلی بار مجھ سے مل رہے ہو۔"

عبداللہ نے عدنان سے کہا "بیٹے! خاتون سے کہو۔ ہم انہیں جانتے ہیں۔ وہ کہیں گاڑی روک کر انتظار کریں۔ ہم ابھی ان سے ملیں گے اور انہیں ان کے اپنوں تک پہنچا دیں گے۔"

عدنان نے سونیا سے کہا "یہ میرے دماغ میں بول رہا ہے کہ کہیں گاڑی روک کر ہم اس کا انتظار کریں۔"

"اسے بولنے دو۔ یہ دشمن ہے۔ تم اپنی بات کرو۔ مجھے میرے اپنوں تک کیسے پہنچاؤ گے؟"

"میں نہیں جانتا۔ میرے دماغ میں جو بات آتی ہے۔ میں اسی کے مطابق بولتا ہوں اور کرتا ہوں۔"

"کیا تمہارے دماغ میں یہ بات پیدا ہو رہی ہے کہ تم مجھے میری منزل تک پہنچاؤ گے یا دشمن تمہارے اندر بول رہا ہے؟"

"میں نہیں جانتا' کون کیا بول رہا ہے۔ مجھے جو کرنا ہے' میں کرتا رہتا ہوں۔"

عبداللہ نے سونیا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ سانس روک کر بولی "یہ شیطان ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔ جانتا ہے کہ میرے دماغ میں نہیں آسکے گا پھر بھی آرہا ہے۔"

عبداللہ نے پریشان ہو کر کہا "عدنان بابا! یہ تمہاری

دادی جان سونیا ہیں۔ ہم ان کے فرماں بردار ہیں۔ انہیں گاڑی روکنے کا کہو۔ ہم آرہے ہیں۔"

سینڈی گرے خاموش تھا۔ عبداللہ کی اس بات نے اسے چونکا دیا کہ وہ سونیا ہے' عدنان کی دادی یعنی فرہاد علی تیمور کی وائف ہے۔ اس نے سوچا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں اب تک انجانے میں فرہاد علی تیمور کی فیملی سے ٹکراتا رہا ہوں۔ پہلے یہ عدنان ٹکرایا' پھر پورس اور اب سونیا۔ میں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے مخالفین کو عبرت ناک انجام تک پہنچتے دیکھ چکا ہوں۔ میری بہتری اسی میں ہے کہ میں ان دادی اور پوتے سے دور ہو جاؤں لیکن پہلے دیکھ تو لوں کہ یہ دونوں کہاں جا رہے ہیں۔"

اب وہ توبہ کر رہا تھا کہ سونیا اور عدنان کے خلاف کچھ نہیں کرے گا۔ بڑی خاموشی سے ان کی مصروفیات پر نظر رکھے گا۔ تاکہ وہ پھر کبھی دھوکے میں اس سے ٹکرا نہ جائے۔ ادھر عبداللہ پورس سے کہہ رہا تھا "میڈم مجھے دشمن سمجھ کر اپنے اندر آنے دے رہی ہیں اور نہ ہی کہیں گاڑی روک رہی ہیں۔ اب آپ تیزی مین ہٹن کے بیٹری پارک کی طرف آئیں۔ وہ دونوں اسی سمت جا رہے ہیں۔ میں عدنان بابا کے پاس جا رہا ہوں۔"

سونیا نے عدنان سے پوچھا "کیا تمہیں نیند آرہی ہے۔"

"میں بے وقت نہیں سوتا۔"

"سونا نہ چاہو تو کم از کم آنکھیں بند کرلو۔ اب میں راستہ بدلنے والی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ دشمن ہمیں دیکھتا رہے۔"

عدنان نے آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ عبداللہ اور سینڈی اب یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اور کتنی بار راستے بدلتے جا رہے ہیں؟ سونیا نے کہا "بیٹے! شاید ہم دونوں کے مقدر میں بھٹکنا لکھا ہے۔ جب تک ہم بھٹکتے رہیں گے' ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ میں تمہارے ماں باپ کا سراغ لگانے کی کوشش کروں گی۔"

"میں جہاں جاؤں گا کیا تم بھی وہاں جاؤ گی۔"

"ہاں۔ جہاں تم جاؤ گے' وہاں میں جاؤں گی۔ جہاں میں جاؤں گی' وہاں تم ساتھ چلو گے۔"

"میں ابھی گرین وچ ویج جاؤں گا۔"

"گرین وچ میں کس جگہ جاؤ گے؟"

"واشنگٹن اسکوائر کی فقتھ اسٹریٹ میں جانا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تم نیویارک کے تمام علاقوں کو جانتے ہو؟"

"میں نہیں جانتا۔ تم مجھے وہاں پہنچا دو۔"

"کیا وہاں تمہارے اپنے ہیں؟"

"اپنا کوئی نہیں ہے۔ وہاں فقتھ اسٹریٹ کے بنگلو نمبر فائیو۔ بی میں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس کے روبرو جاؤں گا۔"

یہ سنتے ہی سینڈی گرے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ وہی فقتھ اسٹریٹ کے بنگلو نمبر فائیو۔ بی میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ خوف کے مارے اپنے ایک بیگ میں ضروری سامان اور کرنسی وغیرہ رکھتے ہوئے بڑبڑانے لگا "ارے! اس شیطان کے بچے کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میں یہاں ہوں۔ یہ کم بخت میرے کیسینو میں بھی گھس آیا تھا۔ وہاں سے لاکھوں ڈالرز لے کر چلا گیا تھا۔ میرے ماتحتوں نے اسے روکنا چاہا اور وہ سب بے موت مارے گئے۔"

وہ اپنا بیگ اٹھا کر دوڑتا ہوا بنگلے سے باہر چلا گیا۔ اس کا خیال تھا' اتنی بڑی دنیا میں موت سے بچنے کی کوئی تو جگہ ہوگی۔

○☆○

سیاست میں کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔ کل جو دوست ہوتے ہیں' وہ آج دشمن بن جاتے ہیں۔ امریکا اور بھارت میں بڑی دوستی ہے۔ سیاسی دوست فائدہ پہنچانے والے کو کبھی ضرورت کے وقت نقصان بھی پہنچاتے ہیں۔ بھارت نے مجھے اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے دیس سے بھگانے کے لیے امریکا سے امداد طلب کی تھی۔ وہاں سے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے آئے تھے۔ ان میں سے ایک بوبی برٹن کو ہم نے ٹیلی پیتھی سے محروم کردیا تھا۔ دوسرا خیال خوانی کرنے والا ویڈمارکس ہماری گرفت میں تھا لیکن ہم نے اسے ڈھیل دے رکھی تھی۔

ویڈمارکس نے کلپنا کی محبت میں گرفتار ہو کر بھارتی اکابرین سے دشمنی مول لی تھی۔ انڈیا کی ٹاپ سیکرٹ سروس کے افسران نے بڑی رازداری سے ویڈمارکس کو قیدی بنایا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنا لیا تھا۔

اس طرح انہیں یہ فخر حاصل ہو گیا کہ ان کے دیس میں ان کا اپنا ایک وفادار خیال خوانی کرنے والا ہے دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار ان کے پاس بھی ہے۔ جس امریکا نے ان کی مدد کی تھی۔ اسی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو انہوں نے بڑی سیاسی مکاری سے چرا لیا تھا اور دکھاوے کے لیے یہ الزام دے رہے تھے کہ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے

دیس کی ایک شریف زادی کو بھگا کر لے گیا ہے۔ امریکی اکابرین سے کہا جارہا تھا کہ اسے تلاش کرکے ان کی شریف زادی کو واپس لایا جائے۔

امریکی اکابرین اور آرمی کے افسران پریشان تھے کہ ویٹو مارکس کہاں گم ہوگیا ہے؟ ان کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے تلاش کیا اور ناکام رہے۔ کیونکہ تنویمی عمل کے ذریعے ویٹو مارکس کی آواز اور لہجے کو بھی بدل دیا گیا تھا۔ اس کے متعلق یہ رائے قائم کی جارہی تھی کہ وہ مرچکا ہے یا اسے مار ڈالا گیا ہے۔ وہ امریکی' بھارت سے دوستی کرکے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہوگئے تھے اور یہ الزام بھی اٹھا رہے تھے کہ ان کے خیال خوانی کرنے والے نے ان کی ایک لڑکی کو اغوا کیا ہے۔ اس کی وجہ سے آرمی میں راجپوت بنالین باغی ہوگئی تھی۔

انڈین ٹاپ سیکرٹ سروس کے ڈائریکٹر جنرل کا نام رگھو ناتھ سہائے تھا۔ اس نے ویٹو مارکس کو معمول بنا کر سب سے پہلے میرے خلاف کارروائی کی تھی۔ پچھلے باب میں بیان کرچکا ہوں کہ میں نے کس طرح انہیں مات دی تھی۔ ان کا ایک بہت بڑا افسر اپنے سپاہیوں سمیت مارا گیا تھا اور ایک ہیلی کاپٹر تباہ ہوگیا تھا۔ وہ حیران تھے کہ بازی کیسے پلٹ گئی۔ میں زندہ کیسے بچ گیا؟

اب وہ فیصلہ کررہے تھے کہ میری کسی کمزوری سے فائدہ اٹھائیں گے۔ ایک محبت کرنے والا باپ اپنی اولاد کے معاملے میں کمزور ہوتا ہے۔ اولاد پر ذرا سی بھی آنچ آئے تو وہ تڑپ جاتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے یہ طے کیا کہ کسی طرح کریرا کو تلاش کیا جائے۔ وہ بھی ہندوستان میں تھا۔ وہ اسے قیدی بنا کر مجھے مجبور اور بے بس کرسکتے تھے۔

میں نے سوچ لیا کہ میں کس طرح جوابی کارروائی کروں گا لیکن اس سے پہلے میں نے ایک اور چال چلی۔ ویٹو مارکس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ اسے امریکا کے اہم راز چرا کر بھارت سرکار کے پاس پہنچانا چاہئیں۔ اسے تنویمی عمل کے ذریعے بھارت کا وفادار بنایا گیا تھا۔ امریکا سے جو وفاداری تھی' وہ مٹادی گئی تھی۔ میں نے اس کے اندر تحریک پیدا کی تو اس نے ڈی جی رگھوناتھ سہائے سے کہا "ہم کریرا کو تلاش کرنے اور اسے ٹریپ کرنے کے دوران میں اور کوئی دوسرا اہم کام بھی کرسکتے ہیں۔ امریکی آرمی ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم سے اہم راز چرا کر اتنی بڑے سپر پاور کو اپنے دباؤ میں لاسکتے ہیں۔"

رگھوناتھ نے کہا "بے شک' تم وہاں کے ریکارڈ روم کے متعلق بہت کچھ جانتے ہو۔ وہاں کے ایک نہیں کئی راز چرا کرلاسکتے ہو۔ تمہیں یہ کام آج ہی کرنا چاہیے۔ بلکہ ابھی کرنا چاہیے۔ کریرا کا سراغ ہم لگاتے رہیں گے۔"

وہ امریکی آرمی ہیڈ کوارٹر کے کتنے ہی افسران کے دماغوں میں پہلے جاچکا تھا۔ اس نے ریکارڈ روم کے ایک انچارج افسر کے خیالات پڑھے۔ اس وقت وہ اپنے آفس میں تنہا بیٹھا ایک فائل کا مطالعہ کررہا تھا۔ ویٹو مارکس نے میری مرضی کے مطابق اسے ایسے ڈسک کی اسٹڈی کرنے پر مجبور کیا۔ جن میں اسرائیل کو اپنے دباؤ میں رکھنے کے لیے امریکی پالیسیاں تھیں۔

یوں تو امریکا اور اسرائیل کی دوستی بے مثال سمجھی جاتی ہے لیکن درپردہ ان دو ملکوں کے درمیان بھی اختلافات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ امریکی اکابرین اسرائیلی حکمرانوں کو دباؤ میں رکھنے کے لیے خفیہ منصوبے بناتے ہیں۔ ریکارڈ روم کے انچارج افسر نے ایسے منصوبوں کی ایک ڈسک کمپیوٹر کے مانیٹر پر دیکھی پھر ویٹو مارکس کی مرضی کے مطابق بھارتی ٹاپ سیکرٹ سروس کے ڈی جی رگھوناتھ کے کمپیوٹر پر ای میل کے ذریعے اسے ٹرانسفر کردیا۔

رگھوناتھ سہائے اس ڈسک کی ایک کاپی حاصل کرکے خوش ہوگیا۔ ویٹو مارکس کے شانے کو تھپک کر بولا "شاباش! تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ ہمیں مزید ایٹم بم بنانے کے لیے یورینیم کی ضرورت ہے۔ اب ہم اسرائیل سے یہ ضرورت پوری کریں گے۔"

اس نے اسرائیلی آرمی کے چیف سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "بھارت اور اسرائیل کی دوستی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ ہمارے ایک جاسوس نے امریکی آرمی کے ریکارڈ روم سے ایک اہم راز چرایا ہے۔ اس راز کا تعلق تمہارے ملک سے ہے۔"

"اسرائیلی آرمی چیف کے لیے یہ چونکا دینے والی بات تھی۔ اس نے پوچھا "اس راز کی وضاحت کرو۔"

اس نے کہا "تمہارے حکمرانوں کی لاعلمی میں ایک بڑے اسلامی ملک کو خفیہ امداد دی جارہی ہے۔ جبکہ امریکا اور اسرائیل کی پالیسی یہ ہے کہ کسی بھی اسلامی ملک کو تم سے زیادہ طاقت ور ہونے کا موقع نہیں دیا جائے۔ انہیں ہمیشہ اسرائیل سے کم تر بنا کر رکھا جائے۔"

"کیا اس خفیہ امریکی امداد کا ثبوت تمہارے پاس ہے؟"

"بے شک ہے۔ اس کا ثبوت کمپیوٹر ڈسک پر ہے۔ اگر

تمہارے حکمران ہماری تھوڑی سی مدد کریں تو ہم یہ ڈسک ای میل کے ذریعے پہنچا سکتے ہیں۔"

"تم کیسی امداد چاہتے ہو۔"

"ہمیں محدود مقدار میں یورینیم کی ضرورت ہے۔"

"میں ابھی اپنے اکابرین سے بات کرتا ہوں۔ ایک گھنٹے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔"

رگھوناتھ سہائے نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ ویٹو مارکس نے کہا "آپ نے ان سے کہا ہے کہ آپ کے ایک جاسوس نے یہ ڈسک آرمی کے ریکارڈ روم سے چرائی ہے۔ جبکہ یہ ناممکن ہے۔ صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی ایسے راز چرا سکتے ہیں۔"

رگھوناتھ نے کہا "ہاں۔ اسرائیلی اکابرین یہ تسلیم نہیں کریں گے۔ میں کہہ دوں گا کہ ہم نے جس طرح بھی یہ راز حاصل کیا ہے۔ اسے ہم کسی پر ظاہر نہیں کریں گے۔"

"آپ بھول رہے ہیں۔ میں نے ریکارڈ روم کے اس انچارج کو غائب دماغ بنا کر یہ راز وہاں سے ٹرانسفر کرایا ہے۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہونے کے بعد ضرور سمجھ گیا ہوگا کہ کسی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور وہ کوئی راز چرا کرلے گیا ہے۔ اس وقت آرمی ہیڈ کوارٹر میں ہلچل پیدا ہوگئی ہوگی۔ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے معلوم کرنے کی کوششیں کررہے ہوں گے کہ ایسا کس نے کیا ہے؟"

"تم ابھی جاکر معلوم کرو کہ وہ لوگ اس سلسلے میں کیا کررہے ہیں؟"

وہ ریکارڈ روم کے انچارج کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس چور کا سراغ لگانے کی کوششیں کررہے ہیں اور یہ شبہ ظاہر کررہے ہیں کہ ان کا ایک ہی ازلی دشمن فرہاد علی تیمور ہے۔ وہی ریکارڈ روم سے کوئی اہم راز چرا کرلے گیا ہے۔ ایسی چوری صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوتی ہے اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں وہی ایک دشمن ہے۔

رگھوناتھ سہائے نے ہنستے ہوئے کہا "بھئی! بڑا مزہ آرہا ہے۔ واقعی شبہ تو اسی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن پر ہونا چاہیے اور یہی ہورہا تھا۔ واردات ہم نے کی الزام فرہاد پر آرہا ہے۔ امریکی اکابرین ہمارے خلاف کبھی نہیں سوچیں گے۔"

اسرائیلی آرمی کے چیف نے رابطہ کرنے کے بعد کہا۔ "ہم مطلوبہ مقدار میں یورینیم پہنچادیں گے۔ تم اس ڈسک کی معلومات ہمارے ای میل کے ایڈریس میں منتقل کرو۔"

اس خفیہ ڈسک کو اسرائیل کے آرمی چیف کے پاس ٹرانسفر کردیا گیا۔ ان سارے معاملات سے نمٹنے میں دو گھنٹے گزر گئے۔ میں نے اس دوران میں امریکی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ ریکارڈ روم کے کمپیوٹر کو چیک کرنا چاہیے۔ شاید وہاں سے کوئی معلومات حاصل ہوجائے۔

اس اعلیٰ افسر نے خود ریکارڈ روم میں آکر وہاں کے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ پتا چلا ریکارڈ روم کے انچارج نے چار گھنٹے پہلے انڈین آرمی کی سیکرٹ سروس کے ای میل کے ایڈریس پر رابطہ کیا تھا۔ اس نے اس ایڈریس پر کوڈ نمبر زیرو ون ڈسک کی معلومات پہنچائی ہیں۔ یہ معلوم ہوتے ہی امریکی اکابرین پریشان ہوگئے۔ کیونکہ اس ڈسک میں اسرائیل کے خلاف منصوبے تھے۔

ایک اہم سوال پیدا ہوا کہ بھارتی حکمران فرہاد علی تیمور کے جانی دشمن ہیں پھر فرہاد اتنی اہم معلومات انہیں کیوں پہنچائے گا؟ میں نے ان کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ انڈین آرمی کی سیکرٹ سروس والوں نے اپنے ای میل پر وہ معلومات وصول کی ہیں۔ یہ سراسر بھارتی سازش ہے۔

پھر میں نے ان کے اندر... دوسرا خیال پیدا کیا کہ بھارتی سیکرٹ سروس والوں نے ویٹو مارکس کو کسی طرح مجبور اور بے بس بنا کر اس کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ راز چرائے ہیں۔ یہ بھارتی حکمران دوستی کی آڑ میں دشمنی کررہے ہیں۔

ادھر اسرائیلی حکام نے امریکی اکابرین سے کہا "ہماری لاعلمی میں دو بڑے اسلامی ملکوں کو خفیہ امداد دی جارہی ہے۔ ان سب کی رپورٹ ہمارے پاس پہنچ گئی ہے تمہاری وہ کوڈ نمبر زیرو دون ڈسک ہمارے پاس ہے۔"

امریکی اکابرین نے کہا "ہمارے درمیان اختلافات ہوتے ہیں۔ ہم تمہاری شکایات کا جواب بعد میں دیں گے اور تمہیں مطمئن کریں گے۔ تم اتنا بتادو' کوڈ نمبر زیرو دون ڈسک کس نے تمہارے پاس پہنچائی ہے؟"

"ہمارے ذرائع وسیع ہیں۔ ہم اپنے خفیہ معاملات اپنے ہی پیٹ میں رکھتے ہیں۔ کسی کو نہیں بتاتے۔"

"نہ بتاؤ۔ ہمیں معلوم ہوچکا ہے۔ انڈین سیکرٹ سروس والوں سے تمہارا لین دین ہوچکا ہے۔ ہم ابھی ان سے نمٹ رہے ہیں۔ بعد میں تمہاری شکایات دور کریں گے۔ تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ ہم تمہیں خوش کریں گے۔"

میں نے ایسی چال چلی تھی کہ اب بھارت اور امریکا کے درمیان اختلافات شروع ہونے والے تھے۔ امریکی اکابرین

نے کہا کہ انڈین سیکرٹ سروس والوں نے ان کے اہم راز چرائے ہیں اور وہ تمام راز اسرائیلی حکمرانوں کے حوالے کرچکے ہیں۔ کمپیوٹر کے ذریعے ان کی چوری پکڑی گئی ہے۔

سیکرٹ سروس کا ڈی جی اس حقیقت سے انکار نہ کرسکا۔ اس نے کہا "ہاں۔ ہم نے انتقاماً ایسا کیا ہے۔ تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ویٹومارکس ہمارے ویس کی ایک شریف لڑکی کو بھگا کرلے گیا ہے۔ اس کی وجہ سے ہماری آرمی کی راجپوت بٹالین باغی ہوگئی تھی۔ ویٹومارکس ہماری لڑکی کو لے کر تمہارے پاس پہنچا ہے۔ تم نے اسے چھپا رکھا ہے۔ اسے سزا دیتے ہو اور نہ ہماری لڑکی واپس کرتے ہو۔ ہمیں الزام دینے سے پہلے جواب دو کہ ہم سے دشمنی کیوں کررہے ہو؟"

امریکی آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا "ویٹومارکس کو تم لوگوں نے چھپا رکھا ہے اور الٹا ہمیں الزام دے رہے ہو۔ ہمارے ریکارڈ روم سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی چوری کرسکتا ہے اور وہ خیال خوانی کرنے والا ویٹومارکس ہے' جسے تم لوگوں نے کسی طرح مجبور اور بے بس بنادیا ہے۔ وہ امریکی ہوکر امریکا کے خلاف کام کرنے پر مجبور ہوگیا ہے۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کو الزام دے رہے تھے۔ امریکی افسر نے کہا "ایک تو تم نے ہمارے ویٹومارکس کو قیدی بنالیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کے ذریعے ہمارے اہم راز چرا رہے ہو۔ تمہاری دوستی ہمیں مہنگی پڑ رہی ہے۔ اگر ویٹومارکس کو ہم نے چھپایا ہے اور وہ تمہارے پاس نہیں ہے تو دوسرے کس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہمارے راز چرائے ہیں؟"

رگھوناتھ سہائے نے کہا "ہمارے پاس ہمارا اپنا ایک وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ موجودہ دور کا یہ سب سے خطرناک ہتھیار اب ہمارے دیس میں بھی ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہارے ہندوستان میں بھی کوئی ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہوگیا ہے؟"

"بے شک۔ ہمارا ایک ہندوستانی ہیرو بہت ہی ذہین اور تیز طرار ہے۔ جلد ہی پوری دنیا میں اپنی خیال خوانی کا سکہ جمائے گا۔ فرہاد علی تیمور ٹیلی پیتھی کا ناقابلِ شکست کھلاڑی سمجھا جاتا ہے۔ ہمارا ہیرو جلد ہی اسے رن آؤٹ کرنے والا ہے۔"

امریکی اکابرین میں سے ایک نے کہا "سمجھ میں نہیں آتا' یہ جو لطیفہ تم سنا رہے ہو' اس پر ہنسا چاہیے یا رونا چاہیے۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا "خوب ڈراما پلے کررہے ہو۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا معمول بنا کر اسے ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیرو کی حیثیت سے پیش کررہے ہو۔ تم ہمارے امریکی کو ہندوستانی ہیرو بنانے میں بڑی جلدی کررہے ہو۔"

"تمہیں یقین نہیں آئے گا' نہ آئے۔ ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا ہمارے ہیرو کو دنیا والے جلد ہی تسلیم کریں گے۔"

"تم کتنے سچے ہو' یہ ابھی معلوم ہوجائے گا۔ اسے کہو ہمارے دماغوں میں آکر بولے۔ ہم اس کے لہجے سے پہچان لیں گے کہ وہ ہندوستانی ہے یا امریکی؟ اگر وہ امریکی ہوگا تو تمہاری مکاری کھل کر سامنے آجائے گی۔ چلو۔ اس سے کہو' ہم سے باتیں کرے۔"

اسے رگھوناتھ کے عامل نے تنویمی عمل کے ذریعے زیر کیا تھا۔ اسے ہندی زبان بھی سکھائی جارہی تھی لیکن اپنی زبان سکھانے اور ہندوستانی لہجہ ذہن پر نقش کرنے کے لیے دوسری بار تنویمی عمل کرنا ضروری تھا اور دوسری بار عمل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ ویٹومارکس کو دوسرے معاملات میں مصروف رکھا جارہا تھا۔ فی الحال وہ ہندی بول سکتا تھا لیکن لہجہ ہندوستانی نہیں تھا۔

رگھوناتھ سہائے نے کہا "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے یہ طے کیا ہے کہ وہ کبھی خود کو ظاہر نہیں کرے گا۔ کسی کو پتا نہیں چلنے دے گا کہ وہ کب کسی کے دماغ میں آتا ہے اور اس کے چور خیالات پڑھ کر چلا جاتا ہے۔ سوری' وہ تمہارے پاس نہیں آئے گا۔"

"کوئی بات نہیں' ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے اس کے بل سے نکال لائیں گے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "تم نے ہمارے ریکارڈ روم سے اہم رازوں کو چرانے کی جرأت کی ہے۔ اب دیکھو گے کہ تمہارے اہم راز کس طرح چرائے جاتے ہیں۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہندوستان میں ہیں۔ ہم انہیں تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچائیں گے۔"

ویٹومارکس نے میری مرضی کے مطابق رگھوناتھ سے کہا "میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ ہماری چوری پکڑی جائے گی اور امریکا ہمارا دشمن بن جائے گا۔ اب ہم سیاسی طور پر چاروں طرف سے گھیرے جائیں گے۔"

رگھوناتھ سوچ میں پڑگیا کہ فرہاد پہلے ہی ہمارے دیس میں موجود ہے۔ آئندہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی یلغار ہوگی۔ یہ ویٹومارکس تنہا ان کا مقابلہ نہیں کرسکے گا۔ ابھی کل ہی فرہاد نے ہمیں بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ نقصان اٹھانے

کی وجہ یہ ہے کہ ٹیلی پیتھی کے حوالے سے فرہاد کا طریقہ کار ویٹومارکس کی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔"

ویٹومارکس نے کہا "میں اپنے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خوب پہچانتا ہوں۔ ان سے نمٹ لوں گا لیکن فرہاد میرے لیے پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ کو جھکانے کے لیے اس کے بیٹے کو ٹریپ کرنا بہت ضروری ہے۔ تم اس سلسلے میں کیا کررہے ہو؟"

"ہمارے جاسوس اسے ہر شہر میں تلاش کررہے ہیں۔ وہ کسی چھوٹے شہر یا گاؤں میں رہے گا تو ایک اجنبی کی حیثیت سے فوراً نظروں میں آجائے گا۔ اس لیے وہ بڑے شہروں میں لوگوں کے ہجوم میں رہتا ہوگا۔ ہم جلد ہی اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

دو ہفتے پہلے بھارت نے امریکا سے چار سپر سونک طیارے خریدے تھے۔ وہ انڈین آرمی کے ائربیس میں تھے۔ کبریا مختلف آرمی کے افسران کے دماغوں میں پہنچتا رہا۔ اس نے ایک افسر کو غائب دماغ بنا کر ان دو طیاروں میں بم رکھوا دیے پھر فون کے ذریعے رگھوناتھ سہائے سے کہا "ہم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ اپنے ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیرو سے کہو، ہمیں روک سکتا ہے تو روکے۔ ہم انتقامی کارروائی کا پہلا نمونہ دکھا رہے ہیں۔ تم ابھی ایک دل ہلا دینے والی خبر سنو گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم کون ہو؟ کیا کرنا چاہتے ہو؟ پہلے ہم سے کھل کر باتیں کرو۔"

کبریا فون بند کرکے اپنے آلہ کار افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق دونوں طیاروں میں رکھے ہوئے ٹائم بموں کی ٹائمنگ سیٹ کی پھر وہاں سے دور اپنے دفتر میں چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی دو زبردست دھماکے ہوئے۔ دو طیاروں کے پرخچے اڑ گئے۔ اس ائربیس میں بھگدڑ مچ گئی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اچانک دھماکے کیسے ہورہے ہیں۔

رگھوناتھ کی سمجھ میں آگیا۔ اس نے امریکی اکابرین سے شکایت کی "تمہارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہمارے دو سپر سونک طیاروں کو تباہ کیا ہے اور ائربیس کو نقصان پہنچایا ہے۔ ہم ایسی انتقامی کارروائی برداشت نہیں کریں گے۔"

"برداشت نہیں کرو گے تو ہمارا کیا بگاڑ لو گے۔ ویسے ہم نے انتقامی کارروائی شروع نہیں کی ہے۔ ہم ابھی معلوم کریں گے کہ ہمارے کس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ایسا کیا ہے۔ ویسے یقین کرلو۔ تمہارے دن کا چین اور راتوں کی نیندیں غارت ہوچکی ہیں۔"

رگھوناتھ نے پریشان ہو کر کہا "ہم نے تمہارے ریکارڈ روم سے ایک راز چرایا۔ ہم سے غلطی ہوگئی۔ پچھلے روز فرہاد نے ہمارے ایک ہیلی کاپٹر کو تباہ کیا تھا اور ایک اہم افسر کو مار ڈالا تھا۔ ہم بہت زیادہ نقصان برداشت نہیں کرسکیں گے۔ ہم سے جو غلطی ہوئی۔ اس کی سزا ہمیں دے چکے ہو۔ اس معاملے کو اب یہیں ختم کردو۔ ہم پہلے کی طرح دوست بن کر رہ سکتے ہیں۔"

"دوبارہ دوستی اتنی آسانی سے نہیں ہوگی۔ پہلے تو جرمانے کے طور پر دس کروڑ ڈالر ادا کرو اور اس سے پہلے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ویٹومارکس کو رہا کرکے یہاں واپس بھیج دو ابھی ویٹومارکس سے ہمارا رابطہ کراؤ۔"

"ہم نے ویٹومارکس کو قیدی نہیں بنایا ہے۔ پلیز ہم پر شبہ نہ کرو۔ وہ ہماری لڑکی کو لے کر انڈیا سے جاچکا ہے۔"

"کیا تم اب بھی اس بات پر قائم ہو کہ تمہارے دیس میں ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے؟"

"یہ سچ ہے۔ ہمارا ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن وہ کسی کے دماغ میں جاکر بولتا نہیں ہے۔"

"کیوں احمقانہ باتیں کرتے ہو؟ وہ بولتا کیوں نہیں ہے؟ کیا وہ گونگا ہے؟"

"تم یقین نہیں کرو گے۔ اسے جھوٹ سمجھو گے۔ جبکہ وہ سچ مچ گونگا ہے۔ وہ سن سکتا ہے لیکن بول نہیں سکتا۔"

"تعجب ہے۔ ایک گونگا یہ علم جانتا ہے مگر کیسے جانتا ہے؟ اس نے یہ علم کیسے سیکھ لیا؟"

"اس نے ہمیں لکھ کر بتایا ہے کہ دن رات محنت کرتے کرتے برسوں کے بعد یہ علم حاصل کیا ہے؟"

ایسے وقت انٹر کام کا بزر سنائی دیا۔ رگھوناتھ نے اس کا بٹن دبایا۔ اس کی سیکریٹری نے کہا "سر! آپ کے لیے فون کال ہے۔"

وہ بولا "میں ضروری باتیں کررہا ہوں۔ میں نے کہا تھا، مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

وہ بولی "سوری سر! کال بہت اہم ہے۔ آپ اسے ضرور اٹینڈ کریں۔ دوسری طرف سے ضد کی جارہی ہے۔"

اس نے امریکی اکابرین سے کہا "ایکسکیوزمی۔ میں ایک ضروری کال اٹینڈ کرنے کے بعد رابطہ کروں گا۔"

اس نے ادھر سے رابطہ ختم کیا پھر دوسرے فون کا ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو۔ کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "سر! میں پلس تھری تھری بول رہا ہوں۔ ہم نے فرہاد کے بیٹے کبریا کو قابو میں کرلیا ہے۔"

وہ حیرت سے اور مسرت سے بولا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا وہ تمہارے شکنجے میں ہے؟"

"یس سر! اس سے پہلے کہ وہ خیال خوانی کرتا اور ہمارے اندر آتا۔ ہم نے اسے گولی مار کر زخمی کردیا ہے۔"

وہ مضطرب ہو کر بولا "اس وقت تم کہاں ہو؟ اسے ابھی طبی امداد نہ دینا۔ سیدھے یہاں لے آؤ۔"

ایک گھنٹے کے اندر اس بے چارے کبریا کو زخمی حالت میں وہاں لایا گیا۔ اس سیکرٹ سروس کی خفیہ کوٹھی کے تہ خانے میں اسے پہنچا کر اس کی مرہم پٹی کی جانے لگی۔ ویٹومارکس نے اس زخمی کے اندر جاکر اس کے چور خیالات پڑھے۔ یہ یقین ہوا کہ وہ واقعی کبریا ہے اور فرہاد علی تیمور اپنے بیٹے کی گرفتاری سے بے خبر ہے۔ بیٹا زخمی ہونے کے باعث خیال خوانی نہیں کرسکتا ہے۔ اس لیے باپ سے رابطہ نہیں کرپا رہا ہے۔

سیکرٹ سروس کے جاسوس پلس تھری تھری نے کہا "یہ ایک بی کلاس ہوٹل کے کمرے میں رہتا تھا۔ مجھے شبہ ہوا۔ ایک تو یہ اپنے رکھ رکھاؤ سے کوئی رئیس زادہ لگ رہا تھا پھر میں نے ہوٹل کے باہر ایک گارڈن میں اسے کئی گھنٹے تک خاموش بیٹھے دیکھا۔ یہ شبہ ہوا کہ خیال خوانی کررہا ہے۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ اپنے اندر کسی کی باتیں سن رہا ہے۔"

رگھوناتھ سہائے نے پوچھا "تم نے اسی وقت مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟"

"میں پوری طرح مطمئن ہونا چاہتا تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے چاروں طرف سے گھیر کر گرفتار کیا جائے۔ یہ ہوشیار ہو کر فرار ہوسکتا تھا۔ اچھی طرح یقین کرنے کے بعد میں نے اسے گولی مار کر زخمی کیا پھر آپ کو اطلاع دی۔"

رگھوناتھ سہائے نے ویٹومارکس سے پوچھا "تم بھی اس کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہورہے ہو لیکن ہر پہلو سے غور کرو۔ فرہاد کی یہ کوئی چال ہوسکتی ہے۔ وہ بیٹے کی جگہ کسی ڈمی کبریا کو یہاں بھیج سکتا ہے۔"

"اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ اس نے ہمارے دیس میں چھپ کر رہنے کے لیے ماسٹر پلاسٹک سرجری کرائی ہے۔"

"کسی ڈمی کے چہرے پر بھی سرجری کرائی جاسکتی ہے۔ یہ معلوم کرو، کیا اسے معمول بنایا گیا ہے؟"

"میں ہر پہلو سے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ فرہاد نے یا کسی نے بھی اس پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔"

"تم مجھے پوری طرح مطمئن کرو۔ میرے سامنے اس پر تنویمی عمل کرو۔ اگر پہلے عمل کیا گیا ہے تو اس عمل کو مٹاؤ۔ اسے اپنا معمول بناؤ۔ تمہارا معمول بننے کے بعد اس کے خیالات تم سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔"

اس کبریا کو ایک بیڈ پر لیٹنے کا حکم دیا گیا۔ ویٹومارکس نے کہا "چاروں شانے چت ہوجاؤ اور اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہو۔ آنکھیں بند کرلو۔ اب میں تمہارے اندر بول رہا ہوں اور تمہاری آنکھیں بند ہورہی ہیں۔"

وہ اس پر عمل کرنے لگا۔ میں خاموشی سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ میری موجودگی سے اس کبریا کا دماغ اس کے عمل سے متاثر نہیں ہورہا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ویٹومارکس کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا اور یہ تاثر دے رہا تھا کہ وہ اس کا معمول بن چکا ہے۔ ویٹومارکس نے پوچھا "تم میرے معمول ہو تو جواب دو۔ فرہاد ابھی کہاں ہے؟"

معمول کبریا نے جواب دیا "پاپا اپنی جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا، وہ آج شام کو مجھ سے کہیں ملیں گے۔ ملاقات سے پندرہ منٹ پہلے بتائیں گے کہ وہ پندرہ منٹ کے بعد کہاں مل سکتے ہیں۔ وہ ہم سے اکثر اسی طرح ملا کرتے ہیں۔"

"ابھی دوپہر ہے۔ میں شام سے پہلے ہی تمہارے باپ کو اطلاع دوں گا کہ تم ہماری قید میں ہو۔ وہ یقین کرنے کے لیے تمہارے اندر آئے گا۔ تم اس کے صرف چند سوالوں کے جواب دو گے۔ اس کی خیال خوانی سے متاثر نہیں ہوگے۔ سانس روک کر بھگا دو گے۔"

اس نے معمول کی حیثیت سے جواب دیا کہ اس کے ان تمام احکامات کی تعمیل کرے گا اور ویٹومارکس کی اجازت کے بغیر اپنے پاپا کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گا۔

ویٹومارکس اتنے مستحکم طریقوں سے تنویمی عمل کررہا تھا کہ رگھوناتھ سہائے مطمئن ہوگیا۔ معمول کبریا کو دو گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ وہ بہت خوش تھے۔ ان کے منصوبے کے مطابق میرا بیٹا ان کے شکنجے میں آگیا تھا۔ اب وہ مجھے اپنے سامنے جھکنے اور اپنی باتیں ماننے پر مجبور کرسکتے تھے۔ وہ اپنی دانست میں میری بہت بڑی کمزوری سے کھیل رہے تھے۔

رگھوناتھ نے ویٹومارکس سے کہا "یہ دو گھنٹے بعد بیدار

ہوگا۔ اس کے بعد تم فرہاد کو اس کی گرفتاری کی اطلاع دو گے۔ اس ایک بات پر ہر پہلو سے غور کرو کہ وہ بیٹے کے دماغ میں آکر کیسی کیسی چالیں چل کر اسے رہا کرا سکتا ہے؟"

"وہ جب تک میرے تنویمی عمل کو نہیں توڑے گا۔ تب تک کبریا اس کی خیال خوانی کے فریب میں نہیں آئے گا۔ کبریا اسے صرف ایک منٹ کے لیے دماغ میں آنے کی اجازت دے گا پھر سانس روک کر اسے بھگا دے گا۔"

"فرہاد کے لیے ایک منٹ بھی بہت ہوگا۔ پتا نہیں وہ اتنی سی دیر میں کیا کر گزرے گا۔"

"اس وقت کبریا کے دماغ پر میرا قبضہ ہوگا۔ فرہاد اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کر کے میرے تنویمی عمل کا توڑ نہیں کر سکے گا۔"

وہ ہر پہلو سے غور کر رہے تھے۔ ان کے اندر خوف سمایا ہوا تھا کہ میں ایسی چال چل سکتا' جو ابھی ان کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ پہاڑی کے غار میں یہی ہوا تھا۔ میں انہیں زخموں سے چور دکھائی دے رہا تھا۔ مجھے گرفتار کرنے کے لیے ان کے آدمی وہاں گئے تھے اور سب کے سب مارے گئے تھے۔ ان کا ہیلی کاپٹر بھی تباہ ہو گیا تھا۔ میں وہاں سے کیسے بچ نکلا تھا یہ ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

وہ سوچ رہے تھے' اب کوئی ایسی چال میں چل سکتا ہوں' جو بعد میں بھی ان کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔

سیکریٹری نے انٹر کام کے ذریعے رگھوناتھ سے کہا "سر! آپ کی شریمتی جی کا فون ہے۔"

وہ ریسیور اٹھا کر بولا "ہیلو۔ میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔ تھوڑی دیر بعد کال بیک کروں گا۔"

بیوی نے کہا "پہلے میری بات سن لیں۔ ہمارا بیٹا کل رات شملہ گیا تھا۔ اس نے کہا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی اطلاع دے گا لیکن اب تک اس کی کوئی خبر نہیں ہے۔ میں صبح سے اب تک ہر ایک گھنٹے بعد فون کر رہی ہوں لیکن اس کا موبائل بند ہے۔"

وہ بولا "کیا مصیبت ہے۔ وہ بائیس برس کا جوان ہے۔ اسے کچھ تو عقل سے کام لینا چاہیے۔ کیا وہ فون نہیں کر سکتا ہے؟"

"یہی سوچ کر دل گھبرا رہا ہے کہ وہ فون کیوں نہیں کر رہا ہے۔ وہ ایسا بھی لاپروا نہیں ہے کہ ماں کو بھول جائے۔"

"کیا تم چاہتی ہو' میں ضروری کام چھوڑ کر شملہ جاؤں اور اسے تلاش کرتا رہوں۔"

"آپ اپنے جاسوسوں اور سپاہیوں کو حکم دے سکتے ہیں۔ وہ اسے ڈھونڈیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی شملہ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو اسے تلاش کرنے کا حکم دے رہا ہوں۔"

اس نے یہی کیا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو دہلی سے لے کر شملہ تک اپنے بیٹے کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ ویٹر مارکس نے کہا "آپ اپنے بیٹے کی کوئی تصویر دکھائیں۔ میں اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ وہ اس کے بنگلے میں جا کر اس کے بیٹے سومنات سہائے کی ایک بڑی سی تصویر لے آئے۔

وہ سپاہی چلا گیا۔ رگھوناتھ نے پریشان ہو کر کہا "اب میں کبریا اور فرہاد کے معاملے میں پوری توجہ کیسے دوں؟ وہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ جب تک اس کی خیریت معلوم نہیں ہوگی۔ میرا دھیان اسی کی طرف لگا رہے گا۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ وہ خیریت سے ہوگا۔ اس کی تصویر آنے دیں۔ میں پلک جھپکتے ہی اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

وہ اسے تسلیاں دے رہا تھا مگر باپ کا دل مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔ ایسے وقت بھی وہ باپ یہ نہیں سوچ رہا تھا کہ میں ایک باپ ہوں اور وہ میرے بیٹے کے ساتھ کیسا سلوک کر رہا ہے؟ سب کو اپنے اپنے لہو کا درد ستاتا ہے۔ پرایا لہو تو جیسے پانی ہوتا ہے۔

○☆○

اعلیٰ بی بی اور فرمان کی دوستی' محبت میں بدلتی جا رہی تھی۔ فرمان تو پہلی ہی ملاقات میں دل ہار چکا تھا۔ فرمان انتظار کر رہا تھا کہ وہ دل سے اس کی طرف مائل ہوتی رہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ کچھ کچھ مائل ہو رہی تھی۔ اسے آزما رہی تھی اور وہ اسے اچھا لگنے لگا تھا۔

وہ ممبئی میں تھے۔ صبح کی ٹرین سے مدراس کی طرف جانے والے تھے۔ انہوں نے اجنتا اور ایلورا کے تاریخی غاروں کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ وہ ان غاروں میں جا کر پتھروں پر بنے ہوئے نقش و نگار دیکھنا چاہتے تھے۔ فرمان نے اس سے کہا "ہم ایک طویل عرصے سے ایک ساتھ دن رات گزار رہے ہیں۔"

وہ بولی "رات نہیں' دن گزار رہے ہیں۔"

"ہاں مگر آدھی رات تو جاگتے ہوئے اور گھومتے پھرتے ہوئے گزر جاتی ہے۔ کوئی مسئلہ درپیش ہو تو جدوجہد کے دوران میں ساری رات ایک ساتھ رہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"اس طویل رفاقت کے دوران میں تم نے میرے متعلق کوئی رائے قائم کی ہوگی؟"

"ہاں۔ میں تمہیں دیکھتی پرکھتی آرہی ہوں۔ تم ایک بہت اچھے قابل اعتماد ساتھی ہو۔"

"کیا یہ ساتھی زندگی بھر کا ساتھی نہیں بن سکتا؟"

"اس سلسلے میں میں نے سوچا نہیں ہے۔ ابھی سولہ برس کی ہوں۔ یہ علم حاصل کرنے اور اپنی صلاحیتوں میں پختگی پیدا کرنے کا دور ہوتا ہے۔ بائیس یا پچیس برس تک شادی کے متعلق نہیں سوچنا چاہیے۔"

"میں پچیس کیا پچاس برس تک تمہارا انتظار کر سکتا ہوں۔ تم میرے صبر کو آزما سکتی ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں اتنا انتظار نہیں کراؤں گی۔ تم اچھے لگتے ہو۔ میں تمہیں چاہتی ہوں لیکن شادی کے سلسلے میں جناب علی اسد اللہ تبریزی صحیح مشورے اور ہدایات دیتے ہیں۔ میں ان کی ہدایات پر عمل کروں گی۔ ہمارا پورا خاندان یہی کرتا ہے۔"

"وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ان کی ہدایات میرے لیے بھی قابل قبول ہوں گی۔"

وہ دونوں اپنا اپنا سفری بیگ اٹھائے ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ اے سی کمپارٹمنٹ میں ان کے لیے برتھ ریزرو تھیں۔ اس کمپارٹمنٹ میں چار چار برتھ کے الگ الگ کیبن تھے۔ وہ اپنے کیبن میں آئے۔ وہاں ایک حسین عورت ایک بیٹے کے جوان مرد کے ساتھ تھی۔ اس عورت نے فرمان کو دیکھا تو پھر تھوڑی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ اس کا ساتھی بھی اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور فرمان اپنی برتھ پر بیٹھ گئے۔ فرمان نے خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی سے کہا "یہ دونوں مجھے کچھ عجیب نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ کیا تم مارک کر رہی ہو؟"

وہ بولی "ہاں۔ وہ تمہارے اندر کوئی خاص بات دیکھ رہے ہیں۔ ہم باتوں کے دوران میں ان کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کر سکیں گے کہ یہ تمہارے اندر کیا دیکھ رہے ہیں۔ ہمیں خاموش نہیں رہنا چاہیے۔ کچھ بولنا چاہیے۔ فرنچ میں بولو۔"

وہ فرانسیسی زبان میں بولا "انڈیا بہت گرم ملک ہے۔ ہم ائر کنڈیشنڈ کوچ میں نہ ہوتے تو گرمی سے حالت خراب ہو جاتی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "تم تو ذرا سی گرمی سے پریشان ہو جاتے

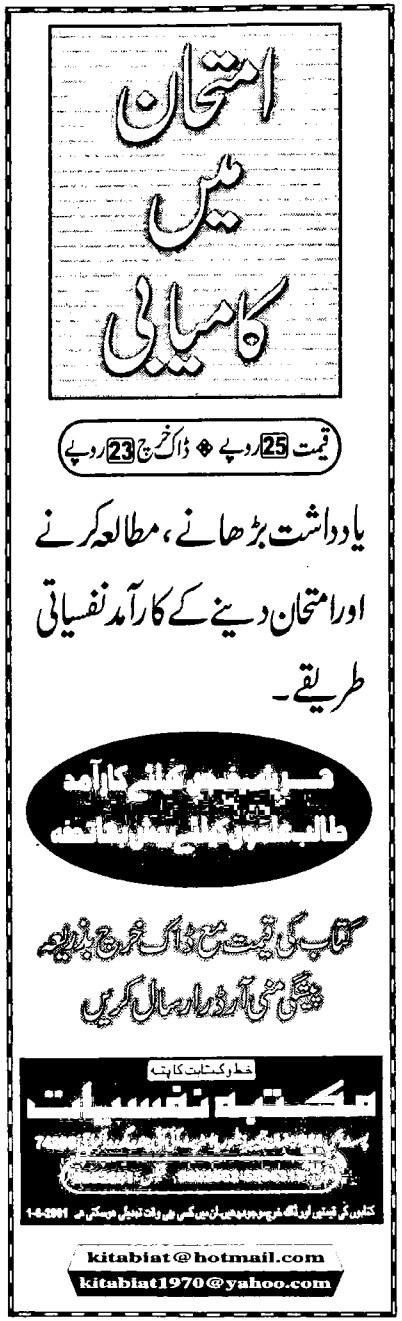

ہو۔ انسان کو سردی گرمی سب ہی برداشت کرنا چاہیے۔"

اس حسینہ کے ساتھی نے انگریزی میں پوچھا "کیا تم ہم سے انگریزی میں باتیں کرسکتی ہو؟"

وہ بولی "ہم تھوڑی بہت ہندی بھی بول لیتے ہیں۔"

اس حسینہ نے خوش ہو کر فرمان سے پوچھا "کیا تمہارا نام انیل شرما ہے؟"

فرمان نے کہا "سوری' میں ہندو نہیں' مسلمان ہوں۔ میرا نام فرمان ہے۔"

وہ مایوس ہو کر اپنے ساتھی سے بولی "بھیا! یہ انیل ہے۔ اس سے بولو نا' یہ میرا انیل شرما ہے۔"

اس شخص نے کہا "میرا نام ہنس راج جوگیا ہے۔ یہ میری چھوٹی بہن انیتا شرما ہے۔"

ہنس راج جوگیا نے اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ فرمان نے کہا "یہ میری کزن عالی ہے۔"

اس نے پوچھا "کیا آپ یہ مانتے ہیں کہ انسان مرنے کے بعد دوسرا جنم لیتا ہے؟"

"نہیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد قیامت کے دن اٹھے گا۔"

"اپنا اپنا عقیدہ ہوتا ہے۔ ہمارا عقیدہ بھی سچا ہے۔ انسان ایک جنم کے بعد دوسرا جنم لیتا ہے۔ اس سچائی کا ثبوت تم خود ہو۔ تم دوسرا جنم لے کر اس دنیا میں آئے ہو۔"

فرمان نے مسکراتے ہوئے کہا "تم ایسا سمجھتے ہو تو پھر سمجھتے رہو۔ میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

انیتا نے اسے بڑی لگن' بڑی محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم نہیں مانو گے تو میرے لیے فرق پڑے گا۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے' تمہیں خوابوں میں اور خیالوں میں دیکھ رہی ہوں۔ میرے پتا جی مہاگیانی ہیں۔ اپنے گیان دھیان سے آئندہ ہونے والی باتیں بتا دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا' تم دوسرا جنم لے چکے ہو اور کسی نہ کسی دن مجھ سے ملنے والے ہو۔ یہ سچ ہو رہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "تم بہن بھائی کی باتیں بڑی دلچسپ ہیں۔ سفر کرنے کا مزہ آئے گا۔"

ٹرین چلنے لگی۔ فرمان نے انیتا سے پوچھا "تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ پہلے ایک بار میری موت ہو چکی ہے' اس لیے یہ دوسرا جنم ہے؟"

"بالکل یہی بات ہے۔ تم پانچ برس پہلے مرگئے تھے۔ یاد کرو۔ میں سولہ برس کی تھی۔ تم بیس برس کے تھے۔ ایک دوسرے کے دیوانے تھے۔ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ وہ گیت یاد کرو' جو ہم گایا کرتے تھے "جنم جنم کا ساتھ ہے میرے ساجن۔"

"او گاڈ! تم کوئی فلمی کہانی سنا رہی ہو۔ میں نے لندن میں ایسی ایک ہندی فلم دیکھی تھی۔"

"پلیز اسے فلمی کہانی نہ سمجھو۔ یہ سچ ابھی ہمارے تمہارے سامنے ہے۔ اسے مان لو۔"

"اچھا یہ بتاؤ۔ پہلے جنم میں' میں کہاں تھا؟ میری موت کہاں ہوئی تھی اور کیسے ہوئی تھی؟"

وہ بولی "یہ ٹرین مدراس جا رہی ہے۔ مدراس سے پہلے ایک چھوٹا سا اسٹیشن آتا ہے۔ اس اسٹیشن اور گاؤں کا نام رتنم پلی ہے۔ ہم وہاں رہا کرتے تھے۔ پتا جی نے ہماری شادی طے کردی تھی۔ ایک میلے میں پہلوانوں کی کشتی ہو رہی تھی۔ تم نے وہاں میرے بھائی کو کشتی میں پچھاڑ دیا تھا۔"

اعلیٰ بی بی اور فرمان نے انیتا کے ساتھ بیٹھے ہوئے بھائی کو دیکھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بول رہی تھی "یہ تم سے ہارنے کے بعد تمہارا دشمن بن گیا تھا۔ اس نے ایک رات اپنے آدمیوں کے ساتھ تم پر حملہ کیا۔ تم نے بڑی جیداری سے مقابلہ کیا لیکن تم اکیلے تھے اور یہ چار تھے۔ اس نے چاقو سے حملہ کر کے تمہیں ہلاک کردیا۔"

وہ صدمے سے ایک گہری سانس لے کر بولی "تمہاری موت کی خبر سنتے ہی میں بے ہوش ہوگئی۔ ہوش میں آنے کے بعد صدمے سے نیم پاگل سی رہی۔ چند مہینے کے بعد میرے ہوش ٹھکانے آئے تو میں خوابوں میں اور خیالوں میں تمہیں دیکھنے لگی۔ تم میرے کانوں میں کہا کرتے تھے کہ ہمارا جنم جنم کا ساتھ ہے۔ تم واپس آؤ گے پھر سے جنم لے کر میرے پاس آؤ گے۔"

وہ اتنی محبت سے فرمان کو دیکھنے لگی جیسے ابھی بے اختیار اس سے لپٹ جائے گی۔ اس کے بھائی ہنس راج جوگیا نے فرمان سے کہا "میں تمہارا قاتل ہوں۔ تم سے شرمندہ ہوں۔ میرے پتا جی نے مجھے بہت کڑی سزا دی تھی۔ تین دن اور تین راتوں تک مجھے آدھا ننگا کر کے الٹا لٹکائے رکھا۔ وہ مجھے چابک سے مارتا رہتا تھا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "تم بہت طاقت ور دکھائی دیتے ہو۔ اپنے باپ کو چابک مارنے سے نہیں روک سکتے تھے؟"

"ہمارا باپ بوڑھا ہے مگر مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔ کالا جادو جانتا ہے۔ مہاگیانی ہے۔ آگے کیا ہونے والا ہے' وہ پہلے سے بتا دیتا ہے۔ میں اور انیتا جب کبھی مصیبت میں اس کو پکارتے ہیں تو وہ ہزاروں میل دور رہ کر بھی ہماری مدد کرتا ہے۔ اس کے سامنے بڑے بڑے شکتی مان گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔"

انیتا نے کہا "پتا جی تو بھیا کو جان سے مار ڈالتے مگر ان کو اپنے گیان سے معلوم ہوگیا تھا کہ تم دوسرا جنم لے چکے ہو اور اس دوسرے جنم میں میری شادی تم سے ہوجائے گی۔ یہ گیان حاصل ہونے کے بعد انہوں نے بھیا کو اس شرط پر معاف کیا کہ جب تک تم نہیں ملو گے' تب تک بھیا میرے باڈی گارڈ بن کر میرے ساتھ رہا کریں گے۔"

وہ اپنی برتھ سے اٹھ کر فرمان کے پاس آکر بیٹھ گئی پھر بولی "اب تم مل گئے ہو۔ بھیا باڈی گارڈ بن کر نہیں رہیں گے میں ان کو آزاد کرتی ہوں۔ اب یہ میری سیوا نہیں کریں گے۔"

فرمان کھسک کر اعلیٰ بی بی کے قریب ہوگیا۔ انیتا سے ذرا فاصلہ رکھ کر بولا "پلیز تم اپنی برتھ پر جاؤ اور عقل سے کام لو۔ میں تمہارا محبوب انیل شرما نہیں ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے انیتا کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ وہ سانس روک کر خلا میں تکنے لگی۔ سوچنے لگی "یہ کوئی میرے اندر آنا چاہتا ہے؟ اب آئے گا تو میں سانس نہیں روکوں گی۔ معلوم کروں گی' وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے خیال خوانی کے ذریعے فرمان سے کہا۔ "انیتا کو یوگا میں مہارت حاصل ہے۔ ہم دونوں ان بہن بھائی کے خیالات نہیں پڑھ پائیں گے۔ اتنا تو اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ پراسرار ہیں۔ ان کا باپ پراسرار علوم جانتا ہے اور مہاگیانی کہلاتا ہے۔"

انیتا کھسک کر اس کے قریب ہو کر بولی "پلیز میرے ساتھ لگے رہو۔ میرے بدن کی آنچ لگے گی تو تمہیں پچھلے جنم کی باتیں یاد آنے لگیں گی۔ سچ بتاؤ' کیا مجھ میں کشش نہیں ہے؟ پہلے تم میری طرف کھنچے چلے آتے تھے۔"

وہ ذرا اور لگ کر بیٹھ گئی۔ فرمان نے فرنچ میں کہا "عالی! یہ تو ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ اب سے پہلے پراسرار علوم جاننے والی بنتِ عمارہ کے چنگل میں تھے۔ وہ تمہاری ماں بنی ہوئی تھی۔ یہ تمہاری محبوبہ بن رہی ہے۔ اس کا باپ بھی پراسرار علوم جانتا ہے۔ تمہارا تو اللہ ہی حافظ ہے۔"

انیتا نے فرمان سے پوچھا "یہ تم سے کیا کہہ رہی ہے؟ تم دونوں کو ہندی بولنا چاہیے۔"

"ہم اپنی باتیں اپنی زبان میں کرتے ہیں۔ تم سے ہندی میں بولیں گے اور یہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اپنی برتھ پر جاؤ۔"

ہنس راج جوگیا نے کہا "تم میری بہن سے پیچھا چھڑانے والی باتیں نہ کرو۔ میں اس کی انسلٹ برداشت نہیں کروں گا۔"

پھر وہ اعلیٰ بی بی سے بولا "مس عالی! تم یہاں میرے پاس آجاؤ۔ ان دونوں کو آزادی سے ملنے دو۔"

وہ فرمان سے بولی "ابھی تلخی پیدا نہ کرنا۔ غصہ آئے تو برداشت کرلینا۔ پہلے معلوم تو ہو' ان کا باپ کتنے پانی میں ہے۔" پھر وہ جوگیا سے بولی "پہلے ہم اپنی اپنی برتھ پر رہ کر ضروری باتیں کریں گے۔"

"سب سے ضروری بات یہی ہے کہ میری بہن کو اس کا بچھڑا ہوا پریمی مل گیا۔ ان دونوں کو پریم کرنے دو۔"

"اس سے بھی ضروری بات یہ ہے کہ اپنے باپ سے پہلے رابطہ کرو۔ وہ مہاگیانی ہے۔ اس سے پوچھو' ہم سے یہ ملاقات تمہارے لیے سازگار رہے گی؟ ذرا سوچو انیل شرما کی طرح انیتا نے کوئی دوسرا جنم نہیں لیا ہے پھر یہ انیل شرما کے دوسرے جنم میں کیسے مل سکتی ہے؟"

جوگیا نے ناگواری سے پوچھا "تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ کیا انیتا کو مرنا ہوگا۔ انیل کو پانے کے لیے دوسرا جنم لینا ہوگا؟"

"یہ مجھ سے نہیں' اپنے مہاگیانی باپ سے پوچھو۔ اگر انیل نے تمہارے عقیدے کے مطابق دوسرا جنم لیا ہے تو اسے حاصل کرنے کے لیے انیتا کو مرنے کے بعد دوسرا جنم لینا ہوگا۔ اصول کے مطابق یہی ہونا چاہیے۔"

انیتا نے سہم کر کہا "ایسی باتیں نہ کرو۔ میں نہیں مروں گی۔ مجھے اسی جنم میں میرا انیل مل رہا ہے۔"

فرمان نے کہا "یہ نظروں کا دھوکا بھی ہو سکتا ہے۔ بعد میں پتا چلے گا کہ تھوڑی دیر کے لیے یہ ملاقات ہوئی تھی۔ میں خواب کی طرح آیا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی خواب گزر گیا۔ عالی کی بات مانو۔ اپنے باپ سے رابطہ کر کے پوچھو۔"

سسپنس ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

طالوت

قیمت فی حصہ 50 روپے

ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے

3 حصوں میں (مکمل)

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

وہ اپنے بھائی سے بولی "بھیا مجھے ان کی باتوں سے ڈر لگ رہا ہے۔ تم پتا جی کو بلاؤ۔ ہم ان سے بات کریں گے۔"

انیتا نے اٹھ کر اپنے سامان سے پیتل کی تھالی' موم بتی' لوبان' سیندور اور دیا سلائی نکالی۔ ہنس راج جوگیا وہ تمام چیزیں لے کر دونوں برتھ کے درمیان فرش پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ فرمان نے پوچھا "کیا جادو کر کے اپنے باپ کو بلا رہے ہو؟"

انیتا نے سر ہلا کر کہا "ہاں۔ پتا جی یہاں آئیں گے لیکن دکھائی نہیں دیں گے۔ ہمیں ان کی آواز سنائی دے گی۔"

ہنس راج جوگیا موم بتی جلا کر تھالی پر رکھ رہا تھا۔ زیر لب منتر پڑھتا ہوا' لوبان کے سفوف میں سیندور ملا رہا تھا۔ ٹرین کے اس کیبن کا ماحول اچانک ہی بدل گیا تھا۔ موم بتی کی لو پر لوبان چھڑکنے کے باعث دھواں اٹھ رہا تھا۔ وہ ماحول طلسمی ہو رہا تھا۔ ٹرین کھٹ کھٹا کھٹ کی آواز کے ساتھ تیز رفتار سے جا رہی تھی۔

وہ بہن بھائی ایک دوسرے کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان رکھی ہوئی تھالی پر موم بتی روشن تھی۔ اس کی لو کے آس پاس سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ وہ دونوں تھالی پر سر جھکا کر لوبان کے دھوئیں میں سانسیں لینے لگے۔ انیتا نے آہستگی سے پکارا "پتا جی۔!" ہنس راج جوگیا نے بھی پکارا "پتا جی۔ میں ہوں ہنس راج جوگیا۔ تمہارا بیٹا۔"

انیتا نے کہا "میں ہوں آپ کی بیٹی۔ انیتا شرما۔ ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ آجاؤ۔ آجاؤ۔"

ایک بھاری بھرکم آواز انیتا کے کانوں میں سنائی دی "جے ہو ماں کالی کی۔ میں ہوں تمہارا باپ چنڈال جوگیا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "بھیا! پتا جی میرے کانوں میں بول رہے ہیں۔ پتا جی! ایک بہت بڑی خوش خبری ہے۔ مجھے میرا انیل شرما مل گیا ہے۔ یہ اس وقت میرے ساتھ ٹرین کے کیبن میں ہے مگر یہ اس جنم میں مسلمان ہے خود کو بھول گیا ہے۔"

اس کے باپ چنڈال جوگیا کی آواز سنائی دی "چنتا کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ تیرا ہو جائے گا۔"

اپنے باپ کی باتیں صرف بیٹی ہی سن رہی تھی۔ بیٹے کو' فرمان کو اور اعلیٰ بی بی کو سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ وہ کہہ رہی تھی "پتا جی! انیل سے میرا ملن کیسے ہوگا؟ اس کے ساتھ ایک لڑکی ہے۔ یہ کہہ رہی ہے کہ انیل کو حاصل کرنے کے لیے مجھے ایک بار مرنا ہوگا پھر دوسرا جنم لینا ہوگا۔ کیا یہ سچ ہے؟ آگے کی باتیں تم ہی بتا سکتے ہو کہ میرا اس سے ملن کیسے ہوگا؟"

"جے ہو ماں کالی کی۔ میں نے تمہیں پہلے نہیں بتایا تھا کہ اس کا اور تمہارا ملن کٹھن ہے۔ کیونکہ تم موت سے ڈرتی ہو۔ مرنا نہیں چاہو گی تو وہ تمہارے لیے ایک سایہ بن جائے گا۔ تم سائے کے پیچھے بھاگتی رہو گی۔ وہ نہیں ملے گا۔"

"پتا جی! ایسا مت بولو۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ اپنی بیٹی کے لیے تمہیں کچھ کرنا ہی ہوگا۔"

"میں جانتا تھا۔ جب کبھی انیل دوسرا جنم لے کر آئے گا تو تمہارے من کی شانتی کے لیے مجھے کچھ کرنا ہی ہوگا۔ میں نے تمہارے لیے بہت ہی کٹھن منتروں کا جاپ کیا ہے اور تم پر آنے والی موت کو تمہارے بھیا ہنس راج جوگیا کی طرف موڑ دیا ہے۔ وہ اپنی جان دے گا۔ تمہارے لیے اپنی بلی دے گا تو انیل کا دل تمہاری طرف کھنچ جائے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "پتا جی! تم بہت اچھے ہو۔ اپنے بیٹے سے زیادہ مجھے چاہتے ہو۔ جبکہ دوسرے ماں باپ بیٹوں کو چاہتے ہیں۔"

"تم اندر کی بات نہیں جانتیں۔ یہ میرا اپنا بیٹا نہیں ہے۔ میں اس سے فاضل منتر پڑھانے کا کام لیتا رہتا ہوں۔"

وہ ہنس راج جوگیا کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "میں تمہارا باپ چنڈال جوگیا بول رہا ہوں۔ تم کہتے رہتے ہو کہ خوب صورت نہیں ہو۔ عورتیں تم سے دور بھاگتی ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ تمہارا جسم اور چہرہ بدل دوں گا۔ آج بدلنے کا وقت آگیا ہے۔"

وہ بولا "میں تیار ہوں۔ مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"ابھی تمہیں اپنی جان دینی ہوگی۔ جیسے ہی تمہاری آتما اس موجودہ جسم سے نکلے گی۔ میں اس آتما کو ایک بہت ہی خوب رو اور قد آور جوان کے جسم میں پہنچا دوں گا۔ تم ایک پُرکشش نوجوان کے روپ میں ایک نئی زندگی حاصل کرو گے۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات 45 ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ 15 اپریل 2004ء میں شائع ہوگا

سسپنس ڈائجسٹ کا
قبول ترین سلسلہ

دیوتا

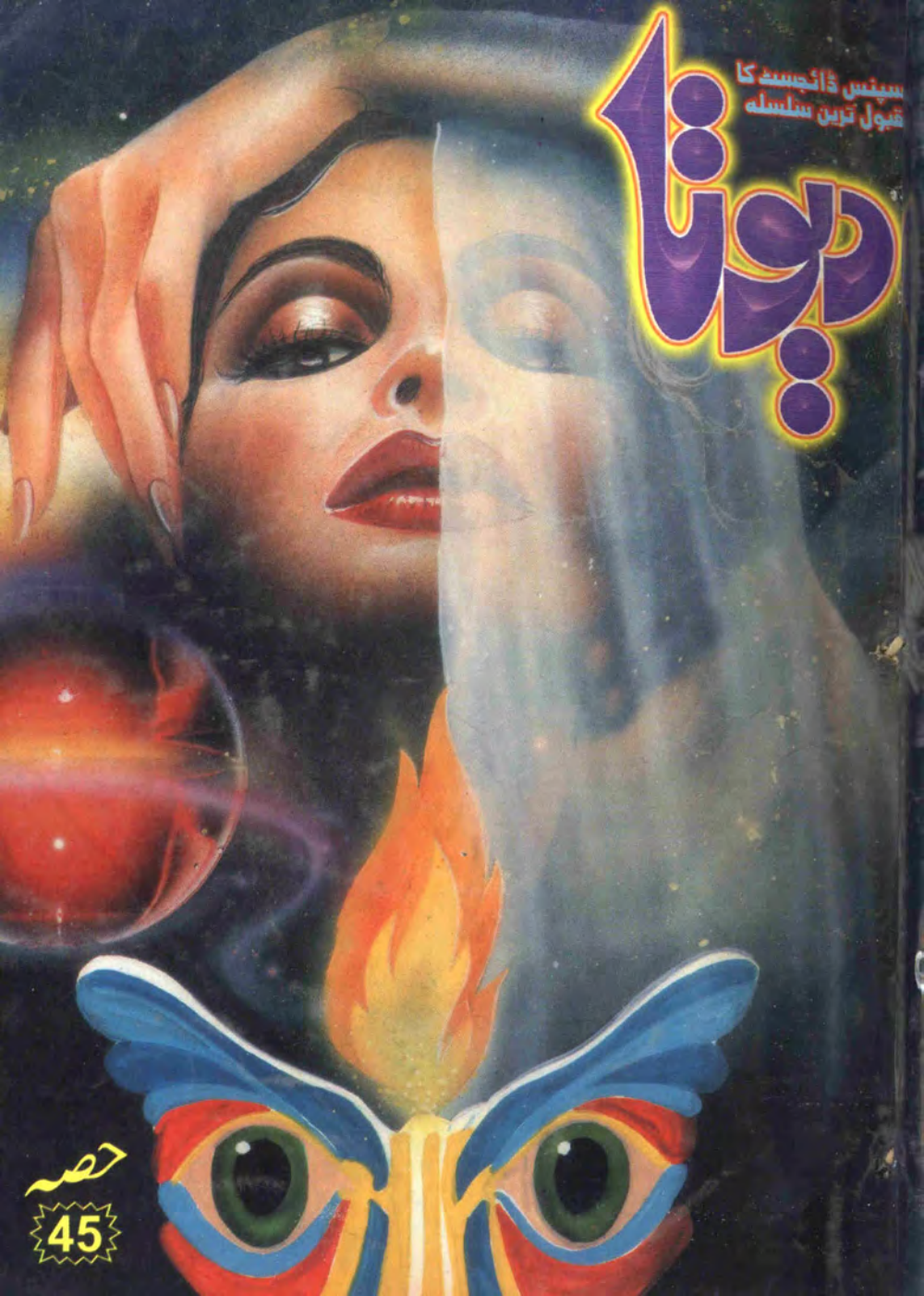

حصہ
45

دیوتا

ایک ایسے انسان کی داستان جو سوچ کی انگلیوں سے دوسروں کے دماغ ٹٹولتا اور لوگوں کو اپنی سوچ کے اشاروں پر نچاتا ہے

"پتا جی آپ کہتے ہیں تو میں راضی ہوں۔ مجھے بتاؤ آگے کیا کرنا ہوگا؟"

چنڈال جوگیا نے کہا "تمہارے سامنے جو انیل شرما ہے۔ اس سے مقابلہ کرو۔ وہ تمہیں ہلاک کرے گا۔"

"کیا وہ خوامخواہ مجھ سے لڑے گا؟ لڑائی شروع کرنے کا کوئی تو بہانہ ہونا چاہیے۔"

"تم نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے انیل شرما کو قتل کیا تھا۔ تم اس کے قاتل بن چکے ہو۔ اس بار بھی اس سے کہو۔ اگر وہ تمہاری بہن سے شادی نہیں کرے گا تو تم ابھی اسے مار ڈالو گے۔ اس بہانے لڑائی شروع ہو جائے گی۔"

ہنس راج جوگیا نے اعلیٰ بی بی اور فرمان کو دیکھا پھر کہا۔ "ہمارے پتا جی ہم سے باتیں کر رہے ہیں۔"

فرمان اور اعلیٰ بی بی اب تک خاموش تھے۔ فرمان نے کہا "اپنے باپ سے کہو، ہم سے بھی بات کرے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ چنڈال جوگیا نے بھڑائی ہوئی آواز میں کہا "بے مہا کالی۔ میں چنڈال جوگیا بول رہا ہوں۔ اس وقت تم میری آواز اپنے کانوں سے سن رہے ہو۔"

فرمان نے ہنستے ہوئے کہا "عالی! یہ چنڈال ہے بڑا فراڈ۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغ پر قبضہ جماتا ہے اور اپنے زیر اثر آنے والے کو یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ کسی پراسرار علم کے ذریعے کانوں میں بول رہا ہے۔ اب میں اسے بھگا رہا ہوں۔"

فرمان نے سانس روکی۔ چنڈال جوگیا نے اپنے بیٹے کے اندر پہنچ کر اس کی زبان سے کہا "میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ تم یوگا جانتے ہوگے۔ میری ایک غلطی سے تم نے سمجھ لیا کہ یہ جادو نہیں، ٹیلی پیتھی ہے۔ کیا یہ لڑکی بھی یوگا جانتی ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "میرے دماغ میں آکر دیکھ لو۔ یوگا کی ٹھوکر کھا کر جاؤ گے۔"

"لڑکی! اتنے غرور سے مت بول، تو نہیں جانتی، کس چنڈال جوگیا سے تم دونوں کا پالا پڑا ہے۔"

ہنس راج جوگیا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت چنڈال جوگیا نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما رکھا تھا۔ اس نے فرمان پر چھلانگ لگائی۔ فرمان اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ برتھ پر سے لڑھک کر نیچے آگیا۔ اسے سنبھلنے میں دیر نہیں لگی۔ اس نے جوگیا کو دونوں پیروں پر رکھ کر اچھال دیا۔ وہ دوسری طرف جا کر دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا۔

اعلیٰ بی بی بلا کی خطرناک فائٹر تھی لیکن وہ ایک جگہ کھڑی ہو کر تماشا دیکھنے لگی۔ انیتا نے کہا "تم بول رہی تھیں کہ انیل کا دل جیتنے کے لیے مجھے ایک بار مرنا پڑے گا مگر میرے پتا جی نے ایسے منتروں کا جاپ کیا ہے کہ اب میرے بدلے بھیا اپنی جان دے گا تو پھر میں نہیں مروں گی۔ انیل ابھی تھوڑی دیر بعد میرے پاس کھنچا چلا آئے گا۔ پتا جی بہت بڑے گیانی ہیں۔"

فرمان اسے زیر کر چکا تھا۔ اسے لاتوں اور گھونسوں سے مار رہا تھا اور وہ مار کھاتا جا رہا تھا پھر اس نے پیچھے ہٹ کر حیرانی سے پوچھا "تم مار کھاتے جا رہے ہو۔ مجھ پر حملے کیوں نہیں کر رہے ہو؟ کیا تمہارا باپ تمہارے اندر سے جا چکا ہے؟"

"میرے باپ کی بات نہ کرو۔ مجھے مار ڈالو۔ میں نے تمہارے پچھلے جنم میں تمہیں قتل کیا تھا۔ تم بدلہ لو۔"

فرمان نے اعلیٰ بی بی اور انیتا کو حیرانی سے دیکھا پھر کہا۔ "تعجب ہے۔ یہ میرے ہاتھوں سے مرجانا چاہتا ہے۔"

انیتا نے کہا "انیل! تعجب نہ کرو۔ بھیا نے تمہیں قتل کیا تھا۔ میرے بھائی کو جان سے مار ڈالو۔"

اعلیٰ بی بی نے مسکراتے ہوئے کہا "چنڈال جوگیا نے کوئی ایسا کالا عمل کیا ہے کہ ہنس راج جوگیا کے مرتے ہی تم انیتا کی طرف مائل ہو جاؤ گے۔ چنڈال کی ٹیلی پیتھی کام نہیں آئی۔ وہ اس طرح کالے جادو کے ذریعے تمہیں اپنی بیٹی کے نام کرنا چاہتا ہے۔"

فرمان نے پیچھے ہٹ کر کہا "پھر تو میں اسے ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

جوگیا نے غصے سے کہا "تم مجھے قتل کرو گے۔ تمہیں قتل کرنا ہی ہوگا۔ ورنہ میں میں تمہاری کزن کو مار ڈالوں گا۔"

فرمان نے آگے بڑھ کر ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا "تم کتے کی طرح مار کھاتے رہو گے لیکن ہم تمہیں مرنے نہیں دیں گے۔"

وہ چیخ کر بولا "میں مروں گا۔ اپنی بہن کے لیے جان دوں گا۔ مجھے بھی ایک نئی زندگی ملے گی۔ میں ایک خوب صورت راج کمار کے روپ میں دوسرا جنم لوں گا۔ تم نہیں مارو گے تو کیا ہوا؟ میں آتما ہتیا کروں گا مگر ضرور مروں گا۔"

وہ فرمان کو دھکا دے کر کیبن کا دروازہ کھول کر تیزی سے باہر گیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "فرمان! اسے روکو۔"

وہ دونوں بھی دروازہ کھول کر باہر آئے۔ وہ دوڑتا ہوا جا رہا تھا۔ انہوں نے اس کے پیچھے دوڑ لگائی۔ اسے پکارا

"جوگیا! رک جاؤ۔ ہماری بات سنو۔ خودکشی نہ کرو۔"

فرمان نے کہا "تمہارا باپ فراڈ ہے۔ تمہاری موت کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ میں انیتا سے نہ محبت کروں گا نہ شادی کروں گا۔"

وہ اسے آوازیں دیتے ہوئے قریب پہنچ رہے تھے لیکن قریب پہنچ کر بھی اسے پکڑ نہ سکے۔ اس نے دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ ٹرین آندھی کی رفتار سے جا رہی تھی۔ باہر اس کی مختصر سی چیخ سنائی دی۔ آہنی پل کے ستونوں سے ٹکرا کر اس کے جسم کے ٹکڑے ہو گئے تھے۔

اعلیٰ بی بی نے دروازے کو بند کر دیا۔ فرمان نے پلٹ کر دیکھا۔ انیتا بھی پیچھے پیچھے دوڑتی آئی تھی پھر کچھ فاصلے پر رک گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "پاگل کے بچے نے خوامخواہ جان دے دی۔ بڑی خوش فہمی تھی کہ تم انیتا کو چاہنے لگو گے۔"

فرمان نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ وہ کبھی انیتا کو دیکھ رہا تھا اور کبھی اس سے نظریں چرا رہا تھا۔ دل کی حالت کچھ عجیب تھی۔ وہ اچانک ہی اچھی لگنے لگی تھی۔ دل چاہ رہا تھا' اسے دیکھتا رہے۔ اس کے پاس جائے۔ وہ پلٹ کر کیبن میں چلی گئی۔

فرمان نے سر جھکا لیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کیا بات ہے؟ اچانک بہت ہی سنجیدہ سے لگ رہے ہو؟"

"آں...؟ کچھ نہیں۔ میں ذرا اور تیزی سے دوڑتا تو اسے پکڑ لیتا۔ اسے مرنے نہ دیتا۔"

وہ اس کا بازو تھام کر بولی "کیبن میں چلو۔ وہ حرام موت مرنا چاہتا تھا۔ مرگیا۔ خس کم' جہاں پاک!"

انیتا کیبن میں آگئی تھی۔ اسے اپنے اندر چنڈال جوگیا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "یہ کیبن چھوڑ دو۔ آگے جس اسٹیشن پر بھی ٹرین رکے' تم اتر جاؤ۔"

"پتا جی! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں انیل شرما کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

وہ ڈانٹ کر بولا "میں جو کہہ رہا ہوں' وہی کرو۔ وہ خود ہی تمہارے پیچھے آئے گا۔"

وہ اپنا سامان سمیٹ کر ایک بیگ میں رکھنے لگی۔ اعلیٰ بی بی اور فرمان کیبن میں آئے۔ اس نے فرمان کو دیکھا۔ فرمان چور نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنا بیگ اٹھا کر بولی۔ "تمہارے کارن میرا بھیا مرگیا۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔"

وہ دروازہ کھول کر چلی گئی۔ فرمان کا دل کہہ رہا تھا کہ آگے بڑھ کر اسے روک لے مگر اندر کی ہلچل کو برداشت کر رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی سے کہتے ہوئے جھجک رہا تھا کہ اس کا دل انیتا

کی طرف مائل ہو رہا ہے۔ وہ اسے ہرجائی سمجھنے لگتی۔

اعلیٰ بی بی اپنے بیگ میں سے صابن اور تولیہ نکالتے ہوئے بولی "اچھا ہوا تم بخت چلی گئی۔ زہر لگ رہی تھی۔"

وہ ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔ دروازے کو بند کر لیا۔ وہ ٹرین میں سوار ہو کر منہ ہاتھ دھو کر فریش ہونا چاہتی تھی مگر ان بن بھائی نے اپنے معاملات میں الجھا دیا تھا۔ اب اسے فریش ہونے کا موقع مل رہا تھا۔

ٹرین کسی اسٹیشن پر رک گئی۔ وہ سمجھ رہی تھی۔ یہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہوگا۔ چنڈال جوگیا اپنی بیٹی کی خاطر فرمان کو ٹریپ کرنا چاہے گا۔ وہ آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ انہیں آئندہ بہت محتاط رہنا ہوگا۔

ٹرین پھر چل پڑی۔ وہ تولیے سے منہ ہاتھ پونچھتی ہوئی ٹائلٹ سے باہر آئی۔ فرمان کیبن میں نہیں تھا۔ اس نے سوچا' یہ کہاں چلا گیا ہے؟ وہ اسے آواز دیتی ہوئی دروازہ کھول کر کیبن سے باہر آئی۔ کوریڈور میں دائیں بائیں دیکھا۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسے حیرانی ہوئی۔ اس نے کیبن میں آ کر خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کرنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔

وہ حیران رہ گئی۔ اس نے دوسری بار خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچتے ہی کہا "فرمان! میں ہوں عالی۔ تم سانس کیوں روک رہے ہو؟ کہاں ہو تم؟"

اس نے سانس روک لی۔ خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔ اس نے چند سیکنڈ تک اس کے دماغ میں رہ کر دیکھا تھا۔ وہ پہلے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر انیتا کے روبرو کھڑا ہوا تھا۔ ٹرین نہ جانے کتنے کلومیٹر آگے نکل چکی تھی۔

وہ سمجھ گئی۔ بیٹی کا نہیں' باپ کا جادو اس کے سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ وہ گہری سانس لے کر برتھ پر بیٹھ گئی۔

○☆○

سیکرٹ سروس کے ڈی جی رگھوناتھ سہائے اور ویٹو مارکس بڑی خوش فہمی میں مبتلا تھے۔ انہیں یقین تھا کہ انہوں نے میرے بیٹے کریا کو اپنا قیدی بنا رکھا ہے۔ ایسے وقت انہیں اطلاع ملی تھی کہ رگھوناتھ سہائے کا بیٹا سومنات سہائے لاپتا ہو گیا ہے۔ وہ میرے بیٹے پر مصیبت لا رہا تھا۔ اس کے بیٹے پر بھی مصیبت آ پڑی تھی۔

ویٹو مارکس نے کہا تھا کہ وہ سومنات سہائے کی تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر معلوم کر لے گا کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے؟ ایک سپاہی رگھوناتھ کے بنگلے میں گیا تھا تاکہ اس کے بیٹے کی تصویر لے آئے۔ وہ اس تصویر کا انتظار کر رہے تھے۔

رگھوناتھ نے ویٹو مارکس سے پوچھا "کیا یہ فرہاد کی چال نہیں ہو سکتی؟"

"ہو سکتی ہے۔ وہ ہمیں بھی کمزور بنانے کے لیے ہمارے جیسی چال چل سکتا ہے؟"

"ہے بھگوان! یہ بات پہلے میرے دماغ میں کیوں نہیں آئی؟ میں اپنے بیٹے کے لیے ایسے انتظامات کرتا کہ کوئی اسے چھو بھی نہ سکتا۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔ جب تک کبریا ہماری قید میں ہے' فرہاد آپ کے بیٹے کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"میں اس پہلو سے مطمئن ہوں لیکن وہ میرے بیٹے کے بدلے اپنے بیٹے کی رہائی چاہے گا۔"

"اور ہمیں کبریا کو رہا کرنا پڑے گا۔ ہم جیتی ہوئی بازی ہار جائیں گے۔"

وہ میز پر گھونسا مارتے ہوئے بولا "شٹ۔ ہمیشہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ وہ کیسی تقدیر لے کر آیا ہے کبھی قابو میں کیوں نہیں آتا؟"

اس وقت سپاہی نے آ کر کہا "سر! میں تصویر لے آیا

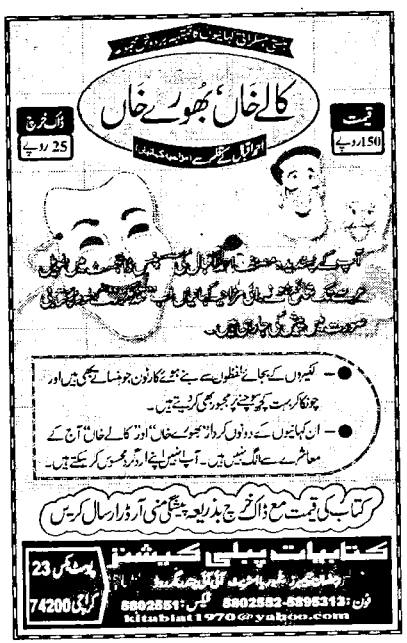

ہوں۔"

رگھوناتھ نے تصویر لے کر ویٹو مارکس کو دی۔ اس نے تصویر کو لے کر دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک تاریک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ اچانک ذہنی طور پر غافل ہوگیا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو اس تاریک بند کمرے میں دیکھ رہا ہے۔

اس نے کہا "سومنات! میں تمہارے ڈیڈی کا جاسوس ہوں۔ تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں۔ میرے سوالوں کے جواب دو۔ کیا تمہارے دماغ میں آگر کوئی بولتا ہے؟"

"تم بول رہے ہو۔ تم سے پہلے میں نے اپنے اندر کوئی آواز سنی۔"

"جب تم غافل ہوئے تو کیا اس وقت شملہ میں تھے؟ اور کیا تنہا تھے؟"

"میں دہلی میں تھا۔ اپنی ایک گرل فرینڈ سے ملنے جارہا تھا۔ اس کے گھر پہنچنے سے پہلے ہی غافل ہوگیا۔"

"تم نے کل سے اب تک کھایا پیا ہوگا۔ کوئی تمہارا کھانا وہاں پہنچاتا ہوگا؟"

"ہاں ایک شخص ایک گن مین کے ساتھ آتا ہے۔ میری ضرورت کی چیزیں مجھے دے کر دروازہ بند کرکے چلا جاتا ہے۔"

"ابھی دروازہ پیٹ کر آوازیں دو۔ کوئی آئے گا تو اس سے بات کرو پھر میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

ویٹو مارکس کو اس کے اندر ایک اجنبی کی آواز سنائی دی۔ "میں آگیا ہوں۔ مجھ سے نمٹ لو۔"

وہ بولا "تمہاری آواز جانی پہچانی نہیں ہے۔ تم کون ہو؟ ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں کون ہوں؟ ہاہاہا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب ہی میرا نام جانتے ہیں۔ تم نے بھی ایک بار نہیں بار بار سنا ہوگا۔ میں فرہاد جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے پہاڑ سے ٹکرا چکا ہوں۔"

"تم پہیلیاں بجھوا رہے ہو۔ پلیز اپنے بارے میں صاف صاف بولو۔ کیا تم راسپوٹین ہو؟"

"کیا ٹیلی پیتھی کی گھاس کھاتے رہے ہو؟ اتنا بھی نہیں جانتے راسپوٹین جہنم میں پہنچ چکا ہے۔"

"تم وقت ضائع کررہے ہو۔ اپنا نام بتاؤ پھر کام بتاؤ۔ سومنات سہائے کو اغوا کیوں کیا ہے؟"

"میرا نام ژاؤ کوم کوبرا ہے۔ بہت عرصے تک خاموش رہنے کے بعد کچھ کرنے ہندوستان آیا ہوں۔"

"اچھا تو تم کوبرا ہو۔ اس ملک میں کیوں آئے ہو؟ ہم سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"رگھوناتھ سہائے ٹاپ سیکرٹ سروس کا ڈائریکٹر جنرل ہے۔ حکومت کے اور آرمی کے ایک ایک گہرے راز کو جانتا ہے۔ جو راز ویڈیو' آڈیو اور تحریر میں بھی نہیں لائے گئے۔ وہ ایسے تمام راز جانتا ہے۔ میں اس سے بہت کچھ حاصل کروں گا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ رگھوناتھ ایسا کوئی راز نہیں جانتا ہے۔ وہ صرف ریکارڈ روم کے راز معلوم کرتا ہے۔"

"وہ تمہارا باس ہے۔ تم اس کی حمایت میں جھوٹ بول رہے ہو۔ میں اس کے دماغ میں جاکر سچ معلوم کروں گا۔"

"وہ اپنے دماغ میں کبھی کسی کو نہیں آنے دیتا۔ یہ مجھے بھی اپنے خیالات پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔"

"یہ اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے پہلے مجھے باپ بولے گا پھر مجھے اپنے اندر خوش آمدید کہے گا۔"

ویٹو مارکس اس سے ہونے والی باتیں رگھوناتھ کو بتاتا جارہا تھا۔ اس نے کہا "نہیں میں کوبرا کو اپنے اندر نہیں آنے دوں گا۔ اس سے کہو' میرے بیٹے کے لیے کوئی ایک نہیں دس مطالبات منوالے۔ میں مان لوں گا۔"

"میرے مطالبات دس نہیں ایک ہے۔ وہ بیٹے کی زندگی اور سلامتی کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھولے گا۔ میں ابھی ایک معاملے میں مصروف ہوں۔ اب دو گھنٹے بعد آؤں گا۔ اس سے کہو اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے سوچتا رہے۔"

رگھوناتھ سہائے کے ہوش اڑ رہے تھے۔ جوان بیٹے کی موت دکھائی دے رہی تھی۔ وہ کبرا کو بھول کر اپنے بیٹے کے لیے پریشان ہورہا تھا۔ وہ ہر قیمت پر اس کی سلامتی چاہتا تھا لیکن کوبرا کا مطالبہ ناقابل قبول تھا۔

کوئی اس کے دماغ میں آئے' یہ اسے منظور نہیں تھا اور اکلوتے جوان بیٹے کی موت بھی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

ایسے وقت اس کی بیوی وہاں آکر بولی "میرا بیٹا مل گیا؟ کیا نہیں ملا؟ کہاں ہے وہ؟"

رگھوناتھ نے پریشان ہوکر کہا "تم یہاں کیوں آئی ہو؟ یہ آفس ہے۔ گھر نہیں ہے۔ مجھ سے پوچھ کر آنا چاہیے تھا۔"

"چولہے میں جائے آفس۔ یہاں سیکڑوں جاسوسوں کو جمع کررکھا ہے اور ایک بیٹے کو ڈھونڈ نہیں پارہے ہیں۔"

"اس کا سراغ مل گیا ہے۔ وہ ایک دشمن کی قید میں

ہے۔ ان سے لین دین کی بات ہورہی ہے۔"

"تو پھر جلدی دے دلا کر میرے بیٹے کو کیوں نہیں لاتے؟ وہ کتنی رقم مانگ رہا ہے۔"

"وہ رقم نہیں مانگ رہا ہے۔ میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔"

وہ تعجب سے بولی "اس کا مطلب کیا ہوا؟ اتنا بڑا آدمی تمہارے دماغ میں کیسے آئے گا؟"

وہ جھنجلا کر بولا "تم جاہل ہو۔ میں ٹیلی پیتھی کی بات کررہا ہوں۔ وہ خیال خوانی کے لیے میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔"

"اچھا اب سمجھی۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تمہارے اندر کی باتیں معلوم کرے گا کہ تم کتنی عورتوں کے ساتھ منہ کالا کرتے رہتے ہو۔ تم مجھ سے تو چھپا لیتے ہو۔ اس سے نہیں چھپا سکو گے۔ اسی لیے اسے اپنے دماغ میں آنے نہیں دینا چاہتے۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "کلاونتی! میری دھرم پتنی! وہ میرے اندر آکر میرے دیس کے بہت سے اہم راز معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

"تو میں کیا کروں؟ تم دیس بھگت ہو مگر میں ایک ماں ہوں۔ اپنے بیٹے کو دیس پر قربان نہیں ہونے دوں گی۔ کیا یاد نہیں ہے' ڈاکٹروں نے صاف کہہ دیا تھا کہ آئندہ میں ماں نہیں بن سکوں گی۔ یہ ہمارا ایک ہی بیٹا ہے۔ اسے اپنے دماغ میں بلاؤ۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے' جتنا تم سمجھ رہی ہو۔ وہ میرے اندر آتے ہی مجھے اپنا غلام بنالے گا۔ مجھے اپنا کتا بنا کر رکھے گا۔ میرے گھر کی میرے ملک کی ایک ایک اہم بات معلوم کرتا رہے گا۔ ہمارے حکمرانوں کو بلیک میل کرتا رہے گا۔"

"میری بلا سے حکمرانوں کو بلیک میل کرتا رہے۔ میرے بیٹے کو واپس لانے کی بات کرو۔"

اس نے بیزاری سے بیوی کو دیکھا پھر اس کی دکھتی رگ پر انگلی رکھتے ہوئے کہا "اری بھاگ وان! جب وہ میرے اندر آئے گا تو تمہارے اندر بھی آئے گا۔ تمہاری وہ تمام باتیں معلوم کرے گا' جنہیں تم مجھ سے اور دنیا والوں سے چھپاتی ہو۔"

"ہائیں۔" وہ گھبرا کر بولی "نہیں۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں اسے اپنے اندر نہیں آنے دوں گی۔"

"تم یوگا نہیں جانتیں۔ اسے روک نہیں سکو گی۔ روکنے کا یہی طریقہ ہے کہ وہ میرے دماغ میں نہ آئے۔"

علی یار خان کی سرگزشت
فلسطین کی جنگ آزادی میں شامل
ایک پاکستانی جیاں باز کی ناقابل فراموش جدوجہد
سباھہ
جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلہ وار شائع ہونے والی ناقابل فراموش داستان
جب آنکھیں آنسو سے پوش ہوگئیں
سب خون جگر برفاب ہوا
قیمت فی حصہ -/60 روپے
ڈاک خرچ -/23 روپے
کتاب کی قیمت بذریعہ پیشگی ڈرافٹ، منی آرڈر یا کراسڈ چیک ارسال فرمائیں
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5895313-5802551 فیکس: 5802551
E-Mail: kitabiat1970@yahoo.com
راطبے کے لئے: C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی 75500

"اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہو' اس کا کوئی دوسرا مطالبہ پورا کردو اور بیٹے کو جلدی لاؤ۔"

"یہی تو میں کررہا ہوں۔ اس سے یہی کہہ رہا ہوں کہ وہ مجھ سے دس مطالبات منوالے مگر میرے اندر آنے کی بات نہ کرے۔"

"وہ راضی نہیں ہوگا تو میرے بچے کو کیسے لاؤ گے؟"

"وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دو گھنٹے بعد آئے گا۔ میں اسے راضی کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"یہی تو پوچھ رہی ہوں' وہ راضی نہیں ہوگا تو کیا کرو گے؟ بیٹے کو کیسے لاؤ گے؟"

"میں کیا بتاؤں کیسے لاؤں گا؟ سوچ سوچ کر الجھ رہا ہوں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

وہ ہاتھ نچا کر بولی "سمجھنے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟ تمہیں ایک ہی بات کو سمجھنا ہے کہ ہمارا بیٹا ابھی واپس آئے گا۔ میں یہاں بیٹھی رہوں گی۔ وہ دو گھنٹے بعد آئے گا۔ میرے سامنے اس سے بیٹے کو یہاں لانے کی بات کرو۔ میں یہاں سے نہیں ہلوں گی۔"

وہ مشکل میں پڑگیا۔ اپنے دماغ کے دروازے کھولنا نہیں چاہتا تھا لیکن زبردست شکنجے میں آگیا تھا۔ اپنے ایک ہی بیٹے کی خاطر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے آگے جھکنے کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ وہ غلام بننے والا تھا۔

یہ مشکلات میں نے پیدا کی تھیں اور ایک خاموش تماشائی کی طرح ایک باپ کی تڑپ اور بے چینی اپنے بیٹے کے لیے دیکھ رہا تھا۔ انسان بہت ہی بے حس اور خود غرض ہوتا ہے۔ اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو صرف اپنی ہی اولاد کا درد سمجھتے ہیں اور دوسروں کی اولاد پر قیامت بھی گزر جائے تو بے حسی سے تماشا دیکھتے ہیں۔ بلکہ خود ان پر قیامت ڈھاتے رہتے ہیں۔

میں نے اس کے ہی ایک جاسوس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ میں یہ نقش کیا تھا کہ وہ رگھوناتھ سہائے کا بیٹا سومنات سہائے ہے۔ سومنات کی آواز اور لہجہ بھی اس کے دماغ میں نقش تھا۔ ویڈمارکس اس کی تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر پہلے صحیح سومنات کے اندر پہنچا تھا لیکن اس سومنات کو کبریا بنایا گیا تھا۔ اس کا لب ولہجہ کبریا کا تھا۔ لہٰذا میں نے ویڈمارکس کو خیال خوانی کے ذریعے سومنات کا لب ولہجہ سنایا تو وہ ڈمی سومنات کے اندر پہنچ گیا۔

میں یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میری طرف سے یہ تماشے ہورہے ہیں۔ اس لیے میں ایک فرضی ژاؤکوم کوبرا کو پیش کررہا تھا۔ رگھوناتھ کو دو گھنٹے تک سوچنے سمجھنے کی مہلت دے کر اسے ذہنی انتشار میں مبتلا کررہا تھا۔

ویڈمارکس نے ڈمی کبریا پر تنویمی عمل کرکے اسے سلا دیا تھا۔ وہ کبریا نیند سے بیدار ہوگیا تھا۔ رگھوناتھ اور ویڈمارکس اس کمرے میں آئے۔ وہ بستر پر بیٹھا سوچ رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر بولا "میرے پاپا میرے اندر بول رہے ہیں۔ وہ تم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ میرے اندر رہ کر باتیں کریں گے؟ یا تم پاپا کے دماغ میں جانا چاہو گے؟"

رگھوناتھ نے کہا "ہم ایک فون نمبر بتارہے ہیں۔ اس فون پر ہماری باتیں ہوں گی۔"

اس نے فون نمبر بتایا۔ میں نے ایک موبائل فون پر وہ نمبر پنچ کیے۔ اس خفیہ بنگلے کے تہ خانے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ رگھوناتھ نے اس فون کا ایک بٹن دبا کر "ہیلو" کہا پھر دوسرے بٹن کو دبا کر اس کے وائڈ اسپیکر کو آن کیا۔ تاکہ ویڈمارکس بھی ہماری باتیں سنتا رہے۔ میں نے کہا "ہیلو۔ میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

رگھوناتھ نے کہا "ہم امن و امان اور شانتی چاہتے ہیں۔ تم ہمارے دیس سے چلے جاؤ۔"

"ٹھیک ہے' چلا جاؤں گا مگر تنہا نہیں' اپنے بیٹے کو ساتھ لے جاؤں گا۔"

"تمہارا بیٹا امن و امان کی ضمانت بن کر ہمارے پاس رہے گا۔ اسے رہائی ملے گی تو تم کبھی یہاں سے نہیں جاؤ گے۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں اپنے لختِ جگر کو یہاں چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ کیا دن کے وقت بھی پیتے ہو؟"

"میں کبھی کوئی نشہ نہیں کرتا۔ تم اپنے بیٹے کو زندہ سلامت رکھنا چاہتے ہو تو اگلی کسی بھی فلائٹ سے چلے جاؤ۔"

"مجھ سے کوئی سمجھوتا کرو۔ کبریا کی رہائی کے بدلے بڑے سے بڑے مطالبات منوالو۔"

"ہمارا صرف ایک ہی مطالبہ ہے۔ تم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ چلے جاؤ۔"

"رگھوناتھ! ضد نہ کرو۔ تم پر بھی کوئی مصیبت آسکتی ہے۔ میں مصیبت کے وقت تمہارے کام آسکتا ہوں۔"

وہ انکار کررہا تھا۔ ویڈمارکس نے میری مرضی کے مطابق کہا "انکار نہ کرو۔"

پھر اس نے رگھوناتھ کے کان میں کہا "یہ بہت زبردست ہے۔ ژاؤکوم کوبرا سے تمہارے بیٹے کو چھین کر لاسکتا ہے۔"

رگھوناتھ سوچ میں پڑگیا پھر ویڈمارکس کے کان میں بولا۔

"فرہاد کو بتانا ہوگا کہ میرا بیٹا کوبرا کی قید میں ہے۔ اس طرح فرہاد کو میری ایک کمزوری معلوم ہوجائے گی۔ ہوسکتا ہے وہ میرے بیٹے کو کوبرا سے چھین کر اپنا قیدی بنالے۔"

"فرہاد اسے قیدی بنا کر اپنے بیٹے کے بدلے اسے رہا کرے گا۔ وہ کوبرا کی طرح تمہارے اندر آنے کی ضد نہیں کرے گا۔"

"بے شک! اس فکر اور پریشانی سے نجات مل جائے گی۔ کوبرا مجھے اپنا غلام نہیں بنا سکے گا۔"

اس نے فون پر کہا "ہیلو مسٹر فرہاد! تم میرے ایک کام آکر اپنے بیٹے کو حاصل کرسکتے ہو۔"

"میں بیٹے کی رہائی کے لیے تمہارا ایک نہیں' دس کام کروں گا' بولو کیا کام ہے؟"

"کیا تم ژاؤکوم کوبرا کو گرفتار کرکے میرے حوالے کرسکتے ہو؟"

میں نے پوچھا "کیا کوبرا تمہیں کسی معاملے میں پریشان کررہا ہے؟"

"کوبرا سے میری ذاتی دشمنی ہے۔ تم اس سلسلے میں کوئی سوال نہ کرو۔ میرے سوال کا جواب دو۔"

"مسٹر! تم عقل سے پیدل ہو۔ جب میں کوبرا کو گرفتار کروں گا تو پھر اس کے اندر گھس کر بہت کچھ معلوم کرلوں گا۔ ڈاکٹر سے بیماری نہیں چھپتی۔ اس لیے مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ مجھے تمہارے حالات معلوم ہوں گے تو ان کی روشنی میں صحیح قدم اٹھاؤں گا۔"

رگھوناتھ نے سوالیہ نظروں سے ویڈمارکس کو دیکھا۔ وہ بولا "یہ درست ہے۔ فرہاد تم سے نہ سہی کوبرا سے معلوم کرلے گا۔"

وہ فون پر بولا "میں تمہیں بتانا تو نہیں چاہتا تھا مگر بہت مجبور ہوگیا ہوں۔ میرا بیٹا کوبرا کی قید میں ہے۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا پھر کہا "اچھا تو یہ بات ہے۔ تم نے مجھے پھنسایا ہے اور کوبرا نے تمہیں پھنسا رکھا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ ہم دونوں کے حالات ایک جیسے ہیں۔ دونوں کے بیٹے قیدی بنے ہوئے ہیں۔"

"ہوں۔ مجھے معلوم کرنے میں دیر نہیں لگے گی کہ تمہارے بیٹے کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ میں کوبرا کا ٹھکانا جانتا ہوں۔"

"پھر تو تم ابھی اسے ٹریپ کرسکتے ہو۔ تم جتنی جلدی میرے بیٹے کو یہاں پہنچاؤ گے اتنی ہی جلدی کبریا تمہیں ملے گا۔"

"میں کوبرا کو ٹریپ کرسکتا ہوں لیکن جلدی میں کام بگڑ سکتا ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد فون کروں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کردیا۔ موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ رگھوناتھ کی بیوی اس خفیہ بنگلے کے ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس بنگلے میں کوئی تہ خانہ بھی ہے۔ وہ فون پر بولی "تم مجھے یہاں بٹھا کر کہاں چلے گئے ہو؟"

وہ ناگواری سے بولا "میں کہیں کرکٹ کھیلنے نہیں گیا ہوں۔ تمہارے بیٹے کی رہائی کے لیے بھاگ دوڑ میں لگا ہوں۔"

"تم نے کہا تھا' وہ دو گھنٹے بعد تم سے باتیں کرنے والا ہے۔ یہ دو گھنٹے کب پورے ہوں گے؟"

"تھوڑی دیر میں اس سے رابطہ ہوجائے گا۔ تم آرام سے بیٹھو۔ میں ایک گھنٹے کے اندر تمہارے پاس آنے والا ہوں۔"

وہ فون بند کرکے گہری سانس لیتے ہوئے بولا "جن شوہروں نے تہ خانے نہیں بنائے ہیں پتا نہیں' وہ اپنی بیویوں سے کیسے چھپتے ہوں گے؟ وہ مجھے ڈھونڈ تو نہیں سکے گی مگر فون کے ذریعے پریشان کرتی رہے گی۔ یہ فون ایجاد نہ ہوا ہوتا تو اچھا ہوتا۔"

ویڈمارکس نے کہا "میں ابھی تمہارے بیٹے کے دماغ میں گیا تھا۔ کوبرا بہت غصے میں ہے۔ کہہ رہا تھا کہ ہم نے فرہاد کو اس کے پیچھے لگا دیا ہے۔ وہ کوبرا سے تمہارے بیٹے کو مانگ رہا ہے۔ تمہارے بیٹے کی بہت بڑی قیمت دینا چاہتا ہے۔ کوبرا نے انکار کیا ہے۔ ہم سے کہہ رہا ہے۔ فرہاد کو اس سے دور رکھا جائے۔ ورنہ وہ تمہارے بیٹے کو مار ڈالے گا۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "یہ تو نیا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ فرہاد کی مداخلت کے باعث وہ میرے بیٹے کو مار ڈالے گا۔ یہ کیا ہورہا ہے۔ ہم معاملے کو جتنا سلجھانا چاہتے ہیں' اتنا ہی یہ الجھتا جارہا ہے۔ میں فرہاد کے بیٹے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ویڈمارکس نے کہا "ہمارے لیے فرہاد سے زیادہ کوبرا اہم ہے۔ سومنات اس کے شکنجے میں ہے۔ کوبرا کے دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے اسے یقین دلانا ہوگا کہ فرہاد اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ کیونکہ اس کا بیٹا ہماری قید میں ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ میں نے کہا "میں ہوں فرہاد۔"

وہ غصے سے چیخ کر بولا "میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔

تم کوبرا کے لیے خطرہ بن رہے ہو اور وہ میرے بیٹے کے لیے موت بن جانا چاہتا ہے۔ یہ موت بھولو کہ میں کسی وقت بھی تمہارے بیٹے کے لیے موت بن سکتا ہوں۔"

میں نے کہا "غصہ نہ دکھاؤ۔ تمہارے بیٹے کو کچھ نہیں ہوگا۔ میں کوبرا کی قید سے اسے نکال لاؤں گا۔"

"بکواس مت کرو۔ تم میرے بیٹے کو اس سے چھیننا چاہو گے تو وہ اسے مار ڈالے گا۔ تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔ میں اپنا یہ ذاتی معاملہ تمہارے سامنے پیش کر کے پچھتا رہا ہوں۔ تم اپنے بیٹے کی سلامتی چاہتے ہو تو میرے معاملے میں نہ پڑو۔"

وہ فون بند کر کے ویٹو مارکس سے بولا "کوبرا سے رابطہ کرو۔ اسے یقین دلاؤ کہ فرہاد کی بہت بڑی کمزوری ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ فرہاد اسے نقصان پہنچانا چاہے گا تو ہم اس کے بیٹے کو موت کی طرف لے جائیں گے۔ اس لیے کوبرا ہمارے بیٹے کو نقصان نہ پہنچائے۔"

ویٹو مارکس نے کوبرا سے رابطہ کیا۔ دوسرے لفظوں میں مجھے ہی مخاطب کیا۔ میں نے کہا "ہاں میں کوبرا بول رہا ہوں۔"

وہ بولا "میں یقین دلاتا ہوں کہ فرہاد تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"فرہاد آسمان سے گرنے والی بجلی ہے۔ اس بجلی کو مجھ پر گرنے سے کیسے روک سکو گے؟"

وہ بولا "اس کی ایک بہت بڑی کمزوری' اس کا بیٹا کبریا ہمارے شکنجے میں ہے۔ اس وقت ہمارا قیدی ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا کہہ رہے ہو؟ کبریا تمہاری قید میں ہے۔ میں کیسے یقین کروں؟"

"فرہاد سے جا کر پوچھو۔ وہ انکار کرے گا تو میں اس کے قیدی بیٹے سے تمہاری بات کراؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ تم دس منٹ کے بعد مجھ سے رابطہ کرو۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ رگھوناتھ سے بولا "دس منٹ بعد اس سے باتیں ہوں گی۔ وہ فرہاد کے بیٹے میں ضرور دلچسپی لے گا۔ اسے کمزور بنانے کے لیے ہم سے کبریا کا مطالبہ کرے گا۔ مجھے بتاؤ کیا کبریا کے بدلے سومنات کو حاصل کیا جائے؟"

"بے شک! ہماری شرط ہوگی کہ وہ میرے دماغ میں آنے کا مطالبہ نہ کرے۔ تب اسے کبریا ملے گا۔"

"دس منٹ کے بعد اس نے رابطہ کیا۔ میں نے کہا۔ "تمہاری بات سچ ہے۔ وہ کبریا کی رہائی کے لیے پریشان ہے۔"

"اب تمہیں مطمئن ہو جانا چاہیے۔ وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ہم کبریا کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دیں گے۔"

"کبریا میرے شکنجے میں ہوگا۔ تب وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ کیا سومنات سے اس کا تبادلہ کرو گے؟"

"تم ہمارے دل کی بات کہہ رہے ہو لیکن تمہیں اپنے پہلے مطالبے سے باز آنا ہوگا۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں رگھوناتھ کے دماغ میں پہنچنے کا مطالبہ نہیں کروں گا۔ تم ابھی کبریا کو میرے حوالے کرو۔"

"تم سومنات کو کہاں پہنچا رہے ہو۔"

"لال قلعہ سے آگے چٹھا چوک ہے۔ وہاں نوبت خانہ کے کھلے گارڈن میں ٹھیک ایک گھنٹے بعد میرا ایک آلہ کار سومنات کو لے کر آئے گا۔ میرا آلہ کار مسلح نہیں ہوگا۔ تمہارے آدمیوں کو بھی نہتا ہونا چاہیے۔ کسی قسم کا دھوکا نہ ہو۔"

"ہمیں سومنات کی زندگی عزیز ہے۔ نہ ہم دھوکا دیں گے اور نہ دھوکا کھائیں گے ہم ایک گھنٹے میں پہنچ رہے ہیں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ویٹو مارکس نے رگھوناتھ کو تمام باتیں بتائیں۔ اس نے اپنے سراغ رسانوں کو فون پر حکم دیا کہ وہ سب فوراً ہی نوبت خانہ کے وسیع و عریض باغ میں پہنچ جائیں۔ سادے لباس میں رہیں۔ ہتھیار لباس میں چھپا کر رکھیں۔ سیکرٹ سروس کی ایک گاڑی میں ایک قیدی وہاں لایا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ صرف ایک شخص ہوگا۔ دوسری گاڑی میں ایک اور قیدی آئے گا۔ اس قیدی سے قیدی کا تبادلہ ہوگا۔ جب تک دھوکا نہ ہو' گولیاں نہ چلائی جائیں۔

تمام انتظامات کرنے کے بعد ڈی کبریا کو تہ خانے سے باہر لایا گیا۔ رگھوناتھ کی بیوی نے پوچھا "تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔ میرا بیٹا کہاں ہے؟ کیا تم مجھے جھوٹ موٹ کے دلاسے دے رہے ہو؟ میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ بولا "تم نے ناک میں دم کر دیا ہے۔ تم کیا جانو کہ کتنی ہیرا پھیری کے بعد اپنے بیٹے کو حاصل کر رہا ہوں۔ ابھی میرے ساتھ چلو۔ ہمارا بیٹا ہمیں مل جائے گا لیکن وہاں پہنچ کر بیٹے کو دیکھ کر بے قابو نہ ہو جانا۔ بھگوان کے لیے میرے قابو میں رہنا۔"

ایک جاسوس کبریا کو ایک کار میں بٹھا کر لے گیا۔ وہ

جاسوس نہتا تھا لیکن آگے پیچھے رہنے والے جاسوس مسلح تھے۔ رگھوناتھ سائے اپنی بیوی کے ساتھ دوسری کار میں بیٹھ گیا۔ ویٹو مارکس اسی خفیہ بنگلے میں تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے تمام معاملات کو کنٹرول کرنے والا تھا۔

میں بھی خیال خوانی کے ذریعے ان کی کمینگی دیکھ رہا تھا۔ یہ غور کرنے کا مقام تھا کہ اگر میرا بیٹا واقعی ان کی قید میں ہوتا تو وہ مجھے کسی قدر مجبور اور بے بس بنا چکے ہوتے۔ انہیں اس بات کی پروا نہیں تھی کہ کوبرا میرے بیٹے کے ساتھ کتنا برا سلوک کرے گا۔ ایسے میں مجھے بھی خود غرض بننا چاہیے۔ یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ رگھوناتھ کے بیٹے کے ساتھ جو سلوک ہوگا' وہ جائز ہے یا ناجائز؟"

میں نے وہی کیا' جو ظالم دشمن کو عبرت ناک سبق سکھانے کے لیے ضروری تھا۔ وہ جاسوس کبریا کو لے کر اس گارڈن میں پہنچ گیا۔ وہاں عورتیں' مرد' بچے اور بوڑھے اچھی خاصی تعداد میں تھے۔ سومنات سائے کسی آلہ کار کے ساتھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ لوگوں کی بھیڑ میں پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ کسی آلہ کار کے ساتھ نہیں تھا۔ ڈی کبریا اس جاسوس کے ساتھ کار سے نکل کر باہر آ گیا تھا۔ ایسے ہی وقت میں ڈی سومنات نے آگ لباس سے ریوالور نکال کر دو فائر کیے۔ دو گولیاں ڈی کبریا کے دونوں گھٹنوں کو توڑتی ہوئی گزر گئیں۔

فائرنگ سے بھگدڑ مچ گئی۔ عورتیں' بچے سب ہی چیختے ہوئے دور بھاگنے لگے۔ سیکرٹ سروس کے سراغ رسانوں نے اس ڈی سومنات کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ رگھوناتھ دوڑتا ہوا وہاں آیا۔ ڈی سومنات مر چکا تھا لیکن ڈی کبریا کی زبان سے میں بول رہا تھا۔ میں نے رگھوناتھ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "پتا جی! میں آپ کا بیٹا سومنات ہوں۔ آپ اب تک دھوکا کھا رہے تھے۔ مجھے کبریا بنا کر آپ کے پاس بھیجا گیا ہے۔"

رگھوناتھ بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پوچھ رہا تھا "میں کیسے یقین کروں کہ تم میرے بیٹے ہو؟"

"پتا جی! میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری نہیں کی گئی ہے۔ آپ کا جو سرجری کرنے والا مجھے چیک کر رہا تھا' اس کے دماغ میں فرہاد گھسا ہوا تھا۔ اس نے فرہاد کی مرضی کے مطابق غلط رپورٹ دی تھی۔ میرے چہرے پر عارضی میک اَپ ہے۔"

رگھوناتھ نے اس کا میک اپ صاف کرنے کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ چہرہ دھلنے لگا۔ اس کے پیچھے اس کے اپنے بیٹے سومنات کی صورت دکھائی دینے لگی۔ ماں اسے دیکھتے ہی چیخیں مارتی ہوئی روتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی۔ اس کے دونوں گھٹنوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ اسے فوراً ہی اسٹریچر پر ڈال کر اسپتال کی طرف لے جایا گیا۔ ماں باپ بھی ساتھ تھے۔ باپ کا دماغ چکرا رہا تھا۔ بیٹا دونوں پیروں سے اپاہج ہو کر زندگی گزارنے والا تھا۔ ایک تو یہ صدمہ تھا۔ دوسرا اس بات کا غصہ تھا کہ ویٹو مارکس خیال خوانی کرنے اور سومنات کے دماغ کو اچھی طرح پڑھنے کے باوجود کیسے دھوکا کھا گیا؟

یہ مکافاتِ عمل تھا لیکن وہ سمجھ نہیں سکتے تھے کہ یہ سزا کیسے مل رہی ہے۔ آئندہ میں انہیں سمجھانے والا تھا۔

○☆○

سینڈی گرے کے ہوش اڑ گئے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کوئی انسان کا بچہ ہے یا کوئی بلا ہے' کوئی آسیب ہے یا کوئی شیطان ہے جو انسانی بچے کے روپ میں اس کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ پہلے وہ عدنان کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ اسے اپنے قابو میں کر کے اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا مگر اب اس کے برعکس ہو رہا تھا۔ عدنان اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔

پہلے تو عدنان کے دور ہی دور رہنے سے اسے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا تھا پھر وہ یہ دیکھ کر حیران اور پریشان ہوا کہ وہ بچہ اس کے کیسینو کی اوپری منزل کے آفس میں پہنچ گیا تھا۔ سینڈی دیکھ چکا تھا کہ اس کے روبرو جانے والوں کی شامت آ جاتی ہے۔ وہ اپنا آفس چھوڑ کر بھاگ گیا۔ وہ بچہ بنجامن اور اس کی بیوی کے ساتھ آفس میں آ کر اس کے لاکھوں ڈالرز سیف سے نکال کر لے گیا تھا۔ سینڈی ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا تھا۔

اس نے اتنا سمجھ لیا تھا کہ اس بچے کو درونِ خانہ راز کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ اس بار بھی یہی ہوا تھا۔ سونیا نے اس سے کہا تھا "جہاں تم جاؤ گے' وہاں میں جاؤں گی۔ جہاں میں جاؤں گی' وہاں تم جاؤ گے۔"

اس نے کہا "میں واشنگٹن اسکوائر کی ففتھ اسٹریٹ میں جاؤں گا۔ وہاں بنگلہ نمبر فائیو۔ بی میں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس کے روبرو جاؤں گا۔"

یہ سنتے ہی سینڈی گرے اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ کیونکہ وہی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اس بنگلے میں کوئی دوسرا نہیں تھا۔ اس غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے بچے نے پھر ایک بار

معلوم کیا تھا کہ وہ کہاں چھپا ہوا خیال خوانی کر رہا ہے۔

وہ اپنا بیگ اٹھا کر دوڑتا ہوا بنگلے سے باہر آگیا۔ وہ اس سے جتنی دور جاسکتا تھا۔ چلا جانا چاہتا تھا۔ ملک سے باہر جانے کے لیے پاسپورٹ تھا لیکن ویزا حاصل کرنے میں کچھ وقت لگ سکتا تھا اور ایک منٹ بھی اس شہر میں رہنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے ایک فلائٹ میں سیٹ مل گئی۔ وہ جہاز برازیل کے مغربی ساحل چلی کی طرف جارہا تھا۔

اس نے جہاز میں سوار ہو کر اپنی سیٹ پر بیٹھ کر اطمینان کی سانس لی۔ عدنان کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو پتا چلا پھر اس کے اندر مختلف سوچ کی لہریں گڈمڈ ہو رہی ہیں۔ وہ اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا۔ جہاز رن وے پر دوڑتے ہوئے پرواز کرنے لگا۔ اسے نیویارک سے دور اس بچے سے دور لے جانے لگا۔

پوری دنیا میں یوں تو اسلحہ سپلائی کرنے والی بے شمار تنظیمیں تھیں، جو مختلف ممالک کے حکمرانوں اور دہشت گرد تنظیموں کو معقول رقم لے کر اسلحہ پہنچاتی تھیں۔ ان میں "دی ٹیرر سپلائرز" کی تنظیم کی شہرت زیادہ تھی۔ ایف بی آئی، انٹرپول اور کئی معروف سراغ رسانی کے ادارے "دی ٹیرر سپلائرز" کے سربراہوں تک پہنچنے میں ناکام رہتے تھے۔ کیونکہ اس تنظیم کے تین سربراہ تھے اور تینوں ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ اپنی طرف آنے والے بڑے بڑے خطرناک دشمنوں اور سراغ رسانوں کا رخ موڑ دیتے تھے یا انہیں ہلاک کر دیتے تھے۔

پہلی بار ایسا ہو رہا تھا کہ دی ٹیرر سپلائرز کا ایک سربراہ سینڈی گرے ایک بچے کو ٹیلی پیتھی کی چٹکی میں مسلنا چاہتا تھا اور ناکام ہو رہا تھا۔ اس کے دو ساتھی سربراہوں میں ایک کا نام جیک کیلر تھا۔ وہ پورے یورپ میں اسلحہ سپلائی کرتا تھا۔ دوسرے سربراہ کا نام مہا دھالی تھا۔ پورے ایشیا میں اسلحہ سپلائی کرنے کے سلسلے میں اسے برتری حاصل تھی۔

سینڈی گرے نے ان دونوں کو اپنے دماغ میں بلا کر کہا۔ "میں پچھلے ایک ماہ سے بہت پریشان ہوں۔ ایک بچہ کئی بار مجھے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا چکا ہے۔ تمہیں یقین نہیں آئے گا۔ وہ بچہ ناقابل گرفت اور ناقابل شکست ہے۔"

وہ عدنان کے متعلق پوری تفصیل سے بتانے لگا۔ اس کی باتیں سننے کے بعد جیک کیلر نے کہا "یقین نہیں آتا کہ ایک چار پانچ برس کا بچہ تمہیں تگنی کا ناچ نچا رہا ہے۔ کیا تم ہمیں اس کے دماغ میں پہنچا سکتے ہو؟"

"میں نے ابھی کہا ہے۔ اس کے دماغ میں کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہوتے رہتے ہیں۔ جب کبھی اس کا ذہن کسی ایک سوچ کی لہر پر مرکوز ہوتا ہے۔ تب اس کے خیالات پڑھے جاسکتے ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

"کیا ابھی ہم اس کے اندر نہیں جاسکیں گے؟ تم کوشش تو کرو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ عدنان کے دماغ میں پہنچا۔ دماغ نارمل تھا۔ کئی طرح کے خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے تھے۔ اس کا ایک خیال بتا رہا تھا کہ وہ اپنی دادی جان سونیا کے ساتھ ایک ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہے۔ سینڈی نے اپنے ساتھیوں سے کہا "میں اسے نیویارک میں چھوڑ کر آیا تھا۔ اب یہ پتا نہیں کس طیارے میں سفر کر رہا ہے۔"

مہا دھالی نے کہا "یہ کھڑکی کے باہر بادلوں کو دیکھ رہا ہے۔ پریوں کے بارے میں سوچ رہا ہے، میں اس کے اندر سوال پیدا کر رہا ہوں کہ یہ کہاں جا رہا ہے؟ لیکن اس کا دماغ میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا ہے۔ یہ تو واقعی غیر معمولی دماغ ہے۔"

سینڈی نے کہا "یہ بچوں کی طرح کھیل تماشے کی باتیں سوچتا رہتا ہے لیکن ایسے کام کر جاتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔"

اچانک جہاز کو ایک جھٹکا سا لگا پھر وہ معمول کے مطابق پرواز کرنے لگا۔ جیک کیلر نے حیرانی سے کہا "سینڈی! تم نے دیکھا؟ وہ بچہ جس طیارے میں ہے، اسے بھی ایسا ہی جھٹکا لگا تھا۔ کیا وہ تمہارے اسی جہاز میں ہے؟"

سینڈی ایک دم سے گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ دائیں بائیں سر گھما کر آگے پیچھے کی سیٹوں کی طرف دیکھنے لگا۔ کچھ سیٹیں پیچھے کی طرف جھکی ہوئی تھیں۔ مسافر نیم دراز ہو کر سو رہے تھے۔ وہ دور سے نظر نہیں آرہے تھے۔ سینڈی اگلی قطاروں کی طرف جا کر دیکھنے لگا۔ سونیا اور عدنان نظر نہیں آئے پھر وہ پچھلی سیٹوں کی طرف جاتے جاتے ٹھٹک گیا۔ دادی اور پوتا دونوں ہی اپنی اپنی سیٹ پر نیم دراز تھے۔ عدنان کی آنکھیں بند تھیں۔ سینڈی کے دل میں آیا کہ آگے بڑھ کر اس کی گردن دبوچ لے لیکن وہ سوچ کر رہ گیا۔ سونیا ایک محافظ کی طرح جاگ رہی تھی۔ وہ مایوس ہو کر اپنی سیٹ پر واپس آکر بیٹھ گیا۔

اس کا دل بری طرح گھبرا رہا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا "یہ بچہ ملک الموت کی طرح پیچھے پڑ گیا ہے۔ میں

کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ یہ اس طیارے میں بھی چلا آئے گا۔ اس کا اطمینان دیکھو، میرا پیچھا بھی کر رہا ہے اور آرام سے سو بھی رہا ہے۔"

مہا دھالی نے کہا "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ کیا تمہارے پاس اعصابی کمزوری کی دوا ہے؟"

"ہاں۔ میں احتیاطاً ایسی چیزیں ساتھ رکھتا ہوں۔"

"پھر تو آسانی سے انہیں ٹریپ کر سکتے ہو۔ ائر ہوسٹس کو آلہ کار بناؤ اور ان کے کھانے پینے کی کسی بھی چیز میں دوا ملا دو۔"

اس طیارے میں دو ائر ہوسٹس تھیں۔ وہ دونوں کے اندر پہنچ گیا۔ وہ پچھلی قطار سے مسافروں کے سامنے لنچ کی ٹرے رکھتی آرہی تھیں۔ اس نے ایک ائر ہوسٹس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنے پاس بلایا پھر اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی شیشی رکھ دی۔ وہ اس شیشی کو اپنے گریبان میں رکھتی ہوئی چلی گئی۔

جب لنچ کی ٹرالی اس قطار کے پاس آئی، جہاں سونیا اور عدنان بیٹھے ہوئے تھے تو اس ائر ہوسٹس نے ایک ٹرے کے کھانے میں دوا کے تین چار قطرے ٹپکا دیے۔ شیشی کو پھر گریبان میں رکھ لیا پھر اس ٹرے کو سونیا کی طرف بڑھایا۔

سونیا ہاتھ بڑھا کر اسے لینا چاہتی تھی۔ عدنان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ سونیا نے پوچھا "کیا بات ہے بیٹے؟"

وہ بولا "یہ کھانا اچھا نہیں ہے۔ آپ دوسری ٹرے لیں۔"

ائر ہوسٹس نے کہا "تمام ٹرے کے کھانے ایک ہی جیسے ہیں۔ اس ٹرے کے کھانے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔"

"مجھے یہ ٹرے پسند نہیں ہے۔ گرینڈ مما! آپ دوسری ٹرے کیوں نہیں لے لیتیں۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "بھئی میرا پوتا انکار کر رہا ہے۔ تم دوسری ٹرے دے دو۔"

ائر ہوسٹس نے مجبور ہو کر وہ ٹرے ایک طرف رکھ دی۔ دوسری ٹرے اٹھا کر سونیا کو دی پھر ایک اور ٹرے عدنان کے آگے رکھ کر دوسرے مسافروں کی طرف چلی گئی۔

سینڈی نے جھنجلا کر اپنے ساتھیوں سے کہا "دیکھ رہے ہو اس شیطان کے بچے کو! اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ کھانے میں گڑبڑ ہے؟"

جیک کیلر نے کہا "اس بچے کے دماغ میں ایسا کوئی خیال نہیں ہے کہ تم یہاں بیٹھے ان کے خلاف سازش کر رہے ہو۔ بس اس کے دماغ میں یہ بات پیدا ہوئی کہ سونیا کو اس ٹرے کا کھانا نہیں کھانا چاہیے۔"

مہا دھالی نے کہا "یہ تعجب کی بات ہے کہ اس کے اندر اچانک یہ خیال کیسے پیدا ہوا؟ یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس کے اندر سے یہ ہدایت حاصل ہوئی تھی اور یہ اپنے اندر سے ملنے والی ہدایات پر عمل کرتا رہتا ہے۔"

سینڈی نے کہا "اس کے ساتھ جو بھی ہوتا ہے۔ جو بھی کرتا ہے۔ یہ میرے خلاف کیوں کرتا ہے؟"

"تم نے ابتدا میں اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کو اچھی طرح نہیں سمجھا۔ اسے ٹریپ کرنا اور ہلاک کرنا چاہا۔ اب یہ انتقاماً تمہارے پیچھے پڑ گیا ہے۔ تم کہاں تک بھاگتے رہو گے؟ جہاں جاؤ گے، یہ وہاں پہنچ جائے گا۔"

عدنان کے آگے کھانے کی ٹرے رکھی ہوئی تھی۔ وہ دونوں ائر ہوسٹسز کو دیکھ رہا تھا۔ وہ مسافروں کو کھانے کی ٹرے پیش کرتی ہوئی آگے جا رہی تھیں پھر وہ سینڈی گرے کے پاس رک گئیں۔ ایک ائر ہوسٹس نے سینڈی کو مسکرا کر دیکھا پھر اس کی طرف ایک ٹرے بڑھائی۔ سینڈی نے اسے لیتے ہوئے "تھینک یو" کہا پھر کھانا شروع کیا۔ تب عدنان اپنی ٹرے کی طرف متوجہ ہو کر کھانے لگا۔ سونیا نے کہا "میں بڑی دیر سے دیکھ رہی ہوں، تم کھانا بھول کر ان ائر ہوسٹسز کو دیکھ رہے تھے۔ کوئی خاص بات ہے کیا؟"

"میں نہیں جانتا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ اس کھانا دینے والی کو دیکھتا رہوں۔ اب کھانے کو جی چاہ رہا ہے۔"

وہ کھانے میں مصروف ہو گیا۔ سینڈی گرے بھی کھا رہا تھا۔ جیک کیلر کہہ رہا تھا "کچھ ایسا کیا جائے کہ یہ بچہ تمہارا پیچھا چھوڑ دے۔ تم کسی کو آلہ کار بنا کر اسے ہلاک کر سکتے ہو۔"

"یہ کیوں بھولتے ہو کہ اس کے ساتھ سونیا ہے۔ میں ابھی بتا چکا ہوں کہ سونیا نے بھی مجھے لاکھوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا ہے۔ میرے بہترین فائٹروں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ میں کئی بار آلہ کاروں کے ذریعے اس پر حملے کرا چکا ہوں۔ ہر بار مجھے ناکامی ہوئی ہے۔ تم دونوں یہاں سے ہزاروں میل دور ہو۔ تم وہاں سے اپنے آلہ کاروں کو آزماؤ۔"

وہ کھاتے کھاتے رک گیا۔ چند ساعتوں کے لیے اس کا سر چکرا گیا تھا۔ مہا دھالی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ دونوں سینڈی کے اندر رہ کر سمجھ رہے تھے کہ وہ آہستہ آہستہ کمزوری محسوس کر رہا ہے۔ اس نے کھانا چھوڑ

دیا۔ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہنے لگا "یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ اس کھانے میں۔"

وہ بولتے بولتے رک گیا پھر ایک دم سے گھبرا کر بولا "وہ کھانا میرے پاس واپس آیا ہے۔ یہ وہی ہے' جس میں دوا ملائی گئی تھی۔ جیک! مہادھابی! اس شیطان کے بچے کو پکڑلو۔ اسے مار ڈالو۔ نہیں تو وہ مجھے مار ڈالے گا۔"

وہ آگے نہ بول سکا۔ انتہائی کمزوری کے باعث بولنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ اس نے کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ ایک اسٹیوارڈ نے آکر پوچھا "یس۔؟" جیک کیلر اور مہادھابی نے اپنی خیال خوانی کی توانائی اس میں پیدا کی۔ اس کی زبان سے کہا "ڈاکٹر۔ مجھے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔"

اسٹیوارڈ نے فوراً ہی مائیک کے پاس آکر کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اٹینشن پلیز' یہاں ایک مسافر اچانک ہی بیمار ہوگیا ہے۔ آپ میں سے کوئی ڈاکٹر ہو تو پلیز اسے اٹینڈ کرے۔"

ایک ڈاکٹر آکر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ اس نے کمزوری دور کرنے کے لیے ایک انجکشن لگایا اور کھانے کے لیے دوائیں دی۔ جیک کیلر کہہ رہا تھا "مائی گاڈ! یہ بچہ نہیں ہے۔ شیطانوں کا شیطان ہے۔ اس نے جادو سے وہ ضرر رساں کھانا سینڈی کے پاس بھیجا تھا۔ اسے بچہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ اسے اسی جہاز میں ٹھکانے لگا دینا چاہیے۔"

مہادھابی نے جیک کیلر سے کہا "تم میرے دماغ میں آؤ۔ میں ایک ضروری بات کہوں گا۔"

وہ سینڈی کے دماغ سے نکل کر مہادھابی کے پاس آکر بولا "ہاں بولو۔ کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "تم دیکھ رہے ہو۔ وہ بچہ کتنا خطرناک ہے۔ سینڈی اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کو اچھی طرح سمجھے بغیر اس سے ٹکرا گیا تھا۔ اس کے لیے چیلنج بن گیا تھا۔ اب وہ بچہ اس کے پیچھے ایسے پڑ گیا ہے جیسے اس کی جان لے کر ہی رہے گا۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"ہمیں بھی اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کو سمجھے بغیر اور ان صلاحیتوں کا توڑ سیکھے بغیر اس سے نہیں ٹکرانا چاہیے۔ تم اس پر حملہ کرو گے تو وہ تمہارے پیچھے بھی پڑ جائے گا۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ تم بھی اس کے دشمن ہو۔"

وہ قائل ہو کر بولا "تمہاری یہ بات درست ہے کہ پہلے ہمیں اس کی پراسرار صلاحیتوں کا توڑ سیکھنا ہوگا۔"

مہادھابی نے کہا "ہم آرام سے خیال خوانی کرتے ہیں۔ خاموشی سے دشمنوں کو زیر کرتے ہیں اور اپنے دھندے سے بے انتہا دولت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ہمیں اس بچے کو چھیڑنا نہیں چاہیے۔ ورنہ وہ بلا ہمارے سر ہو جائے گی۔"

ان دونوں نے پھر اس کے دماغ میں آکر دیکھا۔ انجکشن اور دواؤں کے اثر سے اتنی توانائی محسوس کر رہا تھا کہ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ آس پاس کے لوگوں کو دیکھ رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ فی الوقت خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔

وہ بڑی کمزور سی سوچ میں پکار رہا تھا "جیک! مہادھابی! تم کہاں ہو؟ مجھے اس بلا سے نجات دلاؤ۔"

وہ بول رہا تھا۔ وہ دونوں چپ چاپ اس کے دماغ سے چلے گئے۔ مصیبت کے اندھیرے میں اپنا سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ وہ دونوں اپنی سلامتی کے لیے اس بچے سے دور چلے گئے۔ پہاڑ جیسے دشمنوں سے ٹکرانے والے ایک ذرے سے کترا کر چلے گئے تھے۔

ابھی دو گھنٹے کا سفر باقی تھا۔ سینڈی سوچ رہا تھا۔ یہ دو گھنٹے کیسے گزریں گے؟ کب چلی پہنچ کر کسی اسپتال میں داخل ہو سکے گا؟ کیا عدنان اسے اسپتال پہنچنے دے گا؟ اگر وہ زمین پر ہوتا تو عدنان سے دور بھاگنے کی تدبیر کرتا۔ ابھی تو زمین اور آسمان کے بیچ میں تھا۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں رہا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کر کے پھر اپنے ساتھیوں کو آوازیں دیں۔ وہ دونوں اس کے اندر سے جا چکے تھے اور وہ خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ عارضی طور پر ٹیلی پیتھی کی بہت بڑی طاقت سے محروم ہو گیا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں پھر ایک دم سے گھبرا گیا۔ وہ بچہ اس کے سامنے کھڑا ہوا اسے بڑی معصومیت سے دیکھ رہا تھا۔

اس وقت عدنان کی آنکھوں میں غیر معمولی کشش نہیں تھی۔ وہ ایک عام بچے کی طرح تھا پھر بھی سینڈی گہرے خوف سے لرز رہا تھا۔ جس سے دور بھاگتا رہا تھا' وہ موت اس کی شہ رگ کے قریب پہنچ گئی تھی۔

سونیا نے عدنان کے پاس آکر پوچھا "تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟ چلو اپنی سیٹ پر۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی سیٹ پر آئی۔ اسے اس کی سیٹ پر بٹھاتے ہوئے کہا "تمہاری کوئی حرکت سمجھ میں نہیں آتی لیکن ہر حرکت کے پیچھے کوئی بھید چھپا ہوتا ہے۔ مجھے بتاؤ وہاں کھڑے ہو کر اس شخص کو کیوں دیکھ رہے تھے؟ وہ کون ہے؟"

"وہی ہے۔"

"وہی کون۔؟"

وہ ایک انگلی سے اپنے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

بولا "یہاں بولتا رہتا ہے۔"

سونیا چونک کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی پھر بولی "کیا یہ وہی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے جو نیویارک میں تمہارے اندر بول رہا تھا؟"

عدنان نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بولی "تم یہاں بیٹھے رہو۔ سیٹ چھوڑ کر نہ جانا۔"

اس نے بڑی سعادت مندی سے "ہاں" کہا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر سینڈی کے پاس آئی۔ اس پر ایک نظر ڈالی پھر اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے مسافر سے بولی "پچھلی ایک سیٹ پر میرا پوتا بیٹھا ہوا ہے۔ کیا آپ تھوڑی دیر کے لیے وہاں جا کر بیٹھنا پسند کریں گے؟ صرف آدھے گھنٹے کے لیے؟"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "آپ جتنی دیر چاہیں۔ یہاں بیٹھ سکتی ہیں۔"

وہ پچھلی قطار کی ایک سیٹ پر چلا گیا۔ سونیا نے خالی سیٹ پر بیٹھ کر سینڈی سے کہا "آنکھیں کھولو۔"

وہ آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا۔ سونیا نے اس کے بازو میں ایک چٹکی لی۔ اس نے تکلیف پہنچتے ہی آنکھیں کھول دیں۔ سونیا کو دیکھتے ہی سہم کر بولا "تم۔؟"

"اچھا تو تم مجھے پہچانتے ہو۔ میں نہیں پہچانتی تھی۔ میرے پوتے نے بتایا کہ تم اس کے اندر جا کر اسے پریشان کرتے رہتے ہو۔"

وہ بڑی نقاہت سے بولا "یہ میری زندگی کی آخری بہت بڑی غلطی ہے۔ میں نے اس بچے کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ میں اس سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ اپنے پوتے سے کہو۔ ایک بار مجھے معاف کر دے۔ میں ہمیشہ کے لیے اس سے دور چلا جاؤں گا۔"

"یہ تم درست کہہ رہے ہو۔ یہ تمہاری زندگی کی آخری بڑی غلطی ہے۔ اس کے بعد غلطیاں کرنے کے قابل نہیں رہو گے۔ ہمیشہ کے لیے دور بہت دور چلے جاؤ گے۔"

وہ سہم کر بولا "یہ۔ یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں تمہارے قدموں میں غلام بن کر رہوں گا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں تمہارے خاندان والوں کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میری مت ماری گئی تھی' میں تمہارے پوتے کا مقابلہ کرنے کی حماقتیں کر رہا تھا۔"

اس نے چونک کر پوچھا "تم میرے خاندان کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ کیا میری پچھلی زندگی کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہے؟"

"میں تو کیا ساری دنیا تمہیں جانتی ہے۔ تم فرہاد علی تیمور کی وائف ہو اور یہ عدنان تمہارا پوتا ہے۔"

"کیا تم فرہاد سے اور میرے بچوں سے مجھے ملا سکتے ہو؟"

"میں تمہارا غلام ہوں۔ یہ جہاز چلی پہنچے گا تو میں وہاں مختلف ذرائع سے معلوم کروں گا کہ مسٹر فرہاد کہاں ہیں؟"

"میں تب تک انتظار نہیں کروں گی۔ ابھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرو۔"

"وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "افسوس۔ میں اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوں۔ خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔"

"لعنت ہے تم پر۔ ٹیلی پیتھی جیسا خطرناک ہتھیار رکھ کر مجھ سے اور ایک بچے سے لات جوتے کھاتے رہتے ہو۔"

"تم لوگوں سے ٹکرانے سے پہلے میں شہ زور تھا۔ ٹیلی پیتھی کا ٹاور تھا۔ خود کو سب سے بلند سمجھتا تھا۔ آج تمہاری ٹھوکروں میں پہنچ کر مجھے اپنی اوقات معلوم ہو رہی ہے۔ ایک بار مجھے اپنی خدمت کا موقع دو۔ میں تمہارے بہت کام آؤں گا۔"

"کیا خاک کام آؤ گے؟ میں اپنوں سے ملنا چاہتی ہوں اور تم ٹیلی پیتھی بھول گئے ہو۔"

"میں بھولا نہیں ہوں۔ کمزوری بحال ہونے کے بعد دماغی توانائی حاصل ہوتے ہی خیال خوانی کرنے لگوں گا۔ بس چند گھنٹے انتظار کرو۔ میں خیال خوانی کی پرواز کر کے سیدھا فرہاد صاحب کے پاس پہنچ کر انہیں تمہارے دماغ میں لے آؤں گا۔"

"مجھے صبر کرنا ہوگا۔ تمہاری دماغی توانائی کے بحال ہونے تک انتظار کرنا ہوگا۔ تم میرے شوہر سے اور میرے بچوں سے مجھے ملاؤ گے تو میں تمہاری دشمنی بھول کر تمہیں معاف کروں گی۔ ورنہ سمجھ سکتے ہو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا؟"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ مجھے امید ہے' ایک آدھ گھنٹے میں دماغی توانائی بحال ہو جائے گی۔"

وہ بڑے جذباتی انداز میں سوچنے لگی "میرے اپنے کیسے ہوں گے؟ میرے تن من کا مالک کیسا ہوگا؟ ضرور بھرپور چٹان جیسا مرد ہوگا۔ یہی سنتی آرہی ہوں کہ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ناقابل تسخیر ہے۔ ایسا ہی مرد مجھے فتح کر سکتا ہے۔"

اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اپنوں سے بچھڑے صدیاں گزر گئی ہیں۔ اب وہ اور زیادہ بھٹکنا نہیں چاہتی تھی۔ جلد از جلد منجھ تک اور اپنے بچوں تک پہنچنا چاہتی تھی اور اب تو اس بات کا یقین ہوتا جا رہا تھا کہ عدنان اس کا اپنا پوتا ہے۔

وہ سینڈی گرے سے بولی "میں جارہی ہوں۔ جہاز سے اترتے وقت تم میرے ساتھ رہو گے۔ کہیں بھاگنے کی کوشش کرو گے تو اس بار ہم سے چھپ نہیں سکو گے۔ میرے پوتے کی غیر معمولی صلاحیتوں کو سمجھ رہے ہو۔ وہ پھر تمہیں ڈھونڈ نکالے گا۔"

اس نے کان پکڑ کر وعدہ کیا کہ وہ انہیں دھوکا نہیں دے گا۔ ان کا غلام بن کر رہے گا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر عدنان کے پاس آگئی۔ وہ آنکھیں بند کیے سیٹ پر نیم دراز تھا۔ آخر وہ بچہ ہی تھا۔ یہ اس کے کھیلنے کودنے اور پریوں کو خواب میں دیکھنے کے دن تھے۔ اسے دنیاوی مسائل اور معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس کے ساتھ قدرتی حالات ایسے تھے کہ وقتاً فوقتاً آگہی ملتی تھی' وہ اس کے مطابق عمل کرتا تھا پھر بھول جاتا تھا کہ کتنے اہم اور پیچیدہ معاملات سے گزر کر اور دوسروں کو گزار کر آیا ہے۔ اس وقت بھی وہ بڑی بے نیازی سے سو رہا تھا جیسے وہ کسی کو جانتا ہے اور نہ ہی اسی کسی کی پروا ہے۔

سونیا نے اسے بڑے پیار سے دیکھا پھر جھک کر اسے چومنے لگی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا پھر مسکراتے ہوئے بولا "تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو۔"

"کیوں اچھی لگتی ہوں؟" سونیا نے مسکرا کر پوچھا۔

"تم اکیلی ہو۔ مجھے تم پر ترس آتا ہے۔ ماں باپ نے تمہیں پیدا کرکے بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "تم بھی تو بھٹک رہے ہو۔ دشمنوں تک پہنچ جاتے ہو پھر اپنوں کے پاس کیوں نہیں جاتے؟"

"تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ تمہیں اور خود کو اپنے رشتے داروں تک لے کر جاؤں گا اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔"

"خدا کرے تم ہی مجھے پہنچاؤ لیکن یہ تب ہی ممکن ہے کہ تم اپنی ماں کے لیے بھٹکنا چھوڑ دو اور مجھے اپنے پاپا کے پاس لے چلو۔"

وہ سوچنے لگی۔ اب اپنے پوتے کو کبھی جدا نہیں ہونے دے گی۔ پتا نہیں' یہ کب مجھے اپنوں تک پہنچائے گا۔

یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ وہ بھی نہیں جانتی تھی۔ زمین اور آسمان کے درمیان معلق تھی۔ جہاز کے اندر کچھ بھی ہو سکتا تھا اور ہونی کو کوئی روک نہیں سکتا تھا۔

○☆○

فرمان کے اندر اچانک ہی تبدیلی پیدا ہو رہی تھی۔ وہ اس تبدیلی کو نہ چاہتے ہوئے بھی قبول کر رہا تھا۔ پریشان بھی ہو رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی سے یہ بات چھپا رہا تھا کہ اس کا دل سب اختیار انیتا کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔

انیتا اس کیبن سے جا رہی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اس جانے والی کو روک لے لیکن اعلیٰ بی بی کے سامنے اسے روک نہ سکا۔ اسے حسرت سے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اعلیٰ بی بی اسے بے وفا اور ہرجائی سمجھے۔

اس کے اندر انیتا کی چاہت آہستہ آہستہ شدید ہوتی جا رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے ٹوائلٹ میں جا کر دروازہ بند کیا تو اس کے اندر اور شدت پیدا ہو گئی۔ دل نے کہا۔ ٹرین رکی ہوئی ہے۔ اسے ٹرین سے اتر جانا چاہیے۔ انیتا اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔ اس کے دماغ پر دھند چھا رہی تھی۔ اسے انیتا کے سوا کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر سامنے دیکھتا ہوا دروازہ کھول کر کیبن سے باہر آگیا۔ یہ بھول گیا کہ اس کے ساتھ اعلیٰ بی بی ہے۔ وہ اسے واش روم میں چھوڑ کر جا رہا ہے۔ اس کے پیچھے وہ تنہا رہ جائے گی۔

وہ کوریڈور سے گزرتا ہوا دروازے کے پاس آیا پھر اسے کھول کر ٹرین سے اتر گیا۔ گھنٹی بج رہی تھی۔ گارڈ سیٹی بجا رہا تھا۔ سبز جھنڈی دکھا رہا تھا۔ وہ ٹرین چل پڑی۔ پہلے آہستہ آہستہ چلتی رہی پھر تیزی سے گزر گئی۔ اسے پیچھے چھوڑ دیا۔

وہ پلیٹ فارم پر تن تنہا بے سروسامانی کی حالت میں کھڑا ہوا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ چند مسافر آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے پھر دور کھڑی ہوئی انیتا نظر آگئی۔ وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف یوں جانے لگا جیسے نیند میں چل رہا ہو۔

انیتا خوشی سے کھل رہی تھی۔ دونوں بانہیں پھیلا کر کہہ رہی تھی "میں جانتی تھی تم آؤ گے۔"

وہ اس کے روبرو آکر رک گیا۔ انیتا کو والہانہ انداز سے دیکھنے لگا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا' اسے دونوں بازوؤں میں سمیٹ کر اپنے اندر چھپا لے اور خود اس کے حسین سراپا میں گم ہو جائے۔ ساری دنیا کو بھول جائے۔ اس پر جیسے نشہ طاری ہو رہا تھا۔

انیتا اس کے ارادے کو بھانپ کر ایک قدم پیچھے چلی گئی۔ اپنا سفری بیگ اٹھا کر بولی "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ انیتا سے بیگ لے کر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ اسٹیشن کے باہر سائیکل رکشے' آٹو رکشے اور ٹیکسیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ ڈرائیور سے کہا کہ اس ٹاؤن کے سب سے بڑے اور مہنگے ہوٹل میں لے چلے۔

ٹیکسی وہاں سے چل پڑی۔ فرمان نے تھوڑی دیر پہلے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ اعلیٰ بی بی کی آواز سنی تھی پھر سانس روک لی تھی۔ ٹیکسی میں جاتے وقت پھر اس نے اعلیٰ بی بی کی آواز سنی "پلیز سانس نہ روکو۔ میری بات سن لو۔"

اس نے سانس روک لی۔ انیتا نے پوچھا "تم سانس روک کر کیوں بیٹھے ہو؟"

"وہ میری کزن ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ بار بار میرے دماغ میں آرہی ہے۔ میں اس سے کترا رہا ہوں۔"

"تم اسے اپنے اندر آنے ہی نہ دو۔ اس کی کوئی بات نہ سنو۔ تمہیں میری قسم ہے اسے اپنے اندر بولنے کا موقع نہ دو۔"

اعلیٰ بی بی نے پھر کوشش کی۔ اس بار فرمان نے اسے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ دوسری طرف چنڈال جوگیا نے انیتا سے کہا۔ "بیٹی! مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ اس کی کزن ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ تم انیل سے پوچھو' کیا یہ بھی خیال خوانی کرتا ہے؟"

انیتا نے فرمان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ خود کو چھڑا کر بولی "صبر کرو۔ تم بالکل ویسے ہی ہو۔ ایک ذرا نہیں بدلے۔ یہ گھر نہیں ہے۔ کچھ تو خیال کرو۔ یہ بتاؤ' کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟ پیار محبت کی باتیں کرو۔ یہاں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ باتیں تو کر سکتے ہیں۔"

"تم میری بات کا جواب دو۔ تمہیں میری قسم ہے۔ مجھ سے جھوٹ نہ بولنا۔ چلو سچ بولو۔"

وہ اسے بڑے پیار سے دیکھتے ہوئے بولا "میں ساری دنیا سے چھپاتا ہوں۔ تم سے نہیں چھپاؤں گا۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

چنڈال جوگیا بیٹی کے اندر رہ کر اس کی باتیں سن رہا تھا۔ خوش ہو کر بولا "یہ انیل دوسرے جنم میں ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یہ ہمارے بہت کام آئے گا۔ میں نے کالے علم سے اسے تمہارا دیوانہ بنایا ہے۔ اب اپنا معمول بھی بناؤں گا۔"

"پتا جی! ابھی اس پر کوئی جادو نہ کرنا۔ یہ برسوں کی جدائی کے بعد ملا ہے۔ مجھے اس کے ساتھ وقت گزارنے دو۔"

اس نے کہا "آج کا دن اور آج کی رات اس کے ساتھ گزارو پھر اسے میرے پاس لے آؤ۔"

وہ باپ بیٹی سوچ کے ذریعے باتیں کر رہے تھے۔ فرمان نے ابھی کہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس بات پر ٹیکسی ڈرائیور نے چونک کر عقب نما آئینے میں اسے دیکھا۔ اس سے پہلے بھی وہ ان دونوں کو چور نظروں سے دیکھتا رہا تھا اور ان کی باتیں توجہ سے سنتا رہا تھا۔ اس نے ایک عالیشان ہوٹل کے سامنے گاڑی روکی۔ انیتا نے اسے کرایہ ادا کیا۔ وہ بولا "میں یہاں سامنے ٹیکسی اسٹینڈ میں رہوں گا۔ آپ کو جہاں بھی جانا ہو' لے جاؤں گا۔ یہاں شہر کے باہر تاریخی کھنڈرات ہیں۔ آپ دیکھیں گے؟"

فرمان نے کہا "ٹھیک ہے۔ اپنی ٹیکسی ہمارے لیے ریزرو رکھو۔ ہم تمہیں توقع سے زیادہ رقم دیں گے۔"

وہ دونوں ہوٹل میں آئے۔ ایک کمرا حاصل کیا پھر اس کمرے میں آکر فرمان نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ وہ پہلے ایسا جذباتی نہیں تھا۔ اعلیٰ بی بی کے ساتھ نہایت سنجیدگی اور شرافت سے رہتا تھا۔ چنڈال جوگیا کے طلسمی ہتھکنڈوں نے اسے انیتا کا دیوانہ بنا دیا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کا نام فرمان ہے' وہ خود کو اپنی انیتا کا انیل شرما کہنے لگا تھا۔

انیتا نے سوچ کے ذریعے پوچھا "پتا جی! کیا تم میرے اندر موجود ہو؟"

وہ بولا "ہاں۔ میں تمہاری رکھشا کے لیے ہوں۔"

"ابھی تم جاؤ۔ کچھ تو سمجھا کرو۔ انیل نے دروازہ بند کیا ہے۔"

"اچھا اچھا۔ وہ بات یہ ہے کہ میں نے تمہارے بھائی ہنس راج جوگیا کی آتما کو ایک دوسرے جسم میں پہنچا دیا ہے۔ اب مجھے اس کی طرف بھی دھیان دینا چاہیے۔ میں دو گھنٹے بعد آؤں گا۔ یہ بہت ضروری ہے۔ انیل کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا ہے۔"

اس نے کہا کہ وہ اس کے دماغ سے جا رہا ہے لیکن نہیں گیا۔ اس کے اندر یہ بے چینی پیدا ہو گئی تھی کہ فرمان ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہ اسے اپنا معمول اور محکوم بنا کر اپنی قوت میں اضافہ کر سکتا تھا۔ وہ خود ٹیلی پیتھی جانتا تھا پھر کئی طرح کے پراسرار علوم بھی جانتا تھا۔ ہندوستان کے جنوبی علاقوں میں بہت بڑا شکتی مان کہلاتا تھا۔ فرمان کو اپنا غلام بنا کر وہ اور زیادہ خطرناک شکتی مان کہلانے لگتا۔

اس کے اندر یہ بے چینی تھی کہ فرمان کے بارے میں جلد سے جلد معلومات حاصل کرے۔ وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اس نے ٹیلی پیتھی کا علم کیسے سیکھا ہے؟ اور اس کی کمزوریاں کیا کیا ہیں؟ اور کیا واقعی اس نے دوسرا جنم لیا ہے؟

یہ اندیشہ بھی تھا کہ فرمان کہیں ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

اس کی کزن عالی اسے ضرور تلاش کرکے اس کے جادوئی اثر سے اپنے کزن کو نجات دلانے کی کوششیں کرے گی۔ وہ اعلیٰ بی بی کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔

انیتا سمجھ رہی تھی' وہ جاچکا ہے۔ وہ فرمان کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "زرین میں تم میری بات نہیں مان رہے تھے۔ اب کیسے دیوانے ہورہے ہو؟ یہ بتاؤ میرے اندر کیسی کشش پارہے ہو؟"

"تم بہت حسین ہو۔ ہندوستانی لڑکیاں ساڑی میں بہت اچھی لگتی ہیں۔ تمہارے ساڑی پہننے کا انداز ایسا ہے کہ تمہارے بدن کا ایک ایک اتار چڑھاؤ نگاہوں کو پکارتا ہے لیکن بند کمرے میں یہ ساڑی دیوار بن گئی ہے۔ یہ دیوار گرا دو۔"

وہ دیوار گرانے لگا۔ چنڈال جوگیا نے انیتا کی زبان سے پوچھا "کیا وہ عالی سچ مچ تمہاری کزن ہے؟"

انیتا اپنی زبان سے یہ سوال کرتے ہی چونک گئی۔ سوچنے لگی "میں ایسے جذباتی لمحات میں یہ بے تکی بات کیوں پوچھ رہی ہوں؟ مجھے صرف اپنی اور انیل کی باتیں کرنی چاہئیں۔ ہائے یہ میرے ساتھ کیا کررہا ہے؟ اور میں کیا بول رہی ہوں؟"

فرمان نے اس کے سوال کا جواب دیا "اس سے کوئی رشتے داری نہیں تھی۔ وہ میری دوست تھی۔"

چنڈال جوگیا نے پھر اس کی زبان سے پوچھا "اس نے ٹیلی پیتھی کہاں سے سیکھی ہے؟"

فرمان نے کہا "ٹیلی پیتھی تو اس کی گھٹی میں پڑی ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ناقابلِ تسخیر فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہے۔"

اس بات نے چنڈال جوگیا کو چونکا دیا۔ ادھر انیتا جھنجلا کر بولی "میں کیوں تمہاری کزن کی بات کررہی ہوں۔ مجھے تو تمہارے پیار میں ڈوب جانا چاہیے۔ اب میں ایسی کوئی بات نہیں کروں گی اگر کروں تو تم میرا منہ بند کردو۔"

فرمان نے اس کے رس بھرے لبوں پر چپ کی مہر لگا دی۔ چنڈال جوگیا یہ سن کر پریشان ہوگیا تھا کہ اعلیٰ بی بی میری بیٹی ہے۔ وہ پہلے ہی اپنے ایک پراسرار علم سے یہ معلوم کرچکا تھا کہ میں جزیرہ کلیانی میں رہ کر کس طرح پوجا کی دادی ماں کے طلسم کو خاک میں ملا چکا ہوں۔ پوجا کی دادی ماں بہت ہی خطرناک جادوگرنی سمجھی جاتی تھی۔ اس کی عمر ایک سو دس برس تھی۔ اس نے بڑے ہی خطرناک منتروں کا جاپ کرکے دوبارہ جوانی حاصل کی تھی۔ سولہ برس کی چھوکری بن گئی تھی۔ ایسے منتروں کا جاپ کرنے والے اکثر مرجاتے ہیں مگر وہ بچ گئی تھی۔ ہندوستان کے تمام جادوگروں نے یہ تسلیم کیا تھا کہ وہ بہت خطرناک ہے اور اس خطرناک عورت کو میری بیٹی اعلیٰ بی بی نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

چنڈال جوگیا کو معلوم تھا کہ فرہاد کی بیٹی نے ایک اور جادوگر کی مدد سے پوجا کی دادی ماں کو ٹھکانے لگایا تھا۔ جوگیا نے یہ طے کیا تھا کہ مجھ سے اور میری بیٹی سے دور رہے گا۔ کبھی اتفاقاً سامنا ہوگا تو چپ چاپ کترا جائے گا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انیل شرما (فرمان) کے ساتھ میری بیٹی ہوگی اور اس طرح ہم سے ٹکراؤ ہوجائے گا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ اعلیٰ بی بی کے خلاف کوئی پراسرار عمل نہیں کرے گا۔ یہ معلوم ہوچکا تھا کہ فرمان سے اس کی رشتے داری نہیں ہے۔ صرف دوستی ہے۔ کیا دوستی اہم ہے؟ کیا اعلیٰ بی بی کے لیے فرمان بہت ضروری ہے۔ کیا وہ فرمان کو غیر ضروری سمجھ کر اس سے دستبردار ہوسکتی؟ اگر ایسا ہوا تو پھر مجھ سے اور میری بیٹی سے ٹکرائے بغیر وہ فرمان کو اپنا غلام بنا سکے گا۔ اب وہ فرمان سے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے وہ پھر بیٹی کے دماغ میں آگیا۔

ادھر جذبات کی منہ زور لہریں ساحلی چٹانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ آرہی تھیں' جارہی تھیں۔ تڑپ رہی تھیں' مچل رہی تھیں۔ ایسے وقت اس نے انیتا کی زبان سے پوچھا۔ "کیا تمہاری کزن کسی طرح تمہارا پیچھا چھوڑ سکتی ہے؟"

انیتا یہ سوال کرتے ہی جھنجلا کر بولی "لعنت ہے تمہاری کزن پر میں ایسے وقت اس کی بات کیوں کررہی ہوں؟"

فرمان نے کہا "میں سمجھ گیا۔ تم نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار میری کزن کی بات کررہی ہو۔ کیا تمہارے دماغ میں کوئی آتا ہے؟ تم یوگا جانتی ہو۔ سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتی ہو۔ کیا تم کچھ محسوس کررہی ہو؟"

وہ چونک کر بستر پر بیٹھ گئی۔ جلدی جلدی ساڑی سے بدن کو چھپاتے ہوئے بولی "میں پتا جی کو اپنے اندر محسوس نہیں کرپاتی ہوں۔ میں سمجھ گئی۔ پتا جی! تم ابھی میرے اندر ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی؟ کیا میں شرم سے مرجاؤں؟"

فرمان نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں۔ یہ تمہارا اپنا باپ نہیں ہے۔ اگر سگا ہے تو اسے ڈوب کر مرجانا چاہیے۔"

پھر وہ انیتا کے دماغ میں آکر بولا "چنڈال جوگیا! اگر تم باپ نہیں ہو' تب بھی تمہیں اس وقت یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ میں نے پہلے بھی کسی خیال خوانی کرنے والے کو ایسی بے حیائی کرتے نہیں دیکھا ہے' نہ سنا ہے۔"

وہ بولا "مجھ سے بھول ہوئی۔ میں جارہا ہوں مگر ایک گھنٹے بعد میں انیتا کے دماغ میں آکر تم سے باتیں کروں گا۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ وہ انیتا سے بولا "شاید وہ چلا گیا ہے۔ چلو ہم وہیں سے شروع کرتے ہیں' جہاں سے کہانی کا سلسلہ ٹوٹا تھا۔"

وہ ٹوٹے ہوئے سلسلے کو جوڑنے لگے۔ اس ہوٹل کے باہر بھی کچھ ہورہا تھا۔ جوڈرائیور اپنی ٹیکسی میں انہیں ہوٹل تک چھوڑ گیا تھا۔ وہ اسی وقت تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا شہر کے باہر کھنڈرات کی طرف گیا تھا۔ ایک پہاڑی کے دامن میں وہ کھنڈرات دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس پہاڑی کے ایک غار میں ایک رمتا جوگی تھا۔ وہ جوگی بڑبولا کے نام سے مشہور تھا۔ وہاں دن رات پراسرار علوم کے مطابق عمل میں مصروف رہتا تھا۔ وہ ڈرائیور اس جوگی کے پاس آکر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا پھر بولا "بڑبولے مہاراج! ابھی میں ایک عورت اور ایک مرد کو ہوٹل مرکری میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ وہ آدمی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ آپ نے کہا تھا' میری ٹیکسی میں کوئی بھی خاص آدمی آکر بیٹھے تو میں آپ کو اس کے بارے میں ضرور بتاؤں۔ اس لیے بتانے آگیا ہوں۔"

جوگی بڑبولا منتروں کا جاپ کررہا تھا۔ اس کی بات سنتے ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ڈرائیور کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر بے یقینی سے بولا "کیا تو سچ بول رہا ہے۔ وہ آدمی ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ کیا وہ ابھی ہوٹل میں رہے گا؟"

"ہاں مہاراج! وہ اپنی عورت کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھا باتیں کررہا تھا۔ میں نے صاف صاف سنا ہے۔ وہ اپنی عورت سے بول رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ آج وہ ہوٹل میں رہے گا اور میری ٹیکسی میں گھومنے پھرنے نکلے گا۔"

"پھر تو وہ تیری کھوپڑی میں کسی وقت بھی آکر معلوم کرسکتا ہے کہ تو اس کی خبر دینے کے لیے میرے پاس آیا تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ اسے یہ بات معلوم ہو۔ اس لیے میرے سامنے چاروں شانے چت لیٹ جا۔ میں تجھ پر عمل کروں گا۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہیں زمین پر لیٹ گیا۔ جوگی بڑبولا کے آس پاس جنتر منتر کی کئی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک ہانڈی میں باجے ڈال کر مٹھی بھر راکھ نکالی پھر منتر پڑھنے کے دوران میں وہ راکھ اس ڈرائیور پر چھڑکتا گیا۔ وہ آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا۔ بڑبولے نے آدھے گھنٹے بعد حکم دیا "چل اٹھ کر بیٹھ جا۔"

وہ اٹھ کر پھر دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ بڑبولے نے کہا "وہ تیرے دماغ سے یہ نہیں معلوم کرسکے گا کہ تو میرے پاس آیا تھا۔ اب یہاں سے جا۔ جب وہ گھومنے پھرنے نکلے تو اسے یہاں لے آ۔ تو میرے لیے بہت بڑا کام کررہا ہے۔ میں تجھے انعام دوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔ جوگی بڑبولا ان علاقوں میں بہت بڑا تانترک سمجھا جاتا تھا لیکن وہاں چنڈال جوگیا کی آمد نے اسے کم تر بنا دیا تھا۔ کیونکہ چنڈال جوگیا کالے جادو کے علاوہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا تھا۔ جوگی بڑبولا ٹیلی پیتھی نہیں سیکھ سکتا تھا۔ یہ سوچتا تھا کہ کسی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے قابو میں کرکے چنڈال جوگیا سے برتر ہوسکتا ہے۔

وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تلاش میں تھا۔ اب وہ تلاش ختم ہوگئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کسی طرح فرمان کو ٹریپ کرے گا۔ اس پر تنویمی عمل کرے گا اور اسے اپنا معمول اور محکوم بنا کر چنڈال جوگیا پر برتری حاصل کرے گا۔

فرمان ابھی عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ فطرتاً عیاش نہیں تھا۔ بڑے ہی مہذب انداز میں بڑی سنجیدگی سے اعلیٰ بی بی کو چاہنے لگا تھا۔ عالی بھی اس کی طرف مائل تھی۔ آئندہ چھ سات برس کے بعد اس سے شادی کی توقع تھی اور وہ بڑے صبر سے سات برس تک اس کا انتظار کرنے والا تھا۔ وہ اپنے مزاج کے مطابق بھی کسی دوسری سے متاثر نہ ہوتا لیکن حالات نے اسے اس کی عالی سے جدا کرکے انیتا کی آغوش میں لا پھینکا تھا۔

وہ فی الحال عالی کو بھول چکا تھا۔ انیتا کے سحر میں جکڑا بیڈ پر چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ انیتا اس کی طرف کروٹ لے کر بولی "دور کیوں ہوگئے؟ کیا میری کشش میں کمی ہوگئی ہے؟ یا دل بھر گیا ہے؟"

وہ بولا "میری زندگی میں اب تک کوئی نہیں آئی تھی۔ تم پہلی لڑکی ہو۔ ایک نشہ بن کر حواس پر چھا گئی ہو۔ تم سے کبھی جی نہیں بھرے گا۔ میں تمہارے ساتھ دن رات اسی کمرے میں گزارنا چاہتا ہوں لیکن تمہارا باپ آنے والا ہے۔"

وہ ناگواری سے منہ بنا کر بولی "کیا مصیبت ہے؟ پتا جی کو صبر کرنا اور انتظار کرنا چاہیے۔ انہیں تم سے باتیں کرنے کی جلدی کیوں ہے؟ ابھی وہ آئیں تو کہہ دوں گی' رات کو ڈنر کے وقت آئیں۔ اس وقت باتیں ہوں گی۔"

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا "وہ آنے والا ہے۔ اسے شرم

نہیں آتی۔ مجھے تو آتی ہے۔"

وہ اپنا لباس اٹھا کر واش روم میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد شاور سے پانی گرنے کی آواز آنے لگی۔ وہ بہت خوش تھی۔ اس کا انیل مرنے کے بعد دوسرا جنم لے کر اس کے پاس آگیا تھا اور بیڈ روم کی تنہائی میں اس پر مسرتیں لٹا رہا تھا۔

وہ مسکرانے لگی۔ بھرپور انگڑائی لے کر بستر پر لوٹنے لگی۔ گزرے ہوئے رنگین و سنگین لمحات کو یاد کرنے لگی۔ ایسے ہی وقت باپ کی آواز سنائی دی "انیل کہاں ہے؟ تم اکیلی کیوں ہو؟ اسے کہیں جانے کیوں دیا؟"

وہ جلدی سے اپنے اوپر چادر ڈال کر جھنجلاتی ہوئی بولی۔ "کیا بیٹی کے پاس اس طرح اچانک آتے ہیں۔ کچھ تو شرم کرنی چاہیے۔ انیل تم سے ناراض ہے۔ تمہیں بے شرم کہہ رہا ہے اور ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ تم ابھی چلے جاؤ۔"

"بکواس مت کرو۔ وہ کہاں گیا ہے؟ کہیں باہر جا کر گم ہو جائے گا تو میری ساری محنت مٹی میں مل جائے گی۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ وہ باتھ روم میں ہے۔ میرا ایسا دیوانہ ہو گیا ہے کہ مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا۔"

"تم اپنے باپ کو بے شرم کہہ رہی ہو۔ مجھے مصیبت سمجھتی ہو۔ یہاں سے جانے کو کہہ رہی ہو۔ میرے احسانات بھول رہی ہو۔ اگر میں انیل کے لیے دن رات منتروں کا جاپ نہ کرتا تو یہ کبھی تمہیں نہ ملتا۔ تمہارے بھائی نے بھی تمہارے لیے جان دی ہے۔ ورنہ تمہاری جان جانے والی تھی۔ مرنے کے بعد نہ جانے کتنے برسوں کے بعد جنم لینے والی تھیں۔ تب تک انیل تمہیں نہ ملتا۔"

"کیا بھیا سچ مچ مر چکا ہے؟"

"ہاں۔ ٹرین سے باہر کودنے کے بعد اس کا جسم مر چکا ہے۔ میں نے اس کی آتما کو دوسرے جسم میں پہنچا دیا ہے۔"

"پتا جی! میں مانتی ہوں۔ تم نے میری خوشیاں لوٹانے کے لیے بڑی محنت کی ہے مگر میری ایک بات مان لیں۔ ابھی چلے جائیں۔ رات کو نو بجے ڈنر کے وقت آجائیں۔"

"ابھی دن کے بارہ بجے ہیں۔ نو گھنٹوں کے بعد رات کے نو بجیں گے۔ میں اتنی دیر انتظار نہیں کروں گا۔ تم نادان ہو۔ یہ سمجھنا نہیں چاہتیں کہ چند گھنٹوں میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میری کالی شکتی کسی خطرے کا اشارہ کر رہی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے؟ میرا انیل تو مجھ سے نہیں بچھڑے گا نا؟"

"اگر وہ بچھڑے گا تو اسے کیسے روک سکوں گا۔ تم تو مجھے یہاں سے جانے کو کہہ رہی ہو۔"

"نہیں۔ تم نہیں جاؤ گے۔ ہمارے پاس رہو گے۔ میرے انیل کی رکھشا کرو گے۔"

فرمان غسل سے فارغ ہو کر کمرے میں آیا۔ وہ بولی "پتا جی کہہ رہے ہیں۔ تمہیں کوئی خطرہ پیش آسکتا ہے۔ آج ہم ہوٹل سے باہر نہیں جائیں گے۔ کل صبح تک اسی کمرے میں رہیں گے اور پتا جی بھی ہمارے ساتھ یہاں رہیں گے۔"

وہ ناگواری سے بولا "اپنے دوسرے میکے والوں کو بھی بلا لو۔ میں دوسرے کمرے میں چلا جاؤں گا۔"

"تم تو ناراض ہو گئے۔ پتا جی تمہاری رکھشا کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں ہماری بھلائی ہے۔"

"میں مرد ہوں۔ اپنی اور تمہاری حفاظت کر سکتا ہوں۔ یہ کیسی شرمناک بات ہے کہ تمہارا باپ خیال خوانی کے ذریعے ہماری تنہائی میں موجود رہے گا۔ تمہارے چنڈال باپ کے پاس عقل نام کی کوئی چیز ہے یا نہیں؟ اسے جانے کو کہو۔"

چنڈال جوگیا نے بیٹی کی زبان سے کہا "تم میری توہین کر رہے ہو۔ اگر میری بیٹی تمہاری دیوانی نہ ہوتی تو میں ابھی کالے منتروں سے تمہیں جلا کر بھسم کر دیتا۔ میں بہت ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گے۔"

"سوری۔ تمہیں ایک بات سمجھا دوں کہ مجھے احمق نہ سمجھنا۔ مجھ سے دور کی دوستی رکھو۔ میں اس لیے دوستی رکھوں گا کہ تم انیتا کے باپ ہو۔ مجھ سے کوئی ضروری بات کرنی ہے تو انیتا کے اندر رہ کر اسی طرح بولتے رہو۔"

"ایک ضروری بات یہ پوچھنا چاہتا ہوں' کیا فرہاد علی تیمور اور اس کی بیٹی عالی سے کوئی رشتہ رکھو گے؟"

"میری ان لوگوں سے کوئی رشتے داری نہیں تھی۔ عالی سے صرف دوستی رہی تھی؟"

"عالی تمہیں ہم سے چھین لینے کی کوشش کرے گی۔ کیا تم انیتا کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"میں کوئی کھلونا نہیں ہوں کہ مجھے چھین لیا جائے۔ انیتا میری محبت ہے۔ میں آخری سانس تک اسے نہیں چھوڑوں گا۔"

انیتا خوش ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ چنڈال جوگیا نے اس کی زبان سے کہا "اس کا باپ بہت ہی خطرناک ہے۔ اس کی خیال خوانی کے آگے سبھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے قدم اکھڑ جاتے ہیں۔ وہ تمہیں اپنا غلام بنا لے گا۔"

"فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کو جبراً اپنا غلام نہیں بناتے ہیں۔ جو ان سے دشمنی کرتا ہے' اس کے خلاف سخت کارروائیاں کرتے ہیں۔ میں عالی کی دوستی سے انکار کروں گا اور انیتا کے ساتھ خوش رہوں گا تو وہ میری طرف کبھی نہیں آئیں گے۔"

"پتا جی! اپنا سکہ کھوٹا نہیں ہے۔ میرا انیل کسی حال میں میرا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔"

فرمان نے کہا "تم خوامخواہ اندیشوں میں مبتلا ہو اور کتنے سوال کرو گے؟"

"کوئی سوال نہیں کروں گا۔ تمہیں سمجھاؤں گا۔ اسی کمرے میں رہو۔ باہر نہ جاؤ۔"

"بند کمرے میں بھی شامت آجاتی ہے۔ میرا باہر جانا ضروری ہے۔ یہ میرا ایک ہی لباس رہ گیا ہے۔ میری ضرورت کی اور بھی بہت سی چیزیں ہیں۔ مجھے خریداری کے لیے بازار جانا ہوگا۔"

انیتا نے کہا "میں ابھی اشنان کر کے آتی ہوں پھر ہم چلیں گے۔ پتا جی! آپ جائیں پھر کسی وقت آجائیں۔"

وہ اپنے بدن کو چادر میں چھپاتی ہوئی باتھ روم میں چلی گئی۔ چنڈال جوگیا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا "بیٹی اور داماد کو کبھی بھی آزاد چھوڑنا ہی ہوگا۔ یہ مجھے بے شرم کہنے لگے ہیں۔ میری محبت کو نہیں سمجھتے کہ میں ان کی سلامتی کے لیے اور ان کی نگرانی کرنے کے لیے آتا رہتا ہوں۔"

اس کے پاس ایک چھوٹا سا ڈبا رکھا ہوا تھا۔ اس کے اندر ایک پانسا تھا۔ اس نے ڈبے کو اچھی طرح ہلا کر اپنے سامنے پانسا پھینکا۔ اوپر تین کا عدد آیا۔ وہ پریشان ہو کر... بڑبڑانے لگا "انیل کے نام سے جب بھی پانسا پھینکتا ہوں' تین کا عدد آتا ہے۔ تین تگاڑا۔ کام بگاڑا۔ کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔ مجھے اس کی رکھشا کے لیے چپ چاپ انیتا کے دماغ میں رہنا ہوگا۔ کم بخت' میری بیٹی کے ساتھ کیسی کیسی حرکتیں کرتا رہتا ہے؟ مجھے وہاں نہیں رہنا چاہیے مگر کیا کروں؟ مجبوری ہے۔"

دوسری طرف پہاڑی کے غار میں جوگی بڑبولا اپنے جنتر منتر میں لگا ہوا تھا۔ وہ بھی پانسا پھینک رہا تھا۔ اس کے سامنے بھی تین کا عدد آرہا تھا۔ وہ زیر لب بڑبڑانے لگا "میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پھانسنا چاہتا ہوں مگر زبردست رکاوٹیں ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ وہ کیسی رکاوٹیں ہوں گی؟"

ٹیکسی ڈرائیور نے اسے صرف اتنا بتایا تھا کہ ہوٹل میں آنے والا وہ شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ایک خوب صورت جوان لڑکی کے ساتھ ہے۔ ڈرائیور ان کا نام نہیں جانتا تھا۔ جوگی بڑبولے کو فرمان اور انیتا کا نام معلوم ہو تا تو وہ بدک جاتا' ہوشیار ہو جاتا۔ یہ سمجھ لیتا کہ جس چنڈال جوگیا کے خلاف محاذ آرائی کر رہا ہے اسی کی بیٹی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے شخص کے ساتھ ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک طرف رکھے ہوئے ہینڈ بیگ کو اٹھایا پھر تیزی سے چلتا ہوا غار سے باہر آگیا۔ غار کے باہر اس کی دو گھوڑوں والی ایک بگھی کھڑی رہتی تھی۔ وہ اس میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ وہ اس شہر میں اور آس پاس کے علاقوں میں بہت مشہور تھا۔ کبھی کسی ضرورت سے شہر میں آتا تھا اور بڑی شان سے دو گھوڑوں والی خوب صورت سی بگھی میں بیٹھ کر مختلف مقامات سے گزرتا تھا تو اسے دیکھ کر مرد' عورتیں' بچے اور بوڑھے عقیدت سے ہاتھ جوڑ کر جھک جھک کر پرنام کرتے تھے۔

اس وقت بھی وہ شہر کی سڑکوں سے گزر رہا تھا اور لوگ عقیدت سے اس کے سامنے جھک رہے تھے۔ وہ بگھی ہوٹل کے سامنے آکر رک گئی۔ ہوٹل کا مالک دوڑتا ہوا اس کے سامنے آکر ہاتھ جوڑ کر بولا "بڑبولے مہاراج کی جے ہو۔ آپ نے یہاں آنے کا کشٹ کیا۔ آپ حکم دیتے تو میں آپ کے چرنوں میں چلا آتا۔"

وہ بولا "ہم کھلی ہوا میں سانس لینا چاہتے تھے اور تمہارے ہوٹل کی چائے پینے کو جی چاہ رہا تھا۔ اس لیے چلے آئے۔"

اسی وقت وہ ڈرائیور بھی وہاں آگیا۔ اس سے بولا۔ "مہاراج! میں آپ کی کیا سیوا کروں؟"

اس نے کہا "ہمارے ساتھ آؤ۔"

وہ ہوٹل کے مالک کے ساتھ اندر آئے۔ جوگی بڑبولے نے مالک سے کہا "تم چائے کے لیے کہو۔ ہم تھوڑی دیر اکیلے رہنا چاہتے ہیں۔"

ہوٹل کا مالک چلا گیا۔ بڑبولے نے ڈرائیور سے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟ اور اس کے ساتھ لڑکی کون ہے؟ ان کے نام معلوم کرو اور مجھے ان کی صورت دکھاؤ۔"

ڈرائیور نے کاؤنٹر گرل کے پاس جا کر کہا "میں آج صبح دس بجے دو پسنجر کو یہاں لایا تھا۔ ایک جوان مرد تھا اور ایک جوان لڑکی ساڑی پہنے ہوئے تھی۔ مہاراج بڑبولے ان کے نام پوچھ رہے ہیں اور وہ کس کمرے میں ہیں؟"

کاؤنٹر گرل نے رجسٹر پر انگلی رکھ کر کہا "آج صبح سے وہی

دونوں آئے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام انیل شرما ہے اور لڑکی کا نام انیتا شرما۔ وہ روم نمبر ایک سو تیس میں ہیں۔"

ڈرائیور نے جوگی بڑبولے کے پاس آکر ان کے نام بتائے۔ وہ زیر لب بڑبڑایا "انیتا شرما تو چنڈال جوگیا کی بیٹی کا نام ہے۔ کیا یہ وہی ہے؟ یا کوئی دوسری لڑکی ہے؟ اس کی صورت دیکھنی ہوگی۔ بھگوان کرے یہ چنڈال کی بیٹی نہ ہو۔"

وہ وہاں سے اٹھتے ہوئے ڈرائیور سے بولا "میرے ساتھ آؤ۔ ان کے دروازے پر جاکر پوچھو وہ باہر گھومنے پھرنے جائیں گے یا نہیں؟ میں تم سے دور کھڑا رہوں گا۔"

وہ لفٹ کے ذریعے دوسری منزل میں آئے۔ ڈرائیور نے روم نمبر ایک سو تیس کے دروازے پر دستک دی۔ جوگی بڑبولا وہاں سے دور جاکر کھڑا ہوگیا۔ دستک دیتے ہی دروازہ کھل گیا۔ انیتا نے ڈرائیور کو دیکھ کر کہا "اچھا ہوا تم آگئے۔ ہم شاپنگ کے لیے مارکیٹ جانا چاہتے ہیں اور کہیں گھومنے پھرنے کی خوب صورت جگہ ہو تو وہاں بھی ہمیں لے چلو۔ کم آن انیل!"

فرمان اس کے ساتھ باہر آیا۔ وہ دروازہ لاک کرکے ڈرائیور کے ساتھ نیچے جانے لگے۔ جوگی بڑبولا 'انیتا کو دیکھ کر پریشان ہوگیا تھا۔ اب سمجھ میں آرہا تھا "پانسا پھینکنے سے بار بار نمبر تین کیوں آرہا تھا؟ میرے راستے میں یہ کمینی چنڈال کی بیٹی آگئی ہے۔ جوگیا اس کے اور انیل کے اندر آتا رہتا ہوگا۔ میں کوئی دشمنی کروں گا تو اسے خبر ہوجائے گی۔"

اس نے فون کے ذریعے اپنے ایک چیلے سے کہا "ٹیکسی ڈرائیور گنگو ایک سواری لے کر بڑی مارکیٹ کی طرف جارہا ہے۔ اس کی ٹیکسی میں ایک مرد کے ساتھ ایک نوجوان خوب صورت لڑکی ہے۔ اس لڑکی کو ختم کردو۔"

اس کے چیلے نے کہا "بڑبولے مہاراج کی جے ہو۔ میں اپنے آدمیوں کے ساتھ ابھی بڑی مارکیٹ جارہا ہوں۔ اسے گولی سے اڑا دوں گا۔"

"بہت ہوشیاری سے کام کرنا۔ اس معاملے میں کبھی میرا نام زبان پر نہ لانا۔ پولیس کے ہاتھ نہ لگنا۔"

"مہاراج! آپ چنتا نہ کریں۔ میں مرجاؤں گا مگر کسی کو نہیں بتاؤں گا کہ آپ کے لیے وہ واردات کی ہے۔"

وہ فون بند کرکے ہوٹل سے باہر آیا پھر دو گھوڑوں کی بگھی میں بیٹھ کر بڑی مارکیٹ کی طرف جانے لگا۔ انیتا اور فرمان مارکیٹ میں تھے اور اپنی ضرورت کی چیزیں خرید رہے تھے۔ ڈرائیور گنگو پارکنگ میں ٹیکسی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔

وکرم دادا اپنے چار غنڈوں کے ساتھ آیا' گنگو سے بولا۔ "ہمیں بڑبولے مہاراج نے بھیجا ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ تمہاری گاڑی میں ایک مرد اور جوان لڑکی بیٹھے ہیں۔ یہ تو خالی ہے۔ وہ دونوں کہاں گئے ہیں؟ کیا وہ واپس آئیں گے؟"

"ہاں۔ ابھی وہ خریداری کرکے آئیں گے۔ مہاراج نے تمہیں ان سے ملنے کو کہا ہے؟"

"ہاں۔ اس لڑکی کو ٹھکانے لگانا ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "وکرم دادا! یہ کیا بول رہے ہو؟ کیا ایسا مہاراج نے کہا ہے؟"

"اور کیا۔؟ کیا تو نہیں جانتا' خوب صورت لڑکیاں میری کمزوری ہیں؟ پہلے میں ان کی سندرتا کی ایسی کی تیسی کرتا ہوں پھر انہیں ٹھکانے لگاتا ہوں لیکن یہ مہاراج کا شکار ہے۔ میں اسے ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ دور سے چھپ کر گولی مار دوں گا۔"

وکرم دادا نے اپنے حواریوں سے کہا "تم لوگ یہاں ٹیکسی کے قریب اِدھر اُدھر انجان بن کر رہو۔ وہ میرے نشانے سے بچے تو تم اسے چھرا گھونپ دینا۔"

وہ سب اِدھر اُدھر چلے گئے۔ وکرم دادا مارکیٹ کی اس عمارت کے اندر آیا پھر دوسری منزل کی رینگ کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ وہاں سے ٹیکسی صاف نظر آرہی تھی۔ وہ مطلوبہ لڑکی کو وہاں سے نشانہ بناکر فرار ہوسکتا تھا۔ وہ انیتا اور فرمان کو نہیں پہچانتا تھا۔ فی الوقت پہچان یہی تھی کہ وہ گنگو کی ٹیکسی میں آکر بیٹھنے والے تھے۔ گنگو بھی ان سے بات کرتا تو تصدیق ہوجاتی کہ وہی مطلوبہ لڑکی ہے۔

وکرم دادا فائر کرنے کے بعد دوسری منزل سے با آسانی فرار ہوسکتا تھا لیکن اس کے ستارے گردش میں تھے۔ انیتا اور فرمان دوسری منزل پر آکر ایک دکان سے کچھ چیزیں خرید رہے تھے۔ ایسے ہی وقت ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کچھ سامان اٹھائے ہوئے اس ٹیکسی کے پاس آیا پھر ڈرائیور گنگو سے بولا "ہمیں ٹھاکر کی حویلی میں جانا ہے۔"

گنگو نے کہا "صاحب! یہ ٹیکسی ریزرو ہے۔ آپ کسی دوسری ٹیکسی میں چلے جائیں۔"

رینگ کے پاس کھڑے ہوئے وکرم دادا نے جم کے نشانہ لیا پھر ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی زوردار آواز کے ساتھ اس عورت کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ پیچھے جاکر ٹیکسی سے ٹکرائی پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگی۔

وکرم دادا فوراً ہی وہاں سے پلٹ کر بھاگنے لگا۔ شہر میں اس قاتل بدمعاش کو سب ہی جانتے تھے اور اس سے خوف زدہ رہتے تھے۔ کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ اس فرار ہونے والے کو آگے بڑھ کر پکڑ لیتا۔ وہ دوڑتا ہوا زینے کے

پاس آیا پھر اچانک ہی لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر زینے کے ایک ایک پائیدان سے گرتا ہوا نیچے چلا گیا۔

فرمان نے اس کی ٹانگ پر ٹانگ ماری تھی۔ وہ گرتے ہی فوراً اٹھنے لگا تو اس کے منہ پر ایک ٹھوکر پڑی۔ وہ الٹ کر پھر گر پڑا۔ اس بار لڑھکتا ہوا ذرا دور جاکر اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے غرا کر فرمان کو دیکھا۔ آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ کوئی اس سے آنکھیں ملا کر بات کرتا۔ کجا یہ کہ ایک اجنبی نے اس کے منہ پر لات ماری تھی۔ وہ غصے سے دہاڑتا ہوا حملہ کرنے آیا۔ فرمان نے اچھل کر فضا میں گھومتے ہوئے اس کے منہ پر ایک کک ماری۔ وہ پیچھے کی طرف لڑھک کر رینگ سے ٹکرا گیا۔ اس بار سمجھ میں آگیا کہ مقابلہ کرنے والا کوئی زبردست فائٹر ہے۔ اگر وہ مقابلہ کرتا رہے گا تو پولیس آجائے گی۔ اس اجنبی سے بعد میں نمٹا جائے گا۔ فی الحال جائے واردات سے فرار ہوجانا چاہیے۔

وہ رینگ پر چڑھ کر نیچے کود گیا۔ فرمان نے بھی رینگ پر سے چھلانگ لگائی۔ اس کے اٹھنے سے پہلے ہی پھر اس کے سر پر پہنچ کر اس کی پٹائی کرنے لگا۔ اس کے حواریوں نے اپنے دادا کو مار کھاتے دیکھا تو اس کی مدد کے لیے دوڑے چلے آئے۔ انیتا بھی دوسری منزل سے بھاگتی ہوئی نیچے آگئی۔ اس کا انیل تنہا پانچ غنڈوں سے مقابلہ کررہا تھا۔ انہیں مار رہا تھا لیکن اب مار بھی کھاتا جارہا تھا۔

انیتا چیخ چیخ کر لوگوں سے کہہ رہی تھی "تم لوگ تماشا دیکھ رہے ہو۔ ایک اکیلے آدمی کا ساتھ کیوں نہیں دے رہے ہو؟ ان بدمعاشوں کو مارو۔ انہیں پکڑو۔ انہیں پولیس کے حوالے کرو۔ یہ کب تک اکیلا لڑے گا؟ اس کی مدد کرو۔"

وکرم دادا نے اپنے ایک چیلے سے کہا "ابے! یہی ہے وہ لڑکی۔ میں نے بھول سے دوسری عورت کو گولی ماری ہے۔ گنگو! تو بولتا کیوں نہیں؟ سالے! نہیں بولے گا تو تیرے کو نرک میں پہنچا دوں گا۔ بول یہی لڑکی ہے نا؟"

گنگو نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ ایک غنڈا چھرا لے کر انیتا کی طرف لپکا۔ وہ سہم کر بھاگنے لگی۔ دو غنڈوں نے فرمان کو پیچھے سے جکڑ لیا تھا۔ آگے سے وکرم دادا اور اس کا ایک چیلا حملے کررہے تھے۔ وہ انیتا کو بچانے کے لیے خود کو ان سے چھڑانے کی کوششیں کررہا تھا' کامیاب ہورہا تھا لیکن وہ چاروں طرف سے حملے کررہے تھے۔ وہ حملوں کے جواب میں ڈٹ کر مقابلہ کررہا تھا۔ اس طرح نرغے سے نکل نہیں پا رہا تھا۔

انیتا اس چھرے والے سے بچنے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگ رہی تھی۔ چنڈال جوگیا اس کے دماغ میں تھا۔ اسے بچانے کے لیے پریشان ہورہا تھا۔ اس کے اندر چیخ کر بول رہا تھا "بیٹی! اس بدمعاش کو بولنے پر مجبور کرو۔ اس سے کچھ بولو' تب وہ بھی بولے گا۔ میں فوراً اس کے دماغ میں آکر تمہیں بچالوں گا۔"

وہ بھاگتے ہوئے بول رہی تھی "مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟ تم کون ہو؟ کچھ تو بولو' مجھ سے دشمنی کیا ہے؟"

لیکن وہ نہیں بول رہا تھا۔ اس بات پر جھنجلا رہا تھا کہ لڑکی اس کے ہاتھ نہیں آرہی ہے۔ فرمان کے ساتھ بھی یہی مسئلہ تھا۔ اس نے وکرم دادا کی باتیں سننے کے بعد اس کے اندر آنا چاہا تھا لیکن اس نے سانس روک لی تھی۔ باقی تین چیلے جیسے گونگے ہوگئے تھے' کچھ نہیں بول رہے تھے۔

بکرے کی ماں کب تک خیر منا سکتی ہے؟ انیتا کب تک بھاگتی رہتی؟ وہ بری طرح ہانپ رہی تھی۔ ایک جگہ لڑکھڑا کر گر پڑی۔ وہ درندہ فضا میں چھرا لہراتے ہوئے اس کے پاس آیا پھر اس پر جھک کر چھرے کا وار کرنا چاہتا تھا لیکن نہ کرسکا۔ اس کے منہ پر ایک زوردار ٹھوکر پڑی۔ وہ چیختا ہوا پیچھے کی طرف پلٹ گیا۔ دوسری ٹھوکر اس کے ہاتھ پر پڑی چھرا ہاتھ سے نکل کر دور جاگرا۔ اس نے جھنجلا کر اٹھتے ہوئے دیکھا۔ اعلیٰ بی بی اس کے سامنے پینترا بدل رہی تھی۔

ایک لڑکی سے مار کھا کر وہ طیش میں آگیا۔ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا پھر اس پر حملہ کرنے کے لیے دوڑتا ہوا آیا۔ مقابلے کے وقت غصے میں آنے والے لڑائی کی تکنیک بھول جاتے ہیں پھر اعلیٰ بی بی نے تو بابا صاحب کے ادارے میں زبردست ٹریننگ حاصل کی تھی۔ وہ غنڈا اس کے سامنے ایک تنکے کی طرح تھا۔ وہ اسے پھونکوں میں اڑانے لگی۔ اس کے دو ساتھیوں نے دور سے اپنے ساتھی کو مار کھاتے دیکھا تو دوڑتے ہوئے وہاں آگئے۔ ان کی بھی شامت آگئی۔ وہ سونیا کی بیٹی تھی۔ بجلی کی طرح ادھر سے ادھر لپکتی تھی۔ اس نے دو چار حملوں میں ہی ان کے ہوش اڑا دیے۔ ادھر فرمان کے مقابلے میں اب دو ہی دشمن رہ گئے تھے۔ وہ ان دونوں پر بھاری پڑنے لگا۔

پولیس ہمیشہ دیر سے پہنچتی ہے۔ وہاں بھی دیر سے پہنچی مگر پہنچ گئی۔ وکرم دادا اور اس کے چیلوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ جوگی بڑبولا دور اپنی بگھی میں بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ سمجھ گیا تھا کہ اب اس کا داؤ وہاں نہیں چلے گا۔ چنڈال کی بیٹی بچ گئی ہے۔ اب وہ چنڈال غنڈوں کے اندر جاکر معلوم کرلے گا کہ اس کی

بٹی پر قاتلانہ حملہ کیوں کیا گیا تھا؟ اور کس نے یہ حملہ کرایا تھا؟ اب یہ بات چھپنے والی نہیں تھی۔ یوگا جاننے والا وکرم دادا مار کھاتے کھاتے بری طرح زخمی ہوگیا تھا۔ وہ چنڈال کو اپنے دماغ میں محسوس نہ کرسکا۔ اس کے چور خیالات نے بتا دیا کہ جوگی بڑبولا انیتا کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔

اس نے طیش میں آکر جوگی بڑبولے کے اندر آنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ ادھر انیتا نے احسان مندی سے اعلیٰ بی بی کو کہا "تم نہ آتیں تو وہ مجھے جان سے مار ڈالتا۔ میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں؟"

فرمان نے کہا "عالی! میں سمجھ رہا تھا' تم خیال خوانی کے ذریعے انیتا کو نقصان پہنچاؤ گی لیکن تم نے اس کی جان بچا کر دوستی اور محبت کا ثبوت دیا ہے۔"

عالی نے کہا "یہ انیتا نہ ہوتی' کوئی اور ہوتی۔ تب بھی میں اس کی جان بچاتی۔ اب تمہاری جان بچانا بھی میرا فرض ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم میری فکر نہ کرو۔"

"تمہارے لیے تو خطرہ ہی خطرہ ہے لیکن تم سمجھ نہیں پا رہے ہو۔ میں تمہیں سمجھاؤں گی یہاں سے چلو۔"

اسی وقت جوگی بڑبولا دوڑتا ہوا آیا پھر عالی سے بولا "بیٹی! تم بہت بہادر ہو۔ میں دیکھ رہا تھا۔ تم تنہا تین غنڈوں سے لڑ رہی تھیں۔ بھگوان کے لیے مجھے بھی بچاؤ۔"

عالی نے پوچھا "تمہیں کیا ہوا ہے؟"

"چنڈال جوگی سمجھ رہا ہے کہ میں نے اس کی بیٹی پر قاتلانہ حملہ کرایا ہے۔ میں نے ایسا نہیں کیا ہے۔ میں بالکل بے قصور ہوں۔"

عالی اور فرمان سچائی معلوم کرنے بیک وقت اس کے دماغ میں آئے۔ وہ سانس روک کر فرمان سے بولا "میں جانتا ہوں' تم خیال خوانی کرتے ہو۔ میرے دماغ میں نہ آؤ۔ وہ چنڈال بھی میرے اندر آکر زلزلے پیدا کرے گا۔"

فرمان نے کہا "تم چنڈال سے نہ ڈرو۔ میں اسے دشمنی سے روک دوں گا۔ مجھے اپنے خیالات پڑھنے دو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "میرے اندر آنے کی ضد نہ کرو۔ تم نہیں جانتے' چنڈال میرا جانی دشمن ہے۔"

عالی نے پوچھا "تم سیدھی طرح دماغ میں آنے دو گے یا تمہاری پٹائی کروں؟ بولو لات جوتے کھاؤ گے؟"

اس نے بے بسی سے عالی اور فرمان کو دیکھا۔ ان دونوں نے اس کے اندر آکر مختصر سے خیالات پڑھے۔ فرمان نے کہا۔ "اچھا تو تم نے وکرم دادا کو انیتا کے قتل کے لیے یہاں بھیجا تھا۔ یہ سارے فسادات کی جڑ تم ہو۔ تمہیں انیتا سے کیا دشمنی ہے؟"

اس کے جواب دینے سے پہلے عالی نے کہا "یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ تم چنڈال جوگی کے دشمن ہو۔ بس اب تم بے فکر رہو۔ وہ میرا بھی دشمن ہے۔ میرے ہوتے ہوئے اس کا باپ بھی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ تمہیں کچھ ہوا تو انیتا کو نقصان پہنچے گا۔"

فرمان نے تعجب سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ تم نے انیتا کی جان ابھی بچائی ہے اور اب اس کے خلاف بول رہی ہو۔"

عالی نے کہا "انیتا کی بہتری اسی میں ہے کہ یہ تمہیں چھوڑ کر اپنے باپ کے پاس چلی جائے۔ میں اس کا جادو تم پر چلنے نہیں دوں گی۔"

وہ بولا "عالی! میں تم سے صاف صاف کہہ دوں۔ میں نے تم سے صرف دوستی کی تھی۔ انیتا میری محبت ہے میری جان ہے۔ میرے ساتھ رہے گی۔"

"یہ تم نہیں بول رہے ہو۔ اس کے باپ کا جادو بول رہا ہے۔ جب یہ جادو سر سے اتر جائے گا تو تم خود ہی انیتا کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو گے۔ تب تک میں اس کے جادو کا توڑ کرتی رہوں گی۔ بہتر ہے بحث نہ کرو۔ یہاں سے چلو اور اسے ہوٹل میں چھوڑ دو۔"

چنڈال جوگی نے عالی سے کہا "میں بہت دیر سے تمہاری بکواس سن رہا ہوں۔ تم مرنے کے لیے یہاں آئی ہو اب واپس نہیں جاسکو گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی عالی نے ایک زوردار ہاتھ انیتا کے منہ پر رسید کیا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ وہ چکرا کر گری اور بے ہوش ہوگئی۔ فرمان نے غصے سے تلملا کر عالی پر حملہ کیا۔ وہ اچھل کر ایک طرف ہوگئی پھر بولی "میں نے اسے بے ہوش کردیا ہے۔"

"تم نے اس پر ہاتھ کیوں اٹھایا؟" اس نے پھر حملہ کیا۔ وہ پھر بچتے ہوئے بولی "اب وہ چنڈال اس کے دماغ میں آکر مجھے چیلنج نہیں کرسکے گا۔ ہم اسے ہوٹل میں چھوڑ کر یہاں سے جائیں گے۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔" اس بار فرمان نے فضا میں اچھل کر فلائنگ کک مارنی چاہی۔ اس نے جھک کر اسے اپنے سر پر سے اچھال کر دوسری طرف پھینکتے ہوئے کہا "تمہیں پتا ہے کہ میں نے بابا صاحب کے ادارے میں کیسی ٹریننگ حاصل کی ہے۔ تم تھک جاؤ گے۔ ہانپنے لگو گے لیکن مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گے۔ میری مجبوری یہ ہے کہ

تمہیں زخمی نہیں کرنا چاہتی۔ اس طرح تمہارا دماغ کمزور ہوگا تو چنڈال جوگیا تمہارے اندر آجائے گا۔ ہماری آپس کی لڑائی میں اسے فائدہ پہنچے گا۔ وہ تمہارے دماغ پر قبضہ جمالے گا۔"

"میں مانتا ہوں' میں نے باقاعدہ ٹریننگ حاصل نہیں کی ہے پھر بھی ایسا کیا گزرا نہیں ہوں کہ تم سے مات کھا جاؤں گا۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں' مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ یہاں سے چلی جاؤ۔ میں انیتا کے ساتھ خوش رہوں گا۔"

"جب تم جادو کے اثر سے نکلو گے اور یہی بات کہو گے تو میں مان لوں گی۔ ابھی تو وہی ہوگا جو میں چاہوں گی۔"

فرمان نے اس بار اچانک حملہ کیا لیکن وہ غافل نہیں تھی۔ اس نے پہلی بار فرمان کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ عالی نے الپا کو مخاطب کیا "سسرا! تھوڑی دیر کے لیے آجاؤ۔ فرمان کے دماغ پر قبضہ جماؤ۔ تاکہ دشمن اس پر حاوی نہ ہوسکے۔ تم اس کے اندر آکر ہمارے تمام حالات معلوم کرسکو گی۔ میں اسے کمزور بنا رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے فرمان پر حملے شروع کردیے۔ وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ عالی کے اندر جیسے بجلی بھری ہوئی تھی۔ کبھی ادھر سے کبھی ادھر سے وہ بجلی فرمان پر گر رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیسے اپنا بچاؤ کرے۔ کچھ سمجھنے سے پہلے ہی وہ چکرا کر گر پڑا۔ چنڈال جوگیا اس کے دماغ میں آیا لیکن الپا اس سے پہلے اس کے اندر پہنچ چکی تھی۔

○☆○

طیارے میں خاموشی تھی۔ سکون تھا۔ کچھ مسافر نیم دراز ہو کر آرام سے سو رہے تھے۔ کچھ خاموش بیٹھے ہوئے تھے یا اخبار اور رسالے پڑھ رہے تھے اور کچھ ایک دوسرے سے باتیں کررہے تھے۔ سونیا سر جھکائے اپنے حالات پر غور کررہی تھی۔ عدنان سے ملاقات ہونے کے بعد یہ یقین ہوگیا تھا کہ وہ جلد ہی اپنے شوہر اور بچوں تک پہنچ جائے گی۔ یہی کیا کم تھا کہ وہ اپنے پوتے تک پہنچ گئی تھی اور وہی پوتا اس کی راہنمائی کرنے والا تھا۔

اس نے سر گھما کر اس ننھے فرشتے کو دیکھا۔ وہ سیٹ پر نیم دراز تھا۔ اتنی سی عمر میں دشمنوں کے درمیان رہ کر بھی بڑی بے فکری سے سو رہا تھا۔ اسے نہ فکر تھی' نہ پریشانی تھی کہ دشمن اس کے خلاف کیسے کیسے جان لیوا اقدامات کریں گے؟ نیند میں اس کی معصومیت اتنی پرکشش تھی کہ سونیا اسے چومنے کے لیے جھکنے لگی۔ ایسے ہی وقت اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر کہا "گرینڈ مما! خطرہ۔"

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

روشنی کے مینار
اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور نئے واقعات
ضیاء تسنیم بگرامی کے قلم سے
قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

عظمت کے مینار
ضیاء تسنیم بگرامی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ
قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

ایمان کا سفر
محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ
وہ فن پارے جن کی آپ کو تلاش ہے۔
قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

پچھرا گھر
محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ
جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔
قیمت -/100 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

آدھا چہرہ
محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک آئینہ جو کیریئر کی کے لبادے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں
قیمت -/250 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

کالی کہانیاں
جرائم' جادو' شیطان' ارواح' طنز و مزاح' اسرار و خوف' سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں
قیمت -/30 روپے ڈاک خرچ -/23 روپے

نک ویلوٹ کی چوریاں
مشہور جرنگ ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چراتا ہے
دو حصے۔ قیمت فی حصہ -/60 روپے
قیمت -/60 روپے ڈاک خرچ -/23 روپے

-/500 روپے کی کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف
یہ رعایت پیشگی منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی حاصل ہوگی

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802551 فیکس: 5802562-5895313
Email: kitabiat@usa.net

عدنان کی زبان سے خطرے کا لفظ سنتے ہی سونیا الرٹ ہوگئی۔ وہ اپنے پوتے کے بارے میں یہ یقین کرچکی تھی کہ اسے آگہی حاصل ہوتی ہے اور اسی کے مطابق وہ بڑے بڑے کام کر گزرتا ہے پھر ایک بچے کی طرح نارمل ہوجاتا ہے۔

"سونیا اس پر جھکی ہوئی تھی۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی "بیٹے! کس قسم کا خطرہ ہے؟"

"ان کے ہاتھوں میں ہتھیار تھے۔ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے۔ میں پھر خواب دیکھوں گا۔"

اس نے پھر آنکھیں بند کرلیں۔ وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر آگے پیچھے دور تک دیکھنے لگی۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ سکون تھا۔ اس کے پوتے نے کہا تھا کہ ان کے ہاتھوں میں ہتھیار تھے۔ کیا وہاں ایک یا ایک سے زیادہ مسافروں نے اپنے پاس ہتھیار چھپا رکھے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو تمام مسافروں کو ٹاٹنا چاہیے اور اگر وہ نظروں میں آجائیں تو ان پر فوراً قابو پانا چاہیے۔

وہ مسافروں پر نظریں ڈالتے ہوئے' ایک ایک قطار سے گزرتے ہوئے ایسے دیکھ رہی تھی' جیسے اس کی آنکھیں ایکسرے مشین ہوں اور وہ ان سب کو اندر تک دیکھ رہی ہو۔ جہاز میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بیٹھنے والوں کے پاس کچھ نہیں تھا۔

وہ ایک ایک کی جامہ تلاشی نہیں لے سکتی تھی۔ ان کے چہروں سے ان کی گفتگو سے اور ان کے اٹھنے بیٹھنے سے اندازہ کررہی تھی کہ وہ سب عام سے پُرامن شہری ہیں۔ وہاں تقریباً ڈیڑھ سو مسافر تھے۔ ہر ایک کے بارے میں اندازہ درست نہیں ہوسکتا تھا۔

اس نے پائلٹ کیبن کے دروازے پر دستک دی۔ دوسری طرف خاموشی رہی۔ دوسری دستک پر دروازہ ذرا سا کھلا۔ ایک اسٹیوارڈنے جھانک کر پوچھا "یس میڈم؟"

وہ بولی "جہاز کیسے اڑائے جاتے ہیں' میں اندر آکر دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"سوری میڈم! ابھی ہم پرواز کے سلسلے میں پریشان ہیں۔ پلیز آپ ڈسٹرب نہ کریں۔"

"آپ پریشان کیوں ہیں؟ کیا پرواز نارمل نہیں ہے؟ کیا کسی طرح کا خطرہ پیش آسکتا ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ ہمارا ایک ٹیکنیکل مسئلہ ہے۔ ہم آپ کو سمجھا نہیں سکتے۔ آپ آرام سے بیٹھیں۔"

اس نے پہلے کی طرح دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ وہ وہاں سے پلٹ کر کچھ سوچتی ہوئی آہستہ آہستہ چل کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اس نے عدنان کو دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا' اس نے اپنی دادی سے کہا تھا' وہ اپنی ممی کو تلاش کررہا ہے۔

سونیا نے کہا تھا "بیٹے! تمہاری ممی اب اس دنیا میں نہیں رہیں۔ اللہ کو پیاری ہوگئی ہے۔"

اس نے انکار کیا تھا "نہیں۔ میری ممی زندہ ہیں۔ وہ میرے اندر آکر بولتی ہیں۔"

سونیا نے اسے بے یقینی سے دیکھ کر پوچھا تھا "کیا تم اپنی ماں کو تصور میں یا خوابوں میں دیکھتے ہو؟"

"میں نے ان کی صورت نہیں دیکھی مگر وہ میرے اندر بولتی ہیں اور جو بولتی ہیں' اس پر میں عمل کرتا رہتا ہوں۔"

"کیا تمہاری ممی کہتی ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔ اگر زندہ ہیں تو تمہارے پاس کیوں نہیں آتیں؟"

"وہ آئیں گی۔ انہوں نے کہا ہے' وہ ایک دن مجھ سے ضرور ملیں گی۔ اسی لیے میں ان کی تلاش میں بھٹک رہا ہوں۔"

اس نے پچھلی بار پورس سے کہا تھا۔ "ایک خاتون اپنوں کی تلاش میں بھٹک رہی ہیں۔ میں ان سے ملنے والا ہوں اور انہیں ان کے گھر پہنچانے والا ہوں۔" اس کی بات سچ ثابت ہوئی۔ وہ بھٹکنے والی دادی جان کے پاس پہنچا ہوا تھا۔

پھر یہ حقیقت بھی پیش نظر تھی کہ وہ دو بار سینڈی گرے کے خفیہ اڈوں تک پہنچ گیا تھا۔ جہاں بھی سینڈی چھپتا تھا' وہ پہنچ جاتا تھا۔ تیسری بار اس طیارے میں اس کے بالکل قریب پہنچا ہوا تھا۔ ان تمام حقائق سے ثابت ہوتا تھا کہ یا تو اسے قدرتی طور پر آگہی حاصل ہوتی ہے یا پھر سچ مچ اس کی ماں شیوانی زندہ ہے اور وہ ضرورت کے وقت اپنے ننھے بیٹے کے اندر بولتی رہتی ہے۔

ایسا سوچتے وقت سونیا چونک گئی۔ اس کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا "میں اپنا ماضی بھول چکی ہوں۔ خود اپنے بارے میں کچھ یاد نہیں آتا ہے پھر میں پوتے سے یہ کیوں کہہ رہی ہوں کہ اس کی ماں مرچکی ہے؟ مجھے کیسے معلوم ہوا؟ میں نے کیسے کہہ دیا کہ وہ زندہ نہیں ہے؟ سب کچھ بولنے کے باوجود ذہانت اور حاضر دماغی سلامت ہے اور اپنی دفاعی صلاحیتیں یاد ہیں۔ اسی طرح ذہن کے کسی گوشے سے یہ بات نکل آئی کہ میرے پوتے کی ماں' میری بہو مرچکی ہے۔"

سونیا اپنے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس سے چند قطار آگے سینڈی گرے اپنی سیٹ پر سہما ہوا بیٹھا تھا۔ خوف زدہ

ہونے کی ایک بات یہ تھی کہ عدنان اس کی شہ رگ تک پہنچا ہوا تھا۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوگیا تھا۔ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو مدد کے لیے پکار نہیں سکتا تھا۔

اس کے دونوں ساتھی جیک کیلر اور مہادھالی اس کے اندر آئے تھے۔ انہوں نے عدنان کی غیر معمولی حرکتوں کے سلسلے میں بہت کچھ معلوم کیا تھا اور اسی نتیجے پر پہنچے تھے کہ اس بچے کے ساتھ کوئی روحانی یا ایسی انجانی قوت ہے' جو ان کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ جب ان کی ٹیلی پیتھی ناکام ہورہی ہے اور وہ اس بچے کے دماغ کو اپنے قبضے میں نہیں لے پارہے ہیں تو دانش مندی یہی ہے کہ وہ اس ننھی خطرناک بلا سے دور رہیں۔ ورنہ وہ بلا سینڈی گرے کی طرح ان کے پیچھے بھی پڑجائے گی۔ انہیں بھی بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔

ذرا سی دیر میں کیا سے کیا ہوجاتا ہے۔ اچانک ہی طیارے کی پرسکون فضا میں ہلچل پیدا ہوگئی۔ پائلٹ کیبن کا دروازہ کھلا۔ ایک شخص گن لیے مسافروں کے سامنے آگیا۔ ایک ائرہوسٹس نے مائیک پر کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اس طیارے کو ہائی جیک کرکے ہمیں یرغمال بنالیا گیا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ حوصلے اور صبر سے کام لیں' اپنی سیٹوں پر خاموش بیٹھے رہیں۔ یہ لوگ آپ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

عدنان نے پہلے ہی خطرے کی گھنٹی بجادی تھی۔ سونیا ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ آخری قطار کے پیچھے دو گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے اسے للکارا "اے! بیٹھ جاؤ۔ ورنہ کھوپڑی میں سوراخ ہوجائے گا۔"

وہ بولی "میں ٹائلٹ جانا چاہتی ہوں۔"

"اب منہ کھولو گی تو جہنم کے ٹائلٹ میں پہنچ جاؤ گی۔"

عدنان نے آنکھیں کھول کر دادی کو دیکھا پھر اس کی شرٹ پکڑ کر کھینچی۔ وہ بیٹھ گئی۔ اس سے بولی "تم نے درست کہا تھا' ان کے ہاتھوں میں ہتھیار ہیں۔ تم نے خواب میں اور کیا دیکھا ہے؟ کیا تمہاری ماں تم سے کچھ کہہ رہی ہے؟"

"ہاں۔ آپ کچھ نہیں کریں گے۔ کسی سے جھگڑا نہیں کریں گی۔ اچھے بچے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر سر اٹھائے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ آگے پائلٹ کیبن کی طرف دو گن مین تھے اور پیچھے آخری قطار کے پاس دو گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ تمام مسافر سہمے ہوئے تھے۔ دو چار عورتیں اور بچے رونے لگے تھے۔ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر خاموش رہنے کا حکم دیا جارہا تھا۔ وہ سب اغوا کرنے والے برازیل کی مقامی زبان بول رہے تھے۔

سینڈی گرے پہلے نڈھال سا بیٹھا ہوا تھا لیکن ہائی جیک کرنے والوں کو دیکھتے ہی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ طیارے کے ایک ڈاکٹر نے اسے ایک انجکشن لگایا کر کھانے کے لیے دوائیں دی تھیں۔ جس کے نتیجے میں وہ کسی حد تک توانائی محسوس کررہا تھا لیکن خیال خوانی کے قابل نہیں تھا۔ اب یہ اندیشہ تھا کہ نہ جانے ہائی جیکرز مسافروں کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟

اسے اپنی فکر تھی۔ وہ لوگ اپنے مطالبات منوانے کے لیے دو چار مسافروں کو گولی مار کر ہلاک کرسکتے تھے۔ اسے بھی گولی مار سکتے تھے۔ اگر وہ خیال خوانی کے قابل ہوتا تو اپنا بچاؤ بھی کرسکتا تھا اور اغوا کرنے والوں کو اپنے زیر اثر لاسکتا تھا۔

ایک شخص نے ایک گن مین سے پوچھا "کچھ معلوم تو ہو' طیارے کو ہائی جیک کیوں کیا جارہا ہے؟"

ان دہشت گردوں کا سرغنہ پائلٹ کیبن سے باہر آکر مسافروں کو دور تک دیکھ رہا تھا۔ وہ لحیم شحیم قد آور پہلوان دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے کہا "ہمارا تم سے نہیں' برازیل کی حکومت سے جھگڑا ہے۔ انہوں نے میرے ایک بھائی اور میرے دو جانبازوں کو گرفتار کیا ہے۔ انہیں موت کی سزا دینے والے ہیں اور میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ ایک ہاتھ میں بھاری سی گن اٹھائے مسافروں کے درمیان سے بولتا ہوا گزر رہا تھا "ابھی حکومت سے ہمارے مذاکرات ہورہے ہیں۔ اس طیارے کو برازیل کے ایک گھنے جنگل میں اتارا جارہا ہے۔ اپنے اپنے حفاظتی بیلٹ باندھ لو۔"

وہ بولتا ہوا سونیا کے قریب سے گزرنے لگا۔ ایسے وقت اسے الٹا دینا سونیا کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ وہ اس سے گن چھین کر اسے نشانے پر رکھ کر ان تمام دہشت گردوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرسکتی تھی لیکن پوتے نے منع کیا تھا۔

وہ جھک کر پوتے سے بولی "یہ بولتا ہوا گیا ہے۔ ابھی واپس یہیں سے گزرے گا۔ میں اسے لڑھکا سکتی ہوں۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "نہیں۔"

"تم منع کیوں کررہے ہو؟ کوئی خاص وجہ ہے تو بتاؤ۔ ورنہ میرے ہاتھوں میں کھجلی ہورہی ہے۔"

وہ بولا "پلیز گرینڈ مما! اس آدمی کی باتیں سنو۔"

وہ آخری قطار تک جاکر وہاں سے واپس بولتا آرہا تھا

"یہاں کسی کے پاس ہتھیار ہے تو وہ ہمارے سامنے لاکر رکھ دے۔ ہم اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اگر کوئی چالاکی دکھائے گا تو معلوم ہونا چاہیے کہ گورنر برازیل کا ایک آٹھ سالہ بیٹا اس جہاز میں ہمارے نشانے پر ہے۔ ہم اس بچے کو گولی ماردیں گے پھر برازیل کی حکومت اس چالاکی دکھانے والے کو زندہ نہیں چھوڑے گی۔ لہٰذا کوئی ہیرو بننے کی کوشش نہ کرے۔"

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر عدنان کو دیکھا۔ اس کا پوتا طیارے میں بیٹھے ہوئے ایک بچے کی جان بچانے کے لیے دادی جان کو کسی ایکشن سے منع کررہا تھا۔ وہ اس کے سر پر فخر سے ہاتھ پھیر کر بولی "یو آر ونڈر فل۔"

وہ سرغنہ اگلی قطار تک پہنچ کر بول رہا تھا "برازیل کے جنگل میں اترنے کے بعد حکومت نے میرے بھائی اور میرے جانبازوں کو رہا نہ کیا تو ہر ایک گھنٹے بعد اس طیارے کے دو مسافروں کو گولی ماردی جائے گی۔ آخری مسافر تک گورنر کے بیٹے کو زندہ رکھا جائے گا۔ تاکہ وہ آخر تک ہمارا مطالبہ پورا کرسکیں۔"

اس کی باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ مطالبہ ماننے تک ایک ایک مسافر کی شامت آتی رہے گی۔ یہ سن کر تمام مسافروں کو اپنی موت صاف دکھائی دے رہی تھی۔ سینڈی گرے بار بار خیال خوانی کرنے کی کوشش کررہا تھا اور ناکام ہورہا تھا۔ وہ "ٹیرر سپلائرز" تنظیم کا سربراہ تھا۔ امریکا کے شمال سے جنوب تک دہشت گردوں اور باغیوں کو اسلحہ سپلائی کیا کرتا تھا۔ برازیل کے دہشت گرد بھی اس سے اسلحہ خریدتے تھے۔ سینڈی گرے اس سرغنہ کو بھی پہچان رہا تھا۔ اس کا نام کنگ بوگارٹا تھا۔ وہ اب تک لاکھوں ڈالرز کا اسلحہ سینڈی سے خرید چکا تھا لیکن سینڈی کو چہرے سے نہیں پہچانتا تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ صرف خیال خوانی کے ذریعے ایسے خطرناک لوگوں سے لین دین رکھتا تھا۔ کبھی ان کے روبرو نہیں آتا تھا۔ تمام جرائم پیشہ افراد اور ان کے سرغنہ سینڈی گرے کو ایس جی کے مخفف نام سے جانتے تھے۔

اب وہ اس سرغنہ کنگ بوگارٹا سے کہتا کہ وہ ٹیرر سپلائرز کا سربراہ ایس جی ہے تو کبھی یقین نہ کرتا۔ اس سے مطالبہ کرتا کہ وہ ہمیشہ کی طرح اس کے دماغ میں آکر باتیں کرے اور فی الوقت وہ اس قابل نہیں رہا تھا۔

اس نے ایک کاغذ پر لکھا "ڈیئر کنگ بوگارٹا! میں ٹیرر سپلائرز کا سربراہ ایس جی ہوں۔ بیمار ہونے کا ثبوت بھی دوں گا اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت سے تمہارا مطالبہ بھی منواؤں گا۔ تمہارے بھائی کو سزائے موت نہیں ہوگی۔"

اس نے کاغذ کو تہ کرکے کنگ بوگارٹا کی طرف ہاتھ لہرایا۔ اس نے اپنے ماتحت سے کہا "دیکھو وہ کیا کہتا ہے؟"

ماتحت نے سینڈی کے پاس آکر اس کا نشانہ لے کر پوچھا "ہاتھ کیوں ہلا رہے ہو؟"

وہ تہ کیا ہوا کاغذ اسے دیتے ہوئے بولا "اسے لے جاؤ اور اپنے باس کو دو۔"

اس نے وہ کاغذ لے جاکر باس کو دیا۔ اس نے اسے کھول کر پڑھا پھر تیزی سے چلتا ہوا سینڈی کے پاس آکر اسے توجہ سے دیکھتے ہوئے بولا "کیا تم واقعی ایس جی ہو؟"

وہ اثبات میں سرہلا کر بولا "میں بہت بیمار ہوں۔ میری مدد کرو۔ میں تمہارے بہت کام آؤں گا۔"

"تم جب تک ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کرو گے، میرے قیدی بن کر رہو گے۔ تمہیں طبی امداد ملتی رہے گی۔ جہاں اس جہاز کو اتارا جارہا ہے، وہاں ہمارا کیمپ لگا ہوا ہے۔ کھانا پینا اور طبی امداد سب کچھ ملے گی۔ تم جھوٹے نکلے تو گولی مار دی جائے گی۔"

"میں جلد ہی خیال خوانی کے ذریعے تم سے باتیں کروں گا۔ ابھی تم سے اور بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی کچھ نہیں سننوں گا۔ طیارے کو اتارا جارہا ہے۔ بعد میں تم سے باتیں ہوں گی۔"

وہ چلا گیا۔ اسپیکر کے ذریعے ائرہوسٹس کہہ رہی تھی کہ جہاز کو اتارا جارہا ہے۔ تمام مسافر سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔ سینڈی گرے اس وقت کنگ بوگارٹا سے کہنے والا تھا کہ وہ اتنے مسافروں کے ساتھ ایک خطرناک بچے کو بھی یرغمال بنا رہا ہے۔ اس کی دادی فرہاد علی تیمور کی بیوی سونیا ہے۔ اسے ان دادی پوتے سے ہوشیار رہنا چاہیے ورنہ شامت آجائے گی۔

لیکن کنگ بوگارٹا نے اس کی یہ باتیں نہیں سنی تھیں۔ سینڈی کو اگرچہ بہت بڑا سہارا مل گیا تھا۔ اس کے باوجود یہ دھڑکا باقی تھا کہ دوسری بار کنگ بوگارٹا سے باتیں کرنے تک وہ دادی پوتا اس کی شامت لاسکتے ہیں۔

دنیا میں بہت سے گھنے جنگلات ہیں۔ ان میں برازیل کے جنگلات بھی بہت گھنے اور زہریلے حشرات الارض سے بھرے ہیں اور اتنے پیچیدہ ہیں کہ وہاں پہنچنے کے بعد کسی مقامی گائیڈ کے بغیر جنگل سے باہر آنا ممکن نہیں ہوتا۔ ان جنگلات کے ایک حصے سے ایک کشادہ پختہ سڑک گزرتی

تھی۔ اس سڑک پر طیارے کو اتارلیا گیا۔

اس وقت دوپہر کے دو بجے تھے لیکن وہاں اتنے اونچے اور گھنے درخت تھے کہ سورج کی روشنی زمین تک نہیں پہنچتی تھی۔ پورے جنگل میں دن کے وقت نیم تاریکی رہتی تھی اور رات کو اس قدر تاریکی ہوتی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ طیارے سے تمام مسافروں کو اترنے کا حکم دیا گیا۔ ایک لانبی مضبوط سیڑھی لگائی گئی تھی۔ وہ سب اپنا اپنا ہینڈ بیگ اور سفری بیگ لے کر اترنے لگے۔ باہر مشعلوں کی روشنی میں کچھ دور تک دکھائی دے رہا تھا۔ آگے دھند اور تاریکی تھی۔ تقریباً دو درجن مسلح افراد دور دور تک نظر آرہے تھے وہ تمام مسافروں کو گن پوائنٹ پر وہاں سے لے جانے لگے۔

کچھ بتایا نہیں جارہا تھا کہ انہیں کہاں لے جارہا ہے۔ راستہ ناہموار تھا۔ لانبی خاردار گھاس تھی۔ گھاس کے نیچے زمین کہیں خشک اور کہیں دلدلی تھی۔ سونیا نے عدنان کو اپنی پشت پر اسکول بیگ کی طرح لاد لیا تھا۔ تقریباً چھ کلومیٹر تک چلتے رہنے کے بعد تیز روشنی دکھائی دی۔ درختوں کے سائے میں کیمپ لگے ہوئے تھے۔ جنریٹر کے ذریعے بجلی کی روشنی پیدا کی گئی تھی۔ دور تک بڑے بڑے خیمے لگے ہوئے تھے۔ ہر خیمے میں چھ چھ مسافروں کو رہنے کا حکم دیا گیا۔

سینڈی نے کنگ بوگارٹا کو دیکھا۔ وہ بہت مصروف تھا۔ کبھی اپنے جاں نثاروں کو طرح طرح کے ضروری احکامات دے رہا تھا۔ کبھی فون پر برازیل کے اعلیٰ حکام سے باتیں کررہا تھا۔ سینڈی اندر سے گھبرایا ہوا تھا۔ وہ کنگ بوگارٹا کو جلد سے جلد عدنان اور سونیا کے خلاف آگاہ کرنا چاہتا تھا لیکن موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر ستانے کے لیے ایک خیمے میں آیا۔ وہاں دادی پوتے کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ واپس جانے لگا۔ سونیا نے کہا "کہاں جارہے ہو؟ آؤ یہاں بیٹھو۔"

وہ ناگواری سے بولا "میں تم دونوں کے سائے سے بھی دور رہوں گا۔ تم دونوں یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گے۔"

وہ بولی "اچھا! جہاز میں تو چوہے بنے ہوئے تھے۔ کیا دماغی توانائی بحال ہوگئی ہے؟"

"میں ٹیلی پیتھی کے بغیر بھی بہت کچھ کرسکتا ہوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں ان دہشت گردوں کو ہتھیار سپلائی کرتا رہتا ہوں۔ ان کے باس کنگ بوگارٹا سے میری دوستی ہے۔ میں ابھی جاکر اسے بتاؤں گا کہ تم دونوں صرف میرے لیے ہی نہیں اس کے لیے بھی خطرناک ہو۔ اسے بھی کسی وقت نقصان پہنچا سکتے ہو۔ اسے معلوم ہوگا کہ تم دونوں کا تعلق فرہاد علی تیمور سے ہے۔ تم بیوی اور یہ پوتا ہے تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

وہ تیزی سے پلٹ کر چلا گیا۔ سونیا پریشان ہوکر سوچنے لگی پھر عدنان سے بولی "تم نے میرے ہاتھ باندھ دیے ہیں۔ اگر میں نے اسے نہ روکا اور اسے ختم نہ کیا تو وہ کنگ بوگارٹا کو ہمارا جانی دشمن بنادے گا۔ اسے روکنا چاہیے۔"

"پلیز مما! تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ وہ کسی سے کچھ نہیں بول سکے گا۔"

"بیٹے! وہ ابھی بولنے گیا ہے۔"

"ہاں گیا ہے۔ تم جاکر دیکھ سکتی ہو۔ وہ بول نہیں سکے گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر بولی "سوری بیٹے! پانی سر سے اونچا ہوجائے گا تو پھر میں کچھ کر نہیں پاؤں گی۔"

وہ خیمے سے باہر چلی گئی۔ عدنان اس کے پیچھے چلتا ہوا باہر آیا۔ دور ایک بڑے خیمے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ خیمہ کنگ بوگارٹا کے لیے مخصوص تھا۔ سینڈی گرے وہاں اندر جاکر ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔ بوگارٹا فون پر باتیں کررہا تھا۔ اس کے قریب دو گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں، کسی بھی شرط کے بغیر میرے بھائی اور میرے جانبازوں کو رہا کردو۔ جب تک وہ رہائی پاکر میرے پاس نہیں آئیں گے۔ تب پندرہ منٹ تک میں ہر ایک گھنٹے بعد ایک مسافر کو گولی ماروں گا۔ پہلا ایک گھنٹا پورا ہونے والا ہے۔ پندرہ منٹ رہ گئے ہیں۔ پندرہ منٹ تک مطالبہ پورا نہ ہوا تو تم پہلے فائر کی آواز سنو گے۔"

پھر وہ فون بند کرتے ہوئے غصے سے بڑبڑانے لگا "کتے! کمینے! مطالبہ پورا کرنے میں دیر کررہے ہیں۔ انہیں یقین ہوگا کہ وہ ہمیں ڈھونڈ کر چاروں طرف سے گھیر کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور کردیں گے۔ مجھے نادان سمجھ کر بارہ گھنٹے کی مہلت مانگ رہے ہیں۔ اے! تم جاؤ اور ایک مسافر کو میرے خیمے کے سامنے لاؤ۔ پندرہ منٹ بعد اسے گولی ماری جائے گی۔"

ایک گن مین وہاں سے جانے لگا۔ بوگارٹا نے سینڈی کو دیکھ کر پوچھا "تمہیں میڈیکل ایڈ مل رہی ہے؟"

وہ بولا "ابھی میں ڈاکٹر کے پاس جاؤں گا۔ اس سے پہلے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ سخت لہجے میں بولا "میرے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تمہیں دماغی توانائی ملے اور تم خیال خوانی کرو۔ میرے کام آؤ۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے برازیل کے حکمرانوں

کو میرے آگے جھکا سکو گے۔ جاؤ ڈاکٹر سے توانائی کی دوائیں لو۔"

"میں ابھی جاتا ہوں مگر آپ میری ضروری باتیں سن لیں۔ نہیں تو آپ کو نقصان پہنچے گا۔"

"تم بڑی دیر سے ضروری باتوں کی رٹ لگا رہے ہو۔ آخر کیا بات ہے۔ بولو۔"

"بات یہ ہے کہ۔۔۔" وہ اچانک ہنسنے لگا۔ بوگارٹا نے ڈانٹ کر پوچھا "کیوں ہنس رہے ہو؟"

اس نے پریشان ہو کر سوچا "یہ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں اچانک کیوں ہنسنے لگا؟"

وہ بولا "وہ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا۔ بہرحال میں یہ کہہ رہا تھا کہ میں کتوں کی طرح بھونک سکتا ہوں۔"

وہ کتے کی آواز نکال کر بھونکنے لگا۔ اندر ہی اندر گھبرانے لگا کہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ کیا اس کے دماغ میں کوئی گھسا ہوا ہے؟ اسے ہنسنے پھر بھونکنے پر مجبور کر رہا ہے۔ وہ بوگارٹا سے یہ کہنا چاہتا تھا۔ اسی وقت اس کے اندر زلزلہ سا پیدا ہوا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا اچھل کر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ بوگارٹا سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے ماتحت سے بولا "دیکھو اسے کیا ہو رہا ہے؟ یہ جہاز سے بکواس کرتا آ رہا ہے۔ ابھی بھونکتے بھونکتے اسے کیا ہو رہا ہے؟"

وہ گن مین اس سے پوچھ رہا تھا کہ اسے کیا ہو رہا ہے لیکن اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ کچھ بولنے کے اور اپنا دکھڑا سنانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ سونیا خیمے کے باہر کھڑی دیکھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ اس کے بوتے نے درست کہا تھا کہ سینڈی ان کے خلاف کچھ بول نہیں سکے گا۔ وہ ننھا فرشتہ کبھی غلط پیش گوئی نہیں کرتا تھا۔

اصل حقیقت یہ تھی کہ جیک کیلر اور مہادھالی اپنے اس ساتھی کو مصیبت میں چھوڑ کر چلے گئے تھے اور آپس میں مشورے کر رہے تھے کہ سینڈی گرے امریکا کے شمال سے جنوب تک تمام علاقوں میں اسلحہ فروخت کر کے خوب کما رہا ہے۔ اگر اس سے وہ تمام علاقے چھین کر وہ اپنے کسی آلۂ کار کو وہاں کا سربراہ بنا دیں تو پورے امریکا کی مارکیٹ ان کے ہاتھوں میں رہے گی اور خوب منافع حاصل ہوتا رہے گا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے تمام علاقوں میں پہنچ کر وہاں کے کاروباری حالات اور منافع کی شرح معلوم کر رہے تھے۔ جب وہ سینڈی کے دماغ میں آئے تو پتا چلا کہ کنگ بوگارٹا جہاز کے تمام مسافروں کو اغوا کر کے جنگل میں لے آیا ہے۔

انہوں نے بوگارٹا کے اندر پہنچ کر اس کے چور خیالات سے معلوم کیا کہ سینڈی سے وہ کس طرح اسلحہ خریدتا ہے اور وہ دونوں رابطے کے لیے کون سے کوڈ ورڈز استعمال کرتے ہیں۔ مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد انہوں نے سینڈی کو اس عذاب میں مبتلا کر دیا۔

دوسری طرف پورس کا ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والا عبداللہ وقفے وقفے سے عدنان کے اندر آتا رہا۔ اس نے پورس کو بتایا "سر! اس طیارے کو اغوا کیا گیا ہے۔ میڈم اغوا کرنے والوں سے نمٹنا چاہتی ہیں لیکن عدنان بابا انہیں روک رہے ہیں۔"

پورس نے کہا "جب مما عدنان کی بات مان رہی ہیں تو تم بھی انتظار کرو اور دیکھو کہ کیا ہونے والا ہے؟"

جب سینڈی نے سونیا کو چیلنج کیا اور بوگارٹا کو ان کے خلاف بھڑکانے گیا تو پورس نے کہا "اسے مخالفت میں بولنے نہ دو۔"

عبداللہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے بولنے سے روکنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ بے اختیار ہنسنے' پھر کتے کی طرح بھونکنے لگا۔ عبداللہ نے سمجھ لیا کہ اس کے اندر کوئی اس کا دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ وہ چپ چاپ تماشا دیکھنے لگا۔

سینڈی دماغی تکلیف برداشت کر رہا تھا۔ عبداللہ اسے چھوڑ کر بوگارٹا کے اندر آیا۔ وہاں جیک کیلر اس سے کہہ رہا تھا "میں سینڈی گرے عرف ایس جی ہوں۔ تمہارے کوڈ ورڈز ہیں "برازیل" فٹ بال کا عالمی چیمپئن ہے اور ہمارے کوڈ ورڈز ہیں۔ ہم فٹ بال میں بھی بارود بھر کر کاروبار جاری رکھ سکتے ہیں۔"

کنگ بوگارٹا نے کہا "بے شک یہی کوڈ ورڈز ہیں۔ تم سچے ہو۔ یہ بہروپیا ہے۔ برازیل کے گورنر کو دھمکی دیے ہوئے ایک گھنٹا گزر چکا ہے۔ اس بہروپیے کو باہر لے جا کر گولی مار دو۔ یہ کتا بھونک رہا تھا۔ مجھے دھوکا دے رہا تھا۔"

سینڈی نے گڑگڑاتے ہوئے کہا "میرا یقین کرو۔ میں ایس جی ہوں۔ بوگارٹا! تمہیں میرے خلاف کوئی بہکا رہا ہے۔"

جیک کیلر نے اس کے اندر آ کر کہا "تمہارے چیخنے چلانے کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ میں سینڈی گرے بن کر اسے قائل کر چکا ہوں۔ اب باہر جاؤ اور گولی کھاؤ۔ پورے امریکا کی مارکیٹ اب ہمارے ہاتھوں میں رہے گی۔"

وہ عاجزی سے بولا "جیک کیلر! تم پوری مارکیٹ اور میری تمام دولت لے لو مگر ایسی جان لیوا سازش نہ کرو۔"

ان کی باتوں سے عبداللہ کو معلوم ہوا کہ سینڈی سے دشمنی کرنے والے اس کے اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی جیک کیلر اور مہادھالی ہیں۔

دو گن مین سینڈی کو پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے خیمے کے باہر لے گئے۔ وہاں سونیا کے ساتھ عدنان کھڑا ہوا تھا۔ کنگ بوگارٹا نے باہر آ کر تمام مسافروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میرا مطالبہ اب تک تسلیم نہیں کیا گیا ہے اور ایک گھنٹا گزر چکا ہے۔ میں اپنی دھمکی کے مطابق پہلے مسافر کو گولی مار رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنی گن سے سینڈی کا نشانہ لیا۔ سینڈی نے آخری بار عدنان کی طرف دیکھا پھر کہا "تو نے پیچھا کرتے کرتے آخر میری جان لے ہی لی۔"

ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے سینے میں آ کر لگی۔ وہ زمین پر گر کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا۔

کنگ بوگارٹا نے فون کے ذریعے برازیل کے گورنر کو مخاطب کیا تھا پھر کہا تھا "تو پہلی فائرنگ کی آواز سنو۔"

اس نے گورنر کو آواز سناتے ہوئے سینڈی کو گولی ماری تھی پھر کہا تھا "اب میں چالیس منٹ کے بعد فون کروں گا۔ تم نے مطالبہ تسلیم نہ کیا تو دوسرے مسافر کی جان جائے گی۔ تمہارے بیٹے کو آخر میں گولی ماری جائے گی۔"

وہ فون بند کر کے خیمے میں آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے آگے ایک میز پر شراب کی بوتل اور گلاس کے ساتھ بھنا ہوا گوشت لا کر رکھا گیا۔ عبداللہ اس کے دماغ میں تھا۔ جیک کیلر کہہ رہا تھا "بوگارٹا! تم گدھے ہو۔"

وہ غصے سے بولا "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"ایک گدھے سے بھی گئے گزرے ہو۔ تم نے جسے گولی ماری ہے' وہی دراصل تمہارا اسلحہ سپلائر سینڈی گرے عرف ایس جی تھا۔"

"یہ کیا بول رہے ہو؟ نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اگر یہ سچ ہے تو تم نے اسے میرے ہاتھوں کیوں ہلاک کرایا؟"

"امریکا کی مارکیٹ اب میرے اور مہادھالی کے کنٹرول میں رہے گی۔"

وہ شراب کی بوتل کھولنا بھول گیا۔ اس نے پوچھا "اسے تم بھی ہلاک کر سکتے تھے؟ پھر خود ایسا کیوں نہیں کیا؟"

"اس طرح تمہیں معلوم ہو گیا کہ تم اپنے اسلحہ سپلائر کو قتل کر چکے ہو۔ آئندہ تم ہم سے اسلحہ خریدو گے میرا نام جیک کیلر ہے۔"

اسے دوسری آواز سنائی دی "اور میرا نام مہادھالی ہے۔ ہم دونوں تمہارے بھائی کو اور جانبازوں کو رہا کرا سکتے ہیں۔"

وہ ایک گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے بولا "سپلائر کوئی بھی ہو۔ مجھے اسلحہ چاہیے۔ میرے بھائی اور جانبازوں کے لیے کیا کر سکتے ہو؟ جو کرنا ہے۔ جلدی کرو۔ سنا ہے' انہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے بڑی درندگی سے ٹارچر کیا جا رہا ہے۔"

"ان کی رہائی کے سلسلے میں ہم پچیس لاکھ ڈالرز لیں گے۔ تمہارے لوگ کل صبح تک اس کیمپ میں پہنچ جائیں گے۔"

"پچیس لاکھ بہت ہیں۔ تم دیکھ رہے ہو' گورنر کا بیٹا ہمارے قبضے میں ہے۔ ہم خود ہی صبح تک انہیں رہا کرا لیں گے۔"

"ہاں۔ وہ اپنے بیٹے کی موت نہیں چاہے گا لیکن ہم اس بچے کو مار ڈالیں گے۔ دوسرے مسافروں کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے پھر تم اپنے لوگوں کو کیسے رہا کراؤ گے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم میرے اپنوں کی رہائی میں رکاوٹیں کیوں پیدا کرو گے؟"

"ہمارا مطالبہ ہے پچیس لاکھ ڈالرز۔ یہ تم نہیں دو گے تو ہم برازیل کے گورنر سے لیں گے اور اس کے بیٹے کو بخیریت یہاں سے وہاں پہنچا دیں گے۔ تم اس بچے کو نقصان پہنچانا چاہو گے تو ہم تمہیں اور تمہارے تمام جانبازوں کو جہنم میں پہنچا دیں گے۔"

"یہ سراسر زیادتی ہے۔ ہم تمہارے اسلحے کے مستقل خریدار ہیں۔ تمہیں ہمارے برے وقت میں ساتھ دینا چاہیے۔ اس کے برعکس تم ہمیں نقصان پہنچانے کی باتیں کر رہے ہو۔ پلیز دوستانہ رویہ اختیار کرو۔"

"یہ دوستانہ رویہ ہی ہے۔ ورنہ تمہارے خلاف برازیل کے گورنر سے بھی سودے بازی ہو سکتی ہے۔ تم اچھی طرح سوچ لو۔ کوئی جلدی نہیں ہے۔"

بوگارٹا نے طیارے کو ہائی جیک کیا تھا۔ مسافروں کو یرغمال بنا رہا تھا۔ اپنا مطالبہ منوانے کے لیے ایک مسافر کو گولی مار چکا تھا۔ یہ یقین تھا کہ صبح تک اس کا مطالبہ مان لیا جائے گا۔ برازیل کا گورنر اپنے بیٹے کی سلامتی ضرور چاہے گا۔ بوگارٹا کوئی رقم خرچ کیے بغیر اپنے بھائی اور جانبازوں کو رہا کرانے ہی والا تھا۔ ایسے میں جیک کیلر اسے پچیس لاکھ کا دھکا لگا رہا تھا۔ یہ اتنی بڑی رقم کی ادائیگی خوامخواہ ہوتی۔

مجبوری یہ تھی کہ وہ ادائیگی سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے زبردست نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اسے جان سے مار سکتے ہیں اور اس کے بھائی کی رہائی کو روک سکتے ہیں۔

وہ بری طرح پھنس گیا تھا۔ اس نے کہا "مجھے سوچنے کی مہلت دے رہے ہو۔ میری التجا ہے کہ میری مجبوری کا خیال کرو اور پچیس لاکھ ڈالرز کا مطالبہ نہ کرو۔ میں اتنی بڑی رقم کا انتظام نہیں کرسکوں گا۔ زیادہ سے زیادہ پندرہ لاکھ دے سکوں گا۔"

"کوئی بات نہیں' ابھی پندرہ دے دو۔ باقی قسطوں میں ادا کرتے رہو۔ اب ان مسافروں کو کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔ اور نہ ہی برازیل کے گورنر سے اس سلسلے میں کوئی بات کرو۔ اب میں ان سے تمام معاملات طے کروں گا۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

عبداللہ یہ باتیں پورس کو بتا رہا تھا۔ پورس نے کہا "جیک کیلر اور مہادھابی فی الوقت لاکھوں ڈالرز کمانے کی دھن میں ہیں۔ وہ ابھی عدنان اور مما کو نظرانداز کررہے ہیں۔ بعد میں ان کے لیے مصیبت بن سکتے ہیں۔ تم پاپا کو ان کے حالات بتاؤ اور ہمارے دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہدایات دو کہ وہ کنگ بوگارٹا اور اس کے تمام ماتحتوں کے دماغوں میں جگہ بنالیں۔"

عبداللہ اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ اس نے مجھے بھی وہاں کے مختصر حالات بتائے پھر مجھے بوگارٹا کے اندر پہنچا دیا۔ گویا اس نے مجھے میری سونیا کے قریب پہنچا دیا۔ وہ اسی کیمپ میں تھی۔ عبداللہ نے اس کے دماغ میں جانا چاہا تھا۔ اس نے اسے بھگا دیا تھا۔ یہ سمجھتی رہی تھی کہ وہ کوئی خیال خوانی کرنے والا دشمن ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی پھر میں نے عدنان کے اندر پہنچ کر کہا "عدنان! میری جان! میں تمہارا دادا ہوں۔ تم میرے پوتے ہو۔"

اس نے پوچھا "میں کیسے یقین کروں؟"

"میں نے سنا ہے' تمہیں آگہی حاصل ہوتی ہے۔ کیا تم اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے اپنے دادا کو پہچان نہیں سکتے؟"

اس نے معصومیت سے پوچھا "غیر معمولی صلاحیتیں کیا ہوتی ہیں؟ تم میرے دادا ہو تو میری دادی سے بات کرو۔"

"تم ان سے کہو گے تو وہ ضرور مجھ سے باتیں کریں گی۔ پلیز میری سفارش کرو۔"

اس نے سونیا سے کہا "مما! میرا دل کہتا ہے' تمہیں اس سے بولنا چاہیے۔"

"تم کس کی بات کررہے ہو؟"

"وہ کہتے ہیں کہ وہ میرے دادا ہیں۔ تم ان سے باتیں کرو۔ ان کے جھوٹ سچ کو سمجھو۔"

"تم کہتے ہو تو میں اسے دماغ میں آنے دوں گی لیکن کسی ثبوت کے بغیر اس کے رشتے کو تسلیم نہیں کروں گی۔"

میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے کہا "شکریہ۔ جب تم مجھ سے اور اپنے بچوں سے ملو گی تو تمہیں یقین ہوتا رہے گا اور پچھلی باتیں یاد آتی رہیں گی پھر تم کوئی ثبوت نہیں مانگو گی۔ مجھے اپنا مان کر میری دھڑکنوں سے لگ جاؤ گی۔"

ایسا کہتے وقت میں نے اس کے چور خیالات پڑھے۔ وہ میری آواز اور لہجے سے متاثر ہورہی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے میں پہلے بھی اس کے کانوں میں بولتا رہا ہوں اور اس کے اندر بھی رس گھولتا رہا ہوں۔ اس کے دل کی دھڑکنیں ایک ذرا تیز ہوگئی تھیں۔ وہ ضدی تھی۔ سخت مزاج کی حامل تھی۔ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی لیکن میری باتیں سن کر ایک انجانی سی اپنائیت محسوس کررہی تھی۔

اس نے پوچھا "کیا تمہارا نام فرہاد ہے اور تم عدنان کے دادا ہو؟"

"ہاں میرا نام فرہاد علی تیمور اور تمہارا نام سونیا فرہاد ہے۔ کیا تم خود کو بھول جانے کے باوجود عدنان کو اپنا پوتا مان رہی ہو؟"

"ہاں میرا دل دھڑک دھڑک کر کہتا ہے' میرا اس سے گہرا رشتہ ہے اتنی بڑی دنیا میں یہی ایک بچہ میرا اپنا ہے۔"

"یہ قدرتی کشش ہے۔ تم ایسی ہی کشش مجھ میں بھی محسوس کرو گی۔ مجھے اپنے پاس آنے دیا کرو اور مجھے پہچاننے کی کوشش کیا کرو۔"

"کیا تمہیں میرے اور عدنان کے موجودہ حالات معلوم ہیں؟ ہم اس وقت برازیل کے جنگل میں قیدی بنے ہوئے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "سونیا! تم اور قیدی؟ آج تک ہوا کو کسی نے قید کیا ہے؟"

"تم میری فطرت اور میری ضدی طبیعت کی بات کررہے ہو۔ واقعی مجھے اندر سے سمجھتے ہو لیکن میرا پوتا مجھے کچھ کرنے سے روک رہا ہے۔"

"تم نے اس کے اندر غیر معمولی صلاحیتیں دیکھی ہیں اسی لیے اس کی بات مان رہی ہو۔"

"بے شک میں دیکھتی آرہی ہوں۔ یہ جس بات کی پیش گوئی کرتا ہے' وہ درست ہوجاتی ہے۔"

"تو پھر اپنے پوتے سے پوچھو' کیا میں تمہاری زندگی میں کوئی اہمیت رکھتا ہوں؟ دیکھیں یہ کیا جواب دیتا ہے۔"

سونیا نے عدنان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر پوچھا "بیٹے! یہ شخص جو میرے دماغ میں موجود ہے' یہ میرا کوئی لگتا ہے؟"

"میں نہیں جانتا کیا لگتا ہے؟ میں نے کہا تھا' تمہیں تمہارے گھر تک پہنچاؤں گا اور میں نے پہنچا دیا ہے۔"

"کیا میں اس شخص کے ذریعے اپنے گھر تک پہنچ سکتی ہوں؟"

اس نے آنکھیں بند کیں۔ تھوڑی دیر چپ رہا پھر آنکھیں کھول کر بولا "ہاں۔"

میں نے خوش ہوکر کہا "سونیا! میری جان! اب تو تمہیں مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

"میں اپنے پوتے کی ہر پیش گوئی کو پہلے آزماتی ہوں۔ تمہیں بھی آزماؤں گی۔"

میں نے سرد آہ بھر کر کہا "چلو یہی سہی۔ اتنا ہی کافی ہے کہ تم مجھے اپنے اندر آنے دو گی۔ میں تمہارا دل جیتنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"کام کی بات کرو۔ کیا میں اپنے معصوم پوتے کے ساتھ اس جنگل میں قیدی بنی رہوں گی۔"

"میں ابھی جاکر کنگ بوگارٹا کے خیالات پڑھتا ہوں۔ ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی بوگارٹا کے تمام جانبازوں کے اندر پھیل رہے ہیں۔ میں تمہیں کسی وقت بھی ایکشن میں آنے کا موقع دوں گا۔ ابھی جارہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

عبداللہ نے آکر کہا "سر! جیک کیلر اور مہادھابی دوہری چالیں چل رہے ہیں۔ موجودہ حالات میں دونوں طرف سے مالی منافع حاصل کررہے ہیں۔ بوگارٹا سے قسطوں میں پچیس لاکھ ڈالرز وصول کرنے والے ہیں۔ ادھر برازیل کے گورنر سے کہہ رہے ہیں کہ اس کے بیٹے کو اسی شرط پر صحیح سلامت رہنے دیں گے۔ جب وہ گورنر دس لاکھ ڈالرز ادا کرے گا۔ ورنہ وہ گورنر اور بوگارٹا کے درمیان لین دین کا کوئی سودا نہیں ہونے دیں گے۔ وہ گورنر کے بیٹے اور بوگارٹا کے بھائی کو مار ڈالیں گے۔"

میں نے کہا "مجھے جیک کیلر اور مہادھابی کے بارے میں یہ معلوم ہوچکا ہے کہ ان میں سے ایک یورپ میں اور دوسرا ایشیا میں دہشت گردوں اور حکومت کے باغیوں کو بڑے پیمانے پر ہتھیار سپلائی کرتا ہے اور اب دونوں مل کر پورے امریکا میں سینڈی گرے کی جگہ لے رہے ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ ہم عدنان اور سونیا کو ان کے شر سے کس طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں؟"

عبداللہ نے کہا "وہ دونوں عدنان بابا اور میڈم کے بارے میں جانتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ وہ بوگارٹا کے کیمپ میں ہیں۔"

میں نے بوگارٹا کے خیالات پڑھے ہیں۔ ابھی وہ نہیں جانتا ہے کہ عدنان اور سونیا کا تعلق مجھ سے ہے لیکن جلد ہی اسے معلوم ہوجائے گا۔ ان دونوں کے پاس ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موجود رہنا چاہیے لیکن سونیا کسی کو اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔ مجھے مسلسل اس کے پاس رہنا ہوگا۔ ذرا ٹھہرو۔ میں سونیا کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

میں نے پھر اس کے پاس آکر کہا "میری جان! حالات بہت سنگین ہیں۔ مجھے خیال خوانی کے ذریعے دوسری طرف بھی مصروف رہنا ہوگا۔ ایسے وقت مجھ پر بھروسا کرو اور مجھ سے تعاون کرو۔"

اس نے کہا "تم بہت پریشان لگ رہے ہو۔ بات کیا ہے؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"جس طرح مجھ پر بھروسا کررہی ہو۔ اسی طرح اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی اور بیٹے کبریا پر بھروسا کرو۔ انہیں اپنے اندر آنے دو۔"

"کیا میری ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے؟"

"ویسے تو تین بیٹے ہیں۔ باقی دو کے نام پارس اور پورس ہیں لیکن تم نے اعلیٰ بی بی اور کبریا کو اپنے بطن سے جنم دیا ہے۔"

"اگر تم کہتے ہو کہ میں انہیں جنم دینے والی ماں ہوں تو انہیں میرے پاس بھیج دو۔"

میں نے خوش ہوکر کہا "یو آر سو سویٹ' سو ڈارلنگ۔ میں انہیں ابھی بلا رہا ہوں۔"

پھر میں نے اعلیٰ بی بی اور کبریا سے کہا "چند گھنٹوں کے لیے اپنی مصروفیات کو بھول جاؤ۔ اپنی مما کے پاس آؤ۔"

سونیا سے زیادہ کوئی مصروفیت اہم نہیں ہوسکتی تھی۔ ان دونوں نے آکر اسے سلام کیا۔ اپنی بھرپور محبت ظاہر کرتے رہے۔ میں نے ان دونوں سے کہا "اپنی مما سے باتیں کرو اور وہاں کے حالات معلوم کرو۔ کوئی مسئلہ پیدا ہو تو مجھے

مخاطب کرنا۔"

میں برازیل کے گورنر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ دوسرے اعلیٰ حکام سے موجودہ حالات پر گفتگو کررہا تھا۔ ایک حاکم کہہ رہا تھا "بوگارٹا کے آدمیوں کو رہا کرنا ہی ہوگا۔ اس نے آپ کے بیٹے کے علاوہ تقریباً ڈیڑھ سو مسافروں کو یرغمال بنا رکھا ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "اب ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے دس لاکھ ڈالرز کا مطالبہ کررہے ہیں۔ یہ یقین دلا رہے ہیں کہ وہ آپ کے بیٹے سمیت کسی بھی مسافر کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ کل صبح تک انہیں بوگارٹا کی قید سے نکال لائیں گے۔"

تیسرے حاکم نے کہا "لیکن وہ بوگارٹا کے آدمیوں کی رہائی بھی چاہتے ہیں۔ جبکہ ہم انہیں رہا کررہے تھے اور کوئی رقم ادا نہیں کررہے تھے۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے لیے مصیبت بن گئے ہیں۔ خوامخواہ ہمارے درمیان آکر دس لاکھ روپے بھتا مانگ رہے ہیں۔"

"ہم ٹیلی پیتھی کے آگے مجبور ہیں۔ وہ ہمیں بوگارٹا سے رابطہ کرنے نہیں دے رہے ہیں۔ ادھر بوگارٹا بھی مجبور ہوگیا ہوگا۔"

میں ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہاں کھڑے ہوئے ایک مسلح گارڈ کی زبان سے انہیں مخاطب کیا "ہیلو ایوری باڈی!"

انہوں نے سوالیہ نظروں سے اس گارڈ کو دیکھا۔ وہ بولا "مسٹر فرہاد علی تیمور اس وقت میرے اندر ہیں۔"

انہوں نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا "یہ درست ہے۔ میں تمہارے اس مسلح گارڈ کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تم سب ایک دہشت گرد اور تخریب کار گنگ بوگارٹا اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان الجھے ہوئے ہو۔ کیا یہ درست ہے؟"

گورنر نے کہا "ہاں۔ پہلے بوگارٹا اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اب تم آگئے ہو۔ تم ہمیشہ امریکی پالیسیوں کے خلاف بہت کچھ کرتے رہتے ہو۔ آج بھی تم موقع سے فائدہ اٹھانے آئے ہو۔ بولو' اب تم ہمارے لیے کون سا نیا مسئلہ پیدا کرو گے؟"

"میں تم لوگوں کی بے مخالفت نہیں کرتا ہوں۔ جب تکلیف پہنچتی ہے۔ تب ہی ردِعمل ظاہر کرتا ہوں۔"

"اب ہم سے کیا تکلیف پہنچ رہی ہے۔ تمہاری آمد نے ہمیں پریشان کردیا ہے۔"

"اپنے دلوں سے اندیشے نکال دو۔ میں ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خلاف تمہاری مدد کرنے آیا ہوں۔"

ایک حاکم نے بے یقینی سے پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ ہمارے کانوں کو یقین نہیں آرہا ہے۔"

"یقین نہ آئے۔ تب بھی وہی کروں گا۔ تم اپنے دس لاکھ ڈالرز بچا کر رکھو۔ کسی کو ادا نہ کرو۔ تمہارا بیٹا اور دوسرے تمام مسافر بھی بخیریت اپنے اپنے گھر پہنچ جائیں گے۔ تم ان کے مطالبات ماننے کا وعدہ کرو مگر انہیں صبح تک ٹالتے رہو۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

گورنر نے کہا "وہ تم سے مات کھائیں گے تو انتقاماً میرے بیٹے کو مار ڈالیں گے۔"

"میں کہہ چکا ہوں۔ تمہارے بیٹے کو اور کسی بھی مسافر کو جانی نقصان نہیں پہنچے گا۔ انہیں صبح تک ٹالتے رہو۔"

اعلیٰ بی بی اور کبریا اپنی زندہ دلی سے سونیا اور عدنان کا دل بہلا رہے تھے۔ سونیا کہہ رہی تھی "تم دونوں ہنستے بولتے مجھے یقین دلا رہے ہو کہ میں نے تمہیں جنم دیا ہے۔ خدا کرے' یہ سچ ہو۔ ویسے تم دونوں بہت اچھے' بہت پیارے ہو۔ مجھے ماضی کی باتیں یاد دلاتے رہو۔ مجھے کچھ یاد تو نہیں آرہا ہے لیکن جو کہہ رہے ہو' وہ باتیں دل کو لگ رہی ہیں۔ میں بھول گئی ہوں کہ یہاں قیدی بنی ہوئی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "یہ کوئی قید نہیں ہے مما! آپ تو فولادی دیواریں توڑ کر نکل جاتی ہیں۔"

کبریا نے کہا "آپ یہاں کچھ نہ کریں۔ کچھ نہ سوچیں۔ ہم آپ کو یہاں سے نکال لے جائیں گے۔"

مجھے ان کی باتیں سن کر اطمینان ہوا کہ سونیا ان کے ساتھ گھل مل رہی ہے۔ میں بوگارٹا کے اندر آگیا۔ وہاں جیک کیلر اس سے بول رہا تھا "کل صبح بینک کھلے گا تو تم پہلی پے منٹ پندرہ لاکھ روپے ہمارے ایک آلہ کار کو دو گے۔ ہم تمہارے بھائی اور دوسرے جانبازوں کو رہائی دلا کر وہاں پہنچا دیں گے' جہاں تم چاہو گے۔ یہاں قیدی بنے ہوئے تمام مسافر ہماری کسٹڈی میں رہیں گے۔ ہم تمام مسافروں کے رشتے داروں سے کہیں گے کہ وہ اپنے عزیزوں کی سلامتی اور رہائی کے لیے ایک ایک لاکھ ڈالرز ادا کریں۔ تم نے طیارے کو ہائی جیک کرکے ہمارے لیے کروڑوں ڈالرز کمانے کے راستے ہموار کردیے ہیں۔"

مہادھابی نے کہا "کیلر! ہم لین وین میں اس قدر مصروف ہوگئے ہیں کہ دو اہم بچوں کو بھول رہے ہیں۔ ایک تو گورنر کا بیٹا ہے۔ ہمیں اس کے دماغ کو گرفت میں رکھنا چاہیے۔ دوسرا فرہاد علی تیمور کا پوتا ہے۔ وہ غیر معمولی

صلاحیتیں رکھنے والا بچہ کسی وقت بھی ہمارے لیے پرابلم بن سکتا ہے۔ اس پر دوہری مصیبت یہ ہے کہ اس کی دادی سونیا اس کے ساتھ ہے۔"

جیک کیلر نے کہا "اوگاڈ! میں منافع سمیٹنے کی دھن میں اس خطرناک بچے کو بھول گیا تھا۔ دیکھا جائے تو عدنان نے ہی سینڈی گرے کو دوڑاتے دوڑاتے یہاں مرنے کے لیے پہنچایا تھا۔ وہ تو مرگیا لیکن اب اس بچے کو کسی بھی صورت سے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

انہوں نے بوگارٹا کو حکم دیا "دونوں بچوں کو یہاں بلاؤ۔ ان میں سے ایک زندہ رہنا ہے اور دوسرے کو مرنا ہے۔"

بوگارٹا نے حکم کی تعمیل کی "اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ ان بچوں کو خیمے کے باہر لایا جائے۔ بوگارٹا بہت بڑی دہشت گرد تنظیم کا سرغنہ تھا۔ پورے برازیل میں اس کے نام سے دہشت طاری ہوجاتی تھی۔ اب وہی کنگ بوگارٹا ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے آگے جھک رہا تھا۔

گورنر کے بیٹے اور عدنان کو وہاں لایا گیا۔ عدنان کے ساتھ سونیا تھی۔ بوگارٹا خیمے سے باہر آکر انہیں دیکھ کر سوچنے لگا "یہ دونوں عام سے بچے ہیں پھر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں اہمیت کیوں دے رہے ہیں؟ ان میں فرہاد کا پوتا کون ہے؟"

مہادھابی نے ایک آلہ کار کے ذریعے گورنر کے بیٹے سے نام پوچھا۔ اس نے کہا "میرا نام ٹونی اسٹیلے ہے۔"

مہادھابی اس کے بچے کے اندر پہنچ گیا۔ میں بھی اس کے اندر آیا۔ مجھے عدنان کی طرف سے اطمینان تھا۔ جیک کیلر نے عدنان کے دماغ میں پہنچ کر کہا "سینڈی نے بتایا تھا تم ایک خطرناک بچے ہو اور ہم نے جہاز میں دیکھا تھا۔ سینڈی نے جو زہریلا کھانا تمہاری دادی کے پاس پہنچانا چاہا تھا' اسے تم نے سینڈی کے پاس پہنچا دیا تھا۔ اسے مرنے کے لیے آخری دم تک اعصابی کمزوری میں مبتلا رکھا تھا۔"

عدنان خاموش رہا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کی آواز اور لہجے میں سوچ کے ذریعے پوچھا "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا "تم قیدی بنے ہوئے ہو۔ ایسے مجبور اور بے بس تو نہیں ہوسکتے۔ کیا تم نے ٹیلی پیتھی جاننے والے دادا کو نہیں بلایا ہے؟"

عدنان نے کہا "میں ضروری نہیں سمجھتا۔ مجھے تم لوگوں کا یہ تماشا اچھا لگ رہا ہے۔ میں مزے سے دیکھ رہا ہوں۔"

"تمہاری دادی ان حالات میں خاموش نہیں رہتی ہے۔ کچھ نہ کچھ کر گزرتی ہے۔ یہ مطمئن کیوں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ تم خود ہی پوچھ لو۔"

جیک کیلر نے بوگارٹا کی زبان سے کہا "میڈم سونیا! ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تم سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ اسے اندر آنے دو۔"

وہ خاموش رہی۔ جیک کیلر نے اس کے اندر آکر کہا۔ "تھینک یو میڈم! میں نے جہاز میں رابطہ کرنا چاہا تھا۔ تم نے سانس روک کر مجھے بھگا دیا تھا۔ اب تمہارا رویہ بدل گیا ہے۔ تم بڑی خاموشی سے قیدی بنی ہوئی ہو۔ اس اطمینان کی وجہ معلوم کرسکتا ہوں؟"

سونیا نے کہا "عجب ہے' میں کچھ کرتی تو پریشان ہوتے۔ خاموش ہوں۔ کچھ نہیں کررہی ہوں پھر بھی پریشان ہو۔"

"طوفان کی آمد سے پہلے سمندر کی لہریں پرسکون ہوجاتی ہیں۔ تمہارا پرسکون رہنا بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔"

"میں اس لیے مطمئن ہوں کہ مجھے اور میرے پوتے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ مجھے کوئی اندیشہ ہوتا تو تمہارے بارہ بجا دیتی۔"

"میں واقعی تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تم خیمے کے اندر جاکر آرام سے لیٹ جاؤ اور مجھے تنویمی عمل کرنے دو۔"

"اب تم اپنے مرنے کی بات کررہے ہو۔ یہ خوش فہمی دل سے نکال دو کہ ہزاروں میل دور یورپ کے ایک علاقے میں محفوظ ہو اور موت تمہاری شہ رگ تک نہیں پہنچ سکے گی۔ کیا تم اپنی موت سے پہلے اپنی تباہی کا تماشا دیکھنا چاہو گے؟"

وہ پریشان ہوکر بولا "تم۔ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ کیا کرنا چاہتی ہو؟ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی۔"

یہ ہم سب جانتے تھے کہ ایشیا' یورپ اور امریکا میں ہتھیار بیچنے والے کتنے مجرم ہیں اور وہ کس طرح روپوش رہتے ہیں۔ صرف وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے سینڈی گرے' جیک کیلر اور مہادھابی نظروں میں نہیں آتے تھے۔ ویسے وہ چھپ جاتے تھے لیکن اپنے اسلحے کے گوداموں کو چھپا نہیں پاتے تھے۔ کبھی کبھی کوئی گودام انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں آجاتا تھا اور وہ خیال خوانی کے ذریعے قانون کے محافظوں کو روکتے تھے۔ انہیں مصائب میں مبتلا کرتے تھے۔ جب وہ باز نہ آتے تو انہیں مار ڈالتے تھے۔

ان کے کچھ گودام بابا صاحب کے ادارے کے سراغ رسانوں کی نظروں میں تھے۔ کبریا نے ان سے ایک گودام کی تفصیل معلوم کی تھی اور خیال خوانی کے ذریعے وہاں دھماکے کے انتظامات کرچکا تھا۔ اس وقت وہ اپنی مما کے دماغ میں

تھا۔ سونیا نے اس کی مرضی کے مطابق کہا "یورپ کے کئی ممالک میں تمہارے اسلحے کے کئی گودام ہیں۔ میں فی الحال تمہیں اٹلی پہنچا رہی ہوں۔ وہاں کے ایک جزیرے کیپری میں تمہارا ایک قلعہ نما محل ہے۔ اس محل کے ایک حصے میں اسلحے کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ وہاں کم از کم پانچ کروڑ ڈالرز کے ہتھیار ہیں۔ اگر تم نے پانچ منٹ میں وہاں پہنچ کر ان کی حفاظت نہیں کی تو وہاں چھٹے منٹ میں ایک تنکا بھی نہیں رہے گا۔"

جیک کیلر نے ایک دم سے بوکھلا کر مہادھابی سے کہا "جزیرہ کیپری چلو۔ میں بری طرح برباد ہونے والا ہوں۔"

مہادھابی نے پوچھا "کیا بات ہے۔ اسی جزیرے میں تمہیں کیا نقصان پہنچنے والا ہے۔ میں تمہارے اندر آرہا ہوں۔ مجھے وہاں لے چلو۔"

وہ دونوں کیپری محل کے اسی حصے میں پہنچے' جہاں اسلحے کا ذخیرہ تھا۔ وہاں کا انچارج ایک کمرے میں آرام کررہا تھا۔ انہوں نے اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ تھوڑی دیر پہلے بڑے ہال میں گیا تھا' جہاں ہر طرح کے ہتھیار اور گولا بارود کا ذخیرہ تھا۔ اس نے اس ہال میں ایک بڑی قوت کا ٹائم بم رکھا ہے اور وہ بم دو منٹ کے بعد پھٹنے والا ہے۔

وہ اسے گالیاں دیتے ہوئے دوڑاتے ہوئے اس ہال کے دروازے پر لے آئے۔ دروازہ مقفل تھا۔ اس بڑے دروازے کو کھولنے میں کچھ وقت لگا۔ ہال میں پہنچنے تک ایک منٹ رہ گیا۔ جیک کیلر نے چیخ کر پوچھا "تم نے وہ ٹائم بم کہاں رکھا ہے؟ اسے فیوز کرو۔"

انچارج دوڑتا ہوا ادھر گیا لیکن بم کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی کبریا نے اسے اوندھے منہ فرش پر گرا دیا۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ جیک کیلر اور مہادھابی نے اسے اٹھایا۔ اسے بم کی طرف بڑھایا۔ وہ اس پر جھک کر سوچنے لگا "اسے کس طرح فیوز کیا جاتا ہے؟"

وہ فیوز کرنا جانتا تھا لیکن کبریا اسے سمجھنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ ان دونوں نے اسے سمجھایا لیکن وقت گزر چکا تھا۔ ایک زوردار دھماکے کے ساتھ ہی کبریا' جیک کیلر اور مہادھابی مردہ دماغ سے نکل گئے۔ جیک کیلر کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ اگر وہ جزیرے میں ہوتا تو آنکھوں سے دیکھتا کہ کروڑوں ڈالرز کے اسلحے کے ساتھ وہ محل کس طرح تباہ ہو کر کھنڈر بن رہا ہے۔

جیک کیلر وہاں سے بہت دور سوئٹزر کے ایک شہر بیسل میں تھا۔ اپنے بنگلے کے بیڈ روم میں نڈھال سا بیٹھا ہوا تھا۔

مہادھابی نے کہا "میرے دوست! میں تمہارے دلی صدمے کو سمجھ رہا ہوں۔ ہم سے بہت بڑی غلطی ہوگئی۔ ہم نے جہاز میں فیصلہ کیا تھا کہ اس بچے سے دور رہیں گے۔ جس پر ٹیلی پیتھی اثر نہیں کرتی اور جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پیچھے پڑجاتا ہے۔ اس بچے سے دور ہی رہنا چاہیے لیکن ہم بوگارٹا سے چھبیس لاکھ ڈالرز اور گورنر سے دس لاکھ ڈالرز حاصل کرنے کے لالچ میں اس بچے کو بھول گئے۔"

جیک کیلر نے کہا "سونیا اسی لیے خاموش اور مطمئن تھی۔ اس کے پیچھے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بہت بڑی قوت ہے۔ پتا نہیں وہ ہمارے بارے میں کیسی کیسی معلومات رکھتے ہیں اور ہمارے خلاف کہاں کہاں بارود بچھا رکھا ہے۔ ہماری سلامتی اسی میں ہے کہ ہم ان سے بہت دور رہیں۔ کبھی انہیں معلوم نہ ہونے دیں کہ ہم کہاں ہیں؟ زندہ بھی ہیں یا نہیں؟ تب ہی زندہ رہ سکیں گے۔"

مہادھابی نے کہا "اتنے بڑے نقصان سے تمہیں ذہنی صدمہ پہنچا ہے۔ اسی لیے تم ان سے خوف زدہ ہوگئے ہو۔ سب سے پہلے تمہیں یہ یقین رکھنا چاہیے کہ وہ ہمارے دماغوں تک کبھی پہنچ نہیں پائیں گے۔ وہ ہمیں کبھی دماغی اور جانی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ ہمارا کمزور پہلو یہ ہے کہ ہم ان سے اسلحے کا کاروبار نہیں چھپا سکیں گے لیکن اسے بھی چھپانے یا کاروبار تبدیل کرنے کی کوئی تدبیر کی جاسکتی ہے۔ آج تمہیں کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا ہے۔ اس کا ماتم نہ کرو۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اربوں ڈالرز کماتے رہیں گے۔"

"اہم سوال یہ ہے کہ ابھی ہمیں کیا کرنا ہے؟ کیا سونیا اور اس کے پوتے کے خلاف انتقامی کارروائی کرنا دانش مندی ہوگی؟ ہم نہیں جانتے کہ وہ دوسرا دھماکا کہاں کریں گے اور ہمیں کتنا نقصان پہنچائیں گے۔ وہ تمہاری طرف بھی آسکتے ہیں۔"

"ہاں۔ ان سے کچھ بعید نہیں ہے۔ انہوں نے میرے بارے میں بھی بہت سی معلومات حاصل کی ہوں گی۔ مجھے بھی تباہ کرنے کے لیے نہ جانے کہاں کہاں بارود بچھایا ہوگا۔ ان کے خلاف کچھ کرنے سے پہلے ہمیں یورپ اور ایشیا کے تمام علاقوں کے تمام گوداموں کو چیک کرنا ہوگا۔ اس کام میں کئی ہفتے لگیں گے۔ تب تک ان سے سمجھوتا کرتے رہیں تو بہتر رہے گا۔"

وہ دونوں سونیا کے دماغ میں آئے۔ جیک کیلر نے کہا "میڈم! تمہاری خاموشی اور اطمینان کی وجہ سمجھ میں آگئی ہے۔ ہم اپنا مزید نقصان نہیں چاہتے۔ ہمیں آپس میں سمجھوتا کرلینا چاہیے۔"

سونیا نے کہا "سمجھوتا ایک شرط پر ہوگا۔ تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ۔ برازیل کے گورنر سے اور بوگارٹا سے کوئی مطالبہ نہ کرو۔ یہاں کسی مسافر کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ ورنہ آگے کیا ہونے والا ہے' یہ تم سوچ بھی نہیں سکو گے۔"

"میڈم! ہمیں اور زیادہ نقصان پہنچانے کی بات نہ کرو۔ ہمیں پھر لاکھوں ڈالرز کا خسارہ ہوگا۔ ہم آپ کو پوتے سمیت سلامتی سے کسی قریبی شہر میں پہنچا دیں گے۔ یہ ہمارا کیم ہے۔ ہمیں کھیلنے دیں۔ آپ کوئی دوسری شرط پیش کریں۔"

"کوئی دوسری شرط نہیں ہے۔ یہاں سے جاؤ۔ ورنہ اس بار سوئٹزرلینڈ کے ایک گودام میں دھماکا ہوگا۔"

وہ ایک دم سے پریشان ہو کر بولا "نہیں نہیں۔ تمہاری شرط ہمیں منظور ہے۔ ہم یہاں سے جارہے ہیں۔"

وہ دونوں بزدل نہیں تھے لیکن پہلے اپنے تمام گوداموں کو اور وہاں کے عملے کو چیک کرکے مطمئن ہونا چاہتے تھے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں تک پہنچ نہیں پائیں گے۔ وہ اپنی تمام کمزوریاں دور کرنے کے بعد ہی ہم سے مقابلہ کرنے کی جرأت کرسکتے تھے۔

وہ بہت بڑی بازی ادھوری چھوڑ کر جیسے چلے گئے لیکن بوگارٹا اور دوسرے آلہ کاروں کے اندر موجود رہے یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ہم وہاں کیا کرنے والے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ بازی ان کے حق میں پلٹ سکتی ہے۔ وہ کسی سنہرے موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور ہاری ہوئی بازی جیت سکتے ہیں۔

میں نے بوگارٹا سے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ جیک کیلر اور مہادھابی تم سے چھبیس لاکھ ڈالرز وصول کرنا چاہتے تھے۔ میں نے انہیں بھگا دیا ہے۔ اب وہ کوئی مطالبہ کرنے نہیں آئیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "کیا واقعی؟ وہ جاچکے ہیں؟ یہاں اب نہیں آئیں گے۔ بے شک آپ کا نام ایسا ہے کہ بڑے بڑے سورما میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟"

"تمام مسافروں کو لے جاکر آرام سے جہاز پر سوار کراؤ اور انہیں ان کی منزل تک جانے دو۔"

"میں یہی کرنے والا ہوں۔ یہاں کا گورنر صبح تک میرا مطالبہ مان لے گا۔ میرے بھائی کو اور میرے جانبازوں کو رہا کردے گا۔ میرا بھائی جیسے ہی یہاں پہنچے گا۔ میں تمام مسافروں کو جہاز پر بٹھا کر روانہ کروں گا۔"

"تمہارا بھائی اور تمہارے جانباز تمہاری طرح دہشت گرد اور قاتل ہیں۔ ان سزائے موت پانے والوں کی خاطر عورتوں' بچوں' جوانوں اور بوڑھوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ انہیں ابھی جانے دو۔ مجھ سے بحث نہ کرو۔ ورنہ تم اپنے تمام حواریوں کے ساتھ مارے جاؤ گے۔"

"پلیز آپ ایسی دھمکی نہ دیں۔ آپ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میرے درجنوں جانبازوں کے دماغوں میں کیسے جاسکیں گے۔ یہ میرے ایک اشارے پر تمام مسافروں کو گولیوں سے بھون ڈالیں گے۔ یہ نہ بھولیں یہاں آپ کا پوتا بھی ہے۔"

"اچھا تو تم اپنے درجنوں مسلح حواریوں کا انجام دیکھو۔ ابھی تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

میں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا کہ وہ ان حواریوں کا صفایا کریں۔ ایک منٹ کے بعد ہی ایک حواری نے اچانک اپنے دو ساتھیوں کو گولی ماری۔ تیسرے نے گولی مارنے والے کو گولی ماری پھر تو ایک دوسرے پر فائرنگ کا سلسلہ چل پڑا۔ وہ حواری اپنے ہی ساتھیوں کی فائرنگ سے بچ رہے تھے اور ان پر جوابی فائر کررہے تھے۔ بوگارٹا چیخ چیخ کر انہیں فائرنگ روکنے کا حکم دے رہا تھا لیکن یہ خون خرابا اس وقت رکا۔ جب صرف ایک حواری رہ گیا۔ باقی مرگئے۔

اس حواری نے گن سیدھی کرکے بوگارٹا کا نشانہ لیا۔ وہ ایک دم سے بدحواس ہو کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولا "یہ۔ یہ کیا کررہے ہو؟"

وہ بولا "کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے تمام جانباز ایک دوسرے کو مارتے اور مرتے رہے۔ اب ہم دو رہ گئے ہیں۔ ہم دونوں میں سے کوئی ایک رہے گا۔ اپنا ریوالور نکالو۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا حکم ہے۔ مارو یا مرجاؤ۔"

وہ اپنا ریوالور نکالتے ہوئے بولا "مسٹر فرہاد! مجھے معاف کردیں۔ میں سمجھ رہا تھا۔ آپ اکیلے ہیں۔ میرے تمام جانبازوں کے اندر نہیں جاسکیں گے۔ آپ نے تو دس منٹ کے اندر سب ہی کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ میں آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک رہا ہوں۔"

اس نے زمین پر دونوں گھٹنے ٹیک دیے۔ میں نے کہا۔ "تمام مسافروں کو ابھی جہاز کی طرف لے جاؤ۔ یہ سب سلامتی کے ساتھ اپنے گھروں تک پہنچیں گے تو تم بھی سلامت رہو گے۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "خدا کا شکر ہے۔ کسی مسافر کو جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچا۔ تم خوش ہو؟"

"میں اپنے پوتے سے بہت خوش ہوں۔ مجھے اس پر فخر ہے۔ میں بوگارٹا اور سینڈی گرے کے خلاف جب بھی کچھ کرنا چاہتی تھی۔ عدنان مجھے روک دیتا تھا۔ اسے آگہی مل چکی تھی کہ سینڈی مرنے والا ہے۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور بوگارٹا گھٹنے ٹیک دے گا۔ میرا یہ پوتا جانتا تھا۔ اسی لیے مجھے ان معاملات میں مداخلت کرنے سے باز رکھتا رہا۔"

اس نے اپنے پوتے کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر چوم لیا۔ کبریا نے کہا "مما! ہم انڈیا میں ہیں۔ پاپا بھی یہاں ہیں۔ آپ ہمارے پاس آرہی ہیں نا؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اب ہم آپ کو کہیں نہیں جانے دیں گے۔ آپ سیدھی ہمارے پاس آئیں گی۔"

میں نے کہا "تمہاری مما کو پہلے بابا صاحب کے ادارے میں جانا چاہیے۔ ہم اپنے پوتے کو جناب علی اسد اللہ تیمرزی کے سامنے پیش کرنا چاہیں گے۔ وہ عدنان کی پرورش، تعلیم اور تربیت کے سلسلے میں ہدایات دیں گے۔"

وہ دو گھنٹے بعد طیارے میں سفر کررہے تھے۔ وہ طیارہ چلی کی طرف جارہا تھا۔ سونیا اور عدنان کو وہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں جانا تھا۔ ہم یہی چاہتے تھے۔ تقدیر کیا چاہتی تھی، یہ ہم نہیں جان سکتے تھے۔

○☆○

فرمان کو حاصل کرنے کے لیے بڑی رسہ کشی ہورہی تھی۔ اعلیٰ بی بی اسے انیتا سے چھین رہی تھی۔ چنڈال جوگیا اسے اپنی بیٹی کے لیے چھین لینا چاہتا تھا۔ تیسرا فریق جوگی بڑبولا تھا۔ اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ وہ چنڈال جوگیا کا مقابلہ کرنے کے لیے فرمان کی ٹیلی پیتھی سے استفادہ کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے غار والے استھان میں پہنچ کر ایک ایسا منتر پڑھ رہا تھا۔ جس کے اثر سے فرمان تمام رکاوٹیں توڑ کر اس کی طرف کھنچا چلا آتا۔ ماضی میں بوجا کی دادی ماں نے ایسا ہی منتر پڑھ کر کالے عمل کے ہتھکنڈوں سے کبریا کو اپنا معمول بنایا تھا۔ وہ منتروں کے اثر سے اس کے پاس دوڑا چلا آیا تھا۔

عالی نے فرمان کو مقابلے میں زخمی کرکے الپا کو اس کے اندر پہنچا دیا تاکہ چنڈال جوگیا اس کے دماغ پر قبضہ نہ کرسکے۔ اس کے بعد وہ اپنی کار میں بٹھا کر اسے وہاں سے لے جانے لگی۔ فرمان انیتا کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا مگر الپا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمار کھا تھا۔ اسے زبردستی عالی کے ساتھ کار میں بٹھایا تھا۔ وہ اپنے اختیار میں نہیں رہا تھا۔ بہت مجبور ہو کر عالی کے ساتھ جارہا تھا۔ جھنجلا کر کہہ رہا تھا "میری انیتا ٹیکسی کے پاس بے ہوش پڑی ہے۔ میں اسے چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

عالی نے کہا "انیتا کو اس کا باپ چنڈال لے جائے گا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"اس کی فکر میں کیوں نہ کروں۔ وہ میری ہونے والی دلہن ہے۔ میری جان ہے۔"

وہ ہونے والی دلہن ہے۔ ابھی ہوئی نہیں ہے۔ جب دلہن بن جائے گی تو اسے جان سے لگا کر رکھنا۔ کبھی تم مجھے اپنی جان کہتے تھے۔"

"مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کبھی تمہیں جان کہا تھا۔ انیتا پچھلے جنم سے میری محبوبہ ہے۔"

"اچھا تو تمہارے دماغ میں یہ بات نقش ہوگئی ہے کہ تم ایک بار مرنے کے بعد یہ دوسرا جنم لے کر اس دنیا میں آئے ہو؟"

"بے شک یہی بات ہے۔ انیتا سے میرا پیار سچا تھا۔ میں صرف اسی کے لیے دوبارہ اس دنیا میں آیا ہوں۔ مجھے جانے دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "پھر تو تمہارا نام اور تمہارا مذہب بھی بدل گیا ہوگا! کیا نام ہے تمہارا؟"

"میرا نام انیل شرما ہے۔ تم خوامخواہ مجھے فرمان کہتی ہو۔ یہ بتاؤ اس وقت میرے اندر کون ہے؟ کون مجھے جانے سے روک رہا ہے؟"

الپا نے اس کے اندر کہا "میں ہوں تمہاری سسٹر الپا۔ تم نے تو مجھے بھی بھلا دیا ہوگا؟"

"سسٹر! مجھ سے زبردستی کیوں کررہی ہو؟ مجھے اپنی مرضی سے زندگی گزارنے سے کیوں روکا جارہا ہے؟"

"فرمان! ہم تم پر جبر نہیں کررہے ہیں۔ انیتا کے باپ چنڈال نے تم پر کالا عمل کیا ہے۔ وہ زبردستی تمہیں ہم سے چھین رہا ہے۔"

"مجھ پر کسی نے جادو نہیں کیا ہے۔ تم میری دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا رہی ہو۔ میں توانائی حاصل کرتے ہی شکنجے سے نکل جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ جب توانائی حاصل ہو تو چلے جانا۔ ابھی خوامخواہ بحث نہ کرو۔ خاموش رہو۔"

عالی نے الپا سے کہا "سسٹر! میں چاہتی ہوں، آگے کسی

شہر میں چند گھنٹوں کے لیے قیام کروں۔ وہاں کسی ہوٹل کے کمرے میں رہ کر فرمان پر تنویمی عمل کیا جائے۔ تم اس طرح کرے میں رہ کر اس کے ذہن سے جادو کا اثر ختم ہوجائے۔ اس کا عمل کرو کہ اس کے ذہن سے یہ انیتا اور چنڈال کے شکنجوں سے برین واش ہوگا تب ہی یہ انیتا اور چنڈال کے شکنجوں سے نکل پائے گا۔"

چنڈال جوگیا اپنی بیٹی کو ہوش میں لانے اور اسے ہوٹل کے کمرے میں پہنچانے میں مصروف تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ عالی کسی اور ٹیلی پیتھی جاننے والی کے ذریعے فرمان کے دماغ پر قبضہ جما چکی ہے اور اسے کہیں دور لے جارہی ہے پھر اس نے یہ بھی معلوم کیا تھا کہ جوگی بڑبولا اس کی بیٹی انیتا کو ہلاک کرکے فرمان کو اپنے قبضے میں لانا چاہتا تھا۔ جوگی بڑبولے کا منصوبہ ناکام رہا تھا۔ انیتا ہلاکت سے بچ گئی تھی۔ بڑبولا ہر حال میں فرمان کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اپنے استھان میں جاکر منتر پڑھنے اور کالے عمل میں مصروف ہوگیا تھا۔

چنڈال نے انیتا کو ہوٹل کے کمرے میں پہنچا دیا تھا۔ وہ ہوش میں آکر فرمان کا پوچھ رہی تھی "میرا انیل کہاں ہے؟"

وہ بولا "بیٹی! تمہارے ستارے گردش میں ہیں۔ انیل اس جنم میں تم سے مل کر پھر بچھڑ گیا ہے۔ تم چنتا نہ کرو۔ میں اسے واپس لاؤں گا۔ وہ فرہاد کی بیٹی بہت ہی ضدی اور زبردست ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بازی لے جارہی ہے۔ میں کالے جادو کے ذریعے بازی پلٹ دوں گا۔ تمہاری طبیعت بحال ہوجائے تو ہوٹل چھوڑ کر میرے پاس چلی آؤ۔"

"میں ہوٹل نہیں چھوڑوں گی۔ انیل یہاں آئے گا تو مجھے نہیں پائے گا۔ مجھے تلاش کرے گا۔"

"وہ اب وہاں نہیں آئے گا۔ میں کالا عمل کررہا ہوں۔ ایسا منتر پڑھ رہا ہوں کہ سب کچھ بھول کر میرے پاس دوڑا چلا آئے گا۔"

"ایسا ہے تو میں تمہارے پاس آرہی ہوں۔ تم کچھ بھی کرو، اسے فوراً اپنے پاس بلاؤ۔"

چنڈال بیٹی کے دماغ سے نکل کر فرمان کے اندر آیا۔ اس وقت عالی اور الپا خاموش تھیں۔ اس نے کہا "انیل! میں چنڈال جوگیا بول رہا ہوں۔ مجھے انیتا نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ وہ تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ تمہاری جدائی میں رو رو کر ہلکان ہورہی ہے۔"

وہ تڑپ کر بولا "میں کیا کروں؟ کیسے اپنی انیتا کے پاس جاؤں؟ سسٹر الپا نے میرے دماغ پر قبضہ جمار کھا ہے۔"

"پھر تو وہ تمہارے اندر اب بھی موجود ہوگی۔"

الپا نے کہا "ہاں۔ میں موجود ہوں۔ بہتر ہے تم چلے جاؤ۔ ورنہ اسے سانس روکنے پر مجبور کروں گی تو تم دماغ سے نکل جاؤ گے۔"

"کیا مجھے نادان بچہ سمجھتی ہو؟ یہ سانس روکے گا تو تم بھی اس کے دماغ سے نکل جاؤ گی اور میں یہی چاہتا ہوں۔ نکل جاؤ۔ چلی جاؤ۔"

"مجھے یہاں سے نکالنے کی حسرت دل ہی میں رہ جائے گی۔ جاؤ اپنی بیٹی کو سچ بتاؤ کہ یہ فرمان ہے۔ انیل نہیں ہے۔"

"یہ انیل ہے۔ ہم ہندو ہیں۔ آواگون کو مانتے ہیں۔ انسان مرنے کے بعد سات بار جنم لیتا ہے۔"

"دو چار جنم اور بڑھالو۔ ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ فرمان ہے۔ مسلمان ہے۔ مسلمان ہی رہے گا۔"

"یہ ہندو ہے۔ ہمارا ہے۔ ہمارے پاس آکر ہی رہے گا۔ ابھی تم دیکھو گی کہ یہ کیسے تیر کی طرح میری طرف آئے گا۔"

وہ دماغی طور پر اپنے استھان میں حاضر ہوگیا۔ مدراس شہر سے پہلے رستم پلی نامی ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ وہاں سے دس کلو میٹر دور صدیوں پرانے کھنڈرات تھے۔ وہیں ایک کھنڈر کو اس نے اپنا استھان بنا رکھا تھا۔ وہاں بیٹھ کر کالے جادو کے عمل میں مصروف رہا کرتا تھا۔ اس وقت بھی وہ کالے عمل کی تیاری کرنے لگا۔ اپنا مطلوب چاہے ہزاروں میل دور ہو، اسے بلانے کے لیے ایک خاص منتر پڑھا جاتا ہے اور ایک خاص کالا عمل کیا جاتا ہے وہ وہی منتر پڑھنے لگا۔ وہی مخصوص عمل کرنے لگا۔

دوسری طرف جوگی بڑبولا بھی بالکل وہی عمل کررہا تھا اور وہی منتر پڑھ رہا تھا۔ ایسے وقت چنڈال جوگیا ایک طرف عالی اور الپا کے خلاف تھا۔ دوسری طرف جوگی بڑبولے کے مقابلے پر منتر پڑھ رہا تھا۔ ان سب کے درمیان زبردست جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ کس کی جیت اور کس کی ہار ہونے والی تھی۔ اس کا نتیجہ چند گھنٹوں میں سامنے آنے والا تھا۔

عالی نے کبریا کو مخاطب کیا پھر اسے اپنے دماغ میں آنے کو کہا۔ اس نے آکر پوچھا "خیریت ہے؟"

"خیریت نہیں ہے۔ فرمان کالے جادو سے متاثر ہے۔ میں تمہیں ایک لڑکی انیتا کے اندر پہنچا رہی ہوں۔"

"یہ انیتا کون ہے؟"

"تم اس کے خیالات پڑھو گے تو بہت کچھ معلوم ہوگا۔ تم اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کردو۔"

اس نے کبریا کو انیتا کے دماغ میں پہنچا کر الپا سے کہا۔ "کبریا انیتا کے دماغ کو لاک کرنے گیا ہے۔ اس کے بعد نہ تو

چنڈال اپنی بیٹی کے دماغ میں پہنچ سکے گا اور نہ ہی فرمان اس سے دماغی رابطہ کرسکے گا۔ ان دونوں کو معلوم نہیں ہوسکے گا کہ انیتا کہاں گم ہوگئی ہے۔"

الپا نے کہا "یہ تم نے اچھا کیا۔ ایک کام اور کرو۔ چنڈال جوگیا اور جوگی بزبولے کے درمیان دشمنی ہے۔ انہیں آپس میں لڑا دو۔"

"ہوں سمجھ گئی۔ اگر انیتا کو بزبولے کے پاس پہنچا دیا جائے تو ان دونوں جادوگروں میں ٹھن جائے گی۔"

وہ کبریا کے پاس آکر بولی "ایک ضروری بات یہ ہے کہ اس کے جادوگر باپ کے خلاف ایک اور جادوگر جوگی بزبولا ہے۔ تم اس کے ذہن میں نقش کردو کہ یہ اپنے باپ اور اپنے انیل کو بھول کر جوگی بزبولے کے پاس جائے گی اور اس کے زیر اثر رہا کرے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تنویمی عمل کے دوران میں یہ باتیں اس کے ذہن میں نقش کردوں گا۔"

جب کبریا' انیتا کے اندر پہنچا تو وہ ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ اپنا اور فرمان کا تمام سامان سمیٹ کر وہاں سے جانے والی تھی۔ کبریا نے اس کے اندر کمزوری اور سستی پیدا کی۔ وہ سفری بیگ کو ایک طرف رکھ کر تھکے ہوئے انداز میں بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی "بے ہوشی کے باعث کمزوری محسوس ہورہی ہے۔ مجھے تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد جانا چاہیے۔"

وہ بیڈ پر لیٹ گئی۔ فرمان کو یاد کرتے ہوئے انگڑائی لینے لگی۔ کبریا اس کے ذہن کو آہستہ آہستہ تھپکنے لگا۔ وہ سونا نہیں چاہتی تھی۔ جلد سے جلد باپ کے پاس پہنچنا چاہتی تھی۔ وہاں فرمان سے اپنے انیل سے ملنے کی توقع تھی۔ وہ نیند سے لڑنے لگی۔

ٹیلی پیتھی کے ذریعے لائی جانے والی نیند اس پر حاوی ہوگئی۔ وہ تنویمی عمل کرنے سے پہلے اس کی ہسٹری پڑھنے لگا۔ اس کی کہانی بڑی دلچسپ تھی۔ وہ فرمان کو اپنا وہ محبوب سمجھ رہی تھی' جو مرچکا تھا لیکن اس کے عقیدے کے مطابق وہ دوسرا جنم لے کر پھر اس دنیا میں اس سے محبت کرنے آیا تھا۔ کبریا بڑی دلچسپی سے اس کے تمام حالات پڑھ رہا تھا۔

پھر اس نے تنویمی عمل کیا۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد ہوٹل سے نکل کر سیدھی جوگی بزبولا کے پاس جائے گی۔ اپنے باپ چنڈال جوگیا اور اپنے انیل شرما کو بھول جائے۔ دوسری بات یہ نقش کی کہ وہ صرف اعلیٰ بی بی کی آواز کو محسوس نہیں کرے گی۔ دو گھنٹے کے بعد تنویمی نیند پوری کرکے جوگی بزبولے کے پاس جائے گی۔

وہ چلا گیا۔ اس وقت اعلیٰ بی بی' فرمان کے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "فرمان کو یہاں سلاؤ اور تنویمی عمل کے ذریعے اس کا واش کرو۔ میں جوگی بزبولے سے رابطہ کررہی ہوں۔ اس کا دماغ کو جلد ہی لاک کرو۔"

اس نے ایک صوفے پر بیٹھ کر خیال خوانی کی پرواز بزبولے کے اندر پہنچی تو اس نے سانس روک لی۔ عالی تین بار اسے مخاطب کیا مگر وہ کچھ سننے سے پہلے ہی روک رہا تھا۔ اس وقت اس کا کالا عمل بڑی اٹھان پر اس کے خاص منتر کا اثر فرمان پر ہونے والا تھا۔ وہ اس پیتھی جاننے والے کو اپنے قدموں تک آنے پر مجبور کرنے والا تھا۔ اس لیے اعلیٰ بی بی کو نظرانداز کررہا تھا۔

دوسری طرف چنڈال جوگیا بھی بالکل اسی عمل میں مصروف تھا۔ اسے بھی یقین تھا کہ فرمان جلد ہی اس کی طرف آنے والا ہے۔

فرمان بیڈ پر لیٹنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس پر عمل کرنے والی ہے لیکن الپا نے اس کے دماغ پر اس طرح قبضہ جمالیا تھا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی لیٹ گیا۔ الپا شانے چت ہوگیا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ الپا کے زیر اثر تھا۔ وہ مطمئن ہوکر غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں چلی آئی۔ لباس اتار کر شاور کھول کر کھڑی ہوگئی۔ ٹھنڈے پانی میں بھیگنے لگی۔

الپا آہستہ آہستہ فرمان کے ذہن کو تھپک رہی تھی۔ اس وقت اس نے محسوس کیا کہ فرمان کے دماغ پر دھند چھا رہی ہے۔ دور بہت دور سے کسی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ الفاظ سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ الپا نے اندازہ لگایا کہ دشمن منتر پڑھ رہا ہے۔ اس کے اثر سے فرمان کا ذہن دھند رہا ہے۔ وہ خیال خوانی کی پوری قوت سے اس پر حاوی ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

وہ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی ذہن کی لہریں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔ الپا حیران ہوئی کہ اس کے دماغ میں گئی پھر نکل آئی۔ اس کا دماغ جیسے بند ہوگیا تھا۔ سوچ کی لہروں کو راستہ نہیں مل رہا تھا۔ الپا اسے دیکھ نہیں سکتی تھی کہ وہ کیا کررہا ہے؟ بیڈ پر ہے یا بیڈ سے اٹھ گیا ہے؟

اس نے فوراً ہی اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا "عالی! مع

ہوتا ہے' چنڈال کا جادو اثر کر رہا ہے۔ فرمان کا ذہن میری گرفت سے نکل گیا ہے۔ فوراً باہر آ کر دیکھو' وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "او گاڈ! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کا جادو' نیلی پیتھی پر حاوی ہو جائے گا۔"

وہ جلدی جلدی لباس پہنتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے فرمان کے دماغ تک پہنچی مگر سوچ کی لہروں کو راستہ نہیں ملا۔ لباس پہننے میں کچھ وقت لگا پھر وہ باتھ روم کا دروازہ کھول کر کمرے میں آئی۔ وہاں فرمان نہیں تھا۔ وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی لفٹ میں پہنچی۔ وہاں سے گراؤنڈ فلور پر آئی۔ وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے پارکنگ ایریا میں آ کر دیکھا۔ اس کی کار نہیں تھی۔ فرمان اسے لے گیا تھا۔ الپا نے پوچھا "یہ کہاں گیا ہوگا؟"

"میں اتنا جانتی ہوں کہ چنڈال جوگیا رستم پلی نامی ایک چھوٹے سے ٹاؤن میں رہتا ہے۔ مجھے اسی طرف جانا چاہیے۔"

فرمان کا تعاقب کرنے کے لیے دوسری کار کی ضرورت تھی۔ اس نے الپا سے کہا "سسٹر! تم جاؤ۔ میں دوسری کار لے کر اس کے تعاقب میں جا رہی ہوں۔"

الپا چلی گئی۔ ہوٹل کا ایک کاؤنٹر رینٹڈ کار حاصل کرنے کے لیے مخصوص تھا۔ اسی وقت میں نے اسے مخاطب کیا "بیٹی! کہاں ہو؟ کیا کر رہی ہو؟"

"پاپا! فرمان ایک خطرناک جادوگر کے چکر میں پڑ گیا ہے۔ سحر زدہ ہو کر کہیں چلا گیا ہے۔ میں اس کے تعاقب میں جا رہی ہوں۔"

"بیٹے! اسے جانے دو۔ ہم بعد میں اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ تمہاری مما اور عدنان برازیل کے ایک جنگل میں ہیں۔ میں نے کبریا کو تمہاری مما کے دماغ میں پہنچایا ہے۔ آؤ تمہیں بھی پہنچا دوں۔"

وہ میرے اندر آئی۔ میں نے اسے سونیا کے اندر پہنچا دیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے' جب سونیا اور عدنان نے رہائی حاصل نہیں کی تھی۔ عالی ہوٹل کے کمرے میں آ کر اپنی ماں کے پاس پہنچ گئی۔ ماں ایک عرصے سے بچھڑی ہوئی تھی اور اپنوں کی تلاش میں بھٹک رہی تھی۔ عالی کے جذبات ماں کے لیے امنڈ آئے تھے۔ اس نے فی الحال فرمان کو نظر انداز کر دیا۔ اس یقین کے ساتھ کہ بعد میں اسے ڈھونڈ نکالے گی۔

فرمان پر بے خودی کا عالم طاری تھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کہاں پہنچنا ہے۔ نہ جاننے کے باوجود وہ راستوں کو پہچان رہا تھا۔ دماغ راہنمائی کر رہا تھا کہ اسے کن راستوں سے گزرتے رہنا ہے۔

جوگی بزبولے کو پورا یقین تھا کہ اس کا مطلوب اس کی طرف کھنچا آ رہا ہے۔ چنڈال جوگیا کو بھی یقین تھا۔ اس کا یہ کالا عمل کبھی ناکام نہیں رہتا تھا۔ وہ پہلے بھی ایسے عمل میں کامیاب ہوتا رہا تھا۔ دونوں کا عمل ایک جیسا تھا۔ دونوں کو کامیابی کا یقین تھا اور معمول نہیں جانتا تھا کہ وہ کس عامل کی طرف جا رہا ہے؟ وہ بڑی تیز رفتاری سے اندھا دھند ڈرائیو کر رہا تھا۔

اندھی رفتار اکثر منہ کے بل گراتی ہے۔ ایک جگہ اس کی کار ایک گاڑی سے ٹکرا گئی۔ اسٹیئرنگ ہاتھوں سے بہک گیا۔ وہ پہاڑی راستہ تھا۔ خیریت ہوئی کہ کار ڈھلان کی طرف نہیں گئی۔ دوسری گاڑی ادھر گئی پھر سیکڑوں فٹ کی گہرائی میں لڑھکتی چلی گئی۔ اس کی کار دو بھاری پتھروں کے درمیان جا کر پھنس گئی۔ اسٹیئرنگ سے ٹکرانے کے باعث پیشانی لہولہان ہو گئی تھی۔ اس نے دوبارہ کار اسٹارٹ کی۔ پتا چلا کہ گیئر باکس بیٹھ گیا ہے۔ گاڑی آگے جا سکتی تھی' نہ پیچھے ہو سکتی تھی۔ وہ ایک کپڑے سے لہو پونچھتا ہوا کار سے باہر آ گیا۔

کالے عمل کے اثر سے اس کے اندر آگے بڑھتے رہنے کی تڑپ تھی۔ وہ آگے ویران راستے پر دوڑتا ہوا جانے لگا۔

ادھر ان دونوں کو اس وقت تک منتر پڑھتے رہنا تھا' جب تک کہ وہ ان کے سامنے پہنچ نہ جاتا۔ پتا نہیں وہ کس کے سامنے حاضر ہونے والا تھا۔ چونکہ کار میں نہیں تھا۔ دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ اس لیے انہیں اب دیر تک پڑھنے میں مصروف رہنا تھا۔ ان میں سے جو مسلسل پڑھنے والا تھک جاتا' وہ ناکام ہو جاتا۔ فی الحال یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کون ناکام ہونے والا ہے۔

وہ دوڑتے دوڑتے تھک رہا تھا۔ ہانپ رہا تھا۔ پتا نہیں آگے اور کتنے کلومیٹر تک دوڑنا تھا۔ اس کی رفتار سست ہونے لگی۔ کچھ فاصلے پر آگے ایک کار کھڑی ہوئی دکھائی دی۔ ایک شخص کار کا بونٹ اٹھائے اس کی کوئی خرابی دور کر رہا تھا۔

فرمان وہاں پہنچ کر ہانپنے لگا۔ اس شخص نے بونٹ کو گرا کر اس سے پوچھا "کون ہو تم؟"

فرمان نے اس کے منہ پر ایک گھونسا جڑ دیا۔ وہ اچانک حملے سے بوکھلا گیا۔ اس کے سنبھلنے سے پہلے کئی ہاتھ پڑ گئے۔ وہ مقابلے پر ٹھہر نہ سکا۔ سڑک پر گر پڑا۔ فرمان نے دروازہ

کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کی پھر اسے آگے بڑھاتا ہوا پہلے کی طرح تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگا۔ ذرا آگے جا کر اسے گاڑی کو روکنا پڑا۔ پچھلی سیٹ سے ہنسی کی آواز ابھری تھی۔

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ پیچھے ایک موٹی تگڑی عورت بیٹھی تالیاں بجاتے ہوئے ہنس رہی تھی اور کہہ رہی تھی "تو نے بہت اچھا کیا۔ اس کو مار کے بھگا دیا۔ وہ میرا پتی تھا۔ مجھے پاگل خانے لے جا رہا تھا۔ تم سچ سچ بولو۔ میں پاگل تو نہیں ہوں نا؟"

وہ ناگواری سے اسے دیکھ کر پھر گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ پیچھے سے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "ہم اس کار میں سوئزرلینڈ جائیں گے۔ وہاں ہنی مون منائیں گے۔ جب سے شادی ہوئی ہے' ہنی مون کے انتظار میں کنواری بیٹھی ہوں۔"

اس نے فرمان کی گردن کو بڑی محبت اور بڑی قوت سے جکڑ لیا تھا۔ اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ اس نے کار سڑک کے کنارے روک دی۔ گردن چھڑا کر باہر آیا۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ وہ تکلیف سے چیخنے لگی۔ وہ اسے کار کے باہر کھینچ کر ایک طرف پھینک کر وہاں سے جانا چاہتا تھا لیکن وہ باہر نکلتے ہی اس سے لپٹ گئی۔

وہ خود کو اس سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ بہت تگڑی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اچھی طرح پہلوانی کرنے کے بعد اسے دبوچنے آئی ہو۔ فرمان شاید خود کو چھڑا نہ پاتا لیکن دونوں طرف سے پڑھے جانے والے منتر اسے جنون میں مبتلا کر رہے تھے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اس کا گلا دبوچنے لگا تو وہ ڈھیلی پڑ گئی۔ اس نے اچھی طرح اس کی پٹائی کرتے ہوئے اسے زمین پر گرایا پھر فوراً ہی کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا اس پاگل عورت سے دور ہوتا چلا گیا۔

وہ دونوں منتر پڑھنے والے پریشان ہو رہے تھے۔ ان کا مطلوب ان کے سامنے حاضر نہیں ہو رہا تھا۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے دیر کیوں ہو رہی ہے؟ چنڈال جوگیا نے سوچا "خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کرنا چاہیے۔" اس نے تھوڑی دیر کے لیے منتر پڑھنا چھوڑ دیا۔ فرمان کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہاں دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس دھند میں کھنڈرات اور ایک پہاڑی میں ایک غار دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے سوچا "یہ میرا استھان نہیں ہے۔ یہ انیل کہاں جا رہا ہے؟"

جوگی بزبولا بازی لے جا رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے بہت پہلے سے منتر پڑھنا شروع کیا تھا۔ اس وقت چنڈال اپنی بے ہوش بیٹی انیتا کو ہوٹل میں لے گیا تھا۔ اسے تحفظ فراہم کرنے کے چکر میں کافی وقت گزر گیا تھا۔ جوگی بزبولے کا منتر فرمان کو بہت پہلے سے متاثر کر رہا تھا۔ وہ اسی کی طرف دوڑا چلا آیا تھا۔

چنڈال نے گرج کر پوچھا "انیل! تم کہاں جا رہے ہو؟ میں منتر پڑھ رہا ہوں اور عمل کر رہا ہوں۔ میرے پاس آؤ۔"

اس کی آواز فرمان تک نہیں پہنچ رہی۔ اس کی سوچ کی لہریں بھی کمزور پڑ رہی تھیں۔ جوگی بزبولے کا منتر حاوی ہو رہا تھا۔ چنڈال سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اس کے جادو کا توڑ کون کر رہا ہے؟ اس نے گرج کر پوچھا "کون ہے؟ کون میرا توڑ کر رہا ہے؟"

اس کی آواز وہاں تک نہیں پہنچ رہی تھی پھر اس کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ بزبولے کا منتر پوری طرح حاوی ہو گیا تھا۔

فرمان نے کھنڈرات میں کار چھوڑ دی تھی۔ وہاں سے دوڑتا ہوا پہاڑی غار میں آیا۔ وہاں ایک جگہ الاؤ روشن تھا۔ جوگی بزبولا آگ کے سامنے پالتھی مارے منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کے آس پاس مٹی کے برتنوں میں ماش کی دال' سندور' راکھ اور کسی مردے کی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔ الاؤ کے ایک طرف سر کٹا بکرا پڑا ہوا تھا۔ اس کا خون بہتا ہوا الاؤ کی طرف آ رہا تھا۔ ماضی میں پوجا کی دادی نے کبریا پر جیسا عمل کیا تھا' جوبی بزبولا ٹھیک اسی طرح فرمان پر عمل کر رہا تھا اور اسے اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی پرازیل کے جنگل میں اپنی مما اور عدنان کے ساتھ مصروف تھی۔ اسے یاد تھا کہ انیتا دو گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہو گی پھر ہوٹل چھوڑ کر جوگی بزبولے کے پاس جائے گی۔ اس نے الپا سے کہا "سسٹر! میں بہت مصروف ہوں۔ تم انیتا کے پاس چلی جاؤ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے والی ہے۔ ہوٹل سے نکل کر بزبولے کے پاس جائے گی۔ بزبولا ان باپ بیٹی کا جانی دشمن ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ انیتا کو جانی نقصان پہنچے۔"

"میں سمجھ گئی۔ ہماری پلاننگ یہ ہے کہ انیتا بزبولے کی قید میں رہے۔ تاکہ وہ دونوں جادوگر آپس میں لڑتے رہیں۔ چنڈال نے اپنے منتروں کے زور سے فرمان کو تم سے چھین لیا ہے۔ ہم اس کی بیٹی کو اس سے چھین کر اس کے دشمن کے سائے میں رکھیں گے۔"

وہ انیتا کے پاس آئی۔ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوگئی تھی۔ کبریا نے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ وہ صرف اعلیٰ بی بی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتی تھی۔ الپا اسی کا لب ولہجہ اختیار کرکے اس کے اندر کھنچی ہوئی تھی۔

انیتا بیدار ہونے کے بعد بیڈ پر پڑی رہی۔ سوچتی رہی کہ وہ کہاں ہے اور کن حالات سے گزر رہی ہے؟

اسے یاد آیا۔ وہ ایک ہوٹل میں ہے۔ آج ایک مارکیٹ میں دشمنوں نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ وہ حملے سے بچ گئی تھی لیکن عالی نے اسے ایک ایسا ہاتھ مارا تھا کہ وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ اس بے ہوشی کے بعد شاید اب ہوش میں آئی ہے۔

وہ بہت کچھ یاد کررہی تھی لیکن فرمان یاد نہیں آرہا تھا۔ کبریا کے تنویمی عمل کے مطابق وہ فرمان کو اور اپنے باپ چنڈال جوگیا کو بھول چکی تھی۔ اس کا ذہن کہہ رہا تھا' مجھے ایک بہت بڑے تانترک جوگی بڑبولے کے پاس جانا چاہیے۔

وہ اٹھ کر شاور لینے گئی۔ الپا آدھے گھنٹے کے لیے اس کے دماغ سے چلی گئی پھر واپس آئی تو وہ لباس پہن کر اپنا سفری بیگ اٹھا رہی تھی۔ ایک طرف فرمان کا بیگ رکھا ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر سوچنے لگی۔ اس کے اندر مردانہ کپڑے اور شیونگ وغیرہ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ اس نے سوچا "یہ بیگ میرے کمرے میں کیوں ہے؟ کیا میرے ساتھ یہاں کوئی اور بھی تھا؟"

الپا نے اس کی سوچ میں کہا "نہیں۔ بھلا میرے ساتھ کون ہوسکتا ہے؟ اس کمرے میں مجھ سے پہلے کوئی مسافر آیا تھا۔ وہ اپنا یہ بیگ بھول کر چلا گیا ہے۔ اسے یاد آئے گا تو وہ آکر اسے لے جائے گا۔ مجھے یہ سوچنا ہے کہ جوگی بڑبولا کہاں ملے گا؟"

وہ سوچتی ہوئی اپنا بیگ اٹھا کر نیچے کاؤنٹر پر آئی۔ وہاں ہوٹل کا بل ادا کرنے لگی۔ کاؤنٹر گرل سے کہنا چاہتی تھی کہ کوئی مسافر اپنا بیگ اس کمرے میں بھول کر چلا گیا ہے لیکن الپا نے اسے ایسا کہنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ بیگ اٹھا کر ہوٹل کے باہر آئی۔ وہاں کئی ٹیکسیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ڈرائیور گنگو اسے دیکھتے ہی دوڑتا ہوا آیا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میڈم! آیئے۔ کہاں جائیں گی؟"

اس نے پوچھا "کیا تم جوگی بڑبولے مہاراج کا استھان جانتے ہو؟"

وہ اس کے ہاتھ سے بیگ لے کر بولا "جانتا ہوں میڈم! میں تو ان کا چیلا ہوں۔ ابھی وہاں پہنچا دوں گا۔"

وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ گنگو اسے لے کر شہر سے باہر کھنڈرات میں آیا۔ وہاں گاڑی روک دی۔ اس کا بیگ اٹھا کر بولا "یہاں سے گاڑی کا راستہ نہیں ہے۔ پیدل جانا ہوگا۔ زیادہ دور نہیں ہے۔ وہ سامنے پہاڑی کے غار میں جانا ہے۔"

وہ اس کے ساتھ کھنڈرات کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی غار میں آئی۔ وہاں کا منظر دیکھ کر گھبرا گئی۔ ایک جگہ الاؤ روشن تھا۔ اس کے آس پاس کسی مردے کی کھوپڑی تھی۔ ایک طرف کٹا ہوا بکرا پڑا تھا اور اس کے قریب فرمان آنکھیں بند کیے زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ انیتا اسے دیکھ کر پہچان نہ سکی کہ وہ اس کا انیل شرما ہے۔ وہ اپنے محبوب کو بھول چکی تھی۔

جوگی بڑبولے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "میرے دشمن کی بیٹی آئی ہے۔ گنگو تو نے اسے یہاں لا کر مجھے خوش کردیا ہے۔"

گنگو نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "مہاراج! یہ اپنی مرضی سے آئی ہے۔ تمہارا پتا پوچھ رہی تھی۔ میں اسے یہاں لے آیا۔"

جوگی بڑبولے نے تعجب سے انیتا کو دیکھ کر پوچھا "تم میرا پتا کیوں پوچھ رہی تھیں؟"

وہ بولی "میں نہیں جانتی۔ میرا دل تمہارے پاس آنے کے لیے مچل رہا تھا۔ میں بے اختیار چلی آئی ہوں۔"

وہ غرا کر بولا "ہوں۔ تیرا باپ مجھے یہاں لایا ہے۔ دیکھ تیرا یار میرا غلام بن چکا ہے۔ ابھی آنکھیں کھولنے کے بعد سب کچھ بھول جائے گا۔ صرف میرا غلام بن کے رہے گا۔"

اس کی باتوں نے الپا کو چونکا دیا۔ وہ اور اعلیٰ بی بی سمجھ رہی تھیں کہ چنڈال نے فرمان کو اپنے جادو سے جکڑ رکھا ہے لیکن جوگی بڑبولے نے اسے جکڑ رکھا تھا۔ اسے اپنا معمول بنا چکا تھا۔ اعلیٰ بی بی چاہتی تھی کہ چنڈال نے فرمان کو ٹریپ کیا ہے تو جوابی کارروائی کے طور پر انیتا کو بڑبولے کے پاس پہنچایا جائے۔ اس طرح دونوں جادوگروں میں ٹھن جائے گی۔

انیتا اس طرح فرمان سے دور رہے گی۔ اسے بہت زیادہ دور رکھنے کے لیے اس کے ذہن سے انیل شرما کو مٹا دیا گیا تھا۔

لیکن جو بازی کھیلی گئی تھی' وہ کچھ سے کچھ ہوگئی تھی۔ اعلیٰ بی بی کے منصوبے کے خلاف انیتا اور فرمان پھر قریب آگئے تھے۔

○☆○

انڈین ٹاپ سیکرٹ سروس کے ڈی جی رگھوناتھ سہائے نے بڑی تیزی دکھائی تھی۔ وہ اپنے شعبے میں بہت ہی ذہین اور مکار سمجھا جاتا تھا۔ اس نے بڑی مکاری سے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ویٹو مارکس کو اپنا مطیع بنالیا تھا اور امریکی حکام سے الٹا یہ شکایت کررہا تھا کہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ایک انڈین لڑکی کلپنا کو اغوا کیا ہے۔ جس کی وجہ سے انڈین آرمی کی راجپوت بٹالین کے سپاہی اور افسران باغی ہوگئے ہیں۔

اس نے ویٹو مارکس اور کلپنا کو ایک تہ خانے میں چھپا رکھا تھا اور یہ ظاہر کررہا تھا کہ ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی پیدا ہوگیا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ یہ جھوٹ سدا چلتا رہے گا۔ امریکا نے میرے خلاف محاذ بنانے اور بھارت سرکار کی مدد کرنے کے لیے اپنے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ان کے حوالے کیا تھا۔ انہوں نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بنالیا۔ ایک تو انہوں نے اپنے محسن امریکا کو دھوکا دیا۔ دوسرا یہ کہ ویٹو مارکس کو میرے پیچھے لگا دیا۔ ایسا کرنے میں رگھوناتھ سہائے نے بڑی تیزی دکھائی پھر اپنی تیز رفتاری کے نتیجے میں منہ کے بل یوں گرا کہ پھر اٹھنے کے قابل نہیں رہا۔

اس نے میرے بیٹے کو اغوا کرنا چاہا تھا۔ میں نے اسی کے بیٹے کو کبریا بنا کر اس کے پاس پہنچا دیا تھا۔ وہ کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ جس ٹیلی پیتھی جاننے والے ویٹو مارکس کو اس نے اپنا معمول بنایا ہے' وہ اپنی لاعلمی میں میرا فرماں بردار بنا ہوا ہے۔

میں نے رگھوناتھ کے ساتھ جو ڈراما پلے کیا۔ اس کا ذکر گذشتہ اقساط میں ہوچکا ہے۔ میں نے اس کے بیٹے سومنات کو اس کے حوالے کرتے وقت گولیاں مار کر اس کے دونوں گھٹنے توڑ دیے۔ رگھوناتھ بیٹے کو فوری طبی امداد پہنچانے کے لیے اسپتال لے گیا۔ وہ مر نہیں سکتا تھا۔ ڈاکٹروں نے صاف کہہ دیا کہ وہ ساری زندگی اپاہج بن کر وہیل چیئر پر گزارے گا۔

سومنات کی ماں' رگھوناتھ کی بیوی دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ کہنے لگی "وہ مجرم کون ہے؟ وہ تمہارا دشمن تھا۔ اس کی دشمنی تم سے تھی۔ اس نے میرے بیٹے کو اپاہج کیوں بنادیا ہے؟"

رگھوناتھ نے غصے سے کہا "اس کا نام فرہاد ہے۔ وہ بہت ہی کم ظرف ہے۔ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ اس لیے اس نے میرے بیٹے کو نقصان پہنچایا ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

رگھوناتھ اپنی بیوی کے ساتھ اسپتال کے ایک کمرے میں تھا۔ سومنات کے دونوں گھٹنوں پر پلاسٹر چڑھایا گیا تھا۔ وہ بیڈ پر پڑا ہوا تھا۔ ماں ایک چاقو سے سیب کاٹ کر اسے کھلا رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے وہ چاقو رگھوناتھ سہائے کے بازو میں گھونپ دیا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ میری سوچ کی لہروں کو اپنے اندر آنے سے روک دیا کرتا تھا۔

اس کی بیوی نے میری مرضی کے مطابق پوچھا "اب بولو فرہاد کم ظرف ہے یا تم کمینے ہو۔ پہلے تم نے اس کے بیٹے کو اغوا کیا تھا۔ تم نے اسے دشمنی پر مجبور کیا۔ اس نے جواباً ہمارے بیٹے کا یہ حال کیا ہے۔ اس کی تباہی کے ذمہ دار تم ہو۔"

سومنات نے بیڈ پر سے چیخ کر کہا "ممی! کیا پاگل ہوگئی ہیں۔ آپ نے ڈیڈی کو زخمی کیوں کیا ہے؟"

میں نے رگھوناتھ کے دماغ میں پہنچ کر کہا "بڑی خوش فہمی تھی کہ تمہارے اندر نہیں آسکوں گا۔ اب بیوی اور بیٹے کے سامنے بولو۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اپنے زخمی بازو کو تھام کر کرسی پر بیٹھ گیا پھر بولا "بیٹے! تمہاری ماں نے مجھے زخمی کیا۔ اچھا ہی کیا۔ میں تمہارا مجرم ہوں۔ اگر میں فرہاد کے بیٹے کو اغوا نہ کرتا تو وہ بھی تمہیں اغوا نہ کرتا۔ جیسے کو تیسا کے مطابق اس نے مجھے یہ سزا دی ہے۔ میں کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ وہ میرے بیٹے کو زندگی بھر کے لیے اپاہج بنا دے گا۔"

اس کی بیوی چاقو سے حملہ کرنے کے بعد پریشان ہوگئی تھی۔ زخم معمولی تھا۔ وہ اس کی مرہم پٹی کرتے ہوئے بول رہی تھی "یہ مجھے کیا ہوگیا تھا۔ میں بیٹے کی حالت دیکھ کر پاگل ہوگئی ہوں۔ ایسا بھی کیا پاگل پن ہے۔ میں نے ایسا کیوں کیا؟"

وہ بولا "تم نہیں سمجھو گی۔ فرہاد نے تمہارے دماغ میں گھس کر حملہ کرایا ہے۔ تاکہ وہ میرے دماغ میں آئے اور میں سچ بولنے پر مجبور ہوجاؤں اور میں مجبور ہو کر سچ بول رہا ہوں۔"

وہ بولی "میں مانتی ہوں۔ آپ نے اس کے بیٹے کو اغوا کیا۔ آپ سے غلطی ہوگئی۔ اس نے بھی ہمارے سومنات کو اغوا کیا لیکن آپ نے اس کے بیٹے کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا پھر اس نے سومنات کی زندگی کیوں برباد کردی؟"

وہ بولا "سچ تو یہ ہے کہ وہ سومنات کو اغوا نہ کرتا تو میں اس کے بیٹے کو تعویذی عمل کے ذریعے اپنا وفادار کتا بنا کر رکھتا اور فرہاد کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیتا۔ یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ میں اس کے بیٹے کو کتا نہ بنا سکا۔ اس نے اسے اپاہج بنادیا ہے۔"

میں نے کہا "رگھوناتھ! تمہیں یہ غرور تھا کہ فولاد ہو' کوئی تمہیں توڑ سکے گا' نہ موڑ سکے گا۔ ہم بھی طاقت ور ہیں لیکن مغرور ہو کر دوسروں کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ تمہاری دشمنی مجھ سے تھی مگر تم میرے بچوں تک پہنچ رہے تھے۔ اب تم اپنی سروس رپورٹ میں لکھو کہ فرہاد علی تیمور سے ایسی دشمنی نہ کی جائے۔ تمہارے ساتھ جو ہوا ہے' تمہارے اکابرین اس سے عبرت حاصل کریں۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ وہ ٹاپ سیکرٹ سروس کا ڈی جی تھا۔ بہت بڑا سرکاری عہدے دار تھا۔ اس کے بیٹے کی عیادت کے لیے بڑے بڑے سرکاری عہدے دار آرہے تھے۔ بھارتی اکابرین اس سے دلی ہمدردی کا اظہار کررہے تھے۔ سختی سے یہ احکامات جاری کیے جارہے تھے کہ کسی بھی طرح آکاش اور پاتال میں جاکر مجھے تلاش کیا جائے۔ جس پر بھی فرہاد علی تیمور کا شبہ ہو' اسے فوراً گولی ماردی جائے۔ اخبارات' ریڈیو اور ٹیلی وژن کے مختلف چینلز کے ذریعے کہا جارہا تھا کہ فرہاد ہندی زبان روانی سے بولتا ہے لیکن اس کی بیٹی اور بیٹا اور اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے صحیح طرح ہندی بول نہیں پاتے ہیں۔ وہ غیر ملکی مسلمان اور عیسائی بن کر رہتے ہیں۔ لہٰذا جتنے بھی غیر ملکیوں پر شبہ ہو تو فوراً ان کے متعلق قریبی تھانے میں اطلاع دی جائے۔

ایک بار پھر ہمیں تلاش کرنے کے لیے زور و شور سے مہم شروع ہوئی۔ وہاں کاروبار کے لیے اور سیاحت کے لیے آنے والے غیر ملکیوں کی شامت آگئی۔ معمولی شبے کی بنا پر انہیں گرفتار کیا جانے لگا۔ ان ملکوں کے سفارت خانے بھارت سرکار کے خلاف شور مچانے لگے۔ سفارتی تعلقات ختم کرنے کی دھمکیاں دینے لگے۔

ایسے وقت انٹیلی جنس والوں نے ایک انفارمیشن منسٹر کی فون کال کو ریکارڈ کیا۔ وہ منسٹر بڑے رازدارانہ انداز میں کسی سے فون پر کہہ رہا تھا کہ وہ اصل منسٹر کو ہلاک کرنے کے بعد اس کی جگہ لے کر بالکل محفوظ ہے۔ کوئی اس پر شبہ نہیں کرے گا۔

یہ فون کال سنتے ہی آرمی کے مسلح جوانوں نے اس منسٹر کے بنگلے کو چاروں طرف سے گھیرلیا۔ آرمی کے دو افسران اور چند جوان بنگلے کے اندر آئے۔ انہوں نے منسٹر کو حراست میں لے کر اس کے چہرے اور گردن کا اچھی طرح معائنہ کیا پھر کہا "آج کل اتنی صفائی سے پلاسٹک سرجری کی جاتی ہے کہ بدلے ہوئے چہروں پر شبہ نہیں ہوتا۔ بہتر ہے تم اپنی اصلیت ظاہر کردو۔"

منسٹر نے کہا "آپ لوگ خوامخواہ مجھ پر شبہ کررہے ہیں۔ میں دیش بھگت ہوں۔ دشمن نہیں ہوں۔"

اسے اس کی فون کال سنائی گئی۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "میں نے فون پر ایسی باتیں نہیں کی ہیں۔ معلوم ہوتا' کسی نے میرے بنگلے میں آکر چوری چھپے میرا فون استعمال کیا ہے اور میری آواز بنا کر بولتا رہا ہے۔"

آرمی افسر نے کہا "تم باتیں بنا رہے ہو لیکن ہم تمہیں بے نقاب کرنا جانتے ہیں۔ بڑے بڑے مجرم اپنے چہرے تبدیل کرلیتے ہیں لیکن اپنی انگلیوں کے نشانات تبدیل نہیں کرپاتے۔ ہم تمہارے فنگر پرنٹس لے کر ماہرین کے پاس بھیجیں گے۔ وہ تمہارے ریکارڈ کے فنگر پرنٹس سے اس کا موازنہ کریں گے پھر تمہاری اصلیت سامنے آجائے گی۔"

منسٹر نے گھبرا کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "نہیں۔ میں اپنی انگلیوں کے نشانات نہیں دوں گا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

ایک افسر نے ریوالور سے اس کا نشانہ لے کر کہا "چپ چاپ یہاں آکر بیٹھو۔ تمہاری انگلیوں کے پرنٹس لیے جائیں گے۔"

اس نے بولتے بولتے اچانک چیخ ماری۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور گر پڑا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فرش پر جھک گیا۔ منسٹر نے کہا "خبردار! کوئی میرے قریب آئے گا تو میں اسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے مار ڈالوں گا۔ ہاں میں فرہاد ہوں۔ فرہاد ہوں۔"

اس کا اعتراف سنتے ہی مسلح جوانوں نے فائرنگ شروع کردی۔ اسے گولیوں سے بھون ڈالا۔ بے چارے فرہاد علی تیمور کو مار ڈالا۔ تھوڑی دیر تک سب خاموش رہے۔ اسے دور سے دیکھ کر یقین کرتے رہے کہ فرہاد واقعی مرچکا ہے۔

قریب جاکر اسے ٹٹولا گیا۔ وہ گولیوں سے چھلنی ہوگیا تھا۔ سب کو یقین ہوگیا کہ وہ مرچکا ہے۔

ایک افسر اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے پرنٹس لینے لگا۔ دوسرے افسر نے اپنے اعلیٰ افسران سے فون پر رابطہ کرنے کے بعد کہا "سر! ہمارا شبہ درست نکلا۔ فرہاد ہمارے منسٹر کے بھیس میں یہاں چھپا ہوا تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا اور

اعتراف کیا تھا کہ وہ فرہاد ہے۔ ہم نے اسے گولی ماردی ہے۔ اس کی انگلیوں کے پرنٹس لے جارہے ہیں۔"

ان کے اکابرین نے یہ حکم دیا تھا کہ جس پر فرہاد ہونے کا شبہ ہو۔ اسے گولی ماردو۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی تھی لیکن چند گھنٹوں کے بعد فنگر پرنٹس کے ماہرین نے بتایا کہ وہ ان کے ہی دیس کے منسٹر کی انگلیوں کے نشانات ہیں۔ انہوں نے فرہاد کے دھوکے میں اپنے منسٹر کو مار ڈالا تھا۔

یہ فریب خوردگی یہیں ختم نہیں ہوئی۔ مدراس میں سیاحت کے لیے آنے والی ایک لڑکی نے خود کو فرہاد علی تیمور کی بیٹی اعلیٰ بی بی کہا۔ گجرات میں بھی ایک یہودی لڑکی نے یہی کہا۔ ان دونوں کو انہی لمحات میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ بہار' یوپی اور مہاراشٹر میں تین غیر ملکیوں پر کبریا ہونے کا شبہ ہوا۔ انہیں بھی گولی ماردی گئی پھر تو اس دیس میں جیسے قیامت آگئی۔ سیاحت کے لیے' سیاسی اور کاروباری معاملات کے لیے آنے والے غیر ملکی بھارت چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ روسی' اسرائیلی' جرمنی اور امریکی سفارت خانے والے سختی سے بھارت سرکار کو آخری دھمکی دینے لگے کہ وہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے غیر ملکیوں کے قتل سے باز نہ آئے تو وہ سفارتی تعلقات ختم کردیں گے۔

بھارتی حکام نے ان ممالک سے معافی مانگی اور احکامات جاری کیے کہ آئندہ کسی غیر ملکی کا محاسبہ نہ کیا جائے۔ انہیں کسی بھی معاملے میں روک ٹوک کر پریشان نہ کیا جائے۔ دور ہی دور سے اپنے طور پر ان کے متعلق صحیح معلومات حاصل کی جائیں اور ہر حال میں ان کی جان و مال کی حفاظت کی جائے۔

ان کی سمجھ میں آگیا تھا کہ ہم خیال خوانی کے ذریعے کس کس طرح انہیں الّو بنا سکتے ہیں۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے اور نہ ہی اپنے ملک سے نکال سکتے تھے۔ ہم ان کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹکے ہوئے تھے۔ وہ ہمیں نہ نگل سکتے تھے' نہ ہی اگل سکتے تھے۔

میں نے رگھوناتھ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اب وہ اتنی جلدی میرے خلاف کچھ کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ میں دن رات ویٹومارکس کے اندر جاکر اس کے منصوبے معلوم کیا کرتا تھا۔ اب طے کیا کہ دن میں ایک ہی بار اس کے خیالات پڑھوں گا تو بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔

ویسے میں اسے آسانی سے سستا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ میں نے امریکی آرمی کے اعلیٰ افسر سے کہا "تمہارے لیے ایک اچھی خبر یہ ہے کہ انڈین ٹاپ سیکرٹ سروس کا ڈی جی رگھوناتھ سمائے زخمی ہے۔ تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے خیالات پڑھ سکتا ہے اور تمہارے گمشدہ خیال خوانی کرنے والے ویٹومارکس کا سراغ لگا سکتا ہے۔"

میں یہ شوشا چھوڑ کر اس کے دماغ سے چلا آیا۔ امریکی اکابرین ویٹومارکس کی گمشدگی سے پریشان تھے۔ انہوں نے فوراً اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو رگھوناتھ کے پاس بھیجا۔ وہ اس کے اندر آکر خیالات پڑھنے لگا۔ چوری چھپ نہ سکی۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ ویٹومارکس پر تعویذی عمل کرا کر اسے بھارت دیس کا وفادار بنایا گیا ہے۔ ان کے دیس میں کوئی ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ ویٹومارکس کو ایک خفیہ بنگلے کے تہ خانے میں کلپنا کے ساتھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔

یہ اتنی اہم معلومات تھیں کہ امریکی حکام فوراً ہی بھارت سرکار پر چڑھ دوڑے۔ انہیں سختی سے وارننگ دی کہ ایک گھنٹے کے اندر ویٹومارکس سے ان کا رابطہ نہ کرایا گیا تو وہ بھارت کے خلاف بہت بڑی کارروائی کرسکتے تھے۔

بھارتی حکمران پریشان ہوگئے۔ انہوں نے باتیں بنائیں کہ ویٹومارکس ان کی قید میں نہیں ہے۔

انہوں نے اسی بنگلے کا پتا بتایا' جس کے تہ خانے میں اسے کلپنا کے ساتھ چھپا کر رکھا گیا تھا۔

بھارتی انٹیلی جنس والوں نے فوراً ہی ویٹومارکس اور کلپنا کو دوسری جگہ منتقل کرکے معصومیت سے کہا "فرہاد آپ لوگوں کو ہمارے خلاف بھکا رہا ہے۔ آپ کے سفارت خانے والے اس بنگلے میں جاکر دیکھ سکتے ہیں۔ وہ تہ خانہ خالی ہے۔"

انہوں نے کہا "ہمیں نادان نہ سمجھو۔ ویٹومارکس کو تم نے دوسری جگہ منتقل کردیا ہے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے تمہارے ڈی جی رگھوناتھ کے چور خیالات پڑھ چکے ہیں اور چور خیالات ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔"

انہیں جواب دیا گیا "آپ فرہاد کی مکاریوں کو سمجھیں۔ اس نے رگھوناتھ پر تعویذی عمل کیا اور جو باتیں اس کے اندر نقش کی ہیں۔ وہی اس کے چور خیالات بتا رہے ہیں۔"

بھارتی حکمرانوں کی ڈھٹائی مشہور ہے۔ چوری پکڑی جانے کے باوجود وہ خود کو چور تسلیم نہیں کررہے تھے۔ سارا الزام مجھ پر دھر رہے تھے۔ امریکی اکابرین میری چالبازیوں کو بھی سمجھتے تھے۔ وہ کشمکش میں مبتلا ہوگئے۔ بھارتی چالبازوں پر شبہ کم تھا۔ مجھ پر زیادہ تھا کہ میں انہیں بھارت کے خلاف بھڑکا رہا ہوں۔

رگھوناتھ کو فوراً ہی ڈی جی کے عہدے سے ہٹا دیا گیا۔ ایک یوگا کے ماہر ارجن چوپڑا کو اس کی جگہ لایا گیا۔ ویٹو

مارکس کو ایک خفیہ اڈے میں چھپا کر رکھا گیا تھا۔ ارجن چوپڑا نے ڈی جی کا عہدہ سنبھالتے ہی ویٹو مارکس کا محاسبہ کیا۔ اسے اپنے سامنے بٹھا کر بولا "تم جب بھی فرہاد علی تیمور کے خلاف خیال خوانی کرتے ہو' بری طرح ناکام رہتے ہو۔ اس کی وجہ کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ فرہاد کس طرح مجھ سے سبقت لے جاتا ہے؟"

"پہلی بار تم اس کے دماغ میں گئے تو وہ ایک غار میں زخموں سے چور تھا۔ وہاں سے کہیں جانے کے قابل نہیں تھا۔ تم نے یہ سب کچھ اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا۔ کیا چور خیالات گمراہ کرتے ہیں۔ سچ نہیں بتاتے؟"

"چور خیالات کبھی جھوٹ نہیں بولتے لیکن فرہاد ٹیلی پیتھی کا سب سے پرانا کھلاڑی ہے۔ وہ چور خیالات کے ذریعے بھی دھوکا دیتا ہے۔"

"چلو مان لیتا ہوں کہ اس نے پہلی بار دھوکا دیا لیکن دوسری بار اس کے بیٹے کبریا کو اغوا کیا گیا۔ وہ کبریا نہیں تھا۔ دراصل رگھوناتھ کا بیٹا سومنات تھا۔ تم سومنات کے چور خیالات پڑھ کر بھی دھوکا کھا گئے۔ اس کی اصلیت معلوم نہ کر سکے۔"

"فرہاد نے تنویمی عمل کے ذریعے سومنات کو کبریا بنا دیا تھا۔"

"میں پوچھتا ہوں' جب ایک بار چور خیالات پڑھ کر دھوکا کھا چکے تھے تو تم نے اور رگھوناتھ نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ فرہاد چور خیالات کے ذریعے بھی دھوکا دیتا ہے۔ تم خیال خوانی سے یہ بھی معلوم نہ کر سکے کہ سومنات کو میک اپ کے ذریعے کبریا بنایا گیا ہے۔ تم اس کا میک اپ بھی صحیح طرح چیک نہ کر سکے۔ مجھے شبہ ہے کہ فرہاد تمہارے اندر آتا ہے اور تمہیں صحیح خیال خوانی سے باز رکھتا ہے۔"

ویٹو مارکس نے کہا "میں نہیں مانتا۔ میں کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں۔ وہ میرے اندر نہیں آتا ہے۔"

"یہ تمہارا اپنا خیال ہے۔ میں اپنا شبہ دور کروں گا۔ ابھی تم پر دوبارہ تنویمی عمل کیا جائے گا۔"

"آپ خوامخواہ اپنا وقت ضائع کریں گے۔ میں دوبارہ یہ عمل نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ عامل اس کمرے میں آیا۔ جس نے پہلے اس پر عمل کیا تھا۔ ویٹو مارکس اس کا معمول تھا۔ اس کے سامنے تنویمی عمل سے انکار نہ کر سکا۔ اس نے حکم دیا "دوسرے کمرے میں جاؤ اور بیڈ پر لیٹ جاؤ۔"

وہ اس کے حکم کے مطابق دوسرے کمرے میں آ گیا۔ عامل ارجن چوپڑا سے ہدایات حاصل کر رہا تھا کہ تنویمی عمل کے دوران میں ویٹو مارکس پر کون کون سی اہم بات آشکار کی جائے۔ ادھر وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گیا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ عامل کی تابعداری میں پہلے جیسی شدت نہیں ہے۔ اس کا ذہن جبری تنویمی عمل کے خلاف تھا۔ عامل نے تقریباً تیس منٹ پہلے اس پر عمل کیا تھا۔ اس عمل کے اثرات کمزور ہو رہے تھے۔ دوبارہ عمل کے بعد ان میں پہلے جیسی پختگی آ سکتی تھی۔

ویٹو مارکس نے دل میں ٹھان لی کہ اس بار وہ تنویمی عمل کو ناکام بنا دے گا۔ وہ چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ دونوں رانوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ عامل نے کمرے میں آ کر اسے دیکھا پھر اس کے دائیں طرف کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولنے لگا۔ اسے ہپناٹائز کرنے لگا۔ وہ ساکت پڑا ہوا بظاہر اس کا معمول بن رہا تھا لیکن چپکے سے اپنی بائیں ران میں زور کی چٹکی بھر رہا تھا۔ اس طرح تکلیف ہو رہی تھی اور اس کا ذہن بٹ رہا تھا۔ عامل سے متاثر نہیں ہو رہا تھا۔

جب بھی تکلیف کم ہوتی اور وہ عامل سے متاثر ہونے لگتا تو بائیں ران میں ایک چٹکی زور سے لیتا اور عامل کے جواب میں اس کی باتیں اسی طرح سحر زدہ ہو کر مانتا جیسے اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہو۔ اس طرح وہ تنویمی عمل آدھا تیتر آدھا بٹیر ہو کر رہ گیا۔

عامل اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر دوسرے کمرے میں ارجن چوپڑا کے پاس آیا۔ اس سے بولا "میں نے اس پر بھرپور عمل کیا ہے۔ پہلے عمل کو مٹا کر خاص طور پر یہ بات اس کے ذہن میں نقش کی ہے کہ وہ فرہاد یا کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے اندر محسوس کرتے ہی سانس روک کر اسے بھگا دیا کرے گا۔"

ارجن چوپڑا نے پوچھا "تم نے اسے میرا معمول بنایا ہے یا نہیں؟"

"سر! میں نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ وہ ہمیشہ آپ کا غلام بن کر رہے گا۔"

ویٹو مارکس نے لیٹے ہی لیٹے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ عامل دروازہ بند کر کے گیا تھا۔ وہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کمرے میں دو الماریاں تھیں۔ جن میں اسلحہ رکھا جاتا تھا۔ اس نے ایک الماری کو کھول کر ایک ریوالور نکال کر اسے لوڈ کیا پھر ایک سائیلنسر اس میں لگایا۔ کچھ فاضل گولیاں جیب

میں رکھ لیں پھر دروازے کے پاس آ کر اسے چھو کر دیکھا۔ وہ دوسری طرف سے مقفل نہیں تھا۔ اس نے اسے ذرا سا کھول کر دیکھا۔ وہ عامل ارجن چوپڑا کے سامنے صوفے پر بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ وہ دونوں اس کی تنویمی نیند پوری ہونے کے منتظر تھے۔

آہٹ سنتے ہی دونوں نے سر گھما کر دیکھا پھر ایک دم سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ ویٹو مارکس سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ دونوں اس کے نشانے پر تھے۔ عامل نے بوکھلا کر کہا "تم۔ تم تو تنویمی نیند سو رہے تھے؟"

"تم نے مجھے سلایا تھا۔ میں تم دونوں کو سلانے آیا ہوں۔ سائیلنسر لگا ہوا ہے۔ فائرنگ کی آواز باہر نہیں جائے گی۔"

ارجن چوپڑا نے اپنے تمام ماتحتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اس بنگلے کے اندر نہ آئیں۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ تنویمی عمل کے دوران میں کسی طرح کی مداخلت ہو۔ اب اپنا یہ حکم اسے مہنگا پڑ رہا تھا۔ اس نے کہا "تم ہمیں مار کر پچھتاؤ گے۔ یہاں سے باہر نہیں جا سکو گے۔"

"یہ میرا مسئلہ ہے کہ میں باہر کیسے جاؤں گا۔ تم اپنی بات کرو۔ مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گے یا تمہیں زخمی کر کے آؤں؟"

وہ تھوک نگل کر بولا "تم۔ تم میرے اندر کیوں آنا چاہتے ہو۔ پلیز مجھ سے کوئی سمجھوتا نہ کرو۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پیچھے آیا پھر ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ کر اس کی کنپٹی سے ریوالور لگا کر بولا "جو مجبور ہوتے ہیں۔ وہ سمجھوتا کرتے ہیں۔ میں مکھن کے بال کی طرح یہاں سے نکلوں گا۔ تم بولو میں اندر آؤں یا گولی اندر آئے؟"

"نن۔ نہیں تم آ سکتے ہو۔ آ۔ آ جاؤ۔"

اسے جگہ مل گئی۔ اس نے اندر پہنچتے ہی اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ہونٹوں کو سختی سے بند کر دیا۔ تاکہ اس کی چیخیں نہ ابھریں۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے ہونٹ خیال خوانی کے ذریعے سختی سے بند تھے۔ وہ چیخنے کے بھی قابل نہیں رہا تھا۔ ذبح ہونے والے بکرے کی طرح تڑپ رہا تھا۔ عامل کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ سہمی ہوئی نظروں سے ویٹو مارکس کو دیکھ رہا تھا۔

اس نے پوچھا "کیا تم میری سوچ کی لہروں کو روکو گے؟ اور زخمی ہونا چاہو گے؟"

"نہیں۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ تم میرے اندر آ سکتے ہو مگر پلیز مجھے ایسی دماغی تکلیف نہ پہنچاؤ۔"

وہ اس کے اندر پہنچ گیا۔ پہنچتے ہی اس کی بھی شامت آ گئی۔ وہ یک بارگی اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ اس کی بھی وہی حالت ہوئی۔ اس کے بھی دونوں ہونٹ خیال خوانی کے ذریعے بند ہو چکے تھے۔ وہ بڑی خاموشی سے تڑپتے ہوئے دماغی تکلیف کو برداشت کر رہا تھا۔ ویٹو مارکس نے کلپنا کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ اسے اس بنگلے کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ اپنے محبوب کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بولا "ہائے میری جان!"

وہ خوش ہو کر بولی "شکر ہے تم نے یاد تو کیا۔ کتنی دیر میں آ رہے ہو؟"

"میں یہاں بہت مصروف ہوں۔ تم چلی آؤ۔"

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ وہ اندر آ گئی۔ دروازہ پھر اندر سے بند ہو گیا۔ کلپنا نے عامل اور ارجن چوپڑا کو فرش پر تکلیف سے کراہتے ہوئے دیکھا۔ حیرانی سے پوچھا "یہ کیا؟ یہ۔ یہ کسی تکلیف میں مبتلا ہیں؟"

"ہاں۔ ان کی تکلیف کا دور شروع ہو رہا ہے۔ انہوں نے میری مجبوریوں سے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ اب یہ اپنا انجام دیکھیں گے۔"

وہ خوش ہو کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "کیا تم ان کے شکنجے سے آزاد ہو گئے ہو؟"

"تھینکس گاڈ۔ آزاد ہو گیا ہوں۔ یہاں سے نکلنے سے پہلے اپنے کمزور دماغ کو پوری طرح مستحکم بنانا چاہتا ہوں۔"

وہ دونوں فرش پر بیٹھے اپنا اپنا سر سہلا رہے تھے۔ دماغی تکلیف کسی قدر کم ہو چکی تھی۔ اس نے حکم دیا "دوسرے کمرے میں چلو۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ وہاں سے اٹھ کر اس کمرے میں آئے۔ جہاں عامل نے ویٹو مارکس پر ناکام تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ کلپنا کے ساتھ وہاں آ کر بولا "تم پھر مجھ پر تنویمی عمل کرو گے اور میں جیسا کہوں گا' ویسا ہی کرو گے۔ کوئی چالاکی دکھاؤ گے تو مارے جاؤ گے۔"

اس نے کلپنا کو ریوالور دیتے ہوئے کہا "تم عمل کے دوران اس کی باتیں توجہ سے سنو گی۔ یہ دو اہم باتیں میرے دماغ میں نقش کرے گا۔ ایک تو یہ کہ میرے دماغ سے پچھلا تنویمی عمل ختم ہو جائے۔ دوسری بات یہ کہ فرہاد علی تیموریا کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا کوئی بھی لب ولہجہ اختیار کر کے آئے تو میرا ذہن اسے محسوس کر لے اور آنے والے کو سانس روک کر بھگا دے۔ عمل کے اختتام پر یہ صرف

آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دے گا۔"

وہ بولی "میں سمجھ گئی۔ ان تین باتوں سے زیادہ یہ ایک لفظ بھی بولے گا تو میں اسے گولی مار دوں گی۔"

"شاباش۔ چوکس رہنا۔ اسے ذرا بھی چھوٹ نہ دینا۔ میں ذرا اس ڈی جی سے نمٹ لوں۔"

اس نے اسٹور روم کا دروازہ کھول کر وہاں سے ایک رسی لا کر ارجن چوپڑا سے کہا "کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ ویٹو مارکس اسے رسیوں سے باندھنے لگا۔ چوپڑا کچھ نہیں بول رہا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ بحث کرے گا تو وہ پھر اسے دماغی جھٹکے دے گا۔ اسے اچھی طرح باندھنے کے بعد اس نے اس کے منہ پر ایک ٹیپ چپکا دیا پھر کہا "چوپڑا! میری تنویمی نیند کے دوران میں تم کچھ گڑبڑ کرسکتے ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ کلپنا کا دھیان دوسری طرف بٹا رہے۔ اس لیے۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا اور کرسی کو مضبوطی سے تھام لیا۔ کیونکہ وہ تڑپ رہا تھا۔ کرسی سمیت گر سکتا تھا۔ اس کی حالت عجیب سی ہوگئی تھی۔ نہ چیخ سکتا تھا۔ نہ آزادی سے تڑپ سکتا تھا۔ ویٹو مارکس نے پانچ منٹ کے بعد پھر ایک زلزلے کا جھٹکا دیا۔ یہ زلزلہ ناقابل برداشت تھا۔ وہ ایک دم سے لرز کر بے ہوش ہوگیا۔

وہ کلپنا سے بولا "اس کی طرف سے بے فکر رہو۔ یہ گھنٹے دو گھنٹے تک بے ہوش رہے گا۔ تم صرف عامل پر نظر رکھو۔"

وہ بیڈ پر آکر لیٹ گیا۔ عامل سے بولا "پھر ایک بار وارننگ دے رہا ہوں۔ جتنا کہا ہے اتنا ہی عمل کرو گے ورنہ مارے جاؤ گے۔" پھر اس نے مسکرا کر کلپنا سے کہا "او کے ڈارلنگ! محتاط رہو۔"

اس نے چاروں شانے چت لیٹ کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا پھر عامل سے کہا "کم آن۔"

عامل اس کے قریب آکر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے ٹرانس میں لانے لگا پھر اس پر عمل کرنے لگا۔ اس نے اس کے دماغ کو حکم دیا کہ وہ پچھلا تنویمی عمل بھول جائے۔ دوسرا حکم یہ دیا کہ فرہاد یا کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا کوئی بھی لب ولہجہ اختیار کرکے آئے تو وہ اسے محسوس کرتے ہی سانس روک کر اسے بھگا دے۔ اس نے یہ دو باتیں اس کے ذہن میں نقش کیں پھر حکم دیا کہ وہ آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے بعد بیدار ہوجائے گا۔

اس عمل کو ختم کرنے کے بعد کلپنا سے کہا "تم مطمئن ہو نا؟ میں نے اتنا ہی کیا ہے' جتنا کہا گیا تھا۔"

"میں مطمئن ہوں۔ اس کے بیدار ہونے تک فرش پر آ اوندھے منہ لیٹ جاؤ اور آنکھیں بند کرلو۔"

اس نے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کی طرف دیکھا وہ بولی "فوراً لیٹ جاؤ۔ ورنہ گولی چل جائے گی۔"

وہ اوندھے منہ لیٹ گیا۔ ایک کرسی پر بے ہوشی کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا سر ایک طرف ڈھلکا ہوا تھا۔ دوسرا اوندھے منہ لیٹ کر رام نام لے رہا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد ویٹو مارکس بیدار ہوگیا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مسکرا کر کلپنا سے بولا "شاباش۔ تمہارے تعاون سے مجھے اس فکر سے نجات مل گئی ہے کہ فرہاد میرے اندر آسکتا ہے۔ اب کوئی مجھے زیر کرنے نہیں آئے گا۔"

کلپنا نے اسے اپنے اندر بلا کر سوچ کے ذریعے پوچھا "ہم یہاں سے نکل کر کہاں جائیں گے؟"

وہ بولا "یہ ہمارا اہم مسئلہ ہے۔ میں ہندی بولتا ہوں مگر لہجہ غیر ملکی ہوتا ہے۔ فی الحال ہم کسی دوسرے بڑے شہر کے کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں رہیں گے۔ وہاں غیر ملکی زیادہ ہوتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر میں خیال خوانی کے ذریعے اپنا اور تمہارا پاسپورٹ اور ویزا بنواؤں گا پھر ہم کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں گے۔"

انہیں ارجن چوپڑا کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔ اس لیے باتیں کرتے ہوئے اور آئندہ کی پلاننگ کرتے ہوئے وقت گزار رہے تھے۔ وہ ایک گھنٹے بعد ہوش میں آیا۔ چہرے سے بہت کمزور اور بیمار دکھائی دے رہا تھا۔ ویٹو مارکس نے اس کی رسیاں کھول کر کہا "واش روم میں جاؤ اور منہ ہاتھ دھو کر فریش ہوجاؤ۔ ابھی یہاں سے باہر جائیں گے۔"

وہ واش روم میں چلا گیا۔ ویٹو مارکس اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا "اس ظالم نے مجھے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ میرا دماغ اب بھی پھوڑے کی طرح دکھ رہا ہے۔ میں کیا کروں؟ اس سے کیسے نجات حاصل کروں؟ اب یہ دماغی جھٹکا دے گا تو میں مرجاؤں گا۔"

ویٹو مارکس نے اس کے اندر کہا "میرا حکم مانتے رہو گے۔ کوئی چالاکی نہیں دکھاؤ گے تو میں دماغی جھٹکے نہیں پہنچاؤں گا۔"

وہ منہ ہاتھ دھو کر واش روم سے باہر آکر بولا "میں تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کروں گا۔ تم کیا چاہتے ہو؟"

"تم اپنی گاڑی میں مجھے اور کلپنا کو لے جاؤ گے۔ یہ عامل بھی ساتھ رہے گا۔ یہاں جتنی بھی رقم ہے' اسے ایک بیگ میں ڈال کر مجھے دو۔"

وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرنے لگا۔ ایک بیگ میں نوٹوں کی گڈیاں بھر کر لے آیا۔ ان کے ساتھ باہر آکر اپنے خاص ماتحت سے بولا "میں کلپنا اور ویٹو مارکس کو دوسرے خفیہ اڈے میں لے جارہا ہوں۔ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہو۔ سب یہی سمجھیں کہ ویٹو مارکس یہیں ہے۔"

وہ اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ عامل اگلی سیٹ پر آیا۔ کلپنا اور ویٹو مارکس پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے پھر وہ کار وہاں سے چل پڑی۔

○☆○

کبریا ممبئی میں تنہا تھا اور کچھ عرصے تک وہاں تنہا رہ کر اس صدمے کو سہنا چاہتا تھا' جو پیار کے حوالے سے پہلی بار ملا تھا۔ اس نے زندگی میں پہلی بار ایک لڑکی میرا سے محبت کی تھی۔ وہ علم نجوم کے پروفیسر وینا ناتھ کی بھتیجی تھی۔ دہلی میں پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ تب سے وہ کبریا کے ساتھ رہ کر دشمنوں کی سازشوں اور عداوتوں سے گزرتی رہی تھی۔ محبت میں ہمیشہ ثابت قدم رہی تھی۔

میرا کی محبت اس وقت گرفت میں آئی۔ جب پوجا کی دادی ماں نے کبریا کو ٹریپ کیا تھا اور اسے اپنے پاس بلا کر غلام بنالیا تھا۔ وہ تنہا رہ گئی۔ چونکہ کبریا اسے دل کی گہرائیوں سے چاہتا تھا۔ اس لیے وہ میری ہونے والی بہو تھی۔ میں نے اسے ڈھیر ساری محبتیں دیں۔ اس کی دل جوئی کرتا رہا پھر میں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں جاکر رہے۔ اس کا دل بہلتا رہے گا۔

وہ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کرنے کے لیے تربیت حاصل کرسکتی تھی لیکن وہاں پہنچ کر وہ بیمار ہوگئی۔ وہ بیماری کے دوران میں اپنے انکل وینا ناتھ کے پاس رہنا چاہتی تھی۔ لہٰذا ہندوستان واپس آگئی۔ اپنے انکل کے پاس پہنچنے کے ایک ہفتے بعد ہی وہ اس دنیا سے چل بسی۔

کبریا نے پوجا کی دادی ماں سے نجات حاصل کرنے اور یادداشت واپس آنے کے بعد سب سے پہلے میرا کو یاد کیا تھا پھر خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ وہ اسے محبتیں دینے کے لیے اب اس دنیا میں نہیں رہی ہے۔ تب سے وہ کم سے کم خیال خوانی کررہا تھا۔ ہمارے کسی معاملے میں سنجیدگی سے ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ ہم اسے ضرورت کے وقت بلاتے تو وہ ہمارے کام آتا تھا پھر چلا جاتا تھا۔

صدمات کتنے ہی گہرے ہوں' انہیں تنہا جھیلنا پڑتا ہے اور وہ رفتہ رفتہ خود ہی کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس لیے ہم نے کبریا کو تنہا چھوڑ دیا تھا۔ اس عرصے میں اس نے اچھی خاصی ہندی سیکھ لی تھی۔ ایک چھوٹے سے بنگلے میں کرائے دار کی حیثیت سے رہتا تھا۔ ایک غیر ملکی دواؤں کی کمپنی میں شیئر ہولڈر بن گیا تھا۔ اس کمپنی کے مالک کو خیال خوانی کے ذریعے اپنا معمول بنا چکا تھا۔ اس نے کاروباری معاہدے کے کاغذات پر دستخط کرکے یہ اعتراف کیا تھا کہ امیر حمزہ (کبریا) ایک ہندوستانی مسلمان ہے۔ وہ جرمنی میں پیدا ہوا تھا۔ وہیں تعلیم حاصل کی تھی اور اپنے باپ کے کاروبار کو سنبھالتا رہا تھا۔ اب دواؤں کی ایک کمپنی کا شیئر ہولڈر بن کر ہندوستان آگیا تھا۔

اس کے پاس ایک بزنس مین امیر حمزہ ہونے کے اتنے ٹھوس ثبوت تھے کہ پولیس اور انٹیلی جنس والے اس پر شبہ نہیں کرسکتے تھے۔ اس نے دواؤں کی سول ایجنسی ایک ہندو بنیے کو دی تھی۔ اس لیے اس علاقے کے ہندو بھی اس کے حمایتی تھے۔

ہر ترقی پذیر ملک میں سیاسی غنڈا گردی ضروری ہوتی ہے۔ بڑی بڑی سیاسی پارٹیوں کے غنڈے اپنے اپنے علاقوں میں بے تاج بادشاہ بن کر بھتا وصول کرتے پھرتے ہیں۔ کبریا مالا بار ہل کے منگے علاقے میں رہتا تھا۔ وہاں حکمران پارٹی کے ایک بہت ہی درندہ صفت لیڈر کی حکمرانی تھی۔ وہ اس علاقے کے سرمایہ داروں سے ماہانہ پچیس ہزار اور کسی سے پچاس ہزار وصول کیا کرتا تھا۔

وہ گوپی راجا کے نام سے مشہور تھا۔ مسلمانوں سے زیادہ بھتا لیا کرتا تھا۔ کبریا سے کہتا تھا "مجھا بھائی! (حمزہ بھائی) تم تو کروڑ پتی سیٹھ ہو۔ دواؤں کے کاروبار میں اندھی کمائی ہے۔ تم سے تو میں ہر مہینے پچاس ہزار لیا کروں گا۔"

کبریا ایک بزدل بیوپاری کی طرح ہاتھ جوڑ کر بولتا تھا "گوپی راجا! مجھ سے جتنی رقم چاہو' لے جاؤ۔ بس تمہارا ہاتھ میرے سر پر رہے گا تو یہاں کوئی مجھے ٹیڑھی نظر سے نہیں دیکھے گا۔"

وہ اپنا سینہ ٹھونک کر بولتا تھا "جب تک یہ گوپی جندہ ہے' کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کرے گا۔"

وہ کبریا سے پچاس ہزار لے گیا تھا پھر غائب دماغ ہو کر اس نے ایک لاکھ روپے اسے لاکر دیے تھے۔ جب اس نے مہینے بھر کی آمدنی کا حساب کیا تو ایک لاکھ روپے کم پڑ رہے تھے۔ وہ حیرانی سے سوچتا رہا کہ اتنی بڑی رقم کہاں چلی گئی؟ جبکہ وہ ہر ایک سے رقم وصول کرتے ہی بینک میں جمع کردیا کرتا تھا۔ جمع کرنے والی رسید بک میں ایک لاکھ روپے درج

نہیں ہوتے تھے۔ یعنی بینک میں جمع کرنے سے پہلے ہی ایک لاکھ روپے گم ہوجاتے تھے۔ یہ معمّا اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا اور نہ ہی کبھی آسکتا تھا۔

وہاں اپوزیشن پارٹی کا بھی ایک غنڈا تھا۔ اس کا نام مرلی دھر تھا۔ گوپی اور مرلی دھر کسی نہ کسی معاملے میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ کبریا نے مرلی دھر کے خاص آدمیوں کے اندر جگہ بنائی۔ ایک روز گوپی راجا نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس اپنی کار میں لے جارہا تھا۔ مرلی دھر کے آدمیوں نے ماسک پہن کر اس پر حملہ کیا پھر اسے زخمی کرکے اس کا بریف کیس لے جاتے ہوئے ایک نے کہا "ہم بڑی چالاکی سے تمہارے ایک لاکھ روپے گائب (غائب) کردیتے تھے۔ آج چھین کرلے جارہے ہیں۔"

گوپی راجا نے مرلی دھر کے خلاف فساد برپا کردیا۔ پولیس میں بھی اس کے خلاف رپورٹ لکھوائی لیکن کوئی ثبوت نہیں تھا کہ وہ واردات مرلی دھر کے آدمیوں نے کی تھی۔ ویسے گوپی کی سمجھ میں آگیا تھا کہ اس کے ایک لاکھ جادو سے غائب نہیں ہوتے ہیں۔ مرلی دھر کے آدمی کسی چالاکی سے چرا لیتے ہیں۔ اس طرح کسی موقع پر یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ چوری ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوتی رہتی ہے۔

چونکہ مرلی دھر اپوزیشن پارٹی سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے حکومت کے خلاف امن و امان کا مسئلہ پیدا کرتا رہتا تھا۔ کبھی ہندو مسلم فساد برپا کردیتا تھا۔ کبھی نامعلوم دہشت گردوں کے نام سے بموں کے دھماکے کرتا رہتا تھا۔

نریمان پوائنٹ پر ممبئی کا سب سے مشہور اور سب سے مہنگا اوبرائے ہوٹل ہے۔ یہ ہندوستان کی سب سے اونچی پینتیس (۳۵) منزلہ عمارت ہے۔ مرلی دھر نے ایک دہشت گرد بن کر اس اوبرائے ہوٹل کے ارب پتی مالک سے فون پر کہا "تمہارے ہوٹل کی اس سب سے اونچی عمارت کو بم کے ایک دھماکے سے اڑا دینے کی پلاننگ پر عمل ہورہا ہے۔ اس عمارت کو محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو پورے ایک کروڑ روپے ادا کرو۔ ورنہ آج رات کسی وقت بھی ہوٹل میں اوپر سے نیچے تک دھماکے ہوسکتے ہیں۔"

پریشان ہو کر پوچھا گیا "تم کون ہو؟ اور ہم سے دشمنی کیوں کررہے ہو؟"

"تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ یہ ہمارا دھندا ہے۔ ہم ایسی تخریب کاری سے لاکھوں کروڑوں کماتے ہیں۔"

"میں ایسی گیدڑ بھبکیوں میں آنے والا نہیں ہوں۔ میرے ہوٹل کے اندر اور باہر جدید الیکٹرانک آلات نصب ہیں۔ میں ابھی سیکیورٹی اور سخت کردوں گا۔ گرفتار ہونا اور مرنا چاہتے ہو تو ضرور آؤ۔"

کبریا دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ ہوٹل کے مالک نرین ادبرائے نے ایک کروڑ روپے ادا کرنے سے انکار کیا تھا۔ تاہم اندر ہی اندر پریشان ہوگیا تھا۔ ہوٹل کے سیکیورٹی افسران کو صورتِ حال بتا کر تاکید کررہا تھا کہ وہ الرٹ رہیں۔ ہوٹل کے اندر آنے والوں کا ایک ایک سامان چیک کریں۔ جاسوسی آلات کے ذریعے پورے ہوٹل کے گوشے گوشے میں دیکھا جائے کہیں بم چھپا کر نہ رکھے گئے ہوں۔ اس نے پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو بھی طلب کیا تھا۔ وہ ہوٹل کو دہشت گردوں سے محفوظ رکھنے کی کوششیں کررہا تھا۔

گوپی راجا کا ایک رشتے دار نارائن راؤ اپنی جوان بیٹی کے ساتھ مرلی دھر کے علاقے میں رہتا تھا۔ وہ گوپی کا چچا تھا۔ الیکشن کے دنوں میں اپنے بھتیجے گوپی راجا کی حمایت کرتا تھا۔ مرلی دھر نے اس کے گھر میں گھس کر اسے گن پوائنٹ پر رکھ کر کہا "تم گوپی کے لیے کام کرتے ہو۔ آج میرے لیے ایک کام کروگے۔"

نارائن نے پوچھا "تم چاہتے کیا ہو؟"

"بہت معمولی سا کام ہے۔ دہلی سے ایک سیٹھ آرہا ہے۔ اسے ایک سندر جوان چھوکری کی جرورت ہے۔ وہ ایک رات کے لیے اسے اوبرائے ہوٹل میں لے جائے گا۔ صبح اسے دس ہزار دے کر چھٹی کروے گا۔"

"تو میں کیا کروں؟ تم یہ باتیں مجھ سے کیوں کررہے ہو؟"

"تمہاری بیٹی جرورت سے جیادہ سندر ہے بھرپور جوان ہے۔ یہ ابھی میرے ساتھ جائے گی۔"

وہ غصے سے بولا "کبھی نہیں۔ میں اپنی جان دے دوں گا مگر ایسی بے شرمی کا کام نہیں کروں گا۔"

مرلی دھر اس کی پٹائی کرنے لگا۔ وہ بولا "مرلی! تم جانتے ہو۔ یہ لڑکی ہے مگر لڑکی ہے نہ لڑکا ہے۔ یہ اپنے جنم سے پوتر (پاکیزہ) ہے۔ برائی اور گندگی اسے چھو کر نہیں گزرتی۔ اس کی شادی کبھی نہیں ہوگی۔ اس لیے اسے سدا سہاگن کہتے ہیں۔"

کبریا نے تعجب سے یہ باتیں سنیں پھر اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ بظاہر لڑکی ہے۔ اس کا بدن لڑکی کی طرح خوب صورت اور دلکش ہے لیکن قدرتی طور پر اس کا وجود نامکمل ہے اس لیے نہ کبھی اس کی شادی ہوگی اور نہ ہی اسے کسی مرد سے دلچسپی تھی۔ ایسی لڑکیاں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں اور سدا سہاگن کہلاتی ہیں۔

نارائن راؤ کی بیٹی کو بھی سب ہی سہاگن کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔

ایسا ساری دنیا میں ہوتا ہے۔ کبھی ایسا کوئی بچہ جنم لیتا ہے اسے دیکھ کر پتا نہیں چلتا کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ پھر جیسے جیسے مہینے اور سال گزرتے ہیں تو اس کی باتوں سے' اداؤں سے اور بدن کے نشیب و فراز سے پتا چلتا ہے کہ وہ لڑکی ہے۔

کبریا کے لیے یہ عجیب سی بات تھی۔ وہ بہت حیران ہورہا تھا۔ مرلی دھر کہہ رہا تھا "نارائن راؤ میرے آدمی یہاں رہیں گے۔ یہ سہاگن میرے ساتھ جائے گی۔ تم شور مچاؤ گے تو یہ تمہیں گولی ماردیں گے۔"

پھر اس نے سہاگن سے کہا "اچھی سی ساڑی پہنو اور اپنا ہینڈ بیگ لے کر میرے ساتھ چلو۔"

وہ اندر ہی اندر بہت پریشان تھی۔ دل ہی دل میں بھگوان سے پرارتھنا کررہی تھی۔ دوسرے کمرے میں آکر لباس تبدیل کرتے ہوئی دل میں کہہ رہی تھی "اے بھگوان! یہاں کے تمام مرد میری عزت کرتے ہیں۔ مجھے پوتر (پاکیزہ) کہتے ہیں۔ جوان ہوں یا بوڑھے سب میرے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں کہ میں ان کے لیے بھگوان سے پرارتھنا کروں۔ بھگوان میری سنتے ہیں۔ میں دوسروں کے لیے جو مانگتی ہوں' وہ انہیں مل جاتا ہے۔ ہے بھگوان! آج میں اپنے لیے عزت و آبرو کی سلامتی چاہتی ہوں۔"

وہ بلاؤز اور ساڑی پہن کر اپنے بھگوان کی مورتی کے سامنے آکر ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے بولی "میں تیرے بھروسے پر جارہی ہوں۔ تو ہی میری عزت و آبرو رکھے گا۔"

کبریا نے اس کے دماغ میں رہ کر ایک گہری سانس لی۔ اس نے سر اٹھا کر بھگوان کی مورتی کو دیکھا اور سوچا "ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے میرے اندر سانس لی ہو۔ کیا بھگوان میری سن رہے ہیں۔"

"ہاں۔" کبریا نے ایک لمبی سانس کے ساتھ ہاں کہی۔ وہ حیرانی سے کرشن بھگوان کو تکنے لگی۔

وہ سرگوشی کے انداز میں بولا "میں تمہارے اندر ہوں۔ یہ نہ پوچھو' کون ہوں۔ یوں سمجھ لو کہ بھگوان کا اوتار ہوں۔"

وہ بڑے جذبے سے مورتی کے پاؤں چھو کر بولی "تمہارا اوتار میرے اندر ہے۔ بس اب مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے۔"

اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "یہ کبھی کسی سے نہ کہنا کہ میں تمہارے اندر رہتا ہوں۔ بولو گی تو چلا جاؤں گا۔"

وہ جلدی سے انکار میں ہاتھ ہلا کر بولی "نہیں۔ میں کبھی کسی سے نہیں بولوں گی۔"

"میں تمہارے اندر کبھی آتا رہوں گا۔ کبھی جاتا رہوں گا۔ اب تم اس پاکنڈی کے ساتھ جاؤ۔"

"وہ اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر دوسرے کمرے میں آئی۔ مرلی دھر کے دو غنڈے ہاتھوں میں گن لیے نارائن راؤ کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بولی "باپو! میری چنتا نہ کرو۔ میں گنگا جل کی طرح پاک ہوں اور پاک رہوں گی۔"

وہ مرلی دھر کے ساتھ مکان سے باہر آکر ایک کار میں اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پچھلی سیٹ پر دو غنڈے بیٹھے ہوئے تھے۔ مرلی دھر نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "اپنا بیگ میرے آدمیوں کو دو۔ اس میں کچھ چیزیں رکھی جارہی ہیں۔ تم اسے کھول کر نہیں دیکھو گی۔"

اس نے اپنا بیگ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے غنڈے کو دیا پھر آگے ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ پیچھے بیٹھے ہوئے ایک شخص نے ایک بھاری قوت والا بم اس بیگ میں رکھ دیا۔ دوسرے نے مرلی دھر سے پوچھا "بھائی! ہم بھی ہوٹل تک جائیں گے؟"

وہ انکار کرنا چاہتا تھا پھر کبریا کی مرضی کے مطابق بولا "تم دونوں نہیں جاؤ گے۔ میں جاؤں گا۔"

انہوں نے وہ بیگ سہاگن کو دے دیا۔ وہ ایک بہت عالیشان بنگلے میں آئے۔ وہاں سیٹھ دیانند ان کا منتظر تھا۔ اس نے سہاگن کے حسن و شباب کو دیکھا تو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہی رہ گیا۔ مرلی دھر سے بولا "ماں کسم بڑی بھرپور ہے۔ تم تو کہتے تھے یہ لڑکی نہیں ہے۔ لڑکا بھی نہیں ہے۔ بیچ کی چیز (چیز) ہے۔"

"میں نے جیسا کہا ہے یہ ویسی ہے۔ آپ ایسی چیز دیکھنے کے لیے تڑپ رہے تھے۔ میں پورے پچاس ہجار لوں گا۔"

"دوں گا۔ جرور دوں گا۔ پہلے کھُشی تو ہونے دو۔ میرے سے صبر نہیں ہورہا ہے۔ میں ہوٹل نہیں جاؤں گا۔ اسے یہیں بنگلے میں چھوڑ کے جاؤ۔"

"نہیں سیٹھ صاحب! میری یہی شرط تھی کہ تم اسے اوبرائے ہوٹل لے جاؤ گے۔"

"اچھا چلو' ابھی چلو۔ ماں کسم میرے سے صبر نہیں ہورہا ہے۔"

وہ دیانند کے ساتھ اس کی کار میں آکر بیٹھ گئے۔ مرلی دھر کے آدمی جاچکے تھے۔ وہ کار وہاں سے روانہ ہوئی۔ وہ دل میں کہہ رہی تھی "ہے بھگوان! تیرا اوتار کہاں ہے؟ پتا نہیں

ان لوگوں نے میرے بیگ میں کیا رکھا ہے؟"

کبریا نے اس کے اندر گہری سانس لی۔ وہ خوش ہوگئی۔ وہ سرگوشی میں بولا "انہوں نے بیگ میں کچھ بھی نہیں رکھا ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں تمہارا رکھشک (محافظ) ہوں۔"

سیٹھ دیانند کار ڈرائیو کررہا تھا۔ بار بار للچائی ہوئی نظروں سے پاس بیٹھی ہوئی سماگن کو دیکھ رہا تھا اور وہ بڑی الجھن محسوس کررہی تھی۔ کبریا نے کہا "تمہیں سماگن کہا جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے شادی شدہ ہو اور کئی بچوں کی ماں ہو۔"

"مجھے بچپن سے ہی سدا سماگن کہا جاتا ہے۔ اسے نام سمجھ لو یا پہچان سمجھ لو کہ نہ میں ادھر کی ہوں' نہ ادھر کی۔"

"میں تمہیں سماگن نہیں کہوں گا۔ بولو تمہیں کس نام سے پکارو؟"

"تم بھگوان کے اوتار ہو' جس نام سے بھی پکارو گے' مجھے اچھا لگے گا۔"

"کیا تم لمبی عمر جینا چاہتی ہو؟"

"تم میرے رکھشک بن کے رہو گے تو میں جینا چاہوں گی۔"

"تو پھر آج سے تمہارا نام جینا ہے۔"

وہ خوش ہوکر بولی "عجیب سا نام ہے مگر اچھا لگ رہا ہے۔"

"جینا! تم اس بات سے پریشان ہو کہ یہ سیٹھ تمہیں بھوکی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔"

"ہاں' مجھے اس سے الجھن ہورہی ہے۔"

"اب یہ ہوٹل پہنچنے تک تمہیں نہیں دیکھے گا۔ اسے مخاطب کروں گی۔ تب بھی سامنے دیکھتا رہے گا۔"

کبریا' سیٹھ دیانند کے اندر چلا گیا۔ وہ سیدھا ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرنے لگا۔ جینا نے چور نظروں سے کئی بار اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں جیسے ونڈ اسکرین سے چپک گئی تھیں۔ اسے خوشی بھی ہوئی اور حیرانی بھی۔ اس نے آگے کو جھک کر اسے دیکھا۔ اسے مخاطب کرنے کے لیے کھنکارا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ اس کی طرف جیسے دیکھنا ہی بھول گیا۔

وہ خوش ہوکر بولی "اوتار! تم بہت اچھے ہو۔ تم نے جو کہا تھا' وہی ہورہا ہے۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس وقت وہ سیٹھ دیانند کے دماغ میں تھا۔ وہ کار ہوٹل کے احاطے میں داخل ہوکر پارکنگ ایریا میں آکر رک گئی۔ وہ تینوں کار سے باہر آئے۔

کبریا نے مرلی دھر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ جینا سے بیگ لے کر بولا "تم سیٹھ جی کے ساتھ جاؤ۔ میں یہ بیگ لے آؤں گا۔"

وہ دیانند کے ساتھ جانے لگی۔ کبریا' مرلی دھر کی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ جب وہ دونوں ہوٹل کے اندر چلے گئے تو اس نے مرلی دھر کو آگے بڑھایا۔ وہ پریشان ہوکر سوچ رہا تھا "میں یہ بیگ اٹھا کر کیوں جارہا ہوں۔ اس میں بھاری قوت کا ٹائم بم رکا ہوا ہے۔ مجھے ہوٹل کے اندر نہیں جانا چاہیے۔ مین دروازے پر مسلح پولیس ہے۔ اندر جانے والوں کا سامان چیک کیا جارہا ہے۔"

وہ سمجھ رہا تھا کہ اسے نہیں جانا چاہیے۔ وہ بے اختیار ہوٹل کے بڑے داخلی دروازے پر پہنچ گیا۔ ایک پولیس آفیسر نے میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "بیگ یہاں رکھو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "یہ..... اس میں کچھ نہیں ہے۔ آپ کو اس سے کچھ نہیں ملے گا۔"

"یہی ہم دیکھیں گے کہ اس میں سے کچھ نکلتا ہے یا نہیں؟ بیگ یہاں لاؤ۔"

وہ بیگ کو سینے سے لگا کر اسے دونوں ہاتھوں سے بھینچ کر بولا "نہیں میں اسے چیک نہیں کرنے دوں گا۔"

ایک سپاہی نے اس سے بیگ کو چھین لیا۔ وہ فوراً ہی پلٹ کر بھاگنے لگا۔ دو سپاہیوں نے اس کے پیچھے دوڑ لگائی۔ کبریا نے اسے اوندھے منہ گرا دیا۔ دونوں سپاہیوں نے آکر اسے دبوچ لیا۔ ادھر بیگ سے ایک ٹائم بم برآمد ہوا۔ وہ بم موٹے کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ اس میں سے ٹک ٹک کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ کپڑا ہٹاتے ہی ٹک ٹک کی آواز زیادہ شدت سے ابھرنے لگی۔ بم اسکواڈ کا ماہر وہاں موجود تھا۔ اس نے بم کے متعلقہ تاروں کو الگ کرکے اسے ناکارہ بنادیا۔ مرلی دھر کو ہتھکڑی پہنادی گئی۔

اس کا انجام معلوم تھا۔ کبریا' جینا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جسمانی طور پر اسی ہوٹل میں تھا۔ سیٹھ دیانند جس کمرے میں جینا کو لے کر گیا تھا۔ وہ لفٹ کے ذریعے اسی کمرے کی طرف جارہا تھا۔ دیانند نے دروازے کو اندر سے بند کیا تھا پھر غائب دماغ ہوکر کھول دیا تھا۔ جینا سے کہہ رہا تھا "میری جان! جب سے سنا ہے کہ تم بیچ کی چیتیج ہو۔ تب سے تم کو اندر سے دیکھنے کے لیے تڑپ رہا ہوں۔"

وہ اس کی ساڑی کا آنچل پکڑ کر کھینچنا چاہتا تھا لیکن ہلکی سی دماغی تکلیف محسوس کرتے ہی پیچھے چلا گیا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "یہ مجھے کیا ہوگیا تھا؟"

جینا ہنسنے لگی سمجھ گئی' اس کا اوتار اس کی حفاظت کررہا ہے۔ دیانند نے پھر آگے بڑھ کر اس کی ساڑی تک پہنچنا چاہا تو اوندھے منہ گرتا ہوا اس کے قدموں میں آگیا۔ جینا نے اس کے سر کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا "تم لوگ کتنے پاپی اور لالچی ہو۔ لڑکیوں کو کمزور بناکر ان کی عزت سے کھیلتے ہو مگر تم مجھے چھو بھی نہیں سکو گے۔"

جینا نے اس کے سر کو لات ماری تھی۔ وہ غصے سے تلملا کر فرش پر سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ چند لمحوں تک اسے گھور کر دیکھتا رہا پھر اچانک ہی جھپٹ پڑنا چاہتا تھا۔ اسی لمحے دماغ کے اندر جیسے زلزلہ آگیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔

کبریا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ جینا' دیانند کی طرف متوجہ تھی۔ کبریا نے پہلی بار جینا کو دیکھا تو چند لمحوں تک دیکھتا ہی رہ گیا۔ ایک تو وہ مختلف مخلوق تھی۔ عام لڑکیوں سے الگ ایک عجوبہ تھی۔ اوپر سے ایسی اجلی اجلی' گلابی گلابی تھی کہ بدن کی چکناہٹ پر نظریں پھسل پھسل رہی تھیں۔ چہرے کے نقوش مصورانہ تھے۔ ساڑی اتنے سلیقے سے پہنی ہوئی تھی کہ بدن کے نشیب و فراز پکارنے لگے تھے۔ وہ گم صم کھڑا پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔

جینا نے اسے دیکھا پھر آگے بڑھ کر پوچھا "تم کون ہو؟ کمرے میں کیوں آئے ہو؟"

وہ چونک کر بولا "وہ میں نے چیخنے کی آوازیں سنی تھیں اس لیے خیریت معلوم کرنے آیا ہوں۔"

جینا کو یوں لگا جیسے اس نے یہ آواز اور یہی لہجہ کہیں سنا ہے۔ وہ بولی "آپ پریشان نہ ہوں۔ یہاں خیریت ہے۔"

کبریا پلٹ کر کمرے سے باہر آگیا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے جاتے ہوئے سیٹھ دیانند کے اندر پہنچ گیا۔ اس کی دماغی تکلیف دور ہورہی تھی۔ وہ فرش سے اٹھ کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے جینا کو سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ تمہارے اندر کوئی شکتی چھپی ہوئی ہے۔ وہ شکتی مجھے تمہارے پاس آنے سے روکتی ہے۔"

"میں جہاں رہتی ہوں' وہاں کے مرد' عورتیں' بچے اور بوڑھے سب ہی میری عزت کرتے ہیں۔ میرے اندر کوئی ہے تو ہی وہ میرے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں۔ میں دن رات پوجا پاٹ میں مصروف رہتی ہوں۔ بھگوان سے لو لگائے رہتی ہوں۔ تمہارے جیسے پاپی کبھی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکیں گے۔ اب بھی حسرت رہ گئی ہے تو آؤ میرے پاس پھر مجھے چھونے کی کوشش کرو۔"

وہ کان پکڑ کر پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میرا سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا ہے۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھے معاف کردو۔ میرے ساتھ چلو میں تمہیں گھر تک پہنچادوں گا۔"

وہ دیانند کے ساتھ کمرے سے باہر جانے لگی۔ کبریا نے اس کے اندر آکر کہا "میں ہوں تمہارا اوتار۔ بولو میں نے تمہاری رکھشا (حفاظت) اچھی طرح کی ہے؟ تم مطمئن ہو؟"

اسے ایک دم سے یاد آیا۔ ابھی جو خوبرو نوجوان کمرے میں آیا تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ بالکل یہی تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "تم..... تم ابھی کمرے میں میرے پاس آئے تھے۔"

"ہاں' آیا تھا۔ تمہیں دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ تم حسن کا شاہکار ہو۔ بھگوان نے تمہیں بڑی فرصت سے بنایا ہے۔"

اب سے پہلے کئی لوگوں نے اس کے حسن کی تعریفیں کی تھیں۔ اس نے بری طرح انہیں جھڑک دیا تھا۔ اسے عشق و محبت اور جذباتی باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ نہ اس کا کوئی آئیڈیل تھا نہ کبھی کوئی اس کا پتی بن سکتا تھا۔ وہ مرد ذات میں کبھی کوئی کشش محسوس نہیں کرتی تھی۔

پہلی بار کبریا کی زبان سے اپنے حسن کی تعریف سن کر اسے عجیب سے لگا اور اچھا بھی لگا لیکن وہ جانتی تھی کہ اس کے مقدر میں کبھی کسی مرد کے ساتھ زندگی گزارنا نہیں لکھا ہے۔ اس نے دبی زبان سے کہا "اوتار! مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جارہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔"

"رک جاؤ۔ ابھی نہ جاؤ۔ یہ بتاؤ تم نے کمرے میں آکر یہ کیوں نہیں بتایا کہ تم ہی اوتار ہو؟"

"تم نے مجھے کیوں نہیں پہچانا۔ اچھا ہوا میں نے نہیں بتایا۔ تمہیں میری باتیں اچھی نہیں لگیں پھر میں کیسے اچھا لگتا۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ مجھے غلط نہ سمجھو۔ مجھے عشق و محبت' حسن و شاعری پسند نہیں ہیں۔ ایسی جذباتی باتیں گناہ اور غلاظت کی طرف لے جاتی ہیں۔ میں پیدائشی طور پر پاکیزہ ہوں اور مرتے دم تک پاکیزہ رہوں گی۔"

"جینا! تمہارا مزاج اور ہے۔ میرا مزاج اور ہے۔ تم ایک معصوم اور صاف ستھری ہستی ہو۔ محبت کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہو۔ اس لیے میں محبت کروں گا۔ تم کیا چاہتی ہو' تم سے کوئی محبت نہ کرے؟"

"محبت ضرور کرے مگر پاکیزہ....."

"محبت کبھی میلی نہیں ہوتی چونکہ میلی نہیں ہوتی اس لیے خدا سے بھی محبت کی جاتی ہے۔"

"میں خدا سے اور بھگوان سے کی جانے والی محبت چاہتی ہوں۔"

"لیکن تم انسان ہو' تمہیں انسانوں جیسی محبت ملے گی۔"

"پلیز' مجھے اس مسئلے میں نہ الجھاؤ۔ مجھ سے دوسری باتیں کرو۔ سچ بات یہ ہے کہ مجھے محبت سے ڈر لگتا ہے۔ مجھے نہ ڈراؤ۔"

دیانند نے اس کے مکان کے سامنے کار روک دی۔ اس سے کہا "آج سے میں بھی تمہاری عجت کروں گا۔ تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا رہوں گا۔ میں تمہیں کچھ دینا چاہتا ہوں۔ اس سے انکار نہ کرنا۔"

اس نے ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر نوٹوں کی ایک گڈی نکالی "یہ پچاس ہزار روپے ہیں۔ انہیں رکھ لو۔"

وہ رقم لے کر بولی "میرے پاس ضرورت مند آتے رہتے ہیں' یہ روپے ان کے کام آئیں گے۔"

وہ کار سے باہر آگئی۔ دیانند نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے اسے ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔

وہ مکان کے اندر آئی۔ وہاں اس کا باپ دو مسلح افراد کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک نے مرلی دھر کے بارے میں پوچھا "بھائی کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ وہ میرا بیگ لے کر کہیں چلا گیا ہے۔"

دوسرے نے اس کے ہاتھوں میں نوٹوں کی گڈی دیکھ کر کہا "بھائی بیگ لے کر گیا ہے۔ ہم یہ نوٹ لے کر جائیں گے۔"

وہ دل میں بولی "اوتار! یہ لوگ کیسے پیچھا چھوڑیں گے؟"

"فکر نہ کرو۔ یہ بھی چلے جائیں گے۔"

دوسرے ہی لمحے میں ایک گن مین نے دوسرے سے کہا۔ "توبہت کمینہ ہے۔ نوٹوں کو دیکھ کر رال ٹپک رہی ہے۔"

دوسرے نے اس کے منہ پر گھونسا جڑ دیا۔ "کتے! تو نے مجھے کمینہ کہا ہے۔ میں تجھے گولی مار دوں گا۔"

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف گن سیدھی کی پھر ایک نے کہا "یہاں نہیں۔ باہر چل۔ میں تجھ سے نمٹ لوں گا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر گیا۔ دوسرا بھی اس کے پیچھے چلا گیا۔ وہ دونوں مکان کے باہر ایک گلی سے گزر کر دوسری گلی میں پہنچے۔ ایک نے دوسرے کو گولی مار دی۔ دوسرے نے دم توڑتے توڑتے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

کبریا نے جینا کے پاس آکر پوچھا "تم نے فائرنگ کی آواز سنی؟ وہ اپنی سانسیں پوری کر چکے ہیں۔ اب کبھی نہیں آئیں گے۔"

"اوتار! تم بہت اچھے ہو۔ تم نے میرے اندر شکتی بھر دی ہے۔ ایسا لگتا ہے آئندہ کوئی دشمن میرے مقابلے پر ٹھہر نہیں سکے گا۔"

"ایسا ہی ہوگا۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

"پلیز نہ جاؤ۔ تم ہوٹل کے کمرے میں آئے تھے۔ کیا یہاں نہیں آسکتے؟ پلیز آجاؤ۔"

"وہاں تمہارے باپو ہیں۔ میں کسی کی موجودگی میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا اور یہ بات پھر تمہیں سمجھاتا ہوں' اپنے سائے سے بھی یہ نہ کہنا کہ میں تمہارے اندر آکر بولتا ہوں اور تمہاری رکھشا کرتا ہوں۔"

"ایک بات سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

"تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔"

"مگر تم میرے اندر ایسے آئے جیسے بھگوان نے تمہیں میری مدد کے لیے بھیجا ہے۔"

"دنیا میں سب کچھ بھگوان کی مرضی سے ہوتا ہے۔ یہ اسی کی مرضی ہے کہ میں تمہارے کام آتا رہوں۔"

"پہلے ایسا لگا جیسے میرے اندر بھگوان بول رہے ہیں اور یہ بھگوان کا ایک کرشمہ ہے۔ اب سمجھ رہی ہوں یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ میں نے اخبار میں پڑھا تھا اور کئی چینلز پر دیکھا تھا اور سنا تھا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دیس کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ہماری پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو پریشان کر رہے ہیں۔ کیا تم ان ہی میں سے ایک ہو۔"

"میں وہی ہوں جسے یہاں کی پولیس اور انتظامیہ والے تلاش کر رہے ہیں لیکن دشمن نہیں ہوں۔ جب تک مجھے کسی سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے' میں اس کا دوست رہتا ہوں۔ کوئی مجھے تکلیف پہنچائے تو میں جوابی کارروائی کرتا ہوں۔ اگر جوابی کارروائی کرنے والے کو دشمن کہا جائے تو پھر یہی سہی۔"

"اخبار میں لکھا تھا کہ تمہارا نام کبریا ہے اور تم پاکستان سے آئے ہو۔ اس کا مطلب ہے تم مسلمان ہو؟"

"الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔"

"تم نے ہندو بن کر مجھے دھوکا کیوں دیا؟"

"میں نے یہ نہیں کہا کہ ہندو ہوں۔ تم نے مجھے بھگوان کا اوتار سمجھا۔ ہندو' مسلمان' عیسائی کوئی بھی بھگوان کا اوتار ہو سکتا ہے۔ میں کبھی تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ میں جا رہا ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آکر تمہارا جواب معلوم کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی "کیا وہ جا چکا ہے؟"

اس نے آواز دی "اوتار...! نہیں... کبریا... تم موجود ہو؟ کیا جا چکے ہو؟"

وہ خاموش رہا۔ اس نے دوسری بار پکارا۔ اسے جواب نہیں ملا۔ اس کا دل جیسے ڈوبنے لگا۔ وہ سوچنے لگی "وہ چلا گیا' چلا جائے لیکن اس کا جانا اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ ابھی چند گھنٹوں میں وہ میرے لیے کتنا اہم ہوگیا ہے۔ یوں لگ رہا ہے کہ میں اکیلی اور بے سہارا ہوگئی ہوں مگر میں پہلے بھی اکیلی تھی۔ پہلے کسی کا سہارا نہیں تھا۔ میں کیوں اسے اہمیت دے رہی ہوں؟"

وہ منفی انداز میں سوچنے لگی "اسے اہمیت نہیں دینی چاہیے۔ اس سے دور رہنا بہتر ہے۔ وہ ہمارے دیس کا دشمن ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو کبھی معلوم ہوگا کہ وہ میرے اندر آتا ہے تو مجھے بھی دیس دشمن ہی سمجھا جائے گا۔ مجھے اور باپو کو گرفتار کرلیا جائے گا۔ ہم بڑی مصیبت میں پڑجائیں گے۔"

اسے یاد آیا کہ کبریا نے اس کے مزاج کے خلاف اس کے حسن کی تعریف کی تھی اور کہا تھا "وہ محبت کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہے اور وہ اس سے محبت کرتا رہے گا۔ اس وقت اس کی یہ باتیں کچھ کچھ اچھی لگ رہی تھیں۔ اب سوچ بدل گئی "محبت کرنا تو دور کی بات ہے' اس سے تو میل جول بھی نہیں رکھا جا سکتا۔ میں ہندو ہوں۔ وہ مسلمان ہے اور دھوکے باز ہے۔ اس نے بھگوان کا اوتار بن کر دھوکا دیا ہے۔"

وہ خیالات سے چونک گئی۔ اس کا باپ کہہ رہا تھا "بیٹی! تم آتے ہی کمرے میں بند ہوگئی ہو۔ طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"باپو! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مرلی دھر کی دشمنی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ ایک عیاش آدمی بھی میرے آگے ہاتھ جوڑنے پر مجبور ہوگیا۔ مجھ پر بھگوان کی کرپا ہے۔"

وہ آگے کہتے کہتے رک گئی۔ دل نے کہا "بھگوان کی کرپا ہے کہ اس نے کبریا کو مدد کے لیے بھیجا۔ کبریا نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس کے باپو نے باہر کا دروازہ کھولا۔ گوپی راجا آیا تھا۔ اس نے اندر آکر کہا "میں نے سنا مرلی دھر آیا تھا اور سماگن کو جبردستی کہیں لے گیا تھا۔"

اس نے جینا کے پاس آکر پوچھا۔ "وہ تجھے کہاں لے گیا تھا؟"

وہ سر جھکا کر بولی "کیا بتاؤں۔ بڑے شرم کی بات ہے۔ وہ مجھ سے پیشہ کرانا چاہتا تھا۔"

گوپی راجا نے چونک کر اسے دیکھا پھر گرج کر بولا "میں اس کو جندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر تو میلی ہوگئی ہے تو تجھے بھی مار ڈالوں گا۔"

وہ بولی "اتنا گرجتا کیوں ہے؟ بھگوان نے مجھ کو سدا پوتر (پاکیزہ) رہنے کے لیے پیدا کیا۔ میں میلی نہیں ہو سکتی۔"

گوپی راجا نے اپنے باپ کو ایک ہزار کا نوٹ نکال کر دیتے ہوئے کہا "چاچا! میرے کو بھوک لگی ہے۔ شیرٹن ہوٹل یہاں سے دور ہے مگر میں ادھر کا ہی کھانا کھاؤں گا۔ تم جا کے لے آؤ۔"

اس کا باپ روپے لے کر چلا گیا۔ گوپی راجا نے دروازے کو اندر سے بند کر کے پوچھا "تو سچ بول رہی ہے؟ کسی نے تیرے کو ہاتھ نہیں لگایا؟"

"میں کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ میں شرم والی ہوں۔ میلی ہونے سے پہلے مر جاؤں گی۔"

وہ اس کے پاس بیٹھ کر بولا "میں ہر مہینے تیرے باپو کو دس ہزار دیتا ہوں۔ ان روپوں سے تم باپ بیٹی کا کھرچا پانی چلتا ہے۔ میں تیرے باپو سے بول دیا ہوں کہ تو سولہ برس کی ہو جائے گی تو تیرے ساتھ رات بتاؤں گا۔"

وہ اٹھ کر اس سے دور ہو کر بولی "مجھ سے ایسی گندی بات مت کر۔ تو جانتا ہے' میں سدا سماگن ہوں۔"

"جانتا ہوں۔ پرانا پاپی ہوں۔ تجھے پکی سماگن بنا دوں گا۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ تو پوتر رہنے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔"

"اس نے ایک بازو کو پکڑ کر اپنی طرف گھمایا پھر کہا "وہ کتا تیرے کو پیشہ کرانے لے گیا تھا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو تو میرے کو جھوٹے کھانے کی طرح ملتی۔ کیا میں جھوٹا کھانے کے لیے ہر مہینے دس ہزار روپے دیتا ہوں۔"

اس نے اپنی طرف کھینچ کر اس کے دوسرے بازو کو بھی جکڑ لیا "آج میری آنکھ کھل گئی ہے۔ میں نے دیر کی تو کوئی دوسرا مجا لوٹ لے گا۔ میں تیرے کو اپنے بنگلے میں لے جاؤں گا۔ ابھی تھوڑا مجا چکھنے کو دے۔"

وہ اسے دونوں بازوؤں میں سمیٹنا چاہتا تھا۔ وہ ایک جھٹکے

سے خود کو چھڑا کر دور ہو گئی۔ اس نے کچھ سوچے سمجھے بغیر بے اختیار پکارا "او تار! کہاں ہو؟ مجھے بچاؤ۔۔۔"

گوپی راجا غصے سے بولا "تیرے کتنے یار ہیں؟ یہ او تار کون ہے؟ کیا تیرے بلانے سے وہ آجائے گا؟ باہر کا دروازہ بند ہے۔"

"وہ بند کمرے میں تو کیا پاتال میں بھی میری رکھشا کے لیے آسکتا ہے۔ بھگوان اسے میری مدد کے لیے بھیجتا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "پھر تو میں دیکھوں گا کہ بھگوان کیسے بھیجتا ہے اور وہ بند کمرے میں کیسے آتا ہے؟"

وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی "دیکھ گوپی! میرے پاس مت آ۔ مجھے ہاتھ مت لگا۔ نہیں تو پاپ ہوگا۔"

وہ ہنستا ہوا آگے بڑھا۔ وہ پیچھے دیوار سے لگ گئی۔ پیچھے راستہ رک گیا۔ وہ دونوں بازو اس طرح پھیلائے ہوئے تھا کہ وہ دائیں یا بائیں طرف جھکتی تو وہ پکڑ لیتا۔ وہ بھگوان کو یاد کر رہی تھی اور بے اختیار بھگوان کے اوتار کو پکار رہی تھی۔ گوپی نے آگے بڑھ کر اسے دبوچ لیا۔ وہ چیخنے لگی۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔

پھر اس نے اچانک ہی اسے چھوڑ دیا۔ وہ دروازے کی طرف بھاگنا چاہتی تھی۔ اس نے پھر ہاتھ پکڑ کر کہا "رک جا۔ میرے کو سوچنے دے۔ میں نے تیرے کو دبوچ کے کیوں چھوڑ دیا؟"

وہ اسے کھینچ کر بستر پر لے آیا پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میں تیرے ساتھ کچھ نہیں کروں گا۔ تو میری بہن ہے۔۔۔"

یہ کہہ کر وہ حیران ہوا' پریشان ہوا پھر اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا "یہ میں کیا بول رہا ہوں؟ میرے کو کیا ہو گیا ہے؟ کبھی پکڑ کے چھوڑ دیتا ہوں۔ کبھی الٹی بات کرتا ہوں۔ اب نہیں بولوں گا۔"

اس نے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا پھر اس ہاتھ کو نچانے لگا۔ ہاتھ کے ساتھ اس کے پاؤں بھی ناچنے لگے۔ وہ گھر مٹکانے لگا۔ جینا خوش ہو کر بولی "دیکھ ۔۔۔ دیکھ میرے بھگوان کا اوتار آگیا ہے۔ مرد کا بچہ ہے تو آکر مجھے ہاتھ لگا۔۔۔"

وہ ناچتے ناچتے رک گیا۔ پریشان ہو کر بولا "کیا تو جادو جانتی ہے؟ نہیں۔ میں نہیں مانتا۔۔۔"

وہ اچانک اس پر جھپٹ پڑا لیکن راستہ بدل گیا۔ وہ دیوار سے آکر ٹکرا گیا۔ صرف ٹکرانا کافی نہیں تھا۔ اس نے سر سے دیوار کو ٹکر ماری۔ ایک کے بعد دوسری' پھر تیسری پھر چوتھی سے پھر سر چکرا گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ فرش پر گر کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ سر سے بہنے والا لہو چہرے کو اور گردن کو بھگو رہا تھا۔

وہ بولی "دیکھ' میں نے تجھ کو ہاتھ نہیں لگایا اور تو خون میں نہا رہا ہے۔"

وہ فرش پر پڑا سے بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے اندر غصہ بھرا ہوا تھا۔ وہ جھنجلا کر سوچ رہا تھا کہ جینا ساتھ من مانی کیوں نہیں کر پا رہا ہے؟ اس کا سلگتا ہوا جسم اور چیختی ہوئی جوانی اسے بھڑکا رہی تھی۔ وہ اپنے علاقے کا زور تھا۔ ایک معمولی لڑکی سے مات نہیں کھانا چاہتا تھا۔ بار بار اس نے لباس کے اندر سے ریوالور نکال لیا۔

جینا سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ فرش پر ہاتھ ٹیک کر آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر ڈگمگاتا ہوا ایک قدم آگے بڑھ کر بولا "تیرے او کی ایسی کی تیسی۔۔۔ ساڑی اتار' نہیں تو گولی ماردوں گا۔"

اس کا نشانہ لیتے ہوئے بولا "اتارتی ہے یا مار دوں گولی۔"

اس نے سہم کر آواز دی "او تار! تم کہاں چلے گئے اسے روکو۔ یہ مجھے مار ڈالے گا۔"

وہ رک گیا پھر بولا "تیرا یہ او تار ہے کہاں؟ ایک بار سامنے آجائے تو پہلے اسے گولی ماروں گا۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ وہ بولا "اچھا تو وہ باہر تو اب آیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں سالے کو دروازے پر ہی گولی ماروں گا۔"

وہ کمرے کا دروازہ کھول کر تیزی سے چلتا ہوا باہر دروازے پر آیا پھر اسے ایک جھٹکے سے کھولا۔ باہر جینا کا باپ ہاتھوں میں کھانے کی پلیٹیں اٹھائے کھڑا تھا۔ گوپی راجا کو خون میں لہولہان دیکھ کر حیرانی سے بولا "یہ کیا ہو گیا ہے؟"

جینا بھی دروازے پر آگئی تھی۔ گوپی راجا نے اسے دیکھ کر کہا "یہ پوتر ہے۔ میں اسے میلی کرنا چاہتا تھا۔۔۔"

وہ مکان سے باہر آکر چیخ چیخ کر بولا "لوگو۔۔۔ یہاں آؤ۔ میرے کو دیکھو۔ میں پاپی ہوں۔ یہ سماگن دیکھنے میں ایک لڑکی ہے مگر ہماری سمجھ سے بھی اونچی ہے۔ یہ دیوی ہے دیوی۔"

گلی میں عورتوں اور مردوں کی بھیڑ لگ رہی تھی۔ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر جاتے آتے بول رہا تھا "میری بہنو اور بھائیو! تم سب نصیب والے ہو کہ یہ دیوی تمہارے ساتھ رہتی ہے۔ میں نے اسے ہاتھ لگانا چاہا۔ اسے میلا کرنا چاہا۔ دیکھو میری کیا حالت ہوئی ہے۔ بھگوان نے اس اپرادھ کی سجا (سزا) دی ہے۔ میں اپنے ہی کھون میں

رہا ہوں۔ میں کمینہ ہوں۔ کتا ہوں۔ میں اپنے آپ کو سجا (سزا) دوں گا۔ تم لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اسپتال جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنے ایک بازو میں گولی ماری پھر ایک ٹانگ میں گولی ماری۔ اس کے بعد کھڑا نہ رہ سکا۔ زمین پر گر کر تکلیف سے تڑپنے لگا۔ مرد' عورتیں' بچے' بوڑھے سب ہی حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ گوپی راجا کے حواری اسے اٹھا کر فوری طور طبی امداد کے لیے اسپتال لے جا رہے تھے۔

جینا اپنے دروازے پر گم صم کھڑی ہوئی تھی۔ مرد اور عورتیں ہاتھ جوڑ کر اس کے قریب آرہے تھے اور کہہ رہے تھے "ہم جانتے ہیں۔ تم اپنے جنم سے پوتر ہو۔ آج یقین ہو گیا کہ تم ایک لڑکی کے روپ میں دیوی ہو۔۔۔"

سب ہی اس کی تعریف میں کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے اور بڑی عقیدت سے اس کے آگے سر جھکا رہے تھے۔ وہ سوچ کے ذریعے پکار رہی تھی "او تار! تم کہاں ہو؟ مجھ سے بولو۔ خاموش کیوں ہو؟"

اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ اپنے اندر اس کا انتظار کر رہی تھی۔ بار بار ہوس پرستوں سے اس کی آبرو بچانے والا' اسے اپنے لوگوں کی نظروں میں مان مرتبہ بڑھانے والا' اسے انسان سے دیوی بنا دینے والا' اس کے اندر گم ہو گیا تھا۔ اس کے دماغ میں خاموشی تھی۔ دل میں سناٹا تھا اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

ارے نادان۔۔۔!

جب راستے میں کوئی سایہ نہ پائے گا۔

یہ آخری درخت بہت یاد آئے گا۔

○☆○

ساری تدبیریں الٹی ہو گئیں۔ اعلیٰ بی بی کی پلاننگ تھی کہ فرمان کو چنڈال جوگی جادو کے ذریعے اپنے پاس بلا رہا ہے لہٰذا انیتا کو اس کے دشمن جوگی بزبولے کے پاس پہنچا دیا جائے۔ اس طرح انیتا اور فرمان کے درمیان دوری قائم رہے گی۔ وہ جوگی بزبولے کے شکنجے میں رہ کر کبھی فرمان کی صورت نہیں دیکھ سکے گی۔

لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اعلیٰ بی بی یہ نہیں جانتی تھی کہ جوگی بزبولا بھی فرمان کو اپنے پاس بلانے کے لیے وہی منتر بہت پہلے پڑھ رہا ہے اس لیے اس کے منتروں نے فرمان کو پہلے متاثر کیا ہے۔ جب وہ بزبولے کے پاس پہنچ کر اس کا غلام بن گیا تب الپا کو معلوم ہوا کہ انیتا اور فرمان بچھڑنے کے بعد پھر

ناکام ہونا چھوڑیئے
کامیاب ہونا سیکھیے
کامیابی
زندگی میں کامیاب ہونے کے رہنما اصول اور طریقے
قیمت 25 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ
خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ تفسیات
kitablat@hotmail.com
kitablat1970@yahoo.com

ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئے ہیں۔

الپا نے اعلیٰ بی بی کے پاس آکر کہا "عالی! گڑبڑ ہوگئی ہے۔ ہماری تدبیر الٹ گئی ہے۔"

"کیا ہوگیا سسٹر؟"

"ہماری سمجھ میں یہ آرہا تھا کہ چنڈال جوگیا' اپنے کالے عمل کے ذریعے فرمان کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے لیکن ایسا نہیں تھا جوگی بڑبولا اسے اپنی طرف بلا کر اپنا غلام بنا چکا ہے۔ ایسے ہی وقت انیتا وہاں پہنچ گئی۔ ہم اسے فرمان سے دور رکھنا چاہتے تھے لیکن وہ توقع کے خلاف پھر اس کے قریب پہنچ گیا ہے۔ وہ دونوں اس وقت ایک غار میں بڑبولے کے سامنے ہیں۔"

عالی نے کہا "یہ تو واقعی گڑبڑ ہوگئی۔ سوچا کیا تھا اور ہو کیا گیا!

فرمان کو انیتا سے دور رہنا چاہیے۔"

"ہم نے انیتا پر تنویمی عمل کرایا تھا جس کے نتیجے میں وہ وہاں پہنچ گئی ہے۔ بڑبولا سمجھ رہا کہ چنڈال نے اپنی بیٹی کو وہاں بھیجا ہے اور بیٹی کے ذریعے اس کے خلاف کچھ کرنے والا ہے۔"

"ان دونوں جادوگروں کو آپس میں لڑانا ہوگا۔ تم انیتا کے دماغ میں رہ کر کچھ کرسکتی ہو۔"

"ہاں' ایک انیتا ہی ذریعہ رہ گئی ہے۔ وہ بڑبولا فرمان کے دماغ کو لاک کرچکا ہے۔ میں اس کے اندر نہیں جاسکوں گی۔"

"میں یہاں مما اور عدنان کے معاملات میں بہت مصروف ہوں۔ پلیز تم انیتا کے اندر جاؤ اور اسے فرمان سے دور کرو۔"

الپا وہاں سے انیتا کے اندر آگئی۔ غار کے اندر جوگی بڑبولا جلتے ہوئے الاؤ کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے قدموں کے پاس فرمان گہری نیند میں تھا۔ اس کے سر کے قریب کسی مردے کی کھوپڑی بہت ہیبت ناک لگ رہی تھی۔ اس سے ذرا فاصلے پر ایک سرکٹا بکرا دکھائی دے رہا تھا۔ انیتا ایک طرف کھڑی یہ سارا منظر دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ وہاں کیوں آئی ہے؟ بڑبولا یہ شبہ کررہا تھا کہ چنڈال جوگیا اپنی بیٹی کو وہاں بھیج کر اس کے خلاف کوئی زبردست کارروائی کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا "اپنے باپ سے بول کے وہ تیرے اندر رہ کر مجھ سے باتیں کرے۔"

کبریا نے انیتا پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے ذہن سے اس کے باپ اور اس کے محبوب انیل (فرمان) کی پہچان مٹادی تھی۔ اس کے دماغ اعلیٰ بی بی کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ الپا اس وقت عالی کا لب ولہجہ اختیار کرکے اس کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔

چنڈال اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ اپنے باپ کو اپنے دماغ میں بلائے۔ وہ معصومیت سے بولی "میں نہیں جانتی' میرا کوئی باپ ہے۔ پتا نہیں تم کس کی بات کررہے ہو۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "مجھے اُلو بناتی ہے۔ سالی اپنے باپ کو نہیں پہچانتی۔ اپنے اس یار کو تو پہچانتی ہے؟"

اس نے فرمان کی طرف اشارہ کیا۔ انیتا نے فرمان کو دیکھ کر پوچھا "یہ کون ہے؟ اسے میرا یار کیوں کہہ رہے ہو؟"

"سالی بہت بنتی ہے۔ ایکٹنگ کررہی ہے۔ اس کے ساتھ ہوٹل میں رہ کر جوانی لٹا رہی تھی۔ اب اسے پہچاننے سے انکار کررہی ہے۔ کیا تیرے باپ نے تجھ پر کوئی عمل کیا ہے۔ تیرے یار کو تیرے دماغ سے مٹا دیا ہے؟ یہ چکر کیا ہے؟"

انیتا کو یاد آرہا تھا کہ اس نے ہوٹل کا کمرا چھوڑتے وقت وہاں ایک بیگ دیکھا تھا۔ اس بیگ میں مردانہ ضرورت کا سامان اور کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے بڑبولے سے کہا "بھگوان کے لیے میری باتوں کو سچ مانو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ ہوٹل کے کمرے میں یہ آدمی میرے ساتھ تھا مگر یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں تو اسے پہچانتی نہیں ہوں۔"

جوگی بڑبولا اسے توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ اسے کچھ کچھ یقین ہونے لگا کہ انیتا درست کہہ رہی ہے۔ وہ محبوب کو بھول گئی ہے لیکن یہ یقین نہیں آرہا ہے کہ اپنے باپ کو بھی بھول چکی ہے۔ دشمنی یہ سوچنے پر مجبور کررہی تھی کہ چنڈال جوگی اپنی بیٹی انیتا کو آلۂ کار بنا کر غار میں اس کے پاس لایا ہے اور اس کے ذریعے کوئی زبردست جادو کرکے فرمان کو وہاں سے لے جانا چاہتا ہے۔

فرمان نے آنکھیں کھول دیں۔ تھوڑی دیر تک چپ چاپ پڑا سوچتا رہا کہ وہ کہاں ہے۔ اسے ایک غار دکھائی دے رہا تھا۔ سب سے پہلے اس کی نظر جوگی بڑبولے پر گئی۔ وہ اسے نہیں جانتا تھا لیکن دماغ اس سے متاثر ہوچکا تھا۔ اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بڑبولے کے سامنے سر جھکاتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ وہ خوش ہوکر بولا "جے ہو' کالی ماتا کی۔ یہ میرا سیوک بن چکا ہے۔ اب چنڈال کا باپ بھی اسے یہاں سے نہیں لے جاسکے گا۔ آج میری جیت ہوئی ہے۔"

وہ دل کھول کر قہقہے لگانے لگا۔ فرمان ایک مردے کی کھوپڑی کو اور سر کٹے بکرے کو دیکھ رہا تھا پھر الاؤ کے لپکتے ہوئے شعلوں کے آر پار اس کی نظر انیتا پر گئی۔ وہ ایک دم سے چونک کر کھڑا ہوگیا۔ جوگی بڑبولے نے اپنے کالے عمل سے فرمان کو اپنا غلام بنایا تھا۔ اس کے دماغ کو مقفل کیا تھا چونکہ وہ نیلی پیتھی نہیں جانتا تھا اس لیے اس کے اندر گھس کر اس کے حافظے کو نہیں مٹا سکتا تھا۔ اس کے کالے جادو کا عمل بہت محدود تھا اس لیے فرمان کو پچھلی تمام باتیں یاد تھیں۔

اس نے حیرانی سے انیتا کو دیکھا پھر اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "انیتا۔۔۔ تم یہاں؟"

وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی "مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔ میں سمجھنا چاہتی ہوں کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ یہ جوگی کہہ رہا ہے' تم میرے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں تھے جبکہ میں نے پہلے کبھی تمہیں نہیں دیکھا ہے۔"

فرمان نے کہا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں تمہارا انیل ہوں۔ تمہارے بھائی نے مجھے قتل کیا تھا۔ میں نے مرنے کے بعد یہ دوسرا جنم لیا ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں تھا پھر ہم شاپنگ کے لیے گئے تھے۔ وہاں تم پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا پھر عالی میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے تم سے دور لے گئی تھی۔"

"تمہاری یہ ساری باتیں درست ہیں۔ مجھے یہ سب کچھ یاد ہے لیکن یہ نہیں مان سکتی کہ تم میرے پچھلے جنم کے ساتھی ہو اور میں تمہارے ساتھ ہوٹل میں وقت گزار چکی ہوں۔ میں تو یہاں پہلی بار تمہیں دیکھ رہی ہوں۔"

"اوہ گاڈ! معلوم ہوتا ہے تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ مجھے تمہارے دماغ سے مٹا دیا گیا ہے۔"

وہ جوگی بڑبولے کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولا "مہاراج! کیا آپ نے اس پر عمل کیا ہے؟"

"نہیں' یہ اسی کے باپ کی کوئی چال ہے۔ وہ تمہیں مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔ اسی نے کوئی عمل کیا ہے۔"

"نہیں مہاراج! اس کا باپ چاہتا ہے کہ میں اس کے ساتھ زندگی گزاروں۔ اس سے شادی کروں۔ میں اس کا ہونے والا داماد ہوں۔ وہ مجھ سے دشمنی نہیں کرے گا۔"

انیتا نے کہا "تم دونوں کہہ رہے ہو' میرا کوئی باپ ہے۔ اگر ہے تو میں اسے کیسے بھول سکتی ہوں؟"

فرمان نے حیرانی سے اسے اور پھر بڑبولے کو دیکھا پھر کہا۔ "یہ اپنے باپ کو بھی بھول چکی ہے۔ اب میری سمجھ میں آرہا ہے۔ یہ سب عالی کا کیا دھرا ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ میں اپنی انیتا کے ساتھ رہوں۔ اسی لیے وہ مجھے اس سے دور لے گئی تھی۔ ایک ہوٹل میں مجھ پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی مگر میں وہاں سے بھاگ کر مہاراج آپ کے پاس آگیا۔"

جوگی بڑبولے نے عالی کو اس مارکیٹ میں دیکھا تھا جہاں انیتا پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ عالی نے تنہا دشمنوں کی پٹائی کی تھی۔ انیتا کو ایک ہاتھ مار کر بے ہوش کیا تھا۔ پھر فرمان کو اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ یہ باتیں یاد آئیں تو بڑبولے نے کہا۔ "انیل! تم میرے سیوک ہو۔ ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اس لڑکی عالی نے انیتا کی کھوپڑی گھمائی ہے۔ اس کی کھوپڑی سے اس کا باپ اور تم کو مٹا دیا گیا ہے اور میں بے وجہ چنڈال پر شبہ کررہا تھا۔"

فرمان سر جھکا کر بولا "مہاراج! آپ حکم دیں گے تو میں اس کے اندر جاکر اپنے عمل سے عالی کے عمل کو مٹا دوں گا۔"

وہ سوچنے لگا پھر بولا "نہیں' تم عمل کرو گے تو یہ اپنے بھولے ہوئے باپ کو پہچان لے گی۔ یہ نہ پہچانے تو اچھا ہے۔"

"لیکن میں چاہتا ہوں' یہ مجھے پہچان لے۔ یہ میری محبت

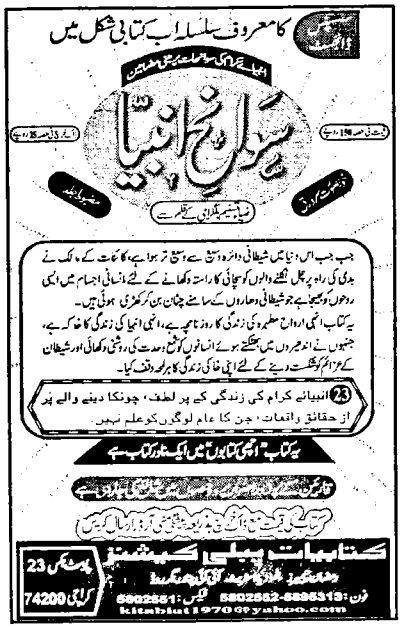

ہے۔ میری جان ہے۔"

"پہلے میں اپنے عمل سے اس کو اپنی داسی بناؤں گا پھر اس کو حکم دوں گا تو یہ تم سے محبت کرنے لگے گی۔"

فرمان نہیں چاہتا تھا کہ بڑبولا اسے اپنی داسی بنائے لیکن وہ خود اس کا داس یعنی غلام تھا۔ اس کی مرضی کے خلاف کچھ بول نہیں سکتا تھا اور اس کا غلام ذہن اس سے بغاوت نہیں کر سکتا تھا اس نے مجبوراً سر جھکا لیا۔

الپا نہیں چاہتی تھی کہ فرمان یا بڑبولا انیتا پر عمل کرے اور انیتا پھر فرمان کی طرف مائل ہو جائے۔ بڑبولے نے انیتا کو زمین پر لیٹنے کا حکم دیا۔ اس نے الپا کی مرضی کے مطابق کہا "مجھ پر کوئی عمل نہ کرو۔ پتا نہیں تم دونوں میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تو سندر ہے۔ تیرا جوبن بڑا متوالا ہے۔ میں تیرے کو داسی بنا کے دل بھر کے مجالوں گا پھر تیرے کو انیل کے حوالے کروں گا۔"

فرمان نے تڑپ کر کہا "مہاراج! ایسا مت بولو۔ انیتا صرف میری ہے۔ اسے ہاتھ لگانے کی بات نہ کرو۔"

وہ گھور کر بولا "اے کھبردار! تو میرا کتا ہے۔ کیا میرے اوپر بھونکے گا؟ کیا میرے سامنے دم ہلائے گا؟"

اس نے تابعدار کی طرح سر جھکایا لیکن اس کا دل انیتا کے لیے تڑپ رہا تھا۔ اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ بڑبولا اس کی محبوبہ کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ وہ بہت مجبور تھا۔ غصہ نہیں دکھا سکتا تھا۔ اپنے آقا کے خلاف کچھ بول نہیں سکتا تھا۔

الپا کو اس کے اندر جانے موقع ملتا تو وہ اس کے دماغ سے غلامی کو ختم کرنے کی کوشش کرتی لیکن بڑبولے نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ اس نے انیتا کو اس کی طرف مائل کیا۔ وہ فرمان کے قریب آ کر بولی "میرے اندر آؤ۔"

فرمان اس کے اندر آیا۔ الپا نے انیتا کے لہجے میں کہا۔ "اگر تم میرے سچے پریمی ہو تو اس بدمعاش سے میری عزت بچاؤ۔"

بڑبولے نے ڈپٹ کر کہا "اے انیل! یہ تجھے اپنے اندر بلا رہی ہے۔ یہ کیا بول رہی ہے۔"

انیتا کی سوچ نے کہا "تمہیں میری قسم ہے۔ اس سے جھوٹ بولو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "تمہارا داس ہوں۔ تمہاری اجازت کے بغیر اس کے اندر نہیں جاؤں گا۔"

"شاباش! اب اس کو پکڑ کے جبردستی جمین پر لٹا دے۔ اس کو پکڑ کے رکھ میں منتر پڑھوں گا۔"

یہ سنتے ہی انیتا نے الاؤ کی ایک جلتی ہوئی لکڑی پکڑ کر کھینچ لی۔ اس آگ سے بڑبولے پر حملہ کیا۔ وہ بھاگتا ہوا چیخ ہوا بولا "انیل! میں حکم دیتا ہوں۔ اسے پکڑ لے' اس سے آگ چھین لے۔ یہ سالی بہت جور دکھا رہی ہے۔"

فرمان اسے پکڑنے کے لیے آیا۔ اس نے جلتی ہوئی لکڑی سے اس پر بھی حملہ کیا۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ وہ بھاگتی ہوئی غار سے باہر جانے لگی۔ بڑبولا چیخنے لگا "اسے پکڑو' اس بھاگنے مت دو۔ نہیں تو سالی اپنے باپ کے پاس پہنچ جائے گی۔"

فرمان اس کے پیچھے دوڑتا ہوا غار سے باہر آیا۔ وہ ہاتھ میں جلتی ہوئی لکڑی لیے دور کھڑی تھی۔ اس سے بولی "میں بھاگتی رہوں گی۔ تم میرے پیچھے آہستہ آہستہ دوڑو۔ ہم پاکھنڈی سے دور ہو جائیں گے۔"

وہ پھر بھاگتی ہوئی بولی "میرے دماغ میں آتے رہو میری باتیں سنتے رہو۔"

وہ دونوں آگے پیچھے دوڑنے لگے۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر بول رہا تھا "انیتا! واپس آ جاؤ۔ میں اس کا تابعدار ہوں۔ اسے دھوکا نہیں دوں گا۔"

"تم کیسے پریمی ہو؟ میری عزت بچانے کے لیے میری سی بات نہیں مانو گے؟"

"تم کوئی ایک بات منالو۔ اس کے بعد پھر کوئی بات نہیں مانوں گا۔ تمہیں پکڑ کر غار میں لے جاؤں گا۔"

"چلو میری ایک بات مان لو۔ مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"اس کا مطلب ہے' تمہارے اندر عالی بول رہا ہے؟"

"میرے اندر کوئی بھی بولے۔ ابھی تمہیں میری عزت بچانا ہے۔ اگر عالی تمہارے اندر آ کر میری عزت بچانے کی کیا تم اسے آنے نہیں دو گے؟ کیا میری عزت لٹنے دو گے؟"

وہ دوڑتے دوڑتے رک گیا۔ ہانپتے ہوئے بولا "تم جانتی' وہ پھر مجھے تم سے چھین کر لے جائے گی۔"

"ابھی وہ شیطان میری عزت کی دھجیاں اڑانا چاہتا ہے۔ کیا تم یہی چاہتے ہو؟"

"اچھا آؤ' عالی سے بولو۔ وہ ہم دونوں سے دشمنی کرے۔"

الپا نے اس کے اندر آتے ہی زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتے ہوئے زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ بڑبولا غار سے نکل کر انہیں ڈھونڈ رہا تھا۔ فرمان کی چیخیں سن کر وہ آواز کی سمت دوڑتا ہوا جانے لگا۔ الپا نے کہا "انیتا! وہ دشمن آ رہا ہے۔ اسے آنے دو مگر غار میں واپس نہ جانے دو ورنہ وہ پھر کالے منتر پڑھ کر تمہارے انیل کو اپنا غلام بنا لے گا۔"

بڑبولا دوڑتا ہوا فرمان کے پاس آیا۔ اسے زمین پر تکلیف سے تڑپتا دیکھ کر پریشان ہو کر بولا "ارے! تم کو کیا ہوا ہے؟ کیا مرد ہو کے ایک لڑکی سے مار کھا رہے ہو؟ اٹھو اور اس سالی کو پکڑو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر کی تکلیف میں کچھ کمی ہوئی تھی۔ الپا نے پوچھا "کیا تم اب بھی اس کے جادو سے متاثر ہو؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے ہلکی ہلکی تکلیف محسوس کر رہا تھا اور وہ سوچ رہا تھا "ہاں میں بڑبولے کا غلام بنا ہوا تھا۔ کیا اب بھی اس کے زیر اثر ہوں۔"

بڑبولا اس کی خیریت معلوم کرنے قریب آنا چاہتا تھا۔ انیتا نے جلتی ہوئی لکڑی سے حملہ کیا۔ وہ دور بھاگ کر ایک جگہ رک گیا پھر بولا "میں تجھے یہاں سے بھاگنے نہیں دوں گا۔ اس آگ سے کیا ڈراتی ہے۔ ابھی تیرا یار تجھے پکڑ کر میرے استھان میں لے جائے گا۔ انیل میں حکم دیتا ہوں' اسے پکڑ لو۔"

فرمان نے اچانک ہی دوڑتے ہوئے اس پر چھلانگ لگائی پھر اسے زمین پر گرا کر اس کی پٹائی کرنے لگا۔ وہ مار کھاتے ہوئے چیخ رہا تھا "تو میرا داس ہے۔ میرا کتا ہے۔ اور مجھے کاٹ رہا ہے۔ میں اپنے منتروں سے تجھے بھسم کر دوں گا۔"

فرمان نے کہا "کتا تو ہے۔ تیرے جادو کا توڑ ہو چکا ہے۔ اب میں تجھے توڑ مروڑ کر رکھ دوں گا۔"

وہ خود کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا "چھوڑ دے مجھے۔ مجھے اپنے استھان میں جانے دو۔"

اس نے انیتا کے ہاتھ سے جلتی ہوئی لکڑی لے کر کہا۔ "اب تو غار میں جا کر بھی منتر نہیں پڑھ سکے گا۔"

اس نے جلتی ہوئی لکڑی کی آگ اس کے منہ میں ٹھونس دی۔ وہ تکلیف اور جلن سے تلملانے لگا۔ وہ زمین پر دیدے پھیلائے پڑا تھا۔ فرمان نے ایک بہت بھاری پتھر دونوں ہاتھوں سے کسی طرح اٹھایا' پھر اس کے سر پر دے مارا۔ اس کے منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔ وہ تھوڑی دیر تک تڑپنے کے بعد ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا۔

الپا نے کہا "انیتا! یہ تمہارا انیل ہے۔ اس کے پاس جاؤ۔"

وہ دوڑتے ہوئے آ کر فرمان سے لپٹ گئی۔ الپا نے اعلیٰ بی بی کے پاس آ کر ان کے حالات بتائے پھر کہا "تم فرمان کو اس سے دور کرنا چاہتی ہو۔ میں ایسا کر سکتی تھی لیکن میرے اور تمہارے اندر کی عورت یہ گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ انیتا کی عزت آبرو دو کوڑی کی ہو جائے۔ میں نے اس کی عزت رکھنے کے لیے دونوں کو پھر سے ملا دیا ہے۔"

عالی نے کہا "مسز! تم بہت عظیم ہو۔ ہم انیتا کی مخالفت کر رہے تھے لیکن اس کی عزت کے دشمن نہیں تھے۔ دونوں کو ایک جان دو قالب ہونے دو۔ میں فرمان کی خوشی اور سلامتی چاہتی ہوں۔ آئندہ انیل بن کر اسے یا ہمیں نقصان نہیں پہنچے گا تو میں اسے اس کے حال پر چھوڑ دوں گی۔"

○☆○

جہاز کے تمام مسافر اس جنگل سے نکل کر بہ خیریت چلی پہنچ گئے۔ برازیل کا گورنر اپنے بیٹے کو گلے لگا کر چومنے لگا۔ میرا شکریہ ادا کرنے لگا۔ چیک کیلر اور مہادھاتی اس گورنر سے دس لاکھ ڈالرز کا مطالبہ کر رہے تھے اور دہشت گردوں کا سرغنہ کنگ بوگارٹا اپنے بھائی اور جانبازوں کی رہائی کا مطالبہ کر رہا تھا۔ میں نے ان سب کے مطالبات کو خاک میں ملا دیا تھا۔

گورنر کو نہ تو دس لاکھ ڈالرز ادا کرنے پڑے اور نہ ہی سزائے موت پانے والے قیدیوں کو رہا کرنا پڑا۔ اس نے تمام مسافروں کو صحیح سلامت ان کی منزل تک پہنچا دیا تھا۔ ان کے رشتہ دار انہیں گلے لگا کر خوشی سے رو رہے تھے اور مجھے دل سے دعائیں دے رہے تھے۔ سونیا اور عدنان بھی چلی پہنچ کر ایک ہوٹل میں قیام کر رہے تھے۔ پارس اور پورس فلائنگ کمپنی کے ایک ہیلی کاپٹر میں انہیں لینے آ رہے تھے۔

اعلیٰ بی بی اور کبریا بہت خوش تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ پارس اور پورس کے آنے تک وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی مما اور اپنے بھتیجے عدنان کے پاس رہیں گے۔ سونیا نے مجھ سے کہا "ایک طویل عرصے کے بعد میں اپنے بچوں سے مل رہی ہوں۔ دن رات بھٹکنے کے بعد مجھے اپنوں کی محبتیں مل رہی ہیں۔ میں کتنی خوش ہوں' یہ بیان نہیں کر سکتی۔"

"میری جان! میں تمہارے اندر رہ کر تمہاری بے حد و حساب مسرتوں کو سمجھ رہا ہوں۔ بچوں سے تو تم مل ہی رہی ہو' یہ بتاؤ' میری آغوش میں کب آ رہی ہو؟"

وہ شرماتے ہوئے بولی "بے شرمی کی باتیں نہ کرو۔ ابھی

میں نے پورے یقین کے ساتھ تمہیں اپنا مجازی خدا تسلیم نہیں کیا ہے۔ پہلے میں بچوں سے ملوں گی پھر بابا صاحب کے ادارے میں جاکر جناب علی اسد اللہ تیمرزی سے ملاقات کا شرف حاصل کروں گی۔ جب وہ تصدیق کریں گے کہ تم میرے مجازی خدا ہو تب میں تمہارے پاس آؤں گی۔"

"یعنی پانچویں دن آؤ گی۔ کسی سے سن لیا ہوگا زندگی چار دن کی ہوتی ہے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ اعلیٰ بی بی نے آکر کہا "برادرز (پارس اور پورس) کے پاس گئی تھی۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد ان کا ہیلی کاپٹر پہنچنے والا ہے۔ کیا آپ انہیں ریسیو کرنے جائیں گی؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولی "ہاں' میں انہیں دیکھنے کے لیے بے چین ہوں۔ ابھی یہاں سے نکلتی ہوں۔"

وہ سوئٹ کے بیڈروم میں آئی۔ عدنان کو ساتھ لے جانا چاہتی تھی لیکن وہ سو رہا تھا۔ وہ بولی "پتا نہیں سو رہا ہے یا یونہی آنکھیں بند کیے پڑا ہے۔ بیٹے عدنان!"

اس نے آواز دی۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا "سونیا! یہ واقعی سو رہا ہے۔ اسے سونے دو۔"

"میں اسے تنہا چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

کبریا نے کہا "ہم میں سے کوئی نہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے اس کی نگرانی کرتا رہے گا۔"

سونیا نے کہا "اب میں چینج کرنے جارہی ہوں۔ یہاں سے جاؤ۔"

اعلیٰ بی بی اور کبریا میرے پاس آگئے۔ کبریا نے کہا "پاپا! مجھے ایک ضروری کام ہے۔ میں جانا چاہتا ہوں۔"

میں نے پوچھا "آج کل کہاں مصروف ہو؟ انڈین پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے ہوشیار رہا کرو۔"

"میں جرمنی کی ایک دواساز کمپنی میں شیئر ہولڈر ہوں۔ ممبئی میں بھی کوئی مجھ پر شبہ نہیں کرے گا۔"

عالی نے کہا "پاپا! یہ ایک عجیب وغریب لڑکی کے چکر میں ہے۔ ذرا پوچھیں تو وہ کون ہے؟"

"پاپا! یہ عالی یوں ہی بکواس کرتی ہے۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ وہ۔۔۔ بات یہ ہے کہ۔۔۔ کہ۔۔۔"

عالی نے کہا "وہ لڑکی ہے نہ لڑکا' اسے سدا سہاگن کہتے ہیں۔"

"اوہ۔۔۔!" میں نے سنجیدگی سے کہا "ہماری دنیا میں کبھی کبھی ایسی ہستیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تم اس لڑکی کے بارے میں کس حد تک جانتے ہو؟ کیا پیدائش کے بعد بچپن میں ہی اس کا آپریشن کرایا گیا تھا۔"

"میں نے اس سلسلے میں اس سے کچھ نہیں پوچھا ہے۔ اس کے خیالات پڑھے ہیں۔ ایسی کوئی بات معلوم نہیں ہوئی کہ کبھی اس کا آپریشن کیا گیا ہو۔"

"ہوسکتا ہے' اسے اپنے بچپن کی باتیں یاد نہ ہوں۔ اس کے بزرگوں کے خیالات پڑھ کر معلوم کرو۔"

"میں معلوم کروں گا۔ ویسے کیا آپریشن ضروری ہوتا ہے؟"

"ہونا چاہیے ورنہ جوان ہونے کے بعد اس کی شادی نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ اس کا نامکمل وجود شوہر کے لیے مصرف ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا لباس بدل کر آئی۔ میں عدنان کے خوابیدہ دماغ میں تھا۔ اس نے پوچھا "کوئی میرے پوتے کے پاس ہے یا نہیں؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ہم موجود ہیں۔ میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔ پاپا عدنان کے پاس رہیں گے۔ یہ کہیں جانا چاہیں گے تو میں عدنان کے پاس چلی آؤں گی۔"

سونیا ایک پرس اٹھا کر سوئٹ کا دروازہ کھول کر چلی گئی۔

وقت کچھ زیادہ نہیں گزرا۔ صرف پندرہ منٹ گزرے اور میں چونک گیا۔ عدنان کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ اس کا ذہن کسی ایک خیال یا خواب پر مرکوز نہیں تھا۔ میں نے آواز دی "عدنان بیٹے!"

ایک نہیں کئی بار آوازیں دیں۔ میری سوچ کی لہریں اسے سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ ایسے وقت کوئی بھی اس کے اندر رہ کر یہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کیا کررہا ہے؟

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "فوراً واپس آؤ۔ عدنان کے اندر مختلف خیالات ایک دوسرے سے الجھ رہے ہیں۔ اب اس کی کوئی ایک سوچ کی لہر بھی پڑھی نہیں جارہی ہے۔"

وہ فوراً ہی کار کو واپس موڑ کر تیزی سے ذرا ایوکو کے ہوئے ہوٹل کے اس سوٹ میں آئی۔ وہاں بیڈروم خالی تھا۔ وہ بستر پر نہیں تھا۔ باتھ روم میں بھی نہیں تھا۔ وہ آوازیں دیتی ہوئی ہر جگہ ڈھونڈ رہی تھی۔ میرے پوتے پاؤں میں چکر تھا۔ ایک جگہ ٹھہرتا نہیں تھا۔"

اب پتا نہیں' وہ کہاں بھٹکنے والا تھا؟ ہمیں کہاں بھٹکانے والا تھا اور کیا گل کھلانے والا تھا؟

عدنان کسی ایک جگہ نہیں ٹک رہا تھا۔ اس کے پیروں میں چکر تھا۔ اس کا باپ پورس اس کے پیچھے دوڑتے دوڑتے پریشان ہوگیا تھا۔ کبھی وہ باپ سے ملتا تھا' کبھی بچھڑ جاتا تھا۔ اب اس بار اس کی دادی سونیا کی باری تھی۔ وہ اسے بھی چھوڑ کر کہیں چلا گیا تھا۔

ویسے وہ اپنی دادی اور دادا کو جان بوجھ کر پریشان نہیں کررہا تھا۔ وہ بے مقصد نہیں بھٹک رہا تھا۔ اس کے بھٹکنے اور اچانک کہیں چلے جانے کے پیچھے ایسی کوئی بات ہوتی تھی جو فوراً سمجھ میں نہیں آتی تھی' لیکن بعد میں پتا چلتا تھا کہ وہ ایسی حرکتیں کیوں کرتا رہتا ہے۔

سونیا اسے ہوٹل کے اندر اور باہر اچھی طرح ڈھونڈ چکی تھی۔ وہ کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ میں اور اعلیٰ بی بی سونیا کے اندر تھے۔ ہم نے خیال خوانی کے ذریعے عدنان کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تھی مگر اس کے اندر مختلف خیالات گڈمڈ ہورہے تھے۔ وہ کسی ایک خیال پر مرکوز نہیں ہورہا تھا۔ اس طرح ہم یہ معلوم نہیں کرسکتے تھے کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟

اعلیٰ بی بی نے کہا "مما! سمجھ میں نہیں آتا' یہ اچانک ہی کہیں بھٹکنے کے لیے کیوں چلا جاتا ہے؟"

سونیا نے کہا "جہاں تک میں سمجھتی ہوں' وہ بے مقصد نہیں بھٹکتا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کی ماں زندہ ہے اور وہ اسے ضرور ملے گی۔ اسی لیے وہ بے اختیار اسے ڈھونڈنے نکل پڑتا ہے۔"

میں نے کہا "اگرچہ ہمارا پوتا بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہا ہے لیکن وہ ذہنی طور پر بچہ ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کی ماں مرچکی ہے اور مرنے والے دوبارہ اس دنیا میں نہیں آتے۔"

سونیا نے کہا "میں نے اس سے کہا تھا کہ اس کی ماں مرچکی ہے۔ واپس نہیں آئے گی لیکن وہ بضد ہے۔ اس نے بڑے یقین سے کہا تھا کہ وہ اپنے اندر اس کی آوازیں سنتا ہے اور وہ جو کہتی ہے وہ اسی کے مطابق عمل کرتا رہتا ہے۔"

یہ بات عجیب سی تھی' ناقابل یقین تھی۔ پتا نہیں وہ اپنے اندر کس کی آوازیں سنتا تھا! کون اس کے اندر بولتی تھی۔ یہ سوچا جاسکتا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کے اندر بولتی ہے اور اسے کسی ایک جگہ نہیں رہنے دیتی۔ اپنی مرضی سے ادھر سے ادھر پہنچاتی رہتی ہے۔

اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی تھی اور اس کے اندر بولتی رہتی تھی تو اس کا مقصد کیا ہوسکتا تھا۔ وہ ایک بچے کو کیوں خوامخواہ بھٹکا رہی تھی۔ اس سے کیا حاصل کرنا چاہتی تھی؟

دیکھا جائے تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کچھ حاصل نہیں کررہی تھی بلکہ عدنان کو فائدہ ہی پہنچا رہی تھی۔ اسے دشمنوں سے محفوظ رکھتی تھی اور اس کے ذریعے ہمارے بھی کام آرہی تھی۔ کیا واقعی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کے اندر آتی تھی۔

ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا عبداللہ کئی بار عدنان کے اندر جاکر اس کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ میں نے اسے بلا کر پوچھا "جب تم اس کے اندر جاتے ہو تو کیا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی آواز سنتے ہو؟"

"نو سر! میں نے عدنان بابا کے اندر رہ کر کبھی کسی کو بولتے نہیں سنا۔ میں نے ایک آدھ بار سینڈی گرے کی آوازیں سنی تھیں۔ میں بھی عدنان بابا کے اندر کئی بار بولتا رہا لیکن ہماری آوازیں جیسے دیوار سے ٹکرا کر رہ جاتی تھیں۔ عدنان بابا نہ تو ہماری بات سنتے تھے اور نہ ہی ان پر کسی کی خیال خوانی کا اثر ہوتا تھا۔"

سونیا نے کہا "میں نہیں مانتی کہ کوئی خیال خوانی کرنے والی میرے پوتے کے اندر آتی ہے۔ میرا پوتا عام بچوں سے مختلف ہے۔ وہ ایک غیر معمولی بچہ ہے۔ قدرتی حالات کے زیر اثر رہتا ہے۔ اسے آگہی حاصل ہوتی ہے اور وہ اسی کے مطابق عمل کرتا رہتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "مما! جب آپ ہوٹل سے نکل کر ائرپورٹ کی طرف جارہی تھیں۔ تو اس وقت عدنان گہری نیند میں تھا۔ میں نے اور پاپا نے بھی اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا وہ اطمینان سے سو رہا تھا۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اچانک اٹھے گا اور کہیں چلا جائے گا۔ ایسا لگتا ہے' وہ سو نہیں رہا تھا' ہمیں دھوکا دے رہا تھا۔ آپ کے ہوٹل سے باہر جاتے ہی وہ بھی اٹھ کر کہیں چلا گیا۔"

میں نے تائید کی "ہاں۔ ایسا ہی لگتا ہے۔ جیسے وہ ہمیں دھوکا دے رہا تھا۔ پتا نہیں وہ ایسا کیوں کررہا تھا؟ اگر وہ ہم سے کہتا کہ اسے کہیں جانا ہے تو میں اس کے اندر رہ کر اس کی حفاظت کرتا رہتا۔ یہ اس کے لیے بہتر ہوتا لیکن وہ تو ہم سب سے بے نیاز ہے۔ ہم میں سے کسی کی مدد حاصل نہیں کرنا چاہتا۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔"

یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اگر وہ گہری نیند میں نہیں تھا تو ہم خیال خوانی کے ذریعے دھوکا کیسے کھا گئے۔ ویسے یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ اس کے چور خیالات پڑھے

نہیں جاسکتے مگر ہمارا پوتا عجیب ہے۔ ہمارے لیے بھی پراسرار بنا ہوا ہے۔

یہ بعد میں معلوم ہونے والا تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟ بہتر ہے کہ یہ حقیقت میں ابھی بیان کردوں۔ تاکہ میری یہ داستان ایک تسلسل سے جاری رہے۔

جیسا کہ میں بیان کرچکا ہوں' جیک کلر' مہادھابی اور سینڈی گرے دی ٹیرر سپلائرز کے تین سربراہ تھے۔ یہ ایشیا' یورپ اور امریکا میں تمام دہشت گردوں کو جدید اسلحہ سپلائی کرکے خوب مال کماتے تھے۔ سینڈی گرے کی شامت آئی تو اس نے اپنے غلط مقاصد کے لیے عدنان کو ٹریپ کرنا چاہا پھر خود ہی عدنان کے ہاتھوں پریشان ہونے لگا۔ حتیٰ کہ وہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔ جیک کلر اور مہادھابی یہ چاہتے تھے کہ سینڈی گرے کسی طرح مارا جائے اور وہ پورے امریکا کی مارکیٹ پر اپنا قبضہ جمالیں اور وہاں کے دہشت گردوں اور باغیوں کو اسلحہ سپلائی کرکے زیادہ سے زیادہ منافع کماتے رہیں اور منافع ایسی چیز ہے جو دوستوں کو دشمن بنادیتا ہے۔

وہ دونوں اگرچہ سینڈی گرے کے بہت گہرے دوست تھے اور کاروبار میں برابر کے شریک تھے لیکن زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کے لالچ میں انہوں نے دوست کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا تھا۔ انہوں نے اس کے بدترین حالات میں ساتھ نہیں دیا تھا۔ اس بے چارے کو موت کی دہلیز پر پہنچا کر منہ پھیر لیا تھا۔

ایسے وقت وہ دونوں سونیا اور عدنان کے لیے بھی مصیبت بن سکتے تھے۔ اس سے پہلے ہی میں نے ان دونوں کو وارننگ دی کہ وہ برازیل کے جنگل سے چلے جائیں۔ وہ کنگ بوگارٹا اور برازیل کے گورنر سے لاکھوں ڈالرز کا مطالبہ نہ کریں۔ پہلے تو انہوں نے میری بات نہیں مانی۔ جب میں نے انہیں کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا اور ان کے اسلحے کے گودام کو تباہ کردیا۔ تب وہ توبہ کرنے لگے۔ جہاز کے تمام مسافروں کو ہلاک کرنے اور لاکھوں ڈالرز کا مطالبہ کرنے سے باز آگئے۔

میں نے جہاز کے تمام مسافروں کو کنگ بوگارٹا سے بھی نجات دلائی۔ ان سب کو بخیریت چلی شہر پہنچا دیا۔ سونیا اور عدنان نے اسی شہر کے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ پارس اور پورس ان سے ملنے کے لیے وہاں پہنچنے والے تھے اور سونیا ان کا انتظار کررہی تھی۔ بظاہر سب ہی زندہ سلامت وہاں پہنچ گئے تھے۔ سونیا اور عدنان بھی خطرات سے نکل آئے تھے لیکن وہ پردہ کچھ ہورہا تھا۔

جیک کلر نے کئی لاکھ ڈالرز کا نقصان اٹھایا تھا۔ مہادھابی نے اسے مشورہ دیا "فی الحال فرہاد کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے جائیں۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے اور کتنے گوداموں کا پتا جانتے ہیں؟ اگر تم دل پر پتھر رکھ کر اتنا بڑا نقصان برداشت کرلو ہمارے دوسرے گودام محفوظ رہ سکیں گے۔"

اس نے واقعی صبر کیا' اپنے دل پر جبر کیا۔ میرے مقابلے پر میدان چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ دونوں بزدل نہیں تھے۔ پہلے یہ یقین کرنا چاہتے تھے کہ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے تمام گوداموں کا پتا ٹھکانا جانتے ہیں یا نہیں۔ وہ اپنا تمام مال دوسری جگہ منتقل کرکے اور اپنی تمام کمزوریاں دور کرنے کے بعد ہم سے مقابلہ کرنے کی جرأت کرسکتے تھے۔

وہ بظاہر وہاں سے چلے گئے تھے لیکن چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے کنگ بوگارٹا اور دوسرے مسافروں کے اندر رہ کر یہ دیکھ رہے تھے کہ ہم وہاں کیا کررہے ہیں؟ ان کے شیطانی دماغ میں یہ بات گھسی ہوئی تھی کہ بازی ان کے حق میں پلٹ سکتی ہے۔ وہ کسی سنہرے موقع سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔

جیک کلر اندر ہی اندر تپ رہا تھا۔ مجھ سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ اس نے مہادھابی سے کہا "ہمیں براہِ راست اس کے مقابلے پر نہیں آنا چاہیے لیکن ہم درپردہ اس کے خلاف بہت کچھ کرسکتے ہیں۔"

مہادھابی نے کہا "پھر تمہارے دماغ میں کیڑا کلبلا رہا ہے۔ تم اپنا کروڑوں کا نقصان برداشت نہیں کرپا رہے ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تم درپردہ کیا کرسکو گے؟"

"اس وقت فرہاد کی بہت بڑی کمزوری ہمارے سامنے ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ سونیا اپنے پوتے کے ساتھ چلی کے کس ہوٹل میں قیام کررہی ہے؟ ہم براہِ راست ان دادی پوتے سے دشمنی نہیں کریں گے لیکن دوسروں کو آلۂ کار بناکر انہیں اس طرح مصیبت میں مبتلا کریں گے کہ فرہاد تلملا تا رہ جائے گا۔"

مہادھابی نے تائید کی "ہاں! اگر فرہاد کو پتا نہ چلے کہ ان پر ہماری وجہ سے مصیبتیں آئی ہیں تو پھر ہم اس کی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رہ سکیں گے۔ ہم اپنا دامن بچا کر ایسا کرسکتے ہیں۔"

جیک کلر نے کہا "فرہاد اور اس کے خاص فیملی ممبر کبھی منظرِ عام پر نہیں آتے اور جب کبھی آتے ہیں تو مختلف بہروپ میں ہوتے ہیں۔ انہیں پہچاننا ناممکن سا ہوجاتا ہے۔ اس بار

سونیا اور اس کا پوتا کھلی کتاب کی طرح پہچانے جارہے ہیں۔ لہٰذا اس موقع سے فائدہ اٹھالینا چاہیے۔"

وہ دونوں سوچنے لگے کہ فوری طور پر کیا کیا جاسکتا ہے۔ بڑی سوچ بچار کے بعد جیک کلر نے کہا "امریکا اور فرہاد کی دشمنی بڑے عرصے سے چلی آرہی ہے۔ اگر امریکی اکابرین کو معلوم ہوجائے کہ سونیا اپنے پوتے کے ساتھ چلی کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ہے تو وہ فرہاد کو کمزور بنانے کے لیے ان دونوں کو ضرور ٹریپ کرکے اپنا قیدی بنانے یا پھر انہیں مار ڈالنے کی کوشش کریں گے۔"

مہادھابی نے کہا "یہ بہترین آئیڈیا ہے۔ فرہاد کو ہم پر شبہ نہیں ہوگا کہ یہ سب کچھ ہماری سازشوں کے باعث ہوا ہے۔ وہ امریکی اکابرین کو ہی اپنا دشمن سمجھے گا۔"

جیک کلر نے خیال خوانی کے ذریعے امریکی اکابرین کے ایک اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا "ہیلو۔ کرنل مارٹن! تم مجھے نہیں جانتے لیکن میں تم سب کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے تمام اکابرین کے دماغوں میں اڑتا پھرتا ہوں۔ تم میں سے کوئی مجھ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔"

کرنل مارٹن نے پوچھا "تم کون ہو؟ اور میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

"یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں؟ بس اتنا جان لو کہ دشمن نہیں ہوں' دوست ہوں اور تمہیں بہت بڑا فائدہ پہنچانے آیا ہوں۔"

"تم نے پہلے کبھی مجھ سے رابطہ نہیں کیا۔ میرے لیے اجنبی ہو اور پہلی بار میرے پاس آتے ہی بہت بڑا فائدہ پہنچانے کی بات کررہے ہو۔ مجھے یقین تو نہیں آرہا ہے پھر بھی معلوم کرنا چاہوں گا کہ تم مجھے کس نوعیت کا فائدہ پہنچانا چاہتے ہو؟"

"مجھے سونیا کا موجودہ پتا ٹھکانا معلوم ہے۔ وہ اپنے پوتے کے ساتھ ایک ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہے۔"

"مسٹر! تمہاری نظریں دھوکا کھاسکتی ہیں۔ ایسا بارہا ہوچکا ہے کہ ہم نے فرہاد اور سونیا کو کہیں نہ کہیں ٹریپ کیا ہے۔ کبھی انہیں قیدی بنایا' کبھی انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ اصلی نہیں تھے۔ سونیا کی یا فرہاد کی ڈمی تھے۔"

"تم یقین کرو۔ اس بار دھوکا نہیں ہوگا۔ جس طرح کوئی اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ سورج مشرق سے نکل کر مغرب میں ڈوب جاتا ہے اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ثابت ہوگی کہ جسے تم ٹریپ کرو گے' قیدی بناؤ گے یا موت کے گھاٹ اتارو گے۔ وہ اصلی سونیا ہوگی اور اس کا پوتا بھی اصلی ہوگا۔"

"جب تم کہہ رہے ہو تو ہم یقین کرلیں گے۔ سونیا اور اس کے پوتے کو گھیر کر گرفتار کرلیں گے لیکن تم ایک سوال کا جواب دو۔"

"بولو۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"تم فرہاد سے دشمنی کررہے ہو۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو بھی آلۂ کار بناکر سونیا اور اس کے پوتے کو ہلاک کرسکتے ہو پھر خود ایسا کیوں نہیں کررہے ہو؟"

"ہم فرہاد کی نظروں میں نہیں آنا چاہتے اور نہ ہی یہ چاہتے ہیں کہ اسے کسی بھی طرح ہم پر شبہ ہو۔ اسی لیے ہم آلۂ کار کے طور پر تمہیں اتنی بڑی خبر سنا رہے ہیں۔ جو کچھ کرنا ہے' تم کرو۔ کیونکہ فرہاد کے ساتھ تمہاری دشمنی برسوں سے چلی آرہی ہے۔"

"بے شک۔ تمام دشمن اس کے مقابلے میں میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ صرف ایک امریکا ہے جو اس کے مقابلے پر ڈٹا رہتا ہے۔ اب بتاؤ۔ سونیا اپنے پوتے کے ساتھ کہاں ملے گی؟"

"اس سے پہلے یہ سن لو کہ فرہاد نے مجھے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا ہے۔ لہٰذا میں وہ نقصان پورا کرنا چاہوں گا۔ اگر تم سوئزرلینڈ کے ایک بینک اکاؤنٹ میں فوراً ہی دو کروڑ ڈالرز جمع کرادو تو میں ابھی اس کا صحیح پتا بتادوں گا۔"

"یہ رقم تمہارے بینک میں ٹرانسفر کی جائے گی لیکن اس میں وقت لگے گا۔ ایسا نہ ہو کہ اس وقت تک سونیا ہاتھ سے نکل جائے۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ وہ اس ہوٹل کے سویٹ میں بہت مطمئن ہے۔ میں اس کے پوتے کے دماغ میں رہ کر اس کے تازہ ترین حالات سے باخبر رہتا ہوں۔ تم میرا مطالبہ پورا کرنے کی بات کرو۔"

"تمہیں انتظار کرنا ہوگا۔ میں دوسرے اکابرین سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔"

کرنل مارٹن نے تمام امریکی اکابرین کو باری باری مخاطب کیا اور جب انہیں بتایا کہ سونیا اور اس کے پوتے کو فوراً ہی باآسانی گرفتار کرکے فرہاد کی ایک بہت بڑی کمزوری سے کھیلا جاسکتا ہے تو وہ سب ہی اس بات پر راضی ہوگئے کہ مخبر کے بینک اکاؤنٹ میں دو کروڑ ڈالرز جمع کرادیے جائیں۔

ایک گھنٹے کے اندر سوئزرلینڈ کے ایک بینک اکاؤنٹ

میں دو کروڑ ڈالرز جمع کروا دیے گئے۔ تب جیک کلر نے انہیں بتا دیا کہ چلی کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے سوئٹ میں سونیا اور عدنان موجود ہیں۔ وہ امریکی اکابرین سے سودا کرنے کے دوران میں بار بار عدنان کے دماغ میں جاتا رہا تھا اور یہ یقین کرتا رہا تھا کہ وہ اپنی دادی کے ساتھ اسی ہوٹل کے سوئٹ میں موجود ہے۔

امریکی اکابرین نے برازیل کے گورنر سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا "چلی کے ایک ہوٹل میں فرہاد کی وائف سونیا اپنے پوتے کے ساتھ موجود ہے۔ اس ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر کر ان دونوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ انہیں فرار ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔ اگر سونیا بھاری پڑ جائے اور فرار ہونا چاہے تو فوراً ہی اسے گولی مار دی جائے۔"

برازیل کے گورنر نے کہا "آپ یہ نہیں جانتے کہ پانچ گھنٹے پہلے فرہاد علی تیمور نے ایک طیارے کے سیکڑوں مسافروں کی جانیں بچائی ہیں۔ برازیل کے ایک بہت ہی بدنام دہشت گرد گنگ بوگارٹا نے میرے بیٹے کو اغوا کیا تھا اور اسے جان سے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ فرہاد نے میرے بیٹے کو زندہ سلامت مجھ تک پہنچایا ہے۔ میں اس کا احسان مند ہوں اور اس کی بیوی اور اس کے پوتے کو کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

ایک حاکم نے حیرانی سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا فرہاد سے برسوں سے جاری رہنے والی دشمنی کو بھول گئے ہو؟ اس نے ہمارے کئی اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کیا اور ہماری کئی ایٹمی تنصیبات کو تباہ کر دیا۔ روس کبھی بہت بڑا سپر پاور رہا تھا۔ اس نے بھی ہمیں اتنے نقصانات نہیں پہنچائے، جتنے کہ فرہاد پہنچا چکا ہے اور تم ان تمام نقصانات کو بھول رہے ہو؟"

گورنر نے کہا "فرہاد پورے امریکا کا دشمن ہے۔ یہ میں کبھی بھول نہیں سکتا لیکن آج اس نے مجھ پر جو احسان کیا ہے یہ بھی میری زندگی میں ہمیشہ یاد گار رہے گا۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ یہ میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ فرہاد نہ ہوتا تو دنیا کی کوئی طاقت میرے بیٹے کو زندہ سلامت نہ رکھ پاتی۔"

اکابرین میں سے ایک نے پوچھا "اس کا مطلب ہے، تم اس سنہری موقع سے فائدہ نہیں اٹھاؤ گے۔ ہمیں فرہاد کو کمزور بنانے کا موقع نہیں دو گے؟"

"مجھے افسوس ہے۔ فرہاد نے جتنا بڑا احسان مجھ پر کیا ہے۔ اس احسان مندی کا تقاضا ہے کہ میں اس کی بیوی اور پوتے کو نقصان نہ پہنچاؤں اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچانے دوں۔"

کرنل مارٹن نے کہا "تم اچھی طرح جانتے ہو کہ فرہاد علی تیمور اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں برسوں سے نقصان پہنچاتے آ رہے ہیں۔ اگر اس نے تمہیں ایک فائدہ پہنچایا، اور تمہارے ایک بیٹے کی جان بچائی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم برسوں کے نقصان کو فراموش کر دیں۔"

ایک اور حاکم نے کہا "ہمارے اور تمہارے درمیان ایک مضبوط سیاسی رشتہ ہے۔ تم اس رشتے کی نفی نہ کرو۔ اس رشتے کو اور مضبوط کرو۔ سونیا اور اس کے پوتے کو گرفتار کر کے ہمارے حوالے کر دو۔"

"مجھے افسوس ہے، میں ایسا نہیں کروں گا اور نہ ہی آپ کو کرنے دوں گا۔"

"فرہاد سے تمہیں جذباتی لگاؤ پیدا ہو گیا ہے۔ جبکہ سیاست میں جذبات کو کبھی اہمیت نہیں دی جاتی۔ سیاست میں نہ باپ بیٹے کا ہوتا ہے اور نہ بھائی بھائی کا ہوتا ہے۔ صرف اقتدار اور حکمرانی کو اہمیت دی جاتی ہے۔ بہرحال ہم تمہیں ایک گھنٹے کا وقت دیتے ہیں۔ تم اچھی طرح سوچ لو۔ فرہاد کو کمزور بنانے کا اس سے اچھا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔"

انہوں نے برازیل کے گورنر سے رابطہ ختم کر دیا پھر فوراً ہی چلی شہر میں مصروف سراغ رسانوں کے ابطہ کر کے بتایا کہ سونیا اپنے پوتے کے ساتھ کس ہوٹل کے سوئٹ میں موجود ہے۔ برازیل کا گورنر انہیں گرفتار کرنے کے سلسلے میں تعاون کرنے سے انکار کر رہا ہے۔ لہٰذا وہاں کی حکومت سے کسی قسم کا بھی تعاون حاصل نہ کیا جائے۔ فوراً ہی اس ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر کر ان دادی اور پوتے کو گرفتار کر لیا جائے۔

انہوں نے اپنے تمام سراغ رسانوں کو اچھی طرح آگاہ کی اور سختی سے کہہ دیا کہ سونیا کو فرار ہونے کا موقع ہرگز نہ دیا جائے۔ اگر وہ ہمیشہ کی طرح ہاتھ سے پھسلنے والی ہو تو اسے ہی بلا تذبذب گولی مار دی جائے۔

اسی... وقت عدنان کی آنکھ کھل گئی، وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے آگہی ملی تھی کہ اسے ہوٹل سے چلے جانا چاہیے۔ وہ چلا جائے گا تو اس کی دادی کو بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ محفوظ رہے گی۔

اس نے سوئٹ کے بیڈ روم سے نکل کر ہر طرف دادی کو تلاش کیا۔ وہ ائرپورٹ کی طرف گئی ہوئی تھی۔ اسے نظر

نہیں آئی۔ وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا پھر ہوٹل سے باہر چلا گیا۔

چلی میں رہنے والے تمام امریکی جاسوس مسلح ہو کر ہوٹل کی طرف آئے تھے۔ اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا پھر کئی جاسوس اس سوئٹ میں آئے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ اپنے اپنے ہتھیار سنبھال کر دندناتے ہوئے سوئٹ کے اندر پہنچے تو وہ خالی تھا۔ اس کے کسی حصے میں نہ تو سونیا تھی اور نہ ہی اس کا پوتا نظر آیا تھا۔ وہ سوئٹ سے باہر آ کر ہوٹل کے مختلف حصوں میں انہیں تلاش کرنے لگے۔

فون کے ذریعے انہوں نے امریکی اکابرین سے کہا۔ "ہمیں شاید غلط انفارمیشن ملی ہے؟ یہاں نہ تو سونیا ہے اور نہ ہی اس کا پوتا ہے۔"

انہوں نے پوچھا "کیا تم نے ہوٹل کے کاؤنٹر پر معلوم کیا تھا؟"

"ہاں۔ ہمیں معلوم ہوا تھا کہ ایک عورت اپنے چھوٹے سے بچے کے ساتھ آئی تھی لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ ان دونوں کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟ وہ دادی پوتا ہیں یا ماں بیٹا ہیں؟ ہم نے اس سوئٹ کے اندر اور باہر ہر جگہ انہیں تلاش کیا ہے۔"

"وہی عورت سونیا ہو گی۔ اپنے پوتے کے ساتھ کہیں فرار ہو گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، اسے پہلے ہی تمہاری آمد کی اطلاع مل چکی ہو گی اور یقیناً یہ برازیل کے گورنر نے کیا ہو گا۔ بہرحال انہیں پورے چلی شہر میں تلاش کرو۔"

ایسے ہی وقت سونیا ہوٹل میں واپس آ کر عدنان کو تلاش کر رہی تھی۔ پہلے اس نے سوئٹ میں دیکھا۔ اسے پتا نہیں تھا کہ مسلح دشمن اسے پہلے وہاں تلاش کرنے کی کوشش میں ناکامی کے بعد اب ہوٹل کے مختلف حصوں میں اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ میں کبھی عدنان کے دماغ میں جاتا تھا۔ اس وقت اس کے اندر مختلف خیالات کی لہریں ایسے گڈمڈ ہو رہی تھیں کہ اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں پھر سونیا کے اندر واپس آ جاتا تھا۔

وہ ہوٹل کی کاؤنٹر گرل کے پاس آ کر بولی "میں اپنے پوتے کو یہاں اپنے سوئٹ میں چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ اب وہاں نہیں ہے۔ کیا تم میں سے کسی نے اسے باہر جاتے دیکھا ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے کہا "او مائی گاڈ! آپ وہی سوئٹ نمبر تھیں۔ فار گاڈ سیک۔ کہیں چھپ جائیں یا پھر یہاں سے چلی جائیں۔ بہت سے مسلح افراد آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔"

اس کاؤنٹر کے پاس دو افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے قریب آ کر کہا "آپ میڈم سونیا ہیں؟"

سونیا نے چونک کر اسے دیکھا۔ میں فوراً ہی اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سونیا سے کہہ رہا تھا "آپ خطرات میں گھری ہوئی ہیں۔ ہمیں گورنر صاحب نے حکم دیا تھا کہ ہم آپ کی حفاظت کریں اور آپ کو کسی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا دیں۔ پلیز۔ ہمارے ساتھ چلیں۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں آ کر کہا "میں اس کے مختصر سے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ یہ درست کہہ رہا ہے۔ اسے یہاں کے گورنر نے تمہاری حفاظت کے لیے بھیجا ہے۔ فوراً یہاں سے نکل چلو۔"

وہ ان دو آدمیوں کے ساتھ جاتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولی "مگر عدنان کا کیا ہو گا؟ پتا نہیں وہ کہاں بھٹک رہا ہے؟ ہم اسے کیسے تلاش کریں گے؟"

"اسے کسی نہ کسی طرح تلاش کیا جائے گا۔ تم ان کے ساتھ جاؤ۔ میں ابھی تمہارے پاس واپس آؤں گا۔"

میں برازیل کے گورنر کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولا "مسٹر فرہاد! اچھا ہوا، آپ آ گئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ آپ سے کس طرح رابطہ کروں؟"

"میں نے ابھی دیکھا ہے، آپ کے آدمی میری وائف کو کسی محفوظ پناہ گاہ کی طرف لے گئے ہیں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"شکریہ ادا کر کے مجھے شرمندہ نہ کریں۔ آپ نے میرے اکلوتے بیٹے کی جان بچائی ہے۔ آپ کے بیوی بچوں کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔"

"آپ نے میری وائف کی حفاظت کے انتظامات کیے ہیں لیکن اب بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ میرا پوتا عدنان کہیں گم ہو گیا ہے۔ وہ اسی شہر میں ہے۔ پلیز۔ اسے تلاش کرنے کے انتظامات کریں۔"

اس نے فوراً ہی پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے رابطہ کیا اور کہا "پورے شہر کی ناکہ بندی کرو۔ چار یا پانچ برس کا بچہ کہیں بھی تمہارا دکھائی دے تو اسے بحفاظت ہمارے پاس پہنچا دو۔"

میں نے کہا "یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تنہا ہو۔ کسی عورت یا مرد کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے جب بھی کسی بچے پر شبہ ہو تو آپ ایک فون نمبر نوٹ کریں۔ اس نمبر پر اطلاع دیں۔ ہم فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اس بچے اور اس کے ساتھ

رہنے والوں کے دماغوں تک پہنچ کر حقیقت معلوم کرلیں گے۔"

میں نے اسے پورس کے موبائل فون کا نمبر دیا پھر اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے سے کہا کہ "وہ برازیل کے گورنر کے اندر موجود رہے۔ جب کوئی اطلاع ملے تو ہمیں فوراً باخبر کرے اور خود اس بچے کے پاس پہنچ کر معلوم کرے کہ وہ عدنان ہے یا نہیں۔"

پارس اور پورس اس شہر میں آچکے تھے۔ میں نے ان کے پاس پہنچ کر کہا "ابھی اس ہوٹل میں نہ جاؤ۔ تمہاری مما ایک محفوظ پناہ گاہ کی طرف گئی ہیں۔ تم فی الحال اپنی ماں سے دور رہو۔ عدنان پھر کہیں غائب ہوگیا ہے اور کچھ دشمن تمہاری ماں کے پیچھے پڑگئے ہیں۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ دشمن کون ہیں؟"

پھر میں اس ہوٹل کے منیجر کے اندر آیا۔ اس وقت وہ تین مسلح افراد کو ہوٹل سے باہر جاتے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے انہیں مخاطب کیا۔ ان میں سے ایک نے پلٹ کر کہا "معلوم ہوتا ہے، تم نے اس عورت کو اور اس کے بچے کو کہیں چھپایا ہے؟ اگر ایسا کیا ہے تو ہم تمہارے پورے ہوٹل کو تباہ و برباد کردیں گے۔"

اس نے کہا "ہم پر شبہ نہ کرو۔ تم لوگوں نے ہوٹل کے گراؤنڈ فلور سے لے کر بائیسویں منزل تک انہیں تلاش کیا ہے۔ وہ دونوں یہاں نہیں ہیں۔ پلیز۔ ہمارے ہوٹل میں کوئی ہنگامہ نہ کرو۔ ورنہ یہاں آنے والے دہشت زدہ رہیں گے۔"

میں اس بولنے والے مسلح شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ سب امریکی جاسوس ہیں۔ انہیں امریکی اکابرین کی طرف سے احکامات جاری کیے گئے ہیں کہ وہ اس ہوٹل میں آکر سونیا اور اس کے پوتے کو گرفتار کرلیں یا قتل کردیں۔

میں نے اس کے ذریعے اس کے دوسرے ساتھیوں کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ معلوم ہوا وہ کوئی پندرہ جاسوس ہیں۔ ان میں سے کچھ ہوٹل کے باہر دور تک انہیں تلاش کرنے گئے ہیں۔ باقی کچھ ہوٹل کے اندر ہیں اور کچھ ہوٹل کے احاطے اور پارکنگ ایریا میں بھٹک رہے ہیں۔ ان سب کے پاس موبائل فون تھے اور وہ سب موبائل فون کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کررہے تھے اور یہ بتا رہے تھے کہ سونیا اس بچے کے ساتھ کہیں نظر نہیں آرہی ہے۔

میں ان کے باہمی رابطے کے دوران میں ایک ایک فرد کے اندر پہنچتا جارہا تھا پھر میں امریکی اکابرین کے دماغوں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا انہیں سونیا اور عدنان کا پتا ٹھکانا کیسے معلوم ہوا، جبکہ اپنے اصلی روپ میں نہیں تھی اور عدنان کو امریکی ابھی جانتے نہیں تھے۔ انہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ ایک ہوٹل میں قیام پذیر ہیں؟

ان کے چور خیالات نے بتایا کہ کسی ٹیلی پیتھی والے نے کرنل مارٹن سے رابطہ کرکے بتایا تھا کہ وہ اس کے پوتے کا موجودہ پتا ٹھکانا جانتا ہے۔ اگر اسے ڈالرز ادا کیے جائیں۔ تو وہ انہیں ابھی سونیا تک پہنچا گا۔

انہوں نے دو کروڑ ڈالرز اسے ادا کیے تھے اور سونیا اور عدنان کا پتا معلوم کرنے کے بعد انہوں نے تمام مسلح سراغ رسانوں کو ان کے پیچھے لگا دیا تھا۔ میں اکابرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تمہارے دو کروڑ پانی میں گئے اور اب اس کے بعد تم کتنا زبردست اٹھاؤ گے۔ یہ تمہیں ابھی معلوم ہونے والا ہے۔"

وہ سب پریشان ہوگئے۔ کرنل مارٹن نے کہا "مسٹر تم ہمیں غلط سمجھ رہے ہو۔ ہم تمہاری وائف اور پو دشمن نہیں ہیں۔ اگر کچھ مسلح افراد انہیں تلاش کر اور انہیں قتل کردینا چاہتے ہیں تو ان سے ہمارا کوئی نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرچکا ہوں اور تم لوگوں کے چور خیالات بھی نہیں بول سکتے۔ چلی میں تمہارے پندرہ جاسوس ہیں ان کا نام کرو پھر بعد میں اور بہت کچھ ہوگا۔"

وہ جانتے تھے کہ ان کی یہ سازش ہم سے چھپی رہے گی۔ اس لیے انہوں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی والوں کو الرٹ رکھتے ہوئے انہیں ہدایات دی تھیں چلی میں موجود پندرہ جاسوسوں کے اندر آتے جاتے رہیں ہمیں ان کے خیالات پڑھنے کا موقع نہ دیں۔

انہیں پتا ہی نہ چلا کہ میں کب ان کے دماغوں گیا اور ان کے اندر کی سازش معلوم کرکے چلا آیا۔ انہیں وہ رہ رہ کر یہ اطلاع مل رہی تھی کہ ان کے جاسوس ایک ایک کرکے مارے جارہے ہیں اور اس طرح کہ وہ دوسرے کو مار رہے ہیں یا پھر خودکشی کررہے ہیں۔

میرے اور ان امریکی اکابرین کے درمیان رہتی تھی۔ ابھی آگے بہت کچھ ان کے خلاف ہونے

اور اس کے علاوہ یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ کس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے انہیں سونیا اور عدنان کا موجودہ پتا بتایا تھا اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچنا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔

○☆○

اعلیٰ بی بی چاہتی تھی کہ فرمان جادوگروں کے چکر میں نہ پڑے۔ وہ اسے چنڈال جوگیا سے بچائے رکھنا چاہتی تھی۔ لہٰذا اسے انیتا سے دور رکھنا ضروری تھا۔

اس نے کبریا کے ذریعے انیتا پر تنویمی عمل کرایا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ فرمان کو بھول جائے گی۔ اس کا پیچھا چھوڑ کر جوگی بڑبولا کے پاس چلی جائے گی۔

ایسا کرنے کے باوجود انیتا اور فرمان ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے۔ اتفاق سے وہ دونوں ہی جوگی بڑبولا کے استھان میں پہنچ گئے۔ وہاں جو کچھ ہوا اس کا ذکر گذشتہ قسط میں کیا جاچکا ہے۔ جوگی بڑبولا نے اپنے کالے جادو کے ذریعے فرمان کو اپنا معمول اور غلام بنایا تھا لیکن اسی فرمان کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ الپا چاہتی تو وہ انیتا اور فرمان کو جدا کرسکتی تھی لیکن جوگی بڑبولا نے کچھ ایسی صورتِ حال پیدا کردی تھی کہ انیتا کی آبرو خطرے میں پڑگئی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ بڑبولا اپنے کالے عمل سے انیتا کو بھی اپنی داسی بنا کر اس کی آبرو سے کھیلتا رہے۔ یہ بڑے شرم کی بات تھی۔ الپا ایک عورت کی توہین برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ اس لیے اس نے فرمان اور انیتا کو موقع دیا کہ وہ اس کے جادوئی شکنجے سے نکل جائیں۔ اسے ہلاک کرکے پھر ایک دوسرے کے ہوجائیں۔

اعلیٰ بی بی نے الپا سے کہا "میں ان دونوں کو ہمیشہ کے لیے جدا کردینا چاہتی تھی لیکن سسٹر! تم نے انیتا کی آبرو بچانے کے لیے انہیں پھر ایک دوسرے سے ملا دیا ہے۔ تم بہت عظیم ہو۔ انیتا ہماری دشمن ہی سہی لیکن ہم اس کی عزت و آبرو کے دشمن نہیں بن سکتے تھے۔ چلو۔ اچھا ہے' انہیں ایک دوسرے سے ملنے دو۔"

اعلیٰ بی بی اور فرمان کی دوستی ایک عرصے سے چلی آرہی تھی۔ یہ خیال کیا جاسکتا تھا کہ شاید ان میں محبت اور عشق کے جذبات پیدا ہوچکے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اعلیٰ بی بی اس دوران میں فرمان کو چاہتی رہی تھی لیکن اس سے کبھی عشق نہیں کیا تھا۔ اسے اپنا بہترین دوست سمجھتی تھی اور چاہتی تھی کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں بھیج کر ایک مکمل تربیت یافتہ فائٹر بنایا جائے۔

فی الحال ایسا نہیں ہوسکتا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے فرمان کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ وہ انیتا کے ساتھ پھر ایک شہر میں آیا۔ وہ اسے اپنے باپ چنڈال جوگیا کے پاس لے جانا چاہتا تھا۔ جبکہ فرمان ابتدا ہی سے چنڈال جوگیا کو پسند نہیں کرتا تھا اور اس سے دور رہنا چاہتا تھا۔ اس نے انیتا سے کہا "ہم کسی ہوٹل میں قیام کرکے کچھ عرصہ تنہا وقت گزاریں گے۔ پھر سوچیں گے کہ ہمیں کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے؟"

وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں آگئے۔ اعلیٰ بی بی نے فرمان کی لاعلمی میں اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ میں یہ بات اچھی طرح نقش کردی تھی کہ وہ بدستور چنڈال جوگیا سے نفرت کرتا رہے گا اور کبھی اس کے پاس نہیں جائے گا۔ اگر انیتا اسے جبراً اپنے باپ کے پاس لے جانا چاہے گی تو اس کی محبت سے بھی باز آجائے گا۔

دوسری طرف چنڈال جوگیا بہت پریشان تھا۔ پہلے اس کالے منتروں کے ذریعے فرمان کو اپنی طرف بلا رہا تھا۔ اسے پتا چلا کہ کوئی دوسرا جادوگر اس کے مقابلے پر آرہا ہے اور اس نے فرمان کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ حالات میں اسے اپنی بیٹی کی فکر ہوئی کہ پتا نہیں اس کے ساتھ کیا ہورہا ہوگا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے انیتا کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ خیال خوانی کی لہریں واپس آگئیں۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگا "میری بیٹی نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ وہ سانس کیوں روک رہی ہے؟ اس پر بھی کسی نے عمل کیا ہے؟

گذشتہ قسط میں چنڈال جوگیا کے بیٹے ہنس راج جوگیا کا ذکر ہوچکا ہے۔ ان کے ہندو عقیدے کے مطابق انسان ایک بار مرنے کے بعد تقریباً سات بار جنم لیتا ہے۔ انیتا نوجوان انیل شرما سے محبت کرتی تھی۔ وہ ہنس راج جوگیا کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس کے بعد چنڈال جوگیا نے بیٹی کو یقین دلایا تھا کہ وہ غم نہ کرے اس کا انیل جلد ہی دوسرا جنم لے کر اس دنیا میں آئے گا۔

پھر اتفاق یہ ہوا کہ ایک ٹرین میں دورانِ سفر فرمان، اعلیٰ بی بی کا سامنا انیتا اور ہنس راج جوگیا سے ہوگیا۔ فرمان کو دیکھتے ہی اس پر مرمٹی۔ یقین سے کہنے لگی کہ یہ محبوب انیل دوسرا جنم لے کر اس دنیا میں آچکا ہے۔

یہ ہندوانہ عقیدہ ہے کہ جب محبت کرنے والے مرجاتے ہیں تو دوسرے جنم میں ایک دوسرے سے ضرور ملتے ہیں۔ چنڈال جوگیا نے بیٹی سے کہا "انیل تو ایک بار دوسرا جنم لے چکا ہے۔ اب انیتا کو بھی مرنا ہوگا اور دوسرا جنم لینا ہوگا یا پھر کیونکہ ہنس راج جوگیا نے انیل کو بچپن

میں قتل کیا تھا۔ لہٰذا ہنس راج کو اپنی جان دینی ہوگی۔

انیتا ایک تو موت سے بہت ڈرتی تھی۔ دوسرا یہ کہ انیل کو دوبارہ پالینے کے بعد اب مرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے باپ سے کہا "کوئی دوسرا راستہ اختیار کرو۔ مجھے مرنے نہ دو۔ میں اپنے انیل کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

باپ نے اپنے بیٹے ہنس راج کو حکم دیا کہ وہ آتما ہتھیا' یعنی خودکشی کرکے اپنی جان دے دے۔ اسے بھی دوسرا جنم فوراً ہی مل جائے گا۔

ہنس راج جوگیا نے باپ کے حکم کے مطابق چلتی ٹرین سے چھلانگ لگا کر اپنی جان دے دی۔ چنڈال جوگیا اپنے اندر آتما لیتی رکھتا تھا۔ اس نے بیٹے کے مرتے ہی اس کی آتما کو ایک دوسرے جوان کے اندر پہنچا دیا۔ اس طرح اس کا بیٹا مرنے کے فوراً بعد ہی دوسرا جنم لے چکا تھا۔

نامل ناڈو انٹیلی جنس کا چیف بہت بیمار تھا۔ اسپتال میں ایڈمٹ تھا۔ باقاعدہ علاج کے بعد وہ زندہ سلامت اپنے گھر واپس جاسکتا تھا لیکن چنڈال جوگیا نے اپنے کالے منتروں کے باعث اسے مار ڈالا۔ جیسے ہی اس کی آتما باہر نکلی تو اس نے اپنے بیٹے کی آتما کو اس کے جسم میں داخل کردیا۔ اسپتال میں ڈاکٹروں اور اس بیمار کے رشتے داروں کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس کی جان نکل گئی تھی۔ وہ مرچکا تھا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں زندہ ہوگیا تھا۔ اب وہ اوپر سے نامل ناڈو انٹیلی جنس کا چیف تھا لیکن حقیقتاً اندر سے ہنس راج جوگیا بن چکا تھا۔

انٹیلی جنس کے اس چیف کا نام رنجیت ورما تھا۔ وہ فوراً ہی بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ ایک ڈاکٹر اس کا معائنہ کررہا تھا۔ اسے دیکھ کر حیرانی سے بولا "ابھی تو آپ کمزوری کے باعث اٹھ نہیں پا رہے تھے۔ یہ اچانک کیا ہوگیا ہے؟"

ہنس راج جوگیا نے کہا "میں کیا بتاؤں' کیا ہوگیا ہے؟ آپ ڈاکٹر ہیں۔ پتا نہیں آپ مجھے کیسی دوائیں دیتے رہے ہیں؟ شاید ان کا اچانک ری ایکشن ہوا ہے۔ میں بہت زیادہ توانائی محسوس کررہا ہوں۔"

اس ڈاکٹر نے دوسرے ڈاکٹروں کو بھی بلایا۔ سب نے اس کا اچھی طرح معائنہ کیا۔ اس کے رشتہ دار بھی اس کمرے میں جمع ہوکر اسے حیرانی سے اور خوشی سے دیکھ رہے تھے۔

ڈاکٹروں کی سمجھ میں نہیں آیا۔ انہوں نے کہا "یہ تو چمتکار ہوگیا ہے۔ ہم تو مایوس ہوگئے تھے۔ آپ کے نصیب اچھے ہیں۔ ہم آپ کو صحت یابی کی مبارک باد دیتے ہیں۔"

رنجیت ورما کی ماں نے پاس آکر بیٹے کو سینے سے لگایا۔ اس کی پیشانی کو چوم کر ڈاکٹر سے پوچھا "کیا ہم اپنے بیٹے کو گھر لے جاسکتے ہیں؟"

"بے شک۔ لے جاسکتے ہیں۔ یہ تو کسی پہلو سے بھی بیمار نظر نہیں آرہے ہیں۔"

وہاں رنجیت کا باپ' بھائی' بہن سب ہی دکھائی دے رہے تھے اور ایک نوجوان لڑکی بھی دور کھڑی مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔ ہنس راج جوگیا نے سوچ کے ذریعے اپنے باپ سے کہا "یہاں سب میرے لیے اجنبی ہیں۔ مجھے بتاؤ' یہاں کون میرا کیا لگتا ہے؟ اور وہ لڑکی مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہے؟"

چنڈال جوگیا نے باری باری ہر ایک کے اندر پہنچ کر ان کے مختصر سے خیالات پڑھے پھر بیٹے کو بتایا کہ اس کا کس سے کیا رشتہ ہے؟ اور وہ جو لڑکی ذرا دور کھڑی ہوئی ہے۔ وہ اس کی منگیتر ہے۔ اس کا نام لاج ونتی ہے۔ تجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ تو اب انٹیلی جنس کے چیف رنجیت ورما کے دماغ سے سوچا کرے اور اس کی ذہانت سے عمل کیا کرے گا۔ ابھی ان کے ساتھ اپنے عالیشان بنگلے میں جا اور عیش کر۔ اپنے گھر اور باہر کے تمام معاملات کو سمجھ لے۔ میں پھر کسی وقت تجھ سے کام لوں گا۔"

چنڈال جوگیا نے دو دنوں کے بعد ہی اپنے بیٹے سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا "میں بالکل اکیلا ہوگیا ہوں۔ میں انیل شرما (فرمان) کو کسی بھی طرح اپنے قابو میں کرکے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالینا چاہتا تھا اور ایسا کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا لیکن ابھی پتا چلا ہے کہ کسی پاکھنڈی نے اپنے کالے عمل سے فرمان کو اپنے قابو میں کرلیا ہے۔"

ہنس راج جوگیا نے حیرانی سے کہا "آپ سے بڑا کوئی تانترک نہیں ہے پھر آپ کے منہ سے نوالہ چھین کر لے جانے کی جرأت کس نے کی ہے؟"

"میں ابھی یہی معلوم کروں گا۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ تمہارے انٹیلی جنس کے جاسوس شانتی نگر میں بھی ہوں گے؟"

اس نے کہا "ہاں۔ یہاں بھی ہمارے جاسوس ہیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"شانتی نگر سے کچھ فاصلے پر صدیوں پرانے کھنڈرات ہیں۔ وہیں پہاڑی کے ایک غار میں جوگی بڑبولا رہتا ہے۔ اس نے انیتا اور انیل شرما کو وہاں دیکھ لیا ہوگا۔ اسی نے میرے خلاف ایسا کچھ کیا ہے کہ انیتا کے ساتھ انیل شرما بھی میرے

ہاتھ سے نکل چکا ہے۔"

"میں ابھی شانتی نگر کے ایک جاسوس افسر سے بات کرتا ہوں۔ آپ اس کے اندر پہنچ جائیں۔ وہ ابھی میرے حکم کے مطابق اس غار کے اندر جائے گا۔"

اس نے وہاں ایک جاسوس سے رابطہ کیا۔ چنڈال جوگیا نے اس کی آواز سن کر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اسے وہاں اس غار کی طرف لے گیا۔ وہ غار ویران ہو کر جوگی بڑبولا کے وجود سے خالی ہو چکا تھا۔ اس جاسوس نے دور تک اسے تلاش کیا تو ایک جگہ جوگی بڑبولا کی سر کچلی ہوئی لاش دکھائی دی۔

چنڈال جوگیا نے اپنے بیٹے سے کہا "جوگی بڑبولا تو مر چکا ہے۔ کسی نے اس کا سر پتھر سے کچل دیا ہے۔ پتا نہیں ایسا کس نے کیا ہے؟"

"اگر اس نے کالے منتروں کے ذریعے انیل شرما کو اپنی طرف بلایا تھا تو میں اندازے سے کہہ سکتا ہوں کہ انیل ہی اسے ہلاک کر کے اور اینتا کو لے کر کہیں چلا گیا ہے۔"

"پھر تو وہ اسی شانتی نگر کے کسی ہوٹل میں ہو گا یا اسے آس پاس کے شہروں میں تلاش کرو۔ میں کئی بار ان کے اندر جانے کی کوششیں کر چکا ہوں لیکن وہ سانس روک کر مجھے بھگا دیتے ہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ ہر شہر میں ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے جاسوس ہیں۔ میں سب سے کہتا ہوں کہ وہ تمام ہوٹلوں میں اور کرائے کے کاٹیجز میں ان کو تلاش کریں۔ ان کے بارے میں جلد ہی کچھ معلوم ہو سکے گا۔"

"ایک بات یاد رکھو۔ جب وہ مل جائیں تو انہیں یہ کبھی نہ بتانا کہ تم اینتا کے بھائی اور میرے بیٹے ہنس راج جوگیا ہو۔"

وہ فون کے ذریعے تمام چھوٹے بڑے شہروں کے جاسوسوں سے رابطہ کرنے لگا۔ انہیں اینتا اور انیل شرما کا حلیہ بھی بتایا پھر انہیں جلد سے جلد تلاش کرنے کی تاکید کی۔ اس وقت وہ اپنے بنگلے میں تھا۔ اس کی منگیتر لاج ونتی کے ماں باپ اس سے ملنے آئے تھے اور اس سے پوچھ رہے تھے کہ کب تک شادی کرنے کا ارادہ ہے؟

رنجیت ورما کو شادی اور گھر گرہستی سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ وہ دن رات اپنی ڈیوٹی میں مصروف رہتا تھا۔ لاج ونتی اس کے قریب آنا چاہتی تھی لیکن وہ محبت کے معاملے میں بالکل کورا تھا۔ ایک محبت کرنے والی کے احساسات اور جذبات کو نہیں سمجھتا تھا۔

اس کے برعکس ہنس راج جوگیا بہت ہی جذباتی اور ہوس پرست تھا۔ لاج ونتی کا حسن و شباب اسے للچاتا رہتا تھا۔ ان دونوں کے ماں باپ ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ لاج ونتی اس کے بیڈ روم میں آ گئی تھی۔ اس کے آتے ہی ہنس راج جوگیا نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

وہ پریشان ہو کر بولی "یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ہمارے بڑے کیا سوچیں گے؟"

"ہمارے بڑے ہمارے بارے میں سوچنے کے لیے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ ادھر نہیں آئیں گے تم پریشان مت ہو۔"

اس نے لاج ونتی کو کھینچ کر اپنے بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ شرما کے گھبرانے لگی۔ گھبراہٹ کے باوجود یہ سب اچھا لگ رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "رنجیت تمہیں ہوا کیا ہے؟ پہلے تو تم ایسے نہ تھے؟"

"ہاں۔ پہلے ایسا نہیں تھا مگر تم نے ایسا بنا دیا ہے۔ تمہاری سندرتا اور جوانی مجھے اپنی طرف کھینچنے لگی ہے تو اسے اور کھینچنے دو۔ مجھے اور قریب آنے دو۔"

وہ اسی کھینچ تان میں مصروف رہنا چاہتا تھا لیکن اس نے کسی طرح خود کو چھڑا کر دور ہوتے ہوئے کہا "میرا بھی دل تمہارے لیے تڑپتا ہے۔ میرا تن من سب کچھ تمہارے لیے ہے لیکن ابھی نہیں۔ شادی کے بعد۔"

اس نے پوچھا "کیا تم شادی سے پہلے میری نہیں ہو؟ میری بات نہیں مانو گی؟"

"میں تمہاری ہوں، تمہاری ہر بات مانوں گی، لیکن اس بات کی ضد نہ کرو۔"

"میں تو ضد کروں گا۔ بھوکے سے کہتی ہو کہ وہ اپنی بھوک نہ مٹائے، فاقے کرتا رہے؟ یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔"

اس نے لپک کر اسے پکڑنا چاہا لیکن وہ وہاں سے بھاگتی ہوئی دوسرے دروازے سے باہر چلی گئی۔ چنڈال جوگیا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"وہی ہو رہا ہے، جو آپ کی جوانی میں ہوا کرتا تھا۔ یہ لڑکی مجھے بہت تڑپا رہی ہے، ترسا رہی ہے۔"

"گدھے کے بچے! وہ تڑپاتی رہے گی تو کیا تو تڑپتا رہے گا؟ میرا کام خراب کرے گا؟ پہلے کام کی طرف دھیان دے۔ لڑکیاں تو ملتی ہی رہتی ہیں اور ملتی ہی رہیں گی۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "یلو۔ یس؟ میں رنجیت ورما بول رہا

ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی "سر! میں ہری پور ٹاؤن سے بول رہا ہوں۔ یہاں کے ہوٹل کے کاؤنٹر سے معلوم کیا گیا ہے۔ رجسٹر میں اینتا شرما اور انیل شرما کا نام لکھا ہوا ہے۔ وہ روم نمبر گیارہ میں موجود ہیں۔"

ہنس راج جوگیا نے کہا "تم چند سپاہیوں کے ساتھ دور ہی دور سے ان کی نگرانی کرتے رہو۔ ان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے ہری پور پہنچنے میں تین گھنٹے لگیں گے۔ میرا انتظار کرو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ چنڈال جوگیا نے کہا "میں اس جاسوس کے دماغ میں جا رہا ہوں۔ میں ان سب کے ذریعے ان کی نگرانی کرتا رہوں گا۔ تم جلد سے جلد وہاں پہنچنے کی کوشش کرو۔"

وہ لباس تبدیل کر کے بیڈ روم سے باہر آیا۔ ڈرائنگ روم سے گزرنے لگا تو لاج ونتی کے ماں باپ نے پوچھا "بیٹے! کہاں جا رہے ہو؟"

اس نے لاج ونتی کی طرف دیکھا۔ وہ شرما رہی تھی، اور اس سے نظریں چرا رہی تھی۔ اس نے کہا "انکل! میں شہر سے باہر جھیل کی طرف جا رہا ہوں۔ تنہا ہوں، دل نہیں لگ رہا ہے کیا میں لاج ونتی کو ساتھ لے جا سکتا ہوں؟ ہم ایک آدھ گھنٹے میں واپس آ جائیں گے۔"

لاج ونتی کی ماں نے کہا "ہاں ہاں۔ ضرور یہ تو تمہاری ہی امانت ہے۔ بیٹی لاج ونتی! جاؤ۔ رنجیت کو کمپنی دو۔"

لاج ونتی پریشان ہو گئی۔ وہ رنجیت کے ارادوں کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ اس نے کہا "ممی! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں آپ کے ساتھ گھر جا کر آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

باپ نے کہا "اگر طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو پھر تمہیں کھلی فضا میں آؤٹنگ کے لیے ضرور جانا چاہیے۔ رنجیت پہلی بار تمہاری محبت سے تمہیں ساتھ چلنے کو کہہ رہا ہے۔ جاؤ بیٹی! انکار نہ کرو۔"

اس نے بے بسی سے اپنے ماں باپ کو دیکھا۔ وہ ان سے یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ یہ اب پہلے والا رنجیت نہیں رہا ہے۔ بھوکا شیر بن گیا ہے۔ وہ ایسی باتیں بزرگوں کے سامنے نہیں کر سکتی تھی۔ خاموشی سے چلتے ہوئے اس کے ساتھ آ کر کار میں بیٹھ گئی۔ جوگیا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی پھر اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا "سہمی ہوئی ہرنی کی طرح کیوں بیٹھی ہو۔ کیا مجھ سے ڈر لگتا ہے؟"

"نہیں۔ تم میرے من مند کے دیوتا ہو۔ تم سے ڈر نہیں لگتا۔ بس میں محتاط رہنا چاہتی ہوں۔ شادی سے پہلے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگتا۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں ہمارے درمیان فاصلہ رکھو۔"

وہ تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اسے جلد سے جلد ہری پور ٹاؤن پہنچنا تھا لیکن دل میں شیطان اچھل رہا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ راستے میں واقع ریسٹ ہاؤس میں کچھ دیر قیام کر کے گا۔ اس کے حسن و شباب سے کھیلے گا پھر وہاں سے ہری پور کی طرف جائے گا۔

وہ شہر سے باہر آ گئے۔ جھیل کے قریب سے گزرنے لگے تب لاج ونتی نے پوچھا "آگے کہاں جا رہے ہیں؟ آپ تو جھیل کی سیر کرنا چاہتے تھے!"

"جھیل کی سیر کیا کرنی ہے۔ تمہاری سیر کرنے کا جو مزہ آئے گا اس کی بات ہی کچھ اور ہو گی آگے دس کلو میٹر کے فاصلے پر ایک ریسٹ ہاؤس ہے۔ ہم وہاں کچھ وقت گزاریں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "میں آگے نہیں جاؤں گی۔ واپس چلو۔"

"لاج ونتی! واپس چلنے کی بات نہ کرو۔ ابھی اپنا فیصلہ سنا دو کہ میری دھرم پتنی بننا چاہتی ہو یا نہیں۔؟ اگر تم آج میری بات نہیں مانو گی تو میں شادی سے انکار کر دوں گا۔"

"تم کیسی خود غرضی کی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تمہیں صرف میرے بدن سے پیار ہے؟ کیا میری عزت و آبرو اہم نہیں ہے؟"

"تمہاری عزت آبرو میرے کے لیے ہے۔ آج نہیں تو کل مجھے ہی اسے ملنا ہے۔ تو پھر انتظار کس بات کا؟"

وہ اسے غور سے دیکھ کر بولی "نہیں۔ تم پہلے والے رنجیت نہیں ہو۔ بالکل بدل گئے ہو۔ پلیز گاڑی روکو۔ واپس چلو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں وہ رنجیت نہیں ہوں۔ تمہارے حسن و شباب نے اس قدر للچایا ہے کہ بالکل بدل گیا ہوں۔"

وہ چیخ کر بولی "گاڑی روکو۔ میں تم سے محبت تو کر سکتی ہوں لیکن شادی سے پہلے اپنی عزت و آبرو تمہیں نہیں دے سکتی۔ گاڑی روکو۔ میں کہتی ہوں گاڑی روکو۔"

وہ اسٹیئرنگ پکڑ کر اسے جھٹکے دینے لگی۔ گاڑی بے قابو ہو کر ادھر سے ادھر ہونے لگی۔ اس نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ تھپڑ کھا کر اپنی سیٹ پر گر پڑی۔ اس کے

ماں باپ نے کبھی اسے انگلی نہیں لگائی تھی۔ وہ غصے سے پھٹ پڑی۔ چیخ چیخ کر کہنے لگی "تم رنجیت نہیں ہو۔ میرے رنجیت نہیں ہو۔ تم کوئی بہروپیے ہو۔ گاڑی روکو۔ ورنہ میں دروازہ کھول کر باہر کود پڑوں گی۔"

پیچھے سے ایک گاڑی آرہی تھی۔ اس گاڑی نے تیز رفتاری سے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکا تو ہنس راج جوگیا کو اپنی کار روکنی پڑی۔ آگے والی گاڑی سے دو مسلح افراد برآمد ہوئے۔ جوگیا کے پاس بھی ریوالور تھا۔ وہ ان سے مقابلہ کرسکتا تھا لیکن اسی وقت چنڈال جوگیا نے اس کے اندر آکر پوچھا "گدھے کے بچے! یہ کیا ہو رہا ہے؟ تجھے عورت کے معاملے میں صبر کرنے کو کہا تھا۔ تو میرا کام بگاڑ رہا ہے۔"

وہ بولا "پتا جی! میں آپ کا ہی کام کرنے جارہا ہوں لیکن راستے میں تھوڑی موج مستی کرلوں گا تو آپ کا کیا بگڑے گا؟"

"کیا تیرے پاس اتنی سی عقل نہیں ہے کہ ہری پور میں تجھے گھنٹوں لگ جائیں گے۔ اگر یہ دس بارہ گھنٹوں کے بعد گھر جائے گی تو ایک ہنگامہ برپا ہوگا۔ رنجیت ورما ایسا نہیں تھا' جیسا تو انہیں بن کر دکھا رہا ہے۔ تجھ پر شبہ کیا جائے گا۔ کیوں میرا کام خراب کررہا ہے۔ میں تجھ سے بعد میں نمٹ لوں گا۔"

یہ کہہ کر چنڈال جوگیا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ دونوں ریوالور والے قریب آگئے تھے اور لاج ونتی کار سے اتر کر ان کے پاس دوڑتی چلی گئی تھی اور ان سے کہہ رہی تھی "مجھے بچاؤ۔ اس آدمی سے بچاؤ یہ میرا منگیتر ہے مگر پاگل ہوگیا ہے۔ میری عزت سے کھیلنا چاہتا ہے۔"

ایک ریوالور والے نے آگے بڑھ کر ہنس جوگیا کا گریبان پکڑلیا پھر اسے جھٹکا دیتے ہوئے کہا "تجھے شرم نہیں آتی اپنے ہی گھر میں ڈاکا ڈال رہا ہے! اپنی ہی منگیتر کی عزت لوٹنا چاہتا ہے؟"

ہنس راج جوگیا کمزور نہیں تھا۔ جسمانی طور پر بھی شہ زور تھا۔ ان سے مقابلہ کرسکتا تھا لیکن چنڈال جوگیا نے اس وقت اس کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے اپنے قابو میں کررکھا تھا۔ وہ عاجزی سے بولا "بھائی! مجھ سے غلطی ہوگئی میں تم سے اور اپنی منگیتر سے معافی مانگتا ہوں۔ میں ایک ضروری کام سے جارہا ہوں۔ مجھے جانے دو۔"

"پہلے اپنی منگیتر کو عزت آبرو سے گھر پہنچاؤ۔ اس کے بعد کہیں جاؤ۔"

"میرا ہری پور جانا بہت ضروری ہے۔ اگر تمہیں لڑکی سے ہمدردی ہے تو تم ہی اسے اپنی گاڑی میں والپس لے جاؤ۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

لاج ونتی نے غصے سے کہا "اب مجھے تمہارے احسان کرنے کی اور شادی سے انکار کرنے کی کوئی پروا نہیں ہے میں اپنے ان دو بھائیوں سے کہتی ہوں کہ یہ تجھے میرے گھر پہنچادیں۔"

دوسرے ریوالور والے نے لاج ونتی کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "تم ہماری چھوٹی بہن ہو۔ آؤ! گاڑی میں بیٹھو ہم تمہیں لے جائیں گے۔"

وہ ان کی گاڑی میں جاکر بیٹھ گئی۔ ایک نے ہنس راج جوگیا سے کہا "تیری قسمت اچھی ہے کہ تو اس کا منگیتر ہے ورنہ ہم تجھے ابھی کتے کی موت مار دیتے۔"

وہ دونوں گاڑی میں جاکر واپسی کے لیے روانہ ہوگئے ان کے جانے کے بعد چنڈال نے غصے سے کہا "اب بھی کیوں کھڑا ہے؟ کار اسٹارٹ کر اور جلد سے جلد ہری پور پہنچ۔ میں وہاں انیتا اور انیل شرما کی نگرانی کررہا ہوں۔"

وہ کار میں سوار ہوکر ہری پور کی طرف جانے لگا چنڈال جوگیا پھر اس جاسوس کے اندر پہنچا جو ہری پور کے ایک ہوٹل میں انیتا اور فرمان کی نگرانی کررہا تھا۔ اس جاسوس کے ساتھ اور بھی کئی مسلح سپاہی تھے۔ اگر وہ ہوٹل سے نکل کر کسی دوسرے شہر کی طرف جانا چاہتے تو وہ سپاہی ان کا راستہ روک سکتے تھے۔ فی الحال وہ ان سے دور رہے چنڈال جوگیا نہیں چاہتا تھا کہ خوامخواہ انہیں روکا ٹوکا جائے وہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اسے اپنی بیٹی کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی تھی۔ ورنہ وہ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرسکتا تھا کہ آئندہ وہ کہاں جانا اور کیا کرنا چاہتی ہیں۔

چنڈال جوگیا کو شبہ تھا کہ اعلیٰ بی بی ... انیتا اور انیل کے دماغوں کو لاک کرکے خیال خوانی کے ذریعے ان کی نگرانی کررہی ہے۔ اگر وہ بیٹی کو اپنی طرف مائل کرنا چاہے گا تو اعلیٰ بی بی ضرور راستے کی دیوار بنے گی۔ اس سے کس طرح نمٹنا چاہیے۔ وہ یہی تدبیر سوچ رہا تھا۔

اس نے جاسوس کے ذریعے دیکھا۔ فرمان روم نمبر سے باہر آیا تھا پھر وہ کاؤنٹر کے پاس آکر پوچھ رہا تھا "کیا یہاں کوئی ڈاکٹر ہوگا؟ میری وائف کے پیٹ میں شدید درد ہے۔ وہ تکلیف سے بے چین ہے۔ مجھے فوراً ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔"

کاؤنٹر گرل نے کہا "آپ پریشان نہ ہوں۔ میں ابھی فون کرکے ڈاکٹر کو بلواتی ہوں۔"

سنتے ہی چنڈال جوگیا انیتا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے سانس نہیں روک سکتی تھی۔ اس لیے اس کے خیالات پڑھنے کا موقع مل گیا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ انیل شرما یعنی فرمان اس کی بیٹی کو بہکا کر اسے باپ سے بدظن کررہا ہے۔ اس نے انیتا سے کہہ دیا ہے کہ وہ چنڈال جوگیا کے پاس نہیں جائے گا اور نہ ہی اسے جانے دے گا۔ اگر انیتا کو اس سے محبت ہے تو وہ باپ کے پاس جانے کا خیال دل سے نکال دے۔

اس نے انیتا کو مخاطب کیا "بیٹی! میں تمہارا باپ بول رہا ہوں۔ میں نے صرف باپ بن کر ہی نہیں ماں بن کر بھی تمہیں پالا ہے۔ تمہیں محبتیں دینے میں کسی بات کی کمی نہیں کی۔ کیا تم مجھے انیل کی خاطر چھوڑ دو گی؟ میں تو تم سے یہ نہیں کہتا کہ میری خاطر انیل کو چھوڑ دو۔"

"پتا جی! میں بہت مجبور ہوں۔ انیل کی کسی بات سے انکار نہیں کرسکتی۔ اگر کروں گی تو یہ ناراض ہوجائے گا۔ مجھے چھوڑ کر اپنی کزن کے پاس چلا جائے گا۔"

"تم خوامخواہ ڈر رہی ہو' وہ تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا۔ میں اسے اپنے کالے عمل سے اس طرح باندھ کر رکھوں گا کہ وہ ہمیشہ تمہارا غلام بن کر رہے گا۔"

"نہیں پتا جی! میں اسے آپ کے جادو سے نہیں۔ صرف اپنی محبت سے اپنا بنانا چاہتی ہوں۔ آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ کبھی اس پر کالا عمل نہیں کریں گے۔ وہ آپ کی انہی حرکتوں کے باعث آپ سے نفرت کرتا ہے۔ مجھ پر بھروسا کریں میں آہستہ آہستہ اس کے دل میں آپ کے لیے محبت پیدا کروں گی۔"

"اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو میری ایک بات مان لو۔ اپنے باپ کو اپنے اندر آنے سے نہ روکا کرو۔ تم کیوں سانس روک لیتی ہو؟"

"میں مجبور ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ کیوں سانس روک لیتی ہوں۔ بس پرائی سوچوں کو محسوس کرتے ہی خود بہ خود میری سانس رک جاتی ہے۔"

"میں انیل کی کزن کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرچکا ہوں۔ اس کا نام اعلیٰ بی بی ہے اور وہ فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہے۔ تم سے دشمنی کررہی ہے۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کردیا ہے اور تمہارے ذہن میں یہ بات نقش کردی ہے کہ کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرو گی اور تم بے اختیار یہی کرتی ہو۔"

"پتا جی! انیل کی ہر بات میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ میں اس کے حکم کے مطابق آپ سے دور رہوں گی مگر آپ کے لیے میرا دل تڑپتا رہے گا۔ آپ میری بات مان لیں' اس پر کالا عمل نہ کریں۔ میں رفتہ رفتہ اسے آپ کی طرف مائل کرلوں گی۔"

"بیٹی! یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ وہ کبھی میری طرف مائل نہیں ہوگا اور نہ ہی اعلیٰ بی بی اسے میری طرف جھکنے دے گی۔ تم کبھی انیل سے یہ نہیں کہنا کہ میں تمہارے دماغ میں آکر تم سے باتیں کرتا رہا تھا۔ آئندہ بھی مجھے موقع ملے گا اور تم مجھے اپنے اندر آنے دو گی تو یہ معاملہ ہم باپ بیٹی کے درمیان ہی رہے گا۔"

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن چپ ہوگئی۔ فرمان ایک ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں آیا تھا۔ اس نے پوچھا "اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ کیا اب بھی تکلیف ہے؟"

"نہیں۔ پیٹ کا درد اچانک ہی غائب ہوگیا ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"عجیب ہے۔ ابھی تو تم تکلیف سے تڑپ رہی تھیں؟"

پھر اس نے ڈاکٹر سے کہا "پلیز۔ آپ اسے چیک کریں۔"

ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا۔ اس سے چند سوالات کیے پھر کہا "یہ تو بالکل ٹھیک ہیں۔ ویسے احتیاطاً میں کچھ دوائیں لکھ دیتا ہوں۔ کبھی تکلیف ہو تو ان کے استعمال سے فوراً ہی آرام آجائے گا۔"

وہ نسخہ دے کر اور اپنی فیس لے کر چلا گیا۔ فرمان نے اس کے جانے کے بعد انیتا کو گھور کر دیکھا پھر پوچھا "سچ بتاؤ۔ کیا واقعی تمہارے پیٹ میں درد ہو رہا تھا؟"

"ہاں۔ میں سچ کہتی ہوں۔ تم مجھ پر شبہ کیوں کررہے ہو؟ کیا میں کوئی ناٹک کررہی تھی؟"

"تم پر اس لیے شبہ کررہا ہوں کہ تم ایک کمزور دماغ کی لڑکی ہو۔ تمہارا باپ کسی وقت بھی تمہارے اندر آکر تمہیں بہلا پھسلا سکتا ہے۔"

"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرتی ہوں۔"

"اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جب جسم کے کسی حصے میں درد ہو اور تکلیف بڑھ گئی ہو تو پرائی سوچ کی لہریں اول تو محسوس نہیں ہوتیں۔ اگر محسوس ہوں۔ تب بھی انہیں

سانس روک کر بھگایا نہیں جاسکتا۔"

"پلیز۔ انیل! مجھ پر شبہ نہ کرو اور اگر کر رہے ہو تو مجھ سے بات نہ کرو۔ میں ناقابلِ اعتماد ہوں۔ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

وہ اس کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے بولا "میں چلا جاؤں گا تو کیا میرے بغیر رہ سکو گی؟"

"نہ رہ سکی تو اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔"

اس نے یکبارگی اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگالیا۔ دو چاہنے والے شاید اسی لیے ایک دوسرے کو سینے سے لگاتے ہیں کہ پیار سینہ بہ سینہ چلتا رہتا ہے۔

چنڈال جوگیا بٹی کے دماغ سے نکل کر سوچنے لگا "جب یہ دماغی توانائی حاصل کرے گی تو میرا راستہ روکنے لگے گی۔ مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔ سمجھ نہیں آتی، اپنی بیٹی کو کس طرح قابو میں رکھوں؟"

جب فرمان ڈاکٹر کو لینے گیا تھا تب وہ اپنی بیٹی کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کر کے اسے کمزور بنا سکتا تھا۔ اس پر مختصر سا تنویمی عمل کر کے اپنے قابو میں رکھنے کا راستہ ہموار کر سکتا تھا لیکن وہ باپ تھا۔ اپنی بیٹی کو کسی بھی طرح کی اذیت نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ صبر سے اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا کا انتظار کرتا۔ اس کے آنے کے بعد ہی وہ اب کچھ کر سکتا تھا۔

○☆○

جینا حسن و شباب کا جیتا جاگتا نمونہ تھی لیکن ایک عجوبہ تھی۔ شراب کی ایسی بوتل تھی جس سے کوئی ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتا تھا۔

یہ سب جانتے تھے کہ وہ نہ لڑکی ہے اور نہ لڑکا۔ ہاتھی کا دانت ہے۔ دکھانے کے لیے ہے چبانے کے لیے نہیں ہے۔

کبریا نے اس کے خیالات پڑھے تھے۔ اس کی حقیقت کو خوب سمجھ رہا تھا۔ اس کے باوجود اسے دیکھتے ہی دیوانہ ہوگیا تھا۔ اس میں بلا کی کشش تھی۔ دیکھنے والوں کے ہوش اڑا دیتی تھی۔

جب مجھے معلوم ہوا کہ میرا بیٹا ایک ایسی لڑکی کا دیوانہ ہو رہا ہے تو میں نے اسے سمجھایا تھا۔ اس کی رہنمائی کی تھی اور کہا تھا کہ وہ اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرے کہ بچپن میں اس کا آپریشن کیا گیا تھا یا نہیں؟ اگر اس کی طرف سے غفلت برتی گئی ہوگی تو جوانی میں آپریشن کرنے سے بڑے مسائل پیدا ہوں گے۔

اس نے پہلے ہی اس کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کرلیا تھا لیکن مجھے نہیں بتا رہا تھا۔ جینا کے ماں باپ [illegible] خیالات کے حامل تھے۔ پیدائش کے بعد اسے دیکھ کر [illegible] رائے قائم کی گئی کہ وہ ایک پاکیزہ ہستی ہے۔ جیسی پیدا ہوئی ہے اسے ویسے ہی رکھا جائے۔ لہٰذا انہوں نے کسی ڈاکٹر سے رجوع نہیں کیا تھا۔ اگر اسی وقت اس کا آپریشن کرالیا جاتا آج وہ ایک مکمل نوجوان لڑکی ہوتی۔

جینا کسی بھی مرد کو دیکھ کر متاثر نہیں ہوتی تھی اور نہ کسی خاص جذبے سے اس کے بارے میں سوچتی تھی۔ ایک نوجوان لڑکی کے اندر جو جذبات اور احساسات ہوتے ہیں وہ ان سب سے عاری تھی۔ گلشن میں جب پھول کھلتے ہیں کتنے ہی ہاتھ انہیں توڑنے کے لیے آگے بڑھنے لگتے ہیں اس کی طرف بھی بہت سے ہاتھ بڑھتے تھے لیکن وہ کسی ہاتھ نہیں آتی تھی۔ اپنی پاکیزگی سے انہیں متاثر کر دیتی ان سے کسی طرح کترا جاتی تھی۔

ایک بار وہ بہت بڑی مصیبت میں پھنس گئی تھی۔ ایک دولت مند سیٹھ اس کا دیوانہ ہوگیا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ اس عجیب و غریب لڑکی کے ساتھ کم از کم ایک رات گزارے تاکہ زندگی کا ایک نیا اور انوکھا تجربہ کرے۔ اس علاقے کے ایک غنڈے مرلی دھر نے جبراً اسے اس سیٹھ کے پاس پہنچانا چاہا تھا ایسے وقت کبریا نے اسے بچا کر اس سیٹھ کو سزا دی تھی۔ پہلے تو جینا اسے بھگوان کا اوتار سمجھتی رہی تھی پھر اس نے خود ہی سمجھ لیا کہ کبریا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے اندر آتا ہے اور اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔

ان حالات میں لڑکیاں ایسے ہیرو سے متاثر ہوجاتی ہیں۔ جو ان کی جان اور عزت بچاتا ہے۔ وہ اپنے تمام جذبات کے ساتھ ان سے محبت کرنے لگتی ہیں۔ اپنا تن من اس پر نچھاور کر دیتی ہیں۔

جینا نے ایسا نہیں کیا۔ وہ کبریا سے متاثر ہوئی [illegible] چاہنے لگی لیکن تن من نچھاور کرنے والی بات دور دور تک اس کے ذہن میں نہیں آئی مگر کبریا کھل کر اس سے محبت اظہار کرتا رہا۔ وہ اسے منع کرتی رہی اور سمجھاتی رہی کہ کبھی اس انداز سے محبت نہیں کرے گی جیسے کہ مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ اس محبت سے باز آجائے۔

اور وہ باز آنے والا نہیں تھا۔ دھیرے دھیرے [illegible] متاثر کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت اسے یاد آیا کہ بھارت کے مختلف ٹی وی چینلز اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعے یہ اعلان کرتی تھی کہ کبریا نامی ایک نوجوان ٹیلی پیتھی جانتا ہے وہ [illegible] سے آیا ہے اور فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ وہ بھارت کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔ لہٰذا کسی کو بھی شبہ ہو کہ وہ کہیں چھپا ہوا ہے تو وہ فوراً پولیس کو اطلاع دے۔ اطلاع دینے والے کو لاکھوں روپے انعام کے طور پر دیے جائیں گے۔

جینا نے کبریا سے کہا "تم پاکستان سے آئے ہو، مسلمان ہو اور مجھ سے یہ بات چھپاتے رہے ہو۔"

کبریا نے کہا "میں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں ہندو ہوں۔ تم نے مجھے بھگوان کا اوتار سمجھا اور بھگوان کا اوتار کسی بھی مذہب کا فرد ہو سکتا ہے۔ میں تمہارے دیس کی جنتا اور تمہارے دیس کے حکمرانوں سے کوئی دشمنی نہیں کر رہا ہوں۔ جب مجھ سے کوئی دشمنی کرتا ہے یا مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو میں اس کے خلاف جوابی کارروائی کرتا ہوں۔"

اس کا دل کہتا تھا کہ کسی کی مصیبت میں کام آنے والا اور کسی کی آبرو بچانے والا غلط آدمی نہیں ہو سکتا۔ اس کے بارے میں اچھی رائے قائم کرنے کے باوجود وہ اس سے کترانے لگی۔ اس نے کبریا سے کہا "تم میرے پاس ضرور آؤ لیکن صرف ایک دوست بن کر۔ دوستی کی ایک حد ہوگی اور تم اس حد سے آگے نہیں بڑھو گے۔"

اس علاقے میں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سب ہی جینا کی عزت کرتے تھے۔ بڑی عقیدت سے اس کے آگے سر جھکاتے تھے اور ہاتھ جوڑتے تھے۔ کبریا نے اس علاقے کے ایک بہت بڑے غنڈے گوپی راجا کو سزائیں دی تھیں اور محلے والوں کے سامنے یہ ثابت کیا تھا کہ جینا کی طرف میلی نظر سے دیکھنے والوں کو ایسی ہی قدرتی طور پر سزائیں ملتی ہیں۔ اس واقعے کے بعد جینا کا مان مرتبہ مزید بڑھ گیا تھا۔ وہاں کے لوگ اور زیادہ عقیدے سے اس کے آگے جھکنے لگے تھے۔ وہ مانتی تھی کہ یہ سب کچھ کبریا کی بدولت ہو رہا ہے پھر بھی وہ شاید اس لیے کترا رہی تھی کہ وہ ایک ہندو تھی۔ مسلمان سے عشق نہیں کر سکتی تھی۔ صرف دور ہی دور سے دوستی کر سکتی تھی۔

اس علاقے کے لوگ جینا کو دیوی سمجھ کر اس کے آگے ہاتھ جوڑتے تھے اور اپنی مجبوریاں، پریشانیاں اور دکھ تکالیف بیان کر کے اس سے مدد مانگتے تھے۔ جس دولت مند سیٹھ نے اس پر بری نظر ڈالی تھی وہ بھی اس کا عقیدت مند ہوگیا تھا۔ اس نے اسے پچاس ہزار روپے دیے تھے۔ وہ اس رقم سے ضرورت مند عورتوں اور مردوں کی مدد کر رہی تھی۔ یہ بات دور دور تک پھیل رہی تھی کہ جینا صرف دعائیں ہی نہیں دیتی۔ دوائیں بھی دیتی ہے اور روپے پیسوں سے ضرورت مندوں کی مدد بھی کرتی ہے پھر تو اس کے دروازے پر دور دور سے لوگ آنے لگے۔ منتیں ماننے لگے۔ وہ غریبوں اور محتاجوں کو مالی امداد دیتی تھی لیکن جو دولت مند ہوتے تھے وہ اپنی مرادیں پوری ہونے کے بعد اس کے سامنے ہزاروں اور لاکھوں روپے نذرانے کے طور پر پیش کرتے تھے۔

ایک بہت بڑے سرمایہ دار نے اس کے سامنے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "میری ایک زمین کا مقدمہ پچھلے دس برسوں سے چل رہا ہے۔ اس کا کوئی فیصلہ نہیں ہو پاتا۔ میرے دشمن فیصلہ نہیں ہونے دیتے اور مجھ سے اس زمین کو ہتھیا لینا چاہتے ہیں۔ کل عدالت میں اس کا آخری فیصلہ سنایا جائے گا۔ میرے مخالفین بڑے ہی سیاسی جوڑ توڑ والے ہیں۔ وہ اپنے حق میں فیصلہ سنائیں گے اور میں منہ دیکھتا رہ جاؤں گا۔"

جینا سچ مچ کی دیوی نہیں تھی۔ وہ عدالتی فیصلے کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے کہا "ہم اور تم عدالتی فیصلے کو بدل نہیں سکتے تھے۔ صرف ہمارا بھگوان ہی بدل سکتا ہے۔ میں بھگوان سے پرارتھنا کروں گی کہ تمہاری جیت ہو جائے اور تمہیں اپنا حق مل جائے۔"

اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا "میرے پچیس کروڑ کا معاملہ ہے۔ اگر عدالت کا فیصلہ میرے حق میں ہوگا تو میں کل ہی ایک کروڑ روپے تمہارے چرنوں میں لا کر رکھ دوں گا۔"

ایک بوڑھی عورت نے اس سے گڑگڑا کر کہا "مہاگن بیٹی! تم سچ مچ دیوی ہو۔ دکھیاروں کے دکھ دور کرتی ہو۔ میں بڑی پتا میں ہوں۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ بچپن ہی سے اس کی نظریں کمزور تھیں اب تو وہ دیکھنے کے قابل بھی نہیں رہا ہے۔ جوان بچہ ہے۔ اگر اسے آنکھیں مل جائیں تو وہ میرے بڑھاپے کا سہارا بن جائے گا لیکن ڈاکٹر کہتے ہیں کہ نئی آنکھیں حاصل کرنے کے لیے کم از کم دو لاکھ روپے کی ضرورت ہوگی۔ میں غریب ہوں۔ تین وقت کی روٹی نہیں کھا سکتی فاقے کرتی ہوں۔ دو لاکھ روپے کہاں سے لاؤں گی؟"

اسے آسمانوں سے اتر کر آنے والی دیوی سمجھا جا رہا تھا۔ وہ زمین پر رہنے والی بھلا کسی کی آنکھوں کو روشنی کیسے دے سکتی تھی؟ لیکن انہیں دلاسا تو دے سکتی تھی۔

اس نے کہا "فکر نہ کرو۔ میں بھگوان سے پرارتھنا کروں گی۔ اس کی مرضی ہوگی تو تمہارے بیٹے کو آنکھوں کی روشنی

ضرور ملے گی۔"

ایک لڑکی نے کہا "میں اپنے پربھو آنند کو بہت چاہتی ہوں۔ سماگن دیوی! وہ مجھ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑنے والا ہے۔ عدالت نے اسے سزائے موت سنائی ہے۔ اگلے ماہ کی سات تاریخ کو اسے پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا۔ میں دن رات روتی رہتی ہوں۔ نہ کھاتی ہوں' نہ سوتی ہوں۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ بھگوان کے لیے اسے بچالو۔"

جینا نے کہا "اس نے ایسا کام کیوں کیا تھا جو اسے سزائے موت سنائی گئی؟"

وہ بولی "میں بھگوان کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں' میرا پربھو آنند بالکل بے قصور ہے اسے ایک مڑدر کیس میں پھنسایا گیا تھا۔ اسے پھنسانے والے بہت دولت مند اور طاقت ور ہیں۔ وہ اپنی بے گناہی ثابت نہیں کرسکا۔ اسی لیے بے موت مارا جانے والا ہے۔ بھگوان کے لیے اسے کسی طرح بچالو۔"

جینا ایسے وقت بڑی الجھن میں پڑجاتی تھی۔ ہمدردی اور محبت سے سوچتی تھی کہ ایسے مصیبت زدہ لوگوں کے لیے کیا کرے؟ انہیں کیسے انصاف دلائے؟ کیا اس وقت میرے اندر کبریا موجود ہے؟ کیا وہ سن رہا ہے؟ کیا وہ میرے لیے اور ان دکھیاروں کے لیے کچھ کرسکے گا؟

کبریا اس کے اندر موجود رہتا تھا لیکن اس سے بہت کم بولتا تھا۔ زیادہ تر خاموش ہی رہتا تھا۔ اس سے ناراضگی ظاہر کرتا رہتا تھا۔ یہ کہہ چکا تھا "جب تک تم میری محبت کو دل و جان سے قبول نہیں کرو گی' تب تک میں تم سے نہیں بولوں گا۔"

اس نے کہا تھا "میں تمہاری اچھی دوست ہوں اور دل سے تمہاری قدر کرتی ہوں۔"

"تم اس لیے قدر کرتی ہو کہ میں تمہارے برے وقت میں کام آتا ہوں۔ تمہاری مشکلیں آسان کرتا ہوں۔ کیا مشکلیں آسان کرنے والا ساری زندگی کے لیے تمہارا محافظ نہیں بن سکتا؟"

"تم میری قدرتی مجبوریاں سمجھتے ہو۔ میرے نصیب میں یہ نہیں لکھا ہے کہ کوئی ہمیشہ کے لیے میرا جیون ساتھی بن سکے۔ میں کبھی تمہاری دھرم پتنی نہیں بن سکوں گی۔ جیسی زندگی تم گزارنا چاہتے ہو۔ میں ویسی زندگی کبھی نہیں گزار سکوں گی۔"

اس نے کہا "ہم نئی صدی میں داخل ہو رہے ہیں۔ آج ہمارے لیے کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ تم راضی ہوجاؤ گی تو میں دنیا کے بڑے سے بڑے تجربے کار ڈاکٹروں کے ذریعے آپریشن کراؤں گا۔ تمہیں ایک مکمل عورت بناؤں گا۔"

"مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ تم میرے اندر کا حال جانتے ہو' جو تم چاہتے ہو' میں وہ نہیں ہونے دوں گی۔"

"ٹھیک ہے تو تم اپنی مرضی پر رہو۔ میں اپنا کام خود سے کرتا رہوں گا البتہ تم سے بالکل نہیں بولوں گا چونکہ میں اپنے دل سے مجبور ہوں اور تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ اس لیے خاموش رہ کر تمہارے ہر برے وقت میں کام آتا رہوں گا۔"

وہ اس سرمایہ دار کے اندر پہنچا جو پچیس کروڑ روپے زمین ہارنے والا تھا۔ اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق مخالفین کے فون نمبر ڈائل کیے۔ ان میں سے ایک مخالف نے آواز سنائی دی "ہیلو۔ کون بول رہا ہے؟"

سرمایہ دار نے کہا "میں ہوں۔ کیشو ناتھ' تم خوامخواہ مجھ سے دشمنی کر رہے ہو۔ دس برس سے یہ مقدمہ زیر سماعت رہا لیکن کبھی فیصلہ نہ ہوسکا کیونکہ تم برسراقتدار پارٹی میں ہو اس لیے اپنے ذرائع اور وسیع اختیارات کے ذریعے اپنے حق میں فیصلہ کروانے والے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "بے شک' فیصلہ میرے ہی حق میں ہونے والا ہے۔ شاید تمہاری راتوں کی نیندیں اڑ گئی ہیں۔ تم نے بہت بے چین ہو کر مجھے فون کیا ہے۔"

"میں صرف تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں' بے ایمانی نہ کرو۔ انصاف کے تقاضے پورے کرو اور میرا حق مجھے دے دو۔ پچیس کروڑ روپے کا نقصان نہ پہنچاؤ۔"

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ کبریا اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس کا نام دھن راج تھا۔ ہمیشہ دھن جمع کرنے کے کھیل کھیلتا رہتا تھا۔ مقدمہ بازی کا مشغلہ تھا۔ زمینوں کا حساب رکھنے والے پٹواریوں سے بڑی گہری دوستی رکھتا تھا۔ انہیں رشوت دے کر اور زمینوں کاغذات میں تبدیلیاں کراتا رہتا تھا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس نے کیشو ناتھ کی زمینوں کے کاغذات میں بھی ہیرا پھیری کی ہے۔ ان تبدیلیاں کرنے کے بعد اب انہیں ہتھیانے والا ہے۔ زمینوں کے اصل کاغذات اس نے اپنے ایک سیف میں چھپا کر رکھے ہیں۔ ان کاغذات کے مطابق کیشو ناتھ زمینوں کا اصل مالک تھا۔

کبریا نے دھن راج کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ سیف کے پاس آگیا۔ اس نے سیف کو کھول کر اس میں کیشو ناتھ کے تمام اہم کاغذات نکالے اور انہیں لاکر ایک میز پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اپنے بستر پر جاکر لیٹ گیا پھر کبریا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پہلے بھی اسی طرح لیٹا ہوا تھا۔ اس کے ذہن کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ اس نے سوچا "میں ابھی دماغی طور پر کیسے غیر حاضر ہوگیا تھا؟ کیا سوچ رہا تھا؟ کہاں پہنچ گیا تھا؟"

وہ اسی الجھن میں رہا۔ کبریا نے اس کے ایک ملازم کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے اس میز کے پاس لے کر آیا۔ ملازم نے ان کاغذات کی فائل کو دیکھنے کے بعد سوچا "یہ تو کیشو ناتھ کے کاغذات ہیں اور بہت اہم ہیں۔ اگر میں انہیں کیشو ناتھ کے حوالے کردوں تو وہ مجھے بہت انعام دے گا۔"

وہ ملازم ان کاغذات کو لے کر کیشو ناتھ کے بنگلے میں پہنچ گیا۔ وہ اسے دیکھ کر بولا "تم میرے دشمن کے ملازم ہو۔ یہاں کس لیے آئے ہو؟"

اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا "میرے سپنے میں سماگن دیوی آئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے مالک کے سیف سے آپ کے اصلی کاغذات نکال کر آپ تک پہنچا دوں۔ تاکہ کل آپ اپنا مقدمہ جیت سکیں۔"

یہ سنتے ہی کیشو ناتھ خوشی سے اچھل پڑا۔ اس نے فوراً ہی فائل کھول کر اس کے ایک ایک کاغذ کو دیکھا پھر وہ خلا میں تکتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "دھنے ہو سماگن دیوی! تم نے تو چمتکار دکھایا ہے۔ میں تمہیں ایک کروڑ روپے کی دکشنا ضرور دوں گا۔"

اس ملازم نے ہاتھ جوڑ کر کہا "سیٹھ صاحب! میرے مالک کو یہ پتا نہ چلے کہ میں نے یہ کاغذات آپ کے پاس پہنچائے ہیں۔ ورنہ وہ مجھے نوکری سے نکال دے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ اسے کچھ معلوم نہیں ہوگا اور میں تمہیں انعام کے طور پر پچاس ہزار روپے دے رہا ہوں۔ جاؤ۔ عیش کرو۔"

وہ انعام لے کر خوش خوش وہاں سے چلا گیا۔ کبریا اس نوجوان لڑکی کے دماغ میں آیا جس کے بے گناہ محبوب کو سزائے موت سنائی گئی تھی۔ وہ بے چارہ ایک سیاسی معاملے میں پھنس گیا تھا۔ ایک پارٹی لیڈر نے دیوالی کی رات جوا کھیلتے وقت اپنے ایک دوست سے جھگڑا کیا تھا۔ نشے کی حالت میں جھگڑا کرتے وقت اسے گولی ماردی تھی۔

پربھو آنند بھی وہاں موجود تھا۔ قتل کرنے والا وہاں سے فرار ہوگیا تھا اور دوسرے بھی وہاں سے بھاگ گئے۔ وہ بھی بھاگنا چاہتا تھا لیکن پولیس والوں نے اسے پکڑلیا۔

وہ پارٹی لیڈر اگر چاہتا تو اپنے کارکن پربھو آنند کو بیان دے کر بچالیتا کہ دیوالی کی رات اس نے اور پربھو آنند نے کہیں بھی جاکر جوا نہیں کھیلا تھا لیکن وہ قتل کے کیس میں خود کو پھنسانا نہیں چاہتا تھا۔ دوسرے پارٹی لیڈروں نے بھی سمجھایا کہ ایک کارکن کی خاطر اسے ان معاملات میں بدنام نہیں ہونا چاہیے۔ آئندہ الیکشن میں یہ بدنامی اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی۔

یوں بھی اس پارٹی لیڈر کے سر سے قتل کا الزام ٹل رہا تھا۔ اس کی بلا پربھو آنند کے سر آرہی تھی۔ لہٰذا اس نے اسے سزائے موت پاکر پھانسی کے پھندے تک پہنچنے کے لیے بے یارومددگار چھوڑ دیا۔

کبریا نے اس رات اس پارٹی لیڈر کے اندر پہنچ کر اس پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی کہ وہ عدالت میں جاکر اقبالِ جرم کرے گا اور پربھو آنند کو باعزت بری کرائے گا۔

کبریا نے اسے اچھی طرح تاکید کی کہ... عدالت جاتے ہوئے اگر اس کے دوست احباب اور رشتے دار اسے روکنا چاہیں گے تب بھی اسے ہر حال میں اقبالِ جرم کرنا ہی ہوگا۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو یہ تنویمی عمل کرنے والا اسے مار ڈالے گا۔ وہ کبریا کا معمول اور محکوم بن چکا تھا۔ اس لیے اس نے دوسرے ہی دن اپنے وکیل کو بلا کر کہا "ابھی مجسٹریٹ کے پاس چلو۔ میں اپنے جرم کو قبول کرنا چاہتا ہوں۔ میں قاتل ہوں' سزا مجھے ملنی چاہیے۔ وہ بے چارہ پربھو آنند مفت میں مارا جائے گا۔ میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے۔"

اس نے وکیل کے سامنے پانچ لاکھ روپے رکھتے ہوئے کہا "میں تمہاری فیس سے زیادہ رقم دے رہا ہوں۔ اس لیے کہ جب فیصلہ یک طرفہ ہوگا' مجھے سزائے موت ہوگی' میں مرجاؤں گا تو اس کے بعد تمہیں مجھ سے کوئی رقم نہیں ملے گی۔ لہٰذا میں پہلے ہی اس کی ادائیگی کر رہا ہوں۔"

اس نے کہا "لیکن آپ سوچیں تو سہی۔ کیوں خوامخواہ اپنی جان دینا چاہتے ہیں؟ جبکہ عدالت فیصلہ سنا چکی ہے۔ وہ اگلے مہینے کی سات تاریخ کو پھانسی پر چڑھنے والا ہے تو آپ اس کا قصہ تمام ہوجانے دیں۔"

"اسے پھانسی پر نہیں چڑھنا چاہیے۔ اس سے پہلے ہی اسے سزائے موت سے نجات دلاؤ اور میرے جرم کا اقبال نامہ فوراً تیار کرو۔"

اس مڑدر کیس کو دوبارہ عدالت میں پہنچایا گیا۔ اب پھر سے اس مقدمے کی سماعت ہونے والی تھی اور اصل مجرم

کے خلاف فیصلہ سنایا جانے والا تھا۔

دوسرے دن کیشو ناتھ نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس' پھولوں کے ہار اور مٹھائیاں لے کر جینا کے دروازے پر پہنچا۔ اس کی دہلیز پر ماتھا ٹکاتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر زور زور سے بولنے لگا "جے ہو سماگن دیوی کی۔ جے ہو سماگن دیوی کی۔"

پھر اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر زور زور سے کہنا شروع کیا "میری ماؤ! بہنو اور بھائیو۔ آؤ یہاں آؤ اور دیکھو کہ سماگن دیوی نے کتنا بڑا چمتکار دکھایا ہے؟ دس برس سے جو مقدمہ چل رہا تھا جس کا کوئی فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا اور جس مقدمے کو میں ہارنے والا تھا۔ اس مقدمے کو سماگن دیوی کی کرپا سے میں نے جیت لیا ہے۔"

وہ ایک گاڑی بھر کر مٹھائیاں لایا تھا۔ اس کے ملازم پورے محلے میں مٹھائیاں بانٹ رہے تھے اور وہ جینا کے قدموں میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے سامنے نوٹوں سے بھرا ہوا بیگ رکھ کر کہہ رہا تھا "یہ پورے ایک کروڑ روپے ہیں۔ دیوی! تم نے ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے۔ میری ایک بنتی ہے کہ جو ہو کے ساحل پر میرا ایک بہت خوب صورت بنگلا ہے۔ میں اسے تمہارے نام لکھ دوں گا۔ تم وہاں چل کر رہو۔ تمہارے گھر میں ٹیلی فون' موبائل فون اور قیمتی گاڑیاں ہونی چاہئیں۔ میں چاہتا ہوں بلکہ سب ہی یہ چاہیں گے کہ ہماری دیوی شان و شوکت سے زندگی گزارتی رہے۔"

جینا بچپن سے اس محلے میں رہتی آئی تھی۔ وہاں کے لوگوں کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی تھی۔ انکار کرنے والی تھی۔ کبریا نے اس کے اندر خیالات پیدا کیے کہ اسے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ صرف اس محلے میں ہی نہیں' ممبئی شہر میں' پورے ملک میں بلکہ پوری دنیا میں اس کے چاہنے والوں کی تعداد بڑھتی رہنی چاہیے۔ اس مقصد کے لیے اس کے پاس ان سب چیزوں کا ہونا لازمی ہے۔ اسے جو ہو کے اس بنگلے میں ضرور جانا چاہیے۔

اس نے سرمایہ دار کیشو ناتھ سے کہا "میں کل تک سوچ کر جواب دوں گی۔"

اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ کبریا اس کے پاس آئے گا تو وہ اس سے مشورہ کرے گی۔ اس کے دل میں بھی ایک شان دار زندگی گزارنے کے ارمان تھے لیکن وہ محلے پڑوس والوں کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اس کے جانے سے سب مایوس ہو جائیں گے۔ کبریا نے اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا "جو لوگ مجھے چاہتے ہیں' میرا مان کرتے ہیں' مجھے اچھی زندگی گزارتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ کبھی میرے جانے پر اعتراض نہیں کریں گے۔ جب وہ ضرورت محسوس کریں گے تو میرے پاس جوہو کے بنگلے میں چلیں آئیں گے۔"

سیٹھ کیشو ناتھ نے کہا "سماگن دیوی! میں کل اپنی گاڑی لے کر آؤں گا۔ تم اپنا ضروری سامان باندھ لو۔ یہاں تمہارے جتنے عقیدت مند اور ضرورت مند ہیں وہ ضرورت کے وقت تمہارے پاس آ جایا کریں گے۔"

اس کے جانے کے بعد وہ بوڑھی عورت آئی جس کے بیٹے کی بینائی جا چکی تھی۔ جینا نے اسے تین لاکھ روپے دیتے ہوئے کہا "تمہیں اپنے بیٹے کی آنکھوں کے آپریشن کے لیے دو لاکھ روپے کی ضرورت تھی۔ میں تمہیں تین لاکھ روپے دے رہی ہوں۔ جاؤ اور اپنے بیٹے کا آپریشن کراؤ۔"

وہ جینا کے قدموں میں گر کر رونے لگی۔ تمام محلے پڑوس والے اسے عقیدت سے دیکھ رہے تھے۔ اس کی جے جے کار کر رہے تھے۔ اس نوجوان لڑکی نے آ کر اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "سماگن دیوی کی جے ہو۔ تم سچ مچ کی دیوی ہو۔ میرے پربھو آنند کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ اسے پھانسی ہونے والی تھی لیکن اب نہیں ہوگی۔ جو اصلی قاتل ہے وہ اقبالِ جرم کر رہا ہے۔ یہ سب تمہارا چمتکار ہے دیوی!"

جینا حیران ہو رہی تھی اور خوشی کے مارے اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ اس کا دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا "یہ سب کبریا نے کیا ہے۔ وہ مجھے سچ مچ کی دیوی بنا رہا ہے۔ اے بھگوان! اگر کبھی اس نے میرا ساتھ چھوڑ دیا' مجھ سے ناراض ہو کر کہیں دور چلا گیا تو میرا کیا بنے گا؟ میں ایسے چمتکار کیسے دکھایا کروں گی؟"

ہر طرف سے اس کی واہ واہ ہو رہی تھی۔ کیا مرد' کیا عورتیں' کیا بچے' کیا بوڑھے؟ سب ہی اس کے سامنے سر جھکا رہے تھے۔ اسے فخر سے سر اٹھا کر' سینہ تان کر رہنا چاہیے تھا لیکن وہ اپنے اندر سمٹی ہوئی تھی' سہمی ہوئی تھی اور اندیشوں میں مبتلا تھی کہ جانے آئندہ کیا ہونے والا ہے۔

اس کے پاس عقیدت مندوں کی اتنی بھیڑ لگی رہتی تھی کہ اسے آدھی رات کے بعد ہی سونے کا موقع ملتا تھا۔ اس رات وہ نو بجے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی "میری ماؤ! بہنو اور بھائیو! مجھے شما کریں۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔ آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

اس کے باپ نے بھی کہا "میری بیٹی صبح سے رات تک

کتابیات پبلی کیشنز

ٹھیک آپ سب کی سیوا کرتی رہتی ہے۔ آپ مہربانی کر کے اس کے آرام کا خیال کریں۔"

سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ہاتھ جوڑ کر بولے "بے شک ہمیں اپنی دیوی کے آرام اور سکھ چین کا خیال رکھنا چاہیے۔ آپ جا کر آرام کریں۔"

آس کے دروازے کے باہر مجمع لگا رہتا تھا اور وہ وہیں ایک اونچی مسند پر بیٹھا کرتی تھی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر مکان کے اندر آئی پھر اپنے کمرے میں آ کر دروازے کو بند کر کے بستر پر لیٹ گئی۔ باپ نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا "بیٹی! پہلے کچھ کھا لو پھر آرام سے سو جانا۔"

وہ بولی "میں ابھی نہیں کھاؤں گی۔ بھوک لگے گی تو کھانا گرم کر لوں گی۔ آپ دروازہ بند کر لیں اور کھانا کھا لیں۔ کوئی ملنے آئے تو اس سے کہہ دیں کہ میں سو رہی ہوں۔ صبح سے پہلے نہیں مل سکوں گی۔"

وہ بے چینی سے کبریا کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے امید تھی کہ وہ اس کے اندر آ کر بولے گا۔ ان دنوں کبریا کی کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ جینا نے اسے دیوانہ بنا رکھا تھا۔ وہ اسی کے متعلق سوچتا تھا اور زیادہ سے زیادہ اسی کے اندر رہ کر اپنا وقت گزارتا تھا اور اس کے لیے کچھ نہ کچھ کرتا رہتا تھا۔

دونوں طرف برابر آگ لگی ہوئی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ جینا کے اندر جو آگ تھی اس میں تپش اور گرمی نہیں تھی۔ ابھی ٹھنڈک تھی' اسے گرمانے کی ضرورت تھی۔

کبریا نے اس کی سوچ میں کہا "میں کیوں خوامخواہ کبریا سے کترا رہی ہوں؟ اس کی محبت کو تسلیم کیوں نہیں کر رہی ہوں؟ ہر مرد کسی نہ کسی عورت سے پیار کرتا ہے اور اس سے پیار کرتے کرتے ساری زندگی گزار دیتا ہے۔ کبریا بھی ایسا ہی ہے۔ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ مجھے تسلیم کر لینا چاہیے۔"

وہ کروٹ بدل کر خود سے بولی "میں یہ کیسے مان لوں؟ میرا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ میں ہندو ہوں وہ مسلمان ہے۔ میں ہندوستانی ہوں اور وہ پاکستانی ہے۔ ہمارے ملکوں کے درمیان بھی نفرتیں ہیں اور ہمارے دھرم اور ان کے مذہب کے درمیان بھی زمین آسمان کا فاصلہ ہے۔ یہ دوری کبھی قربت میں نہیں بدل سکے گی۔"

"دل سے دل مل جائیں تو کبھی دوری نہیں رہتی لیکن میں اس بات کو نہیں مان رہی ہوں۔ اس لیے کبریا کو بھی ناراض کر رہی ہوں۔ صبح سے شام ہو گئی اور اب رات بھی ہو گئی۔ وہ میرے اندر ضرور آ رہا ہوگا مگر مجھ سے بولتا نہیں ہے۔"

وہ کروٹ بدل کر کبریا کو مخاطب کرنے لگی "کہاں ہو تم۔ مجھ سے بولتے کیوں نہیں ہو۔ میرا دل کہتا ہے کہ تم میرے اندر موجود ہو۔ اگر موجود نہ ہوتے تو تمہیں کیسے معلوم ہوتا کہ کیشو ناتھ کا مسئلہ کیا ہے؟ اسے کس طرح مقدمہ جیتنا ہے؟ تمہیں کیسے معلوم ہوتا کہ پربھو آنند کو پھانسی ہونے والی ہے اور اسے اس سے بچانا ہے۔ تمہیں کیسے معلوم ہوتا کہ ایک بوڑھی کے اندھے بیٹے کو آنکھیں چاہئیں اور اس کے لیے لاکھوں روپوں کی ضرورت ہے؟ یہ ساری باتیں تم جانتے ہو۔ تم نے سارے مسائل حل کیے ہیں۔"

کبریا خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ بول رہی تھی "تم نے میرا مان مرتبہ بڑھا کر مجھے انسان سے دیوی بنا دیا ہے۔ بھگوان کے لیے بولو' مجھ سے بولو۔ ناراض ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ مجھ سے بولنا ہی چھوڑ دو؟ پلیز۔ بولو۔"

کبریا آہستہ آہستہ اس کے ذہن کو تھپکنے لگا۔ اس پر نیند کا خمار طاری کرنے لگا۔ نیند کے خمار میں اس نے دیکھا۔ کبریا دونوں بازو پھیلائے کھڑا ہے اور وہ دوڑتی ہوئی اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر اس کے سینے سے لگ گئی ہے۔

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ نیند کا خمار دھل گیا۔ اٹھ کر بیٹھ گئی پریشان ہو کر سوچنے لگی "میں اس کے بارے میں ایسا کیوں سوچ رہی ہوں؟ مجھے نیند آ رہی تھی اور میں اس کے سینے سے جا کر لگ گئی تھی۔ کیا۔۔۔؟ کیا۔۔۔؟ میرے اندر وہ چھپا ہوا ہے؟ میں چھپ چھپ کر اسے چاہنے لگی ہوں اور بظاہر انکار کرنے لگی ہوں؟"

اگرچہ وہ سینے سے نہیں لگی تھی پھر بھی دھڑکنیں سینے کے اندر بری طرح شور مچا رہی تھیں۔ انجانی آرزوؤں کی دھوم اب کبریا کے کچھ کہے بغیر اس کے اندر یہ خیال پیدا کر رہی تھیں "کیا میرے دل میں چور ہے؟ میں چوری چوری اسے چاہتی ہوں اور زبان سے انکار کرتی ہوں یہ کیسی دوہری کیفیت ہے؟"

پھر اس نے سوچا "اگر ایسے وقت کبریا میرے اندر موجود ہوگا تو وہ میرے چور جذبوں کو جان لے گا۔ بھگوان کرے وہ اس وقت موجود نہ ہو۔"

وہ فوراً ہی لیٹ گئی۔ اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ چپ چاپ سو جانا چاہیے۔ اپنے بارے میں یا اس کے بارے میں کچھ نہیں سوچنا چاہیے۔ ورنہ خوامخواہ خیالات بھٹکتے رہیں گے اور دل بہکتا رہے گا۔

کبریا نے اسے خیال خوانی کے ذریعے تھپک تھپک کر

کتابیات پبلی کیشنز

سلادیا۔ وہ رفتہ رفتہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ خواب کی دنیا بڑی رنگین بھی ہوتی ہے اور بڑی سنگین بھی۔ اچھے سہانے خواب بھی آتے ہیں اور ڈراؤنے خواب سے نیند ٹوٹ بھی جاتی تھی۔

اسے ڈراؤنے خواب نہیں آرہے تھے۔ بڑے ہی سہانے خواب تھے۔ کبریا اس کے قریب آرہا تھا' اس کے ہاتھ کو تھام رہا تھا' اس کی ہتھیلی کی پشت کو سہلا رہا تھا۔ وہ اپنے اندر ایک عجیب سی سنسنی محسوس کررہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر اس سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی "پلیز۔ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔ پتا نہیں مجھے کیا ہونے لگتا ہے؟"

"کچھ ہوتا ہے تو ہونے دو۔ اس کے بعد اور بہت کچھ ہونے لگے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم جذبات سے نڈھال ہو کر میری آغوش میں چلی آؤ۔"

"مجھے آغوش میں لے کر کیا کرو گے؟ کیا تمہارے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے؟ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ ہم کبھی ایک نہیں ہوسکیں گے۔"

"جینا تمہاری معلومات محدود ہیں۔ تم نہیں جانتیں کہ ایک آپریشن کے بعد تم مکمل عورت بن سکتی ہو۔"

"نہیں۔ میرے سامنے آپریشن کا نام نہ لو۔ میں ایسے مرحلے سے گزرنا نہیں چاہوں گی۔"

"جینا! زندگی گزارنے کے لیے انسان کو بہت سی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تمہیں بھی ایک آزمائش سے گزرنا ہے۔ آج نہیں تو کل' جب میری محبت تمہارے دل میں شدت اختیار کرے گی تو تم بے اختیار آپریشن کے لیے تیار ہوجاؤ گی۔"

وہ اسے منع کررہی تھی کہ اس کا ہاتھ نہ پکڑے مگر وہ تو پہونچے تک پہنچ رہا تھا۔ اپنی قربت کی آنچ دے رہا تھا۔ اپنی سانسوں سے دہکا رہا تھا۔ اس پر عجیب سی مدہوشی طاری ہورہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ایسا ہو لیکن انکار کرنے والی زبان کو چپ لگ گئی تھی۔

پھر وہ اچانک ہی گم ہوگیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ جو سانسوں کے قریب چلا آیا تھا۔ وہ اب دور دور تک دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ نہ جانے اچانک کہاں گم ہوگیا تھا؟ دل اس کے لیے تڑپنے لگا تھا۔ اس نے بے چینی سے پکارا "کہاں ہو؟ تم! کہاں ہو؟"

وہ جیسے صحرا میں بھٹکنے لگی۔ تھوڑی دیر پہلے وہ گلشن گلشن اس کے بازوؤں میں مہکتے ہوئے خوشبو لٹا رہی تھی اور اب دیکھتے ہی دیکھتے کسی ویران صحرا میں پہنچ گئی تھی۔

کبریا اس کے اندر ایک چھوٹی سی چنگاری سلگا کر چلا گیا تھا۔ وہ چنگاری اپنے وقت اور حالات کے ساتھ شعلہ بننے والی تھی۔ وہ اس کے باپ کے دماغ میں آگیا۔ وہ بوڑھا اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ اس نے اس کے خوابیدہ دماغ کے اندر کہا "تمہیں بیٹی کی بہتری کے لیے بہت کچھ سوچنا ہے۔ کیا تم ہمیشہ اسے سدا سہاگن بنا کر رکھنا چاہتے ہو؟"

اس کے خوابیدہ دماغ نے کہا "جب وہ پیدا ہوئی تو ہمارے خاندان کے بزرگوں نے کہا' یہ قدرتی طور پر جیسی ہے اسے ویسی ہی رہنا چاہیے۔ آپریشن نہیں کرانا چاہیے۔ یہ تمہارے لیے بڑی بھاگوان ثابت ہوگی۔"

"تم نے اپنا مقدر چمکانے کے لیے اسے ایسے ہی رہنے دیا۔ اب وہ جوان ہوگئی ہے۔ کیا اسے ایک بھرپور عورت کی طرح زندگی نہیں گزارنی چاہیے؟"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ میری بیٹی بہت اچھی ہے۔ اس نے مجھے بڑھاپے میں بڑا سکون اور اطمینان پہنچایا ہے میں بھی چاہتا ہوں کہ وہ ایک مکمل عورت کی طرح بھرپور زندگی گزارے لیکن اب میں کیا کرسکتا ہوں؟"

"تم کچھ نہ کرو۔ صرف اپنی بیٹی کو آپریشن کے لیے راضی کرو۔ اگر تم باپ ہو کر بیٹی سے ایسی باتیں نہیں کرسکتے تو چند بوڑھی خواتین کے ذریعے اسے مائل کرو۔"

وہ اس کے دماغ سے بھی چلا آیا۔ وہ چاہتا تو جینا پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنی معمولہ بنا کر اس سے اپنی ہر بات منوا سکتا تھا۔ اسے آپریشن کے مرحلے سے بھی گزار سکتا تھا لیکن وہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔ اسے اپنی معمولہ بنانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف محض اس کی معمول بن کر اس سے محبت کرنے لگتی۔ یعنی محبت دل سے نہ ہوتی' مجبوری ہوتی اور جب تنویمی عمل کا اثر زائل ہوجاتا تو وہ اس محبت سے پچھتانے لگتی۔ کبریا ایسا نہیں چاہتا تھا۔

ویسے اس نے یہ سوچ رکھا تھا کہ اگر ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ واقعی آپریشن ہوسکتا ہے اور اس کی زندگی ایک نئے موڑ پر آسکتی ہے تو پھر وہ اس پر تنویمی عمل کرے گا اور اسے آپریشن کے مرحلے تک پہنچائے گا۔

کبریا نہیں جانتا تھا کہ جینا جیسی عجوبہ کے ساتھ کیسی زندگی گزارنی چاہیے اور ڈاکٹر اسے کیسا مشورہ دیں گے؟ پہلے اسے خود ہی اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنی تھیں' بہتر یہی ہوتا کہ وہ اپنے بزرگوں سے مشورے لیتا۔ وہ مجھ سے بھی اس معاملے میں گفتگو کرسکتا تھا مگر بہت زیادہ کھل کر باتیں کرتے وقت ہچکچاہٹ ہوتی۔ لہٰذا اس نے جناب علی

اسد اللہ تبریزی سے رابطہ کیا۔

اس نے انہیں سلام کرنے کے بعد کہا "میں آپ سے ایک اہم مشورہ کرنے آیا ہوں۔"

"بولو بیٹے! میں سن رہا ہوں۔"

اس نے انہیں جینا کے تمام حالات بتائے۔ وہ توجہ سے سنتے رہے پھر بولے "خود ہمارے ادارے میں دو بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹر اور سرجن موجود ہیں۔ وہ کامیابی سے آپریشن کرسکتے ہیں لیکن۔"

وہ کہتے کہتے رک گئے۔ کبریا کے اندر تجسس پیدا ہوا۔ اس نے پوچھا "کیا کوئی قباحت ہے؟"

"ہاں۔ وہ ایک اچھے صاف ستھرے ذہن والی لڑکی ہے۔ بچپن سے اب تک پاکیزہ رہنے کے باعث اس کے اندر ایک روحانی قوت پیدا ہوچکی ہے۔ وہ قوت چھپی ہوئی ہے' ظاہر نہیں ہورہی ہے لیکن اسی قوت نے تمہیں اس کے پاس پہنچایا ہے اور وہ تمہارے ذریعے ایسے مسائل حل کررہی ہے۔ جنہیں کوئی عام انسان حل نہیں کرسکتا۔ تم اس کے قریب ہو' تم نے دیکھا ہوگا کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟"

بے شک وہ یہی دیکھ رہا تھا کہ ایک شخص پربھوناتھ کو سزائے موت ہوچکی تھی' لیکن اب وہ موت ٹل رہی تھی۔ وہ باعزت بری ہونے والا تھا۔ اسی طرح کیشوناتھ بھی ہارنے والا مقدمہ جیت چکا تھا۔

اگرچہ یہ سب کبریا کی خیال خوانی کے ذریعے ہورہا تھا لیکن جناب تبریزی کے بیان کے مطابق کبریا کی ٹیلی پیتھی کے پیچھے جینا کی بھی روحانی قوت چھپی ہوئی تھی۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی کے بیان نے جینا کو پہلے سے زیادہ پراسرار اور پیچیدہ بنا دیا تھا اور یہ کہہ کر اس کی اہمیت بڑھا دی تھی کہ اس کے اندر روحانی قوتیں چھپی ہوئی ہیں۔ جو رفتہ رفتہ ظاہر ہونے والی ہیں اور ظاہر ہونے سے پہلے وہ کبریا کی ٹیلی پیتھی کا سہارا لے رہی ہیں۔

کبریا جناب تبریزی سے گفتگو کرنے کے بعد دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ ان کی گفتگو سے یہ معلومات حاصل ہوئیں کہ جینا کو مزید سات برسوں تک اپنی پیدائشی پاکیزگی کو برقرار رکھنا ہوگا اور اس کے لیے لازمی ہے کہ وہ انسانی آلودگیوں سے پاک رہے۔ اس طرح اس کے اندر کی روحانی قوتیں پنپتی رہیں گی۔

دوسرے لفظوں میں کبریا کو سات برسوں تک کڑی آزمائشوں سے گزرنا ہوگا۔ جینا سے دیوانہ وار محبت کرنے اور اس کے قریب رہنے کے باوجود اس سے دور رہنا ہوگا اور محبت کا تقاضا یہی تھا کہ جینا کی بہتری کے لیے اس کے پاس رہ کر بھی اس سے دور دور رہنا چاہیے۔

اس سے کڑی آزمائش اور کیا ہوسکتی تھی کہ سامنے دسترخوان بچھا رہے اور بندہ بھوکا رہے۔

○☆○

دنیا میں کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ سب اپنے اپنے معاملات میں مصروف رہتے ہیں۔ میں صرف ان کا ذکر کرتا ہوں' جن کا تعلق میری داستان سے ہوتا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے۔ ویٹو مارکس اور کلپنا فی الحال میری داستان کا حصہ ہیں۔ اس لیے میں ان کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

پچھلے باب میں ویٹو مارکس نے بڑی ذہانت اور حکمتِ عملی سے انڈین ٹاپ سیکرٹ انٹیلی جنس کے ڈی جی' ارجن چوپڑا پر غالب آکر رہائی حاصل کی تھی۔ ان ٹاپ سیکرٹ انٹیلی جنس والوں نے بہت دنوں تک ویٹو مارکس کو اپنا قیدی اور نابعد اربنا کر رکھا تھا۔ ایک تنویمی عمل کرنے والے کی خدمات حاصل کرکے ویٹو مارکس کو بھارت سرکار کا وفادار خیال خوانی کرنے والا بنا دیا تھا۔

اسے اور اس کی محبوبہ کلپنا کو ایک بنگلے کے تہ خانے میں قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ وہاں اس پر دوبارہ تنویمی عمل کرنے کی ضرورت تھی۔ نیا ڈی جی ارجن چوپڑا چاہتا تھا کہ نئے تنویمی عمل کے ذریعے ویٹو مارکس کو ذاتی طور پر اپنا معمول بنالے۔ لہٰذا عامل نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن ویٹو مارکس نے بڑی چالاکی سے اس کے عمل کو ناکام بنایا تھا پھر اسے اور ارجن چوپڑا کو گن پوائنٹ پر رکھ کر مجبور کیا تھا کہ وہ اسے اس قید خانے سے نکال کر لے جائیں۔

ویٹو مارکس نے حکم دیا "وہاں جتنی رقم رکھی ہے۔ اسے بیگ میں رکھ کر یہاں سے نکلا جائے۔"

باہر انٹیلی جنس کے دوسرے سراغ رساں ڈیوٹی پر تھے۔ ڈی جی ارجن چوپڑا نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ تہ خانے کی طرف نہ آئیں۔ وہ وہاں بہت ضروری معاملات میں مصروف رہے گا۔ اسی لیے کوئی سراغ رساں اس طرف نہیں آرہا تھا۔ ادھر ارجن چوپڑا نے حکم کے مطابق ایک بیگ میں نوٹوں کی گڈیاں بھر دیں پھر اسے اٹھا کر اپنے عامل کے ساتھ تہ خانے سے باہر آگیا۔ ویٹو مارکس ان دونوں کے دماغوں میں تھا۔ اگر وہ ذرا بھی چالاکی دکھاتے تو وہ ان کے دماغوں میں زلزلہ پیدا کرکے انہیں دماغی اذیتوں میں مبتلا کرسکتا تھا۔

اس سے پہلے بھی ویٹو مارکس نے یہی کیا تھا اور وہ اتنی

تکلیف میں مبتلا ہوئے تھے کہ اب توبہ کررہے تھے۔ کوئی چالاکی دکھانا نہیں چاہتے تھے۔ لہٰذا وہ باہر آکر ایک کار میں بیٹھ گئے۔ ڈی جی ارجن چوپڑا اسٹیئرنگ سیٹ پر تھا۔ عامل اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پچھلی سیٹ پر کلپنا اور ویٹو مارکس تھے۔

ارجن چوپڑا نے اپنے ایک خاص سراغ رساں سے کہا "میں ویٹو مارکس کو یہاں سے دوسری جگہ منتقل کررہا ہوں۔ یہ بات راز میں رہے گی۔ دوسروں کو یہی معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے ویٹو مارکس کو اس بنگلے میں قید کررکھا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے روانہ ہوگیا۔ کلپنا نے ویٹو سے پوچھا "ہم یہاں سے نکل تو گئے ہیں لیکن کہاں پناہ لیں گے؟"

ویٹو مارکس نے پہلے تو سوچا تھا کہ اس شہر سے کہیں دور چلا جائے گا۔ کسی ہوٹل میں یا کسی کرائے کے مکان میں رہے گا لیکن اس کے ساتھ مجبوری یہ تھی کہ ہندی زبان اچھی طرح جاننے سمجھنے اور بولنے کے باوجود اس کا لہجہ امریکی تھا۔ گفتگو سے پہچان لیا جاتا تھا کہ وہ ہندوستانی نہیں ہے۔ اس کمزوری کے باعث وہ پھر گرفتار ہوسکتا تھا۔

اس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے کلپنا سے کہا "ہم کسی ہوٹل میں یا کسی کرائے کے مکان میں نہیں جائیں گے۔ میں ابھی کوئی اور انتظام کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک جگہ ارجن چوپڑا کو گاڑی روکنے کا حکم دیا۔ جب گاڑی رک گئی تو اس نے عامل سے کہا "تم یہاں اتر جاؤ اور سیدھا اپنے گھر جاؤ۔ یاد رکھو۔ میں تمہارے دماغ میں موجود رہوں گا۔ اگر تم نے کسی سے بھی یہ کہا کہ میں قید خانے سے نکل چکا ہوں اور ڈی جی ارجن چوپڑا کو یرغمال بنا کر لے جارہا ہوں تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ تمہارے دماغ میں زلزلے پیدا کرکے تمہیں ذہنی مریض بنادوں گا پھر میں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

عامل نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "میں وعدہ کرتا ہوں' کبھی اپنے سائے سے بھی تمہارے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

ویٹو مارکس نے کہا "چلو۔ گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ عامل پیچھے رہ گیا۔ اس نے سچ مچ توبہ کی تھی اور کان پکڑے تھے کہ ویٹو مارکس کے خلاف کچھ نہیں کہے گا لیکن کسی پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ویٹو مارکس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ کسی جگہ پہنچ کر اطمینان حاصل کرنے کے بعد عامل اور ارجن چوپڑا کو اپنا معمول بنالے گا۔

ارجن چوپڑا نے پوچھا "تم کہاں جانا چاہو گے؟ میں تمہیں وہاں پہنچادوں گا لیکن جلد ہی کوئی فیصلہ کرو۔ ہمارے اعلیٰ افسران کو یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ میں تمہیں اس قید خانے سے نکال کر کسی دوسری جگہ لے جارہا ہوں۔ لہٰذا مجھ سے طرح طرح کے سوالات کیے جائیں گے۔"

"یہ بات میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں' میرے فرار ہونے کے بعد تمہارا زبردست محاسبہ کیا جائے گا۔ لہٰذا مجھے اپنے بنگلے میں لے چلو۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "یہ۔ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میرے بنگلے میں جانے کے بعد کیا محفوظ رہ سکو گے۔"

"تم بالکل تنہا رہتے ہو۔ وہاں تمہاری خدمت کے لیے ایک ہی ملازم ہے۔ تم ابھی اسے فون کرکے کہو کہ وہ چھٹی کرلے۔ جب تمہیں ضرورت ہوگی تو تم اسے بلالو گے۔ اس طرح تمہارا وہ بنگلا بالکل خالی ہوجائے گا۔ تمہارے رشتے دار اس شہر میں نہیں رہتے ہیں۔"

کلپنا نے کہا "لیکن مارکس! اس کے رشتے دار کسی وقت اس سے ملنے کے لیے وہاں آسکتے ہیں۔"

اس نے کہا "یہ ارجن چوپڑا اتنا بدمزاج اور غصہ ور ہے کہ کوئی دور کا رشتے دار اس سے تعلق نہیں رکھتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کے گھر آتا ہے۔ فی الحال وہ بنگلا ہمارے لیے محفوظ رہے گا۔"

وہ بولی "اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔ کوئی گڑبڑ نہ ہو۔"

"کوئی ایسی پریشانی نہیں ہوگی۔ ہم ہمیشہ وہاں نہیں رہیں گے۔ اس بنگلے میں رہ کر اطمینان سے پلاننگ کریں گے کہ آئندہ ہمیں کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے؟"

ڈی جی ارجن چوپڑا نے ویٹو مارکس کے حکم کے مطابق اپنے ملازم کو فون پر حکم دیا کہ وہ بنگلے سے چلا جائے اور ایک ہفتے کی چھٹی کرے۔

جب وہ اس بنگلے میں پہنچے تو وہاں ملازم نہیں تھا۔ بنگلا خالی تھا۔ کوئی یہ دیکھنے والا نہ تھا کہ فرار ہونے والا قیدی اپنی محبوبہ کے ساتھ ٹاپ سیکرٹ انٹیلی جنس کے ڈی جی ارجن چوپڑا کے بنگلے میں پناہ لے رہا ہے۔

اس نے وہاں پہنچ کر بنگلے کے تمام حصوں کو اندر سے اچھی طرح چیک کیا۔ کھڑکیاں اور دروازے بند تھے پھر اس نے کلپنا سے کہا "بہترین کافی پلاؤ۔ اس وقت تک میں اہم معلومات حاصل کررہا ہوں۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے انڈین انٹیلی جنس کے سراغ رسانوں اور اعلیٰ افسران کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ پتا چلا ابھی کسی کو یہ اطلاع نہیں ملی ہے کہ ارجن چوپڑا قیدی ہے

مارکس کو اس خفیہ بنگلے سے نکال کر کسی دوسری جگہ لے گیا ہے۔ اسے اطمینان ہوا کہ ابھی فوراً ہی اسے تلاش نہیں کیا جائے گا۔

اس نے ارجن چوپڑا کو حکم دیا "بیڈ پر لیٹ کر اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

وہ ہاتھ جوڑ کر بولا "تم مجھ پر تنویمی عمل کرو گے' مجھے اپنا معمول بناؤ گے۔ پلیز۔ ایسا نہ کرو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں' تنویمی عمل کے بغیر ہی میں تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔ تمہاری دہشت تو یوں بھی میرے اندر رہے گی کہ تم کسی وقت بھی خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ کو پھوڑا بنا سکتے ہو۔"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔ جو کہہ رہا ہوں۔ اس پر فوراً عمل کرو۔"

وہ چپ چاپ چاروں شانے چت بستر پر آکر لیٹ گیا۔ اس سے پہلے وہ بحث کرنے کا نتیجہ بھگت چکا تھا۔ ویٹو مارکس نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کرکے اس کے دماغ کو بالکل ہی کمزور بنا دیا تھا۔

بہرحال اس نے لیٹنے کے بعد اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا' آنکھیں بند کرلیں اور ذہنی طور پر خود کو ویٹو مارکس کے حوالے کردیا۔ وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ بہت مختصر سا عمل تھا۔ اس نے صرف یہ بات اس کے ذہن میں نقش کی کہ وہ ویٹو مارکس کا معمول ... بن کر اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا "اب تم آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے بعد بیدار ہوجاؤ گے۔"

کلپنا گرما گرم کافی بنا کر لے آئی۔ ٹرے کو سینٹر ٹیبل پر رکھ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم بہت دلیر اور غیر معمولی انسان ہو' میرے بہت مضبوط محافظ ہو۔ تم میری خاطر پوری بھارت سرکار سے لڑ رہے ہو۔ میں تم پر جتنا بھی فخر کروں' کم ہے۔"

وہ بڑی محبت سے اسے چوم کر بولا "تم بھی تو مجھ سے بے انتہا محبت کرتی ہو۔ میں نہیں جانتا کہ یہاں آکر کس طرح تمہارا دیوانہ بن گیا ہوں؟ اور اس سے بڑی بات کیا ہوگی کہ تم مجھے ایک بچے کا باپ بنانے والی ہو۔ ہم جلد ہی یہ ملک چھوڑ کر کہیں دور ایسی جگہ چلے جائیں گے۔ جہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارا دشمن نہیں ہوگا۔ ہم سکون سے زندگی گزاریں گے۔"

اس نے کافی پینے کے بعد اس عامل کی خبر لی۔ جس نے پہلے اس پر عمل کرکے اسے بھارت سرکار کا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ اس نے اس عامل کے پاس پہنچ کر اسے بھی حکم دیا کہ وہ کسی بحث مباحثے کے بغیر اپنے بیڈ پر لیٹ کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ دے۔

ویٹو مارکس نے اس پر بھی مختصر سا تنویمی عمل کرکے اسے اپنا معمول بنالیا پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

ایسے ہی وقت میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ مجھے حیرانی ہوئی لیکن میں سمجھ گیا کہ اس نے کسی طرح اپنے دشمنوں سے نجات حاصل کی ہے اور اپنے اوپر کسی سے ایسا عمل کرایا ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کے اندر جاکر اس کے خیالات نہ پڑھ سکے۔

میں نے دوسری بار اس کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس بار اس نے ایک موبائل فون نمبر بتایا پھر سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ میں نے اس نمبر پر اس سے رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا "ہیلو۔ تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

میں نے اپنا تعارف کرانے کے بعد کہا "میں تمہاری آزادی پر تمہیں مبارک باد دیتا ہوں۔ آخر تم نے انڈین ٹاپ سیکرٹ انٹیلی جنس والوں سے نجات حاصل کرلی۔"

"جی ہاں۔ میں اپنے خدا کا جتنا بھی شکر ادا کروں' کم ہے۔ آپ سے ایک التجا کرتا ہوں۔"

"التجا نہ کرو' دوستانہ انداز میں گفتگو کرو۔"

"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ میں اپنی محبت کلپنا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں آپ سے کبھی دشمنی نہیں کروں گا اور نہ ہی کبھی آپ کے خلاف کچھ سوچنے کی کوشش کروں گا۔"

"یہ میرا اصول رہا ہے کہ جب تک کوئی مجھ سے دشمنی نہیں کرتا' مجھے پریشان نہیں کرتا۔ تب تک وہ میرے لیے غیر ضروری ہوتا ہے اور میں اسے نظرانداز کرتا رہتا ہوں۔ تم میرے راستے میں نہیں آؤ گے تو میں بھی تمہارے راستے سے نہیں گزروں گا لیکن ایک بات ہے۔"

"کیا بات ہے؟ آپ فرمائیں' مجھے حکم دیں۔ میں اس پر عمل کروں گا۔"

"تم جب تک ہندوستان میں رہو گے' میں تم سے بے خبر نہیں رہوں گا۔ کیونکہ انڈین آرمی اور انٹیلی جنس والے ابھی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ پتا نہیں تمہیں کیسے کیسے جتن سے ٹریپ کرنا چاہیں گے۔ اگر تم پھر ان کی گرفت میں آؤ گے تو میرے لیے خطرہ بن جاؤ گے۔ لہٰذا میں تمہیں بالکل ہی نظرانداز نہیں کروں گا۔"

"جی ہاں۔ آپ درست فرماتے ہیں۔ میں خود نہیں جانتا کہ آئندہ میرے حالات کیا ہوں گے اور میں اس ملک سے نکل کر کہیں دور کسی گوشۂ عافیت میں رہ کر اپنی کلپنا کے ساتھ زندگی گزار سکوں گا۔"

"تمہارے ارادے نیک ہیں' محبت سے بھرپور ہیں۔ کبھی کسی برے وقت میں میری ضرورت پیش آئے تو ضرور مجھے مخاطب کرنا فی الحال۔ خدا حافظ۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کردیا۔ وہ اطمینان کی سانس لے کر کلپنا سے بولا "ایک بہت بڑا پہاڑ میرے سر سے اتر گیا ہے۔ فرہاد صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھ سے دشمنی نہیں کریں گے اور کبھی میرے راستے کی دیوار نہیں بنیں گے۔ بلکہ ضرورت پڑی تو وہ میری مدد بھی کریں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

"ہاں کلپنا! ہم بہت خوش نصیب ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہم بہت جلد اس ملک سے کہیں دور چلے جائیں گے۔"

آدھا گھنٹا گزر گیا۔ ڈی جی ارجن چوپڑا تنویمی نیند پوری کرکے بیدار ہوا۔ ویٹو مارکس نے کہا "اب اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ ابھی بہت سے کام پڑے ہیں۔"

وہ اٹھ کر بستر کے سرے پر بیٹھ گیا۔ کلپنا نے کہا "مجھے ان سراغ رسانوں کی طرف سے اندیشہ ہے جو اس بنگلے میں تھے اور جنہوں نے ہمیں ڈی جی کے ساتھ آتے دیکھا ہے۔"

وہ ارجن چوپڑا سے بولا "تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ یہ رپورٹ نہیں دیں گے کہ تم ہمیں کہیں لے گئے ہو؟ اور تم نے انہیں تاکید کی ہے کہ ہمیں وہاں سے منتقل کرنے والی بات کسی کو نہ بتائی جائے؟"

"ہاں۔ وہ یہ تو کہیں گے اور مجھے یہی بتانا ہوگا کہ تم مجھے ڈاج دے کر یا زخمی کرکے فرار ہوگئے ہو۔"

"سختی سے تمہارا محاسبہ کیا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ ہمیں کسی دوسری جگہ منتقل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تم نے اعلیٰ افسران کو اور ہائی کمان کو بتائے بغیر ہماری جگہ کیوں تبدیل کرنی چاہی؟"

"ہاں۔ اسی کئی قسم کے سوال پوچھے جائیں گے۔ میں پریشان ہوں' انہیں کیا جواب دوں گا۔"

"جواب دینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ میں یہ قصہ ہی تمام کردیتا ہوں۔ اس بنگلے میں تمہارے تین سراغ رساں تھے۔ اگر وہ زندہ نہیں رہیں گے تو تم یہ کہہ سکو گے کہ تمہیں اسی بنگلے کے تہ خانے میں چھوڑ کر آئے تھے اور وہ تین سراغ رساں تمہاری نگرانی کررہے تھے۔ ان کے ہلاک ہونے کے بعد یہی سمجھا جائے گا کہ میں انہیں قتل کرکے کہیں فرار ہوگیا ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "وہ ہمارے بہترین سراغ رساں ہیں' ہمارے وفادار ہیں۔ پلیز۔ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔"

"میں اپنی بہتری اور سلامتی کے لیے جو بہتر سمجھتا ہوں' وہ کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ ان میں سے ایک سراغ رساں کے اندر پہنچ گیا۔ وہ تینوں اس بنگلے کے اندر تھے۔ ویٹو مارکس نے وقت ضائع نہیں کیا۔ ایک کے ذریعے دونوں کی آوازیں سنیں پھر باری باری ان کے دماغوں میں جاکر ایک دوسرے کو مارنے اور مرنے پر مجبور کردیا۔

اس کے بعد دماغی طور پر حاضر ہو کر ارجن چوپڑا سے کہا "وہاں قصہ تمام ہوچکا ہے۔ تم پر الزام نہیں آئے گا۔ کوئی تمہارے خلاف یہ نہیں کہے گا کہ تم مجھے اپنے ساتھ اس بنگلے سے باہر لے گئے تھے۔"

وہ بولا "بے شک۔ اب میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جس وقت تم فرار ہوئے اور ان تینوں کو قتل کیا۔ میں اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔ اس سے بہت پہلے وہاں سے جاچکا تھا۔"

"تو پھر جو بول رہے ہو' وہ کرو۔ وقت ضائع نہ کرو۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر کہا "میرا موبائل فون تمہارے پاس ہے۔ مجھے دو۔"

"اب یہ میرے پاس رہے گا۔ کیونکہ میں اس فون کے ذریعے فرہاد سے رابطہ کرچکا ہوں۔ تمہارے دوسرے افسران سے بھی میں اسی فون سے رابطہ کروں گا۔ تم یہ بیان دو گے کہ اپنا موبائل فون اس بنگلے میں چھوڑ آئے تھے اور اسے میں لے گیا ہوں۔"

اس نے دوسرے فون کے ذریعے انٹیلی جنس کے ایک چیف سے رابطہ کیا پھر کہا "بڑی دیر سے اس خفیہ بنگلے میں فون کررہا ہوں لیکن کوئی ریسیور نہیں اٹھا رہا ہے۔ آپ معلوم کریں' بات کیا ہے؟ وہاں کوئی حاضر کیوں نہیں ہے۔"

پھر وہ سب معلومات حاصل کرنے لگے۔ ایک گھنٹے کے اندر ہی ہلچل سی پیدا ہوگئی پولیس اور انٹیلی جنس والے فون کھڑکانے لگے' ایک دوسرے سے رابطہ کرکے بتانے لگے۔ ویٹو مارکس ان کی قید سے تین سراغ رسانوں کو قتل کرنے کے بعد فرار ہوچکا ہے۔

بھارتی اکابرین اور آرمی کے اعلیٰ افسران غصے سے تلملانے لگے۔ ٹیلی پیتھی کو ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک

ہتھیار سمجھا جاتا ہے اور وہ ہتھیار ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

فوراً ہی تمام اکابرین کا اجلاس طلب کیا گیا۔ اس اجلاس میں یہ تشویش ظاہر کی گئی کہ ویٹو مارکس ان سے اجلاس حاصل کرنے کے بعد سیدھا امریکی اکابرین سے رابطہ کرکے بتائے گا کہ کس طرح انڈین آرمی اور ٹاپ سیکرٹ سروس والوں نے اسے قیدی بنا کر رکھا تھا اور اسے تنویمی عمل کے ذریعے معمول بنا کر انڈین ٹیلی پیتھی جاننے والا ظاہر کررہے تھے۔

ایک انڈین منسٹر نے کہا "ہماری خارجہ پالیسی پر بہت برا اثر پڑے گا۔ امریکی اکابرین ہم پر اعتماد نہیں کریں گے۔ ہم پہلے بھی ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا چکے ہیں۔"

"وہ فرار ہوچکا ہے لیکن ہم سے رابطہ ضرور کرے گا۔ ہمیں یہ طے کرنا چاہیے کہ اس کے ساتھ ہمارا رویہ کیا ہوگا؟ کیا ہم اس سے کوئی سمجھوتا کریں؟"

"وہ سمجھوتے پر راضی ہوگا تو ہمارے لیے بڑی آسانی ہوگی۔ امریکی اکابرین تک یہ بات نہیں پہنچے گی کہ ہم نے اسے قیدی بنا کر رکھا تھا۔ وہ ہمارے خلاف بیان نہیں دے گا۔"

ویٹو مارکس خیال خوانی کے ذریعے ان تمام اکابرین اور آرمی کے تمام اعلیٰ افسران کی گفتگو سن رہا تھا۔ انہیں توقع تھی کہ وہ فرار ہونے کے بعد ان سے ضرور رابطہ کرے گا۔ لہٰذا ان کی توقع کے مطابق اس نے ارجن چوپڑا کے موبائل فون کے ذریعے ان سے رابطہ کیا "ہیلو! میں ویٹو مارکس بول رہا ہوں۔ تم لوگوں نے مجھے ترنوالہ سمجھ کر چبائے بغیر نگل جانا چاہا مگر اب میں ہڈی کی طرح تمہارے گلے میں اٹک گیا ہوں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم اب ہمیں طعنے دو گے' اور بہت کچھ کہو گے اور یہ حق بجانب ہوگا۔ کیونکہ ہم نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ سیاسی معاملات میں کبھی دوستی ہوتی ہے' کبھی دشمنی۔ اور جس سے دشمنی ہوتی ہے۔ حالات سے مجبور ہو کر اس سے دوستی بھی کرلی جاتی ہے۔"

ایک منسٹر نے کہا "ہم یہ نہیں کہتے کہ تم اپنے حالات سے مجبور ہو کر یا کسی بھی مجبوری کے تحت ہم سے سمجھوتا کرو۔ کوئی مجبوری نہ سہی۔ اپنی اور کلپنا کی بہتری کے لیے ہم سے دوستی کرلو۔"

"تمہاری نظروں میں میری اور کلپنا کی بہتری کس میں ہے کیا تم سے دوستی کرنے میں ہے؟"

"بے شک۔ ہم کلپنا کی راجپوت برادری کو سمجھائیں گے کہ وہ اس کی شادی تم سے کرنے میں کوئی اعتراض نہ کریں۔ تم یہاں داماد کی حیثیت سے رہو گے۔ تمہیں یہاں کی شہریت حاصل ہوگی۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے کبھی تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔"

ایک اور منسٹر نے کہا "ذرا غور کرو اور اپنے حالات کو سمجھو۔ تمہیں کسی سے چھپ کر یہاں چوروں کی طرح نہیں رہنا ہوگا۔ ہمیشہ اندیشے میں مبتلا نہیں رہو گے کہ کوئی تمہیں گرفتار کرنے اور قتل کرنے آئے گا۔"

ویٹو مارکس نے پوچھا "اور اگر گرفتار کرنے آئے گا تو میں اس کا کیا بگاڑ لوں گا؟ تمہاری ٹاپ سیکرٹ سروس والوں نے مجھے اچانک چاروں طرف سے گھیر کر گرفتار کیا تھا۔ میں اپنا بچاؤ نہ کرسکا۔ کہیں فرار نہ ہوسکا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بار بار ایسی ہی حماقتیں کروں گا؟"

"آئندہ ہم تمہیں قیدی اور معمول نہیں بنائیں گے۔ تم کسی طرح کی بھی ضمانت ہم سے لے سکتے ہو۔ تم بتاؤ کہ ہم تمہیں اپنی سچائی کا کیسے یقین دلائیں؟"

"جو سچے ہوتے ہیں انہیں اپنی سچائی ثابت کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ میں تم لوگوں کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ جب موقع ملے گا اور میں تمہاری نظروں میں آؤں گا۔ تم مجھے کبھی آزاد نہیں رہنے دو گے پھر گرفتار کرکے اپنا الّو سیدھا کرتے رہو گے۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ تھوڑی دیر بعد موبائل فون بزر سنائی دیا۔ اس نے ایک بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا تو دوسری طرف سے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر ارجن چوپڑا! ویٹو مارکس نے ابھی ہم سے رابطہ کیا تھا۔ ہمارے سی' ایل' آئی میں تمہارا موبائل نمبر پڑھا جارہا تھا۔ تمہارا فون اس کے پاس کیسے پہنچ گیا ہے؟"

ویٹو مارکس نے کہا "اب یہ فون میرے پاس ہے۔ میں اس تہ خانے سے فرار ہورہا تھا تو یہ موبائل فون دکھائی دیا۔ میں اسے لے کر چلا آیا ہوں۔ اگر یہ تمہارے ڈی جی ارجن چوپڑا کا ہے۔ تو سمجھو اب یہ میرے پاس رہے گا۔"

اس نے پھر رابطہ ختم کردیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ڈی جی ارجن چوپڑا نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا "ہیلو۔ میں ارجن چوپڑا بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مسٹر چوپڑا! وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ویٹو مارکس تمہاری

نگرانی میں تھا۔ تم نے اسے کسی تہ خانے میں رکھا ہوا تھا پھر وہ فرار کیسے ہوگیا؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ اب سے دو گھنٹے پہلے میں وہاں تھا۔ وہ تہ خانے میں سو رہا تھا۔ کبھی سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا اس نے اندر ہی اندر کیسی پلاننگ کی ہے۔ ہمیں دھوکا دے رہا ہے اور یہ کہ میرے جاتے ہی وہاں سے فرار ہونے کا راستہ ہموار کرلے گا۔"

"کیا تمہیں اندازہ ہے کہ اس کے فرار ہونے سے کتنا بڑا نقصان پہنچنے والا ہے؟"

"میں جانتا ہوں۔ وہ پھر اپنے امریکی اکابرین سے رابطہ کرے گا اور ان سے شکایت کرے گا کہ ہم نے اس کے ساتھ کیسی کیسی زیادتیاں کی ہیں؟ ہم نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ان سے چھین لیا تھا۔ وہ یہ دھوکا برداشت نہیں کریں گے۔ ہمارے خلاف انتقامی کارروائی کریں گے۔"

"کیا اس نے تم سے رابطہ کیا ہے؟"

"نہیں۔ اس نے مجھ سے نہ تو فون کے ذریعے رابطہ کیا ہے اور نہ ہی میرے دماغ میں آیا ہے اگر آئے گا تو میں سانس روک کر اسے بھگا دوں گا۔"

ویڈمارکس اس کی باتیں سن رہا تھا اور اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اس نے اپنے اکابرین سے تھوڑی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد رابطہ ختم کردیا۔ آرمی کے اعلیٰ افسران نے اسے ہیڈ کوارٹر میں طلب کیا تھا۔ اس نے ویڈمارکس سے پوچھا "کیا مجھے جانا چاہیے؟"

"ضرور جانا چاہیے۔ تم میرے معمول ہو۔ میرے خلاف کوئی حرکت نہیں کرو گے اور کرو گے تو جان سے جاؤ گے۔"

وہ وہاں سے جانے لگا تو ویڈمارکس نے کہا "باہر سے دروازہ لاک کرکے جاؤ۔ ہمیں ضرورت ہوگی تو ہم اسے اندر سے کھول لیں گے۔"

وہ باہر سے دروازے کو لاک کرکے چلا گیا۔ کلپنا بہت پریشان تھی۔ اس نے کہا "مجھے اطمینان نہیں ہو رہا ہے، ڈر لگ رہا ہے۔ یہ کم بخت ہیڈ کوارٹر جاکر ہمارے خلاف کچھ کہہ نہ دے۔"

"تم نہیں جانتیں کہ تنویمی عمل کے بعد جو معمول بن جاتے ہیں وہ پھر اپنے عامل کے خلاف کسی سے کچھ نہیں بولتے۔ ان کے دماغ میں ہمارے خلاف کبھی کوئی سازش نہیں ابھرتی۔ تم مطمئن رہو۔"

وہ اس کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا "میں اپنے اکابرین سے رابطہ کر رہا ہوں۔ ان سے کچھ غور باتیں کروں گا۔ تم تنہائی محسوس کرو گی۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم خیال خوانی کرتے رہو گے تمہاری صورت دیکھتی رہوں گی۔"

"صورت ضرور دیکھو لیکن کچھ کھانے پینے کی بھی کرو۔ اب تمہیں ہی یہاں رہ کر کچھ پکانا ہوگا۔ ہم اس سے باہر نہیں جائیں گے۔"

وہ کچن کی طرف چلی گئی۔ یہ خیال خوانی کے ذریعے امریکن آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ سوچ لہروں کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے خود ہی اسے مخاطب کیا "ہیلو۔ میں ویڈمارکس بول رہا ہوں۔"

اس نے چونک کر پوچھا "کون ویڈمارکس؟ کیا ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا؟"

"ہاں۔ میں وہی ہوں۔ جو انڈیا میں جاکر گم ہوگیا تھا۔ دوسرے تمام اکابرین کو انفارم کرو کہ میں واپس آگیا ہوں۔ ایک اجلاس طلب کرو میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔"

وہ اس کے دماغ سے واپس آکر پھر ڈی جی ارجن چوپڑا کے اندر پہنچ گیا۔ یہ اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ واقعی وہ اس کا معمول بن چکا ہے اور اسے دھوکا نہیں دے رہا ہے۔ وہ ہیڈ کوارٹر پہنچنے کے بعد آرمی افسران سے گفتگو کر رہا تھا۔ ویڈمارکس تقریباً آدھے گھنٹے تک اس کے اندر رہا۔ یہ اطمینان حاصل کرتا رہا کہ وہ واقعی اس کا معمول بن چکا ہے۔

وہ پھر اس امریکی آرمی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ایک کانفرنس ہال میں دوسرے اکابرین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ویڈمارکس نے اس کی زبان سے کہا "اب میں آپ کو ٹیلی پیتھی جاننے والا ویڈمارکس اس اعلیٰ افسر کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

سب نے چونک کر اس اعلیٰ افسر کو دیکھا پھر اپنی اپنی نشستوں پر سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا "کیسے یقین کریں کہ تم ویڈمارکس ہو؟ اگر ہو تو بتاؤ تم اب تک کہاں تھے؟ تم نے ہم سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"میں بہت مجبور ہوگیا تھا۔ دشمنوں نے مجھے بڑی چالاکی سے گھیر کر اپنا قیدی بنایا پھر مجھ پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اپنا معمول بنالیا۔"

"وہ دشمن کون ہیں؟ جنہوں نے تم پر تنویمی عمل کرکے تمہیں ہم سے دور کردیا تھا؟"

وہ بتانے لگا کہ کس طرح انڈین ٹاپ سیکرٹ سروس کے ڈی جی نے اسے ٹریپ کیا تھا۔ اپنا غلام بنایا تھا اور کس طرح اس سے کام لیتا رہا تھا۔ پھر اس نے کس طرح موقع پاکر ان سے نجات حاصل کی تھی۔

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "اب تم رہائی پانے کے بعد کہاں ہو؟ کس حال میں ہو؟ کیا تمہیں اطمینان ہے کہ اب وہ تمہیں ٹریپ نہیں کرپائیں گے؟"

"فی الحال تو میں ایک محفوظ پناہ گاہ میں ہوں لیکن یہاں سے بھی نکل جانا چاہتا ہوں۔"

"بھارتی حکمرانوں نے ہم سے بہت بڑا فراڈ کیا ہے۔ ہم انہیں ایسا سبق سکھائیں گے کہ وہ قیامت تک یاد رکھیں گے۔ فی الحال ہم تمہارے تحفظ کا انتظام کرنا چاہتے ہیں۔ بولو۔ تم کہاں ہو؟"

"آپ میری فکر نہ کریں۔ میں اپنی حفاظت خود کرنا جانتا ہوں۔"

"ایسی نادانی کی باتیں نہ کرو۔ تم وہاں دشمنوں کے ملک میں ہو۔ قدم قدم پر ان کے انٹیلی جنس اور پولیس والے ہیں پھر یہ کہ تم ان کی زبان اور تہذیب جانتے ہو لیکن تمہارا لہجہ امریکی ہے۔ تم باآسانی پکڑے جاؤ گے۔"

"یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے راستے میں کیسی کیسی دشواریاں پیش آئیں گی؟ لیکن میں اس ملک سے نکلنے کے لیے آپ کی امداد قبول نہیں کروں گا۔"

"یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تم امریکی نہیں ہو؟ تمہیں اپنے ملک و قوم سے محبت نہیں ہے۔"

"مجھے اپنے وطن سے اور اپنی قوم سے محبت ہے۔ اسی لیے میں نے آپ سے رابطہ کیا ہے اور میں اپنی آخری سانسوں تک ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے وطن کے لیے کام کرتا رہوں گا۔"

"جب تمہیں ہم سے اتنی محبت ہے تو ہم پر بھروسا کیوں نہیں کرتے ہو؟"

"مجھے افسوس ہے۔ جب میں اس ملک سے نکل کر آپ کی مدد سے کسی دوسرے ملک میں پہنچوں گا تو وہاں آپ لوگ مجھے حراست میں لے لیں گے پھر وہی کریں گے جو بھارتی سرکار نے میرے ساتھ کیا ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ یہی مصیبت ہے کہ ہم کسی کے نہیں ہوتے اور نہ ہی کوئی ہمارا سچا دوست ہوسکتا ہے۔"

تھوڑی دیر کے لیے سب ہی کو چپ لگ گئی۔ ویڈمارکس نے کہا "آپ لوگوں کو میری باتیں بری لگ رہی ہوں گی لیکن میں برا ہونے کے باوجود محب وطن ہوں۔ آپ لوگوں کو صرف یہ خبر دینے آیا ہوں کہ بھارتی سرکار پر کبھی بھروسا نہ کیا جائے اور نہ ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ان کی مدد کی جائے۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ آپ حضرات آئندہ مجھے جو بھی ذمے داری دیں گے میں اسے نبھانے کی کوشش کروں گا۔"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ اس اجلاس میں دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے۔ ان کے اکابرین نے کہا۔ "اب ہمیں بھارتی حکمرانوں کا محاسبہ کرنا ہوگا اور ان کے خلاف سخت کارروائی کرنا ہوگی۔"

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "میں نے آپ لوگوں کو اطلاع دی تھی کہ بھارتی مزید ایٹم بم بنانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے وہ روس سے یورینیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ یورینیم آج رات کی فلائٹ سے بھارت پہنچائی جا رہی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اسے وہاں پہنچنے نہ دو۔ پہنچانے والوں سے چھین لو یا اسے تباہ کردو۔"

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "میں نے آپ کو اطلاع دی تھی کہ بھارت کا ایک سائنس دان ایک اہم مشن پر اسرائیل جا رہا ہے۔ وہ دہلی میں ہے اور شام کی ایک فلائٹ سے جانے والا ہے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے حکم دیا "اس سائنس دان کو اغوا کرو اور اسے کسی خفیہ جگہ لے جاکر اپنا قیدی بنالو۔"

اسی شام بھارتی انٹیلی جنس والوں نے اپنے اکابرین اور آرمی افسران کو اطلاع دی "ہمارا مشہور و معروف سائنس دان کہیں گم ہوگیا ہے۔"

اس کی گمشدگی نے تمام حکمرانوں کو پریشان کردیا۔ پولیس انٹیلی جنس اور آرمی اپنے اپنے ذرائع کے مطابق اسے تلاش کرنے لگی لیکن اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔ امریکی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے بھارتی اکابرین سے رابطہ کیا پھر کہا "تم لوگ خوامخواہ اس سائنس دان کو تلاش کر رہے ہو۔ وہ تمہیں نہیں ملے گا۔"

انہوں نے پوچھا "کیوں نہیں ملے گا؟ تم اس کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"میں اتنا جانتا ہوں کہ جس طرح ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ویڈمارکس تمہاری سرزمین سے اچانک غائب ہوگیا تھا۔ اسی طرح تمہارا وہ سائنس دان بھی غائب ہوچکا ہے۔ اس کے بعد بھی تمہیں بڑے بڑے نقصانات اٹھانے پڑیں گے۔ انتظار کرو۔"

"تم ہم سے دشمنی کیوں کررہے ہو؟ ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ تمہیں کیا نقصان پہنچایا ہے؟"

"ویٹو مارکس نے ہمیں تمہاری کینگی کے بارے میں سب کچھ بتادیا ہے؟ اب خوا مخواہ انجان نہ بنو۔"

"ہم نہیں مانتے کہ ویٹو مارکس نے ہمارے خلاف کوئی شکایت کی ہے۔ اگر کی ہے تو پھر وہ ویٹو مارکس نہیں ہوگا۔ تم سب جانتے ہو کہ فرہاد علی تیمور ہمارا دشمن ہے۔ اس نے ویٹو مارکس بن کر تمہارے کان بھرے ہوں گے۔"

"ہم نادان نہیں ہیں' جو فرہاد کے بہکانے سے بہک جائیں گے۔ کیا تم لوگوں نے ویٹو مارکس کو رازداری سے گرفتار کرکے اسے اپنا معمول نہیں بنایا تھا؟"

"ہم نے ہرگز ایسا نہیں کیا تھا۔ تم خوا مخواہ ہم پر شبہ کررہے ہو۔"

"اگر ہم شبہ کررہے ہیں تو تمہارے ملک میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں سے پیدا ہوگیا؟"

"ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہندوستانی ہے۔ پیدائشی طور پر ہندو ہے۔ وہ تمہارا ویٹو مارکس نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر وہ ویٹو مارکس نہیں ہے تو اس سے کہو کہ ہمارے دماغ میں آکر بولے۔ ہم سے باتیں کرے۔"

"تم ہماری باتوں کا یقین نہیں کررہے ہو۔ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ہمارا یہ ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا گونگا ہے۔ بول نہیں سکتا۔"

"تم ایسی مضحکہ خیز باتیں کررہے ہو۔ جسے سن کر ساری دنیا ہنسے گی۔"

"دنیا ہنستی ہے تو ہنسنے دو۔ جو سچ ہے وہ ہم کہہ رہے ہیں۔"

"آج تک نہ کبھی یہ دیکھا گیا' نہ سنا گیا کہ کسی گونگے نے خیال خوانی کی ہو۔"

"تم یقین کرو یا نہ کرو۔ خیال خوانی سیکھنے کے دوران وہ گونگا نہیں تھا۔ سیکھنے کے بعد بھی تقریباً ایک برس بولتا رہا لیکن اچانک ایک حادثے میں وہ قوتِ گویائی سے محروم ہوچکا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' نہ ہی وہ کبھی بولے گا نہ ہی کبھی ہمارے دماغ میں آئے گا اور نہ ہی اپنی آواز سنا کر یہ ثابت کرے گا کہ انڈیا میں بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا واقعی پیدا ہوچکا ہے۔"

"بے شک۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہندوستانی ہے۔ ہمیں اس پر فخر ہے۔ ہم بڑی رازداری سے اس کا علاج کررہے ہیں۔ ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ باقاعدہ علاج کے بعد وہ پھر سے بولنے لگے گا اور جب ایسا ہوگا تو یہ سب سے پہلے تم لوگوں کے دماغ میں آئے گا۔"

آدھی رات کے بعد امریکی اعلیٰ افسر نے ان اکابرین کو اطلاع دی "تمہارا وہ جہاز جو یورینیم لے کر آرہا تھا۔ وہ ہوچکا ہے۔ آئندہ ہم اسی طرح رفتہ رفتہ تمہارے ایٹمی پروگرام کو تباہ کردیں گے۔ تمہارے سائنس دانوں کو زندہ سلامت نہیں رہنے دیں گے۔"

بھارتی اکابرین پریشان ہوگئے۔ انڈین آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم لوگ کسی ثبوت اور گواہ کے بغیر ہم پر الزامات لگا رہے ہو اور ہمارے خلاف اتنی سخت کارروائی کررہے ہو۔ یہ مناسب نہیں ہے۔"

"ثبوت اور گواہ کے طور پر ایک ویٹو مارکس ہی کافی ہے۔ اس کے ساتھ تم لوگوں نے جیسا سلوک کیا ہے اس کے نتیجے میں وہ ہمارے سامنے پیش ہوچکا ہے اور تمہارے خلاف بیان دینے کے لیے عالمی عدالت تک جاسکتا ہے۔"

انڈین آرمی کے افسر نے کہا "دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ تمہارے سامنے پیش ہوسکتا ہے نہ عدالت میں جاکر کوئی بیان دے سکتا ہے۔ سب ہی چھپتے پھرتے ہیں۔ کیونکہ نظروں میں آنے کے بعد انہیں گرفتار کرکے اپنا معمول بنالیا جاتا ہے۔"

ایک بھارتی حاکم نے کہا "ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں۔ تم ہماری بات پر دھیان دو کہ تمہارے پاس پیش ہونے والا ویٹو مارکس نہیں تھا۔ ہمارا ازلی دشمن فرہاد علی تیمور ویٹو مارکس بن کر تمہیں ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ یہی بات ہم عالمی عدالت میں کہیں گے۔ تو تم ثبوت اور گواہ کے طور پر ویٹو مارکس کو عالمی عدالت میں پیش نہیں کرسکو گے۔"

ان کی یہ بات بڑی حد تک درست تھی کہ دنیا کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کہیں کسی کے سامنے پیش نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ہمیشہ خیال خوانی کے ذریعے ہی رابطہ کرتے ہیں۔ ہم بھارتی حکمران یہ کہہ کر شبہ پیدا کررہے تھے کہ ان سے رابطہ کرنے والا ویٹو مارکس نہیں تھا۔ میں انہیں دھوکا دے رہا ہوں۔

ویٹو مارکس بھی ایسا رویہ اختیار کررہا تھا کہ وہ اس پر شبہ کرسکتے تھے۔ وہ خود کو محبِ وطن کہہ رہا تھا لیکن اپنے اکابرین کے سامنے پیش نہیں ہورہا تھا۔ امریکی اکابرین یہ دعویٰ نہیں کرسکتے تھے کہ بھارتی حکمرانوں نے ان کے ایک ٹیلی پیتھی

ظلم کیا ہے اور اسے کہیں غائب کردیا ہے۔ کسی جانچ پڑتال کے بغیر وہ بھارتی حکمرانوں پر اتنا بڑا الزام عائد نہیں کرسکتے تھے۔

ایک امریکی حاکم نے کہا "ٹھیک ہے' ہم تمہارے سائنس دان کو واپس کررہے ہیں اور جب یہ ثابت ہوجائے گا کہ تم نے ویٹو مارکس کو اپنا غلام نہیں بنایا تھا اور ہمیں دھوکا نہیں دیا تھا۔ تو جو یورینیم تمہارا تباہ ہوا ہے۔ ہم اس کی بھی تلافی کریں گے۔"

ایک اور امریکی افسر نے کہا "اگر تم چاہتے ہو کہ پہلے کی طرح ہمارے سفارتی تعلقات مضبوط رہیں اور ہم بہترین دوستوں کی طرح ہمیشہ ایک دوسرے کے کام آتے رہیں تو ہماری ایک بات مان لو۔"

ایک بھارتی حاکم نے کہا "ہم تمہارا کھویا ہوا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کوئی بھی بات مان لیں گے۔ بولو۔ کیا چاہتے ہو؟"

"تمہارے دیس میں جو تمہارا ہندو ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ اسے ہمارے دماغ میں آکر کوئی ایسا ثبوت پیش کرنے کو کہو جس سے ہمیں یقین ہوجائے کہ واقعی تمہارے پاس اپنا کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہے۔"

انہوں نے ڈھٹائی سے کہا "ہمارے پاس ہے۔ ابھی اس کا علاج ہورہا ہے۔ جب وہ بولنے کے قابل ہوجائے گا تو ضرور آپ کے دماغوں میں آکر بولے گا اور یہ ثابت کرے گا کہ ہم سچ بول رہے ہیں اور ہم نے ویٹو مارکس کو نہ اغوا کیا ہے اور نہ اسے غلام بنایا ہے اور نہ ہی اسے کہیں غائب کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے' علاج میں مہینے دو مہینے لگیں گے۔ سال دو سال تو نہیں لگیں گے؟ ہم اس کے بولنے کا انتظار کریں گے۔"

تمام اکابرین سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور فکرمندی سے سوچنے لگے کہ امریکا کا اعتماد دوبارہ کس طرح حاصل کیا جائے؟ ویٹو مارکس نے ان کے خلاف شکایت کرکے ان کے لیے بڑے مسائل کھڑے کردیے تھے۔ ان کا سائنس دان انہیں واپس مل رہا تھا لیکن وہ اس سے بھی زیادہ نقصانات اٹھانے والے تھے۔

ایک بھارتی منسٹر نے کہا "ہم نے ان سے جھوٹ بولا ہے' یہ کہہ کر دھوکا دیا ہے کہ ہمارا اپنا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ اب اس بات کو سچ ثابت کرنا ہوگا۔ فی الحال تو ہم نے جھوٹ بول کر انہیں ٹال دیا ہے لیکن یہ مصیبت کب تک ٹلتی رہے گی؟"

ایک آرمی افسر نے کہا "اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کا اب ایک ہی راستہ رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ ہم پھر کسی طرح ویٹو مارکس کو ٹریپ کرلیں۔ اسے پورے ہندوستان میں تلاش کریں۔ وہ ابھی ہمارے ملک میں ہے۔ باہر نہیں گیا ہے۔ ابھی وہ ہماری گرفت میں آسکتا ہے۔"

ان کے منسٹر نے تائید کی "بے شک۔ ویٹو مارکس ابھی دہلی شہر میں ہی ہوگا۔ اس شہر کی ناکہ بندی کرکے اس کے فرار کا راستہ روکا جاسکتا ہے۔"

ویٹو مارکس کی پھر شامت آگئی۔ بھارتی پولیس' انٹیلی جنس اور آرمی والے پوری شدومد سے اسے تلاش کرنے لگے۔

○☆○

انیتا اور فرمان ہری پور کے ایک ہوٹل میں تھے۔ چنڈال جوگیا ایک پولیس افسر اور چند سپاہیوں کے دماغوں میں رہ کر ان کی نگرانی کررہا تھا اور اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا کا انتظار کررہا تھا۔

ہنس راج جوگیا کا پہلا جسم مرچکا تھا۔ اس جسم کی موت کے بعد اس کی آتما انٹیلی جنس کے چیف رنجیت ورما کے جسم میں داخل ہوگئی تھی۔ اس لیے اب وہ رنجیت ورما کی حیثیت سے زندگی گزار رہا تھا۔ اس وقت ایک کار میں بیٹھ کر ہری پور کی طرف آرہا تھا۔

چنڈال نے اس سے کہا "تو بہت ہی نکما ہے۔ میں نے تجھے کہا تھا کہ جلد سے جلد ہری پور پہنچنا چاہیے لیکن تو اپنے ساتھ لاج ونتی کو لے آیا تھا۔ پہلے اس کی جوانی سے کھیلنا چاہتا تھا پھر میرا کام کرنا چاہتا تھا۔"

"پتاجی! اگر آپ میرا ساتھ دیتے' لاج ونتی کے دماغ میں گھس کر اس کو میرے لیے راضی کرلیتے تو آپ کا کیا بگڑ جاتا؟ میں ذرا موج مستی کرلیتا۔"

"موج مستی کے بچے! اگر میں وقت پر نہ آتا تو وہ دو ریوالور والے تجھے ٹھکانے لگا چکے ہوتے۔"

"مجھے موت سے کیا ڈرنا ہے؟ میں جب بھی مروں گا تو آپ میری آتما کو کسی اور شریر میں پہنچادیا کریں گے۔"

"بکواس مت کر تجھے ابھی رنجیت ورما کا شریر ملا ہے تو انٹیلی جنس کا چیف ہے۔ بڑے رعب دبدبے میں رہے گا اور تیرے ذریعے میں بہت سے کام نکالتا رہوں گا۔"

"آپ تو اپنے کالے جادو سے بڑے بڑے کام نکال لیتے ہیں۔ میرے انٹیلی جنس کے چیف ہونے یا نہ ہونے سے آپ

کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"بہت فرق پڑتا ہے۔ ابھی یہی دیکھ لے' میں انیتا اور انیل شرما کو اپنے کالے عمل سے اپنے بس میں کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ وہ میرے ہاتھوں سے پھسل رہے ہیں۔ اب تو ہی پولیس والا بن کر وہاں جاکر انہیں گرفتار کرسکتا ہے اور اِدھر اُدھر جانے سے روک کر اپنا قیدی بنا کر رکھ سکتا ہے۔"

"آپ نے ہوٹل کے کاؤنٹر سے معلوم کیا ہوگا کہ وہ وہاں کتنے گھنٹے یا کتنے دن رہنے والے ہیں؟"

"انہوں نے وقت نہیں بتایا ہے۔ ویسے وہ آج رات تو ضرور اس ہوٹل میں گزاریں گے شاید کل وہاں سے جانا چاہیں گے۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟ میں انہیں گرفتار کرنے کے بعد حوالات میں لے جاؤں یا کسی مکان میں قیدی بنا کر رکھوں۔؟"

"تم اسے گرفتار کرنے کے بعد کسی مکان میں لے جاؤ گے۔ وہاں وہ انیتا کے ساتھ رہے گا۔ اگر وہ چند گھنٹے بھی وہاں رہ جائے گا تو میں اس پر کالے عمل کے ذریعے بہت کچھ کرسکوں گا۔ اگر وہ سیدھی طرح راضی نہیں ہوگا تو پھر تم اس پر جبر کرو گے اور اسے حوالات میں لے جاکر بند کردو گے۔ میں کالے عمل کے ذریعے حوالات میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

ہری پور جانے کے راستے میں ایک ریسٹ ہاؤس پڑتا تھا۔ وہ گاڑی کو اس طرف موڑ کر ڈرائیونگ کرنے لگا۔

چنڈال نے پوچھا "یہ تو کہاں جارہا ہے؟"

اس نے کہا "مجھے پیاس لگ رہی ہے۔ یہاں ٹھنڈا پانی پیوں گا اور چائے پینے کے بعد آگے بڑھوں گا۔"

جب وہ اس ریسٹ ہاؤس میں پہنچا تو پتا چلا' وہاں انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا ڈی جی آیا ہوا ہے۔ اس نے ڈائریکٹر جنرل کے سامنے جاکر سلیوٹ کیا پھر پوچھا "سر! آپ اچانک یہاں آئے ہیں۔ مجھے اطلاع دیتے تو میں آپ کو ریسیو کرنے کے لیے پہلے سے یہاں موجود ہوتا۔"

اس نے کہا "میں اپنے تمام علاقوں کا دورہ کررہا ہوں۔ تم سب اپنی اپنی جگہ ڈیوٹی پر ہو۔ میں تم لوگوں کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بائی دا وے۔ تم ادھر کہاں چلے آئے؟ اور کہاں جارہے ہو؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "سر! وہ بات اصل میں یہ ہے کہ میں۔ میں ہری پور جارہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "ہری پور کس لیے جارہے ہو؟ وہاں تمہاری ڈیوٹی نہیں ہے۔"

وہ بات بناتے ہوئے بولا "سر! آپ مجھ سے سینئر ہیں آپ تو جانتے ہیں۔ جہاں ڈیوٹی نہیں ہوتی وہاں بھی اچانک پہنچنا پڑتا ہے۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے' میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پکڑنے جارہا ہوں۔"

ڈی جی نے چونک کر پوچھا "کیا۔؟ ٹیلی پیتھی جاننے والا؟ کیا ہری پور میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔؟"

"سر! مجھے بڑے خفیہ ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ایک خیال خوانی کرنے والا وہاں پہنچا ہوا ہے۔ میں بڑی رازداری سے چپ چاپ اسے گھیر لینا چاہتا ہوں۔ تاکہ وہ فرار ہونے پائے۔ جب وہ میری گرفت میں آجائے گا تو پھر وہ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے حملہ نہیں کرسکے گا۔ میں اس کو خیال خوانی کے قابل ہی نہیں چھوڑوں گا۔"

"کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو گرفتار کرنا آسان کام نہیں ہوتا۔ اگر تم اس کی لاعلمی میں ایسا کرنا چاہتے ہو تو یہ بڑا گیم میرے بغیر کیوں کھیل رہے ہو؟ اگر کامیابی ہوگی تو اس کامیابی میں سب سے پہلے میرا نام آنا چاہیے۔"

چنڈال جوگیا نے سوچ کے ذریعے کہا "گدھے کے بچے تو نے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا ذکر اس کے سامنے کیوں کیا اب تو یہ تیرے ساتھ رہے گا اور اس انیل کو گرفتار کرنے کے بعد اپنی کسٹڈی میں رکھے گا تو میری ساری پلاننگ چوپٹ کررہا ہے۔"

وہ اپنے سینئر افسر ڈی جی سے بولا "ضرور سر! ضرور آپ کا نام پہلے آئے گا۔ آپ اسے گرفتار کریں گے۔"

پھر وہ سوچ کے ذریعے اپنے باپ سے بولا "آج کل ہمارے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا زور ہے۔ ہماری پولیس اور انٹیلی جنس والے فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ اگر میں اتنی بڑی بات اپنے اس افسر سے نہ کہتا تو وہ میرے ہری پور جانے پر اعتراض کرتا۔ مجھے یہیں سے واپس جانے کا حکم دیتا۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں اس افسر کو ہری پور جانے نہیں دوں گا۔ ورنہ یہ میرا کام بگاڑ دے گا۔"

"پتا جی! اسے میرے راستے سے ہٹا دینا بہت آسان ہے۔ یہ ابھی بیٹھا پی رہا ہے۔ آپ اس کے اندر گھس کر اسے اتنی پلا دیں کہ یہ چلنے پھرنے کے قابل بھی نہ رہے مدہوش ہوکر یہاں سے اٹھنا ہی بھول جائے۔"

ڈی جی نے اس سے کہا "مسٹر رنجیت ورما! میرا

سامنے بیٹھو اور میری بات توجہ سے سنو۔"

وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے کہا "میں کل رات راج دھانی میں تھا۔ مجھے اندر کی بات معلوم ہوئی ہے کہ امریکا ہمارے خلاف ہورہا ہے۔ اگر اس کا ایک مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو وہ سپر پاور ہم سے ناراض ہوجائے گا اور ہمیں بہت زیادہ نقصان پہنچائے گا۔"

"سر! اس کا مطالبہ کیا ہے؟"

"ہمارے بھارتی حکمرانوں نے امریکی اکابرین سے جھوٹ کہا تھا اور دھوکا دیا تھا کہ ہمارا ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے لیے کام کرتا ہے اور ہم نے ان کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہ قیدی بنایا ہے' نہ غلام بنایا ہے۔ اب ہمیں اپنی سچائی ثابت کرنے کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پیش کرنا ہوگا۔ یہ ثابت کرنا ہوگا کہ واقعی ہمارے دیس میں بھی ایک ہندو خیال خوانی کرنے والا موجود ہے۔"

ہنس راج جوگیا نے کہا "یہ تو ناممکن سی بات ہے۔ ہم طرح طرح کے انسان پیدا کرسکتے ہیں لیکن کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پیدا نہیں کرسکتے۔"

"بھگوان چاہے تو ناممکن کو ممکن بنادے۔ اب یہی دیکھو کہ ہم سب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سلسلے میں پریشان ہیں اور تم ایسے ہی ایک شخص کو گرفتار کرنے جارہے ہو۔ اگر وہ ہماری گرفت آئے گا تو ہم اسے اپنا غلام بنا کر ایک ہندو خیال خوانی کرنے والے کی حیثیت سے پیش کرسکیں گے۔"

وہ باتیں کررہا تھا اور پیتا جارہا تھا۔ اس بات کا حساب نہیں تھا کہ کتنے پیگ پی رہا ہے؟ چنڈال اس کے اندر تھا اور اسے بے اختیار پینے پر مجبور کرتا جارہا تھا۔ اس دوران میں وہ باپ بیٹے باتیں کرتے جارہے تھے۔ باپ نے کہا "میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے انیل کو تمہارے اس افسر کے ہاتھ نہیں لگنے دوں گا۔ اسے اپنا معمول بنا کر اس کی ٹیلی پیتھی سے خوفائدہ اٹھاؤں گا۔"

بیٹے نے کہا "پتا جی! اگر آپ چاہیں تو بھارت سرکار کے اور اپنے دیس کے کام آسکتے ہیں۔ آپ ہندو ہیں۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟ کیا میں بھارت سرکار کی غلامی کروں؟"

"اس میں غلامی کرنے کی کیا بات ہے؟ آپ تو ان کے کتابیات پبلی کیشنز پر حکومت کرسکتے ہیں۔ آپ تمام حکمرانوں کے دماغوں

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

صدیوں کا بیٹا

مصنف: ایم۔ اے راحت

اس انسان کی کہانی جو صدیوں سے زندہ ہے اور شاید آج بھی کہیں موجود ہے

انسان کی ترقی اور تنزلی کے حیات افروز واقعات۔ اس شخص کی زبانی جو ہر دور میں موجود رہا ہے۔ اس نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور جو کچھ اس پر بیتی، اس نے اس داستان کو انتہائی سنسنی خیز بنا دیا۔ وہ داستان جس میں حسن کی رعنائیاں بھی ہیں اور عشق کی کارفرمائیاں بھی۔ خونی جنگیں بھی ہیں اور بادشاہت کے چرچے بھی۔ وہ شخص جس عہد میں بھی رہا اپنے پیچھے ہزاروں داستانیں چھوڑ گیا۔ جب وہ تھک جاتا تو سمندر اسکو اپنی آغوش میں لے لیتا تھا

حیرت انگیز اور سنسنی خیز کہانیوں کے پرستاروں کیلئے

5 کے سیٹ صرف 330/- روپے

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کیلئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ گورنگی روڈ کراچی

میں گھس کر رہیں گے' ان کی سازشوں کو سمجھتے رہیں گے۔ کوئی تم سے کسی بھی طرح کی مکاری نہیں کرسکے گا۔"

"تیری بات دل کو لگ رہی ہے۔ تو زندگی میں پہلی بار عقل مندی کی باتیں کررہا ہے۔ میرے کو ذرا سوچنے دے کہ ایسا کروں گا تو کیا اچھا ہوگا؟ اور کیا برا ہوگا؟ ایسا نہ ہو کہ میں ان سرکاری لوگوں میں جاکر پھنس جاؤں۔"

"ٹھیک ہے۔ اچھی طرح سوچ لیں لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کسی طرح نہیں پھنسیں گے وہ تمہیں پھانسنے والے ہی پھنس جائیں گے۔ بھلا ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کوئی جیت سکتا ہے؟ آپ تو ان کے اندر کی ساری سازشیں معلوم کرتے رہیں گے تو پھر خطرہ کس بات کا ہے؟"

وہ سوچتے ہوئے بولا "سچ تو یہ ہے کہ میں صرف چھوٹے لوگوں پر ہی نہیں بڑے لوگوں پر بھی حکومت کرنا چاہتا ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے' پورے ہندوستان کا بادشاہ بن جاؤں۔"

"پتاجی! ہندوستان کیا چیز ہے؟ آپ ساری دنیا پر حکومت کرسکتے ہیں۔ سپرپاور امریکا کو اپنے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرسکتے ہیں۔ بس ذرا عقل کی ضرورت ہے۔"

چنڈال جوگیا جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھنے لگا۔ صرف ہندوستان پر ہی نہیں' پورے امریکا پر بھی حکومت کرنے لگا۔ بڑے بڑے حکمرانوں کے دماغوں میں گھس کر اپنے احکامات کی تعمیل کرانے لگا۔ حکومت کرنے کا نشہ دنیا کا سب سے بدترین نشہ کہلاتا ہے۔ یہ جس کے سر پر سوار ہوجاتا ہے وہ یا تو حکومت کرتا ہے یا پھر حکومت کرنے کے خواب دیکھتے دیکھتے مرجاتا ہے۔

اس نے بیٹے سے کہا "ٹھیک ہے' میں بھارت سرکار سے بات کروں گا اور ان کو بتاؤں گا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور ان کے بہت کام آسکتا ہوں مگر ایک بات ہے۔"

"کیا بات ہے۔؟"

"میں انیل شرما کو اپنا معمول بناکر رکھوں گا۔ اس کی ٹیلی پیتھی سے خود فائدہ اٹھاؤں گا۔ اسے اپنا معمول نہیں بناؤں گا تو وہ میری بیٹی کا غلام بن کر نہیں رہے گا۔ اس کی کزن پھر اسے چھین کرلے جائے گی۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ انیل کو تو آپ اپنے ہی بس میں رکھیں۔ اس طرح وہ ہماری انیتا سے وفاداری کرتا رہے گا۔"

اس کا افسردی جی اچھی طرح پی لینے کے بعد مدہوش ہوگیا تھا۔ اس نے ساہیوں کو بلا کر کہا "یہ میرے ساتھ ہری پور جانے والے تھے مگر اب اس قابل نہیں رہے ہیں۔ تم لوگ ان کا خیال رکھو۔ میں ضروری کام سے جارہا ہوں۔"

وہ اس ریسٹ ہاؤس سے نکل کر اپنی کار میں آگر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کرکے ہری پور کی طرف جانے لگا۔ چنڈال جوگیا نے کہا "اب میں اپنے بھارتی حکمرانوں سے رابطہ کرنے جارہا ہوں۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوکر سوچنے لگا کہ کس حکمران سے پہلے رابطہ کرے اور کون سب سے زیادہ ضروری ہے؟ اب سے پہلے اس نے کبھی کسی سیاست دان سے یا کسی حکمران سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ اسے کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں آئی تھی۔ اسے کسی کا لب ولہجہ بھی یاد نہیں تھا۔

اس نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد تامل ناڈو کے ایک منسٹر کی تصویر نکالی۔ اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس منسٹر کو اس بات پر مائل کیا کہ وہ دہلی کے ایک اعلیٰ حاکم سے فون پر رابطہ کرے۔

اس نے چنڈال کی مرضی کے مطابق رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے اس حاکم کی آواز سنائی دی۔ وہ آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھتا رہا پھر اسے مخاطب کیا "ہیلو۔ میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔"

اس نے چونک کر ریسیور رکھتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو۔؟"

"میں ایک ہندوستانی ہوں اور یہ تم سن ہی رہے ہو کہ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ اس لیے تمہارے اندر موجود ہوں۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم سچ مچ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو؟"

"ہاں۔ میں یہی دعویٰ کرتا ہوں کہ میں پیدائشی ہندوستانی ہوں۔ میرے آباؤ اجداد یہیں پیدا ہوئے مگر میں کوئی اونچی ذات کا برہمن نہیں ہوں۔ ایک چنڈال ہوں۔ میں چھوٹی ذات کا ہوں لیکن کام بڑے بڑے کرتا ہوں۔"

وہ بے یقینی سے بولا "تم مجھے دھوکا دینے کی کوشش کررہے ہو۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ تم ایک ہندوستانی بن کر میرے اندر آئے ہو۔ تمہیں معلوم ہوچکا ہے کہ ہم ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ہمیں نہ ملا تو امریکا جیسی سپرپاور ہم سے ناراض ہوجائے گی۔"

"ہاں۔ یہ تو مجھے معلوم ہوا ہے۔ اسی لیے میں تمہارے پاس آیا ہوں لیکن میں سر سے پاؤں تک جنم جنم کا ہندوستانی

ہوں۔ تم میری ہندی بھاشا سے بھی مجھے سمجھ سکتے ہو۔"

"فرہاد اور اس کے کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اچھی طرح ہندی بول لیتے ہیں۔ کیا تم ان میں سے نہیں ہوسکتے؟"

"میں نے فرہاد کا بہت نام سنا ہے لیکن کبھی اس سے سامنا نہیں ہوا۔ کبھی اس سے بات تک نہیں ہوئی۔ تم اپنے دوسرے حکمرانوں کو بلاؤ' ان کے ساتھ میٹنگ کرو' میرے بارے میں ان کی بات کراؤ۔ دیکھو' وہ لوگ میرے کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کریں گے تو میں چلا جاؤں گا۔ میرے باپ کا کچھ نہیں جائے گا' بگڑے گا تو تمہارا ہی۔ میں جانتا ہوں کہ تمہیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے اور تمہاری یہ ضرورت میں ہی پوری کرسکتا ہوں۔"

اس نے فون کے ذریعے کئی منسٹر اور آرمی کے اعلیٰ افسران کو مخاطب کیا "ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا خود کو ہندوستانی کہہ رہا ہے اور خالص ہندی بول رہا ہے۔ لہٰذا آپ سب ایک جگہ جمع ہوجائیں۔ تاکہ اس سے باتیں کی جاسکیں۔"

ایک گھنٹے کے اندر تمام بھارتی اکابرین اور آرمی کے اعلیٰ افسران ایک کانفرنس روم میں جمع ہوگئے۔ چنڈال جوگیا ایک باڈی گارڈ کی آواز سن کر اس کے اندر آگیا پھر اس کی زبان سے بولا "میں اس باڈی گارڈ کے اندر ہوں اور اس کی زبان سے تم سب کو مخاطب کررہا ہوں۔"

وہ اپنا نام اور اتا پتا بتاتے ہوئے اپنا تعارف کرانے لگا۔ اس نے کہا "میں کالے جادو میں بڑی مہارت رکھتا ہوں اور مدراس صوبے میں بہت مشہور ہوں۔ بچہ بچہ مجھے جانتا ہے۔"

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "تم نے ٹیلی پیتھی کیسے سیکھی ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں نے بڑے دھیان گیان کے بعد یہ علم حاصل کیا ہے۔ میں برسوں تک دن رات محنت کرتا رہا۔ خیال خوانی سیکھنے کے لیے اپنے کالے منتروں کا بھی سہارا لیتا رہا۔ آخر مجھے کامیابی ہوگئی۔ میں پچھلے ایک برس سے کسی کے بھی دماغ میں جاتا ہوں تو کامیابی سے اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگتا ہوں پھر اسے جیسے نچاتا ہوں' وہ ویسے ہی ناچنے لگتا ہے۔"

ایک حاکم نے پوچھا "جب تم ایک برس سے ٹیلی پیتھی جانتے ہو تو اب تک کہاں چھپے ہوئے تھے؟ تم نے کبھی اپنی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ کیا کبھی ملک سے باہر گئے ہو؟ کبھی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تم نے مقابلہ کیا ہے؟"

"میں نے کبھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بات تک نہیں کی ہے۔ فرہاد علی تیمور کا بہت نام سنا ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ اس کے کتنے ہی رشتے دار ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور اتنا معلوم ہے کہ امریکا میں بھی کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا۔"

"کیا تم اپنے دیس کی داخلہ اور خارجہ پالیسی کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"میرے کو سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں جادو ٹونے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے مال کماتا ہوں اور بہت خوش رہتا ہوں۔"

"تم اپنے دیس کے تمام حالات سے واقف نہیں ہو۔ تمہیں ساری دنیا کے معاملات سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی اچھی طرح واقف نہیں ہو۔ تمہاری باتوں سے اور لہجے سے پتا چلتا ہے کہ زیادہ تعلیم یافتہ بھی نہیں ہو۔"

"میں نے دس جماعتیں پڑھی ہیں۔ انگریزی اچھی طرح پڑھ لیتا ہوں۔ لکھ لیتا ہوں' سمجھ لیتا ہوں' لیکن بولتے وقت

امتحان میں کامیابی
قیمت 30 روپے ◆ ڈاک خرچ 23 روپے
یادداشت بڑھانے، مطالعہ کرنے اور امتحان دینے کے کارآمد نفسیاتی طریقے۔
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں
شعبہ کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس 944 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com

انک انک کر بولتا ہوں۔"

"ہمیں یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ ہمارے دیس کا رہنے والا اور ہمارے دھرم والا ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن سچ بات یہ ہے کہ ابھی تک ہمیں یقین نہیں آ رہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے فرہاد علی تیمور ہمارے خلاف کوئی سازش کر رہا ہے اور اپنے کسی آلہ کار کو ٹیلی پیتھی جاننے والا بنا کر پیش کر رہا تھا۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ فرہاد علی تیمور سے میری کوئی جان پہچان نہیں ہے۔ تم یقین کر سکتے ہو تو کرو پھر یہ کہ جب مجھ پر یقین کرو گے اور جب میں تمہارے سامنے آؤں گا' تمہارے ساتھ رہوں گا' تمہارے ساتھ کام کروں گا تو تم خود آنکھوں سے دیکھو گے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں یا نہیں۔"

یہ سن کر سب ہی خوش ہو گئے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اگر تم ہمارے پاس آؤ گے' ہمارے ساتھ رہو گے اور ہماری آنکھوں کے سامنے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے دیس اور اپنی جنتا کی سیوا کرو گے تو ہمیں پوری طرح یقین آ جائے گا اور ہم تمہیں سر آنکھوں پر بٹھا کر رکھیں گے۔"

وہ بولا "مدراس شہر سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا سا شہر رستم پلی ہے۔ میں وہاں رہتا ہوں۔ صبح آؤ گے تو مجھ سے ملاقات ہو گی۔ تم چاہو تو ابھی وہاں جا کر میرے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔ سب ہی مجھے بہت بڑے اور خطرناک جادوگر کی حیثیت سے جانتے ہیں لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ میں خیال خوانی بھی کرتا ہوں۔ صبح تم میرے کو دلی کی راج دھانی لے کر چلو گے تو میں ضرور تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

وہ سب خوش ہو رہے تھے۔ کیونکہ وہ ان کے دل کی باتیں کر رہا تھا۔ وہ دراصل یہی چاہتے تھے کہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے زیر سایہ' ان کے سامنے رہا کرے۔ تاکہ اس پر اعتماد رہے۔ ان میں سے ایک نے کہا "چنڈال جوگیا! تم ہمارے دل کی باتیں کر رہے ہو۔ ہم تمہیں کتنا مان مرتبہ دیں گے اور کس طرح سر آنکھوں پر بٹھائیں گے؟ یہ تم آئندہ دیکھو گے۔ ہم ابھی تمہاری رہائش کے لیے ایک محل نما بنگلے کا انتظام کر رہے ہیں۔ وہاں تمہاری خدمت کے لیے داس اور داسیاں ہوں گی اور مسلح باڈی گارڈز ہوں گے کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ہزاروں لاکھوں دشمن ہوتے ہیں۔ اس لیے تم ہمیشہ سخت سیکیورٹی میں رہو گے۔"

"تم میری عزت کرو گے' میرا مان بڑھاؤ گے تو میں بھی تم لوگوں کی ہمیشہ عزت کروں گا اور تمہارے کام آتا رہوں گا۔ ابھی میں کام سے جا رہا ہوں۔ اب صبح رستم پلی میں ملاقات ہو گی۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا لیکن وہاں سے نہیں گیا۔ باڈی گارڈ کے اندر رہ کر ان کی باتیں سننے لگا۔ وہ آپس میں بول رہے تھے "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے دیس میں ہمارے ہی دھرم والا ایک شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ امریکی اکابرین کو یقین ہو جائے گا کہ ہم سچ کہہ رہے تھے۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا اب گونگا نہیں رہا ہے۔ ان کے دماغوں میں آ کر بولنے لگا ہے۔"

ایک حاکم نے پوچھا "ہم اس نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پر کس حد تک اعتماد کر سکتے ہیں؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں آنکھیں بند کر کے اعتماد کرنا ہو گا۔ آپ سب سے میری ایک درخواست ہے کہ اسے بھگوان کی طرف سے بھیجی ہوئی غائبانہ مدد سمجھیں۔ اس پر کسی طرح کا شک و شبہ نہ کریں۔ ہم نہ کبھی اس پر کسی قسم کی تنویمی عمل کرائیں گے اور نہ ہی اسے اپنا غلام بنانا چاہیں گے۔ یہ ہمارے ساتھ محبت' دوستی اور دیس بھگتی کے جذبے سے کام کرتا رہے گا۔ تو ہم اس کے آگے جھکتے رہیں گے اور اس کی ہر بات مانتے رہیں گے۔"

چنڈال جوگیا بڑی دیر تک ان کی باتیں سنتا رہا اور یہ یقین کرتا رہا کہ وہ لوگ کبھی اسے دھوکا نہیں دیں گے اور اسے اپنا بنا کر اپنے ساتھ رکھیں گے۔ وہ مطمئن ہو کر اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا کے پاس ہری پور پہنچ گیا تھا۔

اس نے کہا "بیٹے بھارتی حکمرانوں سے میری بات ہو چکی ہے۔ وہ سب بہت خوش ہیں۔ مجھے لینے کے لیے رستم پلی آئیں گے اور میں ان کے ساتھ راج دھانی چلا جاؤں گا۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ اب بھارت کے نئے حکمران اور آرمی والے آپ کو اپنے سے زیادہ اونچا عہدہ دیں گے اور آپ حکمران نہ ہوتے ہوئے بھی ان سے اپنا حکم منواتے رہیں گے۔"

"اب سب سے ضروری کام یہ رہ گیا ہے کہ فرہاد علی کو اپنے قابو میں کرنا ہے۔ تم وہاں پہنچ ہی گئے ہو۔ بولو۔ اب کیا کرنا ہے؟"

"میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ اب آپ آ گئے ہیں۔ میں انیل شرما اور انیتا کے کمرے جا رہا ہوں۔ میں نے باہر کے انسپکٹر اور سپاہیوں کو اچھی طرح تاکید کی ہے کہ انیل کے سامنے سب گونگے بنے رہیں۔ اپنی زبان سے ایک لفظ بھی

بولیں۔ نہیں تو وہ ان کے دماغوں میں آ کر ان کا ستیاناس کر دے گا۔"

ٹھیک ہے' تم جاؤ پھر میں تمہیں وہاں جیسا کہوں تم ویسا ہی کرنا۔"

وہ پولیس انسپکٹر اور چند سپاہیوں کے ساتھ اس کمرے کے دروازے پر آیا پھر وہاں دستک دی۔ اندر سے فرمان کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

ہنس راج جوگیا نے کہا "میں انٹیلی جنس کا چیف ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

فرمان نے انیتا کی طرف تعجب سے دیکھا پھر کہا "انٹیلی جنس والوں کو ہم سے کیا کام ہو سکتا ہے۔"

پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی' ہنس راج جوگیا کے اندر آنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ فرمان نے دماغی طور پر حاضر ہو کر انیتا سے کہا "باہر کچھ گڑبڑ ہے۔ جو شخص آیا ہے۔ وہ سانس روک سکتا ہے یا انٹیلی جنس کا وہ افسر یوگا کا ماہر ہے یا ہمارا کوئی دشمن ہے؟"

انیتا کی دماغی توانائی ابھی تک بحال نہیں ہوئی تھی۔ چنڈال جوگیا اس کے اندر پہنچا ہوا تھا اور فرمان کی باتیں سن رہا تھا۔ انیتا نے اس کی مرضی کے مطابق کہا "وہ قانون کا محافظ ہے۔ انٹیلی جنس کا چیف ہے۔ صحت مند ہو گا۔ یوگا کا ماہر ہو سکتا ہے۔ تمہیں شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ دروازہ کھولو۔ ورنہ وہ ہم پر شبہ کریں گے اور طرح طرح کے الزامات عائد کریں گے۔ کیونکہ ہم شادی شدہ نہیں ہیں۔"

فرمان مجبور تھا' اسے دروازہ کھولنا ہی تھا۔ انکار نہیں کر سکتا تھا اور اس کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا کہ وہ انیتا کو لے کر دھمکیاں دیتا ہوا وہاں سے فرار ہو سکتا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو باہر ہنس راج جوگیا کے ساتھ پولیس انسپکٹر اور چار سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ وہ دروازہ کھلتے ہی اندر داخل ہو گئے۔

فرمان نے پوچھا "کیا بات ہے؟ آپ کیوں آئے ہیں؟ کوئی وجہ تو بتائیں۔ ہماری اجازت کے بغیر کمرے میں کیوں گھس آئے ہیں؟"

ہنس راج جوگیا نے کہا "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم اس لڑکی کو کہیں سے بھگا کر لائے ہو۔ اس لیے ہم انکوائری کرنے آئے ہیں۔"

"آپ کو غلط اطلاع ملی ہے۔ میں اسے بھگا کر نہیں لایا ہوں۔ یہ میری بیوی ہے۔"

"کیا تمہارے پاس ثبوت ہے؟ یہ تمہاری بیوی ہے؟ کیا اس کے شناختی کارڈ پر لکھا ہوا ہے کہ یہ تمہاری مسز ہے؟"

انیتا نے کہا "میں اپنا شناختی کارڈ گھر میں بھول آئی ہوں۔"

وہ بولا "کوئی بات نہیں۔ ہم تمہارے گھر جا کر صرف شناختی کارڈ ہی نہیں میرج سرٹیفکیٹ بھی دیکھیں گے۔"

فرمان نے پوچھا "آپ کیوں خوامخواہ ہم پر شبہ کر رہے ہیں؟ ہم نے آپ کو یا کسی اور کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ یہاں ایک رات رہنے کے لیے آئے ہیں۔ صبح چلے جائیں گے۔"

"ہم جانے دیں گے تب جاؤ گے۔ ابھی تو ہم تمہیں یہاں سے کھینچتے ہوئے لے جائیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک فرمان نے انسپکٹر کو کھینچ کر اس کی گردن دبوچ لی پھر اس کے ہولسٹر میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالنا چاہا لیکن اسے نکالنے میں دیر ہوئی۔ ایک سپاہی نے رائفل کے کندے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ بڑی زوردار ضرب لگائی تھی۔ اس کا سر چکرا گیا۔ ہنس راج نے اس کے منہ پر گھونسا مارا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے دیوار سے ٹکرا کر گر پڑا۔ سر چکرانے کے باعث اب اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اٹھ کر مقابلہ کرتا پھر بھی وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اپنی تمام توانائیوں کو یک جا کر کے اٹھنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت چنڈال جوگیا اس کے اندر پہنچ گیا۔

پھر اس نے ہنستے ہوئے فرمان کو مخاطب کیا "تم نے مجھے بہت دوڑایا ہے۔ آخر میری مٹھی میں آ ہی گئے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک ہلکا سا زلزلہ اس کے دماغ میں

جاسوسی ڈائجسٹ کے تمام بیسٹ سیلرز کتابی شکل میں دستیاب ہیں
شکاری (20 حصے مکمل) ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے
مکمل سیٹ ایک ساتھ منگوانے پر خصوصی رعایتی قیمت صرف -/1000 روپے
مجاہد (11 حصے مکمل) ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے
مکمل سیٹ ایک ساتھ منگوانے پر خصوصی رعایتی قیمت صرف -/600 روپے
گمراہ (8 حصے مکمل) ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے
مفرور (6 حصے مکمل) ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے
گھنٹا بیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200
فون: 5802651, 5802652-5895313
E-mail: kitabi1978@yahoo.com

پیدا کیا۔ وہ چیخیں مار کر فرش پر تڑپنے لگا۔ ہاتھ پاؤں جھٹکنے لگا۔ انیتا آکر اس سے لپٹ گئی' پوچھنے لگی "تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

پھر وہ اپنے باپ کو آواز دینے لگی "پتا جی! آپ کہاں ہیں؟ کہاں ہیں؟ جلدی آئیں۔ دیکھیں میرے انیل کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اسے بچائیں۔ نہیں تو میں اپنی جان دے دوں گی۔"

چنڈال جوگیا خاموش رہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنی موجودگی ظاہر کرے۔ بیٹی کو اس کی موجودگی کا علم ہوگا تو وہ اس سے مدد مانگے گی۔

ہنس راج جوگیا نے انسپکٹر اور سپاہیوں سے کہا "تم سب نیچے جاؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

انسپکٹر سپاہیوں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ چنڈال جوگیا نے بیٹے کے پاس آکر کہا "انیتا مجھے مدد کے لیے پکار رہی ہے لیکن میں ابھی خود کو ظاہر نہیں کروں گا۔ یہ ہمارے معاملات کو نہ سمجھ رہی ہے' اور نہ سمجھے گی کہ ہم بھارت سرکار کے سائے میں رہ کر کتنا اونچا کھیل کھیلنے والے ہیں اور دنیا کے سب سے دولت مند سیٹھ بننے والے ہیں۔"

ہنس راج جوگیا نے کہا "آپ پتی کی چنتا نہ کریں۔ یہ میری بھی بہن ہے۔ ہم اس سے دشمنی نہیں کر رہے ہیں۔ جب یہ انیل پوری طرح آپ کے قابو میں آجائے گا' آپ کا غلام بن جائے گا تو اس میں انیتا ہی کا فائدہ ہے وہ ہمیشہ اس کا فرماں بردار بن کر رہے گا۔"

"تم ایسا کرو کہ ریوالور نکال کر انیل کا نشانہ لو۔ ٹریگر دباؤ۔ فائر کی آواز ہونی چاہیے لیکن اسے گولی نہیں مارنی ہے۔ اسے زندہ رکھنا ہے۔"

"تو پھر فائر کرنے کا فائدہ کیا ہوگا؟"

"فائدہ میں جانتا ہوں۔ میں انیتا کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھوں گا اور اسے یہ تاثر دوں گا کہ اسے گولی ماردی گئی ہے۔ اب یہ مرچکا ہے۔"

ہنس راج جوگیا نے اپنا ریوالور لے کر اس کا نشانہ لیا۔ انیتا نے دوڑ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے بہن کو ایک طرف جھٹک کر دھکا دیا پھر فرمان کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا۔ اسے گولی نہیں ماری لیکن انیتا کو ایسے لگا' جیسے اسے گولی ماردی گئی ہو۔

چنڈال جوگیا اس کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ وہ اپنے باپ کی مرضی کے مطابق یہی سمجھ رہی تھی کہ اس کے انیل کو گولی ماردی گئی ہے۔ وہ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکی۔ چکرا کر فرش پر گری اور بے ہوش ہوگئی۔

چنڈال جوگیا نے بیٹے سے کہا "اب اپنی بہن کو یہ اسے طبی امداد پہنچاؤ' پھر انیل کو اپنی کار میں ڈال کر سے میں بتاؤں گا کہ اسے کہاں چھپا کر رکھنا ہے؟"

اس نے پوچھا "کیا انیتا کو یہ کہا جائے گا کہ انیل ایک بار مرچکا ہے؟ اور اب اس دنیا میں نہیں رہا۔"

"ہاں۔ فی الحال اسے یہی کہا جائے گا۔ میں اسے یہ دلاؤں گا کہ اب وہ تیسرا جنم لے کر اس کے پاس آ ہے۔ جب فرمان پوری طرح میرے قابو میں آجائے گا اسے پھر انیل شرما بنا کر بیٹی کے سامنے پیش کروں گا اور یہی سمجھاؤں گا کہ یہ اس کا تیسرا جنم ہے۔"

ان کے عقیدے کے مطابق انیل شرما تیسری بار غ لینے والا تھا۔ وہ اپنی بیٹی اور بہن کے ساتھ خوب گزار رہے تھے۔

○☆○

پارس اور پورس چلی شہر میں تھے۔ بڑی مدت کے بعد اپنی مما سونیا سے ملنے آئے تھے لیکن وہاں اچانک ہی حالات بدل گئے تھے۔ سونیا کو اس ہوٹل سے نکل کر کسی دوسری گاہ میں جانا پڑا۔ جس کے باعث وہ اپنی ماں سے نہ مل سکے تھا۔ اس کے بارے میں بہت کچھ سنتا آرہا تھا۔ اس کی معمولی صلاحیتوں کے بارے میں سن سن کر تجسس پیدا ہوا تھا کہ اپنے اس بھتیجے سے ضرور ملاقات کرے گا لیکن وہ اپنی دادی سے پہلے ہی کہیں گم ہوگیا تھا۔

ویسے تو وہ اپنی پیدائش کے بعد ہی گم ہوگیا تھا اور ایک یہودی بنجامن اور اس کی بیوی کے پاس چلا گیا تھا۔ سونیا نے اسے دشمنوں سے بچانے کے لیے اپنوں سے جدا کردیا تھا۔ جدائی اب تک برقرار تھی۔ وہ کبھی مل رہا تھا' کبھی بچھڑ رہا تھا۔

میں نے پارس اور پورس سے کہا تھا کہ وہ اپنی مما سے بعد میں ملاقات کریں۔ پہلے اس شہر میں ہر جگہ عدنان کو تلاش کریں۔ پتا نہیں وہ کہاں بھٹک رہا ہوگا؟ اور کس حال میں ہوگا؟

ویسے اب تک یہی دیکھنے میں آیا تھا کہ وہ بھٹکنے کے لیے جہاں بھی تنہا جاتا تھا۔ وہاں خود تو خیریت سے رہتا تھا لیکن دوسروں کی خیر و عافیت کھٹائی میں پڑ جاتی تھی۔ اگر یہی سلسلہ جاری رہے گا تو نہ جانے کتنے لوگ اس کی وجہ سے روتے بھاگتے رہیں گے۔

پارس اور پورس نے طے کیا کہ الگ الگ سمتوں میں پارس اور پورس اپنے بیٹے کو شہر اگر عدنان کو تلاش کریں گے۔ لہٰذا پورس شہر اندرونی علاقوں میں ڈھونڈنے لگا۔ پارس ساحلی علاقے میں چلا آیا۔ ساحل پر دور دور تک بڑی رونق لگی ہوئی تھی۔ چھوٹی بچیاں جوان لڑکیاں اور بوڑھی عورتیں سبھی مختصر سے لباس میں سمندر کی لہروں کے ساتھ کھیل رہی تھیں۔ ان کے ساتھ رہنے والے مرد اپنی عورتوں سے زیادہ دوسروں کی عورتوں کو دیکھ رہے تھے۔ بوڑھے ملٹی کلر چھتریوں کے نیچے آرام سے لیٹے ہوئے یا بیٹھے ہوئے کچھ کھا رہے تھے کچھ پی رہے تھے اور اپنی گزری ہوئی جوانی کا نظارہ آج کی تازہ جوانیوں میں ڈوب کر کر رہے تھے۔

وہاں تین چار برس کے بچے بھی تھے۔ پارس انہیں توجہ سے دیکھتا جا رہا تھا۔ اس نے عدنان کی صورت نہیں دیکھی تھی لیکن اس نے اس کا حلیہ اور اس کے چہرے کے نقوش کسی طرح معلوم کیے ہوئے تھے اور اسی کے مطابق وہ وہاں آنے والے بچوں کو توجہ سے دیکھتا جا رہا تھا۔ ایک جگہ ایک جوان عورت ایک ملٹی کلر چھتری کے نیچے لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے قریب ہی ایک بچہ کھیل رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ رک گیا۔ جو حلیہ اسے معلوم تھا۔ وہ بچہ اس حلیے سے مطابقت رکھتا تھا۔ اس نے قریب آکر کہا "ہیلو سنی! تم تنہا کھیل رہے ہو۔ کسی بچے کے ساتھ کیوں نہیں کھیل رہے؟ میرے ساتھ کھیلو گے؟"

اس نے اور پورس نے ٹیلی پیتھی جاننے والے عبداللہ سے کہہ دیا تھا کہ جب تک وہ عدنان کو تلاش کر رہے ہیں تب تک وہ ان دونوں کے دماغ میں آتا جاتا رہے تاکہ جونہی کوئی بات نظر آئے تو وہ اس کے اندر جا کر اس کے خیالات کو پڑھ کر معلوم کرسکے کہ وہ اپنا ہے کہ نہیں۔

اس بچے نے جواب دیا "میں کسی دوسرے بچے کے ساتھ نہیں کھیلتا۔ میری ممی مجھے منع کرتی ہیں۔"

اس نے چھتری کے سائے تلے جوان عورت کی طرف دیکھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور پارس کو دیکھ کر پوچھ رہی تھی "تم میرے بیٹے سے کیا باتیں کر رہے ہو؟"

پارس نے جواب دیا "تمہارا بیٹا بہت خوب صورت ہے۔ میرا دل اس کی طرف کھنچا چلا آیا۔ اس لیے میں اس سے باتیں کر رہا ہوں۔"

"تعجب ہے بچے کو دیکھ کر کشش پیدا ہوگئی کیا مجھ میں کوئی کشش نہیں ہے؟"

پارس نے اسے چونک کر دیکھا پھر جھجکتے ہوئے کہا "وہ دراصل بات یہ ہے کہ میں بے اختیار اس کی طرف کھنچا چلا آیا تھا۔ یقین کریں یہ بالکل چاند کا ٹکڑا نظر آتا ہے۔"

وہ تنک کر بولی "اگر وہ چاند کا ٹکڑا ہے تو میں چاند ہوں آخر وہ میرا ہی حصہ ہے۔ تعجب ہے کہ کوئی میری طرف کھنچا کیوں نہیں آتا ہے؟"

اگر اس میں کچھ ہوتا تو پارس واقعی اس کی طرف کھنچا چلا جاتا لیکن وہ صرف جسمانی طور پر جوان اور پرکشش اس لیے دکھائی دے رہی تھی کہ بہت ہی مختصر سے کپڑوں میں تھی۔ ورنہ اس کے اندر کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ کہاں آکر پھنس گیا ہے؟ عبداللہ اس کے دماغ میں نہیں آرہا تھا ورنہ وہ اس سے کہتا کہ فوراً بچے کی حقیقت معلوم کرے۔

ویسے عورت کے رویے سے پتا چل رہا تھا کہ وہ اسی کا بیٹا ہے۔ جبکہ ماں بیٹے میں بڑا فرق تھا۔ یقیناً اس کا باپ خوب صورت ہوگا۔ اس نے اس عورت سے پوچھا "اس کا باپ کہاں ہے؟"

وہ اسے غصے سے گھورتے ہوئے بولی "تمہیں اس کے باپ سے کیا لینا ہے؟ کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ مجھ سے باتیں کرو؟"

"تم بڑے جارحانہ انداز میں گفتگو کر رہی ہو۔ اب مجھے کہنا ہی ہوگا کہ میں تمہیں اور تمہارے بیٹے کو دیکھ کر اس تجسس میں مبتلا ہوگیا ہوں کہ تم نے اسے کیسے جنم دیا؟ میں اس کے باپ کو دیکھنا چاہتا ہوں وہ یقیناً خوب صورت ہوگا۔"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی اور بپھر کر بولی "تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ اس کے باپ کو خوب صورت اور مجھے بدصورت کہہ رہے ہو۔ وہ کمینہ جب تک مجھ سے کھیلتا رہا میری تعریفیں کرتا رہا۔ زمین و آسمان کے قلابے ملاتا رہا کہ مجھ جیسی کوئی اور حسینہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ میں اس کے فریب میں آگئی اور اس بچے کو جنم دے دیا۔ اس کے بعد وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔"

اس کی باتوں کے درمیان عبداللہ نے پارس کے اندر آکر کہا "سوری سر! مجھے دیر ہوگئی۔ میں ابھی اس بچے اور ماں کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہوں۔"

پارس نے اس عورت سے کہا "مجھے تم سے ہمدردی ہے کہ تم کسی کمینے کی اولاد پیدا کر کے پچھتا رہی ہو اور مجھ جیسے نوجوان پر جھنجلا رہی ہو۔ ویسے تمہیں اس بات پر فخر کرنا چاہیے کہ تم نے ایک خوب صورت بچے کو جنم دیا ہے۔ کیچڑ میں ہی کنول کھلتے ہیں۔ تم نے بھی کنول کھلایا ہے۔"

عبداللہ نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "سر! یہ ہمارے عدنان بابا نہیں ہیں۔ اس عورت نے واقعی اس بچے کو جنم دیا ہے۔"

پارس وہاں سے پلٹ کر جانے لگا۔ وہ عورت تیزی سے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی پھر اس کا بازو تھام کر بولی "تم شاید ناراض ہوگئے ہو' میں کیا کروں؟ میرا مزاج ہی ایسا ہے۔ مجھے مسکرا کر باتیں کرنی چاہئیں۔ دراصل تم نے مجھے نظر بھر کر دیکھا ہی نہیں ہے۔ اب دیکھو' میں سر سے پاؤں تک کیسی لگ رہی ہوں؟ کیسی بھرپور ہوں؟ میں یقین سے کہتی ہوں کہ تمہارے لیے بھی ایک بہت خوب صورت سے بچے کو جنم دوں گی۔"

وہ اپنا بازو چھڑاتے ہوئے بولا "ہمارا ایک بچہ پہلے ہی دربدر ہے۔ ہم اس کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں اور تم دوسرے بچے کی تیاری کرنا چاہتی ہو؟ خدا کے لیے معاف کرو' کسی دوسرے کو ڈھونڈ لو۔"

وہ بھاگنے کے انداز میں وہاں سے تیزی سے روانہ ہوگیا۔ اس عورت کے بڑبڑانے اور گالیاں دینے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پارس نے دور جاتے ہوئے پلٹ کر کہا "مجھے تمہاری گالیاں منظور ہیں مگر تمہاری منصوبہ بندی منظور نہیں ہے۔ اللہ کرے تمہیں محکمہ منصوبہ بندی والے پکڑ کر لے جائیں۔"

وہ پھر عورتوں اور بچوں کو دیکھتا ہوا ان کے درمیان سے گزرنے لگا۔ عبداللہ نے کہا "سر! بعض عورتیں تو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑجاتی ہیں۔ وہاں پورس صاحب کے پیچھے بھی ایک لڑکی پڑی ہوئی ہے لیکن وہ شادی شدہ نہیں ہے اور نہ ہی کسی بچے کی ماں ہے۔ بہت تیز طرار ہے۔"

"کیا تم نے اس لڑکی کے خیالات پڑھے ہیں؟"

"جی ہاں۔ وہ ایک رئیس زادی ہے لیکن ذہنی طور پر تھوڑی کھسکی ہوئی ہے۔ کسی بھی خوب صورت نوجوان کو دیکھ کر اس سے محبت کرنے لگتی ہے۔ اس کے ارادے غلط نہیں ہوتے۔ وہ صرف رومانس تک محدود رہتی ہے۔ کوئی اسے ہاتھ لگائے تو بدک جاتی ہے۔ بھاگ جاتی ہے۔"

اسی وقت ایک لڑکی پارس سے ٹکرا گئی۔ پارس نے اسے دیکھ کر کہا "سوری۔ میری غلطی نہیں ہے۔"

لڑکی نے مسکرا کر جواب دیا "کوئی بات نہیں۔ میں دراصل دوسری طرف دیکھتی آرہی تھی۔ اس لیے ٹکرا گئی۔"

پھر اس نے تعجب سے اسے دیکھتے ہوئے کہا "ارے تم۔؟ تم تو ابھی میری بہن کے ساتھ بوٹینیکل گارڈن میں تھے؟ اتنی جلدی یہاں کیسے چلے آئے؟ جبکہ وہ گارڈن سے دس کلومیٹر پر ہے۔"

پارس نے پوچھا "اس کا مطلب ہے' تم بھی دس کلومیٹر دور تھیں پھر اتنی جلدی یہاں کیسے چلی آئیں؟"

"میں تو کار میں آئی ہوں لیکن تم نے میری بہن کا پیچھا کیسے چھڑالیا؟"

پارس نے مسکرا کر کہا "میں سمجھ گیا۔ جسے تم اپنی بہن کے ساتھ دیکھا ہے' وہ میرا بھائی ہے۔ بائی دا وے تمہاری بہن وہی ہے جو بہت رئیس زادی ہے اور ورجن ہوئی ہے؟ میرا مطلب ہے' ذرا ایب نارمل ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "لوگ میرے بارے میں بھی یہی کہتے ہیں کہ میں ایب نارمل ہوں۔ کیونکہ ہم دونوں بہنیں ایک جیسی ہیں۔ ایک ساتھ پیدا ہوئی ہیں۔ جب پیدا ہوئیں تو ہمارے بازو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ آپریشن کے ذریعے ہمیں الگ کیا گیا تھا لیکن ہماری عادتیں الگ نہ ہوئیں۔"

وہ بولا "یعنی تم دونوں بہنیں بھی ہم دونوں کی طرح شکل ہو؟"

"ہم بالکل ہم مزاج اور ہم شکل ہیں۔ جب میں اپنی بہن دلربا کو تمہارے بھائی کے ساتھ دیکھا تو دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسا ہی خوب رو نوجوان مجھے بھی مل جائے تو اسے دل و جان کا مالک بنالوں گی۔ تھینکس گاڈ! تم مل گئے۔"

وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی "میری بہن کا نام دلربا ہے اور میرا نام مرحبا ہے۔"

پارس نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "اوہ مرحبا۔! کیا خوب نام ہے؟ تمہیں دیکھتے ہی دل سے آواز آتی ہے' مرحبا۔! مرحبا۔! تم کتنی خوب صورت اور ورجن ہو! لیکن تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں تم سے محبت کرنے لگا؟"

وہ بولی "میں خوب صورت ہوں' لاکھوں میں ایک ہوں۔ امیر زادی بھی ہوں۔ مجھ سے محبت کیوں نہ کرو گے؟ محبت تو تمہارا باپ بھی کرے گا۔"

پارس ایک دم اچھل کر ایک قدم پیچھے ہٹا پھر بولا "کیا بکواس کررہی ہو؟"

"یہ بکواس نہیں ہے۔ یہ محبت ہے۔ محبت ایک جذبہ ہے۔ محبت خدا سے ہوتی ہے۔ محبت سب

پھر تم کیوں نہیں کرو گے؟ کیا تمہاری ماں نے تمہارے باپ سے اور تمہارے باپ نے تمہاری ماں سے محبت نہیں کی تھی؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "یا اللہ! میں کہاں پھنس گیا ہوں۔ عبداللہ! تم کہاں ہو؟ ذرا اس کے خیالات پڑھو' یہ کیا چاہتی ہے؟"

عبداللہ نے کہا "میں اسی کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ یہ بالکل اپنی جڑواں بہن کی طرح ہے۔ دونوں ہی ہم مزاج ہیں' جیسے نارمل اور محبت کرنے پر ہمیشہ تیار! ادھر پورس صاحب پھنس رہے ہیں' ادھر آپ کی شامت آرہی ہے۔ اب تو آپ اللہ ہی بچائے گا۔"

مرحبا نے پوچھا "کیا تم نے رومیو جولیٹ اور شیریں فرہاد کی فلمیں دیکھی ہیں؟"

وہ گہری سانس لے کر بولا "اب تو مجھے دیکھنی ہی ہوں گی۔ تم یہ بتاؤ کہ مجھ سے کتنی محبت کرسکتی ہو؟"

"جتنی تم کرو گے۔ اس سے زیادہ کروں گی۔"

"ہم محبت میں میرے لیے کیا کرسکتی ہو؟"

وہ بولی "میرا ہاتھ آسمان تک نہیں جاتا ورنہ تمہارے لیے ستارے توڑ کر لے آتی۔"

"آسمان تک پہنچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم زمین پر ہی رہ کر میرے لیے ایک کام کرو۔ میں ایک بچے کو تلاش کررہا ہوں۔ اسے تم کسی طرح تلاش کرکے لے آؤ تو میں سمجھوں گا کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے؟ میں ابھی اسے ڈھونڈ کر لے آؤں گی۔ وہ کہاں ہے؟"

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کہاں ہے؟ تو پھر میں تمہیں ڈھونڈنے کے لیے کیوں کہتا؟ ہمیں کہیں دور تک ساحل پر یا شاید ان بچوں میں وہ بھی موجود ہو؟"

وہ ریت پر چلتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ وہ بولی "تم چل رہے ہو تو تمہارے پاؤں ریت میں دھنس رہے ہیں۔ ہیں نا؟"

"ہاں۔ پاؤں ریت میں دھنستے جارہے ہیں۔"

"اسی طرح تم میرے دل میں گھستے جارہے ہو۔"

"سبحان اللہ! کتنے شاعرانہ خیالات ہیں تمہارے؟ تمہارا نام مرحبا ہے۔ تم مسلمان ہو۔ کس ملک سے تعلق رکھتی ہو؟"

"ویسے تو ہم عراقی ہیں لیکن تم دونوں بہنیں ہندوستان میں پیدا ہوئی تھیں۔ وہاں رہ کر بڑی بڑی عورتوں کو دیکھ کر چھوٹے چھوٹے کپڑے پہننے کی عادت ہوگئی لیکن ہم عراق یا دوسرے کسی اسلامی ملک میں جاکر مختصر لباس نہیں پہن سکتیں۔ اس لیے کبھی یہاں امریکا میں رہتی ہیں' کبھی یورپ میں۔ یہاں بڑی آزادی سے شارٹس پہن کر رہتی ہیں۔"

"تمہیں یہ مختصر سا لباس کیوں پسند ہے؟"

"بزرگ کہتے ہیں' مرد ہمارا بدن دیکھتے ہیں۔ ہمیں اسے کپڑوں سے ڈھانپ کر رکھنا چاہیے۔ میں کہتی ہوں' جب دیکھنا ہے تو اچھی طرح دیکھیں اور خوب تڑپتے رہیں' ترستے رہیں' ہاتھ مسلتے رہیں' للچاتے رہیں' ہمارے باپ کا کیا جاتا ہے؟"

پھر وہ ذرا مایوس ہو کر بولی "مگر تم پہلے جوان ہو' جو میرے لیے نہیں تڑپ رہے ہو۔ پلیز۔ میری خاطر تڑپنا شروع کردو۔"

"تم جیسے ہی بچے کو ڈھونڈ کر لاؤ گی۔ میں تڑپنا شروع کردوں گا۔"

اس نے سر گھما کر ایک طرف دیکھا پھر بولی "وہ۔ وہ مل گیا بچہ۔"

پھر وہ اس سمت دوڑتی ہوئی گئی اور بچے کو اٹھا کر لے آئی۔ اس کے پیچھے اس بچے کے ماں باپ دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ چیخ چلا رہے تھے "دوڑو دوڑو۔ پکڑو۔ یہ ہمارے بچے کو لے جارہی ہے۔"

وہ بچے کو لے کر سیدھی پارس کے پاس آئی پھر اس کی گود میں دیتی ہوئی بولی "لو سنبھالو اپنا بچہ۔ اور اب میرے لیے تڑپنا شروع کردو۔"

اس کے پیچھے آنے والے ماں باپ نے بچے کو اس سے چھین لیا پھر پارس سے پوچھا "کیا یہ لڑکی پاگل ہے؟"

وہ تنک کر بولی "پاگل ہوگا تو! تیرا باپ۔ خبردار! جو مجھے پاگل کہا تو۔ یہ بے چارہ ایک بچے کے لیے تڑپ رہا ہے۔ اگر میں بچہ اس کو لا کردے دوں گی تو یہ پھر میرے لیے تڑپنا شروع کردے گا۔ تمہارے گھر میں اور بھی بچے ہوں گے ایک ادھر دے دو گے تو تمہارا کیا جائے گا؟"

پارس نے کہا "پلیز مرحبا! پلیز۔ میں نے تمہیں اپنا بچہ لانے کو کہا تھا۔ اگر میں نے آئندہ بھی تم سے یہ مطالبہ کیا تو تم سارے شہر کے بچے اٹھانا شروع کردو گی۔"

"میں کیا کروں؟ تم نے بچے کا نام نہیں بتایا' حلیہ نہیں بتایا۔ اسی لیے جو بچہ مجھے نظر آیا اسے میں لے آئی۔"

"مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں نے اس کا نام نہیں بتایا۔ اب اچھی طرح سن لو' اس کا نام عدنان ہے۔"

وہ ایک دم سے خوشی سے چیخ کر بولی "عدنان۔ اسے تو میں جانتی ہوں۔"

پارس نے خوش ہو کر پوچھا "اچھا۔؟"

"ہاں۔ وہ۔ وہی بچہ ہے نا۔؟ جو تین یا چار برس کا ہے؟"

پارس نے جلدی سے "ہاں۔ ہاں" کے انداز میں سر ہلا کر کہا "ہاں۔ بالکل وہی ہے۔ کہاں ہے وہ۔؟"

"وہ تو عراق کے شہر بغداد میں ہے۔ میری آنٹی کا بیٹا ہے۔ تمہیں وہاں چلنا ہوگا۔"

پارس نے اپنا سر پیٹ لیا۔

دوسری طرف پورس بھی اپنا سر پیٹ رہا تھا۔ دلربا اس کے پیچھے پڑ گئی تھی اور دلربائی کے تمام ہتھیار اس پر آزما رہی تھی۔ پورس نے بھی اسے یہی کہا تھا "اگر وہ بچے کو ڈھونڈ لائے گی تو وہ اس سے محبت کرنے لگے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم ایک بچے کی بات کر رہے ہو۔ میں تمہارے سامنے بچوں کا میلہ لگا دوں گی۔ بچے جہاں بھی نظر آئیں' پکڑ کر لے آؤں گی۔"

وہ بولا "پلیز۔ مجھے صرف میرا اپنا ایک بچہ چاہیے۔"

وہ شرماتے ہوئے بولی "یہ تو شادی کے بعد ہو سکتا ہے۔"

وہ بولا "پلیز۔ اس طرح نہ شرماؤ۔ میں اتنی جلدی برات لے کر نہیں آؤں گا اور نہ ہی تم فوراً تین برس کا بچہ پیش کر سکو گی۔"

"یہ لو۔؟ کیوں نہیں پیش کر سکوں گی؟ تم ابھی برات لاؤ' ابھی شادی کرو۔ میں کل ہی تین برس کا بچہ لا کر دے دوں گی۔"

پورس نے دیدے پھیلا کر حیرانی سے پوچھا "کیا کہہ رہی ہو؟ تم یہ سب کچھ کیسے کرو گی؟"

"یہ کون سی مشکل بات ہے؟ کوئی ناممکن تو نہیں ہے۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہی ہے۔"

اس نے پوچھا "تم نے کون سی دنیا میں ایسا دیکھا ہے؟"

"کیوں نہیں دیکھا ہے! جو سوسانہ ہے' اس نے پہلے اپنے نور سے محبت کی' پھر شادی کی اور تین برس کا بچہ بھی اس کے سامنے پیش کر دیا۔"

"یہ تم کہاں کی بات کر رہی ہو؟ تم نے کس سوسانہ کو دیکھا ہے؟"

"تعجب ہے؟ تم ہالی ووڈ کی اتنی مشہور ہیروئن کو نہیں جانتے؟ تم نے اس کی وہ فلم' دی لورز نہیں دیکھی۔"

"او مائی گاڈ! تم فلم کی باتیں کر رہی ہو؟"

"اور کیا فلموں میں ایسا نہیں ہوتا ہے کہ شادی فوراً بچہ ہوا' اور فوراً ہی وہ تین چار برس کا ہو گیا۔ گھنٹوں میں نہ جانے کیا سے کیا ہو جاتا ہے؟ وہ بچہ باپ دادا بن جاتا ہے۔"

وہ بیزار ہو کر بولا "پلیز۔ دلربا! میں فلمیں نہیں کر رہا ہوں۔ زندگی کے حقائق کو سمجھو۔ میرا بچہ ہے۔ وہ تین برس کا ہے۔ میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔ ہمیں چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے اور تنہا نہ جانے کہاں بھٹک رہا ہوگا؟"

اس نے توجہ سے سنا پھر کہا "تم نے پہلے کیوں نہیں کہا کہ وہ بچہ تنہا ہے اور کہیں بھٹک رہا ہے؟"

"کیا تم نے کسی ایسے بچے کو دیکھا ہے جو تنہا ہو؟"

"ہاں۔ دیکھا ہے۔ یہ تمہیں پہلے کہنا چاہیے تھا۔ آگے اس پریڈی اسٹریٹ میں ہے۔ ابھی چلو۔ میں دکھاتی ہوں۔"

"یا اللہ! پتا نہیں اب تم کیا دکھانے والی ہو؟"

وہ اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جانے لگا۔ وہ کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ پورس نے پوچھا "سچ بتاؤ' تم نے واقعی بچے کو تنہا وہاں کہیں دیکھا ہے؟"

"میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کان سے نہیں کہہ رہی ہوں۔"

کچھ دیر بعد وہ پریڈی اسٹریٹ پہنچ گئے۔ اس نے جگہ کار پارک کی۔ پورس نے پوچھا "کہاں ہے وہ۔؟ اسے کہاں دیکھا تھا؟"

اس نے دوسری طرف کے فٹ پاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ اس فٹ پاتھ سے گزر رہا تھا۔"

"کب گزر رہا تھا؟"

"کل شام ٹھیک چھ بجے میں نے اسے دیکھا تھا۔"

وہ گھور کر بولا "تم نے کل شام چھ بجے اسے یہاں سے گزرتے دیکھا تھا اور آج شام چھ بجے مجھے یہاں لے آئی ہو؟"

"تو کیا ہوا۔ وہ ابھی یہاں سے گزرے گا۔"

"تم کیسے جانتی ہو کہ وہ ابھی یہاں سے گزرے گا؟"

وہ گھور کر بولی "تم مینٹی شو دیکھتے ہو؟"

"ہاں۔ میں دیکھتا ہوں۔"

"مینٹی شو میں ایک ٹرین جس وقت جہاں سے

ہے۔ چھ بجے اور نو بجے والے شو میں بھی اسی وقت اور اسی جگہ سے گزرتی ہے۔ اب بھی وہی وقت ہوا ہے' اس بچے کے گزرنے کا۔؟"

پورس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا "بس۔ میں سمجھ گیا۔ اگر میں کچھ دیر اور تمہارے ساتھ رہا تو میرا بچہ نہ جانے بھٹکتا ہوا کہاں سے کہاں پہنچ جائے گا؟ اور تم مجھے یہاں بھٹکاتی رہ جاؤ گی۔ اس لیے مجھے معاف کرو اور جانے دو۔"

"تم مجھے چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟"

"میری مرضی ہے۔ میں کہیں بھی جاؤں۔ میں نے تمہارا کوئی قرض نہیں لیا ہے جو ادا کرنا ہے' اور اس کے لیے میں تمہارا پابند رہوں۔"

"محبت کرنے والے ہمیشہ ایک دوسرے کے مقروض رہتے ہیں اور بڑی محبت سے ایک دوسرے کا قرض چکاتے رہتے ہیں۔"

"خدا کے لیے۔ میرے سامنے فلسفہ نہ بیان کرو۔ میں جا رہا ہوں۔"

"ایک بات یاد رکھو' تم مجھ سے دور کہیں نہیں جا سکو گے۔ جہاں جاؤ گے' مجھے وہاں پاؤ گے۔"

"کیا یہ تمہارا دعویٰ ہے کہ میں تم سے دور نہیں جا سکوں گا؟"

"ہاں۔ تم جا کر دکھاؤ میں وہیں پہنچ جاؤں گی۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا' تیزی سے چلتا ہوا' ایک ٹیکسی کو روک کر اس میں بیٹھ گیا پھر ڈرائیور سے بولا "آگے چلو۔"

وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے آگے کہاں جانا ہے لیکن وہ پورے شہر کا چکر لگا کر اپنے بیٹے کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ اسے اپنے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا تو پارس کی آواز سنائی دی "ہیلو۔ پورس! میں بول رہا ہوں۔"

"ہاں۔ بولو تم کہاں ہو؟ کیا عدنان کا کچھ پتا چلا؟"

"کیا خاک پتا چلے گا؟ تمہارے پاس کوئی دلربا ہے؟"

"یہ تم کیسے جانتے ہو؟"

"مجھے عبداللہ نے بتایا ہے۔ اس کی بہن مرجانا میرے پاس ہے اور جب تک یہ رہے گی' تب تک میں بچے کو تو کیا اپنے آپ کو بھی تلاش نہیں کر سکوں گا۔"

"او گاڈ! تم اس کی دوسری بہن سے پھنسے ہوئے ہو! ادھر اس نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ میں اس سے پیچھا چھڑا کر عدنان کو تلاش کر رہا ہوں۔"

وہ پارس سے باتیں کرنے کے دوران میں پیچھے سر گھما کر دیکھتا جا رہا تھا کہ دلربا اپنی کار میں اس کا پیچھا کر رہی ہے یا نہیں۔۔۔؟ وہ کتنے ہی علاقوں سے گزرتا ہوا اور بار بار گھوم کر دیکھتا رہا پھر یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ اس کا تعاقب نہیں کر رہی ہے۔ ایک جگہ فن فیئر گراؤنڈ دکھائی دیا۔ وہاں بچوں کے لیے کھیل تماشے ہو رہے تھے۔ اس نے سوچا' یہاں عدنان مل سکتا ہے۔

وہ ٹیکسی سے اتر گیا اور فن فیئر گراؤنڈ جانے اور آنے والے بچوں کو بڑے گیٹ کے پاس کھڑا دیکھتا رہا پھر اس نے کاؤنٹر پر آ کر اندر جانے کے لیے ٹکٹ خریدا تو پیچھے سے دلربا کی آواز سنائی دی "ایک نہیں۔۔۔ دو ٹکٹ لے لو۔"

وہ ایکدم سے چونک گیا۔ پلٹ کر دیکھا تو وہ حیران رہ گیا۔ "پھر اس سے پوچھا "تم۔۔۔؟ تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں نے کہا تھا' تم جہاں جاؤ گے' میں وہاں پہنچ جاؤں گی۔ یقین نہ ہو تو دنیا کے آخری کونے میں چلے جاؤ' میں وہاں بھی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "مگر تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں یہاں ہوں؟"

"تمہیں ایک راز کی بات بتا دوں اور وہ یہ کہ میری ایک پیدائشی عادت ہے۔ کسی کی مخصوص بو میرے ذہن میں نقش ہو جاتی ہے پھر وہ جتنی بھی دور چلا جائے میں اس کی بو پا لیتی ہوں۔ دیکھ لو' تم مجھ سے بہت دور چلے آئے ہو۔ میں نے تمہارا تعاقب بھی نہیں کیا لیکن تمہاری بو پا کر یہاں پہنچ گئی ہوں۔"

"او مائی گاڈ! ہماری مما (سونیا) بھی ایسی ہی تھیں۔ دوستوں اور دشمنوں کی بو پا کر ان کی شہ رگ تک پہنچ جایا کرتی تھی۔"

فون کا بزر پھر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا۔ تو پارس کی آواز سنائی دی۔ وہ خوش ہو کر کہہ رہا تھا "پورس! میں نے تو اس سے پیچھا چھڑا لیا ہے۔ اسے ڈاج دے کر بہت دور نکل آیا ہوں۔ اب عدنان کو تلاش کرنے کے لیے فن فیئر گراؤنڈ کی طرف جا رہا ہوں۔"

"بھائی پارس! تم کس خوش فہمی میں مبتلا ہو مجھے بھی یہی خوش فہمی تھی کہ میں نے اس سے پیچھا چھڑا لیا ہے لیکن یہ دونوں بہنیں ہماری مما کی طرح انسانوں کی بو سونگھ لیتی ہیں۔ میں بھی یہاں فن فیئر گراؤنڈ میں پہنچا ہوا ہوں اور دلربا میری بو سونگھ کر یہاں آ گئی ہے۔ تم بھی چلے آؤ۔ مرجانا بھی تمہارے

پیچھے یہاں چلی آئے گی۔"

عدنان کو سب ہی تلاش کر رہے تھے۔ عبداللہ خیال خوانی کے ذریعے اسے ڈھونڈ رہا تھا۔ برازیل کے گورنر نے تمام پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو اس کی تلاش میں لگا دیا تھا۔ سونیا بھی میک اپ کے ذریعے چہرہ بدلنے کے بعد خفیہ پناہ گاہ سے نکل گئی تھی اور اسے ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔

○☆○

فرمان کی موت کا ڈراما کھیلا گیا تھا۔ چنڈال نے اپنی بیٹی انیتا کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا تاکہ اسے اپنی مرضی کے مطابق یہ باور کرا سکے کہ واقعی فرمان کی موت واقع ہو چکی ہے۔

انیتا یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا اپنا سگا بھائی ہنس راج جوگیا اب رنجیت ورما کے جسم میں پہنچ کر ٹیلی جنس چیف کی حیثیت سے زندگی گزار رہا ہے اور اس وقت اس کے سامنے جو چیف کھڑا ہے وہ اسی کا سگا بھائی ہے۔

انیتا کے بھائی ہنس راج نے بہن کے محبوب یعنی انیل شرما (فرمان) کا نشانہ لے کر ٹریگر دبایا۔ انیتا نے بس اتنا ہی دیکھا۔ اس کے بعد بے ہوش ہو گئی۔

دل اور دماغ کو دھچکا پہنچنے کے باعث وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اسے کچھ دیر بعد ہوش میں لایا جا سکتا تھا لیکن چنڈال جوگیا نے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے بارہ گھنٹے تک گہری نیند سوتے رہنے کا حکم دے دیا تھا۔ اس طرح وہ اپنے محبوب انیل شرما کی موت سے بے نیاز ہو کر طویل نیند میں ڈوب گئی تھی۔

چنڈال جوگیا نے فرمان کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پہلے اس پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ اب وہ آہستہ آہستہ ہوش میں آ رہا تھا۔ چنڈال نہیں چاہتا تھا کہ وہ ہوش میں رہ کر مصیبت بن جائے لہٰذا اس نے پھر ایک چھوٹا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پھر چیخ مار کر تڑپتا ہوا بے ہوش ہو گیا۔

چنڈال نے اپنے بیٹے سے کہا "اسے اپنی گاڑی میں ڈال کر پالم پور والے مکان میں لے جا کر قید کر دو۔ جیسے ہی وہ ہوش میں آئے گا تو میں اس پر تنویمی عمل کروں گا۔ میرے عمل کرنے تک تم اس کی نگرانی کرتے رہو گے۔ اس کے بعد چلے جاؤ گے پھر یہ میرا غلام بننے کے بعد مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکے گا۔"

ہنس راج جوگیا نے انسپکٹر اور سپاہیوں کو بلا کر کہا "اس انیل شرما کو اٹھا کر لے جاؤ اور میری کار کی پچھلی سیٹ پر ڈال دو۔"

اس نے اپنی بہن کو دونوں بازوؤں میں فرش پر سے اٹھایا پھر اسے بیڈ پر لٹاتے ہوئے سپاہیوں سے کہا "میں ابھی یہاں سے جا رہا ہوں لیکن تم اس لڑکی کی حفاظت کرنا اور اسے میری بہن سمجھنا۔ خبردار! کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے میں ابھی واپس آؤں گا۔"

سپاہی فرمان کو اٹھا کر لے گئے۔ ہنس راج جوگیا نے سوچ کے ذریعے پوچھا "پتاجی! کیا انیتا یہیں رہے گی؟"

"ہاں۔۔۔ اسے یہاں چھوڑ دو۔ یہ اب بارہ گھنٹے تک سوتی رہے گی۔ بس۔۔۔ اس بات کا خیال رکھو کہ میری بیٹی کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔"

آپ فکر نہ کریں۔ یہ یہاں محفوظ رہے گی اور میں بھی اس کی خبر لیتا رہوں گا۔"

اس نے ہوٹل سے باہر آ کر پھر ایک بار انسپکٹر کو سختی سے تاکید کی "انیتا کا خاص خیال رکھا جائے یہاں اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

پھر وہ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ سر گھما کر دیکھا۔ فرمان پچھلی سیٹ پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس نے کار اسٹارٹ کی، پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا پالم پور کی طرف جانے لگا۔

تمام بھارتی اکابرین سے چنڈال جوگیا کی گہری دوستی ہو گئی تھی۔ وہ سب یہ بھروسا کرنے لگے تھے کہ چنڈال جوگیا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بن کر ان کے زیر سایہ رہے گا اور اپنے دیس اور اپنی جنتا کے لیے خیال خوانی کرتا رہے گا۔ ان کے درمیان یہ طے پایا کہ صبح دو آرمی آفسران رستم بلی آ کر چنڈال سے ملاقات کریں گے پھر اسے اپنے ساتھ دہلی کی راج دھانی میں لے جائیں گے۔ وہاں شاہانہ انداز میں اس کی رہائش کے لیے انتظامات کیے گئے تھے۔

چنڈال چند بھارتی اکابرین کے خیالات پڑھ چکا تھا اور مزید حکمرانوں اور آرمی کے اعلیٰ افسران کے بھی خیالات پڑھنا چاہتا تھا۔ ابھی اسے کچھ وقت مل رہا تھا۔ اس لیے وہ ان میں سے ایک ایک کے دماغ میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھنے لگا۔

اس کے لیے کوئی پریشانی یا تشویش کی بات نہیں تھی۔ ان میں سے نہ کوئی اس کا دشمن تھا اور نہ ہی کوئی اس کے خلاف کچھ سوچ رہا تھا۔ بلکہ سب ہی اس کی بہتری کے لیے منصوبے بنا رہے تھے۔ مجھ سے اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اسے محفوظ رکھنے کے لیے بہت سخت انتظامات کر رہے تھے۔ یہ پلاننگ کر رہے تھے کہ کیسی حکمت عملی تیار کی جائے۔

فی الحال وہ یہی طے کر رہے تھے کہ چنڈال جوگیا کو کبھی فرہاد کے مقابلے میں کوئی کام نہیں سونپا جائے گا۔ اسے ہمیشہ فرہاد سے اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوستوں سے دور رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔

دو چار افسران اعتراض کرتے ہوئے کہہ رہے تھے "اگر ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد کو روکے گا نہیں تو وہ ہمیں نقصان پہنچاتا رہے گا۔ فرہاد کو روکنے اور اپنے دیس سے بھگانے کے لیے ہم نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں بلایا تھا۔"

"ہمارا چنڈال جوگیا فرہاد کو ضرور روکے گا لیکن اس کا طریقۂ کار مختلف ہو گا۔ وہ اس سے براہ راست نہیں ٹکرائے گا۔ ٹکرانے کا انداز ایسا ہو گا کہ فرہاد کبھی ہمارے چنڈال پر شبہ نہیں کرے گا۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہم اسے ذہانت اور چالاکی سے چپ چاپ اپنے دشمنوں سے نمٹنے کے طریقے سکھائیں گے۔ ہم اسے اس طرح چھپا کر رکھیں گے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی رہائش گاہ تک نہیں پہنچ سکے گا اور نہ ہی کبھی دماغ میں پہنچ پائے گا۔"

ایک منسٹر نے کہا "افسوس۔۔۔ ہم نے ویٹو مارکس کو اپنا غلام بنایا تھا لیکن وہ کم بخت ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ورنہ آج ہمارے پاس دو خیال خوانی کرنے والے ہو جاتے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ویٹو مارکس کو پورے دہلی میں تلاش کیا جا رہا ہے۔ اب تک کی اطلاعات کے مطابق کوئی غیر ملکی ہوپیما دہلی سے باہر نہیں گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔ کل چنڈال جوگیا آئے گا تو ہم اس کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اسے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہ مل جائے گا تو واقعی ہمارے پاس ایک نہیں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو جائیں گے۔"

"اس بار ویٹو مارکس ہماری گرفت میں آئے گا تو ہم چنڈال جوگیا سے کہیں گے کہ وہ اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا غلام بنا کر رکھے۔ وہ ہمارا آدمی ہے۔ ہم اس پر بھروسا کر سکتے ہیں لیکن ویٹو مارکس جیسے امریکی پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔"

چنڈال جوگیا خیال خوانی کے ذریعے ان سب کی باتیں سن کر خوش ہو رہا تھا کہ وہ سب اس پر اندھا اعتماد کرنے لگے ہیں۔ اگر وہ لوگ اسی طرح اس پر بھروسا کرتے رہیں گے تو وہ کبھی ان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائے گا۔

وہ واپس ہنس راج جوگیا کے دماغ میں آیا۔ وہ پالم پور کے اس مکان کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ اس وقت تک فرمان کو ہوش آ گیا تھا اور وہ آہستہ آہستہ پچھلی سیٹ پر اٹھ کر بیٹھ رہا تھا۔ چنڈال نے اس کے اندر آ کر کہا "میں وہی ہوں جس سے تم اب تک دور بھاگتے رہے تھے۔"

اس کا سر اب بھی پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اسے سہلاتے ہوئے بولا۔ "اچھا، تم چنڈال جوگیا ہو! میری انیتا کہاں ہے؟"

"وہ جہاں بھی ہے، خیریت سے ہے۔ جب تم شرافت سے میرے ساتھ رہو گے تو میں تمہیں اس کے پاس پہنچا دوں گا۔"

"تم کیسے باپ ہو۔ اپنی بیٹی کو داماد سے جدا کر رہے ہو۔ اگر میں تم سے دور رہ کر تمہاری بیٹی کو ہمیشہ خوش رکھنا چاہتا ہوں تو تمہیں کیا اعتراض ہے؟ تم مجھے کیوں اپنے زیر اثر لانا چاہتے ہو؟ کیوں غلام بنانا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارا دشمن نہیں ہوں، تمہاری بھلائی کے لیے ایسا کر رہا ہوں۔ اگر ایسا نہ کروں تو تمہاری وہ کزن فرہاد علی تیمور کی بیٹی تمہیں کسی بھی دن میری بیٹی سے چھین کر لے جائے گی۔"

"میں اتنا کمزور نہیں ہوں کہ اس کے شکنجے میں پھنس جاؤں گا۔"

"تم نہیں پھنسو گے تو وہ میری بیٹی کو پھانس لے گا۔ اس نے اس پر تنویمی عمل کر کے مجھ سے دور کر دیا تھا۔ آج میں نے بڑی مشکلوں سے اپنی بیٹی کو واپس پایا ہے۔"

فرمان اس سے باتیں کرتے وقت اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھے ہنس راج جوگیا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ پیچھے سے اس پر حملہ کرے اور اسے زخمی کر کے کار سے اتر کر فرار ہو جائے لیکن وہ ذہنی طور پر بہت کمزور تھا۔ دماغ اب بھی بری طرح دکھ رہا تھا۔

چنڈال نے ہنستے ہوئے کہا "تم فرار ہونا چاہتے ہو۔ کوئی بات نہیں، کوشش کر کے دیکھ لو۔ تم اب میرے شکنجے سے کبھی نہیں نکل پاؤ گے۔"

ہنس راج جوگیا نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔ "چلو۔۔۔ باہر آ جاؤ۔"

وہ چپ چاپ سر جھکا کر دروازہ کھول کر باہر آ گیا پھر ہنس راج جوگیا کے پیچھے چلتا ہوا مکان کے اندر پہنچا۔ وہ مکان کافی عرصے سے بند پڑا ہوا تھا۔

ہنس راج جوگیا نے ایک کمرے میں آ کر بستر وغیرہ کی صفائی کی پھر اس سے کہا "چلو۔۔۔ اس پر لیٹ جاؤ۔"

وہ سمجھ رہا تھا کہ بستر پر لیٹنے کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اس پر ابھی تنویمی عمل کیا جائے گا۔ اس نے کہا "چنڈال جوگیا! میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس کم بخت پولیس سے لڑ جھگڑ کر یہاں سے جا سکوں۔ میں صرف زبان سے ہی کہہ سکتا ہوں۔ مجھ پر تنویمی عمل نہ کرو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ایک اچھے اور محبت کرنے والے داماد کی طرح تمہارے ساتھ رہوں گا اور اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

"مجھے اب تم پر بھروسا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ میں تنویمی عمل کے ذریعہ تمہیں غلام بنا کر اندھا اعتماد کر سکتا ہوں۔ زیادہ بحث نہ کرو' چپ چاپ لیٹ جاؤ۔ ورنہ میں جبراً تمہیں لیٹنے اور سونے پر مجبور کردوں گا۔"

وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے حکم کی تعمیل نہ کی تو پھر اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا جائے گا اور وہ یہ تکلیف برداشت نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا اس نے بستر پر چاروں شانے چت لیٹ کر اپنے جسم کو ڈھیلا کرتے ہوئے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ جو مقدر کو منظور تھا۔ وہی اسے بھی منظور کرنا تھا۔ جب بد نصیبی جکڑ لیتی ہے تو کوئی اس سے اپنی کلائی نہیں چھڑا سکتا۔

چنڈال جوگیا نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ آج سے اس کا ذہن بالکل مقفل رہے گا۔ صرف چنڈال جوگیا اپنے ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعہ اس کے اندر آئے گا تو وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا باقی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے سانس روک کر انہیں بھگا دیا کرے گا۔

اس نے دوسری بات یہ نقش کی کہ وہ فرہاد علی تیمور اور اس کے تمام خاندان والوں کو اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھول جائے گا کبھی ان سے سامنے ہوگا تو وہ انہیں پہچان نہیں پائے گا۔

تیسری بات اس کے ذہن میں یہ نقش کی کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس نے پہلی بار مرنے کے بعد دوسرا جنم لیا تھا پھر ایک ٹرین میں انیتا سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اس کے پچھلے جنم کی محبوبہ تھی پھر ایک انٹیلی جنس کے افسر نے اسے گولی ماردی تو وہ دوسری بار مرگیا اور اب اس نے تیسری بار جنم لیا ہے۔

اسے اپنے پہلے اور دوسرے جنم والی انیتا یاد رہے گی اور اسے اپنے عقیدے کے مطابق یقین رہے گا کہ کسی نہ کسی دن تیسرے جنم میں بھی انیتا سے ملاقات ہوگی۔

تیسرے جنم میں وہ چنڈال جوگیا کا ایک وفادار ریاڑی گارڈ ہے اور اس کے لیے جان پر کھیل جاتا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور اس کے ذریعے چنڈال جوگیا کے احکامات کی تعمیل کرتا رہتا ہے۔

تنویمی عمل کے آخر میں اس نے حکم دیا "تم بھارتی اکابرین کے سامنے بھی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کرو گے جب میں حکم دوں گا تب تم خیال خوانی کرو گے۔ میری اجازت کے بغیر کبھی کسی سے دماغی رابطہ نہیں کرو گے۔ اب تم دو گھنٹے تک گہری نیند سوتے رہو گے پھر بیدار ہونے کے بعد اس تنویمی عمل کو بھول جاؤ گے اور میرے احکامات کے مطابق یہ یاد رکھو گے کہ تم نے انیل شرما کی حیثیت سے تیسری بار اس دنیا میں جنم لیا ہے۔"

پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعہ انیتا کے پاس آکر دیکھا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ ہوٹل میں جس انسپکٹر اور سپاہیوں کی ڈیوٹی تھی۔ وہ فرض شناس تھے۔ ڈیوٹی پر حاضر تھے۔ ان کے خیالات پڑھ کر اطمینان ہوا کہ وہ دوسرے دن تک انیتا کی نگرانی کرتے رہیں گے اور اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔"

اس کے بعد چنڈال جوگیا اپنی جگہ حاضر ہو کر بستر پر لیٹا اور تھوڑی دیر بعد ہی گہری نیند میں ڈوب گیا۔ آرمی کے افسران اسی رات رستم پلی پہنچ کر وہاں کی اہم شخصیات سے چنڈال جوگیا کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے۔ اس نے اپنے بارے میں جو کچھ انہیں بتایا تھا۔ وہی باتیں انہیں معلوم ہو رہی تھیں کہ وہ ہندوستانی ہے۔ اس علاقے کے لوگ ایک بہت ہی خطرناک جادوگر کی حیثیت سے جانتے تھے یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اسے خیال خوانی کا علم بھی آتا ہے۔

وہ صبح چھ بجے بیدار ہوا۔ اس وقت بارہ گھنٹے پورے ہو چکے تھے۔ انیتا بھی بیدار ہو چکی تھی۔ اس نے آنکھیں کھولتے ہی آس پاس دیکھا تو انیل شرما دکھائی نہیں دیا۔ اسے سوچنے لگی تو اسے یاد آیا کہ پولیس والوں نے کمرے میں آکر انیل شرما کو گولی ماردی تھی۔

یہ یاد آتے ہی وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ ایک پولیس والے نے اسے گولی ماردی تھی۔ وہ فوراً ہی لباس تبدیل کر کے کمرے سے باہر آئی پھر اس نے نیچے کاؤنٹر پر پہنچ کر پوچھا "کل شام کو میرے کمرے میں پولیس والے آئے تھے۔ انہوں نے پہلے میرے پتی کو گرفتار کرنا چاہا تھا

پھر اسے گولی ماری تھی۔ کیا وہ میرے پتی کی لاش کو یہاں سے لے گئے ہیں؟"

کاؤنٹر گرل نے کہا "کل شام کو میں ڈیوٹی پر نہیں تھی۔ یہاں پولیس والے موجود ہیں۔ آپ ان سے پوچھیں۔ وہ کل رات سے یہاں ڈیوٹی پر ہیں۔"

پولیس انسپکٹر ہوٹل کے ایک کمرے میں سو رہا تھا۔ دوسرے سپاہی بھی سو رہے تھے صرف ایک جاگ رہا تھا۔ اس سپاہی نے انسپکٹر کو نیند سے جگایا۔ اس نے کاؤنٹر پر آکر انیتا سے کہا "ہم کل رات آپ کی وجہ سے یہاں ڈیوٹی دیتے رہے۔ آپ تو ایسی گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھیں کہ ہم اب تک آپ کے جاگنے کا انتظار کر رہے تھے۔"

وہ بولی "کل شام تم اپنے افسر کے ساتھ میرے کمرے میں آئے تھے۔ مجھے بتاؤ' میرا پتی انیل شرما کہاں ہے؟"

چنڈال جوگیا اس انسپکٹر کے دماغ میں موجود تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا "مجھے افسوس ہے۔ اب آپ کے پتی اس دنیا میں نہیں رہے ہیں۔"

اس نے چیخ کر پوچھا "تمہارے افسر نے اسے گولی کیوں ماری تھی' اس کا جرم کیا تھا؟ میں تم سب کو گھسیٹ کر عدالت میں لے جاؤں گی' وہاں انصاف مانگوں گی اور تم سب کو سزا دلاؤں گی۔"

وہ بولا "آپ کو جو کرنا ہے' وہ کریں۔ ہمیں جو کرنا تھا' وہ کر چکے ہیں۔ اب آپ بتائیں' یہاں سے کہاں جانا چاہیں گی؟"

"میں کہیں بھی جاؤں۔ تم یہ بتاؤ' میرے پتی کی لاش کہاں ہے؟"

"آپ کے پتی کے رشتہ دار آئے تھے۔ وہ انہیں لے گئے ہیں اور اب تک ان کا کریا کرم کر چکے ہوں گے۔"

وہ پھر چیخ کر بولی "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میرے پتی کا کوئی رشتہ دار یہاں نہیں ہے۔ کوئی اسے لے کر نہیں گیا ہے۔ پتا نہیں تم لوگوں نے اس کی لاش کہاں چھپا دی ہے۔ میں پولیس کمشنر کے پاس جاؤں گی۔"

ایسے وقت چنڈال جوگیا نے اس کے دماغ میں آکر کہا۔ "بیٹی! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولی "پتا جی! آپ کہاں چلے گئے تھے؟ کل شام ان پولیس والوں نے میرے کمرے میں گھس کر انیل شرما کو گولی ماری تھی۔ وہ مر چکا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ پھر رونے لگی پھر روتے روتے بولی "ان لوگوں نے میرے بے قصور انیل شرما کو مار ڈالا ہے۔ آپ ان لوگوں کو سزا دیں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ انہیں تڑپا کر مار ڈالیں۔"

وہ بولا "بیٹی! میں یہاں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کروں گا تو تم مصیبت میں پڑ جاؤ گی۔ کیونکہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دیس کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ پولیس اور آرمی والے انہیں گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ وہ انہیں تلاش کر رہے ہیں۔ اگر انہیں معلوم ہو گا کہ تمہارے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے تو وہ تمہیں گرفتار کر کے آہنی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیں گے۔"

"کیا آپ پولیس اور آرمی والوں کے ڈر سے انیل شرما سے انصاف نہیں کریں گے؟ وہ آپ کا داماد تھا' آپ کے داماد کو بے قصور مارا گیا ہے۔ کیا آپ ان سے انتقام نہیں لیں گے؟"

"میں انتقام ضرور لوں گا مگر تمہارے یہاں سے چلے جانے کے بعد تاکہ تم پر کوئی الزام نہ آئے میں ان سب کو مار ڈالوں گا۔ تم یہ ہوٹل چھوڑ کر میرے پاس چلی آؤ۔"

"آپ اس وقت کہاں ہیں؟"

"میں اس وقت دہلی جا رہا ہوں۔ تم وہاں آؤ گی تو میں تمہارے دماغ میں آکر معلوم کرلوں گا کہ تم کہاں پہنچی ہوئی ہو پھر میں تمہیں اپنے پاس بلا لوں گا۔"

وہ روتے ہوئے بولی "انیل کی لاش کہیں غائب کر دی گئی ہے۔ میں اس کا کریا کرم بھی نہیں کر سکی۔"

"تم فکر نہ کرو۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ تم یہاں سے نکل چلو۔ میری بات مانو' خوامخواہ ان لوگوں کے منہ نہ لگو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جس نے بھی انیل کو گولی ماری ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے روتے ہوئے پوچھا "پتا جی! کیا انیل مجھ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا ہے کیا اب وہ مجھے کبھی نہیں ملے گا؟"

"میرا گیان کہتا ہے' وہ تمہیں ہر جنم میں ملے گا۔ تمہارے لیے پھر ایک بار جنم لے گا اور تمہارے پاس ضرور آئے گا۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"کیا میں نے تم سے کبھی جھوٹ کہا ہے؟"

"نہیں۔ آپ کا گیان سچا ہے۔ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ جو کہتے ہیں' وہ ضرور ہوتا ہے۔ اب مجھے ذرا تسلی ہو رہی ہے کہ وہ پھر مجھے ملے گا اور میرے اسی جنم میں ملے گا۔"

وہ ایک گھنٹے کے اندر ہی ہوٹل چھوڑ کر جانے لگی۔

چنڈال نے کہا "بیٹی! میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ تمہارے پاس بار بار آتے جاتے ہوئے تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔ تم یہاں سے سیدھی دہلی جاؤ۔"

پھر وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس نے دہلی جانے کے لیے مختصر سامان اپنے بیگ میں رکھا پھر تیم پلی کے آرمی کیمپ میں آ گیا۔ وہاں آرمی افسران اس کے منتظر تھے۔ انہوں نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا پھر کہا "ہم آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے۔ دہلی میں بھی بڑی شدت سے آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ کیا اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے؟"

اس نے کہا "بے شک..... میں اس لیے یہاں آیا ہوں لیکن ایک ذرا آدھا گھنٹا انتظار کر لیں۔ میرا باڈی گارڈ آنے والا ہے۔ وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہتا ہے اور آئندہ بھی میرے ساتھ رہے گا۔"

پندرہ منٹ بعد ہی ہنس راج جوگیا فرمان کو وہاں لے آیا۔ فرمان نے چنڈال جوگیا کے سامنے آ کر دونوں ہاتھ جوڑے اور اپنا سر جھکا دیا۔ جوگیا نے آرمی افسران سے کہا "یہی میرا باڈی گارڈ ہے۔ یہ میرے ساتھ چلے گا۔"

وہ سب ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔

○☆○

عدنان کہاں تھا اور وہ کیا کرتا پھرتا تھا؟ یہ وہی جانتا تھا۔

دراصل وہ اسی شہر میں تھا اور کسی کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایک شاندار بنگلے کے بیڈ روم میں آرام سے سو رہا تھا۔ بیدار ہونے کے بعد معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ بنگلا کس کا ہے فی الحال تو وہ گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔ ایسے وقت اس نے خواب میں ایک بہت ہی خوبصورت عورت کو دیکھا "وہ دونوں بازو پھیلا کر اسے مخاطب کر رہی تھی "میرے بچے آؤ..... میرے سینے سے لگ جاؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا جا کر اس کے سینے سے لگ گیا۔ اس سے بولا "میں تمہاری آواز سے تمہیں پہچان رہا ہوں۔ تم میری ممی ہو۔ میرے اندر آ کر بولتی رہتی ہو۔"

"ہاں..... بیٹا! میں تمہاری ماں ہوں۔ جب ضروری سمجھتی ہوں، تمہارے پاس آ جاتی ہوں۔ اس کے بعد میں خود نہیں جانتی کہ کہاں گم ہو جاتی ہوں؟"

"ممی! دادی جان کہہ رہی تھیں کہ آپ مر چکی ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"نہیں بیٹے! میں زندہ ہوں۔ تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

"آپ کہاں ہیں" "کہاں میرا انتظار کر رہی ہیں؟ میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ اسی وجہ سے بھٹکنے لگتا ہوں۔ میری گرینڈ مما (سونیا) اکیلی رہ جاتی ہیں۔ وہ میرے لیے پریشان ہوں گی۔ مجھے ڈھونڈ رہی ہوں گی۔"

"بیٹے! میں نے تمہارے پاس آ کر کہا تھا کہ اس ہوٹل سے نکل آؤ۔ کیونکہ وہاں تمہارے لیے خطرہ تھا۔ آئندہ نہ جانے کیا حالات ہوں گے، جیسے بھی ہوں گے، جیسے بھی مجھے آگہی حاصل ہو گی میں تمہیں ان حالات سے آگاہ کر دوں گی۔ ابھی تم سو جاؤ۔ آرام سے سو جاؤ۔"

اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کی ماں اپنے زانو پر اس کا سر رکھ کر اسے تھپک رہی ہے اور وہ گہری نیند میں ڈوب رہا ہے۔

سونیا، اعلیٰ بی بی، پارس، پورس اور عبداللہ اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے اور وہ خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ کہاں سو رہا تھا؟ کون سی جگہ تھی، کس کا بنگلا تھا، یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ بیدار ہونے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کس کے گھر پہنچا ہوا ہے؟"

میں نے براڑیل کے گورنر سے کہا تھا کہ میرے پوتے کو وسیع پیمانے پر تلاش کیا جائے۔ گورنر نے چلی شہر کی پولیس اور انٹیلی جنس کو حکم دیا تھا۔ وہ پورے شہر کی ناکہ بندی کرا کے اور جگہ جگہ اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ اب وہ ہر گھر میں گھسنے سے رہے۔ جہاں انہیں شبہ ہوتا تھا اس گھر میں گھس کر بھی دیکھتے تھے۔ باقی باہر ہی باہر گلیوں، کوچوں، شاہراہوں، میدانوں، تفریح گاہوں میں اور جہاں جہاں اس کے ملنے کے امکانات تھے وہاں وہ اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔

میں نے سونیا اور پورس وغیرہ سے کہا "آئندہ عدنان جب بھی ملے تو سب سے پہلے اس کی کئی تصویریں اتاری جائیں۔ تاکہ آئندہ گم ہونے پر پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو اس کی تصویریں دی جا سکیں اور اخبارات میں بھی شائع کروائی جا سکیں۔ فی الحال تو اس کا حلیہ اس کا قد اور اس کی عمر بیان کی گئی ہے۔ اس طرح کئی بچوں پر شبہ ہو رہا ہے۔"

جن بچوں پر شبہ ہوتا تھا ان بچوں کے والدین سے پوچھ کی جاتی تھی تو وہ پریشان ہو جاتے تھے۔ میں نے خود دادا ہو کر اپنے پوتے کی صورت نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی اس کا درست حلیہ جانتا تھا۔ البتہ اس کے دماغ میں کئی بار جا چکا تھا اور اب بھی جا رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "پاپا! اس کا ذہن ایک سوچ پر مرکوز ہو گیا ہے۔ ہم اس کے خیالات پڑھ سکتے ہیں۔ میں ابھی اس کے پاس تھی۔ وہ گہری نیند سو رہا ہے۔"

میں نے کہا "میں بھی اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں اور اسے نیند میں دیکھ کر سوچ رہا ہوں کہ اسے بیدار کرنا مناسب نہیں ہے۔ وہ جہاں بھی ہے، بڑے آرام سے اپنی نیند پوری کر رہا ہے۔ جب بیدار ہو گا تو ہم اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیں گے کہ اس نے کس کے گھر میں پناہ لی ہوئی ہے؟"

فی الحال مجھے اطمینان تھا کہ وہ جہاں بھی ہے، خیریت سے ہے۔ پہلے وہ طیارے کے بے شمار مسافروں کے ساتھ دشمنوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں نجات دلائی تھی۔ تمام مسافروں سمیت انہیں چلی شہر پہنچایا تھا۔ سونیا اصلی چہرے کے ساتھ نہیں تھی۔ لہٰذا اسے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ عدنان کو بھی میرے پوتے کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس کے باوجود امریکی اکابرین کو معلوم ہو گیا تھا کہ سونیا اپنے پوتے کے ساتھ چلی شہر کے ایک ہوٹل میں قیام کر رہی ہے۔

اب یہ معلوم کرنا تھا کہ کس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے امریکی اکابرین کو ان کا پتا ٹھکانا بتا کر ان کے لیے مصیبتیں پیدا کر دی تھیں؟ عدنان ہوٹل سے نکل کر نہ جانے کس کے گھر پہنچا ہوا تھا اور سونیا ایک خفیہ پناہ گاہ میں تھی۔

وہ نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والا امریکن آرمی کے کرنل مارٹن کے دماغ میں آ کر بولتا رہا تھا۔ اسی نے یہ مخبری کی تھی لیکن اس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا اور نہ ہی کسی طرح کی نشاندہی کی تھی کہ وہ کون ہے؟

امریکی اکابرین اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ اب مجھے معلوم کرنا تھا کہ وہ کم بخت کون ہے؟ اور یہ معلوم کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ موٹی عقل سے بھی سوچا سمجھا جا سکتا تھا۔ ساری دنیا میں دہشت گردوں اور باغیوں کو جدید ہتھیار سپلائی کرنے والوں کی ایک تنظیم "دی ٹیرر سپلائرز" تھی۔

اس تنظیم کے تینوں سربراہ ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ جن میں سے ایک سینڈی گرے مر چکا تھا۔ باقی دو، جیک کلر اور مہادھالی زندہ تھے۔ وہ دونوں جانتے تھے کہ سونیا اور عدنان ان پر غمال بنائے جانے والے مسافروں کے درمیان موجود تھے۔ وہاں سے رہائی پانے کے بعد وہ اپنے پوتے کے ساتھ چلی کے ایک ہوٹل میں قیام پذیر ہو چکی تھی۔

صرف وہ دونوں ہی یہ بات اچھی طرح جانتے تھے اور انہوں نے ہی یہ اطلاع امریکی اکابرین تک پہنچائی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جیک کلر کے اندر پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار پھر میں نے اس کے اندر پہنچتے ہی کہا "کرنل مارٹن....."

اس کے ساتھ ہی میں اس کے دماغ سے نکل آیا پھر میں جو چاہتا تھا، وہی ہوا۔ جیک کلر نے کرنل مارٹن کے اندر پہنچ کر کہا "تم نے مجھے کیوں بلایا ہے؟"

کرنل مارٹن نے کہا "میں نے تو نہیں بلایا۔"

"ابھی ایک خیال خوانی کرنے والا میرے اندر آ کر تمہارا نام لے رہا تھا۔ میں سمجھا کہ وہ تمہارا خیال خوانی کرنے والا ہے۔ تعجب ہے، پھر وہ کون تھا؟"

میں نے کہا "وہ میں تھا۔ اب تم مجھے میری آواز اور میرے لہجے سے پہچان سکتے ہو۔"

مجھے پہچانتے ہی اس کے ہوش اڑ گئے۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "آ..... آپ؟ مسٹر فرہاد! آپ ہیں.....؟ آپ میرے پاس اس طرح کیوں آئے تھے؟"

یہ معلوم کرنے آیا تھا کہ تم کتنے بڑے کمینے ہو؟ میں نے تمہیں کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا پھر بھی تمہیں عقل نہیں آئی کہ آئندہ میں تمہارے خلاف کیا کر سکتا ہوں، تم نے سونیا اور عدنان کا پتا امریکی اکابرین کو بتا کر مجھ سے بہت بڑی دشمنی کی ہے۔ اب تمہیں کہاں پناہ ملے گی؟"

وہ سہم کر بولا "آ..... آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں نے سونیا اور آپ کے پوتے کے خلاف کوئی مخبری نہیں کی ہے۔"

"تو کرنل مارٹن کو اپنا باپ سمجھ کر اس کے پاس آئے کرنل کے خیالات بتا رہے ہیں کہ تم ہی نے آ کر مخبری کی تھی۔ یہ ابھی تمہارا لب و لہجہ پہچان رہا ہے۔"

"پلیز..... آپ مجھے غلط نہ سمجھیں۔ یہ..... کرنل مارٹن میرا لب و لہجہ پہچاننے میں غلطی کر رہا ہے۔ اگر یہ کوئی غلطی نہیں کر رہا ہے تو یقین کریں کہ کوئی میرا دشمن میری آواز اور لہجہ بنا کر کرنل کے پاس آیا ہو گا اور اس نے آپ کی وائف اور پوتے کے خلاف مخبری کی ہو گی۔"

"تم نے سمجھایا، اور میں سمجھ گیا۔ اب جاؤ..... میں ایک گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ پورے یورپ میں تمہارے جو بھی اسلحہ کے گودام ہیں۔ وہاں کا تمام اسلحہ کسی دوسری جگہ منتقل کر دو۔ اپنا جتنا مال بچا سکتے ہو۔ بچانے کی کوشش کرو۔ ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد تمہارا کوئی گودام باقی نہیں رہے گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہا پھر بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا "مسٹر فرہاد! آپ ٹیلی پیتھی کے پہاڑ ہیں۔ کوئی آپ سے نہیں ٹکرا سکتا۔ یہ درست ہے کہ بلند وبالا پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیے جا سکتے لیکن اس کے اندر سرنگ بنائی جا سکتی ہے۔ ہم پہاڑ سے نہیں ٹکرا سکتے لیکن اس سے کترا کر نکلنے کا راستہ بنا سکتے ہیں۔ ہم نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ ہمارا بھید کھلے گا تو تم یہی کرو گے۔ ہمارے باقی تمام گوداموں کا اسلحہ تباہ کر کے ہمیں ایک بار پھر کروڑوں کا نقصان پہنچاؤ گے۔ لہٰذا ہم نے پہلے ہی تمام اسلحہ ایسی جگہ منتقل کر دیا ہے۔ جہاں تمہارے فرشتے بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"چور چوری کرنے سے پہلے فرار ہونے کا راستہ ہموار کر لیتے ہیں۔ تم نے بھی یہی عقل مندی کی ہے۔ کوئی بات نہیں۔ میں دوسرے راستے سے آ رہا ہوں۔ میرا انتظار کرو۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا پھر میں نے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بابا صاحب کے ادارے سے اپنے اندر بلایا اور ان سے کہا "دی ٹیرر سپلائرز کے سربراہوں کو تم جانتے ہو۔ اب ان تین میں سے دو رہ گئے ہیں۔ جیک کلر اور مہادھابی۔۔۔۔"

ایک نے کہا "سر! ہم ان کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔"

"تم یہ نہیں جانتے کہ انہوں نے اپنے پچھلے گوداموں کو خالی کر دیا ہے اور ان گوداموں کا تمام اسلحہ کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں، ہم ان گوداموں کا بھی سراغ لگا لیں گے۔"

"میں یہی سننا چاہتا ہوں کہ کیسے معلوم کرو گے؟"

"سر! یورپ اور ایشیا میں بے شمار دہشت گرد تنظیمیں ہیں اور چھوٹے چھوٹے ممالک بھی ان لوگوں سے اسلحہ خریدتے ہیں۔ ہم ان چھوٹے ممالک کے سربراہوں کے خیالات پڑھیں گے اور ان دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں کے اندر بھی پہنچیں گے۔ ان سے معلوم ہو جائے گا کہ اب انہیں کن نئے گوداموں سے مال سپلائی کیا جا رہا ہے؟"

میں نے کہا "شاباش۔۔۔ ایسے طریقہ کار سے تم بہت جلد ان کے نئے گوداموں کا سراغ لگا لو گے۔ کوشش کرو کہ جیک کلر اور مہادھابی کی خفیہ رہائش گاہوں کا پتا معلوم ہو جائے۔"

ان تینوں نے کہا کہ وہ ان کی خفیہ رہائش گاہوں تک بھی پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ پھر وہ میرے دماغ سے چلے گئے۔

پارس اور پورس ان دو جڑواں بہنوں مرجیا اور دلربا کے ساتھ فن فیئر کراؤنڈ میں عدنان کو تلاش کر رہے تھے ایسے وقت اعلیٰ بی بی نے ان کے پاس آ کر کہا "آپ دونوں پریشان نہ ہوں۔ عدنان جہاں بھی ہے، خیریت سے ہے۔"

پارس نے پوچھا "کیا وہ مل گیا ہے۔ مما کے پاس پہنچ گیا ہے؟"

"نہیں۔۔۔ وہ ابھی تک نہیں ملا ہے۔ پتا نہیں کہاں ہے؟ لیکن جہاں بھی ہے وہاں آرام سے گہری نیند سو رہا ہے پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

پورس نے پوچھا "کیا تم اس کے خیالات پڑھ کر معلوم نہیں کر سکتیں کہ وہ کہاں پہنچ کر گہری نیند سو رہا ہے؟"

"وہ خود نہیں جانتا کہ چلی کے کس علاقے میں ہے؟ اور کس کے گھر میں ہے؟ بائی دا وے۔۔۔ یہ دونوں پھلجھڑیاں کون ہیں؟"

پارس نے کہا "وہ جو پورس کے پاس کھڑی ہوئی ہے اس کا نام دلربا ہے اور میرے پاس جو ہے اس کا نام مرجیا ہے۔ یہ دونوں جڑواں بہنیں ہیں، ہم مزاج ہیں اور دونوں ہی کھسکی ہوئی ہیں۔ اس کے آگے کچھ کہنا ضروری نہیں ہے۔ ان کے خیالات پڑھ سکتی ہو۔"

مرجیا نے پارس سے پوچھا "یہ تم اچانک خاموش ہو کر صرف میرے چہرے کو تکے جا رہے ہو؟ کہاں پہنچے ہوئے ہو؟"

دلربا نے پورس سے کہا "تم بھی خاموش ہو؟ یہ تم دونوں کو ہوا کیا ہے؟"

پورس نے کہا "میں سوچ رہا ہوں کہ بچے کو فی الحال تلاش نہ کیا جائے۔ اب ہم اپنے ہوٹل میں جا کر آرام کریں گے۔"

"ہوٹل میں کیوں جاؤ گے؟ ہمارا اتنا بڑا بنگلا ہے۔ وہاں چل کر رہو گے۔"

"نہیں تمہارے ماں باپ کیا کہیں گے! کیا وہ یہ اجازت دیتے ہیں کہ انجانے لڑکوں کو دوست بنا کر گھر لے آؤ؟"

"ہم نے اجنبی لڑکوں سے دوستی ضرور کی ہے لیکن اب تک کسی کو گھر لے کر نہیں گئیں۔"

مرجیا نے کہا "ابھی ہمارے ساتھ گھر چلو۔ ہم اپنے

والدین سے تمہارا تعارف کرائیں گے۔ وہ تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔"

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "تم دونوں ایسے خوش ہو رہی ہو۔ جیسے بقرعید میں دو بکرے خرید کر گھر لے جا رہی ہو۔ چلو پورس ان کے والدین سے بھی مل کر دیکھیں۔ ہمارا کیا حشر ہوتا ہے؟"

وہ سب اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "میں نے ان دونوں کے خیالات پڑھے ہیں۔ لڑکیاں بہت اچھی ہیں لیکن کھسکی ہوئی ہیں۔ آپ دونوں کے لیے مصیبت تو بنیں گی مگر فائدہ بھی پہنچائیں گی مما کی طرح ان کے اندر بھی سونگھنے کی بڑی تیز حس ہے۔"

مرجیا اور دلربا دونوں ہی حسین اور پرکشش تھیں پھر ان میں سونگھنے والی غیر معمولی حس تھی۔ ان میں ایسی خوبیاں تھیں جو پارس اور پورس کی خوبیوں میں اضافہ کر سکتی تھیں۔ اس لیے وہ دونوں بھی ان سے متاثر ہو گئے تھے اور ان میں دلچسپی لینے لگے تھے۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "میں مما کے پاس جا رہی ہوں؟"

پورس نے پوچھا "مما کہاں ہیں اور کیا کر رہی ہیں؟"

"وہ ایک خفیہ رہائش گاہ میں تھیں اور اب میک اپ بدل کر عدنان کو ڈھونڈتی پھر رہی ہیں۔"

"تم نے انہیں بتایا ہو گا کہ عدنان خیریت سے ہے پھر انہیں باہر نہیں نکلنا چاہیے تھا۔"

"آپ انہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ ایک جگہ سکون سے بیٹھنے والی نہیں ہیں۔ انہوں نے انٹیلی جنس کے ڈی جی سے کہا ہے کہ بڑے بڑے شاندار بنگلوں کے اندر جا کر تلاشی لی جائے۔ کسی نہ کسی بنگلے میں ان کا پوتا ضرور ہو گا۔ وہ اسی لیے باہر نکلی ہیں کہ پوتے کی خبر ملتے ہی فوراً وہاں پہنچیں۔ جہاں وہ آرام سے سو رہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی چلی گئی۔ وہ دونوں مرجیا اور دلربا کے ساتھ ایک بنگلے میں پہنچ گئے۔ گاڑیوں سے اتر کر بیرونی دروازہ کھول کر بنگلے کے اندر آئے۔ اندر آتے ہی دروازہ یک بہ یک بند ہو گیا۔ پتا چلا، دروازے کے پیچھے دو گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے گن پوائنٹ پر انہیں آگے بڑھ کر ڈرائنگ روم میں چلنے کا حکم دیا۔

ڈرائنگ روم میں دلربا اور مرجیا کے والدین ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے ایک نوجوان ریوالور لیے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا "آؤ مرجیا! تم نے مجھ سے دوستی کی، پھر کسی اور سے دوستی کی اور آج دیکھ رہا ہو کہ کسی اور کے ساتھ آئی ہوں۔ یہ تم دونوں بہنیں اتنی جلدی جلدی بوائے فرینڈ کیوں بدلتی ہو؟"

مرجیا نے کہا "دوستی کرنے کے بعد پتا چلا کہ تمہارے اندر کوئی خوبی نہیں ہے۔ خرابی ہی خرابی ہے۔ وہ جو دوسرا آیا تھا۔ وہ بھی مطلبی اور خودغرض تھا۔ اب اپنا ہی کمینہ پن دیکھ کر بندوقیں لے کر ہمارے گھر میں گھس آئے ہو۔"

مرجیا کی ماں نے کہا "غلطی تم دونوں بہنوں کی ہے۔ جس سے چاہتی ہو، اس سے عشق فرمانے لگتی ہو۔ نہ آگے دیکھتی ہو، نہ پیچھے، نہ اچھا دیکھتی ہو، نہ برا سمجھتی ہو۔"

ان کے باپ نے کہا "اور آج ان لفنگوں کو نہ جانے کہاں سے پکڑ لائی ہو ان سے بھی کہو کہ یہ بھی اپنی اپنی گن لے آئیں۔"

پارس نے کہا "آپ ہمیں لفنگا نہ سمجھیں۔ ہم کون ہیں، یہ بعد میں بتائیں گے۔ فی الحال گن والے سے پوچھ رہے ہیں کہ یہ کیا چاہتا ہے، اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ کیوں آیا ہے؟ کیا آپ لوگوں کو قتل کرنا چاہتا ہے؟ یا لڑکیوں کو اٹھا کر لے جانا چاہتا ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں کسی کو قتل نہیں کرنا چاہتا اور ان لڑکیوں کو اٹھا کر کہاں لے جاؤں گا؟ یہ تو بالکل ہی پاگل ہیں۔"

دوسرے گن مین نے سامنے آ کر کہا "دلربا نے مجھ سے فلرٹ کیا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس پچاس ڈالرز ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اس کے باپ کے پاس پچاس ہزار ڈالرز ہیں اور یہ دولت گھر کے اندر ایک سیف میں رکھی ہوئی ہے۔ ہم وہی پچاس ہزار ڈالرز لینے آئے ہیں۔"

پورس نے گھور کر دلربا سے پوچھا "تم نے اسے گھر کا بھید کیوں بتایا تھا؟"

دلربا نے کہا "کیوں نہ بتاتی؟ میں تم سے محبت کر رہی ہوں۔ کیا تم سے کبھی جھوٹ بولوں گی؟ کبھی نہیں۔۔۔ اور جب میں اس سے محبت کرتی تھی تو اس سے بھی جھوٹ نہیں بول سکتی تھی اس لیے میں نے بتا دیا کہ ہمارے گھر میں کتنی رقم ہے۔"

"تم نے اس کو بتا دیا۔ اس کا نتیجہ دیکھو۔ یہ گن لے کر پہنچ گئے ہیں۔"

دلربا نے کہا "میں کیا کروں، ہماری اس دنیا میں سچ بولنا جرم ہے، حماقت ہے اور میں نے اس سے محبت کی تھی۔ نفرت نہیں کی تھی کہ یہ گن لے کر ہم سے نفرت کرنے پہنچ گیا ہے۔"

پارس نے پوچھا "آخر تم دونوں کتنے بوائے فرینڈز بناتی رہو گی؟"

مرجانے کہا "ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ جب تک ہمارے دل کو چھو لینے والا کوئی ہماری زندگی میں نہیں آئے گا تب تک ہم ہر لڑکے کو بوائے فرینڈ بنا کر آزماتی رہیں گی۔ خدا بہتر جانتا ہے' تم نے میرے دل کو چھو لیا ہے۔ تم میرے آخری بوائے فرینڈ ہو۔"

دلربا نے پورس سے کہا "میں بھی یہی کہتی ہوں کہ اب تمہارے سوا کوئی اور میری زندگی میں نہیں آئے گا۔"

گن مین نے کہا "یہ دونوں میری انسلٹ کر رہی ہیں۔ پہلے انہوں نے ہم سے محبت کی۔ اب ہمیں ٹھکرا کر ان دونوں کے پاس جا رہی ہیں۔ میں یہ انسلٹ برداشت نہیں کروں گا۔"

پارس نے مرجانے سے پوچھا "یہ کون ہے؟"

وہ بولی "یہ ہمارا پہلا عاشق ہے۔"

"تمہارا یا دلربا کا....؟"

"ہم دونوں کا.... بات اصل میں یہ ہے کہ ہم دونوں بہنیں ایک ساتھ اس پر عاشق ہو گئی تھیں۔ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھیں کہ اس عاشق کو میرا ہونا چاہیے یا دلربا کا۔ دلربا اس سے دست بردار نہیں ہونا چاہتی تھی اور میں اسے نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔"

پورس نے پوچھا "پھر کیا ہوا؟"

"ہونا کیا تھا۔ ہم دونوں بہنوں نے فیصلہ کیا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں۔ ہم دونوں آدھا آدھا حصہ بانٹ لیں گے۔ یہ سنتے ہی یہ بھاگ گیا تھا۔ آج گن لے کر آیا ہے۔"

وہ سینہ تان کر بولا "ہاں آج میں گن لے کر آیا ہوں۔ میں تم دونوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ ایک کمرے میں لے جاؤں گا اور کمرا بند کر کے تم دونوں کے ساتھ منہ کالا کروں گا۔"

دلربا پورس سے اور مرجانا پارس سے چپک گئی۔ سہم کر بولیں "ہمیں اس سے بچاؤ۔ پتا نہیں یہ کمرے میں لے جا کر ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟ آخر میں ہمیں مار ڈالے گا۔"

پارس نے عبداللہ سے کہا "اس کی دونوں ٹانگیں زخمی کر کے ان دونوں کے ہتھیار گرا دو۔"

دو نوجوانوں نے اپنے ایک ساتھی کی دونوں ٹانگوں پر گولی ماری پھر اپنے اپنے ہتھیار پارس اور پورس کے سامنے پھینک دیے۔ انہوں نے ہتھیار اٹھا کر زخمی عاشق سے کہا "اب تم منہ کالا کر سکتے ہو۔ اگر ان ٹانگوں سے چل کر ان لڑکیوں تک آ سکتے ہو تو چلے آؤ۔"

وہ فرش پر پڑا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ پورس نے ان نوجوانوں سے پوچھا "ہاں.... تو تم دونوں پچاس ہزار ڈالر لینے آئے ہو؟"

انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا کر جلدی سے کہا "نن.... نہیں.... نہیں.... ہم سے غلطی ہو گئی۔ ہم ابھی یہاں سے چلے جائیں گے۔"

پارس نے کہا "اتنی جلدی کیا ہے۔ یہ تماشا دیکھتے جاؤ کہ تمہارا ساتھی کس طرح اپنا منہ کالا کرنے والا ہے۔ اس کا یہ شوق پورا ہو جائے پھر چلے جانا۔"

وہ دونوں ٹانگوں سے اپاہج ہونے کے بعد تکلیف زدہ لہجے میں گڑگڑا کر کہہ رہا تھا "مجھے معاف کر دو۔ مجھے جانے دو۔ میں اب کبھی ادھر نہیں آؤں گا۔"

مرجانے کہا "پارس! انہیں چھوڑ دو۔ گولی نہ مارو۔ انہیں جانے دو۔ خس کم جہاں پاک...."

پورس نے ان لڑکیوں کے والدین سے پوچھا "کیا خیال ہے کیا انہیں چھوڑ دیا جائے؟"

ان کے باپ نے کہا "ہاں' میرا خیال ہے۔ بے وجہ خون خرابے سے پولیس کیس بنے گا۔ انہیں جانے دو۔"

عبداللہ نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "میں ان کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ یہ سوچ رہے ہیں کہ یہاں سے جا کر اس زخمی کو پولیس اسٹیشن لے جائیں گے۔ یہ رپورٹ درج کرائیں گے کہ پارس اور پورس نے انہیں بیچ شاہراہ پر دشمنی کے باعث گولی ماری ہے۔"

پارس نے مرجانا کے باپ سے کہا "یہ تینوں یہاں سے جاتے ہی ہمارے خلاف الٹا کیس کریں گے کہ ہم نے ان کے ایک ساتھی کو گولیاں ماری ہیں لہٰذا ابھی آپ فون کر کے پولیس کو بلائیں اور یہ رپورٹ درج کرائیں کہ یہ تینوں آپ لوگوں کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے تھے۔"

مرجانا کا باپ ریسیور اٹھا کر پولیس اسٹیشن کے نمبر خ کرنے لگا۔

○☆○

جینا ایک نئے انداز سے جینے لگی۔ پرانا علاقہ اور پرانا محلہ چھوڑ کر جوہو کے ساحل پر ایک شاندار بنگلے میں آ گئی۔ سیٹھ کیشوناتھ نے اسے نقد ایک کروڑ روپے دیے تھے پھر جوہو کا وہ شاندار بنگلا بھی اس کے نام کرنے والا تھا۔ اس بنگلے میں دو بہت مہنگی کاریں تھیں اور ایک معمولی سی کار ملازمین کے استعمال کے لیے موجود تھی۔ اس کی خدمت کے لیے بنگلے کے اندر ایک ملازمہ باہر ایک ڈرائیور اور ایک دو ملازم موجود رہتے تھے۔

وہ ابھی سولہ برس کی تھی۔ ایسی کسی کم سن لڑکی کو اتنی ڈھیر ساری دولت اور عیش و آرام ملتا تو وہ ہنستی بولتی' ناچتی گاتی اور ہواؤں میں اڑتی پھرتی لیکن وہ اور زیادہ سنجیدہ ہو گئی تھی۔

یہ بات اسے ذہنی طور پر الجھا رہی تھی کہ وہ وقتاً فوقتاً کبریا کے بارے میں کیوں سوچنے لگتی ہے؟ وہ ہر رات اسے خوابوں میں دیکھنے لگی تھی۔ کوئی رات ایسی نہیں جاتی تھی کہ وہ خواب میں نہ آتا ہو پھر وہ اس انداز سے آتا تھا کہ وہ سحر زدہ سی ہو جاتی تھی۔ جاگنے کے بعد بھی گھنٹوں اسی کے بارے میں سوچتی رہتی تھی۔

اس کی عجیب سی حالت ہو گئی تھی۔ روزانہ درجنوں عقیدت مند اس سے ملنے آتے اور اپنی دکھ بھری بپتا سناتے تھے۔ اپنی ضرورتیں اس سے پوری کروانا چاہتے تھے۔ وہ سب کی حاجت روائی کرتی تھی لیکن اچانک بیٹھے بیٹھے کہیں گم ہو کر خلا میں تکنے لگتی تھی۔ اس کے عقیدت مند سمجھتے تھے کہ وہ اپنے دھیان گیان میں مصروف ہو گئی ہے جبکہ وہ کبریا کے بارے میں سوچ رہی ہوتی تھی۔ اسے یاد آنے لگتا تھا کہ وہ خوابوں میں آنے والا کیسے کیسے اس کے پاس آ کر بھٹکتا رہتا تھا اور اسے بھٹکاتا رہتا تھا۔

وہ خلا میں تکتے وقت تصور میں وہ تمام مناظر دیکھتی رہتی تھی جو نیند کی حالت میں گزر جاتے تھے۔ جب وہ چونکتی تو اپنے سامنے عقیدت مندوں کا ہجوم دیکھتی اور جھینپ جاتی' باتیں بناتی۔ "مجھے معاف کرنا' میں ذرا دھیان میں مصروف تھی۔"

دھیان بھگوان کا بھی ہوتا ہے اور من مندر کے دیوتا کا بھی۔ وہ کبھی جھوٹ نہ بولنے والی ایسے وقت جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔

جب وہ تنہائی میں ہوتی تو سوچ کے ذریعے اسے پکارتی۔ "کبریا! تم کہاں ہو؟ آجاؤ کبریا! اتنا نہ ستاؤ۔"

اسے جواب نہیں ملتا تھا۔ وہ کہتی تھی "یہ نہ سمجھو کہ میں بالکل ہی نادان ہوں اور تمہاری ناراضگی کو نہیں سمجھ رہی ہوں۔ تم میرے اندر رہتے ہو۔ یہ میں دل کی گہرائی سے اور پورے یقین سے کہتی ہوں۔ تم میرے پاس آنے والوں کے مسائل سنتے ہو اور میں جس طرح ان سے وعدہ کرتی ہوں وہ وعدہ تم اسی طرح پورا کرتے ہو۔ ان کے مسائل حل کرتے ہو' میری عزت رکھتے ہو' میرا مان بڑھاتے ہو۔"

ایسے وقت کبریا اس کی سوچ میں کہتا تھا "میں کبریا کو کیوں پکار رہی ہوں؟ میرا اس سے کیا تعلق ہے' کیا رشتہ ہے؟ میں ہندو ہوں' وہ مسلمان ہے۔ جب میں اتنا فاصلہ رکھ کر سوچتی ہوں تو پھر کیوں اسے خوابوں اور خیالوں میں دیکھتی ہوں اور سوچتی رہتی ہوں۔ وہ خیالوں میں نہیں آتا تو اس کو بے اختیار پکارنے لگتی ہوں۔"

اس کی اپنی سوچ کہتی تھی "میں کیا کروں' میری سمجھ میں نہیں آتا۔ جب وہ شدت سے یاد آتا ہے تو میں بھول جاتی ہوں کہ میرا دھرم کیا ہے' اس کا مذہب کیا ہے؟ میں ہندوستانی ہوں' وہ پاکستانی ہے۔ ہم دونوں ایسے ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کے درمیان ابتدا ہی سے نفرت اور دشمنی چلی آ رہی ہے۔"

وہ بری طرح الجھ کر سوچتی تھی "کوئی دھرم نہیں ہوتا' کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ سب ملک برابر ہوتے ہیں۔ ہر ملک میں انسان بستے ہیں۔ انسان کو انسان سے پیار کرنا چاہیے۔ مذہب اور دھرم کی دیوار اٹھا کر ایک دوسرے سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔"

کبریا اس کے اندر رہ کر یہ خواہش پیدا کرتا رہتا تھا کہ وہ نت نئے ڈیزائن کے بہتر سے بہتر لباس پہنا کرے۔ پہلے تو وہ پہننا نہیں چاہتی تھی پھر اس کے اندر یہ سوچ پیدا ہوتی کہ شاید کبریا کہیں سے چھپ کر اسے دیکھتا ہو اس لیے اسے پہننا چاہیے۔ اس طرح زیورات پہننے اور بننے سنورنے کی خواہشیں جنم لیتی رہیں اور وہ ان پر عمل کرتی رہی۔

وہ رفتہ رفتہ تبدیل ہونے لگی تھی۔ آئینے میں خود کو دیکھ کر حیران رہ جاتی تھی کہ وہ کیسے کیا ہوتی جا رہی ہے! پہلے وہ مٹی مٹی سی دھندلی دھندلی سی دکھائی دیتی تھی۔ اب آئینے میں ایسی صاف اور شفاف نظر آتی تھی جیسے خوش رنگ تتلی نے اپنے تمام پر پھیلا دیے ہوں۔

وہ کسی تفریح گاہ میں جاتی تھی یا کسی تقریب میں پہنچتی تھی تو وہاں بھی اس کا دھیان بٹا رہتا تھا۔ اس کی نظریں ادھر ادھر بھٹکتی رہتی تھیں۔ اس کا دل کہتا تھا کہ وہ کہیں نہ کہیں نظر آ سکتا ہے۔ وہ ایک بہت بڑے شاپنگ سینٹر کی جیولری شاپ میں تھی اور ہیروں کا ایک سیٹ خرید رہی تھی۔ جب وہ خریداری کے بعد دکان سے باہر آئی تو دور ایک طرف دیکھتے ہی چونک گئی' خوشی سے کھل گئی۔ اسے کبریا نظر آ رہا تھا۔

وہ تیزی سے اس طرف جانے لگی۔ اگرچہ اس نے ایک ہی بار اسے دیکھا تھا۔ اس کی خوبروئی' اس کا قد' اس کی

شخصیت اس کے حواس پر چھائی ہوئی تھی لیکن چہرے کے نقوش اسے اچھی طرح یاد نہیں تھے۔ اس نے خوابوں اور خیالوں میں جیسا چہرہ دیکھا تھا' ویسا ہی وہ دکھائی دے رہا تھا اور وہ اس چہرے کی طرف کشاں کشاں جارہی تھی۔

اس نے قریب پہنچ کر اسے مخاطب کیا "کبریا؟"

وہ جوان آگے جارہا تھا۔ اس نے شاید اس کی آواز نہیں سنی یا پھر اس کا نام کبریا نہیں تھا۔ جینا نے اور قریب ہوکر اسے پکارا "کبریا.....!"

پھر اس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ رک گیا۔ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا پھر ایک دم سے اسے پہچانتے ہوئے بولا "ارے آپ ... ساگن دیوی! یہ آپ ہیں؟"

جینا نے اس سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام من موہن ہے۔ یہ میرے بڑے بھاگ ہیں کہ آپ نے مجھے چھولیا ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ آپ کے پاس جاؤں گا اور ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کروں گا کہ مجھے کوئی نوکری دلا دیں۔ میں بے روزگار ہوں اور بہت مشکلوں میں ہوں۔ بی اے پاس ہوں۔ آپ نے مجھے چھولیا ہے' اب مجھے یقین ہے کہ کہیں نہ کہیں ضرور مجھے نوکری ملے گی۔"

وہ اسے چھو کر پچھتا رہی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ میں اسے نوکری کہاں سے دلاؤں گی؟ یہ اس کا مسئلہ تھا کہ نوکری کیسے دلائے گی؟ لیکن اسے اپنے دیوی ہونے کا بھرم رکھنا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر آشیرواد دینے کے انداز میں کہا "جاؤ ... بھگوان نے چاہا تو تمہیں نوکری مل جائے گی۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے پلٹ گئی۔ مایوس ہوکر وہاں سے جانے لگی۔ جیسے کبریا سمجھا تھا وہ کوئی اور نکلا تھا۔ اس کا نام من موہن تھا۔ وہ بے روزگاری سے اس قدر تنگ آگیا تھا کہ خودکشی کرنا چاہتا تھا پھر اس نے ساگن دیوی کا نام سن کر سوچا تھا کہ ایک بار اس کے درشن کرے گا۔ شاید اس دیوی کی کپا سے اسے نوکری مل جائے۔

اس نوجوان کے گھر میں بوڑھے ماں باپ تھے' ایک جوان بہن تھی۔ کبھی کبھی فاقے کرنے کی نوبت آجاتی تھی۔ وہ شرمندہ ہوجاتا تھا کہ جوان ہوکر انہیں تین وقت کی روٹی نہیں کھلا سکتا ہے۔

جینا نے اسے چھو کر اس کے اندر بڑا حوصلہ پیدا کردیا تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ اب ضرور اس کے برے دن دور ہوجائیں گے اور اچھے دن آئیں گے۔

وہ سوچتا ہوا شاپنگ سینٹر سے باہر آیا تو کبریا نے اس کا راستہ روک لیا پھر اس سے پوچھا "کیا تمہارا نام من موہن ہے؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا پھر کہا "ہاں تم مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ میرے اندر ایک دیوی کی آواز آئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ من موہن نامی ایک نوجوان بے روزگار ہے۔ بہت مایوس ہے۔ اگر اسے نوکری نہ ملی تو وہ آتما ہتھیا کرلے گا لہٰذا اسے نوکری دے دی جائے۔"

پھر کبریا نے اسے اپنی جیب سے ایک وزیٹنگ کارڈ نکال کر دیتے ہوئے کہا "کل صبح اس ایڈریس پر پہنچ جاؤ۔ تمہیں ملازمت مل جائے گی۔ تمہیں ہر ماہ دس ہزار روپے بطور تنخواہ ملیں گے۔"

وہ ایک دم سے خوش ہوکر اس کے قدموں میں جھک گیا۔ کبریا نے اسے بازوؤں سے تھام کر اٹھاتے ہوئے کہا "میں نہ دیوی ہوں' نہ دیوتا ہوں۔ مجھے جیسا حکم ملا تھا' میں اس پر عمل کررہا ہوں اور یہ دس ہزار روپے رکھو جو قرض ہے' اسے ادا کرو۔ گھر میں راشن لے جاؤ اور اپنے لیے ایک اچھا سا لباس بنواؤ۔"

کبریا اس سے رخصت ہوکر دور ایک جگہ آیا۔ یہاں میں وہ ایک بہت بڑے دولت مند کاروباری کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔ وہاں اس کا نام حمزہ تھا اور وہ جرمنی کی ایک دوا ساز کمپنی میں شیئر ہولڈر تھا۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے اپنے ایک دوا فروخت کرنے والے ہول سیلر کو مخاطب کیا پھر کہا "میں نے ایک نوجوان من موہن کو تمہارا وزیٹنگ کارڈ دیا ہے۔ وہ کل صبح ملازمت کے لیے آئے گا۔ اسے دس ہزار روپے ماہانہ پر ملازم رکھ لو۔"

دوسری طرف سے کہا "یس سر! آپ کا حکم ہے تو ہم اسے ضرور رکھ لیں گے۔"

کبریا فون بند کرکے پھر خیال خوانی کے ذریعے جینا کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک مہنگی اور شاندار کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ دائیں بائیں کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ یہ اس کی عادت ہوتی جارہی تھی کہ نظریں جہاں جاتی تھیں' کبریا کو ڈھونڈتی تھیں۔ وہ اپنے عقیدت مندوں کے مسائل سنتی تھی پھر تصور جاناں میں کھوجاتی تھی۔ مسائل تو کبریا حل کرتا تھا۔

وہ اپنے شاندار بنگلے کے سامنے پہنچی۔ دربان نے آہنی گیٹ کو کھولا۔ اس کی کار احاطے کے اندر داخل ہوئی

وہاں کئی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ بہت سے عقیدت مند ادھر اُدھر کھڑے ہوئے تھے یا بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی کار کو دیکھتے ہی ہاتھ جوڑ کر سر جھکانے لگے۔

ایک ملازم نے اس کی کار کا پچھلا دروازہ کھولتے ہوئے کہا "دیوی جی! پولیس والے آئے ہیں' آپ کو پوچھ رہے ہیں۔ میں نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔"

وہ کار سے اتر کر سوچتی ہوئی اندر آئی کہ پتا نہیں آج پولیس والے کیوں آئے ہیں۔ کیا یہ لوگ بھی میرے عقیدت مندوں میں سے ہیں؟ مجھے تو پولیس والوں سے بڑی وحشت ہوتی ہے۔

وہ ڈرائنگ روم میں آئی تو ایک پولیس انسپکٹر اور ایک انٹیلی جنس کا افسر اسے دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا پھر ایک نے کہا "ہم بڑی دیر سے آپ کا انتظار کررہے ہیں۔"

وہ انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولی "آپ بیٹھ جائیں اور فرمائیں' میں آپ کی کیا سیوا کرسکتی ہوں۔"

وہ سب ایک دوسرے کے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ انٹیلی جنس کے افسر نے کہا "آپ برا نہ مانیں۔ آپ کے خلاف بہت سی شکایتیں ہیں بلکہ الزامات ہیں۔"

اس نے پوچھا "کیسے الزامات ہیں؟"

انسپکٹر نے کہا "پہلے تو آپ یہ بتائیں کہ چند روز پہلے آپ ایک بہت ہی پسماندہ علاقے میں تھیں۔ غریبوں کے محلے میں رہتی تھیں۔ اچانک اتنے شاندار بنگلے میں کیسے آگئیں۔"

انٹیلی جنس کے افسر نے کہا "ہمارے جاسوسوں نے بتایا ہے کہ آپ ہزاروں اور لاکھوں روپے غریبوں میں دان کرتی ہیں۔ ضرورت مندوں کو آپ اتنی بڑی رقمیں کہاں سے دیتی ہیں؟ آپ کی آمدنی کے ذرائع کیا ہیں؟"

وہ بولی "ہمارے ملک میں کتنے ہی لوگ راتوں رات امیر ہوجاتے ہیں۔ آپ نے کبھی ان کے خلاف کارروائی کی ہے کہ ان کے پاس اچانک اتنا دھن کہاں سے آجاتا ہے؟ اور وہ کیسے دھنوان بن جاتے ہیں۔"

"آپ دوسروں کی بات کو چھوڑیں' اپنی بات کریں۔ آپ کے پاس اتنا دھن کہاں سے آرہا ہے۔"

"یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ یہ شاندار بنگلا کیشو ناتھ کا ہے۔ انہوں نے ایک کروڑ روپے اور یہ بنگلا مجھے دیا ہے۔ میرے پاس جو قیمتی گاڑیاں ہیں سب ان ہی کی دی ہوئی

"ہمیں یہ معلوم ہے اور ہم اس حد تک مطمئن ہیں لیکن جس انداز میں آپ لکشمی دیوی بنی ہوئی ہیں اور سب کو دھن بانٹتی رہتی ہیں' اس کے لیے تو اربوں اور کھربوں روپے بھی کم پڑتے ہیں۔"

وہ بولی "مجھ پر لکشمی دیوی کی کپا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ وہ کیسے کیسے ذرائع سے میرے پاس دھن پہنچاتی ہیں؟ اگر آپ مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں تو پہلے یہ ثابت کریں کہ میری آمدنی کے ذرائع ناجائز ہیں' غیر قانونی ہیں۔ میں اسمگلنگ کرتی ہوں' بینک میں ڈاکے ڈالتی ہوں۔ کوئی ایسا جرم ثابت کردیں پھر مجھے گرفتار کرکے یہاں سے لے چلیں۔"

انسپکٹر نے کہا "ایک بہت بڑے سرمایہ دار نے آپ کے خلاف رپورٹ درج کرائی ہے۔ اس سرمایہ دار کا نام نند لال بھنڈاری ہے۔ اس نے الزام لگایا ہے کہ اس کے گھر میں ایک نوجوان ملازمہ تھی۔ اس ملازمہ کے ذریعے آپ نے اس کے گھر میں ڈکیتی کرائی ہے۔ اس کے بیڈ روم کے سیف میں ایک کروڑ اسّی لاکھ روپے تھے جس روز وہ ملازمہ اس کی نوکری چھوڑ کر گئی اسی روز وہ رقم چوری ہوگئی۔"

جینا نے کہا "دو روز پہلے کی بات ہے۔ نند لال بھنڈاری اس ملازمہ کی عزت لوٹنا چاہتا تھا۔ ملازمہ نے فون کے ذریعے مجھ سے کہا کہ وہ اسے ایک کمرے میں بند کرکے گیا ہے اور ابھی آکر اس کی عزت لوٹنے والا ہے۔"

"آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ جہاں اسے بند کیا گیا تھا وہاں ٹیلی فون تھا اور اس نے فون کے ذریعے آپ کو اطلاع دی تھی؟ پھر آپ نے کیا کیا تھا؟"

"جب وہ اس کے کمرے میں آیا تو میں نے اسی فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا تھا۔ پہلے تو اسے سمجھایا کہ وہ کوئی پاپ نہ کرے۔ ایک بے گناہ لڑکی کی آبرو نہ لوٹے جب وہ میرا مذاق اڑانے لگا مجھے دیوی نہیں فراڈ کہنے لگا تو میں نے اسے بددعا دی تھی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جس دولت پر وہ گھمنڈ کرتا ہے' وہ دولت بھی اس کے پاس نہ رہے۔"

انسپکٹر نے کہا "اور اس طرح وہ دولت نہ رہی۔ اس کے ایک کروڑ اسّی لاکھ روپے چوری ہوگئے۔ یہ آپ بتا سکتی ہیں کہ وہ رقم کیسے چوری ہوئی؟ وہ ملازمہ بہت کمزور تھی' اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی لیکن اچانک اتنا کیسے طاقت ور ہوگئی کہ اسے زخمی کرکے اس کے سیف سے رقم نکال کرلے جاسکے؟"

جینا نے کہا "وہ کمزور ملازمہ اچانک طاقت ور نہیں بنی تھی۔ دراصل نند لال بھنڈاری نشے میں دھت ہوکر اتنا

کمزور ہوگیا تھا کہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوپا رہا تھا۔ ایسے میں وہ اسے زخمی کرکے بھاگ گئی۔ اب وہ لڑکی میرے پاس نوکری کررہی ہے۔ آپ اس کے خلاف یہ جرم ثابت کردیں کہ اس نے اتنی بڑی رقم چرائی ہے تو میں اس کو آپ کے حوالے کردوں گی۔"

"ہم اسے گرفتار کرکے لے جائیں گے اور اپنے طور پر ساری حقیقت معلوم کرلیں گے۔ وہ ضرور سچ بولے گی اور اپنے جرم کا اقبال کرلے گی۔"

"میں یہ خوبی جانتی ہوں کہ آپ لوگ کس طرح اقبال جرم کراتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے' آپ اسے یہاں سے نہیں لے جاسکیں گے۔ میں قانونی لڑائی لڑنا جانتی ہوں۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے اس لڑکی کی ضمانت قبل از گرفتاری کرالی ہے۔"

پھر اس نے اپنی ایک تعلیم یافتہ ملازمہ سے کہا "ضمانت کے کاغذات لے آؤ۔"

ملازمہ نے حکم کی تعمیل کی۔ کچھ دیر بعد وہ ضمانت کے کاغذات لے آئی اور انہیں انسپکٹر کے حوالے کردیا۔ وہ انہیں پڑھنے کے بعد بولا "آپ نے بڑی ہوشیاری دکھائی ہے لیکن اس کے ایک کروڑ اسّی لاکھ روپے کہاں چلے گئے؟"

"آپ پولیس والے ہوکر مجھ سے پوچھ رہے ہیں؟ جس نے چرائے ہیں' اس سے پوچھیں اور جو چور ہے اسے پکڑنے کی کوشش کریں۔"

انٹیلی جنس کے افسر نے کہا "دیوی جی! آپ کے خلاف ایک شبہ کیا جارہا ہے' اور وہ شبہ حقیقت سے قریب ہے۔"

"میں بھی تو سنوں کہ میرے خلاف کس قسم کا شبہ کیا جارہا ہے؟"

افسر نے کہا "آپ ٹیلی پیتھی جانتی ہیں یا پھر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے۔"

یہ سنتے ہی اس نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں بند کرلیں۔ ان سے گفتگو کے دوران میں وہ تھوڑی دیر کے لیے کبریا کو بھول گئی تھی۔ ٹیلی پیتھی کے ذکر پر وہ ایک دم سے یاد آیا تو دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ انٹیلی جنس کے افسر نے پوچھا "آپ نے آنکھیں کیوں بند کرلیں خاموش کیوں ہیں؟"

وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھتے ہوئے بولی "تم دن رات پوجا پاٹ کرتے ہو۔ کبھی تم نے دل کی گہرائیوں سے دھیان گیان میں وقت گزارا ہے؟ اگر ایسا نہیں کیا ہے تو تم اس بات کو نہیں سمجھ پاؤ گے کہ جو بھگوان کے بھگت ہوتے ہیں اور دن رات اسی کے دھیان میں گم رہتے ہیں' وہ اپنے اندر آوازیں سنتے ہیں۔ وہ آوازیں بھگوان کی ہوتی ہیں یا پھر بھگوان کا کوئی اوتار ان کے اندر بولتا ہے اور رہنمائی کرتا ہے کہ کیا اچھا ہے کیا برا ہے۔ کس کے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے۔ کس کی تکلیف دور ہوسکتی ہے اور کس پاپی کی تکلیف بڑھ سکتی ہے؟"

اس نے دونوں کو دیکھا پھر ایک توقف سے بولی "اگر اسی کو ٹیلی پیتھی کہتے ہیں تو پھر بے شک میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں یا پھر بھگوان کا کوئی اوتار میرے اندر آکر بولتا ہے۔ کیا تم لوگ اسے بولنے سے روک سکتے ہو۔ بھگوان کو چیلنج کرسکتے ہو؟"

وہ دونوں اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ انسپکٹر نے کہا "ہم ابھی آپ سے بحث نہیں کریں گے لیکن جلد ہی یہ ثابت کردیں گے کہ آپ ٹیلی پیتھی جانتی ہیں یا پھر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے آپ کا تعلق ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر نمستے کہتے ہوئے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد باہر انتظار کرنے والے ایک ایک کرکے اس کے پاس آنے لگے اور اپنا دکھڑا سنانے لگے۔

وہ ان کے مسائل سنتی بھی لیکن مالی امداد صرف ان کو ہی دیتی تھی جو صحیح معنوں میں مستحق ہوتے تھے اور جو فراڈ ہوتے تھے یا کام چور ہوتے تھے یا نشہ کرنے کے لیے جھوٹ موٹ اپنی دکھ بیماری کا رونا روتے تھے۔ وہ ان کی مدد نہیں کرتی تھی۔ سختی سے تاکید کرتی تھی کہ وہ جھوٹ اور فریب سے باز آجائیں ورنہ بھگوان کی طرف سے سخت سزائیں ملیں گی۔

کون جھوٹا ہے کون سچا ہے اور کون فریب دے رہا ہے۔ یہ جینا نہیں جان سکتی تھی۔ کسی کے اندر گھس کر ان کی سچائی معلوم نہیں کرسکتی تھی۔ کبریا اس کے پاس آنے والوں کے حالات پڑھ کر معلوم کرتا تھا اور اس کے مطابق اس کی رہنمائی کرتا تھا اس کے دل کی گہرائیوں سے آواز نکلتی تھی کہ میرا وہ چاہنے والا میرے اندر موجود ہے۔ اے بھگوان! میں اسے کیسے مناؤں کیسے اس کی ناراضگی دور کردوں۔ وہ مجھے کب ملے گا؟

ایک بوڑھی عورت نے اس کے پاس آکر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "سہاگن دیوی! میرے پاس دھن دولت کی کمی نہیں ہے۔ میں ہر طرح سے خوش حال ہوں لیکن اچانک میرے نوجوان بیٹے کو پتا نہیں کیسے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ میں نے بہت علاج کرایا ہے ٹوٹنے بھی کرائے ہیں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ویسے تو وہ نارمل رہتا ہے لیکن کبھی کبھی اچانک ہی دورہ پڑنے لگتا ہے اور اس کی بہت ہی بری حالت ہوجاتی ہے۔ میں ماں ہوں اس کی یہ حالت دیکھ نہیں سکتی۔ کیا کرکے ابھی میرے ساتھ چلو تھوڑی دیر پہلے اسے دورہ پڑا تھا وہ بے سدھ پڑا ہوا ہے۔"

جینا نے کہا "مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن تم دیکھ رہی ہو کہ یہاں کتنے ضرورت مند بیٹھے ہیں۔ میں ابھی انہیں چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔ یہ وعدہ کرتی ہوں کہ شام چھ بجے تک تمہارے ساتھ جاسکوں گی۔"

واقعی وہ پریشان تھی۔ وہیں بیٹھی رہی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد جینا کو فرصت مل گئی۔ تمام ضرورت مند چلے گئے۔ جینا نے کہا "اگرچہ میں بہت تھک گئی ہوں لیکن تمہاری ضرورت کو سمجھ رہی ہوں۔ آؤ میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔"

وہ اس کی کار میں بیٹھ کر روانہ ہوگئی۔ اس عورت کی کوٹھی گیٹ وے آف انڈیا کے قریب تھی۔ وہ تقریباً ایک گھنٹے میں وہاں پہنچ گئے۔ اس شاندار کوٹھی کے باہر مسلح سیکورٹی گارڈز کا پہرا تھا۔ اس عورت نے بتایا کہ اس کا پتی برسر اقتدار پارٹی کا بہت بڑا لیڈر ہے۔ اگر سہاگن کے گیتواؤں یا دواؤں سے ان کا بیٹا صحت مند ہوجائے گا اور اس کو دورہ نہیں پڑے گا تو وہ اسے مالا مال کردے گی۔"

جینا اس کے ساتھ کوٹھی کے اندر آئی۔ قیمتی سامان سے آراستہ کی ہوئی کوٹھی کو دیکھ کر پتا چلتا تھا کہ وہ سیاست دان دونوں ہاتھوں سے ملکی خزانہ لوٹ رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ کسی راجا مہاراجا کے محل میں آگئی ہے۔ وہ عورت اسے ایک بیڈ روم میں لے کر آئی۔ وہاں ایک بیڈ پر کوئی شخص لیٹا ہوا تھا۔ اس کا منہ دوسری طرف تھا۔ شاید وہ نیند میں تھا۔ اس عورت نے کہا "بیٹے! سہاگن دیوی آئی ہے تم اس سے باتیں کرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

اس نے کمرے سے باہر آکر دروازے کو بند کردیا۔ وہ شخص بستر پر اٹھ گیا۔ وہ کوئی نوجوان نہیں تھا۔ ایک بوڑھا شخص تھا۔ اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے تعریفی انداز میں بولا "واہ واہ سہاگن دیوی! تمہارے حسن و شباب کی جتنی تعریف کی جائے تھوڑی ہے۔ تم اس سے بھی زیادہ ہو۔ سنا ہے لڑکی ہوتے ہوئے بھی لڑکی نہیں ہو؟"

جینا خاموشی سے اپنی جگہ کھڑی رہی۔

وہ بستر کے سرے پر کھسک کر بیٹھ گیا۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولا "جبکہ بھرپور جوان لڑکی دکھائی دیتی ہو۔ سب ہے کہ تم کیا ہو جب سے سنا ہے تمہارے لیے دلچسپی [illegible] ہے۔ تمہیں اپنے بازوؤں میں بھر کے سر سے پاؤں تک دیکھنے کے لیے دل مچل رہا ہے۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "مجھ سے ایسی گندی باتیں مت کرو جس کی شامت آجاتی ہے وہ مجھے ہاتھ لگانے کے لیے مچلتا ہے۔"

"ہاں میں نے یہ بھی سنا ہے۔ مرلی دھر تمہارا دور کا رشتے دار تھا۔ میرا پالتو غنڈا تھا۔ وہ تمہارے بدن سے کھیلنا چاہتا تھا پھر تم نے جانے کیسے اسے اپاہج بنادیا۔ اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں ہمیشہ کے لیے بے کار ہوگئے۔"

وہ بولی "تمہیں اس کے انجام سے سبق سیکھنا چاہیے۔"

"آج یا تو میں سبق سیکھوں گا یا تمہیں سکھا کر رکھ دوں گا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے تمہارے خلاف کارروائی کررہے ہیں۔ انہیں شبہ ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو یا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر موجود رہتا ہے اور وہ تمہاری حفاظت کرتا ہے جو تمہارے قریب آتا ہے وہ اسے اپاہج بنادیتا ہے' یا مار ڈالتا ہے۔"

"تم سب خوامخواہ مجھ پر شبہ کررہے ہو۔ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی اور نہ ہی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جانتی ہوں۔"

"سانچ کو آنچ کیا ہے۔ میں نے انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کے ڈی جی سے کہا ہے کہ میں تمہیں اپنی کوٹھی میں بلا کر آزماؤں گا۔ تمہارے بارے میں اب تک کی رپورٹ یہ ہے کہ جب تمہاری جان پر بن آتی ہے یا تمہاری آبرو خطرے میں پڑتی ہے تو تم کسی نہ کسی غیر معمولی حیرت انگیز طریقے سے بچ نکلتی ہو۔ میں دیکھوں گا کہ تم کس طرح اپنی عزت بچا کر یہاں سے جاؤ گی؟"

"میں ایک ہی بات جانتی ہوں بھگوان میری مدد کرتا ہے اور میں بچ کر نکل جاتی ہوں۔"

"یہی میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ بھگوان تمہاری کس طرح مدد کرتا ہے؟ اگر وہ میرے دماغ میں آکر مجھے کمزور بنائے گا۔ میرے دماغ کو اپنے قابو میں کرکے مجھ سے الٹی سیدھی حرکتیں کرائے گا یا مجھے خودکشی کرنے پر مجبور کرے گا تو فوراً ہی پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو میرے حالات کا علم ہوجائے گا۔ وہ سب میرا انتظار کررہے ہیں اور کانوں سے ہیڈ فون لگائے ہماری یہاں کی تمام باتیں سن رہے ہیں۔"

وہ پریشان ہوکر اسے دیکھنے لگی وہ بولا "اگر ٹیلی پیتھی جانتی ہو تو چلو اس کا مظاہرہ کرو اگر نہیں جانتی ہو تو اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بلاؤ۔ اگر ایسا کچھ نہیں ہوگا تو میں

تمہاری عزت سے کھیلنے میں کامیاب ہوجاؤں گا تو ہمیں یقین ہوجائے گا کہ تمہارے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی چکر نہیں ہے۔"

یہ بہت ہی مشکل گھڑی تھی۔ کبریا اگر اس ہوس پرست سیاسی لیڈر سے جینا کی آبرو بچاتا تو یہ ثابت ہوجاتا کہ اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے پھر تو وہ فرہاد ہوگا یا اس کا کوئی خیال کرنے والا ضرور ہوگا۔

اور ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ٹیلی پیتھی کے راز کو چھپانے کے لیے کبریا اس کی آبرو کی حفاظت نہ کرتا۔ حفاظت تو کرنا ہی تھی لیکن دامن بچاکر۔

○☆○

چنڈال جوگیا کا حلیہ ہی بدل دیا تھا۔ پہلے اس کے بال لانبے لانبے تھے۔ سر سے پیٹھ کی طرف جاتے تھے۔ بہت ہی گھنے اور الجھے ہوئے تھے۔ ان بالوں کو تراش کر بہت چھوٹا کیا گیا تھا۔ بڑی بڑی مونچھیں تھیں انہیں مختصر کیا گیا تھا۔ داڑھی کا صفایا کردیا گیا تھا۔ شیمپو سے بالوں کی دھلائی ہوئی تھی۔ خوشبودار صابن سے پورے چہرے اور بدن کو رگڑ رگڑ کر صاف کیا گیا تھا۔ اس طرح وہ ایسے نکھر گیا تھا جیسے لندن یا امریکا سے کسی تعلیم یافتہ شخص کو امپورٹ کیا گیا ہو۔

وہ انگریزی جانتا تھا۔ صرف روانی سے بول نہیں سکتا تھا۔ اس کے لیے ٹیوٹر رکھے گئے اسے ادب و آداب سکھانے کے لیے بھی ٹیچرز رکھے گئے۔ وہ صبح سے شام تک اسے تربیت دے رہے تھے۔ وہ ایک میلا اور جھوٹا برتن تھا۔ اسے مانجھ مانجھ کر صاف کیا جارہا تھا' چمکایا جارہا تھا۔ وہ ایسی تعلیم و تربیت سے بیزار نہیں ہورہا تھا کیونکہ اسے انگریزی سکھانے والی حسینہ یورپ سے آئی تھی اور ہندوستانی آداب و آداب اور طور طریقے سکھانے کے لیے بھارتی حسینائوں کو اس کے پاس پہنچایا گیا تھا۔ اس طرح دن رات اس کے آگے پیچھے حسن و شباب کا میلہ لگا رہتا تھا۔

دو ایسے ٹیوٹر رکھے گئے تھے جو ٹیلی پیتھی کی دنیا کے بارے میں پوری معلومات رکھتے تھے کہ ٹیلی پیتھی کی ابتدا سے لے کر اب تک ہماری دنیا میں کتنے خیال خوانی کرنے آئے اور گئے۔ ان میں سے ایک ٹیوٹر نے چنڈال جوگیا سے کہا "مسٹر جوگیا! آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ماضی میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے گزر چکے ہیں۔ اب ہماری دنیا میں کتنے رہ گئے ہیں؟"

وہ بولا "میں یہ معلوم کرکے کیا کروں گا کہ ماضی میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے اور وہ مرچکے ہیں؟ مجھے ان سے کیا لینا ہے؟"

"آپ ان کی ہسٹری پڑھ کر اور ہم سے ان کے بارے میں بہت کچھ سن کر یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کیسی کیسی غلطیاں کی تھیں۔ ان غلطیوں کی وجہ سے ان پر زوال آیا تھا اور پھر وہ موت کے منہ تک پہنچ گئے تھے۔ یہ معلوم کرنے کے بعد آپ ایسی غلطیوں سے خود کو باز رکھنا سیکھ لیں گے۔"

"اتنا تو میں جانتا ہوں کہ ابتدا سے لے کر اب تک فرہاد علی تیمور سب پر بھاری پڑتا رہا ہے اور زیادہ تر ٹیلی پیتھی جاننے والے اسی کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔"

دوسرے ٹیوٹر نے کہا "فرہاد کے بعد الپا کا نمبر ہے۔ وہ ایک طویل عرصے سے خیال خوانی کرتی آرہی ہے۔ اس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ وہ بلا کی مکار ہے پارس جیسے شاطر کو بار بار محبت کا فریب دے کر اور اپنا الّو سیدھا کرتی رہی اور اس کے علاوہ کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بڑی چالاکی سے زیر کرتی رہی۔"

چنڈال نے پوچھا "آج کل تو الپا کا کوئی چرچا سننے میں نہیں آرہا ہے۔ کیا وہ کہیں روپوش ہوگئی ہے؟"

"وہ فرہاد کی فیملی میں شامل ہوگئی ہے۔ شاید مسلمان ہوگئی ہے۔ پتا نہیں کیوں گم نام رہنے لگی ہے؟ خیال خوانی تو ضرور کرتی ہوگی لیکن خود کو ظاہر نہیں کررہی۔"

چنڈال جوگیا نے کہا "میرا خیال ہے فرہاد نے اس کو اپنا معمول بنالیا ہے۔ اس کو قیدی بناکر رکھتا ہے۔ کہیں ظاہر ہونے نہیں دیتا اور اپنی مرضی کے مطابق خیال خوانی کراتا ہوگا۔"

"فرہاد کے بارے میں یہ یاد رکھو کہ وہ زیادہ عرصے تک کسی کو معمول بناکر نہیں رکھتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر الپا نے اسلام قبول کیا ہوگا تو فرہاد نے خوش ہوکر اسے اپنا بنالیا ہوگا اور اسے ہر طرح سے تحفظ فراہم کررہا ہوگا۔"

دوسرے ٹیوٹر نے کہا "یہ بھی ہوسکتا ہے کہ الپا خاموشی سے خیال خوانی کررہی ہو اور کسی کے بھی دماغ میں جاکر خود کو ظاہر نہ کررہی ہو۔ اگر تمہارے دماغ میں وہ آئے تو یاد رکھنا کہ فی الحال ہماری دنیا میں خیال خوانی کرنے والی دو عورتیں ہیں۔ ایک الپا اور دوسری اعلیٰ بی بی تیسری ایک سونیا مالی ہے جو ابھی گمنام ہے لیکن وہ بھی اچانک ضرورت سے مجبور ہوکر خیال خوانی کرسکتی ہے۔"

فرہاد اور اس کی فیملی سے ہٹ کر ٹیلی پیتھی جاننے والے

امریکیوں سے تمہارا ٹکراؤ ہوگا اور یہ جلد ہی ہوگا کیونکہ تم بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے پہلے امریکی اکابرین سے رابطہ کرو گے۔ انہیں یہ یقین دلانا ہوگا کہ ہمارے دیس میں بھی ہمارا اپنا خیال خوانی کرنے والا ہے۔"

"اور جب تم ان سے رابطہ کرو گے تو ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارا سراغ لگانے کی کوشش کریں گے۔ ہمارے تمام اکابرین کے بہت اعلیٰ سرکاری عہدیداروں کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہیں گے کہ تمہیں کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"تمہیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ اور ان سے دور رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔"

چنڈال نے پوچھا "وہ طریقہ کیا ہے؟"

"ایک تو آپ کی پیدائشی آواز اور لب ولہجہ ہے۔ آپ دن رات بے اختیار اسی لب ولہجے میں بولتے رہیں لیکن ہم نے آپ کو دوسرا لب ولہجہ سکھایا ہے۔ آپ صرف خیال خوانی کرتے وقت اس دوسرے لب ولہجے میں گفتگو کیا کریں گے۔ آپ کے دشمن اس لہجے کے ذریعے دماغ میں آنا چاہیں گے اور آپ کو ڈھونڈتے رہ جائیں گے مگر اس لب ولہجے والا کوئی شخص انہیں نہیں ملے گا۔"

"کیوں نہیں ملے گا جبکہ یہ بھی میرا ایک لب ولہجہ ہے؟"

"یہ لب ولہجہ نہ آپ کا پیدائشی ہے اور نہ ہی مستقل ہے کچھ عرصے بعد آپ اس لب ولہجے کو بھی تبدیل کر کے کوئی دوسرا لب ولہجہ اپنا لیں گے اس طرح دشمن آپ کی تلاش میں بھٹکتے رہیں گے۔"

چنڈال جوگیا ان دو ٹیوٹرز سے بہت کچھ سیکھ اور سمجھ رہا تھا۔ اس نے فرمان کو اپنا فرماں بردار باڈی گارڈ بنا کر رکھا تھا۔ تنہائی میں اس سے باتیں کرتا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے بھی پوچھتا تھا کہ کیا یہ دونوں ٹیوٹر ٹھیک سمجھا رہے ہیں، کوئی غلطی تو نہیں کر رہے ہیں؟"

فرمان بھی اسے سمجھاتا تھا کہ اسے اپنے ٹیوٹرز پر بھروسا کرنا چاہیے۔ وہ اسے صحیح طرح گائیڈ کر رہے ہیں۔"

امریکی اکابرین نے پھر ایک بار بھارتی حکمرانوں سے مطالبہ کیا کہ ان کا وہ بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں ہے۔ کیا اس کا آپریشن ہو چکا ہے اور کیا وہ گونگا بولنے لگا ہے؟ اس کے جواب میں کہا گیا "ہاں ہم اپنے بھگوان کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمارا یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا بولنے کے قابل ہو گیا ہے اور اب چند گھنٹوں کے اندر تم لوگوں سے دماغی رابطہ قائم کرے گا۔"

امریکی اکابرین حیران ہونے لگے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ بھارت میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا واقعی موجود ہے۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ بھارتی حکمران انہیں دھوکا دے رہے ہیں۔ ان سے جھوٹ بول رہے ہیں اور اب اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا ڈرامہ کرنے ہی والے ہیں۔

وہ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا کر یہ حکم دے چکے تھے کہ انہیں مستعد رہنے کو کہہ رہے تھے۔ ان سے توقع کر رہے تھے کہ جب وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ان اکابرین کے دماغ میں آکر بولنے لگے گا تو ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے لب ولہجے کو اچھی طرح گرفت میں لے کر اس کے بارے میں جاننا چاہیں گے یا پھر بھارتی اکابرین اور وہاں کے اعلیٰ سرکاری عہدیداروں کے دماغوں کے اندر پہنچ کر اس لہجے والے کو تلاش کریں۔

چنڈال جوگیا نے فرمان سے کہا "یہ لوگ مجھے ڈھونڈنے کے لیے اکابرین کے دماغوں میں جانے کو کہہ رہے ہیں مگر ان کی پلاننگ کچھ اور ہے۔ تم ہمیشہ میری جگہ خیال خوانی کرتے رہو گے جس کے دماغ میں مجھے جانا ہوگا وہاں تم جاؤ گے۔ وہاں تمہارے اندر رہا کروں گا اور ان سے ہونے والی تمہاری گفتگو سنا کروں گا پھر واپس آکر ان بھارتی اکابرین کو بتاؤں گا۔"

ایک گھنٹے بعد بھارتی حکمران نے چنڈال کو بتایا کہ اسے کس طرح امریکی آرمی اعلیٰ افسر کے دماغ میں جانا ہے اور کس موضوع پر بولنا چاہیے۔

یہ باتیں فرمان بھی سن رہا تھا۔ وہ چنڈال کے مطابق ایک امریکی اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ گیا۔ پہلے اس کے اندر خاموشی سے اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ اس نے محسوس کرتا رہا کہ تمام اکابرین کتنی شدت سے ایک بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا انتظار کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تاکید کی تھی کہ اس بھارتی کی خیال خوانی کرنے والے کے لب ولہجے کو اچھی طرح گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کریں اور ناکامی کی صورت میں کسی طرح بھی اس کا سراغ لگائیں۔

اس طرح کئی امریکی اکابرین کے خیالات پڑھنے کے بعد فرمان نے انہیں مخاطب کیا اور کہا "میں بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والا چنڈال جوگیا ہوں، یہ میرا نام ہے۔" چنڈال نے بظاہر خوش دلی سے کہا "مسٹر اکابرین ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔"

فرمان نے کہا "مجھے خوش آمدید کہنے سے پہلے یہ منصوبہ بنا لیجیے ہو کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح مجھے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ کوئی بات نہیں، اپنے ان جیالوں سے کہو کہ وہ میرے سائے تک بھی پہنچ کر دکھائیں۔"

ایک امریکی اعلیٰ افسر نے کہا "آپ تو آتے ہی طعنے دے رہے ہیں اور ناراض ہو رہے ہیں۔"

"کیا میری باتیں غلط ہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو میں نے تم سب کے چوخیالات نہیں پڑھے ہیں۔"

"بے شک پڑھے ہوں گے۔ اگر ہم تمہارا سراغ لگانا چاہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ نہیں لگاؤ گے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہر ایک دوسرے کی تاک میں رہتے ہیں جس کو موقع ملتا ہے وہ دوسرے کی کمزوری پاتے ہی اس کو دبوچ لیتا ہے۔"

"بہرحال اب یقین ہو رہا ہوگا کہ بھارت دیس میں بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو چکا ہے؟"

"ہاں! ہمیں یقین کر لینا چاہیے لیکن شبہ کی گنجائش ہے۔ بھارتی اکابرین کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خدمات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس سے دوستی اور سمجھوتا کر کے اسے بھارتی خیال خوانی کرنے والا بنا سکتے ہیں۔"

"شک و شبے کا علاج دنیا کا کوئی ڈاکٹر نہیں کر سکتا۔ تمہیں شبہ کرنا ہے کرتے رہو یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ میں بھارت کا ایک فخریہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔"

"ہمارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تمہارے بھارت دیس کی بہت خدمت کی ہے اور اس خدمت کے دوران وہاں ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پکڑا گیا ہے اور ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ویٹو مار کس کہیں گم ہو گیا ہے۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا "ہم چاہتے ہیں کہ امریکا اور بھارت ہمیشہ ایک اچھے اور سچے دوست کی طرح رہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ تم بھی ہمارے کچھ کام آؤ۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دیس میں گم ہو گیا ہے۔ یہ تمہارا فرض ہے کہ تم اسے تلاش کرو۔ اگر وہ مل جائے تو تم اسے ہمارے حوالے کرو اور اگر وہ تمہاری گرفت میں نہ آئے تو تم اس کی نشاندہی کرو تاکہ ہم اس سے رابطہ کر سکیں اس کے پاس پہنچ سکیں۔"

"بے شک تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دیس میں گم ہو گیا ہے۔ ہم خود پریشان ہیں اور اسے تلاش کر رہے ہیں جیسے ہی اس کا سراغ ملے گا۔ ہم اس کے بارے میں تمہیں ضرور اطلاع کر دیں گے فی الحال میں جا رہا ہوں پھر کبھی کسی سلسلے میں دوبارہ رابطہ کروں گا۔"

فرمان وہاں سے واپس نہیں آیا۔ چنڈال نے کہا۔ "خاموشی سے ان کے دماغ میں رہو اور یہاں جتنے اکابرین اور اعلیٰ عہدے داروں کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہو پہنچتے رہو۔ میں اس میدان میں نیا ہوں ان سب کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ دونوں ایک ایک حاکم اور ایک ایک آرمی کے اعلیٰ افسر کے اندر جا کر ان کے چور خیالات پڑھنے لگے۔ انہیں رفتہ رفتہ ان کے اندر کی بہت سی باتیں، بہت سی کمزوریاں معلوم ہونے لگیں۔

ان امریکی اکابرین کے درمیان بھی ذاتی اختلافات تھے۔ ان میں سے کچھ ایسے تھے جو اسرائیل اور یہودیوں کے خلاف تھے۔ ان کی برتری پسند نہیں کرتے تھے۔ باقی اکابرین یہودی نواز تھے اور وہ کہتے تھے کہ امریکا میں اور خاص طور پر نیویارک وغیرہ میں یہودیوں کی برتری ہے۔ بڑے بڑے کاروبار پر یہودی سرمایہ دار چھائے ہوئے ہیں اور وہی امریکی معیشت پر حاوی رہتے ہیں۔

چنڈال جوگیا نے فرمان سے کہا "میں ایک امریکی حاکم کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ اس کا نام لانسر ہے۔ یہ ایک ایسے شخص سے گفتگو کر رہا ہے جو انڈر ورلڈ کا گاڈ فادر کہلاتا ہے۔ تم فوراً یہاں آکر ان کی باتیں سنو۔"

فرمان حکم کے مطابق لانسر کے دماغ میں پہنچ کر اس کی باتیں سننے لگا۔ انڈر ورلڈ کا گاڈ فادر کہہ رہا تھا "تم اس سلسلے میں پوری معلومات فراہم کرو پھر میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

اس اعلیٰ حاکم لانسر مارک نے کہا "انیس سو اسی کے عشرے میں ٹرک ان فا سمیٹ ایجنسی نے منشیات کا دھندا کرنے والی بڑی بڑی ایجنسیوں کا محاسبہ کیا تھا۔ بڑے بڑے مجرم گرفتار کیے گئے تھے اور ان سب سے تقریباً چالیس کروڑ ڈالر حاصل کیے گئے تھے۔

اس نے پوچھا "یہ ڈالر اب کہاں ہیں؟"

لانسر مارک نے کہا "وہ رقم بینکوں میں جمع تھی اور سود کما رہی تھی۔ آج وہ رقم ساڑھے نو ارب ہو چکی ہے۔"

گاڈ فادر نے کہا "مائی گاڈ! یہ ہماری توقع سے زیادہ ہے۔ مجھے بتاؤ یہ رقم کن بینکوں میں ہے اور وہاں تک کس طرح رسائی حاصل ہو سکتی ہے۔"

"یہ سارا کمپیوٹر کا کھیل ہے۔ سب سے پہلے فائر والز کو توڑنا ہوگا۔ فائر والز ایسے کمپیوٹر سافٹ ویئر ہوتے ہیں جو خفیہ

انفارمیشن اور ڈیٹا بیسز۔ کو محفوظ رکھتے ہیں لہٰذا اس فائر وال کو توڑنے کے لیے کسی بہت بڑے ہیکر کی ضرورت ہے۔"

چنڈال جوگیا نے فرمان سے کہا "یہ دونوں ایسے ایسے الفاظ استعمال کررہے ہیں جو میری سمجھ سے باہر ہیں۔ یہ ہیکر کیا ہوتا ہے؟" فرمان نے کہا "ہیکر اسے کہتے ہیں جو کمپیوٹر کے ذریعے بینکوں کی دولت ادھر سے ادھر ٹرانسفر کردیتا ہے اور فائروال کو توڑ کر خفیہ معلومات حاصل کرلیتا ہے۔"

چنڈال نے کہا "مجھے کمپیوٹر کے ان پیچیدہ معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے البتہ نو ارب ڈالر کی رقم بہت ہوتی ہے۔ اسے میں حاصل کرنا چاہوں گا۔"

"پھر تو تمہیں ان پیچیدہ معاملات میں دلچسپی لینی ہوگی۔ دیکھنا ہوگا کہ انڈر ورلڈ کا گاڈ فادر کس ہیکر سے کام لے کر وہ نو ارب ڈالر حاصل کرسکے گا؟"

"تم ان کے پیچھے پڑ جاؤ یہ فائروالز' ڈیٹا بیس' ہارڈ ویئر جیسی باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں جب نو ارب ڈالر حاصل ہونے کا مرحلہ آجائے تو مجھے بتادینا پھر میں دلچسپی لوں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر آرام سے لیٹ گیا۔ مسلسل خیال خوانی کرنے کے باعث تھک گیا تھا پھر یہ کہ ابتدا میں امریکی اکابرین کی باتیں سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ ذہن پر زور ڈالنا پڑتا تھا توجہ سے ان کی باتیں سننی پڑتی تھیں۔ تب ان کے اندر کی ڈھکی چھپی باتیں اس کی سمجھ میں آتی تھیں۔ اس نے سوچا "یہ اچھا ہی ہوا کہ میں نے فرمان کو اپنا غلام بنالیا ہے۔ اب وہ میرے ذاتی اور خفیہ معاملات کو نمٹایا کرے گا۔ میں بھارتی اکابرین کو نو ارب ڈالر کے منافع ہونے والی بات نہیں بتاؤں گا۔ یہ ڈالر چپ چاپ حاصل کرلوں گا۔"

فرمان کے بارے میں سوچتے وقت اسے اپنی بیٹی انیتا کا خیال آتا تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کے محبوب کو اس سے جدا کیا ہے۔ وہ اس کے جدائی کے صدمے سہتی رہتی ہے۔ ہنسنا بولنا چھوڑ دیا ہے۔ نہ ٹھیک سے کھاتی ہے اور نہ پوری نیند سوتی ہے۔

وہ اپنی بیٹی سے بہت محبت کرتا تھا اس نے دہلی میں اس کی رہائش کا شاندار انتظام کیا تھا لیکن یہ احساس ستا رہا تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کا سکون برباد کردیا ہے۔

اس نے فیصلہ کیا کہ اب وہ فرمان کو اپنی بیٹی سے دور نہیں رکھے گا لہٰذا اس نے فرمان پر ایک تنویمی عمل کیا اس نے سوچ رکھا تھا کہ ہفتے میں ایک بار وہ فرمان پر یہ عمل ضرور کرے گا تاکہ گذشتہ عمل کے اثرات برقرار رہیں اور وہ ہمیشہ اس کا غلام بنا رہے۔

فرمان بظاہر اس کا باڈی گارڈ بنا ہوا تھا۔ وہ اپنے چہرے کے ساتھ نہیں تھا چنڈال جوگیا نے اپنے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ اپنے بیدار ہونے کے بعد سحر زدہ سا رہے گا۔ وہاں اٹھ کر خفیہ رہائش گاہ کو چھوڑ کر کہیں دور چلا جائے گا یہ بھول جائے گا کہ وہ خفیہ رہائش گاہ کہاں ہے اور وہ کبھی چنڈال گارڈ رہ چکا ہے۔

وہ کہیں دور جاکر اپنا میک اپ صاف کرے گا اپنے اصلی چہرے کے ساتھ کہیں انیتا سے ڈرامائی انداز میں ملاقات کرے گا اس طرح وہ لوگ یہیں سمجھیں گے کہ فرمان اپنا تیسرا جنم لے کر آرہا ہے۔

وہ اپنی پلاننگ کے مطابق اس پر تنویمی عمل کرتا رہا لیکن یہ خاص بات اس کے ذہن میں نقش رہنے دی کہ وہ چاہے انیتا کے پاس جائے یا دنیا کے آخری سرے پر جائے وہاں بھی وہ چنڈال جوگیا کا معمول اور فرماں بردار رہے گا۔

○☆○

جینا بڑی مشکل میں پڑ گئی تھی ایک سیاستدان کے چکر میں آگئی تھی۔ برسراقتدار پارٹی کے اس لیڈر نے جینا کے حسن و شباب کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا اور یہ کنفرم حاصل کرنے کے لیے مچل گیا تھا کہ وہ لڑکی ہوتے ہوئے لڑکی نہیں ہے۔

دوسری طرف انٹیلی جنس والے جینا کے پیچھے پڑے ہوئے تھے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ اچانک اتنی دولت مند کیسے ہوگئی ہے جو ضرورت مند اس کے پاس آتے ہیں وہ ان کی بہت طور پر مدد کرتی ہے۔ انہیں ہزاروں اور لاکھوں روپے دیتی رہتی ہے آخر اس حاتم طائی کی بیٹی کے پاس اتنی دولت کہاں سے آتی ہے؟

انٹیلی جنس والوں کو شبہ تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے پھر اس کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آتا ہے جس نے برسراقتدار پارٹی کے ایک بہت بڑے غنڈے کو ہلاک دیا تھا لیڈر کا بیان تھا کہ وہ جادو جانتی ہے اور جو گولی سے اسے چھونا چاہتا ہے اسے خود کو گولی مارنے پر مجبور کرتی ہے۔

مرلی دھر نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے ایک پاؤں پر گولی ماری تھی اور اپاہج بن گیا تھا۔ اس خیال بھی قائم کیا جارہا تھا کہ مرلی دھر کو جادو سے

ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔

تب اس سیاسی لیڈر نے انٹیلی جنس کے ڈی جی سے کہا تھا کہ میں جینا کو آزماؤں گا اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو اسے بے نقاب کردوں گا۔ اس نے جینا کو دھوکے سے اپنے اس شاندار بنگلے میں بلایا تھا اور اب اسے ایک بیڈ روم میں ٹرپ کرکے تھا اس سے کہہ رہا تھا کہ اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا اس کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا آتا ہے تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا بچاؤ کرے گی۔ وہ اس کی عزت لوٹنے والا ہے اگر وہ اپنی آبرو نہیں بچا سکے گی اور عزت لٹ جائے گی تو یہ تسلیم کرلیا جائے گا کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے اور اس پر شبہ کیا جارہا ہے لہٰذا پھر کبھی انٹیلی جنس والے اسے پریشان نہیں کریں گے۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ کبریا کی ٹیلی پیتھی کسی پر ظاہر ہو خود کبریا بھی یہ نہیں چاہتا تھا۔ ٹیلی پیتھی کا راز چھپائے رکھنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی جینا کی حفاظت نہ کرتا۔

یہ تو کبھی ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس کی عزت لوٹنے کا تماشا دیکھتا رہے۔ اس کی حفاظت کسی دوسرے طریقے سے بھی کی جاسکتی تھی اس سیاستدان نے ایک عورت کے ذریعے جینا کو دھوکا دے کر اپنے بنگلے میں بلایا تھا جب وہ عورت ایک دکھیاری ماں بن کر جینا کے پاس آئی تھی تبھی کبریا نے اس کے چور خیالات پڑھ لیے تھے پھر اس سیاستدان کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا تھا کہ اس نے جینا کو پھانسنے کے لیے کیا پلاننگ کی ہے۔

وہ بڑی چال بازی سے کام لے رہا تھا۔ ایک طرف جینا کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا دوسری طرف انٹیلی جنس والوں کے سامنے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا نہیں اور ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی بھی اس سیاستدان کو نقصان نہیں پہنچائے گا اگر جینا اپنی کسی روحانی قوت سے اسے نقصان پہنچانا چاہے گی تو انٹیلی جنس والے فوراً ہی اس کی مدد کرنے آجائیں گے۔

اس وقت اس کے بیڈ روم میں خفیہ مائیک اور خفیہ کیمرے بھی تھے۔ آس پاس کے دو بنگلوں میں انٹیلی جنس والے انیس ٹی وی اسکرین پر دیکھ اور ان کی گفتگو سن رہے تھے پوری طرح مستعد تھے کہ اس سیاسی لیڈر کو کوئی نقصان پہنچنے والا ہوگا تو پھر وہ اس کی مدد کے لیے فوراً ہی وہاں پہنچ جائیں گے۔ ابھی وہ خاموشی سے دیکھ رہے تھے کہ جینا اپنی عزت بچانے کے لیے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرتی ہے یا نہیں۔

کبریا نے جینا کے اندر خیالات پیدا کیے اس کے مطابق وہ بولی "پتا نہیں تم لوگ کیوں مجھ پر خوامخواہ شبہ کررہے ہو میں نے ٹیلی پیتھی کا ذکر سنا ہے لیکن یہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ یہ علم مجھے آسکتا ہے میں بھگوان پر بھروسا کرتی ہوں وہ ہی برے وقت میں میری مدد کرتا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "یہی میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہارا بھگوان کون ہے؟ آسمان پر رہتا ہے یا زمین پر اور وہ کس طرح تمہاری مدد کرتا ہے؟"

"مجھے صرف پانچ منٹ کی مہلت دو۔ میں اپنے بھگوان سے رابطہ کروں گی۔ اگر اس نے میری مدد نہیں کی تو میں خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دوں گی جو ہوگا وہ بھگوان کی مرضی سے ہوگا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں خوب سمجھتا ہوں پانچ منٹ کے بعد میرا ذہن خود بخود بدل جائے گا۔ میں ہاتھ جوڑ کر کہوں گا دیوی جی! مجھے معاف کردوں میں غلطی پر تھا۔ اب مجھے عقل آگئی ہے۔"

"میں نہیں جانتی تمہارا ذہن بدل جائے گا یا نہیں؟"

"اکثر ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہی کیا جاتا ہے دشمن کو دوست بنالیا جاتا ہے یا پھر اس دشمن کو خودکشی کرنے پر یا پھر خود کو زخمی کرنے پر مجبور کردیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہوگا تو ہم کبھی یقین نہیں کریں گے کہ بھگوان نے تمہاری مدد کی ہے یہ سب ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوگا۔"

میں کہہ چکی ہوں۔ میں نہیں جانتی کیا ہوگا۔ جو کچھ بھی ہوگا اس کے نتیجے میں جو بھی تم سمجھو گے وہ تمہاری عقل کا معاملہ ہوگا۔ مجھے صرف پانچ منٹ کی مہلت دو۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس سیاست دان نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو!"

دوسری طرف سے انٹیلی جنس کے ڈی جی نے کہا "ہم آپ کی باتیں سن رہے ہیں اور اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے اسے آپ مان لیں اور اسے پانچ منٹ کی مہلت دے دیں۔"

پھر کمشنر کی آواز سنائی دی۔ اس نے بھی یہی کہا "ہم ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ کوئی بھی حربہ آزمائے گی تو ہم سمجھ لیں گے کہ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہے یا اس کی روحانی قوتوں کے ذریعے۔ آپ اسے مہلت دے دیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اسے پانچ منٹ کا وقت دے رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا "ٹھیک ہے تم اپنے بھگوان سے پرارتھنا کرو۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ ویسے پانچ منٹ کے بعد تم میری آغوش میں دکھائی دو گی۔"

وہ فرش پر پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ آنکھیں بند کر کے دونوں ہاتھ جوڑ کر دل ہی دل میں کہنے لگی "اے بھگوان! میں کیا کروں۔ تجھے یاد کروں یا کبریا کو پکاروں تم دونوں ہی میرے لیے ایک جیسے ہو۔ میں دل کی گہرائیوں سے یقین کرتی ہوں کہ وہ اس وقت میرے اندر چھپا ہوا ہے۔ مجھ سے ناراض ہے۔ بولتا نہیں ہے لیکن میرا ایمان ہے کہ وہ مجھے کبھی میلی نہیں ہونے دے گا۔"

وہ ذرا دیر کے لیے چپ ہوئی پھر کہنے لگی "ہو سکتا ہے وہ کہیں مصروف ہو گیا ہو۔ مجبور ہو گیا ہو۔ کسی وجہ سے اس وقت میرے اندر موجود نہ ہو۔ ایسے وقت اے بھگوان! میں تجھ پر ہی بھروسا کرتی ہوں کہ تو میری حفاظت کرے گا۔"

وہ پھر ذرا چپ ہوئی اسی وقت اس کے اندر ایک گہری سانس سنائی دی۔ ایک دھیمی سی سرگوشی ابھری "بھگوان کا اوتار کبھی تم سے غافل نہیں رہے گا تم پاکیزہ ہو پاکیزہ رہو گی۔"

وہ خوش ہو گئی مسرتوں سے بھر گئی اس سرگوشی نے کہا "پانچ منٹ پورے ہو رہے ہیں آنکھیں کھول لو۔"

اس نے آنکھیں کھول لیں۔ اسی وقت دروازے کے باہر ایک لڑکی کی آواز سنائی دی۔ وہ کسی سے کچھ کہہ رہی تھی۔ یہ آواز سنتے ہی سیاستدان چونک گیا۔ پریشان ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ اسی وقت وہ دروازہ کھلا تو وہ ایک دم سے لڑکھڑا کر ایک قدم پیچھے چلا گیا۔ کھلے ہوئے دروازے پر اس کی جوان بیٹی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "ڈیڈی! باہر کسی سیکورٹی گارڈ نے مجھے روکنے کی جرأت نہیں کی۔ یہ اندر بوڑھی خاتون کون ہیں؟ یہ مجھے آنے سے یہاں روک رہی تھیں؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "لیکن تم..... تم اچانک کیوں آئی ہو؟"

"ڈیڈ! کل میری سالگرہ ہے۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ یہ خوبصورت بنگلا سالگرہ میں مجھے تحفے میں دیں گے۔ اس لیے میں اس بنگلے کو اندر سے دیکھنے آئی ہوں۔"

"لیکن..... تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ بنگلا اس وقت کھلا ہو'..... یہ بند بھی ہو سکتا تھا۔ اس کی چابیاں تو میرے پاس ہیں؟"

"پہلے تو میں اسے دیکھنے کے ارادے سے ادھر نہیں تھی۔ بس یوں سمجھئے کہ ادھر سے گزر رہی تھی تو باہر گارڈ کو دیکھا پھر سمجھ گئی کہ آپ ضرور یہاں ہوں گے اور سمجھ لیجئے کہ آپ یہاں موجود ہیں۔"

وہ باتیں کرتی ہوئی پوری طرح دروازہ کھول کر اندر آ گئی تو جینا کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ چونک کر بولی "یہ..... یہ کون ہے؟ فرش پر کیوں بیٹھی ہے؟"

وہ بیٹی کی اچانک آمد سے پریشان تھا۔ یہ سوچ رہا تھا کہ وہاں ساگن دیوی کی موجودگی کا کیا جواز پیش کرے گا۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا "وہ بات یہ ہے کہ جب یہ فرش پر بیٹھی ہوئی ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ بہت ہی نچلے طبقے کی کوئی عورت ہے یہاں مجھ سے نوکری مانگنے آئی ہے۔"

جینا اٹھ کر کھڑی ہوئی پھر بولی "آپ کو اپنی بیٹی سے جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ آپ سچ سچ بتا دیں کہ میں یہاں کیوں آئی ہوں یا دھوکے سے لائی گئی ہوں؟"

وہ گھبرا کر بولا "کیا بکواس کر رہی ہو؟ تمہیں یہاں دھوکے سے کیوں لایا جائے گا۔ کیا مجھ پر کوئی الزام لگانا چاہتی ہو؟"

"میں کیا الزام لگاؤں گی۔ تمہاری بیٹی تعلیم یافتہ ہے ذہین بھی دکھائی دے رہی ہے' اسے سمجھنا چاہیے کہ اگر نوکری کے لیے آئی ہوں تو دروازہ کیوں بند رکھا گیا ہے۔ مجھے بیڈ روم میں کیوں بلایا گیا ہے؟ اگر میں نوکری کے لیے آئی ہوں تو مجھے باہر سے ہی جواب دیا جا سکتا تھا کہ یہاں میرے لیے کوئی کام ہے یا نہیں؟"

اس نے پہلے باپ کو دیکھا پھر اس سے پوچھا "تم کہیں کہ تمہیں دھوکا دے کر یہاں بلایا گیا ہے۔ تم کیسی دھوکا کھا گئیں؟ کیا تم بالکل ہی نادان بچی ہو؟"

جینا نے آنکھیں بند کیں۔ دونوں ہاتھ جوڑے پھر بولی "بڑے بڑے دانشمندوں سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ تجربہ کار لوگ بھی تو غلطیاں کرتے ہیں پھر ہماری اور تمہاری عمر ہی کیا ہے؟ کیا تم نے اپنے ایک پریمی سے دھوکا نہیں کیا ہے؟ اس نے محبت کے سبز باغ دکھائے اور تم اس کے فریب میں آ گئیں؟"

وہ حیرانی سے بولی "تم میرے بارے میں کیسے جانتی ہو؟"

"کیا تم نے ساگن دیوی کا نام سنا ہے آج کل اس کے بڑے چرچے ہیں اخبارات میں بھی ساگن دیوی کی تصویریں بھی شائع ہو چکی ہیں۔"

وہ جینا کو توجہ سے دیکھتی ہوئی بولی "ہاں مجھے یاد ہے تم کچھ کچھ ان تصویروں جیسی لگ رہی ہو۔"

"میں وہی ہوں۔ مجھے تصویروں کے ذریعے بھی نہ پہچان سکو تو دوسری پہچان یہ ہے کہ میں اپنے سامنے آنے والوں کے مسائل حل کر دیتی ہوں۔"

"اوہ میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا ہے اگر تمہیں ہو تو میرا ایک مسئلہ حل کر سکتی ہو؟"

"تمہیں تمہارا مسئلہ سمجھتی ہوں مگر تم خود بتا دو تو اچھا ہو گا۔"

اس نے ہچکچاتے ہوئے اپنے باپ کی طرف دیکھا پھر کہا "وہ واقعی بہت بڑا فراڈ تھا اب مجھے بلیک میل کر رہا ہے میری کچھ ایسی تصویریں اس کے پاس ہیں جس کے ذریعے وہ مجھے اور میرے ڈیڈی کی شہرت کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

اس کے باپ نے چونک کر کہا "تم نے مجھے یہ بات کیوں نہیں بتائی؟ کون ہے وہ بدمعاش تم کس کے فریب میں آ گئی تھیں؟"

"ڈیڈی! آپ کچھ نہ بولیں۔ خاموش رہیں۔ آپ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے کیونکہ وہ اپوزیشن پارٹی کے لیڈر کا بیٹا ہے۔ اس نے یہ بات مجھ سے چھپائی تھی۔ بعد میں اس کا یہ بھید کھلا ہے۔ وہ دھمکی دے رہا تھا کہ آئندہ الیکشن میں وہ میری ان تصویروں کے ذریعے آپ کو بدنام کرے گا۔"

"اوہ' بات یہاں تک آ پہنچی ہے اور تم مجھ سے چھپاتی رہی تھیں۔ میری برسوں کی عزت اور شہرت خاک میں ملنے والی ہے۔"

وہ بولی "میں نے غلطی کی ہے میں ہی اس کی تلافی کروں گی۔ میں نے سارے انتظامات کر لیے ہیں۔ اسے آخری وارننگ دی ہے اگر وہ قابل اعتراض تصویریں نیگیٹو کے ساتھ واپس نہیں کرے گا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ میں نے اسے قتل کرانے کے سارے انتظامات کر لیے ہیں۔"

جینا نے کہا "کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مکمل منصوبہ بندی کے باوجود ناکامی ہوتی ہے اگر تم اسے ختم نہ کر سکیں تو کیا ہو گا؟"

"تم ساگن دیوی ہو تو میری مدد کرو۔ کیا اس سے وہ تصویریں حاصل کر سکتی ہو؟ ہمیں بدنامی سے بچا سکتی ہو؟"

"بے شک میں تمہاری عزت کو مٹی میں ملنے سے بچا سکتی ہوں لیکن کیا تم میری عزت اپنے باپ سے بچا سکتی ہو؟"

اس نے باپ کی طرف چونک کر دیکھا پھر جینا سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ میرے باپ کو کیسا الزام دے رہی ہو۔"

"یہ الزام نہیں ہے۔ اس سے پوچھو اس نے مجھے دھوکا دے کر یہاں کیوں بلایا ہے اور ابھی بیڈ روم میں مجھ سے کیا کہہ رہا تھا؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "دیکھو میری بیٹی کی نظروں سے مجھے نہ گراؤ۔ میں تمہاری عزت کرتا ہوں تم ساگن دیوی ہو۔ پچھلی تمام باتوں کو بھول جاؤ۔"

جینا نے کہا "اس وقت تمہاری عزت خاک میں ملنے والی ہے میں تمہیں اور تمہاری بیٹی کو بدنامی سے بچا سکتی ہوں لیکن پہلے تمہیں بیٹی کے سامنے سچ بولنا ہو گا۔"

"وہ مشکل میں پڑ گیا تھا اس کی عزت لوٹنا چاہتا تھا اور یہ دھمکی بھی دے چکا تھا کہ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی عزت بچانی ہو گی اگر نہ بچا سکی تو یقین کر لیا جائے گا کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ کچھ دیر پہلے اس نے جینا کو مشکل میں ڈالا تھا اب خود مشکل میں پڑ گیا تھا۔

اس نے ڈھٹائی سے جھوٹ بولا "میں اپنی بیٹی کے سامنے سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں تمہاری بڑی عزت ہے۔ میں نے تمہیں یہاں اپنا ایک سیاسی مسئلہ حل کرنے کے لیے بلایا تھا۔"

جینا نے کہا "مجھے افسوس ہے تم سچ نہیں بولو گے میں تمہارا کوئی مسئلہ حل نہیں کروں گی۔ اتنا تو میں جانتی ہوں کہ بیٹی کے سامنے مجھ سے زیادتی نہیں کرو گے۔ مجھے یہاں سے جانے سے نہیں روک سکو گے۔"

پھر وہ اس کی بیٹی کی طرف دیکھ کر بولی "تم نے تو سنا ہو گا کہ ساگن دیوی کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ اگر تم بھی مجھے جھوٹی سمجھتی ہو تو میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکوں گی۔ تم باپ بیٹی کے دو بڑے نقصانات ہیں اگر وہ اپنی دھمکی پر عمل کرے گا تو تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گی اور تمہارے باپ کا سیاسی کیریئر بالکل تباہ ہو جائے گا۔"

بیٹی نے باپ کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر جینا نے کہا "ڈیڈی شرم کی وجہ سے سچ نہیں کہہ رہے ہیں۔ میں نادان نہیں ہوں یہ جانتی ہوں کہ دوسرے سیاستدانوں کی طرح میرے ڈیڈی بھی عیاش ہیں۔ بس اس کے آگے نہ میں بولوں گی نہ تم بولو گی۔ بیٹی کے سامنے باپ کو شرمندہ نہ کرو۔"

جینا نے کہا "میں تحفظ چاہتی ہوں اپنے ڈیڈی سے کہو کہ آئندہ مجھ پر کسی طرح کا شبہ نہ کریں اور ان کے پیچھے جو انٹیلی جنس والے اور گمشنر صاحب چھپے ہوئے ہیں' ابھی ہماری آوازیں سن رہے ہیں اور ٹی وی اسکرین پر ہمیں دیکھ

رہے ہیں ان سے بھی کہہ دیں کہ مجھ پر ٹیلی پیتھی جاننے والی کا شبہ نہ کریں میں ایسا کوئی علم نہیں جانتی ہوں۔"

اس نے باپ سے پوچھا "ڈیڈی! سماگن دیوی پر... خوامخواہ کیوں شبہ کیا جارہا ہے؟"

"بیٹی! ہم صرف یہ آزمانا چاہتے تھے کہ مصیبت کے وقت یہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرے گی یا نہیں اس وقت بھی اسے اپنی عزت و آبرو بچانی تھی۔ دیکھو یہ تمہارے آتے ہی محفوظ ہوگئی ہے۔ تم اچھی طرح سوچ کر بتاؤ کیا تمہارے دماغ میں ایسی کوئی بات آئی تھی کہ تمہیں اس بنگلے میں آنا چاہیے۔"

وہ بولی "بالکل نہیں، میں تو ادھر سے گزر رہی تھی سوچا ہی نہیں تھا کہ کل ہی میری سالگرہ ہے۔ تو کل سے پہلے میں یہاں آؤں گی لیکن گزرتے وقت جب میں نے سیکورٹی گارڈ وغیرہ کو دیکھا تو خیال آیا کہ آپ ضرور یہاں ہوں گے۔ اس لیے چلی آئی لیکن پہلے سے کوئی ایسا ارادہ نہیں تھا اور نہ سماگن دیوی نے میرے دماغ میں آکر کہا تھا۔ آپ ان پر شبہ نہ کریں۔"

اس نے فون کے ذریعے پولیس کمشنر سے رابطہ کیا پھر کہا "آپ ہمیں دیکھ رہے ہیں اور یہاں کی باتیں سن رہے ہیں۔ میں آپ سے امید کرتا ہوں کہ آپ اور ڈی جی صاحب ہمارے اس راز کو راز رکھیں گے اور آئندہ سماگن دیوی پر شبہ نہیں کریں گے ہمیں اس دیوی کی مدد ہر حال میں چاہیے۔"

کمشنر نے کہا "بے شک اس وقت آپ پر البلم میں ہیں ہم قانونی طور پر اُس کا محاسبہ کرسکتے ہیں جس کے پاس آپ کی بیٹی کے قابل اعتراض تصاویر ہیں لیکن محاسبہ کرنے سے بات بگڑ جائے گی اور دور تک پھیل جائے گی بہتر ہے کہ سماگن دیوی کے ذریعے اندر ہی اندر بات ختم ہوجائے۔"

ڈی جی نے کہا "یہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ سماگن دیوی کس طرح اس کا محاسبہ کریں گی اور وہ تصویریں اس سے چھین کرلے آئیں گی۔"

"میں اس سلسلے میں باتیں کررہا ہوں آپ انہیں توجہ سے سنیں اور یہ معاملہ ختم کردیں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر مرجینا سے پوچھا "تم ہمیں بدنامی سے کس طرح بچاؤ گی وہ تصاویر کس طرح ان سے چھین کر لے آؤ گی؟"

"میں کسی سے کوئی چیز نہیں چھینتی یہ تصاویر غلط ہیں، شرمناک ہیں، کسی کی عزت اچھالنا اچھی بات نہیں ہے اس لیے میں اپنی آتما شکتی سے ان تصاویر کو جلا کر راکھ کردوں گی۔"

اس نے آنکھیں بند کیں کچھ سوچا پھر کہا "تم اسے ٹیلی پیتھی کا کمال سمجھو گے لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے مجھے اس نوجوان کا نام اور اس کی ولدیت بتائی جائے میں کا زائچہ بناؤں گی پھر کچھ ایسا عمل کروں گی جس سے اور تمہاری بیٹی کو بدنامی سے نجات مل جائے گی اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

اس لڑکی نے اپنے اس بے وفا پریمی کا نام اور اس کے باپ کا نام بتایا۔ ویسے کبریا اس کے سوالات پڑھ کر اس نوجوان کا پتا ٹھکانا اور فون نمبر معلوم کرچکا تھا۔

وہ باپ بیٹی اسے کمرے میں باہر تک چھوڑنے آئے۔ انہوں نے ڈرائیور سے کہا "سماگن دیوی کو ان کے ہوٹل والے بنگلے میں پہنچادیں۔ جینا نے کہا "میں ابھی جاکر زائچہ بناؤں گی اور تقریباً دو گھنٹے بعد اطلاع دوں گی کہ تمہارا کام ہوچکا ہے یا نہیں، جب ہوجائے گا تو تم اسے فون کرکے پوچھ سکتی ہو کہ اب وہ تم پر کبھی کیچڑ نہیں اچھال سکے گا۔"

وہ کار میں بیٹھ کر اپنے جو ہو والے بنگلے کی طرف جانے لگی۔ کبریا اس نوجوان کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا اس وقت وہ اپنے بنگلے میں تھا۔ اچانک دماغی طور پر غائب ہوگیا اپنی جگہ سے اٹھ کر الماری کے پاس آیا۔ کھول کر اس کے اندر کے سیف سے ایک لفافہ نکالا اس میں اس لڑکی کی تصاویر تھیں۔ اس نے تمام تصاویر کی گنتی کی دس تصویریں تھیں نیگیٹو بھی اس کے ساتھ رکھے تھے انہیں لے کر کچن میں آیا پھر چولہے کے پاس آکر ایک تصویر اور ہر ایک نیگیٹو کو جلانے لگا۔

○☆○

بھارتی اکابرین خوش تھے۔ چنڈال جوگیا نے ان کو ثابت کردیا تھا کہ ان کے اپنے دیس میں بھی ایک ہندو ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔

بھارتی اکابرین نے امریکی حکام سے کہا "ہم نے پہلے کہا تھا کہ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کیونکہ گونگا ہے اس لیے آپ لوگوں کے دماغوں میں آکر بول نہیں سکے گا۔ آپ لوگوں نے یقین نہیں کیا تھا؟"

امریکی حکام نے کہا "بے شک آپ لوگوں نے ذکر کیا تھا۔ ہمیں بھی حیرانی ہوئی تھی کہ ایک گونگا کیسے خیال کرتا ہوگا۔"

"اب تو وہ گونگا نہیں رہا آپ لوگوں سے گفتگو

"بے شک ہم مطمئن ہیں کہ آپ کے پاس بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے ہم آپ کو مبارک باد دیتے ہیں۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا "اب ہم آپ سے سفارتی تعلقات نہیں توڑیں گے اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ تعلقات وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط ہوتے رہیں تو آپ ہمارا ایک نقصان اور پورا کریں؟"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کی مدد کے لیے وہاں گئے تھے ایک تو مارا گیا اور دوسرا کہیں گم ہوگیا ہے۔ اس کی ذمہ داری آپ پر ہے۔ آپ کو معلوم کرنا چاہیے کہ آپ کے دیس میں وہ کہاں گم ہوگیا ہے یا کسی نے اسے مار ڈالا ہے یا قیدی بنا کر رکھا ہے؟"

ایک اور حاکم نے کہا "آپ برا نہ مانیں ہمیں آپ پر بھی شبہ ہوتا ہے آپ بھی اسے قیدی بنا کر رکھ سکتے ہیں۔"

انڈین آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم پوری کوشش کررہے ہیں کہ کسی طرح اسے ڈھونڈ نکالیں وہ یقیناً ہمارے دیس میں کہیں چھپا ہوا ہے یا اسے کسی نے چھپا دیا ہے ہم یہ الزام اپنے اوپر نہیں آنے دیں گے۔ آپ معلومات حاصل کرتے رہیں ہم دن رات اسے تلاش کرتے رہتے ہیں۔"

دراصل انڈین پولیس اور انٹیلی جنس والے دن رات اسے تلاش کررہے تھے اور وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ انڈین ٹاپ سروس کے ڈی جی ارجن چوپڑا کے بنگلے میں تھا۔ اس لیے کسی کو شبہ نہیں ہورہا تھا کہ فرار ہونے والا مجرم اس کے گھر میں پناہ لے رہا ہے۔

ڈی جی ارجن چوپڑا اس کا معمول بن چکا تھا۔ اپنے اعلیٰ افسران کو اس کے خلاف کوئی رپورٹ نہیں دے رہا تھا۔ وہ آرام سے اس کے کمرے میں بیٹھ کر خیال خوانی کرتا رہتا تھا۔ اس وقت اسے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہوگیا ہے اور اس کا نام چنڈال جوگیا ہے۔ اس چنڈال جوگیا کو وہ بڑی عزت اور احترام سے دہلی لے کر آئے تھے اور محل نما بنگلے میں اس کا شاہانہ رہائش کا انتظام کیا تھا اور جنوں واس اور داسیاں اس کی خدمت کے لیے رکھی گئی تھیں اور اس کے اطراف سخت سیکورٹی کے انتظامات کیے گئے تھے۔

وینو مارکس نے چنڈال جوگیا تک پہنچنے کے لیے سیکورٹی گارڈ کے دماغ میں پہنچانا چاہا تو پتا چلا کہ وہاں یوگا کے ماہرین کو سیکورٹی گارڈز کے طور پر رکھا گیا ہے اور جو کنیزیں اس کی خدمات کے لیے رکھی گئی تھیں وہ باہر نہ کسی سے ملتی تھیں نہ باتیں کرتی تھیں، نہ ہی ٹیلی فون کے ذریعے کسی سے رابطہ رکھتا تھا۔ اس طرح کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ ان کی آوازیں سن پاتا تھا اور نہ ان کے اندر جاسکتا تھا۔

بھارتی اکابرین بھی چنڈال جوگیا کے محل میں نہ جاتے تھے نہ اس سے ملاقات کرتے تھے۔ انڈین آرمی کے صرف چھ اعلیٰ افسران یوگا کے ماہر تھے وہ شراب نہیں پیتے تھے اور پرائی سوچ کی لہروں کو فوراً محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرتے تھے صرف وہی چھ اعلیٰ افسران چنڈال جوگیا کے پاس جاکر ملاقات کرتے تھے۔

وینو مارکس حیران تھا کہ یہ انڈین ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں سے پیدا ہوگیا ہے! وہ ہر ممکن راستے سے چنڈال جوگیا تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہا اور ناکام ہوتا رہا ان اکابرین کے خیالات سے ایک نئی بات یہ معلوم ہوئی کہ اب وہ اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے بڑے بڑے افسران اور سرکاری عہدیداروں کے گھروں کی بھی تلاشی لے رہے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ وینو مارکس خیال خوانی کے ذریعے کسی بھی بڑے عہدیدار کو قید کرکے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس کے گھر میں چھپ کر رہ سکتا ہے۔

اور وہ یہی کررہا تھا۔ اس نے پریشان ہوکر کہا "اب ہم پر مصیبت آنے والی ہے انہیں یہ بھی شبہ ہوگا کہ ہم ڈی جی ارجن چوپڑا کے بنگلے میں چھپے ہوئے ہیں لہٰذا اب ہمیں یہاں سے نکلنا ہی پڑے گا۔ رات کا اندھیرا پھیلتے ہی وہ دونوں ارجن چوپڑا کے کمرے سے چپ چاپ نکل گئے۔ ٹھیک ایسے ہی وقت چنڈال جوگیا نے فرمان پر تنویمی عمل کیا تھا اور رات کا اندھیرا پھیلتے ہی وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوگیا تھا اس کے عمل کے مطابق وہ بیدار ہونے کے بعد سحرزدہ تھا کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ اور خود کون ہے؟ وہ بیڈ سے اتر کر اس محل نما بنگلے کے اندرونی حصوں سے گزرتا ہوا باہر آگیا تھا۔ چنڈال جوگیا نے سیکورٹی گارڈز کو حکم دیا کہ اسے باہر جانے سے نہ روکا جائے۔

وہ پیدل چلتا ہوا بہت دور تک گیا۔ چنڈال اس کے دماغ میں تھا اور اس کے سحرزدہ ذہن کو گائیڈ کررہا تھا۔ وہ چھوٹے سے ہوٹل میں پہنچ کر ایک کمرے کرائے پر لے کر اس کمرے کے اندر گیا وہاں اس نے دروازے کو اندر سے بند کرکے اپنے چہرے کا میک اپ اتارا۔ اچھی طرح منہ ہاتھ دھو کر لباس تبدیل کرکے وہ باہر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت چنڈال

جوگیا نے اسے حکم دیا کہ وہ اب سحرزدہ نہیں رہے گا اور اسے انیل شرما کی حیثیت سے بھولی ہوئی زندگی یاد آجائے گی۔

اس نے آنکھیں بند کیں تو اسے بہت کچھ یاد آنے لگا۔ انیتا جو اس کے دل کی دھڑکن بن چکی تھی وہ بڑی شدت سے یاد آنے لگی اس کا چہرہ نگاہوں کے سامنے گھومنے لگا۔ اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول کر زیرلب کہا "انیتا! تم کہاں ہو؟"

اس نے انیتا کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کیا پھر اسے گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوں اس کے دماغ میں پہنچ گیا وہ ایک خوبصورت بنگلے میں تھی۔ اس بنگلے کے ایک کمرے کو اس نے مندر بنا رکھا تھا۔ وہاں بھگوان کی مورتی کے آگے سر جھکائے پرارتھنا کر رہی تھی کہ اس کے انیل شرما کو جلد ہی تیسرا جنم مل جائے اور وہ اس کے پاس چلا آئے۔

اس نے بڑی محبت سے اسے مخاطب کیا "انیتا' میری انیتا!"

وہ بھگوان سے پرارتھنا کرتے کرتے ایک دم سے چونک گئی۔ بھگوان کی مورتی کو دیکھا۔ ایسا لگا جیسے بھگوان نے اسے مخاطب کیا ہو پھر اسے فرمان کی آواز سنائی دی "نہیں میں تمہارے اندر ہوں۔ تمہارا انیل ہوں اس جنم میں بھی خیال خوانی کر سکتا ہوں اس لیے تمہارے اندر بول رہا ہوں۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی "انیل! تم کہاں ہو؟"

انیل نے کہا "اپنے دل سے بے چینی نکال دو اور تحمل سے انتظار کرو۔ مقدر میں جو وقت متعین ہوتا ہے اس وقت سے پہلے ملاقات نہیں ہو سکتی لیکن میں آرہا ہوں۔"

وہ ہوٹل سے باہر آکر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا پھر انیتا کے بنگلے کی طرف جانے لگا۔ چنڈال جوگیا فرمان کے خیالات پڑھ رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ اب وہ دونوں ایک دوسرے سے مل جائیں گے اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی اب اسے دوسری طرف متوجہ ہونا تھا اس لیے اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون؟"

ایک آرمی افسر نے کہا "میجر مانک لال بول رہا ہوں؟"

وہ ان ہی یوگا جاننے والے افسران میں سے ایک تھا جو اس سے فون پر رابطہ کیا کرتے تھے۔ وہ میجر مانک لال سے گفتگو میں مشغول ہو گیا۔ دوسری طرف ویٹو ارجن چوپڑا کے بنگلے سے باہر آیا اور اسی کی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا یہ جانتا تھا کہ ڈی جی کی کار استعمال کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے لیکن وہ کچھ دور جا کر کوئی دوسری گاڑی پکڑ کر وہاں سے آگے جانا چاہتا تھا۔

کلپنا نے پوچھا "ہم فوری طور پر کہاں جا رہے ہیں؟"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے! اچانک ہمیں یہ ملک چھوڑنا پڑا۔ اب میں سوچتا ہوں کہ کہاں ہم محفوظ رہ سکیں گے۔"

"میرا تو مشورہ ہے کہ اپنے امریکی سفارت خانے سے رابطہ کرو وہ تمہیں پناہ دیں گے پھر یہاں کی پولیس یا انٹیلی جنس والے اور آرمی والے تمہیں گرفتار نہیں کر سکیں گے ہم آسانی سے اس ملک کو چھوڑ کر کہیں چلے جائیں گے۔"

"تم جانتی ہو میں امریکی سفارت خانے میں نہیں جاؤں گا تو وہ لوگ مجھے ٹریپ کریں گے چاہیں گے کہ میں ان کا غلام بن کر خیال خوانی کرتا رہوں۔"

وہ کلپنا سے باتوں کے دوران میں بھول گیا کہ اسے ٹیکسی ہی گاڑی بدل دینی چاہیے ایک جگہ جب پولیس والوں نے انہیں روکا تب اسے ہوش آیا وہ گھبرا کر بولا "ارے یہ کیا ہو گیا؟"

ایک پولیس افسر نے اس کے پاس آکر کار کی کھڑکی سے جھک کر کہا "یہ تو ہمارے ڈی جی ارجن چوپڑا صاحب کی کار ہے۔ تم کون ہو یہ گاڑی کہاں لے جا رہے ہو؟"

وہ سمجھ گیا کہ بری طرح پھنس چکا ہے۔ یہ کہہ نہیں سکتا تھا کہ وہ ڈی جی ارجن چوپڑا کا مہمان ہے اور ان کی اجازت سے یہ گاڑی استعمال کر رہا ہے اسے انکوائری کے لیے بنگلے میں لے جایا جاتا پھر بات بڑھتی اور وہ دوسری بار انٹیلی جنس کا قیدی بن جاتا۔

اس نے اچانک ہی اس افسر کے دماغ میں پہنچ کر ایسا ہیپناٹائز پیدا کیا وہ چیخیں مار کر پیچھے ہٹا اور مارکس .... گاڑی کو ریورس کرتا کلپنا کے ساتھ بھاگتا ہوا ایک گلی میں گھس گیا پھر وہ بھاگتا ہوا ایک سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر آیا اور ٹیکسی بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا "صاحب کدھر جائیں گے؟"

کلپنا نے کہا "تم چلتے رہو ہم راستہ بتائیں گے۔"

وہ ڈرائیور کرتا ہوا ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں پہنچتا رہا ایک جگہ ویٹو مارکس نے کہا "یہاں گاڑی روک دو۔"

ٹیکسی رک گئی وہ اسے کرایہ دے کر کلپنا کا ہاتھ تھامے وہاں سے آگے بڑھتے ہوئے بولا "یہ بڑے لوگوں کا علاقہ ہے۔ دور دور تک بہت خوبصورت بنگلے بنے ہوئے ہیں فی الحال ہم یہاں کسی کو خیال خوانی کے ذریعے قابو میں

پناہ لیں گے۔"

وہ ایک گلی سے گزر کر دوسری گلی کے ایک بنگلے کے سامنے رک گئے۔ وہاں انیتا دروازہ کھولے انیل شرما کا انتظار کر رہی تھی۔ ویٹو مارکس اسے دھکا دے کر اندر لے جاتے ہوئے بولا "خبردار شور نہ مچانا ورنہ میں جان سے مار ڈالوں گا۔"

انیتا نے پریشان ہو کر کلپنا کو اور اس کو دیکھا پھر پوچھا "تم لوگ کون ہو' یہاں کیوں آئے ہو مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

اس کی آواز سنتے ہی اس نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اس کے دماغ میں پہنچانا چاہا لیکن اس نے سانس روک لی ویٹو مارکس نے کہا "اچھا تو تم یوگا کی ماہر ہو پھر تم ہمارے لیے خطرہ بن سکتی ہو' بتاؤ تم کون ہو؟"

اس نے اس کی گردن دبوچ لی پھر کہا "اس طرح تم مجھے آنے نہ دو گی دیکھو میں کس طرح راستہ بنا تا ہوں۔"

اس نے زور سے گردن دبائی تو وہ تکلیف سے چیخ پڑی۔ تکلیف ناقابل برداشت تھی وہ ایسی حالت میں اس کی سوچ کی لہروں کو روک نہ سکی۔ اس نے اندر پہنچتے ہی ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا وہ چیخ مار کر گر پڑی پھر ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگی۔

اس نے فوراً ہی اس کے مختصر سے خیالات پڑھے تو یہ معلوم کر کے ایک دم سے چونک گیا بلکہ گھبرا گیا کہ وہ چنڈال جوگیا کی بیٹی ہے۔ ایسے ہی وقت فرمان اس کے اندر آیا تو اسے تکلیف سے تڑپتے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اس نے پوچھا "انیتا کیا ہوا؟ تمہیں کیا ہو گیا جلدی بتاؤ۔"

ویٹو مارکس نے اس کے اندر فرمان کی آواز سن کر یہ سمجھا کہ چنڈال جوگیا اپنی بیٹی کے پاس آیا ہے اس نے فوراً ہی پلٹ کر کلپنا سے کہا "ہم بہت غلط جگہ پر آگئے ہیں یہ تمہارے دشمن خیال خوانی کرنے والے کی بیٹی ہے۔"

ادھر فرمان انیتا سے کہہ رہا تھا "تم فکر نہ کرو میں آگیا ہوں بس تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

کلپنا نے ویٹو مارکس سے کہا "تمہارے ستارے گردش میں ہیں جہاں جا رہے ہو وہاں رکاوٹیں پیدا ہو رہی ہیں۔ ہمیں یہاں سے فوراً بھاگنا چاہیے۔"

وہ دونوں پلٹ کر تیزی سے چلتے ہوئے دروازے کے پاس آئے پھر ویٹو مارکس نے جیسے ہی دروازے کو کھولا اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا وہ لڑکھڑا کر پیچھے کی طرف گیا پھر سنبھل کر اس نے جوابی حملہ کیا۔ فرمان کے منہ پر بھی ایک گھونسا پڑا تھا پھر وہ دونوں ایک دوسرے کو مارنے لگے اور مار کھانے لگے۔ کلپنا نے ایک طرف رکھے ہوئے پیتل کے گلدان کو اٹھایا پھر دونوں ہاتھوں سے اسے پکڑ کر فرمان کے منہ پر مارنا چاہتی تھی لیکن وہ دونوں زمین پر گرے ہوئے ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے کبھی کسی کو نیچے گرا رہے تھے اور کبھی خود نیچے گر جاتے تھے۔ ایسے ہی وقت فرمان جو اوپر تھا نیچے آگیا اور ویٹو مارکس کے اوپر آکر گھونسے مارنے لگا اسی وقت کلپنا کے ہاتھ کا گلدان اس کے سر پر لگا تو وہ چکرا کر بیٹھ گیا فرمان نے ایسے میں اس کی ناک پر گھونسا مارا تو پھر اسے ہوش نہ رہا وہ الٹ کر فرش پر گر پڑا۔

کلپنا گلدان کو ایک طرف پھینک کر دوڑتی ہوئی آکر ویٹو مارکس سے لپٹ گئی اور روتے ہوئے اسے جھنجوڑنے لگی۔ اپنے آپ کو کوسنے لگی کہ اس نے اپنے ہی یار کو زخمی کر دیا ہے وہ اسے آوازیں دے رہی تھی اسے اٹھنے کو کہہ رہی تھی وہ آہستہ آہستہ ہوش میں آرہا تھا۔ آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہتا تھا لیکن کمرا پوری طرح روشن نظر نہیں آرہا تھا سراب بھی چکرا رہا تھا وہ بڑی نقاہت سے بولا "کلپنا! مجھے سہارا دو مجھے بیٹھنے دو۔"

اس کی آواز سنتے ہی فرمان نے اس کے اندر خیال خوانی کی چھلانگ لگائی پھر اس کے اندر پہنچ کر بولا "تم کون ہو۔ انیتا کہہ رہی تھی کہ تم اس کے دماغ میں آئے تھے اور اسے ذہنی اذیتیں پہنچا رہے تھے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "سوری میں نہیں جانتا تھا کہ تم یہاں رہتے ہو اور یہ تمہاری بیٹی ہے۔"

"تم کیا بکواس کر رہے ہو؟ یہ میری واقف ہے۔"

ویٹو مارکس نے پوری آنکھیں کھول کر اسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا "کیا تم چنڈال جوگیا نہیں ہو؟"

انیتا کے سر کی تکلیف کم ہو گئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک الماری کے پاس آئی پھر اسے کھول کر وہاں سے ایک ریوالور نکال کر ویٹو مارکس کو نشانے پر لیتے ہوئے بولی "میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"انیتا! ابھی اسے گولی مت مارنا۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے یہ ہم سے بچ کر نہیں جا سکے گا مجھے اس سے ضروری باتیں کرنے دو۔"

ویٹو مارکس نے پوچھا "کیا تم میرے اندر زلزلہ پیدا کر کے مجھے اپنا معمول بناؤ گے؟"

"ٹیلی پیتھی کی دنیا میں یہی ہوتا آرہا ہے جس کو موقع ملتا ہے وہ دوسرے پر حاوی ہو جاتا ہے اور اسے غلام بنا لیتا ہے۔"

وہ بولا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم بھی یہی کرو کیا ہم دوست نہیں بن سکتے۔ ایک دوسرے کے برے وقت میں کام نہیں آسکتے؟"

فرمان نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا پھر کہا "تم میرا ایک کام کرو گے؟"

"اگر تم دوست بن جاؤ تو تمہارے لیے جان بھی دے دوں گا۔ آزما کر دیکھ لو۔"

"ٹھیک ہے تم میرے کام آؤ گے تو میں تمہارے اندر زلزلہ پیدا کروں گا نہ تمہیں اپنا معمول بناؤں گا لیکن میرے کام آنے تک انیتا تم دونوں کو گن پوائنٹ پر رکھے گی اگر تم ذرا سی بھی گڑبڑ کرو گے تو یہ تمہیں گولی مار دے گی۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں تمہارے اعتماد کو دھوکا نہیں دوں گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"ہمارے ساتھ ایک بیڈ روم میں چلو۔"

وہ سب ایک بیڈ روم میں آئے۔ اس طرح کہ وہ دونوں آگے تھے اور انیتا ان کے پیچھے ریوالور کو دونوں ہاتھوں سے تھامے ہوئے تھے۔

فرمان نے بیڈ روم میں پہنچ کر کہا "مجھے انیتا کے باپ چنڈال جوگیا نے اپنا معمول بنا کر رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس کا تنویمی عمل توڑ دو اور مجھے اس سے رہائی دلاؤ۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے تم بیڈ پر لیٹ جاؤ۔ میں ابھی مختصر سا عمل کر کے اس کے تنویمی عمل کو توڑ دوں گا۔"

فرمان نے انیتا سے کہا "تم میری باتیں یاد رکھو یہ عمل کرنے کے دوران میرے ذہن کو حکم دے گا کہ یہ تمہارے باپ چنڈال جوگیا کے تنویمی عمل سے آزاد ہو جائے اور کبھی تمہارے باپ کے زیر اثر نہ رہے۔"

پھر اس نے ویٹو مارکس کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ دوسرا حکم یہ دے گا کہ میرا ذہن پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر بھگا دیا کرے گا دنیا کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر نہیں آسکے گا پھر تیسرا حکم یہ دے گا کہ میں آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے بعد بیدار ہو جاؤں۔"

انیتا نے کہا "میں تمہاری ان تینوں باتوں کو یاد رکھوں گی اگر یہ تین باتوں کے علاوہ کوئی اور بات کرے گا تو میں اسے گولی مار دوں گی۔"

فرمان ایک بیڈ پر آکر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر کے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ویٹو مارکس اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ کچھ دنوں پہلے ویٹو مارکس نے رہائی حاصل کرنے کے لیے ایک تنویمی عمل کرنے والے کے ساتھ یہی سلوک کروایا تھا اس کی کلپنا نے بھی ایسے ہی ریوالور کے ذریعے اس عامل کو نشانے پر رکھ کر اس کے دماغ کو تنویمی عمل سے نجات دلائی تھی۔

ویٹو مارکس نے وہ مختصر سا تنویمی عمل کیا اور فرمان تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا پھر انیتا سے پوچھا "تمہارا باپ تمہارے اس محبوب کا دشمن ہے؟"

"ہاں میرا انیل میرے باپ کو پسند نہیں کرتا ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ پتاجی نے میرے انیل پر زہریلی کیا ہو گا اور اسے معمول بنا کر رکھا ہو گا انہوں نے مجھ کہا تھا کہ یہ مرچکا ہے اور آئندہ تیسرا جنم لینے والا ہے۔"

کلپنا نے انیتا سے کہا "ابھی تم نے اپنے انیل کو تنویمی عمل سے نجات دلائی ہے لیکن اس کا فائدہ کیا ہو تمہارا باپ تمہارے دماغ میں تو آتا ہی ہو گا وہ تمہارے ذریعے انیل کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "ہاں یہ مجبوری میرے پتاجی میرے اندر آئیں گے تو میں انہیں نہیں روک سکوں گی پتا نہیں وہ پھر کیا گڑبڑ کریں گے؟"

ویٹو نے کہا "اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ تم پر تنویمی عمل کر کے تمہارے دماغ کو لاک کیا جائے پھر تمہارا باپ تمہارے اندر نہیں آسکے گا۔"

باتوں ہی باتوں میں آدھا گھنٹا گزر گیا فرمان نے آنکھیں کھول لیں وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مارکس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "تھینک یو مائی فرینڈ۔ تم نے ایک بہت بڑے دشمن سے مجھے نجات دلائی ہے۔"

وہ بولا "تمہیں اپنی انیتا کو بھی اس سے نجات دلانی چاہیے تم اس کے دماغ کو لاک کر سکتے ہو۔"

اس نے کہا "میرے دوست تمہیں زحمت ہو گی تو میری انیتا پر عمل کرو اور اس کے دماغ کو لاک کر دو۔"

اس نے انیتا سے ریوالور لے لیا وہ بستر پر آکر لیٹ صرف ایک گھنٹے کے اندر ویٹو مارکس نے اسے بھی چنڈال جوگیا کے تنویمی عمل سے نجات دلائی۔ فرمان نے کہا "اگر چاہتا تو تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کر سکتا تھا اب تو تم دماغی توانائی حاصل کر لی ہے پھر بھی میں اس ریوالور سے تمہیں زخمی کر سکتا ہوں لیکن نہیں کروں گا۔ تمہارے ساتھ اس ریوالور کو خالی کر رہا ہوں۔"

اس نے چیمبر سے ساری گولیاں نکال کر پھینک دیں پھر کہا "ہم دونوں ہی مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں اور دونوں کے ساتھ ہماری محبوبائیں ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے ساتھ ان کی بھی حفاظت کریں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم ایک دوسرے پر اعتماد کریں اور برے وقت میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے رہیں۔"

فرمان اور ویٹو مارکس نے پھر ایک بار دوستانہ انداز میں مصافحہ کیا۔

○☆○

اس بیڈ روم کو بہت ہی قیمتی سامان سے آراستہ کیا گیا تھا۔ کسی بہت ہی امیر کبیر شخص کا بیڈ روم معلوم ہوتا تھا جو فرصت اس آرام دہ بستر پر سو رہا تھا خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا وہ دنیا داری کو نہیں سمجھتا تھا۔ کسی کے ساتھ کوئی لین دین نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی کبھی کسی کو نقصان پہنچاتا تھا اس کے باوجود کہیں نہ کہیں اس کے دشمن پیدا ہو گئے تھے۔

جس بنگلے میں گھس کر وہ سو رہا تھا وہاں بھی اس کا کوئی دشمن پیدا ہو سکتا تھا' وہ نہیں جانتا تھا کہ کسی فرشتے سے ملتا جلتا شیطان ہے؟

وہ دوست اور دشمن کو نہیں سمجھتا تھا صرف تین ہی چیزیں جانتا تھا۔ ایک تو یہ کہ سفر کرتے رہنا ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے رہنا پھر کھانا پینا اور سو جانا۔ کھانے پینے اور سونے کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اب تک یہی دیکھنے میں آیا تھا کہ جب اسے نیند آتی تھی تو وہ کسی نہ کسی کے گھر میں گھس جاتا جہاں سونے کی جگہ ملتی تھی وہیں کھانے پینے کی چیزیں بھی مل جایا کرتی تھیں۔

اب سے پہلے وہ سونیا کے ساتھ ایک ہوٹل کے سوئٹ میں تھا۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا اسے آنکھ ملی کہ وہاں سے چلا جانا چاہیے لہٰذا وہ اٹھ کر سونیا کو چھوڑ کر پتا نہیں کتنا عرصے کرنے کے بعد اس بنگلے میں آکر پھر سو گیا تھا جب نیند پوری نہ ہوتی وہ سوتا ہی رہتا وہاں اسے کوئی جگانے نہیں آتا تھا۔

اعلیٰ بی بی اور عبداللہ وقفے وقفے سے اس کے اندر جاتے تھے اس کے بیدار ہونے کا انتظار کر رہے تھے اس کے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کس کے بنگلے میں گھسا ہے؟ اس بنگلے کا نمبر کیا ہے؟ وہ کس علاقے میں ہے اور مالک کون ہے؟

آخر ایک طویل انتظار کے بعد وہ بیدار ہو گیا آنکھیں ملتا کر دیکھنے لگا۔ پہلے اسے بیڈ روم کی چھت نظر آئی اس کی کھڑکیاں دیکھا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا اسے یاد آیا کہ وہ اپنی گرل ایک ہوٹل میں چھوڑ کر یہاں چلا آیا تھا' پتا نہیں اب گرینڈ ماما کہاں ہوں گی مجھے بھوک لگ رہی ہے میں کچھ کھانے پینے کے بعد اپنی گرینڈ ماما کے پاس جاؤں گا۔"

وہ بیڈ روم سے نکل کر کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے پھر کچن میں آکر رک گیا۔ اعلیٰ بی بی اور عبداللہ اس کے اندر خاموش تھے اسے مخاطب نہیں کر رہے تھے چپ چاپ دیکھ رہے تھے کہ وہ کیا کرتا پھر رہا ہے۔

انہوں نے محسوس کیا کہ اس کے دماغ میں جیسے خیالات پیدا ہو رہے ہیں وہ ان کے مطابق عمل کر رہا ہے۔ کچن میں ٹن پیک ڈھانے رکھے گئے تھے ان ڈبوں کو کھول کر انہیں گرم کیے بغیر کھایا جا سکتا تھا اور ان پیک کیے ہوئے ڈبوں کو کس طرح کھول کر کھانا چاہیے یہ اس کا دماغ اسے سمجھا رہا تھا اور وہ اس کے مطابق کھانے پینے میں مصروف ہو گیا۔

ایک تین برس کے بچے کا دماغ اتنی باتیں نہیں سمجھا سکتا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے محسوس کیا کہ اسے آگہی حاصل ہو رہی ہے۔ غیبی طور پر ہدایات مل رہی ہیں اور وہ ان ہدایات پر عمل کرتا جا رہا ہے وہ کھانے کے دوران میں ٹی وی آن کر کے کارٹون پروگرام دیکھ رہا تھا اسی وقت باہر کہیں گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں۔

بنگلے کے باہر پارکنگ میں ایک بڑی سے کار اور ایک

بہت ہی قیمتی ویگن آرہی تھی وہ دونوں گاڑیاں پارکنگ میں آ کر رک گئیں۔ ویگن میں چار مسلح افراد تھے۔ وہ اپنی اپنی گن لے کر باہر نکل آئے۔ آگے بڑی سی کار میں ان کا باس بیٹھا ہوا تھا۔ ڈرائیور نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا باس نے باہر آ کر اپنے حواریوں پر نظر ڈالی۔ وہ بہترین سوٹ اور ٹائی میں ملبوس ایک موٹے بھاری بھرکم گینڈے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے باڈی گارڈ نے آگے بڑھ کر بنگلے کے دروازے کو چابی سے کھولنا چاہا تو پتا چلا وہ مقفل نہیں ہے اس نے حیرانی سے پلٹ کر کہا "باس! یہ دروازہ تو کھلا ہوا ہے جب کہ ہم نے جانے سے پہلے لاک کیا تھا۔"

باس نے دروازے کی طرف گھور کر دیکھا پھر کہا "اس کا مطلب ہے ہمارے بنگلے میں کوئی گھسا ہوا ہے..... کم آن محتاط رہ کر اندر جاؤ اور تم میں سے ایک پیچھے کی طرف جائے گا ایسا نہ ہو کہ وہ پچھلے دروازے سے نکل کر فرار ہو جائے دیکھو کس کی شامت آئی ہے؟ کس نے میرے گھر میں گھسنے کی جرأت کی ہے؟"

پھر اس نے پلٹ کر اپنی کار کی پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا اس سیٹ پر ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی اور گن مین اس کے ساتھ تھا اس نے اس لڑکی کو گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا۔ باس نے لڑکی کی طرف جھک کر کہا "معلوم ہوتا ہے تیرا باپ ہم سے پہلے یہاں پہنچ چکا ہے بہت چالاکی اور تیزی دکھاتا ہے۔ ابھی تیرے سامنے اسے گولی مار دوں گا۔"

پھر اس نے اپنے گن مین سے کہا "اسے باہر نکال کر یہاں لے آؤ۔ اگر اس کا باپ ہو گا تو اسے گن پوائنٹ پر دیکھے گا سمجھ لے گا کہ بیٹی موت کے سائے میں کھڑی ہوئی ہے۔"

وہ گن مین کے ساتھ کار سے باہر آ کر بولی "سیم سن! تم بہت پچھتاؤ گے۔"

"تمہاری جوانی سے کھیلنے کے بعد پچھتانا پڑے تو کوئی بات نہیں میں پچھتا لوں گا۔"

ایک گن مین نے بنگلے سے باہر آ کر کہا "باس! اندر تو کوئی نہیں ہے۔ پچھلا دروازہ بھی اندر سے بند ہے۔"

باس نے لڑکی کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "اندر چلو۔"

باس نے حکم دیا "ٹی وی اسکرین آف کر دو اور کیسٹ ریوائنڈ کرو یہ پتا چل جائے گا کہ یہاں کوئی آیا تھا یا نہیں؟"

اس نے اپنے بنگلے کے ہر حصے میں خفیہ کیمرے نصب کیے ہوئے تھے اس کی غیر موجودگی میں ریکارڈنگ ہوتی رہتی تھی۔ بعد میں آ کر وہ اسکرین پر دیکھ کر معلوم کرتا تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں یہاں کوئی داخل ہوا تھا یا نہیں۔

گھنٹے بجنے لگی۔ اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا لگایا پھر کہا "ہیلو سیم سن! سپیکنگ۔"

دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز "سیم سن! کیا تمہاری موت آئی ہے۔ مجھے ابھی پتا ہے کہ تم میری بیٹی کو اٹھا کر لے گئے ہو۔ یاد رکھو بدن پر ہلکی سی خراش بھی آئے گی تو میں تمہاری دوں گا اس طرح تڑپا تڑپا کر ماروں گا کہ دوسرے حاصل کریں گے۔"

"میں نے بھی تمہارا یہی انجام سوچ رکھا جرأت کیسے ہوئی کہ تم میرے علاقے میں آ کر دھندا کرو اور یہاں سے پچاس لاکھ ڈالرز ایک لے جاؤ۔ اپنی بیٹی کی سلامتی چاہتے ہو تو میرے ڈالر لوٹا دو اور اپنی بیٹی کو لے جاؤ۔"

اس نے جواب سنے بغیر ریسیور کو کریڈل پر رکھ گن مین نے کہا "باس! کیسٹ ریوائنڈ ہو چکا ہے آن کر رہے ہیں۔"

ایک بٹن سے ٹی وی آن ہو گیا۔ اسکرین مختلف حصے دکھائی دینے لگے بہت دیر تک ٹی وی پھر ایک بلی اسکرین پر دکھائی دی وہ کچن میں بھوک مٹا رہی تھی۔ سیم سن نے غصے سے کہا "سے گھس آئی؟ کیسٹ فارورڈ کرو۔"

وہ کیسٹ تیزی سے فارورڈ ہونے لگا۔ مناظر بدلنے لگے۔ کبھی کمرا دکھائی دیتا تھا کبھی ڈرائنگ کوریڈور کبھی کچن پھر سیم سن نے چونک کر کہا "روکو۔"

کیسٹ رک گیا آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ انہوں دروازہ کھل رہا تھا پھر وہاں سے ایک بچہ داخل ہو دیا وہ تقریباً تین یا چار برس کا بچہ تھا اس کی چال تھا جیسے وہ اپنے گھر میں آیا ہو وہ وہاں سے گزر روم میں آیا پھر ڈرائنگ روم سے نکلتا ہوا ایک کو پہنچ گیا۔ سیم سن حیرانی اور پریشانی سے کہہ رہا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کسی دشمن نے اسے جاسوسی بھیجا ہے اس کے جسم میں یا لباس میں کوئی جاسوسی ہو گا۔"

دیسے صاف نظر آ رہا تھا کہ کوئی آلہ اس ساتھ نہیں ہے۔ وہ بڑی معصومیت سے چلتا ہوا میں پہنچ گیا پھر بیڈ پر جا کر آرام سے لیٹ گیا تھا

ہی اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں' اب وہ گہری نیند میں ب کا تھا۔

سیم سن نے کہا "یہ تو میرے بیڈ روم میں گھسا ہوا ہے۔ لوگوں نے وہاں جا کر نہیں دیکھا تھا؟"

ایک گن مین نے کہا "باس! ہم نے وہاں دیکھا تھا یہ بچہ کر نہیں آیا۔"

سیم سن نے اس لڑکی کو دیکھ کر پوچھا "لیزا تم اس بچے کو پالتی ہو اسے تمہارے باپ نے یہاں بھیجا ہو گا۔"

لیزا نے کہا "تم اوپر سے شیر بنتے ہو مگر اندر سے میرے باپ سے ڈرتے رہتے ہو۔ اس معصوم بچے کے پیچھے تمہیں میرا اپنی موت کی طرح دکھائی دے رہا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ آج کل بچوں کے ذریعے بڑی بڑی واتیں کی جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے تمہارے باپ نے اس بچے کے لباس کے اندر بم لپیٹ کر رکھے ہوں ان بموں کے ساتھ کوئی ایسا کنکشن ہو گا کہ ہمارے جاتے ہی وہ بم پھٹ پڑیں گے۔"

لیزا نے ہنستے ہوئے کہا "ہمارے ہاں ہالی ووڈ کی فلموں میں ایسے ہی مناظر دکھائے جاتے ہیں۔ ایک معصوم بچے کو بھی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس بچے کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی کیا گیا ہو اس لیے سیم سن اب تمہاری خیر نہیں ہے اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو اور یہاں سے فرار ہونے کے بعد بھی اپنے اس بنگلے کو کھنڈر بنتے نہیں دیکھنا چاہتے تو مجھے رہا کر دو ورنہ یہ بچہ اپنی ذات میں تم سب کے لیے ملک الموت ہے۔"

سیم سن پریشان ہو کر کچھ سہم کر اسکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بڑی سی اسکرین پر بیڈ روم کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ بچے کا سونے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ قیامت کی نیند سو رہا ہے اور ان سب کو بھی قیامت کی نیند سلانے والا ہے۔

سسپنس ڈائجسٹ
کا معروف سلسلہ اب کتابی شکل میں
انبیائے کرام کی سوانحات پر مبنی مضامین
سورۃ الانبیاء
سید شہید بلگرامی کے قلم سے
قیمت فی حصہ 150 روپے
ڈاک خرچ فی حصہ 25 روپے
خوبصورت کور ورق
مضبوط جلد
23 انبیائے کرام کی زندگی کے بصیرت افروز چونکا دینے والے پر از حقائق واقعات جن کا عام لوگوں کو علم نہیں۔
ان پیغمبران دین کے واقعات جن کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔
جذبہ ایمانی تازہ کرنے کیلئے ان کی سوانحات کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔
قارئین کے پرزور اصرار پر دو حصوں میں شائع کی جا رہی ہے
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 29 رمضان چیمبرز نیلور یا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی 74200
فون: 5802552-5895313
فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
کتاب کی قیمت منی آرڈر کے ذریعے بھیجیں

سیم سن کے ہوش اڑ گئے تھے۔ وہ اسکرین پر عدنان کو گہری نیند سوتے دیکھ رہا تھا۔ اس اندیشے نے اس کے ذہن کو جکڑ لیا تھا کہ اس سونے والے بچے کے لباس کے اندر تباہ کن اور مہلک بم بندھے ہوئے ہیں جو کسی وقت بھی بلاسٹ ہوسکتے ہیں۔ سیم سن کا تعلق انڈر گراؤنڈ ڈرگ مافیا سے تھا۔ اس کی دشمنی اپنے ہی جیسے ڈرگ مافیا کے ایک گاڈ فادر سے تھی۔ اس نے دشمنی کی بنا پر اس کی بیٹی لیزا کو اغوا کیا تھا اور اسے اپنے بنگلے پر لے آیا تھا۔ اس وقت لیزا اس کے پاس قیدی بنی ہوئی تھی اور اس کے حواریوں کے گن پوائنٹ پر تھی۔

لیزا نے سیم سن سے کہا تھا کہ وہ اسے رہا کردے اور یہاں سے نکل جائے ورنہ وہ تین برس کا بچہ ان کے لیے ملک الموت بن سکتا ہے۔ سیم سن نے اپنے حواریوں کو حکم دیا کہ جو کیسٹ ریکارڈر چل رہا ہے اور جس کے ذریعے عدنان ٹی وی اسکرین پر دکھائی دے رہا ہے اس کیسٹ ریکارڈر کو بند کیا جائے اور اس کے بیڈ روم کے خفیہ کیمروں کو آن کیا جائے۔ تاکہ معلوم ہوسکے کہ وہ بچہ اب بھی وہاں سو رہا ہے یا نہیں؟

اس کے احکامات کی فوراً تعمیل کی گئی۔ وی سی آر اور کیسٹ کو بند کردیا گیا اور اس بیڈ روم کے کیمروں کو آن کردیا گیا۔ ان کے آن ہوتے ہی عدنان دکھائی دیا۔ وہ نیند میں نہیں تھا جاگ رہا تھا۔ ٹی وی کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھا آئس کریم کھاتے ہوئے کارٹون پروگرام دیکھ رہا تھا۔

سیم سن نے لیزا کو پکڑ کر اپنے ساتھ باہر لے جاتے ہوئے کہا "تم لوگوں نے اسے کس طرح تلاش کیا تھا۔ وہ میرے بیڈ روم میں ہے۔ تمہیں نظر کیوں نہیں آیا؟"

دو حواریوں نے کہا "باس! ہم آپ کے بیڈ روم میں گئے تھے لیکن وہ نظر نہیں آیا تھا۔ کہیں چھپ گیا ہوگا۔ ہم ابھی اسے پکڑ کر لاتے ہیں۔"

وہ چیخ کر بولا "نہیں اسے میرے پاس نہ لانا۔ پہلے اس کے لباس کے اندر اچھی طرح دیکھو اگر وہاں بم بندھے ہوئے ہوں تو انہیں الگ کرکے دور لے جاکر کہیں پھینک دو۔"

وہ لیزا کے ساتھ بنگلے سے باہر آکر کار میں بیٹھ گیا پھر کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے بہت دور چلا آیا تھا کہ بم کا دھماکا ہو تو وہ محفوظ رہ سکے۔

بنگلے کے اندر دو حواری پھر عدنان کو تلاش کرنے کے لیے اس بیڈ روم میں آئے۔ عدنان ٹی وی بند کرکے اسٹور روم میں چلا گیا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ اسی کمرے میں تھا لیکن اعلیٰ بی بی اور عبداللہ نے دو حواریوں کے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا اور انہیں یہ سمجھنے نہیں دیا تھا کہ عدنان اس کمرے میں موجود ہے۔ جب کہ وہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھا لیکن غائب دماغ رہنے کے باعث عدنان انہیں نظر نہیں آیا تھا۔

اس بار بھی وہ اس بیڈ روم میں آئے ہر جگہ دیکھا کیا اسٹور روم کا دروازہ بھی کھول کر دیکھا۔ وہاں عدنان موجود ہوا تھا لیکن انہیں نظر نہیں آیا۔ اس وقت وہ دونوں غائب دماغ تھے۔

سیم سن نے فون کا بزر سن کر آن کرتے ہوئے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے حواری نے کہا "باس! یہاں اچھی طرح ڈھونڈ لیا ہے وہ بچہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔"

"کیا بکواس کررہے ہو؟ میں نے اسکرین پر اسے دیکھا ہے۔ کیا میرے بیڈ روم کے کیمرے آن نہیں ہیں؟" اس نے دوسری بار بھی ویڈیو کیسٹ کے ذریعے اس بچے کو دیکھا تھا؟"

"اس وقت کوئی غلطی ہوئی تھی۔ ہم ابھی ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ بیڈ روم خالی دکھائی دے رہا ہے۔ اسٹور روم بنگلے کے دوسرے حصے بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ وہ بچہ کہیں نظر نہیں آرہا ہے۔"

"عجیب ہے میں ابھی آرہا ہوں۔"

اس نے فون کو بند کیا پھر گاڑی اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے کے احاطے میں آگیا۔ گاڑی سے اتر کر تیز قدموں سے چلتا ہوا بنگلے میں داخل ہوا۔ وہ سیدھا اسٹور روم کی طرف گیا۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس کی نظر پکڑ کر کھینچتا ہوا اندر لے گیا۔ اس نے ٹی وی لانچ کیا۔ ٹی وی اسکرین پر دیکھا اس کا بیڈ روم خالی دکھائی دے رہا تھا۔ اسے بچے کی آواز سنائی دی "میں یہاں ہوں۔"

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ عدنان زینے کے اوپری حصے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول تھا۔ اعلیٰ بی بی اس کے دماغ میں تھی اور عبداللہ سیم سن کے ذہن کو کنٹرول کررہا تھا۔ اس کے اندر دہشت پیدا کررہا تھا۔ بچے کے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لباس کے اندر یقیناً بم بندھے ہوئے ہوں گے۔ ریموٹ کنٹرول کا بٹن دباتے ہی دھماکا ہوگا اور ان سب کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔

وہ خوف سے ذرا پیچھے ہٹ کر بولا "تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

عدنان نے لیزا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "میری سسٹر ہے میں اسے یہاں سے لے جانا چاہتا ہوں۔"

وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر بولا "ٹھیک ہے ٹھیک

اسے لے جاؤ تم فوراً یہاں سے جاؤ۔"

لیزا بڑی محبت سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ زینے سے اتر کر اس کے پاس آیا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا "کم آن سسٹر! ہم یہاں سے چلیں۔"

وہ اس کے ساتھ بنگلے کے باہر نکل آیا۔ وہاں سیم سن کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ لیزا عدنان کے ساتھ اسٹیئرنگ سیٹ پر آگئی پھر کار کو اسٹارٹ کرکے وہاں سے جانے لگی۔ سیم سن دروازے پر کھڑا انہیں جاتا دیکھ رہا تھا۔ جب وہ بہت دور نکل گئے تب اس نے اطمینان کی سانس لی۔

لیزا نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا "تمہیں میرے ڈیڈی نے بھیجا ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میں تمہارے ڈیڈی کو نہیں جانتا۔"

اس نے ہاتھ کھڑکی سے باہر کرکے اس ریموٹ کنٹرولر کو پھینک دیا۔ لیزا نے کہا "یہ تو ٹی وی کا ریموٹ کنٹرولر تھا۔ کیا تمہارے لباس کے اندر بم بندھے ہوئے نہیں ہیں؟"

اس نے لباس کے اندر سے پرفیوم کی ایک شیشی نکال کر کہا "میں بموں سے نہیں کھیلتا۔ مجھے خوشبو اچھی لگتی ہے۔"

"تم کون ہو اور اس بنگلے میں کیا کررہے تھے؟"

"مجھے نیند آرہی تھی۔ میں وہاں سونے کے لیے گیا تھا۔"

"کیوں تمہارا اپنا گھر نہیں ہے؟"

"میرا گھر ہوتا تو میں ادھر کیوں آتا؟"

"تمہارے ماں باپ کہاں ہیں؟"

"ماں باپ بچھڑے ہوئے ہیں۔ میں ممی کو تلاش کررہا ہوں اور پاپا مجھے تلاش کررہے ہیں۔"

"تم انہیں کہاں تلاش کررہے ہو؟"

"کوئی بھی گم ہوجائے تو اسے کہاں تلاش کرنا چاہیے؟ کیا تم بتا سکتی ہو؟"

"نہیں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں تلاش کرنا چاہیے۔ اسی لیے گم ہونے والوں کو جگہ جگہ تلاش کیا جاتا ہے۔ تم واقعی بھٹک رہے ہو گے میں تمہاری کیا مدد کرسکتی ہوں؟"

وہ کھڑکی کے باہر دیکھ کر بولا "گاڑی روکو۔"

اس نے گاڑی روک کر پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے بولا "میں اس دکان سے چاکلیٹ لے کر ابھی آتا ہوں۔"

وہ دوڑتا ہوا ایک بڑی سی دکان کے اندر چلا گیا۔ اس کی جیب میں ایک سکہ بھی نہیں تھا۔ اس نے دکان کے اندر پہنچ کر اپنی پسند کا ایک چاکلیٹ لیا پھر اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ اسے یاد آیا کہ اس کی جیب تو بالکل خالی ہے۔ وہ چاکلیٹ نہیں کھا سکے گا۔ اسی وقت اعلیٰ بی بی نے دکان دار کے اندر پہنچ کر اس کی زبان سے کہا "بیٹے! کوئی بات نہیں چاکلیٹ لے جاؤ۔"

وہ دکان کے دوسرے دروازے سے باہر جانے لگا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "اس دروازے سے نہیں اس دروازے سے جاؤ۔ وہ لڑکی لیزا تمہارا انتظار کررہی ہے۔"

عدنان نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں تمہارے پاپا کی بہن ہوں۔ تمہاری آنٹی ہوں۔ اگر تم لیزا کے پاس نہیں جاتے تو نہ سہی۔ یہیں تھوڑی دیر انتظار کرو۔ تمہاری گرینڈ مما آرہی ہیں۔"

اسی لمحے عدنان کے خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ وہ جو ایک خیال پر مرکوز تھا۔ اب نہیں رہا اعلیٰ بی بی اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم نہیں کرسکتی تھی کہ وہ وہیں رکا ہوا ہے یا کہیں جارہا ہے؟ وہ فوراً ہی لیزا کے دماغ میں پہنچی پھر اسے کار سے نکل کر اس دکان کے اندر آنے اور پھر دوسرے دروازے سے نکلنے پر مجبور کیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات پیدا کی کہ وہ بچہ کہیں گم ہوگیا ہے اسے تلاش کرنا ہے۔

وہ دکان کے آگے پیچھے ہر جگہ جاکر اسے ڈھونڈنے لگی۔ اب وہ کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے سونیا کے پاس آکر کہا "اوہ مما! آپ کا پوتا بہت پریشان کررہا ہے۔ وہ پھر گم ہوگیا ہے۔"

سونیا نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا اس کے خیالات پھر ناقابلِ فہم ہوگئے ہیں؟"

"ہاں... پھر خیالات گڈمڈ ہوگئے ہیں۔ جب تک وہ کسی ایک خیال پر مرکوز نہیں رہے گا اس وقت تک ہمیں معلوم نہیں ہوسکے گا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کررہا ہے؟"

"چلو اس بات کا تو اطمینان ہے کہ وہ اسی شہر میں ہے اور ہم اسے کہیں نہ کہیں ڈھونڈ لیں گے۔"

"کیا آپ کا پاسپورٹ بن چکا ہے؟"

"ہاں۔ برازیل کے گورنر نے ایک گھنٹے کے اندر پاسپورٹ اور ویزا پہنچا دیا ہے۔ اس میں عدنان کی بھی انٹری ہے میں اسے ساتھ لے کر جاسکتی ہوں۔"

"اب تو وہ جیسے ہی ملے آپ اسے پکڑ کر اپنے ساتھ یہاں سے لے جائیں۔"

"وہ پکڑ میں آئے تب کی بات ہے۔ بے چارہ اپنی ماں کو تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ اسے سمجھایا بھی ہے کہ وہ مر چکی ہے۔ اس دنیا میں نہیں ہے لیکن وہ بضد ہے کہ اسے تلاش کر کے ہی رہے گا۔ پتا نہیں کہاں سے اس مرنے والی کو ڈھونڈ کر لائے گا؟"

وہ ایک شاہراہ کے فٹ پاتھ پر کھڑا ہوا دور تک دیکھ رہا تھا۔ جیسے اپنی ماں کو تلاش کر رہا ہو پھر وہ ایک طرف جانے لگا۔ جس کا وجود ہو اور کوئی پتا ٹھکانا نہ ہو' تو تلاش بسیار کے بعد وہ مل ہی جاتا ہے لیکن جس کا وجود ہی نہ ہو وہ کیسے ملے گا؟

ایک تو وہ بچہ تھا پھر تلاش کرنے کا انداز بھی بچگانہ تھا پیدل چل رہا تھا۔ کوئی گاڑی نہیں تھی۔ سر پر کوئی چھت نہیں تھی۔ جیب میں رقم نہیں تھی۔ دنیا والوں کے جھوٹ اور فریب کو نہیں سمجھتا تھا۔ اپنوں سے کترا رہا تھا اور دشمنوں سے بچ بچ کر نکل رہا تھا۔

دلربا ایک دکان سے نکل کر اپنی کار کی طرف جا رہی تھی۔ سامنے سے عدنان گزر رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ کچھ سوچا' یاد کیا پھر اسے آواز دی "اے بچے...! رک جاؤ۔ ادھر دیکھو۔ میری بات سنو۔"

وہ سن نہیں رہا تھا۔ اپنی دھن میں چلا جا رہا تھا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس کے پیچھے آئی اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "میں تمہیں بلا رہی ہوں۔ رک جاؤ میری بات سنو۔"

وہ رک گیا۔ اس کی طرف دیکھ کر بولا "تم کون ہو؟ میں اپنی ممی کے پاس جا رہا ہوں۔ تم میری ممی نہیں ہو سکتیں۔"

دلربا نے پوچھا "کیا تمہارا نام عدنان ہے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا پھر کہا "ہاں۔ تم میرا نام کیسے جانتی ہو؟"

"میں تمہارے پاپا کو جانتی ہوں۔ ان کا نام پورس ہے میں ان کی گرل فرینڈ ہوں۔"

عدنان نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس کی آنکھیں شیوانی جیسی تھیں اور اس وقت ایسا ہی لگ رہا تھا' جیسے شیوانی گھور کر اپنی سوکن کو دیکھ رہی ہو۔

دلربا اس سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ آنکھیں اس کے دل کو جکڑ رہی ہیں اور اس کا دل اب دھڑکنا بھول جائے گا۔

وہ اپنے دل کی جگہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی "اوہ گاڈ! پورس نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ تمہاری آنکھیں اتنی خطرناک ہیں۔"

وہ اس طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ نظریں جھکا کر بول رہی تھی "تم میرے ساتھ چل کر گاڑی میں بیٹھو۔ میں ابھی تمہارے پاپا کو فون کرتی ہوں۔ وہ یہاں آ جائیں گے۔"

وہ سخت لہجے میں بولا "میری طرف دیکھو۔"

اس نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں جیسے ان ننھی آنکھوں سے چپک کر رہ گئیں۔ وہاں سے وہ نظریں نہ ہٹا سکی پھر اسے یوں لگا جیسے عدنان کی بچگانہ آواز میں کسی عورت کی آواز گھل مل گئی ہے اور وہ بڑے ہی سخت لہجے میں کہہ رہی ہے "تم پورس کی زندگی سے نکل جاؤ۔ میں حکم دیتی ہوں یہاں سے جاؤ اور پھر کبھی پورس سے نہ ملو۔ جاؤ چلی جاؤ۔"

اس پر سحر سا طاری ہو گیا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر اپنی کار کی طرف ایسے جانے لگی جیسے نیند میں چل رہی ہو۔ اس کی پلکیں نہیں جھپک رہی تھیں۔ وہ کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی پھر اسے اسٹارٹ کر کے وہاں سے جانے لگی۔ عدنان چپ چاپ کھڑا اسے جاتے دیکھتا رہا۔ جب وہ کار نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ بھی پلٹ کر بھٹکنے کے لیے وہاں سے جانے لگا۔

❂✲❂

وہ بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ وقت نہیں گزر رہا تھا۔ جینا نے اس سے کہا تھا کہ اس کی وہ قابل اعتراض تصویریں اسے واپس مل جائیں گی۔ وہ دو گھنٹے کے اندر بدنامی سے بچ جائے گی۔

وہ دو گھنٹے نہیں گزر رہے تھے۔ وہ ٹھیک دو گھنٹے بعد فون پر جینا سے پوچھنے والی تھی کہ اس کا کام ہو گیا ہے یا نہیں؟ کیا اس کا ہرجائی محبوب تصویریں واپس کر چکا ہے؟

اس کے باپ نے آ کر کہا "دو گھنٹے گزرنے والے ہیں امید ہے کہ تمہارا کام ہو جائے گا اور ہم بدنامی سے بچ جائیں گے۔"

وہ بولی "سنجے بہت ہی ذلیل اور کمینہ ہے۔ مجھے امید نہیں ہے کہ وہ میری تصویریں واپس کرے گا۔ پتا نہیں یہ ساگن دیوی اپنی آتما شکتی سے کچھ کر پائے گی یا نہیں؟"

باپ نے کہا "تم کس آتما شکتی کی باتیں کرتی ہو سائنسی ترقی کے دور میں سانسیں لے رہی ہو اور جاہلانہ عقیدے کی باتیں کر رہی ہو۔ میں آتما شکتی کو نہیں مانتا۔"

"پھر تو ہمیں مایوس ہو جانا چاہیے۔ ساگن دیوی کچھ

نہیں کرے گی۔"

"ضرور کرے گی میں اب بھی یقین سے کہتا ہوں کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے یاری کر چکی ہے۔ وہ تمہارا کام ضرور کرے گی۔"

"آپ پھر اس کی ٹیلی پیتھی کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اگر وہ جانتی ہے تو جاننے دیں۔ آپ اس کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیں گے۔ ڈی' جی اور کمشنر صاحب نے بھی وعدہ کیا ہے کہ اب سدا ساگن دیوی کا محاسبہ نہیں کیا جائے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کال بیل کی آواز سنائی دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک ملازمہ نے آ کر کہا "سنجے صاحب آئے ہیں آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہو گئی۔ اپنے باپ سے بولی "معلوم ہوتا ہے میرا کام ہو رہا ہے۔ ساگن دیوی نے اسے بھیجا ہو گا۔"

پھر اس نے ملازمہ سے کہا "جاؤ۔ اسے فوراً یہاں بھیجو۔"

وہ چلی گئی۔ ایک منٹ کے اندر ہی سنجے سر جھکائے وہاں آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا لفافہ تھا۔ اس نے وہ لفافہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "ارچنا! مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں دھوکا دیا اور اس کے بعد تمہیں بدنام کرنا چاہتا تھا لیکن اب نہیں کروں گا۔ اس لفافے میں تمہاری تصویریں ہیں۔ ساری تصویریں آدھی آدھی جلی ہوئی ہیں۔ نیگیٹیو بھی ہیں۔ تم دیکھ کر تسلی کر سکتی ہو۔"

وہ لفافہ لے کر باپ سے دور ہو گئی پھر ایک جگہ جا کر وہ تصویریں نکال نکال کر دیکھنے لگی۔ اگرچہ چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ تصویریں آدھی جلی ہوئی تھیں اس کے باوجود اس نے پہچان لیا کہ یہ سب اسی کی تصویریں ہیں۔ نیگیٹیو بھی اسی کے تھے۔ اس نے ان سب کو دوبارہ لفافے میں رکھا پھر پلٹ کر ان کی طرف آتے ہوئے بولی "میں انہیں ابھی جلا ڈالوں گی۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہارا ارادہ کیسے بدل گیا؟ کیا ساگن دیوی تمہارے پاس آئی تھی؟"

"وہ میرے گھر نہیں آئی تھی۔ میرے خواب میں آئی تھی۔ اگرچہ وہ سونے کا وقت نہیں تھا لیکن اچانک میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے دیکھا کہ ساگن دیوی مجھ سے کہہ رہی تھی کہ کسی کو بدنام کرنا کسی کو بدنام کر کے اس پر کیچڑ اچھالنا بہت بڑا پاپ ہے وہ تصویریں ارچنا کو واپس کر دو۔ ورنہ بہت نقصان اٹھاؤ گے۔ تمہارا باپ ابھی کار کے حادثے میں زخمی ہو کر اسپتال پہنچا ہوا ہے۔ اگر تم ارچنا کو تصویریں واپس نہیں کرو گے تو وہ اسپتال سے واپس نہیں آ سکے گا۔ اس کی لاش ہی یہاں لائی جائے گی۔"

سنجے نے ارچنا کو دیکھا پھر کہا "جب میری آنکھ کھلی تو فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے میرے ڈیڈی کے سیکریٹری نے اطلاع دی کہ وہ کار کے حادثے میں زخمی ہو گئے ہیں اور اس وقت اسپتال میں ہیں۔"

وہ دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے بولا "میں نے اسی وقت توبہ کر لی اور سمجھ گیا کہ ساگن دیوی اپنی آتما شکتی سے یہ سب کچھ کر رہی ہے۔ میں نے ان تصویروں کو تھوڑا تھوڑا سا جلایا تاکہ تمہارا چہرہ کسی کو دکھائی نہ دے تمہیں بھی دکھائی نہ دے پھر میں یہ سب کچھ تمہارے پاس لے آیا۔"

ارچنا نے کہا "تم نے دشمنی کی تھی لیکن ان تصویروں کو لوٹا کر مجھ پر احسان کر رہے ہو۔ بیٹھو چائے پی کر جاؤ۔"

"نہیں۔ ہمارے بزرگوں کی سیاسی دشمنی قائم رہے گی۔ میں دشمن کے گھر میں پانی بھی نہیں پیوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ پلٹا اور تیزی سے چلتا ہوا باہر چلا گیا۔ ارچنا نے ریسیور اٹھا کر جینا کے نمبر ڈائل کیے' پھر رابطہ ہونے پر کہا "میں ارچنا بول رہی ہوں۔ ساگن دیوی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

اسے انتظار کرنے کے لیے کہا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جینا کی آواز سنائی دی "ہاں ارچنا! بولو کیا تمہارا کام ہو گیا؟"

"میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ تم بے شک آتما شکتی والی ہو۔ مجھے بولو میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں۔"

"میں غریبوں سے کبھی کچھ نہیں لیتی ہوں لیکن جو دھنوان ہوتے ہیں ان سے کہتی ہوں لاکھ' دس لاکھ کروڑ جتنی بھی رقم وہ دے سکتے ہیں وہ میرے پاس پہنچا دیں۔ میں یہ رقم غریبوں کو دان کرتی رہتی ہوں۔"

ارچنا نے اپنے باپ سے کہا "خوامخواہ ساگن دیوی پر شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اچانک دولت مند ہو گئی ہے۔ جبکہ وہ ہم جیسے دھنوانوں سے رقم لے کر غریبوں کو دیتی ہے۔ اب بتائیں اتنے بڑے کام کے بدلے آپ ساگن دیوی کو کتنی رقم دینا چاہیں گے؟ لاکھوں کی بات کریں۔"

"ٹھیک ہے میں ایک لاکھ روپے بھیج دوں گا۔"

"ایک نہیں پانچ لاکھ روپے دیں گے۔ اس نے صرف مجھے ہی نہیں آپ کے سیاسی کیریئر کو بھی بچایا ہے۔"

"اچھی بات ہے میں پانچ لاکھ کا چیک دوں گا۔"

اس نے فون پر کہا "ساگن دیوی! میں پانچ لاکھ کا چیک کل صبح تک بھیج دوں گی۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے باپ نے کہا "ہمارا شبہ درست ثابت ہو رہا ہے وہ بہت چالاک ہے۔ اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو چھپا رہی ہے یا پھر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے اندر چھپا رکھا ہے۔"

"پھر وہی باتیں کر رہے ہیں کیا اس کے خلاف ایکشن لیں گے؟"

"نہیں اب ہم اسے نہیں چھیڑیں گے ورنہ وہ خوامخواہ ہماری دشمن ہو جائے گی میں اس سلسلے میں ہائی کمان سے رابطہ کروں گا۔"

جینا نے ریسیور رکھ کر اپنے دل کو تھام لیا۔ فوراً سمجھ گئی کہ کبریا نے ارجنا کی مشکل آسان کر دی ہے۔

وہ انوکھا محبوب تھا اس کے اندر آکر خاموش رہتا تھا۔ اس سے بولتا نہیں تھا لیکن اس کی بڑی بڑی مشکلیں آسان کرتا رہتا تھا۔ وہ بڑے کرب سے بولی "کبریا۔ میری مشکل کب آسان کرو گے؟ میں تمہیں دن رات پکارتی رہتی ہوں۔ کب تک مجھ سے ناراض رہو گے؟ آج میں تمہارے خدا کا واسطہ تمہیں دیتی ہوں۔ مجھ سے بولو۔"

اسے اپنے اندر ایک گہری سانس سنائی دی پھر کبریا نے کہا "تم نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا ہے اس لیے بول رہا ہوں۔ ابھی باتیں کرنے کے بعد خاموش ہو جاؤں گا پھر کبھی نہیں بولوں گا۔"

"یہ کیسی سزا دے رہے ہو؟ مجھ سے کیوں نہیں بولو گے؟"

"کیوں بولوں؟ جب تم میری بات نہیں مانتی ہو تو میں تم سے کیا بولوں؟ کس لیے بولوں؟"

"میں تمہاری یہ بات مان لوں گی۔ تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو مجھے چھونا چاہتے ہو میں راضی ہوں آجاؤ مجھ سے دور نہ رہو میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔"

"میں تمہیں صرف چھونا نہیں چاہتا تمہیں اپنی شریکِ حیات بنانا چاہتا ہوں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ تم آپریشن کے لیے راضی ہو جاؤ۔"

"میں آپریشن نہیں کراؤں گی' ایک بہت بڑے ڈاکٹر نے پتاجی سے کہا تھا کہ دیر ہو چکی ہے بچپن ہی میں آپریشن ہو جانا چاہیے تھا۔ اب اگر ہو گا تو میرے بچنے کی امید بہت کم ہو گی شاید میں قسمت سے بچ جاؤں ورنہ موت لازمی ہے۔"

"کون جانتا ہے ہماری تمہاری موت کب آئے گی اور کس بہانے سے آئے گی؟ اگر آپریشن کے بہانے سے موت نے آنا ہے تو ہم تم روک نہیں سکیں گے اور اگر مقدر میں زندگی لکھی ہے تو تم آخری سانسوں تک زندگی گزارتی رہو گی۔"

"پلیز اس سلسلے میں مجھ سے بحث نہ کرو۔ میری بات مان لو چلے آؤ خدا کے لیے چلے آؤ۔ دیکھو میں بھگوان کا نام نہیں لے رہی ہوں۔ تمہارے خدا کا نام لے رہی ہوں آجاؤ۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "اب تو آنا ہی ہو گا میں آرہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "ایک وعدہ کرو۔"

"کیسا وعدہ؟"

"یہاں آنے تک تم میرے دماغ میں نہیں رہو گے۔ مجھے تنہا چھوڑ دو گے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ خود آرہا ہوں۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ وہ خوشی سے جھومتی بل کھاتی اٹھلاتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں آئی اور کنیزوں کو آوازیں دینے لگی۔ ایک ایک کنیز آنے لگی۔ وہ ان سے پوچھنے لگی "آج کیا پکایا ہے؟ بہترین کھانا پکاؤ اس کو ٹھی کے اصلی مالک آرہے ہیں۔ تم سب اپنا حلیہ درست کرو۔"

اس نے دوسری کنیز سے کہا "پورے بنگلے کو اچھی طرح چیک کرو کہ ٹھیک طرح صفائی ہوئی ہے یا نہیں ورنہ دوبارہ صفائی کرو۔"

اس نے تیسری کنیز کو کہا "باہر جا کر سیکیورٹی آفیسر سے کہو۔ حمزہ صاحب آنے والے ہیں انہیں گیٹ پر نہ روکا جائے۔"

وہ پھر خود آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے حسین سراپا کو دیکھتے ہوئے بناؤ سنگھار میں مصروف ہو گئی۔ ایک کنیز الماری سے ملبوسات نکال نکال کر دکھا رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کون سا لباس پہن کر کبریا کے سامنے جانا چاہیے۔

اس نے سولہ برس تک کبھی اپنے لیے بھی سنگھار نہیں کیا تھا۔ صاف ستھری اور پاکیزہ رہتی تھی۔ آئینے میں خود کو دیکھتی تھی مگر کبھی بننے سنورنے کا شوق دل میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ آج پہلی بار وہ کبریا کے لیے سنگھار کر رہی تھی۔

وہ پہلا مرد تھا جس کے سامنے جانے کے لیے خوب سے خوب تر بننے کا جذبہ پیدا ہوا تھا۔ وہ اپنے آپ کو خوب نکھار رہی تھی۔ اسی وقت ایک کنیز نے آکر کہا "حمزہ صاحب کی کار احاطے میں داخل ہو گئی ہے۔"

اس کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔ وہ بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم کی طرف جانے لگی۔ دوسری کنیز نے آکر کہا "حمزہ صاحب گاڑی سے اتر کر آرہے ہیں۔"

پھر وہ آگیا وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ جینا نے اسے بہت پہلے ایک بار ہوٹل کے کمرے میں دیکھا تھا۔ وہ چند منٹ تک سامنے رہ کر چلا گیا تھا۔ اس کے بعد اب نظر آرہا تھا۔

کبریا نے بھی پہلی بار اسی ہوٹل میں اسے دیکھا تھا اور ہزار جان سے عاشق ہو گیا تھا پھر اسے چھپ چھپ کر دیکھتا رہا تھا۔ آج تو وہ قیامت لگ رہی تھی اتنی خوب صورتی سے ساڑھی باندھ رکھی تھی کہ جسم کے نشیب و فراز بغاوت پر آمادہ کر رہے تھے۔ چہرے کے نقوش بڑے ہی جاذب نظر تھے۔ آنکھوں میں گہری سنجیدگی اور چمک اور ایسی دلکشی تھی کہ دل بے اختیار اس کی طرف کھنچا جاتا تھا۔

وہ شرما رہی تھی۔ سر جھکا کر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "میرے کمرے میں چلیں۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ کبریا اس کے ساتھ ساتھ بیڈ روم میں آیا۔ تنہائی ملتے ہی اس نے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ ہولے ہولے کانپنے لگی پھر عاجزی سے بولی "پلیز۔ مجھے ہاتھ نہ لگائیں۔"

"تم نے وعدہ کیا تھا۔ مجھے چھونے دو گی۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔"

"تم تو کانپ رہی ہو۔ جذبوں سے کانپ رہی ہو۔ اس کا مطلب ہے تمہیں اچھا لگ رہا ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔ مجھے آج تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔"

"کوئی پرایا ہاتھ لگائے تو اچھا نہیں لگتا کیا میں پرایا ہوں؟ تم مجھے اپنا نہیں سمجھتی ہو۔"

"میرا دل جانتا ہے میرا بھگوان جانتا ہے کہ میں اپنے سے بھی زیادہ تمہیں اپنا سمجھتی ہوں۔ دن ہو یا رات ہو سوتے جاگتے تمہارے بارے میں ہی سوچتی رہتی ہوں۔"

"میں تمہارے دل کا اور دماغ کا حال جانتا ہوں۔ اسی لیے اپنا حق مانگ رہا ہوں۔"

اس نے اچانک ہی اسے کھینچ کر اپنے بازوؤں میں بھر لیا وہ جذبوں سے تھرتھر کانپنے لگی۔ اس کے سینے میں منہ چھپانے لگی۔ بہت کچھ بولنا چاہتی تھی مگر ان لمحات میں بولنا بھول گئی تھی۔

کبریا نے کہا "ہمارے میل ملاپ کی ایک حد قائم رہے گی۔ میں اس حد سے کبھی آگے نہیں بڑھوں گا ہمارے ایک روحانی پیشوا نے مجھے سمجھایا ہے کہ جب تک تمہارا آپریشن نہیں ہو گا اس وقت تک ہمارے درمیان فاصلہ رہنا چاہیے۔ لہٰذا میں فاصلہ قائم رکھوں گا۔"

وہاں سے بہت دور پولیس کمشنر آرمی ہیڈ کوارٹر میں ایک اعلیٰ افسر مانک لال سے باتیں کر رہا تھا۔ اسے جینا کے بارے میں بہت کچھ بتا رہا تھا۔ مانک لال نے کہا "میں نے ساگن دیوی کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے۔ اخبارات میں اس کے متعلق خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں اس کی تصویریں بھی دیکھی ہیں لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ اس کی آتما شکتی کے پیچھے ٹیلی پیتھی چھپی ہوئی ہے۔"

کمشنر نے کہا "ہمارے دیش میں فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک عرصے سے چھپے ہوئے ہیں اور پتا نہیں ہمارے ملک کے خلاف کیا کر رہے ہیں؟ مجھے شبہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ساگن دیوی کے پاس آتے ہیں اس سے دماغی رابطہ رکھتے ہیں۔"

"شبہ ہونا ہی چاہیے۔ وہ ایک سدا سہاگن لڑکی کو ساگن دیوی بنا کر لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں لیکن ہم ان کے فریب میں نہیں آئیں گے۔ تم اس ساگن دیوی کو گرفتار کر لو۔"

"سر بہت مشکل ہے جو بھی اسے گرفتار کرنے جائے گا۔ وہ دماغی اذیتوں میں گرفتار ہو جائے گا اس سے پہلے بھی جس کسی نے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اسے ہی نقصان پہنچ گیا وہ جان سے گیا یا پھر اپاہج بن گیا۔"

"کیا ٹیلی پیتھی کے خوف سے اس لڑکی کا محاسبہ نہیں کیا جائے گا؟"

"ضرور کیا جائے گا سر۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے ہمارا ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس لڑکی کا محاسبہ کر سکتا ہے وہ بے نقاب ہو گی تو پتا چلے گا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنی ہوئی ہے۔"

"ہوں۔ تم ایسا کرو اس لڑکی کے بڑے بڑے فوٹو گراف لے آؤ میں چنڈال جوگیا سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔"

"میں ابھی ایک گھنٹے کے اندر اس کے کئی فوٹو گراف پہنچوا دوں گا۔"

وہ پرنام کر کے چلا گیا۔ مانک لال ان چھ یوگا جاننے والے افسروں میں سے ایک تھا جو چنڈال جوگیا سے براہِ راست رابطہ رکھتے تھے۔ اس نے پانچ یوگا جاننے والے افسروں کو فون پر کہا "ایک اہم معاملے پر گفتگو کرنی ہے لہٰذا

آپ فوراً کانفرنس روم میں چلے آئیں۔"

وہ سب آرمی ہیڈ کوارٹر میں تھے۔ پندرہ منٹ کے اندر کانفرنس روم میں پہنچ گئے۔ مانک لال انہیں جینا کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا۔ اس کی تمام باتیں سننے کے بعد یانچوں افسران نے تشویش کا اظہار کیا اور اس بات سے متفق ہوئے کہ جینا کے پیچھے ضرور فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے چھپے رہتے ہیں۔

ایک افسر نے کہا "ہمارا چنڈال جوگیا ہی اس لڑکی کو بے نقاب کرسکتا ہے۔"

مانک لال نے کہا "ہم نے فیصلہ کیا تھا' چنڈال جوگیا کو فرہاد سے کبھی ٹکرانے نہیں دیں گے اس سے دور ہی رکھیں گے۔"

ایک افسر نے کہا "ہم اپنے اس فیصلے کو قائم رکھیں گے۔ چنڈال جوگیا ہمارے دیش کا بہت بڑا سرمایہ ہے۔ یوں سمجھیں کہ ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک ہتھیار ہمارے پاس آگیا ہے ہم اسے ہر پہلو سے تحفظ دیتے رہیں گے۔"

"سماگن دیوی کو بے نقاب کرنا بھی ضروری ہے۔ ہمیں کوئی تدبیر سوچنا چاہیے۔ چنڈال جوگیا اس طرح خیال خوانی کرے کہ فرہاد کو دشمنی کا شبہ نہ ہو۔ یہ سب ہی جانتے ہیں کہ فرہاد علی تیمور اس وقت تک دشمنی نہیں کرتا جب تک کوئی اسے دشمنی پر مجبور نہ کرے۔"

کمشنر نے جینا کی بڑی بڑی تصویریں پہنچوا دیں۔ وہ ان تصویروں کو دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا "یہ تو بہت ہی خوب صورت لڑکی ہے یقین نہیں آتا کہ یہ سدا سماگن ہے۔"

دوسرے افسر نے پوچھا "کیا واقعی یہ لڑکی ہوتے ہوئے بھی لڑکی نہیں ہے؟"

"ہم نے تو یہی سنا ہے اب اندر کا بھید وہی جانتی ہے یا پھر ہمارا چنڈال جوگیا اس کے خیالات پڑھ کر اس کے اندر کی بات معلوم کرسکتا ہے۔"

مانک لال نے فون کے ذریعے چنڈال جوگیا سے رابطہ کیا پھر کہا "میں ایک ضروری معاملے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے کہا "آپ بولیں میں سن رہا ہوں۔"

"یہ باتیں فون پر نہیں ہوسکیں گی۔ میں ابھی آکر تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"آپ آجائیں میں انتظار کررہا ہوں۔"

چنڈال جوگیا نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ بہت پریشان تھا پہلے تو اسے معلوم ہوا کہ فرمان کہیں گم ہوگیا ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا تو فرمان نے سانس روک کر اسے اپنے اندر آنے نہیں دیا تھا۔ اسی وقت اس نے سمجھ لیا تھا کہ فرمان اس کے تنویمی عمل سے رہائی حاصل کرچکا ہے۔

یہ معلوم ہوتے ہی اس نے فوراً ہی اپنی بیٹی انیتا سے رابطہ کیا پتا چلا کہ وہ بھی اس کی خیال خوانی کی لہروں کو روک رہی ہے۔ بیٹی اور داماد دونوں ہی باغی ہوگئے تھے۔ اس نے انیتا کی ملازمہ کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ انیتا نے اسے چھٹی دے دی تھی۔ وہ بنگلے میں تیار ہونا چاہتی تھی کیونکہ اس کا انیل شرما اس سے ملنے کے لیے آنے والا تھا۔

اس نے ملازمہ کو اس بنگلے کی طرف دوڑایا تاکہ اس کے ذریعے انیتا سے باتیں کرے اور اگر وہ دماغ میں نہ آنے دے تو ملازمہ کے ذریعے اسے زخمی کرکے یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے معلوم کرسکے کہ فرمان کہاں ہے اور کیا کررہا ہے؟

جب ملازمہ اس بنگلے میں پہنچی تو معلوم ہوا' وہ خالی ہے۔ انیتا وہاں سے جاچکی ہے۔ وہ غصے سے بڑبڑانے لگا "فرمان بڑی تیزی دکھائی ہے میں دوسری طرف خیال خوانی میں مصروف رہا۔ اتنی دیر میں اس کم بخت نے نہ صرف خود آزادی حاصل کی بلکہ میری بیٹی کو بھی مجھ سے دور کردیا ہے۔"

اس نے اپنے بیٹے ہنس راج سے رابطہ کیا پھر اسے پتا چلا کہ فرمان اس کی گرفت سے نکل چکا ہے اور اس کی بیٹی انیتا کو بھی اپنے ساتھ کہیں لے گیا ہے۔ ہنس راج جوگیا انٹیلی جنس کے چیف رنجیت ورما کے روپ میں تھا۔ بعد میں اسے ترقی دلا کر مدراس میں پولیس کمشنر بنادیا تھا۔

اس نے کہا "میں چھٹیاں لے کر اتر پردیش آؤں گا اور دہلی میں رہ کر ان دونوں کو تلاش کروں گا ہوسکے تو آپ میرا ٹرانسفر دہلی کروا دیں پھر میں وہاں کی پولیس فورس کو انہیں تلاش کرنے کے لیے استعمال کروں گا۔"

وہ مانک لال سے اپنے بیٹے کے بارے میں بات کرنا چاہتا تھا۔ اس کا ٹرانسفر کرانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ مانک لال ابھی اس سے ملنے آرہا تھا وہ اس سلسلے میں باتیں کرسکتا تھا لیکن اسے یہ نہیں بتاسکتا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ یہ باتیں ان چھ یوگا جاننے والے افسران کو معلوم ہوتیں تو وہ اسے بے وقوف کہتے اور وہ ان کی نظروں میں بے وقوف بننا نہیں چاہتا تھا۔

مانک لال اس سے ملنے کے لیے آگیا۔ اس نے پریشان ظاہر کرتے ہوئے کہا "ایک بہت اہم معاملہ ہے اس لیے تمہیں تکلیف دینے آیا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں' یہ بتاؤ معاملہ کیا ہے؟"

"آپ نے کسی سماگن دیوی کا نام سنا ہے۔"

"میں نے اخبار میں اس کے متعلق کچھ پڑھا تھا۔ اچھی طرح یاد نہیں ہے بات کیا ہے؟"

"ہمیں شبہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا پھر اس کے پیچھے فرہاد علی تیمور چھپا ہوا ہے۔"

"یہ تو بڑی تشویش کی بات ہے۔ یہ شبہ کیوں ہورہا ہے؟"

مانک لال جینا کے بارے میں پوری تفصیلات بتانے لگا۔ چنڈال نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "یہ میرے لیے بڑی دلچسپی کی بات ہے کہ وہ لڑکی ہوتے ہوئے بھی لڑکی نہیں ہے۔ میں اسے ضرور دیکھوں گا۔"

مانک لال نے لفافے سے تمام تصاویر نکال کر اس کے سامنے رکھ دیں۔ وہ ان تصویروں کو دیکھ کر جیسے باؤلا ہوگیا۔ للچائی ہوئی نظروں سے ایک ایک تصویر کو دیکھنے لگا۔ کہنے لگا "ارے واہ۔ یہ تو آسمان سے اتری ہوئی پری دکھائی دے رہی ہے۔ غضب کی لڑکی ہے کیا حسن ہے کیا جوانی ہے۔ اسے تو میری گود میں ہونا چاہیے۔"

"کیا فرہاد کی گود میں جانا چاہتے ہو؟"

اس نے چونک کر مانک لال کو دیکھا پھر کہا "آپ نے اس لڑکی کے بارے میں جتنی باتیں بتائی ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا پھر کوئی اس کے پیچھے چھپا ہوا ہے؟ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ فرہاد ہی ہو' معلوم کرنا ہوگا کہ وہ کون ہے؟"

"کیا تم اس کے دماغ میں جاکر معلوم کرو گے؟"

"میں ابھی اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچ جاؤں گا اور اس کے خیالات پڑھوں گا۔"

"ایک بات یاد رکھو اس کے اندر پہنچ کر خود کبھی نہ بولنا وہاں فرہاد یا کوئی بھی چھپا ہوگا تو تمہیں پہچان لے گا۔"

وہ جینا کی ایک تصویر دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں جھانکتے جھانکتے اس کے دماغ میں پہنچنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے سانس روک لی۔ اس کی خیال خوانی کی لہریں واپس آگئیں اس نے مانک لال کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ لڑکی یوگا کی ماہر ہے یا پھر اس کے دماغ کو لاک کیا گیا ہے۔"

"کیا اس کے دماغ میں پہنچنے کا کوئی راستہ بن سکتا ہے؟"

"ضرور بن سکتا ہے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا ہوگا یا کسی طرح زخمی کرنا ہوگا پھر یہ سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو نہیں بھگا سکے گی۔"

"ایسا کرنے کے لیے وہاں ہمارے کسی آدمی کو جانا ہوگا۔"

"یہ ضروری نہیں ہے اس کے بنگلے میں داس اور داسیاں ہوں گی۔ میں ان میں سے کسی کی آواز سن کر اس کے اندر جاکر اسے اپنے طور پر استعمال کرسکتا ہوں۔ کیا اس کا فون نمبر معلوم ہے؟"

اس نے کمشنر سے فون پر رابطہ کیا پھر اس سے کہا "مجھے سماگن دیوی کا فون نمبر بتاؤ' اس کے بنگلے میں کتنے فیملی ممبرز ہیں؟"

کمشنر نے دو فون نمبر بتائے پھر کہا "وہ اپنے باپ کے ساتھ رہتی ہے اور کوئی رشتہ دار نہیں ہے البتہ نوکر اور نوکرانیاں بہت ہیں ابھی مجھے ایک اہم اطلاع ملی ہے۔"

"کیسی اطلاع؟"

"ہمارے جاسوس اس لڑکی کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ ایک جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ حمزہ نامی ایک بہت بڑا بزنس مین اس کے بنگلے میں گیا ہے۔"

"وہ اس کا عقیدت مند اور ضرورت مند ہوسکتا ہے۔"

"وہ شام چھ بجے کے بعد کسی عقیدت مند سے نہیں ملتی ہے۔ حمزہ دو گھنٹے سے اس بنگلے میں ہے۔"

"اس کی عمر کیا ہے؟ اور اس کا بزنس کیا ہے؟"

"وہ ایک صحت مند قد آور نوجوان ہے۔ جرمنی کی ایک دوا ساز کمپنی کا مالک ہے ہمارے دیش کے ہر حصے میں اس کی دوائیں فروخت ہوتی رہتی ہیں کروڑوں روپوں کا بزنس کرتا رہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے آپ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ وہ کیوں آیا ہے اور ان کی اتنی طویل ملاقات کیا معنی رکھتی ہے؟"

اس نے ریسیور رکھ کر چنڈال جوگیا کو حمزہ کے بارے میں بتایا۔ اس نے کہا "اگر وہ صحت مند نوجوان ہے تو یوگا کا ماہر ہوسکتا ہے۔ فرہاد کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہوسکتا ہے۔"

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ نوجوان اس وقت سماگن دیوی کے پاس موجود ہے تو میں کبھی تمہیں اس کے دماغ میں جانے نہ دیتا۔ اس نے سانس روک کر تمہیں آنے سے روکا ہے۔ یہ بات اس نوجوان کو معلوم ہوگئی ہوگی۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ اس کا کوئی یار اس کے پاس موجود ہوگا۔ وہ تو بڑی پارسا بنتی ہے کوئی مرد اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا ہے پھر وہ نوجوان دو گھنٹے سے وہاں کیا کررہا ہے؟"

"میرا مشورہ ہے تم اس کے گھر فون نہ کرو۔ وہاں تم کسی نوکر یا نوکرانی کی آواز سن کر اس کے ذریعے اس لڑکی کو کمزور بنانا چاہتے تھے۔ اب ایسا کرو گے تو ناکامی ہو سکتی ہے۔ وہ دونوں محتاط ہو گئے ہوں گے۔"

"جب وہ نوجوان وہاں سے چلا جائے گا تب میں سماگن دیوی کو ٹریپ کروں گا۔ فی الحال تو صبر کرنا ہے۔"

وہ جینا کی تصویریں دیکھ دیکھ کر للچا رہا تھا۔ اسے صبر نہیں ہو رہا تھا جلد سے جلد اس کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہتا تھا۔ مانک لال خوب سمجھتا تھا کہ چنڈال عیاش ہے اور وہ سماگن دیوی اس کے اندر ہلچل پیدا کر رہی ہے۔

اس نے کہا "تم نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ ہمارے مشوروں پر عمل کرو گے اور کبھی ہماری مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرو گے۔ اس لیے میں تمہیں سمجھاتا ہوں، سماگن دیوی کو حاصل کرنے کے سلسلے میں کبھی جلدی نہ کرنا ورنہ جلد بازی کے نتیجے میں خود بھی نقصان اٹھاؤ گے اور ہمیں بھی نقصان پہنچاؤ گے۔"

"میں یہ سوچ کر الجھ رہا ہوں کہ وہ لڑکی ہوتے ہوئے بھی لڑکی نہیں ہے پھر کسی نوجوان سے کیسے یاری کر رہی ہے؟ اور اگر کر رہی ہے تو ایسی عجیب و غریب لڑکی کو میری آغوش میں رہنا چاہیے۔"

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ وہ تمہاری آغوش میں آئے گی لیکن تمہیں صبر کرنا ہوگا۔ میں اسے قانونی شکنجے میں لے کر تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔ وعدہ کرو تم خود اسے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"تم اچھی باتیں سمجھا رہے ہو۔ اگر اس لڑکی کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے تو مجھے اس سے ٹکرانا نہیں چاہیے دور ہی دور رہ کر تماشا دیکھنا چاہیے مجھے یقین ہے کہ تم اس حسینہ کو میرے پاس ضرور پہنچا دو گے۔"

چنڈال جوگیا نے خیال خوانی کے ذریعے جینا کے پاس جانے کی غلطی کی تھی اس غلطی نے جینا کو اور کبریا کو چونکا دیا تھا اس وقت وہ آمنے سامنے بیٹھے کھانے میں مصروف تھے۔ ایسے ہی وقت جینا نے تھوڑی دیر کے لیے سانس روک لی تھی۔ کچھ پریشان ہو گئی تھی۔ کبریا نے اس کی حالت دیکھ کر پوچھا "کیا بات ہے؟ تم اچانک ہی پریشان ہو گئی ہو۔"

"ابھی میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ پتا نہیں کون میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا؟"

کبریا کو تشویش ہوئی اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے جینا کو دیکھا پھر کہا "کھانے سے ہاتھ نہ روکو کھاتی رہو۔ وہ دوسری بار آئے گا تو مجھے اشارہ کرنا میں تمہارے اندر آ کر دیکھوں گا کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے؟"

وہ تیزی سے سوچنے لگا۔ کون ہو سکتا ہے۔ اب تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے درمیان نہیں آیا تھا۔ کسی کو جینا سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی؟

وہ بولی "پولیس اور انٹیلی جنس والے میرے پیچھے پڑ گئے ہیں کیا یہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے پیچھے لگا رہے ہیں؟"

"تم نہیں جانتیں کہ ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام چنڈال جوگیا ہے۔ وہ سرکاری پناہ میں رہتا ہے یقیناً وہ اس کے ذریعے تمہاری اصلیت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"اسے دوبارہ میرے پاس آنا چاہیے تھا لیکن وہ نہیں آ رہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟"

"وہ سمجھ گیا ہے کہ تم سیدھی طرح اسے اپنے دماغ میں نہیں آنے دو گی۔ لہٰذا اب وہ چور راستے اختیار کرے گا۔ اس کے سامنے دو ہی راستے ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ یہاں کسی ملازم یا ملازمہ کو اپنا آلہ کار بنا کر اس کے ذریعے تمہیں زخمی کرے گا یا پھر تمہارے کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائے گا۔"

"یعنی میں اپنے گھر میں بھی محفوظ نہیں رہ سکوں گی۔ وہ کسی وقت بھی کچھ کر سکتا ہے۔"

"یہ لوگ ہر حال میں معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو یا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے زیر اثر ہو۔"

"کبریا مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ اب کیا ہوگا یہ لوگ تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ یہ تو ایک دن ظاہر ہونا ہی تھا کہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں اور مجھ میں آتما شکتی والی صلاحیتیں بھی نہیں ہیں۔"

"جناب علی اسد اللہ تبریزی ہمارے روحانی پیشوا ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ تمہارے اندر ڈھکی چھپی روحانی قوتیں ہیں جو رفتہ رفتہ ظاہر ہونے والی ہیں۔ اس لیے تم یہ نہ سمجھو کہ تمہارے اندر آتما شکتی کی صلاحیتیں نہیں ہیں۔ بے شک ہیں لیکن تم ابھی انہیں سمجھ نہیں پا رہی ہو۔"

"میں کھانے پینے کے معاملے میں محتاط رہوں گی کل صبح سے خود ہی پکاؤں گی خود کھاؤں گی۔ منرل واٹر کی پیکڈ بوتلیں اپنے کمرے میں رکھوں گی۔ کوئی ملازمہ میرے کھانے کی چیزوں کو ہاتھ نہیں لگائے گی۔ کوئی مجھے زخمی کرنے آئے گا تو میں بچنے کی کوشش کروں گی اور تم بھی میرے اندر رہ کر مجھے

بچا لیا کرو گے۔ فی الحال تو یہی بچاؤ کی صورتیں نظر آ رہی ہیں۔"

وہ دونوں کھانے کے بعد بیڈ روم میں آ گئے۔ کبریا نے کہا "فی الحال اپنے تمام ملازموں کو فون اٹینڈ کرنے سے منع کر دو چاہے کسی کا بھی فون آئے تو کوئی ملازم یا ملازمہ ریسیور نہ اٹھائے۔ یہ سب تمہیں بڑی عقیدت سے مانتے ہیں انہیں گونگے بن کر رہنے کو کہو گی تو ساری زندگی کسی سے نہیں بولیں گے۔ کسی کو اپنی آواز نہیں سنائیں گے۔ جاؤ۔ انہیں یہ حکم دے آؤ۔"

جینا نے ڈرائنگ روم میں آ کر تمام ملازمین کو بلایا پھر ان سے کہا "تم سب میری بات مانتے ہو آج میں تم لوگوں سے ایک بات منوانا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ آج سے تم سب گونگے بن جاؤ۔ ایک دوسرے سے کچھ نہ بولو اشاروں سے اپنی بات کرو یا پھر ضروری بات کاغذ پر لکھ کر ایک دوسرے کو دیا کرو۔ باہر سے جو بھی آئے اس کے سامنے بھی تمہیں گونگے بن کر رہنا ہے کیا ایسا کر سکو گے؟"

سب نے ہاتھ جوڑ کر کہا "ہم ضرور ایسا کریں گے ہماری جان چلی جائے گی۔ تب بھی منہ سے آواز نہیں نکالیں گے۔"

جینا نے کہا "پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے بھی کچھ نہیں بولو گے انہیں کسی بات کا جواب دینا ہو تو لکھ کر دو گے۔ اس کے علاوہ کبھی ریسیور نہیں اٹھاؤ گے کسی کا بھی فون آئے اسے اٹینڈ نہیں کرو گے۔"

اس نے یہ ساری ہدایتیں دیں ان تمام ملازمین نے وعدہ کیا کہ وہ کبھی نہیں بولیں گے۔ ہمیشہ گونگے بن کر رہیں گے۔ جینا بیڈ روم میں واپس آ گئی۔ کبریا نے کہا "میں کسی حد تک مطمئن ہوں بنگلے کے اندر وہ چنڈال جوگیا تمہارے کسی بھی ملازم کو ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ یہاں کسی کے ذریعے تمہارے قریب نہیں آ سکے گا۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

پھر کبریا نے مجھے مخاطب کیا "پاپا! میں بول رہا ہوں۔"

میں نے کہا "ہاں بیٹے! بولو۔ کیا بات ہے؟"

کبریا نے اپنے اور جینا کے تمام حالات بتائے چنڈال جوگیا پر شبہ کیا کہ اس نے جینا کے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی۔ یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے بری طرح شبہ کر رہے ہیں کہ جینا ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا ہم میں سے کوئی جینا کے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے۔

میں ان کے تمام حالات پر غور کرنے لگا پھر کبریا سے کہا "معاملہ پیچیدہ ہونے والا ہے۔ انہوں نے چنڈال جوگیا کو بڑے سخت حفاظتی انتظامات میں کہیں چھپا رکھا ہے۔ اسے زیادہ خیال خوانی کرنے نہیں دیتے۔ وہ چھپ کر تم پر اور جینا پر خیال خوانی کے ذریعے حملے کرے گا۔"

"ہم بھارتی اکابرین کے ذریعے چنڈال جوگیا تک پہنچ سکتے ہیں؟"

"نہیں آرمی کے چند یوگا جاننے والے افسران ہیں جو چنڈال جوگیا سے خفیہ طور پر رابطہ رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھارتی اکابرین نہیں جانتے کہ وہ ہندوستانی خیال خوانی کرنے والا کہاں رہتا ہے اور کس طرح اس کی حفاظت کی جا رہی ہے؟"

پھر میں نے ذرا سوچ کر کہا "بیٹے! تمہیں جینا کے بنگلے میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ انٹیلی جنس والے اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ انہوں نے تمہیں یہاں دیکھ لیا ہوگا اس بات کے لیے بھی تیار رہو کہ وہ تمہارا محاسبہ کر سکتے ہیں۔"

"جینا کے پاس آنے سے پہلے میں نہیں جانتا تھا کہ وہ چنڈال جوگیا اس کے دماغ میں آنے کی کوشش کرے گا اور یہاں سے ناکام ہونے کے بعد ہمارے لیے مصیبت بن جائے گا۔"

"وہ ہمارے لیے مصیبت نہیں بنے گا۔ خیال خوانی کے ذریعے ہمارا مقابلہ نہیں کرے گا۔ تم دونوں کا محاسبہ قانونی طور پر کیا جا سکتا ہے۔ ایسا کرو ابھی جا کر بیڈ پر لیٹ جاؤ میں تم پر ایک مختصر سا تنویمی عمل کروں گا۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا بیڈ پر جا کر چاروں شانے چت لیٹ گیا آنکھیں بند کر کے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ میں نے اس پر ایک چھوٹا سا تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ کو حکم دیا "تمہارا دماغ لاک نہیں رہے گا تم کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روکو گے۔ سب ہی آ کر تمہارے چور خیالات پڑھیں گے اور وہ چور خیالات بتائیں گے کہ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہو۔ تمہارا نام واقعی حمزہ ہے اور تم جرمنی کی دوا ساز کمپنی کے شیئر ہولڈر ہو اور ایک عام بزنس مین ہو۔"

میں نے خیال خوانی کے سلسلے میں اس کے دماغ کو حکم دیا کہ جب بہت ہی شدید ضرورت ہوگی اور ٹیلی پیتھی کا ہتھیار مجبوراً استعمال کرنا ہوگا۔ تب وہ خیال خوانی کر سکے گا پھر کامیابی حاصل کرنے کے بعد خیال خوانی بھول جائے گا۔

پھر ایک اور اہم بات یہ اس کے دماغ میں نقش کی کہ وہ سماگن دیوی کا عقیدت مند ہے۔ اس کی آتما شکتی کے باعث اسے اپنے کاروبار میں بہت منافع حاصل ہو رہا ہے۔ اس لیے

وہ ساگن دیوی کو ہر ہفتے ایک لاکھ روپے دیا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ لالچی نہیں ہے ان روپوں سے اپنا بھلا نہیں کرتی ہے۔ بلکہ مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتی رہتی ہے۔

تمام ضروری ہدایات دینے کے بعد میں نے اسے آدھے گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ اس کے بعد جینا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق بیڈ پر چاروں شانے چت لیٹ کر آنکھیں بند کیں اور جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ میں نے اس پر بھی مختصر سا تنویمی عمل کر کے اسے حکم دیا "تم کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کبریا کو نہیں جانتی ہو۔ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کا علم نہیں ہے۔ تمہیں کبھی کبھی آتما شکتی سے گیان حاصل ہوتا ہے تو تم ناممکن کو بھی ممکن بنا دیتی ہو ایسے مسائل بھی حل کر دیتی ہو جو ناقابلِ حل ہوتے ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ میں دوسری بات نقش کی کہ اس کی برار تھنا کرنے سے حمزہ کو کاروبار میں بہت زیادہ منافع حاصل ہو رہا ہے۔ اس لیے حمزہ اس کا عقیدت مند بن گیا ہے۔ اسے ہر ہفتے ایک لاکھ روپے دان کرتا ہے اور کبھی کبھی اس کے پاس آ کر گھنٹوں بیٹھتا ہے اور اس سے دھرم کرم کی باتیں سنتا رہتا ہے۔ وہ فی الحال کبریا کو بھول جائے گی صرف حمزہ کو یاد رکھے گی۔"

میں نے اس کے دماغ کو حکم دیا کہ وہ آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سوتی رہے گی۔ اس کے بیدار ہونے سے پہلے ہی حمزہ وہاں سے جا چکا ہوگا۔

چونکہ حمزہ پر پہلے تنویمی عمل کیا تھا وہ جینا سے پہلے سو رہا تھا۔ اس لیے جینا سے پہلے بیدار ہو کر بنگلے سے باہر آ گیا۔ اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ بنگلے کے احاطے سے باہر نکل کر مین روڈ پر آیا تو آگے پیچھے سے پولیس کی گاڑیوں نے روک لیا۔ ایک پولیس افسر نے اس کے پاس آ کر کار کی کھڑکی پر جھک کر کہا "تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے کہا "میرا نام حمزہ خان ہے۔"

"مسٹر حمزہ تمہیں حراست میں لیا جا رہا ہے۔"

"مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ کس جرم میں گرفتار کیا جا رہا ہے؟"

"ہمارے ساتھ چلو تمہیں سب معلوم ہو جائے گا۔"

میں نے کہا "کوئی بات نہیں بیٹے! ان کے ساتھ چلے جاؤ۔"

کبریا نے پھر کوئی سوال نہیں کیا کوئی اعتراض نہیں کیا اپنی گرفتاری پیش کر دی۔

○✻○

پارس اور پورس نے ایک طویل عرصے کے بعد سونیا سے ملاقات کی سامنا ہوتے ہی سونیا نے دونوں کو سینے سے لگا کر پیار کیا پھر پورس سے کہا "تم نے کیسا عجیب و غریب پوتا ہمیں دیا ہے اس نے تو ناک میں دم کر دیا ہے۔"

پورس ہنسنے لگا۔ پارس نے کہا "ابھی آدھا گھنٹا پہلے اعلیٰ بی بی نے بتایا تھا کہ وہ عدنان کے دماغ میں پہنچی ہوئی ہے اور اسے آپ کی طرف لے جانے والی ہے عدنان کو اب تک آپ کے پاس پہنچ جانا چاہیے تھا۔"

"یہی تو کہہ رہی ہوں کہ اس نے ناک میں دم کر دیا ہے پھر کہیں گم ہو گیا ہے۔"

پورس نے کہا "مما! میرا تو جی کرتا ہے کہ وہ اس بار جیسے ہی ملے، میں اسے زنجیروں سے باندھ کر آپ کے حوالے کر دوں۔"

"نہیں بیٹے! ایسی باتیں نہ کرو میرا بیٹا کوئی مجرم نہیں ہے کہ تم اسے زنجیروں سے باندھنا چاہو گے بچہ ہے بھٹک رہا ہے۔ میں اسے سمجھا منا کر اپنے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں لے جاؤں گی۔"

"اس کے دماغ میں کوئی بات بیٹھ جاتی ہے تو پھر نہیں نکلتی ہے یہ بات اس کے ذہن میں نقش ہو گئی ہے کہ اس کی ماں زندہ ہے اور وہ کسی دن اس سے ملنے والی ہے۔"

سونیا نے کہا "ہاں وہ کہتا ہے کہ اس کی ماں اس کے اندر آ کر بولتی ہے اور پھر وہ جو کہتی ہے۔ وہ اسی کے مطابق عمل کرتا رہتا ہے۔"

پارس نے کہا "مجھے شبہ ہے کہ کوئی خیال خوانی کرنے والی عورت اس کے اندر آ کر اسے ادھر سے ادھر بھٹکاتی رہتی ہے۔"

"نہیں بیٹے! کوئی عورت اسے کیوں بھٹکائے گی اسے کیا فائدہ حاصل ہو رہا ہے؟ اگر واقعی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے تو وہ ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہے اس نے میرے پوتے کو مجھ سے ملایا ہے۔ اگر کوئی دشمن اسے ٹریپ کرتا ہے تو وہ اس کے ذریعے ہی اس دشمن کو اس کے ذریعے برے انجام تک پہنچا دیتی ہے۔"

پورس نے کہا "میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ اس کے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی نہیں آتی ہے۔ بلکہ یہ قدرتی معاملات ہیں میرا بیٹا پیدائشی طور پر غیر معمولی ہے مما! آپ نے عدنان کی آنکھیں دیکھی ہیں۔ بالکل شیوائی کی طرح ہیں ان میں بھی وہی کشش ہے وہ کسی کو دیکھتا ہے تو اسے بنگاہوں کے ذریعے ہی جکڑ لیتا ہے۔"

"ہاں مجھے اپنے پوتے پر فخر ہے میں مانتی ہوں اسے قدرتی طور پر آگہی حاصل ہوتی ہے۔ میں اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جاؤں گی وہاں اسے تعلیم و تربیت ملتی رہے گی تو اس کی غیر معمولی صلاحیتوں میں زیادہ نکھار پیدا ہوگا۔"

وہ تینوں ایک بنگلے کے لان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بنگلا سونیا کو سرکاری طور پر رہائش کے لیے دیا گیا تھا۔ مرجا کار ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے میں آئی۔ پارس نے اسے دیکھ کر سونیا سے کہا "مما! ہم نے دو جڑواں بہنوں کا ذکر کیا تھا یہ ان میں سے ایک ہے۔"

مرجا کار سے اتر کر ان کے قریب آئی۔ پورس نے پوچھا "تم دلربا ہو یا مرجا؟"

وہ بولی "تعجب ہے تم اپنی گرل فرینڈ کو نہیں پہچانتے۔"

وہ مسکرا کر بولا "اچھا پہچان گیا تم دلربا ہو ہماری مما سے ملو۔"

مرجا نے سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "یہ دونوں ہم بہنوں کو دیکھ کر چکرا جاتے ہیں۔ اس وقت بھی دھوکا کھا رہے ہیں۔ میں دلربا نہیں ہوں بلکہ مرجا ہوں اور یہ مجھے دلربا سمجھ رہے ہیں۔"

پورس نے پوچھا "دلربا کہاں ہے؟"

"اس کی حالت نہ پوچھو وہ بری طرح گھبرائی ہوئی ہے۔ سہمی ہوئی ہے تم سے ملنا نہیں چاہتی۔"

پورس نے پریشانی سے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی وہ پریشان کیوں ہے اور مجھ سے ملنا کیوں نہیں چاہتی؟"

"تمہارا بیٹا عدنان اسے ملا تھا۔ وہ اسے تمہارے پاس لانا چاہتی تھی لیکن جانتے ہو اس نے کیا کہا؟"

"میں کیسے جان سکتا ہوں۔ تم بتاؤ گی تو معلوم ہوگا۔"

"تمہارے بیٹے کی آنکھیں بہت خطرناک ہیں دلربا کہہ رہی تھی کہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے کے بعد وہ جکڑ کر رہ گئی تھی۔ ادھر اُدھر دیکھنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ جب وہ بچہ بولنے لگا تو اسے ایسا لگا جیسے اس کے اندر سے کوئی عورت بول رہی ہو۔"

"کوئی عورت کیسے بولے گی میرا بیٹا ہی بول رہا ہوگا۔ دلربا کو مغالطہ ہوا ہوگا۔"

"کوئی مغالطہ نہیں ہوا' اس نے صاف طور سے کسی عورت کی آواز سنی تھی۔ وہ دلربا کو وارننگ دیتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ وہ پورس سے دور رہے ورنہ اس کا برا انجام ہوگا۔"

پارس پورس اور سونیا نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر سونیا نے پوچھا "دلربا نے میرے پوتے کو کہاں دیکھا تھا؟"

وہ بولی "سی پورٹ جانے والی شاہراہ کے فٹ پاتھ پر وہ تنہا جا رہا تھا۔ دلربا نے اسے مخاطب کیا اور اسے بتایا کہ اس کے پاپا پورس کو جانتی ہے اور وہ پورس کی گرل فرینڈ ہے۔ بس اسی بات پر وہ بچہ ناراض ہو گیا تھا۔"

پھر وہ پورس سے بولی "دلربا بہت سہمی ہوئی ہے تمہیں اس کے پاس جا کر اسے دلاسا دینا چاہیے۔"

پورس نے کہا "مما! میں تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں۔ دلربا کو تسلی دے کر اس کے دل سے خوف نکال کر آ جاؤں گا۔"

سونیا نے کہا "تم نہیں جاؤ گے جب میرے پوتے نے منع کیا ہے کہ اس سے دور رہنا چاہیے تو دلربا کی بہتری کے لیے ہی دور رہو۔ ورنہ اسے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

پارس نے کہا "دلربا کو پورس سے دور رہنے کے لیے کہا گیا ہے لیکن میں تو جا سکتا ہوں میں اسے تسلیاں دے سکتا ہوں۔ بے چاری خوامخواہ سہمی ہوئی ہے۔"

وہ مرجا کے ساتھ جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت عدنان کی آواز سنائی دی۔ وہ سونیا کو پکار رہا تھا "مما!"

سب نے چونک کر بڑے گیٹ کی طرف دیکھا۔ عدنان وہاں سے دوڑتا ہوا سونیا کی طرف آ رہا تھا۔ سونیا بھی دوڑتی ہوئی گئی پھر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر سینے سے لگا کر خوب چومنے لگی۔ اس پر قربان ہونے لگی۔ کہنے لگی "شریر لڑکے! تم حد سے زیادہ پریشان کر رہے ہو۔ کہاں گم ہو گئے تھے؟"

"آپ پریشان کیوں ہو گئیں تھی؟ میں کوئی ننھا بچہ تو نہیں ہوں۔"

پارس نے اسے گود میں لے کر چومتے ہوئے پوچھا "اچھا تو تم بچے نہیں ہو؟"

"ہاں میں تم سے بھی بڑا ہوں۔ دادا جان ہوں' مما! آپ دادا جان سے کہیں وہ ریٹائر ہو جائیں۔ میں فرہاد علی تیمور بنوں گا۔"

وہ سب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ پورس نے اس کے سامنے اپنے دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے کہا "تم تو ہمارے باپ کے بھی باپ ہو۔ اب اتنا بتا دو کہ ہمیں کب تک اپنے پیچھے دوڑاتے رہو گے؟"

اس نے پوچھا "آپ لوگوں کو پیچھے پیچھے دوڑنے کی عادت کیوں پڑ گئی ہے۔ آرام سے کیوں نہیں رہ سکتے؟"

"بیٹے! تم آرام سے رہنے دو گے تو رہیں گے اتنا بتا دو کہ اب آگے کیا ارادہ ہے اور ہمیں کتنا دوڑاؤ گے؟"

"میں نے تو نہیں دوڑایا میں خود چل کر اپنی گرینڈ مما کے پاس آیا ہوں۔ یہ مجھے جہاں لے جائیں گی وہاں جاؤں گا۔"

سونیا نے اسے گود میں لے کر پیار کرتے ہوئے کہا "آخر میرا پوتا ہے میرے پاس ہی لوٹ کر آیا ہے اور اب کبھی مجھے چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ کیوں بیٹے میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟"

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ اگر آپ میری بات مانتی رہیں گی تو میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔"

"میں اپنے بیٹے کی ہر بات مانتی رہوں گی۔"

وہ پھر اسے چومنے لگی۔ عدنان نے پہلی مرتبہ سر گھما کر مرحبا کو دیکھا پھر غصے سے بولا "تم پھر میرے پاپا کے پاس آ گئیں؟"

پارس نے مرحبا کو دیکھا پھر عدنان سے کہا "نہیں بیٹا! تم غلط سمجھ رہے ہو۔ یہ وہ لڑکی نہیں ہے یہ اس کی ہم شکل ہے۔ میری گرل فرینڈ ہے اور یہ مرحبا ہے۔"

پورس نے کہا "تمہارے انکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ یہ میری گرل فرینڈ نہیں ہے۔ تم نے اسے منع کیا تھا اس لیے وہ میرے پاس نہیں آئے گی۔ میں بھی اس سے دور رہوں گا۔"

سونیا نے پوچھا "بیٹے! تم نے دلربا کو پورس کے پاس آنے سے کیوں منع کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا میری ممی نے مجھ سے جو کہا وہی میں نے اس سے کہہ دیا۔"

سونیا نے پورس سے کہا "یہ جو کہہ رہا ہے اس پر عمل کرو اسی میں بہتری ہوگی۔ فی الحال دلربا کے پاس نہ جاؤ بنگلے کے اندر جا کر گورنر کو فون کرو اور کہو کہ میں آج ہی کسی فلائٹ سے پیرس جانا چاہتی ہوں۔ میرے اور میرے پوتے کے لیے دو سیٹیں بک کروا دیں۔"

پورس فون کرنے کے لیے بنگلے کے اندر چلا گیا۔ سونیا نے پارس سے پوچھا "تم اور پورس یہاں کب تک رہو گے؟"

"مما! ہم یہاں دو چار دن رہیں گے پھر بابا صاحب کے ادارے میں چلے آئیں گے۔ کیا میں مرحبا کے ساتھ جاؤں؟"

"نہیں تم دیکھ رہے ہو میرا پوتا واپس آیا ہے میں نہیں چاہتی کہ یہ پھر کہیں گم ہو جائے۔ لہٰذا جب تک میں جہاز میں سوار نہ ہو جاؤں اس وقت تک تم اور پورس اس کی نگرانی کرو گے۔ ہم تینوں اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔"

وہ عدنان کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلتی ہوئی بنگلے کے اندر اپنے کمرے میں آئی پھر ایک سفری بیگ میں اپنا سامان رکھنے لگی۔ عدنان سے بولی "ابھی ہم شاپنگ کے لیے جائیں گے میں تمہارے لیے لباس' جوتے اور ضرورت کی چیزیں خرید دوں گی۔"

تھوڑی دیر بعد گورنر کے پرسنل سیکریٹری کا فون آیا۔ اس نے کہا "میڈم! آپ سے تین گھنٹے بعد ایک فلائٹ پیرس کے لیے روانہ ہوگی۔ آپ کے لیے دو سیٹیں او' کے کرا دی گئی ہیں۔"

سونیا نے اس کا شکریہ ادا کر کے ریسیور رکھ دیا پھر سامان پیک کرتے ہوئے پارس اور پورس کو بلا کر کہا "ہماری سیٹیں کنفرم ہو چکی ہیں۔ تین گھنٹے کے بعد فلائٹ ہے۔ ابھی ہم شاپنگ کے لیے چل رہے ہیں۔ میں اس کے لیے جو نیا سوٹ لائی تھی وہ اسے پہنا دو۔"

وہ عدنان کو لے کر دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ آدھے گھنٹے بعد وہ سب ایک شاپنگ سینٹر میں تھے۔ عدنان کے لیے ضروری چیزیں خرید رہے تھے۔ وہ تینوں بہت محتاط تھے۔ عدنان کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دے رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹے شاپنگ کرنے کے بعد وہ ایئرپورٹ پہنچ گئے۔

جب سونیا عدنان کو لے کر جہاز میں پہنچ گئی۔ تب پورس نے اطمینان کی سانس لے کر کہا "خدا کا شکر ہے۔ وہ مما کے ساتھ جہاز میں سفر کرتا رہے گا۔ اسے کہیں بھاگنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "تم نے تو غضب کا بیٹا پیدا کیا ہے۔ اتنی سی عمر میں ناکوں چنے چبوا رہا ہے بڑا ہو کر لوہے کے چنے چبوائے گا۔"

وہ جہاز رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو کر پرواز کرنے لگا۔ عدنان کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ سونیا نے اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "میرا بیٹا بہت اچھا ہے۔ میری بات مانتا ہے۔ میں جہاں جا رہی ہوں وہاں میرے ساتھ جا رہا ہے۔"

اس نے پوچھا "مما! ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"بیٹے! ہم پیرس جا رہے ہیں۔"

"پیرس کہاں ہے؟"

"فرانس میں ہے۔"

"مگر میں تو اٹلی جاؤں گا۔ وہاں روم کے کھنڈرات میں میری ممی مجھ سے ملنے والی ہیں۔"

سونیا نے سوچتی ہوئی نظروں سے اس کو دیکھا پھر کہا "بیٹے! یہ جہاز سیدھا پیرس جائے گا۔ اس کے راستے میں اٹلی نہیں آتا ہے۔ یہ اپنا روٹ بدل کر اٹلی نہیں جائے گا۔"

"جائے گا مما! آپ مجھے وہاں لے جائیں گی۔"

"دیکھو بیٹے تم پھر بہکی بہکی باتیں کر کے مجھے پریشان کر رہے ہو۔ تم نے کہا تھا کہ میری بات مانو گے میں جہاں چلوں گی وہاں میرے ساتھ چلو گے۔ مجھے تنگ نہیں کرو گے۔"

"آپ نے بھی وعدہ کیا تھا۔ آپ میری بات مانیں گی اس لیے آپ میرے ساتھ اٹلی کے شہر روم جا رہی ہیں۔"

اس نے حیرانی سے اپنے پوتے کو دیکھتے ہوئے کہا "او گاڈ! تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ پیرس جانے والا جہاز اپنا روٹ بدل لے گا اور تمہیں اٹلی کے شہر روم پہنچائے گا۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنی دادی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا پھر آنکھیں بند کر لیں چند سیکنڈ کے بعد ہی سونیا نے تعجب سے دیکھا۔ وہ گہری نیند میں ڈوب چکا تھا۔ اسے پروا نہیں تھی کہ جہاز کہاں جا رہا ہے جہاں بھی جا رہا ہے اسے روم کے کھنڈرات میں پہنچنا تھا۔ اس کی ماں شیوانی اسے بلا رہی تھی۔

◎✻◎

کبریا کو گرفتار کرنے کے بعد انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کے ڈی جی کے پاس پہنچایا گیا تھا۔ وہ ایک کانفرنس روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے کمشنر آف پولیس اور دوسرے اعلیٰ افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ معاملہ نہایت سنگین تھا۔ اس پر ٹیلی پیتھی جاننے والے کا شبہ کیا جا رہا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ میرے بیٹے کبریا کو یا میرے کسی خیال خوانی کرنے والے کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

وہ سب خاموش تھے۔ کبریا سے کوئی سوال نہیں کر رہے تھے۔ اس سے کہا گیا تھا کہ وہ بھی خاموش بیٹھا رہے تھوڑی دیر بعد اس سے سوالات کیے جائیں گے۔ میں اپنے بیٹے کے دماغ میں موجود تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ چنڈال جو گیا بھی وہاں ہے اور اپنی موجودگی ظاہر کیے بغیر بڑی خاموشی سے کبریا کے خیالات پڑھ رہا ہے۔

چنڈال جوگیا نے سوچا تھا کہ سہاگن دیوی کے پاس آنے والا جوان صحت مند ہے۔ لہٰذا یوگا کا ماہر ہوگا اس کے دماغ میں فوراً ہی جگہ نہیں ملے گی۔ اس کے دماغ میں جبراً گھس کر خیالات پڑھنے ہوں گے لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی چنڈال کو بڑی آسانی سے کبریا کے اندر جگہ مل گئی تھی اور اس کے خیالات پڑھنے میں کسی طرح کی بھی رکاوٹ پیش نہیں آ رہی تھی۔

اس طرح پہلے ہی مرحلے میں چنڈال کو یقین ہو گیا کہ وہ کوئی خطرناک نوجوان نہیں ہے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا نام واقعی حمزہ خان ہے۔ وہ بہروپیا نہیں ہے۔ جرمنی کی ایک دوا ساز کمپنی میں سیئنر ہولڈر ہے۔ اس سلسلے میں اس کے پاس قانونی دستاویزات موجود ہیں۔

چنڈال جوگیا نے اس کے اندر سوال پیدا کیا کہ سہاگن دیوی سے اس کا کیا تعلق ہے؟ اور آج وہ پانچ گھنٹے تک اس کے بنگلے میں کیا کرتا رہا ہے؟

کبریا نے جواب دیا "میرا اس سے بہت ہی پاکیزہ رشتہ ہے میں اسے دیوی مانتا ہوں اور یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ میں تو کیا دنیا کا کوئی بھی شخص اسے بری نیت سے چھو نہیں سکتا۔ جو اسے چھونا چاہتا ہے وہ کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

چنڈال نے سوال کیا "جب اس سے کوئی تعلق نہیں تو پھر اسے ہر ہفتے لاکھوں روپے کیوں دیتے ہو؟"

"اس دیوی کی کرپا سے مجھے کروڑوں روپوں کا فائدہ ہو رہا ہے۔ اس لیے میں لاکھوں روپے دان کرتا ہوں اور یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ لالچی نہیں ہے۔ ہم جیسے دھنوانوں سے بڑی بڑی رقمیں لے کر مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتی رہتی ہے۔"

"تم آج رات آٹھ بجے سے ایک بجے تک اس کے بنگلے میں تھے۔ پانچ گھنٹے اس کے ساتھ کیا کر رہے تھے؟"

"اس نے مجھے کھانے پر بلایا تھا کھانے کے بعد وہ اپنے دھرم کرم کی دلچسپ باتیں سنا رہی تھیں۔ میں ان باتوں میں گم ہو گیا تھا۔"

چنڈال طرح طرح کے سوالات کر رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ کسی بھی انسان کے چور خیالات کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ کبریا کے اندر کوئی کھوٹ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک سیدھا سادا بزنس مین ثابت ہو رہا تھا۔

چنڈال جوگیا اپنے خفیہ محل نما بنگلے میں ایک جگہ بیٹھا خیال خوانی کے ذریعے کبریا کے اندر موجود تھا۔ آرمی کا اعلیٰ افسر مانک لال اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ چنڈال نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا "میں نے اس کے خیالات اچھی طرح

پڑھے ہیں۔ اسے اچھی طرح کھنگال کر ٹٹول کر دیکھا ہے وہ نہ تو یوگا کا ماہر ہے۔ نہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور نہ ہی کوئی غلط کام کرلیا ہے۔ ایک سادہ سا بزنس مین ہے۔"

مانک لال سے پوچھا "وہ آج سماگن دیوی کے بنگلے پر کیا کرنے گیا تھا؟"

اس نے بتایا کہ حمزہ خان عاشق مزاج نہیں ہے۔ سماگن دیوی کو سچ مچ دیوی مانتا ہے۔ اس کا عقیدت مند ہے۔ اس کی مہربانی سے کروڑوں روپوں کا منافع کما رہا ہے اس لیے اسے ہر ہفتے لاکھوں روپے دیا کرتا ہے۔

مانک لال نے فون کے ذریعے پولیس کمشنر سے کہا "حمزہ خان بے قصور ہے۔ اس پر خوامخواہ شبہ کیا گیا تھا۔ لہٰذا اسے رہا کردیا جائے۔"

کمشنر نے کہا "ہم حمزہ خان کو رہا کررہے ہیں لیکن سماگن دیوی کے ساتھ ٹیلی پیتھی کا کوئی نہ کوئی چکر ضرور ہے ہمیں اس دیوی کا محاسبہ کرنا چاہیے۔"

مانک لال نے کہا "بے شک اب تم اس کے بنگلے کا محاسبہ کرو لیکن اسے گرفتار نہ کرو اس کے لاکھوں عقیدت مند پیدا ہوگئے ہیں۔ خوامخواہ ہنگامہ شروع ہوجائے گا۔"

"ہم اسے گرفتار نہیں کریں گے لیکن ہمارے خیال خوانی کرنے والے کے لیے دیوی کے دماغ کا دروازہ کھولنا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے تم وہاں جاؤ اور بنگلے کے اندر ہی اسے حراست میں رکھتے ہوئے اسے کوئی ایسا انجکشن لگاؤ یا ایسی دوا کھلاؤ کہ وہ کچھ کمزور ہوجائے اور ہمارے خیال خوانی کرنے والے کا راستہ نہ روک سکے۔"

مانک لال نے ریسیور رکھ دیا۔ چنڈال نے کہا "مجھے یقین ہے کہ سماگن دیوی ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ خیال خوانی کرنے والا کوئی شخص اس کے اندر چھپا رہتا ہے۔ ابھی اس کے چور خیالات پڑھوں گا تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا۔"

میں جینا کے پاس آگیا۔ وہ آدھا گھنٹا تنویمی نیند سونے کے بعد بیدار ہوگئی تھی۔ اب اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ دل میں کچھ بے چینی سی تھی ذہن پریشان تھا۔ جیسے کچھ ہونے والا ہو۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ڈرائنگ روم میں آکر تمام ملازمین کو بلایا پھر کہا "میں نے تم سب سے کہا تھا کہ یہاں گونگے بن کر رہو۔ کسی سے کچھ نہ بولو اور ٹیلی فون بھی اٹینڈ نہ کرو اب میں اپنی یہ ہدایت واپس لیتی ہوں۔ تم سب ایک دوسرے سے بول سکتے ہو اور ٹیلی فون بھی اٹینڈ کرسکتے ہو۔"

سیکیورٹی افسر نے وہاں آکر کہا "دیوی جی! پولیس اور انٹیلی جنس والے آئے ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے انہیں آنے دو۔"

وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ ایسے ہی وقت میں نے اس کے اندر پیٹ کی تکلیف کا احساس پیدا کیا۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگی۔ اس نے ایک ملازمہ سے کہا "میرے کمرے میں چورن رکھا ہوا ہے جلدی سے لے آؤ۔ شاید اسے کھانے سے تکلیف کم ہوجائے۔"

ملازمہ چورن لینے کے لیے کمرے کی طرف گئی۔ انٹیلی جنس کا ڈی جی ایک پولیس انسپکٹر کے ساتھ وہاں آیا۔ جینا نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "مجھے افسوس ہے میں آپ لوگوں کے استقبال کے لیے نہیں اٹھ سکوں گی۔ بہت تکلیف میں مبتلا ہوں۔"

چنڈال جو گیا ڈی' جی کے دماغ میں تھا۔ جینا کی یہ بات سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچا تو آسانی سے جگہ مل گئی۔ اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر مانک لال سے کہا "ابھی فوراً ڈی' جی کو فون پر کہو کہ سماگن دیوی کو اعصابی کمزوری کی کوئی دوا نہ کھلائیں۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل چکی ہے۔"

وہ پھر جینا کے دماغ میں آگیا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ جینا کو کچھ پتا نہیں تھا کہ کوئی اس کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔ وہ انجان تھی چنڈال بڑی آزادی سے اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔

پھر اس نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا "پتا نہیں میرا ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں رہ گیا ہے۔ میرے پیٹ میں تکلیف ہورہی ہے۔ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے میری تکلیف کم کردے گا۔"

جینا نے حیرانی سے سوچا "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں! کس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بات کررہی ہوں؟ میرا تو کوئی ایسا جاننے والا نہیں ہے کیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے پیٹ کا درد کم کیا جاسکتا ہے۔"

چنڈال نے اس کی سوچ میں کہا "میرے پاس جو دکھی انسان آتے ہیں اپنا دکھڑا روتے ہیں اور کئی طرح کے پیچیدہ مسائل پیش کرتے ہیں۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان مسائل کو حل کردیتی ہوں۔"

جینا نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا "یہ مجھے کیا ہوگیا ہے؟ میں خوامخواہ ٹیلی پیتھی کے بارے میں کیوں سوچ رہی ہوں؟ یہ پولیس اور انٹیلی جنس والے بھی مجھ پر شبہ

کرتے ہیں۔ میں انہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں۔ میں اپنی آتما شکتی سے اور بھگوان کی کرپا سے پیچیدہ مسائل کو حل کردیتی ہوں اور کبھی کبھی ناممکن کو ممکن بنادیتی ہوں۔"

وہ اس کی سوچ میں بولا "حمزہ خان میرے من مندر کا دیوتا ہے جب وہ مجھے آغوش میں لے کر پیار کرتا ہے تو۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ چھی چھی کہہ کر اپنے کان پکڑنے لگی۔ دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپانے لگی اور کہنے لگی "یہ کیسی شرمناک باتیں ہیں؟ میں اپنے دھرم کرم کی باتوں کے سوا کوئی دوسری بات نہیں سوچتی۔ آج ایسی گندی باتیں کیوں سوچ رہی ہوں؟"

چنڈال نے اس کی سوچ میں پوچھا کہ حمزہ خان سے اس کا کیا تعلق ہے۔ اس نے وہی جواب دیا جو کریا اس سے پہلے کہہ چکا تھا وہ طرح طرح سے اس کے ذہن کو کرید رہا تھا۔ اس کے ایک ایک ڈھکے چھپے خیال کو پڑھ لینا چاہتا تھا' سمجھ لینا چاہتا تھا اور سمجھ رہا تھا۔ یقین کررہا تھا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے اس کا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ یقیناً وہ آتما شکتی اور اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے لوگوں کے کام آکر دیوی کہلاتی ہے۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر مانک لال سے بولا "یہ سچ مچ بھگوان کی بھگت ہے کچھ غیر معمولی صلاحیتیں اس کے اندر ہیں جن کے ذریعے یہ مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتی ہے۔ بڑے بڑے دھنوان اسے لاکھوں کروڑوں روپے دیتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے یہ اس قدر دولت مند نظر آنے لگی ہے۔"

مانک لال نے پوچھا "کیا اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے؟"

"نہیں اس نے اپنی قدرتی صلاحیتوں سے دولت اور شہرت حاصل کی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے ہمارا وقت خوامخواہ ضائع ہوتا رہا۔ اس لڑکی کے ذریعے ہم کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں پکڑ سکیں گے اسے بھی رہا کرنا ہوگا۔"

"نہیں آپ فی الحال اسے رہا نہیں کریں گے۔"

وہ حیرانی سے بولا "کیوں جب اس کا کوئی جرم نہیں ہے تو اسے گرفتار کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"تم بہت جلدی بھول جاتے ہو۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ سماگن دیوی کو میری آغوش میں پہنچاؤ گے۔"

"ہاں۔ لیکن ذرا سہولت سے آرام سے جلد بازی سے کام بگڑ جائے گا۔"

"جلد بازی کیسی؟ ابھی وہاں پولیس اور انٹیلی جنس والے پہنچے ہیں ان سے کہیں کہ اس پر شبہ کیا جارہا ہے۔ لہٰذا اس کا محاسبہ کرنے اور چند ضروری سوالات کرنے کے لیے اسے ہیڈ کوارٹر میں پہنچایا جارہا ہے۔"

"تم چاہتے ہو میں اسے ہیڈ کوارٹر میں بلاؤں؟"

"نہیں۔ اسے کسی پرائیویٹ بنگلے میں قید کرکے رکھیں۔ میں رازداری سے وہاں پہنچ جاؤں گا۔ وہ لڑکی ہے اور نہیں بھی ہے میں اس کی ادھوری جوانی سے نمٹ لوں گا۔"

مانک لال نے پھر فون کے ذریعے ڈی جی سے رابطہ کیا اور اسے کہا "سماگن دیوی کو حراست میں لو لیکن اس طرح کہ اسے اپنی توہین کا احساس نہ ہو۔ اس سے کہا جائے کہ آرمی کے اعلیٰ افسران اس سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں اور ان کے اپنے بھی کچھ مسائل ہیں وہ اپنی آتما شکتی اور قدرتی صلاحیتوں سے حل کرسکتی ہے۔"

میں ڈی جی کے اندر رہ کر اس کی یہ ساری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے جینا کے خیالات پڑھ کر اس کے عقیدت مندوں کے ٹیلی فون نمبر معلوم کیے پھر باری باری ان کے نمبر پنچ کرکے نسوانی آواز میں ان سے کہا "میں سماگن دیوی بول رہی ہوں۔ اس وقت بڑی مشکل میں ہوں۔ مجھے انٹیلی جنس اور آرمی والے گرفتار کرکے لے جانا چاہتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں مجھے گرفتاری سے بچایا جائے۔ اب یہ تم سمجھو کہ مجھے کیسے بچاؤ گے؟"

وہ سب دولت مند تھے۔ قانونی لڑائی نہیں لڑسکتے تھے کیونکہ انٹیلی جنس اور آرمی والوں کا معاملہ تھا ان کے سامنے بس یہی راستہ تھا کہ بغاوت کریں۔ لہٰذا وہ اس علاقے میں گئے جہاں پہلے جینا رہتی تھی وہاں کی عورتوں اور مردوں کو بتایا کہ اس وقت سماگن دیوی مصیبت میں ہے۔ فوراً اس کے بنگلے کا محاصرہ کیا جائے اور اسے گرفتار نہ ہونے دیا جائے۔

ممبئی کے کئی علاقوں تک یہ باتیں پہنچنے لگیں۔ وہاں سے عورتیں مرد بوڑھے اور بچے سب ہی گاڑیوں میں بیٹھ کر ٹرکوں میں سوار ہو کر اس بنگلے کی طرف آنے لگے۔

اس وقت تک مانک لال نے ایک یوگا جاننے والے افسر کو کہا تھا کہ وہ اپنی گاڑی لے کر جائے اپنے ساتھ ایک ماتحت رکھے لیکن وہ ماتحت گونگا بن کر رہے اور وہ سماگن دیوی کو اس کے بنگلے سے ایک پرائیویٹ بنگلے میں لے

آئے۔

اس آرمی افسر کو جینا کے بنگلے تک پہنچنے تک ایک گھنٹا لگا۔ اتنی دیر میں وہاں مردوں اور عورتوں کی بھیڑ لگتی جارہی تھی۔ ٹرک پر ٹرک اور بسوں پر بسیں آرہی تھیں اور ان میں سے جینا کے عقیدت مند اتر کر پولیس انٹیلی جنس کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے اس کے بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔ کمشنر اور ڈی جی بنگلے کے اندر تھے چاروں طرف سے اپنے خلاف نعرے سن کر پریشان ہورہے تھے۔ فون پر فون کھڑکا رہے تھے۔ آرمی والوں سے کہہ رہے تھے کہ یہاں معاملہ بہت بگڑ گیا ہے۔ جتا غصے میں آگئی ہے۔ جینا کے خلاف کوئی قانونی کارروائی پسند نہیں کرے گی اور ہم یہاں مصیبت میں پڑ جائیں گے۔

مانک لال نے کہا "بنگلے کے چاروں طرف چند سو افراد ہوں گے۔ ابھی آرمی کے جوان وہاں جائیں گے۔ ہوائی فائرنگ کریں گے تو سب لوگ وہاں سے بھاگتے ہوئے نظر آئیں گے۔"

ڈی جی نے کہا "نہیں جناب! میں چھت پر سے دیکھ چکا ہوں چاروں طرف لوگوں کا ہجوم ہے ہزاروں نہیں لاکھوں افراد ہیں۔ آپ کے آرمی والے بھی انہیں کنٹرول نہیں کرسکیں گے۔"

مانک لال نے چنڈال سے کہا "بڑی گڑبڑ ہورہی ہے۔ جتا لاکھوں کی تعداد میں وہاں پہنچ گئی ہے۔ انٹیلی جنس اور پولیس والوں کے خلاف نعرے لگا رہی ہے۔ اس کی گرفتاری پر احتجاج کررہی ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "یہ ایک گھنٹے کے اندر اتنی ساری پبلک کیسے وہاں جمع ہوگئی؟ میں سہاگن دیوی کے اندر مسلسل رہا ہوں۔ اس نے کسی کو بھی فون نہیں کیا کسی بھی ذریعے سے کسی کو اطلاع نہیں دی ہے پھر اتنی ساری جتا کو کیسے معلوم ہوگیا کہ اسے گرفتار کیا جارہا ہے؟"

وہ جینا کے اندر آکر اس کی سوچ میں بولا "اتنی ساری جتا یہاں کیسے جمع ہوگئی ہے؟ کیسے انہیں معلوم ہوا کہ مجھے گرفتار کیا جانے والا ہے؟"

وہ اپنی سوچ میں بولی "یہ میرے بھگوان کی کرپا ہے وہ مجھے برے وقت میں برے لوگوں سے بچاتا ہے۔ میں نے اپنی زبان سے کسی کو کچھ نہیں کہا ہے لیکن میری آتما شکتی ان سب کو یہاں کھینچ لائی ہے۔"

چنڈال جوگیا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر مانک لال سے کہا "یہ کیا بکواس کرتی ہے! کہہ رہی ہے اس کی آتما شکتی لاکھوں لوگوں کو اس کے بنگلے کی طرف کھینچ لائی ہے۔ میں اس کی آتما شکتی کو نہیں مانتا۔ اس کے پیچھے ضرور کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے۔ اس نے ان سب کو مختلف علاقوں میں جاکر اطلاع دی ہے اور یہ سب ایک گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ گئے ہیں۔"

"ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ وہ آتما شکتی جانتی ہے اس کے اندر غیر معمولی صلاحیتیں ہیں اور اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے؟"

"اس وقت بھی میں نے درست کہا تھا اب بھی درست کہہ رہا ہوں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ سہاگن دیوی خود نہیں جانتی ہے کہ اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ وہ بہت مکار ہے اس کے اندر چھپ کر رہتا ہے اور اس سے اسی طرح کا فائدہ اٹھاتا رہتا ہے۔"

"وہ اس سے کیا فائدہ اٹھائے گا؟ کیا سہاگن دیوی کو پتا نہیں چلتا ہوگا؟"

"اسے کیسے معلوم ہوگا۔ وہ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے غائب دماغ بنا دیتا ہوگا اسے کسی طرح بھی حراست میں لے کر اس پرائیویٹ بنگلے میں پہنچایا جائے۔"

"کیسی باتیں کررہے ہو؟ کیا ہم لاکھوں جتا کے خلاف کچھ کرسکتے ہیں؟"

"کمشنر اور ڈی جی سے کہیں وہ ان تمام لوگوں کو یہ سمجھائیں کہ اس لڑکی کو گرفتار نہیں کیا جارہا ہے بلکہ ایک ضرورت کے تحت اسے آرمی ہیڈ کوارٹر میں بلایا جارہا ہے۔ ضرورت پوری ہوتے ہی اسے واپس پہنچا دیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی فون پر ان سے کہتا ہوں۔"

وہ پھر فون پر کمشنر سے بولا "ریسیور سہاگن دیوی کو دو۔"

تھوڑی دیر بعد جینا کی آواز سنائی دی "ہیلو! میں بول رہی ہوں۔"

مانک لال نے کہا "دیوی جی! ہم آپ کو گرفتار نہیں کرنا چاہتے، آپ کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ ہم ایک اہم مسئلے سے دوچار ہیں اور امید کرتے ہیں آپ اس مسئلے کو آتما شکتی سے حل کردیں گی۔ اس لیے ہم آپ کو واپس پہنچا دیں گے۔"

جینا نے میری مرضی کے مطابق کہا "آپ کا کوئی بھی مسئلہ ہو میں ضرور حل کروں گی لیکن میرا وہاں جانا ضروری نہیں ہے۔ آپ فون پر مسئلہ بیان کردیں یا خود چلے آئیں۔"

"آپ یہاں کیوں نہیں آنا چاہتیں؟"

"میری آتما شکتی کہہ رہی ہے مجھے گیان حاصل ہوا ہے کہ بنگلے سے باہر جاؤں گی تو خطرات میں گھر جاؤں گی۔ لہٰذا

اس بنگلے کی چار دیواری کے اندر ہی رہنا چاہیے۔"

مانک لال نے ریسیور رکھ کر چنڈال جوگیا سے کہا "وہ کہہ رہی ہے جو بھی مسئلہ ہو اسے فون پر بیان کریں یا ہم خود وہاں چلے جائیں۔ وہ اپنے بنگلے سے باہر نکلے گی۔ اس کی آتما شکتی کہہ رہی ہے کہ باہر اس کے لیے خطرات ہیں۔"

"میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے خطرات سے آگاہ کررہا ہے۔ اسے میری طرف آنے سے روک رہا ہے میں اس کی ایسی کی تیسی کردوں گا۔ یہ سہاگن دیوی میرے لیے چیلنج بن گئی ہے۔ میں اسے ضرور حاصل کروں اسے ادھر ضرور بلاؤں گا۔"

مانک لال نے اس کے ہاتھ کو تھپک کر کہا "پلیز! ذرا غصے کو برداشت کرو۔ تمہیں صرف اس لیے غصہ آرہا ہے کہ وہ سہاگن دیوی تمہارے ہاتھ آتے آتے نکل رہی ہے مگر وہ نکل کے کہاں جائے گی؟ ہمارے ویش میں ہے ممبئی میں ہے کسی وقت بھی اسے خاص طیارے میں وہاں سے یہاں لایا جاسکتا ہے مگر تم ذرا صبر کرو۔ ابھی بہت گڑبڑ ہوجائے گا۔"

"تم بہت دیر سے مجھے صبر کرنے کو کہہ رہے ہو میں وہاں تو ابھی خیال خوانی کے ذریعے اسے وہاں سے یہاں منگوا سکتا ہوں۔"

"اور اس کے پیچھے جو ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے وہ بھی اس کے ساتھ تمہارے پاس چلا آئے گا۔ کچھ عقل کی بات کرو ذرا سوچو۔"

"میرے پاس عقل ہے۔ مجھے بے وقوف نہ سمجھو۔ اسے یہاں بلاؤں گا اور اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بے نقاب کروں گا۔"

"تم کس طرح اسے بے نقاب کرو گے؟ جبکہ وہ اس طرح چھپا ہوا ہے کہ سہاگن دیوی بھی اس کی موجودگی کو نہیں سمجھتی ہے۔"

"میں اس دیوی کے اندر جاکر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو چیلنج کروں گا۔ اسے باتیں کرنے پر مجبور کروں گا تو وہ ضرور بولے گا۔ تب مجھے پتا چلے گا کہ وہ کون ہے؟ وہ اپنا نام ظاہر کرے گا یا نہیں بتائے گا لیکن اس کے گفتگو کے انداز سے ہمیں پتہ معلوم ہوسکے گا۔"

"تم ہوا میں تیر چلا رہے ہو۔ صرف سہاگن دیوی کی خیال خوانی کے کھیلنے کے لیے بے چین ہورہے ہو۔ پاگل ہورہے ہو اور اس کے لیے سمجھتے ہو کہ اس کے اندر چھپا ہوا ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی احمق ہوگا جو سہاگن دیوی سے نہیں ڈرتا اور تم سے بولنے لگے گا وہ کیوں اس کے اندر اپنی آواز سنائے گا؟ جب وہ اس کے اندر خاموشی سے چھپا ہوا رہتا ہے۔"

"مسٹر مانک لال! میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں چند گھنٹوں میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بے نقاب کرکے بتاؤں گا کہ وہ کون ہے؟ کیا وہ اسی دیش میں رہتا ہے یا پھر کسی دوسرے ملک میں بیٹھا خیال خوانی کررہا ہے؟"

مانک لال نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا "تم جو چاہو کرو اس لیے کہ ہم تمہیں روک نہیں سکیں گے لیکن ہماری ایک بات مان لو۔"

"میں مان لوں گا مگر مجھے صبر کرنے کو نہ کہو۔"

"میں بہت زیادہ صبر کرنے کو نہیں کہوں گا مجھے صرف دو گھنٹوں کی مہلت دو۔"

"تم دو گھنٹے کی مہلت کیوں چاہتے ہو؟"

"میں کسی تدبیر سے سہاگن دیوی کو تمہارے پاس پہنچاؤں گا۔ اگر دو گھنٹے تک ایسا نہ کرسکا تو پھر تم خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر جاکر خود کو ظاہر کرو۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو چیلنج کرو پھر جو کرنا چاہو اپنے معاملات میں آزاد رہو گے ہم تمہیں کسی بات سے نہیں روکیں گے۔"

"ٹھیک ہے تم یہاں رہ کر دو گھنٹے تک جتنی کوششیں کرسکتے ہو کرو۔ میں دیکھوں گا کہ میرے لیے کیا کررہے ہو؟"

"مجھے یہاں سے آرمی ہیڈ کوارٹر جانا ہوگا میں وہاں سے کوشش کروں گا۔"

"جب تم فون کے ذریعے پورے ملک میں اپنے احکامات صادر کرسکتے ہو تو پھر یہاں بیٹھ کر میرا کام کیوں نہیں کرسکتے؟"

مانک لال اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر اس نے اچانک ہی ریوالور نکال کر اس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "تم خردماغ ہو۔ گدھے کے بچے ہو۔ تمہیں اتنی محبت سے اور دوستی سے سمجھایا جارہا ہے مگر عقل کی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ضائع نہیں ہونے دیں گے اور نہ ہی کوئی حماقت کرنے دیں گے۔"

چنڈال نے گھبرا کر کہا "یہ کیا کررہے ہو؟ میں تمہارے دیش کا خیال خوانی کرنے والا ہوں۔ تمہیں بہت زیادہ فائدے پہنچانے والا ہوں۔ کیا مجھے جان سے مارڈالو گے؟"

"نہیں۔ ہم جان سے نہیں ماریں گے لیکن ہم نے تمہارا علاج سوچ لیا تھا کہ جب بھی تم ہمارے منصوبے کے خلاف کام کرو گے اور ہماری بات نہیں مانو گے تو ہم تمہارے

ساتھ کیا سلوک کریں گے؟"

یہ کہتے ہی اس نے چنڈال کے ایک پیر میں گولی ماری۔ وہ اچھل کر گر پڑا مانک لال نے کہا "دوسری گولی تمہارے سینے کے پار ہو سکتی ہے۔ زندہ رہنا چاہتے ہو تو وہیں فرش پر پڑے رہو۔ ذرا بھی حرکت نہ کرنا۔"

وہ اپنا موبائل فون نکال کے نمبر پنچ کرنے کے بعد اپنے یوگا جاننے والے باقی پانچوں افسران سے رابطہ کرنے لگا۔

❍✕❍

فرمان اور ویڈ مارکس کے درمیان سمجھوتا ہو گیا۔ ان کے سامنے فی الحال سب سے بڑا مسئلہ چھپ کر رہنا تھا۔ انتیا اور کلپنا ہندوستانی تھیں وہ کسی بھی ماحول میں گھل مل کر رہ سکتی تھیں۔ کوئی انہیں دیش دشمن کی حیثیت سے نہیں پہچان سکتا تھا۔ فرمان بھی کسی حد تک اپنے آپ کو چھپا سکتا تھا لیکن ویڈ مارکس امریکی تھا۔ ہندی بولنے کے باوجود لہجہ امریکی ہو جاتا تھا۔

ایک تیز رفتار ٹرین ممبئی جانے والی تھی۔ ان چاروں نے اپنے لیے ٹکٹیں خرید لی تھیں۔ اب اندیشہ تھا کہ ریلوے پلیٹ فارم پر انہیں روکا ٹوکا جا سکتا ہے۔ فرمان نے کہا "تم کلپنا کو اپنے ساتھ نہ رکھو کلپنا اور انتیا میرے ساتھ رہیں گی۔ تنہا ٹرین میں سوار ہونے کے لیے جاؤ کوئی بھی پولیس یا انٹیلی جنس والا تمہیں روکے گا تم سے بات کرے گا تو میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے کنٹرول کروں گا۔ اسے تم پر شبہ کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

وہ تینوں پہلے ٹرین میں اپنی ریزرو کرائی ہوئی سیٹوں پر بیٹھ گئے پھر فرمان نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "مارکس! اب تم آسکتے ہو میں تمہارے اندر موجود رہوں گا۔"

وہ بکنگ آفس کے پاس سے چلتا ہوا گیٹ پر آیا وہاں ٹی سی کے علاوہ ایک پولیس انسپکٹر اور چار سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ویڈ مارکس کو دیکھتے ہی روک لیا پھر انسپکٹر نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟ کس ملک سے آرہے ہو؟ اپنا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات دکھاؤ۔"

ویڈ مارکس نے اپنے بیگ میں سے پاسپورٹ اور کاغذات نکالے۔ انسپکٹر کے قریب ایک شخص سادے لباس میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پاسپورٹ لیا تو ویڈ مارکس نے پوچھا "تم کون ہو اور تم میرے کاغذات کیوں دیکھ رہے ہو؟"

"میں سی' آئی' اے سے تعلق رکھتا ہوں۔ تم چپ چاپ کھڑے رہو۔"

ویڈ مارکس نے فرمان کے اندر پہنچ کر کہا "تم انسپکٹر کے اندر رہو میں اس شخص کے اندر رہ کر اسے کنٹرول کروں گا۔"

وہ دونوں کاغذات چیک کر رہے تھے۔ ان کا ساتھی بتا رہا تھا کہ کاغذات درست ہیں پھر بھی اپنے افسر کو یہ رپورٹ دینی ہوگی کہ ایک امریکی اس ٹرین میں ہے اور ٹرین کی روانگی سے پہلے ہی یہاں آکر اس کو اتار جا سکتا ہے۔

لیکن ان دونوں نے اپنے اعلیٰ افسران کو اطلاع دی۔ ٹیلی پیتھی کے زیر اثر رہ کر ایک دوسرے سے ملے اور کہا "کاغذات تو درست ہیں کسی شک و شبے کی نہیں ہے۔ لہٰذا جانے دیا جائے۔"

انہوں نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ ان کا شکریہ ادا کیا۔ کاغذات اپنے بیگ میں رکھے اٹھا کر پلیٹ فارم پر آگیا ان چاروں کی سیٹیں ایک جگہ تھوڑی دیر بعد وہ ان تینوں کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ کہا "اچھا ہی ہوا کہ تم میرے ساتھ نہیں تھیں۔ ورنہ ضرور شبہ کرتے۔"

فرمان نے کہا "اب ہمیں یہاں اطمینان حاصل ہے لہٰذا سب سے پہلے مجھے یہ دیکھنا ہے کہ چنڈال میرے خلاف کوئی ایکشن لے رہا ہے یا نہیں؟"

ویڈ مارکس نے کہا "ہاں۔ مجھے بھی دیکھنا چاہیے ارجن چوپڑا کے بنگلے سے نکل کر آئے ہیں تو اس کا اس پر کیا ہو رہا ہے؟"

کلپنا اور انتیا ایک سیٹ پر بیٹھ گئیں اور ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگیں۔ وہ دونوں خیال خوانی میں مصروف ہو گئے۔ فرمان اچھی طرح جانتا تھا کہ چنڈال جو گیا سخت حفاظتی انتظامات میں رکھا گیا ہے۔ اس کے بنگلے اندر جو کنیزیں تھیں وہ دوسروں کے سامنے گونگی بن جاتی تھیں۔ صرف تنہائی میں چنڈال سے باتیں کیا کرتی تھیں کیونکہ فرمان اس کا پرسنل باڈی گارڈ تھا۔ اس لیے وہ اس کی موجودگی میں باتیں کیا کرتی تھیں۔ اب اس کو حاصل ہونے والا تھا کہ وہ ان کنیزوں کے دماغ سے چنڈال کی مصروفیات کے بارے میں بہت کچھ معلوم تھا۔

اس نے ایک کنیز کے ذریعے چنڈال کو دیکھا وہ پریشان نظر آرہا تھا لیکن پریشانی کیا تھی؟ نہ یہ کنیز کو نہ اپنے چھ یوگا جاننے والے آرمی افسران سے بولی کہ اس کا باڈی گارڈ ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ وہ اسے دھوکا

چلا گیا ہے
اپنے اندر پرائی سوچ کی لہریں محسوس کی
فرمان نے
تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ چنڈال جو گیا
سانس روک لی
اور
ہے پھر انتیا نے بھی کہا تھا کہ اس کے اندر
کوشش کی تھی تو اس نے سانس روک لی
کی
نے کہا "تمہارا باپ ہمیں تلاش کر رہا ہے۔ کبھی
کے فریب میں نہ آنا اسے ذرا سی دیر کے لیے
کو
دماغ میں جگہ نہ دینا ورنہ پہلے وہ تمہارے دماغ پر
گا اس کے بعد میرے پیچھے پڑ جائے گا۔"
اس کے بعد چنڈال ان کے دماغوں میں نہیں آیا۔
کنیزوں کے ذریعے اسے دیکھتا رہا۔ جب میجر مانک لال
کے پاس آیا تو وہ دونوں سہاگن دیوی کا محاسبہ کرنے
پہلے حمزہ یعنی کبریا کو گرفتار کر کے لے گئے یہ معلوم کرنا
تھے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا نہیں؟
فرمان بہت اچھی طرح کبریا کو جانتا اور پہچانتا تھا لیکن
کا نام حمزہ لیا جا رہا تھا اور اس کا لب و لہجہ بھی بدلا ہوا تھا۔
لیے فرمان اسے کبریا کی حیثیت سے سمجھ نہیں پایا۔
اس نے بھی کبریا کے چور خیالات پڑھے اور اسی نتیجے پر
کہ وہ بے چارہ ایک بزنس مین ہے اور اس کا دور تک بھی
جنگی سے واسطہ نہیں ہے۔ اس کے بعد سہاگن دیوی کا
پھر کیا گیا۔ چنڈال اس دیوی کے اندر پہنچ کر اس کے
کو کھنگال رہا تھا اور کسی طرح یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ
ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا پھر اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے
چھپا ہوا ہے؟
فرمان کو بھی اس کے اندر جانے کا موقع ملا تھا تو وہ بھی
کے خیالات پڑھ رہا تھا اور یقین کر رہا تھا کہ اس کے
ٹیلی پیتھی کا کوئی چکر نہیں چل رہا ہے۔
فرمان بھی سہاگن دیوی کے دماغ میں رہتا تھا اور کبھی
مانک کے دماغ میں چلا آتا تھا۔ جو چنڈال جوگیا کے بنگلے میں
اور فرمان کی مرضی کے مطابق ایک جگہ چھپی ہوئی
ال اور مانک لال کی گفتگو سن رہی تھی۔
چنڈال اس سہاگن دیوی کو حاصل کرنے اسے اپنے
بنانے کے لیے بے چین ہو رہا تھا اور اس پر الزام لگا رہا
اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے اور
خیال خوانی کرنے والے کو بے نقاب کرنا چاہتا ہے۔
مانک لال اسے سمجھا رہا تھا کہ اگر کوئی خیال خوانی
ہے تو اس کے پیچھے چھپا ہوا ہے تو اس سے ٹکرانا نہیں چاہیے۔ اگر
دیوی کے حسن و شباب کے لیے للچا رہا ہے تو اس
دیوی کو کسی دوسرے ہتھکنڈے سے اس کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ وہ جلد بازی نہ کرے لیکن وہ جلد باز تھا۔ اس سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔ مانک لال نے سمجھ لیا کہ یہ اپنی حماقت سے کام بگاڑنے والا ہے۔ لہٰذا اس نے ریوالور سے ایک ٹانگ پر گولی مار کر اسے زخمی کر دیا پھر اس سے کہا "اگر تم چاہتے ہو کہ دوسری گولی سینے کے پار نہ ہو تو چپ چاپ فرش پر پڑے رہو۔"

فرمان اور ویڈ مارکس ٹرین میں بیٹھے ہوئے اپنی اپنی جگہ خیال خوانی میں مصروف تھے۔ ٹرین اپنی پوری تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ فرمان نے انتیا سے کہا "تمہارا باپ بہت ہی خبیث ہے۔ وہ ایک سیدھی سادی پاکیزہ سہاگن دیوی کی جوانی سے کھیلنا چاہتا تھا۔ مجھے تو بڑا غصہ آرہا تھا۔ اگر میجر اسے گولی نہ مارتا تو میں اسے ضرور سزا دیتا۔"

انتیا نے ایک دم سے روتے ہوئے پوچھا "کیا میرے پتاجی کو کسی نے گولی ماردی ہے؟"

"رونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خبیث ابھی زندہ ہے۔ شیطان اتنی جلدی نہیں مرتا۔"

کلپنا ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے اپنے محبوب ویڈ مارکس کو دیکھا۔ وہ خیال خوانی میں مصروف تھا۔ اس نے کہا "اگر تمہارے پتاجی کو گولی ماری گئی ہے تو اب وہ آرمی والے ان کو اپنا معمول اپنا غلام بنائیں گے۔ ان پر تنویمی عمل کرائیں گے۔ میرے ویڈ مارکس کے ساتھ بھی انہوں نے یہی سلوک کیا تھا۔"

انتیا نے کہا "انیل! اب تو تم میرے باپ کے دماغ میں جا سکتے ہو پلیز ابھی جاؤ ان کی خیریت معلوم کرو۔ ان پر کوئی ظلم نہ ہونے دو۔"

"کیوں نہ ہونے دوں؟ کیا تمہارے باپ نے تم پر اور مجھ پر کم ظلم کیا ہے۔ انہوں نے کس طرح ہمیں جدا کیا تھا؟ میں تو پھر بھی پرایا ہوں تم تو بیٹی ہو۔ انہوں نے تم سے کیوں دشمنی کی تھی؟"

"پتاجی نے غلطی کی تھی۔ تم غلطی نہ کرو۔ ان کے کام آؤ۔"

"تم مجھ سے بہت زیادہ ہمدردی کی امید نہ رکھو۔ کیونکہ تم میری جان ہو۔ اس لیے میں اتنا کروں گا کہ تمہارے باپ کو ان کے ہاتھوں مرنے نہیں دوں گا۔"

انتیا نے کہا "یہی بہت ہے۔ بس انہیں زندہ رہنے دو۔ وہ زندہ رہیں گے تو خود ہی اپنے بچاؤ کا راستہ نکال لیں گے۔ وہ بہت بڑے گیانی ہیں۔ کالے جادو میں کوئی ان کا ثانی نہیں ہے

اور وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ خود ہی ان کے شکنجے سے نکل آئیں گے۔"

"ان کے شکنجے سے نکل آنا اتنا آسان نہیں ہوگا۔ وہ ویٹو مارکس کو قیدی بنا کر ایک تجربہ کر چکے ہیں ان کی کسی غلطی یا کمزوری کے باعث ویٹو مارکس نے رہائی حاصل کرلی لیکن اب وہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔"

وہ اس کے بازو سے لگ کر بولی "تم میرے سامنے باتیں بنا رہے ہو پلیز جاؤ دیکھو وہ میرے پتاجی کے ساتھ کیسا سلوک کر رہے ہیں؟"

فرمان پھر خیال خوانی کے ذریعے چنڈال جوگیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جس خفیہ بنگلے میں اسے چھپا کر رکھا گیا تھا اور جہاں وہ زخمی پڑا ہوا تھا وہاں آرمی کا ایک ڈاکٹر اور چار مسلح جوان پہنچ گئے تھے۔ ڈاکٹر اس کے زخم کی مرہم پٹی کر رہا تھا پھر اس نے چنڈال کے ایک بازو میں انجکشن لگاتے ہوئے کہا "یہ نشہ آور دوا ہے اس کے اثر سے یہ کئی گھنٹوں تک نشے کی حالت میں رہے گا اور خیال خوانی نہیں کرسکے گا۔"

وہ چاروں مسلح جوان چنڈال کو ایک اسٹریچر پر ڈال کر بنگلے سے باہر لے آئے۔ وہاں ایک بڑی سی وین کھڑی ہوئی تھی۔ وین کے پچھلے حصے میں چنڈال کو پہنچایا گیا۔ دروازے کو لاک کیا گیا پھر وہ وین وہاں سے آرمی ہیڈ کوارٹر کی طرف جانے لگی۔

ٹرین تیز رفتاری سے رواں دواں تھی۔ کلپنا' انیتا اور فرمان آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ویٹو مارکس آنکھیں بند کیے خیال خوانی میں مصروف تھا پھر اس نے آنکھیں کھول کر ان تینوں کو دیکھا فرمان نے پوچھا "خیریت تو ہے؟ جہاں سے فرار ہو کر آئے ہو وہاں تو تمہیں تلاش کیا جا رہا ہوگا؟"

ویٹو مارکس نے کہا "ہم ارجن ڈی جی کے بنگلے میں تھے' وہ میرا معمول بن چکا ہے۔ میرے خلاف کبھی کسی سے کچھ نہیں کہے گا لیکن میرے متعلق یہ سوچا گیا تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے کسی بڑے افسر یا عہدے دار کو ٹریپ کرکے اس کے گھر میں چھپ کر رہ سکتا ہوں۔ لہٰذا بڑے بڑے افسروں اور عہدے داروں کے گھروں میں مجھے تلاش کیا جا رہا ہے۔ انٹیلی جنس والے ارجن چوپڑا کے بنگلے میں بھی آئے تھے۔"

فرمان نے کہا "اور چوپڑا نے انہیں تمہارے متعلق کچھ نہیں بتایا ہوگا؟"

"ہاں اس نے تو نہیں بتایا لیکن وہاں ہمارا بہت سا سامان رکھا ہوا ہے۔ میں اور کلپنا جو لباس پہن کر ان کی قید سے فرار ہوئے تھے۔ وہ اتارے ہوئے لباس [illegible] گئے تھے۔ وہ ان لباسوں کو دیکھ کر اب ارجن چوپڑا [illegible] کر رہے ہیں۔ اسے الزام دے رہے ہیں کہ اس نے اپنے بنگلے میں چھپا رکھا تھا۔ اب کہیں اور چھپا رکھا ہے۔"

کلپنا نے کہا "لیکن ارجن چوپڑا تو تمہارے [illegible] کے زیر اثر ہوگا۔ اسے کچھ یاد نہیں آ رہا ہوگا۔"

"ہاں وہ بھولا ہوا ہے وہ نہیں جانتا کہ ہم [illegible] کرکے اسی کے بنگلے میں گئے تھے اور وہاں چھپ کر [illegible] تھے۔"

کلپنا نے پوچھا "کیا اس عامل پر شبہ کیا جا رہا ہے [illegible] تم پر تنویمی عمل کیا تھا؟"

"نہیں اس پر کسی کو شبہ نہیں ہو رہا ہے اور نہ [illegible] یاد ہے کہ میں نے الٹا اسی پر تنویمی عمل کیا ہے اور [illegible] معمول اور ماتحت بنا ہوا ہے۔"

پھر ویٹو مارکس نے فرمان کو مخاطب کرتے ہوئے [illegible] ابھی چنڈال جوگیا کا ذکر کر رہے تھے۔ اسے تو زخمی کرکے [illegible] بنا لیا گیا ہے۔"

"کیا تم چنڈال جوگیا کے دماغ میں گئے تھے؟"

"نہیں۔ میں اس عامل کے دماغ میں تھا۔ آرمی [illegible] کوارٹر میں اس عامل کو بلایا گیا ہے اور اس سے کہا جا [illegible] کہ چنڈال جوگیا کو وہاں لایا جا رہا ہے اس پر ابھی نشہ [illegible] ہے۔ جب نشہ کم ہوگا تو وہ عامل اس پر تنویمی عمل کرکے [illegible] چھپ کو جاننے والوں کا معمول اور محکوم بنائے گا۔"

کلپنا نے ٹرین میں گشت کرنے والے ویٹر سے [illegible] منگوایا۔ کھانا آنے کے بعد وہ چاروں کھانا کھانے لگے [illegible] منصوبہ بندی کرنے لگے کہ ممبئی پہنچنے کے بعد انہیں [illegible] ہے؟ کہاں جانا ہے؟ ویٹو مارکس نے کہا "مجھے تو ہر جگہ [illegible] انڈیا چھوڑ کر جانا ہوگا۔ یہاں میں آسانی سے چھپ کر [illegible] سکوں گا۔"

کلپنا نے کہا "ارجن چوپڑا کے بنگلے میں رہنے [illegible] دوران میں مارکس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنا [illegible] میرا... پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کروا لیے [illegible] اپنے فرضی ناموں اور چہروں کے ساتھ یہاں سے [illegible] ہیں۔"

ویٹو مارکس نے کہا "ائرپورٹ پر اگر کسی کو شبہ ہوا [illegible] اسی طرح خیال خوانی کے ذریعے ان شبہ کرنے والوں کو [illegible] زیر اثر لے آئیں گے۔ ایسے وقت تم بھی اپنی خیال [illegible] کے ذریعے ہماری مدد کرو گے۔"

فرمان نے کہا "میں ضرور مدد کروں گا۔ تم دونوں کو یہاں سے نکل جانے کا موقع دوں گا بلکہ میں بھی یہی چاہوں گا کہ اب یہاں نہ رہوں ممبئی پہنچ کر خیال خوانی کے ذریعے اپنا اور انیتا کا پاسپورٹ بنواؤں گا۔"

اس نے کھانے سے فارغ ہو کر انیتا سے کہا "اب میں ذرا تمہارے باپ کی خبر لیتا ہوں کہ وہ کس حال میں ہے؟"

ویٹو مارکس نے کہا "میں بھی اس عامل کے ذریعے چنڈال جوگیا تک پہنچوں گا دیکھوں گا کہ اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جاتا ہے؟"

وہ دونوں پھر خیال خوانی میں مصروف ہوگئے۔ ویٹو مارکس عامل کے پاس چلا آیا اور فرمان چنڈال کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے ننگے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ تقریباً پانچ گھنٹے گزر چکے تھے۔ اسے نشے کا انجکشن دیا گیا تھا۔ اب وہ نشہ ختم ہو رہا تھا۔ مانک لال اور یوگا جاننے والے پانچوں افسران آہنی سلاخوں کے باہر کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "عزت تمہیں راس نہیں آئے گی۔ ہم نے تمہیں کتنا مان مرتبہ دیا تھا۔ تمہیں ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا سمجھ کر سر پر بٹھا رہے تھے لیکن تم تو ہمارے جوتی بننے کے بھی لائق نہیں ہو۔"

دوسرے افسر نے کہا "تم ٹھوکروں میں رہنے کے قابل ہو۔ ہم تمہیں دم ہلانے والا کتا بنا کر رکھیں گے۔ تمہیں اس قدر مجبور اور بے بس بنا دیں گے کہ تم ہمارے ہر جائز اور ناجائز حکم کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

مانک لال نے کہا "سما گن دیوی کے بارے میں اچھی طرح تحقیقات کی گئی ہیں تم بھی اس کے دماغ میں جا کر پہلے یہ تسلیم کر چکے تھے کہ نہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور نہ ہی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر چھپا ہوا ہے۔ بعد میں تم اس کی جوانی سے کھیلنے کے لیے اپنی بات سے پلٹ گئے۔ یہ کہنے لگے کہ اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اور تم اسے بے نقاب کرنا چاہتے ہو تم خود کو بہت مکار سمجھتے ہو لیکن ہم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ اب تمہیں کس طرح اپنے قابو میں رکھا جائے گا؟"

ایک افسر نے کہا "اب تمہاری کوئی خواہش پوری نہیں کی جائے گی کوئی عورت تمہارے قریب نہیں لائی جائے گی تم مرغن کھانے نہیں کھاؤ گے۔ تمہیں سوکھی روٹی اور دال کھلائی جائے گی۔"

چنڈال جوگیا کی ایک ٹانگ پر گولی لگی تھی۔ اس کی مرہم پٹی کی گئی تھی وہ اپنے زخم کو سہلاتے ہوئے بولا "تم لوگ بڑی بڑی باتیں کر رہے ہو۔ مجھے کب تک اپنا پابند بنا کر رکھو گے مجھ سے جانوروں جیسا سلوک کرنا چاہتے ہو مگر یہ بھول رہے ہو کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بہت کچھ کر سکتا ہوں۔"

"جب تم ہمارے معمول اور معمولی علاج بن جاؤ گے تو ٹیلی پیتھی کا علم صرف ہماری مرضی سے استعمال کرو گے۔"

مانک لال نے کہا "اور اگر کبھی تم نے ہمیں دھوکا دیا اور ہمیں معلوم ہوا کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں نقصان پہنچا رہے ہو، ہمارے دشمنوں سے ساز باز کر رہے ہو تو یہاں تمہیں الیکٹرک شاک پہنچائے جائیں گے۔ تمہیں دن میں بھی تارے نظر آتے رہیں گے۔ اس وقت تم ہمارے قدموں میں گر کر گڑگڑاتے رہو گے۔ معافیاں مانگتے رہو گے تم دیکھو تو سہی آئندہ تمہارے ساتھ کیا ہوتا ہے؟"

"ہم تمہیں کالے جادو کے سلسلے میں ایک بھی سبق پڑھنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

چار مسلح سپاہی آہنی سلاخوں کے پیچھے چنڈال کے پاس آئے۔ انہوں نے اسے زمین پر چاروں شانے چت لٹا دیا پھر اپنی بندوقوں کا رخ اس کی طرف کیا۔ مانک لال نے کہا "اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑو اور ہمارے عامل کی ایک ایک ہدایت پر عمل کرو۔ اگر اس کے حکم کے خلاف کوئی حرکت کرو گے تو تمہارے جسم کے ایک ایک حصے میں گولی مار کر تمہیں زخمی کیا جائے گا۔ مرنے سے پہلے خوب تڑپایا جائے گا۔"

وہ عامل ان آرمی افسران کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ وہ اس سے چلتا ہوا چنڈال جوگیا کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور مارکس نے طے کر لیا کہ ایسے وقت انہیں کیا کرنا چاہیے۔

✪✲✪

گجرات میں مسلم کش فسادات ہو چکے تھے۔ امن عارضی طور پر وہاں امن و امان تھا لیکن آثار ایسے تھے کہ پھر کسی وقت بھی فسادات ہو سکتے تھے۔ دونوں طرف کشیدگی تھی۔ دونوں طرف غم و غصہ تھا کہ ان کے لوگ مارے گئے ہیں۔ ہندو درجنوں کی تعداد میں مارے گئے تھے لیکن مسلمانوں کو سیکڑوں کی تعداد میں صرف ہلاک ہی نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ ان کے گھروں کو آگ بھی لگائی گئی تھی۔ کاروبار تباہ کر دیے گئے تھے۔ یہ آپس میں کیوں لڑ رہے ہیں۔ اس کا کوئی مسلمان کو جواز نہیں تھا۔ تقریباً ساٹھ ستر برس سے ہندو مسلمان ساتھ رہتے آرہے تھے۔ ایک دوسرے کے خون سے پیاس بجھا رہے تھے اور پیاس تھی کہ بجھ نہیں پا رہی تھی۔

پہلے اس بات کا جھگڑا تھا کہ مسلمان اپنا ایک الگ ملک بنانا چاہتے تھے اور اس کے لیے ہندوستان کے تاریخی حالات اکثر بدلتے رہتے ہیں۔ ملکوں کا جغرافیہ بھی بدل جاتا ہے۔ لہٰذا دنیا کے نقشے میں ہندوستان کا جغرافیہ بدل گیا اور پاکستان وجود میں آگیا۔

اب ہندو، مسلم فسادات کو ختم ہو جانا چاہیے تھا لیکن ان میں اور تیزی آگئی تھی۔ ہر مہینے یا ہر سال یہی خبریں شائع ہوتی رہتی تھیں اور یہ دنیا دیکھتی آرہی تھی کہ ہندوستان میں مسلم کش فسادات ہو رہے ہیں۔ جبکہ پاکستان میں کبھی ہندو کش فسادات نہیں ہوتے۔ وہاں ہندوؤں کو تحفظ حاصل ہوتا رہتا ہے۔ دراصل ہندوؤں کو آج بھی اس بات کا غصہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی جدوجہد سے ان کے ملک کے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔

اب وہ غصے سے کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے اپنے لیے ایک الگ ملک بنا لیا ہے تو پھر ہمارے ہندوستان میں کیوں رہتے ہیں۔ ابتدا میں انہوں نے مسلمانوں پر ملازمتوں اور تعلیم کے دروازے بند کر دیے تھے۔ اگر مسلمان سر اٹھانا چاہتے تھے تو ان کے سر قلم کر دیئے جاتے تھے لیکن ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمان نہ تو مایوس ہوئے نہ ان سے مرعوب ہوئے، وہ رفتہ رفتہ اپنے قدم جماتے رہے اور اپنی صلاحیتیں منواتے رہے۔

آج وہ سرکاری عہدوں پر بھی ہیں آرمی میں بھی ہیں اور تجارت میں بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ کھیل کے میدانوں میں بھی نمایاں کارکردگی دکھا رہے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہندوستان کے کئی علاقوں میں مسلمانوں کی اس قدر اکثریت ہے کہ ان کے ووٹ کے بغیر کوئی سیاسی لیڈر کامیاب نہیں ہو سکتا۔

ان کی یہ کامیابی اور کامرانی اندیشوں میں مبتلا کرتی ہے کہ یہ مسلمان پھر رفتہ رفتہ ان پر حاوی نہ ہو جائیں ویسے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تمام ہندو حاسد اور شر پسند نہیں ہیں۔ وہ انسان دوست ہیں مسلمانوں سے گپ شپ کرتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہندوستان میں مسلمانوں کا گزارہ بہت مشکل ہو جاتا۔

جینا بھی ہندو تھی لیکن اس کے پاس آنے والے تجربہ کار مندوں میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی سکھ بھی تھے عیسائی بھی اور یہودی بھی وہ مسلمانوں سے اس لیے محبت کرتی تھی کہ اس کی زندگی میں ایک مسلمان کبریا آیا ہوا تھا جس کے ساتھ اس کا عشق بام عروج پر پہنچا رہا تھا۔ بلکہ کبریا کی آمد سے پہلے اس کے اندر انسانیت تھی وہ دھرم کو اپنی ذات تک محدود رکھتی تھی۔ ورنہ میل ملاپ کے وقت اور کسی کے کام آتے وقت یہ نہیں دیکھتی تھی کہ کون ہندو ہے اور کون مسلمان وہ سب ہی سے یکساں محبت کرتی تھی۔

اس نے ممبئی کے عقیدت مندوں سے کہا "میں کچھ دنوں کے لیے گجرات جا رہی ہوں۔ وہاں ہندوؤں اور مسلمانوں نے ایک دوسرے سے دشمنی کی ہے جس کے نتائج ان کے بیوی بچوں کے سامنے آرہے ہیں کوئی ودھوا ہو گئی ہے، کوئی اناتھ ہو گیا ہے، کسی کا روزگار ختم ہو گیا ہے، کوئی تین وقت کے فاقے کر رہا ہے، کسی کے سر پر چھت نہیں ہے، گھر جل چکے ہیں۔ لہٰذا میں ان کے کام آنے کے لیے وہاں جا رہی ہوں۔"

اب وہ اس قدر مشہور ہو چکی تھی کہ اس کی خبریں اخبارات میں شائع ہونے لگی تھیں۔ یہ خبر بھی شائع ہوئی کہ وہ دوسرے دن کی فلائٹ سے گجرات جا رہی ہے۔ پہلے احمد آباد پہنچے گی پھر ساسانگر اور سوناتھ وغیرہ کا دورہ کرے گی۔ اس نے تمام دولت مندوں سے اپیل کی کہ وہ گجرات ریلیف فنڈ میں دل کھول کر عطیہ دیں۔

میرے تنویمی عمل کے مطابق کبریا اپنے اصل نام اور اصل شخصیت کو بھلا کر خود کو حمزہ کی حیثیت سے پہچان رہا تھا۔ جینا کو ایک عاشق کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک عقیدت مند کی حیثیت سے جان رہا تھا اور دل و جان سے اس کی حفاظت کرنا چاہتا تھا۔

اس نے فون کے ذریعے کہا "سما گن دیوی میں حمزہ خان بول رہا ہوں۔ ایک کاروباری سلسلے میں گجرات پہنچ رہا ہوں۔ وہاں تمہیں جتنی رقم کی ضرورت ہوگی وہ میں دیتا رہوں گا۔"

"میں جانتی ہوں تم ہاتھ نہیں روکو گے مجھے ضرورت پڑتی رہے گی اور تم دیتے رہو گے لیکن پچھلا تجربہ بہت تلخ رہا ہے۔ پولیس اور انتظامی جنس والوں نے ہم پر شبہ کرنے کی انتہا کر دی تھی۔ خوا مخواہ مجھے بھی پریشان کیا اور تم بھی پریشان ہوتے رہے۔"

"دکھ سکھ، پریشانیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔ ایسی آزمائشوں سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ اگر مقاصد اچھے اور ارادے سچے ہوں تو ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"تم گجرات میں میرے قریب رہو گے تو وہ پھر شبہ کریں گے۔"

"ہاں ہو سکتا ہے وہ پھر ہمارا محاسبہ کریں لیکن ہمارے خلاف ثبوت نہیں ملے گا وہ پھر شرمندہ ہوں گے۔"

"میں کل صبح کی فلائٹ سے جا رہی ہوں۔"

"مجھے پتا ہے میں بھی اس فلائٹ سے جا رہا ہوں۔ وہیں

ہماری ملاقات ہوگی اچھا خدا حافظ۔"

جینا نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی باتیں کررہی تھی۔ اس کے آس پاس ممبئی کے چند دولت مند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی ان میں سے کچھ نقد رقم لائے ہوئے تھے۔ کچھ ایسے تھے جن کا بینک اکاؤنٹ احمد آباد میں تھا۔ وہ اسے بھاری رقم کا چیک پیش کررہے تھے۔ ایک ملازم نے آکر کہا "دیوی جی! ایک لڑکی آپ سے ملنا چاہتی ہے۔"

"اسے تم نے یہ نہیں بتایا کہ یہ کسی عقیدت مند سے ملنے کا وقت نہیں ہے؟"

ملازم نے کہا "میں نے اس سے کہا تھا وہ کہتی ہے جب مصیبت کسی وقت بھی مل سکتی ہے تو دیوی جی کیوں نہیں مل سکتیں؟"

اس کی اس بات نے جینا کو متاثر کیا۔ وہ بولی "ٹھیک ہے۔ اسے یہاں اندر بھیج دو۔"

ملازم چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ایک لڑکی اس کے ساتھ ساڑھی پہنے ہوئے آئی۔ اس کے پیروں میں چپلیں تھیں' چوٹی گوندھی ہوئی تھی۔ وہ اپنے حلیے سے سیدھی سادی اور متوسط طبقے کی لڑکی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے تمام لوگوں کو دیکھا پھر جینا کو دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا۔ اس کے بعد بولی "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ گجرات جارہی ہیں۔ وہاں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کریں گی؟"

ایک سیٹھ نے کہا "کیا تم مدد مانگنے آئی ہو؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں۔ میں نہیں جانتی کہ ہندو مسلم فسادات کیوں ہوتے رہتے ہیں؟ جب میں پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ میرے ماں باپ بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ تب سے یہ جھگڑے ہوتے آرہے ہیں لیکن اس بار میری وجہ سے گجرات میں فسادات ہوئے ہیں۔"

سب نے چونک کر اسے دیکھا۔ جینا نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر پوچھا "تمہاری وجہ سے فسادات کیسے ہوئے ہیں؟ کیا تم نے ہندو مسلمان کو لڑوایا ہے؟"

"میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ میں نہیں جانتی تھی کہ محبت کروں گی تو نفرتیں پیدا ہونے لگیں گی۔"

جینا نے کہا "یہ کیا بات ہوئی؟ محبت کرو تو یہ دور تک پھیلتی اور بڑھتی چلی جاتی ہے۔ محبت سے کبھی نفرت جنم نہیں لیتی۔"

"جنم لے چکی ہے۔ خون خرابا ہوچکا ہے صرف اس لیے کہ میں ہندو ہوں' میرا نام شکنتلا ہے اور میں ایک مسلمان لڑکے جان محمد سے محبت کرتی ہوں۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ ایسا لگا جیسے سکتہ طاری ہوگیا ہو۔ جبکہ سکتہ طاری ہونے والی بات نہیں تھی محبت تو کسی سے بھی ہوسکتی تھی۔ جینا نے کہا "آؤ یہاں میرے پاس بیٹھو۔"

وہ سر جھکا کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی پھر اس کے پیر بیٹھ گئی۔ ایک بیوپاری نے اس سے کہا "تم نے پہلے نہیں سوچا کہ یہ غلط ہے؟ ہندو کبھی نہیں چاہتے کہ ان کی بہنیں اور بیٹیاں کسی مسلمان سے محبت کریں۔ اسی طرح مسلمان یہ نہیں چاہتے کہ ان کی بہنیں اور بیٹیاں کسی ہندو سے بیاہی جائیں۔"

شکنتلا نے کہا "ایسا کیوں ہوتا ہے؟ محبت میں ذات پات نہیں دیکھی جاتی۔ ہمارے ہاں ہندی میں جو ناول لکھے جاتے ہیں اور جو ہندی فلمیں بنائی جاتی ہیں ان میں دکھایا جاتا ہے کہ ایک ہندو لڑکا ایک مسلمان لڑکی سے محبت کرتا ہے اس سے شرارتیں کرتا ہے۔ گانے گاتا ہے اس کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارتا ہے۔ اس وقت تمام ہندو اعتراض کیوں نہیں کرتے؟ سنسر بورڈ ایسی فلمیں کیوں پاس کرتا ہے؟"

"یہ تو سراسر بحث کرنے والی بات ہے فلموں کی اصل زندگی میں بہت فرق ہوتا ہے۔"

وہ بولی "کوئی فرق نہیں ہوتا۔ آج کی نئی نسل فلموں سے اتنا نہیں سیکھتی جتنا ناولوں اور فلموں سے سیکھتی ہے۔ ہندو اور مسلمان ایک ملک میں ایک شہر میں ایک محلے اور ایک گلی میں رہتے آئے ہیں۔ ہندو لڑکیاں مسلمانوں اور مسلمان لڑکیاں ہندو لڑکوں میں دلچسپی لیتی ہیں۔ جب مسلمان لڑکی کسی ہندو لڑکے میں دلچسپی لیتی ہے تو آپ خاموشی سے تماشا کیوں دیکھتے ہیں؟ اس کی فلمیں نہیں ڈالتے ہیں لیکن جب کوئی مسلمان لڑکا ہندو لڑکی سے محبت کرتا ہے تو اعتراض کرتے ہیں۔ فلمیں بنانا اور اس پر کہانی لکھنا دور کی بات ہے انہیں ایک دوسرے سے ملنے بھی نہیں دیتے اور اگر وہ ملنا شروع کردیں تو فساد برپا کردیتے ہیں۔"

جینا نے کہا "تم درست کہتی ہو اگر ہندوؤں اور مسلمانوں کے لیے یہ بات' قابل برداشت ہے تو نہ پھر ایسے ناول لکھے جائیں اور نہ ہی ایسی فلمیں بنائی جائیں۔"

پھر وہ شکنتلا سے بولی "ہمیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے جب ہم اس ملک' اس ماحول اور اس معاشرے میں رہتے ہیں تو ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارا معاشرہ ہم

سے کیا چاہتا ہے؟ اگر یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی ہی ذات برادری میں شادیاں کریں تو ذات برادری سے باہر کسی سے محبت نہیں کرنی چاہیے۔"

شکنتلا نے کہا "محبت پر کسی کا زور نہیں چلتا۔ یہ کسی سے نہیں جاتی خود بہ خود ہو جاتی ہے کیا آپ کو کسی سے محبت نہیں ہوئی؟"

جینا نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ اسے کہریا یاد نہیں تھا۔ صرف حمزہ یاد تھا۔ اس کا نام سنتے ہی اس کا ہاتھ بے اختیار اپنے سینے پر گیا۔ ہونٹوں کو جیسے چھپانے لگا۔

شکنتلا نے پوچھا "آپ چپ کیوں ہوگئیں؟ میری بات کا جواب دیں؟"

"میں صرف اپنے بھگوان سے محبت کرتی ہوں۔"

"چلیں بھگوان سے ہی سہی اگر آپ سے کہا جائے کہ بھگوان سے محبت نہ کریں تو کیا آپ نہیں کریں گی؟"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے' میں مرجاؤں گی لیکن بھگوان سے بات کرنا نہیں چھوڑوں گی۔ میری آخری سانس تک میرے بھگوان کا نام میرے ہونٹوں پر رہے گا۔"

"اسی طرح میری آخری سانس تک میرے جان محمد کا نام میرے ہونٹوں پر رہے گا۔ یہ ایک بے اختیار جذبہ ہے ایسے قدرتی جذبوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔"

جینا نے آس پاس بیٹھے ہوئے دولت مند حضرات کو دیکھا پھر شکنتلا سے پوچھا "جان محمد کہاں ہے؟"

شکنتلا نے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھا پھر سر جھکا کر بولی "میں بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں مگر۔۔۔"

ایک سیٹھ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "دیوی جی! مجھے اجازت دیں میں جانا چاہتا ہوں۔"

دوسرے بھی سمجھ گئے کہ سماگن دیوی اب تنہائی چاہتی ہے۔ لہٰذا وہ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر ہاتھ جوڑ کر جانے لگے وہ ان کے ساتھ چلتی ہوئی دروازے تک آئی پھر انہیں رخصت کرنے کے بعد واپس آئی اور صوفے پر شکنتلا کے پاس بیٹھ گئی۔ "تم گجرات میں کہاں رہتی ہو؟"

"میں سومناتھ کی رہنے والی ہوں۔ سومناتھ سے چار گھنٹے کے فاصلے پر پرویر ادل ایک جگہ ہے میں وہیں پیدا ہوئی تھی۔"

"وہ سومناتھ سے آئی تھی۔ سومناتھ مندر ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے دھرم کی روایت کے مطابق اس مندر کو سومراج نے بنایا تھا۔ سومراج اس دیوتا کو کہتے ہیں جو چاند پر رہتا ہے۔ سومراج نے اس مندر کا ڈھانچا سونے کا بنایا تھا۔ اس کے بعد لنکا کے راون نے اس کے در و دیوار چاندی کے بنوائے تھے پھر کرشن بھگوان نے اس مندر کے لیے لکڑیاں پنچوائی تھیں۔ یہ بھی ہندوستان کا سب سے دولت مند مندر تھا۔ اس کے بتوں کے اندر اتنے ہیرے جواہرات اور اتنا خزانہ چھپا ہوا تھا کہ جس کا کوئی حساب نہیں کرسکتا تھا۔

محمود غزنوی نے ان بتوں کو توڑ کر وہ سارا خزانہ حاصل کیا تھا اور انہیں اونٹوں' ہاتھیوں اور گدھوں پر لاد کر لے جانے کے باوجود بھی وہ خزانہ خالی نہ ہوسکا تھا پھر وہ مندر سات سو برس تک کبھی اجڑتا رہا کبھی آباد ہوتا رہا۔ سترہ سو چھ میں اورنگزیب نے حکم دیا کہ اس مندر کو آئندہ کوئی تعمیر نہیں کرے گا۔ اس وقت سے انیس سے پچاس تک وہ مندر کھنڈر کی صورت میں رہا۔ اس کے بعد ایس وی پٹیل نامی دولت مند سیاست دان نے اس کی ازسرنو تعمیر کرکے اسے پہلے جیسی خوبصورتی دینے کی کوشش کی تھی۔

شکنتلا نے کہا "جب مسلمانوں کی حکمرانی تھی۔ تب انہوں نے سومناتھ کا مندر توڑا۔ آج ہندوؤں کی حکمرانی ہے وہ بابری مسجد کو توڑ کر رام مندر بنا رہے ہیں۔ مسلمان ہوں یا ہندو ہوں کوئی کسی کے دین اور دھرم کا تحفظ نہیں کرتا' مندر ہو مسجد ہو یا انسان کا دل ہو اپنے مطلب کے لیے سب توڑ دیے جاتے ہیں۔"

جینا نے پوچھا "جان محمد کون ہے اور کیا کرتا ہے؟"

"وہ احمد آباد میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ ایک ٹیکسٹائل مل کا مالک تھا۔ میں کالج میں پڑھنے کے لیے احمد آباد جاکر رہتی تھی۔ وہیں اس سے ملاقات ہوئی۔ پہلے تو میں اس کی طرف مائل نہیں ہونا چاہتی تھی لیکن یہ دل بڑا بے ایمان ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ مسلمان ہے میں اس کی طرف جھکتی چلی گئی پھر ہمارا پیار رنگ لانے لگا۔ پہلے ہم چھپ کر محبت کرتے تھے پھر کھل کر ہونے لگی دنیا والوں کو معلوم ہونے لگا کہ ہم ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہنے لگے ہیں۔ تب اعتراضات شروع ہوگئے۔"

وہ ذرا ٹھہر کر بولی "پہلے تو کالج کے لڑکوں نے جان محمد کو وارننگ دی کہ وہ میری محبت سے باز آجائے۔ مجھ سے دور رہے ورنہ اسے زندہ نہیں چھوڑا جائے گا پھر یہ بات محلے اور میرے گھر تک پہنچ گئی۔ سب مجھے چھی چھی' تھو تھو کرنے لگے ہمیں بچپن سے اسکول کی کتابوں میں پڑھایا جاتا ہے کہ مسلمان کتنے ظالم اور ہٹ دھرم ہوتے ہیں۔ انہوں نے

ہمارے دھرم کا لحاظ نہیں کیا۔ ہماری مورتیوں اور ہمارے مندر کو توڑ ڈالا تھا۔"

وہ ذرا رک کر پھر بولنے لگی "یہ تاریخی نفرت تھی جو صدیوں سے چلی آ رہی تھی۔ ایسے میں' میں نے ایک مسلمان سے محبت کر کے بہت بڑا پاپ کیا تھا۔ میرے ماں باپ نے مجھے گھر کی چار دیواری میں قید کر کے یہ فیصلہ سنا دیا کہ اب میں کالج میں نہیں پڑھوں گی اور جب تک شادی نہیں ہو گی مجھے گھر سے باہر پاؤں رکھنے کی اجازت بھی نہیں دی جائے گی۔"

پھر شکنتلا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "ہم محبت میں بہت دور نکل آئے تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کو اپنا جیون ساتھی مان لیا تھا۔ جان محمد نے ایک رات چوری چھپے میری مانگ میں سندور بھرا تھا اور مجھے پہلا کلمہ پڑھایا تھا۔ میں اس مسلمان کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ میں احتجاج کرنے لگی۔ میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ دوسری طرف جان محمد کا بھی یہی حال تھا کہ وہ میرے لیے بھٹکتا ہوا سوناتھ آ گیا وہاں میرا پتا پوچھ کر ویراول کے میرے محلے میں پہنچا۔ اس وقت میں چھت پر کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دور سے دیکھتے ہی میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں نے اشارے سے اسے وہیں رکنے کو کہا پھر کمرے میں آ کر ایک کاغذ پر لکھا کہ یہاں نہ آنا سب تمہارے دشمن ہیں آج رات بارہ بجے کے بعد میں کسی طرح گھر سے نکلوں گی پھر تم جہاں چاہو گے میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔

"میں نے کاغذ کی اس چھوٹی سی پرچی کو ایک چھوٹے سے پتھر میں لپیٹ کر چھت پر آ کر اسے پوری قوت سے اس کی طرف پھینکا۔ وہ بہت فاصلے پر تھا پھر بھی وہ گولا اس کے قدموں میں گرا' اس نے اسے اٹھا کر کاغذ کو کھول کر پڑھا پھر خوش ہو کر ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا کہ وہ آج رات ضرور آئے گا۔ ایسے ہی وقت ایک آدمی نے اسے دیکھتے ہی کہا "ارے یہ تو جان محمد ہے یہ ضرور ہماری شکنتلا کے پاس آیا ہو گا۔

"اس کے ساتھ دو اور جوان بھی تھے وہ بھی چیخ چیخ کر لوگوں کو بلانے لگے پھر انہوں نے آ کر جان محمد پر حملہ کیا میں چھت پر سے دیکھ رہی تھی پریشان ہو کر رو رہی تھی۔ وہ ان تینوں سے مقابلہ کر رہا تھا لیکن ویراول کے بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے اور اس کی پٹائی کر رہے تھے۔ وہ بڑی مشکل سے خود کو چھڑا کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ لوگ اس کا پیچھا کرنے لگے مگر وہ بہت تیز رفتار تھا۔ ان کے ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ آخر انہیں ڈاج دے کر نکل گیا۔

"یہ غلط الزام سوناتھ سے لے کر احمد آباد پہنچ گیا کہ ایک مسلمان لڑکا ایک ہندو لڑکی کی عزت لوٹنے کے لیے ویراول کے لوگوں نے اس کی خوب پٹائی کی لیکن وہ بھاگ نکلا ہے احمد آباد اپنے گھر گیا ہو گا۔

"ایک مسلمان کسی ہندو لڑکی کی عزت لوٹنے کی اس بات نے ہندوؤں کی غیرت کو للکارا اس بات کو جگہ جگہ جلسے جلوس ہونے لگے مسلمانوں کی دکانوں توڑ پھوڑ ہونے لگی۔ گلی کوچوں میں چھرا گھونپنے کی وارداتیں ہونے لگیں۔ اس طرح فسادات کی آگ دور دور تک پھیل چلی گئی۔ بات بہت بگڑ گئی تھی اس رات جان محمد وعدے مطابق نہ آیا۔ ایک تو وہ بری طرح مار کھا چکا تھا دوسرے تھا پھر یہ کہ سوناتھ سے احمد آباد تک آگ بھڑکی ہوئی تھی ایسے میں وہ میرے گھر کے دروازے تک نہیں آ سکتا تھا۔

معلوم ہوا کہ احمد آباد میں اس کے ماں باپ کا کاروبار ہے اور اس کے ٹیکسٹائل مل میں توڑ پھوڑ کی گئی تھی پتا جی شہر گئے تھے وہ اپنے پیروں پر چل کر نہ آ سکے کاندھوں پر آئے۔ انہیں کسی مسلمان نے مارا تھا۔

ہماری محبت لہو میں نہا رہی تھی پتا نہیں کتنے مسلمانوں کے گھر جلا دیے گئے۔ کتنی ہندو عورتیں ودھوا ہو گئیں طرف سے نقصانات ہو رہے تھے۔ چونکہ پولیس ہندوؤں کا ساتھ دے رہے تھے۔ اس لیے مسلمان تعداد میں مر رہے تھے اور ان کا زیادہ نقصان ہو رہا تھا۔ رفتہ رفتہ فسادات کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی کسی حد تک امن قائم ہوا۔ دو ماہ بعد ساسا نگر میں ہماری ایک رشتے شادی تھی میں اس شادی میں اپنی ماں اور بڑے بھائی ساتھ گئی بھگوان سے پرارتھنا کرتی گئی کہ کہیں جان محمد سامنا ہو جائے۔ ایک بار اس کی صورت دیکھ لوں۔

میرا دن کا چین اور رات کی نیند اڑ گئی تھی۔ اس کی یاد میں کروٹ بدل بدل کر صبح کر دیتی تھی۔ شادی کی ایک رات پہلے رت جگا تھا۔ خوب ناچ گانا ہو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت حویلی کے پیچھے کسی نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ میرے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی میں اچانک اپنے جان محمد کی باہوں میں آ گئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی اس سے لپٹ کر رونے لگی اس نے مجھے چپ کرایا۔ آنسو پونچھے پھر کہا "میں یہاں زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا۔"

میں نے کہا "اور اب میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی مجھے کہیں لے چلو نہیں تو مر جاؤں گی۔"

اس نے کہا "میں بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن ہمیں سوچ سمجھ کر یہاں سے نکلنا ہو گا۔ اگر ہم ایک ساتھ پکڑے جائیں گے تو پھر فسادات برپا ہوں گے۔"

اس نے جیب سے نوٹ نکال کر مجھے دیتے ہوئے کہا "اس وقت میرے پاس پانچ ہزار روپے ہیں انہیں رکھ لو اور کسی طرح ممبئی پہنچ جاؤ۔ وہاں سہاگن دیوی کی پناہ میں رہو۔ میں بھی کسی دن وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"اس نے مجھے خوب پیار کیا۔ تسلیاں دیں پھر چھپ کر آیا تھا چھپ کر چلا گیا اس سے ملنے کے بعد خوش بھی تھی اور پریشان بھی پتا نہیں کیوں دل بری طرح گھبرا رہا تھا۔ اس کے جانے ہی دوبارہ فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ حویلی میں ناچ گانا ہو رہا تھا۔ فائرنگ کی آواز پر سب چپ ہو گئے۔ میرے بھائی نے ایک مسلح دوست کے ساتھ آ کر کہا' وہ مسلمان یہاں تک پہنچ گیا تھا۔ اس شادی کے گھر میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں نے اسے گولی مار دی۔

"میرے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی میں نے ساڑھی کے پلو کو منہ میں ٹھونس لیا۔ ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گئی۔ منہ چھپا کر آنسوؤں کو پونچھنے لگی۔ میرے بھائی نے قسم کھائی تھی۔ جان محمد کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ آخر اس نے قسم پوری کر دی تھی۔

"مجھے صدمہ بھی تھا' غصہ بھی تھا۔ بھائی سے نفرت تھی۔ میں نے بھی قسم کھالی کہ گھر واپس نہیں جاؤں گی۔ اسی شادی کے گھر سے بھاگ کر ایک بس میں بیٹھ کر وہاں سے احمد آباد پہنچی پھر ٹرین میں سوار ہو کر دو سرے دن یہاں آ گئی۔

"یہاں آ کر پتا چلا کہ گجرات میں پھر فسادات پھوٹ پڑے ہیں میرے یوں بھاگ آنے سے شاید یہ بات بنائی جا رہی تھی کہ پھر کوئی مسلمان لڑکا مجھے بھگا کر لے گیا ہے۔"

یہ کہہ کر شکنتلا نے آنچل میں منہ چھپا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہنے لگی "مجھے کہیں بھگا کر لے جانے والا تو اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے میرا اس دنیا میں کوئی سہارا ہے۔ میں اپنے گھر واپس نہیں جاؤں گی جس بھائی نے میری محبت مجھ سے چھین لی ہے میں اس کا منہ کبھی نہیں دیکھوں گی۔"

وہ رو رہی تھی اور بول رہی تھی "جان محمد کے آخری الفاظ یہی تھے کہ مجھے سہاگن دیوی کے پاس جا کر پناہ لینی چاہیے اسی لیے تو میں یہاں آ گئی ہوں۔ کیا آپ مجھے پناہ دیں گے؟"

جینا نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "تم صحیح جگہ آ گئی ہو۔ آنسو پونچھ لو میں تمہیں پناہ دوں گی۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر اس کے قدموں میں بیٹھ گئی پھر عاجزی سے بولی "میں نے سنا ہے آپ ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہیں کیا آپ میرے جان محمد کو واپس لا سکتی ہیں.....؟"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ یہ طاقت صرف بھگوان کے ہاتھوں میں ہے وہی انسان کو مارتا ہے اور وہی اسے نئی زندگی دیتا ہے میں کوئی سچ مچ کی دیوی نہیں ہوں۔"

"آپ دیوی ہیں آپ کے اندر آتما شکتی ہے۔ آپ میرے جان محمد کو ایک نئی زندگی دے سکتی ہیں۔ اسے پھر میرے پاس واپس لا سکتی ہیں۔"

اس کی باتیں سن کر جینا کو یاد آیا حمزہ (کبریا) نے اس سے کہا تھا کہ اس کے اندر آتما شکتی چھپی ہوئی ہے جسے ابھی وہ نہیں سمجھ پا رہی ہے رفتہ رفتہ یہ شکتی ظاہر ہو گی تو وہ بھی ٹیلی پیتھی کی مدد کے بغیر بڑے بڑے مشکل مسائل حل کر سکے گی۔

شکنتلا نے پوچھا "آپ کیا سوچ رہی ہیں.....؟ کیا میرے جان محمد کے لیے بھگوان سے پرارتھنا کر رہی ہیں؟"

وہ خیالات سے چونک کر بولی "میں بھگوان سے پرارتھنا کروں گی میں نہیں جانتی تمہارے جان محمد پر کیا گزری ہے؟ کسی نے اسے کس طرح قتل کیا ہے؟ اگر گولی کھا کر بھی بچ کر آنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے تو میں بھگوان سے کہوں گی کہ وہ میری آتما شکتی کی لاج رکھے اور اسے واپس لے آئے۔"

جینا اٹھ کر کھڑی ہو گئی اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اٹھاتے ہوئے بولی "تم نے یہ سفید ساڑھی پہن رکھی ہے جان محمد نے تمہاری مانگ میں سندور بھرا تھا۔ تم خود کو بیوہ سمجھ رہی ہو مجھے افسوس ہے کہ بھری جوانی میں تم نے بیوہ کا لباس پہن رکھا ہے میں دل سے پرارتھنا کروں گی کہ بھگوان تمہارا سہاگ تمہیں لوٹا دے میں صرف پرارتھنا کر سکتی ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی آؤ اشنان کرو لباس تبدیل کرو پھر ہم بھوجن کریں گے۔"

وہ شکنتلا کو اپنے بیڈ روم میں لے گئی۔ کبریا اپنے بیڈ روم میں سو رہا تھا۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا وہ عارضی طور پر خود کو کبریا نہیں سمجھے گا اور خیال خوانی عارضی طور پر بھول جائے گا۔ اس وقت یہ اندیشہ تھا کہ چنڈال جوگیا پھر کبھی اس کے دماغ میں آ کر اس کی حقیقت معلوم کر سکتا ہے اب ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ چنڈال جوگیا خود مصیبت میں مبتلا ہو گیا تھا۔

میں نے اپنے بیٹے پر پھر ایک مختصر سا تنویمی عمل کیا اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ اب وہ خیال خوانی کیا کرے گا لیکن جب بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گا تو فوراً کبریا کی حیثیت اور خیال خوانی کو بھول جائے گا پھر جیسے ہی پرائی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے باہر جائیں گی وہ پھر خیال خوانی کرنے کے قابل ہو جائے گا ورنہ وہ خود کو ایک بزنس مین حمزہ سمجھنے لگے گا۔

یہ مختصر تنویمی عمل کرنے کے بعد میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اب میرے دل میں یہ اندیشہ نہیں رہا تھا کہ چنڈال جوگیا یا انڈین پولیس یا آرمی والے میرے بیٹے کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ثابت کر سکیں گے یا اس پر کسی قسم کا الزام عائد کر سکیں گے۔

کبریا صبح پانچ بجے بیدار ہوا اور اسے یاد آ گیا کہ وہ کبریا ہے اور خیال خوانی کرنا جانتا ہے اس کے ساتھ ہی اسے جینا بھی یاد آ گئی وہ حمزہ کی حیثیت سے اسے جان رہا تھا، پہچان رہا تھا لیکن اب وہ ایک معشوق کی حیثیت سے یاد آ رہی تھی۔ وہ اسے تصور میں دیکھ کر مسکرانے لگا پھر مسکراتا کراس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ بھی صبح اٹھ کر پوجا پاٹ کی عادی تھی اور اس وقت پوجا میں ہی مصروف تھی میں نے اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کی تھیں کہ وہ عارضی طور پر کبریا کو بھول جائے گا اس کی ٹیلی پیتھی کو بھی بھول جائے گا لیکن جب وہ دماغ میں آئے گا اور اسے مخاطب کرے گا تو اسے کبریا کی حیثیت سے پہچان لے گی۔

وہ بھگوان سے لو لگائے بیٹھی تھی۔ اسی وقت اسے اپنے اندر ایک گہری سانس کی آواز آئی۔ وہ ایک دم سے چونک گئی فوراً ہی اسے کبریا کی یاد آئی اس نے خوش ہو کر بھگوان کو دیکھا پھر پوچھا "کبریا! یہ تم ہو؟"

وہ سرگوشی میں بولا "اور کون ہو سکتا ہے میں اپنی جان کے پاس واپس آ گیا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "اب تک یہ کیا ہو رہا تھا میں تمہیں کیسے بھول گئی تھی؟"

"دشمنوں کو دھوکا دینے اور یہاں کی پولیس اور آرمی کو مطمئن کرنے کے لیے یہ ضروری تھا۔ میرے پاپا نے ہم دونوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کو بھلا دیا تھا۔ چنڈال جوگیا نے ہم دونوں کے خیالات پڑھے تھے اسے یقین کرنا پڑا کہ ہم خیال خوانی نہیں جانتے۔"

وہ کبریا کو شکنتلا کی روداد سنانے لگی وہ توجہ سے سنتا رہا پھر بولا "بڑی درد بھری رومانی داستان ہے۔ سیتا ہندو کی حیثیت سے اپنی مانگ بھری، سہاگن بنی، [illegible] کی خاطر مسلمان بن کر کلمہ طیبہ پڑھا میری دعا ہے اپنے پیار کی سچائی اور ایمانداری کا انعام ملے گا اس لیے ہم کچھ کر سکتے؟"

وہ ناشتا کرتے کرتے رک گئی پھر بولی "کبریا! میرا دل [illegible] رہا ہے۔"

کبریا نے حیرانی سے پوچھا "اچانک دل کیوں گھبرا رہا ہے؟"

میں شکنتلا اور جان محمد کا انجام دیکھ رہی ہوں میں ہندو ہوں تم بھی تو مسلمان ہو۔ ہمارا انجام کیا ہو گا؟"

"وہی ہو گا جو منظورِ خدا ہو گا جب ہمارے عشق [illegible] کا بھید کھلے گا اور ہر طرف سے اعتراضات کیے جائیں گے پھر ہم یہاں نہیں رہیں گے میں یہاں سے دور کہیں [illegible] لے جاؤں گا۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں..... میں یہاں پیدا ہوا ہوں۔ مجھے ہندوستان کی مٹی سے پیار ہے۔ اس مٹی کی خوشبو مجھے دنیا کے کسی حصے میں نہیں ملے گی۔ میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی کبھی نہیں جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے تم یہاں سے کہیں نہ جانا میں یہاں تم تمہاری حفاظت کر سکتا ہوں جب کبھی ہماری محبت کا بھید کھلے گا تو ہم اپنے مخالفین سے نمٹنے کے راستے نکال لیں گے۔"

وہ مطمئن ہو کر بولی "بھگوان کے بعد تم ہی میری سب سے بڑی طاقت ہو، بھگوان میرے دل میں رہتا ہے تم دل میں رہتے ہو تمہاری آواز سنتے ہی ایسا لگتا ہے جیسے میں موت سے بھی لڑ جاؤں گی، موت کو شکست دیتی رہوں گی اور زندگی حاصل کرتی رہوں گی۔"

"اچھا میں جا رہا ہوں۔ سفر کی تیاری کرنی ہے فلائٹ کی روانگی کے لیے چار گھنٹے رہ گئے ہیں اور ہمیں تین گھنٹے میں ائرپورٹ پہنچنا ہے۔"

کبریا اس کے دماغ سے چلا گیا۔ شکنتلا اس کے ساتھ بیٹھی ناشتا کر رہی تھی۔ اس نے کہا "میں ابھی چلی جاؤں گی میری غیر موجودگی میں یہاں رہو گی۔ میں نے تمام ملازموں سے کہہ دیا ہے کہ تم میری بہن ہو اور میرے ساتھ یہاں رہو گی۔"

وہ بولی "آپ مجھ پر مہربان ہیں، میں آپ کی مہربانیاں کبھی نہیں بھولوں گی بس میری ایک ہی التجا ہے کہ وہ آپ میرے جان محمد کے لیے پرارتھنا کریں۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ آپ کی

پرارتھنا سے آپ کی پرارتھنا سے مجھے زندہ سلامت ملے گا۔"

"بھگوان کرے تمہارا یقین سچ ثابت ہو اور وہ جلد ہی نہیں مل جائے۔ میں پرارتھنا کرتی رہوں گی۔"

وہ ناشتا کرنے کے بعد سفر کی تیاریاں کرنے لگی۔ ڈھائی گھنٹے بعد ملازم نے اس کا سفری بیگ لے جا کر گاڑی میں رکھا دینے جانے سے پہلے پوجا کے کمرے میں آئی پھر بھگوان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔ آنکھیں بند کر لیں ایسے ہی اسے محسوس ہوا جیسے اس کا دماغ روشن ہو گیا ہے۔ اس کے اندر یہ بات پیدا ہو رہی ہے کہ اسے جان محمد کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔

ایسا صرف چند سیکنڈ کے لیے ہوا تھا پھر اسے دماغ کے اندر روشنی کا احساس ختم ہوتا محسوس ہوا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں شکنتلا کھڑی ہوئی تھی پھر وہ سر جھکا کر پوجا کے کمرے سے باہر آتی ہوئی شکنتلا سے بولی "تم جان محمد کے بارے میں اور کیا جانتی ہو.....؟"

"میں اسے کالج کے زمانے سے جانتی ہوں۔ اس کے اور ایک ٹیکسٹائل مل کے مالک تھے۔ انہیں فسادات کے دوران کسی ہندو نے قتل کر دیا تھا۔ ہم جب بھی ملتے تھے پیار و محبت کی باتیں کرتے تھے۔ ہمیں کبھی دوسری باتیں کرنے کا خیال نہیں آتا تھا۔"

جینا باہر آ کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی پھر شکنتلا سے بولی "میں تم سے فون پر رابطہ رکھوں گی۔ تم جان محمد کے بارے میں یاد کرو۔ کہ کون کون سی اہم باتیں جانتی ہو اور مجھے بتانا چاہو۔"

"ٹھیک ہے میں اپنے دماغ پر زور ڈال کر یاد کرنے کی کوشش کروں گی۔"

جینا وہاں سے روانہ ہو کر ائرپورٹ پہنچ گئی۔ وہاں کبریا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ شرماتے اور مسکراتے ہوئے اس کے پاس آ گئی اس نے ہاتھ بڑھا کر کہا "میں تمہارا ہاتھ تھام سکتا ہوں؟ تمہیں چھونے پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔"

اس نے سر جھکا کر شرماتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ دونوں کرسیوں پر آ کر بیٹھ گئے۔ جینا نے کہا۔ "تمہارے آنے سے پہلے میں پوجا گھر میں گئی تھی۔ وہاں بھگوان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوئی تھی اس وقت مجھے ایسا لگا جیسے میرا دماغ روشن ہو گیا ہے پھر میرے دماغ میں بات آئی کہ مجھے جان محمد کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ اس کے بعد میرے اندر روشنی کا احساس ختم ہو گیا۔"

کبریا نے کہا "جناب عالی اسد اللہ تبریزی نے درست کہا تھا کہ تمہارے اندر آتما شکتی چھپی ہوئی ہے وہ رفتہ رفتہ ظاہر ہو گی اب وہ ظاہر ہو رہی ہے۔ تمہاری روحانی قوت نے تم سے کہا ہے کہ تمہیں جان محمد کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ اب تم اس بات کو اہمیت دو اور اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم کرو۔"

"کیسے معلوم کروں؟ میں نے شکنتلا سے اس کے بارے میں پوچھا تھا وہ بھی اس کے متعلق بہت کم جانتی ہے جب بھی اس سے ملتی رہی پیار و محبت کی باتیں کرتی رہی کوئی دوسری بات کرنے کا خیال نہیں آیا۔ وہ اس کے گھریلو حالات بھی نہیں جانتی ہے۔"

کبریا سر جھکا کر سوچنے لگا پھر اس نے کہا "وہ نہیں جانتی ہے لیکن ہم اس کے گھر والوں کے ذریعے جان محمد کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں اسے اس کے گھر اور ٹیکسٹائل مل کے فون نمبر شاید پتا ہوں گے۔"

جینا نے اپنے موبائل فون کے ذریعے اپنے گھر کے فون پر رابطہ کیا۔ وہاں گھنٹی بجتی رہی پھر شکنتلا کی آواز آئی "ہیلو! آپ کون ہیں؟"

جینا نے کہا "تم شکنتلا بول رہی ہو؟"

"جی ہاں دیوی جی! میں بول رہی ہوں۔"

"کیا تم جان محمد کے گھر کا یا ٹیکسٹائل مل کا فون نمبر جانتی ہو؟"

وہ بولی "نہیں دیوی جی! میں ان کے گھر کا نمبر تو نہیں جانتی لیکن جان محمد کے پاس ایک موبائل فون تھا۔ اس کے نمبر جانتی ہوں۔"

شکنتلا نمبر بتانے لگی پھر جینا نے فون بند کر دیا۔ کبریا جینا کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا "اپنے موبائل فون سے اس کے موبائل فون پر رابطہ کرو۔"

وہ بولی "وہ فون جان محمد کے پاس رہتا ہو گا جب وہ زندہ ہی نہیں ہے تو فون کون اٹینڈ کرے گا؟"

"یہی تو دیکھنا ہے کہ موبائل فون کہاں ہے؟ اور کون اٹینڈ کرے گا؟"

اس نے وہ نمبر پنچ کیے پھر فون کو اپنے کان سے لگایا۔ دوسری طرف بیل کی آواز سنائی دے رہی تھی تھوڑی دیر بعد ایک خاتون کی آواز سنائی دی "ہیلو! کون ہے؟"

جینا نے کہا "میں جان محمد کی کلاس فیلو ہوں۔ آپ اس سے بات کروائیں۔"

وہ کچھ پریشان سی ہو کر بولی "وہ زندہ نہیں ہے تم ہم سے زیادہ جانتی ہو۔ وہ کہیں مر کھپ گیا ہے۔"

"کیا تم نے اس کی لاش دیکھی ہے؟"

"نہیں دیکھی اور نہ ہی کوئی دیکھ سکتا تھا کیونکہ وہ گولی کھانے کے بعد کھائی میں گر پڑا تھا۔ وہ بہت گہری کھائی تھی۔ اس کی تہ میں کوئی نہیں جا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے اس کی گہرائی میں کوئی نہیں جا سکتا لیکن اس گہرائی سے جان محمد نکل آیا ہے۔ تم سے اپنا موبائل فون لینے آ رہا ہے۔"

وہ گھبرا کر بولی "اے! تم کون ہو؟ تم شکنتلا نہیں ہو سکتیں۔ میں خواہ مخواہ تم سے باتیں کر رہی ہوں شٹ۔"

اس خاتون نے فون بند کر دیا۔ جینا نے اپنا فون بند کرتے ہوئے کریا کو دیکھا پھر پوچھا "یہ کون ہو سکتی ہے؟ یہ سن کر پریشان ہو گئی تھی کہ جان محمد زندہ ہے۔"

کریا نے کہا "ایک ذرا انتظار کرو۔ میں اس کے چور خیالات پڑھنے جا رہا ہوں۔"

وہ اس خاتون کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ جان محمد کا ایک بڑا بھائی ہے اس کا نام احسان محمد ہے۔ اور وہ احسان محمد کی بیوی ہے۔ اس کا نام زلیخا ہے۔ وہ فطرتاً ڈرپوک تھی۔ موت سے ڈرتی تھی۔ چونکہ جینا نے ایک مرنے والے کو زندہ کہا تھا۔ اس لیے وہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔

کریا نے اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ وہ فون جان محمد کے پاس رہا کرتا تھا۔ پھر اس کے پاس کیسے آ گیا؟

زلیخا کی سوچ نے کہا "کل رات شکنتلا کے بھائی نے بڑے فخر سے فون پر اطلاع دی تھی کہ ہم نے جان محمد کو مار ڈالا ہے وہ گولی کھا کر ایک کھائی میں گر پڑا ہے اپنے دوسرے مسلمانوں سے کہہ دو کہ جو ہماری بہو' بیٹیوں کو میلی نظروں سے دیکھے گا ان سے عشق فرمانے کی کوشش کرے گا تو وہ بھی اسی طرح کتے کی موت مارا جائے گا۔"

زلیخا کی سوچ کہہ رہی تھی کہ میرے شوہر احسان محمد نے یہ فون کل رات کو سنا تھا۔ دوسری صبح میں نے جان محمد کا یہ موبائل فون اپنے شوہر کے پاس دیکھا اس سے پوچھا کہ یہ جان محمد کے پاس رہا کرتا تھا" آپ کے پاس کیسے آ گیا؟

میرے شوہر نے کہا' جان محمد اسے گھر میں بھول کر چلا گیا تھا تم چاہو تو اسے استعمال کر سکتی ہو۔"

زلیخا کی سوچ کہہ رہی تھی "مجھے مرنے والوں کی چیزوں سے بھی ڈر لگتا ہے میں نے اس فون کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ یہ یہیں پڑا رہتا ہے ابھی اس کی گھنٹی بج رہی تھی کیا [illegible] کرنے والا نہیں تھا۔ اس لیے میں نے مجبور ہو کر [illegible] لگایا تھا۔"

کریا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جینا کو دیکھا [illegible] ہوا؟ کچھ معلومات حاصل ہو رہی ہیں؟"

"ہاں..... کچھ کچھ معلوم ہو رہا ہے اور ابھی بہت [illegible] معلوم ہونے والا ہے۔"

"اسی چکر کو تو سمجھنا ہے جان محمد کل رات شادی [illegible] گھر میں شکنتلا سے ملنے آیا تھا۔ کیا اس وقت اس کے [illegible] وہ موبائل فون تھا؟"

"میں نہیں جانتی۔ میں نے یہ بات شکنتلا سے [illegible] پوچھی ہے کیا ابھی پوچھ لوں؟"

"نہیں میں اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرتا ہوں۔"

کریا نے شکنتلا کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے اس کے اندر یہ سوال پیدا کیا "کیا کل رات جب جان محمد سے ملنے آیا تھا تو اس کے پاس موبائل فون تھا؟"

شکنتلا نے کہا "ہاں..... میں نے اس کے ہاتھ میں کا اپنا فون دیکھا تھا۔"

کریا نے دماغی طور پر واپس آ کر جینا سے کہا "جان محمد کو قتل کیا گیا اس وقت وہ موبائل فون اس کے پاس تھا۔ اس موبائل فون کو اس کے ساتھ ہی کسی گہری کھائی میں پہنچنا چاہیے تھا لیکن وہ فون اس کے بڑے بھائی کے ہاتھ لگ گیا؟"

"یہ تو تم اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتے ہو۔"

"ہاں..... زلیخا کی سوچ نے بتایا ہے کہ اس کا شوہر احسان محمد باتھ روم میں ہے۔ ابھی غسل کر کے کپڑے آنے والا ہے۔ ابھی یہاں سے اٹھ فلائٹ کی روانگی کا وقت ہونے والا ہے۔"

انہوں نے وہاں سے اٹھ کر کاؤنٹر کے پاس [illegible] اپنے بورڈنگ کارڈز لیے۔ کریا نے اس کا سفری بیگ [illegible] پھر وہ دونوں چیکنگ کے مرحلے سے گزرتے ہوئے جہاز [illegible] سوار ہو گئے' وہاں اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے وقت جہاز [illegible]

"میں پہلی بار ہوائی جہاز میں سفر کر رہی ہوں۔"

کریا نے مسکراتے ہوئے کہا "اب تک زمین کو دیکھتی رہیں۔ آج آسمان سے زمین کو دیکھو۔"

وہ بڑی محبت سے اور عقیدت سے کریا کا ہاتھ [illegible] بولی "یہ سب تمہاری بدولت ہے تم نے مجھے زمین سے آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے۔"

اس سے پہلے کہ تم میری اور زیادہ تعریفیں کرو۔ مجھے خیال خوانی شروع کر دینی چاہیے۔ وہ غسل سے فارغ ہو کر کمرے میں آ گیا ہو گا۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا پھر زلیخا کے اندر پہنچ گیا۔ احسان محمد باتھ روم سے آ کر لباس پہن کر آئینے کے سامنے کنگھی کر رہا تھا۔

زلیخا کہہ رہی تھی "ابھی شکنتلا کا فون آیا تھا۔"

احسان نے چونک کر بیوی کو دیکھا پھر پوچھا "وہ کیا کہہ رہی تھی؟"

"پتا نہیں وہ شکنتلا تھی یا کوئی اور تھی کہہ رہی تھی کہ جان محمد زندہ ہے اور اسے مردہ نہ کہا جائے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کیا تم نے سی۔ ایل۔ آئی میں نمبر دیکھا تھا؟ وہ کہاں سے فون کر رہی تھی؟"

"میں نے نمبر نہیں دیکھا تھا۔ آپ دیکھ لیں۔"

وہ فوراً ہی فون کے پاس آ کر اسے اٹھا کر چیک کرنے لگا۔ سی۔ ایل۔ آئی میں جینا کے موبائل فون کا نمبر پڑھا جا رہا تھا۔

کریا نے جینا سے فون لے کر اسے آف کر دیا۔ جینا نے پوچھا "اسے بند کیوں کر دیا ہے؟"

"وہ تمہیں شکنتلا سمجھ کر باتیں کرنا چاہتا ہے۔ میں اس کی کھوپڑی میں جا کر اس کی باتیں سن رہا ہوں۔"

وہ احسان محمد کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ خون کے رشتے سے جان محمد کا سگا بھائی تھا مگر دشمن تھا۔ وہ اپنے باپ کا بھی دشمن تھا۔ نالائق اولاد کہلاتا تھا۔ باپ نے اسے اچھی تعلیم دلانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کچھ جماعتوں سے زیادہ نہیں پڑھ پایا تھا۔ اس کے برعکس جان محمد بہت کام پاس کرنے والا تھا۔ باپ غصے میں کہا کرتا تھا کہ اس نالائق کو میں اپنی ٹیکسٹائل مل میں سے حصہ نہیں دوں گا۔ میرا تمام کاروبار جان محمد سنبھالے گا اور یہ ہمارا [illegible] کرے گا۔ اسے کھانے پینے اور عیاشی کرنے کے [illegible] آتا ہے۔

باپ نے اسے راہِ راست پر لانے کے لیے زلیخا سے [illegible] کی تھی لیکن شادی کے بعد بھی وہ بے راہ روی [illegible] آیا۔ پچھلے دنوں باپ نے اسے بہت سختی سے کہا [illegible] اب بھی اگر وہ نہ سنبھلا تو اسے دھکے دے کر گھر سے [illegible] دے گا' عاق کر دے گا۔ اپنی جائیداد میں سے ایک [illegible] نہیں دے گا۔

تب احسان محمد نے فیصلہ کر لیا کہ وہ باپ کا اور بھائی کا احسان نہیں لے گا اگر باپ راستے سے ہٹ جائے تو اللہ کو پیارا ہو جائے گا تو پھر اسے عاق کرنے والا کوئی نہیں رہے گا وہ تمام دولت اور جائیداد میں سے آدھے کا حصہ دار ہو جائے گا۔

ان ہی دنوں ویرا ول اور سوناتھ سے لے کر احمد آباد تک شکنتلا اور جان محمد کے عشق کا چرچا ہونے لگا۔ دین اور دھرم کے حوالے سے غم و غصے کی آگ بھڑکنے لگی فسادات ہونے لگے' شکنتلا کا بڑا بھائی دھیرج اپنے علاقے میں بہت بدنام تھا۔ منشیات کا دھندا کرتا تھا۔ فسادات کے دوران میں لوٹ مار کے ذریعے اسے مال کمانے کا اچھا موقع مل گیا تھا۔ اس نے احسان محمد سے کہا "اپنے بھائی کو گجرات سے کہیں دور بھیج دو۔ نہیں تو وہ میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔"

احسان نے کہا "تم کیسے بے غیرت بھائی ہو؟ میرا بھائی تمہاری بہن کی عزت سے کھیل رہا ہے اور تم صرف دھمکیاں دے رہے ہو۔ کیا اسے قتل نہیں کر سکتے؟"

دھیرج نے اسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا "کیا تم اپنے بھائی کی موت چاہتے ہو؟"

"اگر تم ان فسادات کے بہانے اسے ختم کر دو تو میں تمہیں پچاس ہزار روپے دوں گا۔ اگر میرے باپ کو بھی ٹھکانے لگا دو تو اور پچاس ہزار روپے دوں گا۔ تم پر قتل کا الزام بھی نہیں آئے گا اس لیے کہ فسادات کے دوران میں کوئی نہیں جانتا کہ کون کسے قتل کر رہا ہے۔"

دھیرج نے اس سے پچاس ہزار روپے لیے پھر اپنے غنڈوں کے ساتھ ٹیکسٹائل مل پر حملہ کیا وہاں توڑ پھوڑ کے دوران اس کے باپ کو قتل کر دیا۔ یوں احسان کے راستے کا ایک بہت بڑا کانٹا دور ہو گیا۔ اب اسے دولت اور جائیداد سے بے دخل کرنے والا باپ نہیں رہا تھا۔

وہ مسلمان اور ہندو شرپسند جو ایک دوسرے کے علاقوں میں حملے کرتے تھے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیے رکھتے تھے۔ وہ رات کو شراب خانے اور جوئے کے اڈے میں یکجا ہو جاتے تھے۔ وہاں نہ کوئی دین ہوتا نہ دھرم ہوتا تھا۔ وہاں شراب کے گھونٹ بھر بھر کر فیصلے کیے جاتے تھے کہ اگلے دن کون کہاں واردات کرے گا اور کوئی کسی کی لوٹ مار کے دوران رکاوٹ نہیں بنے گا۔ اسی جگہ احسان محمد نے دھیرج سے ملاقات کی دھیرج نے کہا "تمہارا ایک کام تو ہو گیا ہے اب اگلے کام کے پچاس ہزار نکالو۔"

احسان نے کہا "آج تم چاہتے تو جان محمد کو ٹھکانے لگا سکتے تھے۔ وہ تمہارے گھر کی طرف گیا تھا۔ سنا ہے شکنتلا سے

ملنا چاہتا تھا۔"

"ہاں..... وہ ہماری طرف آیا تھا لیکن اس کی قسمت اچھی تھی مار کھانے کے باوجود بچ کر نکل گیا۔"

احسان نے چھوٹے بھائی کو ٹھکانے لگانے کے لیے اسے مزید پچاس ہزار روپے دیے اگلے دو ماہ تک دھیرج کو موقع ہی نہ ملا کہ وہ کسی طرح جان محمد کو کہیں گھیرتا اور مار ڈالتا۔ ایک روز دھیرج نے احسان سے کہا "ہم کل شام ساسا نگر ایک شادی کی تقریب میں جا رہے ہیں۔ میں وہاں شکنتلا کو لے جاؤں گا۔ تم کسی طرح جان محمد کے کانوں میں یہ بات ڈال دو کہ شکنتلا اس تقریب میں آنے والی ہے وہ خود ہی ادھر کھنچا چلا جائے گا پھر میں اسے زندہ واپس نہیں جانے دوں گا۔"

گجرات کے بیشتر ہندو امن و امان کے باوجود جان محمد کے دشمن تھے۔ وہ یہ برداشت نہیں کر رہے تھے کہ ایک ہندو لڑکی سے تعلق رکھنے والا مسلمان زندہ رہے۔ جان محمد ان ہی علاقوں میں چھپتا پھر رہا تھا۔ کسی طرح شکنتلا سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے بھائی اور بھابی سے فون کے ذریعے رابطہ رکھتا تھا اور ضرورت کے مطابق ان سے رقمیں حاصل کرتا رہتا تھا۔

احسان نے فون کے ذریعے جان محمد سے کہا "تم شکنتلا کے لیے مارے مارے پھر رہے ہو اسے اپنے ساتھ لیے بغیر اس علاقے سے نہیں جاؤ گے۔ میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ آج ساسا نگر کی لال حویلی میں شادی کی تقریب ہے۔ شکنتلا اپنے بھائی اور ماں کے ساتھ وہاں جانے والی ہے تم چاہو تو اس سے ملاقات کرو اور یہاں سے دور کہیں چلے جاؤ جب معاملہ بالکل ٹھنڈا ہو جائے گا اور تمہارے خلاف نفرتیں ختم ہو جائیں گی تو میں تمہیں واپس بلا لوں گا۔"

احسان محمد اور دھیرج اس کی تاک میں تھے لال حویلی کے باہر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ جب وہ شکنتلا سے ملنے کے بعد جا رہا تھا اس حویلی سے دور ایک جگہ انہوں نے اسے گھیر لیا۔ رات کی تاریکی تھی۔ اس کے باوجود جان محمد نے شکنتلا کے بھائی دھیرج کو پہچان لیا پھر اپنے بھائی احسان محمد کو دیکھتے ہوئے بولا "بھائی جان! آپ اور یہاں؟"

احسان نے کہا "ہاں..... یہ جو ہندو مسلم فسادات ہو رہے ہیں میں انہیں ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ تمہارا خاتمہ ہو جائے۔"

دھیرج نے اسے شوٹ کرنے کے لیے اپنی گن سیدھی کی وہ فوراً ہی وہاں سے بھاگنے لگا ایسے میں اس کا موبائل زمین پر گر پڑا۔ دھیرج نے نشانہ لے کر گولی چلائی۔ چونکہ وہ متحرک تھا اس لیے گولی اس کے پاؤں پر لگی وہ لڑکھڑا کر لڑھکتا چلا گیا۔ احسان نے اس کا موبائل فون اٹھا لیا پھر دونوں اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے گئے۔

تاریکی میں قریب جا کر ہی ایک دوسرے کو کسی حد تک دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ اسے ڈھونڈتے ہوئے آگے گئے پھر ایک جگہ رک گئے کیونکہ آگے گہری کھائی تھی اس لیے اس کے زندہ بچنے کی امید ہی نہ تھی۔

اور اب تیس گھنٹے سے زیادہ گزر چکے تھے۔ اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو فون کے ذریعے اپنے بھائی سے رابطہ کرتا۔ اسے لعن طعن کرتا کہ وہ دولت اور جائیداد کی خاطر اپنے چھوٹے بھائی کو قتل کروانا چاہتے لیکن ایسی کوئی بات نہ تھی۔ اس نے رابطہ نہیں کیا تھا تو یہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ مر چکا ہے اور اس کی لاش کئی سو فٹ گہری کھائی میں پڑی ہوگی۔

کبریا نے کسی حد تک احسان محمد کے خیالات پڑھے اب ایسے خبیث بھائی کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟ بعد میں طے کیا جا سکتا تھا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ جینا ہزاروں فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ جینا اس کے شانے پر سر ٹیکے سو رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اس نے نیند کی حالت میں محسوس کیا کہ اس کا دماغ پھر روشن ہو گیا ہے وہ جیسے خواب میں دیکھنے لگی کہ ایک نوجوان کی ٹانگ میں گولی لگی ہے اور نشیب کی طرف لڑھکتا ہوا گیا ہے لیکن گہری کھائی میں گرنے سے پہلے ایک گڑھے میں گر گیا تھا اور وہیں تڑپ کر رہا تھا۔

اس کے دو قاتل اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے لیکن انہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر جینا نے دیکھا کہ وہ ایک کھردرے میں صاف ستھرے بستر پر لیٹا ہوا ہے اور اس کی ٹانگ پر پٹی بندھی ہوئی ہے اس منظر کے ساتھ ہی دماغی روشنی آہستہ بجھنے لگی۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔

وہ سوچنے لگی کہ وہ کہاں ہے؟ پھر اسے جہاز کا اندرونی حصہ دکھائی دیا پھر اپنا سر ایک شانے پر نظر آیا۔ اسے یاد آیا لگا کہ وہ کبریا کے شانے سے سر ٹیک کر سو گئی تھی۔

اس نے سر ہٹا کر اسے دیکھا اس سے نظریں ملائیں وہ مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا کہ نیند آ رہی ہے تو سو جاؤ۔ بعد میں باتیں ہوں گی۔"

اس نے کہا "نہیں میں بہت بے چین ہوں۔ ابھی تک کی حالت میں میرا دماغ روشن ہو گیا تھا پھر مجھے آگہی ملی۔"

"خدا کا شکر ہے کہ تمہاری روحانی قوتیں تیز ہو رہی ہیں۔ کیا اس قوت نے تمہیں کچھ بتایا ہے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا پھر کہا "میں نے خواب کی صورت میں ایک نوجوان کو دیکھا۔ دو قاتلوں نے اس کی ٹانگ پر گولی ماری تھی۔ وہ لڑھکتا ہوا کسی کھائی کی طرف گیا تھا۔ وہ قاتل اسے تلاش کر رہے تھے لیکن وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ جب کہ وہ کھائی کی گہرائی میں نہیں گیا تھا۔ کسی گڑھے میں گر پڑا تھا پھر میں نے دوسرا منظر دیکھا کہ وہ ایک کمرے میں صاف ستھرے بستر پر پڑا ہوا ہے اور اس کی ایک زخمی ٹانگ پر پٹی بندھی ہوئی ہے اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔"

کبریا نے کہا "اوہ گاڈ! کتنی سچی آگاہی ہے جان محمد کے ساتھ یہی ہوا ہے اس کی ٹانگ پر گولی ماری گئی تھی اور وہ کھائی کی طرف چلا گیا تھا۔ اب تمہاری آگاہی سے یہ یقین ہو گیا ہے کہ وہ زندہ ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "یہ شکنتلا کے لیے بہت بڑی خوش خبری ہوگی کیا میں اسے فون پر یہ خبر سناؤں؟"

"ابھی نہیں پہلے میں جان محمد کے دماغ میں پہنچ کر پوری طرح یقین کر لینا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ اور کب تک شکنتلا کے پاس پہنچنے والا ہے۔"

"تم نے جان محمد کی آواز نہیں سنی ہے اس کے اندر کیسے پہنچو گے؟"

"جان محمد کی رہائش گاہ میں اس کی کوئی تصویر ضرور ہو گی۔ میں وہ تصویر حاصل کر کے اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"

"احسان محمد نے اپنے بھائی سے بڑی بدترین دشمنی کی ہے اسے اس کی سزا تو ملنی چاہیے۔"

"بے شک اسے سزا ملے گی۔"

"بے شک اسے سزا ملے گی لیکن احمد آباد پہنچنے کے بعد ہی یہ سب کچھ ہو سکے گا۔ ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی اب جو ہونا تھا وہ احمد آباد پہنچ کر ہی ہونے والا تھا۔

○*○

جیک کلر اور مہادھابی ہتھیاروں کے بہت بڑے سپلائر تھے۔ جیک کلر پورے یورپ میں دہشت گردوں اور حکومت کے باغیوں کو ہتھیار فروخت کرتا تھا۔ اسی طرح مہادھابی پورے ایشیا میں ہتھیاروں کا دھندا کرتا رہتا تھا۔ دونوں ٹیلی پیتھی جانتے تھے اور بڑی کامیابی سے خود کو چھپا کر رکھتے تھے۔ ایف بی آئی اور انٹرپول والے انہیں تلاش کرتے رہتے تھے مگر کبھی ان کے سائے تک بھی نہیں پہنچ پاتے تھے۔

اب مجھ سے ٹکرانے کے بعد ان کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔ پچھلے دنوں میں نے انہیں کروڑوں ڈالر کا نقصان پہنچایا تھا۔ انہوں نے مجھ سے چھپ کر انتقامی کارروائی کی تھی۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ مجھے ان کی چال بازی کا پتا نہیں چل سکے گا۔ میں نے انہیں چیلنج کیا تھا کہ اب میری طرف سے انتقامی کارروائی ہو گی۔ وہ اپنے اسلحے کے تمام گوداموں کو بچا سکتے ہیں تو بچا لیں ورنہ ان کے کسی بھی گودام میں کوئی ہتھیار نہیں رہے گا۔

انہوں نے اپنی دانست میں حفاظتی تدابیر کی تھیں اپنے تمام ہتھیار کسی دوسرے گودام میں پہنچا دیے تھے۔ پچھلے تمام گودام خالی کر دیے تھے۔ اس کے باوجود انہیں اطلاع مل رہی تھی کہ ان کے نئے گوداموں کو بھی تباہ کیا جا رہا ہے یا پھر مقامی پولیس اور آرمی والوں کو ان کے خفیہ گوداموں کا پتا بتایا جا رہا ہے۔ وہاں چھاپے پڑ رہے ہیں اور آرمی والے ان کے تمام ہتھیار اپنے کیمپوں میں لے جا رہے ہیں۔

جیک کلر نے مہادھابی سے کہا "یہ فرہاد تو ہمارے لیے عذاب جان بن گیا ہے۔ ہم اس سے اپنے نئے اسلحہ کے

گوداموں کو بھی نہ چھپا سکے۔"

مہادھابی نے کہا "ہم کیسے چھپا سکتے ہیں جو دہشت گرد تنظیمیں اور باغی تنظیمیں ہم سے ہتھیاروں کا سودا کرتی ہیں۔ وہ سودا ہونے کے بعد ان ہتھیاروں کو لینے کے لیے گوداموں تک جاتی ہیں اس طرح فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والی ان تنظیموں کے ذریعے نئے گوداموں تک پہنچ جاتے ہیں۔"

جیک کلر نے کہا "میں اب تک تقریباً نو سو گروڑ ڈالر کا نقصان اٹھا چکا ہوں۔ اب مجھ میں نقصان اٹھانے کا حوصلہ نہیں ہے میں یہ دھندا بند کردوں گا۔ کوئی دوسرا کام شروع کروں گا اس طرح کبھی فرہاد کو معلوم نہیں ہو سکے گا کہ اب میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔"

مہادھابی نے کہا "میں سمجھ رہا تھا کہ فرہاد کی توجہ صرف تمہاری طرف ہے۔ وہ مجھے نظر انداز کر رہا ہے اور صرف تمہیں نقصان پہنچا رہا ہے لیکن کل میرے کوالالپور اور جنوبی ہند کے دو گوداموں پر وہاں کی مقامی آرمی والوں نے چھاپے مارے تھے اور وہاں کا تمام اسلحہ اٹھا کر لے گئے تھے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کیں تو آرمی کے افسران کے خیالات نے بتایا کہ خفیہ طور پر کسی نے مخبری کی تھی۔ وہ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی ہوں گے۔"

"فرہاد نے میری یورپ کی مارکیٹ تباہ کر دی ہے اب تمہاری باری ہے وہ تمہاری ایشیا کی مارکیٹ کو بھی نہیں چھوڑے گا۔ تمہیں بھی یہ دھندا چھوڑنے پر مجبور کر دے گا۔"

مہادھابی نے کہا "ہم نے مشترکہ سرمائے سے اٹلی میں ایک اسلحہ فیکٹری قائم کی ہے وہاں جدید ترین ہتھیار تیار کیے جائیں گے۔ کیا ہم فرہاد سے اور اس کے خیال خوانی کرنے والوں سے اس فیکٹری کو چھپا سکیں گے؟"

"مجھے یہی فکر ستا رہی ہے کہ ہم کس طرح اس دشمن سے چھپ کر اپنا یہ نیا کاروبار جاری رکھ سکتے ہیں؟"

"ہمارا ایک ایجنٹ چلی سے جدید ترین اسلحہ کے نئے نئے ڈیزائن لے کر آ رہا ہے اس کا کیا بنا وہ کب تک اٹلی پہنچے گا؟"

"میں ابھی اس کے دماغ میں جا کر معلوم کرتا ہوں۔ تم میرے اندر رہو اور ہماری باتیں سنو۔"

وہ دونوں اپنے اس ایجنٹ کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اس ایجنٹ نے ساؤتھ امریکا کی ایک اسلحہ ساز فیکٹری سے چند جدید ترین ہتھیاروں کے ڈیزائن چرائے تھے اور ان کی تصویریں ایک فائل میں رکھی تھیں۔ وہ اس فائل کو لے کر اٹلی آنا چاہتا تھا لیکن بارہ گھنٹے بعد اٹلی جانے والی فلائٹ مل سکی تھی مگر انٹیلی جنس والے اس کے پیچھے پڑ گئے تھے اسے ڈھونڈ رہے تھے۔ اس لیے وہ پیرس کی ایک فلائٹ میں سوار ہو گیا تھا۔

جیک کلر نے اس ایجنٹ سے کہا "تم نے انٹیلی جنس والوں سے نجات حاصل کر لی ہے۔ لیکن غلط فلائٹ میں سوار ہو گئے ہو۔ یہ جہاز پیرس جائے گا جب کہ تمہیں اٹلی پہنچنا چاہیے تھا۔"

ایجنٹ نے کہا "میں اور کیا کر سکتا تھا؟ مجھے اپنی جان بھی بچانی تھی اور آپ کے اسلحہ کے نئے ڈیزائن بھی چھپا کر لانے تھے۔ اب آپ کو انتظار کرنا ہو گا۔ میں پہلے پیرس پہنچوں گا پھر وہاں سے دوسری فلائٹ کے ذریعے اٹلی پہنچوں گا۔"

"نہیں بہت دیر ہو جائے گی۔ ہم اتنا انتظار نہیں کر سکیں گے۔ ویسے ہی ہمارے دشمن نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔"

وہ سوچنے لگے۔ کہ کیا کرنا چاہیے؟ مہادھابی نے کہا "اب اسلحے کا کاروبار چھوڑ ہی دیں تو بہتر ہے ایک بہت بڑی پارٹی اس اسلحہ ساز فیکٹری کو خریدنا چاہتی ہے۔ یہ ایجنٹ نئے ڈیزائن لے کر آ رہا ہے۔ اس ڈیزائن کے ساتھ ہم اس اسلحہ فیکٹری کو بیچ دیں گے اور پھر کوئی دوسرا دھندا شروع کر دیں گے۔"

"بے شک ہمیں یہی کرنا ہو گا اور جلد سے جلد کرنا ہو گا۔ اس سلسلے میں ان نئے ڈیزائن کا انتظار نہیں کیا جا سکتا۔ اس جہاز کو اب پیرس نہیں اٹلی پہنچنا چاہیے" نئی پارٹی اسلحہ کے نئے ڈیزائن کو دیکھ کر ہی فیکٹری کو خریدے گی۔"

مہادھابی نے کہا "اب ہمیں پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر اس جہاز کا روٹ بدلنا ہو گا۔"

جیک کلر نے کہا "جب یہ جہاز انگلینڈ کے قریب پہنچنے لگے تب ہی ہم اس کا رخ پلٹ کر اٹلی کی طرف لے جائیں گے۔"

اس جہاز کے مسافر بڑے اطمینان سے سفر کر رہے تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ آگے جا کر کیا ہونے والا ہے۔ عدنان سونیا کی گود میں سر رکھے سو رہا تھا۔ وہ پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ جہاز پیرس نہیں اٹلی جائے گا۔ روم کے ہوائی کھنڈرات میں اس کی ممی اسے بلا رہی ہے۔

وہ جہاز چلی سے پرواز کرتا ہوا پیرس جانے والا تھا۔ فی الوقت وہ برازیل کی فضاؤں میں ہزاروں فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ عدنان نے کہا تھا کہ وہ پیرس نہیں بلکہ اٹلی کے شہر روم جائے گا۔ ابھی سونیا کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ پیرس جانے والا یہ جہاز اسے روم تک کیسے پہنچائے گا؟

طیارے میں کوئی نہیں جانتا تھا حتیٰ کہ پائلٹ کو بھی علم نہیں تھا کہ آگے چل کر اس جہاز کا روٹ بدلنے والا ہے۔ راستے کیسے بدل جاتے ہیں۔ منزل کیسے بدل جاتی ہے۔ مقدر کیسے کھیل تماشے دکھاتا ہے۔ پہلے سے کوئی نہیں جانتا جب ایسا ہو جاتا ہے تب حیرانی سے کہا جاتا ہے سوچا تھا کیا کیا ہو گیا؟ اس جہاز کی پرواز کے پیچھے جیک کلر اپنا ایک کاروباری کھیل کھیل رہا تھا۔ وہ اور مہادھابی یورپ اور ایشیا میں ہتھیاروں کے سب سے بڑے سپلائرز تھے۔ بڑی کامیابی سے ہتھیار فروخت کرنے کا دھندا کرتے تھے۔ ان کی شامت آئی تھی کہ انہوں نے سونیا اور عدنان کے خلاف سازش کی۔ جس کے نتیجے میں ان کے اسلحے کے گوداموں کو تباہ کرنے لگا۔ وہ دونوں بوکھلا گئے تھے۔ ان کی سمجھ میں یہی آ رہا تھا کہ اب اس دھندے کو چھوڑنا ہو گا۔ ورنہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود کنگال بن جائیں گے اور ایک نہ ایک دن میں ان کی شہ رگ تک بھی پہنچ جاؤں گا۔

مہادھابی نے جیک کلر سے کہا "دولت کمانے کے اور بھی کئی دھندے ہیں۔ ہم اس دھندے کو چھوڑ کر خاموشی اختیار کر لیں گے۔ اب بھی ہم روپوش رہتے ہیں۔ فرہاد یا کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہمارا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہے اور نہ..... آئندہ ہونا چاہیے۔"

دوسرے اسلحے کے تاجر ان کے اسلحے کے گوداموں کو خریدنا چاہتے تھے پھر وہ دونوں اٹلی میں ایک اسلحہ ساز فیکٹری قائم کرنے والے تھے لیکن اب مجھ سے دہشت زدہ ہو کر اس فیکٹری کو بھی ایک تاجر کے ہاتھوں فروخت کرنے پر تیار ہو چکے تھے۔

ایک تاجر سے اس فیکٹری کا سودا ہو چکا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ برازیل سے ہتھیاروں کے کچھ نئے ڈیزائن آ رہے ہیں ان ڈیزائنز کو بھی وہ فروخت کریں گے۔ ان کا ایک ایجنٹ ان ڈیزائنز کے خاکے چلی سے ایک فائل میں رکھ کر لا رہا تھا اور اسی طیارے میں سفر کر رہا تھا۔

ان کا وہ ایجنٹ برازیل پولیس کو مطلوب تھا۔ وہ اسے تلاش کر رہی تھی۔ وہ ایجنٹ قانونی گرفت سے بچنے کے لیے پیرس جانے والے طیارے میں سوار ہو گیا تھا۔ جبکہ اسے اٹلی جانا تھا۔

جیک کلر اور مہادھابی اپنے ایجنٹ کی مجبوریوں کو سمجھ رہے تھے۔ اگر وہ اٹلی جانے والی فلائٹ کا انتظار کرتا تو چلی میں گرفتار ہو جاتا اور پھر وہ ڈیزائن ان کے پاس نہ پہنچ پاتے۔

ان حالات میں جدید اسلحے کے وہ ڈیزائن انہیں دیر سے ملنے والے تھے اور دیر ہونے سے انہیں نقصان پہنچ سکتا تھا۔ وہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اس فیکٹری اور ان تمام نئے ڈیزائنز کو فروخت کر کے اسلحہ سپلائی کرنے والے دھندے سے نکل جانا چاہتے تھے۔ انہیں ہر لمحہ یہ اندیشہ تھا کہ مجھے ان کی اس خرید و فروخت کی اطلاع مل سکتی ہے اور میں پھر انہیں کروڑوں ڈالر... کا نقصان پہنچا سکتا ہوں۔

جیک کلر نے کہا "اس جہاز کو اب پیرس نہیں اٹلی پہنچنا چاہیے۔"

مہادھابی نے کہا "یہ جہاز اپنے روٹ کے مطابق یہاں سے پہلے اسپین کے شہر میڈرڈ پہنچے گا۔ وہاں سے لندن جائے گا پھر لندن سے پیرس اس کی آخری منزل ہے۔"

وہ دونوں سوچنے لگے پھر مہادھابی نے کہا "پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمانا ہو گا پھر وہ ہماری مرضی کے مطابق اس کا روٹ بدل دے گا۔"

"روٹ بدلتے ہی کنٹرول ٹاور والے حیران اور پریشان ہوں گے کہ یہ طیارہ اپنا ٹریک چھوڑ کر کدھر چلا گیا ہے؟"

"یہ طیارہ اسپین تک اپنے معمول کے مطابق جائے گا۔ اسپین سے ہم راستہ بدل دیں گے۔ وہاں سے اٹلی دو گھنٹے میں پہنچے گا۔ ان دو گھنٹوں میں تمام متعلقہ ممالک کے کنٹرول ٹاور میں ہلچل مچی رہے گی۔ پائلٹ سے بازپرس کرنے کی کوشش کی جائے گی لیکن اس کا دماغ ہمارے قبضے میں ہو گا اور وہ ہماری مرضی کے مطابق عمل کرتا رہے گا۔"

جہاز برازیل سے گزرنے کے بعد بحر اوقیانوس کے اوپر پرواز کر رہا تھا۔ انہوں نے اپنے ایجنٹ کے ذریعے ایک ائر ہوسٹس کی آواز سنی پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ ان کی مرضی کے مطابق وہاں سے چلتی ہوئی کیبن میں آئی اور پائلٹ سے پوچھا "کیا کافی پینا چاہو گے؟"

پائلٹ اسے دیکھ کر مسکرایا پھر کہا "کافی کڑوی ہوتی ہے لیکن تمہارے ہاتھوں سے میٹھی ہو جائے گی۔ ضرور پلاؤ۔"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ وہ دونوں پائلٹ کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ کبھی کبھی کنٹرول ٹاور والوں سے اس کا رابطہ ہوتا تھا اور وہ ان کی باتوں کا جواب دیتا تھا۔ وہ دونوں کنٹرول ٹاور کے ایک افسر کے دماغ میں بھی

پہنچ گئے۔ اس کے ذریعے دوسرے اہم افراد کے اندر بھی جگہ بنانے لگے۔

طیارے کو ہائی جیک کرنے کے لیے وہ ابتدائی تیاریاں کررہے تھے۔ روم کے ایک ہوائی اڈے کا نام فیومی سینی ہے وہ اس ائرپورٹ کے اہم عہدے داروں کے اندر بھی پہنچنے لگے۔ وہ اس طرح یہ کام کرنا چاہتے تھے کہ متعلقہ ممالک کو ہائی جیک کرنے والوں کا سراغ بھی نہ مل سکے۔

عدنان سونیا کی گود میں سر رکھے سو رہا تھا۔ وہ بڑی ممتا سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی اور سوچ رہی تھی "بڑا ہی عجیب و غریب پوتا ہے۔ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے حیران کردیتا ہے ابھی کہہ رہا تھا کہ یہ جہاز پیرس نہیں جائے گا۔ بلکہ اسے روم پہنچائے گا۔"

یہ بات بڑی مضحکہ خیز تھی کہ پیرس جانے والا جہاز ایک بچے کی خاطر اپنا روٹ بدل دے گا لیکن سونیا اپنے پوتے کی اس بات پر سنجیدگی سے غور کررہی تھی۔ اب تک تو یہی دیکھنے میں آیا تھا کہ وہ جو کہتا تھا وہی ہوتا تھا اور اس کی بے تکی حرکتوں کے پیچھے کوئی نہ کوئی مقصد چھپا رہتا تھا اور انہیں فائدہ پہنچاتا رہتا تھا۔ اس سے بڑا فائدہ اور کیا پہنچ سکتا تھا کہ اس پوتے نے اپنی اس دادی کو بچھڑے ہوئے تمام رشتے داروں سے ملا دیا تھا۔

وہ کئی بار بچھڑتا رہا تھا اور ملتا رہا تھا اس بار سب محتاط تھے اور اس کی نگرانی کررہے تھے کہ وہ اب سونیا سے دور نہ ہونے پائے۔ الپا، اعلیٰ بی بی اور عبداللہ نے یہ طے کیا تھا کہ باری باری عدنان کے دماغ میں رہیں گے۔ جب اس کے خیالات گڈمڈ ہونے لگیں گے تو وہ سونیا کے دماغ میں آکر اس کے ذریعے عدنان پر نظر رکھیں گے اور سونیا تو محتاط رہنے ہی والی تھی۔

اس وقت وہ خاموش بیٹھی ہوئی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا انتظار کررہی تھی۔ وہ تینوں فی الحال اس کے اور عدنان کے دماغ میں نہیں تھے۔ کہیں مصروف تھے، سو رہے تھے یا کھانے پینے میں مصروف تھے۔ تھوڑی دیر بعد آنے والے تھے۔

پارس اور پورس چلی میں رہ گئے تھے۔ وہ سونیا اور عدنان کے ساتھ ائرپورٹ تک آئے تھے۔ جب وہ دونوں طیارے میں سوار ہوکر وہاں سے رخصت ہوگئے تو پورس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "تھینکس گاڈ! اب میں اپنی دلربا سے مل سکوں گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "اگر بیٹا کہیں محبت کے چکر میں پڑجائے تو باپ بیٹے کو روکتا ہے یہاں تو تمہارا بیٹا تمہیں دلربا کے عشق میں گرفتار ہونے سے روک رہا تھا۔"

وہ بھی ہنستے ہوئے بولا "مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے میں نے اپنا بیٹا نہیں باپ پیدا کیا ہے۔"

وہ کرائے کی کار میں بیٹھ کر دلربا اور مرجانا کے بنگلے کی طرف روانہ ہوگئے۔ پارس نے کہا "ویسے عدنان کی حرکتوں نے سمجھا دیا ہے کہ وہ کوئی ایب نارمل بچہ نہیں ہے۔ اسے سچ مچ آگاہی حاصل ہوتی ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے۔ اس سے ہم کو نقصان نہیں پہنچتا۔"

"بے شک ہمیں عدنان کی باتوں اور حرکتوں پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے اور اس کی کسی بھی بات کو غیر اہم نہیں سمجھنا چاہیے۔"

"لیکن تم سمجھ رہے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"اس نے دلربا کو منع کیا ہے کہ وہ تم سے نہ ملے۔ یاد کرو مرجانا ہم سے کیا کہہ رہی تھی۔ عدنان جب دلربا سے تمہیں ملنے کو منع کررہا تھا تب اس کی آواز بدل رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے اس کے اندر سے کوئی عورت بول رہی ہو۔"

پورس نے سوچتے ہوئے کہا "اس کی آنکھیں شیوانی کی طرح ہیں اور شیوانی کی طرح ہی کشش ہے۔ وہ دیکھنے والوں کو اپنی نگاہوں سے جکڑ لیتا ہے۔ بہرحال دلربا کو اس سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میں ابھی جاکر اسے سمجھاؤں گا۔"

پارس نے کہا "اور میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ اس بات کو اہمیت دو کہ عدنان نے اسے تم سے دور کیوں کیا ہے؟ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے اس بچے کے اندر شیوانی چھپی ہوئی ہے اور دلربا کو اپنی سوکن سمجھ کر اسے تم سے دور رکھنا چاہتی ہے۔"

"کیسی باتیں کررہے ہو؟ یہ تو ہندوؤں والا عقیدہ ہوگیا کہ ایک مرنے والی کی آتما کسی کے اندر جاکر گھس گئی ہے؟ اور اپنی بات منوا رہی ہے۔"

"میرا یہ عقیدہ نہیں ہے اس کے باوجود ہماری دنیا میں بعض اوقات ایسے عجیب و غریب واقعات پیش آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیوں اور کیسے ہورہا ہے؟"

وہ دونوں ان جڑواں بہنوں کے بنگلے میں پہنچ گئے۔ مرجانا نے انہیں دیکھ کر پوچھا "کیا تمہاری مما جاچکی ہیں؟"

"ہاں۔ وہ چلی گئی ہیں۔"

پھر اس نے پوچھا "وہ بچہ بھی چلا گیا ہے ناں اب یہاں نہیں آئے گا؟"

پارس نے مسکرا کر کہا "کیا تم بھی اس سے خوف زدہ ہو؟"

"میں تو نہیں ہوں لیکن دلربا بری طرح خوف زدہ ہے ابھی تک سہمی ہوئی ہے۔ یہی کہتی ہے کہ چاہے کچھ ہوجائے پورس سے نہیں ملے گی۔"

پورس نے پریشان ہوکر کہا "یہ تو میرے لیے مشکل ہوجائے گی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دلربا اتنی بزدل ہے مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

مرجانا نے کہا "وہ اپنے بیڈ روم میں ہے۔"

اس نے بیڈ روم کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی پھر کہا "دلربا! دروازہ کھولو میں آیا ہوں۔"

اندر سے آواز آئی "نہیں۔ میں دروازہ نہیں کھولوں گی تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

"یہ کیا حماقت ہے؟ ایک بچے نے ڈرایا اور تم ڈر گئیں۔ دروازہ کھولو میں تمہارے دل سے ڈر نکال دوں گا۔"

"میں نے کہہ دیا کہ میں دروازہ نہیں کھولوں گی۔ اس بچے کی ماں تمہاری بیوی ہے وہ نہیں چاہتی کہ میں تمہارے قریب آؤں۔"

"میری بات کا یقین کرو۔ تین برس پہلے وہ مرچکی ہے۔ اب وہ کیسے تمہیں میرے قریب آنے سے روک سکتی ہے؟"

"وہ روک رہی ہے۔ میں کیسے بتاؤں کہ وہ کیسے روک رہی ہے؟"

"سامنے آکر بتاؤ تو یقین ہوگا۔"

کمرے کے اندر خاموشی رہی۔ پورس نے پھر اسے مخاطب کیا "کیا ہوا تم خاموش کیوں ہو؟"

"تم ڈرائنگ روم میں بیٹھو۔ میں چینج کرکے آتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں جاتا ہوں۔ تم جلدی آؤ۔"

وہ ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ پارس مرجانا کے ساتھ بیڈ روم میں آگیا۔ اس نے اسے کھینچ کر اپنے بازوؤں میں بھرنا چاہا تو وہ خود کو چھڑانے لگی۔ کہنے لگی "یہ کیا کررہے ہو؟ مجھے یہ سب پسند نہیں میں یہ سب نہیں چاہتی؟"

"کیوں نہیں چاہتیں، کیا مجھے پسند نہیں کرتیں؟"

"بے شک میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔ تمہیں چاہتی ہوں لیکن ہم ذرا دور دور رہیں گے۔ یہ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔ ہم دونوں بہنیں ہم مزاج ہیں، ہم سے محبت کرنے والے اسی لیے بھاگ گئے کہ ہم نے کبھی انہیں ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دی۔ بس دور سے محبت کرنا چاہی تو وہ بیزار ہوگئے۔"

"تم چاہتی ہو کہ میں بھی تم سے بیزار ہوجاؤں۔"

"میں ہرگز یہ نہیں چاہتی۔ تم دور ہوجاؤ گے۔ کہیں چلے جاؤ گے تو میں پریشان ہوجاؤں گی۔"

"عجیب محبت ہے تمہاری۔! میرے بغیر نہیں رہ سکتی اور میں تمہارے قریب آتا ہوں تو مجھے دور بھگاتی ہو۔"

"میں دل سے ایسا نہیں کرتی ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تم مجھے پیار کرو۔ مجھے خود سے قریب کرو۔ میں تمہاری بانہوں میں پگھل جانا چاہتی ہوں لیکن ڈرتی ہوں لیکن ڈرتی ہوں۔ میں کبھی ایسا نہیں ہونے دوں گی۔"

"تعجب ہے کس بات سے ڈرتی ہو؟"

"میں تمہیں کیا بتاؤں اگر میں تمہیں چھونے کی اجازت دوں گی۔ تم مجھے پکڑلو گے میں تمہیں پکڑنے کی اجازت دوں تو جکڑلو گے پھر مجھ سے میاں بیوی والا تعلق چاہو گے۔ بولو چاہو گے ناں؟"

"ہاں۔ ایسا تو ضرور چاہوں گا۔"

"اور بس میں یہی نہیں چاہتی اگر یہ تعلق ہوگا تو پھر میں ماں بن جاؤں گی اور ماں بننے کے بعد مرجاؤں گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی؟ کس نے کہا کہ تم ماں بننے کے بعد مرجاؤ گی؟"

"میری ماں بھی ایسا نہیں چاہتی تھی۔ اسے بھی ماں بننے سے ڈر لگتا تھا پھر میرے باپ نے اسے رضامند کرلیا اور پھر وہی ہوا جس سے وہ ڈر رہی تھی۔ ہم دونوں بہنوں کی پیدائش کے وقت نہ جانے کیا ہوا کہ وہ مرگئی۔"

پارس نے پوچھا "اگر ماں مرچکی ہے پھر یہ کون ہے جو گھر میں موجود ہے۔"

"یہ میری سوتیلی ماں ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تم مجھے ماں بناؤ۔"

"کون کم بخت تمہیں ماں بنا رہا ہے۔ میں تو محبوبہ بنا رہا ہوں۔"

"لیکن اس کے بعد ماں بننے کا مرحلہ آئے گا۔"

"یہ بات تمہارے دماغ میں کیوں نقش ہوگئی ہے کہ ماں بننے والی ہر عورت مرجاتی ہے؟ ہماری دنیا میں کروڑوں مائیں ہیں۔ جو اولادیں پیدا کررہی ہیں اور زندہ ہیں۔"

"ان کی بات اور ہے جو جڑواں بچے پیدا کرتی ہیں۔ ان کے بچنے کا چانس صرف فائیو پرسنٹ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ڈلیوری کے وقت ان کو بچا نہیں پاتے اور وہ مرجاتی ہیں۔"

وہ بیزار ہو کر بولا "تم ایب نارمل ہو الٹی باتیں سمجھتی ہو۔ سیدھی باتیں سمجھ نہیں پاتیں۔ میں جارہا ہوں۔"

وہ ناراض ہو کر جانے لگا تو اس نے ہاتھ پکڑلیا۔ عاجزی سے بولی "پلیز مت جاؤ۔ میرے دل میں ڈر ہے۔ اس ڈر کو ختم ہونے دو میں نہیں جانتی کہ یہ ڈر کیسے ختم ہوگا؟ تم کچھ کرو۔"

اس بات نے پارس کو خوش کردیا۔ وہ چمک کر بولا "ہاں کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

پورس ڈرائنگ روم میں بیٹھا بیزار ہورہا تھا پھر اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا دلربا کے بیڈ روم کے دروازے پر آیا۔ دستک دے کر بولا "دلربا! تم کیا کررہی ہو۔ کیا چینج کرنے میں اتنی دیر لگتی ہے؟ پلیز جلدی باہر آؤ۔"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر دروازے پر دستک دی۔ دلربا کو مخاطب کیا لیکن اس کی آواز سنائی نہ دی۔ اس نے دروازے کے ہینڈل پر دباؤ ڈال کر اسے کھولا تو وہ کھل گیا۔ اندر کوئی نہیں تھا۔ وہ وہاں سے جاچکی تھی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اسے بنگلے کے ہر حصے میں ڈھونڈنے لگا اور آوازیں دینے لگا اس کی آواز پر مرجا اور پارس اپنے کمرے سے باہر آئے پھر پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "دلربا تھوڑی دیر پہلے اپنے بیڈ روم میں تھی مجھ سے کہا کہ چینج کرکے آتی ہوں۔ میں ڈرائنگ روم میں انتظار کروں۔ وہ مجھے جھانسا دے کر کہیں چلی گئی ہے۔ یہاں کہیں نظر نہیں آرہی ہے۔"

ایسے ہی وقت موبائل فون سے سگنل موصول ہوا وہ اسے آن کرکے کان سے لگاتے ہوئے بولا "ہیلو۔۔۔؟"

دوسری طرف سے دلربا کی آواز سنائی دی "ہیلو۔ میں بول رہی ہوں۔ تم وہاں سے چلے جاؤ میں تم سے ملنا نہیں چاہتی۔"

"دلربا! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کیوں پریشان ہورہی ہو؟ اور مجھے بھی پریشان کررہی ہو۔ ایک بار میرے سامنے آؤ میں تمہارے دل سے ڈر نکال دوں گا۔"

اچانک ہی آواز بدل گئی۔ دوسری طرف سے کہا گیا "تمہیں شرم نہیں آتی؟ اپنے بچے کی ماں کو بھول گئے اور اس کی سوکن سے دل لگا رہے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولا "شیوانی! یہ۔ یہ تم بول رہی ہو؟"

پارس شیوانی کا نام سن کر چونک گیا پھر بولا "پورس! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم فون پر شیوانی کی آواز سن رہے ہو؟"

دوسری طرف سے دلربا کی آواز سنائی دے رہی تھی "میں کہہ چکی ہوں۔ تمہارا سامنا نہیں کروں گی۔ تمہارے قریب نہیں آؤں گی۔ میرے گھر سے چلے جاؤ۔"

پورس نے پوچھا "تم یہ بتاؤ ابھی تم آواز بدل کر بول رہی تھیں۔"

"نہیں میں نے آواز نہیں بدلی تھی۔ میں تھوڑی دیر کے لیے چپ ہوگئی تھی۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میرے اندر کوئی بول رہی ہے۔"

پورس نے حیرت سے پارس کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ دلربا بولتے بولتے تھوڑی دیر کے لیے چپ ہوگئی تھی۔ ایسے وقت میں نے شیوانی کی آواز سنی تھی مگر یہ۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ شیوانی تو تین برس پہلے مرچکی تھی۔"

پارس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "پورس! یہ بہت ہی نازک معاملہ ہے تمہارا بیٹا جو کہتا ہے وہ بات پتھر کی لکیر بن جاتی ہے۔ ہمیں اس معاملے پر بہت ہی سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ فی الحال یہاں سے چلو۔"

اس نے پورس سے فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "دلربا! میں پورس کو یہاں سے لے جارہا ہوں۔ تم کہیں مت بھٹکو۔ واپس گھر آجاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔ پورس حیران اور پریشان تھا۔ اس نے ابھی ابھی شیوانی کی آواز سنی تھی پھر بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ جو تین برس پہلے مرچکی ہے وہ ابھی اس کے کان میں بول رہی تھی۔

❍✻❍

طیارہ اپنی منزل کی طرف محوِ پرواز تھا۔ سونیا خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ آس پاس کوئی اس سے بات کرنے والا نہیں تھا۔ دوسرے تمام مسافر یا تو سو رہے تھے یا آپس میں بول رہے تھے۔ ایسے ہی وقت اسے اعلیٰ بی بی کی آواز سنائی دی "ہائے مما! مجھے آنے میں دیر ہوگئی۔"

"چلو آتو گئیں۔ کیا کہیں مصروف تھیں؟"

"جی ہاں۔ کہیں نہ کہیں تو مصروفیت رہتی ہے۔ ٹیلی پیتھی عجیب و غریب علم ہے کسی کے خیالات پڑھ لینا، معاملات میں الجھو آدمی الجھتا ہی چلا جاتا ہے آپ سنائیں خیریت ہے۔ کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہورہی ہے؟"

"ابھی تو نہیں ہورہی ہے شاید ہونے والی ہے۔"

"واقعی؟ آپ ایسا کیوں سمجھ رہی ہیں؟ کیا وہاں ایسے آثار پیدا ہورہے ہیں؟"

"ہمارا پوتا ایسے آثار پیدا کرتا رہتا ہے۔ دوسروں کی نیندیں اڑا کر خود سوتا رہتا ہے مجھ سے کہہ رہا تھا کہ وہ الٹی کے شہر روم جانا چاہتا ہے۔ لہٰذا جہاز پیرس نہیں جائے گا بلکہ اسے روم کے ائرپورٹ پہنچائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اس کی بات پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ یہ جو کہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ کیا آپ ایسا سمجھ رہی ہیں کہ اس طیارے کا روٹ بدل سکتا ہے؟"

"میں کیسے سمجھوں گی بھلا طیارے کا روٹ خوامخواہ کیوں بدلے گا؟"

"مما! ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ یہاں ہائی جیکر موجود ہوں اور وہ اسے ہائی جیک کرکے الٹی کی طرف لے جائیں؟"

"ہاں۔ ایسا ہوسکتا ہے لیکن اس طیارے میں ایسے آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔ یہاں تمام مسافر آرام سے سفر کررہے ہیں۔ میں طیارے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہلتی ہوئی ایک ایک کو دیکھتی گئی کوئی مشکوک دکھائی نہیں دے رہا ہے۔"

"آپ کسی ائرہوسٹس سے گفتگو کریں۔ میں اس کے ذریعے پائلٹ کے دماغ میں جاکر معلوم کروں گی کہ وہاں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے۔"

سونیا نے ایک ائرہوسٹس کو بلایا پھر اس سے پوچھا "کیا ڈنر کا انتظام کیا جارہا ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی "یس میڈم! ابھی ہم آدھے گھنٹے میں ڈنر سرو۔۔۔ کرنے والے ہیں۔"

وہ وہاں سے جانے لگی۔ اعلیٰ بی بی اس کے اندر پہنچ گئی اسے لے کر سیدھی پائلٹ کیبن میں پہنچی وہاں کو پائلٹ سے پوچھا "کیا بھوک لگی ہے؟ میں مسافروں کو کھانا دینے جارہی ہوں۔"

کو پائلٹ نے کہا "بے شک بھوک تو لگی ہے پہلے مسافروں کو کھانا دے دو۔"

وہ چلی گئی۔ اعلیٰ بی بی اس کو پائلٹ کے دماغ میں آئی پھر اسے باتیں کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے پائلٹ سے پوچھا "کیا کھانے سے پہلے ڈرنک لوگے؟"

"ہاں میرے لیے ایک پیگ بناؤ۔"

کو پائلٹ نے شراب کی بوتل نکالی پھر اپنے اور اس کے لیے ایک ایک پیگ بنایا۔ اعلیٰ بی بی پائلٹ کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اسے ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی جس سے اسے خطرہ محسوس ہوتا۔

طیارے میں امن و امان تھا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ طوفان کے آنے سے پہلے سمندر کی سطح پر سکون ہوجاتی ہے اور ہوسکتا تھا کہ طیارے کا یہ سکون یہ امن و امان کسی خطرے کا پیش خیمہ ہو۔ اس نے الپا اور عبداللہ کو مخاطب کیا پھر کہا "میرے پاس آؤ اور میری باتیں سنو۔"

وہ دونوں اس کے دماغ میں آئے۔ وہ بولی "عدنان مما سے کہہ چکا ہے کہ یہ پیرس جانے والا طیارہ اپنا روٹ بدل کر اٹلی جائے گا۔ کیونکہ عدنان اٹلی جانا چاہتا ہے۔"

عبداللہ نے کہا پھر تو عدنان بابا کی بات درست ہوسکتی ہے۔ ہم کئی بار آزما چکے ہیں۔ یہ جو کہتے ہیں وہ ہوتا ضرور ہے۔"

الپا نے کہا "عدنان کی پیش گوئی کے پیچھے ضرور کوئی بات ہوگی لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ پیرس جانے والا طیارہ اچانک اپنا روٹ کیسے بدل سکتا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "سسٹر! کوئی اس طیارے کو ہائی جیک کرسکتا ہے۔ ایسی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس طرح روٹ بدل سکتا ہے۔"

"ہمیں دیکھنا چاہیے کہ اس طیارے میں ہائی جیکر موجود ہیں یا نہیں؟"

"میں نے آپ دونوں کو اسی لیے بلایا ہے۔ ہم ایک ایک مسافر کے دماغ میں پہنچیں گے اور معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ یہاں کوئی مجرم تو چھپا ہوا نہیں ہے؟"

پھر ان تینوں نے سلسلہ وار خیال خوانی کی مہم شروع کی۔ ائرہوسٹس اور اسٹیوارڈز وغیرہ کے ذریعے مسافروں کے دماغوں میں جانے لگے پھر ایک مسافر کے ذریعے دوسرے مسافر کو مخاطب کرنے لگے۔ اس طرح انہیں ہر ایک کے دماغ میں جگہ ملتی رہی اور وہ ان کے خیالات پڑھتے گئے۔

ان مسافروں کے درمیان وہ ایجنٹ بھی بیٹھا ہوا تھا جو جیک کلر اور مہادھابی کے لیے کام کیا کرتا تھا۔ چونکہ وہ ان کا مستقل ایجنٹ تھا اور ان کے اہم کام سرانجام دیا کرتا تھا۔ اس لیے انہوں نے اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کررکھی تھی کہ وہ کبھی ان کی خیال خوانی کو یاد نہ رکھے ان کی باتوں کا جواب دینے کے بعد ٹیلی پیتھی کو بھول جایا کرے۔

اس وقت بھی وہ جیک کلر اور مہادھابی کو ان کی خیال خوانی سمیت بھولا ہوا تھا۔ الپا نے اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا وہ ایک بہت بڑے بزنس مین کا نمائندہ ہے اور کاروبار

کے سلسلے میں پیرس جارہا ہے۔

ان تینوں نے جہاز کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ایک ایک مسافر کے خیالات کو کھنگال ڈالا۔ ائر ہوسٹس اسٹیوارڈ اور پائلٹ کو پائلٹ سب ہی کے خیالات پڑھے ان میں سے نہ تو کوئی خطرناک مجرم تھا اور نہ ہی کوئی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے مجرم کا آلہ کار تھا۔ وہ تینوں تھک ہار کر سونیا کے پاس آئے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "مما! ہم ایک ایک کے خیالات پڑھ چکے ہیں یہاں کوئی مجرم نہیں ہے۔"

سونیا نے کہا "تعجب ہے پھر یہ طیارہ اپنا روٹ کیسے بدلے گا؟ اٹلی کیسے جائے گا؟"

الپا نے پوچھا "کیا پہلے کبھی ہوچکا ہے کہ عدنان کی بات غلط ثابت ہوئی ہو؟"

سونیا نے کہا "میں تو اب تک یہی دیکھتی آرہی ہوں۔ میرے پوتے کی ہر بات سچ ہوتی ہے۔ پتا نہیں اس بار کیسے درست ہوگی؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "مما! کوئی ضروری تو نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے ایک بار پیش گوئی غلط ہوجائے۔"

"میں نہیں مانتی تم اپنے باپ کو بلاؤ۔ میں ان سے بات کروں گی۔"

اعلیٰ بی بی نے مجھے مخاطب کیا "عدنان کا ایک مسئلہ ہے۔ مما آپ سے بات کرنا چاہ رہی ہیں۔"

میں سونیا کے دماغ میں آیا۔ اس وقت عدنان نیند سے بیدار ہوگیا تھا۔ سب لوگ رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ وہ واش روم میں جاکر منہ ہاتھ دھو کر واپس آگیا پھر اپنی دادی کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

سونیا نے عدنان کی پیش گوئی کے بارے میں بتایا اور تشویش ظاہر کی اعلیٰ بی بی نے کہا "میں سسٹر اور عبداللہ کے ساتھ یہاں کے تمام مسافروں کے خیالات پڑھ چکی ہوں۔ ان میں سے کوئی مجرم نہیں ہے کہیں سے کوئی ایسی بات ظاہر نہیں ہورہی ہے کہ اس جہاز کو ہائی جیک کیا جائے گا پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اپنا روٹ بدل کر اٹلی کے شہر روم کیسے پہنچے گا؟"

میں نے سوچنے کے انداز میں کہا "ہوں' ہم اپنے پوتے کی پیش گوئی کو نظرانداز نہیں کرسکتے اور یہ بات فی الحال سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ ہمارا پوتا روم کیسے پہنچے گا؟"

سونیا نے کہا "جہاز کے روٹ بدلنے کا ایک ہی راستہ سمجھ میں آرہا ہے اور وہ یہ کہ کوئی اسے ہائی جیک کرے گا جبکہ ایسا نہیں ہونے والا ہے۔ دوسری بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ طیارے میں کوئی خرابی پیدا ہوسکتی ہے۔ اسے کسی دوسری جگہ اتارا جاسکتا ہے وہاں سے روٹ بدل جائے گا۔"

میں نے کہا "یہی دوسری بات ہوسکتی ہے۔ طیارے میں کوئی خرابی پیدا ہوگی تو اسے اسپین یا افریقا کے کسی بھی مغربی حصے میں اتار دیا جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔ دیکھتے ہیں کہ ایسی کیا بات ہوتی ہے۔ ویسے فکر و پریشانی کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ طیارہ جہاں بھی جائے ہم عدنان کی حفاظت ہر طرح سے کریں گے۔"

سونیا نے کہا "یہاں اس کی حفاظت کی بات نہیں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنی ماں سے ملنے کے لیے بھٹک رہا ہے آخر اس کی حقیقت کیا ہے۔ کیا واقعی اس کے اندر شیوانی بولتی ہے اگر بولتی ہے تو کیسے؟ جبکہ وہ تین برس پہلے مرچکی ہے۔"

عبداللہ نے کہا "میڈم! ابھی میں پارس اور پورس صاحب کے پاس تھا۔ وہ دونوں مرجبا اور دلربا سے ملنے گئے تھے لیکن دلربا نے پورس صاحب سے ملنے سے انکار کردیا تھا۔ وہ اس کے بنگلے میں پہنچے تو وہ اپنے بنگلے سے بھاگ گئی کہیں دور جاکر اس نے فون پر باتیں کیں۔ ان باتوں کے درمیان پورس صاحب نے صاف طور پر شیوانی کی آواز بھی سنی۔"

یہ ایسی بات تھی جو ہمیں سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کررہی تھی کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ میں نے عبداللہ سے پوچھا "شیوانی کیا کہہ رہی تھی؟"

"سر! اس وقت میں پارس صاحب کے دماغ میں تھا۔ اس لیے میں نے ان کا صحیح فقرہ نہیں سنا بس انہوں نے ایک فقرہ ادا کیا تھا۔ شاید ان سے شکایت کی تھی کہ وہ بچے کی ماں کو بھول کر کسی دوسری سے کیوں محبت کررہے ہیں؟"

سونیا نے کہا "میں نے پورس کو سمجھایا تھا کہ وہ دلربا کے پاس نہ جائے۔ جب عدنان نے منع کیا ہے تو اس کے پیچھے ضرور کوئی اہم بات ہوگی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "مما! یہ بات میری عقل تسلیم نہیں کرتی ہے کہ پورس بھائی نے شیوانی کی آواز سنی تھی بھلا وہ کیسے بولے گی۔ کہاں سے بولے گی؟ کیا وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے کہ دلربا کی زبان سے بول رہی تھی؟"

"شیوانی ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی اور نہ ہی وہ زندہ ہے کہ اس کی زبان سے بولے گی میرے پوتے کے حوالے

دلربا کے ذہن میں یہ بات نقش ہوگئی ہے کہ اس کی ماں اس کے اندر سما گئی ہے اور اسے پورس سے دور رکھنا چاہتی ہے اسی لیے وہ اس سے دور بھاگ رہی ہے۔"

میں نے کہا "یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پورس نے دلربا کی زبان سے شیوانی کی آواز نہ سنی ہو یہ فریب سماعت بھی ہوسکتا ہے۔"

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے کانوں میں کچھ عجیب سی آوازیں سنائی دیتی ہیں یا ایسا لگتا ہے جیسے کسی شناسا نے ہمیں پکارا ہو۔ جبکہ وہ پکارنے والا ہمارے آس پاس کہیں موجود نہیں ہوتا۔ یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے۔ اسے فریب سماعت بھی کہتے ہیں۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "میں نے پائلٹ کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے کہ یہ طیارہ ابھی رات بھر پرواز کرے گا۔ صبح پانچ بجے اسپین کے شہر میڈرڈ پہنچے گا۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوگا کہ اس کے روٹ میں تبدیلی ہوتی ہے یا نہیں؟"

میں نے کہا "ٹھیک ہے میں وہاں کے وقت کے مطابق پانچ بجے سونیا کے پاس آؤں گا۔"

ہم سب خیال خوانی کرنے والے سونیا اور عدنان کے پاس سے چلے آئے۔ سونیا نے عدنان سے کہا "بیٹے! سونا چاہو تو سوجاؤ۔ ورنہ ٹی وی پر کارٹون فلم چل رہی ہے دیکھتے رہو۔ میں ذرا سونا چاہتی ہوں۔"

اس نے سیٹ کی پشت کو آرام دہ بنایا اور نیم دراز ہوکر اپنے پوتے کے بارے میں سوچنے لگی اور سوچتے سوچتے سونے لگی۔

✪✲✪

جینا اور کبریا احمد آباد پہنچ گئے۔ ائرپورٹ کے باہر ہندو اور مسلمانوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ انہیں اخبارات اور دوسرے میڈیا کے ذریعے معلوم ہوچکا تھا کہ ساگن دیوی آفت زدہ علاقوں کا دورہ کرنے اور ان کی مدد کرنے کے لیے آرہی ہے۔ گجرات میں ہندو مسلم فسادات دوبارہ ہوچکے تھے۔ یہ فسادات بڑے پیمانے پر ہوئے تھے۔ ہندو اگرچہ بڑی تعداد میں مارے گئے تھے تو ہلاک ہونے والے مسلمانوں کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچ چکی تھی۔ ان کے گھروں کو جلایا گیا تھا۔ دکانیں لوٹ لی گئی تھیں۔ کاروبار تباہ کردیے گئے تھے ہندوؤں کا خیال تھا کہ ساگن دیوی ان کی اپنی ہے۔ اس لیے وہ ان کی مدد زیادہ کرے گی۔ مسلمانوں نے سن رکھا تھا کہ ساگن دیوی متعصب نہیں ہے۔ ہندوؤں' مسلمانوں' سکھوں اور عیسائیوں کو ایک نظر سے دیکھتی ہے۔ لہٰذا وہ بھی اس کے استقبال کے لیے ائرپورٹ آئے ہوئے تھے۔

حکمرانوں اور سیاسی لیڈروں کی کوششوں سے امن و امان قائم ہوگیا تھا۔ ہندو اور مسلمان کے لیڈروں نے آپس میں یہ طے کیا تھا کہ بڑی محبت اور عقیدت سے ساگن دیوی کا استقبال کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں وہ اپنے درمیان اختلافات پیدا نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ ہندو پہلے اپنے ساتھ ساگن دیوی کو لے جائیں گے۔ دیوی ان کے ساتھ چند گھنٹے گزارنے کے بعد مسلمانوں کے علاقوں میں جائے گی۔

وہ لوگ ایک بڑے جلوس کی صورت میں اسے اپنے علاقے میں لے گئے۔ کبریا بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہاں ایک بہت بڑے جلسے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ہندو عورتیں اور مرد ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے اور ساگن دیوی کی جے جے کار کررہے تھے۔ اسے بٹھانے کے لیے ایک بہت ہی اونچا سا اسٹیج بنایا گیا تھا۔ وہاں مائیک اور اسپیکر کا خاصا انتظام تھا تاکہ لوگ اس کی آواز دور دور تک سن سکیں۔

جینا کو پھولوں کے ہار پہنائے جارہے تھے۔ سب ہی اس کے سامنے ہاتھ جوڑ رہے تھے سر جھکا رہے تھے۔ بڑے بڑے لیڈر اور مندروں کے پنڈت اسٹیج پر آکر مختصر تقریریں کرکے اس کی شان میں تعریفی فقرے ادا کرتے ہوئے .... کہہ رہے تھے کہ ساگن دیوی بہت دیالو ہیں مصیبت زدہ اور محتاج لوگوں کے لیے پرارتھنا بھی کرتی ہیں اور روپے پیسے سے ان کی مدد بھی کرتی ہیں۔ ہم بڑے بھاگوان ہیں کہ یہ ممبئی سے چل کر ہمارے پاس آئی ہیں اور ہماری بھرپور سہایتا کرنے والی ہیں۔

تمام عورتیں' بچے' بوڑھے سب ہی تالیاں بجا رہے تھے اور "ساگن دیوی کی جے" کہہ رہے تھے پھر کبریا نے مائیک کے پاس آکر کہا "اس سے پہلے کہ ساگن دیوی آپ کے سامنے آکر کچھ کہنا چاہیں۔ میں آپ کو بتادوں کہ میرا نام حمزہ خان ہے میں مسلمان ہوں لیکن دیوی جی کا عقیدت مند ہوں۔ ان کے ساتھ دن رات ایک چلتے پھرتے بینک کی طرح رہتا ہوں۔ جب بھی کسی مجبور اور محتاج کے لیے انہیں رقم کی ضرورت ہوتی ہے تو میں ان کے سامنے پیش کردیتا ہوں۔"

لوگ یہ سن کر تالیاں بجانے لگے۔ اس نے کہا "ویسے میں تنہا ان کی مالی امداد نہیں کرتا ہوں۔ میرے علاوہ ممبئی کے بڑے بڑے کاروباری حضرات بھی آپ کے دکھ سکھ میں شریک ہیں۔ انہوں نے بھی آپ کے لیے بڑی بڑی رقمیں

بھیجی ہیں۔ آپ میں سے جو مستحق افراد ہوں گے انہیں یہ رقم پیش کی جائے گی۔"

تمام حاضرین خوش ہو رہے تھے اور تالیاں بجا رہے تھے۔ جینا کچھ کہنے کے لیے مائیک کے پاس آئی تو سب اس کی جے جے کار کرنے لگے۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر تمام حاضرین کو نمستے کہا۔ سب نے ہاتھ جوڑ کر اپنے سر جھکا دیے۔ خاموشی چھا گئی۔ وہ کہنے لگی "میری بہنو! اور بھائیو! میں آپ کی بڑی ابھاری ہوں کہ آپ مجھے اتنا مان دے رہے ہیں۔ میں دیوی نہیں ہوں لیکن آپ مجھے دیوی کا مان مرتبہ دے رہے ہیں۔ بھگوان نے مجھے کچھ شکتی دی ہے۔ میں اس شکتی کے ذریعے آپ کے کام آتی رہتی ہوں۔"

مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں اور مسلمان آپ سے نفرت کرتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ہم پہلے ہندو کیوں ہیں؟ مسلمان کیوں ہیں؟ پہلے انسان کیوں نہیں ہیں؟

"ہمارے پاس وہی دو ہاتھ ہیں دو پاؤں ہیں۔ وہی جسم ہے اور جسم میں وہی جان ہے۔ سینے میں وہی ایک دل ہے جو مسلمانوں کے پاس ہے پھر وہ ہمارا اور ہم ان کا دل کیوں توڑتے ہیں؟ کیوں کسی کی جان لیتے ہیں؟ کیا کسی کی جان لینے سے ہمیں دو روٹیاں زیادہ مل جاتی ہیں؟ یا دنیا جہاں کی دولت مل جاتی ہے؟

"اگر ہم انسانیت سے گر جاتے ہیں اور جانور بن جاتے ہیں تو پھر ہم ایسا کیوں کرتے ہیں؟ میں چاہتی ہوں کہ یہاں آئندہ کبھی ہندو مسلم جھگڑا نہ ہو۔ اس سلسلے میں اگر آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہیں تو میں ضرور سنوں گی اور اپنے جواب سے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گی۔"

اسٹیج پر بیٹھے ہوئے ایک لیڈر نے کہا "دیوی جی! شاید آپ نہیں جانتیں کہ یہ جھگڑا کیسے شروع ہوا تھا مسلمانوں نے پہل کی تھی ہماری غیرت کو للکارا تھا۔ ہمارے دھرم کی ایک لڑکی کی عزت سے کھلواڑ کیا تھا۔ کیا ہم یہ برداشت کر سکتے تھے؟"

کبریا اس شخص کے خیالات پڑھنے لگا۔ جینا نے کہا "میں اس بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ اس لڑکی کو بھی جانتی ہوں۔ آپ یہ بتائیں کہ وہ لڑکی کیا اس لڑکے سے راضی نہیں تھی؟ بے شک راضی تھی جب دو دل آپس میں ملتے ہیں اور دو محبت کرنے والے ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو پھر یہ جائز اور قانونی بات ہے۔"

اس شخص نے کہا "وہ لڑکی راضی نہیں تھی۔ اس سے زبردستی کی گئی تھی۔ اسے بہکایا گیا تھا۔"

اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا "میں اندر کی باتیں جان لیتی ہوں۔ شاید اسی لیے مجھے دیوی کہا جاتا ہے۔ میں ابھی تمہارے اندر کی بھی باتیں بتا سکتی ہوں۔ کیا میں تمہارا راز سب کے سامنے کھول دوں؟"

وہ ذرا پریشان ہوا۔ ذرا ہچکچایا پھر ڈھیٹ بن کر بولا "میں۔ میرا کیا راز ہو سکتا ہے؟ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں کیا میں کوئی غلط دھندا کرتا ہوں؟"

"تم اگر کہو گے تو میں وہ راز اگل دوں گی پھر میں اسے سچ بھی ثابت کروں گی۔"

پھر جینا نے تمام حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں صرف اس سیاست دان لیڈر کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ تم میں سے جو بھی اپنے ماضی اور حال کی بات پوچھنا چاہے گا۔ میں اسے بتا سکتی ہوں۔ اس کے اندر کا سارا جھوٹ اور سچ باہر نکال سکتی ہوں۔"

اس لیڈر نے مجمع میں سے ایک شخص کو مخاطب کیا "اے رام اوتار! چل اٹھ کر کھڑا ہو جا اور دیوی جی کے سامنے آ۔ یہ تیرے بارے میں سچ اور جھوٹ بتائیں گی۔"

ایک نوجوان شخص اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر قریب آیا پھر بولا "دیوی جی! میرا نام رام اوتار ہے اور میں ایک مل میں مزدور یونین کا لیڈر ہوں۔ آپ میرے بارے میں کیا بتا سکیں گی؟"

جینا دونوں ہاتھ جوڑ کر آنکھیں بند کر کے یوں ظاہر کرنے لگی۔ جیسے گیان دھیان میں مصروف ہو گئی ہو اور اب کچھ بتانے والی ہو۔ ایک منٹ کے اندر کبریا نے رام اوتار کے چند خیالات پڑھے پھر وہ کبریا کی مرضی کے مطابق بولنے لگی "رام اوتار! دو برس پہلے تمہاری بہن کو اغوا کیا گیا تھا۔ بولو یہ درست ہے؟"

اس نے کہا "جی دیوی جی! یہ درست ہے۔"

"پولیس والے تمہاری بہن کو تلاش کرتے رہے لیکن وہ نہ ملی آخر تمہیں معلوم ہو گیا کہ اس لیڈر نے تمہاری بہن کو اغوا کیا تھا اور اس کی عزت سے کھیلتا رہا تھا پھر اس نے اچھی خاصی رقم دے کر اسے تمہارے پاس بھیج دیا۔ تم بہادر ہو جو شیلے ہو لیکن اس لیڈر کی طاقت سے ٹکرا نہیں سکے اس نے تمہیں خوش کرنے کے لیے مزدور یونین کا لیڈر بنا دیا۔ اب تم اس کے ماتحت ہو اور اس کی مرضی کے مطابق مل کے مزدوروں کو مل کے مالک کے خلاف بھڑکاتے رہتے ہو۔"

رام اوتار پریشان ہو گیا تھا۔ انکار کرنا چاہتا تھا۔ کبریا اس کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ اسے بولنے پر مجبور کر رہا تھا "دیوی جی! آپ کی جے ہو۔ آپ مہان ہیں آپ مہا گیانی ہیں آپ اندر کی باتیں سمجھ لیتی ہیں۔ میں آپ کے سچ سے انکار نہیں کر سکوں گا۔"

جینا نے تمام حاضرین کو دیکھتے ہوئے کہا "آپ سب نے سن لیا اس کی بہن کو اس لیڈر نے اغوا کیا تھا۔ میں اس لیڈر کی یہی اندر کی بات آپ کو بتانے والی تھی۔ اب آپ کو ان دونوں کے اندر کی باتیں معلوم ہو چکی ہیں۔"

کبریا اس لیڈر کے اندر پہنچ گیا تھا۔ وہ سچائی سے انکار کرنا چاہتا تھا۔ جینا کو جھوٹا کہنا چاہتا تھا لیکن کہہ نہ سکا سرہلا کر اقرار کرنے لگا "ہاں ہاں۔ میں مانتا ہوں۔ دیوی جی! میں آپ کے سامنے انکار کرنے کی ہمت نہیں کر سکوں گا۔"

جینا نے کہا "جب تم ہندو ہو کر اپنے ہی ہندو بھائی کی بہن کو اغوا کر کے اس کی عزت سے کھیلتے ہو۔ تب تمہاری غیرت، عزت، انسانیت اور شرافت کہاں جاتی ہے؟ اگر ایک مسلمان ایک ہندو لڑکی سے سچی محبت کرتا ہے اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو پھر تم غیرت میں کیوں آ جاتے ہو؟ جھوٹی غیرت کا مظاہرہ کر کے ہندو مسلم فسادات کیوں برپا کرتے ہو؟"

ایک عورت نے کہا "ہمیں اس بات پر اعتراض ہے کہ ایک مسلمان نوجوان ہمارے ہندو دھرم کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ کیا اس کے مذہب میں کوئی مسلمان لڑکی نہیں ہے؟"

"ہر ایک کے مذہب میں لڑکیاں بھی ہیں۔ لڑکے بھی ہیں لیکن جب یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ بھارت میں سیکولرازم ہے۔ ہندو مسلم سکھ عیسائی سب آپس میں بھائی بھائی ہیں رشتے دار ہیں اور آپس میں رشتے داریاں کر سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کے گھروں میں شادیاں کر سکتے ہیں تو پھر اس دعوے کے خلاف تم لوگ کیوں اعتراض کرتے ہو؟"

جینا نے اس عورت سے کہا "بہن! تم اس بات پر اعتراض کر رہی ہو کہ مسلمان لڑکے نے ہندو لڑکی سے کیوں محبت کی؟ کیا ہندو نوجوان مسلمان لڑکیوں سے محبت نہیں کرتے ہیں؟ کیا اس دیش میں ہندوؤں نے مسلمان عورتوں سے شادیاں نہیں کی ہیں؟ اور جب ایسا کرتے ہیں تو اس وقت تم اعتراض کیوں نہیں کرتی ہو کہ ہندوؤں نے ایسا کیوں کیا ہے؟"

پھر وہ حاضرین کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "ہمارے دیش میں کتابیں چھپتی ہیں فلمیں بنائی جاتی ہیں اور ان میں دکھایا جاتا ہے کہ ایک ہندو مسلمان عورت سے محبت کرتا ہے۔ اس سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔ بعد میں اس سے شادی کرتا ہے۔ حال ہی میں ایک فلم زبیدہ ریلیز ہوئی تھی۔ اس کے بعد ایک اور فلم غدر ریلیز ہوئی ایسی ہی کئی فلموں میں دکھایا جا رہا ہے کہ ہندو نوجوان ہیرو ہیں۔ ان سے مسلمان لڑکیاں پھنس جاتی ہیں۔ ان کی دیوانی ہو جاتی ہیں اور وہ اس لڑکی سے محبت کرتے ہیں شادی کرتے ہیں۔ تم سب ایسی فلموں پر اعتراض کیوں نہیں کرتے؟ انکار کیوں نہیں کرتے؟ کیا یہ مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچاتی ہیں۔ ان کی غیرت کو نہیں للکارتی ہیں؟"

جینا نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ دو افراد کے اندر کی باتیں بتائی تھیں۔ سب اس سے متاثر ہو گئے تھے۔ اسے سچ مچ کی دیوی سمجھ رہے تھے۔ اس لیے وہ جو کہہ رہی تھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کر رہا تھا۔ سب خاموشی سے سن رہے تھے۔

"جب بھارتی سیکولرازم کے مطابق ہندو مسلمان سے اور مسلمان ہندو سے شادی کر سکتا ہے تو پھر ہم میں سے کسی کو بھی اعتراض کا حق نہیں پہنچتا ہے۔ اگر ہم اعتراض کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں یہ پسند نہیں ہے تو ہمیں اپنے حکمرانوں سے کہہ کر یہ قانون بدل دینا چاہیے اور دنیا والوں کے سامنے یہ دعویٰ نہیں کرنا چاہیے کہ ہندو مسلم بھائی بھائی ہیں اور یہ آپس میں شادیاں کر کے محبت کا ثبوت دیتے ہیں کہ ہندوستان کے لوگ کس قدر محبت کرنے والے ہیں۔ یہ جھوٹا ثبوت پیش نہ کیا جائے۔"

پھر وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں بہت زیادہ لمبی تقریر نہیں کروں گی۔ صرف اتنا کہوں گی کہ جو آپ سے کہہ رہی ہوں، وہی مسلمانوں کے پاس جا کر بھی کہوں گی کہ ایک دوسرے کے ساتھ پیار محبت سے زندگی گزاریں اور کبھی دنگے فساد نہ کریں۔ امن و امان سے رہیں گے تو ساری دنیا تسلیم کرے گی کہ ہندوستان محبتوں کا گہوارہ ہے۔"

جینا سے پہلے وہاں جن لیڈروں نے تقاریر کی تھیں۔ ان کی تقریروں کے دوران میں کبریا ان کے اندر پہنچتا رہا تھا اور ان کے خیالات پڑھ کر ان کے مزاج اور عادتوں کو سمجھتا رہا تھا۔ جینا نے کہا "آپ میں آپ تمام لوگوں کے سامنے ان چند افراد کے نام پیش کرتی ہوں، جو بچے اور دیانت دار ہیں۔

میں انہیں بہت بڑی رقم دوں گی تو یہ دیانت داری سے وہ رقم مستحق افراد میں تقسیم کریں گے۔ مسٹر رام شاستری اور مسٹر جیون لال آپ دونوں یہاں تشریف لے آئیں۔"

دو ادھیڑ عمر افراد مائیک کے سامنے آکر جینا کے آس پاس کھڑے ہوگئے۔ وہ بولی "ویسے تو آپ کے علاقے میں کئی مہمان ہستیاں ہیں۔ وہ سب بچے اور دھرم والے ہیں۔ میں نے ان میں سے ان دونوں کا انتخاب کیا ہے۔"

ان دونوں نے ہاتھ جوڑ کر حاضرین کے سامنے سر جھکالیے۔ وہ بولی "میرا گیان کہتا ہے یہ دونوں ایک معمولی بیوپاری ہیں۔ ان کے پاس اتنی پونجی نہیں ہے کہ اپنے بیوپار کو آگے بڑھا سکیں۔ میں سب سے پہلے ان کی سہائتا کرنا چاہتی ہوں۔ انہیں اپنا کاروبار آگے بڑھانے کے لیے ہر ایک کو پانچ پانچ لاکھ روپے دے رہی ہوں۔"

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ جینا نے کہا "میری اس امداد سے ان کے دکھ اور پریشانیاں فوری طور پر دور ہوجائیں گی تو پھر یہ پوری دل جمعی سے میری دی ہوئی رقم آپ لوگوں میں تقسیم کرسکیں گے۔"

وہ حاضرین میں سے عورتوں اور بچوں کو دیکھتے ہوئے بولی "اس فساد میں کتنی ہی عورتیں ودھوا ہوچکی ہیں۔ کتنے ہی بچے اناتھ ہوچکے ہیں۔ اب ان کی آمدنی کا کوئی آسان راستہ نہیں رہ گیا ہے۔ یہ تو بھگوان ہی جانتا ہے کہ یہ عورتیں اور بچے کتنی مصیبتوں سے اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ میں چاہوں گی کہ ایسی ودھوا عورتوں کو ایک ایک لاکھ روپے دیئے جائیں۔ تاکہ وہ گھریلو دستکاری جیسا کوئی کام کرسکیں۔"

سب ہی خوش ہوکر تالیاں بجانے لگے۔ ساگن دیوی کی جے جے کار کرنے لگے۔ وہ بولی "کتنے ہی ہندو بھائیوں کے کاروبار تباہ ہوچکے ہیں۔ میں انہیں کاروبار شروع کرنے کے لیے ہر ایک کو دو دو چار چار لاکھ روپے ان کی ضرورت کے مطابق دینا چاہتی ہوں۔"

پھر زور دار تالیاں بجنے لگیں۔ اس کی جے جے کار ہونے لگی۔ اس نے کہا "میں فی الحال دو کروڑ روپے کا چیک دے رہی ہوں۔ یہ چیک کل صبح یہاں کے بینک میں کیش ہوجائے گا۔ یہ رقم کم پڑے گی تو میں اور بھی ضرورت کے مطابق دیتی رہوں گی۔"

اس نے پرس میں سے چیک بک نکال کر رقم لکھی۔ دستخط کیے پھر وہ چیک رام شاستری کو دیا۔ رام شاستری اور جیون لال کو الگ سے دس لاکھ روپے کا چیک دے کر حاضرین سے کہا "میں آپ سے بنتی کرتی ہوں کہ اپنی تباہی اور بربادی پر غور کریں۔ ایسا کیوں ہوا۔ اگر آپ جھوٹی غیرت سے غصہ اور جوش میں نہ آتے اپنے لیڈروں کے بہکانے اور بھڑکانے سے دنگا نہ کرتے تو یہ نوبت کبھی نہ آتی۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں یہ باتیں صرف آپ سے نہیں کہہ رہی ہوں۔ ابھی مسلمانوں کے پاس جاؤں گی ان سے بھی یہی بنتی کروں گی۔ آپ کو لڑانے والے صرف چند لوگ ہوتے ہیں۔ وہ آپ کو اس طرح بھڑکاتے ہیں کہ لڑنے مرنے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے۔"

پھر وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "بھگوان کے لیے، عقل سے کام لیں۔ اپنے دشمنوں کو پہچانیں۔ دشمن صرف مسلمانوں میں اور دوسرے دھرم والوں میں ہی نہیں ہیں۔ آپ کے اپنے ہندو دھرم میں بھی آستین کے سانپ کی طرح دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ آپ سب میری اس بنتی پر غور کریں۔ نفرت اور تعصب سے نہ سوچیں، محبت سے مسلمانوں کو گلے لگائیں۔"

وہ پھر ہاتھ جوڑ کر بولی "اب میں آپ سے آگیا چاہوں گی۔ میری مسلمان بہنیں اور بھائی اپنی بستی میں میرا انتظار کررہے ہیں۔ میں جلد سے جلد ان کے زخموں پر بھی مرہم رکھنا چاہتی ہوں۔"

ایک شخص نے کہا "دیوی جی! آپ جب تک یہاں رہیں گی، تب تک ہم آپ کے درشن کرتے رہنا چاہتے ہیں۔"

وہ بولی "مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ میں شہر سے باہر ایک ریسٹ ہاؤس میں رہوں گی۔ میں کل شام چار بجے سے چھ بجے تک آپ لوگوں سے ملتی رہوں گی۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ریسٹ ہاؤس کے سامنے بہت بڑا میدان ہے۔ وہاں مسلمان بھی مجھ سے ملنے آیا کریں گے۔ آپ سب آپس میں ایک ہو کر ایک دوسرے سے مل بیٹھ کر مجھ سے باتیں کریں گے تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔"

وہ ان سے رخصت ہو کر جانے لگی۔ کئی مسلمان اسے لینے کے لیے اپنی گاڑیاں لے کر آئے تھے۔ وہ اور کبریٰ ان کی ایک گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ہندو اسے رخصت کرتے وقت "ساگن دیوی کی جے" کہہ رہے تھے اور مسلمان "ساگن دیوی زندہ باد" کے نعرے لگا رہے تھے۔ وہ اسے ایک چھوٹے سے جلوس کی صورت میں اپنے ساتھ لے گئے۔

مسلمانوں نے بھی اپنے علاقے میں جلسے کا اہتمام کیا تھا۔ عورتیں، بچے، جوان مرد اور بوڑھے ہزاروں کی تعداد میں

موجود تھے۔ وہ ایک اسٹیج پر ان کے سامنے آئی تو سب کھڑے ہو کر' ہاتھ جوڑ کر "ساگن دیوی' زندہ باد" کے نعرے لگانے لگے۔ وہاں کے مسلمان لیڈر اور اکابرین مائیک کے سامنے آکر ساگن دیوی کی شان میں مختصر تقریریں کر رہے تھے۔ کبریا ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے مختصر خیالات پڑھتا جا رہا تھا اور ان کی نیکی اور بدی کو سمجھتا جا رہا تھا۔

ان معزز افراد میں جان محمد کا بھائی احسان محمد بھی موجود تھا۔ احسان محمد کی بیوی زلیخا خواتین کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنے گھر جانے پر مجبور کیا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر مجمع سے باہر آئی پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اپنے بنگلے میں پہنچ گئی۔ وہاں ان میاں بیوی کی الماری میں ایک البم رکھی ہوئی تھی۔ اس البم میں جان محمد کی کئی تصویریں تھیں۔ اس نے البم میں سے دو تصویریں نکالیں۔ انہیں ایک لفافے میں رکھا پھر الماری کو بند کر کے بنگلے سے باہر آگئی۔ اپنی کار میں بیٹھ کر جلسہ گاہ کی طرف واپس جانے لگی۔

جینا اور کبریا کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ جان محمد زندہ ہے مگر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ اب کبریا جان محمد کی تصویر دیکھ کر' اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچ سکتا تھا اور اس کے مکمل حالات سے واقف ہو سکتا تھا۔ زلیخا نے جلسہ گاہ میں واپس آکر کبریا کی مرضی کے مطابق تصویروں والا لفافہ ایک شخص کو دیتے ہوئے کہا "دیوی جی کے ساتھ جو حمزہ صاحب آئے ہیں' یہ لفافہ انہیں دے دو۔"

اس شخص نے وہ لفافہ لا کر کبریا کے حوالے کر دیا۔ اس نے لفافے میں سے تصویریں نکال کر دیکھیں پھر ایک تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا جان محمد کے اندر پہنچ گیا۔ وہ خیریت سے تھا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اس کے بھائی احسان محمد نے اس کے خلاف سازش کی تھی۔ شکنتلا کے بھائی دھیرج کے ذریعے اسے قتل کرایا تھا۔

لیکن وہ دونوں قاتل دھوکا کھا گئے تھے۔ رات کے اندھیرے میں انہوں نے سمجھا تھا کہ جان محمد گولی کھا کر گہری کھائی میں گر پڑا ہے اور مر چکا ہے۔

اس کے نصیب اچھے تھے۔ گولی اس کی ٹانگ میں لگی تھی۔ وہ قریب ہی ایک گڑھے میں گر گیا تھا۔ جب وہ قاتل وہاں سے واپس چلے گئے تو وہ بھی گڑھے سے نکل کر لنگڑاتا ہوا ایک ہندو ڈاکٹر کے دروازے پر آگرا تھا۔ وہ ڈاکٹر متعصب نہیں تھا۔ اپنے پیشے کے مطابق ہندو مسلمان سب ہی کا علاج کرتا تھا۔ اس کا زخم گہرا نہیں تھا۔ اس نے اس کی مرہم پٹی کی۔ رات کو اپنے ہاں پناہ دی۔ دوسرے دن بھی اس نے اس کا علاج کیا' دوائیں دیں۔ اب جان محمد شکنتلا سے ملنے کے لیے ممبئی آچکا تھا اور جینا کے بنگلے میں پہنچنے والا تھا۔

کبریا یہ تمام معلومات حاصل کرتا رہا پھر دماغی طور پر اس جلسے میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت جینا مائیک کے سامنے کھڑی ہوئی تقریر کر رہی تھی "میری بہنو اور بھائیو! میں ہندو ہوں لیکن میرا دل ہر مذہب اور ہر ذات پات کے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ میرا دھرم کہتا ہے کہ ہندو' مسلم اور سکھ' عیسائی آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ پیار محبت سے زندگی گزارنی چاہیے۔"

وہ کبریا کی طرف دیکھ کر بولی "آپ سب دیکھ رہے ہیں کہ میرے ساتھ ایک مسلمان سخی داتا حمزہ خان صاحب ہیں۔ یہ بھی ہندو اور مسلمانوں کے درمیان کوئی بھید بھاؤ نہیں رکھتے۔ سب کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں اور اپنی دولت سے ہندو اور مسلمان دونوں کی مدد کر رہے ہیں۔

میری بہنو اور بھائیو! آپ لوگوں نے اور ہندوؤں نے بہت زیادہ اپنی جان و مال کا نقصان اٹھایا ہے۔ اب آپ لوگوں کو عقل سے سوچنا چاہیے کہ جس طرح مسلمانوں میں سب ہی فرشتے نہیں ہوتے' اسی طرح ہندوؤں میں بھی سب ہی شریف نہیں ہوتے۔ ان میں سے کچھ لوگ لالچی' مفاد پرست اور حاسد ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنا ذاتی فائدہ حاصل کرنے کے لیے دنگے فسادات کراتے رہتے ہیں۔ جس طرح وہاں ہندوؤں کے درمیان راکھشش موجود ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے درمیان بھی شیطان موجود ہیں۔ یہ شیطان اور یہ راکھشش اپنے چہروں سے نہیں' اپنی عادتوں اور حرکتوں سے پہچانے جا سکتے ہیں۔

گجرات میں جو دنگے فسادات ہوئے ان کے پیچھے سیاست دانوں کا ہاتھ تھا۔ ایک بہت بڑا سیاست دان مسلمانوں کو دہشت زدہ کر کے اور انہیں اپنے دباؤ میں لا کر اپنے حق میں ووٹ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہو جائے تاکہ وہ ہندوؤں کے ووٹ سے کامیابی حاصل کر کے اسمبلی میں پہنچ جائے۔

مسلمان ووٹروں کی تعداد کم کرنے کا یہی ایک طریقہ اس کی سمجھ میں آیا کہ ان کا قتل عام کیا جائے۔ اس کام کے لیے اس سیاسی لیڈر نے یہاں کے ایک مسلمان

وہاں کے ایک ہندو کو اپنا آلہ کار بنایا تھا' اس ہندو کا نام دھیرج تھا۔ وہ اس شکنتلا کا بھائی تھا' جو ایک مسلمان سے محبت کرتی ہے اور اپنے محبوب کی خاطر در در بھٹک رہی تھی۔

اس بڑے سیاست داں نے شکنتلا کے بھائی دھیرج کو پچاس لاکھ روپے دیئے تھے۔ تاکہ وہ ہندوؤں کی غیرت کو للکارے کہ ایک مسلمان اس کی بہن کی عزت سے کھیل رہا ہے اور اسے بھگا کر لے جانا چاہتا ہے۔ دوسری طرف اس سیاست داں نے یہاں کے ایک مسلمان کو اپنا آلہ کار بنایا۔ اس مسلمان نے ہندو مسلم فسادات سے فائدہ اٹھا کر ہندوؤں کے ذریعے اپنے باپ کو ہلاک کرایا پھر اپنے بھائی کو دھیرج کے ذریعے قتل کرایا اور مسلمانوں سے یہ کہتا آرہا ہے کہ ایک ہندو لڑکی اس کے بھائی کو پھانس کر لے گئی ہے۔ دوسری طرف دھیرج نے یہ الزام لگایا کہ ایک مسلمان نے ہندو لڑکی کو اغوا کیا ہے۔ اس طرح ہندو اور مسلمان طیش میں آکر ایک دوسرے سے لڑتے رہے اور مرتے رہے۔"

ایک بزرگ نے پوچھا "دیوی جی! آپ بہت کچھ جانتی ہیں۔ آپ کو بھگوان نے آتما شکتی دی ہے۔ آپ ہمیں بتائیں کہ وہ بدبخت مسلمان کون ہے۔"

جینا نے احسان محمد کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا "یہ ہے احسان محمد اس نے اپنے باپ کو دنگے فساد میں قتل کروایا تھا اور دھیرج کو موقع دیا کہ وہ اس کے بھائی کو گولی مار دے۔"

احسان محمد اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر غصے سے بولا "یہ جھوٹ ہے مجھے الزام دیا جا رہا ہے۔ دیوی جی! میں آپ سے پیار کرتا ہوں کہ آپ مجھے کسی ثبوت کے بغیر مجرم قرار نہ دیں۔ ورنہ میں ان مسلمانوں کی نظروں سے گر جاؤں گا اور قانونی طور پر مجرم کہلاؤں گا۔ کیا میرے خلاف آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے کوئی گواہ ہے؟"

جینا نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میری بہنو! اور بھائیو! اب سے پہلے بھی مجھے بار بار چیلنج کیا جاتا ہے کہ میں اپنی سچائی ثابت کروں اور میں ثابت کر دیتی ہوں۔ میں کسی سے دشمنی نہیں کرتی۔ کسی پر جھوٹا الزام نہیں لگاتی۔ میں ابھی آپ کو بتاتی ہوں کہ حقیقت کیا ہے؟"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھ جوڑے آنکھیں بند کیں' خاموشی گیان میں جیسے ڈوب گئی۔ پورے جلسے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جینا نے چند سیکنڈ کے بعد آنکھیں کھول کر کہا "میری بہنو اور بھائیو! اس احسان محمد نے اور شکنتلا کے بھائی دھیرج نے سازش کی ہندو مسلمانوں کو سیاسی مفادات حاصل کرنے کے لیے لڑوایا۔ دھیرج کو یہ فائدہ پہنچا کہ اسے پچاس لاکھ روپے ملے اور احسان محمد کو یہ فائدہ پہنچ رہا ہے کہ باپ' بھائی کے مرجانے کے بعد یہ ان کی دولت اور جائداد کا مالک بن گیا ہے اور آج مل ادنر کہلا رہا ہے۔"

یہ کہہ کر جینا نے احسان محمد کو دیکھا پھر کہا "یہ سمجھ رہا ہے کہ گولی مارنے کے بعد اس کا بھائی جان محمد مر چکا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ زندہ ہے۔"

احسان محمد نے چونک کر جینا کو دیکھا پھر گھبرا کر کہا "یہ جھوٹ ہے۔ وہ زندہ نہیں ہے۔ وہ مر چکا ہے۔"

"اگر وہ مر چکا ہے تو تم نے آج تک اس کی لاش نہیں دیکھی۔ میں کہتی ہوں وہ زندہ ہے اس لیے میں اسے سب کے سامنے یہاں پیش کر سکتی ہوں لیکن ابھی وہ ممبئی میں ہے میرے جو ہو والے بنگلے میں پہنچا ہوا ہے۔ اسے یہاں بلانے میں وقت لگے گا۔ اگر آپ چاہیں تو میں ٹیلی فون پر اس سے باتیں کروا سکتی ہوں۔"

اس جلسے میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے پولیس والے بھی موجود تھے۔ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "دیوی جی! میں فون پر جان محمد سے بات کرنا چاہوں گا۔ آپ کی کرپا ہوگی اگر اس سے بات کرا دیں احسان محمد اور دھیرج کے خلاف ثبوت پیش کر دیں۔"

دوسری طرف ممبئی میں جان محمد لنگڑاتا ہوا۔ جینا کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ اندر جانا چاہتا تھا لیکن سیکیورٹی گارڈز اسے روک رہے تھے۔ انہوں نے بنگلے کے اندر شکنتلا کو اطلاع دی کہ کوئی نوجوان اپنا نام جان محمد بتاتا ہے اور اس سے ملنا چاہتا ہے۔

یہ سنتے ہی شکنتلا خوشی سے دوڑتی ہوئی باہر آئی پھر احاطے کے گیٹ پر پہنچ کر جان محمد کو دیکھتے ہی باہر آکر اس سے لپٹ گئی خوشی سے دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ اس نے سیکیورٹی افسر سے کہا "یہ جان محمد ہے دیوی جی اسے جانتی ہیں۔ پلیز اسے اندر آنے دو۔"

سیکیورٹی افسر نے کہا "آپ ایسا کریں کہ میرے دفتری کمرے میں جان محمد کو بٹھائیں۔ میں دیوی جی سے بات کرتا ہوں۔"

اس نے فون کے ذریعے جینا سے رابطہ کیا۔ جلسے میں بیٹھی ہوئی جینا کے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو! کون ہے؟"

سیکیورٹی افسر نے کہا "دیوی جی! یہاں ایک نوجوان آیا

کتابیات پبلی کیشنز

ہے۔ اس کا نام جان محمد ہے۔ وہ شکنتلا کی جان پہچان والا ہے اور آپ کی کوٹھی کے اندر آنا چاہتا ہے۔"

جینا نے کہا "اسے نہ روکو عزت کے ساتھ میری کوٹھی میں آنے دو۔ وہیں رہنے دو۔ ابھی فون بند نہ کرو اور جان محمد سے میری بات کرواؤ۔"

سیکیورٹی افسر نے جان محمد کو بلا کر فون اسے دیا اور کہا "دیوی جی آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہیں۔"

جان محمد نے فون کو کان سے لگا کر کہا "دیوی جی! نمستے میں آپ کا بہت احسان مند ہوں۔ ابھی شکنتلا نے بتایا ہے کہ آپ نے اسے بڑی محبت سے پناہ دی ہے۔"

جینا نے کہا "میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ فی الحال تم سے ایک ضروری کام ہے۔ یہاں... پولیس کے ایک اعلیٰ افسر تم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ یقین کرنا چاہتے ہیں کہ تمہیں گولی ماری گئی تھی لیکن تم زندہ ہو۔ لو ان سے بات کرو۔"

پولیس کا وہ اعلیٰ افسر جان محمد سے فون پر باتیں کرنے لگا۔ طرح طرح کے سوالات کرنے لگا پھر اس نے کہا "میں دیوی جی کی عزت کرتا ہوں۔ یہ جھوٹ نہیں بولتیں سچ سامنے لے آتی ہیں پھر بھی قانون کے مطابق چشم دید گواہی لازمی ہے۔ لہٰذا تم احمد آباد آجاؤ تاکہ تمہاری موجودگی میں دشمنوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جاسکے۔"

جینا نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا "آپ! فی الحال جان محمد کو یہاں بلوائیں اگر آنکھوں سے اسے دیکھنا چاہتے ہیں تو ممبئی چلے جائیں یا ممبئی کی پولیس کے ذریعے انکوائری کرائیں کہ واقعی جان محمد میرے بنگلے میں زندہ سلامت موجود ہے یا نہیں؟"

اعلیٰ افسر نے پوچھا "دیوی جی! آپ جان محمد کو یہاں آنے سے کیوں منع کر رہی ہیں؟"

"اس لیے کہ ابھی تک حالات پوری طرح سازگار نہیں ہیں۔ ہندو مسلمانوں کے دلوں سے میل صاف کرنا ہوگا۔ انہیں اس بات پر آمادہ کرنا ہوگا کہ جان محمد اور شکنتلا کی شادی ہوسکتی ہے۔ جب تک شکنتلا اور جان محمد کی سلامتی کی ضمانت نہیں ملے گی اس وقت تک ان دونوں کو گجرات کے کسی بھی علاقے میں نہیں آنا چاہیے۔"

ایسا کہتے وقت اچانک ہی جینا نے اپنے دماغ کے اندر روشنی محسوس کی کبریا بھی اس کے اندر موجود تھا اور اس روشنی کو محسوس کر رہا تھا۔ اسے آتما شکتی کے ذریعے آگاہی حاصل ہو رہی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ اس مجمع میں کوئی شخص کھڑا ہوا ہے۔ اس نے چادر لپیٹ رکھی ہے اور اس چادر کے اندر ایک گن چھپی ہوئی ہے۔ وہ اس گن سے جینا کا نشانہ لے رہا ہے۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ ٹریگر کو دبا کر فائر کرتا کبریا چلایا لگا کر جینا کے پاس آیا پھر اس سے لپٹ کر اسے لے کر زمین پر گر پڑا۔ فائر کی آواز گونجی ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی پھر اس کے پیچھے اسٹیج کی دیوار میں پیوست ہوگئی۔ عورتیں اور بچے چیخنے لگے لوگ دہشت زدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ قاتل بھی بھاگ رہا تھا اور ہوائی فائر بھی کرتا جا رہا تھا لیکن چند جیالے مسلمانوں نے جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اسے چاروں طرف سے گھیر کر دبوچ لیا۔

جینا اور کبریا ہندو مسلم فسادات برپا کرنے والے شرپسندوں کو بے نقاب کر رہے تھے۔ جھوٹوں کو ان کے گھر تک پہنچا رہے تھے لیکن اس سے پہلے ہی گڑبڑ ہوگئی۔ سچ کو چھپانے جھوٹ اور فریب کو جاری رکھنے کی سیاست شروع ہوگئی۔

O*O

چنڈال جوگیا ٹیلی پیتھی کا شیر ببر بن کر بھارتی سرکار کے سائے میں آیا تھا۔ دنیا کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مقابلہ کرنے کے سلسلے میں بھارتی اکابرین نے اسے اچھی خاصی ٹریننگ دی تھی۔ تاکہ وہ اپنے دیس ہندوستان کی سیوا کرے۔ سیوا کرنے سے ہی میوہ ملتا ہے لیکن وہ حسب توقع سیوا نہ کرسکا میوہ بھی نہ مل سکا۔ وہ شیر ببر بن کر آیا تھا۔ اب کتا بن کر رہ گیا۔

اس کے گلے میں پٹا ڈال کر رکھا گیا تھا۔ لوہے کے اس پٹے سے لوہے کی ایک زنجیر منسلک تھی۔ اس زنجیر کا دوسرا سرا دیوار کے کنڈے سے بندھا رہتا تھا۔ اس طرح اسے ایک کتے کی طرح قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ انڈین آرمی کے چند یوگا جاننے والے اعلیٰ افسران چاہتے تھے کہ اس پر تنویمی عمل کروایا جائے اور اسے اپنا معمول اور غلام بنا کر رکھا جائے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے تنویمی عمل کرنے والے اس عامل کو بلایا تھا۔ جس نے کبھی ویڈمارکس پر عمل کرکے اسے انڈین آرمی انٹیلی جنس والوں کا معمول اور محکوم بنایا تھا۔

تنویمی عمل کے سلسلے میں وہ عامل بہت ہی ماہر تھا۔ چنڈال پر بھی عمل کرسکتا تھا لیکن وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ ایک عام طریقے سے تنویمی عمل کرتا تھا۔ جس کے لیے لازمی تھا کہ چنڈال ذہنی طور پر خود کو عمل کرانے کی طرف مائل کرے جب تک معمول راضی نہ ہو اس وقت تک عمل نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اور وہ عمل کرانے کے لیے راضی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کو انڈین آرمی اپنا غلام بنا کر رکھے وہ نہیں کھا کر کہہ رہا تھا کہ ان کی غلامی کرتا رہے گا اور کبھی ان کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ کسی بات کی ضد نہیں کرے گا۔ ساگن دیوی کو بھی حاصل کرنے کی ضد نہیں کرے گا۔ ایک بار اس پر بھروسا کیا جائے وہ ان کا فرمانبردار رہ کر دیش کی خدمت کرتا رہے گا۔

لیکن اب اس پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا تھا۔ آرمی والوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ وہ خردماغ ہے مغرور ہے اور اپنی ٹیلی پیتھی کے غرور میں اعلیٰ افسران اور بھارتی اکابرین کو کم تر سمجھتا ہے اور کسی کا بھی حکم ماننے سے انکار کرتا ہے۔

اسے آہنی سلاخوں کے پیچھے بنگلے فرش پر قیدی بنا کر رکھا گیا تھا پھر چاروں طرف سے اسے گن پوائنٹ پر رکھ کر گھورا گیا تھا کہ وہ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دے اور ذہنی طور پر تنویمی عمل کے لیے آمادہ ہوجائے۔ اس کے سامنے عامل کھڑا ہوا تھا لیکن وہ ذہنی طور پر اس عمل کے لیے آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ مسلح سپاہی لات جوتوں سے اس کی پٹائی کر رہے تھے۔ ایک بار اسے الیکٹرک شاک بھی پہنچایا گیا اس سے زیادہ شاک پہنچانا مناسب نہیں تھا۔ عامل نے کہا تھا کہ اگر وہ ذہنی طور پر بہت زیادہ کمزور ہوجائے گا تو عمل اسے متاثر نہیں کرسکے گا اور وہ صحیح طور پر معمول ..... نہیں بن سکے گا۔

ویڈمارکس، کلپنا، فرمان اور انیتا ایک ٹرین میں سفر کرنے کے دوران فرمان اور ویڈمارکس خیال خوانی کے ذریعے چنڈال کے دماغ میں پہنچے ہوئے تھے۔ انیتا اپنے باپ چنڈال کے لیے بہت پریشان تھی۔ اگرچہ اس کے باپ نے اسے اور فرمان کو یعنی ہونے والے داماد کو اپنا معمول بنایا تھا۔ ان کی مرضی کے خلاف ان پر تنویمی عمل کیا تھا پھر بھی وہ فرمان سے اور باپ کو مصیبت میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ بار بار والوں سے کہہ رہی تھی کہ اس کے باپ کو انڈین آرمی کا غلام بننے نہیں دیا جائے۔

فرمان اور ویڈمارکس انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے سوچا تھا کہ جب وہ عامل چنڈال پر عمل کرے گا تو وہ مداخلت کریں گے۔ بعد میں اس کے ذہن پر حاوی ہوجائیں گے اور اسے اپنا غلام بنالیں گے۔ انیتا بضد تھی کہ اسے کسی کا غلام نہ بننے دیا جائے۔ بلا سے فرمان اسے اپنا غلام بنالے اسے یہ منظور تھا کہ اس کا باپ اس کے محبوب انیل شرما یعنی فرمان کا غلام بن جائے۔

فرمان نے کہا "تمہارا باپ بہت ڈھیٹ ہے۔ وہ آرمی والوں کے قابو میں نہیں آرہا ہے اپنے آپ کو تنویمی عمل کے لیے پیش کرنے سے انکار کر رہا ہے ہم ابھی اس کا یہی... تماشا دیکھ رہے ہیں۔"

ویڈمارکس نے کہا "اگر تمہاری انیتا چاہتی ہے کہ وہ صرف تمہارا غلام بن کر رہے تو پھر تم یہی کرو۔"

وہ دونوں چنڈال کے دماغ پر قبضہ جما کر اس پر تنویمی عمل کرسکتے تھے اور فرمان اسے اپنا معمول اور غلام بنا سکتا تھا۔ اس وقت وہ اسے مسلح سپاہیوں کے لات جوتے کھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اسے الیکٹرک شاک بھی پہنچایا گیا تھا۔ اس پر ظلم ہو رہا تھا اور فرمان کو خوشی ہو رہی تھی۔ کیونکہ اس کم بخت نے فرمان کو بہت پریشان کیا تھا اور اسے بڑی چالاکی سے اپنا غلام بنا کر رکھا تھا۔

فرمان نے ویڈمارکس سے خیال خوانی کے ذریعے کہا "میں یہ بات انیتا کے سامنے نہیں کرنا چاہتا صرف تم سے کہہ رہا ہوں کہ ہم چنڈال پر بعد میں تنویمی عمل کریں گے۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ ابھی اس کی پٹائی ہوتی رہے اور اس کے سارے کس بل نکل جائیں بعد میں ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

ویڈمارکس نے کہا "جیسے تمہاری مرضی تم سسر داماد ہو جو چاہو اس کے ساتھ سلوک کرو میں تو صرف تماشائی بن کر رہوں گا۔"

فرمان نے انیتا سے کہا "ابھی تمہارے باپ کو وہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے اور اس پر زبردستی کی جارہی ہے کہ وہ کسی طرح تنویمی عمل کے لیے آمادہ ہوجائے لیکن وہ راضی نہیں ہو رہا ہے۔"

انیتا نے پوچھا "کیا تم انہیں وہاں سے رہائی نہیں دلا سکتے؟"

"بہت مشکل ہے ایسا کرنے کے لیے ہمیں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرنا پڑے گا اور ہم ابھی ایسا کرنا نہیں چاہتے۔"

ویڈمارکس نے کہا "وہاں چھ آرمی افسر یوگا کے ماہر ہیں۔ ہم ان پر اثر انداز نہیں ہوسکیں گے۔ اگر تمہارے باپ کو رہائی دلانے کی کوشش کی اور جب وہ ہاتھ سے نکلتا ہوا دکھائی دے گا تو وہ آرمی افسران اسے گولی ماردیں گے۔ کیا تم اپنے باپ کی موت چاہتی ہو؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں۔ میں ایسا نہیں چاہتی اسے سہولت سے کسی بھی طرح اس قید سے رہائی دلا دو۔ میں انتظار کروں گی۔"

انڈین آرمی کے وہ چھ اعلیٰ افسران پریشان تھے کہ کس طرح اس گم بخت کو قابو میں لایا جائے۔ عامل کہہ رہا تھا کہ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جائے گا۔ تب بھی اس پر تنویمی عمل مناسب نہیں ہوگا۔ یہ پوری طرح معمول نہیں بن سکے گا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ خود ذہنی طور پر عمل کے لیے راضی ہوجائے۔ اس پر تشدد کیا جائے اور اسے مجبور کردیا جائے کہ یہ کسی بھی طرح راضی ہوجائے۔

اسے راضی کروانے کے لیے اس کے گلے میں ایک پٹا ڈال دیا گیا تھا اور اسے زنجیر سے کتے کی طرح باندھ کر رکھا گیا تھا پھر اسے کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں دیا جارہا تھا۔ وہ بھوکا بھی تھا اور پیاسا بھی تھا۔

اسے گولی مار کر زخمی کیا گیا تھا۔ اس کے زخم کی مرہم پٹی کی گئی تھی۔ ابھی کسی حد تک تکلیف تھی۔ اس لیے وہ خیال خوانی کے قابل نہیں تھا انتظار کررہا تھا کہ دماغ میں پہلے جیسی توانائی پیدا ہو تو وہ خیال خوانی کے ذریعے کوئی ایسی چال چلے کہ ان انڈین آرمی والوں سے نجات مل جائے۔

وہ بھوکا پیاسا رہ کر ٹھنڈے دماغ سے سوچنے لگا تو یہی بات سمجھ میں آئی کہ فی الحال تنویمی عمل کے لیے راضی ہوجائے لیکن اس کے عمل سے مکمل طور پر متاثر نہ ہو۔ عامل کو یہی تاثر دے کہ وہ اس کا غلام بن رہا ہے لیکن غلام نہ بنے۔

پھر اس نے سوچا کہ فرمان میری بیٹی انیتا کے ساتھ فرار ہوگیا ہے کہیں چھپا ہوا ہے کیا وہ چھپ کر اب میرے دماغ میں نہیں آرہا ہوگا؟

اس کی عقل نے سمجھایا کہ فرمان ضرور خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آتا جاتا ہوگا اور اس کے حالات معلوم کررہا ہوگا۔ فرمان اگرچہ ہونے والا داماد تھا لیکن اس کے اور چنڈال کے درمیان شدید اختلافات رہتے تھے۔ ایسے وقت چنڈال اس سے معافی مانگ سکتا تھا۔ اسے اپنی مدد کے لیے آمادہ کرسکتا تھا۔ مجبوری یہ تھی کہ ابھی وہ خیال خوانی کی پرواز کرنے کے قابل نہیں تھا۔ انتظار کررہا تھا کہ گولی کا زخم مندمل ہو اور تکلیف کم ہوجائے دماغی توانائی بحال ہوجائے تب ہی وہ خیال خوانی کرسکے گا۔

فرمان نے اسے مخاطب کیا "میں تمہارے اندر موجود ہوں اور تمہارے کینے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ تمہیں وہاں کتا بنا کر رکھا گیا ہے تمہارا انجام یہی ہونا چاہیے تھا۔"

وہ سوچ کے ذریعے گڑگڑا کر بولا "انیل! انہم تم سمجھتے ہیں۔ ہمارے درمیان جتنے بھی اختلافات ہیں، یہ فی الحال ابھی انہیں بھول جاؤ۔ میری مدد کرو مجھے یہاں سے کسی طرح رہائی دلاؤ۔"

"کیوں رہائی دلاؤں؟ جب تم نے مجھے غلام بنا کر رکھنا اور میں تمہارے سامنے گڑگڑاتا تمہارے قدموں میں گرتا کیا تم مجھے معاف کردیتے؟ کیا تم مجھے غلام بنا کر نہیں رکھتے تم تو بہت ہی کینے اور بدذات ہو۔ تمہارے ساتھ ایسا ہی برا سلوک ہونا چاہیے۔ اب میں دیکھتا رہوں گا کہ تمہارا کیا انجام ہوتا ہے؟ تم یہاں لات جوتے کھاتے رہو گے اور بھوکے پیاسے مرتے رہو گے اور میں خوش ہوتا رہوں گا۔"

اس نے کہا "اچھی بات ہے تم میرے لیے کچھ نہیں کرنا چاہتے نہ کرو۔ بس ایک چھوٹا سا کام کردو۔ میری بیٹی انیتا سے بات کرادو۔ میں اس سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"تم نے بیٹی پر بھی بڑے مظالم ڈھائے ہیں اسے مجھ سے جدا کردیا تھا پھر بھی وہ بیٹی ہے۔ تمہارے لیے تڑپ رہی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ میں تمہیں کسی طرح یہاں سے رہائی دلاؤں اور میں اسے بہلا رہا ہوں۔ اسے یہ نہیں بتاؤں گا کہ تمہیں رہائی دلا سکتا ہوں مگر نہیں دلانا چاہتا۔"

"تم ایک بار بیٹی سے بات تو کروادو۔"

"بات کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اس کے جذبات سے کھیلو گے۔ وہ پہلے ہی تمہارے لیے پگھل رہی ہے۔ مجھ سے کہہ رہی ہے کہ میں تمہیں انڈین آرمی والوں کا غلام نہ بنے دوں۔ بلا سے تمہیں اپنا غلام بنالوں۔"

وہ جلدی سے بولا "ہاں ہاں۔ تم یہی کرو۔ مجھے اپنا غلام بنالو اور مجھے کسی طرح بھی یہاں سے نکال کر لے چلو۔"

"بے شک۔ میں تمہیں اپنا معمول بنا کر رکھوں گا لیکن ابھی نہیں۔ ابھی میں تمہیں لات جوتے کھاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور خوش ہو رہا ہوں۔"

وہ غصے سے بولا "میں تمہاری جتنی خوشامدیں کررہا ہوں۔ تم اتنا ہی سر چڑھ کر بول رہے ہو۔ تم خود کو کیا سمجھتے ہو؟ میں بھی کچھ عقل رکھتا ہوں۔ ابھی میں ان لوگوں سے کہوں گا کہ میں نے تمہیں اپنا معمول بنا کر رکھا تھا۔ آزادی حاصل کرچکے ہو اور اب میرے دماغ میں آکر اور یہ کہہ رہے ہو کہ جب بھی انڈین آرمی والے تمہیں بنانا چاہیں گے مجھ پر تنویمی عمل کریں گے تو تم ان کے عمل کو ناکام کردو گے۔"

"چنڈال! تمہارے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ان سے یہ کہو گے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں آتا ہے اور وہ تمہارا دشمن ہے یا دوست ہے تو وہ بھی اس بات کو برداشت نہیں کریں گے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جب ان کا عامل تمہیں اپنا غلام بنائے تو اس وقت کوئی مداخلت نہ کرے اور جب انہیں یہ معلوم ہوجائے گا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں آتا ہے اور ان کے نام منصوبوں کو خاک میں ملا سکتا ہے تو وہ تمہیں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے زیر اثر نہیں آنے دیں گے۔ تمہیں گولی مار دیں گے۔"

انیتا فرمان کو مخاطب کررہی تھی۔ اس لیے وہ چنڈال کے دماغ سے چلا گیا۔ چنڈال سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ واقعی انڈین آرمی والوں کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ میرے دماغ میں فرمان آسکتا ہے۔ اگر یہ معلوم ہوگا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ فرمان کا یا کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا غلام نہیں بننے دیں گے۔

پھر اس نے سوچا "اگر میں انڈین آرمی والوں کے ساتھ راضی ہوجاؤں اور انہیں عمل کرنے دوں اور وقتی طور پر ان کا غلام بن جاؤں تو کبھی نہ کبھی مجھے ان سے نجات حاصل کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔

پھر یہ خیال آیا کہ ان کے تنویمی عمل کے دوران میں فرمان مداخلت کرسکتا ہے اور اسے ان سے چھین کر اپنا عمل اور تسلط بنا سکتا ہے۔

وہ اس پہلو سے غور کرنے لگا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ انڈین آرمی والوں کا غلام بننے یا فرمان کا یہ مقدر میں لکھا ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی کا غلام بننا ہے تو پھر یہی سہی بعد میں چھٹکارا کا راستہ ڈھونڈ لیا جائے گا۔

اس نے پوگا جاننے والے آرمی افسر مانک لال کو پیغام بھیجا کہ وہ تنویمی عمل کے لیے راضی ہے۔ اسے بھوکا پیاسا نہ رکھا جائے۔

وہ پوگا جاننے والے چھ آرمی افسران خوش ہوگئے۔ انہوں نے عامل کو بلایا۔ وہ بھوکا تھا عامل نے کہا "پوری طرح اس کی بھوک نہ مٹائی جائے۔ اسے کسی حد تک بھوکا رہنا چاہیے اس لیے صرف ایک گلاس جوس دیا جائے۔"

اسے پینے کے لیے جوس دیا گیا پھر وہ ایک بیڈ پر آرام دہ انداز میں اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر بولا "آؤ۔ مجھ پر عمل کرو۔ میں راضی ہوں۔"

ایسے وقت فرمان انیتا، ویٹو مارکس اور کلپنا ممبئی پہنچ گئے تھے۔ وہ چاروں ٹرین سے اتر کر اسٹیشن سے باہر آئے پھر انہوں نے یہ طے کیا کہ وہ دونوں الگ الگ ہوٹلوں میں رہیں گے۔ ایک ساتھ رہنے میں خطرہ تھا۔ انہیں پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے بچ کر رہنا تھا۔ ویٹو مارکس کسی بھی طرح جلد سے جلد وہ ملک چھوڑ کر جانا چاہتا تھا اور فرمان نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے ساتھ اس سلسلے میں وہ تعاون کرلے گا۔

ایک ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے انیتا نے کہا "میرے پتاجی کی خبر لو۔ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

"میں اس وقت ویٹو مارکس سے خیال خوانی کے ذریعے باتیں کررہا ہوں۔ اسے کلپنا کے ساتھ اس دیس سے باہر جانا ہے۔ پہلے میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ وہ پتاجی کو کہیں مار نہ ڈالیں۔"

"آرمی والے اتنے احمق نہیں ہیں کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے ہاتھ سے نکلنے دیں۔ وہ اسے ہر طرح مجبور کرکے اپنا غلام بنانا چاہیں گے اور تم بے فکر رہو تمہارا باپ بہت ڈھیٹ ہے۔ وہ ان کے زیر اثر کبھی نہیں آئے گا۔ ابھی ان آرمی افسران کو پریشان کررہا ہے۔"

فرمان جان بوجھ کر چنڈال کو نظرانداز نہیں کررہا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ ابھی وہ اپنی ڈھٹائی دکھاتا رہے گا مصیبتیں سہتا رہے گا اور کسی طرح بھی ان سے نجات حاصل کرنے کی کوششیں کرتا رہے گا۔ فرمان اس وقت تک ویٹو مارکس کے کام آنا چاہتا تھا۔

ممبئی پہنچنے کے بعد ویٹو مارکس امریکی سفارت خانے اور بھارتی امیگریشن کے اعلیٰ افسران کے اندر پہنچنے کی کوششیں کررہا تھا اور ان کے ذریعے اپنے اور کلپنا کے لیے نئے پاسپورٹ اور ویزا تیار کروا رہا تھا۔ وہ دونوں دہلی سے نئے میک اپ اور گیٹ اپ میں آئے تھے۔ اسی تصویر میں ان کے نئے پاسپورٹ وغیرہ تیار ہو رہے تھے۔

ٹیلی پیتھی سے بڑا کوئی جادو نہیں ہے۔ یہ جادوگر امیگریشن والوں کے سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ انہوں نے صرف دو گھنٹوں کے اندر کلپنا اور ویٹو مارکس کے نئے پاسپورٹ بنا دیئے۔ انہوں نے یورپ کے ایک ملک کے لیے ویزا لگوایا۔ اس دوران میں شام کی ایک فلائٹ سے ان کی دو سیٹیں ریزرو ہوچکی تھیں۔ انیتا اور فرمان انہیں الوداع کہنے کے لیے ائرپورٹ آئے پھر خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کرتے رہے کہ وہاں کے جاسوس انہیں تلاش کررہے ہیں یا نہیں۔

کتابیات پبلی کیشنز

نہیں۔

بے شک انہیں تلاش کیا جارہا تھا لیکن پولیس اور انٹیلی جنس والے تلاش کرنے کے سلسلے میں کچھ زیادہ سرگرمی نہیں دکھا رہے تھے۔ اگر کوئی ویڈ مارکس کو روکنا چاہتا تو وہ اور فرمان خیال خوانی کے ذریعے انہیں گمراہ کرسکتے تھے۔ بہرحال انہوں نے یہی کیا اور ویڈ مارکس کلپنا کو لے کر اس فلائٹ کے ذریعے ہندوستان سے چلا گیا۔

کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ فرمان نے خیال خوانی کے ذریعے چنڈال کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ ذرا حیران ہوا پھر مسکرا کر انیتا سے بولا "تمہارا باپ تو بہت ہی مکار ہے۔ اس کی دماغی توانائی بحال ہوچکی ہے اور وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے سے روک رہا ہے۔"

انیتا نے خوش ہو کر کہا "اس کا مطلب ہے۔ میرے پتاجی کی دماغی توانائی بحال ہوچکی ہے وہ خیال خوانی کرسکتے ہیں اور ان آرمی افسران سے مقابلہ بھی کرسکتے ہیں۔"

فرمان نے کہا "وہ ایسا ہی کچھ کررہا ہوگا۔ میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بعد میں معلوم کروں گا کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے یا وہ دوسروں کے ساتھ کیا کررہا ہے؟"

دیکھا جائے تو چنڈال کے ساتھ کچھ بھی ہوسکتا تھا۔ انڈین آرمی والے اسے گولی مار سکتے تھے یا فرمان اسے اپنا غلام بنا سکتا تھا یا پھر ویڈ مارکس ان سب کو دھوکا دے کر چنڈال کو اپنے زیر اثر لا سکتا تھا۔ اس کے ساتھ کچھ بھی ہوسکتا تھا لیکن ویڈ مارکس ہندوستان چھوڑ کر جاچکا تھا۔ فرمان کو موقع نہ مل سکا کہ وہ اس پر ہونے والے تنویمی عمل کے دوران مداخلت کرکے اس عمل کو ناکام بنائے اور چنڈال کو اپنا معمول بنا کر رکھے۔

جب وہ اس کے پاس گیا تو اس نے سانس روک لی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس پر تنویمی عمل ہوچکا تھا اور انڈین آرمی والے کامیاب ہوچکے تھے۔

جس عامل نے چنڈال کو ان چھ آرمی افسران کا محکوم بنایا تھا۔ وہ عامل ویڈ مارکس کے زیر اثر تھا۔ ویڈ مارکس نے سفر کے دوران سوچا کہ اب چنڈال کی خبر لینا چاہیے کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟

اس نے اس عامل کے دماغ میں پہنچ کر خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ چنڈال پر تنویمی عمل کرچکا ہے اور وہ تنویمی نیند پوری کرچکا ہے اب اس پر اثر انداز نہیں ہوسکے گا اور نہ ہی آرمی افسران اسے چنڈال کے قریب جانے دیں گے۔

عامل کی سوچ نے بتایا کہ اس کا تنویمی عمل تقریباً پندرہ بیس دن تک موثر رہے گا۔ آئندہ بھی چنڈال کو غلام رکھنے کے لیے پندرہ دن کے بعد دوبارہ اس پر تنویمی عمل ضروری ہوجائے گا۔

ویڈ مارکس نے سوچا کہ ٹھیک ہے میں پندرہ دن انتظار کروں گا پھر وہ عامل دوبارہ اس پر عمل کرے گا تو میں چنڈال کے ذہن پر حاوی ہوجاؤں گا۔

اس نے فرمان سے رابطہ کرکے کہا "میں کلپنا کے ساتھ سفر کررہا ہوں اور خیریت سے ہوں۔ کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ میں نے چنڈال کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی اب وہ سانس روک لیتا ہے۔"

فرمان نے کہا "ہاں۔ میں نے بھی یہی کوشش کی تھی اب وہ ہمیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گا۔"

"میں نے اپنے عامل کے خیالات پڑھے ہیں۔ اس پر پندرہ دن بعد ہی وہ اس پر دوبارہ عمل کرے گا پھر ہم دیکھ لیں گے کہ کیا کرسکتے ہیں؟"

مانک لال اور اس کے باقی چھ یوگا جاننے والے آرمی افسران نے یہ طے کیا تھا کہ اب چنڈال کو ہیڈ کوارٹر کی ایک چھوٹے سے بنگلے میں رکھا جائے گا۔ اس بنگلے کے ارد گرد باہر سخت سیکیورٹی رہے گی۔ وہاں کسی پرندے کو بھی پر مارنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

کچھ عرصہ پہلے انڈین ٹاپ سیکرٹ 'انٹیلی جنس کے ڈی جی ارجن چوپڑا نے ویڈ مارکس کو اسی عامل کے ذریعے معمول بنایا تھا پھر بازی پلٹ گئی تھی۔ ویڈ مارکس نے ارجن چوپڑا اور اس عامل کو اپنا معمول بنالیا تھا اور ارجن چوپڑا بنگلے میں کلپنا کے ساتھ چھپا رہتا تھا۔ بعد میں وہ وہاں سے فرار ہوا تو ان دنوں بڑے بڑے سرکاری عہدے دار اور گھروں میں چھاپے مارے جارہے تھے اور یہ خیال کیا جارہا تھا کہ ویڈ مارکس خیال خوانی کے ذریعے کسی عہدے دار کو ٹریپ کرکے اس کے گھر میں چھپا ہوا ہے۔ اس طرح یہ ہوگیا کہ وہ ارجن چوپڑا کو اپنا معمول اور محکوم بنا کر اسے بنگلے میں چھپا ہوا تھا۔

اب اس انٹیلی جنس کے ڈی' جی ارجن چوپڑا کا کیا کیا جارہا تھا۔ اس طرح یہ معلوم ہوا کہ ارجن چوپڑا کا عامل زیر اثر آگیا تھا۔ اسی لیے اسی یہ معلوم نہ ہوسکا کہ ویڈ مارکس اس کے ہی بنگلے میں چھپا ہوا ہے۔

چھ یوگا جاننے والے آرمی افسران میں سے ایک مانک لال تھا اور دوسرے کا نام جگدیش راٹھور تھا۔ وہ تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے۔ جگدیش راٹھور نے ارجن چوپڑا کو اپنا معمول بنایا تھا تو پھر اس عامل کو اپنا معمول بنایا ہوگا اور ہم نے اس عامل کے ذریعے چنڈال کو اپنا غلام بنوایا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ویڈ مارکس تنویمی عمل کے دوران اس کے اندر چھپا رہا ہو اور ہم میں کوئی گڑبڑ کرنے والا ہو؟"

وہ اعلیٰ افسران اپنا یہ شبہ دور کرنا چاہتے تھے انہوں نے ایک اور تنویمی عمل کرنے والے کی خدمات حاصل کیں یہ اطمینان حاصل کیا کہ وہ دوسرا عامل بھی یوگا کا ماہر ہے اور اس کے دماغ میں کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں آسکے گا پھر انہوں نے کہا کہ ہمارا ایک تنویمی عمل کرنے والا ہے تم اس پر عمل کرو اور یہ معلوم کرو کہ کیا ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ویڈ مارکس نے کبھی اس پر عمل کرکے اسے اپنا غلام بنایا تھا۔

اس دوسرے عامل نے ان کے احکامات کی تعمیل کی۔ اس نے پہلے عامل کو سلا کر اس پر تنویمی عمل کیا اور اسے اپنا معمول بنا کر اس سے اصلیت اگلوائی تو اس نے صاف صاف بتا دیا کہ اس پر ویڈ مارکس نے عمل کیا تھا اور اسے اپنا معمول بنا کر رکھا ہوا تھا۔ اب بھی وہ اس کے زیر اثر ہے۔

پھر اس سے پوچھا گیا کہ جب وہ چنڈال پر تنویمی عمل کررہا تھا تو کیا ویڈ مارکس اس کے اندر موجود تھا؟ اس عامل نے کہا "میں نہیں جانتا کہ وہ چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر موجود رہا تھا یا نہیں۔ ویسے یہ بات یقین سے کہتا ہوں کہ مجھے اپنا معمول بنانے کے بعد وہ پھر کبھی میرے دماغ میں نہیں آیا تھا اور نہ مجھے کبھی مخاطب کیا تھا۔ چھپ کر آتا ہو تو یہ میں نہیں جانتا۔"

اس دوسرے عامل نے اس کے دماغ سے ویڈ مارکس کا تنویمی عمل کو مٹا دیا لیکن اس سے ان چھ یوگا جاننے والے آرمی افسران کی تسلی نہیں ہوسکتی تھی۔ وہ تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے۔ اب اس بات کا انتظار تھا کہ چنڈال ان کی ہدایات کے مطابق ان کے احکامات کی تعمیل کرے گا یا ویڈ مارکس کے زیر اثر رہے گا۔ یہ بات تو آگے چل کر معلوم ہونے والی تھی۔

اب اس کی خیال خوانی کو آزمایا جارہا تھا۔ اسے حکم دیا گیا کہ وہ امریکی اکابرین کے دماغوں میں جاتا رہے اور دیکھتا رہے کہ وہ کیا کررہے ہیں اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سے کب رابطہ کرتے ہیں اور کس سلسلے میں گفتگو ہوتی رہتی ہے؟

چنڈال وقتاً فوقتاً سے خیال خوانی کرتا رہتا تھا اور چھ یوگا جاننے والے افسران کو رپورٹ دیتا رہتا تھا کہ امریکی اکابرین کی مصروفیات کیا ہیں اور کبھی کبھی ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جب ان کے اندر آکر بولتے تھے تو اسے ان خیال خوانی کرنے والوں کی باتیں سننے کا اور ان کے لب ولہجے کو خوب اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع ملتا رہتا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوتا رہتا تھا کہ وہ کن اہم معاملات میں مصروف ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں؟

بھارتی اکابرین کو اس کی خیال خوانی سے بڑے فائدے حاصل ہورہے تھے۔ اتنی بڑی دنیا میں بھارتی اکابرین صرف پاکستان کو ہی اپنا بہت بڑا دشمن سمجھتے تھے۔ اب انہیں موقع مل رہا تھا کہ اہم معاملات میں امریکا جب بھی پاکستان کی حمایت کرتا تھا تو بھارتی اکابرین کو پہلے سے معلوم ہوجاتا تھا کہ امریکا کی پالیسی کس طرح بدلنے والی ہے۔ وہ چنڈال کو ان امریکی متعلقہ عہدے داروں کے دماغوں میں پہنچا کر ان کی پالیسیاں تبدیل کرسکتے تھے۔

یہ ساری پلاننگ ہورہی تھی کہ آئندہ اگر ایسا ہوگا تو وہ پاکستان کے خلاف کس طرح اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو استعمال کریں گے۔

وہ بڑی خاموشی اور بڑی رازداری سے ایسی دشمنی کررہے تھے اس وقت مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ یہ سب کچھ چنڈال کے ذریعے کیا جارہا ہے۔ بظاہر یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ امریکی مسلمانوں کو شروع سے ہی دہشت گرد کہتے آرہے ہیں اور اب پاکستان کو بھی یہی کہنے لگے ہیں۔ وہ پہلی بار ٹیلی پیتھی کے ذریعے خاطر خواہ فائدہ اٹھا رہے تھے۔ پاکستان پر کامیاب حملہ کررہے تھے۔ یہ پاکستانی حکمرانوں کی ذہانت اور حکمت عملی تھی کہ وہ دنیا والوں کے سامنے اپنے عمل سے ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کرتے جارہے تھے کہ وہ دہشت گرد نہیں ہیں اور نہ ہی کسی دہشت گرد فرد یا تنظیم کی درپردہ حمایت کررہے ہیں۔

اگرچہ بھارت کو پاکستان کے خلاف ایسا حملہ کرکے خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہورہی تھی پھر بھی وہ مطمئن تھے کہ آئندہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ بہت کچھ کرسکیں گے۔ انہیں چنڈال پر بھروسا ہوگیا تھا کہ وہ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کا آلہ کار نہیں ہے۔ مانک لال نے اپنے ساتھیوں سے کہا "یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہے اور خوش قسمتی ہے کہ ویڈ مارکس نے چنڈال کے دماغ پر قبضہ نہیں جمایا ہے اور نہ ہی پہلے والے عامل کے ذریعے ہمیں نقصان پہنچا رہا ہے۔"

جگدیش راٹھور نے کہا "اب ہمیں اور زیادہ محتاط رہنا

چاہیے ہمارا یہ دوسرا تخریبی عمل کرنے والا ہمارے لیے قابل اعتماد ہے۔ آئندہ یہی چنڈال پر عمل کرے گا۔"

وہ بار بار چنڈال کو سمجھاتے رہتے تھے کہ اسی طرح رازداری سے خیال خوانی کرتا رہے اور جس کے دماغ میں بھی جائے وہاں اپنی موجودگی کبھی ظاہر نہ کرے۔ خاص طور پر پاکستانی حکمرانوں کے خیالات پڑھتے وقت بہت محتاط رہنا چاہیے۔ ان کے اندر جاکر کبھی کھانسنا' کھنکارنا نہیں چاہیے۔ اگر یہ شبہ ہوگا کہ پاکستانی اکابرین کے خیالات پڑھے جارہے ہیں تو فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے چنڈال کے پیچھے پڑجائیں گے پھر جس سکون اور اطمینان سے یہ خیال خوانی کررہا ہے۔ آئندہ نہیں کرسکے گا وہ اس کی راتوں کی نیند اور دن کا سکون برباد کردیں گے۔ اسے پوری طرح ذہانت اور حاضر دماغی سے کام نہیں کرنے دیں گے۔

پاکستانی حکمرانوں کے خیالات سے انہیں پتا چل رہا تھا کہ وہ کبھی ہندوستان سے جنگ نہیں چاہتے۔ اپنے دل اور دماغوں میں خیر سگالی کے جذبات رکھتے ہیں لیکن جب کبھی ہندوستان کی طرف سے جنگ مسلط کرنے کی دھمکی دی جاتی ہے تو پھر وہ کچھ کہنے اور عملی اقدامات کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

بھارتی حکمرانوں کو چنڈال جوگیا کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے توقع سے زیادہ کامیابیاں حاصل ہورہی تھیں۔ ایسے ہی وقت انہیں ایک اور بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی وہ امریکن آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ایسے وقت اسے پتا چلا کہ اس کی بیٹی ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے محبت کرتی ہے۔ اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام ٹونی جے تھا اور اس کی محبوبہ کا نام ہیلنا تھا۔ وہ اس سے دیوانہ وار محبت کرنے لگا تھا۔ پہلے تو اس کی کوشش یہ تھی کہ وہ اپنی خیال خوانی کبھی ہیلنا پر ظاہر نہ کرے اور خاموشی سے ایک عام انسان کی طرح محبت کرتا رہے۔

ہیلنا جتنی حسین تھی اتنی ہی مغرور بھی تھی۔ اس نے پہلے ٹونی جے کو لفٹ نہیں دی تھی۔ مجبور ہوکر ٹونی جے خیال خوانی کے ذریعے بڑی خاموشی سے اسے متاثر کرنے لگا تھا۔ وہ جلد ہی ٹیلی پیتھی کی کرشمہ سازی کے طفیل اس کی طرف مائل ہوکر اسے دل وجان سے چاہنے لگی تھی۔

اس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اچانک کیوں اس قدر تمہیں چاہنے لگی ہوں؟"

ٹونی جے نے پوچھا "تمہیں حیرانی کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ تم بار بار مجھ سے لفٹ لیتے رہے لیکن میں تمہاری طرف مائل نہیں ہوئی۔ سچ بات تو یہ ہے کہ تم ایک عام سے نوجوان ہو۔ تم میں کوئی خاص بات نہیں ہے اور نہ ہی کوئی خاص کشش ہے۔ میری بات کا برا نہ ماننا۔"

وہ مسکرا کر بولا "میں کبھی برا نہیں مانوں گا۔ کیونکہ میں تو تم مجھ سے کتراتی ہو اور نہ ہی بیزار رہتی ہو۔ بلکہ مجھے دل جان سے چاہنے لگی ہو۔"

دیکھا جائے تو یہ سچ نہیں تھا۔ وہ دل سے مجبور ہوکر اس کی طرف مائل نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ٹیلی پیتھی سے مجبور کرکے اس کی آغوش میں آئی تھی۔ ٹونی جے کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ اس کی ہوچکی ہے۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ کبھی اسے اپنی ٹیلی پیتھی کا راز نہیں بتائے گا۔ ورنہ شاید وہ اس سے بدظن ہوجائے کہ اس نے اس پر جادو کیا ہے اور جادو کے ذریعے اسے حاصل کرتا رہتا ہے۔

دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین عورت موجود ہے لیکن جس پر دل آجاتا ہے وہ دنیا کی سب سے حسین عورت ہوتی ہے پھر اس کے مقابلے میں کوئی عورت دل میں نہیں سماتی۔ یہی حال ٹونی جے کا تھا ہیلنا کے سامنے دنیا کی تمام حسن وشباب پھیکا نظر آتا تھا۔ وہ صحیح معنوں میں اس کا دیوانہ تھا۔ اس نے محبت کے اس رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے اس سے شادی کرلی۔ اس کا خیال تھا کہ شادی کرکے بچے ہوجائیں گے تب ہیلنا پر حقیقت ظاہر ہونے کے بعد بھی وہ اسے چھوڑ کر نہیں جاسکے گی۔

وہ واشنگٹن میں ایک بزنس مین کی حیثیت سے زندگی گزار رہا تھا۔ کوئی اس پر شبہ نہیں کرسکتا تھا۔ دن رات اس کے ساتھ رہنے والی ہیلنا کو بھی معلوم نہ ہوسکا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن وہ کبھی کبھی حیران ہوتی تھی۔ جب ٹونی اس سے کوئی ایسی بات کہتا جسے وہ ماننا نہیں چاہتی تھی جو بات اس کے مزاج کے خلاف ہوتی تھی۔ وہ بات بھی اختیار مان جاتی تھی۔ وہ اس سے متاثر ہوکر اس کی محبت میں پاگل ہوگئی تھی۔ وہ اس پر جادو کرتی تھی "تم کبھی کبھی مجھے جادو گر لگتے ہو۔ پتا نہیں یہ پیار کی دیوانگی ہے یا کیا ہے جو کام میں کرنا نہیں چاہتی وہ بھی تمہاری خاطر کرنے لگتی ہوں۔"

وہ مسکرا کر اسے باتیں بنا کر ٹال دیتا تھا۔ ایک بار رات کو کار میں اس کے ساتھ بیٹھا ہوا ایک کلب سے آرہا تھا۔ اچانک چند لٹیروں نے اس کی کار کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ایک نے اسے ریوالور کی زد پر رکھتے ہوئے کہا "تمہارے پاس جتنی نقد رقم ہے اسے نکالو۔"

اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ والٹ بورڈ کا کاغذ کی چھوٹی سی گڈی نکال کر اس کے حوالے کردی پھر ...ب ہمیں جانے دو۔"

اس کے دوسرے ساتھی نے ہیلنا کو گھورتے ہوئے کہا ...جانے دیں؟ اتنی چکنی چیز اپنے ساتھ رکھتے ہو۔ ہمیں ...پھلنے دو پھر چلے جانا۔"

...دروازہ کھول کر ہیلنا کو زبردستی باہر نکالنا چاہتا تھا ...کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت ٹونی جے مجبور ...اپنی ہیلنا کی عزت اور جان بچانے کے لیے اسے ٹیلی ...کا مظاہرہ کرنا پڑا۔ اس نے ریوالور والے کے دماغ پر ...دیا۔ اس نے ریوالور کا رخ اپنے ساتھی کی طرف کیا ...دبا دیا۔ اس کے ساتھی کو گولی لگی اور وہ چیخ مارتا ہوا ...کر زمین پر گر پڑا پھر دیکھتے ہی دیکھتے تڑپ تڑپ کر ...اس کے ساتھ ہی ریوالور والے نے جو گڈی ٹونی سے لی ...بھی گاڑی میں واپس پھینک دیا۔

ہیلنا جلدی سے دوڑتی ہوئی آئی اور ٹونی سے لپٹ گئی۔ ...کار اسٹارٹ کی پھر وہاں سے ڈرائیو کرکے جانے لگا۔ ...وہ ریوالور والے کے دماغ میں بھی موجود تھا۔ اس ...ان پر گولی نہ چلا سکا۔ وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بہت ...آیا۔ ریوالور والا نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ تب ...حیرانی سے پوچھا "یہ سب کیسے ہوگیا؟"

وہ بولا "تھینکس گاڈ! جیسے بھی ہوا ہماری جان بچ گئی۔"

ہیلنا نے کہا "لیکن یہ تو عجیب سی بات ہے! اس ...والے نے تم سے نوٹوں کی ایک گڈی لی تھی پھر اسے ...کرلیا اور اپنے ساتھی کو گولی ماردی۔ اس نے ایسا کیوں ...ہم وہاں سے روانہ ہوگئے اس نے ایک بھی گولی ہم پر ...یہ سب کیا تھا؟"

"گاڈ کو یہی منظور تھا۔ ہمارے مقدر میں سلامتی لکھی ...اس لیے ہم زندہ سلامت واپس آگئے ہیں۔"

اس نے کار کو اپنے بنگلے کے سامنے روکا پھر اس کا ہاتھ ...کر بولا "میری جان! چلو جو کچھ ہوا ہے اسے بھول جاؤ۔"

وہ اس کے ساتھ کار سے اتر کر بنگلے کے اندر آتے ...کیسے بھول سکتی ہوں! یہ ایسی بات ہے جو کبھی ...جاسکتی۔"

...روانگ روم میں آکر ٹیلی فون کے پاس بیٹھ گئی پھر ...ابھی ڈیڈی کو فون پر بتاتی ہوں کہ ہمارے ساتھ آج ...عجیب واقعہ پیش آیا ہے۔"

...پریشان ہوگیا۔ وہ اور اس کی طرح دوسرے ...جاننے والے اس کے ڈیڈی اور دوسرے آرمی افسران سے رابطہ کرتے رہتے تھے۔ ہیلنا کے باپ کو اس واقعے کی تفصیل معلوم ہوتی تو وہ فوراً ہی سمجھ لیتا کہ یہ سب کچھ خیال خوانی کے ذریعے ہی ہوا ہے۔

اس نے ہیلنا کے ہاتھ سے ریسیور لے کر اسے کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ یہ بات تم اپنے ڈیڈی کو بتاؤ۔"

وہ مزید حیرانی سے بولی "کیوں ضروری نہیں ہے کیا کوئی عجیب وغریب واقعہ پیش آئے تو اپنوں کو بتایا نہیں جاتا؟"

"کوئی ایسی عجیب بات نہیں تھی۔ تم خواہ مخواہ اسے اہمیت دے رہی ہو۔"

"کیا کہتے ہو میرا تو سر چکرا کر رہ گیا ہے۔ کیسی عجیب سی بات ہے کہ جو ہمیں لوٹنے آیا تھا۔ اس نے ہماری رقم بھی واپس کردی اور میری عزت لوٹنے والے کو گولی ماردی۔ جبکہ وہ اس کا اپنا ساتھی تھا۔"

پھر وہ بولتے بولتے چونک گئی پھر بولی "ہاں۔ یاد آرہا ہے۔ ایسا صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوسکتا ہے۔ ڈیڈی نے بتایا ہے کہ ہمارے ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغ میں آتے رہتے ہیں۔ اب یہ بات میری سمجھ میں کچھ کچھ آرہی ہے۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ہیلنا کو دیکھا پھر پوچھا "تم کیا سمجھ رہی ہو؟"

"یہی کہ جس وقت اس ریوالور والے نے ہم پر حملہ کیا تھا اس وقت ڈیڈی کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے یا تمہارے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہماری جان بچائی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی کا چکر نہیں ہے۔ وہ ریوالور والا خبطی تھا۔ کچھ ایب نارمل تھا۔ ایسے نیم پاگل لوگ ایسی ہی حرکتیں کرتے ہیں۔ لوٹنے آتے ہیں پھر لوٹ کا مال واپس دے کر خود ہی اپنے آپ کو نقصان پہنچاتے ہیں۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے ہیلنا کو اپنی باتوں پر مائل کرکے اسے تھوڑی دیر کے لیے چپ کرا سکتا تھا اس کے باپ کو فون کرنے سے باز رکھ سکتا تھا لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ بعد میں کسی وقت بھی اپنے ڈیڈی سے ضرور اس عجیب واقعے کا ذکر کرسکتی تھی۔ بلکہ اپنی سہیلیوں اور ملنے جلنے والوں کو بھی یہ واقعہ ضرور سناتی۔

ان حالات میں ٹونی نے سوچا کہ اب ہیلنا سے اپنی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو چھپانا نہیں چاہیے۔ یہ تو میری

ہو چکی ہے اب مجھے کبھی چھوڑ کر نہیں جائے گی۔ اس بات پر ناراض نہیں ہوگی کہ میں نے اس سے اب تک اتنی اہم بات کیوں چھپائی تھی؟

ہیلنا نے کہا "تم جو کہتے ہو میں اسے مان لیتی ہوں۔ ابھی تم نے ڈیڈی کو فون کرنے سے منع کیا ہے میں ان سے بات نہیں کروں گی لیکن یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ تم مجھے فون کرنے سے کیوں روک رہے ہو؟"

وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گیا پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا "ہیلنا! میں آج تم سے بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی "تمہارا انداز کچھ عجیب سا ہے۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میری زندگی کا ایک بہت اہم راز ہے جو میں کسی کو نہیں بتاتا۔ تم یہ سن کر ناراض ہو جاؤ گی کہ میں نے تم پر بھی بھروسا نہیں کیا اور آج تک یہ بات تم سے بھی چھپاتا رہا۔"

"اگر تم مجھے زیادہ تجسس میں مبتلا نہ کرو اور وہ بات بتا دو تو میں تم سے ناراض نہیں ہوں گی۔ اطمینان ہو گا کہ دیر سے سہی تم نے مجھ پر بھروسا تو کیا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

اس نے چونک کر اسے بے یقینی سے دیکھا پھر پوچھا "یہ کیا کہہ رہے ہو! تم اور ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ میں کبھی نہیں مان سکتی!"

"تم مان جاؤ گی۔ ابھی اپنے دماغ میں یہ پختہ ارادہ کر لو کہ ریسیور اٹھاؤ گی اور اپنے ڈیڈی سے رابطہ کرو گی۔ میں تمہیں ریسیور اٹھانے نہیں دوں گا' اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں روکوں گا۔"

وہ بولی "ٹھیک ہے۔ میں پختہ ارادے کے ساتھ ریسیور اٹھا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ فون کی طرف پلٹ گئی۔ ریسیور اٹھانا چاہتی تھی لیکن اس کا ہاتھ ادھر نہیں پڑ رہا تھا۔ وہ حیران ہو رہی تھی۔ اس نے اس کے دماغ کے اندر کہا "دیکھو! میں پہلی بار تمہارے دماغ کے اندر بول رہا ہوں۔ ورنہ اب تک تمہارے اندر آکر خاموش رہتا تھا۔ اب تم مجھے پلٹ کر دیکھنا چاہو گی لیکن میں تمہیں سر گھما کر دیکھنے نہیں دوں گا۔"

وہ سر گھما کر اسے دیکھنے کا ارادہ کرنے لگی لیکن ناکام رہی پھر اس نے کہا "اب تم اپنے دل میں ارادہ کرو کہ تم میری طرف نہیں دیکھو گی اور مجھے ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گی۔"

وہ یہی ارادہ کرنے لگی کہ میں ٹونی کی طرف نہیں دیکھوں گی اور نہ ہی اسے ہاتھ لگاؤں گی۔

یہ ارادہ کرتے ہی اچانک وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر لپٹ گئی۔ وہ بولا "میرا ابھی ارادہ کر ہی رہی تھیں کہ مجھے ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گی۔ ہاتھ تو کیا پورا بدن لگا رہی ہو۔ مجھ سے لپٹ گئی ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم تو با کمال ہو۔ مجھے حیران کر رہے ہو مجھے اب بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

وہ خوش ہو رہی تھی اور بولتی جا رہی تھی "اوہ گاڈ! یہی سوچتی تھی کہ تم میں ایسی کون سی غیر معمولی بات ہے میں تمہاری طرف کھنچی جاتی ہوں اور تمہاری طرف کھنچے ہونے کے باوجود دل و جان سے تمہیں چاہنے لگی ہوں۔ یہ بات سمجھ میں آرہی ہے۔ تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دل و دماغ کو جیت لیا ہے۔"

وہ لپٹ لپٹ کر ٹونی پر اپنی محبت نچھاور کرنے لگی۔ پھر کہنے لگی "اب تو میں ڈیڈی کو فون کر سکتی ہوں۔ انہیں اتنی اچھی خوش خبری سنا سکتی ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ میں نے تمہیں اس لیے رازدار بنایا ہے کہ تم یہ راز اپنے باپ کو بھی نہیں بتاؤ گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "آخر کیوں! وہ تو تمہیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کرتے ہیں۔ ان کے باطل کرتے ہیں پھر تم ان سے کیوں چھپانا چاہتے ہو؟"

"ویسے تو میں ان سے نہیں چھپتا۔ جن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ان کا رابطہ رہتا ہے ان میں سے میں بھی ایک ہوں۔ ان کے دماغ میں جا کر ملکی معاملات پر گفتگو کرتا رہتا ہوں۔"

"تو پھر تم مجھے یہ کیوں نہیں بتانے دیتے کہ ان کا داماد ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"تم میری بات کو سمجھو۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں اپنوں سے بھی چھپ کر رہنا پڑتا ہے۔ ہم اپنے ملک کی حکمرانوں اور آرمی کے اعلیٰ افسروں کی بہت عزت کرتے ہیں۔ ان کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں لیکن کبھی ان کے سامنے نہیں جاتے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ ہمیں پابند نہیں رکھیں گے اور ہم پابندیاں برداشت نہیں کرتے۔"

"تم داماد ہو۔ وہ تم پر پابندی عائد نہیں کریں گے۔"

"تم دوسرے پہلو سے سوچو ان کے دماغ میں ٹیلی پیتھی جاننے والے آتے ہیں۔ انہیں معلوم ہو

کہ ان کا داماد ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو وہ مجھے تمہارے ذریعے [illegible] کریں گے۔ مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنائیں گے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے ذریعے مجھے کسی وقت بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "پھر تو تم نے مجھے رازدار بنا کر غلطی کی ہے۔ کیا ڈیڈی کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی میرے دماغ میں نہیں آئیں گے۔ کبھی خیالات پڑھ کر معلوم نہیں کریں گے کہ تم خیال خوانی کرنا جانتے ہو؟"

"ہاں۔ یہ اندیشہ تو ہمیشہ رہے گا۔ تمہیں رازدار بنانے سے پہلے میں نے سوچ لیا تھا کہ تم پر تنویمی عمل کروں گا اور تمہارے دماغ کو لاک کر دوں گا پھر کوئی تمہارے ذریعے مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"پھر تو تم آج ہی مجھ پر تنویمی عمل کر کے میرے دماغ کو لاک کر دو۔ اگر میرے ذریعے تمہیں نقصان پہنچے گا تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گی۔"

"آؤ۔ بیڈ روم میں چلو میں وہاں تم پر عمل کروں گا۔"

وہ اٹھ کر اس کے ساتھ جانے لگی۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی سنائی دی۔ دونوں نے پلٹ کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا پھر ہیلنا نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو! میں ہیلنا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے باب کی آواز سنائی دی "ہیلو بیٹی! کیا کر رہی ہو؟ میرا داماد ٹونی جے کیسا ہے؟ کیا کر رہا ہے؟"

"ڈیڈ! ہم دونوں بہت خوش ہیں۔ ابھی کلب سے واپس آئے ہیں۔ آپ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟"

"بس اب میں سونے کے لیے جا رہا تھا۔ سوچا فون پر تمہیں وش کر دوں۔ گڈ نائٹ مائی چائلڈ! سویٹ ڈریمز۔"

اس آرمی افسر نے ریسیور رکھ دیا۔ اس وقت چنڈال اس کے خیالات پڑھتے ہوئے ان باپ بیٹی کی باتیں سن رہا تھا۔ انڈین آرمی کے ان چھ افسران نے اسے عورتوں سے محروم رکھا تھا۔ کبھی کسی عورت کے قریب جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ تنویمی عمل کے ذریعے بھی اس کے دماغ میں یہ بات نقش کرائی گئی تھی کہ وہ کبھی کسی عورت کی رفاقت کی خواہش نہیں کرے گا۔

وہ تنویمی عمل کے مطابق ضد نہیں کرتا تھا لیکن وہ فطری طور پر ہوس پرست تھا۔ عورت اس کے اعصاب پر سوار رہتی تھی۔ ہیلنا کی رس بھری آواز سن کر اس نے سوچا کہ کیوں نہ اس عورت کے خیالات پڑھے جائیں اور اس کے دماغ میں رہ کر دیکھا جائے کہ یہ کتنی حسین ہے اور کتنی جوان ہے؟

وہ باپ کے دماغ سے نکل کر بیٹی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ہیلنا ریسیور رکھ کر ٹونی کے ساتھ بیڈ روم کی طرف جا رہی تھی۔ وہ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہے اور اس کا شوہر ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے لیے وہ سب سے زیادہ خوشی کے لمحات ہوتے ہیں۔ جب کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا انجانے میں اس کے سامنے آجاتا ہے بے خبری میں دھوکا کھا جاتا ہے پھر اس کے زیر اثر آکر اس کا معمول اور محکوم بن جاتا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے بھی اب چنڈال کے زیر اثر آنے والا تھا۔

ہیلنا نے چنڈال کی مرضی کے مطابق کہا "مجھے پیاس لگ رہی ہے۔ فریج میں جوس رکھا ہوا ہے۔ میں اسے پینا چاہتی ہوں۔"

وہ دونوں وہاں سے فریج کے پاس آئے۔ ٹونی فریج کھول کر اس کے لیے گلاس میں جوس نکالنے لگا۔ پاس ہی ڈائننگ ٹیبل پر پھلوں کی ٹرے رکھی ہوئی تھی۔ ان پھلوں کے ساتھ ایک چاقو بھی رکھا ہوا تھا۔ اچانک ہی ہیلنا نے وہ چاقو اٹھا کر اس پر حملہ کیا۔ اس کے بازو کو زخمی کر دیا۔ ٹونی کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ یہ سب کچھ چشم زدن میں ہوا تھا۔ وہ خود کو اس کے حملے سے بچا نہیں پایا تھا۔

ٹونی نے زخمی بازو کو پکڑ کر تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "میں حیران ہوں۔ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟"

چنڈال جو گیا اس کے دماغ میں پہنچ کر قہقہے لگانے لگا۔ وہ ایک دم سے چونک گیا۔ لڑکھڑا کر گرنے کے سے انداز میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا آقا بننے کے لیے آچکا تھا۔ وہ دلبرداشتہ ہو کر بولا "آہ ہیلنا! یہ تم نے کیا کیا؟ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر آچکا ہے۔ اب میں اسے بھگا نہیں سکوں گا۔ وہ ساری زندگی مجھے دوڑاتا بھگاتا رہے گا۔"

وہ خود پریشان ہو گئی تھی۔ فوراً ہی فرسٹ ایڈ باکس لا کر اس کے زخم کی مرہم پٹی کر رہی تھی۔ وہ چنڈال کی مرضی کے مطابق بولا "تمہاری مرہم پٹی سے خون کا بہاؤ رک گیا ہے۔ اب میں آرام کرنے کے لیے بستر پر لیٹنے جا رہا ہوں۔ تم میری سلامتی چاہتی ہو تو اپنے ڈیڈی سے یا کسی سے بھی یہ نہ کہنا کہ

تم نے چاقو سے مجھے زخمی کیا ہے اور میں زخمی ہونے کے بعد بستر پر جاکر سو گیا ہوں۔ میری نیند کے دوران تم کسی سے رابطہ نہیں کرو گی۔"

"ہاں۔ میں کسی سے رابطہ نہیں کروں گی۔ مجھے شرمندگی ہے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ تم یقین کرو' میں اپنے اختیار میں نہیں تھی۔"

وہ بیڈ روم کی طرف جاتے ہوئے بولا "ہاں۔ میں جانتا ہوں تم اپنے اختیار میں نہیں تھیں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تمہارے ذریعے مجھ پر حملہ کرکے مجھے زخمی کیا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ جیسے بھی حالات ہوں ہم کو ان سے نمٹنا ہی ہوگا۔"

وہ آکر بستر پر لیٹ گیا۔ چنڈال اس کے ذہن کو تھپکنے لگا۔ وہ تھوڑی دیر تک جاگتا رہا پھر رفتہ رفتہ ٹیلی پیتھی کے زیر اثر آکر گہری نیند میں ڈوب گیا۔

اسے سلانے کے بعد چنڈال ہیلنا کے اندر آیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ بھی جاگتی رہے اور کسی سے رابطہ کرے لہٰذا وہ اسے دوسرے بیڈ روم میں لے گیا۔ وہاں اسے لیٹنے پر مجبور کیا۔ جب وہ لیٹ گئی تو اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے ذہن کو بھی تھپک تھپک کر سلا دیا۔

پھر وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے یوگا جاننے والے چھ آرمی افسران کو دیکھنے لگا۔ مانک لال نے پوچھا "کیا بات ہے بڑی لمبی خیال خوانی کررہے تھے؟"

جگدیش راٹھور نے پوچھا "کیا کوئی خاص بات ہے؟"

وہ خوش ہوکر بولا "ایک ایسی خوش خبری ہے۔ جسے سنتے ہی آپ سب خوشی سے اچھل پڑیں گے۔"

"آخر بات کیا ہے؟ ہمیں بتاؤ تو سہی۔"

"ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا امریکی میری مٹھی میں آگیا ہے۔"

"کیا۔؟" سب اسے بے یقینی اور حیرانی سے دیکھنے لگے۔ وہ انہیں بتانے لگا کہ اس نے کس طرح اس ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کیا ہے اور اس کے دماغ میں جاکر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنانے والا ہے۔

وہ سب اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آگئے۔ اس کی پیٹھ تھپکنے لگے۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر باری باری مصافحہ کرنے لگے اور اس کی تعریفیں کرنے لگے۔ مانک لال نے کہا "چنڈال تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ فوراً اس کے دماغ میں جاؤ اور اس پر تنویمی عمل کرو اور اس بات کا خیال رکھو کہ اس دوران میں کوئی دوسرا اس کے دماغ میں نہ آسکے۔ ورنہ ہماری کامیابی ناکامی میں بدل جائے گی۔"

وہ بولا "آپ فکر نہ کریں۔ اب ٹونی جے میرے قبضے سے نہیں نکل سکے گا۔ میں نے اس کی بیوی کو بھی لاکر بیڈ روم میں گہری نیند سلا دیا ہے۔ وہ میرے تنویمی عمل کے دوران میں مداخلت کرنے نہیں آئے گی۔"

جگدیش راٹھور نے ایک بار پھر اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا "تم بڑی سمجھ داری سے کام لے رہے ہو۔ شاباش جاؤ دیر نہ کرو۔"

اس نے آنکھیں بند کیں پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ ہوا۔ ٹونی جے کے اندر پہنچ گیا اور تنویمی عمل کرنے لگا۔ اور وہ چھ آرمی اعلیٰ افسران بہت خوش تھے۔ بہت بڑی کامیابی حاصل ہورہی تھی۔ ان کے ہندوستان میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہونے والا تھا اور یہ بہت بڑی بات تھی۔

✪✲✪

جلسہ پر امن تھا۔ مسلمان عورتیں بچے' جوان مرد اور بوڑھے سب ہی نہایت اطمینان اور عقیدت سے ساگن دیوی کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ مائیک پر کھڑی ہوئی بول رہی تھی۔ اچانک ہی اسے آتما شکتی کے ذریعے آگاہی ملی کہ کوئی شخص اس بھیڑ میں چادر لپیٹے کھڑا ہے اور اس چادر میں گن چھپی ہوئی ہے اور اس گن سے اس کا نشانہ لے رہا ہے۔ اسی وقت کبریا نے جینا پر چھلانگ لگائی پھر اسے لے کر زمین پر گرتا ہوا دوسری طرف لڑھک کر چلا گیا۔ اگر وہ عین وقت پر ایسا نہ کرتا تو وہ گولی جینا کے آر پار ہوجاتی۔

پرامن جلسے میں بھگدڑ مچ گئی۔ عورتیں' بچے خوف زدہ ہوکر چیخنے لگے۔ کیونکہ وہ ہوائی فائر کرتا ہوا۔ بھاگنے کی کوشش کررہا تھا۔ ایسے ہی وقت چند جاں باز مسلمانوں نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے' اسے چاروں طرف سے گھیر کر دبوچ لیا۔

وہ لوگ اسے مار رہے تھے پھر اسے اٹھا کر جھنجھوڑ کر پوچھ رہے تھے کہ تم کون ہو تم نے ساگن دیوی پر گولی کیوں چلائی۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا اچانک ہی ایک خاموش گولی کہیں سے سنسناتی ہوئی آئی اور اس کی کھوپڑی میں سوراخ کرتے ہوئے گزر گئی۔ کسی نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے اسے ہلاک کیا ہوگا۔

جینا اور کبریا فرش پر سے اٹھ کر بیٹھ گئے۔

مسلمانوں نے چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا تھا۔ تاکہ پھر کوئی گولی ساگن دیوی کے قریب نہ آئے۔ ایک مسلمان جینا کے مائیک کے پاس آکر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "میری بہنوں! بزرگو اور بھائیو...! خاموش ہوجاؤ۔ رک جاؤ۔ یہاں سے نہ جاؤ۔ ہندوؤں کی سازش ہے۔ وہ ہمارے جلسے کو ناکام بنانا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ساگن دیوی نے انہیں کروڑوں کی امداد دی ہے تو یہ امداد ہمیں نہ دی جائے۔"

پولیس افسر نے مائیک کے پاس آکر اس مسلمان لیڈر سے سختی سے کہا "آپ اس طرح سے ہندوؤں کے خلاف نہ بولیں۔ کسی ثبوت کے بغیر آپ اشتعال انگیزی کررہے ہیں۔ اس طرح پھر فسادات شروع ہوجائیں گے۔"

اس پولیس افسر کا ماتحت ایک انسپکٹر اور چند سپاہی اس فائرنگ کرنے والے کی لاش کے پاس گئے تھے۔ مسلمانوں کے اصرار پر اس لاش کو ننگا کیا گیا تو پتا چلا کہ وہ ہندو تھا۔

مسلمان مشتعل ہورہے تھے۔ ہندوؤں کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔ پولیس افسر اور تمام سپاہی پریشان ہوگئے تھے۔ وہ ان ہزاروں مسلمانوں کو قابو نہیں کرسکتے تھے۔ ایسے میں جینا نے مائیک کے سامنے آکر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "میں آپ لوگوں سے بنتی کرتی ہوں۔ خاموش ہوجائیں۔ پلیز خاموش ہوجائیں۔"

اس کی بات سنتے ہی سب خاموش ہوگئے۔ مجمع میں سے چند مسلمان چیخ کر کہنے لگے "دیوی جی! آپ اسٹیج سے چلی جائیں۔ ورنہ پھر کوئی گولی اسٹیج کی طرف آسکتی ہے۔"

جینا نے کہا "مجھے اپنی موت کی پروا نہیں ہے۔ جب ہندو مسلمانوں کو مارنا چاہتے ہیں اور مسلمان مشتعل ہوکر ہندوؤں کو مارنا چاہتے ہیں تو مجھے شرم سے پہلے ہی مرجانا چاہیے۔ کوئی گولی میری طرف آتی ہے تو آنے دو۔ میں مرجانا پسند کرتی ہوں یا تو یہاں ہندو مسلمانوں میں یکجہتی اور محبت پیدا کروں گی یا پھر یہاں سے میری لاش جائے گی۔"

پولیس افسر نے مائیک پر آکر کہا "میں آپ سب کو یقین دلاتا ہوں کہ اس معاملے میں نہایت دیانت داری سے تحقیقات ہوں گی اور ساگن دیوی اس بات کی گواہی دیں گی کہ ہم پولیس والے ہندوؤں کی حمایت میں مسلمانوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کررہے ہیں۔ جو انصاف کا تقاضا ہوگا ہم وہی کریں گے۔ فار گاڈ سیک۔ آپ لوگ شانت ہوجائیں اور نتیجے کا انتظار کریں۔ ورنہ آپ کے اشتعال میں سے فسادات پھر شروع ہوجائیں گے۔"

کبریا جینا کو اپنے ساتھ لے کر چند مسلمانوں کے ہمراہ وہیں ایک مکان کے اندر چلا گیا۔ مائیک پر کہا گیا کہ دیوی جی یہاں موجود ہیں اور اس مکان کے اندر سے آپ کو مخاطب کریں گی۔ تاکہ وہ دشمنوں سے محفوظ رہ سکیں۔

جان محمد کے بھائی احسان محمد کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ پولیس افسر نے فون کے ذریعے ممبئی پہنچنے والے جان محمد سے گفتگو کی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ دیوی جی کے بنگلے میں شکنتلا کے ساتھ خیریت سے ہے۔

پولیس کے سوال کرنے پر اس نے جواب دیا تھا کہ ہاں میرے بھائی احسان محمد اور شکنتلا کے بھائی دھیرج نے آپس میں گٹھ جوڑ کیا تھا۔ میرے اور مسلمانوں کے خلاف سازش کی تھی اور ہماری محبت کو ایک بہانہ بنا کر فسادات شروع کروائے تھے۔

پولیس افسر اس وقت مائیک کے سامنے کھڑا ہوا مسلمانوں سے کہہ رہا تھا "جیسا کہ آپ لوگوں نے دیکھا تھا کہ میں نے فون کے ذریعے جان محمد سے گفتگو کی تھی۔ میں نے وہاں کے پولیس والوں سے بھی رابطہ کیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ وہ جان محمد سے مل کر اس کے زندہ سلامت رہنے کی تصدیق کریں۔ اب میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ یہاں دشمنوں کو معاف نہیں کیا جائے گا اور ان کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ اسی لیے ہم نے یہاں جان محمد کے بھائی احسان محمد کو گرفتار کیا ہے اور اس کے ساتھ مل کر سازش کرنے والے ہندو دھیرج کو بھی گرفتار کیا جائے گا۔"

اس نے سب کے سامنے موبائل فون نکالا اور ہندوؤں کے علاقے کے تھانے دار سے رابطہ کرکے اسے حکم دیا کہ وہ فوراً ہی دھیرج کو گرفتار کرے اور اسے فرار ہونے کا موقع نہ دے۔

اس جلسے کے منتظم نے مجمع سے مخاطب ہوکر کہا "میری بہنو اور بھائیو! آپ انتظار کریں۔ ہم یہ مائیک مکان کے اندر لے جارہے ہیں۔ دیوی جی وہاں سے آپ کو مخاطب کریں گی۔"

جلسہ منتشر ہورہا تھا۔ لوگ اِدھر اُدھر جارہے تھے یہ اعلان سننے کے بعد پھر واپس آکر بیٹھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد جینا نے مائیک کے ذریعے کہا "میری بہنو اور بھائیو! مجھے افسوس ہے کہ آپ سے مخاطب ہونے کے دوران میں ایک ناگوار واقعہ پیش آیا۔ میری جان لینے کی کوشش کی گئی لیکن بھگوان کو یہ منظور نہیں تھا یہ کہاوت درست ہے کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے...!

میں آپ سب سے التجا کرتی ہوں کہ ایسے وقت مذہبی

جوش اور جنون میں نہ آئیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ میں ہندو ہوں تو ہندوؤں کی حمایت میں بولوں گی۔ جو انصاف کا تقاضا ہے وہی بولوں گی اور وہی کروں گی۔

ہم سب ذرا عقل سے سوچیں تو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ نہ تو تمام ہندو شرپسند ہیں اور نہ ہی تمام مسلمان فرشتے ہیں۔ جس طرح ہندوؤں میں کچھ شرپسند ہیں تو مسلمانوں میں بھی شرپسند موجود ہیں۔ اس بات کا کھلا ثبوت آپ کے سامنے ہے۔ آپ کے سامنے احسان محمد کو گرفتار کیا گیا ہے اور ادھر دھیرج کو بھی گرفتار کیا جارہا ہے۔

یہ معاملہ اس گرفتاری پر ختم نہیں ہوگا اور نہ ہی ان کو سزا دینے سے مسلمانوں اور ہندوؤں میں یک جہتی پیدا ہوگی۔ کیونکہ احسان محمد اور دھیرج محض آلہ کار ہیں۔ ان کے پیچھے ان کو کٹھ پتلی کی طرح نچانے والے ہاتھ دوسرے ہیں۔ وہ مفاد پرست سیاست داں اسمبلیوں میں پہنچنے اور اپنی لیڈری چمکانے کے لیے معصوم ناخواندہ اور سیاست سے بے خبر رہنے والے عوام کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔

میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ایسے بھڑکانے والے اور فسادات برپا کرنے والے میری نظروں سے چھپے نہیں رہیں گے۔ وہ پولیس اور قانون کے دوسرے محافظوں کو دھوکا دے سکتے ہیں لیکن مجھے دھوکا نہیں دے سکیں گے۔ میں اپنی آتما شکتی کے ذریعے ان کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی۔

میں آپ کے دکھ درد میں شریک ہونے کے لیے آئی ہوں۔ آپ یہاں صبح سے میری آمد کا انتظار کررہے تھے۔ میں آپ لوگوں کو مایوس نہیں ہونے دوں گی۔ مجھے معلوم ہے کہ اگر ایک درجن ہندو مارے گئے ہیں اور انہیں نقصان پہنچا ہے تو ان کے مقابلے میں ایک ہزار مسلمان مارے گئے ہیں۔ ان کے کاروبار تباہ ہوگئے ہیں۔ ان کے گھروں کو جلا دیا گیا ہے اس طرح تباہ و برباد ہونے والے مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ میں نے ہندو، بہنوں اور بھائیوں کی سہائتا کے لیے فی الحال دو کروڑ روپے دیئے ہیں۔ چونکہ آپ لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اس لیے میں ابھی چار کروڑ روپے دے رہی ہوں۔ اس کے بعد بھی ضرورت ہوگی تو اور بہت کچھ دیتی رہوں گی اور آپ کے دکھ درد میں کام آتی رہوں گی۔"

باہر جلسے میں لوگ تالیاں بجا رہے تھے اور ساگن دیوی زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔

رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ کبریا نے کہا "اب ہم ریسٹ ہاؤس میں جاکر آرام کریں گے۔"

وہاں کے معزز افراد نے کہا "اب رات کے کھانے کا وقت ہوچکا ہے اور ہم نے آپ کے لیے کھانے پینے کا انتظام کیا ہے۔ پلیز آپ انکار نہیں کریں گے۔ جو بھی ہم پیش کریں گے۔ آپ تناول فرمائیں گے۔"

جینا اور کبریا نے رات کا کھانا مسلمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھایا پھر وہاں سے ریسٹ ہاؤس کی طرف روانہ ہوگئے۔ اطلاع ہندوؤں اور مسلمانوں تک پہنچا دی گئی کہ اب انہیں کل دن کے چار بجے تک کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ چار بجے سے چھ بجے تک ساگن دیوی ہندوؤں اور مسلمانوں کے سامنے والے میدان میں ملاقات کیا کریں گی۔

شہر سے باہر ایک بڑا سا خوب صورت ریسٹ ہاؤس تھا۔ وہ دونوں وہاں آگئے۔ وہاں انہیں تنہائی میں بہت سے معاملات پر گفتگو کرنی تھی۔ یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ کس کے اشاروں پر جینا کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

اس نے کبریا سے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے میرا جانی دشمن کون ہوسکتا ہے؟"

"ابھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوجائے گا ویسے یہ پیچیدہ سیاست معلوم ہوتی ہے۔ جب تک تم ہندوؤں کے علاقے میں تھیں۔ کسی نے تم پر ایک کنکر بھی نہیں پھینکا۔ مسلمانوں کے علاقے میں تم پر گولی چلائی گئی۔ تمہارے دشمن تاثر دینا چاہتے تھے کہ تم مسلمانوں کے علاقے میں محفوظ نہیں رہوگی۔ تمہیں ہندوؤں کے علاقے میں رہنا چاہیے۔"

"سازش کرنے والوں نے ایک ہندو کو میرے قتل کے لیے بھیجا تھا۔ کیا انہیں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ وہ ہندو پکڑا جاسکتا ہے اور بھید کھل سکتا ہے؟"

"انہیں پورا یقین ہوگا کہ وہ فائرنگ کرتا ہوا بچ کر نکل آئے گا۔ کوئی اسے پکڑ نہیں سکے گا۔ اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ پکڑا گیا اور مارا گیا۔"

پھر وہ پریشان ہوکر بولی "اس طرح تو سارے ہندو بدنام ہوں گے۔ یہ چند سازش کرنے والے اپنی پوری قوم کو کیوں بدنام کرتے ہیں؟"

"ہندو ہوں یا مسلمان ہوں۔ ہندوستان ہو یا پاکستان ہو۔ اقتدار کی کرسی تک پہنچنے کے لیے عوام کو اسی طرح بے وقوف بنایا اور جذباتی طور پر بھڑکایا جاتا ہے۔"

"یہ تو معلوم کرو، وہ بڑا سیاسی لیڈر کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ اور وہ کیا گڑبڑ کرتا پھر رہا ہے؟"

کبریا ہندوؤں اور مسلمانوں کے کتنے ہی معزز افراد کے دماغوں میں پہنچ چکا تھا۔ اس نے ایک ہندو رہنما کے خیالات پڑھے اس کے ذریعے معلوم کیا کہ وہ بڑا سیاسی لیڈر کون

ہے، پتا چلا اس کا نام دیو راج پٹیل ہے۔ وہ کئی بار الیکشن جیت کر اسمبلی میں پہنچ چکا ہے اور کسی نہ کسی وزارت کا عہدہ پاتا رہتا ہے۔ کبریا نے اس ہندو رہنما کو فون پر اس سے ملنے کے لیے راضی کیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ریسیور رکھ کر اس کے نمبر ڈائل کرنے لگا پھر رابطہ ہونے پر بولا "میں رام بول رہا ہوں۔ پٹیل صاحب کو میرا نام بتاؤ۔ وہ مجھ سے ضرور بات کریں گے۔"

تھوڑی دیر بعد دیو راج پٹیل کی آواز سنائی دی "ہیلو! جے رام جی! میں تو آپ کو فون کرچکا تھا۔ آپ موجود نہیں تھے یہاں ہماری ایک خاص میٹنگ جاری ہے۔ آپ ابھی آجائیں۔"

اس نے کہا "ٹھیک ہے میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر جانے لگا۔ کبریا اس سے پہلے ہی دیو راج پٹیل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے بنگلے کے اندر والی کانفرنس روم میں چند معتبر اور اپنے خاص لیڈروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ساگن دیوی کے سلسلے میں گرما گرم بحث ہورہی تھی۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا "ہمارے دیش میں بڑے بڑے رشی منی، بڑے بڑے مہاتما اور سیاسی لیڈر پیدا ہوئے سب ہی نے کوششیں کیں کہ انسان انسان سے نہ لڑے اور پھر ہندو مسلمان ایک دوسرے سے جھگڑا نہ کریں لیکن آج تک کسی کی نصیحت نے اثر نہیں کیا پھر یہ ساگن دیوی کون سا پہاڑ کاٹ لیں گی کون سی ناممکن بات کو ممکن بنادیں گی۔"

ایک اور نے کہا "یہ کروڑوں روپے ہندوؤں اور مسلمانوں کو دان کررہی ہیں۔ دونوں کے دل جیتنے کی کوشش کررہی ہیں لیکن کامیابی نہیں ہوگی۔ کروڑوں روپے کھا پی کر ہضم ہوجائیں گے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جو خلیج پیدا ہوچکی ہے وہ قائم رہے گی۔"

دیو راج پٹیل نے کہا "اور ہم اسے قائم رکھیں گے۔ فسادات میں ہزاروں دشمن مارے گئے ہیں۔ اس حساب سے ان کے ہزاروں ووٹرز کم ہوگئے ہیں۔ یعنی میرے مخالفوں کے ووٹ کم ہوچکی ہے۔ اب مجھے ہندو کے ووٹ سے ہی کامیابی حاصل ہوگی۔"

اس کے ایک ساتھی لیڈر نے کہا "لیکن پٹیل صاحب یہ بہت ہی غلط ہوگی۔ اس علاقے میں کسی ہندو کو جاکر ہاتھ لگانا یہ گڑبڑ تو ہوتی ہے۔ ہندو بدنام ہوں گے لیکن مجبور تھا۔ جو مسلمان آلہ کار میرے پاس موجود ہیں۔ انہوں نے دیوی پر گولی چلانے سے انکار کردیا تھا۔ کہہ رہے تھے کہ اپنے علاقے میں دیوی پر گولی نہیں چلائیں گے کیوں کہ اگر پکڑے گئے تو ان کا قیمہ بنا دیا جائے گا۔ چھ مسلمان میرا کام کرتے ہیں میرا کھاتے ہیں اور میرا کام کرنے سے ہی انکار کردیا تھا۔"

وہ ذرا توقف کے بعد بولا "بہرحال یہ تو ان کی مجبوری تھی انہوں نے درست ہی کہا تھا کہ پکڑے جائیں گے تو بھید کھل جائے گا۔ یہی دیکھو کہ ہمارا ایک ہندو پکڑا گیا ہے اور مارا گیا ہے بدنامی تو ویسے بھی ہوتی ایسے بھی ہورہی ہے۔"

"وہ جو مارا گیا ہے وہ تو ویسے بھی بدمعاش اور قاتل کی حیثیت سے مشہور ہے اور پولیس کی بلیک لسٹ میں رہتا ہے کوئی مجھ پر شبہ نہیں کرے گا کہ میں نے اسے آلہ کار بنا کر دیوی کو قتل کرنے کے لیے بھیجا تھا۔"

ایک نے کہا "یہ بات مشہور ہے کہ ساگن دیوی آتما شکتی کے ذریعے بہت سی ڈھکی چھپی باتوں کو معلوم کرلیتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس سلسلے میں بھی معلوم کرلے پھر آپ اور ہم سب ہی مصیبت میں پڑیں گے۔"

"وہ کوئی سچ مچ کی دیوی نہیں ہے کہ اسے آتما شکتی حاصل ہو۔ پتا نہیں وہ کیسے ہتھکنڈوں سے معلوم کرتی ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ کوئی شعبدہ باز ہوگی۔"

"اس نے مسلمانوں کے جلسے میں دھیان گیان کے بعد معلوم کیا تھا کہ جان محمد زندہ ہے اور اس کے قتل میں اس کے بھائی اور شکنتلا کے بھائی دھیرج کا ہاتھ ہے۔"

دیو راج پٹیل نے کہا "صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے دھیان گیان کے ذریعے یہ باتیں معلوم نہیں کی ہیں۔ دراصل وہ جان محمد کسی طرح قتل ہونے سے بچ گیا تھا اور فرار ہوکر دیوی کے بنگلے میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں وہ پناہ لے رہا تھا۔ اس نے اسے قید کر رکھا تھا اور یہاں آکر یہ ظاہر کررہی ہے کہ اس نے یہ سب کچھ آتما شکتی کے ذریعے معلوم کیا ہے۔"

ایسے ہی وقت کبریا نے اس کے اندر ساگن دیوی کی آواز پیدا کی "اوم نمتے وا۔ اوم نمتے وا۔"

وہ ایک دم سے چونک کر کرسی پر اچھل کر بیٹھ گیا۔ سب نے اسے دیکھا پھر ایک نے پوچھا "پٹیل صاحب! کیا ہوا؟"

"آں۔۔۔؟"

اس نے خالی خالی نظروں سے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھا پھر کہا "کچھ نہیں۔ وہ میں کیا کہہ رہا تھا؟"

"آپ کہہ رہے تھے کہ وہ کوئی دیوی ویوی نہیں ہے۔ شعبدے بازی دکھاتی ہے اور بھولے بھالے لوگ اسے دیوی سمجھنے لگتے ہیں۔"

کبریا نے اس کے دماغ میں ساگن دیوی کی آواز پیدا کی "اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔"

وہ ایک دم سے چونک کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ دوسروں نے اسے دیکھا پھر پوچھا "مراری جی! کیا بات ہے؟"

وہ اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر ہچکچاتے ہوئے بولا "نہیں۔ کچھ نہیں۔ بس وہ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ سچ مچ دیوی ہے یا دھوکے باز ہے مگر جب تک کوئی ثبوت نہ ہو۔ ہمیں اسے دھوکے باز نہیں کہنا چاہیے۔"

ایک اور شخص نے کہا "وہ تو سراسر دھوکے باز ہے۔ یہ دیکھو کہ ممبئی کے کتنے بڑے بڑے سرمایہ داروں کو پھانس رکھا ہے۔ ان سے لاکھوں کروڑوں روپے غریبوں کی امداد کے لیے لیتی ہے لیکن دیتی کتنا ہوگی۔ اگر اس نے یہاں ہندوؤں کو دو کروڑ دیئے ہیں تو اپنے بینک اکاؤنٹ میں چار کروڑ ضرور چھپا کر رکھے ہوں گے۔ وہ دیوی بن کر بہت بڑا فراڈ کر رہی ہے۔ بہت منافع حاصل کر رہی ہے۔"

کبریا نے اس کے دماغ میں ساگن دیوی کی آواز پیدا کی "اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔"

وہ پھر ایک دم سے اپنے سر کو تھام کر سوچنے لگا۔ دوسرے لیڈروں نے اسے دیکھا پھر ایک نے پوچھا "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

بھنڈاری نے کچھ سمجھتے اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا "مجھے کچھ ایسا لگا جیسے میں نے ابھی ساگن دیوی کی آواز سنی ہے۔"

مراری نے کہا "اے بھگوان! ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا۔ مجھے بھی ساگن دیوی کی آواز سنائی دی تھی۔"

ان سب نے دیو راج پٹیل کو دیکھا۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "ہاں۔ میں نے بھی اس کی آواز سنی تھی۔"

ایک شخص نے کہا "میں دیکھ رہا ہوں کہ جو بھی ساگن دیوی کے خلاف بولتا ہے یا اسے برا کہتا ہے تو اسے اپنے اندر اس کی آواز سنائی دیتی ہے۔ میں جاننا چاہوں گا کہ وہ کیا کہتی ہیں؟"

راج پٹیل نے کہا "میں نے تو بس ایک ہی لفظ سنا ہے۔ اوم نمستے وا۔"

مراری نے کہا "بالکل میں نے بھی یہی سنا ہے۔"

بھنڈاری نے بھی تائید میں کہا "ہاں۔ میں نے بھی کچھ سنا ہے۔ کیا یہ دیوی کی طرف سے کوئی وارننگ تو نہیں ہے؟"

پٹیل نے حقارت سے کہا "میں سیاسی جنگ لڑتا رہا ہوں۔ کتنے ہی مجھے چیلنج کرتے رہتے ہیں۔ وارننگ دیتے رہتے ہیں اور میں ان کی ایسی تیسی کرتا رہتا ہوں۔ یہ دیوی کیا چیز ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسے پھر اپنے اندر ساگن دیوی کی آواز سنائی دی "اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔"

وہ پھر چونک گیا۔ اس بار ذرا سا گھبرا گیا۔ پریشان ہو کر اپنے ساتھیوں کو دیکھنے لگا۔ مراری نے پوچھا "کیا بات ہے؟ آپ نے پھر اس کی آواز سنی ہے؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ مراری نے کہا "میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ اس کے خلاف نہ بولیں۔ اگر ہم اس کی برائی کیے بغیر اس کا برا کر رہے ہیں اور اس کے خلاف کارروائی کر رہے ہیں۔ تو یہی بات ہے۔"

ان کے ساتھی نے کہا "یہ کیا بات ہوئی۔ جب آپ لوگ اس کا برا کر رہے ہیں تو اس کی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے ساگن دیوی کا برا کرنے والوں کو وارننگ نہیں دیتی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسے اپنے اندر آواز سنائی دی "اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔"

وہ بولنے والا ایک دم سے بوکھلا گیا پھر بولا "ابھی ابھی میں نے بھی اس کی آواز سنی ہے۔"

اسی وقت ایک پولیس انسپکٹر وہاں آیا۔ دیو راج پٹیل نے کہا "آؤ ٹھاکرے! کیا خبر ہے؟"

"بہت بری خبر ہے۔ دیوی جی واقعی مہا گیانی ہیں۔ انہیں اندر کی بات معلوم ہو جاتی ہے۔ انہوں نے احسان محمد کو مجرم ثابت کر دیا ہے۔ اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ دھیرج نے بھی گرفتار کرنے کا حکم جاری کیا گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی اسے فون پر کہہ دیا کہ وہ اپنی خیریت چاہتا ہے تو گجرات چھوڑ کر کہیں روپوش ہو جائے۔ وہ یہاں سے فرار ہو چکا ہے۔"

دیو راج پٹیل نے کہا "وہ کوئی مہا گیانی نہیں ہے۔ احسان محمد زندہ بچ کر اتفاق سے اس کے بنگلے میں پہنچ گیا ہے۔ اس نے سب کچھ بتا چکا ہے اور پولیس والوں کو بھی اپنے قاتلانہ حملے کے خلاف بیان دے رہا ہے۔ اس لیے احسان محمد کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دھیرج کہاں تک بچتا پھرے گا۔"

انسپکٹر ٹھاکرے نے کہا "میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ

مایاوی نہیں ہے۔ آتما شکتی اس کے پاس نہیں ہے۔ بس وہ اداکاری ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسے ساگن دیوی کی آواز سنائی دی "اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔"

انسپکٹر ایک دم سے چونک کر ایک قدم پیچھے چلا گیا۔ پٹیل نے پوچھا "تمہیں کیا ہو گیا؟"

اس نے ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام کر کہا "کچھ نہیں ہوا ہے۔"

اس نے آگے کچھ نہیں کہا۔ بھنڈاری نے پوچھا "کیا تم نے ابھی اپنے اندر دیوی جی کی آواز سنی ہے؟"

انسپکٹر نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا "یہ تم کیسے جانتے ہو؟"

"ہمارے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔ جب بھی ہم ان کے خلاف بولتے ہیں تو ہمیں اپنے اندر اس کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اوم نمستے وا۔ کیا تم نے بھی یہی سنا ہے؟"

اس نے ہاں ہاں کے انداز میں کئی بار سر ہلایا پھر کہا "ہاں۔ میں نے بھی یہی سنا ہے۔"

اگر ان میں سے کوئی ایک ایسی آوازیں سنتا تو کہا جاتا کہ یہ فریب سماعت ہے۔ دیوی جی اس کے حواس پر چھا گئی ہیں۔ اس لیے وہ ایسی آوازیں سن رہا ہے لیکن وہاں سب کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔ جو جینا کی برائی کر رہا تھا۔ وہ اپنے اندر اس کی آواز سن رہا تھا۔

انسپکٹر ٹھاکرے نے حیرانی اور پریشانی سے کہا "تعجب ہے کہ سچ مچ آپ لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہو چکا ہے؟"

"ہم کوئی مذاق نہیں کر رہے ہیں۔ تم پھر آزما کر دیکھ سکتے ہو۔ جب تک اس کی برائی نہیں کرو گے اور اس کے خلاف بولو نہیں کہو گے۔ تمہیں کچھ محسوس نہیں ہوگا۔ جیسے ہی بولو گے تمہیں اپنے اندر اس کی آواز سنائی دے گی۔ بالکل ایسے جیسے وہ ہمیں وارننگ دے رہی ہو۔"

ٹھاکرے نے کہا "میں نہیں مانتا۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے اتفاق سے میں نے اس کی آواز سنی ہو؟ یا مجھے اس کے سننے کا دھوکا ہوا ہو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسے اپنے اندر ساگن دیوی کی آواز سنائی دی "دھوکا۔ دھوکا۔ تو نے قانون کو دھوکا دیا ہے۔ تیرا فرض تھا کہ تو قاتل کو گرفتار کرتا۔ تو نے اسے بھگا دیا ہے۔ اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔ تیرا کیا بنے گا ٹھاکرے؟ اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔"

انسپکٹر ٹھاکرے چکرا کر گرتے گرتے کرسی پر بیٹھ گیا۔ بوکھلا کر کہنے لگا "وہ بول رہی ہے۔ دیوی جی میرے اندر بول رہی ہے۔ وہ مجھے وارننگ دے رہی ہیں۔"

وہ سب حیرانی و پریشانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ یقین کر رہے تھے کہ اس کے اندر ایسا ہو رہا ہوگا۔ وہ اس سے پوچھنے لگے "دیوی جی! کیا کہہ رہی ہیں۔ تم اتنا پریشان کیوں ہو گئے ہو؟ پولیس والے ہو کر گھبرا رہے ہو؟"

وہ سہمے ہوئے انداز میں بولا "آپ لوگوں کے ساتھ ایسا ہوگا تو آپ بھی گھبرائیں گے۔ کیا پہلے کبھی آپ نے اپنے اندر کسی کی آواز سنی ہے؟ کیا کسی نے آپ کے اندر آکر وارننگ دی تھی! وہ صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ مجھے دھیرج کو گرفتار کرنا چاہیے تھا لیکن میں نے اسے بھگا دیا ہے۔ اب میرا کیا بنے گا؟ یہ اس کے الفاظ ہیں جو میں نے صاف صاف اپنے اندر سنے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

دیو راج پٹیل نے کہا "تمہارے آگے دو ہی راستے ہیں یا تو جاہل جنتا کی طرح اس کے عقیدت مند بن جاؤ۔ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر اس کے چرنوں میں گر پڑو یا پھر عقل سے سوچو۔ یہ اس کی شعبدہ بازی ہو سکتی ہے۔ کوئی جادوئی ہتھکنڈہ ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اس سے ڈر گئے تو سمجھو مر گئے۔"

مراری نے کہا "ٹھاکرے تم پولیس والے ہو۔ پتھر دل ہو۔ پتھر بن کر رہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آگے کیا ہوتا ہے؟ وہ صرف وارننگ دے رہی ہے یا ہمارے خلاف کچھ کرنا بھی چاہ رہی ہے۔"

بھنڈاری نے کہا "اس سے پہلے کہ وہ ہمارے خلاف کچھ کرے۔ اسے ختم کر دینا چاہیے۔ پہلا حملہ ناکام ہوا تھا۔ دوسرا ناکام نہیں ہونا چاہیے۔"

پٹیل نے کہا "ابھی رات کے گیارہ بجے ہیں۔ صبح تک اسے ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جانا چاہیے۔"

ٹھاکرے نے کہا "ابھی میں ریسٹ ہاؤس جاؤں گا۔ دیکھوں گا کہ وہ کیا کر رہی ہے؟ اگر اس سے آمنا سامنا ہوگا۔ تو یہ بھی سمجھنا چاہوں گا کہ وہ میرے خلاف کچھ کرنا چاہتی ہے یا بولنا چاہتی ہے۔ اگر اس کی طرف سے خاموشی رہے گی تو پھر سمجھ لوں گا کہ ابھی جو کچھ ہو رہا ہے وہ میرے اندر کا ڈر ہے اور اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔"

دیو راج پٹیل نے کہا "اور جب دل سے ڈر نکل جائے تو تم ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے اور اس کے ساتھی کو گولی مار دو گے۔"

ٹھاکرے نے پریشان ہو کر کہا "یہ آپ کیا کہہ رہے

ہیں۔ ایسا کرنے سے ازتھ ہوجائے گا۔ اگر وہ سچ مچ کی دیوی ہے تو مجھ پر عذاب نازل ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو میں اس کے اور اس کے ساتھی کے قتل کے الزام میں پکڑا جاؤں گا۔"

"کوئی چشم دید گواہ نہیں ہوگا۔ اس ریسٹ ہاؤس میں ایک باورچی اور ایک ملازم ہے۔ میں ان دونوں کو اچھی خاصی رقم لے کر خرید لوں گا۔ اگر وہ بکنا نہیں چاہیں گے۔ تو انہیں بھی ختم کردیا جائے گا۔ ہمیں ہر حال میں اسے ختم کرنا ہی ہوگا۔ وہ دیوی بن کر میرا سیاسی کیریئر تباہ کرنے آئی ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ میرے تمام منصوبے خاک میں ملائے۔ میں اسے خاک میں ملا دینا چاہتا ہوں۔ بولو اسے اور اس کے ساتھی کو ختم کرنے کے لیے کتنی رقم لوگے میں ابھی چیک لکھ کردیتا ہوں۔"

ٹھاکرے نے آس پاس بیٹھے افراد کو دیکھا۔ ان میں سے ایک نے کہا "ٹھاکرے! ہم سے کیا پردہ ہے۔ پٹیل صاحب سے تولین وین سب ہی کا رہتا ہے۔ تم بتاؤ کتنی رقم لو گے؟"

وہ بولا "میں دونوں کو ختم کرنے کے ایک ایک لاکھ روپے لوں گا مگر یہ دو لاکھ روپے نقد لوں گا۔ چیک لینے سے پکڑا جاؤں گا۔"

دیوراج پٹیل نے تائید میں سرہلا کر کہا "میں بھی چیک دوں گا تو کبھی محاسبہ ہوسکتا ہے کہ میں نے تمہیں دو لاکھ کا چیک کیوں دیا تھا۔ کل صبح بینک کھلنے کے بعد تمہیں دو لاکھ روپے کیش دیئے جائیں گے۔ شرط یہی ہے کہ تم صبح سے پہلے ان کی موت کی خوش خبری سناؤ گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا "میں صبح سے پہلے ضرور خوش خبری سناؤں گا۔"

وہ ان سب کو پرنام کرکے چلا گیا۔ کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر جینا سے کہا "ایک قاتل ہماری طرف آرہا ہے۔"

اس نے پریشان ہوکر اسے دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولا "فکر نہ کرو۔ اس بار ہم اپنے دشمن کو جان سے نہیں ماریں گے یا تو اسے خود ہی مرنے پر مجبور کردیں گے یا وہ سب تمہارے قدموں میں گر کر اپنے سنگین جرائم کا اقرار کرتے ہوئے خود کو قانون کے حوالے کریں گے۔ یہاں ایسے ایسے تماشے ہوں گے جنہیں دیکھ کر ہندو مسلمان سب ہی عبرت حاصل کریں گے اور آئندہ دنگے فسادات سے باز آجائیں گے۔"

○*○

اعلیٰ بی بی دہلی میں میرے ساتھ تھی۔ جس طرح کبریا ممبئی میں حمزہ خان کے نام سے رہنے لگا تھا اور یہ [illegible] کرچکا تھا کہ وہ جرمنی کی ایک دوا ساز کمپنی کا شیئر ہولڈر [illegible] اور ممبئی کا بہت بڑا بزنس مین ہے۔ اسی طرح ہم [illegible] بھی یہاں دہلی میں اچھی طرح قدم جما چکے تھے۔

شانتا بائی ایک بہت ہی امیر کبیر عورت تھی۔ [illegible] مرنے کے بعد اسے پانچ سو کروڑ روپے کی دولت اور جائداد [illegible] ملی تھی۔ اس کا باپ بہت بڑا سرجن تھا۔ ایک بہت بڑے اور مشہور اسپتال کا مالک تھا۔ اس اسپتال کا نام اس نے اپنی [illegible] شانتا کے نام پر رکھا تھا۔ اب سے سترہ برس پہلے شانتا تعلیم کے سلسلے میں لندن چلی گئی تھی۔ وہاں اسے ایک نوجوان انگریز سے محبت ہوگئی تھی۔ اس کے ساتھ دن رات گزارتی رہی تھی۔ نتیجے کے طور پر اس کے پاؤں بھاری ہوگئے اور وہ پریشان ہوگئی۔ اس نے اپنے عاشق سے کہا "میں بدنام ہوجاؤں گی۔ مجھ سے فوراً شادی کرلو۔"

اس عاشق نے کہا "تم جانتی ہو۔ میرا تعلق شاہی خاندان سے ہے۔ میں کسی بھی دوسرے خاندان اور دوسرے ملک کی لڑکی سے شادی نہیں کرسکتا۔ اگر کروں گا تو لاکھوں پونڈز کی دولت اور جائداد سے محروم ہوجاؤں گا۔"

شانتا بائی نے پوچھا "کیا تم مجھے بدنام ہونے کے لیے چھوڑو گے؟"

"میں ایسا بھی ہرجائی نہیں ہوں۔ تم سے ساری زندگی محبت کرتا رہوں گا اور تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔ تم کو بدنام نہیں ہونے دوں گا۔"

"میں تو بدنام ہونے والی ہوں۔ اب تو اتنے دن گزر چکے ہیں کہ بچے کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اسے تو پیدا کرنا ہی ہوگا۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ اسے پیدا ہونے دو۔ جب تک لندن میں ہو اور تعلیم حاصل کررہی ہو۔ رازداری سے اس کی پرورش کرو۔ میں اس کے لیے باقاعدہ گورنس وغیرہ کا انتظام کروں گا۔ اس کی تعلیم و تربیت میں کسی بھی طرح کی کمی نہیں ہوگی۔ تم اسے یہاں چھوڑ کر جاؤ گی۔ تب بھی میں اس کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ جب ہماری یہ اولاد تعلیم حاصل کرکے جوان ہوگی تو تم اس پر فخر کروگی۔"

اس نے ایک بیٹی کو جنم دیا۔ تقریباً تین برس تک اسے دودھ پلاتی رہی۔ اس پر اپنی ممتا نچھاور کرتی رہی پھر اس کی تعلیم مکمل ہوگئی۔ ایسے ہی وقت اس کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ ماں تو برسوں پہلے ہی مرچکی تھی۔ اب اپنے باپ کی جائداد و دولت کو سنبھالنے کے لیے اس کا ہندوستان جانا

ضروری ہوگیا تھا۔

اس کے محبوب جارج اینڈرسن نے کہا "تمہیں تو تنہا جانا ہوگا۔ بچی کو ساتھ نہیں لے جاسکو گی۔ کیونکہ وہاں کنواری کہلاتی ہو۔"

وہ پریشان ہوکر بولی۔ "یہی تو مجبوری ہے کہ میں اپنی بچی کے بغیر کیسے رہوں گی؟ اور یہ میرے بغیر کیسے رہے گی؟"

اینڈرسن نے کہا "اس کی فکر نہ کرو۔ میں اسے ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دوں گا اور ہم نے جو گورنس رکھی ہے۔ وہ بہت فرض شناس ہے۔ وہ پوری ذمہ داری کے ساتھ بچی کی پرورش کرتی رہے گی۔"

وہ مجبور ہوکر اپنی بیٹی نیسا کو لندن میں چھوڑ کر ہندوستان آگئی۔ وہاں اس نے اپنے باپ کی تمام دولت اور جائداد کو پہلے اپنے نام کرایا پھر پوری طرح خود مختار ہونے کے بعد اپنے خاندان میں اعلان کیا کہ وہ لندن میں شادی کرچکی ہے اور اس کی ایک بیٹی بھی ہے۔

اس بات پر اس کے خلاف کئی باتیں ہوئیں لیکن منہ پر کسی کو کہنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ بے انتہا دولت مند تھی۔ کوئی اس پر کیچڑ نہیں اچھال سکتا تھا۔ وہ چھ ماہ بعد یہ کہہ کر لندن گئی کہ اب اپنے شوہر اور اپنی بیٹی نیسا کے ساتھ واپس آئے گی۔

لندن میں اسے اپنی بیٹی نیسا مل گئی لیکن شوہر نہیں مل سکتا تھا کیونکہ اس نے شادی نہیں کی اور نہ ہی جارج اینڈرسن اسے بیوی کی حیثیت سے اپنی سوسائٹی میں پیش کرسکتا تھا۔

اس نے کہا "سوری شانتا! میں نہ تم سے شادی کرسکتا ہوں اور نہ ہی تمہارے ساتھ ہندوستان جاسکتا ہوں۔ تمہیں کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ ہوسکے تو کسی اچھے ہندوستانی سے شادی کرلو۔"

وہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی ایک ہی تلخ تجربہ کافی تھا۔ وہ بیٹی کو لے کر جب ہندوستان پہنچی تو سفید ساڑھی پہنے ہوئے تھی اور مانگ میں سندور نہیں تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کے پتی کا دیہانت ہوچکا ہے اور اب وہ ودھوا ہوچکی ہے۔

کئی رشتے داریہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ ان کے جوان بیٹے یا جوان بھائی یہ امید کرنے لگے تھے کہ وہ ودھوا ہونے کے بعد ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ضرور شادی کرے گی۔

کتنے ہی نوجوان اور ادھیڑ عمر کے لوگ اس پر ڈورے ڈالتے رہے اور ناکام ہوکر اس کے خلاف سازشیں بھی کرتے رہے لیکن وہ اپنی بات پر اڑی رہی۔ ودھوا رہ کر ہی زندگی گزار سکتی تھی۔ اس نے کسی سے شادی نہیں کی۔ بیٹی جب چھ برس کی ہوئی تو وہ اسے لندن لے گئی۔ وہیں اس کی رہائش اور تعلیم کا انتظام کیا۔ اسے لندن میں ہی رہنے دیا اور خود ہندوستان آکر اپنے باپ کے اس مشہور اور معروف اسپتال کے معاملات کو سنبھالتی رہی۔ اس اسپتال کی نیک نامی کے باعث اسے بھی نیک نامی ملتی رہی اور وہ دولت کماتی رہی۔

اس کی بیٹی نیسا برس دو برس بعد چند دنوں کے لیے ہندوستان آتی تھی۔ ماں سے ملتی تھی۔ رشتے داروں سے ملاقات کرتی تھی پھر واپس چلی جاتی تھی۔ اب رشتے داروں کو یہ امید بندھی تھی کہ ماں نے شادی نہ کی نہ سہی اب بیٹی چھ سات برسوں میں جوان ہونے والی ہے۔ ان کی اولادیں بھی جوان ہوچکی ہیں۔ ان سے نیسا کی شادی ہوسکتی ہے۔

جب نیسا دس برس کی ہوئی تو تمام رشتے دار مایوس ہوگئے۔ کیونکہ وہ لندن چھوڑ کر نیویارک چلی گئی تھی پھر ہندوستان واپس نہیں آئی۔

میں شانتا بائی اور اس کی بیٹی نیسا کی یہ مختصر روداد اس لیے پیش کررہا ہوں کہ اب شانتا بائی سے میرا اور اعلیٰ بی بی کا گہرا تعلق ہوچکا ہے جب اس کی بیٹی نیسا سولہ برس کی ہوئی تو اسے اطلاع ملی کہ وہ سخت بیمار ہے۔ وہ بیٹی کو دیکھنے کے لیے نیویارک گئی۔ بیٹی اسپتال میں تھی ماں کے پہنچنے کے دوسرے دن ہی اس کا انتقال ہوگیا۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسی جوان بیٹی دیکھتے ہی دیکھتے اچانک موت کے منہ میں چلی جائے گی۔ وہ کچھ روز نیویارک میں رہ کر بیٹی کی ابدی جدائی کا ماتم کرتی رہی پھر ہندوستان واپس آگئی۔ جب وہ دہلی کے ائرپورٹ پر پہنچی تو میں وہاں موجود تھا۔

ایسے وقت کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ وہ اپنا سامان ٹرالی میں رکھ کر باہر آرہی تھی۔ تب ہی مجھ سے سامنا ہوگیا۔ اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ وہ ساڑی کے آنچل سے آنکھیں پونچھ رہی تھی۔ اس کے آنسوؤں نے مجھے متاثر کیا۔ میں نے سوچا پتا نہیں اس پر کیا مصیبت آپڑی ہے۔ یہ کیوں رو رہی ہے؟

میں نے آگے بڑھ کر اس کی ٹرالی کو تھام کر کہا "کیا میں تمہاری کوئی مدد کرسکتا ہوں؟"

وہ بولی "نہیں شکریہ میں یہ ٹرالی اپنی کار تک لے جاسکتی

ہوں۔"

میں نے اس کی ٹرالی پکڑ کر اسے دھکیلتے ہوئے کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھو۔ تمہیں کیا دکھ ہے؟ مجھے بتاؤ۔"

وہ پھر آنسو پونچھتے ہوئے بولی "کچھ نہیں۔"

میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ تب پتا چلا کہ سولہ برس کی جوان بیٹی مرچکی ہے۔ اس کا صدمہ برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ میں نے آدھے منٹ میں ہی اس کے مختصر سے اہم حالات پڑھ لیے اور اسی وقت فیصلہ کرلیا کہ میں اس کے آنسو کس طرح پونچھ سکتا ہوں۔ اور اپنا کام بھی کس طرح نکال سکتا ہوں۔

پارکنگ ایریا میں اس کی کار نہیں تھی۔ اس نے کہا "میں نے فون پر کہا تھا کہ میری کار لائی جائے پتا نہیں کیا بات ہوگئی؟"

"کوئی بات نہیں میرے پاس کرائے کی کار ہے۔ میں آپ کو ابھی آپ کی مطلوبہ جگہ پہنچادوں گا۔"

میں نے اس کا سامان اپنی کار کی ڈگی میں رکھا۔ وہ میرے ساتھ بیٹھ گئی پھر میں نے کار میں اپنے ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔

اس نے میرے پاس آکر پوچھا "یس پاپا! کیا بات ہے؟"

"میرے ساتھ ایک خاتون بیٹھی ہوئی ہیں۔ ان کے دماغ پر قبضہ جماؤ۔ انہیں معلوم نہ ہو کہ میں انہیں کہاں لے جارہا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ میں نے اس سے کہا "میں اسے اپنے ہوٹل کے کمرے میں لے جارہا ہوں۔ اس پر مختصر سا تنویمی عمل کروں گا۔ تم اپنا سامان لے کر میرے کمرے میں آجاؤ پھر میں اپنا منصوبہ بتاتا ہوں کہ آئندہ ہمیں یہاں چھپ کر رہنے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟"

اعلیٰ بی بی مدراس کے علاقے میں تھی۔ ادھر سے ادھر بھٹک رہی تھی۔ میرا بھی کوئی مستقل ٹھکانا نہیں تھا۔ میں انڈین پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو دھوکا دیتا رہتا تھا اور چھپ کر رہنے کی کوششیں کرتا رہتا تھا۔ ہمارے مقابلے میں کبریا بڑی کامیابی سے چھپا ہوا تھا۔ کوئی اس پر کبھی شبہ نہیں کرسکتا تھا۔

شانتا بائی عجائب دماغ رہی۔ اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق میرے ساتھ ہوٹل میں آئی پھر وہاں سے چلتی ہوئی میرے کمرے میں پہنچ گئی۔ میں نے اسے کہا "آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ بستر پر لیٹ گئی۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے سلایا پھر اس پر مختصر سا تنویمی عمل کرنے لگا۔

میں نے اس کے ذہن پر یہ نقش کیا کہ اس کی بیٹی نیہا زندہ ہے۔ اسے کسی طرح کا بھی صدمہ نہیں پہنچا ہے۔ وہ بیمار تھی صحت یاب ہوچکی ہے اور اب اس کے ساتھ نیویارک سے ہندوستان واپس آئی ہے۔

میں نے دوسری بات یہ اس کے اندر نقش کی کہ اس کا ایک منہ بولا بھائی ہے۔ اس کا نام دھرم ویر ہے۔ وہ پہلے لندن میں اور پھر نیویارک میں اس کی بیٹی نیہا کا سرپرست بن کر رہتا تھا۔ اب وہ بھی نیویارک چھوڑ کر نیہا کے ساتھ ہندوستان میں رہنے کے لیے آیا ہے اور یہاں رہ کر شانتا بائی کا کاروبار سنبھالے گا اور اس کے اسپتال کے معاملات کی نگرانی کرتا رہے گا۔

میں نے ایسی چند اہم باتیں اس کے ذہن میں نقش کیں پھر اسے چار گھنٹوں تک تنویمی نیند سونے کی ہدایت کی۔ وہ سوتی رہی۔ اعلیٰ بی بی میرے کمرے میں آگئی۔ شانتا بائی نیویارک سے اپنی بیٹی نیہا کی تمام تصاویر، پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات لے کر آئی تھی۔ میں نے وہ تمام چیزیں اعلیٰ بی بی کو دکھاتے ہوئے کہا "اپنی تصویریں یہاں پاسپورٹ اور ویزا میں نیہا کی جگہ لگادو۔ میں اس پر ٹھپا لگواؤں گا کہ تم اپنی ماں اور اپنے سرپرست دھرم ویر کے ساتھ یہاں آئی ہو۔"

مجھے بھی دھرم ویر کی حیثیت سے خود کو یہاں ثابت کرنا تھا۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور متعلقہ افسران کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ اپنے لیے پاسپورٹ اور ویزا تیار کروانے لگا۔ میرے چہرے پر ہلکی سی داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ میں نے ان کا صفایا کیا۔ چہرے کی بناوٹ میں ہلکی سی تبدیلی کی۔ اس کے مطابق انسٹینٹ کیمرے سے فوراً اپنی تصویر اتاری پھر وہ تصویریں لے کر متعلقہ افسران کے دفتر میں پہنچ گیا۔ وہاں وہ تصویریں ایک اعلیٰ افسر کو دے کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے صرف آدھے گھنٹے کے اندر میرا پاسپورٹ تیار کیا پھر میں نے سفارت خانے کے ایک افسر کے پاس پہنچ کر اپنا ویزا تیار کروایا۔

نیہا کے پاسپورٹ اور ویزا میں اس کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ ان کی جگہ اعلیٰ بی بی نے اپنی تصویریں لگادیں۔ میں نے امیگریشن آفس کے دفتر میں جاکر ان پاسپورٹ اور ویزا پر ٹھپا لگوایا۔ اس طرح اب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ نیہا

ہے اور اپنی ماں کے ساتھ نیویارک سے دہلی آئی ہوئی ہے۔

نیہا اس سے پہلے دس برس کی عمر میں ہندوستان آئی تھی۔ اس کے بعد پھر اسے کسی رشتے دار نے نہیں دیکھا تھا۔ صرف ماں اسے دیکھتی رہی تھی۔ ان چھ برسوں میں وہ جوان ہوگئی تھی۔ اس کے قد اور چہرے کی ساخت میں کافی حد تک تبدیلی آئی تھی۔ اعلیٰ بی بی سترہ برس کی تھی۔ کوئی اس پر شبہ نہیں کرسکتا تھا۔ سب ہی اسے نیہا تسلیم کرنے والے تھے۔

جب تک شانتا بائی تنویمی نیند سوتی رہی۔ میں بہت مصروف رہا۔ اسی دوران اعلیٰ بی بی شانتا بائی کے خیالات پڑھ کر... اس کے تمام گھریلو اور کاروباری معاملات کو اچھی طرح سمجھتی رہی۔ آئندہ ہم باپ بیٹی کو شانتا بائی کے بہت سے رشتے داروں کے دماغوں میں پہنچنا تھا اور یہ معلوم کرنا تھا کہ ان میں سے کتنے افراد منہ کے میٹھے اور دل کے کڑوے ہیں اور درپردہ شانتا بائی سے دشمنی رکھتے ہیں۔ آئندہ ہم سے بھی دشمنی کرسکتے ہیں۔

شانتا بائی تنویمی نیند پوری کرکے بیدار ہوگئی۔ آنکھیں کھول کر پہلے تو بستر پر پڑی رہی۔ سوچتی رہی کہ وہ کہاں ہے؟ میں نے اس کے اندر خیالات پیدا کیے کہ وہ اپنی بیٹی نیہا اور منہ بولے بھائی دھرم ویر کے ساتھ نیویارک سے دہلی پہنچی ہوئی ہے۔ ائرپورٹ پر طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ اس لیے اس کا بھائی دھرم ویر اس کو اور اس کی بیٹی کو ہوٹل لے آیا ہے۔

وہ بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں اعلیٰ بی بی کے ساتھ کمرے میں آیا تو اس نے میری مرضی کے مطابق اعلیٰ بی بی کو نیہا کی حیثیت سے پہچان لیا۔ بستر سے اتر کر دوڑتی ہوئی آکر اسے گلے لگالیا۔ وہ بھول گئی تھی کہ بیٹی مرچکی ہے۔ ٹیلی پیتھی کی جادوگری نے اس کی بیٹی کو پھر سے زندہ کردیا تھا۔ اب اس کے اندر کوئی صدمہ نہیں رہا تھا۔

میں نے اس کے اندر یہ خیالات پیدا کیے کہ نیویارک اور لندن میں دھرم ویر نامی ایک شخص تھا۔ جسے اس نے بھائی بنایا تھا۔ وہ اس کی بیٹی نیہا کی پرورش اور تعلیم کا ذمے دار تھا اور اس کا سرپرست بن کر رہتا تھا۔ وہی دھرم ویر اس کے قریب کھڑا ہوا ہے۔

وہ اعلیٰ بی بی کو گلے لگائے کھڑی ہوئی تھی۔ اسے چوم رہی تھی پھر اس نے مجھے کہا "بھائی! میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ آپ نے میری بیٹی کو باپ اور ماموں سے زیادہ پیار دیا ہے۔"

میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "تم میری چھوٹی بہن ہو۔ کیوں غیروں جیسی باتیں کررہی ہو' کیا اب اپنے رشتے داروں میں جاکر بھی ایسی باتیں کروگی؟"

"نہیں آپ میرے سگوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔ میں سب کو یہی بتاؤں گی کہ آپ میرے لیے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ آپ آج بھی نیہا کے سرپرست ہیں۔ میرے پاس بھی اس کے سرپرست بن کر رہا کریں گے۔"

میں نے اس ہوٹل اور رینٹڈ کار کا بل ادا کیا پھر شانتا اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ائرپورٹ آیا۔ وہاں اس ٹیکسی کو چھوڑ کر دوسری ٹیکسی میں بیٹھ کر شانتا بائی کے شان دار بنگلے میں پہنچا۔ وہاں خبر ہوئی کہ شانتا آئی ہوئی ہے تو تمام رشتے دار باہر چلے آئے۔ وہ حیرانی سے پوچھ رہے تھے کہ شانتا بائی اب تک کہاں رہ گئی تھی؟ جہاز تو پانچ گھنٹے پہلے آگیا تھا۔

شانتا بائی نے ناراضگی سے کہا "میں نے فون پر اطلاع دی تھی کہ ائرپورٹ پہنچ رہی ہوں۔ میری کار لائی جائے۔ وہاں نہ تو کار تھی نہ ہی کوئی مجھے لینے آیا تھا۔"

ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا "بیٹی! ہم ائرپورٹ آرہے تھے۔ اچانک کار میں خرابی پیدا ہوگئی۔ ہمیں وہاں پہنچنے میں دیر ہوگئی۔ جب کار کی خرابی دور کرکے ائرپورٹ پہنچے تو وہاں تم نظر نہیں آئیں پھر انڈین ائرلائن کے کاؤنٹر سے معلوم کیا تو پتا چلا کہ تم اس فلائٹ سے آچکی ہو۔ ہم نے سمجھ لیا کہ تم ٹیکسی میں بیٹھ کر یہاں آگئی ہوگی لیکن یہاں بھی آکر ہم پریشان ہوتے رہے۔ آخر تم کہاں چلی گئی تھیں؟"

وہ سب اندر آئے۔ شانتا بائی نے کہا "یہ میرے بھائیوں سے بڑھ کر ہیں۔ ان کا نام دھرم ویر ہے۔ میں ان کے ساتھ ایک ضروری کام سے کہیں گئی ہوئی تھی۔ اس لیے مجھے یہاں آنے میں دیر ہوگئی۔"

تمام رشتے دار عورتیں اور مرد اعلیٰ بی بی سے مل رہے تھے۔ خوشی کا اظہار کررہے تھے اور ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنی محبتیں جتا رہے تھے۔ ان کی محبتوں میں کتنی سچائی تھی۔ میں ان کے سچ اور جھوٹ کو رفتہ رفتہ بیان کرتا رہوں گا۔

میں نے اور اعلیٰ بی بی نے وہاں پہنچتے ہی ایک ایک کے خیالات پڑھنے شروع کردیئے تھے۔ ان سے مل جل رہے تھے۔ ان کی خوشی کے جواب میں خوشی کا اظہار کررہے تھے مگر اندر سے ان کے چور ارادوں کو بھی سمجھتے جارہے تھے۔

رات کے کھانے کا وقت ہوچکا تھا۔ میز پر کھانا لگایا جارہا

تھا۔ ایک بڑی سی لابی ڈائننگ ٹیبل کے اطراف تقریباً ایک درجن رشتے دار بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب ہی قریبی اور اہم رشتے دار تھے۔ شانتا بائی انہیں زیادہ منہ نہیں لگاتی تھی۔ چونکہ نیویارک سے بیٹی کو لے کر آئی تھی۔ لہٰذا اس کے استقبال کے لیے وہ سب وہاں جمع ہوگئے تھے۔

ان میں سے جو سب سے بوڑھا اور ان کا بزرگ تھا۔ وہ شانتا بائی کا چچا تھا۔ اس کے مرحوم باپ کا بھائی تھا۔ بھائی کی موت کے بعد اس نے حتی الامکان کوشش کی تھی کہ اس کی دولت اور جائداد پر قبضہ جما سکے لیکن شانتا بائی مقدمہ جیت گئی تھی۔ ان کے درمیان ہمیشہ کشیدگی رہی تھی پھر اس کے چچا امیش بھاسکر نے صلح کرلی تھی۔ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا تھا "بیٹی! میں بڑا ہو کر تم سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھ سے بھول ہوگئی۔ آئندہ میں تمہیں اپنی بیٹی سے بڑھ کر چاہوں گا۔ میں تمہیں باپ سے بڑھ کر پیار دوں گا۔"

رشتے داروں کے درمیان بدترین دشمنی بھی ہوتی ہے پھر صلح صفائی بھی ہو جاتی ہے۔ شانتا بائی نے ماضی کی دشمنیوں کو درگزر کیا تھا لیکن ان سے ذرا دور دور رہتی تھی۔ اپنے کاروباری معاملات میں مداخلت کرنے نہیں دیتی تھی۔ ویسے ایک دوسرے کے گھر آنا جانا رہتا تھا۔ سازش کرنے والوں کے لیے اتنے تعلقات بھی بہت اہم ہوتے ہیں۔ وہ میٹھی چھری بن کر بہت کچھ کر گزرتے ہیں۔

اس وقت میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا۔ شانتا بائی کا چچا امیش بھاسکر یہ پلاننگ کرچکا تھا کہ شانتا کو تو کبھی شیشے میں نہ اتار سکا۔ نہ ہی اس سے مقدمہ جیت سکا مگر اب اس کی بیٹی نیما جوان ہوگئی ہے۔ اگر اس کے سر پر ماں کا سایہ نہیں رہے گا۔ تو وہ خاندان میں بزرگ ہونے کی حیثیت سے نیما کا سرپرست بن جائے گا۔

اس خیال سے اس نے منصوبہ بنایا تھا کہ شانتا کو کھانے پینے کی چیزوں میں زہر دیا کرے۔ تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو۔ شانتا کے بنگلے میں اس کا باورچی بہت وفادار تھا۔ امیش بھاسکر نے سمجھ لیا تھا کہ اسے لاکھوں روپے دیئے جائیں تب بھی وہ اپنی مالکن کو زہر کبھی نہیں کھلائے گا۔ لہٰذا اس نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی بندیا کے ذریعے شانتا کے کھانے میں تھوڑا سا زہر ملا دیا تھا۔

اس زہر کی تاثیر یہ تھی کہ وہ فوراً اثر نہیں کرتا تھا۔ ڈیڑھ دو ہفتے میں آہستہ آہستہ اثر کرتا رہتا تھا۔ شانتا چونکہ پرہیزی کھانا کھاتی تھی۔ اس لیے اس کا کھانا بالکل الگ تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا تھا "ہم وہاں رہ کر اس طرح خیال خوانی کریں گے کہ کبھی کسی کو ہم پر شبہ نہیں ہوگا۔ اب ہم شانتا کو زہریلا کھانا کھانے سے روکتے تو بعد میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ ہمیں کس طرح کسی کی سازش کا علم ہوگیا تھا؟"

کئی دشمن ہماری نظروں میں تھے۔ ان سے بعد میں بڑی سہولت سے نمٹ سکتے تھے۔ میں نے اچانک ہی شانتا کے دل میں درد کا احساس پیدا کیا۔ وہ تکلیف سے بے حال ہوگئی۔ ڈائننگ ٹیبل کے پاس آکر بیٹھتے ہی تکلیف کے باعث اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اعلیٰ بی بی نے اسے سہارا دے کر ایک صوفے پر بٹھایا۔ سب ہی اس کے آس پاس جمع ہوگئے۔ پوچھنے لگے کہ کیا ہوا؟

اعلیٰ بی بی نے کہا "ممی کو السر کی شکایت ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہی شدید درد پیدا ہوتا ہے۔"

ان رشتے داروں کے چھوٹے بچے بھی تھے۔ ایک بچی بلی سے کھیل رہی تھی۔ میں نے اس بچی کے دماغ میں پہنچ کر اسے بلی کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل کے قریب آنے پر مائل کیا۔ وہ بلی جب اس بچی کے ساتھ میز کے قریب آئی تو کھانے کو دیکھتے ہی بچی کی گود سے نکل کر میز پر آگئی۔

تمام دوست اور دشمن رشتے دار شانتا کے اطراف جمع ہو کر تشویش کا اظہار کررہے تھے۔ ان رشتے داروں میں ایک ڈاکٹر بھی تھا۔ وہ شانتا بائی کا معائنہ کررہا تھا۔ اعلیٰ بی بی اس ڈاکٹر کے اندر پہنچ کر اسے یہ سمجھنے پر مجبور کررہی تھی کہ واقعی اس کی ممی کو السر کی شکایت ہے اور اس وقت وہ شدید درد میں مبتلا ہے۔

ایسے ہی وقت بچی نے زور سے چیخ کر کہا "ڈیڈ! میری بلی۔ دیکھیں میری بلی کو کیا ہوگیا ہے؟"

سب نے پلٹ کر دیکھا تو وہ کھانوں کی ان پلیٹوں کی طرف تھی۔ جو شانتا بائی کے لیے رکھی گئی تھیں۔ بلی نے اس کھانے کو کھایا تھا اور وہیں میز پر ادھر سے ادھر تڑپ رہی تھی پھر وہ میز سے نیچے گر کر ایک دم سے ساکت ہوگئی۔

سب حیرانی اور پریشانی سے اس بلی کو دیکھنے لگے۔ شانتا بائی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اپنی تکلیف بھول گئی۔ رمیش بھاسکر اس ناکامی پر کچھ پریشان ہوگیا تھا۔ اس نے فوراً ہی اس باورچی کی گردن پکڑ کر اس کی پٹائی کرتے ہوئے پوچھا "تو نے میری بیٹی کے کھانے میں زہر ملایا تھا۔ کم بخت میری بیٹی تجھ پر اتنا بھروسا کرتی ہے اور تو اس کی جان لینا چاہتا تھا۔"

شانتا نے چیخ کر کہا "انکل! اسے چھوڑ دیں۔ اسے نہ ماریں۔"

اس نے ہاتھ روک لیے پھر کہا "بیٹی! اگر بلی یہ کھانا نہ

کھاتی تو ابھی ہم تمہیں مردہ دیکھتے اور تم کہہ رہی ہو کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ معاف کردیا جائے؟"

"میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ مہاراج میرا پرانا باورچی ہے۔ پتاجی کے زمانے سے ہمارا وفادار ہے۔ اس نے مجھے گود میں کھلایا ہے۔ میں اس کی بے عزتی برداشت نہیں کروں گی اور نہ ہی اس پر کبھی شبہ کروں گی۔"

شانتا بائی کی پھوپی نے کہا "بیٹی! اس پر شبہ نہیں ہے تو پھر کس پر ہے، کیا ہم میں سے کسی نے تمہیں زہر دینے کی کوشش کی تھی؟"

وہ سخت لہجے میں بولی "ہاں۔ یہی ہوسکتا ہے۔ میں کئی بار کہہ چکی ہوں کہ مجھ سے دور کی رشتے داری رکھو۔ میں نہیں جانتی کہ آپ لوگوں میں سے کون میرے لیے اچھا ہے اور کون برا ہے؟ اگر آپ سب چاہتے ہیں کہ آپ پر کوئی بھی الزام نہ آئے تو پھر ابھی معلوم کریں کہ مجھے اس کھانے میں کس نے زہر ملا کردیا ہے۔"

وہ سب ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس نے کہا "میں نہیں چاہتی کہ پولیس اور انٹیلی جنس والے آئیں۔ خوامخواہ میری سبکی ہوگی۔ شرم سے سر جھکے گا کہ میرے خاندان میں ایسے ذلیل اور کمینے قسم کے لوگ ہیں۔"

رمیش بھاسکر نے شانتا کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنی بیٹی سے کبھی دشمنی نہیں کرسکتا تھا۔ پہلے ہی اس سے اختلافات مول لے کر پچھتا رہا تھا۔ میں نے اس سے معافی بھی مانگی ہے۔ میری بیٹی کا دل بہت بڑا ہے۔ اس نے مجھے معاف کردیا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اب آپ ہمیں معاف کریں۔ میں صاف صاف کہتی ہوں کہ یہاں آپ لوگوں میں سے کسی کا وجود برداشت نہیں کروں گی۔ جتنی جلدی ہوسکے یہاں سے چلے جائیں۔ میں صرف انہیں یہاں آنے کی اجازت دیا کروں گی جو میری ماں سے دشمنی کرنے والے کو بے نقاب کرے گا۔"

میں نے کہا "میں نے نیما کی پرورش کی ہے اور شانتا نے مجھے یہ حق دیا ہے کہ میں اس کا رشتہ کہیں بھی طے کروں اچھے اور نیک نیت نوجوان سے اس کی شادی کروں گا اور میں دیکھنا چاہوں گا کہ یہاں کون سچا اور کھرا ہے اور کون جھوٹا اور مکار ہے۔"

شانتا بائی نے کہا "فی الحال تو آپ یہاں سے جائیں۔ میں ابھی کسی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتی۔"

وہ سب سر جھکا کر وہاں سے جانے لگے اور کہنے لگے "ہم دشمنی کرنے والے کو ضرور بے نقاب کریں گے۔" ہر ایک کا دعویٰ یہی تھا کہ اسے پتا ہے کہ کون زہر دینا چاہتا تھا۔ وہ ثبوت اور گواہوں کے ساتھ جلد ہی اسے بے نقاب کریں گے۔

وہ سب جارہے تھے۔ ہم نے اپنی حکمت عملی سے یہ پھوٹ پیدا کردی تھی۔ ان میں سے ہر نوجوان اور ان کے ماں باپ یہ ضرور چاہیں گے کہ ان کے بیٹے سے نیما کی شادی ہو۔ لہٰذا وہ ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی کرتے رہیں گے۔ ہمیں یہ اطمینان حاصل ہوا کہ شانتا فی الحال محفوظ رہے گی اور وہ آپس میں لڑتے رہیں گے اور ہم تماشائی بن کر انہیں دیکھتے رہیں گے۔

○*○

وہ جہاز اسپین کے شہر میڈرڈ کے ہوائی اڈے پر اتر گیا۔ ہم سب نے یہ طے کیا تھا کہ جب یہ جہاز اسپین پہنچ جائے گا۔ تب معلوم کیا جائے گا کہ یہ وہاں سے بیرس کی طرف جانے والا ہے یا اٹلی کے شہر روم کی طرف۔

وہ اپنے روٹ کے مطابق بیرس جانے والا تھا اور ہمیں عدنان کی خواہش کے مطابق توقع تھی کہ اس کا رخ بدل سکتا ہے۔ یہ روم کی طرف جاسکتا ہے لیکن کیسے؟

یہ ہم میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اس طیارے میں کوئی ہائی جیکر بھی نہیں تھا اور کوئی دشمن بھی خیال خوانی کے ذریعے پائلٹ وغیرہ کو ٹریپ نہیں کررہا تھا۔ یہ خیال بھی قائم کیا گیا تھا کہ جب وہ جہاز میڈرڈ سے پرواز کرتا ہوا بیرس کی طرف جائے گا تو اچانک موسم میں خرابی پیدا ہوجائے گی۔ قدرتی حالات پائلٹ کو مجبور کردیں گے کہ وہ رخ بدل کر اٹلی کی طرف چلا جائے۔

الپا اور عبداللہ خیال خوانی کے ذریعے عدنان اور سونیا کے پاس پہنچے ہوئے تھے۔ اگر کوئی پریشانی کی بات ہوتی یا کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آنے والا ہوتا تو مجھے اور اعلیٰ بی بی کو بھی وہاں بلا سکتے تھے۔

وہ دونوں پائلٹ کو پائلٹ اور ائر ہوسٹس وغیرہ کے دماغوں میں جارہے تھے۔ پائلٹ نے ہیڈ فون پہنا ہوا تھا اور اپنی سیٹ پر مستعد بیٹھا ہوا تھا۔ جہاز میڈرڈ سے پرواز کرچکا تھا۔ پائلٹ کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کا رخ بیرس کی طرف ہے۔ الپا نے بڑی دیر تک انتظار کیا اور سوچتی رہی کہ پائلٹ کنٹرول ٹاور والوں سے رابطہ کیوں نہیں کررہا ہے؟

اس نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے کنٹرول ٹاور والوں

سے کچھ تو بولنا چاہیے۔"

اس کی سوچ نے جواب دیا "ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں سیدھا اپنے رخ پر جارہا ہوں۔ کوئی گڑبڑ ہوگی۔ کسی رہنمائی کی ضرورت ہوگی۔ تب میں رابطہ کروں گا۔"

الپا قائل ہوگئی۔ اس نے سونیا کے پاس آکر کہا "جہاز میں ہر طرف خاموشی ہے سکون ہے۔ امن و امان ہے۔ حتیٰ کہ پائلٹ کا دماغ بھی خاموش ہے۔ اس کے دماغ میں نہ کوئی پرائی سوچ ہے۔ نہ اس کی اپنی سوچ سے پریشانی ظاہر ہورہی ہے۔ وہ یقین کے ساتھ سمجھ رہا ہے کہ جہاز صحیح روٹ پر جارہا ہے۔"

سونیا نے کہا "یہ اپنے صحیح روٹ پر جارہا ہے تو ٹھیک ہی ہے لیکن مجھے حیرانی ہے کہ میرے پوتے کی پیش گوئی غلط کیسے ثابت ہورہی ہے؟"

اس نے عدنان کی طرف دیکھا۔ وہ وڈیو گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔ الپا نے کہا "میں اور عبداللہ اس کے خیالات پڑھ رہے ہیں۔ اس کے ذہن میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ اسے روم پہنچنا ہے۔ یہ صرف کھیل میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اس وقت بالکل بچہ ہے۔"

جیک کلر اور مہا دھابی اتنی خاموشی سے اور رازداری سے چالیں چل رہے تھے کہ ہمیں کسی دشمن کے خیال خوانی کرنے کا شبہ نہیں ہورہا تھا۔ خود پائلٹ نہیں جانتا تھا کہ کسی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمار کھا ہے۔

اس وقت پائلٹ نے ہیڈ فون پہنا ہوا تھا۔ اس نے غائب دماغ رہ کر اس کے بٹن کو آف کردیا تھا۔ جس کی وجہ سے کنٹرول ٹاور والوں کی آوازیں اسے سنائی نہیں دے رہی تھیں اور وہ ضرورت محسوس نہیں کررہا تھا کہ کسی سے بات کرے۔ یہی بات الپا اور عبداللہ کو معلوم تھی۔ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ پائلٹ نے غائب دماغ رہ کر ہیڈ فون کو آف کر رکھا ہے۔

الپا اور عبداللہ چاہتے تو چلّی، میڈرڈ اور پیرس کے کنٹرول ٹاور والوں کے دماغوں میں جاکر بہت کچھ معلوم کرسکتے تھے۔ وہاں ہلچل پیدا ہوگئی تھی۔ جہاز اپنا روٹ بدل چکا تھا اور اب جہاز روم کی طرف جارہا تھا۔

الپا اور عبداللہ نہیں جانتے تھے کہ اندر ہی اندر کیا ہورہا ہے۔ کس طرح پائلٹ کو ٹریپ کیا گیا ہے۔ انہیں اگر ذرا بھی شبہ ہوتا تو وہ کنٹرول ٹاور والوں سے ضرور رابطہ کرتے۔ وہ تو یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ جہاز اپنے معمول کے مطابق اپنے روٹ پر جارہا ہے۔

جب وہ جہاز روم کے قریب پہنچنے لگا تو جیک کلر نے پائلٹ کو غائب دماغ بنا کر بٹن کو آن کرایا۔ تب ہیڈ فون سے کنٹرول ٹاور والوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں "سٹریٹ ایئر! تم نے ہیڈ فون کو کیوں بند کر رکھا ہے؟ ہم سے رابطہ کرو۔ ہیلو۔ ہیلو!"

پائلٹ ایک دم سے چونک گیا پھر بولا "میرا ہیڈ فون بند نہیں تھا۔ میں تو کب سے انتظار کررہا ہوں کہ مجھ سے رابطہ کیا جائے۔ میں نے بھی آپ لوگوں سے رابطہ کیا تھا لیکن مجھے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم یہاں سے بول رہے تھے اور تم ہماری آواز نہیں سن رہے تھے؟"

پائلٹ نے کہا "یہ اسی طرح ہورہا ہے کہ میں یہاں سے بول رہا تھا اور تم لوگ میری آواز نہیں سن رہے تھے۔"

اس سے پوچھا گیا "کیا تم جانتے ہو کہ تم روٹ بدل کر اٹلی کی طرف گئے ہو اور اس وقت روم کے قریب ہو۔ اس نے حیرانی اور پریشانی سے روٹ لائن کو دیکھا تو پتا چلا واقعی دوسرے روٹ پر چلا آیا ہے۔ اس نے پریشان ہوکر کہا "میں حیران ہوں ایسا کیسے ہوگیا؟ میں تو پیرس کی طرف جارہا تھا۔"

"بہرحال یہ تم سے بعد میں پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے، ابھی اسے پیرس کی طرف لے چلو۔"

وہ ڈیش بورڈ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "ایندھن کا کانٹا بتا رہا ہے کہ بہت کم ہے۔ میں یہاں سے پیرس تک جہاز کو نہیں لے جاسکوں گا۔ روم کے ائرپورٹ پر اترنا بہت ضروری ہے۔"

"ہم روم کے کنٹرول ٹاور والوں سے رابطہ کررہے ہیں۔ ان سے درخواست کررہے ہیں کہ جہاز کو اترنے کی اجازت دی جائے۔"

متعلقہ ممالک کے کئی کنٹرول ٹاورز سے وہاں کے عہدے دار ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ حیران و پریشان ہورہے تھے اور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ جہاز نے اپنا روٹ کیسے بدل لیا جبکہ وہاں کوئی ہائی جیکر نہیں ہے۔

الپا پائلٹ کے دماغ میں آئی تو حیران رہ گئی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ پتا نہیں اس کا ہیڈ فون کیسے بند ہوگیا تھا پھر آن ہونے کے بعد پتا چل رہا ہے کہ وہ روم کے قریب پہنچ گیا ہے اور اب اجازت ملنے پر وہاں کے ہوائی اڈے پر اترنے والا ہے۔

اس نے سونیا کے پاس آکر حیرانی سے کہا "ما! یہ تو کمال ہوگیا۔ عدنان کی پیش گوئی درست ہوگئی۔ ہم سمجھ بھی نہ سکے اور یہ جہاز روم پہنچ چکا ہے۔"

سونیا نے تعجب سے اپنے پوتے کو دیکھا۔ وہ اتنے اہم معاملات سے بے نیاز بڑے مزے سے وڈیو گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔ وہ غیر شعوری طور پر مطمئن تھا کہ اسے جہاں پہنچنا ہے وہاں پہنچ رہا ہے۔

الپا نے مجھے مخاطب کیا "پاپا! یہ تو کمال ہوگیا۔ عدنان کی پیش گوئی درست ہوگئی ہے۔ وہ جہاز روم کے ہوائی اڈے پر اترنے والا ہے۔"

میں نے پوچھا "یہ کیسے ہوگیا! کیا موسم کی خرابی کی وجہ سے یا درپردہ کسی نے ہائی جیک کیا ہے؟"

"ایسا ہی لگ رہا ہے۔ جیسے کوئی پائلٹ کے دماغ میں چھپا ہوا تھا اور اس نے اپنی موجودگی ہم پر ظاہر نہ ہونے دی۔"

میں نے پائلٹ کے دماغ میں آکر اس کے خیالات پڑھے۔ وہ بالکل معصوم تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے۔ اس کا ہیڈ فون بند رہا تھا اور اسے پتا بھی نہ چلا پھر اچانک ہی وہ ہیڈ فون آن ہوگیا تھا اور وہ کنٹرول ٹاور والوں کی آوازیں سننے لگا تھا۔

اس کے خیالات سے پتا چلا کہ کوئی اسے غائب دماغ بنا کر ایسا کرتا رہا ہے۔ میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا اور معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ اس کے دماغ میں کون چھپا ہوا ہے۔

لیکن وہ بہت شاطر تھا۔ چلی سے اب تک کئی گھنٹوں کے دوران میں اس نے خود کو ظاہر نہیں کیا تھا اور ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو دھوکا دیتا رہا تھا۔ اب بھی وہ خاموش تھا۔ اپنی موجودگی کو چھپا رہا تھا۔

میں نے عبداللہ سے کہا "تم اس پائلٹ کے اندر مسلسل رہو۔ کسی نہ کسی وقت تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس سے کچھ نہ کچھ ضرور بولے گا اور کسی وقت بھی اس کی مرضی کے خلاف اس سے کام کروائے گا۔"

سونیا اور اعلیٰ بی بی اندازے کرنے لگیں کہ وہ خیال خوانی کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔ کسے ایسی ضرورت پیش آئی تھی کہ وہ جہاز کو اغوا کرکے اٹلی کے اس شہر میں لے گیا ہے۔

ایک یہ بھی تشویش ناک خیال پیدا ہوا کہ دشمنوں کو

مسائل اور حل

آج کی دنیا کے مسائل سے گھبرا نہ جائیں
ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔ ہر مسئلے کا حل موجود ہے
ہمارے پاس ہر مسئلے کا حل موجود ہے
آج ہی ہمارے نمائندے سے رابطہ کریں

ایک بار آزمائش شرط ہے

قیمت 40 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

جہاز میں سونیا اور عدنان کی موجودگی کا پتا چل گیا ہوگا اور وہ بڑی رازداری سے انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا چاہتے ہیں۔

میں نے کہا "یقیناً دو میں سے کوئی ایک بات ضرور ہوگی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا سونیا اور عدنان کی موجودگی سے باخبر نہیں ہے۔ وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس جہاز کو اغوا کرکے روم تک لے آیا ہے یا پھر ہم سے کوئی دشمنی کررہا ہے اور وہ بڑی خاموشی سے سونیا اور عدنان کو اغوا کرنا چاہتا ہے لیکن یہ خیال کمزور ہے کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا موٹی عقل سے سوچ سکتا ہے کہ انہیں اغوا کرتے ہی ہمیں علم ہوجائے گا اور ہم اس کے راستے میں رکاوٹ بن جائیں گے۔"

الپا نے کہا "میں بھی یہی سمجھتی ہوں کہ جو بھی اس طیارے کو یہاں پہنچا رہا ہے۔ وہ مما اور عدنان کی موجودگی سے بے خبر ہے۔"

وہ جہاز رن وے پر اتر چکا تھا اور مسافروں کو اطلاع دی جارہی تھی کہ چند تکنیکی وجوہات کی بنا پر جہاز کو پیرس کے بجائے روم کے ائرپورٹ پر لایا گیا ہے۔ خواتین و حضرات سے گزارش ہے کہ وہ پریشان نہ ہوں۔ انہیں پیرس تک پہنچایا جائے گا۔

سونیا نے مجھ سے کہا "میں اپنے پوتے کی خواہش کے مطابق روم میں رہنا چاہتی ہوں۔ اگرچہ ہمیں قانوناً یہاں اترنے کی اجازت نہیں دی جائے گی لیکن تم کچھ کرو۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہمارا پوتا اس شہر میں رہے اور ہم دیکھیں کہ یہ اپنی ماں کو تلاش کرنے کے سلسلے میں کیا کرتا ہے۔ کہاں بھٹکنا چاہتا ہے' ہم اس کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔"

سونیا نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا "فرہاد! کیا یہ ممکن ہے کہ شیوانی زندہ ہو؟"

"تم کیسی باتیں کررہی ہو! زچگی کے بعد اس کی موت ہوئی تھی اور تم اسپتال میں موجود تھیں۔ تم نے اس کی لاش اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ اس کی تجہیز و تدفین بھی دیکھی ہے پھر بھی پوچھ رہی ہو۔"

"بے شک میرا سوال احمقانہ ہے لیکن میں اپنے پوتے کی پیش گوئی درست ہوتے دیکھ رہی ہوں۔ مجھے شیوانی زندہ دکھائی دے رہی ہے۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ بولی "کیوں ہنس رہے ہو' کیا میرا مذاق اڑا رہے ہو؟"

"یہ تو ہے ہی مذاق اڑانے کی بات کہ تمہارے جیسی ذہین عورت شیوانی کو زندہ دیکھ رہی ہے۔"

"میں اپنے پوتے کی آنکھ سے دیکھ رہی ہوں۔ اس کے یقین سے سمجھ رہی ہوں کہ شیوانی اس شہر کے کسی کھنڈر میں موجود ہے۔ اس نے اپنے بیٹے کو بلایا ہے۔ تو ہمیں بھی کہیں نہ کہیں ضرور دکھائی دے گی۔"

"سونیا! عقل سے پیدل نہ بنو۔ مرنے والے دنیا میں دوبارہ واپس نہیں آتے۔"

"ہوسکتا ہے۔ اسپتال میں شیوانی نے میرے سامنے دم نہ توڑا ہو۔ اس کی جگہ کوئی دوسری ہو۔ کوئی فریب نظر ہو۔ کسی طرح دھوکا کھایا ہو۔ وہ رہ گئی ہو۔ ہم نے کسی دوسری عورت کی تدفین کی ہو۔ جس طرح بنجامن کی بیوی ہمارے عدنان کو اپنا بیٹا سمجھ کر لے گئی تھی۔ دھوکا کھا رہی تھی۔ اسی طرح ہم بھی شیوانی کے بارے میں دھوکا کھا رہے ہوں۔"

"پوتے کی محبت میں تم نے عقل سے سوچنا چھوڑ دیا ہے۔ چلو کیا شرط لگاتی ہو اگر شیوانی زندہ نہ ہو ہمارا پوتا بھٹکتا ہی رہے اسے ماں نہ ملے۔ تو تم کیا ہارنا چاہو گی؟"

"اور اگر شیوانی زندہ ہو میرے پوتے کو اس کی ماں مل جائے تو تم کیا ہارنا چاہو گے؟"

"پہلے تم بولو۔"

"ہمارے پاس مال و زر کی کمی نہیں ہے۔ ہم روپے پیسے کی بازی نہیں لگا سکتے۔ ایسا کرتے ہیں' اگر میں ہار جاؤں گی تو تین دنوں تک تین راتوں تک تمہارے پاس رہوں گی اور ایک ایک لمحہ تمہاری خدمت میں گزاروں گی۔ تمہیں کھانا پکا کر دوں گی۔ تمہارے کپڑے دھویا کروں گی۔ بالکل خادمہ کی طرح زندگی گزاروں گی۔"

"چلو میں بھی یہی کہتا ہوں۔ اگر میں ہار جاؤں گا تو تمام دن رات خادم کی طرح تمہاری خدمت کروں گا اور اپنے ہاتھوں سے کھانا پکا کر کھلاؤں گا۔"

وہ بولی "یہی میری جیت ہوگی کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا بے تاج بادشاہ میری خدمت کرے گا۔"

پھر اس نے عدنان کے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "بیٹے تم بتاؤ تمہاری پیش گوئی درست ہوگی۔ جیت تمہارے دادا کی ہوگی یا میری؟"

اس نے سونیا کے ہاتھ پر ہاتھ مارا پھر کہا "ٹُو آر گوئنگ ٹُو وِن۔"

دونوں نے شرط باندھ لی۔ اگرچہ شرط مشکل یا ناقابلِ عمل نہیں تھی۔ یعنی آسان تھی۔ قابلِ عمل تھی۔ اگر سونیا ہار جاتی تو وہ تین دنوں تک دن رات میری خدمت کرتی۔ میرے لیے کھانا پکاتی۔ میرے کپڑے دھوتی اور ایسا تو عورتیں کرتی ہی ہیں۔ سونیا کے لیے یہ کچھ مشکل نہ تھا۔

لیکن ہمارے معاملات میں یہ بات ذرا مختلف تھی۔ کیونکہ ہم یہ گھر گرہستی والے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کے عادی نہیں تھے۔ زندگی کے عملی میدان میں اور دنیا کے ایک سرے سے آخری سرے تک دشمنوں سے اس طرح نمٹتے رہتے تھے کہ کبھی ہم کو اپنا ذاتی کام کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ ہمارے کھانے پینے کپڑے دھونے اور دوسرے ضروری کام کرنے کے لیے ملازم حاضر رہا کرتے تھے۔

اگر سونیا کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوتا کہ اسے خود اپنے ہاتھوں سے پکا کر اپنے شوہر اور بچوں کو کھلانا چاہیے تو وہ ایک وقت کھانا پکا کر اپنا یہ شوق پورا کرلیا کرتی تھی لیکن ایسا دو چار برسوں میں ہی ہوا کرتا تھا۔ ہمارے درمیان جو شرائط طے ہوئی تھیں' ان کے مطابق سونیا کو مسلسل تین دنوں تک پابند رہنا تھا اور ہانڈی چولھے میں گھسے رہنا تھا۔ یہ ایک طرح سے بہت ہی پیاری خوب صورت سی سزا تھی۔ جس کی وہ عادی نہیں تھی۔

اگر میں بازی ہار جاتا تو میرے لیے بھی اس شرط پر عمل کرنا ایک ذرا مشکل یوں بھی ہوتا کہ میں اپنے ہاتھوں سے کھانا پکانے کا عادی نہیں تھا۔ کبھی بہت ضرورت پیش آتی تو ایک وقت کا پکا کر کھا سکتا تھا لیکن یہاں تین دنوں تک سونیا کے احکامات کا پابند رہ کر مجھے کھانا پکانا پڑتا۔ وہ اس بات سے خوش تھی کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا بادشاہ اس کے لیے کھانا پکایا کرے گا۔

میں نے کہا "تم اپنی شرائط کو اپنے الفاظ میں دہراؤ۔ تاکہ بعد میں تم بات کو بدل نہ سکو۔"

"باتیں بدلنے کی عادت تمہاری ہے۔ میں جھوٹی فریبی نہیں ہوں۔ جو کہتی ہوں وہ کر دکھاتی ہوں۔"

"تم نے یہ کہا ہے کہ شیوانی زندہ ہے۔ وہ جو تمہارے سامنے مرچکی تھی' شیوانی نہیں تھی۔ ایک فریب تھا شاید شیوانی کے دھوکے میں کسی دوسری عورت کی تدفین ہوگئی۔"

"ہاں۔ یہ میرا اندازہ ہے کہ شیوانی زندہ ہے کیونکہ میرا پوتا بار بار اس کی آوازیں سن رہا ہے اور اس سے ملنے کے لیے یہاں آیا ہے۔"

"ایک مستحکم فقرے میں کہو کہ تم شیوانی کو زندہ سمجھتی ہو۔ جبکہ میں کہتا ہوں کہ وہ مرچکی ہے۔ کوئی دوسری شیوانی اس دنیا میں نہیں ہے۔ ہمارا پوتا دھوکا کھا رہا ہے اور اپنی ماں کے لیے بھٹک رہا ہے۔"

"اور میں کہتی ہوں کہ میرا پوتا کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا۔ جو بات بھی کرتا ہے وہی ہمارے سامنے آتی ہے۔"

"ہاں۔ تو پھر یقین سے کہو کہ تم شیوانی کو زندہ کہہ رہی ہو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "میں یقین سے کیسے کہہ سکتی ہوں؟"

"جب یقین سے نہیں کہہ سکتیں تو پھر شرط کس بات کی لگا رہی ہو؟"

"دیکھو۔ میں سمجھ رہی ہوں کہ میرے پوتے کے خیال کے مطابق وہ زندہ ہے۔ میں بھی اسے زندہ سمجھتی ہوں لیکن کوئی ایسی بات ہوسکتی ہے کہ وہ ہمیں نظر نہ آئے۔ صرف ہمارے پوتے کو نظر آتی رہے تو کیا تب بھی تم اسے زندہ تسلیم نہیں کرو گے؟"

"زندہ اسے تسلیم کیا جاتا ہے۔ جس کا کوئی وجود ہوتا ہے۔"

"اگر کوئی نادیدہ ہو۔ نظر نہ آتا ہو لیکن اس کی آواز سنائی دیتی ہو۔ وہ اپنی موجودگی کا ثبوت دے رہا ہو تو کیا تم اسے زندہ نہیں کہو گے؟"

"چلو میں اسے تسلیم کرلوں گا کہ وجود نہ ہونے کے باوجود وہ زندہ ہے لیکن شیوانی کی آواز ہمیں سنائی دینی چاہیے۔ وہ ہم سے گفتگو کرے گی۔ تب ہی ہم اسے زندہ تسلیم کریں گے۔"

"پھر تو سمجھو تم بازی ہار چکے ہو۔"

"بہر تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"چلی میں پورس ایک لڑکی دلربا میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اس لڑکی دلربا کا سامنا ہمارے عدنان سے ہوا تھا۔ تب عدنان کے اندر کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ اس نے دلربا کو پیغام کیا تھا کہ وہ پورس سے دور رہے ورنہ اس کا انجام برا ہوگا۔ پورس اور پارس اس بات کے گواہ ہیں کہ اس وقت سے دلربا بہت سہمی ہوئی ہے۔"

"دیکھو! یہ کوئی شیوانی کے وجود کا ثبوت نہیں ہوا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عدنان کے اندر سے دلربا نے کسی دوسری عورت کی آواز سنی تھی۔ یہ اس کا فریبِ سماعت بھی ہوسکتا

ہے۔ سننے میں کسی طرح کا دھوکا ہو سکتا ہے۔ کوئی ضروری تو نہیں کہ جس عورت کی آواز سنائی دی وہ شیوانی تھی پھر یہ کہ اگر دلربا وہشت زدہ ہوتی ہے۔ اس کے اندر کوئی خوف پیدا ہوتا ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ شیوانی زندہ ہے۔"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ تم اس بات کو مان چکے ہو کہ اگر اس کی آواز سنائی دے گی اور وہ ہم سے گفتگو کرے گی تو تم اس کے وجود کو تسلیم کرلو گے۔"

"بے شک دو باتیں لازمی ہیں۔ ایک تو اس کی آواز سنائی دے۔ دوسری بات یہ کہ وہ ہم سے بات کرے۔ اس کے بعد ہی تم بازی جیت سکو گی۔ ورنہ ہار جاؤ گی۔"

"تم مجھ سے بحث کررہے ہو۔ تمہیں جاکر دیکھنا چاہیے اس طیارے کے سلسلے میں کیا ہورہا ہے؟ میں کہہ چکی ہوں کہ اپنے پوتے کے ساتھ اس روم میں رہنا چاہتی ہوں اور ہمیں قانون کے مطابق اس جہاز سے اترنے نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی شہر کے اندر جانے کی اجازت دی جائے گی۔"

"میں ابھی جاکر دیکھتا ہوں۔ اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے۔"

طیارہ رن وے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس جہاز کے پائلٹ کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ ائرپورٹ کے اعلیٰ حکام برازیل اور فرانس کے سفارت خانے والے سب مل کر اس پائلٹ کا محاسبہ کررہے تھے۔ طرح طرح کے سوالات کررہے تھے۔ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ روٹ بدل کر طیارے کو وہاں کیوں لے آیا ہے؟

وہ ہر سوال کا یہی جواب دے رہا تھا کہ اسے کچھ معلوم نہ ہو سکا وہ تو معمول کے مطابق اپنے فرائض انجام دے رہا تھا۔ طیارے کو اپنی منزل کی طرف لے جارہا تھا پھر وہ کیسے روٹ بدل کر ادھر چلا آیا۔ یہ بات خود اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

ایک نے سوال کیا "تم اپنے اندر کسی کو بولتے ہوئے سنتے ہو؟"

"میں نے اپنے اندر کسی کی آواز نہیں سنی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "میں ٹیلی پیتھی کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ بعض اوقات یہ خیال خوانی کرنے والے اپنے معمول اور آلۂ کار کو غائب دماغ بنا دیتے ہیں اور وہ کچھ سمجھ نہیں پاتا کہ وہ غائب دماغ ہونے کی مدت تک کہاں تھا؟ کیا کرتا رہا تھا؟ یہی سب کچھ اس پائلٹ کے ساتھ ہوا ہے۔"

الپا اور عبداللہ بڑی دیر سے اس پائلٹ کے اندر تھے۔ انہیں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اب تک سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اس جہاز کو کس مقصد کے لیے..... وہاں لایا گیا ہے۔

روم ائرپورٹ کے اعلیٰ حکام کہہ رہے تھے کہ ایک گھنٹے کے اندر جہاز میں ایندھن بھروا دیا جائے اور پھر یہاں سے اس جہاز کو لے جایا جائے۔ اس جہاز کی آمد غیر قانونی ہے۔ اسے یہاں زیادہ دیر رکنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

میں نے اعلیٰ بی بی اور عبداللہ سے کہا "اسے ابھی یہاں سے نہیں جانا چاہیے۔ سونیا اور عدنان اس جہاز سے اتریں گے اور اس شہر میں رہیں گے۔"

الپا نے پوچھا "کیا ہم اس سلسلے میں رکاوٹیں پیدا کریں؟"

"تھوڑی دیر اور انتظار کرلو۔ میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ جہاز کو یہاں کس مقصد کے لیے لایا گیا ہے؟ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس پائلٹ کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ وہ اپنا مقصد ضرور حاصل کرنا چاہے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ ائرپورٹ کے ایک اعلیٰ عہدے دار نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟"

"میں کوئی بھی ہوں آپ کو وارننگ دیتا ہوں کہ اس جہاز کو ابھی یہاں سے روانہ نہیں ہونا چاہیے۔"

اس اعلیٰ عہدے دار نے کہا "ہمیں معلوم تو ہونا چاہیے کہ تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟ تمہارے مقاصد کیا ہیں؟ تم نے اس جہاز کو یہاں کیوں پہنچایا ہے؟"

"ہمارے مقاصد نہ پوچھو جو کہتے ہیں وہ کرو۔ اس جہاز کے تمام مسافروں کو اترنے کی اجازت دو۔ یہ اعلان کردو کہ تمام مسافر آج شام تک روم کی سیر کرسکتے ہیں پھر واپس آکر طیارے میں بیٹھ سکتے ہیں۔ پیرس جانے والے تمام مسافروں کو ان کی منزل تک ضرور پہنچایا جائے گا۔"

اس اجنبی کی آواز سنتے ہی ہم سب نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ پتا چلا کہ وہ غائب دماغ ہے۔ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ جو کچھ اس کے دماغ میں بولا جارہا ہے۔ وہی وہ زبان سے ادا کررہا ہے۔

الپا نے مجھ سے کہا "پاپا! کیا ہم اس چھپنے والے کو مخاطب کریں؟"

میں نے کہا "ابھی کچھ نہ بولو ورنہ اس ٹیلی پیتھی جاننے

والے کو یہ معلوم ہوجائے گا کہ ہم جہاز کے مسافروں میں کیوں دلچسپی لے رہے ہیں۔ کیا ہمارا کوئی عزیز رشتے دار مسافروں میں شامل ہے؟ ہم اپنی کوئی کمزوری اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں دیں گے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ہمیں اس عمل کرنے والے آلۂ کار کے اندر آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا "میرا تعلق امریکا سے ہے۔ میں ایف بی آئی کا ایک ایجنٹ ہوں اور ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ جب ہمیں پتا چلا کہ اس طیارے کو بڑے پُراسرار انداز میں ہائی جیک کیا گیا ہے تو میں تفصیلات معلوم کرنے آیا ہوں۔"

اب ہمارا شبہ یقین میں بدل گیا ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس طیارے کے اغوا کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ "تم جو کوئی بھی ہو مجھ سے کھل کر باتیں کرو۔"

خاموشی چھا گئی۔ اس کے جواب کا انتظار کیا جارہا تھا۔ اس نے اس آلۂ کار کی زبان سے کہا "میں کوئی بھی ہوں۔ تم میری اصل آواز اور لہجے تک بھی نہیں پہنچ سکو گے۔ خوامخواہ انکوائری میں اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ جو حکم دے رہا ہوں، ان پر یہاں کے اعلیٰ حکام سے عمل کراؤ۔ اسی میں جہاز کے تمام مسافروں کی بہتری ہے۔"

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پوچھا "کیا تم کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لیے ایسا کررہے ہو؟"

"تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں ملے گا۔ میں صرف آدھے گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ آدھے گھنٹے میں جہاز خالی ہوجانا چاہیے۔"

"میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ تمہارا یہ مطالبہ نہ پورا کیا گیا تو نتیجہ کیا ہوگا؟"

"نتیجہ بہت برا ہوگا۔ اس طیارے کو مسافروں سمیت تباہ کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ طیارہ اور مسافر صحیح سلامت رہیں لیکن اس طیارے کو یہاں سے کوئی اڑا نہیں سکے گا۔ جو بھی پائلٹ اندر آئے گا، وہ مارا جائے گا۔ مسافروں کے لیے کھانا سپلائی کیا جائے گا۔ علاج معالجے کے لیے دوائیں بھیجی جائیں گی تو وہ وہاں تک پہنچ نہیں پائیں گی۔ کوئی ڈاکٹر بھی اندر نہیں جاسکے گا۔ جو بھی طیارے کے قریب جائے گا۔ وہ مارا جائے گا۔"

یہ باتیں اس امریکن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بھی ہورہی تھیں اور یہی باتیں ٹیلی فون پر بھی کہی جارہی تھیں۔ ائرپورٹ کے اعلیٰ حکام یہ تمام باتیں سن رہے تھے اور آپس میں مشورے کررہے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے؟

اس نے آدھے گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ اس سے پوچھا گیا "اگر اس کا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ جہاز کے مسافروں کو یہاں سے اتر کر شہر میں جانے کی اجازت دی جائے گی۔ تو کیا شام تک پھر واپس ان مسافروں کو جہاز میں آنے اور یہاں سے پیرس جانے دیا جائے گا؟"

ٹیلی فون سے کہا گیا "بے شک ہم وعدے کے خلاف نہیں کریں گے۔ ان مسافروں کو شام تک یہاں سے جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔"

میں نے سونیا سے کہا "ہمارے پوتے کی مراد پوری ہورہی ہے۔ تمام مسافروں کو جہاز سے اترنے اور شہر میں جانے کی اجازت دی جارہی ہے۔ یہ جہاز یہاں سے شام کو پیرس کے لیے روانہ ہوگا۔"

میں نے اسے بتایا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی خاص مقصد کے تحت طیارے کو یہاں لایا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تمام مسافر یہاں سے اتر کر شہر میں جائیں۔ کیونکہ ان مسافروں میں اس کا کوئی خاص آدمی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے اور کئی بھی ہوسکتے ہیں یا پھر وہ کوئی خاص چیز اسمگل کرا رہا ہے۔ یہاں سے وہ چیز لے جاکر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچائی جائے گی۔

الپا نے کہا "پاپا! میں نے اعلیٰ بی بی نے اور عبداللہ نے اس جہاز کے ایک ایک مسافر کے خیالات پڑھے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا آلۂ کار نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو اپنے چور خیالات سے پکڑا جاتا۔"

"الپا! تم یہ سوچو کہ ہم پائلٹ کو نہ پکڑ سکے جبکہ وہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا آلۂ کار بنا ہوا تھا۔ وہ بڑی چالاکی سے کام کررہا ہے۔ پائلٹ کی طرح یہاں کے ایک یا چند مسافروں کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کسی کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں اور اس کے لیے چلی سے کوئی خاص چیز اسمگل کرکے لارہے ہیں اور اسی طرح غائب دماغ رہ کر وہ چیز اس تک پہنچانے والے ہیں۔"

عبداللہ نے کہا "ہمیں پھر سے ایک ایک مسافر کے اندر جانا ہوگا اور ان پر گہری نظر رکھنی ہوگی۔"

"مسافر بہت ہیں اور ہم خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد کم ہے پھر بھی کوشش کی جائے گی کہ کوئی مسافر ہماری نظروں سے نہ بچے۔ ہم ایک ایک کی حرکت پر نظر رکھیں گے۔"

کبریا اور بابا صاحب کے ادارے کے چند مزید خیال خوانی کرنے والوں کو بلایا گیا اور انہیں وہاں کے حالات بتا کر

کتابیات پبلی کیشنز

کہا گیا "جہاز کے ایک ایک مسافر کی نگرانی ضروری ہے۔"

ہم یہ سب کچھ کرنے کے دوران میں بڑی ذہانت سے یہ سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کررہے تھے کہ طیارے کو کس نے اغوا کیا ہوگا؟ پہلے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر شبہ تھا۔ اب یہ شبہ نہیں رہا۔ کیونکہ وہ خود ایف' بی' آئی کے ایجنٹ بن کر اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے خلاف انکوائری کررہے تھے۔

ان کے علاوہ چند دوسرے خیال خوانی کرنے والے بھی تھے...جن پر شبہ کیا جاسکتا تھا۔ مثلاً وہ ہتھیار سپلائی کرنے والے جیک کلر اور مہادھابی بھی ٹیلی پیتھی جانتے تھے اور میں انہیں اچھا خاصا نقصان پہنچا چکا تھا۔ ٹراڈ کوم کو برا بہت عرصے سے خاموش تھا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کہیں اپنے وجود کا ثبوت نہیں دے رہا تھا۔ خاموشی سے زندگی گزار رہا تھا۔ ہوسکتا ہے اس نے ایسی کوئی حرکت کی ہو؟

ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی یہودی عورت تھی۔ اس کا نام کرونا تھا۔ وہ بہت عرصے تک پارس کے زیر اثر رہی تھی۔ روس میں پہنچی تھی۔ جس طرح الپا کی حکمرانی پورے اسرائیل میں تھی..اسی طرح وہ روس پر حکمرانی کرنا چاہتی تھی لیکن وہاں راسپوٹین نے اسے اپنی کنیز اور معمول بنالیا تھا۔ بہرحال وہ بہت پیچیدہ حالات سے گزر کر ہندوستان جا پہنچی تھی۔ اس کے بعد ہم نے پھر اس کی کوئی خبر نہیں لی تھی کہ وہ کہاں ہے؟ اور کیا کررہی ہے؟ ہوسکتا ہے اس نے بھی اپنے پر پھیلائے ہوں۔ اسے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں برتری حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ لہٰذا وہ کچھ بھی کرسکتی تھی۔

ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ابھی تو ہم جہاز کے تمام مسافروں کی نگرانی کرتے رہیں گے اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے۔ اگر ناکامی ہوگی تو پھر ٹراڈ کوم کو برا' کرونا' جیک کلر اور مہادھابی وغیرہ کا محاسبہ کریں گے۔

طیارے میں اعلان کیا گیا کہ وہ جہاز شام کے بعد پیرس کے لیے روانہ ہوگا۔ لہٰذا مسافروں کو جہاز سے اترنے اور شہر میں گھومنے پھرنے کی اجازت دی جارہی ہے۔ انہیں شام پانچ بجے تک واپس آجانا چاہیے۔

تمام مسافر کئی گھنٹوں سے جہاز کے اندر بیٹھے ہوئے تھے' جس بے جا میں محسوس کررہے تھے۔ جب انہیں اترنے کی اجازت ملی تو خوش ہوگئے۔ سب جہاز سے باہر آنے لگے۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان مسافروں کے دماغوں میں جارہے تھے اور توجہ سے دیکھ رہے تھے کہ کون کیا کررہا ہے؟ کس سے مل رہا ہے؟ اور کیوں مل رہا ہے؟

سونیا نے جہاز سے اُترنے کے بعد عدنان سے پوچھا "بیٹے! اب کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

اس نے کہا "گرینڈ مما! آپ جہاں جائیں گی۔ وہاں میں چلوں گا۔"

"نہیں بیٹے! تم یہاں اپنی ماں کو تلاش کرنے آئے ہو۔ میں نہیں چاہتی کہ تم میری لاعلمی میں مجھے چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ۔ تم نے وعدہ کیا ہے جہاں جاؤ گے میرے ساتھ جاؤ گے۔"

"اور آپ نے بھی وعدہ کیا ہے' میں جو کہوں گا آپ میری بات مانتی رہیں گی۔"

"ہاں بیٹے! مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ کیا تم روم کے کھنڈرات کی طرف جانا چاہو گے؟"

"ابھی نہیں۔ ابھی ہم کسی ہوٹل میں جاکر آرام کریں گے پھر شام کو کسی وقت باہر جائیں گے۔"

وہ دونوں ائرپورٹ سے باہر آکر ایک بڑے سے ہوٹل میں پہنچے۔ وہاں ایک کمرا حاصل کیا۔ میں نے کہا "پتا نہیں تمہیں کب تک یہاں رہنا ہوگا؟ شام کو اسی فلائٹ سے پیرس نہیں جاسکو گی۔ لہٰذا تمہارے پاسپورٹ کے مطابق انٹیلی جنس والے تمہیں تلاش کریں گے۔ تم میک اپ کے ذریعے اپنا چہرہ اور حلیہ تبدیل کرلو۔"

ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جہاز کے مسافروں کی نگرانی کررہے تھے۔ کبریا اس ایجنٹ کے اندر پہنچا ہوا تھا...جو جیک کلر اور مہادھابی کے لیے کام کررہا تھا۔ اس نے ائرپورٹ سے بھیڑ میں گزرتے وقت اپنا بریف کیس کسی اجنبی کے ہاتھ میں تھمادیا تھا پھر آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔ اس کی اس حرکت سے کبریا چونک گیا۔ اس نے فوراً ہی حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے...اسے لڑکھڑانے پر مجبور کیا۔ وہ ایک عورت سے ٹکرا گیا۔ اس عورت نے ناگواری سے کہا۔ "کیا دیکھ کر نہیں چل سکتے؟"

اس نے کہا "سوری۔"

پھر آگے بڑھ گیا۔ کبریا اس عورت کے دماغ میں آیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس اجنبی کی طرف جانے لگی۔ جس کے پاس وہ بریف کیس تھا۔ کبریا نے اسے غائب دماغ بنادیا تھا۔ وہ اپنی مصروفیات بھول چکی تھی۔ صرف کبریا کی مرضی کے مطابق اس کا تعاقب کررہی تھی۔ ایسے وقت اعلیٰ بی بی نے اس سے پوچھا "کبریا! تم کیا کررہے ہو؟ کچھ معلوم ہورہا ہے؟"

"ہاں۔ بہت کچھ معلوم ہورہا ہے۔ تم صحیح وقت پر آئی

ہو۔ دیکھو میں جس عورت کے دماغ میں ہوں۔ اس کے آگے ایک شخص جارہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں براؤن کلر کا ایک بریف کیس ہے۔ تم عبداللہ کو بلاؤ۔ ہم چاہتے ہیں اس عورت کے علاوہ ہمارے اور بھی آلۂ کار پیدا ہوں اور وہ اس بریف کیس والے کو نظروں میں رکھیں۔ دور ہی دور سے دیکھتے رہیں کہ یہ کہاں جاتا ہے کیا کرتا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے عبداللہ کو بلالیا پھر انہوں نے اس عورت کے ذریعے اس ائرپورٹ میں دو اور آدمیوں کو اپنا آلۂ کار بنایا پھر ان کے ذریعے بھی اس بریف کیس والے کی نگرانی کرنے لگے۔ وہ بہت محتاط تھے۔ اس سے دور ہی دور تھے تاکہ اس کے اندر چھپے ہوئے...ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کسی بھی طرح کا شبہ نہ ہونے پائے۔

وہ بریف کیس بہت اہم تھا۔ اس کے اندر جدید اسلحہ کے نئے ڈیزائن تھے۔ جیک کلر ان نئے ڈیزائنوں کے ساتھ اپنی اسلحہ ساز فیکٹری کو فروغت کرنا چاہتا تھا۔ خریدار پارٹی اسے رقم دینے کے لیے تیار تھی۔ وہ اس سے رقم لینے اور فیکٹری اس کے حوالے کرنے کے لیے وہاں موجود تھا۔ اس شہر میں اس کا اپنا ایک بنگلا تھا۔ وہ اس بنگلے کے بیڈ روم میں بیٹھا ہوا آرام سے خیال خوانی کررہا تھا۔

وہ اور مہادھابی اپنے اس ایجنٹ کے دماغ میں تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ایجنٹ کے پاس وہ بریف کیس نہ رہے۔ ان کے کسی دوسرے آلۂ کار کے پاس پہنچ جائے۔ اس نے کہا تھا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے پیچھے پڑگئے ہیں۔ وہ کبریا کی طرح بھی اس ایجنٹ کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں۔ اس کی نگرانی کرسکتے ہیں۔ لہٰذا اس سے پہلے ہی اس ایجنٹ سے وہ بریف کیس لے لیا جائے۔

اس مقصد کے لیے جیک کلر نے اپنے ایک آلۂ کار کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ مہادھابی اس ایجنٹ کو ائرپورٹ کے اندر بھیڑ میں سے گزرتا ہوا لے گیا۔ اس ایجنٹ نے اس کی مرضی کے مطابق وہ بریف کیس اس آلۂ کار کے حوالے کردیا۔ جس کے دماغ میں جیک کلر موجود تھا۔ جیک کلر اپنے اس آلۂ کار کو وہاں سے آگے بڑھا کر ائرپورٹ کی عمارت کے باہر لے آیا۔ مہادھابی اپنے ایجنٹ کے اندر موجود رہا اور یہ دیکھتا رہا کہ کہیں اس کی نگرانی تو نہیں ہورہی ہے۔

وہ مطمئن ہونا چاہتا تھا کہ بریف کیس کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے وقت کسی نے دیکھا ہے یا نہیں؟

کبریا نے اتنی ذہانت اور حاضر دماغی سے کام لیا تھا کہ مہا دھابی اور جیک کلر کو کسی طرح کا شبہ نہیں ہورہا تھا۔ جیک کلر اپنے بیڈ روم میں آرام سے بیٹھا ہوا خیال خوانی میں مصروف تھا اور اس آلۂ کار کے دماغ میں رہ کر اسے اپنی مرضی کے مطابق وہاں سے دور لے جارہا تھا۔

وہ کسی وقت بھی بڑی رازداری سے اس آلۂ کار کے پاس جاکر وہ بریف کیس لے سکتا تھا لیکن جلد بازی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ کئی گھنٹوں تک محتاط رہ کر اس آلۂ کار کو دیکھتا رہے گا۔ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا کر یہ معلوم کرتا رہے گا کہ اس کا تعاقب کیا جارہا ہے یا نہیں؟

اس نے اس آلۂ کار کو ایک ریسٹورنٹ میں پہنچایا۔ وہ وہاں چائے پینے کے لیے بیٹھ گیا۔ ہمارے تین آلۂ کار بھی اسی ریسٹورنٹ میں داخل ہوکر مختلف میزوں پر چلے گئے۔ روپوش رہنے والے جیک کلر تک پہنچنا اتنا آسان نہیں تھا۔ وہ اپنی حفاظت کرنا خوب جانتا تھا اور بہت زیادہ محتاط تھا۔

اس ریسٹورنٹ میں جوان عورتیں ویٹرس کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ کبریا کے آلۂ کار نے ایک ویٹرس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "یہاں کھانے کے لیے کیا ہے؟"

ویٹرس اسے بتانے لگی کہ وہاں صرف اسنیکس' چائے اور کافی مل سکتی ہے۔

اس نے چائے کا آرڈر دیا۔ وہ وہاں سے جانے لگی۔ کبریا اسے اس بریف کیس والے کے پاس لے گیا۔ وہ وہاں جاکر بولی "سر! آپ کیا پسند کریں گے؟"

اس نے کہا "سینڈوچز اور چائے لے آؤ۔"

ویٹرس وہاں سے چلی گئی۔ کبریا اس بریف کیس والے کے اندر پہنچ گیا پھر اعلیٰ بی بی کے پاس آکر بولا "اب اپنے تمام آلۂ کاروں کو چھوڑ دو۔ ان کی ضرورت نہیں رہی۔ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں اس بریف کیس والے کے اندر پہنچا رہا ہوں۔"

وہ تینوں اس کے اندر پہنچ گئے۔ اب انہیں کسی آلۂ کار کی ضرورت نہیں تھی اور کسی طرح جیک کلر کو بھی شبہ نہیں ہوسکتا تھا کہ اس کے اس آلۂ کار کا تعاقب کیا جارہا ہے۔

کبریا نے اعلیٰ بی بی اور عبداللہ سے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس ویٹرس کے دماغ میں ضرور جائے گا۔ لہٰذا ابھی تھوڑی دیر تک ہم لوگوں کو اپنے آلۂ کاروں کے دماغ میں رہنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے آلۂ کار یہاں سے اٹھ کر چلے جائیں اور وہ شبہ کریں کہ کھانے کا آرڈر دینے کے بعد وہ لوگ کھائے پیے بغیر کیوں چلے گئے ہیں۔ کیا

وہ دشمن تھے؟

وہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شبہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ اس لیے پھر ان آلۂ کاروں کے دماغوں میں چلے گئے۔

اس کا وہ بریف کیس والا آلۂ کار ابھی اسی ریسٹورنٹ میں بیٹھا سینڈوچز کھا رہا تھا اور چائے پی رہا تھا۔ جیک کلر تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ ریموٹ کنٹرول اٹھا کر اس نے ٹی وی کو آن کیا۔

ٹی وی اسکرین پر ایک تین برس کا بچہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے متعلق کہا جارہا تھا کہ یہ بچہ پچھلے دو دنوں سے لاپتا ہے اگر کسی کو دکھائی دے تو وہ ہمارے بتائے ہوئے پتے پر اسے پہنچادے۔ اس بچے کا نام اور پتا بتایا جارہا تھا۔

جیک کلر اس بچے کو دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر عدنان یاد آیا۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی نے اسے بتایا تھا کہ وہ تین برس کا بچہ کس قدر خطرناک ہے کہ اس کی جان کے درپے ہوگیا ہے۔

سینڈی گرے اس بچے سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا لیکن اس کی وجہ سے مارا گیا تھا۔ جیک کلر اور مہا دھالی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس بچے سے دور رہیں گے۔ ایک تو وہ بچہ کچھ عجیب و غریب سا ہے دوسرا یہ کہ وہ فرہاد علی تیمور کا پوتا ہے پھر اس کی دادی سونیا اس کے ساتھ موجود ہے۔

جیک کلر کو اچانک ہی ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ٹی وی میں نظر آنے والی بچے کی تصویر متحرک ہوگئی ہے۔ وہ بچہ مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "ہائے...! میں اپنی دادی کے ساتھ یہاں آچکا ہوں۔"

جیک کلر ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پلکیں جھپکا کر ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ تصویر متحرک نہیں، ساکت ہے۔ یہ تو محض اس کا وہم تھا کہ اس کے بچے کو متحرک دیکھا تھا۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس کے اندر بے چینی سی پیدا ہوگئی۔ اس نے پہلے احتیاطاً اپنے بریف کیس والے آلۂ کار کے اندر پہنچ کر دیکھا، مطمئن ہوا کہ وہ خیریت سے ہے اور بریف کیس اس کے پاس موجود ہے۔ ابھی وہ چائے پینے میں مصروف ہے۔

وہ پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنے لگا۔ اب اسکرین پر بچے کی تصویر نہیں تھی۔ پروگرام بدل گیا تھا مگر وہ بچہ جانے کیوں اس کے دماغ پر حاوی ہوگیا تھا۔ ہتھوڑے کی طرح لگ رہا تھا۔

وہ اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ یہ بات اسے چبھ رہی تھی کہ وہ اپنی دادی کے ساتھ یہاں پہنچا ہوا ہے۔ اگر یہ محض وہم تھا اور خیال تھا تو اسے ایسا کیوں سنائی دیا؟ اسے وہ بچہ کیوں متحرک دکھائی دیا؟

اس کے ذہن میں بات آئی کہ عدنان کے بارے میں معلوم کرنا چاہیے۔ وہ کہاں ہے اور کیا کررہا ہے؟

سینڈی گرے نے بتایا تھا کہ وہ اس بچے کی جان لینا چاہتا تھا۔ اس کے خلاف سازش کررہا تھا۔ اسے کسی طرح پکڑ کر مار ڈالنا چاہتا تھا لیکن پھر جانے کیسے بازی الٹ گئی تھی؟ وہ بچہ اس کا پیچھا کرنے لگا تھا۔ سینڈی اس سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ آخر اس بچے نے اس کی جان لے ہی لی۔

یہ باتیں جیک کلر کو یاد آرہی تھیں۔ اس نے اسی وقت خیال خوانی کی پرواز کی پھر عدنان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا کہ وہ سونیا کے ساتھ بیٹھا ناشتے میں مصروف ہے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ اپنی دادی کے ساتھ چلی سے پیرس جانے کے لیے روانہ ہوا تھا لیکن اس نے اپنی دادی سے کہہ دیا تھا کہ وہ پیرس نہیں جائے گا۔ اٹلی کے دارالحکومت روم میں پہنچے گا۔

اس کی دادی نے کہا تھا کہ یہ جہاز پیرس جارہا ہے۔ روم نہیں جائے گا۔

اس نے اپنی دادی سے بحث نہیں کی تھی۔ اسے یقین تھا کہ جہاز کا روٹ خواہ پیرس کی طرف کیوں نہ ہو۔ وہ روٹ بدل جائے گا اور وہ روم میں ضرور پہنچے گا اور اب وہ پہنچ گیا ہے۔

جیک کلر یہ خیالات پڑھتے ہی ایک دم سے گھبرا گیا۔ یہ بات تقریباً ناممکن تھی کہ پیرس جانے والا جہاز روم کی طرف چلا آئے۔ اسے کیا معلوم تھا کہ وہ اس بچے عدنان کی خواہش کے مطابق اس جہاز کو پیرس کے بجائے اس شہر میں لے آیا ہے۔

اسے پھر سینڈی گرے کی باتیں یاد آئیں۔ اس نے کہا تھا کہ اگر میں اس بچے سے دشمنی نہ کرتا تو وہ بھی مجھ سے دشمنی نہ کرتا اور یوں میرے پیچھے نہ پڑجاتا۔

اب یہی جیک کلر کے ساتھ ہورہا تھا۔ جیک کلر نے اس کے اور سونیا کے خلاف سازش کی تھی۔ امریکی اکابرین کو بتادیا تھا کہ سونیا اپنے پوتے عدنان کے ساتھ اسی شہر میں ہے۔ انہیں گھیرا جاسکتا ہے۔ گرفتار کیا جاسکتا ہے یا اسے گولی ماری جاسکتی ہے۔

اس نے بڑی رازداری سے امریکی اکابرین کو سونیا کا پتا ٹھکانا بتادیا تھا لیکن مجھے معلوم ہوگیا تھا اور میں نے اچھا خاصا انتظام کیا تھا۔ اس کے اسلحے کے کئی گودام تباہ کردیے تھے۔ اسے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا تھا۔ وہ زبردست نقصان اٹھانے کے بعد یہ دھندا بند کررہا تھا۔ اپنی اسلحہ ساز فیکٹری کو آج وہاں فروخت کرنے والا تھا۔ اسی لیے روم شہر میں آیا ہوا تھا۔

اب عدنان کی اس شہر میں موجودگی بتا رہی تھی کہ وہ بچہ اس سے ضرور انتقام لے گا۔ کیونکہ دشمنی کی ابتدا جیک کلر نے کی تھی۔ انہیں چلی شہر میں پریشان کیا تھا۔ دادی اور پوتے کو ایک دوسرے سے جدا ہونے پر مجبور کیا تھا۔ اب یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ اس بچے نے سینڈی گرے کا پیچھا کرتے کرتے اسے مار ڈالا تھا۔ اسی طرح وہ اس کا پیچھا کرتا ہوا اس شہر میں آگیا ہے۔ اس کی موت بن کر آگیا ہے۔ سینڈی کی طرح اسے بھی وہ ضرور ہلاک کرے گا۔

جیک کلر ایک دم سے تن کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں مٹھیاں بھینچ لیں۔ دماغ سے سمجھایا کہ اس بچے کو ڈھیل دینا مناسب نہیں ہے۔ اگر وہ ذرا بھی غفلت برتے گا تو مارا جائے گا۔ اس سے پہلے ہی اس بچے کو ختم کردینا چاہیے۔

ابھی اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ جب اس شہر میں ہے تو وہ اس شہر کے کس ہوٹل کے کمرے میں ہے۔ ابھی اس کا پتا ٹھکانا معلوم کرکے اس کا کام تمام کیا جاسکتا تھا۔

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی اس کے دماغ میں پہنچا تو اس وقت تک دیر ہو چکی تھی۔ عدنان کے اندر مختلف خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ وہ کسی ایک خیال پر مرکوز نہیں تھا۔ ایسے وقت دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی سوچ نہیں پڑھ سکتا تھا۔

اور وہ بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ یہ نہیں معلوم کرسکتا تھا کہ وہ آفت کا پرکالہ موت کا ہرکارہ اس شہر میں کہاں ہے؟

وہ ائرکنڈیشن بیڈ روم میں تھا لیکن اس کی پیشانی سے پسینہ چھوٹ رہا تھا۔

○✲○

چنڈال جوگیا نے بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جے ٹونی کو اپنا معمول اور غلام بنایا تھا۔ انڈین آرمی کے یوگا جاننے والے چھ افسران خوشی سے پھول رہے تھے۔ چنڈال کی خوب تعریفیں کررہے تھے۔ اس کی پیٹھ تھپک رہے تھے۔ اس سے مصافحہ کررہے تھے۔ اس کی پیشانی کو چوم رہے تھے۔ وہ سب خوشی سے دیوانے ہورہے تھے۔

ایک افسر مانک لال نے کہا "دیکھو چنڈال! تم نے عیاشی چھوڑوی۔ تم دوسرے فضول معاملات میں دلچسپی نہیں لے رہے ہو صرف ہمارے حکم کے مطابق خیال خوانی کررہے ہو تو کتنا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ تمہاری توجہ صرف ایک ہی طرف مرکوز رہتی ہے۔"

دوسرے افسر جگدیش راٹھور نے کہا "تم اسی طرح ہمارے مشوروں پر عمل کرتے رہو گے تو اور زیادہ کامیابیاں حاصل کرو گے خود بھی اچھا خاصا تجربہ حاصل کرو گے اور اپنے دیس کو بھی فائدہ پہنچاتے رہو گے۔"

وہ بولا "میں تو دیش کی سیوا کررہی رہا ہوں۔ آپ لوگوں کا ہر حکم مانتا رہتا ہوں لیکن کتنے دن ہوگئے ہیں۔ مجھے بالکل خالی خالی سا لگتا ہے۔ جب تک جاگتا رہتا ہوں۔ خیال خوانی کے سوا میرا کوئی کام نہیں ہوتا۔ کوئی دوسری مصروفیت نہیں ہے کوئی تفریح نہیں ہے۔ عجیب سا لگتا ہے۔ میرا کچھ خیال کریں۔"

"تمہارا دل بہلانے کے لیے یہاں بڑا سا ٹی وی رکھا ہوا ہے۔ پوری دنیا کے کسی چینل سے رنگین و سنگین پروگرام دیکھ سکتے ہو۔ اپنا دل بہلا سکتے ہو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میں رنگین اور سنگین پروگرام تو دیکھتا ہوں مگر دیکھ دیکھ کر دل خراب ہوتا ہے۔ تنہا رہا نہیں جاتا۔ کوئی تو ساتھی ہونا چاہیے؟"

وہ چھ افسران آپس میں مشورے کرنے لگے پھر ان میں سے ایک نے کہا "آج تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس خوشی میں انعام کے طور پر ہم گھنٹے دو گھنٹے کے لیے کسی کو بھیج دیں گے۔ تم کم از کم دو گھنٹے کسی حسین ساتھی کے ساتھ گزار سکو گے۔"

وہ ہاتھ جوڑ کر بولا "صرف دو گھنٹے سے کیا ہوتا ہے؟ میرے حال پر رحم کریں۔ میں عورتوں کی فوج نہیں مانگوں گا۔ صرف ایک ساتھی دن رات کے لیے دے دیں۔"

"سوری۔ ہم ابھی تمہیں اتنی رعایت نہیں دیں گے۔ جو کہہ رہے ہیں وہی ہوگا۔"

جگدیش راٹھور نے کہا "ہاں۔ اگر تم اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کرکے یہاں لے آؤ گے اور اسے ہمارا قیدی بنا دو گے تو انعام کے طور پر تمہیں ضرور ایک ساتھی دن رات کے لیے مل جائے گی۔"

"وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے میرا معمول ہے۔ میں اسے آج ہی کسی فلائٹ سے یہاں آنے پر مجبور کروں گا۔ وہ

آج وہاں سے چلے گا تو کل تک پہنچ جائے گا پھر مجھے کل سے دن رات کے لیے ایک ساتھی ضرور مل جانی چاہیے۔"

"ایک عورت کو حاصل کرنے کے لیے کبھی جلد بازی نہ کرنا۔ کام بگڑے گا تو تمہیں انعام کے بدلے ایسی سزا ملے گی کہ سر سے پاؤں تک کانپ جاؤ گے۔ سزا کی تکلیف سے نجات حاصل کرنے کے لیے موت مانگو گے تو تمہیں موت بھی نہیں ملے گی۔"

"میں جلد بازی نہیں کروں گا۔ بڑی سہولت سے اسے یہاں آنے پر مائل کروں گا۔ وہ آرام سے پوری تیاریوں کے ساتھ یہاں آئے گا۔ کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔"

"یہ ہم سوچیں گے۔ ہم پلاننگ کریں گے کہ اسے وہاں سے کس طرح یہاں لایا جائے۔ یہ شام تک ہدایت دی جائیں گی۔ تم ان ہدایت کے مطابق عمل کرو گے۔"

وہ تمام افسران وہاں سے اٹھ گئے۔ ایک نے کہا "ابھی ایک گھنٹے کے اندر تمہارے پاس کسی کو بھیج دیا جائے گا۔ جب وہ آئے تو گھڑی میں وقت دیکھ لینا۔ ٹھیک دو گھنٹے بعد اسے واپس بلالیا جائے گا۔"

وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ اسے ہیڈ کوارٹر کے اندر ہی ایک چھوٹے سے بنگلے میں رکھا گیا تھا لیکن اس بنگلے کا احاطہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ احاطے کی دیواریں بہت اونچی تھیں۔ وہاں خاردار تار لگے ہوئے تھے۔ کسی آرمی افسر کو بھی وہاں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ کسی کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔ تمام آرمی کے جوان اور افسران یہی سمجھتے تھے کہ آرمی سے تعلق رکھنے والے کسی خاص شخص کو وہاں چھپا کر رکھا گیا ہے تاکہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس شخص کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

اس بنگلے کے اندر تمام کمروں میں کوریڈورز اور ٹوائلٹ وغیرہ میں خفیہ کیمرے اور مائیک نصب کیے گئے تھے۔ وہ چھ افسران اپنے اپنے بنگلے میں بیٹھ کر چنڈال کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھتے تھے۔ وہ تنہائی میں کچھ بڑبڑاتا تھا تو وہ اس کی بڑبڑاہٹ کی آواز بھی سن لیتے تھے۔ وہ ہر پہلو سے اس کی کڑی نگرانی کرتے رہتے تھے۔

تنویمی عمل کے ذریعے چنڈال جوگیا کے دماغ کو بہت زیادہ پابندیوں میں رکھا گیا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات بھی نقش کی گئی تھی کہ وہ چھ آرمی افسران کی اجازت کے بغیر کبھی خیال خوانی نہیں کرے گا۔ کسی سے بھی دماغی رابطہ نہیں کرے گا۔

وہ اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا سے بھی رابطہ نہیں کرتا تھا۔ اس کی طرف سے اطمینان تھا کہ وہ جہاں بھی ہے خوش حال ہے۔ کسی پرابلم میں نہیں ہے۔ اسے اپنی بیٹی انیتا کی بہت یاد آتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی یاد آتا تھا کہ فرہاد اس کی مٹھی میں آنے کے بعد پھر اس کی گرفت سے نکل گیا ہے۔ پتا نہیں اس کی بیٹی کے ساتھ وفا کر رہا ہے یا نہیں؟ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ وہ باپ سے انتقام لینے کے لیے بیٹی پر ظلم کر رہا ہو۔

اس وقت وہ اپنے بیڈ روم میں بیٹھا سر جھکائے سوچ رہا تھا۔ وہ آرمی افسران اسے اپنے ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ ایسے وقت ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ صرف فکرمند ہے یا ایسی ویسی باتیں سوچ رہا ہے یا خاموش رہ کر خیال خوانی کر رہا ہے۔ جب کہ اسے ان کی اجازت کے بغیر خیال خوانی کرنا نہیں چاہیے تھی۔

انہوں نے تنویمی عمل کرنے والے سے اس سلسلے میں بات کی تھی اور اپنے شبہے کا اظہار کیا تھا۔ اس عامل نے کہا "آپ میرے عمل پر یقین کریں۔ وہ تنویمی عمل کے زیر اثر ہے۔ کبھی آپ لوگوں کی اجازت کے بغیر خیال خوانی نہیں کرے گا۔"

اعلیٰ افسران مانک لال نے کہا "ہم چاہتے ہیں کہ ہر تیسرے چوتھے دن تم اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا کرو اور یہ معلوم کیا کرو کہ وہ پوری طرح تمہارے عمل کے زیر اثر ہے یا نہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ چوری چھپے خیال خوانی کرتا رہتا ہو۔ ہمیں ایک ایک بات کا علم ہونا چاہیے۔"

اس عامل نے کہا "ٹھیک ہے کل صبح جب منہ اندھیرے وہ خالی پیٹ ہوگا تو میں آپ لوگوں کی موجودگی میں اس پر مختصر سا تنویمی عمل کروں گا۔"

مانک لال اس عامل سے فون کے ذریعے گفتگو کر رہا تھا اور اسکرین پر چنڈال جوگیا کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ادھر چنڈال جوگیا نے اپنے فون کا ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کیے۔ تو مانک لال کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو۔ کیا بات ہے؟"

چنڈال نے کہا "سر! مجھے اپنی بیٹی کی یاد آ رہی ہے۔ میں تنہائی کی ایک ساتھی چاہتا تھا۔ آپ ابھی میری یہ فرمائش پوری کرنے والے ہیں لیکن میں ایک باپ بھی ہوں۔ اپنی بیٹی کو بہت چاہتا ہوں۔ کیا میں اس سے دماغی رابطہ کر سکتا ہوں؟"

مانک لال نے کہا "چنڈال! تم بہت مکار ہو۔ ہمارے

ہال نے تم پر مکمل عمل نہیں کیا تھا۔ جس کے نتیجے میں نے ہم سے بہت ساری باتیں چھپائی تھیں۔"

وہ انجان بن کر بولا "میں نے آپ سے کیا بات چھپائی

"تم نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے داماد کو اپنا غلام بنا رکھا تھا اور اسے ہم سب کے سامنے باڈی گارڈ بنایا تھا۔ ہم نہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"وہ بات دراصل یہ ہے کہ وہ ہمارا سسر داماد کا معاملہ میں اپنے ذاتی معاملات آپ لوگوں کو بتانا نہیں چاہتا

"تم نے ہم سے اتنی بڑی بات چھپائی۔ اتنی بڑی حماقت اگر ہمیں بتا دیتے تو ہم اس داماد کو تمہارے ہاتھ سے نکلنے دیتے اس وقت ہمارے پاس وہ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے حیثیت سے دیس کی خدمت کرتا رہتا۔"

"مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی۔ اب وہ میرے ہاتھ نکل گیا ہے تو پچھتا رہا ہوں۔ ویسے آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں آپ کا پوری طرح فرماں بردار ہوں۔ آپ لوگوں کی اجازت کے بغیر خیال خوانی بھی نہیں کرتا ہوں۔ جب بھی موقع ملے گا میں اپنے داماد کو ضرور ٹریپ کروں گا اور آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر کروں گا۔"

"تم اپنی بیٹی سے دماغی رابطہ کرنا چاہتے ہو۔ ہم اعتراض نہیں کریں گے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ تم بیٹی کے ذریعے اپنے داماد کو ٹریپ کرو۔"

اس نے پوچھا "تو پھر آپ کی اجازت ہے۔ میں اپنی بیٹی سے رابطہ کر سکتا ہوں؟"

"ابھی نہیں تم ہمارے عامل کی موجودگی میں رابطہ کرو ایسے وقت وہ تمہیں اپنی تنویمی عمل کی گرفت میں لے گا۔ اس طرح تم اسے ٹریپ کرنے کے سلسلے میں نہ تو غلطی کرو گے اور نہ ہی ہمیں کسی طرح کا دھوکا دو

یہ کہہ کر مانک لال نے ریسیور رکھ دیا۔ اسکرین پر دیکھے چنڈال کو کال بیل کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اپنی سے اٹھ کر بنگلے کے اندرونی حصوں سے گزرتا ہوا بیرونی دروازے تک آیا پھر اسے کھول کر دیکھا تو ایک بہت ہی خوب صورت لڑکی کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ وہ اسے دیکھتے ہی اسے پہچان گیا۔ ایک طرف ہٹ کر بولا "آؤ اندر آجاؤ۔ تمہارا ہی گھر ہے۔"

وہ اندر آگئی۔ اس نے دروازے کو بند کر دیا۔ ایسے

وقت ان چھ افسران کا اخلاقی فرض یہ تھا کہ ٹی وی بند کر دیتے لیکن وہ اسکرین پر دونوں کو دیکھنے لگے۔ چنڈال جلوت میں ہو یا خلوت میں محفل میں ہو یا تنہائی میں وہ اس کا پیچھا چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔

وہ بیڈ روم میں پہنچ کر اس عورت پر قربان ہونے لگا۔ اپنے جذبوں کی سرگرمیاں دکھانے لگا پھر اس نے وہاں کی لائٹ آف کر دی۔ کمرا بالکل تاریک ہوگیا۔ مانک لال کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ ایسے وقت وہ لائٹ آف کرے گا تو خفیہ کیمرے اسے ٹی وی اسکرین پر نہیں دکھا سکیں گے۔

وہ چھ افسران فون کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کرنے لگے اور پوچھنے لگے ایسے وقت کیا کیا جائے؟ کیا چنڈال پر بھروسا کیا جائے؟ اسے تاریکی میں چھوڑ دیا جائے؟ کہا گیا کہ مجبوری ہے وہ ہمیں دھوکا نہیں دے رہا ہے۔ ایسے وقت تو سب ہی لائٹ آف کر دیتے ہیں۔

ایک اور افسر نے کہا "گھنٹے دو گھنٹے کی تو بات ہے۔ ہمیں اس پر بھروسا کر لینا چاہیے۔"

جگدیش راٹھور نے کہا "اندھیرے میں صرف دس پندرہ منٹ رہا جاتا ہے۔ باقی وقت اجالے میں رہ کر ساتھی کے حسن و شباب کو دیکھا جاتا ہے اور اس سے لطف اندوز ہوا جاتا ہے۔"

انہوں نے پندرہ بیس منٹ تک انتظار کیا پھر مانک لال نے فون کے ذریعے چنڈال سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہونے پر ادھر سے ایسی ٹون سنائی دی جیسے فون مصروف ہو۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ چنڈال نے ریسیور کو کریڈل سے الگ رکھا ہوا ہے۔

مانک لال نے غصے سے کہا "یہ تو ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔ اس نے ریسیور کو کریڈل سے الگ کیوں رکھا ہے؟"

جگدیش راٹھور نے کہا "بھئی غصہ نہ کرو۔ ذرا اپنے طور پر بھی سوچو۔ ہم بھی جب ایسی رفاقتوں میں ہوتے ہیں تو ریسیور الگ رکھ دیتے ہیں۔ تاکہ باہر سے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ اس نے بھی یہی کیا ہے۔ وہ کوئی جان بوجھ کر دھوکا نہیں دے رہا ہے۔"

بات معقول تھی' وہ افسران اس کے بیڈ روم میں روشنی ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ ایسے وقت مانک لال نے فون کے ذریعے تنویمی عمل کرنے والے کو مخاطب کیا "ابھی تمہاری ضرورت ہے فوراً چلے آؤ۔"

چنڈال کوئی نادان بچہ نہیں تھا۔ وہ خفیہ کیمروں کو اور

مائیک وغیرہ کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ ہیڈ کوارٹر کے اس بنگلے میں قیدی بننے کے بعد وہ ایسی خفیہ چیزوں کو دیکھ چکا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ کس طرح اس کی سختی سے نگرانی کی جارہی ہے۔

وہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر تھا۔ ان کے خلاف کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ ان سے جھگڑا نہیں کرسکتا تھا۔ بے اختیار ان کی فرماں برداری پر مجبور ہوجاتا تھا لیکن دل ہی دل میں سوچتا تھا کہ اس طرح قیدی بن کر کب تک زندگی گزارے گا۔ راہِ نجات کیسے ملے گی؟

وہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر تھا اسے اپنے آقاؤں کے خلاف سوچنا نہیں چاہیے تھا لیکن وہ جسمانی طور پر اور دماغی طور پر بہت مضبوط تھا۔ فولاد کی طرح سخت تھا۔

جن لوگوں کی قوتِ ارادی مضبوط ہوتی ہے اور جو اپنے ارادوں اور فیصلوں پر پہاڑ کی طرح اٹل رہتے ہیں۔ اپنی جگہ سے ہلتے نہیں ہیں۔ ان کا دماغ بڑا فولادی ہوتا ہے۔ ان پر کوئی بھی عمل اثر تو کرتا ہے مگر وہ اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ دو دن پہلے اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ وہ عمل اب ایک ذرا کمزور ہوگیا تھا۔ اس لیے وہ راہِ نجات کے متعلق سوچ رہا تھا۔

اس عارضی رفیقہ کی آمد پر اس نے جان بوجھ کر اپنے بیڈ روم میں اندھیرا کیا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے چھ یوگا جاننے والے آقا اب اسے اسکرین پر نہیں دیکھ رہے ہوں گے۔ اس نے کمرے میں اندھیرا کرتے ہی اس عورت کے دماغ پر قبضہ جما کر فوراً ہی اسے گہری نیند سلا دیا۔ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ اسے دو گھنٹے میں بہت کچھ کر گزرنا تھا۔ اس نے اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ اسے حکم دیا کہ تم یہاں سے جانے کے بعد بالکل نارمل رہو گی اور موقع پاکر میرے بیٹے سے فون پر رابطہ کرو گی۔ وہ یہاں کا انٹیلی جنس ڈی جی ہے۔ اس کا نام رنجیت ورما (ہنس راج جوگیا) ہے۔ تم اس سے کہو گی کہ آرمی والوں نے مجھے ہیڈ کوارٹر میں قیدی بنا کر رکھا ہے۔ مجھ پر کیے ہوئے تنویمی عمل کا اثر کمزور پڑ رہا ہے۔ میں جلد ہی یہاں سے رہائی حاصل کرلوں گا۔ میری بیٹی کو تلاش کرو اور میرے داماد انیل شرما کو کسی بھی طرح ٹریپ کرو۔

وہ یہ باتیں سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ اس لیے مائک لال جگدیش راٹھور اور دوسرے یوگا جاننے والے افسران مائیک کے ذریعے اس کی آواز نہیں سن رہے تھے۔ اس نے اس عورت کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ ایک دو دن میں تنویمی عمل کے اثر سے نکل آئے گا لیکن یہی ظاہر کرتا رہے گا کہ وہ ان چھ افسران کا غلام بنا ہوا ہے پھر وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا عرف رنجیت ورما سے دماغی رابطہ کرے گا۔

اس نے یہ باتیں اس عورت کے ذہن میں نقش کرنے کے بعد حکم دیا کہ وہ پندرہ منٹ تک تنویمی نیند سوتی رہے گا پھر بیدار ہوجائے گی۔ بیدار ہونے کے بعد اسے یاد نہیں رہے گا کہ چنڈال جوگیا نے کمرے میں اندھیرا کرنے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ ایسی کوئی بات یاد نہیں رکھے گی۔ یہاں سے جانے کے بعد غیر شعوری طور پر اس کے احکامات کی تعمیل کرتی رہے گی۔

وہ اس کے عمل کے مطابق پندرہ منٹ تک گہری نیند سوتی رہی پھر بیدار ہوگئی۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا وہ اسے بھول گئی پھر وہ جو کچھ اس کے ساتھ کرنے لگا۔ اسے یاد رکھنے لگی۔ تاریکی میں وہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک ایک دوسرے کو ڈھونڈتے رہے پھر چنڈال نے دو گھنٹے سے پہلے ہی کمرے میں روشنی کردی۔ ان افسران نے اسکرین پر دیکھا۔ وہ دونوں نظر آرہے تھے۔ بڑے ہشاش بشاش تھے۔ ایک دوسرے سے خوش تھے۔ ہنس بول رہے تھے۔ ایک دوسرے پر صدقے واری جارہے تھے۔ تاریکی میں دل نہیں بھرا تھا۔ روشنی میں بھی ناز و انداز کی چہلیں کررہے تھے۔

مائک لال ناگواری سے کہہ رہا تھا "کم بخت کو دو دن سے عورت نہیں ملی تھی۔ اب اسے پاکر دیوانہ پاگل ہورہا ہے۔ اسے کم از کم ریسیور کو تو کریڈل پر رکھنا چاہیے۔"

اس نے فون کے ذریعے اس بنگلے کے سیکیورٹی افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "کال بیل بجا کر اس عورت کو باہر نکالو اور اشاروں کی زبان سے چنڈال سے کہو کہ وہ فون پر رابطہ کرے۔"

سیکیورٹی افسر نے اس کے حکم کی تعمیل کی دروازے پر آکر دستک دی۔ چنڈال نے دروازہ کھولا تو اس نے اشارے سے اس عورت کو باہر آنے کو کہا۔ ان سب کو سختی سے حکم دیا گیا تھا کہ چنڈال کے سامنے گونگے بن کر رہیں گے۔ اس نے اشاروں میں کہا کہ وہ ابھی فون پر اعلیٰ افسران سے رابطہ کرے۔

وہ حسینہ باہر آگئی۔ سیکیورٹی افسر نے دروازے کو بند کرکے لاک کردیا۔ چنڈال نے بیڈ روم میں آکر ریسیور کو اٹھایا پھر مائک لال سے رابطہ کیا۔ مائک لال نے غصے سے کہا "یہ تم کیسی ذلیل حرکتیں کررہے تھے؟ کمرے میں اندھیرا کیوں کیا تھا؟"

"سر! اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟ ایسی ذلیل حرکتیں اندھیرے میں ہی کی جاتی ہیں۔"

"تم نے فون کا رابطہ کیوں منقطع کیا تھا؟"

"یہ بھی آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ ایسے وقت کوئی بھی کسی کی بھی مداخلت برداشت نہیں کرتا۔ آپ لوگوں نے دو گھنٹے کی آزادی دی تھی۔ میں ان دو گھنٹے میں جو کچھ بھی کرتا۔ پلیز آپ اس پر اعتراض نہ کریں۔"

وہ بولا "آزادی کے دوران میں بھی کچھ ضروری ہدایات ہوتی ہیں۔ آئندہ تم کبھی فون کا رابطہ منقطع نہیں کرو گے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر میں فون کا رابطہ قائم رکھوں گا۔"

"گھڑی دیکھو! بارہ بج چکے ہیں۔ آدھی رات گزر چکی ہے اب تمہیں سو جانا چاہیے۔"

"جی ہاں۔ میں سونے جارہا ہوں۔"

اس نے تمام لائٹس آف کرکے زیرو پاور کا بلب روشن کرکے بیڈ پر جا کر لیٹ گیا۔ اسکرین پر وہ مٹا مٹا سا دکھائی دے رہا تھا لیکن یہ معلوم ہورہا تھا کہ واقعی سونے چلا گیا ہے اور تھوڑی دیر میں گہری نیند سو جائے گا۔

وہ آنکھیں بند کیے بستر پر لیٹا ہوا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے اس حسینہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اس ہیڈ کوارٹر سے نکلنے کے بعد آرمی والوں کی نگرانی میں اپنے گھر پہنچ گئی تھی اور وہاں جاکر غسل کرنے کے بعد سونے جارہی تھی۔ جب وہ مائک چنڈال کو اطمینان ہوا کہ اس پر کوئی شبہ نہیں کیا گیا اور آئندہ وہ عورت موقع ملتے ہی اس کے بیٹے ہنس راج سے ضرور رابطہ کرے گی۔

وہ اندر ہی اندر اس بات سے خوش ہورہا تھا کہ اس پر تنویمی عمل تیزی سے بے اثر ہورہا تھا۔ اسے امید تھی کہ صبح تک وہ اس عمل سے نجات حاصل کرلے گا۔

وہ جاگل اور یوگا جاننے والے چھ افسران سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ صرف تین دنوں میں ہی اس پر کیا ہوا تنویمی عمل بے اثر ہوجائے گا اور وہ اتنی جلدی زنجیریں توڑ کر فرار ہونے کی کوشش کرنے لگے گا۔

وہ بستر پر آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا اور پلاننگ کررہا تھا کہ یوگا جاننے والے افسران میں سے کسی ایک کو زخمی کرے گا موقع ملا تو دو کو زخمی کرے گا۔ ایک کے دماغ پر قبضہ کرے گا۔ دوسرے کو گن پوائنٹ پر رکھے گا پھر انہیں اٹھا کر وہاں سے لے جانا چاہے گا تو کوئی اس کا راستہ نہیں روک سکے گا۔

صبح پانچ بجے اس کے کمرے میں الارم کی آواز گونجنے لگی۔ وہ آنکھیں کھول کر بیزاری سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے لائٹ آن کی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر کہا "جی! میں بول رہا ہوں۔"

مائک لال کی آواز سنائی دی "واش روم میں جاؤ۔ ایک گھنٹے کے اندر تیار رہو جاؤ۔ ہم ٹھیک چھ بجے آرہے ہیں۔"

وہ ریسیور رکھ کر باتھ روم میں غسل کرنے چلا گیا۔ فکرمندی سے سوچنے لگا کہ اسے اتنی جلدی پانچ بجے کیوں جگایا گیا ہے؟ اور وہ چھ افسران اتنی صبح اس کے پاس کیوں آرہے ہیں؟

وہ غسل کررہا تھا اور اچھی طرح یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ اسے ٹی وی اسکرین پر دیکھا جارہا ہے۔ اس کے اندر یہ اندیشہ پیدا ہورہا تھا کہ شاید اس کی کوئی غلطی پکڑی گئی ہے یا اس پر کسی قسم کا شبہ کیا جارہا ہے یا پھر وہ لوگ اس پر مزید تنویمی عمل کرانا چاہتے ہیں۔

اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کرلیا کہ اس بار وہ تنویمی عمل کو کامیاب ہونے نہیں دے گا۔ انہیں ناکام بنائے گا اور ان سے کسی نہ کسی طرح نجات حاصل کرے گا۔

ٹھیک چھ بجے وہ چھ یوگا جاننے والے افسران اس کے بنگلے کے اندر آگئے۔ اسے آپریشن روم میں چلنے کا حکم دیا۔ وہ پریشان ہوکر بولا "آپ لوگ مجھے آپریشن روم میں کیوں لے جارہے ہیں؟"

"کوئی سوال نہ کرو۔ جو کہا جارہا ہے وہ کرو۔"

وہ ان کے آگے آگے چلتا ہوا آپریشن روم میں داخل ہوا۔ وہاں اذیت پہنچانے کے بہت سے آلات رکھے ہوئے تھے۔ ایک کرسی تھی جس پر بٹھا کر الیکٹرک شاک پہنچایا جاتا تھا۔ ایک بیڈ تھا جس پر لٹا کر اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ وہ پلٹ کر وہاں سے جانا چاہتا تھا پھر رک گیا۔ دو اعلیٰ افسران نے ریوالور نکال لیے تھے۔ اس کی ذرا سی حرکت پر اسے زخمی کیا جاسکتا تھا۔

مائک لال نے کہا "چلو! اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا "میرا قصور کیا ہے؟ مجھے یہاں کیوں بٹھایا جارہا ہے؟"

"کوئی سوال نہ کرو۔ جو کہا جارہا ہے وہ کرو۔"

وہ چپ چاپ آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں ہتھوں پر ہاتھ رکھے تو ان ہتھوں کے ساتھ اس کو ہتھکڑیاں

پہنادی گئیں وہ وہاں سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔

جگدیش راٹھور نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کرتے ہوئے کہا "تم کیا سمجھتے ہو۔ ہم سے زیادہ مکار اور چالاک ہو؟ ہمیں دھوکا دو گے اور ہمیں معلوم نہ ہوگا۔"

وہ ڈھٹائی سے بولا "مجھے کچھ معلوم تو ہو کہ میں نے کیا دھوکا دیا ہے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم ہم سے یہ بات چھپا رہے تھے تم پر کیا ہوا تنویمی عمل کا کورس چھوڑ چکا ہے اور تم اس کے اثر سے نکل چکے ہو۔"

وہ بچکچاتے ہوئے بولا "یہ غلط ہے۔ آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں اب بھی آپ لوگوں کا معمول ہوں۔ غلام ہوں۔"

"غلام کبھی آقا کو دھوکا نہیں دیتے۔ اس سے جھوٹ نہیں بولتے۔"

"میں کیسے یقین دلاؤں کہ کس طرح [illegible] دھوکا نہیں [illegible]"

مانک لال نے اس کے منہ پر گھونسا مارتے ہوئے کہا "تم جھوٹ بولنے سے باز نہیں آؤ گے۔"

اس کے منہ پر دو چار ضربیں پڑی تھیں۔ ناک سے خون کی پتلی سی دھار بہنے لگی۔ مانک لال نے کہا "جب تم نے بیڈ روم میں اس عورت کے ساتھ سگریٹ لائٹ آف کی جب ہی مجھے شبہ ہوا تھا کہ تم کوئی گڑبڑ کر رہے ہو۔ ہمیں دھوکا دے رہے ہو۔ کیا تم نے اس عورت پر تنویمی عمل نہیں کیا تھا؟"

چنڈال نے چونک کر مانک لال کو دیکھا پھر کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ہونٹوں کو سختی سے بند کر لیا۔ اب اس کا جھوٹ نہیں چل سکتا تھا۔ حقیقت کھل گئی تھی۔

ایک اعلیٰ افسر کہہ رہا تھا "جب وہ عورت یہاں سے اپنے گھر گئی تو ہم نے اسے کچھ نہیں کہا ہمیں شبہ تھا کہ تم اس کے دماغ میں رہو گے اور دیکھنا چاہو گے کہ ہم اس عورت کا محاسبہ کس طرح کرتے ہیں؟ اور تمہارے بارے میں اس سے کچھ سوالات کرتے ہیں یا نہیں؟"

دوسرے افسر نے کہا "وہ عورت اپنے گھر جا کر غسل کرنے کے بعد سو گئی۔ تم بھی مطمئن ہو گئے کہ اب اس کا محاسبہ نہیں کیا جائے گا لیکن صبح چار بجے ہمارے عامل نے اس کے گھر پہنچ کر اس پر تنویمی عمل کیا اور اسے اپنا معمول بنا کر اس سے یہ حقیقت اگلوالی کہ تم نے بہت مختصر سا تنویمی عمل کیا ہے۔ اس کے ذریعے اپنے بیٹے رنجیت ورما کو پیغام بھیجا ہے۔ یہ یقین ظاہر کیا ہے کہ جلد ہی تم ہمارے کیے ہوئے نجات حاصل کر لو گے اور ہماری قید سے نکل بھاگو گے۔"

چنڈال نے سر جھکا لیا۔ اب وہ انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی چوری پکڑی گئی تھی۔ مانک لال نے بڑے دکھ سے کہا "تم ہندوستانی ہو اور اپنے دیش کی سیوا کرنے کے بجائے ہمیں دھوکا دے رہے ہو۔ بھگوان کی کپا سے ہمیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ملا ہے تو وہ تم ہو۔ تم اپنے پورے ریکارڈ سے کتنا فائدہ پہنچا سکتے ہو؟ ساری دنیا میں اپنا اور اپنے دیش کا نام اونچا کر سکتے ہو لیکن تمہیں ان باتوں سے دلچسپی نہیں ہے۔ تم خود غرض ہو لالچی ہو۔ عیاش ہو ہوس پرست ہو۔ جانور ہو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کیا ہے۔ اسے ہمارا غلام بنا کر ہمارے لیے کام کرنے کے بجائے ذرا سوچو تو سہی۔ تم نے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے کے باوجود ہمیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ تم اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں ہمارے پاس لے کر آؤ۔ تم خود ہی ہماری سرپرستی سے نکل جانا چاہتے ہو۔ ہمیں اپنا دشمن سمجھ رہے ہو۔"

وہ بولا "دشمن کیوں نہ سمجھوں مجھ سے جانوروں کی طرح برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ میں نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کر کے آپ لوگوں کے لیے بہت بڑا کام کیا ہے؟ کیا یہ کام کوئی دوسرا بھی کر سکتا تھا۔"

جگدیش راٹھور نے کہا "تمہارے سوا کوئی ایسا نہیں کر سکتا لیکن تم مکمل طور پر ہمارے نہیں ہو۔ اپنے دیش کے وفادار نہیں ہو۔ ہم نے تمہیں پہلی بار مان مرتبے سے رکھا تھا۔ بڑی عزت دی تھی۔ تمہارے لیے بے شمار کنیزیں خدمت کے لیے رکھی تھیں۔ ہر طرح کا عیش و آرام تھا۔ تم سوچو کہ تم نے ہمارے اعتماد کو کیسے دھوکا دیا؟"

مانک لال نے کہا "صرف ایک سما گن دیوی کی خاطر ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی۔ اگر میں تمہیں گولی مار کر ختم نہ کرتا تو تم خیال خوانی کے ذریعے ہم سب کو نقصان پہنچاتے اور یہاں سے فرار ہو جاتے۔ اسی لیے تمہیں یہاں جانور بنا کر رکھا گیا ہے اور آئندہ بھی تم جانور بن کر یہاں رہو گے۔"

وہ سر جھکا کر بولا "میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔ ایک بار مجھے موقع دو۔ پہلے کی طرح مجھے عزت اور مان مرتبہ دو۔ تمہاری اسی طرح شاہانہ انداز میں مجھے زندگی گزارنے دو تو میں تمہارے احسان میں رہ کر تمہارے ایک ایک حکم کی تعمیل کروں گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "سوری! تم ہمارا اعتماد کھو چکے ہو۔ اپنی حماقت کی وجہ سے تم ہمیں جانوروں سے بدتر بنا کر رکھیں گے۔ جب تم ہمارے احکامات کی تعمیل کراتے رہیں گے۔ جب تم ہمارے لیے بڑے بڑے کام کرتے رہو گے۔ تو ہم انعام کے طور پر تمہاری کوئی نہ کوئی خواہش پوری کرتے رہیں گے۔ اس سے زیادہ تمہیں کوئی رعایت نہیں ملے گی۔"

وہ بولا "اعتماد کے بغیر نہ تو رشتے داری قائم رہتی ہے۔ نہ دوستی مستحکم ہوتی ہے۔ مجھ پر تو اعتماد کرنا ہی ہوگا۔ نہیں کرو گے تو پچھتاؤ گے۔ مجھ سے کچھ حاصل نہیں کر سکو گے۔ زندگی کب تک خیال خوانی کراتے رہو گے؟"

جگدیش راٹھور نے کہا "جب تک ہم تمہیں شکنجے میں کسے رکھیں گے۔ تم سے جبراً خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کرتے رہیں گے۔ جب دیکھیں گے کہ تم نے بہت زیادہ نقصان پہنچانے لگے ہو تو ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔"

"میں تو جان سے جاؤں گا مگر ہمیشہ کے لیے اس دیش کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ختم ہو جائے گا پھر کوئی دوسرا نہیں ہوگا۔" اس نے ان تمام افسران کو دیکھتے ہوئے کہا "اب میرے خلاف طاقت استعمال کرو گے۔ میں تمہیں روک سکوں گا لیکن میری موت کے بعد اپنے اور اپنے دیش کو کتنا بڑا نقصان پہنچاؤ گے، اس پر بھی غور کرو۔ عقل استعمال کرو گی کہ نہ زیادہ طاقت استعمال کرو اور نہ زیادہ مجھے ناراض کرو۔ ایک درمیانی راستہ اختیار کرو۔"

"ہم تمہاری درخواست پر غور کریں گے۔ فی الحال ہمارا امریکن ٹیلی پیتھی جاننے والے کی فکر ہے۔ ہم جلد از جلد اسے یہاں لانا چاہتے ہیں لیکن جب تک تم پوری طرح تعاون میں نہیں رہو گے اور ہم سے سچ نہیں بولو گے۔ دھوکا دینے سے باز نہیں آؤ گے۔ اس وقت تک وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری مرضی کے مطابق ہمیں نہیں ملے گا۔ تمہیں قیدی بنا کر رکھنا چاہیں گے اور تم کوئی گڑبڑ کرتے رہو گے۔"

تنویمی عمل کرنے والا ماہر اس آپریشن روم کے اندر چنڈال کو دیکھتے ہوئے بولا "پہلی بار میں نے تم پر تنویمی عمل کیا تو یہ سمجھ نہیں پایا کہ تم کتنی زبردست قوتِ ارادی کے مالک ہو؟ تمہارا دماغ فولاد ہے۔ میں نے پورے اعتماد اور پورے تجربات سے تم پر عمل کیا تھا لیکن یہ عمل دو ہفتے بعد اپنا اثر قائم نہ رکھ سکا۔ تیسرے دن کمزور ہو گیا اور چوتھے دن بالکل ہی ختم ہو چکا ہے۔ تم میرے تنویمی عمل سے نجات حاصل کر چکے ہو۔"

مانک لال نے اس عامل سے پوچھا "تم اس پر مضبوطی سے کس طرح عمل کر سکتے ہو کہ یہ تمہارے عمل سے نجات حاصل نہ کر سکے۔"

عامل نے کہا "اسے ذہنی طور پر زیادہ سے زیادہ کمزور بنانا ہوگا اور ہمیشہ جسمانی اور دماغی کمزوری میں مبتلا رکھنا ہوگا۔"

جگدیش راٹھور نے پوچھا "اگر اسے دماغی کمزوری میں مبتلا رکھیں گے تو یہ خیال خوانی کیسے کرے گا؟"

"اسے اس حد تک توانائی دی جائے کہ یہ خیال خوانی کے قابل رہا کرے۔ میں ہر دوسرے دن اس پر مختصر سا تنویمی عمل کر کے معلوم کرتا رہوں گا کہ یہ کس حد تک دماغی توانائی حاصل کر رہا ہے۔ اسی کے مطابق اسے ایسے انجکشن لگائے جائیں گے کہ یہ پھر دماغی طور پر کسی حد تک کمزور ہو جائے اور ہمیں دھوکا دینے کے قابل نہ رہے۔"

وہ ان سب کو بے بسی سے دیکھتے ہوئے بولا "کیوں مجھ سے دشمنی کر رہے ہو۔ بھگوان کے لیے ایک بار مجھ پر بھروسا کرو۔ مجھے جسمانی اور دماغی طور پر کمزور نہ بناؤ۔ یہ عامل روز مجھ پر تنویمی عمل کرتا رہے گا تو پتا چل جائے گا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں، دھوکا دے رہا ہوں یا سچا اور وفادار بن چکا ہوں؟"

عامل نے کہا "جب تک تمہارے دماغ میں توانائی رہے گی۔ تم پوری طرح میرے معمول نہیں بن سکو گے۔ عارضی طور پر میرے عمل سے متاثر ہو جاؤ گے پھر اسی طرح ایک دو روز میں میرے عمل سے نجات حاصل کر لو گے۔ اب ہم ایسا کوئی خطرہ مول نہیں لیں گے۔ تمہیں دماغی اور جسمانی طور پر کمزور بنانا لازمی ہو گیا ہے۔"

چنڈال جوگیا کے بازو میں ایک انجکشن لگایا گیا۔ ذرا سی دیر میں وہ اپنے اندر کمزوری محسوس کرنے لگا۔ کرسی کی پشت سے سر ٹیک کر نڈھال سا ہو گیا۔ اس کی ہتھکڑیاں کھول دی گئیں۔ اسے سہارا دے کر بیڈ پر لا کر لٹا دیا گیا۔

عامل اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے گہری اور چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا "جس کا دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ وہ عامل سے فوراً ہی متاثر ہو جاتا ہے۔ اس لیے تمہارے دماغ کو کمزور بنایا گیا ہے۔ اس وقت تم میری آنکھوں میں دیکھ رہے ہو اور دیکھتے رہو گے۔ میرے حکم کے خلاف آنکھیں نہیں چراؤ گے۔"

وہ ذہنی کمزوری کے باعث واقعی اس کی آنکھوں سے متاثر ہو رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ پوری طرح تاثر قائم ہوتا۔ وہ اپنا ایک ناخن اپنی ران میں چبھونے لگا۔ اس طرح تکلیف کا احساس عامل کی طرف سے دھیان ہٹانے لگا۔

وہ پہلے ہی یہ دل میں طے کر چکا تھا کہ اب تنویمی عمل سے متاثر نہیں ہوگا۔ اس نے یہ سوچ لیا تھا کہ کیا کرنا چاہیے جس طرح ایک معمول ہاتھ پاؤں سیدھے رکھ کر چاروں شانے چت لیٹ جاتا ہے۔ اسی طرح وہ لیٹا ہوا تھا۔ اس کا ہاتھ سیدھا ران کی طرف رکھا ہوا تھا۔ اس طرح وہ ناخن اپنے جسم میں چبھو رہا تھا کہ کسی کو اس کی اس حرکت کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ تمام افسران عامل کو معمول کو دیکھتے رہے اور یقین کرتے رہے کہ اس بار عمل ناکام [illegible] ہوگا۔

رات بہت گزر چکی تھی۔ گھر کے باہر گرس ریسٹ ہاؤس کے چاروں طرف گہری سناٹا اور خاموشی طاری تھی۔ اس ریسٹ ہاؤس سے سو دو سو گز کے فاصلے پر دو سرکاری مکانات بنے ہوئے تھے۔ اس طرح وہ ریسٹ ہاؤس پہاڑی کے اوپر الگ تھلگ دکھائی دے رہا تھا۔

اس ریسٹ ہاؤس کے پیچھے تین سو فٹ کوارٹر تھے۔ ان میں ایک بابو جی ایک مالی اور ایک ملازم مل کر رہتے تھے۔ ریسٹ ہاؤس میں چھ بڑے کمرے تھے۔ وہ سب خالی تھے چونکہ سہاگن دیوی وہاں آکر رہنے والی تھی۔ اس لیے اس ریسٹ ہاؤس کو خالی رکھا گیا تھا۔ جینا اور کبریا ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ انہیں خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ انسپکٹر ٹھاکرے جینا کو قتل کرنے کی غرض سے ادھر آرہا ہے۔

جینا نے پریشان ہو کر کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک انسان دوسرے انسان کو کیوں قتل کرتا ہے؟ کیوں لالچ کرتا ہے کیا وہ دو لاکھ روپے اس سیاست داں سے لے کر ساری زندگی گزار دے گا؟ کیا وہ حرام کی کمائی اس کے بیوی بچوں کو پالے گی؟"

کبریا نے کہا "ایسا سب سوچتے نہیں ہیں۔ یہی سمجھتے ہیں کہ حرام کی کمائی سے زیادہ سے زیادہ دولت مند ہوتے جائیں گے۔ کتنے ہی حرام کمانے والے ڈکیتی کرنے والے حرام موت مرتے ہیں۔ ان کے بیوی بچوں کا مستقبل تباہ ہو جاتا ہے پھر بھی یہ دوسروں کے بُرے نتائج سے سبق حاصل نہیں کرتے۔"

پھر وہ جینا کا ہاتھ تھام کر بولا "کیا تم خوف زدہ ہو؟"

وہ بولی "جب تک تم میرے ساتھ ہو۔ میں موت سے بھی نہیں ڈرتی۔ جب موت کو آنا ہوگا تب آئے گی۔ اس سے پہلے تم آنے والی موت کو ٹال دیا کرو گے۔"

اس نے اپنا ہاتھ کبریا کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ سر جھکا کر بولی "تنہائی میں میرا ہاتھ پکڑتے ہو تو مجھے عجیب سا لگتا ہے کچھ ایسے احساسات پیدا ہوتے ہیں کہ میں پریشان ہو جاتی ہوں۔"

"میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ صرف تمہارا ہاتھ پکڑا کروں گا۔ تمہیں چھو لیا کروں مگر تمہارے مزاج کے خلاف اس سے آگے نہیں بڑھوں گا۔ کیا تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟"

"تم پر تو بھروسا ہے۔ اپنے آپ پر نہیں ہے۔ پہلے میں ایسے احساسات سے بالکل عاری تھی۔ کچھ سمجھتی نہیں تھی اور نہ سمجھنا چاہتی تھی تم نے میرے قریب آکر پتا نہیں کیسے کیسے جذبوں کو جگا دیا ہے! میں ان سے لڑتی رہتی ہوں۔ انکار کرتی رہتی ہوں۔ پلیز! مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

"ٹھیک ہے میں دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں۔"

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

"جانا ہی چاہیے۔ دوسروں نے دیکھ لیا کہ ایک مسلمان تمہارے ساتھ کمرے میں تنہا ہے۔ تو باتیں بنائی جائیں گی۔ تم خوامخواہ بدنام ہو جاؤ گی۔"

"میں ایسی خوامخواہ کی بدنامی سے نہیں ڈرتی۔ جو مجھے الزام لگا دے گا۔ اسے منہ توڑ جواب دوں گی پھر تم خیال خوانی کے ذریعے بھی میری پارسائی ثابت کر سکتے ہو۔"

"ایسے حالات پیش آئیں گے تو دیکھا جائے گا۔ ابھی رات بہت ہو چکی ہے تمہیں آرام کرنا چاہیے۔ سونا چاہیے بہت تھک گئی ہو۔"

"ویسے تو تم بھی بہت تھک گئے ہو۔ تمہیں بھی سونا چاہیے لیکن اس آنے والے قاتل کا استقبال نہیں کرو گے؟"

"میں اپنے کمرے میں بیٹھ کر بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ تم بے خوف ہو کر دروازے کو اندر سے بند کر کے آرام سے سو جاؤ۔"

وہ اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ جینا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "پلیز۔ نہ جاؤ۔ جب وہ دشمن واپس چلا جائے گا۔ تب چلے جانا۔ ابھی ہمدردی کرتے رہیں گے۔"

کبریا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیکھا تو اس نے جلدی سے ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ مسکرا کر بولا "کوئی بات نہیں۔ تم میرا ہاتھ پکڑ سکتی ہو۔ میں نے وعدہ کیا ہے تمہارا ہاتھ نہیں پکڑوں گا۔"

وہ پھر بیٹھ گیا۔ جینا نے کہا "یہ ٹیلی پیتھی ہمارے لیے باعثِ رحمت ہے۔ تم دشمنوں کے خیالات پڑھ لیتے ہو۔ اس لیے ہمیں خطرات کا علم پہلے سے ہو جاتا ہے۔"

"ہاں۔ جب سے یہاں آیا ہوں۔ ایک ایک کے خیالات پڑھتا جا رہا ہوں۔ دوستوں اور دشمنوں کو پہچانتا جا رہا ہوں۔"

وہ سوچتے ہوئے بولی "ایک دشمن رہ گیا ہے۔ تمہیں اس کے خیالات ضرور پڑھنے چاہئیں۔"

کبریا نے پوچھا "کون سا دشمن؟"

"شکنتلا کا بھائی دھیرج پتا نہیں وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ انسپکٹر ٹھاکرے نے تو اسے اس شہر سے بھگا دیا ہے تمہیں معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کہاں گیا ہے۔ ہمیں یقین نہیں کہ وہ ممبئی پہنچ جائے اور وہاں شکنتلا اور جان محمد سے دشمنی کرے۔"

"میں نے دھیرج کی آواز نہیں سنی ہے اور نہ ہی اس کی کوئی تصویر فی الحال حاصل ہو سکتی ہے۔ ٹھہرو مجھے ذرا سوچنے دو۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر چٹکی بجا کر بولا "میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے انسپکٹر ٹھاکرے کے اندر پہنچ گیا۔ وہ انسپکٹر اپنی جیپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی جیپ ایک شراب خانے کے سامنے تھی اور وہ ایک پولیٹی رہا تھا۔ تھل جیسی واردات کرنے سے پہلے سُرمیں آنا چاہتا تھا۔ شراب آدمی کو نڈر بنا دیتی ہے۔ وہ نڈر بن رہا تھا۔ کبریا نے اس کے اندر سوچ پیدا کی "پتا نہیں دھیرج اس شہر سے جا چکا ہے یا نہیں؟ اگر چلا گیا ہے تو اس وقت کہاں ہو سکتا ہے؟ اس نے بوتل کو منہ سے لگا کر ایک گھونٹ پیتے ہوئے سوچا کہ ایسے چور بدمعاش کتے کی زندگی گزارتے ہیں۔ ایک جگہ سے لات جوتے کھا کر دوسری جگہ جاتے ہیں۔ پتا نہیں اب جوتے کھانے کے لیے کہاں گیا ہوگا؟

کبریا نے اس کے خیالات سے معلوم کیا تھا کہ دھیرج کے پاس موبائل فون ہے۔ کبریا نے فون کے ذریعے اسے رابطہ کرنے کے لیے مائل کیا۔ جینا نے اپنا موبائل نکال کر دھیرج کا نمبر ملانا شروع کر دیا۔ انسپکٹر ٹھاکرے ایک گھونٹ پیتا جا رہا تھا۔ رابطہ ہونے پر دھیرج کی آواز سنائی دی "ہیلو۔ کون ہے۔"

انسپکٹر نے نشے کی ترنگ میں کہا "تمہارا باپ ٹھاکرے بول رہا ہوں۔ ابے! کہاں ہے تو؟ کیا اسی شہر میں مر رہا ہے؟"

"نہیں انسپکٹر صاحب! آپ کی مہربانی ہے مجھے پہلے ہی خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔ میں اس شہر سے نکل آیا ہوں۔ اب مجھے کوئی گرفتار نہیں کر سکے گا۔"

کبریا نہیں چاہتا تھا کہ جان محمد پر قاتلانہ حملہ کرنے والا زندہ سلامت چلا جائے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ اس شہر سے دور نہیں گیا تھا بلکہ وہیں ریسٹ ہاؤس کے قریب ایک گھنے درخت کی چھاؤں میں بیٹھا اودھا پی رہا تھا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ اپنی زمین جائداد چھوڑ کر بھاگنا نہیں چاہتا ہے۔ اسے پکڑنے والی اسے الزام لگانے والی ساگن دیوی ہے۔ اگر وہ مر جائے گی تو پھر کوئی اسے ہم ثابت نہیں کر سکے گا۔ یہ الزام نہیں لگا سکے گا کہ اس نے جان محمد پر حملہ کیا تھا یا ہندو مسلم فسادات شروع کرائے تھے۔

کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جینا کو دیکھا۔ وہ اسے تک رہی تھی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے کہاں پہنچا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا۔ دھیرج کا کچھ پتا چلا؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "ہاں۔ اچھا ہوا ہم نے عین وقت پر اس کے خیالات پڑھ لیے۔ وہ بدمعاش قاتل تو ہمارے بالکل قریب ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا کہہ رہے ہو؟ کیا وہ ریسٹ ہاؤس کے کسی کمرے میں ہے؟"

"نہیں یہاں سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر درخت کے سائے میں بیٹھا شراب پی رہا ہے اور تمہیں قتل کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ ذرا سُرمیں آنے کے بعد وہ ادھر آئے گا۔"

سرمیں آنا اسے کہتے ہیں کہ ہلکا سا نشہ طاری ہو جائے۔ کیف اور سرور کی حالت میں دنیا پہلے سے زیادہ حسین دکھائی دے لیکن وہ تو سرور میں نہیں تھا بلکہ نشے میں آؤٹ ہو رہا تھا۔ دیسی شراب خالص پی جائے تو وہ دماغ الٹا دیتی ہے۔ ابھی اس کا دماغ الٹا نہیں تھا۔ وہ کچھ ہوش میں تھا اور کچھ مدہوشی طاری ہو رہی تھی۔ سامنے جتنے درخت تھے، ایک ایک کے دو دو نظر آ رہے تھے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اندھیرے کی وجہ سے درخت الجھی طرح دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔ بوتل خالی ہو چکی تھی۔ اس نے بوتل کو ایک طرف پھینکا پھر لباس سے ریوالور نکال کر اسے چیک کیا۔ اس کے چیمبر بھرے ہوئے تھے۔ پوری چھ گولیاں تھیں۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے پلٹ کر ریسٹ ہاؤس کو دیکھا تو ایک دم سے چونک گیا۔

کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا اور اب کبریا کی مرضی کے مطابق اسے ریسٹ ہاؤس دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

انسان کے دیکھنے، سننے، سونگھنے، چھونے اور چھونے کی حس کا تعلق دماغ سے ہے۔ اگر دماغ غیر حاضر ہے تو چھونے سے پتا نہیں چلتا کہ چیز ٹھنڈی ہے یا گرم۔ سونگھنے سے کوئی مہک محسوس نہیں ہوتی۔ چکھنے سے کسی لذت کا پتا نہیں چلتا۔ کانوں سے سنائی دیتا ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا۔ پاؤں کے سامنے کوئی چیز پڑی ہوتی ہے مگر وہ دکھائی نہیں دیتی۔ جب دماغ حاضر ہوتا ہے اور دماغی قوت ساتھ دیتی ہے۔ تب ہی انہیں حواس اپنا کام کرتے ہیں۔ دماغ چاہتا ہے تب ہی دکھائی دیتا ہے۔ سنائی دیتا ہے۔ تمام احساسات بیدار رہتے ہیں۔

اس وقت دھیرج غائب دماغ تھا۔ صرف کبریا کے دماغ سے سوچ رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا اور کبریا سمجھا رہا تھا کہ ریسٹ ہاؤس وہاں سے غائب ہو چکا ہے۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا اندازے سے ادھر جانے لگا۔ جدھر خیال تھا کہ ریسٹ ہاؤس پہلے ہوا کرتا تھا۔

وہ ریسٹ ہاؤس کے آگے پیچھے دائیں بائیں جاتا رہا اور سمجھتا رہا کہ وہ اس پورے حصے میں گھوم رہا ہے۔ جہاں وہ ریسٹ ہاؤس تھا اور اب واقعی وہاں نہیں ہے۔

وہ سوچتا ہوا شہر کی طرف جانے لگا۔ کبریا اس کے اندر یہ خیال پیدا کر رہا تھا کہ شہر میں جا کر یہ عجیب و غریب بات بتائے گا تو سب حیران رہ جائیں گے۔ وہاں آ کر دیکھیں گے تو ریسٹ ہاؤس کو وہاں نہیں پائیں گے۔

کچھ دور جانے کے بعد اسے ایک راہ گیر دکھائی دیا۔ وہ کان پر ہاتھ رکھ کر تان اڑاتا ہوا۔ ایک گانا گاتا ہوا آ رہا تھا۔ دھیرج نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اسے آواز دی "اے بھائی! رکو رک جاؤ۔"

وہ قریب آ کر رک گیا پھر اس سے بولا "کیا بات ہے؟ کیا راستہ بھول گئے ہو؟"

کبریا اس راہ گیر کے اندر پہنچ گیا۔ دھیرج نے اس سے کہا "میں راستہ نہیں بھولا ہوں مگر یہاں تو غضب ہو گیا ہے۔ وہاں جو ریسٹ ہاؤس تھا۔ وہ غائب ہو گیا ہے۔"

راہ گیر نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا "وہ غائب نہیں ہوا ہے۔ میں نے ابھی دو گھنٹے پہلے دیکھا تھا۔ وہ جو ساگن دیوی ہیں۔ وہ اس ریسٹ ہاؤس کو اٹھا کر لے جا رہی تھیں۔ میں نے پوچھا 'دیوی جی! آپ اسے کہاں لے جا رہی ہیں؟' تو انہوں نے کہا 'خبردار! کسی سے نہ کہنا میں یہ ریسٹ ہاؤس چوری کر کے لے جا رہی ہوں۔ پولیس والوں کو معلوم ہو گا تو وہ مجھے پکڑ لیں گے۔ خبردار! کسی سے نہ کہنا۔'"

دھیرج نے خوش ہو کر اس راہ گیر کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "وہ مارا۔ اب میں ثابت کر سکوں گا کہ ساگن دیوی چور ہے۔ جھوٹی ہے وہ ہمارا ریسٹ ہاؤس چرانے کے لیے احمد آباد آئی تھی۔ اگر اسے فوراً گرفتار نہ کیا گیا تو وہ ریسٹ ہاؤس لے کر ممبئی پہنچ جائے گی اور اسے کہیں چھپا دے گی۔"

راہ گیر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا "بھئی! تم نے کتنی پی لی ہے۔ تمہارا تو دماغ الٹ گیا ہے۔ اپنے گھر تک کیسے جاؤ گے؟ تمہیں تو بھگوان ہی پہنچائے گا۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ دھیرج شہر کی طرف جانے لگا۔ تیز تیز قدم بڑھانے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ تھانے میں جا کر جلد ہی ریسٹ ہاؤس کی چوری کی رپورٹ درج کروائے اور اپنے لوگوں کو یہ عجیب و غریب خبر سنا کر حیران کر دے۔ کوئی یقین تو نہیں کرے گا لیکن جب لوگ آ کر دیکھیں گے تو ریسٹ ہاؤس کو وہاں نہ پا کر حیران رہ جائیں گے۔

کبریا نے اس کے اندر سے یہ خیال بھلا دیا تھا کہ اعلیٰ افسر نے اس کی گرفتاری کا حکم جاری کیا ہے۔ وہ شہر جائے گا تو اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ وہ یہ سب کچھ بھول کر نشے کی حالت میں ادھر چلا جا رہا تھا۔ انسپکٹر ٹھاکرے نشے کی حالت میں جیپ ڈرائیو کرتا ہوا دوسرے راستے سے آ رہا تھا۔ جس پہاڑی ٹیلے پر وہ ریسٹ ہاؤس تھا۔ ادھر پہنچ کر وہ رک گیا۔ دور دور تک دیکھنے لگا۔ اسے بھی ریسٹ ہاؤس دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اس نے حیرانی سے سوچا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ابھی شام تک ریسٹ ہاؤس یہیں موجود تھا پھر کہاں غائب ہو گیا ہے؟

وہ جیپ ڈرائیو کرتا ہوا وہاں آیا پھر جیپ سے اتر کر اندازے سے وہاں جانے لگا جہاں اس کا خیال تھا کہ وہاں ریسٹ ہاؤس ہوا کرتا تھا۔

وہ بھی آگے، پیچھے، دائیں، بائیں بھٹکتا رہا۔ کبریا نے اسے ریسٹ ہاؤس کی دیوار سے ٹکرانے نہیں دیا۔ اس کے

اندر یہی خیال پیدا کرتا رہا کہ جہاں وہ ریسٹ ہاؤس تھا۔ وہاں وہ چہل قدمی کررہا ہے۔ گھوم رہا ہے۔ اب وہاں خالی میدان رہ گیا ہے۔

وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر کسی نے ریسٹ ہاؤس کو توڑا ہے تو یہاں اسے کھنڈر کی صورت میں دکھائی دینا چاہیے۔ اس کا تو ملبا بھی دکھائی نہیں دے رہا ہے؟

وہ ساگن دیوی کو قتل کرنے آیا تھا لیکن وہ ریسٹ ہاؤس ساگن دیوی کے ساتھ غائب ہوگیا تھا۔ کبریا اس کے سامنے آیا۔ وہ کبریا کو اس کی مرضی کے بغیر پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس نے پوچھا "کون ہو تم!"

کبریا نے ہاتھ جوڑ کر کہا "حضور! مائی باپ! میں اس ریسٹ ہاؤس کا ملازم ہوں۔ ادھر سرونٹ کوارٹر میں رہتا ہوں۔"

"اچھا ہوا تم آگئے۔ یہ ریسٹ ہاؤس کہاں گیا؟"

"کیا بتاؤں سرکار ساگن دیوی اسے اٹھا کرلے گئی ہیں۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ کیسے اٹھا کرلے جائیں گی؟"

"میں کیسے بتاؤں۔ وہ کیسی جادوگرنی ہے۔ اس نے ایک چاقو لے کر ریسٹ ہاؤس کو نیچے سے کاٹنا شروع کیا۔ وہ پورا ریسٹ ہاؤس چاروں طرف سے کٹ گیا۔ اس نے اس ریسٹ ہاؤس کو اٹھا کر اپنے مسلمان ساتھی حمزہ کے سر پر رکھا۔ وہ بے چارہ اسے سر پر اٹھا کر اس کے ساتھ چلا گیا۔"

وہ بے یقینی سے بولا "کیا بکواس کررہے ہو؟ یہ کوئی ماننے والی بات ہے؟"

"آپ نہ مانیں لیکن خود دیکھ رہے ہیں کہ یہاں ریسٹ ہاؤس نہیں ہے۔ آپ پولیس والے ہیں۔ آپ کو فوراً ہی اس چوری کے خلاف کچھ کرنا چاہیے۔ چوری کرنے والی ساگن دیوی کو گرفتار کرنا چاہیے۔"

انسپکٹر ٹھاکرے کچھ نشے میں تھا۔ کچھ ہوش میں تھا۔ یقین نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ پورا ریسٹ ہاؤس غائب ہوگیا ہے تو وہ اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنی جیپ میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا شہر کی جانب جانے لگا۔

وہ اپنے سب سے بڑے افسر کے بنگلے کی طرف جارہا تھا۔ یہ سوچ رہا تھا کہ اس عجیب و غریب چوری کی بات پر اس کا اعلیٰ افسر یقین کرے گا یا نہیں؟

اس نے سوچا کہ یقین نہیں کرے گا تو خود آنکھوں سے جاکر دیکھے گا یا اپنے دوسرے ماتحتوں کو بھیجے گا۔ تب اس بات کی تصدیق ہوجائے گی کہ ساگن دیوی چور ہے۔ اگرچہ ریسٹ ہاؤس کو اس کی جگہ سے اکھاڑ کر نہیں لے جاسکتی لیکن وہ جادوگرنی ہے۔ شعبدے باز ہے۔ اس نے جادو سے ایسا کیا ہے۔

وہ شہر میں داخل ہوکر سیدھا آئی جی پولیس کے بنگلے کی طرف آیا۔ اس بنگلے کا مین گیٹ بند تھا۔ اس نے جیپ کو تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے اس مین گیٹ سے ٹکرا دیا۔ خود اس کا سر جیپ کی اسٹیئرنگ سے ٹکرا گیا۔ سخت چوٹیں آئیں۔ پیشانی سے خون بہنے لگا۔ وہاں پہرا دینے والے سپاہی دوڑتے ہوئے آئے پھر انسپکٹر کو دیکھ کر اسے جیپ سے باہر نکالنے لگے۔ وہ ان کے سہارے چلتا ہوا ٹوٹے ہوئے گیٹ سے گزرتا ہوا۔ جب بنگلے کے دروازے پر آیا تو آئی جی شور سن کر باہر آگیا تھا۔ نائٹ گاؤن پہنتے ہوئے پوچھ رہا تھا "کیا بات ہے یہ کیا ہورہا ہے؟"

ایک ماتحت افسر نے کہا "سر! یہ انسپکٹر ٹھاکرے ہیں۔ انہوں نے اپنی جیپ آپ کے مین گیٹ سے ٹکرا دی ہے۔"

آئی جی نے غصے سے انسپکٹر ٹھاکرے کو دیکھا پھر پوچھا "کیا تم نشے میں ہو؟"

ماتحت نے کہا "یس سر! ان کے منہ سے بو آرہی ہے۔"

انسپکٹر ٹھاکرے نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "سر! آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں نشے میں ہوں۔ میں ایک ایسی خبر سنانے آیا ہوں کہ آپ حیران رہ جائیں گے۔ کبھی یقین نہیں کریں گے۔"

"ایسی کیا خبر ہے؟ کیا تمہاری ماں مرگئی ہے؟ تمہیں جرأت کیسے ہوئی کہ شراب پی کر ہمارے سامنے آسکو؟"

"سر! پہلے میری رپورٹ سن لیں۔"

"جلدی سناؤ۔ کیا بات ہے؟"

"سر! وہاں شہر کے باہر جو ریسٹ ہاؤس ہے۔ اسے ساگن دیوی چرا کرلے گئی ہے۔"

آئی جی نے غصے سے دھاڑتے ہوئے پوچھا "کیا بکواس کررہے ہو؟ کیا وہ ریسٹ ہاؤس کوئی چھوٹا سا پرس ہے یا بریف کیس ہے جسے وہ اٹھا کرلے گئی ہیں۔ تم ایک ایسی ناممکن بات کہہ رہے ہو۔ جو نشے میں بھی نہیں کی جاتی۔"

وہ اپنے ماتحت سے بولا "انسپکٹر ٹھاکرے کو گرفتار کرو۔ اس نے نشے کی حالت میں میرے مین گیٹ کو توڑا ہے۔ پتا نہیں اور کیا کچھ کرتا ہوا آیا ہوگا؟ یہاں آکر ایسی احمقانہ

باتیں کررہا ہے کہ میں بڑی مشکل سے اپنا غصہ برداشت کررہا ہوں۔ اسے میرے سامنے سے لے جاؤ۔ میں اسے عارضی طور پر ملازمت سے برخاست کررہا ہوں۔"

انسپکٹر ٹھاکرے نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا "سر! آپ مجھے گرفتار کرلیں۔ چاہیں تو پھانسی چڑھا دیں لیکن ایک بار وہاں جاکر دیکھیں۔ ریسٹ ہاؤس نہیں ہے چوری ہوچکا ہے اتنی بڑی چوری کو آپ نظر انداز نہیں کرسکتے۔ آپ! کہیے انسپکٹر جنرل ہیں؟ دیوی یہاں آکر ہمارا برسوں پرانا ریسٹ ہاؤس چرا کرلے گئی ہیں اور آپ ان کے خلاف کوئی ایکشن لینا نہیں چاہتے۔ الٹا مجھے گرفتار کررہے ہیں۔"

ایسے وقت ایک ماتحت نے آکر آئی جی کے سامنے پلٹ کیا کہا "سر! دھیرج یہاں سے فرار ہوگیا تھا۔ وہ خود ہی نشے کی حالت میں واپس آیا ہے۔ ہم نے اسے گرفتار کرلیا ہے۔ کم بخت نشے میں کہہ رہا ہے کہ دیوی جی! ریسٹ ہاؤس کو چرا کر ممبئی شہر لے گئی ہیں۔ اب وہ ریسٹ ہاؤس وہاں نہیں ہے۔"

آئی جی نے حیرانی سے انسپکٹر ٹھاکرے کو دیکھا پھر کہا "یہ کم بخت بھی وہی بات کہہ رہا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ریسٹ ہاؤس اپنی جگہ سے غائب ہوجائے؟"

اس ماتحت افسر نے کہا "سر! دھیرج تو نشے کی حالت میں ایسا کہہ رہا ہے مگر ہمارے ٹھاکرے صاحب نشے میں نہیں ہیں۔"

"یہ بھی نشے میں ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نشہ کرنے والوں کی آنکھوں کے سامنے سے کیا مکانات غائب ہوجاتے ہیں؟ عمارتیں چرالی جاتی ہیں۔ کوئی کتنا بھی نشہ کرلے وہ ایسی بے تکی باتیں نہیں کرتا۔"

ٹھاکرے نے ہاتھ جوڑ کر کہا "سر! میں آپ سے بنتی کرتا ہوں۔ ایک بار وہاں چل کر دیکھ لیں۔ بے شک میں نے شراب پی ہے لیکن اس قدر نشے میں بھی نہیں ہوں ہوش و حواس میں رہ کر بول رہا ہوں۔"

آئی جی نے اپنے ماتحتوں سے کہا "ٹھاکرے کی دردی اتار دو۔ اسے حوالات میں بند کرو۔ میں فون کرکے ان کی ڈیوٹی معلوم کرتا ہوں۔"

انسپکٹر ٹھاکرے نے اپنا موبائل نکال کر کہا "سر! میں آپ کے سامنے دیوی جی سے رابطہ کرتا ہوں اور ان سے کہتا ہوں کہ وہ وہاں موجود نہیں ہیں۔ ریسٹ ہاؤس کو لے کر فرار ہوچکی ہیں۔"

اس نے ایک ماتحت سے ریسٹ ہاؤس کا فون نمبر پوچھا پھر نمبر پنچ کیے۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ آئی جی نے اس سے موبائل فون لے کر اپنے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے جینا کی آواز سنائی دی "ہیلو! میں ساگن دیوی بول رہی ہوں۔"

"ہیلو۔ میں انسپکٹر جنرل آف پولیس بول رہا ہوں۔ آپ کی خیریت پوچھنے کے لیے فون کیا ہے۔ رات بہت زیادہ ہوگئی ہے اور میں نے آپ کو زحمت دی ہے۔ اس کی معافی چاہتا ہوں۔"

"آپ! معافی مانگ کر شرمندہ نہ کریں۔ آپ نے تو اپنا فرض ادا کیا ہے۔ ایک وہ پولیس انسپکٹر ٹھاکرے ہے وہ اپنا فرض بھول کر مجھے قتل کرنے آیا تھا۔ اپنی گن کا رخ ریسٹ ہاؤس کی طرف کرکے للکار رہا تھا۔ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ میں باہر آؤں وہ مجھے گولی مارنا چاہتا ہے۔ میرے ساتھی حمزہ صاحب نے باہر جانے سے منع کیا اور بتایا کہ انسپکٹر ٹھاکرے نشے میں ہے۔ وہ خود ہی چلا جائے گا۔ تھوڑی دیر بعد پتا نہیں اسے کیا ہوا۔ وہ جیپ میں بیٹھ کر چلا گیا۔"

"دیوی جی! آپ کوئی چنتا نہ کریں۔ ہم نے انسپکٹر ٹھاکرے کو گرفتار کرلیا ہے اور اقدامِ قتل کے الزام میں اسے ہم عدالت پہنچائیں گے۔"

آئی جی نے فون بند کرکے ٹھاکرے کو گھورتے ہوئے کہا "تم دیوی جی کو قتل کرنے گئے تھے اور یہاں آکر الٹی سیدھی ہانک رہے ہو۔"

وہ انسپکٹر انکار کرنا چاہتا تھا لیکن کبریا کی مرضی کے مطابق ہاتھ جوڑ کر بولا "سر! مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ دراصل دیوراج پٹیل صاحب چاہتے تھے کہ میں اسے قتل کروں۔ وہ اس سلسلے میں مجھے کل دو لاکھ روپے دینے والے ہیں۔"

آئی جی نے کہا "اب تم اتنے بڑے سیاست داں پر الزام لگا رہے ہو۔"

"میں الزام نہیں لگا رہا ہوں۔ ابھی فون کرتا ہوں۔ آپ ان کی باتیں سن لیں۔"

آئی جی نے کہا "اندر آؤ اور میرے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کرو۔ میں وائڈ اسپیکر پر دونوں کی باتیں سنوں گا۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ آئی جی نے فون کے ذریعے دیوراج پٹیل سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہونے پر اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا "پٹیل صاحب! مبارک ہو آپ نے جو کام مجھے سونپا تھا۔ وہ میں کرچکا ہوں۔ میں نے دیوی جی کو گولی

ماردی ہے۔"

دیوراج پٹیل نے پوچھا "کیا وہ مرچکی ہے؟"

"ہاں۔ میں نے ایک نہیں دو گولیاں ماری ہیں۔ وہ بچ ہی نہیں سکتی تھی۔ اب آپ وعدے کے مطابق کب پے منٹ کررہے ہیں؟"

دیوراج پٹیل نے کہا "کل صبح ہوتے ہی میں بینک سے دولاکھ نکالوں گا اور تمہارے حوالے کروں گا۔"

"آپ مجھے یہ پے منٹ کہاں کریں گے؟"

"کل تم گیارہ بجے میرے بنگلے میں آجاؤ۔ وہاں پے منٹ ہوجائے گی۔"

"ٹھیک ہے میں کل گیارہ بجے آپ کے بنگلے میں آجاؤں گا۔"

آئی جی نے فون بند کردیا۔ اس ٹیلی فون سے ایک ریکارڈ منسلک تھا۔ اس میں ان دونوں کی گفتگو ریکارڈ ہوچکی تھی۔ آئی جی نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا "انسپکٹر ٹھاکرے کو اس طرح قیدی بنا کر رکھو کہ باہر کسی کو پتا نہ چلے۔ اگر اس سیاست داں کو معلوم ہوگا تو وہ محتاط ہوجائے گا پھر گرفت میں نہیں آئے گا۔"

کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر جینا کو دیکھا پھر کہا "اس انسپکٹر ٹھاکرے کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ کل اس سیاست داں دیوراج پٹیل کو بھی گرفتار کرلیا جائے۔ اب تم سوجاؤ۔ ادھر کوئی دشمن نہیں آئے گا۔"

وہ اٹھ کر جانے لگا۔ جینا اسے سوالیہ نظروں سے اور بڑی اپنائیت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"تم دوسرے کمرے میں چلے جاؤ گے۔ یہاں میں اکیلی رہوں گی۔ مجھے ڈر لگے گا۔"

"کیسی باتیں کررہی ہو؟ میں ساتھ والے کمرے میں ہوں پھر خیال خوانی کے ذریعے جب چاہوں گا تمہارے پاس چلا آؤں گا۔"

وہ سر جھکا کر آہستگی سے بولی "نہیں۔ میں کمرے میں اکیلی نہیں رہوں گی۔"

"تم چاہتی ہو میں باقی رات تمہارے ساتھ رہوں؟"

اس نے کچھ نہیں کہا۔ سر جھکائے کھڑی رہی۔ کبریا نے کہا "اس کا مطلب سمجھتی ہو۔"

وہ دھیمی آواز میں بولی "کیا ہمارے دل اور دماغ اتنے مضبوط نہیں ہیں یا ہم اپنے اندر اتنے قابلِ اعتماد نہیں ہیں کہ خود کو قابو میں رکھ سکیں۔"

"میں مضبوط ارادوں کا مالک ہوں۔ جو فیصلہ کرلیتا ہوں۔ وہ پتھر کی لکیر بن جاتا ہے لیکن تم کمزور ہو میری قربت نے اور میری دوستی نے تمہیں نئے جذبوں اور احساسات سے روشناس کروایا ہے۔ تم میرے متعلق کشمکش میں رہتی ہو۔ میرے قریب آنا چاہتی ہو۔ میری دھڑکنوں سے لگ کر زندگی گزار دینا چاہتی ہو۔ میں تمہارے اندر کے احساسات خوب سمجھتا ہوں۔ تم بہک جاؤ گی۔ میں کبھی نہیں بہک سکوں گا۔ آزما کر دیکھ لو۔"

وہ بولی "میرا اپنے بارے میں بھی یہی خیال ہے۔ میرے ارادے بھی مضبوط ہوا کرتے ہیں۔ میں بہکنے والی نہیں ہوں۔ تم یہیں رہو گے۔"

کبریا نے بیڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہاں ایک ہی بستر ہے اس پر تم سوجاؤ۔ میں صوفے پر سوجاؤں گا۔"

"نہیں۔ میں صوفے پر لیٹ جاؤں گی۔ رات گزارلوں گی۔ تم بیڈ پر چلے جاؤ۔"

"یہ ہو نہیں سکتا۔ تم پھول ہو' پھول گلدان میں اور جوانی بستر پر اچھی لگتی ہے۔ میری بات مان کر بستر پر جاؤ گی تو میں یہاں رہوں گا۔ ورنہ دوسرے کمرے میں چلا جاؤں گا۔"

"تم بہت ضدی ہو۔ ہمیشہ اپنی باتیں منواتے رہتے ہو۔"

"یہ غلط ہے۔ میں تو تمہاری باتیں مانتا رہتا ہوں۔"

"میں خوب سمجھتی ہوں۔ جو بات میں ماننا نہیں چاہتی اسے چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے منوالیتے ہو اور مجھے ہو کہ مجھے معلوم نہیں ہورہا ہے۔ میں سمجھتے ہوئے بھی انجان بن جاتی ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "جب تم جانتی ہو کہ میں اپنی باتیں منوالیتا ہوں تو پھر چپ چاپ جاکر بیڈ پر سوجاؤ۔"

وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ کبریا اس کے اندر پہنچا تو وہ بے اختیار پلٹ کر آہستہ سے چلتی ہوئی بیڈ پر جاکر بیٹھ گئی پھر بولی "یہ میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں کہ تم نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ اب میں نہ چاہتے ہوئے بھی یہاں لیٹ جاؤں گی اور تھوڑی دیر میں گہری نیند سوجاؤں گی۔"

"تم بہت سمجھ دار بچی ہو۔ چلو آرام سے سوجاؤ۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "میں سونا نہیں چاہتی۔ تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ سوجاؤں گی تو تم گم ہوجاؤ گے۔ کراتم ہوجائے گا۔ یہ تنہائی نہیں رہے گی۔ میں غافل رہ کر آنکھیں کھولوں گی تو صبح ہوچکی ہوگی۔ تنہائی کے یہ خوب صورت لمحات گزر چکے ہوں گے۔"

"ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی خواہشات کروٹیں بدلتے بدلتے جوان ہوجاتی ہیں۔ تم تنہائی میں بہت ہی خوب صورت لمحات گزارنا چاہتی ہو۔ قریب رہ کر بھی فاصلے رکھنا چاہتی ہو۔ صرف راز و نیاز کی باتیں کرنا چاہتی ہو۔ باتوں کے دوران میں ہم اندر ہی اندر ایک دوسرے سے کیے بغیر ایک دوسرے کی آرزو کرتے رہیں گے۔ زبان سے کچھ نہیں بولیں گے مگر ایک دوسرے کے جسم کو دیکھتے جائیں گے۔ تم میری قربت سے متاثر ہوتی رہو گی۔ میں تمہارے جسم کی چاندنی میں نہاتا رہوں گا۔ ہم کچھ نہیں بولیں گے۔ کچھ نہیں کریں گے لیکن اپنی اپنی آنکھوں سے شاعری کرتے رہیں گے۔ یہی شاعری دور تک ہماری خواہشات کو ابھارتی رہے گی اور ہم بے چین ہوتے رہیں گے۔ کیا یہ مناسب ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھ سے کوئی ایسا سوال نہ کرو جس کا جواب نہ دے سکوں۔ تم اتنی دور کیوں ہو؟ پاس آکر بجھو گے تو کیا ہمیں آگ چھو لے گی؟"

کبریا نے اسے بھرپور نظروں سے دیکھا۔ ایک گہری سانس لی پھر اس کے پاس بیٹھ کر کہا "تم! مجھے آزمائش میں ڈال رہی ہو۔ کوئی بات نہیں میں بھی خود کو آزمانا چاہتا ہوں کہ مجھ میں کتنی قوتِ برداشت ہے۔"

آدمی ارادہ کرلے تو پہاڑ کی طرح اٹل ہوجاتا ہے پھر اسے کوئی ہلا نہیں سکتا۔ ویسے یہ کہنے کی باتیں بھی ہوسکتی ہیں۔ جب عملی طور پر آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تب پتا چلتا ہے کہ پہاڑ کی طرح اٹل رہنا کتنا مشکل ہے۔ وہ صرف انسان اور جوان ہی نہیں تھی۔ بلکہ اداؤں سے بھی بھرپور تھی۔ اس کی ایک ایک ادا نگاہوں کو پکارتی تھی۔ وہ بولتی تھی تو کانوں میں رس گھلتا تھا۔ ہنستی تھی تو جذبے گنگناتے تھے۔ وہ چپ رہتی تھی تو تجسس پیدا ہوتا تھا کہ جیسے وہ ایک راز ہو کھلنا چاہتی ہو۔ کوئی کھولنے والا تو ہو۔

کبریا نے سوچا کہ جو پیار و محبت کی باتیں ابھی ہورہی تھیں۔ وہ دن کو بھی ہوسکتی ہیں۔ دن کو وقت تنہائی اتنی پراسرار نہیں ہوتی جتنی رات کو ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا رات گزارنے کے لیے ہوتی ہے تو سونا چاہیے اور کسی طرح اسے سونا چاہیے۔

وہ باتوں کے دوران میں آہستہ آہستہ خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپکنے لگا۔ وہ غنودگی محسوس کرنے لگی۔ کبریا نے اس کے اندر خیال پیدا کیا کہ ذرا لیٹ کر باتیں کرنا چاہیے۔

وہ اس کے سامنے لیٹنا نہیں چاہتی تھی مگر اس کی مرضی کے مطابق تھکن محسوس کرتے ہوئے لیٹ گئی۔ وہ کچھ بول رہی تھی لیکن پوری طرح بول نہ سکی۔ آنکھیں بند ہوگئیں پھر اسے پتا نہ چلا کہ نیند کیسے اس پر غالب آگئی۔

کبریا وہاں سے اٹھ گیا۔ اس سے دور ہو کر ایک کرسی پر منہ پھیر کر بیٹھ گیا۔ تاکہ وہ نظر نہ آئے۔ مشکل یہ تھی کہ خوابیدہ حسن کچھ اور زیادہ سحر انگیز ہوجاتا ہے۔ حسن اور جوانی نیند کی حالت میں بے ترتیبی سے پڑے ہوں تو نگاہوں کو پکارتے ہیں دیکھنے والے کو اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں۔

اسی لیے وہ منہ پھیر کر بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کے ذریعے دیوراج پٹیل کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جمانا ضروری تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دیوراج پٹیل کسی دوسرے سے سماگن دیوی کی موت کی تصدیق کرے۔ اسے کل بینک سے رقم نکالنے اور انسپکٹر ٹھاکرے کو پے منٹ کرنے تک اسی خوش فہمی میں رہنا تھا کہ دیوی جی مرچکی ہے۔ اس کے راستے کا کانٹا نکل چکا ہے۔

اس نے ابھی ابھی سماگن دیوی کی موت کی خبر سنی تھی اور بہت خوش ہورہا تھا۔ آرام سے بستر پر جاکر سونے والا تھا۔ کبریا نے اسے گہری نیند سلایا اور اس پر مختصر سا تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس نے اس کے ذہن پر یہ بات نقش کی کہ اس نے آج تک سیاست میں رہ کر جتنی ہیرا پھیری کی ہے۔ اپنی قوم سے بد دیانتی کی ہے اور ناجائز طریقوں سے جتنی دولت کمائی ان کا تمام حساب کتاب ابھی بیٹھ کر لکھے گا اور اعتراف کرے گا کہ وہ جھوٹا' مکار' لالچی' بد دیانت' بدکار سیاست داں ہے اور اپنے ہوش و حواس میں رہ کر یہ تمام جرائم قبول کررہا ہے۔

کبریا نے پھر اس کے دماغ کو حکم دیا کہ وہ کل انسپکٹر ٹھاکرے کو پے منٹ کرنے تک کسی بھی سیاست داں سے یا کسی بھی رشتے دار سے ملاقات نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی سے سماگن دیوی کے بارے میں گفتگو کرے گا۔ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد ان تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔

کبریا نے اسے آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ وہ کمرا رومان پرور ہوگیا تھا۔ ایک حسین نوخیز دوشیزہ پھول کی پنکھڑیوں کی طرح بستر پر بکھری پڑی تھی۔ بکھرے ہوئے سامان کو سمیٹ کر رکھنا چاہیے۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ اب یہ اس کی نیت پر تھا۔ جذبۂ شوق کو ہوا دینی تھی یا اپنے نفس کو کچل دینا تھا۔ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ وہ کرسی سے اٹھ گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔ وہ ڈبل بیڈ تھا وہاں

دوسرے کی گنجائش تھی۔ اس نے بستر کے سرے پر بیٹھ کر اسے دیکھا پھر آہستگی سے اس کے پاس ہی لیٹ گیا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ صبح تک گہری نیند سوتا رہے۔ اس دوران میں کوئی غیر معمولی بات ہو۔ کوئی خطرہ پیش آئے تو فوراً آنکھ کھل جائے۔ ورنہ وہ صبح چھ بجے بیدار ہوگا۔

یہ ہدایت دینے کے بعد وہ رفتہ رفتہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے اسے سمجھایا تھا کہ جب تک آپریشن نہ ہو۔ اسے جینا سے فاصلہ رکھنا چاہیے۔ اس نے اپنے روحانی بزرگ کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ اگر عمل نہ کرتا تو بدن کے خوب صورت شہر میں بھٹکتا جاتا۔ ہوس پرستی کا تقاضا تھا کہ پوری روٹی نہ ملے آدھی ہی ملے۔ پیٹ نہ بھرے۔ دل تو بھر جائے۔ حسن کی کوئی تو سوغات ملے لیکن وہ ہوس پرستی پر لعنت بھیج کر سو گیا تھا۔

مزاج میں شائستگی ہو۔ ارادے نیک ہوں۔ نیت صاف ہو تو ایک دوسرے کی قربت میں بھی پارسائی کے ساتھ رات گزر جاتی ہے۔ جینا بے خبر تھی۔ اس نے نیند کی حالت میں کروٹ لی تو اس کے بدن سے لگ گئی پھر بھی بے خبر رہی۔ خواب کی وادیوں میں جانے کہاں کہاں بھٹکتی رہی پھر اس کا ذہن روشن ہوگیا۔ اسے دھندلا دھندلا سا منظر دکھائی دینے لگا پھر وہ منظر واضح ہوتا چلا گیا۔ وہ ایک اسپتال میں تھی۔ اسے اسٹریچر پر لٹا کر آپریشن تھیٹر لے جایا جارہا تھا۔ وہ پریشان تھی گھبرا رہی تھی۔ آپریشن سے انکار کررہی تھی لیکن اسے آپریشن تھیٹر میں پہنچا دیا گیا۔ دروازے کو بند کردیا گیا۔

وہ تجسس میں مبتلا تھی کہ نہ جانے کیا ہونے والا ہے کبریا اسے تسلی دے رہا تھا "اطمینان رکھو۔ ابھی تم ایک مکمل لڑکی بن جاؤ گی پھر ہم شادی کریں گے۔ شادی کے بعد تم ایک مکمل عورت کہلاؤ گی۔"

وہ تسلیاں دے رہا تھا لیکن وہ مطمئن نہیں ہورہی تھی پھر وہی ہوا جس کا اسے اندیشہ تھا آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا۔ ڈاکٹر نے باہر آکر کبریا کے سامنے سر جھکا کر کہا "سوری۔ ہم ساگن دیوی کو نہ بچاسکے۔ آپریشن ناکام رہا ہے۔"

پھر جینا کو دکھائی دیا کہ آپریشن تھیٹر میں اس کی لاش پڑی ہوئی ہے اور اس پر سفید چادر ڈال دی گئی ہے۔ منظر کے جاتے ہی ذہن میں ہونے والی روشنی آہستہ آہستہ ختم ہوگئی۔ آگاہی کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

وہ خواب بھی تھا اور قدرتی طور پر آگاہی بھی تھی۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ پہلے تو وہ سمجھ نہیں پائی کہ کہاں سو رہی تھی پھر اس نے چونک کر کبریا کو دیکھا۔ وہ اس کی سانسوں کے بالکل قریب سو رہا تھا اور وہ اس سے لپٹی ہوئی تھی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ کیا یہ بھی کوئی خواب ہے؟

"نہیں۔۔۔؟"

اس نے سوچا' میری آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ ذہن جاگ رہا ہے۔ میں اسے چھو رہی ہوں۔ سمجھ رہی ہوں کہ یہ میری دھڑکنوں سے لگا ہوا ہے۔ اے بھگوان! جو سوچتی تھی۔ جس کی کلپنا کرتی تھی وہ میری رگِ جان کے قریب ہے لیکن یہ سب کیسے ہوا؟ یہ تو مجھ سے فاصلہ رکھنا چاہتا تھا۔

لیکن یہ زبان کا دھنی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ فاصلہ رکھے گا اور قریب رہ کر بھی فاصلہ رکھے ہوئے ہے۔ میرے پاس اتنے قریب رہنے کے باوجود اس نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔ میں ہی کروٹ بدل کر اس کے پاس آگئی ہوں۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ کمرے کے اندر دن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا مطلب تھا رات گزر چکی ہے۔ دن نکل آیا ہے اور اتنا سارا وقت بڑی پارسائی سے گزر گیا۔ شاید اس لیے کہ وہ بے خبر سو رہی تھی لیکن وہ تو بے خبر نہیں تھا۔ پاس آکر لیٹتے وقت اس نے اسے بھرپور انداز میں دیکھا ہوگا۔ اس کے باوجود اس نے اسے ہاتھ نہیں لگایا۔ چپ چاپ سو گیا۔

اب تو وہ بے خبر نہیں تھی۔ آنکھ کھلنے کے بعد اسے اپنے اتنے قریب دیکھ رہی تھی۔ دل تیزی سے پاگلوں کی طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ اسے چھو رہی تھی۔ دل ہی دل میں جیسے اس کے اندر جذب ہو رہی تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ پوری کی پوری اس کے اندر سما جائے۔

وہ جھجک رہی تھی۔ شرما رہی تھی اور بے باکی سے سوچ رہی تھی کہ دریا میں اتر چکی ہے۔ پیروں تک پانی میں ڈوب چکی ہے تو پھر پوری کی پوری کیوں نہ ڈوب جائے!

کبریا نے اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ اس کی آنکھ صبح چھ بجے کھل جائے گی اور اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو وہ اس سے پہلے ہی بیدار ہوجائے اور جینا کی قربت ایک غیر معمولی بات تھی۔ ایسا پہلی بار ہو رہا تھا۔ اس لیے وقت سے پہلے ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ وہ مقناطیس بنی ہوئی ہے تو اس نے فوراً ہی آنکھیں بند کرلیں۔ اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم ہونے لگا کہ وہ جس قدر محتاط رہتی تھی اور دور بھاگتی تھی۔ قریب ہونے کے بعد

کی قدر جنون میں مبتلا ہو رہی ہے اور اس کے لیے جیسے پاگل ہوئی ہے۔ اس کے بازوؤں میں ٹوٹ کر بکھر جانا چاہتی ہے۔ پگھل کر بہتا چلا جانا چاہتی ہے۔

پھر وہ اچانک ہی اس سے دور ہوگئی۔ جتنی خوش ہو رہی تھی۔ اتنی ہی پریشان ہوگئی تھی۔ جیسے ناچتی ہوئی مورنی کو اپنے بھدے پاؤں دکھائی دیئے ہوں۔ وہ بستر پر اٹھ بیٹھی۔ سہمی ہوئی نظروں سے کبریا کو دیکھنے لگی۔ اسے خواب یاد آیا تھا۔ خواب میں ملنے والی آگاہی یاد آرہی تھی۔ آپریشن تھیٹر' اپنی لاش' آپریشن کا انجام۔ آپریشن کیوں کیا گیا؟

وہ آگاہی اب بہت کچھ سوچنے پر مجبور کررہی تھی۔ آپریشن کے مرحلے سے کیوں گزرا جائے۔ کیا موت کے منہ میں جانے کے لیے؟

عقل نے سمجھایا "اگر وہ مکمل لڑکی نہیں بننا چاہے گی تو آپریشن ضروری نہیں ہوگا۔"

پھر دل نے کہا "اگر وہ مکمل لڑکی نہیں بنے گی تو اسے کبریا کی یہ قربت کبھی حاصل نہیں ہوسکے گی۔ ساری زندگی اس سے دور دور رہے گی۔ اس کے پیار سے محروم رہے گی۔ کبھی اس سے لگ کر سر سے پاؤں تک اس کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے وہ ہوا میں اڑ رہی تھی۔ وہ صرف ساگن دیوی بن کر ایسی محبتیں ایسا حسن اور دل کی کائنات میں بکھری ہوئی ایسی مسرتیں حاصل نہیں کرسکتی جو ابھی حاصل ہوئی تھیں۔

اگر وہ ایسی مسرتیں اور ایسی قربتیں حاصل کرنا چاہتی ہے تو اسے آپریشن کے مرحلے سے گزرنا ہی ہوگا۔

وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ بیڈ سے نیچے اتر گئی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کبریا کو دیکھنے لگی۔ وہ آنکھیں بند کیے خیال خوانی کے ذریعے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی ذہنی حالت کو سمجھ رہا تھا۔ وہ کشمکش میں مبتلا ہوگئی تھی۔ کوئی فیصلہ نہیں کرپا رہی تھی کہ قریب آنا چاہیے یا دور ہی دور رہنا چاہیے۔

وہ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا تھا کہ اسے نیند کے دوران میں آگاہی حاصل ہوئی تھی اور یہ بات اس کے ذہن میں بیٹھ گئی تھی کہ جب بھی آپریشن ہوگا۔ وہ ناکام ہوگا اور زندگی ہار جائے گی۔

اس کے خیالات کبریا کو بتا رہے تھے کہ وہ موت سے ڈر رہی ہے۔ کبھی زندگی کو ہارنا ہوگا تو ہار جائے گی لیکن وہ کبریا کو نہیں ہارنا چاہتی تھی اس لیے زندہ رہنا چاہتی تھی اور زندہ رہنے کے لیے لازمی ہوگیا تھا کہ وہ آپریشن کے مرحلے سے نہ گزرے۔

کبریا چاہتا تھا کہ وہ اس مسئلے میں ابھی نہ الجھے۔ اسے ذہنی سکون پہنچانے کے لیے وہ ذرا کسمسانے لگا۔ جیسے نیند سے بیدار ہو رہا ہو پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔

سامنے کھڑی ہوئی جینا دکھائی دے رہی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا "اوہ خدایا! میں یہاں تمہارے بیڈ پر آکر سو گیا تھا۔ شاید اسی لیے تم یہ بستر چھوڑ کر وہاں کھڑی ہوئی ہو۔ کیا تم ساری رات اسی طرح کھڑی رہیں؟ پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا۔ مجھے یہاں آکر نہیں سونا چاہیے تھا۔"

وہ جلدی سے بولی "نہیں۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو صبح تک یہاں سوتی رہی تھی۔ اٹھ کر دیکھا تو تم بھی میرے پاس ہی سو رہے تھے۔"

"ہاں۔ میں اپنے آپ کو آزما رہا تھا کہ تمہارے معاملے میں کس قدر نیک نیت ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں پوری نیک نیتی سے سوتا رہا۔ تمہیں بھی اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے۔"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا "بے شک تم انسان نہیں فرشتہ ہو۔ میں تم پر فخر کرتی ہوں۔"

"فخر کرتی ہو تو وہاں کیوں کھڑی ہو؟ کیا تم نے نیند پوری نہیں کی ہے؟"

"نہیں نہیں۔۔۔ میں کہہ تو رہی ہوں کہ گہری نیند سوتی رہی تھی۔ تم میری فکر نہ کرو۔"

"تو پھر بیدار ہونے کے بعد تمہیں غسل کرنے کے لیے جانا چاہیے۔ ذرا آئینہ دیکھو کیسی پریشان نظر آرہی ہو۔ جیسے کسی بڑے مسئلے میں الجھ گئی ہو۔"

اس نے گھور کر دیکھا پھر پوچھا "کیا تم نے میرے خیالات پڑھے ہیں؟"

"کیسی باتیں کررہی ہو؟ ابھی تو میری آنکھ کھلی ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں گہری نیند میں بھی خیال خوانی کرتا ہوں؟"

وہ مسکرا کر بولی "نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں غسل خانے میں جارہی ہوں۔"

اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ کبریا نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

ملازم کی آواز سنائی دی "صاحب! میں ہوں آپ کی سیوا کے لیے آیا ہوں۔ کچھ ناشتا پانی کریں گے؟"

"ہاں۔ آدھے گھنٹے کے بعد ناشتا لے آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ اس نے جینا سے کہا "تم اس غسل خانے میں جاؤ۔ میں دوسرے کمرے کے غسل خانے میں جارہا ہوں۔ تاکہ ہم آدھے گھنٹے میں فارغ ہو کر ناشتا کرسکیں۔"

وہ اس کمرے سے نکل کر باہر آیا۔ جینا نے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ وہ دوسرے کمرے کے غسل خانے میں آکر غسل کرنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنے لگا کہ دیوراج پٹیل نے اس کے احکامات کے مطابق کیا کیا ہے؟ اس نے پچھلی رات ہی کئی صفحات پر مشتمل اپنے کالے کارنامے لکھے تھے اور اپنے خلاف جو دستاویزی ثبوت تھے۔ انہیں اپنے اعتراف نامے کے ساتھ سیف میں بند کردیا تھا۔ صبح اس کے سیاست داں ساتھی مراری اور بھنڈاری نے فون پر اس سے گفتگو کرنی چاہی لیکن اس نے ملازم کے ذریعے بہانہ کردیا کہ صاحب سو رہے ہیں۔

کبریا نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ انسپکٹر ٹھاکرے کو بے مٹ کرنے سے پہلے وہ کسی عزیز رشتے دار سے رابطہ نہیں کرے گا۔ کسی سے باتیں نہیں کرے گا اور نہ ہی ساگن دیوی کے متعلق کسی سے گفتگو کرے گا۔

وہ دونوں آدھے گھنٹے کے اندر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرکے ایک کمرے میں پھر یک جا ہوگئے۔ وہاں بیٹھ کر پوری بھاجی کھانے اور چائے پینے لگے۔ جینا نے کہا "تم نے انسپکٹر ٹھاکرے اور دھیرج کو گرفتار کروادیا ہے۔ اب وہ دیوراج پٹیل رہ گیا ہے۔ وہ میرے خلاف زہر اگلتا رہے گا پھر مجھے قتل کرانے کے منصوبے بناتا رہے گا۔"

"ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ تم ذرا انتظار کرو۔ ابھی گیارہ بارہ بجے تک دیوراج پٹیل اپنے برے انجام تک پہنچنے والا ہے۔"

وہ چائے پینے لگا اور اسے بتانے لگا کہ پچھلی رات اس نے کس طرح دیوراج کو ٹریپ کیا ہے۔ وہ اب وہی کرے گا جو اس کی مرضی کے مطابق اس کے دماغ میں نقش ہوچکا ہے۔

جینا سن رہی تھی۔ چائے پی رہی تھی۔ مسکرا بھی رہی تھی پھر بولی "آج کے دور میں ٹیلی پیتھی سب سے بڑی قوت ہے۔ یہ بڑے سے بڑے شہ زور کو بھی پچل کر رکھ دیتی ہے۔ تمہیں یہ کمال حاصل نہ ہوتا تو مجھے اتنی عزت اور شہرت کبھی نہ ملتی۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ مجھے ہر طرف سے تحفظ حاصل ہورہا ہے۔"

"یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ اس نے میرے پاپا کو اور ہمارے خاندان والوں کو اس علم سے نوازا ہے۔ ہم اس معبود کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔"

ریسٹ ہاؤس کے باہر شہر سے بہت سے لوگ آرہے تھے۔ شام چار بجے سے چھ بجے تک ساگن دیوی ان سب سے ملاقات کرنے والی تھی۔ اس لیے وہ سامنے میدان میں ایک بڑا سا اسٹیج بنا رہے تھے۔ شامیانے لگا رہے تھے۔ دونوں ریسٹ ہاؤس سے باہر آکر انہیں دیکھنے لگے۔ ان سے ملنے اور باتیں کرنے لگے۔ وہ سب خوش ہورہے تھے اور دیوی جی کا شکریہ ادا کررہے تھے کہ وہ ان کے دکھ درد دور کرنے آئی ہے۔ ایک شخص نے کہا "دیوی جی! آپ کی ہر بات سچ ثابت ہورہی ہے۔ دھیرج کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ اس نے بھی اپنے جرم کا اقبال کیا ہے۔"

شہر والوں کو صرف دھیرج کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ گرفتار ہوچکا ہے۔ انسپکٹر ٹھاکرے کے بارے میں یہ بات چھپائی گئی تھی۔ کوئی اس کی گرفتاری کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جینا سے ملنے آرہے تھے۔ وہ ساڑھے دس بجے تک ان سب سے ملتی رہی۔ باتیں کرتی رہی پھر اس نے کہا "اب میں ریسٹ ہاؤس میں جاکر آرام کروں گی پھر کسی وقت باہر آؤں گی۔"

وہ دونوں ریسٹ ہاؤس کے کمرے میں واپس آگئے۔ کبریا نے کہا "تم! یہاں بیٹھ کر کچھ میگزین وغیرہ پڑھتی رہو۔ میں ذرا ان لوگوں کی خبر لیتا ہوں۔"

وہ بولی "رسالے کیا پڑھوں گی۔ میرے لیے سوچنے اور فکر کرنے کے لیے اور بہت کچھ ہے۔ میں سوچتی رہوں گی۔"

وہ انسپکٹر ٹھاکرے کے پاس پہنچ گیا۔ آئی جی پولیس اور دوسرے ماتحت اس کے آس پاس تھے۔ وہ جیپ ڈرائیو کرتا ہوا دیوراج پٹیل کے بنگلے کی طرف جارہا تھا۔ جب اس بنگلے کے قریب پہنچنے لگا تو تمام افسران پولیس والے پیچھے رہ گئے۔ پہلے اسے تنہا وہاں جانے دیا۔

دیوراج پٹیل اپنے بنگلے میں اس کا انتظار کررہا تھا۔ اسے دیکھ کر بولا "آؤ ٹھاکرے! تم نے تو ساگن دیوی کو زک میں پہنچا کر میرا راستہ آسان کردیا ہے۔ میرے لیے بہت بڑا کام کیا ہے۔"

انسپکٹر نے پوچھا "میرے کام کا انعام لائے ہو یا نہیں؟"

"کیسے نہ لاتا؟ بینک کھلتے ہی پہنچ گیا تھا۔ تمہارے دو لاکھ روپے لاکر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ دیکھو سینٹر ٹیبل پر نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی ہیں۔"

ٹھاکرے نے پوچھا "پٹیل صاحب! آپ نے دیوی جی کے بارے میں تصدیق نہیں کی۔ یہ معلوم تو کرنا چاہیے تھا۔ وہ مرچکی ہے یا زندہ رہ گئی ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "وہ کیسے زندہ بچے گی۔ گولی تم نے ماری ہے اور وہ بھی ایک نہیں دو دو گولیاں۔ اس کے بچنے کا

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم کھڑے کیوں ہو؟ آگے بڑھو ان گڈیوں کو اپنے بریف کیس میں رکھ لو۔"

"آپ مجھے انعام دے رہے ہیں۔ لہٰذا آپ کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر یہ گڈیاں دینی چاہئیں۔ تب مجھے خوشی ہوگی کہ میں انعام حاصل کررہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے سینٹر ٹیبل پر جھکا وہاں سے دو گڈیاں اٹھا کر ٹھاکرے کی طرف بڑھائیں۔ ٹھاکرے نے انہیں لینے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت فلیش لائٹ کا جھماکا ہوا۔ دیوراج نے چونک کر ایک طرف دیکھا تو دروازے کے پاس ایک فوٹوگرافر کھڑا ان کی تصویریں اتار تا دکھائی دیا تھا۔ اس نے گرج کر پوچھا "تم کون ہو؟ اندر کیسے آئے ہو؟"

اس کے پیچھے آئی جی پولیس داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی دیوراج پٹیل کا چہرہ زرد پڑگیا۔ وہ ہکلاتے ہوئے بولا "آپ آئی جی صاحب! آپ آنے کی اطلاع دیتے تو میں آپ کے استقبال کے لیے باہر آتا۔"

"کوئی بات نہیں ہم تمہارا استقبال کرنے آئے ہیں اور تمہیں اپنے ساتھ ہتھکڑیاں پہنا کر لے جائیں گے۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "مجھے آپ ہتھکڑیاں پہنائیں گے۔ میں برسر اقتدار پارٹی کا بہت بڑا لیڈر ہوں۔ آپ کسی جرم کے بغیر میرا ہاتھ بھی نہیں پکڑ سکتے۔"

"ابھی تمہارا ایک جرم نہیں کئی جرائم ثابت ہوں گے۔"

ایک ماتحت نے ٹیپ ریکارڈر سے اسے اس کی آواز سنائی۔ پچھلی رات انسپکٹر ٹھاکرے نے اس سے جو گفتگو کی تھی۔ وہ سب سنائی دے رہی تھی۔ آئی جی نے کہا "تم اس فون کال پر اعتراف کرچکے ہو کہ ساگن دیوی کو قتل کرانے کے لیے دو لاکھ روپے انسپکٹر ٹھاکرے کو دینے والے ہو اور یہ نوٹوں کی گڈیاں ثابت کررہی ہیں کہ تم اسے دو لاکھ کی پے منٹ کررہے ہو۔"

انسپکٹر ٹھاکرے نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نکال کر اسے آن کیا۔ ابھی دیوراج پٹیل سے اس کی جو گفتگو ہوچکی تھی۔ وہ سب اس ٹیپ ریکارڈر سے سنائی دینے لگی۔ اس میں بھی اس نے اعتراف کیا تھا کہ وہ ساگن دیوی کے قتل کے سلسلے میں انعام کے طور پر اسے دو لاکھ روپے دے رہا ہے۔"

انسپکٹر ٹھاکرے نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا "سر! ان کے بیڈ روم کی تلاشی لینا چاہیے۔ اس کے خلاف ہمیں بہت سے ثبوت مل سکتے ہیں۔"

آئی جی نے ماتحتوں کو حکم دیا کہ اس کے بیڈ روم کی تلاشی لی جائے۔ وہ سب وہاں پہنچ گئے۔ چیزیں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے پھر انہوں نے الماری کے سیف کو کھولا تو اس میں بہت سی دستاویزات رکھی ہوئی تھیں۔ وہ تمام کاغذات بھی تھے۔ جن پر اس نے تحریری طور پر اپنے جرائم کو قبول کیا تھا۔

یہ سب چیزیں آئی جی کے سامنے پیش کی گئیں۔ انہیں پڑھا گیا پھر پٹیل سے پوچھا گیا "کیا یہ تمہاری تحریر ہے؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا "ہاں، تحریر تو میری ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ میں نے اسے کب لکھا تھا؟"

اس نے ان کاغذات پر اپنے تمام جرائم لکھے تھے اور ان دستاویزات کا بھی حوالہ دیا تھا جو ابھی سیف میں سے نکالی گئی تھیں۔ یہ سب کچھ اس کے خلاف ٹھوس ثبوت تھے۔ وہ پریشان ہورہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟

اسی وقت اس کے دماغ میں دیوی جی کی آواز سنائی دی "اوم نمستے وا، اوم نمستے وا۔"

دیوراج پٹیل نے چونک کر انسپکٹر ٹھاکرے کو دیکھا پھر پوچھا "کیا دیوی جی زندہ ہیں؟"

"ہاں، زندہ ہیں۔ میں نے انہیں گولی نہیں ماری ہے۔"

آئی جی پولیس کے حکم سے دیوراج پٹیل کو ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔ کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر جینا کو مسکرا کر دیکھا پھر کہا "دشمن اپنے انجام کو پہنچ رہے ہیں۔ دھیرج اور انسپکٹر ٹھاکرے کل رات ہی گرفتار ہوگئے تھے۔ ابھی دیوراج پٹیل کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ وہ اپنے لاکھ سیاسی ہتھکنڈے آزمائے۔ تب بھی سزا سے نہیں بچ پائے گا۔"

وہ خوش ہوکر بولی "بھگوان کا شکر ہے کہ ایک بہت بڑے سیاسی پاکھنڈی سے نجات مل رہی ہے۔"

"ہماری دنیا میں شیطانوں کی کمی نہیں ہے۔ ایک سے نجات ملتی ہے۔ دوسرا آپہنچتا ہے۔ ابھی یہاں ہندو مسلم کے اتحاد کا مسئلہ رہ گیا ہے۔ دونوں کے درمیان نفرتیں کم نہیں ہوئی ہیں۔ ایسے میں شکنتلا اور جان محمد کو یہاں آکر ازدواجی زندگی گزارنی ہے۔ وہ کب آئیں گے؟ کیا یہاں کے لوگ ایک مسلم مرد اور ہندو عورت کی ازدواجی زندگی کو برداشت کرسکیں گے؟"

یہ ایسی بات تھی کہ جینا نے سر اٹھا کر کبریا کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس کی نظروں میں سوال تھا کہ ہمارا کیا

بنے گا؟ تم بھی تو مسلمان ہو۔ میں بھی تو ہندو ہوں۔ ہمارا میل کیسے ہوگا؟ پھر دنیاوی رکاوٹوں کے علاوہ قدرتی رکاوٹ بھی ہے۔ یہ کیسے دور ہوگی؟

"اے بھگوان! یہ تو نے کیسی آگاہی دی ہے؟ میرا کبیرا مجھ سے قریب رہ کر بھی دور ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔"

○✻○

شانتا بائی دولت مند تھی۔ بڑی خوش حال تھی لیکن کانٹوں میں گھری رہتی تھی۔ میں نے پچھلے باب میں اس کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اعلیٰ بی بی اس کی بیٹی نیہا بن کر ان کے پاس آگئی تھی اور میں نیہا کا سرپرست بن کر ان دونوں ماں بیٹی کے ساتھ رہنے لگا۔

ہماری دنیا میں دولت کی اہمیت ہے۔ شانتا بائی دولت مند تھی۔ اس لیے تمام رشتے دار اس کے آگے جھکتے تھے۔ اس کے آس پاس رہنے کی کوششیں کرتے تھے۔ اسے متاثر کرنا چاہتے تھے۔ جب تک نیہا جوان نہیں ہوئی تھی۔ تب تک یہ آس لگائے ہوئے تھے کہ شانتا بائی ان میں سے کسی کے ساتھ شادی کرے گی لیکن اس نے کسی سے شادی نہیں کی تھی۔ بیوہ رہ کر زندگی گزار رہی تھی۔

اب اس کی بیٹی نیہا جوان ہوگئی تھی۔ پہلے جو آس ماں سے لگائی گئی تھی وہ اب بیٹی سے لگائی جارہی تھی۔ جو بوڑھے ہوچکے تھے وہ اب اپنے جوان بچوں کو نیہا سے منسوب کرنا چاہتے تھے۔ اس مقصد سے وہ زیادہ سے زیادہ محبتیں ظاہر کررہے تھے اور نیہا کو حاصل کرنے کے لیے سازشیں بھی کررہے تھے۔

ایک سازش یہ بھی تھی کہ اگر شانتا بائی کسی طرح مرجائے تو صرف نیہا دولت و جائداد کی تنہا وارث رہے گی۔ چونکہ وہ ابھی سولہ برس کی ہے۔ نادان ہے۔ اس نادان لڑکی کو اپنی طرف مائل کرلیا جائے گا۔ تمام رشتے داروں کی یہی خواہش اور یہی کوشش تھی۔

ایسی ہی کوشش میں ان لوگوں نے شانتا بائی کو زہر کھلانا چاہا۔ اس کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مجھ جیسا سرپرست بن کر آنے والا ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ان کے اندر کی باتیں معلوم کررہا ہے۔ اگر یہ میں معلوم نہ کرتا اور شانتا بائی وہ زہریلا کھانا کھا کر مرجاتی تو بے چارے باورچی پر شبہ کیا جاتا۔ وہ باورچی بہت پرانا ملازم تھا۔ اس نے شانتا بائی کو گود میں کھلایا تھا۔ نہایت ہی وفادار اور ایمان دار تھا۔ شانتا بائی اس کی بہت عزت کرتی تھی۔ اس پر بھروسا کرتی تھی۔

میں نے ٹیلی پیتھی کا حربہ آزمایا اور شانتا بائی کو وہ زہریلا کھانا نہیں کھانے دیا۔ ایک بلی نے کھایا اور وہ وہیں تڑپ کر مرگئی۔ تب بھید کھلا کہ اتنے رشتے داروں میں کتنے دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ کون اسے مارنا چاہتے ہیں؟ سب نے باورچی کو الزام دینا چاہا۔ شانتا بائی نے سختی سے کہہ دیا کہ میں کبھی اس پر شبہ نہیں کروں گی۔ یہ میرے باپ جیسا ہے۔ یہ مجھے کبھی زہر نہیں دے گا۔

سوال پیدا ہوا کہ کس نے زہر دینے کی کوشش کی تھی؟ وہاں شانتا بائی کا ایک چچا تھا۔ اس کے باپ کا سگا بھائی تھا۔ اس کا نام امیش بھاسکر تھا۔ اس نے بھائی کے مرتے ہی شانتا کی دولت و جائداد پر قبضہ جمانے کی بہت کوششیں کی تھیں لیکن شانتا مقدمہ جیت گئی تھی۔ ان دونوں میں برسوں تک دشمنی رہی تھی پھر اس کے چچا امیش بھاسکر نے ہاتھ جوڑ کر شانتا بائی سے کہا کہ بیٹی! میں غلطی پر تھا۔ میں بڑا ہو کر تم سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھے معاف کردو۔ ہم سب ایک ہی خون سے منسلک ہیں۔ سگے رشتے دار ہیں۔ ہمیں دشمن بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ آئندہ میں سرپرست بن کر باپ کی طرح تم سے محبت کروں گا اور تمہاری حفاظت کروں گا۔"

شانتا بائی نے کہا تھا کہ نہ تو مجھے آپ کی محبت کی ضرورت ہے اور نہ ہی میں حفاظت کے سلسلے میں کسی کی محتاج ہوں پھر بھی آپ بزرگ ہیں۔ اس لیے آپ کو معاف کرتی ہوں۔ ہماری رشتے داری قائم رہے گی لیکن دور ہی دور سے، شادی بیاہ میں یا ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کے لیے ملا کریں گے۔ جب تک مجھے کوئی ضروری کام نہ ہو تب تک کوئی رشتے دار مجھ سے ملنے نہیں آئے گا۔

شانتا بائی ان سب سے بہت محتاط رہتی تھی۔ چونکہ بیٹی کے ساتھ نیویارک سے آئی تھی اس لیے اس کے استقبال کے لیے تمام رشتے دار اس کے بنگلے میں جمع ہوگئے تھے۔ ایسے ہی وقت ان میں سے کسی کو زہر دینے کا موقع مل گیا تھا۔

اب یہ سوال پیدا ہورہا تھا کہ زہر کس نے دیا ہے؟ سب ہی رشتے دار ایک دوسرے پر شبہ کررہے تھے اور ایک دوسرے کو الزام دے رہے تھے۔ ان میں سے اس کا چچا امیش بھاسکر تو ازلی دشمن تھا۔ اس پر سب ہی شبہ کررہے تھے لیکن دوسرے بھی کچھ کم نہیں تھے۔

شانتا بائی کی پھوپی اپنے جوان بیٹے کندن پور سے نیہا کی شادی کروانا چاہتی تھی۔ اس کے سامنے بھی یہی ایک راستہ تھا کہ شانتا بائی مرجاتی تو اس کی مخالفت کرنے والا کوئی نہیں رہتا۔ وہ نیہا کو بہلا پھسلا کر اپنی بہو بنا سکتی تھی۔

شانتا بائی کا ایک ماموں تھا۔ اس کا نام آنند مراٹھے تھا۔ وہ اپنے بیٹے یوگیش چندر سے نیہا کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ شانتا اپنی بیٹی کی شادی رشتے داروں میں نہیں کرے گی۔ اس کی موت کے بعد ہی وہ نیہا کو اپنی بہو بنا سکتا تھا۔

امیش بھاسکر کی ایک بیٹی بندیا بھاسکر تھی۔ وہ ہمیشہ دولت مند بننے کے خواب دیکھتی رہتی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ شانتا بائی مرجائے گی تو اس کی ساری جائداد امیش بھاسکر یعنی اس کے باپ کو ملے گی اور جب باپ کو ملے گی تو ساری دولت اسی کے کام آئے گی۔

بندیا بھاسکر اٹھائیس برس کی جوان لڑکی تھی۔ اب تک لڑکی اس لیے تھی کہ شادی نہیں کی تھی۔ بہت حسین اور مغرور تھی۔ کسی بہت بڑے..... دولت مند سے شادی کرنا چاہتی تھی لیکن خوب صورت ہونے کے باوجود کوئی دولت مند اس کے شکنجے میں نہیں آرہا تھا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ حد سے زیادہ مغرور تھی۔

میں معلوم کرچکا تھا کہ کھانے میں زہر کس نے ملایا تھا؟ لیکن کسی ثبوت اور گواہ کے بغیر کسی کو الزام دینا نہیں چاہتا تھا۔ اگر یقین سے کہتا تو یہ شبہ ہوتا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور مجھے ٹیلی پیتھی کے علم کو چھپائے رکھنا تھا۔

شانتا بائی نے تمام رشتے داروں کو حکم دیا تھا کہ وہ اس کے بنگلے سے چلے جائیں اور جب تک اصل مجرم بے نقاب نہیں ہوگا۔ اس وقت تک وہ اپنے بنگلے میں کسی کو آنے دے گی اور نہ ہی کسی سے بات کرے گی۔

وہ چاہتی تو یہ معاملہ پولیس والوں تک پہنچا سکتی تھی۔ اسے ہلاک کرنے کی سنگین واردات کی گئی تھی کوئی معمولی بات نہیں تھی لیکن پولیس والوں تک یہ بات پہنچتی تو اپنی ہی کی ہوتی کہ اس کے خاندان کے لوگ کتنے کم ظرف اور کمینے ہیں۔

اس کے تمام رشتے داروں نے کہا "تم کسی کے خلاف پولیس کارروائی نہیں کررہی ہو۔ یہ اچھی بات ہے ہم خود ہی اس مجرم کو بے نقاب کرنے کی کوشش کریں گے۔ جس نے ہمیں مرنے کی کوشش کی تھی، وہ ہمارے ہی درمیان ہے ہم سے چھپا نہیں رہ سکے گا۔"

اس کے جواب میں شانتا بائی نے کہا تھا "جو مجرم کو بے نقاب کرے گا۔ میں اسے عزت دوں گی اور اپنے گھر میں رہنے کی اجازت بھی دوں گی۔"

شانتا بائی کی یہ آفر ایسی تھی کہ سب ہی ایک دوسرے کے پیچھے پڑگئے۔ وہ چاہتے تھے کہ مجرم کو گرفتار کرکے شانتا کا دل جیت لیں۔ اسی طرح وہ نیہا کو بہو بنانے کے لیے بھی جیت سکتے تھے۔

اس نے ان سب کو اپنے بنگلے میں آنے سے منع کیا تھا۔ لہٰذا وہ کسی نہ کسی بہانے سے ہیڈ آفس میں آکر اس سے نیہا سے یا مجھ سے ملاقات کرتے تھے اور قسمیں کھا کر اپنی بے گناہی کا یقین دلانا چاہتے تھے اور وعدہ کرتے تھے کہ جلد ہی اس مجرم کو بے نقاب کریں گے۔

اتنے رشتے داروں میں ایک بندیا ایسی مغرور تھی کہ وہ دولت مند ماں بیٹی سے ملنے نہیں آتی تھی پھر اسے رفتہ رفتہ معلوم ہونے لگا کہ شانتا بائی نے اپنے تمام کاروباری معاملات میرے حوالے کردیئے ہیں۔ مجھے انچارج بنا دیا ہے یہاں تک کہ میں بڑی بڑی رقموں کے چیک پر دستخط کرتا ہوں۔ یہ بات سب کو ناگوار گزر رہی تھی کہ شانتا بائی کو ایک غیر پر اتنا اعتماد کیوں ہے؟ پورا کاروبار میرے حوالے کیوں کیا ہے؟ وہ اب میرے خلاف بھی سازشیں کرنا چاہتے تھے۔ شانتا کو یقین دلانا چاہتے تھے کہ میں فراڈ ہوں اور اسے بہت بڑا نقصان پہنچا کر جانے والا ہوں۔

وہ شانتا بائی اسپتال کی مالکہ تھی۔ وہ اسپتال اتنا مشہور اور معروف تھا کہ دور دور سے مریض علاج کے لیے آتے تھے۔ ایک تو وہ اسپتال مہنگا نہیں تھا پھر وہاں بڑی توجہ سے اور کامیابی سے علاج ہوتا تھا۔ اسپتال کا انچارج میرے آنے سے خوش نہیں تھا۔ کیونکہ وہ پہلے کی طرح آزادی اور من مانی سے کام نہیں کرسکتا تھا۔

دراصل وہ شانتا بائی کے دشمن چچا امیش بھاسکر سے سازباز کرتا رہا تھا اور وہ دونوں مل کر اسپتال کی آمدنی میں سے ہیرا پھیری کرتے رہتے تھے۔

اس اسپتال میں کئی تجربے کار ڈاکٹر تھے۔ شانتا بائی کی پھوپی نے وہاں کے سب سے سینئر ڈاکٹر سے دوستی کر رکھی تھی۔ وہ سینئر ڈاکٹر بوڑھا تھا مگر ہوس پرست تھا۔ پھوپی نے اپنی جوان بیٹی ادما کو اس کے سامنے پیش کیا تھا۔ تب سے ان کی گہری دوستی ہوگئی تھی۔ اس طرح اس کی پھوپی بھی اسپتال کے ایک بہت ہی اہم معاملے میں ہیرا پھیری کررہی تھی۔ میں یہ تمام باتیں رفتہ رفتہ بیان کرتا رہوں گا۔

میرا اور اعلیٰ بی بی کا تو اہم معاملہ یہ تھا کہ ہمیں انڈین آرمی اور انٹیلی جنس والوں سے چھپ کر رہنا تھا۔ لہٰذا ہم کامیابی سے روپوش رہ کر وہاں وقت گزار رہے تھے اور کچھ اہم معلومات حاصل کررہے تھے۔

ان چھ بھارتی آرمی افسران نے اپنے حکمرانوں کو بھی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے چنڈال جوگیا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ اسے سب ہی سے چھپا کر رکھے ہوئے تھے۔ ان کی پوری کوشش یہ تھی۔ ہم جیسے خیال خوانی کرنے والوں کو بھی چنڈال کے بارے میں کچھ زیادہ معلوم ہونے نہ پائے۔

ان چھ آرمی افسران کو یہ خوش فہمی تھی کہ ہم ان کی معلومات کے پراسرار ذرائع تک نہیں پہنچ پائیں گے یا نہیں سمجھ پائیں گے کہ وہ دوسروں کے اندرونی راز کیسے معلوم کررہے ہیں۔

انہوں نے چنڈال جوگیا کو اچھی طرح سمجھا دیا ہوگا کہ کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر کبھی خود کو ظاہر نہ کرے۔ خاموشی سے خیال پڑھ کر واپس آجائے اور وہ یہی کررہا ہوگا۔ اسی لیے وہ عملی میدان میں اہم کامیابی حاصل کررہے تھے۔

میں نے سوچا کہ بھارتی حکمرانوں سے چنڈال جوگیا کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس کی خفیہ رہائش گاہ کہاں ہے؟ شاید کوئی آرمی افسر جانتا ہو۔ اس لیے میں خیال خوانی کے ذریعے آرمی افسران کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ صرف وہ چھ یوگا جاننے والے افسران ایسے تھے جن کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا اور فی الحال ان کے دماغوں کو چھیڑنا مناسب بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اس کے بغیر ہی میں بہت سی معلومات حاصل کرسکتا تھا۔

ایک اعلیٰ افسر کے خیالات نے بتایا کہ یہاں ہیڈ کوارٹر میں ایک چھوٹا سا بنگلا ہے۔ اس کے چاروں طرف دور تک احاطے کی چار دیواری ہے۔ اس بنگلے میں کسی کو بڑی رازداری سے لاکر رکھا گیا تھا اور چاروں طرف مسلح گارڈز کا پہرا تھا۔ کسی آرمی افسر کو بھی اس بنگلے میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "کیا یہ تجسس پیدا نہیں ہوتا کہ اس بنگلے میں کون ہے جس کے لیے اتنی رازداری برتی جارہی ہے؟"

اس کے خیالات نے جواب دیا "بے شک۔ تجسس پیدا ہوتا ہے لیکن یہ آرمی کے معاملات ہیں اور چھ بڑے اعلیٰ افسران کا حکم ہے کہ یہ ہماری آرمی کا کوئی راز ہے اس لیے ہم اس سلسلے میں زیادہ تجسس میں مبتلا نہیں رہتے۔"

میں نے اس کے اندر یہ پیدا کیا "کیا وہاں صرف چھ آرمی کے افسران جاتے ہیں اور کوئی نہیں جاتا؟"

"ان کے علاوہ ایک شخص ہے جو تزئینی عمل کا ماہر سمجھا جاتا ہے وہ وہاں دو بار جاچکا ہے۔"

بات میری سمجھ میں آرہی تھی۔ میں نے پوچھا "اور کون جاتا ہے؟"

"پچھلی رات ایک حسین عورت بنگلے میں گئی تھی پھر دو گھنٹے بعد وہاں سے باہر آگئی اسے جہاں سے لایا گیا تھا وہاں پہنچا دیا گیا۔"

میں نے اس کے اندر سوال پیدا کیا "اگر میں اس بنگلے کے اندر جانا چاہوں تو؟"

اس کے خیالات نے کہا "میں اندر جاکر کیا کروں گا؟ وہاں کوئی نہیں ہے۔ بنگلا خالی ہوچکا ہے۔ پتا نہیں جس شخص کو لایا گیا تھا۔ اسے کہاں چھپا دیا گیا ہے؟ آرمی کے یوگا جاننے والے چھ افسران میں سے دو جن کے نام مانک لال اور جگدیش راٹھور ہیں نظر نہیں آرہے ہیں وہ بھی کہیں چلے گئے ہیں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا کہ وہ یوگا جاننے والے افسران بہت زیادہ احتیاط سے کام لے رہے تھے۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ چنڈال جوگیا آرمی ہیڈ کوارٹر میں زیادہ دنوں تک محفوظ رہ سکے گا اور نہ ہی رازداری سے اسے وہاں رکھا جاسکے گا۔ اس لیے انہوں نے اسے دوسری جگہ منتقل کردیا تھا۔ یوگا جاننے والے دو افسران بھی اس کے ساتھ کہیں چلے گئے تھے۔

پتا نہیں اسے کہاں لے جاکر چھپایا گیا تھا؟ اسے ہر حال میں ڈھونڈ نکالنا تھا۔ فوراً ہی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ کس طرح جلد سے جلد ان روپوش ہونے والوں تک پہنچا جاسکتا ہے؟

میں بڑی دیر تک ٹہلتا رہا۔ سوچتا رہا پھر اچانک کچھ یاد آیا۔ میں نے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "میں یہاں! کیا بات ہے؟"

"بیٹی! تم نے بتایا تھا کہ فرمان اس چنڈال جوگیا کی بیٹی کی طرف مائل ہوگیا ہے اور اس کے ساتھ رہنے لگا ہے اس کی بیٹی کا نام کیا ہے؟"

"اس کی بیٹی کا نام انیتا ہے اور فرمان کا موجودہ نام انیل شرما ہے۔"

"کیا چنڈال اپنی بیٹی اور فرمان سے رابطہ رکھتا ہے؟"

"شاید رابطہ رکھتا ہوگا۔ میں فرمان کے معاملات میں دلچسپی نہیں لے رہی ہوں۔ آپ کہیں تو میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

اس کے دماغ میں جاؤ۔ میں تمہارے دماغ میں ہوں۔

اس کے اندر پہنچ کر خود معلومات حاصل کروں گا۔"

میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں آگیا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی، فرمان کے دماغ میں جانا چاہا تو اس کا دماغ نہیں ملا۔ خیال خوانی کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ تب پتا چلا کہ فرمان کا موجودہ لب ولہجہ بدل چکا ہے۔ اعلیٰ بی بی نے انیتا کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ میں نے کہا "اس پر تزئینی عمل کیا گیا ہے۔ اس کے دماغ کو لاک کیا گیا ہے۔ کوئی بات نہیں ہمیں فرمان کا دماغ نہیں ملا۔ انیتا کا دماغ تو مل گیا ہے۔ میں راستہ بنالوں گا۔"

اعلیٰ بی بی چلی گئی۔ میں نے پھر انیتا کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے پھر سانس روک لی۔ وہ یوگا کی ماہر نہیں تھی۔ صرف تزئینی عمل کے اثر سے ایسا کررہی تھی۔ اس کے دماغ میں بار بار جاتے رہنے سے وہ پریشان ہوجاتی تو سانس روک نہیں پاتی۔ مجبور ہو کر جب سانس لینے لگتی تو مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل جاتی۔

پھر میں نے یہی کیا۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں باہر آگئیں۔ میں نے دس سیکنڈ کے بعد اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا پھر باہر آگیا۔ اس طرح ہر دس سیکنڈ کے بعد میں اس کے دماغ میں پہنچتا رہا اور باہر آتا رہا۔ آخر وہ تھک ہار کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ انیل کو آوازیں دینے لگی "انیل تم کہاں ہو؟ میرے دماغ میں آؤ۔ دیکھو میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ پتا نہیں کون میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے؟"

اس کے خیالات سے پتا چلا کہ فرمان اس وقت وہاں موجود نہیں ہے۔ کسی کام سے کہیں گیا ہوا ہے۔ میں نے اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ انیل موجود نہیں ہے تو اپنے پتاجی کو بلانا چاہیے۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں وہ مدد کریں گے۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی کہ پتاجی کو کیسے بلاؤں؟ پتا نہیں وہ کہاں ہیں؟ آرمی والوں نے انہیں کہاں چھپایا ہے؟ کچھ پتا نہیں چل رہا ہے؟ انیل نے کئی بار خیال خوانی کے ذریعے انہیں تلاش کرنا چاہا لیکن ناکامی ہوئی ہے۔

مجھے مایوسی ہوئی کہ انیتا اور فرمان کے ذریعے بھی اس کم بخت چنڈال تک پہنچا نہیں جاسکتا تھا۔ ایسے وقت فرمان اس کے پاس آگیا۔ وہ بولی "تم کہاں رہ گئے تھے؟ یہاں کوئی بار بار میرے اندر آنا چاہتا تھا۔ میں سانس روک روک کر پریشان ہوگئی تھی۔ اب مسلسل سانس لے رہی ہوں۔ شاید تم میرے اندر پہنچا ہوا ہے۔"

فرمان نے پوچھا "تم! کون ہو؟ اگر انیتا کے اندر ہو تو مجھ سے بات کرو۔"

میں نے پوچھا "کیا تمہیں اپنی اصلیت یاد ہے کہ تم انیل شرما نہیں فرمان ہو۔"

اس نے کہا "ہاں۔ مجھے یاد ہے لیکن میں انیتا کی خاطر انیل شرما بن کر رہتا ہوں۔ میں اسے دکھ دینا نہیں چاہتا کہ میں اس کا انیل نہیں ہوں۔ کوئی اور ہوں۔ بائی دا وے تم مجھے کیسے جانتے ہو؟ یہ تو بتاؤ کہ کون ہو؟"

میں نے اپنے اصل لب ولہجے میں کہا "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ ایک دم سے جیسے الرٹ ہوگیا۔ خوش ہو کر بولا "سر! آپ ہیں۔ آپ نے ہمیں کیسے یاد کیا؟"

"فرمان! تم مسلمان ہو۔ قاہرہ کے رہنے والے ہو لیکن تمہیں پاکستان سے محبت ہونی چاہیے۔"

"سر! پاکستان آپ کا وطن ہے۔ جب مجھے آپ سے محبت ہے تو آپ کے وطن سے بھی محبت ہوگی۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"چنڈال جوگیا ہمارے وطن کے خلاف کام کررہا ہے۔ وہاں سے کوئی اہم راز چرانے والا ہے۔ اس سے پہلے ہی میں اسے ناکام بنا دینا چاہتا ہوں لیکن اس کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ پتا نہیں آرمی والوں نے اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟"

"میں نے اندازہ لگایا ہے کہ اسے آرمی ہیڈ کوارٹر میں رکھا گیا ہے۔"

"یہ میں معلوم کرچکا ہوں۔ اب اسے کہیں اور رکھا گیا ہے۔ اس کے ساتھ دو آرمی کے افسران بھی گئے ہیں۔"

"سر! پھر تو اس کا سراغ لگانے میں بڑی دشواری ہوگی۔ ان چھ یوگا جاننے والے افسران میں سے کسی ایک کو ٹریپ کرنا ہوگا۔"

"کیا تم میرے لیے یہ کام کرو گے؟"

"سر! آپ حکم کریں۔ اگرچہ میں اعلیٰ بی بی سے دور ہوگیا ہوں لیکن آپ لوگوں کی محبتوں اور انسانیت کو کبھی بھلا نہ پاؤں گا۔ آپ جب حکم دیں گے۔ آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوجایا کروں گا۔ میں ابھی جارہا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ ان چھ میں سے کسی نہ کسی کے دماغ میں پہنچ سکوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی کوشش کررہا ہوں۔ تم نے اپنا لب ولہجہ بدل لیا ہے۔ کیا مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گے؟"

"سر! آپ ایسا سوال کرکے مجھے شرمندہ کررہے ہیں۔

میں آپ کا فرماں بردار ہوں۔ آپ میرا موجودہ لب ولہجہ سن رہے ہیں جب چاہیں میرے اندر آسکتے ہیں۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ ایسے ہی وقت کبریا نے آکر کہا "پاپا! میں ایک پاکستانی اعلیٰ افسر کے پرسنل سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گیا ہوں۔ آپ میرے اندر آجائیں میں آپ کو وہاں پہنچا رہا ہوں۔ آپ خود اس کے خیالات پڑھ لیں۔"

میں کبریا کے ذریعے اس پرسنل سیکریٹری کے اندر پہنچ گیا۔ اس کا نام امجد حسین تھا۔ وہ ایک ایسے اعلیٰ افسر کا پرسنل سیکریٹری تھا جس کا تعلق پاکستان کے نیوکلیائی معاملات سے تھا۔ اس شعبے کے ایک خفیہ ریکارڈ روم میں حساس معلومات حفاظت سے رکھی جاتی تھیں۔

ان میں سے ایک راز کا تعلق اس اعلیٰ افسر سے تھا۔ امجد حسین نے پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے وہ کمپیوٹر ڈسک دیکھی تھی۔ جس میں وہ راز محفوظ تھا۔ فی الحال وہ ڈسک ریکارڈ روم میں تھی۔

امجد حسین کے خیالات نے بتایا کہ وہ اس دن کے انتظار میں ہے جب اس کا اعلیٰ افسر کسی ضرورت کے تحت وہ ڈسک دوبارہ ریکارڈ روم سے نکالے گا تو وہ موقع پاکر اس ڈسک کی ایک دوسری کاپی تیار کرلے گا۔

میں نے معلوم کیا کہ وہ ایسا کیوں اور کس لیے کرنا چاہتا ہے؟

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ مارگلہ میں ایک بہت بڑا پلاٹ خریدنا چاہتا ہے۔ اس پلاٹ کی قیمت پندرہ لاکھ روپے ہے پھر اس پر ایک خوب صورت کوٹھی تعمیر کرنے کے لیے اسے کم از کم پچاس لاکھ روپوں کی ضرورت تھی۔ وہ کم از کم ستر لاکھ روپے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت چنڈال خیال خوانی کرتا ہوا۔ مختلف افسران اور عہدے داروں کے دماغوں سے گزرتا ہوا امجد حسین کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ وہ ضرورت مند ہے اور پاکستان کے ایک اہم راز کا حامل بھی ہے۔

اس نے اس کے ذریعے اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں بھی پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ پتا چلا..... وہ اعلیٰ افسر پانچ وقت کا نمازی ہے۔ نہ تو شرابی ہے نہ ہوس پرست ہے۔ اسی لیے اس کا ذہن اتنا حساس ہے کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہے۔

چنڈال کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ اسے امجد حسین کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ اس نے اسے خیال خوانی کے ذریعے بھارتی سفارت خانے کے ایک افسر تک پہنچا دیا۔ اس افسر نے امجد حسین سے دوستی کی پھر کہا کہ وہ اس کی ضرورت پوری کرسکتا ہے۔ اسے ستر لاکھ روپے دے سکتا ہے۔ اس صورت میں اسے وہ نیوکلیائی معلومات اس کے حوالے کرنا ہوں گی۔

امجد حسین انکار نہیں کرسکتا تھا۔ ایک تو وہ ضرورت مند تھا ستر لاکھ روپے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دوسرا یہ کہ انکار کرتا بھی تو چنڈال اس کے دماغ پر قبضہ جما کر جبراً اس سے اپنا کام نکلوا سکتا تھا۔

مانک لال نے اسے سمجھایا تھا کہ جبر نہ کیا جائے۔ ستر لاکھ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ سہولت سے کام نکلوایا جائے اگر تم اس عبادت گزار اعلیٰ افسر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اس کے دماغ میں گھسنا چاہو گے تو بھید کھل جائے گا۔ پاکستانی حکام ہوشیار ہوجائیں گے پھر وہ راز ہمارے ہاتھ نہیں لگے گا۔

انہیں یقین تھا کہ ایک آدھ روز میں وہ سی ڈی ریکارڈ روم سے نکالی جائے گی تو امجد حسین ان کی مرضی کے مطابق وہ کام کردے گا۔ میں امجد حسین کے ذریعے بھارتی سفارتی افسر کے دماغ میں بھی گیا۔ اس کے خیالات پڑھے ہر پہلو سے یہ معلوم ہوا کہ چنڈال صرف امجد حسین کے ذریعے کامیاب ہوسکتا ہے۔ اگر یہ نہ رہا تو اس کی کامیابی ناکامی میں بدل جائے گی پھر اس راز تک پہنچنے کے لیے اسے مہینے اور مہینے لگ جائیں گے۔ اتنے دنوں میں تو میں چنڈال کی شہ رگ تک پہنچ سکتا تھا۔

میں نے امجد حسین کو مخاطب کیا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں تھا۔ اپنے دماغ میں میری آواز سن کر پریشان ہوگیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر خلا میں تکنے لگا۔ میں نے کہا "حیران نہیں ہونا چاہیے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے اندر پہنچا ہوا ہوں اور تم سے بول رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں کوئی بھی ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں آتا رہا ہے لیکن تم نے اسے اپنے اندر محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ وہ خاموش رہتا تھا۔"

اس نے پوچھا "وہ میرے اندر کیوں آتا تھا؟ اور تم کیوں آئے ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارا سچ اور جھوٹ جاننا چاہتا ہوں۔ کیا تمہیں ستر لاکھ روپے کی ضرورت ہے؟"

"ہاں۔ ضرورت ہے اور یہ ضرورت پوری ہونے والی ہے۔"

"کیسے پوری ہونے والی ہے؟ کیا وطن کو بیچ کر شان دار کوٹھی بناؤ گے؟ پتا نہیں تمہارے جیسے ضمیر فروشوں کو پاکستان کے اتنے حساس اداروں میں نوکری کیسے مل جاتی ہے؟"

"تم مجھے ضمیر فروش کہہ رہے ہو۔ میری توہین کررہے ہو۔"

"جو عزت دار ہوتے ہیں۔ وہ اپنی توہین محسوس کرتے ہیں۔ تم تو بے غیرت ہو۔ میں کہوں گا کہ شرم سے مرجاؤ تو تم بھی نہیں مرو گے۔ لہٰذا میں تمہیں مرنے پر مجبور کررہا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ رائٹنگ ٹیبل پر آبیٹھا گیا۔ کاغذ قلم لے کر لکھنے لگا "میں مسمی امجد حسین اپنے پورے ہوش وحواس میں رہ کر لکھ رہا ہوں کہ مجھے ستر لاکھ روپے کی ضرورت تھی۔ میں مارگلہ میں ایک پلاٹ خرید کر شان دار کوٹھی تعمیر کروانا چاہتا تھا۔ ایسے وقت پڑوسی ملک کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میرے دماغ میں آکر ستر لاکھ روپے کی آفر کی اور اس کے عوض پاکستان کے دفاعی نظام کا ایک اہم راز حاصل کرنا چاہا۔ میں راضی ہوگیا۔ معاملات طے ہوگئے لیکن اب میرے ضمیر نے ملامت کی۔ میں اپنے اندر ضمیر کی مار کھا رہا ہوں۔ زندہ نہیں رہ سکتا اس لیے خودکشی کررہا ہوں۔ اپنی جان دینے سے پہلے اپنے آرمی افسران کو تاکید کرنا چاہتا ہوں کہ وہ پڑوسی ملک کا ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے بعد کسی اور کو ٹریپ کرکے اس راز تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ اس سے ہوشیار رہیں۔ تم آپ حضرات کو منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوں۔ لہٰذا شرم کے لیے منہ چھپا رہا ہوں۔"

اس نے اپنی تحریر کے نیچے اپنا نام لکھا۔ دستخط کیے پھر ٹیلی فون کے ذریعے بھارتی سفارت خانے کے افسر سے رابطہ کرنا چاہا۔ رابطہ ہونے پر اس نے کہا "تم سب کتے ہو۔ مجھے بھی کتا بنانا چاہتے تھے لیکن اپنے وطن کے خلاف کوئی سنگین جرم کرنے سے پہلے ہی جان دے رہا ہوں۔ تم سب کبھی ہمارے رازوں تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ لو گولی چلنے کی آواز سنو۔"

اس نے ایک ہاتھ میں ریوالور پکڑ رکھا تھا۔ یہ کہتے ہی اس نے نال کو اپنی کنپٹی سے لگایا پھر ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ میں اس کے مردہ دماغ سے نکل آیا پھر دوسرے ہی لمحے میں بھارتی افسر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ فون پر گولی چلنے کی آواز سن کر پریشان ہوگیا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے مخاطب کیا "مسٹر امجد! یہ کیا ہورہا ہے؟ میں کیسی آواز سن رہا ہوں؟"

اسے جواب سنائی نہیں دیا۔ اس نے اپنے سفیر سے رابطہ کیا پھر کہا "سر! امجد حسین نے مجھ سے ابھی فون پر بات کی تھی اور کہہ رہا تھا کہ ہمارا کام نہیں کرے گا اور اپنے وطن کا سودا نہیں کرے گا۔ اس سے پہلے اپنی جان دے رہا ہے۔ میں نے گولی چلنے کی آواز سنی پھر خاموشی چھا گئی۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا ہے۔"

سفیر نے کہا "تم اس کے فون پر رابطہ کرو۔ نہیں تو موبائل پر رابطہ کرو۔ معلوم کرو حقیقت کیا ہے؟"

اس سیکریٹری نے امجد حسین کے گھر پر فون کیا۔ بڑی دیر تک گھنٹی بجتی رہی پھر اس کی بیوی کی روتی ہوئی آواز سنائی دی "ہیلو! کون ہے؟"

"میں امجد حسین کا دوست ہوں۔ اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ روتے ہوئے بولی "کس سے بات کریں گے بھائی صاحب! وہ تو ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے چلے گئے ہیں۔ انہوں نے خودکشی کرتے وقت یہ نہیں سوچا کہ ان کے پیچھے ان کے بیوی بچوں کا کیا بنے گا؟"

اس کی بیوی نے ریسیور رکھ دیا۔ جب بھارتی افسر کو یقین ہوگیا کہ واقعی امجد حسین نے اپنی جان دے دی ہے تو اس نے ای میل کے ذریعے انڈین آرمی کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ میں نے اس اعلیٰ افسر کا نام اور ای میل ایڈریس نوٹ کیا۔ وہ افسر اسے بتا رہا تھا کہ امجد حسین نے جان دے دی ہے اور ہمارے لیے اہم مسئلہ پیدا کردیا ہے۔ اس نے بہت بڑی کامیابی کو ناکامی میں بدل دیا ہے۔

اعلیٰ افسر نے بے یقینی سے پوچھا "کیا تم نے اچھی طرح تصدیق کی ہے؟ کیا واقعی وہ مرچکا ہے؟ وہ تو ستر لاکھ روپے میں بک چکا تھا۔"

"ہاں سارے معاملات طے ہوگئے تھے۔ ہمارا کام بننے والا تھا مگر یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ بنتا ہوا کام بگڑ گیا ہے۔"

میں اس انڈین افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ای میل سے رابطہ ختم کرنے کے بعد ان یوگا کرنے والے افسران میں سے ایک کو مخاطب کررہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ جسے مخاطب کررہا ہے۔ اس کا نام راج تلک اروڑھا ہے۔ میں نے اس کا ذاتی فون نمبر نوٹ کرلیا۔ وہ اعلیٰ افسر نہیں جانتا تھا کہ راج تلک اروڑھا کہاں رہتا ہے؟

اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ یوگا جاننے والے تمام چھ کے چھ افسران صبح تک ہیڈ کوارٹر میں تھے پھر مانک لال اور جگدیش راٹھور پہلے وہاں سے چلے گئے۔ اس کے بعد بقیہ چاروں یوگا جاننے والے افسران بھی ایک ایک کرکے ہیڈ کوارٹر سے جاچکے ہیں۔ پتا نہیں انہوں نے کہاں راز داری سے اپنا ٹھکانا بنایا ہے؟ مجھ سے اور میری سطح کے تین افسران فون کے ذریعے رابطہ کرتے ہیں۔ ہم سے تعلق رکھنے والے معاملات پر گفتگو کرتے ہیں۔ کچھ اہم سوالات کرتے ہیں پھر رابطہ ختم کردیتے ہیں۔

ابھی اس نے بتایا کہ اس کی سطح کے تین اور افسران فون کے ذریعے ان یوگا جاننے والوں سے باتیں کرتے ہیں۔ میں اس کے ذریعے ان تین افسران کے دماغ میں بھی گیا۔ ان چاروں کے پاس ان یوگا جاننے والے افسران کے فون نمبر تھے۔ وہ تمام نمبر میں نے نوٹ کرلیے۔

ان تمام نمبروں کا تعلق ایک مشہور موبائل فون کمپنی سے تھا۔ میں نے بڑی خاموشی سے اس کمپنی کے مختلف دفاتر میں پہنچ کر معلوم کیا کہ ان نمبروں کے فون کن کے پاس ہیں؟ پتا چلا کہ آرمی افسران کے پاس یہ فون ہیں اور ان کا بل آرمی ہیڈ کوارٹر سے ادا کیا جاتا ہے۔ یعنی اس سلسلے میں مجھے کسی سے خاص آرمی افسر کا پتا ٹھکانا اور نام معلوم نہ ہوسکا۔ میں چنڈال کا پیچھا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ امجد حسین کی خودکشی نے ان یوگا جاننے والے افسران کو چونکا دیا تھا کہ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی خفیہ سرگرمیوں سے آگاہ ہوچکے ہیں۔ ہم کسی نہ کسی طرح چنڈال تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا وہ اور زیادہ محتاط ہوگئے تھے۔

میں مطمئن تھا۔ میں نے ایک اہم راز کو دشمنوں تک پہنچنے نہیں دیا تھا۔ آئندہ وہ پاکستانی اکابرین کو اپنا آلہ کار بنانے سے کترایا کریں گے۔ اپنے چنڈال جوگیا کے تحفظ کی خاطر پاکستان کے اہم سیاسی معاملات میں مداخلت آسانی سے نہیں کریں گے۔ اگر کرنا ہوگا تو سو بار سوچیں گے پھر ان سے ٹکرانے کا حوصلہ کریں گے۔

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ میں اس وقت شانتا بائی کے اسپتال کے ایک کمرے میں تھا۔ وہ کمرا سب سے اوپری منزل پر تھا اور میرے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ وہاں میں نے دیوار پر' سامنے اور دائیں بائیں ٹی وی مانیٹر لگا دیے تھے تاکہ وہاں بیٹھ کر اسپتال کے ہر حصے کے ڈاکٹرز کی اور وہاں کے پورے عملے کی مصروفیات پر نظر رکھ سکوں اور یہ بھی دیکھ سکوں کہ مریضوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جارہا ہے؟

اسی وقت مجھے کال بیل سنائی دی۔ میں نے ایک بٹن آن کیا تو سامنے اسکرین پر بندیا بھاسکر دکھائی دی۔ جو میرے دروازے پر آتا تھا میں اس کی آمد سے پہلے ہی اسے دیکھ لیتا تھا اور اس کی آواز بھی سن لیتا تھا۔ بندیا کے بارے میں بتاچکا ہوں وہ شانتا بائی کے چچا امیش بھاسکر کی بیٹی تھی۔ میں نے دروازے کا اسپیکر آن کرکے کہا "اندر آجاؤ۔"

وہ دروازہ کھول کر ایک شانِ بے نیازی سے چلتی ہوئی' زیرِ لب مسکراتی ہوئی میرے سامنے میز کے دوسری طرف ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ جبکہ وہ کبھی مسکراتی نہیں تھی۔ کسی سے بھی گفتگو کرتے وقت تیوریاں یوں چڑھی رہتی تھیں جیسے وہ خود کو برتر اور اپنے سامنے والے کو کم تر سمجھ رہی ہو۔

وہ بولی "کسی اپائنمنٹ کے بغیر آئی ہوں۔ کیا آپ کے کام میں حرج ہورہا ہے؟"

"اگر کام میں حرج ہوتا تو میں تمہیں اندر آنے کی اجازت نہ دیتا۔ پلیز پانچ منٹ تک خاموش بیٹھو۔ میں ذرا یہ فائل نمٹالوں پھر تم سے بات کرتا ہوں۔"

میں فائل پر جھک گیا۔ جیسے اسے پڑھ رہا ہوں۔ جبکہ میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ شانتا بائی کے تمام رشتے دار یہ دیکھ رہے تھے کہ اس کا تمام کاروبار میں چلا رہا ہوں۔ اس کے بینک اکاؤنٹ کو بھی آپریٹ کررہا ہوں' میں بڑی بڑی رقموں کے چیک پر دستخط کرتا ہوں اور بڑے بڑے معاملات شانتا بائی کے مشورے کے بغیر نمٹاتا رہتا ہوں۔

میری آزادی اور خود مختاری کو دیکھ کر یہ رائے قائم کی گئی تھی کہ میں شانتا بائی کی تمام دولت اور جائداد کے معاملات میں سیاہ و سفید کا مالک بن چکا ہوں۔ امیش بھاسکر نے اپنی بیٹی کے ذہن میں یہ بات ڈالی تھی کہ میں ایک بوڑھا شخص ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے حسن و شباب سے ٹریپ کرے گی تو میں آسانی سے پگھل جاؤں گا' پھسل جاؤں گا پھر اس کے اشاروں پر ناچنے لگوں گا۔ اس طرح وہ میرے ذریعے شانتا بائی کی تمام دولت و جائداد کو رفتہ رفتہ حاصل کرتی رہے گی اور میرے ذریعے اس کا سارا خزانہ خالی کردے گی۔

وہ اپنے مزاج اور غرور کے مطابق یہی سوچتی تھی کہ کسی ایسے مرد سے رشتہ کرے جو بے انتہا دولت مند ہو اور اس کے اشاروں پر ناچتا رہے۔ جوان عورت کے اشاروں پر کوئی بوڑھا ہی ناچتا ہے۔ لہٰذا وہ میرا انتخاب کرچکی تھی۔

○✶○

جیک کلر کا سکون برباد ہوگیا۔ وہ بڑے آرام اور بڑی رازداری سے اسلحہ ساز فیکٹری کو فروخت کرنے کے لیے

شہر میں آیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اسے کوئی پہچان نہیں سکے گا اور نہ ہی کوئی دشمن اس کا تعاقب کرسکے گا۔ وہ کسی کی نظروں میں آئے بغیر اپنی اسلحہ ساز فیکٹری کو فروخت کرکے خاموشی سے وہاں سے جانے والا تھا۔ اچانک ہی پتا چلا کہ وہ ننھا سا دشمن اس کی شامت بن کر چلی سے یہاں آگیا ہے۔

اس نے سینڈی گرے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا برا انجام دیکھا تھا۔ سینڈی نے اس بچے سے دشمنی کی تھی۔ اسے مار ڈالنا چاہتا تھا مگر اس کے برعکس اس بچے نے سینڈی کو موت کے منہ میں پہنچا دیا تھا۔ جیک کلر نے بھی اس سے دشمنی کی تھی۔ وہ اسے اور اس کی دادی کو امریکی اکابرین کی نظروں میں پہنچانا چاہتا تھا لیکن اس کا یہ منصوبہ ناکام رہا تھا وہ اپنی دادی کے ساتھ زندہ سلامت تھا اور اب اسے بھی سینڈی کی طرح موت کے گھاٹ اتارنے آگیا تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ساتھی مہادھابی کو مخاطب کیا "تم کہاں ہو؟ فوراً میرے پاس آؤ۔"

مہادھابی نے کہا "میں تمہارے آلہ کار کے دماغ میں ہوں۔ تمہارا بریف کیس اس کے پاس ہے۔ مجھے اب تک اطمینان ہورہا ہے کہ کوئی اس کا پیچھا نہیں کررہا ہے۔ تم چاہو تو اس سے مل کر اپنا بریف کیس لے سکتے ہو۔"

"میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ بڑی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ تم فوراً میرے پاس آؤ۔ وہ بچہ موت بن کر یہاں آگیا ہے۔"

مہادھابی نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا "تم کس بچے کی بات کررہے ہو؟"

"کیا تم عدنان کو بھول گئے ہو؟ فرہاد اور سونیا کا پوتا۔"

"ہاں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جس طیارے کو ہم اغوا کرکے یہاں لائے ہیں۔ وہ اسی طیارے میں آیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں' میں خود اپنی موت کو اغوا کرکے اپنی طرف لے آیا ہوں۔"

"اوہائی گاڈ! کیا سونیا بھی اس کے ساتھ ہے؟"

"ہاں۔ وہ اس کے ساتھ ہے اور پتا نہیں کتنے خیال خوانی کرنے والے اس کے آگے پیچھے ہوں گے؟"

"تم نے اسے کہاں دیکھا ہے؟"

"میں نے اس کے دماغ میں رہ کر اس کی کچھ باتیں سنی تھیں۔ پھر اس کے خیالات پڑھے ہیں پھر اچانک ہی اس کے خیالات گڈمڈ ہوگئے تھے۔ جیسا کہ اس کے دماغ میں ہوتا رہتا ہے پھر میں یہ معلوم نہ کرسکا کہ وہ اپنی دادی کے ساتھ کہاں ہے؟"

"میرا خیال ہے' وہ دونوں ائرپورٹ سے نکل کر کسی ہوٹل میں قیام کررہے ہوں گے۔"

"وہ جہاں بھی ہو' سونیا اس کے ساتھ ہے۔ تم تو جانتے ہی ہو کہ وہ کتنی خطرناک عورت ہے ہمارے ہتھیار بھی اس کے آگے بیکار ہوجائیں گے اور ہم اس بچے کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"اس طرح بزدلی سے سوچو گے تو وہ تم پر حاوی ہوکر تمہاری موت بن جائے گا۔"

"تم مجھے جوش نہ دلاؤ۔ کتنے ہی شہزور جوش و جنون میں آکر' سونیا سے ٹکرا کر فنا ہوچکے ہیں۔ ہمارے پاس فرہاد اور سونیا کی پوری ہسٹری موجود ہے۔ تم بھی دیکھ چکے ہو اور ان کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرچکے ہو۔ ان سے دور رہنے میں ہی ہماری سلامتی ہے۔"

"جیک! اس وقت تم بدحواس ہو اور بری طرح گھبرائے ہوئے ہو۔ ذرا سکون سے بیٹھو اور ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ یہ ہمیں معلوم ہوچکا ہے کہ اس بچے کو آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے اندر قدرتی طور پر کچھ غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ ایسی ہی صلاحیتوں کے باعث وہ اس طیارے میں بیٹھ کر یہاں آگیا ہے۔"

"یہی تو میں سوچ رہا ہوں اور سہم رہا ہوں کہ یہاں سے اگر کسی دوسری جگہ جاؤں گا تو اسے آگہی مل جائے گی کہ میں کہاں ہوں اور کہاں چھپ رہا ہوں؟ جس طرح کوئی جان دار موت سے نہیں چھپ سکتا اسی طرح میں اس سے چھپ نہیں سکوں گا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟"

"جب مرنا ہی ہے تو ڈرنا کیا؟ تم بھی اس کی موت بن جاؤ۔ پہلے تو یہ کوشش کرو کہ اس سے دور رہ سکو۔ اس شہر کو چھوڑ کر ابھی چلے جاؤ۔ اپنی اسلحہ ساز فیکٹری کو فروخت کرنے کا ارادہ فی الحال ملتوی کردو خریدار سے کہہ دو' کسی دوسرے دن لین دین ہوگا۔"

"جدید اسلحہ کے ان نئے ڈیزائنرز کا کیا ہوگا جو اس بریف کیس میں ہیں اور وہ بریف کیس اس آلہ کار کے پاس ہے۔"

"اس کی پروا نہ کرو۔ میں اس آلہ کار کو معمول بنا کر رکھوں گا۔ جدید اسلحہ کے تمام جدید ڈیزائنرز محفوظ رہیں گے۔ تم اپنی فکر کرو۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا "میں اسی شہر میں چھپ کر رہوں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ وہ بچہ اپنی دادی کے ساتھ یہاں کیوں آیا ہے اور کیا کرنا چاہتا ہے؟ جب اس کی مصروفیات معلوم ہوں گی تو ہم اسی کے مطابق پلاننگ کریں

گے کہ آگے کیا کرنا چاہیے؟"

مہادھابی نے قائل ہو کر کہا "ہاں۔ خوامخواہ سہم جانے سے بات نہیں بنے گی۔ ہو سکتا ہے' وہ تم سے دشمنی کرنے یہاں نہ آیا ہو۔ اس کے آنے کی کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ ہمیں پہلے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔"

اس شہر میں ان دونوں کے کئی آلہ کار تھے۔ وہ ان کے ذریعے دادی اور پوتے کو تلاش کر سکتے تھے۔ یہ معلوم کر سکتے تھے کہ وہ کہاں قیام کر رہے ہیں۔ مہادھابی نے کہا "پہلے اس آلہ کار سے کہا جائے کہ وہ بریف کیس لے کر اپنے گھر چلا جائے اور اسے حفاظت سے کہیں چھپا کر رکھے۔ ہم آئندہ اس سے رابطہ کریں گے پھر اسے اپنے پاس بلائیں گے۔"

کبریا اس آلہ کار کے اندر جگہ بنا چکا تھا۔ جیک کلر نے اس کے اندر آکر پہلے خاموش رہ کر سن گن لینے کی کوشش کی۔ یہ سمجھنا چاہا' کوئی دشمن موجود ہے یا نہیں؟ جب اطمینان ہو گیا تو اس نے اسے مخاطب کیا "ہیلو۔ میں تمہارا عامل بول رہا ہوں۔"

"یس باس! کیا حکم ہے؟ میں اس بریف کیس کو لے کر کہاں جاؤں؟"

"ابھی تم اپنے گھر جاؤ اور اسے حفاظت سے کہیں چھپا کر رکھو۔ جب تک میں اس بریف کیس کو تم سے نہ لے لوں تب تک تم اپنا گھر چھوڑ کر اور اس بریف کیس کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گے۔"

"اوکے باس! میں اسے لے کر اپنے گھر جا رہا ہوں پھر گھر سے باہر نہیں نکلوں گا۔ آپ کے اگلے حکم کا انتظار کرتا رہوں گا۔"

وہ اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ جیک کلر نے پوچھا "جب تم ائر پورٹ سے آ رہے تھے تو وہاں تم نے ایک بچے کو کسی خاتون کے ساتھ دیکھا تھا؟"

کبریا یہ باتیں سن کر چونک گیا۔ فوراً ہی یہ سمجھ میں آ گیا کہ اس آلہ کار کے دماغ میں آ کر بولنے والا عدنان اور سونیا کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ اس آلہ کار نے کہا "باس! اس ائر پورٹ میں دو چار بچے تھے وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ تھے۔"

"میں صرف ایسے بچے کو پوچھ رہا ہوں جو تین چار برس کا ہے' بہت تیز طرار ہے اور اپنی دادی کے ساتھ ہے۔ اس کی دادی زیادہ بوڑھی نہیں ہے۔ جوان لگتی ہے۔"

کبریا نے اسے اپنی مرضی کے مطابق بولنے پر مجبور کیا۔ اس نے کہا "ہاں۔ میں نے ایک ایسے بچے کو دیکھا ہے۔ اس کی دادی ٹیکسی والے سے کہہ رہی تھی کہ وہ انہیں لگژری ہوٹل میں لے چلے۔"

"ہوں۔ تو وہ بچہ اپنی دادی کے ساتھ لگژری ہوٹل میں ہے۔ ٹھیک ہے' تم اپنے گھر جاؤ۔"

وہ وہاں سے جانے لگا۔ کبریا تھوڑی دیر تک اس کے اندر موجود رہا پھر سمجھ گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر سے جا چکا ہے اور اب وہ یقیناً لگژری ہوٹل کی طرف جائے گا یا اپنے کسی آلہ کار کو بھیجے گا۔

اس نے الپا' اعلیٰ بی بی اور عبداللہ کو یہ بات بتائی۔ انہوں نے ایک آلہ کار کے ذریعے اس لگژری ہوٹل کا فون نمبر معلوم کیا' فون کے ذریعے کاؤنٹر گرل کی آواز سنی پھر عبداللہ اس کاؤنٹر گرل کے اندر رہ کر انتظار کرنے لگا۔ جیک کلر کا کوئی آلہ کار وہاں آ کر ابھی سونیا اور عدنان کے بارے میں معلوم کرنے والا تھا۔

کبریا نے سونیا سے کہا "مما! کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن آپ کی اور عدنان کی ٹوہ میں ہے۔ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ آپ دونوں نے کہاں قیام کیا ہے؟ میں نے اسے لگژری ہوٹل کی طرف بھٹکا دیا ہے۔ ویسے آپ کس ہوٹل میں ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "واہ بیٹے! بہت خوب۔ یہ تو تمہیں پہلے معلوم کرنا چاہیے تھا۔ میں اسی لگژری ہوٹل کے ایک کمرے میں ہوں۔"

وہ چونک کر مسکراتے ہوئے بولا "یہ بھی عجیب اتفاق ہے۔ میرے ذہن میں اسی ہوٹل کا نام آیا تھا۔ کوئی بات نہیں' اس کے آلہ کار کو آنے دیں۔ ہم اسے بھٹکا دیں گے۔"

"اسے نہ بھٹکاؤ۔ میری طرف آنے دو یا اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کرو' کیا کسی طرح اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سراغ لگایا جا سکتا ہے؟"

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوٹل کی کاؤنٹر گرل' منیجر اور تمام ویٹرز کے اندر پہنچ رہے تھے۔ جیک کلر کے آلہ کار نے کاؤنٹر گرل کے پاس آ کر کوئی معلومات حاصل نہیں کی تھیں بلکہ ایک ویٹر سے بات کی تھی۔ باتوں کے دوران میں جیک کلر اس ویٹر کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اب اس کے ذریعے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ عدنان ساتویں فلور کے کمرا نمبر سات سو سات میں ہے اور وہ ویٹر اس کے لیے آئس کریم لے کر جا رہا ہے۔

جیک کلر نے اس ویٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اسے اس بات پر مجبور کیا وہ اس آئس کریم میں زہریلا پاؤڈر چھڑک کر لے جائے۔ اس بے چارے نے اس کی مرضی کے مطابق وہی کیا۔ زہریلا پاؤڈر چھڑکنے کے بعد آئس کریم لے کر ساتویں فلور پر پہنچ گیا پھر اس نے دروازے پر دستک دی۔ اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا تو وہ لاک تھا۔ یعنی اندر کوئی نہیں تھا۔ ویٹر کی سوچ نے بتایا "ابھی پندرہ منٹ پہلے وہ کمرے میں موجود تھا اور اس نے فون کے ذریعے آئس کریم کا آرڈر دیا تھا پھر اس کی دادی کمرا مقفل کر کے کہاں چلی گئی ہے؟"

جیک کلر سوچنے لگا "کیا اس بچے کو اس کی سازش کا علم ہو گیا ہے؟ وہ پہلے سے ہوشیار ہو گیا ہے' اپنے بچاؤ کے لیے کہیں چلا گیا ہے یا کہیں سے چھپ کر اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے؟"

اس کے ذہن میں طرح طرح کے خدشات اور سوالات ابھر رہے تھے۔ اس نے سوچا کہ پھر ایک بار عدنان کے اندر جا کر دیکھنا چاہیے۔ اگر اس کا ذہن ایک ہی خیال پر مرکوز ہو گا تو پھر اس کے خیالات پڑھے جا سکیں گے۔

یہ سوچتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور عدنان کے اندر پہنچ گیا۔ اسے مایوسی نہیں ہوئی۔ اس کے خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے تھے۔ اس وقت سونیا اس سے کہہ رہی تھی "بیٹے! تم بہت پریشان کرتے ہو۔ اچانک مجھے ہوٹل سے کھینچ کر یہاں لے آئے اب مجھے یہاں سے کہاں لے جاؤ گے؟"

عدنان نے کہا "گرینڈ مما! میں ابھی کھنڈرات کی طرف جاؤں گا۔ میرا دل ادھر کھنچا جا رہا ہے میری ممی مجھے بلا رہی ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تم کولیزیم کی طرف جاؤ گے؟"

"ہاں۔ میں ابھی کولیزیم کی طرف جاؤں گا۔"

آج ہم جسے اسٹیڈیم کہتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں اسے روم والے کولیزیم کہتے تھے۔ وہاں اسٹیڈیم کی طرح دائرے کی صورت میں تماشائیوں کے بیٹھنے کی جگہ بنائی گئی تھی اور درمیان میں ایک کھلا میدان تماشا کرنے والوں کے لیے بنایا گیا تھا۔ تماشائیوں کے بیٹھنے کے لیے پتھروں سے سیٹیں بنائی گئی تھیں۔ وہاں اسّی محرابی دروازے تھے۔ جن میں سے بادشاہ سلامت' شاہی خاندان کے افراد اور بلند سیاسی مرتبہ

معاشرتی جبر کے خلاف زاہدہ حنا کا قلم تیغ برہنہ بن جاتا ہے

قیدخانے میں تتلیوں کے رنگ

اُردو افسانے میں زاہدہ حنا کا نام اور کام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ سسکیاں بھرتے ہوئے مظلوموں کے لئے اُن کی تحریریں مرہم کا درجہ رکھتی ہیں۔

قیمت :-/100 روپے | ڈاک خرچ :-/25 روپے

کتاب کی قیمت بذریعہ پیشگی ڈرافٹ، منی آرڈر یا کراسڈ چیک ارسال فرمائیں

تیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطہ کیلئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ فیز II کراچی

رکھنے والے مخصوص دروازوں سے گزر کر اندر آتے تھے۔ باقی دوسرے شہری اپنے سماجی مرتبے کے مطابق بیٹھا کرتے تھے۔ اس زمانے میں انسانی آبادی کم تھی مگر اس کے باوجود روم میں ایک لاکھ افراد آباد تھے۔ اس اسٹیڈیم میں پچاس ہزار افراد کی گنجائش تھی۔ اس وسیع و عریض اسٹیڈیم کو سینتیس ہزار غلاموں اور قیدیوں نے تعمیر کیا تھا۔

جیک کلر عدنان کے دماغ میں رہ کر معلوم کر رہا تھا کہ وہ سونیا کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر کولیسیم کی طرف جا رہا ہے۔ مہا دھاتی نے اس سے کہا "جیک! اس سے اچھا اور کوئی موقع نہیں ملے گا۔ تم اس کھنڈر میں چھپ کر کہیں سے بھی اسے شوٹ کر سکتے ہو۔ وہ بچہ اور اس کی دادی دونوں ہی تم سے غافل ہیں۔ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھاؤ۔"

جیک کلر نے اپنا گن باکس اٹھایا۔ اس باکس کے اندر ایک بہت جدید طرز کی گن اور ٹیلی اسکوپ رکھے ہوئے تھے۔ وہ اسے اٹھا کر تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اسی کولیسیم کی طرف جانے لگا۔

کولیسیم سے پہلے ایک اور کھنڈر ہے وہ ایک بہت بڑی عبادت گاہ کا کھنڈر ہے۔ اس عبادت گاہ کو آرک آف ٹیٹس کہتے ہیں۔ عدنان کے ساتھ جو واقعات پیش آ رہے تھے۔ ان کے پیش نظر آرک آف ٹیٹس کا ذکر ضروری ہے۔ اس عبادت گاہ میں دن رات آگ روشن رکھی جاتی تھی اور اسے روشن رکھنے کی ذمے داری چھ کنواری لڑکیوں پر ہوتی تھی۔ ان لڑکیوں پر یہ پابندیاں عائد کی جاتی تھیں کہ وہ اس آگ کو کبھی بجھنے نہیں دیں گی اور وہ چھ کنواریاں کم از کم تیس برس تک شادی نہیں کریں گی۔ کسی مرد کے قریب نہیں جائیں گی۔ جو لڑکی اس پابندی کے خلاف کسی مرد کے قریب جاتی تھی اسے زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔

یہ پابندیاں فطرت کے خلاف تھیں۔ پتا نہیں اس عبادت گاہ میں مقدس آگ کو روشن رکھنے کے لیے کتنی کنواریوں کو زندہ درگور کیا جا چکا تھا؟ نہ جانے کتنی کنواریاں اپنی فطرت سے مجبور ہو کر پابندیاں توڑ کر بھاگنے کی کوشش کرتی تھیں یا کسی سے قریب ہو جاتی تھیں تو موت ان کا مقدر بن جاتی تھی۔

وہاں کی بڑی بوڑھی عورتیں آج بھی یہ کہتی ہیں کہ کبھی چاندنی رات میں اس کھنڈر کی طرف جاؤ تو وہی مقدس آگ روشن دکھائی دیتی ہے اور اس کے چاروں طرف سفید کفن پوش لڑکیاں گھومتی، پھرتی، رقص کرتی اور ماتم کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ یہ وہی مظلوم لڑکیاں ہیں۔ جنہیں زندہ درگور کر دیا گیا تھا۔

عدنان اور سونیا اس کھنڈر کے قریب سے گزرتے ہوئے کولیسیم میں پہنچ گئے۔ ٹیکسی سے اتر کر محرابی دروازے سے اس تاریخی اسٹیڈیم میں داخل ہوئے۔ جیک کلر ان سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکا تھا۔ اس اسٹیڈیم کے سب سے اونچے حصے پر پہنچ کر ایک ستون کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ گن باکس میں سے گن نکال کر ایک ٹیلی اسکوپ کو اس سے منسلک کر رہا تھا۔ اس ٹیلی اسکوپ کے ساتھ ٹارگٹ لیزر لگا ہوا تھا۔ اس نے گن کو لوڈ کیا پھر اسے دونوں ہاتھوں میں تھام کر اس کی دوربین سے آنکھ لگائی تو ٹارگٹ لیزر کے ذریعے اسے عدنان دکھائی دیا۔ وہ اسٹیڈیم کے درمیانی میدان میں سونیا کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور ٹھیک نشانے پر تھا۔

سونیا نے اس سے کہا "بیٹے! یہ کھنڈرات دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ تم اپنی ماں کی تلاش میں کہاں کہاں بھٹکو گے؟ وہ یہاں نہیں ہے۔"

عدنان نے اِدھر اُدھر دور تک نظریں دوڑائیں پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر انگلی سے ایک طرف اشارہ کیا۔ اس نے جس طرف اشارہ کیا تھا ادھر جیک کلر گن اٹھائے اس کا نشانہ لے رہا تھا۔

وہ بڑی معصومیت سے بولا "گرینڈ مما! ادھر دیکھیں۔ میری ممی وہاں کھڑی ہوئی ہیں۔"

جیک کلر کی ایک آنکھ ٹارگٹ لیزر سے لگی ہوئی تھی اور وہ ٹارگٹ لیزر بتا رہا تھا کہ عدنان صحیح نشانے پر ہے۔ اس نے اپنی انگلی ٹریگر پر رکھی۔ وہ اسے دبانا ہی چاہتا تھا کہ ایک دم سے رک گیا۔ ایک نازک سا اور خوب صورت سا ہاتھ اس کے شانے پر آیا تھا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس عبادت گاہ کی مقدس آگ کو روشن رکھنے والی کنواریوں میں سے ایک کفن پوش کنواری ٹھیک اس کے قریب کھڑی ہوئی تھی۔

وہ سفید کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ بھی کفن میں لپٹا ہوا تھا۔ صرف دو خوب صورت بڑی بڑی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اور وہ شیوانی کی آنکھیں تھیں۔

آنکھیں۔ ایسی پرکشش آنکھیں۔ ایسی غضب ناک۔ ایسی خوب صورت آنکھیں کہ ان سے نظریں ملاتے ہی جیک کلر کے ہاتھ سے گن چھوٹ کر گر پڑی۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ ہاتھوں میں ہتھیار ہوں تو کوئی بھی میدان مار سکتا ہے۔ جیک کلر کے ہاتھوں میں جدید ڈیزائن کی ایک گن تھی۔ جس کے ذریعے صحیح نشانہ لیا جاسکتا تھا۔ اس کے مقابلے پر ننھا سا عدنان نہتا تھا۔ نہ اس کے پاس ہتھیار تھا اور نہ ہی وہ ہتھیار کا استعمال جانتا تھا۔ وہ تو اب تک اپنی معصومیت سے اور اپنے مقدر سے میدان مارتا آیا تھا۔

اس بار بھی یہی ہوا تھا۔ جیک کلر کی انگلی ٹریگر پر تھی لیکن وہ گولی نہ چلا سکا۔ اسی لمحے میں اس نے سر گھما کر دیکھا تو کفن پوش کنواری کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ سر سے پاؤں تک کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ صرف اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ آنکھیں بڑی غضب ناک اور بڑی پرکشش تھیں۔ وہ ان آنکھوں کی طرف کھنچتا چلا گیا۔

روم میں یہی تاریخی داستان سینہ بہ سینہ چلی آرہی تھی۔ ہر بوڑھی دادی نانی اپنے بچوں کو چھ کنواریوں کی کہانیاں سنایا کرتی ہے۔ وہ عبادت گاہ کی مقدس آگ کو دن رات روشن رکھنے کے لیے کبھی شادی نہیں کرتی تھیں۔ اگر ان میں سے کوئی چھپ کر شادی کر لیتی یا کسی کے ساتھ بھاگ جاتی یا اپنا کنوارہ پن قائم نہ رکھتی تو اسے گرفتار کر کے زندہ دفن کر دیا جاتا تھا پھر اس کی جگہ کسی دوسری کنواری کو لایا جاتا تھا۔ تاکہ چھ کی تعداد پوری ہو سکے۔

مظلوم کنواریوں کی یہ کہانی بوڑھوں اور بچوں کو یاد ہے۔ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ کنواریاں آج بھی کفن پہنے اس عبادت گاہ میں مقدس آگ کے اطراف گھومتی پھرتی رقص کرتی اور ماتم کرتی دکھائی دیتی ہیں۔

چودہ تاریخ کو جب چاند پورا ہوتا ہے تو اس کی چاندنی میں دور کہیں آگ کے شعلے دکھائی دیتے ہیں اور اس کے آس پاس سفید کفن لہراتے رہتے ہیں۔ وہاں کے مصنفین ان کنواریوں کی فریاد کو اپنے طور پر لکھتے ہیں، طرح طرح کی کہانیاں بناتے ہیں۔ وہاں کے مصوران کفن پوش کنواریوں کی تصاویر بناتے ہیں۔ انہیں اس مقدس آگ کے گرد رقص کرتے ہوئے اور ماتم کرتے ہوئے دکھاتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی روایتی اور تاریخی داستان کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔

جیک کلر نے بھی ایسی کہانیاں پڑھی تھیں، ایسی تصویریں دیکھی تھیں۔ اس موضوع پر ایک فلم بھی بنائی گئی تھی۔ اگرچہ ایسی کہانیاں حقیقت سے دور ہوتی ہیں، خیالی ہوتی ہیں پھر بھی وہ حواس پر چھائی رہتی ہیں۔ اس وقت جیک کلر اس کفن پوش کنواری کو دیکھ کر ایک دم سے بوکھلا گیا تھا، حیران رہ گیا تھا۔ وہ یقین نہیں کر سکتا تھا کہ جو کچھ پڑھتا آیا ہے، فلموں میں اور تصویروں میں جن کنواریوں کو دیکھتا آیا ہے ان میں سے ایک کنواری اس کے قریب چلی آئی ہے۔

اس کی آنکھوں کے سامنے اس کنواری کا وجود تھا۔ وہ انکار اس لیے بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس کا دل، اس کا ذہن اور اس کی نظریں اس کنواری کی غضبناک آنکھوں سے چپک کر رہ گئی تھیں۔ جیسے وہ لوہے کا ایک ذرہ ہو اور اس مقناطیس سے چپک کر رہنے پر مجبور ہو گیا ہو۔

عدنان نے پہلے ہی انگلی کے اشارے سے سونیا کو بتایا تھا کہ اس کی مما وہاں اس بلندی پر ایک جگہ کھڑی ہوئی ہیں۔ سونیا نے سر اٹھا کر دیکھا تو اس وقت تک جیک کلر شیوانی سے سحر زدہ ہو چکا تھا۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ کر پتھریلی دیواروں، چھتوں اور محرابی دروازوں سے ٹکراتی ہوئی نیچے آکر گر پڑی تھی۔

سونیا نے اس گن کو دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ یہ وہی دشمن ہے جو عدنان کو تلاش کرتا ہوا ہوٹل تک پہنچنے والا تھا۔ اب یہاں پہنچ گیا ہے۔ وہ دوڑتی ہوئی اس میدان سے گزرتی ہوئی، اسٹیڈیم کی سیڑھیوں پر چڑھتی ہوئی جیک کلر کی طرف آرہی تھی۔ وہ سحر زدہ سا گم صم سا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق حرکت کیوں نہیں کر پا رہا ہے؟ ان آنکھوں کے شکنجے سے کیوں نہیں نکل پا رہا ہے؟

اس نے گھبرا کر چیخ ماری، آواز دی ''مہا دھابی! تم کہاں ہو؟ میری مدد کرو، مجھے ان آنکھوں کے شکنجے سے نکالو.....''

مہا دھابی نے کہا ''میں تمہارے اندر ہوں اور یہ محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارا دماغ اس کے شکنجے میں آچکا ہے۔ مجھے سمجھنے دو کہ یہ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

وہ جھنجلا کر بولا ''جب تک تم سمجھتے رہو گے تب تک یہ بلا مجھے مار ڈالے گی۔ یہ تو وہی کفن پوش کنواری دوشیزہ ہے۔ جس کے قصے ہم بچپن سے سنتے آرہے تھے اور جو مقدس آگ کے گرد دیکھی جاتی ہیں۔''

''تم اس ایک بلا سے ڈر رہے ہو۔ ادھر دوسری بلا بھی تمہاری طرف چلی آرہی ہے۔ سونیا.....''

اس نے چونک کر سر گھما کر دیکھا، دور سونیا دکھائی دی۔ وہ تیزی سے اس کی طرف چلی آرہی تھی۔ وہ شیوانی کی آنکھوں سے سحر زدہ ہو کر تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ وہ دادی اور پوتے کو ہلاک کرنے والا تھا۔ انہیں باری باری

مارنا چاہتا تھا۔ پہلے پوتے کی باری تھی پھر دادی کی باری آتی لیکن یہاں بازی پلٹ گئی تھی۔ خود اسی کے مرنے کی باری آگئی تھی۔

سونیا بڑے طیش میں تھی۔ اس نے آتے ہی اس کے منہ پر ایک زور کی ٹھوکر ماری پھر کہا ''تو میرے پوتے کو ہلاک کرنے آیا تھا۔ میں تجھے بتاتی ہوں کہ موت کیا ہوتی ہے؟ اور کیسے تڑپا تڑپا کر آتی ہے؟''

اس نے اٹھ کر حملہ کرنا چاہا پھر مار کھا گیا، یاد آگیا کہ مقابلہ سونیا سے ہے۔ وہ اسے ایک انگلی سے بھی چھو نہیں سکے گا اور بری طرح مار کھا کر مر جائے گا۔

اس کی لاتیں اور گھونسے ایسے برس رہے تھے جیسے ہتھوڑے برس رہے ہوں۔ پہلے ہی دو چار ہاتھ کھا کر وہ خیال خوانی بھول گیا۔ جسم اور ذہن بری طرح کمزور ہو گیا تھا۔ کئی جگہ سے چہرے اور بدن کی جلد پھٹ گئی تھی۔ خون رس رہا تھا۔ وہ چیختے ہوئے بولا ''مہا دھابی! تم کہاں ہو؟ فار گاڈ سیک..... میری مدد کرو۔ مجھے اس موت سے بچاؤ.....''

اسے اپنے دیرینہ ساتھی مہا دھابی کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ شاید وہ جا چکا تھا یا پھر اسے موت کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی تھے۔ اب سے چند روز پہلے ان کے تیسرے ساتھی سینڈی گرے پر بھی ایسی ہی مصیبتیں نازل ہوئی تھیں۔ اس وقت جیک کلر اور مہا دھابی اس کی موت کا تماشا دیکھتے رہے تھے کہ ان کا ایک ساتھی مر جائے گا تو وہ اس کی جگہ پر قبضہ جمالیں گے۔ پورے امریکا کی مارکیٹ ان کے ہاتھ میں آجائے گی اور وہ اپنا اسلحہ وہاں بھی فروخت کیا کریں گے۔

اب مہا دھابی بھی یہی سوچ رہا تھا کہ جیک کلر کو مر جانا چاہیے۔ سینڈی گرے کے وقت اس لیے مداخلت نہیں کی گئی تھی کہ وہ میرے پوتے کو چھیڑ کر، مجھ سے دشمنی مول لے کر مجھ سے اور میری فیملی سے ٹکرانا نہیں چاہتے تھے پھر دوسرا مقصد وہی ہوتا تھا کہ تین دوستوں اور تین بزنس پارٹنرز میں سے ایک کا خاتمہ ہو جائے۔ سینڈی گرے کی طرح جیک کلر بھی ختم ہو جاتا تو مہا دھابی کو یورپ کی مارکیٹ مل جاتی۔ وہ وہاں سے بے انتہا منافع حاصل کر سکتا تھا۔

جیک کلر مار کھاتے کھاتے گر کر بے ہوش ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ''مما! اسے چھوڑ دیں۔ پہلے عدنان کی خبر لیں۔ خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔''

سونیا نے چونک کر دور میدان کی طرف نظریں دوڑائیں، میدان خالی تھا۔ وہاں عدنان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے آس پاس دیکھا پھر اسے خیال آیا۔ اس نے یہاں ایک کنواری کفن پوش کو دیکھا تھا لیکن اب وہاں بھی کسی کا وجود نہیں تھا۔ قریب ہی زمین پر سفید کفن پڑا ہوا تھا۔ اب اس کفن کے اندر نہ کوئی زندہ تھی، نہ کوئی مردہ تھی۔ وہ کفن اس کنواری کے وجود سے خالی ہو چکا تھا۔

سونیا نے تیزی سے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں پھر ایک طرف بڑھتے ہوئے دیکھا، شاید عدنان سیڑھیاں چڑھتا ہوا آرہا ہو لیکن وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کنواری کے ساتھ کہیں گم ہو گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی، کبریا، الپا اور عبداللہ سب ہی سونیا کے دماغ میں آگئے تھے اور حیران ہو رہے تھے کہ پھر کیا ہو گیا ہے؟ عدنان پھر کہاں گم ہو گیا ہے؟ کیا وہ کنواری اسے لے گئی ہے؟

جیک کلر بے ہوش ہو چکا تھا۔ کبریا نے عبداللہ سے کہا۔ ''اسے یونہی پڑا رہنے دو۔ کوئی اٹھا کر اسے اسپتال پہنچا دے گا۔ جب یہ ہوش میں آئے تو اسے قابو میں کر لینا۔ ہم اس سے بعد میں نمٹ لیں گے۔ ابھی پتا نہیں عدنان ہمیں کہاں کہاں دوڑائے گا؟''

بے ہوش رہنے والا چونکہ غافل رہتا ہے۔ اس لیے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کس حالت میں ہے؟ اور کب تک ہوش میں آئے گا؟ عبداللہ اس کے دماغ میں رہ کر کسی طرح کی معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے سوچا ''جب یہ ہوش میں آجائے گا تو میں اس پر تنویمی عمل کروں گا اور اسے اپنا معمول بنا کر چھوڑ دوں گا تاکہ یہ پھر کہیں جا کر روپوش نہ ہو سکے۔ یہ جہاں بھی جائے گا، ہماری نظروں میں رہے گا۔''

اس شہر میں دور تک کھنڈرات پھیلے ہوئے تھے۔ سونیا دور تک اِدھر اُدھر دوڑتی جا رہی تھی۔ اسے پکارتی جا رہی تھی، پریشان ہو رہی تھی کہ ایک نامعلوم بلا نہ جانے کہاں سے آئی تھی؟ اور اس کے پوتے کو اپنے ساتھ نہ جانے کہاں لے گئی ہے؟

وہ یقین سے یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ کوئی بلا تھی۔ کیونکہ عدنان نے اس کی طرف انگلی اٹھا کر کہا تھا کہ وہی میری ممی ہیں۔ سونیا نے ادھر بلندی کی طرف دیکھا تھا۔ وہاں جیک کلر کفن لیے نظر آیا تھا اور اس کے قریب ہی ایک سفید کفن پوش ہستی دکھائی دے رہی تھی لیکن قریب جا کر جیک کلر کی پٹائی کرنے کے بعد اس نے اس ہستی کی طرف دھیان دیا تو وہ گم ہو چکی تھی۔

اگر وہ شیوانی تھی، عدنان کی ماں تھی تو پھر کہاں چلی گئی تھی؟ کیا عدنان کو بھی اپنے ساتھ لے گئی تھی؟ وہ کیسی ماں تھی؟ اپنے بیٹے کی دادی سے تو ملتی، اپنے بارے میں کچھ تو بتاتی کہ وہ شیوانی ہے تو اتنے عرصے تک کہاں غائب رہی تھی؟ کن حالات سے گزرتی رہی تھی؟ اور اب ان کھنڈرات میں کفن پوش کنواریوں کی طرح کیوں بھٹک رہی تھی؟

مہادھابی اپنے نفع ونقصان کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی کو زندہ رہنا چاہیے یا مرجانا چاہیے؟

وہ اس کی موت سے بہت سے فائدے حاصل کرسکتا تھا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو مہادھابی کے کسی کام نہ آتا۔ سینڈی گرے بھی ان کے کام نہیں آیا تھا۔ اس لیے انہوں نے اس کے برے وقت میں اس کا خاتمہ کرادیا تھا۔ اب اگر جیک کلر کے برے وقت میں وہ اسے ختم نہیں کرے گا تو کبھی اس پر برا وقت آیا تو جیک کلر اسے ختم کردے گا۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں یہی ہوتا ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی کسی دوسرے پر بھروسا نہیں کرتا۔ جیسے ہی موقع ملتا ہے وہ دوسرے پر حاوی ہوجاتا ہے اور پہلی خواہش جو اس کے اندر جنم لیتی ہے۔ وہ یہی ہوتی ہے کہ اگلا ہمارا معمول اور محکوم بن جائے۔

مہادھابی کے ذہن میں بھی یہی بات آئی کہ جیک کلر کی موت سے فائدہ تو حاصل ہوسکتا ہے لیکن اس کی زندگی سے اور زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ وہ اسے اپنا محکوم اور معمول بنا کر اپنی خیال خوانی کی طاقت میں اضافہ کرسکتا ہے۔ اس نے اپنے آلہ کاروں کو حکم دیا کہ وہ اس کھنڈر میں جائیں۔ وہاں جیک کلر بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ اسے اسپتال پہنچائیں اور اس کے علاج پر توجہ دیں۔

اب وہ انتظار کرنے والا تھا کہ جیک کلر اسپتال پہنچ جائے۔ اس کا علاج ہوتا رہے اور وہ ہوش میں آجائے۔ تب وہ اسے اپنا محکوم اور معمول بنالے گا۔ ایک سوال اسے پریشان کررہا تھا کہ وہ کفن پوش کنواری کون تھی؟ جسے دیکھ کر جیک کلر گھبرا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ کر گر گئی تھی۔

وہ کون تھی؟ اس کی آنکھوں میں کس بلا کی کشش تھی؟ کہ جیک کلر ان میں گرفتار ہوگیا تھا اور اپنی جگہ سے ذرا بھی جنبش کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ کون تھی؟ کہاں سے آئی تھی؟ کہاں چلی گئی ہے؟

یہی سوال پورس کو پریشان کررہا تھا۔ اس سے محبت کرنے والی دلربا بری طرح خوف زدہ تھی۔ اس نے عدنان کی آنکھوں کے پیچھے شیوانی کی پرکشش آنکھیں دیکھی تھیں۔ شیوانی نے اسے وارننگ دی تھی کہ وہ اس کی سوکن نہ بنے۔ پورس سے دور رہا کرے۔ تب سے وہ سہمی ہوئی تھی۔ پورس سے دور بھاگ رہی تھی۔

ایک بار دلربا نے اس سے دور جاکر فون کے ذریعے رابطہ کیا تھا۔ اس سے باتیں کی تھیں اور صاف کہہ دیا تھا کہ وہ آئندہ اس سے نہیں ملے گی۔ اگرچہ وہ اس سے محبت کرتی ہے۔ اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہے لیکن کوئی ایسی ہے جو اس کے ساتھ اسے زندگی نہیں گزارنے دے گی۔

اس کے فون پر گفتگو کرنے کے دوران پورس نے اچانک ہی شیوانی کی آواز سنی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ تمہیں شرم نہیں آتی؟ اپنے بچے کی ماں کو بھول گئے ہو اور اس کی سوکن سے دل لگا رہے ہو۔

اس نے صاف طور سے شیوانی کی آواز اور لب ولہجہ سنا تھا پھر فون پر دلربا کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا تھا کہ دلربا! کیا تم نے ابھی آواز بدل کر کچھ کہا تھا؟

اس نے کہا تھا کہ نہیں میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کہا تھا۔ میرے منہ سے بے اختیار ایسی آواز و الفاظ نکل گئے تھے۔

اس بات نے پورس کو چونکا دیا تھا۔ اسے سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کیا تھا کہ واقعی شیوانی اس کے بیٹے کے اندر بھی بولتی ہے اور اس وقت دلربا کے اندر بھی آکر بول رہی تھی۔ اس نے پارس سے کہا ''سمجھ میں نہیں آتا شیوانی کے بارے میں کیا رائے قائم کی جائے؟ وہ مرچکی ہے پھر کیسے بول رہی ہے؟ ہمیں اس کی آواز کیسے سنائی دے رہی ہے؟''

پارس نے کہا ''کچھ باتیں فوری طور پر سمجھ میں نہیں آتیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جو ایک پراسرار راز تھا وہ اب راز نہیں رہا۔ ایک سیدھی سادی سی بات ہے جو اب سمجھ میں آرہی ہے۔''

''میں دلربا کو کیسے سمجھاؤں؟ اس نے مجھ سے ملنے سے صاف انکار کردیا ہے۔''

''وہ بری طرح سہمی ہوئی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم اس سے فی الحال نہ ملو اپنے بیٹے کے ساتھ رہو۔ دیکھو کہ اس کے اندر شیوانی بول رہی ہے اور اسے اپنی طرف بلا رہی ہے اور وہ ماں کی تلاش میں بھٹک رہا ہے۔ ایسے وقت تمہیں اس کے ساتھ رہنا چاہیے۔ اس کے ساتھ رہنے سے کوئی ایسی بات سامنے آسکتی ہے۔ جس کی توقع ہم ابھی نہیں کررہے ہیں۔''

پورس نے سوچا کہ بہتر یہی ہے۔ جب دلربا سہمی ہوئی ہے اور اس سے ملنے سے انکار کررہی ہے تو وہ یہاں تنہا رہ کر کیا کرے گا؟ بیٹے کے پاس جاکر رہے تو رفتہ رفتہ معلوم ہوسکے گا کہ بیٹے کو جو آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اس کا تعلق شیوانی سے ہے یا وہ کسی اور کی آواز سن کر دھوکا کھا رہے ہیں کہ شاید شیوانی بول رہی ہے۔

پورس نے فیصلہ کیا کہ اب وہ چلی شہر میں نہیں رہے گا۔ اپنے بیٹے کے پاس جائے گا۔ یہ معلوم ہوچکا تھا کہ سونیا اور عدنان جس جہاز میں پیرس جارہے تھے۔ وہ اپنا روٹ بدل کر روم پہنچ گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ایسا عدنان کی پیش گوئی کے مطابق ہوا ہے اور اب وہ اپنی دادی کے ساتھ اسی جہاز میں ہے۔

اسی وقت عبداللہ نے آکر بتایا کہ اس کا بیٹا عدنان پھر کہیں گم ہوگیا ہے اور ایک نئی پریشانی شروع ہوگئی ہے۔ عبداللہ نے اسے تفصیلی واقعات بتائے کہ کس طرح روم کے کھنڈر میں اس نے ایک کفن پوش کنواری کو دیکھا تھا۔ جسے اپنی ماں کہہ رہا تھا۔ کنواری اسے اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

یہ بات تشویش ناک تھی۔ پورس نے سوچا ''وہ شیوانی ماں تو اسے اپنے ساتھ کیوں لے گئی ہے؟ اسے تو چاہیے تھا کہ مما کے پاس آتی ان سے ملتی اور اپنے حالات بتاتی۔''

پھر اس نے اپنا سر جھٹک کر سوچا ''میں بھی کیا سوچ رہا ہوں؟ وہ مرچکی ہے کہاں سے آئے گی؟ کیوں مما سے ملے گی؟ وہ ضرور کوئی دوسری عورت ہے۔ میرے بیٹے کے لیے کوئی ڈراما پلے کررہی ہے۔''

اس نے عبداللہ سے کہا ''مجھے جلد سے جلد اپنے بیٹے کے پاس پہنچنا چاہیے۔ میں کسی بھی پہلی فلائٹ سے جانا چاہتا ہوں۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک سیٹ اوکے کروادو۔''

عبداللہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ وہ سر جھکا کر سوچنے لگا ''اگر وہ شیوانی ہے اور اس نے اپنے بیٹے کو اپنے پاس بلایا ہے تو مجھے بھی اپنے پاس بلائے گی۔ اسی لیے تو وہ مجھے اس سے ملنے سے روک رہی ہے۔ دیکھتا ہوں کیا ہونے والا ہے۔''

☆☆☆

مس شانتا بائی اسپتال کی عمارت کے ایک دفتر میں بیٹھا تھا۔ وہ دفتر میرے لیے مخصوص تھا۔ اس وقت بندیا بھاسکر کی مغرور حسینہ مجھ سے ملنے کے لیے وہاں آئی ہوئی تھی اور میرے سامنے میز کی دوسری طرف بیٹھی ہوئی تھی۔

میں نے اسے کہا تھا کہ وہ صرف پانچ منٹ تک خاموش رہے تاکہ میں ایک فائل کا مطالعہ کرلوں پھر اس کے بعد اس سے باتیں کروں گا پھر میں ایک فائل پر جھک کر اس کے خیالات پڑھتا رہا تھا اور یہ معلوم کرتا رہا تھا کہ وہ مجھے پھانسنے کی نیت سے یہاں آئی ہوئی ہے۔

وہ ایسی مغرور تھی کہ اپنے چاہنے والوں کو ٹھکراتی رہتی تھی۔ اس کے ذہن میں بس ایک ہی بات تھی کہ وہ شانتا بائی سے بھی زیادہ دولت مند بن جائے۔ اس کے لیے وہ کسی ایسے دولت مند شخص کو پھانسنا چاہتی تھی جو شادی شدہ نہ ہو اور صرف اسی کا غلام بن کر اس کے اشاروں پر ناچتا رہے۔

اس نے اور اس کے باپ امیش بھاسکر نے یہ دیکھا تھا کہ شانتا بائی مجھ پر اندھا اعتماد کرتی ہے۔ کاروبار کے تمام معاملات میرے ہاتھ میں ہیں تو ان باپ بیٹی نے یہ منصوبہ بنایا کہ مجھے پھانسنا چاہیے۔ اگر میں اس کے حسن وشباب کا دیوانہ بن جاؤں گا تو اس کے نازنخرے اٹھاتا رہوں گا۔ شانتا بائی کو راستے سے ہٹا دوں گا پھر صرف اس کی بیٹی نیہارہ جائے گی جو ہمیشہ میری محتاج رہے گی اور اس طرح رفتہ رفتہ نیہا کی تمام دولت وجائداد بندیا کے نام منتقل ہوتی رہے گی۔

بندیا اس وقت بڑی زبردست پلاننگ کے ساتھ آئی تھی۔ میں نے فائل کو بند کیا پھر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر اسے سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے پوچھا ''ہاں..... اب بولو۔ کیسے آئی ہو؟''

اس نے ایک ادائے ناز سے اپنی زلفوں کو ادھر سے ادھر کیا پھر مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ''کیا یہاں آنے کے لیے کوئی کام ضروری ہے؟ کیا میں یونہی نہیں آسکتی؟''

''بے شک..... کوئی کام نہ ہو اور ملاقات کرنی ہو تو گھر میں آسکتی ہو۔ دفتر میں تو کام ہی کام ہوتا ہے۔''

''تمہارا تو کوئی اپنا گھر نہیں ہے۔ میری بڑی ماں (شانتا بائی) کے گھر میں رہتے ہو اور وہاں ہمارا داخلہ ممنوع ہے۔ جرم کسی نے کیا اور ہم پر خوامخواہ شبہ کیا جارہا ہے۔''

میں نے کہا ''تم پر تو کسی نے شبہ نہیں کیا ہے۔ وہ تو احتیاطاً سب ہی کو گھر آنے سے منع کیا گیا ہے۔ اصولاً یہی ہونا چاہیے۔ جب تک کہ اصل مجرم گرفتار نہ ہو، یہ معلوم نہ ہو کہ شانتا کو زہر کس نے دیا تھا؟ اس وقت تک تمام رشتے داروں پر شبہ کیا جائے گا۔ اس لیے سب ہی کو وہاں آنے سے منع کردیا گیا ہے۔''

وہ بولی ''ہم وہاں نہیں آسکتے، مگر آپ تو ہمارے پاس

آسکتے ہیں۔''

''چند روز انتظار کرو۔ اصل مجرم بے نقاب ہو جائے گا تو میں بھی آؤں گا اور تم سب کو بھی اس بنگلے میں جانے کی اجازت مل جائے گی۔''

''میں اسے اپنی توہین سمجھتی ہوں کہ ہمیں مجرم سمجھ کر راستہ روکا گیا ہے۔ میں تو کبھی اس بنگلے میں نہیں جاؤں گی۔''

''بے شک..... جو مجرم نہیں ہیں، انہیں اپنی توہین کا احساس ہوگا۔ میں تمہارے جذبات کو سمجھ رہا ہوں لیکن کیا کیا جائے؟ مجبوری ہے۔''

وہ میرے سامنے میز پر دونوں ہاتھ ٹیک کر جھک گئی۔ اس نے کھلے گریبان کا کسا ہوا بلاؤز پہنا ہوا تھا۔ وہ ایک گہرا سانس لے کر بولی ''وقت کاٹے نہیں کٹتا۔ میرے من کے اور میرے مزاج کے مطابق کوئی ساتھی ہی نہیں ملتا۔ میں تنہا بھٹکتی رہتی ہوں۔ آپ کی شخصیت میں عجیب سی کشش ہے۔ آپ کی تو کئی گرل فرینڈز ہوں گی۔''

میں نے مسکرا کر کہا ''کیسی باتیں کرتی ہو؟ میری عمر دیکھو۔ کیا میں اس بڑھاپے میں کسی کو گرل فرینڈ بناتا پھروں گا؟''

وہ بناوٹی حیرانی سے بولی ''بڑھاپا.....؟ آپ اپنے آپ کو بوڑھا کہہ رہے ہیں؟ تعجب ہے۔ ستر اسی برس کے بوڑھے خود کو جوان کہتے ہیں اور آپ تو مشکل سے چالیس برس کے ہوں گے۔ مجھے تو آپ کسی زاویے سے بوڑھے نظر نہیں آرہے ہیں۔ ایک قد آور باڈی بلڈر دکھائی دیتے ہیں۔''

''میں اس عمر میں بھی ہیلتھ کلب جاتا ہوں اور اپنی صحت کا خیال رکھتا ہوں۔ روزانہ صبح اٹھ کر جاگنگ کرتا ہوں۔ اسی لیے صحت مند دکھائی دیتا ہوں۔ ورنہ میں جوان نہیں، بوڑھا ہوں۔''

''پلیز۔ آپ خود کو بوڑھا نہ کہیں۔ کیوں خوامخواہ خود پر بڑھاپا طاری کررہے ہیں؟ کیا آپ نے شادی نہیں کی؟''

''نہیں..... مجھے میری پسند اور مزاج کے مطابق کوئی عورت نہیں ملی۔''

اس نے مجھے خمار آلود نظروں سے دیکھا پھر میٹھے انداز میں مسکرا کر پوچھا ''اگر کوئی مل جائے تو؟''

''اب تو بہت وقت گزر چکا ہے۔ کسی سے رومانس کروں گا اور شادی کروں گا تو لوگ ہنسیں گے۔''

''آپ عجیب باتیں کرتے ہیں۔ دنیا والوں کو گولی ماریں۔ آپ بوڑھے نہیں ہیں۔ اچھا آپ بتائیں آج شام کیا کررہے ہیں۔''

''کوئی خاص کام تو نہیں ہے۔ بس گھر جاؤں گا۔ وہاں لائبریری میں بیٹھ کر کتابیں پڑھوں گا یا ٹی وی دیکھوں گا۔''

''آپ کیسی بور زندگی گزار رہے ہیں؟ میں کچھ نہیں جانتی آپ آج کی شام میرے ساتھ گزاریں گے۔ تھوڑی دیر میں دفتر کا ٹائم ختم ہورہا ہے۔ یہاں سے آپ میرے ساتھ نکلیں گے۔''

میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا ''کیسی باتیں کررہی ہو۔ یہاں لوگ دیکھیں گے۔ تو میری کیا عزت رہے گی؟''

وہ ناراض ہو کر بولی ''کیا میرے ساتھ چلیں گے تو بے عزتی ہوگی؟''

''یہ بات نہیں ہے۔ تم حسین ہو۔ بھرپور جوان ہو۔ میں تم سے عمر میں بہت زیادہ ہوں۔ مجھے تمہارے ساتھ دیکھ کر لوگ کہیں گے کہ بڈھا کھوڑا لال لگام۔''

''آپ! بہت ہی احساسِ کمتری میں مبتلا رہتے ہیں۔ میں آپ کے ساتھ یہاں سے چلنے اور گھومنے پھرنے میں فخر محسوس کروں گی اور آپ ہیں کہ کترا رہے ہیں۔''

میں نے کہا ''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں لیکن مجھے یہاں سے اٹھ کر سیدھے گھر جانا ہے۔ میں نے نیہا سے وعدہ کیا ہے کہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گا۔''

وہ میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی ''آپ تو مجھے مایوس کررہے ہیں۔''

''میں مایوس نہیں کروں گا۔ نیہا کو گھر پہنچا کر پھر تم سے ملنے آؤں گا۔ یہ بتاؤ کہاں ملنا چاہو گی؟''

وہ بولی ''آپ برسوں نیویارک شہر میں رہ کر آئے ہیں۔ دہلی شہر کے بارے میں کچھ نہیں جانتے جہاں میں کہوں گی وہاں کیسے پہنچ سکیں گے؟''

''میں نے یہ شہر پوری طرح نہیں دیکھا ہے پھر بھی جہاں کہو گی کسی نہ کسی طرح پہنچ جاؤں گا۔''

''تاج محل ہوٹل بہت مشہور ہے۔ وہاں آسانی سے پہنچ سکیں گے۔ میں ٹھیک آٹھ بجے وزیٹرز لابی میں آپ کا انتظار کروں گی۔''

''اچھی بات ہے۔ میں ٹھیک وقت پر وہاں پہنچ جاؤں گا۔''

اس نے خوش ہو کر مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ مصافحہ مختصر سا ہوتا ہے لیکن اس نے میرے ہاتھ کو جیسے نزاکت سے جکڑ لیا تھا۔ میرے

چھونے کے تاثرات نے اسے سمجھایا کہ میں اس کے لمس سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ مسحور ہو رہا ہوں۔

پھر وہ ہاتھ چھڑا کر کھڑی ہوئی۔ آفس سے باہر چلی گئی۔ ہسپتال سے باہر آکر کار میں بیٹھ گئی پھر موبائل فون کے ذریعے اپنے باپ امیش بھاسکر سے رابطہ کیا ''ہائے ڈیڈ! کیا ہو رہا ہے؟''

دوسری طرف سے امیش بھاسکر نے پوچھا ''تم اپنی بلاؤ۔ تم تو اس بڈھے دھرم ویر سے ملنے گئی تھیں، کیا بنا؟''

وہ بڑے فخر سے بولی ''میں کسی کے سامنے جاؤں اور اہم نہ بنے۔ میں نے اسے ذرا سی لفٹ دی تو وہ ایک دم میرا دیوانہ ہو گیا۔''

''کتنا جب دیکھنے میں تو بہت ہی سنجیدہ، سخت، فولاد جیسا دکھائی دیتا ہے۔ مجھے امید نہیں تھی کہ تم سے ایک ہی ملاقات میں مدبک جائے گا۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی 'ڈیڈ! آپ بھی تو بڈھے ہیں۔ اس عمر میں بھی جوان عورتوں کو دیکھ کر بدک جاتے ہیں۔''

وہ بھی ہنستے ہوئے بولا ''یہ بتاؤ اسے آج رات کے لیے مانا ہے یا نہیں؟ ہماری پلاننگ تو یہی ہے نا۔''

''ہاں۔ جو پلاننگ ہے اسی کے مطابق میں نے آج رات آٹھ بجے ہوٹل تاج محل میں بلایا ہے۔ اس کے ساتھ رات کا کھانا کھاؤں گی۔ ہم تھوڑی سی پئیں گے پھر میں اسے لے کر اوپر اس کمرے میں چلی جاؤں گی۔ جسے آپ ابھی میرے لیے ریزرو کرائیں گے۔''

''میں ابھی تاج محل جارہا ہوں۔ وہاں اپنے بک کرائے ہوئے کمرے میں ایسے انتظامات کروں گا کہ صبح وہ بدھم ویر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔ وہ شخص ہماری انگلیوں کے اشاروں پر کٹھ پتلی کی طرح ناچتا رہے گا۔''

امیش بھاسکر میرے خلاف کیا کرنے والا تھا؟ اور اس ہوٹل میں کیسے انتظامات کرنے والا تھا؟ یہ ساری باتیں میں نہ سن سکا۔ اس کے چور خیالات سے معلوم کیں پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس وقت شام کے پانچ بج رہے تھے۔ تین گھنٹے بعد مجھے ہوٹل تاج محل جانا تھا۔ میرا ذہن چنڈال کی طرف لگا ہوا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟ اس کا سراغ نہ لگایا تو وہ پھر پاکستان کے اعلیٰ افسران اور سیاستدانوں کے خیالات پڑھتا رہے گا۔ کسی نہ کسی کو پھر آلہ کار بنا کر وہاں سے اہم راز چرانے کی کوشش کرے گا۔

ایک بار تو میں نے اسے ناکام بنا دیا تھا۔ اس سے پہلے

زندگی کے مسائل اور ان کا حل
کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی
مشہور ماہرینِ نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب
احساسِ کمتری
اسباب ـــ مدارک ـــ علاج
اس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ.....
- احساس کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جاسکتی ہے؟
- کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں؟
- کیا آپ واقعی احساس کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے؟
- ہوسکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے؟
مشہور نفسیاتی ادیب اسلام حسین کے قلم سے
قیمت 30 روپے ـــ ڈاک خرچ 23 روپے
خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات

کہ وہ دوسری بار ایسی کوشش کرتا۔ مجھے اس کی شہ رگ تک ضرور پہنچنا تھا۔

فی الحال اس کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ میں نے انڈین آرمی کے چند افسران کے دماغوں میں جگہ بنائی تھی جو چھ یوگا جاننے والے افسران سے فون پر رابطہ رکھتے تھے۔ میں ان چھ افسران کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ دوسرے افسران کے دماغوں سے پتا چلا کہ چنڈال جوگیا کو پہلے ہیڈ کوارٹر میں رکھا گیا تھا پھر وہاں سے اچانک ہی کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا ہے اور اتنی رازداری سے اسے منتقل کیا گیا تھا کہ کسی کی معلوم نہ ہو سکا تھا کہ وہ چھ افسران بھی ایک کے بعد دیگرے ہیڈ کوارٹر چھوڑ کر کہاں چلے گئے ہیں؟

وہ اس قدر محتاط تھے اور اس قدر ہوشیاری سے کام کر رہے تھے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ انہیں بڑے نصیبوں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہندوستانی مل گیا تھا۔ وہ اسے ہر قیمت پر دشمنوں سے بچا کر اچھی طرح سنبھال کر رکھنا چاہتے تھے اور وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو رہے تھے۔

الپا اعلیٰ بی بی، کبریا اور عبداللہ میرے ساتھ مختلف معاملات میں مختلف ممالک میں خیال خوانی کے ذریعے پہنچتے رہتے تھے اور اپنے فرائض انجام دیتے رہتے تھے۔ یہ چاروں پاکستانی حکمرانوں اور ..... اعلیٰ افسروں کی نگرانی نہیں کر سکتے تھے۔ ہمیشہ ان کے دماغوں میں رہ کر چنڈال جوگیا کی سازشوں کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ میں نے جناب تمہرزی سے درخواست کی کہ بابا صاحب کے ادارے سے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پاکستانی حکمرانوں کی نگرانی کے لیے مامور کیا جائے۔ وہ دن رات باری باری ان کے دماغوں میں آتے جاتے رہیں گے اور چنڈال جوگیا کی سازشوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ جب تک وہ چنڈال ہمارے قابو میں نہیں آئے گا۔ تب تک یہ بہت ضروری ہے۔

فی الحال یہی کیا جا رہا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پاکستانی اکابرین کی نگرانی کی جا رہی تھی۔ ایسے انتظامات کر دیے گئے تھے کہ چنڈال ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کو آلہ کار نہ بنا سکے۔

جیسا کہ میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں کہ چنڈال جوگیا پاکستانی اعلیٰ افسر کے سیکریٹری کو آلہ کار بنا چکا تھا اور اس کے ذریعے وہاں کا ایک بہت ہی اہم راز چرا کر لانے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں نے اسے ناکام بنا دیا تھا اور اس کے پرسنل سیکریٹری کو خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے خودکشی سے پہلے جو خط لکھا تھا۔ انڈین آرمی والے چھ افسران کو اس سے بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ یہ یقین ہو گیا تھا کہ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے خودکشی پر مجبور کیا گیا ہے۔ یعنی میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ ایک بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والا وہ حرکتیں کر رہا ہے۔

میں نے بھارتی وزیر خارجہ کے دماغ میں پہنچ کر کہا ''تم! میری آواز سن رہے ہو۔ تمہارا بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی تمہارے دماغ میں آتا ہوگا۔''

وہ پریشان ہو کر بولا ''نہیں۔ میرے دماغ میں کوئی بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں آتا۔ تم کون ہو؟''

''میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے۔ اپنے ان چھ یوگا جاننے والے افسران سے ابھی کسی طرح رابطہ کرو اور ان سے کہو کہ میں نے ان کی بہت بڑی سازش ناکام بنا دی ہے۔ ان کے ایک پاکستانی آلہ کار کو خودکشی کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اب میں تمہارے جیسے بڑے بڑے عہدے داروں کو خودکشی کرنے پر مجبور کروں گا۔ اگر تم سب اپنی سلامتی چاہتے ہو تو ان چھ افسران کو بتا دو کہ میں ان سے فون پر رابطہ کروں گا۔ وہ مجھ سے باتیں کریں۔ اگر مجھ سے کترائیں گے۔ چھپیں گے تو میں ان کا کچھ نہیں بگاڑوں گا لیکن تم سب کی شامت آ جائے گی۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد میں ان میں سے کسی سے بھی رابطہ کرنے والا ہوں۔''

میری یہ باتیں ان یوگا جاننے والے چھ افسران تک پہنچائی گئیں۔ وہ سب پریشان ہو گئے۔ وہ اس وقت کسی ایک جگہ نہیں تھے۔ مختلف علاقوں میں پہنچے ہوئے تھے۔ مجھے جو بعد میں معلوم ہوا وہ میں ابھی بیان کر رہا ہوں۔

ان چھ افسران نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ ہیما چل پردیش کے مختلف علاقوں میں جا کر عام شہریوں کی طرح زندگی گزاریں گے۔ ایک دوسرے سے دور دور رہیں گے لیکن ان میں سے صرف دو اعلیٰ افسران چنڈال کے ساتھ رہنا پسند اختیار کریں گے اور اس کی کڑی نگرانی کرتے رہیں گے۔

ان افسران نے اپنی وردیاں اتار دی تھیں اور عام شہری لباس میں لیکن پوری طرح مسلح رہا کرتے تھے۔ انہوں نے باڈی بلڈر نوجوانوں کی خدمات حاصل کی تھیں۔ جو یوگا کے ماہر اور ان کے تابعدار بھی تھے۔ انہیں اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ جس شخص کو بنگلے کے اندر قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔ اس سے کبھی بات نہ کی جائے اور وہ کوئی بہت ضروری بات کرنا چاہے تو تحریر کے ذریعے اس کا جواب دیا جائے۔

جس بنگلے میں چنڈال کو رکھا گیا تھا۔ وہاں مانک لال

جگدیش راٹھور کے علاوہ وہ عامل بھی رہنے لگا تھا۔ وہ پولیس والا نہیں تھا۔ بالکل تنہا رہتا تھا۔ اس لیے اسے بھی ساتھ رکھ لیا گیا تھا اور یہ کہہ دیا گیا تھا کہ اسے اس بنگلے سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ وہ کبھی ضرورت پڑنے یا تفریح کے لیے ان افسران کے ساتھ جا سکے گا۔

وہ عامل پچھلی بار اس پر عمل کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ چنڈال جوگیا کا دماغ فولاد کی ہے۔ اس پر جو تنویمی عمل کیا جاتا ہے۔ وہ دیرپا نہیں رہتا۔ دو تین دن بعد اس کا اثر زائل ہونے لگتا ہے۔ ان افسران نے عامل کو حکم دیا تھا کہ وہ روز صبح نہار منہ اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا کرے اور اس کے دماغ کو چیک کیا کرے۔ جیسے ہی معلوم ہو کہ تنویمی عمل کا اثر کمزور پڑ رہا ہے تو وہ عمل دوبارہ پورے استحکام سے کرے۔

وہ عامل اور وہ تمام افسران اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ چنڈال جوگیا ان کا معمول بن گیا ہے۔ جبکہ اس نے خود کو اس کے عمل سے بچا لیا تھا۔ پچھلی رات جب وہ اس پر عمل کر رہا تھا تو اس عمل کے دوران میں جوگیا اپنے جسم میں ناخن چبھوتا رہا تھا۔ تکلیف محسوس کرتا رہا تھا۔ جس کے باعث وہ عامل سے سحر زدہ نہ ہو سکا اور نہ ہی اس کے تنویمی عمل کے اثر آ سکا لیکن وہ انہیں دھوکا دیتا رہا۔ اب بھی انہیں اسی خوش فہمی میں مبتلا کر رہا تھا کہ ان کا معمول اور فرمانبردار ہے رہے گا۔

میرے پاس ان چھ یوگا جاننے والے افسران کے ٹیلی فون نمبر تھے۔ میں نے ان میں سے ایک کے نمبر پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آرمی کے ایک اعلیٰ افسران راج کمار اروڑھا کی آواز سنائی دی ''ہیلو..... کون ہے؟''

میں نے کہا ''میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تم سب کو اطلاع مل چکی ہوگی کہ میں تم میں سے کسی ایک سے ابھی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اسی اطلاع کے مطابق تم سے رابطہ کر رہا ہوں۔''

''ہاں۔ میں انتظار کر رہا تھا۔ بولو..... کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''میں کہتا کم ہوں اور جب کہتا ہوں تو پھر کر گزرتا ہوں۔ میرا ایک اصول ہے کہ پہلے نرمی سے سمجھاؤ۔ سمجھ میں نہ آئے تو نہ سمجھنے والے کی بدقسمتی ہوتی ہے۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کھل کر بات کرو.....''

''تم لوگ آج تک ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے محروم تھے۔ اب ہتھیار مل گیا ہے تو اسے پاکستانی حکمرانوں پر آزما

ذاتی ہپناٹزم
مصنف: ڈاکٹر اے ایم ہپنس ایم ڈی
کتاب میں مثال چند عنوانات
اپنے آپ کو ہپناٹائز کر کے اپنی گزر دریاں اور خرابیاں دور کریں
• ہپناٹیزم کی تاریخ
• ہپناٹک نیند پیدا کرنے کے طریقے
• ظہورات ہپناٹیزم
• مشورات
• ہپناٹیزم کی مختلف تھیوریاں
• ذاتی مشورات
• طبی علاج
قیمت:-/25 روپے
ڈاک خرچ:-/23 روپے
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطے کیلئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کراچی

رہے ہو۔ جبکہ یہ جانتے ہو، وہ میرا وطن ہے اور میں اس کے خلاف کوئی سازش برداشت نہیں کرتا ہوں۔''

''تم ہمارے بارے میں غلط سوچ رہے ہو۔ ہم نے تمہارے وطن کے خلاف کوئی سازش نہیں کی ہے۔''

''تمہارے چنڈال نے ایک اہم پاکستانی اعلیٰ افسر کے پرسنل سیکریٹری امجد حسین کو اپنا آلہ کار بنایا تھا۔ میں نے اس کے چور خیالات پڑھے تھے اور پاکستان میں تمہارے سفارت خانے کا جو سیکریٹری ہے میں اس کے خیالات بھی پڑھ چکا ہوں۔ سب یہی کہہ رہے ہیں کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا ان کے دماغ میں آتا ہے اور انہیں ہدایتیں دیتا ہے۔ وہ اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے پاکستان کے ایک اہم راز تک پہنچ چکے تھے اور اسے حاصل کر کے یہاں پہنچانے والے تھے لیکن اس سے پہلے ہی میں نے تمہارے منصوبے کو خاک میں ملا دیا ہے۔''

''تم نے یقیناً ان کے خیالات پڑھے ہوں گے؟ مگر ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہمارے ملک کے چنڈال نے ہی یہ سب کچھ کیا ہے۔ کسی دوسرے ملک کے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے انہیں ٹریپ کیا ہوگا۔ ان کے پاس آتا ہوگا اور تم ان سے دھوکا کھا رہے ہو۔''

''زیادہ باتیں بنانے کی کوشش نہ کرو۔ کسی دوسرے ملک کا ٹیلی پیتھی جاننے والا انگریزی بولتا ہے۔ اسے ہندی بولنی نہیں آتی۔ جبکہ ان کے دماغوں میں آنے والا ٹھیٹ ہندی بولتا رہتا ہے۔''

''میں تم سے بحث نہیں کروں گا، اتنا ہی کہوں گا کہ تم جو الزام ہمیں دے رہے ہو۔ ہم اسے کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ غلط ہے۔''

''تم لوگ ہمیشہ کے ڈھیٹ ہو۔ اپنی ڈھٹائی سے باز نہیں آؤ گے۔ میں چاہتا تھا، تمہارے پاس ایک خیال خوانی کرنے والا موجود رہے اور میں اس سے دشمنی نہ کروں لیکن اب تم مجھے دشمنی پر مجبور کر رہے ہو۔ میری یہ پہلی اور آخری وارننگ لکھ کر رکھ لو کہ اب کسی بھی پاکستانی حکمران یا اعلیٰ افسر کے دماغ میں چنڈال جو گیا جائے گا تو پھر واپس نہیں آ سکے گا۔ میں اسے اپنا غلام بنالوں گا۔ میری یہ وارننگ اپنے باقی پانچ یوگا جاننے والے افسران تک بھی پہنچا دو۔''

یہ کہہ کر میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ راج تلک اروڑھا نے فون کے ذریعے اپنے پانچوں یوگا جاننے والے ساتھیوں کو میرے بارے میں بتایا۔ میری وارننگ بھی سنائی۔ وہ سب پریشان ہو گئے۔ جگدیش راٹھور نے کہا ''اگرچہ ہم نے چنڈال کی حفاظت کے لیے بڑے سخت انتظامات کیے ہیں اور بڑی چالاکی سے کام لے رہے ہیں۔ یہاں تک کوئی پہنچ نہیں پائے گا پھر بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ فرہاد کے اندر شیطانی دماغ کام کرتا ہے۔ وہ پتا نہیں کس طرح پاتال سے بھی اپنے دشمنوں کو ڈھونڈ نکالتا ہے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا ''ہم فی الحال چنڈال کو پاکستانی حکمرانوں کے خلاف استعمال نہ کریں تو بہتر ہوگا۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہم یہ خطرہ مول لیں اور اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے محروم ہو جائیں۔''

دوسرے افسر نے بھی تائید میں کہا ''بے شک ہمیں بڑا نقصان اٹھانے سے پہلے سنبھل جانا چاہیے اور عارضی طور پر ہی سہی چنڈال کو ان پاکستانی حکمرانوں سے دور رکھنا چاہیے۔ ہم فرہاد کو بھڑکانے والا کوئی کام نہ کریں۔ فی الحال یہ بہتر ہوگا۔''

انہوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا۔ دانش مندی یہی ہے کہ چنڈال کو پاکستانی حکمرانوں کے خلاف استعمال نہ کیا جائے۔ پتا نہیں اس نے وہاں کیسے کیسے انتظامات کر رکھے ہوں گے۔ اگر چنڈال وہاں جائے گا تو ان کے شکنجے میں آ جائے گا۔ فرہاد کسی طرح اس کا سراغ لگا کر اس خفیہ بنگلے تک پہنچ جائے گا۔ ایسا ہونے سے پہلے ہی انہوں نے عارضی طور پر توبہ کر لی۔

میں نہیں جانتا تھا کہ وہ میری وارننگ سے کس حد تک مرعوب ہوں گے اور جواباً کیا کریں گے؟ ویسے ایک اندازہ تھا کہ وہ چنڈال کو اندھا دھند داؤ پر نہیں لگائیں گے۔ اس کی حفاظت کے لیے اس سے محدود خیال خوانی کرائیں گے۔

میں رات کے ٹھیک آٹھ بجے ہوٹل تاج محل پہنچ گیا۔ بندیا وزیٹر زلابی میں میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے مسکرا کر استقبال کرتے ہوئے کہا ''اکثر یہ ہوتا ہے کہ عاشق اپنی محبوبہ کا انتظار کرتے ہیں لیکن مجھے دیکھو کہ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔''

میں نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا ''تم تو مجھے عاشق بنا رہی ہو۔ جبکہ یہ ہماری دوسری ملاقات ہے۔''

وہ بولی ''میں بہت تیز رفتار ہوں۔ تمہیں دیکھتے ہی آنکھیں بند کر کے دوڑ پڑی ہوں۔''

''بے شک محبت اندھی ہوتی ہے لیکن آنکھیں بند کر کے دوڑنے والے اوندھے منہ گرتے ہیں۔ تمہیں ڈر نہیں لگا؟''

وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر بولی ''میرا ہاتھ تھام لو پھر ڈر نہیں لگے گا۔ تم جو سنبھالنے والے ہو۔''

میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ بولی ''میں نے ڈائننگ ٹیبل ریزرو کرائی ہے۔ چلو! پہلے کچھ پئیں گے پھر کچھ کھائیں گے۔''

میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ڈائننگ ہال میں آیا۔ وہاں ایک گوشے میں اس نے میرے نام سے ایک میز ریزرو کرائی تھی۔ وہ میرے ساتھ چلتی ہوئی بولی ''تم لوگوں سے ڈرتے ہو۔ جھجکتے ہو کہ مجھ جیسی جوان لڑکی کے ساتھ تماشا نہ بن جاؤ۔ اس لیے میں نے اس کو نے والی میز کا انتظام کیا ہے۔''

ہم وہاں آ کر بیٹھ گئے۔ اسے میز کی دوسری طرف میرے روبرو بیٹھنا چاہیے تھا مگر وہ میری برابر والی کرسی پر مجھ سے لگ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا ''تم سوچے سمجھے بغیر آگے بڑھ رہی ہو۔ اتنی قربت کا انجام کیا ہوگا؟''

''وہی جو ہونا چاہیے۔ ہماری شادی ہو جائے گی۔ کیا مجھے اپنی لائف پارٹنر نہیں بناؤ گے؟''

''تم برا نہ ماننا۔ میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے۔''

''ممکن کیوں نہیں ہے؟ تم آزاد ہو۔ خود مختار ہو۔ تمہارا آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے پھر رکاوٹ کیا ہے؟''

''ہماری عمر کا فرق بہت زیادہ ہے۔ میں نے ایک باپ کی طرح نیہا کی پرورش کی ہے۔ بچپن سے اسے پڑھاتا لکھاتا اور دیکھ بھال کرتا آیا ہوں۔ وہ مجھے باپ کی طرح سمجھتی ہے۔ ایک جوان بیٹی کی موجودگی میں تمہارے جیسی جوان لڑکی سے شادی کروں گا۔ تو وہ کیا سوچے گی؟ شانتا بائی بھی اس عمر میں میرے شادی کے فیصلے پر اعتراض کریں گی۔''

''کیا تم شانتا بائی کے محتاج ہو؟ ان کے زرخرید غلام ہو؟''

''میں کسی کا محتاج یا غلام نہیں ہوں۔ شانتا بائی کا مشیر ہوں۔ وہ مجھ پر بہت اعتماد کرتی ہیں۔ میں ان کی مرضی کے خلاف شادی نہیں کر سکوں گا۔''

''چلو میں ابھی شادی کے لیے نہیں کہوں گی لیکن دوستی تو کر سکتے ہو؟ کیا مجھے اپنی دوستی سے بھی محروم رکھو گے؟''

اس نے ویٹر کو وہسکی کی ایک بوتل لانے کا آرڈر دیا۔ وہ چلا گیا پھر اس نے کہا ''پہلے ایک پیگ پی لو۔ شراب بڑا حوصلہ دیتی ہے۔ بزدلوں کو شہہ زور بنا دیتی ہے۔''

میں نے کہا ''تم! جوان ہو۔ شراب پی کر تو بہک جاتی ہوگی؟''

''ہرگز نہیں آج تک کوئی میرے بدن کو ہاتھ نہیں لگا سکا۔ جب تم مجھے ہاتھ لگاؤ گے تو یقین کر لو گے۔''

بوتل آ گئی۔ دو گلاس بھی آ گئے۔ میں نے بوتل کھول کر دونوں گلاسوں میں دو دو پیگ کے برابر شراب انڈیلی پھر ایک گلاس اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے گلاس ہاتھ میں لے کر میرے گلاس سے ٹکراتے ہوئے کہا ''چیئرز۔''

میں نے بھی چیئرز کہتے ہوئے گلاس کو ہونٹوں سے لگایا اور ایسے ہی وقت اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ پینے لگی۔ میں نے اپنے گلاس کو اپنے ہونٹوں پر لگائے رکھا لیکن شراب کی ایک بوند بھی ہونٹوں تک پہنچنے نہیں دی۔ اس نے ایک ہی سانس میں غٹاغٹ پینے کے بعد خالی گلاس کو میز پر رکھا۔ میں نے اس کا گلاس اپنی طرف کیا پھر اپنا بھرا ہوا گلاس اس کے سامنے رکھ دیا۔

پھر میں نے اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ ڈھیل دی۔ اس کے بعد کہا ''یہ کیا تم نے صرف ایک چسکی لی؟ اور گلاس کو رکھ دیا۔ ادھر دیکھو میں گلاس خالی کر چکا ہوں۔''

اس نے میرے گلاس کو دیکھا پھر سوچتی ہوئی نظروں سے اپنا گلاس دیکھنے لگی پھر بولی ''پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا؟ شاید میں نے ایک ہی چسکی لی ہے اور اسے رکھ دیا ہے۔ لو ابھی خالی کر دیتی ہوں۔''

اس نے میرے گلاس کو اٹھا کر ہونٹوں سے لگایا پھر غٹاغٹ پی کر اسے بھی خالی کر دیا۔ یعنی صرف پانچ منٹ کے اندر اس نے چار پیگ پی لیے۔ میں نے پھر دونوں گلاسوں میں شراب انڈیلی اور گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس بار وہ ٹھہر ٹھہر کر پینے لگی۔ اتنی شراب تیزی سے پینے کے باعث شراب سر پر چڑھ گئی تھی۔ اسے نشہ ہو رہا تھا۔ وہ خمار آلود نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی ''تمہیں سرپرائز دینا چاہتی ہوں۔''

میں نے پوچھا ''کیسا سرپرائز؟''

وہ میرے بازو سے لگ گئی پھر بولی ''میں نے اس ہوٹل میں ایک کمرا بک کروایا ہے۔ ہم ابھی وہاں جائیں گے۔''

میں نے کہا ''یہ تو تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ ہم یہاں لوگوں کے درمیان بیٹھ کر پینے کا مزہ نہیں آتا۔ ہم کمرے میں جا کر پئیں گے اور کھائیں گے اور..... اور.....''

یہ کہہ کر میں ہنسنے لگا۔ وہ بھی میرے ساتھ ہنسنے لگی پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی ''چلو! ہم ابھی کمرے میں چلیں گے۔''

اس نے ویٹر کو بلا کر کہا ''یہ بوتل گلاس اور کھانے کی چیزیں ہمارے کمرے میں بھیج دو۔ میرا روم نمبر ہے 406۔''

وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے لڑکھڑانے لگی۔ میں نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر سہارا دیا پھر اسے لفٹ تک لے آیا۔ لفٹ کے ذریعے ہم چوتھی منزل پر پہنچے پھر چار سو چھ نمبر کمرے کے دروازے پر آئے۔ وہ اپنا پرس کھولنے لگی۔ اس کا ہاتھ پرس کی زپ پر بہک رہا تھا۔ میں نے اس سے پرس لے کر کھولا۔ اس کے اندر سے کمرے کی چابی نکالی پھر دروازہ کھول کر اسے اندر لے آیا۔ دروازے کو لاک نہیں کیا۔ کھلا رہنے دیا۔

وہ کمرا شام کو اس کے باپ نے بک کروایا تھا پھر اس کمرے میں آ کر اپنے کاریگر کے ذریعے خفیہ کیمرے اور مائیک نصب کروائے تھے۔ وہاں دو کیمرے ایسی جگہ رکھے گئے تھے کہ ایک کیمرے سے پورا کمرا دکھائی دیتا تھا۔ دوسرے کیمرے سے بیڈ نظر آتا تھا۔ امیش بھاسکر نے اپنی بیٹی کے ساتھ میری متحرک فلم تیار کرنے کے سارے انتظامات کر رکھے تھے۔

انہیں یہ یقین تھا کہ میں ایک عزت دار آدمی ہوں۔ اپنی بدنامی کبھی پسند نہیں کروں گا۔ اگر یہ ثبوت دنیا والوں کے سامنے پیش کر دیا جائے کہ میرے بندیا سے تعلقات ہو چکے ہیں اور ہم ان تعلقات کی حدیں پار کر چکے ہیں تو میں اس سے شادی کرنے سے انکار نہیں کر سکوں گا اور شرم کے مارے کبھی یہ نہیں چاہوں گا کہ وہ فلم کسی کو دکھائی جائے۔ لہٰذا وہ اس ویڈیو فلم کے ذریعے مجھے بلیک میل کر سکتے تھے۔

میں نے دروازے کے پاس ہی بندیا سے کہا ''تم اندر چلو۔ میں اس ویٹر کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ بوتل اور گلاس لا رہا ہوگا۔ میں اسے کھانے کا بھی آرڈر دوں گا۔''

وہ اندر چلی گئی۔ میں باہر آ گیا لیکن اس کے دماغ میں موجود رہا۔ اس کے باپ نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ کمرے کے اندر پہنچ کر سوئچ بورڈ کے ایک مخصوص بٹن کو دبا دے گی تو وہ خفیہ کیمرے اور مائیک آن ہو جائیں گے۔

اس نے میری مرضی کے مطابق اس سوئچ بورڈ کے پاس جا کر مخصوص بٹن کو دبا دیا پھر مستی میں آ کر اس کمرے میں ٹہلنے لگی۔ رقص کے انداز میں ادھر سے ادھر جانے لگی۔ وہ دو کیمرے اس کی تصویریں اتار رہے تھے۔ ادھر ویٹر ایک ٹرے میں بوتل اور گلاس لے کر آ رہا تھا۔ اس نے قریب آ کر پوچھا ''سر! آپ کھانے میں کیا پسند کریں گے؟''

میں نے کہا ''میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ اب واپس نہیں آؤں گا۔ تم میڈم کے پاس جاؤ اور یہ بوتل اسے پلاؤ۔''

میں نے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا ''یہ پانچ ہزار ہیں۔ تم میڈم کا دل جس قدر خوش کرو گے۔ میں اسی قدر تمہیں انعام دوں گا۔ صبح مزید پانچ ہزار روپے تمہیں مل سکتے ہیں۔''

وہ خوش ہو کر بولا ''سر! آپ جو کہیں گے، میں وہ کروں گا۔ آپ بتائیں، میں میڈم کو کس طرح خوش کروں؟''

''اس طرح کہ میڈم جو بولیں، وہ مان لینا۔ جو کرنے کو کہیں وہی کرنا۔ کبھی انکار نہ کرنا۔ انکار کرو گے تو میں یہ پانچ ہزار بھی تم سے چھین لوں گا۔ ورنہ تمہیں صبح تک مزید پانچ ہزار ملنے والے ہیں۔''

وہ خوش ہو کر، دروازہ کھول کر کمرے کے اندر چلا گیا۔ اس نے صوفوں کے درمیان پہنچ کر شراب کی ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھ دی۔ میں نے بندیا کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ وہ ویٹر کو دیکھتے ہوئے بولی ''ہائے دھرم ویر! تم کہاں چلے گئے تھے؟ بڑی دیر کر دی۔ آؤ..... میرے قریب آؤ۔''

ویٹر نے بوکھلا کر اسے دیکھا پھر کہا ''میڈم! میں دھرم ویر نہیں ہوں۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''تم مجھے نشے میں سمجھ رہے ہو۔ کیا میں تمہیں پہچانتی نہیں ہوں؟ آؤ..... میرے پاس آؤ.....''

وہ آگے بڑھ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر اس سے لپٹ گئی پھر بے اختیار اسے چومنے لگی۔ میں نے ویٹر کو بڑی رقم کا لالچ دیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ جوان تھا، صحت مند تھا۔ جذباتی تھا۔ ایک حسین اور جوان لڑکی اس سے لپٹی جا رہی تھی پھر بھلا وہ کیسے دور رہ سکتا تھا؟ جبکہ میں نے اسے اجازت دے دی تھی کہ اسے میڈم کی ہر بات ماننا ہوگی۔ لہٰذا وہ بھی خم ٹھونک کر میدان میں اتر آیا۔

میں زینے سے اتر کر نیچے جانے لگا۔ میں لفٹ سے بھی جا سکتا تھا لیکن آرام آرام سے خیال خوانی کرتا ہوا نیچے وزیٹرز لابی میں پہنچ کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ شانتا بائی کی تمام دولت اور جائداد حاصل کرنے کے لیے وہ باپ بیٹی بے حیائی اور بے غیرتی کی حدوں کو چھو رہے تھے۔

میں بھی انہیں انتہا تک پہنچنے کا موقع فراہم کر رہا تھا۔ جب باپ خود یہ چاہتا تھا کہ اس کی جوان کنواری بیٹی کی ایک شرمناک ویڈیو فلم تیار ہو جائے تو پھر وہ فلم تیار ہو رہی تھی۔ اس فلم میں میں نہیں تھا، کوئی اور تھا۔ ہیروئن وہی تھی، ہیرو بدل گیا تھا۔ کوئی مضایقہ نہیں، فلم تو تیار ہو رہی تھی۔

اس ویٹر کی تو عید ہو گئی تھی۔ وہ ایسی دولت مند حسینہ کو کبھی خواب میں بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ جبکہ وہ سچ مچ اسے

حاصل ہو رہی تھی۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولتی جا رہی تھی ''دھرم ویر! میں ساری زندگی تمہاری باندی بن کر رہوں گی۔ بس تم میرا ایک کام کر دو۔ شانتا بائی کو موت کے گھاٹ اتار دو۔ اس کے بعد تمام دولت اور جائداد تمہارے ہاتھوں میں رہے گی۔ نیا ابھی سولہ برس کی ہے۔ وہ دولت اور جائداد کا حساب نہیں جانتی ہے۔ تم اسے جیسا حساب سمجھاؤ گے، وہ ویسا ہی سمجھے گی۔''

ویٹر اس کے جواب میں کہہ رہا تھا ''میڈم! میں نہیں جانتا، تم نہ جانے کس دولت اور جائداد کی بات کر رہی ہو؟ مجھے تو تم ہی ایک بہت بڑے خزانے کی طرح مل رہی ہو۔ بس..... اس کے بعد مجھے اور کوئی خزانہ نہیں چاہیے۔''

''تم یہ خزانہ لوٹ رہے ہو، اس کی بات چھوڑو۔ کام کی بات کرو۔ شانتا بائی کا اسپتال دہلی کا سب سے بڑا، سب سے مشہور اور سب سے منافع بخش اسپتال ہے۔ میں اسے اپنے نام کرنا چاہتی ہوں۔ اس کا سارا منافع حاصل کرنا چاہتی ہوں اور تم یہ سب کچھ کر سکتے ہو۔''

میں نے اس کے دماغ میں سوال پیدا کیا ''یہ کام تم خود کیوں نہیں کر لیتیں؟ تمہارا باپ بھی بہت شاطر ہے۔ وہ کسی کو قتل کرنے سے ذرا بھی نہیں چوکتا۔''

وہ بولی ''تم ٹھیک کہتے ہو۔ میرے ڈیڈی نے ایک کوشش کی تھی۔ شانتا بائی کے کھانے میں زہر ملایا تھا مگر وہ قسمت کی دھنی ہے۔ اس وقت وہ بچ گئی۔ تم کوشش کرو گے تو نہیں بچے گی۔''

وہ ہانپ رہی تھی، تھک رہی تھی اور بولتی جا رہی تھی۔ ایسے وقت میں نے اس کے دماغ کو ایک ذرا سی ڈھیل دی تو وہ ایک دم سے چونک گئی۔ اس نے ایک ویٹر کو دیکھا جو اس پر چھایا ہوا تھا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ وہ تڑپ کر اس کی گرفت سے نکلی پھر بستر سے اتر کر تیزی سے لباس پہنتے ہوئے چیخ چیخ کر بولنے لگی ''تم کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟ کیسے آئے ہو؟''

وہ اپنے ہوٹل کی وردی پہنتے ہوئے بولا ''میڈم! آپ نے خود ہی مجھے بلایا تھا۔ میں تو واپس جا رہا تھا مگر آپ نے مجھے پکڑ لیا تھا۔ میرے یہ کپڑے آپ نے زبردستی اتروائے ہیں۔''

وہ حلق کے بل چیخ کر بولی ''بکواس مت کرو۔ ایک شریف لڑکی کے کمرے میں گھس کر اس کی عزت سے کھیلتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئی؟''

''جب شریف لڑکی کو شرم نہیں آئی تو مجھے کیوں آئے گی؟''

''میں تمہیں شوٹ کر دوں گی۔ تم نے میرے بدن کو چھونے کی جرأت کیسے کی؟ بڑے بڑے دولت مند مجھے دیکھ کر للچاتے رہتے ہیں، مجھے حاصل کرنے کے لیے ترستے رہتے ہیں مگر میں کسی کو گھاس نہیں ڈالتی۔''

''مگر آپ نے میرے آگے تو گھاس ڈال دی ہے۔ میرا پیٹ بھر گیا ہے اب میں جا رہا ہوں۔''

وہ جانا چاہتا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکتے ہوئے بولی ''رک جاؤ۔ پہلے یہ بتاؤ، تم نے مجھ پر کیا جادو کیا تھا؟ میں تم جیسے چھوٹے لوگوں کو کبھی منہ نہیں لگاتی۔ تم جیسے لوگ مجھے مٹی میں رینگنے والے کیڑے دکھائی دیتے ہیں۔ سچ بتاؤ! تم نے مجھ پر کیا جادو کیا تھا؟''

''میں کیا بتاؤں؟ سیدھی سی بات سمجھ میں آتی ہے۔ اس شراب کی بوتل کو دیکھیں۔ آپ آدھی سے زیادہ خالی کر چکی ہیں۔ آپ نشے میں مست ہو رہی تھیں۔ اپنے آپ کو ہی بھول رہی تھیں پھر مجھے کیسے سمجھتیں؟ میں نشے میں آپ کو ویٹر نہیں کوئی دھرم ویر دکھائی دے رہا تھا۔ آپ مجھے اسی نام سے پکار رہی تھیں اور خود کو پیش کر رہی تھیں کہ آؤ صنم..... آ جاؤ صنم..... گھر تمہارا ہے۔''

وہ پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی، سوچ رہی تھی۔ اسے اس بات پر رونا آ رہا تھا کہ اس نے اپنے خوب صورت بدن کو آج تک سنبھال کر رکھا تھا۔ کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دیا تھا اور جب پہلی بار ہاتھ لگایا بھی تو کس نے.....؟ ہوٹل کے ایک معمولی ویٹر نے.....؟ چھی.....

اسے اس طرح لٹ جانے کا افسوس ہو رہا تھا لیکن مجھے نہیں ہو رہا تھا۔ کیونکہ وہ بدنیت اور مکار تھی۔ شانتا بائی کو اور اس کی بیٹی کو مار ڈالنا چاہتی تھی۔ ان کا سب کچھ حاصل کر لینا چاہتی تھی اور یہ سب کچھ حاصل کرنے کی خاطر میرے ساتھ کیمرے کے سامنے بے حیائی کا کھیل کھیلنا چاہتی تھی۔ وہ کھیل میں نے نہیں کھیلا..... کوئی اور کھیل گیا۔ کیا فرق پڑتا ہے؟ اسے تو عزت لٹانی تھی سو اس نے لٹا دی۔

اس نے اپنے پرس میں سے مٹھی بھر نوٹ نکالے۔ وہ ہزار ہزار کے نوٹ تھے۔ وہ انہیں ویٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی ''یہ تمہاری زبان بند رکھنے کی قیمت ہے۔ خبردار! کسی سے ذکر نہ کرنا کہ تم میرے ساتھ اس طرح وقت گزار چکے ہو۔ اگر میری ذرا سی بھی بدنامی ہوگی تو میرا باپ تمہیں گولی مار دے گا۔''

وہ خوش ہو کر نوٹ گنتے ہوئے بولا ''یہ تو دس ہزار ہیں۔

میری زبان زندگی بھر نہیں کھلے گی۔ ایسے بند رہے گی، جیسے میں مر چکا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں۔''

وہ نوٹوں کو اپنی جیبوں میں ٹھونستا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا تو میں وہاں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے جیب سے پانچ ہزار روپے نکال کر اسے دیے پھر اس نے شانے کو ٹھیک کر کہا ''جاؤ عیش کرو۔''

اس ویٹر کی تو چاندی ہو گئی تھی۔ اسے دونوں طرف سے دس دس ہزار روپے ملے تھے۔ وہ چلا گیا میں لفٹ کے ذریعے اوپر آیا۔ وہ واش روم میں تھی۔ میں نے کمرے میں آ کر دونوں خفیہ کیمروں سے ویڈیو کیسٹس نکالیں پھر وہاں سے چپ چاپ چلا آیا۔

اسے بچپن ہی سے اپنی خوب صورتی پر ناز تھا۔ جوان ہوئی تو اپنے بدن کو اس طرح صاف ستھرا رکھنے لگی جیسے آئینے کو صاف و شفاف اور چمکیلا بنا کر رکھا جاتا ہے۔ اس آئینے میں ایک ذرا سا بال نہیں آنے دیا جاتا۔ اسی طرح اس نے اپنے آئینے جیسے بدن پر ایک نقطہ برابر بھی دھبا نہیں لگنے دیا تھا۔

آج ایک نقطہ تو کیا.....؟ اس کا پورا وجود دھبا بن کر رہ گیا تھا۔ وہ شاور کے نیچے کھڑی بھیگ رہی تھی۔ صابن سے بدن کو رگڑ رگڑ کر صاف کر رہی تھی اور روتی جا رہی تھی۔

وہ کیوں رو رہی تھی؟

میں اس کے بدن سے کھیلتا تو کیا وہ داغ دار نہ ہوتی؟

بے شک..... اس وقت بھی وہ داغ دار ہوتی مگر اسے رونا نہ آتا کیونکہ اس صورت میں وہ اپنے بدن کو بھاری قیمت میں کیش کروا رہی تھی۔

رونا اس بات پر آ رہا تھا کہ پھول جیسے بدن کو نزاکت سے، حفاظت سے سنبھال کر رکھنے کے باوجود وہ دو کوڑی کا ہو گیا تھا۔

اچانک ہی اسے یاد آیا کہ وہاں کمرے میں دو مووی کیمرے آن تھے۔ ان میں تمام باتیں اور مناظر ریکارڈ ہو چکے ہوں گے۔ انہیں فوراً ہی نکال کر ضائع کرنا ہوگا۔ وہ اپنے باپ کو بھی نہیں بتانا چاہتی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو چکا ہے؟

اس نے شاور کو بند کیا۔ تولیے سے بدن کو پونچھا پھر لباس پہن کر واش روم سے باہر آئی۔ اس کے باپ نے بتایا تھا کہ ان دو کیمروں کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟ وہ ایک کیمرے کے پاس آئی اور دیکھا تو وہ آن نہیں تھا۔ اس نے اسے کھول کر کیسٹ نکالنی چاہی تو اندر کیسٹ بھی نہیں تھی۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی ''کیا یہ کیمرا اب تک خالی تھا؟ اور بند پڑا تھا؟''

وہ دوسرے کیمرے کے پاس آئی۔ اسے بھی کھول کر دیکھا تو وہ خالی تھا۔ اس نے فون کے ذریعے باپ سے رابطہ کیا پھر کہا ''ہائے ڈیڈ! میں بول رہی ہوں۔''

''ہائے ڈارلنگ! اچھا خاصا وقت گزر چکا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اسے شیشے میں اتار چکی ہوگی۔''

وہ اک ذرا چپ رہی۔ وہ مجھے اپنے بدن کے شیشے میں کیا اتارتی؟ وہ تو چکنا چور ہو چکی تھی۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا ''ڈیڈ! آپ نے دونوں کیمرے خالی کیوں رکھے تھے؟''

باپ نے حیرانی سے پوچھا ''کیا کہہ رہی ہو؟ وہ دونوں کیمرے خالی نہیں تھے۔ ان میں کیسٹس رکھے ہوئے تھے۔ کیا تم نے اس مخصوص بٹن کو دبا کر آن نہیں کیا تھا؟''

''میں نے وہ بٹن آن کیا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ اندر سے خالی ہے۔''

''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ وہ کبھی خالی نہیں ہو سکتے۔ کیا تم نے زیادہ پی لی ہے؟''

''نہیں ڈیڈ! وہ سارا کا سارا نشہ اتر چکا ہے جو پینے سے چڑھا تھا۔ میں ناکام رہی ہوں۔ پتا نہیں وہ دھرم ویر کہاں چلا گیا ہے؟''

''کیسی باتیں کر رہی ہو؟ تم تو بڑی سمجھ دار ہو۔ چالاک ہو۔ کسی بھی صورت حال سے نمٹنا جانتی ہو پھر وہ تمہارے ہاتھ سے پھسل کر کہاں چلا گیا؟''

''بس کیا بتاؤں؟ میں نے زیادہ پی لی تھی۔ مجھے یاد نہیں آ رہا ہے کہ وہ کب مجھے چھوڑ کر چلا گیا؟ اور کیوں چلا گیا؟''

''اوہ گاڈ! میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ زیادہ نہ پینا اسے زیادہ پلانا۔ تاکہ وہ بہکتا رہے اور تم اسے شیشے میں اتارتی رہو لیکن یہ تو بازی ہی الٹ گئی۔ تم اسے ابھی فون کرو معلوم کرو کہ وہ کہاں ہے؟ تمہیں کیوں چھوڑ کر چلا گیا؟''

''میں اس کمرے سے جا رہی ہو۔ باہر جا کر اسے فون کروں گی۔ آپ اپنے ملازم سے کہہ دیں کہ یہاں سے یہ ساری چیزیں ہٹا لے۔''

وہ اس ہوٹل سے باہر آ کر میرے موبائل پر رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اپنا موبائل بند کر دیا۔ ایک مووی میکر کی دکان میں جا کر ان دو کیسٹوں کی دو کاپیاں تیار کروائیں۔ اس مووی میکر کو غائب دماغ رکھا۔ تاکہ وہ اس کیسٹ کے مناظر کو نہ دیکھ سکے نہ سمجھ سکے پھر ان کیسٹوں کی کاپیوں کو اچھی

طرح پیک کرنے کے بعد امیش بھاسکر کا پتا لکھ کر اس دکان دار کو دیا پھر دو ہزار روپے دیتے ہوئے کہا ''یہ بہت بڑی رقم ہے ابھی ٹیکسی میں جاؤ اور یہ پیکٹ اس پتے پر پہنچا کر واپس چلے آؤ۔''

وہ میرے حکم کے مطابق دکان بند کر کے وہ کیسٹیں لے کر چلا گیا۔ میں اپنے بنگلے میں واپس آ گیا۔ وہاں اعلیٰ پی بی نیہا کی حیثیت سے شانتا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دھرم انکل کہا کرتی تھی۔ اس نے پوچھا ''دھرم انکل! آپ کہاں رہ گئے تھے؟ ہم بہت دیر انتظار کرنے کے بعد کھانا کھا چکے ہیں۔''

شانتا بائی نے کہا ''آپ یہاں بیٹھیں میں کھانا گرم کر کے لاتی ہوں۔''

میں نے کہا ''نہیں۔ تم یہاں آرام سے بیٹھو۔ میں تھوڑی دیر بعد کھاؤں گا۔ ذرا آرام سے لیٹنا چاہتا ہوں۔''

میں بیڈ روم میں آ کر بیڈ پر آرام سے بیٹھ کر امیش بھاسکر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ دکان دار اسی وقت اس کے بنگلے کے دروازے پر پہنچا تھا اور کال بیل کا بٹن دبا رہا تھا۔ ملازم نے دروازہ کھول کر پوچھا ''کیا بات ہے؟''

دکان دار نے کہا ''صاحب کے نام یہ پارسل ہے۔ انہیں دے دو۔''

وہ ملازم کو دونوں کیسٹیں دے کر چلا گیا۔ ملازم انہیں لے کر امیش بھاسکر کے پاس آیا پھر بولا ''صاحب! ایک آدمی آیا تھا۔ اس نے یہ پیکٹ دیا ہے۔''

اس نے پریشان ہو کر کہا ''تم نے کسی اجنبی سے یہ پیکٹ کیوں لیا؟ اپنے پیکٹوں میں بم چھپا کر رکھے جاتے ہیں یا کوئی غیر قانونی چیز چھپا کر بھیجی جاتی ہے۔ خوامخواہ پولیس کے چکر میں پھنسوا دیا جاتا ہے۔ اسے جلدی سے کھول کر دیکھو۔''

ملازم نے اس کے ریپر کو ہٹایا تو دو کیسٹ دکھائی دیئے۔ امیش بھاسکر نے اطمینان کا سانس لیا پھر انہیں دیکھتے ہوئے سوچنے لگا کہ کون آیا تھا؟ یہ دو کیسٹ کیوں دے گیا ہے؟

میں نے اس کے اندر خیال پیدا کیا کہ مجھے اپنے بیڈ روم میں جا کر اپنے ٹی وی پر دیکھنا چاہیے کہ ان کیسٹ میں کیا ہے؟

اس نے کمرے میں آ کر ٹی وی اور وی سی آر کو آن کر کے ایک کیسٹ کو وی سی آر میں رکھا۔ ریموٹ کنٹرول لے کر دور جا کر صوفے پر بیٹھ کر ٹی وی اور وی سی آر کو ریموٹ سے آن کیا تو ہوٹل والے پورے کمرے کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی بیٹی بندیا ویٹر کو دھرم ویر کہہ کر اس سے لپٹ رہی تھی۔ اسے چوم رہی تھی۔ امیش بھاسکر حیرانی، بے یقینی سے دیکھنے لگا کہ اس کی بیٹی کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا وہ اتنی نشے میں ہے کہ ویٹر کو دھرم ویر سمجھ رہی ہے؟

وہ دیکھ رہا تھا اور نظریں چرا رہا تھا۔ شرم کی حدیں پار کی جا رہی تھیں۔ اس نے بٹن دبا کر وی سی آر کو بند کر دیا پھر وہاں سے اٹھ کر وہ کیسٹ نکال کر اس نے دوسری کیسٹ کو چلایا تو اسکرین پر بیڈ کا بالکل قریبی منظر دکھائی دینے لگا۔ بندیا ایک ویٹر کے ساتھ ایسی حالت میں تھی۔ جسے بیوہ باپ کی آنکھیں بھی نہ دیکھ سکیں۔ اس نے فوراً ہی اسے بند کر دیا۔

باہر کار کا ہارن سنائی دیا۔ وہ سمجھ گیا کہ بیٹی ہوٹل سے آئی ہے۔ وہ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ وہ کار سے اتر کر اندر آ رہی تھی۔ اس نے پوچھا ''کیا شوٹ ہو گیا؟''

وہ تھکے ہوئے انداز میں اپنے کمرے کی طرف جانے لگی پھر بولی ''ہاں..... ناکامی نشہ اتار دیتی ہے۔ ہوش اڑا دیتی ہے۔''

''ادھر نہ جاؤ۔ میرے بیڈ روم میں آؤ۔ میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔''

وہ اس کے ساتھ بیڈ روم میں آئی۔ اس نے پوچھا ''کیا تم نے دھرم ویر سے رابطہ کیا تھا؟''

''ہاں مگر اس کا فون بند ہے۔''

''تمہیں دھرم ویر کے ساتھ اس کمرے میں جانا چاہیے تھا پھر تم نے ویٹر کو کیوں بلایا؟ دھرم ویر کو کہاں بھگا دیا تھا؟''

''میں نے اسے کہیں نہیں بھگایا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ مجھ سے کیسے بچھڑ گیا اور اس کی جگہ ویٹر کیسے آ گیا؟''

وہ غصے سے گرج کر بولا ''اس طرح آ گیا کہ تم نشے میں تھیں۔ تمہیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ زیادہ نہیں پینی چاہیے۔''

''ڈیڈ پلیز! آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ میرے مزاج سے اچھی طرح واقف ہیں۔ میں آپ کا غصہ بھی برداشت نہیں کرتی ہوں۔ ابھی یہ گھر چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔''

''جانے سے پہلے میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں اور اس سے پہلے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی کوئی اجنبی آیا تھا۔ وہ دو کیسٹ دے گیا ہے۔ میں نے ان کیسٹوں کو دیکھا ہے اور جو کچھ دیکھا ہے اس کے بعد میرا سر شرم سے جھک گیا ہے اور دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہیں کتنی شرم آتی ہے؟ یہ لو! ریموٹ اور

ٹی وی آر کو آن کرو۔''

وہ اسے ریموٹ کنٹرول دے کر کمرے سے باہر آ گیا اور ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد بیٹی کی چیخوں کی آواز آنے لگی۔ وہ کہیں نہیں کہہ کر چیخ رہی تھی اور رو رہی تھی۔ اس نے کمرے کی طرف دیکھا۔ بیٹی کے رونے کا انداز بتا رہا تھا کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ نشے کی حالت میں اس سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آیا۔ بندیا ایک صوفے پر بیٹھی دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے رو رہی تھی۔ اس وقت مجھے بھول گئی تھی۔ شانتا بائی کی دولت کو بھول گئی تھی۔ بس ایک صدمہ تھا کہ اس کا حسین اور انمول بدن دو کوڑی کا رہ گیا ہے۔ اب وہ فخر سے اپنے آپ کو اچھوتی نہیں کہہ سکے گی۔ اپنا بھاؤ نہیں بڑھا سکے گی۔ وہ کیسٹ دنیا کو بتائے گا کہ وہ فٹ پاتھ پر رینگنے والوں اور ہوٹل کے ویٹر کی خوراک بننے والی ہے۔ اس کا کوئی معیار نہیں ہے۔ بازاری ہے۔

امیش بھاسکر نے کہا ''ہماری اونچی سوسائٹی میں کوئی بھی یہ کیسٹ دیکھے گا تو ہم شرم سے مر جائیں گے۔ کسی کو منہ نہیں دکھا سکیں گے۔ ہماری آن، بان، شان سب ہی مٹی میں مل جائے گی۔''

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی ''وہ کیمرے تو آپ نے لگوائے تھے پھر یہ کیسٹ کسی دوسرے کے پاس کیسے پہنچ گئے؟ کون ہے وہ؟ اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ ہم دھرم ویر کے خلاف کچھ کرنے والے ہیں؟''

امیش نے کہا ''یہی میں سوچ رہا ہوں۔ ہمارے کئی دشمن ہیں۔ شاید کسی کو ہماری اس پلاننگ کا پتا چل گیا تھا۔ اس نے وہاں ہوٹل میں چھپ کر ہمارے یہ انتظامات دیکھے ہوں گے پھر موقع پا کر ان کیمروں سے کیسٹ نکال کر لے گیا ہے۔''

وہ جھنجلا کر بولی ''وہ کون ہے؟ وہ کیسٹ کہاں لے گیا ہے؟ کچھ معلوم تو ہونا چاہیے۔ اگر اس ویڈیو میں دھرم ویر ہمارے ساتھ ہوتا تو بدنامی نہ ہوتی۔ بدنامی ہونے سے پہلے شادی ہو جاتی لیکن اس ویڈیو کیسٹ میں ہوٹل کا بیرا صاف نظر آ رہا ہے۔ اس کی وردی دکھائی دے رہی ہے۔ ہم تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہی نہیں رہی۔ اب میں زندہ نہیں رہوں گی۔ آج ہی ہتیا کر لوں گی۔''

وہ سوچتے ہوئے بولا ''ایسا جس نے بھی کیا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ تم دھرم ویر کو پھانس کر اس سے شادی کرو۔ وہ تمہارا خفیہ عاشق دیوانہ ہو سکتا ہے۔''

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے بیڈ کے سرہانے جا کر فون کا ریسیور اٹھایا پھر اسے کان سے لگا کر کہا ''ہیلو.....؟''

میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ''تم بہت باکمال کیمرا مین ہو۔ تم نے اپنی بیٹی اور اس کے یار کی بہت اچھی ویڈیو فلم تیار کی ہے۔ اس وقت بڑے مزے سے بیٹھ کر دیکھ رہے ہو گے۔''

اس نے پوچھا ''تم کون ہو؟ اس ویڈیو کیسٹ کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟''

یہ سنتے ہی بندیا فوراً ہی اٹھ کر فون کے پاس آئی پھر اس کے وائڈ اسپیکر کو آن کر دیا۔

دوسری طرف سے میری بھرائی ہوئی آواز سنائی دینے لگی ''یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں؟ اتنا سمجھ لو کہ نہلے پر دہلا ہوں۔ تم اپنی بیٹی کی جیسی شرمناک فلم تیار کرنا چاہتے تھے۔ وہ تیار ہو چکی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اس فلم کو تیار کرنے کے لیے تمہاری بیٹی کو ہوٹل کا ویٹر ہی ملا تھا؟''

وہ حلق پھاڑ کر چیختی ہوئی بولی ''یو شٹ اپ.....! بکواس نہ کرو۔ بتاؤ تم کون ہو؟ تم نے یہ کیسٹس کیسے حاصل کیں؟ تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟''

''چاہتا تو بہت تھا۔ جب سے جوان ہوئی ہو۔ میں تمہارے حسن و شباب کا دیوانہ ہوں۔ تمہیں حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن اب وقت گزر چکا ہے۔ تم تو جھوٹی ہانڈی بن چکی ہو۔ اب اس ہانڈی میں کتا بھی منہ نہیں ڈالے گا۔''

وہ توہین کے احساس سے اور غصے سے حلق پھاڑ کر چلانے لگی۔ فون کی طرف لپک لپک کر اسے بند کرنا چاہتی تھی۔ باپ اسے روک رہا تھا۔ کہہ رہا تھا ''کیا کر رہی ہو؟ خاموش رہو۔ معلوم تو کرنے دو۔ یہ کون ہے؟ ہم سے کیا چاہتا ہے؟''

وہ چیختے ہوئے بولی ''یہ بلیک میلر ہے۔ اس سے بولیں کہ یہ میری انسلٹ نہ کرے۔ یہ جتنی رقم چاہتا ہے آپ اس کے منہ پر ماریں اور اسے کہہ دیں کہ اس ویڈیو کی ماسٹر کاپی ہمارے حوالے کر دے۔''

میں نے کہا ''بھاسکر! اس کتیا سے کہو بھونکنا بند کرے ورنہ کل صبح اس کی ننگی جوانی کو اشتہار بنا دوں گا۔''

امیش نے غصے سے بندیا کو دیکھا پھر ڈانٹ کر کہا ''سن رہی ہو۔ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ ابھی یہ تنہائی میں فون پر تمہیں گالی دے رہا ہے تو تم غصہ دکھائی رہی ہو۔ کل جب ساری دنیا کے سامنے تم گالی بن جاؤ گی۔ تب کیا کرو گی؟ کیا تمہارے آنسو تم ہتھیا کرنے سے ہماری اور ہمارے خاندان کی عزت بحال

ہو جائے گی؟''

وہ پریشان ہو کر بے بسی سے فون کی طرف دیکھنے لگی۔ جو کوئی بھی اسے بلیک میل کر رہا تھا۔ وہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تھی۔ وہ جتنی بھی گالیاں دیتا۔ اسے سننا ہی پڑتا۔

باپ نے اسے خاموش کرانے کے بعد فون پر کہا ''میری بیٹی خاموش رہے گی۔ پلیز! تم بتاؤ کیا چاہتے ہو؟''

''تمہاری بیٹی کو چاہتا تھا لیکن اب یہ میرے کسی کام کی نہیں رہی۔ اب اس کی حیا سوز ویڈیو فلم میرے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اس کے ذریعے میں اسے بلیک میل کروں گا۔ جب میں نے اس فلم کو شروع سے آخر تک دیکھا تو اس میں تمہاری بیٹی صاف الفاظ میں اعتراف کر رہی تھی کہ تم لوگوں نے شانتا بائی کے کھانے میں زہر ملا کر اسے مار ڈالنا چاہا تھا لیکن وہ بچ گئی۔ آئندہ تم دونوں دھرم ویر کے ذریعے اسے قتل کروانا چاہتے ہو۔''

بھاسکر یہ باتیں سن رہا تھا اور گھبرا کر اپنی بیٹی کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر پوچھا ''بندیا یہ کیا کہہ رہا ہے؟ کیا تم نے نشے کی حالت میں وہ ساری باتیں اگل دی ہیں؟ کیا تم نے اعتراف کیا ہے کہ ہم شانتا کو کھانے میں زہر ملا کر دے رہے تھے اور ناکام ہو گئے ہیں؟''

وہ پریشان ہو کر بولی ''میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے کچھ یاد نہیں ہے کہ میں کیا کرتی رہی؟ کیا کہتی رہی؟''

بھاسکر نے فون پر کہا ''مسٹر! ہم نے یہ ویڈیو فلم پوری نہیں دیکھی ہے۔ ہم نے یہ نہیں سنا ہے کہ بندیا نے ہمارے کسی جرم کا اعتراف کیا ہے۔ جبکہ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے اور نہ ہی کسی کو کھانے میں زہر ملا کر دیا تھا۔''

''سانچ کو آنچ کیا؟ ابھی جائیں ویڈیو فلم دیکھیں اور ساری باتیں سنیں۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔ آدھے گھنٹے بعد دوبارہ فون کروں گا۔ کال یُو لیٹر.....''

میں نے فون بند کر دیا۔ بھاسکر نے فون کو کریڈل پر پٹخ کر کہا ''پتا نہیں تم نے کیا بکواس کی ہے؟ اس ویڈیو فلم کو چلانا ہوگا۔ دیکھنا ہوگا سننا ہوگا کہ تم کیا بکواس کرتی رہی ہو؟''

وہ پریشان ہو رہی تھی۔ جھجک رہی تھی۔ اس نے کہا ''آپ باہر جائیں۔ میں یہ ویڈیو دیکھتی ہوں۔''

''میں بند دروازے کے باہر کھڑا رہوں گا۔ آواز اتنی اونچی رکھو کہ میں باہر سے سن سکوں۔''

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا باہر آ گیا۔ دروازے کو بند کیا پھر وہیں کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اسے اپنی بیٹی اور اس ویٹر کی آوازیں سنائی دینے لگیں ''ہائے..... وائے کی جذباتی آوازوں کے ساتھ وہ بول رہی تھی۔ بھاسکر کان لگا کر توجہ سے سن رہا تھا۔ میں نے اس سے فون پر جو کچھ کہا تھا۔ وہ سچ ثابت ہو رہا تھا۔ وہی باتیں سنائی دے رہی تھیں۔ بندیا اعتراف کر رہی تھی کہ ان باپ بیٹی نے شانتا بائی کو کھانے میں زہر ملا کر دینے کی کوششیں کی تھیں۔ اب ناکام ہونے کے بعد وہ دونوں دھرم ویر کے ذریعے شانتا اور اس کی بیٹی نیہا کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ بھاسکر نے دروازے پر ہاتھ مار کر کہا ''بند کرو یہ ویڈیو فلم میں اندر آ رہا ہوں۔''

وہ اندر آیا پھر غصے سے دھاڑتے ہوئے بولا ''تم نے یہ کیا کیا بندیا! تم نے پچھلے جرم کا بھی اعتراف کیا ہے اور آگے ہم جو کرنے والے ہیں۔ اس کا بھی اعتراف کیا ہے۔''

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھی ہوئی تھی اور وہ بڑبڑا رہا تھا ''یہ ویڈیو فلم ہمارے گلے پن کو تو ثابت کر ہی رہی تھی۔ اس پر تم نے جرائم کا بھی اعتراف کیا ہے۔ ہم اس ویڈیو فلم کے ذریعے صرف بے شرم ہی نہیں۔ مجرم بھی ثابت ہو رہے ہیں۔''

وہ رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی ''ڈیڈ! کسی طرح اس بلیک میلر سے اس ویڈیو فلم کی ماسٹر کاپیاں لے لیں۔ وہ جتنی رقم مانگتا ہے۔ اسے دے دیں۔ ورنہ میرا غرور سے اٹھا ہوا سر جھک جائے گا اور میں سر جھکا کر زندگی نہیں گزاروں گی۔''

وہ دونوں میرے فون کا انتظار کرنے لگے۔ میں نے کہا تھا کہ آدھے گھنٹے بعد فون کروں گا۔ وہ امید کر رہے تھے کہ مجھ سے سمجھوتا ہو جائے گا۔ اگر میں لاکھوں روپے کا مطالبہ کروں گا تو وہ مطالبہ تسلیم کر کے مجھ سے ویڈیو فلم کی ماسٹر کاپیاں حاصل کر لیں گے۔ اس کے بعد وہ شرمناک بدنامی سے بچ جائیں گے اور انہیں کوئی یہ الزام بھی نہ دے سکے گا کہ انہوں نے شانتا بائی کو زہر دے کر مارنے کی کوشش کی تھی اور ناکام ہونے کے بعد آئندہ بھی ماں بیٹی کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ ایسا کوئی ثبوت کسی کے پاس نہیں رہے گا۔

انہیں ہر حال میں وہ ویڈیو فلم حاصل کرنی تھی اور وہ امید کر رہے تھے کہ اسے مجھ سے حاصل کر ہی لیں گے۔

آدھے گھنٹے بعد ان کی امیدوں پر پانی پھرنے لگا۔ میں نے ان سے رابطہ نہیں کیا۔ وہ بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ مجھے لاکھوں روپے دینے کے لیے تیار تھے لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ میں کون ہوں اور مجھ سے آئندہ کس طرح رابطہ کیا جا سکتا ہے؟ انہیں میرے فون کا انتظار تھا۔ آدھا گھنٹا تو کیا کئی گھنٹے گزر گئے۔ رات سے صبح ہو گئی۔ دونوں باپ بیٹی

اٹھتے رہے، بیٹھتے رہے، ٹہلتے رہے۔ ساری رات جاگ کر گزار دی۔ ان کی آنکھوں سے نیند اڑ چکی تھی اور آئندہ بھی ان کی راتوں کی نیندیں اور دن کا سکون برباد ہونے والا تھا۔ اب انہیں شانتا بائی اور اس کی بیٹی کے خلاف سازش کرنے کی فرصت نہیں مل سکتی تھی۔

☆☆☆

جس طرح ہر ناکامی کے پیچھے ایک کامیابی چھپی رہتی ہے۔ اسی طرح کامیابی حاصل کرنے کے بعد بھی یہ سوچنا چاہیے کہ اس کے بعد ناکامی بھی اپنا منہ دکھا سکتی ہے۔ جینا اور کبریا اچھی خاصی کامیابیاں حاصل کر رہے تھے۔ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے متحد تو نہیں کر سکتے تھے لیکن اپنے حسنِ سلوک سے اور مالی امداد کے ذریعے ان کے درمیان اچھا خاصا میل ملاپ پیدا کر چکے تھے۔

ان کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ وہ فساد برپا کرنے والے مسلمان اور ہندو دونوں کو گرفتار کروا رہے تھے۔ ان کے خلاف ٹھوس ثبوت پیش کر چکے تھے۔ مسلمانوں میں احسان محمد اور ہندوؤں میں دھیرج، انسپکٹر ٹھاکرے اور بہت بڑے سیاست دان دیوراج پٹیل کو گرفتار کیا جا چکا تھا۔

دیوراج پٹیل اپنے ہندوؤں میں بہت مقبول تھا۔ سب ہی اسے اپنا لیڈر اور نجات دہندہ مانتے تھے۔ جب اسے گرفتار کیا گیا تو اس کے ساتھی سیاسی لیڈروں نے احتجاج شروع کیا۔ وہ ہندوؤں کو سہاگن دیوی کے خلاف بھڑکانے لگے۔ اس کے خلاف جلوس نکالنے اور جگہ جگہ جلسے کرنے لگے۔

دیوراج پٹیل کے سیاسی ساتھی مراری اور بھنڈاری ہندوؤں سے کہتے پھر رہے تھے کہ یہ دیوی جی بناوٹی ہے، فراڈ ہے، یہاں دھوکا دینے آئی ہے۔ ایک مسلمان بزنس مین حمزہ اسے اپنی انگلیوں کے اشاروں پر نچا رہا ہے۔ یہ حمزہ خان دراصل ہندوؤں کی نہیں، مسلمانوں کی مالی امداد کے لیے آیا ہے۔

بھنڈاری نے ہندوؤں کے ایک جلسے میں کہا ''یہاں آپ لوگوں کو کھل کر بے وقوف بنایا گیا ہے۔ آپ کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کے لیے دیوی جی نے بڑے دل گردے کا ثبوت دیتے ہوئے آپ لوگوں کو دو کروڑ روپے دیے ہیں لیکن وہاں مسلمانوں کو اس سے دگنی رقم دی ہے۔ دیکھا جائے تو یہ آپ لوگوں کے لیے امداد نہیں ہے۔ بھیک ہے ہندوؤں کے منہ پر طمانچہ مارا گیا ہے۔''

مراری نے دوسری جگہ ہندوؤں کے جلسے میں کہا ''ہندوؤں کو بھیک کے طور پر دو کروڑ روپے دیئے گئے ہیں۔ یہ دو کروڑ روپے آپ لوگوں کو بہت زیادہ نظر آتے ہوں گے۔ آپ سوچیں کہ ایسی سیاست کیوں کھیلی جا رہی ہے؟

''صرف اس لیے کہ وہ ہماری ذات برادری کی ایک لڑکی شانتا کو اپنے ایک مسلمان لڑکے جان محمد کی گود میں رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ کی عزت اور غیرت سے کھیلنا چاہتے ہیں۔ آپ کی غیرت کو کچلنے کے لیے، آپ کا منہ بند کرنے کے لیے انہوں نے دو کروڑ روپے دیئے ہیں۔ سہاگن دیوی اور حمزہ خان کی چالبازی کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ دیوراج پٹیل برسوں سے آپ کے دکھ درد میں شریک رہتے آئے ہیں۔ وہ آپ کے حقوق کے لیے لڑتے ہیں، مرتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے سب سے پہلے انہیں گرفتار کروا دیا، انہیں آپ سے دور کر دیا۔ تاکہ آپ کی حمایت میں بولنے والا، آپ کے لیے لڑنے والا یہاں کوئی نہ رہے۔''

جینا اور کبریا کے خلاف بڑی تیزی سے مسائل پیدا ہو رہے تھے۔ دیوراج پٹیل حکومتی پارٹی کا بہت بڑا لیڈر تھا اور ایک شعبے کا وزیر بھی تھا۔ اس کی گرفتاری عارضی طور پر ہوئی تھی پھر اعلیٰ حکام نے اسے اپنی ضمانت پر رہا کروا دیا تھا اور اس کی گرفتاری پر اعتراض کر رہے تھے۔ وہاں کے انسپکٹر جنرل آف پولیس نے کہا ''دیوراج پٹیل کے خلاف ٹھوس ثبوت موجود ہیں۔ آپ ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں پڑھ سکتے ہیں۔''

دیوراج پٹیل نے کبریا کے زیرِ اثر رہ کر اپنے جرائم کا اعتراف تحریری طور پر کیا تھا۔ وہ تفصیلی اعتراف نامہ دس صفحات پر مشتمل تھا پھر اس نے جرائم کے اعتراف میں جو کچھ لکھا تھا۔ اس کے ثبوت کے طور پر کئی دستاویزات بھی موجود تھیں۔ وہ ایسی دستاویزات تھیں، ایسے ٹھوس ثبوت تھے کہ دیوراج پٹیل کو پھانسی پر بھی چڑھایا جا سکتا تھا اور حکمران پارٹی یہ نہیں چاہتی تھی کہ ان کے سب سے بڑے سیاسی لیڈر کے ساتھ ایسا ہو اور ان کی پوری پارٹی بدنام ہو جائے۔ وہ اسے جھوٹ اور غلط ثابت کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔

دیوراج پٹیل، مراری اور بھنڈاری نے کہا ''وہ اصل میں دیوی نہیں ہے۔ اس کے پاس کوئی آتما شکتی نہیں ہے۔ وہ شعبدے باز ہے۔ کسی حد تک جادو جانتی ہے۔ اس نے جادو کے ذریعے یا کسی شعبدہ بازی سے دیوراج پٹیل کو سحر زدہ کر کے اس سے جرائم کا اعتراف نامہ لکھوایا ہے۔''

کبریا ان سب کے دماغوں میں جا رہا تھا۔ ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اب اس کے لیے یہ مسئلہ پیدا ہو گیا تھا کہ اس ملک کے اعلیٰ حکام بھی دیوراج پٹیل کی حمایت میں جدوجہد کر رہے تھے۔ اسے ہر حال میں الزامات سے بچا لینا چاہتے تھے۔ جینا نے کہا ''کبریا! اسے ان الزامات سے بچنا نہیں چاہیے۔ ورنہ وہ رہا ہونے کے بعد پھر ہندو مسلم فساد برپا کرا دے گا اور ہمارے خلاف ایسی تحریک چلائے گا کہ ہمارا یہاں رہنا مشکل ہو جائے گا۔''

کبریا نے کہا ''میں سمجھ رہا ہوں کہ آئندہ کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن مشکل یہ ہے کہ میں تنہا کتنے لوگوں کے دماغوں میں جاؤں؟ میرے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے اہم معاملات میں مصروف ہیں۔ وہ آ جائیں گے تب بھی پوری ہندو جنتا کے دماغوں میں نہیں جا سکیں گے۔ کیونکہ یہ لوگ جگہ جگہ جلسے کر کے سب ہی کو ہمارے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔''

کبریا فکرمند ہو گیا تھا کہ اسے ان حالات میں کیا کرنا چاہیے؟ اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ جو لوگ دیوراج پٹیل کو بچا لینا چاہتے ہیں، ان میں کئی یوگا کے ماہر ہیں۔ جن کے دماغوں میں وہ پہنچ نہیں پائے گا۔ یہ نہیں جان سکے گا کہ وہ پٹیل کو بدنامی اور الزام سے بچانے کے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں؟

ریسٹ ہاؤس کے سامنے کھلے میدان میں شامیانہ لگا کر اور ایک اونچا سا اسٹیج بنایا گیا تھا۔ جینا نے ہندوؤں اور مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ وہ شام چار بجے سے چھ بجے تک ان سے ملاقات کرے گی اور ان کے درمیان بیٹھ کر باتیں کرے گی، ان کے دکھ درد سنے گی۔ ان کی مدد بھی کرے گی۔

اس وقت تک ہندو لیڈروں نے سہاگن دیوی کے خلاف محاذ آرائی کی انتہا کر دی تھی۔ ہندوؤں اور کچھ مسلمانوں کو اس قدر بھڑکا دیا تھا کہ اب وہ عقیدت مند بن کر دیوی سے ملنے نہیں آ رہے تھے۔ ان کے دلوں میں بڑی حد تک نفرتیں اور شکایتیں پیدا ہو گئی تھیں اور وہ اپنے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لیے وہاں آئے تھے۔

جینا اور کبریا اس اونچے سے اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے ہندو اور مسلمان ہزاروں کی تعداد میں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جو عقیدت مند تھے وہ ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر باتیں کر رہے تھے اور ''دیوی جی کی جے'' کہہ رہے تھے۔ اس کے گن گا رہے تھے اور وہ جو مدد کر رہی تھی اس کا احسان مان رہے تھے۔

ایک ہندو نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ہاتھ جوڑ کر کہا ''دیوی جی! آپ فرماتی ہیں کہ ہندو مسلمان ایک ہیں۔ ایک جیسا شریر، ایک جیسا دل اور دماغ رکھتے ہیں پھر آپ نے ہندو اور مسلمانوں کی الگ الگ مدد کیوں کی ہے؟ ہندوؤں کو صرف دو کروڑ روپے دیئے ہیں اور مسلمانوں کو دگنی سے زیادہ رقم دی گئی ہے۔''

جینا نے کہا ''آپ ذرا سمجھنے کی کوشش کریں۔ پچھلے فسادات میں ہندو صرف درجنوں کی تعداد میں مارے گئے ہیں یا انہوں نے نقصانات اٹھائے ہیں۔ ان کے مقابلے میں مسلمان ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے ہیں۔ ان کے گھر جلائے گئے ہیں۔ ان کے کاروباروں کو تباہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے بہت زیادہ نقصانات اٹھائے ہیں۔ لہٰذا اس حساب سے انہیں زیادہ رقم دی جا رہی ہے۔''

ایک اور شخص نے اٹھ کر کہا ''آپ صرف فسادات میں مرنے والے اور نقصانات اٹھانے والے ہندوؤں کی گنتی کر رہی ہیں۔ یہ نہیں سمجھ رہی ہیں کہ عام حالات میں بھی ہندو کتنے غریب ہیں؟ اور کتنے بے روزگار ہیں۔ کتنی بیوائیں ہیں، کتنے یتیم ہیں؟ وہ ایک عرصے سے اپنی زندگیوں کو مشکل سے گزارتے آ رہے ہیں۔ آپ اس طرح گنتی کریں گی تو دکھ مصیبت اٹھانے والے ہندوؤں کی تعداد زیادہ نظر آئے گی۔''

''میں یہاں فسادات سے متاثر ہونے والے ہندوؤں اور مسلمانوں کی مدد کرنے آئی ہوں۔ جہاں تک غربت اور بے روزگاری کا تعلق ہے تو ہمارے ہندوستان میں یہ مسائل آزادی کے دن سے چلے آ رہے ہیں۔ آج تک کسی حکمران نے اپنی جنتا کی غربت دور کرنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ سب ووٹ لینے کے لیے غریبی مٹانے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن حکمران بننے کے بعد غریبوں کو مٹانے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔''

کبریا نے کہا ''یہ حکومت کا فرض ہے اور یہاں کی علاقائی تنظیموں کا فرض ہے کہ وہ یہاں کے غریب ہندوؤں اور مسلمانوں کی بہتری کے لیے ایک مثبت پروگرام بنائیں۔ ہم تھوڑی بہت مالی مدد تو کر سکتے ہیں مگر کسی کو روزگار نہیں دلا سکتے۔ یہ حکومت کا کام ہے۔ ہم کسی کو کاروبار سے نہیں لگا سکتے۔ یہ یہاں کی تنظیموں کا کام ہے کہ وہ آپس میں چندہ کر کے کسی کو روزگار سے لگائیں، کسی کی صلاحیتوں کو ابھارنے کے لیے اسے آگے بڑھائیں۔''

ایک ہندو پہلوان نے مجمع سے اٹھ کر کبریا سے کہا ''اے! تم نہ بولو۔ ہم اپنی دیوی جی سے باتیں کر رہے ہیں۔ تم خاموش رہو۔''

اس پر مسلمانوں نے اٹھ کر کہا ''تم حمزہ خان صاحب سے اس طرح پیش نہیں آسکتے۔ ان سے تمیز سے بات کرو۔''

ہندوؤں نے اٹھ کر کہا ''کیا تم مسلمان ہمیں تمیز سکھانے آئے ہو؟ کیا ہم سے پھر جھگڑا کرنے اور مرنے آئے ہو؟''

جینا نے مائیک کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''میں آپ سب سے بنتی کرتی ہوں، خاموش ہو جائیں۔ ایک دوسرے سے نہ بولیں۔ جسے بولنا ہو، وہ مجھ سے بولے۔''

ایک ہندو نے کہا ''ٹھیک ہے، ہم آپ ہی سے کہتے ہیں کہ ہم حمزہ خان کی باتیں نہیں سنیں گے۔ یہ مسلمان ہے اور ان کی حمایت میں بول رہا ہے۔''

جینا نے کہا ''بیٹھ جاؤ۔ بھگوان کے لیے بیٹھ جاؤ۔ میری بات سنو۔ یہ نہ کہو کہ حمزہ خان صرف مسلمان ہے۔ نہیں..... میں یا حمزہ خان پہلے انسان ہیں۔ یہ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔ آپ سب میرے اور حمزہ خان کے اتحاد کو سمجھیں۔ یہ سبق حاصل کریں کہ آپس میں محبت ہو اتحاد ہو، تو کس قدر فائدہ پہنچتا ہے؟ حمزہ خان کی دولت اور میری محبت آپ کو فائدے پہنچا رہی ہے۔''

کبریا ایک طرف بیٹھا ہوا ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ بہت سے ہندو اور ان میں کچھ مسلمان بھی یہاں پھر سے اختلافات پیدا کرنے اور فسادات برپا کرنے آئے ہیں۔ صبح سے اب تک مراری اور بھنڈاری جیسے سیاسی لیڈروں نے انہیں اچھی طرح بھڑکایا تھا۔ وہاں مخالفت میں بولنے والے اتنے لوگ تھے کہ کبریا ان سب کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں اپنی طرف مائل نہیں کرسکتا تھا۔

جینا نے کہا ''کل میں ہندوؤں کے جلسے میں بھی تھی اور میں نے مسلمانوں کو بھی مخاطب کیا تھا۔ تب لوگ ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ تب کسی نے میری مخالفت نہیں کی تھی۔ سب میری مانتے رہے تھے۔ آج بھی میں سچی اور جائز باتیں کہہ رہی ہوں لیکن دیکھ رہی ہوں کہ آپ میں سے کچھ لوگ خوامخواہ اختلافات پیدا کررہے ہیں۔ میں مخالفت کرنے والوں سے کہتی ہوں کہ صاف صاف کہہ دیں، وہ کیا چاہتے ہیں؟''

ایک نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا ''ہمارے دو مطالبات ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہماری مدد کی جائے، ہمیں بھیک نہ دی جائے۔ اگر مسلمانوں کو پانچ کروڑ دیئے جاتے ہیں تو ہمیں دس کروڑ ملنے چاہئیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے مقابلے میں ہم ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں ہمارے ہندو زیادہ بے روزگار، غریب اور محتاج ہیں۔''

ایک اور ہندو نے اٹھ کر کہا ''ہمارا دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ صرف رقم دینے سے ہمارا ضمیر اور ہماری آتما مطمئن نہیں ہوگی۔ ہماری غیرت کا تقاضا ہے کہ ہمارے ہندو دھرم کی بیٹی ہماری ذات برادری سے تعلق رکھنے والی شکنتلا کو واپس لایا جائے۔ ایک مسلمان اسے بھگا کر لے گیا ہے۔ سب ہی جانتے ہیں، اس کا نام جان محمد ہے اور وہ یہاں کی ایک مل کا مالک ہے۔ اگر شکنتلا واپس نہ ملی تو ہم اس مل کو تباہ کردیں گے۔ اسے آگ لگا دیں گے۔''

جینا نے کہا ''آپ اپنے ملکی قوانین کے خلاف باتیں کررہے ہیں۔ یہاں ہندو، مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں کو مل جل کر رہنے، ایک دوسرے سے شادیاں کرنے، ایک دوسرے کے ساتھ گھر آباد کرنے کی اجازت ہے۔ ایسا ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر شہر میں ہو رہا ہے۔ میں مثالیں دے چکی ہوں اور آپ بھی جانتے ہیں کہ کتنے ہی ہندوؤں نے مسلمان عورتوں سے شادیاں کی ہیں پھر جب کوئی مسلمان کسی ہندو عورت سے شادی کرتا ہے تو آپ اعتراض کیوں کرتے ہیں؟''

ایک شخص نے اٹھ کر کہا ''میں رشتے میں شکنتلا کا ماموں لگتا ہوں۔ ہم راجپوت ہیں۔ اپنی ذات برادری سے باہر اپنی لڑکی کسی کو نہیں دیتے۔ اگر ہمیں شکنتلا واپس نہ ملی تو یہ ہماری غیرت کو للکارنے والی بات ہوگی۔''

اب اس انداز میں چیلنج کیا جارہا تھا کہ جینا اور کبریا دونوں ہی پریشان ہوگئے تھے۔ وہ اپنی ذات برادری اور اپنی غیرت کی باتیں اٹھا کر تمام ہندوؤں کی حمایت حاصل کررہے تھے۔ کتنے ہی ہندو نعرے لگانے کے انداز میں مطالبے کررہے تھے کہ شکنتلا کو واپس لایا جائے۔ جان محمد کو اسی صورت میں معاف کیا جائے گا اور اسے یہاں اپنا کاروبار کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ جب ان کی ہندو لڑکی انہیں واپس مل جائے گی۔

پچھلے روز جو جلسہ ہوا تھا، اس میں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ شکنتلا ممبئی میں سہاگن دیوی کے پاس ہے اور جان محمد بھی وہاں پہنچا ہوا ہے۔ یہاں کے پولیس افسر نے فون کے ذریعے جان محمد سے باتیں کی تھیں۔ یہ تمام باتیں ہندوؤں اور مسلمانوں کو معلوم تھیں کہ شکنتلا اور جان محمد یہاں سے فرار ہونے کے بعد سہاگن دیوی کے بنگلے میں پناہ لے چکے ہیں۔

اب ہندو یہ کہہ رہے تھے کہ سہاگن دیوی نے جان بوجھ کر ایک ہندو لڑکی کو مسلمان کی آغوش میں پہنچایا ہے۔ یہ سراسر بے شرمی ہے۔ انہیں فوراً اس بنگلے سے نکالا جائے یا

الگ رکھا جائے اور شکنتلا کو جلد سے جلد یہاں لایا جائے۔ یہ سب کچھ سہاگن دیوی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ چاہے تو آج ہی ایسا کرسکتی ہے۔

ایسے مطالبات نے معاملے کو مزید پیچیدہ بنا دیا تھا۔ شکنتلا اور جان محمد دل کی گہرائیوں سے ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ وہ کسی حال میں الگ نہیں ہوسکتے تھے۔ اپنی جان تو دے سکتے تھے۔ انہیں ایک دوسرے سے الگ کرنے اور دور کرنے کا مطلب یہی ہوتا کہ انہیں جان بوجھ کر جیتے جی مرتے رہنے پر مجبور کیا جائے گا۔

ان مخالف ہندوؤں کی تسلی کے لیے فی الحال تو کچھ کہنا ہی تھا۔ اس لیے جینا نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا ''میں شکنتلا اور جان محمد سے اس سلسلے میں بات کروں گی، انہیں سمجھاؤں گی، انہیں ایک دوسرے سے الگ کروں گی پھر شکنتلا کو آپ تک پہنچا دوں گی۔ کسی کو سمجھانے اور اپنے فیصلے پر عمل کرانے کے لیے ذرا وقت لگتا ہے۔''

ایک نے کہا ''وقت نہیں لگے گا۔ آپ دیوی جی ہیں۔ سب ہی آپ کی بات مانتے ہیں۔ شکنتلا بھی آپ کی بات مانے گی۔''

جینا نے کہا ''تم غلط کہہ رہے ہو۔ سب ہی میری بات نہیں مانتے ہیں۔ اگر مانتے تو پہلے تم کیوں نہیں مان رہے ہو؟ ضد نہ کرو۔ مجھے تھوڑا سا وقت دو۔ میں یہ نہیں چاہوں گی کہ یہاں پھر سے فسادات برپا ہوں۔ میں ہندو مسلم اتحاد قائم کرنے اور امن و امان قائم رکھنے کے لیے ان دونوں کو راضی کرلوں گی۔''

ان ہندوؤں کو سیاست دانوں نے بہت اچھی طرح بھڑکایا تھا۔ وہ وہاں مسائل پیدا کرنے آئے تھے۔ جب جینا نے ان کی تسلی کے لیے اتنا کچھ کہہ دیا اور یقین دلایا کہ ان کی ہندو لڑکی واپس کردی جائے گی تو انہوں نے ایک نیا مسئلہ اٹھایا۔ ایک نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا ''دیوی جی! آپ بھی ہندو ہیں۔ اونچی ذات کی برہمن ہیں۔ ہم یہ کیسے برداشت کریں کہ آپ ایک مسلمان کے ساتھ رہتی رہیں؟''

جینا نے پریشان ہو کر کبریا کی طرف دیکھا پھر اس کی مرضی کے مطابق کہا ''میں آپ لوگوں سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ ہم ہندو یا مسلمان بعد میں ہیں، پہلے انسان ہیں۔ یہ لاکھوں، کروڑوں روپے آپ لوگوں کی امداد کے لیے دیتے ہیں۔ اس لیے میں ان سے تعلق رکھتی ہوں۔ ان کے ساتھ جگہ جگہ جاتی آتی رہتی ہوں۔''

ایک اور ہندو نے اٹھ کر کہا ''ممبئی کے کتنے ہی دولت مند سیٹھ بھی لاکھوں کروڑوں روپے دے کر مدد کرتے ہیں مگر وہ تو آپ ساتھ نہیں گھومتے پھرتے؟ پھر یہ مسلمان آپ کے ساتھ کیوں رہتا ہے؟''

جینا نے ناگواری سے پوچھا ''کیا آپ لوگ میرے کردار پر شک کررہے ہیں؟''

''ہم جانتے ہیں، مانتے ہیں کہ آپ پارسا ہیں۔ آپ بہکنے والی نہیں ہیں لیکن دوسرا تو پارسا نہیں ہوسکتا۔ دوسرا تو بہکا سکتا ہے۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ پر شبہ نہ کیا جائے تو بہتر ہے، آپ اس مسلمان سے دور رہیں۔ اگر اس کے دل میں ہمدردی ہے، اور یہ اپنی دولت سے ہندوؤں اور مسلمانوں کی مدد کرنا چاہتا ہے تو آپ سے دور رہ کر بھی کرسکتا ہے۔''

جینا کا دل ڈوب رہا تھا۔ کبریا سے دور رہنے کا تصور ہی اس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ آخر وہی ہو رہا تھا، جس کا اسے ڈر تھا۔ وہ شکنتلا اور جان محمد کے حالات دیکھ کر سہمی رہتی تھی۔ کبریا سے بھی کہہ چکی تھی کہ اس دیس میں ہندو مسلمان کے اتحاد کی بات سب ہی کرتے ہیں، مسلمان عورتوں سے شادیاں بھی کرتے ہیں لیکن جب کوئی مسلمان کسی ہندو لڑکی سے شادی کرنا چاہے تو اسے غیرت کا مسئلہ بنا لیتے ہیں، فسادات برپا کردیتے ہیں۔ ہمارا کیا بنے گا؟

کبریا نے اسے سمجھایا تھا کہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جب ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا اور اب ایسا وقت آرہا تھا۔ وہ مخالفت کرنے والے ہزاروں ہندوؤں کے سامنے اسٹیج پر کھڑی ہوئی تھی۔ کبریا اس کے اندر تھا اور اس کی گھبراہٹ کو سمجھ رہا تھا۔ اسے تسلیاں دے رہا تھا ''تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ دنیا والے ہمیں لاکھ الگ کرنا چاہیں، مگر ہم جدا نہیں ہوں گے۔ تم ذرا حکمت عملی سے کام لو۔ فی الحال ان سے ایسی باتیں کرو کہ ان کی تسلی ہوجائے اور بات نہ بگڑے۔ یہ ہندو اپنے لیڈروں کے بہکانے پر یہاں بات بگاڑنے آئے ہیں۔''

وہ بولی ''کل صبح میں یہاں سے جارہی ہوں۔ حمزہ صاحب بھی چلے جائیں گے پھر مجھ جیسی ہندو لڑکی کی بھی آپ کو کسی مسلمان کے ساتھ نظر نہیں آئے گی۔''

''دیوی جی! ہم آپ کو جانے کے لیے نہیں کہہ رہے ہیں۔ آپ جب تک چاہیں، یہاں رہ سکتی ہیں لیکن آپ یہاں ایک رات بھی رہیں گی تو مسٹر حمزہ آپ کے ساتھ نہیں رہیں گے۔ انہیں اندھیرا ہونے سے پہلے یہاں سے چلے جانا چاہیے۔''

کبریا کو ان کی ہٹ دھرمی، بے اعتمادی اور دشمنی پر غصہ آرہا تھا۔ جی چاہ رہا تھا کہ ابھی اٹھ کر مائیک کے سامنے آئے اور یہ اعلان کردے کہ وہ ابھی، اسی وقت ان کی سہاگن دیوی کے ساتھ ممبئی واپس جارہا ہے لیکن ایسا کرنے سے بات بگڑ جاتی۔ ان سے عقیدت رکھنے والے ہندو اور مسلمان انہیں وہاں سے جانے نہ دیتے اور دشمنی رکھنے والے انہیں چلے جانے پر مجبور کرتے۔ اس طرح ان کے درمیان پھر سے فسادات شروع ہوجاتے۔

اس نے اس وقت بڑے صبر وتحمل سے کام لیا۔ جینا نے اس کی مرضی کے مطابق کہا ''ٹھیک ہے۔ میں آپ لوگوں کو ناراض نہیں کروں گی۔ میں کہہ چکی ہوں، میں یہاں امن و امان قائم کرنے آئی ہوں اور اس کی خاطر میں حمزہ صاحب سے بھی الگ ہوجاؤں گی۔ یہ ابھی یہاں سے شہر چلے جائیں گے اور وہاں کسی ہوٹل میں قیام کریں گے۔ میں ان کے ساتھ ممبئی سے آئی ہوں۔ لہٰذا کل صبح ان کے ساتھ واپس چلی جاؤں گی۔''

اس بات پر اس کے تمام عقیدت مند شور مچانے لگے۔ اعتراض کرنے لگے۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے ''دیوی جی! آپ اتنی جلدی نہیں جائیں گی۔ آپ یہاں رہیں گی، آپ کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے، جیسے سچ مچ کوئی دیوی ہمارے پاس آگئی ہے۔ آپ ہمارے زخموں پر مرہم رکھ رہی ہیں، ہمارے دکھ درد دور کررہی ہیں۔ بھگوان کے لیے..... آپ نہ جائیں۔''

اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کو کہا پھر کہنے لگی ''میری بہنو اور بھائیو! ہم سب کو ایسا عمل کرنا چاہیے جس سے بات کبھی نہ بگڑے بلکہ بنتی رہے۔ دوستی، محبت اور امن و امان قائم رہے۔ میں صرف اسی لیے جاؤں گی کہ میرے جانے سے آپ لوگوں کا بھلا ہوگا۔ یہاں رہوں گی تو پھر نئے مسائل پیدا ہوں گے۔ یہاں کے سیاست دان اور مجھ سے دشمنی کرنے والے دیوراج پٹیل بھی مجھے یہاں سکون سے نہیں رہنے دیں گے اور آپ لوگوں میں سے ایک ایک کو بھڑکاتے رہیں گے۔ کل تک جو لوگ میرے عقیدت مند تھے۔ وہ آج یہاں کھڑے ہوکر میری مخالفت میں بول رہے ہیں۔ آپ اس سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ یہاں میرے خلاف کیسی سازشیں کی جارہی ہیں؟'' پھر وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی ''میں آپ سے بنتی کرتی ہوں۔ یہ آپ کی اور میری بھلائی کے لیے ہے کہ میں یہاں سے چلی جاؤں۔ ورنہ یہ لوگ مجھے جانی نقصان بھی پہنچاسکتے ہیں۔ اگر مجھے کچھ ہوجائے گا تو کیا آپ لوگوں کو دکھ نہیں پہنچے گا۔''

بہت سے لوگ رونے لگے، بلند آواز میں بولنے لگے ''ہم آپ کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ آپ اپنی بھلائی کے لیے جو بہتر سمجھتی ہیں وہی کریں۔ ہم آپ کے سامنے سر جھکاتے رہیں گے۔''

وہاں سر جھکانے والے بھی تھے اور غرور سے سر اٹھا کر مخالفت کرنے والے بھی تھے اور اس وقت مخالفت کرنے والوں کا پلڑا بھاری تھا۔ ان کے اطمینان کے لیے اسے اور کبریا کو اب اس شہر سے بلکہ پورے گجرات سے نکل جانا چاہیے تھا۔ ورنہ یہ اندیشہ تھا کہ شکنتلا اور جان محمد کی طرح ان دونوں کو بھی جدا کردیا جائے گا اور پھر کبھی ملنے نہیں دیا جائے گا۔

شام چھ بجے وہ جلسہ برخاست کردیا گیا۔ کبریا ریسٹ ہاؤس سے اپنا سفری بیگ لے آیا۔ وہاں جانے اور آنے کے دوران میں وہ خیال خوانی کے ذریعے جینا کو سمجھاتا رہا ''تم فکر نہ کرو۔ میں شہر کے کسی ہوٹل میں رات گزاروں گا اور تمہارے دماغ میں رہ کر تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا پھر کل صبح کی فلائٹ سے ہم ممبئی چلے جائیں گے۔''

''کبریا! پچھلی رات مجھ پر قاتلانہ حملے ہونے والے تھے۔ اگر تم نہ ہوتے تو دھیرج یا انسپکٹر ٹھاکرے اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب ہوجاتے۔ اگر آج بھی ایسا ہوا تو کیا ہوگا؟''

''میں مسلسل تمہارے دماغ میں رہنے کی کوشش کروں گا۔ کبھی دوسری مصروفیت ہوگی یا دشمنوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے دوسری طرف خیال خوانی کرتا رہوں گا تو تم میرے موبائل پر بیل دو گی۔ میں فوراً ہی تمہارے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ اس ہوٹل کا بھی فون نمبر دوں گا۔ جہاں آج رات قیام کروں گا۔''

وہ تمام عقیدت مندوں اور تمام مخالفین کے سامنے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے شہر کی طرف چلا گیا۔ ایک عقیدت مند نے جینا سے کہا ''ہم کچھ لوگ آج کی رات اس ریسٹ ہاؤس کے اندر اور باہر رہ کر آپ کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح ہم آپ کی کچھ سیوا کرسکیں گے۔''

وہ بولی ''نہیں..... اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آرام سے اور حفاظت سے یہاں دن رات گزاروں گی۔ مجھے کسی بھی محافظ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کسی کو تکلیف نہیں دینا چاہتی۔ یہ مجھے ناگوار سا لگتا ہے کہ خود رات بھر آرام سے سوتی رہوں اور آپ لوگ میرے لیے رات کو جاگتے رہیں۔ آپ اس یقین کے ساتھ جائیں کہ مجھے کچھ نہیں

ہوگا۔''

اس کے سمجھانے کے باوجود رات آٹھ بجے تک کتنی ہی عورتیں اور مرد ریسٹ ہاؤس سے باہر اس کی خدمت کے لیے موجود رہے۔ عورتیں اس کے کمرے میں آکر صفائی کرتی رہیں۔ انہوں نے باورچی کو کھانا پکانے نہیں دیا۔ خود پکا کر اسے کھلایا پھر آٹھ بجے کے بعد وہ سب چلے گئے۔ باہر سناٹا اور ویرانی چھا گئی۔ جینا نے دوازے اور کھڑکیوں کو اندر سے بند کرلیا۔

کبریا شہر کے ایک ہوٹل میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں ایک کمرے میں بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے جینا کو اطمینان دلا رہا تھا کہ وہ آتا جاتا رہے گا۔ ابھی تھوڑی دیر کے لیے دشمنوں کے بارے میں معلومات حاصل کررہا ہے۔

یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ دیوراج پٹیل کے گرفتار ہونے کے بعد اس کے ساتھی مراری اور بھنڈاری کیا کررہے ہیں؟ انہوں نے تو صبح سے اب تک ہندوؤں کو خوب بھڑکایا تھا اور ان کی مرضی کے مطابق نتائج برآمد ہورہے تھے۔ وہ کامیاب ہورہے تھے۔ جینا اور کبریا کو وہاں سے جانے پر مجبور کررہے تھے۔

کبریا مجبور ہونا نہیں جانتا تھا لیکن ان حالات میں دانش مندی یہی تھی کہ گجرات سے چلا جائے۔ ورنہ پھر وہاں ہندو مسلم فساد برپا ہوسکتے تھے۔ ویسے وہ دونوں ممبئی میں بھی ایک ساتھ نہیں رہتے تھے۔ بہت محتاط ہوکر ایک دوسرے سے ملتے تھے۔

اس نے مراری اور بھنڈاری کے خیالات پڑھے تو ایک دم سے حیران رہ گیا۔ پتا چلا کہ دیوراج پٹیل کو رہا کردیا گیا ہے اور اس پر لگے تمام الزامات غلط ثابت ہوئے ہیں۔

کبریا نے فوراً ہی انسپکٹر جنرل آف پولیس کے دماغ میں جاکر اس کے خیالات پڑھے۔ وہ بہت پریشان تھا۔ سوچ رہا تھا کہ یہ کیسے ہوگیا؟

اس نے دیوراج پٹیل کا لکھا ہوا اعتراف نامہ اور دیگر دستاویزات وغیرہ کو ایک فائل میں رکھا تھا۔ آج سے پہلے اس کے دفتر سے ایک فائل کی بھی چوری نہیں ہوئی تھی لیکن اس فائل کو چرالیا گیا تھا۔ وہ حیران تھا کہ کس نے ایسا کیا ہے؟

اس نے سختی سے انکوائری کی تھی۔ دفتر کے چپڑاسی سے لے کر اپنے تمام ماتحت افسران کا محاسبہ کیا تھا لیکن سب ہی قسمیں کھا رہے تھے کہ کسی نے اس فائل کو ہاتھ لگانا تو دور کی بات ہے۔ اسے دور سے بھی نہیں دیکھا ہے۔

اعلیٰ حکام دیوراج پٹیل کی گرفتاری پر ناراض تھے۔ اسے مجرم نہیں مان رہے تھے۔ اس صوبے کے گورنر نے آئی جی پولیس سے کہا تھا کہ اگر دیوراج کے خلاف تمہارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت ہے تو میں شام کے پانچ بجے تمہارے دفتر میں آرہا ہوں اور وہ تمام ثبوت اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں۔

صوبے کے گورنر نے یہ بات صبح کہی تھی اور دوپہر ہونے سے پہلے ہی اس فائل کو چرالیا گیا تھا۔ شام پانچ بجے گورنر آنے والا تھا۔ آئی جی نے اپنے طور پر بڑی کوشش کی کہ کسی طرح چوری کی ہوئی فائل برآمد کرلی جائے لیکن ناکام رہا۔ اس نے فون کے ذریعے گورنر کو اطلاع دی کہ ''جناب! آپ آنے کی زحمت نہ کریں۔ وہ تمام ثبوت جو ایک فائل میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ فائل میرے دفتر سے غائب ہوگئی ہے۔ کوئی سازش کی گئی ہے کسی نے اس فائل کو چرالیا ہے۔''

گورنر نے ناراض ہوکر کہا ''تم فضول باتیں کرتے ہو۔ خوامخواہ اتنے بڑے سیاسی لیڈر کو گرفتار کیا اور ہماری پارٹی کو بدنام کررہے ہو۔ اسے فوراً رہا کرو۔ ورنہ تمہارے خلاف ایکشن لیا جائے گا۔''

اب چونکہ دیوراج پٹیل کے خلاف کوئی ثبوت نہیں رہا تھا، اس لیے آئی جی پولیس نے مجبور ہوکر دیوراج پٹیل کو رہا کردیا تھا۔

کبریا نے جتنی آسانی سے پٹیل کو مجرم ثابت کیا تھا۔ پٹیل اتنی ہی آسانی سے رہا بھی ہوگیا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرسکتا تھا کہ فائل کو کس نے چرایا ہے؟ اور اب وہ فائل کہاں ہے؟ اسے دوبارہ آئی جی پولیس تک کیسے پہنچایا جاسکتا ہے؟ یہ سب کبریا کے لیے زیادہ مشکل نہیں تھا لیکن کسی کو آلہ کار بنا کر وہ فائل حاصل کرنے سے اور ان کی چھپائی ہوئی جگہ سے فائل کو لے کر آئی جی تک پہنچانے سے اس بات کا شبہ ہوسکتا تھا کہ یہ سب کچھ یا تو جادو سے ہورہا ہے یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے.....

اس ملک کے تمام اعلیٰ حکام دیوراج پٹیل کے حمایتی تھے۔ اس کی حفاظت کررہے تھے۔ اگر اس پر دوبارہ الزام لگایا جاتا تو وہ پھر اسے بچاسکتے تھے۔ قانون ان کے ہاتھوں میں تھا وہ کچھ بھی کرسکتے تھے۔ لہٰذا کبریا نے سوچا کہ ان شیطانوں سے نمٹنے کے لیے اسے وہاں نہیں رہنا ہے۔ دوسری صبح چلے جانا ہے۔ اس چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔ وہاں کے دو چار معزز مسلمان اس سے ملنے آئے تھے اور اس سے درخواست کررہے تھے کہ وہ یہ شہر چھوڑ کر نہ جائے۔

اس نے کہا ''میں بہت مجبور ہوں۔ میرے اور دیوی جی کے یہاں ساتھ رہنے سے پھر فساد برپا ہو سکتے ہیں۔ ہمارا جانا ضروری ہے۔''

اس نے دو کروڑ کا چیک لکھ کر دستخط کیے پھر انہیں دیتے ہوئے کہا ''مسلمان بھاری تعداد میں تباہ اور برباد ہوئے ہیں۔ میں ان کے لیے مزید چیک لکھ رہا ہوں۔ آئندہ بھی ضرورت ہو تو میرے موبائل فون پر رابطہ کریں۔ آپ کے پاس میرا نمبر ہے۔ اب میں سونا چاہوں گا۔ لہٰذا مجھے اجازت دیں۔''

وہ اس سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی کبریا نے اندر سے دروازہ بند کیا پھر جینا کے پاس جا کر اس کی خیریت معلوم کی۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی کروٹیں بدل رہی تھی۔ ایک تو تنہائی کی وجہ سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ دوسری یہ بے چینی تھی کہ کبریا اس سے رابطہ کرنے میں دیر کر رہا تھا۔ جب اس نے اسے مخاطب کیا تو اس نے اطمینان کی سانس لی پھر پوچھا ''کہاں رہ گئے تھے؟''

''میں ضروری معلومات حاصل کر رہا تھا۔ دیوراج سیاسی چالیں چل کر رہائی حاصل کر چکا ہے۔ اب ہم اس معاملے میں نہیں پڑیں گے۔ صبح یہاں سے چلے جائیں گے۔''

''وہ پٹیل جانے کیوں مجھے قتل کروانا چاہتا تھا؟ کیا وہ مجھے یونہی زندہ ممبئی جانے کے لیے چھوڑ دے گا۔''

''فکر نہ کرو۔ میں ابھی اس کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔''

وہ پٹیل کے اندر پہنچ گیا۔ جینا کا اندیشہ درست تھا۔ اس وقت اس کے بنگلے میں دو کرائے کے قاتل اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ وہ ان سے سخت لہجے میں کہہ رہا تھا ''پہلے تم دونوں یہ کام کرو گے۔ اس دیوی کو قتل کرنے سے پہلے شراب کی ایک بوند بھی حلق سے نہیں اتارو گے۔ تم لوگوں کو جب نشہ ہو جاتا ہے تو پھر بنتا ہوا کام بھی بگڑ جاتا ہے۔ کم بخت انسپکٹر ٹھاکرے کو وہ ریسٹ ہاؤس نظر نہیں آ رہا تھا، بکواس کر رہا تھا کہ اسے سہاگن دیوی چرا کر لے گئی ہے۔''

ان دونوں قاتلوں نے کہا ''ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں، شراب کا ایک گھونٹ بھی نہیں پئیں گے۔ ہم پہلے آپ کا کام کریں گے، آپ کو خوش خبری سنائیں گے، انعام لیں گے پھر اس کے بعد جشن منانے کے لیے شراب کو ہاتھ لگائیں گے۔''

کبریا نے پٹیل کے اندر جینا کے لب و لہجے اور اس کی آواز میں کہا ''اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا.....''

وہ ایک دم سے گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اپنے سر کو تھام کر سوچنے لگا ''یہ آواز پھر سنائی دے رہی ہے۔ کیا دیوی کو میرے اس منصوبے کا علم ہو رہا ہے؟''

پھر اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''نہیں۔ وہ پاگل نہیں ہے، فریبی ہے۔ اسے نہیں معلوم ہو سکتا.....''

اس نے دونوں قاتلوں سے کہا ''یہاں کیا کھڑے ہو؟ جاؤ.....فوراً اس کا کام تمام کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ وہاں سے فرار ہو جائے۔''

ان قاتلوں میں سے ایک نے کبریا کی مرضی کے مطابق اپنا ریوالور نکال کر اسے چیک کیا پھر کہا ''یہ ریوالور پوری طرح لوڈ ہے مگر اسے آزمانا ہوگا کہ یہ صحیح چلتا ہے یا نہیں.....؟''

یہ کہہ کر اس نے دیوراج پٹیل کا نشانہ لیا۔ پٹیل گھبرا کر پیچھے ہٹنا چاہتا تھا۔ لڑکھڑا کر گرتے گرتے صوفے پر بیٹھ گیا پھر بولا ''یہ کیا کر رہے ہو؟''

اس قاتل کے ساتھی نے بھی پوچھا ''یار! یہ کیا مذاق ہے؟''

اس نے اپنے ساتھی سے کہا ''تم اپنا ریوالور مجھے دو۔''

اس کے ساتھی نے اپنا ریوالور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا ''آخر تم کرنا کیا چاہتے ہو؟''

وہ ریوالور لے کر بولا ''اب تم بھی نہتے ہو گئے ہو۔ میں جو کرنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے اس سے نہیں روکو گے۔''

یہ کہہ کر اس نے دیوراج کے ایک پاؤں میں گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر تڑپتا ہوا صوفے سے نیچے گر پڑا۔ کبریا نے اس کے اندر کہا ''اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا.....''

پٹیل فرش پر گھسٹتا ہوا فون کے قریب آیا پھر ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگا۔ رابطہ ہونے پر آئی جی پولیس کی آواز سنائی دی ''ہیلو.....''

اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا ''میں..... دیوراج پٹیل بول رہا ہوں۔ یہاں جلدی پولیس فورس کے ساتھ آئیں۔ سہاگن دیوی مجھے قتل کرنا چاہتی ہے۔''

آئی جی نے حیرانی سے پوچھا ''سہاگن دیوی تو ریسٹ ہاؤس میں ہے؟ میرے آدمی دور ہی دور سے اس کی نگرانی کر رہے ہیں تاکہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ وہ تمہیں نقصان پہنچانے وہاں سے یہاں کیسے آ سکتی ہے؟''

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا ''اس نے میری ٹانگ میں گولی ماری ہے۔ اگر چہ وہ میرے سامنے موجود نہیں ہے

لیکن مجھے اس کی آواز سنائی دے رہی ہے۔''

''تمہاری بکواس سمجھ میں نہیں آ رہی۔ تم بڑی چالاکی سے رہائی حاصل کر چکے ہو۔ اب پاگلوں کی طرح باتیں کر کے مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو؟''

''میں پاگل نہیں ہوں۔ ہوش میں ہوں۔ اس وقت وہ شمبھو میرے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور ہے۔ اس نے میری ایک ٹانگ میں گولی ماری ہے۔ آپ کی پولیس اس قاتل کو تلاش کر رہی ہے لیکن یہ ہاتھ نہیں آ رہا ہے۔ اس وقت میرے سامنے، میرے بنگلے کے اندر موجود ہے۔ آپ فوراً آئیں۔''

''ابھی تم کہہ رہے تھے کہ سہاگن دیوی تمہیں قتل کرنا چاہتی ہے؟ اور اب تم ایک قاتل شمبھو کی بات کر رہے ہو۔ سچ کیا ہے؟ کیا تم نشے میں ہو؟''

وہ غصے سے چلّا کر بولا ''تم میری بات کا یقین کیوں نہیں کرتے؟ یہاں کیوں نہیں آتے؟ جلدی آؤ ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گا۔''

اس قاتل شمبھو نے کبریا کی مرضی کے مطابق دوسرا فائر کیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے بازو میں لگی۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ دوسری طرف آئی جی نے فائر کیا آواز اور اس کی چیخ سن کر کہا ''ہاں۔ میں گولی چلنے کی آواز سن رہا ہوں۔ تم چیخ رہے ہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔''

وہ دو گولیاں کھا چکا تھا۔ تکلیف کی شدت سے ریسیور چھوٹ کر گر پڑا۔ وہ شمبھو کو رحم طلب نظروں سے دیکھ کر بولا۔ ''پلیز۔ مجھے گولی نہ مارو۔ مجھ سے جتنی رقم چاہو، لے لو۔ تم اچانک میرے دشمن کیوں بن گئے ہو؟''

شمبھو نے کہا ''تم سہاگن دیوی کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ میں ان کا عقیدت مند ہوں۔ وہ سب کی بھلائی کے لیے یہاں آئی ہیں اور تم بھلائی کا راستہ روک دینا چاہتے ہو۔ اس سے بہتر ہے کہ میں تمہاری زندگی کا راستہ ہمیشہ کے لیے روک دوں۔ یہ تیسری گولی تمہاری زندگی کی آخری خوراک ہوگی۔''

اس نے نشانہ لیا۔ پٹیل کے اندر سہاگن دیوی کی آواز ابھری ''اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا.....''

وہ فوراً ہی تڑپ کر، دونوں ہاتھ جوڑ کر خلا میں تکتے ہوئے بولا ''دیوی جی! مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے بہت بڑی بھول ہوئی۔ میں آپ کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ اب میں آپ کی آتما شکتی کا قائل ہو گیا ہوں۔ مجھے ایک بار معاف کر دیں۔ میں ساری زندگی آپ کے چرنوں میں جھکا رہوں گا۔ کبھی سر اٹھا کر بات نہیں کروں گا۔''

مجبوری سے سر جھکانے والوں کو موقع ملے تو وہ سر قلم کر دیتے ہیں۔ کبریا اس کی سیاست کو اور مکاریوں کو خوب سمجھ رہا تھا۔ اس نے آخری بار اس کے اندر کہا ''اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا.....''

ٹھائیں کی آواز کے ساتھ تیسری گولی چلی پھر خاموشی چھا گئی۔

☆☆☆

فرمان انیتا کے ساتھ ممبئی کے ایک علاقے میں رہنے لگا تھا۔ انہوں نے ایک بنگلا کرائے پر حاصل کر لیا تھا۔ چند جعلی دستاویزات کے ذریعے اپنی ایک سماجی حیثیت بنالی تھی۔ تاکہ کوئی ان پر شبہ نہ کرے۔

اس نے اپنے آپ کو ایک عالمی شہرت والا نجومی ظاہر کیا تھا۔ جنوبی افریقا کے ایک شہر سن سٹی سے آیا تھا۔ اس کے پاس وہاں کے ڈاکومینٹس وغیرہ موجود تھے۔ وہ ایک نجومی کی حیثیت سے بڑے بڑے اخبارات میں اپنے اشتہار چھپواتا تھا۔ ہر دوسرے تیسرے دن دولت مند عورتیں اور مرد اس کے پاس آنے لگے تھے۔ وہ ان سے باتیں کرتا تھا، ان کے خیالات پڑھتا تھا۔ ان کے ماضی اور حال کے متعلق جانتا تھا پھر ان کے صحیح حالات بتاتا تھا تو وہ سب متاثر ہو جاتے تھے۔ اسے منہ مانگی رقم دیا کرتے تھے۔

جب تک کوئی گاہک فون پر رابطہ نہیں کیا کرتا تھا۔ اس سے ملاقات کا وقت مقرر نہیں کرتا تھا۔ تب وہ اس سے ملنے سے انکار کر دیا کرتا تھا اور جو وقت مقرر کرنے کے لیے فون کرتا تھا۔ وہ اسی وقت اس کے دماغ میں پہنچ جاتا تھا۔ جب یہ یقین ہو جاتا تھا کہ آنے والا گاہک یوگا کا ماہر نہیں ہے اور اس کے خیالات پڑھے جا سکتے ہیں تو پھر وہ اسے ملاقات کا وقت دے دیا کرتا تھا۔

وہ بظاہر ایک کامیاب نجومی کی زندگی گزار رہا تھا اور یہ ظاہر کر رہا تھا کہ خوب دولت کما رہا ہے۔ جبکہ وہ بلیک میلنگ کے ذریعے دولت کما رہا تھا اور بہت جلد وہاں ایک بنگلا خریدنے والا تھا اور وہیں رہائش اختیار کرنے والا تھا۔

اگرچہ وہ اعلیٰ بی بی سے اور ہم سب سے جدا ہو گیا تھا لیکن ہمارا بہت ہی فرمانبردار تھا اور ہم سے بہت محبت کرتا تھا۔ میں نے اس سے کہا تھا، کسی طرح چنڈال کو تلاش کرے۔ اسے کہاں چھپا کر رکھا گیا تھا؟ اور وہ اسی فکر میں تھا۔ اسے ڈھونڈ نکالنے کی تدبیریں سوچتا رہتا تھا۔

ایک روز ایک لڑکی نے اسے فون پر مخاطب کیا اور کہا۔

''میں عالمی شہرت رکھنے والے نجومی بسواس چٹرجی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

فرمان نے کہا ''میں ہی بسواس چٹرجی ہوں۔ فرمایئے؟''

''میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ اپنے ہاتھ کی لکیریں دکھا کر اپنے مستقبل کا حال معلوم کرنا چاہتی ہوں۔''

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا تو جگمل گئی۔ یقین ہو گیا کہ وہ اس کے خیالات پڑھ سکے گا۔ اس نے فوراً ہی کہا ''ٹھیک ہے۔ آج شام پانچ بجے آ سکتی ہو۔''

اس نے رابطہ ختم کرنے کے بعد اس کے خیالات پڑھے۔ اس لڑکی کا نام بیلا اوبرائے تھا۔ اس کا باپ مہیش اوبرائے بہت مشہور تاش کا کھلاڑی تھا۔ بہت ہی شاطر پتے باز تھا۔ اس نے پتے بازی کی مہارت کے ذریعے خوب دولت کمائی تھی۔

بیلا اپنے باپ سے متاثر تھی۔ بچپن ہی سے تاش کے ایک ایک پتے کو پہچاننے اور کھیلنے کا فن سیکھتی رہی تھی۔ جوان ہونے کے بعد اس نے باپ سے ایک الگ راستہ اختیار کیا۔ وہ تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتانے کا ہنر سیکھتی رہی۔

اس میں خداداد صلاحیتیں اور ذہانت موجود تھی۔ اس نے اپنی محنت اور لگن سے بڑی مہارت حاصل کی۔ اپنے عزیز و اقارب دوست و احباب میں سے کسی کو بھی تاش کے پتوں کے ذریعے ان کی قسمت کا حال بتاتی تھی تو وہ حیران رہ جاتے تھے۔ وہ کسی کو بھی گزری ہوئی زندگی کی سچی تصویر پیش کر سکتی تھی اور آنے والی زندگی کے حالات اشاروں کنایوں میں بتاتی تھی۔ مستقبل کی بھی تھوڑی سی تصویر پیش کرتی تھی مگر واضح انداز میں نہیں بولتی تھی کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟

لیکن سننے اور سمجھنے والے اپنے حالات اور واقعات کے تناظر میں اس کی باتیں سن کر اندازہ کر لیتے تھے کہ آئندہ کیا ہو سکتا ہے؟

وہ ٹھیک شام کے پانچ بجے اپنی کار ڈرائیو کرتی ہوئی بنگلے کے احاطے میں آئی۔ فرمان نے باہر آ کر اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ بہت ہی خوب صورت اور اسمارٹ لڑکی تھی۔ یہ معلوم کر چکا تھا کہ کتنی باصلاحیت ہے۔ باہر سے بھی وہ بہت ہی پرکشش اور جاذب نظر آ رہی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی کار سے باہر آئی پھر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولی ''میں بیلا اوبرائے ہوں۔''

اس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا ''اندر آ جاؤ۔ میں تمہارے ہاتھ کی لکیریں دیکھوں گا۔''

اس نے اپنے بنگلے میں ایک دفتری کمرا بنوایا تھا۔ جہاں وہ وزیٹرز سے ملاقات کیا کرتا تھا۔ وہاں اس نے انیتا سے اس کا تعارف کرایا پھر اس سے کہا ''یوں تو دنیا کا ہر شخص اپنے مستقبل کا حال معلوم کرنا چاہتا ہے۔ یہ فطری تقاضا ہے پھر بھی میں ہر آنے والے سے پوچھتا ہوں۔ تم سے بھی پوچھ رہا ہوں کہ تم اپنے مستقبل کے بارے میں کیوں جاننا چاہتی ہو؟''

''کسی بھی انسان کو ایک پردے کے سامنے کھڑا کر دو اور اسے یہ نہ بتاؤ کہ پردے کے پیچھے کیا ہے تو وہ اسے جاننے کے لیے بے چین ہوتا رہے گا۔ کوئی نہ کوئی تدبیر کرتا رہے گا کہ کسی طرح پردے کے پیچھے جو کچھ ہے اسے معلوم کر لے۔ کیونکہ یہ فطری تجسس ہے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی ''میرے مستقبل کے سامنے پردہ پڑا ہوا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ اس پردے کے پیچھے کیسی زندگی ہے؟ کوئی بھی شخص آنکھیں بند کر کے آگے بڑھنا نہیں چاہتا۔ آنکھیں کھلی رکھ کر راستہ دیکھ دیکھ کر چلنا چاہتا ہے۔ اسی طرح میں مستقبل کا ایک ایک راستہ دیکھ کر آگے بڑھنا چاہتی ہوں۔ اسی لیے ہاتھ کی لکیریں دکھانے آئی ہوں۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا بایاں ہاتھ فرمان کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے دونوں ہاتھوں میں لے کر دیکھنے لگا۔ اس نے پراسرار علوم جاننے والی اتم عمارہ کے ساتھ رہ کر ہاتھوں کی لکیروں کو بھی پڑھنا سیکھا تھا مگر اس میں بہت زیادہ مہارت حاصل نہیں تھی۔ اسی لیے وہ خیال خوانی کے ذریعے دور تک معلومات حاصل کر لیتا تھا۔

وہ اس کے ہاتھ کی لکیروں کو تھوڑی دیر تک دیکھتا رہا پھر بولا ''تمہاری زندگی میں باون نمبر کی بہت اہمیت ہے۔ باون یعنی پانچ اور دو۔ یہ عدد مل کر سات بنتے ہیں لکی سیون! سات خوش قسمتی کا عدد ہے۔ تم ایک سے باون نمبر تک اتنی مہارت رکھتی ہو کہ ان نمبروں کے ذریعے دوسروں کی قسمت کا حال بتا دیتی ہو۔ یہ کیسے کرتی ہو؟ میں تم سے پوچھوں گا۔''

وہ اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی ''آپ! واقعی ماہر نجومی ہیں۔ میں تاش کے باون پتوں سے کھیلتی ہوں اور ایک ایک پتے سے ایک ایک کی قسمت کا حال بتا دیتی ہوں۔''

''تعجب ہے جب تم تاش کے پتوں سے دوسروں کو مستقبل کا حال بتا دیتی ہو تو پھر اپنے مستقبل کے بارے میں

کیوں نہیں معلوم کرلیتیں؟''

''میں نے اپنے بارے میں بھی معلوم کیا تھا لیکن وضاحت سے معلوم نہیں ہوسکا۔ میں سوچتی تھی کہ کسی ماہر نجومی سے رجوع کروں گی پھر اخبارات میں آپ کا نام پڑھا تو سوچا شاید آپ میری کچھ مدد کریں گے۔ اسی لیے یہاں آئی ہوں۔''

فرمان اس کے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھتے ہوئے بولا ''تم بہت دولت مند ہو۔ بڑے آرام و آسائش کے ساتھ زندگی گزار رہی ہو۔ تمہیں صرف ایک ہی بات کی فکر ہے کہ تمہارا جیون ساتھی کیسا ہوگا؟ تم اسے کئی بار خواب میں دیکھ چکی ہو مگر اس کی صورت واضح نہیں ہوتی پھر بھی خواب بتاتے ہیں کہ وہ خوب رو ہے۔ قد آور اور صحت مند ہے۔ ایک دن وہ تمہاری زندگی میں آئے گا لیکن یہ نہیں معلوم کہ کب آئے گا؟ یہ معلوم نہیں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں بھی کسی خاص دن کی طرف اشارہ نہیں کرسکتا۔ یہ قسمت کے کھیل ہیں۔ پتا نہیں تمہاری قسمت کب تم پر مہربان ہوگی؟''

انیتا ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی پھر اس نے پوچھا ''کیا تمہارا جو آئیڈیل ہے۔ جس کا تمہیں انتظار ہے وہ شادی شدہ ہوگا یا کنوارہ؟''

یہ کہتے ہوئے انیتا نے فرمان کی طرف دیکھا۔ فرمان اس کے خیالات پڑھ کر سمجھ رہا تھا کہ انیتا اندر ہی اندر بیلا اور برائے کے حسن و شباب کو دیکھ کر احساسِ کمتری میں مبتلا ہورہی ہے۔ سوچ رہی ہے کہ کہیں اس کے حسن و شباب کا جادو اس کے انیل شرما پر نہ چل جائے۔

بیلا نے پھر اپنا بایاں ہاتھ فرمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''ہاں۔ مجھے یہ بھی بتائیں کہ جو میری زندگی میں آنے والا ہے۔ وہ شادی شدہ ہوگا یا کنوارہ؟''

فرمان نے اس کے ہاتھ کو توجہ سے دیکھتے ہوئے کہا ''وہ..... کنوارہ تو نہیں ہوگا لیکن شادی شدہ بھی نہیں ہوگا۔''

یہ بات سن کر انیتا کو اطمینان ہوا کیونکہ وہ انیل شرما سے مندر میں جاکر شادی کرچکی تھی۔ بیلا نے کہا ''وہ کنوارہ بھی نہیں ہوگا۔ شادی بھی نہیں ہوگا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کوئی پلے بوائے ہوگا ہرجائی ہوگا۔ ایک پھول سے دوسرے پھول پر منڈلاتا ہوگا؟''

''سوری..... میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ تمہارے اس آئیڈیل کا ہاتھ دیکھنے کے بعد ہی بتا سکتا ہوں کہ وہ ہرجائی ہوگا یا تم سے سچی محبت کرے گا۔''

فرمان نے کہا ''ڈاکٹر خود اپنا علاج نہیں کرتے۔ کسی دوسرے ڈاکٹر سے علاج کراتے ہیں۔ اسی طرح نجومی اپنے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہیں کرپاتے۔ تم بھی اپنی زندگی میں آنے والے کے بارے میں پوری طرح نہیں جان پارہی تھیں۔ میں نے کسی حد تک واضح کردیا۔ اسی طرح میں اپنے بارے میں بہت کچھ نہیں جانتا۔ ہوسکتا ہے تم تاش کے پتوں کے ذریعے مجھے کچھ بتادو۔''

''جو کچھ میں معلوم کرسکوں گی ضرور بتاؤں گی۔''

وہ بولا ''میں انیتا کے پتاجی کا سراغ لگانا چاہتا ہوں۔ وہ کہیں گم ہوگئے ہیں۔''

وہ خوش ہوگئی۔ اس کے سامنے آکر بیٹھ گئی۔ بیلا نے اپنے پرس میں سے تاش کے پتوں کی گڈی نکالی پھر اسے اچھی طرح پھینٹنے کے بعد اسے انیتا کے سامنے رکھ کر کہا ''اسے کاٹو.....''

انیتا نے گڈی میں سے کچھ پتے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیئے۔ بیلا نے باقی پتوں کو پھر پھینٹا۔ اس کے بعد اس نے پندرہ پتے بیلا کے سامنے ایک قطار میں رکھے پھر کہا ''ان میں سے ایک پتا اٹھا کر دو۔''

انیتا نے ان پتوں کو یہاں سے وہاں تک دیکھا پھر بیچ میں سے ایک پتا اٹھا کر اسے دیا۔ اس نے اس پتے کو الٹ کر دیکھا۔ وہ بادشاہ تھا پھر اس نے کہا ''اب دوسرا پتا اٹھا کر دو۔''

اس نے ایک اور پتا اٹھا کر دیا۔ اس نے الٹ کر دیکھا تو وہ اکا تھا۔ بیلا اور برائے ان دونوں پتوں کو توجہ سے دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی پھر بولی ''تمہارے پتاجی ایک غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس صلاحیت کی وجہ سے وہ بادشاہ جیسے ہیں لیکن اس بادشاہ پر اکا حاوی ہوگیا ہے۔ وہ اس اکے کے شکنجے میں پھنسے ہوئے ہیں۔''

انیتا نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''تم بالکل سچ کہہ رہی ہو۔ میرے پتاجی غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہیں اور انہیں آری والوں نے قیدی بنا کر رکھا ہے۔ یہ ہمیں معلوم نہیں ہورہا ہے کہ انہیں کہاں رکھا گیا ہے؟ پلیز..... بتاؤ، ہم انہیں کہاں تلاش کریں؟''

اس نے اس بار پورے باون پتوں کو پھینٹ کر اس کے سامنے پھیلایا پھر کہا ''اس میں سے ایک پتا اٹھا کر دو۔''

انیتا نے ایک پتا اٹھا کر اسے دیا۔ اس نے اسے الٹ کر

دیکھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسے دیکھتی رہی، سوچتی رہی پھر بولی ''میں صحیح جگہ نہیں بتا سکتی لیکن اشارے مل رہے ہیں۔''

فرمان نے کہا ''ہمیں وہ اشارے ہی بتادو۔''

وہ بولی ''برف پوش پہاڑیاں دکھائی دے رہی ہیں۔ وہ ان پہاڑیوں کے درمیان کہیں ہیں۔ تم کہتی ہو، انہیں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے مگر مجھے وہ قیدی نہیں لگ رہے ہیں۔ ان کی کچھ مجبوریاں ہیں۔ ان مجبوریوں نے انہیں باندھ رکھا ہے لیکن کچے دھاگے سے بندھے ہوئے ہیں۔ کسی وقت بھی انہیں توڑ سکتے ہیں۔''

انیتا نے خوش ہوکر فرمان کو دیکھا۔ وہ سوچ میں گم تھا پھر اس نے اسی وقت مجھے مخاطب کیا پھر کہا ''سر! اس وقت ایک لڑکی میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کا نام بیلا اور برائے ہے۔ یہ تاش کے پتوں کے ذریعے بہت سی ڈھکی چھپی باتیں بتا سکتی ہے۔ یہ کہہ رہی ہے کہ چنڈال جوگیا کو برف پوش پہاڑیوں کے درمیان چھپا کر رکھا گیا ہے۔ یہ صحیح جگہ نہیں بتا سکتی پھر بھی ہمیں وہ علاقہ معلوم ہوگیا ہے۔ یہاں ہماچل پردیش میں ہمالیہ کی برف پوش پہاڑیاں ہیں۔ اسے وہیں کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔''

میں نے کہا ''مجھے اس لڑکی کے دماغ میں پہنچاؤ۔''

فرمان نے اس لڑکی کو مخاطب کیا۔ وہ اس سے باتیں کرنے لگی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا اور اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ وضاحت سے نہیں بتا سکتی تھی کہ چنڈال کو کس جگہ رکھا گیا ہے؟ اور وہ کس حال میں ہے؟ اس کے خیالات اتنا بتا رہے تھے کہ وہ قیدی بن کر رہنے کے باوجود قیدی نہیں ہے اور کسی وقت بھی زنجیریں توڑ کر نکل سکتا ہے۔

ہماچل پردیش بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ وہاں اسے آسانی سے تلاش نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ان چھ افسران نے اسے بڑی رازداری سے چھپا کر رکھا ہوگا۔ خود فوجی وردی میں نہیں ہوں گے۔ وہ سب سادے لباس میں عام شہریوں کی طرح رہتے ہوں گے۔

میں نے الپا، اعلیٰ بی بی اور عبداللہ سے کہا کہ وہ چند آری افسروں کے دماغوں میں جائیں۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر مجبور کریں کہ وہ چھٹیاں لے کر ہماچل پردیش جائیں اور وہاں ان چھ یوگا جاننے والے افسران کو تلاش کریں۔ وہ انہیں چہروں سے پہچانتے ہوں گے اور آسانی سے انہیں تلاش کرسکیں گے۔

وہ تینوں چند آری افسران کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے چلے گئے۔ میں پھر چنڈال جوگیا کے بارے میں وہ باتیں بیان کررہا ہوں۔ جو مجھے بعد میں معلوم ہوئیں۔

میں نے چنڈال کی روداد یہاں تک بیان کی تھی کہ اس پر تنویمی عمل کیا جارہا تھا۔ ایسے وقت وہ اپنے جسم میں ناخن چبھوتا رہا تھا۔ وہ ایسی حرکتیں اس لیے کررہا تھا کہ اس عامل سے سحر زدہ نہ ہوسکے اور تکلیف میں مبتلا رہے۔

پھر یہی ہوا تکلیف کے احساس نے اسے عامل سے سحر زدہ نہیں ہونے دیا۔ وہ عمل کے دوران میں یہی ظاہر کرتا رہا کہ سحر زدہ ہورہا ہے۔ اس کا معمول اور تابعدار بن رہا ہے اور اس کی ہدایت کے مطابق آئندہ وہی کرنے والا ہے جو وہ چھ افسران چاہتے ہیں۔

وہ تنویمی عمل کے اختتام پر گہری نیند سوتا رہا۔ ان چھ افسران نے عامل سے پوچھا ''کیا تم مطمئن ہو؟ کہ یہ واقعی ہمارا معمول اور تابعدار بن چکا ہے؟''

''بے شک..... اس بار میں نے بڑی لگن سے عمل کیا ہے اور اب روزانہ صبح آکر نہار منہ اس پر مختصر سا عمل کیا کروں گا اور معلوم کیا کروں گا کہ یہ صحیح معنوں میں ہمارا تابعدار بن چکا ہے یا نہیں.....؟''

وہ عامل اور چھ افسران ہر طرح سے اطمینان حاصل کررہے تھے اور چنڈال جوگیا اپنے عمل سے انہیں مطمئن کررہا تھا کہ وہ واقعی ان کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ اب کبھی انہیں دھوکا نہیں دے گا۔

اس نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹونی جے کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔ وہ چھ افسران اس کے اس کارنامے سے بہت خوش تھے۔ یہ چاہتے تھے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے امریکا سے ہندوستان آجائے تاکہ وہ اسے بھی قیدی بنا کر اس کے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو استعمال کرتے رہیں۔

اسے وہاں سے یہاں لانے کے لیے لازمی تھا کہ پہلے اپنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر پوری طرح اعتماد کیا جائے۔ اب دوسری بار تنویمی عمل کرنے کے بعد اس پر اعتماد بحال ہوگیا تھا۔

انہوں نے چنڈال سے کہا ''ہم اب تم پر اعتماد کرنے لگے ہیں۔ لہٰذا تم اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر جاؤ اور جتنی جلدی ہوسکے اسے ٹریپ کرکے یہاں لے آؤ۔''

وہ چھ افسران آپس میں مشورے کررہے تھے اور چنڈال کو سمجھا رہے تھے کہ کس قدر محفوظ طریقوں پر عمل کرتے ہوئے وہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں لاسکتا ہے۔

وہ جب چاہتا اسے ہندوستان لاسکتا تھا لیکن لانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے صرف اپنا ہی تابعدار بنائے رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے آرمی افسران سے کہا ''میں ابھی اس کے دماغ میں جاکر خیالات پڑھ رہا ہوں۔ اس کے موجودہ حالات معلوم کررہا ہوں پھر اس کے مطابق سوچوں گا، سمجھوں گا اور آپ لوگوں سے مشورے لوں گا پھر اسے یہاں لانے کے طریقے پر عمل کروں گا۔''

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ٹونی جے کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں اس وقت رات تھی۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ بستر پر سو رہا تھا۔ اس نے اس کے خوابیدہ دماغ کو حکم دیا کہ وہ صبح اٹھتے ہی اپنے جیسے قد وقامت والے شخص کو ٹریپ کرے گا۔ اس پر تنویمی عمل کرکے اسے ڈبل ٹونی جے بنائے گا۔ اسے اپنا دوسرا روپ دے گا۔ اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کرے گا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے ہے لیکن آزاد اور خود مختار نہیں ہے۔ چنڈال جوگیا کا معمول اور تابعدار بنا ہوا ہے۔

ٹونی جے نے ایک معمول اور تابعدار کی حیثیت سے وعدہ کیا کہ وہ صبح اٹھ کر کسی معقول شخص کو اپنے جیسا ٹونی جے بنائے گا۔ وہ شخص معمول اور تابعدار بننے کے بعد اپنی شخصیت بھول جائے گا اور خود کو ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے سمجھتا رہے گا۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا پھر ان چھ افسران کو دیکھتے ہوئے بولا ''اس وقت وہاں رات ہے، وہ سو رہا ہے۔ اس کے خوابیدہ ذہن نے بتایا ہے کہ وہ جب چاہے یہاں آسکتا ہے۔ اس کے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس کے یہاں آنے پر کسی کو شبہ نہیں ہوگا کہ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنا ملک چھوڑ کر جارہا ہے۔''

وہ چھ افسران خوش ہوگئے۔ ان میں سے ایک نے کہا ''جب کوئی مسئلہ نہیں ہے تو پھر اسے کل ہی وہاں سے روانہ کروتا کہ وہ جلد سے جلد یہاں پہنچ جائے۔''

''میں نے اس سے کہہ دیا ہے۔ وہ کل صبح اٹھنے کے بعد کسی پہلی فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ او کے کرائے گا پھر یہاں کے لیے روانہ ہوگا۔ میں آپ لوگوں کو اطلاع دوں گا کہ وہ یہاں کس فلائٹ سے اور کس وقت پہنچنے والا ہے؟''

وہ افسران ضرورت کے وقت چنڈال جوگیا کے پاس آکر یکجا ہوتے تھے پھر وہاں سے اپنے اپنے علاقوں میں چلے جاتے تھے۔ اس وقت بھی وہ چلے گئے کیونکہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا تقریباً چوبیس گھنٹے بعد آنے والا تھا۔ مانک لال اور جگدیش راٹھور اس کے ساتھ بنگلے میں رہتے تھے۔ ان کے کمروں میں ٹی وی مانیٹرز رکھے ہوئے تھے۔ ان کے ذریعے وہ چنڈال جوگیا کے بیڈروم میں اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھتے تھے۔ وہ رات کا کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر تک ٹہلتا رہا تھا پھر لائٹ آف کرکے زیرو پاور کا بلب آن کرنے کے بعد بیڈ پر لیٹ گیا تھا۔ اب یہی سمجھا جاسکتا تھا کہ وہ سو رہا ہے۔

وہ بیڈ پر لیٹنے کے بعد آنکھیں بند کرکے خیال خوانی کے ذریعے ٹونی جے کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں امریکا میں صبح ہوچکی تھی۔ وہ بیدار ہونے کے بعد غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر یہ سوچ رہا تھا کہ کس شخص کو ٹریپ کرکے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی ڈی بنالے؟

چنڈال نے اسے مخاطب کیا ''ہیلو.....ٹونی! کیسے ہو؟''

اس نے چونک کر اس کی آواز سنی پھر مسکرا کر کہا ''ہیلو مسٹر چنڈال! میں مزے میں ہوں اور اپنی ڈی تیار کرنے کے متعلق پلاننگ کررہا ہوں۔''

''ہاں۔ ضرور کرو اور کوشش کرو کہ یہ کام چند گھنٹوں میں ہوجائے۔ تاکہ آج شام کی یا رات کی کسی فلائٹ سے تم اس ڈی ٹونی جے کو انڈیا روانہ کرسکو۔''

''آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ میں ایسا ہی کروں گا۔''

''دیکھو ٹونی! اگر میں چاہتا تو تمہیں یہاں آنے پر مجبور کردیتا پھر تم اپنی محبوبہ جیسی بیوی ہیلنا کو چھوڑ کر یہاں چلے آتے، مجبور ہوجاتے لیکن میں تمہیں ہیلنا سے جدا نہیں کررہا ہوں۔ تمہاری جگہ تمہاری ڈی کو بلا رہا ہوں۔''

''مسٹر چنڈال! آپ بہت اچھے ہیں۔ میرے عامل اور آقا بنے ہوئے ہیں لیکن ایک دوست کی طرح پیش آرہے ہیں۔''

''جب تک تم میرے تابعدار بن کر رہو گے اور مجھے کبھی دھوکا نہیں دو گے۔ تب تک میں تمہیں دوست بنا کر رکھوں گا۔ اگر دشمن بن گیا تو تم اگلی سانس بھی نہیں لے سکو گے۔''

ٹونی جے نے دوپہر کو خوش خبری سنائی کہ وہ ایک شخص کو ٹریپ کرکے اسے ڈی بنا چکا ہے۔ اس نے چنڈال کو اس ڈی کے اندر پہنچایا۔ چنڈال اس کے خیالات پڑھنے لگا پھر مطمئن ہوکر بولا ''شاباش! میں جیسا چاہتا تھا تم نے اسے ویسا ہی بنایا ہے۔ اب میں تمہیں جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو اور اسی طریقہ کار کے مطابق اسے انڈیا کی راجدھانی دہلی روانہ کردو۔''

وہ تھوڑی دیر تک ٹونی جے کو سمجھاتا رہا پھر دماغی طور پر

حاضر ہوکر مانک لال سے بولا ''وہ کسی پہلی فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ او کے کرانے والا ہے۔ جیسے ہی سیٹ کنفرم ہوگی وہ مجھے بتائے گا پھر میں آپ کو بتادوں گا۔''

مانک لال اور جگدیش راٹھور اس وقت میرے بارے میں باتیں کررہے تھے۔ انہیں یہ تشویش تھی کہ میں نے پاکستان میں ان کے ایک منصوبے کو خاک میں ملا دیا ہے اور آئندہ کے لیے وارننگ دی ہے کہ چنڈال جوگیا اگر پاکستان کے کسی بھی حکمران کے دماغ میں جائے گا اور کوئی سازش کرے گا تو اس کی زندگی مختصر کردی جائے گی۔

جگدیش راٹھور نے کہا ''فرہاد علی تیمور بڑا ہی خطرناک ہے۔ پتا نہیں کیسے کیسے ہتھکنڈوں سے اور کیسے کیسے طریقوں سے پاتال کے اندر بھی اپنے ٹارگٹ تک پہنچ جاتا ہے؟''

مانک لال نے کہا ''ہاں۔ یہی تشویش ہے، ہم چنڈال کو بڑی کامیابی سے چھپا رہے ہیں۔ ہمارا اپنا خیال ہے کہ ہم بڑی رازداری سے کام لے رہے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ فرہاد ہمارے متعلق کتنی دور تک معلومات رکھتا ہے۔''

ہمارا ایک دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا امریکا سے آرہا ہے۔ اسے یہاں تک حفاظت سے لانا ایک مسئلہ ہے۔ یہ اندیشہ ہے کہ فرہاد کو معلوم نہ ہوجائے۔ اگر اسے معلوم ہوگیا تو وہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہم تک پہنچنے نہیں دے گا۔''

ان چھ افسران کو یہ اندیشہ تھا کہ انہوں نے پاکستان کے ایک اہم راز کے حصول ناکام سازش کی تھی۔ اب اس کے جواب میں میں ضرور کوئی انتقامی کارروائی کروں گا۔ انہیں اس بات کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔

وہ بڑی رازداری سے ٹونی جے کی حفاظت کے انتظامات کررہے تھے۔ وہ دہلی ائرپورٹ میں اترنے والا تھا۔ وہاں سے وہ اسے ایک فلائٹ میں شملہ لے جانے والے تھے پھر وہ شملہ سے کار کے ذریعے ایک خوب صورت پہاڑی علاقے منالی تک پہنچایا جانے والا تھا۔

وہ ڈی ٹونی جے دوسری صبح آٹھ بجے دہلی پہنچ گیا۔ ائرپورٹ میں اس کی تلاشی نہیں لی گئی۔ بڑی رازداری سے اسے دوسرے راستے سے نکال کر ایک جیپ میں بٹھا کر دوسرے ٹرمینل ویے پر لایا گیا۔ وہاں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ اسے اس ہیلی کاپٹر میں سوار کرایا گیا۔ چھ یوگا جاننے والے افسران بھی اس سے دو افسران وہاں پہنچے ہوئے تھے۔

ہیلی کاپٹر نے وہاں سے پرواز کی پھر اپنی منزل کی طرف جانے لگا۔ وہ سب بہت خوش تھے۔ ان کے دیس میں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والا کا اضافہ ہورہا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اچھی خاصی بڑی طاقت بننے والے تھے۔ چنڈال جوگیا اپنے دیس کا دشمن نہیں تھا۔ وہ اپنے دیس کی خدمت اپنے طور پر کرنا چاہتا تھا لیکن اسے غلام بنا کر رکھا گیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے معمول اور تابعدار ٹونی جے کو بھی غلام بنالیا جائے۔

اس نے ٹونی جے کو سمجھا دیا تھا کہ جب وہ اپنی ڈی کو وہاں سے روانہ کرے تو اس کی اندرونی جیب میں ایک چھوٹا سا بم رکھ دے۔ وہ بم بعد میں اس کے کام آئے گا اور اب وہ کام آنے والا تھا۔

چنڈال جوگیا ان چھ افسران کے اس اندیشے سے فائدہ اٹھا رہا تھا کہ فرہاد علی تیمور کسی وقت بھی ان کے خلاف انتقامی کارروائی کرسکتا ہے۔ لہٰذا جب وہ ہیلی کاپٹر بلندی پر پرواز کرتا ہوا ہماچل پردیش کی طرف جانے لگا تو ڈی ٹونی جے نے اچانک اپنی اندرونی جیب سے اس بم کو نکالا پھر اس کی چابی کو دانتوں سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ اس نے یہ سب کچھ اتنی تیزی سے کیا کہ آس پاس بیٹھے ہوئے افسر اسے روک نہ سکے۔

ایک نے گھبرا کر پوچھا ''یہ کیا ہے؟ تم کیا کررہے ہو؟''

دوسرے افسر نے بم کو اس کے ہاتھ سے چھیننا چاہا تو اس نے اسے سیٹ کے نیچے پھینک دیا۔ وہ دونوں تیزی سے جھک کر سیٹ کے نیچے ہاتھ بڑھانے لگے۔ اسی وقت ایک زبردست دھماکا ہوا پھر ہزاروں فٹ کی بلندی پر اس ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے۔

جب اس ہیلی کاپٹر کی تباہی کی اطلاع بقیہ چار یوگا جاننے والے افسران تک پہنچی تو وہ سر سے پاؤں تک لرز گئے۔ وہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کا بہت بڑا سرمایہ تھا، بہت بڑی قوت تھا۔ اس قوت کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ جو کبھی سوچا نہیں جاسکتا تھا، وہ ہوگیا تھا۔ چھ میں سے دو یوگا جاننے والے افسران بھی مارے گئے تھے۔

اب یوگا جاننے والے مانک لال، جگدیش راٹھور، راج تلک اروڑھا اور ہردیو سنگھ۔ یہ چار رہ گئے تھے لیکن وہ کبھی یہ شبہ نہیں کرسکتے تھے کہ ان کا معمول اور تابعدار بن کر رہنے والے چنڈال جوگیا نے اتنی بڑی واردات کی ہے۔ وہ یقین سے سمجھ رہے تھے کہ فرہاد علی تیمور نے انتقامی کارروائی کی ہے۔

چنڈال جوگیا پر اعتماد ہونے کے باوجود ایک اعلیٰ افسر ہردیو سنگھ اس سے باتیں کررہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا ''اب تمہارے بیان کے مطابق اور ہماری اطلاع کے مطابق وہ

کتابیات پبلی کیشنز

ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے دہلی ائر پورٹ میں جہاز سے اتر چکا ہے اور ہیلی کاپٹر میں بیٹھنے جا رہا ہے۔ وہ جب تک یہاں نہیں پہنچے گا اس وقت تک تم میرے سامنے بیٹھ کر بولتے رہو گے، باتیں کرتے رہو گے۔''

اس نے پوچھا ''آپ مجھے ایسا حکم کیوں دے رہے ہیں؟''

''اس لیے کہ تم خاموش رہو گے تو ضرور خیال خوانی کرو گے اور اپنے تابعدار ٹونی جے کے اندر پہنچ کر کچھ گڑبڑ کر سکو گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ بخیریت یہاں پہنچ جائے۔ اس کے بعد ہم اسے سنبھال لیں گے۔ تم پر بھی پہلے سے زیادہ بھروسا کریں گے لیکن ابھی ہمارا بھروسا قائم رکھو، بولتے رہو۔''

جب وہ ہیلی کاپٹر دہلی ائر پورٹ کے ایک ہیلی پیڈ سے روانہ ہوا تو اس وقت سے چنڈال جوگیا اس افسر کے سامنے بیٹھ کر بولتا رہا۔ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوتا تھا تو افسر اس کا منہ دیکھتا تھا پھر وہ مسکرا کر بولنے لگتا تھا ''آپ یقین کریں، میں خیال خوانی نہیں کر رہا ہوں۔ سوچ رہا تھا کہ اس کے بعد کیا بولنا چاہیے؟''

''کچھ بھی الٹی سیدھی باتیں کرتے رہو اور ہمارا اعتماد قائم رکھو۔''

وہ مسلسل بولتا رہا۔ ایسے ہی وقت مانک لال اور جگدیش راٹھور کو فون کے ذریعے اطلاع ملی کہ وہ ہیلی کاپٹر پرواز کے دوران میں تباہ ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ صرف ٹونی جے ہی نہیں بلکہ دو یوگا جاننے والے افسران بھی مارے گئے ہیں۔

ان حالات میں چنڈال جوگیا معصوم اور انجان ثابت ہوا۔ کیونکہ وہ ہردیو سنگھ کے سامنے مسلسل بولتا رہا تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی فراڈ نہیں کیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ فراڈ اس کے تابعدار ٹونی جی نے کیا ہے۔ اس نے اپنی ڈمی کو وہاں پہنچنے سے پہلے ہلاک کیا ہے۔

راج تلک اروڑھا اور ہردیو سنگھ اس بنگلے میں آئے جہاں مانک لال اور جگدیش راٹھور چنڈال کے ساتھ رہتے تھے۔ انہیں بہت بڑی ناکامی ہوئی تھی۔ ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ آتے آتے رہ گیا تھا اور اس کی ہلاکت یہ بتا رہی تھی کہ میں انتقامی کارروائی کرنے کے لیے ان کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار سکتا ہوں تو کسی وقت ان کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے چنڈال جوگیا کو بھی موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں۔ اب انہیں پہلے سے بھی زیادہ محتاط رہنا ہوگا اور پہلے سے زیادہ سختی سے چنڈال جوگیا کی حفاظت کرنی ہوگی۔

راج تلک اروڑھا نے کہا ''ابھی ہم اپنے طور پر سوچ رہے ہیں کہ اتنی بڑی واردات فرہاد نے کی ہے مگر یہ ضروری تو نہیں ہے، کوئی اتفاقی حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ہیلی کاپٹر تباہ ہو گیا ہے۔''

ہردیو سنگھ نے کہا ''پھر ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم نے اب سے پہلے ویٹو مارکس کو اپنا تابعدار اور غلام بنا کر رکھا تھا۔ اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھانے والے تھے۔ وہ کسی طرح فرار ہو گیا تھا اور وہ بھی ہم سے دشمنی کر سکتا ہے۔''

مانک لال نے سوچتے ہوئے کہا ''ہمیں کھوج لگانا چاہیے کہ ہم سے کس نے اتنی بڑی دشمنی کی ہے؟ بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے؟''

ایک ہیلی کاپٹر کے تباہ ہونے کی خبر کتنے ہی چینلوں سے نشر کی جا رہی تھی۔ خبروں میں یہ بتایا جا رہا تھا کہ ایک ہیلی کاپٹر دہلی کے ہیلی پیڈ سے روانہ ہو کر شملہ کی طرف جا رہا تھا۔ پرواز کے دوران میں اچانک دھماکا ہوا تھا اور وہ تباہ ہو گیا۔ اس ہیلی کاپٹر میں آرمی کے دو اعلیٰ افسران بھی تھے۔

اعلیٰ بی بی نے مجھ سے کہا ''پاپا! آپ نے وہ خبریں سنی ہیں؟ ایک ہیلی کاپٹر پرواز کے دوران میں تباہ ہو گیا ہے۔''

''ہاں..... میں نے چینل بدلتے ہوئے یہ خبر ایک ذرا سنی تھی۔ تم اس سلسلے میں کچھ کہنا چاہتی ہو؟''

''جی ہاں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آرمی کے دو اعلیٰ افسران تھے اور وہ ہیلی کاپٹر شملہ کی طرف جا رہا تھا۔

میں سوچ میں پڑ گیا۔ وہ بولی ''آپ نے کہا تھا کہ بلا ادبرائے نامی ایک لڑکی تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتاتی ہے اور اس نے بتایا تھا کہ چنڈال جوگیا کو برف پوش پہاڑیوں میں کہیں رکھا گیا ہے۔ کیا اس ہیلی کاپٹر کا اور ان مرنے والے دو آرمی افسران کا تعلق چنڈال سے ہو سکتا ہے؟''

''تم صحیح سمت میں سوچ رہی ہو۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر ان افسران کے دماغوں میں جانے لگا۔ جو چھ یوگا جاننے والے افسران سے فون پر رابطہ کیا کرتے تھے۔ ان کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ ہیلی کاپٹر کے تباہ ہونے کے سلسلے میں کچھ زیادہ نہیں جانتے ہیں۔ صرف اتنا جانتے ہیں کہ وہ ہیلی کاپٹر آرمی کا تھا اور اس میں آرمی کے دو افسران بھی تھے۔

میں نے ان افسران کو اس بات پر مائل کیا کہ وہ فون

کے ذریعے ان چھ یوگا جاننے والے افسران سے باری باری رابطہ کریں۔ جب وہ رابطہ کرنے لگے تو پتا چلا کہ ان میں سے دو یوگا جاننے والے افسران سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ میں اب سے پہلے ان چھ یوگا جاننے والے افسران کی آوازیں فون کے ذریعے سن چکا تھا۔ جب ان سے رابطہ نہیں ہوا تو میں نے خیال خوانی کے ذریعے ان سے رابطہ کرنا چاہا تو پتا چلا کہ میری سوچ کی لہریں بھٹک رہی ہیں۔ ان کے دماغ مردہ ہو چکے ہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنی سانسیں روک لیتے اور میری خیال خوانی کی لہروں کو واپس کر دیتے لیکن ایسا نہیں ہو رہا تھا۔

یہ تصدیق ہو گئی کہ دو یوگا جاننے والے افسران کی موت ہو چکی ہے اور اس ہیلی کاپٹر میں بھی دو افسران سفر کر رہے تھے اور وہ دونوں شملہ کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ پتا نہیں اور کون تھا؟

میں نے فون کے ذریعے مانک لال سے رابطہ کیا پھر کہا ''مجھے ابھی پتا چلا ہے کہ تمہارا ایک ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکا ہے اور اس میں تمہارے دو یوگا جاننے والے ساتھی موجود تھے۔ مجھے ان کی موت کا بے حد افسوس ہے۔''

وہ غصے سے بولا ''مسٹر فرہاد! تم افسوس کرنے نہیں آئے ہو۔ یہ دیکھنے آئے ہو کہ تمہاری انتقامی کارروائی پر ہم کس طرح ماتم کر رہے ہیں؟''

میں نے کہا ''یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ میں نے کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی ہے۔ میں اس ہیلی کاپٹر کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا کہ اس میں دو افسران ہیں اور کیا کچھ ہے؟ اور وہ دہلی سے شملہ کی طرف کیوں جا رہا ہے۔ تم یقین کر سکتے ہو تو کرو مگر میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اگر یہ میری انتقامی کارروائی ہوتی تو میں اعلانیہ اس پر فخر کرتا۔''

میری اس بات نے انہیں سوچنے پر مجبور کر دیا۔ یہ بات درست تھی، میں کسی بھی دشمن سے انتقام لیتا ہوں تو ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کر دیتا ہوں کہ ایسا میں نے کیا ہے۔

وہ بولا ''مسٹر فرہاد! کیا تم مجھ سے تھوڑی دیر بعد گفتگو کر سکو گے؟''

میں نے کہا ''ضرور کروں گا۔''

رابطہ ختم ہو گیا۔ مانک لال نے جگدیش راٹھور، راج تلک اروڑا اور ہردیو سنگھ سے کہا ''فرہاد اس واردات سے انکار کر رہا ہے اور اس کی عادت ہے کہ جب وہ انتقامی کارروائی میں کامیابی حاصل کرتا ہے تو فخر سے اعلان کرتا ہے۔ جبکہ وہ انکار کر رہا ہے۔''

ہردیو سنگھ نے کہا ''ہو سکتا ہے کہ وہ اس بار کسی مصلحت کے تحت انکار کر رہا ہو؟''

باقی دو افسران نے اس کی تائید نہیں کی۔ انہوں نے کہا ''اگر وہ انتقامی کارروائی میں کامیاب ہو کر آتا تو بڑے فخر سے آتا، ہمیں طعنے دیتا، باتیں سناتا لیکن اس بار اس کا انداز ایسا ہے، جیسے معلوم کرنا چاہتا ہو کہ اس ہیلی کاپٹر میں کیا تھا؟ اسے کیوں تباہ کیا گیا ہے؟''

میں نے دس منٹ کے بعد فون پر رابطہ کیا۔ مانک لال نے کہا ''مسٹر فرہاد! تم تو واقعی کامیابی کے بعد اعلان کرتے ہو۔ اس لیے اس بار جھوٹ نہ بولو۔ ہمارے پاس ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ تم نے اسے بھی ہم سے چھین لیا ہے۔''

میں نے حیرانی سے پوچھا ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کھل کر بات کرو۔''

''میں کیا کھل کر بات کروں؟ کیا تم نہیں جانتے تھے کہ اس ہیلی کاپٹر میں چنڈال جوگیا موجود ہے؟ ہم اسے ایک خفیہ مقام سے نکال کر ادھر لداخ کی پہاڑیوں کی طرف لے جا رہے تھے پھر وہاں سے تبت کے ایک علاقے میں چھپا کر رکھنے والے تھے مگر نہ جانے تم کیسا شیطانی دماغ رکھتے ہو؟ تمہیں کس طرح یہ سب کچھ معلوم ہو گیا؟ اور تم نے اس ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیا؟ ہمیں ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خالی کر دیا ہے۔''

میں اس کی باتیں حیرانی سے سن رہا تھا۔ میں نے بے یقینی سے پوچھا ''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا اس ہیلی کاپٹر میں چنڈال جوگیا تھا؟ کیا وہ مر چکا ہے؟''

''اب تو تمہیں خوش ہونا چاہیے۔ تمہارے پاکستانی حکمرانوں کے اندر اب ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ ہے اور نہ پہنچے گا۔''

ان کی مایوسیاں اور پریشانیاں بتا رہی تھیں کہ وہ سچ کہہ رہے ہیں۔ ان کا ٹیلی پیتھی جاننے والا چنڈال جوگیا واقعی مر چکا ہے۔

میں نے اس کے موجودہ لب و لہجے اور اس کی آواز کو نہیں سنا تھا۔ اگر سنا ہوتا تو ابھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ کر تصدیق کرتا کہ وہ مردہ ہے یا زندہ ہے؟

میں نے اس اعلیٰ افسر مانک لال سے کہا ''میں اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کو تب ہلاک کرتا ہوں۔ جب وہ میری جان کا دشمن ہو جاتا ہے یا مجھے اور میری فیملی کو بہت بڑا نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ تمہارا جوگیا پاکستان سے

ایک اہم راز چرانے والا تھا۔ اس نے چرایا نہیں تھا اس لیے میں اسے نظر انداز کر رہا تھا۔ اس سے کوئی انتقام نہیں لے رہا تھا اور نہ ہی لیا ہے۔ یقین کر سکتے ہو تو کرو۔ اگر صرف مجھ پر شبہ کرو گے تو اس جوگیا کا اصل قاتل محفوظ رہے گا۔ دیکھو، سوچو، سمجھو کہ وہ کون ہو سکتا ہے جس نے تم لوگوں کو ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے محروم کر دیا ہے؟ میری ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں۔ اوکے..... بائے۔''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں اس وقت شانتا بائی والے ہسپتال کے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے فرمان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''کیا تم نے ایک ہیلی کاپٹر کی تباہی کے بارے میں سنا ہے؟''

''جی ہاں۔ میں نے ایک چینل پر وہ خبر سنی ہے۔''

''تمہاری انیتا کے لیے یہ بری خبر ہے۔ اس ہیلی کاپٹر میں چنڈال جوگیا تھا۔''

وہ حیرانی اور بے یقینی سے بولا ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''میں ان چھ یوگا جاننے والے افسران سے فون پر کبھی کبھی رابطہ کرتا ہوں۔ اب ان میں سے چار رہ گئے ہیں۔ دو ہیلی کاپٹر میں چنڈال جوگیا کے ساتھ تھے۔ وہ سب مر گئے ہیں۔''

فرمان نے یہ خبر انیتا کو سنائی تو وہ رونے لگی۔ میں نے کہا ''تم بیلا اور برائے سے رابطہ کرو اس سے پوچھو، کیا وہ تاش کے پتوں کے ذریعے بتا سکتی ہے کہ واقعی چنڈال مر چکا ہے..... یا نہیں؟ دشمن ہمیں دھوکا بھی دے سکتے ہیں۔''

فرمان نے کہا ''وہ کہہ رہی تھی۔ اگر چنڈال جوگیا خود موجود ہوتا یا اس کی کوئی جسم کنڈلی ہوتی تو شاید وہ اس کے بارے میں کچھ بتا سکتی؟''

بیلا اور برائے بھی ہماری طرح مجبور تھی۔ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ ہم اس کے لب و لہجے کو نہیں جانتے تھے۔ اس کے اندر نہیں پہنچ سکتے تھے اور بیلا اور برائے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں صحیح باتیں بتا سکتی تھی جو اس کے سامنے کر اس کے پھینکے ہوئے تاش کے پتوں کو اٹھاتے تھے۔ وہ ان کے اٹھائے ہوئے پتوں کو دیکھ کر دور تک بہت کچھ جان جاتی تھی۔

دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے ریوالونگ چیئر گھما کر دروازے کی طرف دیکھا پھر کہا ''کم اِن.....''

دروازہ کھلا۔ بندیا بھاسکر دکھائی دی۔ وہ جبراً مسکرا رہی تھی مگر چہرہ بتا رہا تھا کہ بری طرح ٹوٹی ہوئی ہے، اپنی پریشانیوں کو چھپا رہی ہے۔ خوب میک اپ کر کے فریش نظر آنے کی کوشش کر رہی ہے۔

وہ مسکراتی ہوئی آ کر میز کے دوسری طرف میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گئی پھر بولی ''میں تم سے شکایت کرنے آئی ہوں۔''

میں نے کہا ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ شکایت تو مجھے کرنی چاہیے۔ کل تم نے مجھے ہوٹل میں بلا کر کیا سلوک کیا؟ تمہیں کچھ یاد ہے؟''

وہ ذرا جھینپ کر بولی ''بات یہ ہے کہ میں نے جانے کیسے زیادہ پی لی تھی؟ مجھے اپنا ہوش نہیں رہا تھا۔ شراب میرے دماغ کو چڑھ گئی تھی۔''

''تم ہوش میں نہیں تھیں۔ میں اپنی بدنامی کے لیے وہاں نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لیے چلا آیا تھا۔''

''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ اگر کوئی ڈوب رہا ہو تو اسے ڈوبنے کے لیے چھوڑ دیا جائے؟ تم مجھے وہاں سے سنبھال کر میرے گھر تک پہنچا سکتے تھے۔''

''تم میری کوئی بات نہیں مان رہی تھیں۔ میں تمہیں کیسے تمہارے گھر تک لے جاتا؟ میں نے لفٹ کے ذریعے اوپر پہنچ کر تمہیں کمرے میں پہنچانا چاہا تو تم نے دروازے پر ہی اچانک تیور بدل لیے۔ پوچھنے لگیں کہ میں کون ہوں؟ تمہارے ساتھ کمرے میں کیوں جا رہا ہوں؟ ایسے ہی وقت ایک ویٹر آ گیا تھا۔ تم اس ویٹر کو دھرم ویر کہہ کر اس سے لپٹ گئی تھیں۔ میں یہ بے عزتی برداشت نہ کر سکا۔ اس لیے وہاں سے چلا آیا۔''

اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا ''کیا میں نے اس ویٹر کو دھرم ویر کہا تھا؟''

''اور نہیں تو کیا.....؟ میں اپنی توہین محسوس کر رہا تھا۔ تم اس سے لپٹ گئی تھیں۔ کیا وہ تمہیں مجھ سے زیادہ خوب صورت لگ رہا تھا؟ کیا کوئی مرد اپنی انسلٹ برداشت کر سکتا ہے؟ اسی لیے میں غصے سے چلا آیا۔''

وہ میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی ''سوری..... مجھے معاف کر دو۔ میں بہت زیادہ نشے میں تھی۔''

میں نے اپنا ہاتھ اس سے چھڑاتے ہوئے کہا ''اتنا بھی نشہ کسی کو نہیں ہوتا کہ وہ اچھے برے کی تمیز بھول جائے۔ تم نے ایک ویٹر کو مجھ پر ترجیح دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ تمہارا معیار کتنا گرا ہوا ہے! اور تم اپنی جوانی ایسے چھوٹے لوگوں میں لٹاتی رہتی ہو۔''

وہ عاجزی سے بولی ''پلیز..... مجھے ایسا الزام نہ دو۔

میں نشے میں تھی۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اس ویٹر کو بھی دروازے سے بھگا دیا تھا۔ میرا یہ حسن اور میرا یہ بدن صرف تمہارے لیے ہے۔ اسے آج تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔''

وہ بڑی مکاری سے سفید جھوٹ بول رہی تھی اور اپنی پارسائی کی قسمیں کھا رہی تھی۔ ایسے وقت میں نے اس کے دماغ میں سرگوشی کی اور آہستگی سے کہا ''بلیک میلر.....''

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر سوچنے لگی ''کیا یہ آواز ابھی میرے اندر آئی تھی؟ یا یہ میری اپنی سوچ تھی؟ مجھے وہ بلیک میلر بہت یاد آرہا ہے۔ کم بخت نے رات کو فون کیا تھا کہ آدھے گھنٹے بعد پھر رابطہ کرے گا۔ اس کے بعد سے اس نے اب تک کوئی رابطہ نہیں کیا ہے۔ وہ اپنا مطالبہ نہیں بتا رہا ہے۔ اس نے وہ دونوں کیسٹس واپس نہیں کی ہیں۔ پتا نہیں کیا ہونے والا ہے؟''

میں نے پوچھا ''کیا بات ہے؟ تم نے سر کیوں تھام لیا ہے؟''

وہ جلدی سے اپنا ہاتھ سر پر سے ہٹاتے ہوئے بولی ''نہیں..... کچھ نہیں۔ بس یونہی ذرا سر میں درد ہو رہا تھا۔''

میں نے کہا ''بہت زیادہ پی لینے سے سر اسی طرح بھاری ہو جاتا ہے۔''

وہ بولی ''میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔ خود کو بہت تنہا محسوس کر رہی ہوں۔ عجیب سی گھبراہٹ ہے۔ مجھے اس وقت تمہارا ساتھ چاہیے۔ کیا تم اپنا ضروری کام چھوڑ کر میرے ساتھ کہیں چل نہیں سکتے؟ ذرا تفریح نہیں کر سکتے؟ تمہارے ساتھ ذرا میرا دل بہل جائے گا۔''

میں نے اس کے اندر ٹوائلٹ جانے کی حاجت پیدا کی۔ وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی ''میں ابھی واش روم سے آتی ہوں۔''

وہ وہاں سے چلتی ہوئی واش روم کا دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔ میں نے اسی وقت ریسیور اٹھا کر اس کے موبائل کے نمبرز پنچ کیے۔ اسے واش روم کے اندر اپنے موبائل کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر کہا ''ہیلو..... کون ہے؟''

میں نے اسی طرح بھرائی ہوئی آواز میں کہا ''میں ہوں۔ مجھے میری آواز سے پہچانو۔ تمہاری ایک دکھتی ہوئی رگ میری چٹکی میں دبی ہوئی ہے۔''

اس نے پریشان ہو کر بند دروازے کی طرف دیکھا پھر آہستگی سے کہا ''تم کل کہاں رہ گئے تھے۔ تم نے فون کیوں نہیں کیا؟ تم اپنا مطالبہ بتاؤ۔ ہم تمہارا ہر مطالبہ پورا کریں گے۔ پلیز..... وہ دونوں کیسٹ اور ان کی ماسٹر کاپیاں ہمارے حوالے کر دو۔''

''تم اتنی جلدی جلدی بول رہی ہو، جیسے تم نے سب کچھ طے کر لیا ہے؟ اور تمہاری مرضی کے مطابق وہی ہوگا جو تم چاہتی ہو؟ ہرگز نہیں..... ہوگا وہی جو میں چاہتا ہوں۔''

''تو پھر جلدی بولو۔ تم کیا چاہتے ہو؟ میں اس وقت گھر میں نہیں ہوں۔ شاہنا بائی کے اسپتال میں ہوں۔ پلیز۔ جلدی بولو۔ مجھے پریشان نہ کرو۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ مجھے ایسی بلیک میلنگ سے نجات دلا دو۔''

''میں نے اس ویڈیو کیسٹ کے ذریعے تمہارا بدن دیکھا ہے۔ تم اس ویٹر کے ساتھ تھیں اور مجھے غصہ آرہا تھا۔ اتنا خوب صورت بدن رکھ کر تم نے اسے کوڑیوں کے مول تباہ کر ڈالا ہے۔ بہرحال..... ایک بار غلطی کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دوسری بار ایسا نہ کرنا۔''

''میں تم سے وعدہ کرتی ہوں۔ قسم کھاتی ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گی۔''

''ہاں۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ تم اس خوب صورت بدن کو سنبھال کر رکھو۔ میں تمہارے بدن کی اور زیادہ ویڈیو فلمیں تیار کروں گا۔ تمہاری بلیو فلمیں مارکیٹ میں بڑے مہنگے داموں فروخت ہوں گی۔''

''یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ میں کوئی بازاری لڑکی نہیں ہوں۔''

''اب تم لڑکی کہاں ہو؟ عورت بن چکی ہو۔ تمہیں تو وہی کرنا ہوگا جو میں چاہتا ہوں۔ اچھی طرح غور کرو اور اپنے باپ سے بھی بات کرو۔ وہ تو بڑا بے غیرت ہے۔ خوشی سے راضی ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اس طرح بھی دولت ہاتھ آئے گی۔''

میں نے فون بند کر دیا۔ وہ ہیلو ہیلو کہتی رہی پھر اس نے موبائل کو آف کر کے اپنے پرس میں رکھا۔ پریشان ہو کر آئینے میں اپنے عکس کو دیکھنے لگی۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ اس کے موبائل میں میرا فون نمبر فیڈ ہو چکا تھا۔ میں نے اسے مجبور کیا کہ وہ ریسیو کی ہوئی کال کا نمبر مٹا دے۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ایسا ہی کیا۔ وہ پریشان ہو کر اپنا سر تھام کر سوچنے لگی کہ کس بری طرح پھنس گئی ہے؟ اس بلیک میلر سے کس طرح نجات حاصل کرے؟

اس نے ٹشو پیپر کی مدد سے اپنے چہرے کو اِدھر اُدھر سے

پونچھا پھر ہلکا سا میک اپ کرنے لگی۔ تاکہ وہ مجھے فریش دکھائی دے اور اس کی پریشانی کسی طرح ظاہر نہ ہو پھر اس کے بعد وہ واش روم کا دروازہ کھول کر میرے پاس آگئی۔ سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

میں نے پوچھا ''کیا ہوا.....؟''

وہ چونک کر مجھے دیکھتے ہوئے بولی ''جی.....؟ کچھ بھی نہیں۔ مجھے کیا ہوگا؟''

''تم واش روم میں جانے سے پہلے چہک رہی تھیں۔ واپس آئیں تو بالکل گم صم ہو؟ تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو؟''

''نن..... نہیں تو..... میں بھلا کیا چھپاؤں گی؟ ہاں.....

وہ میں کہہ رہی تھی کہ پلیز..... میرا کچھ خیال کرو۔ میں بہت پریشان ہوں۔ میری بات مان کر اپنا کام چھوڑ دو۔ مجھے کہیں کسی تفریح گاہ میں لے چلو۔''

''ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔ تم جانتی ہو کہ یہاں مجھ پر کتنی بڑی بڑی ذمے داریاں ہیں۔ میں انہیں یونہی چھوڑ کر تو نہیں جا سکتا۔ ہاں اگر تم پریشان ہو تو یہ اسپتال ہے۔ یہاں ہر مرض کی دوا ہے تو پھر پریشانی کی بھی دوا مل سکتی ہے۔ ڈاکٹر تمہیں کچھ ایسی گولیاں دیں گے یا انجکشن لگائیں گے کہ تم بالکل نارمل ہو جاؤ گی۔ پریشانیوں سے نجات مل جائے گی۔ اگر تم چاہو تو تھوڑی دیر تک یہاں اسپتال کے کسی کمرے میں لیٹ سکتی ہو، آرام سے سو سکتی ہو۔ جب تک سوتی رہو گی، پریشانیوں سے نجات حاصل کرتی رہو گی۔''

''یہ نجات حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ میں تمہیں چاہتی ہوں، تمہارا ساتھ چاہتی ہوں۔ تمہارے سینے سے لگنا چاہتی ہوں۔ مجھے گلے سے لگاؤ، مجھے پیار کرو۔ پلیز..... مجھے کہیں لے چلو۔''

وہ ضد کر رہی تھی، ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئی تھی۔ آسانی سے پیچھا چھوڑنے والی نہیں تھی۔ جبکہ میں نے اسے بلیک میلر بن کر پریشان کیا تھا تاکہ وہ یہاں سے چلی جائے اور اپنے باپ کے پاس جا کر مشورے کرے کہ اس سے پہلے کہ بدنامی کو پر لگ جائیں، اس کی وہ بے حیائی کھل کر سامنے آجائے، وہ مجھے ٹریپ کر لینا چاہتی تھی۔ وہ جس طرح بلیک میل ہو رہی تھی۔ اسی طرح ایک بار میرے ساتھ ایک ویڈیو فلم تیار کرنا چاہتی تھی تاکہ آئندہ مجھے بلیک میل کر سکے اور میری دولت سے فائدہ اٹھاتی رہے۔ اپنے اس بلیک میلر کا منہ بھرتی رہے۔

میں ایسی عورتوں سے نجات حاصل کرنا خوب جانتا ہوں۔ میں نے اس کے اندر ابکائی کا احساس پیدا کیا۔ وہ

عملی طریقے
کتاب میں شامل چند عنوانات
✧ ہپناٹیزم کی ابتدائی تاریخ
✧ ہپناٹیزم کیا ہے؟
✧ ہپناٹیزم کے مزید طریقے
✧ ہپناٹیزم اور ذہنی گہرائیاں
✧ طبی استعمال
✧ اثر کی شدت
✧ جذباتی الجھنوں کا علاج
✧ روحانی قوتیں
✧ ہپناٹیزم کے ذریعے شخصی خامیاں دور
قیمت:-/60 روپے
ڈاک خرچ:-/23 روپے
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطہ کیلئے: C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے میں روڈ کورنگی روڈ کراچی

فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ منہ پر ہاتھ رکھ کر ابکائی لینے کے انداز میں تیزی سے چلتی ہوئی واش روم میں چلی گئی پھر وہاں واش بیسن پر جھک کر ایسے ابکائیاں لینے لگی۔ جیسے جی متلا رہا ہو اور اس کے اندر کچھ ہو رہا ہو۔ میں نے واش روم کے دروازے پر آ کر پوچھا ''یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ تمہیں تو فوراً ہی ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے۔ جسٹ اے منٹ۔ میں ابھی ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔''

وہ وہاں سے پلٹ کر لڑکھڑاتی ہوئی آ کر مجھ سے لپٹ گئی پھر بولی ''نہیں۔ مجھے ڈاکٹر کی نہیں۔ تمہاری ضرورت ہے۔ پلیز مجھے تھام لو۔ اتنی زور سے جکڑ لو کہ میرے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔''

''میں تمہارے الگ الگ حصوں کا کیا کروں گا؟ تمہیں فوری طور پر ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ آؤ۔ میرے ساتھ چلو۔''

میں نے اسے اپنے ساتھ چلنے پر مائل کیا تو وہ اس دفتر سے نکل کر لفٹ کے پاس آئی پھر ہم لفٹ کے ذریعے نیچے اسپتال میں ایک لیڈی ڈاکٹر کے پاس پہنچ گئے۔ لیڈی ڈاکٹر نے فوراً ہی اٹھ کر مجھے سلام کیا۔ میں نے کہا ''مس بندیا کی طبیعت اچانک ہی خراب ہوگئی ہے۔ پلیز..... آپ ابھی اسے چیک کریں۔''

بندیا نے کہا ''مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ میں ابھی ٹھیک ہو جاؤں گی پلیز۔ یہاں سے چلو۔ میں چیک اپ نہیں کراؤں گی۔''

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ لیڈی ڈاکٹر کے ساتھ پارٹیشن کے دوسری طرف چلی گئی۔ وہاں ایک اسٹریچر بیڈ پر جا کر لیٹ گئی۔ میں معائنے کے دوران میں ڈاکٹر کے دماغ پر حاوی ہوگیا۔ وہ چیک کرنے کے بعد میری مرضی کے مطابق بولی ''مسٹر دھرم ویر آپ کو مس بندیا کہہ رہے تھے۔''

وہ بولی ''جی ہاں۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے۔''

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے اس مس کو دیکھا پھر کہا ''آؤ۔ چیمبر میں چلو۔''

وہ دونوں پارٹیشن سے باہر میرے پاس آئیں۔ ڈاکٹر نے پوچھا ''مسٹر دھرم ویر! آپ مس بندیا کو کس حد تک جانتے ہیں؟''

''میں کچھ زیادہ تو نہیں جانتا۔ اتنا معلوم ہے یہ کہ شانتا بائی کی رشتے دار ہیں۔ یہ مجھ سے ملنے آئی تھیں۔ اچانک ان کی طبیعت خراب ہوگئی۔ اس سے زیادہ میں انہیں نہیں جانتا۔''

''مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، یہ مس نہیں ہیں۔ ماں بننے والی ہیں۔''

''یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟'' بندیا نے چیختے ہوئے کہا۔

لیڈی ڈاکٹر نے ناگواری سے کہا ''زبان سنبھال کر بولو۔ میں ڈاکٹر ہوں۔ بکواس نہیں کر رہی ہوں۔ جو سچ ہے، وہی کہہ رہی ہوں۔ جاؤ دنیا کے کسی ڈاکٹر سے بھی چیک کرالو۔ رپورٹ یہی ہوگی کہ تم ماں بننے والی ہو۔''

میں نے ڈاکٹر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا ''پلیز آپ غصہ نہ کریں۔ آپ نے اس کی توقع کے خلاف ایسی رپورٹ سنائی ہے کہ یہ پریشان ہوگئی ہے۔ غصہ میں الٹی سیدھی باتیں کر رہی ہے۔ میں اس کی طرف سے معافی مانگتا ہوں۔ یہ شانتا بائی کی رشتے دار ہیں۔ پلیز آپ ان کی عزت کا خیال کریں اور یہ بات کسی کو نہ بتائیں۔''

میں بندیا کو بازو سے پکڑ کر کھینچتا ہوا چیمبر سے باہر لے آیا پھر غصہ سے کہا ''ایک تو تم نے اتنی بڑی غلطی کی ہے۔ اوپر سے ڈاکٹر کو غصہ دکھا رہی ہو۔''

وہ روتی ہوئی صورت بنا کر بولی ''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ میں ماں کیسے بن سکتی ہوں؟''

''تم ماں کیسے بن سکتی ہو، یہ بچے کے باپ سے جا کر پوچھو۔''

وہ جھنجلا کر پاؤں پٹختی ہوئی بولی ''کیا پوچھوں؟ کس سے پوچھوں، جب ایسا کچھ ہے ہی نہیں تو پھر میں کس سے پوچھوں؟''

''اتنی زور سے پاؤں پٹخ رہی ہو۔ ننھی جان پر اثر پڑے گا۔''

اس کا ہاتھ بے اختیار اپنے پیٹ پر گیا پھر وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی ''تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔''

''مذاق تو تم اپنا اڑا رہی ہے۔ جاؤ اپنے باپ کو اور خاندان والوں کو بتاؤ کہ کیا گل کھلا رہی ہو۔ تم کتنی جھوٹی اور مکار ہو۔ تھوڑی دیر پہلے قسمیں کھا کر یقین دلا رہی تھیں کہ بڑی پارسا ہو۔ تمہیں کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ جاؤ یہاں سے..... خبردار! آئندہ میرے آفس میں قدم بھی نہ رکھنا۔''

وہ غصے سے تنتناتی ہوئی جانے لگی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ صرف ایک رات کی غلطی سے دوسری صبح بچہ اپنی آمد کا اعلان کرنے لگے گا۔ ایسا تو اس نے دیکھا تھا، نہ سنا تھا۔

وہ اپنی کار میں بیٹھ کر اسے تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی

دوسرے اسپتال میں گئی۔ وہاں ایک لیڈی ڈاکٹر اس کی سہیلی تھی۔ اس نے ڈاکٹر شیلا کے چیمبر میں آ کر کہا ''شیلا! میں بہت پریشان ہوں۔ دوسرے مریضوں کو چھوڑو۔ پہلے میرا چیک اپ کرو۔ پلیز!''

وہ بولی ''ایسی بھی کیا پریشانی ہے۔ آرام سے بیٹھو۔ میں ابھی چیک اپ کروں گی۔''

''نہیں۔ فوراً اٹھو۔ دوسرے کمرے میں چلو۔''

ڈاکٹر شیلا نے دوسرے مریضوں سے معذرت چاہی پھر اس کے ساتھ چلتی ہوئی دوسرے کمرے میں آ کر بولی ''کیا بات ہے؟ کبھی کوئی پریشانی تمہیں چھو کر نہیں جاتی۔ تم فکر و پریشانی کو خاطر میں نہیں لاتی ہو پھر آج کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہو؟''

''ایک لیڈی ڈاکٹر نے میرا معائنہ کیا تھا۔ وہ بکواس کر رہی ہے کہ میں ماں بننے والی ہوں۔ میں اس کا منہ نوچ لوں گی۔ پہلے تم میرا چیک اپ کرو اور یہ کنفرم کرو کہ وہ کتے کی بچی جھوٹ بول رہی ہے۔''

وہ ایک بیڈ پر لیٹ گئی۔ ڈاکٹر شیلا قریب آ کر اس کا معائنہ کرنے لگی۔ میں اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ اسے تشویش بھری نظروں سے دیکھ کر بولی ''بندیا! تم میری سہیلی ہو۔ مجھ سے جھوٹ نہ بولو۔ یہ بچہ کس کا ہے؟''

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بولی ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''جو سچ ہے، وہی کہہ رہی ہوں۔''

اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس کی سہیلی اس سے جھوٹ نہیں بول سکتی تھی۔ اسے یقین کرنا پڑا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی ''پلیز، اس بچے کو ضائع کر دو۔''

شیلا اپنا ہاتھ چھڑا کر بولی ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں ایک بچے کو مارنے کا پاپ نہیں کروں گی۔''

''کیا تم بڑی رقمیں لے کر ایسا نہیں کرتی ہو؟''

''کرتی تھی۔ اب نہیں کروں گی۔''

''میں تمہیں منہ مانگی رقم دوں گی۔''

شیلا نے میری مرضی کے مطابق اسے ایک زور کا طمانچہ مارا پھر کہا ''چلی جاؤ یہاں سے۔ نہ جانے کس کا پاپ اٹھائے پھر رہی ہو۔ بے شرم! تم سے تو بازاری عورتیں اچھی ہوتی ہیں۔ میں تمہارے جیسی بے شرم لڑکی کا بوجھ ہلکا نہیں کروں گی۔ پاپ کی گٹھڑی اٹھاتی پھرو۔''

شیلا نے اسے دھکا دیا ''چل۔ نکل یہاں سے.....''

وہ چیخ چیخ کر بول رہی تھی۔ دوسری مریض عورتیں ہنس رہی تھیں۔ وہ مارے شرم کے منہ چھپاتی ہوئی، تیزی سے چلتی ہوئی اسپتال کے باہر آ گئی۔ اس کا رونے کو جی چاہ رہا تھا۔ یہ سوچ کر سر چکرا رہا تھا کہ بدنامی کو پر لگیں گے اور وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔

اس نے فون کے ذریعے باپ کو مخاطب کیا ''ڈیڈی! میں بہت پریشان ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟ بڑی بدنامی کی بات ہے۔ میں ماں بننے والی ہوں۔''

وہ دہاڑتا ہوا بولا ''کیا بکواس کر رہی ہو؟ کیا تم کسی ڈاکٹر کے پاس گئی تھیں؟''

اس نے بتایا کہ ایک نہیں دو لیڈی ڈاکٹروں نے معائنہ کیا ہے اور دونوں نے ماں بننے کی تصدیق کی ہے۔ امیش بھاسکر نے کہا ''گھر آ جاؤ۔ میں کسی ڈاکٹر سے بات کرتا ہوں۔ اس بچے کو فوراً ہی ختم کرانا ہوگا۔''

میں نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا ''ہیلو۔ کیا تم مجھے آواز سے پہچان رہے ہو؟''

''تم.....؟ تم کل رات فون پر رابطہ کرنے والے تھے اور اب بات کر رہے ہو۔ پلیز اس ویڈیو کیسٹ کی قیمت بتاؤ۔ کتنی رقم چاہتے ہو۔''

''فی الحال ویڈیو کیسٹس کو ایک طرف رکھو اور میری باتیں توجہ سے سنو۔ مجھے ڈاکٹر شیلا نے بتایا ہے کہ تمہاری بیٹی ماں بننے والی ہے۔ لہٰذا اسے ماں بننا چاہیے۔ اگر اس بچے کو ضائع کیا جائے گا تو میں دونوں ویڈیو کیسٹس کو تمہارے خاندان میں اور تمہاری اونچی سوسائٹی میں ہر جگہ پہنچا دوں گا۔''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب وہ ایسے شکنجے میں تھا اس مصیبت سے چھٹکارے کے لیے بیٹی کو کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس نہیں لے جا سکتا تھا۔ جبکہ وہ حاملہ نہیں تھی۔ میں نے ان باپ بیٹی کو ایسی مصیبت میں مبتلا کیا تھا، جو مصیبت تھی ہی نہیں..... صرف ایک دہشت تھی۔

☆☆☆

ہائے عدنان.....!

تو اسی لیے پیدا ہوا تھا کہ باپ دادا کو اور دادی کو، اپنوں کو، بیگانوں کو اور سب ہی کو اپنے پیچھے دوڑاتا رہے۔

وہ سب ہی اسے تلاش کر رہے تھے۔ روم کے اندر اور باہر جتنے بھی کھنڈرات تھے ہر جگہ اسے جا کر دیکھ لیا لیکن نہ تو وہ نظر آیا اور نہ ہی کفن پوش کنواری دکھائی دی۔ اب اسے کفن پوش بھی نہیں کہہ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنا کفن وہیں چھوڑ گئی تھی۔

عدنان کو تلاش کرنے کی ایک ہی صورت رہ گئی تھی کہ اس کے دماغ میں جا کر اس کے خیالات پڑھے جائیں لیکن بعض اوقات اس کے خیالات گڈمڈ ہو جاتے تھے پھر اس کے اندر جانے کے بعد کچھ پتا نہیں چل پاتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ کس کے ساتھ ہے؟ اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟

سونیا نے الپا، اعلیٰ بی بی اور عبداللہ وغیرہ سے کہا ''اسے صرف کھنڈرات میں تلاش نہ کرو۔ شہر میں بھی دیکھو آلہ کار بنائے رہو اور ان کے ذریعے اسے جگہ جگہ تلاش کرتے رہو۔''

وہ تقریباً سات گھنٹے تک اسے تلاش کرتے رہے پھر سونیا تھک ہار کر واپس ہوٹل میں آ گئی۔ الپا نے کہا ''مما! میں بہن سے کہتی ہوں کہ اب عدنان اس شہر میں نہیں ہے۔ وہ پراسرار کفن پوش کنواری اسے اس شہر سے باہر کہیں بہت دور لے گئی ہے۔''

سونیا نے کہا ''میں حیران ہوں، اگر وہ شیوانی ہے تو ایسا کیوں کر رہی ہے؟ اور نہیں بھی ہے تو ہم سے اس کی دشمنی کیا معنی رکھتی ہے، جبکہ وہ اب تک دوستی کا ثبوت دیتی آئی ہے۔ وہ میرے پوتے کو تھوڑی دیر بھٹکنے تو دیتی ہے مگر پھر اسے ہڈیوں تک پہنچا دیتی ہے۔ میں خود بھٹک گئی تھی، سب کو بھول گئی تھی۔ اسی پراسرار شیوانی نے میرے پوتے کے ذریعے مجھے تم سب سے ملایا ہے۔''

الپا نے کہا ''ہمیں اس عورت سے اچھائی کی توقع رکھنی چاہیے۔ بے شک وہ عدنان کو تھوڑی دیر کے لیے بھٹکاتی ہے مگر ہم تک دوبارہ پہنچا دیتی ہے۔ اس بار بھی ضرور پہنچائے گی۔ آپ کا پوتا اپنی اس ماں کو آپ کے پاس ضرور لے کر آئے گا۔''

وہ سب عدنان کی تلاش میں اس قدر سرگرداں رہے کہ جیک کلر کو بھول گئے۔ عدنان کے سامنے اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ پہلے اسے تلاش کرنا ضروری تھا۔ یہ سوچا گیا تھا کہ جیک کلر بھی بے ہوش ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد بھی وہ ذہنی کمزوری میں مبتلا رہے گا۔ بعد میں اسے اپنے قابو میں کر لیا جائے گا۔

تین چار گھنٹے بعد عبداللہ کو خیال آیا کہ جیک کلر کی بھی خبر لینی چاہیے۔ باقی سب لوگ تو عدنان کو تلاش کر رہے ہیں۔ کیوں نہ اس دشمن کے دماغ میں جا کر اسے اپنا تابعدار بنا لینا چاہیے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اس کی خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔ اس نے سوچا ''جیک کلر یا تو دماغی توانائی حاصل کر چکا ہے یا پھر اس کے ساتھی نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے؟''

اس نے سونیا سے کہا ''وہ کم بخت جیک کلر ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے۔''

''فی الحال اسے جہنم میں جانے دو۔ پہلے میرا پوتا مل جائے۔ اس کے بعد پھر اس سے نمٹ لیا جائے۔ آئندہ وہ دنیا کے کسی حصے میں بھی ہتھیار فروخت کرنے کا دھندا نہیں کر سکے گا۔ کرے گا تو ہماری نظروں میں آ جائے گا۔''

مہا دھابی نے اپنے ساتھی جیک کلر کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اس نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اسے اسپتال پہنچایا تھا۔ جب وہ ہوش میں آیا اور اس کی مرہم پٹی ہو گئی تو اس نے اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کر دیا اور اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔

مہا دھابی کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ پہلے وہ صرف ایشیا میں ہتھیار فروخت کرتا تھا۔ اس کی مارکیٹ ایشیا تک محدود تھی۔ یورپ میں جیک کلر چھایا ہوا تھا اور امریکا میں سینڈی گرے اپنی مارکیٹ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ اب وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں رہے تھے۔ پہلے سینڈی گرے مر گیا اور اس کی امریکا والی مارکیٹ مہا دھابی اور جیک کلر

سسپنس ڈائجسٹ کے مشہور سلسلے کتابی شکل میں دستیاب ہیں

موت کے سوداگر
ہوش مندوں کی کہانی ہوش مندوں کے لیے
8 حصے (جاری) قیمت فی حصہ 60 روپے
الگ الگ فی حصہ 23 روپے
موت کے ان سوداگروں کا مزا جو اپنے بچوں کو اپنے ہی ہاتھوں زہر پلا رہے ہیں
8 حصے ایک ساتھ منگوائیے ڈاک خرچ معاف

طالوت
ہاتھی کا دانتوں جیسا سلسلہ جو تین نسلوں تک نہیں ہضم ہوسکے
3 حصے (مکمل) قیمت فی حصہ 60 روپے
الگ الگ فی حصہ 23 روپے
ایسے موضوع جن کے بارے میں لوگ کھل کر بات نہیں کرتے ہیں کہ ہم کہانی ★ پراسرار اغوا کے اور پراسرار کہانیوں کے شوقین کے لیے
تینوں حصے ایک ساتھ منگوائیے ڈاک خرچ صرف 29 روپے

رعایت صرف پیشگی منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی دی جا سکے گی

کتابیات پبلی کیشنز
بلڈنگ نمبر 23 کراچی 74200
فون: 5802551 فیکس: 5802552-5895313
E-mail: kitabiat99@yahoo.com

کے ہاتھوں میں آ گئی پھر جیک کلر مہا دھابی کا غلام بن گیا۔ اب ایشیا، یورپ اور امریکا کی پوری مارکیٹ مہا دھابی کے ہاتھوں میں آ گئی تھی۔ اس نے یہ طے کرلیا تھا کہ مجھ سے اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہمیشہ دور رہے گا اور روپوش رہ کر اپنا دھندا جاری رکھے گا۔

اعلیٰ بی بی سونیا کے دماغ میں آئی پھر خوش ہو کر بولی۔ ''مما! اب اس کے خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے ہیں۔ میں اس کے خیالات پڑھ رہی ہوں۔ وہ اس وقت سمندر کے کنارے اس عورت کے ساتھ ہے۔''

سونیا سیدھی ہو کر بیٹھ گئی پھر بولی ''اس وقت آدھی رات ہونے والی ہے۔ وہ عورت اسے اس وقت سمندر کے کنارے کیوں لے گئی ہے؟''

''سمندر کے ساحل پر تاریکی نہیں ہے۔ بڑی بڑی ہیڈ لائٹس کے ذریعے ایسی روشنی کا انتظام ہے جیسے دن کا وقت ہو۔ وہاں اس وقت بے شمار مرد، عورتیں، بوڑھے اور بچے بھی ہیں۔''

''تو پھر جاؤ، پہلے اس سمندر کے کنارے پہنچو۔ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اسے دیکھو کہ وہ کہاں ہے؟''

''میں نے سسٹر اور عبداللہ سے کہہ دیا ہے وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے ادھر گئے ہوئے ہیں۔ اسے تلاش کر رہے ہیں۔ میں اس وقت عدنان کے خیالات پڑھ کر آپ کو بتا رہی ہوں۔ وہ وہاں بہت خوش ہے۔ ریت پر دوڑ رہا ہے۔ سمندر کی لہروں سے کھیل رہا ہے۔''

''تم اس کی ماں کی باتیں سنو اور اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرو۔''

اعلیٰ بی بی پھر عدنان کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ہنس رہا تھا، ایک گیند اٹھا کر اسے کک مار رہا تھا۔ وہ گیند دور چلی گئی تھی۔ وہ اس کے پیچھے دوڑتا جا رہا تھا۔ اس کے اندر شیوانی کی آواز سنائی دے رہی تھی ''بیٹے! تم نہ جاؤ۔ میں وہ گیند لے آتی ہوں۔ کم آن.....''

اعلیٰ بی بی نے اس کی آواز سنتے ہی اس کے لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچی تو ایسا لگا جیسے خیال خوانی کی لہریں دماغ کے آر پار چلی گئی ہوں۔ جیسے نظریں شیشے کے آر پار چلی جاتی ہیں۔ کہیں رکتی نہیں۔ اسی طرح سوچ کی لہریں بھی اس کنواری یا شیوانی کے خیالات پڑھے بغیر آر پار گزر گئی تھیں۔

عدنان کی سوچ سے پتا چلا کہ وہ گیند اٹھا کر دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی ہے۔ عدنان نے کہا ''بہت دیر ہوگئی۔ اب میں اپنی گرینڈ مما کے پاس جاؤں گا۔''

وہ بولی ''بیٹے! میں نے تم سے کہا تھا نا کہ ہم ضرور جائیں گے۔ میں تمہیں تمہاری دادی سے الگ نہیں کروں گی..... لیکن ذرا انتظار کرو۔''

''آپ کیوں مجھے انتظار کرنے کو کہہ رہی ہیں؟''

''اس لیے کہ تمہارے پاپا یہاں آنے والے ہیں۔''

وہ اپنے بیٹے عدنان کے باپ پورس کا انتظار کر رہی تھی۔

اور پورس اس وقت ایک جہاز میں سفر کر رہا تھا۔ چلّی سے روم کی طرف آ رہا تھا۔ اپنی سیٹ پر آرام سے بیٹھا اپنے بیٹے عدنان اور شیوانی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سوچتے سوچتے اس نے ایک ذرا آنکھ بند کی تو روشنی کا جھماکا سا ہوا۔ اسے عدنان مسکراتا ہوا سمندر کے کنارے ہنستا کھیلتا ہوا دکھائی دیا پھر ایک مترنم سی ہنسی سنائی دی۔ ایک رس بھری آواز نے کہا ''بیٹے! دور نہ جاؤ۔ ادھر آؤ۔''

پورس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ منظر غائب ہوگیا۔ اب جہاز کا اندرونی منظر دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے پھر سے آنکھیں بند کرلیں۔ روشنی کا پھر ایک جھماکا سا ہوا۔ ایک نہایت ہی خوب صورت سی البیلی سی دوشیزہ بڑے ناز و انداز سے ریت پر چلتی ہوئی اور مسکراتی ہوئی آ رہی تھی۔ پورس نے اسے دیکھتے ہی آنکھیں کھول دیں۔ وہ منظر پھر غائب ہوگیا۔ جہاز کا اندرونی منظر دکھائی دینے لگا۔

وہ سوچنے لگا ''یہ تو بالکل شیوانی ہے۔ یہ کون ہے؟ آج مجھے اتنے واضح طور پر کیوں دکھائی دے رہی ہے؟''

اس نے پھر آنکھیں بند کرلیں۔ روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا۔ اس بار وہ مزید واضح طور پر دکھائی دی۔ وہ شیوانی ہی تھی۔ اگرچہ شیوانی سے بہت کم عمر لگ رہی تھی۔ اس نے عدنان کو دونوں بازوؤں میں اٹھایا ہوا تھا۔ وہ اسے چوم رہی تھی پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ پورس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''آؤ..... میں نے بہت انتظار کیا ہے۔ آجاؤ.....''

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات (46) ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ 15 اکتوبر 2004ء میں شائع ہوگا

سسپنس ڈائجسٹ کا
مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

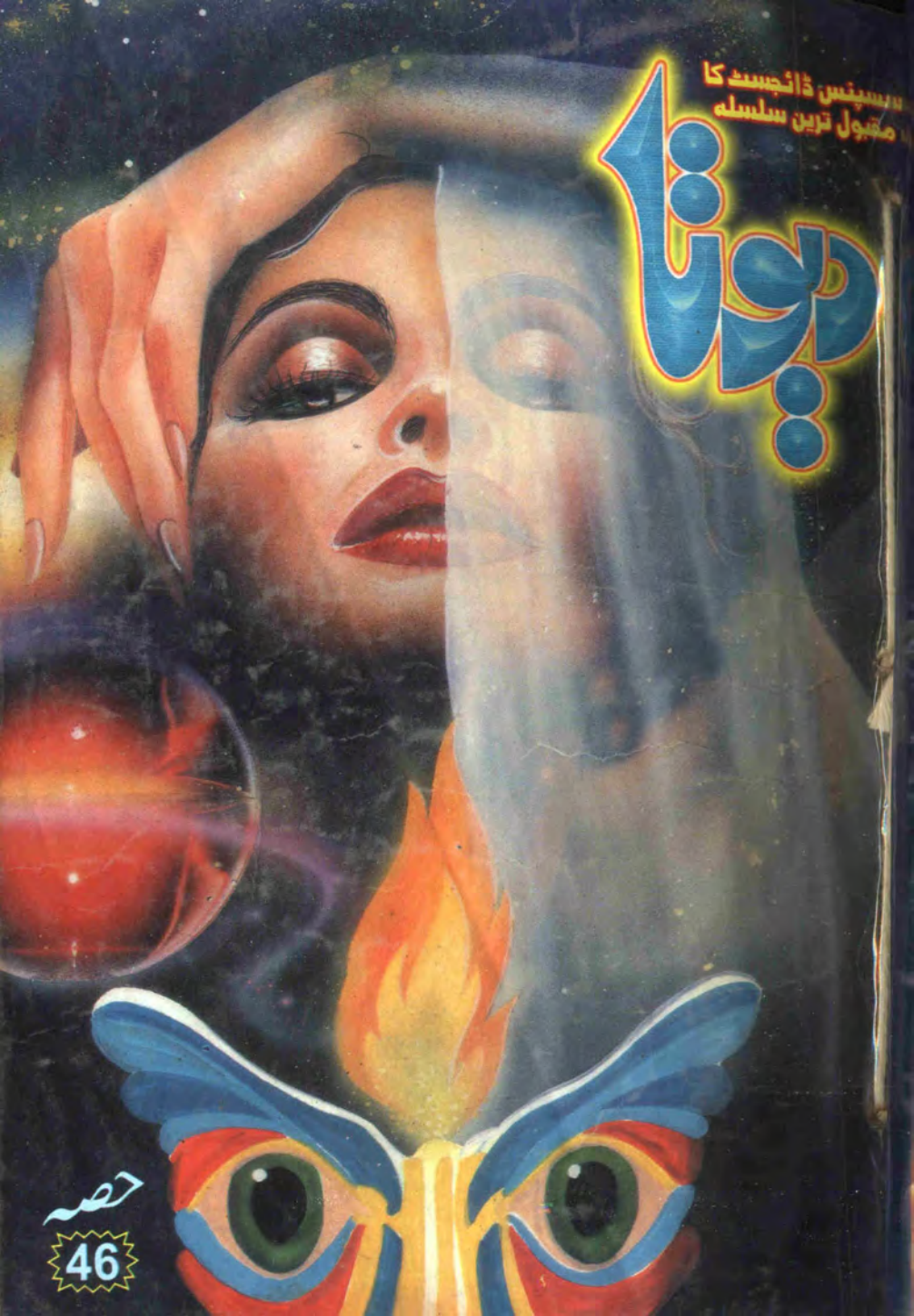

حصہ
46

دیوتا

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی
جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں
چکھا وہ جب اور جس کے ذہن میں جاگا جھانک لیتا اور
یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا دو نسلوں پر
محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی
دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔
اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے
نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے
فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس
میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

اب تک یہی ہوتا آیا تھا کہ عدنان کو آگاہی حاصل ہوتی تھی اور وہ کہا کرتا تھا کہ اس کی ممی اس کے پاس آتی ہیں۔ اس سے بولتی ہیں اور وہ جو بولتی ہیں۔ وہ اسی کے مطابق عمل کرتا رہتا ہے۔ اس کی ممی پُراسرار بنی ہوئی تھیں۔ سب ہی کے اندر یہ تجسس پیدا کیا ہوا تھا کہ وہ کون ہے؟ کہاں رہتی ہے؟ کیوں چھپ کر رہتی ہے؟ اگر وہ زندہ ہے تو اپنے بیٹے کے سامنے کیوں نہیں آتی؟

اب ایک طویل اور تھکا دینے والے انتظار کے بعد اس کے وجود کا کچھ سراغ مل رہا تھا۔ اس بار وہ آئی تھی لیکن اس طرح کہ جھلک دکھا کر اپنے بیٹے کو لے گئی تھی۔ اس طرح تجسس اور پریشانیوں میں اضافہ ہوگیا تھا۔

پہلے کسی کو یقین نہیں آیا تھا کہ شیوانی زندہ ہے لیکن اس کی زندگی کے آثار کبھی بھی یوں ملتے تھے کہ کسی نہ کسی خاص موقع پر عدنان کی آنکھوں سے شیوانی کی آنکھیں جھانکنے لگتی تھیں۔ اس بچے کی آنکھیں پہلے سے زیادہ پرکشش اور غضب ناک ہوجاتی تھیں پھر پورس کو فون کے ذریعے دلربا سے بات کرنے کے دوران میں شیوانی کی آواز اور اس کا لب ولہجہ صاف طور سے سنائی دیا تھا۔ وہ اسرار کے پردوں میں رہنے والی رفتہ رفتہ کھل رہی تھی۔ کسی دن کسی وقت بھی سامنے آنے والی تھی۔

پورس ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ چلی سے روم کی طرف جارہا تھا۔ ایسے وقت وہ پہلی بار ایک طویل عرصے کے بعد شیوانی کی جھلکیاں دیکھ رہا تھا۔ جب بھی آنکھیں بند کر رہا تھا تو وہ عدنان کے ساتھ اسے نظر آنے لگتی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ وہ بالکل شیوانی تھی۔ سر سے پاؤں تک بالکل وہی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ شیوانی شادی شدہ تھی۔ کچھ بھاری بھرکم کچھ عمر والی دکھائی دیتی تھی اور یہ جو جھلکیوں میں نظر آرہی تھی۔ وہ بہت کم سن تھی۔ شیوانی اپنی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے وقت جیسی نوخیز تھی وہ ویسی ہی نظر آرہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی ذہن تسلیم کر رہا تھا کہ وہ شیوانی ہے پھر سے اس دنیا میں آئی ہے۔

پورس جہاز کے اندر اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے گہری سوچ کے دوران میں جب آنکھیں بند کی تھیں تو پہلی بار اسے وہ نظر آئی تھی پھر اس نے آنکھیں کھول لی تھیں۔ آنکھ کھلتے ہی شیوانی اور عدنان گم ہوگئے تھے۔ اس نے دوبارہ آنکھیں بند کیں تو وہ دوبارہ نظر آنے لگے تھے۔ ایسا کئی بار ہوا تو پورس کو یقین ہوگیا کہ اسے آگاہی مل رہی ہے اور شیوانی اس کے پاس آکر اس سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔

تب اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ سوچ لیا کہ جب تک

شیوانی نظر آتی رہے گی۔ وہ آنکھیں نہیں کھولے گا۔ اس بار وہ عدنان کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کر چوم رہی تھی اور ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی ''آ ذا میں نے بہت انتظار کیا ہے۔ آجاؤ۔''

پورس نے اس کی طرف ایک ایک قدم بڑھاتے ہوئے پوچھا ''تم کون ہو؟ کیا شیوانی ہو؟ میرے بیٹے کی ماں ہو؟''

وہ گہری سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی ''میں نہیں جانتی کہ شیوانی کون ہے؟ تم کسے پوچھ رہے ہو؟ لیکن یہ جانتی ہوں کہ یہ میرا بیٹا ہے اور میں اس کی ماں ہوں اور تم میرے بیٹے کے باپ ہو۔''

''تمہاری باتیں کچھ عجیب سی ہیں۔ جب تم شیوانی نہیں ہو تو پھر میرے بیٹے کی ماں کیسے ہو؟''

وہ بولی ''یہی سوال میرے ماں باپ کرتے ہیں۔ میرے خاندان کے اور میری سوسائٹی کے لوگ پوچھتے ہیں کہ میری شادی نہیں ہوئی پھر میں کیسے کہتی ہوں کہ میرا شوہر ہے اور میرا ایک بیٹا ہے؟ میں انہیں قائل نہیں کرسکتی جو میں جانتی ہوں وہ دوسرے نہیں جانتے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ تم بھی نہیں جانتے۔''

پورس یہ سب سن رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا۔

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ''میں نے اپنا تن من سب تمہارے حوالے کر دیا۔ ہم کتنی محبت بھری زندگی گزارتے رہے پھر آج سے تین برس دس ماہ پہلے میرے پاؤں بھاری ہوگئے۔ میں نے تمہیں خوش خبری سنائی کہ میں تمہارے بیٹے کی ماں بننے والی ہوں۔ ہم سب بہت خوش تھے۔''

پورس نے حیرانی سے کہا ''کیسی باتیں کر رہی ہو؟ تین برس دس ماہ پہلے شیوانی نے مجھے ماں بننے کی خوش خبری سنائی تھی۔''

وہ بڑے دکھ سے بولی ''خوش خبری میں نے سنائی تھی میں ماں بننے والی تھی۔ تم شیوانی کا نام کیوں لے رہے ہو؟''

پورس نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ وہ بولی ''جب میرے پورے دن ہوئے اور میں ماں بننے والی تھی تو میرے ہونے والے بچے کی دادی میرے ساتھ تھی۔ ایک اسپتال میں میری ڈیلیوری ہونے والی تھی۔ ایسے وقت کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا میرے بچے کو مارڈالنا چاہتا تھا۔''

پورس حیرانی سے سن رہا تھا۔ اس سے چپ نہ رہا گیا۔ بولا ''تم تو بالکل وہی داستان سنا رہی ہو جو شیوانی کے ساتھ گزر چکی ہے۔ شیوانی جب میرے بیٹے عدنان کو جنم دینے والی تھی۔ تب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا راسپوٹین میرے بچے کو مارڈالنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت میری مما یعنی عدنان کی دادی نے عدنان کی حفاظت کی تھی۔

وہ بولی ''ہاں..... جب میں نے عدنان کو جنم دیا تو اسے میرے پہلو میں لاکر رکھا گیا تھا۔ میں بہت بیمار تھی۔ ڈیلیوری نارمل نہیں ہوئی تھی۔ میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھی۔ ایسے میں کوئی ظالم ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے بچے کو مارڈالنا چاہتا تھا پھر اس کی دادی اسے میرے پہلو سے اٹھا کر لے گئی۔ اسپتال کے میٹرنٹی وارڈ میں اس بچے کو کسی دوسری عورت کے پہلو میں لے جا کر رکھ دیا۔''

''ہاں..... بالکل یہی بات ہے۔ اس دوسری عورت کا نام لیزا تھا۔ اس نے جڑواں بچے پیدا کیے تھے۔ ایک بچہ زندہ رہ گیا تھا۔ دوسرا مر گیا تھا۔ میری مما نے اس مردہ بچے کو لاکر تمہارے پہلو میں رکھا۔ اس طرح وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا راسپوٹین دھوکا کھا گیا کہ تم نے ایک مردہ بچے کو جنم دیا ہے۔ جبکہ تمہارا زندہ بچہ اس یہودی عورت لیزا کے پاس تھا۔''

وہ پورس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی ''میرے ساتھ بہت برا ہوا تھا۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے راسپوٹین سے تو نجات مل گئی تھی میرا بچہ بچ گیا تھا۔ وہ یہودی عورت لیزا اپنے شوہر بنجامن کے ساتھ اسے وہاں سے لے گئی تھی۔ میں کچھ نہ کہہ سکی۔ کیونکہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہ کر مرگئی تھی۔''

پورس نے اسے چونک کر دیکھا پھر حیرانی سے پوچھا ''جب تم مرگئی تھیں تو اب زندہ کیسے ہو؟''

وہ الجھی ہوئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دے، پھر اس نے کہا ''میں اس وقت کوما میں تھی۔ پتا نہیں کتنے دن بے حس و حرکت پڑی رہی تھی۔ ایسے وقت ہی میں نے یہ سب کچھ دیکھا تھا کہ میں تمہارے بیٹے کی ماں بن گئی ہوں اور میرا بیٹا مجھ سے چھین لیا گیا ہے اور میری موت واقع ہوئی ہے۔ اس کے بعد ہی میں کوما سے نکل آئی تھی۔ یہ میرے والدین کا بیان ہے۔

میرے والدین ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ میں بچپن سے نیچرل ہوں۔ ایسی حرکتیں اور باتیں کرتی ہوں جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ میں نیم پاگل ہوں یا کوئی غیر معمولی لڑکی ہوں۔ خوابوں خیالوں اور نہ جانے کس دنیا کی باتیں کرتی رہتی ہوں۔

''انہوں نے مجھے ذہنی مریضہ سمجھ کر کتنے ہی ڈاکٹروں سے علاج کروایا۔ کتنے ہی ماہرین نفسیات سے رجوع کیا۔ میرا نفسیاتی ٹریٹمنٹ جاری رکھا لیکن میں بچپن سے جیسی تھی

ویسی ہی رہی۔

''میں بچپن سے ہی گم صم رہنے کی عادی تھی۔ جہاں بیٹھتی تھی وہیں بیٹھی رہتی تھی۔ مجھے دیکھ کر میرے والدین کہتے تھے کہ میں کند ذہن ہوں۔ نہ کچھ بولتی ہوں نہ کچھ سمجھتی ہوں۔ جبکہ میں اندر سے بہت کچھ سوچتی تھی سمجھتی تھی لیکن ظاہر نہیں کرتی تھی۔

''میں نے چھ یا سات برس کی عمر میں محسوس کیا کہ مجھے پردوں کے پیچھے یا دیواروں کے پیچھے کچھ نظر آتا ہے۔ میں اپنے بیڈ روم میں تھی تو مجھے ایسا لگا کہ جیسے دیوار کے اس پار کوئی موجود ہے۔ کمرے کی کھڑکیاں بند تھیں۔ برف باری کی وجہ سے میں نے کھڑکی کے دروازے بند رکھے تھے۔ باہر اتنی برف جمی ہوئی تھی کہ کھڑکی کے پٹ نہیں کھل سکتے تھے۔ میں بیڈ سے اتر کر دروازہ کھول کر باہر جانا چاہتی تھی۔ میری ممی نے پوچھا ''ایسے وقت کہاں جا رہی ہو؟''

میں نے کہا ''باہر کوئی موجود ہے۔ وہ چوری کرنے آیا ہے۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔ کھڑکی دروازے بند ہیں۔ باہر برف باری ہو رہی ہے۔ اندھیرا ہے اور اس لڑکی کو وہاں کوئی نظر آرہا ہے۔ یہ خود تو پاگل ہے اب ہمیں بھی پاگل بنانا چاہتی ہے۔''

''میں چھوٹی تھی۔ ان سے بحث نہیں کرسکتی تھی۔ چپ چاپ آکر بستر پر لیٹ گئی۔ دوسرے دن ڈیڈی باہر گئے۔ جانوروں کے باڑے میں جا کر دیکھا تو وہاں صرف تین بھیڑیں رہ گئی تھیں۔ کوئی دو بھیڑیں چرا کر لے گیا تھا۔

''انہوں نے ممی سے کہا کہ یہ لڑکی درست کہتی تھی۔ اس نے کسی کی آہٹ سنی ہوگی۔ تب ہی کہہ رہی تھی کہ کوئی چور آیا ہے اور ہم نے اس کی بات کا یقین نہیں کیا۔

''میں نے کہا کہ میں نے آہٹ نہیں سنی تھی۔ بلکہ اسے دیوار کے پیچھے صاف طور سے دیکھا تھا۔

میری اس بات کا یقین نہیں کیا گیا کہ میں نے کسی کو دیوار کے پیچھے دیکھا تھا۔ اسے میرا بچگانہ پن سمجھا گیا تھا۔ یہی سوچا گیا کہ میں نے باہر کسی کی آہٹ سنی تھی۔

وہ بات آئی گئی ہوگئی۔ کسی نے میری غیر معمولی صلاحیت کا یقین نہیں کیا۔ ہمارے مکان کے پیچھے گھنی جھاڑیوں اور درختوں کا سلسلہ تھا۔ دس برس کی عمر میں میں نے دیکھا کہ ان جھاڑیوں کے پیچھے کچھ لوگ زمین کھود رہے ہیں اور وہاں چمڑے کا ایک بڑا سا بیگ دفن کر کے جا رہے ہیں۔ میں نے ڈیڈی کے پاس آکر کہا ''ڈیڈی! فوراً چلیں۔ وہاں

ان لوگوں کے لئے جو خوبصورت کہانیاں پڑھنے کے شوقین ہیں
ہزاروں دلوں کی دھڑکن
محی الدین نواب
کی خوبصورت کہانیوں کے تین دلکش مجموعے
کچرا گھر
قیمت -/100 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے
8 بہترین کہانیوں کا مجموعہ
ایمان کا سفر
قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے
10 خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ
آدھا چہرہ
قیمت -/250 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے
پہلا طویل معاشرتی ناول
کمپیوٹرائزڈ کتابت | دلکش طباعت | مضبوط جلد
تینوں کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں
تینوں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف۔ مجموعی قیمت مبلغ -/450 روپے بذریعہ منی آرڈر پیشگی ارسال کریں
کتابیات پبلی کیشنز۔ کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200 فون 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
سول ڈسٹری بیوٹرز رحمان بک ہاؤس اردو بازار کراچی، فون: 021-7766751

ہمارے مکان کے پیچھے جو گھنی جھاڑیاں ہیں وہاں کچھ لوگ بہت بڑا چمڑے کا بیگ دفن کر کے جا رہے ہیں۔ میں نے اس بیگ میں نوٹوں کی گڈیاں دیکھی ہیں۔''

ڈیڈی نے ڈانٹ کر پوچھا ''تم نے کیسے دیکھ لیا؟ تم تو یہاں کمرے میں تھیں۔ اندھیرا ہونے کے بعد گھر سے باہر نہیں گئی ہو پھر جھاڑیاں بھی یہاں سے فاصلے پر ہیں۔ تم نے اپنے کمرے سے اتنی دور کیسے دیکھ لیا؟''

ممی نے بھی سخت لہجے میں پوچھا ''تم ایسی بے تکی باتیں کیوں کرتی رہتی ہو؟''

''ممی! یہ بے تکی باتیں نہیں ہیں۔ آپ باہر جا کر دیکھیں تو سہی۔''

''ہمارا دماغ تمہاری طرح خراب نہیں ہے۔ جاؤ اور جا کر ٹی وی دیکھو یا پھر سو جاؤ۔ ہمیں پریشان نہ کرو۔''

''مجھے ہمیشہ بچی سمجھ کر یا ایب نارمل سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔ دوسرے دن کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ایک بینک سے تقریباً پچاس لاکھ ڈالرز چرائے گئے ہیں۔ پولیس بڑی سرگرمی سے ڈاکوؤں کو تلاش کر رہی ہے۔

ڈیڈی اپنے سامنے اخبار کھول کر بیٹھے ہوئے تھے اور ممی سے کہہ رہے تھے کہ یہ بہت بڑی ڈکیتی کی واردات ہوئی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ڈاکو گرفتار کر لیے جائیں گے۔ پتا نہیں وہ پچاس لاکھ ڈالرز لے کر کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہوں گے؟

''میں ان کے قریب بیٹھی ناشتا کر رہی تھی۔ ان کی باتیں سن کر بولی ''میں نے کل رات ہی کہا تھا کہ وہ لوگ چوری کا مال یہاں چھپا رہے ہیں لیکن آپ لوگوں نے میری ایک نہ سنی۔''

ڈیڈی نے مجھے گھور کر دیکھا پھر پوچھا ''تم کیا جانتی ہو؟ کیا تم ڈاکوؤں کو پہچانتی ہو؟ کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ جھاڑیوں کے پیچھے نوٹوں کی گڈیاں چھپا رہے تھے؟ تم ایسی احمقانہ باتیں کیوں کرتی ہو؟ تم اب بڑی ہوتی جا رہی ہو۔ فار گاڈ سیک! اگر عقل کی باتیں نہیں کر سکتی ہو تو احمقانہ باتیں بھی نہ کرو۔ خاموش رہا کرو۔''

''تقریباً تین یا چار دن کے بعد ڈیڈی کا اس جھاڑی کے پیچھے سے گزر ہوا۔ وہ ایک جگہ پہنچ کر ٹھٹک گئے۔ انہوں نے قریب جا کر دیکھا تو ایک گڑھا کھدا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے پہلے وہاں کوئی چیز دفن کی گئی تھی پھر وہاں سے نکال کر لے جائی گئی ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک کھڑے وہاں سوچتے رہے پھر ان کی نظر مٹی کے ڈھیر پر گئی تو وہاں سے نوٹ جھلک رہے تھے۔ انہوں نے لپک کر مٹی ہٹائی تو دیکھا وہ دس ہزار ڈالرز کی گڈی تھی۔ انہوں نے پھر تمام مٹی کو ادھر ادھر ہٹا کر دیکھا تو اور کچھ نہ تھا۔ وہ ڈاکو وہاں سے اپنا مال واپس لے جاتے وقت جلد بازی میں ایک گڈی وہیں چھوڑ گئے تھے۔

وہ تیزی سے چلتے ہوئے گھر میں آئے۔ انہوں نے ممی کو وہ گڈی دکھاتے ہوئے کہا ''مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔''

ممی نے نوٹوں کی گڈی دیکھ کر پوچھا ''یہ کہاں سے لائے ہو؟ اور تمہیں کس بات کا یقین نہیں ہو رہا ہے؟''

''ممی کہ ہماری بیٹی نے جو کہا تھا وہ درست ثابت ہو رہا ہے۔ ان جھاڑیوں کے پیچھے ایک گڑھا کھدا ہوا ہے۔ وہاں مٹی کے ڈھیر میں یہ گڈی پڑی ہوئی تھی۔ یقیناً وہ ڈاکو وہاں مال چھپا کر گئے تھے اور تین دن کے بعد موقع ملتے ہی اپنا مال نکال کر لے گئے ہیں اور جلد بازی میں یہ گڈی وہاں پڑی رہ گئی۔''

وہ دونوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ ممی نے پوچھا ''کیا پولیس کو اطلاع دی جائے؟''

''کیسی باتیں کر رہی ہو؟ ہم پولیس کے مسئلے میں نہیں پڑیں گے۔ وہ تو یہی سمجھیں گے کہ ہم نے گڑھا کھود کر ڈاکوؤں کو وہاں مال چھپانے دیا تھا اور جب وہ چلے گئے ہیں تو ہم پولیس کو اطلاع دے رہے ہیں۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں پولیس عدالت کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔''

ڈیڈی نے کہا ''میں اکثر اپنی بیٹی کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں کہ آخر یہ ایسی کیوں ہے؟ اس کی بعض باتیں بے تکی لگتی ہیں لیکن وہی باتیں بعد میں درست ثابت ہوتی ہیں۔ تمہیں یاد ہے جب یہ سات برس کی تھی تو اس نے کہا تھا کہ گھر کے باہر رات کے اندھیرے میں کوئی آیا ہے۔ ہم نے اس کی بات کا یقین نہیں کیا پھر دوسرے دن پتا چلا کہ واقعی کوئی آیا تھا اور ہماری دو بھیڑیں چرا کر لے گیا تھا۔''

وہ دونوں سر جھکا کر سوچنے لگے پھر ممی نے مجھے بلایا اپنے پاس بٹھا کر پیار کیا پھر کہا ''بیٹی تمہیں کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ باہر جہاں تم دیکھ نہیں رہی ہو وہاں کچھ ہو رہا ہے؟''

میں نے کہا ''پتا نہیں مجھے بھی کبھی کیا ہو جاتا ہے؟ میں بے اختیار دیوار کے آر پار دیکھنے لگتی ہوں اور مجھے بہت کچھ دکھائی دینے لگتا ہے پھر جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ نگاہوں کے سامنے سے مٹ جاتا ہے۔ اس کے بعد.... خالی دیوار دکھائی دینے لگتی ہے۔''

''کیا تم ہمیشہ اسی طرح دیکھتی ہو؟''

''میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''نہیں۔ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی ہوتا ہے۔ ہاں جب امتحانات کے پرچے میرے سامنے آتے ہیں تو میری آنکھوں کے سامنے کئی سوالوں کے جواب آ جاتے ہیں۔ جیسے کتاب کھل جاتی ہے سارے جوابات لکھے ہوتے ہیں اور میں انہیں دیکھ دیکھ کر کاپی میں لکھ دیتی ہوں۔ اسی لیے تو ہر سال اپنی کلاس میں اول آتی ہوں۔''

''یہ تو بڑی عجیب سی بات تھی تم نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا؟''

''آپ دونوں میری کسی بات کا یقین نہیں کرتے ہیں۔ اس لیے میں چپ رہتی ہوں۔ بہت سی باتیں کہنا چاہتی ہوں مگر نہیں کہتی ہوں۔''

''تم دس برس کی ہو۔ جب سے اسکول جانے لگی ہو۔ تب سے اب تک کی تمام باتیں تمہیں یاد ہیں۔''

''ہاں۔ مجھے ایک ایک بات یاد ہے۔ میں کبھی کوئی بات نہیں بھولتی۔''

''میں انہیں ہر سال ہر مہینے کی ایک ایک گزری ہوئی بات بتانے لگی۔ وہ حیرانی سے سننے لگے۔ انہیں یاد آنے لگا کہ واقعی پچھلے برسوں میں ایسا کچھ ہو چکا ہے۔ وہ ایسی باتیں بھول چکے تھے لیکن وہ سب مجھے یاد تھیں۔

ڈیڈی نے حیرانی سے پوچھا ''مائی گاڈ! تمہارا دماغ تو کمپیوٹر ہے۔ تمہارے دماغ میں چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی باتیں محفوظ ہیں۔''

''اس دن سے ممی ڈیڈی میری ایک ایک بات اور ایک ایک حرکت پر توجہ دینے لگے۔ مجھے پہلے سے زیادہ چاہنے لگے۔ اپنی سوسائٹی میں فخر کرنے لگے کہ میں بہت ذہین ہوں لیکن انہوں نے کسی سے یہ بات نہیں کہی کہ میرے اندر غیر معمولی صلاحیت ہے اور میں پردوں کے پیچھے اور دیوار کے آر پار دیکھ لیتی ہوں اور ایسی ڈھکی چھپی باتیں معلوم کر لیتی ہوں۔ جسے دوسرے معلوم نہیں کر سکتے۔

''میری غیر معمولی صلاحیت کے باعث مجھے امتحانات میں ڈبل پروموشن ملتی تھی۔ میں پانچویں میں تھی چھٹی کلاس جمپ کر کے ساتویں میں پہنچ گئی۔ ساتویں کا امتحان دیا تو آٹھویں کلاس جمپ کر کے نویں میں پہنچ گئی۔ ڈیڈی نے گیارہ سال کی عمر میں مجھے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ادارے میں داخل کر دیا۔ وہاں میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے لگی۔ میں نے پندرہ برس کی عمر میں صرف جاسوسی کے ہی ہتھکنڈے نہیں سیکھے۔ بلکہ کمپیوٹر کے ذریعے ہیکنگ بھی سیکھ لی۔

''ہیکنگ کے معنی ہیں کمپیوٹر کے ذریعے بڑے سے بڑا جرم کرنا اور گرفت میں نہ آنا۔ ہماری دنیا میں چند ہی ہیکنگ کرنے والے ہوں گے۔ وہ بھی عمر رسیدہ ہوں گے لیکن میں نے صرف پندرہ برس کی عمر میں یہ سب کچھ سیکھ لیا تھا۔ میرا ذہن واقعی کمپیوٹر کی طرح کام کرتا تھا۔

''سولہ برس کی عمر میں میرے اندر ایک انقلاب پیدا ہوا۔ میں نے تمہیں دیکھ لیا۔ ہماری پہلی ملاقات لندن میں ہوئی تھی۔ تم میری آنکھوں سے متاثر ہو گئے تھے اور کہتے تھے کہ میری آنکھیں تمہیں اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔''

پورس اس کی باتیں حیرانی و توجہ سے سن رہا تھا۔ اس نے کہا ''بے شک۔ شیوانی سے میری پہلی ملاقات لندن میں ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں مقناطیسی قوت رکھتی تھیں اور میں اس کی طرف کھنچتا چلا گیا تھا۔''

''وہ شیوانی نہیں تھی۔ میں تھی۔''

پورس نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا ''میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ تمہارا نام کیا ہے؟''

''میرا نام انا میریا ہے۔ تم مجھے انا کہہ کر بلایا کرتے تھے اور میں تمہاری طرف کھنچی چلی آتی تھی۔''

''کیا تم واقعی جسمانی طور پر میرے پاس آتی تھیں؟ اور میرے گلے لگ جایا کرتی تھیں؟''

''ہاں ایسا اکثر ہوا کرتا تھا پھر میری آنکھ کھلتی تو تم گم ہو جاتے تھے۔''

پورس نے ایک گہری سانس لے کر کہا ''یوں کہو ناں کہ تم مجھے خواب میں دیکھا کرتی تھیں۔''

''نہیں۔ میں کبھی نہیں مانوں گی کہ یہ سب کچھ خوابوں یا خیالوں میں ہوتا تھا۔ تم حقیقتاً مجھ سے ملتے تھے۔''

''انا! کیسی باتیں کرتی ہو؟ جاگتے رہنے کے دوران میں تم میرے قریب نہیں ہوتی تھیں۔ میں کہاں ہوں؟ اور کہاں نہیں ہوں؟ یہ نہیں جانتی تھیں لیکن آنکھیں بند کرنے کے بعد پھر مجھے پالیا کرتی تھیں۔ یہ تو خواب ہوا ناں؟''

''نہیں۔ یہ خواب ہوتا تو پھر میں تمہارے بچے کی ماں کیسے بنتی؟ میں تھوڑی دیر پہلے کہہ چکی ہوں کہ اب سے تین برس دس ماہ پہلے میں نے تمہیں خوش خبری سنائی تھی کہ میرے پاؤں بھاری ہو رہے ہیں۔ میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔''

''اوہ گاڈ! میں کیسے سمجھاؤں کہ یہ خوش خبری شیوانی نے سنائی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کیا بھید ہے؟ تم جو کچھ کہہ رہی

ہو۔ ایک ایک بات درست ہے۔ واقعی شیوانی جب میرے بیٹے کو جنم دے رہی تھی تو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے راسپوٹین نے ہم سے دشمنی کی تھی۔ وہ میرے اس بچے کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ میری ممانے اس بچے کو چالاکی سے بچایا۔ راسپوٹین کو دھوکا دیا۔ شیوانی کے پہلو میں ایک مردہ بچے کو لا کر رکھا تو راسپوٹین نے سمجھا کہ شیوانی نے مردہ بچے کو جنم دیا ہے۔ اس طرح میرا بیٹا ایک یہودی عورت لیزا کی گود میں پرورش پانے لگا۔ وہ اور اس کا شوہر بنجامن اسے اپنا دوسرا بیٹا سمجھتے رہے۔ ادھر اسے جنم دینے والی شیوانی ہمیشہ کے لیے موت کی آغوش میں سوگئی۔"

انا میریا نے کہا "ممتا کبھی نہیں مرتی جس دن سے میرے بچے کو مجھ سے جدا کیا گیا ہے۔ میری ممتا اس کے لیے تڑپ رہی ہے۔ میرے ماں باپ مجھے پھر سے ایب نارمل سمجھنے لگے ہیں۔ وہ کبھی یقین نہیں کرسکتے کہ میں حاملہ ہوگئی تھی اور میں نے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے اور وہ بیٹا مجھ سے جدا ہوگیا ہے۔

"وہ میرا علاج کرانے کے لیے ایک بہت مشہور ماہر نفسیات سے ملنے اور اس سے میرے علاج کے لیے وقت مقرر کرنے گئے تو میں نے ان سے کہا کہ نہ جائیں آج گھر سے نہیں نکلنا چاہیے۔"

ڈیڈی نے گھور کر کہا "کیوں نہیں نکلنا چاہیے؟ کیا تمہارا علاج نہ کروائیں؟"

ممی نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "بیٹی! تم علاج کروانے سے کیوں کتراتی ہو؟ ہماری بات مان لو۔ ہم اس ڈاکٹر سے ملنے اور وقت مقرر کرنے جارہے ہیں۔ وہ جو وقت دے گا۔ ہم تمہیں اس وقت لے جائیں گے۔ تمہیں ہمارے ساتھ ضرور چلنا ہوگا۔"

میں نے کہا "ممی! آپ میری بات کیوں نہیں سمجھتیں؟ آپ دونوں کو اس وقت گھر سے باہر نکلنا نہیں چاہیے۔ آپ دونوں باہر نہ جائیں۔"

"کیوں نہ جائیں؟ تم ہمیں کیوں روک رہی ہو؟"

"اس لیے کہ آپ دونوں واپس نہیں آسکیں گے۔ مجھے آگاہی مل رہی ہے فار گاڈ سیک! نہ جائیں۔ میری بات مان لیں۔"

ان دونوں نے سوچتی ہوئی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ڈیڈی نے کہا "یہ چور ڈاکو کوں کے مال و دولت کے بارے میں پیش گوئی کرتی رہی۔ ہم اسے درست سمجھتے رہے لیکن اب یہ ہماری زندگی اور موت کی پیش گوئی کرنے لگی ہے۔ اس کا دماغ چل گیا ہے۔ کون کس وقت جیتا ہے اور کب مرتا ہے؟ یہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔ کم آن ڈارلنگ! ہمیں اپائنٹ منٹ کے مطابق ڈاکٹر کے پاس پہنچنا ہے۔"

"انہوں نے میری بات نہیں سنی اور وہاں سے چلے گئے ٹھیک ایک گھنٹے بعد ہی ایک پولیس افسر نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا تو اس نے بری خبر سنائی کہ ممی اور ڈیڈی کار ایکسیڈنٹ میں مرگئے ہیں اور ان کی لاشیں اسپتال میں پڑی ہوئی ہیں۔

"میں اس دنیا میں تنہا رہ گئی۔ یوں تو میرے دور کے رشتے دار ہیں۔ دوست احباب بھی ہیں لیکن میں بچپن ہی سے تنہا رہنے کی عادی ہوں۔ ایسے وقت تم نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ جب سے میرا بیٹا گم ہوا تھا۔ تم بھی گم ہوگئے تھے۔ میں تم دونوں کو تلاش کررہی تھی۔

"ایک روز میں غسل کرنے کے بعد قد آدم آئینے کے سامنے آئی تو مجھے ایسا لگا کہ جیسے میرے سامنے آئینے میں، میں نہیں ہوں۔ میری جگہ کوئی دوسری کھڑی ہوئی ہے۔ حالانکہ اس کا چہرہ اس کا ناک نقشہ سب کچھ میری طرح تھا لیکن وہ عمر میں مجھ سے کچھ زیادہ لگ رہی تھی اور اس کی آنکھیں اتنی پرکشش تھیں کہ میں بیان نہیں کرسکتی۔ اگرچہ میں بھی پرکشش آنکھیں رکھتی ہوں۔ تمہیں یاد ہے ناں تم آنکھوں کی کشش سے ہی کھنچے چلے آئے تھے؟"

پورس نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر پوچھا "کیا تم نے اس روز آئینے میں شیوانی کو دیکھا تھا؟"

"تم بار بار شیوانی کا نام لے رہے ہو۔ ہوسکتا ہے وہ شیوانی ہو۔ چلو میں اسے شیوانی کہوں گی۔ میں نے پہلی بار اسے آئینے میں دیکھا تو اس کی آنکھوں سے چپک کر رہ گئی۔ وہ آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ آؤ میرے اندر ڈوب جاؤ۔ تب ہی تم ہمارے بیٹے کو پاسکو گی۔"

"میں بے اختیار ان آنکھوں کی گہرائیوں میں اترتی چلی گئی۔ تب مجھے تین برس کا ایک بچہ دکھائی دیا۔ وہ بہت ہی خوب صورت تھا۔ دل اس کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ لیزا اور بنجامن اسے اپنا بچہ سمجھ کر لے آئے تھے۔ اس وقت وہ سمندر کے کنارے تھے اور عدنان ایک عمودی چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ وہاں کچھ ہے میں ابھی لے کر آتا ہوں۔

"وہ چھوٹا سا بچہ اس عمودی چٹان پر چڑھتا چلا گیا تھا۔ بنجامن اور لیزا حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ چٹانیں ایک دوسرے پر تہ در تہ تھیں۔ وہ ایک چٹان کے پیچھے جا کر جب باہر آیا تو اس کے ہاتھوں میں اک بڑا سا تھیلا تھا۔ اس نے وہ تھیلا نیچے پھینکا اور جب بنجامن نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔

آئینے میں نظر آنے والی شیوانی نے کہا "تم جب بھی میری آنکھوں کی گہرائیوں میں اترنے لگو گی تو ہمارے بیٹے کے پاس پہنچ جاؤ گی۔"

میں نے اس سے پوچھا "تم! اسے ہمارا بیٹا کیوں کہہ رہی ہو؟ وہ تو صرف میرا بیٹا ہے۔"

وہ بولی "نہیں۔ وہ ہم دونوں کا ہے۔ یہ ایک قدرتی راز ہے۔ ازل سے یہ سننے میں آیا ہے کہ ایک جسم میں ایک روح ہوتی ہے۔ اس ایک جسم میں دو روحیں سما نہیں سکتیں۔ اسی طرح ایک روح ایک جسم میں ہوتی ہے۔ دو جسموں میں نہیں رہتی لیکن یہاں اس کے برعکس ہے۔"

"میں اس کی باتیں حیرانی سے سن رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ میرا اور تمہارا جسم الگ الگ ہے لیکن ہماری روح ایک ہے۔ ایک ہی روح جو میرے اندر تھی اب وہ تمہارے اندر ہے۔ میں اس دنیا میں واپس نہیں آسکتی۔ تم یہاں موجود ہو۔ تمہارا ایک بھرپور وجود ہے۔ میری ممتا بھری روح بھی تمہارے اندر رہے گی تو تم میرے بیٹے کو اور بھی زیادہ شدت سے چاہو گی اور اسے تلاش کرکے اپنی ممتا کے سائے میں رکھو گی۔"

"میں اس کی باتیں سن کر اس نتیجے پر پہنچ رہی تھی کہ میں اور وہ جسمانی طور پر الگ الگ ہونے کے باوجود ایک ہیں۔ تمہارے ساتھ محبت بھری زندگی اس نے جسمانی طور پر گزاری اور میں وہی زندگی تمہارے ساتھ روحانی طور پر گزارتی رہی۔ خوابوں میں، خیالوں میں اور آگاہی کی بھول بھلیوں میں تم سے ملتی رہی اور خود کو حاملہ سمجھتی رہی۔ جبکہ وہ حاملہ تھی۔ اس نے بچے کو جنم دیا تو مجھے لگا جیسے میں نے اسے جنم دیا ہے۔ وہ بچہ چھوڑ کر اس دنیا سے جاچکی ہے تو اب وہی بچہ جسے میں نے آگاہی کی بھول بھلیوں میں جنم دیا تھا۔ اب میرا ہے۔ میرا اپنا ہے۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ میں فخر سے کہتی ہوں کہ میں نے عدنان کو جنم دیا ہے۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ اسی لیے میں اسے یہاں لے آئی ہوں اور تمہارا انتظار کررہی ہوں۔ آؤ..... میں بہت انتظار کرچکی ہوں..... آجاؤ....."

پورس نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے اپنی طرف بلانے والی گم ہوگئی۔ وہ تمام نظارے بھی ایسے گم ہوگئے جیسے وہ خواب دیکھ رہا تھا۔ اب وہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ یہ سب کچھ خواب تھا۔ وہ نیند بھری آنکھوں سے جہاز کے اندرونی ماحول کو دیکھ رہا تھا۔ طیارے کی فضا میں یوڈی کلون کی خوشگوار مہک پھیلی ہوئی تھی۔ ایک ائر ہوسٹس مسکراتی ہوئی پاس سے گزر رہی تھی۔ اس نے بند آنکھوں کے پیچھے اس نوخیز شیوانی کی جو مسکراہٹ دیکھی تھی اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ ذہن میں ایسے نقش ہوگئی تھی جیسے دل کی کائنات میں جھنڈے گاڑ دیے ہوں۔

طیارہ اپنی مخصوص رفتار سے پرواز کرتا ہوا اسے شیوانی کی پرچھائیں انا میریا کی طرف لے جارہا تھا۔

☆☆☆

مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ چنڈال جوگیا اچانک ہی ہیلی کاپٹر کے حادثے میں مارا گیا ہے۔ اگرچہ یوگا جاننے والے افسران ہر طرح سے یہی تاثر دے رہے تھے کہ وہ اپنے واحد ٹیلی پیتھی جاننے والے سے محروم ہوگئے ہیں۔ مجھے یوں بھی یقین کرلینا چاہیے تھا کہ اس ہیلی کاپٹر میں دو یوگا جاننے والے افسران مارے گئے ہیں اور اب صرف چار رہ گئے ہیں۔ اس کے باوجود میرا ذہن یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ وہ مرچکا ہے۔

اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ چنڈال کو یوں مارنے کے لیے اتنی زبردست پلاننگ کرنے والا کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے فرمان کے پاس پہنچا تو وہاں انیتا اپنے باپ کا ماتم کررہی تھی۔ رو رہی تھی۔ فرمان اسے سمجھا رہا تھا۔ اس کے آنسو پونچھ رہا تھا مگر دل ہی دل میں کہہ رہا تھا "خس کم جہاں پاک۔ شیطان کا بچہ مجھے اپنا غلام بنائے رکھنا چاہتا تھا۔ میری قسمت اچھی تھی کہ اس کے شکنجے سے بچ نکلا۔ ورنہ پتا نہیں آج میرا انجام کیا ہوتا؟"

میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا "یس سر! فرمایئے.....؟"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ چنڈال مرچکا ہے؟"

"سر! ایک دن تو سب کو مرنا ہی ہے۔ اس کی موت اس طرح آنی تھی آگئی۔"

"لیکن میں مطمئن نہیں ہوں۔ ویٹو مارکس سے تمہاری اچھی دوستی ہے۔ وہی ایک بھارتی اکابرین کا دشمن ہے۔ کیا اس نے چنڈال کو مارا ہوگا؟"

"نہیں سر! میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں اور میں اس سے پوچھ چکا ہوں۔ اس نے ایسی حرکت نہیں کی ہے۔"

"پھر تو اور کوئی ایسا دشمن نہیں ہے۔ جو ایسی زبردست پلاننگ کے بعد اسے ہلاک کرے۔ کیا تمہارا دھیان کسی کی طرف جاتا ہے؟"

"نو سر! واقعی مجھے کوئی ایسا زبردست دشمن بھائی نہیں دے رہا ہے۔ آپ کا شبہ درست ہے۔ ان یوگا جاننے والے افسران نے کسی خاص حکمتِ عملی کے تحت ایسا کیا ہے۔ خوامخواہ

اس کی جھوٹی موت کی خبر اڑائی ہے۔''

''انہیں مجھ سے خطرہ تھا۔ وہ پاکستان کے خلاف سازشیں کررہے تھے اور میں نے دھمکی دی تھی کہ انتقامی کارروائی کروں گا اور چنڈال کو نہیں چھوڑوں گا۔ شاید اسی لیے انہوں نے چنڈال کی فرضی موت کا ڈراما پلے کرکے مجھے یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ وہ مرچکا ہے۔''

''بے شک..... وہ یہی کررہے ہوں گے۔ ہمیں کسی طرح حقیقت معلوم کرنی چاہیے۔''

''اسی لیے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ تم پھر اس تاش کی کھلاڑی بیلا اور برائے سے رابطہ کرو۔ وہ تاش کے پتوں کے ذریعے بتاسکے گی۔''

''سر! وہ کہتی ہے کہ جو اپنی قسمت کا حال معلوم کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس کے سامنے بیٹھ کر تاش کے پتے اٹھائے اور اس کے حوالے کرے۔ تب وہ ان پتوں کے ذریعے اس کی قسمت کا صحیح حال بتاتی ہے۔ چنڈال تو اس کے پاس پتے اٹھانے نہیں جائے گا پھر بات کیسے بنے گی؟''

''تم! اس سے کہو کہ اس کی بیٹی انیتا پتے اٹھائے گی۔ اسے یہ معلوم کرنا ہے کہ انیتا یتیم ہوچکی ہے یا نہیں؟ اس طرح ہمیں انیتا کے حوالے سے چنڈال کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔''

فرمان نے بیلا سے فون پر رابطہ کیا پھر اسے کہا ''میں..... نجومی بسواس چٹرجی بول رہا ہوں۔''

وہ خوش ہوکر بولی ''چٹرجی صاحب! آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔ آپ کا شکریہ۔ فرمایئے میں آپ کے لیے کیا کرسکتی ہوں؟''

''میں ابھی تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ تمہارے تاش کے پتوں کے ذریعے اپنا ایک مسئلہ حل کروانا چاہتا ہوں۔ کیا میں ابھی انیتا کے ساتھ آسکتا ہوں؟''

''ضرور آپ ابھی آجائیں۔ میری کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔''

اس نے فون بند کرکے انیتا کو ساتھ چلنے کو کہا تو وہ بولی۔ ''میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ میرا دل صدمے سے پھٹا جارہا ہے۔''

''میں تمہارے باپ کے بارے میں ہی معلوم کرنے جارہا ہوں۔ ہمیں یقین نہیں ہے کہ ان کی موت ہوگئی ہے۔ کیا تم سچ معلوم کرنا نہیں چاہوگی؟''

اس نے چونک کر دیکھا پھر آنسو پونچھتے ہوئے اٹھ کر بولی ''ہاں۔ میں ابھی چلوں گی۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ پتاجی کی موت کی خبر غلط ہوسکتی ہے۔ وہ زندہ ہوسکتے ہیں۔ بھگوان کرے وہ زندہ ہوں۔''

وہ دونوں بیلا اور برائے کے بنگلے میں آگئے۔ بیلا نے ان کا استقبال کیا۔ انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا پھر کہنے لگی ''آج ہی ممبئی جانے والی تھی۔ وہاں ایک سہاگن دیوی کا بہت نام سنا جارہا ہے کہ وہ اپنی آتما شکتی سے دلوں کے بھید بتادیتی ہے۔''

فرمان نے مسکرا کر پوچھا ''تم کس کے دل کا بھید معلوم کرنے کے لیے جانا چاہتی ہو؟''

''اپنے ہی دل کا حال معلوم کرنا چاہتی ہو۔ میرے تاش کے پتے مجھے میرے آئیڈیل کے بارے میں کچھ کچھ بتاتے ہیں جبکہ میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔''

''تو پھر ممبئی کیوں نہیں گئیں؟''

''پتا چلا ہے کہ سہاگن دیوی کچھ دنوں کے لیے گجرات گئی ہوئی ہیں۔ وہ واپس آئیں گی تو میں ان سے ملنے جاؤں گی۔ بائی داوے۔ آپ کی پرابلم کیا ہے؟''

''پرابلم یہ ہے کہ ایک اطلاع کے مطابق انیتا کے پتاجی کا دیہانت ہوچکا ہے لیکن ہمیں شبہ ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ کیا تم تاش کے پتوں کے ذریعے بتاسکتی ہو کہ ہمارا شبہ درست ہے یا غلط ہے؟''

''سوری میں اسی کی قسمت کا حال بتاسکتی ہوں۔ جو میرے سامنے آکر میرے بھینٹے ہوئے تاش کے پتے اٹھاتا ہے۔''

''اس کے پتاجی تو آنے سے رہے۔ یہی تو ہمیں معلوم کرنا ہے کہ وہ اس دنیا میں ہیں بھی یا نہیں؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ انیتا پتے اٹھائے تو آپ اس کی قسمت کا حال بتائیں کہ یہ یتیم ہے یا اس پر ابھی باپ کا سایہ ہے؟''

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی ''ہاں۔ یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ میں انیتا کے بارے میں بتاسکتی ہوں کہ یہ یتیم ہوچکی ہے یا نہیں؟''

وہ وہاں سے اٹھ کر تاش کی گڈی اٹھا کر لے آئی پھر انہیں اچھی طرح پھینٹ کر انیتا کے سامنے میز پر رکھا پھر کہا ''اسے کاٹو۔''

انیتا نے آدھی گڈی کاٹ کر ایک طرف رکھی۔ وہ آدھی گڈی اٹھا کر اسے پھینٹنے کے بعد انیتا کے سامنے ایک ایک پتا ایک قطار میں رکھنے لگی۔ اس کے بعد بولی ''اب اپنی مرضی سے ایک پتا کہیں سے بھی اٹھا کر مجھے دو۔ پتے کو دیکھنا نہیں۔''

انیتا نے تمام پتوں کی طرف دیکھا پھر سوچ کر وہاں سے

ایک پتا اٹھایا اور اسے بیلا کو دیا۔ بیلا نے اسے دیکھے بغیر کہا ''اب تم دوسرا پتا اٹھا کر دو۔''

انیتا نے پھر پتوں کو ادھر سے ادھر تک دیکھا۔ اس کے بعد ایک پتا اٹھا کر پھر اسے دیا۔

بیلا نے وہ دونوں پتے ایک ساتھ پلٹ کر دیکھے پھر انہیں اتنی توجہ سے دیکھتی رہی جیسے ان پتوں پر بہت کچھ لکھا ہوا اور وہ تحریر کسی کو نظر نہ آتی ہو لیکن وہ پڑھ رہی ہو پھر اس نے گھور کر فرمان کو دیکھا اور کہا ''میرے بائیں ہاتھ میں پتا ہے۔ اس کا تعلق مردوں سے ہے اور دائیں ہاتھ میں جو پتا ہے اس کا تعلق عورتوں سے ہے۔ یہ بائیں ہاتھ والا پتا بتاتا ہے کہ وہ دائیں ہاتھ والا دھوکا دے رہا ہے یا اس سے دھوکا کھا رہا ہے؟ دو میں سے کوئی ایک بات ہوتی ہے۔''

پھر وہ انیتا کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے بولی ''تمہارے لیے خوش خبری ہے کہ تم یتیم نہیں ہوئی ہو۔ تمہارے پتاجی جہاں بھی ہیں زندہ ہیں۔''

انیتا خوشی سے اچھل پڑی۔ تیزی سے آگے بڑھ کر بیلا کے پاس آکے اس کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ اس کے زانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی ''آر یو گریٹ! تم بہت باکمال ہو۔ اس وقت میرے پرس میں پچاس ہزار روپے ہیں۔ وہ میں نذرانے کے طور پر تمہیں پیش کررہی ہوں۔ اسے قبول کرو۔''

اس نے نوٹوں کی ایک گڈی پرس سے نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔

فرمان کچھ الجھ گیا تھا۔ بیلا اور برائے نے یہ خوش خبری سنانے سے پہلے اسے گھور کر دیکھا تھا۔ اس طرح کیوں دیکھا تھا؟

وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس نے کہا تھا کہ اس کے بائیں ہاتھ میں جو پتا ہے اس کا تعلق مرد ذات سے ہے اور وہ پتا بتاتا ہے کہ انیتا کو کوئی دھوکا دے رہا ہے؟ اور انیتا کس سے دھوکا کھا رہی ہے؟ اس کے باپ کے متعلق بتایا تھا کہ باپ دھوکا نہیں دے رہا ہے۔ وہ زندہ ہے لیکن شوہر کے متعلق بتایا تھا کہ وہ انیتا کو دھوکا دے رہا ہے۔

یہ بات اس نے انیتا سے نہیں کہی تھی۔ فرمان حیران تھا کہ اپنی دانست میں وہ انیتا کو دھوکا نہیں دے رہا تھا پھر تاش کے پتے جھوٹ کیوں کہہ رہے تھے؟ اس نے بیلا کے اندر سوال پیدا کیا کہ یہ انیتا کو کس طرح دھوکا دے رہا ہے؟

اس طرح کہ یہ وہ نہیں ہے جو انیتا سمجھ رہی ہے اور جو انیتا سمجھ نہیں پارہی ہے۔ یہ وہی ہے۔

بیلا کی یہ سوچ پڑھتے ہی فرمان کو یاد آگیا کہ وہ انیل شرما بنا ہوا ہے۔ جبکہ وہ مسلمان ہے۔ اس کا نام فرمان ہے لیکن وہ خود کو انیتا کے سامنے انیل شرما کہا کرتا ہے۔

وہ بیلا کو یہ حقیقت بیان کرنے سے روکنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا ''فرمان! اسے سچ بولنے سے نہ روکو۔ اگر انیتا تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہے، تم سے سچی محبت کرتی ہے تو تمہاری حقیقت معلوم ہونے کے بعد بھی تم سے محبت کرتی رہے گی۔ کسی کو آزمانے کی گھڑی آئے تو اسے ضرور آزمانا چاہیے۔''

بیلا نے انیتا سے کہا ''میں تمہارے بارے میں اور بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن اس سے پہلے چاہوں گی کہ مسٹر بسواس جی! میرے بھینٹے ہوئے پتے اٹھائیں۔''

انیتا نے کہا ''میں بھی یہی چاہوں گی کہ تم میری اور انیل کی ازدواجی زندگی کے بارے میں کچھ باتیں بتاؤ۔ کچھ رہنمائی کرو۔''

بیلا نے فرمان کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیوں مسٹر! آپ راضی ہیں؟ میرے بھینٹے ہوئے پتے اٹھائیں گے؟''

وہ جھجکتے ہوئے بولا ''ہاں..... کیوں نہیں۔ ضرور تم پتے پھینٹو۔''

بیلا پتے پھینٹنے لگی۔ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی پھر اس کے آگے گڈی رکھ کر بولی ''اسے کاٹو۔''

اس نے گڈی کاٹی۔ وہ باقی پتے اٹھا کر پھر پھینٹنے کے بعد اس کے سامنے ایک ایک پتا پھینکنے لگی۔ پتے بے ترتیبی سے ادھر ادھر گر رہے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کون سا پتا کہاں ہے؟ پھر اس نے کہا ''اپنی مرضی سے کوئی ایک پتا مجھے اٹھا کر دو مگر اس کو دیکھنا نہیں۔''

اس نے ایک پتا اٹھا کر دیا۔ بیلا نے اس پتے کو لے کر الٹ کر دیکھا۔ اسے تھوڑی دیر تک دیکھتی رہی۔ سوچتی رہی پھر بولی ''اب دوسرا پتا اٹھا کر دو۔''

اس نے دوسرا پتا دیا تو وہ اسے بھی الٹ کر دیکھنے لگی پھر کہا ''تیسرا پتا اٹھا کر دو۔''

فرمان نے تیسرا پتا اٹھا کر دیتے ہوئے کہا ''کیا بات ہے؟ مجھ سے اتنے زیادہ پتے کیوں اٹھوا رہی ہو؟''

وہ دوسرا پتا اسے دکھاتے ہوئے بولی ''یہ دگی ہے یہ پتا بتا رہا ہے کہ تم دو کشتیوں کے سوار ہو۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ سچ کیا ہے اس لیے یہ تیسرا پتا اٹھانے کو کہا ہے۔''

اس نے تیسرے پتے کو الٹ کر دیکھا۔ اس پتے کو تھوڑی دیر توجہ سے دیکھتی رہی پھر بولی ''مسٹر چٹرجی! آپ

ابھی ہوئی شخصیت کے مالک ہو۔ جو ہو وہ نہیں ہو اور جو نہیں ہو وہ نظر آ رہے ہو۔''

وہ سمجھ گیا کہ کیا کہہ رہی ہے؟ پھر بھی انجان بن کر بولا ''تم ابھی ہوئی باتیں کہہ رہی ہو۔ کھل کر کہو۔''

''تم عالمی شہرت رکھنے والے بسواس چٹرجی نہیں ہو۔ تم اپنی پتنی کو دھوکا دے رہے ہو۔''

انیتا نے جلدی سے کہا ''نہیں بیلا! تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں ان کی اصلیت جانتی ہوں۔ تمہاری بات مانتی ہوں کہ یہ بسواس چٹرجی نہیں ہیں۔ ان کا اصل نام انیل شرما ہے۔''

''یہی تو تم نہیں جانتیں۔ ان کا اصل نام انیل شرما بھی نہیں ہے۔''

انیتا نے چونک کر ایک دم سے فرمان کو دیکھا۔ فرمان نے سر جھکا لیا۔ جیسے سر تسلیم خم کر لیا ہو۔ انیتا نے اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ''بیلا کے ہاتھ کے پتے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ تم کیا کہتے ہو؟''

اس نے کہا ''انیتا! تمہیں یاد ہوگا۔ جب ہماری ملاقات ٹرین میں ہوئی تھی۔ اس وقت میں اعلیٰ بی بی کے ساتھ تھا۔ میں نے اور اعلیٰ بی بی نے صاف کہا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ میرا نام فرمان ہے لیکن تم بضد تھیں کہ میں انیل شرما ہوں۔''

وہ بولی ''ٹھیک ہے۔ تم نے کہا تھا پھر تم نے یہ تسلیم کیوں کیا کہ تم میرے انیل ہو؟''

''اس وقت میں نے جان بوجھ کر تسلیم نہیں کیا۔ تمہارے باپ نے پتا نہیں کیا جادو چلایا تھا کہ میرا دماغ گھوم گیا تھا۔ میں عارضی طور پر خود کو بھول گیا تھا اور اپنے آپ کو انیل شرما سمجھنے لگا تھا۔ تمہارا دیوانہ ہو گیا تھا۔''

''یعنی دیوانے ہو گئے تھے۔ اب نہیں ہو؟''

''کیسی باتیں کر رہی ہو؟ اب تو تم ہی میری زندگی ہو۔ پہلے اعلیٰ بی بی میرے دل میں سمائی ہوئی تھی پھر میں نے سمجھ لیا کہ وہ آسمان ہے میں زمین ہوں اور زمین پر کھڑے ہو کر ہاتھ بڑھا کر اسے چھو نہیں سکوں گا۔''

پھر وہ سمجھانے کے انداز میں بولا ''میری بات کو اور اپنے باپ کے رویے کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ جیسا کہ تم جانتی ہو کہ میں پہلے اعلیٰ بی بی کو چاہتا تھا پھر تمہارے باپ نے مجھے تمہاری طرف مائل کر دیا۔ میں جبراً تمہارے پاس لایا گیا لیکن جب تمہارے پاس پہنچ گیا اور وہ دیکھا کہ تم مجھے دل و جان سے چاہنے لگی ہو تو پھر میں بھی تمہیں اسی شدت سے چاہنے لگا۔ آج بھی تمہیں چاہتا ہوں۔ میری چاہت میں کسی کا عمل دخل نہیں ہے۔ کوئی مجھے مجبور نہیں کر رہا ہے کہ میں تم سے محبت کروں۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ تم سے ہی محبت کرتا ہوں۔''

اس کی آنکھوں میں آنسو آ رہے تھے۔ وہ آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے بولی ''تم نے جب خود کو انیل شرما تسلیم کر لیا تو میں نے اس بات کو بالکل ہی بھلا دیا کہ تم خود کو کبھی مسلمان کہہ رہے تھے اور تمہارا نام فرمان تھا۔ آج تم پھر انیل شرما ہونے سے انکار کر رہے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں آج تک ایک مسلمان کے ساتھ سوتی رہی اور اپنا سب کچھ لٹاتی رہی؟''

''اگر یہ شکایت ہے تو یہ شکایت اپنے باپ سے کرو۔ اس نے مجھے تمہاری طرف مائل کیا تھا اور مجھے انیل شرما بننے پر مجبور کیا تھا۔ دھوکا میں نے نہیں دیا ہے۔ تمہارے باپ کی جادوگری نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔ وہ مجھے اپنا غلام بنا کر میری نیلی پیتھی سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے تمہارے حسن و شباب کے ذریعے مجھے پھانسا ہے۔ اپنے بے غیرت باپ سے پوچھو کہ اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟''

''میں پتاجی سے کیا شکایت کروں؟ انہوں نے پہلے بھی مجھے دھوکا دیا تھا۔ تم سے جدا کر دیا۔ اگر انہوں نے تمہیں انیل شرما بنا کر میری طرف مائل کیا تو وہ ایک باپ کی محبت ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو میرے انیل سے محروم کرنا نہیں چاہتے تھے۔ انیل نے دوسرا جنم نہیں لیا تھا۔ اس لیے انہوں نے تمہیں انیل بنا دیا تھا۔ میں اپنے باپ کی محبت کو سمجھتی ہوں۔''

''واہ..... شاباش..... باپ کی محبت کو سمجھ رہی ہو۔ اس لیے وہ بے غیرت نہیں ہے۔ میری محبت کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ اس لیے میں دھوکے باز ہوں اور تمہیں انیل بن کر دھوکا دے رہا ہوں۔''

وہ جھنجلا کر بولی ''میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھ سے صاف صاف کہو کہ تم اب میرے انیل ہو یا فرمان ہو؟''

''میں محبت کے رشتے سے تمہارا انیل ہوں اور ساری زندگی انیل بن کر تم سے محبت کرتا رہوں گا۔''

''نہیں۔ اگر تم مجھ سے سچی محبت کرتے ہو تو تمہیں سچ مچ انیل شرما بننا ہوگا اور ہندو دھرم اختیار کرنا ہوگا۔ میں ایک مسلمان کے ساتھ ساری زندگی نہیں گزاروں گی۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔ تم اپنے دھرم پر قائم رہو۔ میں اپنے دین پر قائم رہوں گا۔ اسی طرح ہماری زندگی پیار و محبت سے گزرتی رہے گی۔''

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی ''میں ایسی زندگی نہیں گزاروں گی۔ میں نے اپنا تن من سب تم کو دیا

ہے۔ کیا تم میری خاطر میرے دھرم میں نہیں آ سکتے؟''

''دین اور دھرم کا تعلق صرف دل سے نہیں ہوتا ہے۔ روح کی گہرائیوں سے ہوتا ہے۔ جدھر انسان بچپن سے مائل رہتا ہے۔ وہی دین وہی دھرم اس کے حواس پر چھایا رہتا ہے اور اس کی روح میں ہر لمحہ اترتا رہتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے دین یا دھرم سے الگ نہیں ہو سکتا۔ زبردستی اگر کسی کو دھرم یا دین بدلنے پر مجبور کیا جائے تو وہ اپنا دھرم بدل لے گا مگر دل سے اس دھرم کو نہیں مانے گا۔ کیا تم چاہتی ہو میں تمہارے اطمینان کے لیے جھوٹ بولوں اور یہ دھرم اپنا کر تمہیں دھوکا دیتا رہوں؟ جبکہ میں اپنی روح کی گہرائیوں سے مسلمان ہوں اور مسلمان ہی رہوں گا۔''

اس کے خیالات فرمان کو بتا رہے تھے کہ وہاں وہ ٹھہرنا نہیں چاہتی۔ غصے سے چلی جانا چاہتی ہے۔ دل تو نہیں چاہ رہا ہے کہ اپنے انیل شرما کو چھوڑ کر جائے مگر غصہ دکھانا ضروری تھا۔ اس لیے وہ دندناتی ہوئی غصے میں بنگلے سے باہر جا کر کار میں بیٹھ گئی۔ فرمان اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ بیلا نے کہا ''جسٹ اے منٹ! ابھی آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔''

فرمان نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ اسے دگی کا پتا دکھاتے ہوئے بولی ''آپ نے یہ پتا اٹھا کر مجھے دیا تھا اور میں نے کہا تھا کہ آپ دو کشتیوں کے سوار ہیں۔ کیا اس کا مطلب سمجھ سکتے ہیں؟''

''ابھی میرا ذہن الجھا ہوا ہے۔ پلیز..... تم مجھے سمجھا دو۔''

''سیدھی سی بات ہے۔ آپ انیتا کو چاہتے تو ضرور ہیں لیکن اب دوسری لڑکی سے بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ غیر شعوری طور پر اس کی طرف کھنچے جا رہے ہیں۔''

فرمان نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''یہ..... یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ تمہاری یہ بات بالکل غلط ہے۔''

''میرے پتے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔''

''کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں پھر اپنے ماضی کی طرف لوٹ رہا ہوں اور اعلیٰ بی بی کی طرف مائل ہو رہا ہوں؟''

''نہیں۔ میں ماضی کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ بالکل حال کی بات بتا رہی ہوں۔ آپ اندر ہی اندر میری طرف کھنچے جا رہے ہیں۔''

اس نے ایک دم سے چونک کر اسے دیکھا ''نظر ملتے ہی نظر چرا لی۔ وہ بولی ''نظریں کیوں چرا رہے ہیں؟ حقیقت کو تسلیم کریں۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا ''بے شک میرا دل تمہاری طرف مائل ہو رہا ہے۔ تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی تمہاری طرف مائل ہونے لگا ہوں لیکن میری محبت کا میری شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ میں صرف انیتا سے محبت کرتا رہوں۔''

''بہتر یہی ہے کہ آپ انیتا سے وابستہ رہیں اور میرا خیال دل سے نکال دیں۔ کیونکہ آپ میرے آئیڈیل نہیں ہیں جسے دیکھتے ہی میرا دل کھنچا چلا جائے گا۔ وہی میرا آئیڈیل ہوگا۔''

اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا ''تمہاری صاف گوئی کا شکریہ میں جا رہا ہوں۔''

وہ جانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا ''جسٹ اے منٹ..... ایک اور اہم بات رہ گئی ہے۔''

اس نے پلٹ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر پوچھا ''اب اور کہنے کو کیا رہ گیا ہے؟''

وہ بولی ''آپ انیتا کو دل و جان سے چاہتے ہیں؟''

''یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے پھر بھی یہ کہہ دوں کہ میں اسے دل سے چاہتا ہوں۔ یہ اور بات ہے تمہارے غیر معمولی حسن و شباب کو دیکھ کر میرا دل آپ ہی آپ تمہاری طرف مائل ہو رہا تھا اور میں اپنے آپ کو سمجھا رہا تھا کہ تم سے دور رہنا چاہیے اور اب میری یہی کوشش ہوگی۔ کیا اب میں جاؤں؟''

''نہیں۔ میں ایک بہت ہی بری خبر سنانا چاہتی ہوں۔''

اس نے پریشان ہو کر اسے دیکھا پھر پوچھا ''اب اور کون سی بری خبر ہے؟''

وہ ایک پتا اٹھا کر بولی ''انیتا نے یہ پتا اپنے دائیں ہاتھ سے اٹھایا تھا اور میں اسے دیکھ کر الجھن میں پڑ گئی تھی کہ مجھے سچ کہنا چاہیے یا نہیں؟ میں اس کے سامنے نہیں بول سکتی تھی۔ آپ سے کہہ رہی ہوں۔ انیتا کی زندگی بہت مختصر ہے۔''

فرمان کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''میں سچ کہہ رہی ہوں میرے پتے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ میری بات کسی بھی دن کسی بھی وقت سچ ہو سکتی ہے۔''

اس نے بیلا کو بڑی سنجیدگی سے دیکھا پھر ایک گہری سانس لے کر کہا ''تم سے ملنا بہت مہنگا پڑ رہا ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم ایسی دل ہلا دینے والی خبر سناؤ گی۔ کاش مجھے یہ معلوم نہ ہوتا موت کو آنا ہوتا ہی ہے۔ وہ اپنے وقت پر آتی اور انیتا کو لے جاتی۔ اس وقت صدمہ ہوتا مگر اتنا نہ ہوتا۔ جتنا اب اس کی موت سے پہلے ہو رہا ہے۔''

وہ سر جھکا کر پلٹ گیا۔ بوجھل قدموں سے چلتا ہوا اس

بنگلے سے باہر آیا۔ انیتا روٹھی ہوئی اگلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا اسے دیکھا پھر اس سے جھوٹ بولنے لگا ''انیتا! تمہیں اس طرح ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ جانتی ہو بیلا نے مجھے کیوں روکا تھا؟ وہ مجھ سے کیا کہہ رہی تھی؟''

''میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔ وہ کچھ بھی کہہ رہی تھی میری بلا سے۔''

''ہاں۔ تم مجھے ایک بلا سمجھ رہی ہو اور یہ بلا تم سے دور ہونے والی ہے۔ اس نے پیش گوئی کی ہے کہ میں بہت جلد مرنے والا ہوں۔''

وہ ایک دم سے تڑپ کر پلٹ گئی۔ اسے دیکھ کر اس کے گریبان کو پکڑتے ہوئے بولی ''مریں تمہارے دشمن میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔ ایسی بات مت کرو۔ نہیں تو میں ابھی رونے لگوں گی۔''

وہ روتے ہوئے اس سے لپٹ گئی۔ ہچکیاں لے لے کر کہنے لگی ''بیلا بہت بچی باتیں کرتی ہے لیکن اس کا یہ سچ مجھے زہر لگ رہا ہے۔ تم نہیں مرو گے تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ پہلی بار اس کا سچ جھوٹ ہو جائے۔ پہلی بار اس کے پتے جھوٹے پڑ جائیں۔''

وہ اس سے لپٹ لپٹ کر بول رہی تھی اور رو رہی تھی۔ فرمان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اسے انیتا کے لیے ماتم کرنا چاہیے تھا لیکن انیتا اس کے لیے ماتم کر رہی تھی۔ وہ بڑی مشکل میں تھا۔ اس کے سامنے آنسو نہیں بہا سکتا تھا۔ اپنے دل کے صدمات بیان نہیں کر سکتا تھا کہ میری جان! میری محبوبہ! تم بے وفا نہیں ہو لیکن بے وفائی کرو گی۔ مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی جاؤ گی۔

موت اپنی طرف آنے والی تھی..... اور وہ ماتم دوسرے کا کر رہی تھی۔

☆☆☆

امیش بھاسکر کو دن میں تارے نظر آ رہے تھے۔ میں نے اسے وارننگ دی تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو ماں بننے سے نہیں روکے گا۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو میں اس کی شرمناک ویڈیو فلم اس کے خاندان میں اور اس کی سوسائٹی میں جگہ جگہ پہنچا دوں گا۔

وہ کشمکش میں تھا کہ کیا کرے کیا نہ کرے؟ بندیا کنواری ماں بنتی تو بھی بدنامی ہوتی۔ وہ ویڈیو فلم رشتے داروں میں اور کاروباری حلقوں میں پہنچائی جاتی۔ تب بھی وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔ دونوں طرف سے ہی بدنامی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ویڈیو فلم کے ذریعے بدنامی کو فوراً ہی پر لگ جاتے اور جہاں تک بندیا کے ماں بننے کا تعلق تھا تو ابھی ذرا وقت تھا۔ دو چار مہینے میں ذرا وہ پھلتی پھولتی تو تب دنیا والے پوچھتے کہ پیٹ کیوں پھول رہا ہے؟

اس کے سامنے فی الحال یہی ایک راستہ تھا کہ وہ میری دھمکی پر عمل کرے اور بچے کو ضائع نہ ہونے دے۔ کم از کم پیٹ نکلنے تک ایک دو ماہ کے اندر وہ کوئی ایسی تدبیر کر سکتا تھا کہ اسے تمام بدنامیوں سے نجات مل جاتی۔

ویسے ایک سیدھا سا راستہ اس کے سامنے تھا اور وہ یہ کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اگر بندیا ہی نہیں رہے گی تو بلیک میلر کیسے بدنام کرے گا؟ وہ ایک غیرت مند باپ کی طرح دنیا والوں سے کہہ سکے گا کہ بیٹی نے ایک غلطی کی تھی پھر مارے شرم کے اس نے خودکشی کر لی۔ وہ عام والدین کی طرح بیٹے کو زیادہ چاہتا تھا۔ بیٹی سے صرف اس لیے محبت تھی کہ اس کے ذریعے وہ مجھے ٹریپ کر کے شانتا بائی کی دولت اور جائداد تک پہنچ سکتا تھا۔ اس نے مجھے ٹریپ کرنے کے سلسلے میں جتنی زبردست پلاننگ کی تھی۔ اتنی ہی زبردست مات کھا رہا تھا۔

اس نے فون کے ذریعے اپنے بیٹے سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا ''بیٹے یوگیش! تم کہاں ہو؟''

اس نے کہا ''ڈیڈ! میں یہاں اسنوکر کلب میں ہوں۔ ایک بازی ہار چکا ہوں اور جیتنے والا مجھ سے پچاس ہزار کا تقاضا کر رہا ہے۔''

''تو پھر اسے دے دو۔ پرابلم کیا ہے؟''

''میری جیب میں اس وقت صرف بیس ہزار روپے ہیں۔''

''اس سے کہو۔ ابھی دو چار گھنٹے میں باقی تیس ہزار روپے ادا کر دو گے۔ اسے ٹالنے کے بعد فوراً یہاں آؤ۔ ضروری کام ہے۔''

''ڈیڈ! مجھے یہاں دوسرا گیم کھیلنا ہے۔ یہ پہلا گیم میں صرف پانچ پوائنٹ سے ہار گیا۔ آپ دیکھیے اگلے گیم میں پچاس ہزار سے بھی زیادہ رقم جیت لوں گا۔''

''تم روز ہی جیتتے اور ہارتے رہتے ہو۔ ابھی یہ گیم چھوڑو اور فوراً آؤ۔''

''ایسی کیا بات ہے۔ ڈیڈ! کچھ تو بتائیں؟''

اس نے کہا ''تمہیں پتا ہے۔ بندیا اس کم بخت دھرم ویر کو پھانسنے والی تھی۔''

''کیا بندیا نے اسے شیشے میں اتار لیا ہے؟''

''نہیں۔ یہی تو گڑبڑ ہو گئی ہے۔ بازی اچانک ہی الٹی پلٹ گئی ہے کہ ہم بری طرح بدنام ہونے والے ہیں۔''

''ایسی کیا بات ہو گئی ہے ڈیڈ؟''

وہ اسے بتانے لگا کہ کس طرح ویڈیو فلم کے ذریعے ان کی بدنامی ہونے والی ہے پھر اس کے بعد آج اچانک یہ انکشاف ہوا ہے کہ بندیا ماں بننے والی ہے۔ اس بدنامی سے بچنے کے لیے کسی ٹھوس پلاننگ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا وہ فوراً چلا آئے۔

ان باتوں کے دوران میں امیش بھاسکر نے کار کا ہارن سنا پھر بیٹے سے کہا ''معلوم ہوتا ہے بندیا آئی ہے۔ میں ابھی اس سے باتیں کروں گا۔ تم یہاں آتے ہی بیڈ روم میں چلے جانا۔ وی، سی، آر میں ایک کیسٹ لگی ہوئی ہے۔ دروازہ بند کر کے اس کیسٹ کو دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ بدنامی کس طرح ہمارے گلے میں پھندے کی طرح پڑ گئی ہے۔''

وہ فون بند کر کے بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ بندیا باہر کا دروازہ کھول کر اندر آ رہی تھی۔ باپ کو دیکھتے ہی بولی ''اوہ ڈیڈ! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

باپ نے ناگواری سے کہا ''جیسی بے تکی حرکتیں کرو گی اس کا نتیجہ تو یہی ہونا تھا جو ہو رہا ہے۔ جب تم جانتی ہو کہ چار پیگ سے زیادہ پیتے ہی تمہیں نشہ ہونے لگتا ہے تو تم نے اتنی زیادہ کیوں پی تھی؟ تمہاری یہ ایک غلطی ہمارے منہ پر جوتے مار رہی ہے۔ ہم دنیا والوں سے کہاں کہاں منہ چھپاتے پھریں گے؟''

''آپ کے طعنے دینے اور میری غلطیوں کا حساب کرنے سے مسئلہ دور نہیں ہوگا۔ اس بچے کو جلد سے جلد ختم کرنا ہوگا۔''

''یہ ختم نہیں ہوگا۔ تم اسے پیدا کرو گی۔''

وہ حیرانی سے باپ کو دیکھتے ہوئے بولی ''یہ..... یہ..... آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''وہی جو ابھی بلیک میلر نے مجھ سے فون پر کہا ہے۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ اگر اس بچے کو ضائع کیا جائے گا تو وہ ہمارے رشتے داروں اور کاروباری حلقے میں اس کیسٹ کو ہاتھوں ہاتھ پہنچا دے گا۔''

وہ صوفے پر دھپ سے گر پڑی۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے باپ کو دیکھتے ہوئے بولی ''آخر وہ ہم سے ایسی دشمنی کیوں کر رہا ہے؟ ہم سے بڑی سے بڑی رقم کیوں نہیں لے لیتا؟ ہمارا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتا؟''

ایسے وقت میں نے اس کی سوچ میں کہا ''آہ میں دوسروں کے لیے گڑھا کھود رہی تھی۔ خود ہی اسے گڑھے میں گر پڑی ہوں۔''

اس نے بڑے غرور سے سوچا ''یہ بکواس ہے میں نے کسی کے لیے گڑھا نہیں کھودا ہے۔''

میں نے اس کی سوچ میں کہا ''اپنی غلطیاں سمجھ میں نہیں آتیں لیکن یہ سمجھنا چاہیے کہ ڈیڈی نے شانتا بائی کو زہر دینے کی کوشش کی۔ ناکام رہے۔ میں شانتا کی دولت اور جائداد حاصل کرنے کے لیے دھرم ویر کو ٹریپ کرنا چاہتی تھی لیکن خود ہی ٹریپ ہو چکی ہوں۔''

اس کی اپنی سوچ نے کہا ''ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ کبھی شکاری شکار کرتا ہے اور کبھی خود شکار ہو جاتا ہے۔ یہ میری بدنصیبی تھی کہ میں خود شکار ہو گئی ہوں لیکن کسی نہ کسی طرح بچ نکلوں گی۔''

جن کے اندر شیطان گھر کر جاتا ہے۔ وہ اپنی شیطانی سوچ سے باز نہیں آتے۔ وہ بھی اپنے مزاج سے اور غرور سے باز آنے والی نہیں تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا وہ ناک لگانے والی ناک تک دلدل میں پھنسنے سے پہلے اپنے غرور سے باز آتی ہے یا نہیں؟

اس کا بھائی یوگیش آ گیا۔ اس نے باپ بیٹی پر نظر ڈالی۔ بندیا کو گھور کر دیکھا پھر اس سے منہ پھیر کر تیزی سے چلتا ہوا اپنے باپ کے بیڈ روم میں چلا گیا۔

بندیا نے کہا ''وہ مجھے گھور رہا تھا۔ نفرت سے دیکھ رہا تھا۔ کیا آپ نے اسے میرے بارے میں بتایا ہے؟''

''تمہارے چہرے پر بے حیائی کی داستان لکھی ہوئی ہے۔ سب ہی تمہیں گھور گھور کر دیکھیں گے پھر نفرت سے منہ پھیر کر چلے جایا کریں گے۔''

''میں جب سے آئی ہوں آپ مجھے طعنے دے رہے ہیں۔ آپ کا رویہ اچانک کیوں بدل گیا ہے؟ کیا میں یہ سب کچھ اپنے لیے کر رہی تھی؟ آپ ہی کی پلاننگ کے مطابق میں نے دھرم ویر کو پھانسنا چاہا تھا اور خود پھنس گئی ہوں۔ مصیبت میں ہوں تو آپ اس طرح مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔ جیسے وہ بے حیائی کرنے میں خود گئی تھی جبکہ کروانے والے آپ ہیں۔ سارے کیمرے اور مائیک وغیرہ آپ نے لگوائے تھے۔ میری بے حیائی میں آپ بھی برابر کے شریک ہیں تو بدنامی میں بھی شریک رہیں گے پھر کیوں جھنجلا رہے ہیں؟ غصہ دکھا رہے ہیں؟ اور کیوں مجھے طعنے دے رہے ہیں؟''

''میں یہ پلاننگ نہ کرتا اور تم بدنام ہوتیں تو بیٹی کے معاملے میں پہلے ماں باپ کو ہی بدنام ہونا پڑتا ہے۔''

''میں کیوں پلاننگ کرتی؟ کیوں ایسا بے حیائی کا کھیل کھیلتی؟ یہ سب کچھ تو آپ کا کیا دھرا ہے۔ آپ شانتا بائی کی دولت اور جائداد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس دولت میں سے مجھے کتنا حصہ ملتا یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ زیادہ حصہ تو آپ اپنے بیٹے کو ہی دیتے۔''

یوگیش بیڈروم سے چلاتا ہوا باہر آیا۔ گرجتے ہوئے بولا۔ ''یہ کیسی بے شرمی ہے؟ یہ تو بے حیائی کی انتہا ہی ہوگئی۔ ان کیسٹوں کو دیکھتے ہی اپنی آنکھیں پھوڑ لینے کو دل چاہتا ہے۔ بندیا تم اب تک زندہ کیوں ہو؟ تمہیں تو آتم ہتھیا کر لینی چاہیے تھی۔''

وہ غصے سے بولی ''بکواس مت کرو۔ میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ اتنے ہی غیرت مند ہو تو میرے ساتھ ڈیڈی کو بھی آتم ہتھیا کرنے کو کہو یا پھر اس بدنامی سے بچنے کی کوئی تدبیر کرو۔''

''دنیا کا ہر غلط کار اپنی غلطی سے انکار کرتا ہے اور دوسروں کو الزام دیتا ہے۔ اسی طرح تم ڈیڈی کو بھی اپنی غلطی میں شامل کر رہی ہو۔ خبردار! تم اس معاملے میں کسی کے سامنے ڈیڈی کا نام نہیں لوگی۔''

امیش بھاسکر نے کہا ''میں جانتا ہوں تم میری بدنامی نہیں چاہو گے لیکن میں نے تمہیں اس لیے نہیں بلایا ہے کہ بہن سے جھگڑا کرنا ہے۔ ہم تینوں کو مل کر سوچنا چاہیے کہ اس بلیک میلر سے کس طرح نجات حاصل کر سکتے ہیں؟ اور اس سے وہ دونوں کیسٹ کس طرح حاصل کریں؟''

''آخر وہ ہے کون؟ اس کے بارے میں کچھ تو معلوم ہوا ہوگا؟ وہ ہم سے کچھ تو چاہتا ہوگا؟''

''ہم اسے بار بار کہہ چکے ہیں کہ وہ اپنی منہ مانگی رقم لے اور اس ویڈیو فلم کی ماسٹر کاپی ہمارے حوالے کر دے لیکن وہ اپنا مطالبہ پیش نہیں کر رہا ہے۔ ہمیں ٹال رہا ہے باتوں میں الجھا رہا ہے۔ بندیا کی ایک غلطی کے بعد دوسری غلطی سے بھی فائدہ اٹھا رہا ہے۔ وہ ہمیں صرف پریشان کر رہا ہے۔''

یوگیش نے کہا ''وہ بلیک میلر کون ہے؟ ہمیں معلوم کرنا چاہیے۔''

''اتنی آسانی سے معلوم ہوتا تو کب کا معلوم کر لیتے۔ اتنے پریشان نہ ہوتے۔ اس کے گھر پہنچ کر معاملات طے کر لیتے یا اسے گولی مار دیتے۔''

''ہم یہ سب کچھ نہیں کر سکتے پھر کیا کر سکتے ہیں یہ سوچنا چاہیے؟''

''ایک ہی بات میری سمجھ میں آتی ہے کہ تمہیں اس شہر سے کہیں دور چلے جانا چاہیے۔ یہاں رہو گی تو مزید غلطیاں کرتی رہو گی اور اس بلیک میلر کے ارادے مضبوط ہوتے چلے جائیں گے۔ وہ اور زیادہ پریشان کرتا رہے گا۔''

وہ بولی ''میں اگر یہ شہر چھوڑ کر چلی جاؤں گی تو وہ یہی سمجھے گا کہ بچے کو ضائع کرنے کہیں چلی گئی ہوں۔ وہ اپنے ہاتھ سے ہماری ایک کمزوری نکلتے دیکھے گا تو پھر فلم کے ذریعے ہمیں بدنام کرے گا۔''

''ہم اسے مطمئن کر دیں گے کہ تم بدنامی سے گھبرا کر گھر سے بھاگ گئی ہو اور ہم باپ بیٹا تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ اسے یقین دلائیں گے کہ جلد ہی تمہیں تلاش کر لیا جائے گا۔ اس دوران میں ہم اس بلیک میلر کا نام پتا معلوم کرنے اور اس کی شہ رگ تک پہنچنے کے لیے کوشش کریں گے۔''

''مجھے ایسا کیا لکھنا ہوگا کہ جسے پڑھ کر وہ بلیک میلر مطمئن ہو جائے؟''

''ایک تو یہ لکھنا ہے کہ تم بدنامی سے گھبرا کر یہاں سے جا رہی ہو اور دوسری بات یہ کہ بلیک میلر کی دھمکی کے مطابق بچے کو ضائع نہیں کرو گی۔ اس بات کا انتظار کرو گی کہ اس بلیک میلر سے سمجھوتا ہو جائے۔ اگر وہ سمجھوتا نہیں کرے گا اور بدنامی ہونا لازمی ہوگی تو پھر تم آتم ہتھیا کر لو گی۔ جب میں تمہاری یہ تحریر اسے فون پر پڑھ کر سناؤں گا۔ فیکس یا ای میل کے ذریعے اس تک پہنچاؤں گا تو وہ مجبور ہو جائے گا اور یہ سوچے گا کہ جب تم آتم ہتھیا کر لو گی۔ اس دنیا میں نہیں رہو گی تو پھر کسے بدنام کرے گا؟ کسے بلیک میل کرے گا؟''

یوگیش نے تائید کی ''یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ اس طرح اسے سمجھوتا کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔''

وہ راضی ہو کر بولی ''اچھی بات ہے۔ اگر میری تحریر سے مسئلہ حل ہو سکتا ہے تو میں ابھی لکھ دیتی ہوں۔''

وہ لکھنے کے لیے اپنے بیڈروم کی طرف گئی۔ یوگیش نے کہا ''ڈیڈ! آپ کی یہ تدبیر اچھی ہے۔ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد وہ بلیک میلر سمجھوتے پر آمادہ ہو جائے گا۔ اپنی منہ مانگی رقم لے کر وہ کیسٹس واپس کر دے گا پھر بندیا کو اس بچے سے بھی نجات مل جائے گی۔''

بندیا وہ تحریر لکھ کر لے آئی۔ باپ بیٹے نے اسے پڑھا اور مطمئن ہو گئے۔ میں امیش بھاسکر کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ اس نے بندیا سے کہا ''تم فوراً اپنا ضروری سامان پیک کرو اور ابھی یہ شہر چھوڑ کر چلی جاؤ۔ جہاں بھی جا رہی ہو ہمیں بتا دو۔ تاکہ ہم باپ بیٹے تم پر نظر رکھیں اور تمہاری حفاظت کرتے رہیں۔''

وہ بولی ''میرے پاس صرف پچاس ہزار کیش ہے۔ پتا نہیں مجھے کہاں جانا ہوگا اور کتنے دنوں تک رہنا ہوگا؟''

''تم فکر نہ کرو۔ وہاں پہنچ کر ہمیں فون کرو گی تو تمہیں تمہاری ضرورت سے بھی زیادہ رقم پہنچ جائے گی۔''

وہ اپنا سامان پیک کرنے چلی گئی۔ یوگیش نے کہا ''ڈیڈ!

وہ اسنوکر میں جیتنے والا مجھ سے تیس ہزار کا تقاضا کر رہا ہے۔''

''میں ابھی تمہیں دے رہا ہوں۔ اسے ابھی رقم ادا کر کے فوراً بندیا کا پیچھا کرو۔ یہ جہاں جاتی ہے وہاں جاؤ اور موقع دیکھ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دو۔''

میں نے پہلے ہی بھاسکر کے ارادے پڑھ لیے تھے۔ بندیا کو ڈرائنگ روم سے باہر جاتے ہی دروازے کے پاس روک دیا تھا۔ وہ وہاں کھڑی باپ بیٹے کی باتیں سن رہی تھی۔ یوگیش کہہ رہا تھا ''اوہ ڈیڈ! آپ بہت چالاک ہیں۔ اسی لیے آپ نے بندیا سے یہ تحریر لی ہے کہ وہ حالات سے مجبور ہو کر آتم ہتھیا کر سکتی ہے۔ جب وہ مر جائے گی تو اس کی تحریر کے مطابق یہ ثابت ہوگا کہ اس نے ہونے والی بدنامی سے گھبرا کر جان دی ہے۔''

وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خلا میں تک رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ کیا باپ اور بھائی اتنا گر سکتے ہیں کہ اسے بے حیا بنانے کے بعد اب موت کے گھاٹ اتار دینا چاہتے ہیں؟

اس کا باپ کہہ رہا تھا ''بیٹے! بہت ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا۔ اس کی موت ایسی ہونی چاہیے کہ جیسے اس نے آتم ہتھیا کی ہو۔ تب ہی ہم اس بلیک میلر کو یقین دلا سکیں گے اور اس سے نجات حاصل کر سکیں گے۔''

''ڈیڈ! یہ آتم ہتھیا کا کیس ابھی ہو سکتا ہے۔ میں اس کا گلا دبوچ کر مار سکتا ہوں۔''

''یہاں مناسب نہیں ہے اس نے جو لکھ کر دیا ہے اس کے مطابق پہلے اسے گھر سے چلے جانا چاہیے۔ کہیں باہر اس کی موت ہونی چاہیے۔''

بندیا اسی وقت ڈرائنگ روم میں جا کر باپ اور بھائی سے جھگڑا کرنا چاہتی تھی اور کہنا چاہتی تھی کہ اس نے ساری باتیں سن لی ہیں اور اب ان کے فریب میں نہیں آئے گی لیکن میں نے اس کے دل میں خوف پیدا کیا کہ وہ یہیں اسی وقت اس کی جان لے سکتے ہیں۔ یوگیش اپنے پاس ایک پستول رکھتا ہے۔ اگر وہ قابو میں نہیں آئے گی تو اسے گولی مار سکتا ہے۔ دانش مندی یہی ہے کہ وہ چپ چاپ وہاں سے فرار ہو جائے۔ کہیں جا کر اپنا ٹھکانا بنائے پھر اپنے باپ اور بھائی سے نمٹنے کا کوئی راستہ نکالے۔

وہ تیزی سے چلتے ہوئے اپنے بیڈروم میں آئی۔ ایک سفری بیگ میں ضروری سامان رکھنے لگی۔ اس نے باپ سے جھوٹ کہا تھا کہ اس کے پاس صرف پچاس ہزار روپے ہیں۔ جبکہ الماری کے سیف میں ڈھائی لاکھ روپے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے وہاں سے تمام رقم نکالی پھر اپنا سفری بیگ اٹھا کر وہاں سے چلی گئی۔

وہ باپ اور بیٹا تھوڑی دیر تک اس کا انتظار کرتے رہے پھر باپ نے ڈرائنگ روم سے نکل کر کوریڈور میں پہنچ کر اسے آواز دی ''بندیا! تم کہاں ہو؟ جلدی آؤ۔ دیر نہ کرو۔ تمہیں اس شہر سے فوراً چلے جانا چاہیے۔ تمہارا بھائی تمہارے ساتھ جائے گا پھر کسی دوسرے شہر میں تمہاری رہائش کا انتظام کر کے چلا آئے گا۔''

اسے بندیا کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر اسے آوازیں دیتا ہوا اس کے بیڈروم میں آیا تو وہ نہیں تھی۔ کھلی ہوئی الماری اور بکھرا ہوا سامان بتا رہا تھا کہ وہ جا چکی ہے۔ یوگیش نے آ کر پوچھا ''کیا ہوا ڈیڈ! وہ کہاں ہے؟''

''معلوم ہوتا ہے اس نے ہماری باتیں سن لی ہیں۔ وہ ہم سے دور رہنے کے لیے چپ چاپ ہمیں دھوکا دے کر چلی گئی ہے۔''

یوگیش نے کہا ''ہمیں اسے اس طرح نہیں جانے دینا چاہیے۔''

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے باہر آئے۔ ان کے پاس دو گاڑیاں تھیں۔ ایک گاڑی وہ لے گئی تھی۔ وہ دونوں دوسری گاڑی میں بیٹھ گئے۔ باپ نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا ''آگے جا کر تم کوئی رینٹیڈ کار لے لو اور ائرپورٹ کی طرف جاؤ۔ میں ہائی وے کی طرف جاؤں گا۔ وہ کار لے گئی ہے۔ ہائی وے پر جا سکتی ہے۔''

''ڈیڈ! وہ ٹرین کے ذریعے بھی کہیں جا سکتی ہے۔''

''وہ آرام دہ سفر کی عادی ہے۔ ٹرین سے نہیں جائے گی۔''

وہ آگے جا کر رینٹ اے کار کی ایجنسی پر اتر گیا۔ باپ آگے بڑھ گیا۔ وہ وہاں سے ایک کار رینٹ پر حاصل کرنے لگا۔ اب ان تینوں کو بڑی دیر تک اور دور تک بھٹکتے رہنا تھا۔

☆☆☆

ہنس راج جوگیا کا موجودہ نام رنجیت تھا۔ پہلے وہ مدراس کے علاقے میں انسپکٹر جنرل آف پولیس تھا۔ جب چنڈال جوگیا بھارتی اکابرین کے سائے میں آ گیا اور شاہانہ زندگی گزارنے لگا تو اس وقت وہ اپنے بیٹے کا ٹرانسفر دہلی کروا چکا تھا۔ آج کل وہ وہیں رہ رہا تھا۔

اس نے ابتدا میں بیٹے کو یہ نہیں بتایا کہ وہ بھارتی حکمرانوں کے ساتھ مل کر اپنے دیس کے لیے کام کر رہا ہے۔

صرف اتنا کہا تھا کہ وہ ہمیشہ اپنے بیٹی اور بیٹے سے رابطہ نہیں رکھے گا۔ بہت ضرورت کے وقت آیا کرے گا۔ لہٰذا اسے دہلی پہنچنے کے بعد شراب پینے سے توبہ کرنی ہوگی۔ ورنہ کوئی بھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں آ کر اس کے باپ کا سراغ لگا سکتا ہے۔

بیٹا اپنے باپ کی طرح ہوس پرست تھا۔ اگر شراب سے توبہ کرتا تو شباب سے۔ کبھی توبہ نہ کرتا اور جب شباب کے قریب جاتا تو شراب کی طلب ہوتی۔ یہ دونوں خواہشات لازم و ملزوم تھیں۔

اس نے باپ کی ایک بات مان لی تھی۔ فی الحال شراب سے توبہ کر لی تھی۔ ادھر دل مائل ہوتا تھا۔ بوتل دیکھ کر دل للچاتا تھا لیکن باپ سے ڈرتا تھا۔ وہ اپنے منتروں کے ذریعے یا خیال خوانی کے ذریعے اسے بڑی سخت سزائیں دیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے بھی خطرہ تھا کہ وہ جان کو آ جائیں گے۔

انسپکٹر جنرل آف پولیس ہونے کے باعث پورے دہلی شہر میں اس کی حکمرانی تھی۔ جتنے بدنام اور خطرناک مجرم تھے اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے تھے اور اپنی کمائی کا آدھا حصہ اس کے حوالے کرتے تھے۔ وہ مال بھی خوب کماتا تھا اور ایک سے بڑھ کر ایک حسین عورت سے دوستی بھی کرتا تھا۔

ان دنوں ایک حسین عورت رینوکا سے دوستی تھی۔ وہ کوئی بازاری یا سوسائٹی گرل نہیں تھی۔ ایک امیر زادی تھی۔ ہنس راج پر دل آ گیا تھا۔ اس لیے اس کے ساتھ وقت گزارنے لگی تھی۔ اس وقت بھی وہ پولیس ہیڈ کوارٹر سے نکل کر رینوکا کے بنگلے میں آیا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "کل اتوار کی چھٹی ہے۔ آج ہم تمام رات جاگتے رہیں گے۔ گھومتے پھرتے اور عیش کرتے رہیں گے۔"

وہ بولی "میں اتنی بھی آزاد نہیں ہوں کہ پوری رات تمہارے ساتھ گزاروں۔ میرے پتاجی کو ہمارے افیئر کا پتا چلے گا تو وہ میرا گھر سے نکلنا بند کر دیں گے۔"

"میری جان! ڈرتی کیوں ہو؟ میں کوئی معمولی افسر نہیں ہوں۔ آئی جی آف پولیس ہوں۔ بات کھلے گی تو تمہارا باپ مجھے داماد بنانے میں فخر محسوس کرے گا۔ جاؤ! فوراً چینج کر کے آؤ۔ ہم رات کا کھانا باہر کھائیں گے۔"

وہ مسکراتی ہوئی اپنے بیڈ روم کی طرف چلی گئی۔ اس کے ماتا پتا شملہ گئے ہوئے تھے۔ گھر میں کوئی نہیں تھا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ ایسے ہی وقت چنڈال نے اس سے رابطہ کیا۔ وہ اپنے اندر باپ کی آواز سن کر سیدھا بیٹھ گیا۔ باپ نے کہا "میں ابھی تمہارے خیالات پڑھ رہا تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے شراب چھوڑ دی ہے مگر شباب سے باز نہیں آ سکے۔ کوئی بات نہیں میں رینوکا کے بھی خیالات پڑھ چکا ہوں۔ وہ ایک امیر زادی ہے۔ اچھے گھرانے کی لڑکی ہے۔ بس اس کا تعلق رکھو دس جگہ منہ مارتے نہ پھرو۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہو۔ ورنہ میں پھر تمہیں سزا دے سکتا ہوں۔"

"آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی ہر بات مانتا رہا ہوں۔ آپ کی بدولت راجا مہاراجا کی طرح زندگی گزار رہا ہوں اور مجھے کیا چاہیے؟"

"مجھے تم سے بہت بڑا کام لینا ہے۔ میں تمہیں کل صبح تک بتاؤں گا کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے؟ جب تم دفتر جاؤ تو کم از کم ایک ہفتے کی چھٹی لے لو۔ میں جس دن کہوں اس دن شملہ کی جاؤ پھر میں بتاؤں گا کہ تمہیں کرنا کیا ہے؟"

"میں چھٹی لے کر وہاں پہنچوں گا۔ جو کہیں گے وہ کروں گا لیکن پہلے سے کچھ بتا دیں کہ کرنا کیا ہے؟ تاکہ میں ذہنی طور پر تیار رہوں۔"

اس نے کہا "آرمی کے چھ یوگا جاننے والے افسروں نے مجھے اپنا پابند بنا کر رکھا تھا۔ ان میں سے دو افسروں کو میں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ چھ میں سے چار رہ گئے ہیں۔ ان چاروں کا بھی خاتمہ کرنا ہے۔ میں تمہارے ذریعے انہیں ایک ایک کر کے ختم کروں گا۔"

"ایسی بات ہے تو پھر سمجھیں کہ ان کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ میں کل ہی سے ایک ہفتے کی چھٹی لے کر شملہ جانے کے لیے تیار رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ یہاں مجھے محتاط رہنا پڑتا ہے۔ وہ چاروں افسران میری نگرانی کرتے ہیں۔ مجھے ان کی مرضی کے خلاف کہیں خیال خوانی کرنے کی اجازت نہیں دی جا رہی ہے۔ میں جہاں رہتا ہوں وہاں خفیہ کیمرے لگا رکھے ہیں۔ دن رات دیکھتے رہتے ہیں کہ کہیں میں چوری چھپے کسی سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ تو نہیں کر رہا ہوں اور کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دوستی تو نہیں کر رہا ہوں۔ میں کہیں انہیں نقصان پہنچانے والا کام تو نہیں کر رہا ہوں۔ اُلّو کے پٹھے نہیں جانتے ہیں کہ میں انہیں کس طرح الو بنا رہا ہوں؟ بہرحال میں کل صبح تم سے رابطہ کروں گا۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد رینوکا سنور کر اس کے پاس آئی۔ اس نے اٹھ کر اسے دھڑکتا کوٹ لگا لیا۔ اس کے حسن کی اور اس کی خوش لباسی کی تعریفیں کرنے لگا۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ اس نے ناگواری سے کہا "اِس وقت کون کباب میں ہڈی بننے چلا آیا ہے؟"

وہ مسکراتی ہوئی خود کو اس سے چھڑاتی ہوئی بولی "میں دیکھتی ہوں کون ہے؟"

وہ دروازے کی طرف جانے لگی۔ اس نے کہا "کوئی بھی ہو۔ اسے ٹال دو۔ میں رنگ میں بھنگ پسند نہیں کرتا۔"

رینوکا نے دروازہ کھولا۔ کھلے ہوئے دروازے کے باہر بندیا کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ خوشی سے چہک کر بولی "ہائے بندیا! تم..... تم اچانک؟ سرپرائز دینے آئی ہو؟"

وہ اندر آتے ہوئے بولی "میں سرپرائز دینے نہیں آئی ہوں۔ مصیبت میں ہوں تم پر مصیبت بن کر آئی ہوں۔"

"ایسی بات کرے گی تو تھپڑ ماروں گی۔ یہ میرا ہی نہیں تیرا بھی گھر ہے۔ ماتاجی اور پتاجی تجھے دیکھیں گے تو خوش ہو جائیں گے۔"

ہنس راج جوگیا اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ایسی ہی تھی۔ اس کا زرخیز بدن ایسا چیختا ہوا تھا کہ چلتے پھرتے لوگوں کو پکارتا تھا۔ رینوکا ہنس راج جوگیا سے اس کا تعارف کرانے لگی۔ میں بندیا کے اندر تھا۔ وہ اپنے باپ اور بھائی کے مشورے پر شہر چھوڑ کر جانے والی تھی لیکن ان کے خبیث چہرے اصل میں سامنے آئے تو پتا چلا کہ وہ اسے قتل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو اس نے شہر سے کہیں دور جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ اپنی عزیز ترین اور رازدار سہیلی رینوکا کے پاس جائے گی اور اسی کے گھر میں چھپ کر رہے گی۔

اس کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ جو شخص اسے بلیک میل کر رہا ہے۔ وہ اس کا موبائل فون نمبر جانتا ہے۔ اس سے کسی وقت ضرور رابطہ کرے گا تو وہ اپنے تمام حالات اسے بتائے گی اور اس کے سامنے جھک جائے گی۔ اس کی ہر شرط مان کر اسے اپنا دوست بنا لے گی۔ ایسی چالاکی سے کام لے کر وہ باپ اور بھائی کے دشمن ارادوں سے محفوظ رہ سکے گی۔

وہ پہلے اچھی طرح سنبھل کر مضبوطی سے قدم جما کر باپ اور بھائی سے انتقام لینا چاہتی تھی۔ رینوکا کے گھر اسی لیے آئی تھی کہ اس کے گھر میں محفوظ رہ کر بڑے آرام سے اپنے بدترین حالات پر قابو پا سکتی تھی۔

ہنس رینوکا کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ عام رئیس زادیوں کی طرح تھی۔ مزاج میں رومانیت تھی۔ جو پسند آتا تھا۔ اسے بوائے فرینڈ بنا لیتی تھی۔ اس بار وہ ہنس راج جوگیا پر مرمٹی تھی۔ وہ قد آور صحت مند پہلوان جیسا تھا۔ دعویٰ کرتا تھا کہ تنہا دو چار پہلوانوں کو پچھاڑ سکتا ہے اور دشمنوں کے چھکے چھڑوا سکتا ہے۔

اس نے رینوکا کے بھی چھکے چھڑا دیے تھے۔ وہ پریشان ہو کر بولتی تھی "تم تو درندے ہو۔ تھکنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ آخر کیا کھاتے پیتے رہتے ہو؟"

وہ بڑے فخر سے کہتا تھا "میں نے برسوں پہلوانی کی ہے اور یوگا کا ماہر ہوں۔ پورے دس منٹ تک سانس روک سکتا ہوں۔ ہم یوگا جاننے والے کشتی لڑتے وقت تھکتے نہیں ہیں۔ اپنے مدمقابل کو تھکا مارتے ہیں۔"

رینوکا کے حالات پڑھ کر میں محتاط ہو گیا۔ یہ معلوم ہو گیا کہ میں اس کے دماغ میں جانا چاہوں گا تو وہ سانس روک لے گا۔ نہ ہی میں اس کے اندر جا سکوں گا اور نہ ہی اس کے خیالات پڑھ سکوں گا اور نہ ہی اس کی اصلیت معلوم کر سکوں گا کہ وہ کون ہے؟

یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ تمام یوگا جاننے والوں کا تعلق ٹیلی پیتھی کی دنیا سے یا خیال خوانی کرنے والوں سے ہو۔ ویسے تعلق ہو یا نہ ہو لیکن یہ تجسس پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ یوگا جاننے والا کون ہے؟

ہنس راج کے بارے میں بھی میرے اندر تجسس پیدا ہوا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ چنڈال کا بیٹا ہے اور اس کا موجودہ نام رنجیت شرما ہے۔ رینوکا کے خیالات نے بتایا کہ وہ آئی جی آف پولیس ہے۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چنڈال کا بیٹا پولیس کا سب سے بڑا افسر ہے اور اس وقت میرے نشانے پر آیا ہوا ہے۔

میں نے سوچ لیا کہ بڑی سہولت سے رفتہ رفتہ اس کے دماغ کا دروازہ کھول کر اندر پہنچوں گا اور اس کے چور خیالات پڑھوں گا۔ میں اسے رینوکا کے ذریعے ٹریپ کر سکتا تھا لیکن میرا مقصد بندیا کو جگہ جگہ بھٹکانا تھا۔ ذلیل و خوار کرنا تھا۔ تاکہ وہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتی رہے اور اپنے غرور کے ساتھ اوندھے منہ گرتی رہے۔

میں بندیا کے ذریعے اس کی اصلیت معلوم کر سکتا تھا۔ اسے بندیا کی طرف مائل کرنا ضروری نہیں تھا۔ وہ تو پہلی ہی نظر میں اس کے لیے للچانے لگا تھا۔ لہٰذا میں بندیا کے اندر اس کے لیے نرم گوشہ پیدا کرنے لگا۔ اس نکاذ ذہن میری مرضی کے مطابق ہنس راج کی طرف مائل ہونے لگا۔ وہ باتیں کرنے کے دوران میں اسے مدعو کرنے والی نگاہوں سے دیکھتی رہی اور اپنے حالات بیان کرتی رہی۔

اس نے یہ تو نہیں بتایا کہ اس سے کس قدر شرمناک حرکتیں سرزد ہوئی ہیں۔ صرف اتنا کہا کہ بلیک میلر اس کی ایک

کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اسے پریشان کر رہا ہے۔ وہ اس بری طرح بدنام ہونے والی ہے کہ باپ اور بھائی بدنامی سے بچنے کے لیے اسے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی جان بچا کر وہاں پناہ لینے آئی ہے۔

ہنس راج سینہ تان کر بولا ''تم فکر نہ کرو۔ تمہارا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔ میں اس شہر کا آئی جی آف پولیس ہوں۔ پورا شہر میری مٹھی میں رہتا ہے۔ تمہارے باپ اور بھائی کیا چیز ہیں؟ اور وہ بلیک میلر کیا بیچتا ہے؟ میں سب کی ایسی کی تیسی کر دوں گا۔''

فون کی گھنٹی سنائی دی۔ رینوکا نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ ہیلو کہا تو دوسری طرف سے اس کے باپ کی آواز سنائی دی ''ہیلو بیٹی! تم کیا کر رہی ہو؟''

''کچھ نہیں پتا جی! بس یونہی باہر جا کر رات کا کھانا کھانا چاہتی تھی۔ آپ سنائیں ماتا جی کے ساتھ کب آ رہے ہیں؟''

''میں نے یہی بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ ابھی ہم رات کے گیارہ بجے کی فلائٹ سے آ رہے ہیں۔''

وہ حیرانی و پریشانی سے ہنس راج کو دیکھ کر فون پر بولی ''اتنی جلدی اور اچانک آ رہے ہیں۔ آپ نے اطلاع بھی نہیں دی۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ کیا تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟''

''اوہ پتا جی! مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ آپ گیارہ بجے تو کیا ابھی آ جائیں۔''

باپ نے ہنستے ہوئے کہا ''فلائٹ گیارہ بجے پہنچائے گی۔ اس سے پہلے کیسے آ سکوں گا۔ بہرحال تم ہوٹل جانا چاہو تو جاؤ۔ ہم بھی رات کا کھانا کھا کر ہی آئیں گے۔ او کے سی یو مائی ڈارلنگ! ہم پہنچ رہے ہیں۔''

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ ریسیور رکھ کر بولی ''رنجیت! یہ تو گڑبڑ ہو گئی۔ ماتا پتا جی ابھی گیارہ بجے یہاں پہنچنے والے ہیں۔ میں تمہارے ساتھ باہر نہیں جا سکوں گی۔''

ہنس راج نے کہا ''میں خود تم سے کہنے والا تھا کہ ہم آؤٹنگ کا پروگرام کینسل کر دیں۔ اس لیے کہ تمہاری سہیلی بندیا بہت مصیبت میں ہے۔ پہلے میں اس کی مصیبتیں دور کروں گا۔ ابھی اس کے باپ اور بھائی سے نمٹنا چاہتا ہوں اور یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کم بخت بلیک میلر کون ہے۔''

پھر اس نے بندیا سے کہا ''تم۔۔۔ ابھی میرے ساتھ چلو۔ میں تمہارے تمام پرابلم دور کر دوں گا۔''

میں نے بندیا کو انکار کرنے نہیں دیا۔ وہ احسان مندی سے بولی ''میں آپ کا شکریہ کس طرح ادا کروں؟ کیا آپ ابھی میرے ساتھ چلیں گے۔''

وہ باپ اور بھائی کی طرف جانا نہیں چاہتی تھی۔ دل ہی دل میں ڈر رہی تھی لیکن میں اسے حوصلہ دے رہا تھا کہ ایک آئی جی آف پولیس اس کے ساتھ ہے اور وہ باپ بھائی کے پاس جائے نہ جائے لیکن اس آئی جی کو ٹریپ کرنا چاہیے مٹھی میں رہے گا تو باپ بھائی تو کیا اس پراسرار بلیک میلر سے بھی بچ سکے گی۔

رینوکا نے کہا ''تمہیں رنجیت کے ساتھ جانا چاہیے۔ تمہاری تمام مصیبتیں صبح تک دور ہو جائیں گی۔''

''پھر تو مجھے تمہارے گھر سے ابھی جانا ہوگا۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہارے ماتا پتا کو میرے حالات معلوم ہوں اور یہ معلوم ہو کہ میں آئی جی صاحب کے ساتھ ادھر ادھر بھٹک رہی ہوں۔ پلیز! جب تک میری مصیبتیں دور نہ ہوں۔ تم اپنے ماتا پتا کو میرے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ میں یہاں سے جا رہی ہوں پھر کسی وقت آؤں گی۔''

وہ اپنا سفری بیگ اٹھا کر بنگلے سے باہر آئی پھر اس کی کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ بنگلے کے احاطے سے باہر نکلنے کے بعد بولا ''اس وقت تمہارے باپ اور بھائی کہاں ہوں گے؟''

وہ میری مرضی کے مطابق بولی ''وہ تو مجھے ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے اور رات بھر میری تلاش میں بھٹکتے رہیں گے۔ گھر جانا فضول ہے۔''

''ہاں۔ جب تک میں تمہیں تحفظ فراہم نہ کروں۔ اس وقت تک گھر نہیں جانا چاہیے۔ یہ بتاؤ کوئی دوسرا ٹھکانا ہے؟''

''نہیں۔ میں کسی ہوٹل میں رہ لوں گی۔''

''کیسی غیروں جیسی باتیں کرتی ہو؟ میرا گھر موجود ہے وہاں ایک رات تو کیا ہزاروں راتیں گزار سکتی ہو۔''

''میں آپ پر بوجھ نہیں بنوں گی۔''

''کیسی باتیں کرتی ہو؟ تم چلو تو سہی۔''

''میری ایک عادت ایسی ہے۔ جسے آپ پسند نہیں کریں گے۔''

''میں تمہاری تمام عادتیں برداشت کروں گا۔ بولو! تمہاری عادت کیا ہے؟''

''یہی کہ میں رات کو کھانے سے پہلے تھوڑی سی پیتی ہوں۔''

وہ ایک دم چہک کر بولا ''ارے واہ! تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی۔ میں دل کی گہرائیوں سے تمہیں

ہوں۔''

''اس کا مطلب ہے کہ آپ بھی میرا ساتھ دیں گے۔''

وہ ذرا جھجکتے ہوئے بولا ''نہیں۔ بات یہ ہے کہ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ صبح ورزش کرتا ہوں۔ مجھے پینا نہیں چاہیے۔''

''تو پھر رہنے دیں۔ میں بھی نہیں پیوں گی۔''

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ کہیں یہ پگلی ہاتھ سے پھسل نہ جائے۔ اسے ناراض نہیں کرنا چاہیے۔ سمجھا بجھا کر اسے اپنے گھر لے جانا چاہیے۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا ''میں پہلے بہت پیا کرتا تھا پھر میرے پتا جی نے منع کر دیا۔ تب سے میں نے بوتل کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔''

''بوڑھے ماں باپ تو منع کرتے ہی ہیں۔ کیا آپ اتنے فرماں بردار ہیں کہ میری خاطر بھی بوتل کو ہاتھ نہیں لگائیں گے؟''

بندیا نے میری مرضی کے مطابق اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا ''آج آپ میری خاطر میرا ساتھ دیں گے۔ پلیز! ہاں کہہ دیں۔''

وہ ایک دم سے پگھل گیا پھر بولا ''ہاں..... ہاں..... میں تمہیں ناراض نہیں کر سکتا۔ تم میری مہمان ہو۔ جو کہو گی۔ وہی کروں گا۔ تمہارا بھرپور ساتھ دوں گا۔''

اس نے ایک جگہ کار روک کر بلیک لیبل وہسکی کی دو بوتلیں خریدیں پھر کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ میں اسے شیشے میں اتار چکا تھا۔ بندیا نے میری مرضی کے مطابق اس سے پوچھا ''کیا تمہارے پاس کوئی اچھا سا کیمرا ہے؟''

''میرے پاس بہترین کیمرا ہے۔ بہترین تصویریں اتاری جا سکتی ہیں۔''

وہ بڑے تخرے سے اٹھلا کر بولی ''میں تصویریں اتروانا چاہتی ہوں۔ پلیز یہاں سے فلم کے رول لے چلو۔''

اس نے ایک دکان کے سامنے گاڑی روک کر فلم کے دو رول خریدے پھر کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ جیسا کہہ رہی تھی۔ وہ ویسا ہی کر رہا تھا۔ اسے دیکھ دیکھ کر للچا رہا تھا۔ دیوانہ ہو رہا تھا۔

وہ تمام سامان لے کر اپنے بنگلے میں آ گیا۔ ایک ملازم وہاں کام کرتا تھا۔ اس کے لیے کھانا پکاتا تھا اور گھر کی صفائی کرتا تھا۔ اس نے ملازم کو چھٹی دے دی پھر بندیا سے پوچھا ''پہلے کھاؤ گی یا پیو گی؟''

''پہلے کچھ پی لیں، پھر کھائیں گے پھر پئیں گے، پھر کھائیں گی، رات ہماری ہے، دن ہمارے ہیں۔ زندگی ہماری ہے، ہم آزاد ہیں، خودمختار ہیں، جو چاہیں گے، جو چاہیں گے، کریں گے۔''

وہ اسے کھینچ کر اپنے بازوؤں میں بھرتے ہوئے بولا ''تو پھر پہلے پیار کریں گے۔''

وہ خود کو چھڑاتے ہوئے بولی ''ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ پہلے پئیں گے، موڈ بنائیں گے۔''

وہ شیشے کے دو نازک گلاس لے آیا۔ بندیا نے میری مرضی کے مطابق بھر بھر کے جام بنائے۔ ایک اسے دیا، ایک خود لیا پھر جام سے جام ٹکرا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ ہنس راج جو گیا میری توجہ کا مرکز تھا۔ میں بندیا کے ذریعے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی ''کیا تم ایک ہی سانس میں یہ گلاس خالی کر سکتے ہو؟''

''یہ کون سی بڑی بات ہے؟''

اس نے گلاس کو ہونٹوں سے لگایا پھر غٹاغٹ پیتا چلا گیا۔ ادھر گلاس خالی ہوا، ادھر دماغ کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے پہلے ہی جو خیالات پڑھے ان سے معلوم ہوا کہ وہ چنڈال جوگیا کا بیٹا ہنس راج جوگیا ہے۔ دوسری صبح چنڈال جوگیا اس سے رابطہ کرنے والا ہے۔ اب سے ایک گھنٹا پہلے بھی اس نے رابطہ کیا تھا اور بیٹے سے کہا تھا کہ وہ ایک ہفتے کی چھٹیاں لے کر شملہ چلا آئے وہاں چار یوگا جاننے والے افسران کو باری باری موت کے گھاٹ اتارنے والا تھا۔ ایسے ہی وقت میں اس کے ذریعے چنڈال جوگیا تک پہنچ سکتا تھا۔

میں نے ہنس راج جوگیا کو زیادہ پینے سے روک دیا۔ دوسری صبح اس کا باپ اس سے رابطہ کرنے والا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ نشے کی حالت میں رہے۔ میرا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اب میں اس کے دماغ میں رہ کر اسے اپنے احکامات کی تعمیل کرنے پر مجبور کر سکتا تھا۔

بندیا نے پوچھا ''تم نے گلاس رکھ دیا ہے، کیا اور نہیں لوگے؟''

وہ بولا ''بس..... ابھی نہیں، پہلے میں تمہاری تصویریں اتاروں گا۔ حقیقی اور فطری تصویریں!

وہ آسانی سے ایسا کرنے والی نہیں تھی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا پھر وہ میری مرضی کے مطابق وہی حرکتیں کرنے لگی جو ایک بار ہوٹل میں کر چکی تھی۔

جوگیا کے پاس بہترین آٹو میٹک کیمرا تھا۔ وہ اسے سیٹ کر کے ایک طرف رکھ دیتا تھا پھر اس کے پاس آ کر جذباتی انداز میں تصویریں اتارتا تھا۔ فوٹو گرافی کا یہ سلسلہ شروع ہوا تو پھر کئی گھنٹوں تک جاری رہا، درجنوں تصویریں اتر تی رہیں پھر میں نے یہ سلسلہ ختم کرایا۔ تاکہ ہنس راج جوگیا جلد ہی سو جائے۔

میں نے ان دونوں کو الگ الگ سونے پر مجبور کیا۔ اس نے ایک بیڈ پر چاروں شانے چت لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں، میرا معمول اور تابعدار بننے کے لیے گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆☆☆

جینا اور کبریا احمد آباد میں تھے۔ اب وہاں سے جانے والے تھے۔ جانے سے پہلے ایک بدترین دشمن دیوراج پٹیل کو ختم کر دیا تھا اور باقی کو قانون کی گرفت میں پہنچا دیا تھا۔

ایک خطرناک قاتل شمبھو پولیس کو مطلوب تھا۔ کبریا نے اس کے ذریعے دیوراج کو قتل کرایا تھا پھر اس نے گرفتاری پیش کرتے ہوئے بیان دیا تھا کہ وہ سہاگن دیوی کا عقیدت مند ہے اور یہ شیطان سہاگن دیوی کی شخصیت پر کیچڑ اچھال رہا تھا۔ دیوی جی کے خلاف سازشیں کر رہا تھا۔ اس لیے اس نے پورے ہوش وحواس میں رہتے ہوئے دیوی کی عقیدت میں اسے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔

دیوراج پٹیل نے اور اس کے ساتھی سیاست دان مراری اور بھنڈاری نے ہندوؤں کو اس قدر بھڑکایا تھا کہ وہ سہاگن دیوی پر شبہ کرنے لگے تھے۔ انہوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ اسے ایک مسلمان حمزہ کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔ ایک تو وہ پہلے ہی شکنتلا اور جان محمد کے میل ملاپ پر اعتراض کر رہے تھے، دنگے فساد کر چکے تھے اوپر سے یہ اعتراض اٹھایا تھا کہ حمزہ بھی ایک مسلمان ہے۔ اسے دیوی جی کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔

اس وقت حالات ایسے نہیں تھے کہ نفرت کرنے والے ہندوؤں کو پیار محبت اور انسانیت کی بات سمجھائی جاتی تو وہ سمجھ لیتے۔ وہ ایک کنواری ہندو کے ساتھ کسی بھی مسلمان کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

انہوں نے مصلحتاً یہ بات مان لی تھی کہ وہ ایک دوسرے سے الگ رہیں گے۔ جینا وہیں ریسٹ ہاؤس میں رہ گئی۔ کبریا اسے چھوڑ کر احمد آباد کے ایک ہوٹل میں آ گیا۔ دونوں نے یہ طے کیا کہ ایک ہی رات گزارنے کی بات ہے، دوسری صبح وہ یہاں سے نکل چلے جائیں گے۔ ایک رات پلک جھپکتے ہی گزر جاتی ہے اور کبھی پلکیں جھپکتے رہو تب بھی نہیں گزرتی۔

جینا ریسٹ ہاؤس میں تنہا تھی۔ بستر پر کروٹیں بدل رہی تھی۔ حمزہ کے بغیر وہ رات ایسی ہوگئی تھی جس کی صبح نہیں ہوتی۔

اگرچہ وہ حمزہ سے فاصلہ رکھتی تھی لیکن پچھلی رات کچھ ایسی بات ہوگئی تھی کہ دونوں ہی ایک بیڈ پر سو گئے تھے۔ صبح جب آنکھ کھلی تو وہ خود کو کبریا کے پہلو میں دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ اس کی شرافت اور نیک نیتی کی قائل ہوگئی تھی۔ اگرچہ وہ ایک مکمل لڑکی نہیں تھی اس کے باوجود کبریا ہوس پرستی کے کتنے ہی مرحلوں سے گزر سکتا تھا لیکن اس نے اپنی چاہنے والی کا اعتماد قائم رکھا تھا۔

وہ اپنی خوش قسمتی پر جتنا بھی فخر کرتی، وہ کم ہوتا۔ کبریا نے اسے ایک عام لڑکی سے دیوی بنا دیا تھا۔ اس کے پیچھے دولت کا اتنا ذخیرہ رکھا تھا کہ وہ دنیا کے تمام ممالک کے بینکوں میں اپنا اکاؤنٹ کھول سکتی تھی اور دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا کر عیش و آرام سے زندگی گزار سکتی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں، وہ اس کا ایسا محافظ بن چکا تھا کہ اندھیرے سے آنے والا تیر بھی اسے زخمی نہیں کر سکتا تھا۔

زندگی ہر پہلو سے محفوظ نہیں رہتی، ہر حال میں شاد و آباد نہیں رہتی۔ کہیں نہ کہیں سے دکھ اور مسائل آتے ہی رہتے ہیں۔

یہ مسئلہ بہت اہم تھا کہ کبریا کے ساتھ ساری زندگی کیسے گزرے گی؟ وہ اسے سمجھا رہا تھا، منا رہا تھا کہ وہ آپریشن کے لیے راضی ہو جائے۔ جبکہ اسے آپریشن سے خوف آ رہا تھا۔ پچھلی رات اسے آگہی حاصل ہوئی تھی کہ وہ آپریشن تھیٹر میں جائے گی تو وہ زندہ واپس نہیں آئے گی۔

اس نے پچھلی رات اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ ڈاکٹر نے اس کا آپریشن کیا تھا پھر وہ جانبر نہ ہو سکی تھی۔ اس نے خود اپنی آنکھوں سے اپنی لاش دیکھی تھی۔ یہ آگہی تھی کہ اگر آپریشن کے مرحلے سے گزرے گی تو زندگی ہار جائے گی۔

اور زندگی ہارنے کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ کبریا کو ہار جائے گی۔ اسے کبریا کی قربت کیسے نصیب ہوگی؟ جب زندہ ہی نہیں رہے گی۔ اسے اپنے روبرو دیکھنے کے لیے زندہ رہنا ضروری تھا مگر اپنے چاہنے والے کی ایک طلب ہوتی ہے اور اس طلب سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

وہ تذبذب میں تھی، کیا کرے؟ کدھر جائے؟ کس طرح کبریا کو سمجھائے؟ کہ وہ اس ایک طلب سے باز آ جائے۔ سامنے دسترخوان بچھا رہے اور وہ اپنے صبر کو آزمائے۔ کھانے کو منہ نہ لگائے۔

ایسا تو ممکن نہیں ہوتا لیکن وہ سوچتی تھی کہ ایسا ہی ہو جائے۔ صبح اس کے ساتھ ممبئی جانا تھا۔ وہ رات بھر سوچتی رہی، کروٹیں بدلتی رہی پھر اسے یوں لگا، جیسے دماغ ایک دم سے روشن ہو گیا ہے۔ وہ فوراً ہی سمجھ گئی کہ آگہی ملنے والی ہے۔

وہ چاروں شانے چت لیٹی ہوئی تھی۔ ایسے وقت اسے ہوش نہیں رہتا تھا۔ وہ بالکل ساکت پڑی رہ جاتی تھی۔ اس نے دیکھا، چاروں طرف تاریکی تھی۔ کبریا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے پکارا ''کبریا! تم کہاں ہو؟''

اسے کبریا کی آواز سنائی دی ''تم کہاں ہو؟ مجھے دکھائی نہیں دے رہی ہو؟ میرے چاروں طرف اندھیرا ہے کیا تم بھی تاریکی میں ہو؟''

''ہاں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اندھیرا کیوں چھا گیا ہے؟ پہلے تو ہم روشنی میں رہا کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو دیکھا کرتے تھے۔ میں تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''جینا! قدرت کے اشارے کو سمجھو۔ تمہیں آگاہی مل رہی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھیں۔ نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے سے دور رہیں۔''

''بھگوان کے لیے ایسی باتیں نہ کرو۔ میں پوجا کے سمے پرارتھنا کرتی رہتی ہوں کہ ہم جنم جنم تک ساتھ رہیں۔ ہر جنم میں ایک دوسرے کے ساتھی بن کر رہا کریں۔''

''اگلے جنم..... میں کیا ہوگا؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔ تم موجودہ جنم کی بات کرو۔ ابھی ہمارے حالات سازگار نہیں ہیں۔ تمام ہندو ہمارے خلاف ہیں وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ تمہاری جیسی اونچی ذات کی برہمن لڑکی ایک مسلمان کے ساتھ دن رات دیکھی جائے۔''

''میں دنیا والوں کی پروا نہیں کروں گی۔ بدترین حالات کا مقابلہ کروں گی لیکن تم سے دور کبھی نہیں رہوں گی۔''

''تمہیں مجھ پر بہت زیادہ اعتماد ہے۔ تم سمجھتی ہو کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی نادیدہ دشمن کو دیکھ اور سمجھ لیتا ہوں اور تمہاری حفاظت کرتا ہوں لیکن ایسا کب تک ہوگا؟ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میں بعض دشمنوں کے دماغوں تک نہ پہنچ سکوں پھر کیا ہوگا؟ کون تمہاری حفاظت کرے گا؟''

''مجھے اپنی پروا نہیں ہے۔ میں تم سے پیار کرتے کرتے مرجانا پسند کروں گی۔''

''ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ یوگا جاننے والے دشمن میری پشت پر سے حملہ کر سکتے ہیں۔ میری غفلت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ تب کیا ہوگا؟ کیا ہم اس لیے مارے جائیں کہ میں مسلمان ہوں اور تم ہندو۔ نہیں..... ہمیں اس کا کوئی حل تلاش کرنا ہوگا اور جب تک ہم اس کا کوئی حل ڈھونڈ نہ لیں۔ اس وقت تک ہمیں ایک دوسرے سے دور رہنا ہوگا۔''

''نہیں..... کبریا..... نہیں..... ایسی باتیں نہ کرو۔ میں رونے لگوں گی۔''

''تمہارے رونے سے اور آنسو بہانے سے اتنا بڑا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ یہ آگہی ہے۔ ایک وارننگ ہے کہ کچھ عرصے کے لیے دور ہو جاؤ۔ اسی میں بہتری ہے۔''

پھر اسے کبریا کی آواز سنائی دی۔ وہ آواز دور ہوتی جا رہی تھی ''میں جا رہا ہوں۔ میں جا رہا ہوں۔ خدا حافظ میں پھر ملوں گا۔ بہت جلد ملوں گا لیکن جب تک نہ ملوں تمہیں بڑے صبر و تحمل سے اور بڑے اعتماد سے زندگی گزارنی ہوگی۔ نیچے میں ہوں اوپر بھگوان تمہاری رکشا کے لیے ہے۔ میں اپنی اور تمہاری بہتری کے لیے دور ہو رہا ہوں۔''

اس کی آواز دور ہوتے ہوتے گم ہوگئی۔ وہ چیخ چیخ کر اسے آوازیں دینے لگی پھر چپ ہو کر رونے لگی پھر اس نے اپنے آپ کو دیکھا۔ ایک دوسری جینا اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی ''دور ہو جاؤ۔ چلی جاؤ۔ اسی میں بہتری ہے۔ جو آگہی ملے اس پر عمل کرو، اسی میں دانش مندی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی اس کے دماغ میں پھیلی ہوئی روشنی آہستہ آہستہ کم ہونے لگی۔ چند سیکنڈ کے بعد وہ بالکل ہی ختم ہوگئی۔ وہ آگہی کے مرحلے سے گزر چکی تھی۔ اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے چھت کی طرف دیکھا پھر اسے یاد آیا کہ وہ ریسٹ ہاؤس کے ایک کمرے میں اپنے بیڈ پر پڑی ہوئی ہے۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پریشان ہوگئی۔ سوچنے لگی کہ یہ ابھی کیا ہو رہا تھا؟

اس کے ذہن میں خوامخواہ یہ سوال پیدا ہو رہا تھا۔ جبکہ وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ اب سے پہلے بھی اس کے دماغ میں جھماکا سا ہوتا تھا اور اسے آگہی ملتی رہی تھی۔ وہ پچھلی بار مسلمانوں کے جلسے میں مائیک کے سامنے کھڑی ہوئی تقریر

کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے آگہی ملی تھی کہ کوئی گن سے نشانہ لے کر اسے مارنے والا ہے اور سچ مچ ایسا ہی ہو رہا تھا۔ اس وقت کبریا نے اس کی جان بچائی تھی۔

اس سے پہلے بھی اسے آگہی ملی تھی کہ جان محمد مردہ نہیں زندہ ہے۔ یہ ساری باتیں سچ ثابت ہوتی رہی تھیں۔ اب یہ بات بھی سچ ہونے والی تھی کہ اس کے اور کبریا کے درمیان تاریکی رہے گی۔ تاریکی کا مطلب ہے کہ ایک دوسرے کو نظر نہ آئیں۔ ایک دوسرے سے دور رہیں اور اب ایسا ہونے والا تھا۔ اسے بھی اپنی آگہی کے مطابق عمل کرنا تھا۔ کبریا سے جدا ہو کر جانے قیامت گزر جائے اسے جدا ہونا ہی تھا۔

کبریا ہوٹل میں رات گزار رہا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے انسپکٹر جنرل آف پولیس کے دماغ میں تھا اور کارروائی دیکھ رہا تھا کہ دیوراج پٹیل کے قتل کے سلسلے میں شمبھو کو گرفتار کیا جا رہا تھا اور اس سے بیان لیا جا رہا تھا۔ گجرات کا ایک بہت بڑا سیاسی لیڈر مارا گیا تھا۔ ذرا سی دیر میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ دہلی راج دھانی تک یہ بات پہنچی وہ حکمران پارٹی کا سیاسی رہنما تھا اس لیے اوپر سے دباؤ ڈالا جانے لگا کہ اسے کیسے قتل کیا؟ کس نے قتل کیا؟ فوراً انکوائری کی جائے اور قاتل کو گرفتار کیا جائے۔

کبریا نے شمبھو کے ذریعے دیوراج کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور شمبھو کو گرفتار کر لیا گیا تھا لیکن دیوراج کے سیاسی ساتھی مراری اور بھنڈاری اس کی گرفتاری سے مطمئن نہیں تھے۔ وہ بیان دے رہے تھے کہ اس قتل کے پیچھے سہاگن دیوی کا ہاتھ ہے۔ مراری نے کہا ''وہ دیوی آتما شکتی کے ذریعے پٹیل کو وارننگ دے چکی تھی کہ وہ دشمنی سے باز نہیں آئے گا تو اپنی جان سے جائے گا۔''

بھنڈاری نے کہا ''میں نے بھی سہاگن دیوی کی آواز اپنے اندر سنی تھی۔ جب بھی ہم اس کے خلاف بولتے تھے تو وہ ہمیں دھمکی دینے لگتی تھی۔''

دہلی سے اعلیٰ حکمران کہہ رہے تھے کہ سہاگن دیوی کا محاسبہ کیا جائے اور اسے گرفتار کیا جائے۔

آئی جی آف پولیس کہہ رہا تھا ''سہاگن دیوی نے احمد آباد آتے ہی جنتا کے دل جیت لیے ہیں۔ ایک ایک عورت ایک ایک مرد اور ایک ایک بچہ اس کے گن گا رہا ہے۔ اس نے کروڑوں روپے دان کے طور پر دیے ہیں۔ اگر ہم اسے گرفتار کریں گے تو مسلمان ہی نہیں ہندو بھی ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔ یہاں پولیس والوں کا جینا محال کر دیں گے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا ''جب تک دیوراج کے قتل کی صحیح وجہ معلوم نہ ہو۔ اس وقت تک دیوی پر ایسی پابندیاں عائد ہوں کہ وہ احمد آباد سے باہر نہ جا سکے۔ اسے گرفتار نہ کیا جائے لیکن ایسی پابندیوں میں رکھا جائے کہ جتنا اعتراض نہ کر سکے۔''

کبریا سمجھ رہا تھا کہ درپردہ جینا کے خلاف زبردست ایکشن لیا جائے گا۔ حکمران پارٹی کے تمام سیاست دان اس کے خلاف زبردست چالیں چلیں گے۔ فی الحال ایک زبردست چال یہی تھی کہ مسلمان رئیس اعظم حمزہ خان سے اسے الگ کر دیا جائے۔ کبھی ملنے نہ دیا جائے۔ ادھر قدرتی طور پر آگہی بھی ایسی مل رہی تھی کہ ان دونوں کو اب جدا ہونا ہی تھا۔

کبریا خیال خوانی کے ذریعے کتنے ہی لوگوں کے دماغوں میں جا رہا تھا اور یہ معلوم کر رہا تھا کہ جینا کے خلاف کیسے کیسے منصوبے بنائے جا رہے ہیں؟ پھر اس نے جینا کی خبر لی۔ وہ وقفے وقفے سے اس کے پاس جاتا رہتا تھا اور اس کی خیریت معلوم کرتا رہتا تھا۔ ایک گھنٹا پہلے جب وہ اس کے پاس گیا تھا تو وہ گہری نیند میں تھی۔ کبریا مطمئن ہو کر واپس آ گیا تھا اور پھر دشمنوں کے دماغ پڑھنے لگتا تھا۔

وہ ایک بار پھر خیریت معلوم کرنے کے لیے آیا تو پتا چلا کہ وہ نیند سے بیدار ہو چکی ہے اور بیڈ پر بیٹھی ہوئی سوچ رہی تھی۔ ابھی ابھی اسے ایسی آگہی ملی تھی کہ وہ پریشان ہو گئی تھی۔ کبریا نے اس سے آگہی کے بارے میں معلوم کیا۔ اسے مخاطب کیا وہ چونک کر بولی ''تم کہاں تھے؟ میں انتظار کر رہی ہوں۔''

''تم تو گہری نیند میں تھیں۔ ابھی سو کر اٹھی ہو۔ تمہیں خواب کی صورت میں جو آگہی ملی ہے اس کے بارے میں پریشان ہو۔''

''کیا مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔''

''حالات ہمارے موافق نہیں ہیں۔ دشمن یہاں سے دہلی تک پھیلے ہوئے ہیں اور بڑے وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ با اختیار ہیں۔ حکمران ہیں۔ وہ تمہیں بڑے دوستانہ انداز میں اس طرح قیدی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں کہ جتنا ان سے ناراض نہ ہو۔ انہیں یہ اندیشہ ہے کہ تمہیں گرفتار کرنے سے یہاں پھر سے فسادات پھوٹ پڑیں گے۔''

''وہ مجھے کیوں گرفتار کرنا چاہتے ہیں؟''

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ دیوراج پٹیل کا قتل ہونے والا ہے۔ اس کے ساتھی سیاست داں تمہارے خلاف بیان دے رہے ہیں کہ تم نے اپنی آتما شکتی سے اسے مار ڈالا ہے

تمہارے خلاف ٹھوس ثبوت اور گواہ نہیں ہیں۔ اس لیے وہ بڑی حکمت عملی سے قیدی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔''

''کبریا! ہمیں ابھی یہ شہر چھوڑ کر چلے جانا چاہیے۔''

''بات بگڑ جائے گی۔ ہمارے جانے سے یہ شبہ مزید تقویت حاصل کرے گا کہ دیوراج پٹیل کے قتل میں تمہارا ہاتھ ہے۔ تم نے آتما شکتی کے ذریعے ایسا کیا ہے۔ تمہارا یہاں رہنا ضروری ہے۔''

''پھر تو تم بھی یہیں رہو گے؟''

''نہیں۔ مجھے تو ہر حال میں جانا ہوگا۔ میرے خلاف بڑی سازشیں ہو رہی ہیں۔''

''میں تمہارے بغیر نہیں رہوں گی۔ تمہارے ساتھ جاؤں گی، یا پھر تم یہاں رہو گے۔''

''ضد نہ کرو، جو آگہی تمہیں ملی ہے اسے یاد رکھو۔ اس کے مطابق ہمیں ایک دوسرے سے دور رہنا ہے۔ اسی میں ہماری تمہاری بھلائی ہے۔''

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولی ''تم یہاں سے جاؤ گے تو کیا مجھ سے نہیں ملو گے؟''

''ضرور ملوں گا۔ تمہارے پاس آؤں گا اور تمہیں گلے لگا کر جاؤں گا۔''

''تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ میں صرف جسمانی طور پر تم سے دور رہوں گا ورنہ ہمیشہ تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ اس وقت تم بہت پریشان ہو۔ چلو لیٹ جاؤ۔ میں تمہیں سلا دوں۔ گہری نیند سو کر اٹھو گی تو صبح تازہ دم رہو گی۔''

اس نے بستر پر لیٹ کر آنکھوں کو بند کر لیا۔ کبریا نے خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تو وہ دائمی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے اٹھ کر اسے کھولا تو سامنے انسپکٹر جنرل آف پولیس اپنے ماتحت افسروں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ''مسٹر حمزہ! ہم اتنی رات گئے آپ کو ڈسٹرب کرنے آئے ہیں۔ کیا کریں، ڈیوٹی سے مجبور ہیں۔''

اس نے مصافحہ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا ''کوئی بات نہیں، آپ اپنی ڈیوٹی پوری کریں۔ اندر تشریف لائیں۔''

وہ اندر آ کر بولا ''آپ دیوی جی کے ساتھ نیک ارادے سے یہاں آئے ہیں۔ آپ نے کروڑوں روپے دان کیے لیکن کیا کیا جائے، دشمن اپنی سازشوں سے باز نہیں آ رہے ہیں۔ مجھے اوپر سے احکامات مل رہے ہیں کہ دیوی جی کو احمد آباد میں رہنے دیا جائے لیکن آپ کو شہر بدر کر دیا جائے۔''

کبریا نے کہا ''میں سمجھ رہا ہوں، مراری اور بھنڈاری جیسے سیاست دان ایسی حرکتیں کر رہے ہوں گے۔''

''جی ہاں۔ ان کی پہنچ دہلی راج دھانی تک ہے۔ انہوں نے وہاں سے یہ احکامات جاری کرائے ہیں۔''

''اور ان احکامات کے مطابق آپ مجھ سے کہنے آئے ہیں کہ مجھے یہ شہر چھوڑ دینا چاہیے۔''

''جی ہاں۔ میں شرمندہ ہوں۔ آپ کے لیے گاڑی لے کر آیا ہوں۔ ہمارا ایک ماتحت افسر چند سپاہیوں کے ساتھ آپ کو لے کر شہر سے باہر لے جائے گا۔ باہر جانے کے بعد آپ ممبئی جانا چاہیں یا کسی بھی دوسرے شہر جانا چاہئیں گے تو اسی گاڑی میں آپ کو وہاں پہنچا دیا جائے گا۔''

''آپ قانون کے محافظ ہیں، اپنا فرض ادا کرنے آئے ہیں۔ میں کوئی بحث نہیں کروں گا۔ سامان پیک کر کے ابھی یہاں سے نکلوں گا۔''

اس نے اپنے سفری بیگ میں سامان رکھا پھر اس کے ساتھ کمرے سے نکل کر لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور پر آیا۔ وہاں وزیٹرز لابی میں مراری اور بھنڈاری اپنے سیاسی کارکنوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اسے غصے سے دیکھ رہے تھے۔ بھنڈاری نے کہا ''یہ قانون کی گرفت میں پہنچا ہوا ہے ورنہ ہم اسے زندہ نہ چھوڑتے۔ ہمارا لیڈر دیوراج پٹیل اسی کی وجہ سے مارا گیا ہے۔''

آئی جی نے آگے بڑھ کر کبریا کے سامنے ڈھال بنتے ہوئے کہا ''پلیز۔ آپ لوگ ایسی کوئی بات نہ کریں، جس سے اشتعال پیدا ہو اور مسٹر حمزہ خان کو نقصان پہنچے۔ یہ اس وقت میری کسٹڈی میں ہیں۔''

دوسرے ماتحت افسران اور سپاہیوں نے ان لیڈروں اور کارکنوں کو پیچھے ہٹایا۔ کبریا، آئی جی اور دوسرے ماتحت افسر کے ساتھ چلتا ہوا باہر آ کر ایک ویگن کار میں بیٹھ گیا۔ مراری اور بھنڈاری وغیرہ کے تیور بتا رہے تھے کہ اگر کبریا اس شہر میں رک جاتا تو وہ متعصب لیڈر صبح تک ضرور فساد برپا کرا دیتے۔

وہ اس ویگن کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ کار میں ایک پولیس افسر اور تین سپاہی تھے۔ ایک سپاہی گاڑی چلا رہا تھا۔ دو پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور کبریا ایک افسر کے ساتھ درمیانی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے افسر سے پوچھا ''آپ مجھے کہاں تک پہنچانا چاہیں گے؟''

''ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ آپ جہاں تک جانا چاہیں گے ہم جائیں گے۔''

''آپ اس حکم کی پروا نہ کریں۔ میں آپ کو زحمت دینا نہیں چاہتا۔ آگے کسی دوسرے شہر میں جا کر کوئی رینٹ کار حاصل کروں گا یا پھر کسی ٹرین کے ذریعے ممبئی چلا جاؤں گا۔''

وہ پولیس افسر اس سے باتیں کر رہا تھا اور وہ اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ایک سازش کے تحت اسے شہر سے باہر لے جایا جا رہا ہے۔

اس سازش میں آئی جی آف پولیس شامل نہیں تھا۔ صرف وہ پولیس افسران سیاسی لیڈروں مراری اور بھنڈاری کا زرخرید تھا۔ ان کی پلاننگ کے مطابق وہ ویگن کار جنگل کے درمیانی راستے سے گزرنے والی تھی۔ وہاں دو بدمعاش ہتھیار لیے موجود تھے۔ کبریا کا انتظار کر رہے تھے۔ پلاننگ یہ تھی کہ جب گاڑی وہاں پہنچے گی تو وہ دونوں مسلح بدمعاش اس گاڑی کو گن پوائنٹ پر روکیں گے۔ ان سب کو گاڑی سے باہر آنے کا حکم دیں گے۔ جب وہ باہر آ جائیں گے تو سب سے پہلے کبریا کو گولی ماری جائے گی۔ اس کے بعد تینوں سپاہیوں کو ہلاک کیا جائے گا۔ وہ پولیس افسر جا کر بیان دے گا کہ ڈاکوؤں سے کاؤنٹر فائرنگ ہوئی تھی۔ افسر نے اور تینوں سپاہیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن حمزہ خان کو نہ بچا سکے۔ ان کے تین سپاہی بھی مارے گئے وہ پولیس افسر بھی زخمی ہو کر احمد آباد جائے گا۔ اس نے ایک گونی کھانے کے پانچ لاکھ روپے لیے تھے۔

وہ پولیس افسر اپنے ریوالور سے یا سپاہیوں کے ذریعے کبریا کو ہلاک کرا سکتا تھا لیکن ان کے پاس سرکاری ہتھیار تھے۔ جب کہ جن دو آدمیوں کو جنگل میں چھپایا گیا تھا ان کے پاس غیر قانونی ہتھیار تھے یہ ثابت کرنا تھا کہ کبریا کو اور تینوں سپاہیوں کو انہی غیر قانونی ہتھیاروں سے ہلاک کیا گیا ہے اور افسر بھی انہی کے ہتھیار سے زخمی ہو کر احمد آباد واپس آیا ہے۔

کبریا نے مراری اور بھنڈاری کے خیالات پڑھے۔ ان کے دماغوں سے بھی یہ معلوم ہوا کہ اسے مار ڈالنے کی بہت مضبوط پلاننگ کی گئی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے مراری نے ہوٹل سے باہر جا کر موبائل فون کے ذریعے اس آدمی سے رابطہ کیا تھا جو اپنے ساتھی کے ساتھ ہتھیار لیے جنگل چھپا ہوا تھا۔ مراری نے ان کو اطلاع دی تھی کہ ان کا اپنا پولیس افسر حمزہ خان کو وہاں سے لے کر روانہ ہو چکا ہے۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے کے اندر وہاں سے گزرنے والا ہے۔ جہاں وہ چھپے ہوئے ہیں۔ انہیں ہوشیاری سے کام کرنا ہے۔ حمزہ خان کو زندہ نہیں بچنا چاہیے۔

وہ فون کرنے کے بعد وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ کبریا نے اس کے اندر یہ سوال پیدا کیا کہ ان کے پاس پورے ہتھیار ہیں یا نہیں؟ اگر ایک ایک ہتھیار ہوں گے اور ان میں سے کوئی ہتھیار ناکارہ ہو جائے گا تو منصوبہ کھٹائی میں پڑ سکتا ہے ناکامی ہو سکتی ہے۔

مراری نے پریشان ہو کر سوچا پھر موبائل کے ذریعے ان میں سے ایک کو مخاطب کر کے پوچھا ''تم لوگوں کے پاس کتنے ہتھیار ہیں؟ کم تو نہیں پڑیں گے۔''

اس شخص نے جواب دیا ''مالک! آپ فکر نہ کریں ہمارے پاس ایک ایک رائفل ہے۔ ریوالور بھی ہے اور سب فل لوڈڈ ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں ایک گھنٹے بعد فون کروں گا۔''

اس نے اپنا موبائل فون بند کر دیا۔ کبریا اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دونوں جنگل کی تاریکی میں سڑک کے کنارے بیٹھے ہوئے اس ویگن کار کا انتظار کر رہے تھے۔ اس کے دوسرے ساتھی نے کہا ''یہ ہمارے مراری جی بہت پریشان ہیں۔ ان کو ڈر ہے کہ ہم سے نشانہ چوک جائے یا کوئی غلطی ہو گی تو حمزہ خان زندہ ممبئی تک پہنچ جائے گا۔''

کبریا فون سننے والے کے دماغ میں تھا۔ اس نے کہا ''حمزہ خان سہاگن دیوی کا سیوک ہے دکھیاروں کی مدد کرنے کے لیے اسے کروڑوں روپے دیتا ہے۔ اس لیے اسے زندہ رہنا چاہیے۔''

اس کے ساتھی نے چونک کر پوچھا ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟''

اس نے اپنا ریوالور نکال کر اس کی پیشانی سے لگاتے ہوئے کہا ''وہی کہہ رہا ہوں جو سن رہے ہو۔ تم زندہ رہو گے حمزہ خان کو زندہ بچانا مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے تم نرگ سدھار چلے جاؤ۔''

اس نے اپنے ساتھی کو گولی مار دی پھر اس کی لاش کو گھسیٹ کر سڑک کے بیچ میں لا کر ڈال دیا۔ وہ اودے پور جانے کا شارٹ کٹ راستہ تھا مگر وہاں سے بہت کم ٹرک گزرتا تھا۔ کیونکہ وہ جنگل کا راستہ تھا۔ ڈاکوؤں کے خوف سے کوئی رات کو ادھر سے نہیں گزرتا تھا۔ دور سے گاڑی کی ہیڈ لائٹس دکھائی دیں۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اچھل اچھل کر چیخنے لگا ''گاڑی روکو۔ گاڑی روکو۔ ادھر میرے ساتھی کو گولی لگی ہے۔''

وہ گاڑی اس کے قریب پہنچتی جا رہی تھی۔ پولیس افسر نے ڈرائیور سپاہی سے کہا ''گاڑی روکو اور باہر نکل کر دیکھو معاملہ ہے؟''

گاڑی رک گئی۔ افسر نے کبریا سے کہا ''آؤ۔ تم بھی چلے آؤ۔''

پھر اس نے باقی سپاہیوں کو بھی باہر آنے کا حکم دیا۔ وہ چلتے ہوئے اس لاش کے قریب آئے۔ افسر نے جھک کر لاش کو دیکھتے ہوئے پوچھا ''اسے کس نے گولی ماری ہے؟''

اس شخص نے اچانک ہی افسر کی گردن دبوچ کر اس کی کنپٹی پر ریوالور رکھ کر کہا ''خبردار! اگر کوئی مجھ پر گولی چلائے گا تو میں اس کا بھیجا اڑا دوں گا۔''

وہ سب مسلح تھے مگر اسے گولی نہیں مار سکتے تھے۔ ان کے افسر کی جان خطرے میں تھی۔ ایک سپاہی نے پوچھا ''یہ کیا کر رہے ہو؟ ہمارے صاحب کو چھوڑ دو۔ تم زندہ نہیں بچو گے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس نے دو فائر کیے۔ ایک سپاہی گولی کھا کر گر پڑا۔ افسر نے چیخ کر باقی دو سپاہیوں سے کہا ''اپنے ہتھیار پھینک دو۔ ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گا۔''

انہوں نے اپنے افسر کی بات مانتے ہوئے ہتھیار پھینک دیئے۔ اس کے ساتھ ہی اس شخص نے تڑاتڑ دو فائر کیے۔ وہ باقی دو سپاہی بھی گولیاں کھا کر گر پڑے۔ افسر نے دھیمی آواز میں اس شخص سے کہا ''یہ کیا کر رہے ہو؟ صرف ہمارے ہی سپاہیوں کو مار رہے ہو؟ پہلے حمزہ کو گولی مارنی چاہیے۔''

اس شخص نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ایک ضرب لگائی پھر اسے دھکا دے کر زمین پر گرا دیا۔ حمزہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا ''یہ ہماری سہاگن دیوی کا سیوک ہے۔ رکشک ہے اور تم اسے گولی مارنے کو کہہ رہے ہو؟''

افسر نے زمین پر گرتے ہی اپنا ریوالور نکال لیا تھا لیکن اس نے گولی نہیں چلائی۔ کیونکہ وہ اس کا اپنا آدمی تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اچانک ہی دیوی کا عقیدت مند کیوں بن گیا ہے؟ اور حمزہ کی حفاظت کیوں کر رہا ہے؟

اس نے ریوالور سے نشانہ لیتے ہوئے پوچھا ''منگو! کیا تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ کیا تو اپنے دیوتا کی بات نہیں مانے گا؟ جو کرنا ہے جلدی کر وقت برباد نہ کر۔''

اس نے افسر کی ٹانگ پر گولی مارتے ہوئے کہا ''یہ لے میں وقت برباد نہیں کر رہا ہوں۔''

وہ گولی کھا کر تڑپتا ہوا۔ لڑھکتا ہوا ذرا دور گیا پھر اس نے وہاں سے ایک فائر کیا۔ گولی منگو کے سینے پر لگی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر زمین پر گر پڑا۔ افسر نے دوبارہ فائر کیا۔ دوسری گولی بھی لگی پھر وہ زمین پر سے اٹھ نہ سکا۔ وہیں پڑا رہ گیا۔ افسر کے ہاتھ سے اپنا ریوالور چھوٹ گیا۔ اس کی ران میں گولی پیوست ہوئی تھی۔ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ صرف مرہم پٹی سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ آپریشن کے بغیر گولی نہیں نکل سکتی تھی اور جب تک گولی نہیں نکلتی اسے زندہ رہ کر موت سے لڑتے رہنا تھا۔

کبریا نے آگے بڑھ کر اس کا ریوالور اٹھا لیا پھر اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولا ''گاڑی میں چلو۔ میں تمہیں اسپتال پہنچاؤں گا۔ وہاں آپریشن کے بغیر گولی نہیں نکلے گی۔''

وہ اسے کھینچتا ہوا گاڑی میں ڈال کر بولا ''اب یہاں بیٹھ کر اپنے اعلیٰ افسران سے رابطہ کرو اور انہیں بتاؤ کہ کس طرح ڈاکوؤں نے ہم پر فائرنگ کی تھی اور تم جان کی بازی لگا کر مجھے کسی محفوظ جگہ لے جا رہے ہو۔''

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرنے لگا۔ افسر کراہ رہا تھا۔ تکلیف سے تڑپتے ہوئے کہہ رہا تھا ''جلدی چلو۔ مجھے جلدی اسپتال پہنچاؤ۔ نہیں تو میں مر جاؤں گا۔''

''تمہیں مرنے سے پہلے اپنے اعلیٰ افسران سے رابطہ کرنا ہے۔ جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ ورنہ میں تمہیں اسپتال نہیں پہنچاؤں گا۔''

وہ پچھلی سیٹ پر پڑا ہوا کراہ رہا تھا۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے آئی جی آف پولیس سے رابطہ کیا پھر کراہتے ہوئے کہنے لگا ''سر! ہم بہت مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔ ڈاکوؤں نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ دونوں طرف سے فائرنگ ہوتی رہی۔ ہمارے چاروں سپاہی مارے گئے۔ میں بری طرح زخمی ہو گیا ہوں۔ میری ران میں گولی پیوست ہو گئی ہے۔ مجھے فوراً میڈیکل ایڈ کی ضرورت ہے۔''

آئی جی نے پوچھا ''حمزہ خان کہاں ہے؟''

''حمزہ خان نے مجھے بچایا ہے اور اس گاڑی میں ڈال کر اسپتال کی طرف لے جا رہا ہے۔ وہی گاڑی ڈرائیو کر رہا ہے۔''

آئی جی نے کہا ''فون حمزہ صاحب کو دو۔''

اس نے موبائل کبریا کی طرف بڑھایا۔ اس نے اسے لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا ''ہیلو سر! میں حمزہ خان بول رہا ہوں۔ یہاں بہت گڑبڑ ہو گئی تھی۔ ہم نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی ہے۔ میں آپ کے اس افسر کو قریبی کسی قصبے یا شہر میں لے جا رہا ہوں۔ فوراً ہی آپریشن کر کے گولی نہ نکالی گئی تو زہر پھیل جانے سے اس کی جان جا سکتی ہے۔''

''آگے دو تین راستے مختلف سمتوں میں گئے ہیں۔ میں ہر راستے میں آنے والے شہروں اور قصبوں کے پولیس اسٹیشن

والوں کو الرٹ کر رہا ہوں۔ وہ گاڑیاں لے کر تمہارے پاس آئیں گے اور تمہاری مدد کریں گے۔''

''سر! آپ میری بہتری کے لیے مجھے شہر سے نکال کر ممبئی پہنچانا چاہتے تھے لیکن در پردہ سازشیں کی جارہی تھیں۔ مراری اور بھنڈاری کی سازشوں میں آپ کا یہ ماتحت افسر بھی شریک تھا۔ ان کے کرائے کے آدمی یہاں جنگل میں چھپے ہوئے تھے۔ مجھے اور تینوں سپاہیوں کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ ان کی پلاننگ یہ تھی کہ میرے ساتھ ان تینوں سپاہیوں کو مار ڈالا جائے گا تو یہی ثابت ہوگا کہ ڈاکوؤں نے ہم پر حملہ کیا تھا اور آپ کے اس ماتحت افسر کو صرف زخمی کیا جائے گا۔ یہ اپنی جان بچا کر آپ لوگوں کے سامنے سرخ رو رہے گا اور بڑا وفادار افسر کہلائے گا۔ آپ کا یہ ماتحت ان ڈاکوؤں کے ساتھ یہی باتیں کر رہا تھا۔''

''اوہ گاڈ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا وہ حملہ کرنے والے ڈاکو زندہ ہیں؟''

''نہیں۔ وہ بھی کاؤنٹر فائرنگ میں مارے گئے ہیں۔ ہم اور آپ یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ مراری اور بھنڈاری کی سازشوں کے نتیجے میں ایسا ہوا ہے۔ صرف یہی افسر اگر زندہ بچ گیا تو ان کے خلاف بیان دے سکے گا۔''

''اسے زندہ رہنا چاہیے۔ تیزی سے ڈرائیو کرو اور جلد سے جلد کسی اسپتال میں پہنچو۔ تم جہاں پہنچو گے وہاں پولیس والے تمہاری مدد کے لیے تیار رہیں گے۔ تم سے ہر طرح کا تعاون کریں گے۔''

وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا تقریباً آدھے گھنٹے بعد ایک چھوٹے سے ٹاؤن میں پہنچا۔ وہاں پولیس والے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس زخمی افسر کو فوراً ہی اسپتال لے گئے۔ ڈاکٹروں کو پہلے ہی وہاں موجود رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس کے پہنچتے ہی اسے آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا۔ خون بہت بہہ چکا تھا۔ اس کے گروپ والے خون کی ضرورت تھی۔ اس لیے آپریشن میں ذرا دیر ہونے لگی۔

آئی جی نے فون پر کبریا سے کہا ''یہاں سب ہی تمہارے دشمن ہیں۔ میں مراری اور بھنڈاری کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکوں گا۔ کیونکہ ان کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے پھر ان کی پہنچ راجدھانی تک ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم وہیں سے ممبئی چلے جاؤ۔ میں اس ماتحت افسر کو ان لوگوں کے خلاف گواہ بناؤں گا۔''

لیکن وہ اسے گواہ نہ بنا سکا۔ آپریشن میں دیر ہوگئی۔ اس نے اسپتال میں ہی دم توڑ دیا۔ آئی جی نے کہا ''مسٹر حمزہ! یہ تو بڑی گڑبڑ ہوگئی۔ ڈاکوؤں سے کاؤنٹر فائرنگ اور اتنی ساری ہلاکتوں کے سلسلے میں بھرپور انکوائری ہوگی آپ ہی ایک زندہ بچے ہیں۔ آپ کی گواہی اور بیانات ضروری ہیں۔ لہٰذا آپ کو پھر احمد آباد آنا ہوگا۔''

''میں قانون کا احترام کرتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں تو ضرور واپس آؤں گا مگر پوری طرح سیکیورٹی رکھیں اور اب جو سپاہی مجھے آپ تک پہنچائیں وہ کسی سازش میں ملوث نہ ہوں۔''

''آپ اطمینان رکھیں۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ آپ سے ایک گزارش ہے اور میں سہا گن دیوی سے بھی بنتی کروں گا کہ جب تک آپ احمد آباد میں رہیں، ایک دوسرے سے نہ ملیں۔ دور ہی دور رہیں۔ یہاں کے حالات آپ کے مخالف ہیں۔''

''میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں اور حالات کو بھی اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔ میں دیوی جی سے دور رہوں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔''

وہ پولیس والوں کے ساتھ واپس احمد آباد جانے لگا۔ واپسی کا سفر کرتے وقت اس نے پہلے جینا کی خبر لی۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ وہ وہاں سے مراری کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے مقررہ وقت کے مطابق اپنے ان آلہ کاروں سے فون پر رابطہ کیا تھا جو جنگل میں چھپے ہوئے تھے لیکن ان سے رابطہ نہ ہوسکا۔ ان کے موبائل فون سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ پریشان ہوگیا۔ اس نے فون کے ذریعے بھنڈاری سے کہا ''منگو اور چھنگو کا فون آن ہے لیکن وہ اٹینڈ نہیں کر رہے ہیں۔ کچھ ہا نہیں چل رہا ہے کہ انہوں نے حمزہ کو ختم کیا ہے یا نہیں؟''

بھنڈاری نے کہا ''فکر نہ کرو۔ وہ حمزہ کو نرگ میں بھیج چکے ہوں گے۔ ہماری پلاننگ اتنی زبردست اور محفوظ ہے کہ اسے بھگوان بھی نہیں بچا سکے گا۔''

ایک گھنٹے بعد آئی جی آف پولیس نے فون پر مراری سے کہا ''آپ کے لیے ایک بہت بری خبر ہے۔''

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟''

''آپ کی پلاننگ ناکام ہوچکی ہے۔ حمزہ خان زندہ ہے۔ باقی سب مارے گئے ہیں۔ آپ کے وہ دو آلہ کار بھی مارے گئے ہیں۔ جنہیں آپ نے جنگل میں چھپا رکھا تھا۔''

''یہ آپ کیا بکواس کر رہے ہیں؟ جانتے ہیں، میں حکمران پارٹی کا لیڈر ہوں۔''

''آپ لوگوں کو میں نہیں جانوں گا تو اور کون جانے گا؟ پردے میں رہ کر دنیا بھر کے غیر قانونی دھندے کرتے ہیں اور برسر اقتدار ہونے کے باعث قانون کی گرفت سے بچے رہتے ہیں۔''

''آپ نے کیا یہی کہنے کے لیے فون کیا ہے؟''

''نہیں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے دہلی تک یہ رپورٹ پہنچا دی ہے۔ میں یہ ثابت تو نہیں کر سکوں گا کہ آپ لوگوں نے حمزہ خان کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی لیکن آپ کے لیے بری خبر یہ ہے کہ حمزہ خان پھر احمد آباد واپس آ رہا ہے۔''

''اسے واپس نہیں آنا چاہیے۔ اوپر سے احکامات آئے ہیں۔ آپ کو ان احکامات کی تعمیل کرنی ہوگی۔''

''مجھے کیا کرنا ہوگا یہ میں آپ سے بہتر جانتا ہوں۔ پولیس کا ایک افسر اور تین سپاہی مارے گئے ہیں۔ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس سلسلے میں انکوائری کے لیے حمزہ خان کا یہاں موجود رہنا ضروری ہے۔ اس کے بیانات لینے ہوں گے اور اس کی چشم دید گواہی لینی ہوگی۔''

مراری پریشان ہو کر یہ ساری باتیں سن رہا تھا۔ اسے بتایا جا رہا تھا کہ تین سپاہیوں کے علاوہ وہ افسر بھی مارا گیا ہے۔ جو ان سے رشوت لے کر حمزہ کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ آئی جی آف پولیس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس نے اپنے سیاسی ساتھی بھنڈاری کو فون پر مخاطب کیا پھر اسے ساری باتیں بتائیں۔ وہ بھی حیران و پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم نے تو بڑی ٹھوس پلاننگ کی تھی۔ کیا سہا گن دیوی کی آتما شکتی نے حمزہ کو بچا لیا ہے؟

اس کی سوچ ختم ہوتے ہی حمزہ نے سہا گن دیوی کے لب و لہجے میں کہا ''اوم نمتے وا.....اوم نمتے وا.....''

اس نے فوراً ہی مراری کے دماغ میں بھی کہا۔ وہ دونوں چند ساعت کے لیے سکتے میں رہ گئے پھر مراری نے پوچھا ''تم نے اپنے اندر اس کی آواز سنی؟''

''ہاں..... ہاں۔ ابھی میں نے سنی ہے۔ کیا تم نے بھی سنی ہے؟''

وہ دونوں ذرا دیر چپ رہے پھر ایک نے پوچھا ''تم چپ کیوں ہو؟''

''تم بھی خاموش ہو۔''

''میں سوچ رہا ہوں کہ پہلے بھی ہمارے ساتھ یہی ہوا تھا۔ ہم نے ایسی آوازیں سنی تھیں۔ اس کے بعد ہی ہمارے زرخرید انسپکٹر کا دماغ گھوم گیا تھا۔ وہ سہا گن دیوی کو قتل کرنے گیا تھا لیکن اسے ریسٹ ہاؤس دکھائی نہیں دیا۔ وہ دھلائی کر رہا تھا کہ ریسٹ ہاؤس چوری ہوگیا ہے۔ وہ پاگل ہوگیا تھا۔''

بھنڈاری نے کہا ''ہاں۔ ہاں۔ وہ دھیرج بھی دیوی جی کو قتل کرنے گیا تھا۔ اسے بھی ریسٹ ہاؤس دکھائی نہیں دیا۔ ہمیں اسی وقت مان لینا چاہیے تھا کہ یہ سب کچھ دیوی کی آتما شکتی کی وجہ سے ہو رہا ہے لیکن ہم اس دیوی کو جھٹلاتے آ رہے ہیں۔''

مراری نے ہچکچاتے ہوئے کہا ''وہ بات یہ ہے کہ میں اندر ہی اندر گھبرا رہا تھا۔ دیوی سے خوف زدہ تھا لیکن دیوراج پٹیل مجھے حوصلہ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ دیوی پاکھنڈی ہے۔ شعبدے بازی دکھاتی ہے۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ آخر نتیجہ کیا ہوا۔ پٹیل کتے کی موت مارا گیا۔ ایسا لگتا ہے کہ اب ہماری باری ہے۔''

''یہی بات میں بھی سوچ رہا ہوں۔ یہ ہماری بہت بڑی ناکامی ہوئی ہے۔ حمزہ خان بچ کر پھر واپس آ رہا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ دیوی کی آتما شکتی نے اسے بچایا ہے اور ابھی اسی دیوی کی آواز ہم اپنے اندر سن رہے تھے۔''

''اگر ہم آج سے دیوی کے کسی معاملے میں نہ پڑیں۔ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں تو ہوسکتا ہے کہ وہ ہم سے انتقام نہ لے۔''

''ہاں۔ اس دیوی کے خلاف ہمیں جتنا زہر اگلنا تھا اگل چکے ہیں۔ اچھے خاصے ہندو دیوی کے خلاف بھڑک اٹھے ہیں۔ وہ خود ہی اس کے خلاف بولتے رہیں گے۔ کچھ نہ کچھ کرتے رہیں گے لیکن ہم ان کے معاملات میں نہیں پڑیں گے۔''

''لیکن یہ زہر تو ہمارا ہی پھیلایا ہوا ہے۔ ہمیں پہلے اس زہر کو ختم کرنا ہوگا۔ دیوی کی حمایت میں کچھ بولنا اور کرنا ہوگا۔ تب ہی ہمیں معافی ملے گی۔''

''یہ بہت مشکل ہے۔ ہم نے ہندوؤں کے سامنے اپنی جس زبان سے اس کے خلاف زہر اگلا ہے۔ اب اسی کی حمایت میں بولیں گے تو سب ہمیں دوغلا کہیں گے۔''

''یہ تو حقیقت ہے۔ جس زبان سے ہم تھوک چکے ہیں۔ دوبارہ اسی زبان سے چاٹ نہیں سکیں گے۔''

''ایسے وقت مراری کو دوسرے فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا پھر ناگواری سے منہ بنایا۔ گھنٹی بار بار بج رہی تھی۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر جھلاتے ہوئے کہا ''ہیلو! کون ہے؟ بعد میں فون کرو۔''

اسے اپنی بیوی کی آواز سنائی دی ''بعد میں کیوں فون کروں؟ کیا میں تمہاری رکھیل ہوں؟ جب بھی بات کرو تو سیاست میں الجھے رہتے ہو۔ جب ایسا ہی تھا تو شادی کیوں کی

تھی؟ بچہ کیوں پیدا کیا تھا؟ جانتے ہو بیٹے کے ساتھ کیا ہوا ہے؟''

''کیا ہوا ہے؟ جلدی بتاؤ۔ میں بہت جلدی میں ہوں۔''

''چولہے میں گئی تمہاری مصروفیت! تمہارے بیٹے کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔''

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا ''کیا بک رہی ہو۔ کیا ہمارے منوہر کو سانپ نے ڈس لیا ہے؟''

''ہاں..... ہاں..... منوہر ہمارا اور تمہارا بیٹا ہے۔ ابھی اسے اسپتال لے کر آئی ہوں۔ ڈاکٹرز..... اسے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پتا نہیں کیا ہونے والا ہے؟ آپ جلدی آئیں۔''

''جلدی کیسے آ سکتا ہوں؟ تم یہاں سے آٹھ سو میل دور اپنے میکے میں ہو۔ میں ابھی اپنے ذرائع استعمال کرتا ہوں۔ وہاں کے مکھ منتری سے کہتا ہوں کہ میرے بیٹے کی پوری طرح حفاظت کی جائے اور توجہ سے اس کا علاج کیا جائے۔ ابھی فون رکھو۔ میں منتری جی سے بات کر کے تم سے رابطہ کروں گا۔''

اس نے ریسیور رکھ دیا پھر موبائل پر بولا ''بھنڈاری! تم نے کچھ سنا؟ کچھ سمجھا؟''

''ہاں۔ تم کہہ رہے تھے کہ تمہارے بیٹے منوہر کو سانپ نے ڈس لیا ہے یہ کیسے ہو گیا؟''

ایسے ہی وقت کبریا نے باری باری دونوں کے دماغوں میں جا کر جینا کی آواز میں کہا ''اوم نمستے وا..... اوم نمستے وا.....''

اگرچہ کبریا نے ایسا نہیں کیا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی سانپ کو قابو نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس سے کہا جا سکتا ہے کہ فلاں کو جا کر ڈس لے۔ یہ تو قدرت کی طرف سے ہوا تھا۔ انسان کو اس کے اعمال کی سزا تو ملتی ہی ہے۔ لہٰذا سزا کے طور پر اس کے ساتھ ایسا ہو رہا تھا۔

وہ دونوں اپنے اندر پھر سہاگن دیوی کی آوازیں سن کر چونک گئے۔ مراری نے ایک دم سے لرزتے ہوئے کہا ''دیوی جی! مجھے معاف کر دو۔ میں طاقت اور اقتدار کے غرور میں اندھا ہو گیا تھا۔ میں اب آپ کے خلاف کبھی کوئی بات نہیں کروں گا۔ مجھے معاف کر دیں۔ میرے بیٹے کی جان نہ لیں۔ اسے زندہ رہنے دیں وہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔''

کبریا اس کی بیوی رکمنی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے یہ دیکھ کر دکھ ہو رہا تھا کہ اس کے بچے کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا الزام سہاگن دیوی کی آتما شکتی پر آئے۔ وہ رکمنی دیوی کے اندر پہنچا۔ بے چاری ماں اپنے بچے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ رو رہی تھی۔ کبریا اس کے ذریعے ڈاکٹرز کے اندر پہنچا اور درست وقت پر پہنچا۔ ان میں سے ایک سنیئر ڈاکٹر مراری کی سیاسی پارٹی کا مخالف تھا بلکہ مراری سے اس کی ذاتی دشمنی بھی تھی۔ وہ اپنے دشمن سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ اس بچے کے علاج میں تاخیر کرنا چاہتا تھا۔ کبریا نے اس کی کھوپڑی گھما دی۔ وہ فوراً ہی اسے اٹینڈ کرنے لگا۔ بڑی توجہ سے علاج کرنے لگا۔

کبریا اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ وہ پوری توجہ اور تجربے سے اس کا علاج کر رہا ہے اور اس کے اندر سے زہر نکالنے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔ جب تک وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوا اور اسے اطمینان نہیں ہوا کہ زہر نکل چکا ہے۔ تب تک کبریا اس کے اندر جم کر بیٹھا رہا۔

پھر اس ڈاکٹر نے باہر آ کر رکمنی دیوی کو خوش خبری سنائی ''آپ کے بیٹے کی جان بچ گئی ہے۔ اب وہ خطرے سے باہر ہے۔''

کبریا پھر مراری کے پاس آیا۔ اس وقت وہ اس صوبے کے مکھ منتری سے باتیں کر رہا تھا اور اپنے بیٹے کے سلسلے میں بتا رہا تھا کہ اسے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کے علاج کے سلسلے میں آپ فوری توجہ دیں۔ ورنہ میرا بیٹا جان سے جائے گا۔

مکھ منتری نے جواب دیا ''میں اس وقت ایک گمبھیر معاملے میں پھنسا ہوا ہوں۔ میں یہاں سیاست کرنے آیا ہوں۔ کسی کے بیٹے کی جان بچانا میرا نہیں ڈاکٹرز کا فرض ہے۔ تم ڈاکٹر سے رجوع کرو۔''

''منتری جی! آپ ڈاکٹرز کو تاکید کریں گے تو وہ پوری توجہ سے میرے بیٹے کا علاج کریں گے اور اس کی جان بچا لیں گے۔''

''تم میرا وقت برباد کر رہے ہو۔ میں اس وقت میٹنگ میں ہوں۔ رات کے تین بج رہے ہیں۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ میٹنگ کتنی ضروری ہے، جو اتنی رات تک جاری ہے۔ پلیز مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔''

دوسری طرف سے فون رکھ دیا گیا۔ کبریا نے جینا کی آواز میں کہا ''اوم نمستے وا..... اوم نمستے وا.....''

پھر اس نے جینا ہی کی آواز میں کہا ''تمہارا بیٹا بچ گیا ہے۔ اوم نمستے وا.....''

اس نے چونک کر یہ بات سنی۔ یقین نہیں آیا کہ جس بچے کو سانپ نے ڈس لیا تھا۔ وہ بچ گیا ہے۔ اس نے فوراً ہی فون

کے ذریعے اپنی بیوی رکمنی سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا ''میرا بیٹا کیسا ہے؟ ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟''

''آپ تو وہاں عیش کرتے رہیں۔ آپ کو اپنے بیوی اور بیٹے سے کیا لینا ہے؟ بھگوان کی کرپا سے میرا بیٹا بچ گیا ہے۔ سب ہی کہہ رہے تھے کہ بچنے کی امید نہیں ہے۔ ڈاکٹر بھی مایوس ہوگیا تھا مگر پتا نہیں کس کی مہربانی تھی۔ میں نے کسی کے ساتھ نیک کرم کیے ہوں گے۔ اسی لیے آج میرے بیٹے کو نئی زندگی ملی ہے۔''

کبریا بھنڈاری کے دماغ میں آیا۔ اس کے خیالات پہلے بھی پڑھ چکا تھا۔ اب پھر پڑھے تو اس کی ایک کمزوری معلوم ہوئی۔ کوئی چھ برس پہلے اس نے اپنے مخالف کو قتل کیا تھا۔ قتل کرتے وقت اس کی تصاویر اتاری گئی تھیں اور ایک کیسٹ میں اس کی آواز بھی ریکارڈ کرلی گئی تھی۔ جن سے یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے جان بوجھ کر اپنے اس مخالف کو قتل کیا تھا۔

ایک پولیس انسپکٹر نے اس کے خلاف یہ تمام ثبوت حاصل کیے تھے۔ بھنڈاری نے اسے لاکھوں روپے دے کر حاصل کرنا چاہا لیکن اس نے انکار کردیا اور کہا ''تمہاری سیاسی پارٹی اقتدار میں آنے والی ہے۔ جب یہ حکومت بنالے گی تو تم میری ترقی کرواؤ گے اور مجھے زیادہ سے زیادہ مال کمانے کا موقع دو گے۔''

بھنڈاری دولت مند تھا۔ سیاسی قوت رکھتا تھا۔ اس کے باوجود اس انسپکٹر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ اس کے برعکس وہ انسپکٹر اسے عدالت سے لے کر پھانسی کے پھندے تک پہنچا سکتا تھا۔ جب بھنڈاری کا ساتھی پٹیل ایک شعبے میں منسٹر بن گیا تو اس نے اس کے ذریعے اس انسپکٹر کی ترقی کرادی۔ وہ انسپکٹر ہر سال دو سال بعد ترقی کرتا ہوا اس وقت ڈپٹی کمشنر آف پولیس بن چکا تھا۔

کبریا نے بھنڈاری کے ذریعے اس ڈپٹی کمشنر کی آواز سنی اور اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے پھر اس نے فون کے ذریعے اسے رابطہ کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے بھنڈاری کے فون پر اس سے رابطہ کیا ''ہیلو سر! آپ تو بہت بڑے لیڈر بن چکے ہیں۔ آپ کو اب تو اب سر کہنا پڑتا ہے۔ کیا آپ میری بات سن رہے ہیں؟''

بھنڈاری نے پریشان ہوکر پوچھا ''اس وقت تم نے فون کیوں کیا ہے؟ کیا تمہارے مطالبات ختم نہیں ہوں گے؟''

''جب تک سانس چلتی رہتی ہے۔ ضرورتیں پیدا ہوتی ہی رہتی ہیں۔''

''لیکن یہ کوئی فون کرنے کا وقت ہے؟ رات کے چار بج رہے ہیں۔''

''اسے رات کے نہیں صبح کے چار بجے کہتے ہیں۔ میں کیا کروں؟ میں نے ابھی سہاگن دیوی کو خواب میں دیکھا تو ایک دم سے چونک کر اٹھ بیٹھا۔''

بھنڈاری نے پریشان ہوکر پوچھا ''کیا تم نے خواب میں دیوی جی کو دیکھا تھا؟''

''ہاں۔ وہ مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ میں ناجائز طریقے سے اتنا مال کماتا ہوں۔ مجھے بھی مصیبت کے ماروں کے لیے ایک کروڑ روپے دان کرنے چاہئیں۔''

میں نے کہا کہ ایک کروڑ روپے میری اوقات سے زیادہ ہیں۔ دیوی جی! آپ کچھ کم کریں۔

اس نے کہا ''ٹھیک ہے پچاس لاکھ روپے تم کہیں سے بھی بندوبست کرکے امداد کے طور پر میرے پاس پہنچادو۔''

''اسی لیے میں نے آپ کو فون کیا ہے کہ آپ آج مجھے پچاس لاکھ روپے نقد یا چیک دے دیں۔''

وہ چیخ کر بولا ''کیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے؟ میری اتنی اوقات نہیں ہے میں اتنا دولت مند نہیں ہوں کہ ایک ہی دن میں پچاس لاکھ روپے دے سکوں۔''

ڈپٹی کمشنر نے کہا ''دیوی جی نے کہا ہے کہ مجھ پر ایک بہت بڑی مصیبت آنے والی ہے۔ اگر میں پچاس لاکھ روپے دان کروں گا تو وہ مصیبت ٹل جائے گی۔ میں کچھ نہیں جانتا تم بینک کے ٹائم تک مجھے پچاس لاکھ روپے ادا کردو۔''

اس نے فون بند کردیا۔ بھنڈاری ریسیور پر چیخا ''سنو! میری بات سنو۔ فون بند نہ کرو۔''

لیکن وہ فون بند ہو چکا تھا۔ اسے اپنے اندر سہاگن دیوی کی آواز سنائی دی ''اوم نمستے وا..... اوم نمستے وا.....''

وہ خلا میں تکنے لگا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا ''سہاگن دیوی! مجھے معاف کردو۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ یہ سب تمہاری آتما شکتی کی وجہ سے ہوا ہے۔ ادھر مراری کے بیٹے کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ ادھر وہ ڈپٹی کمشنر مجھے ڈس رہا ہے۔ آدمی سانپ کے زہر سے بچ جاتا ہے لیکن آدمی کے زہر سے نہیں بچ پاتا۔ مجھے اس ڈپٹی کمشنر سے نجات دلاؤ۔''

وہ بولتا جارہا تھا اور توقع کررہا تھا کہ دیوی اس سے کچھ بولے۔ اس کی مدد کرے لیکن خاموشی تھی۔ وہ بے بسی سے بولا ''میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ کس طرح دیوی کو راضی کروں؟ اس سے معافی مانگوں۔ بڑی مصیبت میں پڑ گیا

ہوں۔''

کبریا نے اس کی سوچ میں کہا ''مجھے دیوی کو ہر حال میں خوش رکھنا ہوگا۔ اس کے خلاف جو کچھ کرتا رہا۔ اب اس کی حمایت میں بولنا ہوگا۔ کچھ ایسا کرنا ہوگا کہ دیوی کا دل جیت سکوں۔ وہ خوش ہوکر مجھے معاف کردے اور اس مصیبت سے نجات دلادے۔''

جب تک طاقت ور سے زیادہ طاقت ور نہ بنا جائے اس وقت تک وہ مغرور طاقت ور جھکتا نہیں ہے۔ اب وہ جھک رہا تھا۔ اس کے اور مراری کے کس بند ڈھیلے پڑ رہے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے فون پر باتیں کررہے تھے۔ مراری کہہ رہا تھا کہ دیوی جی نے اس کے بیٹے کو سانپ کے زہر سے بچالیا ہے۔ یہ دیوی کی طرف سے چتاؤنی تھی کہ آئندہ ہم اس کے خلاف کچھ کریں گے تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔

بھنڈاری نے کہا ''میں بھی یہی سمجھ رہا ہوں کہ اب ہمیں اس کے سامنے جاکر جھکنا ہوگا۔ اس سے معافی مانگنی ہوگی۔ جتا کے سامنے جاکر کہنا ہوگا کہ ہم غلطی پر تھے اور ان سب کو دیوی کے خلاف بھڑکا رہے تھے۔ ہم قصوروار ہیں ہم سے غلطی ہوئی تھی۔ ہم دیوی جی سے معافی مانگ رہے ہیں۔ جتا بھی ہمیں معاف کردے۔''

دشمن چمک رہے تھے۔ جینا کے راستے کی مشکلات کم ہوتی جارہی تھیں۔ وہ سہاگن دیوی کی حیثیت سے وہاں اپنا وقار، رعب اور دبدبہ قائم رکھ سکتی تھی۔

کبریا جب واپس احمد آباد پہنچا تو دن نکل چکا تھا۔ آئی جی آف پولیس نے کہا ''آپ تمام رات کے تھکے ہوئے ہیں۔ مسلسل جاگ رہے ہیں ہوٹل کے کمرے میں جاکر سوجائیں۔ آپ سے چار چھ گھنٹے بعد ملاقات ہوگی۔''

وہ اسی ہوٹل کے کمرے میں آکر بستر پر لیٹ گیا پھر جینا کی خبر لی۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ اس نے نیند میں مداخلت نہیں کی اسے سونے دیا پھر خود بھی دماغ کو ہدایت دے کر گہری نیند میں ڈوب گیا۔

اس نے جینا کے خوابیدہ خیالات نہیں پڑھے تھے اور ضروری بھی نہیں سمجھا تھا کیونکہ تمام دشمن زیر ہورہے تھے اور اس سے معافی مانگنے والے تھے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔

لیکن پریشانی کی بات تھی جینا کے ساتھ کچھ ہورہا تھا۔

☆☆☆

ان چھ یوگا جاننے والے افسران نے اپنی اپنی ذہانت کے مطابق بڑی حکمتِ عملی سے چنڈال جوگیا کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا رکھا تھا۔ ہر پہلو سے پابند کردیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ واش روم جاتا تھا تو وہاں بھی اسے خفیہ کیمروں کے ذریعے دیکھا جاتا تھا۔ اس کی ایک ایک بات سنی جاتی تھی۔

چنڈال جوگیا نے ایسے مضبوط شکنجے میں رہنے کے باوجود دو یوگا جاننے والے افسران سے پیچھا چھڑا لیا تھا اور باقی رہ جانے والے چار افسران اس پر کسی قسم کا شبہ نہیں کررہے تھے۔ وہ اپنے معمول کے مطابق روز صبح عامل کے ذریعے اس پر تنویمی عمل کراتے تھے اور ان کے عامل کی رپورٹ یہی ہوتی تھی کہ چنڈال بڑی آسانی سے اس کا معمول بن جایا کرتا ہے اور جو باتیں اس کے ذہن میں نقش کردی جاتی ہیں وہ انہی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ وہ کسی شک وشبے کے بغیر ان چار افسران کا تابعدار ہے اور تابعدار رہے گا۔

تنویمی عمل کے بعد سب ہی کو یقین ہوجاتا ہے کہ معمول بننے والا اب صحیح معنوں میں تابعدار بن چکا ہے۔ اس پر کسی طرح کا شبہ نہیں کیا جاتا۔ وہ عامل سوچ بھی نہیں سکتا کہ جب بھی وہ چنڈال پر تنویمی عمل کرتا تھا تو ٹونی جے چنڈال کے اندر پہنچ جاتا تھا اور اسے عامل کے عمل سے متاثر نہیں ہونے دیتا تھا۔ یعنی چنڈال اور ٹونی جے دونوں مل کر اس عامل کو دھوکا دیتے تھے اور اسے اس خوش فہمی میں مبتلا رکھتے تھے کہ روز صبح اس پر کیا جانے والا تنویمی عمل کامیاب رہتا ہے۔ اس طرح انہیں یقین ہوجاتا تھا کہ چنڈال جوگیا ہمیشہ ان کا غلام بن کر رہا کرے گا۔

چنڈال کو دو طرح سے کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ دو یوگا جاننے والے افسران کو ہلاک کرچکا تھا اور دوسری اہم کامیابی یہ تھی کہ تنویمی عمل کرنے والے سے نجات مل گئی تھی۔ وہ عامل خوش فہمی میں مبتلا رہ کر اس پر عمل کیا کرتا تھا اور ناکام رہا کرتا تھا۔

پہلے وہ ان کا پابند تھا۔ ان کی اجازت کے بغیر خیال خوانی بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اپنے بیٹے اور بیٹی کے دماغ میں بھی نہیں جاپاتا تھا۔ تنویمی عمل کے زیر اثر رہنے کے باعث اپنی بیٹی تک نہیں پہنچ پاتا تھا۔

اب وہ آزاد ہوچکا تھا۔ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا کہیں بھی پہنچ سکتا تھا۔ اسے خفیہ کیمروں سے دیکھنے والے بھی اس کی خیال خوانی کی چوری کو پکڑ نہیں سکتے تھے۔ ایسی آزادی حاصل ہوتے ہی اس نے اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا سے رابطہ کیا تھا۔ اس سے کہا تھا کہ وہ دوسری صبح پھر اس کے دماغ میں آئے گا اور اسے شملہ جانے کو کہے گا۔

اس کے بعد اسے اپنی بیٹی انیتا کا خیال آیا۔ وہ اس کی

خیریت معلوم کرنے کے علاوہ یہ بھی جاننا چاہتا تھا کہ فرمان اس سے آزاد ہوکر، رہائی پاکر اب کیا کرتا پھر رہا ہے؟ اسے یہ امید تھی کہ وہ پھر ایک بار انیتا کے ذریعے فرمان کو ٹریپ کرلے گا۔

انیتا اپنی زندگی کے ایک فیصلہ کن مرحلے سے گزر رہی تھی۔ تاش کے پتوں سے قسمت کا حال بتانے والی بیلا اوبرائے نے پیش گوئی کی تھی کہ انیتا کی زندگی مختصر رہ گئی ہے۔ وہ کسی بھی وقت کسی بھی دن جان سے گزر جائے گی۔

بیلا اوبرائے نے یہ پیش گوئی فرمان کے سامنے کی تھی۔ انیتا کو یہ بات نہیں بتائی تھی۔ اس وقت انیتا اور فرمان کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے تھے۔ انیتا کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ وہ اس کا انیل شرما نہیں ہے۔ یہ وہی فرمان ہے جو اسے پہلی بار ٹرین میں ملا تھا اور اب تک خود کو انیل شرما کہتا رہا تھا۔

انیتا اس بات سے ناراض تھی کہ وہ اسے دھوکا دیتا رہا۔ جب کہ فرمان اسے سمجھاتا رہا کہ دھوکا اس نے نہیں دیا ہے۔ بلکہ اس کے باپ نے یہ کہہ کر دھوکا دیا ہے کہ انیل شرما دوسرا جنم لے کر اس کی زندگی میں آیا ہے پھر اس نے جادو منتر سے فرمان کا دماغ پھیر دیا تھا اور وہ خود کو عارضی طور پر انیل شرما سمجھ کر انیتا سے ملوث ہوگیا تھا۔

بہرحال جو بھی ہوا تھا۔ اب فرمان کو انیتا سے اور انیتا کو فرمان سے بے انتہا محبت ہوگئی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے تھے لیکن اب انیتا کی ضد تھی کہ فرمان سچ مچ انیل شرما بن جائے۔ ہندو دھرم اختیار کرے۔ وہ کسی مسلمان کے ساتھ زندگی نہیں گزارے گی۔

اور فرمان اسے سمجھا رہا تھا کہ وہ بے جا ضد نہ کرے۔ اس نے کہا کہ انیتا کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ تم نے مندر میں جاکر مجھ سے شادی کی تھی۔ اس طرح تم میری دھرم پتنی ہو اور میں تمہارا مجازی خدا ہوں۔

وہ بولی ''اس طرح ہم دو کشتیوں میں سوار رہ کر زندگی نہیں گزار سکیں گے۔ راستے الگ الگ ہوجائیں گے۔ اس سے بہتر ہے کہ ہم ابھی سے اپنا راستہ الگ کریں یا دھرم بدل کر ایک ہوجائیں۔''

وہ اپنا دین ایمان نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ ناراض ہوکر بیلا کے بنگلے سے نکل کر باہر گاڑی میں آکر بیٹھ گئی تھی۔ بعد میں بیلا نے فرمان کو بتایا کہ انیتا کی زندگی مختصر ہے۔ تب فرمان کو افسوس ہوا کہ وہ خوامخواہ اس بے چاری کو ناراض کررہا ہے۔ اس مختصر سی زندگی میں وہ دین و دھرم کے جھگڑے سے کیا حاصل کرے گا؟ کسی طرح اس کے ساتھ سمجھوتا کرنا چاہیے۔

وہ باہر آکر اس کے پاس آکر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اسے یہ بھی بتا سکتا تھا کہ بیلا کی پیش گوئی کے مطابق اس کی زندگی مختصر سی رہ گئی ہے۔ وہ زیادہ جی نہیں سکے گی۔ لہٰذا ہمیں جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔

لیکن فرمان کا حوصلہ نہ ہوا کہ وہ اسے اس کی موت کی خبر سناتا۔ اس نے پیش گوئی والی بات بدل دی۔ اس سے کہا ''انیتا! جھگڑا نہ کرو۔ تمہیں پتا نہیں ہے کہ ابھی بیلا اوبرائے نے پیش گوئی کی ہے کہ میری زندگی بالکل مختصر سی رہ گئی ہے۔ میں کسی دن کسی وقت جاں سے گزر سکتا ہوں۔''

یہ سنتے ہی انیتا اس سے لپٹ گئی۔ سارے اختلاف بھول گئی۔ اسے اپنی بدبختی پر رونا چاہیے تھا۔ آنے والی موت سے خوف زدہ ہونا چاہیے تھا لیکن وہ بے چاری سمجھ رہی تھی کہ فرمان بدبخت ہے اور موت اس کی طرف آرہی ہے۔

وہ دونوں وہاں سے اپنے بنگلے میں آگئے۔ فرمان نے کہا ''پتا نہیں زندگی کتنے دنوں کی ہے؟ اب ہم دونوں کو کسی بات پر جھگڑا نہیں کرنا ہے۔''

وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر بولی ''کبھی تم سے جھگڑا نہیں کروں گی۔ تم نہیں جانتے کہ میں اندر ہی اندر اپنی ہر سانس میں تمہاری لمبی عمر کی دعا مانگ رہی ہوں۔''

دوسری طرف فرمان اس کی لمبی عمر کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ اس رات وہ بڑی دیر تک جاگتے رہے۔ ایک دوسرے کو بھرپور پیار دیتے رہے پھر سو گئے۔ رات کے پچھلے پہر انیتا نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی آنکھیں کھول دیں۔ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ فوراً ہی سانس نہ روک سکی۔ اس لیے چنڈال کو مخاطب کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے کہا ''بیٹی! تمہیں اپنے پتاجی کی قسم ہے۔ سانس نہ روکو۔ میری باتیں سن لو۔''

وہ خوش ہوکر بولی ''پتاجی! آپ ہیں۔ آپ زندہ ہیں؟ آپ کی آواز سن کر میں کتنی خوش ہورہی ہوں؟ یہ میں اور میرا بھگوان جانتا ہے۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ ایک ہیلی کاپٹر تباہ ہوگیا تھا۔ اس میں آپ موجود تھے اور آپ کا بھی دیہانت ہوچکا ہے۔ بعد میں ایک بیلا اوبرائے نامی ایک لڑکی ہے۔ جو تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتاتی ہے۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ میں یتیم نہیں ہوئی ہوں۔''

اس نے کہا ''ہاں بیٹی! میرا سایہ تمہارے سر پر ہے اور رہے گا۔ یہ بتاؤ انیل کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟ وہ میرا انتقام تم سے تو نہیں لے رہا ہے؟''

''نہیں پتاجی! وہ مجھے دل و جان سے چاہتے ہیں۔ آپ

نے کہا تھا کہ وہ میرا انیل شرما ہے۔ دوسرا جنم لے کر اس دنیا میں آیا ہے لیکن یہ بات غلط ہوگئی ہے۔ بیلا کی پیش گوئی سچی ہے اس نے بتا دیا ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ اس کا نام فرمان ہے اور وہ فرمان ہی رہے گا۔ انیل شرما نہیں بن سکتا۔''

''بیٹی! میں جادو ٹونا جاننے کے باوجود دھوکا کھا گیا۔ یہی سمجھتا رہا کہ وہ دوسرا جنم لے کر آیا ہے۔ اگر وہ ہندو نہیں ہے۔ مسلمان ہے تو پھر تمہیں اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔''

''اب تو یہ ساتھ نہیں چھوٹے گا۔ جو ہونا تھا وہ ہوچکا ہے۔ یہ فرمان ہی سہی میں اس کے ساتھ ساری زندگی گزاروں گی۔''

پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ''میری تو پتا نہیں کتنی ساری زندگی ہے لیکن فرمان زندہ نہیں رہے گا۔''

چنڈال نے چونک کر پوچھا ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''ہاں۔ بیلا اوبرائے نے پیش گوئی کی ہے کہ اس کی زندگی بہت ہی مختصر سی رہ گئی ہے۔ یہ کسی دن کسی وقت بھی مرسکتا ہے۔''

وہ پریشان ہوکر بولا ''یہ بیلا اوبرائے آخر ہے کون؟ یہ کیسی کیسی پیش گوئیاں کررہی ہے؟''

''جو بھی کہہ رہی ہے سچ کہہ رہی ہے۔ یہی دیکھیے کہ سب آپ کو مردہ سمجھ رہے تھے لیکن اس نے بتا دیا کہ میں یتیم نہیں ہوئی ہوں۔ یعنی آپ زندہ ہیں پھر اسی نے یہ حقیقت بتائی ہے کہ وہ اصل میں فرمان ہے انیل شرما نہیں ہے۔ آپ کو مان لینا چاہیے کہ بیلا اوبرائے سچی پیش گوئی کرتی ہے۔''

وہ قائل ہوکر بولا ''ہاں۔ ماننا تو ہوگا۔ وہ کئی سچی پیش گوئیاں کرچکی ہے۔ یہ بھی سچ ہوسکتا ہے کہ فرمان کی زندگی مختصر ہوگئی ہو لیکن میں پوری طرح یقین کرنا چاہتا ہوں۔ تم اس بیلا اوبرائے سے فون پر رابطہ کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کروں گا۔''

انیتا نے سر گھما کر فرمان کی طرف دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ وہ بستر سے اتر کر دوسرے کمرے میں آئی۔ چنڈال اس وقت سوچ رہا تھا کہ کسی طرح اپنی بیٹی کو ٹریپ کرکے ابھی فرمان کو زخمی کرنا چاہیے یا اسے کمزور بنا کر اسے اپنا غلام بنالینا چاہیے۔

انیتا نے فون کے ذریعے بیلا سے رابطہ کیا۔ اس وقت وہ گہری نیند میں تھی۔ فون کی گھنٹی سن کر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا ''ہیلو! اتنی رات کو کون بول رہا ہے؟ کسی کی نیند کا خیال تو کرنا چاہیے۔''

انیتا نے کہا ''میں شرمندہ ہوں۔ تمہاری نیند میں مداخلت کررہی ہوں لیکن میرا یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ فرمان کی زندگی کیا واقعی مختصر سی رہ گئی ہے؟ کیا واقعی تم نے یہ پیش گوئی کی ہے؟''

بیلا نے پوچھا ''فرمان نے تم سے کیا کہا ہے؟''

''وہ کہہ رہا تھا کہ اس کی زندگی مختصر ہوگئی ہے۔ وہ کسی وقت بھی مرسکتا ہے اور یہ بات تم نے اسے بتائی ہے۔''

اس نے کہا ''وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ کس طرح وہ تمہاری بلا اپنے سر لینا چاہتا ہے لیکن ایسا کرنے سے موت نہیں ٹلے گی۔ جس کے پاس آنا ہے اسی کے پاس آئے گی۔ فرمان کے پاس تو برسوں تک نہیں آئے گی۔''

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا فرمان نے مجھ سے جھوٹ کہا تھا؟''

''کچھ جھوٹ اور کچھ سچ کہا ہے۔ جھوٹ یہ ہے کہ وہ زندہ رہے گا۔ اس کی زندگی مختصر نہیں ہے اور سچ یہ ہے کہ تمہاری زندگی مختصر ہے تم چند دنوں کی چند گھنٹوں یا چند منٹوں کی مہمان ہو۔''

یہ سن کر انیتا سکتے میں رہ گئی۔ اس کی آنکھیں خلا میں کہیں تک رہی تھیں۔ ایسے وقت چنڈال بیلا کے خیالات پڑھ رہا تھا اور یہ تسلیم کررہا ہے کہ وہ سچ بول رہی ہے اور تاش کے پتوں کی ماہر ہے۔ باون پتوں میں سے ایک ایک پتا اس سے سچ بولتا ہے۔

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اگر موت آنے ہی والی ہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔ پیدا کرنے والے ماں باپ بھی اپنے بچوں کو نئی زندگی نہیں دے سکتے۔

وہ اپنی بیٹی کے دماغ میں آکر بولا ''تم بہت پریشان ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم موت سے ڈرتی ہو۔ ابھی مرنا بھی نہیں چاہتیں۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہوئی ہے۔ تمہیں زندہ رہنا ہے۔ اس دنیا کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھنا ہے۔ گھومنا پھرنا ہے اور خوب موج اڑانا ہے۔''

وہ رونے لگی۔ کہنے لگی ''آپ کے ایسا کہنے سے اب کیا ہوگا۔ جب موت آنی ہے تو پھر آئے گی۔''

''بیٹی! تم بھول رہی ہو۔ میں اپنی آتما شکتی کے ذریعے تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ تمہارا جسم مرے گا لیکن تمہاری آتما یہاں سے پرواز کرتی ہوئی کسی دوسری حسین لڑکی کے اندر چلی جائے گی۔ تم پھر نئی زندگی حاصل کرو گی۔ اس دنیا میں پھر سے عیش و عشرت کی زندگی گزارو گی۔''

وہ روتے روتے ایک دم سے خوش ہوگئی۔ اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر بولی ''ہائے پتا جی! میں تو بھول ہی گئی تھی کہ آپ آتما شکتی کے ذریعے مجھے دوبارہ زندگی دے سکتے ہیں۔ کیا مجھے جب موت آئے گی تو اس وقت آپ میرے قریب رہیں گے اور میری آتما کو دوسرے جسم میں پہنچائیں گے؟''

''میں نہیں جانتا کہ کب تمہاری موت واقع ہوگی۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ میں کسی دوسری جگہ زیادہ مصروف ہوں اور یہاں تمہیں موت آجائے تو پھر میں تمہارے لیے کچھ نہیں کرسکوں گا۔''

وہ پریشان ہوکر بولی ''پلیز آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ میں ایسے مروں گی تو اتنی خوب صورت دنیا ہار جاؤں گی۔ میں اس دنیا سے جانا نہیں چاہتی۔ پلیز آپ میرے لیے کچھ کریں؟''

''اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ تمہیں ابھی مرنا ہوگا۔ میں تمہیں دوسرے ہی پل زندگی دوں گا۔''

وہ ایک دم سے ڈر گئی۔ سہم کر بولی ''کیا۔ کیا میں ابھی مرجاؤں؟ نہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

''ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ موت تو ایک دن آنی ہی ہے۔ سمجھ لو کہ ابھی آ گئی اور کوئی ایسی پریشانی نہیں ہوگی۔ کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ میں آرام سے تمہاری آتما کو نکال کر اس جسم سے دوسرے جسم میں پہنچاؤں گا۔''

وہ انیتا کے چور خیالات پڑھ کر یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ وہ اسے اپنی طرف مائل کرکے یہ کہے گا کہ وہ ابھی فرمان کو زخمی کرے اور دماغی طور پر کمزور بنائے۔ تاکہ وہ اسے اپنا غلام بنالے تو انیتا کبھی راضی نہیں ہوگی۔ وہ اسے دل و جان سے چاہتی ہے۔ اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔

اس کے سامنے دوسرا راستہ یہی تھا کہ انیتا کے جسم کے ساتھ اس کا لب ولہجہ و ذہن بھی بدل جائے پھر وہ اس کے دماغ میں آسانی سے جاسکے گا۔ اس پر تنویمی عمل کرکے اپنا تابعدار بنا کر اس کے ذریعے فرمان کو نقصان پہنچا سکے گا۔

ایک تدبیر اور تھی وہ یہ کہ جس وقت انیتا کا دم نکل رہا ہو تو وہ اسی وقت اس کے دماغ پر حاوی ہوجائے۔ فی الحال اسے مرنے نہ دے۔ اپنا تابعدار بنالے اور پھر اسے فرمان کے کمرے میں پہنچا کر اس پر حملہ کرے اور اسے زخمی کرے۔

وہ تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ جس بنگلے میں اسے قید کیا گیا تھا۔ وہاں ابھی رات کے پچھلے پہر کی خاموشی تھی۔ وہ افسران گہری نیند میں تھے۔ کوئی دیکھنے والا نہیں تھا کہ وہ کیا کررہا ہے؟ پھر اس کے بیڈروم میں اندھیرا بھی تھا۔ وہ اندھیرے میں بیٹھ کر اس مخصوص عمل میں مصروف ہوگیا۔ جس کے ذریعے آتما کو ایک جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں منتقل کیا جاتا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ ایسا عمل کرچکا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے ہنس راج جو گیا کی آتما کو رنجیت ورما کے جسم میں پہنچا دیا تھا۔ آج کل وہ انسپکٹر جنرل آف پولیس رنجیت ورما کی حیثیت سے بڑی شان دار زندگی گزار رہا تھا۔ چنڈال اگر چاہتا تو ان چھ یوگا جاننے والے افسران سے بہت پہلے ہی نجات حاصل کرلیتا۔ وہ ایسے مخصوص منتر پڑھ کر آتما شکتی کے ذریعے اپنے جسم سے اپنی آتما کو نکال کر کسی دوسرے جسم میں منتقل کردیتا تو ان چھ یوگا جاننے والے افسران کے پاس اس کا مردہ جسم ہی رہ جاتا اور وہ کسی دوسرے کے اندر جاکر آزادی حاصل کرلیتا۔

لیکن اس نے اب تک ایسا نہیں کیا تھا۔ ان چھ افسران کی قید میں بڑی اذیتیں برداشت کی تھیں۔ اپنی توہین بھی برداشت کرتا رہا تھا۔ صرف اس لیے کہ وہ اپنا جسم چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے بچپن سے اپنے آپ سے محبت تھی۔ وہ آئینہ دیکھتا تھا تو اسے اپنی صورت اپنا جسم سب سے اچھا لگتا تھا۔

اس نے طے کیا تھا کہ چاہے کچھ ہوجائے۔ اپنے اس جسم سے دستبردار نہیں ہوگا۔ جب بہت زیادہ مصیبت ہوگی اور وہ مصیبت ناقابل برداشت ہوگی۔ تب ہی وہ آتما شکتی کے ذریعے اپنے جسم کو تبدیل کرے گا۔ ورنہ اسی جسم میں رہ کر جدوجہد کرے گا۔ جس طرح وہ افسران کا خاتمہ کیا ہے۔ اسی طرح باقی چاروں کو بھی ختم کرنے کے بعد آزادی حاصل کرے گا۔

وہ اپنے تاریک کمرے میں بیٹھا ہوا منتروں کا جاپ کررہا تھا اور آنکھیں بند کرکے آتما شکتی کے ذریعے اپنی آتما کو باہر نکال چکا تھا۔ اس کا جسم بالکل ساکت رہ گیا تھا اور اس کی آتما وہاں سے دور علاقوں میں گھوم رہی تھی۔ بھٹک رہی تھی۔ کسی ایسی حسین لڑکی کو تلاش کررہی تھی جو لب دم ہو۔ جس کی موت آگئی ہو جو مرنے والی ہو۔

ایک عمارت کے ایک کمرے میں اسے ایسی حسین اور نوجوان لڑکی دکھائی دی جو دشمنوں کے چنگل میں تھی۔ دشمنوں نے ایک کمرے میں اسے قید کررکھا تھا اور اس کی عزت سے کھیلنے والے تھے۔ اس سے پہلے ہی وہ اپنی جان پر کھیل جانا چاہتی تھی۔

چنڈال اسے دیکھتے ہی انیتا کے پاس آیا۔ وہ دوسرے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ اس کے اندر پہنچتے ہی

اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ سانس روک کر اسے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ سانس روک کر اسے بھگانا چاہتی تھی۔ اس نے ایک زلزلہ پیدا کیا پھر اس کا منہ بند کردیا۔ تاکہ وہ چیخ نہ سکے دوسرے کمرے میں فرمان کو معلوم ہو کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے۔ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگی۔ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ اس نے اسے سانس لینے نہیں دیا۔ جب بھی وہ سانس لینا چاہتی تھی تو اسے روک دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے سانس لینا چھوڑ دی۔ ایک دو منٹ گزر گئے۔ پورے دس منٹ تک وہ اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھا۔ وہ اتنی دیر تک سانس نہیں روک سکتی تھی۔ اس کا دم نکل چکا تھا۔ اس کی آتما اس کے جسم سے باہر نکل آئی تھی۔

وہ اس کی آتما کو لے کر اس جگہ پہنچا جہاں وہ حسین لڑکی قید تھی۔ وہ مخصوص منتر پڑھنے لگا۔ بچی کی آتما کو حکم دیتا رہا کہ اس کے اندر گھسنے کی کوشش کرے۔ آتما اس کے اندر جانا چاہتی تھی لیکن ایک جسم میں دو آتمائیں نہیں رہ سکتیں۔ وہ لڑکی تو ویسے بھی مرنا چاہتی تھی۔ جب انیتا کی آتما اس کے اندر جانے کی کوشش کرنے لگی اور ادھر چنڈال کے منتر اس پر اثر کرنے لگے تو اس کی آتما باہر نکل آئی اور انیتا اس کے اندر سما گئی۔

ہماری دنیا میں عجیب وغریب بڑے حیرت انگیز تماشے ہوتے ہیں۔ جنہیں عقل تسلیم نہیں کرتی لیکن خیال خوانی کے ذریعے یا جادو کے ذریعے یا دوسری شعبدہ بازی کے ذریعے ایسی ایسی وارداتیں کی جاتی ہیں کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیسے ہوگیا؟

☆☆☆

پورس روم پہنچ گیا۔ سونیا اس سے ملنے کے لیے ایرپورٹ کے لاؤنج میں موجود تھی۔ اس کے علاوہ اعلیٰ بی بی اور عبداللہ اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کررہے تھے کہ وہ طیارے میں سفر کرنے کے دوران میں کبھی نیند کی حالت میں تھا اور کبھی اس پر نیم غنودگی طاری تھی۔ ایسے میں اس نے شیوانی کو دیکھا تھا۔

اب تک وہ عدنان کی زبان سے یہ سنتے آرہے تھے کہ اس کی ممی یعنی شیوانی اس کے پاس آتی ہیں۔ اس سے جو کہتی ہیں وہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ پورس نے پہلی بار بند آنکھوں کے پیچھے اسی شیوانی کو واضح طور پر دیکھا تھا اور وہ اپنا نام انا میریا بتا رہی تھی۔ اس نے ایسی عجیب وغریب روداد سنائی تھی کہ جسے عقل تسلیم نہیں کرتی لیکن شیوانی اور پورس کے ساتھ جو حالات و واقعات پیش آئے تھے۔ بالکل وہی حالات انا میریا اور خیالی پورس کے ساتھ پیش آتے رہے تھے۔

وہ بھی پورس کے بچے کی ماں بن گئی تھی۔ وہ بچہ بھی عدنان تھا۔ یہ ایسی عجیب بات تھی۔ جو یقین نہ کرنے کے باوجود دلچسپ تھی اور حقیقت کے قریب بھی تھی۔

وہ امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر وزیٹر لابی میں آیا۔ وہاں سونیا نے اسے گلے لگا کر پیار کیا پھر کہا ''بیٹے! تمہارے بیٹے نے تو ناک میں دم کردیا ہے۔ اچانک ہی گم ہوجاتا ہے اور ہمیں اپنے پیچھے بھگاتا ہے۔''

''آپ اسے صرف میرا بیٹا کیوں کہہ رہی ہیں؟ وہ آپ کا پوتا بھی تو ہے۔ آپ پر ہی گیا ہے۔''

''اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے چھوڑ کر نہیں جائے گا اور دیکھو بدمعاش کو کیسے دادی کو نظر انداز کرکے چلا گیا ہے۔''

''ایسی بات نہیں ہے مما! اسے پہلی بار اس کی مما ملی ہے۔ اس لیے وہ اس سے متاثر ہوگیا ہے۔ جلد ہی واپس آجائے گا۔ میں اسے ضرور لے کر آؤں گا۔''

''لیکن وہ اسے کیوں لے گئی ہے؟ اگر وہ خود کو شیوانی کہتی ہے اور میری بہو ہے تو اسے میرے پاس آنا چاہیے تھا۔ مجھ سے ملنا چاہیے تھا۔ کیا میں اسے گلے نہ لگاتی؟ وہ میرے قریب آئی۔ مجھ سے ملے بغیر میرے بچے کو لے گئی۔ اس کا مطلب کیا ہے؟''

''مما! اس کی روداد عجیب ہے۔ وہ ایسے حالات سے گزرتی رہی ہے کہ کوئی سنے تو کبھی یقین نہ کرے۔ اسی لیے وہ پہلے مجھے سنانا چاہتی تھی مجھے اعتماد میں لینا چاہتی تھی۔ اب میں اس کا اعتماد حاصل کرکے اسے یہاں لاؤں گا۔ وہ عدنان کے ساتھ ضرور آئے گی۔''

''تم! اس سے ملنے کہاں جاؤ گے؟ وہ کہاں ملے گی؟''

''میں نے نیم خوابی کی حالت میں اسے دیکھا تھا۔ اس کی روداد سنی تھی۔ وہ سمندر کے کنارے تھی۔ عدنان بھی اس کے ساتھ تھا۔ مجھے سمندر کے ساحل پر جانا چاہیے۔''

''میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔''

''نہیں مما! وہ ابھی آپ سے کترا رہی ہے۔ اس کی کوئی وجہ ہوگی؟ جو وجہ سمجھ میں آرہی ہے وہ میں آپ سے کہہ چکا ہوں۔ پلیز! آپ صبر کریں۔ اطمینان رکھیں میں اسے ضرور لے کر آؤں گا اور آپ کے پوتے کے ساتھ لے کر آؤں گا۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''مما! آپ بھائی کو تنہا جانے دیں۔ میں ان کے دماغ میں رہوں گی اور ان کے حالات آپ کو بتاتی رہوں گی۔''

پورس ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آکر ایک ٹیکسی میں

بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگیا۔ ڈرائیور نے پوچھا ''صاحب! کہاں جانا ہے؟''

''سمندر کے اس ساحلی علاقے میں لے چلو۔ جہاں اچھی خاصی چہل پہل رہتی ہے۔''

ڈرائیور نے کہا ''ساحلی علاقے میں تقریباً تین میل تک آپ کو خوب رونق دکھائی دے گی۔ آپ جہاں کہیں گے۔ وہاں پہنچا دوں گا۔''

''بس کسی ایک سرے پر پہنچا دو پھر میں خود ہی دوسرے سرے تک چلا جاؤں گا۔''

ڈرائیور نے اسے ساحل کے ایک سرے پر پہنچا دیا۔ وہ ٹیکسی سے اتر کر دور دور تک دیکھنے لگا۔ ساحل پر خوب رونق تھی۔ حسین عورتیں، بچے، مرد، بوڑھے سب ہی سمندر کی لہروں سے کھیل رہے تھے۔ ہنس بول رہے تھے۔ کھا پی رہے تھے۔ گھوم رہے تھے۔ دولت انہیں جتنا گھما رہی تھی۔ وہ گھومتے جا رہے تھے۔

اس نے ڈرائیور کو کرائے کی رقم ادا کی پھر ریت پر چل کر دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ اپنے بیٹے کو تو وہ پہچان ہی نہ سکتا تھا۔ اس نے انا میریا کو بھی نیم خوابی میں دیکھا تھا اور واضح طور پر دیکھا تھا۔ اب وہ اسے کہیں بھی دیکھ کر پہچان سکتا تھا۔

نیم خوابی کے دوران میں جو صورت سامنے آئی تھی۔ وہ بڑی حد تک شیوانی سے مشابہت رکھتی تھی۔ لہٰذا اسے پہچان لینا دشوار نہ ہوتا۔ مشکل یہ تھی کہ دور تک جانے اور دیکھنے کے باوجود اس کی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہاں بے شمار بچے بھی تھے ان بچوں میں عدنان کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ ساحل پر تین میل تک چلتا رہا پھر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ''بھائی! عدنان تو کہیں نظر نہیں آ رہا؟ اور وہ عورت بھی اس کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ ہمیں دھوکا تو نہیں دے رہی تھی؟''

وہ بولا ''دھوکا کیوں دے گی؟ اسے ہم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔''

''پھر وہ یہاں سے کیوں چلی گئی ہے؟ اس نے آپ کا انتظار کیوں نہیں کیا؟''

''ذرا سوچو جب میں طیارے میں سفر کر رہا تھا اور جب میں نے اسے نیم خوابی کی حالت میں دیکھا تھا تو اس وقت سے اب تک پانچ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ کیا وہ یہاں پانچ گھنٹوں تک بیٹھی میرا انتظار کرتی رہتی؟ وہ شاید کہیں چلی گئی ہے۔ میرا بیٹا تھک گیا ہوگا۔ سونا چاہتا ہوگا۔ آرام کرنا چاہتا ہوگا۔ وہ اس کے آرام کی خاطر گئی ہوگی۔ مجھ سے ضرور ملے گی۔''

''یہ تو ہمیں بھی یقین ہے کہ ہمارا عدنان ضرور ملے گا۔ پہلے بھی وہ بچھڑتا رہا ہے ملتا رہا ہے لیکن ایسا کب تک ہوتا رہے گا؟ اس سلسلے کو ختم ہونا چاہیے۔''

''ذرا صبر کرو۔ انا میریا ملے گی تو یہ سلسلہ ضرور ختم ہو جائے گا پھر ہمارا عدنان ہم سے بچھڑ کر کہیں نہیں جائے گا۔''

وہ تھک ہار کر ایک ہوٹل میں آ گیا۔ ہارنے کے باوجود مایوس نہیں ہوا تھا۔ اس کو امید تھی بلکہ یقین تھا کہ انا میریا اس کے بیٹے کے ساتھ ضرور ملے گی۔

سونیا رات کے کھانے کے وقت اس کے پاس آئی پھر اس سے بولی ''کیا تم مایوس ہو؟''

''نو ممّا! مایوسی کیسی؟ وہ بہت شریر ہے پھر اپنی اس ادا سے بہت متاثر ہے۔ اسی لیے وہ بلاتی ہے تو یہ چلا جاتا ہے۔ میں نے اندازہ کیا ہے آپ سے بہت محبت کرتا ہے وہ آپ کے پاس ضرور آئے گا۔''

''میرا دل بھی یہ کہتا ہے چلو اٹھو ڈائننگ ہال میں چل کر کھائیں گے۔ تمہیں بھوک لگ رہی ہے؟''

''جی ہاں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کھانے کے بعد اس شہر میں گھوموں۔ شاید وہ کہیں نظر آ جائے۔''

وہ کمرے سے نکل کر ڈائننگ ہال میں آئے۔ سونیا نے کہا ''اعلیٰ بی بی اور عبداللہ عدنان کے خیالات پڑھ رہے ہیں۔ اس کے خیالات کبھی پڑھے جاتے ہیں۔ کبھی گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ فی الحال تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ وہ ایک بہت بڑے بیڈ روم میں ہے۔ اس کے سامنے آرکیسٹک والے کھلونے ہیں۔ وہ بڑی ذہانت سے ان کیوبز کو جوڑ کر ایک خوب صورت عمارت بنا رہا ہے۔''

پورس نے کہا ''عبداللہ نے بتایا تھا کہ اس کے دماغ کی جگہ مل جاتی ہے۔ خیالات بھی پڑھے جاتے ہیں لیکن دوسروں کے خیالات نہ سنتا ہے نہ جواب دیتا ہے۔''

''اسی لیے تو یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ کس علاقے کس بنگلے کے بیڈ روم میں ہے؟''

اعلیٰ بی بی نے خیال خوانی کے ذریعے کہا ''میں مسلسل اس کے دماغ میں ہوں۔ انتظار کر رہی ہوں کہ انا میریا میرے پاس آئے گی۔ باتیں کرے گی تو میں اس کے دماغ میں جاؤں گی۔ شاید اس کے خیالات پڑھنے کا موقع مل جائے۔''

سونیا نے کہا ''تمہیں اسی کے دماغ میں رہنا چاہیے۔ دیکھتی رہو عدنان تک پہنچنے کا کوئی راستہ مل جائے؟ تم اس کے پاس رہو۔''

''اب کیا جاؤں؟ اس کے خیالات پھر گڈمڈ ہو گئے ہیں۔''

سونیا اور پورس نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

اس نے جواب نہیں دیا کھانے میں مصروف رہا۔ پورس نے اس کی طرف جھک کر پوچھا ''بیٹے! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تمہاری ممی نے کفن پہننے کی بات کی ہے؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کھانے لگا۔ اس نے پوچھا ''بیٹے! کچھ تو بتاؤ۔ وہ اور کیا کہہ رہی تھیں؟''

وہ بولا ''آگے کچھ نہیں کہا اور نہ ہی میں نے پوچھا۔''

''کیا وہ پھر نہیں لینے نہیں آئیں گی؟''

''وہ کہہ رہی تھیں کہ زندہ رہیں گی تو آئیں گی۔''

اس بات نے پھر انہیں چونکا دیا۔ سونیا نے کہا ''یہ کیسی الجھی ہوئی باتیں کر رہا ہے؟ پہلے کہہ رہا تھا کہ وہ کفن پہننے گئی ہیں اور اب کہہ رہا ہے کہ زندہ رہے گی تو اسے لینے آئے گی۔ اس کا مطلب کیا ہوا؟''

انہوں نے سوچتی ہوئی نظروں سے عدنان کو دیکھا پھر سونیا نے کہا ''پچھلی رات جب وہ پہلی بار عدنان سے ملنے اس کھنڈر میں آئی تو کفن پوش بنی ہوئی تھی پھر وہ کفن وہاں چھوڑ گئی۔ عدنان کو لے گئی۔ اس کفن سے اس کا گہرا تعلق ہے۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''ممّا! میں نے یہاں کچھ لوگوں کے خیالات پڑھے ہیں۔ پتا چلا ہے کہ ہر ہفتے کی رات اس کھنڈر میں ایک تمثیلی ڈراما پیش کیا جاتا ہے۔ ایک یادگار تاریخی واقعے کے مطابق وہاں مقدس آگ روشن کی جاتی ہے۔ جس کے اطراف چھ کفن پوش کنواریاں رقص کرتی ہیں۔ فریاد کرتی ہیں کہ انہیں تیس برس تک جبراً کنوارہ رکھا جا رہا ہے پھر اس میں سے جو کنواری بغاوت کرتی ہے یا چھپ کر کسی سے ملتی یا شادی کرتی ہے تو اسے زندہ دفن کر دیا جاتا ہے۔ وہ احتجاج کرتی ہے تو اسے خنجر سے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔''

سونیا نے کہا ''یہ واقعات میں نے سنے ہیں لیکن اس کا تعلق انا میریا سے کیا ہوا؟''

''کوئی تو تعلق ضرور ہے۔ اسی لیے وہ پہلی بار کفن پہن کر آئی تھی۔ آج بھی بیٹے سے کہہ گئی ہے کہ کفن پہننے جا رہی ہے اور آپ سوچیں کہ آج ہفتے کی رات ہے۔ رات بارہ بجے اس کھنڈر میں وہ تمثیلی ڈراما پیش کیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ انا میریا وہیں ان کنواریوں کے درمیان دکھائی دے؟''

سونیا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا ''ابھی نو بجے ہیں۔ ہو سکتا ہے انا میریا اس تمثیلی ڈرامے میں کوئی کردار ادا کرتی ہو اور کفن پہنتی ہو؟ وہ عدنان کو یہاں چھوڑ کر اسی طرف گئی ہوگی۔ ہمیں بھی کھانے کے بعد وہاں جانا چاہیے۔''

کبھی کبھی وہ جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیتا ہے۔''

سونیا نے مسکرا کر کہا ''یہ تو ہے! میرا پوتا ٹیلی پیتھی جیسے ہتھیار کو بھی ناکام بنا دیتا ہے۔ تم نے کب اس کے خیالات کو گڈمڈ ہوتے دیکھا تھا؟''

''ابھی کوئی ایک گھنٹا پہلے میں اس کے پاس تھی۔ جب اس کے خیالات ناقابل فہم ہو گئے تو وہاں سے چلی آئی۔''

''ایک گھنٹا ہو چکا ہے۔ اب جا کر دیکھو شاید اس کے خیالات پڑھ سکو؟''

وہ وہاں سے چلی گئی۔ سونیا اور پورس باتیں کرنے لگے۔ ویٹران کے درمیان کھانے کی ڈشیں لا کر رکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اعلیٰ بی بی نے آ کر کہا ''وہی ہے چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی وہ اب بھی ہے۔ آپ کے پوتے نے ہمیں تھکا مارا ہے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ سب چونک گئے۔ عدنان کی آواز سنائی دی ''ہائے گرینڈ ممّا! مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔''

سونیا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ آواز کی سمت دیکھا تو وہ ننھے ننھے پیروں سے چلتا ہوا اس کی طرف آ رہا تھا پھر دوڑ کر آ کر دادی کی گردن میں بانہیں ڈال کر لپٹ گیا۔ وہ اس کی گردن اور چہرے کو جگہ جگہ چومنے لگی۔ شکایتیں کرنے لگی ''کہاں چلے جاتے ہو؟ کیوں اپنی دادی کو پریشان کرتے ہو؟ کب تک ایسا کرتے رہو گے؟''

پورس نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ''بیٹے! تم اب تک کہاں تھے؟''

اس نے سر گھما کر کہا ''میں اپنی ممی کے ساتھ تھا۔''

''تمہاری ممی کہاں ہیں؟''

سونیا نے کہا ''اب تم اس پر سوالات کی بوچھاڑ نہ کرو۔ اسے پہلے کھانے دو۔ آؤ بیٹے! میرے پاس بیٹھو۔''

اس نے ایک کرسی قریب کی۔ اسے اپنے پاس بٹھایا پھر ایک بار جھک کر پوچھا ''کیا کھاؤ گے؟''

''جو کچھ سامنے ہے کھا لوں گا۔''

سونیا نے اس کے سامنے چائنیز ڈش پیش کی۔ پورس بے چین سا تھا۔ اس نے کہا ''ممّا! ہمیں یہ تو معلوم کرنا چاہیے کہ یہ تنہا کہاں سے آ رہا ہے؟ یہاں تک کیسے پہنچ گیا ہے؟''

عدنان نے کہا ''ممی مجھے اس ہوٹل کے باہر چھوڑ کر گئی ہیں۔''

''بیٹے وہ یہاں کیوں نہیں آئیں؟''

''وہ نہیں آ سکتی تھیں۔ وہ کفن پہننے گئی ہیں۔''

''مما! انا میریا کے پاس جانا کیا ضروری ہے؟ کیا عدنان کو یہاں سے لے جایا نہیں جاسکتا ہے؟ تاکہ اس عورت سے پیچھا چھوٹ جائے۔ آپ اس سے پوچھیں کیا اس سے دور ہونا چاہتا ہے؟''

سونیا نے پوچھا ''بیٹے عدنان! وہ جسے تم مما کہتے ہو۔ جو تمہیں یہاں چھوڑ گئی ہیں۔ کیا اب بھی ان کے ساتھ جاؤ گے؟ ہوسکتا ہے وہ نہ آئے کیا میرے ساتھ یہاں سے نہیں چلو گے؟''

''گرینڈ مما! میں آپ کو کبھی کہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا لیکن مما کے ساتھ بھی رہوں گا۔ وہ بہت سویٹ ہیں۔ بہت اچھی ہیں انہیں دیکھتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔''

سونیا نے کہا ''یہ شروع ہی سے انا سے جذباتی طور پر وابستہ ہے۔ اسے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کبھی اس سے دور نہیں جائے گا۔ ہمیں انا میریا سے ہر حال میں ملنا ہی ہوگا۔''

انہیں اب اس کھنڈر میں پہنچنے کی جلدی تھی۔ اس لیے دو چار لقمے زہر مار کیے پھر بل ادا کرکے وہاں سے اٹھ گئے۔ سونیا اپنی ایک ریفنڈ کار میں آئی تھی۔ وہ اس کار میں بیٹھ کر اس کھنڈر کی طرف جانے لگے۔

جن ممالک میں تاریخی کھنڈر اور عمارتیں ہوتی ہیں۔ وہاں کے تاریخی واقعات کے مطابق تمثیلی ڈرامے پیش کیے جاتے ہیں۔ تاکہ باہر سے آنے والے سیاح بھی انہیں دیکھیں اور ان ممالک کے تاریخی پس منظر سے واقفیت حاصل کریں۔ ان کے ماضی کی روایات اور تہذیب وثقافت کو سمجھ سکیں۔

جب وہ کھنڈر کے اس حصے میں پہنچے تو رات کے بارہ بج چکے تھے۔ وہ تمثیلی ڈراما شروع ہو چکا تھا۔ لوگوں کی اچھی خاصی تعداد وہاں موجود تھی۔ مرد بچے بوڑھے جوان عورتیں سب ہی دلچسپی سے وہ مناظر دیکھنے آیا کرتے تھے۔

اس اوپن آڈیٹوریم میں تاریخی زمانے کی پتھریلی نشستیں بنی ہوئی تھیں۔ دائرے کی صورت میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ کئی کھڑے ہوئے تھے اور کئی اِدھر اُدھر آجا رہے تھے۔ کھنڈر کے ایک حصے میں وہ چبوترہ تھا۔ جہاں مقدس آگ روشن تھی اور اس کے آس پاس چھ کفن پوش کنواریاں دکھائی دے رہی تھیں۔ پس منظر میں ایک دردبھری موسیقی کی آواز ابھر رہی تھی اور وہ اس موسیقی کے مطابق اس آگ کے اردگرد رقص کر رہی تھیں۔

سونیا اور پورس اس چبوترے کی طرف بڑھنے لگے۔ عدنان ان کے درمیان تھا۔ دادی نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ گرفت ڈھیلی ہوگی تو یہ پھر بھاگ کر کہیں روپوش ہوجائے گا۔ اس کے بعد اپنے پیچھے دوڑا تا رہے گا۔

اس بار سب نے طے کرلیا تھا کہ نہ اسے بھاگنے دیں گے نہ روپوش ہونے کا موقع دیں گے۔ مقدس آگ کے اردگرد رقص کرنے والیوں میں سے ایک کنواری آگے آکر اپنی دکھ بھری روداد سنا رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ وہ تیس برس تک کنواری نہیں رہ سکے گی۔ اسے ایک نوجوان سے پیار ہوگیا ہے اور وہ نوجوان ابھی اپنی جان پر کھیل کر آنے والا ہے جبکہ یہاں سخت پہرا ہے۔

پورس نے آگے جاکر ذرا غور سے دیکھا۔ وہ فریاد کرنے والی انا میریا تھی۔ کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے سونیا سے کہا ''مما! یہی انا میریا ہے۔ دیکھیے شیوائی سے کتنی مشابہت رکھتی ہے۔''

وہ دونوں اس اسٹیج سے دور تھے۔ ڈرامے کے دوران میں اسے جاکر مخاطب نہیں کرسکتے تھے۔ اس لیے دور کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔

ایک نوجوان تاریخی لباس پہنے انا میریا کے پاس آیا اور اس سے محبت بھرے مکالمے بولنے لگا۔ میریا نے کہا ''پیارے سے چلے جاؤ۔ ورنہ وہ تمہیں بھی قتل کردیں گے اور مجھے بھی زندہ درگور کردیں گے۔''

سونیا اور پورس نے انا میریا کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا کہ اس آنے والے شخص سے مل کر پریشان ہوگئی ہے۔ جیسے اس کی توقع کے خلاف آیا ہو۔

اعلیٰ بی بی نے پورس سے کہا ''بھائی! میں انا میریا کے خیالات پڑھنا چاہتی تھی لیکن اس کا دماغ کچھ عجیب سا ہے میرے خیالات کی لہریں اس کے خیالات کے اس طرح پار چلی گئیں جس طرح شیشے کے آرپار نظریں چلی جاتی ہیں۔ پھر اس شخص کے دماغ میں پہنچ گئی تھیں جو اس وقت مکالمے بول رہا ہے۔ وہ اس ڈرامے کا کردار نہیں ہے۔ اس ڈرامے کا تاریخی لباس پہن کر انا میریا کے پاس آیا ہے اور اسے قتل کرنا چاہتا ہے۔''

اس نے ایک بڑا سا چھرا نکال لیا تھا اور کہہ رہا تھا ''تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا یا پھر میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔''

ایسے ہی وقت ڈرامائی کردار ادا کرنے والے نیزے لے کر پہنچ گئے تھے۔ وہ اس نوجوان کو گرفتار کرنا چاہتے تھے لیکن وہ ان سے مقابلہ کرنے لگا۔ اس نے ایک سپاہی کے چھرا گھونپ دیا۔ یہ منظر دیکھتے ہی اس ڈرامے

کرداروں میں ہلچل مچ گئی۔ وہ سب اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ آڈیٹوریم میں بیٹھے ہوئے ناظرین سمجھ رہے تھے کہ یہ بھی ڈرامے کا ایک حصہ ہے۔ اس لیے محظوظ ہو رہے تھے۔ ادھر انا میریا کی زندگی خطرے میں تھی۔ وہ بھی بھاگ رہی تھی اور وہ شخص اس کا پیچھا کر رہا تھا۔

سونیا اور پورس بھی اسٹیج پر آگئے تھے اور انا میریا کو تلاش کر رہے تھے۔ ڈرامے کے تمام کردار تمام کنواریاں اسے پیش کرنے والا عملہ اتنا زیادہ تھا کہ بھگدڑ مچ گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کون کدھر ہے پھر رات کا وقت تھا۔ ہر طرف روشنی نہیں تھی۔ وہ کبھی روشنی میں اور کبھی تاریکی میں اس قاتل کو پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ کبھی نظر آرہا تھا کبھی گم ہو رہا تھا اور میریا کو تلاش کر رہا تھا۔ پورس اپنی انا میریا کو تلاش کرتا ہوا کھنڈر کے ایک تاریک حصے سے گزر رہا تھا۔ اسی وقت اس کی آواز سنائی دی ''نہیں۔ نہیں۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو، پلیز..... مجھے جانے دو.....''

پورس آواز کی سمت دوڑتا ہوا جانے لگا۔ اسی لمحے میں اس بولنے والی کی دلدوز چیخ سنائی دی۔ وہ ایک جگہ ٹھٹک گیا۔ دو چار تلاش کرنے والوں کے پاس ٹارچ لائٹ تھی۔ ان کی روشنی میں وہ کفن پوش کنواری چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اس کا سفید کفن سرخ لہو میں بھیگ رہا تھا۔

سونیا بھی دوڑتی ہوئی ادھر آئی پھر پورس کا بازو تھام کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ وہ دونوں ہی بڑے صدمے سے سوچ رہے تھے ''کیا انا میریا کو قتل کردیا گیا ہے؟''

ایک نے ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے کی طرف کی تو دونوں نے اطمینان کی سانس لی۔ وہ انا میریا نہیں تھی۔ اس بھاگ دوڑ کے دوران میں سونیا اپنے پوتے کو بھی ڈھونڈتی رہی تھی۔ وہ اس بھیڑ میں کہیں گم ہوگیا تھا۔ اس نے پورس سے پوچھا ''تم نے عدنان کو دیکھا ہے؟''

اس نے چونک کر سونیا کے اردگرد دیکھا پھر کہا ''میں تو سمجھ رہا تھا، وہ آپ کے پاس ہے۔''

''او خدایا! یہ پھر نہ جانے کہاں چلا گیا ہے؟ آؤ..... اسے ڈھونڈو۔ وہ ابھی کہیں دور نہیں گیا ہوگا۔ اسی اندھیرے میں کہیں بھٹک رہا ہوگا۔''

سونیا نے ایک شخص سے ٹارچ لی پھر اسے تلاش کرتے ہوئے ادھر سے ادھر جانے لگی۔ اسی کھنڈر کے ایک حصے میں وہ قاتل ہاتھ میں چھرا لیے انا میریا سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے ایک نیزے کو تھام کر کہہ رہی تھی ''خبردار! میرے قریب نہ آنا ورنہ جان سے جاؤ گے۔ تم پہلے بھی دیکھ چکے ہو، میری کوئی پیش گوئی غلط نہیں ہوتی میں نے کہا تھا، تم طبعی موت نہیں مرو گے۔ حرام موت مارے جاؤ گے۔ اب بھی وقت ہے، یہاں سے چلے جاؤ.....''

وہ حقارت سے بولا ''میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تمہاری بار بار کی پیش گوئیوں نے میری زندگی برباد کردی ہے۔ اب نہ تم رہو گی اور نہ تمہاری پیش گوئیاں رہیں گی۔''

وہ بولتا جا رہا تھا اور پینترا بدل کر آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ چھرے کے ذریعے حملہ کرنا چاہتا تھا اور وہ نیزے کے ذریعے اسے قریب آنے سے روک رہی تھی۔ عدنان ایک طرف تاریکی میں کھڑا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ اس دشمن کے ایک ہاتھ میں چھرا اور دوسرے ہاتھ میں ٹارچ لائٹ تھی۔ ٹارچ کی روشنی انا میریا کی طرف تھی۔ اس لیے وہ عدنان کو نہیں دیکھ پایا تھا۔ جب وہ اس کے قریب سے گزرنے لگا تو وہ ننھا فتنہ زمین پر بیٹھ گیا پھر اس نے اپنی ننھی سی ٹانگ آگے بڑھائی تو وہ آگے بڑھنے والا اس کی ٹانگ سے الجھ کر گرتے گرتے بچنے ہی والا تھا لیکن گرنے کے دوران اس طرح گرا کہ نیزے کی انی اس کے سینے میں گھستی ہوئی آر پار ہوگئی۔

انا میریا نے اسے قتل نہیں کیا تھا۔ عدنان نے اسے نیزے کی انی پر پہنچا دیا تھا۔ اس بچے نے کچھ نہ کرتے ہوئے بھی بہت کچھ کیا تھا۔ اپنی ماں کی جان بچائی تھی۔

شاطر

قیمت فی حصہ 60 روپے
2 حصے مکمل
ڈاک خرچ 23 روپے

کتابی شکل میں شائع ہوگیا ہے

- شاطر کو مشہور انعام یافتہ مصنف شکیل انجم نے اپنے خاص انداز میں تحریر کیا ہے۔
- ایک ایسی دلچسپ، ہنگامہ آرا اور سنسنی خیز داستان جس میں قدم قدم سسپنس اور سطر سطر قیامت آرائی ہے۔

کتاب کی قیمت بذریعہ پیشگی ڈرافٹ منی آرڈر یا کراسڈ چیک رسال روانہ کریں

کتابیات پبلی کیشنز، کراچی
پوسٹ بکس 23

عدنان اپنی بڑی بڑی خوب صورت آنکھیں پھاڑے اس دشمن کو دیکھ رہا تھا جو تھوڑی دیر پہلے اس کی ممی کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اب وہ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اور اس کے سینے میں برچھی نما کسی جھنڈے کی طرح پیوست ہو کر سیدھی کھڑی تھی۔ انا میریا نے اپنی بانہیں عدنان کی طرف پھیلائیں۔ وہ دوڑتا ہوا آ کر اس سے لپٹ گیا۔ وہ اسے بازوؤں میں اٹھا کر جھولنے لگی۔

اس نے پوچھا ''ممی! یہ آپ کو کیوں مارنا چاہتا تھا؟''

''بیٹے! اس کی موت اسی طرح آئی تھی۔ میں نے اسے وارننگ دی تھی کہ ہتھیاروں سے نہ کھیلے ورنہ طبعی موت نہیں مرے گا۔ اس کے مقدر میں حرام موت تھی۔''

اس نے عدنان کو بازوؤں سے اتارا پھر اس کفن کو اپنے جسم سے الگ کیا۔ کفن کے اندر وہ جینز اور بنیان پہنے ہوئے تھی۔ اس نے کہا ''بیٹے! ابھی ہم خطرے سے باہر نہیں ہیں۔ اس کے بعد بھی ایک بڑا دشمن ہے۔ جو کہیں آس پاس ہوگا۔ سامنے نہیں آیا ہے۔ ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔''

وہ اس کا ہاتھ تھام کر وہاں سے جانے لگی۔ اس نے کہا ''ممی! یہاں میری گرینڈ مما اور پپا انتظار کر رہے ہیں۔''

''بیٹے! انہیں انتظار کرنے دو۔ میں ان سے رابطہ کروں گی اور تمہارے پاپا کو سمجھا دوں گی۔''

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا ''آپ بعد میں کیوں رابطہ کریں گی؟ وہ یہاں موجود ہیں۔ آپ ان سے ملیں باتیں کریں۔''

''بیٹے! تم نہیں جانتے میں بہت مجبور ہوں۔ تمہارے پاپا کی سلامتی کے لیے ہی ان سے دور ہو رہی ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ وہ جلد ہی ہمارے پاس آئیں گے پھر ہم تینوں ایک ساتھ زندگی گزاریں گے۔''

وہ کھنڈر کے تاریک حصوں سے اس طرح گزرتی جا رہی تھی۔ جیسے اندھیرے میں بھی پہچانتی ہو اور بار بار وہاں آتی جاتی رہی ہو۔ عدنان چلتے چلتے رک گیا۔ وہ بولی ''کیا بات ہے؟ کیوں کھڑے ہو گئے؟''

''میری گرینڈ مما بہت اچھی ہیں۔ بہت پیاری ہیں۔ میں ان کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اور آپ کو بھی نہیں چھوڑنا چاہتا۔''

وہ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اسے چوم کر بولی ''میں تمہاری دادی سے تمہیں جدا نہیں کروں گی۔ اگر تم ان کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو میں وہاں پہنچا دوں گی۔ میرے ساتھ آؤ۔''

وہ پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے ہاتھ تھام کر چلنے لگی۔ اس نے کہا ''میں گرینڈ مما کے پاس تک جاؤں گا لیکن آپ سے بچھڑ جاؤں گا۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔''

''بیٹے! کچھ دنوں کی بات ہے پھر ہم ساتھ رہیں گے۔ میں تمہیں سمجھا نہیں سکتی کہ کن حالات سے دوچار ہو رہی ہوں لیکن تم میری فکر نہ کرو۔ تمہیں جب بھی میری یاد آئے گی۔ میرے پاس آنا چاہو گے میں تمہیں اپنے پاس بلا لیا کروں گی۔ جیسے کل تم سے مل کر تمہیں لے گئی تھی۔ اسی طرح جب چاہوں گی تمہیں لے جایا کروں گی۔''

وہ دونوں دور تک اور دیر تک چلتے رہے اور ان کھنڈرات سے باہر آ گئے۔ اس علاقے میں بہت ہلکی روشنی تھی۔ اس نے ایک ٹیکسی والے کو روکا پھر اس میں بیٹھ کر اس ہوٹل میں پہنچ گئی۔ جہاں سونیا اور پورس قیام پذیر تھے۔ اس نے ٹیکسی سے باہر آ کر عدنان سے کہا ''بیٹے! تم یہاں سے سیدھے کاؤنٹر پر جاؤ۔ وہاں بولو کہ تم اپنی گرینڈ مما کا فون نمبر معلوم کرنا چاہتے ہو اور ان سے بات کرنا چاہتے ہو۔ تمہاری گرینڈ مما نے اپنے نام کے ساتھ اپنا فون نمبر بھی لکھوایا ہوگا۔ اس لیے تم جاؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔''

وہ وہاں سے ہوٹل کے اندر چلا گیا اور انا میریا ٹیکسی کے اندر آ کر بیٹھ گئی پھر ڈرائیور سے بولی ''آگے چلو! یونہی سڑکوں پر گھومتے رہو۔ میں آگے بتاؤں گی کہ کہاں جانا ہے۔''

ڈرائیور اس کی بات پر عمل کرتا رہا۔ انا میریا نے اپنے بلاؤز کے گریبان میں سے آئینہ نکالا پھر ٹیکسی کی اندرونی روشنی میں اس آئینے میں دیکھا۔ وہ جب بھی آئینے کے سامنے آتی تھی اور شیوانی کو یاد کرتی تھی تو وہ آئینے میں نظر آنے لگتی تھی۔

اب بھی وہ نظر آ رہی تھی۔ اس کا عکس مسکرا رہا تھا اور وہ کہہ رہی تھی ''میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم واقعی عدنان کی ماں ہونے کا ثبوت دے رہی ہو۔ میری طرح اسے اپنی جان سے زیادہ چاہتی ہو۔''

وہ زبان سے نہیں بول رہی تھی۔ خاموش تھی لیکن اس کی آواز ان کو سنائی دے رہی تھی۔ وہ بھی سوچ کے ذریعے بولی ''میں اپنے بیٹے کو دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ ہوٹل میں کیا کر رہا ہے؟''

''بے شک تمہیں اس کی نگرانی کرنا چاہیے۔ وہ ابھی تمہیں اس آئینے میں دکھائی دے گا۔''

شیوانی کا عکس ختم ہو گیا۔ عدنان دکھائی دینے لگا۔ وہ ہوٹل کے کاؤنٹر پر ایک کاؤنٹر گرل سے کہہ رہا تھا ''میری گرینڈ مما یہاں ہوٹل کے ایک کمرے میں رہتی ہیں۔ ان کا

نام مسز تیمور علی ہے آپ رجسٹر دیکھیں۔''

اس کاؤنٹر گرل نے پوچھا ''تم کہاں سے آئے ہو؟''

''میں راستے سے بھٹک گیا ہوں۔ وہ مجھے تلاش کر رہے ہوں گے۔ اس لیے میں ان سے فون پر رابطہ کرنا چاہتا ہوں۔''

کاؤنٹر گرل نے رجسٹر کھول کر دیکھا۔ مسز تیمور علی کا نام اور موبائل فون نمبر درج تھا۔ کاؤنٹر گرل نے مسکرا کر کہا ''میں تمہاری گرینڈ مما سے رابطہ کراتی ہوں۔''

اس نے اپنے فون کے ذریعے موبائل فون نمبر پنچ کیے پھر انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد سونیا کی آواز سنائی دی ''ہیلو! کون ہے؟''

''میں ہوٹل کے کاؤنٹر سے بول رہی ہوں۔ آپ کا پوتا یہاں کھڑا ہوا ہے اور آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔''

اس نے ریسیور عدنان کو دیا۔ عدنان نے اسے کان سے لگا کر کہا ''ہیلو! گرینڈ مما۔ آپ پریشان ہو رہی ہوں گی۔ میں یہاں ہوٹل میں آ گیا ہوں اور آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔''

سونیا نے کہا ''خدا کا شکر ہے تم نے میری پریشانیوں کا خیال کیا۔ مجھ سے رابطہ کیا۔ بیٹے! اب تم وہیں رہو۔ کہیں نہ جانا۔ میں ابھی آ رہی ہوں۔''

''گرینڈ مما! میں یہیں رہوں گا۔''

''پرومس کرتے ہو۔''

''پرومس گرینڈ مما۔''

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ اس نے کاؤنٹر گرل کو ریسیور دیتے ہوئے تھینک یو کہا پھر وہاں سے چلتا ہوا ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے سونیا سے کہا ''مما! اب مجھے عدنان کے دماغ میں جگہ مل رہی ہے۔ میں اس کے خیالات پڑھ سکتی ہوں اس کی نگرانی کر سکتی ہوں۔ آپ وہاں جلد پہنچیں۔''

پورس سونیا کے ساتھ اس کی رینٹڈ کار میں بیٹھتے ہوئے اعلیٰ بی بی سے بولا ''عدنان سے یہ تو معلوم کرو کہ انا میریا کہاں ہے؟''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ہم عدنان کے خیالات پڑھ سکتے ہیں لیکن اس تک اپنی آواز نہیں پہنچا سکتے۔ ہماری خیال خوانی کی لہریں اس تک پہنچتی ہیں لیکن اسے ہم جو کہتے ہیں وہ سنائی نہیں دیتا ہے۔''

سونیا نے کہا ''یہ اللہ کا کرم ہے کہ میرے پوتے کے دماغ میں دشمن بھی پہنچتے ہیں لیکن اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ ان کی خیال خوانی کی لہریں بھی نہ سنائی دیتی ہیں۔ نہ متاثر کرتی ہیں۔''

ہوٹل کی وزیٹرز لابی میں اچھے خاصے لوگ تھے۔ عدنان وہاں ایک صوفے پر تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ دنیا کے ہر ملک میں چور بدمعاش اور اٹھائی گیرے ہوتے ہیں۔ موقع پاتے ہی سامان اٹھا کر لے جاتے تھے۔ بچے بھی ایک قیمتی سامان کی طرح ہوتے ہیں۔ انہیں اغوا کر کے اچھے دام وصول کیے جا سکتے ہیں۔

ایک شخص اس کے پاس صوفے پر بیٹھ گیا پھر بولا ''ہیلو سنی!''

عدنان نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا ''ہیلو! تم کون ہو؟''

''میں تمہارا دوست ہوں۔ تم راستے سے بھٹک گئے ہو۔ میں وہاں کاؤنٹر پر تمہاری باتیں سن رہا تھا۔ تم اپنی گرینڈ مما سے بات کر رہے تھے۔''

''ہاں بات کر رہا تھا پھر؟''

''پھر کچھ بھی نہیں۔ ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں لیکن دوست بن سکتے ہیں۔ کیا دوستی کرو گے؟''

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ عدنان نے اس سے ہاتھ ملایا۔ اس شخص نے جیب سے چاکلیٹ کا ایک پیکٹ نکال کر کہا ''یہ دوست کا ایک تحفہ ہے۔ تمہیں یہ پسند آئے گی۔''

اعلیٰ بی بی اس کو عدنان کے ذریعے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آواز سننے کے بعد اس کے دماغ میں جانا چاہا تو اس شخص نے سانس روک لی۔ وہ یوگا کا ماہر تو نہیں تھا لیکن بہت صحت مند تھا۔ پہلوانی کرتا تھا۔ اس کا دماغ حساس تھا۔ لہریں محسوس کرتے ہی سانس روک لی اور اب بے چینی محسوس کر رہا تھا۔

وہ ٹیلی پیتھی کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا تھا اور نہ ہی شبہ کر رہا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کے دماغ میں آنا چاہتی ہے لیکن جگہ نہ ملنے کے باعث واپس چلی گئی ہے۔

اعلیٰ بی بی نے پورس کے پاس آ کر کہا ''بھائی! تیزی سے کار ڈرائیو کرو۔ فوراً ہوٹل پہنچنے کی کوشش کرو۔ کوئی شخص عدنان کے پاس آ کر بیٹھ گیا ہے اور اسے چاکلیٹ کا ایک پیکٹ آفر کر رہا ہے۔ یقیناً اس چاکلیٹ میں کچھ ملاوٹ ہے۔ مجھے اس شخص کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے لیکن اس کے تیور بتا رہے ہیں کہ وہ شخص غلط ہے اور کسی غلط ارادے سے عدنان کے پاس آ کر بیٹھا ہوا ہے۔''

پورس نے کہا ''تم فوراً عدنان کے پاس جاؤ۔ اس کی نگرانی کرو۔ اگر اس شخص کو قابو میں نہ کر سکو تو ہوٹل کے کسی دوسرے شخص کو آلہ کار بنا کر اس کا راستہ روکو۔ ہم بس پہنچ

رہے ہیں۔''

وہ سونیا سے بولی ''آپ ہوٹل کی کاؤنٹر گرل سے بات کریں۔ وہ بات کرے گی تو میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گی۔ اس کے ذریعے ہوٹل کے کسی دوسرے شخص کو آلہ کار بنا کر عدنان کی حفاظت کروں گی۔''

اسے عدنان تک پہنچنے کے لیے ایک لمبا راستہ اختیار کرنا تھا۔ خیال خوانی کا ایک سلسلہ قائم کرنا تھا۔ اس وقت تک وہ شخص چاکلیٹ کا پیکٹ عدنان کو دے چکا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا ''بیٹے! اس کا ریپر اتارو اور اسے تھوڑا سا کاٹ کر کھاؤ۔ دیکھو کتنا مزہ آتا ہے۔''

عدنان کو وہ چاکلیٹ کھا لینا چاہیے تھا کیونکہ وہ چاکلیٹ اور آئس کریم کا شوقین تھا لیکن اس نے گھور کر اس شخص کو دیکھا۔ اچانک ہی اس کی آنکھوں میں شیطانی کی غضب ناک کشش پیدا ہو گئی تھی۔ اس شخص کی آنکھیں اس کی ننھی آنکھوں سے چپک کر رہ گئی تھی۔ وہ اپنی نظر ہٹانا چاہتا تھا لیکن ہٹا نہیں پا رہا تھا۔

پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟

انا میریا ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور آئینے میں اپنے بیٹے عدنان کو دیکھ رہی تھی۔ اسے گائیڈ کر رہی تھی کہ اس چاکلیٹ کو نہ کھائے اور شخص کو گھور کر دیکھے۔

وہ ہمیشہ کی طرح اپنی ممی کی باتوں پر عمل کر رہا تھا اور اس شخص کے بارہ بجا رہا تھا۔ کبھی شیطانی کا بھی یہی طریقہ کار تھا۔ وہ جسے دیکھتی تھی۔ اسے سحر زدہ کر دیتی تھی پھر وہ اس گرفت کرنے والے کو جو مشورہ دیتی تھی۔ وہ وہی کرتا تھا پھر وہ جو حکم دیتی تھی وہ تابعدار کی طرح اس کے حکم کی تعمیل کرتا تھا۔

وہ شخص بھی عدنان کا تابعدار بن گیا تھا۔ عدنان نے وہ پیکٹ اسے دیتے ہوئے کہا ''اسے کھالو۔''

وہ اس پیکٹ کو ہاتھ میں لینا نہیں چاہتا تھا مگر لینا پڑا۔ وہ سوچ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اس چاکلیٹ کو نہیں کھانا چاہیے۔ اگر اسے کھائے گا تو اپنے ہوش وحواس میں نہیں رہے گا۔

یہ سمجھنے کے باوجود وہ انکار نہیں کر رہا تھا۔ بے اختیار ریپر کھول رہا تھا پھر اس چاکلیٹ کا ٹکڑا دانتوں سے کاٹ کر اسے منہ میں رکھ کر چوس رہا تھا۔ صرف ایک منٹ کے اندر ہی اس کی آنکھیں خمار آلود ہونے لگیں۔ نشے سے بوجھل ہو کر بند ہونے لگیں۔ وہ آہستہ آہستہ صوفے پر لیٹنے لگا۔ عدنان وہاں سے اٹھا اور دوسرے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اسی وقت سونیا اور پورس دور سے چلتے ہوئے اس کے پاس آئے۔ پورس نے پوچھا ''کہاں ہے وہ شخص جو تمہیں چاکلیٹ دے رہا تھا؟''

عدنان نے انگلی کے اشارے سے بتایا۔ انہوں نے ادھر دیکھا تو ایک صحت مند مگر لاغر شخص قریبی صوفے پر آنکھیں بند کیے پڑا ہوا تھا۔ پورس نے قریب جا کر دیکھا۔ اسے ہلایا۔ پھر چلا کر وہ غافل ہے۔ نیند میں نہیں ہے نشے میں ہے۔ اس کے قریب ہی چاکلیٹ کا ایک آدھا حصہ اور ریپر پڑا ہوا تھا۔ پورس مسکرا کر بیٹے کے پاس آ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا ''مما! آپ کا پوتا تو باکمال ہے۔ اس نے وہ چاکلیٹ اسی شخص کو کھلا دیا ہے اور وہ اناڑی فیل ہو چکا ہے۔''

سونیا نے اسے چوم لیا۔ وہ بولا ''وہ مجھے آپ سے دور رکھنا نہیں چاہتیں۔ اس لیے یہاں پہنچا دیا ہے۔''

اس نے خوش ہو کر کہا ''وہ مجھے اتنا چاہتی ہے میرے جذبات کا خیال رکھتی ہے تو اسے میرے سامنے آنا چاہیے۔ وہ منہ کیوں چھپا رہی ہے؟''

انا میریا آئینے میں دادی اور پوتے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنی دادی کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اسے انا میریا جو کہہ رہی تھی وہ وہی کہہ رہا تھا ''گرینڈ مما! میری ممی بہت مصیبت میں ہیں۔ وہ میرے پاپا کو مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتیں۔ اسی لیے دور دور رہتی ہیں۔''

پورس نے تڑپ کر کہا ''یہ کیسی بات ہے کہ وہ تنہا مصیبت اٹھا رہی ہے۔ کیا ہم پر بھروسا نہیں ہے؟ ہمارے ساتھ رہے گی تو ہم اس کی مصیبتیں دور کر سکیں گے۔''

عدنان نے کہا ''آپ یہ باتیں ممی سے بولیں۔ وہ آپ سے فون پر بات کرنے والی ہیں۔''

پورس نے پوچھا ''بیٹے! وہ مجھ سے کب بات کریں گی؟''

''یہ میں نہیں جانتا۔''

انا میریا نے اس چھوٹے سے آئینے کو اپنے گریبان میں رکھ لیا پھر کھڑکی سے باہر دیکھا تو ٹیکسی ویران سڑک پر دھیمی رفتار میں جا رہی تھی۔ اس نے پوچھا ''یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟''

ڈرائیور نے ٹیکسی روک دی۔ پیچھے پلٹ کر مسکراتے ہوئے بولا ''میری جان! تم اکیلی ہو۔ سڑکوں پر گھومنا چاہتی تھیں۔ میں نے سوچا کہ ہم دونوں کے گھومنے کے لیے ویران سڑک بہتر رہے گی۔''

وہ اسے گھور کر بولی ''کیا تمہاری شامت آئی ہے؟ ٹیکسی کو شہر کی طرف لے چلو؟''

وہ گاڑی کی چابی دکھاتے ہوئے بولا ''یہ اب میری جیب

میں جا رہی ہے۔ اسے نکالنا چاہتی ہو تو میری بانہوں میں آ جاؤ۔''

وہ اگلی طرف کا دروازہ کھول کر پیچھے آنے لگا۔ انا میریا نے فوراً اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر آئینے کو نکالا پھر اس میں دیکھتے ہوئے شیوانی کا تصور کرنے لگی۔ وہ دکھائی دینے لگی۔ آئینے پر اس کی آنکھیں گھور رہی تھیں۔ ان آنکھوں میں دیکھتے دیکھتے انا میریا کی آنکھوں میں کشش پیدا ہونے لگی۔ ادھر وہ دروازہ کھول کر اس کے قریب آ گیا۔ انا میریا نے آئینے پر سے نظر ہٹا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ ایک دم سے چونک گیا۔ اس سے نظریں چرانے لگا لیکن ایسا نہ کر سکا۔ اس کی آنکھوں سے چپک کر رہ گیا۔

اس نے کہا ''اب تم بولو..... کہ کتے ہو۔''

''ہاں میں کتا ہوں۔''

''اب تم ڈرائیونگ سیٹ پر جا کر بیٹھو گے اور ٹیکسی کو واپس شہر لے جاؤ گے۔''

وہ پیچھے ہٹ کر دروازہ کھول کر باہر گیا۔ اگلا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتا ہوا اسے یوٹرن دے کر شہر کی طرف جانے لگا۔ انا میریا نے اس آئینے کو چوم کر پھر اپنے گریبان میں رکھ لیا۔

اس کھنڈر میں جب دشمن نے اس پر حملہ کیا تھا۔ اس وقت بھی وہ اس آئینے کے ذریعے اپنا بچاؤ کر سکتی تھی۔ شیوانی کی مدد حاصل کر سکتی تھی لیکن وہاں تاریکی تھی۔ بار بار آئینہ نکال کر نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ویسے بھی شیوانی نے بہت پہلے ہی اسے کہہ دیا تھا کہ ایسا کچھ ہونے والا ہے۔ لہٰذا وہ نہیں ڈرے گی۔ عدنان کو حفاظت سے لے آئے گی۔''

ایک گھنٹے بعد وہ ٹیکسی اس کے بنگلے کے سامنے پہنچ گئی۔ اس نے ٹیکسی سے باہر آ کر اس کو گھور کر دیکھا تو وہ کرایہ بھی وصول کرنا بھول گیا۔ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ اس نے بنگلے کے اندر آ کر دروازے کو بند کیا۔ وہاں سے بیڈ روم میں پہنچ کر ایک نائٹی نکالی پھر اسے لے کر باتھ روم چلی گئی۔ وہاں شاور کھول کر بھیگنے لگی۔ اپنی تھکن اتارنے لگی۔

وہ جب غسل سے فارغ ہو کر اپنے بیڈ روم میں آئی تو رات کے تین بج چکے تھے۔ وہ فون کے ذریعے پورس سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ اپنے بیڈ پر آ کر ٹیلی فون کے پاس بیٹھ گئی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ٹیلی فون کی طرف دیکھا پھر ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر بولی ''ہیلو.....؟''

دوسری طرف سے بھاری بھرکم آواز سنائی دی ''جڑیل کی بچی! تو نے میرے دست راست کو بھی مار ڈالا۔''

وہ نرم لہجے میں بولی ''میں نے اسے نہیں مارا اور نہ ہی اس کی موت آئی تھی۔ وہ خود ہی موت کی طرف چلا گیا۔''

''ہاں..... میں اس وقت اس کے اندر چلا گیا۔ تو نے اسے وارننگ دی تھی۔ سمجھایا تھا کہ وہ چلا جائے۔ ورنہ حرام موت مارا جائے گا لیکن وہ نہ مانا۔ میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا لیکن میرے کچھ کرنے سے پہلے ہی تیرے اس ننھے فتنے نے اپنا کام دکھا دیا۔''

وہ خشک لہجے میں بولی ''تم نے فون کیوں کیا ہے؟''

''تو مجھے اپنے دماغ میں آنے دے پھر میں بتاؤں گا۔''

''میں تجھے آنے سے نہیں روکتی۔ جتنی بار آنا ہے آتا رہ۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔''

''یہی تو مصیبت ہے تم ماں بیٹے کس مٹی سے بنے ہوئے ہو۔ میرے قابو میں نہیں آ رہے ہو۔ میری خیال خوانی کی لہریں تیرے دماغ تک پہنچتی ہیں پھر ایسے آر پار ہو جاتی ہے۔ جیسے نظریں شیشے کے آر پار ہوا کرتی ہیں اور تیرے اس ننھے کا دماغ تو عجائب گھر ہے۔ کوئی خیال پڑھا ہی نہیں جاتا۔ میں نے کئی بار زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن اس پر کچھ اثر ہی نہیں ہوتا ہے۔''

''مجھے تمہاری ناکامیوں پر ترس آتا ہے۔''

''زیادہ نہ بول۔ میری ناکامیوں کو میری شکست نہ سمجھ۔ جس دن میں اٹلی پہنچوں گا۔ اس دن تیرے حسن و شباب کی دھجیاں اڑا کر رکھ دوں گا اور تیرے اس بچے کو بغل میں دبا کر لے جاؤں گا۔ اس کا معائنہ کروں گا کہ آخر وہ ہے کیا چیز؟''

''اگر تم بول چکے ہو تو میں فون بند کر دوں؟''

''خبردار! فون بند نہ کرنا۔ ابھی میں نے بات مکمل نہیں کی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیرا یار اس شہر میں آ گیا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو ڈھونڈنے آیا تھا۔ تو اس سے ضرور ملنے گئی ہو گی۔''

''ابھی تک اس سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ میں اس سے کترا رہی ہوں لیکن پہلے یقین کرنا چاہتی ہوں کہ میرے ملنے سے اسے نقصان نہیں پہنچے گا۔''

دوسری طرف سے زوردار قہقہہ سنائی دیا۔ اس نے کہا ''جب تک وہ یہاں نہیں آیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کہاں ہے؟ اب تو تیرے ہی شہر میں پہنچا ہوا ہے۔ یقیناً کسی ہوٹل، کرائے کے بنگلے میں ٹھہرا ہو گا۔ میرے آدمی اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔''

''کیا تو نہیں جانتا کہ دنیا کی سب سے چالاک اور مکار

عورت بھی اسی شہر میں پہنچی ہوئی ہے؟''

''میں جانتا ہوں۔ تیرا وہ پلا اسی سونیا کے ساتھ اس شہر میں آیا تھا۔ اسی لیے میں ذرا پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہا ہوں۔''

''تجھے ایک پھونک میں اڑانے والے آ گئے ہیں۔ ذرا یہاں آ کر تو دیکھ۔''

''میں نادان نہیں ہوں۔ تیرا چیلنج قبول نہیں کروں گا لیکن تجھے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میں فرہاد اور سونیا سے کم تر ہوں اور نہ کمزور ہوں۔ ایسی حکمت عملی اختیار کر رہا ہوں کہ ایک دن ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔''

''میں اتنا تو اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تو کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

''تو پھر ڈرتی کیوں ہے؟ اپنے یار سے ملنے کیوں نہیں جاتی؟''

''ہاں..... مجھے جا کر ملنا چاہیے میرے اندر سے شیوانی کہتی ہے کہ مجھے ملنا نہیں چاہیے۔ وہ میرے ساتھ ہے۔ میری غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔ میں فیصلہ کر رہی ہوں اور کوئی فیصلہ کرنے کے بعد اپنے پورس سے ضرور ملوں گی۔''

وہ غراتے ہوئے بولا ''انا..... انا..... انا..... تو میرے لیے بہت ضروری ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ تو میری زندگی میں آئے گی تو مجھے بڑی پراسرار قوتیں ملیں گی۔ میں ناقابل شکست بن جاؤں گا۔ میری ضرورت کو اور میری ضد کو سمجھنے کی کوشش کر۔ پورس کے قریب جانے کی کوشش نہ کر ورنہ بہت بری طرح پچھتائے گی۔''

''تو کتے کی طرح بھونکتا رہے گا۔ کیا میں ریسیور کان سے لگا کر بیٹھی رہوں گی؟ اب بھونکنا بند کر دے۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ ریسیور رکھ دیا۔ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ اس دشمن کی باتوں نے پریشان کر دیا تھا۔ وہ خود کو حوصلہ دینے لگی کہ میں خوامخواہ کیوں ڈرتی ہوں؟ میرے اندر غیر معمولی صلاحیتیں ہیں پھر شیوانی میرے ساتھ ہی رہتی ہے۔ بظاہر میرا وجود ایک ہے لیکن میرے اندر دو ہستیاں رہتی ہیں، میں اور شیوانی! مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔

اس نے پھر ریسیور کو اٹھایا۔ نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بجنے لگی پھر ایک نسوانی آواز سنائی دی ''ہیلو! یہ ہوٹل پلازہ ہے۔''

''آپ کے ہوٹل میں مسٹر پورس علی قیام پذیر ہیں۔ میں ان کا روم نمبر نہیں جانتی۔ پلیز آپ رجسٹر دیکھ کر ان سے رابطہ کروا دیں۔''

''پلیز آپ ہولڈ آن کریں۔''

تھوڑی دیر بعد کاؤنٹر گرل کی آواز سنائی دی ''وہ روم نمبر دو سو ایک میں ہیں۔ میں ن کا فون نمبر بتا رہی ہوں۔ آپ نوٹ کر لیں۔''

اس نے نمبر بتا کر رابطہ ختم کر دیا۔ انا نے اس فون نمبر پر رابطہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد پورس کی آواز سنائی دی۔ وہ آواز سنتے ہی انا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا ''میں بول رہی ہوں۔''

ادھر پورس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اس نے جلدی سے پوچھا ''انا! تم کہاں ہو؟ مجھ سے منہ کیوں چھپاتی پھر رہی ہو؟''

وہ بولی ''کچھ ایسی مجبوریاں تھیں۔ اب نہیں رہیں گی۔ میں کل کسی وقت تم سے ملوں گی۔''

''کل بہت دور ہے۔ ابھی کیوں نہیں؟ ہم ایک ہی شہر میں ہیں۔ ایسی دوری کیوں ہے؟''

''حالات کچھ ایسے ہیں۔ میں فون پر پوری تفصیل نہیں بتا سکتی۔ جب ملاقات ہو گی تو تمہیں بتاؤں گی۔''

''جب میں طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ تب تم میری بند آنکھوں کے پیچھے نظر آئی تھیں۔ کیا حقیقتاً وہ تم ہی تھیں؟ تم ہی مجھ سے باتیں کر رہی تھیں۔''

اچانک آواز بدل گئی۔ شیوانی کی آواز سنائی دی ''نہیں اس وقت انا دکھائی دے رہی تھی مگر بول میں رہی تھی۔''

پورس نے ایک دم چونک کر کہا ''شیوانی.....؟ یہ تو شیوانی کی آواز ہے۔ اب سے پہلے بھی میں نے تمہاری آواز سنی تھی۔ شیوانی کیا واقعی تم بول رہی ہو؟''

انا میریا نے کہا ''میں بول رہی ہوں۔''

''نہیں..... میں نے ابھی شیوانی کی ہی آواز سنی تھی۔''

''ہاں۔ وہ میرے اندر رہتی ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ بظاہر میرا وجود ایک ہے لیکن میں دو ہوں۔ میں بھی ہوں..... اور میں شیوانی بھی ہوں۔''

''بے شک تم نے یہ سب مجھ سے کہا تھا لیکن یہ ایسی باتیں ہیں جو پہلے میں نے کبھی نہیں سنی تھیں۔ تم اتنی عجیب ہو کہ تم سے ملنے کو دل تڑپ رہا ہے۔ پلیز ابھی آ جاؤ یا مجھے اپنا پتا بتاؤ۔''

''میں نہیں آ سکوں گی اور نہ ہی تمہیں بلا سکوں گی۔ شیوانی مجھے حوصلہ دیتی ہے کہ تم سے ضرور ملنا چاہیے لیکن یہی شیوانی فی الوقت مجھے روک رہی ہے.....

اس لیے ہم دونوں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم سے کل ملاقات

کرنا چاہیے۔''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا ''اچھی بات ہے میں کل تک انتظار کروں گا۔''

''میرا بیٹا کیسا ہے؟ کیا اپنی دادی کے پاس ہے؟''

''ہاں..... وہ مما کے ساتھ ان کے کمرے میں ہے۔ کیا تم پھر اسے بلانا چاہو گی؟''

''ابھی نہیں۔ جب وہ چاہے گا تو میں اسے اپنے پاس بلالوں گی پھر یہ کہ کل تو ملنا ہی ہے۔ اس کے بعد میں تمہاری مما سے بھی ملوں گی۔ کیا تمہیں نیند نہیں آرہی ہے؟''

''تم نے نیند اڑا دی ہے۔''

''تم بے خوابی کے مریض نہیں ہو۔ جب چاہتے ہو اپنے ذہن کو تھپک کر سلا دیتے ہو۔ اپنے دل کو یہ تسلی دے کر سو جاؤ کہ کل ہماری ملاقات کا دن نکلنے والا ہے۔''

''اچھی بات ہے۔ شب بخیر.....!''

انا میریا نے شب بخیر کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

☆☆☆

فرمان گہری نیند میں تھا۔ تقریباً سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے سونے سے پہلے اپنے دماغ کو ہدایت دیتے ہیں اور گہری نیند سو جاتے ہیں۔ ہدایت یہ ہوتی ہے کہ نیند کے دوران کوئی اس کمرے میں آئے یا غیر معمولی بات ہو تو ان کی آنکھ فوراً کھل جائے۔ فرمان کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ ایک آہٹ نے اسے نیند سے چونکا دیا تھا۔

اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ چند سیکنڈ تک چپ چاپ پڑا رہا پھر اس نے ایک ہاتھ سے انیتا کو ٹٹولا تو اس کے پہلو میں انیتا نہیں تھی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ بیڈ روم میں بھی نہیں تھی۔

اس نے باتھ روم کی طرف دیکھا۔ اس کا دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا اور اندر روشنی نہیں تھی اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ اب اس کے دماغ میں جاگر یہ معلوم کیا جاسکتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ صاف سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔ اسی لیے سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔

اس نے پریشان ہو کر سوچا کہ وہ اتنی رات کو کہاں گئی ہے؟ اس کی موت کہاں واقع ہوئی ہے؟ جب وہ اٹھ کر گئی تو مجھے معلوم کیوں نہ ہو سکا؟

وہ تیزی سے چلتا ہوا بیڈ روم سے نکل کر کوریڈور میں آیا پھر کوریڈور سے نکل کر دوسرے کمرے میں پہنچا تو ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ وہ فرش پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس نے قریب آ کر دیکھا تو سانس بھی بند ہو چکی تھی۔ وہ جھک کر اس کے سینے سے کان لگا کر سننے لگا۔ دھڑکنیں خاموش تھیں۔ وہ صدمے کے باعث اک ذرا سا چکرا گیا۔ وہیں اس کی لاش کے پاس فرش پر بیٹھ گیا۔

وہ غم سے نڈھال ہو کر سوچنے لگا کہ یہ یہاں کیوں آئی تھی؟ اس کی موت اس کمرے میں کیوں ہوئی ہے؟ یہ تو سینٹر ٹیبل سے ٹکرا کر اس گلدان کے ساتھ فرش پر گر پڑی تھی پھر نہ تو گلدان اٹھا سکی نہ خود اٹھ سکی۔

اسے یاد آیا کہ کسی آہٹ کے باعث ہی اس کی آنکھ کھلی ہے اور اب پتا چل رہا تھا کہ وہ آہٹ گلدان کے گرنے کی آواز تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس کمرے میں آ کر سینٹر ٹیبل سے ٹکرا کر کیوں گری تھی؟ کیا اسے کسی نے گرایا ہے؟

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہاں ایسے آثار نہیں تھے۔ جیسے کوئی آیا ہو اور پھر چلا گیا ہو۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے سے باہر نکلا۔ کوریڈور سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ ڈرائنگ روم کا ایک دروازہ تھا۔ وہ بھی اندر سے بند تھا۔ وہ باہر کی طرف کھلتا تھا۔ اسے دیکھ کر یہ رائے کبھی قائم نہیں کی جاسکتی تھی کہ باہر سے کوئی دشمن اندر آیا تھا۔

ایسے وقت یہی بات ذہن میں آئی کہ باہر سے کوئی نہیں آ سکتا تو اندر سے کوئی خیال خوانی کرنے والا آ سکتا ہے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دشمنی نہیں تھی پھر انیتا کے دماغ کے اندر کون آ سکتا ہے؟ کون اسے خوامخواہ ہلاک کر سکتا ہے؟

وہ چنڈال جوگیا کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو قتل کرے گا۔

وہ جانتا تھا کہ چنڈال اپنے پراسرار علوم کے ذریعے اس قدر آتما شکتی حاصل کر چکا ہے کہ اپنے علاوہ دوسروں کی بھی آتما ان کے جسم سے نکال کر اسے دوسرے جسم میں منتقل کر سکتا ہے۔

انیتا نے اپنے باپ کے بارے میں اسے یہ سب کچھ بتایا تھا۔ اس نے ایک کان سے سنا تھا اور دوسرے سے نکال دیا تھا۔ ایسی باتوں پر نہ تو یقین کرنا چاہتا تھا۔ نہ ہی ایسی باتوں پر بحث کر کے اپنا وقت ضائع کرنا چاہتا تھا۔ وہ ایسی آتما شکتی کو نہیں مانتا تھا۔ اس لیے یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک باپ نے خود ہی اپنی بیٹی کو ہلاک کیا ہے اور اسے دوسرے روپ

میں نئی زندگی دے چکا ہے۔

وہ ہر پہلو سے سوچ سوچ کر تھک گیا لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے دوسرے کمرے میں آ کر جان کیوں دی؟ اس کے ساتھ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی تو اس کو وہیں موت آ سکتی تھی لیکن دوسرے کمرے میں آ کر فرش پر جان دینے کی کیا ضرورت تھی؟

اسے بیلا اور برائے یاد آئی۔ اس کی پیش گوئی درست ہو چکی تھی لیکن اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کی موت طبعی ہو گی یا حادثاتی۔

وہ فوراً خیال خوانی کے ذریعے بیلا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ اپنے کسی آئیڈیل کو خواب میں دیکھ رہی تھی۔ فرمان نے پہلے بھی اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ وہ بہت ہی رومانی طبیعت کی لڑکی ہے۔ اس کے خیالوں میں کوئی خوب رو جوان بسا ہوا ہے۔ وہ اس کے تصور اور خوابوں میں واضح طور پر دکھائی نہیں دیتا لیکن تاش کے پتوں نے کہا تھا کہ وہ ایک دن ضرور اسے ملے گا۔

اس وقت بھی خواب میں کوئی نوجوان تھا جس کا دھندلا سا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر خوشبوؤں پھولوں اور رنگوں کی دنیا میں لیے جا رہا تھا۔ اس رومان پرور خواب میں فرمان کو مداخلت نہیں کرنا چاہیے تھی لیکن انیتا کی موت نے فرمان کو بری طرح الجھا دیا تھا۔ اب اس الجھن کو بیلا اور برائے ہی دور کر سکتی تھی۔

اس نے اس کے خوابیدہ ذہن میں انیتا کا نام لیا۔

وہ اپنے آئیڈیل سے بولی ''تم اس وقت اتنے رومانی موڈ میں انیتا کا نام کیوں لے رہے ہو؟''

فرمان نے اس کے آئیڈیل کے انداز میں کہا ''تم بہت اچھی اور سچی پیش گوئی کرتی ہو۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ انیتا کی موت طبعی ہو گی یا حادثاتی؟''

وہ بولی ''نہ طبعی ہو گی۔ نہ حادثاتی۔ اسے قتل کیا جائے گا۔''

فرمان یہ سن کر چونک گیا۔ اس نے پوچھا ''کیا تم بتا سکتی ہو کہ وہ کس طرح اور کن حالات میں ہلاک کی جائے گی؟''

''نہیں یہ میں نہیں بتا سکتی۔ اگر انیتا میرے پاس تھوڑی دیر اور بیٹھی رہتی اور میرے کہنے پر پتے اٹھاتی رہتی تو میں بہت دور تک اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتی تھی لیکن وہ انکل شرما سے ناراض ہو کر چلی گئی تھی۔ میرے محبوب! اب اس کی باتیں نہ کرو۔ پلیز اس ماحول میں پیار بھری باتیں کرتے رہو۔''

زندگی زندگان کے لیے
ایک زندہ گزیدہ خوبصورت رنگ سرگزشت
ان کے لئے جن کے سینے دھواں دیتے ہیں
آنسوؤں آہوں امنگوں اور حوصلوں کی داستان
عبرت اثر، حیرت انگیز و ناقابل فراموش
بابا برزمان خان کی آپ بیتی، جگ بیتی
اُس جوان رعنا سے زندگی کا رویہ مختلف تھا
دل فگاروں کے لیے نئے رنگ کا مقبول سلسلہ
بازی گر
وہ تحریر جو دلوں کی دھڑکن ہے
قیمت فی حصہ -/60 روپے * ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے
6 حصے ایک ساتھ منگوانے پر ڈاک خرچ مفت
عنایت حاصل کرنے کے لئے رقم بذریعہ منی آڈر پیشگی روانہ فرمایئے
6
کتابیات پبلی کیشنز، کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
سول ڈسٹری بیوٹرز رحمان بک ہاؤس اردو بازار کراچی، فون: 021-7766751

فرمان اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر بے چینی سے ٹہلنے لگا اس کو بیلاکی اس بات نے الجھا دیا تھا کہ اسے کسی نے ہلاک کیا ہے۔ اب یہ بات یقینی ہو چکی تھی کہ کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ہلاک کیا ہے۔

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے انیتا کی لاش کو دیکھنے لگا۔ وہ جتنا بھی دیکھتا جتنا بھی سوچتا اسے وہ حقیقت معلوم نہ ہوتی جو انیتا پر گزر چکی تھی۔ اس کے ذہن میں ایک ہلکے سے شبے نے جنم لیا کہ کیا اعلیٰ بی بی نے ایسا کیا ہوگا؟

پہلے بھی اعلیٰ بی بی سے گہری دوستی تھی۔ وہ محبت کی حدوں کو چھونے والے تھے۔ اس سے پہلے ہی انیتا ان دونوں کے درمیان آ گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے حسد اور جلاپے کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ بڑی فراخ دلی سے فرمان کو انیتا کے حوالے کر دیا تھا اور خود اس کی زندگی سے دور ہو گئی تھی۔

فرمان نے خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ رات کے پچھلے پہر سب ہی سو جاتے ہیں لیکن اعلیٰ بی بی کسی مسئلے میں الجھی ہوئی تھی اس لیے جاگ رہی تھی۔ اس نے فرمان سے پوچھا ''کیا بات ہے؟ اتنی رات کو میرے پاس آئے ہو خیریت تو ہے؟''

''خیریت ہی تو نہیں ہے۔ انیتا مر چکی ہے۔''

اعلیٰ بی بی نے صدمے کا اظہار کیا ''یہ خبر سن کر مجھے دلی صدمہ پہنچ رہا ہے۔ مجھے انیتا سے کبھی کوئی شکایت نہیں رہی۔ میں اس کے لیے دعا کرتی ہوں خدا اس کی روح کو سکون نصیب کرے۔ بائی داوے۔ تمہاری پریشانی بتا رہی ہے کہ اس کی موت طبعی نہیں ہوئی ہے؟''

''تم درست کہہ رہی ہو۔ میں بہت الجھا ہوا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کون ہلاک کرے گا۔ جبکہ میری اور انیتا کی کسی بھی خیال خوانی کرنے والے سے دشمنی نہیں ہے۔''

''یہ نہ بولو۔ چنڈال کو مت بھولو۔ وہ تو شروع ہی سے تمہارا دشمن ہے۔ کیا اس نے تمہیں غلام بنائے رکھنے کی کوششیں نہیں کیں؟''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن میں نے اس سے نجات حاصل کر لی تھی۔ وہ اپنی بیٹی کو بھی ہلاک نہیں کرے گا۔''

''وہ اپنے فائدے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔''

''بیٹی کی موت سے اسے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟''

''یہ تو میں نہیں کہہ سکتی لیکن چنڈال کے ساتھ دونوں کا کوئی دشمن نہ تھا نہ ہے اور نہ ہوگا۔ حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو کسی بھی طرح چنڈال سے رابطہ کرو۔ فی الحال جاؤ پہلے انیتا کا کریا کرم کراؤ۔''

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ چنڈال کا موجودہ لب و لہجہ نہیں جانتا تھا۔ ورنہ ابھی اس سے رابطہ کرتا اور حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرتا۔ ادھر چنڈال بھی اس کے نئے لب و لہجے کو نہیں جانتا تھا۔ اس لیے اسے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ابھی ابھی اپنی بیٹی کی آتما کو ایک بہت ہی حسین نوجوان لڑکی کے اندر پہنچا کر آیا تھا۔ پہلے اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کیا تھا اور پھر ایک نئے روپ میں زندگی بھی دے چکا تھا۔

اس وقت وہ اپنے بیڈ روم کی تاریکی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نگرانی کرنے والے آرمی افسران گہری نیند میں تھے۔ اسے ٹی وی اسکرین پر دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اگر جاگتے رہتے تو بھی اسے تاریکی میں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے انیتا کے دماغ میں رہ کر فرمان کا موبائل نمبر معلوم کیا تھا۔ وہ اس سے رابطہ کر سکتا تھا لیکن اس بنگلے سے کرتا تو اس کی کال پکڑی جا سکتی تھی۔ افسران کو معلوم ہو جاتا کہ اس نے رازداری سے کسی سے رابطہ کیا تھا۔ وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس وقت وہ تنویمی نیند سو رہا تھا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ دوسری صبح چنڈال اس سے رابطہ کرنے والا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ چنڈال کے آنے سے پہلے وہ اپنی تنویمی نیند پوری کر لے گا لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ وہ پہلے ہی بیٹے کے دماغ میں آ گیا۔ اس وقت تنویمی عمل کا اثر کچا تھا۔ اس میں پختگی نہیں آئی تھی۔ یعنی وہ میرا معمول اور تابعدار تو بن چکا تھا لیکن اس کے ذہن میں ابھی یہ بات تازہ تھی کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔

یہی بات چنڈال کو معلوم ہو گئی۔ اس نے پوچھا ''تم پر کس نے تنویمی عمل کیا ہے۔''

اس کی خوابیدہ سوچ نے کہا ''میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھا؟ اس کی آواز میرے اندر گونجتی رہی تھی اور میں متاثر ہوتا رہا تھا۔''

اس نے کہا ''تمہارے خیالات بتا رہے ہیں کہ تم نے شراب پی تھی۔ گدھے کے بچے! جواب دو کیوں پی تھی؟''

''پتاجی! بس غلطی ہو گئی۔ ایک بہت ہی حسین لڑکی میرے پاس آئی ہے۔ اس کا نام بندیا ہے۔ یوں تو کتنی ہی حسینائیں ملتی رہتی ہیں لیکن یہ بڑی زبردست تھی۔ میں اس کے کہنے سے پینے لگا۔ انکار نہ کر سکا۔''

''اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر موجود تھا۔ اس کے ذریعے اس نے تمہیں شراب پلائی۔

پھر تمہیں اس طرح ٹریپ کیا ہے۔''

''پتاجی! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ مجھے معاف کر دیں۔''

''وہ لڑکی کہاں ہے؟''

''میرے اسی بنگلے میں ہوگی۔ شاید ابھی میرے بیڈ روم میں ہوگی۔ میں جاگنے کے بعد دیکھ سکتا ہوں۔''

''تو پھر سو کیوں رہے ہو؟ اٹھ کے بیٹھو۔ اس لڑکی کو دیکھو کہاں ہے؟''

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ چنڈال نے کہا ''میں حکم دیتا ہوں کہ اب تم کسی کے معمول اور تابعدار بن کر نہیں رہو گے۔ میں تم پر مختصر سا تنویمی عمل کروں گا اور جس نے بھی تم پر عمل کیا اسے واش کر دوں گا۔ پہلے اس لڑکی کو دیکھو۔''

اس نے دیکھا۔ وہ بیڈ روم میں نہیں تھی پھر وہ وہاں سے نکل کر دوسرے بیڈ روم میں آیا تو بندیا وہاں بیڈ پر گہری نیند سو رہی تھی۔ چنڈال نے کہا ''اسے جگاؤ۔ اس سے باتیں کرو۔ تاکہ میں اس کے اندر پہنچ کر معلوم کر سکوں کہ کون خیال خوانی کرنے والا تمہارے پاس آیا تھا؟''

اس نے بندیا کے پاس آ کر اسے جھنجوڑ کر جگایا ''بندیا! اٹھو میری بات سنو۔''

وہ گہری نیند میں تھی۔ جھنجوڑنے پر کسمسانے لگی۔ کروٹ بدلتے ہوئے بولی ''مجھے نہ جگاؤ۔ مجھے سونے دو پلیز۔''

چنڈال نے کہا ''بس میں اس کی آواز سن چکا ہوں۔ تم جا کر بستر پر لیٹ جاؤ اور سونے کی کوشش کرو۔ میں تم پر ابھی آ کر عمل کرتا ہوں۔''

وہ چلا گیا۔ چنڈال اس کے اندر پہنچ کر اس کے خوابیدہ خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ اس کا نام بندیا بھاسکر ہے اور اس کا تعلق شانتا بائی سے ہے جو ایک مشہور اور معروف اسپتال کی مالک ہے اور بہت دولت مند ہے۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ شانتا کی بیٹی نیہا کا ایک عمر رسیدہ سرپرست ہے۔ جسے بندیا پھانسنا چاہتی تھی۔ کیوں پھانسنا چاہتی تھی وہ ساری تفصیلات چنڈال کو معلوم ہونے لگی۔ اس نے اسے کس طرح پھانسنے کی کوشش کی پھر کیسے خود ہی اپنے جال میں پھنس گئی۔ یہ ساری باتیں چنڈال کو معلوم ہونے لگیں۔

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ بندیا نے ایک غلطی کرنے کے بعد آج رات اس کے بیٹے ہنس راج جوگیا کے ساتھ دوسری غلطی کی اور اس کے ساتھ شرمناک تصویریں اتروا تی رہی۔

اس نے ہنس راج کے پاس آ کر پوچھا ''وہ تصویریں جو

روحیت پر ایک مستند کتاب

ٹیلی پیتھی کا اور مستقبل بینی کا

مصنف: اے ایس صدیقی

اپنا پیغام دوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور ان کے دل کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ

قیمت: -/40 روپے | ڈاک خرچ: -/23 روپے

کتاب کے چند عنوانات

ٹیلی پیتھی	مستقبل بینی
تسخیر بینی کی مشق	انسان
تحت الشعور	غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک
اور اس کی قوت	نفس امارہ
جبلت کی کارفرمائیاں	قوتوں کا سرچشمہ
مابیت انکار	مستقبل بینی
متبادل طرز تفکر	اٹل حقیقت
اشتعال انگیز	بعض چشم دید واقعات
اور اس کی مشقیں	طاقت ور احساسات
مسرت انتقال افکار	مستقبل بینی کے مضمرات
	اچھے اور برے پہلو

کتابیات پبلی کیشنز کراچی

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 021-5804300

kitabiat1970@yahoo.com

سول ڈسٹری بیوٹر: رحمان بک ہاؤس اردو بازار کراچی، فون: 021-7766751

تم بندیا کے ساتھ اتر واتے رہے ہو وہ کہاں ہیں؟ انہیں فوراً کیمرے سے نکالو۔''

وہ بیڈ پر سے اٹھ کر میز کے پاس آیا۔ وہاں وہ آٹو میٹک کیمرا رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے کھول کر دیکھا تو اندر ٹیکنیو رول نہیں تھا۔

چنڈال نے پوچھا ''کیا ہوا؟ جو تصویریں تم نے اتاریں وہ ٹیکنیو کہاں ہیں؟''

''میں نے دو رول اتارے تھے۔ ایک رول یہاں میز پر رکھا ہوا تھا۔ دوسرا اس کیمرے کے اندر تھا لیکن اب تو دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہے۔''

وہ غصے سے بولا ''ذلیل! کتے! تیری وجہ سے میں کسی دن مارا جاؤں گا۔ تیری قسمت اچھی تھی کہ میں تیری تنویمی نیند پوری ہونے سے پہلے یہاں پہنچ گیا۔ میں تیری احمقانہ حرکتوں کے بارے میں یہ سب کچھ معلوم کر رہا ہوں۔ اگر مجھ سے ذرا بھی چوک ہو جاتی تو تو اس کا غلام بنا رہتا اور پھر کسی دن اسے میری شہ رگ تک پہنچا دیتا۔ تو میرا بیٹا نہیں دشمن ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا اچھل کر فرش پر گر پڑا اور تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ چنڈال تیزی سے سوچ رہا تھا کہ جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسی حرکتیں کر رہا ہے۔ وہ یہ تو معلوم کر چکا ہے کہ اس کا نام ہنس راج ہو گیا ہے اور یہ چنڈال جوگیا کا بیٹا ہے۔ دہلی پولیس میں آئی جی آف پولیس رنجیت ورما بنا ہوا ہے۔

چنڈال کا شبہ مجھ پر تھا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ فرہاد علی تیمور ہی ایسا کر سکتا ہے۔ اگر اس کا بیٹا ہنس راج دہلی میں رنجیت ورما کی حیثیت سے رہے گا تو فرہاد اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔

اس نے سوچا ''اگر میں اپنے بیٹے کے دماغ کو لاک کر دوں تو فرہاد اس کے اندر نہیں آ سکے گا لیکن پولیس ڈیپارٹمنٹ میں دوسروں کو اعلیٰ کار بنا کر رنجیت ورما کی نگرانی کرتا رہے گا اور اس کے ذریعے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔''

اس کی عقل سمجھا رہی تھی کہ اب اس کے بیٹے ہنس راج جوگیا کو دہلی میں تو کیا اس دنیا میں بھی نہیں رہنا چاہیے۔

اسے بیٹے کی موت سے اپنی زندگی مل سکتی تھی۔ ورنہ وہ میری طرف سے اندیشوں میں گھرا رہتا کہ پتا نہیں میں کب اس کا سراغ لگا کر اس تک پہنچ جاؤں گا؟

اس کے پاس زیادہ سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد صبح ہونے والی تھی اور اگر آرمی انسٹران جاگ جاتے پھر وہ نہ تو خاموش بیٹھ کر خیال خوانی کر سکتا تھا اور نہ ہی کسی پلاننگ پر عمل کر سکتا تھا۔

اس نے فوری طور پر یہی فیصلہ کر کے آج ہی رات اپنی بیٹی کو قتل کیا تھا۔ اب بیٹے کو بھی کرے گا۔ وہ آتما کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کرنے والے مخصوص منتر پڑھنے لگا۔ سب سے پہلے اس کی اپنی آتما جسم سے نکل کر دور دور تک جانے لگی۔ مختلف علاقوں میں دیکھنے لگی پھر اس نے ایک ایسے جوان کو دیکھا جو قریب المرگ تھا۔ وہ فوراً ہی وہاں سے آ گیا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کو حکم دیا کہ وہاں سے اٹھے اور بندیا کو قتل کر دے۔ اس کو بھی زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ تاکہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس آلہ کار کے ذریعے کوئی دوسری چال نہ چل سکے۔

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر الماری کھولی۔ اس میں سے ایک خنجر نکالا پھر دوسرے بیڈ روم میں آ گیا۔ بندیا وہاں جوانی کی مست نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے قریب آ کر خنجر والے ہاتھ کو فضا میں بلند کیا پھر ایک جھٹکے سے اس کے پھل کو سینے میں اتار دیا۔ وہ ایک چیخ مار کر اٹھی۔ آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر تڑپ تڑپ کر وہیں بیڈ پر ٹھنڈی پڑ گئی۔

چنڈال نے بیٹے کو حکم دیا ''اب وہی خنجر تم اپنے سینے میں اتار لو۔''

وہ اس کے حکم سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اب سے پہلے بھی باپ نے حکم دیا تھا کہ چلتی ٹرین سے چھلانگ لگا کر اپنی جان دے دو تو اس نے یہی کیا تھا۔ اس وقت جان دے کر رنجیت ورما کے جسم میں سما گیا تھا۔ اس بار اس نے پھر وہی کیا۔ خنجر کے دستے کو دونوں مٹھیوں میں جکڑ کر اس کے تیز پھل کو اپنے سینے میں اتار لیا۔

آتما نے جسم کو چھوڑ دیا۔ وہاں سے پرواز کرنے لگی۔ چنڈال اپنے منتروں کے ذریعے اسے قابو میں کرتا ہوا اس قریب المرگ نوجوان کے پاس لے آیا۔ وہ ایک منٹ پہلے ہی دم توڑ چکا تھا۔ اس کی آتما جسم کو خالی کر چکی تھی۔ ہنس راج کی آتما اس خالی جسم میں داخل ہو گئی۔

ایسے وقت چنڈال نے اپنے منتروں کی شکتی سے دیکھا تو بندیا کی آتما وہاں آس پاس بھٹک رہی تھی۔ اس نے اگلے لمحوں میں فیصلہ کیا کہ اس آتما کو بھی ٹھکانے لگائے گا۔ کسی کے جسم میں پہنچائے گا اور اس کے ذریعے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو تلاش کرے گا۔ جس نے اس کے بیٹے پر ابھی تنویمی عمل کیا تھا۔

وہ بندیا کی آتما کے لیے بھی منتر پڑھنے لگا۔ اسے قابو کر کے ادھر سے ادھر ہندوستان کے مختلف علاقوں میں گھومنے لگا۔ اس دنیا میں ہر لمحہ ہر پل انسان جیتا و مرتا ہے۔ وہ اپنے منتروں کی شکتی سے یہ تماشے دیکھ رہا تھا۔ ایک جگہ اسے ایک حسین لڑکی دکھائی دی۔ اس نے اپنے منتروں کے ذریعے اس لڑکی کو دبوچ لیا۔ وہ تڑپنے لگی۔ سانسیں لینے کی کوشش کرنے لگی لیکن دو تین منٹ میں ہی ہار گئی۔ سانس نہ لینے کے باعث اس کا دم نکل گیا۔ اس کی آتما بھی نکل گئی۔ چنڈال نے بندیا کی آتما کو اس کے اندر پہنچا دیا۔

انیتا جس حسین دوشیزہ کے اندر پہنچی۔ اس کا نام ثمر سلطانہ تھا۔ اس کا تعلق کسی دولت مند گھرانے سے نہیں تھا۔ وہ ایک جگہ ملازمت کرتی تھی۔ محلے کے غنڈے بدمعاش اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ دفتر میں بھی اس کے صاحب اس پر عاشق ہو گئے تھے۔ یہ شعر ایسی ہی حسین لڑکی کے لیے کہا گیا ہے۔

اچھی صورت بھی کیا بری شے ہے..... جس نے ڈالی بری نظر ڈالی۔

اس کمپنی کے باس نے ایک شام اسے دفتری کام کے بہانے روک لیا تھا پھر دست درازی کرنا چاہی تو ثمر سلطانہ نے اس کے منہ پر طمانچہ رسید کیا پھر کہا ''اب ہاتھ لگاؤ گے تو میں چیخنا چلانا شروع کر دوں گی۔ تمہاری عزت خاک میں مل جائے گی۔ اس ایک طمانچے کو ہی بہت سمجھو۔''

وہ پاؤں پٹخ کر وہاں سے چلی آئی تھی۔ وہاں کی ملازمت چھوڑ دی تھی لیکن وہ باس اپنی بے عزتی برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ اس نے قسم کھائی کہ اس کی عزت کی دھجیاں اڑا کر رکھ دے گا۔

اس نے اسی کے محلے کے دو غنڈوں کو بلا کر انہیں دو دو ہزار روپے دیے اور کہا کہ اسے اگر اغوا کر کے میرے گودام میں پہنچا دو گے تو میرے ساتھ تمہارا بھی بھلا ہو گا۔ میں اس کی عزت سے کھیلنے کے بعد تمہارے حوالے کر دوں گا۔ تم اسے اس طرح استعمال کرنا کہ وہ اپنے گھر بھی جانے کے قابل نہ رہے۔

انہوں نے اسے باس کے گودام میں لا کر بند کر دیا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ نجات حاصل نہیں کر سکے گی۔ اس کی عزت لٹ جائے گی اور وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔ بہتر ہے کہ وہ خودکشی کر لے۔''

وہ اپنی زندگی ہار جانا چاہتی تھی۔ ایسے وقت چنڈال نے اس سے زندگی چھین لی اور اس کا جسم اپنی بیٹی کے حوالے کر دیا۔

انیتا اور ثمر سلطانہ دونوں کے جسم مر گئے تھے۔ ان میں سے ثمر سلطانہ کے جسم کو زندگی ملی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اس کے اندر سے انیتا نے اپنے آپ کو گودام کے ایک اسٹور کے اندر پایا پھر موجودہ حالات کو سمجھنے لگی۔ اب انیتا اور ثمر سلطانہ کا ذہن مشترک ہو گیا تھا۔ اسے ثمر سلطانہ کے حالات تیزی سے معلوم ہو رہے تھے۔

چنڈال بھی اس کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی بیٹی جلد از جلد کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائے۔ تاکہ وہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دے۔ فرمان کی خیال خوانی کا راستہ روک دے۔

ایسے وقت ثمر سلطانہ کا باس اسٹور روم کا دروازہ کھول کر مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا اندر آیا پھر مسکرا کر بولا ''بہت بھونک رہی تھی۔ کتے کی بچی! تو نے مجھے طمانچہ مارا تھا۔ اب دیکھ میں تیرا کیا حشر کرتا ہوں؟''

چنڈال اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے اپنے دونوں زر خرید غنڈوں کو آواز دی۔ وہ دوڑتے ہوئے اندر آئے۔ ایک نے پوچھا ''کیا حکم ہے صاحب!''

صاحب نے کہا ''میں تم دونوں کو ابھی دس ہزار دوں گا تو دونوں کو پانچ پانچ ہزار روپے ملیں گے اور تم میں سے کوئی ایک لے گا تو اسے دس ہزار ملیں گے۔ تم میں سے کون اتنی بڑی رقم لینا چاہتا ہے؟''

ایک نے آگے بڑھ کر کہا ''میں لینا چاہتا ہوں۔''

دوسرے نے آگے بڑھ کر سینے کو ٹھونک کر کہا ''نہیں..... میں دس ہزار لینا چاہتا ہوں۔''

وہ بولا ''تم میں سے جو زندہ رہے گا۔ وہ دس ہزار لے گا۔ فیصلہ کرو کہ تم میں سے کون جیے گا کون مرے گا؟''

ایک کے پاس ریوالور تھا۔ اس نے چنڈال کی مرضی کے مطابق اپنے لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر اپنے ساتھی کو گولی مار دی پھر اپنے صاحب کا نشانہ لیتے ہوئے بولا ''دس ہزار تو کیا مجھے وہ ساری رقم مل جائے گی۔ جو اس وقت تمہارے پاس موجود ہے۔ رقم نکالو گے یا مرنا پسند کرو گے؟''

وہ سہم کر بولا ''یہ..... یہ سب کیا ہو رہا ہے؟''

اس غنڈے نے اپنا ریوالور ثمر سلطانہ کی طرف اچھال دیا۔ سلطانہ نے اسے پکڑنے کے بعد غنڈے کو گولی مار دی پھر اپنے باس کا نشانہ لیتے ہوئے بولی ''ہاں..... تو تو طمانچے کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ میری عزت کی دھجیاں اڑانا چاہتا تھا۔''

وہ بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ دونوں ہاتھ انکار میں ہلاتے ہوئے بولا ''نہیں..... نہیں میں تم سے انتقام نہیں لینا چاہتا۔ تم

جہاں جانا چاہو گی وہاں پہنچادوں گا۔ تم جتنی رقم مانگو گی میں تمہیں دوں گا۔''

''تو نہیں جانتا کہ کیسی بلا تیرے گلے پڑ گئی ہے۔ میں تو تیری ساری دولت و جائداد ہڑپ کر جاؤں گی۔ ابھی مجھے اپنے بنگلے میں لے چل۔ میں وہاں جا کر آرام کرنا چاہتی ہوں۔''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا ''ہاں..... ہاں ابھی چلو۔ باہر میری کار کھڑی ہے۔ میں ابھی تمہیں اپنے بنگلے میں لے جاؤں گا۔ بہت بڑا بنگلا ہے۔ خالی ہے وہاں تم عیش و آرام سے رہو گی۔''

شمر سلطانہ نے اٹھتے ہوئے ریوالور اس کے قدموں میں پھینکتے ہوئے کہا ''آؤ..... مجھے لے چلو۔''

اس نے اپنے قدموں میں پڑے ہوئے ریوالور کو حیرانی سے دیکھا۔ اسے یقین نہیں آیا کہ شمر سلطانہ نے بھرا ہوا ریوالور اس کے پاس پھینک دیا ہے؟ اس نے سوچا ''بس یہی موقع ہے میں اسے قابو میں لے آؤں گا۔''

وہ جھک کر اٹھانا چاہتا تھا مگر جھک نہ سکا۔ اس نے اپنی کمر کو پکڑ کر دوبارہ جھکنے کی کوشش کی لیکن جھک نہ سکا۔ پیچھے ہٹ گیا۔ شمر سلطانہ نے پوچھا ''تم وہاں کیوں کھڑے ہوئے ہو؟ چلو میرے ساتھ۔''

وہ فوراً ہی پلٹ کر کچھ کہے سنے بغیر تیزی سے چلتا ہوا۔ اس گودام سے باہر آیا۔ باہر کھڑے ہوئے مسلح گارڈ نے اسے دیکھ کر سلیوٹ کیا۔ وہ اسے کہنا چاہتا تھا کہ میرے ساتھ یہ کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے کوئی بلا ہے اسے گولی مار دو۔

لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ شمر سلطانہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی پھر وہ کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے جانے لگا۔ پریشان ہو کر بڑبڑانے لگا ''یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ میں نے اس ریوالور کو اٹھانا چاہا تو اٹھا نہ سکا۔ اپنے سیکیورٹی گارڈ سے کوئی مدد نہ لے سکا۔ تم کیا بلا ہو؟ کون ہو؟ کیا تم جادو جانتی ہو؟''

''میں تو ایک معمولی سی غریب لڑکی ہوں۔ جو تمہارے دفتر میں کام کرنے آئی تھی اور تم نے مجھے کمزور سمجھ کر میری عزت کی بوٹی بوٹی کر دینا چاہا تھا۔ اب بتاؤ کون کمزور ہے؟ میرے پاس تو اب ریوالور بھی نہیں ہے۔ تمہارے پاس دولت و طاقت ہے اور اپنے بنگلے میں پہنچ کر تم میرے خلاف بہت کچھ کر سکتے ہو لیکن یاد رکھنا اب مجھ سے دشمنی کرو گے تو صبح ساری دنیا تمہیں مردہ پائے گی۔''

وہ ایک بنگلے میں پہنچ گئے۔ چنڈال نے پہلے اس دشمن کو اس کے کمرے میں لے جا کر سلایا پھر وہ اپنیا کے پاس آ کر بولا ''بیٹی! اب آرام سے سو جاؤ۔ میں مختصر سے عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کروں گا۔ تاکہ کوئی دشمن تمہارے اندر نہ آ سکے۔''

وہ بولی ''پتا جی! آپ فرمان کے لیے میرے دماغ کو لاک نہ کریں۔ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔ میں اس کے پاس جاؤں گی۔''

''تمہیں پتا ہے کہ تم اس سے کتنی دور چلی آئی ہو؟''

''میں اس سے کتنی بھی دور ہو جاؤں کار کے ذریعے یا ٹرین ہوائی جہاز کے ذریعے اس کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ کیا آپ اس سے مجھے جدا کرنا چاہتے ہیں؟''

''کیسی باتیں کرتی ہو بیٹی! میں تو تمہاری خوشی میں خوش رہتا ہوں۔ تم آرام سے سیٹ پر لیٹ جاؤ۔ جب تم تنویمی نیند سے بیدار ہو جاؤ گی تو پھر میں تمہیں اس کے پاس پہنچا دوں گا۔''

وہ بولی ''میں آئینے میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میرا پیارا بدن کیسا ہے؟''

''تم بعد میں بھی دیکھ سکتی ہو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ فوراً لیٹ جاؤ۔''

وہ اس کی ہدایت کے مطابق لیٹ گئی۔ اس نے مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ اس عمل کے ذریعے اس نے فرمان کی تمام یادوں کو اس کے ذہن سے مٹا دیا اور اس کے لب و لہجے کو بھی بھلا دیا پھر اس کے دماغ کو لاک کر دیا۔ تاکہ فرمان کبھی اس کے اندر نہ آ سکے۔

اس نے بندیا کو ایک نوجوان لڑکی کے اندر پہنچایا تھا۔ لڑکی کا نام تانی تھا۔ وہ ذات کی بھنگن تھی۔ اس کے ماں باپ اور تمام ذات برادری والے سڑکوں پر جھاڑو دیتے تھے اور پورے شہر کی غلاظت اٹھا کر کچرا گاڑیوں میں ڈالتے تھے۔

تانی پر دل کا دورہ پڑا تھا۔ اس کے جاہل ماں باپ کچھ نہیں پائے تھے کہ اسے کیا ہوا ہے؟ اس سے پہلے کہ اسے اسپتال پہنچاتے اس نے دم توڑ دیا تھا۔ ایسے ہی وقت بندیا اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔

اس کے ماں باپ نے سمجھا کہ وہ مر چکی ہے۔ اس کا کریا کرم کرانے والے تھے۔ ذات برادری والے اس کے دروازے پر آ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایسے ہی وقت اس نے آنکھیں کھول لیں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کتنی ہی عورتیں اور بچے خوف سے چیخ کر دور بھاگنے لگے۔ مرد بھی سہم کر اسے دیکھنے لگے۔

انہوں نے زندگی میں پہلی بار مردے کو زندہ ہوتے دیکھا تھا۔

وہ پریشان ہو کر اپنے آس پاس کے ماحول کو دیکھنے لگی۔ تمام غریب لوگ تھے۔ آدھے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آدھے ننگے تھے۔ تن ڈھانپنے کے لیے بھی انہیں پورا کپڑا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ ٹوٹی پھوٹی جھونپڑیوں میں رہا کرتے تھے۔

وہ بچپن سے اب تک دولت سے کھیلتی آئی تھی۔ عیش و آرام سے رہتی تھی۔ ائرکنڈیشن کار میں گھومتی پھرتی تھی۔ شہر کی بلندی پر وہ زندگی گزارتی رہی تھی۔ اتنی ہی پستی میں گر کر غلاظت کے ڈھیر میں گر چکی تھی۔

اب اس کا اور تانی کا ذہن مشترک تھا اور تانی کا ذہن اسے سمجھا رہا تھا کہ وہ ایک پیدائشی بھنگن ہے اور آئندہ ایک بھنگن کی طرح زندگی گزارے گی۔

اس نے ایک دم سے چیخ کر کہا ''نو..... نیور..... آئی ول نیور..... ٹیل ریٹ..... دس ہیٹ فل لائف!''

تمام بھنگی اسے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ ایک بوڑھے نے بڑی حیرانی سے کہا ''یہ تو انگریزی بولے ہے۔''

اس کی ماں نے کہا ''تانی بیٹی! یہ کیا کہہ رہی ہے؟ اپنی بھاشا بول!''

وہ چیخ کر بولی ''میں تانی نہیں ہوں تمہاری بیٹی نہیں ہوں۔ میں اونچی ذات اونچے خاندان کی لڑکی ہوں۔''

اس کے اندر تانی نے ہنس کر کہا ''اب تو نیچی ذات ہو گئی ہے۔ چیخنے چلانے سے کیا فائدہ؟ سب پاگل سمجھیں گے۔''

بندیا کے ذہن نے کہا ''ٹھنڈے دماغ سے سوچنا چاہیے۔ اب تو مجھے اسی جسم میں رہنا ہے تو واقعی میرے چیخنے چلانے سے کیا ہو گا؟''

وہ خود کو سمجھانے اور صبر کرنے لگی۔ اس نے یہ فوراً ہی سوچ لیا کہ یہاں سے موقع پاتے ہی اپنے گھر کی طرف چلی جائے گی۔ اس نے اس بوڑھی عورت کو دیکھ کر پوچھا ''مائی! کیا یہ ہمارے شہر کا بھنگی پاڑا ہے؟''

''بیٹی! تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اپنا گھر اور محلہ بھول گئی ہو؟''

''جو پوچھتی ہوں اس کا جواب دو۔ کیا میں ابھی دہلی میں ہوں؟''

''اور نہیں تو کیا سورگ میں پہنچ گئی ہو؟ مرنے کے بعد زندہ ہو کر بدل گئی ہو۔''

اس نے آس پاس کی جھگیوں کو دیکھا پھر کہا ''اے بھگوان! یہاں تو کسی کے گھر میں ٹیلی فون بھی نہیں ہو گا۔''

پھر اس نے پوچھا ''یہاں قریب کوئی پی سی او ہے؟''

ایک بوڑھے نے پوچھا ''وہ کیا ہوتا ہے؟''

اس نے بیزاری سے ان سب کو دیکھا پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ایک طرف جانے لگی۔ باپ نے ہاتھ پکڑ کر کہا ''کہاں جا رہی ہے؟ ابھی تو مرنے کے بعد اٹھی ہے۔ تھوڑا آرام کر لے پھر جھاڑو لے کر کام کرنے چلی جانا۔''

وہ ہاتھ جھٹک کر بولی ''بڈھے! تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ میں کوئی جھاڑو دینے والی نہیں ہوں۔ بہت دولت مند ہوں۔ میرے بینک اکاؤنٹ میں لاکھوں روپے ہیں۔ میں جا رہی ہوں۔''

وہ بڑے غرور سے تن کر جانے لگی۔ آگے ایک جوان نے اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا ''تانی! رک جا۔ بھگوان جانے! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں تیرے کو اکیلا جانے نہیں دوں گا۔ بول کہاں جائے گی؟ وہاں پہنچا دوں گا۔''

اس نے اس کالے کلوٹے نوجوان کو حقارت سے دیکھا پھر کہا ''ایک طرف ہٹ جا۔ میرا راستہ نہ روک۔ مجھے جانے دے۔''

''نہیں جانے دوں گا۔ تو میری جورو بننے والی ہے۔''

اس نے دونوں نیچے اس کی طرف ایسے بڑھائے جیسے منہ نوچ لینا چاہتی ہو۔ چڑیلوں کی طرح چیخ ماری تو وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا پھر پلٹ کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ دوسرے بھی پیچھے ہٹ گئے۔ ان کی سمجھ میں یہ آ رہا تھا کہ مرنے کے بعد پتا نہیں اس کے اندر کون سی بلا سما گئی ہے؟ یہ خطرناک ہو گئی ہے اس سے دور رہنا چاہیے۔ لہٰذا سب دور ہو گئے۔ اب کوئی اس کا راستہ روکنے والا نہیں تھا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس بھنگی پاڑے سے دور نکل جانا چاہتی تھی۔

چنڈال نے تیسری واردات اپنے بیٹے کے ساتھ کی۔ ہنس راج جوگیا کو خودکشی کرنے پر مجبور کیا پھر اس کی آتما کو ایک صحت مند گبرو جوان کے جسم میں پہنچا دیا۔ اس نوجوان کا نام منوج اگروال تھا۔ وہ ایک دولت مند باپ کا بیٹا تھا۔ عیاشی میں دولت کو پانی کی طرح بہاتا تھا۔

اس رات اس نے بہت زیادہ شراب پی لی تھی۔ اس شراب کو ہضم نہ کر سکا۔ اس نے کئی بار قے کی۔ اسے اسپتال پہنچایا گیا۔ وہاں پہنچتے پہنچتے اس کی سانس رک گئی پھر ڈاکٹروں نے اس کی نبض ٹٹولنے کے بعد کہا ''یہ مر چکا ہے۔''

ان کے ایسا کہنے کے صرف ایک منٹ بعد ہی وہ پھر زندہ ہو گیا۔ اس کے اندر ہنس راج جوگیا نے آنکھیں کھول دیں۔

ڈاکٹر اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے دوبارہ نبض

ٹٹولی۔ اس کی دل کی دھڑکنوں کو سنا پھر حیرانی سے کہا ''زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا ہے۔ میں نے آج تک جس کی بھی موت کی رپورٹ دی۔ وہ کبھی غلط نہیں ہوئی۔ آج تم نے غلط ثابت کر دیا۔''

منوج اگروال اور ہنس راج جوگیا کے ذہن مشترک ہو گئے۔ ہنس راج کو معلوم ہونے لگا کہ اب وہ کون ہے اس کا نام کیا ہے اس کے ماں باپ کون ہیں؟ اس کا خاندان کیسا ہے؟ دولت کتنی ہے۔ اور وہ کس طرح زندگی گزارتا ہے؟ اسے صرف چند سیکنڈ میں یہ بات اس لیے معلوم ہونے لگی کہ اب منوج کا دماغ ہنس راج کا تھا اور ہنس راج کا دماغ منوج کا تھا۔

چنڈال نے کہا ''یہ کم بخت منوج بھی تمہاری طرح بہت پیتا تھا اور عیاشی کرتا تھا۔ اس کی موت سے سبق حاصل کرو۔ اتنی زیادہ پی لی تھی کہ اس کا دم اکھڑ گیا تھا۔ تم اگر پیو گے تو میں تمہیں مار ڈالنے کے بعد زندہ نہیں ہونے دوں گا۔ یاد رکھو! تمہاری آتما کو بھٹکنے کے لیے چھوڑ دوں گا۔ کسی کے جسم میں نہیں پہنچاؤں گا۔''

''پتا جی! میں کان پکڑتا ہوں۔ اب کبھی نہیں پیوں گا۔ مجھے بہت بڑا سبق ملا ہے۔ میرے پینے کی وجہ سے نہ جانے کون دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر آ گیا تھا؟ پھر میرے ذریعے آپ کو نقصان پہنچانے والا تھا۔''

اس نے پوچھا ''اگر میں صحیح وقت پر نہ آتا تو کیا ہوتا؟''

''میں مانتا ہوں اگر آپ وقت پر نہ آتے تو وہ دشمن میرے ذریعے آپ تک پہنچ جاتا۔ مجھے تو مارنا ہی ڈالتا لیکن آپ کو بہت نقصان پہنچاتا۔ میں آپ سے شرمندہ ہوں پھر کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گا۔''

''اب یہاں سے اٹھو۔ اسپتال کا بل ادا کر کے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے بولا ''پتا جی! یہاں منوج اگروال کا موبائل فون رکھا ہوا ہے کیا میں اس فون کے ذریعے فرمان کو مخاطب کروں؟''

''نہیں..... تم کار ڈرائیو کر کے آگے جاؤ۔ اسے کسی فون بوتھ سے مخاطب کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ فرمان..... سی ایل آئی میں تمہارا نمبر معلوم کر لے پھر تمہارے پیچھے پڑ جائے۔''

وہ وہاں سے کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک ٹیلی فون بوتھ کے سامنے آ کر رک گیا۔ کار سے اتر کر بوتھ میں جا کر فرمان کے موبائل فون نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر چنڈال نے آواز بدل کر گمبھیر لہجے میں مخاطب کیا ''ہیلو! میں بول رہا ہوں۔''

فرمان نے پوچھا ''میں کون؟ اپنا نام تو بتاؤ؟''

''میں اپنی بیٹی کے دشمن کو کیا نام بتاؤں۔ میرا خیال ہے تم اس کا کریا کرم کروا چکے ہو۔''

''اچھا..... تو تم چنڈال جوگیا ہو؟ میں تمہاری بیٹی کا دشمن نہیں ہوں۔ دشمن تو تم خود ہو۔ اب اپنی بیٹی کی قسم کھا کر سچ بولو۔ کیا تم نے اسے ہلاک کیا ہے؟''

''تم ایسا سوال کیوں کر رہے ہو؟''

''جس طرح بنگلے کے بند دروازوں کے اندر اس کی موت واقع ہوئی ہے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ہلاک کیا گیا ہے۔''

''مرنے والی مر چکی ہے۔ اب وہ کیسے ہلاک ہوئی؟ کس نے ہلاک کیا؟ یہ معلوم کر کے کیا کرو گے؟ کیا یہ سب کچھ معلوم کرنے سے وہ زندہ ہو جائے گی؟''

''تم باتیں بنا رہے ہو۔ صرف ایک بات کا جواب دو۔ میں نے تمہیں بیٹی کی قسم دی ہے۔ کیا تم نے اسے ہلاک کیا ہے۔''

چنڈال خاموش رہا۔ فرمان نے کہا ''میں تمہیں بیٹے کی قسم بھی دیتا ہوں۔ سچ بولو۔''

تب اس نے کہا ''ہاں۔ میں نے ہلاک کیا ہے۔ تاش کے پتوں نے سچ کہا تھا کہ وہ مرنے والی ہے۔ اگر میں موجود نہ رہتا اور وہ مر جاتی تو اس کی آتما بھٹکتی رہتی۔ اسی لیے میں نے اسے مار ڈالا کہ میری موجودگی میں ہی موت ہو اور میں اس کی آتما کو دوسرے خالی جسم میں پہنچا دوں۔''

''اوگاڈ! انیتا نے بتایا تھا کہ تم آتما شکتی کے ذریعے کسی کی آتما کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کر دیتے ہو۔ میں نے یقین نہیں کیا تھا۔ اب یقین کروں گا کیونکہ مجھے میری انیتا چاہیے۔ مجھے بتاؤ کہ تم نے انیتا کو کس کے جسم میں پہنچایا ہے؟''

''یہ تو تمہیں کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا۔ میں نے اسے ایک نئی زندگی دے کر اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے اور اس کے ذہن سے تمہاری تمام یادیں مٹا دی ہیں۔ نہ وہ کبھی تمہیں یاد کرے گی۔ نہ تمہاری طرف آئے گی۔ تم اسے تلاش کرتے رہ جاؤ گے۔ میں نے یہی بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ اب تم ہم باپ بیٹی اور بیٹے کے راستے میں نہ آنا۔ ورنہ تم بھی جا سے جاؤ گے اور تمہاری آتما اس دنیا میں بھٹکتی رہے گی۔ میں اس آتما کو پھر کسی جسم میں نہیں پہنچاؤں گا۔ جاؤ اب سو

رہو اور انیتا کو یاد کرتے رہو۔ اب وہ کبھی تمہاری زندگی میں واپس نہیں آئے گی۔''

آتما کہہ کر ہنس راج نے اپنے باپ کی مرضی کے مطابق ٹیلی فون بند کر دیا۔

☆☆☆

اعلیٰ بی بی کا موجودہ نام نیہا تھا۔ وہ شانتا بائی کی بیٹی تھی۔ ہم باپ بیٹی نے جو پلاننگ کی تھی۔ اس کے مطابق میں نیہا کا سرپرست تھا۔ بچپن سے اس کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھتا آیا تھا۔ تخریبی عمل کے مطابق شانتا بائی وہی سمجھ رہی تھی۔ جو ہم باپ بیٹی اسے سمجھا رہے تھے۔

اس طرح شانتا کو ہماری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ بلکہ فائدہ ہی فائدہ تھا۔ ایک تو ہم اسے اس کے بدترین دشمنوں سے تحفظ دے رہے تھے پھر میں اس کے وسیع و عریض کاروبار کو سنبھال رہا تھا۔ اسے خسارے سے بچا رہا تھا اور منافع کی شرح بڑھا رہا تھا۔ کسی کو دھوکا دینے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ شانتا اس دنیا میں تنہا رہ گئی تھی۔ ایک بیٹی نیہا تھی جو مر چکی تھی اور یہ بات میں اس کے ذہن سے بھلا چکا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ نیہا آج بھی زندہ ہے اور اس کے ساتھ ہندوستان آ کر رہ رہی ہے۔

تمام رشتے داروں اور کاروباری دنیا کے لوگوں کی نظریں نیہا پر رہتی تھیں۔ کیونکہ وہ تنہا اپنی ماں کی دولت اور جائداد کی وارث تھی پھر بہت ہی خوب صورت اور اسمارٹ تھی کتنے ہی رشتے دار نوجوان اور بوڑھے دل ہار چکے تھے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے سو سو جتن کرتے رہتے تھے۔

دیوانوں اور پروانوں کی اس بھیڑ میں سب سے زیادہ اہمیت کندن کپور کی تھی۔ وہ شانتا بائی کی پھوپی کا بیٹا تھا۔ وہ تیس برس کا ایک دبلا پتلا سا جوان تھا۔ معمولی شکل وصورت تھی لیکن خود کو گلفام سمجھتا تھا۔

اعلیٰ بی بی عرف عالی کے تمام عاشق کندن کپور سے یا تو خوف زدہ رہتے تھے یا اس سے کتراتے رہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ انڈر ورلڈ والوں سے اس کے گہرے تعلقات ہیں۔ غنڈے بدمعاش اور خطرناک قاتل اس کے زیر اثر رہتے تھے۔ اس کے ذریعے طرح طرح کی واردات کرتے تھے اور ہزاروں لاکھوں روپے کماتے رہتے تھے۔

عالی اس کے خیالات پڑھ چکی تھی۔ ہندوستان میں بے روزگار مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جب بے روزگاری پھیلتی ہے اور فاقہ کشی پر مجبور کرتی ہے تو پھر خواہ وہ مسلمان ہو، ہندو ہو یا پھر کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ وہ جرائم کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ یہی ایک ایسا راستہ ہوتا ہے جہاں سے تین وقت کی روٹی سے بھی زیادہ رقم ملتی رہتی ہے۔

کندن کپور نے ایسے مسلمانوں کا ہی گروپ بنایا تھا۔ جو کبھی کشمیری مجاہدین بن کر بھارت سرکار کے خلاف مظاہرہ کرتے تھے۔ شہر کا امن و امان برباد کرتے تھے اور یہ الزام دیا جاتا تھا کہ وہ پاکستان سے آئے ہوئے مسلمان ہیں۔ جو کشمیری مجاہدین بن کر بھارتی سرکار کے لیے مسائل پیدا کر رہے ہیں۔

کوئی بھی قتل و غارت گری کی واردات ہوتی تھی تو ان مسلمانوں کا ہی نام آتا تھا اور مسلمانوں کے حوالے سے پاکستان کو بدنام کیا جاتا تھا۔

وہ انڈر ورلڈ والے بھارتی سرکار سے اپنے مطالبات منوانے کے لیے ایسی واردات کیا کرتے تھے۔ کندن کپور ان کا نمائندہ بن کر بھارتی اکابرین سے مذاکرات کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ پاکستان کو ہم دنیا کے نقشے پر بھی برداشت نہیں کریں گے۔ ایک دن اسے ختم کر کے رہیں گے۔ اسی لیے ہم اپنے مسلمان آلہ کاروں کے ذریعے یہ ثابت کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کی طرف سے اشتعال انگیزی اور تخریبی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ آپ بھی یہی کرتے ہیں۔ پاکستان کے خلاف جھوٹے الزامات عائد کر کے اسے پوری دنیا میں بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ہم ایک طرح سے آپ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اگر ہمارے مطالبات پورے نہ کیے گئے تو یہ تخریبی کارروائیاں جن سے جنتا کو اور سرکار کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان سے تمہیں اور تمہارے بال بچوں کو بھی نقصان پہنچے گا۔''

ان حالات میں بھارتی سرکار کسی حد تک ان کے دباؤ میں رہتی تھی اور ان کے چھوٹے بڑے مطالبات پورے کر دیا کرتی تھی۔ کندن کپور شیر کی طرح اکڑتا پھرتا تھا۔ کوئی پولیس اور انٹیلی جنس والا اس کا ہاتھ بھی نہ پکڑ سکتا تھا اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی الزام عائد کر سکتا تھا۔

اسے ایسی سہولتیں اور رعایتیں میسر تھیں کہ وہ خود کو اتر پردیش کا حکمران سمجھنے لگا تھا۔ اس نے عالی سے کہا ''درجنوں لڑکیاں میرے آگے پیچھے پھرتی رہتی ہیں۔ تم اتنی اکڑ کیوں دکھاتی ہو؟''

عالی نے کہا ''ان درجنوں لڑکیوں کو اور کوئی کام نہیں ہوگا۔ اس لیے تمہارے آگے پیچھے گھومتی ہیں۔ مجھے گھومنے پھرنے کی بیماری نہیں ہے۔''

"یہ بیناری لگالو۔ میرے بازوؤں میں آجاؤ۔"

وہ ایک کلب میں اس سے ملنے آیا تھا۔ اس وقت عالی دو رئیس زادیوں کے ساتھ تاش کھیل رہی تھی اور جان بوجھ کر ان سے ہارتی جارہی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا تم مجھے جیتنا چاہتے ہو؟"

"جب میں چاہتا ہوں تو جیت کر ہی رہتا ہوں۔"

"تو پھر آؤ بیٹھو۔ تاش کی بازی جیت لو میں ہار جاؤں گی پھر تم داسی بنا کر جہاں لے جاؤ گے وہاں جاؤں گی۔"

"مجھے منظور ہے۔"

اس نے دونوں رئیس زادیوں کو ہٹایا پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ عالی نے کہا "ایسے نہیں پہلے ایک کاغذ پر لکھو اور اس کلب کے معززین سے دستخط کرواؤ۔ تم یہ لکھو گے کہ اگر ہار جاؤ گے تو میرے قدموں میں جھک کر فرش پر ناک رگڑو گے۔"

"میں کبھی کسی مرد کے سامنے نہیں جھکتا اور تم اپنے سامنے جھکانا چاہتی ہو۔"

"مجھے جیتنے کے لیے تو یہ کرنا ہوگا۔ ورنہ میں تمہارے ساتھ تاش نہیں کھیلوں گی اور نہ ہی تم جیسے ڈر جانے اور میدان چھوڑ جانے والے سے بات کروں گی۔"

"تم میری انسلٹ کررہی ہو۔ میں تمہارے ساتھ ضرور ایک بازی کھیلوں گا۔"

"ایک نہیں تین بازیاں کھیلی جائیں گی اور ہر بازی پچاس لاکھ روپے کی ہوگی۔ ہارنے والا یا تو ڈیڑھ کروڑ روپے ہارے گا اور مجھے بھی ہاتھ نہیں لگا سکے گا یا پھر ڈیڑھ کروڑ کے ساتھ مجھے بھی حاصل کرے گا۔"

اس نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا "میں تمہیں حاصل کروں گا۔ میں تاش کا بازیگر ہوں۔ تم دیکھنا کہ میں کس طرح تمہیں جیت لوں گا۔"

اس نے ایک کاغذ پر یہ لکھ دیا کہ اگر وہ ہار جائے گا تو ڈیڑھ کروڑ ادا کرے گا اور اس کے قدموں میں جھک کر فرش پر ناک رگڑے گا۔

عالی نے وہاں کے پانچ معززین سے اس کاغذ پر دستخط کرائے پھر تاش کی بازی شروع ہوگئی۔ کندن کپور نے کہا "پہلے میں پتے پھینٹوں گا۔"

اس نے تاش کی گڈی اس کی طرف بڑھادی۔ وہ پتے پھینٹنے لگا۔ اسے یہ گمان تھا کہ وہ بہت شاطر اور پتے باز ہے۔ اعلیٰ بی بی سمجھ نہ پائے گی۔ جبکہ وہ اس کے اندر گھسی ہوئی تھی اور اس کے پھینٹنے کے انداز میں گڑبڑ پیدا کررہی تھی اور وہ سمجھ نہیں پارہا تھا۔

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ تاش کے باون پتوں میں سے کون سا پتا کہاں جارہا ہے اور پھینٹتے وقت پھر دوسری بار کون سا پتا کہاں پہنچ رہا ہے۔ اس حساب سے اس نے تین تین پتے اپنی اور اس کی طرف رکھے۔ اپنی طرف اس نے تین اکے رکھے تھے چاہے لیکن عالی کے زیر اثر آکر وہ تین اکے اس کے پاس پہنچا دیے اور اپنے پاس تین بادشاہ رکھے۔

کلب کے معززین ان کے آس پاس آکر کھڑے ہوگئے اور ان کا کھیل دیکھنے لگے پھر کندن نے کہا "اپنے پتے الٹ کر دکھاؤ۔"

"پہلے تم ایک پتا الٹو پھر میں۔ ہم باری باری پتے الٹتے جائیں گے۔"

کندن نے بڑے اعتماد سے اپنا ایک پتا الٹ کر دکھایا تو چونک گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اکے کی جگہ بادشاہ آسکتا ہے۔ حیران رہ گیا پھر دل میں سوچا کہ کوئی بات نہیں غلطی ہوگئی ہوگی۔ میرے پاس بادشاہ آیا ہے تو اس کے پاس اکا نہیں گیا ہوگا۔

لیکن عالی نے ایک پتا الٹ کر دکھایا تو وہ اکا تھا۔ اس نے پریشان ہوکر اپنا دوسرا پتا دیکھا تو وہ بھی بادشاہ تھا۔ تب وہ سمجھ گیا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہوئی ہے جو تین بادشاہ ادھر آگئے ہیں اور تین اکے ادھر چلے گئے ہیں۔ اس نے باقی دو پتے الٹ کر کہا "تم اپنے پتے دکھاؤ۔"

عالی نے باقی دونوں اکے بھی دکھا دیے۔ وہ کھیل دیکھنے والے تمام افراد خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ کندن نے تاش کے پتوں کو سمیٹ کر دوبارہ پھینٹتے ہوئے کہا "تم لکی ہو۔ ایک بار جیت گئی ہو۔ اب نہیں جیت سکو گی۔"

وہ اس کے ہاتھ سے گڈی لے کر بولی "اصول کے مطابق مجھے گڈی پھینٹنا چاہیے۔ کیونکہ بازی میں نے چلنی ہے۔"

وہ گڈی لے کر پھینٹنے لگی اور پتے بانٹنے لگی۔ وہ بانٹ چکی تو کندن نے کہا "اب تم اپنے پتے الٹو۔"

عالی نے پتے الٹ کر دکھائے تو اس کے پاس تین بادشاہ تھے۔ کندن نے کہا "تم نے ہیرا پھیری کی ہے۔ تم نے پتے بدلے ہیں۔"

"ہار رہے ہو تو مجھے الزام دے رہے ہو۔ یہاں سب لوگ موجود ہیں اور سب ہی اپنی دو دو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ میں نے کوئی چیٹنگ نہیں کی ہے۔ تم دو بازی ہار چکے ہو تیسری جیت بھی لو گے تب بھی تمہاری ہار ہوگی لیکن میں تمہیں جیتنے نہیں دوں گی۔ مرد کے بچے ہو تو میدان میں رہو اور کھیلو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کھیل رہا ہوں۔ اگر یہ تیسری بازی جیت جاؤں گا تو پھر چوتھی کھیلوں گا تاکہ دو بازیاں جیت کر تمہارے برابر ہوسکوں پھر ہمارے درمیان تین بازیاں ہوسکیں گی۔"

وہ بولی "منظور ہے۔"

پھر بازی شروع ہوگئی۔ پتے پھینٹ کر بانٹے گئے۔ اس کے بعد سب کے سامنے ایک ایک پتے کو الٹ کر دکھایا گیا تو کندن کپور بری طرح مات کھا چکا تھا۔ ان کے پاس اور بھی زیادہ معزز افراد کی بھیڑ لگتی جارہی تھی اور سب تالیاں بجا رہے تھے اور عالی کو گیم میں جیت جانے کی مبارک باد دے رہے تھے۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر کندن کے سامنے آئی اور بولی "چلو اٹھو! میرے قدموں میں جھکو اور یہاں ناک رگڑو۔"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر بولا "تمہارا باپ بھی مجھے کسی کے قدموں میں نہیں جھکا سکتا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی عالی نے ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرگر پڑا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس لڑکی کا ہاتھ ہتھوڑے کی طرح ہوگا۔

معززین نے کہا "پلیز! لڑائی جھگڑا نہ کریں۔"

"اس نے میرے باپ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے میں نے اسے سزا دی ہے۔ اب اسے بازی ہارنے کی شرط پوری کرنی چاہیے۔ نہیں کرے گا تو میں اسے نہیں چھوڑوں گی۔"

ایک ہی ہاتھ کھانے کے بعد اس کی باچھوں سے خون رسنے لگا تھا۔ ناک سے بھی لہو کی دھار بہہ رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ زبردست ہے اسے قابو کرنا مشکل ہوگا لیکن مردانگی چیلنج کررہی تھی کہ ایک لڑکی سے مار کھا کر خاموش نہیں رہنا چاہیے۔

وہ تڑپ کر کھڑا ہوگیا تھا اور چیخ کر کہہ رہا تھا "ہٹ جاؤ! سب ہٹ جاؤ خبردار..... کوئی ہمارے درمیان نہ آئے۔"

کلب کے تمام ممبران دور ہٹنے لگے۔ کندن تیزی سے حملہ کرنے کے لیے اس کی طرف آیا تو عالی نے گھوم کر ایک لک ماری۔ لات اس کے منہ پر پڑی۔ وہ لڑکھڑا کر دور جا گرا۔ چکرا کر رہ گیا۔ ابھی وہ سنبھل بھی نہیں پایا تھا کہ دوسری لات سینے پر پڑی۔ وہ اچھل کر ایک میز پر سے گر کر لڑھکتا ہوا فرش پر آگیا۔

کندن کے ایک ساتھی نے سمجھ لیا کہ یہ ایسے ہی مار کھاتا رہا تو اپنے پیروں پر چل کر نہیں جاسکے گا۔

اس نے فوراً ہی فون کے ذریعے پولیس کو اطلاع دی۔

اعلیٰ بی بی نے سب کو مخاطب کرکے اور کاغذ دکھاتے ہوئے کہا "یہ اس کی تحریر ہے اور یہاں آپ سب لوگوں کے دستخط ہیں۔ اس سے کہیں کہ ابھی میرے قدموں میں جھک کر ناک رگڑے ورنہ میں اسے زندہ نہیں جانے دوں گی۔"

وہ فرش پر گرنے کے بعد بیٹھ گیا تھا لیکن فوراً ہی وہاں سے اٹھ نہیں پایا تھا۔ تکلیف سے کراہ کر کمزوری آواز میں کہہ رہا تھا "تم پچھتاؤ گی۔ بری طرح پچھتاؤ گی۔ تم نہیں جانتی ہو کہ تم نے کس پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ کس کی بے عزتی کررہی ہو۔ میں تمہاری عزت کی دھجیاں اڑا کر جاؤں گا۔"

تھانہ وہاں سے قریب ہی تھا۔ فوراً ہی انسپکٹر سپاہیوں کے ساتھ آگیا۔ اس نے کندن کپور کو فرش پر بیٹھے دیکھ کر سیلوٹ کیا پھر اسے اٹھا کر کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا "سر! یہ کیا ہوا؟ کس نے ایسا کیا ہے؟"

عالی نے کہا "میں نے ایسا کیا ہے۔ میں حیثیت میں اس سے کم نہیں ہوں۔ میرے خلاف کارروائی کرنے سے پہلے یہاں کے معززین سے بات کرو اور اس کتے کی یہ تحریر دیکھو۔ اس نے خود لکھا ہے کہ شرط ہارنے کے بعد میرے قدموں میں ناک رگڑے گا اور اسے ایسا کرنا ہوگا۔"

پولیس انسپکٹر نے کہا "میں تمہیں مار پیٹ کے الزام میں ابھی گرفتار کرتا ہوں۔"

کلب کے مالک اور معززین نے کہا "آپ اسے گرفتار نہیں کرسکتے۔ ہم مس نیہا کے ضامن ہیں۔ اس نے مجبور ہوکر ایسا کیا ہے۔ آپ مسٹر کندن کپور کو سمجھائیں کہ انہیں جوئے کے اصولوں کے مطابق اپنی شرط پوری کرنی ہوگی۔"

پولیس انسپکٹر نے کہا "جو غیر قانونی ہوتا ہے۔ میں یہ تحریر نہیں مانتا۔ آپ لوگ مس نیہا کے ضامن ہیں۔ اس لیے میں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ بعد میں مسٹر کندن کپور جو چاہیں گے وہ کریں گے۔"

وہ کندن کپور کو سہارا دے کر باہر لے جانے لگا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "یاد رکھو کندن! آج تو بچ گئے ہو لیکن میں اس شرط کو ضرور پورا کرواؤں گی۔ تمہیں میرے قدموں میں جھک کر ناک رگڑنی ہوگی۔"

وہ جواب میں چیخنا چاہتا تھا۔ گالیاں دینا چاہتا تھا لیکن سر بری طرح چکرا رہا تھا اور کمزوری محسوس ہورہی تھی۔ وہ چپ چاپ پولیس انسپکٹر کے سہارے چلتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ انسپکٹر نے کہا "سر! آپ فکر نہ کریں۔ حکم دیں میں ایسی چال چلوں گا۔ یہ کم از کم چھ سات برس کے لیے آہنی سلاخوں

کے پیچھے چلی جائے گی۔ اس کا باپ بھی اسے چھڑوا نہ سکے گا۔"

کندن نے ہانپتے ہوئے کہا "میرے ذہن میں تدبیر ہے میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تم آج ہی اس پر عمل کرو۔"

اعلیٰ بی بی خیال خوانی کے ذریعے ان کی باتیں سن رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ آئندہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ میں شانتا بائی اسپتال کا اور اس کے تمام کاروبار کا انچارج تھا۔ ان کے پلان کے مطابق اسپتال کے دواؤں کے اسٹاک میں سے نشیلی دوا برآمد ہوتی تو مجھے گرفتار کرلیا جاتا اور یہ الزام دیا جاتا کہ مریضوں کو نشیلی دوائیں ملا کر دی جاتی ہیں۔ اسی لیے وہ شانتا بائی اسپتال کے عادی ہوگئے ہیں اور وہیں کھنچے چلے آتے ہیں۔

شانتا بائی اسپتال میں ایک بہت بڑا ہال تھا۔ جسے دواؤں کا گودام بنایا گیا تھا۔ وہاں اچھی خاصی مقدار میں دواؤں کا اسٹاک رہا کرتا تھا۔

کندن نے اسپتال کے ایک ملازم کو بلا کر دس ہزار روپے دیئے اور کہا "اگر تم ہمارا کام کردو گے تو تمہیں دس ہزار روپے اور ادا کیے جائیں گے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی اور تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ تم دواؤں کا ایک بڑا سا تھیلا لے جا کر گودام میں چھپا دو گے اس کے بعد تمہارا کام ختم ہوجائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے مجھے یہ ساری باتیں بتائیں۔ میں نے دوسری صبح گیارہ بجے ڈی آئی جی آف پولیس کو اپنے دفتر میں بلایا۔ اس سے کہا "چند نامعلوم دشمن ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اسپتال کو بدنام کرنا چاہتے ہیں اور ہماری نیک نامی کے لیے خطرہ بن گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسے دشمنوں کا سراغ لگایا جائے اور انہیں سزائیں دی جائیں۔"

ایسے ہی وقت وہ پولیس انسپکٹر میرے دفتر میں آیا اور ڈی آئی جی کو دیکھ کر چونک گیا۔ اسے سلیوٹ کرتے ہوئے بولا "سر! میں یہاں ایک بہت اہم کام سے آیا ہوں۔"

اس نے کہا "ہاں..... بولو میں تمہیں بھی ایک ضروری کام کے لیے بلانے والا تھا۔"

انسپکٹر نے کہا "اس اسپتال میں مریضوں کو غیر قانونی دوائیں دی جاتی ہیں اور ہمیں جو رپورٹ ملی ہے۔ اس کے مطابق اچھی بھلی دواؤں میں نشیلی دوا ملا کر دی جاتی ہے۔ مریضوں پر جلدی اثر کرتی ہیں اور مریض ان دواؤں کے عادی ہوجاتے ہیں۔ اس طرح ان کی یہ دوائیں بھی زیادہ فروخت ہوتی ہیں اور مریض بھی اسی اسپتال میں علاج کے لیے زیادہ سے زیادہ تعداد میں آتے رہتے ہیں۔"

ڈی آئی جی نے پوچھا "یہ تم اسپتال والوں پر الزام لگا رہے ہو یا اس کا کوئی ثبوت بھی ہے؟"

"میں یہاں تلاشی کا وارنٹ لے کر آیا ہوں۔ ان کی دواؤں کے گودام کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔"

ڈی آئی جی نے کہا "یہ اسپتال بہت نیک نام ہے۔ شانتا بائی کی بہت عزت ہے اور میں مسٹر دھرم ویر کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ لوگ بہت ہی معزز اور شریف لوگ ہیں۔ میں نہیں چاہوں گا کہ تم ان کے گودام کی تلاشی لو اور ان کی توہین کرو۔"

میں نے کہا "نہیں جناب! آپ انہیں فرض کی ادائیگی سے نہ روکیں۔ اچھی بات ہے کہ تلاشی لی جائے گی اور ہم قصوروار نہیں رہیں گے تو ہماری نیک نامی میں اضافہ ہوگا۔"

ڈی آئی جی نے کہا "چلو! تلاشی لو۔ میں بھی وہاں موجود رہوں گا۔"

میں بھی ان کے ساتھ اس گودام میں آ گیا۔ وہ انسپکٹر چار سپاہیوں کے ساتھ گودام کے اس حصے میں آ گیا۔ جہاں جانتا تھا کہ مخصوص تھیلا کہاں رکھا ہوا ہے۔ آخر وہ تلاشی لیتے اس تھیلے کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا "سر! یہاں ایک بیگ میں منشیات کا تھوڑا سا ذخیرہ رکھا ہوا ہے۔"

اس نے اس تھیلے کو اپنے اعلیٰ افسر کے سامنے میز پر پھر اس میں سے چھوٹے چھوٹے پیکٹ نکالنے لگا۔ ان پیکٹ میں سفید رنگ کا سفوف بھرا ہوا تھا۔ اس نے کہا "سر! یقین سے کہتا ہوں کہ یہ سب ہیروئن ہے ان میں سے تھوڑی مقدار مریضوں کو دی جاتی ہے اور انہیں اس کا عادی بنایا جاتا ہے۔"

میں نے کہا "ایسی بکواس کرنے سے پہلے اسے کھول کر دیکھو کہ اس میں ہے کیا؟"

اس نے ایک پیکٹ کو کھولا اور پھر اسے چکھ کر دیکھا پھر اسے ہیروئن نہیں تھی۔ ڈی آئی جی نے بھی چکھ کر دیکھا پھر اسے سے کہا "تم بکواس کیوں کر رہے تھے؟ جانتے ہو یہ کیا ہے؟"

لیبارٹری انچارج نے کہا "سر! یہ ایک بہت اہم میڈیسن ہے۔ اسے مختلف دواؤں میں حل کیا جاتا ہے اور ہم میڈیسن کے لائسنس یافتہ ہیں۔"

میں نے ڈی آئی جی سے کہا "میں آپ کے اس

انسپکٹر کے خلاف ایکشن لوں گا۔ یہ ہمارے اسپتال کی نیک نامی پر دھبا لگانا چاہتا تھا۔ پتا نہیں کن دشمنوں سے ملا ہوا ہے؟ آپ اس سے اگلوائیں تو شاید یہ سچ بول دے۔"

ڈی آئی جی گرجتے برسنے لگا۔ اس سے پوچھنے لگا "سچ سچ بتاؤ کہ یہ کس کی سازش تھی؟ ورنہ میں تمہیں لائن حاضر کروں گا۔"

میں نے انسپکٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ سچ بولنے لگا "سر! میں مجبور تھا آپ جانتے ہیں۔ کندن کپور صاحب کتنے وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ اگر ہم ان کا حکم نہ مانیں تو وہ ہمارا ٹرانسفر کسی دوسری جگہ کروا سکتے ہیں اور وہ ایسا دوسروں کے ساتھ کر چکے ہیں۔"

ڈی آئی جی نے ڈانٹ کر کہا "زیادہ لمبی بات نہ کرو۔ بتاؤ کیا ہوا تھا؟"

وہ بتانے لگا کہ کس طرح اسپتال کے ایک ملازم کو رشوت دے کر کندن نے ہیروئن کے پیکٹ کا تھیلا یہاں رکھوایا تھا۔ وہ واقعی ہیروئن کے پیکٹ تھے۔ مجھ میں نہیں آتا کہ یہاں آ کر تبدیل کیسے ہوگئے؟

ایسے ہی وقت کندن کپور وہاں تماشا دیکھنے آیا۔ اسے یقین تھا کہ مجھے ہیروئن کے دھندے میں ملوث کر کے گرفتار کیا جا رہا ہوگا لیکن وہاں تو نقشہ ہی بدل چکا تھا۔ وہ پریشان ہو کر پولیس انسپکٹر کا منہ تکنے لگا۔ انسپکٹر نے کہا "سر! میں مجبور ہوں۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ یہ سازش آپ نے کی تھی اور آپ کے حکم کے مطابق مسٹر دھرم ویر کو پھانسنے کی کوشش کی تھی اور اسپتال کو بدنام کرنا چاہا تھا۔"

کندن کپور نے غصے سے کہا "تم بکواس کر رہے ہو۔ میں نے تمہیں ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ مجھے بھلا شانتا بائی اسپتال سے کیوں دشمنی ہوگی۔ وہ تو میری ایک بزرگ ہیں میں ان کی عزت کرتا ہوں۔ اگر پھر بھی یقین نہیں ہے اور مجھ پر شبہ ہے تو جاؤ میرے خلاف قانونی کارروائی کرو۔ میں تم سب سے نمٹ لوں گا۔"

اس ملازم کو بلایا گیا۔ جسے رشوت دے کر وہ تھیلا وہاں رکھوایا گیا تھا۔ ملازم اپنی غلطی ماننے والا نہیں تھا لیکن اس نے میرے زیر اثر سب کچھ تسلیم کرلیا۔ اسے فوراً ہی نوکری سے نکال دیا گیا اور ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔ کیونکہ کندن کپور اونچے درجے کا مجرم تھا۔ انڈر ورلڈ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے اسے ہتھکڑی پہنانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ پولیس والے مجبور تھے۔ ڈی آئی جی نے کہا "مسٹر دھرم ویر! ہم شرمندہ ہیں کہ آپ کے اسپتال کی تلاشی لی گئی۔ ہم اس انسپکٹر کے خلاف بھی ایکشن لیں گے۔ جب تک اس پر کیس چلے گا۔ تب تک اسے ملازمت سے الگ رکھا جائے گا۔"

کندن کپور وہاں سے پلٹ کر واپس جا رہا تھا۔ دفتر کے ایک حصے میں اعلیٰ بی بی سے سامنا ہوگیا۔ عالی نے مسکرا کر کہا "کہاں جا رہے ہو؟ میں تم سے ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔"

عالی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ چپ چاپ اس کے ساتھ چلتا ہوا ایک کمرے میں آ گیا۔ عالی نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد کہا "کتے کے بچے! تو نے شرط ہاری ہے۔ بتا میرے قدموں میں جھک کر ناک رگڑے گا؟ یا لات جوتے کھائے گا؟"

"دیکھو! تم بہت سر پر چڑھتی جا رہی ہو۔ تم نہیں جانتیں کہ میں تمہارا کیا حشر کرسکتا ہوں؟"

"جب کرو گے۔ تب دیکھا جائے گا۔ ابھی تو میری باری ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے اس کی پٹائی شروع کردی۔ اس نے اس دوران میں جوابی حملہ کرنے کی کوشش کی اور ناکام ہوتا رہا اور مار کھاتا رہا پھر اپنے بچاؤ کے لیے چیخنا چلانا چاہتا تھا۔ اعلیٰ بی بی اس کے اندر موجود تھی اور اسے چیخنے چلانے سے روک رہی تھی۔ آخر وہ مار کھاتے کھاتے بے دم ہو کر گر پڑا۔ اس میں اٹھنے کی بھی سکت نہ رہی۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا "مجھے معاف کردو۔ تم جو بولو گی میں وہ کروں گا۔ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"تم میرے قدموں میں آ کر زمین پر ناک رگڑو گے۔"

وہ رینگتا ہوا آنے لگا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی "یہاں نہیں میرے اسپتال کے تمام اسٹاف اور پولیس والوں کے سامنے میرے قدموں میں ناک رگڑو گے۔"

"ایسا نہ کرو۔ میری بہت عزت ہے۔ میرا رعب دبدبہ ہے۔ یہ سب خاک میں مل جائے گا۔"

"میں تمہیں خاک میں ملانا چاہتی ہوں تاکہ پھر تم کبھی اپنے غرور اور طاقت کے ذریعے دوسرے کمزوروں کو اپنا کھلونا نہ بنا سکو۔"

اس نے دروازہ کھول کر اس کے گریبان کو پکڑ کر کھینچا اور باہر لے آئی۔ میں ڈی آئی جی اور دوسرے پولیس والوں کے ساتھ ادھر آ گیا تھا اور تمام اسٹاف کو بلا رہا تھا۔ ڈی آئی جی نے کندن کپور کو بری طرح زخمی دیکھ کر پوچھا "مس نیہا! یہ آپ نے کیا کیا ہے؟"

''یہ کتا! میری عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے اس کی حجامت بنائی ہے۔ آپ کو کیا اعتراض ہے؟ اس نے میرے ہی دفتر میں آ کر ہمیں یہاں جھوٹے الزام میں پھانسنے کی کوشش کی پھر میری عزت سے کھیلنا چاہا۔ آپ لوگوں نے قانون کو کیا کھلونا بنا دیا ہے؟''

ڈی آئی جی کا سر جھک گیا پھر وہ بولی ''میں کندن کو اسی وقت معاف کروں گی۔ جب وہ میرے قدموں میں آ کر زمین پر ناک رگڑے گا۔''

وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ عالی نے کہا ''تمہیں نجات نہیں ملے گی۔ پولیس والے بھی تمہیں بچا کر نہیں لے جا سکیں گے۔ تم آزما کر دیکھ لو۔''

تب وہ مجبور ہو کر اس کے قدموں میں آیا پھر سر جھکا کر زمین پر اپنی ناک رگڑنے لگا۔ میں وہاں موویٔ کیمرے کا انتظام کر چکا تھا۔ اس کی متحرک تصویریں اتر رہی تھیں۔ عالی نے اس کے سامنے ایک کاغذ لا کر رکھا۔ اس نے تحریری طور پر یہ بیان دیا کہ اسے عالی سے ذاتی دشمنی تھی۔ اس نے اس کی ماں شانتا بائی کے اسپتال کو بدنام کرنے کے لیے وہاں منشیات سے بھرا ایک بیگ رکھوایا تھا لیکن اپنی سازش میں ناکام رہا ہے۔ وہ شانتا بائی اور اس کی بیٹی نیہا کے خلاف جو بھی سازش کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں شرمندہ ہے اور معافی مانگ رہا ہے۔

اس نے یہ لکھ کر دستخط کیے۔ ڈی آئی جی نے اس تحریر پر دستخط کیے پھر اس تحریر کو بھی کیمرے کے سامنے لایا گیا۔ تاکہ دیکھنے والے اسے پڑھ سکیں۔

اسی شام اس فلم کی مختلف کاپیاں پولیس کے محکمے اور بھارتی اکابرین تک پہنچائی گئیں۔ انڈر ورلڈ والوں کے پاس بھی وہ فلم پہنچ گئی۔

وہ بری طرح زخمی ہونے کے بعد اپنے گھر میں پڑا ہوا تھا۔ اس کا علاج ہو رہا تھا۔ فون کے ذریعے اسے اطلاع مل رہی تھی کہ اس کی وہ ویڈیو فلم جگہ جگہ پہنچائی گئی ہے اور وہ بری طرح ذلیل و خوار ہو رہا ہے۔ اس کی عزت خاک میں مل چکی ہے۔ اب پہلے جیسا کوئی رعب و دبدبہ نہیں ہے پھر گاڈ فادر نے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا اور کہا ''یہ تم نے کیا کیا ہے؟ جب ایک لڑکی سے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے تو پھر اس کے منہ لگنے کیوں گئے تھے؟''

''وہ بظاہر سیدھی سادی نظر آتی ہے۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ انگلینڈ اور امریکا میں رہ کر بہت چالباز بن چکی ہے اور تاش کے پتوں سے بھی کھیلنا جانتی ہے۔ اس نے مجھے بری طرح مات دی تھی۔ میں نے اس سے انتقام لینے کے لیے منشیات کے دھندے میں پھنسانا چاہا تو وہاں بھی ناکامی ہوئی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنی سازشوں میں ہار کیسے ہو گیا؟''

''اس لیے ہو گئے کہ تمہیں اپنی طاقت اور اپنے ذرائع پر بہت غرور ہو گیا تھا۔ اب یہ سب کچھ تم سے چھین لیا جائے گا۔ تم بیکار پتھر کی طرح راستے میں پڑے رہو گے اور لوگوں کی ٹھوکروں میں آتے رہو گے۔''

''پلیز آپ ایسا نہ کریں۔ میں اس بار بہت زبردست انتقام لینا چاہتا ہوں۔ میری ویڈیو فلم تیار کی گئی ہے تو میں اس لڑکی کی ایسی شرمناک ویڈیو فلم تیار کروں گا کہ وہ زندگی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔''

''جب تم اس سے انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤ تب مجھ سے رابطہ کرنا۔ ورنہ منہ نہ دکھانا۔''

اس سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچتا رہا کس طرح عالی سے انتقام لینا چاہیے۔ وہ تقریباً دو دن تک بستر پر پڑا رہا۔ پلاننگ کرتا رہا پھر اس نے اپنے دو کاروں کو بلایا۔ انہیں بڑی رقم کا لالچ دے کر اس بات آمادہ کیا کہ وہ نیہا کو اغوا کر کے خفیہ اڈے پر لے جائیں گے وہاں کیمرے اور ساؤنڈ ریکارڈنگ کا انتظام رہے گا۔ دونوں اس لڑکی کی عزت سے کھیلیں گے اور ان کی وہ ویڈیو وہاں اتاری جائے گی۔

ان دونوں نے کہا کہ دوسرے دن تک نیہا کو اغوا کر جائے گا پھر اسے اطلاع دی جائے گی تو وہاں آ کر شرمناک فلم کی فلم بندی ہوتے دیکھے گا۔

میں نے ان دونوں آلہ کاروں پر مختصر سا تویہی عمل کر اپنا تابعدار بنا لیا۔ انہوں نے دوسری رات کندن کو فون اطلاع دی کہ وہ نیہا کو اغوا کر کے اس خفیہ اڈے میں لے ہیں اور اسے بھی فوراً وہاں آ جانا چاہیے۔

وہ خوش ہو کر فوراً ہی اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں پہنچ وہاں ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں ایک طرف کیمر لگے ہوئے تھے اور ساؤنڈ ریکارڈنگ کا بھی انتظام تھا سب خود کار آلات تھے۔ کندن نے چاروں طرف ہوئے پوچھا ''نیہا کہاں ہے؟''

ایک آلہ کار نے کہا ''نیہا کی کیا ضرورت ہے؟ ہمیں لڑکی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم ہمارے لیے بہت ہو۔''

میں نے کندن کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ اندا کر سکا۔ بڑی رازداری سے بولا ''دیکھو! یہ میری عز

معاملہ ہے یہاں جو کچھ بھی ہو۔ وہ باہر نہ جانا۔"

انہوں نے اس سے وعدہ کیا کہ اس کی بڑی اچھی طرح سے عزت کی جائے گی پھر وہ دونوں مل کر اس کی عزت کی درگت بنانے لگے۔ جو تماشے وہ میری بیٹی کے ساتھ کرانا چاہتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ہونے لگے۔

واپسی میں وہ بڑی مشکل سے کار ڈرائیو کر کے گھر پہنچا۔ دوسری صبح ایک ویڈیو فلم اس کے بیڈ پر پہنچ گئی پھر میں نے فون کے ذریعے کہا "وہ جو ویڈیو فلم رکھی ہے اسے اٹھا کر دیکھو۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ اسے دیکھا تو ایک دم چیخ پڑا۔ پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچنے لگا۔ کپڑے پھاڑنے لگا۔ کہنے لگا "یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ کیسے ہو گیا۔ میں باہر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔"

اس کی ماں اور دوسرے افراد اس کی چیخ و پکار سن کر دوڑتے ہوئے آئے پھر پوچھنے لگے کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے؟

اس نے چونک کر سب کو دیکھا پھر غصے سے کہا "نکل جاؤ۔ سب میرے کمرے سے نکل جاؤ۔ کوئی یہاں نہ آئے۔"

وہ سب سہم کر اس کے کمرے سے چلے گئے۔ ماں نے کہا "مجھے تو بتاؤ کیا بات ہے؟"

"کوئی بات نہیں ہے۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔"

"پتا نہیں تم کیا کرتے پھرتے ہو۔ کتنے لوگوں سے دشمنی کرتے ہو؟ معلوم ہوتا ہے تم نے کسی نے بدترین دشمنی کی ہے۔ ماں کو نہیں بتاؤ گے تو کسے بتاؤ گے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ تمہیں بتائی جائے۔ پلیز یہاں سے چلی جاؤ۔"

ماں بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ غصے سے تلملا رہا تھا۔ وہ فون اٹینڈ کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن میں نے اسے ریسیور اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ وہ فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر بولا "ہیلو! کون ہے؟"

میں نے دوسری طرف سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ہیلو! وہ ویڈیو تم نے دیکھ لی؟"

وہ ایک دم سے بھنا گیا۔ چیخ کر بولا "کون ہے تو؟ ذلیل کمینے بدمعاش! یہ فلم تم نے کیسے اتاری ہے؟"

"ایسے ہی جیسے تم ایک شریف لڑکی کی تصویریں اتارنا چاہتے تھے۔ اس ویڈیو کی ماسٹر کاپی میرے پاس ہے اور باقی دوسری کاپیاں بھارتی اکابرین کو بھیجی جائیں گی اور تمہارے انڈر ورلڈ کے گاڈ فادر کے پاس بھی پہنچائی جائیں گی۔"

وہ چیخ کر بولا "نہیں..... تم ایسا نہیں کر سکتے۔ فار گاڈ سیک! میری عزت کو ایسے نہ اڑاؤ۔ میں ایسا نہیں ہوں۔ جیسا کہ اس ویڈیو میں دکھایا گیا ہے۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں کیوں ایسا ہو گیا تھا؟ اور یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟"

"یہ سب تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ ان بے چاری لڑکیوں کی سمجھ میں بھی نہیں آیا تھا۔ جن کی تم متحرک فلمیں بناتے تھے۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم کوئی بلیک میلر ہو۔ بولو تم اس ویڈیو کے کتنے روپے لو گے؟ فلم میرے حوالے کرو اور پیسے لے جاؤ۔"

"اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ تمہاری فلم بہت بزنس کرے گی۔ لوگ پٹخارے لے لے کر دیکھیں گے۔ میں یہ تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ اسے بازار میں پہنچاؤں گا۔"

وہ گڑگڑانے لگا۔ منت سماجت کرنے لگا۔ میں نے کہا "تمہیں شریف زادیوں پر ترس نہیں آتا تھا۔ وہ بھی اسی طرح روتی بلکتی تھیں مگر تم انہیں شراب پلا کر ایسی ہی شرمناک فلمیں بنواتے تھے۔ یورپی ممالک میں ہندوستانی لڑکیوں کی ایسی تصاویر بڑے شوق سے دیکھی جاتی ہیں اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتی ہیں۔ تم نے اسے بڑا اچھا دھندا بنا کر رکھا تھا۔ اب یہ تمہارا اچھا دھندا تمہیں مہنگا پڑے گا۔ تمہاری فلم بھی انہی یورپی ممالک میں جائے گی۔"

میں نے اس فلم کی تمام کاپیاں بھارتی اکابرین تک پہنچا دیں۔ وہ فلم ہاتھوں ہاتھ ہوتے ہوتے انڈر ورلڈ کے گاڈ فادر تک بھی پہنچ گئی۔ کندن کپور اس گاڈ فادر کا اہم کارکن تھا۔ اس کے لیے بڑی بڑی واردات کیا کرتا تھا۔ وہ اپنی یہ بے عزتی برداشت نہ کر سکا۔ اس ویڈیو فلم کے ذریعے اس کا کارکن ثابت ہو رہا تھا اور وہ کسی زخمے کو اپنے لیے مذاق بنانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے حکم سے اسی رات اس کے آدمیوں نے اسے گولی سے اڑا دیا۔

اس ویڈیو فلم کی ایک کاپی میں نے امیش بھاسکر کے ہاتھ پہنچائی۔ امیش بھاسکر اس سے پہلے اپنی بیٹی بندیا کی شرمناک فلم دیکھ چکا تھا۔ اس فلم کو دیکھنے کے بعد سوچ میں پڑ گیا کہ سب کیا ہو رہا ہے؟ اور کیسے ہو رہا ہے؟

وہ یہ جانتا تھا کہ کندن کپور شانتا بائی کی بیٹی نیہا کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور اس سے شادی رچا کر اس کی تمام دولت جائداد ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔

پھر امیش بھاسکر کو یہ بھی معلوم ہوا کہ کندن کپور نے شانتا بائی کے اسپتال میں پولیس کو چھاپا مارنے کو کہا تھا کہ وہاں منشیات کا ذخیرہ برآمد ہو گا لیکن وہاں سے ایسی کوئی غیر قانونی

چیز برآمد نہیں ہوئی تھی اور یہ وہ ناکام رہا تھا اور پھر وہیں نیہا نے اس کی بری طرح پٹائی کی تھی۔ اسے اپنے قدموں میں جھکا کر ناک رگڑنے پر مجبور کیا تھا۔ امیش بھاسکر اس کی یہ فلم بھی دیکھ چکا تھا۔

بھاسکر نے اپنے بیٹے یوگیش سے کہا "جو بھی شانتا بائی سے دشمنی کرنا چاہتا ہے۔ وہ بری طرح اپنے ہی جال میں پھنس جاتا ہے۔"

یوگیش نے کہا "ہاں..... میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں۔ کندن کپور کتنے وسیع ذرائع کا مالک تھا۔ پولیس والے اس سے ڈرتے تھے اور بھارتی حکمرانوں سے بھی اس کی دوستی تھی لیکن نیہا نے اتنے زبردست آدمی سے ناک رگڑوائی اور اس کی مردانگی کو خاک میں ملا دیا۔"

امیش نے کہا "یہ بلیک میلر کون ہے؟ آج تک پتا نہ چل سکا۔ جس نے بندیا کی شرمناک فلم تیار کرائی تھی۔ اسی نے کندن کپور کی یہ فلم تیار کرائی ہے۔ وہ کندن کو بھی بلیک میل کرنا چاہتا تھا لیکن پچھلی رات پراسرار طریقے سے اس کی موت ہوئی ہے۔ کچھ لوگوں نے اس کے گھر میں گھس کر اسے گولی ماری ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انڈر ورلڈ والوں نے اس ناکامی کی سزا اسے دی ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ امیش نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو! کون ہے؟"

دوسری طرف سے بندیا کی آواز سنائی دی "ہیلو! میں نانی بول رہی ہوں۔ نہیں نانی نہیں بندیا بول رہی ہوں۔"

امیش نے جلدی سے پوچھا "بندیا! تم کہاں ہو؟ پتا نہیں کیوں ہم سے بدظن ہو کر چلی گئی ہو؟ تم غلط سمجھ رہی ہو کہ ہم تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تم ہماری بیٹی ہو اور یوگیش تمہارا بھائی ہے۔ ہم باپ بیٹے تمہیں کیوں قتل کریں گے؟ جہاں بھی ہو واپس چلی آؤ۔"

"مجھ سے میٹھی میٹھی باتیں نہ کریں۔ میں نے آپ دونوں کی باتیں سن لی تھیں۔ آپ مجھے قتل کر کے اس بلیک میلر سے پیچھا چھڑانا چاہتے تھے۔"

"تم نے ٹھیک سنا تھا لیکن یہ بھی تو سوچو اس وقت ہم نشے میں تھے۔ پتا نہیں مدہوشی میں کیا کچھ بکتے رہے۔ بعد میں ہمیں افسوس ہوا۔ یہ بتاؤ کہ تم کہاں ہو؟ ہم خود تمہیں لینے آتے ہیں۔"

"نہیں میں خود آ جاؤں گی۔"

فون بند ہو گیا۔ میں امیش بھاسکر کے ذریعے بندیا کی آواز سن رہا تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ کسی حد تک بدل گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ تانی کے جسم میں سمائی ہوئی تھی۔ تانی کے ساتھ مشترکہ زندگی گزار رہی تھی۔ اس کا لب و لہجہ بھی بندیا کے ساتھ گڈمڈ ہو گیا تھا۔

پچھلی رات میں نے بندیا کے ذریعے چنڈال کے بیٹے ہنس راج کو ٹریپ کیا تھا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا تابعدار بنا چکا تھا لیکن دوسری صبح جب میں نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو میری خیال خوانی کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں ملا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مر چکا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہوا کہ ایک اہم مہرہ جس کے ذریعے میں چنڈال تک پہنچ سکتا تھا۔ وہ میرے ہاتھوں سے نکل چکا تھا۔ پتا نہیں کیسے مر گیا تھا؟ مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔

بندیا کے خیالات پڑھنے سے پتا چل رہا تھا کہ ہنس راج جوگیا نے اسے خنجر سے ہلاک کیا تھا۔ وہ مر گئی تھی لیکن ذرا سی دیر بعد ہی اس نے محسوس کیا کہ وہ مردہ نہیں زندہ ہے۔ اس نے جب آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو ایک بھنگن لڑکی کے جسم میں پایا۔

میں بندیا کے یہ خیالات پڑھ کر سمجھ گیا کہ چنڈال نے اپنی آتما شکتی کے ذریعے ایسا کیا ہے اور وہ اپنے بیٹے کو بھی اسی طرح ہلاک کرنے کے بعد اسے کسی دوسرے جسم میں ضرور پہنچائے گا یا پہنچا چکا ہو گا۔

چنڈال جوگیا میری گرفت میں آنے سے پہلے ہی بڑی چالاکی سے پھر کہیں گم ہو گیا تھا اور اس نے اپنے بیٹے کو بھی گم کر دیا تھا۔

میں نے سوچ لیا کہ چنڈال جوگیا کے معاملے میں نہیں پڑوں گا۔ اسے تلاش نہیں کروں گا۔ جب وہ حماقت کرے گا تو خود ہی میرے قدموں میں آ جائے گا۔ اس وقت مجھے بندیا سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ بندیا مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی لیکن اب وہ پہلے والی بندیا نہیں تھی۔ بدل چکی تھی۔ اس کا وہ بازاری جسم بھی خاک میں مل چکا تھا۔ ایک نیا جسم تھا اور وہ تانی کا جسم تھا۔

اس کے اور تانی کے خیالات نے بتایا کہ تانی بائیس برس کی ایک جوان لڑکی ہے۔ اب تک اس کی زندگی میں کوئی نہیں آیا تھا۔ وہ بہت اونچے اونچے خواب دیکھا کرتی تھی۔ بھنگیوں کے علاقے سے نکل کر کسی اعلیٰ خاندان میں پہنچ کر عالیشان کوٹھی میں رہ کر زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ اتفاق سے اس کے یہ خواب پورے ہونے والے تھے۔ بندیا جیسی رئیس زادی کی آتما اس کے اندر سما گئی تھی۔ وہ بندیا کی مرضی کے مطابق بھنگیوں کا محلہ چھوڑ کر وہاں سے دور چلی آئی تھی۔ اس نے

ایک جگہ پی سی او سے فون کیا تھا۔ اس کی چولی کے اندر بیس روپے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے فون کرنے کے پیسے ادا کیے تھے اور سوچ رہی تھی کہ اتنے کم پیسوں میں اپنے گھر تک کیسے پہنچے گی؟

اسے یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ گھر جائے گی تو اس کا باپ اور بھائی پہلے کی طرح اس کے قتل کا منصوبہ بنائیں گے اور اسے قتل کردیں گے۔ لہٰذا سوچ سمجھ کر اپنے گھر جانا چاہیے۔ میں نے اس کے اندر حوصلہ پیدا کیا کہ اسے گھر جانا چاہیے اور باپ بھائی کا سامنا کرنا چاہیے پھر جو ہوگا۔ دیکھا جائے گا۔

اس نے بھی بس میں سفر نہیں کیا تھا لیکن حالات سے مجبور ہو کر بس میں بیٹھ گئی تھی اور اپنے علاقے کی طرف جارہی تھی۔ چولی اور لہنگے میں اس کا گدرایا ہوا جسم پکار رہا تھا۔ بس کے مسافروں میں سے ایک نے اسے پہچان لیا پھر کہا ''ارے یہ تو بھنگن ہے۔ ہماری عورتوں کے پاس ایسے بیٹھ گئی ہے جیسے ہمارے برابر کی ہو۔ اسے بس سے باہر کرو یا نیچے بٹھاؤ۔''

بس کنڈیکٹر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا ''اے! اٹھ یہاں سے نیچے بیٹھ۔''

وہ غصے سے ہاتھ چھڑاتی ہوئی بولی ''خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ میں کوئی ایسی ویسی نہیں ہوں۔ بہت بڑے دولت مند باپ کی بیٹی ہوں اور اپنے گھر جارہی ہوں۔''

اس کی بات سن کر سب قہقہے لگانے لگے۔ ان کی نظروں کے سامنے ایک بھنگن لڑکی بس میں سفر کررہی تھی اور ایک دولت مند باپ کی بیٹی ہونے کا دعویٰ کررہی تھی۔

ایک شخص نے اس کے بدن کے ایک حصے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا ''اری او چھمیا! میرے ساتھ چل۔ میں تجھے ایک رات ہی میں دولت مند بنادوں گا۔''

وہ اس کے منہ پر تھپڑ مارتی ہوئی بولی ''کتے! کمینے! خبردار مجھے ہاتھ لگایا تو میں تیری بوٹیاں نوچ لوں گی۔''

وہ اس کی طرف ناخن سے نوچنے کے لیے آگے بڑھی تو وہ بھیڑ میں لوگوں کو دھکے دیتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔ وہ ان سب سے دور جا کر ایک طرف کھڑی رہی۔

وہ پریشان ہورہی تھی۔ بھنگن کے اس روپ نے اسے مصیبت میں ڈال دیا تھا۔ سب ہی اس سے نفرت کررہے تھے اور اسے مفت کا مال سمجھ رہے تھے۔ وہ اس مہنگے علاقے میں بس سے اتر گئی۔ جہاں چند قدم کے فاصلے پر اس کا بنگلا تھا۔ وہ وہاں سے پیدل چلتی ہوئی اپنے بنگلے کے گیٹ پر پہنچ گئی۔ وہاں مسلح دربان بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سلیوٹ کرتا تھا۔ اس وقت اس نے جھڑک کر پوچھا ''اے! کہاں چلی آرہی ہے؟ کون ہے تو؟''

تب اسے خیال آیا کہ وہ اپنی کوٹھی میں بھی نہیں جاسکتی جائے گی۔ وہ بولی ''میں بندیا بھاسکر ہوں۔ اس بنگلے کی مالکن ہوں۔ تم مجھے نہیں پہچانو گے مجھے اندر جانے دو۔''

اس کی بات سن کر مسلح دربان ہنسنے لگا پھر بولا ''بھاگ یہاں سے کیا دن کے وقت پی کر آئی ہے؟ جو اس بنگلے کی مالکن بن رہی ہے۔''

وہ بولی ''تم یقین نہیں کرو گے۔ یہاں فون رکھا ہوا ہے مجھے اپنے ڈیڈی سے فون پر بات کرنے دو۔''

''کون ڈیڈی؟ کہاں کے ڈیڈی؟ کیوں بکواس کررہی ہے؟ چل جانیہاں سے۔''

ایسے ہی وقت اس کا بھائی یوگیش کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں آیا۔ اسے دیکھتے ہی مسلح دربان نے بڑے گیٹ کو کھولا۔ یوگیش نے ایک نظر بندیا پر ڈالی۔ اس کے سامنے بندیا کا نہیں تانی کا جسم تھا اور بڑا بھرپور تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی لپکا کر دربان سے بولا ''یہ کون ہے؟''

وہ دوڑتی ہوئی آئی اور بولی ''یوگیش! مجھے پہچانو میں تمہاری بہن بندیا ہوں۔''

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹ گیا پھر بولا ''کیا یہ کوئی پاگل لڑکی ہے؟''

دربان نے کہا ''یہ جب سے یہاں آئی ہے یہی بکواس کررہی ہے۔ خود کو بندیا بھاسکر کہتی ہے۔ بنگلے کے اندر جانا چاہتی ہے۔''

یوگیش نے ایک بار پھر اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا ''دیکھو لڑکی! تم نارمل رہ کر بات کرو۔ پاگلوں کی طرح بات کروگی تو تمہیں یہاں سے بھگا دیا جائے گا۔ تم کون ہو اور ایسی بے تکی باتیں کیوں کررہی ہو؟''

اس نے بے بسی سے یوگیش کو دیکھا پھر سوچا کہ یہاں باتیں کرنے سے اسے یقین نہیں آئے گا۔ وہ بولی ''ٹھیک ہے۔ میں نارمل رہ کر بات کروں گی۔ مجھے بنگلے کے اندر آنے دو۔''

یوگیش نے دربان سے کہا ''اسے اندر آنے دو۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کون ہے؟''

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے گیٹ کے اندر گیا پھر کار سے اتر کر دروازہ کھولتے ہوئے اسے دیکھا۔ تانی یا بندیا تیزی سے چلتی ہوئی اس کی طرف آرہی تھی۔ اس کی چال کبھی تو بندیا جیسی لگتی تھی اور کبھی تانی جیسی الھڑ چال والی دکھائی دیتی تھی۔ وہ اسے بنگلے کے اندر لے کر آیا۔ امیش بھاسکر ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک بھرپور جوان لڑکی کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ بندیا تیزی سے چلتی ہوئی اس کے پاس آئی پھر صوفے پر بیٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی ''ڈیڈی! میں بندیا ہوں۔''

وہ اپنا بازو چھڑا کر صوفے سے اٹھتے ہوئے بولا ''یہ کیا بکواس ہے؟ کون ہو تم؟''

یوگیش نے کہا ''یہ باہر مجھے دیکھ کر اپنا بھائی کہہ رہی تھی۔ دماغ سے کھسکی ہوئی لگتی ہے۔''

بندیا نے کہا ''پلیز..... مجھے پاگل نہ سمجھو۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں کوئی اور نہیں بندیا ہوں۔''

امیش بھاسکر بھی اس کے بھرپور بدن کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے چولی اور لہنگا ہی ایسا پہنا تھا کہ دیکھنے والے کی نگاہ اس کے بدن سے چپک کر رہ جاتی تھی۔

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی ''اگر آپ دونوں آرام سے بیٹھ کر میری باتیں سنیں تو میں اپنی روداد سنانا چاہتی ہوں۔''

وہ دونوں اس سے فاصلہ رکھ کر دوسرے صوفے پر بیٹھ گئے۔

اس نے کہا ''میں نہیں جانتی کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہورہا ہے؟ پہلے میں نے آپ کے کہنے پر دھرم ویر کو پھانسنا چاہا۔ اس کے ساتھ شرمناک ویڈیو فلم تیار کرانی چاہی تو دھرم ویر بچ گیا اور میں پھنس گئی۔''

امیش نے کہا ''تم تو بندیا کی طرح بول رہی ہو۔''

''میں بندیا ہی ہوں۔ آپ یقین کریں یا نہ کریں۔ میرے ساتھ عجیب حالات پیش آرہے ہیں۔''

یوگیش نے کہا ''ڈیڈی! آپ توجہ سے نہیں سن رہے ہیں۔ اس کی آواز اور لہجہ بندیا سے ملتا جلتا ہے لیکن یہ بندیا کی طرح نہیں بول رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کوئی دوسری لڑکی بات کررہی ہے۔''

''یوگیش! تم درست سمجھ رہے ہو۔ میں اس وقت تانی نام کی ایک لڑکی کے جسم میں ہوں۔''

دونوں نے اسے حیرانی سے دیکھا پھر یوگیش نے پوچھا ''تم تانی کے جسم میں ہو۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟''

''میں کیا بتاؤں؟ پہلے مجھے کبھی آتما شکتی والی باتوں پر یقین نہیں ہوتا تھا لیکن اب میرے ساتھ یہی ہوا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ کسی آتما شکتی جاننے والے نے مجھے قتل کیا اس کے بعد میری آتما کو میرے جسم سے نکال کر ایک تانی نامی بھنگن لڑکی کے جسم میں پہنچا دیا ہے۔''

امیش نے ناگواری سے پوچھا ''تم بھنگن ہو؟''

''یہ جسم کبھی ایک بھنگن لڑکی کا تھا لیکن اب میری آتما اس کے اندر ہے۔ اب یہ لڑکی نہ بھنگن رہی ہے اور نہ تانی۔ اسے بندیا کہیں میں آپ کی بندیا ہوں۔''

ان کی گفتگو کے درمیان میں، میں ان باپ بیٹے کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ دونوں ہی اس بھرپور تانی کو للچائی ہوئی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ ان کے دل میں یہ بات تھی کہ وہ نوجوان اور حسین لڑکی کچے ہوئے پھل کی طرح ان کے بنگلے میں آگری ہے۔ باہر والوں نے دیکھا نہیں ہے کوئی بدنام نہیں کرے گا۔ اسے کچھ روز تک اپنے بنگلے میں چھپا کر رکھا جاسکتا ہے۔ اگر اسے اچھی طرح کا لباس پہنایا جائے اس کا حلیہ تبدیل کردیا جائے تو کوئی اسے بھنگن نہیں کہے گا۔ یہ کوئی امیرزادی لگے گی۔

امیش بھاسکر نے کہا ''معلوم ہوتا ہے تمہارا آگے پیچھے کوئی نہیں ہے؟ تم تنہا بھٹک رہی ہو۔ اگر سہارا چاہتی ہو اور اس چھت کے نیچے رہنا چاہتی ہو تو الٹی سیدھی باتیں نہ کرو۔ اگر یہ بدن ایک بھنگن کا ہے اور اس کا نام تانی ہے تو خود کو تانی کہو۔ بندیا کہو گی تو ابھی تم کو بنگلے سے باہر نکال دیا جائے گا۔''

بندیا نے بے بسی سے پہلے باپ اور پھر بھائی کو دیکھا۔ بھائی نے کہا ''ڈیڈی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اگر تم نے خود کو بندیا کہا تو ہم تمہیں یہاں رہنے نہیں دیں گے۔ تم تانی ہو تو تانی بن کر یہاں کچھ عرصے تک رہ سکتی ہو۔''

بندیا نے سوچا اسے کسی بھی طرح اس بنگلے کے اندر رہنا ہے۔ اپنے کمرے میں جا کر اپنی الماری کھول کر وہاں سے چیک بک وغیرہ نکالنی ہے پھر اس کے ذریعے بینک میں جتنی رقم ہے وہ سب نکلوانی ہے۔ اپنا ایک الگ انتظام کرنا ہے وہ باپ اور بھائی کے بھروسے پر نہیں رہے گی۔ کیونکہ وہ اسے کبھی بندیا تسلیم نہیں کریں گے۔

وہ دونوں کے سامنے سر جھکا کر بولی ''اچھی بات ہے۔ میں اپنے آپ کو بندیا نہیں کہوں گی لیکن میری حالت دیکھ رہے ہیں کچھ عجیب سی ہورہی ہے۔ میں باتھ روم میں جا کر غسل کرنا چاہتی ہوں۔ کپڑے بدلنا چاہتی ہوں۔ یہاں آپ کی بیٹی کے کپڑے تو ضرور ہوں گے۔''

امیش نے کہا ''ہاں..... ہاں ضرور ہیں۔''

یوگیش نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا ''آؤ میں، تمہیں بندیا کے بیڈ روم میں لے چلتا ہوں۔ وہاں تمہیں اس کے کپڑے نکال کردوں گا۔''

امیش نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا ''یوگیش تم یہاں بیٹھو۔ میں اسے بندیا کے کمرے میں لے جاتا ہوں۔ باتھ روم میں

بھی جا کر دیکھوں گا کہ اس کے نہانے کے لیے صابن وغیرہ ہے کہ نہیں؟''

''میں بھی اس کے لیے صابن تولیہ وغیرہ مہیا کرسکتا ہوں۔''

وہ دونوں ایک دوسرے کو گھور کر دیکھنے لگے پھر دونوں ہی اس کے ساتھ چلتے ہوئے بندیا کے کمرے میں آئے۔ وہ بولی ''میں خود ہی اپنی پسند کی ہر چیز دیکھ لوں گی۔ آپ دونوں باہر جائیں۔ میں غسل کر کے کپڑے بدل کر باہر آجاؤں گی پلیز..... آپ دونوں باہر چلے جائیں۔''

وہ دونوں باہر آگئے۔ بندیا نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ یوگیش نے باپ سے کہا ''اب یہاں دروازے کے پاس کیوں کھڑے ہیں؟ وہاں چلیں۔''

''تم بھی تو دروازے کے پاس کھڑے ہو۔ انتظار کر رہے ہو کہ یہ دروازہ کب کھلے گا اور کب تم اس کے پاس جاؤ گے۔''

''میں آپ کی بھی نیت سمجھ رہا ہوں۔ بڈھاپے میں آپ کو شرم آنی چاہیے وہ آپ کی بیٹی کے برابر ہے۔''

''اگر وہ میری بیٹی کے برابر ہے تو پھر وہ تمہاری بہن کے برابر ہے۔''

''ڈیڈی! آپ بڈھاپے میں سٹھیا گئے ہیں۔ اس لیے ایسی باتیں کر رہے ہیں۔''

''اگر تم اسے میری بیٹی نہیں کہو گے تو میں اسے تمہاری بہن نہیں کہوں گا اور تم مجھے بوڑھا کیوں کہہ رہے ہو؟ ابھی میں پچاس برس کا بھی نہیں ہوا ہوں۔''

''ہاں..... آپ دس بیس برس اور کم کرلیں کیونکہ آپ تو بانکے جوان دکھائی دے رہے ہیں۔ دنیا سے پوچھیں یا آئینے کے سامنے جا کر دیکھیں بڈھاپا صاف دکھائی دے رہا ہے۔''

''تم میرے فرماں بردار بیٹے ہو۔ میری ہر بات مانتے ہو۔ آج ایک لڑکی کو دیکھ کر پھسل رہے ہو۔ بڑے شرم کی بات ہے کیا اولاد اسی دن کے لیے پیدا کی جاتی ہے؟''

''اولاد جان بوجھ کر پیدا نہیں کی جاتی۔ عیاشی کرتے وقت خوامخواہ پیدا ہوجاتی ہے اور پھر بزرگ حضرات دعویٰ کرتے ہیں کہ اولاد کو بڑی محنتوں سے پیدا کیا ہے اور بڑی مشکلات سے گزر کر پرورش کی ہے۔ جھوٹ موٹ اولاد پر احسان جتاتے رہتے ہیں۔''

وہ دونوں تو تو میں میں کرتے رہے لیکن اس دروازے سے نہیں ہٹے۔ وہیں جم کر کھڑے رہے۔ ان کی تو تو میں میں جاری رہنے والی تھی۔ میں تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ ارادہ تھا کہ بعد میں جا کر بندیا کے دلچسپ حالات معلوم کروں گا۔

☆☆☆

کبریا تمام رات جاگتا رہا۔ ہوٹل کے کمرے میں سونے سے پہلے اس نے جینا کی خیریت معلوم کی۔ پتا چلا کہ وہ گہری نیند میں ہے۔ وہ اس کے خوابیدہ خیالات پڑھ سکتا تھا لیکن وہ تھکا ہوا تھا۔ سوچا کہ چار چھ گھنٹے کی نیند پوری کرنے کے بعد اس کی خیریت معلوم کرے گا۔ یہ سوچ کر اس نے اپنی دماغی کو ہدایت دی۔ اس کے بعد وہ گہری نیند میں چلا گیا۔

احمد آباد میں حالات اس کے موافق نہیں تھے۔ دشمنوں نے اس کے خلاف نفرت کا بیج بو دیا تھا۔ ہندوؤں کے دلوں میں یہ بات پیدا کی تھی کہ اس مسلمان کو ہماری ہندو دیوی سہاگن دیوی کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔

پھر پچھلی رات جینا کو آگاہی حاصل ہوئی تھی کہ اسے کبریا سے جدا ہوجانا چاہیے۔

اسے آگاہی کے مطابق عمل کرنا تھا لیکن پس و پیش میں تھی کہ کبریا سے کیسے جدا ہوجائے۔ اس کے بغیر ایک پل بھی قرار نہیں آتا تھا۔ اس کے محبوب نے اسے اتنی محبتیں دی تھیں اور ہر مصیبت میں اس طرح کام آتا رہا تھا کہ نہ وہ اسے بھلا سکتی تھی نہ اس سے دور رہ سکتی تھی۔

کبریا نے اسے سمجھایا کہ آگاہی کچھ معنی رکھتی ہے۔ انہیں اس کے مطابق عارضی طور پر دور ہوجانا چاہیے۔ دوری کے باوجود وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آتا رہے گا اور اس کی خیریت معلوم کرتا رہے گا اور کوئی مصیبت اس پر آئے گی تو وہ ہمیشہ کی طرح اس سے لڑتا رہے گا۔ صرف جسمانی دوری ہوگی لیکن ذہنی قربت ہمیشہ قائم رہے گی۔

اس رات کی صبح ہونے تک کبریا نے تمام دشمنوں کو زیر کرلیا تھا۔ دیوراج پٹیل جیسے حکمران پارٹی کے بہت بڑے لیڈر کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا تھا۔ اس کے ماتحت لیڈر مرار اور بھنڈاری کان پکڑ کر کہہ رہے تھے کہ اب سہاگن دیوی اور حمزہ خان کے خلاف کوئی سازش نہیں کریں گے۔

انہوں نے ہندوؤں کو کبریا کے خلاف بھڑکایا تھا۔ اب وہی ان ہندوؤں کے پاس جا کر کہہ رہے تھے کہ وہ غلط تھے۔ سہاگن دیوی اور حمزہ خان کو ساتھ ہی رہنا چاہیے۔ سہاگن دیوی بہت پوتر (پاکیزہ) ہے اس پر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کرنا چاہیے۔

پہلے جو دشمن نفرتیں پھیلا رہے تھے۔ وہی اب محبت و عقیدت سے سہاگن دیوی کی تعریفیں کر رہے تھے اور حمزہ خان کے حق میں بھی بول رہے تھے۔

صبح ہونے تک حالات سازگار ہو رہے تھے۔ کبریا نے سونے سے پہلے سوچا کہ نیند پوری کرنے کے بعد فیصلہ کرے گا کہ اسے جینا سے دور رہنا چاہیے یا نہیں؟ اگرچہ آگاہی کے مطابق اس سے جدا ہوجانا چاہیے پھر بھی حالات کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

یہ سوچ کر وہ سو گیا تھا۔ اگر وہ سونے سے پہلے جینا کے خوابیدہ خیالات پڑھ لیتا تو اسے معلوم ہوتا کہ وہ جو کچھ سوچ رہا ہے۔ وہ نہیں ہوگا۔ انہیں جدا ہونا ہی ہوگا۔ اس وقت جینا کے ساتھ کچھ ہو رہا تھا۔ وہ گہری نیند میں تھی اور اسے آگاہی مل رہی تھی۔

اس وقت اس کے دماغ میں وہی مخصوص روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ جس کے بعد آگاہی حاصل ہونے لگتی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی۔ اس کے چاروں طرف دیوی دیوتاؤں کے بڑے بڑے بت کھڑے ہوئے تھے۔ ایک پنڈت جی سنسکرت بھاشا میں کچھ پڑھ رہے تھے۔ جینا کے ہاتھوں میں پوجا کی تھالی تھی۔ وہ اس تھالی کو لیے ایک ایک دیوی دیوتا کے آگے سے گزرتی جارہی ہے پھر اس نے دیکھا کہ بتوں میں جان پڑ گئی ہے۔ وہ خوش ہو کر اسے دیکھ رہے ہیں۔ ہاتھ اٹھا کر اسے آشیرباد دے رہے ہیں۔

ایک دیوتا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ''جا تیرا کلیان ہوگا۔ تو اس دنیا میں دیوی کی طرح پوتر زندگی گزارے گی۔''

دوسرے دیوتا نے کہا ''تیرے راستے میں جو رکاوٹ ہے۔ وہ رکاوٹ ایک دن دور ہوجائے گی پھر تو سہاگن بن سکے گی اور سچ مچ سہاگن کی زندگی گزار سکے گی۔''

ایک اور دیوتا نے کہا ''جب تک تو ایک مکمل عورت نہ بن جائے۔ اس وقت تک تجھے اپنے پریمی سے دور رہنا ہوگا۔''

ایک دیوی نے کہا ''تو کسی کی محتاج نہیں رہے گی۔ دھن دولت تیرے قدموں میں رہا کرے گی۔ کوئی دشمن تجھے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ کوئی تیری مرضی کے بغیر تجھے ہاتھ لگائے تو خود کو بیمار اور کمزور محسوس کرنے لگے گا۔ اپنی ساری توانائی اور شہ زوری بھول جائے گا۔ کوئی تیری مرضی کے بغیر تیرے دماغ میں نہیں آسکے گا تو جب تک مکمل عورت نہیں بنے گی۔ تب تک کبریا کو بھی اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔ دوری بہت ضروری ہے۔''

یہ آگاہی اس کے لیے دل شکن تھی۔ یہ سوچ کر دل ٹوٹ رہا تھا کہ کبریا سے اب تو لازمی جدائی ہوگی۔

ایک طرح وہ آگاہی بڑی امید افزا تھی۔ اسے حوصلہ

کتاب میں شامل چند عنوانات

- ہپناٹیزم کی ابتدائی تاریخ
- ہپناٹیزم کیا ہے؟
- ہپناٹیزم کے مزید طریقے
- ہپناٹیزم اور ذہنی گہرائیاں
- طبی استعمال
- اثر کی شدت
- جذباتی الجھنوں کا علاج
- روحانی قوتیں
- ہپناٹیزم کے ذریعے شخصی خامیاں دور

قیمت:-/50 روپے
ڈاک خرچ:-/23 روپے

کتابیات پبلی کیشنز۔ کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
سول ڈسٹری بیوٹر: رحمان بک ہاؤس اردو بازار کراچی، فون: 021-7766751

دے رہی تھی کہ وہ ہمیشہ آج کی طرح ادھوری نہیں رہے گی۔ آئندہ کبھی نہ کبھی مکمل عورت بنے گی اور تب..... تب اپنے کبریا سے دوری ختم ہو جائے گی۔

اس کے دماغ کی روشنی آہستہ آہستہ بجھنے لگی۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بستر پر اٹھ بیٹھی۔ اس آگاہی کے متعلق سوچنے لگی کہ کیا میری زندگی میں اتنی بڑی تبدیلیاں آنے والی ہیں؟ اتنے بڑے امتحان سے گزرنا ہوگا کہ اپنے کبریا سے دور رہنا ہوگا۔

وہ بیڈ سے اتر گئی۔ اس وقت صبح ہو رہی تھی۔ اشنان کرنے کے لیے باتھ روم چلی گئی۔ غسل کر کے لباس تبدیل کرنے کے بعد پوجا کرنے لگی۔ اس کے دماغ میں یہی ایک بات گردش کر رہی تھی کہ فی الحال اپنے کبریا سے جدا ہو جانا چاہیے۔ آئندہ کے حالات بڑے امید افزا ہیں۔ وہ ضرور مکمل عورت بنے گی اور اپنے کبریا کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار سکے گی۔

وہ پوجا پاٹ سے فارغ ہو کر ریسٹ ہاؤس کے باہر آئی تو ایک لمبی سی کار آ کر رکی۔ ڈرائیور نے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تو وہاں سے ایک پنڈت جی باہر آئے۔ انہیں دیکھتے ہی وہ چونک گئی۔ کیونکہ وہ وہی پنڈت جی تھے جو آگہی کے دوران میں سنسکرتی بھاشا میں کچھ پڑھ رہے تھے اور اب اس کے سامنے آ گئے تھے۔ انہوں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''سہا گن دیوی! میں سومناتھ کے مندر سے آیا ہوں۔ پوجا کرتے ہوئے مجھے گیان حاصل ہوا ہے کہ آپ کے پاس آنا چاہیے اور آپ کو اپنے ساتھ لے کر سومناتھ کے مندر میں پہنچنا چاہیے۔ آپ کچھ روز وہاں ہمارے ساتھ رہیں گی۔''

اس وقت جینا کے ذہن پر جیسے دھند سی چھائی ہوئی تھی۔ اس کا دل سومناتھ کے مندر کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ وہ وہاں سے چلتی ہوئی آ کر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور اندر ریسٹ ہاؤس سے اس کا ضروری سامان لے آیا پھر وہ گاڑی وہاں سے روانہ ہو کر سومناتھ کی طرف جانے لگی۔

کبریا صبح کے دس بجے بیدار ہوا۔ وہ بیڈ پر تھوڑی دیر پڑا سوچتا رہا۔ پچھلی رات کے تمام واقعات اس کے دماغ میں گردش کر رہے تھے پھر اسے جینا کا خیال آیا۔ اس نے لیٹے لیٹے خیال خوانی کی پرواز کی اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔ وہ حیرانی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

یہ اس کے لیے نئی اور چونکا دینے والی بات تھی۔ وہ جو اس کے انتظار میں آنکھیں بچھائے رہتی تھی۔ دلوں کے دروازے کھلے رکھتی تھی۔ اس نے اچانک دروازہ بند کیوں کر دیا؟

پھر یہ کہ اسے یوگا میں مہارت حاصل نہیں تھی۔ وہ سوچ نہیں روک سکتی تھی پھر اس نے کیسے اس کی سوچ کی لہروں محسوس کر لیا؟ کیا کسی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے؟

ذہن میں بات آئی کہ کوئی دشمنی کر سکتا ہے۔ اس پر تنویمی عمل کر کے اسے کہیں دور لے جا سکتا ہے۔

اس نے موبائل کے نمبر ڈائل کیے پھر کان سے لگا کر سننے لگا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی پھر رابطہ ہونے پر اس نے آواز سنائی دی ''ہیلو.....!''

اس نے کہا ''جینا تم کہاں ہو؟ میری سوچ کی لہروں کو کیوں روک دیا؟ یہ تمہارا دماغ کیسے لاک ہو گیا ہے؟''

''جیسے بھی ہوا ہے اس میں میری مرضی شامل نہیں تھی۔ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ قدرت کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ ہمیں دوری اور فاصلہ برداشت کرنا ہوگا۔ پلیز آئندہ ... فون پر رابطہ نہ کرنا۔ میں بالکل خیریت سے ہوں تم میری طرف سے فکر مند نہ ہونا۔ ہم ملیں گے ضرور ملیں گے لیکن وہ ملاقات دن کب آئے گا؟ یہ بھگوان ہی جانتا ہے۔ مجھے کچھ عرصے کے لیے بھول جاؤ۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ کبریا نے اپنے فون کو دیکھا پھر اسے بند کر کے سوچا اور زیر لب کہنے لگا ''جو ہم نہیں چاہتے وہ ہو جاتا ہے اور جب ہو جاتا ہے تو اسے برداشت کرنا پڑتا ہے۔''

جینا کی جدائی نے اسے اداس کر دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر فیصلہ کیا کہ ہر حال میں اسے ممبئی واپس جانا ہے۔

اس نے وہاں چند گھنٹے رہ کر معلوم کیا۔ مراری کی بھنڈاری وہاں کے انسپکٹر جنرل آف پولیس سے بات کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اب ہم کسی بات پر اعتراض نہیں کریں گے اور نہ ہی ہندوؤں کو اعتراض کرنے دیں گے۔ جان محمد شکنتلا کو یہاں آنا چاہیے۔ آپ جان محمد سے کہہ سکتے ہیں کہ بے خوف و خطر شکنتلا کے ساتھ یہاں آ سکتا ہے۔

کبریا نے آئی جی آف پولیس کو بتایا کہ جان محمد اور جینا کے بنگلے میں ہیں۔ اس کے فون نمبر پر رابطہ کر کے جان محمد کو یہاں آنے کے لیے کہا جا سکتا ہے۔ آئی جی آف پولیس نے یہی کیا۔ جان محمد اور شکنتلا کو فون پر یقین دلایا کہ ہر طرح ان کی حفاظت کی جائے گی اور اب ہندوؤں کو بھی کی شادی پر اعتراض نہیں ہوگا۔ لہٰذا وہ یہاں چلے آئیں۔

کبریا مطمئن ہو گیا پھر یہ بات احمد آباد کے ہندو

مسلمانوں کو بتائی گئی کہ سہا گن دیوی اب یہاں نہیں ہے۔ سومناتھ چلی گئی ہیں اور دیوی کے ساتھ آنے والا حمزہ خان ممبئی واپس جا رہا ہے۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

کبریا نے بھی ممبئی پہنچنا تھا۔ کیونکہ حمزہ خان کا خمیر ممبئی سے اٹھا تھا اور فی الحال اسے وہیں جا کر رہنا تھا لیکن کوئی راستہ اتنا آسان نہیں تھا کہ گھر سے نکلے منزل پر پہنچ گئے۔ کبھی کبھی راہ میں دشواریاں بھی پیش آتی ہیں اور راستے بدل بدل کر چلنا پڑتا ہے۔

کبریا کے ساتھ بھی یہی کچھ ہونے لگا۔ وہ احمد آباد کے ائرپورٹ میں پہنچا تو وہاں کی وزیٹر لابی میں ایک فیملی سے ملاقات ہوئی۔ اس فیملی میں کوئی مرد نہیں تھا۔ ایک ماں تھی دو جوان بیٹیاں تھیں لیکن جو ماں تھی وہ اپنے رکھ رکھاؤ اور سولہ سنگھار سے بیٹی لگ رہی تھی اور بیٹیاں جو تھیں وہ اس کی مائیں بننے کی کوشش کر رہی تھی۔

اس عورت کا نام پھول متی تھا۔ اس کی بڑی بیٹی کا نام چندرا متی تھا اور چھوٹی کا نام تارا متی تھا۔ یعنی اس نے چاند اور تارے کو آسمان سے نوچ کر اپنی کوکھ سے جنم دیا تھا لیکن وہ اپنی دونوں جوان بیٹیوں کو بیٹیاں نہیں کہتی تھی۔ ایسا کرنے سے وہ بوڑھی سمجھی جاتی۔ اس لیے انہیں اپنی چھوٹی بہنیں کہا کرتی تھی اور وہ بیٹیاں بھی اسے ماں کے بجائے دیدی کہا کرتی تھیں۔

پھول متی نے کبریا کو دیکھا تو ایسے قد آور صحت مند جوان کو دیکھ کر اس کے بوڑھے دل میں جوان دھڑکنیں مچلنے لگیں۔ اس کے پاس صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ جہاں ماں جاتی تھی۔ وہاں بیٹیاں بھی جاتی تھیں۔ وہ بھی کبریا کے آس پاس آ گئیں۔

پھول متی نے کہا ''ہائے بگ مین! مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے۔ تم سے مل چکی ہوں۔''

کبریا نے کہا ''مجھ سے ایک بار ملنے والا پھر کبھی نہیں بھولتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ سے میری ملاقات پہلے کبھی نہیں ہوئی۔''

وہ ذرا ناز و انداز سے بولی ''مجھے آپ کیوں کہتے ہو؟ میں تم سے چھوٹی ہوں۔ میرا نام پھول متی ہے اور یہ میری چھوٹی بہن چندرا متی ہے اور یہ اس سے چھوٹی بہن تارا متی ہے۔''

وہ دور سے ہی ہاتھ جوڑ کے نمستے کہنا چاہتا تھا لیکن چندرا متی نے مصافحے کے لیے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بڑی دیر تک اس کا ہاتھ ہلاتی رہی پھر تارا متی نے اس سے ہاتھ کو چھین لیا اور اپنے دونوں ہاتھوں میں جکڑ کر بولی ''تم سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔''

ماں نے بیٹیوں سے وہ ہاتھ چھین لیا پھر اپنے دونوں ہاتھوں میں جکڑ کر بولی ''مجھے بھی تو مصافحہ کرنے دو۔ مائی گاڈ کیسے سخت لوہے جیسے ہاتھ ہیں۔ کہاں سے لائے ہو؟''

کبریا نے بیزار ہو کر کہا ''آرڈر دے کر بنوایا ہے۔ پلیز اسے چھوڑ دو۔ یہ لو ہا پانی پانی ہو رہا ہے۔''

''پہلے اپنا تعارف تو کراؤ۔ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کب تک شادی کا ارادہ ہے؟''

''ہاتھ چھوڑو گی تو بتاؤں گا۔ ورنہ پھنسا رہوں گا۔''

اس نے ہاتھ چھوڑ دیا ''میرا نام حمزہ خان ہے۔ میں ممبئی کا ایک تاجر ہوں۔''

وہ تینوں چہک کر خوشی کا اظہار کرنے لگیں۔ تمام لوگ چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگے پھر پھول متی نے کہا ''میں نے آج ہی تمہارا نام اخبار میں پڑھا ہے پھر کل سے میں تمہاری تعریفیں سن رہی ہوں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میں یہاں نہیں تھی۔ کل شام کو اپنی بہنوں کے ساتھ یہاں آئی ہوں اور اب ممبئی جا رہی ہوں۔ تمہیں قریب سے دیکھنے کا موقع ہی

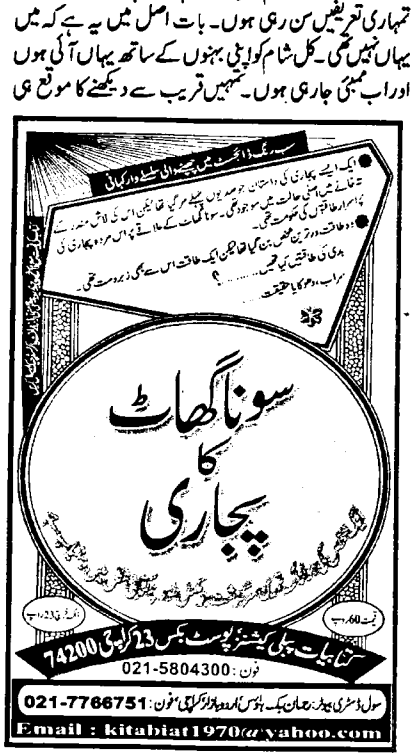

نہیں ملا تھا۔ اب دیکھو بھگوان کی یہی مرضی تھی کہ تم میرے بالکل قریب آ جاؤ۔ آ گئے ہوں ناں؟''

چندرامتی نے کہا ''دیدی! اس بیلا اوبرائے نے سچ کہا تھا کہ ہماری ملاقات ایک دولت مند سے ہوگی اور جب ہوگی تو وہ ہمیں بھی مالا مال کردے گا۔''

تارامتی نے کہا ''آج میں مان گئی کہ بیلا کے تاش کے پتے جھوٹ نہیں بولتے اور اٹھائے ہوئے پتوں نے بیلا سے جو کہا تھا۔ وہی ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔''

''بیلا نے کہا تھا کہ اس دولت مند کے ساتھ بہت لمبی ملاقات ہوگی لیکن ہماری ملاقات جہاز میں ہوئی اور جہاز صرف ڈیڑھ گھنٹے میں ممبئی پہنچ جائے گا۔ کیا ہماری ملاقات ڈیڑھ یا دو گھنٹے کی ہے؟''

پھول متی نے کہا ''جب تاش کے پتوں نے کہا ہے کہ ہماری ملاقات لمبی ہوگی تو لمبی ہوگی۔ ہم ہوائی جہاز سے نہیں جائیں گے۔ بائی روڈ چلیں گے۔ کیوں مسٹر حمزہ؟''

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی پھول متی نے کہا ''تم سے کیا پوچھنا ہے تمہارے آس پاس تین تین پھول کھلے ہوئے ہیں۔ تم بھلا کیوں انکار کردو گے۔''

چندرامتی نے کہا ''ہمارے پاس بہت بڑی ویگن کار ہے۔ ہم کل شام اسی گاڑی سے یہاں آئی تھیں۔ اب اسی سے ممبئی بھی جا سکتی ہیں۔''

کبریا نے پریشان ہو کر کہا ''مجھے بھی کچھ کہنے دو گی یا خود ہی کہتی رہو گی؟''

''جب ہم کہنے والیاں تین تین ہیں تو تمہیں کہنے کی کیا ضرورت ہے؟''

وہ سخت لہجے میں بولا ''یو شٹ اپ! میرا دماغ خراب نہیں ہوا ہے کہ میں جہاز کے بجائے ہائی وے سے جاؤں۔ دو گھنٹے کا راستہ دو دنوں میں طے کروں۔ تم تینوں میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟''

پھول متی نے ہنستے ہوئے کہا ''بیلا نے بالکل سچ کہا تھا کہ ہمیں جو دولت مند ملے گا۔ وہ سخت مزاج ہوگا۔ پہلے ہم سے ناراض رہے گا پھر مجھ سے محبت کرنے لگے گا۔''

تارامتی نے کہا ''دیدی! مرد کو تو غصہ آتا ہی ہے۔ جو غصہ نہ دکھائے وہ مرد لگتا ہی نہیں۔''

کبریا غصہ دکھانا چاہتا تھا۔ خیال آیا کہ غصہ دکھاؤں گا تو یہ اور زیادہ خوش ہوں گی کہ ان کے درمیان ایک مرد بیٹھا ہوا ہے اور یہ میرے غصے کو انعام کے طور پر قبول کرتی رہیں گی۔

وہ اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ تینوں نے پکڑ کر اسے بٹھالیا۔

پھول متی نے پوچھا ''کہاں جا رہے ہو؟''

''میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ جہاز پر جاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے کر لینا لیکن جہاز ایک گھنٹے بعد روانہ ہوگا۔ اس وقت تک ہمارے ساتھ رہو۔''

چندرامتی نے کہا ''اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ تم ہمیں [illegible] کر نہیں جا سکو گے۔ تاش کے پتوں نے کہا ہے کہ تم ہمارے ساتھ بہت لمبا وقت گزارو گے اور ہمیں مالا مال بھی کرو گے۔''

وہ بیزار ہو کر بولا ''میں بہت دیر سے بیلا کا نام سن رہا ہوں اور یہ تاش کے پتوں کا معاملہ کیا ہے؟''

پھول متی نے کہا ''بیلا ایک بہت ہی سندری، اپسرا سی، کیوٹ سی لڑکی ہے۔ تم اس کے سامنے نہ جانا۔ صرف سامنا کرتے رہنا۔ بیلا میں اور کچھ خاص بات نہیں ہے، تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتاتی ہے اور [illegible] ہے وہ ضرور سچ ہوتا ہے۔''

کبریا نے کہا ''بکواس ہے میں نہیں مانتا کہ وہ تاش کے پتوں کے ذریعے مستقبل کی باتیں بتاتی ہے۔''

تارامتی نے کہا ''صرف مستقبل کی نہیں حال اور ماضی کی بھی باتیں بتاتی ہے۔ تم دیکھ لینا کہ ہمیں چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔ ہماری یہ ملاقات لمبی ہوگی۔ کیونکہ تاش کے پتوں نے یہی کہا ہے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک سریلی سی آواز لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے دور تک گونجنے لگی۔ کہنے لگی ''ہم افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ ممبئی جانے والے جہاز میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس جہاز کی پرواز تین گھنٹے کے بعد ممکن ہو سکے گی۔''

تارامتی نے خوش ہو کر کہا ''ہپ..... ہپ..... ہرے..... دیکھا! تاش کے پتے کتنا سچ بولتے ہیں۔ یہ جو کہا تھا وہی سامنے آ رہا ہے۔ اب تین گھنٹوں تک ہمارے ساتھ رہو گے۔''

کبریا ایک گہری سانس لے کر سوچنے لگا ''آخر یہ اوبرائے ہے کون؟''

☆☆☆

زار روس کے دور میں ایک بہت ہی پراسرار شخص [illegible] کا نام راسپوٹین تھا۔ وہ زار کے محل میں رہا کرتا تھا۔ [illegible] آنکھوں میں اتنی کشش ہوا کرتی تھی کہ کوئی اس سے نظر [illegible] پاتا تھا۔ وہ کسی پر ایک نظر ڈالتے ہی اسے تسخیر کر لیا کرتا [illegible] ان کے اندر پہنچ کر ان کے دل و دماغ کی تمام باتیں جان [illegible]

تھا۔ اس وقت لوگ اسے جادوگر کہتے تھے اور وہ کسی سے یہ نہیں کہتا تھا کہ یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوتا ہے۔

وہ علم نجوم پر بھی مہارت رکھتا تھا اور مستقبل کی بڑی سچی پیشگوئی کرتا تھا۔ روس کے بادشاہ کا نام زار تھا۔ وہ بادشاہ اور اس کی بیگم راسپوٹین کے عقیدت مند تھے۔ اس کی ہر بات ایسے مانتے تھے جیسے اس کی پرستش کرتے ہوں۔ شاہی خاندان کی دوسری بیگمات بھی اس سے متاثر رہا کرتی تھیں۔ یہ بات مشہور تھی کہ راسپوٹین جس عورت کو چاہتا ہے اپنے زیر اثر لے آتا ہے۔ شاہی خاندان کی حسین ترین عورتیں اس کی تمنائیوں میں بے اختیار چلی آتی تھیں۔

پھر ایک دور آیا کہ بادشاہت ختم ہوگئی۔ راسپوٹین مارا گیا لیکن اس کی اولاد زندہ رہی۔ راسپوٹین دوم بھی اپنے باپ کی طرح تھا۔ اسے وراثت میں وہ سارے پراسرار علوم ملے تھے۔ اس کے بعد راسپوٹین سوم منظر عام پر آیا۔ اس کا ذکر برسوں تک میری داستان میں جاری رہا ہے۔

یہ وہی راسپوٹین سوم تھا۔ جس نے شیوانی سے دشمنی کی تھی اور چاہتا تھا کہ وہ جس اولاد کو جنم دے اسے مار ڈالے۔ اس نے علم نجوم اور علم رمل کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ شیوانی کے بطن سے پیدا ہونے والا بیٹا اس کے لیے منحوس ثابت ہوگا اور اس کی زندگی کو مختصر کردے گا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ شیوانی کسی بیٹے کو جنم دے وہ اسے پیدا ہونے سے پہلے ہی روک سکتا تھا لیکن اسے یہ بات ایسے وقت معلوم ہوئی تھی۔ جب شیوانی زچگی کے لیے اسپتال پہنچی ہوئی تھی۔ اسی لیے وہ جنون میں آ کر بری طرح شیوانی کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں جا کر اسے اذیتیں پہنچا رہا تھا۔ تاکہ وہ بچہ صحیح سلامت پیدا نہ ہو سکے۔

ایسے وقت سونیا نے حاضر دماغی سے کام لیا تھا کہ عدنان کے پیدا ہوتے ہی اسے ماں کے پہلو سے ہٹا کر اس کی جگہ ایک مردہ بچے کو لے آئی تھی۔ راسپوٹین اس وقت دھوکا کھا گیا کہ شیوانی نے ایک بچے کو جنم تو دیا ہے لیکن وہ پیدا ہونے کے بعد ہی چند منٹوں میں مر گیا ہے۔

کچھ عرصے بعد اسے پتا چلا کہ منحوستوں نے اسے گھیر رکھا ہے۔ شاید وہ بچہ کہیں زندہ ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی اور دوسرے پراسرار علوم کے ذریعے پورے روس پر حکومت کرنا چاہتا تھا لیکن اسے ناکامی ہو رہی تھی۔ ہمارے علاوہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن بھی اس کے راستے میں رکاوٹ بنے رہے تھے پھر کرنا جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کی زندگی میں آئی۔ اس نے اسے اپنی کنیز بنا کر رکھا لیکن اس نے بھی بڑی مکاری سے نجات حاصل کر لی۔ اس کے تنومیٰ محل سے نکل کر کہیں گم ہوگئی پھر اعلیٰ بی بی اس کے پیچھے پڑ گئی۔ اسے کتنے ہی معاملات میں بے وقوف بناتی رہی۔ اسے طرح طرح سے الجھاتی رہی پھر آخر کار اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس نے طرح طرح کے مسائل میں الجھتے رہنے کے دوران اپنے بیٹے راسپوٹین چہارم سے کہہ دیا تھا کہ وہ بچہ زندہ ہے اور وہ اس کے لیے بھی نحوستیں لائے گا۔ لہٰذا اس کی طرف سے محتاط رہنا چاہیے۔

راسپوٹین چہارم نے اپنے پراسرار علوم کے ذریعے پتا کیا تو پتا چلا کہ اس کا باپ شیوانی اور انا میریا کی مشابہت کے باعث دھوکا کھا رہا تھا۔ ایک بار تو اسے یقین ہو گیا کہ شیوانی اسپتال میں مر چکی ہے لیکن پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انا میریا اس کی نظروں میں تھوڑی دیر کے لیے آئی پھر کہیں گم ہوگئی۔ وہ حیران تھا اس نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اور زیادہ حیرانی ہوئی۔ اس کی خیال خوانی کی لہریں اس کے دماغ سے ایسے گزر جاتی تھیں۔ جیسے نظریں شیشے کے آر پار ہو جاتی۔'' وہ اس کے خیالات نہ پڑھ سکا اور نہ اسے کبھی

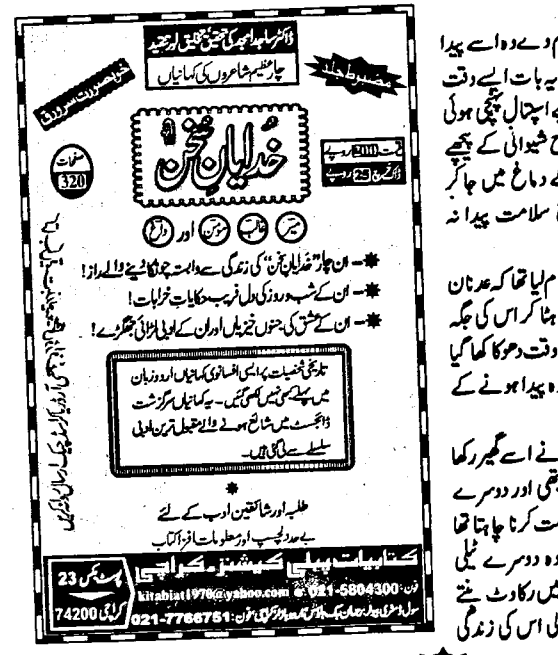

گرفت میں لے سکا۔

راسپوٹین چہارم ان واقعات کو اور حقائق کو دیکھتا اور سمجھتا آ رہا تھا۔ اپنے باپ کی موت کے بعد اس نے قسم کھائی کہ انا میریا کو اور عدنان کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

لیکن وہ انتقام لینے کے سلسلے میں بہت محتاط تھا۔ اس نے علم نجوم سے معلوم کیا۔ تاش کے پتوں سے اپنی قسمت کا حال دیکھا پھر علم الاعداد کا حساب دیکھا۔ وہ تمام پراسرار علوم اسے بتاتے رہے کہ اس کی اپنی موت طبعی نہیں ہوگی۔ وہ مارا جائے گا۔ اس کی موت بہت ہی خفیہ سی ہوگی۔

وہ خفیہ سی موت کیا ہے؟ اس کی وضاحت کسی بھی علم کے ذریعے نہیں ہوسکی۔ کسی پستول کی گولی بھی ہوسکتی ہے۔ ایک چٹکی زہر بھی خفیہ سی موت ہوسکتا ہے اور..... اور وہ عدنان بھی ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ کہ وہ براہ راست عدنان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہا تھا۔ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اسے نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔ یہ آزمانا چاہتا تھا کہ اس طرح کے حملے اور انتقامی کارروائی کہاں تک کامیاب ہوسکتی ہیں اور ناکام ہوسکتی ہیں؟

وہ بڑی سنجیدگی اور بڑی حاضر دماغی سے عدنان اور انا میریا کے خلاف منصوبے بنا رہا تھا۔ بہت ٹھہر ٹھہر کر اور خوب سوچ سمجھ کر کبھی کبھی ان پر حملے کر رہا تھا۔

اس کے علوم نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ عدنان کو اور انا میریا کو کس طرح کمزور بنا سکتا ہے؟ تاش کے پتے پھینٹنے اور کاٹنے کے بعد اور پانسہ پھینکنے کے بعد پتا چلا کہ اس کی سب سے بڑی قوت اس کی دادی سونیا ہے۔ جب تک وہ سونیا کے ساتھ رہے گا۔ ہر طرح سے محفوظ رہے گا۔ اس کے خیال خوانی کرنے والے بھی اسے تحفظ دیتے رہیں گے۔

انا میریا کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ اس لڑکی کی غیر معمولی صلاحیتیں اسے راسپوٹین چہارم کے حملوں سے بچائے رکھتی ہیں۔ اس کا آئیڈیل اس کا محافظ پورس اس کے پاس آ جائے گا تو راسپوٹین چہارم کے راستے میں اور زیادہ دشواریاں پیدا ہونے لگیں گی۔

اور اس کا آئیڈیل پورس وہاں آ چکا تھا۔ وہ اس سے ملنے کے لیے جانے والی تھی۔ راسپوٹین چہارم یہ تاثر دے رہا تھا کہ اسے ان دونوں کی ملاقات منظور نہیں ہے۔ پورس اس سے ملنے آئے گا۔ تو بہت نقصان اٹھائے گا۔

وہ انا میریا کو محض دہشت زدہ کرنا چاہتا تھا اور یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ اسے ان دونوں کی ملاقات سے دلچسپی ہے۔ جب بھی جہاں بھی ملیں گے وہاں ضرور کوئی ہنگامہ برپا ہوگا۔

وہ ان دونوں کو اس سلسلے میں الجھا کر سونیا اور عدنان پر حملے کرنا چاہتا تھا۔ یہ تو طے تھا کہ جب بھی وہ ایک دوسرے سے ملیں گے تو اس وقت عدنان ان کے ساتھ نہیں ہوگا۔ وہ اپنی دادی کے ساتھ رہے گا۔ ایسے ہی وقت میں وہ دادی اور پوتے سے نمٹ سکے گا۔

پورس نے صبح دس بجے انا میریا سے رابطہ کیا۔ وہ پچھلی رات جاگتی رہی تھی۔ فون کی گھنٹی سن کر آنکھ کھل گئی۔ اس نے ریسیور کو اٹھا کر کان سے لگایا پھر پوچھا ''ہیلو..... کون؟''

''میں ہوں پورس۔ کیا نیند پوری نہیں ہوئی؟''

''جتنی دیر تم نے سونے دیا۔ میں سوتی رہی۔ اب تمہاری آواز سننے کے بعد نیند نہیں آئے گی۔''

''میری آواز اتنی بھیانک ہے کہ تمہاری نیند اڑتی رہے گی؟''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''یہ بات نہیں ہے۔ زندگی میں میں نے پہلی بار تمہاری آواز پر آنکھ کھولی ہے۔ آج کی صبح مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔''

''ملاقات ہوگی تو آج کا دن بھی ہمیشہ یاد رکھو گی۔''

''ہاں آج ہماری پہلی ملاقات ہے۔ آج سے میری ایک نئی زندگی شروع ہونے والی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم پہلی بار تنہا نہ ملیں۔''

''کیا میں برات لے کر آؤں؟''

وہ پھر ہنسنے لگی۔ کہنے لگی ''یہ بات نہیں ہے میں چاہتی ہوں کہ تم مما کی موجودگی میں مجھ سے ملو۔ وہاں عدنان بھی ہوگا۔ میں تم سب سے ملوں گی۔ شناسائی حاصل کروں گی اس کے بعد پھر ہم کہیں تنہا آؤٹنگ کے لیے جائیں گے۔''

پورس نے کہا ''انا..... ہماری ملاقات کے پیچھے صرف یہ جذباتی مسئلہ نہیں ہے کہ دو دل ملنے والے ہیں اور میرے رشتے دار بھی تمہیں اپنا بنانے والے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔''

''کیسی باتیں؟ مجھے کھل کر بتاؤ۔''

''مما پاپا اور ہم سب کبھی اکٹھے نہیں ہوتے ہیں۔ خاص طور پر اس وقت جب دشمن ہماری تاک میں رہتے ہیں؟ دور دور رہ کر ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔''

''اس کا مطلب ہے کہ ہم کہیں تنہا ملیں گے۔''

''ہاں یہ بتاؤ کہاں ملو گی؟ اور کب ملو گی؟''

''ابھی تو واش روم جا رہی ہو۔ غسل کر کے لباس پہنوں گی۔ کم از کم بارہ بجے یہاں سے نکلوں گی پھر

پارک کے اس حصے میں آؤں گی۔ جہاں بڑی بڑی جھاڑیوں کو کاٹ کر چھوٹے چھوٹے کیبن بنائے گئے ہیں۔ یعنی ان کیبن کے در و دیوار سب ہی جھاڑیوں سے بنے ہوئے ہیں۔ میں وہیں ان کیبنوں کے سامنے تمہارا انتظار کروں گی۔''

''مجھے انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ میں تم سے پہلے وہاں پہنچ جاؤں گا۔ او..... کے۔ بائی سی یو۔''

پورس نے رابطہ ختم کر دیا پھر سونیا کے پاس آ کر پوچھا ''مما! آپ کیا کر رہی ہیں، کہاں جا رہی ہیں؟''

''میں عدنان کو یہاں سے لے جا رہی ہوں۔ کسی دوسری جگہ پہنچاؤں گی۔ یہ بتاؤ تم انا سے ملنے کب جا رہے ہو؟''

''بس ابھی یہاں سے نکلنے والا ہوں۔''

''جاؤ مگر خبردار رہو۔ ہمارے جاسوس بھی دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔''

سونیا نے رابطہ ختم کر دیا پھر عدنان کا ہاتھ پکڑ کر اس کمرے سے باہر آ گئی۔ پہلے دروازے سے سر نکال کر دائیں بائیں دیکھا پھر کوریڈور سے گزر کر لفٹ میں آ گئی پھر دوسرے فلور پر لفٹ سے باہر آ کر زینے کے ذریعے نیچے اترنے لگی۔ اس نے عدنان کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ اعلیٰ بی بی کو دماغ میں آنے دیا کرے اور اپنے خیالات پڑھنے دیا کرے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے خیالات گڈمڈ ہوں اور وہ عالی کو دھوکا دے کر پھر کہیں چلا جائے۔

اس نے وعدہ کیا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ اس کی دادی جہاں چھوڑ کر جائے گی۔ وہیں رہے گا۔ البتہ یہ وعدہ نہیں کر سکتا کہ خیالات گڈمڈ ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ اس کے اختیار میں نہیں تھا۔

وہ عدنان کو منیجر کے کمرے میں لے آئی پھر اس سے کہا ''میں اپنے پوتے کو یہاں آپ کے پاس بٹھا کر جا رہی ہوں اسے کسی سے ملنے نہ دیں اور جب تک میں نہ آؤں اسے کسی کے ساتھ باہر نہ جانے دیں۔''

منیجر نے وعدہ کیا کہ وہ عدنان کو اپنے پاس بٹھائے رکھے گا۔

سونیا یہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد پورس اور انا میریا کی ملاقات اس نیشنل پارک کے جھاڑیوں والے کیبن کے سامنے ہوئی دونوں پہلی بار ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو روبرو نہیں دیکھا تھا لیکن انا میریا کا ناک نقشہ شیوانی کی طرح تھا۔ اس کی آنکھیں بھی دیسی ہی پرکشش تھیں۔ پورس نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ انہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو تھام کر اپنے آس پاس اور پھر دور دور تک نظریں دوڑائیں۔ وہ محتاط رہنا چاہتے تھے۔ پورس نے کہا ''فکر نہ کرو۔ میرے آدمی یہاں موجود ہیں۔ میرے دماغ میں بھی ہیں۔ ہم خطرات سے بے خبر نہیں رہیں گے۔''

وہ بڑے پیار سے اسے دیکھتے ہوئے بولی ''کیا مشکل ہے کہ اس قدر انتظار کے بعد مل رہے ہیں لیکن ہمارے پیروں تلے کانٹے بچھے ہوئے ہیں۔''

وہ بولا ''مجبوری ہے ہم ابھی کوئی رومانی گفتگو نہیں کر سکیں گے۔ اپنے موجودہ حالات پر ہی بات ہو سکتی ہے۔ آؤ ہم کسی کیبن کے اندر چلیں۔''

وہ ایک جھاڑیوں والے کیبن کے اندر آ گئے۔ ادھر تنہائی ملتے ہی پورس نے اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ وہ آ کر ایسے سمٹ گئی جیسے وہ بھی برسوں سے انہی لمحات کی منتظر ہو۔

سونیا اپنے کمرے میں تھی۔ دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا ''اندر آ جاؤ۔''

دروازہ کھلتے ہی تین گن مین دندناتے ہوئے اندر آئے پھر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولے ''خبردار! ایک ذرا سی حرکت نہ کرنا۔ ورنہ گولی چل جائے گی۔''

سونیا نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے پوچھا ''تم لوگ کون ہو؟ اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''کوئی بکواس کیے بغیر یہ بتاؤ وہ بچہ کہاں ہے؟''

''کس بچے کی بات کر رہے ہو؟''

''ہم تمہارے پوتے کی بات کر رہے ہیں۔''

''کیسی بات کر رہے ہو؟ میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی پھر پوتا کہاں سے آ گیا؟''

ایک گن مین نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا ''کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم سونیا نہیں ہو؟''

''اچھا تو تم سونیا سے ملنے آئے ہو۔ میں سمجھ گئی اس کا ایک پوتا ہے۔ وہ ابھی اپنے پوتے کو لے کر یہاں سے گئی ہے۔''

''ہمیں دھوکا دینے کی کوشش نہ کرو۔ تم ہی سونیا ہو۔''

''میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں سونیا نہیں ہوں۔ وہ عورت پتا نہیں کیا چکر چلا رہی ہے۔ اس نے ابھی مجھے دس ہزار روپے دیئے ہیں اور چہرے پر میرے میک اپ کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس کمرے میں تھوڑی دیر تک گیسٹ بن کر رہنا ہے۔ وہ اپنے پوتے کو کہیں پہنچانے گئی ہے۔ ابھی واپس آئے گی تو پھر میری یہاں سے چھٹی ہو جائے گی۔''

''تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہارے چہرے پر اس نے میک

اپ کیا ہے۔"

"ہاں..... یقین نہ ہو تو ابھی دیکھ لو۔"

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آئی اور میک اپ ریموور کریم اٹھا کر اپنے چہرے پر لگانے لگی اور میک اپ صاف کرنے لگی۔ میک اپ صاف ہونے لگا۔ پہلے جو چہرہ تھا وہ نکلنے لگا۔

وہ سب اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔

دوسرے گن مین نے کہا "اس مکار عورت سے ہوشیار رہو وہ دھوکا دے کر یہاں سے جا سکتی ہے اور اپنے پوتے کو بھی لے جا سکتی ہے۔ ہم اسے پکڑ نہیں سکیں گے۔"

سونیا نے کہا "وہ تمہارے آنے سے صرف دو منٹ پہلے یہاں سے گئی ہے۔ تم جس لفٹ سے آئے ہو اسی لفٹ سے نیچے گئی ہے۔"

ایک گن مین نے اپنے دو ساتھیوں سے کہا "تم لوگ فوراً لفٹ سے نیچے جاؤ اور دیکھو وہ ابھی باہر نہیں گئی ہوگی۔"

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر چلے گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ گن مین نے کہا "میں تمہارا فون استعمال کروں گا پھر باتیں کروں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سونیا نے ایک کک ماری۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ کر دور جا پڑی۔ وہ اسے لینے کے لیے لپکا تو ایک ٹھوکر لگی۔ وہ لڑھکتا ہوا دور جا گرا۔ سونیا نے گن اٹھا کر کہا "گدھے کے بچے! یہاں آنے سے پہلے یہ تو معلوم کر لینا چاہیے تھا کہ میرا اصلی چہرہ کیسا ہے؟ تم اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو بتاؤ تمہارا باس کہاں ہے؟ اور کون ہے؟"

اس نے کہا "ہم یہ سب نہیں جانتے۔ وہ ہم سے فون پر رابطہ کرتا ہے۔"

"چلو تو پھر فون پر رابطہ کرو۔ میں بھی اس سے بات کروں گی۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے اور اسے کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا پھر آواز سنائی دی "ہیلو! کیا رپورٹ ہے؟"

"باس آپ نے درست کہا تھا کہ سونیا بہت مکار ہے۔ وہ ہمیں دھوکا دے گی اور ہم دھوکا کھا جائیں گے۔ یہاں یہی ہو رہا ہے۔ اس وقت میری گن سونیا کے ہاتھ میں ہے اور میں نشانے پر ہوں۔"

اس نے ریسیور بڑھایا۔ سونیا نے اسے کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو.....؟ کس بل میں چھپے ہو؟ کون ہو؟ اتنا تو بتا دو۔ تاکہ تمہاری دشمنی کی کوئی وجہ تو معلوم ہو سکے۔"

وہ بولا "شیوانی کی موت اور عدنان کی گمشدگی کے حوالے سے بہت کچھ جان سکتی ہو۔ باقی اور بھی بہت کچھ جانتی رہو گی۔"

"میں تمہیں پہلی اور آخری بار سمجھاتی ہوں کہ میرے پوتے سے دشمنی نہ کرو۔ تمہیں یہ دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔ زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ زندگی بہت مختصر ہو جائے گی۔ یاد رکھو کہ تمہارے فرشتے بھی میرے پوتے تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

اس نے قہقہہ لگایا پھر کہا "تم اسے جہاں چھوڑ کر گئی تھیں۔ اب وہ تمہیں وہاں نہیں ملے گا۔ میریا کے پاس جاؤ یا فون کر کے معلوم کر لو پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ مکاری میں میں تمہارا بھی باپ ہوں۔"

وہ ریسیور پھینک کر دوڑتی ہوئی باہر گئی پھر لفٹ کے ذریعے نیچے آئی۔ منیجر کے کمرے میں پہنچ کر دیکھا تو وہاں عدنان نہیں تھا۔ اس نے منیجر سے پوچھا "تم نے اسے کیوں جانے دیا؟ وہ کہاں گیا ہے؟"

"میں کیا کر سکتا تھا۔ اس کی ماں اسے لینے آئی تھی۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم نے اس کی ماں کو دیکھا ہے؟"

"میں نہیں جانتا مگر آپ کا پوتا اسے پہچان رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ یہ میری ممی ہیں۔ میں ان کے ساتھ جاؤں گا۔"

سونیا نے فوراً موبائل کے ذریعے پورس سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہوتے ہی اس نے پوچھا "کیا انا میریا تمہارے ساتھ ہے؟"

"یس مما! یہ میرے ساتھ ہے۔ بات کیا ہے؟"

"ہوٹل کا منیجر کہہ رہا ہے کہ انا میریا یہاں آئی تھی اور عدنان کو اپنے ساتھ لے گئی ہے۔"

"اوہ نو مما! یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ پچھلے پون گھنٹے سے میرے ساتھ ہے یہ بتائیں عدنان وہاں سے کب گیا ہے؟"

سونیا نے منیجر سے پوچھا "وہ بولا کہ ابھی پندرہ منٹ پہلے ہی اس کی ماں اسے لے گئی ہے۔"

سونیا نے کہا "پندرہ منٹ پہلے کی بات ہے۔ کوئی ایسی عورت یہاں آئی تھی جو انا میریا سے مشابہت رکھتی ہے یا اس کی ڈمی بن کر آئی تھی۔ عدنان دھوکا کھا کر اسے اپنی ممی سمجھ کر اس کے ساتھ چلا گیا ہے۔"

منیجر کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف کی آواز سنی پھر سونیا کی طرف ریسیور بڑھاتے ہوئے کہا کہ آپ کا فون ہے۔

سونیا نے ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو..... کون؟"

سونیا نے اپنی زندگی میں بڑی بڑی مکاریاں دکھائیں۔ خود بھی دھوکے کھائے اور پھر ان دھوکوں کے جواب میں اپنی طرف سے مکاریوں کا مظاہرہ بھی کیا۔ اس نے جب بھی انتقامی کارروائیاں کیں تو بڑے بڑے دشمنوں کے ہوش بھلا دیے۔ اب بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔

ایک طویل عرصے کے بعد کوئی دشمن سونیا کے لیے چیلنج بن گیا تھا۔ فی الحال یہ پریشانی تھی کہ وہ روپوش تھا۔ گمنام تھا۔ اس کا کوئی نام بھی معلوم نہیں تھا۔ وہ کہاں رہتا تھا؟ کس ملک سے تعلق رکھتا تھا؟ یہ بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا۔

ویسے ایک اندازہ تھا کہ اس کا تعلق روس سے ہے۔ کچھ عرصہ پہلے راسپوٹین سوم نے شیوانی سے دشمنی کی تھی اور اس کے ہونے والے بیٹے کو قتل کر دینا چاہا تھا۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اب اس راسپوٹین کے حوالے سے یہ سوچا جا سکتا تھا کہ موجودہ دشمن کا تعلق بھی اسی راسپوٹین سوم سے ہے اور اتنی بڑی دنیا میں ایک چھوٹا سا بچہ عدنان اس کے لیے ہی ناقابلِ برداشت ہے۔

اعلیٰ بی بی اور عبداللہ بھی پریشان تھے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ تک پہنچنے کے باوجود کچھ کر نہیں پا رہے تھے۔ چونکہ وہ گہری غفلت میں تھا اس لیے اس کے ذریعے آس پاس کی آوازیں بھی نہیں سن سکتے تھے۔ اگر اس کے قریب کوئی بولتا رہتا تو وہ اس کے دماغ میں پہنچ سکتے تھے لیکن ایسا کوئی موقع نہیں مل رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے مجھے مخاطب کیا اور کہا "پھر گڑبڑ ہو گئی ہے۔ ایک گہری سازش کے تحت اس بار عدنان کو اغوا کیا گیا ہے۔ پتا نہیں چل رہا ہے کہ وہ کم بخت دشمن کون ہے؟"

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ وہ بولی "ہم بڑی بڑی مشکلات سے گزرتے ہیں۔ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی حاصل کرتے ہیں لیکن اس بار میں بہت پریشان ہو گئی ہوں۔"

"کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہو؟"

"اس لیے کہ وہ دشمن عدنان کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔ اب سے تین برس پہلے بھی یہی ہوا تھا۔ اس نے عدنان کی پیدائش کے وقت اسے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تب میں نے کسی طرح اسے بچا لیا تھا۔ اس بار کیسے بچاؤں؟ کیا کروں؟ کیسے اپنے پوتے تک پہنچوں؟"

"تم فکر اور پریشانی کو کبھی اپنے پاس پھٹکنے بھی نہیں دیتی تھیں لیکن آج پوتے کی خاطر اپنے اصولوں کو بھول رہی ہو۔ تمہیں اس وقت بھی پتھر بن جانا چاہیے۔ تم اس وقت ماں نہیں ہو۔ دادی نہیں ہو۔ صرف مکار زمانہ میڈم سونیا ہو۔ پہلے اپنے اندر کی فولادی سونیا کو بے دار کرو۔ اس کے بعد دیکھو کہ تم کیا کر گزرو گی؟"

پھر میں نے عالی سے کہا "جس محاذ پر تمہاری ممّا جنگ کرتی ہیں۔ وہاں میں نہیں آتا۔ وہ خود ہی اپنے معاملات سے نمٹ لیتی ہیں لیکن اس بار وہ پوتے کی وجہ سے کمزور پڑ رہی ہیں۔ ان کا کوئی ساتھ نہ دے۔ انہیں تنہا چھوڑ دیا جائے۔ وہ تنہا رہیں گی تب ہی اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو جھنجھوڑ کر بیدار کریں گی۔ میں جا رہا ہوں۔"

"پاپا! آپ بہت سنگ دل ہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے بیٹی! وہ دادی اماں بن کر کمزور پڑ گئی ہیں۔ ان کی کمزوری دور کرنا ہو گی۔ تم بھی ان سے صاف صاف کہہ دو کہ صرف خیال خوانی تک کام آؤ گی۔ اس سے زیادہ ان کے پوتے کے لیے کچھ نہیں کر سکو گی۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ عالی نے کہا "مما! آپ نے پپا کی باتیں سن لی ہیں۔ وہ درست کہہ رہے ہیں۔ عدنان آپ کا پوتا ہے آپ ہی اسے واپس لائیں گی۔ ہم اس سلسلے میں آپ کی صرف مدد کرتے رہیں گے لہٰذا میں خیال خوانی کے ذریعے آپ کے کام آتی رہوں گی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کروں گی۔"

سونیا نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے۔ ابھی جاؤ پندرہ منٹ کے بعد آؤ گی تو میں تم سے کام لوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا اب پورس سے رابطہ کر کے انا میریا سے بات کرنا چاہتی تھی۔ فی الحال ایک وہی تھی جو عدنان کے دماغ میں جا کر رہ سکتی تھی۔ اس کے خیالات گڈمڈ رہتے تب بھی اس کی ذہنی حالت کو سمجھ سکتی تھی اور اس کے خیالات بھی پڑھ سکتی تھی۔

انا میریا کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ وہ قدرتی طور پر شیوانی کی ذات میں اس قدر جذب ہو گئی تھی کہ جب بھی آئینے میں شیوانی کو دیکھتی تھی تو اس کے اندر ڈوب کر عدنان کے اندر پہنچ جایا کرتی تھی۔

سونیا اس سے بات کرنے کے لیے پورس کے موبائل نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ اسی وقت پورس دروازہ کھول کر اندر آیا۔ انا بھی اس کے ساتھ تھی۔ اس نے کہا "مما! اس سے ملیں۔ دیکھیں یہ بالکل شیوانی لگ رہی ہے نا؟"

سونیا نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا "آؤ بیٹی! تم سے پہلی بار مل رہی ہوں۔ تم سے مل کر مجھے بہت زیادہ خوشی کا اظہار کرنا چاہیے لیکن عدنان کی گمشدگی

نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ اس لیے میں رسمی طور پر بھی خوشی کا اظہار نہیں کروں گی۔''

انا نے کہا ''مما! میں آپ کی ذہنی اور دلی کیفیت کو سمجھ رہی ہوں۔''

''تو پھر باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً میرے پوتے کے دماغ میں پہنچو اور دیکھو اس کی ذہنی حالت کیسی ہے؟ اور کیا تم اس کے بارے میں کچھ معلوم کر سکتی ہو؟''

''مما! آپ کے کہنے سے پہلے ہی میں اس کے دماغ میں بار بار جا رہی ہوں۔ وہ بے ہوش ہے ذرا سا بھی ہوش آئے گا تو میں اسے مخاطب کر سکوں گی۔ وہ میری آواز کی لہروں کو سن لیتا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟''

''بالکل نہیں جانتی..... میں خود حیران ہوں کہ اس کے اندر کیسے پہنچ جاتی ہوں؟ بس ایک ممتا کا جذبہ ہے جو اتنی شدت اختیار کر لیتا ہے کہ میں آئینے میں دیکھ کر اپنے بیٹے کے اندر ڈوب جاتی ہوں۔''

سونیا نے کہا ''راسپوٹین نے شیوانی سے دشمنی کی تھی۔ وہ اسے اور عدنان کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ عدنان کو تو میں نے بچا لیا تھا لیکن شیوانی کو نہ بچا سکی۔ اب یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ اس راسپوٹین کا تعلق روس سے تھا۔ کیا موجودہ دشمن بھی روس سے تعلق رکھتا ہے اور راسپوٹین سوم سے اس کا کوئی تعلق ہو سکتا ہے؟''

انا نے کہا ''بے شک..... یہی بات ہے۔ وہ کئی بار مجھے چیلنج کرنے کے دوران میں کہہ چکا ہے کہ عدنان اپنی پیدائش کے وقت کسی طرح بچ گیا تھا۔ اب نہیں بچ سکے گا اور میں اس کی حفاظت نہیں کر پاؤں گی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ دشمن اسی راسپوٹین کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا رشتے دار ہو اور اس سے خون کا رشتہ ہو۔''

پورس نے کہا ''انا! تم کہتی ہو کہ موجودہ دشمن ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ علم نجوم اور دوسرے پراسرار علوم کا بھی ماہر ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ راسپوٹین سے اس کا گہرا تعلق ہے خون کا رشتہ ہے ہو سکتا ہے کہ وہ راسپوٹین چہارم ہو؟''

سونیا نے کہا ''جب تک اس کی اصلیت معلوم نہ ہو۔ تب تک ہم اسے راسپوٹین چہارم ہی کہا کریں گے۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے کے انداز میں ادھر سے ادھر گئی۔ کچھ سوچتی رہی پھر بولی ''راسپوٹین اور اس کی اولاد شاہانہ طرز زندگی گزارنے کے عادی ہیں۔ پہلا راسپوٹین زار روس کے محل میں رہا کرتا تھا۔ وہاں حکومت تبدیل ہوئی راسپوٹین کے بیٹے سرکاری اعلیٰ عہدے داروں کے ساتھ تعلقات رکھتے تھے۔ شیوانی سے دشمنی کرنے والا راسپوٹین سوم بھی روس کی موجودہ حکومت میں اونچی اہمیت کا حامل تھا اور موجودہ حکمران اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کے باعث اس کے دباؤ میں رہا کرتے تھے۔''

وہ پورس اور انا میریا کے سامنے آ کر بیٹھ گئی پھر بولی ''ہم موجودہ دشمن کو راسپوٹین کہہ رہے ہیں۔ اس حوالے سے ہم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ راسپوٹین چہارم بھی موجودہ حکمرانوں کے درمیان خاص اہمیت رکھتا ہوگا۔ اگر ہمارے خیال خوانی کرنے والے ان حکمرانوں کے اندر پہنچیں تو اس دشمن کا سراغ مل سکتا ہے۔''

پورس نے کہا ''مما! آپ صحیح سمت میں سوچ رہی ہیں۔ ہم اس دشمن کو ہر ملک میں تلاش کریں گے لہٰذا روس کے اکابرین سے اس کی تلاش شروع کی جائے۔''

پورس نے موبائل فون کے ذریعے عبداللہ سے رابطہ کیا پھر کہا ''تم مما کے پاس آؤ۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ عبداللہ فوراً ہی سونیا کے پاس پہنچ کر بولا ''یس میڈم! میں حاضر ہوں۔''

سونیا نے کہا ''اعلیٰ بی بی کبریا اور ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلاؤ۔ میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔''

''ہمارے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان سے صرف اتنا کہنا کافی ہوگیا کہ انہیں میڈم سونیا نے ابھی بلایا ہے۔ وہ پانچ منٹ کے اندر ہی اس کے پاس آ گئے۔ سب نے کہا کہ ہم حاضر ہیں۔

سونیا نے کہا ''تم سب کو روس کے اکابرین اور فوج کے اعلیٰ افسران کے اندر پہنچنا ہے پھر وہاں کی پولیس اور سیکیورٹی کے جتنے شعبے ہیں۔ ان کے اعلیٰ عہدے داروں کے اندر بھی پہنچنا ہے اور یہ معلوم کرنا ہے کہ اس ملک میں ایسا کون ہے جو وہاں کے اکابرین کو اعلیٰ عہدے داروں کو اور آرمی کے افسران کو متاثر کرتا ہے؟ ان سے گہری واقفیت رکھتا ہے؟ اور وہ سب اس آدمی کی عزت کرتے ہیں۔ اسے اہمیت دیتے ہیں اور اہم سرکاری تقریبات میں اسے مدعو کیا کرتے ہیں۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''ہمیں ایسے افراد کی طرف توجہ دینا ہوگی جو پراسرار علوم جانتے ہیں۔''

کبریا نے کہا ''اور وہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوگا تو وہ خود کو ظاہر نہیں کر رہا ہوگا۔ خود کو یا تو علم نجوم کا ماہر کہتا ہوگا۔ کسی پراسرار علم کے ذریعے اپنی دھاک جما رہا ہوگا۔''

سونیا نے کہا ''مختصر یہ کہ کسی بھی غیر معمولی صلاحیت

رکھنے والے کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ اسے اندر تک خوب گہرائی تک ٹٹولا جائے۔ کچھ نہ کچھ معلومات ضرور حاصل ہوں گی۔''

وہ سب سونیا کے دماغ سے چلے گئے۔ اس نے عالی سے کہا ''تم ابھی نہ جاؤ۔ میرے پاس رہو۔''

پورس نے انا سے کہا ''تمہیں آئینہ دیکھنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے شیوانی تمہیں عدنان کے بارے میں کچھ بتا سکے۔''

''میں ابھی یہی سوچ رہی تھی۔ شاید عدنان ہوش میں آ گیا ہوگا۔''

اس نے اپنے گریبان سے چھوٹا سا آئینہ نکالا پھر اس میں دیکھنے لگی۔ سونیا اور پورس اس کے پیچھے آ کر کھڑے ہو گئے۔ اس آئینے میں دیکھنے لگے۔ انہیں شیوانی نظر نہیں آ رہی تھی۔ آئینے میں انا میریا کا عکس تھا لیکن انا کو اپنا عکس نظر نہیں آتا تھا۔ اس کی آنکھوں کے آگے شیوانی ہوتی تھی۔ اس سے آنکھیں ملتے ہی انا ان آنکھوں میں جذب ہوتی ہوئی عدنان کے اندر پہنچ گئی۔

وہ ایک بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ کمرے کے کھڑکی دروازے بند تھے۔ لائٹ بند تھی۔ دن کا وقت تھا اس لیے کمرے میں دھیمی دھیمی روشنی سی تھی۔

وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اور سر گھما گھما کر کمرے کو دیکھ رہا تھا۔ وہاں کی ہر چیز مٹی مٹی سی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ ہوٹل کے کمرے میں نہیں ہے اور نہ ہی اس کی گرینڈ مما اس کے پاس ہیں۔

پھر اسے یاد آیا کہ اس کی ممی ہوٹل میں منیجر کے کمرے میں آئی تھیں اور اسے اپنے ساتھ کہیں لے جا رہی تھیں لیکن کار میں بیٹھتے ہی جب ممی نے اسے گلے لگا کر چومنا چاہا تو اسی وقت اس نے رومال اس کی ناک پر رکھ دیا۔ جس کے بعد اسے ہوش نہ رہا۔ وہ غافل ہوگیا۔ اب اسے ہوش آیا تو وہ اپنے آپ کو انجانی جگہ دیکھ رہا تھا۔

انا میریا آئینے کے اندر سما کر اس کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے مخاطب کیا ''بیٹے! میں تمہاری ممی بول رہی ہوں۔ تم اس وقت کہاں ہو؟''

''ممی! یہ تو آپ ہی بتا سکتی ہیں کہ آپ مجھے کہاں لے آئی ہیں؟''

''بیٹے! میں تمہیں نہیں لائی ہوں۔ تم یہاں دھوکے سے لائے گئے ہو۔''

''نہیں ممی! آپ اس منیجر کے کمرے میں آئی تھیں۔ میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر باہر آیا۔ پھر آپ کے ساتھ کار میں بیٹھا تو آپ نے مجھے کس کیا۔ اس وقت پتا نہیں آپ کے رومال میں کیسی خوشبو تھی کہ مجھے کچھ پتا ہی نہ چلا کہ کیسے گہری نیند سو گیا؟''

''بیٹے! میں تمہیں کچھ باتیں سمجھا رہی ہوں۔ توجہ سے سنو اور یقین کرو۔ پہلی بات تو یہ کہ تم جس کے ساتھ آئے وہ میں نہیں تھی۔ میری جگہ دشمن عورت تھی۔ اس نے چہرے پر میرا ماسک پہن رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے تم دھوکا کھا گئے۔''

''اوہ ممی! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ اگر میں دھوکا کھا رہا تھا تو آپ نے اسی وقت مجھے خبردار کیوں نہیں کیا؟ مجھے اس عورت سے چھین کیوں نہیں لیا؟''

''بیٹے! اس وقت میں دوسری جگہ تھی۔ تمہارے پاس نہیں آ سکتی تھی۔ اس لیے اس دشمن عورت کو دشمنی کرنے کا موقع مل گیا لیکن پریشان نہ ہو۔ اب میں جو کہوں گی وہ تم کرتے رہو گے۔''

''میں ہمیشہ وہی کرتا ہوں جو آپ کہتی ہیں۔''

''شاباش..... ابھی تمہاری آنٹی عالی تمہارے پاس آئیں گی۔ تم سے باتیں کریں گی اور تمہارے دماغ میں رہا کریں گی۔ تم ان سے باتیں کرو گے۔ اور اپنے حالات بتاتے رہو گے۔ وہ تمہارے اندر رہ کر اس دشمن عورت تک پہنچیں گی۔ پھر تمہیں اس سے نجات دلا کر میرے پاس لے آئیں گی۔''

''اس کی آنکھیں آئینے کے اندر شیوانی کی آنکھوں سے چپکی ہوئی تھیں۔ وہ وہاں سے نظریں ہٹائے بغیر بولی۔ ''مما! کیا عالی آپ کے پاس ہے؟''

سونیا نے جلدی سے کہا ''ہاں بیٹی! وہ ہے۔''

''ان سے کہیں کہ ابھی عدنان کے دماغ میں جائیں۔ وہ ہوش میں آ گیا ہے۔ میں نے اسے سمجھا دیا ہے کہ ان کے ساتھ تعاون کرے۔''

عالی یہ سنتے ہی عدنان کے پاس چلی گئی۔ سونیا نے پوچھا ''میرا پوتا کہاں ہے؟ کچھ پتا چلا؟''

''مما! وہ ایک بند کمرے میں ہے۔ باہر نکلے گا یا باہر سے کوئی آئے گا تو پتا چلے گا کہ وہ کہاں ہے؟ کس کے پاس ہے؟''

وہ بول رہی تھی اور شیوانی کی نظروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ پھر بیٹے کے پاس پہنچ گئی تھی۔ وہاں عالی عدنان سے کہہ رہی تھی ''بیٹے! میں تمہاری آنٹی ہوں۔ اور میرا نام اعلیٰ بی بی ہے۔ سب تجھے عالی کہتے ہیں۔ مجھ سے دوستی کرو گے نا؟''

وہ چپ ہو کر انتظار کرنے لگی۔ وہ جیسے نہیں سن رہا تھا۔

کبھی کھڑکی کبھی دروازے کے پاس جا کر اسے ہلا کر کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عالی نے پوچھا ''بیٹے! کیا ہوا؟ تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہے ہو؟''

وہ دروازے کے پاس سے پلٹ کر بیڈ کے پاس آیا۔ وہاں کھڑا ہو کر سوچنے لگا۔ اس وقت انا میریا نے کہا ''بیٹے! تمہاری آنٹی تم سے کچھ کہہ رہی ہیں۔ انہیں جواب دو۔''

اس نے خلا میں تکتے ہوئے پوچھا ''آنٹی؟ کون آنٹی؟ کیا وہ مجھ سے کچھ کہہ رہی ہیں؟''

''ہاں بیٹے! کیا تمہیں سنائی نہیں دے رہا ہے؟''

''نو ممی! مجھے تو کسی کی بھی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ میں صرف آپ کی آواز سنتا ہوں۔''

عالی نے کہا ''انا! یہ تو بڑی پرابلم ہو جائے گی۔ میں اس کے ذریعے معلوم نہیں کر سکوں گی کہ یہ ابھی کہاں ہے؟ اور کن لوگوں کے شکنجے میں ہے؟''

''فکر نہ کرو۔ میں اس کے پاس مسلسل رہوں گی۔ ابھی دیکھتی ہوں شاید اس کے پاس کوئی آئے۔ تو میں کچھ معلوم کر سکوں گی۔ اور تمہیں بتاتی رہوں گی۔''

عالی نے کہا ''میں حیران ہوں کہ اس کے دماغ میں پہنچنے کے بعد بھی خیالات نہیں پڑھے جاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کمرے میں ہے اور یہ کمرا کیسا ہے؟''

وہ سونیا کے پاس آ کر بولی ''مما! بڑی پرابلم ہے۔ دنیا کا کوئی خیال خوانی کرنے والا عدنان کے خیالات کبھی نہیں پڑھ سکتا۔ اور نہ ہی اسے اپنی آواز سنا سکتا ہے۔ وہ صرف انا کی آواز سنتا ہے اور اسی کو جواب دیتا ہے۔ انا اس کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکتی ہے لیکن انتظار کرنا ہوگا۔''

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا ''خدا کا شکر ہے اتنا تو معلوم ہوا کہ وہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہے۔''

پھر اس نے پورس سے کہا ''تم باہر جاؤ اور گاڑی تیار رکھو۔ جیسے ہی مجھے اس کا کوئی پتا ٹھکانا معلوم ہوگا۔ میں تمہارے پاس آؤں گی۔ پھر ہم فوراً ہی وہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے۔''

وہ انتظار کرنے لگے۔ بڑا تھکا دینے والا انتظار تھا۔ عدنان کے پاس کوئی نہیں آ رہا تھا لیکن اتنا تو یقین تھا کہ کھانے کے وقت اس کے بچے کو پوچھا جائے گا۔ اسے کھلانے پلانے کے لیے وہاں کوئی ضرور آئے گا۔

انتظار لمحوں کا ہو یا برسوں کا اپنے وقت پر ختم ہو ہی جاتا ہے۔ اس بند دروازے کے پیچھے آہٹ ہوئی۔ یوں لگا کوئی آ رہا ہے۔ انا میریا نے کہا ''بیٹے! ایسا ظاہر کرو جیسے تمہیں کسی دشمن ممی کا فراڈ معلوم ہی نہیں ہوا ہے۔ اگر وہ ممی کے روپ میں آ رہی ہے تو اسے ممی کہوا سے خوش فہمی میں مبتلا رکھو۔''

دروازہ کھل گیا۔ عدنان نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ کھلے دروازے کے پاس اس کی ممی انا میریا کھڑی ہوئی تھی۔ انا میریا نے اس کے اندر پوچھا ''بیٹے! کیا تم اپنے سامنے مجھے دیکھ رہے ہو؟''

''یس ممی! میرے سامنے آپ کھڑی ہوئی ہیں۔ میں آپ کی آواز سن رہا ہوں۔ لیکن آپ کے ہونٹ نہیں ہل رہے ہیں۔ آپ چپ ہیں مجھے دیکھ رہی ہیں۔''

''بیٹے! یہ دھوکا ہے۔ میں پہلے سمجھا چکی ہوں کہ وہ تمہاری ممی نہیں ہے لیکن تم ممی کہہ کر آگے بڑھو اور محبت سے اس کے گلے لگ جاؤ۔ اسے یہ معلوم نہ ہونے دو کہ تم اس کا فراڈ سمجھ رہے ہو۔''

ایسے ہی وقت عدنان کے اندر خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ اعلیٰ بی بی اس کے دماغ سے نکل کر سونیا کے پاس آئی پھر بولی ''مما! انا سے پوچھیں کہ اس کے خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں اب مجھے انا کی بھی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔''

سونیا نے انا سے کہا ''بیٹی! عالی میرے پاس آئی ہے۔ کہہ رہی ہے کہ عدنان کے خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ کیا تم اس کے اندر ہو۔''

''یس ممی! آپ فکر نہ کریں۔ اگر اس کے خیالات گڈمڈ ہوئے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ دشمن عدنان کے اندر پہنچا ہوا ہے اور اس کے خیالات پڑھنا چاہتا ہے لیکن اب ناکام رہے گا۔ اور یہ اچھا ہی ہے۔''

یہ اس لیے اچھا تھا کہ عدنان اس وقت اس دشمن عورت کے فراڈ کو سمجھ گیا تھا اور اب اپنی ممی کی ہدایات کے مطابق اسے خوش فہمی میں مبتلا کر رہا تھا اس نے دونوں ننھے ننھے بازو پھیلا کر کہا ''ممی! آپ کہاں چلی گئی تھیں؟''

اس ڈمی ممی نے اسے بازوؤں میں اٹھا کر سینے سے لگا کر چوم لیا اور پھر کہا ''بیٹے! میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم گہری نیند میں ہو اس لیے کام سے چلی گئی تھی۔ کیا تمہیں بھوک لگ رہی ہے؟''

اس وقت راسپوٹین چہارم اس ڈمی کے اندر بول رہا تھا۔ ''یہ کم بخت شیطان کا بچہ ہے۔ میں اس کے اندر آتا ہوں تو خیال گڈمڈ ہونے لگتے ہیں۔ ایک بھی خیال پڑھا نہیں جاتا۔ اسے بہلاؤ پھسلاؤ اور پوچھو کیا اس کے اندر کوئی عورت بول رہی ہے؟''

اس عورت نے عدنان کو کرسی پر بٹھا کر سر میں ہاتھ

پھیرتے ہوئے کہا ''بیٹے! میں ابھی تمہارے لیے کھانا لاتی ہوں۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے دماغ میں کوئی آ رہا ہے؟ کوئی عورت یا کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا بول رہا ہے؟''

عدنان نے تیزی سے دائیں بائیں سر ہلاتے ہوئے کہا ''نو ممی! میرے اندر کوئی نہیں آ رہا ہے۔ جب آپ میرے اندر آتی ہیں تب ہی آپ کی آواز سنتا ہوں۔ اور میں نے آج تک کسی اور کی آواز نہیں سنی۔''

ڈمی نے سوچ کے ذریعے کہا ''باس! آپ اس کی باتیں سن رہے ہیں؟ واقعی یہ مجھے اپنی ممی سمجھ رہا ہے اور اس کی ممی ابھی تک اس کے دماغ میں نہیں آئی ہے۔ اسے بے ہوش سمجھ رہی ہے۔''

''اب میں اس کے دماغ میں مسلسل رہوں گا۔ تم اسے لے کر یہاں سے نکلو۔ راستے میں اسے کچھ کھلاتی پلاتی رہنا۔''

''باس! اسے لے کر کہاں جانا ہوگا؟''

''تم فوراً یہاں سے نکلو اور سی پورٹ پہنچو۔ وہاں ہماری موٹر بوٹ ہے۔ تم عدنان کے ساتھ جزیرہ کیپری اترو گی۔''

انا میریا آئینے میں شیوانی کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں تسلسل دیکھتے ہوئے اس نے سونیا کو مخاطب کیا ''مما! فوراً یہاں سے اٹھیں اور سی پورٹ جائیں۔ وہ عدنان کو لے کر وہاں پہنچنے والی ہے۔ ایک موٹر بوٹ کے ذریعے جزیرہ کیپری جائی گی۔''

وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی ''انا! تم بھی میرے ساتھ چلو۔''

وہ بولی ''سوری مما! میں نہیں جا سکتی۔ یہاں بیٹھ کر مجھے مسلسل آئینے کو دیکھنا ہے اور عدنان کے اندر رہنا ہے۔''

سونیا نے کہا ''پھر ہمیں یہ معلوم کیسے ہوگا کہ وہ آگے عدنان کو کہاں لے جا رہے ہیں؟ ہو سکتا ہے وہ راستہ بدل دے۔ سی پورٹ نہ جائے؟''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''مما! مشکل یہ ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا انا کے دماغ میں بھی نہیں رہ سکتا۔ ہماری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے آر پار ہو جاتی ہیں۔''

سونیا نے کہا ''پورس تم انا کے ساتھ رہو۔ عالی تمہارے ساتھ رہے گی۔ انا جو تم سے کہتی رہے گی وہ باتیں عالی مجھ تک پہنچایا کرے گی۔ میں جا رہی ہوں۔''

پھر وہ فوراً ہی تیزی سے پلٹ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

مشکل یہ تھی کہ عالی عدنان کے اندر رہ کر اس ڈمی انا میریا کی باتیں نہیں سن سکتی تھی۔ اگر سن لیتی تو اس کے دماغ میں آسانی سے پہنچ سکتی تھی۔ اگرچہ وہ ڈی یوگا میں مہارت رکھتی تھی لیکن اس وقت راسپوٹین چہارم اس کے اندر موجود تھا۔ اس لیے کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا بھی آسانی سے اس ڈمی کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔

عدنان تک پہنچنے کا یہ اچھا موقع تھا لیکن وہی مشکل تھی کہ فی الحال اس ڈمی کے اندر پہنچنے کا بھی کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ وہ عدنان کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے کمرے میں آئی پھر کچن میں پہنچ کر ایک ٹفن کیریئر اٹھاتے ہوئے بولی ''اس میں تمہارا کھانا پیک کیا ہوا ہے۔ میرے ساتھ چلو کار میں بیٹھ کر کھاتے رہنا۔ میں نے تمہارے لیے بہترین جوس بھی بنایا ہے۔''

وہ کھانے کا سامان اٹھا کر عدنان کے ساتھ چلتی ہوئی بنگلے کے باہر آئی۔ عدنان نے اس کے ساتھ بیٹھ کر سامنے کی طرف دیکھا۔ اس بنگلے کے ٹھیک سامنے شاہراہ کی دوسری طرف امریکن ایکسپریس کا بہت بڑا نیوسائن تھا۔ انا میریا اپنے بیٹے کے اندر رہ کر اس کے خیالات کے ذریعے معلوم کر سکتی تھی۔ اس نے پورس سے کہا ''وہ بنگلا جہاں عدنان کو رکھا گیا تھا۔ اس کے سامنے بینک امریکن ایکسپریس کا نیوسائن ہے۔ اب وہ میری ڈمی عدنان کے ساتھ کار میں بیٹھ کر سی پورٹ کی طرف جا رہی ہے۔''

عالی نے یہ باتیں سونیا کو بتائیں۔ سونیا تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے سی پورٹ کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے کہا ''اب تو میں ادھر ہی جا رہی ہوں اور وہ ادھر سے نکل چکی ہے۔ اسے اسی طرف آنا ہے۔ وہاں .... سی پورٹ میں بہت سی پرائیویٹ موٹر بوٹس ہوں گی۔ مجھے معلوم کرنا ہے کہ وہ کس موٹر بوٹ میں جانے والی ہے۔''

اس نے دشمن کو نقلی سونیا بن کر دھوکا دیا تھا۔ اس کے آدمی سونیا کو اور عدنان کو قتل کرنے آئے تھے لیکن اسے ڈمی سونیا سمجھ کر دھوکا کھا گئے تھے ایسا ہی دھوکا راسپوٹین چہارم نے سونیا کو دیا تھا۔ انا میریا کی ڈمی کے ذریعے عدنان کو اغوا کیا تھا۔ ایک طرح سے وہ کامیاب ہوا تھا لیکن دوسری طرف ناکام ہوا تھا۔

وہ اس طرح کہ اس کے آدمی سمجھ رہے تھے کہ جس کمرے میں وہ گئے تھے وہاں ڈمی سونیا ہے۔ اصلی سونیا کہیں دوسری جگہ ہے یہی وجہ تھی کہ جب سونیا اس ہوٹل سے باہر نکل کر کار میں جانے لگی تو کسی نے اس پر شبہ نہیں کیا۔ راسپوٹین کے آدمیوں نے دھوکا کھایا تھا۔ کوئی اس کا تعاقب نہیں کر رہا تھا۔

وہ سی پورٹ کے اس حصے میں پہنچ گئی جو پرائیویٹ بوٹس کے لیے مخصوص تھا وہاں تقریباً بیس موٹر بوٹس تھیں۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے آخری موٹر بوٹ کی طرف گئی پھر وہاں سے پانی میں اتر گئی۔

اس کی اپنی لائن آف ایکشن تھی۔ وہ وہاں بوٹ میں عدنان کو اس ڈمی انامیریا سے چھیننا نہیں چاہتی تھی۔ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کے آگے پیچھے اس کے محافظ ہوں گے۔ اگر اسے وہاں چھیڑا جائے گا تو گولیاں چلیں گی اور عدنان ان گولیوں کی زد میں آسکتا تھا لہٰذا وہ چھپنے کے لیے پانی کے اندر چلی گئی۔

وہ ڈمی عدنان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی موٹر بوٹ کی طرف جانے لگی۔ اس کے دماغ میں راسپوٹین چہارم موجود تھا۔ دوسرے مسلح آلہ کار بھی دور دور پھیلے ہوئے تھے۔ اس تاک میں تھے کہ کوئی اس ڈمی کا اور عدنان کا راستہ روکے گا تو اسے گولیوں سے چھلنی کردیں گے۔

دو گن مین اس ڈمی اور عدنان کے ساتھ چلتے ہوئے اس موٹر بوٹ کے پاس آئے۔ سب نے وہاں رک کر آس پاس دور دور تک دیکھا۔ کوئی دشمن نظر نہیں آرہا تھا۔ کوئی راستہ روکنے والا نہیں تھا۔ وہ مطمئن ہوکر عدنان کو بازوؤں میں اٹھا کر موٹر بوٹ پر آگئی۔ راسپوٹین نے انہیں حکم دیا تھا کہ صرف وہ عدنان کو لے کر موٹر بوٹ سے کیپری جزیرے پر جائے گی۔ کوئی اور اس بوٹ پر نہیں جائے گا۔ انہیں یہ اندیشہ تھا کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان آلہ کاروں کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں۔

وہ بڑی کامیابی سے عدنان کو موٹر بوٹ پر لے آئی تھی۔ اب یہ اندیشہ نہیں رہا تھا کہ ہم میں سے کوئی اس کا تعاقب کررہا ہے اس لیے کسی مسلح آلہ کار کی ضرورت نہیں تھی۔ اس ڈمی اور عدنان کی نگرانی کرنے کے لیے راسپوٹین کافی تھا۔ ایک آلہ کار نے موٹر بوٹ کا لنگر کھول دیا۔ ڈمی نے موٹر اسٹارٹ کی پھر وہ سست رفتار سے آگے بڑھتی ہوئی گہرے پانی کی طرف جانے لگی۔ راسپوٹین اپنی ڈمی اور آلہ کاروں کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ دور دور تک کوئی راستہ روکنے والا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اس نے ڈمی سے کہا ''رفتار بڑھاؤ۔''

اس نے رفتار بڑھائی۔ موٹر بوٹ تیز رفتاری سے پانی کو چیرتی ہوئی جزیرہ کیپری کی طرف بڑھنے لگی۔ سونیا پانی میں غوطہ لگا کر ان موٹر بوٹس کے نیچے سے گزرتی ہوئی اس بوٹ کی طرف آئی تھی جس پر ڈمی عدنان کے ساتھ سوار ہوئی تھی۔

وہ اس وقت گردن تک پانی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جب وہ سب موٹر بوٹ پر آئے۔ تو وہ پانی کے اندر چلی گئی۔ سانس روک کر موٹر بوٹ کے نچلے حصے سے چپک گئی۔ اس عمر میں بھی وہ تقریباً دس منٹ تک سانس روک سکتی تھی۔ اس لیے دم سادھے وہاں انتظار کرتی رہی۔ وہ موٹر بوٹ اسٹارٹ کرکے آگے بڑھ رہی تھی۔ سونیا وقت کا حساب کررہی تھی۔ جب وہ تیزی سے چلتی ہوئی دور نکل گئی۔ دس منٹ پورے ہونے لگے تو اس نے پانی سے سر نکالا۔ موٹر بوٹ کی تیز رفتاری ایسی تھی کہ لہریں بڑی شدت سے ٹکرا رہی تھیں اور اس کی ہڈیوں پر جیسے ضربیں لگا رہی تھیں۔ وہ یہ تکلیف برداشت کررہی تھی۔ وہ اپنے لیے اپنی اولاد کے لیے بڑے بڑے خطرات سے کھیلتی آئی تھی۔

وہ موٹر بوٹ کی تیز رفتاری اور تلوار کی طرح تیز لہروں کی تکلیف برداشت کررہی تھی۔ پھر یکبارگی پانی سے ابھر کر قلابازی کھاتی ہوئی اس بوٹ پر آگئی۔ ڈمی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ ایک دم سے چونک گئی تھی، سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ گہرے سمندر کے پانی میں سے وہ ایک بلا کی طرح وہاں آجائے گی۔

راسپوٹین نے پریشان ہوکر کہا ''ارے..... یہ مصیبت کہاں سے آگئی۔ یہ کہاں تھی؟ کس طرح چھپی ہوئی تھی؟''

سونیا نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا ''ہائے انامیریا! مائیں اولادوں کو پیدا کرتی ہیں لیکن میرا پوتا بڑا عجیب ہے۔ وہ مائیں پیدا کرتا جارہا ہے۔ پہلی ماں شیوانی تھی جو زچگی کے وقت مرگئی۔ دوسری ماں انامیریا میرے ہوٹل کے کمرے میں ہے۔ تیسری تم ہو۔''

عدنان اپنی دادی کو دیکھتے ہی خوش ہوکر اس کی طرف بڑھنے لگا۔ ڈمی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا پھر دوسرے ہاتھ سے ریوالور نکالتے ہوئے بولی ''مجھے باس نے کہا تھا کہ میڈم سونیا سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ وہ ہمیشہ خالی ہاتھ رہتی ہیں۔''

پھر اس نے باس کو مخاطب کیا ''ٹھیک یُو باس! تم نے درست کہا تھا یہ خالی ہاتھ ہے میں اسے گولی ماردوں؟''

وہ بولا ''فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً اسے گولی ماردو۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ہاتھ سے ریوالور نکل کر پانی میں چلا گیا۔ راسپوٹین نے غصے سے کہا ''گدھے کی بچی یہ تو نے کیا کیا؟''

''باس! میں حیران ہوں۔ میں خود نہیں جانتی کہ یہ کیسے

ہوگیا؟ اچانک میرے دماغ کو جھٹکا لگا تھا۔ میرے ہاتھ کو بھی جھٹکا لگا اور ریوالور پانی میں چلا گیا۔''

''اس کا مطلب ہے کہ اس کے خیال خوانی کرنے والے تیرے دماغ میں پہنچ گئے ہیں۔''

اعلیٰ بی بی نے ان کی گفتگو کے دوران میں ڈمی کے دماغ کو پھر جھٹکا دیا۔ عدنان اس سے ہاتھ چھڑا کر چھلانگ لگا کر سونیا کی گود میں پہنچ گیا۔ اس نے عدنان کو چوم کر ایک طرف بٹھاتے ہوئے ڈمی سے کہا ''میں تمہارے اندر چھپے ہوئے باس کو مخاطب کررہی ہوں۔ کیا وہ اپنا تعارف کرائے گا؟''

اچانک اس ڈمی نے باس کی مرضی کے مطابق سونیا پر چھلانگ لگائی۔ سونیا نے اسے دونوں ہاتھوں سے روکا۔ اور ایک پاؤں سے دوسری طرف اچھال دیا۔ وہ الٹ کر پانی میں چلی گئی۔ اس کا ایک ہاتھ سونیا کے ہاتھ میں تھا اس لیے وہ ابھی ڈوبنے سے بچی ہوئی تھی۔ خوف زدہ ہوکر کہہ رہی تھی ''میڈم! مجھے بچاؤ مجھے ڈوبنے نہ دو۔''

سونیا نے کہا ''اپنے باس سے بولو کہ وہ تمہاری مدد کو آئے۔ اگر وہ مجھ سے گفتگو کرے گا، اپنا تعارف کرائے گا تو میں تمہیں ڈوبنے سے بچالوں گا۔''

وہ گڑگڑاتے ہوئے اپنے باس سے بولی ''پلیز..... مجھے بچالو..... میڈم سے بات کرو..... تم ہم سب سے چھپے رہتے ہو۔ اپنی اصلیت نہیں بتاتے۔ میری خاطر میڈم کو اپنا نام اور پتا بتاؤ۔ تم بہت شاطر ہو۔ بعد میں اپنا نام و پتا بدل سکتے ہو۔ فارگاڈ سیک مجھے کسی بھی طرح بچالو۔''

راسپوٹین نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ درد کی شدت سے چیخیں مار کر پانی میں مچھلی کی طرح تڑپنے لگی۔ موٹر بوٹ کی رفتار سست ہوگئی تھی۔ سونیا نے کہا ''تم ہم سے چھپ کر رہنا چاہتے ہو لیکن ہمیشہ نہیں چھپ سکو گے۔ جس طرح میں یہاں پہنچ گئی ہوں۔ اسی طرح تمہارے نام و پتے تک بھی پہنچنے والی ہوں۔ مجھے جلد ہی معلوم ہونے والا ہے کہ تم کون ہو؟ اور کہاں رہتے ہو؟''

راسپوٹین نے اپنی آلہ کار کے دماغ میں پھر زلزلہ پیدا کیا۔ اس بار وہ تکلیف کی شدت کو برداشت نہ کرسکی۔ بے ہوش ہوگئی اس کا ہاتھ سونیا کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

سونیا نے بھی اسے پانی میں جانے دیا۔ اگر وہ اسے نہ ڈبوتی تو راسپوٹین اس کے اندر رہ کر اس کے اور عدنان کے لیے مصیبت بن سکتا تھا۔ وہ اپنی وفادار کو پانی میں ڈبو کر وہاں سے جاچکا تھا۔ پہلی بار سونیا سے ٹکرانے کے بعد وہ یقیناً پسینہ پسینہ ہورہا ہوگا۔

☆☆☆

ایک انار تھا، دو بیمار تھے۔ ایک بیمار کا نام امیش بھاسکر اور دوسرے بیمار کا نام یوگیش بھاسکر تھا۔ دونوں باپ بیٹے تھے اور وہ دونوں بند دروازے کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔

اس دروازے کے پیچھے بند کمرے میں بندیا بھاسکر گئی ہوئی تھی۔ نہ باپ اسے پہچان رہا تھا۔ نہ بھائی اسے پہچان سکتا تھا۔ وہ اپنا روپ بدل چکی تھی۔ ایک زرخیز بدن والی نوجوان بھنگن کے اندر اس کی آتما سما گئی تھی۔ لہٰذا اب وہ ایک بھنگن تھی۔ اس کا نام تانی تھا۔ اس کا باپ اور بھائی دونوں اسے قیامت تک پہچان نہیں سکتے تھے۔ چہرہ بھی بدلا ہوا تھا، جسم بھی بدلا ہوا تھا۔ وہ اس حلیے میں بھنگن دکھائی دیتی تھی۔

ویسے کنواری لڑکی بھرے بھرے بدن کی ہو، اس کا انگ انگ چیخ کر پکار رہا ہو۔ تو پھر مرد یہ نہیں دیکھتا کہ وہ بھنگن ہے یا آسمان سے اتری ہوئی اپسرا۔

دونوں باپ بیٹا یہ بات بھول گئے کہ وہ بھنگن ہے۔ وہ بندیا عرف تانی لباس بدلنے بلکہ اپنا حلیہ بدلنے کی لیے گئی تھی اس نے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ وہ اپنے باپ اور بھائی کی نیت کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ یہ سوچ کر پریشان ہورہی تھی کہ ان بدنیت خون کے رشتوں سے کس طرح جان چھڑائے۔

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ باپ اور بھائی دونوں ہی اس کے جانی دشمن ہیں۔ اگر وہ گھر سے نہیں بھاگتی تو وہ دونوں اسے قتل کردیتے۔ اب وہ واپس آنے کے بعد اس لیے محفوظ تھی کہ اس کا رنگ روپ بدل چکا تھا۔ وہ اسے اپنی بہن اور بیٹی کی حیثیت سے نہیں پہچان رہے تھے۔ ایک پرائی لڑکی سمجھ کر للچا رہے تھے۔ ایسے ہی وقت کہا جاتا ہے رام رام جپنا پرایا مال اپنا۔

اس وقت وہ اپنا مال اور ضروری کاغذات سمیٹنے آئی تھی کیونکہ اسے اب بندیا کی حیثیت سے کوئی نہ پہچانتا تھا اور اسے اپنے باپ کی دولت میں سے کوئی حصہ نہ ملتا۔ اس لیے اس کے اپنے بینک اکاؤنٹ میں جتنی رقم تھی اور کاغذات کے ذریعے جتنی زمین و جائداد تھی وہی اس کا مقدر تھا اور وہ کسی حد تک عیش و آرام سے زندگی گزار سکتی تھی۔

وہ شاور کے نیچے کھڑی نہا رہی تھی اور منصوبے بنا رہی تھی کہ آئندہ مال و دولت حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ اس کے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ ایک بار پھر دھرم ویر سے یعنی مجھ سے ملاقات کرے گی۔ پہلی بار میں اس سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ وہ بندیا کی حیثیت سے مجھے ٹریپ نہیں کرسکی

تھی۔ اب اس کا خیال تھا کہ بندیا سے بھی زیادہ خوب صورت ہوگئی ہے اس بار دھرم ویر اس کے آگے گھٹنے ٹیک دے گا۔

اس بند کمرے کے باہر امیش بھاسکر اور یوگیش بھاسکر بند دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔ یوگیش نے اپنے باپ کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے پوچھا ''ڈیڈ! آپ یہاں کب تک کھڑے رہیں گے؟ بوڑھے ہیں تھک جائیں گے۔ ڈرائنگ روم میں جاکر آرام سے بیٹھیں اور بیڈروم میں جاکر لیٹیں۔''

وہ غصے سے بولا ''میں تمہیں پہلے بھی منع کرچکا ہوں کہ مجھے بوڑھا مت بولو۔ میں تمہارے جیسے دس جوانوں پر بھاری پڑ سکتا ہوں۔ یہاں کھڑے کھڑے تھک جانے کی بات کررہے ہو۔ میں اس لڑکی کی خاطر یہاں ایک ٹانگ پر کھڑا رہ سکتا ہوں۔''

''وہ آپ کو ایک ٹانگ کا مرغا سمجھ کر منہ نہیں لگائے گی۔ دو ٹانگوں پر ہی کھڑے رہیں۔ میرا کیا ہے۔ میں تو اچھائی کے لیے سمجھا رہا ہوں۔ اپنی عمر کا حساب کرکے اس لڑکی کا خیال نکال دینا چاہیے۔''

اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ امیش بھاسکر نے کہا ''جاؤ دیکھو! کون آیا ہے؟''

''میں کیوں جاؤں؟ کیا آپ جاکر نہیں دیکھ سکتے؟''

''میں باپ ہوں۔ میں حکم دے رہا ہوں۔ تمہیں جانا چاہیے جاؤ۔''

وہ ناگواری سے منہ بناتے ہوئے چلا گیا۔ امیش نے کہا ''کوئی مجھ سے ملنے آئے تو کہہ دینا کہ میں گھر پر نہیں ہوں۔''

''آپ کو پتا ہے کہ بچپن سے جھوٹ نہیں بولتا جو سچ ہے وہی بولوں گا۔''

''ہاں ..... ہاں..... میں تمہیں بچپن سے جانتا ہوں۔ تمہاری طرح کا جھوٹا اور مکار کوئی نہیں ہے۔ جاؤ یہاں سے دوبارہ کال بیل کی آواز سنائی دے رہی ہے۔''

وہ وہاں سے چلا گیا۔ امیش بند دروازے کی طرف دیکھ کر دل ہی دل میں کہنے لگا ''کھل جا سم سم یہ لڑکی دیر لگا رہی ہے یوگیش گیا ہوا ہے۔ بس اسی وقت اسے واپس آنا چاہیے۔ میں اسے لے کر سیدھا بیڈروم میں چلا جاؤں گا۔''

وہ باہر نہیں آرہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد یوگیش واپس آکر بولا ''آیئے! پتاجی پولیس والے ہمارے گھر آئے ہیں۔ آپ کو پوچھ رہے ہیں۔''

اس نے پوچھا ''پولیس والے کیوں آئے ہیں؟ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''میں نے ان سے کچھ نہیں پوچھا ہے۔ آپ خود ہی پوچھ لیجیے گا۔''

وہ دروازے کے پاس سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ یوگیش یہاں کھڑا رہے۔ اس نے کہا ''پولیس والے آئے ہیں۔ پتا نہیں کیا سوالات کریں گے۔ اس لیے تم بھی چلو۔''

''میں بعد میں آجاؤں گا۔''

''بعد میں کیوں ابھی چلو.....''

یوگیش نے مجبور ہوکر ساتھ چلتے ہوئے کہا ''آپ باپ بننے کا بہت ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔''

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں آئے۔ امیش نے انسپکٹر سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا ''کیسے آنا ہوا؟ پولیس والوں کو دیکھ کر شریف لوگ پریشان ہوجاتے ہیں۔''

''میں آپ کو پریشان کرنے نہیں آیا ہوں۔ آپ نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ اطمینان رکھیں۔''

''آپ تشریف رکھیں اور بتائیں کہ میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟''

''میں آپ کو ایک بہت بری خبر سنانا چاہتا ہوں۔''

دونوں باپ بیٹے نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا وہ بولا ''آپ کی بیٹی بندیا بھاسکر کو قتل کردیا گیا ہے۔''

دونوں باپ بیٹے نے اطمینان کا سانس لیا پھر فوراً ہی سنبھل کر صدمے کا اظہار کرنے لگے۔ امیش نے پوچھا ''میری بیٹی کہاں ہے؟ آپ نے کیسے پہچانا کہ وہ قتل ہونے والی میری بیٹی بندیا ہی ہے۔''

''اس کے پرس سے جو شناختی کارڈ نکلا ہے اس میں آپ کا نام درج تھا۔''

''کیا قاتل پکڑا گیا ہے؟''

''نہیں اسے قتل کرنے والا بھی زندہ نہیں ہے۔ پتا نہیں کیوں اس نے بندیا کو قتل کرنے کے بعد آتما ہتھیا لی ہے؟''

''وہ کون ذلیل بدمعاش تھا جس نے میری بیٹی کی جان لی ہے؟''

''آپ کو سن کر حیرانی ہوگی۔ اس شہر کے انسپکٹر جنرل آف پولیس رنجیت ورما نے بندیا کو قتل کیا پھر خودکشی کرلی۔ ہم حیران ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ اس بیڈروم کی تلاشی لینے کے بعد کچھ اندازہ ہورہا ہے؟''

''کس طرح کا اندازہ ہورہا ہے؟''

''یہی کہ ان دونوں میں ناجائز تعلقات تھے۔ وہاں درجنوں ایسی شرمناک تصاویر ملیں جنہیں آپ دیکھ نہیں سکیں

گے۔''

دونوں باپ بیٹے کے سر جھک گئے۔ انہوں نے چور نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں کے دلوں میں یہی بات تھی کہ خس کم جہاں پاک۔ وہ بدنام کرنے والی بیٹی اور بہن اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ حرام موت مرچکی تھی۔

انسپکٹر نے کہا ''لاش کا پوسٹ مارٹم ہوچکا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ اسپتال چلیں اور اس کی لاش لے آئیں۔ قانونی طور پر اس کا کریا کرم کرنے کی اجازت آپ کو مل جائے گی۔''

امیش دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر یوں بیٹھ گیا جیسے صدمے سے چکرا کر گرنے والا تھا۔ اس نے آنسوؤں کے بغیر روتے ہوئے کہا ''بیٹے یوگیش! تم ان کے ساتھ چلے جاؤ۔ اور اپنی بہن کی لاش یہاں لے آؤ۔''

اس نے گھور کر باپ کو دیکھا پھر اس طرف نظر ڈالی جدھر وہ بھگتن بندیا کے کمرے میں گئی تھی۔ اس نے کہا ''ڈیڈی ابھی میں نے آپ سے کہا تھا کہ میرے پیٹ میں سخت تکلیف ہے۔ ایک گولی کھا کر بیڈروم میں جاکر آرام کرنا چاہتا ہوں۔ میں ایسی حالت میں اسپتال نہیں جاسکوں گا۔''

''بیٹے! ایسی حالت میں تو ضرور جانا چاہیے۔ اسپتال جاؤ گے تو وہاں ڈاکٹر کو اپنی تکلیف بتاؤ۔ اس سے دوا لو گے پھر بہن کی لاش لے کر آجانا۔ دونوں کام ایک ساتھ ہوجائیں گے۔''

انسپکٹر نے کہا ''مسٹر یوگیش! یہ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ چلیں۔ ہم آپ کو آرام سے اسپتال پہنچادیں گے۔''

انسپکٹر کے کہنے سے مجبور ہوکر وہاں سے جانا پڑا۔ بندیا غسل کرنے کے بعد لباس تبدیل کرکے الماری کھول کر اپنے ضروری کاغذات اور چیک بک نکال رہی تھی اور چھوٹے سے بیگ میں رکھ رہی تھی۔ سیف کے اندر ایک چھوٹے سائز کا پستول بھی تھا۔ اس میں گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس نے اسے بھی اپنے پاس رکھ لیا۔

امیش بھاسکر نے میدان صاف دیکھ کر دروازے پر دستک دی۔ پھر کہا ''میری جان! باہر نکلو۔ جلدی کرو۔ یوگیش جاچکا ہے۔ گھر میں کوئی نہیں ہے۔ ہم دونوں اکیلے ہیں۔ پلیز جلدی باہر آؤ۔''

انسان جب کمینہ بننے پر آتا ہے تو شیطان سے بھی زیادہ کمینہ بن جاتا ہے۔ اس وقت بیٹی کی میت گھر میں آنے والی تھی اور وہ بند دروازے پر دستک دے کر ایک نوجوان لڑکی کو ہوس کے لیے پکار رہا تھا۔ وہ کبھی یقین نہیں کرسکتا تھا کہ جس بیٹی کی میت گھر لائی جارہی ہے، وہ اسی بیٹی کو اپنے بستر پر لے جانا چاہتا ہے۔

لوگ عجیب ہوتے ہیں۔ اپنی جوان بیٹی یا بہن کا بھرا بھرا جسم سامنے ہو تو مذہب قانون اور رسم ورواج کے پنجرے میں بند ہوکر اس بدن کی طرف نہیں جاتے لیکن دوسرے کی بہن اور بیٹی کے بدن کو ممنوعہ نہیں سمجھتے۔ اس وقت بھی وہ دروازے پر دستک دے رہا تھا اور اپنی بیٹی کو کسی پرائے کی بیٹی سمجھ کر بلا رہا تھا۔

وہ دروازہ کھول کر سامنے آئی تو وہ حیرانی وخوشی سے اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ تانی کا بدن اس کی اپنی بیٹی بندیا کے لباس میں تھا۔ اور وہ لباس اس پر ایسی سج دھج دکھلا رہا تھا کہ آنکھیں دیکھتے ہی رہنا چاہتی تھیں۔ وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہ اس کے پیچھے چلتے ہوئے بول رہا تھا۔ ''ہائی گاڈ! کیا قیامت کی چیز لگ رہی ہو؟ فضول اپنے آپ کو بھگتن کہہ رہی تھیں۔ ارے! تم تو کسی دیس کی راج کماری لگ رہی ہو۔''

اس نے ڈرائنگ روم میں آکر اس کا ہاتھ پکڑا۔ وہ ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر بولی ''میں تم سے کہوں گی کہ مجھے بیٹی کہو۔ اور میرے باپ بن کر رہو تو تم باپ تو کیا انسان بن کر نہیں رہو گے۔ جانور رہو گے۔ انسان اور جانوروں میں یہ فرق ہے کہ انسان رشتے ناتے دیکھ کر جسمانی تعلق قائم کرتے ہیں۔ لیکن جانور کسی بھی مادہ کو سڑکوں گلیوں میں اپنی مادہ بنالیتا ہے۔ میں ہاتھ جوڑ کر تمہارے قدموں میں گر کر کہتی ہوں اپنا باپ کہوں گی۔ تب بھی تم مجھے بیٹی تسلیم نہیں کرو گے اس لیے میں یہاں سے جارہی ہوں۔''

''پلیز..... یہاں سے جانے کی بات نہ کرو۔ تم جتنی رقم چاہو گی میں تمہیں دوں گا۔ بولو کیا چاہتی ہو؟''

''میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ میں جانا چاہتی ہوں اور تم مجھے روک نہیں سکو گے۔''

''دیکھو ضد نہ کرو۔ اور مرد کے لیے چیلنج نہ بنو ورنہ میں تمہیں یہاں سے جانے نہیں دوں گا۔ تم یہ بیگ لے جانا چاہتی ہو۔ میں تم پر چوری کا الزام عائد کروں گا پھر پولیس والے پکڑ کر تمہیں لے جائیں گے۔''

''مجھے اس طرح کی دھمکی نہ دو۔ میرا راستہ چھوڑتے ہو یا نہیں؟''

اس نے آگے بڑھ کر اس کی کلائی پکڑلی۔ اس نے ایک جھٹکے سے کلائی چھڑا کر اپنے بیگ میں ہاتھ ڈالا پھر اس میں رکھے ہوئے پستول کو نکال کر اس کا نشانہ لیا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا پھر پوچھا ''یہ..... یہ..... یہ کیا کررہی ہو؟

دن دہاڑے ڈکیتی کرنے آئی ہو؟ خواہ مخواہ خود کو مصیبت میں ڈالو گی، اسے پھینک دو۔''

وہ بولی ''فوراً باہر چلو۔ اپنی کار میں بیٹھو۔ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر یہاں سے جاؤں گی پھر کہیں پہنچ کر تمہاری کار سے اتر جاؤں گی۔''

وہ پستول کے سامنے مجبور ہو گیا۔ اس کے آگے چلتا ہوا کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ پچھلی سیٹ پر آ گئی۔ کار اسٹارٹ ہو کر احاطے سے باہر نکل کر ایک سڑک پر جانے لگی۔ اس نے پوچھا ''تم کہاں جانا چاہتی ہو۔ بتاؤ؟ میں وہاں پہنچا دوں گا۔''

''تم چلتے رہو۔ پھر میں بتاؤں گی۔''

وہ سوچ رہی تھی کہ کہاں جا کر کار سے اترنا چاہیے؟ جہاں بھی اترے گی تو وہ امیش بھاسکر واپس جاتے ہی چیخ پکار شروع کرے گا۔ پولیس والوں کے پاس جائے گا اور اسے گرفتار کرائے گا۔

ویسے وہ پلان بنا چکی تھی کہ آئندہ میرے پاس آئے گی اور مجھے پھر سے ٹریپ کرنے کی کوشش کرے گی۔ اسے یہ خوش فہمی تھی کہ میں اسے تانی کے نئے جسم میں دیکھ کر اپنے گھٹنے ٹیک دوں گا۔

میں نے اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ اسے ابھی میرے پاس آنا چاہیے۔ میں ہیڈ آفس میں اسے مل سکتا ہوں۔

وہ اپنے باپ سے بولی ''مجھے شانتا بائی اسپتال کے سامنے اتار دو۔''

اس نے راستہ بدل کر ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا ''تم وہاں جا کر کیا کرنا چاہتی ہو؟ کیا شانتا بائی تمہیں بندیا کی حیثیت سے قبول کر لے گی؟''

''وہ قبول کرے یا نہ کرے، یہ میرا اپنا مسئلہ ہے۔ تم مجھے وہاں پہنچا دو۔ اس کے بعد دفع ہو جاؤ۔''

اس نے اسپتال کی بہت بڑی عمارت کے سامنے اسے پہنچا دیا۔ وہ کار سے اتر کر بولی ''اب یہاں سے جاؤ اور اگر میرے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہو گے تو اپنے منہ کی کھاؤ گے۔ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔''

وہ وہاں سے چلتی ہوئی اسپتال کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ امیش بھاسکر اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا اس کی یہ سوچ تھی کہ وہ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ پولیس والے پوچھتے کہ انہوں نے کسی لڑکی کو جو کہ بھنگن ہے اسے اپنے بنگلے میں آنے کی اجازت کیوں دی تھی اور جب اجازت دی تھی تو اپنی بیٹی کے کمرے میں کیوں جانے دیا۔

وہاں سے سارا مال و اسباب اٹھا کر اسے لے جانے کی اجازت کیوں دی؟

مانا کہ وہ پستول کی زد میں امیش بھاسکر کو مجبور کر رہی تھی لیکن پستول اس کے ہاتھ آنے سے پہلے وہ اسے مجبور نہیں کر رہی تھی پھر انہوں نے اسے اتنی چھوٹ کیوں دی تھی؟ کیوں اسے بندیا کے کمرے میں جانے دیا۔

وہ بندیا عرف تانی کے خلاف کوئی کارروائی کر کے مصیبت میں پھنسنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے چپ چاپ ڈرائیو کرتا ہوا واپس چلا گیا۔ بندیا نے میرے ہیڈ کوارٹر کے آفس میں آ کر کاؤنٹر گرل سے کہا ''میں مسٹر دھرم ویر سے ملنا چاہتی ہوں۔''

کاؤنٹر گرل نے پوچھا ''آپ اپنا شناختی کارڈ پیش کریں اور اپنا تعارف کرائیں۔ تاکہ میں باس سے اجازت لے سکوں۔''

اس نے کہا ''میں اپنا تعارف کرانا ضروری نہیں سمجھتی ان سے کہہ دیں کہ ایک نوجوان لڑکی ان سے ملنا چاہتی ہے۔ لہٰذا ملاقات کے لیے پانچ منٹ کا وقت ضرور دیں۔''

کاؤنٹر گرل نے فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کیا پھر کہا ''ایک اجنبی نوجوان لڑکی یہاں آئی ہے اور آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ اپنا نام پتا بھی نہیں بتا رہی ہے صرف یہ کہتی ہے کہ پانچ منٹ کے لیے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔''

میں نے کہا ''اسے یہاں بھیج دو۔''

میں نے انٹرکام کا بٹن آف کر دیا اور اس کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے کہا ''اندر آ جاؤ۔''

دروازہ کھلا وہ اندر آئی تو میں اسے دیکھ کر دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ حسن و جمال کا شاہکار تھی۔ میں اب تک خیال خوانی کے ذریعے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا تھا کہ وہ بندیا اب ایک بھنگن تانی کے جسم میں داخل ہو گئی ہے۔ اس تانی کا جسم خوب صورت بھی ہے۔ معلومات کرنا اور بات ہے اور آنکھوں سے دیکھنا اور بات ہے۔ میں نے اسے دیکھا تو ساری معلومات پر پانی پھر گیا۔

میں نے اپنی زندگی میں بڑے حسین چلتے پھرتے مجسمے دیکھے ہیں لیکن اس وقت یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایسا حسین مجسمہ جو دل میں اتر جائے اور دماغ میں پہنچ کر ہوش اڑا دے میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ ایک تو وہ بھنگن تھی۔ بڑا گدرایا ہوا جسم تھا۔ بھرپور تھی۔ زرخیز تھی۔ اس پر اس نے ماڈرن لباس پہنا ہوا تھا۔ ماڈرن میک اَپ تھا کیونکہ اس کے اندر کی بندیا نے اسے

بالکل ماڈرن بنا دیا تھا اور وہ شراب دو آتشہ بن گئی تھی۔ شراب کو منہ لگاؤ تو نشہ ہوتا ہے۔ اسے دیکھتے ہی نشہ ہونے لگا تھا۔

اس نے مجھے اس قدر محو دیکھ کر سمجھ لیا کہ میں اس سے متاثر ہو گیا ہوں۔ وہ مسکرا کر بولی ''کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟''

میں نے چونک کر کہا ''آں..... آہا..... ضرور آؤ.....''

وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی میرے سامنے میز کے دوسری طرف آئی پھر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا ''فرمایئے آپ کس لیے آئی ہیں؟''

وہ بولی ''میں سچ بولوں گی تو آپ یقین نہیں کریں گے اور جھوٹ بولوں گی تو شاید آپ برا مان جائیں۔ لیکن مجھ سے تعاون نہیں کریں گے؟''

''تم کس معاملے میں تعاون چاہتی ہو؟ اور کس معاملے میں بات منوانا چاہتی ہو؟''

اس نے کہا ''مجھے بندیا بھاسکر نے اپنے دستخط کیے ہوئے چند چیک دیے تھے۔ میں چاہتی ہوں کہ ان چیکوں کو بینک سے کیش کراؤں۔ اور وہاں سے لاکھوں کروڑوں روپے نکلوا لوں۔''

میں نے کہا ''اگر تمہارے چیک پر بندیا بھاسکر کے صحیح دستخط ہوں گے تو میں انہیں کیش کروا دوں گا۔ بڑے سے بڑے بینک والے میری ضمانت قبول کر لیتے ہیں۔''

اس نے ایک چیک پر نناوے لاکھ روپے لکھے اور اپنے دستخط کیے۔ پھر وہ چیک میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے پڑھا پھر کہا ''یہ تو بندیا بھاسکر کے دستخط ہیں۔''

''آپ یہی سمجھ لیں۔ میں بندیا بھاسکر ہوں۔''

میں نے اس پر عاشق ہونے والے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا ''میں یقین کر لوں گا کہ تم بندیا بھاسکر ہو۔ اور چیک ابھی کیش ہو جائے گا۔ تمہیں ننانوے لاکھ روپے یعنی ایک لاکھ کم ایک کروڑ روپے مل جائیں گے۔''

میں نے اکاؤنٹس کے ایک سینئر کلرک کو بلا کر وہ چیک دیتے ہوئے کہا ''اسے ابھی بینک میں لے جاؤ۔ بینک کا ٹائم ختم ہو چکا ہے۔ لیکن میں فون کر رہا ہوں۔ یہ چیک ابھی کیش ہو جائے گا۔''

وہ کلرک چیک لے کر چلا گیا۔ بندیا نے خوش ہو کر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''یور آر سو سوئٹ۔''

میں نے کہا ''تم مجھے سوئٹ کہہ رہی ہو۔ سوئٹ یعنی میٹھا۔ میں کس قدر میٹھا ہوں یہ تو اس وقت معلوم ہو گا جب مٹھاس کو منہ لگاؤ گی۔''

وہ مسکراتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھی پھر ایک ادا سے چلتی ہوئی میرے پاس ریوالونگ چیئر کے قریب آ گئی۔ مجھ سے لگ کر بولی ''اگر تم مجھ سے تعاون کرو گے اور بندیا بھاسکر کے اکاؤنٹ سے ساری رقم نکلوانے میں میری مدد کرو گے پھر اس کی زمین و جائداد کے کاغذات کے ذریعے جتنی بھی رقم مل سکتی ہے۔ وہ مجھے حاصل کروانے کے سلسلے میں مدد کرو گے۔ تو میں تمہیں ایسے منہ لگاؤں گی کہ ساری زندگی بھلا نہیں سکو گے۔''

میں اس کے فریب کو اور چال بازیوں کو بڑی حد تک سمجھ رہا تھا۔ اور کسی حد تک میں واقعی اس سے متاثر ہو رہا تھا۔ اب میرے بچے جوان ہو چکے تھے۔ بچوں کے بچے بھی پیدا ہو رہے تھے۔ ایسی صورت میں مجھے جوان رہنے کا کوئی حق نہیں تھا لیکن فطرت کے تقاضے کچھ اور ہی ہوتے ہیں جب آدمی بوڑھا ہونے کے باوجود اندر سے جوان ہو زندہ دل ہو، صحت مند ہو تو وہ جوانی کے تقاضے بھی پورے کر سکتا ہے۔ لہٰذا میں ان تقاضوں کی زد میں آ کر اس کی طرف مائل ہو گیا۔ میں نے اسے کھینچ کر اپنے بازوؤں کی قید میں لیتے ہوئے کہا ''تمہاری ہر شرط منظور ہے۔''

اس کے خیالات پڑھ کر پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ وہ واقعی بندیا بھاسکر ہے اور اس کی آتما تانی نامی ایک بھنگن کے جسم میں سما گئی ہے۔ وہ بھنگن اب ایک ماڈرن لڑکی بن کر میرے پاس چلی آئی تھی۔ اس وقت میرے پاس بندیا کا وہ غلیظ جسم نہیں تھا جو قابلِ نفرت تھا، وہ اس وقت اچھوتی کنواری بھنگن تانی کے جسم میں سمائی ہوئی تھی۔ اندر سے بندیا تھی لیکن اوپر سے تانی تھی اور میں نے تانی کو قبول کیا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس کے بدن کی زرخیزی سے متاثر ہوتا رہا۔ پھر اسے الگ کرتے ہوئے بولا ''جاؤ، میز کے دوسری طرف جا کر اپنی کرسی پر بیٹھ جاؤ۔''

اس کی انا کو ٹھیس پہنچی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میں اسے گرفت میں لینے کے بعد پھر اس سے الگ نہیں ہو پاؤں گا۔ اسی کے قدموں میں جھکتا چلا جاؤں گا لیکن میں نے اسے دور کر دیا تھا۔ وہ مجبور ہو کر واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ میں نے انجان بن کر پوچھا ''یہ بندیا بھاسکر کی چیک بکس تمہارے پاس کہاں سے آ گئیں۔ اور تم اس کے دستخط کیسے کر لیتی ہو؟''

اس نے کہا ''تم شاید یقین نہ کرو۔ میں بندیا بھاسکر ہوں۔ مجھے قتل کر دیا گیا تھا۔ میری آتما بھٹکتی ہوئی اس کنواری دوشیزہ کے جسم میں سما گئی۔ اس کا نام تانی ہے۔''

میں نے پوچھا ''میں تمہیں بندیا کہوں، یا تانی؟''

''جب تم یقین کر رہے ہو کہ ایک آتما اپنے مردہ جسم

کتابیات پبلی کیشنز

سے نکل کر کسی دوسرے جسم میں پہنچ سکتی ہے۔ تو پھر یقین کرلو کہ میں بندیا ہوں۔ جسمانی طور پر تو مر چکی ہوں لیکن میری آتما اس وجود کے اندر آج بھی ہے جو اس وقت تمہارے سامنے ہے۔''

''اگرچہ یہ بات عقل تسلیم نہیں کرتی لیکن میں مان لیتا ہوں کہ تمہاری آتما بندیا کی ہے اور جسم تانی کا ہے۔ ویسے تمہیں قتل کیا گیا ہے۔ تو تمہاری لاش کہیں تو پڑی ہوگی؟''

''ہاں..... ایک آئی جی آف پولیس رنجیب ورما نے مجھے قتل کیا تھا۔ میری لاش اس کے بنگلے میں تھی۔ ابھی میرا بھائی یوگیش وہ لاش لینے کے لیے اسپتال گیا ہے۔ میرے ڈیڈی میرا کریا کرم کرنے والے ہیں۔''

میں نے مسکرا کر کہا ''عجیب سی بات ہے۔ تمہارا کریا کرم وہاں ہونے والا ہے۔ اور تم یہاں میرے پاس بیٹھی ہوئی ہو۔''

وہ بتانے لگی کہ دو گھنٹے پہلے ان کے بنگلے میں گئی تھی۔ وہ دونوں اسے بندیا تسلیم نہیں کررہے تھے بلکہ للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ دونوں ہی اس کا جسم حاصل کرنا چاہتے تھے۔ وہ انہیں یقین نہیں دلا سکتی تھی کہ باپ اپنی بیٹی پر اور بھائی اپنی بہن پر نیت خراب کررہا ہے۔ وہ یہ تسلیم نہیں کررہے تھے اس لیے وہ اپنے ضروری کاغذات وغیرہ لے کر وہاں سے چلی آئی تھی۔

میں نے کہا ''اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تمہارا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ تم کہاں رہو گی؟''

اس نے مسکرا کر قاتلانہ انداز میں مجھے دیکھا پھر کہا ''تم چاہو تو اپنے دل کے مکان میں رکھ سکتے ہو۔''

''یہ مکان بوڑھا ہو چکا ہے۔ اس کے در و دیوار کمزور ہو چکے ہیں، کوئی بھی دروازہ توڑ کر آئے گا اور تمہیں اٹھا کر لے جائے گا۔''

''خواہ مخواہ خود کو بوڑھا کہہ رہے ہو۔ جبکہ بوڑھے دکھائی نہیں دیتے۔ مجھے اپنے سینے سے لگا کر رکھو۔ میں تمہیں جوان بنائے رکھوں گی۔''

''تم مجھ پر مہربان ہو رہی ہو تو میں بھی تم پر مہربانی کروں گا۔ تمہارے باپ اور بھائی کی تمام دولت و جائیداد ان سے چھین کر تمہیں دینے کی کوشش کروں گا۔''

وہ خوشی سے اٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ پھر ایک دم سے گلے میں بانہیں ڈال کر مجھ سے لپٹ گئی۔ شکریہ ادا کرنے لگی، کہنے لگی ''اگر تم کسی بھی طرح ان کا سب کچھ میرے نام کرادو۔ تو میں ساری زندگی تمہاری داسی بن کر رہوں گی۔''

''ابھی تو تم آرام سے بیٹھو اور یہ بتاؤ کہ تمہارے اکاؤنٹ میں کتنی رقم ہے؟''

اس نے الگ ہو کر کہا ''میرے پاس اس وقت ایک کروڑ ستر لاکھ روپے ہیں۔ میں نے بڑی ہیرا پھیری سے اتنی رقم جمع کی ہے۔ کسی کو اب تک نہیں بتایا تمہیں بتا رہی ہوں۔''

''تم ایک کاغذ پر لکھو کہ تم نے مجھ سے ایک کروڑ ستر لاکھ روپے قرض لیے تھے۔ تم ایک چیک کے ذریعے وہ رقم مجھے ادا کررہی ہو۔ ابھی بینک کا وقت ہے، میں وہ چیک کیش کرالوں گا۔ اس سے پہلے کہ تمہارا باپ اور بھائی بینک والوں کو تمہاری موت کی اطلاع دیں اور تمہارا اکاؤنٹ کلوز کرادیں۔ اس سے پہلے ہی وہ رقم نکال لینی چاہیے۔''

وہ کرسی پر بیٹھ کر میری حسب خواہش تحریر لکھنے لگی۔ میں امیش کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گھر واپس آ کر سوچ رہا تھا کہ پتا نہیں وہ خوبصورت بلا کون تھی؟ اچانک آئی اور بندیا کے کپڑے پہن کر اس کا کچھ سامان لے کر چلی گئی۔ پتا نہیں کیا لے کر گئی ہے؟ مجھے دیکھنا چاہیے۔

اس نے بیڈ روم میں آ کر دیکھا تو الماری کھلی ہوئی تھی۔ اس کی چیک بکس نہیں تھیں اور اس کے جائیداد کے جو کاغذات تھے، وہ بھی غائب تھے۔

اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ایسی چیزیں کیوں چرا کر لے گئی ہے، جن سے اسے کچھ حاصل نہیں ہو سکے گا۔ وہ بندیا نہیں ہے اس کے دستخط نہیں کر سکے گی۔ نہ ہی اکاؤنٹ سے رقم نکال سکے گی اور نہ ہی کاغذات سے کچھ حاصل کر سکے گی۔

میں نے اسے یہ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا کہ وہ کسی طرح فراڈ کر کے جعلی دستخط کے ذریعے رقم نکلوا سکتی ہے اور ان جائداد کے کاغذات کے ذریعے بھی کوئی ہیرا پھیری کر سکتی ہے۔ یوں بھی اسے زیادہ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ یوگیش بندیا کی لاش لے آیا تھا۔ رشتہ داروں اور دوست احباب کو اطلاع دے دی گئی تھی۔ لوگ وہاں آ رہے تھے، اس کا کریا کرم ہونے والا تھا۔ یوگیش نے بنگلے میں واپس آ کر اسے تلاش کیا۔ وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے باپ سے پوچھا ''وہ لڑکی کہاں ہے؟''

باپ نے پوچھا ''کون لڑکی؟''

''کیوں انجان بنتے ہیں، جو یہاں آئی تھی؟ خود کو بندیا کہہ رہی تھی۔''

''وہ یہاں سے جا چکی ہے۔ میں نے اسے روکنا چاہا۔

ہی خاصی رقم کا لالچ بھی دیا لیکن وہ یہاں سے چلی گئی۔''

وہ ناگواری سے بولا ''میں جانتا تھا، آپ کا بڑھاپا اسے ...ی نہیں سکے گا۔ رقم کا لالچ دینے سے کیا ہوتا ہے؟ یہی لالچ ...ا دیتا تو وہ یہاں سے نہیں جاتی۔''

...ندیا نے ایک تحریر لکھ کر دی۔ اور ایک کروڑ ستر لاکھ ...ے کا چیک لکھ کر اس پر دستخط کیے۔ میں نے منیجر کو بلا کر وہ ...ک دیتے ہوئے کہا ''ابھی بینک جاؤ اور یہ چیک کیش ...وا کر لے آؤ۔''

وہ چیک لے کر چلا گیا۔ میں نے فون کے ذریعے بینک ...ے کہا ''میرا ایک منیجر بڑی رقم کا چیک آ رہا ہے۔ آپ ...ا سے کیش کروا دیں۔''

اس نے کہا ''جناب، ہم آپ کے خادم ہیں۔ جیسے ہی ...ی آئے گا، آپ کے پاس کیش پہنچا دیا جائے گا۔''

شانتا بائی نے مجھے اپنی دولت و جائیداد کا ٹرسٹی بنا کر تمام ...وبار میرے حوالے کیا تھا۔ میں اس بینک کے ساتھ ہر ماہ ...وڑوں روپے کا لین دین کیا کرتا تھا۔ اس لیے وہ ایک ...ڑ ستر لاکھ روپے کا چیک فوراً ہی کیش ہو گیا۔ وہ رقم بندیا ...پاس آ گئی۔ اسے توقع تھی کہ مجھ جیسا شخص ہی اسے اتنی ...م دلا سکتا ہے۔ وہ خوشی کے مارے پھر میرے پاس آ کر ...ن ہونے لگی۔ قربان ہونے لگی۔ پھر اس نے کہا ''مجھے ...لگ رہی ہے۔ میں جوس پینا چاہتی ہوں۔ کیا میرا ساتھ ...ے؟''

''بے شک..... ابھی منگواتا ہوں۔''

میں نے ملازم کو بلا کر جوس لانے کا حکم دیا۔ اس نے ''سر! کس پھل کا جوس پینا چاہیں گے؟''

بندیا نے کہا ''میں بنانا جوس پینا چاہوں گی۔''

میں نے کہا ''جاؤ..... وہی لے آؤ۔''

ملازم چلا گیا۔ چنڈال کو بندیا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ...نے اپنے بیٹے ہنس راج کے ذریعے اسے قتل کیا تھا۔ وہ ...ا آتما کو یوں ہی بھٹکنے کے لیے چھوڑ سکتا تھا لیکن اس نے ...یک ہمنگن تانی کے جسم میں پہنچا دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی ...ں نے اس کے بیٹے ہنس راج جوگیا کو ٹریپ کیا تھا۔ ...گل کے ذریعے اسے اپنا تابعدار بنانا چاہتا تھا۔ اس ...پہلے ہی چنڈال کو معلوم ہو گیا کہ اسے ٹریپ کیا جا رہا ...اس نے اپنے بیٹے کو بھی قتل کر دیا تاکہ میں خیال خوانی ...ر لے اس کے قریب نہ پہنچ سکوں اور نہ اس کا سراغ ...ا۔

وہ مجھ پر شبہ کررہا تھا کہ میں بندیا کو آلۂ کار بنا کر اس تک پہنچ کر ایسا کررہا تھا۔ لہٰذا اب وہ بندیا کو تانی بنا کر اس کے ذریعہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میں ہی ہوں تو پھر کہاں ہوں؟ کیا کررہا ہوں؟ اور کس طرح اس کا سراغ لگانا چاہتا ہوں۔

ملازم دو گلاس لے آیا۔ ایک اس نے میرے سامنے رکھا اور دوسرا گلاس بندیا کے سامنے رکھ دیا۔ ہم دونوں گلاس اٹھا کر پینے لگے۔ پہلا گھونٹ پیتے ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ مزہ بدلا ہوا ہے۔ اور اس میں کچھ ملایا گیا ہے۔ میں نے دوسرا گھونٹ لیا تو پتا چل گیا کہ اعصابی کمزوری کی دوا ہے۔ بہت عرصے پہلے جوانی میں منچالی کی قربت نے مجھے زہریلا بنا دیا تھا۔ وہ ایک زہریلی سیاہ فام لڑکی تھی۔ مجھے دل کی گہرائی سے اس قدر چاہتی تھی کہ اس نے میرے لیے جان دے دی تھی۔

مختصر یہ کہ اس کی قربت نے مجھے اس حد تک زہریلا بنا دیا تھا کہ ایسی دوائیں مجھ پر اثر نہیں کرتی تھیں۔ جوس میں جو دوا ملائی گئی تھی۔ وہ مجھ پر اثر نہیں کر سکتی تھی، میں محتاط ہو گیا کہ چنڈال میرا سراغ لگانا چاہتا ہے۔ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ یہ دھرم ویر کون ہے؟ اور بندیا اس کے پاس کیوں آئی ہے؟

میں نے پہلا گھونٹ پیتے ہی اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میرے خیالات کا چور خانہ بند ہو جائے۔ پھر میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ چنڈال بندیا کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ میرے جوس کا گلاس ختم ہونے لگا۔ تو وہ میرے اندر پہنچ گیا۔ خوش ہو گیا کہ اسے جگہ مل گئی ہے۔ وہ یہ سمجھا کہ میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہا ہوں۔ وہ مایوس ہو رہا تھا کہ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تو نہیں ہوں لیکن بہت ہی شاطر ہوں۔ اور کاروباری دنیا میں بڑی سوجھ بوجھ کا مالک ہوں اس لیے شانتا بائی نے مجھے اپنا ٹرسٹی بنایا ہوا ہے۔

میں نے اسے جتانے کے لیے بندیا سے کہا ''تم کہتی ہو کہ بندیا ہو، میں مان رہا ہوں کہ تم بندیا ہو یا کوئی بھی ہو۔ خوبصورت ہو، جوان ہو اور میری آغوش میں آنے والی ہو اس لیے تمہیں بندیا تسلیم کررہا ہوں۔ مگر ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔''

وہ مسکرا کر بولی ''ہاں، پوچھو۔''

''تم کسی آئی جی آف پولیس رنجیت ورما کے ساتھ اس کے بنگلے میں کیوں گئی تھیں؟''

''میں بتا چکی ہوں، میرا باپ اور بھائی مجھے قتل کر دینا چاہتے تھے۔ ان سے خوف زدہ ہو کر گھر سے بھاگ گئی تھی۔ پھر میں اسی رنجیت ورما کے بنگلے میں جا کر پناہ لینا چاہتی تھی۔ مجھے کیا پتا تھا کہ مجھے کھلونا بنا کر قتل کر دے گا۔''

میں نے پوچھا ''تمہاری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ تمہاری آتما نانی کے اندر کیسے پہنچ گئی؟''

''میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیسے قتل ہوگئی؟ اور پھر کیسے اس جسم میں سما گئی؟ یہ سب مجھے ایک تماشائی جادو لگ رہا ہے۔ اگر یہ سب مجھ پر نہ بیت رہی ہوتی تو کبھی یقین نہیں آتا کہ ایک آتما دوسرے جسم میں سما جاتی ہے۔''

چنڈال میرے اندر چھپا ہوا باتیں سن رہا تھا اور میں اسے سنانے کے لیے کہہ رہا تھا ''بندیا! اس سے پہلے بھی تمہارے ساتھ عجیب وغریب واقعات ہوئے تھے۔''

بندیا نے پوچھا ''کون سا واقعہ؟''

''یاد کرو تم نے مجھے پھانسنے کے لیے ہوٹل کے کمرے میں بلایا تھا۔ وہاں تمہارے باپ نے کئی کیمرے چھپا کر رکھے تھے۔ اس کا میری اور تمہاری شرم ناک تصاویر اتار کر مجھے بلیک میل کرنے کا ارادہ تھا اور شانتا بائی کی ساری جائیداد کو حاصل کرنے کا منصوبہ تھا۔''

وہ سر جھکا کر بولی ''میں شرمندہ ہوں کہ تمہارے ساتھ چال بازی کی گئی اور نتیجہ برا نکلا۔''

''میں تمہیں شرمندہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس رات تم نے بہت زیادہ پی لی تھی اس لیے میں اپنی عزت کے لحاظ سے تمہارے ساتھ اس کمرے میں نہیں گیا اور تم نے وہاں نشے کی حالت میں بیرے کے ساتھ رات گزاری اور تمہاری وہ فلم اتار لی گئی۔ اس طرح کسی نے وہ فلم چرائی اور پھر تمہیں اور تمہارے باپ کو بلیک میل کرنے لگا۔''

''وہ بلیک میلر تو میری جان کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ پتا نہیں وہ فلم اس کے ہاتھ کیسے لگ گئی تھی؟''

''ایسا ہی ایک واقعہ تمہارے پھوپی کے بیٹے کندن کپور کے ساتھ بھی ہوا تھا۔ اس کی بھی نہایت شرم ناک فلم تیار کی گئی تھی۔ اسی بلیک میلر نے وہ فلم تیار کی تھی جو تمہیں بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔ ان دو واقعات سے پتا چلتا ہے کہ وہ بلیک میلر بہت پراسرار ہے یا کوئی ایسا پراسرار علم جانتا ہے جس کے ذریعے وہ تنہائی میں پہنچ کر ایسی شرم ناک فلم تیار کر لیتا ہے۔''

بندیا نے پوچھا ''تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ بلیک میلر جادو جانتا ہوگا؟''

''یا تو وہ جادو جانتا ہے یا پھر ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یہ ایسے علوم ہیں جن کے ذریعے ناممکن کو ممکن بنا دیا جاتا ہے۔''

میں نے یہ باتیں چنڈال کو سنانے کے لیے کی تھیں۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ وہ بلیک میلر واقعی ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا۔ اسی نے بندیا کو گھر سے بھگا کر میرے بیٹے راج ہنس کے پاس پہنچایا ہوگا۔ جب ہنس راج نے بندیا کے ساتھ شرا... اس کے دماغ کے دروازے کھل گئے تو اس ٹیلی پیتھ... والے کو معلوم ہوگیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اس پر تو... مجھ تک پہنچنا چاہا۔'' اوہ بھگوان! پتا نہیں وہ ٹیلی پیتھی... کون ہے؟''

وہ گھوم پھر کر میرے ہی بارے میں سوچتا تھا... چھپا ہوا اس کی تاک میں ہوں۔ اور میں نے اسے... دلا دیا کہ جس دھرم ویر کے دماغ میں رہ کر تم لوگوں... ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے اور اس کے پاس رہ کر وقت... ہوگا۔ لہٰذا وہ میرے دماغ سے چلا گیا۔

ان دنوں وہ تین حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ ایک طر... معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہنس راج جوگیا کے ذریعے... کا سراغ لگا رہا ہے مگر وہ اس سلسلے میں ناکام ہو رہا تھا... طرف ٹونی جے تھا۔ وہ امریکن ٹیلی پیتھی جاننے والا... وہ ٹریپ کر چکا تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے اپنا... تابعدار بنا چکا تھا۔ وہ دن رات جب بھی موقع ملتا... اور اس کی بیوی ہلینا کے دماغ میں جاتا رہتا تھا... منصوبے کے مطابق انہیں ہندوستان بلانے والا تھا... پہلے وہ انہیں ہندی زبان اور ہندوستانی کلچر سکھا... قتل کے ذریعے مشکل سے مشکل باتیں بھی سکھائی جا... ذہن نشین ہو جاتی ہیں۔ پھر آدمی اسے بھول نہیں... ٹونی جے اور ہلینا بھی رفتہ رفتہ ہندوستانی کلچر... جا رہے تھے۔ اور ہندی زبان اچھی طرح ایک دو... بولنے لگے تھے۔

تیسری طرف وہ چار یوگا جاننے والے آر... گئے تھے۔ جن سے اب وہ جلد سے جلد نمٹنا چاہتا تھا... لیے اس نے پلاننگ کی تھی کہ اپنے بیٹے ہنس راج... ذریعے انہیں باری باری قتل کرے گا لیکن اس... میری مداخلت کے باعث اس کا منصوبہ کھٹائی میں... اب وہ پھر سوچ رہا تھا کہ اپنے بیٹے کے ذریعے... کرائے گا اور ان آرمی افسران سے نجات حاصل... آزاد اور خودمختار ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت... گزارے گا۔

اس نے اپنے بیٹے کو اس بار جس نوجوان... پہنچایا تھا، اس کا نام منوج اگروال تھا۔ وہ رئیس... بھی شراب وشباب کا عادی تھا۔ چنڈال نے... تنویمی عمل کے ذریعے اس کی شراب چھڑا... ارادہ بدل دیا کیونکہ منوج جتنا دولت مند...

اختیارات کا مالک تھا، اتنا ہی بزدل تھا۔ چنڈال اس کے ذریعے ان چار آرمی افسران کو قتل نہیں کرا سکتا تھا۔ ایسی واردات کے دوران میں اسے ہمیشہ ساتھ رہنا پڑتا۔ اور وہ مسلسل خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ آرمی افسران اس کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔

اب وہ جلد سے جلد اس قید سے رہائی چاہتا تھا۔ بہت عرصے تک ان کی پابندیوں میں رہ کر ان کے مظالم سہہ چکا تھا۔ اب رہائی کے سلسلے میں اس کی پلاننگ مکمل ہو چکی تھی۔ ادھر سے ٹونی جے کو بھی بلا رہا تھا۔ اگلے دو دنوں میں وہ انڈیا پہنچ سکتا تھا۔

اس نے اپنے بیٹے ہنس راج سے کہا ''گدھے! تیری وجہ سے میں بہت مشکلوں میں پڑ جاتا ہوں۔ اب تجھے یہ نیا جنم دیا ہے۔ تو بہت کم بخت بزدل ہے۔ تو جتنی بھی بہادری سے اور عیاری سے کسی کو قتل کرنے جائے گا۔ اتنی ہی بزدلی سے سارا کام بگاڑ دیا کرے گا۔ تم دونوں کے ذہن مشترک ہیں۔ کہیں کسی وقت تمہیں بھی کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔''

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا کہ ایک تو اسے یہ معلوم کرنا تھا کہ بندیا کے ذریعے کون اس کا سراغ لگا رہا ہے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچنا چاہتا تھا پھر ان آرمی افسران سے بھی پیچھا چھڑانا تھا۔

وہ پھر بندیا کے پاس آ گیا۔ یہ دیکھ چکا تھا کہ بندیا مجھے پھانس رہی ہے اور میں اس پر لٹو ہو رہا ہوں۔ لیکن اب اسے میری طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ مجھے وہ ایک عام سا آدمی سمجھتا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ بندیا کو مجھ سے الگ کر دے گا پھر اسے کسی ایسے شخص کے پاس پہنچا دے گا جو قتل وغارت گری سے ڈرتا نہ ہو بلکہ اسے کھیل سمجھ کر کھیلتا ہو۔

اس نے اپنے بیٹے ہنس راج سے کہا ''تم آئی جی آف پولیس رنجیت ورما کی حیثیت سے دہلی کے چھٹے ہوئے غنڈے بدمعاشوں کو اچھی طرح جانتے ہو۔ یہاں کرائے کے قاتل بھی ہیں جو سب سے زیادہ دلیر اور سفاک ہو۔ مجھے ان میں سے کسی کے دماغ میں پہنچاؤ۔''

اس نے ایک فون نمبر ڈائل کیا۔ رابطہ ہونے پر بولا ''ہیلو..... میں آئی جی پولیس رنجیت ورما بول رہا ہوں۔''

دوسری طرف سے آواز سنائی دی ''اچھا انسپکٹر جنرل رنجیت ورما کیا تم چتا میں جل جانے کے بعد بول رہے ہو۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''پچھلی رات رنجیت ورما کا قتل ہو چکا ہے۔ اب وہ آئی آف پولیس نرک میں پہنچ چکا ہوگا۔ تم کون ہو؟ کیوں اس کے نام سے مجھے فون کر رہے ہو؟''

چنڈال نے غصے سے کہا ''فون بند کرو۔ گدھے کے بچے! جب تم نے رنجیت ورما کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا ہے۔ تو پھر خود کو رنجیت ورما کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تم سے زیادہ معلومات رکھتا ہوگا۔ شہر میں کیسی کیسی واردات ہو رہی ہے اور کہاں کہاں ہو رہی ہے؟''

وہ اسے ڈانٹنے کے بعد اس کرائے کے قاتل کے اندر پہنچ گیا۔ اس کا نام اندرا کوٹھانی تھا۔ وہ ایک خوب صورت سے بنگلے میں رہتا تھا۔ رئیس اعظم کی طرح زندگی گزارتا تھا۔ بڑے لوگوں کی سوسائٹی میں رہا کرتا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کی آمدنی کے ذرائع کیا ہیں جو لوگ دولت مند ہوتے ہیں۔ اس کی دولت کا حساب اس ملک کی حکومت بھی نہیں کرتی۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ کس کے پاس دولت کہاں سے آئی ہے؟ کس راستے سے آئی ہے؟

اگر وہ چھوٹے علاقوں میں رہ کر چوری ڈکیتی کرتا۔ کسی کو قتل کرتا تو مجرم کہلاتا۔ کئی بار جیل جاتا اور اسے لات جوتے بھی کھانے پڑتے لیکن وہ حکومت کے بڑے بڑے عہدے داروں کے لیے جرم کرتا تھا۔ ان کی مشکلات آسان کرنے کے لیے کسی کو قتل کر دیتا تھا۔ کسی کے لیے کوئی اہم دستاویز چرا کر لے آتا تھا۔ اس طرح بڑے لوگ اسے گلے سے لگا کر رکھتے تھے اور اس پر اگر کوئی الزام آتا تھا تو اپنے وسیع ذرائع اور اختیارات کو کام میں لا کر اسے ہر طرح کے الزام سے بچایا کرتے تھے۔

اس وقت اندرا کوٹھانی اپنے بیڈروم میں سو رہا تھا۔ پچھلی رات اس نے بڑی واردات کی تھی۔ وہ صبح تک جاگتا رہا تھا۔ اس لیے نیند پوری کر رہا تھا۔ ہنس راج کے فون نے اسے نیند سے اٹھا دیا تھا۔ وہ چڑچڑا تھا۔ بڑبڑا رہا تھا۔ پھر اس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا تھا اور اب دوبارہ سونے جا رہا تھا۔

چنڈال نے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانے لگا اس نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ وہ شراب نہیں پیے گا۔ صرف ایک ہی حسین لڑکی سے تعلق رکھے گا اور وہ لڑکی آج اسے ملنے والی ہے۔

اس کے دماغ میں یہ ایک اہم بات نقش کی کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گا لیکن ظاہر نہیں کرے گا۔ وہ پرائی سوچ کی لہریں جو اسے حکم دیں گی اس کے مطابق عمل کرے گا۔

پھر اس نے ایک مخصوص لب ولہجہ اس کے دماغ میں نقش

کیا۔ اور حکم دیا جب یہ مخصوص لب ولہجہ اور آواز اسے سنائی دے گی تو وہ پرانی سوچ کی لہروں کے اثر سے نکل آئے گا اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ذہن سے نکال دے گا۔

وہ چاہتا تھا کہ بندیا کے پیچھے جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ وہ اس کے ذریعے اندرا کوٹھانی کے دماغ میں آئے۔ اسے اپنا آلہ کار بنائے۔ اس طرح چنڈال اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مصروفیات کو سمجھ سکے گا اسے پہچاننے کی کوشش کرے گا۔ پھر اسے کسی طرح ٹریپ کرنا چاہے گا۔ اگر ناکام ہوگا تو مخصوص لب ولہجے کے ذریعے اندرا کوٹھانی کو حکم دے گا تو وہ اس ٹیلی پیتھی والے کو اپنے دماغ سے نکال دے گا۔

وہ اپنے طور پر بہت ہی اچھی تدبیر پر عمل کر رہا تھا۔ اسے کامیابی ہو سکتی تھی۔ وہ پھر بندیا کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ میرے ساتھ دفتر میں ہی تھی۔ کئی گھنٹے گزار چکی تھی۔ دوپہر کا کھانا بھی میرے ساتھ کھایا تھا۔ ہمارے درمیان یہ معاملات طے ہوئے تھے کہ وہ آج کسی فائیو اسٹار ہوٹل کا ایک کمرا لے کر وہاں رہے گی۔ رات گزارے گی۔ کل کوئی چھوٹا موٹا سا بنگلا خرید کر وہاں رہائش اختیار کر لے گی۔

وہ تقریباً چار گھنٹے میرے ساتھ آفس میں گزارنے کے بعد وہاں سے چلی گئی۔ ایک بریف کیس میں اپنے دو کروڑ انہتر لاکھ روپے رکھ کر لے گئی۔ وہ اتنی بڑی رقم میرے پاس بھی نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ میں اس کے خیالات سے معلوم کر چکا تھا۔ اس لیے میں نے اسے اس بات پر مائل نہیں کیا کہ اتنی بڑی رقم ساتھ نہیں لے جانا چاہیے۔ میرے پاس چھوڑ دینا چاہیے اور وہ اس بات سے خوش تھی کہ میں نے رقم کے معاملے میں اسے مجبور نہیں کیا تھا۔

میں نے شام پانچ بجے اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ ہوٹل کے ایک کمرے میں ہے اور آرام سے لیٹی ہوئی آئندہ کے منصوبے بنا رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اپنی جائداد کے جو کاغذات وہ لے کر آئی تھی۔ میں ان کے ذریعے اسے اس کی جائداد دلا سکوں گا اور اس کے باپ اور بھائی اعتراض نہیں کر سکیں گے۔

اس نے رات کو ڈنر پر مجھے بلایا تھا۔ میرے ساتھ رات گزارنا چاہتی تھی۔ میں نے بہانہ کیا کہ آج بہت مصروف ہوں۔ دوسرے دن اس کے ساتھ کھانا بھی کھاؤں گا اور وقت بھی گزاروں گا۔ میں اس کے دماغ میں چلا آیا پھر اپنے معاملات میں مصروف ہو گیا۔

اس وقت تک چنڈال اندرا کوٹھانی کے معاملے میں مصروف تھا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا رہا تھا۔ ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سلا دیا۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوئی پوری طرح چنڈال کا معمول اور تابعدار بن چکا تھا۔ وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد مرضی کے مطابق اس ہوٹل میں پہنچ گیا جہاں بندیا رہ رہی تھی۔

وہ رات کا کھانا کھانے کے لیے ڈائننگ ہال میں وہاں اندرا کوٹھانی سے اس کا سامنا ہو گیا۔ چنڈال اندرہ کر اسے متاثر کرنے لگا۔ وہ میری طرف مائل اس کی طرف کھینچے لے جا رہا تھا۔ دماغ اس کے قابو وہ بے اختیار اندرا کوٹھانی کو دیکھنے لگی تھی اور اس ہونے لگی تھی۔ کوٹھانی نے آگے بڑھ کر مسکراتے ''کیا ہم ایک دوسرے سے متعارف ہو سکتے ہیں؟ اندرا کوٹھانی ہے۔''

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ بندیا اختیار اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ کچھ حیر کچھ پریشانی سے سوچ رہی تھی کہ بے اختیار اس کی کیوں کھنچی جا رہی ہے؟ اور دل ہی دل میں یہ مان رہ وہ پرکشش ہے اگر عمر اس کی زیادہ ہے تو کیا ہوا؟ وہ طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

اس نے اس کے ساتھ تھوڑی سی پی پھر کھانا کھ دوران میں وہ ایک دوسرے سے بے تکلف ہونے اس نے چنڈال کی مرضی کے مطابق بتایا کہ میرے کیس میں دو کروڑ انہتر لاکھ روپے رکھے ہوئے ہیں کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔''

اندرا کوٹھانی نے کہا ''میں تمہارے ساتھ میرے ساتھ میرے بنگلے میں چل کر رہو۔ اور سارا میرے ساتھ گزارتی رہو۔''

ایسے وقت میں بندیا کے دماغ میں آیا تھا۔ چاہتا تھا کہ وہ اب کیا کر رہی ہے؟ تب اس کے پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ دوسری طرف پھسل چکی ہے رہی ہے یہ باتیں مجھے رفتہ رفتہ معلوم ہونے لگیں۔

وہ یہ مصمم ارادہ کر کے آئی تھی کہ میرے ساتھ میرے ذریعے اپنے باپ کی تمام دولت وجائداد جمائے گی۔ اب اس کے خیالات کہہ رہے تھے وہ اس اندرا کوٹھانی پر عاشق ہو گئی ہے۔ اس کی جا رہی ہے اور اس کے ساتھ رہنے اور زندگی گزار کر رہی ہے۔

میں نے اس کے ذہن میں یہ خیال پیدا کیا کہ اگر وہ اندرا کوٹھانی کے ساتھ جا کر رہے گی اور دھرم ویر سے بے وفائی کرے گی تو وہ اسے باپ کی دولت وجائداد تو کیا اپنے کاغذات سے بھی کچھ نہیں مل سکے گا۔

اس وقت چنڈال بھی اس کے دماغ میں چھپا ہوا اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس نے اس خیال کے جواب میں کہا کہ مجھے دھرم ویر کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ یہ اندرا کوٹھانی بہت چالاک ہے۔ شاطر ہے۔ یہ مجھے اپنے باپ کی تمام دولت وجائداد پر قبضہ جمانے کا موقع دے گا۔

پھر چنڈال جو گیا نے اسے اس بات پر مائل کیا کہ وہ یہی سوال کوٹھانی سے کرے۔ اس نے کوٹھانی سے پوچھا ''کیا میرے باپ اور بھائی سے میرا انتقام لے سکو گے؟ مجھے ان کی دولت وجائداد کی مالکن بنا سکتے ہو؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''یہ کوئی خاص بات نہیں ہے میرے لیے یہ بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ تم میرے ساتھ رہو۔ میرا دل خوش کرتی رہو۔ پھر دیکھو میں تمہارے لیے کیا کرتا ہوں۔''

رات کا کھانا کھانے کے بعد بندیا نے ہوٹل کے کمرے سے اپنا بریف کیس اٹھایا پھر اندرا کوٹھانی کے ساتھ اس کی کوٹھی چلی گئی۔ مجھے اس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی البتہ اس سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی کہ چنڈال نے میرے جوس میں صفائی کر دی کی دوا ملائی تھی۔ اور یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ دماغ کے اندر چھپا رہتا ہے اور مجھے تلاش کرتا پھر رہا ہے۔

اس طرح یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ بندیا خود اندرا کوٹھانی کی طرف مائل نہیں ہوئی تھی بلکہ چنڈال نے اس کی کھوپڑی اس کی طرف گھما دی تھی اور اب وہ اسی طرف گھوم رہی تھی۔

چنڈال ذہانت کے مطابق ایک سیدھا سادہ سا کھیل کھیل رہا تھا۔ پہلے اس نے بندیا کے ذریعے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ میں کیا دھرم ویر ٹیلی پیتھی جانتا ہوں یا نہیں؟ میرے خیالات پڑھنے کے بعد اسے محسوس ہو گیا کہ میں اس کا مطلوبہ شکار نہیں ہوں۔ اس لیے اس نے بندیا کو اندرا کوٹھانی کی... مائل کر دیا تھا۔

میں نے کوٹھانی کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ حکومت کے اعلیٰ عہدے داروں اور اونچی سوسائٹی میں بہت جانا پہچانا شخص تھا۔ اس لیے جلد ہی اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو گیا۔ یہ بھی پتا چلا کہ وہ شراب وشباب کا شکار ہے۔

اس رات اس نے ہوٹل میں کھانے سے پہلے بندیا کے ساتھ تھوڑی سی پی تھی۔ اسے اپنے گھر میں لانے کے بعد کچھ اور زیادہ پی۔ یہ دونوں مستی میں رہے۔ ایسے وقت میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ اگر وہ نہ پیتا تب بھی میں اس کے اندر پہنچ سکتا تھا کیونکہ چنڈال جو گیا نے اس کے دماغ کو ہدایت دی تھی اور وہ تابعدار کی طرح مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہوئے بھی انجان بنا رہا تھا۔

دوسری طرف چنڈال جو گیا نے بعد میں اس کے اندر آ کر معلوم کیا کہ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو محسوس کر رہا ہے۔

چنڈال اس حد تک مجھے دھوکا دینے میں کامیاب رہا۔ اس نے دوسری بار بندیا کے ذریعے یہ معلوم کر لیا کہ ایک ٹیلی پیتھی والا جاننے اس کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ وہ جس کے پاس جاتی ہے وہ اس کے دماغ میں بھی پہنچ جاتا ہے۔ وہ پہلی بار اس کے بیٹے کے بنگلے میں گئی تھی۔ تو میں نے اس کے بیٹے پر تنویمی عمل کیا تھا۔ دوسری بار وہ اندرا کوٹھانی کے بنگلے میں آئی تو میں اس کے اندر بھی پہنچ گیا۔ یہ بات چنڈال کو معلوم ہو گئی۔

لیکن وہ یہ معلوم نہ کر سکا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میں ہوں۔ اب بھی یہ سوال اس کے ذہن میں چبھ رہا تھا کہ بندیا کے اندر جو ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا رہتا ہے آخر وہ کون ہے؟

اس کا خیال تھا کہ میں اندرا کوٹھانی کے دماغ میں پہنچنے کے بعد اس پر بھی تنویمی عمل کروں گا اور اسے اپنا تابعدار بنانا چاہوں گا لیکن اس کا یہ اندازہ غلط ثابت ہونے لگا۔ میں ایسا نادان نہیں تھا۔ ایک بار دیکھ چکا تھا کہ چنڈال کو اپنے بیٹے کے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی معلوم ہو چکی ہے۔ دوسری بار میں اپنی موجودگی ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا جب کہ ظاہر ہو چکی تھی۔ لیکن اب اپنی طرف سے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا تابعدار نہیں بنانا چاہتا تھا۔ میں بندیا کے ذریعے اندرا کوٹھانی پر نظر رکھ سکتا تھا۔

دونوں طرف سے اندھی چالیں چلی جا رہی تھیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ چنڈال اپنے آلہ کار اندرا کوٹھانی کے دماغ میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کو سمجھ رہا ہے۔ میں خوش فہمی میں تھا کہ اس پر تنویمی عمل نہیں کروں گا۔ اسے اپنا تابعدار نہیں بناؤں گا تو چنڈال کو اس کے اندر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کا علم نہیں ہوگا۔

دوسری طرف چنڈال بندیا کے ذریعے اندھی چال چل رہا تھا پھر بھی یہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میں ہوں اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی اصلیت کس طرح معلوم کرے۔ اس کی مجبوری یہ تھی

کہ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اندرا کو ٹھانی کے اندر زیادہ دیر برداشت نہیں کرسکتا تھا کیونکہ وہ اس کے ذریعے آئندہ چار آرمی افسران کو قتل کرنے کی واردات کرانے والا تھا لہٰذا ضروری تھا کہ اندرا کو ٹھانی اور بندیا کے دماغوں سے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھگا دیا جائے۔

اس رات کی صبح ہونے تک اس نے یہی کیا۔ اندرا کو ٹھانی کے دماغ میں پہنچ کر مخصوص لہجے میں حکم دیا کہ اب وہ اپنے دماغ کو مقفل رہنے دے۔ کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو اندر نہ آنے دیا کرے۔

پھر اس نے بندیا پر مختصر سا تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو بھی لاک کر دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بندیا آئندہ اندرا کو ٹھانی کے ساتھ رہے۔ اس نے کو ٹھانی کو حکم دیا کہ صبح ہوتے ہی وہ دہلی چھوڑ کر شملہ چلا جائے۔ اور بندیا کو حکم دیا کہ وہ صبح ہونے سے پہلے اندرا کو ٹھانی کی کوٹھی کو چھوڑ کر کہیں بھی جاسکتی ہے۔ اگر وہ اپنی دولت و جائداد حاصل کرنا چاہتی ہے تو دھرم ویر کے پاس بھی جاسکتی ہے۔ اب اسے اس سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔

بس یہیں پہنچ کر چنڈال دھوکا کھا گیا۔ وہ دھرم ویر کو یعنی مجھے دہلی کا ایک عام شہری سمجھ رہا تھا جس بندیا کے دماغ کو میرے خلاف لاک کیا گیا تھا۔ اسی کو میری طرف بھیج رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اندرا کو ٹھانی کا دماغ لاک ہو جانے کے بعد میں اسے کہیں تلاش نہیں کرسکوں گا۔ کم بخت! بڑی خوش فہمی میں مبتلا رہنے لگا تھا۔

☆☆☆

اس بار کبریا ایک ماں اور دو بیٹیوں سے ٹکرایا تھا۔ ماں کا نام پھول متی تھا اور بیٹیوں میں سے ایک کا نام چندرا متی اور دوسری کا نام تارا متی تھا۔ وہ تینوں اس کے پیچھے پڑ گئی تھیں۔ اسے احمد آباد سے ممبئی تک اپنا ہم سفر بنانا چاہتی تھیں۔ طیارے میں خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ فلائٹ تین گھنٹے کی تاخیر سے روانہ ہونے والی تھی۔ کبریا نے ان تینوں کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر ان کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''میں صرف دس منٹ تک خاموش رہنا چاہتا ہوں اور تم تینوں کو بھی خاموش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد باتیں کروں گا اور تمہارے ساتھ بھی رہوں گا۔''

وہ تینوں خوش ہوگئیں۔ اپنے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا کہ اس سے ایک لفظ بھی نہیں بولیں گی۔

وہ ان تینوں کے دماغوں میں باری باری جانے لگا اور ان کے خیالات تفصیل سے پڑھنے لگا۔ اکثر لوگ سوچتے ہیں کہ انہیں موت نہیں آئے گی اور وہ اس دنیا میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اسی طرح پھول متی سوچتی تھی کہ اس پر بڑھاپا نہیں آئے گا اور وہ ہمیشہ جوان رہا کرے گی۔

وہ کبھی شادی کرنا اور بچے پیدا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ شادی کرتے ہی ماں بنتے ہی بوڑھی کہلانے لگے گی۔ وہ کئی برس تک شادی سے کتراتی رہی لیکن پھر نوجوان کے ساتھ جذبات میں بہہ گئی۔ اس سے شادی کر اس نے پہلے شوہر سے چندرا متی کو جنم دیا۔

اس کے دماغ میں یہ بات بری طرح نقش ہو چکی تھی وہ کبھی بوڑھی نہیں ہوگی۔ ایک بیٹی کے بعد بھی خود کو کنواری ہی سمجھتی رہی۔ اس کے پتی نے ایک بیٹے کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے کہا کہ بیٹا پیدا ہونا چاہیے لیکن اب وہ پیدا کرنے سے کترا رہی تھی۔ دونوں میں جھگڑا ہوا تو ہوگئی۔

پھر اس کی زندگی میں ایک دولت مند شخص آیا۔ اس کے حسن و شباب کی تعریفیں کرتا رہا اور وہ اس پر مائل ہوئی۔ اس سے شادی کی تو اس کے ذریعے دوسری بیٹی تارا متی ہوئی۔ اس نے سوچا کہ وہ اسی طرح اگر جذبات میں بہہ رہے گی تو اولاد پیدا کرتے کرتے بوڑھی ہوتی جائے گی۔ شادی کے بعد پتی کا حکم ماننا پڑتا ہے۔ بچے پیدا کرنا پڑتے ہیں۔ لہٰذا آئندہ وہ شادی نہیں کرے گی۔

پھر اس نے واقعی شادی نہیں کی۔ دونوں بیٹیاں جوان ہونے تک خود جوان بنتی رہی۔ وہ خود کو بیٹیوں سے زیادہ جوان رکھنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔ جوان بنے رہنا اس کی فطری کمزوری تھی۔ ورنہ وہ عادتاً بری نہیں تھی۔ کسی کی ذات سے کسی کو نقصان نہیں پہنچاتی تھی۔ اس کی سوچ ہمیشہ جوان اور دولت مند بن کر رہے۔ جوان تو وہ خود کر رہتی تھی لیکن دولت مند بننے کی خواہش پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس کا ایک بیوٹی پارلر تھا۔ جس کے ذریعے اچھی آمدنی ہو جاتی تھی اور بڑے ٹھاٹ سے گزارہ ہو جاتا تھا پھر بھی دولت مند بننے کی خواہش انگڑائیاں لیتی رہتی تھی۔

اس کی دونوں بیٹیاں چندرا متی، تارا متی بھی کبریا سے دلچسپی لے رہی تھیں کہ بیلا نے کسی نوجوان کے ملنے کی پیش گوئی کی تھی۔ وہ بازاری طرح کبریا کو پھانسنا نہیں چاہتی تھیں۔ صرف تاش کی وجہ سے اس کی ذات میں دلچسپی لے رہی تھیں۔

کبریا نے سوچا ''جب یہ تینوں عادتاً اچھی ہیں ذات سے کسی کو نقصان بھی نہیں پہنچاتا ہے تو میں اسے فائدہ پہنچاؤں گا۔ یہاں سے ممبئی تک ان کے ساتھ رہوں گا۔ تاکہ تاش کے پتوں کی پیش گوئی ان کے لیے درست ہو سکے۔

اب میں ان کے ساتھ ہوائی جہاز سے سفر نہیں کروں گا پھر اس نے پھول متی سے پوچھا ''یہاں سے ٹرین کب جاتی ہے؟''

پھول متی نے کہا ''ٹرین ابھی جانے والی ہوگی۔ آپ فون کے ذریعے معلوم کرسکتے ہیں۔''

چندرا متی نے فون کے ذریعے ریلوے انکوائری سے معلوم کیا تو پتا چلا کہ ٹرین ابھی بیس منٹ پہلے جا چکی ہے۔

تارا متی نے کہا ''بائی روڈ جائیں تو شارٹ کٹ راستہ ہے اودے پور نک جا کر پھر ٹرین میں سوار ہو جائیں گے۔''

کبریا راضی ہوگیا۔ وہ تینوں خوش ہوگئیں۔ کبریا کے ساتھ ائیر پورٹ کی عمارت سے باہر آئیں پھر بڑی سی وین میں بیٹھ گئیں۔ پھول متی نے کہا ''میں حمزہ صاحب کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھوں گی۔ ان کے آرام کا خیال کروں گی۔ چندرا متی تم ڈرائیو کرو۔''

وہ کبریا کے ساتھ لگی رہنا چاہتی تھی کہ بوڑھی جوانی کی آنچ دیتی رہوں گی تو وہ جوان پگھلتا رہے گا۔ وہ اس کے دائیں طرف بیٹھ گئی۔ تارا متی بائیں طرف بیٹھ گئی۔ دونوں ماں بیٹی نے اسے سینڈوچ بنا لیا۔

گاڑی تیزی سے ہائی وے پر جانے لگی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے دائیں بائیں جا رہا تھا۔ دونوں کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ تارا متی اس سے لگی ہوئی تھی اور اس سے متاثر ہو رہی تھی مگر سوچ رہی تھی کہ کیا کرے۔ بوڑھی ماں دیوار بن رہی تھی۔ اسے سمجھایا نہیں جاسکتا تھا کہ اب وہ اپنے بڑھاپے کو تسلیم کرلے اور جوان بیٹی کے لیے راستہ صاف کردے۔

دوسری طرف پھول متی سوچ رہی تھی کہ یہ تارا متی حمزہ سے اس قدر چپک کر کیوں بیٹھی ہے؟ اسے کچھ تو خیال کرنا چاہیے۔ گھر میں کھانا پکتا ہے تو یہ دونوں پہلے ماں کو کھلاتی ہیں۔ بازار سے کپڑا لاتی ہیں تو پہلے ماں کو پہناتی ہیں۔ آج ایک گبرو جوان ملا ہے تو یہ پہلے مجھے کیوں نہیں اوڑھنے دے رہی ہے؟ جب چادر ایک ہو تو پہلے ماں کا سر ڈھانپنا چاہیے۔''

تارا متی کی سوچ نے کہا کہ اب ماں کو رام نام جپنا چاہیے۔ پرایا مال اپنا نہیں کرنا چاہیے۔ ایسا مال ملے تو پہلے کسی ماں کے حوالے کرنا چاہیے۔ وہ گبرو جوان ماں سے عمر میں چھوٹا ہے۔

ماں نے سوچا ''چھوٹا ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ شادی ہوگی تو لڑکیوں کا باپ کہلائے گا۔ تارا متی اور چندرا متی کو اسے باپ سمجھنا چاہیے۔''

کبریا نے اس کی سوچ میں تبدیلی پیدا کی ''کہیں کسی طرح میرا بڑھاپا تو نہیں جھلک رہا ہے؟''

اس نے پرس میں سے آئینہ نکال کر اپنے آپ کو دیکھا پھر سوچا ''چہرے پر پکا پن آگیا ہے۔ میرے مقابلے میں میری دونوں بیٹیوں کے چہرے پر بڑی نزاکت ہے۔ بڑی تازگی ہے۔ یہ ان کے دل لگانے اور پیار کرنے کی عمر ہے۔ میں خوامخواہ ان کے راستے میں دیوار بن رہی ہوں۔''

وہ ایسا سوچتے وقت پریشان ہو رہی تھی کہ ایسا کیوں سوچ رہی ہے؟ جبکہ دل حمزہ خان کی طرف مائل ہو رہا ہے۔

کبریا نے اس کے اندر سوچ پیدا کی ''دل میں تو ہوس بھری ہوتی ہے، دماغ سے کام لینا چاہیے اور پھر میں کب تک جوان بنتی رہوں گی؟ اور بیٹیوں کو بڑھاپے کی دہلیز تک پہنچاتی رہوں گی؟ جب تک یہ میرے گھاٹ اترے گا اس وقت تک بیٹیاں اتنی بوڑھی ہو جائیں گی کہ پھر کوئی منہ نہیں لگائے گا۔ یہ میری طرف سے بہت بڑا ظلم ہوگا۔''

خیالات کی اس تبدیلی نے اس کے اندر ممتا کا جذبہ بیدار کیا اور وہ سنجیدگی سے دونوں بیٹیوں کے بارے میں سوچنے لگی ''اگر حمزہ خان مجھ سے نہ سہی میری کسی ایک بیٹی سے دل لگا لے۔ اس سے منسوب ہو جائے تب بھی ہمارا بھلا ہوگا۔ مجھے اب اپنے لیے نہیں اپنی بیٹیوں کے لیے سوچنا چاہیے۔''

گاڑی اس ہائی وے سے اتر کر ایک ذیلی راستے پر جانے لگی۔ کبریا نے پوچھا ''یہ کدھر جا رہی ہو؟''

اس نے کہا ''یہ شارٹ کٹ ہے۔ یہاں سے ہم بہت کم وقت میں اودے پور پہنچ جائیں گے اور جو ٹرین وہاں پہنچنے والی ہے اس میں سوار ہو سکیں گے۔''

اتنا کہہ کر وہ چپ ہوئی پھر ڈرائیو کرتے ہوئے سوچنے لگی ''ممی اور تارا متی اسے کس طرح بیچ میں لے کر بیٹھی ہوئی ہیں اور مجھے ڈرائیونگ میں لگا دیا ہے۔''

اس نے بہن سے کہا ''تارا متی! میں اتنی دور سے ڈرائیو کرتی آ رہی ہوں۔ اب تم یہاں آؤ اور مجھے ذرا آرام کرنے دو۔''

تارا متی نے دل میں کہا ''میں خوب سمجھتی ہوں کیسے آرام کرو گی؟ یہاں آتے ہی حمزہ خان سے چپک کر بیٹھ جاؤ گی۔''

اس نے پھول متی سے کہا ''ممی! تم گاڑی ڈرائیو کرو۔ چندرا متی کو یہاں آرام کرنے کے لیے بھیج دو۔''

گاڑی آگے جا کر رک گئی۔ پھول متی کی سوچ میں بڑی حد تک تبدیلی آگئی تھی۔ اب وہ ممتا سے سوچ رہی تھی کہ دونوں بیٹیوں کو حمزہ خان کے پاس ہی رہنا چاہیے۔ پتا نہیں وہ کس سے متاثر ہو جائے۔

وہ گاڑی سے باہر آگئی۔ چندرا متی کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی ''جاؤ بیٹی! حمزہ صاحب کے پاس بیٹھو۔ میں ڈرائیو کرتی ہوں۔''

ماں نے بیٹی کی جگہ اور بیٹی نے ماں کی جگہ سنبھال لی۔ گاڑی پھر آگے چل پڑی۔ وہ وہی شرٹ کٹ راستہ تھا۔ جو گھنے جنگل کے درمیان سے گزرتا تھا اور پچھلی رات کبریا اس راستے سے گزر چکا تھا۔

اس راستے سے صرف وہی ضرورت مند گزرتے تھے۔ جنہیں جلد از جلد اپنی منزل پر پہنچنا ہوتا تھا۔ ایسے لوگ مسلح ہو کر قافلے کی صورت میں سفر کرتے تھے۔

کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ پھول متی نے گاڑی کی رفتار سست کر کے گھبراتے ہوئے کہا ''یہ کیسی آوازیں آرہی ہیں؟''

تارا متی نے کہا ''میں نے فائرنگ کی آوازیں سنی ہیں۔ آگے راستے میں کوئی گڑبڑ ہے۔''

پھول متی نے گاڑی روک دی پھر کہا ''ہمیں واپس جانا چاہیے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی پیچھے سے بھی فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ اب تو وہی بات ہوئی۔ نہ جانے ماندن نہ پائے رفتن۔ نہ وہاں رک سکتے تھے۔ نہ آگے پیچھے جا سکتے تھے۔ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔

انہوں نے کچھ فاصلے پر دو پولیس والوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا۔ دو گولیاں چلیں۔ اس کے ساتھ ہی دونوں بھاگنے والے اچھل کر گرے پھر وہاں سے اٹھ نہ سکے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ پولیس اور ڈاکوؤں میں مقابلہ ہو رہا ہے۔

تارا متی رونے لگی۔ کہنے لگی ''یہ ہم کہاں آکر پھنس گئے ہیں؟ ڈاکو ہمیں مار ڈالیں گے۔''

کبریا نے کہا ''ہمارے پاس ہتھیار بھی تو نہیں ہیں۔''

پھول متی نے کہا ''میرے پرس میں ایک پستول ہے۔ میرے پاس اس کا لائسنس بھی ہے۔''

چندرا متی نے چڑ کر کہا ''ممی! یہاں کون لائسنس دیکھنے آرہا ہے؟ ہم نے اپنی جان بچانی ہے۔ کیا ایک پستول سے ہم اپنی حفاظت کر سکیں گے؟''

''انہیں دور سے دکھا تو سکیں گے کہ ہم نہتے نہیں ہیں۔ شاید اس طرح شاید وہ ہم سے دور رہیں۔''

تارا متی نے کہا ''پولیس والے ہم سے زیادہ مسلح ہیں۔ وہ ڈاکو ان سے دور نہیں بھاگ رہے ہیں۔ مقابلہ کر رہے ہیں۔ وہ دیکھیں ایک اور سپاہی مارا گیا ہے۔''

رہ رہ کر فائرنگ ہو رہی تھی۔ لوگوں کے چیخنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ گولیاں کھا کر گر رہے تھے۔ ڈاکو بھی مر رہے تھے اور سپاہی بھی فرض کی ادائی میں مارے جا رہے تھے۔

بڑی دیر تک رہ رہ کر فائرنگ ہوتی رہی۔ وہ تینوں بیٹھی کے درمیان سہمی ہوئی بیٹھی تھیں۔ کبریا انتظار میں تھا کہ کوئی آواز سنائی دے تو اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنے قابو میں کر سکے۔ بڑی دیر بعد خاموشی چھا گئی۔ اب کسی طرف سے بھی فائرنگ کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی پھر بہت دور سامنے سے ایک جیپ آتی دکھائی دی۔

وہ کوئی بہت بڑا اسمگلر تھا۔ ڈاکوؤں کو اسلحہ سپلائی کیا کرتا تھا۔ ابھی ان سے اسلحے کی بہت بڑی رقم لے کر جانے والا ہو ایسے وقت پولیس نے حملہ کیا تھا۔ ڈاکوؤں نے اس اسمگلر کا ساتھ دیا تھا۔ پولیس اور ڈاکو تو مارے گئے تھے جو بچے بھاگ گئے تھے۔

اب وہ اسمگلر اپنے ماتحت کے ساتھ رہ گیا تھا۔ اس جیپ میں بیٹھ کر احمد آباد کی طرف جا رہا تھا۔ وہ پھول متی کی گاڑی کے قریب آنے سے پہلے رک گیا۔ اپنی گن سنبھالتا للکارتے ہوئے بولا ''تم لوگ کون ہو؟ جو بھی ہو دروازے کھولو اور دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے رکھ کر باہر آجاؤ۔ کسی کے ہتھیار ہوگا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔''

پھول متی نے سہم کر کہا ''وہ میرا پستول دیکھے گا تو گولی ڈالے گا۔''

کبریا نے کہا ''پستول اسی گاڑی میں چھوڑ دو۔ جو کہہ رہا ہے ویسا کرو۔ اپنے ہاتھ گردن کے پیچھے رکھ کر گاڑی سے باہر نکلو۔''

کبریا اس اسمگلر کے اندر پہنچ چکا تھا۔ اس نے کہا ''مرضی کے مطابق اپنے ماتحت سے کہا ''جب تک میں دوں کسی پر گولی نہ چلانا۔ یہ سیدھے سادے مسافر ہیں۔ نقصان نہیں پہنچائیں گے۔''

وہ ان ماں بیٹیوں کے ساتھ گاڑی سے باہر آگیا۔ نے پوچھا ''تم لوگ کون ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟ اور پاس کتنا مال ہے۔''

پھول متی نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا ''

پاس صرف دس ہزار روپے ہیں۔ تلاشی لو گے تب بھی اس سے ایک پیسا بھی زیادہ نہیں نکلے گا۔ تم ہم سے یہ دس ہزار لے لو اور یہاں سے جانے دو۔''

کبریا نے کہا ''تمہیں دس ہزار روپے نہیں دینے چاہئیں۔ تاش کے پتوں نے کہا تھا کہ تمہیں بہت مال ملنے والا ہے۔ جب ملنے والا ہے تو تم نقصان کیوں اٹھانا چاہتی ہو؟''

اسمگلر نے کبریا کو گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا ''یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟''

وہ بولا ''دیکھیے شری مانت! ممبئی میں کوئی لڑکی ہے۔ اس کا نام بیلا ادبرائے ہے۔ وہ تاش کے پتوں سے قسمت کا حال بتاتی ہے۔ اس نے ہی ان ماں بیٹیوں کو بتایا ہے کہ یہاں سے انہیں بہت دولت ملنے والی ہے۔ کیا تمہارے پاس دولت ہے؟''

اسمگلر نے ہنستے ہوئے کہا ''اس وقت میرے پاس بیس لاکھ روپے ہیں۔ ان لاکھوں روپے کی خاطر میں نے کئی لاشیں گرا دی ہیں۔ تم سب کی بھی لاشیں گرا سکتا ہوں لیکن ان عورتوں پر گولی چلانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر دس ہزار ہیں تو وہی مجھے دے دو۔ میں جا رہا ہوں۔''

پھول متی اپنے پرس میں سے رقم نکالنا چاہتی تھی۔ کبریا نے اس کے ہاتھ سے پرس چھین کر کہا ''تم تاش کے پتوں کے خلاف کوئی کام نہ کرو۔ تمہیں کچھ دینا نہیں بلکہ بہت کچھ لینا ہے۔ اگر تاش کے پتوں نے سچ کہا ہے تو یہ ابھی بیس لاکھ روپے تمہیں دے گا۔''

تارا متی نے کبریا کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا ''کیا تمہارا دماغ خراب ہوا ہے؟ یہاں ہماری جان پر بنی ہے اور تم ہمیں لاکھوں روپے کے سبز باغ دکھا رہے ہو۔ ہمیں دولت نہیں چاہیے۔ ممی! آپ دس ہزار اسے دیں اور یہاں سے چلیں۔''

اسمگلر نے ہاتھ اٹھا کر کہا ''ٹھہرو! مجھے سمجھنے دو۔ میرے اندر کچھ ہو رہا ہے۔ تاش کے پتے کچھ کہہ رہے ہیں۔ مجھے تم سے دس ہزار روپے نہیں لینے چاہیے۔ میں تمہیں بیس لاکھ روپے دوں گا۔''

وہ ماں بیٹیاں حیرانی سے ایک دوسرے کو تکنے لگیں۔ اس کے ماتحت نے کہا ''باس! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ اتنی بڑی رقم آپ انہیں دینا چاہتے ہیں؟''

اسمگلر نے ڈانٹ کر کہا ''بکواس مت کرو۔ خاموش رہو۔ وہ بریف کیس اٹھاؤ اور بڑھیا کو دے دو۔''

اسمگلر نے پھول متی کو بڑھیا کہا تھا۔ ان لمحات میں اس نے برا نہیں مانا۔ جان پر بنی ہوئی تھی۔ وہ عمر کا حساب کرنا بھول گئی تھی پھر حیرانی سے سوچ رہی تھی کہ تاش کے پتوں کی پیش گوئی کے مطابق وہ اسمگلر انہیں بیس لاکھ روپے دے رہا تھا۔ اس کے ماتحت نے روپوں سے بھرا ہوا بریف کیس لا کر پھول متی کے سامنے زمین پر رکھ دیا پھر واپس جا کر بولا ''باس! یہ آپ نے اچھا نہیں کیا ہے۔ اب کیا خالی ہاتھ جائیں گے؟''

وہ تن کر بولا ''ہاں..... کوئی بات نہیں ہم اور لاکھوں روپے کما لیں گے۔ یہاں سے چلو۔''

وہ دونوں جیپ میں بیٹھ گئے۔ کبریا اور وہ ماں بیٹیاں بریف کیس اٹھا کر ایک طرف ہو گئیں۔ وہ جیپ ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے احمد آباد جانے لگا۔ کبریا اس کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر پیچھے نہیں دیکھا۔ وہ اپنے ماتحت کے... لڑبڑانے کے باوجود تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا۔

پھول متی اور اس کی بیٹیاں بریف کیس اٹھا کر اسے سینے سے لگا کر خوشی سے نہال ہو رہی تھیں۔ دونوں بیٹیاں خوشی کے مارے ناچ رہی تھیں۔ دور جاتی جیپ کو دیکھ رہی تھیں اور یقین کر رہی تھیں کہ اب وہ واپس نہیں آئے گا۔ پھول متی نے کبریا کا ہاتھ تھام کر بڑی محبت و عقیدت سے کہا ''تم نے تو کمال کر دیا تمہیں کیسے یاد آگیا کہ تاش کے پتوں نے یہ سب کچھ کہا تھا؟''

چندرا متی نے کہا ''ممی! میں تو بیلا ادبرائے کو اب اچھی طرح مان گئی ہوں۔ اس کی دل سے عقیدت مند ہو گئی ہوں۔ تاش کے پتوں کا ذکر آیا تو اس اسمگلر کے تیور بدل گئے تھے۔ وہ اپنی سنگدلی بھول کر مہربان ہو گیا تھا۔''

تارا متی نے کہا ''ہمیں یہاں سے فوراً جانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ واپس آجائے۔''

کبریا اب تک اس اسمگلر کے دماغ میں تھا۔ اسے تیز رفتاری سے زیادہ دور بھگا رہا تھا پھر وہ ان کے ساتھ آکر اس وین میں بیٹھ گیا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ اس کے دماغ کو جیسے ہی ڈھیل دے گا تو اس اسمگلر کی کھوپڑی الٹ جائے گی اور پھر اپنی جیپ کو موڑ کر لے آئے گا۔ واپسی کا راستہ روکنا ضروری تھا۔

وہ جس راستے پر ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے ایک طرف گہری کھائیاں تھیں۔ کبریا نے اس کے ہاتھ کو اسٹیئرنگ پر بہکا دیا۔ اسٹیئرنگ ادھر سے ادھر گھوما پھر وہ اسے کنٹرول نہ کر سکا۔ جیپ سڑک کے کنارے جا کر ڈھلان کی طرف گرتی ہوئی الٹتی ہوئی گہری کھائی کی طرف جانے لگی۔

کبریا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پھول متی گا...

کتابیات پبلی کیشنز

ڈرائیو کر رہی تھی۔ وہ چندرامتی اور تارامتی کے درمیان سمٹا ہوا بیٹھا تھا۔ تارامتی نے پوچھا ''تم اتنی دیر سے چپ کیوں ہو؟ بولتے کیوں نہیں ہو؟''

وہ بولا ''میں حیران ہوں کہ یہ سب کیسے ہوگیا؟ وہ بیلا اوبرائے آخر ہے کون؟ جس کے تاش کے پتے اس قدر سچ بولتے ہیں کہ سیکڑوں ہزاروں میل دور ایک ظالم کو مہربان بنا دیتے ہیں۔''

پھول متی نے کہا ''میں تو ممبئی پہنچتے ہی بیلا کے قدموں میں جا کر گر پڑوں گی۔ وہ ایک ملاقات کے پانچ ہزار لیتی ہے۔ میں اسے دس ہزار دوں گی۔''

تارامتی نے کہا ''ہم بیلا کے لیے تحفے بھی لے کر جائیں گے۔ اس نے تو ہمیں ایک ہی دن میں مالا مال کر دیا ہے۔''

کبریا نے اتنی بار بیلا کا نام سنا تھا کہ اب اس کے اندر بھی اس کے بارے میں تجسس پیدا ہوگیا تھا۔ اس نے پوچھا ''آخر یہ بیلا ہے کون؟ کیا یہ اس کا پیشہ ہے؟ وہ تاش کے پتوں کے ذریعے سب کو قسمت کا حال بتاتی ہے۔''

''ہاں..... جو بھی ضرورت مند اس کے پاس جاتا ہے وہ اس کے مستقبل کے بارے میں سچی اور کھری بات بتا دیتی ہے۔ وہ یہ لحاظ نہیں کرتی ہے کہ سننے والے کو مسرتیں حاصل ہوں گی یا وہ مایوس ہو کر جائے گا۔''

کبریا سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ یہ جو کچھ ہوا تھا اگر دیکھا جائے تو تاش کے پتے پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ انہیں مال ملنے والا ہے۔ اگرچہ اس کی خیال خوانی کے ذریعے ایسا ہوا تھا لیکن کچھ بھی ہو تاش کے پتوں کی پیش گوئی درست ہوئی تھی۔

چندرامتی نے کہا ''ممی! تمہیں..... ابھی بیلا کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس فون ہے ہم اس سے رابطہ کر سکتے ہیں۔''

کبریا نے چونک کر چندرامتی کو دیکھا۔ اس کی بھی یہی خواہش تھی کہ وہ بیلا کے بارے میں کچھ معلوم کر سکے۔ پھول متی نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے موبائل فون پر نمبر ڈائل کیے پھر اسے کان سے لگا کر انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ ہوا۔ بیلا اوبرائے کی آواز سنائی دی ''ہیلو کون ہے؟''

''مس بیلا! میں پھول متی۔ تمہیں یاد ہوگا میں اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ تمہارے پاس آئی تھی۔''

بیلا نے کہا ''ہاں..... مجھے یاد ہے۔ آج سے ایک ماہ پہلے تم اپنی بیٹیوں کے ساتھ آئی تھیں۔ ایک بیٹی کا نام چندرامتی ہے اور دوسری کا نام تارامتی ہے۔''

پھول متی نے کہا ''اوہ..... تم تو کمال کی لڑکی ہو۔ ہمیں اب تک یاد رکھا ہے۔ تمہاری یادداشت بہت اچھی ہے۔''

''ٹھیک ہے ابھی تم نے کیوں فون کیا ہے؟ کیا چاہتی ہو؟''

''تم نے پیش گوئی کی تھی کہ ہمیں بہت جلد بہت ساری ساری دولت ملنے والی ہے۔ ابھی ابھی ہمیں بیس لاکھ روپے ملے ہیں۔ میں کیا بتاؤں کہ مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے؟ اور میں تمہاری کتنی عقیدت مند ہوگئی ہوں۔ ممبئی آنے والی ہوں۔ وہاں پہنچتے ہی تمہارے پاس آؤں گی اور تمہیں بہت سے تحفے دوں گی۔''

بیلا نے کہا ''مجھے خوشی ہے کہ میری پیش گوئی درست ثابت ہوئی ہے۔ ٹھیک ہے آپ جب چاہیں چلی آئیں۔ میرے دروازے تو سب ہی کے لیے کھلے رہتے ہیں۔''

رابطہ ختم ہوگیا۔ کبریا بیلا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

وہ خیالات کیا تھے؟

وہ خیالات طلسم ہوشربا تھے۔ اسے حیران کر دینے کے لیے کافی تھے۔

بیلا اوبرائے کا ذکر پچھلی اقساط میں ہو چکا ہے۔ بظاہر وہ کوئی پراسرار لڑکی نہیں تھی۔ فرمان اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ چکا تھا۔ یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ مسٹر اوبرائے کی بیٹی ہے اور اوبرائے شطرنج کا ماہر کھلاڑی ہے۔ شاطر پتے باز ہے اور باون پتوں کی پتے بازی کے ذریعے خوب دولت کما تا رہا ہے۔

ایک بار فرمان کے ذریعے میں بھی بیلا کے دماغ میں پہنچا تھا۔ صرف یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ بھی اپنے باپ کی طرح باون پتوں سے کھیلتی تھی لیکن اس نے اپنا الگ راستہ اختیار کیا تھا۔ وہ جوئے بازی سے ہٹ کر تاش کے پتوں کو قسمت کا حال بتانے کے لیے استعمال کرنے لگی۔ کچھ اس کی لگن اور دلچسپی تھی اور کچھ اس نے ماہرین سے یہ ہنر سیکھا تھا۔ اس طرح وہ اب تاش کے پتوں کے ذریعے سچی پیش گوئی کرنے لگی تھی۔

ہم نے خیال خوانی کے ذریعے بیلا کے اندر پہنچ کر یہ سب کچھ معلوم کیا تھا۔ ویسے یہ ضروری نہیں ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہر بات صحیح طور پر معلوم ہو جائے۔ دراصل بیلا اوبرائے وہ نہیں تھی جو بظاہر دکھائی دے رہی تھی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے سمجھ میں آ رہی تھی۔ بلکہ وہ تھی جو کسی کی سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔

اس کی اصل ہسٹری کچھ اور تھی۔ وہ ایک روسی لڑکی تھی۔

روس کے ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئی تھی۔ جہاں صرف پراسرار علوم سیکھے اور سکھائے جاتے ہیں۔ بچپن میں جب بچہ بولنے لگتا ہے۔ تب ہی سے انہیں علوم سکھائے جاتے ہیں۔ ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی، علوم نجوم، تاش کے پتے، پانسہ پھینکنے کا فن اور کالے جادو کے پراسرار ہتھکنڈے، یہ سب کچھ بچپن ہی سے انہیں سکھایا جاتا ہے۔ بیلا کو بھی بچپن ہی سے یہ تمام پراسرار علوم سکھائے گئے تھے۔

روس میں ایک ہی خاندان ایسا ہے۔ جہاں باپ بیٹے پوتے اور پوتیاں نواسے اور نواسیاں ایسے علوم سیکھتے ہیں اور وہ راسپوٹین کا خاندان ہے۔ اس کا ذکر میں پہلے بھی کر چکا ہوں۔ اس خاندان میں راسپوٹین کہلانے والا صرف ایک ہی شادی کیا کرتا تھا پھر اس سے جو اولادیں ہوتی تھیں انہیں یہ سارے پراسرار علوم سکھائے جاتے تھے۔

راسپوٹین سوم نے دو شادیاں کی تھیں۔ دوسری شادی چھپ کر کی تھی لیکن یہ بات چھپ نہ سکی۔ پہلی بیوی اور اس کے بچے اعتراض کرنے لگے۔ دوسری بیوی سے بیلا پیدا ہوئی تھی۔ راسپوٹین سوم اپنی خاندانی روایات کے مطابق بیلا کو بھی پراسرار علوم سکھا رہا تھا۔ جب وہ بارہ برس کی ہوئی تو اسے ٹیلی پیتھی کا درس دینا شروع کیا۔ وہ بہت ذہین اور حاضر دماغ تھی۔ حافظہ بہت تیز تھا۔ اس لیے جو کچھ سکھایا جا رہا تھا۔ اسے دماغ میں نقش کرتی جا رہی تھی۔ صرف دو برس کے عرصے میں یعنی چودہ برس کی عمر میں اس نے خیال خوانی سیکھ لی۔

ان دنوں راسپوٹین سوم کا بیٹا تقریباً پچیس برس کا ہوگیا تھا اور وہ باپ کے مقابلے پر آ گیا تھا۔ ماں کی حمایت کرتا تھا اور اس نے کہہ دیا تھا کہ اگر اب اس کے باپ نے اس دوسری بیوی کو طلاق نہ دی تو وہ اس کی بیوی اور بیٹی کو ختم کر دے گا۔

راسپوٹین سوم نے مجبور ہو کر بیلا کی ماں کو طلاق دے دی پھر اسے وہ ملک چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ وہ اپنی بیٹی کو لے کر ہندوستان آ گئی۔ راسپوٹین سوم نے اپنے بیٹے اور بیوی وغیرہ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ اس نے بیلا کو بھی خاندانی روایات کے مطابق تمام پراسرار علوم سکھا دیے ہیں۔ بیلا اور اس کی ماں سے دشمنی رکھنے والا راسپوٹین چہارم ان کے دماغوں میں جا کر یہ حقیقت معلوم کر سکتا تھا لیکن اس سے پہلے ہی اس کے باپ راسپوٹین سوم نے بیلا اور اس کی ماں کے دماغوں پر ایسا عمل کیا تھا کہ ان کے چور خیالات کبھی پڑھے نہیں جا سکتے تھے۔ جو بھی ان کے دماغوں میں آتا وہ ان کے سطحی خیالات پڑھتا اور یہی سمجھتا کہ ان کے لاشعور میں چھپی ہوئی باتیں بھی وہ پڑھ رہا ہے۔

مختصر یہ کہ موجودہ راسپوٹین چہارم نے دھوکا کھایا اور یہ معلوم نہ کر سکا کہ اس کی سوتیلی ماں جو طلاق لے کر گئی ہے تو اس کے ساتھ بیلا تمام پراسرار علوم بھی اپنے دماغ میں نقش کر کے لے گئی ہے۔

بیلا جب اپنی ماں کے ساتھ ہندوستان آئی تو چودہ برس کی تھی اور اس کی ماں ان دنوں بھرپور جوان تھی۔ اس نے ایک برس بعد تاش کے ایک شاطر کھلاڑی ونود اوبرائے سے شادی کر لی۔ ونود کو بچپن سے جوئے کی لت لگی تھی۔ وہ کوئی کام دھندا نہیں کرتا تھا۔ ہمیشہ یہ کہتا رہتا تھا کہ اس کی قسمت تاش کے پتوں سے جڑی ہوئی ہے۔ وہ اپنی شاطرانہ چالوں کے باعث اکثر بڑی بڑی رقمیں جیت لیا کرتا تھا اور بعض اوقات بری طرح ہار بھی جاتا تھا۔

ایک بار تو اس بری طرح ہار گیا تھا کہ اپنے جوتے اور تمام کپڑے اتار کر صرف نیکر پہن کر گھر آیا تھا۔ اس کے ساتھ کھیلنے والے نے یہی شرط لگائی تھی کہ اگر وہ ہار جائے گا تو اپنے کپڑے بھی اتار کر جائے گا۔ ہارتے رہنے اور کبھی کبھی جیت لینے کے دوران پتا نہیں چلتا کہ کتنی زبردست ہار ہو رہی ہے۔ ایک بار وہ اسی طرح اپنا پندرہ لاکھ روپے کا مکان ہار گیا تھا۔ دوسری بار مسلسل جیت ہوتی رہی۔ اس نے بیس لاکھ روپے کا مکان خرید لیا۔ جواریوں کی زندگی ایسی ہی ہوتی ہے۔ کبھی فاقے کرتے ہیں اور کبھی مرغن کھانے کھاتے ہیں۔ کبھی سستی مہنگی کاروں میں گھومتے ہیں اور کبھی سڑک اور فٹ پاتھ پر خوار ہوتے ہیں۔

راسپوٹین سوم نے بیلا کی ماں کو طلاق دینے کے بعد اچھی طرح سمجھایا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کے پراسرار علوم کے بارے میں کبھی کسی کو نہ بتائے اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کو جس قدر چھپا کر رکھے گی بیلا اسی قدر محفوظ رہا کرے گی۔ اس نے اپنے سابقہ شوہر کی اس بات کو گرہ میں باندھ لیا تھا اور موجودہ شوہر ونود اوبرائے کو بیلا کی غیر معمولی صلاحیتوں کے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتایا تھا۔

وہ بیوی کی حیثیت سے اوبرائے کے ساتھ قمار خانے میں جایا کرتی تھی۔ دوسروں کی بیویاں بھی وہاں آتی تھیں۔ کچھ اپنے محبوب کے ساتھ یا عاشق کے ساتھ بیٹھ کر وہاں جوا کھیلا کرتی تھیں۔ کھیلنے کے دوران شراب کا دور بھی چلتا رہتا تھا۔ نشے میں انہیں ایک دوسرے کی بیویاں خوب صورت لگتی تھیں۔ ایک رات سیٹھ جمنا داس نے کہا ''اوبرائے! تمہاری بیوی بہت خوب صورت ہے۔''

اوبرائے نے نشے کی ترنگ میں کہا ''تمہاری بیوی تو میری بیوی سے بھی زیادہ خوب صورت ہے۔''

وہ دونوں اس بات پر ہنسنے لگے پھر سیٹھ جمنا داس نے کہا ''چلو ہوجائے بازی اگر ایک ہی بازی میں تم جیت جاؤ تو میری بیوی کو ایک رات کے لیے لے جاؤ اور میں جیت جاؤں تو تمہاری بیوی ایک رات کے لیے میری ہوجائے گی۔''

اوبرائے نے میز پر ہاتھ مار کر کہا ''ڈن..... لاؤ میں پتے پھینٹتا ہوں۔''

بیلا کی ماں نے پریشان ہوکر کہا ''اوبرائے! تم نشے میں ہو۔ میری انسلٹ نہ کرو۔ میں بازی میں ہارنے یا جیتنے والی چیز نہیں ہوں۔ تمہاری بیوی ہوں۔ تمہارے گھر کی عزت ہوں۔''

دونو نے کہا ''ہمارے ہندو دھرم میں بیویوں کو جوئے میں ہارنے کی اجازت ہے۔ کیا تم نے گیتا نہیں پڑھی؟ پانڈو بھائیوں نے اپنی مشترکہ بیوی دروپتی کو جوئے میں ہارا تھا اور جیتنے والے کے حوالے کردیا تھا۔ اسی طرح راجا ہریش چند بھی اپنی بیوی کو جوئے میں ہار گیا تھا۔''

وہ جھنجلا کر بولی ''میں نہیں جانتی تمہارے ہندو دھرم کو میں روسی ہوں۔ میں تمہارے دھرم کو اور اس جوئے کی لت کو نہیں مانوں گی۔''

اوبرائے نے ڈانٹ کر کہا ''بکواس مت کرو۔ تم میری دھرم پتنی ہو۔ زیادہ بکواس کروگی تو میں تمہیں یہاں سے دھکے دے کر نکال دوں گا اور تمہاری جوان بیٹی کو لاکر یہاں شرط لگاؤں گا۔''

وہ اپنی بیٹی پر کسی طرح کی آنچ نہیں آنے دینا چاہتی تھی۔ ہونٹ بھینچ کر خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی۔

وہ پتے پھینٹ رہا تھا اور بانٹ رہا تھا۔ وہ یہ سوچ کر پریشان ہورہی تھی کہ یہ بازی ہار جائے گا تو اس کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ اس نے وہاں سے اٹھ کر قریبی کاؤنٹر پر آکر فون کے ذریعے بیلا سے رابطہ کیا پھر کہا ''بیٹی! یہاں بہت گڑبڑ ہورہی ہے۔ تمہارا یہ سوتیلا باپ مجھے جوئے میں ہار جانا چاہتا ہے یا پھر جیت کر ایک سیٹھ کی بیوی کو ایک رات کے لیے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے اسے بازی کھیلنے سے روکو۔''

''ممی! آپ فکر نہ کریں۔ اس کے پاس جاکر بیٹھ جائیں۔ میں اس معاملے کو سنبھالتی ہوں۔''

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ بیلا خیال خوانی کے ذریعے اوبرائے کے دماغ میں پہنچی تو پتا چلا کہ پتے پھینٹنے کے بعد بانٹے جاچکے ہیں۔ اوبرائے اور اس سیٹھ کے پاس دو تین پتے پہنچ چکے ہیں۔ اب یہ بازی روکی نہیں جاسکتی تھی۔ وہ دونوں اپنا ایک ایک پتا اٹھا کر ایک دوسرے کو دکھا رہے تھے اور صرف ایک منٹ کے اندر فیصلہ ہوگیا۔ سیٹھ جیت گیا۔ اوبرائے ہار گیا۔

بیلا نے اپنی ماں کے دماغ میں پہنچ کر کہا ''ممی! آپ نے مجھ سے رابطہ کرنے میں دیر کردی۔ پہلے بتانا چاہیے تھا۔ جب میں اوبرائے کے پاس پہنچی تو بازی آخری مرحلے پر تھی۔ میں انہیں روک نہ سکی۔''

ماں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ بولی ''بیٹی! کیا تم اپنی ماں کی توہین ہوتے دیکھو گی؟''

''ہرگز نہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں ابھی ان سے نمٹ لیتی ہوں۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب تم کیا کرسکو گی؟''

''میں جیسا کہتی ہوں۔ ویسا ہی کریں۔ اس سیٹھ سے پوچھیں کہ وہ آپ کے ساتھ ایک بازی کھیلے گا؟ اگر آپ ہار جائیں گی تو مجھے اس کے حوالے کردیں گی۔ اس سے پوچھیں کیا میں خوب صورت اور جوان نہیں ہوں؟ کیا وہ میرے لیے للچاتا ہے؟''

''بیٹی! یہ کیسی باتیں کررہی ہو؟ تم پر کسی طرح کی شرط لگانا بھی شرمناک بات ہے۔''

''ممی! ابھی آپ ایسا نہ سوچیں۔ آپ شرط نہیں ہاریں گی۔ پلیز میں جو کہہ رہی ہوں وہ کریں۔''

سیٹھ نے بازی جیت کر قہقہہ لگایا پھر اس کی ماں کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا ''میں تمہیں جیت چکا ہوں۔ اب تم میرے ساتھ رات گزارنے کے لیے چلو گی۔''

اس نے اوبرائے کو دیکھا۔ اوبرائے کا سر جھک گیا تھا۔ وہ بولی ''میرا شوہر مجھے ہار چکا ہے۔ میں انکار نہیں کروں گی لیکن کیا ایک بازی میرے ساتھ کھیلو گے؟''

''اچھا تو تم بھی مجھ سے کھیلنا چاہتی ہو۔ بولو کیا شرط لگاؤ گی؟''

''تم نے میری بیٹی بیلا کو دیکھا ہے۔ جوان ہے خوب صورت ہے۔ کیا اسے حاصل کرنا چاہو گے؟''

وہ نشے کی ترنگ میں جھوم کر بولا ''واہ کیا بات کہی ہے! ایک ہی رات میں ماں بھی اور بیٹی بھی۔''

وہ یہ بول کر قہقہہ لگانے لگا۔ وہ بولی ''قہقہہ بعد میں بھی لگا سکتے ہو۔ بولو کھیلنا چاہو گے؟''

''ہاں..... ضرور..... یہ بتاؤ کہ مجھے کیا ہارنا ہوگا؟''

''کچھ نہیں بازی میں مجھے ہارو گے۔ میں گھر واپس چلی جاؤں گی۔''

وہ بولا ''منظور ہے۔ یہ تو بہت ہی آسان سی شرط ہے۔ تم ہاتھ آرہی تھیں۔ ہار جاؤں گا تو ہاتھ سے پھسل جاؤ گی۔ میرا کچھ نہیں جائے گا۔ ہاں..... اگر جیت گیا تو ایک ٹکٹ میں دو تماشے دیکھوں گا۔''

وہ تاش کی گڈی لے کر اسے پھینٹنے لگا۔ بیلا اس کے دماغ میں تھی۔ وہ تاش کے بادن پتوں میں سے ایک ایک پتے کو اچھی طرح پہچانتی تھی۔ گڈی میں پھینٹتے وقت کدھر جارہا ہے۔ وہ پتوں کی چال کو خوب سمجھتی تھی۔ جب اس نے پھینٹنے کے بعد پتوں کو میز پر رکھا تو وہ ماں سے بولی ''ممی! اوپر سے صرف ایک پتا کاٹ کر الگ رکھ دیں۔''

ماں نے یہی کیا۔ اس ایک پتے کو کاٹ کر میز پر دوسری طرف رکھ دیا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا ''یہ بھی کوئی پتے کاٹنا ہوا۔ صرف ایک پتا الگ کررہی ہو۔ چلو تمہاری مرضی۔''

اس نے گڈی کو اٹھا کر ایک ایک پتا اپنی طرف اور اس کی طرف رکھا پھر تین تین پتے رکھنے کے بعد گڈی کو ایک طرف رکھ دیا۔ اس کے بعد بولا ''اب تم اپنا ایک پتا دکھاؤ۔''

اس نے ایک پتا دکھایا۔ وہ چڑیا کا ستہ تھا پھر سیٹھ نے اپنا ایک پتا اٹھایا تو وہ اینٹ کا بادشاہ تھا۔ وہ فاتحانہ انداز میں ہنسنے لگا۔ اس کی ماں نے دوسرا پتا اٹھایا تو وہ اینٹ کا ستہ تھا۔ سیٹھ نے ایک اور بھرپور قہقہہ لگاتے ہوئے اپنا دوسرا پتا اٹھا کر دیکھا تو وہ چڑیا کا غلام تھا۔ اس کی ماں نے تیسرا پتا اٹھایا تو وہ لال پان کا ستہ تھا۔ سیٹھ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ فلیش یعنی تین پتوں کے کھیل میں اگر ایک نمبر کے تین پتے آئیں تو وہ سب سے بڑے پتے مانے جاتے ہیں۔ اس نے اپنا تیسرا پتا اٹھا کر دیکھا تو وہ اینٹ کا نہلا تھا۔ وہ بازی ہار چکا تھا۔

اس کی ماں قہقہے لگانے لگی۔ ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ بیٹی نے اس کی آبرو بچالی تھی۔ دونو داوبرائے نے غصے سے کہا ''تو پاگل کی بچی ہے۔ مجھے پہلے کبھی نہیں بتایا کہ تاش کھیلنا جانتی ہے اور اگر بازی لگانی ہی تھی تو کوئی بڑی بازی لگاتی۔ یہ سیٹھ تو ہارنے کے بعد بھی نہیں ہارا۔''

وہ بولی ''بکواس مت کرو۔ میں نے اپنی عزت جیت لی، یہی سب سے بڑی جیت ہے۔ مجھے کسی کے ہارنے کی پروا نہیں ہے اور یہ اچھی طرح سن لو۔ آج سے میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔ مجھے طلاق دے دو۔ ورنہ میں قانونی طور پر تم سے طلاق حاصل کرلوں گی۔''

یہ کہہ کر وہ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی آئی۔

اوبرائے نے گھر آکر اس سے معافی مانگی۔ اسے منایا سمجھایا اور کہنے لگا ''تم کتنا اچھا کھیل لیتی ہو۔ کل سے ہم دونوں کھیلا کریں گے اور خوب رقمیں جیتا کریں گے۔''

وہ بولی ''اب تو میں تم پر تھوکنا بھی پسند نہیں کروں گی۔ طلاق دیتے ہو یا نہیں؟''

وہ تن کر بولا ''کبھی نہیں دوں گا اور تمہاری اتنی پٹائی کروں گا کہ تمہاری ہڈی پسلی ایک ہوجائے گی۔ تم یہاں بستر پر پڑی رہو گی۔ اپنے پیروں پر چل بھی نہیں سکو گی۔''

بیلا اپنے سوتیلے باپ کی گیمنگی دیکھ رہی تھی۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے سخت سزائیں دے سکتی تھی لیکن وہ اپنی یہ صلاحیت ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے اوبرائے کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنے قابو میں کیا۔ وہ اچانک ہی ایک دم سے نرم پڑ گیا۔ واپس جاکر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سر جھکا کر بیلا کی مرضی کے مطابق سوچنے لگا کہ اس عورت کو طلاق دے کر ان ماں بیٹی سے پیچھا چھڑا لینا چاہیے۔ خوامخواہ میں ان کا بوجھ اٹھا رہا ہوں۔ یہ عورت کبھی میرا ساتھ نہیں دے گی۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر رائٹنگ ٹیبل پر آیا۔ وہاں بیٹھ کر ایک طلاق نامہ لکھا پھر اپنے سیف میں سے پچاس ہزار روپے نکال کر اس کی ماں کو دیتے ہوئے بولا ''تم ماں بیٹی ابھی یہاں سے نکل جاؤ۔ یہ ہے طلاق نامہ اور یہ ہیں پچاس ہزار روپے تم لوگوں کے رہنے کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ اس رقم سے کہیں کرائے کے مکان میں رہ سکو گی۔''

اس کی ماں نے وہ رقم لی۔ طلاق نامہ لیا پھر اپنا ضروری سامان سمیٹ کر بیلا کے ساتھ اس گھر سے نکل گئی۔ انہوں نے وہ رات ایک ہوٹل میں گزاری۔ اس کی ماں نے بڑے دکھے ہوئے دل سے کہا ''میرے نصیب میں ٹھوکریں لکھی ہوئی ہیں۔ جب بچی تھی تو ماں باپ مرگئے۔ رشتے داروں کی ٹھوکروں میں رہی۔ شادی ہوئی تو تمہارے باپ سے وفا کی پندرہ برس تک اس کی خدمت کرتی رہی پھر اس نے بھی طلاق کی ٹھوکر ماری۔ آج تمہارے دوسرے باپ کے گھر سے بھی ٹھوکر لگی ہے۔ پتا نہیں اور کب تک اسی طرح ٹھوکروں میں رہنا ہے۔''

وہ ماں کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی ''ممی! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں نے جتنے پراسرار علوم سیکھے ہیں۔ ان علوم کو عمل کرا استعمال کرنے کی اجازت آپ نے نہیں دی۔ ہمیشہ ڈرتی رہیں کہ میرے سوتیلے بھائی راسپوٹین چہارم کو میری اصلیت معلوم ہوگی تو وہ مجھے قتل کردے گا۔ میں نے اس کے خاندان کے سارے پراسرار علوم سیکھ لیے ہیں۔ یہ بات وہ برداشت

نہیں کرے گا۔''

''میں تمہاری بہتری کے لیے تمہیں روک رہی ہوں۔ تمہیں بہت محتاط رہ کر زندگی گزارنی ہے۔''

''ڈرتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہم اسی طرح ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔ اب میں ان علوم کو اس طرح استعمال کروں گی کہ کسی کو میرے غیر معمولی ہونے کا شبہ نہیں ہوگا۔''

اس نے اسی رات اس سیٹھ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ اس نے اسے نیند کی حالت میں جگایا۔ اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ کچھ دیکھ نہیں پا رہا تھا۔ بیلا اس کے دماغ پر اس طرح قبضہ جما رہی تھی کہ اس کی مرضی کے مطابق اسے تاریکی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ صرف کمرے میں وہ تجوری نظر آ رہی تھی جس میں اس کے نقد تین کروڑ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے تجوری کھول کر وہ رقم نکالی پھر ایک بریف کیس میں رکھ کر اپنے بنگلے سے باہر نکل کر کار ڈرائیو کرتا ہوا۔ اس ہوٹل کی طرف آنے لگا۔

اس کے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ صرف وہ راستہ نظر آ رہا تھا۔ جہاں سے گزرتے ہوئے ہوٹل تک پہنچنا تھا۔ ہوٹل کے احاطے میں پہنچ کر وہ اپنی کار میں بیٹھا رہا پھر کوئی اس کے پاس آیا۔ اس نے وہ بریف کیس اٹھا کر اس کے حوالے کیا۔ اس کے بعد کچھ کہے سنے بغیر کار کو واپس موڑ کر اپنے گھر کی طرف جانے لگا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے وہ نیند کی حالت میں ہے اور کوئی خواب دیکھ رہا ہے۔

جب وہ اپنے گھر پہنچ کر بیڈ پر آ کر لیٹ گیا اور اسی طرح گہری نیند میں ڈوب گیا۔ تو بیلا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بریف کیس لے کر ہوٹل میں ماں کے پاس آ گئی۔ ماں نے پوچھا ''کہاں چلی گئی تھیں؟ یہ کیا لے آئی ہو؟''

اس نے بریف کیس اس کے سامنے رکھ کر اسے کھولا تو بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر ماں کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ بولی ''ممی! آج سے آپ ٹھوکریں نہیں کھائیں گی۔ بلکہ ساری دنیا کو ٹھوکریں مارا کریں گی۔''

''بیٹی! یہ تم نے ضرور کسی پراسرار علم کے ذریعے حاصل کیا ہے۔ اس طرح تو تمہارا بھید کھل جائے گا۔ تم پراسرار کہلاؤ گی۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے بھی تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ بات دور تک پھیلے گی تو تمہارے سوتیلے بھائی تک بھی پہنچے گی۔''

''ممی! آپ تو میرے سوتیلے بھائی کو ہوا بنا رہی ہیں۔ زندگی اور موت صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ میرا بال بیکا نہیں بگاڑ سکے گا۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ بہت محتاط رہ کر خیال خوانی کیا کروں گی۔ کسی کو میرے اس غیر معمولی علم کا پتا تک نہیں ہوگا۔''

دوسری صبح ان ماں بیٹی نے ایک اسٹیٹ ایجنٹ سے رابطہ کیا۔ اس کے ذریعے ایک خوب صورت سا بنگلا خرید کر سودا کیا۔ ایک ہفتے کے اندر قانونی کارروائی کے مطابق وہ ان کا ہو گیا۔ اس بنگلے کے سامنے ایک سائن بورڈ لگایا جس پر لکھا تھا کہ وہ تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتاتی ہے۔

اس نے کثیر الاشاعت اخبارات میں اشتہارات چھپوائے۔ ٹی وی اور دوسرے میڈیا کے ذریعے بھی دعویٰ کر رہی تھی کہ وہ تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا صحیح حال بتاتی ہے۔ اتنی پبلسٹی کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا امیر کبیر خواتین اس کے پاس آنے لگیں۔ مرد حضرات بھی آنے لگے۔ پولیس اور انٹیلی جنس کے افسران اور جاسوس بھی بھیس بدل کر آتے تھے۔ دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ کہاں تک سچ بولتی ہے۔

وہ ان کے خیالات پڑھ لیا کرتی تھی پھر تاش کے پتوں کو بھی خوب پہچانتی تھی۔ یہ علم اس نے بچپن سے سیکھا ہوا تھا۔ ایک تو تاش کے پتوں سے اسے بہت کچھ معلوم ہو جاتا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بھی مزید معلومات حاصل کر لیتی تھی۔ اس طرح ایسی بھرپور پیش گوئی کرتی تھی کہ سننے والے حیران رہ جاتے تھے۔ اس کی سچائی سے انکار نہیں کرتے تھے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کے تو وہ ماضی اور حال کے واقعات بھی بیان کر دیتی تھی کہ کون رشوت خور ہے، کون شناس ہے اور کون کام چور ہے۔

بہت سے لوگ اس کی سچی پیش گوئی سے خائف ہو کر بھاگ جاتے تھے پھر دوبارہ نہیں آتے تھے۔ جو اس کی پیش گوئی سے متاثر ہوتے تھے اور آئندہ اپنا فائدہ دیکھتے تھے اسے منہ مانگا معاوضہ دے کر جاتے تھے۔ اس طرح انٹیلی جنس والوں کو یہ شبہ نہیں ہوا کہ وہ غیر قانونی طور پر ناجائز طریقوں سے دولت حاصل کر رہی ہے اور ایک کوٹھی کی مالک بنی ہوئی ہے۔ اس کے پاس ایک نہیں دو دو گاڑیاں ہیں اور اس کا اچھا خاصا بینک بیلنس بھی ہے۔

پولیس اور انٹیلی جنس والے تو دور کی بات ہے۔ وہ تو ہی اندر اتنی احتیاط اور کامیابی سے چھپی ہوئی تھی کہ ہر خیال خوانی کرنے والے بھی اس کی اصلیت معلوم نہ کر سکے۔ بار فرمان اس کے دماغ میں گیا تھا۔ اس کے خیالات

پڑھے تھے۔ دوسری بار میں نے بھی مختصر سے خیالات پڑھے تھے پھر چنڈال بھی اس کے دماغ میں گیا تھا۔ وہ بھی اس پر شبہ نہ کر سکا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے چور خیالات تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ پڑھنے والوں کو اس کے لاشعور کے اندر کی باتیں بھی معلوم ہو رہی ہیں اور چھپی ہوئی باتوں کا مطلب یہی ہوتا تھا کہ چور خیالات کے خانے میں جا کر اسے پڑھ رہا ہے۔ وہ بہترین حکمت عملی کے خول میں چھپ کر ایک سیدھی سادی اور پرامن زندگی گزار رہی تھی۔

نو دادو برائے نے سنا تھا کہ بیلا نے اپنے ایک بنگلے کے سامنے سائن بورڈ لگا رکھا ہے کہ وہ تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتاتی ہے۔ یہ سن کر اس نے حقارت سے ہنستے ہوئے کہا تھا ''یہ سالی ماں بیٹی بہت ہی ٹوٹنکی ہیں۔ انہوں نے ایک ایک یار کو پھانس لیا ہوگا۔ اسی لیے اتنے مہنگے بنگلے میں رہتی ہیں۔ کاروں میں گھومتی ہیں۔''

وہ ایک صبح ان کے بنگلے میں پہنچ گیا۔ بیلا کو دیکھ کر بولا ''تم نے کیا ڈراما شروع کیا ہوا ہے؟ تم کب سے تاش کے پتوں کو پہچاننے لگی ہو؟''

''میں تاش کے پتوں کو پہچانوں یا نہ پہچانوں؟ تم ہمارے معاملات میں بولنے والے کون ہوتے ہو؟ مجھ سے وقت مقرر کیے بغیر آئے ہو۔ میں نے پچھلے رشتے کا لحاظ کرتے ہوئے تمہیں آنے کی اجازت دی ہے۔ کسی کام سے آئے ہو تو بتاؤ؟''

''میں نے تمہاری ماں کو پچاس ہزار روپے دیئے تھے۔ وہ واپس لینے آیا ہوں۔''

''تم نے طلاق دینے کے بعد اپنی مرضی سے وہ رقم دی تھی۔ اس کی تو واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''اگر سیدھی طرح سے نہیں دیئے تو میں گردن دبوچ کر وصول کرنا جانتا ہوں۔''

وہ بات بڑھانا نہیں چاہتی تھی۔ ورنہ اسے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنا پڑتا۔ اس نے کہا ''تم مجھے فراڈ سمجھتے ہو۔ ایسا کرو کہ میرے پھینکے ہوئے تاش کے پتے اٹھاؤ میں تمہارے ماضی، حال اور مستقبل کے حالات بتاؤں گی۔ اگر میری باتیں جھوٹ ہوں گی تو میں پچاس ہزار دوں گی اور اگر وہ باتیں سچ ہوں گی۔ تو تم پچاس ہزار جیت لو گے۔''

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا پھر حقارت سے کہا ''میں تمہارا یہ ہتھکنڈا بھی سمجھنا چاہتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ تم کس طرح تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتاتی ہو۔ لاؤ تاش کی گڈی۔''

وہ تاش کی گڈی لے آئی۔ دونوں ایک سینٹر ٹیبل کے اطراف آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ وہ پتے پھینٹنے لگی تو اوبرائے نے حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہا ''تم تو ماہر پتے باز کی طرح پھینٹ رہی ہو۔ تم نے یہ سب کہاں سے سیکھا ہے؟''

وہ بولی ''یہ دنیا بہت بڑی درس گاہ ہے۔ یہاں سیکھنے والے بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں۔''

اس نے گڈی میز پر رکھ کر کہا ''اسے کاٹو.....''

اس نے گڈی کے باقی پتوں کو اٹھا کر اس کے سامنے سات پتے ایک قطار میں رکھنے لگی پھر اسی طرح اس نے اپنے سامنے سات پتے گن کر رکھے۔ اس کے بعد بولی ''تم اپنے پتوں میں سے ایک پتا اٹھا کر میرے سامنے سیدھا کرو۔''

اس نے ان پتوں کو دیکھا کچھ سوچا پھر ان میں سے ایک پتے کو اٹھا کر سیدھا کیا۔ وہ کالے پان کا بادشاہ تھا۔ بیلا نے اپنے سامنے رکھے ہوئے پتے کو اٹھا کر سیدھا کیا تو لال پان کا دہلا تھا۔ وہ اس کے پتے پر اپنا پتا رکھتے ہوئے بولی ''تمہاری زندگی نہلا ہے۔ تم پر دہلا پڑنے والا ہے۔ اب دوسرا پتا اٹھاؤ۔''

اس نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے ایک پتا اٹھایا سیدھا کیا۔ وہ بادشاہ تھا۔ بیلا نے بھی اپنا ایک پتا اٹھا کر سیدھا کیا۔ وہ بیگم تھی۔ اس نے اس کے سامنے اپنا پتا رکھتے ہوئے کہا ''تم آج یا کل کیسینو میں کھیلو گے تو بادشاہ سلامت رہو گے اور وہاں سے کسی بیگم کو جیت لاؤ گے۔''

وہ فاتحانہ انداز میں ہنسنے لگا۔ وہ بولی ''اب تیسرا پتا اٹھاؤ۔''

اس نے ایک اور پتا اٹھا کر سیدھا کیا۔ وہ غلام تھا۔ بیلا نے اپنا ایک پتا اٹھا کر سیدھا کیا۔ وہ حکم کا اکا تھا۔ وہ بولی ''غلام کے معنی ہیں۔ قیدی، جو تم بنو گے اور کوئی اکا جیسی حکومت رکھنے والا تمہیں گرفتار کرے گا۔''

اس نے پتوں پر ایک ہاتھ مارا۔ تمام پتے دور تک ادھر ادھر بکھر گئے پھر وہ بولا ''بکواس کرتی ہو۔ یہاں آنے والوں کو بے وقوف بنا کر ان سے اچھا خاصا معاوضہ حاصل کرتی ہو۔ میں ان کی طرح اُلو بننے والا نہیں ہوں۔ میرے پچاس ہزار روپے نکالو۔''

''تم شرط لگا چکے ہو۔ جب تک میری پیش گوئی غلط ثابت نہیں ہوگی۔ میں ہار نہیں مانوں گی۔ نہ ہی تمہیں پچاس ہزار دوں گی۔ تمہیں پچاس ہزار لینے کے لیے آج کیسینو میں

جا کر جوا کھیلنا ہوگا۔ یہ دیکھنا ہوگا کہ تم میری پیش گوئی کے مطابق جیتتے ہو یا نہیں؟''

وہ انکار کرنا چاہتا تھا لیکن بیلا کی مرضی کے مطابق سوچنے لگا کہ اس لڑکی نے پیش گوئی کی ہے کہ میں کیسینو میں جا کر جب بھی کھیلوں گا۔ تو جیت جاؤں گا یا کسی خوب صورت عورت کو جیت کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ کوئی بات نہیں میں کھیل کر دیکھوں گا۔ ہارنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اگر ہار گیا تو یہ پچاس ہزار ہار جائے گی اور مجھے یہ رقم دے گی۔ اس طرح میں ہار کر بھی جیت جاؤں گا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا ''ٹھیک ہے آج رات میں کھیلوں گا۔ دیکھوں گا کہ تمہاری پیش گوئی کہاں تک سچ ثابت ہوتی ہے۔''

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔ جوا کھیلنے، شراب پینے اور حسین عورتوں کے ساتھ رات گزارنے والے غلط دھندوں سے باز نہیں آتے ہیں۔ بیلا نے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیا کہ وہ منشیات کا دھندا کرنے والوں سے رابطے رکھتا ہے اور کبھی کبھی ضرورت کے مطابق نشے کی کوئی نہ کوئی چیز حاصل کرتا رہتا ہے۔ اس وقت اس کے پاس پچاس ہزار روپے تھے۔ وہ بیلا کی مرضی کے مطابق ہیروئن کے اسمگلر کے پاس گیا۔ اس سے اچھی خاصی جان پہچان تھی۔ اس نے پچیس ہزار کے عوض ہیروئن کے پچاس پیکٹس خریدتے۔ اس کے ذہن میں یہ بات پک رہی تھی کہ وہ ان پیکٹ کو بنگلا دیش کے راستے بنکاک پہنچائے گا اور لاکھوں روپے کا منافع حاصل کرے گا۔

بیلا اس کے دماغ میں جو باتیں پکا رہی تھی وہ پکتی جا رہی تھیں۔ وہ ان تمام پیکٹس کو اپنے گھر لے آیا۔ کمرے میں لا کر انہیں بیڈ کے نیچے رکھ دیا پھر اس نے فون کے ذریعے سیٹھ کروڑی مل سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہونے پر کہا ''ہیلو..... کروڑی مل! میں ونود اوبرائے بول رہا ہوں۔ آج رات کا کیا پروگرام ہے؟''

وہ بولا ''بڑا ہی شبھ پروگرام ہے۔ کیا کیسینو آؤ گے؟''

''ہاں..... آؤں گا۔ یہ بتاؤ شرط کیا لگے گی؟''

وہ بولا ''آج میرا لکی نمبر نو ہے۔ اس لیے پہلی بازی نو ہزار روپے کی ہوگی۔''

ونود کو یاد آیا کہ نہلے پر دہلا لگنے والا ہے۔ اگر اس کا لکی نمبر نو ہے تو میں ضرور اس پر دہلا ماروں گا۔

پھر اسے یاد آیا کہ بیلا نے کہا تھا وہ آج رات بادشاہ ہے اور کسی بیگم کو جیت لے گا۔ اس نے کہا ''کروڑی مل! تمہاری یہ شرط منظور ہے۔ پہلی بازی نو ہزار روپے سے شروع ہوگی لیکن دوسری بازی کسی حسین لڑکی کے لیے ہوگی۔ آج تم ایک بہترین ماڈل گرل اپنے ساتھ لے کر آؤں گا۔ وہ ایک رات کے تیس ہزار روپے لیتی ہے۔ اگر میں ہار جاؤں تو ماڈل گرل تمہاری ہوگی اور اگر میں جیت جاؤں تو اس ماڈل گرل کے تیس ہزار روپے تم ادا کرو گے۔''

کروڑی نے کہا ''مجھے منظور ہے لیکن یاد رکھو کہ ماڈل گرل اے ون ہونی چاہیے۔ تب ہی میں اس کی رقم ادا کروں گا۔ ورنہ اس پر شرط نہیں لگاؤں گا۔''

وہ بولا ''اطمینان رکھو۔ اے ون چیز لے کر آؤں گا۔''

معاملات طے ہو گئے۔ رابطہ ختم ہو گیا۔ اس کی کمی نے کہا ''بیٹی! تم کیا کر رہی ہو؟ پچاس ہزار روپے اس کے منہ پر دیتیں تو بہتر ہوتا۔ خوامخواہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرتی رہو گی اسے نقصان پہنچانا چاہو گی تو خود کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔''

''مما! آپ فکر نہ کریں۔ میں بھی خود کو ظاہر نہیں ہونے دوں گی۔''

اس رات کیسینو میں کروڑی مل اور ونود اوبرائے آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ ان کے درمیان تاش کی گڈی تھی اور ہال میں ایک حسین ماڈل بھی تھی۔ کروڑی مل اس حسینہ کو دیکھ کر خوش ہو گیا اور بولا ''مجھے دوسری شرط بھی منظور ہے۔''

پھر بازی شروع ہو گئی۔ پتے پھینکے گئے اور بانٹے گئے دونوں کے پاس تین تین پتے پہنچ گئے پھر انہوں نے باری باری ایک ایک پتا الٹنا شروع کیا۔ کروڑی مل کا پہلا ہی پتا تھا۔ وہ خوش ہو کر بولا ''دیکھو! میں نے کہا تھا کہ آج کا لکی نمبر نو ہے۔''

ونود نے کہا ''اور میرا آج کا لکی نمبر دس ہے۔ نہلے پر دہلا پڑے گا۔''

یہ کہہ کر اس نے اپنا ایک پتا الٹ کر دکھایا تو وہ غلام چھوٹا پتا تھا۔ وہ مایوس ہو گیا۔ اس نے پھر دوسرا پتا الٹا۔ وہ بھی ایک چھوٹا پتا تھا۔ تیسرا پتا بھی نہلے سے چھوٹا ہی تھا۔ کروڑی مل کے پاس نہلے۔ دہلے اور غلام کے پتے تھے۔ ونود پریشان ہو گیا۔ سوچنے لگا ''بیلا کہو اس کروڑی مل کا باپ بھی تاش کے پتوں سے قسمت کا حال بتا سکتا۔ مجھے اس کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے۔''

وہ دوسری بازی کھیلنے سے کترانا چاہتا تھا۔ اب جوا پیدا ہو گیا تھا کہ دوسری بازی ہارے گا تو اسے اس ماڈل گرل سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اس ماڈل کو اپنی طرف سے تیس ہزار روپے دینے ہوں گے اور اس ماڈل گرل کو کروڑی مل اس حسینہ کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔

وہ بازی کھیلنے سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔ کیسینو کے اصول کے مطابق اسے کھیلنا ہی پڑا۔ پتے پھینٹے گئے بانٹے گئے۔ دونوں کے سامنے تین تین پتے آگئے۔

وہ تینوں پتے دس دس ہزار روپے کے تھے یہ تجسس پیدا ہورہا تھا کہ یہ تیس ہزار کون جیتنے والا ہے؟ کروڑی مل نے اپنا ایک پتا اٹھا کر سامنے رکھا۔ وہ چھوٹا پتا تھا۔ اس کے مقابلے میں ونود نے جو پتا اٹھایا وہ اس سے بڑا تھا۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ کروڑی نے دوسرا پتا اٹھایا۔ وہ غلام تھا۔ اس کے مقابلے میں اوبرائے کا پتا اینٹ کا بادشاہ تھا۔ وہ پورے یقین سے بولا ''یہ بازی میں جیتنے والا ہوں۔''

کروڑی مل نے پریشان ہوکر اس کے دونوں پتے دیکھے پھر اپنا تیسرا اور آخری پتا اٹھایا تو وہ دہلا تھا۔ اس کے مقابلے میں جو پتا سامنے آیا۔ وہ اِکا تھا۔ ونود اوبرائے نے وہ بازی جیت لی۔ سیٹھ کروڑی مل نے مایوس ہوکر کہا ''آج کا لکی نمبر نو تھا لیکن میں صرف نو ہزار جیت پایا اور اب تیس ہزار ہار رہا ہوں۔''

اس نے تیس ہزار ادا کردیئے۔ ونود اوبرائے بہت خوش تھا۔ اس نے جو نو ہزار ہارے تھے۔ اس کی جگہ تیس ہزار مل گئے تھے۔ وہ اس ماڈل گرل کو پندرہ ہزار میں لے کر آیا تھا۔ اس طرح اسے پندرہ ہزار کا منافع بھی ہورہا تھا اور وہ ماڈل اس کے ساتھ رات بھی گزارنے والی تھی۔

وہ جیتی ہوئی رقم اور ماڈل کو ساتھ لے کر کار میں آگیا پھر کار ڈرائیو کرتا ہوا اپنے بنگلے میں جانے لگا۔ بیلا نے اسے غائب دماغ بنا کر ایک جگہ کار روکی۔ وہ کار روک کر ایک ٹیلی فون بوتھ میں آیا پھر ایک پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کرکے بولا ''ہیلو..... میں آپ کو ایک بہت اہم اطلاع دے رہا ہوں۔ کناٹ پیلس کے رہائشی علاقے میں بنگلا نمبر تین سو سات ہے۔ اس کا مالک ونود اوبرائے ہے۔ اس بنگلے کے ایک بیڈروم میں ہیروئن سے بھرا ہوا بیگ رکھا ہوا ہے۔ آپ ابھی چھاپا مار کر اسے مال کے ساتھ گرفتار کرسکتے ہیں۔''

پولیس انسپکٹر نے پوچھا ''تم کون ہو؟ اپنا نام بتاؤ۔''

''سوری..... میں اپنا نام و پتا بتا کر پولیس کیس میں پھنسنا نہیں چاہتا۔ اگر آپ کو یقین ہے تو آپ وہاں جاکر چھاپا ماریں۔ ورنہ آپ کی مرضی!''

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بوتھ سے نکل کر کار میں آکر بیٹھ گیا پھر ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے کی طرف جانے لگا۔ بیلا نے پولیس انسپکٹر کو مجبور کیا کہ وہ یقین کرے اور سپاہیوں کو ساتھ لے کر وہاں جائے۔

وہ اس کی مرضی کے مطابق وہاں سے اٹھ گیا پھر سپاہیوں کے ساتھ جیپ میں آکر بیٹھ گیا۔ جب ونود اوبرائے ماڈل کے ساتھ اپنے بنگلے میں پہنچا اور بیڈروم میں آیا تو اس وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ وہ ناگواری سے بڑبڑایا ''ابھی تو میں باہر سے آیا ہوں۔ یہ کون مجھ سے ملنے آیا ہے؟''

اس نے بیڈروم سے نکل کر ڈرائینگ روم میں آکر دروازہ کھولا تو پولیس انسپکٹر چند سپاہیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا ''مسٹر! ہمیں افسوس ہے۔ ہم آپ کے بیڈروم کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔''

وہ پریشان ہوگیا۔ ایک تو ہیروئن سے بھرا ہوا بیگ بیڈ کے نیچے رکھا ہوا تھا اور بیڈ کے اوپر ایک حسینہ لیٹی ہوئی تھی۔ یعنی وہ منشیات کے دھندے کے حوالے سے مجرم بھی تھا اور اس حسینہ کے حوالے سے گنہگار بھی۔ وہ قانون کی گرفت میں آنے والا تھا۔ اس نے پریشان ہوکر کہا ''آپ اچانک تلاشی لینے آئے ہیں۔ کیا آپ کے پاس تلاشی لینے کا وارنٹ ہے؟''

''وارنٹ نہیں ہے تو ہم لے آئیں گے لیکن ہم پورے یقین کے ساتھ آئے ہیں۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم منشیات کا دھندا کرتے ہو۔''

وہ رشوت دینے کی باتیں کرنے لگا۔ انسپکٹر نے اسے دھکا دے کر ایک طرف ہٹایا پھر تیزی سے چلتا ہوا اس کے بیڈ روم میں آیا تو ایک حسینہ کو دیکھ کر بولا ''اچھا تو یہاں ایک بازاری عورت بھی ہے۔''

سپاہیوں نے بیڈ روم کی تلاشی لی۔ زیادہ تلاشی لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ہیروئن سے بھرا ہوا بیگ بیڈ کے نیچے سے برآمد کرلیا گیا۔ ونود اوبرائے کو ہتھکڑی پہنادی گئی۔ اسی وقت بیلا نے اس کے دماغ میں سوچ پیدا کی۔ اسے یاد آیا کہ بیلا نے پیش گوئی کی تھی کہ اور کہا تھا کہ تمہارے پاس غلام کا پتا آیا ہے۔ غلام کے معنی قیدی اور تم قانون کی گرفت میں آنے والے ہو۔

اور وہ گرفت میں آگیا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنادی گئی تھیں۔ ایسے وقت بیلا نے خیال خوانی کرتے وقت محسوس کیا۔ اس کی طبیعت کچھ خراب ہورہی تھی۔ سر میں درد ہورہا تھا اور بدن میں حرارت سی محسوس ہورہی تھی۔

ماں نے پوچھا ''خیریت تو ہے؟''

''بس یونہی سر میں درد ہورہا ہے۔ حرارت سی محسوس ہورہی ہے۔ کوئی زود اثر دوا کھاؤں گی تو طبیعت بحال ہوجائے گی۔''

اس نے ڈاکٹر سے کنسلٹ کیا۔ دوا لے کر کھائی۔ رات کو آرام آیا تو سوگئی۔ دوسرے دن پھر اس کا بخار تیز ہوگیا۔ ایسے وقت پھول متی نے اس سے فون پر رابطہ کیا تھا اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس کی پیش گوئی کے مطابق دولت مل رہی ہے۔

پھول متی کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ اس کی دو بیٹیاں چندرامتی اور تارامتی بھی ماں کے ساتھ تھیں اور کبریا ان کے ساتھ اودے پور جارہا تھا۔ وہاں سے ٹرین کے ذریعے ممبئی جانے والا تھا۔ اس نے ان ماں بیٹیوں کی زبان سے بیلا کا بہت نام سنا تھا۔ بڑی تعریفیں سنی تھیں پھر اس نے سوچا معلوم کرنا چاہیے کہ بیلا اوبرائے کیا چیز ہے؟ اور وہ کس طرح تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا صحیح حال بتادیتی ہے؟

اس وقت وہ پھول متی اور اس کی دونوں بیٹیوں کے ساتھ ویگن کار میں بیٹھا اودے پور کی طرف جارہا تھا۔ پھول متی گاڑی ڈرائیو کررہی تھی۔ وہ پچھلی سیٹ پر چندرامتی اور تارا متی کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دونوں اس سے لہک لہک کر باتیں کررہی تھیں۔

اس نے کہا ''میں ذرا آنکھیں بند کرکے آرام کرنا چاہتا ہوں۔ رات بھر سویا نہیں تھا۔ پلیز مجھے آرام کرنے دو اور خاموش رہو۔''

اس نے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں پھر خیال خوانی کے ذریعے بیلا کے اندر پہنچ گیا۔ پتا چلا کہ وہ بیمار ہے بخار بہت تیز ہے۔ اس کی ماں بخار کی شدت کم کرنے کے لیے اس کے سر پر آئس بیگ رکھ رہی ہے۔

ہم سب خیال خوانی کرنے والے بیلا کے دماغ میں پہنچ کر اس کے سطحی خیالات پڑھ کر رہ گئے تھے۔ اس کے چور خیالات پڑھنے میں ناکام رہے تھے لیکن ان لمحات میں بیلا کے چور خیالات کا خانہ کھل گیا تھا۔ بیماری کے باعث دماغ اس حد تک کھل گیا تھا کہ وہ کبریا کی خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کررہی تھی۔ کبریا پہلا شخص تھا جو اس کی زندگی کی کتاب کو پہلے صفحے سے پڑھ رہا تھا۔ اس کی زندگی کے اہم راز معلوم کررہا تھا۔ وہ کئی طرح کے پراسرار علوم جانتی تھی۔ اتنی ذہین اور حاضر دماغ تھی کہ محتاط رہ کر اب تک دشمنوں سے محفوظ تھی اور خاص طور پر اپنے بدترین دشمن راسپوٹین سے بہت دور چلی آئی تھی۔ وہ اس کا سوتیلا بھائی تھا۔ اس سے اب تک یہ بات چھپی ہوئی تھی کہ سوتیلی بہن اپنی مطلقہ ماں کے ساتھ کہیں گئی ہے تو اس کے خاندان میں نسل در نسل تمام پراسرار علوم سکھائے جانے والے اپنے ذہن میں نقش کرکے

ہپناٹیزم
مصنف: ڈاکٹر جی ایم فلز
ہپناٹیزم کے موضوع پر اردو میں پہلی مستند کتاب
کتاب میں شامل چند عنوانات
✦ ہپناٹیزم ایک پوشیدہ قوت۔
✦ ہپناٹیزم کیا ہے؟
✦ ہپناٹیزم کی ابتدا۔
✦ ہپناٹیزم کے عملی اصول۔
✦ ہپناٹیزم اور جرائم۔
✦ ہپناٹیزم کا استعمال
✦ ازدواجی زندگی اور ہپناٹیزم
✦ بچوں پر ہپناٹیزم
قیمت:-/30 روپے
کتابیات پبلی کیشنز۔ کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
سول ڈسٹری بیوٹر: رحمان بک ہاؤس اردو بازار کراچی، فون: 021-7766751

لے گئی ہے۔

کبریا کو ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ بیلا اپنے ایک آئیڈیل کی تلاش میں ہے۔ اسے خوابوں اور خیالوں میں دیکھتی ہے مگر وہ چہرہ ایسا دھندلا سا ہوتا ہے کہ پہچانا نہیں جاتا ہے۔ وہ اس کی آواز سنتی ہے۔ اس سے باتیں کرتی ہے۔ تاش کے پتوں نے اسے بتایا ہے کہ وہ آئیڈیل ایک دن اسے ضرور ملے گا۔

کبریا اس کے خیالات جتنے پڑھتا جارہا تھا۔ اتنی ہی اس کی ذات سے دلچسپی پیدا ہوتی جارہی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ آئندہ بھی اس کے چور خیالات پڑھتا رہے لیکن اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ بخار اترتے ہی ذہنی کمزوری دور ہوتے ہی اس کے چور خیالات کا خانہ پھر بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔

اس نے بیلا کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک کر سلا دیا پھر اس پر مختصر سا تنویمی عمل کرنے لگا۔ ایک مخصوص آواز اور لب ولہجہ اس کے ذہن میں نقش کیا۔ اسے ہدایت دی کہ وہ اس لب ولہجے کو کبھی محسوس نہ کرے اور غیر محسوس طریقے سے اس کے چور خیالات کے خانے کا دروازہ کھل جایا کرے۔ اگر ایسے وقت کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا آجائے تو یہ چور خانہ فوراً بند ہو جایا کرے۔

پھر اس نے ہدایت دی کہ وہ تقریباً دو گھنٹے تک آرام سے تنویمی نیند سوتی رہے۔ جب آنکھ کھلے تو وہ بھول جائے کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا اور کوئی اس کے دماغ میں آیا تھا۔

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

☆☆☆

راسپوٹین کو واقعی پسینہ آرہا تھا۔ وہ جو سوچ نہیں سکتا تھا۔ وہ اس کے آگے آچکا تھا۔ اس نے عدنان کو اغوا کرنے کی بڑی زبردست کوشش کی تھی اور اس پلاننگ میں کامیاب بھی ہو رہا تھا۔ پورے شہر میں کسی نے اس کا تعاقب نہیں کیا تھا۔ ساحل پر بھی کسی نے عدنان کو جانے سے نہیں روکا تھا۔ وہ اپنی ڈمی انامیریا کے ذریعے بڑی کامیابی سے اسے موٹر بوٹ میں سوار کروا چکا تھا۔

اسے بیچ سمندر میں لے آیا تھا۔ ایسی جگہ تو کوئی تعاقب کرنے والا پہنچ ہی نہیں سکتا تھا۔ ایسے ہی موقع پر سونیا کو بلائے ناگہانی کہا جاتا ہے۔ جہاں ساحل سے پرندہ بھی پرواز کرتا ہوا نہیں آسکتا تھا۔ وہ وہاں گہرے پانی سے ابھر کر اس موٹر بوٹ پر آگئی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سونیا ایسی جگہ اپنے پوتے کی حفاظت کرنے آئے گی۔ جہاں وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اپنے آلہ کاروں سے مدد حاصل کر سکے گا اور ایسی جگہ اس کی ٹیلی پیتھی بھی بے اثر ہو جائے گی۔

اس گہرے پانی میں اس کی صرف ایک ہی آلہ کار ڈمی انامیریا تھی۔ جس سے وہ اب کام نہیں لے سکتا تھا۔ اس کے برعکس سونیا اس سے اگلوانا چاہتی تھی کہ وہ کس کے لیے کام کر رہی ہے؟ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی اس نے خود ہی اپنی ڈی کے دماغ میں زلزلے پیدا کر کے اسے مار ڈالا۔

وہ بے چاری گہرے پانی میں چلی گئی۔ اس کے بعد پھر اس کا کوئی آلہ کار نہیں رہا جو وہاں رہ کر دیکھ پاتا کہ سونیا اپنے پوتے کو اس موٹر بوٹ میں کہاں لے جارہی ہے؟

جزیرہ کیپری میں اس کے کئی آلہ کار تھے اور وہ جزیرے کے ساحل پر ڈمی انامیریا اور عدنان کا انتظار کر رہے تھے۔ راسپوٹین چہارم نے ان سے کہا تھا کہ وہ وہاں موجود رہیں اور عدنان کو ایک خفیہ اڈے پر پہنچا دیں۔ اس نے اپنے ایک آلہ کار کے دماغ میں آکر کہا ''وہ بچہ پھر میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ پتا نہیں سونیا اسے کہاں لے جارہی ہے؟ شاید وہ جزیرہ کیپری کی طرف آئے۔ تم سب محتاط رہو۔ ساحل کے ہر حصے میں پھیل جاؤ۔ جہاں بھی ایک عورت تین یا چار برس کے بچے کے ساتھ دکھائی دے تو سمجھ لو کہ وہی سونیا اور عدنان ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی گولی مار دو۔ یہ پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کون ہیں کہاں سے آرہے ہیں؟ وہ ہماری دشمن سونیا ہے بھی یا نہیں؟ کچھ نہ پوچھو۔ اندھا دھند فائرنگ شروع کر دو۔ اس کے پوتے کے ساتھ اسے گولیوں سے چھلنی کر دو۔''

پھر وہ روم کے اس ساحل پر آیا۔ جہاں سے ڈمی انامیریا عدنان کو موٹر بوٹ پر لے گئی تھی۔ وہاں ابھی تک اس کے مسلح آلہ کار اِدھر اُدھر کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے انہیں جمع کر کے ڈانٹنا شروع کیا۔ انہیں گالیاں دینے لگا۔ پوچھنے لگا کہ وہ کس طرح ساحل کی نگرانی کر رہے تھے؟ انہوں نے سونیا کو کیوں نہیں دیکھا؟ وہ کس طرح اس ساحل سے گزر کر موٹر بوٹ تک پہنچ گئی تھی؟

وہ مسلح آلہ کار پریشان تھے کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ سونیا کس طرح ساحلی حصے میں آئی اور ان کی نظروں سے اوجھل رہی پھر اچانک آگے گہرے پانی میں جا کر نمودار ہو گئی؟

راسپوٹین چہارم نے کہا ''وہ صرف مکار نہیں ہے چڑیل بھی ہے۔ وہ جادوگرنی ہے۔ میں نے پہلے بھی تاکید کی تھی کہ اس سے بہت زیادہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح تمہاری آنکھوں میں دھول جھونکے گی کہ پتا بھی نہیں

چلے گا اور اپنا کام کر کے چلی جائے گی اور اس نے یہی کیا ہے۔''

ایک آلہ کار نے غصے سے کہا ''پاس! اس نے ہمیں اُلو بنایا ہے۔ ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

وہ غصے سے بولا ''زندہ نہیں چھوڑو گے کیسے گولی مارو گے؟ پہلے اسے تلاش تو کرو۔ اس ساحلی علاقے میں دور تک پھیل جاؤ۔ دیکھو وہ ساحل کے کسی بھی حصے میں اس موٹر بوٹ کے ذریعے پوتے کو لے کر واپس آئے گی۔''

شہر میں جو آلہ کار تھے۔ ان سے راسپوٹین نے کہا ''ان وادی اور پوتے کو جگہ جگہ تلاش کرو۔ جہاں کوئی عورت تین یا چار برس کے بچے کے ساتھ دکھائی دے اور اس پر شبہ ہو تو فوراً گولی مار دو۔ اسے فرار ہونے کا موقع نہ دو۔''

وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا اور پاگلوں کی طرح احکامات صادر کر رہا تھا۔ شام تک تین عورتیں اور تین بچے مارے گئے۔ کوئی بے چاری اپنے تین برس کے بیٹے کے ساتھ مکان کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ دو گولیاں چلیں اور وہ بے قصور ماں اپنے بچے کے ساتھ ماری گئی۔

دوسری اپنے پوتے کے ساتھ ماری گئی تھی۔ تیسری فٹ پاتھ پر اپنے نواسے کے ساتھ چل رہی تھی پھر چلتے چلتے گولی کھا کر ایسے گری کہ اپنے خدا سے بھی نہ پوچھ سکی کہ پر امن زندگی گزارنے والے اور اپنی اولاد کو محبتیں دینے والے بے قصور کیوں مارے جاتے ہیں؟

ویسے وہ پاگل نہیں تھا۔ محض پاگل پن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ سونیا انامیریا اور پورس کو یہ تاثر دے رہا تھا کہ وہ ناکامی کے باعث پاگل ہو گیا ہے اور اب شہر میں خون خرابا کرتا رہے گا۔ جہاں بھی کوئی عورت اور بچہ دکھائی دے گا۔ انہیں موت کے گھاٹ اتارتا رہے گا۔

وہ محض دہشت طاری کرنے کے لیے اور دھیان بٹانے کے لیے ایسا کر رہا تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ پورس انا میریا اور ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے اس قدر پریشان ہو جائیں کہ ان کی تمام توجہ سونیا اور عدنان پر مرکوز ہو جائے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے انامیریا کی طرف سے غافل ہو جائیں تاکہ وہ اسے اغوا کر کے اپنی ناکامی کو کامیابی میں بدل سکے۔

انامیریا نے عارضی میک اپ کے ذریعے چہرے پر تبدیلیاں کی تھیں۔ تاکہ دشمن اور آلہ کار اسے پہچان نہ سکیں اور وہ ہوٹل سے باہر نکل کر عدنان کو تلاش کر سکے۔

ویسے اعلیٰ بی بی اور عبداللہ خیال خوانی کے ذریعے بتا رہے تھے کہ سونیا کہاں ہے؟ اور وہ کس طرح عدنان کی حفاظت کر رہی ہے۔ وہ اپنے پوتے کو لے کر جزیرہ کیپری کی طرف نہیں جارہی تھی۔ اس نے موٹر بوٹ کا رخ بدل دیا تھا اور ایک دوسرے جزیرے کورسیکا کا رخ کر چکی تھی۔

عالی نے پورس سے کہا ''کورسیکا جزیرے میں پرائیویٹ فلائنگ کمپنی ہے۔ آپ ہوٹل کے کاؤنٹر سے اس فلائنگ کمپنی کا نمبر معلوم کریں اور ان سے رابطہ کریں۔ مماعدنان کے ساتھ وہاں پہنچنے والی ہیں۔ آپ ان کے لیے ایک ہیلی کاپٹر ریزرو کرائیں۔ وہ اس ہیلی کاپٹر کے ذریعے نیولی جائیں گی۔''

پورس نے اس پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے نمبر معلوم کیے پھر فون کے ذریعے وہاں کے ایک عہدے دار سے رابطہ کیا اور کہا ''میں روم کے ایک ہوٹل سے بول رہا ہوں۔ ابھی کورسیکا پہنچنے والا ہوں۔ میرے لیے ایک ہیلی کاپٹر ریزرو رکھا جائے۔ میں اس کے ذریعے نیولی شہر جاؤں گا۔ اس سلسلے میں آپ جو بھی ایڈوانس رقم چاہئیں وہ آپ کو آدھے گھنٹے کے اندر مل جائے گی۔''

اس عہدے دار نے کہا ''سوری۔ ہم فون کے ذریعے کسی کے آرڈر بک نہیں کرتے ہیں۔ آپ کو پہلے اپنے شناختی کارڈ اور ضروری کاغذات لانے ہوں گے۔ اس کے بعد ہی

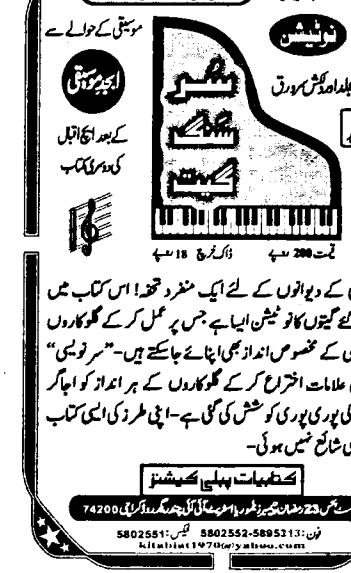

آپ کو یہاں سے کوئی سہولت مل سکے گی۔''

عالی نے کہا ''بھائی! میں اس کی آواز سن چکی ہوں۔ آپ فون بند کردیں۔''

وہ اس عہدے دار کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہاں ہیلی پیڈ پر دو ہیلی کاپٹر موجود تھے۔ عالی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر ایک ہیلی کاپٹر کو فرضی نام سے ریزرو کرایا۔ وہ جانتی تھی کہ دشمن خیال خوانی کے ذریعے ہر جزیرے میں اپنے آلہ کاروں کے ذریعے سونیا اور عدنان کو تلاش کررہا ہوگا۔ پرائیویٹ فلائنگ کمپنی اور موٹر بوٹس وغیرہ کرائے پر دینے والوں کے دماغوں میں پہنچ رہا ہوگا۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کررہا ہوگا کہ سونیا کس راستے سے عدنان کو لے جارہی ہے؟ اور کہاں جارہی ہے؟

انا میریا نے پورس سے کہا ''ہمارا بیٹا اپنی دادی کے ساتھ نیولی جانے والا ہے۔ ہمیں بھی وہاں جانا چاہیے۔ دشمنوں کے اس شہر سے نکل جانا ہی بہتر ہوگا۔''

''ٹھیک ہے، ہم چلیں گے لیکن کیسے؟ بائی کار یا بائی ائر؟''

''میں پرائیویٹ کمپنی کے کسی طیارے میں جاؤں گی۔''

وہ بولا ''کیا مجھ سے الگ ہوکر جاؤ گی؟''

''ہاں..... دشمن یہ جانتا ہے کہ ہماری ملاقات ہوچکی ہے۔ اب ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہا کریں گے۔ اگرچہ ہم چہروں سے نہیں پہچانے جائیں گے لیکن جہاں بھی جوان جوڑے دکھائی دے رہے ہوں گے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچنے کی کوشش کررہا ہوگا۔ جب وہ ہمارے دماغوں میں نہیں پہنچ پائے گا تو سمجھ لے گا کہ ہم ہی اس کا مطلوبہ ٹارگٹ ہیں۔''

پورس نے قائل ہوکر کہا ''ہاں..... وہ کم بخت تو ایسے ہی عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔ جن پر دادی پوتے ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ وہ ہمارے جیسے جوان جوڑوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرسکتا ہے۔ ہم ایک ساتھ رہیں گے تو وہ ہمارا سراغ بھی لگا سکتا ہے۔''

انا میریا نے اپنے بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹے سے آئینے کو نکالا پھر کہا ''عالی کے ذریعے ہمیں اپنے بیٹے کی خیریت معلوم ہورہی ہے پھر بھی میں اپنے طور پر معلوم کرتی ہوں۔''

اس نے آئینے میں دیکھا تو شیوانی دکھائی دینے لگی۔ وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے عدنان کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اپنی دادی کے ساتھ تھا۔ ان کی موٹر بوٹ تیزی سے سمندر کے گہرے پانی کو چیرتی ہوئی جارہی تھی۔ سونیا نہ تو جزیرہ کیپری کی طرف جارہی تھی، اور نہ ہی جزیرہ کورسیکا کی طرف۔ اس نے موٹر بوٹ کا رخ بدل دیا تھا اور واپس روم کی طرف جارہی تھی۔

اس نے ایسا کرنے میں تھوڑی سی دیر کی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ دشمن اتنی دیر تک الجھتا رہے اور یہی سمجھتا رہے کہ وہ جزیرہ کیپری نہیں جائے گی تو اس کے آس پاس کے جزیرے میں ضرور پہنچے گی۔ وہ اتنی احمق نہیں ہے کہ روم واپس آئے گی۔

راسپوٹین چہارم واقعی اب یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا تھا کہ وہ روم واپس نہیں آئے گی۔ اس کے آلہ کار سونیا اور عدنان کے دھوکے میں تین عورتوں اور تین بچوں کو قتل کرچکے تھے۔ اس نے ایسا کرنے سے آلہ کاروں کو منع کردیا تھا۔ اب اس کی ساری توجہ آس پاس کے جزیروں اور اٹلی کے ساحلی علاقوں کی طرف تھی۔

عدنان نے پوچھا ''گرینڈ مما! ہم کہاں جارہے ہیں؟''

سونیا نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا ''کیا تمہارے دماغ میں کوئی گھسا ہوا ہے؟ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ ہم کہاں جارہے ہیں؟''

''میری ممی معلوم کرنا چاہتی ہیں۔''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی ''ہاں..... اپنی ممی سے کہو کہ ہم ان کی طرف ہی آرہے ہیں لیکن وہ ہوٹل چھوڑ کر دوسری جگہ پہنچیں ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔''

انا میریا نے شیوانی کو آئینے میں شکریہ ادا کرنے والے انداز میں دیکھا پھر اس آئینے کو اپنے گریبان میں رکھتے ہوئے پورس سے کہا ''ہم اس شہر سے نہیں جائیں گے۔''

پورس نے اس کے گریبان میں دیکھا۔ جہاں اس کا آئینے کو چھپا کر رکھا تھا پھر پوچھا ''کیا شیوانی نے تم سے کچھ کہا ہے؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی ''ہاں..... مما عدنان کو لے اسی شہر میں واپس آرہی ہیں۔ ہم سے کہا ہے کہ یہ ہوٹل چھوڑ دیں اور کسی دوسری جگہ چلے جائیں۔ وہ بھی وہاں پہنچ جائیں گے۔''

اس وقت عالی پورس کے اندر موجود تھی۔ اس نے بات سن کر کہا ''مما! نے کچھ سوچ کر ہی اپنا ارادہ بدلا ہوگا۔ ٹھیک ہے میں اس دشمن کو اور ذرا بھٹکاؤں گی۔ کورسیکا فلائنگ کمپنی والوں کے پاس جارہی ہوں۔ وہاں مما کے سے ایک ہیلی کاپٹر ریزرو کراؤں گی۔ تاکہ اس دشمن کو یقین ہوجائے کہ وہ اس ہیلی کاپٹر کے ذریعے نیولی جانے

ہیں۔''

پورس نے کہا ''ٹھیک ہے..... تم جاؤ..... اور اسی طرح دشمن کو بھٹکاؤ لیکن عبداللہ کو میرے پاس بھیج دو۔''

وہ چلی گئی۔ چند سیکنڈ بعد ہی عبداللہ آگیا۔ پورس نے کہا ''میں تھوڑی دیر بعد انا کے ساتھ اس ہوٹل سے نکلنے والا ہوں۔ تم ہوٹل کے اندر اور باہر مختلف لوگوں کے دماغوں میں جاکر معلوم کرو کہ یہاں کتنے دشمن چھپے ہوئے ہیں؟''

عبداللہ چلا گیا۔ تقریباً دس پانچ پندرہ منٹ کے بعد واپس آکر بولا ''تین بندے ہیں۔ ایک ہوٹل کے باہر ہے۔ دوسرا وزیٹر لابی میں ہے اور تیسرا آپ کے کمرے کے باہر کوریڈور میں ٹہل رہا ہے۔''

''کیا تم ان کے دماغوں میں پہنچ چکے ہو؟''

''جی ہاں..... پہنچ چکا ہوں۔ یہ سب نشہ کرنے والے لوگ ہیں پھر آپ لوگوں کا وہ دشمن ان کے اندر آتا رہتا ہے۔ اس لیے ان کے دماغ مقفل نہیں ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ اس کمرے کے سامنے ٹہلنے والے کو اندر لے آؤ۔''

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی دروازہ کھلا اور ایک مسلح شخص اندر آیا۔ عبداللہ نے اس کے دماغ پر قبضہ جمار کھا تھا۔ اس لیے وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ پورس نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا ''تم یہ گن کیوں ہاتھ میں لیے گھوم رہے ہو؟ اور یہاں کیا کررہے ہو؟''

اس نے عبداللہ کی مرضی کے مطابق کہا ''یہ میرے باس کا حکم ہے۔ جب تم دونوں اس کمرے سے باہر نکلو گے تو میں تم دونوں کو گولی ماردوں گا۔''

یہ کہہ کر اس نے اپنی گن پورس کی طرف پھینک دی۔ پورس نے اس کے منہ پر ایک گھونسا مارا پھر اس کی پٹائی کرتا چلا گیا۔ جب وہ مار کھاتے کھاتے بے ہوش ہوگیا تو وہ اسے گھسیٹ کر باتھ روم میں پہنچا کر باہر سے لاک کرکے بولا ''عبداللہ! اب دوسرے کو لے آؤ۔''

وہ ایک کے بعد دوسرے کو پھر تیسرے کو لے آیا۔ پورس نے ان دونوں کی بھی اچھی طرح پٹائی کی۔ اور انہیں بھی بے ہوش کرکے باتھ روم میں بند کردیا۔ عبداللہ سے کہا ''تھوڑی دیر ہمارے ساتھ رہو۔ جب ہم اپنی کاروں میں بیٹھ کر چلے جائیں، تو پھر تم بھی چلے جانا۔''

وہ انا کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ پھر لفٹ کے ذریعے نیچے جانے لگا۔ ان دونوں نے یہ طے کیا تھا کہ الگ الگ اپنی اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جائیں گے۔ جب یہ یقین ہوجائے گا کہ وہ پیچھا نہیں کررہے ہیں تو پھر ایک ہوجائیں گے۔

ہوٹل سے باہر آکر انا میریا اپنی رینٹیڈ کار میں جاکر بیٹھ گئی۔ پورس اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے عبداللہ سے بولا ''تم ابھی نہ جاؤ تو بہتر ہے۔ ہمیں ان چار کمروں کے بنگلے کی ضرورت ہے۔ مما عدنان کے ساتھ واپس آنے والی ہیں۔ ہمیں رہائش کے لیے کسی بنگلے کی ضرورت ہے۔''

عبداللہ نے کہا ''ٹھیک ہے۔ میں ابھی آپ کے لیے ایک بنگلے کا انتظام کرتا ہوں۔''

وہ چلا گیا۔ وہ دونوں کار اسٹارٹ کرکے ہوٹل کے احاطے سے نکلے۔ انا آگے جانے لگی۔ پورس اس سے کچھ فاصلہ رکھ کر پیچھے پیچھے جانے لگا۔ اس طرح وہ دونوں شہر کی مختلف سڑکوں اور مختلف علاقوں سے گزرتے رہے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ ان کا تعاقب کیا جارہا ہے یا نہیں؟ کیونکہ انہیں کسی نے ہوٹل سے نکلتے نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے کوئی تعاقب نہیں کررہا تھا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد انا نے اپنے بنگلے کے احاطے میں پہنچ کر کار روک دی۔ پورس نے موبائل فون کے ذریعے پوچھا ''یہ کس کا بنگلا ہے؟ تم کہاں آئی ہو؟''

''یہ میرا اپنا بنگلا ہے۔ تم بے خوف وخطر یہاں آسکتے ہو۔

ہمارا کوئی تعاقب نہیں کر رہا ہے۔''

پورس نے اس کے پاس آ کر کہا ''تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ یہاں تمہارا اپنا بنگلا ہے؟ میں نے خواہ مخواہ عبداللہ سے کہہ دیا کہ وہ ہمارے لیے رہائش کا انتظام کرے۔''

وہ دونوں اندر آ گئے ''کوئی بات نہیں عبداللہ سے کہہ دو کہ وہ کسی بنگلے کا انتظام نہ کرے۔ ہم یہاں محفوظ رہیں گے اور دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہیں گے۔''

وہ دونوں اس بنگلے میں وقت گزارنے لگے۔ عبداللہ سے کہہ دیا کہ انہیں کسی بنگلے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنے کام سے چلا جائے۔

وہ چلا گیا۔ پھر کوئی خیال خوانی کرنے والا ان کے پاس نہیں آیا۔ عالی بھی کہیں مصروف ہو گئی تھی۔ ایک گھنٹے بعد انا نے کہا ''یہاں قریب ہی ایک بڑا سا شاپنگ سینٹر ہے۔ میں کچھ ضروری چیزیں خریدنا چاہتی ہوں، کیا تم چلو گے؟''

''کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گا؟ جہاں جاؤ گی وہاں سائے کی طرح رہوں گا۔''

وہ ہنسنے لگے۔ پھر دونوں نے غسل کیا۔ لباس تبدیل کیے۔ پھر اس شاپنگ سینٹر میں پہنچ گئے۔ ایسے وقت راسپوٹین چہارم نے موبائل فون کے ذریعے انا کو مخاطب کیا ''ہیلو انا! کہاں ہو تم؟''

''میں جہاں بھی ہوں، وہاں تم پہنچ نہیں پاؤ گے۔ کتے کی طرح میری بو سونگھتے پھرو گے۔ اور دور ہی دور سے بھونکتے رہو گے۔''

ایسے وقت ایک نیم پاگل شخص نے پورس کے پاس آ کر ہاتھ پھیلا کر کہا ''مسٹر! مجھ کو ایک ڈالر دو۔ گاڈ تم کو دس ڈالر دے گا۔''

پورس نے مسکرا کر اسے دس ڈالر کا نوٹ دیتے ہوئے کہا ''تم اپنے گاڈ سے کیوں نہیں مانگتے؟ مجھ سے کیوں مانگ رہے ہو؟''

اس نیم پاگل نے کہا ''گاڈ ہی سے مانگ رہا تھا۔ اس نے دیکھو، یہ دے دیا دس ڈالر کا نوٹ...؟''

وہ ہنستے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔ راسپوٹین فون پر کہہ رہا تھا ''انا! تم مجھ سے چھپ کر نہیں رہ سکو گی۔ تم مجھے بھونکنے والا اور سونگھنے والا کتا سمجھتی رہو۔ جب میں پاس آ جاؤں گا، تو اس طرح کانوں گا کہ چودہ انجکشن بھی مجھ سے ہی لگواتی رہو گی۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ آنکھیں بند کر کے اس پاگل شخص کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لینے لگا۔ اس نے فون کرنے کے دوران میں اس کی آواز سنی تھی اور اس کے لہجے کو اچھی طرح سن لیا تھا۔ اسے اچھی طرح گرفت میں لینے کے بعد اس کے اندر پہنچا تو پتا چلا کہ وہ ایک شاپنگ سینٹر میں ہے۔

اس نے اس دیوانے کو اپنا آلۂ کار بنا لیا۔ پھر اس کے اندر رہ کر دور ہی دور سے پورس اور انا کی نگرانی کرنے لگا۔ جب وہ کچھ خریدنے کے لیے دکان میں گئی تو اس نے اپنے آلۂ کاروں سے کہا ''فوراً اس شاپنگ سینٹر میں پہنچو۔''

وہ آلۂ کار کہیں قریب ہی تھے، تیزی سے وہاں چلے آئے۔ پھر اس نے ایک آلۂ کار سے کہا ''انا میریا ایک جوان کے ساتھ ہے اور دیکھو، انا کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ میں اسے زندہ سلامت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

اس نے پوچھا ''کیا میں اس جوان کو گولی مار دوں؟''

''بے شک..... انا کو گرفت میں لے کر بے ہوش کرنے سے پہلے اس نوجوان سے پیچھا چھڑاؤ، جاؤ دیر نہ کرو۔''

وہ دو آلۂ کار تھے۔ راسپوٹین چہارم اس نیم پاگل کے دماغ میں تھا اور ان کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا ''وہ دیکھو! انا اس دکان میں ہے اور اب باہر نکل رہی ہے۔''

وہ پورس کے ساتھ ہنستی بولتی ہوئی دکان سے باہر آ کر ایک سمت جا رہی تھی۔ آلۂ کار نے گن کا سیفٹی کیچ ہٹایا۔ پھر اس کے ٹیلی اسکوپ کو آنکھوں کے قریب رکھ کر پورس کا نشانہ لیا۔ گن کے ساتھ لگی ہوئی دوربین کے ذریعے اپنے نارگٹ کو بالکل صاف اور قریب سے دیکھا جا سکتا تھا۔ اس نے جب گن سیدھی کرنے کے لیے اسے ادھر سے ادھر کر کے پورس کو دیکھنا چاہا تو اسے دیکھنے سے پہلے ایک جگہ اس کی گن رک گئی۔ ٹیلی اسکوپ کے ذریعے اسے عدنان دکھائی دیا۔

راسپوٹین چہارم اس کے دماغ میں تھا۔ اس کے خیالات پڑھ کر چونک گیا کہ یہ عدنان یہاں کیسے آ گیا؟ جب کہ سونیا اسے موٹر بوٹ میں پتا نہیں کہاں لے گئی تھی؟ اس نے بے چینی سے اس آلۂ کار سے پوچھا ''تم کسے دیکھ رہے ہو؟ تمہارے سامنے کیا تین چار برس کا بچہ کھڑا ہوا ہے؟''

اس کا آلۂ کار کوئی جواب نہیں دے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں ان پرکشش آنکھوں سے چپک کر رہ گئی تھیں۔ ہاتھ سے گن چھوٹ گئی تھی اور وہ ان آنکھوں کی سمت ہی کھنچا جا رہا تھا۔

راسپوٹین چہارم نے اس نیم پاگل کے ذریعے دیکھا۔ عدنان کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا اس گن مین کو گھور رہا تھا اور اس کے پیچھے اس کی گرینڈ ما پہاڑ کی طرح کھڑی ہوئی تھی۔

راسپوٹین چہارم تھوڑی دیر کے لیے خیال خوانی بھول گیا۔ سونیا کو اس شاپنگ سینٹر میں دیکھ کر اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر پوچھ رہا تھا کہ یہ کیا بلا ہے۔ سمندر کی گہرائی سے شارک مچھلی کی طرح نکل کر اس نے میرے تمام منصوبوں کو تہس نہس کر دیا تھا۔ وہاں اپنے پوتے کو بچایا تھا اور اب میں یہاں انا میریا کو اغوا کرنے اور پورس کو قتل کرنے آیا تو یہ یہاں بھی بلائے ناگہانی کی طرح پہنچ گئی ہے۔

وہ حیرانی و پریشانی سے سوچ رہا تھا۔ پھر خیال آیا کہ میدان سے بھاگ آیا ہے۔ اس وقت شاپنگ پلازا میں نہیں ہے۔ وہ نورا ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اس نیم پاگل شخص کے اندر پہنچا۔ سونیا نے اس قدر حیرت زدہ کیا تھا کہ اسے وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوا۔ اب وہاں پہنچا تو میدان صاف ہو چکا تھا۔

اس شاپنگ سینٹر میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ نیم پاگل شخص کے خیالات نے بتایا کہ اس کے دونوں آلۂ کار ایک دوسرے کو گولی مار کر وہیں مر گئے تھے۔ فائرنگ کی وجہ سے لوگ خوف زدہ ہو گئے تھے اور اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ عورتیں چیخ رہی تھیں۔ بچے رو رہے تھے۔ وہاں اس کا اب کوئی آلۂ کار نہیں رہا تھا۔ وہی ایک نیم پاگل شخص تھا۔ وہ سونیا کو اور عدنان کو نہیں پہچانتا تھا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ اس بھیڑ میں انا میریا اور پورس بھی کہیں گم ہو گئے تھے۔

اس نے جھنجلا کر سوچا کہ انا میریا اور پورس ہوٹل کے کمرے میں تھے اور وہاں اس کے تین مسلح آلۂ کار ان کی نگرانی کر رہے تھے۔ پھر وہ دونوں ان کی نظریں بچا کر کیسے بھاگ گئے؟

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک آلۂ کار کے پاس پہنچ کر دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا۔ پتا چلا کہ اس کے دو ساتھی بھی پورس سے مار کھاتے رہے تھے اور بے ہوش ہو گئے تھے۔ انہیں پتا نہ چلا کہ وہ کہاں ہیں؟ ہوش میں آنے کے بعد وہ تینوں خود کو ایک باتھ روم میں دیکھ رہے تھے۔ دروازہ باہر سے بند تھا۔ کوئی کھولنے والا نہیں تھا۔ وہ دروازے کو زور زور سے پیٹ رہے تھے۔ کوئی اس کمرے کے سامنے سے بھی نہیں گزر رہا تھا۔ ورنہ ضرور دروازہ کھولنے آ جاتا۔

اس نے اپنے ایک آلۂ کار سے کہا کہ وہ ہوٹل کے کاؤنٹر پر فون کرے اور انہیں بتائے کہ تین بندے ایک کمرے کے باتھ روم میں بند ہیں۔ انہیں وہاں سے نکالا جائے۔

ان تینوں کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ غائب دماغ ہو کر پورس کے کمرے میں آئے تھے اور وہاں اس سے مار کھانے کے بعد بے ہوش ہو گئے تھے۔ اس طرح یہ اندازہ ہو گیا کہ پورس کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے انہیں ٹریپ کر کے... پورس کے پاس مار کھانے کے لیے پہنچایا تھا۔

وہ ان چاروں سے سونیا اور پورس کو قتل کرانا چاہتا تھا۔ انا میریا اور عدنان کو اغوا کر کے کسی خفیہ اڈے پر لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ چاروں گرفت میں آتے آتے پھسل گئے تھے۔ اور اب ایسے گم ہوئے تھے کہ وہ فی الحال ان کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا۔ اتنا تو سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ چاروں اسی شہر میں ہیں اور انہیں جلد سے جلد تلاش نہ کیا گیا تو شاید وہ یہاں سے بھی چلے جائیں۔

وہ سب انا میریا کے بنگلے میں پہنچ گئے تھے۔ راسپوٹین اس بنگلے کا پتا نہیں جانتا تھا لہٰذا ابھی یہ اندیشہ نہیں تھا کہ وہ یا اس کے آلۂ کار وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ سونیا اور انا مطمئن ہو کر کھانے پینے کا انتظام کر رہی تھیں۔ ان کے درمیان یہ موضوع زیر بحث تھا کہ آئندہ انہیں کیا کرنا چاہیے؟

دشمن کا سراغ بھی لگانا تھا اور اس سے محفوظ بھی رہنا تھا۔ انہوں نے بابا صاحب کے ادارے سے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا کر ہدایات دی تھیں کہ وہ اس دشمن کا سراغ لگائیں، کسی بھی طرح اسے تلاش کریں۔ اس کی دشمنی سے اس حد تک یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ راسپوٹین سوم سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ راسپوٹین سوم بھی عدنان کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اسے ہلاک نہ کر سکا۔ یہ موجودہ دشمن اس کا انتقام لے رہا ہے۔

سونیا نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا۔ ''دشمن کو سب سے پہلے روس میں تلاش کیا جائے۔ راسپوٹین کے خاندان میں پہنچ کر معلومات حاصل کی جائیں کہ وہاں اب ایسے کتنے افراد رہ گئے ہیں جو پراسرار علوم سیکھ رہے ہیں اور ٹیلی پیتھی جیسی صلاحیتوں کے بھی حامل ہیں؟''

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک نے بتایا کہ وہ راسپوٹین کے خاندان والوں تک پہنچا ہوا ہے۔ راسپوٹین سوم کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ راسپوٹین سوم نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ دوسری بیوی نے ایک بیٹی کو جنم دیا ہے۔ پندرہ برس بعد دوسری بیوی کو طلاق دے دی گئی۔ وہ اپنی بیٹی کو لے کر وہاں سے کہیں چلی گئی۔ ان میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ ماں بیٹی اب زندہ بھی ہیں یا مر چکی ہیں؟

سونیا نے پوچھا ''ان کے پراسرار علوم کے بارے میں بتاؤ؟''

''راسپوٹین کی موجودہ اولاد روس میں ہے۔ ان میں سے ایک بیٹا ہے۔ جو بچپن سے بیمار رہتا ہے۔ بیماری کے باعث وہ کوئی پراسرار علم سیکھ نہ سکا۔ اس کی بیٹی اور اس کی بیوی نے کئی طرح کے علوم سیکھے ہیں۔''

پورس نے پوچھا ''تم نے یہ معلومات کس کے ذریعے حاصل کی ہیں؟''

''راسپوٹین کا بیٹا راسپوٹین چہارم کہلاتا ہے۔ وہ دائمی مریض ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر ساری معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ میں نے بھی اسی سے یہ سب کچھ معلوم کیا ہے۔''

ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا ''راسپوٹین سوم کی دوسری بیٹی کے دماغ میں پہنچ کر بھی بہت سی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں لیکن ان میں سے جو ایک بیٹی ہے وہ اور اس کی ماں کے دماغوں میں پہنچا نہیں جاسکتا۔ ان کے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہیں کی جاسکتیں۔''

سونیا نے کہا ''راسپوٹین سوم کے خاندان میں کوئی ایسا شخص ہے جو اس کا ادھورا انتقام میرے پوتے عدنان سے لینا چاہتا ہے اور وہ شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔''

''راسپوٹین سوم کے بیمار بیٹے کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ ایک اور گمنام شخص ہے جو خود کو راسپوٹین چہارم کہتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ راسپوٹین کا بیٹا ہے۔ اس کے باپ راسپوٹین سوم نے دو نہیں تین شادیاں کی تھیں۔ تیسری شادی چھپ کر کی تھی اور وہ کسی پر بھی ظاہر نہ ہوسکی۔

سونیا نے کہا ''گویا راسپوٹین کا خاندان پھیلا ہوا ہے۔ اس نے تین شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوا اور وہ پہلی بیوی کئی طرح کے پراسرار علوم جانتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی بیٹی بھی ایسے ہی علوم کی حامل ہے۔''

''جی ہاں..... اور دوسری بیوی سے جو بیٹا پیدا ہوا ہے۔ وہ راسپوٹین چہارم ہے اور کہیں روپوش رہتا ہے۔ ایک اور بیوی سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی۔ وہ ماں بیٹی روپوش ہوکر کسی دوسرے ملک چلی گئی ہیں ان ماں بیٹی کے بارے میں یہ لوگ کچھ نہیں جانتے ہیں۔''

عالی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے راسپوٹین سوم کے اس بیٹے کے اندر پہنچ گئی جو دائمی مریض تھا۔ وہ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ وہ کچھ بے چینی سی محسوس کررہا ہے۔

یعنی وہ محسوس کرلیتا تھا کہ کوئی اس کے دماغ میں چلا آیا ہے اور اس کے خیالات پڑھ رہا ہے۔ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ سانس روک کر کسی کو اپنے اندر سے بھگا نہیں سکتا تھا۔ ایسے وقت وہ فوراً اپنی ماں کو آواز دیتا تھا ''ماما! جلدی آؤ۔ میں بے چینی محسوس کررہا ہوں۔''

اس کی ماما یعنی ماں کا نام ارنا کوف تھا۔ وہ بیمار بیٹے کو جان سے زیادہ چاہتی تھی۔ اس کی ایک آواز پر دوڑی چلی آتی تھی۔ اس نے جلدی سے آکر پوچھا ''کیا بات ہے بیٹے! تمہیں کیا ہورہا ہے؟''

''میں اپنے دماغ میں بے چینی محسوس کررہا ہوں۔''

اس نے گھور کر اس کے سر کو دیکھا پھر کہا ''اس کا مطلب ہے کہ وہ دشمن تمہارا سوتیلا بھائی جو خود کو راسپوٹین چہارم کہتا ہے۔ تمہارے اندر پہنچا ہوا ہے۔ میں اس سے کہتی ہوں کہ مجھ سے بات کرے۔''

عالی خاموش رہی۔ اس نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ یہ اندازہ ہوگیا کہ اس خاتون ارنا اور اس کے سوتیلے بیٹے راسپوٹین چہارم کے درمیان دشمنی ہے۔ ارنا کوف اپنے بیٹے کے اندر آکر خیال خوانی کے ذریعے پوچھنے لگی ''تم کون ہو؟ تم دلاڈی میر ہو؟''

عالی کو اس بیمار کے خیالات سے معلوم ہوا کہ اس کا سوتیلا بھائی جو راسپوٹین چہارم ہے اس کا اصل نام دلاڈی میر ہے۔

میں اپنی داستان پیش کرتے وقت اس بات کا خیال رکھتا ہوں کہ بیک وقت بہت زیادہ کردار میری داستان میں نہ آئیں۔ ان کے نام بھی غیر مانوس غیر ملکی ہوتے ہیں جنہیں یاد رکھنا قارئین کے لیے بھی مشکل ہوجاتا ہے لہٰذا میں کم سے کم کردار پیش کررہا ہوں۔

فی الحال راسپوٹین سوم کے خاندان سے تعلق رکھنے والے۔ چار اہم کردار ہیں۔ ایک بیلا اور برائے، دوسرا دلاڈی میر راسپوٹین چہارم تیسرا اولنوپ کوف اور چوتھی اس کی ماں ارنا کوف یہ چاروں میری داستان میں وقتاً فوقتاً آتے رہیں گے۔

اس وقت عالی اس دائمی مریض اولنوپ کوف کے دماغ میں رہ کر اس کے مختصر سے خیالات پڑھ رہی تھی اور ارنوف کوپ اس کی ماں اپنے ... بیٹے کے اندر آکر بار بار پوچھ رہی تھی ''تم کون ہو؟ جواب کیوں نہیں دے رہے ہو؟''

عالی اسے نظر انداز کرکے چند اہم خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس طرح پتا چلا کہ جو ماں بیٹی اس ملک کو چھوڑ کر نہیں گئی ہیں۔ ان میں سے بیٹی کا نام انابیلا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ ہندوستان جانے کے بعد وہ بیلا اور برائے کہلانے لگی ہے۔

بہرحال عالی نے اس بیمار اولنوپ کوف کے دماغ میں کہا ''میں کون بول رہی ہوں کیا تم مجھے پہچان سکتی ہو؟''

ارنا کوف نے تعجب سے ایک لڑکی کی آواز سنی پھر پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ پہلی بار میرے بیٹے کے اندر آئی ہو۔''

عالی نے کہا ''میں وہ ہوں جس کی تم توقع بھی نہیں کرسکتی تھیں۔''

''ارنا کوف نے کہا ''پہیلیاں نہ بجھواؤ، صاف صاف بتاؤ تم کون ہو؟''

''میں وہی ہوں جس کی ماں کو تم لوگوں نے طلاق دلوائی اور بوجھڑ کر اس ملک سے باہر جانے پر مجبور کردیا۔ میں اسی ماں کی اور اپنے باپ راسپوٹین سوم کی بیٹی انابیلا ہوں۔''

ارنا کوف نے پریشان ہوکر کہا 'اوہ گاڈ! تم کہاں سے آٹپکی ہو؟ دو برس پہلے اپنی ماں کے ساتھ یہاں سے چلی گئی تھیں۔ تم کہاں ہو؟ اور ہمارے پاس کیوں آئی ہو؟''

عالی نے کہا 'ظاہر ہے محبت کرنے تو کبھی نہیں آؤں گی کیونکہ جس طرح بے عزتی کرکے میری ماں کو طلاق دلوائی گئی اور ہمیں یہاں سے نکالا گیا۔ اس دشمنی کا تقاضا یہی ہے کہ میں بھی کچھ دشمنی کرلوں۔''

''میرا بیٹا بیمار ہے۔ اسے نقصان پہنچا کر تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ انتقام لینا ہے تو مجھ سے لو۔ میری ایک اور بیٹی ہے۔ اس سے بھی انتقام لے سکتی ہو لیکن ہم تمہارے مقابلے میں کمزور نہیں پڑیں گے۔''

''میں اتنی جلدی انتقامی کارروائی نہیں کروں گی۔ پہلے تمہاری اور راسپوٹین چہارم دلاڈی میر کی دشمنی کا تماشا دیکھوں گی۔ تم لوگ آپس کی دشمنی میں لڑتے مرتے رہو گے۔ تم میں سے جو زندہ بچے گا۔ اس سے میں نمٹ لوں گی۔''

عالی وہاں سے واپس آگئی۔ سونیا کو مخاطب کیا ''مما! میں نے بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ فی الوقت انا اور عدنان سے جو دشمنی کررہا ہے۔ وہ راسپوٹین چہارم ہے۔ اس کا اصل نام دلاڈی میر ہے۔''

عالی جو کچھ معلوم کرچکی تھی۔ وہ سونیا پورس اور انا میریا کو تفصیل سے بتارہی تھی۔ سونیا نے تمام تفصیلات سننے کے بعد کہا ''ہمارا اندازہ درست نکلا۔ ہمارے دشمن کا تعلق راسپوٹین سوم سے بہت گہرا ہے۔ خون کا رشتہ ہے۔ دشمنی کی بنیادی وجوہات معلوم ہوچکی ہیں۔''

پورس نے کہا ''ایک اور اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ راسپوٹین کے خاندان میں جتنے اہم افراد ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے سوتیلا رشتہ رکھتے ہیں۔ اس لیے ایک دوسرے کے دشمن بھی ہیں۔ ہم آئندہ ان کی دشمنی سے فائدہ اٹھائیں گے۔''

انا میریا نے کہا ''راسپوٹین سوم کو پراسرار علوم کے ذریعے یہ معلوم ہوچکا تھا کہ شیوانی جس بچے کو جنم دے گی وہ اس کے لیے نحوست لائے گا، اس کی بربادی اور موت کا سبب بنے گا۔ اس لیے وہ عدنان کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالنا چاہتا تھا۔ مگر وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ بعد میں وہ آپ ہی لوگوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ یہ بات درست ثابت ہوئی کہ عدنان کے پیدا ہونے کے بعد اس کی بربادی شروع ہوگئی تھی۔ انجام کار وہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔''

انا میریا نے ایک ذرا توقف سے کہا ''وہ تو مرچکا ہے، اب اس کے خاندان میں جتنے افراد ہیں وہ پراسرار علوم کے حامل ہیں۔ وہ ہم سے انتقام لیتے رہیں گے۔ فی الحال انتقام لینے میں سرفہرست دلاڈی میر راسپوٹین چہارم ہے۔''

سونیا نے کہا ''ہمیں پیرس جانا چاہیے۔ جب تک دلاڈی میر راسپوٹین کو جہنم میں نہ پہنچا دوں۔ اس وقت تک اپنے پوتے کو بابا صاحب کے ادارے میں رکھوں گی۔ وہاں اس کی تعلیم وتربیت بھی ہوتی رہے گی۔''

انا میریا نے کہا ''مما! میں آپ کے تجربات کے سامنے طفلِ کتب ہوں۔ پھر بھی یہ مشورہ دینا چاہتی ہوں کہ اتنی جلدی اس بنگلے سے باہر نہ جائیں ابھی ایک آدھ دن یہاں چھپ کر رہیں تاکہ دشمن اور اس کے آلہ کار ہمیں تلاش کرتے کرتے تھک ہار جائیں اور یہ سمجھنے پر مجبور ہوجائیں کہ ہم سب یہاں سے جاچکے ہیں۔ تب ہمارا یہاں سے نکلنا مناسب ہوگا۔''

سونیا نے اسے محبت سے مسکرا کر دیکھا۔ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی ''تم طفلِ کتب ہوکر ذہانت سے بول رہی ہو۔ میں تمہارے اس مشورے پر عمل کروں گی۔ ابھی ایک آدھ دن ہمیں ڈرایا جائے گا، پریشان کیا جائے گا اور دشمن کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کی جائیں گی۔''

پورس نے کہا ''اور سب سے اہم بات یہ کہ دلاڈی میر راسپوٹین چہارم کہاں روپوش ہے؟ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔''

وہ سب رات کا کھانا کھاچکے تھے۔ عدنان نے کہا۔ ''گرینڈ مما! اب میں جاکر سونا چاہتا ہوں۔''

''ہاں بیٹے! اب تم سوجاؤ۔ میں ابھی تمہیں بیڈروم میں لے چلتی ہوں۔''

پھر اس نے انا میریا سے کہا ''تم نے یہ ٹھیک کہا کہ... فی الحال اس بنگلے کی چار دیواری میں چھپ کر رہنا چاہیے۔ اس طرح تھکن اترے گی۔ بہت دنوں سے بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔ یہاں آرام سے گہری نیند سونے کا موقع ملے گا۔''

وہ عدنان کے ساتھ بیڈ روم میں جانا چاہتی تھی۔ اس وقت انا کے موبائل کا بزر بولنے لگا۔ وہ اٹھتے اٹھتے بیٹھ گئی۔ انا نے بٹن دبا کر موبائل آن کیا پھر اسے کان سے لگایا تو دشمن کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا ''ہیلو..... انا میریا! تم ہو؟''

وہ بولی ''یہ میرا موبائل ہے۔ میں ہی بولوں گی۔ بولو اب کس لیے فون کیا ہے؟''

''یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ سونیا عدنان اور اپنے یار کے ساتھ کس بل میں چھپی ہوئی ہو؟''

''تم سمجھ رہے ہو کہ میں ابھی تک روم کے اسی بنگلے میں چھپی ہوئی ہوں، جس کا پتا تم آج تک معلوم نہ کر سکے۔''

''بے شک..... تم اسی بنگلے میں ان سب کے ساتھ چھپی ہوئی ہو۔''

انا میریا نے قہقہہ لگایا پھر کہا ''اسی خوش فہمی میں رہو اور اپنے آلہ کاروں کے ساتھ ہمیں ڈھونڈتے رہو۔''

''زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم اس وقت کہیں سفر نہیں کر رہی ہو اور گھر سے باہر نہیں ہو۔ کسی طرح کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ تمہارے چاروں طرف گہری خاموشی ہے۔ اس کا مطلب ہے، تم چار دیواری میں ہو۔''

''میں اپنی سونیا مما کے ساتھ ہوں۔ جن کی ذہانت بے مثال ہے۔ انہوں نے مجھے ایسی تکنیک بتائی ہے کہ فون کرتے وقت تم میرے آس پاس کسی کی آواز نہیں سن سکو گے اور ایک بات جو تمہاری نیند اڑا دینے کے لیے کافی ہے، وہ میں تمہیں بتا دوں، آج سے اسی لمحے سے اپنے آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر نیچے دیکھتے رہو۔ اپنی عقل سے سمجھنے کی کوشش کرتے رہو کہ سونیا مما کہاں سے سرنگ بنا کر تمہارے پاس پہنچ رہی ہیں؟ اور میں تمہیں بتا دوں کہ تم مما کی چالاکی کو کبھی نہیں سمجھ پاؤ گے۔ ولاڈی میر!''

وہ ایک دم سے چونک گیا جہاں بیٹھا ہوا تھا وہاں سے اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر بولا ''تم..... تم مجھے ولاڈی میر کہہ رہی ہو؟''

''ہاں..... راسپوٹین چہارم! تم راسپوٹین سوم کے ناجائز بیٹے ہو۔ میں اس سے آگے کچھ نہیں کہوں گی۔ میری مما بہت جلد تمہارے پاس پہنچ کر بولنے والی ہیں۔''

انا میریا نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا ''شاباش! تم نے تو اس کی نیند اڑا دی ہے۔ اب میں اپنے پوتے کو سلانے جا رہی ہوں۔''

وہ عدنان کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر وہاں سے چلی گئی۔ اب وہ سب ہی آرام سے گہری نیند سو سکتے تھے۔ اس کے برعکس ولاڈی میر کی نیندیں اڑ گئی تھیں۔ اس کے دماغ میں دھماکے ہونے لگے تھے۔ اس کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر گر پڑا تھا۔ دماغ میں یہی ایک سوال گونج رہا تھا کہ سونیا کو اس کا نام کیسے معلوم ہو گیا؟ یہ نام اس کے خاندان کے صرف چند افراد جانتے تھے۔ ورنہ وہ خاندان سے باہر کئی ناموں سے چہرے بدل بدل کر زندگی گزار رہا تھا۔

اس کے اندر شدید اضطراب اور بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ ایک ہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ سونیا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے اس کے خاندان تک پہنچ گئی ہے۔

وہ سوچنے لگا کہ سوتیلا بھائی اولیوپ کوف دائمی مریض ہے۔ اس کے دماغ میں کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا پہنچ کر بہت سی معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ شاید اس کے ذریعے سونیا اور انا میریا وغیرہ کو میرا اصل نام معلوم ہو چکا ہے۔

اسے اس حد تک اطمینان تھا کہ اس کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں کی جا سکتیں۔ کیونکہ خاندان والے اس کا اصل نام جانتے تھے اور صرف یہی بتا سکتے تھے کہ وہ راسپوٹین سوم کی دوسری بیوی سے پیدا ہونے والا بیٹا ہے۔ اس سے زیادہ معلومات کسی کو بھی حاصل نہیں ہو سکتی تھیں کیونکہ اس کے خاندان کے لوگ بھی اس کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتے تھے۔ یہ آج تک کسی کو معلوم نہیں ہو پایا تھا کہ وہ کس طرح روپوش رہ کر زندگی گزار رہا ہے۔

اسے صرف اپنی سوتیلی ماں ارنا کوف کی طرف سے اندیشہ رہتا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس خفیہ رہائش کا پتا کرنے کی کوشش کرتی ہو گی۔ وہ حکومت کے تمام شعبوں کے اعلیٰ عہدے داروں کے دماغ میں جا کر اسے ڈھونڈ سکتی تھی یا ان کے ذریعے معلومات حاصل کر سکتی تھی کہ ایسا کون سا شخص ہے جو اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے انہیں متاثر کرتا ہے اور اگر کوئی کرتا ہے تو وہ کہاں رہتا ہے؟ اور کس طرح ان سے ملاقات کرتا ہے؟

ولاڈی میر نے چھ مختلف قسم کے ماسک رکھے تھے۔ جنہیں پہن کر وہ اپنی شخصیت تبدیل کر لیتا تھا۔ ایک ماسک کے ذریعے وہ ماسکو شہر کا میئر بن سکتا تھا۔ جب بھی اسے خطرہ محسوس ہوتا تو وہ میئر کا ماسک پہن کر اس کی جگہ لے سکتا تھا

اور اس میئر کو ہمیشہ کے لیے غائب کر سکتا تھا۔

اور اس ماسک آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کا تھا۔ اس کے ساتھ بھی وہ یہی کر سکتا تھا۔ ضرورت کے وقت وہ آرمی کا اعلیٰ افسر بن کر اس اعلیٰ افسر کو کہیں دفن کر سکتا تھا۔

اسی طرح روس کی مزید چار اہم شخصیات کے ماسک اس کے پاس تیار تھے۔ وہ جب چاہتا اپنا نام اور شخصیت تبدیل کر سکتا تھا۔ پھر اس نے تنویمی عمل اور ایک پراسرار علم کے ذریعے اپنے دماغ کو اس طرح تبدیل کیا تھا کہ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر پہنچ کر چور خانے کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس کی اصلیت معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جس روپ میں جس شخصیت میں ڈھل جاتا اسی شخصیت کے مطابق اس کے خیالات اسے ظاہر کرتے رہتے اور دشمن خیال خوانی کرنے والے دھوکا کھاتے رہتے۔

اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف کئی بار اس کے اندر پہنچ کر دھوکا کھا چکی تھی۔ ان تجربات کے پیش نظر اسے اطمینان تھا کہ سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آ کر اسے پہچان نہیں سکیں گے اور کبھی اس کا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔ وہ بڑی احتیاط اور محفوظ تدابیر پر عمل کر رہا تھا اور بلاشبہ محفوظ رہ سکتا تھا۔ اس کے باوجود سونیا سے بری طرح خوف زدہ ہو گیا تھا۔ ایک تو اس نے اس کی پوری ہسٹری پڑھی تھی۔ پھر جس انداز میں وہ خلاف توقع گہرے پانی سے نکل کر اس کے مقابلے پر آئی تھی۔ اس کی ایسی مکاری اور جرأت نے اسے اندر سے دہلا کر رکھ دیا تھا۔

ذہن میں یہ بات نقش ہو گئی تھی کہ وہ کسی وقت بھی بلائے ناگہانی کی طرح اس کی شہ رگ تک پہنچ سکتی ہے۔

وہ زیر لب بڑبڑانے لگا۔ ''میں ایسا کمزور بھی نہیں ہوں چھ پراسرار علوم جانتا ہوں۔ میرا دماغ فولادی ہے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر زلزلہ پیدا نہیں کر سکتا۔ میرے پراسرار علوم نے بتایا ہے کہ میں دشمنوں پر قابو پاؤں گا اور ایک لمبی عمر تک جیتا رہوں گا۔ شرط یہ ہے کہ ایک خاص قسم کا منتر پڑھتا رہوں اور میں وہ پڑھتا ہی رہتا ہوں۔''

پھر اس نے سوچا کہ اب کچھ سیاست سے کام لینا چاہیے۔ ہیرا پھیری نہ کی گئی تو سونیا کو یہاں تک پہنچنے میں بڑی آسانی ہو گی۔ اس کے راستے میں دشواریاں پیدا کرنا چاہئیں۔

وہ اپنے سوتیلے بھائی اولیوپ کوف کے اندر آ گیا۔ وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بے چین ہو گیا اس نے آواز دی ''مما! میں اپنے اندر پھر کسی کو محسوس کر رہا ہوں۔''

اس کی ماں ارنا کوف نے اس کے دماغ کے اندر آ کر پوچھا ''کون ہے..... میرے بیٹے کے اندر کون ہے..... جواب دو؟''

وہ بولا ''میں ہوں..... ولاڈی میر راسپوٹین چہارم.....''

وہ ناگواری سے بولی ''راسپوٹین چہارم تم نہیں ہو میرا بیٹا اولیوپ کوف ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''تمہارے بیٹے کے اندر ایسی کوئی خوبی، ایسا کوئی پراسرار علم یا صلاحیت نہیں ہے جس کی بنا پر وہ میرے باپ راسپوٹین کا جانشین کہلا سکے۔ صرف میں ہی اپنے باپ کا جانشین کہلا سکتا ہوں۔ اس لیے میں راسپوٹین چہارم ہوں۔''

''تم خود کو یہی کہتے رہو لیکن منظر عام پر دنیا والوں کے درمیان آ کر کبھی خود کو ظاہر نہیں کر سکتے۔ اپنے آپ کو راسپوٹین چہارم نہیں کہہ سکتے۔ آؤ گے خود کو ظاہر کرو گے تو فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں نچوڑ کر رکھ دیں گے۔''

''میں تم سے یہی کہنے آیا ہوں فرہاد اور سونیا کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میں اپنے باپ کا انتقام ان کے پوتے سے لے رہا ہوں۔ اس لیے وہ مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق وہ تمہارے اس بیمار بیٹے کے اندر پہنچے ہوئے ہیں۔ میں تو اس بیمار کے ذریعے بھی ان کے ہاتھ نہیں آؤں گا لیکن تم اور تمہاری بیٹی ان کے ہتھے چڑھ جاؤ گی کیونکہ اس بیمار کے قریب رہتی ہو۔''

ارنا کوف نے پریشان ہو کر کہا ''اسی لیے میں اپنے شوہر کا انتقام فرہاد کے پوتے سے نہیں لے رہی تھی۔ میں جانتی تھی کہ وہ میرے بیمار بیٹے تک پہنچ جائیں گے۔ اسے ہلاک کرنا چاہیں گے۔ تم نے یہ حماقت کی ہے۔ تم ان سے انتقام لے رہے ہو اور وہ ہم پر مصیبت بن کر آنے والے ہیں.....''

وہ طنزیہ انداز میں بولا ''تم میرے باپ کی کیسی بیوی ہو کہ اسے ہلاک کیا گیا اور تم اس کے دشمنوں سے انتقام اس لیے نہیں لینا چاہتیں کہ تمہارے بیٹے کی جان جائے گی۔ کیا بیٹے کی جان بچانے کے لیے انتقام لینا بھول جاؤ گی؟ دشمنوں کو موقع دو گی کہ وہ تمہاری بزدلی سے فائدہ اٹھا کر پورے خاندان کو تباہ کر دیں؟''

''میں اپنے شوہر کے قاتلوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی لیکن میرے انتقام لینے کا طریقہ کچھ اور ہے۔ میں کیا کر رہی ہوں، یہ کوئی نہیں جانتا؟ اور تم بھی جان نہیں سکو گے لیکن

تمہاری جلد بازی مجھے نقصان پہنچانے والی ہے۔"

"جب یہ جان رہی ہو کہ نقصان پہنچنے والا ہے تو پھر انتظار کس بات کا ہے؟ تم بھی جوابی کارروائی کرو! ورنہ یاد رکھو کہ سب سے پہلا حملہ تمہارے اس پیار بیٹے پر ہی ہوگا اور تم ان کے خلاف کچھ نہیں کرسکو گی۔ میں تمہیں یہی سمجھانے آیا تھا، اب جارہا ہوں۔"

"ذرا ٹھہرو۔ ایک بات سن لو۔ وہ بات ہم دونوں کے لیے بری خبر ہے۔"

"کوئی بری خبر میرا حوصلہ پست نہیں کرسکتی۔ تم سناؤ، کیا سنانا چاہتی ہو۔"

ارنا کوف نے پوچھا "کیا تم نے اپنی سوتیلی ماں اور سوتیلی بہن کے خیالات پڑھے تھے؟ جو طلاق لے کر یہاں سے چلی گئی ہیں؟"

"تمہارے اس سوال کا مطلب کیا ہے؟ ویسے میں بتادوں میں نے ان کے خیالات پڑھے تھے۔"

"اور خیالات پڑھنے کے باوجود تم کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ تمہارے باپ نے انہیں چوری چھپے پراسرار علوم سکھا دیے تھے۔ وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے، میں یقین نہیں کروں گا۔"

"وہ جب بھی تمہارے دماغ میں آنا چاہے گی تو یقین کرلو گے۔ آج وہ میرے بیٹے کے دماغ میں آئی تھی۔ اس نے مجھ سے باتیں کی تھیں۔"

اس نے پریشان ہوکر پوچھا "کیا تمہاری طرح وہ سوتیلی ماں بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟"

"یہ میں نہیں جانتی لیکن اس کی بیٹی ضرور یہاں آئی تھی اور مجھ سے باتیں کرتی رہی تھی۔"

"میرا دل نہیں مان رہا ہے کہ میرے باپ نے مجھ سے چھپ کر اسے پراسرار علوم سکھائے ہوں گے۔"

"ہم سب اس لڑکی کے لیے سوتیلے تھے۔ اس کے خلاف تمہارے باپ کو پریشان کرتے رہتے تھے اسی لیے اس نے یہ بات راز میں رکھی تھی۔ ہم میں سے کسی کو نہیں بتائی اور اسے ہمارے مقابلے میں برابر کا کردیا ہے۔"

"جب وہ یہاں تک پہنچ گئی تھی تو اس نے تمہارے بیٹے کو نقصان کیوں نہیں پہنچایا؟"

"وہ کہہ رہی تھی کہ ابھی اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ دور ہی دور سے میرے اور تمہارے لڑنے جھگڑنے اور ایک دوسرے کو برباد کرنے کا تماشا دیکھے گی پھر ہم میں سے جو زندہ رہے گا۔ اس سے وہ انتقام لے گی۔"

وہ حقارت سے بولا "اونہہ..... کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ؟ میں اسے ایک چٹکی میں مسل کر رکھ دوں گا۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ وہ اس مقصد سے ارنا کوف کے پاس گیا تھا کہ اپنی سوتیلی ماں کو ہمارے خلاف بھڑکائے گا اور اسے ہمارے مقابلے پر لاکر خود پیچھے ہٹ جائے گا۔ وہ اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیاب رہا تھا۔ ارنا کوف خوف زدہ ہوگئی تھی۔ اپنے پیار بیٹے کی سلامتی کے لیے سوچ رہی تھی کہ ہمارے خلاف اب کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہوگا۔

لیکن دلاڈی میر بھی یہ بری خبر سن کر پریشان ہوگیا تھا کہ اس کی ایک اور سوتیلی بہن جو وہاں سے کہیں چلی گئی ہے۔ وہ تمام پراسرار علوم سیکھ کر گئی ہے جو اس کے خاندان میں تمام بچوں کو سکھائے جاتے ہیں۔

ابتدا میں دلاڈی میر نے سوچا تھا کہ ایک تین برس کے بچے کو ہلاک کرنا ہے، یہ کوئی زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ چپ چاپ اس کے اندر جائے گا اور اسے ہلاک کرکے اپنے باپ کا انتقام لے گا لیکن اس بچے نے اس کے چھکے چھڑا دیے تھے۔ اس نے سوچا تھا کہ چھپ کر حملہ کرے گا اور کامیاب ہوکر پہلے کی طرح روپوش رہے گا۔ ہم کبھی اس کے سائے تک بھی پہنچ نہیں پائیں گے۔ جو سوچا اس کے برعکس ہورہا تھا۔ ہم اس کے سائے تک تو کیا اس کے خاندان تک پہنچ گئے تھے اور اب اس کا بھی سراغ لگانے والے تھے۔

دلاڈی میر راسپوٹین چہارم اگرچہ تنہا تھا مگر زبردست تھا۔ وہ کوئی موم کا بنا ہوا نہیں تھا کہ ہماری ذرا سی حرارت سے پگھل جاتا اس سے مقابلہ سخت تھا لیکن ایک بات اس کے خلاف تھی کہ وہ بھی تین طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ آگے ہم تھے اور پیچھے اس کی سوتیلی ماں تھی پھر کہیں سے سوتیلی بہن تمام پراسرار علوم کے ساتھ اس کے سر پر سوار ہونے آرہی تھی۔

وہ رات بڑے آرام سے گزری۔ سونیا، پورس، انا میریا اور عدنان صبح دیر تک گہری نیند سوتے رہے۔ انہوں نے تمام ٹیلی فون بند کردیے تھے۔ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہہ دیا تھا کہ کوئی بہت ہی اہم بات ہو تو انہیں مخاطب کیا جائے ورنہ آرام کرنے دیا جائے۔

وہ صبح آٹھ بجے تک آرام کرتے رہے۔ پہلے سونیا بیدار ہوئی پھر غسل کرنے چلی گئی۔ اس کے بعد انا میریا، پورس اور عدنان بیدار ہوئے۔ سب ہی کی تھکن دور ہوگئی تھی۔ غسل کرنے اور لباس تبدیل کرنے کے بعد سب ہی اپنے اندر

ایک نئی تازگی محسوس کررہے تھے۔ ناشتا کرنے کے دوران ہنس بول رہے تھے۔ عدنان نے کہا "مما! میں آؤٹنگ کے لیے جاؤں۔"

سونیا نے کہا "بیٹے! آج نہیں پھر کسی دن جائیں گے آج اور کل دشمنوں کے رنگ ڈھنگ معلوم کرتے رہیں گے۔"

پورس نے عدنان کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "آج تو ہم بالکل ہی یہاں سے باہر نہیں جائیں گے۔ کل میں تمہیں کہیں لے چلوں گا۔"

انا میریا نے کہا "خواہ مخواہ خطرہ مول لینا نہیں چاہیے۔"

"اگر عدنان تمہارے ساتھ جائے گا یا مما کے ساتھ جائے گا تو فوراً پہچانا جائے گا۔ تم اور مما بھی پہچانی جاؤ گی لیکن مجھ پر کوئی شبہ نہیں کرے گا کہ یہ اپنے باپ کے ساتھ ہے..... فی الحال تم اور مما سب سے زیادہ اہم ہو۔ مجھے ابھی اہمیت نہیں دی جارہی ہے۔"

سونیا نے کہا "بے شک..... ابھی تمہیں اہمیت نہیں دی جارہی ہے لیکن عدنان جب تمہارے ساتھ جائے گا تو یہ ضرور شبہ کیا جائے گا کہ شاید یہ اپنے باپ کے ساتھ ہے۔ دشمن کے آلہ کاروں کو شبہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔"

"مما! ہم آج باہر نکلیں یا کل نکلیں یا کبھی نکلیں۔ ہمیں ایک دن دشمنوں کے درمیان سے تو گزرنا ہی ہے۔ میرے ذہن میں ایک پلاننگ ہے۔ آپ سننا پسند کریں گی۔"

"ہاں بیٹے! بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہاں بہت سے لاوارث بچے مل جائیں گے۔ ہم تین یا چار بچوں کو اپنا بنالیں گے۔ انہیں اس ادارے سے خریدلیں گے۔ ایک ادھیڑ عمر شخص کو ٹریپ کیا جائے گا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کیا جائے گا کہ عدنان اور تین چار بچے سب ہی آپ کی اولاد ہیں۔ اس طرح آپ کہیں بھی باہر جائیں گی تو کوئی آپ پر شبہ نہیں کرے گا اور نہ ہی عدنان کو کوئی پہچان سکے گا۔"

انا میریا نے مسکرا کر کہا "اچھی پلاننگ ہے۔"

"سونیا نے کہا "ہم آج اور کل اس بنگلے میں بیٹھے بیٹھے پلاننگ کریں گے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو ٹریپ کرکے اور اس پر تنویمی عمل کرکے اسے یہاں پہنچادیں گے۔ اس طرح تین چار بچوں کو بھی یہاں لایا جائے گا۔ اور وہ ہم سب سے مانوس ہوجائیں گے۔ مجھے اپنی ماں اور اس ادھیڑ عمر شخص کو باپ سمجھتے رہیں گے۔"

عالی نے ان سے رابطہ کیا تو پورس نے اسے اپنی پلاننگ بتائی۔ اس نے کہا "یہ اچھی تدبیر ہے۔ ہم اس پر عمل کرسکتے ہیں۔ ان بچوں کے دماغوں میں بھی خیال خوانی کے ذریعے یہ نقش کرسکتے ہیں کہ مما ان کی والدہ ہیں اور وہ اجنبی شخص ان کا باپ ہے۔ اور وہ ادھیڑ عمر شخص بھی اپنے آپ کو اس خاندان کا فرد سمجھے گا۔"

سونیا نے کہا "اب ہمارے عدنان کے اور ان بچوں کے نئے شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کرنے ہوں گے۔ تم عبداللہ کو ساتھ لے کر یہ سارے کام شروع کردو تاکہ جلد سے جلد ایک نئی فیملی بن جائے۔"

ایسے ہی وقت کبریا نے وہاں آکر کہا "ہیلو ایوری باڈی! کیا ہورہا ہے؟"

پورس نے کہا "تم ہم میں سے کسی کے بھی دماغ میں آکر خیالات پڑھ لو۔ یہاں کے حالات معلوم ہوجائیں گے۔"

وہ بولا "میں کسی حد تک یہاں کے حالات جانتا ہوں۔ یہاں تک معلوم ہوچکا ہے کہ جو شخص بھی عدنان سے دشمنی کررہا ہے۔ اس کا تعلق راسپوٹین سوم سے ہے۔"

عالی نے کہا "راسپوٹین سوم تو مرچکا ہے۔ اس کا بیٹا راسپوٹین چہارم ہے اور اس کا اصل نام دلاڈی میر ہے۔"

عالی نے اس کے خاندان کے مختصر حالات بتائے کہ کس طرح اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور کئی پراسرار علوم کی حامل ہے۔"

کبریا نے مسکرا کر کہا "عجیب اتفاق ہے کہ ایک لڑکی سے میرا رابطہ ہوا ہے۔ اس کا تعلق بھی راسپوٹین کے خاندان سے ہے۔"

سونیا نے پوچھا "تم کس کی بات کررہے ہو؟ کون ہے وہ لڑکی؟"

"ہندوستان میں اس کا نام بیلا اور برائے ہے اور روس میں اس کا نام انا بیلا تھا۔"

یہ سنتے ہی سب سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔ توجہ سے اس کی باتیں سننے لگے۔ انہیں پہلے ہی یہ معلوم ہوچکا تھا کہ راسپوٹین سوم نے تین شادیاں کی تھیں اور پھر اپنی پہلی بیوی کے دباؤ پر دوسری بیوی کو طلاق دے کر روس سے باہر جانے پر مجبور کردیا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ کہیں چلی گئی تھی۔ اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا اور اب اسی کے بارے میں بہت ساری معلومات مختلف سمتوں سے حاصل ہونے لگی تھی۔ اب اہم اور اصل معلومات کبریا کے ذریعے معلوم ہورہی تھیں۔

☆☆☆

میرے اور چنڈال کے درمیان آنکھ مچولی کا کھیل ہورہا

تھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بندیا کے اندر کون ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے؟ اسے مجھ پر شبہ تھا لیکن اس شبہے کی تصدیق نہیں ہو پا رہی تھی۔ اس نے بندیا کو اندرا کوٹھانی کے پاس پہنچایا تھا تاکہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کوٹھانی کو ٹریپ کرے تو کم از کم یہ تصدیق ہو جائے کہ واقعی کوئی مستقل بندیا کے اندر چھپا رہتا ہے۔

لیکن میں نے کوٹھانی کو وہاں ٹریپ نہیں کیا تھا۔ اس بار اس کا اندازہ غلط ہوا تھا۔ وہ یہ سمجھ گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا محتاط ہو گیا ہے اور اب چنڈال کے کسی آلہ کار کو نہیں چھیڑے گا اور واقعی میں اس کے موجودہ آلہ کار کو نہیں چھیڑ رہا تھا۔

وہ اندرا کوٹھانی کے ذریعے ان چار یوگا جاننے والے افسران کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا چکا تھا۔ ایسے وقت وہ نہیں چاہتا تھا کہ بندیا اندرا کوٹھانی کے ساتھ رہے اور اس کے پیچھے چھپا ہوا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے راستے کی دیوار بن جائے اور کسی بھی مرحلے پر اسے نقصان پہنچائے۔ اس کے سارے منصوبوں کو تہس نہس کر دے لہٰذا اس نے بندیا کو اندرا کوٹھانی سے الگ کر دیا۔

وہ کوٹھانی کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا تھا اس نے اسی طرح تنویمی عمل کے ذریعے بندیا کے دماغ کو بھی لاک کر دیا تھا۔ یقین تو نہیں تھا کہ بندیا کا دماغ لاک ہو چکا ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اب اس کے اندر نہیں ہوگا پھر بھی اس نے اپنی تسلی کے لیے ایسا کیا تھا اور بندیا کو کوٹھانی سے الگ کر کے آزاد چھوڑ دیا تھا تاکہ وہ کہیں بھی چلی جائے۔ کھونٹے سے بندھی گائے اور کہاں جا سکتی تھی۔ واپس میری طرف چلی آئی۔

اس نے فون کے ذریعے مجھے مخاطب کیا ''مسٹر دھرم! تم کہاں ہو؟ میں ملنا چاہتی ہوں۔''

''میں آگرہ میں ہوں۔ بڑی مصروفیت ہے۔ شاید کل تک دہلی واپس آؤں گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''میں کل تک کہاں رہوں گی۔ میرے لیے مشکل ہو جائے گی پھر ہوٹل میں رہنا ہوگا۔''

میں نے پوچھا ''تم تو کسی نئے یار کے ساتھ گئی تھیں؟ کیا اس نے ٹھکرا دیا ہے؟''

''پلیز..... میری انسلٹ نہ کرو۔ میں اس جیسے درجنوں کو ٹھکرا سکتی ہوں۔ کل رات میں نے زیادہ پی لی تھی۔ وہ مجھے بہکا کر لے گیا تھا۔ ہوش آتے ہی مجھے تمہارا خیال آیا تو اسے چھوڑ کر تمہاری طرف آ رہی ہوں۔''

میں نے اسے مشورہ دیا ''ایسا کرو کہ کل تک کوئی اور یار کر لو۔ جب میں آؤں تو اسے بھی چھوڑ کر چلی آنا۔''

''پلیز..... مجھے ایسا نہ سمجھو۔ میں صرف تمہیں چاہتی ہوں۔''

''آج رات تھوڑی زیادہ پی لو۔ میری چاہت خود ہو جائے گی۔ نیا گلفام تمہیں اچھا لگے گا۔ تمہیں دوسری رات گزارنے کی بھی جگہ مل جائے گی۔''

''پلیز دھرم! میری پریشانی کو سمجھو۔ میرے پاس دو کروڑ اسّی لاکھ روپے ہیں۔ میں اس رقم کو لے کر کہاں جاؤں گی۔ کوئی بھی مجھ سے چھین کر لے جا سکتا ہے۔ مجھے قتل کر کے ہے۔ اسے بینک میں رکھنے کے لیے اپنے نئے نام سے اکاؤنٹ کھولنا ہوگا اور اکاؤنٹ بھی تمہارے جیسے بڑے بزنس مین کی سفارش سے ہی کھلے گا۔''

''تم اسپتال جا کر میرے منیجر سے ملو۔ وہ سفارشی دستخط کر دے گا تو تمہارا اکاؤنٹ کھل جائے گا۔ تم وہ رقم بینک میں رکھ دو۔ میں فی الحال تمہاری مشکل اسی طرح آسان کر سکتا ہوں لیکن ملاقات نہیں کر سکتا۔ سوسوری۔''

''ٹھیک ہے..... کل تو ملاقات کرو گے نا؟''

''ہاں..... کل ضرور ملوں گا۔''

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا پھر منیجر کو بلا کر کہا ''ابھی مس تانی آئیں گی۔ آپ اس کے ساتھ بینک جا کر اس کے نام سے اکاؤنٹ کھلوا دیں۔ تاکہ وہ اپنی رقم جمع کرا سکے۔ اسے ہرگز یہ نہ بتایا جائے کہ میں یہاں موجود ہوں۔''

منیجر وہاں سے چلا گیا۔ میں چنڈال جوگیا کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس نے اندرا کوٹھانی کے دماغ کو لاک کر دیا تھا تاکہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہ پہنچ سکے اور نہ ہی اس کے اس منصوبے کو معلوم کر سکے کہ وہ اس کے ذریعے چار آرمی افسران کو قتل کرانے والا ہے۔

میں نے اندرا کوٹھانی کے اندر پہنچنا چاہا تو پتا چلا کہ اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے۔ پچھلی رات میں اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ دوسری صبح اس کے دماغ کو لاک کرنے کا مقصد یہی تھا کہ چنڈال جوگیا اس سے بہت اہم کام لینے والا ہے۔ اس لیے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا راستہ روک چکا ہے۔

وہ اپنے طور پر بڑی ذہانت سے کام لے رہا تھا لیکن وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اپنے اہم آلہ کار کے دماغ کو لاک کر کے میرے لیے چیلنج بن گیا ہے اور اس بات کو یقینی بنا چکا ہے کہ وہ اپنے منصوبے کے مطابق واردات کرنے والا ہے۔ کم بخت کو

اتنی عقل نہیں تھی کہ میں اس کا یہ منصوبہ اس کے بیٹے بنس راج کے دماغ میں رہ کر معلوم کر چکا ہوں۔ اس کی احتیاطی تدبیر بس اتنی سی تھی کہ اس نے اندرا کوٹھانی کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ اپنی دانست میں میرا راستہ روک چکا تھا۔

میں اندرا کوٹھانی کے بارے میں کچھ بتا چکا ہوں کہ وہ کرائے کا قاتل تھا لیکن سوسائٹی میں بہت اونچی حیثیت رکھتا تھا۔ حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں اور دوسرے سیاست دانوں کے لیے قتل کی واردات کرتا تھا اس لیے ان سے گہرے مراسم رکھتے تھے۔ ان کی پشت پناہی کے باعث کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آتا تھا۔ بلکہ اونچی سماجی حیثیت حاصل کرتا رہتا تھا۔

چونکہ وہ بڑے بڑے سیاست دانوں اور حکمرانوں کے لیے واردات کرتا تھا اور ان کی کمزوریوں سے واقف رہتا تھا اس لیے وہ سب اس کے دباؤ میں رہتے تھے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی عزت کرتے رہتے تھے اور اس کے برے وقت میں کام آتے رہتے تھے۔

اتنے وسیع ذرائع اور اختیارات رکھنے کے باوجود وہ ان پولیس افسران اور ان کے انٹیلی جنس جاسوسوں کی نظروں میں رہتا تھا جو فرض شناس تھے اور اسے پورے ثبوت کے ساتھ گرفت میں لے کر عدالت تک پہنچانا چاہتے تھے۔ میں نے پولیس اور انٹیلی جنس کے ایسے ہی دو چار افسران کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ اسے نظروں میں رکھتے ہیں۔ اس کے بارے میں چوبیس گھنٹے رپورٹ حاصل کرتے رہتے ہیں کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟

ایسے ہی ایک جاسوس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ اندرا کوٹھانی آج صبح کی فلائٹ سے شملہ گیا ہوا ہے۔

اس جاسوس نے شملہ انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کے ایک جاسوس سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا ''مسٹر پربھاکر! آپ کے لیے ایک اہم اطلاع ہے کہ اندرا کوٹھانی ابھی صبح چھ بجے کی فلائٹ سے شملہ کے لیے روانہ ہوا ہے۔ وہاں وہ پہنچنے ہی والا ہے۔''

پربھاکر نے کہا ''آپ کی اطلاع کا شکریہ! میں سائے کی طرح اس کا پیچھا کروں گا۔ وہ یقیناً یہاں کوئی بڑی واردات کرنے آ رہا ہوگا۔''

میں پربھاکر کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ گیا پھر اس کے ذریعے دوسرے اہم افراد کے دماغوں میں بھی پہنچنے لگا۔ شملہ کے قریب چند اہم پہاڑی علاقے ہیں جن میں دھرم شالہ ڈل ہوزی کولو اور منالی قابل ذکر ہیں۔ ان علاقوں کے قریب پہاڑیوں میں فوجی چھاؤنیاں بھی ہیں۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ ان چار آرمی افسران نے ایسی کسی فوجی چھاؤنی کے قریب ہی چنڈال جوگیا کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔

میں اس جاسوس اور اس کے ساتھیوں کے ذریعے ان تمام علاقوں کے اہم افراد تک بھی پہنچنے لگا۔ آرمی افسران تک بھی رسائی ہونے لگی۔

مجھے خاطر خواہ کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ کسی بھی فوج کی چھاؤنی کے افسر کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کے کیمپ میں یا آس پاس کے علاقوں میں چار یوگا جاننے والے افسران نے کسی شخص کو بڑی رازداری سے قیدی بنا کر رکھا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔

بڑی حیرانی کی بات تھی کہ اگر چنڈال جوگیا کو وہاں قیدی بنا کر نہیں رکھا گیا تھا تو اندرا کوٹھانی کسی مقصد کے لیے شملہ پہنچ رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ سیر و تفریح اور موج مستی میں ڈوب گیا تھا، نہ کسی سے مجرمانہ انداز میں ملاقات کر رہا تھا اور نہ ہی اپنے طور پر کوئی واردات کر رہا تھا۔ اس کے پیچھے لگے ہوئے جاسوس بھی پریشان تھے کہ وہ کم بخت یہاں کیوں آیا ہے؟ میں تجسس میں مبتلا نہیں تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ چنڈال جوگیا بڑے اطمینان سے واردات کروائے گا۔

وہ نادان نہیں تھا۔ اندرا کوٹھانی کے ذریعے شملہ میں اور آس پاس کے علاقوں میں اپنے آلہ کار بنا رہا تھا۔ ان تمام آلہ کاروں کے ذریعے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اندرا کوٹھانی شک و شبہے سے بالاتر ہے یا اس کے پیچھے جاسوس لگے ہوئے ہیں؟

قید سے رہائی حاصل کرنے میں اس لیے دیر ہو رہی تھی کہ دن کے وقت وہ چاروں افسران ٹی وی اسکرین پر اس کی حرکتیں دیکھتے رہتے تھے۔ وہ ٹائلٹ میں بھی جاتا تو وہاں بھی خفیہ کیمرے لگے ہوئے تھے۔ وہ وہاں بیٹھ کر بھی خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جب بھی خاموش ہوتا یا خلا میں تکتا رہتا تو اسے فون کے ذریعے ٹوک دیا جاتا یا فوراً ہی اس کے کمرے میں پہنچ کر پوچھا جاتا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے کہاں پہنچا ہوا ہے؟

وہ چاروں افسران صبح سے لے کر رات تک اسے اپنے ساتھ مصروف رکھتے تھے۔ یا اسے اونچی آواز میں کتابیں پڑھنے کو کہتے تھے تاکہ وہ پڑھنے کے دوران میں خیال خوانی نہ کر سکے۔

اب وہ چاروں افسران اپنے ملک کے داخلی اور خارجہ

پالیسیوں کے مطابق اس کی ٹیلی پیتھی کو استعمال کر رہے تھے اور خاطر خواہ فائدہ اٹھا رہے تھے لیکن چنڈال اب ان کی بے جا پابندیوں سے بیزار ہو گیا تھا۔ جلد سے جلد ٹونی جے کو یہاں بلا کر اس کے تعاون سے رہائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

رہائی حاصل کرنے کے لیے اس کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ اپنی اور ٹونی جے کی ٹیلی پیتھی کے ہتھیار استعمال کرے اور دوسرا یہ کہ اندرا کو ٹھانی کے ذریعے ان چار افسران پر قاتلانہ حملے کرے۔

اس نے ٹونی جے کے پاس پہنچ کر کہا ''اب پانی سر سے گزر رہا ہے۔ میں اب قیدی بن کر زندگی نہیں گزاروں گا۔ کل تم کسی بھی فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ ریزرو کراؤ اور یہاں چلے آؤ۔''

ٹونی جے اور اس کی بیوی ہیلنا نے ہندی زبان اچھی طرح سیکھ لی تھی۔ روانی سے بولنے لگے تھے اور ہندی کلچر کو بھی اچھی طرح سمجھنے لگے تھے۔ ہیلنا ساڑھی پہننے کی عادت ڈال چکی تھی۔ اسی کے مطابق ان دونوں نے ہندوؤں کی حیثیت سے اپنا شناختی کارڈ اور پاسپورٹ اور دوسری اہم دستاویزات تیار کروالی تھیں۔

ایسے مشکل کام ٹیلی پیتھی کے ذریعے چند گھنٹوں میں ہو جاتے ہیں۔

ادھر انیتا اور ہنس راج جو گیا کے حوالے سے کچھ تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ چنڈال اپنی بیٹی کو فرمان سے الگ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات پک رہی تھی کہ اپنی بیٹی کو ٹونی جے سے منسوب کرے گا یعنی اسے اپنا داماد بنائے گا۔ انیتا اسے اپنا دیوانہ بنا کر رکھے گی تو وہ سگے رشتے دار کی حیثیت سے زیادہ سے زیادہ تعاون کرے گا اور ہمیشہ ان کا وفادار بن کر رہے گا۔

ٹونی جے اور ہیلنا نے شادی سے پہلے محبت کی تھی اور بڑی محبت سے شادی کی تھی۔ شادی کے بعد بھی وہ ایک دوسرے کے دیوانے تھے۔ وہ آپس میں لڑتے بھی تھے اور پیار بھی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ لڑتے رہنے سے محبت اور بڑھتی رہتی ہے۔

وہاں سے روانگی سے پہلے دونوں میں پھر جھگڑا ہو گیا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے منہ پھیر کر الگ ہو گئے تھے لیکن سفر کی تیاریاں اپنے اپنے طور پر کر رہے تھے۔ وہ دونوں انڈیا جانے کے لیے بے چین تھے۔ چنڈال جو گیا نے ان کے دماغوں میں ہندوازم اور وہاں کے کلچر کو اس طرح نقش کر دیا تھا کہ وہ خود کو ہندو سمجھنے لگے تھے۔ انہوں نے ہندوستان کو پیدائشی وطن مان لیا تھا۔

وہ دونوں شام کو شاپنگ کے لیے گئے تھے لیکن کچھ دیر دوسرے سے الگ الگ رہے۔ ٹونی جے نے اس کے دماغ میں آ کر کہا ''میری جان! تم میری نظروں کے سامنے رہو میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک دکان میں اپنی پسند کی چیز خریدنے گئی ہو۔''

وہ بولی ''میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی؟''

وہ بولا ''ہم جسمانی لحاظ سے ایک دوسرے سے دور ہوئے ہیں۔ اپنے دماغ سے تو دور نہ کرو۔''

''پہلے سوری بولو۔ تب میں تم سے بات کروں گی۔''

''یہ نہیں ہو سکتا۔ غلطی تمہاری ہے۔ سوری تمہیں بولنا چاہیے۔''

''میں نہیں بولوں گی۔ تمہیں میرے پاس آ کر بولنا ہوگا۔''

''یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ میں تمہارے دماغ سے جا رہا ہوں۔ اب رات کو بیڈ روم میں ملاقات ہو گی۔''

''ہرگز نہیں۔ تمہارے آنے سے پہلے ہی میں بیڈ روم کا دروازہ اندر سے بند کر دوں گی۔ تمہیں دوسرے کمرے میں رہنا پڑے گا۔''

وہ دور ہی دور سے ایک دوسرے سے خیال خوانی کے ذریعے بول رہے تھے اور اپنی ضرورت کی چیزیں خریدرہے تھے۔ چنڈال جو گیا نے ہیلنا کے دماغ پر بھی تنویمی عمل کیا تھا کہ وہ نئی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک سکتی ہے۔ صرف ٹونی جے کو اپنے اندر آنے دے گی۔ اس وقت اس نے کہا ''اگر تم سوری نہیں بولو گے تو میں سانس روک کر تمہیں بھگا دوں گی۔''

''پلیز! ایسا نہ کرو۔''

''اس نے سانس روک لی تو ٹونی جے کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل آئیں۔ ایسے وقت چنڈال نے اپنے کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ ٹونی جے نے بار بار اس کے دماغ میں آنے کی کوشش کی تو وہ سانس روکتی رہی۔ آخر وہ مجبور ہو کر بولا ''اچھی بات ہے..... رات کو بیڈ روم میں نٹ لوں گا۔''

ابھی رات ان سے بہت دور تھی۔ چنڈال نے ہیلنا کے دماغ کو اپنے شکنجے میں لے لیا تھا۔ ٹونی جے سمجھ رہا تھا کہ وہ ناراض ہو کر اس کا رابطہ روک رہی ہے۔ اس لیے وہ اس کے دماغ میں پھر نہیں گیا۔ وہ شاپنگ کے بعد ایک دکان سے کلر کرافٹ پاتھ پر آئی۔ تو وہ بھی ایک دکان سے نکل کر ایک

طرف کھڑا ہو گیا۔

وہ زیبرا کراسنگ پار کرنا چاہتی تھی۔ سگنل کا انتظار کر رہی تھی۔ گاڑیاں تیز رفتاری سے گزر رہی تھیں۔ اسی راستے سے ایک ٹرک بھی بڑی تیز رفتاری سے آ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت چنڈال نے اس کے ذہن کو جھٹکا پہنچایا۔ اسے ایک دھکا دیا تو وہ اچھل کر اس ٹرک کے سامنے آ گئی پھر اس کی ایک آخری چیخ کے ساتھ ہی ٹونی جے لرز گیا۔ دوڑتا ہوا اس کی طرف گیا تو اس وقت تک اس کی محبت کا قصہ تمام ہو چکا تھا۔ محبوبہ اپنی آخری نیند سو چکی تھی۔

ٹونی جے صدمے سے ٹوٹنے لگا تھا۔ وہ چنڈال کے لیے بہت اہم تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ٹونی جے نامراد عاشق کی طرح ٹوٹ جائے۔

جب وہ ہیلنا کی آخری رسومات اور تدفین کے بعد واپس آیا تو چنڈال نے اسے تھپک تھپک کر گہری نیند سلا دیا پھر اس پر تنویمی عمل کر کے ہیلنا کی محبت کو کم سے کم کر دیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ مرنے والی مر چکی ہے۔ آئندہ وہ اس کے لیے ماتم نہیں کرے گا۔ ابھی زندگی بہت لمبی ہے۔ اس سے اور بھی زیادہ محبت کرنے والی ہستی مل سکتی ہے۔ لہٰذا وہ ہیلنا کے سلسلے میں ماتم نہیں کرے گا۔

اس نے اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا پھر اپنی بیٹی انیتا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے انیتا کو جس حسین دوشیزہ کے جسم میں پہنچایا۔ اس کا نام شمرہ سلطانہ تھا۔ وہ ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھتی تھی۔ کہیں ملازمت کر کے گزارہ کرنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت اسے جس مل مالک نے ملازمت دی تھی۔ وہ اس کی عزت سے بھی کھیلنا چاہتا تھا۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ چنڈال نے ان سب کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کیا تھا۔ اس کے غنڈوں کو ہلاک کیا تھا پھر انیتا اس مل مالک کے ساتھ اس کے بنگلے میں آ گئی تھی۔ چنڈال نے اس کے پاس کو گہری نیند سلا دینے کے بعد انیتا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ عمل کرنے سے پہلے انیتا نے فرمائش کی تھی کہ وہ آئینے میں اپنے آپ کو دیکھنا چاہتی ہے۔ اس کا نیا جسم کیسا ہے؟ اور وہ کتنی خوب صورت ہے؟

چنڈال نے کہا تھا کہ اس کے پاس وقت نہیں ہے پہلے وہ تنویمی عمل کرے گا۔ جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو جائے گی تو اپنے آپ کو دیکھ سکے گی اور پھر اسے آگے بہت کچھ کرنا ہے۔

بہرحال چنڈال نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کا مقصد صرف یہی تھا کہ اس کے ذہن سے فرمان کی یادیں مٹا دے اور اسے دوسری طرف مائل کرے۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے یہی کیا تھا۔

جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوئی تو اس کا دماغ لاک ہو چکا تھا۔ فرمان بھی اس کے اندر آنا بھی چاہتا تو نہیں آ سکتا تھا۔ یوں بھی وہ شمر سلطانہ کے جسم میں داخل ہوئی تھی۔ اس کا اور شمر سلطانہ کا ذہن مشترک ہو گیا تھا۔ لب ولہجہ بھی ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو گیا تھا۔ انیتا کا پہلا والا لب ولہجہ نہیں رہا تھا۔ اس لیے فرمان اس کے اندر نہیں آ سکتا تھا۔

انیتا نے تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد دوسرے بیڈ روم میں آ کر دیکھا۔ وہ مل مالک گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ قد آدم آئینے کے سامنے آ کر اپنے حسن و شباب کو دیکھنے لگی۔ خوش ہونے لگی۔ وہ پہلے سے زیادہ حسین اور پرکشش ہو گئی تھی۔

چنڈال نے اس کے پاس آ کر کہا ''جب تمہاری موت ہوئی تو اس وقت تم فرمان کے ساتھ اس کے بنگلے میں ممبئی میں تھیں۔ اب تم دہلی میں ہو۔ یہاں تمہیں کوئی نہیں پہچان سکتا ہے۔ تم اس دولت مند کی تجوری کھول کر جتنی دولت اور زیورات یہاں سے لے جا سکتی ہو۔ لے جاؤ۔''

اس نے پوچھا ''پتاجی! میں یہاں سے کہاں جاؤں گی؟''

''تمہارا بھائی ہنس راج اب ایک اور نئے روپ میں ہے۔ اس کا نام منوج اگروال ہے۔ وہ ایک دولت مند باپ کا بیٹا ہے تم اس کے پاس جاؤ گی اور اس کے ساتھ رہو گی، میں اسے سمجھا دوں گا، اسے بتا دوں گا کہ تم اس کی بہن ہو، وہاں رہو گی تو کسی کو تم پر کوئی شبہ نہیں ہو گا۔ یہاں سے جلد نکلو، میں اس مل مالک کو ختم کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ بعد میں تمہارا پیچھا نہ کرے یا تمہارے لیے مصیبت نہ بن جائے۔''

اس نے تکیے کے نیچے سے چابیاں نکالیں پھر الماری اور سیف وغیرہ کھول کر دیکھنے لگی۔ اس کی بیوی میکے گئی ہوئی تھی۔ الماری میں اس کے بہت ہی خوب صورت اور نئے ڈیزائن کے زیورات رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں دیکھ کر للچاتے ہوئے بولی ''یہ تو بڑے ہی فنٹاسٹک ہیں۔ میں سب کے سب لے جاؤں گی۔''

سیف میں نقد پچاس لاکھ روپے رکھے ہوئے تھے اور بہت سی دستاویزات تھیں جو اس کے کام کی نہیں تھیں۔ اس نے تمام نقد رقم اور زیورات نکال کر ایک بیگ میں رکھے پھر وہاں سے نکلتے ہوئے بولی ''پتاجی! آپ مجھے گائیڈ کریں، کہاں جانا ہے؟ ہنس راج جو گیا نئے روپ میں کہاں رہتا ہے؟''

"میں اسے یہاں لے آیا ہوں۔ وہ باہر اپنی کار میں بیٹھا ہوا ہے، تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

وہ بیگ اٹھا کر باہر آئی۔ وہاں بہت ہی قیمتی کار میں ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو اجنبیت سے دیکھا۔ ثمر سلطانہ اس قدر پرکشش تھی کہ وہ دیکھتا ہی رہ گیا، یہ بھول گیا کہ بہن کو دیکھ رہا ہے۔ چنڈال نے غصے سے کہا "ابے..... گدھے کے بچے! یہ تیری بہن ہے۔ چل..... اسے اپنے ساتھ لے جا۔"

اس نے کار سے اتر کر کہا "انیتا! میں ہنس راج ہوں۔ اب میرا نام منوج اگروال ہے۔ پتاجی نے تمہارے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔ آؤ..... گاڑی میں بیٹھو....."

وہ گاڑی کی اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی پھر سوچ کے ذریعے بولی "پتاجی! میرا موجودہ نام کیا ہوگا؟ میری حیثیت کیا ہوگی؟ میں انیتا رہوں گی یا ثمر سلطانہ کہلاؤں گی؟"

"تم ہندو ہو ہندو ہی رہو گی..... پھر تمہارا بھائی بھی ایک ہندو کے جسم میں ہے اور ابھی تم یہاں سے جا کر ہندو گھرانے میں رہو گی۔ لہٰذا تمہارا نام انیتا ہی رہے گا۔"

ایسے وقت اس کے اندر چھپی ہوئی ثمر سلطانہ نے کہا "یہ سراسر زیادتی ہے۔ میں ہندو بن کر نہیں رہوں گی۔ مسلمان ہوں، مسلمان ہی رہوں گی۔"

چنڈال نے کہا "تم مر چکی ہو، ثمر سلطانہ ختم ہو چکی ہے۔ لہٰذا تم اب مسلمان نہیں ہو۔ بے شک یہ جسم اور یہ دماغ تمہارا ہے، لیکن اس پر ہمارا قبضہ ہے، تم پر انیتا کی آتما حاوی رہے گی اور میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے رفتہ رفتہ تمہیں شانت کر دوں گا۔ ضد کرنا بھول جاؤ۔"

"کیسے بھول جاؤں؟ کیا تمہاری بیٹی ہندو سے مسلمان ہو سکتی ہے؟ اگر نہیں ہو سکتی تو میں بھی اپنا مذہب نہیں بدلوں گی۔"

"تم بولتی رہو، نہ تمہاری آواز سننے والا کوئی ہے اور نہ ہی کوئی تمہاری ضد پوری کرنے والا ہے۔"

یہ چنڈال جوگیا کے لیے نیا تجربہ تھا۔ اس نے تخویفی عمل کے ذریعے انیتا کو پوری طرح اپنے قابو میں کیا تھا۔ وہ اسے فرمان سے دور کر چکا تھا لیکن ثمر سلطانہ کو قابو میں نہیں کر پایا تھا۔ ایسا کیوں ہو رہا تھا؟ یہ بات اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی مگر اسے یہ اطمینان تھا کہ وہ رفتہ رفتہ ثمر سلطانہ کے ذہن کو قابو میں کر لے گا اور اس کا ذہن انیتا کے ذہن کے ساتھ گڈمڈ ہو جائے گا پھر ثمر سلطانہ انیتا کے اندر گم ہوتی چلی جائے گی۔

وہ اپنے بھائی کے ساتھ اس کے نئے بنگلے میں چلی گئی۔ کچھ دیر بعد چنڈال کے دماغ میں یہ بات آئی کہ اگر انیتا کو فرمان سے منسوب کر دیا جائے اور اسے اپنا داماد بنا کر رکھا جائے تو رشتہ گہرا ہو جائے گا اور وہ ہمیشہ میری بیٹی کا دیوانہ اور میرا داماد بن کر رہے گا۔

تب اس نے منصوبہ بنایا کہ ہیلتا کو کس طرح راستے سے ہٹایا جائے، پھر اس نے بڑی بے رحمی اور سنگدلی سے اس معصوم کرنے والی ہیلتا کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ٹونی جے کے اندر اس کی اہمیت کم کر دی تاکہ وہ اس کا ماتم نہ کرے۔ اسے رفتہ رفتہ بھول جائے اور ہندوستان پہنچ کر اس کی بیٹی انیتا کی طرف مائل ہو جائے۔

اس نے انیتا اور ہنس راج سے کہا "امریکا سے میرے ایک دوست کا نوجوان بیٹا آ رہا ہے۔ وہ بہت خوب صورت ہے۔ انیتا اسے دیکھتے ہی پسند کر لے گی۔ میں چاہتا ہوں، انیتا اسے ویل کم کرنے ائرپورٹ جائے۔"

انیتا نے پوچھا "وہ کب آ رہا ہے؟"

"وہ کل شام کی فلائٹ سے ممبئی پہنچنے والا ہے۔"

وہ بولی "لیکن میں تو دہلی میں ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، ابھی ہنس راج تمہارے لیے ہوائی فلائٹ میں ممبئی کے لیے سیٹ ریزرو کرا لے گا۔ تم دو گھنٹے کے اندر ممبئی پہنچ جاؤ گی۔"

چنڈال جوگیا نے انہیں ٹونی جے کی اصلیت نہیں بتائی، بلکہ یہ کہا کہ اس کا نام مہادیو بھاٹیا ہے۔ وہ امریکا میں پیدا ہوا ہے۔ اس نے وہیں تعلیم حاصل کر کے کاروبار شروع کیا ہے وہ نیویارک کا ایک بہت بڑا بزنس مین ہے۔ اب یہاں آ کر کوئی کاروبار کرنا چاہتا ہے۔ وہ میرے بہت کام کا آدمی ہے۔ تم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرو گے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔

وہ ٹونی جے کو ہندوستان اپنے پاس بلا کر بہت بڑی کامیابی حاصل کر رہا تھا۔ اس نے اب سے پہلے فرمان کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر رکھنے کی کوششیں کی تھیں، لیکن وہ ناکام رہا تھا۔ اس بار کامیابی اتنی اہم تھی کہ وہ ٹونی جے پر بڑی توجہ دے رہا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ جب ٹونی جے ممبئی ائرپورٹ پہنچے گا تو وہ مسلسل اس کے دماغ میں رہے گا تاکہ اسے کسی طرح بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔ چنڈال کو میری طرف سے اندیشہ تھا وہ یہ جانتا تھا کہ میرے علاوہ میری ایک بیٹی بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور وہ ہندوستان میں موجود ہے۔ ہم سب کے علاوہ فرمان بھی کسی وقت اس کے لیے دردسر

سکتا تھا۔

وہ بڑے اچھے منصوبے بنا رہا تھا۔ ان پر عمل کر رہا تھا۔ بڑی حد تک کامیاب بھی ہو رہا تھا لیکن پہلے وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اس قدر سرگرم عمل نہیں رہا تھا۔ یہاں کی ہیرا پھیری کو ابھی اچھی طرح سمجھ نہیں پایا تھا۔ اس لیے اس کی نظر اپنے منصوبے کے ہر پہلو پر نہیں تھی۔

مثلاً اس نے اس بات کو نظر انداز کیا یا بھول گیا کہ فرمان ممبئی میں ہے۔ انیتا ٹونی جے کے استقبال کے لیے ممبئی جائے گی تو وہاں فرمان سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔

جب وہ دوسرے دن ایک فلائٹ سے ممبئی پہنچ گئی۔ تب اس نے اس پہلو پر دھیان دیا تو پریشان ہو گیا۔ اس نے ہنس راج سے کہا "تم نے فرمان کے بنگلے میں اسے فون کیا تھا۔ تمہیں اس کا موبائل نمبر بھی معلوم تھا۔ اس سے رابطہ کرو۔ میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں اور اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

ہنس راج نے اس کے بنگلے کے فون پر رابطہ کیا۔ وہاں گھنٹی بجتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ ہنس راج نے کہا "میں مسٹر انیل شرما سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "یہاں کوئی مسٹر انیل شرما نہیں رہتے۔ کل تک ایک بنگالی نجومی رہا کرتا تھا۔ اس کی دھرم پتنی کا دیہانت ہو گیا۔ وہ یہ بنگلا چھوڑ کر جا چکا ہے۔"

چنڈال نے اپنے بیٹے سے کہا "فرمان وہاں ایک بنگالی نجومی کی حیثیت سے رہتا تھا۔ اب وہاں سے جا چکا ہے۔ تم اس کے موبائل پر رابطہ کرو۔"

اس نے موبائل پر رابطہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے پھر وہی آواز سنائی دی "ہیلو..... کون.....؟"

ہنس راج نے کہا "میں مسٹر انیل شرما سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "ابھی تو آپ نے ہمارے نمبر پر رابطہ کیا تھا۔ ہم کہہ چکے ہیں۔ یہاں کوئی انیل نہیں رہتا۔"

اس نے پوچھا "یہ موبائل فون آپ کے پاس کیوں ہے؟"

"میں نہیں جانتا، یہ موبائل فون کس کا ہے؟ وہ بنگالی نجومی اپنا بہت سارا سامان یہاں چھوڑ گیا ہے۔ اس میں یہ موبائل فون بھی رکھا ہوا تھا۔"

ہنس راج نے رابطہ ختم کر دیا۔ چنڈال نے پریشان ہو کر کہا "پتا نہیں وہ کم بخت کہاں گم ہو گیا ہے؟ ممبئی میں ہے یا وہاں سے جا چکا ہے؟"

اس نے پوچھا "پتاجی! آپ کو پریشانی کیا ہے؟"

"پریشانی یہ ہے کہ انیتا ممبئی پہنچ گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ فرمان سے اس کا سامنا ہو جائے۔"

"تو ہونے دیں۔ آپ کو ڈر کس بات کا ہے؟ انیتا کا چہرہ اور جسم اب وہ نہیں رہا ہے۔ لب و لہجہ بھی بدل گیا ہے۔ آپ نے تخویفی عمل کے ذریعے فرمان کو اس کے ذہن سے بھلا دیا ہے پھر اندیشہ کس بات کا ہے؟"

وہ بولا "مجھے یقین ہے کہ نہ تو انیتا اسے پہچان سکے گی اور نہ ہی وہ انیتا کو پہچان سکے گا لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے وہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔"

چنڈال کے لیے موجودہ حالات میں لازمی ہو گیا تھا کہ وہ دو اطراف میں دھیان دیتا رہے۔ انیتا کے دماغ میں بھی جاتا آتا رہے اور ٹونی جے جب ممبئی ائرپورٹ پہنچے تو اس کے دماغ میں بھی مستقل رہا کرے۔ یہ اس کے لیے ذرا مشکل تھا۔ وہ ایک ہی طرف پوری توجہ دے سکتا تھا۔

آخر اس نے اچھی طرح سوچ سمجھ کر ٹونی جے کو مخاطب کیا۔ وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس نے اسے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی پوچھا "یس..... مسٹر جوگیا! کیا حکم ہے؟"

وہ بولا "جب تم ممبئی پہنچو گے تو وہاں میری خوب صورت بیٹی تمہارا استقبال کرنے آئے گی۔ جیسا کہ تم جانتے ہو، فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے انڈیا میں موجود ہیں۔ وہ میری بیٹی کا تعاقب کر سکتے ہیں۔ اگرچہ اس کا دماغ لاک رہتا ہے لیکن وہ کسی بھی ہتھکنڈے سے اس کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ تم اس سے ملتے ہی اس کی طرف زیادہ سے زیادہ دھیان دو اور مسلسل اس کی نگرانی کرتے رہو۔ آس پاس کا خیال رکھو۔ تمہیں کسی پر دشمنی کا شبہ ہو تو فوراً مجھے اطلاع دینا۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

ٹونی جے نے کہا "تم فکر نہ کرو۔ وہ تمہاری بیٹی ہے تو میں دل و جان سے اس کی حفاظت کروں گا۔ تم نے اسے میرے بارے میں کیا بتایا ہے؟"

چنڈال جوگیا اسے بتانے لگا کہ انیتا اسے اپنے دوست کا بیٹا سمجھ رہی ہے۔ اس کا نام مہادیو بھاٹیا ہے۔ وہ بہت بڑا بزنس مین ہے اور یہاں کاروبار کرنے کے ارادے سے آ رہا ہے۔

وہ دونوں باتیں کر رہے تھے، ایک ذرا اندیشے میں مبتلا

تھے لیکن بڑا حوصلہ تھا کہ وہ ایک نہیں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ پوری طرح محتاط رہیں گے۔ خود کو دشمنوں پر ظاہر نہیں ہونے دیں گے۔ جیسے بھی حالات پیش آئیں گے ان سے نمٹ لیں گے۔''

یہ تو سب ہی سوچتے ہیں کہ آنے والے مصائب سے نمٹ لیا جائے گا لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ مصائب کس نوعیت کے ہوں گے؟

اب یہ تو آنے والا وقت ہی کسی مصیبت کا چہرہ دکھا سکتا تھا۔

☆☆☆

کبریا احمد آباد سے سفر کرتا ہوا ممبئی پہنچ گیا۔ وہ پھول متی، چندر امتی اور تارا متی کے ساتھ سفر کرتا رہا تھا۔ پھول متی نے کہا ''بھگوان کا شکر ہے، ہم ممبئی پہنچ گئے۔''

چندر امتی نے کہا ''ممی! ہم سب سے پہلے بیلا ادبرائے کے پاس جائیں گے۔ اس کا شکریہ ادا کریں گے۔''

''ہاں یہ تو میں راستے بھر سوچتی آئی ہوں۔ اس نے جو پیش گوئی کی تھی وہ درست نکلی ہے۔ ہمیں بیس لاکھ روپے ملے ہیں۔ ہم بیلا کے لیے تحفے خرید کر لے جائیں گے۔''

تارا متی نے کبریا سے کہا ''ہمارے ساتھ شاپنگ سینٹر چلو۔ ہم وہاں خریداری کریں گے۔''

کبریا نے کہا ''مجھے معاف کرو۔ اتنے لمبے سفر سے تھکا ہوا ہوں۔ ابھی سامنے والے ہوٹل میں جاؤں گا اور فریش ہونے کے بعد لمبی تان کر سو جاؤں گا۔''

چندر امتی نے بڑی لگاوٹ سے پوچھا ''تم ہمیں چھوڑ کر کہیں چلے تو نہیں جاؤ گے؟''

''میں اس ہوٹل میں رہ کر تم تینوں کا انتظار کرتا رہوں گا۔''

وہ ان سے پیچھا چھڑا کر ہوٹل کے اندر آ گیا۔ وہ تینوں اپنی گاڑی میں بیٹھ کر شاپنگ کے لیے چلی گئیں۔ کبریا نے ہوٹل کے اندر آ کر کمرا نہیں لیا۔ اس کا تو وہاں ایک بہت بڑا بنگلا تھا۔ وہ ان تینوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے ہوٹل کے اندر آ گیا تھا۔ وہ ان تینوں کے جانے کے بعد ہوٹل سے نکل کر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے بنگلے میں چلا آیا۔ سفر کی تھکن تھی۔ وہ غسل کرنے کے بعد فریش ہو کر بیڈ پر آ کر لیٹ گیا اور دماغ کو ہدایت دے کر سو گیا۔

وہ تینوں بیلا ادبرائے کے پاس شکریہ ادا کرنے کے لیے جانے والی تھیں۔ کبریا اس کے خیالات پڑھنے کے بعد اس کی پوری ہسٹری معلوم کر چکا تھا اور اب اسے روبرو دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کی ذات سے اس لیے بھی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی کہ اس کا تعلق راسپوٹین کے خاندان سے تھا۔ موجودہ راسپوٹین چہارم ولاڈی میران سے دشمنی کر رہا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ بیلا ادبرائے بھی عدنان سے دشمنی کرے گی یا نہیں؟

اس کا باپ راسپوٹین سوم عدنان کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اسے اپنے لیے منحوس سمجھتا تھا مگر اس کے برعکس ہوا۔ عدنان کو ہلاک کرنے والا خود ہی جہنم میں پہنچ گیا تھا۔

ولاڈی میر راسپوٹین چہارم اور اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف سب ہی عدنان اور انا میریا کے دشمن تھے۔ بیلا بھی راسپوٹین سوم کی بیٹی تھی۔ اسی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ خون کا گہرا رشتہ تھا۔ کیا وہ اپنے باپ کا انتقام انا میریا اور عدنان سے لینا چاہے گی؟

کبریا اس کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر چکا تھا مگر مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے ابھی بہت کچھ رہ گیا تھا۔ اب تو وہ اس کے اندر جگہ بنا چکا تھا اور کسی وقت بھی آرام سے وہ معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ بیلا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی اس طرح اس کی بیماری اور دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کے اندر یوں گھس آئے گا اور دور تک پہنچ کر، چپکے خیالات پڑھ کر اس کی پوری ہسٹری معلوم کر لے گا۔

اس نے سوچا تھا کہ وہ ایک ضرورت مند کی طرح بیلا کے پاس جائے گا اور تاش کے پتوں کے ذریعے اپنی قسمت کا حال معلوم کرے گا۔ جیسا کہ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ سچی پیش گوئی کرتی ہے۔ لہٰذا اسے اپنے بارے میں اور آئندہ زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی بے چینی تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ اس کے بارے میں کہاں تک سچ بولتی ہے؟

کچھ عرصہ پہلے جب آرمی انٹیلی جنس والے جینا اور کبریا کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے تھے اور چنڈال جوگیا ان کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ تب میں نے اس سے پہلے ہی جینا اور کبریا کے دماغوں پر تنویمی عمل کر کے یہ نقش کیا تھا کہ وہ کبھی بھی خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کر کے سانس نہیں روکیں گے۔ انجان بن کر رہیں گے اور ان کے چور خیالات کے دروازے بند رہیں گے۔

چنڈال نے جب کبریا کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھے تھے تو اسے یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ حمزہ خان جیلانی وہاں کا ایک بہت بڑا بزنس مین ہے۔ ایک غیر ملکی دوا ساز کمپنی میں شیئر ہولڈر ہے۔

اب بیلا کے بارے میں بھی معلوم ہوا تھا کہ وہ ڈیلوتا

خاموشی سے اپنے پاس آنے والے گاہکوں کے خیالات پڑھتی ہے۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے بہت کچھ معلوم ہو جاتا ہے پھر تاش کے پتے بھی اسے بہت کچھ بتاتے ہیں۔ کبریا جانتا تھا کہ جب وہ اس کے سامنے جائے گا تو وہ اس کے خیالات ضرور پڑھے گی اور دھوکا کھائے گی۔ اسے صرف یہ معلوم ہوگا کہ وہ حمزہ خان نامی ہے اور ایک بہت بڑا بزنس مین ہے۔ اسے کبریا کی حقیقت بھی معلوم نہیں ہو سکتی تھی۔

جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ رات کی تاریکی پھیلنے والی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا پھر اس نے منہ ہاتھ دھونے کے بعد فریج سے کچھ نکال کر کھایا اور چائے بنا کر پینے لگا۔ اس دوران میں اس نے بیلا کے خیالات پڑھنے چاہے، اس کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کے پرواز کی لیکن اس کے دماغ میں پہنچتے ہی وہ چونک گیا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ کبریا کی خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔

وہ حیرانی سے سوچنے لگا ''یہ کیسے ہو گیا؟''

اس نے بیلا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ کبریا کے مخصوص لب و لہجے کو اپنے دماغ کے اندر محسوس نہیں کرے گی اور تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد بھول جائے گی کہ اس پر کسی اجنبی نے عمل کیا تھا۔

لیکن خلاف توقع بات کچھ اور ہی ہو رہی تھی۔ یعنی ایسا لگ رہا تھا، جیسے کبریا نے اس پر تنویمی عمل کیا ہی نہیں ہے اور اگر کیا تھا تو اس کے عمل میں کوئی خامی رہ گئی تھی یا بیلا نے پراسرار علوم کے ذریعے اپنے دماغ کو اپنی مرضی کے مطابق اس طرح ڈھال لیا تھا کہ کوئی اس کی مرضی کے خلاف اس پر تنویمی عمل نہیں کر سکتا تھا۔ اگر کرتا تو اس کا نتیجہ یہی ہوتا کہ جب وہ دماغی توانائی حاصل کر لیتی تو وہ تنویمی عمل یکسر ختم ہو جاتا۔ جیسا کہ اب ہو چکا تھا۔

کبریا نے مجھے مخاطب کیا ''پاپا! میں بیلا ادبرائے کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

ممی نے کہا ''تمہاری مما کہہ رہی تھیں کہ تم نے اس کے ایسے چور خیالات پڑھے ہیں جو اب تک ہم بھی نہیں پڑھ سکے تھے۔ اب تو تم جب چاہو گے، اس کے اندر پہنچ سکو گے۔''

''یہی بتانے کے لیے میں نے آپ کو مخاطب کیا ہے کہ اب اس کے اندر نہیں جا سکوں گا۔''

ممی نے پوچھا ''کیا خلافِ توقع کوئی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے؟''

''اس کا دماغ عجیب و غریب ہے۔ میں نے اس کی بیماری اور دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اب وہ صحت یاب ہونے کے بعد، دماغی توانائی حاصل کرنے کے بعد میرے عمل سے نجات حاصل کر چکی ہے۔ ابھی میں نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔''

''راسپوٹین کے خاندان میں عجیب و غریب پراسرار علوم سکھائے جاتے ہیں۔ وہ ولاڈی میر راسپوٹین چہارم اور اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف سب ایسے ہی پراسرار علوم کے حامل ہیں۔ ان کے دماغ بھی ایسے ہی عجیب و غریب ہوں گے۔ جب ہم ان کے دماغوں میں جانا چاہیں گے تو بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔''

''میں نے بیلا کی وہ ہسٹری پڑھی جسے اب تک کوئی نہ پڑھ سکا تھا۔ سوچا تھا، آئندہ بھی اس کے بہت سے خیالات پڑھتا رہوں گا۔ اس کے مزاج کو سمجھوں گا کہ کیا وہ عدنان اور انا میریا سے اپنے باپ کا انتقام لینا چاہے گی؟ یا اس کا مزاج دوسروں سے مختلف ہے؟''

''تم اس کے پاس جاؤ۔ کسی طرح دوستی کرو۔ اس کے قریب رہا کرو گے تو ولاڈی میر راسپوٹین چہارم اور اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف تک پہنچنے کا اسے ذریعہ بنا سکو گے۔''

وہ میرے دماغ سے چلا گیا۔ سوچنے لگا۔ پہلے اس کا خیال تھا کہ وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بن چکی ہے۔ جب چاہے گا، اس سے ملاقات کر سکے گا لیکن اب ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ پہلے اس سے فون پر بات کرنا ضروری تھا۔ وہ ملاقات کا وقت مقرر کرتی۔ تب ہی وہ اس سے جا کر مل سکتا تھا۔

اس نے ریسیور اٹھا کر اس کے نمبرز پنچ کیے پھر انتظار کرنے لگا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی پھر ایک نسوانی آواز سنائی دی ''ہیلو..... کون.....؟''

''میں حمزہ بیگ بول رہا ہوں۔ کیا تم بیلا ادبرائے ہو؟''

''نہیں۔ میں اس کی ماں ہوں۔ انتظار کرو۔ میں اسے بلاتی ہوں۔''

وہ انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی ''ہیلو میں بیلا ادبرائے بول رہی ہوں۔ فرمائیں؟ آپ کون ہیں؟''

''میرا نام حمزہ خان ہے۔ میں ایک بزنس مین ہوں۔ مجھے علم نجوم سے دلچسپی ہے۔ میں ہاتھ کی لکیریں پڑھ لیتا ہوں۔ ان کے مطابق صحیح حالات بھی بتاتا ہوں اور پیش گوئی بھی کرتا ہوں۔ تمہاری بڑی تعریفیں سنی ہیں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم تاش کے پتوں سے کس طرح قسمت کا حال بتاتی

ہو؟ میں تمہاری زبانی اپنے حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے کچھ زیادہ وقت دو گی تو میں تمہاری مطلوبہ فیس سے زیادہ رقم ادا کروں گا۔"

"میں اپنے علم کے مطابق کچھ نہ کچھ آپ کے حالات بتا سکوں گی اور اپنے حالات بھی ہاتھ کی لکیروں کے ذریعے معلوم کرنا چاہوں گی۔ اگر مناسب سمجھو تو تم سے اپنی فیس نہیں لوں گی۔ تم بھی اپنی فیس طلب نہ کرو۔ ہم اپنی اپنی صلاحیت سے ایک دوسرے کو اس کے حالات بتا سکیں گے۔"

پھر تو یہ کام دوستانہ انداز میں ہو سکے گا اور یہ مجھے منظور ہے۔ کیا میں ابھی آ جاؤں؟"

حیرت سے بولی "ابھی.....؟"

"ہاں۔ مجھے تمہارا ایڈریس معلوم ہے۔ میں آدھے گھنٹے میں پہنچ جاؤں گا۔"

"ہیں..... اب تو رات ہو چکی ہے۔ میں شام کے بعد کسی سے نہیں ملتی۔"

"یہ آسمانی کتابوں میں نہیں لکھا ہے کہ شام کے بعد نہیں ملنا چاہیے۔ یہ تو اپنی مرضی پر، اپنے مزاج پر اور اپنے دل پر منحصر ہے۔ تم راضی ہو گی تو ابھی مل سکو گی۔ میں ایک تانگہ پر کھڑا ہوں گا۔ تمہارے ہاں کہتے ہی تیر کی طرح پہنچوں گا۔"

"وہ ہنستی ہوئی بولی "تم دلچسپ آدمی ہو۔"

"آدمی بڑی عمر کے لوگوں کو کہا جاتا ہے۔ میں ابھی لڑکا ہوں۔ سترہ برس کا جوان ہوں۔"

"لیکن تمہاری آواز میں بھرپور پختگی اور مردانگی ہے۔"

"میری پرورش ایسی ہوئی ہے۔ مجھے باڈی بلڈنگ کا شوق رہا ہے۔ اچھا کھاتا پیتا رہتا ہوں۔ اس لیے اپنی عمر سے زیادہ قد آور اور صحت مند دکھائی دیتا ہوں۔"

"تم فون پر اس قدر بول رہے ہو۔ نہ جانے روبرو کتنی دیر تک بیٹھے بولتے رہو گے۔ میں زیادہ وقت نہیں دوں گی۔"

"میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ تم جب بھی دھکا دو گی۔ میں باہر نکل آؤں گا۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی پھر بولی "چلے آؤ....."

وہ ریسیور رکھ کر باہر آیا۔ اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ ہاندرہ مل میں رہتا تھا۔ بیلا بھی اسی علاقے میں رہتی تھی۔ ان کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا پندرہ منٹ میں پہنچ گیا۔ اس نے دروازے پر پہنچ کر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ تھوڑی دیر میں بیلا نے آ کر دروازہ کھولا۔ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولا "میں نے آدھے گھنٹے میں آنے کی بات کی تھی۔ سوری پندرہ منٹ پہلے چلا آیا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "اتنی جلدی.....؟ ایسا لگتا ہے، باہر کہیں میں کھڑے ہوئے تھے۔ فون بند کرتے ہی یہاں دروازے پر پہنچ گئے ہو۔ اندر آ جاؤ۔"

وہ دونوں اندر آ گئے۔ ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے۔ وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اسے تاش کے پتوں نے بتایا تھا۔ اس کی زندگی میں ایک خوب رو جوان آنے والا ہے۔ اس نے فرمان سے بھی کہا تھا کہ وہ اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر بتائے، وہ جوان اس کی زندگی میں کب تک آئے گا؟

اس کا دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا، وہ خوابوں اور خیالوں سے نکل کر آ چکا ہے۔ یہ جو سامنے بیٹھا ہوا ہے، یہی اس کا مقدر ہے۔

اس نے کبریا کے فون کرنے کے بعد اس کے اندر ہلچل مچا دینے والے خیالات پڑھے تھے۔ ان خیالات نے بتایا تھا کہ واقعی اس کا نام حمزہ خان ہے۔ ایک بزنس مین ہے۔ غریبوں اور محتاجوں پر اپنی دولت لٹاتا رہتا ہے۔ کچھ عرصے تک سہاگن دیوی کے ساتھ رہ چکا ہے۔ اس دیوی کے ساتھ احمد آباد جا کر ہندوؤں اور مسلمانوں میں کروڑوں روپے تقسیم کر چکا ہے۔

وہ سطحی طور پر کبریا کے خیالات پڑھ چکی تھی لیکن وہ خیالات کے خانے تک نہیں پہنچ پائی تھی۔ اس وقت بھی اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ کبریا نے مسکرا کر کہا "تم مجھے مسلسل دیکھ رہی ہو اور سوچ رہی ہو۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ اسے احساس ہوا، وہ بے اختیار اس کی طرف کھنچی جا رہی ہے اور اسی کے بارے میں سوچتی جا رہی ہے۔ وہ ذرا سنبھلتے ہوئے بولی "وہ..... وہ سوچ رہی تھی کہ پہلے اپنا ہاتھ دکھاؤں گی۔ یہ دیکھنا چاہوں گی کہ تم ہاتھ کی لکیروں کو کتنی سچائی سے پڑھ لیتے ہو۔"

وہ بولا "میرے اندر بھی یہی تجسس ہے کہ تمہارے پھینکے ہوئے تاش کے پتوں کو اٹھاؤں اور تم میری قسمت کا حال بتاؤ۔ میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کتنی سچائی سے میری قسمت کا حال پڑھ لیتی ہو۔"

"میں ابھی تاش کی گڈی لے کر آؤں گی مگر پلیز پہلے ہاتھ دیکھو۔"

اس نے بایاں ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ بولا "یہ ہاتھ ان لڑکیوں کا دیکھا جاتا ہے جو اپنے ماں باپ کی سرپرستی پر انحصار کرتی ہیں لیکن تم کسی کی محتاج نہیں ہو۔"

کمائی ہو۔ ایک بھرپور متحرک زندگی گزار رہی ہو۔ اس لیے اپنا دایاں ہاتھ لاؤ۔"

اس نے کبریا کے سامنے دائیں ہتھیلی پھیلائی۔ کبریا نے اسے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ بیلا کی سانسیں اوپر کی اوپر رہ گئیں۔ یکبارگی دل نے چیخ چیخ کر کہا، یہ وہی ہاتھ ہیں۔ وہی مضبوط گرفت ہے؟ جس کا وہ انتظار کر رہی تھی۔

کبریا کو محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ہاتھ گوشت پوست کا نہیں ہے۔ اسے کھلن سے تراشا گیا ہے۔ وہ بہت ہی خوب صورت، نازک اور پھسلتا ہوا سا ہاتھ تھا۔ اس نے اچھی طرح اسے تھام لیا، کہیں پھسل نہ جائے۔

وہ ہاتھ کی لکیروں کو توجہ سے دیکھنے لگا۔ جب اسے بیلا کے دماغ میں جگمگ تھی اور وہ اس کے چور خیالات دور تک پڑھ رہا تھا، تب ہی اس نے بیلا کے بارے میں بہت سی اہم معلومات حاصل کی تھیں۔

اس نے پوچھا "پہلے تمہاری زندگی کے بارے میں بتاؤں؟ یا محبت اور شادی کے بارے میں؟"

"میں چاہتی ہوں، پہلے میرے دل کی باتیں بتاؤ۔"

وہ سر جھکا کر دل کی لکیر کو دیکھنے لگا۔ اس لکیر پر ایک انگلی پھیرنے لگا۔ بیلا کو ہلکی ہلکی سی گدگدی کا احساس ہو رہا تھا۔ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ وہ بولا "تمہاری زندگی میں ایک خوب رو جوان آنے والا ہے۔ تم اسے خوابوں میں اور خیالوں میں دیکھتی آ رہی ہو۔ تمہیں یقین ہے کہ وہ ضرور آئے گا۔ تم بڑی شدت سے اس کا انتظار کر رہی ہو۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا "ہاں۔ یہ درست ہے۔"

"تم غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہو۔ جو تمہاری زندگی میں آئے گا، وہ بھی تمہاری صلاحیتوں کے مطابق ہو گا لیکن تم دونوں کے درمیان ایک بات آڑے آئے گی۔"

اس نے بے چینی سے پوچھا "وہ کیا بات ہو گی؟"

"بات یہ ہے کہ تم یہودی ہو اور وہ یہودی نہیں ہو گا۔ اس کا تعلق کسی دوسرے مذہب سے ہو گا۔"

"کوئی بات نہیں، میں پیار محبت سے اسے یہودی بنا لوں گی۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "نہیں، جو تمہاری زندگی میں آئے گا، وہ بہت ضدی اور مستقل مزاج ہو گا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ تھوڑی دیر کے لیے بھول گئی کہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں میں دے رکھا ہے اور اسے آگے بھی بہت کچھ پوچھنا ہے۔ وہ بولا "تم بہت مضبوط ارادے کی مالک ہو لیکن اپنے محبوب کے سامنے تمہارے ارادے متزلزل ہو جایا کریں گے۔"

"کیا ہاتھ کی لکیریں یہ بتا سکتی ہیں کہ وہ میری زندگی میں کب آئے گا؟"

"یہ بتا رہی ہیں، وہ آ چکا ہے۔"

اس نے چونک کر کبریا کو دیکھا۔ وہ انجان بنا ہوا اس کے ہاتھ کی لکیروں پر جھکا ہوا تھا۔ جیسے اس کا ردعمل سمجھ نہیں رہا ہو پھر اس نے پوچھا "کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ وہ کیسا ہو گا اور اس کا تعلق کس مذہب سے ہو گا؟"

"میں بتا چکا ہوں، وہ خوب رو، قد آور اور صحت مند ہو گا مگر اس کا مذہب کیا ہو گا یہ ہاتھ کی لکیر نہیں بتا رہی ہے۔"

اس کا ہاتھ کبریا کے ہاتھوں میں تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ہاتھ قید ہو کر رہ گیا ہو اور وہ قید اسے بہت اچھی لگ رہی تھی۔

کبریا نے کہا "تمہاری ذہانت کی لکیر کہہ رہی ہے کہ تم بہت ذہین اور قابل لڑکی ہو۔ تم نے کئی طرح کے علوم سیکھے ہیں اور وہ غیر معمولی علوم ہیں، جو عام طور پر لوگ نہیں سیکھ پاتے۔"

بیلا نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کے پراسرار علوم کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات حاصل کرے، اس نے بات بدلتے ہوئے کہا "میری زندگی کی لکیر دیکھو اور اس کے بارے میں کچھ کہو۔"

وہ اس کی زندگی کی لکیر پر انگلی پھیرتے ہوئے بولا۔ "تمہاری زندگی خانہ بدوشوں جیسی ہے۔ تم بہت دور سے آئی ہو۔ ہندوستان تمہارا ملک نہیں ہے۔ زندگی بہت لمبی ہے۔ پتا نہیں تمہیں ابھی کتنی دور جانا ہے؟ پہلے تم جس جگہ رہتی تھیں، وہاں تمہارے دشمن ہیں۔ انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ تم غیر معمولی علوم کی حامل ہو اور ان علوم کے حوالے سے ان کی برابری کر رہی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر سن رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ ولادی میر راسپوٹین چہارم اور اس کی سوتیلی ماں ارینا کوف نے ماضی میں دشمنی کی تھی۔ اس کی ماں کو طلاق دلائی تھی۔ تب سے وہ ماں کے ساتھ ہندوستان آ کر روپوشی کی زندگی گزار رہی تھی۔ ان خون کے رشتوں پر جو جانی دشمن ہیں، یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ ان کی طرح پراسرار علوم کی حامل ہے اور اب کبریا اسے بتا رہا تھا کہ اس کا یہ بھید کھل چکا ہے اور اس کا سوتیلا بھائی اور سوتیلی ماں اسے تلاش کر رہے ہیں۔

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا وہ مجھے ڈھونڈ لیں

گے؟''

''ایک نہ ایک دن سامنا ضرور ہوگا اور اس وقت تک تمہاری زندگی میں تمہارا آئیڈیل، تمہارا محافظ آجائے گا۔ وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔''

بیلا نے اطمینان کی سانس لی۔ ایسے وقت بے خیالی میں اس نے بڑی لگن سے کبریا کو دیکھا۔ جب اس سے نظریں ملیں تو وہ جھینپ کر سر جھکا کر بولی ''بے شک تم علم نجوم میں ماہر ہو۔ میرے ماضی اور حال کی بہت سی سچی باتیں بتا رہے ہو، مستقبل کے بارے میں جو کہہ رہے ہو، اس پر بھی یقین آرہا ہے۔ ایسا ہوسکتا ہے۔ واقعی میرے دشمن ہیں۔ میں اور ممی کوشش کرتی ہیں کہ کبھی ان سے سامنا نہ ہو لیکن مقدر کی لکیریں کہہ رہی ہیں تو پھر سامنا ہوگا۔ دیکھوں گی کہ کیا ہوگا؟'' پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ''میں اپنی ممی کے ساتھ بہت طویل عرصے سے تنہا زندگی گزار رہی ہوں۔ اب تنہائی مجھے ڈس رہی ہے۔ میری زندگی میں میرے آئیڈیل کو آجانا چاہیے۔''

کبریا نے کہا ''وہ آئے گا ضرور..... مگر خود نہیں آئے گا۔ تمہیں لانا ہوگا۔ تم اسے حوصلہ دو گی تو وہ تمہاری طرف بڑھے گا۔''

بیلا نے جھجکتے ہوئے پوچھا ''کیا..... تمہاری زندگی میں کوئی..... لڑکی آچکی ہے؟''

کبریا نے چشم تصور میں جینا کو دیکھا پھر کہا ''ہاں..... ایک لڑکی آئی تھی۔ تم نے سہاگن دیوی کا نام سنا ہوگا، وہ ایک ادھوری لڑکی ہے۔ مکمل نہیں ہونا چاہتی ہے۔ آپریشن سے ڈرتی ہے۔ ہمارا ساتھ کبھی نہیں ہوسکے گا۔ ہم نہ تو کبھی شادی کرسکیں گے، اور نہ ازدواجی زندگی گزار سکیں گے۔ لہٰذا ہم نے ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرلی ہے۔''

''کیا اس سے پھر نہیں ملو گے؟''

''تقدیر ملائے گی تو ضرور ملوں گا۔ ہم سب تدبیریں بہت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ اپنی تدبیروں سے جیے جارہے ہیں۔ جبکہ تقدیر ہر تدبیر کے پیچھے رہتی ہے۔ اس کی مرضی سے ہماری تدبیر کامیاب ہوتی ہے اور اسی کی مرضی سے ناکام ہوتی ہے۔ تم تدبیریں کرتی رہو۔ جب تقدیر منظوری دے گی تب ہی تمہاری تدبیریں کامیاب ہوسکیں گی۔''

''بے شک ہم بہترین تدبیریں سوچتے رہتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں لیکن وہ تدبیریں قدرتی حالات کے مطابق کبھی کامیاب ہوتی ہیں اور کبھی ناکام رہ جاتی ہیں۔''

''میں نے بہت کچھ بتایا ہے۔ اب تمہاری باری ہے، تاش کے پتے لے آؤ۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈروم میں گئی پھر کچھ دیر بعد تاش کی گڈی لے کر آگئی۔ اس کے سامنے بیٹھ کر انہیں پھیلاتے ہوئے بولی ''تمہارے ساتھ میں بھی پتے اٹھاؤں گی اور اپنی قسمت کا حال معلوم کروں گی۔''

اس نے گڈی اس کے سامنے رکھی۔ کبریا نے گڈی کاٹی۔ وہ باقی گڈی اٹھا کر اس کے پتے کبریا کے سامنے اور اپنے سامنے رکھنے لگی۔ دونوں کے سامنے سات سات پتے آگئے۔ وہ سب الٹے رکھے ہوئے تھے۔ یہ پتا نہیں تھا کہ کس کے پاس کون سا پتا گیا ہے؟

وہ بولی ''ہمیں ان سات پتوں میں سے تین پتے باری باری اٹھانے ہیں۔ پہلے میں اٹھاتی ہوں۔''

اس نے ایک پتا اٹھایا۔ وہ چڑیا کا چھکا تھا۔ کبریا نے اپنا ایک پتا اٹھا کر دکھایا۔ وہ چڑیا کا ستہ تھا۔ اس نے پوچھا ''اس کا مطلب کیا ہوا؟''

وہ بولی ''جو میں سوچ رہی ہوں اس کے مطابق میرے پتے سے تمہارا ایک پتا بڑا ہوا کرے گا تو اس کے بعد میں بتاؤں گی اس کا مطلب کیا ہے؟''

اس نے یہ کہہ کر دوسرا پتا اٹھایا۔ وہ اینٹ کا دہلا تھا۔ اس کے جواب میں کبریا نے دوسرا پتا اٹھایا تو وہ اینٹ کا غلام تھا۔ وہ بولا ''میرا دوسرا پتا بھی تمہارے پتے سے بڑا ہے۔''

وہ اندر ہی اندر خوش ہو رہی تھی۔ جو چاہتی تھی، وہی ہو رہا تھا۔ اس نے تیسرا پتا اٹھایا تو وہ لال پان کی بیگم تھی۔ کبریا نے اس کے جواب میں اپنا پتا اٹھایا تو وہ لال پان کا بادشاہ تھا۔ وہ خوشی سے کھل گئی۔

کبریا نے حیرانی سے پوچھا ''جیت میری ہوئی ہے۔ میرے تینوں پتے تمہارے پتوں پر بھاری پڑتے رہے ہیں۔ مجھے خوش ہونا چاہیے لیکن تم ہار کر خوش ہو رہی ہو؟''

وہ بولی ''یہ کوئی تین پتوں کا کھیل نہیں تھا۔ میں اپنی اور تمہاری تقدیر ملا رہی تھی۔ میرے اور تمہارے تین تین پتوں نے یہ ثابت کردیا ہے کہ میں تمہارے زیر اثر رہنے والی ہوں اور تم مجھ پر بھاری پڑنے والے میرے آئیڈیل ہو۔''

کبریا نے اس کی طرف جھک کر اس کے خوب صورت سے ہاتھ کو تھام لیا۔ اس ہاتھ کے ساتھ اس کی زندگی کی تمام لکیریں بھی کبریا کے نام ہو رہی تھیں۔

☆☆☆

ولاڈی میر راسپوٹین چہارم کی پریشانی بڑھ گئی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس ماں کو لڑ جھگڑ کر اس نے اپنے باپ سے طلاق دلوائی تھی اور ان ماں بیٹی کو ملک بدر کروایا تھا۔

وہی بیٹی اس کے برابر پراسرار علوم حاصل کر چکی ہوگی۔

وہ ہمیشہ اپنے زائچے کا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ اپنے علاوہ اس نے سوتیلی ماں ارنا کوف کا بھی زائچہ بنایا تھا اور اس پر بھی نظر رکھتا تھا۔ یہ سمجھتا رہتا تھا کہ اس سوتیلی ماں کی تقدیر کیا کہہ رہی ہے؟ اس کا حال اور مستقبل کیا ہے؟ اسی طرح اس نے عدنان کا بھی زائچہ بنا رکھا تھا۔ جو بھی اسے کانٹے کی طرح چبھتا تھا۔ وہ اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے لیے اپنے پراسرار علوم سے استفادہ حاصل کرتا تھا۔

وہ انا میریا کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ اس کے پراسرار علوم نے بتایا تھا کہ انا میریا غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہے۔ اس کے پیچھے کوئی پراسرار قوت چھپی ہوئی ہے جو اس کی رہنمائی بھی کرتی ہے اور حفاظت بھی کرتی ہے۔

ولاڈی میر یہ نہیں جانتا تھا کہ شیوانی اس کی پشت پر ہے۔ وہ آئینے میں شیوانی کا عکس دیکھ کر پراسرار قوتیں حاصل کر لیتی ہے۔ مثلاً وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی لیکن شیوانی کی آنکھوں میں جھانک کر عدنان کے دماغ میں پہنچ جاتی تھی۔ کسی پردے یا دیوار کے پیچھے معلوم کرنا ہوتا کہ وہاں کیا ہے تو شیوانی کا عکس اسے بتا دیا کرتا تھا۔

انا میریا کے سلسلے میں ولاڈی میر کی سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر کبھی بھی اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ کے آر پار ہو جاتی تھیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ قدرت کا کیا کرشمہ ہے؟

وہ دو وجوہات کی بنا پر انا میریا کا دشمن بن گیا تھا۔ ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ عدنان کی ماں بن کر اسے تحفظ دے رہی تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ انا میریا کا زائچہ، اس کا نام اور اعداد یہ بتا رہے تھے کہ وہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والی لڑکی اس کی زندگی میں آ جائے گی تو وہ اس کی صلاحیتوں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کرتا رہے گا۔ اسی لیے وہ انا میریا کو زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ اسے اغوا کرنے کی کوششوں میں لگا رہتا تھا۔ اس کے برعکس عدنان کو مار ڈالنا چاہتا تھا لیکن اسے ہلاک کرنے کے سلسلے میں ایک قباحت تھی، اس کے پراسرار علوم کہہ رہے تھے کہ اگر وہ اس بچے کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرے گا۔ تب ہی وہ تباہی و بربادی سے محفوظ رہے گا۔ اس بچے کے پیچھے اس کی موت چھپی ہوئی ہے وہ بچہ تو اسے ہلاک نہیں کرے گا لیکن اس کے پیچھے رہنے والے اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ لہٰذا اس بچے کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا لازمی ہو گیا تھا۔

وہ غصے کے وقت اپنے آلہ کاروں سے کہتا تھا کہ عدنان جہاں دکھائی دے اسے گولی مار دو لیکن وہ انہیں عملی طور پر ایسا کرنے سے باز رکھتا تھا۔ اس لیے اس نے عدنان کو اغوا کرنے کے بعد کسی آلہ کار کے ذریعے قتل نہیں کروایا تھا۔ اسے جزیرہ کیپری پہنچانا چاہتا تھا۔ اس جزیرے سے ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسے ایتھین پہنچایا جاتا۔ وہاں ولاڈی میر اس کی موت بن کر بیٹھا ہوا انتظار کر رہا تھا لیکن سونیا نے اس کی ساری کوششوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

وہ ناکام ہونے کے بعد فوراً ہی دوسرا حملہ کرنا چاہتا تھا۔ عدنان کو تلاش کر کے پھر اغوا کرنا چاہتا تھا لیکن حالات اس کے موافق نہیں تھے۔ ایک تو عدنان کو پتا نہیں کہاں چھپایا گیا تھا؟ دوسرا یہ کہ سونیا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ معلوم کر چکے تھے کہ اس کا تعلق روس سے ہے۔ اس کا نام ولاڈی میر راسپوٹین چہارم ہے اس کے علاوہ وہ خیال خوانی کرنے والے اس کے پورے خاندان تک پہنچ گئے تھے اور بہت سی معلومات حاصل کر چکے تھے۔ سونیا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تیز رفتاری کہہ رہی تھی کہ وہ ان پر کسی بھی سمت سے زبردست حملہ کرنے والے ہیں۔

موجودہ حالات میں ولاڈی میر کو سب سے پہلے اپنی سلامتی کی فکر لاحق ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ اپنے اور اپنے مخالفین کے زائچے دیکھ رہا تھا اور پراسرار علوم کے ذریعے آئندہ کے حالات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ وہ جتنے حالات معلوم کر رہا تھا اتنی ہی پریشانیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ یہ ایک نئی پریشانی کم نہیں تھی کہ اس کی سوتیلی بہن بیلا پراسرار علوم کے معاملات میں اس سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔

جب وہ اپنا زائچہ دیکھا کرتا تھا اور دوسرے علوم سے اپنے بارے میں معلومات حاصل کیا کرتا تھا۔ اس وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کے اپنوں کی طرف سے بھی مصیبتیں نازل ہو سکتی ہیں۔ موت تو عدنان کے حوالے سے ہی آئے گی لیکن اپنے رشتے داروں کے ذریعے بھی شامت آ سکتی ہے۔

ایسی معلومات حاصل کرتے وقت وہ یہی سمجھتا رہا کہ اپنوں میں اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف ہے۔ اس کا بیٹا اولیوپ کوف دائمی مریض ہے اس کی طرف سے خطرہ نہیں ہے لیکن اس دائمی مریض کی چھوٹی بہن ہے جس کا نام ناتاشا کوف ہے اور وہ بھی پراسرار علوم کی حامل ہے۔ ولاڈی میر کو ان سوتیلی ماں اور بہن سے خطرہ لاحق رہتا تھا۔ اس کے پراسرار علوم یہی کہتے تھے کہ ان سوتیلوں سے اگرچہ موت نہیں آئے گی مگر

شامت آتی رہے گی۔

اس وقت تک وہ صرف سوتیلی ماں اور سوتیلی بہن ناتاشا کوف کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ اب ایک نئی بات معلوم ہوئی تھی کہ جو دوسری سوتیلی بہن انا بیلا وہاں سے گئی تھی۔ وہ بھی اس کے لیے خطرے کا باعث بن سکتی ہے۔ اس کی طرف سے بھی مصیبتیں نازل ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا یہ سراغ لگانا ضروری ہو گیا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ کس ملک میں ہے؟ اور کیا کر رہی ہے؟ کیا کرتی پھر رہی ہے؟

انا بیلا اس کے خاندان میں پیدا ہوئی تھی۔ اس لیے اسے اس کی تاریخ پیدائش معلوم تھی اس نے اس کا زائچہ بنایا تھا اور اس کا بغور مطالعہ کرتا رہا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے دوسرے پراسرار علوم سے بھی بہت کچھ معلوم کیا تھا۔ اتنا پتا چلا تھا کہ وہ دوسری لڑکیوں سے مختلف ہے۔ یعنی غیر معمولی ہے اور ان دنوں جنوب مشرقی ایشیا کے کسی حصے میں زندگی گزار رہی ہے۔

وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ انا بیلا کے بارے میں کسی حد تک صحیح معلومات حاصل کر رہا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف بھی سکون سے نہیں ہوگی۔ وہ بھی اس کے بارے میں معلومات حاصل کر رہی ہوگی۔ لہٰذا اس سے بھی کچھ معلوم کرنا چاہیے۔

وہ اپنے سوتیلے بھائی اولیوپ کوف کے دماغ میں آیا پھر بولا ''اپنی ماں کو بلاؤ۔ میں ولاڈی میر بول رہا ہوں۔''

اس نے ماں کو آواز دی ''مما! میرے دماغ میں ولاڈی میر آیا ہے اور تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔''

ماں نے کچن سے جواب دیا ''میں ابھی آ رہی ہوں۔ انتظار کرو۔''

ولاڈی میر نے اپنے سوتیلے بھائی سے کہا ''میں تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کرتا رہتا ہوں۔ تم اصالی کمزوریوں کا شکار رہتے ہو۔ تمہاری ماں اپنے پراسرار علوم کے ذریعے تمہارا علاج کیوں نہیں کرتی ہے؟''

''وہ علاج کرتی رہتی ہیں۔ اسی لیے تو میں صحت مند جوانوں کی طرح چلتا پھرتا ہوں۔ کلبوں میں جاتا ہوں۔ سیر و تفریح کرتا ہوں۔''

ولاڈی میر نے کہا ''تمہارے خیالات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اب تم جسمانی طور پر محروم نہیں ہو مگر دماغ کمزور بھری بھول جاتے ہو۔''

چونکہ وہ سب ایک ہی خاندان کے افراد تھے۔ اس لیے ولاڈی میر یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا وہ سوتیلا بھائی اولیوپ کوف بچپن ہی سے بیمار رہتا تھا۔ اس کے باپ راسپوٹین سوم نے کہہ دیا تھا کہ میری یہی ایک اولاد ایسی ہے جسے میں اپنے تمام پراسرار علوم نہیں سکھا پاؤں گا۔ یہ ایک بھی علم نہیں سیکھ سکے گا۔ لہٰذا اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ البتہ اس کی چھوٹی بہن ناتاشا کوف بہت ذہین اور سمجھ دار تھی۔ اس نے بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔

ولاڈی میر اپنی اس سوتیلی بہن ناتاشا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا کہ سوتیلی ماں نے اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟ وہ کہاں رہتی ہے؟ اور اس کی ماں اسے کن معاملات میں مصروف رکھتی ہے؟ اس کا انکشاف آگے چل کر ہونے والا تھا۔

ارنا کوف نے اپنے بیمار بیٹے کے دماغ میں آ کر کہا ''بولو ولاڈی میر! کیوں آئے ہو؟''

وہ بولا ''جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ میری سوتیلی بہن انا بیلا پراسرار علوم سیکھنے کے بعد ہی یہاں سے اپنی ماں کے ساتھ گئی ہے۔ تب سے میں فکر میں مبتلا ہوں۔ تمہیں بھی فکر مند ہونا چاہیے۔ وہ کسی وقت بھی ہمارے لیے مصیبت بن سکتی ہے۔ کیونکہ ہم دونوں نے ہی لڑ جھگڑ کر اس کی ماں کو طلاق دلوائی تھی اور ان دونوں کو یہاں سے بھگا دیا تھا۔''

ارنا کوف نے کہا ''میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ جب سے تم نے انا بیلا کے بارے میں ایسی خبر سنی ہے۔ تب سے تمہارا سکون غارت ہو رہا ہوگا۔ تم بہت ہی کمینے ہو۔ اپنے مقابلے میں اپنے کسی بھائی یا بہن کو پنپتے نہیں دیکھو گے۔ ان کے پراسرار علوم تمہیں کھٹکتے رہیں گے۔ اسی لیے میں نے اپنی بیٹی ناتاشا کو تم سے بہت دور کر دیا ہے۔ تم اس کا سراغ لگانے کی بڑی کوششیں کرتے رہتے ہو اور ناکام ہوتے رہتے ہو۔ میرے جیتے جی تم کبھی میری بیٹی ناتاشا تک نہیں پہنچ پاؤ گے۔''

وہ بولا ''میں تمہاری دشمنی کو سمجھ رہا ہوں۔ تم میرے لیے ایک کھلی دشمن ہو اور بیٹی کو پردے میں رکھا ہے۔ وہ تاریکی میں چلنے والی گولی کی طرح کسی دن کسی وقت بھی میری طرف آ سکتی ہے۔''

وہ بولی ''فی الحال میری بیٹی ناتاشا کی طرف سے مطمئن رہو۔ وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔ کیونکہ تم اس کے باپ کے قاتلوں سے انتقام لینے میں مصروف ہو۔ جب تم انتقام لے لو گے۔ فرہاد اور سونیا جیسے پہاڑ سے ٹکرانے کے بعد تم زندہ رہو گے۔ تب ہم تمہارے بارے میں سوچیں گے۔ یہ بتاؤ کہ ابھی کیوں آئے ہو؟''

''میں معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ انا بیلا اپنی ماں

کے ساتھ کس ملک میں ہے؟ یقیناً تم بھی اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر چکی ہوگی۔''

''بے شک کسی بھی دشمن سے بے خبر نہیں رہنا چاہیے۔ میری وہ سوتیلی بیٹی میرے سامنے کی بچی ہے۔ میں اسے چٹکیوں میں مسل سکتی ہوں پھر بھی اسے کمزور نہیں سمجھوں گی۔ اس کی طرف سے محتاط رہوں گی۔''

''میری معلومات کے مطابق وہ ماں بیٹی جنوب مشرقی ایشیا کے کسی حصے میں ہیں۔''

''میری معلومات بھی یہی کہتی ہیں کہ وہ اور انا بیلا پاکستان، انڈیا، بنگلا دیش یا پھر سری لنکا میں ہیں۔''

''تم یقیناً اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اسے تلاش کرو گی؟''

''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ تم بھی تو یہی کرو گے۔''

وہ دونوں ایک دوسرے کو ٹالنے والی باتیں کر رہے تھے۔ اپنا اپنا طریقہ کار نہیں بتا رہے تھے۔ ارنا کوف نے کہا ''بہت باتیں کر چکے ہو۔ اب میرے بیٹے کے دماغ سے جاؤ۔''

وہ وہاں سے جانا چاہتا تھا مگر ٹھٹک گیا۔ رک گیا۔ اسے اس بیمار اولوپ کوف کے دماغ میں ایک اجنبی بھاری بھرکم سی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ اس بیمار کی ماں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا ''ارنا..... میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ اپنے بیٹے کے دماغ میں اتنی لمبی گفتگو نہیں کرو گی۔''

ارنا کوف نے پریشان ہو کر کہا ''میں کیا کروں؟ یہ میرا سوتیلا بیٹا جب چاہتا ہے میرے بیمار بیٹے کے اندر آ جاتا ہے۔ میں اسے جبراً بھگا نہیں سکتی۔''

اس بھاری بھرکم آواز نے کہا ''اس کتے سے کہو۔ ابھی اس کی عمر باقی ہے۔ یہ کچھ عرصے جیے گا۔ اس لیے میں ابھی اس پر تھوکنے نہیں آ رہا ہوں۔ جب وقت آئے گا تو ایسا تھوکوں گا کہ یہ میرے منہ سے بلغم کی طرح نکل کر موت کے منہ میں چلا جائے گا۔''

ولادی میر راسپوٹین چہارم نے غصے سے کہا ''ابے کتا ہوگا تو.....! تیرا باپ اور تیرے خاندان کے لوگ.....! تو ہے کون؟''

پھر اس نے ارنا کوف سے پوچھا ''اے خبیث بڈھیا! یہ تو نے کسی یار کو پال رکھا ہے؟ کون ہے یہ جو ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اور مجھے چیلنج کرنے کی جرأت کر رہا ہے؟''

اس اجنبی نے ہلکا سا قہقہہ یوں لگایا۔ جیسے طعنہ دے رہا ہو۔ ارنا کوف نے کہا ''ولادی میر! تو اس شخص کو گالی نہ دے۔ یہ گالی تجھے بہت مہنگی پڑے گی۔''

''بکواس نہ کر۔ مجھے اس سے ڈرانے کی کوشش نہ کر۔ بتا کہ یہ ہے کون؟ تیرے جیسی خطرناک عورت اس کی [illegible] کر رہی ہے تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ تو نے اسے [illegible] ہے۔''

''یہ بات نہیں ہے تو نہیں سمجھ سکے گا۔ اس نے مجھے [illegible] ہی مجبور اور بے بس بنا رکھا ہے۔''

وہ ناگواری سے بولا ''تجھ جیسی خطرناک چڑیل کو کیا مجبور اور بے بس بنائے گا یہ میں کبھی یقین نہیں کر سکتا۔ کہا کہ یہ ہے کون؟''

ارنا کوف نے کہا ''کیا تیرے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے؟ کیا تو یہ نہیں دیکھ رہا ہے کہ یہ میرے بیٹے کے دماغ میں آ جاتا ہے۔ یہ کسی وقت بھی اسے ہلاک کر سکتا ہے پھر اس کا کیا بگاڑ لوں گی؟''

پھر وہ اجنبی قہقہہ سنائی دیا۔ وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا ''میں اس کتے کو بھی مجبور اور بے بس بنا سکتا ہوں..... تجھے اچھی طرح جانتی ہے کہ میں اسے ڈھیل کیوں دے رہا ہوں؟''

ارنا کوف نے کہا ''ہاں..... ہاں..... میں جانتی ہوں۔ یہ نہیں جانتا۔ اس بات کو یہیں ختم کرو۔ پلیز..... میرے بیٹے کے دماغ سے چلے جاؤ۔''

وہ بھاری بھرکم آواز سنائی دی ''میں جا رہا ہوں۔ [illegible] منٹ کے بعد آ کر دیکھوں گا۔ اگر یہ شخص موجود رہا تو پھر [illegible] تیرے بیٹے کے دماغ سے نہیں جاؤں گا۔ اسے دیمی [illegible] اذیت دوں گا۔ تو خود کو بہت چالاک سمجھتی ہے، اپنے بیٹے کو [illegible] طرح صحت یاب بنا کر تھوڑا پراسرار علم سکھانا چاہتی ہے [illegible] میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ اس خاندان میں جو بھی پراسرار علم جانتا ہے میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

ارنا کوف نے کہا ''تو مجھے غلط سمجھ رہا ہے۔ میرے بیٹے کے دماغ میں پہنچ کر یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ کسی بھی [illegible] کا علم سیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ میں اسے کچھ نہیں سکھاتا ہوں۔''

''تو پھر تو اپنے سوتیلے بیٹے سے دوستی کر رہی ہے [illegible] سے ساز باز کر کے مجھے نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔''

''میں ایسا کچھ نہیں کر رہی ہوں۔ تو خوامخواہ مجھ پر شک [illegible] رہتا ہے۔ تجھے نمٹنا ہے تو میرے اسی سوتیلے بیٹے سے [illegible] لے۔ ہمارے لیے کیوں مصیبت بنا ہوا ہے؟''

''تو نے ہی کہا تھا کہ میں ابھی ولادی میر کو کوئی [illegible]

نہیں پہنچاؤں۔ اس سے دور ہی رہوں۔ اب بات کیوں بدل رہی ہے؟''

''صرف اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے ایسی بات کر رہی ہوں۔ ورنہ میں یہی چاہتی ہوں کہ جب تک یہ میرے مرحوم شوہر راسپوٹین سوم کا انتقام دشمنوں سے لے رہا ہے۔ اس وقت تک تو اس سے دشمنی نہ کر۔ میں اپنے سوتیلے بیٹے سے کبھی دوستی نہیں کروں گی۔ اس سے کبھی سمجھوتا نہیں کروں گی۔ میں اس بات کی بہت بڑی ضمانت تجھے دے چکی ہوں۔ اب تو مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔''

وہ قائل ہو کر بولا ''میں جا رہا ہوں..... مگر اس کتے کو بھی چلے جانا چاہیے۔''

وہ چلا گیا۔ راسپوٹین چہارم ولادی میر غصے سے اسے گالیاں دینے لگا۔ ارنا کوف نے کہا ''کیوں بکواس کر رہے ہو؟ دشمن خاموش ہے۔ تیری طرف نہیں آ رہا ہے۔ میں نے اسے روک رکھا ہے پھر کیوں اسے بھڑکا رہا ہے؟''

''تو یہ کیا گیم کھیل رہی ہے؟ مجھے اب اس پر غور کرنا ہوگا، تو اتنی مکار ہے کہ اب تک اس بات کو چھپا رکھا تھا۔ اگر میں اچانک اس بیمار کے دماغ میں نہ آتا تو مجھے کبھی پتا نہ چلتا کہ تو نے کس سے یاری کر رکھی ہے؟ جب تک تو مجھے اس کے بارے میں نہیں بتائے گی۔ میں اس بیمار کے دماغ سے نہیں جاؤں گا۔''

ارنا کوف نے کہا ''یہ جو ابھی آیا تھا۔ آواز دن سوم ہے تجھے پتا ہے تیرے دادا پر دادا راسپوٹین اول نے آواز دن سوم کے دادا کو زار روس کے محل میں داخل ہونے نہیں دیا تھا۔ اس کا دادا وہاں بہت اونچا مقام حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن تمہارے دادا راسپوٹین اول کی سازشوں کے باعث اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔''

ولادی میر نے قائل ہو کر کہا ''ہاں..... یہ کم بخت میرے باپ سے بھی انتقام لینے کی کوشش کرتا رہا تھا لیکن ناکام رہا تھا۔ اس کے بعد اچانک ہی کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ یہ مر چکا ہے۔ یہ کم بخت تو شیطان کی اولاد کی طرح زندہ ہے۔''

''میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں۔ سوچا تھا کہ جب تم دشمنوں سے انتقام لے لو گے۔ تب تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں گی کہ یہ کس طرح ہم سب کو رفتہ رفتہ مجبور اور بے بس بنا تا جا رہا ہے۔''

وہ غصے سے بولا ''خبیث بڈھیا! تو مجبور کیوں ہو گئی تھی؟ تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟''

''میں تجھے اپنی مجبوری کیا بتاؤں؟ تجھے تو سن کر شرم بھی نہیں آئے گی کہ میں نے اپنے بیمار بیٹے کے لیے تیری بہن کو اس کے پاس گروی رکھا ہے۔''

وہ غصے سے دھاڑتے ہوئے بولا ''کیا تو نے اپنی بیٹی اور میری سوتیلی بہن تاشا کو اس کے پاس گروی رکھا ہے؟ کیا مطلب ہے؟ کیا اس نے اسے داشتہ بنا رکھا ہے؟''

''میں نہیں جانتی۔ مجھ سے اور کچھ نہ پوچھ۔ فار گاڈ سیک۔ یہاں سے چلا جا۔ ورنہ وہ ابھی آتا ہوگا۔''

''تو نے ایسی چونکا دینے والی شرمناک باتیں بتائی ہیں کہ مجھے جانا ہی ہوگا اور اپنے طور پر تنہائی میں سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا کہ میں اس شیطان کے بچے کے خلاف کس طرح محاذ بنا سکتا ہوں؟''

وہ خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ارنا کوف نے پوچھا ''کیا تو جا چکا ہے؟''

''نہیں! میں اس شیطان کے بارے میں اور تجھ جیسی چڑیل کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔''

''اب سوچنے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟ میں کہہ رہی ہوں کہ وہ آئے گا تو خوامخواہ بات بڑھے گی۔ پلیز یہاں سے چلا جا۔''

''چلا جاؤں گا مگر میری عقل تسلیم نہیں کر رہی ہے کہ تجھ جیسی مکار چڑیل، کسی کے قابو میں آ جائے گی! سچ بتا تو یہ کیا گیم کھیل رہی ہے؟ مجھے اُلو بنا رہی ہے۔ بات کچھ اور ہوگی اور تو مجھے دھوکا دینے کے لیے آواز دن سوم کو پیدا کر رہی ہے۔ میرے ایک اندازے کے مطابق وہ کہیں مرکھپ چکا ہے۔''

وہ بولی ''کم بخت! وہ آواز دن میرے حواس پر چھایا ہوا ہے میرے بیٹے کے اندر چلا آتا ہے۔ میری بیٹی کو اس نے یرغمال بنا کر رکھا ہوا ہے۔ اس پر بھی تو کہتا ہے کہ میں کوئی [illegible] کھا رہی ہوں۔ تو چل یہی سہی مگر فار گاڈ سیک..... میرے بیٹے کے اندر سے چلا جا۔''

''ٹھیک ہے۔ جا رہا ہوں۔ میں غور کروں گا۔ تو اس قسم کے ڈرامے میرے باپ کی زندگی میں بھی لیے کرتی رہی ہے۔ اب بھی ایسا ہی کر رہی ہے۔ میں سمجھنے کی کوشش کروں گا۔''

ولادی میر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اب اس کی زندگی میں ایک نئی مصیبت کا اضافہ ہو گیا تھا۔ پہلے وہ سمجھتا تھا کہ صرف سوتیلی ماں اور سوتیلی بہن سے ہی نمٹنا ہے پھر اس نے عدنان اور انا میریا سے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور اب اس پر عمل کر رہا تھا۔

اس کے بعد پتا چلا کہ ایک اور سوتیلی بہن انابیلا پراسرار علوم سیکھنے کے بعد اس دنیا کے کسی حصے میں پہنچی ہوئی ہے اور شاید کبھی اس سے ٹکرانے والی ہے۔

وہ انابیلا کے بارے میں معلومات حاصل کررہا تھا۔ ایسے میں یہ بری خبر ملی کہ ایک اور نیا دشمن آواز دن پیدا ہوگیا ہے۔ یہ دنیا دوستی سے قائل رہتی ہے۔ دشمنی کی جائے تو ایک دشمنی کے بعد دوسری دشمنی جنم لیتی ہے۔ یہ ایسی دلدل ہے کہ نکلتے نکلتے انسان اس میں دھنستا چلا جاتا ہے۔

☆☆☆

انیتا ایک فلائٹ کے ذریعے دہلی سے ممبئی پہنچ گئی تھی اور اب اسے اس فلائٹ کا انتظار تھا جو امریکا سے آرہی تھی اور جس میں اس کا ایک نیا مہمان مہادیو بھائیہ (ٹونی جے) آرہا تھا۔

چنڈال جوگیا کی مصروفیات تین طرفہ تھیں۔ ایک طرف تو وہ اندرا کوٹھانی کی نگرانی کررہا تھا جو شملہ پہنچا ہوا تھا اور ابھی عیش وعشرت میں زندگی گزار رہا تھا۔ اس سے بہت سے کام لینے تھے لیکن چنڈال کو ابھی ٹونی جے کی آمد کا انتظار تھا۔

دوسری طرف وہ ٹونی جے کی طرف دھیان دے رہا تھا۔ اس وقت وہ ایک طیارے میں سفر کررہا تھا اور چند گھنٹے بعد ممبئی پہنچنے والا تھا۔ تیسری طرف انیتا کی طرف دھیان دینا ضروری تھا۔ کیونکہ وہ ممبئی پہنچی ہوئی تھی اور وہاں فرمان موجود تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بیٹی پھر اس سے ٹکرا جائے اور اس سے متاثر ہوجائے۔

اسے امید تو نہیں تھی کہ ایسا ہوگا، لیکن اندیشے جنم لیتے ہی رہتے ہیں۔ اتفاقاً ایسا ہوسکتا تھا۔

ٹونی جے طیارے میں سفر کررہا تھا۔ اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہوسکتا تھا۔ کوئی دشمن بھی اسے ٹکرا سکتا تھا۔ اسی لیے وہ اس کے دماغ میں بار بار جارہا تھا۔ ٹیلی پیتھی بہت بڑا ہتھیار ہے۔ اس کے ذریعے ناممکن کو بھی ممکن بنادیا جاتا ہے لیکن بعض اوقات جو بات ممکن ہوتی ہے۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

اس وقت بھی چنڈال یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ ٹونی جے کے آس پاس اور انیتا کے آس پاس تقدیر کیا کھیل کھیل رہی ہے؟ مقدر کے کھیل سب کی سمجھ میں نہیں آتے۔ اگر آجاتے تو انسان تقدیر سے پہلے ہی اپنی بازی جیت لیا کرتا۔

جس طیارے میں ٹونی جے سفر کررہا تھا۔ اسی طیارے میں ایک نوجوان عورت بھی سفر کررہی تھی۔ اس کا نام ارچنا تھا۔ وہ اور ٹونی ایک دوسرے سے دور بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے کو نہ تو جانتے تھے اور نہ ہی ایسے آثار تھے کہ ایک جان سکیں گے۔

ارچنا کے پاس ایک زرد رنگ کا بیگ تھا۔ اس بیگ کی خاصیت یہ تھی کہ اس کے درمیانی حصے میں ایک ایسی جگہ بنی ہوئی تھی۔ جس کے اندر اسمگل کی جانے والی کوئی بھی چیز چھپا کر رکھی جاسکتی تھی۔ اس بیگ میں اوپر نیچے ارچنا کی ضرورت کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان چھوٹے چھوٹے ہیرے چھپا کر رکھے گئے تھے۔

وہ ان ہیروں کو دیکھ رہی تھی اور پریشان ہورہی تھی۔ بیش قیمت ہیرے جن کی مالیت تقریباً تین کروڑ روپے تھی۔ اس بیگ میں کہاں سے آگئے.....؟ کیسے آگئے.....؟

وہ ہیرے امریکا سے واپسی پر اسے کروڑ پتی مالکن نے دیے تھے۔ انہیں اس بیگ میں کس نے پہنچایا؟

ارچنا کی ذہنی حالت ایسی تھی کہ وہ ان ہیروں کے بارے میں کچھ بھی جانتی تھی اور کچھ نہیں جانتی تھی۔ ایک شخص سے اس کی ملاقات کالیا اسرانی سے ہوئی تھی۔ کالیا اسرانی چنڈال جوگیا کا ماہر تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے ذہنی مریضوں کا علاج کیا کرتا تھا۔

ارچنا ان دنوں دماغی الجھنوں میں تھی۔ اس کی شادی ایک ایسے شخص سے ہوئی تھی۔ جسے وہ اچھا کھانے کمانے والا سمجھتی تھی۔ شادی کے بعد پتا چلا کہ اس کا کوئی مستقل روزگار نہیں ہے اور وہ مکمل طور پر ازدواجی زندگی گزارنے کے قابل نہیں ہے۔ دونوں میاں بیوی میں لڑائی جھگڑے شروع ہوئے۔ دو ماہ کے اندر ہی طلاق ہوگئی۔ اس واقعہ کا اس پر برا اثر ہوا۔ ایک تو یہ کہ شادی ناکام ہوئی تھی اور دوسری بات یہ کہ طلاق کے بعد وہ مالی مشکلات میں مبتلا ہوگئی تھی۔ ماں موجود تھی اس لیے میکے میں بھی اسے پناہ نہیں مل رہی تھی۔ ایک تقریب میں کالیا اسرانی نے اسے دیکھ کر کہا "میں بڑی دیر سے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تم ذہنی الجھنوں میں گرفتار ہو۔"

اس نے چونک کر اسے دیکھا پھر کہا "کیا تم چھو کر علاج لیتے ہو؟"

"ہاں..... چہروں اور آنکھوں کو پڑھ لیتا ہوں۔ نفسیات ہوں۔ کسی کی ذہنی الجھنوں کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ کیا میں تمہارے لیے کچھ کرسکتا ہوں؟ میرا نام کالیا اسرانی ہے۔"

"میں نے تمہارا بہت نام سنا ہے۔ بڑی بڑی کاروباری والے تمہارے پاس علاج کے لیے آتے ہیں۔ میں تو تمہاری فیس ادا نہ کرسکوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں تمہاری ذہنی الجھنیں دور کردوں اور تم اس قابل ہوسکو کہ اچھی خاصی دولت کما سکو۔ تو میری فیس ادا کردینا۔"

وہ شوخ انداز میں ہنستے ہوئے بولی "میں اور دولت..... نہیں میں بہت بدنصیب ہوں۔ دولت تو نصیب والوں کو ملتی ہے۔"

"نصیب بنانے سے بن جاتے ہیں۔ تم میرے بنگلے میں آؤ میں تمہارا نفسیاتی تجزیہ کروں گا۔ اس کے بعد تم دیکھو گی کہ کس طرح تمہارے حالات بدلتے ہیں۔"

وہ دوسرے دن اس کے بنگلے میں گئی۔ اس نے کئی طرح کے سوالات کیے پھر اس سے کہا "تم آرام سے بیڈ پر لیٹ جاؤ۔ میں ایک مختصر سا عمل کروں گا۔ تم دیکھو گی کہ کس طرح تمہاری ذہنی پریشانی دور ہوجائے گی۔"

وہ اس کی ہدایت کے مطابق ایک بیڈ پر آکر چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ اس کی ہدایت کے مطابق اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا "اسی طرح مجھے دیکھتی رہو۔ اپنا دھیان صرف میری آنکھوں پر اور میری آواز پر رکھو۔"

وہ اس کی ہدایت پر عمل کرتی رہی۔ صرف اس کی طرف توجہ دیتی رہی پھر اسے محسوس ہوا کہ جیسے اس کی آواز اور لہجہ اسے متاثر کررہا ہے۔ اس کے دل میں اتر رہا ہے اور وہ اس کی بڑی بڑی پرکشش آنکھوں میں ڈوبتی جارہی ہے پھر آہستہ آہستہ وہ ہوش وحواس سے بیگانی ہوگئی۔ اسے صرف اس کی آنکھیں ہی دکھائی دیتی رہیں اور اس کی آواز سنائی دیتی رہی۔ اس کے آس پاس کے نظارے گم ہوگئے تھے۔ صرف اس کی آنکھیں ہی باقی تھیں۔

وہ اپنے آپ کو بھول گئی۔ اس نے اس پر عمل کیا کہ وہ اس کی معمولہ اور تابعدار ہے اور آئندہ اس کے احکامات کی تعمیل کیا کرے گی۔ اپنے پتی سے طلاق لینے کے بعد اسے یکے میں بھی صحیح طرح پناہ نہیں مل رہی تھی۔ اس نے اسے حکم دیا کہ وہ اس کے پاس آکر رہا کرے گی اور اس کے ساتھ ایک فلیٹ کے اندر نیویارک جائے گی۔

تنویمی عمل کے بعد وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بن گئی۔ اس کے پاس آکر رہنے لگی۔ اسی کے ساتھ وہ نیویارک گئی تھی۔ اس نے اسے ایک زرد رنگ کا بیگ دیا تھا۔ اس میں ہیروئن کے پیکٹ چھپائے گئے تھے۔ یہاں کسٹم کا ایک آفیسر بھی اس کا معمول اور تابعدار تھا۔ وہ ہیروئن کے پیکٹس بڑی آسانی سے لے گیا۔ اس کے ساتھ دھندا کرنے والا ایک ساتھی نیویارک میں رہتا تھا۔ اس نے وہاں ایک کسٹم آفیسر سے معاملات طے کرلیے تھے۔ انڈیا سے امریکا تک وہ قانونی گرفت میں نہیں آیا۔ وہاں اچھی خاصی آمدنی ہوئی۔ اس نے تین کروڑ کے ہیرے خریدے پھر انہیں اس کے زرد رنگ کے بیگ میں رکھتے ہوئے بولا "میں تم سے دو دن پہلے انڈیا جارہا ہوں۔ تمہاری سیٹ دو دن بعد والی فلائٹ میں ریزرو ہوچکی ہے۔ تم یہاں ہوٹل کے کمرے میں رہ کر خوب عیش کرو۔ گھومتی پھرتی رہو۔ جب انڈیا آؤ گی تو میں وہاں اپنے تابعدار کسٹم آفیسر کے ذریعے راستہ ہموار کروں گا۔ اس کامیابی کے بعد تمہارے لیے دولت کمانے کے راستے کھل جائیں گے۔"

وہ اس سے دو دن پہلے انڈیا واپس آگیا۔ اس کے تنویمی عمل کا اثر دس یا بارہ دنوں تک رہتا تھا۔ واپسی میں اسے یاد آیا کہ ارچنا پر تنویمی عمل کیے ہوئے نو دن ہوچکے ہیں۔ اب مزید تین دنوں کے اندر اسے انڈیا واپس آجانا چاہیے۔ ورنہ وہ اس کے سحر سے نکلے گی تو کوئی گڑبڑ ضرور کرے گی۔ اس کی تابعدار نہیں رہے گی۔ اپنی من مانی کرتی رہے گی اور تین کروڑ کے ہیرے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔

ویسے وہ زیادہ فکرمند نہ تھا۔ جس فلائٹ میں اس کے لیے سیٹ او کے کروائی تھی وہ بارہویں دن انڈیا پہنچنے والی تھی اور اس وقت تک وہ اس کے زیر اثر رہنے والی تھی۔

ایسے ہی موقع پر انسان کو سیکھنا چاہیے کہ وہ سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔ تدبیر کچھ کرتا ہے اور تقدیر کچھ کرتی ہے۔ جس فلائٹ سے وہ روانہ ہونے والی تھی۔ وہ کسی ٹیکنیکل خرابی کے باعث چھ گھنٹے لیٹ ہوگئی۔ وہ طیارہ سفر کے دوران میں لندن اور پھر جدہ میں رکنے والا تھا۔ اس طرح بارہ گھنٹے کا سفر تھا۔

جب کالیا اسرانی کو پتہ چلا کہ فلائٹ چھ گھنٹے لیٹ ہے تو وہ پریشان ہوگیا۔ اس کا تجربہ کہہ رہا تھا کہ وہ انڈیا پہنچنے سے پہلے اس کے تنویمی اثر سے نکل جائے گی۔ وہ کئی گھنٹے پہلے ممبئی ائرپورٹ کی وزیٹرز لابی میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ بے چینی سے ارچنا کی آمد کا انتظار کررہا تھا۔

اس نے کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کی تھیں۔ سوچ رہا تھا کہ ارچنا اس کے قابو سے باہر ہوگی۔ اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرے گی اور وہ زرد بیگ اس کے حوالے نہیں کرے گی تو وہ اسے جبراً اپنے ساتھ لے جائے گا اور اس کام کے لیے اس نے انجکشن کی چھوٹی سی سرنج اپنی جیب میں رکھی تھی۔ اس انجکشن کے ذریعے وہ چشم زدن میں اسے بے ہوش کرسکتا تھا۔

جب طیارے نے جدہ سے پرواز کی تو انڈیا پہنچنے کے

لیے دو گھنٹے رہ گئے تھے۔ وہ سفر کے دوران رفتہ رفتہ تنویمی عمل سے نکل رہی تھی۔ ان دو گھنٹوں سے پہلے ہی اس نے نجات حاصل کرلی۔ اسے یاد آنے لگا کہ کس طرح اس نے کالیا اسرانی سے ملاقات کی تھی اور کس طرح اس نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور پھر وہ اس کے ساتھ نیویارک گئی تھی۔ نیویارک جانے اور آنے کے دوران میں کروڑوں روپے کا دھندا ہوتا رہا تھا اور کالیا اسرانی اسی کے کاندھوں پر سوار ہوکر یہ دھندا کررہا تھا۔ کروڑوں روپے کمارہا تھا۔

ارچنا نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اسمگلنگ جیسی واردات میں ملوث ہوگی۔ وہ دولت کمانے کی خاطر ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی لیکن سحرزدہ ہوکر یہ سب کچھ کرتی رہی تھی۔

اسے یہ سوچ کر غصہ آنے لگا کہ کالیا اسرانی اسے خطرات سے دوچار کررہا تھا۔ وہ اپنی تدبیر سے اور ارچنا اپنی تقدیر سے بچ گئی تھی اور اب کامیابی سے واپس آرہی تھی۔ صرف ممبئی ائرپورٹ کے کسٹم والوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا تھی اور اسے یقین تھا کہ کالیا اسرانی وہاں بھی معقول انتظام کرچکا ہوگا اور وہاں کوئی اسے روکنے والا نہیں ہوگا۔

وہ غصے سے سوچ رہی تھی کہ اس سے فریب کیا گیا ہے۔ اسے تنویمی عمل کے ذریعے آلہ کار بنا کر اتنی بڑی واردات کروائی گئی ہے۔ جب وہ اتنی بڑی واردات کرچکی ہے۔ تو اب وہ ان ہیروں سے تین کروڑ خود کمائے گی۔ اسرانی کے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی جانے نہیں دے گی۔

وہ طیارہ ممبئی ائرپورٹ کے رن وے پر اتر گیا۔ مسافر اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنا دستی سامان سنبھالنے لگے۔ ٹونی جے اس طیارے سے اترنے والا پہلا مسافر تھا۔ ارچنا اپنی سیٹ پر بیٹھی رہ گئی۔ وہ تیزی سے سوچ رہی تھی کہ اسے ائرپورٹ کی عمارت میں پہنچ کر کیا کرنا ہے؟ کس طرح کالیا اسرانی کو ڈاج دے کر وہاں سے نکلنا ہے؟

ٹونی جے امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر کسٹم والوں سے نمٹ کر باہر آیا تو وہاں وزیٹر لابی میں انیتا کھڑی ہوئی تھی۔ چنڈال دونوں کے دماغوں میں آرہا تھا اور جارہا تھا۔ اس نے انیتا سے کہا ''وہ جوڈارک بلیو سوٹ میں ہے اور جس کی نکلائی سرخ اور گولڈن ہے۔ وہی مہادیو بھائیا ہے۔''

وہ ایک طرف کھڑا دور تک نظریں دوڑا رہا تھا۔ انیتا اس کے پاس آکر مسکراتے ہوئے بولی ''ہائے مسٹر بھائیا! جسے تم ڈھونڈ رہے ہو۔ وہ میں ہوں۔''

ٹونی جے نے مسکراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا پھر کہا ''میں مہادیو بھائیا ہوں۔ تم سے مل کر خوشی ہورہی ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟''

وہ اپنا نام بتانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی اس کے اندر سے آواز نکلی ''میرا نام شمر سلطانہ ہے۔''

چنڈال چونک گیا۔ انیتا پریشان ہوگئی۔ اس کے اندر سے شمر سلطانہ نے ضد کی تھی۔ اچانک ہی بول پڑی تھی۔ ٹونی جے نے کہا ''لیکن مجھے تو بتایا گیا ہے کہ تمہارا نام انیتا ہے۔''

وہ جلدی سے بولی ''ہاں..... ہاں۔ میرا نام انیتا ہے بس وہ زبان سے دوسرا نام نکل گیا۔''

چنڈال نے اس کے دماغ میں کہا ''بھانٹیا! یہ درست کہہ رہی ہے۔ اس کا نام انیتا ہے یہ میری بیٹی ہے۔ کبھی کبھی اس کی ذہنی رو بھٹک جاتی ہے۔ تو اپنے آپ کو شمر سلطانہ کہہ دیتی ہے۔''

انیتا کے اندر شمر سلطانہ نے غصے سے کہا ''مجھے کیوں روکا جاتا ہے؟ مجھے کہنے دو۔ میری اپنی ایک پرسنالٹی ہے۔ یہ جسم دماغ میرا ہے۔''

انیتا نے کہا ''بکواس مت کرو۔ اب تمہارے اندر میری آتما ہے اور آتما ہی سب کچھ ہوتی ہے اور اس کے ساتھ تمہارا دماغ لے کر آئی ہوں۔ جو تمہارے دماغ پر حاوی ہوتا رہے گا۔''

چنڈال نے کہا ''بیٹی! تم بھانٹیا سے باتیں کرو۔ میں اس شمر سلطانہ کو اب بولنے نہیں دوں گا۔''

وہ مسکراتے ہوئے ٹونی جے سے بولی ''مجھے افسوس ہے۔ میں نے آتے ہی آپ کو الجھا دیا۔''

وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولا ''کوئی بات نہیں تم بہت خوب صورت ہو۔ میں راستے میں سوچتا رہا کہ جوڑی میرا استقبال کرنے آئے گی۔ وہ کیسی ہوگی؟ میں تصور میں تمہیں دیکھ رہا تھا۔''

وہ بولی ''تصور میں ہر چیز خوب صورت دکھائی دیتی ہے سامنے آئے تو مایوسی ہوتی ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم میرے تصور سے بھی زیادہ خوب صورت اسمارٹ اور پرکشش ہو۔''

وہ اپنی تعریفیں سن کر خوش ہورہی تھی۔ ایک ادائے ناز سے بل کھا رہی تھی پھر بولی ''ہمیں چلنا چاہیے۔''

وہ بولا ''مجھے جہاز میں پانی پی لینا چاہیے تھا۔ حلق سوکھ رہا ہے۔ کیوں نہ ہم کولڈ ڈرنک پی لیں پھر یہاں سے چلیں۔''

وہ بولی ''ہاں۔ ضرور آؤ ہم وہاں ریسٹورنٹ میں چلتے ہیں۔''

وہ دونوں وہاں سے چلتے ہوئے ایک ریسٹورنٹ میں آئے۔ ایک میز کے اطراف آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ اس نے پوچھا ''کیا پیو گی؟''

''جو تم پیو گے۔''

''کیا میری پسند کو اپنی پسند بناؤ گی؟''

''ہاں۔ اگر تم بھی میری پسند کو اپنی پسند بنالیا کرو تو..... سمجھ رہے ہو ناں؟''

''ہاں۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ بائی دا وے میں اورنج جوس پینا چاہوں گا۔''

''میرے لیے بھی یہی منگوالو۔ اگر مائنڈ نہ کرو تو میں جوس کے آنے تک واش روم سے ہوکر آتی ہوں۔''

''ہاں۔ ہاں ضرور تمہیں جانا چاہیے۔ تم سے ملنے کے بعد تمہارا انتظار کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔''

وہ ہنستے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی پھر واش کی طرف جانے لگی۔ چنڈال بیٹی کے دماغ میں تھا۔ اس نے پوچھا ''تم کتنی دیر میں آؤ گی؟''

''اوہ پتاجی! آپ میرے دماغ میں کیوں ہو؟ آپ کو تو اس کے پاس ہونا چاہیے۔ اب میں کیا بتاؤں مجھے کتنی دیر لگے گی؟ پلیز آپ جائیں مجھے پندرہ بیس منٹ لگ جائیں گے۔''

چنڈال اپنے تابعدار بھانٹیا کے پاس آیا۔ اس سے باتیں کرنے لگا۔ وہ واش روم میں آگئی۔ وہاں حاجت روائی کے لیے چھوٹے چھوٹے کیبن بنے ہوئے تھے۔ کیبن کے اندر چھوٹی سی دیوار کھڑی ہوئی تھی۔ تاکہ ایک دوسرے سے پردہ رہے۔ انیتا نے اندر آکر دروازے کو بند کیا پھر اپنا پرس درمیانی دیوار کے اوپر رکھ دیا۔

وہ دس منٹ تک مصروف رہی۔ اس نے لباس درست کرتے ہوئے جب سر گھما کر دیکھا تو اس درمیانی دیوار پر اس کا پرس نہیں تھا۔ ایک زرد رنگ کا بیگ رکھا ہوا تھا۔ وہ اس بیگ کو اٹھا کر کیبن سے باہر آئی۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو واش روم میں کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی واش روم سے باہر آئی پھر دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ کچھ فاصلے پر کالیا اسرانی کھڑا ہوا تھا۔ وہ ارچنا کو تلاش کررہا تھا۔ انیتا کے ہاتھ میں زرد رنگ کا بیگ دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس نے تیزی سے قریب جاکر پوچھا ''ہیلو..... یہ بیگ آپ کا ہے؟''

وہ بولی ''نہیں۔ میں وہاں واش روم میں تھی تو میرا پرس کوئی عورت لے گئی ہے اور یہ بیگ چھوڑ گئی ہے۔''

وہ بولا ''لفینا آپ اپنا پرس تلاش کررہی ہوں گی۔''

''ظاہر ہے میرے پرس میں ضروری چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔''

''آپ میرے ساتھ آئیں۔ وہ عورت لفینا پارکنگ ایریا یا ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف گئی ہوگی۔''

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی ریسٹورنٹ سے باہر آئی۔ قریب ہی ایک خوب صورت سی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے شیشے ٹکرڈ تھے۔ اندر بیٹھے ہوئے افراد دکھائی نہیں دیتے تھے۔ کالیا اسرانی نے کہا ''وہ لفینا اسی گاڑی کے اندر ہے۔ آؤ چل کر دیکھتے ہیں۔''

وہ تیزی سے اس کے ساتھ چلتے ہوئے اس کار کے قریب آئی۔ دروازے کے قریب پہنچی۔ کالیا نے اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر سرنج کی سوئی چبھودی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ بے ہوش ہوکر اس کی بانہوں میں آگئی۔ اس نے جلدی سے پچھلا دروازہ کھول کر اسے اندر لٹایا پھر دروازے کو بند کردیا۔ کار کے باہر کھڑے رہ کر دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ ائرپورٹ کی عمارت کے اندر بھی وہ بڑی دیر تک ارچنا کو تلاش کرتا رہا تھا۔ وہ نظر نہیں آرہی تھی۔

اس کا خیال تھا کہ ارچنا نے انیتا کا پرس لے کر اپنا بیگ اس کے حوالے کیا ہے۔ تین کروڑ کے ہیرے وہ بھی اس کے حوالے نہیں کرے گی۔ یہ دونوں ایک دوسرے کو جانتی ہوں گی۔

کالیا کی عقل کہہ رہی تھی کہ انیتا ارچنا سے ملی ہوئی ہے اور انجان بنی ہوئی ہے۔ ارچنا کسی دوسری جگہ انیتا سے مل کر یہ بیگ لینے والی ہے پھر دونوں میں حصے داری ہوگی۔

چنڈال نے ٹونی جے سے کہا ''بیس منٹ ہوچکے ہیں۔ انیتا ابھی تک واپس نہیں آئی ہے۔''

وہ بولا ''کسی وجہ سے دیر ہوسکتی ہے۔ اگر اس کے لیے پریشان ہو تو اس کے اندر جاکر معلوم کرو۔''

''وہ میری بیٹی ہے۔ واش روم میں گئی ہے۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جاسکتا۔''

''اگر تم اجازت دو تو میں اس کے اندر جاکر معلوم کروں؟''

''میں نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہوا ہے۔ تم نہیں جاسکو گے۔''

''تمہارے دماغ میں رہ کر تو جاسکتا ہوں۔''

''بات تو وہی ہوگی۔ جب میں تمہیں انیتا کے دماغ میں پہنچانے کے لیے اس کے اندر جاؤں گا تو پھر میں ہی کیوں نہ

چلا جاؤں؟ میں دس منٹ اور انتظار کر لیتا ہوں۔''

کالیا اسرانی اپنی کار کے پاس کھڑا چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ارچنا وہ ہیرے حاصل کرنے کے لیے انیتا کے پاس ضرور آئے گی اور جب وہ دیکھے گی کہ اسرانی اس کی دوست کو گرفت میں لے چکا ہے اور اسے قیدی بنا کر لے جا رہا ہے۔ تو وہ ضرور ادھر آئے گی لیکن اتنی دیر انتظار کرنے کے باوجود وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ایک نظر انیتا پر ڈالی اور سوچنے لگا کہ کیا بیگ کو یہیں کھول کر دیکھا جائے؟

اس بیگ کے اندر کافی سامان بھرا ہوا تھا۔ ان سب کو اٹھنے کے بعد ہی وہ نہ دکھائی دیتی جس کے اندر ہیرے چھپے ہوئے تھے۔ ایک پولیس انسپکٹر اس کار کے نزدیک ہی کھڑا ہوا تھا۔ اسرانی نے کوئی خطرہ مول لینا مناسب نہ سمجھا۔ سوچا کہ جب بیگ ہاتھ لگ ہی گیا ہے تو وہ اسے گھر لے جا کر دیکھے گا۔

وہ کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے جانے لگا۔ ٹونی جے ریسٹورنٹ میں بیٹھا ارنج جوس پی رہا تھا۔ چنڈال نے دس منٹ کے بعد خیال خوانی کے ذریعے انیتا کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو پریشان ہو گیا۔ پتا چلا کہ وہ بے ہوش پڑی ہوئی ہے اور اس کے بے حس دماغ سے یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ اور اچانک بے ہوش کیسے ہو گئی ہے؟

اس نے ٹونی جے کے پاس آ کر کہا ''غضب ہو گیا۔ میری بیٹی بے ہوش ہو گئی ہے۔ تم واش روم میں جا کر دیکھو۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا واش روم میں آیا۔ دروازہ کھول کر اندر جانا چاہتا تھا کہ ایک عورت نے وہاں سے نکلتے ہوئے اسے گھور کر دیکھا پھر بولی ''یہاں کہاں آ رہے ہو؟ دیکھتے نہیں یہ لیڈیز کے لیے ہے؟''

ٹونی جے نے اس عورت کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق واپس واش روم کے اندر چلی گئی۔ وہ اس عورت کے ذریعے واش روم کے اندر انیتا کو تلاش کرتا رہا۔ پتا چلا کہ وہ وہاں نہیں ہے پھر وہ وہاں سے چلتا ہوا عمارت کے باہر آیا۔ پریشان ہو کر بولا ''مسٹر چنڈال! تمہاری بیٹی کہیں دکھائی نہیں دے رہی ہے۔''

وہ بھی پریشان ہو کر بولا ''اے بھگوان! یہ کیا ہو گیا ہے؟ جس کا ڈر تھا وہی ہو رہا ہے۔ کہیں وہ فرمان کا بچہ اسے اپنے ساتھ نہ لے گیا ہو۔''

وہ یہ بات ٹونی جے سے نہیں کر سکتا تھا کہ اس کی بیٹی پہلے فرمان کے ساتھ رہ چکی ہے۔ پہلے وہ چہرے اور جسمانی طور پر کوئی اور تھی اور اب کوئی اور ہے۔ اس کے اندر سے ثمر سلطانہ نے درست کہا تھا کہ وہ انیتا نہیں ہے۔ ثمر سلطانہ ہے۔

ٹونی جے نے کہا ''مسٹر چنڈال! تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ وہ جب بھی ہوش میں آئے گی تو تم اس کے اندر جا کر بہت کچھ معلوم کر سکو گے۔''

''کیا خاک معلوم کروں گا۔ جس نے بھی اسے بے ہوش کیا ہے۔ وہ نادان نہیں ہو گا۔ اس نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی بے ہوش کیا ہو گا۔ شاید وہ جانتا ہو گا کہ اس اندر ٹیلی پیتھی جاننے والے آتے جاتے رہتے ہیں۔ وہ اسے ہم سے دور رکھنے کے لیے نہ جانے کتنے دنوں تک اسے غافل رکھے گا۔ ہو سکتا ہے اسے کوما میں لے جائے پھر ہم انتظار کرتے ہی جائیں گے۔''

ٹونی جے اندر جا کر ٹرالی میں اپنا سامان لے آیا پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ڈرائیور سے بولا ''میں یہ شہر گھومنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے گھماتے رہو۔ میں تمہیں تمہاری توقع سے زیادہ رقم دوں گا۔''

اس نے ایک ہزار کا نوٹ اسے دیا۔ وہ خوش ہو گیا۔ ٹیکسی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اسے ممبئی کی سیر کرانے لگا۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا ''میں اسی طرح گھومتا پھرتا باہر دیکھتا رہوں گا۔ شاید کہیں انیتا نظر آ جائے۔ جب میں تھک جاؤں گا تو کسی ہوٹل میں آرام کر لوں گا۔ تم بھی اسے تلاش کرو۔''

وہ اپنی بیٹی کو مسلسل تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ بار بار اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ دن کا وقت تھا۔ وہ چاروں آرمی افسران دی اسکرین پر اسے ہر وقت دیکھتے رہتے تھے۔ وہ ذرا دیر خاموش رہتا تو اس سے پوچھتے تھے کہ کیا وہ خیال خوانی کر رہا ہے۔ کہاں پہنچ رہا ہے؟ کیا کر رہا ہے؟ کس سے باتیں کر رہا ہے؟

اس سے طرح طرح کے سوالات کیے جاتے تھے وہ پریشان ہو کر جھنجلاتا تھا۔ سوچتا تھا کہ اب جلد سے جلد ان لوگوں سے نجات حاصل کر لینی چاہیے۔

اس وقت بھی وہ چاروں افسران اس کے بنگلے میں آ گئے تھے اور اس کے پاس بیٹھ کر اس سے باتیں کر رہے تھے۔ اہم معاملات پر گفتگو ہونے لگی کہ اب وہ کئی گھنٹوں تک اپنی بیٹی کے پاس نہیں جا سکتا تھا اور نہ ہی ٹونی جے سے باتیں کر سکتا تھا۔ ویسے اس نے ٹونی جے کو سمجھا دیا تھا کہ جب وہ اس کے پاس نہ آئے تو وہ اس کے دماغ میں آ جایا کرے۔ اس طرح اسے پتا چلے گا کہ وہ کس طرح آرمی افسران کے اندر پھنسا ہوا ہے اور ایسے حالات میں وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟

بہر حال ٹونی جے ٹیکسی میں بیٹھا انیتا کو ڈھونڈتا ہوا اس شہر میں گھوم رہا تھا۔ دوسری طرف چنڈال آرمی افسران کے درمیان پھنسا ہوا تھا اور ابھی وہ کئی گھنٹوں تک انیتا کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ ادھر کالیا اسرانی اپنے بنگلے میں پہنچنے کے بعد اپنے ملازموں سے بولا ''میری گاڑی میں ایک مریضہ بے ہوش پڑی ہے۔ اسے اٹھا کر میرے کمرے میں پہنچا دو۔''

وہ زرد رنگ کا بیگ اٹھا کر اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔ دروازے کو اندر سے بند کر کے بیگ کو کھول کر اس کا تمام سامان الٹ کر اس حصے میں پہنچا جہاں وہ ہیرے چھپائے گئے تھے۔ اس نے اس حصے کو کھول کر دیکھا تو وہاں سونے کے کچھ زیورات رکھے ہوئے تھے۔ ارچنا اپنے زیورات وہاں چھوڑ کر تمام ہیرے سمیٹ کر لے گئی تھی۔

وہ ایک دم سے جھنجلا گیا۔ ارچنا کو گالیاں دینے لگا۔ دیوار پر گھونسے مارنے لگا۔ فرش پر پاؤں پٹختا ہوا ادھر سے ادھر جانے لگا۔ اپنے آپ کو سمجھانے لگا کہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ وہ عورت اسے دھوکا دے کر کہیں نہیں جا سکتی۔ وہ اسی شہر میں ہو گی۔ ہیرے جواہرات اتنی آسانی سے فروخت نہیں کیے جاتے۔ اس کے لیے خاصا وقت لگتا ہے۔ وہ انہیں فروخت کر کے ہی اس شہر سے کسی دوسری جگہ جا سکے گی۔ ورنہ ہیرے اپنے پاس رکھے گی تو ہمیشہ اندیشوں میں مبتلا رہے گی کہ پولیس اور اخلاقی جنس والے اسے گرفتار کر سکتے ہیں۔ چور ڈاکو آ سکتے ہیں اور کالیا سے تو اور زیادہ محتاط رہے گی۔ اس لیے بہت سوچ سمجھ کر ہیروں کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہی اس شہر سے جا سکے گی۔

کالیا کے دماغ میں یہ بات آئی کہ وہ جس لڑکی کو بے ہوش کر کے یہاں لے آیا ہے۔ اس کے ہوش میں آنے کے بعد ارچنا کا کچھ پتا چل سکے۔ ویسے امید تو نہیں تھی۔ وہ زرد رنگ کا خالی بیگ کہہ رہا تھا کہ ارچنا اس لڑکی کو بھی دھوکا دے کر اپنے ہیرے اس کے پرس میں رکھ کر لے گئی ہے۔

وہ دروازہ کھول کر بیڈ روم سے باہر آیا۔ اس بنگلے میں اس کا ایک خاص کمرا تھا۔ جہاں وہ ذہنی مریضوں پر تنویمی عمل کیا کرتا تھا۔ اس کمرے کے ایک بیڈ پر انیتا کو لٹایا گیا تھا۔ اس نے وہاں آ کر ملازموں کو باہر جانے کا حکم دیا۔ وہ چلے گئے اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر قریب آ کر انیتا کو دیکھا۔ پہلی بار تنہائی میں توجہ سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ بے حد حسین اور پرکشش ہے۔ وہ ارچنا کو تو نہیں ڈھونڈ ہی لے گا۔ اس سے ہیرے بھی چھین لے گا لیکن آئندہ اس لڑکی کو استعمال کرے گا۔ اس کے ذریعے یہاں سے نفسیات اسمگل

ذاتی ہپناٹزم
مصنف: ڈاکٹر اے ایم ہچنس ایم ڈی
کتاب میں شامل چند عنوانات
اپنے آپ کو ہپناٹائز کر کے اپنی کمزوریاں اور خرابیاں دور کریں
• ہپناٹیزم کی تاریخ
• ہپناٹک نیند پیدا کرنے کے طریقے
• ظہورات ہپناٹیزم
• مشورات
• ہپناٹیزم کی مختلف تھیوریاں
• ذاتی مشورات
• طبی علاج
قیمت:-/25 روپے
ڈاک خرچ:-/23 روپے
کتابیات پبلی کیشنز کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
سول ڈسٹری بیوٹرز رحمان بک ہاؤس اردو بازار کراچی فون: 021-7766751

کرے گا اور وہاں سے ہیرے لایا کرے گا۔ اس پر ایسا مستحکم تنویمی عمل کرے گا کہ یہ اسے کبھی دھوکا نہیں دے سکے گی۔

وہ اسے توجہ سے دلچسپی سے اور بڑی لگن سے دیکھ رہا تھا اور آئندہ کے لیے منصوبے بنا رہا تھا پھر وہ کسمسانے لگی۔ ہوش میں آنے لگی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پہلے اسے کمرے کی چھت نظر آئی پھر اس نے دیدے گھما کر دیکھا تو کالیا اسرانی دکھائی دیا۔ اسے دیکھتے ہی یاد آیا کہ وہ ائرپورٹ میں نظر آیا تھا اور اب یہاں بند کمرے میں دکھائی دے رہا تھا۔ وہ فوراً اٹھ کر بیٹھنا چاہتی تھی۔ اسرانی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دھکے سے لٹاتے ہوئے کہا ”اسی طرح لیٹی رہو۔“

کالیا کی آواز میں ایسی گھمن گرج تھی کہ سیدھی دل میں آ کر لگتی تھی۔ وہ اس سے متاثر ہو کر لیٹی رہی۔ سہمی ہوئی اسے دیکھتی رہی پھر اس نے پوچھا ”تم کون ہو؟ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟“

وہ سخت لہجے میں بولا ”تم مجھ سے کوئی سوال نہیں کرو گی۔ میں جو سوال کروں اس کے جواب دو گی۔ یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ ارچنا سے تمہارا کیا تعلق ہے؟“

”تم کس ارچنا کی بات کر رہے ہو؟ میں اس نام کی کسی عورت کو نہیں جانتی ہوں۔“

”تم کون ہو؟“

وہ جواب دینا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی اندر سے آواز ابھری ”میرا نام ثمر سلطانہ ہے۔“

انیتا نے تڑپ کر کہا ”نہیں میرا نام انیتا ہے۔“

اس نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر پوچھا ”کیا تمہارے دو نام ہیں؟“

”نہیں۔ میری زبان سے یونہی ثمر سلطانہ کا نام نکل گیا تھا۔“

اس وقت ثمر سلطانہ کو قابو میں کرنے کے لیے چنڈال موجود نہیں تھا۔ اس لیے ثمر سلطانہ نے پھر اندر سے کہا ”یہ جھوٹ کہہ رہی ہے۔ میں ثمر سلطانہ ہوں۔ یہ میرا جسم ہے۔ میرا دماغ ہے۔ اس کی آتما میرے اندر سمائی ہوئی ہے۔“

کالیا اسرانی حیرانی سے سن رہا تھا اور دیدے پھاڑے انیتا کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا ”یہ کیا بھید ہے؟ سچ سچ بتاؤ یہ تمہارے اندر سے دوسری آواز کس کی ابھرتی ہے۔ جب تم خود کو ثمر سلطانہ کہتی ہو تو تمہارا لہجہ اور آواز بدل جاتی ہے۔“

انیتا یہ بھید بتانا نہیں چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ تھوڑی دیر میں اس کا باپ اس کے اندر آ جائے گا تو ان حالات پر قابو پالے گا۔ وہ ڈھٹائی سے بولی ”میں انیتا ہوں اور میرے اندر سے جو بھی آواز نکل رہی ہے۔ وہ میرے اندر ایک طرح کی بیماری ہے۔ میں کبھی کبھی دہری شخصیت کی مالک بن جاتی ہوں۔“

وہ سخت لہجے میں بولا ”تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم کچھ چھپا رہی ہو۔ مجھ سے جھوٹ بولو گی۔ مجھے دھوکا دو گی تو میں تمہارے اس بدن کو نوچ کھسوٹ کر رکھ دوں گا۔“

”میں بہت پریشان ہوں۔ تھوڑی دیر کے لیے مجھے چھوڑ دو۔ مجھے سوچنے سمجھنے دو پھر جو بھی سچ ہے وہ میں تمہیں بولتی رہوں گی۔“

”نہ تمہیں کچھ بولنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی میں تم سے کچھ پوچھوں گا۔ بس تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ میری آنکھوں میں دیکھو۔“

اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو پھر اس سے چپ کر ہی رہ گئی۔ یہ بڑی خوں خوار بڑی پرکشش آنکھیں تھیں۔ اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ اسے حکم دے رہا تھا کہ اسی طرح اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہے اور اس دنیا سے غافل ہوتی رہے۔ بھول جائے کہ وہ کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟ صرف اس کی آنکھوں کو یاد رکھے اور اس کی آواز سے متاثر ہوتی رہے۔

وہ اس کے احکامات کی تعمیل کر رہی تھی۔ جیسا کہہ رہا تھا ویسا ہی کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کے زیر اثر ہو گئی۔ اس نے پوچھا ”سچ بتاؤ تم کون ہو۔ انیتا ہو یا ثمر سلطانہ ہو؟“

وہ بولنے لگی ”میں ثمر سلطانہ ہوں۔ میرا جسم میرا دماغ ثمر سلطانہ کا ہے پھر کہیں سے یہ آتما میرے اندر آ گئی۔ یہ انیتا کہتی ہے۔ میں آتما شکتی کے آگے مجبور ہو جاتی ہوں۔ میرے دماغ پر حاوی ہو جاتی ہے اور پھر اپنی شخصیت طاری کر دیتی ہے۔ انیتا بن کر رہتی ہے اور میں اس کے اندر ڈری سہمی ایک قیدی کی طرح خاموش رہتی ہوں۔“

وہ کہہ رہی تھی اور وہ حیرانی سے سن رہا تھا۔ اس نے ”اس کا باپ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس کے اندر آتا ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے مجھے کچلتا رہتا ہے۔ میری شخصیت مٹانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ میں مجبور ہوں اور سمجھ رہی ہوں کہ جلد ہی اس کے اندر نابود ہو جاؤں گی پھر میری اپنی شخصیت نہیں رہے گی۔“

کالیا نے کہا ”اب میں حکم دیتا ہوں کہ تمہارے اندر سے آتما شکتی کے ذریعے انیتا ہے وہ اپنی روداد بیان کرے۔ میں اس کی بات سننا چاہتا ہوں۔“ پھر انیتا بولنے لگی۔ اپنے

اپنے باپ کے بارے میں بہت کچھ بتانے لگی۔ وہ سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ بڑی خطرناک ہے۔ اس کا باپ جب بھی اس کے دماغ میں آئے گا تو میرے تنویمی عمل کو ناکام بنا دے گا۔ مجھے جلد سے جلد مختصر سا تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کر دینا چاہیے۔ تاکہ اس کا باپ پھر کبھی اس کے اندر آ سکے اور نہ ہی میرا بیٹھکانا معلوم کر سکے۔

اس نے کہا ”انیتا! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ خاموش ہو جاؤں اور ثمر سلطانہ کے جسم میں ہمیشہ خاموش رہو۔ کبھی کچھ نہ بولو۔ یہ بھول جاؤ کہ تم انیتا ہو۔ بولو کہ تم انیتا نہیں ہو۔“

وہ سحر زدہ تھی۔ اس کے زیر اثر تھی۔ اس نے کہا ”میں انیتا نہیں ہوں۔“

”تم ثمر سلطانہ سے کم تر رہو گی۔ اس سے برتر ہو کر کبھی نہیں بولو گی۔ تم اپنے باپ کو اس کی آواز کو اور لب و لہجے کو بھول جاؤ گی۔“

اس نے کہا ”میں اپنے باپ کو اس کی آواز اور لب و لہجے کو بھول جاؤں گی۔“

”میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم ثمر سلطانہ کے جسم کے اندر اب گہری نیند سوتی رہو گی اور جب تک میں حکم نہیں دوں گا۔ تم بیدار نہیں ہو پاؤ گی۔“

اس نے اس کی بات دہرائی پھر اس نے ثمر سلطانہ سے کہا ”میں تمہیں ایک شرط پر آزادی دے رہا ہوں کہ تم میرے زیر اثر رہو گی۔ میری معمولہ اور تابعدار بن کر رہو گی تو ہمیشہ انیتا اور اس کے باپ پر حاوی رہو گی۔ وہ کبھی تمہارے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔ تمہارا دماغ لاک ہو چکا ہو گا۔“

ثمر سلطانہ نے خوش ہو کر کہا ”اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ مجھے میرا نام اور شخصیت واپس مل جائے گی اور مجھے ایک سہارے کی ضرورت ہے۔ وہ سہارا تم بن جاؤ گے۔ مجھے منظور ہے۔ میں تمہاری معمولہ اور تابعدار بن کر رہوں گی۔“

یہ طے ہو گیا۔ وہ اس پر عمل کرنے لگا۔ اس نے اپنے عمل کے ذریعے ثمر سلطانہ کو انیتا پر حاوی کر دیا۔ اس کے دماغ کو لاک کر دیا۔ اب چنڈال تو کیا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں نہیں آ سکتا تھا۔ ان لمحات میں انیتا عارضی طور پر مر چکی تھی اور ثمر سلطانہ دوبارہ زندگی پا رہی تھی۔

☆☆☆

سونیا نے ایک نئی فیملی بنالی۔ ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو ٹریپ کیا گیا۔ اس پر تنویمی عمل کیا گیا۔ اس طرح اس نے اس ادھیڑ عمر کے شخص کے اپنے بچوں کا باپ بنالیا۔

ان تین بچوں میں ایک عدنان تھا۔ باقی دو بچوں کو اداروں کے ادارے سے خرید آ گیا تھا۔ ان کے ذہنوں میں بھی یہ نقش کر دیا گیا تھا کہ سونیا ان کی ماں ہے اور وہ شخص ان کا باپ ہے۔ ان نئے ناموں اور نئے رشتوں کے مطابق پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات تیار کروا لیے گئے تھے۔

انہوں نے اپنے چہروں پر بھی ہلکی سی تبدیلیاں کی تھیں تاکہ کوئی پچھلے چہروں کے حوالے سے انہیں پہچان نہ سکے۔ پورس نے کہا ”مما! آپ کی تیاری مکمل ہو چکی ہے۔ اب کیا خیال ہے؟“

”پہلے تم اور انا میریا یہاں سے نکل جاؤ۔ کسی بھی فلائٹ سے پیرس چلے جاؤ پھر میں دوسرے دن دوسری فلائٹ سے ان بچوں کے ساتھ اور ان کے باپ کے ساتھ چلی آؤں گی۔“

اعلیٰ بی بی نے آ کر کہا ”مما! میں پھر اس بیمار اونٹوپ کے دماغ میں گئی تھی۔ اس کے خیالات پڑھتی رہی۔ کچھ نئے انکشافات ہوئے ہیں۔“

”راسپوٹین کا وہ بیمار بیٹا ہمارے لیے معلومات کا ذریعہ بن گیا ہے۔ یہ اچھا بھی ہے۔ تم اس کے دماغ میں بار بار آتی جاتی رہا کرو۔ یہ بتاؤ کیا معلومات حاصل ہوئی ہیں؟“

اعلیٰ بی بی نے کہا ''راسپوٹین چہارم اور اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف زائچے بنا رہے ہیں۔ مختلف پراسرار علوم کے ذریعے بیلا اور برائے کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ اب تک یہی معلوم کر سکے ہیں کہ وہ پاکستان، ہندوستان، بنگلا دیش یا سری لنکا میں ہے۔''

انا میریا نے کہا ''اگر چہ وہ لڑکی انا بیلا یا بیلا اور برائے انہیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا رہی ہے۔ پچھلے دو تین برس سے خاموش ہے۔ اپنی ماں کے ساتھ کہیں پرسکون زندگی گزار رہی ہے پھر بھی یہ لوگ اس سے دشمنی کرنے کے لیے اسے تلاش کر رہے ہیں۔''

عالی نے کہا ''ان کے خیالات کے مطابق وہ اس سے دشمنی نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ اس کی دشمنی سے محفوظ رہنے کے لیے اسے تلاش کر رہے ہیں اور اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔''

پورس نے کہا ''وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ ان سے پہلے کبریا بیلا تک پہنچ چکا ہے۔ جب وہ لوگ بیلا تک پہنچیں گے تو ہمارے لیے اور بھی راستے کھلیں گے۔ ہم کبریا اور بیلا کے ذریعے ان دشمنوں کے اندر دور تک پہنچتے رہیں گے۔''

عالی نے کہا ''دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ ارنا کوف کی بیٹی کا نام تاشا کوف ہے اور وہ بھی ٹیلی پیتھی کے علاوہ دوسرے پراسرار علوم جانتی ہے۔''

سونیا نے کہا ''ہوں..... یعنی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور وہ سب ایک ہی خاندان کے افراد ہیں۔''

عالی نے کہا ''ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہو چکا ہے۔ اس کا نام آواز دن ہے۔ اسے آواز دن سوم کہتے ہیں۔ اس کے دادا آواز دن اول نے زار روس کے محل میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہاں راسپوٹین نے ایسی دھاک جمائی ہوئی تھی کہ زار اس کی بیوی اور شاہی خاندان کے سب ہی لوگ راسپوٹین کی حمایت میں بولتے تھے۔ آواز دن اول صرف ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ دوسرے پراسرار علوم کے ذریعے شاہی خاندان کے افراد کو متاثر نہ کر سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ راسپوٹین اول نے یعنی موجودہ راسپوٹین چہارم ولاڈی میر کے پردادا نے سازشیں کر کے آواز دن اول کو قتل کروا دیا تھا۔''

پورس نے کہا ''گویا ایک نئی دشمنی کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔''

''ہاں..... اور وہ آواز دن سوم زبردست دشمن ثابت ہو رہا ہے۔ ارنا کوف کے بیمار بیٹے کے باعث ان پر حالات ہو چکا ہے۔ وہ اپنے بیمار بیٹے کی سلامتی کی خاطر اس کے ساتھ میں رہتی ہے۔ آواز دن اپنے دادا کے قتل کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ ارنا کوف اس دشمن سے سمجھوتا کر رہی ہے۔ دوستی کر رہی ہے۔ دوستی کرنے کے لیے اس نے اپنی بیٹی تاشا کو اس کے حوالے کر دیا ہے۔''

سونیا نے پوچھا ''یعنی وہ اپنے بیمار بیٹے کی سلامتی کے لیے اپنی بیٹی کی عزت کو داؤ پر لگا چکی ہے؟''

''ارنا کوف کا بیان یہی ہے لیکن راسپوٹین چہارم ولاڈی میر یقین نہیں کر رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ارنا کوف بہت ہی مکار اور چڑیل ہے۔ وہ کبھی کسی کے دباؤ میں نہیں آتی ہے۔ اس نے پراسرار علوم جاننے والی بیٹی کو کہیں چھپا رکھا ہے اور خوامخواہ مظلومیت ظاہر کر رہی ہے کہ اس کے دشمن آواز دن سوم نے اس کی بیٹی کو یرغمال بنا کر رکھا ہے۔''

پورس نے کہا ''ہو سکتا ہے کہ واقعی وہ فراڈ کر رہی ہو اور آواز دن سوم کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔''

''ایسی بات نہیں ہے۔ آواز دن سوم اس بیمار لڑکے کے دماغ میں آ چکا ہے۔ اس کی آواز ولاڈی میر راسپوٹین چہارم نے بھی سنی ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا وجود وہاں ہے جو ان کے لیے دردسر بنا ہوا ہے۔''

سونیا نے کہا ''چلو یہ ہمارے لیے اطمینان کی بات ہے کہ میرے پوتے کا دشمن سکون سے نہیں ہے۔ چاروں طرف سے دشمنوں سے گھرا ہوا ہے۔ اسی لیے وہ اب ادھر پوری توجہ نہیں دے پا رہا ہے۔ ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔''

انا میریا اور پورس اسی شام ایک فلائٹ سے پیرس روانہ ہو گئے۔ دوسرے دن کی فلائٹ سے سونیا اور اس کی ٹیمی کے لیے سیٹیں ریزرو ہو چکی تھیں۔ چنڈال نے زبردست پلاننگ کی تھی۔ ٹونی جے کو بلا کر اسے انتیا سے منسوب کرنا چاہتا تھا اور چار آری انسران کو قتل کروانا چاہتا تھا۔ اس وقت یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان تدابیر پر عمل کرتے ہوئے کامیابی کے دوران کہیں ناکامی بھی چھپی ہو گی۔

اس کی اپنی بیٹی انتیا اس کے ہاتھوں سے نکل چکی تھی۔

اسی طرح ولاڈی میر راسپوٹین چہارم نے عدنان کو ہلاک کرنے کی پلاننگ کی تھی لیکن یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے خلاف بھی دشمن پیدا ہو جائیں گے۔ ایک طرف سے بیلا اور برائے چلی آئے گی۔ دوسری طرف سے پرانا دشمن آواز دن سوم اس کے خاندان کے افراد پر حاوی ہو جائے گا اور وہ چاروں طرف سے دشمنوں میں گھر جائے گا۔

اسی طرح سونیا نے بھی زبردست پلاننگ کی تھی۔ اپنے پوتے کو وہاں سے نکال لے جانے کے لیے ایک نئی ٹیمی بنائی تھی۔ وہ بھی یہ سوچ نہیں سکتی تھی کہ تدبیر کرتے رہنے کے دوران تقدیر اندر ہی اندر اپنے کیا تماشے دکھاتی رہتی ہے۔

وہ اپنے پوتے کے ایک اور دشمن کو بھول چکی تھی۔ وہ اسے ہلاک کرنا چاہتا تھا اور اس نے اس کے پوتے پر اس کھنڈر میں قاتلانہ حملہ بھی کیا تھا۔ وہ چیک کلر تھا۔

سونیا اور ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے عارضی طور پر چیک کلر کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مہادھابی نے چیک کلر پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے دماغ کو لاک کرنے کے بعد اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔

دوسروں کی طرح مہادھابی بھی محتاط تھا۔ دور ہی دور رہ کر چیک کلر کو آلہ کار بنا کر عدنان کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ بچہ ان لوگوں کے لیے بھی مصیبت کا باعث بنا ہوا تھا۔

ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی سینڈی گرے عدنان کی وجہ سے مارا گیا تھا پھر چیک کلر بھی عدنان کو قتل کرنے گیا تھا لیکن اس کی موت سر پر آ گئی تھی۔ اس کی قسمت اچھی تھی کہ صرف زخمی ہوا تھا پھر مہادھابی نے اسے بچا لیا تھا لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ تھی کہ عدنان ان کے لیے مصیبت بن چکا تھا۔ اسی بچے کی وجہ سے انہوں نے اسلحہ فروشی کے کاروبار میں کروڑوں روپے کا نقصان اٹھایا تھا۔ آئندہ بھی یہی اندیشہ تھا کہ نقصان اٹھاتے رہیں گے اور موت کے قریب ہوتے رہیں گے۔

مہادھابی نے چیک کلر کے دماغ پر اچھی طرح قبضہ جمانے کے بعد اس کا حلیہ بدل دیا تھا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر کا شخص بن کر روم کی گلیوں میں مارا مارا پھرتا تھا۔ وہ بڑے ہوٹلوں میں جا کر بھیک مانگتا تھا۔ اس طرح مہادھابی اس کے اندر رہ کر عدنان کو تلاش کر رہا تھا۔

ایسے ہی وقت مہادھابی کو پتا چلا کہ چیک کلر کے دماغ میں کوئی پہنچا ہوا ہے اور اسے ٹریپ کر کے کہیں لے جا رہا ہے۔ وہ چپ چاپ تماشائی بن کر دیکھنے لگا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ پتا چلا کہ اسے ایک ایسے بنگلے میں لے جایا گیا تھا۔ جہاں سونیا اور عدنان موجود تھے۔ وہاں یہ پلاننگ کی گئی تھی کہ سونیا اس ادھیڑ عمر کے شخص کو ان فرضی بچوں کا باپ بنائے گی۔ اس لیے اس پر تنویمی عمل کیا گیا۔

مہادھابی ان کے عمل کے دوران میں اس کے اندر پہنچتا رہا تھا۔ اس طرح وہ عدنان کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ چاہتا تو وہیں اس پر کسی طرح سے حملہ کروا سکتا تھا لیکن وہاں صرف عدنان نہیں تھا۔ سونیا جیسی خطرناک عورت تھی جو بڑے بڑے حملے کو ناکام بنا دیتی تھی پھر اس کے علاوہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والی انا میریا اور عدنان کا باپ پورس بھی موجود تھا۔ سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ اس لیے مہادھابی نے یہ طے کیا کہ خاموشی سے تماشا دیکھے گا۔ جب کبھی ایسا موقع ملے گا کہ عدنان کو ہلاک کرنے میں بہت آسانی ہو گی اور کہیں سے کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی۔ تب ہی وہ چیک کلر کے ذریعے اس بچے کو ہلاک کرے گا۔

یہی کیا کم تھا کہ وہ اپنی حکمت عملی سے عدنان کے قریب پہنچ گیا تھا۔ بلکہ اس ٹیمی کے اندر گھس آیا تھا۔ صرف یہی نہیں سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ وہ اس بچے کا باپ بھی بن گیا تھا۔ اسی دن کی فلائٹ سے وہ سونیا اور بچوں کے ساتھ پیرس کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ طیارہ پرواز کر چکا تھا۔

وہ بچہ تو کیا اس کا باپ اور اس کی دادی بھی اس حقیقت سے بے خبر تھی کہ موت ان کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔

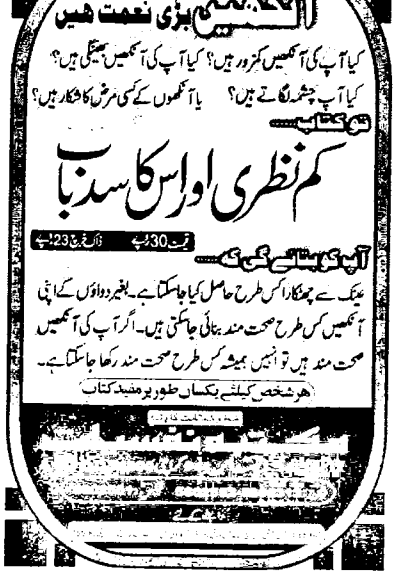

بے شک موت ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ انسان جب ماں کے پیٹ میں متحرک ہوتا ہے۔ تب ہی سے موت اس کے ساتھ لگ جاتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ پیٹ سے پیدا ہوجائے۔ وہ اندر ہی مر جاتا ہے اور مقدر میں زندگی ہو تو پیدا ہوجاتا ہے پھر پیدا ہونے کے بعد بھی ہر لمحے ہر سانس میں یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ موت آرہی ہے، اب آرہی ہے اور تب آرہی ہے۔

عدنان پیرس جانے والے طیارے میں اپنی موت کے ساتھ سفر کررہا تھا۔ سونیا نے ایک نئی فیملی بنائی تھی۔ وہ اس فیملی کے ساتھ سفر کررہی تھی۔ اس نے عدنان کے علاوہ لاوارثوں کے ادارے سے دو بچے خریدے تھے اور ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو ٹریپ کرکے اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا تابعدار بنایا تھا۔

منصوبے کو کہیں تو کھٹائی میں پڑنا تھا۔ لہٰذا وہ ادھیڑ عمر کا شخص دشمن نکل آیا۔ وہ عدنان کا جانی دشمن جیک کلر تھا۔

جب اعلیٰ بی بی نے اس پر تنویمی عمل کرکے اسے تین بچوں کا باپ اور سونیا کا عارضی شوہر بنایا تھا تب اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ کیونکہ مہادھابی جیک کلر کے اندر سایا ہوا تھا اور اس کے چور خیالات کنٹرول کررہا تھا۔

تنویمی عمل کے بعد بھی اس کے خیالات نہیں پڑھے گئے۔ مہادھابی نے موقع پاکر اس پر پھر ایک بار تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردی تھی کہ سونیا کے عارضی شوہر کی حیثیت سے رہے گا اور جیک کلر کی حیثیت سے خود کو بھول جائے گا۔ ایسے تنویمی عمل کے باعث وہ خود کو بھولا ہوا تھا۔ اپنے آپ کو سونیا کا شوہر اور تین بچوں کا باپ سمجھ رہا تھا۔ اسی لیے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کوئی یہ سمجھ نہیں پایا کہ اس کے پیچھے جیک کلر چھپا ہوا ہے اور جیک کلر کے پیچھے مہادھابی موجود رہتا ہے۔

ان دو دشمنوں کو عدنان کے بالکل قریب پہنچنے کا موقع مل گیا تھا۔ اتنے قریب پہنچنے کے باوجود وہ اس پر قاتلانہ حملہ نہیں کررہے تھے۔ بہت محتاط تھے۔ اس سے پہلے کئی بار آزما چکے تھے، صرف وہی نہیں دوسرے دشمن بھی عدنان کو ہلاک کرنے کے سلسلے میں ناکام رہے تھے۔ لہٰذا اب وہ جلد بازی سے کام لینا نہیں چاہتے تھے۔

وہ تینوں بچے ایک قطار میں تین سیٹوں پر شانہ بہ شانہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سیٹوں کے بعد راہداری کا فاصلہ تھا پھر اس کے بعد والی سیٹ پر سونیا جیک کلر کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

مہادھابی نے جیک کلر کے ذریعے سونیا سے پوچھا ''ہم پیرس پہنچ کر کہاں قیام کریں گے؟ تم کس ہوٹل میں قیام کرنا پسند کروگی؟''

سونیا نے مختصر سا جواب دیا ''ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔ پیرس پہنچ کر دیکھا جائے گا۔''

مہادھابی سمجھ رہا تھا کہ سونیا اپنے اندر کی بات نہیں بتا رہی ہے لیکن یہ موٹی عقل سے بھی سوچا جاسکتا تھا کہ وہ عدنان کو لے کر بابا صاحب کے ادارے میں جائے گی۔ وہ روم میں دشمنوں کے حصار سے نکل کر آئی ہے۔ اب یہ نہیں چاہے گی کہ پیرس میں بھی دشمن اس کے پوتے کو چاروں طرف سے گھیر لیں۔ پہلے وہ اپنے پوتے کی سلامتی چاہے گی اور سلامتی بابا صاحب کے ادارے میں ہی ممکن ہوسکے گی۔

مہادھابی یہ جانتا تھا کہ ان کے علاوہ کوئی اور بھی ہے جو عدنان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اور بری طرح اس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اس نے ایسے آلہ کاروں کو دیکھا تھا۔ جو عدنان کو لانا میریا کو تلاش کرتے پھرتے تھے۔ ایسے ہی آلہ کاروں میں سے ایک کے اندر وہ پہنچا ہوا تھا۔

پھر وہ جیک کلر کے ذریعہ سونیا اور عدنان وغیرہ کے قریب آیا۔ تو اس نے انہیں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے دیکھا۔ تب اسے پتا چلا کہ جو دشمن عدنان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ اس کا نام ولاڈی میرا راسپوٹین چہارم ہے۔

مہادھابی جیک کلر کے اندر رہ کر اور سونیا کے قریب رہ کر بڑی اہم معلومات حاصل کررہا تھا۔ اس کی کوشش تھی کہ کسی طرح اس دائمی مریض انوپ کوف کے اندر پہنچ جائے تاکہ اس کے خیالات پڑھنے کا موقع ملتا رہے اور راسپوٹین کی فیملی کی کمزوریاں بھی معلوم ہوتی رہیں۔

مگر اسے ایسا کوئی موقع نہیں مل رہا تھا اور وقت بہت کم تھا۔ مہادھابی کو جو بھی کرنا تھا وہ پیرس پہنچنے تک کرگزرنا تھا۔ اس نے راسپوٹین کے آلہ کار کے اندر آکر اس کے خیالات پڑھے۔ وہ راسپوٹین کا تابعدار تھا۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتا تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا آقا کون ہے؟ ابتدا میں راسپوٹین خود اس کے پاس آتا تھا اور اپنا مطلوبہ کام کرواتا تھا پھر اس نے اسے اپنا ایک موبائل نمبر دیا اور یہ تاکید کی کہ جب بھی اسے عدنان یا لانا میریا کا سراغ ملے تو وہ فوراً اسی نمبر پر اطلاع دے۔

اس نے مہادھابی کی مرضی کے مطابق فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ کچھ دیر بعد ولاڈی میرا راسپوٹین چہارم کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو..... کیا بات ہے؟ کس لیے فون کیا ہے؟''

وہ بولا ''میرے دماغ میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا گھس آیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔''

ولاڈی میرا کچھ دیر تک خاموش رہا۔ سوچنے لگا پھر بولا ''ٹھیک ہے، اس سے کہو، مجھ سے باتیں کرے، وہ کیا کہنا چاہتا ہے؟''

مہادھابی نے اس آلہ کار کے ذریعہ کہا ''میں تمہیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہوں۔ تم جسے تلاش کررہے ہو، میں تمہیں وہاں تک پہنچا سکتا ہوں۔''

''تم کیسے جانتے ہو کہ مجھے کسی سے دشمنی ہے؟ اور میں اسے تلاش کررہا ہوں؟''

''میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔''

''میں پہلے یہی جاننا چاہوں گا کہ تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟''

''تمہارا نام ولاڈی میرا ہے اور تم خود کو راسپوٹین چہارم کہتے ہو۔ جبکہ تمہاری سوتیلی ماں ارنا کوف تمہیں اپنے شوہر کی اولاد تسلیم نہیں کرتی ہے۔''

وہ حیرانی سے بولا ''او مائی گاڈ! تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟''

اس نے کہا ''تمہاری ایک سوتیلی بہن ہے۔ وہ بھی پراسرار علوم کی حاصل ہے اور تم لوگوں کا ایک بہت پرانا دشمن جسے اوازون سوم کہتے ہیں۔ وہ تم لوگوں کے لیے مسئلہ بنا ہوا ہے۔''

اس نے تعجب سے پوچھا ''تم کون ہو؟ جو میرے اور میرے خاندان کے بارے میں اتنا کچھ جانتے ہو؟''

''میں اس بچے کا دشمن ہوں۔ جس کی موت تم بھی چاہتے ہو۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں لیکن اس بچے کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے ایک دوسرے کے ہم خیال بن سکتے ہیں اور ایک دوسرے سے سمجھوتا کرسکتے ہیں۔ وہ بچہ میرے لیے بھی منحوس ہے۔ جب تک وہ زندہ رہے گا، اس وقت تک مجھے اندیشوں میں جتلا رکھے گا۔ پتا نہیں وہ کس وقت موت بن کر میرے سر پر سوار ہوجائے؟''

''تم نے ابھی کہا تھا کہ تم مجھے اس بچے تک پہنچا سکتے ہو۔ اگر ایسا ہے تو تم خود کیوں نہیں پہنچ رہے ہو؟ خود اس سے انتقام کیوں نہیں لے رہے ہو؟''

''تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں اس بچے کے پاس موجود ہوں۔ اس وقت وہ مجھ سے صرف ایک ہاتھ کے فاصلے پر ہے۔ اس کے ساتھ اس کی دادی سونیا بھی ہے۔ میں جلد بازی سے پرہیز کررہا ہوں۔ خوب سوچ سمجھ کر اس پر حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں اس سے پہلے کتنے ہی حملہ کرنے والوں کو ناکام ہوتے دیکھ چکا ہوں۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں بھی اس پر حملہ کرنے کے بعد ناکام رہا ہوں اور اب مجھے دوسری بار حملہ کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔''

''میں تمہیں یہی موقع دینا چاہتا ہوں۔ میرے اور تمہارے پاس صرف ڈیڑھ گھنٹے کا وقت ہے۔ اگر ہم ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اسے ٹھکانے نہ لگا سکے تو وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا پھر میں تمہیں اس تک نہیں پہنچا سکوں گا۔''

''تو پھر باتوں میں وقت کیوں ضائع کررہے ہو؟ مجھے وہاں تک پہنچاؤ۔''

''ہمارے درمیان کچھ لین دین ہوگا۔ اگر میں تمہیں کچھ دوں گا تو تم سے کچھ لوں گا۔''

''تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''تمہارا ایک پیارا سوتیلا بھائی ہے، اس کا نام انوپ کوف ہے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔ اگر تم مجھے ادھر پہنچاؤ گے تو میں تمہیں ادھر عدنان تک پہنچادوں گا۔''

''اچھا تو تم میرے ذریعے میرے خاندان تک پہنچنا چاہتے ہو؟''

''تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ سب تمہارے سوتیلے ہیں، تمہارے دشمن ہیں۔''

''بے شک میں اعتراض نہیں کروں گا۔ تم مجھے عدنان کے پاس پہنچاؤں۔''

''نہیں پہلے تم مجھے انوپ کوف تک پہنچاؤ پھر میں عدنان کے پاس پہنچاؤں گا۔''

''میں کیسے یقین کروں کہ تم بعد میں میرے کام آؤ گے؟''

''یقین تو کرنا ہی ہوگا۔ میں خود بھی اس بچے کو ہلاک کرسکتا ہوں لیکن احتیاطاً یہ چاہتا ہوں کہ دوسری طرف سے تم حملہ کرو تاکہ ایک ناکام رہے تو دوسرے کو کامیابی ہو۔ اگر تم میری بات نہیں مانو گے، مجھے انوپ کوف تک نہیں پہنچاؤ گے تو میں تنہا کوشش کروں گا۔ کامیاب ہوگیا تو اچھی بات ہے۔ ناکام ہوگیا تو وہ بچہ زندہ رہے گا اور ہم دونوں کے لیے مصیبت بنا رہے گا۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا پھر بولا ''تم میرے متعلق بہت کچھ جان گئے ہو۔ کچھ اپنے بارے میں بھی تو بتاؤ۔ مجھے بھی تو کچھ معلوم ہونا چاہیے۔''

''ایک دوسرے کو جاننا اتنا ضروری نہیں ہے، جتنا کہ وہ

بچہ ضروری ہے۔ ہمارا مسئلہ وہ بچہ ہے۔ اس کی بات کرو۔"

"کیا وہ بچہ ابھی تک روم میں ہے؟"

"تم میری شرط پوری کیے بغیر یہ سوال کر رہے ہو۔ سوری..... میں کوئی جواب نہیں دوں گا۔"

ولاڈی میر راسپوٹین چہارم اپنے اطراف کئی دشمنوں کو دیکھ رہا تھا۔ یہ ایک نیا اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو گیا تھا۔ اگر وہ اس سے دوستی اور سمجھوتا نہ کرتا تو ایک دشمن کا مزید اضافہ ہو جاتا۔ سمجھوتا کرنے سے فائدہ ہوتا۔ ایک دشمن کم ہو جاتا۔ وہ بچہ سب سے زیادہ اہم دشمن تھا۔ سب سے بڑی مصیبت تھا۔ سب سے پہلے اس مصیبت کو دور کرنا ضروری تھا۔

اس نے کہا "اچھی بات ہے۔ میں تمہیں اپنے سوتیلے بھائی الوپ کوف کی آواز اور لب و لہجہ سنا رہا ہوں۔ تم اسے ذہن میں نقش کرو اور اس کے پاس پہنچنے کی کوشش کرو۔"

وہ الوپ کوف کی آواز و لہجہ بنا کر بولنے لگا۔ دو چار بار بولتا رہا پھر خاموش ہو گیا۔ مہادھابی نے کہا "میں! اس آواز اور لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کر رہا ہوں۔ اگر نا کام ہوا تو پھر تمہیں مخاطب کروں گا۔ کامیاب ہوا تو دس منٹ کے بعد پھر تمہارے اس آلہ کار کے اندر آؤں گا اور تمہیں عدنان کے پاس پہنچا دوں گا۔"

اس نے الوپ کوف کے لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پہلی ہی پرواز میں کامیاب رہا۔ فوراً ہی اس بیمار کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ اس کے مختصر سے خیالات پڑھنے لگا۔ الوپ کوف نے چیخ کر آواز دی۔ "ماما! پھر کوئی میرے اندر آیا ہے۔"

ارنا کوف نے اپنے بیٹے کے اندر آ کر پوچھا "کون ہو تم.....؟ کیا ولاڈی میر ہو؟"

"نہیں..... میں تم سب کے لیے اجنبی ہوں۔"

اس نے پوچھا "میرے بیٹے کے پاس کیوں آئے ہو؟"

"کوئی خاص مقصد نہیں ہے۔ دنیا میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں، میں ان کا سراغ لگاتا رہتا ہوں۔ ان کے اندر پہنچنے کی اور ان سے دوستی کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ تم سے بھی دوستی کروں گا۔ فی الحال مصروف ہوں، ڈیڑھ گھنٹے یا دو گھنٹے بعد مجھے فرصت ملے گی۔ تو میں ضرور تمہارے پاس آؤں گا۔ فی الحال گڈ بائے....."

وہ دس منٹ بعد ولاڈی میر کے آلہ کار کے اندر آیا۔ وہاں وہ انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کہا "ولاڈی میر! تم نے میرا کام کیا ہے شکریہ..... اب میں ضرور تمہیں عدنان کے پاس پہنچاؤں گا۔ اس وقت سونیا طیارے میں ایک شخص اور تین بچوں کے ساتھ سفر کر رہی ہے۔"

"وہ شخص کون ہے؟"

"وہ سونیا کا ڈی شوہر ہے اور ان تین بچوں میں سے دو بچے بھی ڈی ہیں۔ سونیا نے یہ ایک نئی فیملی بنائی ہے۔ وہ اس شخص کی بیوی اور ان تین بچوں کی ماں بن کر روم سے فرار ہے۔ تمہارے تمام آلہ کار دھوکا کھا چکے ہیں۔ وہ ایک طیارے میں سفر کرتی ہوئی چالیس منٹ کے بعد پیرس ائرپورٹ میں پہنچنے والی ہے۔"

"مجھے سونیا کے اس ڈی شوہر کے اندر پہنچاؤ۔"

مہادھابی اتنا احمق نہیں تھا کہ اسے اپنے آلہ کار جیک کے اندر پہنچا دیتا۔ اس نے بات بنائی "میں نہ اس کے اندر جا سکتا ہوں اور نہ تمہیں پہنچا سکتا ہوں۔ اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے۔ البتہ عدنان کے علاوہ جو دو بچے ہیں۔ ان کے دماغوں کو لاک نہیں کیا گیا ہے۔ صرف یہ ذہن میں نقش کیا گیا ہے کہ سونیا ان کی ماں ہے اور وہ شخص ان کا باپ ہے۔ ان میں سے ایک بچی کا نام پوپی ہے۔ میں اس کی آواز اور لب و لہجے کی نقل کر رہا ہوں۔ تم اسے ذہن نشین کرو۔"

وہ ایک تین برس کی بچی پوپی کی آواز اور لب و لہجے کی نقل کرنے لگا۔ ولاڈی میر توجہ سے اس لب و لہجے کو سنتا رہا پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی تو فوراً ہی پوپی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ذریعہ سونیا، عدنان اور اس شخص کو دیکھنے لگا۔

وہ کسی حد تک مطمئن ہو کر اپنے آلہ کار کے پاس آیا اور بولا "میرے اجنبی دوست! کیا تم اس کے اندر موجود ہو؟"

مہادھابی نے کہا "ہاں..... تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ بولو۔ کیا تم اس بچی کے اندر پہنچ گئے تھے؟"

"ہاں..... پہنچ گیا ہوں۔ اس کے ذریعے اور بچوں کو دیکھ رہا ہوں۔ ان میں سے ایک عدنان ہو گا مگر میں کیسے یقین کر لوں کہ اس طیارے میں عدنان اور سونیا موجود ہیں؟ ہو سکتا ہے یہ بچہ عدنان نہ ہو۔"

"یہ معلوم کرنا تمہارا کام ہے۔ میں بھی پوپی کے دماغ میں ہوں۔ ہاں..... ایک طریقہ ہے۔ تم عدنان کی آواز اور اس کے دماغ میں جاؤ۔ اس کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اس کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہوتے رہتے ہیں۔ کوئی ایک سوچ پڑھنے کو ملتی ہے۔ تم اس کا کوئی ایک خیال پڑھ کر یقین کر سکتے ہو کہ میں نے تمہیں صحیح جگہ پہنچایا ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں جا رہا ہوں۔ تم پانچ منٹ بعد پھر اسی آلہ کار کے پاس آؤ۔"

وہ ایک بار پھر پوپی کے اندر پہنچ گیا اور اس کے ذریعہ عدنان کی آواز سننے لگا۔ وہ سونیا سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ سن کر یقین ہو گیا کہ وہی عدنان ہے کیونکہ پہلے وہ کئی بار اس کے اندر جا چکا تھا پھر بھی اس نے عدنان کے خیالات پڑھنے چاہے مگر پڑھ نہ سکا۔ اس کے اندر خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔

وہ پانچ منٹ بعد پھر اپنے آلہ کار کے اندر آیا۔ وہاں مہادھابی موجود تھا۔ اس نے کہا "تم نے مجھے بالکل صحیح جگہ پہنچایا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں عدنان اور سونیا کے قریب پہنچ گیا ہوں۔ میرے اجنبی دوست! تم کون ہو؟ کیا ہم ہمیشہ کے لیے دوست نہیں بن سکتے؟ اسی طرح ایک دوسرے کے کام نہیں آ سکتے؟"

"ضرور دوست بن سکتے ہیں اور ایک دوسرے کے کام بھی آ سکتے ہیں۔ فی الحال اسے ٹھکانے لگانے کی بات کرو۔ میں تو چاہتا ہوں، پیرس پہنچنے سے پہلے اسے طیارے میں ہی ختم کر دیا جائے۔"

"کیا تم اسے پیرس کے ائرپورٹ میں ہلاک کرنا چاہتے ہو؟ وہاں وقت بہت کم ہو گا۔ اگر نا کام ہوئے تو سونیا اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جائے گی پھر ہم وہاں کچھ نہیں کر پائیں گے۔"

ولاڈی میر نے کہا "بات اصل میں یہ ہے کہ میں عدنان کو اغوا کرنا چاہتا ہوں۔ اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ اگر تم نے اسے یہاں ہلاک نہ کیا تو کیا اغوا کرنے کے بعد کر سکو گے؟ اور کیا اسے اغوا کرنا اتنا آسان ہے؟"

"تم میری مجبوری نہیں سمجھ رہے ہو۔"

"تمہاری مجبوری کئی جہنم میں..... اگر یہ بچہ ابھی ہاتھ سے نکل گیا تو پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ تم نہیں جانتے، بابا صاحب کا ادارہ ایک فولادی قلعہ ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا طاقتور دشمن بھی آج تک اس قلعے کے اندر قدم نہیں رکھ سکا پھر ہماری کیا حیثیت ہے؟"

"تم اپنے طور پر درست کہہ رہے ہو لیکن تمہیں میری مجبوریوں کو سمجھنا چاہیے۔ نہیں سمجھو گے تو ہمارے درمیان بات نہیں بنے گی۔"

"تمہاری کیا مجبوری ہے؟ جلدی بولو۔"

"میرے پراسرار علوم نے مجھے بتایا ہے کہ اس بچے کو میں ہی اپنے ہاتھوں سے ہلاک کروں گا۔ اگر ایسا نہ کر سکا تو میرے مقدر میں تباہی و بربادی ہی رہے گی اور میں ہمیشہ زوال کی طرف جاتا رہوں گا۔"

"میں پراسرار علوم کو نہیں مانتا..... دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ یہ میں جانتا ہوں، دو اور دو پانچ یا تین کبھی نہیں ہوتے۔ لہٰذا سیدھی سی بات ہے، ہم تدبیر کریں گے اور اس پر کامیابی سے عمل کریں گے تو ضرور اسے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"نہیں مسٹر! تم مجھ سے دوستی کرنے آئے ہو۔ تو میری بات مان لو۔ میرے پراسرار علوم کبھی جھوٹ یا غلط نہیں کہتے۔ میرے ساتھ یہ سمجھوتا کرو کہ تم عدنان کو یہاں ہلاک نہیں کرو گے۔ بلکہ پیرس ائرپورٹ سے اسے اغوا کرنے کے سلسلے میں میری مدد کرو گے۔"

"کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو؟ جب میں اس بچے کو ہلاک کر سکتا ہوں تو پھر کیوں نہ کروں؟ کیا صرف اس لیے اس سنہری موقع کو ہاتھ سے جانے دوں کہ تم اسے اغوا کرنا چاہتے ہو؟"

"تم دوست بن کر میری بہتری اور سلامتی کی خاطر ایسا کر سکتے ہو۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ اسے پیرس ائرپورٹ سے اغوا کر کے اسی شہر کے کسی خفیہ اڈے میں لے جایا جائے گا۔ اسے قید کر کے رکھا جائے گا پھر میں وہاں پہنچ کر اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دوں گا۔ یہ بہت ضروری ہے۔ میں کسی آلہ کار کے ذریعے اسے ہلاک نہیں کرا سکتا۔ میں اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا دباؤں گا یا کسی ہتھیار کے ذریعہ اسے ختم کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے..... میں تمہارے ساتھ تعاون کروں۔ یہ چاہوں گا کہ تم اسے اغوا کر کے کہیں لے جاؤ لیکن اس دوران میں مجھے موقع ملے گا تو میں اسے ہلاک ضرور کر دوں گا۔"

"یہی تمہاری غلطی ہو گی۔ کیونکہ اسے ہلاک کرنے کے سلسلے میں تم ناکام رہے تو سونیا ہوشیار ہو جائے گی پھر ہم اپنا کوئی داؤ استعمال نہیں کر سکیں گے۔"

"سوری مسٹر ولاڈی میر! میں ایک حد تک تم سے تعاون کروں گا۔ میں کہہ چکا ہوں، مجھے موقع ملے گا تو میں اسے ہلاک کرنے سے باز نہیں آؤں گا۔"

"اور میں بھی تم سے سوری کہتا ہوں۔ اگر تم اسے ہلاک کرنا چاہو گے تو میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ اسے تمہارے حملے سے بچاؤں گا۔ وہ محفوظ رہے گا۔ تب ہی میں اسے اغوا کرا سکوں گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دوست بنتے بنتے ایک دوسرے کے مخالف بنتے جا رہے ہیں۔ ایک دوسرے سے تعاون بھی کرنا چاہتے ہیں اور مخالفت بھی کر رہے ہیں۔ یہ بات ہم دونوں کے لیے نقصان دہ ہوگی۔ وہ بابا صاحب کے فولادی قلعے میں پہنچ کر محفوظ ہو جائے گا۔"

ان دونوں کی بحث جاری تھی اور وقت گزرتا جا رہا تھا۔ مہادھائی نے گھڑی دیکھی۔ طیارے کے پیرس پہنچنے میں صرف آدھا گھنٹا رہ گیا تھا۔ اس آدھے گھنٹے میں ولاڈی میر کو کسی بھی طرح عدنان کی حفاظت کرنی تھی۔ اسے اغوا کر کے کہیں لے جانا تھا اور اسی آدھے گھنٹے میں مہادھائی کو بھی اپنا کام کر گزرنا تھا۔ اس مختصر سے عرصہ میں اگر وہ عدنان کو ہلاک نہ کرتا تو پھر وہ بچہ اس کے ہاتھ نہ آتا۔

ولاڈی میر اسپوٹین چہارم اور مہادھائی دونوں دوست بنتے بنتے ایک دوسرے کے مخالف بن گئے تھے۔ ایک عدنان کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ دوسرا بچانا چاہتا تھا۔ قدرت کے عجیب تماشے ہوتے ہیں۔ جب حالات مجبور کرتے ہیں۔ قدرت اپنا تماشا دکھاتی ہے تو جان لینے والے بھی جان بچانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ تھا کہ کون اسے مارتا ہے اور کون اسے بچاتا ہے؟

☆☆☆

جب سے انیتا ممبئی گئی تھی۔ تب سے چنڈال اندیشوں میں مبتلا رہا تھا۔ اسے فرمان کی طرف سے اندیشہ تھا۔ وہ بھی ممبئی میں تھا اور اس کا انیتا سے کہیں نہ کہیں سامنا ہو سکتا تھا۔ اگرچہ انیتا کا جسم اور چہرہ بدل چکا تھا۔ وہ اسے پہچان نہیں سکتا تھا پھر بھی چنڈال کے دل کو یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ فرمان اس کی بیٹی کو پھر کہیں لے جائے گا۔ اسے باپ سے دور کر دے گا۔

اس کا یہ اندیشہ اس حد تک درست تھا کہ بیٹی اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ وہ تقدیر کا کھیل نہیں جانتا تھا کہ بیٹی کس طرح ہاتھ سے نکلے گی؟ وہ تو ابتدا سے ہی فرمان کو اپنا دشمن سمجھتا رہا تھا۔ اس لیے صرف اس کے متعلق سوچتا رہا تھا لیکن دشمن کوئی اور نکلا۔ تنویمی عمل کا ماہر، مشیات اور ہیروں کا اسمگلر کالیا اسرانی اس کی بیٹی کو لے اڑا تھا۔

چنڈال کی تمام تر توجہ اپنے معمول اور تابعدار ٹونی جے پر تھی۔ وہ ایک ہندو بزنس مین مہادیو بھاٹیا بن کر وہاں آیا تھا۔ چنڈال کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے کے اندر پہنچ سکتا ہے۔ پولیس اور ٹیلی جنس والے اس پر شبہ کر سکتے ہیں۔ معاملات بگڑ سکتے ہیں۔ اس لیے وہ ہر طرح کے

حالات سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ اس کی یہ خوش قسمتی تھی کہ ٹونی جے کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا تھا۔ بخیریت امریکا سے دہلی پہنچ گیا تھا۔ بدقسمتی یہ تھی کہ انیتا اس سے نکل گئی تھی۔

وہ چاہتا تھا کہ اس کی بیٹی ٹونی جے کو اپنے حسن و شباب کے جال میں جکڑ لے۔ اسے اپنا دیوانہ بنا کر رکھے۔ تاکہ ایک طرف سے بیٹی کا دیوانہ رہے اور دوسری طرف باپ معمول اور تابعدار بن کر رہے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ وہ بے قابو تھی اور ان کا خیال تھا کہ ایک آدھ گھنٹے میں اسے ہوش آ جائے گا تو چنڈال اس کے دماغ میں پہنچ سکے گا لیکن کئی گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی وہ اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے۔ جب بھی چنڈال نے خیال خوانی کی پرواز کی تو سوچ کی لہریں ٹکرا کر واپس آ گئیں۔

چنڈال جوگیا پریشان ہو گیا تھا اور حیران ہو رہا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ ٹونی جے کی سمجھ میں بھی بات نہیں آئی۔

وہ سمجھ ہی نہیں سکتے تھے کہ کالیا اسرانی نے اپنے ذہن کے ذریعے ثمر سلطانہ کو انیتا پر حاوی کر دیا ہے۔ ثمر سلطانہ کی آواز اور لب و لہجہ انیتا پر حاوی ہو گیا ہے اور انیتا کا لب و لہجہ قریباً مٹ چکا ہے۔

چنڈال نے تھک ہار کر ٹونی جے سے کہا "ہم اسے خیال خوانی کے ذریعے تلاش کرتے رہیں گے۔ تم کسی بھی فلائٹ سے دہلی چلے آؤ۔ یہاں تمہارے پرسنل سیکریٹری تمہاری رہائش کا انتظام کیا ہے۔ میں تمہیں اس کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ تم اس کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر سکو گے کہ اب تمہیں دہلی میں کس طرح رہنا چاہیے؟ اور وہ پرسنل سیکریٹری کس طرح تمہارے کام آتا رہے گا؟

اس نے ٹونی جے کی آمد سے پہلے ایک نہایت ہی قابل شخص کو ٹریپ کیا تھا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ مہادیو بھاٹیا کا پرسنل سیکریٹری بن کر دہلی میں رہے گا اور اس کے لیے تمام اہم کام کرتا رہے گا۔ اس کے تنویمی عمل کے مطابق اس پرسنل سیکریٹری نے ٹونی جے عرف مہادیو بھاٹیا کے لیے دہلی میں ایک نہایت شاندار بنگلا خرید لیا تھا۔ چنڈال ضرورت کے مطابق بڑی بڑی رقمیں پرسنل سیکریٹری تک پہنچا دیا کرتا تھا۔

اس پرسنل سیکریٹری نے مہادیو بھاٹیا کے حق میں سرکاری اجازت نامہ حاصل کیا تھا کہ وہ امریکا سے آ کر یہاں پر کاروبار شروع کرے گا۔ اس نے نئے کاروبار کے لیے تمام اہم کاغذات حاصل کر لیے تھے۔ لب و لہجہ اور رکھ رکھاؤ سے وہ بالکل ہندو تھا اور امریکا سے جو کاغذات لے کر آیا تھا ان کے مطابق اس کے باپ دادا، پردادا سب ہی ہندو تھے۔ باپ امریکا آ گیا تھا۔ وہاں وہ کاروبار کرتا رہا تھا۔ وہیں مہادیو بھاٹیا پیدا ہوا تھا اور اب جوان ہونے کے بعد واپس اپنے دیس ہندوستان آیا ہے۔ اب وہیں کاروبار کرنے والا ہے۔

انیتا کے سلسلے میں چنڈال کا شبہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے پر بھی تھا جو بندیا کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور وہ میں تھا۔ وہ مجھ پر شبہ کرنے کے باوجود اب تک اس بات کی تصدیق نہیں کر سکا تھا کہ بندیا کے پیچھے فرہاد علی تیمور ہی ہے۔

انیتا کے گم ہو جانے کے بعد چنڈال یہ سوچ رہا تھا کہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والا بندیا کے اندر چھپا ہوا ہے۔ اس نے اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا ہے کہ آتما شکتی کے ذریعے جس طرح بندیا کا جسم تبدیل ہو چکا ہے۔ اسی طرح چنڈال نے انیتا کے جسم کو بھی تبدیل کیا ہوگا۔

اس کا خیال تھا کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے جب پہلی بار اس کے بیٹے ہنس راج کو ٹریپ کیا تھا اور اس پر تنویمی عمل کیا تھا تب ہی اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیا تھا کہ اس کی ایک بہن انیتا ممبئی میں فرمان کے ساتھ ہے۔

اس نے یہ بھی معلوم کیا ہوگا کہ چنڈال فرمان سے دشمنی کر رہا ہے اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے فرمان سے دوستی کر لی ہو۔ اس طرح وہ معلوم کر چکا ہو گا کہ انیتا کی زندگی بھی مختصر تھی۔ اس لیے وہ اچانک ہی مر گئی ہے۔

اور اگر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے فرمان کی دوستی ہے تو پھر اس نے فرمان کے ذریعے یہ معلوم کیا ہوگا کہ چنڈال نے ہی اپنی بیٹی کو مار ڈالا تھا اور پھر اسے نئی زندگی بھی دی ہے۔

چنڈال جوگیا بڑی الجھی ہوئی باتیں سوچ رہا تھا۔ خیالات کو دور دور تک دوڑاتے ہوئے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ انیتا کو کس نے غائب کیا ہے؟

ٹونی جے رات کی فلائیٹ سے دہلی پہنچنے والا تھا۔ اس کے آنے سے پہلے ان چار آرمی افسران کے خلاف کچھ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ادھر کچھ کرنے سے پہلے ادھر انیتا کے معاملے میں الجھ کر رہ گیا تھا۔

اس کا آلہ کار اندرا کوٹھانی شملہ میں تھا اور اس کے حکم کا ان چار آرمی افسران کے لیے موت بن جاتا۔

میں اس کے آس پاس اپنے آلہ کاروں کے ذریعہ موجود تھا۔ ایک تو چنڈال نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ دوسرا یہ کہ اسے تاکید کی تھی کہ وہ کبھی شراب نہیں پیے گا۔ نشے کی کسی چیز کو بھی ہاتھ نہیں لگائے گا اور وہ اس پر عمل کر رہا تھا۔

میرے لیے مشکل پیدا ہو گئی تھی۔ میں دور ہی دور سے دوسرے آلہ کاروں کے ذریعہ اس کی نگرانی کر رہا تھا لیکن اس کے اندر پہنچ کر یہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ چنڈال جوگیا کیا کرتا پھر رہا ہے؟ اگر میں اپنے کسی آلہ کار کے ذریعہ اسے زخمی کراتا یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کرتا تو چنڈال کو پتا چل جاتا۔ میں نے سوچا کہ خود وہاں جا کر دیکھنا چاہیے۔ اس کے قریب رہ کر ایک ذرا سا بھی موقع ملے تو اس سے فائدہ اٹھا کر اس کے دماغ میں جگہ بنانا چاہیے۔

میں اسی دن ایک فلائیٹ سے شملہ پہنچ گیا۔ وہ شملہ کے قریب ہی منالی کے ایک ہوٹل میں تھا۔ میں نے بھی اسی ہوٹل میں ایک کمرا کرائے پر حاصل کر لیا۔ مجھے وہاں رہ کر وقت ضائع نہیں کرنا تھا۔ میں نے سوچا آدھی رات کے بعد دو بجے یا تین بجے سب ہی گہری نیند میں ہوتے ہیں۔ چنڈال بھی خیال خوانی سے تھک کر سو جاتا ہوگا۔ مجھے ایسے ہی وقت اندرا کوٹھانی کو اپنے قابو میں کرنا چاہیے۔

میرا ارادہ تھا کہ رات کے پچھلے پہر اندرا کے کمرے میں جا کر اسے اپنے قابو میں کروں گا لیکن جو سوچا تھا وہ نہ ہو سکا۔ وہ کم بخت ساری رات کے لیے کسی حسینہ کے ساتھ کہیں چلا گیا تھا۔ میں رات کے تین بجے تک انتظار کرتا رہا پھر سو گیا۔

دوسری صبح میں نو بجے تک سوتا رہا۔ جب آنکھ کھلی تو خیال خوانی کے ذریعہ ہوٹل کی کاؤنٹر گرل کے اندر پہنچا۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ اندرا کوٹھانی کے کمرے کی چابی کی بورڈ پر ہے یا وہ کمرے میں آ چکا ہے؟

اس کی سوچ نے بتایا کہ چابی کی بورڈ پر ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ابھی واپس نہیں آیا ہے۔

میں پھر آرام سے سو گیا۔ دو گھنٹے بعد آنکھ کھلی تو میں نے پھر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا وہ کم بخت اب تک نہیں آیا تھا۔ میں جتنی جلدی اسے ٹریپ کر لینا چاہتا تھا وہ اتنی ہی دیر کر رہا تھا۔ پتا نہیں کہاں مر گیا تھا؟

جب ایک بجے آنکھ کھلی اور میں نے معلوم کیا تو پتا چلا کہ وہ ہوٹل کے کاؤنٹر پر پہنچا ہوا ہے اور اپنے کمرے کی چابی لے رہا ہے۔ میں فوراً ہی بستر سے اتر کر آئینے میں اپنا حلیہ درست کرتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا اور اس کے کمرے کی طرف

جانے لگا۔ اس وقت تک وہ لفٹ کے ذریعہ اوپر آ چکا تھا اور اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

میں بھی اس کے پیچھے چلتا گیا۔ جب وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جانے لگا تو میں نے اسے ایک زور کی لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا اندر جا گرا۔ میں نے کمرے کے اندر آ کر دروازے کو بند کر دیا۔

کبھی کبھی ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالنا پڑتا ہے۔ وہ فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا مگر میں نے اس سے پہلے ہی اس کا گھی نکالنا شروع کر دیا۔ وہ اچھا خاصا صحت مند تھا۔ اب تک نہ جانے کتنے قتل کر چکا تھا۔ وہ ایک خطرناک قاتل ضرور تھا مگر ایک اچھا فائٹر نہیں تھا۔ میرے دو ہاتھ کھاتے ہی کمرے سے بھاگنے کے بارے میں سوچنے لگا۔

میں نے اس کی گردن کو اپنے ایک بازو میں دبوچ لیا۔ اتنی زور سے دبوچا کہ اس کا سانس لینا دوبھر ہو گیا۔ ایسے میں میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن سانس روک کر مجھے بھگا نہ سکا۔ کیونکہ اس کا دم پہلے گھٹ رہا تھا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

میں نے اس کے اندر پہنچتے ہی ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا پھر اسے چھوڑ دیا۔ وہ چیخیں مار کر فرش پر گر پڑنے لگا۔ میں اس کے اندر رہ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس وقت چنڈال جوگیا وہاں موجود ہے یا نہیں.....؟''

وہاں اس کی موجودگی کے آثار نہیں مل رہے تھے۔ عین ممکن تھا کہ وہ خاموش تماشائی بن کر دیکھ رہا ہو اور سمجھنا چاہتا ہو کہ میں کون ہوں؟ اور اس پر حملہ کرنے کے بعد اب کیا کرنے والا ہوں؟

ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ میں اس پر تنویمی عمل کرتا تو وہ اس کے اندر چھپا رہتا اور میرے عمل کو ناکام بنا دیتا۔ وہ اندرا کوٹھانی کے اندر رہ کر بہت کچھ کر سکتا تھا۔

لیکن وہ کچھ کرنے کے لیے وہاں موجود نہیں تھا۔ یہ وہی وقت تھا جب انیتا ائرپورٹ سے اغوا ہوئی تھی۔ وہ اور ٹونی جے پریشان ہو گئے تھے۔ اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ چنڈال کئی گھنٹوں تک اندرا کوٹھانی کی طرف توجہ نہ دے سکا تھا۔

میں نے اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا، اس کے دماغ میں ایک مخصوص آواز اور لب و لہجے کو نقش کیا اور اسے حکم دیا کہ میں جب بھی اس مخصوص لہجے کے ساتھ اس کے اندر آؤں تو وہ مجھے محسوس نہ کرے۔ پہلے کی طرح چنڈال کا معمول اور تابعدار بن کر رہے لیکن جب میں مخصوص لہجے میں اسے کوئی حکم دوں تو وہ فوراً اس کی تعمیل کرے۔

میں نے اس پر عمل کرنے کے بعد اس سے کہا کہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد یہ بھول جائے کہ اس کی چالاکی ہوئی تھی اور اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ وہ پہلے کی طرح کام کرتا رہے گا۔

وہ تنویمی نیند سو گیا۔ میں عمل کرنے کے دوران میں اور اس کی نیند کے دوران میں بار بار اس کے اندر جاتا رہا اور دیکھتا رہا کہ چنڈال اس کے پاس آ رہا ہے یا نہیں.....؟''

جب وہ ایک گھنٹے بعد بیدار ہوا تب میں نے پھر اس کے اندر پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا اور پہلے کی طرح نارمل تھا۔ سوچ رہا تھا، ساری رات جاگتا رہا ہے پھر کیوں ایک گھنٹے بعد بیدار ہو گیا ہے؟ اسے مزید سونا چاہیے۔ لہٰذا وہ پھر بستر پر لیٹ گیا۔

اس بات کا اطمینان ہوا کہ پچھلے دو گھنٹوں سے چنڈال اس کے اندر نہیں آیا ہے۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ میرا تنویمی عمل کامیاب رہا تھا اور چنڈال نے چھپ کر میرے عمل کو بے اثر نہیں بنایا ہے۔

وہ خیال خوانی کے ذریعہ ٹونی جے کے ساتھ مصروف تھا۔ ٹونی جے دہلی پہنچ گیا تھا۔ اپنے بنگلے میں آرام سے بیٹھا ہوا تھا اور پرسنل سیکریٹری کے خیالات پڑھنے لگا.....''وہ پرسنل سیکریٹری اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف تھا۔ چنڈال نے کہا''مسلسل اس کے خیالات پڑھتے رہو گے تو کافی وقت لگے گا۔ اپنی اہم مصروفیات سے وقت ملا کرے تو اس کے خیالات پڑھ لیا کرو۔ اب ہمیں ان چار آرمی افسران کی طرف دھیان دینا چاہیے۔''

ٹونی جے نے کہا''مسٹر چنڈال! مجھے ایک بات کھٹک رہی ہے۔''

''کون سی بات۔''

''کل ائرپورٹ میں انیتا نے میرا استقبال کیا تھا۔ تھوڑی دیر تک باتیں کرتے رہے تھے۔ انیتا کو جس نے اغوا کیا ہے۔ اس نے اس کے ساتھ مجھے بھی دیکھا ہے۔''

''ہاں..... یہ تو ہے۔ انیتا کے ممبئی پہنچتے ہی کوئی دشمن اس کی ناک میں لگا ہوا تھا۔ کسی نے اچانک اسے اغوا کیا ہے۔ اچھی خاصی پلاننگ کے بعد ہی کوئی اسے کہیں لے گیا ہے۔''

''اگر وہ تمہارا دشمن ہے تو پھر وہ میرے متعلق بھی جانتا ہوگا کہ میں کون ہوں؟ اور انیتا کیوں مجھ سے ملنے آئی تھی؟ وہ مجھے نظر انداز کر رہا ہوگا؟ یا میری نگرانی کر رہا ہوگا؟''

چنڈال سوچ میں پڑ گیا۔ ٹونی جے نے کہا''کئی گھنٹے گزرنے کے بعد بھی ہم انیتا کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے جس نے بھی اغوا کیا ہے اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا''سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ تنویمی عمل جانتا ہے تو کیا ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔''

چنڈال نے قائل ہو کر کہا''یقیناً جانتا ہوگا۔ ایک عام سا شخص ہم سے دشمنی کر کے زیادہ دیر تک صحیح سلامت نہیں رہ سکتا۔ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے کے باعث ہماری گرفت میں نہیں آ رہا ہے۔''

''تم صرف اپنی بیٹی کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ اس طرف دھیان نہیں ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے نظر انداز نہیں کرے گا۔ اس نے انیتا پر تنویمی عمل کرنے کے دوران میں یہ معلوم کیا ہوگا کہ میں کون ہوں اور امریکا سے کیوں آیا ہوں؟ تم میری ذات میں دلچسپی لے رہے ہو تو اس دلچسپی کے پیچھے کون سے مقاصد چھپے ہوئے ہیں؟''

وہ پریشان ہو کر بولا''میں نے تو اس پہلو سے سوچا ہی نہیں تھا کہ انیتا کو جس نے بھی اغوا کیا ہے۔ وہ تمہاری ذات میں بھی دلچسپی لے رہا ہوگا اور تمہارے بارے میں انیتا کے ذریعہ یہ معلوم کر چکا ہوگا کہ میں تمہاری ذات میں دلچسپی لے رہا ہوں۔ صرف میں ہی نہیں میری بیٹی بھی تم میں دلچسپی لے رہی تھی۔ یہ سب کچھ معلوم کرنے کے بعد وہ تمہارے بارے میں دور تک معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا۔''

وہ دونوں اندیشوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ جبکہ ایسا کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ کالیا اسرانی نہ تو ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور نہ ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا تھا۔ وہ ایک اسمگلر تھا اور اپنے حال میں مست رہتا تھا۔

چنڈال نے کہا''کل تم امریکا سے ممبئی پہنچے۔ وہاں سے یہاں دہلی آئے۔ اب تک بیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن نہ تو تمہارے دماغ میں آ رہا ہے اور نہ ہی اسے آثار نظر آ رہے ہیں کہ وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعہ ہماری نگرانی کر رہا ہے۔''

''مسٹر چنڈال! اگر وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعہ ہماری نگرانی کر رہا ہوگا تو ہمیں کیسے معلوم ہوگا؟ ہمیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ میں آج اور کل دن رات اس شہر میں گھومتا پھرتا رہوں گا۔ لوگوں سے ملتا رہوں گا، کاروباری معاملات میں دلچسپی لیتا رہوں گا۔ اس دوران میں دیکھا جائے گا کہ وہ دشمن میرے کتنے قریب آنے کی کوشش کر رہا ہے؟''

''پھر تو بہت دیر ہو جائے گی۔ میں ان چار افسران سے جلد از جلد نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اب مزید قیدی بن کر زندگی نہیں گزارنا چاہتا۔''

''میں خود یہی چاہتا ہوں کہ تمہیں جلد سے جلد رہائی مل جائے۔ میں یہاں کاروباری معاملات میں مصروف رہنے کے دوران میں زیادہ توجہ تمہاری طرف دوں گا۔ تم مجھ سے جو کام لینا چاہو گے، میں وہ کرتا رہوں گا۔ یہ بتاؤ۔ اب کیا کرنا چاہتے ہو؟''

وہ بولا''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے ایک شخص کو آلہ کار بنایا ہے۔ وہ بہت ہی خطرناک قاتل ہے۔ اس کا نام اندرا کوٹھانی ہے۔ تم میرے دماغ میں آؤ، میں تمہیں اس کے اندر لے چلتا ہوں۔''

وہ چنڈال کے اندر آیا پھر وہ دونوں اندرا کوٹھانی کے اندر پہنچ گئے۔ میں نے اس پر تقریباً دن کے ایک بجے تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ دو بجے تک سوتا رہا تھا۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد وہ دوبارہ سو گیا تھا اور اب تک سو رہا تھا۔ اس وقت شام کے پانچ بج رہے تھے۔ چنڈال نے ٹونی جے سے کہا''تم اس کے اندر پہنچ چکے ہو۔ اب اس کے حالات پڑھتے رہو، میں بھی آتا ہوں۔''

وہ اس کے دماغ سے نکل گیا۔ اس کے نکلتے ہی اندرا کوٹھانی نیند سے چونک گیا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا تھا۔ چنڈال کے تنویمی عمل کے مطابق اس کا دماغ پرائی سوچ کی لہروں کو فوراً ہی محسوس کر لیتا تھا لہٰذا وہ محسوس کرتے ہی نیند سے بیدار ہو گیا۔

ٹونی جے نے چنڈال کے پاس آ کر کہا''تمہارے جاتے ہی وہ نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ اس نے سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو بھگا دیا ہے۔''

چنڈال نے مسکرا کر کہا''ہاں..... میں بھول گیا تھا کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر نہیں آنے دیتا ہے۔ بہرحال اس طرح میں نے معلوم کر لیا ہے کہ ہمارا کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی تک اندرا کوٹھانی پر نہ تو شبہ کر رہا ہے اور نہ اسے ٹریپ کر رہا ہے۔''

اس نے کوٹھانی کے پاس آ کر کہا''میں چنڈال جوگیا بول رہا ہوں.....''

وہ ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا پھر بولا''اب سے کچھ دیر پہلے میں نے کسی کی سوچ کی لہروں میں محسوس کیا

تھا۔"

"ہاں..... وہ میرا ایک ساتھی ہے۔ میں اس سے تمہارا تعارف کراؤں گا۔ تم اس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کرلو۔ جب وہ آئے تو اسے آنے سے نہ روکنا اور اس کا حکم ایسے ہی ماننے رہنا، جیسا کہ میرا حکم مانتے ہو۔"

ٹونی جے نے کہا "یسلو..... مسٹر اندرا کوٹھانی! میں مہادیو بھاٹیا بول رہا ہوں۔ آج سے تم میرے احکامات کی بھی تعمیل کرتے رہو گے۔ میری آواز اور میرے لہجے کو اچھی طرح یاد کرلو۔ آئندہ میں دن رات تمہارے پاس آیا کروں گا اور جو حکم دیتا رہوں گا۔ تم اس پر عمل کرتے رہو گے۔"

چنڈال نے کہا "ابھی تم مزید اپنی نیند پوری کرو۔ آج رات تمہیں جاگنا ہے۔ رات کو کسی وقت بھی ہم تمہیں جہاں پہنچنے کا حکم دیں۔ وہاں اپنے ہتھیاروں کے ساتھ پہنچ جانا ہے۔ ایک شخص کا مرڈر کرنا ہے۔"

اس نے پوچھا "کون ہے وہ شخص.....؟ کیا وہ اسی شہر میں ہے؟"

"نہیں..... تم ابھی سو جاؤ۔ جب سو کر اٹھو گے تو تمہیں بتایا جائے گا کہ کہاں جانا ہے، اور کیا کرنا ہے؟ رات آٹھ بجے تک آرام کرتے رہو اور اپنی تھکن دور کرتے رہو۔ ابھی ہم جا رہے ہیں۔"

وہ دونوں اس کے دماغ سے چلے آئے۔ ٹونی جے نے پوچھا "وہ چاروں افسران کہاں رہتے ہیں؟ اب مجھے ان کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

چنڈال نے کہا "شملہ کے قریب ایک شہر ہے۔ جس کا نام منالی ہے۔ یہاں ایک بنگلے میں مجھے قید کیا گیا ہے۔ دو آرمی افسران صبح سے شام تک میری نگرانی کرنے کے لیے اس بنگلے میں رہتے ہیں۔ شام کو وہ دونوں چلے جاتے ہیں پھر ان کی جگہ دوسرے افسران چلے آتے ہیں۔ اس طرح یہ چاروں افسران دن رات میری نگرانی کرتے رہتے ہیں۔"

ٹونی جے نے پوچھا "جب دو افسران تمہارے ساتھ رہتے ہیں۔ تب دوسرے دو افسران کہاں جاتے ہیں؟ ان کا قیام کہاں ہے؟"

"یہ اپنی ہر بات مجھ سے چھپاتے ہیں اور بہت محتاط رہتے ہیں لیکن میں نے بڑی مشکلوں سے کسی کو آلہ کار بنا کر ان دو افسران کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کرلیا ہے۔ انہوں نے ڈل ہوزی میں ایک بنگلا کرائے پر لے رکھا ہے۔"

"تم نے اندرا کوٹھانی کو رات آٹھ بجے تک سونے کا حکم دیا ہے۔ وہ آٹھ بجے کے بعد ڈل ہوزی جائے گا تو کتنی رات کو وہاں پہنچے گا؟"

"وہ ڈھائی یا تین گھنٹے میں پہنچ جائے گا۔ اگر آدھی رات کو بھی پہنچے گا تو باقی آدھی رات واردات کے لیے کافی ہو گی۔"

"بات صرف واردات کی نہیں ہے۔ واردات کرنے سے پہلے دیکھنا پڑتا ہے کہ شکار کہاں ہے؟ کیا کر رہا ہے؟ کہیں اس کا پروگرام تبدیل تو نہیں ہو رہا ہے؟ اس قسم کی معلومات حاصل کرنے کے لیے کوٹھانی کو بہت پہلے سے وہاں پہنچنا چاہیے۔"

چنڈال نے قائل ہو کر کہا "ہاں..... بعض اوقات ہم سوچتے کچھ ہیں اور ہوتا کچھ ہے۔ اندرا کو پہلے سے وہاں جا کر اس کے بنگلے کے اندر اور باہر کے حالات معلوم کرنے چاہئیں اور ان دو افسران کے پروگرام سے بھی واقف ہونا چاہیے۔ کہ وہ آج کی رات بنگلے میں گزاریں گے یا کسی دوسری جگہ جا کر حسیناؤں کی آغوش میں رات گزارتے رہیں گے؟"

وہ دونوں کوٹھانی کے اندر آ گئے۔ چنڈال نے اسے جگایا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جب وہ پہلی بار کوٹھانی کے دماغ میں آئے تھے۔ تب میں وہاں نہیں تھا۔ اپنے معاملات میں مصروف تھا۔ اس بار میں اس وقت پہنچ گیا۔ جب انہوں نے کوٹھانی کو نیند سے جگایا تھا۔

اس نے پوچھا "کیا حکم ہے مسٹر چنڈال؟"

"تمہیں ابھی تیار ہو کر ڈل ہوزی جانا ہوگا۔"

وہ فوراً ہی بیڈ سے اترتے ہوئے بولا "میں ابھی غسل کر کے لباس تبدیل کرتا ہوں اور وہاں اپنے ہتھیار سمیت جاتا ہوں۔"

"دیر نہیں ہونی چاہیے۔ آدھے گھنٹے کے اندر یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ وہاں پہنچتے رہو گے تو ہم تمہارے دماغ میں آ کر پھر تمہیں بتائیں گے کہ تمہیں کہاں جانا ہے؟ اور کیا کرنا ہے؟"

وہ دونوں اس کے دماغ سے چلے گئے۔ وہ واش روم میں جا کر غسل کرنے لگا اور میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ تب ایک نیا انکشاف ہوا کہ چنڈال کے علاوہ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں آتا ہے اور اس کا نام مہادیو بھاٹیا ہے۔

میں نے اندرا کوٹھانی کے اندر سوال پیدا کیا کہ یہ مہادیو بھاٹیا کون ہے؟

اس کی سوچ نے جواب دیا "پتا نہیں یہ شخص کون ہے؟

چنڈال اسے میرے دماغ میں لے آیا ہے۔ اب مجھے چنڈال کے حکم کے مطابق مہادیو کے احکامات کی بھی تعمیل کرنی ہوگی۔ دونوں گہرے دوست معلوم ہوتے ہیں۔"

میں نے اس کے اندر پھر سوال پیدا کیا کہ وہ بھاٹیا لب و لہجے سے کسی ملک کا باشندہ لگتا ہے؟"

"وہ تو کٹر ہندوستانی ہے۔ بڑی روانی سے ہندی بول رہا تھا۔"

یہ میرے لیے حیرانی کی بات تھی۔ کہ ہندوستان میں ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں سے پیدا ہو گیا ہے؟"

سب سے پہلے بھارتی حکمرانوں نے چنڈال جوگیا کو ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے پیش کیا تھا تو کوئی تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ انڈیا میں اچانک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو سکتا ہے۔ بعد میں رفتہ رفتہ چنڈال جوگیا نے اپنی اہمیت منوالی تھی۔ اب یہ دوسرا ہندوستانی..... پیدا ہوا تھا جو خیال خوانی کے ذریعے اندرا کے اندر آیا تھا اور مجھے حیران کر رہا تھا۔ صرف مجھے ہی کیا ٹیلی پیتھی کی دنیا میں جو بھی ستاوہ حیران ہوتا اور یقین نہ کرتا کہ ہندوستان میں ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو گیا ہے۔ جو خالص ہندوستانی ہے اور وہ مذہب کے حوالے سے ہندو ہے۔

میں تجسس میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے بارے میں جلد سے جلد معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر وہ کون ہے؟ اور چنڈال اسے کہاں سے پکڑ لایا ہے؟

اندرا کوٹھانی ڈل ہوزی کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں واردات کرنے سے پہلے ان دو آرمی افسران کے بارے میں معلومات حاصل کرنے والا تھا۔ ایسے وقت... چنڈال اور وہ نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا مہادیو بھی اس کے اندر رہ کر اسے گائیڈ کرنے والے تھے۔

ایسے وقت میں بھاٹیا کی آواز سن سکتا تھا اور اس کے بارے میں کچھ مطلوبہ معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

وہ ایک ریسنڈ کار میں بیٹھ کر پہاڑی علاقوں سے گزرتا ہوا ڈل ہوزی کی طرف جا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت چنڈال اور ٹونی جے پھر اس کے اندر آ گئے۔ اسے ہدایات دینے لگے کہ ڈل ہوزی پہنچ کر اسے کیا کرنا ہے؟

میں اس کے اندر رہ کر چنڈال کے علاوہ مہادیو بھاٹیا کی بھی آواز سن رہا تھا۔ وہ کوٹھانی سے کہہ رہا تھا "ڈل ہوزی کے ایک بنگلے میں پہنچنے کے بعد اس بنگلے کے مالک کا پتا معلوم کرنے۔"

ٹونی جے نے کہا "جب تم اس سے فون پر بات کرو گے تو ہم تمہارے ذریعے اس کے اندر پہنچ جائیں گے۔ بنگلے کا وہ مالک ان دو افسران کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوگا کہ وہ تمام دن اور تمام رات کہاں گزارتے ہیں؟ کیسے گزارتے ہیں؟ کس سے ملتے ہیں؟ اور ان کی مصروفیات کیا ہوتی ہیں؟"

میں مہادیو کی باتیں سن رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا۔ واقعی وہ بڑی روانی سے ہندی بول رہا تھا۔ لب و لہجہ سے بھی بالکل ہندوستانی لگ رہا تھا۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہندوستان میں یکے بعد دیگرے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہو رہے تھے۔

ویسے ہندوستان ایک بہت ہی زرخیز ملک ہے۔ یہاں طرح طرح کے مزاج رکھنے والے اور طرح طرح کی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے اور حیرت انگیز کارنامے سرانجام دینے والے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

اگر مہادیو بھاٹیا بھی پیدا ہو گیا تھا تو یہ کوئی بہت زیادہ حیرانی کی بات نہیں تھی۔

جب اندرا کوٹھانی ڈل ہوزی پہنچا تو سات بج رہے تھے۔ رات کی تاریکی چھا گئی تھی۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا اس بنگلے کے سامنے آیا۔ جہاں وہ دو افسران جگدیش راٹھور اور ہردیو سنگھ رہتے تھے۔ بنگلے کے اندر تاریکی تھی۔ باہر بھی خاموشی اور سناٹا تھا۔

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا پڑوس والے بنگلے کے سامنے آیا پھر کار سے اتر کر احاطے کے اندر داخل ہوا۔ ایک ادھیڑ عمر کی عورت اس بنگلے سے باہر آئی۔ وہ بہت ہی چست لباس پہنے ہوئے تھی اور ایسا گاڑھا میک اپ کیے ہوئے تھے جیسے سولہ برس کی کنواری بننے کی کوششیں کرتی رہی ہو۔ وہ ایک اجنبی کو دیکھ کر اپنے بالوں کو اور اپنے لباس کو درست کرتی ہوئی ایک ادائے ناز سے بولی "کیا مجھ سے ملنے آئے ہو؟"

کوٹھانی نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر پوچھا "کیا تمہارے پتی دیو ہیں؟"

وہ بڑی رازداری سے بولی "نہیں ہیں..... دلی گئے ہوئے ہیں۔ میں بالکل اکیلی ہوں۔ اندر آ جاؤ۔"

کوٹھانی ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا "میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ میں تو یہ پوچھنے آیا ہوں کہ تمہارے پڑوس والے بنگلے کا مالک کہاں رہتا ہے؟"

وہ ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ وہ جو سامنے والا بنگلا ہے۔ وہاں رہتا ہے۔ تمہیں اس بنگلے کے مالک سے کیا لینا ہے؟"

وہ بولا "میں نے ابھی دیکھا ہے۔ اس بنگلے میں تاریکی

ہے۔ خالی لگتا ہے۔ اگر یہ خالی ہے تو میں اسے کرائے پر لینا چاہتا ہوں۔"

وہ ذرا قریب آتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولی "اس بنگلے سے زیادہ میں خالی ہوں۔ تم آ جاؤ کرایہ بھی نہیں لوں گی۔"

وہ پھر ایک قدم پیچھے ہٹ کر سوچ کے ذریعے بولا "مسٹر چنڈال! یہ مجھے کہاں لا کر پھنسا دیا ہے؟ مجھے جلدی بتاؤ یہ اگر تمہارے کام کی ہے تو میں اس سے دلچسپی لوں گا۔"

چنڈال اور ٹونی جے اس کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ میں بھی یہی کر رہا تھا۔ وہ عورت بولی "آج میری بیٹی بھی گھر پر نہیں آئے گی بہت آوارہ ہوتی جا رہی ہے۔ کسی نہ کسی لوائے فرینڈ کے ساتھ کہیں چلی جاتی ہے۔ تم اندر کیوں نہیں آتے؟"

ٹونی جے نے کہا "کوٹھانی! یہاں وقت ضائع نہ کرو۔ یہ ہمارے کسی کام کی نہیں ہے۔ سامنے والے بنگلے میں جا کر کسی سے بات کرو۔"

وہ عورت بالکل قریب آ کر کوٹھانی کی گردن میں بانہیں ڈال رہی تھی۔ وہ اس کے ہاتھوں کو جھٹک کر دھکا دیتے ہوئے بولا "اندر جاؤ اور آئینے میں اپنی صورت دیکھو۔ اپنی عمر کا حساب کرو۔ ایسا چست لباس پہنا ہے۔ ایسا زبردست میک اپ کیا ہے جیسے بڈھاپے کو جوانی کا ٹرک کہا رہی ہو....."

وہ بڑبڑاتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ چنڈال اور ٹونی جے بھی اس کے ساتھ جا رہے تھے۔ میں اس عورت کے اندر رک گیا۔ جب کوٹھانی سامنے والے بنگلے میں پہنچتا اور وہاں باتیں کرتا تو میں اس کے پاس پہنچ جاتا۔ فی الحال میں سوچ رہا تھا کہ اس عورت سے کام لے سکتا ہوں۔ اگر کوٹھانی اس بنگلے کے مالک تک نہ پہنچ پائے اور ان دو افسران کے بارے میں مطلوبہ معلومات حاصل نہ کر سکے۔ تو میں اس عورت کے دماغ پر قبضہ جما کر اس بنگلے کے اندر جاؤں گا۔ وہاں ایسی چیزیں تلاش کروں گا جن سے ان دو افسران کی کمزوریاں معلوم ہو سکیں۔

اس عورت نے فون کی گھنٹی سنی پھر تیزی سے چلتے ہوئے بنگلے کے اندر آئی۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اس نے ریسیور اٹھایا پھر اسے کان سے لگا کر کہا "ہیلو..... میں مسز ایڈوانی بول رہی ہوں۔ تم کون ہو؟"

دوسری طرف سے ایک لڑکی کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی "ہیلو ممی!..... میں کوکی بول رہی ہوں۔"

"کوکی!..... تم کہاں ہو؟ گھر کب آ رہی ہو؟"

"اوہ نو ممی..... میں آج رات نہیں آؤں گی۔ ہم یہاں گیٹ ٹو گیدر پارٹی انجوائے کر رہے ہیں۔ میں صبح تک آؤں گی۔ یہی بتانے کے لیے فون کیا تھا۔ او کے..... گڈ نائٹ..... سی یو۔"

دوسری طرف سے فون بند ہو گیا۔ مسز ایڈوانی ناگواری سے ریسیور رکھتے ہوئے زیر لب کہا۔ "راتوں کو گھر سے غائب رہتی ہے۔ میرا کیا ہے پچھتائے گی۔ کئی بار سمجھایا ہے کہ جوانی کو سنبھال کر رکھنا چاہیے۔ فضول خرچ کرتی رہو گی تو جلدی خرچ ہو جائے گی۔ میری طرح گاڑھا میک اپ کرنے لگو گی لیکن یہ آج کل کی اولاد سنتی کہاں ہے۔ اپنی من مانی کرتی پھرتی ہے؟"

میں اس کی جوان بیٹی کوکی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک چھوٹے سے بنگلے میں تنہا بیٹھی اپنے عاشق کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ بنگلا اس کی ایک سہیلی پرمیلا کا تھا۔ پرمیلا اپنے عاشق کے ساتھ شملہ گئی ہوئی تھی اور اپنے بنگلے کی چابی اس نے کوکی کو دے دی تھی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا محبوب اگرچہ ایک ادھیڑ عمر شخص ہے لیکن آج کل کے نوجوانوں کے مقابلے میں اچھا خاصا تگڑا ہے۔ اپنی محبت کا اتنا خیال رکھتا ہے کہ گائے شراب نہیں پیتا۔ لہسن کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاتا۔

کوکی کے ان خیالات نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ایسا شخص یوگا کا ماہر ہو سکتا ہے۔ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے اس کا نام و پتا معلوم کیا پھر جواب سن کر مطمئن ہو گیا۔ میں اپنی منزل کے قریب پہنچ گیا تھا۔

اس کی سوچ نے کہا "اس کا نام جگدیش راٹھور ہے اور وہ اس کے پڑوس والے بنگلے میں رہتا ہے۔"

یعنی وہ جوان لڑکی اپنے پڑوسی پر عاشق ہو گئی تھی اور اس سے چھپ کر ملتی رہتی تھی۔ اس بنگلے میں رہنے والے دو آدمی افسران میں سے ایک کا نام جگدیش راٹھور تھا اور دوسرے کا نام ہردیو سنگھ تھا۔ وہ دونوں خود کو آرمی افسر کی حیثیت سے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ ایک عام شہری کی طرح خود کو ظاہر کرتے تھے۔

کوکی اسے آرمی افسر کی حیثیت سے نہیں جانتی تھی اور نہ ہی اس نے اپنی اصلیت اس لڑکی پر ظاہر کی تھی۔ اس کے خیالات پڑھ کر ایک اور بات معلوم ہوئی کہ اس کی سہیلی پرمیلا نے دوسرے آرمی افسر ہردیو کو پھانس رکھا ہے۔

پرمیلا کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ بہت ہی اونچے درجے کی پیشہ کرنے والی لڑکی تھی۔ اس کی ماں اور دو سرا جوان نہیں شملہ میں رہ کر دھندا کیا کرتی تھیں۔

اس آرمی افسر ہردیو سنگھ نے پچیس ہزار ماہانہ کے حساب سے پرمیلا کو اپنی داشتہ بنا کر رکھا تھا۔ جب وہ دہلی ہیڈ کوارٹر میں تھا۔ تو وہاں بھی کبھی پرمیلا کو بلا لیا کرتا تھا۔ اب یہاں ڈل ہوزی آ کر ہر روز ملنے لگا تھا۔ آج رات وہ اس کے ساتھ شملہ گیا ہوا تھا۔

مسز ایڈوانی میرے لیے معلومات کا زبردست ذریعہ بن گئی تھی۔ میں اس کے ذریعے کوکی کے اندر پہنچا تھا پھر کوکی کے ذریعے پرمیلا کے بارے میں معلوم ہو رہا تھا۔ ان دو لڑکیوں نے ان دو آرمی افسران کو پھانس رکھا تھا۔

چنڈال اور ٹونی جے اس عورت مسز ایڈوانی کو غیر ضروری سمجھ کر اپنے آلہ کار کوٹھانی کو دوسرے بنگلے کی طرف لے گئے تھے۔ اس بنگلے میں وہ مالک مکان رہتا تھا۔ جس کے کرایہ دار وہ دو آرمی افسران تھے۔ وہ مالک مکان بھی انہیں آرمی افسران کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔

اندرا کوٹھانی نے اس سے بھی یہی کہا کہ وہ اس کا بنگلا کرائے پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس سے یہ معلوم کیا کہ ان دو کرائے داروں کی مصروفیات کیا ہیں؟

وہ ان کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا تھا۔ جو روزانہ دیکھتا آ رہا تھا وہی اس کے خیالات نے بتایا تھا کہ وہ دونوں کبھی بنگلے میں موجود ہوتے ہیں اور کبھی کہیں چلے جاتے ہیں۔ دن کے وقت اکثر بندوق لے کر شکار کرنے کے لیے نکل جاتے ہیں پھر شام تک واپس آتے ہیں۔ آدھی رات کسی کلب میں رات گزارتے ہیں پھر دوسری صبح تک پڑے سوتے رہتے ہیں۔

اس کے خیالات نے پھر یہ بتایا کہ اس کے کرایہ دار دو نہیں چار ہیں۔ یہ دو جب کہیں چلے جاتے ہیں تو وہ دو ان کی جگہ آ کر رہنے لگتے ہیں۔

اس کے خیالات درست کہہ رہے تھے۔ جب مالک لال اور راج تلک اروڑا اس خفیہ بنگلے میں چنڈال کی نگرانی کرتے تھے۔ تو ادھر ڈل ہوزی والے بنگلے میں جگدیش راٹھور اور ہردیو سنگھ رہا کرتے تھے۔ جب یہ دونوں چنڈال کی نگرانی کے لیے جاتے تھے۔ تو پھر ڈل ہوزی والے بنگلے میں مالک اور راج تلک اروڑا چلے آتے تھے۔

اس رات جگدیش راٹھور اور ہردیو سنگھ اس بنگلے میں تھے۔ بلکہ نہیں تھے۔ اپنی اپنی محبوباؤں کے ساتھ گئے تھے۔

چنڈال کو اور ٹونی جے کو مالک مکان سے بھی ان کے بارے میں کوئی خاص بات معلوم نہ ہو سکی۔ وہ کوٹھانی سے کہہ رہے تھے کہ وہ ڈل ہوزی کے کلبوں میں جائے اور وہاں معلوم کرے کہ وہ دو افسران کب آتے ہیں؟ کیا ان کی سیر و تفریح کی کوئی دوسری جگہ بھی ہے؟

اندرا ڈل ہوزی میں جگہ جگہ جا رہا تھا اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔ ان کی معلومات کا ذریعہ صرف مسز ایڈوانی ہو سکتی تھی۔ جسے انہوں نے غیر ضروری سمجھا تھا۔

اب اس کی طرف واپس آنے والے نہیں تھے۔ وہ پرمیلا تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ ہردیو سنگھ کے ساتھ شملہ چلی گئی تھی اور کوکی پرمیلا کے خالی بنگلے میں تھی۔ وہاں سے باہر نکلنے والی نہیں تھی۔ کیونکہ اسے اپنے عاشق کا انتظار تھا۔

چنڈال اس رات اندرا کے ذریعے ان دو افسران تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ویسے آج نہ پہنچتا تو دوسرے دن پہنچ سکتا تھا۔ میں بھی چاہتا تھا کہ چنڈال ان چار آرمی افسران سے نجات حاصل کر لے لیکن اس طرح کہ اسے رہائی حاصل کرنے کے بعد وہ اور اس کا ساتھی مہادیو بھاٹیا دونوں ہی میری نظروں میں رہا کریں۔

میں نے ایک فیصلہ کیا کہ پہلے اسے دو افسران جگدیش راٹھور اور ہردیو سنگھ سے نجات دلائی جائے لیکن دوسرے دو افسران مانک لال اور راج تلک اروڑا سے وہ فوراً ہی نجات حاصل نہ کر سکے۔ پہلے میں اپنا گیم کھیلنا چاہتا تھا۔

پہلے تو یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ مہادیو بھاٹیا کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اس کے علاوہ یہ چاہتا تھا کہ چنڈال یا بھاٹیا دونوں میں سے کوئی بھی میرے زیر اثر آ جائے۔ اس کے بعد وہ ان باقی دو افسران سے رہائی حاصل کر لیتا تو مجھے اعتراض نہ ہوتا۔

کوکی نے کال بیل کی آواز سن کر دروازے کو کھولا پھر جگدیش کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔ آگے بڑھ کر اس کے گلے کا ہار بن گئی۔ شکایت کرنے لگی کہ وہ دیر سے کیوں آیا ہے؟

وہ اندر آ کر بڑے پیار سے اس کی شکایتیں دور کرنے لگا۔ وہ بھی سارے گلے شکوے بھول گئی کہنے لگی "مجھے بازوؤں میں اٹھا لو۔ کہیں بھی لے چلو۔"

وہ اسے بازوؤں میں اٹھا کر ڈرائنگ روم سے گزرتا ہوا بیڈ روم میں آ گیا۔ مجھے ان کی رومانی اور جذباتی فلم دیکھنے کا شوق نہیں تھا۔ ابھی بہت سا کام تھا۔ جو مجھے صبح سے پہلے کر لینا تھا۔

جگدیش نے کوکی کو وہاں لا کر بستر پر بچھا دیا۔ بستر کے سرہانے والی میز پر پھلوں سے بھری ایک تھالی رکھی تھی۔ ان پھلوں کے ساتھ ایک چاقو بھی رکھا ہوا تھا۔ جگدیش بیڈ پر آ کر اس پر جھکا تو وہ کروٹ بدل کر اس سے دور ہو گئی۔ اس کی

سمجھ میں آیا کہ یہ محبوبانہ ادا ہے لیکن جب وہ اس کی طرف پلٹی تو اس کے ہاتھ میں ایک چاقو تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا۔ اس نے چاقو کی نوک ایک بازو میں پیوست کردی۔ اس کے منہ سے ایک ہلکی سی کراہ نکلی۔ کوکی حیران رہ گئی۔ کہ یہ اس نے کیا کیا ہے؟

راٹھور نے چاقو کے دستے کو پکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے بازو سے باہر نکالا۔ چاقو زیادہ گہرائی تک نہیں گیا تھا پھر بھی خون بہنے لگا تھا۔

کوکی گھبرا کر حیران ہو کر بولی ''میں فرسٹ ایڈ بکس لے کر آتی ہوں۔ اوہ گاڈ! یہ میں نے کیا کیا ہے؟ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ کیا میں پاگل ہو گئی تھی؟''

وہ بڑبڑاتی ہوئی گئی پھر فوراً ہی فرسٹ ایڈ بکس لے آئی۔ اس کے پاس رکھ کر اس میں سے دوائیں نکال کر اس کی مرہم پٹی کرنے لگی۔

میں اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ ضرور چنڈال کی حرکت ہے۔ اس نے کوکی کو آلہ کار بنا کر مجھ پر حملہ کرایا ہے۔ اب وہ یقیناً میرے دماغ میں پہنچ چکا ہوگا۔

میں خاموش تھا۔ کچھ نہیں بول رہا تھا۔ اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ ''چنڈال! تم خاموش کیوں ہو؟ بولتے کیوں نہیں؟ تمہاری تو مراد بر آئی ہے۔ تم نے اپنے مکاری دکھائی ہے۔ میرے دماغ میں پہنچ چکے ہو اور اب خاموش سے میرے خیالات پڑھ رہے ہو۔''

کوکی اس کی مرہم پٹی کرنے کے دوران میں شرمندہ شرمندہ سی تھی۔ بار بار اس سے معافی مانگ رہی تھی اور وضاحت کر رہی تھی کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ پتا نہیں کیسے اس کی ذہنی رو بہک گئی تھی؟

راٹھور کو اپنے دماغ میں چنڈال کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے کوکی کو دیکھا پھر پوچھا ''کیا اب سے پہلے کبھی تمہاری ذہنی رو اس طرح بہکی تھی؟''

وہ میری مرضی کے مطابق بولی ''ہاں..... پچھلے دو تین برسوں میں ایسا ایک دو بار ہو چکا ہے۔ ایک بار میں اچانک ہی اپنی سہیلی کا منہ نوچ ڈالنا چاہتی تھی۔ اس نے فوراً ہی میرے ہاتھ کو پکڑ لیا تھا اور اسی وقت مجھے ہوش آ گیا تھا۔ ایک بار میں نے اپنی ممی کو دھکا دے کر گرا دیا تھا۔''

وہ یہ سب بول رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ جھوٹ کیوں بول رہی ہے؟ میں نے اسے کہہ کر قائل کیا کہ اس وقت اسی طرح جھوٹ بول کر بات بنانی چاہیے۔ ورنہ راٹھور ناراض ہو جائے گا اور سمجھے گا کہ میں نے دشمنی سے اس پر حملہ کیا ہے۔

وہ اس بات سے قائل ہو گئی کہ چاقو سے اچانک ہی حملہ کرنے کا کوئی جواز تو پیش کرنا ہی چاہیے۔ لہٰذا اس طرح وہ باتیں بنا رہی ہے تو پھر درست ہے۔ بات بن رہی ہے۔ راٹھور قائل ہو رہا ہے۔

راٹھور کا دماغ کمزور ہوا تھا۔ اسی لیے میں اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اب میں نے اس کے دماغ میں اور زیادہ کمزوری کا احساس پیدا کیا۔ وہ سر تھام کر بولا ''میں تھوڑی دیر لیٹنا چاہتا ہوں۔''

کوکی نے جلدی سے کہا ''ہاں..... ہاں..... یہاں آؤ لیٹ جاؤ۔ میں تمہارا سر سہلاتی ہوں۔ اوہ گاڈ! میں نے تمہیں کتنی تکلیف پہنچائی ہے۔ میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔''

وہ لیٹتے ہوئے بولا ''تم خواہ مخواہ شرمندہ ہو رہی ہو۔ تم نے جان بوجھ کر تو ایسا نہیں کیا ہے۔ آؤ میرے پہلو میں آ جاؤ۔''

وہ اس کے پاس آ کر اس سے لگ کر لیٹ گئی۔ راٹھور نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں تھپک تھپک کر اس کے دماغ کو سلانے لگا۔ وہ ایک منٹ کے اندر ہی گہری نیند میں ڈوب گیا پھر میں نے اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کیں کہ وہ اپنے بازو کے زخم کو اپنے ساتھیوں سے چھپائے گا۔ دوسری بات یہ کہ تنویمی نیند سے جاگنے کے بعد تنویمی عمل کو بھول جائے گا۔ پہلے کی طرح اس کا دماغ مقفل رہے گا۔ صرف میری آواز اور لب و لہجے کو محسوس نہیں کرے گا اور کبھی یہ سمجھ نہیں پائے گا کہ میں چپ چاپ اس کے دماغ میں چھپا ہوا ہوں اور اس کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔

میں نے ایسی چند خاص باتیں اس کے دماغ میں نقش کیں پھر ایک گھنٹے تک اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ اس کے بعد کوکی میری مرضی کے مطابق وہاں سے اٹھ کر ٹیلی فون کے پاس آئی پھر ریسیور اٹھا کر اپنی سہیلی پرمیلا کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔

اب میں پرمیلا کے اندر پہنچ کر اس کے ساتھ رہنے والے دوسرے آرمی افسر ہردیو سنگھ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا اور اسے بھی ٹریپ کر لینا چاہتا تھا۔

کوکی کے مختصر حالات پڑھنے سے پتا چلا کہ پرمیلا کا پاؤں بھاری ہے۔ اور وہ ماں بننے والی ہے۔ اس بات سے پرمیلا اور ہردیو سنگھ کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ ہردیو چاہتا تھا کہ بچے کو پیدا نہ ہونے دیا جائے۔ اس سے پہلے

ہی اسے ختم کر دیا جائے۔

اس کے برعکس پرمیلا بچے کو جنم دینا چاہتی تھی۔ پرمیلا کی ماں نے بھی یہی کہا کہ ہمارا یہ دھندا ہے۔ ہو سکتا ہے پرمیلا خوبصورت سی ایک بیٹی کو جنم دے۔ ہمارے خاندان میں بیٹیاں پیدا نہیں ہوں گی تو ہمارا دھندا کیسے چلے گا؟

ہردیو سنگھ اسے غصہ دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تم میری بیٹی پیدا کر کے اس سے دھندا کرانا چاہتی ہو۔ میری عزت کو خاک میں ملانا چاہتی ہو۔

پرمیلا نے کہا ''میں کچھ نہیں جانتی۔ شملہ چلو میری ماں کے پاس بیٹھ کر بات کرو پھر کسی نتیجے پر پہنچا جائے گا کہ بچے کو جنم دینا چاہیے یا نہیں؟''

ہردیو اسی سلسلے میں پرمیلا کی ماں سے بات کرنے کے لیے شملہ گیا ہوا تھا۔ کوکی نے میری مرضی کے مطابق پرمیلا سے رابطہ کیا۔ تو فون پر اس کی آواز سنائی دی۔ کوکی نے کہا ''میں بول رہی ہوں۔ کیا تم شملہ پہنچ گئی ہو؟''

''ہاں..... میں ممی کے بنگلے میں ہوں۔ تم یہاں کے فون پر بھی مجھ سے رابطہ کر سکتی ہو۔ اکیلی ہو یا تمہارا وہ دیوانہ موجود ہے؟''

''ہاں..... وہ موجود ہے۔ میں تمہاری طرف سے فکرمند ہوں۔ چاہتی ہوں کہ ہردیو سے تمہارے معاملات خراب نہ ہوں۔ اس لیے کہ ہردیو اور راٹھور دونوں دوست ہیں۔ ادھر ہم دونوں سہیلیاں ہیں۔ ہم سب کو مل جل کر رہنا چاہیے۔ کوئی بات اختلاف کی ہے تو اسے پیار و محبت سے حل کرنا چاہیے۔''

''تم فکر نہ کرو۔ میں سارے معاملات سنبھال لوں گی۔ کل شام تک وہاں آؤں گی۔ اچھا فون رکھ رہی ہوں۔ یہاں ضروری باتیں ہو رہی ہیں۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ میں پرمیلا کے اندر پہنچ گیا۔ کوکی اور پرمیلا کی دوستی کچھ زیادہ پرانی نہیں تھی۔ ایک ہفتہ پہلے کوکی کو راٹھور نے دیکھا تھا۔ اس پر دل آ گیا تھا۔ اس نے ہردیو سے کہا کہ یار اپنی پرمیلا سے کہو کہ وہ کوکی کو میرے لیے پھانسے تو موج کر رہے ہو۔ میں ابھی تک تنہا ہوں۔''

ہردیو نے پرمیلا سے کہا۔ پرمیلا نے کوکی سے دوستی کی۔ کوکی پہلے ہی فلرٹ تھی۔ لوائے فرینڈ بناتی پھرتی تھی۔ راتوں کو گھر سے باہر رہتی تھی۔ پرمیلا نے اس کی دوستی راٹھور سے کرا دی لیکن اسے یہ نہیں بتایا کہ جگدیش اور ہردیو کا تعلق آرمی سے ہے۔ وہ بہت بڑے افسران ہیں۔

اس وقت ہردیو شملہ میں تھا اور پرمیلا کی ممی کے بنگلے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ڈرائنگ روم میں اس کے ممی ڈیڈی موجود تھے۔ اسی مسئلے پر گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ پرمیلا کو ماں بننا چاہیے یا نہیں؟

مجھے پرمیلا کے خیالات بتا رہے تھے کہ جس صوفے پر ہردیو سنگھ بیٹھا ہوا ہے۔ وہیں اس کے پیچھے اور نیچے حساس قسم کے مائیکروفون چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے۔ اس کی باتیں دوسرے کمرے میں ریکارڈ ہو رہی ہیں۔

پرمیلا اور اس کے ماں باپ اس کی کمزوریاں اپنے ہاتھوں میں لے کر اسے بلیک میل کرنا چاہتے تھے۔ مجبور کرنا چاہتے تھے کہ وہ پرمیلا سے شادی کرے یا نہ کرے لیکن اپنی آدھی جائیداد اس کے نام کر دے۔

اب سے پہلے بھی پرمیلا نے بیڈ روم کی تنہائی میں مائیکرو فون چھپا کر رکھے تھے اور اس کی جذباتی باتیں ریکارڈ کرتی رہی تھی۔

یہ ثابت کرنا تھا کہ اتنے بڑے آرمی افسر نے اسے داشتہ بنا کر رکھا تھا۔ وہ بار بار اس سے شادی کی فرمائش کرتی تھی۔ عزت کی زندگی گزارنا چاہتی تھی لیکن وہ آرمی افسر کی حیثیت سے اسے دھوکے میں رکھتا تھا اور اس کی عزت سے کھیلتا رہتا تھا۔

اس نے بڑی رازداری سے ایک ویڈیو فلم بھی تیار کروائی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی کمزوریوں سے کھیلنے کی تیاریاں کی جا چکی ہیں۔ وہ آرمی افسر کی حیثیت سے بڑے رعب و دبدبے کے ساتھ پرمیلا کے باپ اور ماں کے پاس آیا تھا اور اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کر رہا تھا۔ انہیں دھمکیاں دے رہا تھا۔ اگر انہوں نے پرمیلا کو ماں بننے دیا اور اس سے بیٹی پیدا کرائی تو وہ ان میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ جو ابھی پیدا نہیں ہوئی ہے اس کے بارے میں دنیا نہیں جانتی کہ وہ ایک آرمی افسر کی بیٹی ہے۔ لہٰذا اسے دنیا میں نہیں آنا چاہیے اور اگر آ گئی اور اسے کوکھ پر بٹھایا گیا تو وہ پرمیلا اور اس کے ماں باپ کو نرگ میں پہنچا دے گا۔

پرمیلا کے باپ نے کہا ''ہم مانتے ہیں کہ تم بہت بڑے آرمی افسر ہو۔ تم آرمی والے اس ملک کے آدھے حکمران ہو۔ دن کو رات اور رات کو دن بنا دیتے ہو لیکن یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہارے خلاف کچھ نہ کر سکیں گے۔ میں تمہارے خلاف عدالت میں مقدمہ درج کرا دوں گا۔''

وہ طنزیہ انداز میں بولا ''کس بات کا مقدمہ درج کراؤ گے؟ میرے خلاف کیا بولو گے؟ کیا میں تمہاری بیٹی کی عزت سے کھیلتا رہا ہوں؟ اگر یہ بولو گے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟''

پرمیلا کے باپ نے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے ٹی وی اور وی سی آر کو آن کیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی ٹی وی اسکرین

ہردیو اپنے آپ کو پرمیلا کے اس کے ساتھ دیکھنے لگا۔ اگر چہ وہ شرم ناک ویڈیو نہیں تھی۔ کچھ زیادہ ننگا پن نہیں تھا۔ اس کے باوجود بہت ہی جذباتی اور رومانی مناظر تھے۔ یہ ثابت کر رہے تھے کہ ہردیو جیسا اعلیٰ افسر پرمیلا کے ساتھ ناجائز تعلق رکھتا ہے۔

ہردیو وہ فلم دیکھ کر غصے سے تلملا رہا تھا پھر اسے ایسی آڈیو سنائی گئی جس میں اس کی باتیں تھیں اور اس کی باتوں سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ اس کے پرمیلا کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں اور وہ پرمیلا پر جبر کر رہا ہے۔ وہ شادی کرنا چاہتی ہے لیکن وہ اسے داشتہ بنا کر رکھتا ہے اور اپنے آرمی افسر ہونے کی دھونس جماتا رہتا ہے۔

پرمیلا کے باپ نے کہا ''یہ آڈیو اور ویڈیو کیسٹ پریس والوں تک پہنچاؤں گا۔ تمام ثبوت کے ساتھ نہایت ٹھوس مقدمہ تمہارے خلاف درج کراؤں گا۔''

ہردیو سنگھ غصے سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اسے گالیاں دیتے ہوئے بولا ''کتے کے بچے! تو اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ مل کر مجھے دھوکا دیتا رہا اور میرے خلاف اس طرح کے ثبوت حاصل کرتا رہا۔ میں تیری ایسی کی تیسی کر دوں گا۔''

اس نے ٹی وی اٹھا کر فرش پر دے مارا پھر پرمیلا کے باپ کی پٹائی کرنے لگا۔ پرمیلا اور اس کی ماں چیخ چیخ کر رونے لگیں۔ پرمیلا فون کے ذریعے پولیس والوں سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ ہردیو نے اس سے ریسیور چھین کر اس کی بھی پٹائی شروع کر دی۔

پٹائی کے دوران کہتا رہا۔ ''اگر تم سب اپنی زندگی چاہتے ہو اور سلامتی سے رہنا چاہتے ہو۔ تو اس ویڈیو فلم اور تمام آڈیو کیسٹ کی ماسٹر کاپیاں ابھی میرے حوالے کر دو۔''

پرمیلا کا ایک بھائی ڈرائنگ روم کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اسے پہلے سے سمجھا دیا گیا تھا کہ جب ہردیو افسرانہ رعب اور دبدبہ دکھائے یا کوئی زیادتی کرنے لگے تو وہ فوراً ہی پولیس کو اطلاع دے کر یہاں بلائے۔ اس نے یہی کیا تھا۔ وہ پولیس کو فون کر چکا تھا۔ صرف پندرہ منٹ کے اندر قریبی تھانے سے پولیس افسر سپاہیوں کے ساتھ وہاں آ گیا۔

ہردیو اس وقت تک پرمیلا اور اس کے ماں باپ کی اچھی خاصی پٹائی کر چکا تھا۔ وہ سب لہولہان ہو گئے تھے۔ پرمیلا اور اس کی ماں تو بے ہوش ہو گئی تھیں۔ اس کا باپ نیم بے ہوشی کی حالت میں فرش پر پڑا ہانپ رہا تھا۔ پولیس انسپکٹر نے یہ منظر دیکھتے ہی ریوالور نکال کر ہردیو سے کہا ''ہاتھ اوپر کرو..... خبردار! اب ذرا بھی حرکت کی تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔''

ہردیو نے بڑے رعب اور دبدبے سے کہا ''انسپکٹر! ریوالور کو ہولسٹر میں رکھ لو۔ میں آرمی کا ایک بہت بڑا افسر ہوں۔''

انسپکٹر نے کہا ''میں نے تمہارے جیسے بہت سے آفیسر بہت دیکھے ہیں۔''

اس نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''میرے پاس یہ آئی۔ڈی کارڈ ہے۔ اسے دیکھ کر تمہیں یقین ہو جانا چاہیے۔''

انسپکٹر اس کارڈ کو پڑھنے کے بعد کچھ نرم پڑنے والا تھا لیکن میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا ''تمہارے آرمی افسر ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم عام شہریوں کو اس طرح مارتے پھرو اور انہیں لہولہان کرتے رہو۔ تم نے ان عورتوں کو بے ہوش کر دیا ہے۔ میں تمہیں گرفتار کرتا ہوں۔''

اس نے ایک سپاہی سے کہا ''اسے ہتھکڑی پہنا دو۔''

سپاہی ہتھکڑی لے کر آگے بڑھا تو ہردیو نے اسے ایک گھونسا رسید کیا۔ ایسے ہی وقت انسپکٹر نے میری مرضی کے مطابق گولی چلائی۔ گولی اس کی ٹانگ میں لگی۔ وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔ میں انسپکٹر کو چھوڑ کر ہردیو کے دماغ میں گھس گیا۔ ادھر انسپکٹر پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے ایک آرمی افسر پر گولی چلائی تھی۔ اس نے فوراً ہی فون کے ذریعے اپنے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا اور اسے بتایا کہ یہاں کی سچوئیشن کیا ہے؟ ایک آرمی افسر نے یہاں کیا کچھ کیا ہے؟

پرمیلا کے بھائی نے فون کے ذریعے ڈاکٹر کو بلا لیا تھا۔ انسپکٹر نے اسے دیکھ کر کہا ''پلیز ڈاکٹر! میں نے ان کی ٹانگ پر گولی ماری ہے۔ آپ پہلے ان کی مرہم پٹی کریں۔''

پرمیلا کے بھائی نے کہا ''میری بہن اور میری ماں بے ہوش پڑی ہیں۔ میرا باپ زخمی ہے۔ پہلے ان کی مرہم پٹی کی جائے۔ انہیں ہوش میں لایا جائے۔''

ڈاکٹر نے کہا ''پلیز! آپ بحث نہ کریں۔ میں سب کی مرہم پٹی کر دوں گا اور ان لیڈیز کو ہوش میں لے آؤں گا۔''

میں ہردیو کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ بری طرح پریشان ہو گیا تھا۔ اس کی کمزوریاں وہاں موجود تھیں۔ ویڈیو فلم اور آڈیو کیسٹس بھی موجود تھیں۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ان کی ماسٹر کاپیاں کہاں چھپا کر رکھی گئی ہیں؟ ایک آرمی افسر نے کسی کے گھر میں گھس کر ایسی حرکتیں کی تھیں۔ اس لیے پولیس کے اعلیٰ افسران وہاں پہنچ گئے تھے۔ آرمی والوں سے رابطہ کیا جا رہا

تھا۔ ان کے افسران کو یہ اطلاع دی جا رہی تھی کہ ایک آرمی افسر ہردیو سنگھ نے ایک گھر میں گھس کر وہاں کے مکینوں کو تشدد کا نشانہ بنایا ہے اور انہیں بری طرح لہولہان کر دیا ہے۔

ہردیو کو قابو میں کرنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں مگر وہ جنون میں مبتلا ہو گیا تھا۔ مجبوراً ہمارے انسپکٹر نے اس پر گولی چلائی اور اسے زخمی کر دیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ہردیو وہاں کے مکینوں کو مار ہی ڈالتا۔

ڈاکٹر ان عورتوں کو ہوش میں لے آیا تھا اور تمام زخمیوں کی مرہم پٹی کر چکا تھا۔ وہاں آنے والے آرمی افسران نے ہردیو سنگھ کے آئی ڈی کارڈ کو پڑھا تھا پھر وہ اس سے اپنے طور پر سوالات کرنا چاہتے تھے۔ اس نے کہا ''میں ابھی کسی کو جواب نہیں دوں گا۔ پہلے اپنے ایک سینئر افسر سے بات کروں گا۔ مجھے ٹیلی فون پر اس سے بات کرنے کی اجازت دی جائے۔''

اسے اجازت دے دی گئی۔ اس نے مانک لال سے رابطہ کیا پھر اسے اپنے حالات بتانے لگا۔ مانک لال نے پریشان ہو کر کہا ''میں نے بہت پہلے سمجھایا تھا کہ پرمیلا جیسی عورت کو داشتہ نہ بناؤ۔ یہ بازاری عورتیں کبھی بھی بڑی مصیبت بن جاتی ہیں۔''

وہ بولا ''میں سرحدوں پر لڑنے والا، دنیا جہان کے تجربات رکھنے والا ایک عورت سے بے وقوف بن جاؤں گا۔ یہ بھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بہرحال جو ہو چکا ہے، اس پر مٹی ڈالو اور مجھے یہاں سے لے نکالو۔''

مانک لال نے کہا ''میں چنڈال کو چھوڑ کر نہیں آ سکتا۔ تم گولی کھا کر زخمی ہو چکے ہو۔ مجھے شبہ ہے کہ چنڈال تمہارے اندر پہنچ گیا ہوگا یا اگر ایسا نہیں ہے تو کوئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی وقت بھی تمہارے اندر پہنچ سکتا ہے اور ہمارے راز معلوم کر سکتا ہے۔ تمہارے ذریعہ ہمارے دماغوں کو کمزور بنا سکتا ہے۔ لہٰذا اب تم ہم سے دور رہو گے۔ میں ہیڈ کوارٹر سے حکم جاری کراتا ہوں کہ تمہیں گرفتار نہ کیا جائے۔ وہاں سے رہائی حاصل کرنے کے بعد تم دہلی ہیڈ کوارٹر چلے جاؤ گے پھر بھی ہماری طرف رخ نہیں کرو گے۔''

وہ بولا ''میرا موجودہ مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ مجھے یہاں سے رہائی مل جائے۔ دراصل میرے خلاف جو ٹھوس ثبوت ان کے پاس موجود ہیں۔ میں انہیں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں جتنے بھی افسران موجود ہیں ان سے کہا جائے کہ وہ پرمیلا اور اس کے ماں باپ کو راضی کریں یا مجبور کریں اور وہ تمام ثبوت میرے حوالے کر دیں۔''

مانک لال نے کہا ''یہ تو ممکن نہیں ہے۔ تم نے پرمیلا اور اس کے ماں باپ کی اس بری طرح پٹائی کی ہے اور انہیں لہولہان کیا ہے کہ وہاں بڑے بڑے افسران اس بات کے چشم دید گواہ ہو گئے ہیں کہ تم نے جنون میں مبتلا ہو کر قانون کو ہاتھ میں لیا ہے اور ایسا صرف اس لیے کیا ہے کہ ان کے پاس تمہارے خلاف ٹھوس ثبوت ہیں۔ لہٰذا وہ یہ تمام ثبوت تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔ میں اس سلسلے میں مجبور ہوں۔''

جس طرح غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے اندر سے ایک آرمی افسر ہونے کا غرور نکل گیا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ آرمی کا بہت بڑا افسر ہے۔ سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کر سکے گا۔ پرمیلا جیسی عورتیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی لیکن وہ اپنی بہت سی کمزوریاں اس کے حوالے کر چکا تھا۔ اب اس کے اعلیٰ افسران بھی اسے نہیں بچا سکتے تھے۔

وہ شکست خوردہ انداز میں سوچ رہا تھا کہ پرمیلا سے سمجھوتا کرنا ہوگا۔ اس کے آگے جھکنا ہوگا۔ پیار محبت سے گلے لگا کر تمام اختلافات دور کرنے ہوں گے۔ جو وہ کہے گی، اسے ماننا ہوگا۔

اس نے پھر یہ بھی سوچا کہ اگر وہ پرمیلا سے شادی کر لے گا اور جب اس سے بیٹی پیدا ہو گی تو وہ اسے بازار میں نہیں بٹھا سکے گی۔ کیونکہ پرمیلا اس کی دھرم پتنی ہو گی اور اب اس کا تعلق شریف خاندان سے رہے گا۔

اب وہ سمجھوتے پر آمادہ ہو رہا تھا۔ پرمیلا کے آگے جھکنا چاہتا تھا لیکن میں یہ نہیں چاہتا تھا۔ ان چار افسران میں سے مانک لال سب سے بڑا آرمی افسر تھا۔ اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ زخمی ہو چکا ہے اور کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر ضرور پہنچا ہوگا۔ یا پہنچنے والا ہوگا۔ لہٰذا اب اسے دہلی ہیڈ کوارٹر میں جا کر رہنا ہوگا۔ چنڈال کے قریب آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

اگر وہ ہیڈ کوارٹر میں جا کر رہے گا تو میں اس کے ذریعہ چنڈال تک نہیں پہنچ پاؤں گا۔ لہٰذا وہ میرے لیے بے کار ہو چکا ہوگا۔ اس لیے چنڈال کی مرضی کے مطابق اسے مر جانا چاہیے۔

میں نے اس کے اندر منفی خیالات پیدا کیے ''نہیں..... مجھے پرمیلا سے اور اس کے ماں باپ سے سمجھوتا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ سب بازاری ہیں۔ اگر میں اس سے شادی کر دوں گا۔ تو شادی کے بعد یہ اور سر چڑھ کر بولیں گے اور میری دولت و جائیداد لوٹ کر نہ جانے میرا کیا حشر کریں گے؟''

وہاں پولیس افسران کے علاوہ آرمی افسران بھی موجود

تھے۔ پولیس کے ایک افسر نے کہا ''مسٹر ہردیو! ہم آپ کو حراست میں لے کر ہیڈ کوارٹر پہنچائیں گے وہاں آپ کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔''

ہردیو نے کہا ''میں تھوڑی سی مہلت چاہتا ہوں۔ پرمیلا سے سمجھوتا کرنا چاہتا ہوں۔ میں ایک کمرے میں جا کر اس سے تنہائی میں بات کرنا چاہوں گا۔''

پرمیلا نے پیچھے ہٹ کر کہا ''نہیں..... میں تنہائی میں اس کے ساتھ بات نہیں کرنا چاہتی۔ اسے جو کہنا ہے، یہاں کہہ دے۔ میں آپ سب کے سامنے صاف صاف کہہ دیتی ہوں کہ میں اس کے ساتھ کوئی سمجھوتا نہیں کروں گی۔''

ہردیو نے میری مرضی کے مطابق چور نظروں سے انسپکٹر کی طرف دیکھا۔ وہ ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑا تھا۔ اس نے اچانک ہی اس انسپکٹر پر چھلانگ لگائی۔ اس سے ریوالور چھین کر فرش پر گر کر لڑھکتا ہوا ذرا دور گیا۔ وہاں سے پرمیلا کا نشانہ لیتے ہوئے بولا ''سؤر کی بچی! تو مجھ سے سمجھوتا نہیں کرنا چاہتی؟ اب بتا! میری بات مانے گی یا مرنا پسند کرے گی؟''

پولیس والے اور آرمی والے اسے سمجھانے لگے کہ وہ ریوالور پھینک دے۔ قانون کو ہاتھ میں نہ لے لیکن اس نے میری مرضی کے مطابق پرمیلا پر گولی چلا دی۔ اس طرح کہ اسے گولی نہ لگے۔ میں خواہ مخواہ اسے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی اس حرکت سے سب کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اس پر پھر جنون طاری ہو گیا ہے اور وہ سب کو مار ڈالے گا۔ لہٰذا ایک افسر نے اپنے ریوالور سے اس کا نشانہ لیا پھر گولی چلا دی۔ وہ گولی اس کے سینے کے پار ہو گئی۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا اور وہ سینہ تھام کر آگے کی طرف جھکتا ہوا زمین بوس ہو گیا پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ اس کے دماغ سے میری سوچ کی لہریں نکل آئیں۔ کیونکہ وہ مردہ ہو چکا تھا۔

چنڈال کو جس بنگلے میں قید کیا گیا تھا۔ وہاں آرمی کے دو افسران موجود تھے۔ ایک مانک لال تھا اور راج تلک اروڑا..... وہ دونوں اس وقت ہردیو کے موجودہ حالات پر گفتگو کر رہے تھے۔ افسوس ظاہر کر رہے تھے کہ ان کا ایک بہترین یوگا جاننے والا ساتھی ان سے بچھڑ رہا ہے۔ اب اسے ادھر آنے نہیں دیا جائے گا۔ وہ ہیڈ کوارٹر میں رہا کرے گا۔

راج تلک نے کہا ''چنڈال کو قیدی بنا کر خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہو رہی ہے۔ اس نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ اسے یہاں بلایا تھا۔ جب وہ ہیلی کاپٹر میں ادھر آ رہا تھا تو اس کے ساتھ ہمارے دو یوگا جاننے والے افسران تھے۔ وہ بھی اس ہیلی کاپٹر کے حادثے میں مارے گئے۔''

مانک لال نے کہا ''کبھی کبھی میرے دماغ میں یہ بات آتی ہے کہ کیا واقعی چنڈال اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹونی جے کو یہاں لا رہا تھا؟ یا ہم سے فراڈ کر رہا تھا؟''

''وہ فراڈ کیسے کرے گا؟''

''ہو سکتا ہے، اس نے ٹونی جے کی ڈمی بنائی ہو۔ اسے وہاں سے یہاں لانے کے دوران میں اسی کے ذریعہ ہیلی کاپٹر میں بم کا دھماکا کرایا ہو؟ کیا اس طرح اس نے ہمارے دو بہترین ساتھیوں سے نجات حاصل نہیں کی ہے؟''

راج تلک نے سوچتے ہوئے اس کی تائید میں سر ہلایا پھر کہا ''یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسی چالیں چلتے ہیں کہ کبھی کبھی ان پر ایک ذرا شبہ نہیں ہوتا۔ یہی دیکھ لو کہ ادھر ہمارا ساتھی ہردیو گولی کھا کر زخمی ہو گیا ہے۔ بظاہر تو ایک پولیس انسپکٹر نے اسے گولی ماردی ہے لیکن کیا چنڈال نے اس کے اندر جا کر ایسا نہیں کیا ہوگا؟''

''ہردیو سنگھ اتنا زیادہ جوشیلا اور غصے والا نہیں ہے پھر اس نے کس طرح جنون میں مبتلا ہو کر پرمیلا اور اس کے ماں باپ کی پٹائی کی ہے؟ انہیں لہولہان کیا ہے، کیا یہ شبہ نہیں ہوتا کہ اس کے دماغ میں گھس کر اسے جنون میں مبتلا کیا گیا ہے؟''

اسی وقت موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ مانک لال نے اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر کہا ''ہیلو..... میں مانک لال بول رہا ہوں۔''

دوسری طرف سے ایک آرمی افسر نے کہا ''سر! ابھی آپ نے مسٹر ہردیو سے بات کی تھی۔ میں نے آپ کا یہ نمبر نوٹ کر لیا تھا۔ اب آپ کو میں ایک بری خبر سنا رہا ہوں۔ مسٹر ہردیو اچانک ہی جنون میں مبتلا ہو گئے تھے۔ وہ پرمیلا کو قتل کر دینا چاہتے تھے۔ ہم نے بہت مجبور ہو کر انہیں گولی ماردی ہے۔ افسوس..... وہ مر چکے ہیں۔''

مانک لال نے بڑے دکھ سے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ساتھی راج تلک کو دیکھا پھر فون پر کہا ''تمہیں ہردیو کی موت کا صدمہ ہے۔ پلیز! اب آپ اس سلسلے میں ہم سے رابطہ نہ کریں۔ ہیڈ کوارٹر والوں سے رابطہ کریں۔''

اس نے فون بند کر دیا پھر راج تلک کو بتایا کہ ان کا ایک اور ساتھی ہردیو سنگھ مر گیا ہے اور کہا ''وہ جنون میں مبتلا ہو گیا تھا۔ کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ مجبوراً اسے گولی ماردی گئی ہے۔ اب ہمارا خیال درست معلوم ہو رہا ہے۔ وہاں پولیس اور آرمی کے کئی افسران تھے۔ ان کی موجودگی میں اس نے خود کو قانون کے حوالے نہیں کیا۔ بلکہ جنون میں مبتلا ہو کر پرمیلا کو

قتل کرنا چاہا۔''

راج تلک نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا ''یہ کم بخت چنڈال جوگیا ہم سے مکاری کر رہا ہے۔ بڑی رازداری سے خیال خوانی کرتا ہوا ہمارے ساتھیوں کو ہلاک کر رہا ہے۔''

ان دونوں نے غصے سے ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھا۔ چنڈال جوگیا رات کا کھانا کھانے کے بعد اپنے بیڈروم میں سونے کے لیے جا رہا تھا۔ اس وقت دس بجنے والے تھے۔ مانک لال نے ریسیور اٹھا کر اس سے رابطہ کیا۔ وہ اپنے بیڈروم میں آیا تو فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا ''یس سر! میں بیڈروم میں موجود ہوں اور اب سونے جا رہا ہوں۔''

مانک لال نے غصے سے کہا ''جی تو چاہتا ہے، تمہیں ہمیشہ کے لیے سلا دیا جائے۔ تم ہم سے مکاری کر رہے ہو۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا ''سر! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے کیا مکاری کی ہے؟''

''تم بڑی رازداری سے خیال خوانی کر رہے ہو۔ تم نے ہمارے ایک یوگا جاننے والے ساتھی ہردیو سنگھ کو مار ڈالا ہے۔''

چنڈال یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس افسر کو وہ مار ڈالنا چاہتا ہے، وہ اس کی کسی کوشش کے بغیر ہی مر چکا ہے۔ اس نے شدید حیرانی سے پوچھا ''سر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں تو ہردیو سنگھ کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ پھر اسے کس طرح ہلاک کر سکتا ہوں؟''

''ہم ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈے تو نہیں جانتے لیکن عقل سے سمجھ سکتے ہیں کہ تم کیا کچھ کر سکتے ہو؟ تم نے ہردیو کے دماغ میں کسی طرح چالاکی سے جگہ بنالی تھی۔ پھر اسے جنون میں مبتلا کر دیا۔ جبکہ وہ شخص جنونی نہیں تھا۔ تم نے اس کے ذریعے اس کی دائشہ اور اس کے ماں باپ کی پٹائی کروائی۔ پھر وہ تمہاری مرضی کے مطابق پرمیلا کو گولی مارنا چاہتا تھا۔ مجبوراً ایک آرمی افسر کی گولی چلانی پڑی۔ اس طرح ہردیو مارا گیا ہے۔ تم اپنی چالبازیوں میں کامیاب ہو چکے ہو اور سمجھتے ہو، ہم تمہاری اس چالبازی کو سمجھ نہیں پائیں گے؟''

''سر! میں کیسے یقین دلاؤں کہ یہ سب کچھ میں نے نہیں کیا ہے۔ میں اپنی بیٹی کی قسم کھاتا ہوں۔ بھگوان کی قسم کھاتا ہوں۔ جس کالی ماتا کی پوجا کرتے کرتے میں نے یہ کالا جادو سیکھا ہے، اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں ہردیو کے دماغ میں بھی نہیں گیا اور نہ ہی میں نے اسے ہلاک کیا ہے۔''

میں نہیں چاہتا تھا کہ ہردیو کی موت کے سلسلے میں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر شبہ کیا جائے۔ میں نے اس کی موت کا جو ڈراما پلے کیا تھا، اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنی بدنامی کے ڈر سے اور وہ آڈیو اور ویڈیو کیسٹس کی ماسٹر کاپیاں حاصل کرنے کے لیے جنون میں مبتلا ہو گیا تھا لیکن مانک لال اور راج تلک اپنے طور پر سوچ رہے تھے کہ وہ اس قدر جنونی نہیں تھا۔ اس کے دماغ میں گھس کر اسے جنونی بنایا گیا تھا۔ اور وہ اس سلسلے میں یقین کی حد تک چنڈال پر شبہ کر رہے تھے۔

اس طرح یہ بات میرے منصوبے کے خلاف ہو گئی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ چنڈال یا وہ یوگا جاننے والے افسران ہردیو کی موت کے سلسلے میں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر شبہ کریں۔ اس طرح چنڈال پھر یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

اور وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا پہلے بندیا کے ذریعے اس کے بیٹے ہنس راج جوگیا کے اندر پہنچا تھا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا رہا تھا۔ چنڈال نے اپنے بیٹے کو اس کے عمل سے نجات دلائی تھی۔ پھر دوسری بار ممبئی ائرپورٹ سے کالیا اسرانی نے اس کی بیٹی انیتا کو غائب کیا تھا اور وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ وہی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسا کر رہا ہے اور اب ہردیو کی ہلاکت سے اسے پورا یقین ہو گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا تعاقب کرتے کرتے شملہ پہنچ گیا ہے۔

اس کے دماغ میں چھپے ہوئے ٹونی جے نے پوچھا ''آخر یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے جو بالکل خاموش رہتا ہے؟ تم سے کچھ بولتا نہیں ہے لیکن بہت ہی آہستہ آہستہ سرنگ بناتا ہوا شملہ تک پہنچ گیا ہے۔''

چنڈال اس وقت ٹونی جے سے باتیں نہیں کر سکتا تھا کیونکہ مانک لال فون پر اس سے باتیں کر رہا تھا۔ پورے یقین سے کہہ رہا تھا کہ ہردیو کو اسی نے ہلاک کیا ہے۔ اس نے کہا ''میں نے بڑی بڑی قسمیں کھائی ہیں۔ اس کے بعد بھی تم لوگوں کو مجھ پر شبہ ہے، تو میں دل چیر کر اپنی سچائی بیان نہیں کر سکتا۔ اس لیے خاموش ہو جاتا ہوں۔ میرے سونے کا وقت ہو چکا ہے۔ مجھے اجازت دو تاکہ میں لائٹ آف کر کے سو جاؤں۔''

مالک لال نے کہا ''ٹھیک ہے، سو جاؤ۔ ہم کل صبح تم سے نمٹ لیں گے۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ چنڈال نے کمرے کی تمام لائٹس بجھا دیں۔ پھر بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔ ٹونی جے سے بولا۔ ''میں حیران ہوں کہ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہو سکتا

ہے؟ ہم اپنے آلۂ کار اندرا کوٹھانی کو شملہ سے ڈل ہوزی تک لے گئے۔ ان دو افسران کو تلاش کرتے رہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی نظر نہیں آیا لیکن وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی ایک کے اندر پہنچ گیا اور اسے ہلاک بھی کر دیا۔"

ٹونی جے نے کہا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے تمہارے دشمن کو کیوں ہلاک کیا ہے؟ وہ کیوں تمہارے راستے کی دیوار گرا رہا ہے تاکہ تم باآسانی اس قید سے رہائی حاصل کر سکو؟"

"ہاں..... دیکھا جائے تو یہی بات ہے۔ اس نے میری ایک بہت بڑی مصیبت ختم کر دی ہے۔ پہلے تو اس نے میرے بیٹے کو معمول اور تابعدار بنانا چاہا تھا۔ یہ سراسر مجھ سے دشمنی تھی۔ مگر اب اس نے جو کیا ہے' یہ تو عملی دوستی لگتی ہے۔"

پھر وہ جھنجلا کر بولا "میں سوچتے سوچتے تھک جاتا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا' وہ کم بخت کون ہے؟ آخر وہ چاہتا کیا ہے؟ مجھ سے دشمنی کر رہا ہے تو دشمنی کی وجہ کیوں نہیں بتا رہا ہے؟ اور اگر دوستی کر رہا ہے تو پھر اسے ایک دوست کی طرح مجھے مخاطب کرنا چاہئے۔ مجھ سے باتیں کرنا چاہئیں لیکن وہ ایک گہرے راز کی طرح میرے آس پاس کہیں چھپا ہوا ہے۔ روز بہ روز پراسرار بنتا جا رہا ہے۔"

ٹونی جے نے کہا "جھنجلانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ ہمیں اب یہ سوچنا ہے کہ جب وہ شملہ تک پہنچ گیا ہے اور اس نے ایک افسر کو ہلاک بھی کر دیا ہے تو اس کے مقاصد کیا ہیں؟ اور وہ آئندہ کیا کرنے والا ہے؟"

چنڈال نے کہا "ہردیو اور جگدیش راٹھور ڈل ہوزی میں تھے۔ وہاں ہم نے اندرا کوٹھانی کے ذریعے انہیں تلاش کیا۔ تو وہ نہیں ملے' اب ہمیں معلوم ہوا کہ ہردیو شملہ میں تھا۔ وہیں اس کی ہلاکت ہوئی ہے' کیا جگدیش راٹھور بھی شملہ میں ہوگا؟"

"شملہ میں جہاں ہردیو کو ہلاک کیا گیا ہے' وہاں آس پاس کچھ لوگ ہوں گے۔ یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اس کی ہلاکت کہاں ہوئی ہے؟ اور ہلاکت کے وقت اس کے آس پاس کون لوگ تھے؟"

وہ دونوں پھر اندرا کوٹھانی کے پاس پہنچے۔ اس سے کہا "ڈل ہوزی میں بھٹکنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ فوراً واپس شملہ جاؤ۔"

وہ اسی طرف جاتے ہوئے بولا "اب کیا بات ہوگئی ہے؟"

"جسے تم ہلاک کرنے والے تھے' اسے کسی اور نے ہلاک کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ جو دوسرا افسر جگدیش راٹھور تھا، پتا نہیں وہ کہاں ہے؟ تم شملہ پہنچ کر پولیس والوں سے ملو۔ ان سے یونہی باتیں کرو۔ تاکہ ہم ان کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کریں کہ ہردیو کا مرڈر کہاں ہوا تھا؟ اور اس وقت کون لوگ اس کے آس پاس تھے؟"

مانک لال اور راج تلک اروڑا دونوں ہی تشویش میں مبتلا تھے۔ ہردیو کی موت نے انہیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب سے پہلے ان کے دو یوگا جاننے والے ساتھی افسران مارے گئے تھے۔ اب ان کے بارے میں بھی یہی سوچا جا رہا تھا کہ ٹیلی کاپیٹر کا حادثہ نہیں ہوا تھا۔ بلکہ چنڈال نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ حادثہ کرایا تھا۔

آرمی کے چھ یوگا جاننے والے افسران نے چنڈال کو قیدی بنا کر رکھا تھا اور وہ چنڈال رفتہ رفتہ بڑی رازداری سے ایک ایک افسر کو موت کے گھاٹ اتار رہا تھا۔ آج اس نے تیسرے افسر کو مار ڈالا تھا۔

وہ دونوں کمرے میں بیٹھے ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھ رہے تھے' اسکرین پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ چنڈال اپنے بیڈ روم میں لائٹس آف کرنے کے بعد سو رہا ہے۔

راج تلک نے کہا "وہ سو نہیں رہا ہے۔ ہمیں دھوکا دے رہا ہے اور وہ ہمیشہ یہی کرتا ہے۔ کمرے میں اندھیرا کر کے یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ سو رہا ہے جبکہ وہ جاگتا ہوگا اور خیال خوانی کے ذریعے نہ جانے کہاں کہاں پہنچتا ہوگا اور کیا کیا کرتا ہوگا؟"

مانک لال نے تشویش بھرے لہجے میں کہا "ہم چھ یوگا جاننے والے ساتھی تھے۔ تین مارے گئے ہیں' یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ وہ آہستہ آہستہ موت بن کر ہر ایک کی طرف بڑھتا جا رہا ہے۔ ہماری طرف بھی آنے والا ہے اور کس طرح آنے والا ہے' یہ ابھی ہم نہیں جانتے۔"

"جگدیش راٹھور ہمیشہ ہردیو کے ساتھ رہا کرتا ہے۔ ابھی وہ کہاں ہوگا؟ کیا اسے ہردیو کی ہلاکت کی خبر نہیں ملی ہے؟ ہمیں اس کے بارے میں معلوم کرنا چاہئے۔"

مانک لال نے ریسیور اٹھا کر اس کے موبائل نمبر پنچ کیے' پھر اسے کان سے لگا کر سننے لگا۔ موبائل کے ٹیپ سے مخصوص آواز ابھر رہی تھی۔ یہ پتا چلا کہ جگدیش راٹھور نے اپنا موبائل فون بند کیا ہوا ہے' مانک لال نے جھنجلا کر ریسیور رکھتے ہوئے کہا "اس نے اپنا فون کیوں بند کر رکھا ہے؟ کیا اسے اپنے ساتھی کی ہلاکت کی خبر نہیں ہوئی ہے' یہ کہاں ہے..... کیا کر رہا ہے؟"

راج تلک نے کہا "مانک لال! یہ بہت گڑبڑ ہو رہی ہے۔ ادھر اسکرین کی طرف دیکھو' وہاں تاریکی ہے۔ وہ چنڈال وہاں تاریکی میں چھپا ہوا موت بن کر ہم سب کی طرف بڑھتا آ رہا ہے۔ پتا نہیں اس وقت جگدیش راٹھور کی طرف جا رہا ہے یا جا چکا ہے یا اسے ختم کر چکا ہے؟ اس کے بعد میری اور تمہاری باری آئے گی۔ یہ جو ہم نے بنگلے کے باہر دو مسلح گارڈز رکھے ہیں' یہ ہمارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے فنا ہو جائیں گے۔"

مانک لال نے اس بنگلے کے مالک کو فون کیا' جہاں جگدیش راٹھور اور ہردیو کرائے دار کی حیثیت سے رہتے تھے۔ اس نے رابطہ ہونے پر کہا "میں مانک لال بول رہا ہوں۔ آپ کے ان چار کرائے داروں میں سے ایک ہوں۔ یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے دونوں ساتھی بنگلے میں ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں..... تو کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ کہاں گئے ہیں؟"

مالک مکان نے کہا "میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ وہ شام تک بنگلے میں تھے۔ اس کے بعد دروازے لاک کر کے کہیں چلے گئے ہیں؟"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ راج تلک نے کہا "مانک لال! میں بہت خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ تم اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ ہم اس بنگلے میں محفوظ نہیں ہیں۔ اس علاقے میں بھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ ہمیں اپنی سلامتی کے لیے جلد سے جلد ہیڈ کوارٹر جانا ہوگا۔"

مانک لال نے کہا "صرف ہمارے یہاں سے بھاگ جانے سے بات نہیں بنے گی۔ اس چنڈال کو زخمی کرنا ہوگا یا بے ہوش کر کے قیدی بنا کر پھر ہیڈ کوارٹر لے جانا ہوگا ورنہ یہ ہمارے پیچھے رہے گا تو کبھی پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ موت کی طرح ہر لمحہ ہمارے لیے دھمکی بنا رہے گا۔"

وہ دونوں تھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچتے رہے پھر مانک لال نے کہا "ہم صبح تک انتظار کریں گے' دیکھتے ہیں' کیا ہوتا ہے؟ جگدیش راٹھور اس وقت کہاں ہے؟ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ اگر اسے کچھ ہو جائے گا تو ہم چنڈال کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہاں سے جاتے جاتے اسے موت کے گھاٹ اتار کر جائیں گے۔"

اب ان دونوں کو اپنے بچاؤ کی فکر ہو گئی تھی۔ چنڈال کی وجہ سے انہیں بڑے فائدے پہنچ رہے تھے اور آئندہ بھی اس سے بہت کچھ حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن اپنی سلامتی کی خاطر اسے قتل بھی کر سکتے تھے۔

وہ طے کر چکے تھے کہ بہت زیادہ مجبور ہونے کے بعد انہیں یہی کرنا ہوگا۔

اندرا کوٹھانی شملہ واپس پہنچ گیا تھا۔ وہاں ایک پولیس والے سے باتیں کر رہا تھا۔ چنڈال اور ٹونی جے اس پولیس والے کے دماغ میں پہنچ گئے' اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ پتا چلا کہ پرمیلا نام کی ایک بہت ہی اونچی طوائف زادی کے گھر میں یہ ساری واردات ہوئی ہے۔

ٹونی نے اس افسر کو مجبور کیا کہ وہ پرمیلا سے فون پر بات کرے۔ اس نے فون کے ذریعے پرمیلا کو مخاطب کیا۔ دوسری طرف سے اس کے باپ کی آواز سنائی دی "میں بول رہا ہوں' فرمایئے۔"

اس افسر نے کہا "آپ خیریت سے تو ہیں؟ میں نے آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے فون کیا ہے۔"

پرمیلا کے باپ نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ افسر نے فون بند کر دیا۔ وہ دونوں اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اس بوڑھے کے خیالات نے بتایا کہ ہردیو نے ان کی بیٹی پرمیلا کو داشتہ بنا کر رکھا تھا۔ وہ ماں بننے والی تھی۔ اسی سلسلے میں جھگڑا بڑھ گیا تو بات یہاں تک پہنچ گئی کہ ہردیو کو زندگی سے محروم ہونا پڑا۔

ٹونی جے نے اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ ہردیو کے ساتھ اس کا ایک اور ساتھی جگدیش راٹھور بھی تھا۔ کیا وہ بھی یہاں آیا تھا؟

اس بوڑھے کی سوچ نے بتایا کہ ہردیو وہاں تنہا آیا تھا اور وہ اس کے ساتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

وہ بوڑھا اس کی مرضی کے مطابق اپنی جگہ سے اٹھ کر پرمیلا کے بیڈ روم میں آیا۔ وہ وہاں لیٹی ہوئی تھی۔ زخموں سے چور تھی۔ تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ اس نے پوچھا "بیٹی! تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ کیا بہت تکلیف ہو رہی ہے؟"

"پتا جی! تکلیف تو ہو رہی ہے لیکن یہ سوچ کر اطمینان ہو رہا ہے کہ وہ کتا مارا گیا ہے۔"

وہ دونوں پرمیلا کے اندر پہنچ گئے۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ ہردیو کے ساتھی جگدیش کو جانتی ہے اور اس جگدیش راٹھور کے لیے اس نے کوکی نام کی ایک نوجوان لڑکی کو پھانسا تھا۔ جگدیش اس لڑکی کوکی کے ساتھ پرمیلا کے بنگلے میں اس وقت موجود ہے۔

انہوں نے پرمیلا کو فون کرنے پر مائل کیا۔ وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ تھوڑی دیر میں رابطہ ہوا۔ دوسری طرف سے کوکی کی آواز سنائی دی "ہیلو..... میں کوکی بول رہی ہوں۔"

''ہیلو..... میں پرمیلا ہوں۔ میں نے ہردیو کے دوست سے تمہاری دوستی کرائی۔ یہ بہت برا کیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ لوگ کیسے ظالم کتے ہیں؟''

وہ کوکی کو ہردیو کے بارے میں بتانے لگی۔ کوکی حیرانی سے سن رہی تھی پھر بولی ''کیا ہردیو مر چکا ہے؟''

جگدیش راٹھور اس کے پاس بیٹھا ہوا یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس بات سے چونک کر بولا ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

کوکی نے کہا ''پرمیلا ابھی بتا رہی ہے کہ ہردیو نے اس پر بہت ظلم کیا تھا۔ اسے اور اس کے باپ کو مار پیٹ کر پریشان کر دیا تھا۔ پولیس والوں نے آ کر انہیں بچایا ہے۔ اس کے بعد ہردیو جنون میں مبتلا رہا تھا۔ پرمیلا کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اس لیے ایک آرمی افسر نے اسے گولی مار دی۔ وہ مر چکا ہے۔''

ان کی باتوں کے دوران میں چنڈال اور ٹونی جے کوکی کے اندر پہنچ چکے تھے۔ اس کے ذریعے جگدیش کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ ہردیو کی موت کی خبر سن کر سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ پھر وہ اپنا موبائل فون آن کر کے مانک لال سے رابطہ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد مانک لال کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا ''میں نے ابھی ہردیو کی موت کی خبر سنی ہے۔ کیا آپ تک یہ خبر پہنچی ہے؟''

''ہم بہت پہلے ہی معلوم کر چکے ہیں۔ تمہیں اطلاع دینا چاہتے تھے تم نے اپنا موبائل فون کیوں بند کر رکھا ہے؟ تم کہاں ہو کیا کر رہے ہو؟ کیا اپنے لیے خطرہ محسوس نہیں کر رہے ہو؟''

اس نے حیرانی سے پوچھا ''کیسا خطرہ؟ ہردیو کو کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے نہیں بلکہ ایک آرمی افسر نے مارا ہے۔''

''تم چنڈال کی مکاری کو نہیں سمجھ رہے ہو۔ وہ آہستہ آہستہ ہم سب کو ختم کرتا جا رہا ہے۔ تمہیں بنگلے میں واپس نہیں جانا چاہیے ہو سکتا ہے کہ چنڈال نے وہاں کوئی جال بچھا رکھا ہو۔''

جگدیش نے پوچھا ''کیا وہ اس بنگلے میں نہیں ہے؟ تمہیں ٹی وی پر نظر نہیں آ رہا ہے؟''

''وہ اپنے کمرے کی تمام لائٹس آف کرنے کے بعد سو گیا ہے۔ ہم لوگ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ہم لوگوں پر مصیبت بن رہا ہے۔''

''میں تو کہتا ہوں کہ اس مکار کو سونے نہ دو۔ اسے رات بھر جگاتے رہو۔ اسے ٹارچر کرو اور پوچھو کہ ہردیو کو کیوں قتل کیا ہے؟''

''وہ تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ حیرانی ظاہر کر رہا ہے کہ ہردیو کیسے قتل کیا گیا ہے؟''

''چور کبھی چوری کا اعتراف نہیں کرتا۔ وہ کبھی اپنے قاتل ہونے کا اعتراف نہیں کرے گا۔ میرا مشورہ ہے کہ اسے سونے نہ دو۔ ورنہ وہ سونے کے بہانے پتا نہیں کہ ہمارے خلاف کیا کرتا پھرے گا۔''

''واقعی..... تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اس کم بخت کو سونے کے بہانے کمرے میں اندھیرا کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ ہم ابھی اس کے پاس جاتے ہیں۔''

چنڈال نے ٹونی سے کہا ''وہ دونوں کم بخت میرے پاس آ رہے ہیں۔ اب تم ہی خیال خوانی کے ذریعے کچھ کرو۔ میں ان کے ساتھ باتوں میں مصروف رہوں گا۔ تم کوکی کے دماغ میں رہ کر راٹھور کو ٹریپ کرنے کی کوشش کرتے رہو۔''

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ راٹھور نے اپنے موبائل کو بند کیا۔ کوکی اس کے پاس آ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ ''تمہارے دوست کو قتل کیا گیا ہے۔ تمہیں کتنا صدمہ پہنچا ہوگا۔ میں جانتی ہوں۔''

وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی ''آؤ..... لیٹ جاؤ۔ میں تمہارا دل بہلاؤں گی۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ بے خیالی میں بھول گئی کہ وہ بازو زخمی ہو چکا ہے۔ جیسے ہی اس نے بازو کو پکڑا راٹھور تکلیف سے کراہ اٹھا۔ کوکی نے جلدی سے ہاتھ ہٹا کر کہا ''اوہ سوری..... مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ تم زخمی ہو چکے ہو۔''

یہ سنتے ہی ٹونی جے نے اس کے دماغ میں چلانا شروع کیا لیکن اس نے سانس روک لی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اب یہ سوچنے سمجھنے کی بات تھی کہ وہ زخمی ہونے کے باوجود سوچ کی لہروں کو کیسے محسوس کر رہا ہے؟

سیدھی سی بات سمجھ میں آئی کہ کسی نے اسے زخمی کرنے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا ہے اور اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ ایسے وقت میں وہاں موجود تھا۔ فون پر ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔ یہ پتا نہیں تھا کہ ٹونی جے وہاں موجود ہے۔ جیسے ہی جگدیش نے اچانک سانس روکی تو میں نے کوکی کے اندر سے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھے اور سمجھ لیا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ فوراً ہی اس کے دماغ میں آیا۔ تو پتا چلا کہ تھوڑی دیر پہلے اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ اس لیے سانس روک لیا تھا۔ مجھے اطمینان ہوا کہ میں اس کے دماغ کو لاک کر چکا ہوں۔

تھا۔ وہ آنے والوں کو اسی طرح سانس روک کر بھگا سکتا تھا۔

لیکن دوسری طرف کیا ہو رہا تھا یہ میں سمجھ نہیں سکتا تھا کیونکہ دوسری طرف چنڈال اور وہ دو یوگا جاننے والے افسران تھے۔ ان میں سے کسی کے بھی اندر میں نہیں پہنچ سکتا تھا اور نہ معلوم کر سکتا تھا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ ٹونی جے نے چنڈال کے پاس جا کر کہا ''وہ راٹھور زخمی ہے اس کے دماغ میں پہنچا جا سکتا ہے۔ لیکن میرے وہاں پہنچتے ہی اس نے سانس روک لی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی نے اسے زخمی کرنے کے بعد اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ اپنے لیے راستہ ہموار کیا ہے۔ اور ہم سب کے لیے راستے بند کر دیے ہیں۔''

چنڈال ان دو افسران سے باتوں میں مصروف تھا۔ اس نے مختصر سا جواب دیا ''بھائیا! وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا بہت پراسرار بنتا جا رہا ہے۔ وہی یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ کسی طرح اس کا سراغ لگاؤ۔ میں ان سے نمٹ رہا ہوں۔''

وہ پھر ان دو افسران سے باتیں کرنے لگا۔ وہ اس سے کہہ رہے تھے کہ تم اس وقت کمرے میں اندھیرا کر کے جاگ رہے تھے اور خیال خوانی کر رہے تھے اور ہم دونوں کو دھوکا دے رہے تھے۔ اب تم اسی طرح جاگتے رہو گے۔ صبح تک تمہیں سونے نہیں دیا جائے گا۔

چنڈال نے کہا ''مجھے صبح تک جگائے رکھنے سے تمہیں کیا حاصل ہوگا۔ کیا تمہارا ساتھی ہردیو زندہ ہو جائے گا؟ یا وہ جو دوسرا جگدیش راٹھور ہے وہ خطرات سے بچ نکلے گا؟ پہلے اس کی فکر کرو کہ وہ کہاں ہے؟ کیا کر رہا ہے؟''

''وہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہے۔ ابھی ہم سے فون پر باتیں ہوئی ہیں۔''

''فون پر باتیں کرو گے تو یہ کبھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ کوئی دشمن اس کے اندر چھپا ہوا ہے۔ تم دونوں میری باتوں کا یقین نہیں کرو گے۔ اس کو کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مارا ہے اور اب راٹھور بھی اس کے نشانے پر ہے۔''

''یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسا کر رہا ہے؟ اگر تم اس کے بارے میں کچھ جانتے ہو تو ہمیں بتاؤ۔ ہم اس کا سراغ لگائیں گے۔ اس سے رابطہ کریں گے۔ اس سے معلوم کریں گے کہ وہ ہم سے دشمنی کیوں کر رہا ہے؟ ہم سے کیا چاہتا ہے؟''

چنڈال نے کہا ''میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ کوئی دشمن ہے۔ وہ میرے دماغ میں بھی آنا چاہتا ہے لیکن میں ہمیشہ سانس روک لیا کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے کہا تھا کہ وہ آدھے گھنٹے بعد پھر آئے گا اور مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے لیکن میں اسے نہیں آنے دوں گا۔''

راج تلک نے کہا ''تمہیں اس سے ضرور بات کرنی چاہیے۔ تم ہمارے پاس آدھے گھنٹے سے بیٹھے ہوئے ہو۔ وہ ابھی آتا ہی ہوگا۔ اس بار تمہیں بات کرنی ہے اور ہم سے بات کروانی ہے۔''

ٹونی جے پھر چنڈال کے پاس آیا تھا۔ وہ بولا ''یہ میرے دماغ میں آیا ہوا ہے۔ آپ دونوں کیا بات کرنا چاہتے ہیں۔''

مانک نے کہا ''اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہو کہ فون کے ذریعے ہم سے بات کرے۔ ہمارا نمبر بتا دو۔''

چنڈال نے کہا ''وہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا نمبر وہ جانتا ہے ابھی فون کر رہا ہے۔''

ٹونی نے اپنے موبائل کے ذریعے رابطہ کیا۔ ان کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ مانک نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا ''ہیلو..... کون؟''

ٹونی نے آواز بدل کر کہا ''میں وہی ہوں جس کا تم انتظار کر رہے ہو۔ تم لوگوں نے بہت عرصے تک چنڈال کو قید میں کر رکھا ہے۔ اب میں اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانا چاہتا ہوں لیکن تم لوگوں نے اتنے سخت انتظامات کیے ہیں کہ ان انتظامات کو توڑنے میں ذرا وقت لگ رہا ہے۔ ہر دیوار ٹھکانے لگا چکا ہوں۔ تمہارے راٹھور کو زخمی کیا ہے۔ اس کو بھی ٹھکانے لگا دوں گا۔ اس کے بعد تم دونوں تک پہنچوں گا۔''

''تم خواہ مخواہ ہم سے دشمنی نہ کرو۔ سمجھوتا کر لو۔''

ٹونی نے کہا ''سمجھوتا یہی ہو سکتا ہے کہ چنڈال کو رہا کر دو۔ میں اسے اپنا تابعدار بنانا چاہتا ہوں۔''

''یہ ممکن نہیں ہے۔ اگر تم ہماری طرف موت بن کر آنا چاہو گے اور ہم تمہارا مقابلہ کسی وجہ سے نہیں کر پائیں گے مرنے سے پہلے چنڈال کو مار ڈالیں گے۔ تمہارے ہاتھ کچھ نہیں دیں گے۔''

''تو پھر تم سے کوئی سمجھوتا نہیں ہوگا۔ نہ ہی میں فون پر باتیں کر کے وقت ضائع کروں گا۔ گڈ بائی سوفار.....''

ٹونی جے نے فون بند کر دیا۔ مانک نے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے راٹھور سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہونے پر اس نے پوچھا ''راٹھور..... تم ہم سب سے بڑی دیر فون پر باتیں کرتے رہے۔ تم نے ہمیں یہ کیوں بتایا کہ تم زخمی ہو چکے ہو۔''

راٹھور نے پریشان ہو کر پوچھا ''یہ آپ سے کس نے کہا ہے۔ میں..... میں تو زخمی نہیں ہوں؟''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔ کسی نے تمہیں زخمی کیا ہے۔ ہمیں اپنا معمول اور تابع دار بنایا ہے۔ تمہارے دماغ کو لاک کیا ہے۔ تم خود سمجھ نہیں پا رہے ہو کہ کسی کے زیر اثر آ چکے ہو۔ سچ بتاؤ کیا تم زخمی نہیں ہو۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا ''نہیں..... میں زخمی نہیں ہوں۔''

''اچھی بات ہے ہم کسی اور راستے سے معلوم کر لیں گے کہ تم کس حال میں ہو؟ اور جب تک تمہارے بارے میں یقین نہیں ہوگا کہ تم پہلے کی طرح یوگا کے ماہر ہو اور کسی نے تمہیں زخمی نہیں کیا ہے۔ اس وقت تک تمہیں ہماری طرف آنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ادھر آؤ گے تو گولی مار دی جائے گی۔''

اس سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ ٹونی نے اپنے موبائل کے ذریعے راٹھور کو مخاطب کیا۔ رابطہ ہونے پر بولا ''تم مجھے نہیں جانتے مگر میں تمہیں جانتا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تمہارے دماغ میں آیا تھا اور تم نے سانس روک لی تھی۔''

راٹھور نے کہا ''اچھا..... تو وہ تم تھے۔ میرے پاس کیوں آئے تھے اور تم ہو کون؟''

''جب ہماری دوستی ہوگی تو میرے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔''

راٹھور نے میری مرضی کے مطابق کہا ''میں دوستی ضرور کروں گا۔ لیکن ہمیں پہلے ایک دوسرے سے متعارف ہونا چاہیے۔''

''میں اس سے متعارف ہونا چاہتا ہوں جو تمہارے اندر چھپا ہوا ہے۔''

''میرے اندر جو بھی چھپا ہوا ہے۔ تم اس سے متعارف ہو کر کیا کرو گے؟''

''میں اس کی مدد چاہتا ہوں۔ اس نے ان دو کا کام تمام کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ چنڈال کو قید سے رہائی دلانے کے سلسلے میں میری مدد کرے۔''

''تم کس قسم کی مدد چاہتے ہو؟''

''تین گھنٹے بعد میرا ایک آدمی اس بنگلے کی طرف جائے گا۔ جہاں چنڈال کو قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔ ٹھیک ایسے وقت میں چاہتا ہوں کہ تم بھی وہاں آ جاؤ۔ تم دونوں وہاں جا کر مانک لال اور راج تلک اروڑا کو اپنے قابو میں کر لو۔ تو چنڈال کی رہائی ممکن ہو جائے گی۔''

''ٹھیک ہے میں تمہاری مدد کروں گا۔ تین گھنٹے بعد تم آ کر بتاؤ کہ کس وقت اس بنگلے کی طرف جانا ہے؟''

اس نے تین گھنٹے کا وقت اس لیے لیا تھا کہ اندرا کوٹھانی شملہ میں تھا۔ اس نے اسے کہا کہ وہ فوراً منالی کی طرف روانہ

ہو جائے جہاں چنڈال کو قید کیا گیا ہے۔ اس بنگلے کے باہر دو مسلح پہرے دار ہیں۔ انہیں ٹھکانے لگانا ہے۔ تمہاری مدد کے لیے ایک اور شخص وہاں موجود ہوگا۔

اندرا کوٹھانی وہاں سے روانہ ہو گیا۔ تین گھنٹے کے اندر ہی منالی کے اس بنگلے میں پہنچنے والا تھا۔ جہاں چنڈال ایک قیدی کی زندگی گزار رہا تھا اور شاید ایک قیدی کی حیثیت سے آخری رات تھی۔ صبح تک وہ رہائی پانے والا تھا۔

میں نے یہ پلان کیا تھا کہ اس کی رہائی کے سلسلے میں بھرپور مدد کروں گا جب وہ رہائی پا کر اس بنگلے سے نکلنے لگے گا۔ تب میں اسے زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ چنڈال کے اندر پہنچنے کا اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔

☆☆☆

ثمر سلطانہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گئی۔ آنکھیں کھول کر اپنے آس پاس دیکھنے لگی۔ اسے یاد آیا کہ وہ کالیا اسرانی کے بنگلے میں ہے۔ ارچنا نامی ایک عورت نے اسے دھوکا دیا تھا۔ تین کروڑ کے ہیرے لے کر کہیں گم ہو گئی تھی۔

کالیا نے ہیروں والا زرد رنگ کا بیگ انتیا کے ہاتھوں میں دیکھا تھا تو دھوکا کھا گیا تھا کہ اس میں ہیرے ہیں۔ وہ اسے اغوا کر کے اپنے بنگلے میں لے آیا تھا۔ وہاں آ کر بھید کھلا کہ وہ بیگ خالی ہے اور ارچنا ہیرے لے کر جا چکی ہے۔

اسرانی نے سوچا کہ وہ بھاگ کر کہاں جائے گی؟ اسے کہیں نہ کہیں ڈھونڈ نکالے گا۔ فی الحال وہ انتیا کے حسن و شباب سے متاثر ہوا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس کے ذریعے اسمگلنگ کا کاروبار جاری رکھ سکے گا لہٰذا اس نے اس پر تنویمی عمل کرنا شروع کیا تو ایک نیا انکشاف ہوا۔

اسے یہ عجیب سی بات معلوم ہوئی کہ انتیا کے اندر دو شخصیات سمائی ہوئی ہیں۔ ایک تو خود انتیا ہے دوسری ثمر سلطانہ ہے۔ کالیا نے جب تنویمی عمل شروع کیا تو اس کے عمل سے وہ دونوں متاثر ہو رہی تھیں۔ دونوں نے اس کے سوالات کے جواب دیے۔

ثمر سلطانہ کا دعویٰ تھا کہ جسم اس کا ہے اور دماغ بھی اس کا ہے اور انتیا کا دعویٰ تھا کہ آتما اس کی ہے اور آتما کے بغیر جسم و دماغ کسی کام کا نہیں رہتا۔

ثمر سلطانہ نے کہا کہ جسم و دماغ نہ رہے تو آتما باہر ہی بھٹکتی رہ جاتی ہے اسے کہیں ٹھکانا نہیں ملتا۔

انتیا نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ بہت بڑے گیانی باپ کی بیٹی ہے اس کا باپ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اور جادو بھی جانتا ہے۔ اگر کالیا نے اسے آزاد نہ کیا اور قیدی بنا کر رکھا تو بہت

پچھتائے گا۔

انیتا کا یہ چیلنج کالیا کو بہت برا لگا۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ ثمر سلطانہ کو اہمیت نہیں دے گا اور انیتا پر تنویمی عمل کرے گا اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالے گا تو کسی وقت بھی اس کا وہ جادوگر باپ آ کر اسے چھین کر لے جائے گا اور اس تنویمی عمل کرنے والے پر بھی مصیبت بن جائے گا۔

اس نے اپنے عمل کے ذریعے انیتا کو تھپک تھپک کر سلا دیا۔ پھر ثمر سلطانہ سے کہا ''اگر تم میرے احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی۔ میری وفادار بن کر رہو گی تو میں کبھی انیتا کو تمہارے اندر سے ابھرنے نہیں دوں گا۔ دس دن تک میرے عمل کا اثر رہتا ہے۔ میں ہر دسویں دن تم پر عمل کیا کروں گا اور اسے تمہارے اندر کچل کر رکھوں گا۔ وہ کبھی سر نہیں اٹھا سکے گی اور نہ ہی اپنی شخصیت ظاہر کر سکے گی۔''

کالیا کو پہلی بار بہت ہی مشکل عمل سے گزرنا پڑا۔ پہلے اس نے اس کے دماغ سے انیتا کے باپ کے تنویمی عمل کو دھو ڈالا۔ بالکل مٹا ڈالا۔ ایسے وقت انیتا کو یاد آیا کہ وہ اپنے فرمان کی دیوانی ہے اور اس سے بچھڑ گئی ہے۔ اسے جانے دیا جائے۔ وہ اپنے فرمان کے پاس جانا چاہتی ہے۔

لیکن وہ تنویمی عمل کے زیر اثر تھی۔ بستر سے اٹھ کر جا نہیں سکتی تھی۔ پھر اسرانی نے اس پر عمل کیا اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ ثمر سلطانہ کے زیر اثر رہا کرے گی۔ کبھی اس پر حاوی ہونے کی کوشش نہیں کرے گی۔ دنیا والوں پر خود کو کبھی ظاہر نہیں کرے گی۔

اس طرح عمل کرنے کے بعد اس نے انیتا کو ثمر سلطانہ کے اندر سلا دیا۔ اس کے بعد ثمر سلطانہ سے اس کی ہسٹری سننے لگا۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد بولا ''تم میری معمولہ اور تابعدار بن کر رہو گی تو میں تمہارے اندر انیتا کو اسی طرح خوابیدہ رکھوں گا۔ وہ کبھی تم پر حاوی ہونے نہیں پائے گی۔''

ثمر سلطانہ نے کہا ''میں ہر طرح سے تمہاری وفادار رہوں گی۔ تمہاری ہر بات مانتی رہوں گی۔ لیکن اپنا جسم کبھی نہیں دوں گی۔ میرا یہ جسم میری یہ آبرو صرف اپنے ایک مرد کے لیے ہے۔ اور میرا وہ آئیڈیل کبھی نہ کبھی میری زندگی میں آئے گا۔ میں اس کی امانت ہوں۔''

کالیا نے کہا ''مجھے تمہارے حسن و شباب سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں عورتوں سے زیادہ ہیرے جواہرات کا شوقین ہوں۔ تمہارے جیسی حسین عورتیں ہر شہر ہر گلی کوچے میں مل جاتی ہیں لیکن ہیرے جواہرات نہیں ملتے لہٰذا تم میرے ساتھ اسمگلنگ کا دھندا کرو گی۔''

وہ راضی ہو گئی۔ اس نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ اسے انیتا پر پوری طرح حاوی کیا پھر اس کے دماغ کو لاک کر دیا۔ تاکہ چنڈال اس کے اندر نہ آ سکے۔ اب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد یہ تمام باتیں یاد کر رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی کہ اسے انیتا سے نجات مل گئی ہے۔ وہ اس پر کبھی حاوی نہیں ہو گی اور اب وہ پہلے کی طرح زندگی گزارتی رہے گی۔

ہر انسان کو اپنے نام، چہرے اور جسم سے پیار ہوتا ہے۔ یہ جسم چہرہ اور یہ نام اپنے ساتھ لگا رہتا ہے۔ کوئی اسے چرا نہیں سکتا لیکن چنڈال اور اس کی بیٹی نے اسے چرا لیا تھا۔ اب وہ خدا کا شکر ادا کر رہی تھی کہ وہ پھر سے اپنا نام اور ایک نئی زندگی حاصل کر رہی ہے۔

وہ واش روم گئی وہاں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر اس نے لباس تبدیل کیا۔ اس کا اپنا لباس کوئی نہیں تھا۔ ارچنا کی کئی ساڑھیاں اور دوسرے ملبوسات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ان میں سے ایک کو پہن لیا۔ آئینے کے سامنے آ کر اپنے آپ کو اور لباس کو دیکھ کر خوش ہونے لگی۔ اب سے پہلے انیتا آئینے کے سامنے خوش ہوا کرتی تھی۔ اب اسے اپنے حسن و شباب پر ناز کرنے کا موقع مل رہا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی بلکہ فیصلہ کر رہی تھی کہ کالیا کو ہمیشہ خوش رکھے گی۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرے گی۔ تاکہ وہ ہر ہفتے اس پر تنویمی عمل کرتا رہے اور انیتا کو اس کے اندر سلاتا رہے۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر پوچھا ''ہیلو..... کون؟''

دوسری طرف سے کالیا کی آواز سنائی دی ''میں بول رہا ہوں۔ گھڑی دیکھ کر اندازہ ہو گا کہ تم تنویمی نیند سے بیدار ہو چکی ہو۔ یہ بتاؤ کیسا محسوس کر رہی ہو؟''

وہ بولی ''میں بہت خوش ہوں۔ تم نے مجھے ایک نئی زندگی دی ہے میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔''

''صرف شکریہ ادا کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ میرا کام کرتی رہو۔ اگر تھکن دور ہو چکی ہے تو اچھا سا لباس زیب تن کر کے گھر سے نکلو اور ارچنا کو تلاش کرو۔ تم اسے دیکھ چکی ہو۔ اس کا چہرہ یاد... نہ ہو تو الماری میں البم رکھی ہوئی ہے۔ اس میں ارچنا کی کئی تصویریں ہیں۔ ان تصاویر کو دیکھ کر اسے ذہن نشین کر لو۔''

''میں ابھی اس کی تصاویر دیکھوں گی۔ یہ بتاؤ کہ تم کہاں ہو؟ میں تم سے کس طرح رابطہ کر سکتی ہوں؟''

اس نے اپنا فون نمبر بتایا۔ وہ اسے نوٹ کرنے کے بعد

بولی ''ٹھیک ہے میں یہاں سے نکلنے سے پہلے تم سے رابطہ کروں گی۔''

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بیڈ روم میں ایک بڑا سا ٹی وی رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے آن کیا۔ پھر الماری کھول کر البم نکال کر ارچنا کی تصاویر دیکھنے لگی۔ ایسے وقت اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو ٹی وی پر اسے اس سیٹھ کی تصویر دکھائی دی جس نے اسے اغوا کیا تھا۔ اس کی عزت لوٹنا چاہتا تھا۔ اور وہ اپنی عزت بچانے کے لیے خودکشی کرنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت وہ اچانک مر گئی تھی۔ اس کے اندر انیتا کی آتما آ کر سما گئی تھی۔

ٹی وی میں اس سیٹھ کی تصویر دکھائی دینے لگی اور پس منظر میں آواز سنائی دی ''یہ سیٹھ ایشور لال ہیں۔ کل رات اچانک ہی ان کی موت ہو گئی اور موت کے سلسلے میں کہا جا رہا ہے کہ موت طبعی نہیں ہے۔ انہیں ہلاک کیا گیا ہے۔

اسی رات سیٹھ ایشور لال کے گودام میں دو غنڈے مردہ پائے گئے ہیں۔ گودام میں پہرا دینے والے مسلح چوکیداروں کا بیان ہے کہ وہاں سیٹھ آئے تھے ان کے ساتھ ایک حسین لڑکی بھی تھی۔ وہ لڑکی ان کے دفتر میں کام کرتی تھی۔ اس کا نام ثمر سلطانہ تھا۔ جب وہ سیٹھ ایشور کے ساتھ گودام سے باہر آئی تو چوکیداروں کو بعد میں معلوم ہوا کہ گودام کے اندر وہ دونوں غنڈے مردہ پڑے ہوئے ہیں۔ پھر دوسری صبح پتا چلا کہ سیٹھ ایشور اپنے بیڈ روم میں مردہ پائے گئے ہیں۔

وہاں بنگلے کے ملازموں کا بیان ہے کہ رات کو ثمر سلطانہ ان کے ساتھ آئی تھی۔ پھر اچانک کہیں چلی گئی ہے۔ اس کے جانے بعد ایک بوڑھے ملازم نے آ کر دیکھا تو سیٹھ ایشور لال مردہ پڑے ہوئے تھے۔ سیف کھلا ہوا تھا اور اس میں سے قیمتی زیورات اور نقدرو پے غائب تھے۔''

ثمر سلطانہ بڑی توجہ سے سیٹھ کی تصویر دیکھ رہی تھی اور خبر سن رہی تھی پھر ایک دم چونک گئی۔ اسکرین پر اسے اپنی تصویر دکھائی دینے لگی۔ پس منظر میں کہا جا رہا تھا کہ یہ ثمر سلطانہ ہے۔ سیٹھ کے دفتر میں اس کی یہ تصویر پائی گئی ہے۔ پولیس اس کی تلاش میں ہے یہ لڑکی جسے بھی جہاں بھی دکھائی دے وہ فوراً ہی قریبی تھانے میں اطلاع کرے۔ اطلاع دینے والے کو پچاس ہزار روپے دیے جائیں گے۔

ثمر سلطانہ کا سر گھومنے لگا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بات اتنی بڑھ جائے گی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ جو ثمر سلطانہ مر چکی ہے اس کے ساتھ اس کی پچھلی ہسٹری بھی ختم ہو چکی ہے۔ اس نے اس پہلو پر غور نہیں کیا کہ جب دوبارہ زندگی مل چکی ہے وہی جسم ہے وہی چہرہ ہے تو پھر وہ لاکھوں میں پہچانی جائے گی۔

اگر انیتا اس پر بھاری پڑتی رہتی تب بھی وہ پکڑی جاتی۔ وہ خود کو لاکھ انیتا کہتی لیکن کوئی یقین نہ کرتا اور اب تو وہ اندر سے بھی ثمر سلطانہ تھی اور باہر سے بھی وہی ثمر سلطانہ تھی جسے ٹی وی اسکرین پر اس شہر کے اس ملک کے اور تمام دنیا کے لوگ دیکھ رہے تھے۔ اچھا ہوا کہ اس نے باہر جانے سے پہلے ٹی وی کھول لیا تھا اور اس خطرے سے آگاہ ہو گئی تھی کہ باہر جائے گی تو پکڑی جائے گی۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ آئینے کے سامنے اپنے چہرے اور اپنے جسم پر فخر کر رہی تھی اور شکر ادا کر رہی تھی کہ اسے ثمر سلطانہ کی حیثیت سے نئی زندگی مل گئی تھی۔ اب یہی چہرہ اور جسم اس کے لیے مصیبت بن گیا تھا۔

اس نے ٹیلی فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھایا پھر اسرانی کے فون نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ ہو گیا۔ اس نے کہا ''میں ثمر سلطانہ بول رہی ہوں۔''

''ہاں بولو..... میں تمہارے فون کا انتظار کر رہا تھا۔''

''کیا تم نے ابھی ٹی وی کے ایک چینل پر میرے بارے میں کچھ دیکھا ہے؟ سنا ہے؟''

''نہیں..... میں اپنے معاملات میں مصروف تھا۔ کیا ٹی وی پر کوئی خاص پروگرام آ رہا ہے؟''

''ہاں..... میرا پروگرام آ رہا ہے۔ مجھے سیٹھ ایشور لال کی قاتل قرار دیا گیا ہے۔ پولیس والے مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ ٹی وی پر میری تصویر دکھائی جا رہی ہے۔''

اس نے پریشان ہو کر کہا ''اوہ گاڈ! یہ تو بہت برا ہوا۔''

''اس سے بھی برا ہو جاتا اگر میں ٹی وی کا یہ چینل دیکھے بغیر باہر نکل جاتی۔ لوگ تو مجھے دیکھتے ہی پکڑ لیتے اور تھانے پہنچا دیتے۔''

''تم ابھی گھر میں ہی رہو۔ میں آ رہا ہوں۔ پھر باتیں ہوں گی۔''

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اسی وقت اس نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر فوراً ہی سانس روک لی۔ اسرانی نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ کسی بھی سوچ کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی اور اپنے اندر آنے والوں کو بھگا دیا کرے گی۔

اس وقت بھی اس نے ایسا ہی کیا تھا لیکن اسرانی نے پوری تفصیل سے وضاحت کرتے ہوئے یہ عمل نہیں کیا تھا کہ اگر کوئی دوبارہ اس کی دماغ میں آئے یا اس سے بات کرنا چاہے تو اسے بات کرنا چاہیے یا نہیں۔ وہ چنڈال کے سلسلے

میں تو محتاط تھی۔ اس کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح پہچانتی تھی کیونکہ وہ کئی بار دماغ میں آ چکا تھا اور انیتا سے باتیں کرتا رہا تھا۔

وہ سر جھکائے سوچ رہی تھی کہ ایسے ہی وقت پھر پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ وہ سانس روکنا چاہتی تھی کہ کسی نے جلدی سے کہا ''پلیز..... سانس نہ روکنا۔ میری ایک بات سن لو۔ تم خطرے میں ہو۔ میں تمہاری حفاظت کرنا چاہتا ہوں۔''

''تم کون ہو؟ اور میرے دماغ میں کیسے پہنچ گئے ہو؟''

ثمر سلطانہ ایسے وقت اپنے اندر بے چینی سی محسوس کر رہی تھی۔ پھر اندر سے انیتا کی آواز ابھری ''یہ..... یہ میرا فرمان ہے مجھے بولنے دو۔ سلطانہ مجھے بولنے دو۔ یہ میری جان ہے۔ میری زندگی ہے۔ میں ہزاروں میں اس کی آواز کو پہچان سکتی ہوں۔''

ادھر فرمان کہہ رہا تھا ''ابھی میں ٹی وی پر جرائم کے سلسلے میں پروگرام دیکھ رہا تھا۔ اس وقت تمہارے بارے میں ایک تفصیلی رپورٹ پیش کی گئی۔ پھر تمہاری تصویر بھی دکھائی گئی۔ میں تمہاری تصویر کی آنکھ میں جھانکتا ہوا تمہارے دماغ میں پہنچ گیا ہوں۔ تم چاہو تو مجھ پر بھروسا کر سکتی ہو۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جتنی اچھی طرح تمہاری حفاظت کر سکتے گا۔ شاید کوئی دوسرا نہ کر سکے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی باہر گاڑی کی آواز سنائی دی۔ کالیا اسرانی آ گیا تھا۔ وہ بولی ''پلیز..... ابھی چلے جاؤ۔ میرا ایک ساتھی آیا ہے۔ میں پھر کسی دن تم سے بات کروں گی۔''

''وعدہ کرو۔ جب میں آؤں گا تو سانس نہیں روکو گی۔ مجھ سے دوستی کرو گی۔ مجھ پر بھروسا کرو گی۔''

''میں تمہارے بارے میں سوچوں گی۔ ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔ پلیز چلے جاؤ۔''

وہ چلا گیا۔ ثمر یہ تو سمجھ گئی تھی کہ آنے والا انیتا کا محبوب ہے۔ وہ اس کے اندر اس کے لیے تڑپ رہی ہے لیکن کچھ بول نہیں پا رہی ہے۔

دانش مندی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ فرمان کو اپنے اندر نہ آنے دے۔ وہ آئے گا تو انیتا اسی طرح تڑپتی مچلتی رہے گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جوش اور جذبے کے تحت پوری طرح بیدار ہو جائے اور اس کے اندر بولنے لگے تو پھر وہ دماغ میں آنے والا اس کی آواز بھی سن لے گا پھر اپنی محبوبہ کو پہچاننے کے بعد اسے اس کے اندر سے ابھارنے کی کوشش کرے گا۔

حالات کا تقاضا یہ تھا کہ وہ فرمان سے بھی دوستی کرے کیونکہ وہ دربدر ہو گئی تھی۔ گھر کی رہی تھی نہ گھاٹ کی۔ اسرانی کا تابعدار بن کر اس کے رحم و کرم پر تھی۔

اب عقل یہ بھی کہہ رہی تھی کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سہارا مل رہا ہے تو اس سہارے سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ یہ کسی بھی برے وقت میں کام آ سکتا ہے۔''

کالیا نے بیڈروم میں آ کر پوچھا ''تم نے ٹی وی پروگرام میں کیا دیکھا ہے؟''

وہ اس پروگرام کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگی پھر بولی ''تم نے تنویمی عمل کے دوران میں میرے بارے میں پوری ہسٹری معلوم کی ہے۔ میں کن حالات سے گزر کر یہاں تک آئی ہوں، تم اچھی طرح جانتے ہو۔ میں نے نہ تو ان دو غنڈوں کو ہلاک کیا ہے اور نہ ہی سیٹھ ایشور لال کو قتل کیا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ میں لاکھوں روپے کے ہیرے جواہرات اور نقد رقم چرا کر لائی تھی۔''

وہ بولا ''میں یہ ساری باتیں معلوم کر چکا ہوں اور تم سے کہہ چکا ہوں کہ جب تم اپنی نیند پوری کر کے بیدار ہو جاؤ تو میرے ساتھ مل کر اژدہا کو تلاش بھی کرو گی اور جس ہوٹل میں تمہارا قیام تھا وہاں جا کر اپنا وہ بیگ لے آؤ گی جس میں وہ نقد رقم اور ہیرے جواہرات موجود ہیں۔''

''بے شک..... مجھے وہاں جا کر وہ ساری قیمتی چیزیں لے آنا چاہئیں مگر کیسے جاؤں؟ باہر جاتے ہی پہچان لی جاؤں گی۔''

''فکر نہ کرو۔ میں میک اپ کرنے کا ماہر ہوں۔ میک اپ کا کچھ ضروری سامان ساتھ لے کر آیا ہوں۔ آئینے کے سامنے بیٹھو۔ میں ابھی تمہارے چہرے کو ایسا تبدیل کر دوں گا کہ کوئی پہچان نہیں پائے گا۔''

وہ ایک آئینے کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔ اسرانی اپنے ساتھ ایک بڑا سا بیگ لے کر آیا تھا۔ اسے کھول کر اس نے میک اپ کا سامان نکالنے لگا۔ اس کے بیڈروم میں پہلے سے بھی کچھ میک اپ کا سامان موجود تھا۔ اسمگلنگ کے دھندے میں ایسی چیزوں کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے اور وہ اس سلسلے میں میک اپ کا ماہر تھا۔

وہ اس کے چہرے پر میک اپ کرنے لگا۔ وہ فرمان کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سہارا لینا چاہیے یا نہیں؟ وہ عجیب دوراہے پر کھڑی ہوئی تھی۔ ایک طرف اسے ہر حال میں ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سہارا لینا چاہیے تھا۔ وہ سہارا مضبوط ہوتا اور دوسری طرف سہارا لینے سے انیتا کی بن آتی اسے کسی وقت بھی اپنے محبوب کے

سہارے ابھرنے کا موقع مل جاتا اور اس کا محبوب اسی کی حمایت کرتا۔ ثمر سلطانہ کو ثانوی حیثیت دیتا یعنی اس کے جسم سے انیتا کو ابھار کر اس پر حاوی کر دیتا اور ثمر سلطانہ کو پہلے کی طرح پیچھے دھکیل دیتا۔ اور وہ خاموشی سے اس کے جسم میں فریاد کرتی رہتی لیکن کوئی اس کی فریاد سننے والا نہ ہوتا۔

وہ کسی آخری فیصلے تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ بری طرح الجھی ہوئی تھی۔ لے دے کر یہی ایک خیال ذہن میں آ رہا تھا کہ وہ فرمان سے اس سلسلے میں بات کرے گی۔ اگر وہ اپنی محبوبہ پر اسے ترجیح دے گا اور ثمر سلطانہ کی حیثیت برقرار رکھے تو پھر وہ اس سے دوستی کر لے گی اور اسے اپنے دماغ میں آنے دیا کرے گی۔

اسے اپنے اندر انیتا کی سوچ سنائی دی ''ہمارا ذہن ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ تم جو سوچ رہی ہو، وہ میں سن رہی ہوں۔ یہ سراسر زیادتی ہے کہ تم میرے محبوب کو میرے خلاف استعمال کرو گی۔ اپنی حیثیت برقرار رکھنے کے لیے اس سے دوستی کرو گی۔ اور مجھے اسی طرح اندر ہی اندر کچل کر رکھو گی۔ یہ ظلم ہے، مجھ سے انصاف کرو۔''

اس نے کہا ''جب تمہارا باپ تمہیں مجھ پر حاوی کر رہا تھا تب میرے ساتھ تم نے انصاف کیوں نہیں کیا؟ مجھے کچل کر کیوں رکھا؟''

''مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ اب میری عقل میں بات آ رہی ہے کہ ہم دونوں کو مل جل کر اس جسم میں رہنا چاہیے۔ اگر ہم میل ملاپ سے نہیں رہیں گے، ایک دوسرے کی مخالفت ہوتی رہے گی تو کسی موقع پر کبھی میں تمہیں نقصان پہنچاؤں گی اور کبھی تم مجھے نقصان پہنچایا کرو گی۔ اس طرح زندگی نہیں گزرے گی۔''

ثمر سلطانہ نے کہا ''یہ تم عقل کی بات کر رہی ہو۔ ہم اس پہلو پر مزید غور کریں گے۔ اور متفق ہو کر متحد ہو کر رہیں گے۔''

اس کے چہرے پر میک اپ ہو رہا تھا۔ وہ تبدیل ہو رہی تھی۔ حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ کالیا اسرانی کی تعریفیں کر رہی تھا۔ وہ اس فن میں مہارت رکھتا تھا۔ اس نے چہرے کے خدوخال برقرار رکھتے ہوئے اسے تبدیل کر دیا تھا۔

اس نے آئینے میں ہر زاویے سے اپنے آپ کو دیکھا۔ مطمئن ہو کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا ''تم نے کمال کیا ہے۔'' وہ سوچ رہی تھی، تبدیل ہونے کے بعد نہ جانے کیسی خوبصورت دکھائی دوں گی مگر تم نے مجھے پہلے کی طرح خوب صورت ہی رکھا ہے۔ اب میں باہر جاؤں گی تو کوئی مجھے پہچان نہیں پائے گا۔''

''ہاں..... لباس تبدیل کرو۔ اور باہر چلنے کی تیاری کرو میں بھی اپنے کمرے میں جا کر چینج کر رہا ہوں۔''

وہ وہاں سے چلا گیا۔ وہ دروازے کو بند کر کے الماری سے ایک نئی ساڑی نکال کر پہننے لگی۔ پہننے کے بعد اس نے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا۔ مسکرانے لگی۔ ایسے ہی وقت فرمان کی آواز سنائی دی۔ پلیز سانس نہ روکنا۔ اس حقیقت کو سمجھو کہ میں تمہاری بہتری کے لیے آیا ہوں۔''

وہ بولی ''تم میری بہتری کیوں چاہتے ہو۔'' میرے پاس کیوں آئے ہو؟''

''میں نے اسکرین پر تمہیں دیکھا۔ تو تم بہت اچھی لگیں۔ میں اس دنیا میں بالکل تنہا ہوں۔ نہ کوئی دوست ہے نہ کوئی محبوبہ ہے۔ میری زندگی میں بالکل سناٹا ہے۔''

''ایک بات پوچھوں؟''

''ہاں۔ ضرور پوچھو؟''

''کیا ابھی تک تم نے کسی سے محبت نہیں کی؟''

''ہاں..... کی ہے میری ایک محبوبہ ہے۔ بعد میں، میں نے اس سے شادی کی وہ میری جان تھی۔ میں اسے بہت چاہتا تھا لیکن حالات نے اسے مجھ سے جدا کر دیا۔''

''اگر کبھی وہ تمہیں مل جائے تو؟''

''جو مر جاتے ہیں، وہ اس دنیا میں کبھی واپس نہیں آتے۔ وہ مر چکی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ مرنے کے باوجود بھی وہ کہیں زندہ ہے۔''

''تمہیں یہ یقین کیوں ہے؟''

''اس لیے کہ اس کا باپ بہت بڑا جادوگر ہے۔ آتما شکتی کا حامل ہے۔ اس نے اپنی بیٹی کی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچا دیا ہے۔ پتا نہیں وہ اس جسم میں کیسی ہے۔ کیا کر رہی ہے؟ اس جسم میں مجھے پہچان سکے گی یا نہیں؟''

انیتا اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اندر ہی اندر تڑپ رہی تھی۔ مچل رہی تھی۔ ثمر سلطانہ سے خوشامدیں کر رہی تھی کہ اسے بات کرنے کا موقع دے۔ وہ اپنے عاشق اور دیوانے کو بتانا چاہ رہی تھی کہ وہ اس کے یقین کے مطابق زندہ ہے اور جہاں وہ پہنچا ہوا ہے وہیں اس کی آواز سن رہی ہے لیکن اس سے بات کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اسے مجبور بنا دیا گیا ہے۔

فرمان نے کہا ''ثمر سلطانہ! میں تمہارے دماغ میں رہ کر کچھ عجیب سا محسوس کر رہا ہوں۔ جیسے تمہارے ایک سے زیادہ خیالات گڈمڈ ہو گئے ہوں۔ ابھی تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔''

وہ بولی ''تم تھوڑی دیر کے لیے جاؤ۔ میں تم سے بعد میں

بات کروں گی۔"

"ٹھیک ہے..... اگر تم پریشان ہو تو میں جا رہا ہوں لیکن میرا موبائل فون نمبر یاد رکھو۔ تم جب بھی چاہو اس فون نمبر پر مجھ سے رابطہ کر سکتی ہو۔"

اس نے اپنے موبائل فون کا نمبر بتایا پھر وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی ثمر سلطانہ نے کہا "تم ایسے وقت کیوں بولتی ہو جب وہ موجود رہتا ہے۔"

انیتا نے کہا "تم میری بات کیوں نہیں مانتیں؟ کیا ہم دونوں اس سے دوستی نہیں کر سکتے؟ تم دوستی کرو۔ میں محبت کروں گی۔ میرے محبوب کو مجھے پا لینے دو۔ تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ مجھے اس سے ملنے سے نہ روکو۔ اسے معلوم ہونے دو کہ میں تمہارے اندر موجود ہوں۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ اسے ضرور بتاؤں گی لیکن ذرا صبر کرو۔ مجھے اس سے باتیں کرنے دو۔ اسے اچھی طرح سمجھنے دو۔"

"تم اسے سمجھ کر کیا کرو گی؟ وہ میرا محبوب ہے؟"

"فضول باتیں نہ کرو۔ جب وہ میرے قریب آئے گا۔ تمہیں چاہے گا اور تم سے باتیں کرے گا تو مجھے ہاتھ بھی لگائے گا۔ کیونکہ یہ جسم انیتا کا نہیں ہے۔ وہ میرے جسم پر اپنا حق جمانے گا اور میں ایسا نہیں چاہتی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ اسے سمجھا دوں گی۔ وہ تمہارے جسم کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ صرف دماغ میں آ کر مجھ سے باتیں کرے گا۔"

ثمر نے کہا "میری عمر زیادہ نہیں ہے لیکن میں اتنی بھی نادان نہیں ہوں۔ پہلے چھونے کو دل چاہتا ہے پھر پکڑنے کو دل چاہتا ہے پھر جکڑنے کو دل چاہتا ہے اور تم اپنی اس خواہش پر کبھی قابو نہیں پا سکو گی۔ یہی چاہو گی کہ فرمان آ کر تم کو اپنے سینے سے لگائے اور تم اس کی دھڑکنوں سے لگ جاؤ۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم فرمان کو کبھی اپنے قریب نہیں آنے دو گی اور وہ دماغ میں آئے تو اس سے بات بھی نہیں کرنے دو گی۔"

"میں اس سلسلے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔ کوشش کروں گی کہ تمہارے ساتھ انصاف کروں لیکن اس طرح کہ مجھے نقصان نہ پہنچے۔ ابھی زیادہ بحث نہ کرو۔ مجھے سوچنے سمجھنے دو اور یہ یاد رکھو کہ آئندہ فرمان آئے گا تو تم بالکل خاموش رہو گی۔ جذبات چاہے جتنے بھی بھڑ کتے ہوں، کچھ نہیں بولو گی۔ اگر بولو گی تو میں فرمان کو آئندہ اپنے دماغ میں آنے نہیں دوں گی۔"

کالیا اسرانی نے دروازے پر دستک دی۔ وہ اٹھا کر دروازہ کھول کر باہر آ گئی پھر اس کے ساتھ باہر آ کر کار میں بیٹھ گئی۔ اس نے کار اسٹارٹ کی پھر آگے بڑھاتے ہوئے بولا "کیا تم ڈرائیو کرنا جانتی ہو؟"

"ہاں..... میں ڈرائیو کر لیتی ہوں۔ ابھی ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"اپنے ہوٹل میں چلو جہاں تم نے قیام کیا تھا۔ وہاں اپنا سامان لے آؤ اور وہیں بیگ کھول کر دیکھو۔ تمہیں نقدی اور ہیرے جواہرات موجود ہیں یا نہیں۔"

وہ ہوٹل کے اس کمرے میں آ گئی۔ اس نے بیگ کھول کر دیکھا تو تمام چیزیں موجود تھیں۔ وہ خوش ہو کر بولا "بہت اچھی ہو۔ میرے پاس آتے ہی مجھے فائدہ پہنچانے لگی ہو۔"

اس نے کہا "ان میں سے ایک ہیرا اور یہ دو موتی تمہیں پسند ہیں انہیں میں رکھوں گی۔"

"بے شک..... تم جو چاہو رکھو۔ باقی مجھے دے دو۔ ہماری دوستی اسی طرح قائم رہے گی۔"

"اب ہم یہاں سے کہاں جائیں گے؟"

"ارچنا کو تلاش کرنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ابھی اسی شہر میں ہے۔ جب تک وہ تمام ہیرے فروخت نہیں کر لے گی۔ وہ یہاں سے جا نہیں سکے گی۔ ہیرے لے کر ادھر ادھر جائے گی تو اس کے لیے خطرات بڑھتے جائیں گے۔ کسی پولیس والے کی گرفت میں بھی آ سکتی ہے۔ کسی بدمعاش کے ہتھے بھی چڑھ سکتی ہے۔ اسی لیے وہ یہاں رہے گی۔ اسی شہر میں چھپ کر رہے گی اور ہیرے جواہرات کے بیوپاریوں سے سودا کرتی رہے گی۔ جب ہیرے فروخت ہو گئے تب ہی یہاں سے کہیں جا سکے گی۔"

اس نے کاؤنٹر پر آ کر ہوٹل کا بل ادا کیا پھر اس کے ساتھ کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا ڈائمنڈ مارکیٹ کی طرف جانے لگا۔ وہاں ہیرے جواہرات کے بیوپاریوں کی خاصی تعداد میں موجود تھے۔ وہ بہت بڑی مارکیٹ تھی۔ اس کی ہر دکان میں ہیروں کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی۔

وہ مارکیٹ کے ایک حصے میں آ کر رک گیا پھر وہ کار میں بیٹھی رہو۔ میں ذرا دو چار بیوپاریوں سے بات کر آتا ہوں۔ یہاں کے کئی بیوپاریوں نے ارچنا کو میرے ساتھ دیکھا ہے۔ وہ اسے پہچانتے ہیں۔ اس کے بارے میں کچھ بتا سکیں گے۔"

وہ بولی "میں یہاں بیٹھی بور ہوتی رہوں گی۔ اگر ہو سکے تو..."

ہو سکے تو اسی طرح گیم کھیلتی رہتی دل بہلاتی رہتی۔"

"میں تمہیں ایک نیا موبائل فون ابھی خرید کر دوں گا۔ ذرا اپنا کام کر لوں۔ پھر یہ کہ تمہیں ابھی کوئی گیم نہیں کھیلنا ہے۔ کار کی سے باہر اور ونڈ اسکرین کے پار آگے پیچھے دیکھتی رہو۔ شاید کہیں ارچنا نظر آ جائے....."

وہ وہاں سے چلا گیا۔ انیتا نے کہا "پلیز..... فرمان سے فون پر بات کرو اس نے تم کو اپنا موبائل نمبر دیا ہے۔"

"میں کیسے بات کروں؟ میرے پاس فون نہیں ہے۔"

"آس پاس دیکھو کہیں پبلک ٹیلی فون بوتھ ہو گا۔ یا پبلک کال کا کوئی آفس ہو گا۔ وہاں سے تم اسے فون کر سکتی ہو۔"

وہ اسے ٹالنے کے لیے بولی "میں پبلک کال آفس میں جا کر اس سے بات نہیں کروں گی۔"

"بات کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسے صرف فون کر کے اتنا کہہ دو کہ بات کرنا چاہتی ہو۔ وہ خود ہی ہمارے ہاتھوں میں آ جائے گا۔"

ثمر سلطانہ نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ کچھ فاصلے پر ہی ٹیلی فون بوتھ نظر آیا۔ اس نے کہا "ٹھیک ہے میں تمہاری بے چارگی کو سمجھتی ہوں۔ اس سے بات کروں گی۔ تم اس کی آواز سنو گی۔ خبردار! جو تم بولیں تو میں فوراً ہی سانس روک کر اسے مار ڈالوں گی۔"

انیتا نے کہا "میں وعدہ کرتی ہوں۔ ایک لفظ نہیں بولوں گی۔ خاموش رہوں گی اور اپنے محبوب کی آواز سنتی رہوں گی۔"

وہ کار سے نکل کر ٹیلی فون بوتھ میں آئی۔ وہاں ایک لڑکا کھڑا ہوا تھا۔ وہ دس روپے لے کر اپنا کارڈ پنچ کرنے کے لیے دیتا تھا اور دس منٹ تک بات کرنے کی اجازت ہوتی تھی۔ اس نے اسے دس روپے دے کر اس کا کارڈ لیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ہی فرمان کے نمبر ڈائل کرنے کے بعد انتظار کرنے لگی۔ رابطہ ہوا پھر تھوڑی دیر بعد ہی اس کی آواز سنائی دی۔ وہ "میں ہوں۔ ابھی تنہا ہوں۔ تم آ سکتے ہو؟"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر چشم زدن میں اس کے اندر آیا۔ خوش ہو کر بولا "..... تمہارا شکریہ تم نے جلدی رابطہ کیا میں بے چینی سے تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

وہ آہستہ سے چلتے ہوئے کار میں آ کر بیٹھ گئی پھر پوچھا "تم مجھ سے بات کرنے کی بے چینی کیوں تھی؟"

"تم ایک تو خوب صورت ہو۔ دوسرے کچھ عجیب سی میں نے تمہارے اندر ایک سے زیادہ خیالات کو گڈمڈ محسوس کیا ہے۔ اس لیے میری دلچسپی تم سے بڑھ گئی ہے۔"

اس نے بات بنائی "ہاں..... کبھی کبھی میری ذہنی رو بہک جاتی ہے میرے اندر ایک سے زیادہ خیالات گڈمڈ ہونے لگتے ہیں۔ میں پریشان ہو جاتی ہوں۔ اس وقت بالکل تنہائی چاہتی ہوں۔"

"پریشانی کے عالم میں کبھی تنہائی ہو تو سکون ملتا ہے اور کبھی کوئی دل جوئی کرنے والا ہو تو اس وقت بھی سکون ملتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب بھی تمہارے خیالات گڈمڈ ہوں تو میں موجود رہوں۔ تمہاری پریشانی دور کر سکوں۔ ہو سکتا ہے یہ کوئی دماغی مسئلہ ہو۔ میں اس مسئلے کا حل تلاش کر سکتا ہوں۔"

"تمہارا شکریہ اگر مجھے اس سلسلے میں تمہاری ضرورت ہو گی تو تم سے ضرور تعاون حاصل کروں گی۔"

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"میں ضرور ملوں گی لیکن ابھی نہیں، میں اپنے ایک معاملے میں بہت مصروف ہوں۔ وقت ملے گا تو پھر تمہیں بتاؤں گی کہ کب اور کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"اگر تم کسی اہم معاملے میں الجھی ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری الجھن دور کر سکتا ہوں۔"

"تمہارا شکریہ..... یہ معاملہ میں اکیلے ہی نمٹانا چاہتی ہوں۔ ویسے ایک بات پوچھوں۔"

"ہاں۔ ضرور پوچھو؟"

"تم نے کہا تھا کہ تم کسی کو بہت چاہتے تھے۔ اس سے شادی بھی کی تھی اور وہ تم سے بچھڑ گئی ہے۔ مر گئی ہے اس کے باوجود وہ زندہ ہے یہ کیا قصہ ہے مجھے بتاؤ؟"

انیتا چپ چاپ سن رہی تھی، خوش ہو رہی تھی کہ ثمر سلطانہ اس کے بارے میں باتیں کر رہی ہے۔ فرمان نے کہا "میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اس کا باپ ایک جادوگر ہے۔ اس نے اپنی بیٹی کی آتما کو کسی جسم میں پہنچا دیا ہے۔ میں جب یہ سوچتا ہوں کہ وہ کہاں ہو گی؟ کیا کر رہی ہو گی؟ اور کس حال میں ہو گی؟ تو بے چین ہو جاتا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم اسے بہت زیادہ چاہتے ہو۔ کیا نام ہے اس کا؟"

"اس کا نام انیتا ہے۔ میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔"

"جب اسے تلاش کر رہے ہو تو میرے پاس کیوں آئے ہو؟ صاف صاف کہو۔ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔"

"صاف بات تو یہ ہے کہ میں حسن پرست ہوں مجھے خوب صورتی بہت اچھی لگتی ہے۔ میں نے ٹی وی اسکرین پر تمہیں دیکھا تو بہت اچھی لگیں۔ میرے دل میں آیا کہ میں

تمہاری مدد کروں۔ پولیس والے اور نہ جانے کون کون اس وقت تمہارے پیچھے پڑیں گے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے بہت کام آسکتا ہوں۔"

"تم صرف میرے کام آنے کی باتیں کررہے ہو۔ باتیں بنارہے ہو اصل بات کرو۔ کیا صرف حسن پرست ہو یا مجھ سے اور بھی زیادہ توقعات رکھتے ہو؟"

"میں تم سے بہت زیادہ توقع نہیں رکھتا ہوں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ حسن پرست ہوں۔ مجھے خوب صورتی بہت متاثر کرتی ہے۔ میں ایک ساتھی چاہتا ہوں لیکن صرف دور ہی دور دوستی کی حد تک میں اپنی انیتا کو تلاش کرتا رہوں گا۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ مجھے کہیں نہ کہیں ضرور ملے گی۔"

انیتا سن رہی تھی۔ خوشی سے نہال ہورہی تھی۔ وہ بے اختیار بول پڑی "میرے فرمان میری جان! تمہاری محبت سچی ہے ہم ضرور ملیں گے اور بہت جلد ملیں گے۔"

فرمان نے حیرانی سے کہا "ثمر سلطانہ! تمہارے خیالات پھر گڈمڈ ہورہے ہیں۔ مجھے ایک اور آواز دھیمی دھیمی سی میٹھی میٹھی سی سنائی دے رہی ہے لیکن سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

وہ بولی "تمہاری سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا۔ میں کہہ چکی ہوں کہ کبھی کبھی ذہنی رو بہک جاتی ہے۔ میرے اندر خیالات گڈمڈ ہوجاتے ہیں۔ اس وقت میں بہت پریشان ہوں۔ پلیز..... اس وقت چلے جاؤ پھر تم سے رابطہ کروں گی۔"

یہ کہہ اس نے سانس روک لی۔ انیتا تڑپنے لگی۔ گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگی "سانس نہ روکو اسے نہ بھگاؤ۔ اسے فون کرکے پھر بلاؤ۔ یہ تم نے کیا کیا؟"

ثمر سلطانہ نے غصے سے کہا "اور تم نے کیا کیا ہے؟ وعدہ خلافی کی ہے۔ تم نے کہا تھا کہ خاموش رہوگی۔ کیا تم اس طرح اسے اشارے دے رہی ہو کہ میرے اندر موجود ہو؟ اور اسے میرے پاس صرف تمہاری خاطر آتے رہنا چاہیے۔"

"مجھے معاف کردو۔ میں جذبات میں بہک گئی تھی۔ آئندہ کچھ نہیں بولوں گی۔"

"بکواس مت کرو۔ اب میں تم پر بھروسا نہیں کروں گی۔ خاموش رہو۔ میں تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گی۔"

وہ پھر گڑگڑانے لگی۔ منت سماجت کرنے لگی۔ لیکن ثمر اس وقت پتھر بن گئی یہ طے کرلیا کہ اب اس سے بات نہیں کرے گی۔ وہ چیختی رہے، چلاتی رہے اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

زندگی ان دونوں کو ایسے موڑ پر لے آئی تھی جہاں وہ ایک انار کی دو بیمار بن گئی تھیں۔ انیتا اسے محبوبہ بنانا چاہتی تھی اور ثمر سلطانہ اپنی ضرورت کے مطابق ایک [illegible] جاننے والے کو ضروری سمجھ رہی تھی۔ وہ انیتا کے [illegible] ضروری تھا اور ثمر سلطانہ کے لیے بھی..... ایک طرح [illegible] سوکنیں بن گئی تھیں..... اور ایک سوکنیں کبھی ایک [illegible] ساری زندگی ایک دوسرے سے لڑتی رہتی ہیں۔

☆☆☆

بیلا اور برائے خوشی سے کھل گئی تھی۔ تاش کے جوا[illegible] صاف طور سے کہہ دیا تھا کہ وہ اب تک جس آئیڈیل [illegible] انتظار میں تھی جسے خوابوں اور خیالوں میں دیکھتی رہی [illegible] اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اور وہ حمزہ خان ہے۔

کبریا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا "[illegible] پہلے ہی تمہارے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ کر کہا تھا کہ تمہارا آئیڈیل جلد ملنے والا ہے اور تاش کے پتوں نے کہہ دیا [illegible] مل چکا ہے اور وہ میں ہوں۔"

بیلا کا ہاتھ اس کے ہاتھوں میں خوشی سے اور جذبات کی شدت سے لرز رہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر شرما رہی [illegible] کبریا اس کے پاس آکر صوفے پر بیٹھ گیا۔ دونوں [illegible] دوسرے کے قریب ہوگئے۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہے [illegible] وہ بولا "تم ایک عرصے سے میرا انتظار کررہی تھیں۔ اب [illegible] تمہارے پاس، تمہارے قریب آگیا ہوں..... کچھ بولو۔"

اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، آنکھیں چار ہوئیں [illegible] نظریں جھکا کر بولی "میں کیا کہوں؟ اس وقت مجھے جتنی خوشی [illegible] رہی ہے کہ آج کا دن میں کبھی بھلا نہیں سکوں گی۔"

وہ دونوں اپنے اپنے طور پر مسرتوں کا اظہار کرنے لگے۔ پھر کبریا نے کہا "میں ہاتھ کی لکیریں پڑھتا ہوں یا تاش کے پتوں کو پڑھ لیتا ہوں۔ ہم نے اپنے اپنے علم کے ذریعے ایک دوسرے کے بارے میں کچھ معلومات حاصل [illegible] ہیں۔ کیا آئندہ بھی ایک دوسرے کے بارے میں کچھ [illegible] کے لیے ہم اپنے اپنے علم کا سہارا لیں گے؟ یا ایک دوسرے سے سچ بولیں گے؟ کہ میں کیا ہوں اور تم کیا ہو؟"

"میں جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی تم جیسے آئیڈیل کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔ پھر خوابوں اور خیالوں میں دیکھنے لگی تھی۔ تمہارا چہرہ واضح نہیں تھا پھر بھی میں یقین سے کہتی ہوں کہ میں تمہیں ہی دیکھتی آئی ہوں۔ آج تم مل گئے ہو اور میں تمہیں کھونا نہیں چاہوں گی۔ دل کی گہرائیوں سے تمہیں چاہتی رہوں گی۔ اس لیے تمہارے سامنے کچھ نہیں رہوں گی۔ اپنی کوئی بات تم سے نہیں چھپاؤں گی۔"

"تم سچ بولو گی تو میں بھی سچ بولوں گا۔"

"میں تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتاتی ہوں لیکن ایسا کرنے سے پہلے اپنے سامنے آنے والوں کے خیالات پڑھ لیتی ہوں۔ یعنی میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "یعنی جب میں تمہارے پاس آیا تو اس سے پہلے ہی تم نے فون پر میری آواز سن کر میرے خیالات پڑھ لیے تھے؟"

"ہاں..... میں تمہارے خیالات پڑھتی رہی تھی۔"

"تم نے میرے اندر آکر کیا معلوم کیا؟"

"یہی کہ تم حمزہ خان ہو، ایک بزنس مین ہو، تمہاری زندگی میں ایک سدا سہاگن آئی تھی مگر تمہاری وہ محبت ناکام رہی اور رہے گی۔ کیونکہ وہ ایک مکمل لڑکی نہیں ہے اور نہ ہی وہ آپریشن کے ذریعے مکمل ہونا چاہتی ہے۔ اس لیے تم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوگئے ہو پھر تاش کے پتوں نے بھی کچھ اسی طرح کی صورت حال بتائی تھی۔"

"تم نے بڑی حد تک درست معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ درست ہے کہ میری زندگی میں ایک سدا سہاگن آئی تھی۔ اب وہ مجھ سے دور ہوگئی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تقدیر بھی اسے مجھ سے ملائے گی یا نہیں۔"

"کیا تم اسے بہت چاہتے ہو؟"

"ہاں..... بہت زیادہ چاہتا ہوں۔"

"کیا مجھ سے بھی زیادہ اسے چاہو گے۔"

"اس کی اور تمہاری چاہت میں بڑا فرق ہوگا۔ میں نے کبھی اس کے جسم کو حاصل کرنے کی تمنا نہیں کی۔ وہ ایک پاکیزہ محبت چاہتی تھی اور میں اس سے ایسی ہی محبت کرتا رہا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ تمہارے ساتھ رومانی اور جذباتی تعلق ہوجائیں گے۔ بات آگے بڑھے گی تو شادی ہوگی۔ ہمارے بچے ہوں گے۔ صرف تم ہی میرے بچوں کی ماں بنو گی۔"

"تمہاری سچائی مجھے اچھی لگ رہی ہے۔ تم صاف صاف کہہ رہے ہو کہ اسے بے انتہا چاہتے ہو اور چاہتے رہو گے۔ اور مجھ سے بھی محبت کرو گے۔ شادی کرو گے۔ مجھے اپنے بچے کی ماں بناؤ گے۔ بس مجھے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہیے۔"

"ابھی کچھ سچائیاں ایسی ہیں جنہیں تم نہیں جانتیں۔"

اس نے چونک کر کبریا کو دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولا "میں بھی تمہاری طرح ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

وہ ایک دم سے اچھل پڑی پھر خوش ہوکر بولی "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول سلسلے کتابی شکل میں دستیاب ہیں

شکاری
20 حصے (مکمل)
قیمت فی حصہ -/60 روپے | ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے
مکمل سیٹ ایک ساتھ منگوانے پر رعایتی قیمت صرف -/1000 روپے

مجاہد
11 حصے (مکمل)
قیمت فی حصہ -/60 روپے | ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے
مکمل سیٹ ایک ساتھ منگوانے پر رعایتی قیمت صرف -/600 روپے

گمراہ
8 حصے (مکمل)
قیمت فی حصہ -/60 روپے | ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے

مفرور
6 حصے (مکمل)
قیمت فی حصہ -/60 روپے | ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے

صدیوں کا بیٹا
5 حصے (مکمل)
قیمت فی حصہ -/60 روپے | ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے

کسی بھی قسم کی معلومات حاصل کرنے کے لئے
رقم پیشگی بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں

کتابیات پبلی کیشنز
23 کی
7420514

"ہاں..... جب تم میرے دماغ میں آ کر میرے خیالات پڑھ رہی تھیں تو میں سمجھ رہا تھا کہ تم میرے اندر موجود ہو۔ میں مطمئن تھا کہ تم میرے چور خیالات نہیں پڑھ سکو گی۔"

"اچھا..... تو تم بھی میری طرح چور دماغ رکھتے ہو؟ میرے دماغ میں بھی کوئی آ جائے تو وہ سطحی طور پر خیالات پڑھ سکتا ہے لیکن میرے چور خیالات کے خانے تک کبھی نہیں پہنچ پاتا۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ بیلا نے ہنستے ہنستے اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیا وہ بولا "میرا نام حمزہ خان نہیں ہے۔"

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولا "تم میرے چور خیالات پڑھ نہیں پائیں۔ میرا نام کبریا علی تیمور ہے۔ میں عالمی شہرت رکھنے والے فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔"

وہ حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ بولا "کیا تم نے میرے پاپا کے بارے میں کچھ سنا ہے۔ کچھ جانتی ہو؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی "ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنے کے دوران میں میرے ڈیڈی بتایا کرتے تھے کہ فرہاد علی تیمور کتنی اونچی چیز ہے۔ اور کیسا ناقابلِ شکست انسان ہے۔ میں نے تمہارے پاپا کا تمام ریکارڈ پڑھا ہے۔ پوری ہسٹری سے واقف ہوں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم اتنے زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بیٹے ہو اور پھر میرے آئیڈیل ہو۔"

اس نے خوش ہو کر اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ وہ بولا "میں نے اپنے خاندان کے بارے میں بتایا ہے۔ اب تم بتاؤ۔ تم کس خاندان سے تعلق رکھتی ہو؟"

"میں جس خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ وہ بہت ہی خطرناک ہے۔ اس خاندان میں بچپن ہی سے بچوں کو پراسرار علوم سکھا دیے جاتے ہیں۔ تم نے راسپوٹین کا نام تو سنا ہوگا۔"

"میں نے صرف یہ نام سنا ہی نہیں ہے، اچھی طرح جانتا بھی ہوں۔ موجودہ راسپوٹین چہارم جس کا نام ولاڈی میر ہے۔ وہ ہمارا جانی دشمن ہے۔"

اس نے سینے پر سے سر ہٹا کر اسے دیکھا پھر کہا "یہ اچھا ہی ہے کہ تم میرے بتانے سے پہلے ہی اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو اور اسے دشمن سمجھتے ہو کیونکہ وہ میرا بھی دشمن ہے۔"

وہ دشمنی کی وجہ بتانے لگی کہ کس طرح ان سوتیلوں نے اپنے باپ سے لڑ جھگڑ کر اس کی ماں کو طلاق دلائی تھی اور پھر انہیں روس سے باہر جانے کے لیے کہہ دیا تھا۔ تب سے وہ ماں کے ساتھ ہندوستان میں آ کر رہنے لگی ہے۔

کبریا اس کی یہ ساری ہسٹری پہلے سے جانتا تھا۔ اس نے کہا "تمہارا نام بیلا نہیں انابیلا ہے۔"

"ہاں..... میرا یہی نام ہے تمہیں کیا پسند ہے؟"

"مجھے انابیلا کہنا اچھا لگے گا۔"

"جو تمہیں اچھا لگے گا وہی مجھے بھی اچھا لگے گا۔ میں آج تک اس نام کو اس لیے چھپاتی رہی کہ میرے دشمن ولاڈی میر تک یہ بات پہنچے گی کہ انابیلا نامی کوئی لڑکی ہندوستان میں رہتی ہے تو وہ ہم سے دشمنی کرنے یہاں پہنچ جائے گا۔"

"اب تمہیں اس کی دشمنی سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ تم تنہا نہیں ہو۔ تمہارے پیچھے ایک سے بڑھ کر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے پہاڑ موجود ہیں۔"

"ہاں..... میں تمہاری محبت پر ہمیشہ فخر کروں گی۔ تمہیں سے ملنے کے بعد بڑا اطمینان بڑی آسودگی اور بڑا حوصلہ ہوا ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ ولاڈی میر نے تمہارے پاپا سے ٹکرانے کی جرأت کیسے کی ہے؟"

کبریا اسے عدنان کے بارے میں بتانے لگا کہ ولاڈی میر اس بچے کو اپنے لیے منحوس سمجھتا ہے اور اس کا علم یہ کہتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہے گا تو ولاڈی میر زوال پذیر ہوتا چلا جائے گا اور بہت جلد موت کے منہ میں پہنچ جائے گا۔ اس بچے کی موت ولاڈی میر کو طویل عمر دے سکتی ہے۔

انابیلا نے حقارت سے کہا "یہ ولاڈی میر میرا سوتیلا بھائی بہت ہی خبیث ہے۔ ایک معصوم بچے کے پیچھے پڑ گیا۔ اب میں اس سے خوف زدہ رہ کر روپوش نہیں رہوں گی۔ مجھے تمہاری طرف سے بہت حوصلہ بہت قوتیں مل رہی ہیں۔ میں اسے چیلنج کروں گی۔"

"تمہاری یہ باتیں سن کر مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے بھتیجے عدنان کی حفاظت کے لیے جدوجہد کرو۔"

"تم مجھے اس کے دماغ میں پہنچاؤ۔ میں اس بچے سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"میں نے عدنان کے بارے میں تمہیں ایک اہم بات نہیں بتائی ہے وہ یہ کہ اس کے دماغ میں مختلف قسم کے خیالات گڈمڈ رہتے ہیں۔ کوئی اس کے خیالات پڑھ نہیں پاتا اور جب کبھی وہ کسی ایک خیال پر مرکوز رہتا ہے تب اس کے خیالات پڑھے جا سکتے ہیں لیکن اسے مخاطب نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی

اس کے ذہن پر اثر انداز ہوا جا سکتا ہے۔ اسے مخاطب کرو تو وہ نہیں سنتا اور نہ ہی ہماری سوچ کی لہریں اسے متاثر کرتی ہیں۔"

"یہ تو بڑا عجیب و غریب دماغ ہے۔ مجھے حیرانی ہو رہی ہے۔"

"اتنی بڑی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے پتا نہیں کیسے کیسے انسان اور کیسے کیسے دماغ بنائے ہیں۔ ہم جیسے جیسے زندگی گزارتے ہیں ویسے ہی مختلف قسم کے عجوبے سامنے آتے ہیں۔ میرا وہ بھتیجا عدنان بھی ایک عجوبہ ہے۔"

"تم نے ابھی کہا ہے کہ اس کی ماں شیوانی مر چکی ہے۔ اس کی جگہ دوسری ایک ہم شکل ماں ہے۔ اس کا نام انامیریا ہے۔ کیا میں اس کے ذریعے اس بچے کو دیکھ سکتی ہوں؟"

عدنان ابھی میری مما سونیا کے ساتھ ہے۔ میں تمہیں ممی کے پاس لے چلتا ہوں۔ وہ تم سے مل کر بہت خوش ہوں گی۔"

"بے شک مجھے بھی بہت خوشی ہوگی۔ ابھی چلو....."

وہ کبریا کے دماغ میں آ گئی۔ وہ اسے لے کر سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ عدنان کے علاوہ اس کے وہ عارضی فیملی بھی موجود تھی۔ جس میں دو بچے اور ایک ڈی شوہر تھا اور وہ ڈی شوہر جیک کلر تھا۔

کبریا نے سونیا سے کہا "مما! میں نے آپ سے انابیلا کا ذکر کیا تھا۔ میری اس سے بہت اچھی دوستی ہو گئی ہے۔ ہم تقریباً ہم مزاج ہیں اور ہماری دوستی انشاء اللہ قائم رہے گی۔"

سونیا نے کہا۔ "ایسی بات ہے تو میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ کبھی مجھے بھی اس سے ملاؤ۔"

"میں اسے اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔ یہ آپ سے بات کرنا چاہتی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "ہیلو انابیلا! کیا تم میرے اندر موجود ہو؟"

انابیلا نے خوش ہو کر کہا "یس مما! میں آپ کے پاس آ کر محسوس کر رہی ہوں کہ ایک بہت بڑے اعلیٰ خاندان میں آ گئی ہوں۔"

سونیا نے کہا "میں چاہوں گی کہ تم ہمیشہ میرے خاندان میں رہو۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ تمہارے سوتیلے، تمہارے جانی دشمن ہیں۔ اب تمہیں ان کی طرف سے ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہم تمہاری حفاظت کرتے رہیں گے۔"

"مما! آپ کے پاس آ کر ایسا لگ رہا ہے جیسے میں فولادی قلعے میں آ گئی ہوں۔ اب تو میں بدترین دشمنوں سے بھی خوف زدہ نہیں رہوں گی۔ آپ کے پوتے عدنان کے بارے میں، میں نے بڑی عجیب و غریب باتیں سنی ہیں۔ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

سونیا نے کہا "وہ ادھر..... اس سیٹ پر کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔"

اس نے عدنان کو بلایا۔ وہ اس کے پاس آ کر بولا "کیا بات ہے؟ گرینڈ مما!"

"ہمارے خاندان میں ایک نئے فرد کا اضافہ ہوا ہے تمہارے انکل کبریا کے ساتھ آئی ہیں انہیں وش کرو۔"

عدنان نے سونیا کے چہرے کو تکتے ہوئے کہا "ہائے مس! میں آپ کو ویلکم کہتا ہوں۔ آپ میرے دماغ میں آ سکتی ہیں۔"

وہ فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئی پھر بولی "مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے اپنے اندر بلایا ہے۔"

وہ خاموش رہا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ وہ

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حسن لازوال تھا جس کے حصول کیلئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا..... خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا

کتابی شکل میں پہلی بار منظرِ عام پر آئی ہے

قیمت فی حصہ 60 روپے ●●●● ڈاک خرچ 23 روپے

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802551-5895313 فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لیے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ کراچی 75500

اس کی سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا تھا۔ کبریا نے کہا ”میں بھی عدنان کے اندر ہوں۔ یہ ہماری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔ تم بچے کو اس کے اندر آ کر اس سے بات نہیں کر سکو گی۔ صرف یہ معلوم کر سکو گی کہ یہ کہاں ہے؟ اور کیا کر رہا ہے؟“

”مما! ابھی میرے اندر ممی آئی تھیں کہہ رہی تھیں کہ میرے لیے خطرہ ہے۔ مجھے پیرس ائرپورٹ میں محتاط رہنا چاہیے۔“

سونیا اس کی یہ بات سن کر پریشان ہو گئی۔ کبریا اور انابیلا بھی اس کی باتیں سن رہے تھے۔ کبریا نے انابیلا سے کہا ”عدنان کو جب بھی آگہی ملتی ہے تو وہ بالکل درست ہوتی ہے اور یہ بات اب یقینی ہے کہ پیرس ائرپورٹ پر گڑبڑ ہونے والی ہے۔“

انابیلا نے کہا ”پھر تو وہی خبیث کچھ کر رہا ہو گا۔“

سونیا نے کہا ”کبریا! اعلیٰ بی بی کو اور عبداللہ وغیرہ کو بلاؤ۔ صرف آدھا گھنٹا رہ گیا ہے۔ یہ جہاز پیرس پہنچنے والا ہے۔ اس سے پہلے میں اپنے پوتے کی حفاظت کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔“

دوسری طرف ولاڈی میر اسپوٹین چہارم اور مہادھابی کے درمیان ٹھن گئی تھی۔ مہادھابی عدنان کو مارڈالنا چاہتا تھا بلکہ ولاڈی میر اسے صرف اغوا کرنا چاہتا تھا اور اسے اپنے کسی خفیہ اڈے میں پہنچا کر خود اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔

مہادھابی نے اس سے کہا ”بے شک تم بھی اسے ہلاک کرنا چاہتے ہو مگر پہلے اغوا کرنا چاہتے ہو اور میں یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہتا۔ اس بچے کے ساتھ سونیا ہے اور ان کے پیچھے نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟ وہ تمہارے اغوا کے منصوبے کو ناکام بنا دیں گے۔“

ولاڈی میر نے کہا ”میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، تم مجھ سے تعاون کرتے رہو گے تو ہمارا اغوا کا منصوبہ ناکام نہیں ہو گا۔ میں کوئی نادان بچہ نہیں ہوں۔ میں نے اتنی دیر میں پیرس ائرپورٹ کے اندر اور باہر چھ آلہ کار بنا لیے ہیں۔ وہ سب میرے احکامات کے منتظر ہیں۔“

مہادھابی نے کہا ”اور میں نے وہاں دو آلہ کار بنائے ہیں۔ وہ دونوں مسلح ہیں۔ میرے ایک اشارے پر عدنان کو گولی مار دیں گے۔“

”اچھا چلو۔ ایک بات پر سمجھوتا کرو۔ اگر میرے آدمی عدنان کو اغوا کرنے میں ناکام رہیں گے اور ائرپورٹ سے باہر کھڑی بلیک ہنڈا اکارڈ میں لے جا کر نہیں بٹھا پائیں گے تو تم اسے گولی مار دینا۔ اور اگر وہ بچہ اس گاڑی میں بیٹھ جائے اور میرے آلہ کاروں کے ساتھ چلا جائے تو پھر تم اسے نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔“

”ٹھیک ہے..... مجھے تمہاری یہ بات منظور ہے۔ میں ائرپورٹ کی عمارت کے اندر عدنان کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ باہر سیاہ رنگ کی ہنڈا اکارڈ تک پہنچنے کا انتظار کروں گا۔ اگر وہ پہنچنے میں ناکام رہا اور تمہارے آلہ کار اسے اغوا نہ کر پائے تو پھر میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ وہ میرے آلہ کاروں کا نشانہ بن جائے گا۔“

دو بدترین جانی دشمنوں کے درمیان سمجھوتا ہو گیا۔ وہ انتظار کرنے لگے۔ طیارہ ائرپورٹ کے رن وے پر پہنچ کر رک گیا تھا۔ مسافر وہاں سے اتر کر امیگریشن کاؤنٹر کی طرف آ رہے تھے۔ اور وہاں سے گزر کر بیگج ہال پہنچ رہے تھے اور اپنا سامان ٹرالی میں رکھ کر باہر آ رہے تھے۔ وزیٹر لابی میں عورتوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کا ہجوم تھا۔ وہ سب اپنے آنے جانے والوں کا استقبال کرنے آئے تھے۔

سونیا اپنی نئی فیملی کے ساتھ بیگج ہال سے باہر آ رہی تھی۔ اس کے عارضی شوہر جیک کلر کے ساتھ دو بچے تھے۔ ایک لڑکا تھا اور ایک لڑکی تھی۔ سونیا نے عدنان کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔

عدنان کے دماغ میں خیالات گڈمڈ نہیں تھے۔ وہ ایک خیال پر مرکوز تھا۔ ولاڈی میر اسپوٹین چہارم اور مہادھابی اس کے دماغ میں پہنچے ہوئے تھے۔ یہ معلوم کر رہے تھے کہ سونیا کے ساتھ ہے اور سونیا نے اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے اور وہ وزیٹر لابی میں آ رہی ہے۔

سونیا بہت محتاط تھی اور اپنے آس پاس آگے پیچھے دیکھتی جا رہی تھی۔ اس کے آگے بڑھنے کا انداز ایسا تھا کہ وہ آگے پیچھے مسافروں کے درمیان رستی ہوئی چل رہی تھی۔ تاکہ کہیں سے گولی چلے یا کوئی حملہ کرے تو براہ راست عدنان تک نہ پہنچ پائے۔ اس سے پہلے ہی وہ محتاط رہ کر دشمنوں پر جھپٹ پڑے۔

مہادھابی اور ولاڈی میر بھی یہ سمجھ رہے تھے کہ صرف سونیا ہی نہیں، اس کے اندر چھپے ہوئے اور دوسرے آلہ کاروں کے اندر چھپے ہوئے ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے عدنان کی نگرانی کر رہے ہوں گے اور دشمن آلہ کاروں کو تلاش کر رہے ہوں گے۔

سونیا عدنان کا ہاتھ تھامے وزیٹر لابی میں آ گئی پھر عمارت سے باہر کی طرف جانے لگی۔ ایسے ہی وقت فائرنگ شروع ہو گئی۔ تڑاتڑ فائرنگ کی آواز نے وہاں کھلبلی پیدا کر دی۔ سب لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ عورتوں اور بچوں کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔ اس بھگدڑ میں سونیا کے ہاتھ سے عدنان کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ وہ ایک طرف دوڑتی ہوئی جانا چاہتی تھی لیکن ٹھوکر کھا کر گر پڑی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی اور پلٹ کر دیکھتی، عدنان غائب ہو چکا تھا۔ ادھر ادھر بھاگنے والوں کی بھیڑ میں کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ فرش پر سے چیختی ہوئی اٹھنے لگی۔ اسے آوازیں دینے لگی ”عدنان! عدنان! تم کہاں ہو؟ عدنان.....!“

وہ بوکھلا کر ادھر سے ادھر بھاگتی ہوئی جا رہی تھی۔ اسے تلاش کر رہی تھی اور بھاگنے والوں کے ہجوم میں دھکے بھی کھا رہی تھی۔

مہادھابی خیال خوانی کے ذریعے جیک کلر کے اندر تھا اور اس کی آنکھوں سے سونیا کو پریشان حال ادھر سے ادھر بھاگتے دیکھ رہا تھا۔

ولاڈی میر کامیاب ہو چکا تھا اس کے آلہ کار عدنان کو اٹھا کر دوڑتے ہوئے سیاہ رنگ کی ہنڈا اکارڈ کے پاس پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اسے کار کے اندر بٹھایا پھر دوسرے ہی لمحے وہ کار وہاں سے اسٹارٹ ہو کر تیز رفتاری سے دور جانے لگی۔

مہادھابی نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے گولی نہیں چلائی اپنے وعدے پر قائم رہا۔ ولاڈی میر کو موقع دیا کہ وہ عدنان کو اغوا کر کے لے جائے۔

اعلیٰ بی بی نے اور کبریا نے سونیا کے پاس آ کر کہا ”مما! وہ کامیاب ہو چکے ہیں اور عدنان کو ایک سیاہ ہنڈا اکارڈ میں لے گئے ہیں۔“

سونیا نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر آرام سے چلتی ہوئی ایک طرف آئی وہاں پہنچ کر رک گئی پھر مسکرا کر ایک طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر کہا ”آؤ میری جان! وہ قیامت کے بازی گر اپنی بازی گریاں دکھا کر جا چکے ہیں۔ وہ قیامت تک بھی تمہاری دادی کی بازیگری کو سمجھ نہیں پائیں گے۔ آؤ میرے ساتھ چلو.....“

وہ اپنے پوتے کا ہاتھ تھام کر اطمینان سے ائرپورٹ کی عمارت سے باہر جانے لگی۔

معیاری نفسیاتی و عملی کتابیں

ان کتابوں کا مطالعہ آپ کی شخصیت کے نکھارنے، آپ کو صحت مند رکھنے اور کامیابیاں حاصل کرنے میں مدد گار ثابت ہوگا۔

ٹیلی پیتھی مستقبل بینی	40/-	دست شناسی کے نئے رخ	40/-
ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات	40/-	تحریر اور شخصیت	30/-
ہپناٹزم	30/-	مسائل اور حل	40/-
ہپناٹزم کے عملی طریقے	50/-	باتجربہ	25/-
ہپناٹزم کی جدید تحقیقات	60/-	چھ حیرت انگیز علوم	25/-
ذاتی ہپناٹزم	25/-	احساس کمتری	30/-
خوابوں کے اسرار	30/-	سگریٹ نوشی چھوڑیے	25/-
عورتوں کی نفسیات	60/-	کامیابی	25/-
مقناطیسیت	50/-	کرائے	50/-
ازدواجی نفسیات	60/-	مثالیں اور اسکا سدباب	45/-
خوش قسمتی اور اسکا سدباب	50/-	امتحان میں کامیابی	30/-

آرڈر ایک کتاب کا خرچ ایک یا دو کتابوں کا 24 روپے
3 یا 4 کتابوں کا ڈاک خرچ 29 روپے ہوگا
قیمت منی آرڈر یا ڈرافٹ ارسال کریں

بیرون ملک اخراجات

بیرون ملک ڈاک خرچ: مشرق وسطیٰ -/200 روپے فی کتاب، یورپ و مشرق بعید -/300 روپے فی کتاب آسٹریلیا و امریکا -/400 روپے فی کتاب رقم پیشگی بذریعہ ڈرافٹ ارسال فرمائیں۔ کسی قسم کی نقد رقم لفافے میں نہ بھیجیں۔ ڈرافٹ اس نام پر بنوائیں۔

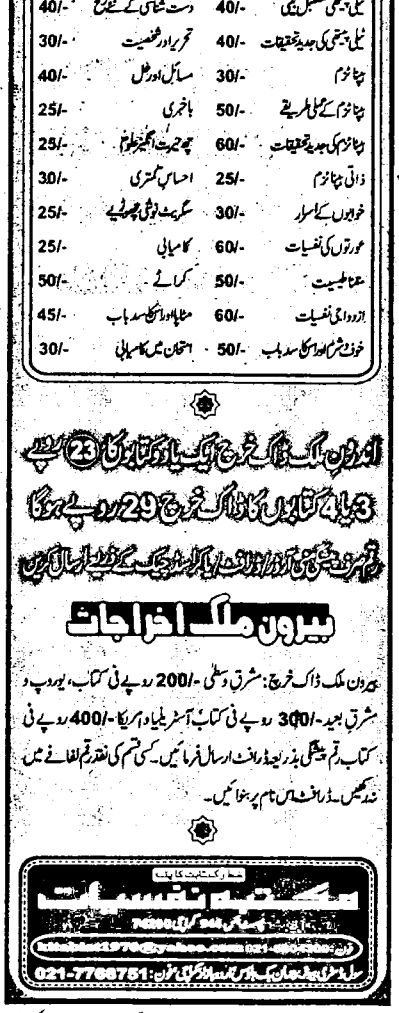

عدنان تو ایک ہی تھا لیکن اسے دو کر دیا گیا تھا۔ ایک کو ولاڈی میر اغوا کر کے لے گیا اور دوسرے کو سونیا اپنے ساتھ لے آئی۔

طیارے میں سفر کرنے کے دوران میں ہی عدنان کو آگاہی ملی تھی کہ پیرس ائرپورٹ میں اس کے لیے خطرہ ہے۔ تب ہی سونیا نے فیصلہ کیا تھا کہ اس خطرے کو ٹالنا ہوگا، دشمنوں کو ڈاج دینا ہوگا۔

لیکن وہ انہیں کس طرح دھوکا دے سکتی تھی؟ ایک ہی راستہ تھا کہ جس عدنان کو وہ اغوا کرنا چاہتے ہیں۔ اسی عدنان کے ذریعے انہیں دھوکا دیا جائے۔ ہم سب یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ ولاڈی میر فوراً ہی ہمارے پوتے کو ہلاک نہیں کرے گا۔ بلکہ اسے ایسی جگہ پہنچائے گا، جہاں وہ خود پہنچ سکے اور اپنے ہاتھوں سے اسے ہلاک کر سکے۔ اس کے پراسرار علوم اسے یہی سمجھا رہے تھے کہ اس بچے کو اس کے ہاتھوں سے ہلاک ہونا چاہیے۔ ورنہ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں قوت اور برتری حاصل نہیں کر سکے گا۔ ہمیشہ زوال پذیر رہے گا۔

سونیا کے پاس تین بچے تھے۔ ایک عدنان تھا، ایک بچی بومی تھی اور ایک بچہ تھا جو عدنان کا ہم عمر تھا۔ وہ اسے عدنان کی جگہ لانا چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس بچے کو قربانی کا بکرا بنانے کے باوجود وہ بکرا نہیں بنے گا۔ اسے بعد میں بچا لیا جائے گا۔

اس نے اعلیٰ بی بی کو بلا کر کہا ''تم پارس اور انا میریا کے پاس جاؤ۔ اس سے کہو کہ وہ اپنے طور پر آئینے میں شیوانی کا عکس دیکھ کر جس طرح عدنان کے اندر پہنچتی ہے، اسی طرح ابھی اس کے اندر پہنچ کر اس کے دماغ کو لاک کر دے۔ تاکہ کوئی دشمن اس کے اندر نہ پہنچ سکے۔''

پھر اس نے عدنان کے ہم عمر بچے کو اپنے ساتھ والی دو سیٹوں پر لٹا دیا اور کبریا سے کہا ''اسے سلا دو..... اور اس پر تنویمی عمل کرو۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دو کہ اب اس کے خیالات گڈمڈ رہا کریں گے۔ کوئی بھی اس کے اندر آئے گا تو نہ یہ کسی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکے گا اور نہ ہی کسی کی سوچ کی لہروں کا اثر اس پر ہوگا۔ اس کے ذہن کو بالکل عدنان کی طرح بنا دو۔''

اس بچے کا نام ایڈی تھا۔ کبریا نے اس پر بڑی توجہ سے عمل کیا تھا۔ اس کے ذہن کو بالکل عدنان کی طرح بنا دیا تھا پھر پندرہ منٹ تک گہری نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ جب وہ پندرہ منٹ بعد بیدار ہوا تو اس کے دماغ میں عدنان کی طرح خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ کبریا اعلیٰ بی بی، عبداللہ سب ہی باری باری اس کے اندر گئے تو اس نے ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ اس کے اندر بولتے رہے مگر اس نے ان کی آواز نہیں سنی۔ وہ ذہنی طور پر بالکل ہی عدنان کی طرح ہو گیا تھا۔

تنویمی عمل کا یہی کمال ہے کہ کسی کے بھی دماغ کو جس سانچے میں ڈھالو وہ اسی سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔

ادھر انا میریا نے اپنے چھوٹے سے آئینے کو نکال کر دیکھا۔ شیوانی کا عکس دکھائی دیا۔ انا میریا اسے دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں ڈوبتی چلی جاتی تھی پھر اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کہاں پہنچ گئی ہے؟ جب تک وہ آنکھیں چاہتی تھیں اپنے سحر میں جکڑ کر رکھتی تھیں۔ وہ اسی طرح سحر زدہ رہی، اس کی آنکھوں میں ڈوبی رہی، عکس کو دیکھتی رہی اور سوچتی رہی کہ شیوانی سے کہے گی اس کے بیٹے عدنان کے دماغ کو لاک کر دیا جائے۔ اس کے لیے خطرہ ہے، اسے اغوا ہونے سے اور ہلاک ہونے سے بچانا ہے لیکن وہ کچھ نہیں کہہ رہی تھی، صرف سوچ رہی تھی۔

ایک منٹ بعد ہی جب وہ ان آنکھوں کے سحر سے نکلی گی تو اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ جاؤ، عدنان کے دماغ میں جاؤ.....

وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی لیکن یہ قدرت کا کرشمہ تھا یا گہری رد جانی وابستگی تھی کہ وہ ایک دم سے عدنان کے دماغ میں پہنچ جایا کرتی تھی۔

مگر اس بار وہ پہنچ نہ سکی، واپس چلی آئی اور عکس کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں اس کے اندر پہنچنے میں ناکام کیوں ہو رہی ہوں؟''

شیوانی کی آنکھوں نے کہا ''اس کا دماغ لاک ہو چکا ہے۔''

وہ خوش ہو گئی۔ اس نے آئینے کو گریبان کے اندر رکھتے ہوئے پورس سے کہا ''کام ہو چکا ہے، اب کوئی دشمن ہمارے بیٹے کے اندر نہیں آ سکے گا۔''

کبریا، اعلیٰ بی بی اور عبداللہ سب ہی سونیا کی اس تدبیر پر عمل کر رہے تھے۔ ایسے وقت مہادھابی جیک کلر کے اندر نہیں تھا۔ وہ ولاڈی میر راسپوٹین چہارم کے ساتھ بحث میں الجھا ہوا تھا۔ ان کے درمیان یہی بحث جاری تھی کہ اگر ولاڈی میر پیرس ائرپورٹ میں عدنان کو اغوا کرنے میں ناکام رہا تو مہادھابی اس بچے کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہیں اس کے آلہ کار اسے گولی مار دیں گے۔ جبکہ ولاڈی میر یہ نہیں چاہتا تھا۔

آخر ان دونوں کے درمیان یہ فیصلہ ہوا کہ مہادھابی ایک

خاص وقت تک اس کے اغوا ہونے کا انتظار کرے گا۔ اگر اغوا کرنے میں ناکامی ہوگی تو وہ اسے گولی مار دے گا۔

ولاڈی میر نے کہا ''ٹھیک ہے۔ ائرپورٹ کے باہر میری ایک سیاہ ہنڈا اکارڈ کھڑی ہوگی۔ میرے آلہ کار اس بچے کو اغوا کر کے اس گاڑی میں لے جا کر بٹھائیں گے۔ اگر وہ اسے اغوا کر کے کار تک نہ لا سکے۔ تب تم جو چاہو کر سکو گے۔''

وہ دونوں آدھے گھنٹے تک اس بحث میں مصروف رہے۔ اسی لیے مہادھابی عدنان کی طرف سے غافل رہا۔ وہ اپنے آلہ کار اور تابعدار جیک کلر کے دماغ میں بھی نہ آ سکا۔ پہلے وہ ولاڈی میر سے معاملات طے کرنا چاہتا تھا۔ جب طے ہو چکے تو اس نے جیک کلر کے اندر جا کر سونیا اور عدنان کو دیکھا پھر جیک کلر سے پوچھا ''یہاں حالات صحیح ہیں؟ کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے؟''

اس نے جواب دیا ''بظاہر تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ میں یہ نہیں جان سکتا کہ اندر کیا ہو رہا ہے؟''

''تمہیں یہ جاننے کے لیے عدنان کے اندر اور ان دو بچوں کے اندر جانا چاہیے۔ سونیا کے اندر جا کر بھی اس کے خیالات پڑھ سکتے ہیں۔ وہ محسوس نہیں کرے گی۔ کیونکہ اس کے کئی خیال خوانی کرنے والے آتے جاتے رہتے ہیں۔ وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو نہیں روکے گی۔''

جیک کلر نے کہا ''تم نے مجھے بری طرح اپنا پابند بنا رکھا ہے۔ میں تمہارے حکم اور اجازت کے بغیر خیال خوانی بھی نہیں کر سکتا۔ اگر تم مجھے اجازت دیتے کہ ان کے اندر جا کر خیال خوانی کروں تو میں پہلے ہی یہ کام کر چکا ہوتا مگر میں تو یہاں کاٹھ کا الّو بنا بیٹھا ہوا ہوں۔''

مہادھابی کو خیال آیا کہ وہ ولاڈی میر کے ساتھ بحث میں اس طرح مصروف رہا تھا کہ جیک کلر کو خیال خوانی کرنے کا حکم دینا بھی بھول گیا تھا۔ تقدیر ایسے ہی تماشے کرتی ہے۔ کبھی ذرا دیر کے لیے کسی کا حافظہ کمزور کر دیتی ہے، کبھی کسی کو دوسری طرف مصروف کر کے غافل بنا دیتی ہے۔ کبھی کوئی منزل پر پہنچنے والا ہی ہوتا ہے، صرف دو قدم رہ جاتے ہیں تو تقدیر اسے ٹھوکر مار کر گرا دیتی ہے۔ وہ اندھے منہ ایسے گرتا ہے کہ سر اٹھا کر منزل کو دیکھ بھی نہیں پاتا۔

ولاڈی میر اور مہادھابی کے ساتھ بھی یہی سب کچھ ہوا۔ وہ پیرس ائرپورٹ میں اپنی منزل کو دیکھتے رہے اور خوش ہوتے رہے کہ انہیں منزل مل چکی ہے۔ وہ عدنان کے دھوکے میں ایڈی کو اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔

مہادھابی خیال خوانی کے ذریعے ولاڈی میر کے ایک آلہ کار کے اندر تھا اور وہ دونوں خوش ہو رہے تھے کہ عدنان کو اغوا کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ وہ سیاہ کار تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ مہادھابی نے پوچھا ''ولاڈی میر! اسے کہاں لے جاؤ گے؟ ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارے تعاقب میں چلے آئیں۔''

ولاڈی میر نے کہا ''ایسا نہیں ہوگا۔ ہمارے آلہ کار اس گاڑی کے بھی آگے پیچھے بڑی دور تک ہیں۔''

''تمہیں یقین ہے کہ تعاقب نہیں کیا جا رہا ہے؟''

''پورا یقین ہے۔ مجھے یہی رپورٹ مل رہی ہے۔ تم بے فکر رہو۔''

''کچھ بتاؤ تو سہی، تم اسے کہاں لے جا رہے ہو؟''

''دیکھو مہادھابی! تم سے یہ معاملہ طے ہوا تھا کہ اگر میں اغوا کے منصوبے میں ناکام رہا تو تم اسے گولی مار دو گے اب میں کامیاب ہو چکا ہوں، اسے لے جا رہا ہوں۔ اب یہ نہ پوچھو کہ کہاں لے جا رہا ہوں؟''

''کیوں نہ پوچھوں؟ کیا تم دوستی سے منکر ہو رہے ہو؟''

''میں تمہاری دوستی سے انکار نہیں کر رہا ہوں۔ ہمارے درمیان جو معاہدہ طے ہو چکا ہے اس کی بات اصولی طور پر کر رہا ہوں کہ جب میں اغوا کرنے میں کامیاب ہو چکا ہوں تو اس سے آگے یہ نہ پوچھو کہ میں اسے کہاں لے جا رہا ہوں؟ میں اپنا وہ خفیہ اڈا اپنے باپ کو بھی نہیں دکھانا چاہوں گا۔''

''ایسا نہ کہو۔ جب تک عدنان زندہ ہے، اس وقت تک میرا معاملہ اس سے منسلک ہے۔ میں جب یقین کر لوں گا کہ یہ مر چکا ہے تب میں تمہارے خفیہ اڈے سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔ آخر تم مجھے وہ اڈا کیوں بتانا نہیں چاہتے۔''

''اس لیے کہ میں ٹھیک چھ گھنٹے بعد وہاں پہنچنے والا ہوں، میں یہ نہیں چاہوں گا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا مجھے وہاں دیکھے، پھر میرے خلاف کوئی شیطانی چال چلے۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔''

مہادھابی نے کہا ''میں نے تو یہ سوچا بھی نہ تھا کہ تم اتنی دور تک سوچو گے، مجھ پر اعتماد نہیں کرو گے اور یہاں پہنچ کر مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکنا چاہو گے۔''

''اس میں دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینکنے والی کون سی بات ہے؟ تم نے اپنا کام کیا، میں نے اپنا کام کیا میں اپنے وعدے کے مطابق اسے اغوا کر کے لے جا رہا ہوں، کامیاب ہو رہا ہوں، پھر تمہیں پریشانی کیا ہے؟ تمہیں تو اس سے دستبردار ہو جانا چاہیے۔ اب بچے سے تمہارا کیا تعلق ہے؟''

''تم سمجھتے کیوں نہیں.....؟ میں یقین کرنا چاہتا ہوں کہ

یہ واقعی مرجائے گا؟''

''میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، تم اب سے سات یا آٹھ گھنٹے بعد اس بچے کے دماغ میں آنے کی کوشش کرنا، تمہیں جگہ نہیں ملے گی۔ اس لیے کہ اس کا دماغ مردہ ہو چکا ہوگا۔ اب اس سے بڑا ثبوت اور کیا چاہو گے؟''

''تم بہت غلط باتیں کررہے ہو۔ تم نہ جانے کب اس بچے کے پاس آؤ گے اور اسے ہلاک کرو گے؟ مجھے آٹھ گھنٹے تک سولی پر چڑھائے رکھو گے! یہ آٹھ گھنٹے سونیا اور فرہاد کے لیے بہت ہوتے ہیں۔ وہ عدنان کو تم سے چھین کر لے جائیں گے، میں اسی اندیشے میں مبتلا رہوں گا۔''

ولاڈی میر نے کہا'' مجھے بھی یہی اندیشہ ہے، اس بچے کو اغوا کرنے کے بعد خطرات بڑھ گئے ہیں یہ میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ مطمئن نہیں ہوں اور اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوں کہ وہ لوگ اس بچے تک پہنچنے کی کوشش نہیں کررہے ہوں گے۔ یقیناً وہ بہت کچھ کررہے ہوں گے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ میرے خفیہ اڈے تک پہنچ نہیں پائیں گے۔''

''فرض کرو، وہ پہنچ جائیں گے تو اس وقت تم ان کے مقابلے پر تنہا ہوگے لہٰذا مجھے بھی اپنے ساتھ رکھو ہم دونوں مل کر اس وقت بدلتے ہوئے حالات کا سامنا کرسکیں گے۔''

''سوری مسٹر دھابی! میں کہہ چکا ہوں، میں اپنے خفیہ اڈے تک کسی کو پہنچنے نہیں دوں گا۔''

''میں تو ضرور پہنچوں گا۔ تمہارے ان آلہ کاروں کے دماغوں میں موجود رہوں گا۔ تم مجھے یہاں سے نہیں بھگا سکو گے۔''

اس سیاہ کار کی پچھلی سیٹ پر وہ بچہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس دو مسلح آلہ کار تھے اور ایک آلہ کار نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال رکھی تھی۔ وہاں تین ایسے تھے جن کے دماغوں میں مہا دھابی کسی وقت بھی جاسکتا تھا۔ اس نے مخاطب کیا ''ولاڈی میر! تم خاموش کیوں ہوگئے؟ جواب دو۔''

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ تب وہ بولا'' معلوم ہوتا ہے، تم جاچکے ہو اور میرے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہو۔ یاد رکھو، میرا تو کچھ نہیں بگڑے گا، یہ بچہ یہیں مرجائے گا۔ میں تمہارے ہی آلہ کاروں کے ذریعے اسے ختم کردوں گا۔ تم اسے اپنے خفیہ اڈے تک نہیں لے جاسکو گے۔''

وہ بول رہا تھا مگر اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ہی وہ گاڑی رک گئی۔ اس کے آگے ایک دوسری کار نے راستہ روک لیا تھا۔ پیچھے بھی ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی پھر دونوں گاڑیوں سے کتنے ہی گن مین دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے اس ہنڈا اکارڈ کے چاروں دروازے ایک جھٹکے کے ساتھ کھولے پھر گنیں سیدھی کرکے تڑاتڑ فائرنگ کرنے لگے۔ وہ بچہ سہم کر رونے لگا۔ چیخنے لگا۔ صرف چند سیکنڈ کے اندر ہی اس کار میں بیٹھے ہوئے ولاڈی میر کے تینوں آلہ کار مرگئے۔

مہا دھابی کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ جھنجلا کر سوچنے لگا'' ولاڈی میر نے یہ چال چلی ہے۔ میں جتنے آلہ کاروں کے دماغوں میں پہنچ سکتا تھا اس نے ان سب کو ہلاک کروادیا ہے۔ اونہہ، وہ کتنا اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے؟ میں اس سے نمٹ لوں گا۔''

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور اس بچے کے دماغ میں پہنچا تو کبریا کے تنویمی عمل کے مطابق اس بچے کے دماغ میں کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہورہے تھے۔ وہ اس بچے کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا لیکن یہ امید تھی کہ خیالات پھر نارمل ہوں گے۔ وہ پھر کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو وہ اس کے ذریعے یہ معلوم کرسکے گا کہ اسے کہاں لے جایا جارہا ہے؟

مہا دھابی کے اندر اب یہ بے چینی تھی کہ نہ جانے اس بچے کے اندر خیالات کی بھیڑ کب کم ہوگی؟ کب وہ ایک خیال پر مرکوز ہوگا؟ اور یہ اس کے ذریعے معلوم کرسکے گا کہ وہ کہاں پہنچ رہا ہے؟ اگر وہ اس اڈے تک پہنچ جائے گا تو پھر یہ معلوم کرنا مشکل ہوگا کہ وہ جگہ کہاں ہے؟ وہ اس وقت ایڈی کے اندر تھا مگر نہ تو کسی کی آواز سن سکتا تھا اور نہ ہی اپنی آواز اس بچے کو سنا سکتا تھا۔

کبریا نے ایڈی پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ جب وہ مخصوص لب ولہجے کے ساتھ اس کے اندر آئے گا اور اسے حکم دے گا کہ ایک خیال پر مرکوز رہو اور اس کی بات سنتے رہو تو وہ کبریا کی بات سنے گا اور اسے گائیڈ کرے گا کہ وہ کہاں ہے، کس حال میں ہے؟

کبریا کبھی کبھی اس کے دماغ میں آکر اسے حکم دیتا تھا اور وہ ایک خیال پر مرکوز ہوجاتا تھا۔ کبریا اس کے ذریعے دیکھتا تھا کہ وہ ابھی تک ایک کار میں سفر کررہا ہے تو پھر وہ اسے حکم دیتا تھا کہ اب اس کے ذہن میں خیالات کی یلغار شروع ہوجائے اور وہ کسی ایک خیال پر مرکوز نہ رہے۔ اس کے حکم کے مطابق اس کے دماغ میں پھر وہی گڑبڑ ہونے لگتی تھی۔

ولاڈی میر کے لیے مشکل پیدا ہوگئی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ مہا دھابی اس بچے کے اندر ضرور موجود رہے گا۔ جب بھی وہ بچہ کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو مہا دھابی اس کے ذریعے معلوم کرلے گا کہ اسے کہاں پہنچایا جارہا ہے؟ اس طرح وہ

اس جگہ کا مکمل پتا ٹھکانا معلوم کرلے گا۔

ولاڈی میر کی دوسری مشکل یہ تھی کہ وہ عدنان کو کسی دوسرے کے ذریعے ہلاک نہیں کرا سکتا تھا۔ ورنہ اسے ختم کردیتا تو مہادھابی کا وہ راستہ بھی بند ہوجاتا لیکن بچے کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا بہت ضروری تھا۔ اس لیے وہ مجبور تھا، ابھی مہادھابی کا راستہ نہیں روک سکتا تھا پھر وہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ کبھی کبھی وہ بچہ ایک خیال پر مرکوز ہوجاتا ہے تو اس کے ذریعے پتا چلتا ہے کہ کار تیز رفتاری سے جارہی ہے اور کس علاقے سے گزر رہی ہے؟ تھوڑی دیر بعد پھر اس کے خیالات گڈمڈ ہوجاتے تھے۔

اس نے اپنے آلہ کاروں کو حکم دیا تھا کہ اب وہ بچے کے سامنے کوئی بات نہ کریں۔ سب چپ رہیں ورنہ مہادھابی ان کے دماغوں میں چلا آئے گا پھر اس نے اپنے ایک آلہ کار سے کہا ''بچے کی آنکھوں پر پٹی باندھ دو۔ تاکہ مہادھابی اس کے ذریعے میرے خفیہ اڈے کا پتا ٹھکانا معلوم نہ کرسکے۔''

کچھ دیر بعد ہی اس بچے کا ذہن پھر ایک خیال پر مرکوز ہوگیا لیکن مہادھابی اس کے خیال پڑھتے ہی مایوس ہوگیا۔ پتا چلا کہ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے اور وہ اس کے ذریعے کچھ دیکھ نہیں سکے گا۔ اس کے آس پاس جو آلہ کار تھے وہ گونگے بنے ہوئے تھے۔ وہ ان کے اندر بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

کبریا نے تنویمی عمل کے ذریعے ایڈی کے دماغ کو بالکل ہی عدنان کے دماغی سانچے میں ڈھال دیا تھا۔ وہ کسی کی سوچ کی لہروں کو سن نہیں سکتا تھا اور نہ ہی کوئی اس کے اندر آکر اس کے ذہن کو متاثر کرسکتا تھا اور جب متاثر نہیں کرسکتا تھا تو اس کے اندر زلزلہ بھی پیدا نہیں کرسکتا تھا۔ ورنہ مہادھابی اس کے اندر اتنے زلزلے پیدا کرتا کہ وہ بچہ بے ہوش ہوکر مرجاتا لیکن مہادھابی کے لیے ایسا کوئی چانس نہیں تھا۔ وہ اپنے اس مشن میں ولاڈی میر سے دھوکا کھا کر بری طرح ناکام ہوچکا تھا۔

اب اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا اور نہ ہی عدنان تک پہنچ سکتا تھا۔

پیرس میں ایک خوب صورت جھیل کے کنارے میرے اور میرے فیملی ممبران کے لیے کئی خوب صورت کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ انا میریا اور پورس وہاں ایک کاٹیج میں پہنچے ہوئے تھے اور سونیا، عدنان، پوی اور جیک کلر کے ساتھ دوسرے کاٹیج میں آگئی۔ اس نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا کر کہا ''یہ بات دشمنوں کو کیسے معلوم ہوئی کہ میں عدنان کے ساتھ اس طیارے میں سفر کررہی ہوں؟ اور پھر کہاں پہنچنے والی ہوں؟''

انا میریا نے کہا ''اگر ولاڈی میر اسپوٹنین چہارم کو معلوم ہوتا کہ آپ عدنان کے ساتھ فلاں طیارے میں پیرس جارہی ہیں تو وہ روم میں ہی حملہ کرتا اور عدنان کو اغوا کرنے کی کوشش کرتا۔ وہ آپ لوگوں کے پیرس پہنچنے کا انتظار کبھی نہ کرتا۔ کیونکہ اسے یہاں سے زیادہ سہولتیں وہاں میسر ہیں۔''

پورس نے کہا ''میرا بھی یہی خیال ہے۔ ولاڈی میر کو روم میں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ عدنان کو لے کر وہاں سے کب نکل رہی ہیں؟ اور کہاں جانے والی ہیں؟ جب آپ طیارے میں سوار ہوگئیں اور آپ کا سفر شروع ہوگیا تب ہی ولاڈی میر کو معلوم ہوا اور اسی لیے اس نے پیرس میں عدنان کو اغوا کرنے کی سازش کی۔''

سونیا نے کہا ''یہی سوال ذہن میں چبھ رہا ہے کہ ولاڈی میر کو کیسے معلوم ہوا، اسے کس نے یہ خبر دی کہ میں اس طیارے میں عدنان کے ساتھ آرہی ہوں؟''

اس سوال کا جواب اتنی آسانی سے نہیں مل سکتا تھا۔ سونیا نے کہا ''میں یقین سے کہتی ہوں کہ یہ ضرور کوئی گھر کا بھیدی ہے، کوئی ہمارے درمیان چھپا ہوا ہے۔''

پورس نے کہا ''مما! ہمارے درمیان بھلا کون ہوسکتا ہے؟ یہاں تو کوئی کسی کے لیے اجنبی نہیں ہے۔ سب اپنے ہیں۔''

سونیا نے کہا ''تم بھول رہے ہو، یہ جو بچے اور ان کا فرضی باپ ہے یہ سب اجنبی ہیں۔ اگر چہ ان پر تنویمی عمل کیا گیا ہے، انہیں اپنا تابعدار بنایا گیا ہے پھر بھی یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ تنویمی عمل بھی ناکام ہوجاتا ہے اور ہم جسے تابعدار سمجھے ہیں وہ تابعدار نہیں رہتا۔ مجھے پوی اور اس کے فرضی باپ پر شبہ ہے۔ میں چاہتی ہوں، ان پر دوبارہ تنویمی عمل کیا جائے.....''

اعلیٰ بی بی نے جیک کلر پر اور عبداللہ نے پوی پر تنویمی عمل کرنا شروع کیا۔ پوی کے اندر کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وہ ایک نادان بچی تھی۔ جیسی باہر سے تھی، ویسی ہی اندر سے بھی تھی لیکن جیک کلر کا بھید کھلنے لگا۔

اعلیٰ بی بی اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنے زیر اثر لانے کے بعد اس کے اندر کی باتیں معلوم کررہی تھی۔ یہ وہی وقت تھا جب مہادھابی خیال خوانی کے ذریعے ولاڈی میر کے آلہ کار کے اندر تھا۔ اس کے ذریعے اس بچے کی نگرانی کررہا تھا۔ جسے وہ عدنان سمجھ رہے تھے اور وہ ایسے وقت ولاڈی میر

سے بحث میں الجھا ہوا تھا۔ اس خفیہ اڈے تک پہنچنے کی ضد کررہا تھا۔ جہاں وہ اس بچے کو لے جا کر ہلاک کرنے والا تھا۔

وہ دونوں تقریباً ایک گھنٹے تک بحث میں الجھے رہے اور وہ گاڑی اس بچے کو لے کر تیز رفتاری سے کہیں جاتی رہی۔ اس کی منزل کا کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں جارہی ہے اور کب تک چلتی رہے گی۔

ادھر جیک کلر تنویمی عمل کے بعد سحرزدہ ہوکر کہہ رہا تھا کہ وہ مہادھابی اور سینڈی گرے تین دوست تھے۔ تینوں نے ہتھیار سپلائی کرنے کا دھندا کرنے کے لیے اپنے اپنے علاقے بانٹ لیے تھے۔ پچھلی اقساط میں یہ بیان ہوچکا ہے کہ وہ کس طرح دھندا کیا کرتے تھے؟ اور کروڑوں ڈالرز کمایا کرتے تھے۔ ایسے ہی وقت عدنان ان کی زندگی میں آیا تو پہلے سینڈی گرے موت کے گھاٹ اتر پھر جیک کلر کی شامت آئی۔ وہ بھی مرنے ہی والا تھا کہ مہادھابی نے اسے بچایا اور اسے اپنا تابعدار بنالیا۔

اس وقت جیک کلر زیر اثر رہ کر عالی سے یہی کہہ رہا تھا کہ اب وہ مہادھابی کا غلام ہے۔ وہ جو کہتا ہے وہ اسی پر عمل کرتا ہے۔ جب ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اسے تین بچوں کا عارضی باپ بنایا تھا تو اس وقت مہادھابی اس کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے اس عمل کو رہنے دیا تھا لیکن اس میں یہ اضافہ کیا تھا کہ جیک کلر ہمارے زیر اثر رہنے کے باوجود مہادھابی کا غلام بنا رہے گا اور مہادھابی جب بھی چاہے گا، اسے ہمارے اثر سے نکال لے گا۔

عالی نے کہا ''تم تینوں نے اس بچے کو قتل کردینے کی اجتماعی کوششیں کیں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں تمہارا ایک ساتھی سینڈی گرے مارا گیا۔ دوسرے تم ہو، جو غلام بنے ہوئے ہو۔ تیسرا مہادھابی ہے، اس کی بھی شامت آچکی ہے۔ بہرحال اس سے نمٹنے سے پہلے تم سے نمٹ لینا ضروری ہے۔ تاکہ وہ پھر تمہیں غلام بنا کر ہمارے لیے مصیبت نہ بنے۔ فی الحال تم پندرہ منٹ کے لیے تنویمی نیند سوجاؤ۔ بیدار ہوکے بعد تم آزاد ہوگے اور یہاں سے جہاں جانا چاہو جاسکو گے۔''

جیک کلر نے حیرانی سے پوچھا ''میں نے تمہارے بھتیجے عدنان کو مارڈالنا چاہا، کیا تم مجھے سزا نہیں دو گی؟ مجھے یہاں سے جانے کو کہہ رہی ہو، اس آزادی کا مقصد کیا ہے؟''

''تمہیں بخشا نہیں جائے گا۔ سزائے موت ملے گی لیکن تم زندہ رہ کر ہر لمحہ مرتے رہو گے۔ موت چاہو گے مگر تمہیں موت نہیں آئے گی۔''

وہ پریشان ہوکر بولا ''تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہتی ہو؟ پلیز..... مجھے ایسی کوئی سزا نہ دو۔ جو ناقابلِ برداشت ہو۔ مارنا ہو تو ایک ہی بار گولی مار کر ختم کردو۔''

''تمہیں اتنی آسان موت نہیں ملے گی۔ میں تو تمہاری زندگی آسان بنانے والی ہوں۔ یہ دیکھو کہ جب تک تم ٹیلی پیتھی جانتے رہے کتنی ہی مشکلات سے گزرتے رہے، ہر لمحہ دشمنوں کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوسروں کو زیر کرنا چاہتے تھے اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں زیر کرنا چاہتے تھے۔ اب ایسی کوئی بات نہیں رہے گی۔ تم پر اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی جارہی ہے۔ تمہیں اس علم سے محروم کیا جارہا ہے۔''

وہ تڑپ کر بولا ''پلیز..... یہ ظلم نہ کرو۔ میرے پاس میری ایک یہی قوت ہے، جس کے ذریعے میں سر اٹھا کر چل سکتا ہوں۔''

''تم نے بہت سر اٹھایا ہے، بہت غرور دکھایا ہے۔ اتنا غرور کہ ایک معصوم بچے کو تم اپنے پیروں تلے روندتے ہوئے گزر جانا چاہتے تھے۔ اب تمہارا وہ غرور ختم ہوجائے گا۔ تم ایک عام آدمی کی طرح زندگی گزارو گے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں ایک کیڑا مکوڑا سمجھ کر اپنے پیروں تلے کچل دیں گے یا تم پر تھوک کر گزر جائیں گے۔ بس اب گہری نیند سوجاؤ۔ پندرہ منٹ بعد بیدار ہوکر یہاں سے جہاں جانا چاہو، چلے جاؤ۔ کوئی تمہیں روکنے والا نہیں ہوگا۔''

ولاڈی میر نے مہادھابی کو اپنے راستے سے ہٹانے کا جو راستہ اختیار کیا تھا۔ اس کے بعد اسے یقین ہوگیا کہ وہ اس کے خفیہ اڈے تک نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ جن آلہ کاروں کے دماغوں میں جارہا تھا ان تینوں آلہ کاروں کو ہلاک کردیا گیا تھا۔ صرف ایک وہی بچ رہ گیا تھا۔ جس کے اندر رہ کر وہ معلوم کرسکتا تھا کہ وہ اسے کہاں لے جارہا ہے لیکن ولاڈی میر نے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھوادی تھی۔ گویا مہادھابی کی آنکھوں پر پٹی چڑھادی۔ اب وہ اس کے ذریعے بھی نہ کچھ دیکھ سکتا تھا، نہ سن سکتا تھا۔

اس نے جھنجلا کر اس بچے کے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہا جبکہ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ خیال خوانی کی لہروں اس کے ذہن پر اثر انداز نہیں ہوتی ہیں۔ اس نے خوامخواہ کوشش کی اور جھنجلا گیا، تھک ہار کر دماغی طور پر واپس آگیا۔ وہ ولاڈی میر جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بری طرح شکست کھا چکا تھا۔

دوستی کر کے دھوکا ملا تھا۔ وہ جھنجلا رہا تھا لیکن اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔

ایسے وقت شکست کھانے والے تلملا کر رہ جاتے ہیں پھر ان کے پاس صبر کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا پھر اس کا دھیان جیک کلر کی طرف گیا۔ اس نے سوچا کہ اب تو عدنان سونیا کے پاس نہیں رہا ہے۔ لہٰذا جیک کلر کو بھی اس کے پاس نہیں رہنا چاہیے۔ اسے وہاں سے نکال کر لے آنا چاہیے۔ وہ دشمنوں میں رہے گا تو ایسا نہ ہو کہ کسی وقت اس کے ہاتھ سے نکل جائے۔

یوں بھی اسے معلوم کرنا تھا کہ سونیا اب کہاں ہے؟ اور عدنان کو واپس لانے کے سلسلے میں وہ اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کیا کر رہے ہیں؟ وہ جیک کلر کے اندر رہ کر اس کے ذریعے ولاڈی میر کے خفیہ اڈے تک پہنچ سکتا تھا۔

اسے دوسری بار کامیابی کی امید ہوئی۔ وہ اس امید کے ساتھ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا جیک کلر کے اندر پہنچا تو جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ ابفل ٹادر کی سیڑھیوں پر سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ اچانک غافل ہو گیا تھا اور جب اپنے ہوش و حواس میں واپس آیا تو خود کو ابفل ٹادر کے علاقے میں دیکھ رہا تھا۔

عالی کے تنویمی عمل کے مطابق وہ بھول چکا تھا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے اور یہ بھی بھول چکا تھا کہ وہ جھیل کے کنارے ایک کاٹیج میں سونیا کے ساتھ تھا۔ یہ تمام باتیں اس کے دماغ سے نکل چکی تھیں۔

مہادھابی نے کہا ''تم سونیا کے ساتھ تھے، اس کے تین بچوں کے باپ بنے ہوئے تھے۔ انہیں کہاں چھوڑ آئے ہو؟''

وہ پریشان ہو کر بولا ''میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ میں تو ان کے ساتھ ائرپورٹ سے باہر آنا تھا پھر وہ مجھے کہاں لے گئے تھے یہ یاد نہیں آ رہا ہے۔ میں بالکل غافل ہو گیا تھا اور اب خود کو یہاں دیکھ رہا ہوں۔ تم مجھے کہاں کہاں دوڑاتے رہو گے، کب تک پریشان کرتے رہو گے؟''

''بکواس مت کرو۔ میں پریشان نہیں کر رہا ہوں۔ تمہیں خود سمجھنا چاہیے کہ جب تم سونیا کے ساتھ تھے تو یہاں کیسے پہنچ گئے؟ کیا کسی نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے؟''

''میں کچھ نہیں جانتا۔ اگر کیا ہوگا تو مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔''

''بے شک۔ یہی بات ہے۔ انہوں نے تم پر عمل کیا ہے اور تمہیں غائب دماغ بنا کر یہاں پہنچا دیا ہے پھر انہوں نے اس عمل کے ذریعے یہ بھی معلوم کیا ہوگا کہ تم کون ہو اور یہاں کس کے ذریعے آئے ہو؟ تمہارے دماغ نے ان کے زیراثر آ کر انہیں میرے بارے میں بھی بتا دیا ہوگا۔''

''میں کیا بتاؤں کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟ اور میں نے کیا کیا ہے؟''

''تم ابھی خیال خوانی کے ذریعے پوپی کے اندر جاؤ اور اس کے ذریعے دیکھو کہ سونیا کہاں ہے اور عدنان کو واپس لانے کے سلسلے میں کیا کر رہی ہے؟''

اس نے حکم کی تعمیل کی، خیال خوانی کرنے کی کوشش کی مگر ٹیلی پیتھی کی اڑان بھول گیا۔ اس نے دوسری بار پھر تیسری بار کوشش کی۔ مہادھابی نے پریشان ہو کر پوچھا ''یہ کیا ہو رہا ہے، کیا تم خیال خوانی بھول گئے ہو؟''

''ایسی بات نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے، انہوں نے تنویمی عمل کے ذریعے مجھ سے میری یہ صلاحیت چھین لی ہے۔''

وہ دونوں کچھ دیر خاموش رہے پھر مہادھابی نے کہا ''ہاں..... یہی بات ہے۔ انہوں نے اینٹی ٹیلی پیتھی (دوسرے کے ذہن سے خیال خوانی کی صلاحیت چھین لی ہے۔ اب تم زمین پر رینگنے والے غیر اہم کیڑے مکوڑے کی طرح ہو۔''

وہ پریشان ہو کر بولا ''یہ نہ کہو۔ میں کہیں کا نہیں رہوں گا۔ ٹیلی پیتھی میری قوت ہے۔ دشمنوں نے یہ قوت مجھ سے چھین لی ہے۔ فار گاڈ سیک۔ ایسے وقت میرا ساتھ نہ چھوڑو۔ میری مدد کرو۔''

''میں کیا خاک مدد کر سکتا ہوں؟ تمہاری اب حیثیت ہی کیا رہ گئی ہے؟ تم میرے کس کام آؤ گے جو میں تمہاری مدد کروں؟''

''دیکھو! کھوٹا سکہ بھی کسی وقت کام آ جاتا ہے۔ پلیز..... اس وقت میرا ساتھ نہ چھوڑو۔''

مہادھابی نے کہا ''دیکھو..... تمہارے قریب ہی ایک صحت مند نوجوان دکھائی دے رہا ہے۔ تم اسے چھیڑو، اس سے جھگڑا کرو۔ اگر تم اس پر حاوی ہو جاؤ گے تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ تمہارے بہت کام آؤں گا۔''

جیک کلر نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے جوان کو دیکھا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آیا۔ چند لمحوں کے لیے وہ بھول گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے محروم ہو چکا ہے پہلے وہ کسی کو بھی چھیڑتا تھا یا کسی سے لڑتا جھگڑتا تھا تو اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے زیر کر دیتا تھا۔ چاہے وہ کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو؟

اس تے جوان کے پاس آ کر اس کے سر پر ایک چپت

ماری۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر بولا ''کیا تم پاگل ہو؟''

جیک کلر نے ہاتھ نچا کر کہا ''پاگل ہو گے تم..... تمہارا باپ.....''

اس جوان نے اس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر آگے آ کر اس سے لپٹ گیا۔ اس سے لڑنے لگا مگر وہ کوئی اچھا فائٹر نہیں تھا۔ نوجوان اس کی پٹائی کرنے لگا۔ جیک کلر مسلسل مار کھا رہا تھا۔ جب تکلیف ناقابل برداشت ہونے لگی تو اس نے گڑگڑا کر کہا ''مہادھابی! میری مدد کرو۔ مجھے اس ہٹلر کی اولاد سے نجات دلاؤ۔''

مہادھابی نے کہا ''میں نے تمہیں اس لیے لڑنے کو کہا تھا تاکہ تم اپنی حیثیت اور طاقت کا اندازہ کر لو کہ اب تم کچھ بھی نہیں رہے۔ تم میرے کسی کام نہیں آ سکو گے۔ اس لیے مار کھاتے رہو اور مرتے رہو۔ میں جا رہا ہوں۔''

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا اور وہ بے چارہ مار کھاتے کھاتے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس مغرور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اب بے چارہ ہی کہنا چاہیے۔ نہ جانے وہ ابھی مزید کتنی ٹھوکریں کھا کر مرنے والا تھا؟ جو طاقت کے غرور میں یہ بھول جاتے ہیں کہ کبھی ان پر بھی بڑھاپا آئے گا، کمزوری آئے گی، زوال آئے گا، اور ان سے ان کی طاقت کسی وقت بھی چھینی جا سکتی ہے تو اس وقت ان کا انجام کیا ہوگا؟ وہ ایسی نہیں سوچتے، طاقت کے غرور میں سب کچھ بھول جاتے ہیں پھر تقدیر کی ٹھوکریں انہیں اسی طرح سمجھاتی ہیں۔ جس طرح جیک کلر کو سمجھا رہی تھیں۔

وہ سیاہ رنگ کی ہنڈا اکارڈ ایک جگہ رک گئی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے مسلح آلہ کاروں نے اس بچے ایڈی کو کار سے اتارا پھر اسے ایک مکان کے اندر لے گئے۔ کبریا ایڈی کے اندر تھا لیکن یہ دیکھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ مکان کیسا ہے اور کس جگہ ہے؟

ایڈی کو مکان کے ایک کمرے میں لا کر بٹھا دیا گیا۔ کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیے گئے پھر اس کی آنکھوں سے پٹی کھول دی گئی۔ تب کبریا نے دیکھا، وہ ایک ایسے کمرے میں تھا۔ جہاں ایک بیڈ، دو کرسیاں، ایک میز اور ایک الماری رکھی ہوئی تھی۔ اٹیچڈ باتھ روم تھا۔ اس کے قریب ہی ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ اسی لیے اسے ایڈی کے قریب رہنے کی اجازت دی گئی تھی۔

ولاڈی میر نے ایڈی کے دماغ میں کہا ''ہیلو مہادھابی! میں جانتا ہوں، تم اس کے اندر موجود رہو گے اور یہ دیکھنے کی کوشش کرو گے کہ اسے کہاں پہنچایا جا رہا ہے؟ مگر تمہیں مایوسی ہوگی۔ اس کے پاس کھڑا ہوا گارڈ یوگا کا ماہر ہے اور باقی آلہ کاروں کو میں نے باہر کر رکھا ہے۔ وہ سب گونگے بن کر رہیں گے۔''

کبریا خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے پوچھا ''تم خاموش کیوں ہو؟ کیا کوئی چالاکی دکھانے کا ارادہ کر رہے ہو؟ یاد رکھو..... ہم اس بچے کے ذریعے ایک دوسرے سے بول سکتے ہیں مگر اسے اپنی خیال خوانی کی لہروں سے متاثر نہیں کر سکتے۔''

کبریا بدستور خاموش رہا۔ ولاڈی میر نے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد پوچھا ''تم بولتے کیوں نہیں.....؟ کیا خاموش رہ کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ تم اس کے اندر نہیں ہو۔ اس لیے میں آزادی سے کچھ بھی کر سکتا ہوں؟ نہیں مہادھابی! میں ایسا نادان نہیں ہوں۔ تم خاموش رہو، اور اس کے دماغ میں اس وقت تک بیٹھے رہو، جب تک میں یہاں پہنچ نہ جاؤں۔ مجھے یہاں تک پہنچنے میں پانچ چھ گھنٹے تو ضرور لگیں گے۔ تم انتظار کی سولی پر لٹکتے رہو۔''

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا۔ کبریا نے سونیا کے پاس آ کر اعلیٰ بی بی اور عبداللہ وغیرہ کو وہاں آنے کے لیے کہا پھر انہیں تمام حالات بتانے لگا۔ سونیا نے پوچھا ''جب تک ایڈی کی آنکھوں پر پٹی نہیں باندھی گئی، اس وقت تک تم راستے کو پہچان رہے تھے؟''

''یس مما! میں دیکھ رہا تھا اور ہاہا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ٹیلی پیتھی جاننے کو بتاتا جا رہا تھا کہ ہم ہائی وے پر سے گزر رہے ہیں پھر انہوں نے ایک مقام پر

سسپنس ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ
جسے قارئین آج تک نہیں بھولے
طالوت
3 حصوں میں (مکمل)
قیمت فی حصہ 60 روپے ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے
تینوں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ 25 روپے
کتابیات پبلی کیشنز، کراچی
پوسٹ بکس 23
فون: 021-3804300 ● kitabist1978@yahoo.com
کراچی 74200
021-37667761

راستہ بدل دیا تھا۔ میں نے یہ ساری باتیں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بتائی ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "جب اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تو پھر کتنی دیر تک گاڑی چلتی رہی؟"

"تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ کار چلتی رہی پھر ایک جگہ رک گئی۔"

"ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو کہ وہ آدھے گھنٹے کے فاصلے تک مختلف سمتوں میں خیال خوانی کے ذریعے دوڑ لگائیں۔ مختلف لوگوں کو آلہ کار بنا کر ان کے ذریعے جگہ جگہ پہنچتے رہیں۔ اس طرح اس مکان تک رسائی حاصل ہو سکے گی۔"

وہ سب سونیا کی ہدایات پر عمل کرنے لگے۔ راسپوٹین چہارم چھ گھنٹے میں اس جگہ پہنچنے والا تھا اور امید یہ تھی کہ اس سے پہلے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں پہنچ جائیں گے۔ اس معصوم بچے ایڈی کو قربانی کا بکرا بنایا گیا تھا۔ اب اس کی جان بچانا اور اس کی حفاظت کرنا ہمارا فرض تھا اور سونیا اس کے لیے جی جان کی بازی لگا دینے والی تھی۔ اس سلسلے میں سب سے سنسنی خیز بات یہ تھی کہ ولاڈی میر راسپوٹین چہارم خود وہاں آنے والا تھا اور سونیا اچھی طرح اس کی خبریت دریافت کرنے والی تھی۔

چنڈال جوگیا رہائی پانے کے لیے اپنی جان لڑا رہا تھا، ذہن لڑا رہا تھا۔ ایسی چالاکیوں سے کام لے رہا تھا کہ اس کی نگرانی کرنے والے افسران اس کی مکاریوں کو سمجھ نہیں پا رہے تھے۔

وہ چار یوگا جاننے والے افسران کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہی وہاں سے رہائی حاصل کر سکتا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کی مدد کرنے کے لیے اس کا معمول اور تابعدار ٹونی جے اس کے ساتھ تھا اور ان کا ایک آلہ کار، ایک سفاک قاتل اندرا کوٹھانی شملہ میں موجود تھا اور ان کے حکم کا منتظر تھا۔ میں ایسے وقت خیال خوانی کے ذریعے چنڈال جوگیا کی مدد کر رہا تھا۔ میں نے ایک یوگا جاننے والے آرمی افسر ہردیو سنگھ کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ دوسرے آرمی افسر جگدیش راٹھور کو زخمی کر دیا تھا اور اس کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ ایسا کرنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ چنڈال جوگیا کسی طرح اس جیل سے باہر نکل آئے اور میں اسے زخمی کر کے اس کے اندر پہنچ جاؤں۔ یہ معلوم کر سکوں کہ اس کے ساتھ جو مہادیو بھاٹیا نامی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے، وہ کون ہے؟ اچانک کہاں سے آ گیا ہے؟ اس کی اصلیت کیا ہے؟

دو یوگا جاننے والے افسران مانک لال اور راج تلک اروڑا یہ سمجھ رہے تھے کہ چنڈال خیال خوانی کے ذریعے ان کے ایک ساتھی افسر کو قتل کر چکا ہے اور اسی نے دوسرے کو زخمی بھی کیا ہے۔ اسی طرح وہ ایک ایک افسر کو قتل کرتا جا رہا ہے اور اب وہ ان دونوں کی شہ رگ تک بھی پہنچنے والا ہے۔

وہ دونوں بہت زیادہ فکرمند ہو گئے تھے۔ انہیں اپنا بچاؤ بھی کرنا تھا، چنڈال کی نگرانی بھی کرنی تھی، اسے خیال خوانی سے بھی روکنا تھا اور ایسا کرنے کے لیے انہوں نے اس رات چنڈال کو سونے نہیں دیا۔ اسے بیڈ روم سے بلا کر ڈرائنگ روم میں اپنے سامنے بٹھا لیا۔ تاکہ وہ جاگتا رہے، باتیں کرتا رہے اور خیال خوانی کے ذریعے ان کے خلاف کوئی سازش نہ کر سکے۔

چنڈال جوگیا اور ٹونی جے پریشان تھے کہ یہ کون ہے جو آرمی افسران کو قتل کر رہا ہے اور انہیں زخمی کر رہا ہے؟ ٹونی جے نے زخمی افسر جگدیش راٹھور کے دماغ میں آ کر مجھ سے باتیں کی تھیں مگر وہ یہ نہیں جان سکا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔

چنڈال جوگیا کو رہائی دلانے کی پلاننگ یہ تھی کہ اسے جس بنگلے میں قیدی بنا کر رکھا گیا تھا، اس بنگلے کے اندر آرمی کے دو افسران مانک لال اور راج تلک اروڑا موجود تھے۔ اس بنگلے کے باہر دو مسلح گارڈز تھے۔ ان گارڈز کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہی ان تک پہنچا جا سکتا تھا۔ وہاں پہنچ کر مانک لال اور راج تلک اروڑا کو بے بس کرنا تھا۔ اس کے بعد ہی چنڈال کی رہائی ممکن ہو سکتی تھی۔

اندرا کوٹھانی شملہ میں تھا۔ ٹونی جے نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ فوراً منالی پہنچے۔ اب وہاں پہنچنے میں اسے کم از کم تین گھنٹے ضرور لگتے اور جب وہ ادھر پہنچتا تو میں جگدیش راٹھور کے دماغ میں رہ کر اسے اس بنگلے میں لے جاتا۔ راٹھور اور اندرا کوٹھانی بنگلے کے باہر پہرا دینے والے مسلح گارڈز سے مقابلہ کرنے والے تھے اور اس مقابلے کے نتیجے میں کیا ہونے والا تھا ابھی ہم نہیں جانتے تھے۔ بس پلاننگ یہی تھی کہ ان دونوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہی بنگلے کے اندر پہنچا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ابھی اندرا کوٹھانی کے وہاں پہنچنے کا انتظار تھا۔

اس بنگلے کے اندر مانک لال اور راج تلک تشویش میں مبتلا تھے۔ اگرچہ انہوں نے چنڈال جوگیا کو اپنی نظروں کے سامنے رکھا تھا اور اسے خیال خوانی کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے پھر بھی بری طرح پریشان تھے۔

مانک لال نے کہا "تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ہتھکنڈے سمجھ میں نہیں آتے۔ جب پانی سر سے گزر جاتا ہے

تب پتا چلتا ہے کہ تم لوگ کیسی چال چل گئے ہو؟"

چنڈال نے کہا "تم خوامخواہ مجھ پر شبہ کر رہے ہو۔ نہ میں خیال خوانی کر رہا ہوں اور نہ ہی کوئی چال چل رہا ہوں۔ ہردیو کی موت کا ذمے دار مجھے نہ ٹھہراؤ۔ میں نہیں جانتا کہ اس کی موت کیسے ہوئی ہے؟"

راج تلک اروڑا نے اسے گھور کر دیکھا پھر پوچھا "ہمارے دو افسران جو ہیلی کاپٹر کے حادثے میں مارے گئے تھے، وہ حادثہ کیسے ہوا تھا؟"

چنڈال جوگیا نے وہ حادثہ کروانے کے لیے بڑا زبردست ڈراما لے کیا تھا۔ اس وقت اس نے انجان بن کر پوچھا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا اس حادثے کا ذمے دار بھی آپ مجھے ٹھہرانا چاہتے ہیں؟"

"بے شک۔ تم بہت ہی رازداری سے خیال خوانی کرتے رہے ہو۔ تم نے خیال خوانی کے ذریعے کسی کو آلہ کار بنا کر اس ہیلی کاپٹر میں ایک بم چھپا دیا تھا۔ جب ہمارے دونوں اعلیٰ افسران ٹونی جے کو لے کر یہاں آ رہے تھے تو تم نے دھماکا کر دیا۔ ٹونی جے کو بھی مار ڈالا اور ہمارے دو بہترین ساتھیوں کو بھی ختم کر دیا۔"

وہ بولا "اس دنیا میں بڑی بڑی ہستیاں ماری جا رہی ہیں، حادثات کا شکار ہو رہی ہیں یا قتل کی جا رہی ہیں۔ آپ ان سب کا الزام بھی مجھ پر تھوپ دیں۔ بھلا میں آپ کا کیا بگاڑ لوں گا؟ چپ چاپ ستتا رہوں گا لیکن آپ کے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ واردات میں نے کی تھی اور ابھی جو ہردیو سنگھ کی ہلاکت ہوئی ہے اس میں بھی میرا ہاتھ ہے۔ کیا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟"

"ہم بہت جلد ثبوت حاصل کر لیں گے۔ تم ہمیں ایک سوال کا جواب دو۔ کیا ایسے خیال خوانی کی جا سکتی ہے کہ ہم سے باتیں کرنے کے دوران میں تم اندر ہی اندر خیال خوانی کے ذریعے کسی سے گفتگو بھی کر سکتے ہو؟"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ دونوں خوامخواہ میری طرف سے اندیشوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ میں یہاں دماغی طور پر حاضر ہوں۔ آپ دونوں سے گفتگو کر رہا ہوں پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں یہاں دماغی طور پر حاضر بھی رہوں اور خیال خوانی کی پرواز کر کے اپنے دماغ کو کسی دوسری جگہ بھی پہنچا دوں؟ میرے پاس دو دماغ نہیں ہیں۔ آپ دونوں مضحکہ خیز باتیں کر رہے ہیں۔"

فون کی گھنٹی سنائی دینے لگی۔ مانک لال نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر کہا "ہیلو.....؟"

دوسری طرف سے ہیڈ کوارٹر کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "میں جنرل رگوویر سنگھ بول رہا ہوں۔"

مانک لال ایک دم سے اٹھ کر اٹینشن ہو گیا پھر بولا "یس سر! میں مانک لال بول رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "کیا چنڈال جوگیا پوری طرح تمہارے قابو میں ہے؟"

"یس سر! آپ فکر نہ کریں۔ ہم نے اسے اچھی طرح جکڑ کر رکھا ہے۔"

"جکڑنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا تم نے اسے زنجیریں پہنا دی ہیں؟"

"نہیں۔ ہردیو سنگھ کی موت کے بعد ہم بہت محتاط ہو گئے ہیں۔ آج ہم اسے سونے نہیں دیں گے۔ ہم نے اسے اپنے سامنے بٹھا رکھا ہے۔ صبح تک جاگتے رہیں گے اور اسے بھی جگاتے رہیں گے۔ تاکہ یہ خیال خوانی کے ذریعے ہمیں نقصان نہ پہنچائے۔"

"ہمارا ایک اور افسر جگدیش راٹھور کہاں ہے؟"

"سر! میں ابھی اس کے بارے میں رپورٹ دینے والا تھا۔ اسے بھی اسی کم بخت نے خیال خوانی کے ذریعے زخمی کر دیا ہے۔ چور کبھی چوری کا اقرار نہیں کرتا۔ اسی طرح یہ بھی اپنا کوئی جرم تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ ہمیں یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ اس کا کوئی خیال خوانی کرنے والا دشمن آرمی افسران کو ہلاک کر رہا ہے۔ جبکہ دماغ یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا۔ بھلا کسی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہم سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟"

جنرل رگوویر سنگھ نے کہا "تم دونوں خطرات کو زیادہ اہمیت نہیں دے رہے ہو۔ ذرا حساب کرو کہ اب تک تمہارے چار ساتھی افسران کو جانی نقصان پہنچ چکا ہے۔ دو افسران ہیلی کاپٹر کے حادثے میں مارے گئے۔ ہردیو سنگھ کو آج قتل کر دیا گیا اور جگدیش راٹھور کو زخمی کیا گیا ہے۔ کیا اس کے بعد تم دونوں کی باری نہیں آ سکتی؟"

"اسی لیے ہم نے اسے اپنی نظروں کے سامنے رکھا ہے۔ آج اسے سونے نہیں دیا جائے گا۔ دیکھتے ہیں، صبح تک کیا ہوتا ہے؟"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ پہلے ہی اپنی کسی پلاننگ پر عمل کر چکا ہو، اور اب اسے خیال خوانی کی ضرورت نہ رہی ہو؟ تم دونوں دھوکا کھا جاؤ گے اور یہ اپنی پلاننگ کے مطابق کچھ کر گزرے گا۔ بہتر یہ ہے کہ اسے لے کر ہیڈ کوارٹر چلے آؤ۔ کہو تو میں ہیلی کاپٹر بھیج دیتا ہوں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اسے انجکشن کے ذریعے بے ہوش کر دو۔ یہ جاگتا رہے گا تو تم

دونوں کو دھوکا دیتا رہے گا۔ تمہاری لاعلمی میں چپ چاپ خیال خوانی کرتا رہے گا اور تم لوگوں کو معلوم بھی نہیں ہو سکے گا۔''

مانک لال نے کہا ''سر! اسے آرمی ہیڈ کوارٹر لے جانا مناسب نہیں ہے۔ ہم اسے وہیں سے لائے ہیں اور فرہاد علی تیمور کو علم ہے کہ ہم نے اسے ہیڈ کوارٹر میں رکھا تھا۔ لہٰذا اسے وہاں لے جانا مناسب نہیں ہوگا۔ ہم آپ کے دوسرے مشورے پر ابھی عمل کر رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ اسے انجکشن کے ذریعے جلد از جلد بے ہوش کر دو۔ وہ صبح تک غافل پڑا رہے گا۔ اگر اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی ہے، مددگار ہے تو اس کے دماغ میں آ کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکے گا۔ فوراً میری ہدایت پر عمل کرو۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔ گڈ نائٹ.....''

مانک لال نے ریسیور رکھ دیا پھر وہ راج تلک اروڑا کو ایک طرف لے جا کر سرگوشی میں بولا ''میں اسے گن پوائنٹ پر رکھتا ہوں۔ تم بے ہوشی کی دوا لے آؤ اور اسے انجیکٹ کرو۔ اسے صبح تک غافل رکھنا ہے۔''

وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک سرنج تھی اور اس سرنج میں ایک دوا بھری ہوئی تھی۔ چنڈال نے اسے دیکھتے ہوئے کہا ''یہ کیا ہے؟ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ تمہارے ارادے کیا ہیں؟''

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مانک لال نے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا ''اگر تم سیدھی طرح انجکشن نہیں لگواؤ گے تو میں تمہیں گولی مار کر زخمی کروں گا پھر یہ انجکشن تمہیں لگا دیا جائے گا۔''

وہ بے بسی سے ریوالور کو دیکھنے لگا۔ ٹونی جے اس کے اندر تھا۔ کہہ رہا تھا ''یہ دونوں تم سے بہت زیادہ خوف زدہ ہیں۔ شاید تمہیں نیند کا انجکشن دے رہے ہیں۔ تاکہ تم گہری نیند سو جاؤ اور خیال خوانی نہ کر سکو۔''

چنڈال نے کہا ''یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ میں تم سے باتیں نہیں کر سکوں گا اور نہ ہی تم میرے اندر آ کر مجھے گہری نیند سے بیدار کر سکو گے۔ نہ جانے یہ کیسی دوا انجیکٹ کرنے والے ہیں؟''

''جیسی بھی دوا ہے، چپ چاپ انجکشن لگوا لو۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ یہ لوگ تمہیں جان سے نہیں ماریں گے۔ آج تمہاری خیال خوانی سے محفوظ رہنے کے لیے تمہیں گہری نیند سلا دیں گے۔''

مانک لال نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا ''خاموشی سے بیٹھ جاؤ اور انجکشن لگواؤ۔''

وہ مجبور تھا۔ اسے بیٹھنا پڑا۔ راج تلک اروڑا نے اس کے قریب آ کر اس کی آستین اٹھائی پھر انجکشن کی سرنج اس کے بازو میں پیوست کرنے لگا۔ سرنج کی دوا اس کے جسم میں منتقل ہونے لگی پھر وہ سرنج نکال کر اسے پونچھتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ چنڈال نے پوچھا ''یہ سب کیا ہے؟ اس کی کیا ضرورت تھی؟''

''اس کی بہت ضرورت تھی۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے کس طرح ہمیں دھوکا دے رہے ہو؟ لہٰذا آج کی رات ہم تم سے کوئی دھوکا نہیں کھانا چاہتے۔ اس لیے صبح تک تمہیں گہری نیند سلائے رکھنا چاہتے ہیں۔ یہیں صوفے پر لیٹ جاؤ۔ ہم تمہیں بیڈ روم میں نہیں جانے دیں گے۔''

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا پھر منہ کھول کر جماہی لینے لگا۔ تھکن اور غنودگی محسوس کرنے لگا۔ ٹونی جے نے کہا ''میں تمہارے ذہن کو کمزور ہوتا محسوس کر رہا ہوں۔ نیند تم پر غالب آ رہی ہے۔ کوئی بات نہیں سو جاؤ۔ میں تمہاری رہائی کے انتظامات کر چکا ہوں اور اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے سمجھوتا ہو چکا ہے۔ تم نیند میں رہو گے تب بھی میں صبح تک تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔''

وہ اس کی باتیں سنتے سنتے صوفے پر پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور تھوڑی ہی دیر میں اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔

ٹونی جے خیال خوانی کے ذریعے جگدیش راٹھور کے اندر آیا۔ اب چنڈال اس کے کام نہیں آ سکتا اور نہ ہی اسے کوئی مشورہ دے سکتا تھا۔ جو کچھ کرنا تھا۔ اسے اپنی ذہانت سے اور اپنے طور پر کرنا تھا۔

اس وقت وہ یا تو اندرا کوٹھانی سے کام لے سکتا تھا یا پھر جگدیش راٹھور سے لیکن راٹھور میرے زیر اثر تھا۔ میری مرضی کے بغیر اس کے کام نہیں آ سکتا تھا۔ اس لیے اس نے راٹھور سے کہا ''میں تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

میں اس کے اندر موجود تھا لیکن براہِ راست اس سے باتیں کرنا نہیں چاہتا تھا۔ راٹھور نے میری مرضی کے مطابق کہا ''وہ ابھی میرے اندر موجود نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ جب تم ہمارے دماغ میں آؤ تو میں سانس نہ روکوں۔ تمہیں اپنے دماغ سے نہ بھگاؤں اور تم سے باتیں کروں۔ تم میرے عامل ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جو پیغام دینا چاہتے ہو۔ مجھے دے دو۔ میں وہ پیغام اسے دے دوں گا۔''

''تم کیسے پہنچاؤ گے؟ کیا اس کا موبائل فون نمبر تمہارے پاس ہے؟''

''میرے پاس ان کا کوئی نمبر ہے نہ پتا ٹھکانا ہے۔ وہ خود ہی میرے اندر کسی وقت آ سکتے ہیں۔''

''پتا نہیں وہ کب آئیں گے؟ مجھے بہت ضروری باتیں کرنی تھیں۔''

''آپ لوگوں نے میرے اندر جو گفتگو کی تھی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی اندرا کوٹھانی کا انتظار ہے۔ وہ تین گھنٹے کے اندر منالی پہنچے گا۔ اب تو دو گھنٹے رہ گئے ہیں۔ ایک گھنٹا گزر چکا ہے میرا عامل انہی دو گھنٹوں کے اندر آ کر مجھے حکم دے گا تو میں بھی منالی کی طرف جاؤں گا۔ تمہیں دو گھنٹے تک انتظار کرنا ہوگا۔''

''میرے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ میرے خیال سے چنڈال کو بے ہوشی کی نیند سلا دیا گیا ہے۔ مجھے جلد از جلد کچھ کرنا ہوگا اور میں صرف اندرا کوٹھانی جیسے ایک آلہ کار پر تکیہ نہیں کروں گا۔ مجھے دوسرے کی بھی ضرورت ہے اور دوسرا تم سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔''

''سوری۔ میں تمہارا تابعدار نہیں بنوں گا اور نہ ہی تمہارے کسی حکم کی تعمیل کروں گا۔''

''تمہارا عامل دو گھنٹے کے اندر آئے گا۔ شاید ایک گھنٹے بعد آئے۔ ایک گھنٹا میرے لیے بہت ہے۔''

یہ کہتے ہی اس نے جگدیش کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ یک بارگی چیختا ہوا فرش پر گر پڑا اور تڑپنے لگا۔ اس کی محبوبہ کوی اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ رونے لگی۔ اسے اِدھر اُدھر سے پکڑنے لگی۔ پوچھنے لگی کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ کچھ تو بتاؤ؟

وہ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس کا سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ دماغ پھٹنے والا ہے۔ سارے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ٹونی جے کو بھی موقع ملا تھا۔ وہ بڑی دیر تک راٹھور کے دماغ میں رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ واقعی میں وہاں موجود نہیں ہوں۔ راستہ صاف ہے۔ اس وقت وہ اسے ذہنی عذاب میں مبتلا کر کے اپنا تابعدار بنا سکتا ہے۔

چنڈال اور ٹونی جے شروع سے ہی میری مداخلت پسند نہیں کر رہے تھے لیکن اس کی رہائی کے اس مرحلے پر میں ان کے درمیان چلا آیا تھا۔ اب وہ مجھے ہٹا نہیں سکتے تھے۔ اگر کسی طرح دور کر دیتے تو یہ اندیشہ رہتا کہ میں پھر کسی کو آلہ کار بنا کر کسی نہ کسی ذریعے سے ان کے قریب پہنچ جاؤں گا اور چنڈال کی رہائی کے معاملے میں رکاوٹیں پیدا کرنے لگوں گا۔

اس بات کا اندیشہ زیادہ تھا کہ جب چنڈال رہائی پا لے گا تو میں چھپ کر اسے نقصان پہنچا سکتا ہوں۔ زخمی کر سکتا ہوں۔ اس کے دماغ میں جا سکتا ہوں یا پھر ان کے درمیان رہ کر یہ معلوم کرنے کی ضد کر سکتا ہوں کہ مہادیو بھاٹیا یعنی ٹونی جے کون ہے کہاں سے آیا ہے؟ اور یہ ہندوستان میں اچانک کیسے پیدا ہو گیا ہے؟

وہ میرے ایسے کسی سوال کا نہ تو جواب دینا چاہتے تھے۔ نہ مہادیو بھاٹیا کی اصلیت کسی پر ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ ان کے لیے یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ چنڈال کی رہائی سے پہلے مجھ سے نجات حاصل کی جائے۔ مجھے اپنے راستے سے بہت دور کر دیا جائے تاکہ میں اس بنگلے تک نہ پہنچ سکوں۔

ٹونی جے اچھی طرح یہ سمجھتا تھا کہ منالی کے بنگلے تک پہنچنے کے لیے جگدیش راٹھور ہی میرا ایک خاص ذریعہ ہے۔ وہی یوگا جاننے والا اعلیٰ افسر جانتا ہے کہ منالی کے کس بنگلے میں چنڈال کو قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔ لہٰذا وہ راٹھور کے اندر زلزلے پیدا کر کے اب اسے مجھ سے دور کرنے والا تھا۔

راٹھور کی محبوبہ کوی کی طرف سے بھی اندیشہ تھا۔ میں کوی کے دماغ میں رہ کر ٹونی جے کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر سکتا تھا۔ اس لیے اس نے کوی کے اندر بھی زلزلے پیدا کیے۔ وہ بے چاری زلزلے کے ایک دو جھٹکوں کے بعد ہی بے ہوش ہو گئی تھی۔

راٹھور سانس روک کر اسے بھگانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ٹونی جے نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ جیسے ہی اس کے دماغ کی تکلیف کم ہوئی۔ وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس نے مختصر طور پر اس کے دماغ میں صرف دو باتیں ہی نقش کیں۔ ایک تو یہ کہ آئندہ راٹھور ایک مخصوص آواز اور لب ولہجہ سن کر نہ تو اسے محسوس کرے گا۔ نہ ہی سانس روک کر اسے اپنے اندر سے بھگائے گا۔

باقی جتنی بھی خیال خوانی کی لہریں آئیں گی۔ وہ انہیں اپنے اندر ایک لمحے کے لیے بھی رکنے نہیں دے گا فوراً ہی سانس روک کر بھگا دے گا۔

دوسری بات یہ کہ وہ ایک مخصوص لب ولہجے کا پابند رہے گا۔ اس کا حکم سنتے ہی فوراً تعمیل کیا کرے گا۔

یہ مختصر سا عمل کرنے کے بعد اس نے اسے پندرہ منٹ تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بھی وہ اس کے دماغ میں موجود رہا۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ میں اس کے اندر آتا ہوں یا نہیں؟ اور آتا ہوں تو اس کے تنویمی عمل کا توڑ کرتا ہوں یا

نہیں؟

میں بالکل خاموش رہا۔ مجھے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اس کے تنویمی عمل کے دوران اس کے چور خیالات کے خانے میں موجود رہا تھا اور اس کے اندر اپنا یہ حکم مستحکم کرتا رہا تھا کہ وہ میری سوچ کی لہروں کا غلام رہے گا اور میرے احکام کی پابندی کرتا رہے گا۔

ایسا کرنے کے لیے مجھے اس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بس اس کے اندر موجود رہ کر اس سے پہلے والے عمل کو مستحکم کرنا تھا اور میں وہ چپ چاپ کرتا رہا تھا۔

جب راٹھور پندرہ منٹ کی تنویمی نیند سے بیدار ہوا تو ٹونی جے کو یقین ہوگیا کہ اس کے عمل کا توڑ نہیں کیا گیا ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہے۔

جب یہ یقین ہوگیا کہ میں راٹھور کے دماغ میں نہیں آسکوں گا تو اس نے اسے حکم دیا ''فوراً یہاں سے اٹھو۔ یہ بنگلا چھوڑ دو اور سیدھے منالی کی طرف جاؤ۔ جب وہاں پہنچو گے تو میں بتاؤں گا کہ تمہیں وہاں کہاں آنا ہے؟ اور کیا کرنا ہے؟''

وہ اس کے حکم اور میری مرضی کے مطابق وہ بنگلا چھوڑ کر وہاں سے جانے لگا۔ میرا اندازہ تھا کہ اب ٹونی جے اندرا کوٹھانی کے پاس جائے گا۔ وہ ان دو آلہ کاروں کو کنٹرول کرنے والا تھا اور ان کے ذریعے اس بنگلے پر حملہ کرانے والا تھا۔ اس نے اپنی دانست میں مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا تھا۔

میں اندرا کوٹھانی کے اندر پہنچا تو وہ مجھ سے پہلے پہنچا ہوا تھا اور اس سے سخت لہجے میں کہہ رہا تھا ''تمہیں تین گھنٹے کے اندر منالی پہنچنے کے لیے کہا گیا تھا اور تم اب شملہ سے روانہ ہو رہے ہو؟''

وہ بولا ''تو کیا فرق پڑتا ہے؟ کوئی ضروری تو نہیں کہ تم تین گھنٹے کے اندر کہو تو میں اسی وقت وہاں پہنچ جاؤں۔ میری اپنی بھی مصروفیات ہوتی ہیں۔''

''بکواس مت کرو۔ تم معمول اور تابعدار ہو۔ تم سے جو کہا جائے گا۔ تم وہی کرو گے۔''

''سوری میں تمہارا نہیں، مسٹر چنڈال کا تابعدار ہوں۔ وہ مجھے حکم دیتے تو میں تین گھنٹے تو کیا ایک گھنٹے کے اندر منالی پہنچ جاتا۔''

''مسٹر چنڈال نے کہا تھا کہ تم میری بات بھی مانو گے۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے۔ کیا تم بھول گئے ہو؟''

''مجھے یاد ہے۔ اسی لیے تمہارے حکم کے مطابق اب میں منالی کی طرف جا رہا ہوں۔''

اندرا نے میری مرضی کے مطابق پوچھا ''مسٹر چنڈال کہاں ہیں؟ میں ان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''وہ سو رہے ہیں۔ ابھی ان سے باتیں نہیں کر سکو گے۔''

''میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم مجھے منالی کیوں بلا رہے ہو؟''

''مسٹر چنڈال کی بہتری کے لیے بلایا جا رہا ہے۔ وہاں انہیں قید سے رہائی دلانی ہے۔''

''واہ..... بہت خوب۔ اگر ان کو قید سے رہائی دلانی ہے تو کیا وہ ایسے وقت سو رہے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ انہیں تو جاگتے رہنا چاہیے اور مجھ سے بھی رابطہ رکھنا چاہیے اور یہ بتانا چاہیے کہ ان کی رہائی کے لیے مجھے کیا کچھ کرنا ہوگا؟''

''میں تمہیں بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے، تم میرے احکام کی تعمیل کرتے رہو گے تو وہ رہائی حاصل کر لیں گے۔''

''میری بات سمجھتے کیوں نہیں ہو؟ میں ابھی ایک گھنٹے کے اندر منالی پہنچ جاؤں گا۔ ایسے وقت ان کو بیدار رہنا چاہیے۔ مجھ سے باتیں کرنا چاہیے۔ میں کیسے سمجھ لوں کہ تم میرے عامل چنڈال کے لیے مجھے استعمال کر رہے ہو یا اپنی کسی ضرورت کے لیے مجھ سے اپنے احکام کی تعمیل کروا رہے ہو!''

''تمہیں مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ تمہارا عامل تمہارا آقا اس وقت گہری نیند میں ہے۔ ورنہ ابھی وہ تمہارے پاس آتا تو تم اتنی لمبی باتیں نہ کرتے۔''

''یہی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ ایسی معیت کے وقت اسے جاگنا چاہیے۔ وہ سو کیوں رہا ہے؟ اس کے سونے کے پیچھے راز کیا ہے؟ تم نے اسے کیوں سلا رکھا ہے؟''

''بکواس مت کرو۔ میں نے اسے نہیں سلایا ہے۔ دشمنوں نے اسے گہری نیند کا انجکشن دیا ہے اور وہ صبح سے پہلے بیدار نہیں ہو سکے گا۔''

کوٹھانی نے میری مرضی کے مطابق کہا ''ہو سکتا ہے تم نے اسے مار ڈالا ہو اور تم خوامخواہ اس کی گہری نیند کا بہانہ کر رہے ہو۔ مجھے منالی بلا کر ٹریپ کرنا چاہتے ہو۔ مجھ پر تنویمی عمل کر کے مجھے اپنا غلام بنا لینا چاہتے ہو۔''

ٹونی جے نے پریشان ہو کر کہا ''تم ایسے وقت میرے لیے مسئلہ نہ بنو۔ مسٹر چنڈال کو رہائی دلانے کے سلسلے میں جو کہہ رہا ہوں۔ وہ کرتے رہو۔ جب انہیں رہائی مل جائے گی تو تمہیں خود یقین آ جائے گا اور اگر ایسی کوئی بات نہ ہوئی تو پھر تم میری کسی بات کو تسلیم نہ کرنا اور نہ ہی مجھے اپنے دماغ میں آنے

کی اجازت دینا۔''

وہ میری مرضی کے مطابق بولا ''میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں مگر مجھے یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ تم کون ہو؟ میں نے اب سے پہلے کبھی مہادیو بھانیا کا نام نہیں سنا تھا جو ٹیلی پیتھی جانتا ہو۔ تم اچانک کہاں سے پیدا ہو گئے ہو؟''

''تم فضول سوال نہ کرو۔ کار کی رفتار تیز کرو۔ جلد سے جلد منالی پہنچنے کی کوشش کرو۔''

وہ کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے بولا ''یہ دیکھو میں تمہاری بات مان رہا ہوں۔ تم میری بات مانو۔ اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔''

''سوری ابھی میں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ وعدہ کرتا ہوں کہ کل مسٹر چنڈال کو رہائی مل جائے گی تو وہ خود میرے بارے میں تمہیں بتا دیں۔''

''وہ میرے عامل ہیں اور معمول کبھی اپنے عامل سے کوئی سوال نہیں کرتا۔ اس لیے نہ میں کوئی سوال کر سکوں گا اور نہ وہ کوئی جواب دے سکیں گے۔''

''تم مجھے کیوں ایسی باتوں میں الجھا رہے ہو؟ میں کہہ چکا ہوں کہ میں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اگر تم چنڈال کے سلسلے میں تعاون نہیں کرو گے۔ میری بات نہیں مانو گے تو چنڈال رہائی کے بعد تم سے خود ہی نمٹ لے گا۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہاری بات مان رہا ہوں اور ابھی منالی کی طرف آ رہا ہوں۔ تم جیسا کہو گے۔ اسی کے مطابق منالی میں اس کی رہائی کے لیے کوشش کروں گا۔''

ٹونی نے پوچھا ''تمہارے ساتھ یہ عورت کون ہے؟''

''عورت ہے نام تو میں بھی نہیں جانتا۔''

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم ایک بہت ہی خطرناک مشن پر جا رہے ہو۔ اسے کیوں ساتھ لے جا رہے ہو؟''

''یہ مجھے شملہ میں ملی تھی۔ منالی میں رہتی ہے۔ اسے وہاں پہنچا دوں گا پھر تم جہاں کہو گے وہاں اپنا فرض ادا کرنے پہنچ جاؤں گا۔''

''تم اس عورت کی وجہ سے پہنچنے میں دیر کر رہے ہو۔ تم ہمارے کام کی اہمیت کو سمجھتے کیوں نہیں ہو! ہر بار اس میں دلچسپی لے رہے ہو اور کار کی رفتار سست کرتے جا رہے ہو۔''

''جب میں کہہ چکا ہوں کہ ایک گھنٹے کے اندر منالی پہنچ جاؤں گا تو پھر تمہیں پریشانی کیا ہے۔''

''پریشانی اس عورت کی ہے۔ پتا نہیں یہ کون ہے؟ اس کی وجہ سے ہمارا کام بگڑ سکتا ہے۔ تم اس سے بات کرو۔ مجھے اس کی آواز سناؤ۔ میں اس کے خیالات پڑھوں گا۔''

وہ ہنسنے لگا۔ اس نے پوچھا ''کیوں ہنس رہے ہو؟''

''یہ گونگی ہے نہ سنتی ہے نہ بولتی ہے۔''

''یہ گونگی تم سے کیسے پھنس گئی؟ اس نے تمہیں کیسے بتایا کہ یہ منالی میں رہتی ہے اور تم اسے منالی تک پہنچا دو۔''

''بچوں جیسی بات کیوں کرتے ہو؟ کیا اشاروں کی زبان سمجھ میں نہیں آتی؟ کیا گونگے بہرے پڑھنا لکھنا نہیں جانتے؟ اس نے ایک کاغذ پر لکھ کر کہا تھا کہ یہ منالی تک جانا چاہتی ہے اور میں اسے وہاں پہنچا دوں۔''

''تم یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ فریب بھی ہو سکتی ہے؟ تمہیں دھوکا دے سکتی ہے؟ یہ گونگی نہیں ہو سکتی۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''تم کیا جانو؟ گونگی عورت کے ساتھ تنہائی کتنی دلچسپ ہو جاتی ہے۔ وہ بے چاری کچھ بول نہیں سکتی۔ اس کے باوجود اس کی گونگی ادائیں جیتی رہتی ہیں۔''

وہ غصے سے بولا ''خوامخواہ شاعری مت کرو۔ کام کی باتیں کرو۔ دیکھو تم ابھی ایک چھوٹے سے قصبے سے گزر رہے ہو۔ یہاں گاڑی روک کر اسے اتار دو۔ ورنہ یہ ہمارے لیے مصیبت بن سکتی ہے۔''

''سوری..... میں نے اس سے زبان سے وعدہ کیا ہے۔ اسے اس کی منزل تک پہنچاؤں گا۔ لہٰذا میں اسے پہنچا کر ہی تمہارا کام کروں گا۔''

''یہ میرا کام نہیں تمہارے آقا اور تمہارے عامل کا ہے۔ وہ جب نیند سے بیدار ہوگا تو تمہاری بدمعاشیاں اور کوتاہیاں سن کر تمہیں جان سے مار ڈالے گا۔''

''اس گونگی کی قربت، اس کے بدن کی گرمی میری جان نکال رہی ہے۔ تم میری جان نکلنے کی بات نہ کرو۔ یہاں سے جاؤ اب تو آدھا گھنٹا رہ گیا ہے۔ میں پہنچنے والا ہوں۔ جب مرد اور عورت تنہا ہوں تو تمہیں کسی کے دماغ میں نہیں آنا چاہیے۔ کچھ تو شرافت سے کام لو۔ جاؤ یہاں سے۔''

یہ چنڈال کی رہائی کا آخری مرحلہ تھا۔ اس مرحلے میں بہت کچھ ہو سکتا تھا۔ ایسے وقت میں بھی یہی چاہتا تھا کہ کسی اور کی مداخلت نہ ہو اور وہ ایک عورت کو اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔ نہ وہ جانتا تھا نہ ہم جان سکتے تھے کہ وہ سیدھی سادی بے ضرر ہے یا در پردہ نقصان پہنچانے والی ہے؟''

میں نے اسے مجبور کیا کہ وہ اس قصبے میں گاڑی روکے اور اس عورت سے معذرت چاہے۔ اس سے کہے کہ وہ کسی بس کوچ یا پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر چلی جائے۔

اس نے میری مرضی کے مطابق گاڑی روک دی پھر ایک کاغذ قلم لے کر اسے لکھ کر دیا کہ میں مجبور ہوں۔ اپنا راستہ

بدل رہا ہوں۔ منالی نہیں جا رہا ہوں۔ اس لیے تم یہاں سے کسی بس یا ٹیکسی میں چلی جاؤ۔

اس نے لکھا ہوا کاغذ لے کر پڑھا پھر اسے ایک مٹھی میں دبا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ انکار میں سر ہلا کر اشاروں کی زبان میں سمجھایا کہ وہ نہیں جائے گی' وہ اسی گاڑی میں منالی تک جانا چاہتی ہے۔

کوٹھانی نے اس کی طرف جھک کر ادھر کا دروازہ کھولتے ہوئے اسے دھکا دینے کے انداز میں کہا کہ چلو اتر جاؤ اور یہاں سے جاؤ۔ میں تمہارا ذمے دار نہیں ہوں۔

اس نے کاغذ قلم لے کر لکھا کہ تم نے شملہ میں مجھے منالی تک پہنچانے کا وعدہ کیا تھا اور اسی شرط پر تم میرے بدن سے کھیلتے رہے۔ میرے کام آنے سے پہلے ہی اپنی فیس وصول کرتے رہے۔ اب تمہیں منالی تک جانا ہوگا۔

کوٹھانی نے وہ تحریر پڑھنے کے بعد کاغذ کو مٹھی میں بھینچ کر کھڑکی کے باہر پھینکا۔ اسے پھر باہر کی طرف دھکا دینا چاہا تو اس نے پرس میں ہاتھ ڈال کر فوراً ایک چھوٹا سا پستول نکال لیا۔ کوٹھانی چونک کر ایک دم سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے پاس بھی لباس کے اندر ریوالور تھا۔ اس کار میں شاٹ گن چھپا کر رکھی گئی تھی لیکن اس گونگی نے اسے نشانے پر رکھ لیا تھا۔

وہ بولا ''یہ کیا کر رہی ہو؟ اسے سامنے سے ہٹاؤ گولی چل جائے گی۔''

اس نے انکار میں سر ہلا کر اشاروں کی زبان میں کہا ''کار اسٹارٹ کرو..... اور آگے چلتے رہو۔''

ٹونی جے نے جھنجلا کر اندر سے کہا ''آخر وہی ہوا ناں۔ جس کا اندیشہ تھا۔ یہ مکار عورت ہے۔ گونگی نہیں ہے۔ اس سے بات کرو۔''

کوٹھانی نے اس عورت سے کہا ''میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تمہارے جیسی گونگی کے پاس یہ پستول بھی ہوگا۔ تم گونگی نہیں ہو۔ مجھ سے بات کرو۔''

اس نے پستول کی نال کو اس کی پسلیوں سے لگا کر اس پر دباؤ ڈالتے ہوئے اشاروں میں کہا ''کار اسٹارٹ کرو اور آگے چلو۔''

اس عورت کے تیور کہہ رہے تھے کہ وہ گولی چلا سکتی ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میرا ایک آلہ کار ضائع ہو جائے۔ میں نے اسے مجبور کیا۔ وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگا۔ ٹونی نے کہا ''صرف کار نہ چلاؤ اس سے بولتے بھی رہو۔ معلوم کرو کہ وہ تمہارے پاس کیوں آئی ہے اور تم سے کیا چاہتی ہے۔''

کوٹھانی نے کار کو تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔

''دیکھو میں تمہاری بات مان رہا ہوں۔ تمہیں منالی تک پہنچا دوں گا لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا چاہتی ہو۔ کیا میری ہی کار میں بیٹھ کر منالی تک جانا ضروری ہے؟''

وہ زبان سے بول رہا تھا۔ کار چلاتے ہوئے اسے لکھ کر نہیں دے سکتا تھا اور وہ اس کی بات نہیں سن رہی تھی۔ اس کا دھیان اپنے پستول کے نشانے پر تھا۔

وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا سوچ رہا تھا کہ کس طرح چالاکی دکھائے۔ اچانک گاڑی روکے گا تو اس کا ہاتھ بہک جائے گا۔ پستول والا ہاتھ ادھر سے ادھر ہوگا تو وہ اسے دبوچ لے گا پھر اپنا پستول نکال کر اسے ختم کر دے گا۔ وہ سفاک قاتل تھا۔ کئی طرح کے ہتھکنڈے جانتا تھا۔ اسے کسی نہ کسی طرح زیر کر سکتا تھا لیکن ایسے کرنے کے دوران میں اس سے کوئی غلطی ہو سکتی تھی۔ پستول چل سکتا تھا اور گولی اسے لگ سکتی تھی۔ اس طرح ہمارا ایک آلہ کار ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا۔

میں اسے ایسے ارادے سے باز رکھ رہا تھا اور ٹونی جے بھی شاید یہی چاہتا تھا کہ وہ ایسی کوئی غلطی نہ کرے۔ خوامخواہ ایک نیا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ اگر وہ گونگی بھی ماری جائے گی تو وہ گرفتار ہو جائے گا یا پھر گرفتاری سے بچنے کے لیے بھاگتا پھرے گا اور ہمارا کام نہیں کر سکے گا۔

ٹونی جے بڑبڑا رہا تھا ''کوٹھانی.....! اب تمہیں اپنی غلطی کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ دیکھو یہ گونگی کیسی مصیبت بن گئی ہے۔ پتا نہیں کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ کیا چاہتی ہے آگے جا کر کیا مسائل پیدا کرے گی؟''

کوٹھانی یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ وہ اس گونگی کے خلاف کچھ کر کیوں نہیں پا رہا ہے؟ وہ گاڑی کو اچانک روک کر اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے لیکن ایسا کر کیوں نہیں رہا ہے؟

اس نے پوچھا ''اے مسٹر بھاٹیا! کیا تم میرے دماغ میں رہ کر ایسا کرنے سے روک رہے ہو؟ کیا مجھے اس گونگی کے خلاف کچھ کرنا نہیں چاہیے؟''

ٹونی جے نے کہا ''ہاں..... کچھ کرو گے اور تم سے غلطی ہوگی تو خوامخواہ مارے جاؤ گے۔ ہم تمہاری موت نہیں زندگی چاہتے ہیں اور تمہاری زندگی چاہنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ گونگی کو مار دیا جائے۔ بس کسی بھی طرح اس سے نجات حاصل کی جائے۔''

اس گونگی نے مجھے بھی الجھا دیا تھا۔ بس یہی ایک سوچ تھی کہ گڑبڑ کرے گی تو اسے سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ وہ کسی طرح ہمارے قابو میں نہیں آ سکتی تھی۔ اس نے ہمارے آلہ

کار کو قابو میں نہیں کر رکھا تھا۔

ویسے یہ بات تھی کہ اس عورت کو چنڈال کے بنگلے کی طرف نہیں لے جایا جائے گا۔ وہاں تو وہ اور بھی زیادہ گڑبڑ کر سکتی تھی۔ منالی پہنچ کر بھی ساتھ نہ چھوڑتی تو ایک خطرہ مول لیا جا سکتا تھا کہ اس سے پستول چھیننے کی کوشش کی جاتی۔ بلا سے اندرا کوٹھانی اس کوشش میں مر جاتا۔ اس کے بعد ایک ہی آلہ کار جگدیش راٹھور رہ جاتا۔ یہ منظور تھا لیکن اس گونگی کی ہلاکت منظور نہیں تھی۔

آخر کار وہ ڈرائیو کرتا ہوا منالی پہنچ گیا۔ گونگی اشاروں کے ذریعے اسے بتا رہی تھی کہ کہاں کہاں سے گزرنا ہے؟ وہ وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا گزرتا رہا۔ اس نے ایک بنگلے کے قریب کار روکنے کو کہا۔

کار رک گئی۔ گونگی نے ایک ہاتھ پرس میں ڈال کر ایک دبا ہوا کاغذ نکالا پھر اسے اندرا کوٹھانی کی طرف بڑھایا۔ اس نے کاغذ کو لے کر اسے کھول کر دیکھا۔ اس میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ اس نے کار کی اندرونی روشنی میں کاغذ کو پڑھنا شروع کیا۔ اس میں لکھا تھا ''آج جس ہوٹل میں تم نے مجھ سے دوستی کی وہاں میں نے سنا تھا کہ تمہارا نام اندرا کوٹھانی ہے اور تم بہت ہی سفاک قاتل ہو۔ اپنے پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑتے۔ قانون کی گرفت میں نہیں آتے۔ تب ہی میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میرے دشمن سے تم ہی انتقام لے سکتے ہو۔ یہ جو سامنے بنگلا ہے۔ اس میں وہ اس وقت موجود ہے۔ بالکل تنہا ہے۔ تم نے اسے قتل کرنا ہے۔ جب تم اسے تڑپا تڑپا کر مار ڈالو گے۔ تب میں یہ پستول تمہارے سامنے پھینک دوں گی۔ تم چاہو تو مجھے بھی قتل کر ڈالنا لیکن ابھی تو میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔ میرا یہ کام ابھی کرو۔''

اس نے وہ کاغذ پڑھ کر گونگی کو دیکھا۔ گونگی نے اشارے سے باہر چلنے کو کہا پھر اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر جانے لگی۔ وہ دونوں کار سے نکل کر بنگلے کے احاطے میں آئے۔ وہاں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔ اندر بھی تاریکی ہی تھی لیکن کسی حصے میں کوئی کمرا روشن تھا۔ اس نے برآمدے میں آ کر سرگوشی میں کہا ''اندر پتا نہیں کتنے افراد ہیں اور دروازہ بھی کھلا ہے یا نہیں؟ کیا وہ ہمارے لیے دروازہ کھولے گا؟''

ٹونی جے نے اس کے اندر کہا ''بے وقوف! وہ گونگی سن نہیں سکتی ہے نہ کچھ بولے گی۔ تم خود کال بیل کا بٹن دباؤ اور دیکھو کہ کیا ہوتا ہے؟''

اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ بنگلے کے اندر دور کہیں گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا کوئی نہیں

ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات
(باتصویر)
مصنف: اسلام حسین
ٹیلی پیتھی کے مروجہ عمومی اور جدید ترین اصول کتاب
میں طریقے، مشقیں، سوال و جواب
کتاب کے چند عنوانات
ٹیلی پیتھی ایک علم، ایک سائنس
ٹیلی پیتھی کا ماضی اور حال
ہفتے کے ساتوں دن کرنے والی مختلف مشقیں
ٹیلی پیتھی میں یوگا کا استعمال
غیر معمولی حس ادراک اور روحانی قوتیں
مستقبل کی پیش گوئی
قیمت:-/45 روپے | ڈاک خرچ:-/23 روپے
کتابیات پبلی کیشنز، کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
سول ڈسٹری بیوٹرز: رحمان بک ہاؤس، اردو بازار، کراچی، فون: 021-7766751

آیا۔ دروازہ نہیں کھلا۔ اس نے ہینڈل کو گھما کر ہاتھ ہٹایا تو وہ کھلتا چلا گیا۔

مالک مکان شاید بڑے ہی کھلے دل کا مالک تھا۔ اس لیے اس نے دروازہ کھلا رکھا تھا لیکن ہمارا تجربہ کہہ رہا تھا کہ آگے خطرہ ہے۔ جسے شکار کرنے آئے تھے۔ اسے پہلے ہی سے معلوم ہو چکا ہے۔ وہ کھلا دروازہ اسے خوش آمدید کہہ رہا ہے۔ وہ اس گونگی کے ساتھ اندر ایک کوریڈور میں آ گیا۔ ڈرائنگ روم میں روشنی تھی۔ وہ اس ڈرائنگ روم کے دروازے پر آیا تو دروازہ پوری طرح کھلا ہوا تھا۔ اندر جو شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر کوٹھانی چونک گیا۔

کوٹھانی بری طرح پھنس گیا تھا۔ شنکرا کے ہاتھ میں ریوالور نظر آ رہا تھا۔ شنکرا نے گونگی کو اشارہ کیا کہ وہ اپنا پستول کوٹھانی کو دے۔ گونگی نے اس کے اشارے کے مطابق وہ پستول اس کی طرف بڑھایا۔ کوٹھانی نے حیرانی سے اسے پھر شنکرا کو دیکھا پھر فوراً ہی لپک کر اس سے پستول لے لیا۔ اس کے بچاؤ کا ایک یہی راستہ تھا کہ وہ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرے۔ اس نے فوراً ہی ٹریگر دبایا۔ گولی چلائی۔

گولی نہیں چلی۔ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ ہی پتا چل گیا کہ پستول خالی ہے۔ وہ گونگی اب تک اسے دھوکا دیتی آئی تھی۔ صرف اندرا کو کوٹھانی ہی نہیں ہم بھی دھوکا کھاتے رہے تھے۔ میں تو شنکرا کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ ٹونی جے نے بھی یہی کیا تھا۔ اب اس کا خیال تھا کہ اگر اندرا کو کوٹھانی مرجائے گا تو کوئی بات نہیں۔ شنکرا کو اپنا تابعدار بنایا جا سکتا تھا۔ اس کے ذریعے چنڈال کو رہائی دلائی جا سکتی تھی۔

میں اندرا کی موت نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا تھا۔ اگر وہ مرجاتا اور شنکرا زندہ رہتا تو اسے اپنا تابعدار بنانے کے لیے اس پر تنویمی عمل کرنا پڑتا۔ اس کے لیے وقت کی ضرورت ہوتی اور اب ہمارے پاس وقت نہیں تھا۔ پہلے ہی بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ صبح سے پہلے ہی چنڈال کی رہائی کا مسئلہ حل ہو جائے۔

کوٹھانی سوچ کے ذریعے آوازیں دینے لگا۔ ٹونی جے کو پکارنے لگا ''بھائیا! مسٹر بھائیا..... تم کہاں ہو؟ اس وقت تمہیں میرے پاس رہنا چاہیے۔ میری مدد کرنا چاہیے۔ تم شنکرا کے دماغ میں جا کر اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا سکتے ہو۔ وہ ریوالور مجھے دے سکتے ہو۔ پلیز کچھ کرو۔ ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گا۔''

میں شنکرا کے ہاتھ سے ریوالور گرا سکتا تھا۔ وہ ریوالور اندرا کے پاس پہنچا سکتا تھا لیکن اس طرح ٹونی کو یہ معلوم ہو جاتا کہ میں ان کے درمیان موجود ہوں۔ ابھی وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ جگدیش کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس نے مجھے بالکل ہی اپنے راستے سے ہٹا دیا ہے اور اب میں ان کے معاملے میں مداخلت نہیں کروں گا۔ لہٰذا میں ابھی اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔

اس وقت شنکرا کے سامنے کوٹھانی بالکل نہتا تھا۔ وہ اسے فوراً گولی مار سکتا تھا لیکن میں نے اسے روک رکھا تھا۔ اسے سوچ میں مبتلا کیا ہوا تھا۔ ادھر اندرا کو کوٹھانی اسے باتوں میں لگانا چاہتا تھا تاکہ کوئی چالاکی دکھا کر اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا دے۔ شنکرا نے کہا ''تجھے یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ مجھے اس دیش کے انٹیلی جنس والے استعمال کر رہے ہیں۔ انہوں نے ہی یہ ساری پلاننگ کی تھی۔ یہ گونگی انٹیلی جنس کی ایک جاسوسہ ہے۔ میں اس کے ساتھ کچھ وقت گزار چکا ہوں۔ یہ بچ کے گونگی ہے۔ یہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق تمہیں یہاں لائی ہے۔ اگر میں تمہیں مار ڈالوں تو انٹیلی جنس والوں کو خوشی ہوگی کہ تم اپنے برے انجام کو پہنچ چکے ہو اور اگر تم مجھے مار ڈالو گے تو اسی وقت میرے قتل کے جرم میں گرفتار ہو جاؤ گے اور پھانسی تک پہنچ جاؤ گے۔ کیونکہ بنگلے کے باہر تم چاروں طرف سے گھیرے جا چکے ہو۔''

وہ بول رہا تھا اور آہستہ آہستہ اس کے قریب جا رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اسے اس کے قریب لے جایا جا رہا تھا۔ کیونکہ اتنی دیر ہو چکی تھی اور ٹونی جے پتا نہیں کیوں نہ تو اندرا کو قتل ہونے دے رہا تھا اور نہ ہی اسے بچا رہا تھا۔ شاید وہ اپنے کسی معاملے میں الجھ گیا تھا۔

شنکرا جیسے ہی اس کے قریب پہنچا۔ میں نے کوٹھانی کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ریوالور پر ایک لات ماری ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فضا میں اچھلتا ہوا دور جا گرا پھر ان دونوں نے اس ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی۔ دونوں ہی اس ہتھیار کے قریب گرے لیکن میں نے شنکرا کو دوسری طرف لڑھکا دیا۔ اس لیے وہ ریوالور کوٹھانی کے ہاتھ آ گیا پھر اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ تڑاتڑ گولیاں چلا دیں۔ شنکرا کو فرش سے اٹھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ وہ وہیں لیٹے لیٹے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

پھر اس نے ریوالور کا رخ گونگی کی طرف کیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ اسے قتل کر دے۔ کیونکہ باہر پولیس اور انٹیلی جنس والے کوٹھانی کو گرفتار کرنے کے لیے موجود تھے۔ وہ گونگی کی گردن دبوچ کر اس کو گن پوائنٹ پر رکھ کر بنگلے کے باہر

آیا۔ بنگلے کے احاطے کے اندر اور باہر دور دور تک پولیس کی وردیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ میگا فون کے ذریعے کہا جا رہا تھا کہ اندرا کوٹھانی تم چاروں طرف سے گھیر لیے گئے ہو۔ تم نے اس بنگلے میں شنکرا کو قتل کیا ہے۔ لہٰذا خود کو قانون کے حوالے کر دو۔ ورنہ گولیوں سے چھلنی کر دیے جاؤ گے۔

کوٹھانی نے کہا ''کوئی بات نہیں میں اکیلا نہیں مروں گا۔ میرے ساتھ یہ گونگی بھی مرے گی۔ چلاؤ گولیاں!''

میں میگا فون کے ذریعے بولنے والے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اپنے لوگوں سے کہنے لگا ''اپنی بندوقیں نیچے کر لو۔ کوئی گولی نہ چلاؤ۔ ہماری ایک جاسوسہ اس کے نشانے پر ہے۔ وہ سفاک قاتل ہے۔ اسے مار ڈالے گا۔''

سب نے اپنے ہتھیار جھکا لیے۔ وہ للکارتا ہوا اس گونگی کو اپنی گرفت میں لے کر چلتا ہوا اپنی گاڑی کے پاس آیا پھر اس کا دروازہ کھول کر گونگی کو دھکا دے کر اندر بٹھا کر خود بیٹھ گیا۔ اسی وقت چیختا جا رہا تھا کہ خبردار! کوئی قریب نہ آئے۔ اگر قریب آ کر چالاکی دکھائی تو میں مرتے مرتے پہلے اسے مار دوں گا۔

وہ کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ عقب نما آئینے میں دیکھنے لگا۔ پولیس کی گاڑیاں بہت دور تھیں اور اس کے پیچھے آ رہی تھیں۔ ٹونی جے نے غصے سے کہا ''تم گدھے ہو۔ میں نے تم سے پہلے کہا تھا کہ یہ گونگی ہمارے اور تمہارے لیے مسئلہ بن سکتی ہے۔ اب دیکھو اسے یرغمال بنا کر لانے کے باوجود پولیس والے تمہارا پیچھا نہیں چھوڑ رہے ہیں۔''

وہ بولا ''بکواس مت کرو۔ میں پیچھا چھڑانا جانتا ہوں۔ تم اپنے دماغ سے چلے جاؤ۔''

''کیا ایسے ہی چلا جاؤں۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ ریوالور لے کر مجھے بھی دھمکیاں دو گے۔ اس گونگی کو مار ڈالو گے تو میرا کیا بگڑے گا۔ چلو مار ڈالو اس کے بعد میں تمہیں خودکشی پر مجبور کر دوں گا۔ اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو میرے حکم پر چلو۔ ہمارے ایک طرف ڈھلان ہے۔ گہری پستی ہے۔ اپنی کار اور گرا دو مگر اس سے پہلے گاڑی سے چھلانگ لگا دو۔''

ٹونی جے نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا اس نے یہی سوچا۔ گاڑی کو ایک دم ڈھلان کی طرف موڑا تو گونگی اس سے زیادہ چالاک تھی۔ اس نے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر چھلانگ لگا دی۔ دوسری طرف اس نے بھی چھلانگ لگائی۔ وہ گاڑی ڈھلان میں لڑھکتے ہوئے گہری کھائی کی طرف جانے لگی پھر شعلوں میں لپٹ گئی۔ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ آگ اور دھواں فضا میں بلند ہونے لگا۔

پتا نہیں وہ گونگی کہاں چلی گئی تھی؟ کوٹھانی وہاں سے دوڑتا ہوا۔ ایک پہاڑی پر چڑھتا ہوا دوسری طرف جانے لگا۔ دوسری طرف ایک راستے پر پہنچ کر وہ ایک طرف دوڑتا رہا۔ ایک کار آ رہی تھی۔ اس نے سڑک کے درمیان میں کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں سے ریوالور تھام کر اس کار کے رخ کی طرف کیا پھر دھمکی دی کہ گاڑی نہ روکی گئی تو وہ گولی چلا دے گا۔

مجبوراً گاڑی والے کو رکنا پڑا۔ وہ دوڑتا ہوا آ کر اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر ریوالور دکھاتے ہوئے بولا ''چلو باہر نکلو۔''

اس نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے باہر کی طرف کھینچا۔ وہ بے چارہ کھنچتا چلا آیا۔ اس نے اسے دھکا دے کر سڑک کے کنارے پھینکا پھر اس گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے فرار ہونے لگا۔ پولیس والے گہری کھائی میں گرنے والی کار کو دیکھ رہے تھے۔ اس دھوکے میں رہ گئے کہ شاید وہ اس گونگی کے ساتھ کار میں رہ کر ہلاک ہو گیا ہے۔

ٹونی جے جگدیش راٹھور کے اندر جا کر اسے حکم دے چکا تھا کہ وہ اس بنگلے میں پہنچے۔ جہاں چنڈال کو قیدی بنا کر رکھا

شیخ کرامت کی سرگزشت
جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی
(مکمل)
همزاد
قسط 60
قسط 23
ایک پراسرار شخص کی کہانی جس کیلئے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
اس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر 130 سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر 25 سال
شیخ کرامت نے ہمزاد کو کس طرح تسخیر کیا
کتاب کی قیمت بمعہ ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر منگائیں روانہ کریں
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون 5802551-5895313 فیکس 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
پتے کے لئے ای میل کریں: C-263 سیکٹر U نارتھ ناظم آباد کراچی 75500

گیا ہے پھر وہ کوٹھانی کے اندر رہ کر اسے اسی بنگلے کی طرف لے جانے لگا۔ بنگلے کے باہر ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ دوسرا مسلح گارڈ چھت پر کھڑا ہوا تھا۔ ان دونوں سے کہا گیا تھا کہ وہ آج رات بہت زیادہ محتاط رہیں۔ کسی قسم کا شبہ یا خطرہ محسوس ہو تو فوراً انہیں اطلاع دیں۔

راٹھور اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا گیٹ پر آیا پھر وہاں کے بنے ہوئے کیبن میں آ کر اس نے فون کے ذریعے مسلح گارڈ سے کہا ''میں راٹھور ہوں۔ گیٹ کھولو۔''

مسلح گارڈ نے جواب دیا ''سوری سر! ابھی حکم دیا گیا ہے کہ آپ کے لیے دروازہ نہ کھولا جائے۔ پلیز آپ واپس چلے جائیں۔''

وہ دونوں مسلح گارڈز بھی یوگا کے ماہر تھے ان کے دماغوں کے اندر پہنچا نہیں جا سکتا تھا۔ ویسے جگدیش یہ جانتا تھا کہ دونوں میں سے ایک گارڈ نیچے رہتا ہے ایک اوپر چڑھ کر دور تک دیکھتا رہتا ہے۔

اس بنگلے کے قریب ہی ایک اونچا سا درخت تھا۔ تیار شدہ منصوبے کے مطابق کوٹھانی اس درخت پر چڑھ گیا پھر وہاں سے چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ دوسرا مسلح گارڈ نظر آ رہا تھا۔ پچھلے پہر کا چاند نکل چکا تھا۔ کوٹھانی نے چاند کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا پھر ٹریگر کو دبایا۔ ٹیلی اسکوپک گن کے ذریعے نشانہ درست لگا۔ وہ کسی آواز کے بغیر ہی وہیں اچھل کر چھت پر گر کر تڑپ کر مر گیا۔

اس کی گن میں سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ اس لیے آواز دور تک نہیں جا سکتی تھی۔ ایک طرف سے جگدیش راٹھور اور ایک طرف کوٹھانی درخت سے اترنے کے بعد احاطے میں داخل ہو گئے تھے۔ اب وہ دونوں باغیچے میں داخل ہو کر جھاڑیوں کی اوٹ میں چھپ کر اس مسلح گارڈ کی طرف آ رہے تھے پھر انہوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ مسلح گارڈ نے بھی فائرنگ شروع کر دی لیکن وہ تنہا کب تک لڑ سکتا تھا، آخر کار مارا گیا۔

فائرنگ کی آواز اندر تک جا رہی تھی۔ مانک لال اور راج تلک اروڑا سمجھ گئے کہ دشمن آ پہنچے ہیں اور اب وہ اندر آنا چاہیں گے۔ مانک نے فون کے ذریعے مقامی آرمی کیمپ کے افسران کو فون پر مخاطب کیا پھر اپنے بنگلے کا فون نمبر اور پتا بتا کر کہا کہ یہاں فوراً پہنچا جائے۔ ہماری جان کو خطرہ ہے۔ مسلح دشمن باہر فائرنگ کر رہے ہیں۔ کسی وقت بھی دروازہ توڑ کر یہاں آ سکتے ہیں۔

ایسا بولنے کے دوران میں ہی باہر کا دروازہ توڑ دیا گیا۔ وہ دونوں دندناتے ہوئے اندر آ کر سیدھے ڈرائنگ روم میں پہنچے۔ وہاں مانک لال اور راج تلک اروڑا کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ وہ ان کا رخ چنڈال کی طرف کیے ہوئے کھڑے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی راج نے کہا ''خبردار! اگر ہماری طرف گولی چلائی۔ ہم مرنے سے پہلے چنڈال کو مار ڈالیں گے۔''

چنڈال صوفے پر لیٹا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ کسمسا کر ہوش میں آ رہا تھا۔ اسے جو دوا انجیکٹ کی گئی تھی اس کا اثر ختم ہو چکا تھا۔ مانک لال نے کہا ''راٹھور! تم ہمارے ساتھی ہو۔ آرمی کے بہت بڑے افسر ہو لیکن اس وقت دشمن بن کر آئے ہو اور یہ دشمنی اپنی مرضی سے نہیں کر رہے ہو۔ تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا گیا ہے۔''

راٹھور نے کہا ''یہی سمجھ لو اور چنڈال کو ہمارے حوالے کر دو۔''

راج نے پوچھا ''پہلے یہ بتاؤ اس وقت تمہارے دماغ میں کون ہے؟ ہم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ صرف چنڈال ہی خیال خوانی کے ذریعے واردات کر رہا ہے اور ہمارے ساتھیوں کو ہلاک کر رہا ہے اور ہم سے بھی دشمنی کر رہا ہے لیکن یہ تو اب تک بے ہوش پڑا ہوا تھا پھر تم کس کے معمول اور تابعدار ہو؟''

ٹونی جے نے جگدیش کی زبان سے کہا ''اس بحث میں نہ پڑو کہ میرے دماغ میں کون آیا ہوا ہے؟ بس کوئی ہے چنڈال کو یہاں سے لے جانا چاہتا ہے۔ اسی لیے میں یہاں اس کا آلہ کار بن کر آیا ہوں۔''

چنڈال آنکھیں کھول کر ان سب کو دیکھ رہا تھا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ان آرمی افسران نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا۔

مانک نے کہا ''چنڈال! تم نے ہمیں بہت زبردست دھوکا دیا ہے۔ ابھی یہ دوسرا خیال خوانی کرنے والا جو تمہاری مدد کر رہا ہے۔ یہ یقیناً ٹونی جے ہے۔ تم نے اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ ہمیں دھوکا دیا تھا کہ اسے یہاں لا رہے ہو لیکن تم اسے یہاں نہیں لائے تھے۔ اس کی ڈمی کو یہاں لا کر ہمارے دو افسران کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے حادثے میں مار ڈالا۔''

چنڈال نے کہا ''ہاں..... ایک دن تو یہ بھید کھلنا ہی تھا۔ اب چونکہ تمہارے تمام ساتھی مارے گئے ہیں۔ تم دونوں بچ گئے ہو۔ اس لیے اپنے ہتھیار پھینک دو تو بہتر ہے۔ مجھے مار ڈالو گے تو میرے یہ دونوں آلہ کار تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

مانک نے کہا ''ویسے بھی یہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں

گے۔ لہٰذا ہم مرنے سے پہلے انہیں مار ڈالیں گے اور تمہیں بھی خیال خوانی کرنے کے لیے اس دنیا میں رہنے نہیں دیں گے۔''

میں ان کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ انکشاف ہوا تھا کہ چنڈال نے کسی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ اب بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اس امریکی کو ہندوستانی بنا دیا ہے اسے ہندی زبان سکھا دی ہے اور اس کا نام مہادیو بھاٹیا رکھ دیا ہے۔

یہ میرے لیے نئی بات تھی۔ یہ کبھی سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ چنڈال ایسی زبردست چال چلے گا۔ ہندوستان میں بیٹھ کر ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کرے گا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنائے گا پھر اسے ایک خالص ہندوستانی کے روپ میں پیش کرے گا۔

چنڈال نے کہا ''بھاٹیا! وقت ضائع نہ کرو۔ مجھے یہاں سے جلد از جلد نکل جانا چاہیے۔ ورنہ یہ پوری آرمی کو یہاں بلا لیں گے۔ تم میری فکر نہ کرو۔ یہ مجھے گولی مارتے ہیں مارنے دو۔ میں اس قید سے تنگ آ چکا ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ گولی چلاؤ۔''

اس کی بات پوری ہوتے ہی مانک اور راج نے ان دونوں کی طرف فائرنگ کی۔ وہ دونوں آلہ کار اچھل کر ادھر ادھر چلے گئے پھر انہوں نے جوابی فائرنگ کی۔ وہ بھی بچنے کے لیے صوفے کے پیچھے چھپ گئے۔ ایسے وقت چنڈال اونچی آواز میں منتر پڑھنے لگا۔

اب وہ شاید کالے جادو کے ذریعے اپنی حفاظت آپ کر رہا تھا۔ دونوں طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ ایسے وقت راج زخمی ہو گیا۔ ٹونی نے فوراً اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذریعے مانک پر گولی چلائی۔ مانک لال وہیں ڈھیر ہو گیا۔ راج تلک پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ یہ میں نے کیا کیا؟ میں نے اپنے ساتھی اور اعلیٰ افسر کو گولی ماردی تو کیا میرے دماغ پر بھی ان لوگوں نے قبضہ جما لیا ہے؟

ٹونی نے کہا ''ہاں..... اب ہم وقت ضائع نہیں کریں گے۔ اپنی طرف گولی چلاؤ۔''

اس نے دوسرے ہی لمحے میں خودکشی کر لی۔ چنڈال خوش ہو کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر مستی میں کہنے لگا ''اے بھگوان! تیرا شکر ہے۔ ایک طویل عرصے کے بعد مجھے رہائی مل رہی ہے۔ اب میں آزاد رہ کر زندگی گزاروں گا۔''

ایسے وقت میں نے راٹھور کے ذریعے کہا ''نہیں چنڈال! اتنی خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔ آرام سے بیٹھو اور مجھے مہادیو کی ہسٹری سناؤ۔ بلکہ مجھے اس کے دماغ میں پہنچا دو۔''

چنڈال نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ٹونی جے نے کہا ''اوہ گاڈ! معلوم ہوتا ہے کہ وہی انجنی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں چھپ کر مجھے دھوکا دیتا رہا تھا۔ اب خود کو یہاں ظاہر کر رہا ہے۔''

چنڈال نے فوراً ہی کوٹھانی کے دماغ میں پہنچ کر راٹھور پر گولی چلائی۔ راٹھور لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ اس کے بعد اٹھ نہ سکا۔ چنڈال نے ناگواری سے کہا ''پتا نہیں یہ کم بخت کون ہے؟ دہلی سے میرے پیچھے پڑا ہوا ہے اب یہاں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جسے وہ آلہ کار بنا کر میرے قریب آ سکے گا۔ بھاٹیا! اب مجھے یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔ باہر کوئی گاڑی ہے؟''

''ہاں ایک نہیں دو گاڑیاں ہیں۔ ایک جگدیش کی ہے اور ایک اندرا کوٹھانی کی ہے۔''

وہ باہر جانے کے لیے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ اسی وقت میں نے کوٹھانی کے ذریعے گولی چلائی۔ گولی اس کے قدموں میں فرش پر لگی۔ وہ ایک دم سے اچھل کر صوفے پر گر پڑا اور حیرانی سے کوٹھانی کو دیکھتے ہوئے بولا ''ابے او کتے کے بچے!

تیرا دماغ خراب ہوگیا ہے؟ اپنے عامل پر گولی چلا رہا ہے۔''

کوٹھانی نے کہا ''کتے تو تم ہو۔ بھونکتے رہو گے اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے قریب پہنچ رہا ہے گا۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ وہ میرے اندر نہیں آ سکتا تھا؟''

یہ سنتے ہی چنڈال پھر اونچی آواز میں منتر پڑھنے لگا۔ ٹونی کوٹھانی کے اندر آ کر اس کے ہاتھوں سے گن گرانا چاہتا تھا۔ اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کے دماغ پر مضبوطی سے قبضہ جما لیا تھا کہ اس کے خیالات کی لہریں اسے متاثر نہیں کر رہی تھیں اور نہ ہی اس کے زیر اثر آ رہی تھیں۔

اس نے چنڈال کے پاس جا کر کہا ''بہت گڑبڑ ہوگئی ہے۔ اس اجنبی ٹیلی پیتھی نے ہمارے اس آلہ کار کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ میری خیال خوانی کی لہریں اس کی خیال خوانی کے سامنے کمزور پڑ رہی ہیں۔''

وہ یہ سنتے ہی اور زور زور سے منتر پڑھنے لگا۔ میں نے کہا ''چنڈال! تم اپنے منتروں کے ذریعے نہیں بچ سکو گے۔ میں تمہیں زخمی کروں گا اور تمہارے اندر آ جاؤں گا۔ تم نے مجھے بھاٹیا کے اندر نہ پہنچایا تو تمہیں مار ڈالوں گا۔''

وہ میری نہیں سن رہا تھا۔ زور زور سے منتر پڑھتا جا رہا تھا۔ میں نے اسے پھر ایک بار وارننگ دی۔ وہ جب سنی ان سنی کرنے لگا تو میں نے کوٹھانی کے ذریعے ایک فائر کیا۔ گولی اس کے شانے پر جا کر لگی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا صوفے کی پشت سے لگ گیا پھر سیدھا بیٹھ کر منتر پڑھنے لگا۔ وہ اپنے زخم کو بھول رہا تھا۔ منتروں کو ہمت دے رہا تھا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اب میری خیال خوانی کی لہروں کو نہ روک سکتا تھا۔

اس کے ابتدائی خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ وہ آتما شکتی کے سلسلے میں منتر پڑھ رہا ہے اور یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہے کہ اسے مرنا ہے۔ لہٰذا وہ مرتے ہی اپنی آتما کو کسی دوسری جگہ پہنچانے والا ہے۔

میں عارضی طور پر بھول گیا تھا کہ وہ آتما شکتی کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ سکتا ہے۔ ایک جسم کے مرنے کے باوجود وہ دوسرے جسم میں زندگی حاصل کر سکتا ہے۔ میں نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن نہ کر سکا۔ پتا چلا کہ ٹونی نے پوری طرح سے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے کہ وہ زخمی ہونے کے باوجود دماغی طور پر کمزور نہیں ہے۔

میں نے اس کے دماغ میں پھر سے زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ منتر پڑھنا بھول جائے یا اس کے منتروں کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہو جائے۔ تاکہ وہ آتما شکتی کے سلسلے میں ناکام رہے لیکن میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔

پتا نہیں اس نے تمام منتر پورے پڑھ لیے تھے؟ یا ان منتروں کا جاپ ادھورا رہ گیا تھا؟ اس سلسلے میں کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ اسے ختم کر دینا ہی بہتر ہوگا۔ اگر منتر ادھورے رہ جاتے۔ تو وہ کبھی دوسری زندگی حاصل نہ کر پاتا۔ اگر اس نے منتر پورے پڑھ لیے ہوں گے تو یہ اس کی خوش قسمتی ہوگی۔ اسے نئی زندگی مل جائے گی۔

میں نے کوٹھانی کے اندر آ کر اس کے ذریعے گولی چلائی ایک کے بعد دو، دو کے بعد تین تڑاتڑ فائرنگ کرتے ہوئے اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ وہ صوفے پر سے اوندھے منہ گرتے ہوئے فرش پر آ گرا اور چاروں شانے چت ہوگیا۔ اس کے دیدے پھیل گئے۔ سینے کی دھڑکنیں رک گئیں اور جسم ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگیا۔

ان لمحات میں وہ مر چکا تھا۔ اب وہ زندگی حاصل نہیں کر سکتا تھا مگر پتا نہیں اس کی آتما کس کے جسم کو زندگی دینے والی ہوگی؟

☆☆☆

کالیا اسرانی کو تین کروڑ کے ہیروں کی فکر تھی۔ ارچنا وہ ہیرے لے کر فرار ہوگئی تھی۔ اب وہ ثمر سلطانہ کے ساتھ ایک کار میں بیٹھا اسے تلاش کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اتنے قیمتی ہیرے لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر نہیں کرے گی۔ اسے کہیں نہ کہیں پکڑے جانے کا اندیشہ ہوگا۔ لہٰذا پہلے وہ انہیں فروخت کرے گی۔ رقم وصول کرے گی۔ اس کے بعد یہ شہر چھوڑ کر جائے گی۔

اسی یقین پر وہ اسے اس شہر کی تمام گلیوں اور شاہراہوں پر تلاش کر رہا تھا۔ جیولرز مارکیٹ پہنچ کر اس نے کار کو ایک فٹ پاتھ کے کنارے روکا پھر ثمر سلطانہ سے کہا کہ یہاں ایک جوہری سے میرا لین دین ہے۔ ارچنا کو بھی وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ شاید وہ ادھر آئی ہو۔ تم میرا انتظار کرو میں معلوم کر کے ابھی آتا ہوں۔

وہ اسے کار میں تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ جبکہ وہ تنہا نہیں تھی۔ اجنبیا بھی اس کے اندر سمائی ہوئی تھی اور یہ ضد کر رہی تھی کہ وہ فرمان کو اپنے اندر آنے دے اور اس سے بات کرے۔

گزشتہ اقساط میں ذکر ہو چکا ہے کہ ایک مل مالک کے قتل کے الزام میں پولیس والے ثمر سلطانہ کو تلاش کر رہے تھے اور اس کی تصویر انہوں نے ٹی وی چینلز کے ذریعے نشر کی تھی۔ فرمان نے وہ تصویر دیکھی تھی پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا اس کے دماغ تک پہنچ گیا تھا۔ اس سے دوستی کرنا چاہی کہ وہ

پولیس والوں سے اسے بچائے گا۔ اس کی حفاظت کرے گا۔

ایسے وقت اجنبیا اس کے اندر فرمان کی آواز سن کر چونک گئی تھی۔ مچل رہی تھی اور ثمر سلطانہ سے کہہ رہی تھی کہ وہ اس سے باتیں کرے وہ اس کا محبوب ہے۔ اس کا نام فرمان ہے۔ وہ اس کی محبوبہ بھی ہے اور دھرم پتنی بھی ہے۔

جب وہ محبت سے تڑپ رہی تھی اور بولتی جا رہی تھی۔ تب فرمان نے آواز سنی تھی لیکن الفاظ سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے دور کہیں سے کوئی دوسری عورت بھی بول رہی ہے۔

اس نے ثمر سلطانہ سے پوچھا تھا کہ تمہارے اندر دوسری آواز کیسی ہے؟ ثمر سلطانہ نے بات بنائی تھی کہ اس کا ذہن کبھی کبھی ایب نارمل ہو جاتا ہے۔ ایک کے بجائے کئی آوازیں ابھرنے لگتی ہیں پھر وہ نارمل ہو جاتی ہے۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ فرمان جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے اندر اجنبیا کی موجودگی محسوس ہو۔ یہ بات بڑی مضحکہ خیز تھی کہ اس کے اندر کسی دوسری عورت کی آتما سمائی ہوئی ہے اور وہ ایک کے اندر دو ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں پھر جب سے فرمان ثمر سلطانہ کے دماغ میں آنے لگا تھا۔ تب سے وہ دونوں ایک دوسرے سے یوں لڑ رہی تھیں۔ جیسے دو سوکنیں ایک دوسرے سے لڑتی رہتی ہیں۔

ثمر کو ابھی فرمان سے محبت نہیں ہوئی تھی لیکن اس کی ذات سے اس لیے دلچسپی تھی کہ اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے مددگار کی ضرورت تھی۔ اس کی عقل کہہ رہی تھی کہ فرمان اس کے برے وقت میں کام آ سکتا ہے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اجنبیا اس کے اندر رہ کر خود کو ظاہر کرے۔ اسے اپنی طرف کھینچے اور اپنی اہمیت جتائے۔ اس پر حاوی ہو جائے۔ اس کا محبوب اسے ترجیح دے اور اس کی اہمیت کو صفر کر دے۔ وہ پہلے بھی صفر ہو چکی تھی۔ اب نہیں ہونا چاہتی تھی۔

اس نے اجنبیا کو وارننگ دی تھی کہ اگر وہ آئندہ فرمان کی موجودگی میں اس کے اندر بولے گی تو پھر وہ فرمان کو اپنے اندر آنے نہیں دے گی۔

جب کالیا اسرانی ثمر سلطانہ کو کار میں تنہا چھوڑ کر ایک جیولر کے پاس گیا تو اجنبیا اس کے اندر مچلنے لگی۔ کہنے لگی کہ کر کے اپنے اندر بلاؤ۔ میں اس کی آواز سننا چاہتی ہوں۔

ثمر سلطانہ بھی اسے بلانا چاہتی تھی۔ صرف دوستی قائم رکھنا چاہتی تھی۔ جب اجنبیا بہت زیادہ خوشامد کرنے لگی۔ تو وہ گاڑی سے اتر کر قریبی ٹیلی فون بوتھ میں فرمان سے بات کرنے گئی۔ اس کا ذکر بھی پہلے ہو چکا ہے۔ جب وہ فرمان سے بات کر رہی تھی تو اجنبیا اس کی آواز سن کر تڑپ رہی تھی۔ اس سے رہا نہ گیا۔ وہ بولنے لگی۔ اپنے فرمان کو پکارنے لگی۔ ایسے وقت ثمر سلطانہ نے سانس روک لی۔ فرمان کو اپنے دماغ سے بھگا دیا۔ وہ تڑپ کر بولی ''یہ تم نے کیا کیا؟''

''تمہارے ساتھ اب میں یہی کروں گی۔ اب اسے کبھی نہیں بلاؤں گی۔ تم بہت جھوٹی اور مکار ہو۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ اپنی آواز نہیں سناؤ گی اور تم اسے پکار رہی تھیں۔''

اجنبیا پھر اس کی خوشامدیں کرنے لگی کہ وہ اسے اپنے اندر بلائے لیکن اس نے انکار کر دیا

اس کی سانس رکتے ہی فرمان اس کے دماغ سے نکل گیا۔ اس نے پہلے بھی ثمر سلطانہ کے اندر کسی کی ہلکی ہلکی سی آواز سنی تھی۔ جیسے کوئی دور سے بول رہی ہو۔ اس کے الفاظ صاف طور سے سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ فرمان نے ثمر سے پوچھا تھا کہ یہ کیسی آواز ہے؟

ثمر سلطانہ نے اس کے اس سوال کو ٹال دیا تھا۔ اب وہ دوسری بار آ کر پھر کسی کی آواز سن کر گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی کے اندر سے دو لڑکیوں کی آوازیں کیسے ابھرتی ہیں؟ ایک تو خود ثمر سلطانہ کی آواز ہے۔ دوسری کسی اور کی یہ ماجرا کیا ہے؟

اس نے اب سے پہلے ثمر کے اندر رہ کر کالیا کی آواز سنی تھی۔ سوچ رہا تھا کہ اس کے دماغ میں بھی جا کر معلوم کرنا چاہیے۔ شاید اس کے خیالات سے ثمر سلطانہ کے بارے میں معلوم ہو سکے کہ یہ کس طرح اسرانی کے پاس آئی ہے؟ اور وہ اسے کس طرح تحفظ دے رہا ہے؟ شاید وہ سلطانہ کے اندر کی بات جانتا ہو کہ اس کے اندر سے دو آوازیں کیسی ابھرتی ہیں؟ اس کے دماغ میں یہ کیا ہوتا رہتا ہے؟ وہ اس بھید کو جاننا چاہتا تھا۔

پہلے وہ اسرانی کے دماغ میں اس لیے نہیں گیا کہ وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ سانس روک لے گا اور سمجھ لے گا کہ کوئی دشمن اس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ وہ ثمر سلطانہ کو بھی منع کرے گا کہ کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہے تو وہ ہرگز نہ آنے دے۔ اس طرح فرمان کا راستہ رک جائے گا۔ سلطانہ سے ابھی دوستی ہو رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دوستی کی راہ میں کوئی رکاوٹ ہو۔

جب وہ اسے بار بار اپنے دماغ سے نکالنے لگی۔ کبھی دوستی کبھی دوری اختیار کرنے لگی تو اس نے مجبور ہو کر سوچا کہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہی چاہیے۔ لہٰذا وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا کالیا کے اندر پہنچ گیا۔ اسے جگہ مل گئی۔ اس کا خیال غلط تھا کہ وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ ایسی کوئی بات

نہیں تھی۔ وہ اچھا خاصا صحت مند تھا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ ہپناٹزم کا ماہر ہے۔ اسمگلنگ کا دھندا کرتا ہے اور رات کو ضرور پیتا ہے۔

اس کی اس عادت نے فرمان کو اس کے اندر پہنچا دیا۔ وہ اس کے خیالات پڑھتا گیا اور حیرانی و خوشی سے یہ معلوم کرتا گیا کہ اس کی انیتا ثمر سلطانہ کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ کالیا نے اپنے تنویمی عمل کے ذریعے اسے جبراً چھپا دیا ہے۔ تاکہ وہ ثمر سلطانہ کو پریشان نہ کرے۔

فرمان نے اسرانی کے اندر سوال پیدا کیا کہ یہ انیتا کے ساتھ ظلم نہیں ہے؟

''ہرگز نہیں ہے۔ پہلے انیتا کے باپ چنڈال نے ثمر سلطانہ پر ظلم کیا۔ یہ حالات سے گھبرا کر خودکشی کرنا چاہتی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی طرح بچ جاتی۔ اس کی عزت بھی بچ جاتی اور اسے خودکشی کرنی نہیں پڑتی لیکن چنڈال نے اسے مار ڈالا اور اس کے اندر اپنی بیٹی کو پہنچا دیا۔ اس لڑکی سے اس کا خوب صورت جسم چھین کر اس پر ظلم کیا پھر اسے انیتا کے اندر پھل دیا۔ یہ بے چاری تڑپتی رہتی تھی۔ اپنی پوری شخصیت کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی تھی لیکن جادو اور تنویمی عمل کے ذریعے چنڈال نے اپنی بیٹی کو اس پر حاوی کر رکھا تھا۔''

فرمان نے اپنے طور پر سوچا ''عجیب معاملہ ہے۔ اگر انیتا کے ساتھ انصاف کیا جائے تو ثمر سلطانہ کے ساتھ ناانصافی ہوتی تھی۔ اس کا جسم اپنا نہیں رہتا تھا۔ انیتا کے مصرف میں آجاتا تھا اور اگر انیتا کو اس کے اندر دبا کر رکھا جاتا تو یہ اس پر ظلم ہوتا کہ اسے ایک نئی زندگی دینے کے بعد ثمر سلطانہ کے اندر قیدی بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔''

اسرانی اس وقت ایک جیولر سے بات کر رہا تھا۔ ارچنا کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ جیولر نے کہا ''ہاں..... وہ میرے پاس آئی تھی۔ اس کے ساتھ ایک جوان بھی تھا۔ اس نے دو چھوٹے چھوٹے ہیرے دکھائے تھے اور کہا تھا کہ اس کے پاس اور بھی ہیں۔ پہلے ان کی قیمت طے کی جائے۔ میں نے قیمت بتائی لیکن بات نہ بن سکی۔ وہ یہ کہہ کر چلی گئی کہ اگر اسے اس کی مطلوبہ قیمت نہ مل سکی۔ تو وہ مجھے ہیرے لاکر دے گی اور رقم لے جائے گی۔''

اسرانی نے سوچتے ہوئے کہا ''اس کا مطلب ہے کہ وہ تمہارے پاس دوبارہ آسکتی ہے۔ کیا تمہیں اندازہ ہے کہ وہ اور کس جیولر کے پاس گئی ہوگی؟''

وہ بولا ''تھوڑی دیر پہلے رام آنند جیولر نے مجھ سے فون پر پوچھا تھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی لڑکی ابھی ہیرے لے کر آئی تھی؟ میں نے اس سے کہا کہ ہاں آئی تھی اور میں نے اسے اپنے حساب سے قیمت بتائی ہے۔''

اسرانی نے کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر کہا ''پھر تو وہ ضرور رام آنند جیولر کے پاس گئی ہے۔ سالی کہاں جائے گی؟ دیکھ لوں گا اسے۔''

وہ تیزی سے چلتا ہوا اس دکان سے نکلا پھر اسی مارکیٹ کی دوسری دکان کی طرف جانے لگا۔ رام آنند جیولر کی دکان مارکیٹ کے آخری سرے پر تھی۔ رام آنند اپنی دکان کی گدی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہیں کاؤنٹر کے پاس ایک جوان کھڑا ہوا تھا۔ اس پہلے جیولر نے فون کے ذریعے اسے بتا دیا تھا کہ کالیا اس طرف آرہا ہے اور وہ ارچنا کو تلاش کر رہا ہے۔ وہاں کے تمام جیولرز ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اور چوری کا مال خریدنے میں ایک دوسرے کے رازدار بن کر رہتے تھے اور جو مال بیچنے آتا تھا۔ اسے کسی طرح کا نقصان پہنچنے نہیں دیتے تھے۔ پولیس سے بھی بچائے رکھتے تھے۔

اسرانی نے دکان کے اندر آتے ہی پوچھا ''سیٹھ صاحب! ارچنا یہاں آئی تھی؟''

رام آنند نے انجان بنتے ہوئے پوچھا ''کون ارچنا؟''

''کیا اتنی جلدی بھول گئے؟ وہ دو بار یہاں میرے ساتھ آچکی ہے۔''

''اچھا وہ سندری لڑکی۔ جو تمہارے ساتھ ہیرے موتی کا دھندا کرتی ہے۔''

''ہاں..... وہ یہاں آئی ہے۔ مجھے سچ بتاؤ۔ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ میرا تمہارا برسوں سے لین دین چل رہا ہے۔''

''اسرانی بھائی! کیسی باتیں کرتے ہو؟ تمہارے سامنے سندر چھوکری کیا چیز ہے۔ تم سے تو ہمارا لاکھوں کروڑوں کا دھندا چلتا ہے۔''

کالیا نے اس نوجوان کی طرف دیکھا پھر کہا ''میں تم سے اکیلے میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

رام آنند نے اس نوجوان سے کہا ''میں تم سے ابھی دھندے کی باتیں کروں گا۔ تم ادھر میرے کیبن میں جا کر بیٹھ جاؤ۔ میں ذرا ان سے بات کرلوں۔''

وہ نوجوان وہاں سے اس کیبن کے اندر چلا گیا۔ فرمان خاموشی سے رام آنند کے خیالات پڑھ رہا تھا اور معلوم کر رہا تھا کہ ارچنا اسی دکان کے اس کیبن میں چھپی ہوئی ہے جہاں ابھی وہ نوجوان گیا ہے اور وہ نوجوان ارچنا کا ساتھی ہے۔

اسرانی اس سے کہہ رہا تھا ''ارچنا بہت ہی مکار لڑکی ہے۔ وہ میرے تین کروڑ کے ہیرے لے کر بھاگ گئی ہے۔ ان

ہیروں کو دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔ تین کروڑ بھی کم ہیں لیکن وہ سور کی بچی انہیں اونے پونے بیچ کر یہاں سے بھاگ جائے گی۔''

''اسرانی بھائی! یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ یہاں سے ہیرے بیچ کر ہی جائے۔ وہ دوسرے شہر میں جا کر بھی بیچ سکتی ہے۔''

''نہیں..... نہیں..... وہ بہت چالاک ہے یہ جانتی ہے کہ میں اس کے پیچھے پڑا ہوا ہوں اور میرے جیسے دھندا کرنے والوں کو بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ بہت قیمتی ہیرے لے کر کہیں چھپی ہوئی ہے پھر پولیس کا بھی ڈر ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ اتنا قیمتی مال لے کر جائے گی تو پکڑی جائے گی۔''

''تم اسے کہاں کہاں ڈھونڈتے پھرو گے؟ میرا وعدہ ہے کہ وہ جب بھی یہاں آئے گی۔ میرے پاس مال بیچنا چاہے گی تو میں فوراً ہی تمہیں فون پر بتا دوں گا۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا ''اچھا میں چلتا ہوں۔ اسی بازار میں دیکھتا ہوں۔ کہیں نہ کہیں تو ضرور ملے گی۔''

وہ اس سے مصافحہ کر کے چلا گیا۔ جیسے ہی وہ باہر گیا۔ رام آنند نے اپنے ملازم چھوکرے سے کہا ''جا اس کے پیچھے دور دور رہ کر دیکھ کہاں جاتا ہے؟ واپس آنے لگے تو فوراً بتا دینا۔''

وہ چھوکرا اسرانی کے پیچھے چلا گیا۔ رام آنند اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کیبن میں آیا۔ وہاں ارچنا اس جوان کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر بولی۔

''رام آنند جی! شکریہ آپ نے اس دشمن سے مجھے بچالیا۔''

وہ اس کے قریب ایک صوفے پر بیٹھ کر بولا ''کیسے نہ بچاتا؟ تم مجھے یہ مال دو کروڑ میں دے رہی ہو اگر یہی ہیرے اس کے پاس ہوتے تو تین کروڑ سے کم نہ لیتا۔ تم مجھے فائدہ پہنچا رہی ہو۔ میں تمہیں فائدہ پہنچاتا رہوں گا۔ ایک گھنٹے کے بعد یہاں سے کلکتہ میل روانہ ہونے والی ہے۔ میرا آدمی ٹکٹ لے کر آرہا ہے وہ تمہیں ٹیکسی میں بٹھا کر اسٹیشن پہنچا دے گا۔''

اس کے ساتھی نوجوان نے اپنی جیب سے پانچ سو روپے نکال کر رام آنند کو دیتے ہوئے کہا ''آپ مہربانی کر کے ایک رسید مگوا دیں۔ ارچنا برقعے میں چھپ کر میرے ساتھ جائے گی تو ہمیں اس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں رہے گا۔ وہ ارچنا کو پہچان نہیں سکے گا۔''

رام آنند نے کہا ''پیسے اپنے پاس ہی رکھو۔ میں ابھی رسید مگوا دیتا ہوں۔''

سدا بہار فلمی گیتوں کا نوٹیشن

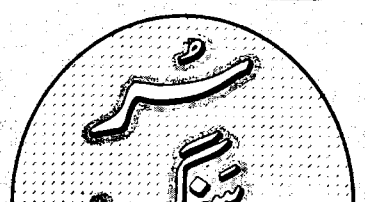

موسیقی کے دیوانوں کے لئے ایک منفرد تحفہ!
اس کتاب میں دیئے گئے گیتوں کا نوٹیشن ایسا ہے جس پر عمل کر کے گلوکاروں کی گائیکی کے مخصوص انداز بھی اپنائے جاسکتے ہیں۔ ''سرنوٹسی'' میں نئی علامات اختراع کر کے گلوکاروں کے ہر انداز کو اجاگر کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔ اپنی طرز کی ایسی کتاب پہلے کبھی شائع نہیں ہوئی۔

صفحات 208 | ڈاک خرچ 25 روپے | قیمت 200/-

کتاب کی قیمت، بمعہ ڈاک خرچ
بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ کریں

کتابیات پبلی کیشنز، کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
سول اسٹری ہیوز، رحمان بک ہاؤس اردو بازار کراچی، فون: 021-7766751

وہ وہاں سے اٹھ کر کیبن سے باہر چلا گیا۔ فرمان ارچنا اور اس کے ساتھی نوجوان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ارچنا اگرچہ اسرائی کو دھوکا دے رہی تھی لیکن وہ حالات سے مجبور ہو کر ایسا کر رہی تھی۔ کالیا نے اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنا کر رکھا تھا اور اپنے جائز و ناجائز احکام کی تعمیل کراتا رہتا تھا۔ وہ اس سے پریشان ہو گئی تھی۔ نجات حاصل کرنا چاہتی تھی۔

جب اسے یہ موقع ملا کہ وہ تین کروڑ کے ہیرے لے کر فرار ہو سکتی ہے تو اس نے پھر یہی کیا تھا۔ وہ عادت کی بری نہیں تھی۔ اچھے مزاج کی حامل تھی۔ ایک اچھی خوشگوار زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ اس نے ایک شخص سے شادی کی تھی لیکن وہ ناکارہ نکلا تھا۔ اس سے طلاق ہو گئی تھی۔ وہ دربدر ہو گئی تھی۔ سوتیلی ماں اسے اپنے گھر میں پناہ نہیں دیتی تھی۔ ایسے وقت میں اسرائی نے پناہ دی تھی لیکن اس سے اسمگلنگ کا دھندا کرانے لگا تھا اور اس کے بدن سے ایسے کھیلنے لگا تھا۔ جیسے مفت کا مال ہو۔

جب اس سے دل بھر جائے گا۔ وہ کسی کام کی نہیں رہے گی تو اسے اپنی زندگی سے بھی دھکے دے کر نکال دے گا۔

اس کا مستقبل کہیں محفوظ نہیں تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ خود ہی اپنے لیے کچھ کرنا ہوگا۔ کسی مرد کے بھروسے پر رہے گی تو اسی طرح ٹھوکریں کھاتی رہے گی۔ اب اس نے شیوا نامی نوجوان سے دوستی کی تھی۔ اسے محبت کرنے والے سے زیادہ ایک محافظ کی ضرورت تھی۔ شیوا اچھا خاصا تندرست جوان تھا۔ اس کے پاس ایک ریوالور رہا کرتا تھا۔ اس نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا تھا ''تم فکر نہ کرو۔ میں تمہارا محافظ بنوں گا اور ساری زندگی تمہارا ساتھ دیتا رہوں گا۔''

اسے کسی نہ کسی پر تو بھروسا کرنا ہی تھا۔ اس نے سوچا ''میرے پاس دولت ہے اور جب تک دولت رہے گی یہ نوجوان میرا فرماں بردار بن کر رہے گا۔ میں اسے کچھ عرصے تک آزمائی رہوں گی۔ اگر یہ سچا اور کھرا فرماں بردار ثابت ہوگا تو اس سے شادی کر کے ایک اچھی گھریلو زندگی گزاروں گی۔''

فرمان نے شیوا کے خیالات پڑھے۔ وہ ایک نکما نوجوان تھا۔ ہیرا پھیری کر کے زندگی گزار رہا تھا۔ تعلیم یافتہ تھا۔ کوئی روزگار نہیں تھا۔ کہیں نوکری نہیں ملتی تھی۔ اس لیے وہ غلط دھندوں میں پڑا ہوا تھا اور اب یہی دھندا اسے اچھا لگتا تھا۔ کم محنت سے زیادہ سے زیادہ آمدنی ہو جاتی تھی۔ کبھی فاقے ہوتے تھے اور کبھی ہزاروں روپے مل جاتے تھے۔ اس بار تو اسے دو کروڑ کی آسامی مل گئی تھی۔

فرمان ایسے لوگوں کے لیے دل میں ہمدردی رکھتا تھا جو اچھی زندگی گزارنا چاہتے ہوں لیکن جھوٹے اور دغا بازوں کے فریب میں آ کر ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں۔ انہیں سنبھلنے اور ایک اچھی زندگی گزارنے کا موقع نہیں ملتا۔ وہ سوچتا تھا کہ قدرت نے اسے ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے تو اسے ایسے لوگوں کی مدد کرنا چاہیے۔ گرنے والوں کو سنبھالنا چاہیے اور انہیں ایک اچھی زندگی کی طرف لے جانا چاہیے۔

وہ ارچنا کے اندر اس کی سوچ میں بولا ''مجھے شیوا پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ پہلے تو میری خوب صورتی اور جوانی کم عذاب نہ تھی۔ سب ہی لٹچاتے تھے اور اب تو میرے پاس دو کروڑ روپے بھی ہیں۔ اس کے لیے تو یہ مجھے قتل بھی کر سکتا ہے۔ قتل نہ کرے تب بھی میری رقم لے کر مجھے دھوکا دے کر بھاگ سکتا ہے۔ میں پھر پہلے کی طرح دوسروں کی محتاج ہو جاؤں گی۔''

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی کہ میں کیا کروں؟ کس پر بھروسا کروں؟ کسی کی پیشانی پر یہ لکھا نہیں ہوتا کہ یہ دیانت دار ہے اور یہ مجھ سے وفا کرے گا۔ آزمانا تو ہوتا ہے اور آزماتے آزماتے کئی بار دھوکا کھانا پڑتا ہے۔

فرمان نے اس کی سوچ میں کہا ''تو پھر دھوکا کھانے سے پہلے ہی اسے آزما لینا چاہیے۔ میں نے اپنی زندگی سنوارنے کے لیے کالیا کو دھوکا دیا۔ یہ شیوا اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لیے مجھے دھوکا دے سکتا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ میری رقم چرا کر فرار ہو جائے یا مجھے جانی نقصان پہنچائے۔ مجھے کسی نہ کسی طرح اس کی اصلیت معلوم کر لینا چاہیے۔''

وہ سوچنے لگی کہ وہ کس طرح سے اسے آزمائے؟

فرمان نے اس کے اندر تدبیر پیدا کی۔ وہ اس کے مطابق شیوا سے بولی ''تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ ذرا باہر جاؤ۔ دیکھو کہیں وہ دشمن واپس نہ آ جائے۔''

شیوا اس کا ہاتھ پکڑنے جا رہا تھا۔ وہ اپنا ہاتھ ہٹا کر بولی ''تم تو بس رومانٹک موڈ میں رہتے ہو۔ موقع محل بھی نہیں دیکھتے اس وقت میں بہت پریشان ہوں۔''

''میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ میں تو ابھی اس کالیا کا منہ توڑ دیتا۔ اسے معذور بنا کر چھوڑ دیتا لیکن میں بات بڑھانا نہیں چاہتا۔ تم جب کہو گی اسے ٹھکانے لگا دوں گا۔''

''اچھا اچھا۔ زیادہ باتیں نہ کرو۔ باہر جا کر دیکھو۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی اس نے کیبن کے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر اپنے بیگ میں

سے دو کروڑ کی گڈیاں نکالیں۔ وہ بڑے بڑے نوٹ تھے۔ اس لیے گڈیاں بہت زیادہ نہیں تھیں۔ اس نے اسے دوسرے بیگ میں منتقل کر دیا اور دوسرے بیگ کی چیزیں اس نیلے بیگ میں رکھ دیں۔ جس میں پہلے وہ رقم رکھی ہوئی تھی۔

کالیا اسرائی اسے تلاش کرتا رہا لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئی۔ وہ تھک ہار کر ثمر سلطانہ کے پاس آ گیا۔ وہ اسی کار میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی بولی ''تمہیں سوچنا تو چاہیے تھا کہ میں ایک گھنٹے سے یہاں اکیلی بیٹھی ہوئی ہوں۔''

وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر کے بولا ''ثمر سلطانہ! اس مارکیٹ میں اس کی موجودگی کا پتا چل رہا تھا۔ اس لیے میں اسے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ پتا نہیں کم بخت کہاں غائب ہو گئی ہے؟''

وہ بولی ''گم ہونے والی چیز اتنی آسانی سے نہیں ملتی۔ اس کے لیے پریشانی تو اٹھانا پڑتی ہی ہے۔ بس تلاش کرتے رہو۔ کبھی نہ کبھی تو وہ مل ہی جائے گی۔''

اس نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا ''ابھی ایک گھنٹے بعد ایک ٹرین کلکتہ جانے والی ہے اور ٹھیک ایک گھنٹے بعد ایک فلائٹ گھٹنڈو جانے والی ہے۔ ہمیں دونوں جگہ جا کر دیکھنا ہوگا۔''

''ہم ایک ہی وقت دونوں جگہ کیسے جا سکتے ہیں؟''

''یہی تو میں سوچ رہا ہوں کہ تمہیں ریلوے اسٹیشن پہنچا کر خود ائرپورٹ کی طرف چلا جاؤں۔ تم اسے تمام پلیٹ فارم اور ٹرین میں تلاش کرو گی۔''

''اگر وہ نظر آ جائے تو میں اسے کیسے روک سکوں گی؟''

''تم موبائل کے ذریعے فوراً ہی مجھے باخبر کرنا۔ میں تیر کی طرح وہاں پہنچوں گا۔ تم اسے باتوں میں لگائے رکھو گی۔''

''اچھی بات ہے مگر میں پریشان ہو رہی ہوں۔''

''اب کیا پریشانی ہے؟''

''یہی انیتا جو میرے اندر سمائی ہوئی ہے۔ پریشان کرتی رہتی ہے۔''

''میں نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے سلا دیا ہے۔''

''وہ کبھی کبھی بیدار ہو جاتی ہے۔ اپنے شوہر سے ملنے کی ضد کرتی رہتی ہے۔''

''یہ اس کا شوہر کہاں سے آ گیا؟''

''وہ شادی شدہ ہے۔ اس کے شوہر کا نام فرمان ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ انیتا کہتی ہے کہ میں اس سے رابطہ کروں تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری مدد کرتا رہے گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولا ''خبردار! ابھی اس سے رابطہ نہ کرنا۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے اندر آنے نہیں دینا۔ انیتا بکواس کرتی ہے۔''

''وہ بکواس کر کے مجھے پریشان کرتی رہتی ہے۔ اسی لیے تم سے کہہ رہی ہوں کہ اس بار ایسا تنویمی عمل کرو کہ وہ ہمیشہ کے لیے سو جائے۔ کبھی بیدار نہ ہو سکے۔''

وہ پریشان ہو کر بولا ''یہ کم بخت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا باپ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے جادو بھی جانتا ہے۔ اسے تو بالکل چپل کر رکھنا ہوگا۔ میں اس بار ایسا تنویمی عمل کروں گا کہ یہ ہمیشہ کے لیے تمہارے اندر سو جائے گی۔''

انیتا نے پریشان ہو کر اس کے اندر گڑگڑاتے ہوئے کہا ''بھگوان کے لیے ایسا نہ کرنا۔ میں تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ دیتی ہوں۔ مجھے ہمیشہ کے لیے نہ سلانا۔ ایسا کوئی ظالم عمل نہ کرانا۔ کیا تمہیں کسی کا دل توڑنا اور دو دلوں کو جدا کرانا اچھا لگتا ہے؟''

سلطانہ نے غصے سے کہا ''بکواس مت کرو۔''

کالیا نے چونک کر پوچھا ''یہ کیا کہہ رہی ہو میں کیا بکواس کر رہا ہوں؟''

وہ ایک ہاتھ سے پیشانی کو چھوتے ہوئے بولی ''میں تمہیں نہیں انیتا کو کہہ رہی ہوں۔ اس وقت یہ میرے اندر مچل رہی ہے۔ گڑگڑا رہی ہے کہہ رہی ہے کہ میں تم سے کوئی عمل نہ کراؤں۔''

''اسے بکواس کرنے دو۔ تم اپنے کام پر توجہ دو۔ یہ لو ریلوے اسٹیشن آ گیا ہے۔ یہاں سے پلیٹ فارم نمبر ایک پر جاؤ۔ وہاں کلکتہ جانے والی ٹرین کھڑی ہوگی۔ تم انیتا کی فکر نہ کرو۔ ہم ارچنا سے نمٹتے ہی اس سے بھی نمٹ لیں گے۔''

اس نے فٹ پاتھ کے کنارے گاڑی روک دی۔ وہ کار سے اتر کر وہاں سے چلتی ہوئی اسٹیشن کی عمارت میں داخل ہوئی۔ اس وقت انیتا کہہ رہی تھی ''میں تم سے وعدہ کرتی ہوں۔ اپنے فرمان کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اب تمہیں پریشان نہیں کروں گی۔ تم جیسا کہو گی۔ میں ویسا ہی کروں گی۔ کالیا

طالوت
قیمت فی حصہ 60/- روپے
ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے
③ حصوں میں (مکمل)
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

لالچی اور دھوکے باز ہے وہ کسی دن تمہیں دھوکا دے گا۔ تمہیں تباہ و برباد کر دے گا۔ ایک بار فرمان سے رابطہ کر کے اسے تمام حالات بتاؤ اور اس سے مدد لو۔''

سلطانہ نے طنزیہ انداز میں کہا ''ہاں..... میں اس سے مدد لوں۔ تاکہ وہ تمہارے بہکانے میں آ کر مجھے تمہارے جادوگر باپ کے پاس پہنچا دے۔''

''میں فرمان کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میرے باپ سے اس کی پرانی دشمنی ہے۔ وہ میرے باپ سے اس لیے بھی نفرت کرتا ہے کہ وہ مجھ جیسی بیٹی کو بھی اس سے جدا کر دینا چاہتا ہے۔ ہم دونوں کو کبھی ملنے نہیں دیتا۔ وہ بہت اچھا انسان ہے۔ دوسروں کے لیے اس کے دل میں محبت اور ہمدردی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ دوسروں کے کام آتا ہے۔ تمہارے بھی کام آئے گا۔ تم ایک بار اسے آزما کر تو دیکھو۔''

یہ تو اس کے دل کی بات تھی۔ وہ تو خود چاہتی تھی کہ فرمان سے اس سلسلے میں دوستی کرے اور اس کی ٹیلی پیتھی کو اپنے لیے سہارا بنا لے لیکن ایک مضبوط سہارا بنانے کے لیے۔ وہ کسی سوکن کو پالنا نہیں چاہتی تھی۔

اور پھر ایسی سوکن کہ فرمان کو معلوم ہوتا کہ اس کی بیوی اس کی محبوبہ انیتا اس کے اندر سمائی ہوئی ہے تو وہ بے چین ہو جاتا اور اس کے لیے تڑپنے لگتا۔ بار بار اس کے دماغ میں آتا اور ہو سکتا ہے کہ جبراً چلا آتا پھر وہ اسے روک نہ پاتی۔ لہٰذا اسے فی الحال اپنے سے دور رکھنا ہی مناسب تھا۔

وہ انیتا کے مشورے کے مطابق بے شک فرمان کو آزمانا چاہتی تھی لیکن پہلے اپنے اندر انیتا کو ہمیشہ کے لیے سلا دینا چاہتی تھی۔ انیتا نے کہا ''میرا تمہارا دماغ الگ نہیں ہے۔ میں سب سن رہی ہوں۔ جو تم سوچ رہی ہو۔ تم نے یہ طے کر لیا ہے کہ تم مجھے اپنے اندر سلا دو گی۔ مجھ پر عمل کراتی رہو گی۔ میں کتنی مجبور اور بے بس ہو گئی ہوں۔ میں اپنے محبوب اور پتی کو اپنی زندگی کے سب سے بڑے سہارے کو کبھی سہارے کے لیے پکار نہیں سکتی۔''

ارچنا اپنے ساتھی کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر آئی تھی۔ اسٹیشن کے سامنے گاڑی سے اتر رہی تھی۔ اس نے وہ نیلا بیگ شیوا کو دے دیا تھا اور اسے کہا تھا ''اس میں بہت بڑی رقم ہے۔ اپنے پاس رکھتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے۔ کوئی بھی چھین کر بھاگ سکتا ہے۔''

شیوا نے بڑی خوشی سے وہ بیگ لے کر اپنے کندھے سے لٹکاتے ہوئے کہا ''فکر نہ کرو۔ میں تمہارے اس بیگ کی حفاظت آخری سانس تک کرتا رہوں گا۔''

وہ ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے اسٹیشن کی عمارت کے اندر آئے۔ شیوا بہت خوش تھا۔ بیگ کا وزن بتا رہا تھا کہ اس میں پوری رقم رکھی ہوئی ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں سے اس بیگ میں ارچنا کو تمام رقم رکھتے ہوئے دیکھا تھا۔ اب اس کے دماغ میں یہ باتیں پک رہی تھیں کہ اس عورت کے ساتھ جانا اب کیا ضروری ہے؟ اسے سمجھا سنا دے کر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ یہ مانا کہ یہ خوب صورت ہے جوان ہے لیکن ایسی خوب صورت اور جوان عورتیں ان دو کروڑ روپوں میں بہت ملیں گی۔

فرمان اس کے ارادوں کو پڑھ رہا تھا اور اسے نظر انداز کر رہا تھا۔ اس نے خود ہی اس کے فرار ہونے کا راستہ ہموار کیا تھا۔ اس کے چلے جانے کے بعد ارچنا کا کچھ نہ بگڑتا۔ بلکہ اسے ایک بہروپیے عاشق سے نجات مل جاتی۔

فرمان جانتا تھا کہ ثمر سلطانہ بھی کالیا کی طرح ارچنا کو تلاش کر رہی ہے۔ اس نے موبائل کے ذریعے رابطہ کیا۔

ثمر سلطانہ پلیٹ فارم پر آ کر دور دور تک نگاہ دوڑا رہی تھی۔ اسی وقت موبائل کا بزر سنائی دیا۔ اس نے فون نکال کر سے آن کیا پھر کان سے لگا کر کہا ''ہیلو.....؟''

فرمان نے کہا ''میں بول رہا ہوں۔ تم مجھے دماغ میں نہیں آنے دیتی ہو۔ فون پر تو مجھ سے بات کر لیا کرو۔''

اس کے اندر انیتا خوش ہو گئی۔ سلطانہ سے بولی ''پلیز..... اس سے بات کرو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ مداخلت نہیں کروں گی۔ منہ سے کچھ نہیں بولوں گی۔ بس اپنے محبوب کی آواز سنتی رہوں گی۔''

سلطانہ نے فون پر کہا ''ہاں..... بولو کیا بات ہے؟''

''میں جانتا ہوں کہ تم ارچنا کو تلاش کر رہی ہو۔''

''تم کیسے جانتے ہو؟''

''ہم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے دور تک پہنچنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ امرالی تمہیں یہاں اسٹیشن کے پاس چھوڑ کر خود ائرپورٹ گیا ہے لیکن وہ کبھی ارچنا کو نہیں پا سکے گا۔''

''کیا تم اس کی حفاظت کر رہے ہو؟''

''یہی سمجھ لو۔ وہ ایک مظلوم عورت ہے۔ کیا تم اس کی ہسٹری جانتی ہو؟''

''مجھے ہسٹری جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''ضرورت ہے۔ ایک انسان کو دوسرے انسان کے بارے میں باخبر رہنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے تم انجانے میں کسی مظلوم کے ساتھ ظلم کر دو۔ تو کیا یہ انسانیت ہو گی؟''

''تم محبت، انسانیت اور مظلومیت کی بہت باتیں کرتے

ہو۔ کیا سب سے ہی ہمدردی کرتے پھرتے ہو؟''

''میرا دل ہی ایسا ہے۔ میں کسی کو دکھ نہیں پہنچانا چاہتا اور جو دکھ میں مبتلا ہو۔ اس کے دکھ دور کردینا چاہتا ہوں۔ جہاں تک مجھ سے ہوتا ہے میں ایسا کرتا رہتا ہوں۔''

''کیا ارچنا یہاں سے فرار ہوچکی ہے؟''

''نہیں ابھی یہاں سے جانے والی ہے۔''

''کیا اسی ٹرین سے؟''

''سمجھ لو کہ اسی ٹرین سے جانے والی ہے۔ تم کیا کرنا چاہتی ہو؟''

''وہ کالیا کے تین کروڑ کے ہیرے لے کر جارہی ہے۔''

''وہ ہیرے کالیا کے باپ کے نہیں ہیں۔ ارچنا یہاں سے امریکا گئی تھی وہاں سے ہیرے اسمگل کرکے لے آئی ہے۔ یہاں سے کچھ منشیات لے گئی تھی۔ وہاں بڑے خطرات سے کھیلتی رہی تھی اور یہ یہاں آرام کرتا رہا تھا۔ اب بتاؤ کہ وہ ان ہیروں کی اور ان ہیروں سے حاصل ہونے والی رقم کی حق دار ہے یا نہیں؟''

''میں کسی حق دار کو اس کا حق دلوانے کے لیے عدالت کی کرسی پر نہیں بیٹھی ہوں۔''

''تم اپنے اوپر اس بات کو سوچو اگر تمہارے ساتھ کالیا ایسا کرتا۔ تمہاری عزت سے کھیلتا رہتا تم سے اسمگلنگ کراتا۔ تمہیں خطروں میں ڈالتا اور تم گرفتار ہوکر کڑی سے کڑی سزا پاتی رہتی اور اسرانی اپنے ائرکنڈیشنڈ کمرے میں آرام کرتا رہتا تو اس وقت تمہاری کیا حالت ہوتی؟ کیا تم ظلم کو ظلم نہیں سمجھتیں؟''

وہ چپ رہی۔ وہ بولا ''اگر کالیا آگے چل کر تم پر ظلم کرے۔ تم سے ناانصافی کرے اور تمہیں پتا چل جائے کہ تمہارے ساتھ کیسی زیادتی ہورہی ہے۔ تب تم میری مدد نہیں چاہو گی۔ کیا تم مجھ سے نہیں کہو گی کہ تم انصاف چاہتی ہو۔ اپنے حقوق چاہتی ہو؟''

وہ پریشان ہوکر بولی ''مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ میں نہیں جانتی کہ تمہیں جواب کیا دینا چاہیے؟ بس تم یہ بتاؤ کہ ارچنا کے سلسلے میں کیا چاہتے ہو؟''

''یہی..... کہ تم اس کا پیچھا نہ کرو۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ میں اس کی مدد کررہا ہوں اسے یہاں سے دور پہنچا رہا ہوں۔ تاکہ کالیا اس کے سائے تک بھی نہ پہنچ سکے۔''

''تمہاری باتوں سے معلوم ہوچکا ہے کہ ارچنا یہیں اسٹیشن میں ہے یا اس ٹرین میں ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد بھی میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی اور اسرانی کو بھی فون پر اطلاع نہیں دوں گی تو کیا یہ اس کے ساتھ دھوکا نہیں ہوگا؟''

''میں تمہیں پھر سمجھاتا ہوں کہ اس سے پہلے تم اس سے دھوکا کھاؤ، اسے دھوکا دو۔ عقل سے کام لو اس دنیا میں جب تک چالاکی نہیں دکھاؤ گی۔ ہوشیار بن کر نہیں رہو گی۔ اس وقت تک ٹھوکریں کھاتی رہو گی۔''

وہ قائل ہوکر بولی ''تمہاری بات میں وزن ہے۔ میں تمہاری بات مانتی ہوں۔ اسرانی سے کہہ دوں گی کہ وہ یہاں نہیں تھی۔''

''شاباش۔ تم نے دل خوش کردیا ہے۔ تم بہت اچھی ہو۔''

''کیا میں ارچنا سے مل سکتی ہوں؟ یقین کرو میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔''

فرمان نے اسے اس کا سیٹ اور کمپارٹمنٹ نمبر بتایا اور کہا۔ ''جاؤ..... وہ ایک جوان کے ساتھ ہوگی یا پھر تنہا ہوگی اور برقع پہنے ہوئے ہوگی۔''

ثمر سلطانہ ادھر جانے لگی۔ انیتا نے کہا ''دیکھو..... میرا فرمان کتنا اچھا ہے۔ کس طرح مظلوموں کے کام آتا ہے۔ تمہاری دانش مندی بھی یہی ہوگی کہ تم جلد سے جلد کالیا سے پیچھا چھڑاؤ اور فرمان پر بھروسا کرو۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ اس کمپارٹمنٹ میں پہنچ گئی۔ ارچنا وہاں ایک سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ شیوا سے کہہ رہی تھی ''مجھے پیاس لگ رہی ہے پلیز..... ایک ٹھنڈی بوتل لے آؤ۔''

''میں ابھی لاتا ہوں۔''

وہ جانے لگا تو اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا ''یہ بیگ کیوں چھوڑے جارہے ہو؟ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ یہ بیگ میرے پاس رہے گا تو کوئی بھی مجھ پر حملہ کرسکتا ہے یا کالیا ہی آسکتا ہے۔''

وہ مسکرا کر بولا ''فکر نہ کرو۔ وہ آئے گا تو میں اس کی ہڈی پسلی ایک کردوں گا۔ ویسے تمہاری تسلی کے لیے یہ بیگ لے جاتا ہوں۔''

وہ اس بیگ کو اٹھا کر وہاں سے چلا گیا۔ ثمر سلطانہ اس کے سامنے آگئی۔ وہ اس کو دیکھتے ہی گھبرا گئی۔ وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی ''میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ کالیا اسرانی تمہیں تلاش کرتا پھر رہا ہے لیکن میں اسے نہیں بتاؤں گی۔ یہ ٹرین تھوڑی دیر بعد چلی جائے گی۔ تم بھی چلی جاؤ گی پھر وہ کبھی تمہارے پیچھے نہیں آسکے گا۔''

اس نے حیرانی سے ثمر کو دیکھا۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ

اسرانی کی ساتھی اسے فرار ہونے کا موقع دے رہی ہے اور اسرانی کو دھوکا دینے والی ہے۔

اس نے بے یقینی سے پوچھا ''تم میرے ساتھ ایسی مہربانی کیوں کررہی ہو؟ کیا میری رقم میں سے حصہ لینا چاہتی ہو؟''

سلطانہ مسکرا کر بولی ''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بے فکر رہو میں تمہاری کمائی کا ایک پیسا بھی نہیں لوں گی۔ تمہیں جتنی بھی رقم ملی ہے وہ سب ہی لے جاؤ اور ایک اچھی زندگی گزارنے کی کوشش کرو۔''

وہ سلطانہ کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں تھام کر بولی ''میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکوں گی مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ تم اس کی ساتھی ہو پھر اس کے خلاف میری مدد کیوں کررہی ہو؟''

سلطانہ نے کہا ''یہ تو میں پہلے سے جانتی تھی کہ اسرانی کوئی اچھا آدمی نہیں ہے پھر تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مجھے بتایا کہ اس کے ساتھ رہ کر تم پر کیا گزری ہے۔ یہ باتیں میری آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں۔''

ارچنا نے حیرانی سے پوچھا ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ میرا تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی نہیں ہے؟''

''شاید وہ خود کو تم پر ظاہر نہیں کررہا ہو لیکن تمہارے دماغ میں آکر تمہاری مدد کررہا ہے۔''

''تمہاری باتیں مجھے پریشان کررہی ہیں۔ کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی میرے دماغ میں ہوگا؟''

''یہ تو میں نہیں جانتی۔ خود پوچھو۔''

فرمان نے کہا ''ہاں..... میں تمہارے اندر موجود ہوں۔''

ارچنا نے حیرانی سے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا پھر بولی ''تم سچ کہہ رہی ہو۔ میں نے ابھی اس کی آواز سنی ہے۔''

فرمان نے کہا ''تم شیوا پر اندھا اعتماد کررہی تھیں۔ میں نے تمہارے اندر آکر یہ خیالات پیدا کیے کہ اسے آزمانا چاہیے اور تم نے جو بیگ بدل دیا ہے۔ یہ سب میری وجہ سے ہی کیا ہے۔ میں ہی تمہارے دماغ میں ایسا کرنے پر مجبور کرتا رہا ہوں۔ اب وہ شیوا نیلا بیگ لے کر فوٹو چکر ہوگیا ہے۔ سمجھ رہا ہے کہ اس کے اندر دو کروڑ روپے رکھے ہوئے ہیں۔''

وہ خوش ہوکر بولی ''تم کون ہو۔ مجھ پر احسان کیوں کررہے ہو؟ کیا میرے دوست بن کر رہنا چاہو گے؟ اور آئندہ بھی میری مدد کرو گے؟''

''میں وعدہ تو نہیں کرتا لیکن اپنی مصروفیات سے فرصت ملے گی تو کبھی تمہاری خبر لے لیا کروں گا اب تو تمہاری طرف سے بے فکر ہوں۔ شیوا یہاں تک آسکے گا اور نہ ہی کالیا تمہیں پکڑ سکے گا۔ تم یہاں سے بہت دور جارہی ہو۔ آئندہ کوشش کرنا کہ کسی پر اندھا اعتماد نہ کرنا۔ سوچ سمجھ کر اس رقم کو خرچ کرو گی تو تمہاری زندگی سنور جائے گی۔''

ارچنا کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ گارڈ نے سیٹی بجائی تھی۔ ٹرین چلنے والی تھی۔ سلطانہ نے اس کے ہاتھ کو تھپک کر کہا ''جاؤ..... اور ایک نئی زندگی شروع کرو۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلتی ہوئی دروازے پر آئی اور پھر ٹرین سے اتر گئی۔ اسی وقت ٹرین چل پڑی۔ ان لمحات میں سلطانہ کو اپنا ذہن بہت ہلکا پھلکا لگ رہا تھا۔ اس نے ایک مظلوم عورت کے ساتھ نیکی کی تھی۔ اس کا دل مطمئن تھا اور وہ دل ہی دل میں اپنے رب سے کہہ رہی تھی ''ربّا..... میری بھی مدد فرما۔ مجھے بھی کالیا اسرانی جیسے لوگوں سے محفوظ رکھ..... آمین!''

انیتا نے اس کے اندر سے کہا ''تمہارے خدا نے تمہاری سن لی ہے۔ اسی لیے فرمان کو تمہاری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ اسے قبول کرو۔ اسے آزماؤ۔ وہ تمہارا بہترین ساتھی ثابت ہوگا۔''

سلطانہ نے طنزیہ انداز میں کہا ''تمہارا مشورہ سر آنکھوں پر میں یہی کروں گی لیکن پہلے اسرانی سے تخویفی عمل کراؤں گی۔ تمہیں ہمیشہ کے لیے سلاؤں گی۔ اس کے بعد فرمان سے دوستی کروں گی۔''

انیتا کو چپ لگ گئی۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے پلیٹ فارم سے گزر کر اسٹیشن سے باہر آگئی پھر فون کے ذریعے کالیا سے رابطہ کرنے لگی۔ اسے اطمینان تھا کہ اسرانی اب ارچنا تک نہیں پہنچ سکے گا۔ ٹرین جاچکی تھی۔

اس نے رابطہ ہونے کے بعد کہا ''میں نے یہاں جانے والی ٹرین میں دیکھا ہے۔ پہلے کمپارٹمنٹ سے آخری کمپارٹمنٹ تک دیکھتی رہی ہوں۔ وہ کہیں نظر نہیں آئی۔ کسی پلیٹ فارم پر بھی دکھائی نہیں دی۔ وہ یہاں نہیں ہے ائرپورٹ پر ضرور ہوگی۔''

اسرانی نے کہا ''یہاں بھی نہیں ہے۔ پتا نہیں وہ کتے کی بچی اتنی بڑی رقم لے کر کہاں لی گئی ہے؟ تم اسٹیشن کے باہر انتظار کرو۔ میں ابھی آرہا ہوں۔''

رابطہ ختم ہوگیا۔ سلطانہ اپنے فون کو پرس میں رکھنا چاہتی

تھی۔ اسی وقت بزر سنائی دیا۔ اس نے آن کر کے کان سے لگا کر پوچھا ''ہیلو.....! کون؟''

''میں فرمان بول رہا ہوں۔ میرے بار بار کال کرنے سے بیزار نہ ہونا۔ میں تمہاری بھلائی کے لیے بول رہا ہوں۔ ابھی اچانک مجھے یاد آیا کہ اگر کسی وجہ سے کالیا تم پر تنویمی عمل کرے گا تو وہ تمہیں سحر زدہ کرنے کے بعد تمہارے اندر کی باتیں معلوم کرلے گا پھر اسے یہ بھی پتا چل جائے گا کہ تم نے ارچنا سے ملاقات کی تھی اور اسے اسرائی سے دور بھگا دیا ہے اور اسے کروڑوں روپوں کا نقصان پہنچایا ہے۔''

ثمر سلطانہ نے چونک کر کہا ''یہ بات تو میرے دماغ میں آئی ہی نہیں تھی۔ تمہارا بہت بہت شکریہ تم نے مجھے وقت سے پہلے آگاہ کردیا۔ اب مجھے تنویمی عمل سے بچنا ہے۔''

''اس سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ عمل سے پہلے تم اس سے کسی بہانے دور ہوجانا یا واش روم چلی جانا۔ وہاں جا کر موبائل فون کے ذریعے مجھے بزر دو گی تو میں سمجھ لوں گا کہ تم مجھے مدد کے لیے بلا رہی ہو۔ لہٰذا دماغ کے دروازے کھلے رکھو گی میں وہاں پہنچ جاؤں گا تو اس کا باپ بھی تم پر تنویمی عمل نہیں کرسکے گا۔ میری اس بات کو یاد رکھنا۔ اسے کبھی عمل کرنے کا موقع نہ دینا۔ میں فون بند کررہا ہوں۔ تم جب چاہو مجھے کال کرسکتی ہو۔''

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ ثمر سلطانہ اپنے موبائل فون کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ فرمان اس کی زندگی میں رفتہ رفتہ اہمیت اختیار کرتا جارہا تھا۔

☆☆☆

انابیلا بہت خوش تھی۔ سونیا سے ملنے کے بعد بار بار اسی کے گن گا رہی تھی۔ جب وہ گیارہ برس کی تھی تو اس کے باپ راسپوٹین سوم نے سونیا کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا۔ وہ سن کر حیران ہوتی تھی کہ کیا کوئی عورت اس قدر ذہین اور مکار ہوسکتی ہے اور ایسی حاضر دماغ کہ ایک سیکنڈ کے سویں حصے میں فیصلہ کرلیتی ہے کہ اسے کیا کرنا ہے؟ اور جب وہ کرگزرتی ہے تو پھر دشمن حیران و پریشان ہونے کے لیے زندہ نہیں رہتے۔

جب انابیلا ٹیلی پیتھی سیکھنے لگی تو اس کے باپ نے بتایا کہ سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور سے زیادہ کارنامے انجام دیتی ہے۔ بعض اوقات فرہاد ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود ناکام رہتا ہے۔ اس کی خیال خوانی اس کے کام نہیں آتی۔ ایسے وقت سونیا ہی اس کے کام آتی رہتی ہے۔

اس کی یہ خوبیاں انابیلا کو کچھ سچی اور کچھ جھوٹی لگتی تھیں لیکن وہ اپنے باپ کی معلومات کو جھٹلا نہیں سکتی تھی۔

اب پہلی بار سونیا کے پاس آ کر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ وہ سوچتی رہ گئی تھی کہ کتنی جلدی کبریا کی مما فیصلہ کرتی ہیں اور دشمنوں کے چھکے چھڑا دیتی ہیں۔ ولاڈی میر راسپوٹین چہارم نے عدنان کو اغوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور سونیا نے اسے اسی خوش فہمی میں رکھا تھا کہ وہ عدنان کو اغوا کررہا ہے اور اس دھوکے میں وہ کسی دوسرے بچے کو لے گیا تھا۔ سونیا نے کم سے کم وقت میں کتنی چالاکی سے بچے تبدیل کیے تھے۔ یہ تماشا انابیلا دیکھتی رہی تھی۔

اسے اس بات کی بھی خوشی تھی کہ اس کا جانی دشمن سوتیلا بھائی ولاڈی میر راسپوٹین چہارم سونیا سے مات کھا گیا تھا اور ایسا بے وقوف بنا رہا تھا کہ مات کھانے کے بعد بھی اسے دھوکا کھانے کا علم نہیں ہورہا تھا۔ کبریا نے کہا ''انابیلا! تم اب تک اپنی ماں کے ساتھ چھپتی پھر رہی تھیں۔ اپنا وطن چھوڑ کر ہندوستان میں زندگی گزار رہی تھیں اور خود کو گمنام رکھنے کی کوشش کررہی تھیں کہ تمہارا وہ سوتیلا بھائی ولاڈی میر تم تک نہ پہنچ سکے۔''

انابیلا نے کہا ''مجھ سے زیادہ میری ممی خوف زدہ تھیں کہ وہ کہیں ہمارا پتا ٹھکانا معلوم کرتے ہی ہم پر حملہ نہ کردے۔ وہ بہت زبردست ہے۔ بہت ظالم ہے۔ کئی طرح کے پراسرار علوم جانتا ہے۔ میں اس سے کم تر تو نہیں ہوسکتی لیکن مجھے اس کی طاقت کا اندازہ نہیں ہے؟''

''اب تو اندازہ ہوجانا چاہیے۔ میری مما سے سیکھو کہ ذہانت سے، جرأت سے اور حکمت عملی سے دشمن سے جب بھی مقابلہ کرو گی تو ناکامی نہیں ہوگی۔ دشمن تمہاری ذہانت اور طاقت سے مرعوب ہوجائے گا۔''

''بے شک..... اب مجھ میں حوصلہ پیدا ہوگیا ہے اور سب سے بڑے حوصلے کی بات تو یہ ہے کہ میں تمہاری فیملی میں آ گئی ہوں۔ یہاں تو ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔''

''تم ہمارے درمیان رہ کر بڑے یقین کے ساتھ اپنے دشمن سے جنگ لڑسکو گی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم یہ جنگ ابھی سے شروع کردو۔''

''ابھی سے.....؟ وہ کیسے.....؟''

''ولاڈی میر کو مخاطب کرو۔ اسے چیلنج کرو۔ اسے بتاؤ کہ تم کہاں ہو اور اس کے مقابلے میں کسی طرح کم نہیں ہو۔''

''میں نے اس کی آواز اور لب و لہجہ سنا ہے لیکن اس کے دماغ میں جانا چاہوں گی تو وہ سانس روک لے گا۔ مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے گا۔''

''ہوسکتا ہے کہ تم جب اسے اپنا نام بتاؤ تو وہ اپنے کسی آلہ کار کا فون نمبر بتائے۔ تم اس سے بات کرو گی تو اس آلہ کار کے دماغ میں رہ کر تم سے باتیں کرے گا۔''

''اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو.....؟''

''تو..... تمہارا دوسرا سوتیلا بھائی انوپ کوف ہمیشہ بیمار رہتا ہے۔ تم اس کے دماغ میں آسانی سے جاسکتی ہو۔ میری بہن اعلیٰ بی بی اس بیمار کے دماغ میں جا کر خود کو انابیلا کہتی رہی ہے۔ تمہاری سوتیلی ماں ارنا کوف اور ولاڈی میر وغیرہ یہ معلوم کرکے پریشان ہوگئے ہیں کہ تم کہیں زندہ ہو اور پراسرار علوم جانتی ہو۔ ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہو اور ان سب کو چیلنج کررہی ہو۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''تمہاری بہن نے مجھ سے پہلے ہی میرا نام لے کر انہیں پریشان کردیا ہے۔ وہ یقیناً مجھے ڈھونڈ رہے ہوں گے۔''

''ہماری اب تک کی معلومات یہی ہیں کہ وہ تمہیں ڈھونڈ رہے ہیں۔ ویسے اب تمہیں براہ راست انہیں چیلنج کرنا چاہیے کہ تم ان سے کسی طرح بھی کم تر نہیں ہو۔ ان کی طرح تمام پراسرار علوم جانتی ہو اور اپنے باپ راسپوٹین سوم کی جائز وارث ہو۔''

''ہاں..... میں اب ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان تمام سوتیلوں سے براہ راست گفتگو کروں گی لیکن پانچ گھنٹے کے بعد.....''

کبریا نے پوچھا ''پانچ گھنٹے بعد کیوں.....؟''

''اس بچے کو عدنان کے دھوکے میں اغوا کرکے کسی خفیہ اڈے میں پہنچایا گیا ہے اور ولاڈی میر وہاں پانچ گھنٹے کے اندر پہنچنے والا ہے۔ اس پر یہ انکشاف ہونے والا ہے کہ اس نے دھوکا کھایا ہے اور جس بچے کو اغوا کیا ہے وہ عدنان نہیں ہے۔ پہلے اسے اپنی شکست کا علم ہوجائے پھر دیکھتے ہیں کہ نتیجہ کیا ہوگا؟''

کبریا نے کہا ''نتیجہ تو برا ہوگا۔ کیونکہ وہ خود اسے دیکھنے پہنچ رہا ہے۔ مما کے نشانے پر آرہا ہے۔ وہاں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور دوسرے آلہ کار ہر طرف چھپے رہیں گے۔ اسے بچ کر جانے نہیں دیں گے گھیر کر مار ڈالیں گے یا زخمی کریں گے اور اس کی ٹیلی پیتھی کے ساتھ ساتھ اس کے تمام پراسرار علوم اس سے چھین لیں گے۔''

''میں اس کی تباہی و بربادی کا تماشا دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''یہ تماشا دیکھنے سے پہلے تم بھی تماشا کرو۔ اسے ذہنی طور پر الجھا دو۔ تاکہ وہ عدنان کو حاصل کرلینے کی خوشی میں ہشاش بشاش نہ رہے۔ تمہاری طرف سے پریشان ہوتا رہے۔''

انابیلا نے کہا ''تم درست کہتے ہو۔ مجھے اسے پریشان کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ تر و تازہ نہ رہے۔ ذہنی طور پر الجھا رہے۔ دشمن کو ایک سمت سے نہیں۔ ہر سمت سے گھیرنا چاہیے۔ ہر سمت سے الجھاتے رہنا چاہیے۔''

کبریا نے پوچھا ''تم نے اپنے اس سوتیلے بھائی کا لب ولہجہ اور آواز سنی ہے؟''

''بہت عرصے پہلے سنا تھا۔ اچھی طرح یاد نہیں ہے۔''

''میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم میرے دماغ میں آجاؤ۔ اس کی آواز اور لب ولہجے کو سمجھتی رہو۔ میں تمہیں وہاں پہنچا رہا ہوں۔''

وہ اس کے اندر آ کر مسکرا کر بولی ''یہ لو پہلے میں تمہارے دل میں آئی تھی۔ اب دماغ میں آئی ہوں۔''

وہ جواباً مسکرا کر بولا ''میں نے دل کے دروازے پر باہر سے تالا ڈال دیا ہے۔ اب تم اندر سے نکل نہیں سکو گی۔ دل کے صنم خانے میں رہا کردو گی۔ اب مسئلہ دماغ کا ہے کہ ہمارے مزاج کس حد تک ملتے ہیں۔ ہم کس حد تک ایک دوسرے سے سمجھوتا کرتے ہیں۔ ابھی ہمیں ذہنی ہم آہنگی پیدا کرنے میں وقت لگے گا۔''

''جب دل ملے ہیں تو ذہن بھی مل جائیں گے۔ میرے تاش کے پتوں نے اور میری ہاتھ کی لکیروں نے مجھے بتا دیا ہے کہ تم میرے اور صرف میرے بن کر ہی زندگی گزارتے رہو گے۔''

''تاش کے پتے ہوں ہاتھ کی لکیریں ہوں یا مقدر کا لکھا ہوا ہو۔ یہ سب کچھ بدلتا رہتا ہے۔ ابھی کچھ ہے تو کبھی کچھ ہے۔ تم کیا دیکھتی ہو کہ مسرتوں کا پیغام دینے والی ہاتھ کی لکیریں مصیبتوں کو آنے سے روک نہیں پاتیں۔ مسرتیں تو ضرور ملتی ہیں لیکن مصیبتیں بھی پیچھا نہیں چھوڑتیں۔''

''تم مایوسی کی باتیں نہ کرو۔ ہم ایک ہوئے ہیں ایک ہی رہیں گے۔ کبھی جدا نہیں ہوں گے۔''

''لوگ جذبات میں بہتے وقت حقائق کو نظر انداز کردیتے ہیں۔ یہ سوچنا نہیں چاہتے کہ بہار کے بعد خزاں ضرور آتی ہے۔ خوشی کے بعد صدمات ضرور ملتے ہیں۔ ابھی ملن کی گھڑیاں ہیں۔ حالات کے ایک دو جھٹکے جدائی کے لمحات لے آتے ہیں۔''

وہ بولی ''دیر نہ کرو۔ ولاڈی میر کو مخاطب کرو۔''

کبریا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر ولاڈی میر کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ دونوں واپس آ گئے۔ کبریا نے کہا ”تم ولاڈی میر کی سوچ اور لب ولہجے کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچی تھیں لیکن میرا سہارا تھا۔ اب میرے سہارے کے بغیر خیال خوانی کی پرواز کرو۔ اس کی دماغ میں جاؤ۔“

انابیلا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچی تو وہ ایک ذرا غصے سے بولا ”کون ہو تم۔“

وہ بولی ”انابیلا..... شاید تم یہ نام بھول گئے ہو؟ اتنا کہہ دوں کہ تمہاری سوتیلی بہن ہوں۔“

”میری کوئی سوتیلی بہن نہیں ہے۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔ میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔“

”میں تمہاری مصروفیات اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم نے فرہاد علی تیمور کے بیٹے عدنان کو اغوا کیا ہے میں اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔“

وہ سوچ میں پڑ گیا پھر اس نے ایک فون نمبر بتاتے ہوئے کہا ”تم اس نمبر پر جس سے بات کرو گی وہ میرا آلہ کار ہوگا۔ میں اس کے اندر آ کر تم سے بات کروں گا۔“

اس نے سانس روک لی۔ انابیلا کی خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔ وہ کبریا سے بولی ”اس نے اپنا فون نمبر دیا ہے۔ وہ اپنے آلہ کار کے ذریعے مجھ سے بات کرے گا۔“

کبریا نے مسکرا کر کہا ”میرا اندازہ درست نکلا۔ میں جانتا تھا کہ وہ ایسا ہی کوئی طریقہ اختیار کرے گا۔“

وہ اپنا موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کرنا چاہتی تھی۔ کبریا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ”اتنی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔ ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا کرو۔“

اس نے پوچھا ”اب کیا ہوا؟“

”وہ اپنے آلہ کار کے ذریعے تمہارے موبائل فون کا نمبر معلوم کر لے گا۔“

”تو پھر کیا کرنا چاہیے؟“

”میرا موبائل فون لے کر اس سے رابطہ کرو۔ ایک تو یہ کہ وہ براہِ راست تمہارے موبائل فون کا نمبر معلوم نہیں کر سکے گا۔ دوسری بات یہ کہ جب تم اس آلہ کار کے اندر پہنچو گی تو میں اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جماؤں گا اور اس کے سی ایل آئی پر جو میرے فون کا نمبر آ رہا ہوگا اسے غلط کرنے کی کوشش کروں گا۔ ایک دو نمبر کی ہیرا پھیری کرنے سے پورا نمبر غلط ہو جائے گا۔“

انابیلا نے کبریا کا موبائل فون لے کر وہ نمبر ڈائل کیے پھر کان سے لگا کر انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد کسی شخص کی آواز سنائی دی ”ہیلو.....! کون ہے؟“

کبریا نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا وہ سی ایل آئی پر نمبر پڑھ رہا تھا۔ اس نے اس کے دماغ میں رہ کر ایک نمبر کی غلطی کر دی۔ ولاڈی میر بھی اس آلہ کار کے دماغ میں تھا۔ اس نمبر کو خود نہیں پڑھ سکتا تھا۔ آلہ کار کے ذہن سے ہی معلوم کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس کے ذہن نے جو نمبر بتایا۔ وہی ولاڈی میر نے نوٹ کر لیا۔

وہ بولی ”میں انابیلا بول رہی ہوں اور تمہارے عامل سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔“

دوسری طرف سے ولاڈی میر نے اپنے عامل کی زبان سے کہا ”ہاں..... میں بول رہا ہوں۔ سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم واقعی انابیلا ہو؟ میں کیسے یقین کروں کہ تم وہی ہو جو خود کو کہہ رہی ہو؟“

انابیلا نے کہا ”یقین نہ کرو تو مجھے ایکس وائی زیڈ سمجھ لو۔ صرف تم ہی نہیں، میری سوتیلی ماں بھی مجھے تلاش کر رہی ہے۔ جب تلاش کر لے گی اور مجھ سے رابطہ ہوگا تو اسے بھی میری ہی آواز اور میرا ہی لب ولہجہ سنائی دے گا۔ اس وقت یقین آ جائے گا۔“

”ایک طویل مدت کے بعد تم نے مجھ سے رابطہ کرنا ضروری کیوں سمجھا ہے؟“

”تم سے براہِ راست نہ سہی۔ بالواسطہ رابطہ ہے۔ میں تمہارے اور اپنی سوتیلی ماں کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ تم سب مجھے تلاش کر رہے ہو۔ یہ تماشے میں دیکھ رہی ہوں لیکن آج تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس لیے تم سے رابطہ کر رہی ہوں۔“

وہ فخر سے بولا ”ہاں..... میں نے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ تم یہ کیسے جانتی ہو؟“

”میں نے کہا ناں۔ میری معلومات کے ذرائع ایسے ہیں کہ تم کبھی سوچ بھی نہ سکو گے کہ میں اتنی دور تک پہنچی ہوئی ہوں۔“

”بہت زیادہ ڈینگیں نہ مارو۔ میں جب چاہوں گا تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔“

”تم ڈینگیں مار رہے ہو۔ جب تمہیں میرے موجودہ حالات کا علم ہوگا کہ میں کتنی قوتیں حاصل کر چکی ہوں تو مجھ سے منہ چھپاتے پھرو گے۔“

”زیادہ نہ بولو۔ یہ بتاؤ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں نے فرہاد کے پوتے کو اغوا کیا ہوا ہے؟“

”میں تو یہ بھی جانتی ہوں کہ تم اب سے تقریباً ساڑھے چار گھنٹے کے اندر اس خفیہ اڈے میں پہنچنے والے ہو۔ جہاں فرہاد کے پوتے کو پہنچایا گیا ہے۔“

وہ حیرانی سے بولا ”اوہ گاڈ! تم یہ بھی جانتی ہو۔ میں پوچھتا ہوں کیسے جانتی ہو؟ ابھی جواب دو۔ ورنہ بہت برا ہوگا۔“

”کیا برا ہوگا؟ کیا اپنے اس آلہ کار کو مار ڈالو گے؟ کیونکہ میں تو تمہاری مٹھی میں نہیں ہوں؟“

”تم میرے سوال کا جواب نہیں دے رہی ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تم یہ سب کچھ کیسے جانتی ہو؟ میں نے بڑی رازداری سے اس بچے کو اغوا کیا ہے اور جس جگہ پہنچایا ہے اس جگہ کا علم کسی کو بھی نہیں ہے۔ کیا تم جانتی ہو کہ وہ جگہ کہاں ہے؟“

”سچ تو یہ ہے کہ میں نہیں جانتی۔ یہ جاننے کے لیے ہی تم سے رابطہ کیا ہے۔ کیا مجھے نہیں بتاؤ گے کہ وہ جگہ کہاں ہے اور تم خود واقعی وہاں پہنچ رہے ہو؟“

”تم نے مجھے کیا ایسا بے وقوف سمجھا ہے کہ تمہیں اس جگہ کا پتا ٹھکانا بتا دوں گا اور تمہیں اپنے سامنے آنے کی دعوت دوں گا؟“

”جب مجھے تلاش کر رہے ہو تو کبھی نہ کبھی سامنا ہوگا ہی تو پھر آج کیوں نہ سہی؟“

”میں تمہاری جیسی چھپکلی سے نہیں ڈرتا۔ جس وقت بھی تمہارا سامنا کروں گا تو ایک چٹکی میں مسل کر رکھ دوں گا لیکن آج میں بہت بڑی کامیابی حاصل کرنے جا رہا ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ جب تک کامیابی حاصل نہیں ہوگی کسی سے بات نہیں کروں گا لیکن ایک مدت کے بعد تم مجھ سے مخاطب ہوئی تھیں۔ اسی لیے اتنی بات کر لی ہے۔ ابھی تو مجبوری ہے میں جا رہا ہوں۔ پانچ گھنٹے کے بعد پھر تمہارے پیچھے پڑوں گا تو آخری سانس تک پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔“

اس کے آلہ کار نے اس کی مرضی کے مطابق رابطہ ختم کر دیا۔ انابیلا نے فون بند کر کے اسے کبریا کو دیتے ہوئے کہا ”وہ عدنان کے سلسلے میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے... فی الحال مجھے نظر انداز کر رہا ہے۔ دیکھتے ہیں۔ اب چار ساڑھے چار گھنٹے بعد کیا ہوتا ہے؟“

یہ تجسس تو سب کو ہی تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ ایک معصوم بچے کو عدنان کی جگہ بھیجا گیا تھا۔ اس کی جان ہر حال میں بچانی تھی۔ کیا سونیا اسے بچا سکے گی؟

کبریا کی پوری توجہ اس بچے پر تھی۔ وہ ہر ممکن کوشش کر رہی تھی کہ اسے زندہ سلامت واپس لے آئے اور اس کے ساتھ ولاڈی میر کو بھی ہر طرف سے گھیر لے اور اسے فرار ہونے کا موقع نہ دے۔

جھیل کے کنارے سونیا اپنے کاٹیج میں تنہا تھی۔ کبھی ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی۔ کبھی بیٹھ رہی تھی۔ اس کے دماغ میں ہمارے کتنے ہی خیال خوانی کرنے والے آ رہے تھے جا رہے تھے اور اسے اپنی مصروفیات بتا رہے تھے۔ ولاڈی میر تک پہنچنے کا ذریعہ وہی بچہ تھا۔ وہ سب اس کے دماغ میں تھے اور دیکھ رہے تھے کہ ایک گاڑی لے کر اسے کہاں کہاں سے گزر رہی ہے۔

آخر ایک جگہ پہنچ کر ولاڈی میر کے حکم سے اس بچے کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔ اس کے بعد ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا یہ معلوم نہ کر سکا کہ اب اس بچے کو کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ پھر بھی اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ ذہانت سے سمجھا جا سکتا تھا۔ انہوں نے ہائی وے سے ایک طرف مڑنے کے بعد دوسرے راستے پر تقریباً پانچ منٹ کا راستہ طے کیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے بچے کی آنکھوں پر پٹی باندھی تھی۔ سونیا نے کہا ”اب تم لوگ اس علاقے میں دور تک جاتے رہو۔ وہ راستہ جتنی شاخوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اتنی شاخوں میں پھیلتے رہو۔ ہر علاقے میں پہنچ کر معلوم کرو کہ اس نمبر اور اس رنگ کی

موسیقی کے شائقین کے لئے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب
ابجدِ موسیقی
سازوں کی تعلیم میں گائیکی ایک مشکل فن ہے
اس کتاب کے مطالعے سے آپ کو نہ صرف گانا بلکہ ہارمونیم بجانا بھی آ جائے گا اور طبلے کے بارے میں بھی واقفیت ہو جائے گی
مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع ان کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں
یہ کتاب موسیقی کے استاد کی جگہ پوری کرتی ہے
قیمت 150 روپے ●●●● ڈاک خرچ 23 روپے
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون 5802551 5802551-5895313
kitabiat1970@yahoo.com
رابطے کے لئے: C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے نیو کراچی روڈ کراچی 75500

گاڑی کہاں دیکھی گئی ہے؟"

ہمارے تقریباً چھ خیال خوانی کرنے والے اس سلسلے میں مصروف تھے۔ ان کے علاوہ عبداللہ بھی تھا پھر اعلیٰ بی بی انا بیلا اور کبریا بھی وقتاً فوقتاً خیال خوانی کے ذریعے ان افراد تک پہنچتے رہے تھے۔ اس طرح وہ دور تک اس سیاہ گاڑی کو تلاش کرتے جارہے تھے۔ اس گاڑی کا نمبر بھی انہیں اچھی طرح یاد تھا۔

انا میریا اور پورس دوسرے کاٹیج میں عدنان کے ساتھ تھے۔ انا میریا خیال خوانی نہیں کرتی تھی لیکن عدنان پر جب بھی کوئی مصیبت آتی یا کوئی مسئلہ پیش آتا تو آئینے میں شیوانی کو دیکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ جاتی تھی۔ اب ایسا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ عدنان ان کے پاس موجود تھا۔ اس لیے وہ تینوں اپنے کاٹیج میں اطمینان سے تھے اور اس نتیجے کا انتظار کررہے تھے کہ وہ بچے زندہ سلامت واپس آئے گا یا نہیں؟

انا میریا نے کہا "پورس تم یہ جانتے ہو کہ مجھے کبھی کبھی آگاہی ملتی ہے اور کبھی شیوانی آئینے کے اندر آکر مجھ سے بہت کچھ بولتی ہے۔ شیوانی کے ذریعے میری غیر معمولی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔"

"ہاں..... میں یہ سب کچھ جانتا ہوں اور مجھے شیوانی پر بڑا پیار آرہا ہے کہ وہ موت کے بعد بھی میرے بہت کام آرہی ہے اور تمہیں اپنی سوکن نہیں سمجھ رہی ہے۔ بلکہ اپنے بچے کی ماں بنا کر اس نے تمہیں میرے پاس بھیج دیا ہے۔"

"ہم دونوں کو شیوانی کا احسان مند ہونا چاہیے۔ میں تو اس کے ہر حکم اور ہر ہدایت پر عمل کرتی ہوں۔ تمہیں بھی کرنا چاہیے۔"

"بے شک..... وہ ہمیں اب تک فائدہ پہنچاتی آرہی ہے۔ ہمارے بچے کی محافظ بن کر رہتی ہے۔ میں تو اس کی ہر بات پر عمل کرتا رہوں گا۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ شیوانی جو کہے گی تم اس پر عمل کرو گے؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں وہ ہم سے کچھ کہہ رہی ہے کیا؟"

"وہ جو کہہ رہی ہے۔ شاید تم اس کی بات نہیں مانو گے۔ اس کی ہدایات پر عمل نہیں کرو گے۔"

"وہ ہمیں کبھی نقصان پہنچانے والی بات نہیں کہتی ہے۔ میں اس کی بات ضرور مان لوں گا۔ مجھے بتاؤ تو سہی۔ وہ کہہ کیا رہی ہے؟"

انا میریا جھجکتے ہوئے بولی "تمہاری مما عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جانا چاہتی ہیں اور یہ شیوانی کو منظور نہیں ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"یہ میں نہیں شیوانی کہہ رہی ہے اور سچ پوچھو تو میں بھی یہی چاہتی ہوں۔"

پورس نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا "تعجب ہے۔ تم مما کی مخالفت کرو گی؟"

"عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جاتے وقت وہ بھی میری مخالفت کریں گی۔ کیونکہ میں یہودی ہوں۔ تمہارے ادارے کے اکابرین اور جناب تبریزی صاحب مجھے کبھی ادارے میں قدم رکھنے نہیں دیں گے۔"

پورس کو چپ لگ گئی۔ وہ درست کہہ رہی تھی۔ اس نے اس پہلو پر توجہ نہیں دی تھی کہ انا میریا یہودی ہے اور وہ بابا صاحب کے ادارے میں عدنان کے ساتھ قدم نہیں رکھ سکے گی۔

اگرچہ بابا صاحب کے ادارے میں کسی غیر مسلم کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس کے باوجود جو اس ادارے میں آنے سے پہلے یا آنے کے بعد اسلام قبول کرلیتے تھے۔ انہیں اس ادارے میں آنے اور رہنے کی اجازت مل جاتی تھی کہ رسونتی نے وہاں رہ کر روحانیت کا اعلیٰ درجہ حاصل کیا تھا۔ اس کے علاوہ کبریا کی پہلی محبوبہ میرا بھی اس ادارے میں کچھ عرصے کے لیے آئی تھی۔ جناب تبریزی جانتے تھے کہ وہ اسلام قبول کرنے والی ہے لیکن اس کی طبیعت اس قدر خراب ہوئی تھی اور وہ اپنے انکل وغیرہ سے ملنے کے لیے اس طرح بے تاب ہوئی تھی کہ اسے ادارے سے واپس جانے کی اجازت دے دی گئی تھی پھر وہ واپس نہ آسکی۔ موت نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔

ایسے کئی افراد تھے۔ جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس ادارے میں رہ کر نمایاں مقام حاصل کیا تھا۔ الپا نے پارس سے شادی کی تھی پھر اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس لیے اسے کبھی بابا صاحب کے ادارے سے پذیرائی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ وہ ہمیشہ دشمن بن کر رہتی آئی تھی۔

وہی الپا اب بالکل تبدیل ہوگئی تھی۔ اگرچہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن ہمارے لیے کام کررہی تھی اور بڑی دیانت داری سے کررہی تھی۔ میری اور سونیا کی بیٹی بنی ہوئی تھی۔ اسے ہماری اور بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے عزت مل رہی تھی، وقار مل رہا تھا اور ہر طرح کا تحفظ حاصل ہورہا تھا۔ اس کے باوجود اسے بابا صاحب کے ادارے میں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ کیونکہ وہ یہودی تھی اور آخری

سانس تک یہودی رہنا چاہتی تھی۔

کسی سے جبراً اس کا مذہب تبدیل نہیں کرایا جاسکتا۔ یہ اپنے اپنے دل و دماغ کا معاملہ ہوتا ہے۔ انسان اپنے مزاج کے مطابق زندگی گزارتا ہے اور کسی بھی عقیدے اور مذہب کو قبول کرتا ہے۔

اسلام میں جبر نہیں ہے۔ کسی کو جبراً مسلمان نہیں بنایا جاتا۔ ویسے دنیا کا کوئی بھی مذہب ہو۔ وہ دل سے قبول کیا جاتا ہے اور جب ایک بار دل سے قبول کرلیا جاتا ہے تو پھر اس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اسی لیے انا میریا سے بھی یہ کہا نہیں جاسکتا تھا کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کرے۔ یہ اس کی اپنی مرضی پر تھا اور اس کی مرضی ظاہر ہورہی تھی کہ وہ یہودی ہے اور یہودی رہے گی۔ بابا صاحب کے ادارے میں کبھی نہیں جائے گی۔

یہ انا میریا کا اپنا فیصلہ تھا۔ اس پر کوئی جبر نہیں کرسکتا تھا لیکن اس میں خرابی یہ تھی کہ وہ عدنان کو بھی اس ادارے میں جانے سے روکنا چاہتی تھی۔ اس کا بیان تھا کہ اس کے آئینے میں شیوانی نے آکر اس سے یہی کہا ہے کہ عدنان کو بھی اس ادارے میں نہیں جانا چاہیے۔

شیوانی کے ساتھ کبھی یہی ہوا تھا۔ وہ بھی جب تک زندہ رہی۔ اس نے کبھی بابا صاحب کے ادارے میں قدم نہیں رکھا۔ اب یہاں ایک نہیں دو مائیں تھیں۔ ایک ہندو تھی شیوانی دوسری یہودی تھی انا میریا اور وہ دونوں عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے روکنا چاہتی تھیں اور باپ مسلمان تھا وہ اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ لے جاسکتا تھا لیکن وہ اختلافات نہیں چاہتا تھا۔ اس معاملے کو محبت اور سمجھوتے سے طے کرنا چاہتا تھا۔

اس نے انا میریا کو سمجھایا "دیکھو اس وقت مما سے اختلاف نہ کرنا۔ وہ اپنے پوتے کو لے جانا چاہتی ہیں۔ لے جانے دو۔ بعد میں انہیں سمجھایا جائے گا۔ تم جب کہو گی، بابا صاحب کے ادارے سے عدنان باہر لایا جائے گا۔ وہ تم سے مل لیا کرے گا۔ جب تک تم چاہو گی وہ تمہارے پاس رہے گا پھر وہ ادارے میں جاکر تعلیم و تربیت حاصل کرتا رہے گا۔ یہ تمہارے بیٹے کی بہتری کے لیے کہہ رہا ہوں۔"

"اتنی بڑی دنیا میں صرف بابا صاحب کا ادارہ ہی ایسا نہیں ہے کہ جہاں میرے بیٹے کی تعلیم و تربیت ہو۔ اس دنیا میں ایسے بڑے بڑے ادارے ہیں۔ جہاں ہمارے بیٹے کی تعلیم کے ساتھ ساتھ بہترین تربیت بھی ہوسکتی ہے۔"

وہ اس سے زیادہ بحث نہ کرسکا۔ سونیا نے فون کے ذریعے کہا "میرے کاٹیج میں آجاؤ۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس خفیہ اڈے کا پتا معلوم کرلیا ہے۔ جہاں اس بچے کو لے جاکر چھپایا گیا ہے۔"

اس نے کہا "مما! میں ابھی آرہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر انا میریا سے کہا "ہمیں کامیابی ہورہی ہے۔ اس اڈے کا پتا چل گیا ہے۔ چلو مما بلا رہی ہیں۔"

وہ تھکے ہوئے انداز میں انگڑائی لے کر لیتے ہوئے بولی۔ "میں تو تھکن محسوس کررہی ہوں۔ پلیز تم چلے جاؤ۔ میں یہاں عدنان کے ساتھ باتیں کرتی رہوں گی تو میری تھکن دور ہوجائے گی۔"

وہ اپنے کاٹیج سے نکل کر ساتھ والے دوسرے کاٹیج میں آگیا۔ وہاں سونیا انتظار کررہی تھی۔ اس نے پوچھا "مما! کیا ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے مطمئن ہیں کہ وہی خفیہ اڈا ہے یا دھوکا ہورہا ہے؟"

"نہیں۔ انہوں نے علاقے کے کئی لوگوں کو آلہ کار بنا کر یہ معلوم کیا ہے کہ وہ بنگلا اکثر خالی رہتا ہے۔ آج وہاں ایک سیاہ ہنڈا اا کارڈ آئی تھی۔ اس کی پچھلی سیٹ پر ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا۔ دو مسلح افراد اس بچے کو لے کر اس بنگلے کے اندر گئے

تھے۔ تیسرا شخص اس کار کو ڈرائیو کرتا ہوا کہیں چلا گیا تھا۔"

پورس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "ولاڈی میر اس خفیہ اڈے میں چھ گھنٹے بعد پہنچنے والا تھا اور چھ گھنٹے پورے ہو چکے ہیں۔"

ایک خیال خوانی کرنے والا سونیا کو بتا رہا تھا کہ اس بنگلے کے اندر اس بچے کو لے جانے کے بعد آنکھوں سے پٹی کھول دی گئی ہے۔ جس کمرے میں اسے رکھا ہوا ہے اس کے کھڑکی دروازے بند ہیں۔ اس کے پاس ایک مسلح شخص کھڑا ہوا ہے۔ وہ یوگا کا ماہر ہے اور فون کے ذریعے ولاڈی میر سے باتیں کر رہا ہے۔

سونیا نے کہا "وہ اتنی جلدی نہیں آئے گا۔ وہ بنگلے کے اندر اور باہر ہر سمت میں نظر رکھے گا اور دیکھے گا کہ اس کے لیے کوئی خطرہ ہے یا نہیں ہے جب تک وہ مطمئن نہیں ہوگا اس وقت اس بنگلے کی طرف رخ نہیں کرے گا۔"

اس بنگلے کے چاروں طرف اور دور دور تک بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس موجود تھے اور خیال خوانی کے ذریعے اس بچے کے اندر رہ کر معلوم کیا جا رہا تھا کہ وہ ایک کمرے میں تنہا ہے۔ ایک یوگا جاننے والا مسلح گارڈ بھی کمرے میں آتا تھا اور کبھی باہر چلا جاتا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے ولاڈی میر سے گفتگو کی تھی۔ تب اسے پتا چلا کہ ولاڈی میر آنے والا ہے لیکن وہ کب وہاں پہنچ رہا ہے؟ یہ اس نے اپنے مسلح گارڈز اور آلہ کاروں کو نہیں بتایا تھا۔

کبریا نے اس بچے پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے عمل کے مطابق اس کے اندر زیادہ تر خیالات گڈمڈ رہتے تھے۔ ولاڈی میر اور ہمارے خیال خوانی کرنے والے بھی اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتے تھے۔ صرف کبریا اس کے اندر رہ کر بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔

وہ بچہ کبریا کی مرضی کے مطابق اس کمرے کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنے لگا اور کوئی ایسی چیز تلاش کرنے لگا۔ جس کے ذریعے اس مسلح گارڈ کو زخمی کر سکے۔ باہر ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ایک بڈھیا کے دماغ میں جگہ بنائی تھی پھر اسے آلہ کار بنا کر اس بنگلے کی طرف لے گیا۔ وہ اپنی چھڑی ٹیکتی ہوئی اس بنگلے کے احاطے میں آئی تو ایک مسلح گارڈ نے کہا "یہاں کیوں آ رہی ہو..... کون ہو تم.....؟"

اس بوڑھی عورت نے کہا "میری بہو اور بیٹے نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ میں کل رات سے بھوکی ہوں فار گاڈ سیک۔ مجھے کچھ کھلا دو۔ کچھ رقم دے دو۔ تمہارا بھلا ہوگا۔"

اس مسلح گارڈ نے اسے ایک ڈالر دیتے ہوئے کہا "یہ لو اور جاؤ یہاں سے، میں اس سے اور زیادہ نہیں دوں گا۔"

وہ بڈھیا اسے دعائیں دیتے ہوئے جانے لگی۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے نے اس گارڈ کے خیالات پڑھے۔ معلوم کیا کہ وہ مسلح گارڈ کون ہے جو تنہا کمرے میں جاتا ہے اور اس کے سوا کسی کو اس کمرے میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس گارڈ کے پاس آیا جو یوگا کا ماہر تھا۔ اس نے قریب آتے ہی ریوالور سے نشانہ لیتے ہوئے کہا "ولاڈی میر سے کہو کہ جلدی آ جائے یہ بچہ اس کے ہاتھ سے نکلنے والا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے اسے گولی مار دی۔ تین گارڈز دوڑتے ہوئے ادھر آئے پھر اس سے بولے "یہ تم نے کیا کیا؟ اپنے ساتھی کو گولی کیوں ماری؟"

ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان مسلح گارڈز کے دماغوں پر قبضہ جمایا۔ جسے گولی ماری گئی تھی اسے ان گارڈز نے اٹھا کر بنگلے کے پیچھے ایک جھاڑی میں پھینک دیا۔ ایسے ہی وقت ایک بہت ہی قیمتی کار بنگلے کے سامنے آ کر رک گئی۔ اس میں بیٹھے ہوئے شخص نے موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ جہاں وہ بچہ بیٹھا ہوا تھا اس کمرے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک آلہ کار نے آ کر ریسیور اٹھایا پھر کان سے لگا کر کہا "ہیلو.....!"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی "یہاں جو گارڈ تھا۔ وہ کہاں گیا ہے؟"

"پتا نہیں باس! ابھی تھوڑی دیر پہلے موٹر سائیکل پر بیٹھ کر کہیں چلا گیا ہے۔ ہم نے پوچھا تو اس نے کہا کہ جلدی واپس آ جائے گا لیکن وہ ابھی تک نہیں آیا۔"

"میں اس کے دماغ میں جانا چاہتا ہوں لیکن میری خیال خوانی کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ مارا گیا ہے اور دشمن یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

"باس! یہاں کوئی دشمن نہیں ہے۔ اگر آپ کی نظروں میں ہے تو بتائیں۔"

ایک اور آلہ کار نے اس فون سننے والے سے کہا "ہمارے بنگلے کے سامنے ایک گاڑی آ کر رکی ہے۔ پتا نہیں کون اس میں بیٹھا ہوا ہے؟"

ولاڈی میر نے کہا "میں بیٹھا ہوا ہوں۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ آس پاس کوئی دشمن تو نہیں ہے۔"

"باس! ہم مطمئن ہیں۔ ادھر کوئی دشمن نہیں ہے۔ اگر آپ اپنی تسلی کرنا چاہتے ہیں تو اس گاڑی میں چاروں طرف غور سے دیکھ لیں۔ آپ کو کوئی نظر نہیں آئے گا۔"

"میرے پاس ایک ہی یوگا جاننے والا آلہ کار تھا۔ اس کی اچانک موت کہہ رہی ہے کہ میرے لیے خطرہ ہے۔ میں اندر نہیں آؤں گا۔ تم اس بچے کو باہر لے آؤ اور یہاں میرے سامنے کھڑا کرو۔ میں اپنے ہاتھوں سے اسے گولی ماروں گا۔"

اعلیٰ بی بی اور کبریا اس آلہ کار کے دماغ میں تھے جو ریسیور کان سے لگائے ولاڈی میر سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی گفتگو سنتے ہی اعلیٰ بی بی نے سونیا کے پاس آ کر کہا "مما! وہ ولاڈی میر نہیں ہے اس کی آواز اور لہجہ بدلا ہوا ہے۔ دشمن بہت چوکنا ہے۔ اس نے اپنی جگہ کسی دوسرے کو بھیجا ہے۔ ہم اسے ابھی بے نقاب کر رہے ہیں۔"

اس نے حکم دیا تھا کہ بچے کو باہر لایا جائے۔ وہ اسے اپنے ہاتھ سے گولی مارے گا۔ اس بچے کی نگرانی کے لیے وہاں چھ آلہ کار تھے۔ ان میں سے ایک مارا گیا تھا۔ باقی پانچ دوڑتے ہوئے آئے اور اس کار کے چاروں طرف پھیل گئے۔ انہوں نے بندوقیں تان لیں۔ اس کار میں آنے والے کو نشانے پر رکھ لیا۔ کبریا نے ایک آلہ کار کے ذریعے کہا۔

"ولاڈی میر! یہ تم نہیں ہو تمہاری ڈمی ہے۔ ہم نے یہاں تمہارے تمام آلہ کاروں پر قبضہ جما لیا ہے۔ اب یہاں کوئی تمہارا نہیں ہے۔ اس بچے کو یہاں تمہارے سامنے لایا جائے گا۔ تب بھی اسے گولی نہیں مارو گے۔ کیونکہ تم اسے اپنے ہاتھوں سے مارنا چاہتے ہو اور تم یہاں موجود نہیں ہو۔"

ڈمی ولاڈی میر کار سے باہر نکل آیا۔ اصلی ولاڈی میر نے اس کی زبان سے کہا "میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ آنکھیں بند کر کے یہاں موت کے منہ میں چلا آتا۔ میں جانتا ہوں کہ سونیا کتنی مکار ہے۔ وہ مجھے گھیرنے کے لیے ضرور کوئی چارہ ڈالے گی اور اس نے یہی کیا ہے۔"

کبریا نے کہا "ادھر تم نے اپنی ڈمی بھیجی ہے۔ ادھر ہم نے عدنان کی ڈمی کو تمہارے حوالے کیا تھا۔ جسے تم نے اغوا کیا ہے اور اتنی دور لے کر آئے ہو۔ وہ عدنان نہیں ہے۔ ایک دوسرا بچہ ہے۔ مما نے واقعی تمہارے سامنے چارہ ڈالا تھا مگر تم قسمت کے دھنی ہو بچ نکلے ہو۔"

ولاڈی میر نے کہا "مجھے اپنی جان بچ جانے کی خوشی ہے لیکن ناکامی کا بہت صدمہ ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سونیا ایسی مکاری دکھائے گی۔ بچہ بدل کر مجھے اُلو بنائے گی۔"

اعلیٰ بی بی نے دوسرے آلہ کار کے ذریعے کہا "اپنی ایک ڈائری میں لکھتے جاؤ کہ تم نے مما سے پہلی بار بیچ سمندر میں شکست کھائی اور اب یہاں شکست کھا رہے ہو اور آئندہ بھی اپنی شکست کی تعداد اس ڈائری میں لکھتے رہو گے۔ اپنی اس ڈمی کا انجام دیکھو اور سوچو کہ یہ تمہارا انجام ہونے والا تھا۔"

اعلیٰ بی بی نے فائرنگ کا حکم دیا۔ چاروں طرف سے فائرنگ ہوئی۔ وہ ڈمی گولیوں سے چھلنی ہو کر فرش پر گر پڑا۔

ولاڈی میر کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر جھنجلانے لگا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ طیارے کے اندر کم وقت میں سونیا ایک بچہ بدل کر اسے اتنا زبردست دھوکا دے گی۔ وہ دوسری بار زبردست دھوکا کھا چکا تھا۔

سونیا ایک آسیب کی طرح اس کے حواس پر چھا رہی تھی۔

وہ اپنی شکست پر بری طرح جھنجلا رہا تھا۔ جھنجلانے کی وجہ یہ شرمندگی تھی کہ اس نے سونیا سے ایک بار نہیں دو بار مات کھائی تھی۔ وہ دونوں بار ہر پہلو سے محتاط رہنے کے باوجود سونیا کی چالبازی کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ اسی بات پر جھنجلاہٹ ہو رہی تھی کہ اس کی ذہانت ایسے وقت کام کیوں نہیں آئی؟

وہ دوسرے بچے ایڈی کو عدنان سمجھ کر اس کے پاس جانے والا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے اسے ہلاک کرنے والا تھا لیکن مہادھابی سے اس کی ٹھن گئی تھی اور وہ اس اندیشے میں مبتلا ہو گیا تھا کہ مہادھابی کسی دوسرے ذریعے اور کسی دوسری چالبازی سے اس کے خفیہ اڈے کا پتا لگا سکتا ہے۔ وہاں آ سکتا ہے۔ لہٰذا اسے وہاں نہیں جانا چاہیے۔

اسی لیے اس نے اپنی ڈی وہاں بھیجی تھی۔ اس کی اسی احتیاطی تدبیر نے اس کی جان بچائی تھی۔ مہادھابی تو وہاں تک نہ پہنچ سکا لیکن سونیا نے اس کے لیے خوب چارہ ڈالا تھا۔ ایک دوسرے بچے کو عدنان بنا کر پیش کیا تھا اور وہ آخری وقت تک دھوکا کھاتا رہا تھا۔

اس وقت وہ فرانس کے شہر نینسی میں تھا۔ سونیا، پورس انامیریا اور عدنان پیرس میں تھے۔ اس سے کچھ زیادہ فاصلے پر نہیں تھے۔ وہ کسی وقت بھی پیرس پہنچ کر سونیا پر حملہ کر سکتا تھا۔ انتقامی کارروائی کر سکتا تھا لیکن سونیا نے اسے اعصاب شکن مات دی تھی۔ وہ اتنی جلدی انتقامی کارروائی کے لیے خود کو تیار نہیں کر سکتا تھا اور جلد بازی میں پھر ایک بار شکست کھانا نہیں چاہتا تھا۔

یہ اندیشہ بھی تھا کہ سونیا جیسی بلا کو کسی بھی ذریعے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ولاڈی میر نینسی شہر میں ہے اور ہیلی کاپٹر کے ذریعے صرف چالیس منٹ میں پیرس سے نینسی پہنچا جا سکتا ہے۔ صرف چالیس منٹ میں وہ موت بن کر آ سکتی ہے۔

اس نے یہ طے کر لیا کہ فوراً ہی یہ شہر تو کیا، یہ ملک چھوڑ دے گا۔ سوئٹزرلینڈ یا جرمنی کی طرف چلا جائے گا۔ اس سے کچھ زیادہ ہی فاصلہ رکھے گا لیکن اتنا زیادہ فاصلہ بھی نہیں کہ بروقت عدنان تک نہ پہنچ سکے۔

اصل پریشان کن مسئلہ یہی تھا کہ اسے ہلاک کرنے کے لیے اس کے قریب جانا بہت ضروری تھا اور قریب جانے کے لیے بہت زیادہ دور جانا مناسب نہیں تھا۔ عجب مجبوری تھی نہ دور رہ سکتا تھا، نہ قریب آ سکتا تھا۔ حالات نے یہ اچھی طرح واضح کر دیا تھا کہ اس بچے کو ہلاک کرنے کے لیے ہر طرح کا خطرہ مول لینا ہوگا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

اس نے سوچتے سوچتے اچانک سانس روک لی۔ اسے پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئی تھیں وہ پھر سانس لینے لگا۔ ایسے وقت پھر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے اس نے پوچھا ''کون ہو؟''

''میں انابیلا ہوں۔''

وہ غصے سے بولا ''چلی جاؤ یہاں سے میں کسی سے بات نہیں کروں گا۔''

''میں جانتی ہوں تم انگاروں پر لوٹ رہے ہو۔''

''بکواس مت کرو!''

''ایک منٹ کے اندر اپنے آلہ کار کے اندر آؤ.... میں وہیں آ کر تم سے بات کرتی ہوں۔''

''میں نے کہہ دیا کہ ابھی کسی سے بات نہیں کروں گا۔''

''اور میں نے کہہ دیا کہ ایک منٹ کے اندر تم نہ آئے تو پھر میں تمہیں کبھی نہیں ملوں گی۔ تمہیں یہ گمان ہے کہ تم مجھے ڈھونڈ نکالو گے اور میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں اپنی مرضی سے تو تمہارے روبرو آ سکتی ہوں یا تم سے رابطہ کر سکتی ہوں لیکن مرضی نہ ہو تو قیامت تک تم مجھے ڈھونڈ نہیں پاؤ گے۔ اچھی طرح سوچ لو ایک منٹ کے اندر اپنے اسی آلہ کار کے پاس آؤ جس کے ذریعے پہلے ہماری گفتگو ہو چکی ہے۔''

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ وہ بری طرح جھنجلانے لگا۔ ایک بہت بڑی شکست کھانے کے بعد بالکل تنہائی اور خاموشی چاہتا تھا۔ جو کچھ ہو چکا تھا اس کے بارے میں ہر پہلو سے سوچنا چاہتا تھا۔ تاکہ آئندہ اس سے کوئی غلطی نہ ہو۔

لیکن انابیلا چیلنج کر کے گئی تھی کہ کہیں گم ہو جائے گی اور وہ قیامت تک اسے ڈھونڈ نہیں پائے گا اور وہ یہ نہیں چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا بھی ضروری تھا کہ اس کی سوتیلی بہن کتنی قوت اور کتنے وسیع ذرائع کی مالک بن چکی ہے؟

دشمن کی کمزوری اور شہ زوری دونوں پر نظر رکھنی تھی۔ اس لیے وہ مجبور ہو کر اپنے اس آلہ کار کے دماغ میں آ گیا تھا۔ وہ اپنے مقررہ وقت کے مطابق آ چکی تھی۔ چہکتے ہوئے بولی۔ ''مات کھانے والے کو انکار نہیں کرنا چاہیے۔ دروازے دروازے جانا چاہیے۔ پتا نہیں کس در سے کامیابی کی بھیک مل جائے۔''

وہ غصے سے بولا ''میں کسی سے کامیابی مانگتا نہیں چھین لیتا ہوں۔''

''تم سے کامیابیاں کیسے چھین لی گئیں؟ یہ تماشے دو بار دیکھ چکے ہو۔ زیادہ ڈینگیں نہ مارو۔''

وہ دہاڑتے ہوئے بولا ''بکواس مت کرو۔ تم نے مجھے کس لیے بلایا ہے؟ کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''یہی کہ ناکام ہونے کے باوجود قسمت کے دھنی ہو کہ آج تمہاری جان بچ گئی۔ ورنہ میں وہاں تمہاری تاک میں تھی۔''

''تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم وہاں کیسے پہنچ سکتی ہو؟''

''اس خفیہ اڈے کے اندر اور باہر تمہارے جتنے آلہ کار تھے ان کے دماغوں میں جا کر.... معلوم کرو کہ ایک بوڑھی وہاں آئی تھی اور وہ بوڑھی میں ہی ہوں۔''

انابیلا نے یہ جھوٹ کہا تھا۔ ہمارے ایک آلہ کار نے ایک بوڑھی کو اس بنگلے کے سامنے پہنچایا تھا۔ انابیلا کا اس بوڑھی سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن وہ ولاڈی میر کو یہ کہہ کر دہشت زدہ کرنا چاہتی تھی کہ صرف سونیا اور فرہاد علی تیمور ہی نہیں بلکہ اس کی سوتیلی بہن بھی اس پر کڑی نظر رکھتی ہے اور وہ جہاں جاتا ہے وہاں پہنچ جاتی ہے۔

ولاڈی میر کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس کی بہن اتنی تیز طرار اور وسیع ذرائع کی مالک ہو گی کہ وہ خود اس خفیہ اڈے تک پہنچ جائے گی۔ اس نے معلومات حاصل کرنے کے لیے کہا ''ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

اس نے یہ کہہ کر اپنے ایک آلہ کار کے دماغ میں جا کر اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ واقعی ایک بوڑھی عورت چھڑی ٹیکتی ہوئی اس بنگلے کے احاطے میں داخل ہونا چاہتی تھی۔ اس آلہ کار نے اس بڑھیا کو ایک ڈالر دے کر رخصت کر دیا تھا پھر پتا نہیں وہ بڑھیا کہاں چلی گئی تھی۔

ولاڈی میر نے اپنے آلہ کار کے دماغ میں واپس آ کر کہا ''انابیلا! میں نے معلوم کیا ہے۔ تم ایک بوڑھی کو اپنا آلہ کار بنا کر وہاں پہنچی ہوئی تھیں۔''

''اور میں نہتی نہیں تھی۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ وہ بڑھیا چھڑی ٹیکتی ہوئی آئی تھی۔ وہ چھڑی دراصل ایک جدید قسم کی گن تھی۔ میں اس کے ذریعے تمہیں گولی مار سکتی تھی۔ افسوس تم نہیں آئے اپنی جگہ ڈی کو بھیج دیا۔''

وہ حیرانی سے یہ باتیں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ اس سوتیلی بہن کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اب تک یہ معلوم نہ کر سکا کہ وہ کس ملک میں ہے۔ اس کے برعکس وہ سوتیلی اس کی شہ رگ تک پہنچنے لگی تھی۔

اس نے جھنجلا کر پوچھا ''تم کہاں رہتی ہو؟ کیا کرتی ہو؟ تمہارے اتنے وسیع ذرائع کیسے پیدا ہو گئے ہیں؟ تم مجھے نادار اور مجبور نہ سمجھو میں تمہارے بارے میں ساری معلومات جلد سے جلد حاصل کر لوں گا۔''

''تم ضرور معلوم کرو۔ تمہیں روکا کس نے ہے؟''

''میرا اندازہ ہے کہ تم نے دو ہی راستے اختیار کیے ہیں یا تو تم نے اپنی کوئی تنظیم قائم کی ہے یا پھر فرہاد علی تیمور اور اس کے خاندان والوں سے دوستی کر رہی ہو؟''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''تم اس طرح سوچتے رہو گے تو اور زیادہ الجھتے رہو گے۔ کیونکہ اگر میں نے کوئی تنظیم قائم کی ہے تو اس تنظیم کا سراغ لگاتے لگاتے عمر گزر جائے گی۔

''دوسری بات یہ کہ اگر میں نے فرہاد علی تیمور کی فیملی سے دوستی کی ہے تو تمہارے لیے یہ اور زیادہ فکر اور پریشانی کی بات ہوگی کہ جب بھی تم عدنان پر حملے کرو گے اور وہ اپنے پوتے کا بچاؤ کریں گے تو ایسے وقت مجھے بھی تمہارے بارے میں معلوم ہوتا رہے گا اور میں دوسرے ذریعے سے تم پر حملے کرتی رہوں گی جیسا کہ آج کرنے والی تھی لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ میں کہاں ہوں؟ کیا کر رہی ہوں؟ میرے ذرائع کیا ہیں؟ اس کے بارے میں خوب سوچتے رہو اور خوب الجھتے رہو۔ میں جا رہی ہوں۔ کبھی ضروری سمجھوں گی تو رابطہ کروں گی۔''

وہ چلی گئی۔ ولاڈی میر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ سونیا نے اس کے دماغ کی چولیں ہلا دی تھیں۔ وہ ایسا پہاڑ ثابت ہو رہی تھی جسے سر کرنا ممکن نظر نہیں آ رہا تھا۔

ایسے میں وہ سوتیلی بھی اس کے لیے زبردست چیلنج بن رہی تھی۔

اس کا دھیان مختلف سمتوں میں بٹ رہا تھا۔ ایک سمت سونیا تھی۔ دوسری سمت انابیلا اور تیسری سمت عدنان تھا۔ سب سے زیادہ فکر یہی تھی کہ اگر وہ بابا صاحب کے ادارے کے اندر چلا گیا تو پھر باہر پتا نہیں کتنے عرصے کے بعد آئے گا۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ اپنی ذہانت اور ٹیلی پیتھی سے عدنان کو اس ادارے کے اندر جانے سے روک نہیں سکے گا۔ اب دوسرا راستہ یہی رہ گیا تھا کہ وہ اپنے پراسرار علوم سے کام لے۔

پہلے کالے جادو کے ذریعے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کرے۔ اس مقصد کے لیے اسے تنہائی کی ضرورت تھی۔ ایسی تنہائی کہ کالا عمل جاری رہنے کے دوران میں کوئی مداخلت نہ کرے۔

وہ اپنے ایک ذاتی بنگلے میں تھا۔ اس نے ملازموں کو بلا کر حکم دیا ''میں کمرے کی دروازے بند رکھوں گا۔ کوئی بھی ملنے والا آئے تو کہہ دینا کہ میں موجود نہیں ہوں۔ ٹیلی فون کی گھنٹی

بھی نہیں بجنی چاہیے۔ سارے کنکشن کاٹ دو۔ میں دو گھنٹے بعد اپنے کمرے سے باہر آؤں گا۔''

وہ اپنے بیڈروم میں آ گیا۔ دروازے کو بند کر کے اپنے ذہن کو یہ ہدایت دینا چاہتا تھا کہ پرائی سوچ کی لہریں اس کے اندر آئیں مگر اسے مخاطب کیے بغیر ہی چلی جائیں۔ اس کا دماغ کسی بھی سوچ کی لہر کو قبول نہ کرے۔

وہ اپنے ذہن کو ایسی ہی ہدایت دینا چاہتا تھا۔ اسی وقت سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے جھنجلا کر پوچھا ''کون ہے؟''

اسے اپنی سوتیلی ماں ارنا کوف کی آواز سنائی دی ''میں ہوں ارنا کوف!''

وہ بولا ''ٹھیک ہے اپنے بیٹے کے دماغ میں جاؤ۔ میں آ رہا ہوں۔''

اس نے سانس روک لی۔ وہ جا چکی تھی — وہ تھوڑی دیر تک سانس لیتا رہا پھر خیال خوانی کے ذریعے اپنے سوتیلے بھائی اولوپ کوف کے دماغ میں پہنچ گیا پھر بولا ''میں آ گیا ہوں۔ کیا بات ہے؟''

''میں یہ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوں کہ تم اپنے ارادے میں کامیاب ہوئے ہو یا نہیں؟ کیا وہ بچہ مر چکا ہے؟''

وہ ناگواری سے بولا ''میں بہت مصروف تھا۔ اتنی سی بات معلوم کرنے کے لیے مجھے ڈسٹرب کیا ہے۔''

''یہ اتنی سی بات نہیں ہے۔ وہ بچہ صرف تمہارے لیے نہیں بلکہ ہمارے پورے خاندان کے لیے بھی منحوس ہے۔ اس لیے بتاؤ کیا نتیجہ رہا ہے؟''

''نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔''

''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم نے تو تقریباً دو گھنٹے پہلے بڑے فخر سے کہا تھا کہ عدنان تمہارے ہاتھ لگ گیا ہے اور تم اسے اغوا کر کے اپنے خفیہ اڈے پر لے جا رہے ہو۔''

''بے شک۔ میں نے کہا تھا مگر وہ مکار اور ذلیل عورت اپنے پوتے کو بچانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اس نے اپنے پوتے کی جگہ کسی دوسرے بچے کو میرے حوالے کیا تھا اور میں خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا۔''

ارنا کوف نے ایک زوردار قہقہہ لگایا پھر کہا ''شرم کرو شرم! تم ایک عورت سے دوسری بار مات کھا چکے ہو۔''

''زیادہ بکواس مت کرو۔ کوئی ضروری بات ہے تو وہ کرو؟''

''بہت عرصے پہلے تم نے کہا تھا کہ میں سوتیلی ماں ہوں۔ ایک عورت ہوں اور تم مجھے چٹکیوں میں مسل دو گے۔ یہ تمہارے لیے درس عبرت ہے دیکھو کہ ایک عورت کیا ہوتی ہے؟ وہ اپنے پوتے کی حفاظت کے لیے کیسی ذہانت سے کام لے رہی ہے اور میں بھی اپنے پیارے بیٹے کے لیے ایسی ہی ذہانت کا مظاہرہ کروں گی۔ ایک دن تمہیں پتا چلے گا کہ میں کیا کر رہی ہوں؟ کیا کرنے والی ہوں؟''

وہ ناگواری سے بولا ''کیا تم نے مجھے یہی کہنے کے لیے بلایا ہے؟''

''نہیں میں جانتی تھی کہ تم پھر ناکام رہو گے۔ لہٰذا میں اس بچے کو بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے سے پہلے روکنے کے انتظامات کر رہی ہوں۔ میری بیٹی تاشا کالے عمل میں مصروف ہے۔ میں اس سے تعاون کر رہی ہوں۔ ہم جلد ہی کامیاب ہو جائیں گے۔ اس بچے کو اس ادارے میں داخل ہونے نہیں دیں گے۔ تم اسے ہلاک کرنے میں ناکام رہے ہو۔ اب دیکھ لینا کہ ہم کس طرح کامیاب ہوتے ہیں۔''

''چلو اچھی بات ہے۔ تمہاری کامیابی میری کامیابی ہو گی لیکن سب سے اہم مسئلہ یہی ہے کہ اس بچے کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا ہو گا۔ اگر میں ہلاک نہ کر سکا تو تم کرو گی یا ہمارے خاندان کا کوئی فرد کرے گا۔ تب ہی محسوس ہو گی۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں بھی کالا عمل شروع کرنے جا رہا ہوں۔ یہ بہتر ہو گا کہ دونوں طرف سے عمل جاری رہے گا تو وہ بچہ بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جا سکے گا۔''

ارنا کوف اور ولاڈی میر دونوں سوتیلے تھے۔ ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے لیکن عدنان کے معاملے میں ہم خیال ہو گئے تھے۔ عدنان کو ٹھکانے لگانے تک وہ ذاتی دشمنی کو بھول جانا چاہتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ وہ طرفہ کالا جادو اپنا اثر دکھاتا رہے گا تو وہ بچہ ہاتھ سے نہیں نکلے گا۔ بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جائے گا۔ کھلی دنیا میں رہے گا اور انہیں شکار کرنے کا موقع ملتا رہے گا۔

اب یہ کالے جادو کا اثر تھا یا تقدیر کا تماشا تھا کہ عدنان پیرس پہنچنے کے باوجود اب تک بابا صاحب کے ادارے میں نہیں گیا تھا۔ سونیا اسے لے کر جھیل کنارے والے کاٹیج میں تھی۔ مجبوری یہ تھی کہ وہ دوسرے بچے ایڈی کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔

اب وہ بچہ ایڈی بھی واپس آ گیا تھا۔ سونیا نے اسے گلے لگا کر پیار کیا تھا۔ وہ طے کر چکی تھی کہ ان دو لاوارث بچوں یعنی ایڈی اور پوپی کو بھی بابا صاحب کے ادارے میں داخل کرائے

گی اور انہیں اچھی تعلیم و تربیت دلائے گی۔

پوپی نے کہا ''گرینڈ ممما! ہم فن فیئر میلے میں جائیں گے کھیل تماشے دیکھیں گے۔''

عدنان نے بھی یہی ضد کی۔ وہ بچے بدترین حالات سے گزرتے ہوئے آئے تھے۔ ایڈی کے ذہن میں خوف سایا ہوا تھا۔ سونیا پیار محبت سے اس کے اندر کا خوف مٹا رہی تھی۔ ان حالات میں لازمی تھا کہ ان بچوں کو خوب تفریح کرائی جائے۔

اس نے کہا ''ٹھیک ہے۔ میں تم تینوں کو فن فیئر میلے میں لے جاؤں گی اور پیرس کی بھی سیر کراؤں گی۔ آج اور کل خوب تفریح ہو گی پھر پرسوں بابا صاحب کے ادارے میں چلے جائیں گے۔''

پرسوں کا حساب یہ تھا کہ عدنان کو دونوں بچوں سمیت نہیں یا چالیس گھنٹوں بعد بابا صاحب کے ادارے میں لے جایا جائے گا۔ اس طرح دو باتیں سمجھ میں آ رہی تھیں کہ تقدیر کو یہی منظور تھا۔

اور دوسری بات یہ سمجھ میں آ رہی تھی کہ کالا جادو اپنا اثر دکھا رہا ہے۔ سیر و تفریح کے بہانے سے عدنان کو فی الحال بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے روک رہا ہے۔

عدنان کو کئی سمتوں سے روکا جا رہا تھا۔ انا میریا بھی اسے وہاں جانے سے روک رہی تھی۔ وہ عدنان کو وہاں جانے سے روکنا چاہتی ہے۔ اسے یہ منظور نہیں تھا کہ اس کا بیٹا وہاں تعلیم و تربیت حاصل کرے وہ پہلے ہی پورس کے سامنے اظہار کر چکی تھی۔

پورس اسے محبت سے سمجھا رہا تھا کہ وہ اعتراض نہ کرے اور مما کی مخالفت نہ کرے۔ فی الحال اسے جانے دے۔ وہ ہر ہفتے اس کے پاس آیا کرے گا۔ اتوار کا دن اس کے ساتھ گزار کر پھر ادارے میں چلا جایا کرے گا۔

وہ پورس کو بہت چاہتی تھی۔ اس کی قربت سے مسحور ہو جایا کرتی تھی۔ اس سے بحث نہیں کرتی تھی لیکن اس سے دور ہو جانے کے بعد شیوانی اس کے حواس پر چھا جاتی تھی۔ وہ ننھا سا آئینہ نکال کر اس کا عکس دیکھتی تھی۔ شیوانی کی آنکھوں سے آنکھیں ملاتی تھی پھر ان آنکھوں میں ڈوب جایا کرتی تھی۔

تب اسے اپنے اندر شیوانی کی آواز سنائی دیا کرتی تھی۔ وہ کہتی تھی ''انا میریا.....! عدنان ہمارا بیٹا ہے۔ میں ہندو ہوں اور تم یہودی ہو۔ مجھے کبھی بابا صاحب کے ادارے میں بلایا نہیں گیا۔ حالانکہ میں نے پورس سے شادی کی تھی۔ اس کے بچے کی ماں بھی بن رہی تھی۔

''یہ بابا صاحب کے ادارے والے اپنے اصولوں پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔ کسی غیر مسلم کو اس ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ تمہارے ساتھ بھی یہی ہو گا۔ تمہیں یا تو پورس کا ہم مذہب بننا ہو گا یا پھر اس ادارے سے دور رہ کر اپنے بیٹے عدنان کی قربت سے محروم رہنا ہو گا۔''

انا میریا نے کہا ''پورس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے عدنان سے محروم نہیں رکھے گا۔ ہر ہفتے عدنان مجھ سے ملنے آئے گا۔ ہفتے کی رات اور اتوار کا پورا دن میرے پاس رہے گا۔''

''اور تم مطمئن ہو جاؤ گی؟ تمہیں ایک بیٹے کی محبت اور قربت بھیک کے طور پر ہفتے میں ایک دن ملے گی۔ کیا تمہاری ممتا کو تسلی ہو جائے گی؟''

''میں کیا کروں۔ پورس کو ناراض نہیں کرنا چاہتی وہ روٹھ جائے گا مجھ سے دور ہو جائے گا تو میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ میں اسے دل و جان سے چاہنے لگی ہوں۔''

''بے شک..... تمہیں چاہنا چاہیے۔ میں بھی اسے دل و جان سے چاہتی تھی لیکن یہ کبھی نہیں بھولتی تھی کہ مجھے بابا کے ادارے والے پورس کی بیوی کی حیثیت سے مان مرتبہ نہیں دے رہے ہیں۔ یہی تمہارے ساتھ بھی ہو گا۔ تمہیں بھی پورس کی شریک حیات مان لیا جائے گا لیکن وہ عزت اور سماجی مرتبہ نہیں ملے گا جو تمہیں ملنا چاہیے۔ کیا یہ تمہاری توہین نہیں ہے کہ تمہارے بیٹے کو ادارے میں بلایا جائے اور تمہیں دھتکار دیا جائے؟''

''ایسی باتیں نہ کرو۔ مجھے سچ مچ اپنی توہین کا احساس ہوتا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟ بس ایک بات جانتی ہوں کہ اپنا مذہب چھوڑ سکتی ہوں اور نہ پورس کی محبت سے باز آ سکتی ہوں۔''

''میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ تم کچھ نہیں کر سکو گی۔ مجھے ہی کچھ کرنا ہو گا۔''

''پلیز شیوانی! اب عدنان کو ہم سے جدا نہ کرنا۔''

''میں تم سے جدا نہیں کروں گی۔ وہ کبھی کبھی تم سے ملتا رہے گا لیکن ان سب سے ملنے نہیں دوں گی۔''

''نہیں شیوانی.....! یہ مناسب نہیں ہے۔ بار بار اسے اس کی دادی سے الگ نہ کرو۔ تم جانتی ہو کہ وہ کتنی خطرناک ہیں؟ تمہاری یہ آتما شکتی بھی اس کے سامنے کام نہیں آئے گی۔''

شیوانی ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے آئینے کی سطح سے غائب ہو گئی۔ اب اس آئینے کی سطح پر انا میریا کو اپنا عکس دکھائی دے

رہا تھا۔ اس نے اس آئینے کو اپنے گریبان میں رکھ لیا۔

ایک انار تھا اور کئی بیمار تھے۔ سونیا کچھ چاہتی تھی اور دشمن کچھ اور چاہتے تھے۔ ولاڈی میر اور انا رکوف خطرناک قوت سے کام لے رہے تھے۔ شیوانی کی آتما شکتی اپنی ضد پر تھی اور انا میریا پر بیہودیت حاوی تھی۔ وہ پورس سے محبت کرنے کے باوجود مخالفین کی صف میں کھڑی ہوئی تھی۔ یعنی ہر طرف دشمن تھے۔ بیچ میں تنہا سونیا تھی۔ جو اپنے پوتے کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جانے والی تھی۔

اور وہ دشمنوں سے بے خبر تھی کہ کون کیا کر رہا ہے؟ صرف ولاڈی میر کی طرف سے اندیشہ تھا کہ وہ پھر کوئی گڑبڑ کر سکتا ہے۔ اس سے پھر ایک بار نمٹنے کے لیے تیار تھی۔

باہر کے دشمنوں سے نمٹنا اتنا مشکل نہیں ہوتا۔ جتنا گھر کے بھیدیوں سے ہوتا ہے۔ آستین کے سانپ کب ڈس لیں گے پتا نہیں چلتا۔

وہ تینوں بچوں کے ساتھ سیر و تفریح میں مگن تھی۔ ان کے ساتھ ہنس بول رہی تھی۔ بچے کبھی ادھر کبھی ادھر آ جا رہے تھے۔

ہجوم میں اِدھر اُدھر ہونے کے دوران میں ہی اچانک عدنان گم ہو گیا۔ سونیا فن فیئر کے گراؤنڈ میں ادھر ادھر دوڑنے لگی۔ خیال خوانی کرنے والوں سے کہنے لگی کہ ڈھونڈو کسی طرح ڈھونڈو۔

بابا صاحب کے ادارے والے بھی وہاں بہ نفس نفیس موجود تھے۔ وہ بھی ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ اسے تلاش کر رہے تھے۔

سونیا نے فون کے ذریعے پورس کو مخاطب کیا پھر کہا ”بیٹے! غضب ہو گیا۔ ہمارا عدنان پھر کہیں گم ہو گیا ہے۔“

وہ حیران و پریشان ہو کر بولا ”مما! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ آپ کے ہاتھ سے آپ کا پوتا کیسے نکل گیا؟“

”میں کیا کہوں بیٹے! میں اس سے غافل نہیں تھی۔ تینوں کو سنبھال رہی تھی۔ کوئی کسی جھولے پر تھا کوئی کسی ریل گاڑی میں تھا اور کوئی کچھ کھانے پینے کی فکر میں تھا۔ میں تینوں کو سنبھال رہی تھی۔ ایسے میں ہی عدنان کہیں چلا گیا۔“

”عدنان گم ہونے سے پہلے کہاں تھا؟“

”میں نے اسے ریل گاڑی میں بٹھایا تھا۔ وہ ریل گاڑی مصنوعی پہاڑیوں اور جھاڑیوں میں سے گزرتی ہوئی واپس آنے والی تھی لیکن وہ جب واپس آئی تو اس میں عدنان نہیں تھا۔ میں نے ان تمام مصنوعی پہاڑیوں اور جھاڑیوں کو دیکھ لیا۔ ہمارے جاسوس بھی تلاش کر رہے ہیں مگر وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا ہے۔“

”اوہ مما! یہ بار بار کیا ہو رہا ہے؟ کیا آپ کی سمجھ میں آتا ہے کہ آپ اپنے پوتے کو کس طرح اپنے قابو میں رکھ سکیں گی؟“

”مجھے تو بڑا مان تھا کہ میرا پوتا مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا۔ اب بھی میرا دل کہتا ہے کہ جہاں بھی گیا ہے وہاں سے واپس آئے گا لیکن دشمنوں سے ڈر لگتا ہے۔ کہیں وہ ولاڈی میر کے ہاتھ لگ گیا تو غضب ہو جائے گا۔“

”ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کیا کہہ رہے ہیں؟“

”وہی ایک بات کہہ رہے ہیں کہ عدنان کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ اس لیے کچھ معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟ ان حالات میں صرف انا میریا ہی اس کے دماغ میں جا سکتی ہے۔ اس سے کہو کہ فوراً معلوم کرے۔“

پورس نے فون کا رابطہ ختم کر کے انا میریا کو عدنان کی گمشدگی کے بارے میں بتایا۔ وہ بھی پریشان ہو گئی۔ اس نے فوراً ہی گریبان میں ہاتھ ڈال کر چھوٹے سے آئینے کو نکال کر اس میں دیکھا تو شیوانی دکھائی دی اس کی آنکھیں ہنستی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ انا میریا ان آنکھوں میں ڈوبتی چلی گئی۔

ایسے وقت وہ عدنان کے دماغ میں پہنچ جایا کرتی تھی۔ اس وقت بھی اس نے دیکھا۔ عدنان کے اندر کئی خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا ”شیوانی! یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں تو اپنے بیٹے سے بات کر سکتی ہوں۔ یہ نہ تو مجھے محسوس کر رہا ہے نہ کچھ بول رہا ہے؟“

”یہ تمہیں محسوس کرے گا۔ تم سے بولے گا لیکن ابھی میں نہیں چاہتی کہ اس کی دادی کو اس کے باپ کو اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کا سراغ ملے۔ بیٹے کے دماغ سے واپس آ جاؤ کیونکہ میں بھی کئی گھنٹوں تک تم سے نہیں بولوں گی۔“

پورس اور انا میریا بھی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسے تلاش کرنے نکل گئے تھے۔ پیرس کی شاہراہوں گلیوں میں اور مختلف علاقوں میں ڈھونڈ رہے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے کتنے ہی جاسوس اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ائرپورٹ ریلوے اسٹیشن اور ہائی وے کی طرف چکر لگا رہے تھے۔ چند گھنٹوں میں کئی ہزار بچوں کو دیکھ چکے تھے لیکن ان میں عدنان کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے کہا ”مما! اسے کسی مکان کے اندر چھپا کر

رکھا گیا ہے اب ہم لاکھوں مکانوں کے اندر جا کر اسے تلاش نہیں کر سکتے۔“

کبریا نے کہا ”مما! انا میریا عدنان کے اندر پہنچ سکتی ہے۔ اس سے بات کر سکتی ہے۔ ہمیں اس کے خیالات گڈمڈ دکھائی دے رہے ہیں لیکن وہ اس سے بات کر سکے گی اور معلوم کر سکے گی کہ وہ کہاں ہے؟“

سونیا نے پریشان ہو کر کہا ”تم یہ باتیں مجھ سے کیوں کر رہے ہو ابھی پورس کے پاس جاؤ۔ اس سے کہو کہ وہ انا میریا کو عدنان کے پاس بھیجے۔ اس کے بارے میں معلوم کرے۔“

کبریا نے پورس کو مخاطب کرتے ہوئے یہی بات کہی۔ پورس نے کہا ”انا میریا عدنان کے اندر کئی بار جا چکی ہے مگر اس کے خیالات گڈمڈ ہوتے ہیں وہ اس بار انا میریا کی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس نہیں کر رہا ہے۔ نہ کچھ سن رہا ہے نہ جواب دے رہا ہے۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آج تک انا میریا اس کے دماغ میں جا کر اس سے بات کرتی رہی۔ ہم سب ناکام ہوتے رہے لیکن وہ کبھی ناکام نہیں ہوئی۔ عدنان صرف اسی کی سوچ کو قبول کرتا ہے پھر آج کیوں انکار کر رہا ہے؟“

”میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ کیوں ایسا کر رہا ہے؟ وہ ناکام ہو رہی ہے۔ خود اس بات سے پریشان ہو رہی ہے۔ رو رہی ہے کہ اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔“

کبریا نے واپس آ کر سونیا سے کہا ”مما! انا میریا بھی اس کے دماغ میں جا کر ناکام ہو رہی ہے اس کا بیان ہے کہ وہ عدنان کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ نہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو سن رہا ہے نہ جواب دے رہا ہے۔ مجھے تو یقین نہیں آ رہا ہے کہ وہ سچ بول رہی ہے۔“

سونیا سوچ میں پڑ گئی پھر بولی ”پورس سے کہو کہ وہ انا میریا کے ساتھ کاتیج میں واپس آئے۔ میں بھی وہاں پہنچ رہی ہوں۔“

کبریا نے سونیا کا پیغام پورس تک پہنچا دیا۔ اس نے کہا ”میں ابھی انا میریا کے ساتھ کاتیج کی طرف واپس جا رہا ہوں۔“

اس خیال خوانی کے دوران انا بیلا بھی کبریا کے ساتھ ساتھ تھی اور تمام حالات سے واقف ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے کہا ”مجھے بھی یہی شبہ ہے کہ انا میریا جھوٹ بول رہی ہے اور عدنان کو اس کی دادی سے کہیں دور لے گئی ہے۔ اسی نے اسے کہیں چھپا کر رکھا ہے۔“

کبریا نے کہا ”سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایسا کیوں کرے گی؟“

”یہی بات سمجھنے کی ہے۔ کیا تم اپنے بھائی پورس سے کچھ معلوم نہیں کر سکتے؟“

”میرا بھائی پورس اتنا ہی بتا سکے گا۔ جتنا انا میریا نے اسے بتایا ہے۔ اگر اس نے پورس سے جھوٹ کہا ہے تو پھر وہ جھوٹ کو ہی سچ سمجھتا رہے گا۔“

”مشکل یہ ہے کہ ہم انا میریا کے خیالات نہیں پڑھ سکتے اس کا ذہن تو پتا نہیں کیسا ہے۔ ہماری سوچ کی لہریں اس کے دماغ کے آر پار ہو جاتی ہیں۔ کچھ پڑھ نہیں پاتیں۔“

”یہ عورت بہت پراسرار ہے۔ بڑے ہی پراسرار انداز میں ہماری فیملی کے اندر آئی ہے۔ عدنان کے حوالے سے ہم نے اسے قبول کیا ہے۔ کبھی تو بالکل ایسا لگتا ہے کہ جیسے شیوانی زندہ ہو کر واپس آ گئی ہو اور کبھی یہ کہتی ہے کہ شیوانی اس کے اندر سما جاتی ہے اور وہ آئینے میں اس کا عکس دیکھ کر عدنان کے اندر پہنچتی ہے۔“

گویا اسے پشت سے شیوانی کی مدد حاصل ہوتی ہے ورنہ وہ شیوانی نہیں ہے۔ اس کی اپنی ایک الگ شخصیت ہے اور وہ انا میریا ہے۔“

انا میریا اور پورس واپس آ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سونیا بھی آ گئی۔ سیدھی ان کے کاتیج میں پہنچ کر انا میریا سے بولی ”کیا تم عدنان کے دماغ میں پہنچ نہیں پا رہی ہو؟“

وہ بولی ”مما! آپ جانتی ہیں کہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی شیوانی کی آنکھوں میں ڈوب کر عدنان کے اندر پہنچتی ہوں لیکن اب پہنچ نہیں پا رہی ہوں۔“

”کیا آئینے میں شیوانی کا عکس نظر نہیں آ رہا ہے؟“

”اس کا عکس نظر آ رہا ہے۔ وہ دکھائی دے رہی ہے۔“

”اس کی آنکھیں کیا تمہیں اپنی طرف نہیں کھینچتی ہیں؟“

”کھینچتی ہیں۔ میں ان آنکھوں میں ڈوب جاتی ہوں۔“

”تو پھر ان آنکھوں میں ڈوبنے کے بعد ہمارے پوتے کے دماغ میں پہنچ کیوں نہیں پاتی ہو؟“

وہ جواب دینے سے ہچکچانے لگی۔ پورس کی طرف دیکھنے لگی۔ پورس نے کہا ”مما! شیوانی اس سے تعاون نہیں کر رہی ہے۔“

”کیوں نہیں کر رہی ہے؟ اس نے پہلے کبھی ہم سے مخالفت نہیں کی۔ اسے کبھی ہم سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ اب کیا بات ہے؟“

''وہ کہتی ہے کہ عدنان بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جائے گا۔''

''کیوں نہیں جائے گا؟ اسے کیا اعتراض ہے؟''

''وہ کہتی ہے جب تک وہ میری شریک حیات بن کر رہی اس وقت اس کی پزیرائی نہیں کی گئی۔ اسے کبھی بابا صاحب کے ادارے میں نہیں بلایا گیا۔''

سونیا نے کہا ''تم سب اچھی طرح جانتے ہو۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیتی تو اسے ضرور بلایا جاتا۔''

انا میریا نے کہا ''مما! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ جو آپ کا مذہب قبول نہ کرے۔ اسے بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔''

سونیا نے کہا ''اس دنیا میں کتنے ہی مذاہب ایسے ہیں جو اپنی عبادت گاہوں میں دوسرے مذہب کے لوگوں کو داخل نہیں ہونے دیتے۔ یہ اپنے اپنے مذہب کے طور طریقے ہوتے ہیں۔

''تم یہودی ہو۔ تمہارے عبادت خانے میں کوئی مسلم جانا چاہے تو اسے داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اگر اجازت دیں گے تو اس پر کڑی نظر رکھیں گے۔ اس کے خلاف تحقیقات کی جائیں گی کہ وہ کیوں آیا ہے؟

''بابا صاحب کے ادارے میں اس لیے ممانعت ہے کہ غیر مذہب کا کوئی آدمی آئے گا تو خوامخواہ اس پر شبہ کیا جائے گا۔ اس کے خلاف جاسوسی کی جائے گی۔ یہ دردسری لینا مناسب نہیں سمجھا جاتا۔ اس لیے ناپسندیدہ عناصر کو باہر ہی روک دیا جاتا ہے۔''

انا میریا نے کہا ''پھر تو میں بھی ناپسندیدہ ہوں؟''

سونیا نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ بولی ''مجھے بھی کبھی بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ کیونکہ میں یہودی ہوں۔''

سونیا نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا ''چونکہ تمہیں وہاں جانے نہیں دیا جائے گا۔ اس لیے تم بھی یہ نہیں چاہتیں کہ عدنان وہاں جائے اور تعلیم و تربیت حاصل کرے؟''

انا میریا نے جواب نہیں دیا۔ سر جھکا لیا۔ سونیا نے پوچھا۔ ''خاموش کیوں ہو جواب دو؟''

وہ جھجکتے ہوئے بولی ''دیکھیں یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ اس سلسلے میں آپ سوالات نہ کریں۔''

''تمہارا کوئی بھی معاملہ ذاتی ہو سکتا ہے لیکن جب میرے پوتے کا معاملہ آئے گا تو وہ ذاتی نہیں ہوگا۔ وہ ہم سب کا مشترکہ ہوگا۔''

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولی ''عدنان میرا پوتا ہے۔ فرہاد علی تیمور کے بیٹے پارس اور پورس ہیں۔ پورس کا بیٹا عدنان ہے۔ فرہاد کی نسل آگے بڑھتی جا رہی ہے اور اس نسل کا تعلق دادی دادا سے پہلے ہوگا۔ اس کے بعد پھر کسی سے ہوگا۔''

انا میریا نے کہا ''سب سے پہلا حق پیدا کرنے والی ماں کا ہوتا ہے۔''

''پیدا کرنے والی شوہر کی اور شوہر کے باپ کی نسل پیدا کرتی ہے۔ اگر اس نسل کے بارے میں کوئی غلط فیصلہ کرے تو مذہبی نقطہ نظر سے اور قانونی طور پر وہ فیصلہ قابل قبول نہیں ہوتا۔ تم چاہو گی کہ تم یہودی ہو تو تمہارا بیٹا یہودی ہو جائے تو یہ ممکن نہیں ہے؟ جو باپ ہوگا وہی بیٹا ہوگا جو بیٹا ہوگا وہی پوتا ہوگا۔''

وہ اسی طرح سر جھکائے ہوئے بولی ''ٹھیک ہے جو مرد ہوتا ہے۔ اسی کے نام سے دین ہوتا ہے۔ اسی کے نام سے دنیا ہوتی ہے۔ آئندہ نسلیں مرد کے حوالے سے چلتی ہیں۔ عورت کے حوالے سے نہیں۔ لہٰذا میں کچھ نہیں بولوں گی۔ چپ رہوں گی۔''

''تمہیں جو کرنا ہے وہ چپ چاپ کر رہی ہو۔ اس لیے خاموش رہو گی۔ اب یہ یقین ہو گیا ہے کہ عدنان کو تم نے پھر کہیں بھٹکا دیا ہے۔''

''آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں۔ میں آپ کے بیٹے پورس کے ساتھ تھی۔ ہر لمحہ ساتھ تھی۔ کبھی اس سے دور ہو کر عدنان کے پاس نہیں گئی۔ کہیں جا کر اس بچے کو چھپا کر نہیں آئی ہوں۔''

''تمہیں کہیں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بظاہر پورس کے ساتھ ساتھ رہی ہو اور در پردہ عدنان کے دماغ میں جا کر اسے دوسری جگہ بھٹکا دیا ہے۔ اسے کہیں محفوظ جگہ پہنچا دیا ہے تاکہ بعد میں اس سے مل سکو۔''

''آپ خوامخواہ مجھ پر شبہ کر رہی ہیں۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ شیوانی اسے کہیں لے گئی ہے۔ آپ یقین کریں وہ مجھے بھی کچھ نہیں بتا رہی ہے۔''

''کیا تم شیوانی کی آنکھوں میں ڈوب کر عدنان کے دماغ میں نہیں گئی تھیں؟''

''بے شک گئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تھا۔ بار بار اسے پکارتی رہی تھی لیکن وہ میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا ہے اور یہ تو آپ کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے بھی بتائیں گے کہ اس کے اندر رہ کر کچھ معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔''

سونیا اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر بولی ''شیوانی نے اپنی زندگی میں ہم سے کبھی شکایت نہیں کی۔'' اس نے ہانگ کانگ میں پورس سے شادی کی تھی پھر ہانگ کانگ سے لندن تک اس کے ساتھ زندگی گزارتی رہی تھی۔ آخری وقت وہ اٹلی آئی تھی۔ وہیں زچگی کے دوران وفات پا گئی تھی۔

پورس نے تائید میں سر ہلا کر کہا ''ہاں۔ اس نے مجھ سے بھی اپنی زندگی میں کوئی شکایت نہیں کی کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں کیوں نہیں لے جایا جا رہا ہے؟ کبھی اس نے یہ خواہش ظاہر نہیں کی۔''

انا میریا نے کہا ''میں تمہیں پوری روداد بتا چکی ہوں کہ میں بھی غفلت کے دوران میں یہی سب کچھ دیکھتی رہی کہ میری شادی تم سے ہوئی میں تمہارے بچے کی ماں بنی پھر اٹلی پہنچی وہاں میں نے عدنان کو جنم دیا۔ میں نے بھی تم سے کبھی شکایت نہیں کی کہ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں کیوں نہیں لے جاتے؟ لیکن اب شیوانی شکایت کر رہی ہے تو میں کیا کروں؟''

پورس نے کہا ''اس سے کہو مجھ سے بات کرے۔ مجھ سے شکایتیں کرے۔ میں اسے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔''

سونیا بار بار انا میریا کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا ''ایک بات بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو؟ کیا عدنان کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہو؟ سچ سچ بتاؤ؟''

وہ بولی ''آپ عورت ہیں۔ اپنے دل سے پوچھیں۔ کسی بھی عورت کے دل سے پوچھیں۔ کیا وہ اپنے بچے کو اپنے ساتھ رکھنا نہیں چاہے گی؟''

''تمہاری باتوں سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عدنان کا بابا صاحب کے ادارے میں جانا تمہیں منظور نہیں ہے۔ تم اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہو؟''

انا میریا نے نظریں جھکا لیں۔ پورس نے کہا ''تم شیوانی کے ذریعے عدنان کے اندر جاتی ہو اور آج بھی گئی تھیں تو تمہیں ناکامی ہوئی ہے۔ تم عدنان کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتیں۔ اسے واپس نہیں لا سکتیں؟''

''ہاں یہ میری مجبوری ہے۔''

''مجبوری ہے یا فریب ہے۔ میں کیسے یقین کر لوں کہ تم عدنان کے دماغ میں جا کر ناکام رہی ہو اور وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا ہے؟''

''میں تمہاری ہونے والی شریکِ حیات ہوں۔ تمہیں مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔''

سونیا نے کہا ''جھوٹ سچ کا فیصلہ ابھی نہیں ہو سکے گا۔ بہتر یہی ہے کہ اس موضوع پر بحث نہ کی جائے۔ میں چاہوں تو انا میریا کو عبرت ناک سزا دے سکتی ہوں۔ اس نے میرے پوتے کو مجھ سے دور کیا ہے لیکن میں صبر کر رہی ہوں۔ یہ سمجھ رہی ہوں کہ یہ ممتا کے جذبے سے ایسا کر رہی ہے۔ میرے پوتے کو ماں کی محبت دے رہی ہے۔ ابھی وہ جہاں بھی ہے اس کے یا شیوانی کے سائے میں ہوگا۔ اس لیے میں اطمینان سے ہوں۔ ابھی اس کے خلاف کچھ نہیں کہوں گی۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے کے انداز میں دور ادور گئی پھر پلٹ کر بولی ''پورس! اسے یہاں سے لے جاؤ۔ یہ ہماری فیملی میں اس وقت تک واپس نہیں آئے گی۔ جب تک کہ میرے پوتے کو ساتھ نہیں لائے گی۔ کیا تم اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہو گے۔''

پورس نے کہا ''مما! آپ دیکھ رہی ہیں کہ یہ شیوانی کی ہم شکل ہے اور یہ میرے بیٹے کو بھرپور ممتا دے رہی ہے۔ اس لیے میں اسے دل و جان سے چاہتا ہوں۔ اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔''

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا ''پتا نہیں تم لوگوں کو یہودی لڑکیاں کیوں پسند آتی ہیں؟ پہلے پارس نے الپا سے شادی کی۔ اس کے ساتھ زندگی گزارتا رہا۔ کبھی ان میں محبت ہوتی رہی۔ کبھی نفرتیں پیدا ہوتی رہیں۔ وہ یہودی تھی یہودی رہی۔ اس نے ہمیں طرح طرح سے نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں۔

''بہرحال اب اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ وہ راہِ راست پر آ گئی ہے۔ ویسے وہ آج بھی یہودی ہے لیکن ہماری دشمن نہیں ہے۔ ہمیں دل و جان سے چاہنے لگی ہے۔ ہماری بیٹی بنی ہوئی ہے۔ ہم بھی اس کی سرپرستی کر رہے ہیں اور اسے عزت دے رہے ہیں۔''

پورس نے کہا ''مما! آپ اطمینان رکھیں۔ انا میریا بھی آپ کے سامنے جھکے گی۔ ہماری محبت کو تسلیم کرے گی۔ یہ اپنا مذہب تبدیل کرے یا نہ کرے لیکن ہمارے عدنان کو ہماری مرضی کے مطابق پرورش پانے دے گی۔''

''الپا کو راہِ راست پر آنے میں برسوں لگ گئے۔ پتا نہیں یہ کتنے برس لگائے گی؟ ادھر وہ کبریا بھی کچھ ایسی ہی حماقت کر رہا ہے۔ انابیلا بھی یہودی ہے۔ مجھے تو یہی کہنا چاہیے کہ میری قسمت خراب ہے۔ میرے سارے بیٹے یہودی لڑکیوں کی طرف مائل ہیں۔ میں اور کیا کہہ سکتی

ہوں۔''

انابیلا کبریا کے شانے پر سر رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ فوراً ہی جانی طور پر حاضر ہو کر ذرا دور ہٹ گئی۔ کبریا کو تکنے لگی۔ کبریا نے اسے دیکھ کر پوچھا ''کیا ہوا؟''

وہ بولی ''تمہاری مما درست کہہ رہی ہیں۔ میں بھی تو یہودی ہوں۔ کیا میرے ساتھ بھی ایسے ہی مسائل پیدا ہوں گے؟''

کبریا اس کا منہ تکنے لگا۔ جب کوئی جواب نہیں بن پاتا تو جاننے والا ایسے ہی منہ تکنے لگتا ہے۔

☆☆☆

مجھے پورا یقین تھا کہ چنڈال میرے حصار میں آ گیا ہے بچ کر نہیں جائے گا۔ بچنا چاہے گا تو میں اسے زخمی کر کے کے دماغ کے اندر پہنچ جاؤں گا۔

ایسے وقت میرے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ وہ آتما ملی جانتا ہے۔ اگرچہ میں اس کی ایسی غیر معمولی صلاحیتوں سے واقف تھا لیکن اس وقت بھول گیا تھا۔

جب اس نے اپنی موت کو قریب سے دیکھا تھا۔ تب ہی وہ منتر پڑھنے لگا تھا اور میں یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنے بچاؤ کے سلسلے میں کوئی منتر پڑھ رہا ہے۔ اس وقت بھی مجھے یاد نہیں آیا کہ وہ آتما شکتی کے ذریعے اپنی آتما کو دوسرے جسم میں پہنچا کر پھر سے نئی زندگی حاصل کر سکتا ہے۔

اگر اس وقت مجھے یاد آ جاتا تو میں اسے کبھی نہیں مارتا اور فوراً ہی مرنے دیتا۔ اسے زندہ گرفتار کرتا۔ مہادیو بھائیا یعنی ٹونی جے کو بھی اس کے دماغ سے بھگا تا رہتا۔

اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کو منتر پڑھنے کا موقع نہ دیتا۔ اس طرح وہ زندہ میرے قابو میں رہتا۔

اب مجھے مان لینا چاہیے کہ میں اس حد تک بوڑھا ہو گیا ہوں کہ میری یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔ اسی کمزوری کے وقت اتنا اچھا موقع میں نے اپنے ہاتھ سے گنوا دیا۔

اپنے اپنے مقدر کی بات ہوتی ہے۔ اس کے مقدر میں ملاقاتی لکھی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ بچ نکلا۔

اب پتا نہیں وہ کہاں گیا ہوگا؟ کس کے جسم میں داخل ہو کر ایک نئی زندگی حاصل کر چکا ہوگا؟ یہ بات صرف اس کا راز دار مہادیو بھائیا عرف ٹونی جے ہی جانتا ہوگا۔ چنڈال نے حتی الامکان کوشش کی تھی کہ کوئی ٹونی جے کی اصلیت معلوم کر سکے۔

لیکن میں نے ایک یوگا جاننے والے افسر کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کیا تھا۔ اب یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ انڈیا میں آنے کے بعد کہاں ہے؟ اور کس حیثیت سے یہاں کی سوسائٹی میں رہ رہا ہے؟

میں دوسرے معاملات میں بھی مصروف رہتا تھا اور ہمارے یوگا جاننے والے بھی سونیا کے ساتھ مصروف تھے۔ اس لیے میں انہیں ٹونی جے کی تلاش میں نہیں لگا سکتا تھا اور تلاش کرنا بھی ضروری تھا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ ہندوستانی بن کر چھپتا رہے۔ یہ جاننا ضروری تھا کہ چنڈال آرمی والوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد وہاں ٹونی جے کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے؟

اب تو دو ہی طرح سے ان کا سراغ مل سکتا تھا۔ ایک تو یہ کہ چنڈال نئے جسم میں پہنچنے کے بعد کبھی کوئی غلطی کرے تو ظاہر ہو جائے یا ٹونی جے کسی طرح نظروں میں آ جائے تو اس کے ذریعے چنڈال کا سراغ مل جائے۔

وہ ایک دوسرے سے ایسے وابستہ تھے۔ جیسے چولی دامن کا ساتھ ہو۔ ان میں سے کوئی ایک بھی نظر میں آتا تو دوسرا بھی چھپ نہیں پاتا۔

ہاں..... ایک تیسرا راستہ بھی تھا کہ میں امریکی اکابرین سے رابطہ کروں۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی بتاؤں کہ ان کا ایک ساتھی اغوا کیا گیا ہے اور اس طرح کہ اب اس کی اصلیت باقی نہیں رہی۔ اس کا نام شخصیت اور مذہب سب کچھ تبدیل ہو چکا ہے اور اب وہ ہندوستانی بن کر انڈیا میں ہے۔

اب یہی مناسب تھا کہ امریکی کے پیچھے دوسرے امریکیوں کو لگا دیا جائے۔ وہی اپنی ذات برادری والے سے نمٹ لیں گے۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ایک امریکن آرمی کے اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ کر کہا ''ہیلو؟''

وہ اپنے اندر سوچ کی لہروں کو سنتے ہی چونک گیا پھر خلا میں تکتے ہوئے بولا ''کون ہو تم.....؟''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ میں کون ہوں۔ بس اتنا سمجھ لو کہ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ اس لیے تم سے ملاقات کا وقت مقرر کیے بغیر چلا آیا ہوں۔''

''تمہارے آنے کا کوئی مقصد ہوگا؟''

''بے شک کسی مقصد سے ہی آیا ہوں۔ تم لوگوں کو ایک بہت بڑے نقصان سے بچا کر فائدہ پہنچانا چاہتا ہوں۔''

''تمہارے اس دوستانہ انداز میں سچائی ہے تو پھر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔''

''میں ابھی ثابت کر دوں گا کہ کس طرح فائدہ پہنچانے والا ہوں؟''

''جب اتنے اچھے دوست بن رہے ہو تو اپنا نام بھی بتادو۔''

''رفتہ رفتہ سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔ میں ابھی ایک سوال کرنا ہوں۔ تمہارے تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ایک کا نام ٹونی جے ہے۔ وہ آج کل کہاں ہے؟''

''تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''اس لیے کہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔''

وہ افسر سوچ میں پڑ گیا پھر بولا ''ٹونی جے پچھلے تین ہفتوں سے خاموش ہے۔ ہم میں سے کسی سے رابطہ نہیں کر رہا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہفتوں اور مہینوں گم رہتے ہیں اس کے بعد پھر رابطہ کرتے ہیں۔ ہمیں اس کا انتظار ہے کہ وہ پھر ہمارے دماغ میں آکر ہمیں مخاطب کرے گا۔''

''ایسا اب کبھی نہیں ہوگا۔ وہ کبھی تم لوگوں کے دماغ میں نہیں آئے گا۔ تمہیں یقین نہیں آرہا ہے تو اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو کہ وہ اسے تلاش کریں۔ دیکھیں وہ کہاں ہے؟''

''میں کہتا ہوں کہ اس وقت میرے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کیا کر رہا ہے؟''

''دیکھو میری بات کا برا نہ ماننا۔ کہیں تم نے تو اسے اغوا نہیں کیا ہے؟''

''میں اگر ایسا کرتا تو ٹونی کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کے بعد تم لوگوں کو چیلنج کرتا۔ اس کی مخبری کرنے یہاں نہ آتا۔''

''سوری..... میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میری بات کا برا نہ ماننا۔ میں اطمینان کر لینا چاہتا ہوں کیا تم مجھے تھوڑا وقت دو گے؟ میں اس سلسلے میں دوسرے اکابرین اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کر کے باتیں کروں گا۔''

''بے شک۔ میں ایک گھنٹے بعد تمہارے پاس آؤں گا۔''

میں وہاں سے چلا آیا۔ سیٹھ ہریش چندر ناگ پور کا ایک کروڑ پتی بزنس مین تھا۔ چالیس برس کا جوان مرد تھا۔ ایسی جوانی میں اس کے دن پورے ہوگئے تھے۔ تقدیر میں جو لکھا تھا۔ اس کے مطابق اسے مرجانا چاہیے تھا اور وہ مرگیا تھا۔

ایسے ہی وقت چنڈال جوگیا اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ سیٹھ ہریش چندر جو اپنی تقدیر کے لکھے کے مطابق مرگیا تھا۔ اب وہ پھر چنڈال کے مقدر سے زندہ ہوگیا۔

گھر والوں نے دور اور نزدیک کے رشتے داروں نے یہی سمجھا تھا کہ سیٹھ جی کا گیان ہو چکا ہے۔ ان کی سانسیں بھی اکھڑ چکی ہے، نبض تھم گئی۔ دل کی دھڑکن بھی خاموش ہوگئی۔ انہوں نے اپنے اطمینان کے لیے ڈاکٹر کو بلایا۔ اس نے معائنہ کیا۔ نبض تھام کر دیکھی تو وہ چلنے لگی۔ دل کی دھڑکنیں بولنے لگیں پھر جسے مردہ سمجھا جارہا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔

سب لوگ حیران بھی ہوئے۔ خوش بھی ہوئے۔ جو اس کی موت چاہتے تھے۔ انہیں مایوسی ہوئی جو اس کی زندگی چاہتے تھے وہ خوشی سے رو پڑے۔

اس کی دھرم پتنی خوشی کے مارے روتی ہوئی آکر اس سے لپٹ گئی۔ چنڈال نے دل ہی دل میں کہا ''یہ باسی مال کہاں سے آگیا؟ کیا اسے بھگتنا پڑے گا۔''

وہ جلدی سے اسے ایک طرف ہٹاتے ہوئے بولا ''کیا کر رہی ہو؟ اس طرح کیوں لپٹ رہی ہو؟ مجھے سانس تو لینے دو۔''

بیٹے اور بیٹیوں نے ماں کو پکڑ کر ذرا دور کیا۔ چنڈال اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ سیٹھ ہریش چندر کے جسم میں آیا تھا اور اب اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ معلومات حاصل کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ کیونکہ چنڈال کے اور سیٹھ ہریش چندر کے دماغ مشترکہ ہوگئے تھے۔ فوراً ہی معلومات حاصل ہوسکتی تھیں۔

پھر بھی اس نے کہا ''میں تنہائی چاہتا ہوں۔ تم سب یہاں سے چلے جاؤ۔ کسی کی ضرورت ہوگی تو میں آواز دے کر بلالوں گا۔ پلیز یہاں سے جاؤ۔''

وہ سب وہاں سے جانے لگے۔ اس کی دھرم پتنی نے کہا ''میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے قدموں میں لپٹ کر رہوں۔ بھگوان نے میرے سہاگ کی رکھشا کی ہے۔ میں ابھی جاکر پوجا کروں گی اور غریبوں کو کھانا کھلاؤں گی۔''

وہ بھی وہاں سے چلی گئی۔ چنڈال نے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا۔ جادو بھائیا یعنی ٹونی جے کے اندر پہنچا۔ وہ اسے محسوس کرتے ہوئے بولا ''میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ تم کہاں پہنچے ہوئے ہو؟ اپنا موجودہ نام و پتا بتاؤ؟''

''میں سیٹھ ہریش چندر کے جسم و دماغ میں ہوں۔ ناگ پور کا ایک کروڑ پتی بزنس مین ہے۔ تم میرے دماغ میں آؤ اور خیالات پڑھتے رہو پھر سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔ میں بھی کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔''

چنڈال کو جو نئی زندگی ملی تھی۔ وہ اس کے مطابق ع

انتظامات میں مصروف ہوگیا تھا اور ٹونی جے اس کا ساتھ دے رہا تھا۔

میں ایک گھنٹے میں پھر اس امریکی آرمی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ تمام امریکی اکابرین کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے محسوس کرتے ہی بولا ''میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ یہاں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے موجود ہیں۔''

میں نے کہا ''ان خیال خوانی کرنے والوں سے پوچھو۔ کیا انہیں ٹونی جے کے دماغ میں جگہ مل رہی ہے؟''

''نہیں۔ شاید اس کی آواز اور لب و لہجہ بدل گیا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ اسے اغوا کرلیا گیا ہے اور اس پر تنویمی عمل کرنے کے بعد کسی نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔''

ایک امریکی حاکم نے کہا ''تم ہمیں بہت بڑے نقصان سے آگاہ کرنے آئے ہو۔ ہم تمہارے شکر گزار ہیں۔ پلیز ہمارا وہ کہاں ہے؟ اسے کس نے ٹریپ کیا ہے؟''

میں نے کہا ''یہ تو تم سب کو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ انڈیا میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ جس کا نام چنڈال جوگیا ہے۔''

''ہاں اس کے بارے میں ہم کچھ جانتے ہیں اور بہت کچھ جاننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمارے جاسوس اس کا سراغ لگانا چاہتے ہیں لیکن پتا نہیں انڈین اکابرین نے اسے کہاں چھپا رکھا ہے؟''

ایک اور حاکم نے کہا ''اگر تم چنڈال جوگیا کے بارے میں کچھ بھی جانتے ہو تو ہم اس کے بارے میں تم سے بہت کچھ پوچھنا چاہیں گے لیکن پہلے اپنے پیارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹونی جے کے بارے میں تشویش ہے۔ اس کے بارے میں کچھ بتاؤ؟''

''چنڈال نے تمہارے اس ٹونی جے کو اغوا کیا ہے۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار اس طرح بنایا ہے کہ وہ اس کے دماغ کو پوری طرح واش کر چکا ہے۔ وہ اپنا ماضی بھول چکا ہے۔ اسے یاد نہیں ہے کہ وہ ایک امریکی باشندہ ہے اب وہ خود کو ہندوستانی سمجھ رہا ہے۔''

''اس کے ہندوستانی سمجھ لینے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا وہ ہندی بول سکے گا۔ کیا وہ ہندی کلچر کو جانتا ہے؟''

''ٹیلی پیتھی کے ذریعے ناممکن کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ چنڈال تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں ہندی زبان اور ہندی کلچر نقش کر چکا ہے۔ وہ سر سے پاؤں تک دل سے

کے عملی طریقے
کتاب میں شامل چند عنوانات
✧ ہپناٹیزم کی ابتدائی تاریخ
✧ ہپناٹیزم کیا ہے؟
✧ ہپناٹیزم کے مزید طریقے
✧ ہپناٹیزم اور ذہنی گہرائیاں
✧ طبی استعمال
✧ اثر کی شدت
✧ جذباتی الجھنوں کا علاج
✧ روحانی قوتیں
✧ ہپناٹیزم کے ذریعے شخصی خامیاں دور
قیمت:-/50 روپے
ڈاک خرچ:-/23 روپے
کتابیات پبلی کیشنز۔ کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
سول ڈسٹری پیوٹر، رحمان بک ہاؤس اردو بازار کراچی، فون: 021-7766751

دماغ تک مکمل ہندوستانی بن چکا ہے اور اس کا موجودہ نام مہا دیو بھائیا ہے۔ یعنی ہندوستان میں اب ایک نہیں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

تمام امریکی اکابرین پریشان ہو کر ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ بولنے لگے پھر ایک نے کہا "یہ ہندوستانی حکمران آستین کا سانپ ہیں۔ ہماری آستین میں رہتے ہیں۔ ہم سے وفاداری کی قسمیں کھاتے ہیں۔ ہماری دوستی کے گن گاتے ہیں اور در پردہ دشمنی کرتے جا رہے ہیں۔"

ایک امریکی اعلیٰ افسر نے کہا "اب سے پہلے بھی چنڈال جوگیا نے ہمارے اہم راز چرائے تھے۔ ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ اب یہ دوسری بار اس نے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ ہمارے پاس صرف چار ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے تھے۔

ان میں سے ایک کو انہوں نے اغوا کرایا ہے اور اسے اپنا غلام بنالیا ہے۔"

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام ماؤز ہنٹر تھا۔ اس نے کہا "میں دن رات خیال خوانی کے ذریعے ہندوستانی اکابرین کے دماغوں کے اندر آتا جاتا رہتا ہوں۔ ان کے آرمی افسران کے بھی خیالات پڑھتا ہوں۔ پتا چلا ہے کہ چھ یوگا جاننے والے آرمی افسران نے چنڈال کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔"

میں نے کہا "تمہاری معلومات پرانی ہو چکی ہیں۔ اب چنڈال ان کا قیدی نہیں ہے۔ اس نے ان چھ یوگا جاننے والے افسران کو ہلاک کر دیا ہے اور رہائی حاصل کر لی ہے۔"

میں انہیں بتانے لگا کہ وہ کس طرح آتما شکتی کے ذریعے اپنا جسم بدل چکا ہے اور اب وہ کہاں ہے؟ کس روپ میں ہے؟ یہ میں بھی نہیں جانتا۔ میں اسے تلاش کر رہا ہوں لیکن تنہا اسے ڈھونڈ نہیں پاؤں گا اس لیے اس کے حالات تمہارے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ اب تم لوگ جو مناسب سمجھو وہ کرو۔

ایک آرمی افسر نے کہا "ہمارے لیے اور کیا مناسب ہوگا۔ ہم تو انڈین اکابرین کی ایسی کی تیسی کر دیں گے۔ انہیں وارننگ دیں گے اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا مطالبہ کریں گے۔"

میں نے کہا "کیا وہ تسلیم کر لیں گے کہ انہوں نے تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کیا ہے؟ کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اب وہ پہلے والا ٹونی جے نہیں رہا ہے۔ وہ خود تم لوگوں کے خلاف کہے گا کہ نہ تو اس کا نام ٹونی جے ہے اور نہ ہی وہ امریکن ہے۔ وہ ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا مہا دیو بھائیا ہے پھر تم کیسے یہ ثابت کرو گے کہ انہیں جھوٹا الزام دے رہے ہو؟"

ایک حاکم نے تائید میں سر ہلا کر کہا "بے شک۔ ہم الزام نہیں دے سکیں گے۔ انہوں نے جس طرح چھپ کر ہم پر وار کیا ہے۔ ہمیں نقصان پہنچایا ہے۔ ہم بھی چھپ کر انہیں نقصان پہنچائیں گے۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والے ماؤز ہنٹر نے کہا "میں دن رات خیال خوانی کے ذریعے ہندوستان میں رہ کر بہت کچھ کر رہا ہوں۔ میں نے وہاں کی ایک حسین دوشیزہ کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے۔ میں اس کے دماغ میں یہ نقش کر رہا ہوں کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور اب وہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرنے والی ہے۔ یہ اعلان کرنے والی ہے کہ ہندوستان میں ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی پیدا ہو گئی ہے۔"

میں نے تائید میں کہا "بے شک یہ بہت ہی اچھا طریقہ ہے چنڈال جب ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے بارے میں سنے گا تو چونک جائے گا۔ اس کے پیچھے پڑ جائے گا۔ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے گا کہ وہ کون ہے؟ کہاں رہتی ہے؟"

پھر میں نے اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماؤز ہنٹر سے کہا "اگر تم میرا تعاون چاہتے ہو تو اپنی اس معمولہ کا نام بتاؤ؟ میں ہندوستان میں تمہارے بہت کام آؤں گا۔"

اس نے کہا "اس حسینہ کا نام انجلی ہے اور وہ دہلی میں رہتی ہے۔"

میں نے کہا "اتفاق سے میں بھی دہلی میں رہتا ہوں۔"

ماؤز ہنٹر نے کہا "مسٹر! میں نے اپنا نام بتا دیا۔ اپنی معمولہ اور تابعدار کا نام بھی بتا دیا۔ اب تمہیں اپنا نام بتانا چاہیے۔ اگر واقعی ہم سے تعاون کرنا چاہتے ہو اور انجلی کا پتا معلوم کرنا چاہتے ہو تو پلیز خود کو نہ چھپاؤ۔"

میں نے کہا "میں خود کو نہیں چھپاؤں گا مگر اس سے پہلے یہ کہہ دوں کہ دوست کبھی دشمن بن جاتے ہیں اور دشمن کبھی دوست بن جاتے ہیں۔ میں تم لوگوں کا دشمن فرہاد علی تیمور ہوں لیکن ان حالات میں دوست بن کر کام آ سکتا ہوں۔ مقدور ہے تو میرا تعاون حاصل کرو۔ ورنہ میں تمہارا محتاج نہیں ہوں۔"

وہ سب سوچ میں پڑ گئے۔ ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے پھر ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "مسٹر فرہاد! تمہارے تعاون کا شکریہ۔ تم نے بڑی اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ آئندہ بھی تم سے تعاون کی توقع ہے۔ ہم ابھی فیصلہ کریں گے کہ آئندہ بھی تم سے تعاون حاصل کیا جائے۔ تم سے دوستی کی جائے یا نہیں" "پلیز ہماری بات کا برا نہ ماننا ہمیں فیصلہ کرنے کا وقت دو۔"

"جتنا وقت چاہو لے سکتے ہو۔ آج نہیں تو کل، کل نہیں تو ایک ماہ بعد ایک برس بعد جب بھی دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ گے تو میں دوستی کروں گا۔ دشمنی کرنا چاہو گے تو دشمنی کے بہت سے تماشے دیکھ چکے ہو۔ اوکے پھر کبھی رابطہ کروں گا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میں ان کے تعاون کا محتاج نہیں تھا۔ مجھے جو معلومات فراہم کرنی تھیں۔ وہ کر چکا تھا تاکہ وہ چنڈال کے خلاف مضبوط محاذ بنا لیں۔

ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ماؤز ہنٹر بڑی مستعدی سے کام کر رہا تھا اور چنڈال تک پہنچنے کے لیے اچھا طریقہ کار اختیار کر رہا تھا۔ ایک ہندوستانی لڑکی کو ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے پیش کرنے والا تھا۔

اس حسینہ کا نام انجلی تھا اور وہ دہلی میں رہتی تھی۔ میرے ذہن میں اسی وقت یہ تدبیر آ گئی کہ مجھے کس طرح انجلی تک پہنچنا چاہیے؟ بس میں ایک بار اس کی آواز سن لینا چاہتا تھا۔

ادھر چنڈال جوگیا نئی زندگی شروع کر رہا تھا۔ وہ اور ٹونی جے میرے سلسلے میں پریشان تھے۔ انہیں اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ میں کون ہوں؟

چنڈال نے کہا "بھائیا! یہاں دو ہی ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں جو مجھ سے دشمنی کر سکتے ہیں۔ ایک تو فرمان ہے اور دوسرا فرہاد علی تیمور۔ فرمان اتنا تیز طرار نہیں ہے جتنا کہ فرہاد ہے۔

وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا جتنی تیزی اور چالاکی سے آرمی افسران کے اس خفیہ اڈے تک پہنچ گیا تھا اور وہاں اس نے مجھے ہلاک کیا تھا۔ اپنی دانست میں مجھے مار ڈالا ہے۔ تو یہ کام فرہاد کا ہی ہو سکتا ہے۔"

ٹونی جے نے پوچھا "تمہیں پہلی بار کب پتا چلا کہ ایک اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارا سراغ لگا رہا ہے؟"

وہ میرے بیٹے ہنس راج کے دماغ میں آیا تھا۔ میں اپنے بیٹے کو شراب پینے سے منع کرتا تھا لیکن اس رات اس نے ایک حسین عورت کے ساتھ شراب پی تھی۔ ایسے ہی وقت وہ میرے بیٹے کے دماغ میں آ گیا تھا پھر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ گیا تھا۔ میں اس کی تنویمی نیند پوری ہونے سے پہلے ہی اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس لیے مجھے پتا چل گیا تھا کہ کوئی میرے بیٹے کو ٹریپ کرنے کے بعد مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے۔"

معاشرتی جبر کے خلاف زاہدہ حنا کا قلم تیغ برہنہ بن جاتا ہے

قیدخانے میں طوائف

اردو افسانے میں زاہدہ حنا کا نام اور کام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ سسکیاں بھرتے ہوئے مظلوموں کے لیے ان کی تحریریں مرہم کا درجہ رکھتی ہیں۔

تیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے

کتاب کی قیمت بذریعہ پیشگی ڈرافٹ، منی آرڈر یا کراسڈ چیک ارسال فرمائیں

قیمت:-/100 روپے | ڈاک خرچ:-/23 روپے

کتابیات پبلی کیشنز، کراچی

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200 فون: 021-5804300

E-mail:kitabiat1970@yahoo.com

سول ڈسٹری بیوٹر: رحمان بک ہاؤس اردو بازار کراچی فون: 021-7766751

''اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس حسین عورت کے اندر تھا۔ اس کے ذریعے تمہارے بیٹے تک پہنچا تھا۔''

''ہاں..... یہی بات ہے۔''

''اس عورت کا نام پتا بتاؤ؟''

''نام پتا پوچھ کر کیا کرو گے؟ وہ کسی کام نہیں آئے گی۔''

''ہوسکتا ہے تم سے کوئی غلطی ہوئی ہو۔ ایسی کوئی بات رہ گئی ہو جو تم اس عورت کے ذریعے معلوم نہ کر سکے؟ اور میں معلوم کرلوں۔''

چنڈال نے کہا ''اس کا نام بندیا تھا۔ میں نے اسے بھی مار ڈالا تھا پھر اس کی آتما کو ایک دوسری جوان لڑکی کے اندر پہنچا دیا تھا۔ اس جوان لڑکی کا نام تانی ہے۔ وہ بھنگن ہے۔ چونکہ بندیا تعلیم یافتہ ہے اور دولت مند ہے۔ اس لیے وہ اب بھنگن نہیں لگتی ہے۔ میں نے اس کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں کی ہیں۔ ہاں..... اتنا جانتا ہوں کہ اس نے پھر سے دولت حاصل کی ہے اور بڑے عیش و آرام سے زندگی گزار رہی ہے۔''

''ہمیں یہی سب کچھ معلوم کرنا چاہیے کہ اس نے بھنگن بننے کے بعد اپنی دولت و جائداد کیسے حاصل کی ہے؟ کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟ کون سا ذریعہ ایسا ہے جس نے اسے پھر سے دولت مند بنا دیا ہے؟''

چنڈال نے قائل ہو کر کہا ''تم بہت دور کی سوچتے ہو۔ ٹھیک ہے میں تمہیں اس کے پاس پہنچاتا ہوں۔ تم معلومات حاصل کرو۔''

چنڈال نے اسے بندیا کے اندر پہنچا دیا۔ بندیا نے میرے تعاون سے تقریباً دو کروڑ روپے حاصل کیے تھے۔ اس رقم سے اس نے ایک چھوٹا سا بنگلا خرید لیا تھا اور وہاں بڑے آرام سے رہنے لگی تھی۔

ٹونی جے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس کے مختصر سے اہم خیالات یہ تھے کہ بندیا اور اس کا باپ امیش بھاسکر اور بھائی یوگیش بھاسکر یہ سب شانتا بائی کو کسی طرح ہلاک کر کے اس کی دولت اور جائداد پر قبضہ جمانا چاہتے تھے۔

لیکن اس کے باپ نے جب بھی شانتا بائی کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تو وہ کسی نہ کسی طرح بچ گئی۔ جب شانتا بائی اپنی بیٹی کے ساتھ امریکا سے آئی تو تمام رشتے داروں نے اسے خوش آمدید کہا تھا۔ سب نے مل کر ایک میز پر کھانا کھانا چاہا تھا۔ ایسے وقت امیش بھاسکر نے اس کے کھانے میں زہر ملایا تھا۔

لیکن پتا نہیں کس طرح شانتا بائی کو پتا چل گیا۔ اس نے وہ کھانا نہیں کھایا۔ اس گھر کی پالتو بلی نے کھانا کھا کر مر گئی۔

پھر بندیا نے اپنے باپ کے ساتھ مل کر سازش کی شانتا بائی کے معتمد خاص دھرم ویر کو ٹریپ کرنا چاہا۔ وہ اسے شرمناک انداز میں ٹریپ کرنا چاہتی تھی۔ اس کے ذریعے شانتا کی دولت و جائداد پر قبضہ جمانا چاہتی تھی۔ اس نے ایک ہوٹل میں دھرم ویر کو بلایا تھا۔ وہاں خفیہ کیمرے نصب کیے گئے تھے۔ تاکہ شرمناک فلم اتاری جائے اور پھر اسے بلیک میل کیا جائے۔

لیکن اچانک ہی پانسا پلٹ گیا تھا۔ اس کیمرے سے دھرم ویر کی شرمناک تصاویر اتاری جانے والی تھیں۔ اس کے برعکس ایک ویٹر کے ساتھ بندیا کی شرمناک تصاویر اتر گئیں۔

ایک اجنبی اسے اور اس کے باپ کو ان تصاویر کے ذریعے بلیک میل کرنے لگا پھر کچھ روز بعد شانتا کی بیٹی نیہا (اعلیٰ بی بی) کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی واقعہ ہوا۔ نیہا کی بھی شرمناک تصاویر اتارنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن وہاں بھی بازی پلٹ گئی۔

جس نے اسے بدنام کرنا چاہا اسی کی شرمناک فلم تیار ہوگئی۔ کیسے تیار ہوئی؟ یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔

ٹونی جے نے اس حد تک خیالات پڑھنے کے بعد چنڈال سے کہا ''تم نے بندیا کی روداد اچھی طرح نہیں پڑھی اور نہ ہی توجہ دی۔ ورنہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا شانتا بائی کے خاندان میں کہیں چھپا ہوا ہے۔''

چنڈال نے بے یقینی سے پوچھا ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''تم خود ہی شانتا بائی اور اس کی بیٹی نیہا کے حالات پر غور کرو ان پر جب بھی مصیبت آئی تو وہ حیرت انگیز طور پر اس مصیبت سے نجات مل کرتے رہے اور دشمنوں کو شکست دیتے رہے کیا وہ ماں بیٹی جادو جانتی ہیں؟ کہ انہیں کھانے میں زہر دیا جائے تو خبر ہو جاتی ہے۔ بیٹی کو اغوا کیا جائے اس کی شرمناک فلم بنانے کی پلاننگ کی جائے تو وہ پلاننگ الٹی ہو جاتی ہے اور فلم تیار کرنے والا خود ہی شرمناک فلم کا ایک کردار بن جاتا ہے اور پھر بے موت مارا جاتا ہے؟''

چنڈال اس کی باتیں سن رہا تھا اور سر جھکائے غور کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''شانتا بائی کی دولت و جائداد حاصل کرنے کے لیے معتمد خاص دھرم ویر کو ٹریپ کرنے کی کوشش کی۔ بندیا اسے بلیک میل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے برعکس وہ خود بلیک میل ہونے لگی۔ اس کی بھی شرمناک ویڈیو فلم تیار ہوگئی۔ کیا یہ سب جادو ہے یا پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا ہوتا رہا ہے؟

چنڈال نے کہا ''وہ یوگا جاننے والے انسان مجھے تینوں وقت اچھا کھلاتے پلاتے رہے لیکن ذہنی کرب میں مبتلا رکھتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ میں دوسری طرف دھیان نہ دے سکا۔ میں نے سرسری طور پر معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا پتا معلوم نہ ہو سکا۔''

ٹونی جے نے کہا ''ہمیں دھرم ویر کے خیالات کو اچھی طرح پڑھنا چاہیے۔ مجھے اس پر شبہ ہے۔''

چنڈال نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''میں اس کے خیالات کو اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔ وہ ایک پکا بزنس مین ہے۔ نہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے نہ جادو ٹونے پر یقین رکھتا ہے۔ میں تمہیں اس کے دماغ میں پہنچاتا ہوں۔ تم اپنی تسلی کے لیے اس کے خیالات پڑھتے رہو۔''

میں اپنی بیٹی عالی سے باتیں کر رہا تھا۔ ہم ڈرائنگ روم میں تھے۔ عدنان کے مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے۔ سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ انا میریا در پردہ سونیا کی مخالفت کرنے لگی تھی۔ اسے عدنان کا بابا صاحب کے ادارے میں جانا منظور نہیں تھا۔ سب سے تکلیف دہ بات یہ تھی کہ مذہبی بحث چھڑ گئی تھی۔ شیوانی خود کو ہندو اور انا میریا خود کو یہودی کی حیثیت سے منوانا چاہتی تھی اور یوں منوانے کے لیے عدنان کو مہرہ بنایا جا رہا تھا۔

عالی سے بات کرتے کرتے اچانک میرا ذہن تبدیل ہوگیا۔ جناب تیمرزی صاحب نے میرے اور سونیا کے دماغ پر ایسا روحانی عمل کیا تھا کہ جب بھی کوئی پرائی سوچ کی لہر ہمارے دماغ میں آتی تھی تو اچانک ہی ہم اندر سے تبدیل ہو جاتے تھے۔ اس وقت جو ہماری حیثیت ہوتی تھی۔ ہماری شخصیت ہوتی تھی۔ اسی کے مطابق ہم بولنے لگتے تھے اور ہمارا ذہن اسی شخصیت کے حوالے سے سوچنے لگتا تھا۔

اس وقت بھی میرا ذہن دھرم ویر کی حیثیت سے سوچنے لگا۔ میرے سامنے عالی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اسے شانتا بائی کی بیٹی نیہا کہنے لگا۔ وہ بھی سمجھ گئی کہ میں نے موضوع کیوں بدل دیا ہے اور اسے نیہا کیوں کہہ رہا ہوں۔

اس وقت ہم نہیں جانتے تھے کہ ہمارے دماغ میں کون آیا ہوا ہے؟ عالی بھی اس بات کے لیے ذہنی طور پر تیار تھی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس کے دماغ میں بھی کچھ نہ کچھ معلوم کرنے کے لیے آئے گا۔ اس لیے ذہنی طور پر مستعد ہوگئی تھی۔

ہم پہلے عدنان اور انا میریا کے سلسلے میں باتیں کر رہے تھے۔ اب اچانک ہی عالی نے کہا ''انکل! جب سے میری ممی شادی کر کے اس خاندان میں آئی ہیں تب سے دشمن ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ہم بے انتہا دولت مند ہیں۔ یہی ہماری بدنصیبی ہے۔ اسی وجہ سے ہم پر جان لیوا حملے کیے جاتے ہیں۔''

میں نے کہا ''نیہا! میں تمہارے خاندان کی پوری ہسٹری جانتا ہوں۔ بھگوان کی کرپا سے تم ماں بیٹی دشمنوں سے کسی نہ کسی طرح محفوظ رہتے ہو۔ کبھی کبھی تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی غیبی مدد تم ماں بیٹی کو بچاتی رہتی ہے۔''

وہ بولی ''ہاں انکل! میں بھی اکثر یہی سوچتی ہوں کہ بھگوان نے ہماری سلامتی کے لیے کسی نہ کسی کو وسیلہ بنا کر بھیجا ہے۔ جو چھپ کر ہماری مدد کرتا ہے۔ کیا آپ اندازہ کر سکتے ہیں؟ کہ وہ کون ہو سکتا ہے؟''

میں نے ہنستے ہوئے کہا ''بیٹی! یہ ہماری بچپنا سوچ بھی ہو سکتی ہے۔ بھلا ایسا کون فرشتہ ہوگا۔ جو چھپ کر ہماری مدد کرتا ہوگا۔ سامنے نہیں آتا ہوگا۔ اس کا کوئی مطلب نہیں ہوگا؟ کوئی غرض نہیں ہوگی اور وہ خوامخواہ باڈی گارڈ کی طرح ہمارے ساتھ لگا رہتا ہوگا؟ کیا ہماری دنیا میں ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو کسی مطلب کے بغیر دن رات کسی کے کام آتے رہیں؟''

عالی نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''نہیں انکل! میں نے تو ایسے لوگ نہیں دیکھے۔ ممی دن رات یوجا میں لگی رہتی ہیں سادھو سنیاسیوں سے لگی رہتی ہیں۔ وہ ضرور کسی ایسے پہنچے ہوئے سنیاسی سے مل چکی ہیں جو ان کی مدد کر رہا ہے۔''

''اگر ایسی بات ہے تو تمہاری ممی کو چاہیے کہ ہمیں اس سلسلے میں کچھ بتائیں؟''

''وہ کیا بتائیں گی؟ جبکہ وہ خود ہی نہیں جانتی ہوں گی۔ ہوسکتا ہے وہ سنیاسی میری ممی کی لاعلمی میں مدد کر رہا ہو۔ کیونکہ کئی بار اس سلسلے میں ممی سے باتیں ہو چکی ہیں۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ مجھ سے کبھی نہ چھپاتیں اور آپ پر بھی تو اندھا اعتماد کرتی ہیں۔ آپ سے بھی تو اپنی زندگی کے گہرے راز نہیں چھپائے۔ ایسی بات ہوتی تو وہ ضرور آپ سے کہتیں۔''

اسی وقت شانتا بائی ڈرائنگ روم میں آتی عالی نے اٹھ کر آگے بڑھ کر کہا ''ممی آپ کی زندگی بہت لمبی ہے ابھی آپ کی ہی بات ہو رہی تھی۔''

وہ آ کر میرے پاس بیٹھتے ہوئے بولی ''میں خطرات میں گھری رہتی ہوں پھر بھی زندہ سلامت ہوں۔ میری بیٹی پر بھی کوئی آنچ نہیں آتی۔ اس طرح تمہاری یہ بات درست ہے کہ میری زندگی لمبی ہے اور بھگوان کرے تمہاری زندگی مجھ سے بھی لمبی ہو۔''

عالی نے کہا ''ممی! میں ایک بات پوچھ رہی ہوں۔ آپ سچ بتائیں گی؟''

وہ بیٹی کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں تم سے کیا کبھی سچ نہیں بولتی ہوں؟ تم سے کچھ چھپاتی ہوں؟"

"یہ بات نہیں ہے ممی! ہم یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہے ہیں کہ ہم دشمنوں کے حملوں سے کس طرح بچ نکلتے ہیں؟ اور دشمن کس طرح آپ ہی آپ ناکام ہو جاتے ہیں؟ ایسا نہیں لگتا کہ ہمارے پیچھے کوئی چھپا دشمنوں کو دیکھ رہا ہے؟ انہیں ناکام بنا رہا ہے اور ہمیں سلامتی دے رہا ہے۔"

شانتا بائی نے تائید میں سر ہلا کر کہا "بے شک ایسا ہی لگتا ہے۔ میں جتنا سوچتی ہوں۔ اتنا ہی ذہن اس طرف بھٹکتا ہے کہ ہمارے پیچھے ضرور کوئی ایسی طاقت چھپی ہوئی ہے۔ جو ہماری مدد کرتی رہتی ہے۔"

میں نے کہا "آپ اب سے چند ماہ پہلے کسی بہت بڑے سادھو مہاراج سے ملنے گئی تھیں۔ کیا انہوں نے آپ سے کچھ کہا تھا؟ کیا آپ کی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔"

شانتا بائی نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا "سب ہی سادھو مہاراج ایسا وعدہ کرتے ہیں۔ دان دکھشنا لیتے ہیں پھر اپنا استھان چھوڑ کر کہیں چلے جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی سادھو مہاراج کو میری حالت پر ترس آیا ہو۔ میری جوان بیٹی کی معصومیت اور تنہائی نے ان کے دل پر اثر کیا ہو اور وہ غیب سے ہماری کچھ مدد کر رہے ہوں۔ بیٹی! بھگوان کی کرپا ہو تو کوئی بھی بات ناممکن نہیں رہتی۔"

ٹونی جے پہلے میرے خیالات پڑھتا رہا۔ اچھی طرح اطمینان کرنے کے بعد اس نے عالی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے وہاں بھی اسے یہی معلوم ہوا کہ اس کا نام نیہا ہے اور اس نے یورپ اور امریکا میں رہ کر تعلیم حاصل کی ہے۔

اور میں یعنی دھرم ویر بچپن ہی سے اس کا استاد اور سرپرست بن کر رہتا آیا ہوں اور اس کی ماں شانتا بائی کا کاروبار سنبھال رہا ہوں۔

پھر وہ شانتا بائی کے بھی دماغ میں گیا تھا اور اس کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ اس کی سوچیں معلوم کرنے کے بعد اسے اطمینان ہو گیا کہ ہم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے اور نہ ہی ہم میں سے کوئی جادو ٹونا جانتا ہے۔ بلکہ ہم خود ایسی نامعلوم ہستی کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ جو در پردہ ہماری مدد کر رہا ہے۔ وہ کون ہے ہم نہیں جانتے؟

اور اب ٹونی جے کے اندر بھی تجسس پیدا ہو گیا تھا کہ واقعی کوئی ہمارے پیچھے چھپا ہوا ہے۔

وہ ہم تینوں کے خیالات پڑھ چکا تھا۔ اس سے ہمیں یہ فائدہ پہنچا کہ ہم پر جو شبہ تھا۔ وہ ختم ہو گیا۔ یہ شبہ قائم رہا کہ ہمارے پیچھے کوئی چھپا ہوا ہے۔ اب وہ اسے تلاش کرنے کی فکر میں رہے گا۔

وہ چنڈال کے پاس آ کر بولا۔ "میں نے شانتا بائی، اس کی بیٹی اور دھرم ویر کے خیالات پڑھے ہیں۔ ان تینوں کا بھی یہی خیال ہے کہ کوئی ان کے پیچھے چھپا ہوا ہے اور ان کی مدد کرتا رہتا ہے۔ وہ حیران ہیں کہ کسی مطلب کے بغیر کوئی ان کے اس طرح کام کیوں آ رہا ہے؟"

چنڈال نے کہا۔ "وہ لوگ بہت دولت مند ہیں۔ یقیناً وہ مدد کرنے والا ان کی جائیداد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ابھی خود کو ظاہر نہیں کر رہا ہے۔ لیکن بعد میں شاید اس کی بیٹی کو ٹریپ کرے گا۔ یا اس کی ماں کو کسی مصیبت میں مبتلا کرے گا۔ ان کی مدد کر کے احسان جتاتا رہے گا پھر ان کا محسن بن کر تمام جائیداد کا مالک بن بیٹھے گا۔"

ٹونی نے کہا "ان تینوں کے خیالات پڑھنے کے بعد پتا چلا کہ ان کے پیچھے وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ فرہاد ہی ہو۔ ہمیں کسی طرح اسے بے نقاب کرنا چاہیے۔"

چنڈال نے کہا "کیسے بے نقاب کرو گے؟"

"میرے دماغ میں ایک تدبیر ہے۔"

"ٹھیک ہے اس تدبیر کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھو۔ ہمیں سب سے پہلے بھارتی حکمرانوں سے رابطہ کرنا چاہیے۔ وہ سب یوگا جاننے والے آرمی افسران کی موت پر حیران و پریشان ہیں۔ انہوں نے منالی کے اس بنگلے میں مانک لال اور راج تک اروڑا کے ساتھ میری لاش بھی دیکھی ہے۔ سب یہی سمجھ رہے ہیں کہ ان آرمی افسران کے ساتھ میں بھی مارا گیا ہوں۔ اب میں انہیں مخاطب کر کے چونکا دینے والا ہوں۔"

ٹونی جے نے پوچھا۔ "تم ان سے کیا کہنا چاہو گے۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "میں باپ دادا کے زمانے سے ہندوستانی ہوں اور ہندوستانی رہوں گا۔ اپنے دیش کی سیوا کروں گا۔ میں نے اسی جذبے سے بھارتی حکمرانوں کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن انہوں نے مجھے چھ یوگا جاننے والے افسران کے حوالے کر دیا۔ اب میں ان سے پوچھوں گا کہ کسی جرم کے بغیر مجھے قیدی بنا کر کیوں رکھا گیا تھا؟ کیوں مجھے ذہنی کرب میں مبتلا رکھا گیا تھا؟ میں ان سب کی ایسی کی تیسی کر دوں گا۔ ان سب کو ذہنی کرب میں مبتلا کروں گا وہ حکومت چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"وہ حکومت چھوڑ کر جائیں گے۔ تو دوسرے سیاست دان آجائیں گے۔ وہ بھی تم سے دوستی کرنا چاہیں گے؟ تم دوستی کرو گے تو تمہارے ساتھ پھر وہی ہوگا۔ بڑی چالاکی سے تمہیں پھانس لیا جائے گا قیدی بنالیا جائے گا۔"

"میں ایک بار ٹھوکر کھانے کے بعد دوبارہ اسی راستے پر ٹھوکر نہیں کھاتا۔ میں ان حکمرانوں کا تختہ ہی الٹ دوں گا۔"

"کیسی باتیں کررہے ہو؟ ابھی تو تم دیش بھگت بن رہے تھے کہ دیش کی سیوا کرنا چاہتے ہو۔ کیا تختہ الٹ دینے سے حکومت قائم رہے گی؟ ملک میں افراتفری پھیلے گی۔ باہر کے دشمن ہم پر حاوی ہونا چاہیں گے دیکھو تمہاری طرح میں بھی ہندوستانی ہوں۔ میں بھی اس دیش کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ ہم دونوں کا فرض ہے کہ ہم اس دیش کی سیاسی صورتِ حال کو نہ بگاڑیں۔ بلکہ اپنے ملک کو اندر باہر سے مضبوط کرتے رہیں۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"وہ اس بات سے مطمئن ہوں گے کہ ان یوگا جاننے والے انسران کے ساتھ تم بھی مر چکے ہو۔ اگر زندہ ہوتے تو ان سے بھی انتقام لیتے۔ کیوں کہ انہوں نے تمہیں آرمی افسران کی قید میں بھیجا تھا۔"

"ہاں میں ان کم بختوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ انہیں وہ سزائیں دوں گا کہ مرتے دم تک یاد رکھیں گے۔"

"ٹھیک ہے انہیں سزائیں ضرور دی جائیں گی۔ لیکن ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ انہیں یہاں کا حکمران رہنے دو۔ وہ بظاہر اس دیش پر حکومت کرتے رہیں گے۔ لیکن در پردہ ہم ان کے حکمران بن کر رہیں گے۔"

وہ دونوں ایسی پلاننگ پر متفق ہو کر ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچ گئے۔ چنڈال نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔ جان سکتے ہو کہ میں کون ہوں؟"

ان دونوں کا خیال تھا کہ وہ اعلیٰ حاکم ان کی سوچ کی لہروں کو سنتے ہی اور ان کے نام معلوم ہوتے ہی گھبرا جائے گا۔ ان کے سامنے گڑگڑانے لگے گا۔ لیکن اس نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "ہاں میں سمجھ رہا رہوں کہ تم چنڈال جوگیا ہو۔"

"بے شک میں چنڈال ہوں۔ لیکن میرا شریر (جسم) تو مر چکا ہے۔ تم لوگوں نے منالی کے بنگلے میں مانک لال اور راج تلک اروڑا کی لاشوں کے ساتھ میری لاش بھی دیکھی ہوگی؟"

اس حاکم نے کہا۔ "بے شک۔ تمہارے اس شریر کو چتا میں جلا دیا گیا ہے۔ ہم یہی سمجھ رہے تھے کہ تم مر چکے ہو۔ لیکن ابھی پندرہ منٹ پہلے ہماری ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی نے بتایا ہے کہ تم زندہ ہو۔"

چنڈال اور ٹونی جے یہ سنتے ہی چونک گئے۔ پھر پوچھا۔ "تمہاری ٹیلی پیتھی جاننے والی تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کیا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی تم سے رابطہ کرتی ہے؟"

"وہ صرف رابطہ نہیں کرتی ہے۔ دوستی بھی کرتی ہے۔ ہمارے درمیان دوستی کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ وہ ایک ہندوستانی لڑکی ہے۔ اپنے دیش کی سیوا کرنا چاہتی ہے۔ اس لیے وہ ہمارے کام آتی رہے گی۔"

چنڈال نے کہا۔ "کیا بکواس کررہے ہو؟ کیا ہمارے دیش میں ٹیلی پیتھی جاننے والے روز ہی پیدا ہونے لگے ہیں؟ میں نے تمہارے آرمی افسران سے یہ بات چھپا رکھی تھی کہ ہمارے دیش میں ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو چکا ہے اور وہ اس وقت بھی میرے ساتھ ہے۔ کیا یہ تمہارے لیے حیرانی کی بات نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں۔ ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی نے بتایا ہے کہ تمہارے ساتھ جو ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے وہ ہندوستانی نہیں ہے۔ تم نے اسے امریکا سے امپورٹ کیا ہے اور اس پر ایک ہندوستانی کا لیبل لگا دیا ہے۔"

چنڈال اور ٹونی جے حیران ہو رہے تھے۔ چنڈال کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ٹونی جے کے سلسلے میں جس طرح وہ راز داری سے کام لے رہا ہے۔ کوئی اس کی اصلیت کو جان سکے گا۔ لیکن یہاں تو راز فاش ہو رہا تھا۔

ٹونی جے اپنے آپ کو یکسر بھلا چکا تھا۔ اس کا برین واش کیا جا چکا تھا۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو سر سے پاؤں تک اور دل سے دماغ تک ایک ہندوستانی سمجھتا تھا۔ اس لیے وہ کبھی مان نہیں سکتا تھا کہ وہ ایک امریکی ہے اور اسے امریکا سے ٹریپ کر کے لایا گیا ہے۔

ٹونی جے نے اس اعلیٰ حاکم سے کہا۔ "تم بکواس کررہے ہو میں کوئی امریکی نہیں ہوں۔ خالص ہندوستانی ہوں۔ یہیں میرا جنم ہوا ہے اور یہیں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔ یہ تم کس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بات کررہے ہو؟ وہ سراسر فراڈ معلوم ہوتی ہے۔"

"وہ فراڈ نہیں ہے۔ وہ سچ بولتی ہے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتی ہے۔ اسی نے بتایا تھا کہ چنڈال اپنا جسم چھوڑ کر کسی دوسرے جسم کے اندر داخل ہو چکا ہے اور ایک نئی

زندگی حاصل کر چکا ہے۔ اس کی یہ بات اب سچ ہو رہی ہے۔ ابھی چنڈال میرے اندر بول رہا ہے۔ کیا ایسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو جھوٹ اور فراڈ کہا جا سکتا ہے؟"

"آخر وہ ہے کون؟ کیا نام ہے اس کا؟ وہ کہاں سے چلی آئی ہے؟"

"اس کا نام انجلی ہے۔ ہم صرف اتنا ہی جانتے ہیں۔ اس سے زیادہ وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاتی ہے۔ لیکن اپنی وفاداری کی قسم کھاتی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ دیش بھگت ہے اور اپنے دیش کی سیوا کرنے کے لیے ہماری وفادار بن کر رہے گی۔"

چنڈال نے کہا "پھر تو تم لوگ زبردست دھوکا کھا رہے ہو۔ تمہارے دیش میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی نہیں ہے۔ ذرا عقل سے سوچو یہ کہاں سے پیدا ہو گئی ہے۔"

"ہم عقل سے یہی سوچ سکتے ہیں کہ تم اچانک کیسے پیدا ہو گئے تھے اور تمہارے بعد یہ اچانک مہادیو بھاٹیا کہاں سے پیدا ہو گیا ہے؟ تم اسے فراڈ کہتے رہو۔ لیکن ہم مان چکے ہیں کہ وہ سچی ہے اور واقعی دیش کی سیوا کرے گی۔ ہمارے ساتھ دوست بن کر رہے گی اور ہماری ہدایت پر عمل کرتی رہے گی۔"

ٹونی جے نے کہا۔ "کیا اتنی سی بات تم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ فرہاد علی تیمور بھی لڑکی کی آواز بنا کر تم لوگوں کو دھوکا دے سکتا ہے؟ یا فرہاد کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں بھی ہیں۔ ان میں سے کوئی انجلی بن کر دھوکا دے رہی ہے؟"

"اگر کوئی دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والی انجلی بن کر ہمیں دھوکا دے رہی ہے تب بھی فائدہ پہنچا رہی ہے۔ اس نے تمہارے بارے میں سچ کہا تھا کہ تم آتما شکتی کے ذریعے اپنا جسم بدل چکے ہو۔ دوسری حقیقت یہ بتائی کہ تمہارے پاس جو ٹیلی پیتھی جاننے والا مہادیو بھاٹیا ہے۔ وہ ہندوستانی نہیں امریکی ہے۔ ابھی ابھی ہمارے آدمی امریکی حکام سے باتیں کررہے ہیں۔ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کوئی نقصان پہنچا ہے۔ مرگیا ہے یا اغوا کیا گیا ہے؟ اگر ایسی کوئی بات ہوگی۔ تو یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ یہ سب کچھ تم نے کیا ہے۔ اسے اغوا کر کے خالص ہندوستانی بنا کے یہاں لے آتے ہو۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اعلیٰ حاکم نے کہا "جسٹ آ منٹ۔ میں ذرا فون اٹینڈ کرلوں۔ یہ ہاٹ لائن ہے اس فون پر ایمرجنسی کال ہی آتی ہیں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ پھر کہا۔ "ہیلو؟ میں بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "سر! میں ہوم منسٹر ہوں امریکی سفیر نے مجھ سے شکایتیں کی ہیں۔ وہ کہہ رہا ہے کہ ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ان کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کیا ہے اور اسے ہندوستانی بنا کر انڈیا لے آیا ہے۔"

اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ "تم نے اس سفیر کو یہ نہیں بتایا کہ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا چنڈال جوگیا مر چکا ہے اور ہم اس کا شریر (جسم) چتا میں جلا چکے ہیں؟"

"میں نے اس سے یہی بات کہی تھی۔ لیکن وہ کہہ رہا ہے کہ چنڈال نے آتما شکتی کے ذریعے دوسری زندگی حاصل کی ہے۔"

"کیا وہ امریکی کابرین آتما شکتی والی بات کو تسلیم کرتے ہیں؟"

"ہاں۔ وہ اس لیے تسلیم کررہے ہیں کہ یہ بات انہیں فرہاد علی تیمور نے بتائی ہے۔"

چنڈال اور ٹونی جے اس اعلیٰ حاکم کے دماغ میں رہ کر یہ سب باتیں سن رہے تھے۔ میرا نام سنتے ہی ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ انہیں فوراً یقین ہو گیا کہ یہ بات میں نے امریکی اکابرین کو بتائی ہوگی اور میں ہی وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں جو ایک عرصے سے ان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

چنڈال نے اعلیٰ حاکم سے کہا۔ "تم ان سے کہو کہ فرہاد ہمارا اور ہمارے دیش کا دشمن ہے۔ وہ ہمیں بدنام کرنے اور امریکی حکام کو ہمارے خلاف کرنے کے لیے ایسی جھوٹی باتیں کررہا ہے۔"

اعلیٰ حاکم نے ہوم منسٹر سے یہی بات کہی۔ ہوم منسٹر نے کہا۔ "سر! ہم سب یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ فرہاد ہمارا دشمن ہے۔ یہ بات میں نے اس سفیر سے کہی تھی کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے اور انہیں ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ ہمارے دیش میں کسی بھی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کر کے نہیں لایا گیا ہے۔ لیکن وہ یہی کہتا ہے کہ یہاں ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ اس کا نام مہادیو بھاٹیا ہے اور یہ دراصل ان کا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے ہے۔ جسے تنویمی عمل کے ذریعے تبدیل کر کے خالص ہندوستانی بنا دیا گیا ہے۔"

ٹونی نے اس اعلیٰ حاکم کے دماغ میں کہا۔ "یہ سراسر بکواس ہے۔ میں مہادیو بھاٹیا ہوں۔ میں پیدائشی ہندوستانی ہوں۔ یہ مجھے خوامخواہ الزام دے رہے ہیں اور فرہاد انہیں ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔"

لیکن چنڈال اچھی طرح جانتا تھا کہ میں درست کہہ رہا ہوں اور ٹونی جے کی حقیقت کو امریکی اکابرین تک پہنچا چکا ہوں۔ اب وہ لوگ یقیناً انتقامی کارروائیاں کریں گے اور ٹونی جے کو یہاں سے لے جانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

حکومتی سطح پر جو خلافانہ اقدامات کیے جائیں گے وہ تو ایک الگ ہی بات ہے۔ اس کے علاوہ ٹونی جے کو یہاں دن رات تلاش کیا جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ امریکی جاسوس اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی بھی طرح اس کا سراغ لگالیں۔ پھر تو مشکل ہوجائے گا۔

وہ دانت پیستے ہوئے سوچ رہا تھا کہ میں اس کے لیے مشکلات پیدا کررہا ہوں۔ اگر چہ یہ کوئی ثابت نہیں کرسکتا تھا کہ اس کے ساتھ جو مہادیو بھاٹیا ہے وہ دراصل ٹونی جے ہے۔ نہ کوئی ثابت کرسکتا تھا۔ نہ کوئی گواہ ہے اور نہ ہی کوئی ٹونی جے کے اندر گھس کر اس کی اصلیت اگلوا سکتا تھا۔ اس کا ذہن تو بالکل ہی واش ہو چکا تھا۔ وہ اپنا ماضی یکسر بھول چکا تھا۔ کوئی بھی اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اس کا ماضی یاد دلانا چاہتا تب بھی اسے یاد نہ آتا۔ جبراً اس کے دماغ میں یہ بات ٹھونسی جاتی کہ وہ ٹونی جے ہے تو وہ شاید تنویمی عمل کے زیر اثر رہ کر اس بات کو قبول کرلیتا۔ لیکن اس عمل سے نکلنے کے بعد پھر خود کو ہندوستانی کہنے لگتا۔

چنڈال کو یہ اندیشہ نہیں تھا کہ ٹونی جے کبھی بدظن ہوجائے گا۔ اسے چھوڑ کر چلا جائے گا۔ وہ پورے یقین سے سمجھ رہا تھا کہ اب وہ مرتے دم تک مہادیو بھاٹیا ہی رہے گا۔

اس کی اصل پریشانی یہ تھی کہ میں اس کے پیچھے پڑ گیا تھا اور یہ انکشاف ہوگیا تھا کہ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا میں ہی ہوں اور بہت دنوں سے اس کا محاصرہ کررہا ہوں اور جگہ جگہ اس کے لیے مشکلات پیدا کررہا ہوں اور نہ جانے میں کیا کچھ کرنے والا ہوں؟

اس نے ٹونی سے کہا۔ ”میرے دماغ میں آؤ ہم اس سلسلے میں کچھ باتیں کریں گے۔“

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ ٹونی نے کہا۔ ”میں تمہاری پریشانیاں سمجھ رہا ہوں۔ فرہاد علی تیمور صرف بھارتی اکابرین کو ہی نہیں۔ امریکی اکابرین کو بھی تمہارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔“

چنڈال نے کہا۔ ”وہ کم بخت اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ بھارتی اکابرین سے دوستی کرنا چاہے گا اور میرے خلاف بھڑکانا چاہے گا۔ تو وہ کبھی یقین نہیں کریں گے۔ وہ ہمیشہ سے ہمارا دشمن رہا ہے۔ اس لیے اس نے بھارتی اکابرین کو الو بنانے کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی انجلی کو پیدا کیا ہے۔“

”بے شک یہی بات ہے۔ اس کے خاندان میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں موجود ہیں۔ ان میں سے کوئی عورت انجلی بن کر بھارتی اکابرین کو دھوکا دے رہی ہے۔“

”کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت نہ ہو تب بھی فرہاد بہت بڑا بہروپیا ہے۔ وہ کسی لڑکی کی آواز بنا کر گھنٹوں بول سکتا ہے اور دھوکا دے سکتا ہے۔“

”وہ بڑی چالاکی سے یہاں انجلی بن کر ہمارے بھارتی اکابرین کو دھوکا دے رہا ہے اور وہاں خود کو ظاہر کرکے امریکی اکابرین کو تمہارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔“

”چھ یوگا جاننے والے اکابرین زبردست تھے مجھے تو یوں لگ رہا تھا۔ جیسے میں بھی ان کی قید سے رہائی نہیں پاسکوں گا۔ لیکن اپنی حکمت عملی اور تمہارے تعاون سے رہائی پاہی رہا تھا کہ ایسے وقت فرہاد نے مجھے کسی چالاکی سے روکنے کی کوشش کی تھی اور تمہارے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ عین اس وقت جب ہم پوری طرح کامیاب ہورہے تھے۔ تو وہ ہمیں ناکام بنانے آگیا تھا۔ اگر مجھے آتما شکتی کا علم نہ آتا تو مرچکا ہوتا۔ ٹونی ابھی تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہو۔ بس یہ سمجھ لو کہ وہ نادیدہ موت ہے۔ ہمارے آس پاس موجود ہوسکتا ہے اور ہم اسے دیکھ نہیں پاتے۔ ہم دو نہیں دو ہزار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں۔ تب بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ہماری بہتری اور سلامتی اسی میں ہے کہ اس کے خلاف کبھی محاذ آرائی نہ کریں۔ بالکل چپ سادھ لیں۔“

ٹونی نے کہا۔ ”تم اس سے بہت زیادہ خوف زدہ ہو۔ میں نے بھی اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ ویسے دانش مندی یہ ہے کہ ہم کمزور دشمن سے کترا کر سلامت رہ سکتے ہیں تو اس سے بھی مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہم اس کے خلاف محاذ آرائی نہیں کریں گے۔ لیکن ہم جب بھی خیال خوانی کریں گے اور بھارتی اکابرین سے رابطہ کریں گے۔ تو وہ انجلی بن کر ان کے دماغوں میں آکر ہماری باتیں سنتا رہے گا۔ ہم تو اس کے خلاف کچھ نہیں کریں گے۔ لیکن وہ ہمارے خلاف بہت کچھ کرتا رہے گا۔“

ٹونی جے نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ”تم ناگ پور شہر میں پہنچے ہوئے ہو اور میں دہلی میں ہوں۔ ہمارے درمیان بہت فاصلہ ہے کہا تم وہیں رہو گے۔“

”مجھے دہلی پسند ہے۔ میں وہیں آؤں گا۔ ہم ایک ہی شہر میں رہیں گے لیکن ذرا دور دور رہا کریں گے۔ وہیں تمام حکمران، سول اور آرمی افسران اور دیگر سیاست دان رہتے ہیں۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے ان سے نمٹتے رہیں گے اور دور دور سے تماشا بھی دیکھتے رہیں گے۔“

”تو پھر کب آرہے ہو؟“

”میں سیٹھ ہریش چندر کے جسم میں ابھی ابھی آیا ہوں پہلے یہاں کے کچھ حالات معلوم کرلوں۔ یہاں کے رشتے داروں اور دوست احباب کو دیکھ لوں۔ سیٹھ ہریش چندر بن کر رہنے کے لیے ان سب کو جاننا پہچاننا بہت ضروری ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ کل تک دہلی پہنچ جاؤں۔“

”میں یہاں تنہا رہتا ہوں۔ دن رات خیال خوانی کرنے کے بعد تفریح کا موڈ ہوتا ہے تو بالکل تنہائی محسوس ہوتی ہے۔ کوئی ساتھی نہیں ہوتا۔“

”تمہیں روکا کس نے ہے؟ خوب کھاؤ پیو اور کسی حسینہ سے دوستی کرلو۔“

”میرا مزاج ایسا نہیں ہے۔ یہاں آتے ہی تم نے اپنی بیٹی سے تعارف کروایا تھا۔ میں تو اسے دیکھتے ہی پسند کرنے لگا ہوں۔ اسے اپنی لائف پارٹنر بنانا چاہتا ہوں۔“

چنڈال نے افسوس کا اظہار کیا۔ ”میں کیا کروں؟ پتا نہیں میرے نصیب میں کیا لکھا ہے؟ کامیابی ملتی ہے لیکن ناکامی بھی ہوتی ہے۔ میری بیٹی پتا نہیں مجھ سے جدا ہوکر کہاں گم ہوگئی ہے؟ لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم اسے چاہتے ہو۔ اسے کسی طرح تلاش کرنے کی کوشش کرو۔“

”تمہاری بیٹی اتنا تو ممبئی میں تھی۔ پتا نہیں اب کہاں ہوگی۔ سوچتا ہوں۔ کیا ممبئی جاکر اسے تلاش کروں؟“

”اتنے بڑے شہر میں کہاں ڈھونڈتے پھروں گے؟ پہلے کسی طرح سراغ لگاؤ کہ وہ ہے کہاں؟ اگر ہمارا وہ دشمن فرمان ہماری نظروں میں آجائے یا کسی طرح اس سے رابطہ ہوجائے تو شاید اس کے ذریعے اتنا کا سراغ مل جائے۔“

دروازے پر دستک سنائی دی۔ چنڈال خیال خوانی کرتے کرتے چونک گیا۔ ناگواری سے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ”کوئی آیا ہے میں نے منع کیا تھا کہ کوئی یہاں نہ آئے۔“

پھر اس نے ناگواری سے کہا۔ ”آجاؤ۔“

دروازہ ہلکے سے کھلا۔ اس کے ساتھ ہی چنڈال کی آنکھیں حیرانی سے کھل گئیں۔ ایک نہایت ہی حسین بھرپور اور جوان عورت کھلے ہوئے دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ اس

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

دو حصوں میں مکمل

تاریک براعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور سفلی کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابل یقین سرگزشت —— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا —— شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اُچھالا جاتا تھا عجیب و الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کیجاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا —— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

قیمت فی حصہ -/50 روپے ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے

دونوں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ -/25 روپے

کتابی شکل میں دستیاب ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے رجوع کریں

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ کریں

کتابیات پبلی کیشنز، کراچی

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 021-5804300

kitabiat1970@yahoo.com

سول ڈسٹری بیوٹر: رحمان بک ہاؤس اردو بازار کراچی، فون 021-7766751

نے ہاتھ جوڑ کر نمستے کہا۔ چنڈال اپنا غصہ بھول گیا۔ اسے ایسے دیکھنے لگا۔ جیسے زندگی میں پہلی بار عورت کو دیکھ رہا ہو۔ اس کے حالات بھی کچھ ایسے ہی تھے۔ ایک طویل عرصہ قیدی بن کر رہا تھا۔ عورتوں کو دیکھنا تو دور کی بات تھی۔ ان کا تصور بھی اس قید خانے میں نہیں تھا۔

اس نے اب تک کوئی پرس بھری آواز نہیں سنی تھی۔ سیٹھ ہریش چندر کا جسم حاصل کرتے ہی اس کی چنتی آ کر اس سے لپٹ گئی تھی اور خوشی سے ہنستے ہوئے اپنی آواز سنا رہی تھی۔ کیسی بھونڈی آواز تھی۔ ایک عرصے بعد ایک کھنکتی ہوئی عورت آ کر گلے لگ گئی تھی۔

کہاں وہ اور کہاں یہ۔ سراپا حسن و شباب جب اس نے نمستے کہا تو ایسے لگا جیسے وہ گنگناتی ہوئی سیدھی دل میں اتر رہی ہے۔

ٹونی جے نے کہا۔ ”مسٹر چنڈال! تم تو اسے دیکھتے ہی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے ہو۔ میں نے اس کی آواز سن کر اس کے خیالات پڑھے ہیں۔ یہ تمہارے بڑے بیٹے کی ہونے والی بیوی ہے اس کے ساتھ تمہارے بیٹے کا رومانس چل رہا ہے۔“

وہ ناگواری سے بولا۔ ”کیوں بکواس کرتے ہو۔ یہاں میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ میرا خون کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔“

”تم بھول رہے ہو کہ تمہارا جسم سیٹھ ہریش چندر کا ہے اور اس میں جو خون گردش کر رہا ہے۔ اسی خون سے اس بیٹے نے جنم لیا ہے۔ تم اس رشتے سے انکار نہیں کر سکو گے۔“

”اچھا تم جاؤ۔ شانتا بائی اور اس کی بیٹی کے بارے میں سوچو کہ کس طرح ان کی نگرانی کرو گے اور کس طرح فرہاد تک پہنچ سکو گے۔“

ٹونی جے حکم کا بندہ تھا۔ فوراً ہی حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ وہ جوان عورت چونکہ ہونے والی بہو تھی۔ اس لیے اس کے پاس آ کر سامنے جھک کر اس کے پاؤں چھونے لگی۔ چنڈال کا فرض تھا کہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر آشیرواد دیتا۔ لیکن اس نے اس کے بھرے بھرے بازوؤں کو تھام کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ کیا کر رہی ہو؟ تم قدموں میں رہنے کے لیے نہیں۔ دل میں رہنے کے لیے پیدا ہوئی ہو۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔“

وہ ایک دم سے چونک کر اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ”یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.....؟“

وہ آگے بھی کچھ کہنا چاہتی تھی۔ چنڈال نے اس کے اندر پہنچ کر اسے کچھ کہنے سے روک دیا۔ اس کے اندر یہ خیال پیدا کرنے لگا کہ یہ مہیش چندر کے باپ ہیں لیکن عمر سے باپ نہیں لگتے۔ کیسے گبرو جوان ہیں۔ نئی زندگی ملتے ہی پہلے سے زیادہ جوان اور پرکشش نظر آنے لگے ہیں۔ میرا جی بھی چاہتا ہے کہ آگے بڑھ کر سینے سے لگ جاؤں لیکن مجھے لاج آ رہی ہے۔“

وہ سر جھکا کر شرمانے مسکرانے لگی۔ چنڈال نے سوچا اتنی جلدی نہیں کرنا چاہیے۔ اسے آہستہ آہستہ پگھلانا ہوگا۔ ورنہ بات بگڑ جائے گی۔ اس نے دونوں بازوؤں کو چھوڑتے ہوئے کہا۔ ”دراصل مجھے نئی زندگی ملی ہے تو میں خوشی سے پاگل ہو رہا ہوں اور تم پر تو اتنا پیار آ رہا ہے کہ میں نے سینے سے لگانے والی بات کہہ دی۔ تم اس بات کا برا نہ منانا۔“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ”نہیں آپ تو بتا.....“

وہ اسے پتا کے جیسے کہنا چاہتی تھی۔ چنڈال نے اسے کہنے سے روک دیا۔ اس کی زبان دانتوں کے نیچے آ گئی۔ وہ تکلیف سے ایک دم تلملا گئی ہائے ہائے کرنے لگی۔ چنڈال نے جلدی سے اس کے چہرے کو تھام کر ادھر ادھر سے چھوتے اور سہلاتے ہوئے کہا۔ ”کیا ہوا؟ تمہیں کیا ہوا؟“

یہ کہتے ہی وہ اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ ایک دم سے آگے بڑھ کر اس کے سینے سے لگتے ہوئے بولی۔ ”پتا نہیں کیا ہو گیا تھا؟ میری زبان دانتوں میں آ گئی۔ تکلیف ہو رہی ہے۔ ہائے میں مر جاؤں گی۔“

وہ اسے دبوچتے ہوئے بولا۔ ”میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔“

اس نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ تڑپ کر الگ ہو گئی پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ ”یہ مجھے کیا ہو گیا تھا؟ انکل نے تو میرے بازوؤں کو چھوڑ دیا تھا۔ میں خود ہی آگے بڑھ کر ان سے لپٹ گئی۔“

چنڈال نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”دیکھو گھر میں کسی سے نہ کہنا کہ تم اس طرح سے آ کر میرے سینے سے لگ گئی تھیں۔ اس گھر کے چھوٹے بڑے سب ہی برا مانیں گے۔ اس لیے اپنے دل کی بات کو دل میں ہی رکھو۔“

اس کا جسم و دماغ سیٹھ ہریش چندر کا تھا۔ ہریش چندر کے دماغ نے اندر ہی اندر احتجاج کیا۔ اسے ملامت کی۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ خبردار میری بہو کو ہاتھ نہیں لگاؤ۔“

لیکن اس نے اپنے ذہن سے ابھرنے والی اس آواز کو دبا دیا وہ پراسرار قوتوں کا مالک تھا۔ اس لیے سابقہ ہریش چندر اس کے مقابلے میں دب کر رہ گیا۔ چنڈال نے فیصلہ کیا کہ آئندہ منتر پڑھ کر اسے بالکل ہی کچل ڈالے گا۔

ادھر وہ گھبرا گئی تھی۔ پریشان ہو کر وہاں سے پلٹ گئی۔

وہ پھر اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ دروازے تک جاتے جاتے رہ گئی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں ہونے والے سسر جی کی طرف کیوں مائل ہو رہی ہوں۔ میرا دل کیوں کھنچا جا رہا ہے؟ وہ مجھے اچھے کیوں لگ رہے ہیں؟“

وہ سوچتے سوچتے چونک گئی۔ اسے اپنی گردن پر گرم گرم سانسیں محسوس ہونے لگیں۔ وہ آ کر اس پر جھک گیا تھا۔ سرگوشی میں کہہ رہا تھا۔ ”جو دل کہتا ہے وہ مان لینا چاہیے۔ اپنے دل اور آنکھوں کو کون اچھا لگتا ہے۔ کسی کی طرف دل کھنچا جاتا ہے۔ یہ فیصلہ تم کرو۔ ابھی جاؤ اور سنجیدگی سے سوچو۔ لیکن خبردار کسی سے کچھ نہ کہنا کہو گی تو بدنام ہو جاؤ گی۔“

اس کا منہ دروازے کی طرف تھا۔ وہ چنڈال کی مرضی کے مطابق اچانک ہی پلٹ کر اس سے لپٹ گئی اور کہنے لگی۔ ”میرا دل تمہارے لیے دھڑک رہا ہے۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے؟ آپ مجھے بہت اچھے لگ رہے ہیں۔ میں میں کیا کروں؟ میں ڈگمگا رہی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

وہ بولا۔ ”ابھی جاؤ اور سوچتی رہو۔ رات کو ملاقات ہو گی۔ سوچنے کے لیے سارا دن پڑا ہے۔ اب جاؤ۔“

اس نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ فوراً ہی الگ ہو گئی۔ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر تیزی سے چلتے ہوئے دور ہوتی چلی گئی۔ چنڈال نے مسکرا کر دیکھا۔ پھر دروازے کو بند کر لیا۔ ایسے میں پھر اس کے اندر سے سابقہ ہریش چندر بولنے لگا۔ اعتراض کرنے لگا۔

اس نے فوراً ہی منتر پڑھنا شروع کیا۔ منتر پڑھنے کے بعد اس نے خاموش رہ کر اپنے اندر کہا۔ ”بولو سیٹھ! اب کچھ بول سکتے ہو؟“

خاموشی چھا گئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ہریش چندر کو گہری نیند آ گئی ہو۔

میں پہلے یہ بیان کر چکا ہوں کہ شانتا بائی کی جوان بیٹی نیہا مر چکی تھی۔ لیکن میں نے خیال خوانی اور تنویمی عمل کے ذریعے شانتا بائی کا دماغ اس طرح پھیر دیا تھا کہ وہ میری بیٹی اعلیٰ بی بی کو اپنی بیٹی نیہا سمجھنے لگی تھی اور اسی کو بھرپور ممتا دے رہی تھی۔

کیونکہ نیہا بچپن سے ہی لندن اور نیویارک میں پرورش پاتی رہی تھی۔ اس لیے رشتے داروں نے اسے جوانی میں نہیں دیکھا تھا۔ جب اعلیٰ بی بی نے نیہا کی جگہ لی۔ تو سب نے اسے

شانتا بائی کی بیٹی نیہا مان لیا۔

میرے تنویمی عمل کے مطابق وہ مجھ پر بھی اندھا اعتماد کر رہی تھی اور میں اس کے اعتماد کے مطابق اس کے کاروبار کو سنبھار رہا تھا اور اس کے دشمنوں سے اسے محفوظ رکھتا آ رہا تھا۔

ٹونی جے میرے شانتا بائی اور اعلیٰ بی بی کے دماغوں میں آ کر ہمارے خیالات پڑھ چکا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ پر اور عالی پر شبہ نہیں کرے گا۔ عالی کو شانتا بائی کی بیٹی تسلیم کرے گا اور مجھے شانتا بائی کی دولت جائیداد کا ٹرسٹی مان لے گا۔ لیکن یہ شبہ ضرور کرے گا کہ شانتا بائی اور اس کی بیٹی نیہا کے پیچھے ضرور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ جو ان کی غائبانہ مدد کرتا رہتا ہے۔

ویسے یہ بھی ایک طرح سے اچھا تھا کہ چنڈال اور ٹونی جے شانتا بائی پر شبہ کر رہے تھے اور خیال خوانی کے ذریعے آئندہ اس کی نگرانی کرنے والے تھے۔ اس طرح وہ شانتا بائی اور عالی کے قریب رہ کر کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی غلطی سے میری گرفت میں آ جاتے۔

مخالفین کے درمیان یہی عمل کارفرما رہتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک بار تو میں چنڈال کی شہ رگ تک پہنچ گیا تھا۔ وہ خوش قسمتی سے بچ نکلا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ اس بار کون کس کی شہ رگ تک پہنچ پاتا ہے۔

چنڈال نے ابھی ایک نئی زندگی حاصل کی تھی۔ اسے کئی پہلوؤں سے متاثر رہنا تھا اور کئی معاملات نمٹانے تھے۔

اس کا سب سے اہم مسئلہ یہی تھا کہ وہ دشمن کو کیسے زیر کر کے اپنے قابو میں کر سکتا ہے۔ یا مجھ سے ہمیشہ کے لیے دور رہ کر محفوظ رہ سکتا ہے؟ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ اس کی بیٹی انیتا کہاں ہے؟ وہ بیٹی سے ٹونی جے کو منسوب کر کے اس سے دوستی اور رشتے داری کو مزید مضبوط کرنا چاہتا تھا۔

تیسرا مسئلہ یہ تھا کہ وہ بھارتی حکمرانوں کو اپنے زیر اثر لانا چاہتا تھا اور اس طرح ان پر درپردہ حکومت کرتے ہوئے ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتا تھا۔

ایسے وقت کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی انجلی ان حکمرانوں کا سہارا بن کر آ گئی تھی اور اس کا کام خراب کر رہی تھی۔

اور وہ یقین کے ساتھ یہ سمجھ رہا تھا کہ انجلی نام کی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی نہیں ہے۔ یہ میں ہی ہوں جو انجلی بن کر بھارتی اکابرین کو دھوکا دے رہا ہوں اور اس کے لیے مشکلات پیدا کر رہا ہوں۔

یہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماوز ہنٹر نے ایک ہندوستانی دوشیزہ کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور اس مقصد کے لیے بھارتی حکمرانوں اور دوسرے مخالفین سے رابطہ کر سکتی ہے۔

ایسا کرنے کے لیے جب انجلی خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتی تھی۔ تو ماوز ہنٹر اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات کو لے کر کسی بھارتی حاکم یا آرمی افسر کے دماغ میں پہنچ جاتا تھا اور انجلی کی حیثیت سے باتیں کرتا تھا۔

ماوز ہنٹر کو انجلی کی ضرورت اس لیے ہو رہی تھی کہ وہ ہندی زبان نہیں جانتا تھا۔ وہ انجلی کے اندر انگریزی میں جو کچھ کہتا تھا وہ ہندی ترجمہ ان حکمرانوں کے سامنے پیش کرتی تھی۔ پھر ماوز ہنٹر نے سوچا تھا کہ اگر وہ امریکی بن کر شکایت کرے گا اور یہ الزام دے گا کہ ان کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹونی جے کو اغوا کیا گیا ہے تو وہ لوگ کبھی یقین نہیں کریں گے۔ اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا دشمن سمجھیں گے۔

انہیں یقین دلانے اور اپنی باتوں کو سچ ثابت کرنے کے لیے اس نے ایک ہندوستانی لڑکی ان کے سامنے پیش کی تھی اور وہ حکمران چنڈال سے بے زار ہونے کے بعد انجلی کو بہت بڑا سہارا سمجھ رہے تھے۔

اتنے سارے مسائل میں گھرنے کے باوجود چنڈال کو خرمستی سوجھ رہی تھی۔ اس کا دل دماغ اور خواہشات اس ہونے والی بہو سے چپک کر رہ گئی تھیں۔ اس کا نام لاجونتی تھا۔ بڑی لاج اور شرم والی تھی۔ اب حیران و پریشان ہو رہی تھی کہ سسر کے سامنے آتے ہی بے شرم کیوں بنتی جا رہی ہے؟

اس کے دل اور دماغ کو کیا ہو جاتا ہے؟ وہ اس بوڑھے کی طرف کیوں کھنچی جاتی ہے؟

اس نے ٹونی جے کو حکم دیا تھا کہ وہ فی الحال بھارتی حکمرانوں کو نظر انداز کرے اور بعد میں ان سے نمٹ لیا جائے گا۔ ٹونی جے اس کی بیٹی کو چاہنے لگا تھا۔ اس نے مشورہ دیا کہ ابھی وہ اس کو کسی طرح تلاش کرے اور شانتا بائی کے پیچھے لگ جائے اور فرہاد کا سراغ لگاتا رہے۔ آج رات اس کے پاس نہ آئے۔ ضرورت ہوگی تو وہ خود ہی اس کے پاس پہنچ جائے گا۔

وہ رات کے انتظار میں بے چین رہا اور لاجونتی کے دماغ میں آتا جاتا رہا۔ اسے اپنی طرف مائل کرتا رہا۔ اس نے دوپہر..... کے وقت اسے تھوڑی دیر کے لیے سلا دیا تھا۔ بڑے بیٹے مہیش چندر کی طرف سے اس کا دل پھیر چکا تھا اور

اسے حکم دیا تھا کہ آج رات گیارہ بجے کے بعد جب سب لوگ سو جائیں گے تو وہ اس کے پاس چلی آئے گی۔

اس کا خاندان بہت بڑا تھا۔ بیوی بچے تھے۔ بہن بہنوئی ماموں چچا اور پتا نہیں کون کون رشتے دار اس بڑی سی کوٹھی میں بھرے رہتے تھے اور جب سے وہ بیمار ہوا تھا۔ تب سے تو رشتے داروں کی بھیڑ لگی رہتی تھی اور اس کی دوبارہ زندگی ملنے کے بعد اور زیادہ بھیڑ لگنے لگی تھی۔ رشتے دار آ رہے تھے۔ حیرانی ظاہر کر رہے تھے اور مبارک باد دے رہے تھے۔

چنڈال نے یہ حکم دیا تھا کہ رات کے کھانے کے بعد تمام مہمان رخصت ہو جائیں۔ اس لیے کہ وہ یہاں بھیڑ ہنگامہ شور پسند نہیں کرتا۔ آرام کرنا چاہتا ہے۔

اس کے حکم کے مطابق تمام رشتے دار کھانے پینے کے بعد رخصت ہو گئے تھے۔ صرف گھر کے چند افراد رہ گئے تھے۔ وہ بھی آدھی رات کے بعد تک جاگتے رہتے تھے لیکن اس رات چنڈال نے ایک ایک کے دماغ میں جا کر انہیں تھپک تھپک کر سلا دیا۔

صرف بڑا بیٹا گھر میں موجود نہیں تھا۔ دوپہر سے ہی کہیں باہر گیا ہوا تھا اور رات کو شاید ہی آنے والا تھا۔ کاروباری معاملات میں الجھا ہوا تھا۔

جب سب ہی سو گئے۔ تب لاجونتی اپنے کمرے سے بن سنور کر باہر نکلی۔ صبح سسر کی بدلی ہوئی نیت نے اسے پریشان کیا تھا۔ وہ بھی مائل ہو رہی تھی۔ تبھی اس سے کترا رہی تھی لیکن ٹیلی پیتھی عمل کے زیر اثر آتے ہی اس کی جھجک اور شرم ختم ہو گئی تھی۔

وہ اپنے کمرے سے ایسے نکلی تھی۔ جیسے اپنے عاشق سے ملنے جا رہی ہو اور وہ اس طرح ملنے کا حق رکھتی ہو۔ وہ ایسی ادا سے بن سنور کر آئی تھی کہ چنڈال اسے دیکھتے ہی تڑپ گیا۔ آگے بڑھ کر اسے بازوؤں میں بھرتے ہوئے بولا ''تم دلن کو کلی نہیں۔ رات کو گلاب ہو گئی ہو۔''

وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی ''کیا کر رہے ہو؟ دروازہ تو بند کرو۔ کوئی آ جائے گا۔''

''فکر نہ کرو۔ کوئی نہیں آئے گا۔ سب گہری نیند سو رہے ہیں۔ جب تک کسی کو جگایا نہیں جائے گا۔ اس وقت تک کوئی نہیں جاگے گا۔''

صبح لاجونتی پہلی بار اس کے کمرے میں آئی تھی اور اس نے اسے دیکھا تھا۔ تب ٹونی جے بھی اس کے دماغ میں تھا اور اس نے لاجونتی کی باتیں سنی تھیں۔ اس کے اندر جا کر اس کے خیالات پڑھے تھے۔ چنڈال کو سمجھایا تھا کہ وہ اس کی ہونے والی بہو ہے۔ اس پر نیت خراب نہ کرے۔

لیکن وہ بیٹے کے رشتے کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ٹونی جے سمجھ گیا تھا کہ وہ بڑھاپا اپنی بہو پر ہاتھ صاف کر کے ہی رہے گا اور اسے ذرا بھی شرم نہیں آئے گی۔

ٹونی جے سارا دن دوسرے معاملات میں مصروف رہا تھا پھر رات کے وقت اس نے لاجونتی کے دماغ میں آ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا گیا ہے اور چنڈال نے اسے پوری طرح اپنی طرف مائل کر لیا ہے۔ وہ تمام لاج اور شرم بھول گئی ہے۔

وہ چنڈال کے دماغ میں نہیں آیا، جانتا تھا کہ اس کے پاس جائے گا تو وہ سانس روک کر اسے بھگا دے گا یا حکم دے گا کہ صبح تک اس کے دماغ میں نہ آئے۔ ضرورت ہوگی تو وہ خود آئے گا اور یہ بات وہ پہلے بھی کہہ چکا تھا۔

اس لیے وہ لاجونتی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا اور اس کے ذریعے چنڈال کی بدنیتی دیکھ رہا تھا۔ وہ بے چاری سحر زدہ ہو رہی تھی۔ ٹونی جے کی مرضی کے مطابق اچانک ہی اس سے الگ ہو گئی۔ اسے دونوں ہاتھوں سے دھکا دیتے ہوئے بولی ''تمہاری جوان بیٹیاں ہیں اور وہ میری ہم عمر ہیں۔ تمہیں شرم آنی چاہیے کہ تم میرے بدن کو ہاتھ لگا رہے ہو۔ ایسا کرتے

ہوئے سمجھیں یہ کہیں لگتا کہ تمہاری بیٹی کا بدن بھی ایسا ہی ہوگا؟''

چنڈال اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کی معمولہ اور کنیز بن جانے والی یوں اس پر اعتراض کرے گی۔ وہ غصے سے بولا ''یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟ کیا تم یہاں اپنی مرضی سے نہیں آئی ہو؟''

''میں تھوڑی دیر کے لیے بہک گئی تھی۔ اب تمہارا کوئی جادو مجھ پر نہیں چلے گا۔''

اس نے لاجونتی کے دماغ میں آ کر اس کے خیالات پڑھے۔ ٹونی جے اس کے اندر یہ خیالات پیدا کر رہا تھا کہ اس پر جو تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ اس کا اثر اچانک ہی ختم ہو گیا ہے۔ اس تنویمی عمل میں کچھ کمی رہ گئی ہوگی۔ شاید اس لیے ایسا ہوا ہے۔

اس نے اسے اپنی طرف مائل کیا تاکہ وہ بے اختیار اس کی طرف کھنچی چلی آئے۔ ایسا ہوا کہ وہ ایک قدم آگے بڑھی پھر دو قدم پیچھے چلی گئی۔ ٹونی جے کی مرضی کے مطابق بولی۔ ''مجھے تم سے ڈر لگ رہا ہے۔ تم کوئی جادو جانتے ہو۔ کسی طرح مجھے اپنی طرف کھینچتے رہتے ہو اور میں سمجھ نہیں پاتی کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے نہیں رہنا چاہیے۔ یہاں سے چلے جانا چاہیے۔''

وہ جانے کے لیے پلٹ رہی تھی۔ چنڈال آگے بڑھ کر اس کے راستے کی دیوار بن گیا۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا ''نہیں..... تم یہاں سے نہیں جا سکتیں۔ تم نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے۔ میں یہ دیوانگی ختم کر کے ہی رہوں گا۔''

وہ اس کے دماغ پر حاوی ہونا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے حاوی ہوتا تھا پھر ٹونی جے لاجونتی کو اس کی گرفت سے نکال لیتا تھا۔ وہ اس کے قابو میں کبھی آتی تھی، کبھی غصہ دکھاتی تھی، چلاتی تھی اور اسے جھٹک کر اس سے دور ہو جاتی تھی۔

چنڈال نے پریشان ہو کر اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا ''کیا تمہارے دماغ کے اندر کوئی گھسا ہوا ہے؟''

یہ کہہ کر وہ پھر اس کے دماغ کے اندر آیا پھر وہی سوال کرنے لگا ''اگر یہاں کوئی موجود ہے تو مجھے بتائے۔ کون ہے؟''

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے انتظار کرنے کے بعد پھر وہی سوال دہرایا۔ خاموشی رہی پھر وہ بڑبڑانے لگا ''نہیں..... تمہارے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔ میرے تنویمی عمل میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ میں تم پر پھر سے عمل کروں گا۔ چلو بیڈ پر لیٹ جاؤ۔''

وہ اس کا ہاتھ پکڑ رہا تھا۔ وہ ہاتھ جھٹک کر بولی ''مجھے بیڈ پر لیٹنے کو کہہ رہے ہو۔ مجھ پر عمل کرنے کی بات کر رہے ہو۔ تم ضرور کوئی جادو جانتے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میرے سسر جی تو پہلے ایسے نہیں تھے۔ وہ کوئی جادو ٹونا نہیں جانتے تھے۔''

اس نے بیڈ کی طرف سے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا ''زیادہ نہ بولو۔ فوراً آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔''

وہ چیخ کر بولی ''نہیں۔ میں نہیں جاؤں گی۔''

اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ چیختے چیختے ایک دم سے چپ ہو گئی۔ اس کے چپ ہوتے ہی دروازے سے گرجتی ہوئی آواز سنائی دی ''یہ کیا ہو رہا ہے؟''

چنڈال نے ایک دم سے پلٹ کر دیکھا تو سیٹھ ہریش چندر کا بڑا بیٹا مہیش چندر وہاں کھڑا غصے سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ لاجونتی دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی۔ روتے ہوئے بولی ''تمہارے پتاجی کو جانے کیا ہو گیا ہے؟ یہ میری عزت کے دشمن بن رہے ہیں۔ مجھے بچاؤ۔ مجھے یہاں سے لے چلو۔''

مہیش چندر تھوڑی دیر پہلے اس گھر میں داخل ہوا تھا۔ وہاں آتے ہی اس نے ماں کو نیند سے جگا کر کہا تھا کہ اسے بھوک لگ رہی ہے۔ کچھ کھانے کے لیے دیا جائے۔

ایسے ہی وقت اس نے لاجونتی کی چیخ سنی تھی پھر تیزی سے چلتا ہوا وہاں آیا تھا۔ اس کے پیچھے ماں بھی آ گئی۔ یہ تماشا دیکھ کر اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کا پتی دیو ہریش چندر اپنی ہونے والی بہو کے ساتھ ایسی شرمناک حرکتیں کرے گا۔

مہیش غصے سے کہہ رہا تھا ''پتاجی! آپ کو تو شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔ یہ آپ کی ہونے والی بہو ہے، بیٹی سمان ہے اور آپ اس کے ساتھ کیسی حرکتیں کر رہے تھے؟''

چنڈال نے کہا ''بکواس مت کرو۔ تم سب جاؤ یہاں سے میرا ذہن ٹھیک نہیں ہے۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے؟ جب سے نئی زندگی ملی ہے۔ تب سے میں الٹی سیدھی باتیں سوچنے لگا ہوں مجھے علاج کی ضرورت ہے ہمارے فیملی ڈاکٹر کو بلاؤ۔''

مہیش نے ناگواری سے کہا ''اب آپ کو فیملی ڈاکٹر کی نہیں۔ پاگلوں کے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ پاگل خانے میں آپ کو داخل کرنا چاہیے۔''

''مجھ سے بکواس مت کرو۔ ورنہ اپنی دولت و جائداد اور کاروبار تم سے چھین لوں گا۔ تمہیں کوڑی کوڑی کا محتاج بنا دوں گا۔''

''مجھے محتاجی پسند ہے مگر ایک باپ کی بے غیرتی پسند نہیں ہے۔ اگر آپ سے غلطی ہوئی ہے تو آپ لاجونتی کے پاؤں چھو کر اس سے معافی مانگیں۔''

ماں نے کہا ''نہیں بیٹے! یہ بڑے ہیں۔ یہ ہماری ہونے والی بہو کے پاؤں نہیں چھوئیں گے۔ تم انہیں کسی کے قدموں میں نہ جھکاؤ۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔''

لاجونتی نے کہا ''میں سسر جی کی بیماری کا حال سن کر یہاں آئی تھی۔ اب میں ایک منٹ بھی یہاں نہیں رہوں گی۔ مجھے میرے گھر پہنچا دو۔''

مہیش چندر اپنی ہونے والی بیوی کو لے کر وہاں سے چلا گیا۔ اس کی بیوی کمرے میں داخل ہو کر بولی ''آپ میرے پتی ہیں۔ میں آپ کی ہزار غلطیاں معاف کر دوں گی لیکن دنیا والے معاف نہیں کریں گے اور یہ بڑے شرم کی بات ہے۔''

وہ ناگواری سے بولا ''بکواس مت کرو۔ یہاں سے چلی جاؤ۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔''

''آپ تمام رات اس قدر بیمار رہے کہ ڈاکٹر نے بھی جواب دے دیا تھا۔ صبح ہوتے ہی اچانک صحیح ہو گئے۔ ہم نے تو سمجھا تھا کہ مر چکے ہیں۔ بھگوان نے میرے نصیب سے آپ کو دوبارہ زندگی دی ہے لیکن آپ کو جب سے یہ نئی زندگی ملی ہے۔ تب سے آپ یہی کہہ رہے ہیں کہ آپ کو تنہا چھوڑ دیا جائے۔ سارا دن دروازے کو بند کر کے اکیلے اندر بیٹھے رہے۔ کھانے کے وقت کھایا پھر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ کیا آپ اس لیے تنہائی چاہتے تھے کہ اپنی ہونے والی بہو کو میلا کر دیں؟ چھی چھی کتنی شرم کی بات ہے۔''

چنڈال نے ایک زوردار تھپڑ اسے رسید کیا۔ اس کا منہ گھوم گیا وہ پلٹ کر لڑکھڑا گئی۔ خود کو سنبھال نہ سکی فرش پر گر پڑی وہ بوڑھی اور بیمار تھی۔ سانس کی تکلیف میں مبتلا رہتی تھی۔ گرنے کے بعد فوراً ہی اٹھنے کی سکت نہ رہی۔

تھر تھر کانپنے لگی۔ ایسے میں چنڈال نے اس کی گردن پر زور کی لات ماری۔ اس بیمار بوڑھی کے حلق سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی پھر وہ وہاں سے ہل بھی نہ سکی۔

اس نے ٹھوکر مار کر کہا ''چل اٹھ یہاں سے بھاگ جا۔''

لیکن وہ اس کی آواز سے بہت دور جا چکی تھی۔

اٹھنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ اب اسے اٹھانے والوں کی ضرورت تھی۔ چنڈال نے اسے غور سے دیکھا پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔

اس کا دماغ مردہ ہو چکا تھا۔ وہ پریشان ہو گیا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس کی بے حیائی دیکھی گئی تھی۔ بڑا اپنا ناراض ہو کر غصہ دکھا کر گیا تھا اور اب ایسے میں اس کی نانی کی موت واقع ہو گئی تھی۔ بات بگڑتی جا رہی تھی پتا نہیں اور آگے کیا ہونے والا تھا؟

اس نے ٹونی جے کو مخاطب کیا ''فوراً میرے پاس آؤ۔ یہاں کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔''

ٹونی جے جانتا تھا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ اس نے اس کے اندر آ کر انجان بن کر پوچھا ''کیا بات ہے؟ کچھ پریشان لگ رہے ہو؟''

اس نے کہا ''فوراً میرے خیالات پڑھو۔ ابھی معلوم ہو جائے گا۔''

وہ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ بڑبڑانے لگا ''کیا مصیبت ہے۔ اپنے عرصے تک قیدی بن کر رہا۔ عورت کی صورت تک دکھائی نہ دی۔ آج ایک جوان اور حسین عورت مل رہی تھی۔ وہ بھی مصیبتیں پیدا کر کے چلی گئی۔''

ٹونی جے نے کہا ''مسٹر چنڈال! یہ تم نے کیا کیا؟ اپنے ہونے والی بہو کے ساتھ ایسی حرکتیں کی ہیں؟ اب یہاں تمہارا رہنا مشکل ہو جائے گا۔ بڑا اپنا ہمیشہ تمہیں دشمن سمجھتا رہے گا۔ تم نے اس عورت کو مار ڈالا ہے۔ یہ تمہاری پہلی غلطی ہے۔''

اسی وقت اس کا دوسرا بیٹا اور دو بیٹیاں بھی چلی آئیں۔ رشتے کے دوسرے لوگ بھی آ گئے۔ بیٹے نے کہا ''ابھی مہیش بھیا نے مجھے فون پر بتایا کہ آپ کچھ پاگل سے ہو گئے ہیں اور ماتا جی آپ کے پاس ہیں۔ مجھے آپ کے پاس جانا چاہیے۔''

پھر اس نے فرش پر پڑی ہوئی ماں کی طرف لپکتے ہوئے کہا ''یہ ماتا جی کو کیا ہو گیا ہے؟''

اس کی بیٹیاں بھی ماں کے پاس آئیں تو پتا چلا کہ وہ مر چکی ہیں۔ جب اس کی لاش کو سیدھا کیا تو بیٹے نے چونک کر کہا ''ارے ماتا جی کی تو گردن ٹوٹ گئی ہے۔''

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ باپ کو غصے سے دیکھتے ہوئے بولا ''پتا جی! سچ بتائیں کیا آپ نے ماتا جی کی گردن توڑی ہے؟''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا ''مجھے کیا معلوم تھا کہ اتنی کمزور ہے۔ میں نے غصے میں ہاتھ مارا..... تو یہ مر گئی۔''

وہ گرج کر بولا ''آپ نے غصے سے مارا ہے یا جان بوجھ کر ماتا جی کو قتل کیا ہے اور اتنی بے دردی سے کہ ماتا جی کی گردن ہی توڑ دی ہے۔''

وہ اپنے باپ کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑنے لگا۔ چنڈال نے اپنے آپ کو اس سے چھڑایا۔ اس سے زور آزمائی کی تو پتا چلا کہ وہ بہت زور آور ہے۔ ویسے بھی وہ باڈی بلڈر تھا۔ پہلوان دکھائی دیتا تھا۔ جب وہ خود کو نہ چھڑا سکا تو اس نے خیال خوانی کے ذریعے چھوٹے بیٹے رمیش چندر کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔

اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ ایک دم سے پیچھے ہٹ کر چنڈال کو دیکھتے ہوئے بولا ''یہ میرے دماغ میں ابھی کیا ہوا تھا؟ میں ٹیلی پیتھی کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آنا چاہتا ہو۔''

چنڈال نے کہا ''ہاں۔ میرا کوئی مددگار ہے۔ وہ تمہارے اندر آ کر تمہیں سمجھائے گا کہ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔''

''اچھا تو آپ کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مددگار بھی ہے اسی لیے آپ ایسی حرکتیں کر رہے ہیں؟ تم میرے باپ نہیں ہو۔ میری ماں کا سہاگ نہیں ہو۔ اب تو وہ مر چکی ہے۔ تم نے ہی اسے مارڈالا ہے۔''

یہ کہتے ہی ایک گھونسا اس نے چنڈال کے منہ پر جڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چکرا گیا۔ لڑکھڑا کر پیچھے جا کر ایک صوفے پر گر گیا۔ وہ چھوٹا بیٹا جس قدر شہ زور تھا۔ اسی قدر غصہ ور بھی تھا۔ اپنی ماں سے بہت محبت کرتا تھا۔ اس کی محبت دیکھ کر تمام رشتے دار کہتے تھے کہ وہ پہلے ماں کی پوجا کرتا ہے پھر بھگوان کی پوجا کرتا ہے۔

اس کا چچا اسے روکنے آیا تھا۔ اس نے اسے بھی دھکا دے کر پیچھے ہٹا دیا۔ قریب ہی ایک پیتل کا گلدان رکھا ہوا تھا۔ اس نے گلدان اٹھا کر چنڈال کے سر پر دے مارا۔ اس کے دیدے پھیل گئے۔ آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی پھر اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔ سر پھٹ گیا تھا اور خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔

ٹونی جے نے اس دوران میں بہت کوششیں کیں کہ کسی طرح رمیش کے دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر زلزلہ پیدا کرے۔ اسے چنڈال پر حملہ کرنے سے روکے لیکن رمیش نے پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر آنے نہیں دیا۔ وہ کئی منٹ تک سانس روکنے کا عادی تھا۔ ٹونی جے جب بھی اس کے اندر جاتا یہی دیکھتا رہا کہ اس نے سانس روک رکھی ہے۔

جب وہ مایوس ہو کر چنڈال کے دماغ میں آیا تو اس کا سر پھٹ گیا تھا اور وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اب وہ اپنے بے ہوش ساتھی کے دماغ میں رہ کر نہ اس کے خیالات پڑھ سکتا تھا اور نہ ہی اس کے ذریعے یہ معلوم کر سکتا تھا کہ وہاں اس فیملی میں اب کیا ہو رہا ہے؟

وہاں جب تک ہنگامہ برپا رہا وہ چنڈال کے سلسلے میں اس قدر مصروف رہا کہ دوسروں کی آوازیں سننے کے بعد کسی کے بھی دماغ میں نہیں گیا اور نہ ہی ان کے لب و لہجے پر توجہ دی۔ اب وہ ضرورت سمجھ رہا تھا کہ کسی کے اندر جا کر چنڈال کو فوری طبی امداد پہنچائے۔

وہ لاجونتی کے اندر جگہ بنا چکا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ مہیش چندر کے ساتھ اپنے میکے پہنچ گئی تھی۔ اسی وقت مہیش نے اپنے موبائل فون کا بزر سنا۔ اسے آن کر کے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے اس کا چچا بول رہا تھا۔

''مہیش! تم کہاں ہو؟ جلدی آؤ۔ یہاں بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ تمہارے پتا نے تمہاری ماتا کو مار ڈالا ہے۔ ان کی گردن توڑ دی ہے۔''

مہیش نے چیخ کر پوچھا ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میری ماتا جی کا دیہانت ہو چکا ہے؟''

لاجونتی نے چونک کر اس کی بات سنی۔ وہ کہہ رہا تھا ''میں ایسے قاتل باپ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اسے مار ڈالوں گا۔''

ادھر سے چچا نے کہا ''بیٹے! رمیش تم سے زیادہ غصے والا ہے۔ اس نے تو تمہارے باپ کا سر پھوڑ دیا ہے۔ اس وقت

تمہارا باپ بھی ادھ مرا سا ہے۔ تم فوراً چلے آؤ۔"

ٹونی جے لاجونتی کے دماغ سے نکل کر مہیش کے دماغ میں پہنچ گیا تھا پھر اس کے اندر یہ سوچ پیدا کر رہا تھا کہ باپ جیسا بھی ہے اسے طبی امداد پہنچانا چاہیے۔ مہیش نے ٹونی کی مرضی کے مطابق فون پر کہا "چاچو! پتاجی کو فوراً اسپتال پہنچائیں۔ وہ جیسے بھی ہیں۔ ہمیں ان کا علاج کرانا ہے علاج کے بعد ہی ان سے نمٹیں گے۔"

ٹونی جے اس چاچا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے دیکھا تو رمیش کہہ رہا تھا "چاچو! آپ میری ماتاجی کا کریا کرم کا بندوبست کریں میں اس خبیث باپ کو پاگل خانے پہنچا کر آتا ہوں۔ وہاں ڈاکٹروں سے میری جان پہچان ہے۔ وہ اسے یہاں نہیں آنے دیں گے۔"

چاچا نے ٹونی جے کی مرضی کے مطابق کہا "نہیں بیٹے! ایسا نہ کرو۔ اسے اسپتال لے جاؤ۔ مہیش ابھی آرہا ہے اس سے مشورہ کریں گے پھر وہ کہے گا تو اسے پاگل خانے بھی پہنچا دیں گے مگر اسے ابھی اسپتال لے جاؤ۔"

رمیش نے کہا "ٹھیک ہے میں اسے جہاں بھی لے جا رہا ہوں۔ کوئی میرے ساتھ نہ آئے۔"

اس نے چنڈال کو اٹھا کر کاندھے پر لادا پھر وہاں سے جانے لگا۔ چاچا ٹونی جے کی مرضی کے مطابق اس کے پیچھے چلتے ہوئے بولا "بیٹے! اپنے ساتھ ماما کو بھی لے جاؤ۔ ایک سے دو بھلے ہوتے ہیں۔"

وہ بولا "نہیں..... میں نے کہہ دیا کہ میرے ساتھ کوئی نہیں جائے گا جو کہہ رہا ہوں۔ وہ کیا جائے۔"

ٹونی جے سمجھ گیا تھا کہ اسے باتوں سے روکا جائے تو نہیں رکے گا۔ زبردستی روکنا ہوگا۔ ڈرائنگ روم سے گزرتے وقت چاچا نے دیکھا سینٹر ٹیبل پر پتھر کا ایک بڑا سا ایش ٹرے رکھا ہوا تھا۔ وہ بہت وزنی اور مضبوط تھا۔ چاچا نے اس ایش ٹرے کو اٹھا کر رمیش پر حملہ کیا۔

رمیش نے چاچا کے ہاتھ کو پکڑ کر حیرانی سے پوچھا "یہ کیا.....؟ آپ چاچا ہو کر مجھ سے دشمنی کر رہے ہیں اور جو دشمن باپ ہے اسے اسپتال لے جانے سے روک رہے ہیں؟"

چاچا نے کہا "ٹھیک ہے بیٹا! ٹھیک ہے۔ اگر تم اسپتال لے جا رہے ہو تو لے جاؤ۔ میں تم پر حملہ نہیں کروں گا۔"

"اس گھر میں کچھ عجیب سی باتیں ہو رہی ہیں۔ آپ نے حملہ کیوں کیا؟ یہ بعد میں آکر پوچھوں گا۔"

وہ چاچا کو دھکا دیتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا پھر اس کے پیچھے کوئی نہ جا سکا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ٹونی جے بھی رمیش کے دماغ میں نہ جا سکا اور یہ معلوم نہ کر سکا کہ وہ چنڈال کو کہاں لے جا رہا ہے؟

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ چنڈال کی نگرانی اور اس کی حفاظت کرنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ اسے انتظار کرنا تھا۔ چنڈال کے ہوش میں آنے کا۔ اس کے ہوش میں آنے کے بعد ہی وہ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا تھا کہ اسے کہاں پہنچایا گیا ہے؟ اور وہ کس حال میں ہے؟

☆☆☆

عدنان کی بار بار گمشدگی ایک مسلسل مسئلہ بن رہی تھی۔ اس بار دشمنوں اور غیروں نے نہیں اپنوں نے گم کیا تھا کہیں چھپا دیا تھا۔ یہ کبھی سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ جو شیوانی اور انا میریا اسے مسلسل ماں کی ممتا دیتی آرہی ہیں اور اس کی حفاظت کرتی آرہی ہیں۔ وہی دشمنی کریں گی اور اسے دادی اور باپ سے جدا کر دیں گی۔

انا میریا اپنے طور پر صفائی پیش کر رہی تھی کہ اس نے عدنان کو اغوا نہیں کرایا ہے اور اس سلسلے میں اس نے شیوانی کا ساتھ نہیں دیا ہے لیکن وہ کہاں تک سچ بول رہی تھی۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ کوئی اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ جو بھی اس کے اندر جاتا تھا تو خیال خوانی کی لہریں اس کے دماغ کے آر پار ہو جاتی تھیں اور خیالات نہ سنائی دیتے نہ پڑھے جا سکتے تھے۔

پورس نے کہا تھا "انا میریا! تم کتنی سچی ہو۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے کیونکہ تمہارے خیالات کوئی بھی پڑھ نہیں سکتا ہے اور تمہارے اندر کی بات بھی معلوم نہیں ہو سکتی کہ تم شیوانی کا ساتھ دے رہی ہو یا نہیں؟"

ایسے وقت سونیا نے اس سے یہ اگلوایا تھا کہ وہ عدنان کو اپنے ساتھ رکھ کر اپنے طور پر تربیت دینا چاہتی ہے اور بابا صاحب کے ادارے میں اس کے جانے پر اعتراض کر رہی ہے۔

جب سونیا کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے کہا "تم یہودی کی حیثیت سے اس کی پرورش کرنا چاہتی ہو اور یہی جھگڑے فساد کی بات ہے اور اس سے ہی اختلافات شروع ہو چکے ہیں بہتر ہے کہ اسے شروع ہوتے ہی ختم کر دیا جائے۔ اولاد ہمیشہ باپ کے نام سے اور باپ کی مرضی کے مطابق ہی پرورش پاتی ہے۔ لہٰذا ہمارا بیٹا پورس اور ہم اپنے پوتے کو تربیت دینا چاہتے ہیں۔ تم اسی پر راضی ہو جاؤ اور ہمیں بتا دو عدنان کہاں ہے؟"

انا میریا نے کہا "آپ لوگ میری بات پر یقین نہیں

کریں گے اور نہ ہی میں یقین دلا سکوں گی۔ میں عدنان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہوں۔"

سونیا نے کہا "پورس! تم اسے یہاں سے لے جاؤ۔ جب تک یہ عدنان کے ساتھ نہیں آئے گی۔ تو اسے بھی ہم اپنے خاندان میں قبول نہیں کریں گے۔"

پھر اس نے کہا "پہلے پارس نے ایک یہودی لڑکی الپا سے محبت کی شادی کی۔ اس کے ساتھ زندگی گزارتا رہا۔ اس سے کبھی محبت کبھی نفرت ہوتی رہی لیکن وہ کبھی ہمارے مزاج کے مطابق ہماری بہو بن کر نہ رہ سکی۔" پھر اس نے کہا "اب وہ راہِ راست پر آگئی ہے۔ ہم اسے عزت دے رہے ہیں۔ مان مرتبہ دے رہے ہیں۔ اس کی قدر کر رہے ہیں۔ اگرچہ اس نے اپنا مذہب تبدیل نہیں کیا ہے اور نہ ہم اسے ایسا کرنے کے لیے کہیں گے۔ وہ یہودی ہے یہودی ہی رہے گی۔ اس لیے اسے بیٹی بنانے اور عزت دینے کے باوجود بابا صاحب کے ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہی بات انا میریا کو بھی بری لگ رہی ہے کیونکہ یہ بھی یہودی ہے اور اپنے مزاج کے مطابق زندگی گزارنا چاہتی ہے اور ہمارے پوتے کو بھی اپنی طرح بنانا چاہتی ہے۔"

سونیا نے ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے کہا "میرے تو شاید نصیب ہی خراب ہیں۔ میرے جتنے بھی بیٹے ہیں۔ سب نے یہودی لڑکیوں سے محبتیں کی ہیں اور شادی کرنا چاہتے ہیں۔ تیسرا بیٹا کبریا بھی یہودی لڑکی انابیلا سے محبت کر رہا ہے۔ اب دیکھتے ہیں۔ اس کی محبت کا انجام کیا ہوگا؟ اور ہونا کیا ہے؟ دو بیٹوں کے نتائج تو سامنے ہیں۔ تیسرے کا بھی کچھ ایسا انجام ہونے والا ہے۔"

انا بیلا اور کبریا بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھے۔ اپنے بارے میں سنتے ہی وہ دونوں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ انا بیلا کبریا کے شانے سے سر ٹیکے بڑی محبت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس سے الگ ہو گئی۔ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

کبریا نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولی "ہوگا کیا؟ تمہاری مما جو کہہ رہی وہ سن رہے ہو؟ واقعی میں بھی یہودی لڑکی ہوں۔ ہم محبت کے جذبے سے تو ایک ہو گئے ہیں لیکن ہم نے یہ نہیں سوچا کہ ہماری آئندہ زندگی کیسے گزرے گی؟"

کبریا اس کا منہ تکنے لگا۔ وہ فوراً ہی کوئی جواب نہ دے سکا۔ کیونکہ واقعی انہوں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ ان کے درمیان مذہبی اختلافات پیدا ہو سکتے ہیں۔

آل ٹائم
گریٹ کرکٹرز
کتاب جو دوستوں میں بانٹ کر پڑھی جائے گی

عمران ثاقب
حنیف محمد
جاوید میانداد
ظہیر عباس
قیمت فی حصہ: 250 روپے
ڈاک خرچ فی حصہ: 25 روپے
دنیائے کرکٹ کے سپر اسٹارز کی داستانِ حیات خود ان کی زبانی
کرکٹ کی اس جگمگاتی دنیا کے چونکا دینے والے انکشافات اور لاتعداد کہانیاں، چار عظیم کھلاڑیوں کی زندگی کے پوشیدہ اور سربستہ راز جو کبھی منظرِ عام پر نہیں آئے۔ اردو زبان کی اپنی نوعیت کی واحد کتاب جس میں ان کھلاڑیوں کی زندگی کا ہر پہلو اور ہر دور نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔
منگوانے کیلئے آج ہی فون کریں
کتابیات پبلی کیشنز، کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
سول ڈسٹری بیوٹرز: رحمان بک ہاؤس اردو بازار کراچی، فون: 021-7766751

اس دنیا میں کتنے ہی شادی شدہ جوڑے اپنے اپنے طور پر زندگی گزارتے ہیں۔ شوہر اپنے مذہب پر قائم رہتا ہے اور بیوی اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارتی ہے۔

وہ ایک دوسرے کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے لیکن جب اولاد ہوتی ہے تو یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ماں کے مذہب میں جائے گی یا باپ کے؟

کچھ فراخ دل لوگ یہ طے کرتے ہیں کہ بچے کو اس کے مزاج پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ مذہب اور جو عقیدہ اختیار کرے گا۔ اسی کے مطابق اپنے طور پر زندگی گزارے گا۔ ماں باپ اس پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ لیکن ایسا کرنا غلط ہوتا ہے۔ اولاد ہمیشہ ماں سے ہی متاثر ہوتی ہے۔ ماں سے زیادہ قریب ہوتی ہے اور اس سے زیادہ تربیت حاصل کرتی ہے۔ اس لیے وہ ماں کے مذہب اور عقیدے سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔

اس داستان کو مسلسل پڑھنے والے جانتے ہیں کہ الپا نے پارس کی ایک بیٹی کو جنم دیا تھا اور برے حالات سے گزرتی رہی تھی۔ بدترین دشمنوں میں گھری رہتی تھی جو اسے اپنی معصولہ اور تابعدار بنالینا چاہتے تھے۔ ایسے وقت جناب تبریزی نے اس کی مدد کی تھی اور اسے بچایا تھا۔

دراصل الپا نے جس بیٹی کو جنم دیا تھا۔ وہ پارس کی تھی جناب تبریزی یہ نہیں چاہتے تھے کہ ایک مسلمان کی بیٹی یہودی ماحول میں پرورش پائے اور ان دنوں الپا مسلمانوں کی بدترین دشمن بنی ہوئی تھی۔ اس لیے اس بیٹی کو اس کے سائے سے نکال کر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اب وہ سات برس کی ہوگئی تھی۔ اس کا ذکر آگے اپنی داستان میں کروں گا۔

پارس کے بعد اب پورس کے بیٹے عدنان کا مسئلہ تھا۔ اس کی ماں شیوانی ہندو تھی۔ اب پرورش کرنے والی ماں یہودی تھی۔ یعنی پہلی ماں ہندو اور دوسری یہودی سونے پر سہاگہ ہوگیا تھا۔ اسی لیے اتنے اہم مسائل پیدا ہو رہے تھے اور اب موجودہ مسئلہ تو بہت زیادہ اہم ہوگیا تھا۔ کیونکہ اس کی دونوں مائیں ہمارے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ہوگئی تھیں۔

پارس اور پورس کے بچوں کے ساتھ جو ہوتا آیا تھا اور جو ہو رہا تھا اس کے پیش نظر یہی کہا جاسکتا تھا کہ کبریا کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوسکتا ہے۔

انابیلا نے بڑی محبت سے کبریا کا ہاتھ تھام کر پوچھا ''کیا ایسی کوئی بات ہوگی تو تم مجھے چھوڑ دو گے؟''

اس نے پوچھا ''ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہوگا؟ ہم ابھی سے سوچ لیں کہ ایسا کچھ نہیں ہونے دیں گے۔''

وہ بولی ''ایک تدبیر ہوسکتی ہے۔ میں ماں نہیں بنوں گی۔ تم باپ نہیں بنو گے۔ نہ ہماری کوئی اولاد ہوگی اور نہ ہی کوئی جھگڑا پیدا ہوگا۔''

''تم ایک عرصے تک مجھے خوابوں اور خیالوں میں ڈھونڈتی رہیں۔ میں بڑے انتظار کے بعد تمہیں ملا ہوں۔ تم میری محبت میں باؤلی ۔ کر ایسی باتیں کر رہی ہو لیکن جب شادی ہوجائے گی اور تمہارے اندر ممتا کا جذبہ پیدا ہوگا تو ماں بننے کا تمہارا دل چاہے گا۔''

''مجھ میں بڑی قوت ارادی ہے میں ممتا کے جذبے کو کچل دوں گی۔ ایسا کوئی جذبہ کوئی خواہش پیدا نہیں ہوگی۔''

''تم صرف اپنی بات کر رہی ہو۔ میری بات یہ ہے کہ میں اور پاپا کبھی راضی نہیں ہوں گے۔ وہ میری اولاد چاہیں گے۔''

''تمہارے دو بھائیوں سے تو اولاد پیدا ہو چکی ہے۔ وہ اور کتنا چاہیں گے؟''

''وہ تیسری بہو سے بھی یہی چاہیں گے۔ وہ میرے بچوں کو بھی اپنی گود میں کھلانا چاہیں گے۔ اپنی نسل کو بڑھتے پھلتے پھولتے دیکھنا چاہیں گے اور میں انکار نہیں کرسکوں گا۔''

''یعنی..... تم بھی باپ بننا چاہو گے۔''

''بے شک۔ میں بھی یہی چاہوں گا کہ تمہاری گود میں میرا بچہ کھیلے۔ یہ سوچ کر ہی اتنی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں کہ میں بیان نہیں کرسکتا پھر یہ کہ تمام بھائیوں کی اولادیں ہوں گی اور میں لاولد رہوں گا۔ یہ اچھی بات نہیں ہوگی۔ کسی کے لیے بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔''

وہ بڑے پیار سے تنک کر بولی ''تم تو ابھی سے جھگڑا کرنے والی باتیں کر رہے ہو؟''

یہ کہتے ہوئے وہ اس کے اور قریب ہوگئی۔ اس کے سینے پر اپنا سر رکھ کر اپنے بدن کی آنچ دینے لگی۔ اسے پگھلانے لگی۔ ایسے وقت نہ چاہتے ہوئے بھی پگھلنا پڑتا ہے۔ یہ بے اختیاری جذبہ ہوتا ہے وہ پگھلتے ہوئے بولا ''دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ ذہانت سے کام لیا جائے تو کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی آتا ہے۔''

وہ بڑے پیار سے بولی ''تو تم راستہ نکالو ناں؟''

ایک دوسرے کی قربت میں وہ کہ رسوچا جائے تو دور کی نہیں سوجھتی قریب کی سوجھتی رہتی ہے۔ وہ تقریباً ایک گھنٹے تک پلانگ کرنا بھول گئے پھر جب غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر کھانے کی میز پر آئے تو کبریا نے کہا ''میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔''

انابیلا نے کہا ''میرے ذہن میں بھی ایک تدبیر آئی ہے۔''

وہ بولا ''تو پھر بولو۔ تم کیا چاہتی ہو؟''

''ہم شادی کرلیں گے۔ جب اولاد کی بہت زیادہ خواہش ہوگی اور تمہارے ماں باپ بھی تقاضا کریں گے تو ہم کسی کا بچہ گود لے لیں گے اور اس بچے کو تمہارے مما اور پاپا کے حوالے کردیں گے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''تم اسے بچوں کا کھیل سمجھ رہی ہو ہمارے خاندان میں اور بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ وہ سب ہمارے تمہارے اور دوسروں کے دماغوں میں گھس کر معلوم کرلیں گے کہ تم نے اولاد پیدا نہیں کی ہے۔ اسے کہیں سے لے آئی ہو۔''

''کیا مصیبت ہے ہم تم سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور ہمارے آگے پیچھے بھی سب خیال خوانی کرتے ہیں۔ واقعی یہ بات پھنسی نہیں رہے گی۔ تم بولو کیا تدبیر سوچ رہے ہو؟''

''یہی کہ ہم شادی کرلیں گے۔ تم کہتی ہو کہ تمہارے اندر ماں بننے کی خواہش پیدا نہیں ہوگی۔''

''ہاں۔ میں یہ دعوے سے کہتی ہوں کبھی یہ نہیں کہوں گی کہ اولاد پیدا کرنا چاہتی ہوں۔''

''تو بس پھر ٹھیک ہے اولاد کے لیے میں دوسری شادی کرلوں گا۔''

وہ ایک دم سے بھڑک کر بولی ''نہیں۔ ہرگز نہیں۔ تم میرے سوا کسی کو بھی ہاتھ لگاؤ گے تو میں اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلے پیدا کرتے کرتے اسے مار ڈالوں گی۔''

''بس تو پھر سمجھو کہ ہماری شادی بھی نہیں ہوسکے گی ہم صرف دوست بن کر رہ سکیں گے۔''

''نہیں۔ میں تو شادی کروں گی۔''

''تو پھر تم اس حقیقت کو سمجھ لو کہ میرے پاپا نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں اور میرے بھائیوں نے بھی ایک سے زیادہ شادیاں کی ہیں۔ تم میری شریک حیات بن جاؤ گی۔ تو میں دوسری شادی کبھی نہیں کروں گا لیکن تم ماں بننا نہیں چاہو گی تو مجھے دوسری تو کیا تیسری شادی بھی کرنا ہوگی۔ اولاد کے لیے یہ ضروری ہے۔''

وہ چمچ اور فورک کو میز پر پھینکتے ہوئے بولی ''تم مسلمانوں میں یہ خرابی ہے۔ ایک کے بعد ایک شادی کرتے چلے جاتے ہو۔''

''کیا تمہارے یہودیوں میں ایسی شادیاں نہیں ہوتی

سسپنس تھرلر ڈائجسٹ کے مشہور سلسلے کتابی شکل میں دستیاب ہیں

دوسرے حصے کا مکمل ناول

اِنکا

قیمت فی حصہ -/60 روپے | ڈاک خرچ -/23 روپے

دوسرے حصے کا مکمل ناول

اقابلا

قیمت فی حصہ -/60 روپے | ڈاک خرچ -/23 روپے

مکمل ناول

غلام روحیں

قیمت فی حصہ -/40 روپے | ڈاک خرچ -/23 روپے

کتابیات پبلی کیشنز، کراچی

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200 فون 021-5804300

E-mail:kitabiat1970@yahoo.com

سول ڈسٹری بیوٹرز رحمان بک ڈپو اردو بازار کراچی فون 021-7766751

ہیں؟ اگر کھل کر نہیں ہوتیں تو چھپ کر ہو جاتی ہیں۔ ہر مذہب میں یہی ہوتا ہے صرف مسلمانوں کو ہی کیوں الزام دے رہی ہو؟''

وہ بولی ''ہماری ملاقات تیس گھنٹے پہلے ہوئی تھی۔ پہلے دوستی ہوئی پھر محبت ہوئی پھر ہمارے درمیان تعلقات پیدا ہو گئے۔ میں نے بہت بڑی غلطی کی کہ خود کو تمہارے حوالے کر دیا۔ سچ بولو۔ کیا مجھ سے اتنی جلدی دل بھر گیا ہے؟''

''بکواس کیوں کر رہی ہو؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں چاہتا ہوں اور ساری عمر چاہتا رہوں گا۔ تمہارے سوا کسی دوسری کا تصور نہیں کروں گا لیکن جب بات اولاد اور آئندہ نسل بڑھانے کی ہو گی تو مجھے اپنے ماں باپ کے فیصلے کے سامنے جھکنا ہو گا۔''

وہ میز پر گھونسا مارتے ہوئے بولی ''تم دوسری شادی نہیں کرو گے۔ تمہارے بچے میں پیدا کروں گی۔''

''ابھی تو تم ماں بننے سے انکار کر رہی تھیں؟''

''میرا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ جو میں نے ایسا کہا۔ میں تمہارے بچوں کی ماں بنوں گی۔ میں تمہارے لیے اولاد پیدا کروں گی۔''

''پھر وہ اولاد عدنان کی طرح مسئلہ بن جائے گی۔''

''کوئی مسئلہ نہیں بنے گی۔ اولاد ہو گی تو اسے اٹھا کر بابا صاحب کے ادارے میں لے جانا میں اعتراض نہیں کروں گی۔''

''جو بیویاں اپنے شوہر کی محتاج ہوتی ہیں۔ وہ اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتیں۔ الپا ہمارے پارس بھائی کی محتاج نہیں تھی۔ ٹیلی پیتھی جانتی تھی اور پورے اسرائیل پر حکمرانی کرتی تھی۔ اس لیے وہ اپنے فیصلے خود کرتی تھی اور اس نے اپنی اولاد کے بارے میں بھی خود فیصلہ کرنا چاہا تھا۔ اسی طرح انا میریا بھی غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہے۔ وہ بھی پورس بھائی کی محتاج نہیں ہے اس لیے اپنا فیصلہ خود کر رہی ہے اور ہمارے لیے مسائل پیدا کر رہی ہے اور تم بھی کسی کی محتاج نہیں ہو۔ ٹیلی پیتھی کے بہت سے زندگی آپ گزار سکتی ہو پھر تم میرے فیصلے کے سامنے کیسے جھکو گی؟ جب وقت آئے گا تو تمہاری سرکشی دیکھنے کے قابل ہو گی۔ جیسے کہ ہم اب الپا اور انا میریا وغیرہ کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔''

''تم مجھے طعنے دے رہے ہو۔ میں یہودی ہوں تو ان یہودی عورتوں کی مثالیں دے کر میری انسلٹ کر رہے ہو؟''

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کرسی اس کے پیچھے دوسری طرف الٹ گئی پھر بولی ''میں نے اب تک اس موضوع پر تم سے بات نہیں کی تھی۔ اب بات کرنے پر معلوم ہو رہا ہے کہ تم کتنے تنگ نظر ہو۔ صرف اپنے ہی نقطہ نظر سے بات کرتے ہو۔ میری طرف سے نہ کچھ سوچتے ہو۔ نہ جذبہ رکھتے ہو۔''

''انا بیلا! مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں صرف اولاد کے معاملے میں اپنے والدین کے نقطہ نظر سے بات کر رہا ہوں۔ ورنہ میرے اور تمہارے درمیان کبھی اختلافات پیدا نہیں ہوں گے۔''

''اگر تم میرے لیے سچے ہو۔ مجھے دل و جان سے چاہتے ہو تو ابھی ایک فیصلہ کرو۔ اولاد ہو گی تو پہلی اولاد تمہاری ہو گی۔ دوسری میری ہو گی۔ تیسری تمہاری ہو گی۔ چوتھی میری ہو گی۔ اس طرح ہم اپنے اپنے طور پر ان بچوں کو تعلیم و تربیت دیں گے۔''

''تم بچے پیدا کرو گی یا راشن؟ راشن بانٹ کر کھایا جاتا ہے مگر بچے تقسیم نہیں کیے جاتے۔ ہم سے ہونے والے تمام بچے ہم دونوں کو چاہیں گے۔ ہم دونوں سے پیار کریں گے اور جو دینی اور دنیاوی قانون ہے اس کے مطابق بچے باپ کی مرضی کے مطابق تعلیم و تربیت حاصل کریں گے باپ کا نام اور مذہب اختیار کریں گے۔''

انا بیلا نے غصے سے پلیٹوں کی طرف ایک ہاتھ مارا۔ پلیٹیں ادھر سے ادھر بکھر گئیں۔ کچھ نیچے جا گریں۔ کبریا ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر غصے سے بولا ''یہ کیا حرکت ہے؟ کیا تم تہذیب اور طور طریقے بھول رہی ہو؟''

اس نے غصے سے کبریا کو دیکھا۔ کوئی جواب نہ دیا۔ منہ پھیر کر پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ کبریا نے اس کے پیچھے چیختے ہوئے کہا ''تمہارا یہ انداز بتا رہا ہے کہ ہمارے لیے بہتری ہو گی کہ ہم وقت سے پہلے ہی سنبھل جائیں اور وہ غلطی نہ کریں۔ جو میرے دو بھائیوں نے کی ہے۔''

وہ انا بیلا کے بنگلے میں تھا۔ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ انا بیلا اپنی ماں کے ساتھ اس کرائے کے بنگلے کو چھوڑ دے گی اور کبریا کے بنگلے میں آ کر رہے گی۔ وہ ایک جان دو قالب بن کر رہنا چاہتے تھے لیکن اس سے پہلے ہی حالات ناموافق ہو رہے تھے۔ ان کے مزاج اور عقائد ایک دوسرے کی راہ میں حائل ہو رہے تھے۔

دوسری طرف سونیا ان بچوں پوپی اور ایڈی کو لے کر بابا صاحب کے ادارے میں آ گئی۔ دونوں کی وہاں رہائش اور داخلے کی باتیں پہلے ہی طے ہو چکی تھیں۔ اس نے انہیں وہاں

کے انچارج کے حوالے کیا پھر انٹر کام کے ذریعے جناب تبریزی سے رابطہ کیا پھر سلام کے بعد کہا ''میں آپ سے ملنے آئی ہوں۔ ابھی ملنا چاہتی ہوں۔ بہت پریشان ہوں۔''

''میں تمہاری پریشانیوں کو سمجھ رہا ہوں۔ چلی آؤ۔''

وہ ان کے حجرے میں آ گئی پھر ان کے سامنے دوزانو ہو کر سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے کہا ''ہاں بیٹی! بولو تم کچھ پوچھنا چاہتی ہو؟''

وہ بولی ''ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شیطانی کیا چیز ہے۔ یہ کیسی پراسرار قوت ہے؟ وہ ہمارے لیے پہلے باعث رحمت رہی اور اب باعث زحمت بن رہی ہے۔''

انہوں نے کہا ''قدرت کے رازوں کو سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ کچھ راز ایسے ہوتے ہیں۔ جو رفتہ رفتہ خود ظاہر ہو جاتے ہیں اور وضاحت سے سمجھ میں آنے لگتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے۔ شیطانی بھی ایک ایسا ہی راز ہے۔ جسے قدرت کے سوا کوئی بھی سمجھ نہیں سکتا کہ ایسے کردار کیا موت کے بعد بھی اپنی زندگی کا ثبوت دیتے ہیں۔ جو زندہ لگتے ہیں لیکن زندہ نہیں ہوتے۔''

انہوں نے آنکھیں بند کیں۔ کچھ سوچا پھر کہا ''شیطانی تم میں سے کسی سے بھی رابطہ نہیں کرتی ہے۔ نہ عدنان کی دادی نہ دادا سے نہ باپ سے جو نبی صاحب مثل ہیں۔ اس دنیا کو کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ ذہانت سے سمجھتے ہیں۔ ان سے شیطانی رابطہ نہیں کرتی۔'' پھر انہوں نے آنکھیں کھول کر کہا ''وہ عدنان جیسے ایک نادان بچے سے رابطہ کرتی ہے۔ اس کے اندر آ کر بولتی ہے اور اس کے دماغ کو کنٹرول کرتی ہے۔''

سونیا نے کہا ''لیکن جناب! وہ انا میریا سے بھی رابطہ کرتی ہے اور انا میریا نادان نہیں ہے۔''

''بے شک..... وہ ذہین ہے اور غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہے۔ بہت ذہین اور حاضر دماغ ہے لیکن اس کی ایک خامی یہ ہے کہ وہ خوابوں اور خیالوں کی دنیا میں رہتی آئی ہے۔ پتا نہیں یہ کیسا قدرتی رشتہ تھا کہ وہ کبھی پورس سے نہیں ملی۔ شیطانی پورس سے ملتی رہی۔ اس سے شادی کی۔ اس کے ساتھ اس نے ازدواجی زندگی گزاری اور اس کے بچے کی ماں بن گئی اور یہ سب کچھ انا میریا کے ساتھ بھی ہوتا رہا۔ وہ خوابوں اور خیالوں میں یہی سب کچھ دیکھتی رہی اور پورس سے منسوب رہی۔ جب شیطانی بچے کی ماں بنی تو وہ بھی درد میں مبتلا رہی۔ ان لمحات میں وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی۔ جب عدنان پیدا ہو گیا اور تم نے اسے دوسری عورت کی گود میں پہنچا دیا۔ تب انا میریا کو ہوش آیا اور وہ مطمئن ہو گئی کہ اس کا بچہ جہاں بھی ہے محفوظ ہے۔ اس وقت تک شیطانی مر چکی تھی۔ ساری ممتا انا میریا کے اندر سما گئی تھی اور آج بھی وہ بھرپور ممتا کے ساتھ عدنان کے لیے بے چین رہتی ہے اور اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہے۔''

''ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں کیا انا میریا نہیں جانتی کہ عدنان کہاں ہے؟''

سب رنگ ڈائجسٹ کے مشہور سلسلے کتابی شکل میں دستیاب ہیں

دوحصے مکمل — انکا — قسط کی قیمت -/50 روپے ڈاک خرچ -/23 روپے
دوحصے مکمل — اقابلا — قسط کی قیمت -/50 روپے ڈاک خرچ -/23 روپے
مکمل — غلام روحیں — قسط کی قیمت -/50 روپے ڈاک خرچ -/23 روپے

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطہ کیلئے C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے میں ہمارا کوئی نمائندہ موجود ہے

''وہ جانتی ہے۔ اب بھی عدنان کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ سکتی ہے۔ معلوم کرسکتی ہے کہ وہ کہاں ہے کس حال میں ہے۔ شیوانی نے اسے تاکید کی ہے کہ یہ راز کسی کو نہ بتائے۔ وہ بتائے گی تو اسے بھی عدنان سے دور کردیا جائے گا۔''

''آخر شیوانی چاہتی کیا ہے؟''

''وہ اپنی زندگی میں ایک بہو کی حیثیت سے محروم رہی۔ تم نے اور فرہاد وغیرہ نے اسے کبھی اپنے پاس نہیں بلایا اور نہ ہی اسے بابا صاحب کے ادارے میں آنے کی اجازت دی گئی۔ وہ دین اسلام قبول کرنا نہیں چاہتی تھی۔ تم نے اور پورس نے اس سے کبھی یہ نہیں کہا کہ وہ اپنا دھرم چھوڑ دے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولے ''اختلافات شروع ہو چکے ہیں۔ انا میریا یہودی ہے اور وہ بھی ہمارے ادارے کی مخالف ہے۔ ایک ماں ہندو دوسری یہودی۔ وہ دونوں عدنان کو یہاں آنے نہیں دیں گی۔''

سونیا نے کہا ''شیوانی ایک ناقابل فہم ہستی ہے۔ جب کہ اس کا کوئی وجود نہیں ہے اسے ہستی بھی نہیں کہا جاسکتا۔ وہ تو نابود ہو چکی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کیا کہا جائے؟ بہرحال وہ ناقابل فہم ہے۔ میں بڑے بڑے پہاڑوں اور خطرناک دشمنوں سے ٹکرا چکی ہوں۔ شیوانی سے بھی ٹکرا سکتی ہوں لیکن اس میں پتا نہیں ایسی کیا غیر معمولی صلاحیتیں ہیں؟ وہ کوئی روح یا آسیب ہے۔ کوئی بلا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔''

''میں نے کہا ہے ناں بیٹی! یہ قدرت کے راز ہیں۔ خود سمجھنا چاہو گی تو وہ شیوانی تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ وقت کا انتظار کرو۔ قدرت کو منظور ہوگا تو خود ہی وضاحت سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے کیا ہے؟ اور اپنی موت کے بعد بھی اس دنیا میں کیسے چلی آئی ہے؟ کیا ممتا میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ موت کے بعد بھی آدھی زندگی حاصل کرکے چلی آتی ہے؟ آدھی زندگی یعنی وہ ہے بھی اور نہیں بھی۔''

سونیا نے بڑے عزم سے کہا ''میں ایسی بلا سے نمٹنا خوب جانتی ہوں۔ اسے شکست دے کر ہی رہوں گی۔ اپنے پوتے کو اس سے چھین کر لاؤں گی۔ آپ سے صرف ایک تعاون چاہتی ہوں۔''

انہوں نے پوچھا ''بولو کیا چاہتی ہو؟''

''اب سے پہلے فرہاد پر مصیبتیں آئی تھیں۔ وہ اپنی یادداشت کھو چکا تھا۔ اپنے آپ کو بھول چکا تھا۔ ہم اسے تلاش کررہے تھے لیکن اس کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ ایسے وقت میں نے آپ سے التجا کی تھی کہ میرے سونگھنے کی حس جو ختم ہو چکی ہے۔ وہ پھر سے بحال ہو جائے۔ میں فرہاد کی بو سونگھ کر اس کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ وہ جہاں بھی ہوگا۔ میں اسے وہاں سے لے آؤں گی۔''

''ہاں۔ تم نے مجھ سے التجا کی تھی اور میں نے کہا تھا کہ جب بھی تم فرہاد سے چند سو گز کے فاصلے پر ہو گی تو اس کی بو پانے لگو گی لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ آپ ہی آپ اس کا سراغ مل گیا تھا۔''

''جی ہاں..... پھر میں نے بھی یہ نہیں چاہا کہ میری وہ سونگھنے کی صلاحیت پھر سے بحال ہو جائے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی لیکن اب اپنے پوتے کو تلاش کرنے کے لیے میری یہ صلاحیت ضروری ہو گئی ہے۔''

جناب تبریزی نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ زیر لب کچھ ورد کرنے لگے۔ سونیا سر جھکا کر بیٹھی رہی۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد انہوں نے آنکھیں کھول کر کہا ''بیٹی جاؤ۔ جب تم اس ادارے سے باہر چلی جاؤ گی تو تمہاری سونگھنے کی صلاحیت بحال ہو جائے گی۔''

سونیا خوشی سے کھل گئی۔ اس نے جھک کر ان کے قدموں کو چھولیا۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ''جاؤ۔ میں تمہاری کامیابی کی دعائیں کرتا رہوں گا۔''

''آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں چوبیس گھنٹے کے اندر اپنے پوتے کو اس ادارے میں لے آؤں گی۔''

اس نے جھک کر انہیں سلام کیا پھر حجرے سے باہر آ گئی۔

ناگن پٹارے سے باہر آ چکی تھی۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات 47 ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ 15 دسمبر 2005ء میں شائع ہوگا

سسپنس ڈائجسٹ کا
مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

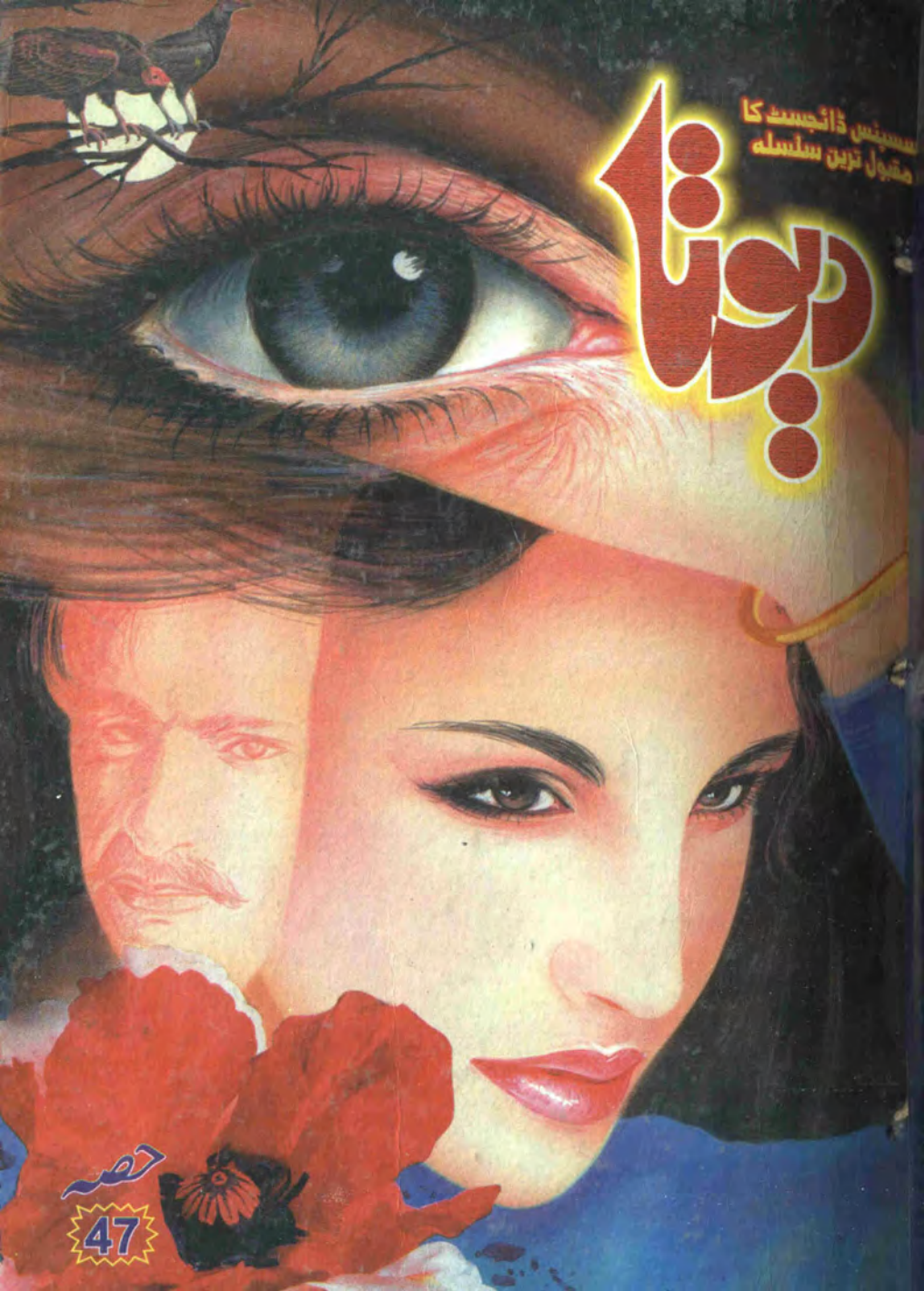

حصہ
47

دیوتا

ہنگاموں
رنگینیوں
اور تحیر کے
اس بے تاج بادشاہ کی
سحر انگیز کہانی جس
نے اپنی بھرپور زندگی
میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں
چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں
چاہتا جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار
تھا۔ درندوں ہر محیط وہ طلسم ہوش ربا
جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے
پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال
خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا
دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت
جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

وہ جناب تیمرزی کے حجرے سے باہر آ کر کھڑی ہو گئی' چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اس کی ساری فکریں دور ہو گئی تھیں۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اس کے سونگھنے کی حس پھر سے بحال ہو جائے گی۔ ان کی اس بات نے اسے بڑا حوصلہ دیا تھا۔ اس کے سر سے پہاڑ اتر گیا تھا۔

اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ شیوانی خواہ کتنی ہی غیر معمولی اور پراسرار قوتوں کی مالک کیوں نہ ہو۔ وہ اپنے پوتے عدنان تک پہنچ ہی جائے گی۔

ابھی وہ حس بحال نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ جب وہ اس ادارے سے باہر جائے گی تو اس کی قوتِ شامہ کو اس کے پوتے کی بُو ملنے لگے گی۔ وہ فوراً ہی اپنی کار میں بیٹھ کر اس ادارے کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے باہر جا سکتی تھی۔ اپنے پوتے کی بو کو پا سکتی تھی لیکن اب جلدی نہیں تھی۔ اس ادارے میں آ کر آمنہ فرہاد سے ملاقات کرنا ضروری تھا۔

آمنہ فرہاد دنیا داری ترک کر چکی تھی۔ برسوں سے عبادت گزاری میں مصروف رہتی تھی۔ اس نے دن رات عبادت کرتے کرتے کچھ روحانی علوم حاصل کیے تھے۔ میرے دو بیٹے پارس اور پورس کو اس نے جنم دیا تھا۔ وہ انہیں جنم دینے کی حد تک ایک ماں تھی۔ ورنہ سونیا نے ہی ان سب کی تعلیم و تربیت پر توجہ دی تھی اور وہ سب ہی سونیا کو اپنی ماں کا درجہ دیتے تھے۔ وہ جب بھی ادارے میں آتے تھے تو آمنہ فرہاد کے پاس آ کر اس کے سامنے ادب سے جھکتے تھے۔ اس سے دعائیں لیتے تھے۔ اس کے ساتھ کچھ وقت گزارتے تھے پھر چلے جاتے تھے۔

وہ زندگی کے عملی میدان میں سونیا کے سائے میں ہی پرورش پاتے رہے تھے اور اہم معاملات میں اس سے ہدایت حاصل کرتے رہتے تھے۔

آمنہ عصر کی نماز پڑھ کر ڈرائنگ روم میں آئی تو وہاں سونیا بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کی سوکنیں تھیں لیکن وہ آمنہ کو بڑی بہن مانتی تھی۔ اس کا احترام کرتی تھی۔ اس لیے بھی کہ اس نے روحانیت کا درجہ حاصل کیا تھا اور دن رات عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتی تھی۔

آمنہ نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا ''بہت دنوں کے بعد آئی ہو؟ پوتا پریشان نہ کرتا تو شاید اب بھی نہ آتیں؟''

وہ دونوں صوفوں پر بیٹھ گئیں۔ سونیا نے کہا ''وہ پہلے آپ کا پوتا ہے پھر میرا ہے۔''

''نہیں..... میرے تمام بچے پہلے تمہارے ہیں پھر

میرے ہیں۔"

"کیا اپنے پوتے سے ملنے کو دل نہیں چاہتا؟"

"میں روحانیت کے ذریعے کسی حد تک اسے دیکھ لیتی ہوں میری تسلی ہو جاتی ہے۔ بس اتنی ہی آسودگی کافی ہے۔ میں زیادہ چاہت کروں گی۔ اس کے لیے زیادہ سوچوں گی تو یہ دنیاداری ہو گی اور میں دنیاداری ترک کر چکی ہوں۔"

"آپ اپنے پوتے کو روحانیت کے ذریعے دیکھ لیتی ہیں تو پھر یہ بھی جانتی ہوں گی کہ وہ کیسے مصائب سے گزر رہا ہے اور ہمارے لیے کتنے مسائل پیدا کر رہا ہے؟"

"میں سب جانتی ہوں۔ مجھے دنیا والوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوتا رہتا ہے لیکن میں ان معاملات میں دلچسپی نہیں لیتی ہوں۔"

"کچھ بھی ہو۔ وہ آپ کا پوتا ہے۔ ہمارا پوتا ہے۔ اس کا مسئلہ حل کرنے کے لیے آپ کچھ تو کر سکتی ہیں.....؟"

"تم ابھی جناب تبریزی کے پاس گئی تھیں۔ وہاں سے آ رہی ہو۔ انہوں نے مسئلہ ضرور حل کیا ہو گا؟"

سونیا تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر اس نے کہا "میں شیوانی کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتی ہوں؟"

"جناب تبریزی نے بھی شیوانی کے بارے میں کچھ کہا ہو گا اور بہت کچھ نہیں کہا ہو گا۔ ہم روحانیت کے مراحل سے گزرنے والوں کی مجبوری یہ ہے کہ ہم دنیا والوں کے سامنے کھل کر کچھ بول نہیں سکتے۔ جو کچھ جانتے ہیں، اسے اپنے اندر چھپا کر رکھتے ہیں۔ شیوانی جو بھی ہے جیسی بھی ہے اس کے متعلق تجسس میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ بس اپنے پوتے پر توجہ دو۔ اسے یہاں لے آؤ۔"

جب سونیا جناب تبریزی کے حجرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس وقت آمنہ اپنے گھر میں عبادت کر رہی تھی۔ ان سے دور تھی لیکن یہ جانتی تھی کہ جناب تبریزی سے سونیا کی کیا باتیں ہوئی ہیں۔

سونیا اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی "آپ تو سب جانتی ہیں۔ جناب تبریزی نے میری مشکل آسان کر دی ہے۔ میں انشاء اللہ اپنے پوتے کو یہاں لے آؤں گی۔ اب اجازت چاہتی ہوں۔"

وہ پھر اس کے گلے لگ گئی۔ اس کے بعد وہاں سے رخصت ہو کر باہر آ گئی۔ کار میں بیٹھ کر ڈرائیو کرتی ہوئی مین گیٹ سے نکل کر ادارے کے احاطے سے باہر نکل آئی۔ ذرا دور جا کر اس نے کار روکی پھر کار سے باہر آ کر کھلی فضا میں گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

وہاں اس نے اپنے پوتے عدنان کا تصور کیا پھر اس کی جسمانی مہک کو یاد کیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی اسے اس کی مہک محسوس ہونے لگی۔ وہ گہری سانس لے کر سونگھنے لگی۔ ایک مخصوص سمت کا اندازہ کرنے لگی تو پتا چلا کہ اس کی مہک پیرس کی طرف سے آ رہی ہے۔ وہ فوراً ہی کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر کے اس طرف جانے لگی۔

پورس اور انا میریا ابھی تک اسی شہر میں تھے۔ سونیا نے پورس سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ انا میریا کو ہمارے خاندان سے باہر لے جائے اور جب تک یہ عدنان کو واپس نہیں لائے گی۔ اس وقت تک ہمارے خاندان میں نہیں آئے گی۔

پورس نے انا میریا کے ساتھ جھیل والا کاٹیج چھوڑ دیا تھا۔ ایک علاقے میں جا کر ایک ہوٹل کا کمرا کرائے پر لے کر وہاں قیام کر رہا تھا۔ وہ عدنان کے معاملے میں بری طرح تھک گیا تھا۔ پچھلی رات سے نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے ہوٹل کے کمرے میں پہنچتے ہی اس نے کہا "میں بہت تھک چکا ہوں۔ غسل کر کے سو جاؤں گا۔ تم تنہا جاگتی رہو گی تو بور ہو جاؤ گی۔"

وہ مسکرا کر بولی "تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ میں بھی سونا چاہتی ہوں۔"

ان دونوں نے غسل کیا اور پھر موجودہ حالات پر گفتگو کرنے لگے۔ پورس نے کہا "دیکھ لو..... تمہاری وجہ سے میں اپنے خاندان کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ تم میری محبت کو سمجھو۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ اگر عدنان تک پہنچ رہی ہو اور سب سے چھپا رہی ہو تو کم از کم مجھ سے نہ چھپاؤ۔ مجھ سے محبت کرتی ہو تو مجھ پر اعتماد کرنا سیکھو۔"

"مجھے یہ فخر حاصل ہو رہا ہے کہ تم میری خاطر اپنے خاندان والوں کو چھوڑ کر آئے ہو اور میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہو لیکن کب تک؟ کیا ہمیشہ کے لیے اپنے خاندان والوں کو چھوڑ دو گے؟"

"اگر تم عقل سے کام لو گی تو خاندان کو چھوڑنا نہیں پڑے گا۔ عدنان کے معاملے میں سمجھوتا کرو۔ ہم آپس کے اختلاف کے باعث اس معصوم کو نقصان پہنچائیں گے۔ تو یہ سراسر ہماری ناکامی ہو گی۔"

"ہم اسے نقصان کیوں پہنچائیں گے؟ کیا ہم نادان ہیں اپنے بچے کے دشمن ہیں؟ ہم اسے بہترین تعلیم دیں گے۔ بہترین تربیت دیں گے اور تمہارے ماں باپ کو بتائیں گے کہ ان کے بغیر بھی ہم ان کے پوتے کو کیا سے کیا بنا سکتے ہیں۔"

"کیا تم نے یہ پوری پلاننگ کر لی ہے کہ عدنان کو ہم کہاں لے جائیں گے؟ کہاں رکھیں گے؟ کس ادارے میں تعلیم دلوائیں گے؟"

"ہاں میں نے سب سوچ لیا ہے۔"

"پھر تو تم یہ بھی جانتی ہو گی کہ عدنان کہاں ہے؟"

وہ چونک کر بولی "نن..... نہیں میں ابھی تو نہیں جانتی لیکن شیوانی سے التجا کرتی رہوں گی۔ تو مجھے معلوم ہو جائے گا اور وہ بھی چاہے گی کہ ہم بابا صاحب کے ادارے سے اسے کہیں دور لے جائیں اور اپنے طور پر اس کی پرورش کرتے رہیں۔"

"تمہیں جلد از جلد شیوانی سے پھر رابطہ کرنا چاہیے۔ اپنے بیٹے تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ جلد سے جلد معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟"

"یہ تو اطمینان رکھو کہ وہ جہاں بھی ہو گا۔ مزے میں ہو گا کیونکہ شیوانی اسے نقصان پہنچنے نہیں دے گی۔"

"تم دونوں صرف ماں کے جذبے سے دیکھ رہی ہو میرے جذبات کا کوئی خیال نہیں ہے۔ میں باپ ہوں اس کے لیے بے چین ہوں۔ کیا مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم ہونا نہیں چاہیے؟ کیا مجھے اس سے رابطہ نہیں کرنا چاہیے؟"

"تم ناراض کیوں ہوتے ہو۔ یہ میرے بس میں تو نہیں ہے۔ میں نے کہا ناں کہ شیوانی سے رابطہ کر کے اس سے التجا کروں گی۔"

"ابھی رابطہ کرو۔"

وہ خاموش رہی۔ کچھ دیر بعد وہ بولی "تمہاری نظروں میں کیا صرف بیٹے کی اہمیت ہے۔ میری کوئی اہمیت نہیں ہے؟"

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ اسی لیے تو سب کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ آیا ہوں۔"

"جب اتنا چاہتے ہو تو یہ تنہائی ہے۔ ہم دونوں کس حال میں ہیں۔ تمہیں ایک ذرا احساس نہیں ہے۔ میرے لیے کوئی رومانی جذبہ تمہارے اندر نہیں ابھر رہا ہے۔"

"انا میریا! حالات کو سمجھو۔ ہم کتنے اہم مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں۔ ہمارا بیٹا ہماری نظروں سے دور ہے۔ ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ جب تک اطمینان نہیں ہو گا۔ اس وقت تک رومانس کی طرف دھیان نہیں جائے گا۔ تم کہیں بھاگی تو نہیں جا رہی ہو؟ اور ہم آئندہ جدا ہونے والے نہیں ہیں پھر ایسی جلدی کیا ہے؟ بیٹے کو حاصل کرنے کے بعد جو

ہپناٹیزم
مصنف: ڈاکٹر جی ایم ناز
ہپناٹیزم کے موضوع پر اردو میں پہلی مستند کتاب
کتاب میں شامل چند عنوانات
✦ ہپناٹیزم ایک پوشیدہ قوت۔
✦ ہپناٹیزم کیا ہے؟
✦ ہپناٹیزم کی ابتدا۔
✦ ہپناٹیزم کے عملی اصول۔
✦ ہپناٹیزم اور جرائم۔
✦ ہپناٹیزم کا استعمال
✦ ازدواجی زندگی اور ہپناٹیزم
✦ بچوں پر ہپناٹیزم
قیمت:-/30 روپے
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطے کیلئے: C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی

مسرتیں حاصل ہوں گی ان مسرتوں کے ہجوم میں پیار کا مزہ کچھ اور ہی ہوگا۔ لہٰذا پلیز..... آئینہ نکالو اور شیوانی سے رابطہ کرو۔''

اس نے چھوٹے سے آئینے کو نکال کر اس میں دیکھا پھر تھوڑی دیر تک دیکھتی رہی۔ پورس بھی اسے توجہ سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا ''کیا ہوا؟''

''تم خود ہی آ کر دیکھو۔ اس آئینے میں میرا عکس دکھائی دے رہا ہے۔ شیوانی نظر نہیں آ رہی ہے۔''

''میں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔ اس میں تو ہمیشہ تم ہی نظر آتی ہو۔ تمہارے کہنے سے ہی یہ پتا چلتا ہے کہ تمہیں آئینے میں شیوانی کا عکس نظر آتا ہے۔ میں نے تو کبھی اسے نہیں دیکھا۔''

وہ آئینے کو توجہ سے دیکھتے ہوئے پکارنے لگی ''شیوانی! تم کہاں ہو؟ پلیز آ جاؤ۔ میں تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز شیوانی.....!''

وہ اسے پکارتی رہی۔ اس کا انتظار کرتی رہی پھر اس نے مایوس ہو کر پورس کو دیکھا اور آئینے کو پرس میں رکھتے ہوئے کہا۔ ''وہ رابطہ نہیں کر رہی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ ابھی عدنان کے بارے میں مجھے اور تمہیں کچھ معلوم ہو۔''

پورس نے جھنجلا کر کہا ''میں شیوانی پر بھروسا کیسے کروں کہ میری اولاد کو چھیننے والی اس سے بھلائی کرے گی اور اسے کہیں لے جا کر اس کی حفاظت کر رہی ہوگی؟''

''تم یقین کرو۔ اب سے پہلے جب اسے آئینے میں دیکھا تھا تو اس نے عدنان کی قسم کھا کر یقین دلایا تھا کہ وہ اسے نقصان پہنچنے نہیں دے گی اور جلد ہی مجھے اس کے پاس پہنچائے گی۔''

وہ ایک طرف لیٹ گیا پھر بولا ''میں سو رہا ہوں۔ اگر تمہیں نیند نہ آئے تو بار بار شیوانی کو مخاطب کرتی رہو۔ شاید اس سے رابطہ ہو جائے۔''

''میں یہی کوشش کرتی رہوں گی۔''

وہ اس کے پاس آ کر لیٹ گئی۔ وہ اسے بازوؤں میں بھرتے ہوئے بولا ''اس بات پر شیوانی کو راضی کرو کہ وہ مجھ سے باتیں کرے۔ آخر میں اس کا جیون ساتھی تھا۔ لائف پارٹنر تھا۔ اس کا شوہر تھا۔ وہ مجھ سے پردہ کیوں کر رہی ہے؟''

''میں اس سے ضرور اس سلسلے میں بات کروں گی۔ میں خود چاہتی ہوں کہ وہ اس دنیا میں کہیں ہے۔ چاہے آتما کی حیثیت سے ہی ہے تو وہ صرف مجھ سے اور عدنان سے نہیں۔ تم سے بھی بات کرے۔ کیونکہ ہم تینوں چاروں کے درمیان گہرا رشتہ ہے۔''

پورس نے باتیں کرتے کرتے آنکھیں بند کر لیں۔ واقعی اسے نیند آ رہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر بعد ہی گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ وہ بڑی دیر تک اس کے ساتھ لیٹی رہی۔ اسے دیکھتی اور سوچتی رہی کہ واقعی گہری نیند میں ہے یا نہیں پھر اس نے آہستگی سے پکارا ''پورس!''

وہ دماغ کو ہدایت دے کر سوتا تھا۔ نیند کا ایک مخصوص وقت مقرر کر لیتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو اس دوران میں آنکھ کھل جائے۔ ورنہ وہ مخصوص وقت تک سوتا رہے۔

کوئی غیر معمولی بات نہیں ہو رہی تھی۔ انامیریا اس کے بستر کی ہم سفر تھی۔ وہ اسے آواز دیتی یا کروٹیں بدلتی رہتی تو فرق نہ پڑتا۔ وہ سوتا ہی رہتا۔

وہ آہستہ سے اس سے الگ ہو گئی۔ اس سے ذرا دور ہو کر بڑے نخرے سے بولی ''جاؤ میں تم سے نہیں بولوں گی۔ اتنی جلدی سو گئے۔ مجھے کس تو کرنا چاہیے تھا۔''

وہ واقعی سو رہا تھا۔ اس کی سانس کی روانی سے ہی پتا چل رہا تھا کہ گہری نیند میں ہے۔ وہ مطمئن ہو گئی۔ بستر کے سرہانے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ قریب ہی پرس رکھا ہوا تھا۔ اس نے پرس میں سے چھوٹے سے آئینے کو نکالا۔ اسے اپنی قمیص کے دامن سے صاف کیا پھر اس آئینے میں دیکھنے لگی۔

اس کی سطح پر نظر ڈالتے ہی شیوانی کا عکس دکھائی دینے لگا۔ اس کی بڑی بڑی پرکشش آنکھیں اسے کھینچنے لگی۔ وہ ان آنکھوں میں ڈوبتی چلی گئی پھر ان آنکھوں نے پوچھا ''کیا وہ سو چکا ہے؟''

''ہاں..... تھکا ہوا ہے۔ گہری نیند سو رہا ہے۔''

''وہ اور اس کی مما سب ہی تم پر شبہ کر رہے ہوں گے۔''

''شبہ کرنے کی تو بات ہی ہے۔ انہوں نے اب تک یہی دیکھا تھا کہ میں جب چاہتی تھی۔ تمہیں دیکھتی تھی۔ تمہاری آنکھوں میں ڈوب کر عدنان تک پہنچ جاتی تھی۔ اب میں ان سے کہوں کہ تم آئینے میں نظر نہیں آ رہی ہو اور نہ ہی مجھے عدنان تک پہنچا رہی ہو۔ اس بات کا کوئی یقین نہیں کرے گا۔''

شیوانی نے کہا ''دنیا والوں کی پروا نہ کرو۔ تمہیں اس کی مما سونیا سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پورس کو اپنا دیوانہ بنا کر رکھو گی تو سمجھ لو کہ بازی جیت کر ہی رہو گی۔''

انامیریا نے کہا ''میں اسے محبت سے پگھلانا جانتی ہوں۔ وہ میرے قابو میں رہے گا لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے

بیٹے سے ملنے کے لیے تڑپ رہا ہے۔ میں اسے کیا جواب دوں؟ کب تک یہ کہتی رہوں کہ تم مجھے عدنان سے ملنے نہیں دے رہی ہو؟ تم نے عدنان کو بتا نہیں کہاں چھپا کر رکھا ہے۔ پھوٹ میں کب تک بولتی رہوں گی؟''

''جب تک کہ وہ تمہارے پیار کے شکنجے میں پوری طرح نہ آ جائے اور اپنے ماں باپ سے رشتہ نہ توڑ لے اور تمہارے ساتھ یہاں سے دور امریکا کے کسی شہر میں جا کر رہائش اختیار نہ کر لے۔ اس وقت تک تم اس سے جھوٹ بولتی رہو گی اور سمجھاتی رہو گی کہ عدنان تمہیں امریکا کے کسی شہر میں ہی ملے گا۔''

''وہ میرے ساتھ امریکا جائے گا تو کیا تم اسے اس کے بیٹے سے ملواؤ گی؟''

''ہاں..... ضرور ملاؤں گی لیکن اسی طرح کہ کبھی اس سے ملائی اور کبھی دور کرتی رہوں گی۔ جب وہ اس بات پر پوری طرح آمادہ ہو جائے گا کہ عدنان کی پرورش ہماری مرضی سے ہوگی۔ ہم اپنے مذہب اور عقیدے کے مطابق عدنان کو تعلیم دلائیں گے اور اس کی تربیت کریں گے۔ جب وہ اس پر راضی ہو جائے گا تو پھر عدنان مستقل تمہارے اور اس کے ساتھ رہے گا۔ میں بھی مطمئن رہوں گی۔ اسے کبھی تم دونوں سے جدا نہیں کروں گی۔''

''تم سے تو پھر باتیں ہوتی رہیں گی۔ پلیز مجھے میرے بیٹے کے پاس پہنچا دو۔''

وہ اس کی آنکھوں میں ڈوبی ہوئی تھی پھر چند سیکنڈ کے بعد ہی خود کو عدنان کے اندر محسوس کرنے لگی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی پھر اس سے بولی ''ہیلو بیٹے.....! کیسے ہو؟''

اس نے کہا ''مزے میں ہوں۔ آپ کہاں چلی گئی تھیں ممی۔''

''بیٹے! میں دوسرے معاملات میں مصروف ہو گئی ہوں۔ اس لیے ذرا دیر سے تمہارے پاس آیا کروں گی۔''

''لیکن ممی! یہ آپ نے مجھے کہاں لا کر رکھا ہے؟ یہاں اتنے بڑے بنگلے میں تنہا رہتا ہوں۔ بس ایک ملازمہ ہے۔ ابھی شام ہو چکی ہے اندھیرا ہونے والا ہے۔ یہ چلی جائے گی تو میں تنہا رہ جاؤں گا۔''

''ایسی بات نہیں ہے بیٹے! میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گی یہاں تمہارے پاس کوئی نہ کوئی ضرور رہے گا۔''

''میں یہاں تنہا کب تک رہوں گا؟''

''بیٹے! بہت مجبوری ہے۔ دشمن تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ تم نے دیکھا ہے کہ ہم ان سے کس طرح مقابلہ کر رہے ہیں؟ اور تمہیں ان سے بچاتے پھر رہے ہیں۔''

''ممی! آپ میرے پاس آ جائیں ہم دونوں چھپ کر رہیں گے۔''

''بیٹے! میں جلد ہی آنے کی کوشش کروں گی۔ میں بھی تو چھپی ہوئی ہوں۔ وہ مجھے بھی تلاش کر رہے ہیں۔ ہم دونوں کو ابھی الگ الگ رہنا چاہیے۔ ایک ہی جگہ رہیں گے تو پکڑے جائیں گے۔''

''اگر آپ نہیں آ سکتیں تو میرے پاپا کو یہاں بھیج دیں وہ تو آ سکتے ہیں؟''

''بیٹے! دشمنوں کا کچھ پتا ٹھکانا معلوم ہوا ہے۔ تمہارے پاپا ان سے نمٹنے کے لیے اس ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ وہ واپس آتے ہی تمہارے پاس پہنچیں گے۔ تمہیں تنہا رہنا چاہیے اور حوصلہ کرنا چاہیے۔''

وہ جھنجلا کر بولا ''آپ اچھی نہیں ہیں۔ پاپا بھی اچھے نہیں ہیں۔ مجھے تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ میں اپنی گرینڈ مما کے پاس رہوں گا۔ مجھے ان کے پاس پہنچا دیں۔''

وہ سمجھ رہی تھی کہ دادی سے زیادہ مانوس ہو چکا ہے اور اس کے بارے میں بھی وہ سوالات ضرور کرے گا۔ اپنے اور پورس کے بارے میں تو اس نے باتیں بنالی تھیں۔ سونیا کے بارے میں آخر کب تک باتیں بنا سکتی تھی۔ اسے باتوں سے بہلایا جاتا تو وہ کبھی نہ بہلتا۔ اپنی دادی کے پاس جانے کی ضد کرتا رہتا۔

اس نے پوچھا ''ممی! آپ چپ کیوں ہو گئیں؟ بولتی کیوں نہیں؟''

''بیٹے! میں کیا بولوں؟ ایک بہت ہی صدمہ پہنچانے والی بات ہے۔ میں تمہارے ننھے سے دل کو صدمہ پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔ تم خوامخواہ دادی کے پاس جانے کی ضد کر رہے ہو۔''

''آخر بات کیا ہے؟ آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟''

''تمہاری گرینڈ مما بہت گریٹ تھیں۔ انہوں نے تمہاری جان بچانے کی خاطر دشمنوں سے لڑتے لڑتے اپنی جان دے دی ہے۔ ایک دشمن نے انہیں گولی مار دی۔ وہ مر چکی ہیں۔ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔''

عدنان نے چیختے ہوئے کہا ''نہیں..... نہیں..... آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔ میری گرینڈ مما کو کوئی نہیں مار سکتا۔ میری گرینڈ مما بہت گریٹ ہیں۔ میں ان کے پاس جاؤں گا۔ مجھے ان کے پاس لے چلیں۔ گرینڈ مما..... گرینڈ مما.....

گرینڈ مما.....''

وہ چیختے چیختے اچانک رک گیا۔ اس کی آواز بند ہوگئی پھر وہ بستر کے پاس آ کر اس پر گر پڑا۔ انا میریا محسوس کر رہی تھی کہ وہ اب اپنی گرینڈ مما کو یاد نہیں کر رہا ہے اور سب کچھ بھول گیا ہے۔ اس کا ذہن خوابیدہ ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ گہری نیند سو گیا۔

انا میریا کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اب وہ آئینے کی سطح پر شیوانی کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ شیوانی کی آنکھوں نے کہا ''میں نے اسے سلا دیا ہے۔ وہ خان مکان میں چیخ رہا تھا۔ باہر والوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا ہے۔ جب نیند سے بیدار ہوگا تو میں اسے کنٹرول کروں گی۔ اس کے دماغ سے دادی کی محبت کو کم سے کم کرتی رہوں گی۔ اب تم بھی جاؤ۔ آرام کرو۔''

آئینے کی سطح سے شیوانی کا عکس گم ہوگیا۔ انا میریا نے پاس رکھے ہوئے پرس کو اٹھایا۔ وہ اس میں اس آئینے کو رکھنا چاہتی تھی۔ اسی وقت پورس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ پورس نے اپنے دماغ کو کتنی دیر سونے کی ہدایت کی تھی۔ وہ صرف ایک گھنٹے کی نیند چاہتا تھا اور وہ نیند پوری کر چکا تھا۔

اس سے نظر ملتے ہی انا میریا ایک دم سے گھبرا گئی۔ وہ بولا ''میں سمجھ رہا تھا کہ تم میرے ساتھ سو رہی ہو۔''

پھر اس نے آئینے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''تم تو شیوانی سے باتیں کر رہی تھیں۔ کیا میرے بیٹے کے دماغ میں گئی تھیں؟''

''نہیں..... ہاں..... ہاں گئی تھی..... مگر.....''

وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا ''کیا بات ہے۔ کچھ پریشان لگ رہی ہو؟ مجھے بتاؤ، میرا بیٹا کیسا ہے۔ خیریت سے ہے یا نہیں.....؟''

وہ تیزی سے ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگی۔ وہ اسے جھنجھوڑتے ہوئے بولا ''کیا سر ہلا رہی ہو؟ منہ سے تو کچھ بولو.....؟''

''کہہ تو رہی ہوں..... ہاں..... وہ خیریت سے ہے۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔''

''تو پھر تم پریشان کیوں ہو؟ پریشان ہو یا گھبرا رہی ہو آخر بات کیا ہے؟''

''میں..... میں بھلا کیوں گھبراؤں گی؟ کوئی ایسی بات ہی نہیں ہے ہمارا بیٹا خیریت سے ہے مگر بات یہ ہے کہ.....''

''کیا بات ہے؟ بولتے بولتے رک کیوں جاتی ہو؟''

''میں کیا بتاؤں؟ پریشانی یہ ہے کہ میں بیٹے کے دماغ میں جا کر بھی کچھ نہ کر سکی۔ کچھ معلوم نہ کر سکی کہ وہ کہاں ہے؟''

''کیا تم نے اس کے خیالات نہیں پڑھے؟''

''اس کے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ میں اسے آواز دے رہی تھی مگر وہ سن نہیں رہا تھا۔ بس یہ اندازہ ہوا کہ وہ جہاں بھی ہے۔ زندہ ہے۔ سلامت ہے۔ خیریت سے ہے اور مزے سے ہے۔''

''تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ مزے سے ہے؟''

''یہ بات شیوانی نے بتائی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں اپنے بیٹے کی ذمے دار ہوں۔ اسے کوئی نقصان پہنچنے نہیں دوں گی۔''

وہ جھنجلا کر بولا ''میں شیوانی کے ساتھ بہت بری طرح پیش آؤں گا۔ اس سے بولو کہ وہ مجھے دشمن نہ بنائے۔ میرے بیٹے تک مجھے پہنچا دے۔''

''میں نے اس سے کہا تھا۔ اس کے سامنے روتی رہی... گڑگڑاتی رہی کہ ہمیں اس کا پتا بتا دے ہم سونیا مما کو اور کسی کو اس کا پتا نہیں بتائیں گے۔ میں پورس کے ساتھ اس کے پاس جاؤں گی اور اگر وہ چاہتی ہے کہ ہم اس کے ساتھ چھپ کر رہیں۔ تو ہم چھپ کر بھی رہیں گے لیکن اپنے بیٹے کے پاس رہیں گے۔''

پورس نے بھڑک کر کہا ''چھپ کر کیوں رہیں گے کیا ہم مجرم ہیں؟ کیا میرا بیٹا اس کی جاگیر ہے کہ وہ اسے چھپا کر رکھے گی اور ہمیں بلیک میل کرے گی ہمیں مجبور کرے گی کہ اس کی مرضی کے مطابق ہم زندگی گزاریں؟''

وہ پورس سے لپٹ کر بولی ''پلیز..... غصہ تھوک دو اس وقت گرم مزاجی دکھائیں گے تو بیٹا ہاتھ سے نکل جائے گا۔ شیوانی سے دشمنی کی باتیں نہ کرو۔ ایسا کرو گے تو اپنے بیٹے سے دشمنی کرو گے۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس وقت ہم بہت کمزور ہیں۔ ہم اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے۔''

پورس نے سوچا ''یہ درست کہہ رہی ہے۔ مجھے ٹھنڈے دماغ سے کام لینا چاہیے۔ میں شیوانی کو برا بھلا کہوں گا، دشمنی کروں گا تو وہ میرے بیٹے کو مجھ سے مزید دور کر دے گی۔''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا ''وہ کہتی کیا ہے؟ آخر وہ کب تک عدنان کو ہم سے دور رکھے گی؟''

''وہ کہتی ہے کہ ہمارے بچے کو بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانے دے گی تمہیں اس سے سمجھوتا کرنا ہوگا کہ تم دنیا کے کسی بھی ادارے میں اسے اپنی مرضی سے داخل کرا سکتے ہو۔

وہ اعتراض نہیں کرے گی مگر بابا صاحب کے ادارے کا خیال دل سے نکال دو۔ وہ کبھی ایسا نہیں ہونے دے گی۔''

پورس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا ''ٹھیک ہے۔ میں اپنی مرضی سے اس کی تعلیم و تربیت کروں گا اور اپنی مرضی سے کسی ادارے کا انتخاب کروں گا۔ اسے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانے دوں گا۔ اپنی مما کو سمجھا لو گی۔''

انا میریا نے کہا ''اور شیوانی نے یہ بھی کہا ہے کہ جب تک وہ جوان نہیں ہوگا، سمجھ دار نہیں ہوگا۔ تب تک اسے دادی اور دادا سے ملنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ صرف ماں اور باپ ہی اس سے ملتے رہیں گے۔ بلکہ اس کے ساتھ رہا کریں گے۔''

''شیوانی بہت غلط کہہ رہی ہے۔ میری مما کبھی راضی نہیں ہوں گی۔ وہ شیوانی کی ایسی تیسی کر کے رکھ دیں گی۔''

''تمہاری مما شیوانی کے خلاف کچھ کر سکیں گی یا نہیں، یہ ان پر چھوڑ دو۔ تم اپنا فیصلہ سناؤ۔ کیا بیٹے کو ہاتھ سے گنوا دو گے؟ اس کی شرائط مان کر بیٹے کے قریب نہیں رہنا چاہو گے؟ اسے اپنے زیر سایہ پرورش نہیں دینا چاہو گے۔''

''مجھے سوچنا ہوگا، غور کرنا ہوگا۔ اپنے بیٹے کی خاطر مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔''

''میرا مشورہ مانو۔ وہ جو کہہ رہی ہے اسے فی الحال مان لو اور یہاں سے امریکا چلو۔''

پورس نے پوچھا ''امریکا کیوں؟''

''وہ یہی کہہ رہی ہے کہ ہم امریکا کے کسی شہر میں جا کر رہیں گے تو وہ عدنان کو وہاں پہنچا دے گی۔''

اس نے انا میریا کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر پوچھا ''کیا تمہیں یقین ہے کہ ہم آج ہی اپنے گھر جائیں گے تو وہ کل تک عدنان کو ہمارے پاس پہنچا دے گی؟''

''بے شک..... اس نے جو کہا ہے، وہ اس پر ضرور عمل کرے گی۔ مجھے یقین ہے، وہ ہمیں مایوس نہیں کرے گی۔''

پورس نے سوچا کہ ٹھیک ہے۔ اس کی بات مان لی جائے گی۔ جب بیٹا مل جائے گا تو وہ پھر شیوانی سے نمٹ لے گا۔

وہ بولا ''مجھے یہ شرائط منظور ہیں۔ تم پھر ایک بار شیوانی سے رابطہ کرو اور اس سے کہو، ہم آج ہی رات کسی فلائٹ سے امریکا جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا وہ کل تک عدنان کو وہاں پہنچا دے گی۔''

''اسے پہلے یہ بتانا ہوگا کہ ہم کس شہر میں پہنچنے والے ہیں؟''

''ہم یہاں سے نیویارک جا سکتے ہیں، شکاگو جا سکتے ہیں یا پھر واشنگٹن۔ جہاں کی سیٹیں ملیں گی، ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔''

انا میریا نے پرس میں سے آئینہ نکالا اور اس کی سطح کو دیکھتی ہوئی شیوانی کے پاس پہنچ گئی پھر اس کی آنکھوں میں ڈوب کر بولی ''پورس اس بات کے لیے تیار ہے کہ ہم امریکا جا کر کسی شہر میں رہیں گے، وہاں عدنان کو کل تک پہنچا دیا جائے۔''

شیوانی نے کہا ''یہ اپنے آپ کو بہت چالاک سمجھتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ جب امریکا کے کسی شہر میں عدنان اسے مل جائے گا تو وہ مجھ سے فراڈ کرے گا اور مجھے دھوکا دے کر عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جائے گا۔''

انا میریا نے کہا ''شیوانی! تمہیں اس پہلو سے نہیں سوچنا چاہیے۔ وہ تمہیں کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔ اگر وہ عدنان کو لے کر فرار ہونا چاہے گا تو تم اس کے اندر پہنچ کر اسے پھر بھٹکا دو گی۔ اسے اس کے باپ سے چھین کر پھر کہیں گم کر دو گی۔ یہ تو تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں یہی کروں گی۔ اس سے کہو، وہ امریکا جائے میں عدنان کو وہاں ضرور پہنچاؤں گی۔''

''کیا تم کل تک عدنان کو وہاں پہنچا سکتی ہو؟''

''کل تک تو مشکل ہے۔ اس سے کہو میں کوشش کروں گی جب یہ یقین ہو جائے گا کہ سونیا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے میری نگرانی نہیں کر رہے ہیں اور اس کے تعاقب میں نہیں ہیں تو میں اسے کل نہ سہی دو چار دنوں میں ضرور پہنچا دوں گی۔''

انا میریا نے پورس سے یہ باتیں کیں۔ پورس نے کہا ''اس سے کہو کہ میں دو چار دن اور صبر کر لوں گا لیکن اسے دو چار دنوں میں بہر حال امریکا میرے پاس پہنچ جانا چاہیے۔''

اس نے پھر آئینے کی سطح پر دیکھا۔ شیوانی سے باتیں کیں۔ اس کی آنکھوں میں ڈوب کر سوچ کے ذریعے باتیں ہوتی تھیں۔ کوئی دوسرا سن نہیں پاتا تھا۔ اس نے گفتگو کرنے کے بعد پورس سے کہا ''وہ راضی ہے کہتی ہے کہ دو چار دنوں میں ضرور ہمارے عدنان کو وہاں پہنچا دے گی۔''

''اس سے کہو کہ مجھ سے بات کرے۔ میں آئینے کی سطح پر دیکھوں تو وہ مجھے نظر آئے اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر عدنان کے سلسلے میں مجھ سے بات کرے۔''

وہ پھر آئینے کی سطح پر دیکھنے لگی۔ خاموشی سے گفتگو کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد بولی ''وہ تم سے بات نہیں کرے گی۔ کہتی ہے کہ اس دنیا میں آدھی زندگی لے کر آئی ہے۔ ہر ایک کے

سامنے نہ آسکتی ہے نہ بول سکتی ہے۔ مجھ سے صرف اس لیے بول رہی ہے کہ میں عدنان کو بھرپور تمتا دے رہی ہوں۔''

وہ ناگواری سے بولا ''یہ فضول باتیں ہیں۔ جب وہ تم سے بات کرسکتی ہے۔ تو مجھ سے بھی کرسکتی ہے۔''

''پورس! تمہیں غصے میں نہیں آنا چاہیے۔ وہ صرف مجھ سے باتیں کرتی ہے۔ کسی اور سے کیوں نہیں کرتی یہ وہی بہتر جانتی ہے اب اس کی مرضی اور مزاج کے خلاف کچھ نہ بولو۔ صرف اپنے بیٹے کا خیال کرو اسے کسی طرح حاصل کرنا ہے۔ پلیز جاؤ اور آج ہی کسی بھی پہلی فلائٹ سے دو سیٹیں حاصل کرلو۔''

وہ سوچنے لگا۔ انا میریا نے کہا ''مجھے غور سے دیکھو میں بالکل شیوانی کی طرح ہوں۔ مجھ سے باتیں کرو۔ مجھ سے معاملات طے کرو۔ اس کا خیال دل سے نکال دو۔ وہ تمہارے مزاج کے مطابق کوئی فیصلہ نہیں کرے گی۔ نہ ہی تمہاری بات مانے گی۔ خوامخواہ الجھنے کا فائدہ کیا ہے؟''

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بستر سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اسے نیچے گراؤنڈ فلور میں جانا تھا۔ وہاں کسی بھی فلائٹ کے بارے میں معلوم کرنا تھا کہ اسے کس فلائٹ میں سیٹ مل سکتی ہے۔ وہ نیچے جانے کے لیے لباس تبدیل کرنے لگا۔

✿

ولاڈی میر نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے عدنان کو تلاش نہیں کرسکے گا اور نہ ہی اسے قیدی بنا کر اپنے ہاتھ سے قتل کرسکے گا۔

جب سے وہ عدنان کو اغوا کرنے میں ناکام ہوا تھا۔ تب ہی سے اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا تھا۔ وہ پراسرار علوم کے ذریعے معلوم کرتا رہا تھا کہ وہ کہاں ہے اور اسے کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف بھی یہی کچھ کررہی تھی اور اس نے یہ معلوم کیا تھا کہ عدنان اسی شہر میں ہے۔ جہاں سے اسے اغوا کیا گیا تھا۔

ارنا کوف اور ولاڈی میر کے پاس قطب نما ایک آلہ تھا۔ اس آلے میں گھڑی کی طرح ایک سوئی تھی۔ اس کو اپنے منتروں کے ذریعے اپنے مطلوب کے نام سے باندھ دیا جاتا تھا پھر اس پر بہت ہی مشکل عمل کیا جاتا تھا۔ اس عمل کے ذریعے وہ سوئی اسی طرف گھومتی تھی۔ جس طرف وہ مطلوب ہوتا تھا۔

اس وقت ان کا مطلوب عدنان تھا اور وہ اسی کے نام سے منتر پڑھ رہے تھے اور طرح طرح کے عمل کرتے رہے تھے۔ اس کے نتیجے میں وہ سوئی عدنان کے نام سے اپنا رخ بدلنے لگی تھی۔

ولاڈی میر پیرس کے ایک قریبی شہر میں تھا اور ارنا کوف جرمنی میں تھی۔ جب اس کے آلے نے بتایا کہ اس کا مطلوب عدنان فرانس میں ہے اور پیرس کی طرف ہے تو وہ پہلی فلائٹ سے ہی پیرس پہنچ گئی تھی۔

دوسری طرف سے ولاڈی میر بھی وہاں چلا آیا تھا۔ دونوں ہی چھپے ہوئے تھے اور ان کے پاس جو آلات تھے۔ ان کی سوئی بتا رہی تھی کہ عدنان کو پیرس کے کس علاقے میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ اس علاقے میں جانے کے بعد پھر اس سوئی سے پتا چلتا کہ وہ کس محلے اور کس گلی میں ہے پھر گلی میں جاکر وہ سوئی اس مکان کا رخ کرتی جس میں اسے چھپا کر رکھا گیا تھا۔

وہ دونوں اب عدنان سے زیادہ دور نہیں تھے۔ ایک ہی شہر میں تھے۔ کسی وقت بھی وہاں پہنچ سکتے تھے لیکن وہ وہاں خود جانا نہیں چاہتے تھے۔ سونیا اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے اندیشہ تھا کہ گھیر لیے جائیں گے تو مارے جائیں گے۔

لہٰذا انہوں نے اپنے ایک ایک آلہ کار پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے اپنا تابعدار بنایا تھا۔ اس آلہ کار نے اپنے ساتھ دو ماتحت رکھے تھے۔ جو ولاڈی میر کررہا تھا۔ وہی ارنا کوف بھی کررہی تھی۔ انہوں نے اپنے اپنے آلہ کار کو وہ مخصوص آلہ دیا تھا۔ جس کے ذریعے عدنان کی نشان دہی ہوسکتی تھی کہ اسے کس محلے میں اور کس گلی میں چھپا کر رکھا گیا ہے؟

شیوانی نے عدنان تک پہنچنا مشکل بنا دیا تھا۔ ان کے پراسرار علوم نے اتنی ہی آسانی فراہم کردی تھی۔ دوسری طرف سونیا کے اندر بھی اس کی پرانی صلاحیت بیدار ہوگئی تھی۔ وہ بھی سونگھتے ہوئے ٹھیک اسی گلی اور محلے کی طرف جارہی تھی۔ جس گلی میں وہ مکان تھا اور اس مکان میں عدنان ایک کمرے میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی خدمت کے لیے ایک ملازمہ رکھی گئی تھی۔

شیوانی کو اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ سونیا یا ولاڈی میر وغیرہ وہاں تک پہنچ سکیں گے۔ اسے یقین تھا کہ وہ دس بارہ گھنٹوں تک عدنان کو وہاں کامیابی سے چھپا کر رکھے گی پھر وہاں سے اسے دوسری جگہ لے جائے گی۔

اس ملازمہ نے بنگلے کے دوسرے حصوں کی لائٹیں بجھا دی تھیں۔ صرف ڈرائنگ روم اور ایک بیڈروم کی لائٹس آن تھیں۔ ایسے ہی وقت اس پر کسی نے پیچھے سے حملہ کیا۔ وہ سنبھل نہ سکی۔ پلٹ کر دیکھ نہ سکی کہ کس نے حملہ کیا تھا۔ چکرا کر

ایسی گری کہ پھر اٹھ نہ سکی۔

عدنان بیڈ روم میں تنہا تھا۔ اچانک ہی اس کے منہ پر کپڑا آگیا۔ اس کے چہرے کو پوری طرح ڈھانپ دیا گیا۔ وہ بھی نہ دیکھ سکا کہ کون وہاں آیا تھا؟ اور اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر لے جارہا تھا۔

وہ ارنا کوف کا آلہ کار ہوسکتا تھا۔

وہ ولاڈی میر کا آلہ کار ہوسکتا تھا۔

وہ سونیا بھی ہوسکتی تھی۔ جو بھی تھا۔ اس کے لیے یہ لازم تھا کہ عدنان کے چہرے کو ڈھانپ دیا جائے۔ اس کی آنکھیں آس پاس کے مناظر کو لاور اغوا کرنے والے کو نہ دیکھ سکیں۔ اگر عدنان سونیا کو بھی دیکھ لیتا تو شیوانی کو خبر ہوجاتی اور وہ سمجھ لیتی کہ وہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جارہی ہے۔

ولاڈی میر اور ارنا کوف کو یہ اندیشہ تھا کہ عدنان ان کے آلہ کاروں کو دیکھ لے گا تو سونیا یا ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پھر اس آلہ کاروں تک پہنچ جائیں گے اور انہیں عدنان کو اغوا کرنے نہیں دیں گے اور ان کے ارادوں کو ناکام بنا دیں گے۔ شیوانی ایک دم سے تڑپ گئی تھی۔ اسے آگہی ملی تھی کہ اس کے بیٹے کو اغوا کیا جارہا ہے کس نے اغوا کیا ہے؟ کون ہے؟ اسے کہاں لے جارہا ہے؟

☆☆☆

ٹونی جے بڑے آزمائشی حالات سے گزر رہا تھا۔ اس وقت چنڈال جوگیا مصیبت میں تھا اور اسے اس مصیبت سے نکالنا تھا لیکن وہ اس کے اختیار سے باہر ہورہا تھا۔ کیونکہ ٹونی جے کو اس کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی تھی۔

رمیش چندر نے ایک گلدان اٹھا کر چنڈال کے سر پر اتنی زور کی ضرب لگائی تھی کہ اس کا سر پھٹ گیا تھا۔ خون بہنے لگا تھا۔ وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔ اب بے ہوشی کی حالت میں ٹونی جے اس کے اندر آکر اس کی کوئی مدد نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے ذریعے دوسروں کو مزید دشمنی سے نہیں روک سکتا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ چنڈال کو فوراً اسپتال پہنچا کر اسے طبی امداد پہنچائی جائے۔ اس کے سر پر اس بری طرح ضرب لگائی گئی تھی کہ وہ مر بھی سکتا تھا۔ اس کے خون کے بہاؤ کو روکنا بہت ضروری تھا۔ اب پتا نہیں رمیش اسے کہاں لے گیا تھا؟ اور اس کے ساتھ کیا سلوک کررہا تھا؟

ویسے یہ بھی اطمینان تھا کہ رمیش اسے جان سے نہیں مارے گا۔ کیونکہ وہ اس کا باپ ہریش چندر بھی تھا۔ چنڈال نے اس کے باپ کے جسم میں جگہ پائی تھی اور سیٹھ ہریش چندر کی حیثیت سے ایک نئی زندگی شروع کی تھی اور وہ زندگی شروع کرتے ہی اپنی موت کو دعوت دے رہا تھا اور اس حال کو پہنچ گیا تھا۔

ٹونی جے دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ جب تک چنڈال کو ہوش نہ آتا وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے حالات معلوم نہیں کرسکتا تھا۔ نہ ہی اس سے باتیں کرسکتا تھا اور نہ ہی اسے کسی طرح کا تحفظ فراہم کرسکتا تھا۔

پتا نہیں۔ وہ کتنے منٹ اور کتنے گھنٹے بعد ہوش میں آنے والا تھا؟ اسے میری طرف سے اندیشہ تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ میں کیسے کیسے ذرائع اختیار کرکے ان لوگوں کے پاس پہنچتا رہا تھا؟

چنڈال آرمی افسران کی قید سے رہائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے وہاں رکاوٹیں پیدا کی تھیں۔ وہ اور چنڈال اس بات سے خائف تھے کہ میرے ذرائع کو سمجھ نہیں پاتے تھے کہ میں کس طرح کسی کے قریب پہنچ جاتا ہوں۔

اس وقت بھی ٹونی جے کے دل میں یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ میں بے ہوش چنڈال تک پہنچ سکتا ہوں اور اس کے موجودہ حالات معلوم کرسکتا ہوں۔ اگر مجھے معلوم ہوجاتا کہ چنڈال کن برے حالات سے گزر رہا ہے تو میں ضرور اس کی امداد کرتا اور اس بار اسے اپنا غلام بنالیتا یا پھر اسے جسم بدلنے پر مجبور کردیتا۔

ایسے وقت ٹونی جے کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ مجھے روک نہیں سکتا تھا۔ وہ میری چالاکی اور حکمت عملی کے سامنے پہلے کی طرح ناکام ہوجاتا۔ فی الوقت وہ چنڈال کی خیر منا رہا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ اس کے ہوش میں آنے تک مجھے اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ملے اور جب وہ ہوش میں آجائے اور اسے ذرا دماغی توانائی ملے تو وہ فوراً ہی تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کردے۔ اس طرح پھر ایک بار چنڈال کو مجھ سے دور کردے۔

وہ تنہا بیٹھا دور دور تک سوچ رہا تھا اور میں اس کی سوچ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ اچھی طرح یقین کرلیا تھا کہ میں شانتا بائی اور اس کی بیٹی نیما کے آس پاس موجود رہتا ہوں اور ان دونوں کی حفاظت کرتا رہتا ہوں۔ اگر شانتا بائی کے خاندان میں پہنچا جائے اور ایک ایک کے دماغ کو پڑھا جائے تو کہیں نہ کہیں سے میرا سراغ ضرور ملے گا۔

اور وہ ایسا کرچکے تھے۔ بندیا اور اس کے باپ مہیش بھاسکر، اس کے بھائی یوگیش بھاسکر اور اس کے دوسرے رشتے داروں کے خیالات پڑھ چکے تھے اور یہی معلوم ہوتا رہا

تھا کہ شانتا بائی اور نیہا پر جب بھی جان لیوا حملے کیے جاتے ہیں تو وہ دونوں بچ جاتی ہیں۔ کوئی غیبی طاقت انہیں بچا لیتی ہے۔ دشمنوں کو بری طرح ناکامی ہوتی ہے اور نقصان بھی پہنچتا ہے۔

ٹونی جے شانتا بائی کے آس پاس کئی آلہ کار بنا چکا تھا اور ان کے ذریعے اس کی نگرانی کرتا رہتا تھا۔ اس روز شانتا بائی اور نیہا ایک شاپنگ سینٹر میں۔ اپنی ضرورت کا سامان خرید رہی تھیں۔ ایک دوسرے سے ہنس بول رہی تھیں پھر شانتا بائی نے ٹونی جے کی مرضی کے مطابق اپنے اندر گھٹن محسوس کی۔ اپنا سر تھام کر بولی ''بیٹی! میرا سر بھاری ہو رہا ہے۔ گھٹن محسوس کر رہی ہوں۔ اب واپس چلنا چاہیے۔''

عالی نے کہا ''ممی! مجھے بس دو چار اور چیزیں خریدنے دیں۔ آپ ایسا کریں کہ کار میں جا کر بیٹھیں۔ میں ابھی آدھے گھنٹے میں آتی ہوں۔''

شانتا بائی وہاں سے چلی گئی۔ عالی مختلف دکانوں میں جا کر اپنی ضرورت کی چیزوں کو دیکھ رہی تھی۔ سمجھ رہی تھی پھر انہیں خرید رہی تھی۔ ڈرائیور نے اس کے پاس آ کر کہا ''مالکن نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور وہ کہہ رہی ہیں کہ آپ سامان اٹھا کر اِدھر اُدھر پھرتی رہیں گی۔ لہٰذا مجھے آپ کے ساتھ رہنا چاہیے۔''

اس نے اس کے خریدے ہوئے تمام پیکٹس اٹھا لیے پھر اس کے ساتھ چلتا ہوا شاپنگ سینٹر سے باہر آیا۔ فٹ پاتھ کے کنارے بہت سی کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہیں اس کی کار بھی تھی۔ ڈرائیور وہاں پہنچ کر ڈکی کھول کر سامان رکھنے لگا۔

عالی نے پچھلی سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''ممی کہاں ہیں؟''

''وہیں پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ شاید کسی کام سے کہیں گئی ہیں۔''

''ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ بھلا کہاں جائیں گی؟''

وہ دور دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ ایسے وقت اس کی چھٹی حس نے کہا ''کوئی بات تو قطع کے خلاف ہو چکی ہے۔ حقیقت معلوم کرنا چاہیے۔''

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی شانتا بائی کے دماغ میں پہنچی۔ تو وہ بے ہوش تھی۔ اس نے ایک دم تڑپ کر مجھے مخاطب کیا ''پاپا! شانتا ممی کو بے ہوش کر کے اغوا کیا گیا ہے۔ آپ میرے اندر آ کر خیالات پڑھیں۔''

میں نے اس کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ شاپنگ سینٹر میں تھی۔ وہاں سے شانتا بائی واپس آ کر اپنی کار میں بیٹھ گئی تھی اور ڈرائیور کو عالی کے پاس بھیج دیا تھا۔ بس اسی دوران اسے کسی نے بے ہوش کر کے اغوا کیا تھا۔

میں نے کہا ''بیٹی! یہ چنڈال اور ٹونی جے کی کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے ہی شانتا بائی کو اغوا کیا ہے۔ تاکہ اس کے پیچھے ہمیں ڈھونڈ سکے۔''

عالی نے کہا ''پاپا! شانتا ممی کو اغوا کرنے کے لیے انہوں نے آلہ کار بنائے ہوں گے اور وہ آلہ کار ہمارے آس پاس رہنے والے ہی ہوں گے۔''

میں نے شانتا بائی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ بے ہوش تھی۔ میں نے کہا ''ان کے ہوش میں آنے تک ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ وہ آلہ کار کون ہیں؟''

ہم باپ بیٹی مختلف رشتے داروں کے دماغوں میں جھانکنے لگے۔ بندیا اس کے باپ مہیش بھاسکر اس کے بھائی یوگیش بھاسکر اس کی پھوپی اس کے ماموں سب کے ہی دماغوں میں جا کر ان کے خیالات پڑھنے لگے۔ وہ سب ہی شانتا بائی کے اغوا سے بے خبر تھے۔ اس سلسلے میں وہ کچھ نہیں جانتے تھے اور نہ ہی کوئی رول پلے کر رہے تھے۔

میں نے کہا ''چنڈال اور ٹونی جے کو یہ معلوم ہے کہ میں شانتا بائی اور اس کی بیٹی نیہا کے پیچھے چھپا رہتا ہوں اور ان کی مدد کرتا رہتا ہوں۔ وہ مجھے ڈھونڈ نکالنے اور مجھ تک پہنچنے کے لیے یہ حرکتیں کر رہے ہیں۔''

اب شانتا بائی کے ہوش میں آنے اور اس کے اندر جانے کے بعد معلوم ہوتا کہ وہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ کوئی یہ نہیں جان سکتا تھا کہ چنڈال نے کس کا جسم حاصل کیا ہے اور کس حیثیت سے نئی زندگی گزار رہا ہے۔ اسی طرح ٹونی جے کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ مہادیو بھاٹیا کی حیثیت سے کہاں زندگی گزار رہا تھا؟

عالی نے کہا ''پاپا.....! وہ چنڈال آرمی افسران سے نجات پانے کے بعد کہیں ایک نئی زندگی گزار رہا ہوگا۔ اب وہ بھارتی اکابرین سے ضرور رابطہ کرے گا۔ میں جا رہی ہوں۔ ان کے خیال پڑھ کر کچھ معلوم کرنا چاہوں گی۔''

میں بھی ایک بھارتی اعلیٰ حاکم کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ چنڈال اس کے اندر آیا تھا اور تمام بھارتی حکمرانوں کو دھمکیاں دے رہا تھا۔ اسے یہ شکایت تھی کہ وہ ان سے دوستی کرنے آیا تھا اور دیس کی خدمت کرنا چاہتا تھا لیکن ان لوگوں نے اسے آرمی افسران کے حوالے کر دیا تھا۔

وہ چھ یوگا جاننے والے آرمی افسران اسے قیدی بنا کر

ذہنی کرب میں مبتلا رکھتے تھے۔ اب وہ ان سے رہائی پانے کے بعد ان حکمرانوں سے بھی انتقام لے گا۔

میں نے اس کے اندر سوال پیدا کیا کہ چنڈال کہاں ہے کیا کر رہا ہے؟

اس کے خیالات نے کہا ''پتا نہیں۔ وہ کم بخت باتیں کرتا کرتا کہاں چلا گیا ہے؟ ہم نے اسے بتایا تھا کہ اب ہمیں اس کی ضرورت ہے اور نہ ہی ہم اس سے خوف زدہ ہیں۔ کیونکہ ہماری مدد کرنے والی اور دیش کی سیوا کرنے والی ایک ہندوستانی لڑکی انجلی اس کی طرح ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور وہ ہماری پابندیوں میں رہ کر ہماری ہدایات پر عمل کرنے کے لیے بھی تیار ہے۔''

عالی نے مجھ سے پوچھا ''پاپا! یہ انجلی کہاں سے پیدا ہوگئی؟''

میں نے کہا ''بیٹی! ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام ماؤز ہنٹر ہے۔ وہ بہت عرصے سے ہندوستان میں خیال خوانی کے ذریعے دن رات موجود رہتا ہے اور چنڈال وغیرہ کو تلاش کرتا رہتا ہے۔ اس نے ہی یہ چال چلی ہے کہ وہ ہندوستانی لڑکی ہے اور جب چاہے خیال خوانی کر سکتی ہے۔ کسی کے بھی دماغ میں پہنچ سکتی ہے۔''

''اچھا میں سمجھ گئی۔ اب انجلی یہ سمجھنے لگی ہے کہ واقعی وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور خیال خوانی کی ذریعے ان بھارتی حکمرانوں کے اندر پہنچنے لگی ہے۔''

''ہاں..... یہی بات ہے۔ جس طرح چنڈال نے ٹونی جے کو اپنے عمل کے ذریعے مہادیو بھاٹیا بنا دیا ہے۔ اسی طرح ماؤز ہنٹر خود کو کوئی ہندوستانی نہیں بنا سکتا تھا۔ اس لیے اس نے انجلی کو ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والی بنا دیا ہے اور اس کے ذریعے ان حکمرانوں کے اندر اسے پہنچا کر چنڈال تک پہنچنا چاہتا ہے اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹونی جے کو اس سے نجات دلانا چاہتا ہے۔''

''پاپا! آپ ماؤز ہنٹر بن کر اور مجھے انجلی بنا کر بھارتی حکمرانوں کے سامنے پیش نہیں ہو سکتے؟ ان حکمرانوں کو انجلی نام کی دو ٹیلی پیتھی جاننے والیوں سے سابقہ پڑے گا تو وہ بوکھلا جائیں گے۔ پریشان ہو جائیں گے۔ یہی حال چنڈال اور ٹونی جے کا بھی ہوگا۔ وہ بھی سوچ میں پڑ جائیں گے کہ ایک کے بجائے دو ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکیاں کہاں سے پیدا ہوگئی ہیں؟ اور اگر یہ چالیں چلی جا رہی ہیں تو ایسی چالیں کون چل رہا ہے؟''

میں نے کہا ''ہاں..... جب چنڈال اور ٹونی جے چھپتے پھریں گے اور سامنے نہیں آئیں گے تو انہیں ان کے بلوں سے نکالنے کے لیے یہ ہیرا پھیری والی چالیں چلنی ہی پڑیں گی۔ ابھی ذرا یہ تو معلوم ہو جائے کہ وہ شانتا بائی کو اغوا کرنے کے بعد ہم سے کیا چاہتے ہیں؟''

ہم ایک گھنٹے کے بعد پھر شانتا بائی کے اندر پہنچے تو وہ ہوش میں آ چکی تھی۔ ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کمرے کے کھڑکی دروازے بند تھے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟

کوئی اس بند کمرے میں نہیں آیا تھا۔ اس نے دروازے اور کھڑکیوں پر ہاتھ مار مار کر آوازیں دی تھیں لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ جب وہ واپس ایک میز کے پاس آئی تو وہاں ایک تہ کیا ہوا کاغذ رکھا ہوا تھا۔

اس نے اس کاغذ کو کھول کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا!

''اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے تو ان کے دشمن ہمیشہ ناکام ہو جاتے ہیں الٹا ان دشمنوں کو نقصان پہنچتا ہے۔

یہ کیا راز ہے؟ یہ ماں بیٹی کیسے محفوظ رہتی ہیں؟ اور کس طرح دشمنوں کو نقصان پہنچاتی ہیں؟ ہم ان سوالوں کے جواب چاہتے ہیں۔ جواب حاصل کرنے کا آسان راستہ یہی ہے کہ ہم شانتا بائی کو موت کی طرف لے جائیں۔ اگر اسے کہیں سے غیبی مدد ملتی ہے۔ تو ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ موت کی طرف جاتے وقت کس طرح جان بچا کر زندہ اپنے گھر جا سکے گی؟ جس وقت شانتا بائی یہ تحریر پڑھ رہی ہوگی تو اس کی غیبی مدد کرنے والے غیب سے اس تحریر کو پڑھ رہے ہوں گے اور یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ اس بار وہ شانتا بائی کو نہیں بچا سکیں گے۔ بچانے کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ خود کو ظاہر کریں۔ خود کو ظاہر کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو شانتا بائی کے دماغ میں آ کر باتیں کریں اور اگر نہیں جانتے اور پراسرار علوم کے ذریعے شانتا بائی کی مدد کرتے ہیں تو وہ فون کے ذریعے ہم سے رابطہ کریں۔ شانتا بائی کے پاس اس کا موبائل فون ہے۔ اس فون پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ فون کے ذریعے شانتا بائی سے جو گفتگو ہوگی وہ ہم سنتے رہیں گے۔ اس طریقہ کار سے ہی شانتا بائی کی رہائی کے معاملات طے ہو سکتے ہیں۔ میز پر دودھ سے بھرا ہوا گلاس رکھا ہوا ہے۔ شانتا بائی کے لیے آج اتنی ہی خوراک ہے۔ ہم اسے تمام رات کھانے کے لیے کچھ نہیں دیں گے۔ جب تک معاملات طے نہیں ہوں گے۔ اس وقت تک اسے کھانا بھی نہیں دیا جائے گا۔ لہٰذا جتنی جلدی ہو سکے ہم سے رابطہ کیا جائے۔''

شانتا بائی اس کاغذ کی تحریر بہت پہلے پڑھ چکی تھی پھر اسے تہ کر کے میز پر رکھ دیا تھا۔ وہ پریشان ہو رہی تھی کہ کہاں آ کر پھنسی ہوئی ہے؟ اسے اغوا کس نے کیا ہے؟ اور اس سے کیا چاہتا ہے؟

اس کا دھیان اپنے رشتے داروں کی طرف ہی تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ ان میں سے ہی کوئی اس کے ساتھ دشمنی کر رہا ہے۔

میں نے عالی سے کہا ''بیٹی! ابھی اس کے دماغ میں کچھ نہ بولو۔ اس کے خیالات پڑھتی رہو یا اپنی طرف سے اس کے اندر خیالات پیدا کرتی رہو لیکن اپنی سوچ کی لہروں کو نہ سناؤ۔''

عالی نے پوچھا ''یعنی ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا شانتا ممی کا مددگار نہیں ہے؟''

''ہاں..... ابھی فی الحال ہمیں یہی تاثر دینا چاہیے۔ صبح تک دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے؟ شاید ہم اپنی کسی تدبیر سے شانتا تک پہنچ سکیں۔''

''ہم ان کے موبائل فون پر ان سے رابطہ تو کر سکتے ہیں؟''

''ہاں..... ضرور کرو۔ وہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم موبائل فون پر ان سے گفتگو کریں لیکن گفتگو کے دوران یہی تاثر دینا ہے کہ ہم نے شانتا کے اندر رہ کر کاغذ کی کوئی تحریر نہیں پڑھی ہے۔ تم بیٹی ہو۔ ان کی گمشدگی سے پریشان ہو۔ اس لیے موبائل فون پر ان سے رابطہ کر رہی ہو۔''

عالی فون پر رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ اسی وقت اس کے فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے نمبر پڑھا تو وہ اس کی شانتا ممی کے موبائل فون کا نمبر تھا۔ یعنی دوسری طرف سے شانتا نے خود ہی رابطہ کیا تھا۔ اس نے آن کر کے فون کو کان سے لگایا پھر کہا ''ہیلو..... میں نیہا بول رہی ہوں۔''

شانتا کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ پریشان ہو کر بول رہی تھی ''بیٹی! یہ میں کہاں ہوں؟ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؟ ایک شخص نے اچانک کار کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر گھستے ہی میرے بازو پر انجکشن لگایا تھا۔ اس کے بعد پھر مجھے کوئی ہوش نہیں رہا۔ جب ہوش میں آئی تو خود کو ایک بند کمرے میں دیکھ رہی ہوں۔''

''ممی! ادھر میں شاپنگ سینٹر کے سامنے آپ کو تلاش کر رہی تھی۔ آپ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر نہیں تھیں۔ میں نے آپ کے موبائل فون پر کیا تھا۔ پتا نہیں آپ کے موبائل میں کوئی گڑبڑ تھی..... یا کیا بات تھی کہ کوئی رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ میں سمجھ گئی تھی کہ آپ خود کہیں نہیں گئی ہیں۔ آپ کو اغوا کیا گیا ہے۔ آپ دروازے کو پیٹنا شروع کریں۔ کسی کو بلائیں شاید کوئی آئے گا تو اس کے ذریعے معلوم ہوگا کہ اغوا کرنے والے آپ سے کیا چاہتے ہیں؟''

''بیٹی! میں کھڑکی دروازوں کو پیٹ چکی ہوں۔ ہلا چکی ہوں مگر باہر سے کوئی جواب مل نہیں رہا ہے۔ یہاں میز پر ایک کاغذ رکھا ہوا ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ میں تمہیں پڑھ کر سناتی ہوں۔''

وہ اس تحریر کو پڑھ کر سنانے لگی۔ ہم خاموشی سے سنتے رہے۔ جب تحریر ختم ہوگئی تو اس نے کاغذ تہ کرتے ہوئے کہا ''بیٹی! تم نے سن لیا؟''

''ہاں ممی! میں نے سن لیا ہے۔ یہ واقعی عجیب سی بات ہے۔ ہم خود حیران ہوتے ہیں کہ ہمیں مصیبت کے وقت تحفظ کس طرح حاصل ہو جاتا ہے؟ اور ہمارے دشمن منہ کی کھاتے ہیں لیکن اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ کسی اغوا کرنے والے نے آپ سے دشمنی کیوں کی ہے؟ اگر وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے پیچھے کون ہے۔ تو اسے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ خوامخواہ آپ کو مصیبت میں مبتلا کیوں کر رہا ہے؟''

''پتا نہیں۔ ہم ماں بیٹی کے نصیب میں کیا لکھا ہے؟ ہمارا انجام کیا ہونا ہے؟ ہم خوش نصیبی سے اب تک بچتے آئے ہیں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ مصیبت سے ہمیشہ بچتے رہیں کبھی تو مصیبتیں آتی ہی ہیں اور اب تو آ چکی ہے۔ پتا نہیں میں اس مصیبت سے کیسے نکلوں گی؟''

''ممی! آپ فکر نہ کریں۔ حوصلہ کریں، اغوا کرنے والوں کی طرح ہم بھی یہ دیکھیں گے کہ کوئی غیبی امداد کرنے والا ان سے رابطہ کرتا ہے یا ہمیں کس طرح یہاں سے بچا کر لے جاتا ہے؟ کوئی نہ کوئی ایسی بات سامنے آنے والی ہے جس کے بارے میں ہم ابھی سوچ نہیں سکتے۔''

''اس کاغذ پر لکھا ہوا ہے کہ یہ مجھے کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں دیں گے۔ نہ جانے کب تک فیصلہ ہوگا؟ کب تک مجھے بھوکا پیاسا رکھا جائے گا؟''

''ممی! آپ تو یوں بھی اکثر رات کا کھانا نہیں کھاتی ہیں۔ صرف دودھ پی کر سو جاتی ہیں۔ اس لیے آپ دودھ پی کر سو جائیں۔ کل صبح تک دیکھا جائے گا۔ اگر کوئی بات نہ بنی تو ہم اغوا کرنے والوں سے سودا کریں گے۔ انہیں بڑی سے بڑی رقم دے کر آپ کو واپس لے آئیں گے۔''

عالی اس سے ایسی باتیں کر رہی تھی۔ جیسے واقعی وہ ٹیلی

پیتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے اور بڑی سے بڑی رقم دے کر اپنی ماں کو واپس لانا چاہتی ہے۔

میں ان کی گفتگو کے دوران میں شانتا بائی کے اس کمرے کو اور وہاں کی سجاوٹ کو دیکھ رہا تھا۔ اس بیڈروم کا مہنگا آرائشی سامان اور اس کی سجاوٹ بتا رہی تھی کہ وہ کسی مہنگے علاقے کی مہنگی کوٹھی کا ایک مہنگا بیڈ روم ہے۔ وہاں کی کھڑکیاں اور دروازے محرابی ڈیزائن کے تھے۔

عالی نے فون پر شانتا بائی کو تسلیاں دے کر رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے کہا ''بیٹی! وہاں دو باتیں ایسی ہیں کہ وہ کوٹھی کسی بہت ہی مہنگے علاقے میں ہے۔ اس شہر میں دو بہت ہی مہنگے علاقے ہیں۔ پہلے ہم ان دو علاقوں میں جا کر اس کوٹھی کو تلاش کریں گے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کے تمام دروازے اور کھڑکیاں محرابی ڈیزائن کی ہوں گی۔''

عالی نے چونک کر کہا ''یس پاپا! میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ شانتا ممی کو جس بیڈروم میں قید کیا گیا ہے۔ اس کی کھڑکیاں اور دروازے ایسے ہی ڈیزائن کے ہیں۔ واہ کیا بات ہے پاپا! ہم تو بہت آسانی سے ایسی کسی کوٹھی کو ڈھونڈ نکالیں گے تو پھر ہم چلیں.....؟''

''ہاں۔ تم اپنی کار میں ایک علاقے کی طرف جاؤ۔ میں اپنی کار میں دوسرے علاقے کی طرف جاتا ہوں۔ ہو سکتا ہے ہمیں جلد ہی کامیابی نصیب ہو جائے۔''

ہم دونوں باپ بیٹی بنگلے سے نکل کر اپنی اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

☆☆☆

کالیا اسرانی بایوس ہو چکا تھا۔ اب ارچنا اس کے ہاتھ نہیں آنے والی تھی۔ تین کروڑ کے ہیرے دو کروڑ میں فروخت کر کے اس شہر سے بہت دور جا چکی تھی۔ اس نے اور ثمر سلطانہ نے ارچنا کو پورے شہر میں تلاش کیا تھا۔

کالیا اسرانی اسے ائرپورٹ پر ڈھونڈنے گیا تھا اور ثمر سلطانہ ریلوے اسٹیشن کی طرف آئی تھی۔ اس نے ارچنا سے ملاقات کی تھی۔ فرمان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ارچنا کو فرار ہونے سے نہیں روکے گی اور ارچنا فرمان کا تعاون حاصل کر کے کالیا اسرانی سے نجات حاصل کر چکی تھی۔

اب ثمر سلطانہ کی سمجھ میں بھی آ گیا تھا کہ کالیا لالچی اور خودغرض ہے۔ اس کے ساتھ گزارہ نہیں ہو سکے گا۔ اسے بھی اس سے نجات حاصل کرنی ہوگی۔ اگر وہ بالکل تنہا ہوتی تو اپنے اس عامل کالیا اسرانی سے نجات حاصل نہیں کر سکتی تھی لیکن اس نے فرمان سے دوستی کر لی تھی۔

اگرچہ وہ فرمان کو اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتی تھی۔ فون کے ذریعے رابطہ کرتی تھی۔ اس کشمکش میں تھی کہ اس سے مستقل دوستی کرنی چاہیے یا نہیں؟

اس سے دوستی کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد کرتا رہتا۔ دوستی کرنے کا نقصان یہ ہوتا کہ اس کے اندر چھپی ہوئی انیتا اس کی دھرم پتنی تھی۔ اس سے ملنے کے لیے تڑپ رہی تھی۔

فرمان بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ انیتا کی آتما ثمر سلطانہ کے جسم میں چھپی ہوئی ہے۔

اور ثمر سلطانہ فرمان پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے معلوم ہوتا تو وہ جبراً اس کے دماغ میں گھس آتا۔ اپنی بچھڑی ہوئی شریک حیات انیتا سے ملنے کے لیے وہ اس کے خلاف کچھ بھی کر سکتا تھا۔

اسی ایک بات نے اسے الجھا رکھا تھا۔ وہ فرمان سے دوستی رکھنا چاہتی تھی لیکن انیتا صرف دوستی ہی نہیں اس سے محبت بھی کرتی تھی اور ان کی محبت بہت پرانی تھی۔ بہت مستحکم تھی۔ اس لیے جب بھی فرمان کو معلوم ہوتا کہ انیتا اس کے اندر چھپی ہوئی ہے تو وہ اس کی طرف مائل ہوتا اور ثمر سلطانہ کو کوئی اہمیت نہ دیتا۔ اسے تنویمی عمل کے ذریعے انیتا کے اندر سلا دیتا۔

ابھی کالیا اسرانی نے اپنے تنویمی عمل کے ذریعے انیتا کو اس کے اندر سلا دیا تھا۔ وہ ثمر سلطانہ کے نام سے اپنی شخصیت کے مطابق زندگی گزار رہی تھی۔ اسے ختم کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے اپنے بدن اور اپنی شخصیت سے پیار تھا۔ جیسا کہ ہر انسان کو ہوتا ہے لیکن مصیبت یہ تھی کہ اپنے نام اپنے بدن اور اپنی شخصیت کے ساتھ زندہ رہنے کے لیے اسے کالیا کے رحم و کرم پر رہنا پڑتا کہ وہ اس پر عمل کرتا رہے اور انیتا کو ہمیشہ اس کے اندر سلائے رکھے۔ اس کے دماغ کو بھی لاک رکھے۔ تاکہ فرمان اس کے اندر نہ آ سکے۔

کالیا نے اسے دیکھ کر پوچھا ''تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی ''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ انیتا تمہارے اندر چھپی رہتی ہے۔ تمہیں پریشان کرتی رہتی ہے۔ آج رات میں تنویمی عمل کر کے اسے ہمیشہ کے لیے سلا دوں گا۔ پھر وہ کبھی تمہیں پریشان نہیں کرے گی۔''

لیکن ثمر سلطانہ نے ایک پریشانی اور مول لی تھی۔ اس نے ارچنا کو فرار ہونے میں مدد دی تھی۔ یہ بات کالیا نہیں

جانتا تھا۔ اگر جان لیتا تو ثمر سلطانہ کو اپنی دشمن سمجھنے لگتا پھر اس پر ایسا تنویمی عمل کرتا کہ وہ اس کی کنیز تو کیا داشتہ بن کر رہنے پر مجبور ہو جاتی۔

ہُسن نے ارچنا سے محبت اور ہمدردی کی تھی۔ اسے فرار ہونے دیا تھا۔ وہ ہیرے فروخت کر کے دو کروڑ روپے ساتھ لے گئی تھی۔ کالیا اتنا بڑا نقصان برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ابھی تک یہ بات اس سے چھپی ہوئی تھی لیکن جب بھی وہ ثمر سلطانہ پر تنویمی عمل کرتا تو اس کے اندر سے یہ بات نکلنے لگتی اور اسے حقیقت معلوم ہو جاتی پھر وہ اس کا دشمن بن جاتا۔

یہ تو ہونا ہی تھا۔ وہ آج نہیں تو کل اس پر تنویمی عمل کرتا۔ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر رکھنا تھا کہ اس سے اسمگلنگ کا دھندا کرا سکے۔ وہ بری طرح الجھ گئی تھی۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیے؟ کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔"

اس نے پوچھا "تم کس سوچ میں پڑ گئی ہو؟ آخر اس میں پریشانی کی کون سی بات ہے؟"

"کچھ نہیں میں چاہتی تھی۔ آج مجھ پر تنویمی عمل نہ کرو۔ مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے۔"

وہ بولا "سوری ثمر سلطانہ! میں عمل ضرور کروں گا۔ ارچنا کی بے وفائی اور دھوکے بازی سے مجھے یہ سمجھا دیا ہے کہ کسی عورت پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ تم اگرچہ بہت اچھی ہو اور ایسا لگتا ہے کہ مجھے دھوکا نہیں دو گی پھر بھی میں تم پر تنویمی عمل کروں گا۔ تاکہ تمہارا دماغ میری مٹھی میں رہے۔"

"تم نے تو پچھلے ہی دن تنویمی عمل کیا تھا۔ ابھی اتنی جلدی کیا ضرورت ہے؟"

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرے عمل میں کوئی کمی ..... باقی رہ جاتی ہے۔ اسی لیے ارچنا نے بھی میری معمولہ اور تابعدار ہونے کے باوجود مجھے دھوکا دیا۔ میں آج رات تم پر عمل کر کے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر خرابی کیا ہے؟ کون سی کمی رہ جاتی ہے کوئی بھی کمی تمہارے اندر نہیں چھوڑوں گا۔ تمہیں بڑی پختگی سے اپنی تابعدار بنا کر رکھوں گا۔"

اس کی پریشانی اور بڑھ گئی۔ اس نے عمل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا تھا۔ اور آج رات وہ سحر زدہ ہو کر اس کے زیر اثر آ کر اسے یہ بات بتانے والی تھی کہ ان ہیروں اور دو کروڑ کے سلسلے میں صرف ارچنا ہی نے نہیں اس نے بھی دھوکا دیا ہے اور ارچنا کو فرار ہونے کا موقع دیا ہے۔ اسے سراسر دو کروڑ روپے کا نقصان پہنچایا ہے۔

اسے یہ ہمدردی مہنگی پڑنے والی تھی۔ جب کالیا اسرانی کو حقیقت معلوم ہوتی تو پھر وہ سختی سے اس پر تنویمی عمل کرتا۔ اس سے پہلے ثمر سلطانہ نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ وہ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنائے گا لیکن داشتہ نہیں بنائے گا۔ نہ ہی اس کے جسم کو ہاتھ لگائے گا۔

کالیا اسرانی نے یہ بات مان لی تھی اور اپنے وعدے پر قائم رہا تھا لیکن اب اس کا فراڈ کھلنے کے بعد وہ اسے اپنی داشتہ بنا سکتا تھا اس کی عزت کی دھجیاں اڑا سکتا تھا۔

اتنا اس کے اندر خاموش تھی۔ اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس کی الجھنوں کو سمجھ رہی تھی۔ خوش ہو رہی تھی کہ نہ وہ ادھر کی ہے۔ نہ ادھر کی سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی تھی لیکن کسی نتیجے پر نہیں پہنچ رہی تھی۔

آخر اس نے کہا "ثمر سلطانہ! یہ بہت ہی اہم فیصلے کی گھڑی ہے۔ اگر تم نے کوئی غلط فیصلہ کیا تو ساری عمر پچھتاتی رہو گی۔"

وہ ناگواری سے بولی "تم میرے معاملے میں نہ بولو۔ تم تو میری پکی دشمن ہو۔ اپنا فائدہ دیکھ کر ہی مجھے کوئی مشورہ دو گی۔"

"تم مجھے دشمن سمجھ رہی ہو۔ کوئی بات نہیں میں دشمن ہی سہی لیکن تمہارے پاس عقل تو ہے میری زبان سے نکلی ہوئی کوئی بات سمجھ تو سکو گی؟"

"اور وہ عقل کی بات کیا ہے؟"

"یہی کہ عورت کا سب سے بڑا سرمایہ اس کی آبرو ہے۔ یہ گئی تو پھر عورت کچھ بھی نہیں۔ اس کی قدر و قیمت پھر پہلے جیسی نہیں رہتی اور یہ کالیا اسرانی تو تمہیں ساری عمر داشتہ بنا کر رکھے گا۔ تم کہیں کی نہیں رہو گی۔ تم صرف اس پہلو پر غور کرو۔ اس کے بعد دوسرا پہلو تمہارے سامنے خود ہی روشن ہو جائے گا۔"

وہ ناگواری سے بولی "زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ دوسرا پہلو تو وہی ہے جو تم چاہتی ہو۔"

"میرے چاہنے نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ تمہارے سامنے کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔ تم دور تک خیالات دوڑاتی رہو۔ تمہیں کوئی راستہ دکھائی نہیں دے گا۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولی "تم کچھ نہ بولو تو مہربانی ہو گی مجھے کچھ سوچنے دو۔"

"سوچتی رہو۔ شام تک سوچتی رہو۔ رات ہو گی وہ آئے گا تو تم پر تنویمی عمل کرے گا۔ تم انکار نہیں کر سکو گی۔ اس کے سحر میں گرفتار ہو جاؤ گی پھر تمہیں فرار کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔"

وہ عاجز آ کر بولی "تم اتنا بولتی کیوں ہو؟ چپ کیوں نہیں رہتیں؟"

"ایک بات کہہ کر چپ ہو جاؤں گی۔ جب تمہاری عقل کام نہ کرے اور میرا مشورہ گوارہ نہ ہو تو کسی تیسرے سے مشورہ لینا چاہیے۔"

"وہ تیسرا کون ہے؟"

"فرمان ہے۔ فرمان تمہیں صحیح مشورہ دے گا۔"

"تم چاہتی ہو کہ وہ مشورہ دینے کے لیے میرے اندر آئے اور تم اس سے بولنا شروع کر دو.....؟"

"ہرگز نہیں۔ تم اس سے فون پر بات کرو۔ اس طرح وہ تمہارے اندر نہیں آئے گا اور نہ ہی میں اس سے بول سکوں گی۔ میں تو تمہیں نیک نیتی سے مشورہ دے رہی ہوں۔"

وہ سوچنے لگی "واقعی اس کے اس مشورے میں نیک نیتی تھی۔ اگر وہ فون پر فرمان سے بات کرتی تو اتنا تو یہ تو معلوم ہوتا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں لیکن وہ مداخلت نہ کر پاتی اور نہ ہی فرمان فون کے ذریعے اس کی آواز سن سکتا تھا۔"

تب اس نے اطمینان سے اور ٹھنڈے دماغ سے سوچا تو یہی سمجھ میں آیا کہ جب اپنا دماغ بھی کام نہ کرتا ہو اور وہ اپنی دشمن کا مشورہ بھی ماننا نہ چاہتی ہو تو کسی تیسرے سے مشورہ کر لینا چاہیے اور فرمان ایک سلجھے ہوئے ذہن کا مالک ہے۔ وہ صحیح مشورہ دے سکتا ہے۔ کیونکہ وہ انیتا کے بارے میں نہیں جانتا ہے کہ وہ یہیں کہیں قریب ہی چھپی ہوئی ہے۔

وہ اس پہلو پر تھوڑی دیر تک غور کرتی رہی۔ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ شام ہونے والی تھی پھر رات ہو جاتی۔ اسرانی کہیں گیا ہوا تھا۔ واپس آتے ہی کہتا کہ رات کے کھانے سے پہلے تنویمی عمل ہو جانا چاہیے۔ بھوکے پیٹ عمل زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔

ایسے وقت وہ انکار نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی آواز اور لب و لہجے سے متاثر ہو جاتی تھی۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اسی طرح کا تاثر قائم کیا تھا۔

اس نے موبائل فون کو پرس سے نکالا۔ اسے دیکھا اسے سہلاتے ہوئے سوچا پھر فرمان کے نمبر پنچ کیے۔ اسے کان سے لگایا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی فرمان کی آواز سنائی دی "ہیلو..... ثمر سلطانہ! میں اپنے موبائل فون پر تمہارے فون کے نمبر پڑھ رہا ہوں۔ شکریہ کہ تم نے مجھے یاد کیا ہے۔"

وہ بولی "ریلوے اسٹیشن میں تم نے فون پر بات کی تھی اور کہا تھا کہ مجھے کالیا کو تنویمی عمل کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ ورنہ اسے پتا چل جائے گا کہ میں نے ارچنا کو یہاں سے فرار ہونے کا موقع دیا ہے۔"

وہ بولا "بے شک..... وہ تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے اندر چھپی ہوئی تمام باتیں اگلوا لے گا اور یہ بھی معلوم کر لے گا کہ تم مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے فون پر رابطہ کرتی ہو پھر وہ تمہیں کہیں جانے نہیں دے گا۔ اپنے تنویمی عمل سے اس طرح جکڑ لے گا کہ میں بھی تمہاری مدد کر نہیں پاؤں گا۔"

"میں یہ تمام باتیں سوچ رہی ہوں۔ سمجھ رہی ہوں۔ پریشان ہو رہی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟"

"اس وقت دانش مندی سے کام لو۔ ابھی وہ تنویمی عمل کرنا چاہے تو مجھے دماغ میں آنے دو۔ میں تمہارے اندر چھپ کر اس کے عمل کو ناکام بناتا رہوں گا۔ اس وقت تم سحر زدہ ہو گی لیکن میں تمہیں ارچنا کے بارے میں کچھ بولنے نہیں دوں گا اور نہ ہی اس کے سامنے اپنا ذکر کرنے دوں گا۔ اس طرح وہ تم پر شک نہیں کرے گا۔ عمل کرنے کے بعد وہ مطمئن رہے گا کہ تم اس کی معمولہ اور تابعدار بن چکی ہو۔"

"میں یہ ساری باتیں سمجھ رہی ہوں لیکن میری بات کا برا نہ ماننا۔ میں تمہیں اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دینا چاہتی۔ کیا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہو سکتا؟"

"دوسرا راستہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تم پر عمل کرے گا تو اس عمل کو رد کرنے کے لیے تمہارے ذہن کو اپنے قابو میں رکھنا ہو گا۔ تم خود کو قابو میں نہیں رکھ سکو گی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ہی ایسا کر سکوں گا۔ پلیز..... مجھ پر بھروسا کرو۔ مجھے دشمن نہ سمجھو۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمہارے دماغ پر قبضہ نہیں جماؤں گا۔ تمہاری مرضی کے خلاف کبھی تم پر تنویمی عمل نہیں کروں گا۔ تمہیں کبھی اپنی معمولہ اور تابعدار نہیں بناؤں گا۔ میں زبان کا دھنی ہوں۔ جو کہتا ہوں۔ وہی کرتا ہوں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے پوچھا "تمہیں پریشانی کیا ہے؟ تم ڈرتی کیوں ہو؟ تمہارے دل میں کوئی بات چھپی ہوئی ہے۔ تو مجھے صاف صاف بتاؤ۔"

"ہاں۔ میرے دل میں ایک بات کھٹک رہی ہے میں اسے صاف کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر تمہیں صاف صاف گفتگو کرنا چاہیے۔ پلیز مجھ پر بھروسا کرو۔"

"وہ۔ بات یہ ہے کہ تم نے کسی سے محبت کی تھی پھر اس سے شادی کی تھی۔ اور وہ تم سے بچھڑ گئی ہے۔؟"

"ہاں..... میں یہ تمہیں بتا چکا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جہاں بھی ہے زندہ سلامت ہے اور ایک دن مجھے ضرور ملے گی۔"

"اگر وہ تمہیں ملے گی تو تم اسے مجھ پر ترجیح دو گے؟"

"تمہارا اور اس کا معاملہ الگ ہے۔ تم میری بہت اچھی

دوست ہو۔ میں تمہارے کام آنا چاہتا ہوں۔ کالیا جیسے لالچی اور خودغرض انسان سے تمہیں بچائے رکھنا چاہتا ہوں۔''

''تم اب میری نہیں۔ اپنی محبوبہ اور بیوی کی بات کرو۔ وہ تمہارے سامنے اچانک آجائے تو تم میری طرف آؤ گے یا اس کی طرف؟''

''تم کہنا کیا چاہتی ہوں؟ کیا تم مجھ سے محبت کرنے لگی ہو کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں تم سے محبت کروں اور اپنی انیتا کو بھول جاؤں اسے نظرانداز کردوں۔ اگر وہ کہیں نظر آئے تو میں اسے پہچاننے سے انکار کردوں۔''

''اگر میں ایسا ہی چاہوں اور تم سے کہوں کہ انیتا کو بھول جاؤ۔ وہ دکھائی دے یا اس کی آواز بھی سنائی دے۔ تب بھی اسے نہ دیکھو بہرے بن جاؤ۔''

وہ حیرانی سے بولا ''تعجب ہے کہ تم اتنی ذہین سمجھ دار لڑکی ہو اور ایسی باتیں کرتی ہو۔ تمہیں میری انیتا سے مجھے جدا کر کے کیا مل جائے گا؟''

''اس لیے کہ میں اسے جانتی ہوں۔ وہ کہاں ہے؟ میں ایک سیکنڈ میں تمہیں اس کے پاس پہنچا سکتی ہوں۔''

وہ تڑپ کر بولا ''ثمر سلطانہ! مجھے فوراً میری انیتا کے پاس پہنچاؤ۔ میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔''

''اگر میں اس کا پتا نہ بتاؤں تو کیا تم یہ معلوم کرنے کے لیے زبردستی میرے دماغ میں گھس آؤ گے؟ مجھے ٹریپ کرو گے؟ اور میرے دماغ پر قبضہ جماؤ گے؟''

''نہیں۔ میں تم سے کوئی زیادتی نہیں کروں گا۔ محبت سے سمجھاؤں گا۔ پیار سے سمجھوتا کروں گا۔''

''مجھے ایک بات بتاؤ۔ اگر انیتا کے ملنے سے میری شخصیت ختم ہوسکتی ہے میرا نام مٹ سکتا ہے اور میرے وجود کی کوئی اہمیت نہیں رہتی ہے تو کیا تم اسے قبول کرلو گے؟''

''ہرگز نہیں۔ میں تمہارے نام کو تمہاری شخصیت کو اور تمہارے وجود کو مٹنے نہیں دوں گا اور نہ ہی کسی سے کم تر ہونے دوں گا۔''

''کیا انیتا سے بھی کم تر ہونے نہیں دو گے؟''

''نہ میں انیتا کو کم تر ہونے دوں گا اور نہ ہی تمہیں کم تر ہونے دوں گا۔ میں تم دونوں کی قدر کروں گا اور تم دونوں کو اپنی اپنی حیثیت سے عزت دوں گا اور محبت کروں گا۔''

وہ چپ رہی۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ اس کے بعد بولی ''اچھی بات ہے۔ ایک اور آخری سوال کرتی ہوں۔ اگر تمہاری زندگی میں کوئی ایسا موقع آئے کہ تمہیں میرا جسم حاصل کرنا پڑے تو کیا تم ایسا کرو گے؟''

''ہرگز نہیں۔ میں کبھی ایسا وقت آنے نہیں دوں گا۔''

''اگر انیتا ضد کرے کہ تم مجھے حاصل کرو۔ تب کیا کرو گے؟''

''تم عجیب باتیں کررہی ہو۔ بھلا انیتا ایسی فرمائش کیوں کرے گی؟ وہ کبھی نہیں چاہے گی کہ میں اس کے سوا کسی کو دیکھوں۔''

''میں جو کہہ رہی ہوں اس کا جواب دو۔ اگر انیتا تم سے یہ فرمائش کرے کہ تمہیں میرا جسم حاصل کرنا چاہیے وہ ضد کرے اور میں انکار کروں۔ میں اپنا جسم تمہارے حوالے نہیں کروں۔ تب تمہارا ردِعمل کیا ہوگا؟''

''تم مجھے الجھا رہی ہو۔ میں سیدھی سی بات تمہیں سمجھاتا ہوں کہ انیتا ضد کرے گی تو میں اس کی بے جا ضد کبھی پوری نہیں کروں گا۔ تمہاری مرضی کے خلاف تمہارے جسم کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔ یہ ایک سچے مسلمان کا وعدہ ہے۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہوں گا۔''

''ٹھیک ہے۔ تم نے ایک مسلمان کی حیثیت سے زبان دی ہے تو میں تمہیں بتاتی ہوں کہ میں مرچکی تھی۔ اچانک ہی زندہ ہوگئی۔ پتا چلا کہ میرے اندر انیتا کی آتما سما گئی ہے۔ کیا اب تم ساری باتیں سمجھ رہے ہو؟''

وہ ایک دم سے چونک کر خوش ہوتے ہوئے بولا ''میں سمجھ گیا ہوں۔ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اس کا باپ چنڈال آتما شکتی کا ماہر ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کی آتما کو کسی کے جسم میں پہنچایا ہے لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ جسم تمہارا ہی ہے۔''

انیتا اس کے اندر خاموش رہ کر اپنے محبوب فرمان کی باتیں سن رہی تھی۔ خوش ہورہی تھی۔ وہ اس کے لیے تڑپ رہا تھا۔ بے چین ہوکر کہہ رہا تھا ''پلیز ثمر سلطانہ! مجھے اپنے اندر آنے دو۔ مجھے اپنی انیتا سے باتیں کرنے دو۔''

''میں تمہیں اندر آنے سے نہیں روکوں گی لیکن تمہیں اپنا وعدہ یاد ہوگا۔ تم نے ایک مسلمان کی حیثیت سے زبان دی ہے۔''

''مجھے اپنا وعدہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ تم بے فکر رہو میں ساری زندگی تمہاری عزت کرتا رہوں گا۔ تمہاری عزت پر کبھی آنچ نہیں آنے دوں گا۔ تم جو کہو گی وہی کروں گا۔''

''میں فون بند کررہی ہوں۔ میرے اندر آجاؤ اور اپنی انیتا سے باتیں کرو۔''

اس نے موبائل فون بند کرکے اسے پرس میں رکھا پھر ایک صوفے پر آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ وہ اندر آچکا تھا۔

انیتا کو مخاطب کر رہا تھا۔ انیتا خوشی سے چہک رہی تھی۔ بول رہی تھی ''فرمان! مجھے ایسا لگتا ہے۔ جیسے میں کئی صدیوں سے بچھڑی ہوئی تھی۔ اب مل رہی ہوں۔ سب سے پہلے ہمیں ثمر سلطانہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اس کی مہربانی سے اور اس کے اعتبار سے ہم پھر ایک ہو رہے ہیں۔''

''میں نے ثمر سلطانہ سے وعدہ کیا ہے کہ ساری زندگی اس کی عزت کرتا رہوں گا اور اس کی قدر کرتا رہوں گا۔ یہ جو کہے گی وہی کروں گا۔ اسے خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہوں گا۔ اسے کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔''

پھر اس نے اسے مخاطب کیا ''ثمر سلطانہ! خاموش کیوں ہو؟ تم بھی کچھ بولو۔ اب تم ہم سے جڑ گئی ہو۔ تمہارا اور انیتا کا مزاج الگ ہے لیکن جسم دو وجود ایک ہے۔ چونکہ جسم ایک ہے اس لیے ایک ہی نام سے پکاری جاؤ گی۔ پہچانی جاؤ گی۔''

وہ بولی ''میں ثمر سلطانہ کی حیثیت سے پیدا ہوئی ہوں۔ مسلمان ہوں مسلمان رہوں گی اور اسی حیثیت سے پہچانی جاؤں گی۔''

انیتا نے کہا ''لیکن میری بھی تو کوئی حیثیت ہے۔ میں آتما ہوں اور آتما کے بغیر جسم زندہ نہیں رہتا۔''

ثمر سلطانہ نے کہا ''اور جسم کے بغیر آتما پرواز کر جاتی ہے۔ پتا نہیں کہاں گم ہو جاتی ہے پھر اس دنیا میں اپنا وجود منوانے کے قابل نہیں رہتی۔ یہی تمہارے ساتھ ہو رہا ہے۔''

فرمان نے کہا ''انیتا! یہ درست کہہ رہی ہے تم بے جا ضد نہ کرو۔ تمہارے پتا نے تمہیں قتل کیا ہے۔ تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ تمہارے وجود کو مٹا دیا ہے۔ تمہارے جسم کو چتا میں جلا دیا ہے۔ اب تمہارا اپنا کوئی جسم کوئی وجود نہیں رہا۔ تمہاری کوئی پہچان نہیں رہی تم صرف ایک آتما ہو اور ایک آتما کو صرف مجھ جیسا محبت کرنے والا ہی سمجھ سکتا ہے۔ تم صرف روح ہو۔ محبت صرف دل سے نہیں روح سے بھی ہوتی ہے۔ اس لیے میں ساری عمر تمہیں محبتیں دیتا رہوں گا اور تمہیں کبھی بھلا نہیں پاؤں گا۔''

''فرمان! تم تمہاری محبت کو سمجھتی ہوں۔ تم بڑی محبت سے ایسی باتیں کر رہے ہو لیکن میرا دل توڑ رہے ہو۔ میری شخصیت کو ختم کر رہے ہو۔ میرے وجود سے انکار کر رہے ہو۔''

''میری جان! تمہارا وجود کہاں ہے؟ میں کہوں گا کہ میرے سامنے آؤ..... تو تم ثمر سلطانہ کا جسم لے کر آؤ گی تو پھر وہ تم تو نہیں رہو گی۔ تم تو اس کے اندر رہا کرو گی اور اندر رہ کر مجھ سے محبت کرو گی۔ اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ ثمر سلطانہ کے جسم کی وجودی اور شخصیت کی نفی نہ کرو۔''

وہ ناراض ہو کر بولی ''میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ تم ثمر سلطانہ کی طرف پھسل رہے ہو۔ یہ بالکل نیا جسم ہے۔ تم نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔ اس لیے وہ تمہیں اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ جس کے ذریعے میں تمہیں اپنی طرف کھینچ سکوں۔''

''انیتا! نہ تمہیں غصہ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ مایوس ہونا چاہیے۔ میں تمہارا جیون ساتھی ہوں۔ تمہارا پتی ہوں۔ تمہیں ہمیشہ کی طرح چاہوں گا۔ تمہیں محبتیں دیتا رہوں گا۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہتی ہو؟''

''اس سے زیادہ میں اپنا وجود منوانا چاہتی ہوں۔ تم چاہو تو مجھے ثمر سلطانہ کے نئے جسم میں حاصل کر سکتے ہو۔ اس پر عمل کر کے اس کی یادداشت مٹا سکتے ہو۔ اس طرح اس کی شخصیت اس کا نام سب کچھ مٹ جائے گا۔ یہ اپنے بارے میں سب کچھ بھول جائے گی پھر میں ہی میں اس پر حاوی رہوں گی اور تم پہلے کی طرح مجھے ایک نئے وجود میں حاصل کرو گے اور میں ایسے وقت بھی تمہاری شریک حیات ہی رہوں گی۔''

فرمان نے ناگواری سے کہا ''انیتا! آگے کچھ نہ بولو۔ میں نے ثمر سلطانہ سے وعدہ کیا ہے۔ زبان دی ہے کہ اسے کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا اور نہ ہی اس سے کبھی ناانصافی کروں گا۔ تم سراسر ناانصافی کی باتیں کر رہی ہو۔ ایک تو تم نے اور تمہارے باپ نے اس کے جسم پر قبضہ جمایا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کا نام اس کی شخصیت اس کی خودداری سب کچھ چھین لینا چاہتی ہو۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔''

ثمر سلطانہ خوشی سے کھل گئی اور چہک کر کہنے لگی ''فرمان.....! آ گئی۔ لو۔ یو۔ میں پہلی بار بے اختیار کہہ رہی ہوں کہ تم واقعی محبت کیے جانے کے قابل ہو اور واقعی صحیح معنوں میں انسان ہو اور انسانوں کو سمجھتے ہو۔ ان کے ساتھ انصاف کرنا جانتے ہو۔ میں تم سے دوستی کروں گی۔ ہمیشہ کے لیے تمہاری بن کر رہوں گی۔ تم میرے دماغ میں آؤ۔ اسے پوری طرح اپنے کنٹرول میں لے لو۔ میں کوئی اعتراض نہیں کروں گی۔''

''تم اس کے ساتھ انصاف کر رہے ہو۔ اس کی طرف پھسل رہے ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ مجھ سے زیادتی کر رہے ہو۔ مجھے اس کے اندر چلل کر رکھنا چاہتے ہو۔''

''خدا گواہ ہے۔ میں تمہیں چلل کر رکھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تم میری شریک حیات ہو اور میری زندگی کے ساتھ رہو گی میں ثمر سلطانہ کے اندر آ کر تمہیں بھرپور محبتیں دیتا رہوں گا۔ اس سے زیادہ تم اور کیا چاہتی ہو۔''

''یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ رہی ہے کہ میں باسی ہو چکی ہوں۔ اب تمہیں ایک نئی تر و تازہ جوانی حاصل ہونے والی ہے۔ تم تو اسی کی طرف داری کرو گے۔''

''تم اپنے طور پر جو بھی سوچو لیکن میں تمہیں سمجھاؤں گا کہ کیا صحیح ہے کیا غلط۔ اگر تمہاری سمجھ میں آ جائے تو اچھی بات ہے۔ نہ سمجھ میں آئے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ تم خوامخواہ میری طرف سے غلط فہمی میں مبتلا رہو گی۔''

''یہ غلط فہمی نہیں صاف اور سیدھی بات ہے کہ تم ایک مسلمان ہو۔ وہ بھی مسلمان ہے اور تم دونوں مجھ ہندو کو اس جسم کے اندر چلل کر رکھنا چاہتے ہو۔ مجھے اپنی آواز اٹھانے کا موقع بھی نہیں دو گے۔''

''تم فضول باتیں کر رہی ہو۔ یہاں ہندو مسلمان کی کوئی بات نہیں ہے۔ خوامخواہ مجھ سے شکایتیں کر رہی ہو۔ یہ تمام شکایتیں تمہیں اپنے باپ سے کرنی چاہئیں۔ اسی نے تمہیں اس مقام تک پہنچایا ہے۔''

وہ بڑے فخر سے بولی ''اگر میرے پتا جی کو ایک بار معلوم ہو جائے کہ میں کہاں ہوں؟ کس حال میں ہوں؟ تو وہ فوراً ہی میری مدد کو پہنچ جائیں گے اور مجھے یہاں سے نکال کر کسی دوسرے جسم میں پہنچا دیں گے۔''

''انیتا! تم خوامخواہ ثمر سلطانہ سے دشمنی کی باتیں کر رہی ہو۔ تمہارے اس جسم سے نکل کر جانے کا مطلب یہ ہے..... کہ ثمر سلطانہ مردہ ہو جائے گی۔ تم اسے مار ڈالنا چاہتی ہو؟ اور میں یہ کبھی ہونے نہیں دوں گا۔ تمہارے باپ کو بھی معلوم نہیں ہو گا کہ تم یہاں ہو۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم مجھے میرے باپ سے بھی دور رکھو گے؟ اور مجھے میرے حصے کا پیار بھی نہیں دو گے؟''

''میں تمہیں بھرپور محبتیں دوں گا اور یہ آنے والا وقت ہی تمہیں بتائے گا۔''

انیتا چپ رہی کچھ نہ بولی۔ بہت غصے میں تھی۔ مایوس تھی دل ٹوٹ رہا تھا کہ اتنے عرصے کے بعد اس کا محبوب شوہر اسے ملا تو دوسری طرف پھسل رہا تھا۔ اب اس کا ایک ہی آسرا تھا اور وہ اس کا باپ چنڈال جوگی تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کبھی نہ کبھی تو میرے پتا جی کو میرا سراغ ملے گا اور میں یہاں سے نجات حاصل کر سکوں گی اور میری نجات کا مطلب ہو گا۔ ثمر سلطانہ کی موت.....

☆☆☆

ٹونی جے مسلسل شانتا بائی کی طرف توجہ نہیں دے سکتا تھا۔ اسے چنڈال کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔ اس کی بے ہوشی کے دوران میں اس نے اتنا کیا تھا کہ شانتا بائی کو اغوا کرا کے اسے ایک کوٹھی میں پہنچا دیا تھا اور اس کے مالک کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر کسی دوسری جگہ بھیج دیا تھا۔ اب وہ اس کی مرضی کے بغیر واپس آنے والا نہیں تھا۔

وہ کبھی شانتا بائی کے دماغ میں آتا تھا اور کبھی چنڈال کے دماغ میں پہنچ جاتا تھا۔ اس نے یہ دیکھا تھا کہ شانتا بائی کی بیٹی نیہا نے فون پر اپنی ماں سے رابطہ کیا تھا۔ ان کی باتوں سے یہی ثابت ہو رہا تھا کہ وہ کسی نیلی بیٹھی یا خیال خوانی کرنے والے کو نہیں جانتی ہے اور یہ خیال کر رہی ہے کہ اغوا کرنے والوں سے رابطہ ہو گا تو اپنی ماں کی رہائی کے لیے سودا کرے گی اور اس کی رہائی کی خاطر بڑی سے بڑی رقم ادا کرے گی۔

ٹونی جے چاہتا تھا کہ ان کے پیچھے چھپا ہوا فرہاد علی تیمور خود کو ظاہر کر دے اور شانتا بائی کی رہائی کا سودا کرے لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہیں ہو رہی تھی اور وہ انتظار کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ چنڈال کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا کہ اسے ہوش آ گیا ہے۔

لیکن اس کی حالت بہت ہی خراب تھی۔ خون زیادہ بہہ گیا تھا۔ اگرچہ اس کو خون دیا گیا تھا لیکن پھر بھی وہ خطرے سے باہر نہیں تھا۔ اسے انتہائی نگہداشت والے کمرے میں رکھا گیا تھا۔

سیٹھ ہریش چندر کروڑ پتی سرمایہ دار تھا۔ اس کے بیٹے مہیش چندر اور اس کے چچا نے ڈاکٹروں کو بڑی بڑی رقمیں دی تھیں۔ اس لیے ڈاکٹرز اسے مسلسل اور بھرپور توجہ دے رہے تھے اور اس کی زندگی بچانے کی کوششیں کر رہے تھے۔

دوسرے بیٹے رمیش چندر نے غصے میں آ کر باپ کی ایسی حالت کی تھی۔

اپنے بڑے بھائی مہیش چندر سے ملاقات ہونے پر اسے معلوم ہوا تھا کہ ان کے باپ نے اپنی ہونے والی بہو لاجونتی پر بری نیت ظاہر کی تھی۔ وہ اس کی عزت لوٹنا چاہتا تھا لیکن مہیش اسے بچا کر اس کے میکے لے گیا تھا۔

رمیش نے غصے سے تلملا کر کہا ''بھیا! یہ ہمارا باپ نہیں لگتا پتا نہیں نئی زندگی پاتے ہی یہ کیوں ایسی حرکتیں کر رہا ہے؟ معلوم ہوتا ہے، اس کا دماغ چل گیا ہے۔''

مہیش نے کہا ''میں بھی یہی سوچتا ہوں کہ یہ کچھ نیم پاگل سا ہے۔ اس کا علاج کسی دماغی امراض کے ماہر سے کرانا ہو گا۔''

''اس نے ہماری ماتا جی کو مار ڈالا ہے۔ میں تو اسے زندہ نہ چھوڑتا لیکن باپ کے رشتے کا خیال رکھنا پڑتا ہے پھر بھی میں

اسے سزا ضرور دوں گا۔"

مہیش نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "برا تو مجھے بھی لگ رہا ہے، لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟ دنیا والوں کا خیال کرنا پڑے گا۔ ہم باپ کے خلاف کچھ کریں گے تو ہماری بدنامی ہوگی۔ تمام دنیا والے اور رشتے دار یہی کہیں گے کہ ہم نے دولت اور جائیداد پر قبضہ جمانے کے لیے باپ کو مار ڈالا ہے۔"

"بھیا! آپ یہ مجھ پر چھوڑ دیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ میں اسے بہت بری طرح سزا دینے والا ہوں۔"

"مجھے تو بتاؤ، تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"میٹل اسپتال کے ایک ڈاکٹر سے میری بہت گہری دوستی ہے اور میں دوسرے ڈاکٹروں کو بھی بڑی بڑی رقمیں دے کر اس بڈھے کو پاگل خانے پہنچادوں گا۔ یہ ہمارا باپ نہیں، دشمن ہے۔ آج اس نے ہماری ماں کو مارا ہے، کل ہمیں مار ڈالے گا۔ اس نے گھر کی بہو پر میلی نظر ڈالی ہے، یہ نوجوان عورتوں کا رسیا ہے۔ میں اس کے مزاج ٹھکانے لگادوں گا۔ اسے کبھی پاگل خانے سے باہر نہیں آنے دوں گا۔"

اس کی ماں کا دیہانت ہو چکا تھا۔ اس کا کریا کرم ہونے والا تھا۔ اس لیے دونوں بھائی اور رشتے دار وہاں سے چلے آئے۔ صرف چچا کو اسپتال میں چھوڑ دیا۔ تاکہ سیٹھ ہریش چندر کی دیکھ بھال کے لیے وہاں کوئی موجود رہے۔

ٹونی جے اس کے دماغ کے اندر تھا۔ دماغ اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ سوچ کی لہریں بھی بہت کمزور تھیں۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد ٹھہر ٹھہر کر سوچ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو چکا ہے؟

ٹونی جے نے کہا "مسٹر چنڈال! میں تمہارے دماغ میں موجود ہوں۔ فکر نہ کرو میں تمہاری حفاظت کروں گا۔"

وہ بولا "مجھے کسی بھی طرح جلد سے جلد دماغی توانائی پہنچاؤ۔ میں اس کتے رمیش کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ ہم اسے موت کے گھاٹ اتاریں گے۔ پہلے تم توانائی حاصل کرو۔ جب بھی تم ناقابل برداشت تکلیف محسوس کرو گے تو میں تمہارے دماغ میں رہ کر ان تکالیف کو کم کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ کر نہیں پاؤں گا۔"

وہ آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔ کچھ نہ بولا۔ خاموش رہ کر اپنے حالات پر غور کرنے لگا۔ دماغی کمزوری کے باعث... بڑبڑانے لگا۔ ٹونی جے خاموشی سے اس کی بڑبڑاہٹ سنتا رہا۔ اسے تو اس کے دماغ میں رہنا ہی تھا۔ وقت بھی گزارنا تھا۔ اس لیے وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔

چنڈال بھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس ٹونی جے کا برین واش کیا ہے اور اسے مہادیو بھائیا بنا چکا ہے اور جو ہمیشہ اس کا معمول اور تابعدار بن کر رہنے والا ہے۔ وہ بھی اس کے دماغ میں آ کر اس کے چور خیالات پڑھ سکے گا۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ دماغی کمزوری میں مبتلا ہوگا اور اس قدر مجبور اور بے بس ہوگا کہ ٹونی جے کو چور خیالات پڑھنے سے روک نہیں سکے گا۔

اس وقت وہ نہیں جانتا تھا کہ ٹونی جے اس کے بارے میں کیا کچھ معلوم کر رہا ہے اور وہ بہت کچھ معلوم کر رہا تھا کہ وہ کیسے کیسے کالے علوم جانتا ہے اور اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اب تک کیا کچھ کیا ہے۔ اس کا دماغ فولاد کی طرح مضبوط ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر زلزلہ پیدا کرے تو اس پر برائے نام اثر ہوتا ہے پھر یہ کہ اس پر تنویمی عمل کیا جائے تو وہ عمل دیر پا نہیں رہتا۔ چند گھنٹوں میں یا ایک یا دو دن میں اس عمل کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

وہ یہ معلومات حاصل کرتے کرتے اس مرحلے پر پہنچا جہاں اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ اس نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹونی جے کو کس طرح ٹریپ کیا تھا۔ اس ٹونی جے کی محبوبہ اور بیوی کا نام ہلینا تھا۔ اس نے دونوں میاں بیوی کو ہندی زبان سکھائی تھی۔ ان دونوں کے دماغوں میں صرف ہندی زبان ہی نہیں ہندی کلچر کو بھی نقش کر دیا تھا اور انہیں سر سے پاؤں تک اور دل سے دماغ تک پوری طرح ہندو اور ہندوستانی بنا دیا تھا۔

پھر اس نے اس ٹونی جے کا نام مہادیو بھائیا رکھا تھا۔ وہ اسے ہندوستان بلانا چاہتا تھا لیکن بلانے سے پہلے یہ تو تدبیر ذہن میں آئی تھی کہ وہ اپنی بیٹی انیتا سے ٹونی جے کو منسوب کرے گا اور ٹونی جے اس میں دلچسپی لے گا۔ محبت کرے گا اور اس کا داماد بن جائے گا تو اس سے رشتہ اور مضبوط ہو جائے گا۔

اسے آئندہ اپنا داماد بنانے کے لیے اس نے اس کی چہیتی بیوی ہلینا کو راستے سے ہٹا دیا تھا۔ اسے ایک حادثے کا شکار بنا دیا۔ اس طرح اس کی موت ایسی حادثاتی ہوئی کہ کسی کو شبہ نہ ہوا کہ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے قتل کیا گیا ہے۔

ٹونی جے یہاں تک چنڈال کے خیالات پڑھتے پڑھتے رک گیا۔ سوچ میں پڑ گیا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ ٹونی جے ہے اور چنڈال نے اس کے ساتھ ایسی ظالمانہ حرکتیں کی ہیں۔ اس کی چہیتی بیوی کو مار ڈالا ہے صرف بیوی کو

ہی نہیں اس کا مذہب بھی اس سے چھین چکا ہے۔ اسے عیسائی سے ہندو بنا چکا ہے۔ وہ ٹونی جے تھا اس نے اس کا نام مہادیو بھائیا رکھ دیا ہے۔

ٹونی جے کو اور بہت سی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ جب وہ اعلیٰ حاکم کے دماغ میں تھا اور اس حاکم کو یہ رپورٹ مل رہی تھی کہ چنڈال نے کسی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کیا ہے۔ اس کا نام ٹونی جے تھا لیکن وہ اس کا برین واش کرنے کے بعد ہندو مہادیو بھائیا بنا کر پیش کر رہا ہے۔

ٹونی جے کا دماغ روشن ہو رہا تھا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں جو ایک کے بعد ایک گرہ ڈالی گئی تھیں۔ اب وہ ایک ایک کر کے کھلتی جا رہی تھیں۔ تنویمی عمل کی تکنیک یہ ہے کہ معمول اور تابعدار کے دماغ سے یہ بھلا دیا جاتا ہے کہ اس پر عمل کیا گیا ہے۔ اگر اسے یاد آ جائے کہ اس پر عمل کیا گیا ہے اور اس کی قوت ارادی مضبوط ہو تو اس کے دماغ سے تنویمی عمل کا اثر زائل ہونے لگتا ہے اس وقت ٹونی جے کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ وہ چنڈال کے سحر سے نکلتا جا رہا تھا۔

حقیقت بہت کڑوی ہوتی ہے اور وہ حقیقت معلوم کرنے کے بعد اپنے نام شخصیت اور زندگی سے مایوس ہو رہا تھا۔ اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ وہ کیا تھا اور اب کیا ہے؟ اور آئندہ اسے کیا ہونا چاہیے؟

ظاہر ہے کوئی اپنی پیدائش سے اپنے بنیادی مذہب پیدائشی تہذیب ثقافت زبان اور اپنے لوگوں سے کبھی الگ ہونا پسند نہیں کرتا اسے بھی اپنی بنیاد کھینچ رہی تھی اور اس کے اندر یہ فخر پیدا ہو رہا تھا کہ وہ امریکی ہے۔ اسے امریکی رہنا چاہیے۔

اب چنڈال سے نفرت اور بے زاری پیدا ہو رہی تھی۔ اس نے اسے غلام بھی بنایا تھا اور بے وقوف بھی بناتا آ رہا تھا۔ اسے اپنی بیوی ہلینا یاد آ رہی تھی۔ وہ شادی سے پہلے ایک دوسرے کو چاہتے تھے اور بڑی مدت تک ایک دوسرے سے محبتیں کرنے کے بعد انہوں نے شادی کی تھی۔

اس نے اسے مار ڈالا تھا۔ "میں اپنی ہلینا کا انتقام لوں گا اور اس کم بخت کو ایسی سزا دوں گا کہ یہ ساری زندگی یاد کرتا رہے گا۔"

وہ سوچنے لگا۔ آئندہ اسے کیا کرنا چاہیے؟ وہ چنڈال کو جان سے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ ترسا ترسا کر اسے زندگی دینا چاہتا تھا۔ اس نے اس کی بیوی ہلینا کو ہلاک کیا تھا۔ اب وہ اس کی بیٹی انیتا کو اس کے سامنے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا تھا اور اس طرح کہ جب وہ مرتی تو اس کی آتما کو پھر کسی دوسرے جسم میں پہنچانے کے قابل نہ رہتا۔

وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔ اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرنے لگا کہ اس نے ٹونی جے کی حیثیت سے کس طرح بچپن گزارہ تھا اور کس طرح جوانی گزاری تھی اور اب اس مقام تک آ پہنچا تھا۔ وہ اپنی بیتی یادیں اور واقعات یاد کر رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا۔ اسے اس کی گمشدہ زندگی مل گئی تھی۔

اس کے خیالات کبھی ادھر کبھی ادھر بھٹک رہے تھے۔ وہ چنڈال کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا کہ اگر اسے ہلاک نہیں کرنا ہے تو کس طرح اسے کیڑے مکوڑے کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور کرتا رہے گا اور ساری زندگی اسے ذلیل و خوار کرتا رہے گا۔

یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر نہیں رکھا جا سکتا۔ وہ چند گھنٹوں کے بعد یا ایک دو دن کے بعد ہی تنویمی عمل کے اثر سے نکل جاتا ہے۔

دانش مندی یہ ہوتی کہ اسے دماغی طور پر ہمیشہ کمزور بنا کر رکھا جاتا۔ اسے کبھی دماغی توانائی حاصل کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ اس کے خلاف کسی ایسی تدبیر پر عمل کرنا چاہیے کہ اس کا دماغ لاک نہ رہے۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکے اور خاص طور پر اسے اپنے اندر آنے سے کبھی روک نہ سکے۔

ان لمحات میں اس نے فیصلہ کر لیا کہ چنڈال کے زخموں کی مرہم پٹی تو ہونے دے گا لیکن اس کے زخموں کو بھرنے نہیں دے گا۔ ان زخموں کو ناسور بناتا رہے گا۔ اس طرح وہ دماغی کمزوری میں مبتلا رہا کرے گا۔ کیونکہ وہ اس قدر کمزور ہو چکا تھا کہ مسلسل علاج کے باوجود اگلے ہفتے تک جسمانی اور دماغی توانائی حاصل کرنے کے قابل نہ رہتا۔ اسے رفتہ رفتہ ایک عرصے بعد ہی توانائی حاصل ہو سکتی تھی۔

اور وہ ایسا ہونے نہ دیتا۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ کمزوری کو اس کا مقدر بنا دے گا۔ جب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ اس کی بیوی ہلینا ماں بننے والی تھی اور ایسے وقت اس چنڈال شیطان نے اسے ایک حادثے میں ہلاک کر دیا تھا۔ تب سے وہ اس سے شدید نفرت کر رہا تھا اور یہی سوچ رہا تھا کہ اسے ایک دم سے نہیں مارے گا۔ بلکہ اسے قطرہ قطرہ موت دے گا۔

ان حالات میں وہ شناسائی کو نظر انداز کر رہا تھا۔ اگرچہ مجھے بھی اپنا دشمن سمجھتا تھا لیکن اس وقت اس کے لیے دنیا کا بد

ترین دشمن چنڈال تھا۔ اس لیے میری طرف بھی توجہ نہیں دے رہا تھا۔

میں عالی کے ساتھ شانتا بائی کو تلاش کرتا ہوا ایک ایسی کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا۔ جس کے کھڑکی دروازے محرابی ڈیزائن کے تھے اس کوٹھی کے احاطے میں ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ عالی نے اس کے پاس جاکر پوچھا ''یہاں کون رہتا ہے؟ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔''

گارڈ نے کہا ''یہاں کوئی نہیں رہتا۔ یہ کوٹھی خالی ہے باہر سے لاک کی گئی ہے۔ اس کا مالک پتا نہیں کب آئے گا؟''

میں اس مسلح چوکیدار کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا تو پتا چلا کہ اسے یہی بتایا گیا تھا کہ مالک کہیں باہر گیا ہوا ہے اور اس کوٹھی کے اندر ایک عورت کو لاکر رکھا گیا ہے۔

اگر اس سے کوئی بھی پوچھے تو وہ یہی کہا کرے کہ کوٹھی خالی ہے اندر کوئی نہیں ہے۔

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ عالی کے ساتھ چلتا ہوا۔ کوٹھی کے احاطے کے اندر سے گزرتا ہوا۔ دروازے پر آیا پھر اس کے لاک کو کھول دیا۔ عالی تیزی سے چلتے ہوئے اندر داخل ہوئی پھر ایک بیڈ روم کے سامنے پہنچ کر اس کے دروازے کو کھولا۔ شانتا بائی اسے دیکھ کر ایک دم سے خوش ہوگئی۔ دوڑتی ہوئی آکر بیٹی سے لپٹ گئی۔

''ہائے۔ یہ میں کہاں آکر پھنس گئی تھی؟ بیٹی! اگر تم نہ آتیں تو میں فکر سے مرجاتی۔''

''مریں آپ کے دشمن۔ اب یہاں سے چلیں۔ باہر دھرم ویر انکل گاڑی میں انتظار کررہے ہیں۔''

وہ دونوں تیزی سے چلتی ہوئی کوٹھی سے باہر آئیں پھر شانتا بائی نے کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے میرا شکریہ ادا کیا۔ میں نے کہا ''جب آپ نے مجھے بھائی بنایا ہے تو پھر شکریہ کس بات کا؟''

میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ شانتا بائی نے کہا ''آخر ہمارے ساتھ یہ ہوتا کیا ہے؟ ہم کسی مصیبت میں پھنستے ہیں اور پھر ہمیں اچانک رہائی مل جاتی ہے اور دشمن ناکام ہوجاتے ہیں؟''

میں نے کہا ''یہ تو ہماری سمجھ میں بھی نہیں آیا کہ بات کیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہمیں فون پر کسی نے بتایا تھا کہ تمہیں اس کوٹھی میں قید کیا گیا ہے اور وہاں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہے۔ ہم آسانی سے جاکر تمہیں وہاں سے لاسکتے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے تمہیں کتنی آسانی سے حاصل کرلیا ہے اور کسی دشمن سے ٹکراؤ بھی..... ہوا ہے! ورنہ کسی اغوا کرنے والے نے ہمارا راستہ بھی روکا ہے۔''

عالی نے کہا ''آپ نے فون پر جو تحریر پڑھ کر سنائی تھی، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی اغوا کرنے والا ہم دونوں کو... پُراسرار سمجھ رہا ہے اور یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ ہمیں کیسی مدد کس طرح حاصل ہوتی ہے؟ اب اسے معلوم ہوگا کہ پھر اسی طرح غیبی مدد حاصل ہوئی ہے، اور ہمیں فون پر کسی نے آپ کا پتا بتایا ہے اور ہم آپ کو وہاں سے لے آئے ہیں تو وہ پھر حیران ہوگا۔''

شانتا بائی نے کہا ''ہم خود حیران ہوتے رہتے ہیں۔ اس کی حیرانی کیسے دور کریں؟''

میں اور عالی شانتا بائی کے دماغ میں یہ بات بٹھا رہے تھے کہ ہمیں فون کے ذریعے اطلاع ملی تھی اور ہم اس کے مطابق اسے رہائی دلا کر لے جارہے ہیں اور کسی غیبی طاقت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ آئندہ ٹونی جے ہم سب کے دماغوں میں آکر یہی معلوم کرتا رہے گا اور حیران ہوتا رہے گا کہ وہ کون ہے، جس نے فون پر ہمیں اطلاع دی تھی؟

اسے اس سوال کا جواب کبھی نہیں ملے گا۔

پورس نے رات دس بجے والی فلائٹ میں دو سیٹیں حاصل کرلی تھی۔ وہ فلائٹ شکاگو جانے والی تھی۔ انا میریا بہت خوش تھی۔ اپنے اٹیچی میں ضروری سامان رکھ رہی تھی۔ پورس بھی ایک سفری بیگ میں اپنا سامان رکھ رہا تھا لیکن وہ خوش نہیں تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ اس کی سونیا ممانے اسے انا میریا کے ساتھ اپنا گھر، اپنا خاندان چھوڑ دینے کے لیے کہا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ اب خاندان میں واپس آنے کے لیے عدنان کو ہی ساتھ لاسکتا تھا۔ ورنہ اسے واپس آنے کی اجازت نہ ملتی۔

اور وہ اسی کوشش میں تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ انا میریا اسے دھوکا دے رہی ہے۔ انا میریا جانتی تھی کہ وہ بھی اسے دھوکا دے رہا ہے اور کسی نہ کسی طرح اپنے بیٹے تک پہنچنے کے لیے یہاں سے شکاگو تک سفر کرنے والا ہے۔

انا میریا نے سامان پیک کرنے کے بعد اس کی گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا ''تم بہت اچھے ہو، تم نے ثابت کر دیا ہے کہ مجھے دل و جان سے چاہتے ہو۔ تم نے میری خاطر اپنے ماں باپ اور خاندان کو چھوڑ دیا ہے اور اب ان لوگوں سے بہت دور میرے ساتھ امریکا جارہے ہو۔ آئی لو یو پورس! آئی لو یو دو مچ مائی ہارٹ اینڈ سول.....''

وہ بولا ''تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تم بھی تو مجھے

دل و جان سے چاہتی ہو، تمہاری ہسٹری معلوم کرنے کے بعد کہ تم اسی وقت سے میری محبت میں گرفتار ہو، جب میں نے شیوانی کو پہلی بار دیکھا تھا۔ جب اس سے محبت ہوئی تو تم نے دیکھا کہ میں تم سے محبت کررہا ہوں، جب میں نے اس سے شادی کی تو تم میری دلہن بن گئیں۔''

''ہاں۔ یہ قدرت کا عجب تماشا ہے کہ میں شیوانی کی ہم شکل بن کر پیدا ہوئی، پھر ادھر تم شیوانی کے ساتھ جو کرتے رہے وہ میرے ساتھ بھی ہوتا رہا۔ تم نے اس کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کیا، وہ رشتہ میرے ساتھ بھی قائم ہوتا رہا۔ تمہارے بیٹے عدنان کو اس نے بھی جنم دیا اور میں نے بھی جنم دیا۔ بس فرق اتنا تھا کہ اس کے ساتھ یہ سب کچھ حقیقت میں ہوتا رہا اور میرے ساتھ یہ سب کچھ خواب و خیال میں ہوتا رہا اور میں ان حالات سے گزرتی رہی۔''

پورس نے بڑی محبت سے اسے چوم کر کہا ''تمہاری یہ ہسٹری معلوم کرکے اور تمہارے ماضی کی روداد سن کر یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ تم مجھے دل کی کتنی گہرائیوں سے چاہتی آئی ہو۔ میں چاہوں گا کہ یہ محبت آئندہ بھی اسی شدت سے قائم رہے اور عدنان کے معاملے میں ہمارے درمیان اختلافات پیدا نہ ہوں۔''

''مجھ پر بھروسا کرو۔ میں کبھی اختلافات پیدا نہیں ہونے دوں گی۔ تمہیں اتنی مسرتیں دوں گی اور تمہارے بیٹے کو اتنا پیار دوں گی، اتنی ممتا دوں گی کہ تم سب کچھ بھول جاؤ گے، صرف مجھے یاد رکھو گے۔''

وہ بولا ''فلائٹ یہاں سے تین گھنٹے بعد روانہ ہوگی ہم ایک گھنٹا پہلے ائرپورٹ جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں، تم اس سے پہلے ایک بار شیوانی سے رابطہ کرو۔ ایک تو میں عدنان کی فیریت معلوم کرنا چاہتا ہوں دوسرا یہ کہ تم اسے بتادو، دس بجے کی فلائٹ میں ہماری سیٹیں کنفرم ہوچکی ہیں اور ہم شکاگو جارہے ہیں۔''

انا میریا اس کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ گئی پھر پرس نے اسی چھوٹے آئینے کو نکال کر اس کی سطح پر دیکھنے لگی۔ شیوانی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بہت پریشان لگ رہی تھی۔ انا میریا اس کی آنکھوں میں ڈوبنے لگی۔ اس کی آنکھیں کہنے لگیں ''بڑی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ ہمارا بیٹا کہیں گم ہوگیا ہے۔''

انا میریا نے حیرانی سے پوچھا ''گم ہوگیا ہے؟ اس کا کیا مطلب ہوا؟ وہ تمہارے پاس سے کیسے گم ہوسکتا ہے؟''

وہ بولی ''میں اس کے دماغ میں جاسکتی ہوں، اس کے خیالات گڈمڈ رہیں، تب بھی اس کی رہنمائی کرسکتی ہوں یہ معلوم کرسکتی ہوں کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ لیکن کسی نے اسے اغوا کرتے وقت اس کے منہ پر کیڑا لپیٹ دیا تھا۔ میں اس کے ذریعہ دیکھ نہ سکی کہ وہاں کون پہنچ گیا تھا؟ اس کے ایک منٹ کے اندر ہی عدنان بے ہوش ہوگیا۔ اسے انجکشن کے ذریعہ بے ہوش کیا گیا تھا۔ تب سے میں اس کے لیے پریشان ہوں، اسے ڈھونڈتی پھر رہی ہوں۔ سمجھنا چاہتی ہوں کہ ایسا کس نے کیا ہے؟''

انا میریا نے کہا ''اس میں سمجھنے کی کیا بات ہے؟ وہی مکار زمانہ سونیا اسے لے گئی ہوگی۔ اس نے تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھایا ہے۔''

''میں غافل نہیں تھی، لیکن یہ سمجھ نہیں پائی کہ کوئی میرے خفیہ اڈے تک کیسے پہنچ گیا؟ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ پہنچنا ممکن نہیں تھا۔''

''عدنان کے دو ہی دشمن ہیں۔ ایک تو اس کی دادی سونیا ہے جو اسے ہم سے چھین لینا چاہتی ہے اور دوسرا دشمن ولاڈی میر ہے۔ وہ پراسرار علوم کا حامل ہے۔ شاید اس نے کوئی جادو ٹونا استعمال کیا ہے یا پھر سونیا کی کوئی چالاکی کام دکھا گئی ہے۔''

''مجھے بھی یہی شبہ ہے کہ سونیا ہی اسے لے گئی ہے۔ اب میں اس کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش کررہی ہوں۔ تاکہ وہ اسے بابا صاحب کے ادارے کے اندر نہ لے جاسکے۔ اگر وہ اندر چلا گیا تو پھر اسے وہاں سے باہر لانا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہوجائے گا۔

''ابھی میں کتنی خوش تھی کہ پورس کے ساتھ امریکا جارہی ہوں، یہاں سے، سونیا وغیرہ سے بہت دور ہورہی ہوں لیکن اب یہ ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ اگر پورس کو معلوم ہوگا تو وہ یہاں سے جانے کا ارادہ ترک کردے گا۔''

''اسے ہر حال میں یہاں سے لے جاؤ۔ اسے سونیا کے اور بابا صاحب کے ادارے کے قریب نہیں رہنا چاہیے۔ تم اسے ان لوگوں سے زیادہ سے زیادہ دور رکھو گی اور پیار کا جادو چلاتی رہو گی تو تمہارا جادو رفتہ رفتہ اس کے سر چڑھ کر بولتا رہے گا۔''

''تم یہ چاہتی ہو کہ میں اسے عدنان کی گمشدگی کے بارے میں کچھ نہ بتاؤں؟''

''ہاں۔ تم اس سے کہو کہ وہ بیٹریت ہے اور میں جلد ہی اسے شکاگو پہنچنے والی ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔ میں اسے یہی کہوں گی۔''

وہ اس کی آنکھوں کے سحر سے نکل آئی پھر اس آئینے کو اپنے پرس میں رکھتے ہوئے بولی ''عدنان خیریت سے ہے اور شیوانی پوری کوشش میں ہے کہ اسے جلد سے جلد شکاگو پہنچادے۔''

''تم اتنی دیر تک اس سے کیا باتیں کررہی تھیں؟''

''میں اس کے ذریعہ عدنان کے دماغ میں گئی تھی۔ اس سے باتیں کررہی تھی۔ وہ تمہیں بہت یاد کررہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ پاپا سے کہوں کہ وہ جلد ہی شکاگو پہنچ جائیں۔ میں وہاں آنے والا ہوں۔''

پورس خوش ہوگیا۔ وہ بڑی محبت بھری چالبازی سے اسے خوش کررہی تھی پھر بولی ''ہمیں ائرپورٹ چلنا چاہیے۔''

وہ حیرانی سے بولا ''اتنی جلدی؟ ابھی تو ڈھائی گھنٹے باقی ہیں؟''

''کوئی بات نہیں۔ ہم ذرا سیر وتفریح کرتے ہوئے ائرپورٹ پہنچیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔ جیسی تمہاری مرضی۔ چلو.....''

''بس ایک منٹ۔ میں ابھی واش روم سے آتی ہوں۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی واش روم میں چلی گئی۔ اس نے اپنا موبائل فون نکال کر عبداللہ کے نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا ''میرے پاس آؤ.....''

وہ دوسرے ہی لمحے میں پورس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا ''تم کہاں تھے؟ تمہیں میرے پاس آنا چاہیے تھا۔''

''میں آنے ہی والا تھا، مگر اچانک گڑبڑ ہوگئی ہے۔ آپ کی مما نے ہم تمام خیال خوانی کرنے والوں کو عدنان بابا کی تلاش میں لگادیا ہے۔''

''جب یہ معلوم ہوچکا ہے کہ عدنان شیوانی کے شکنجے میں ہے اور وہ اسے ایسی جگہ لے گئی ہے، جہاں تم سب خیال کرنے والے بھی نہیں پہنچ سکتے تو پھر مما پریشان کیوں ہورہی ہیں؟''

''سر! آپ نہیں سمجھ سکے۔ دراصل عدنان بابا شیوانی کے پاس بھی نہیں ہیں۔ کسی نے وہاں سے بھی انہیں اغوا کرلیا ہے۔''

پورس نے چونک کر پوچھا ''کیا..... ؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔''

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اب سے ایک گھنٹا پہلے عدنان بابا کو پھر کسی نے اغوا کرلیا ہے اور ہم سب کو ولاڈی میر پر ہی شبہ ہے اس کے سوا کوئی اور ایسی حرکت نہیں کرسکتا۔''

پورس نے پوچھا ''کیا عدنان کو ایک گھنٹا پہلے اغوا کیا گیا ہے؟''

''جی ہاں۔ تب سے ہم اس کوشش میں ہیں کہ ولاڈی میر کا پتا ٹھکانا معلوم کریں یا اس کے آس پاس جو آلہ کار ہیں، ان کے دماغوں میں پہنچنے کی کوشش کریں لیکن ہمیں کامیابی نہیں ہورہی ہے۔''

اس نے پوچھا ''کیا تم صحیح وقت بتا رہے ہو کہ اسے ایک گھنٹا پہلے اغوا کیا گیا ہے؟''

''یس سر! میں درست کہہ رہا ہوں۔ اب سے ٹھیک ایک گھنٹا پہلے یہ واردات ہوئی ہے۔''

''اچھی بات ہے۔ جاؤ تم عدنان کو تلاش کرو۔''

عبداللہ چلا گیا۔ پورس کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ انامیریا کا جھوٹ سامنے آگیا تھا۔ اس نے پانچ منٹ پہلے کہا تھا کہ عدنان شیوانی کے پاس ہے اور خیریت سے ہے۔ وہ اسے شکاگو کی طرف روانہ کرنے والا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ انامیریا اسے دھوکا دے رہی ہے اور آئینے میں جو کچھ دیکھتی ہے اور نہ جانے دیکھتی بھی ہے یا نہیں، اسے جھوٹ بتاتی رہتی ہے۔

وہ غصے سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اپنے آپ کو ذرا ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ یہ جانتا تھا کہ غصہ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اگر یہ جھوٹ بول رہی ہے اور محبت کی مٹھاس کے پیچھے زہر گھول رہی ہے تو مجھے بھی ایسی حکمت عملی سے کام لینا ہوگا۔

وہ ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا پھر انامیریا کو دیکھ کر رک گیا۔ وہ واش روم سے باہر آکر بولی ''چلو۔ اب ہم چلتے ہیں۔''

وہ بولا ''ذرا رک جاؤ۔ پتا نہیں کیوں۔ میرا دل گھبرا رہا ہے پلیز! میری خاطر ایک بار پھر شیوانی سے رابطہ کرو اور خود عدنان کے دماغ میں جاکر اس کی خیریت معلوم کرو۔''

انامیریا نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر اسے پریشان دیکھ کر پوچھا ''تم خواہ مخواہ کیوں الجھ رہے ہو؟ اس کی خیریت سے ہے میں نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اس کی خیریت معلوم کی تھی۔ خود اس کے دماغ میں گئی تھی۔''

پھر اس نے قریب آکر پورس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ یہ اس کے لبھانے کا انداز تھا اور وہ اس کی ایسی قربت سے پگھل جاتا تھا لیکن اب اس کی زہریلی حقیقت کا علم ہو چکا تھا۔

اس نے بڑی آہستگی سے اسے الگ کرتے ہوئے کہا ''پلیز..... میری بات مان لو۔ ایک بار پھر شیوانی سے رابطہ کرو۔''

وہ بیزار ہوکر بولی ''اچھی بات ہے۔ تمہاری خاطر رابطہ کررہی ہوں لیکن بار بار رابطہ کرنے سے وہ ناراض ہوجائے گی پھر مجھے عدنان تک نہیں پہنچائے گی۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم بھی اس کی ماں ہو اور ماں ہونے کے ناتے تم ایک بار نہیں، ہزار بار اس کے دماغ میں جاکر اس کی خیریت معلوم کرسکتی ہو۔''

وہ پرس میں سے آئینہ نکال کر اس کی سطح کو دیکھنے لگی۔ اپنے وقت اس نے شیوانی کو یاد نہیں کیا۔ اس لیے وہ نظر نہیں آئی اور وہ اسے بلانا بھی نہیں چاہتی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ عدنان گم ہوگیا ہے، اور شیوانی اسے تلاش کررہی ہے۔ لہٰذا وہ اسے الجھانا نہیں چاہتی تھی اور نہ ہی اپنے پاس بلا کر اسے پریشان کرنا چاہتی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک خواہ مخواہ آئینے کی سطح کو دیکھتی رہی پھر اس آئینے کو پرس میں رکھتے ہوئے بولی ''میں ابھی شیوانی کے ذریعہ عدنان کے دماغ میں گئی تھی۔ وہ خیریت سے ہے، بہت خوش ہے۔ تم خواہ مخواہ پریشان ہورہے ہو۔ چلو۔ ہمیں ائرپورٹ جانا چاہیے۔''

اس نے اچانک ہی اپنا بایاں ہاتھ بڑھا کر انامیریا کی گردن دبوچ لی۔ اسے یکبارگی یوں لگا، جیسے اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی ہے ایک اور اب وہ دوسری سانس نہیں لے پائے گی لیکن پورس نے اسے فوراً ایک جھٹکا دے کر چھوڑ دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے صوفے پر جا گری۔

وہ بولا ''اگر میں تمہاری گردن کو مزید چند سیکنڈ اسی طرح دبوچ کر رکھتا تو تمہاری سانس ہمیشہ کے لیے رک جاتی اور تم اس وقت مردہ پڑی ہوتیں۔''

وہ اپنی گردن سہلا رہی تھی اور سہمی ہوئی سی دیدے پھاڑ پھاڑ کر پورس کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا ''تم مجھ سے جھوٹ بولتے وقت یہ بھول گئیں کہ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے حقیقت سے آگاہ کرسکتے ہیں۔ دیر سے ہی سہی لیکن حقیقت مجھے معلوم ہوچکی ہے۔''

وہ صوفے پر سے اٹھتے ہوئے بولی ''میرا جھوٹ کھل گیا ہے، لیکن تمہیں سمجھنا چاہیے کہ میں کسی دشمنی میں جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔ عدنان کی محبت میں، اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنے کے لیے اور تمہارے ساتھ تمہاری زندگی گزارنے کے لیے مجھے ایسا کررہی تھی۔''

''دنیا کا ہر شخص اپنے نقطہ نظر سے اپنے جھوٹ کو جائز سمجھتا ہے تم بھی اسے جائز سمجھ رہی ہو لیکن مجھ سے بہت بڑا فراڈ کررہی ہو، تمہارے فراڈ کی وجہ سے میں نے اپنے ماں باپ کو اور اپنے خاندان کو چھوڑا۔ تمہارے فراڈ سے میں یہ جگہ چھوڑ کر بابا صاحب کے ادارے سے دور امریکا جارہا تھا۔ تم بڑی محبت سے مجھے دھوکا دے رہی تھیں لیکن میرے ماں باپ خاندان مذہب عقیدے اور بابا صاحب کے ادارے سے دشمنی کرتی آرہی تھیں۔ اب بھی دشمنی کررہی ہو اور یہ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ تم آئندہ بھی ایسی دشمنی کرتی رہوگی۔

وہ ایک دم سے قریب آکر اس سے لپٹ گئی پھر تڑپ کر بولی ''نہیں۔ مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں تمہارے اور عدنان کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ پلیز۔ غصہ نہ دکھاؤ۔ میرے ساتھ امریکا چلو۔''

وہ اسے ایک جھٹکے سے الگ کرتے ہوئے بولا ''لعنت ہے تمہارے امریکا پر۔ تم صرف اسی لیے وہاں جانا چاہتی ہو کہ میں یہاں اپنے ماں باپ اور بابا صاحب کے ادارے سے دور ہوں جاؤں؟''

''میں جو کچھ بھی چاہتی ہوں، محبت سے چاہتی ہوں۔''

''تمہاری محبت زہر گھولتی جارہی ہے اب سمجھ میں آرہا

مصنف: ابن حق
صفحات 350 سے زائد
قیمت -/200 روپے
ڈاک خرچ -/30 روپے
خوفناک، پراسرار، سنسنی خیز اور رونگٹے کھڑے کردینے والی کہانیوں کا مجموعہ
کتابیات پبلی کیشنز، کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے)

ہے کہ تم شروع سے شیوانی کے ساتھ ہو۔ اس نے عدنان کو اپنے کسی خفیہ اڈے میں لے جا کر چھپایا۔ تم اس جگہ کے بارے میں سب کچھ جانتی تھیں لیکن تم نے مجھے وہاں کا پتا نہیں بتایا۔ تم جو بات مجھ سے چھپانا چاہتی ہو، چھپاتی ہو۔ صرف محبت کے معاملے میں اپنی سچائی ثابت کرتی رہتی ہو۔ میں تمہاری ایسی کھوکھلی محبت کو پا کر کیا کروں گا؟''

پھر وہ ذرا توقف سے بولا ''میں جا رہا ہوں۔ تم نے اب تک صرف میری محبت دیکھی ہے، اب نفرت دیکھو گی۔ خدا نے چاہا تو عدنان ہمیں ضرور ملے گا اور جب ملے گا تو تم بھی اس کے سائے تک کبھی نہیں پہنچ سکو گی۔''

وہ پلٹ کر جانے لگا۔ وہ دوڑ کر اس کے قدموں سے لپٹ گئی۔ زمین پر گر پڑی۔ اس نے اپنے قدموں سے اسے الگ کیا۔ اسے دھکا دے کر پھر ایک بار صوفے پر گرایا اور تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے سے باہر چلا گیا۔

وہ اسے آوازیں دیتی رہی پھر اس نے فوراً ہی آئینے کو نکالا اور اس کی سطح کو دیکھتی ہوئی شیوانی کو یاد کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد ہی وہ نظر آنے لگی۔

وہ اس کی آنکھوں میں ڈوب کر بولی ''غضب ہو گیا ہے۔ پورس مجھ سے نفرت کرنے لگا ہے۔ چھوڑ کر چلا گیا ہے۔''

وہ بولی ''فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''کیا ٹھیک ہو جائے گا؟ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں، کہ میں پورس کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔''

''اور اپنے بیٹے کے بغیر رہ لو گی؟''

''نہیں۔ میں اپنے بیٹے کے بغیر بھی نہیں رہ سکوں گی۔''

''تو پہلے عدنان کی فکر کرو۔ وہ ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ ہم پہلے اسے تلاش کریں گے، حاصل کریں گے پھر اس کے بعد پورس سے بھی نمٹ لیں گے۔ اطمینان رکھو۔ وہ کہیں نہیں جائے گا۔ میں اسے کسی طرح ٹریپ کر کے تمہارے پاس پہنچا دوں گی۔''

''کیا تم یہ وعدہ کرتی ہو کہ میرا پورس میرا ہی رہے گا اور مجھ سے نفرت نہیں کرے گا؟''

''وہ آج نفرت کر رہا ہے، میں اس کی نفرت محبت میں بدل دوں گی۔ میں نے کہا ناں۔ فکر نہ کرو۔ صرف عدنان کے بارے میں سوچو۔ میں بھی اس کے لیے پریشان ہوں۔ لہٰذا ابھی تم مجھے پریشان نہ کرو۔''

شیوانی کا عکس آئینے کی سطح سے گم ہو گیا۔ اس نے آئینے کو اپنے پرس میں رکھ لیا پھر خلا میں تکتے ہوئے پورس کے بارے سوچنے لگی۔ اسے شیوانی کی باتیں دلاسا دے رہی تھیں کہ وہ روٹھ کر جانے والا جلد ہی اس کے پاس واپس آئے گا۔

سونیا اپنے پوتے کی بو سونگھتی ہوئی صحیح مقام پر پہنچ رہی تھی۔ اسے جس بنگلے میں چھپایا گیا تھا۔ اس محلے تک پہنچ پہنچتے اس نے محسوس کیا کہ بو کی سمت بدل گئی ہے۔ اب وہ ادھر نہیں ہے۔ کسی دوسری طرف جا رہا ہے۔ یعنی اغوا کرنے والے سونیا سے پہلے وہاں پہنچ گئے تھے اور عدنان کو لے جا رہے تھے۔

وہ سمت بدل کر جانے لگی وہ کتنی ہی شاہراہوں سے، گلیوں سے، محلوں سے اور چھوٹی بڑی آبادیوں سے گزرتی ہوئی جا رہی تھی۔ تیز رفتاری کے باوجود عدنان کی بو اس سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ یعنی اسے اغوا کرنے والے اس سے بھی زیادہ تیز رفتار تھے۔

پھر وہ ایک جگہ ٹھٹک گئی۔ ذرا رک کر اس کی بو محسوس کرنے لگی۔ پتا چلا کہ وہ بو فضا میں بلند ہو رہی ہے۔ وہ پریشان ہو گئی۔ قریب ہی ایک وسیع میدان تھا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے اس میدان کی طرف جانے لگی۔ کسی ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ جب وہ اس میدان کے قریب پہنچی تو ایک ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر دور جا رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی عدنان کی بو بھی دور ہوتی جا رہی تھی۔

سونیا کے دماغ میں اعلیٰ بی بی کے علاوہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تھے۔ اس نے کہا ''فوراً میرے لیے ہیلی کاپٹر کا انتظام کرو۔ وہ ہیلی کاپٹر بارڈر کراس کر کے دوسرے ملک جا سکتا ہے۔ اگر ایسے وقت مجھے روکا گیا تو تم سب ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ان رکاوٹیں پیدا کرنے والوں کو روک دو گے۔ آگے بڑھتے وقت میرے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہونی چاہیے۔''

اب سونیا ہیلی کاپٹر کے ذریعہ ان اغوا کرنے والوں سے تعاقب کرنے والی تھی۔ اس کی ناکامی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ عدنان کو اغوا کرنے کوف یا ولاڈی میر میں سے کوئی لے جا رہا تھا۔

اس وقت ولاڈی میر پریشان تھا۔ سوچ رہا تھا کہ سونیا ارنا کوف میں سے کوئی عدنان کو لے جا رہی ہے۔

اس نے پہلے ارنا کوف سے رابطہ کیا۔ اس کے پیارے کے دماغ میں جا کر اسے مخاطب کیا تو ارنا کوف نے پوچھا ''کس لیے آئے ہو؟''

''تم انجان بن رہی ہو۔ کیا تم عدنان کے بارے کچھ نہیں جانتیں کہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔''

''ہاں۔ جانتی ہوں۔ اسے میں ہی لے جا رہی ہوں۔''

''اس کا مطلب ہے، تم اپنے عمل کے ذریعہ کامیاب ہو چکی ہو؟''

''ہاں۔ میں ابھی اسے کسی خفیہ اڈے میں پہنچانے کے سلسلے میں مصروف ہوں۔ تم سے زیادہ بات نہیں کر سکتی۔''

''پلیز۔ ایک منٹ۔ ذرا میری بات سن لو۔ میں جانتا ہوں۔ تم تنہا معصوم نہیں ہو۔ تماشا بھی خیال خوانی کے ذریعہ تمہاری مدد کر رہی ہے اور وہ آواز دن بھی تمہارے ساتھ ہو گا۔ تم تینوں ایک طرف ہو اور میں یہاں تنہا ہوں۔ اس لیے تم مجھ سے بازی لے جا رہی ہو۔ بہر حال ہم سب کے لیے عدنان کی موت ضروری ہے مگر ایک بات تو تم جانتی ہو کہ اسے میرے ہاتھوں سے ہلاک ہونا چاہیے۔ ورنہ تم اسے ہلاک کرو گی تو ہم سب پوری طرح نحوست کی تاریکیوں سے نکل نہیں پائیں گے اور اگر میں ہلاک کروں گا تو ہم سب کو پوری طرح نحوستوں سے نجات حاصل ہو جائے گی اور ہمیں عروج حاصل ہوتا رہے گا۔''

''میں جانتی ہوں کہ اسے تمہارے ہی ہاتھوں ہلاک ہونا چاہیے۔ اس میں ہم سب کا بھلا ہے لیکن میں عدنان کو تمہارے حوالے نہیں کروں گی۔''

اس نے حیرت سے پوچھا ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تم اگر اسے میرے حوالے نہیں کرو گی، میں اپنے ہاتھوں سے اسے ہلاک نہیں کروں گا تو پھر تم اپنی بھلائی کے بارے میں کیسے سوچ رہی ہو؟''

''میں نادان نہیں ہوں، جانتی ہوں کہ عدنان جب تک میرے شکنجے میں رہے گا۔ اس وقت تک نحوست ایک حد تک رہے گی اور اس سے ہمیں نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں آنے والے مصائب سے نمٹ لوں گی لیکن تم زوال پزیر ہوتے رہو گے۔ ایسے مصائب سے گزرتے رہو گے کہ تمہیں دن میں تارے نظر آنے لگیں گے اور رفتہ رفتہ تم اپنی موت کی طرف جاتے رہو گے۔ وہ بچہ ہم سے زیادہ تمہارے لیے ضروری ہے۔''

''جب تم یہ جانتی ہو تو اسے میرے حوالے کیوں نہیں کر رہی ہو؟ اس لیے کہ میں سوتیلا ہوں؟ تم میری تباہی اور موت چاہتی ہو۔''

''یہی سمجھ لو۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو، عروج حاصل کرنا چاہتے ہو اور نحوستوں سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہمارا ایک ہی شرط پر عدنان کو تمہارے حوالے کروں گی۔''

''بولو..... کیا چاہتی ہو؟''

''یہی کہ تم ہمارے سامنے آ جاؤ۔ مجھے اور میری بیٹی کو اپنے دماغ میں آنے دو۔''

''کیا بکواس کر رہی ہو؟ میرے دماغ میں آتے ہی تم دونوں مجھ پر قبضہ جمانے کی کوشش کرو گی۔ مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنانا چاہو گی۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں ایسی نادانی کروں گا۔''

''تو نہ کرو۔ دانش مند بن کر رہو۔ تم میں ذہانت ہے، قوت ہے، حوصلہ ہے تو عدنان کو مجھ سے چھین کر لے جاؤ اور اسے ہلاک کر دو۔ ایسا حوصلہ کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح سوچ لینا کہ تم تنہا ہو، اور ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میں ہوں، میری بیٹی تماشا ہے اور آواز دن ہے — بس اب جاؤ۔ میں بہت مصروف ہوں۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ ولاڈی میر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ وہ جھنجلاہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔ عدنان ہاتھ آتے آتے نکل جاتا تھا۔ پہلے سونیا جیسی مکار عورت ہی کچھ کم نہ تھی۔ جس کے مقابلے میں ناکامی ہو رہی تھی۔ اس پر یہ کہ سوتیلی ماں دشمنی پر اتر آئی تھی۔ اسے چیلنج کر رہی تھی کہ وہ عدنان کو اس کے شکنجے سے نکال کر نہیں لے جا سکے گا اور جب تک ناکام ہوتا رہے گا، اس وقت تک عدنان زندہ سلامت رہے گا اور اس کے لیے کوششیں لاتا رہے گا۔

وہ بچہ ایسا تھا جو صرف اپنوں کے لیے ہی نہیں دشمنوں کے لیے بھی ضروری تھا۔ وہ سوتیلے بھی اس کے لیے آپس میں لڑنے لگے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا تھا کہ عدنان کو زندگی مل رہی تھی اور وہ زندگی سونگھنے کی حس کو بھی چیلنج کر رہی تھی ''آؤ گرینڈ مما! اپنے پوتے کی بو کے پیچھے کہاں تک آتی رہو گی؟''

ایک ایسی کہانی جو ہولناک ترین ثابت ہوئی

سونا گھاٹ کا پجاری

ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مر گیا تھا لیکن اس کی لاش مندر کے تہہ خانے میں اصل حالت میں موجود تھی۔ سونا گھاٹ کے علاقے پر اس مردہ پجاری کی پراسرار طاقتوں کی حکومت تھی۔

وہ طاقت ور ترین شخص بن گیا تھا، لیکن ایک طاقت اس سے پہلے بھی زبردست تھی۔

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ پیشگی آرڈر ڈرافٹ یا منی آرڈر بھیج کر منگوائیں

ضرور بات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

Email: kitabat1970@Yahoo.com

ولاڈی میر مشکل میں پڑ گیا تھا۔ اس نے عدنان کو اغوا کرانے، اسے اپنے پاس بلانے اور اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنے کے سلسلے میں کیا کچھ نہیں کیا تھا؟ اس نے ہر ممکن کوشش کر ڈالی تھی کہ وہ بچہ کسی طرح اس کے قابو میں آ جائے لیکن وہ ہر بار اس کے ہاتھوں میں آ کر گیلے صابن کی طرح پھسل گیا تھا۔

ہر بار اسے یہ یقین ہوتا رہا کہ اس بار وہ بچہ اس کے ہاتھ آ کر نہیں جائے گا۔ کوئی اسے بچا نہیں سکے گا لیکن ایک عورت صرف ایک مکار عورت اپنے پوتے کو اس سے چھین کر لے جاتی رہی۔ اس نے اپنی ذہانت استعمال کی، ٹیلی پیتھی کا ہتھیار آزمایا اور آخر میں پُراسرار علوم کے ذریعے اس بچے تک پہنچنا چاہا۔ اس کے اور ارنا کوف کے پاس ایک ایک سراغ رساں آلہ تھا۔ جو کالے جادو کے ذریعے ان کے مطلوب کی نشان دہی کرتا تھا۔ اس آلے نے عدنان کی نشان دہی کی تھی اور صحیح جگہ پر انہیں پہنچایا تھا۔

لیکن ولاڈی میر کے وہاں پہنچنے سے پہلے ارنا کوف عدنان کو لے گئی تھی۔ اس بار اس نے سونیا سے نہیں اپنی سوتیلی ماں سے شکست کھائی تھی۔

عدنان راسپوٹین کے پورے خاندان کے لیے لازمی تھا۔ ان کے پراسرار علوم نے بتایا تھا کہ جب تک وہ بچہ اس زمین پر رہے گا اور سانسیں لیتا رہے گا۔ اس وقت تک انہیں عروج حاصل نہیں ہوگا۔ وہ زوال پزیر رہیں گے اور ہمیشہ مصائب کا سامنا کرتے رہیں گے۔

ارنا کوف اس کے بیمار بیٹے ادونپ کوف اور اس کی جوان بیٹی تاشا کے سلسلے میں پراسرار علوم نے بتایا تھا کہ وہ بچہ ان کے لیے جب اتنا زیادہ منحوس نہیں ہے، جتنا کہ ولاڈی میر کے لیے ہے۔ وہ بچہ جب تک زندہ رہے گا نحوستیں طاری رہیں گی، مسائل کا سامنا ہوتا رہے گا لیکن وہ ان مسائل کا حل تلاش کر سکیں گے اور مصائب سے نکلتے رہیں گے لیکن ولاڈی میر کبھی عروج حاصل نہیں کرے گا یا تو کسی دشمن کے زیر اثر آ کر اس سے گم تر ہو جائے گا یا پھر مارا جائے گا۔

اس نحوست کا توڑ یہی تھا کہ ولاڈی میر اس بچے کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرے۔ اگر کوئی دوسرا ہلاک کرے گا تو نحوستیں کم تو ہو جائیں گی لیکن اس پر حاوی رہیں گی۔ اپنے سوتیلوں اور دشمنوں پر برتری حاصل کرنے کے لیے لازمی تھا کہ وہ اس بچے کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرے۔

اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف اب اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ عدنان کو ہلاک نہیں کرے گی زندہ رکھے گی۔ تاکہ ان سے زیادہ ولاڈی میر پر نحوستیں طاری ہوتی رہیں اور وہ ان سوتیلوں یا دوسرے دشمنوں کے زیر اثر آ جائے یا پھر مارا جائے۔

ولاڈی میر بری طرح پھنس گیا تھا۔ اس نے سوتیلی ماں سے سمجھوتا کرنا چاہا۔ اس کی ہر بڑی شرط پوری کرنے پر آمادہ ہو گیا لیکن ارنا کوف نے کہا ''میری ایک ہی شرط ہے کہ مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔''

وہ ایسی شرط منوانا چاہتی تھی جسے وہ مرتے دم تک نہیں مان سکتا تھا۔ اپنے دماغ میں اسے آنے کا موقع دیتا تو وہ آتے ہی اس کے اندر زلزلے پیدا کر دیتی۔ اسے دماغی طور پر کمزور بنا دیتی۔ اگرچہ وہ غیر معمولی فولادی دماغ کا حامل تھا۔ زلزلوں کا اثر دیر پا نہیں ہوتا تھا۔ وہ پھر ذہنی توانائی حاصل کر لیتا تھا لیکن اگر وہ تھوڑی دیر کے لیے بھی کمزور ہوتا تو پھر وہ کالے جادو کے ذریعے اسے اور کمزور بنا دیتی اور وہ اس کے کالے جادو کے سامنے بے بس ہو جاتا تھا۔

دماغی کمزوری کے باعث جواباً اس پر کالا عمل کرنے کے قابل نہ رہتا۔ اس لیے وہ اس کی ایسی شرط مان ہی نہیں سکتا تھا جس کے بعد اس کے دماغ کو کمزور بنا دیا جاتا اور وہ اپنی سوتیلی ماں کے سامنے بے بس ہو جاتا اور ہمیشہ اس کا غلام بنا رہتا۔

وہ عدنان کے سلسلے میں ہم سے ٹکرا رہا تھا اور ہم اتنے زبردست مخالف تھے کہ اسے پسپے آ رہے تھے۔ ایسے میں وہ اپنی سوتیلی ماں سوتیلی بہن وغیرہ سے دور ہی دور رہتا تھا۔ فی الحال ان سے کتراتا رہتا تھا لیکن اب حالات ایسے پیدا ہو رہے تھے کہ ہمیں چھوڑ کر ان لوگوں سے ٹکرانا لازمی ہو گیا تھا۔

اس نے سوچ لیا کہ اب پراسرار علوم کے ذریعے معلوم کر لے گا کہ سوتیلی ماں نے عدنان کو کہاں چھپا رکھا ہے۔ جب وہ جگہ معلوم ہو جائے گی تو وہاں سے اسے نکال لانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا اور ایسے موقع پر اس پراسرار علوم جاننے والی سوتیلی چڑیل سے کتنا زبردست ٹکراؤ ہوگا۔ وہ اس بات کو سمجھتا تھا۔ اس کے باوجود ٹکراؤ لازمی ہو گیا تھا۔

پہلے تو اس نے ارنا کوف کو سمجھانے کی کوشش کی ''دیکھو..... ہم آپس میں سوتیلے ہیں۔ ہماری دشمنی خاندانی ہے یہ آپس کی بات ہے۔ ہم بعد میں بھی ایک دوسرے سے شکایتیں کر سکتے ہیں۔ لڑ سکتے ہیں لیکن ابھی ہمارے مقابلے میں فرہاد علی تیمور اور سونیا جیسی مکار عورت ہے۔ ان سے نمٹنے کے لیے ہمیں متحد رہنا چاہیے۔''

ارنا کوف نے کہا ''اب تک ہم متحد رہے تھے۔ تم بھی اپنے طور پر عمل کر رہے تھے۔ میں بھی کر رہی تھی۔ تاکہ کسی طرح فرہاد کے پوتے کو حاصل کر لیا جائے۔ تم حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ میں کامیاب ہو گئی۔ اب بازی میرے ہاتھ میں ہے۔ میں اپنا فائدہ اور نقصان دیکھ کر اپنے طور پر یہ بازی کھیل رہی ہوں اور جس طرح کھیل رہی ہوں وہ تمہیں بتا چکی ہوں۔ تم راضی ہو تو مجھے ابھی اپنے دماغ میں آنے دو اور اگر نہیں تو جاؤ جو کر سکتے ہو کرو۔ میں تمہارے جوابی حملوں کا انتظار کرتی رہوں گی۔''

''میں تو بہت کچھ کرنے کی کوششیں کروں گا۔ ویسے میری آخری کوشش کو تم اچھی طرح سمجھتی ہو۔ تمہارا یہ بیمار بیٹا جس کے دماغ میں آ کر ہم باتیں کرتے ہیں۔ سب سے پہلے میں اسے ختم کروں گا۔ اس طرح تڑپاؤں گا کہ تم اسے بچا نہیں پاؤ گی۔''

ارنا نے بڑے اعتماد سے کہا ''یہ تمہارا آخری حملہ ہوگا۔ پہلے تو میں تمہارے دوسرے حملوں کا انتظار کرتی رہوں گی اور ان سے نمٹتی رہوں گی۔ جب میرے بیٹے کی باری آئے گی تو پھر دیکھا جائے گا۔''

''تو پھر پہلے ہی کیوں نہ تمہارے بیٹے کی باری آ جائے۔ میں عدنان تک پہنچنے کے لیے کیوں خوامخواہ پریشانیاں مول لوں؟ ابھی تمہارے بیٹے کی ایسی کی تیسی کروں گا۔ اسے ذہنی عذابوں میں مبتلا کروں گا تو تمہارے ہوش اڑیں گے پھر میں تم سے سودا کروں گا کہ اپنا بیٹا چاہتی ہو یا عدنان؟ بیٹا چاہتی ہو تو عدنان میرے حوالے کر دو۔ ورنہ بیٹا تو گیا سمجھو۔''

''ولاڈی میر! بہت بڑی کامیابی حاصل کرنے کے لیے کبھی کبھی بہت بڑا نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ میں تمہاری دشمنی کے باعث اپنا ایک سگا بیٹا ہار تو جاؤں گی لیکن اس کے بعد کیا ہوگا ذرا یہ سوچو؟ ایک تو یہ کہ اس کے ذریعے ہماری گفتگو ہو جاتی ہے میں اس کے بعد پھر کوئی آلہ کار نہیں بناؤں گی اور نہ ہی پھر کبھی تم مجھ سے رابطہ کر سکو گے اور نہ یہ معلوم کر سکو گے کہ عدنان کہاں ہے؟ اور جب تک میں عدنان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتی رہوں گی۔ اسے زندہ سلامت رکھوں گی۔ اس وقت تک تم پر مصیبتیں نازل ہوتی رہیں گی اور میں بھی تمہارا جینا حرام کر دوں گی۔ تمہیں اس طرح رفتہ رفتہ موت کی طرف لے جاؤں گی کہ پھر تمہیں بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔ تمہارا کوئی پراسرار علم ٹیلی پیتھی وغیرہ اور کوئی حربہ کام نہیں آئے گا۔ تم میرے ایک بیٹے کو مار کر بہت بڑا نقصان اٹھاؤ گے اور میری طرف سے نئی مصیبتوں کو دعوت دو گے۔''

''میں ابھی جا رہا ہوں۔ سوچتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ویسے یہ سمجھ لو کہ تمہارے اس بیٹے کو اب میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ لہٰذا اس کی سلامتی کے لیے جتنی جلدی ہو سکے مجھ سے سمجھوتا کر لو۔ میں ایک گھنٹے کے بعد پھر آؤں گا۔''

وہ چلا گیا۔ جس وقت ان دونوں میں یہ بحث و تکرار ہو رہی تھی۔ اس وقت سونیا اپنے پوتے کی بُو سونگھتی ہوئی اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ اس کی بیٹی تاشا اور آوازون سوم ٹیلی پیتھی کے ذریعے عدنان کی نگرانی کر رہے تھے اور اسے ایک خفیہ اڈے تک پہنچانا چاہتے تھے۔

ادھر ارنا کوف اپنے طور پر ولاڈی میر سے نمٹ رہی تھی۔ ادھر تاشا اور آوازون ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے عدنان کو پیرس سے لے گئے تھے۔ اس وقت سونیا نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا تھا کہ فوراً ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا جائے۔

آدھے گھنٹے کے اندر بابا صاحب کے ادارے سے ایک ہیلی کاپٹر یا طیارہ ایک ملک کی سرحد پار کر کے دوسرے ملک میں نہیں جا سکتا تھا۔ جب تک کہ اسے باقاعدہ طور پر اجازت نامہ حاصل نہ ہو جائے اور سونیا نے اتنی عجلت میں کوئی اجازت نامہ حاصل نہیں کیا تھا۔ تاشا اور آوازون نے بہت پہلے ہی اجازت نامے حاصل کر لیے تھے کہ وہ اپنا ہیلی کاپٹر کس کس ملک کی سرحد سے گزارتے ہوئے جائیں گے۔

وہاں پہنچ کر سونیا کے راستے میں رکاوٹیں آئیں لیکن ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے ان رکاوٹوں کو دور کرنے لگے۔ ایسے وقت سونیا نے بو سونگھتے ہوئے یہ اندازہ کیا کہ اب وہ ہیلی کاپٹر برلن کی طرف جا رہا ہے۔

ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ وہ اجازت نامہ دکھاتے ہوئے ہر رکاوٹ سے گزر رہے تھے اور سونیا سے ہزاروں میل دور ہوتے جا رہے تھے۔

فرینکفرٹ پہنچ کر بابا صاحب کے ہیلی کاپٹر کو واپس بھیج دیا گیا پھر خیال خوانی کرنے والوں نے فرینکفرٹ کے ائرپورٹ سے ایک طیارے کو اغوا کیا۔ سونیا اس میں بیٹھ کر برلن کی طرف جانے لگی۔ وہ ٹو سیٹر طیارہ تھا۔ [illegible] سونیا کے علاوہ صرف ایک پائلٹ تھا۔ وہ جہاز کو کنٹرول کر رہا تھا۔

ہمارے خیال خوانی کرنے والے نے کہا ''[illegible] نے آپ کی ہدایت کے مطابق برلن ائرپورٹ پر جا کر انکوائری کی تو وہاں سے معلوم ہوا ہے کہ فرینکفرٹ سے ایک ہیلی کاپٹر

وہاں کے ہیلی پیڈ کی طرف آ رہا ہے اور جب وہ وہاں پہنچے گا تو پھر ہم معلوم کریں گے کہ اس ہیلی کاپٹر میں کتنے افراد ہیں؟ اور اب وہ برلن سے کس سمت جانا چاہتے ہیں؟''

وہ اس ٹو سیٹر طیارے میں بیٹھ کر برلن کی طرف جا رہی تھی۔ پندرہ منٹ کے بعد ہمارے ایک خیال خوانی کرنے والے نے بتایا کہ وہ ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ گیا ہے۔ ائرپورٹ میں جن افراد کو آلہ کار بنایا گیا تھا۔ ان کے ذریعے اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی گئی۔ پتا چلا کہ پائلٹ اور اس کے ساتھ دو افراد مسلح اور یوگا کے ماہر ہیں۔ ان کے دماغوں کو تنویمی عمل یا پھر کالے جادو کے ذریعے لاک کر دیا گیا ہے۔

سونیا نے پوچھا ''کیا اپنے آلہ کاروں کے ذریعے عدنان کو اس ہیلی کاپٹر سے نکال کر نہیں لا سکتے؟''

''ہمارے آلہ کاروں کے ہیلی کاپٹر تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ پرواز کر چکے تھے۔ اب آپ بتائیں کہ اب وہ عدنان بابا کو اگلی گون سی منزل کی طرف لے جا رہے ہیں؟ ہم پھر وہاں کے ائرپورٹ میں پہنچ کر چند افراد کو اپنا آلہ کار بنائیں گے اور کوشش کریں گے کہ عدنان بابا کو ان سے چھین لیں۔''

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے والے کسی بھی فرد کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ نہ پائلٹ اور نہ ہی وہ دو مسلح افراد انہیں اپنے دماغ میں آنے دے رہے تھے۔

عدنان کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ان کے سامنے یہی ایک راستہ تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر جس ائرپورٹ پر پہنچتا وہاں کے عملے میں سے چند افراد کو آلہ کار بنایا جاتا اور وہ یہی کر رہے تھے۔

سونیا نے عدنان کی بو سونگھتے ہوئے کہا ''وہ ہیلی کاپٹر شمال مشرق کی طرف جا رہا ہے۔ یقیناً روس کی فضاؤں میں پرواز کر رہا ہے۔''

ہمارے ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا ''میڈم! میں نے ابھی کنٹرول ٹاور والوں کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ وہ ہیلی کاپٹر آگے ماسکو پہنچ کر رکے گا۔''

ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے ماسکو شہر کے اہم عہدے داروں کے دماغوں میں پہنچنے لگے۔ وہ ہیلی کاپٹر دو گھنٹے کے بعد ماسکو پہنچنے والا تھا۔ سونیا مطمئن تھی۔ اس کی بو یاد رہی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ ماسکو اگر ان کی آخری منزل ہے تو ذرا دیر سے ہی سہی وہ اپنے پوتے تک پہنچ جائے گی۔

ولاڈی میر اپنے طلسمی آلے کے ذریعے عدنان کا سراغ لگا رہا تھا۔ کالا عمل کرتا جا رہا تھا اور اس آلے کی سوئی بتا رہی تھی کہ عدنان کہیں ایک جگہ نہیں ہے۔ اِدھر سے اُدھر جا رہا ہے۔ ارنا کوف اسے کسی خفیہ اڈے میں پہنچانا چاہتی ہے لیکن ابھی ادھر سے ادھر بھٹکا رہی ہے۔ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے شاید کوئی لمبا راستہ اختیار کر رہی ہے اور اس جیسے تعاقب کرنے اور سراغ لگانے والوں کو ڈاج دینا چاہتی ہے۔

ارنا کوف نے بھی ایسے ہی ایک طلسمی آلے کے ذریعے عدنان کا سراغ لگایا تھا اور اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔ اب وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ ولاڈی میر ایسے ہی طلسمی آلے کے ذریعے عدنان کا پھر سراغ لگائے گا اور ٹھیک اس جگہ پہنچے گا جہاں وہ عدنان کو چھپانے والی ہے۔

اس نے ان حالات میں ولاڈی میر سے نمٹنے کے لیے پہلے سے ہی تیاری کی تھی۔ وہ بھی کالے جادو کے ذریعے اس کے طلسمی آلے کا توڑ کر رہی تھی۔ یہ سب کچھ کرنے کے لیے ہی اس نے عدنان کو تاشا اور آزون کے حوالے کیا تھا۔ وہ دونوں اسے اغوا کر کے ایک خفیہ اڈے کی طرف لے جا رہے تھے اور ادھر یہ ولاڈی میر کے کالے جادو کا توڑ کر رہی تھی۔

وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ سونیا اپنے پوتے کی بو سونگھتی ہوئی اس کا تعاقب کر رہی ہے۔ وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مدد سے عدنان کا سراغ لگانے کی کوشش کرے گی اور ناکام رہے گی۔ وہ عدنان کو اپنے خفیہ اڈے میں پہنچانے کے بعد اس کے چاروں طرف بلیک میجک کے ذریعے ایسا حصار باندھے گی کہ سونیا تو کیا ولاڈی میر بھی اپنے بلیک میجک کے ذریعے اس بچے تک نہیں پہنچ پائے گا۔

دو گھنٹے بعد عدنان کے ہیلی کاپٹر کو ماسکو کے کسی ہیلی پیڈ میں اترنا تھا لیکن وہ مسلسل پرواز کر رہا تھا۔ ماسکو ائرپورٹ کے اعلیٰ عہدے دار یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے کہ ایک ہیلی کاپٹر جو قانونی طور پر پرواز کر کے فرانس سے یہاں تک آیا تھا۔ اسے یہاں رکنا چاہیے تھا لیکن وہ غیر قانونی طور پر کوئی سگنل دیے بغیر آگے بڑھتا جا رہا تھا پتا نہیں اب کہاں گم ہو گیا تھا؟ اس کا پائلٹ کنٹرول ٹاور والوں سے رابطہ نہیں کر رہا تھا۔

ہمارے خیال خوانی کرنے والوں نے سونیا کو بتایا کہ اس ہیلی کاپٹر کا پائلٹ غیر قانونی طور پر اس اجازت نامے کی نفی کر رہا ہے۔ جس کے ذریعے وہ پیرس سے وہاں تک پرواز کرتا ہوا آیا تھا اور اب وہ کسی دوسری جگہ چلا گیا ہے۔

سونیا نے کہا ''یقیناً وہ خفیہ اڈا ماسکو سٹی کے آس پاس کہیں ہو گا۔ ماسکو میں اپنے اور زیادہ سے زیادہ آلہ کار بنا

اور انہیں دور تک دوڑاؤ اور دیکھو کہ وہ ہیلی کاپٹر کہاں جا کر اتر رہا ہے۔ ویسے میں تم لوگوں کو گائیڈ تو کرتی رہوں گی۔ وہ میرے پوتے کو مجھ سے نہیں چھپا سکیں گے۔''

انہوں نے اس ہیلی کاپٹر کو ماسکو سے تقریباً پچاس ملومیٹر کی دوری پر لے جا کر اتارا تھا۔ وہاں تاشا اور آزون کے آلہ کار پہلے سے گاڑی لے کر پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے عدنان کو ہیلی کاپٹر سے اتار کر گاڑی میں بٹھایا پھر وہاں سے چل پڑے اور ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا دوسری طرف جانے لگا۔

ولاڈی میر ایک طیارے میں سفر کرتا ہوا ماسکو پہنچنے ہی والا تھا۔ وہ اس طیارے میں تھا جو سونیا سے پہلے ماسکو پہنچ رہا تھا۔ وہ طیارے کی سب سے پچھلی قطار میں ایک سیٹ پر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا۔ اس بیگ میں وہ طلسمی آلہ تھا جس کی سوئی بتا رہی تھی کہ عدنان کو کس سمت لے جایا جا رہا ہے؟

وہ اس آلے کو دیکھتا جا رہا تھا اور دل ہی دل میں کالے علم کا منتر پڑھتا جا رہا تھا۔ ارنا کوف ماسکو میں رہتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس بچے کو ماسکو کے کسی علاقے میں چھپا کر رکھے گی اور اس کا یہ خیال درست ثابت ہو رہا تھا۔

جب عدنان کو ہیلی کاپٹر سے اتار کر ایک گاڑی میں پہنچایا جا رہا تھا۔ اس وقت طلسمی آلے کی سوئی ایک جگہ رک گئی تھی۔ ادھر یہ ماسکو پہنچ گیا تھا۔ طیارے سے اتر کر امیگریشن کاؤنٹر سے گزرنے کے بعد وہ ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آیا۔ وہاں اس کے آلہ کار موجود تھے۔ وہ ایک کار میں بیٹھ کر ان کے ساتھ اسی طرف جانے لگا جس طرف سوئی رک گئی تھی۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر جب اس جگہ پہنچا جہاں ہیلی کاپٹر کو اتار کر عدنان کو ایک گاڑی میں منتقل کیا گیا تھا۔

وہاں وہ میدانی علاقہ ویران تھا۔ نہ ہیلی کاپٹر تھا نہ عدنان تھا۔ وہ کالے منتروں کا جاپ کرتا ہوا سوئی کو دیکھنے لگا اور حیران ہونے لگا۔ اب وہ سوئی حرکت نہیں کر رہی تھی۔ یہ بتا نہیں پا رہی تھی کہ اس بچے کو کہاں لے جایا گیا ہے؟

تب وہ سمجھ گیا کہ ارنا کوف اس کے طلسمی آلے کا توڑ کر رہی ہے۔ اس نے اپنے تمام آلہ کاروں سے کہا ''تم سب چاروں طرف کئی کئی کلومیٹر تک جاؤ اور معلوم کرو کہ کیا کسی بچے کو کسی چھوٹے بڑے شہر میں یا کسی چھوٹی سی بستی میں لایا گیا ہے؟ میں تم لوگوں کے دماغوں میں رہوں گا اور تم لوگوں کے ذریعے دوسرے لوگوں کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرتا رہوں گا۔''

وہ سب اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر مختلف سمتوں میں چلے گئے۔ ولاڈی میر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر ماسکو والے بنگلے میں آیا۔ وہاں ایک کمرے کی کھڑکیوں اور دروازے کو بند کرنے کے بعد ایک جگہ فرش پر بیٹھ گیا۔ طلسمی آلے کو سامنے رکھ کر کالے منتروں کا جاپ کرنے لگا۔ ارنا کوف کے طلسمی توڑ کا توڑ کرنے لگا۔

سونیا کا طیارہ تین گھنٹے بعد ماسکو پہنچنے والا تھا۔ وہ بو سونگھ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ عدنان کو کسی ایک جگہ پہنچا دیا گیا ہے۔ اس کا طویل سفر ختم ہو چکا ہے۔ اب اسے کوئی کہیں نہیں لے جا رہا ہے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ جہاں اسے ابھی پہنچایا گیا ہے۔ وہی دشمنوں کا خفیہ اڈا ہے۔ وہ ماسکو پہنچنے کے بعد اپنے پوتے کی بو سونگھتی ہوئی اس کے پاس پہنچ سکتی تھی۔

ولاڈی میر مسلسل کالے عمل میں مصروف تھا۔ وہ آدھے گھنٹے تک مختلف منتروں کا جاپ کرتا رہا اور اس آلے کی سوئی کو دیکھتا رہا۔ وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہو رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ارنا کوف نے بہت ہی زبردست طریقے سے توڑ کیا تھا اور جو وہ کالا عمل کر چکی تھی۔ اب اس کا توڑ وہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کالا عمل ایسا تھا کہ ان میں سے جو پہلے سے اپنے مقصد کے لیے مخصوص منتر پڑھتا رہتا اور اپنی مطلوبہ شے کے چاروں طرف حصار باندھ دیتا پھر دوسرا منتر پڑھنے والا اس کا توڑ نہیں کر سکتا تھا۔

اور اس کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔ ارنا نے ان مخصوص منتروں کے ذریعے ولاڈی کے کالے عمل کو ناکارہ بنا دیا تھا۔ اب وہ طلسمی آلے کے ذریعے یا کسی دوسرے ذریعے سے اس بچے کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا۔

اس نے جھنجلا کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر اپنے سوتیلے بیمار بھائی کے دماغ میں پہنچا۔ اس سے بولا ''تیری ماں کہاں ہے؟ اسے بلا وہ چڑیل کی بچی مجھ سے دشمنی کر کے اپنی موت کو دعوت دے رہی ہے۔''

اولنوپ کوف نے پریشان ہو کر اپنی ماں کو آواز دی ''ماما! تم کہاں ہو؟ جلدی آؤ۔ یہ سوتیلا پھر میرے دماغ میں آیا ہوا ہے۔''

وہ ایک کمرے میں کھڑکی دروازے بند کیے بیٹھی ہوئی تھی اور کالے عمل میں مصروف تھی۔ بیٹے کی آواز دینے پر خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آئی پھر بولی ''کیا بات ہے ولاڈی میر.....! کیا تم میری شرط ماننے کو تیار ہو؟ کیا مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گے؟''

''یُوشٹ اَپ! تو خارش زدہ کتیا سے بھی بدتر ہے۔ میں تو تجھ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتا لیکن تو مجھے مجبور کر رہی ہے۔''

وہ مسکرا کر بولی ''اچھا سمجھ گئی تم عدنان تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے ہو۔ تمہارا وہ طلسمی آلہ ناکارہ ہو چکا ہے۔ یہی بات ہے ناں؟''

''پوچھتی کیا ہو؟ کیا تم میرے خلاف کالا عمل نہیں کر رہی ہو؟ کیا تم نے میرے طلسمی آلے کا توڑ نہیں کیا ہے؟''

''اگر نہ کرتی تو کیا تمہیں اس بچے تک پہنچنے کا موقع دیتی؟ کیا تم نے مجھے ایک نادان بچی سمجھ رکھا ہے؟''

''تم نادان نہیں ہو لیکن اس وقت نادانی کر رہی ہو یہ سمجھتی ہو کہ اس بچے کی زندگی سے موت میرے قریب آتی جائے گی؟ میں زوال پزیر رہوں گا؟ مجھے کبھی عروج حاصل نہیں ہوگا؟ اور میں ذلتیں اٹھا کر اس دنیا سے جاؤں گا؟''

''یہی ہوگا۔ میرے پراسرار علوم بتا رہے ہیں کہ تمہارا یہی انجام ہونا چاہیے۔''

''بکواس مت کرو۔ کیا تمہارے پراسرار علوم یہ نہیں بتاتے کہ ہمارے پورے خاندان پر نحوست طاری رہے گی؟ جب تک وہ بچہ زندہ رہے گا تب تک تم اور تمہارے بچوں پر بھی مصائب نازل ہوتے رہیں گے؟''

''میں یہ سب معلوم کر چکی ہوں۔ جو مصیبتیں آئیں گی ان مصیبتوں کو ہم حوصلے اور ذہانت سے ٹال سکیں گے لیکن ہمارے نصیب میں تمہاری طرح ذلتیں نہیں ہیں۔ ہم زندہ رہیں گے اور رفتہ رفتہ عروج حاصل کرتے رہیں گے۔''

''کیا یہ بات تمہارے لیے تشویش ناک نہیں ہے کہ وہ بچہ تمہارے لیے طرح طرح کے مسائل پیدا کرتا رہے گا؟''

''انسان کی زندگی مسائل کی آماجگاہ ہے۔ ایک مسئلہ ختم ہو نہیں پاتا کہ دوسرے وس مسئلے پیدا ہو جاتے ہیں۔ انسان حوصلے اور ذہانت سے ان مسائل کا حل تلاش کر لیتا ہے اور کامیاب بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے تو اپنی طبعی عمر تک اس دنیا میں زندگی گزار کر جاتا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم مجھ سے دشمنی جاری رکھو گی؟ تم اپنے پراسرار علوم کے ذریعے کبھی مجھے نقصان نہ پہنچا سکیں۔ آج پہلی بار اتنا بڑا نقصان پہنچا رہی ہو اور اس بچے کو مسلسل خوف بنا کر میرے دماغ پر مسلط کرنا چاہتی ہو۔''

''ہمارے تمہارے اور سب کے لیے موت لازمی ہے۔ ایک دن تو سب کو مرنا ہی ہے۔ بچے سے خوف زدہ کیوں ہو رہے ہو؟ مجھ سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ جب تھک جاؤ۔ ہار جاؤ تو سمجھ لینا میں خون آشام چڑیل ہوں۔ اس بچے کو اپنے شکنجے میں رکھ کر روز تمہارا خون پی رہی ہوں۔''

''میں پہلے ہی جانتا تھا کہ تم دشمنی سے باز نہیں آؤ گی۔ اس لیے میں تمہارے اس بیمار بیٹے کے خلاف کالا عمل کرتا رہا ہوں۔ جس طرح میں تمہارے کالے عمل کا توڑ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح تم بھی میرے اس کالے عمل کا توڑ نہیں کر سکو گی۔ اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکو گی۔ میں تمہیں ایک گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ اچھی طرح سوچ لو۔ اگر مجھے عدنان تک پہنچا دو گی تو میں تمہارے بیٹے کو زندہ چھوڑ دوں گا۔ ورنہ اس پہلی بازی میں تم اپنے بیٹے کی زندگی ہار جاؤ گی۔''

''میں جانتی ہوں۔ تم مجھے ایک گھنٹے کی مہلت کیوں دے رہے ہو؟ تم ماسکو پہنچ چکے ہو اور اس بچے کو یہاں تلاش کرتے پھر رہے ہو۔ تلاش کرو۔ بھٹکتے رہو۔ ایک گھنٹے کے بعد مایوس ہو کر پھر آؤ گے اور میرے بچے کو نقصان پہنچانا چاہو گے۔ میں دیکھوں گی کہ میں اپنے جگر کے ٹکڑے کو بچانے کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟''

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا کہ کس طرح اپنی سوتیلی ماں پر قابو پایا جائے اسے زیر کر کے اس بچے کو حاصل کر لیا جائے؟

اس نے اپنا انجیر دیکھا تھا۔ مقدر کی لکیروں کو سمجھتا تھا۔ اس کے گردش میں رہنے والے ستارے کہہ رہے تھے کہ وہ دو عورتوں کے درمیان سینڈوچ بن جائے گا اور مصیبتوں میں مبتلا رہے گا۔ کبھی یہ عورت پریشان کرے گی اور کبھی وہ عورت.....

اور اب یہی ہو رہا تھا۔ ایک طرف سونیا اسے بری طرح مات دے رہی تھی اور دوسری طرف اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف اس کی جانی دشمن بنی ہوئی تھی اور وہ ان کے خلاف کچھ کر نہیں پا رہا تھا۔

کچھ تو کرنا ہی تھا۔ وہ سوتیلی ماں کے زیر اثر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وقت ذہن میں یہی بات سمائی ہوئی تھی کہ اب اس کے بیمار بیٹے اونوپ کو ہلاک کر دینا چاہیے۔ اسے پریشانیوں میں مبتلا کرنا چاہیے۔ ایک ماں اپنے بیٹے سے محروم ہو کر نیم پاگل ہو جائے گی یا کچھ ایب نارمل ہو جائے گی تو اپنے کالے عمل سے غافل رہے گی تو پھر وہ اس کے کالے منتروں کا توڑ کر سکے گا۔

یہ بات عقل میں آ رہی تھی کہ بیٹا مر جائے گا۔ وہ اس کا ماتم کرے گی۔ اسے تابوت میں سلانے اور دفن کرانے تک کالے عمل کی طرف سے غافل رہے گی۔ ایسے ہی وقت وہ کچھ

فائدہ اٹھا سکے گا۔

یہ تو یقینی بات تھی کہ بیٹے کی موت سے ماں کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ وہ خواہ کتنا ہی برداشت کرے ماتم تو ضرور کرے گی۔ اس کی تدفین تک مصروف رہے گی۔ کسی اور طرف دھیان نہیں دے سکے گی۔

پھر ایک سوال پیدا ہوا۔ اگر وہ کالے عمل کی طرف دھیان نہیں دے سکے گی تو کیا اس کی بیٹی تاشا اور اس کا وہ جاپانی آوازون اس کی جگہ بیٹھ کر کالے عمل کو جاری رکھیں گے؟

وہ آوازون اگران کی طرح پراسرار علوم جانتا ہے تو پھر وہ ارنا کوف کے کالے عمل کو جاری رکھ سکے گا اور اگر نہیں جانتا ہے تو اس کی بیٹی تاشا تو ضرور جانتی ہے لیکن اتنا بڑا کالا عمل کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہوتا۔ وہ علوم جاننے کے باوجود اتنا سخت عمل نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ ابھی وہ چودہ برس کی تھی۔ بچپن سے ایک قدم آگے جوانی کی دہلیز پر کھڑی ہوئی تھی۔

تاشا اور آوازون کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ولاڈی میر اپنی سوتیلی بہن تاشا کے بارے میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور روپوش رہ کر کیسی زندگی گزار رہی ہے؟ وہ حقارت سے کہا کرتا تھا کہ اس کی سوتیلی ماں نے اپنی بیٹی کو آوازون کے پاس گروی رکھا ہوا ہے۔ پتا نہیں اس کم سن لڑکی کے ساتھ اس آوازون نے کس طرح کا رشتہ قائم رکھا ہے؟

اب وہ امانت کے طور پر آوازون کے پاس تھی اور آوازون نے ارنا کوف کو یقین دلایا تھا کہ وہ اس کے بیمار بیٹے کو جانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

بہرحال ولاڈی میر اس نتیجے پر پہنچ رہا تھا کہ اسے خطرہ مول لینا چاہیے کہ اس کے بیمار بیٹے کو بالکل موت کی دہلیز پر پہنچا دینا چاہیے ہو سکتا ہے کہ ارنا کوف اپنی ضد سے باز آ جائے اور عدنان کو اس کے حوالے کر دے اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گی تو پھر وہ اونوپ کوف کو مار ڈالے گا۔ اس کے بعد پھر ارنا کوف سے رابطے کا کوئی سلسلہ نہیں رہے گا۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ اس کے بیمار بیٹے کو مار ڈالے گا تو پھر وہ اس سے کبھی رابطہ نہیں کرے گی۔ کسی کو آلہ کار بنا کر اس سے بات نہیں کرے گی۔

بلا سے وہ آئندہ رابطہ نہ رکھے لیکن ابھی تو یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ وہ اس کے بیٹے کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دیتا اور اسے اس طرح عذاب میں مبتلا کرتا کہ وہ قریب المرگ ہو جاتا۔ ایسے وقت ممتا ارنا کوف کو توڑ پا سکتی تھی اور اسے اس کی ضد سے باز رکھ سکتی تھی۔

اونوپ کوف نے یکبارگی چیخ مار کر ماں کو آواز دی ''ماما جلدی آئیں.....''

وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی اس کے کمرے میں آئی تو وہ بیڈ سے نیچے گر کر فرش پر تڑپ رہا تھا۔ اس کا منہ اور لباس خون آلود تھے۔ پتا چلا کہ اس نے خون کی قے کی ہے۔

وہ بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ گئی۔ رونے لگی خیال خوانی کے ذریعے تاشا کو مخاطب کر کے کہنے لگی ''دشمن حملے کر رہا ہے۔ تمہارے بھائی کو عذاب میں مبتلا کر رہا ہے۔ اس نے خون کی قے کی ہے۔''

تاشا نے کہا ''مما! آپ اس ذلیل کمینے سے دشمنی مول نہ لیں۔ اس کی شرط پوری کر دیں۔ عدنان کو اس کے حوالے کر دیں۔ ہمیں اپنے بھائی کی زندگی چاہیے۔ وہ بیمار ہے تو کیا ہوا، اب کیا ہم اسے مرنے کے لیے چھوڑ دیں گے؟''

''میں اسے بچانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ آوازون سے کہو کہ میں نے ابھی جو کالا عمل ادھورا چھوڑا ہے، وہ اسے جاری رکھے اور منتروں کا جاپ کرتا رہے۔''

''مما! آپ بہت ضدی ہیں۔ اگر آپ ولاڈی میر کے کالے عمل کا توڑ نہ کر سکیں تو میرا بھائی مر جائے گا۔''

وہ سخت لہجے میں بولی ''مرنے دو۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میرا بیٹا مرتو جائے گا مگر اب سے ٹھیک پندرہ برس بعد پھر پیدا ہوگا پھر میرے پاس آئے گا اور میرے اس بیٹے کو تم جنم دو گی۔''

''مما! یہ کیسی بے تکی باتیں ہیں؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔ یہ میرا بڑا بھائی ہے۔ آپ اس کی موت اس لیے منظور کر رہی ہیں کہ یہ بڑا بھائی پندرہ برس بعد میری کوکھ سے جنم لے گا۔ یہ بھلا کوئی یقین کرنے والی بات ہے۔''

''تم یقین کرو یا نہ کرو۔ وہی ہونے والا ہے جو مقدر میں لکھا ہے۔''

پھر آوازون کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی ''تاشا! جاؤ عدنان کی نگرانی کے لیے کالے منتروں کا جاپ کرتی رہو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔''

تاشا چلی گئی۔ آوازون نے اونوپ کوف کے دماغ میں کہا ''ولاڈی میر! تم میری آواز سن رہے ہو؟ میں کبھی تم سے مخاطب نہیں ہوتا پہلی اور آخری بار مخاطب ہو کر کہہ رہا ہوں، میں ایک بات جانتا ہوں کہ کچھ کر جاؤ یا مر جاؤ۔ اگر کچھ کر نہیں سکتے تو مر جانا چاہیے۔ لہٰذا یہ بیمار نوجوان کچھ کر نہیں سکتا۔ اس لیے اسے مر جانا چاہیے۔''

ولاڈی میر نے پوچھا ''یہ میری سوتیلی ماں ابھی کیا

بکواس کررہی تھی کہ یہ مرنے کے پندرہ برس بعد پھر جنم لے گا؟ اور اسے اس کی چھوٹی بہن تاشا جنم دے گی؟ یہ سب کیا بکواس ہے؟''

''جو بھی بکواس ہے وہ پندرہ برس کے بعد سچ ثابت ہوگی لیکن افسوس اس وقت تک تم زندہ نہیں رہو گے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم اورارنا کوف اس بیمار کی زندگی نہیں چاہتے۔ اس کی موت منظور ہے؟''

''ہاں۔ جتنی جلدی ہو سکے اسے ہلاک کرو۔ اسے اس عذاب میں مبتلا نہ کرو۔''

''نہیں۔ میں اسے عذاب میں مبتلا کرتا رہوں گا اور ارنا کوف کی ممتا کو تڑپاتا رہوں گا۔''

''تمہاری یہ حسرت دل کی دل میں ہی رہ جائے گی۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ تم ایک ماں کے جذبات سے نہیں کھیل سکو گے۔ یہ دیکھو کہ میں کیا کرتا ہوں؟''

یہ کہتے ہی اس نے اولوپ کوف کے اندر زبردست زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ایک دم سے حلق پھاڑ کر چیختا ہوا تڑپنے لگا۔ ماہی بے آب کی طرح ادھر سے ادھر ہونے لگا۔ اس کی ماں اسے پکڑ رہی تھی۔ اس سے لپٹ رہی تھی اور کہہ رہی تھی ''آوازون یہ کیا کررہے ہو؟ ایسا نہ کرو۔ اسے اپنی زندگی جینے دو۔ ہوسکتا ہے کہ ولاڈی میرنا کام رہے اور اسے مار نہ سکے۔''

''نہیں..... یہ اپنی ضد سے باز نہیں آئے گا۔ یہ سوتیلا ہے یہ اپنے سوتیلے بھائی کو ضرور مارے گا لیکن بہت تڑپا تڑپا کر اور..... اور میں یہ نہیں چاہتا۔''

یہ کہتے ہی اس نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے نتیجے میں اولوپ کوف چیخنے کے قابل بھی نہ رہا۔ وہ پہلے ہی ادھ موا ہو چکا تھا۔ دوسرے زلزلے کے نتیجے میں وہ دوسری سانس نہ لے سکا اور اچانک ہی بے دم ہوگیا۔ اس کے دیدے پھیل گئے۔ گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ اس کے ساتھ ہی ولاڈی میر کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اب اس کے مردہ دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں جا سکتا تھا۔

وہ پھر ایک بہت بڑی بازی ہار چکا تھا۔ اسے اپنے سوتیلے بھائی کو عذاب میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس کے ذریعے سوتیلوں سے رابطہ رہتا تھا۔ اب اس کے بعد رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ ارنا کوف اور اس کی بیٹی کبھی اس سے کسی طرح کا کوئی تعلق رکھنے والی نہیں تھی۔ اس طرح اسے کبھی یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ دونوں کیا کرتی پھر رہی ہیں؟

اب وہ مکمل تاریکی میں تھا اور اس تاریکی میں یہ دیکھ نہیں سکتا تھا کہ عدنان کو کہاں چھپایا گیا ہے؟

☆☆☆

چنڈال اپنے بدترین حالات سے گزر رہا تھا۔ اس وقت اسپتال میں انتہائی نگہداشت والے کمرے میں ایک بیڈ پر پڑا ہوا تھا۔ اس وقت وہ سیٹھ ہریش چندر کی حیثیت سے تھا۔ اس کے چھوٹے بیٹے رمیش چندر نے ایک پستول کے گلدان سے اس کے سر پر اتنی زوردار ضرب لگائی تھی کہ سر پھٹ گیا تھا۔ خون اتنا بہہ چکا تھا کہ وہ ذہنی وجسمانی طور پر بہت زیادہ کمزور ہو چکا تھا۔

چنڈال نے آتما شکتی کے ذریعے ہریش چندر کا جسم حاصل کرنے کے بعد بڑی غلطیاں کی تھیں۔ ہوس پرستی کے باعث اپنی ہونے والی بہو پر نیت خراب کی تھی۔ جس کی وجہ سے گھریلو معاملات بگڑ گئے تھے۔ دونوں بیٹے اس سے باغی ہوگئے تھے اور چھوٹا بیٹا رمیش تو اسے جان سے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس نے اپنی حماقت سے اپنی پتنی کو یعنی اپنے دونوں جوان بیٹوں کی ماں کو بھی مار ڈالا تھا اور وہ دونوں اپنی ماں کے قاتل کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔

دونوں بیٹوں نے یہ طے کیا تھا کہ باپ کو مار ڈالنا مناسب نہیں ہوگا۔ خوامخواہ رشتے داروں میں اور کاروباری حلقوں میں باتیں بنائی جائیں گی اور پھر وہ مجرم کہلائیں گے۔ مہیش نے اپنے چھوٹے بھائی رمیش سے کہا ''ہم پتاجی کو بالکل ہی ناکارہ بنا کر رکھیں گے۔ وہ کاروبار سنبھالنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ ہم دونوں بھائی ان کے تمام کاروبار پر دولت و جائداد پر قبضہ جمالیں گے اور انہیں کوڑی کوڑی کا محتاج بنا کر رکھیں گے۔ انہیں اس طرح اپاہج بنادیں گے کہ وہ ہمارے خلاف کچھ بھی نہیں کرپائیں گے۔''

رمیش نے کہا ''میں نے سب معاملات طے کرلیے ہیں پاگل خانے کے ڈاکٹر سے بات کرلی ہے۔ وہ دوسرے ڈاکٹرز کو بھی میری سازش میں شریک کرے گا۔ میں انہیں بھاری رشوتیں دے رہا ہوں۔ وہ لوگ ہمارے پتاجی کو پاگل بنا کر رکھیں گے۔ کبھی اس پاگل خانے سے باہر آنے نہیں دیں گے۔''

''ہمارے چاچا پتاجی کی بڑی حمایت کرتے ہیں۔ ان سے محبت بھی کرتے ہیں۔ انہیں ہمارے ان معاملات کا علم نہیں ہونا چاہیے۔''

''چاچو کو خبر تک نہیں ہوگی کہ میں کیا کررہا ہوں؟ جس اسپتال میں پتاجی کو رکھا گیا ہے۔ اسی اسپتال کے ڈاکٹر یہ سختی سے تاکید کریں گے کہ پتاجی کو پاگل خانے میں زیر علاج رکھا جائے۔''

''کیا تم اس اسپتال کے ڈاکٹرز کو بھی خرید رہے ہو؟''

''نہیں۔ میرے ڈاکٹر دوست نے مجھے ایک دوا دی ہے۔ میں اس دوا کے صرف ایک یا دو قطرے پتاجی کے کھانے کی ایک دو چیزوں میں ٹپکا دوں گا۔ تو پھر وہ اپنا ذہنی توازن قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ الٹی سیدھی حرکتیں کرتے رہیں گے۔ جس کی وجہ سے اس اسپتال کے ڈاکٹرز مجبور ہو کر انہیں پاگل خانے میں داخل کرنے کا مشورہ دیں گے۔''

وہ چنڈال کے خلاف سازش کررہے تھے۔ ایسے وقت ٹونی جے اس کی حفاظت کرسکتا تھا۔ وہ اس کا معمول اور تابعدار تھا لیکن اب وہ بھی اس سے بدظن ہوگیا تھا۔ اس نے چنڈال کے کمزور دماغ میں رہ کر اس کے چور خیالات پڑھے تھے اور اسے اپنی پوری ہسٹری معلوم ہوگئی تھی کہ اس کا اصل نام ٹونی جے ہے۔ وہ امریکی ہے اور اسے جبراً تنویمی عمل کے ذریعے مہادیو بھانیا بنادیا گیا ہے۔

یہ حقیقت معلوم ہوتے ہی اسے چنڈال پر غصہ آرہا تھا کہ اس نے اس کا نام اور اس کی شخصیت تبدیل کردی۔ اس کی قومیت بھی بدل دی۔ حتیٰ کہ اس کا مذہب بھی بدل دیا۔ وہ عیسائی تھا اسے ہندو بنادیا۔

اس پر یہ کہ وہ اپنی بیوی ہیلنا کو دل وجان سے چاہتا تھا۔ چنڈال نے اس کی بیوی کو بھی ایک حادثے کے ذریعے مار ڈالا تھا۔

اب ٹونی جے نے قسم کھائی تھی کہ وہ بھی اسے تڑپا تڑپا کے مارے گا۔ اسے زندہ رکھے گا لیکن اس کی زندگی کو موت سے بدتر بنادے گا۔

چنڈال دو دنوں تک نیم بے ہوشی کی حالت میں رہا۔ جب کبھی ہوش آتا تھا تو ٹونی جے کو یاد کرتا تھا۔ سوچ کے ذریعے پکارتا تھا ''تم کہاں ہو؟ میرے پاس آؤ۔ مجھے دماغی توانائی دو۔ میرے لیے کچھ کرو۔ مجھے اس عذاب سے نکالو.....''

لیکن اسے ٹونی جے کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کہاں گم ہوگیا ہے؟ اور اس کے دماغ میں کیوں نہیں آرہا ہے؟

وہ اس کے اندر موجود رہتا تھا۔ اس کی بے بسی اور مجبوری کو دیکھتا رہتا تھا۔ ابھی اسے وہ مخاطب کرنا چاہتا تھا اور نہ ہی یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ اپنی حقیقت معلوم کرچکا ہے اور اس کی کمینگی اور ذلالت سے پوری طرح واقف ہو چکا ہے۔

تیسرے دن ڈاکٹر اس کا معائنہ کرنے کے لیے آیا تو اس نے اس ڈاکٹر کو گالی دے دی۔ نرس کو آنکھ ماری اور اسے اپنے پاس بلایا۔ اس سے کہنے لگا ''میری جان! میں بہت کمزور ہوگیا ہوں۔ اٹھ نہیں سکتا۔ تمہارے پاس نہیں آسکتا۔ تم میرے پاس آجاؤ۔''

ڈاکٹر اسے سمجھا رہا تھا۔ نرس سہم کر دور ہوگئی تھی۔ وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک وارڈ بوائے نے اسے پکڑ لیا تھا۔ وہ نرس کے بارے میں بے ہودہ باتیں کررہا تھا۔ ڈاکٹر نے ڈانٹ کر کہا ''خاموش ہوجاؤ۔ ورنہ تمہیں اس اسپتال سے نکال دیا جائے گا۔''

رمیش نے اسے اس روز دوا کی پہلی خوراک دی تھی۔ اس کے دودھ کے گلاس میں صرف دو قطرے ٹپکائے تھے۔ اس کے نتیجے میں اس کی کھوپڑی گھوم گئی تھی۔ اس کا ذہن اپنے قابو میں نہیں رہا تھا۔ رمیش نے کمرے میں آکر پوچھا ''کیا بات ہے ڈاکٹر.....؟''

ڈاکٹر نے کہا ''آپ کے فادر بہت ہی پرابلم پیدا کررہے ہیں۔ ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ خون بہت بہہ چکا ہے اور دماغ کمزور ہوچکا ہے۔ اب کمزوری ظاہر ہورہی ہے۔ یہ ذہنی مریض بن چکے ہیں۔ ہم کل تک انہیں آبزرویشن میں رکھیں گے۔ اگر ان کی یہی حالت رہی تو انہیں مینٹل اسپتال میں داخل کرنا ہوگا۔''

بڑا بیٹا مہیش بھی وہاں آگیا۔ ڈاکٹر غصہ دکھا کر نرس کے ساتھ چلا گیا۔ مہیش نے پوچھا ''کیا بات ہے؟''

چنڈال نے رمیش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''تم اس سے کیا پوچھتے ہو؟ یہ تو میرا دشمن ہے۔ اس نے میرے سر پر چوٹ لگائی تھی۔ میرا دماغ گھوم رہا ہے۔ مجھے یہاں سے گھر لے چلو۔''

مہیش نے کہا ''جب تک ڈاکٹر کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس وقت تک ہم آپ کو کہیں نہیں لے جاسکتے۔''

رمیش نے کہا ''ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اگر یہ اپنے دماغ کو قابو میں نہیں رکھیں گے تو انہیں مینٹل اسپتال بھیج دیا جائے گا۔''

چنڈال نے کہا ''نہیں۔ میں نہیں جاؤں گا۔ میں کسی پاگل خانے میں نہیں رہوں گا۔''

رمیش نے کہا ''تمہارے جیسے باپ کو تو زنگ میں جاکر رہنا چاہیے۔ یہ تو پھر بھی غنیمت ہے کہ تمہیں پاگل خانے میں رکھا جائے گا۔ ہم یہاں آکر کبھی کبھی تمہاری خیریت معلوم کرلیں گے۔''

وہ چیخنے چلانے لگا۔ انہیں چیلنج کرنے لگا کہ اس کی دماغی توانائی بحال ہوتے ہی وہ ان سب کو زنگ میں پہنچا دے گا۔

ایک ایک سے انتقام لے گا۔ کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

بڑے بیٹے مہیش نے کہا ''اسی لیے تو ہم تمہیں اس قابل ہی نہیں چھوڑیں گے کہ تم ہم سے انتقام لے سکو۔ تمہیں شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔ میری ہونے والی بیوی پرتم نے نیت خراب کی پھر تم نے ماتا جی کو مار ڈالا۔ تمہارے جیسے باپ کو تو تمام برادری کے سامنے جوتے مار مار کر مار ڈالنا چاہیے۔''

وہ دونوں غصہ دکھا کر چلے گئے۔ وہ بڑی دیر تک اندر ہی اندر غصے سے کھولتا رہا۔ کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ وہ کمزوری کے باعث بستر سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔ کچھ دیر وہیں پڑا رہا اور سوچتا رہا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ وہ کیوں قابو سے باہر ہو گیا؟ اس نے کیوں نرس کے بارے میں گندی گندی باتیں کیں اور ڈاکٹر کو گالیاں دیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟

ایسے وقت اس نے پھر ٹونی جے کو آواز دی ''کہاں ہو؟ کہاں مر گئے ہو؟ میرے پاس کیوں نہیں آتے؟ اس برے وقت میں کیا تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے؟''

وہ ہر طرح سے بے یار و مددگار ہو گیا تھا۔ نہ تو خود خیال خوانی کر سکتا تھا اور نہ ہی ذہن اس قابل رہا تھا کہ کوئی تدبیر سوچ سکتا۔ دوسری صبح وہ اٹھ کر بیٹھنے کے قابل ہو گیا تھا لیکن اسے جسم سے زیادہ ذہنی توانائی کی ضرورت تھی۔ وہ بھگوان سے پرارتھنا کر رہا تھا کہ کسی طرح ذہنی توانائی بحال ہو جائے اور وہ خیال خوانی کرنے کے قابل ہو جائے۔

پتا نہیں وہ کتنے عرصے کے لیے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے محروم ہو گیا تھا پھر یہ کہ ذہن اس قدر کمزور تھا کہ اسے منتر یاد نہیں رہے تھے کہ منتروں کے جاپ سے ہی اپنے اندر توانائی پیدا کرتا۔

اور ایسے ہی وقت اس کا معمول اور تابعدار ٹونی جے کہیں چلا گیا تھا یا اسے نظر انداز کر رہا تھا۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ کہاں گیا ہے؟ اور اس کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہا ہے اسے کیوں بے یار و مددگار چھوڑ رہا ہے؟

ان حالات میں یہ اندیشہ بھی تھا کہ کہیں میں اس کے دماغ میں نہ پہنچ جاؤں۔ کسی طرح یہ بھید نہ کھل جائے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا چنڈال ہے۔ اگر بھارتی اکابرین کو کسی طرح معلوم ہو جاتا کہ یوگا جاننے والے چھ آرمی افسران کا قاتل چنڈال جوگیا ایک سیٹھ ہریش چندر کے اندر چھپا ہوا ہے تو وہ اسے الٹا لٹکا کر اتنی پٹائی کرتے اور اتنا تشدد کرتے کہ وہ مر جانا چاہے گا، موت کی بھیک مانگے گا مگر اسے موت نہیں ملے گی۔

وہ دوسرے دن شام تک چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا لیکن پھر اس کا دماغ الٹ گیا۔ رمیش نے پھر اس کے کھانے میں دوا کے دو قطرے ٹپکائے تھے۔ وہ کھانا کھانے کے بعد اس نے پھر اس نرس کو دیکھ کر آنکھ ماری۔ اسے اپنے پاس بلایا۔ وہ سہم کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ دروازے پر جا کر بولی ''کیا پھر تمہارا دماغ خراب ہو رہا ہے؟''

اس نے کہا ''میری جان! میرے پاس آؤ۔ میری گود میں بیٹھو۔ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گا اور تم اپنے حسن کے دسترخوان سے مجھے کھلاتی رہو گی۔''

نرس نے وارڈ بوائے سے کہا ''تم اس پاگل کے بچے کو سنبھالو۔ میں ڈاکٹر کو رپورٹ دے رہی ہوں۔''

اس نے ڈاکٹر کے پاس جا کر کہا ''وہ مریض پھر پاگلوں جیسی حرکتیں کر رہا ہے۔ مجھے دیکھ کر بے ہودہ باتیں کر رہا ہے۔''

وہاں دو ڈاکٹر اور بیٹھے ہوئے تھے۔ ان تینوں نے فیصلہ کیا کہ جسم سے زیادہ خون بہہ جانے اور گہری چوٹ کی وجہ سے اس کا دماغ کمزور ہو گیا ہے اور وہ تقریباً اپنا ذہنی توازن کھو چکا ہے۔ لہٰذا اسے پاگل خانے ٹرانسفر کر دینا چاہیے۔

اب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا۔ اس لیے کمرے سے باہر آ کر اسپتال کی نرسوں لیڈی ڈاکٹرز اور دوسری عورتوں کو چھیڑنے لگا۔ وارڈ بوائز نے ڈاکٹروں کے حکم کے مطابق اسے پکڑ لیا اور رسیوں سے باندھ کر اس کے کمرے میں چھوڑ دیا پھر اس کے خلاف رپورٹ لکھی اور یہ فیصلہ بھی لکھ دیا کہ اسے فوراً ہی پاگل خانے کے ڈاکٹرز کے حوالے کر دیا جائے۔ وہاں اس کا علاج ہوتا رہے گا۔

وہ رسیوں سے بندھا اپنے بیڈ پر پڑا ہوا تھا۔ ایسے ہی وقت ٹونی جے نے ذرا ہانپتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ وہ اس کی آواز سنتے ہی بولا ''بھاٹیا! تم کہاں رہ گئے تھے؟ تم نے کیوں مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے۔ کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟''

وہ ہانپتے ہوئے بولا ''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بڑی مصیبت میں پڑ گیا تھا۔ پچھلے دو دنوں سے ایک حسینہ نے مجھے اپنا دیوانہ بنا رکھا ہے۔ زبردستی مجھے شراب پلا دیتی ہے۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟ وہ زبردستی کرتی ہے اور تم پی لیتے ہو؟ تم کیسی حماقتیں کر رہے ہو؟''

''حسین عورتوں کے سامنے سب ہی احمق بن جاتے ہیں تمہیں کیا ہوا تھا؟ تم بھی تو اپنی ہونے والی بہو کے اوپر نیت خراب کر رہے تھے۔ اس کا نتیجہ دیکھو کہ تم کہاں سے کہاں آ گئے ہو۔''

''کیا تم مجھے طعنے دے رہے ہو؟''

''میں طعنے نہیں دے رہا ہوں۔ تمہاری بات کا حوالہ دیتے ہوئے کہہ رہا ہوں۔ جس طرح تم بے وقوف بن گئے تھے۔ اسی طرح میں بھی بن جاتا ہوں۔ وہ اتنی حسین عورت ہے کہ جب تک میں ایک آدھ پیگ پی نہیں لیتا ہوں۔ اس وقت تک وہ مجھے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دیتی۔ میں اس کے لیے دیوانہ ہو جاتا ہوں۔''

''تمہیں دو دنوں کے دوران میں کیا اتنا وقت نہیں ملا کہ مجھ سے رابطہ کرتے؟''

''تم میری مجبوری کو سمجھو۔ میں ضرورت سے زیادہ پینے کے بعد اس قدر کمزور ہو جاتا تھا کہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہتا تھا۔ اس وقت بھی تم دیکھ رہے ہو کہ کس طرح کمزور ہوں۔ ہانپ رہا ہوں اور بڑی مشکل سے خیال خوانی کے ذریعے تم سے بات کر رہا ہوں۔''

''بھائیا! میری طرح حماقت نہ کرو۔ ذرا عقل سے کام لو۔ کسی طرح اس عورت سے پیچھا چھڑاؤ۔ اس وقت تمہاری ذہنی توانائی بہت ضروری ہے۔ ورنہ ہم دونوں بری طرح ڈوب جائیں گے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میں کیا کروں؟ اپنے قابو میں نہیں ہوں۔ دیکھو میرے سامنے وہ حسینہ پھر آ گئی ہے اور ایسی اداؤں دکھا رہی ہے کہ دل تڑپ رہا ہے۔ میں اس کی طرف جا رہا ہوں۔ اپنے آپ کو روک رہا ہوں مگر نہیں روک پا رہا ہوں۔''

''یہ کیا حماقت ہے؟ بھائیا! بھگوان کے لیے عقل سے کام لو۔ اس وقت مجھے تمہاری سخت ضرورت ہے۔''

''جب تم اپنی ہونے والی بہو کی طرف بہک رہے تھے۔ اگر میں تمہیں سمجھانا چاہتا تو کیا تم سمجھ جاتے؟ تم تو مجھے اپنا معمول اور تابعدار سمجھ کر چھوڑ دیتے اور ڈانٹ کر کہتے کہ میں وہاں سے چلا جاؤں اور واقعی تم نے مجھے وہاں سے بھیج دیا تھا اور دوسری طرف مصروف کر دیا تھا۔ تاکہ میں تمہیں ہوس پرستی سے روک نہ سکوں۔''

''کیوں پچھلی باتوں کو دہرا رہے ہو؟ جب تم سمجھ رہے ہو کہ یہ بات بری تھی۔ تو پھر تمہیں سنبھل جانا چاہیے۔ آئندہ ہم دونوں ہی سنبھل کر رہیں گے۔ اس بار تم کسی طرح مجھے بچا لو۔ پہلے خود کو بچاؤ۔''

اچانک وہ قہقہہ لگانے لگا پھر اس نے میری آواز میں کہا۔ ''چنڈال! کیا تم سمجھ نہیں رہے ہو؟ کہ یہ تمہارا امہادیو بھائیا جو اصل میں ٹونی جے ہے۔ یہ بے قابو ہو چکا ہے۔ اس کا دماغ اب اس کے قابو میں نہیں رہا ہے۔''

وہ پریشان ہو کر بولا ''تم..... کیا تم فرہاد ہو؟ تمہاری آواز بالکل ویسی ہی ہے۔''

''ہاں..... تم مجھے پہچان رہے ہو۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔''

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا ''نہیں..... نہیں..... ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم میرے دماغ تک نہیں آ سکتے۔''

''میں آ گیا ہوں۔ چنڈال جوگیا! پہلی بار میں نے بندیا کے ذریعے تمہارے بیٹے کو ٹریپ کیا تھا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانا چاہا۔ جب تم نے میرے تنویمی عمل کا توڑ کیا تو اس وقت تم بچ گئے پھر دوسری بار میں نے وہاں حملہ کیا۔ جہاں تم یوگا جاننے والے آرمی افسران کو ہلاک کروا رہے تھے۔ وہاں تم پوری طرح میری گرفت میں آ گئے تھے لیکن میں بھول گیا تھا کہ تم آتما شکتی جانتے ہو اور تم واقعی آتما شکتی کے ذریعے اپنا جسم چھوڑ کر اس سیٹھ ہریش چندر کے جسم میں آ گئے ہو۔ اب یہاں سے کہاں بھاگو گے؟''

وہ پریشان ہو کر سن رہا تھا۔ بہت بری طرح سہما ہوا تھا۔ رونے کے انداز میں پوچھ رہا تھا ''تم آخر کس طرح ہم تک پہنچ جاتے ہو؟''

''بہت آسان ہے۔ تم نے ٹونی جے سے کہا تھا کہ وہ شانتا بائی اور اس کی بیٹی کے دماغ میں جا کر مجھے تلاش کرے اور وہ مجھے تلاش کرنے آیا تھا۔ وہ بے چاری ماں بیٹی میرے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہیں لیکن میں نے الٹا تمہارے ٹونی جے کو ٹریپ کر لیا۔ اس پر تنویمی عمل کیا اور اب یہ میرا تابعدار ہے اب یہ میری مرضی کے مطابق ایک عورت کے قدموں میں لوٹ رہا ہے۔ اب تم اسے اپنی طرف نہیں بلا سکو گے اور نہ ہی میں اسے تمہارے پاس آنے دوں گا۔''

چنڈال کے ہوش اڑ چکے تھے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں اس کے دماغ کے اندر پہنچ چکا ہوں اور اب وہ مجھ سے بچ نہیں پائے گا۔ ٹونی نے پھر میری آواز اور لہجے میں کہا ''ہاں..... سوچو چنڈال! اچھی طرح سوچ لو کہ اب کس طرح مجھ سے بچ سکتے ہو؟ اب تو تمہارے اندر اتنی شکتی بھی نہیں رہی کہ تم آتما شکتی کے سلسلے میں منتر پڑھ کر اس جسم کو چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں چلے جاؤ۔''

وہ ہانپتے ہوئے بولا ''ہاں۔ درست کہتے ہو۔ میں بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ اپنا بچاؤ نہیں کر سکوں گا۔ نہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہ کالے جادو کے ذریعے۔ میں تمہارے آگے بے بس ہو چکا ہوں۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ اب تم مجھ پر بھی

تنویمی عمل کرو گے اور مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنا لو گے۔''

ٹونی نے کہا ''میں اتنا نادان نہیں ہوں۔ تمہاری بہت سی غیر معمولی صلاحیتوں کو سمجھتا ہوں۔ تم فولادی دماغ کے مالک ہو۔ تم پر تنویمی عمل زیادہ دیر تک اثر نہیں کرتا۔ تم ایک آدھ دن میں تنویمی عمل سے نجات حاصل کر لیتے ہو۔''

وہ شکست خوردہ الفاظ میں بولا ''ہاں۔ تم نے میرے چودہ خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کیا ہو گا۔''

''اور تمہارا دماغ اتنا فولادی ہے کہ تمہارے اندر زلزلہ پیدا کیا جائے تو اس کا اثر بھی خاطر خواہ نہیں ہوتا ہے۔ معمولی سا اثر ہوتا ہے۔ تم پھر سے سنبھل جاتے ہو۔ تم تو شیطان کی اولاد ہو۔''

''میں جیسا بھی ہوں۔ اب تو تمہارے قابو میں ہوں۔ تم مجھے اپنا غلام بنا لو لیکن مجھے جان سے نہ مارو۔ مجھے زندہ رہنے دو۔''

''بے شک۔ تم زندہ رہو گے لیکن یہ خوش فہمی اپنے اندر سے نکال دو کہ میں تمہیں دماغی توانائی حاصل کرنے دوں گا۔ کبھی نہیں۔ میں تمہارے دماغ کو اس قدر کمزور رکھوں گا کہ تم آتما شکتی والا منتر کبھی نہیں پڑھ سکو گے۔ اسے بھول جایا کرو گے۔ یاد نہیں رکھ سکو گے پھر تمہیں اتنی ذہنی توانائی حاصل نہیں ہو سکے گی کہ تم کبھی خیال خوانی کر سکو۔ میں دن رات تمہارے دماغ میں آتا جاتا رہوں گا اور تمہیں کمزور بناتا رہوں گا۔''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا ''فرہاد صاحب! آپ کو آپ کے خدا اور رسولؐ کا واسطہ میرے حال پر رحم فرمائیں۔ میں بہت برا ہوں۔ میں نے شیطانی حرکتیں کی ہیں لیکن آپ مجھے سنبھلنے کا موقع دیں گے تو میں ایک اچھا انسان بن کر دکھاؤں گا اور ہمیشہ آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔''

''کتے کی دم کبھی سیدھی نہیں ہوتی۔ تم ٹیڑھے ہو ہمیشہ ٹیڑھے ہی رہو گے اور میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ آئندہ جب بھی آؤں گا تو خاموش رہوں گا۔ کوئی بہت ضروری بات ہو گی۔ تب ہی مخاطب کروں گا۔ ورنہ ایک مریض کی طرح بستر پر پڑے ہوئے اور ایک قیدی کی طرح رسیوں سے بندھے ہوئے انتظار کرتے رہو کہ تمہارے ساتھ کیا کچھ ہونے والا ہے؟''

ٹونی جے خاموش ہو گیا۔ وہ پھر گڑگڑانے لگا۔ خوشامدیں کرنے لگا۔ مجھے مخاطب کرنے لگا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ میں اسے تلاش کرتا ہوا اس کے اندر پہنچ گیا ہوں اور اس کے معمول اور تابعدار ٹونی جے کو اپنا تابعدار بنا چکا ہوں۔ اس لیے اب ٹونی جے بھی اس کی کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔ وہ بار بار مجھے آوازیں دیتا رہا پھر تھک کر خاموش ہو گیا۔ دیدے پھاڑے چھت کو تکنے لگا۔ بے بسی سے سوچنے لگا کہ اب وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ دشمن اسے جان سے نہیں مارے گا۔ اسے زندہ رکھے گا۔ ذلیل و خوار کرتا رہے گا۔ اذیتیں دیتا رہے گا۔ تڑپا تڑپا کر زندہ رہنے پر مجبور کرتا رہے گا۔

اس کے بچاؤ کا آخری راستہ یہی رہ جاتا تھا کہ جب جان پر بن آتی تھی، فرار کا کوئی راستہ نہیں رہتا تھا تو وہ خود ہی اپنے آپ کو مار ڈالتا تھا۔ ہلاک کر لیتا تھا اور اپنی آتما شکتی کے ذریعے کسی دوسرے جسم میں پہنچ کر ایک نئی زندگی حاصل کر لیتا تھا۔ اب وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔ دماغی کمزوری کے باعث اسے منتر اچھی طرح سے یاد نہیں تھے پھر فرہاد اسے منتروں کو یاد کرنے اور جاپ کرنے کا موقع بالکل نہیں دے گا۔

اس نے شام کو اسپتال کا کھانا کھانے سے انکار کیا۔ کہنے لگا ''اس کے کھانے میں کوئی ایسی دوا ملائی جاتی ہے کہ جس سے میرا دماغ الٹ جاتا ہے۔ اس لیے میں گھر کا کھانا کھاؤں گا۔''

اس نے رمیش اور رمیش کے چاچا سے کہا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کھانا بنا کر لائے۔ اسے اپنے بیٹوں پر بھی بھروسا نہیں ہے۔ وہ کسی کا لایا ہوا کھانا نہیں کھائے گا۔

اس کا بھائی اپنے ہاتھوں سے کھانا بنا کر لایا پھر بولا ''میں اپنے سامنے بٹھا کر تمہیں کھلاتا ہوں۔''

چنڈال نے پوچھا ''کیا تم اس بات سے مطمئن ہو کہ کسی نے اس کھانے میں کچھ نہیں ملایا ہے؟''

''بھیا! میں نے بہت احتیاط اور توجہ سے یہ کھانا تیار کیا ہے اور کھانے کی تیاری کے دوران کسی کو اپنے قریب آنے کا موقع نہیں دیا ہے۔ اسے حفاظت سے یہاں تک لے آیا ہوں۔ تم آرام سے بیٹھو۔ میں پلیٹیں دھو کر ابھی لاتا ہوں۔''

وہ پلیٹیں اٹھا کر واش روم میں چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی ٹونی جے نے چنڈال کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے سرہانے والی میز کی دراز کھولی۔ اس دراز میں کئی دواؤں کے درمیان ایک چھوٹی شیشی رکھی ہوئی تھی۔ رمیش نے اسے وہاں چھپا کر رکھا تھا۔ وہ یا رمیش وہاں کھانے کے دوران میں آتے تھے اور ایک قطرہ اس کے کھانے یا پینے کی چیز میں ٹپکا دیتے تھے۔

اس بار چاچا رازداری سے آیا تھا۔ رمیش اور رمیش کو اس بات کا علم نہیں تھا۔

لیکن ٹونی جے نے اس پر اور اس کے دونوں بیٹوں پر نظر رکھی تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ رمیش اور رمیش بے خبر ہیں لیکن وہ بے خبر نہیں تھا۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسی کے

ہاتھ سے وہ شیشی کھولی اور دو قطرے کھانے میں ٹپکا دیے پھر اس شیشی کو بند کر کے اس کی جگہ رکھا۔ دراز کو بند کیا اور پھر سیدھی طرح کھانے کے سامنے بیٹھ گیا۔

ٹونی جے نے اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ ڈھیل دے دی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا ''یہ میں اتنی دیر تک کہاں گم ہو گیا تھا؟ کیا سوچ رہا تھا؟ کس خیال میں گم ہو گیا تھا؟'' پھر اس نے واش روم کی طرف دیکھ کر کہا ''اتنی دیر کیوں لگا رہے ہو؟ پلیٹیں دھونے میں کیا اتنی دیر لگتی ہے؟''

اس کا بھائی پلیٹیں دھو کر لاتے ہوئے بولا ''برتنوں کو اچھی طرح سے دھو رہا تھا۔ دیکھیں کس طرح صاف ہو گئے ہیں۔ میں آپ کو صاف ستھرا کھانا صاف ستھرے برتن میں کھلاؤں گا۔''

جب اس نے وہ صاف ستھرا کھانا کھالیا۔ پیٹ بھر گیا تو تھوڑی دیر بعد اس کا دماغ الٹ گیا۔ اس نے بھائی کو ایک تھپڑ رسید کر کے گالیاں دیں پھر کہا ''سور کے بچے! مجھے اسپتال میں کیوں رکھا ہے یہاں سے کیوں نہیں لے جاتا؟ میرے بیٹے میرے دشمن ہو گئے ہیں۔ وہ دونوں مجھے مار ڈالیں گے۔''

اس کے بھائی نے جھنجلا کر کہا ''ان سے پہلے تم مار رہے ہو۔ خوامخواہ غصہ دکھا رہے ہو۔ میں اتنی محنت سے کھانا بنا کر لایا ہوں پھر بھی تم پاگلوں جیسی حرکتیں کر رہے ہو۔ میرے کھانے میں تو کچھ نہیں تھا۔ کسی نے کچھ نہیں ملایا تھا پھر تم پاگل کیوں ہو رہے ہو؟''

وہ اسے مارنے کے لیے دوڑا تو وہ اپنی جان بچا کر بھاگتا ہوا ڈاکٹر کے پاس پہنچا پھر کہا ''میرے بھیا کو کنٹرول کرو وہ پاگل ہو رہے ہیں۔ یہاں کسی کو زخمی کریں گے مار ڈالیں گے۔''

ڈاکٹر نے کئی اور وارڈ بوائز کو بلایا۔ وہ سب بھاگتے ہوئے آئے۔ اس وقت چنڈال کوریڈور میں ایک پہنچ گیا تھا اور وہاں بیٹھی ہوئی ایک بوڑھی عورت کا گلا دبوچ رہا تھا۔ سب نے اسے پکڑ کر اس بوڑھی عورت کو اس سے نجات دلائی پھر اسے رسیوں سے باندھ دیا گیا۔

ایک ڈاکٹر نے کہا ''یہ خطرناک پاگل بنتا جا رہا ہے۔ اسے اب یہاں اسپتال میں نہیں رکھا جا سکتا۔ فوراً اسے پاگل خانے بھیجا جائے۔''

پاگل خانے والوں سے رابطہ کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ یہاں سے ایک پاگل کو بھیجا جا رہا ہے۔ اسے فوراً داخل کیا جائے۔ زنجیروں سے باندھ کر رکھا جائے یا الگ آہنی سلاخوں والی کوٹھڑی میں بند رکھا جائے۔ کسی کے ساتھ رکھا جائے گا تو وہ اسے نقصان پہنچائے گا۔

تھوڑی دیر بعد اس دوا کا اثر زائل ہو گیا۔ وہ پھر نارمل ہو کر سوچنے لگا کہ وہ پاگلوں جیسی حرکتیں کیوں کر رہا تھا؟

اس کا بھائی گھر سے اپنے ہاتھوں سے کھانا بنا کر لایا تھا۔ کسی نے کچھ نہیں ملایا تھا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ فرہاد اس کے اندر رہ کر اس کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں لیتا ہے اور اسے پاگلوں جیسی حرکتیں کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

وہ پھر سوچ کے ذریعے گڑگڑانے لگا۔ مجھے مخاطب کرنے لگا لیکن میں تو اس کے بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ کہاں اور کس حال میں تھا؟

ٹونی جے کو بھی خوب سوجھی تھی۔ وہ فرہاد علی تیمور بن کر اسے ٹینشن میں مبتلا کر رہا تھا۔ آئندہ وہ یہی سمجھتے رہنے والا تھا کہ میں ہی اس سے دشمنی کر رہا ہوں اور اسے نئے نئے عذاب میں مبتلا کرتا جا رہا ہوں۔ اس وقت وہ سوچ کے ذریعے مجھے مخاطب کر رہا تھا اور ٹونی جے اس کے اندر رہ کر خاموشی سے سن رہا تھا لیکن کوئی جواب نہیں دے رہا تھا۔

اس کے ہاتھ اور پاؤں رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ اسے اٹھا کر ایک اسٹریچر پر ڈال دیا گیا پھر وارڈ بوائز اسے اسپتال کے باہر لے جانے لگے۔ اسے بتایا گیا کہ اب اسے پاگل خانے میں داخل کیا جائے گا۔ وہ تڑپنے لگا مچلنے لگا لیکن اسٹریچر سے بندھا ہوا تھا۔ دو وارڈ بوائے اس کے ساتھ چلتے ہوئے اس کی پٹائی کر رہے تھے۔ اسے خاموش رہنے کو کہہ رہے تھے۔

اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا ''میں پاگل نہیں ہوں یقین کرو۔ میں پاگل نہیں ہوں۔ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے پاگل بنایا جا رہا ہے۔ میں اب سچ سچ بتا دوں گا کہ میں کون ہوں؟ اور میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

اب وہ اپنے بچاؤ کے لیے اپنے بارے میں سچ بولنا چاہتا تھا لیکن کوئی یقین کرنے والا نہیں تھا۔ سب اسے پاگل سمجھ رہے تھے اور اس کی باتیں بھی پاگلوں جیسی تھیں۔ وہاں کوئی یقین کرنے والا نہیں تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ کو الٹا رہا ہے۔

اسے ایمبولینس کے پچھلے حصے میں لا کر ڈال دیا گیا۔ مچل رہا تھا۔ تڑپ رہا تھا۔ ایمبولینس کے اسٹریچر پر سے نیچے پڑا تھا۔ وارڈ بوائے نے اسے اٹھا کر اوپر کیا۔ ڈاکٹر نے کہا ''یہ اس طرح قابو میں نہیں آئے گا۔ اسے بے ہوشی کا انجکشن لگا دو۔''

وارڈ بوائز نے اسے جکڑ لیا۔ ایک جونیئر ڈاکٹر نے آ کر اسے انجکشن لگایا۔ اس کے چند لمحے بعد ہی وہ اپنے آپ سے غافل ہو گیا پھر اسے پتا نہیں چلا کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور کالے جادو کے ذریعے حکمرانی کرنے والا مٹی میں رینگنے والے کیڑے کی طرح حقیر ہو گیا تھا۔ مٹی کے کیڑے کی طرح راہ چلنے والے کے قدموں تلے آ رہا تھا۔ بری طرح روندا جا رہا تھا۔ نہ جی رہا تھا۔ نہ مر رہا تھا اور نہ ہی اس کے سامنے نجات پانے کا کوئی راستہ رہ گیا تھا۔

اسے جب ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک آہنی سلاخوں والی کوٹھڑی میں دیکھا۔ وہاں نیم تاریکی تھی۔ وہ ننگے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے سر گھما کر ان آہنی سلاخوں کو دیکھا پھر سوچا کہ اسے یہ کہاں پہنچا دیا گیا ہے؟

اس وقت اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ ابھی تک دماغ پر بے ہوشی کی دوا کا اثر تھا۔ وہ کچھ سمجھ رہا تھا اور کچھ نہیں سمجھ رہا تھا۔ اٹھ کر بیٹھنا چاہا لیکن کمزوری بہت تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر اپنے آپ سے غافل ہو گیا۔ بے ہوشی کی دوا ابھی اثر کر رہی تھی۔ اسے گہری نیند سلا رہی تھی۔

اس لیے وہ کبھی جاگتا اور کبھی سوتا رہا۔ کبھی آنکھ کھلی تو باگی خانے کے سنتری دکھائی دیے۔ وہ اسے اٹھا کر بٹھا رہے تھے اور زبردستی کچھ کھلا رہے تھے۔ وہ کھاتا پیتا رہا۔ اپنی بھوک پیاس مٹاتا رہا۔ پیٹ بھرنے کے بعد اس پر پھر غنودگی طاری ہو گئی۔ وہ سو گیا۔

اس نیم تاریک کوٹھڑی میں دو دن دو رات گزارنے کے بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے کچھ توانائی محسوس کی۔ خود ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ فرش پر گھسیٹتا ہوا دیوار سے ٹیک لگا کر سامنے آہنی سلاخوں کو دیکھنے لگا۔ ان سلاخوں کے باہر آزادی تھی۔ بلند پروازی تھی اور حکمرانی تھی اور یہ سب کچھ اس کے لیے خواب ہو چکا تھا۔

وہ سوچنے لگا ''کیا ابھی فرہاد علی تیمور میرے اندر موجود ہوگا؟''

وہ سوچتے سوچتے آتما شکتی کے منتر پڑھنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ جب بھی موقع ملے وہ آتما شکتی کا منتر پڑھتا رہے۔ اس طرح وہ اپنا موجودہ مقید جسم چھوڑ کر اپنی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچا سکتا تھا۔

لیکن وہ چند سیکنڈ بھی پڑھ نہ سکا۔ ہانپنے لگا۔ کمزوری محسوس کرنے لگا۔ ایسا لگتا تھا کہ دماغ تھک گیا ہے۔ نہ کچھ سوچنا چاہتا ہے نہ منتروں کو یاد کرنا چاہتا ہے۔ وہ منتر بھی اس طرح یاد آ رہے تھے کہ وہ پڑھتے پڑھتے اٹکنے لگتا تھا۔ جیسے ہی بھولتا تھا پھر یاد کر کے پڑھتا تھا۔

آخر اس کا دماغ تھک گیا۔ وہ نڈھال سا ہو کر سوچنے لگا کہ یہ میرے ساتھ کب تک ایسا ہوتا رہے گا؟ کیا یہ کمزوری میرا مقدر بن گئی ہے؟ کیا میں اتنی بھی تو توانائی حاصل نہیں کر سکتا کہ چند گھنٹوں تک آتما شکتی کے منتر پڑھتا رہوں؟

مجھے کم از کم ایک گھنٹے کا ہی موقع مل جائے۔ اتنی توانائی حاصل ہو جائے کہ میں منتروں کو مکمل طور پر چالیس بار پڑھ لوں تو پھر مجھے کوئی یہاں سے آزادی حاصل کرنے سے نہیں روک سکے گا۔ میری آتما فوراً ہی یہاں سے پرواز کرے گی اور سب دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں گے۔

وہ سوچ رہا تھا اور حوصلہ کر رہا تھا۔ ان آہنی سلاخوں کے باہر ایک کوریڈور تھا۔ اس کوریڈور کے سرے پر بھاری بھرکم قدموں کی چاپ سنائی دی پھر دو مسلح سنتری رمیش کے ساتھ وہاں پہنچے۔ رمیش نے آہنی سلاخوں کے پاس آ کر کہا۔ ''اے..... جاگ رہا ہے یا سو رہا ہے؟ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ آنکھیں کھلی رکھ کر سونے لگا ہے۔''

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ کمزوری کے باعث اٹھ کر کھڑا نہ ہو سکا۔ اس نے آگے کی طرف جھک کر دونوں ہاتھ فرش پر ٹیک لیے پھر رمیش کی طرف دیکھتے ہوئے بولا ''بیٹے! تم اپنے باپ سے کیسے بات کر رہے ہو؟ مجھ سے کیوں دشمنی کر رہے ہو؟''

''میں تمہارے جیسے باپ پر تھوکتا ہوں۔ تم میری ماں کے قاتل ہو۔ میں تمہیں قانونی طور پر سزا دلانا چاہتا تو تم اپنی دولت کے بل پر مقدمہ جیت لیتے اور سزا سے بچ جاتے لیکن اب جو سزا میں دے رہا ہوں۔ اس سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔''

وہ عاجزی سے بولا ''بیٹے! تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ تمہیں تو یہی دکھائی دیا کہ میں نے تمہاری ماں کو ہلاک کیا ہے لیکن میں تمہاری قسم کھاتا ہوں۔ ساری اولاد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ میرے دماغ پر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے قبضہ جما لیا ہے۔ وہ اپنی من مانی کرتا ہے اور ایسی ایسی گندی حرکتیں کرواتا ہے کہ میں اپنی اولاد اور رشتے داروں کے سامنے شرمندہ ہو جاتا ہوں۔''

''تم بہت اچھی بکواس کر رہے ہو۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر آتا ہے، اس بات پر کون یقین کرے گا؟ معلوم ہوتا ہے، تمہارا دماغ پھر الٹ رہا ہے۔ ان دواؤں کا اثر

ابھی تک ہے، جنہیں میں چپ چاپ تمہارے کھانے میں ملاتا رہتا ہوں۔''

''بیٹے! تم پھر غلط سمجھ رہے ہو۔ مجھ پر تمہاری دواؤں کا اثر نہیں ہوتا ہے۔ تم یقین کرو۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھ سے الٹی سیدھی حرکتیں کراتا ہے۔ مجھے سب کے سامنے پاگل بنا دیتا ہے اور میں بے قابو ہو کر ویسی ہی حرکتیں کرنے لگتا ہوں، جیسی وہ چاہتا ہے۔''

رمیش نے ہنستے ہوئے کہا ''تمہاری یہ بکواس اچھی ہے۔ اسی طرح بکواس کرتے رہو گے۔ تو ڈاکٹرز کو یہ یقین ہوتا رہے گا کہ تم واقعی پاگل ہو چکے ہو اور اب تمہارا کوئی علاج نہیں ہے۔ تم ساری زندگی ان سلاخوں کے پیچھے رہ کر ہی مرد گے۔''

ایک ڈاکٹر نے آ کر رمیش سے پوچھا ''یہ کیا کہہ رہا ہے؟''

''ایک پاگل اور کیا کہے گا۔ الٹی سیدھی بکواس کرے گا۔'' ڈاکٹر نے چنڈال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''کیوں سیٹھ ہریش چندر! کس حال میں ہو؟ کیا خود کو پہچان رہے ہو؟''

وہ فرش پر رینگتے ہوئے سلاخوں کے قریب آ کر بولا ''ہاں۔ میں خود پہچانتا ہوں۔ میری بات کا یقین کرو۔ میں پاگل نہیں ہوں۔ میں سیٹھ ہریش چندر ہوں۔ رمیش اور مہیش کا باپ ہوں۔ میرا میڈیکل چیک اپ کر دو گے تو پتا چلے گا کہ میں پاگل نہیں ہوں۔''

''تو پھر اب تک پاگلوں جیسی حرکتیں کیوں کرتے رہے تھے؟''

''وہ میں نہیں کر رہا تھا۔ میرے اندر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا گھس آتا ہے۔ وہ مجھ سے الٹی سیدھی حرکتیں کراتا ہے۔ تو تم لوگ مجھے پاگل سمجھنے لگتے ہو۔''

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا ''اچھا تو اب تمہارے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آنے لگا ہے؟ پھر تو تم اس کوٹھڑی میں اکیلے نہیں رہو گے۔ اس سے باتیں کرتے رہو گے۔ تمہارا وقت بہت اچھا گزرے گا۔''

وہ بے بسی سے گڑگڑانے لگا ''تم لوگ میری بات کا یقین کیوں نہیں کرتے ہو؟''

رمیش نے کہا ''ڈاکٹر! یہ پھر الٹی سیدھی باتیں کر رہا ہے۔ کیا اسے انجکشن لگایا جائے گا؟''

''ابھی نہیں یہ دماغی اور جسمانی طور پر بہت کمزور ہے۔ ذرا توانائی حاصل کر لے اور اٹھ کر چلنے پھرنے لگے تو میں اسے ایسی دوائیں کھلاؤں گا! ایسے انجکشن لگاؤں گا کہ یہ ساری زندگی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بکواس کرتا رہے گا۔ ابھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔''

ڈاکٹر اور رمیش وہاں سے جانے لگے۔ وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا ''پلیز ڈاکٹر! میری بات سن لو۔ بیٹے رمیش! اپنے باپ کی بات پر ایک بار بھروسا کرو۔ ایک بار میری بات توجہ سے سن لو۔ رمیش!..... ڈاکٹر!..... وہ چیختا چلاتا رہا۔ اور جانے والے چلے گئے۔ کوئی اس کی بات پر یقین کرنے والا نہیں تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ کو الٹا دیا جاتا ہے۔

ٹوٹی جسے اس کے اندر آہستہ آہستہ ہنسنے لگا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔ ''تم..... تم میرے اندر ہو۔ فرہاد! تم میری بے بسی کا تماشا دیکھ رہے ہو۔ میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ تم مجھے یہاں قیدی بنا کر کیا حاصل کر لو گے؟ میں پھر تمہیں تمہارے خدا اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ مجھ سے ہمدردی کرو۔ ایک بار مجھے سنبھلنے کا موقع دو۔ میں انسان بن کر دکھاؤں گا۔

اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اندر ہی اندر ہلکی ہلکی ہنسی سنائی دے رہی تھی۔ پھر وہ آواز ختم ہو گئی۔ دماغ کے اندر سناٹا چھا گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر پیٹنے لگا پھر کمزوری کے باعث فرش پر گر پڑا۔ چاروں شانے چت ہو گیا۔ وہ تھک گیا تھا۔ ہار گیا تھا۔ اس پر پھر غنودگی چھانے لگی۔ وہ تھوڑی دیر بعد گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆☆☆

اسرائیلی حکام اور آرمی کے اعلیٰ افسران الپا کی طویل غیر حاضری کے باعث پریشان تھے۔ آرمی کے چند اعلیٰ افسران الپا کے مخالف ہو گئے تھے۔ ان کے درمیان مخالفتیں اتنی شدید ہو گئی تھیں کہ الپا نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ان آرمی افسران کو سزائیں دی جائیں یا پھر وہ ملک چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے چلی جائے گی۔

اسرائیلی اکابرین نے آرمی والوں کا ساتھ دیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ وہ انہیں اور اپنا ملک چھوڑ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ پھر اس نے ہم سے دوستی کی تھی۔ ایک عرصے تک ہمارا اعتماد حاصل کرتی رہی تھی۔ حتیٰ کہ ہمارے دل جیت لیے تھے۔ میں نے اور سونیا نے اسے اپنی بیٹی بنا لیا تھا۔

وہ پارس کی مطلقہ بیوی تھی۔ ہم اسے اب بہو نہیں بیٹی کہتے تھے۔ جب وہ پارس سے اور ہم سب سے دشمنی کرتی رہی تھی۔ تب بھی اس کے برے وقتوں میں جناب تمہریزی اس

کے کام آتے رہے تھے اور اس کی حمایت کرتے رہے تھے۔ جناب تمہریزی کی یہ حمایت اور الپا کیلئے ہمدردی ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اب یہ بات ہم سمجھ گئے تھے کہ ایک دن الپا کو راہ راست پر آنا تھا اور اسے بیٹی بن کر ہماری خدمات کرنی تھی۔ اس لیے وہ الپا کی حمایت کیا کرتے تھے۔

دوسری بات یہ کہ جناب تمہریزی کی ہدایت کے مطابق الپا سے ہونے والی بیٹی کو اسرائیل سے لے آئے تھے اور اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا تھا۔ اس وقت وہ نوزائیدہ تھی۔ اب سات برس گزر چکے تھے۔ اور وہ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر تعلیم و تربیت پا رہی تھی۔ چونکہ وہ پارس کی بیٹی تھی۔ اس لیے جناب تمہریزی نے اس بیٹی کے حوالے سے الپا کی حمایت کی تھی۔ اور اس کے برے وقتوں میں کام آئے تھے۔

الپا اسرائیل چھوڑ کر پاکستان چلی آئی۔ اور ہماری سرپرستی میں رہ کر ایک سیدھی سادی زندگی گزارنے لگی۔ زیادہ تر گمنامی میں رہنے لگی۔ اب بھی وہ ہماری ضرورت کے وقت خیال خوانی کرتی تھی۔ ورنہ خاموشی سے زندگی گزار رہی تھی۔ ایسی تنہائی میں اسے اپنی بیٹی کی یاد ستاتی تھی۔ پارس نے تو اسے چھوڑ دیا تھا۔ اس کی طرف رجوع نہیں کرتا تھا۔ بیٹی بھی اس کے پاس نہیں تھی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے جناب تمہریزی سے رابطہ کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ ''ہاں بیٹی!..... بولو کیا بات ہے؟''

وہ بولی۔ ''حضور!..... آپ جانتے ہیں کہ میں بالکل تنہا رہ گئی ہوں۔ پارس نے اب تک مجھے معاف نہیں کیا ہے۔ بے شک..... طلاق کے بعد اسے میری طرف نہیں آنا چاہئے۔ لیکن محبت کے دو بول تو بولنا چاہئیں وہ مجھ سے دور رہتا ہے۔ پھر میں ایک ماں کی حیثیت سے اپنی بیٹی سے بھی محروم ہوں۔''

انہوں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''بے شک..... تم پارس سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد اپنی بیٹی سے بھی محروم ہو چکی ہو۔ اور جب سے وہ پیدا ہوئی ہے تب سے تم نے ایک بار بھی اس کی صورت نہیں دیکھی ہے۔''

''یہی تو میری بدنصیبی ہے۔ میں ماں ہوں۔ لیکن میں نے کبھی اپنی بیٹی کو بیٹی کہہ کر مخاطب نہیں کیا۔ کبھی اسے گود میں بھر کر پیار نہیں کیا۔ اب میرا دل تڑپ رہا ہے۔''

''ہم جانتے تھے کہ ایک دن تم راہ راست پر آؤ گی۔ ہم مسلمانوں کے خلاف جو نفرتیں تمہارے دل میں ہیں۔ وہ ایک دن دھل جائیں گی۔ تم دشمنی بھول جاؤ گی۔ اور ہمارے سامنے سر جھکا لو گی۔ اور اب یہی ہو رہا ہے۔''

''آپ روحانیت کے بلند مراتب حاصل کرنے والے بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ جان سکتے ہیں کہ میرا دل کتنا صاف ہو چکا ہے۔ اب میں کبھی دشمنی نہیں کروں گی۔ کبھی میرے دل میں مذہبی نفرت نہیں پیدا ہو گی۔ بس میری ایک مجبوری ہے کہ میں اپنا پیدائشی مذہب چھوڑنا نہیں چاہتی۔ اس لیے آج بھی یہودی ہوں اور مرتے دم تک یہودی ہی رہوں گی۔''

''اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم صرف تمہاری محبت اور حمایت چاہتے تھے۔ تمہارے دل سے نفرت دور کرنا چاہتے تھے۔ ہم نے اپنے حسن سلوک سے تمہارے برے وقتوں میں کام آ کر تمہارا دل جیت لیا۔ بس ہم اور کچھ نہیں چاہتے۔ یہ بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟''

''آج بھی آپ کی محبت اور حمایت چاہتی ہوں۔''

''فرہاد نے تمہیں اپنی بیٹی بنا لیا۔ صرف ہم ہی نہیں ادارے کے تمام مسلمان تمہیں چاہتے ہیں۔ تمہاری حمایت کرتے ہیں۔ اور اب یقین کرتے ہیں کہ تم کبھی ہم سے دشمنی نہیں کرو گی۔ اپنوں میں بھی جاؤ گی تو یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان رہ کر انصاف سے بولو گی۔ اور انصاف سے تو لو گی۔''

''آپ لوگوں کی اتنی محبتیں اور اس قدر اعتماد حاصل کرنے کے باوجود میں بابا صاحب کے ادارے میں قدم نہیں رکھ سکتی۔ میں آپ کے اصولوں کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ ادارے میں آنے کی ضد کبھی نہیں کروں گی۔ لیکن ادارے سے باہر آپ مجھے میری بیٹی سے ملنے کی اجازت تو دے سکتے ہیں؟''

''بے شک..... تم اپنے بہترین اعمال کی بدولت ہمارے دل جیت چکی ہو۔ ہمارا اعتماد حاصل کر چکی ہو۔ تم اپنی بیٹی سے ضرور ملو گی لیکن جب تمہاری بیٹی ادارے سے باہر تم سے ملنے جائے گی۔ تو بڑے مسئلے پیدا ہوں گے۔''

الپا نے پریشان ہو کر پوچھا ''کیسے مسائل پیدا ہوں گے؟ برائے مہربانی وضاحت فرمائیں.....؟''

''تمہارے ملک اسرائیل کے اعلیٰ حکام اور آرمی کے اعلیٰ افسران تمہیں واپس بلانا چاہتے ہیں مگر تم نہیں جا رہی ہو۔ اب وہ تمہاری کوئی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہیں گے اور تمہاری سب سے بڑی کمزوری تمہاری اپنی بیٹی ہو گی۔''

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ یہ درست تھا کہ اسرائیلی اکابرین اسے واپس بلا رہے تھے۔ اس سے رابطہ کرنا چاہتے تھے مگر وہ

ان سے کترا جاتی تھی۔ آخری بار اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ اسرائیل اسی شرط پر واپس آئے گی کہ وہ مسلمانوں اور یہودیوں کے جھگڑے میں نہیں پڑے گی اور مسلمانوں کے خلاف بھی خیال خوانی نہیں کرے گی۔

اسرائیلی اکابرین اس کی یہ بات مان گئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ وہ کسی بھی شرط پر واپس چلی آئے۔ تب اس نے کہا ''جب میں اسرائیل واپس آؤں گی تو ہمیشہ کی طرح فلسطین کا مسئلہ درپیش رہے گا۔ مسلمانوں کو ان کے حقوق دینے ہوں گے۔ میں ان کی حمایت کروں گی تو آپ لوگ مجھے اپنا دشمن سمجھتے رہیں گے۔''

اسرائیلی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ''تم یہاں ضرور آؤ لیکن ہمارے سیاسی معاملات میں مداخلت نہ کرو۔ فلسطین ہمارا سیاسی مسئلہ ہے۔''

الپا نے کہا ''فلسطین صرف سیاسی نہیں مذہبی مسئلہ بھی ہے۔ میں آپ کی سیاست کو اندر تک ڈوب کر دیکھ چکی ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے ہر ایک کی نیت معلوم کر لیتی ہوں اور یہ صاف طور پر کہہ دیتی ہوں کہ مسلمانوں کے لیے آپ لوگوں کی نیت بہت ہی بدتر ہے آپ کبھی انہیں ان کے حقوق نہیں دینا چاہتے اور میں اسرائیل آ کر ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ لہٰذا میں تم سب سے دور ہی رہتی ہوں۔''

الپا نے اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن جہاں بھی جائز حقوق کی بات ہوتی تھی۔ تو وہ مسلمانوں کی حمایت میں بولتی تھی۔

وہ جناب تمیرزی سے بولی ''میں نہ تو فلسطینی مسلمانوں کے خلاف بولنا چاہتی ہوں۔ نہ ان کے خلاف کوئی قدم اٹھانا چاہتی ہوں۔ اس لیے اسرائیل نہیں جانا چاہتی۔ آپ مجھے مشورہ دیں کہ ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

جناب تمیرزی نے کہا ''کرنے کو تو ہم بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی روحانی قوت دی ہے کہ اس کے ذریعے ہم دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر سکتے ہیں لیکن قدرتی حالات ایسے ہیں کہ ہمیشہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا رہے تو دنیا ایک جگہ ٹھہر جائے۔ ختم ہو جائے اور خیر ہی خیر رہے۔''

وہ ذرا توقف کے بعد بولے ''ایسا نہیں ہوتا۔ قدرت کے عجب تماشے ہیں۔ جب تک یہ دنیا قائم ہے۔ یہاں خیر اور شر کے درمیان جنگ جاری رہے گی۔ کچھ لوگ اس جنگ میں حصہ لیتے ہیں اور کچھ لوگ دور رہ کر تماشا دیکھتے ہیں اور اس کا فیصلہ قدرتی حالات پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم نے بھی فلسطین کا فیصلہ قدرتی حالات پر چھوڑ دیا ہے۔ وہاں کے مسلمانوں کے عزائم اور حوصلے جو رنگ لائیں گے۔ اسی کے مطابق ان کی جیت ہو گی یا پھر وہی ہو گا جو قدرت کو منظور ہو گا۔''

''اس کا مطلب تو یہ ہے جناب..... کہ مجھے اسرائیل نہیں جانا چاہیے۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے اس جھگڑے میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔ کسی کی حمایت میں نہیں بولنا چاہیے کہ وہ اپنے حقوق کے لیے خود ہی کسی طرح جنگ لڑتے ہیں اور کس طرح جنگ جیت لیتے ہیں۔''

جناب تمیرزی نے اسے یہی مشورہ دیا تھا اور وہ اسی کے مطابق دور رہ کر مسلمانوں کے خلاف اپنے اسرائیلی اکابرین کی حمایت میں بھی کوئی قدم نہیں اٹھاتی تھی۔ وہ صرف فلسطینی کو مسلمانوں کو ہی نہیں اسرائیلی یہودی اکابرین کو بھی نظر انداز کر چکی تھی۔

لیکن اب نیا مسئلہ پیدا ہو رہا تھا۔ وہ اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی تھی اور جناب تمیرزی کہہ رہے تھے کہ بیٹی اس ادارے سے باہر جائے گی تو بڑے مسئلے پیدا ہوں گے۔ یہودی اکابرین کی ہر ممکن کوشش ہو گی کہ اس کی بیٹی کو اپنے قبضے میں رکھا جائے اور اس طرح ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ماں کو کمزور بنایا جائے۔ اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کیا جائے۔

الپا نے کہا ''جناب.....! میں یہودی اکابرین سے خوف زدہ نہیں ہوں اور نہ ہی ان کے اس دباؤ میں آؤں گی کہ وہ کبھی میری بیٹی کو اغوا کر کے اسے میری کمزوری بنائیں گے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔''

''بیٹی.....! تم یہ بات اپنے طور سے سوچ رہی ہو۔ یہ سمجھو کہ ٹیلی پیتھی جانتی ہو پھر تمہارے پیچھے فرہاد علی اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود رہتے ہیں اور تم اسرائیلی اکابرین کو اپنے دباؤ میں لے آؤ گی پھر بھی اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔ دشمن کو کبھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آج جس قدر قوت حاصل کر چکی ہو۔ اسی طرح اسرائیلی اکابرین بھی ایسی ہی قوتیں رکھنے والوں سے سازباز کر رہے ہیں۔ میں زیادہ وضاحت نہیں کر سکوں گا کہ وہ دشمن کون ہے؟ اور اسرائیلی اکابرین کیا کرتے پھر رہے ہیں؟ صرف اشارتاً کہتا ہوں کہ دشمنوں کو کمزور نہ سمجھو۔''

''میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گی۔ انہیں خود سے کمزور نہیں سمجھوں گی لیکن ان سے مقابلہ ضرور کروں گی۔ ان سے خوف زدہ ہو کر اپنی بیٹی سے محروم نہیں رہوں گی۔''

جناب تمیرزی تھوڑی دیر خاموش رہے۔ کچھ سوچتے رہے پھر انہوں نے کہا ''ایک بچے کو اسی وقت تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ جب اس پر ماں اور باپ دونوں کا سایہ رہتا ہے۔ میں

پارس کو ہدایت کروں گا کہ وہ تم سے ناراض نہ رہے۔ تمہارے ساتھ اس وقت تک رہے۔ جب تک کہ بیٹی تمہارے پاس رہے۔ جب وہ ادارے میں واپس آ جائے گی تو پھر تم دونوں پہلے کی طرح علیحدہ ہو جاؤ گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

الپا نے خوش ہو کر کہا ''اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ پارس بھی میرے اور اپنی بیٹی کے ساتھ رہے گا۔ میں تو خود کو بہت طاقت ور سمجھنے لگوں گی اور پورے اعتماد اور حوصلے سے دشمنوں کا مقابلہ کروں گی۔''

انہوں نے مسکرا کر کہا ''جاؤ..... پارس کے پاس جا کر کہو کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں آ کر اپنی بیٹی کو یہاں سے لے جائے اور تمہارے پاس پاکستان پہنچا دے۔''

اس نے جناب تمیرزی کا شکریہ ادا کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے پارس کے پہنچ گئی۔ پارس اب سے چند گھنٹے پہلے چلی شہر میں تھا۔ اب ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا اور پیرس کی طرف آ رہا تھا۔ چلی میں دو جڑواں بہنیں رہتی تھیں۔ ایک کا نام مرجانا تھا اور دوسری کا نام دلربا۔

مرجانے پورس سے دل لگایا تھا اور پارس کو دل دلربا نے دے دیا تھا۔ دونوں عجیب و غریب قسم کی لڑکیاں تھیں۔ اگرچہ کبھی کبھی بڑی پرابلم بنتی تھیں مگر بڑی دلچسپ تھیں لیکن ان سے زیادہ عرصے تک رومانی سلسلہ نہ چل سکا۔

شیوانی نے عدنان کے ذریعے مرجانا کو دھمکی دی تھی کہ وہ پورس کے قریب نہ جائے۔ ورنہ اس کا انجام برا ہو گا۔ تب سے مرجانا دہشت زدہ تھی۔ وہ پورس کے قریب نہیں جاتی تھی اور اس سے دور ہو گئی تھی۔ ایسے وقت پورس بھی چلی شہر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ صرف پارس ہی دلربا کے پاس رہ گیا تھا۔

دلربا متلون مزاج تھی۔ اس کا مزاج گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ ہوتا تھا۔ کبھی خوب زندہ دلی کا مظاہرہ کرتی تھی اور کبھی اس سے روٹھ کر دور ہو جاتی تھی۔ تلاش کرتے رہو تب بھی نہیں ملتی تھی پھر اچانک ہی سامنے آ جاتی تھی۔ شادی کے نام سے کتراتی تھی۔ نہ شادی کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی جسمانی تعلق قائم رکھنا چاہتی تھی۔ بس دور ہی دور سے دوستی کی قائل تھی۔

پارس اس سے بیزار ہو گیا تھا۔ ایسے وقت ہی جناب تمیرزی نے اس سے رابطہ کیا تھا پھر کہا تھا ''کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو؟ پیرس چلے آؤ۔''

اس نے پلٹ کر یہ سوال نہیں کیا کہ اسے پیرس کیوں بلایا جا رہا ہے؟ ہم سب اچھی طرح جانتے تھے کہ جناب تمیرزی جب بھی ہمیں مخاطب کرتے ہیں اور کوئی ہدایت دیتے ہیں تو اس ہدایت کے پیچھے کوئی خاص بات ضرور ہوتی ہے۔ پارس بھی کوئی سوال کیے بغیر ان کی ہدایت کے مطابق اب پیرس کی طرف آ رہا تھا۔ اس وقت وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے پوچھ رہا تھا ''تم بہت دیر سے خاموش ہو؟ سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو۔ کیا کوئی پریشانی ہے؟''

''نہیں۔ کوئی پریشانی تو نہیں ہے۔ بس میں خاموشی پسند کرتا ہوں۔ کسی سے بات کرنے سے بہتر خاموشی ہوتی ہے۔''

بوڑھے نے کہا ''دوسروں سے بات کرتے رہنے سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔''

''اور پریشانیوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے یا تو وہ دوست بن جاتا ہے یا بدترین دشمن بن کر مسائل پیدا کرتا ہے یا پھر وہ کسی مصیبت میں ہو تو ہمارے دل کو متاثر کرتا ہے کہ ہم اس کی مصیبت میں کس طرح کام آ سکتے ہیں؟ اور جب کام نہیں آ سکتے تو دل دکھتا ہے۔ لہٰذا دل دکھانے سے بہتر ہے کہ خاموش رہا جائے۔''

''میں قیافہ شناس ہوں۔ تمہارا چہرہ اور تمہاری آنکھیں دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ تم بہت ہی دردمند دل رکھتے ہو۔ دوسروں کی پریشانیوں سے پریشان ہو جاتے ہو۔ اگر کسی کو مصیبت میں دیکھ لو تو اسے مصیبت سے نجات دلائے بغیر تمہارے دل کو قرار نہیں آتا۔''

''تم میرا ایک مثبت پہلو بتا رہے ہو۔ کوئی منفی پہلو بتاؤ۔''

''منفی پہلو یہ ہے کہ تم کسی صنف مخالف سے زیادہ عرصے تک دوستی نہیں رکھتے۔ اس سے بیزار ہو جاتے ہو۔ شاید تم کبھی شادی نہیں کرو گے اور اگر کرو گے تو اسی ایک بیوی سے مطمئن رہو گے لیکن اس کے ساتھ بھی زیادہ عرصہ نہیں گزارو گے۔ ادھر سے ادھر بھٹکتے پھرو گے۔''

وہ بالکل درست کہہ رہا تھا۔ پارس نے ایک طویل مدت کے بعد ثانی سے شادی کی تھی۔ اس کے ساتھ اچھی ازدواجی زندگی گزارتا تھا لیکن کبھی کبھی اس سے دور ہو جاتا تھا۔ اسے یکسانیت پسند نہیں تھی۔ جب ادھر ادھر کافی عرصے بھٹکتا رہتا تھا تو پھر واپس ثانی کے پاس آ جاتا تھا۔

وہ اس سے بہت محبت کرتا تھا اور ثانی بھی اس کے مزاج کو سمجھتی تھی۔ اس لیے شکایت نہیں کرتی تھی اور صاف طور سے کہتی بھی کہ وہ کھونٹے سے بندھا ہوا بیل ہے۔ جتنی بھی دور جائے گا تو رسی کی لمبائی تک جا کر پھر واپس آئے گا۔ اپنی ثانی

کونہ کبھی بھولے گا۔ نہ کبھی بے وفائی کرے گا۔

وہ بوڑھا اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا پھر بولا۔ ''تم اس وقت اپنی کسی بہت ہی چاہنے والی کے خیال میں ڈوبے ہوئے ہو تمہارے چہرے کی رونق بتا رہی ہے۔''

''بڑے میاں! تم تو بہت ہی پہنچے ہوئے ہو۔ میرے خیالوں کی اڑان تک پہنچ رہے ہو۔ کچھ اپنا تعارف تو کراؤ؟ کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اور کہاں جا رہے ہو؟''

''میرا نام کیمرون ماؤز ہے۔ نام سے سمجھ سکتے ہو کہ میں یہودی ہوں اور حل ابیب کا رہنے والا ہوں لیکن اس وقت میں پیرس جا رہا ہوں۔''

''تم پیرس کیوں جا رہے ہو؟''

''میں فی الحال تو نہیں جانتا کہ کیوں جا رہا ہوں؟ کبھی کبھی مجھے آگاہی ملتی ہے۔ میرے اندر یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ مجھے فلاں جگہ جانا چاہیے۔ فلاں جگہ رہنا چاہیے۔ مجھے یہ کرنا چاہیے۔ مجھے وہ کرنا چاہیے اور میں اسی کے مطابق کرتا ہوں تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ بہت عیش و آرام سے زندگی گزارتا رہتا ہوں۔''

''تمہارا کوئی کاروبار ہے؟ یا تم خاندانی رئیس ہو؟''

''نہ میں کوئی خاندانی رئیس ہو۔ نہ میرا کاروبار ہے۔ میں جہاں جاتا ہوں تو اس شہر کے کسی بینک میں میرا اکاؤنٹ پہلے سے ہی کھلا ہوتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اکاؤنٹ کیسے کھل جاتا ہے؟ اور میرے دستخط وہاں کیسے ہو جاتے ہیں؟ مجھے جتنی رقم کی ضرورت ہوتی ہے میں اتنی رقم اس بینک سے نکلوا لیتا ہوں۔''

''پھر تو تم بڑی عجیب و غریب زندگی گزار رہے ہو یا تو مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو؟ یا پھر کسی جادوگر کے زیر اثر رہ کر اس کے آلہ کار بن کر اس کے لیے کام کرتے ہو؟''

''تم میرے اندازے کے مطابق درست کہہ رہے ہو۔ کبھی کبھی میں بھی یہی سوچتا ہوں لیکن پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس جادوگر کو میری ذات سے کیا فائدہ پہنچتا ہوگا؟ وہ مجھ پر کیوں مہربان ہو جاتا ہے؟ مجھے اپنے کسی سوال کا صحیح جواب نہیں ملتا تو میں اپنے ذہن کو جھٹک دیتا ہوں۔''

پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولا ''سوچتا ہوں کہ آدھی سے زیادہ عمر گزار چکا ہوں۔ اب بڑھاپا ہے تو یہ بڑھاپا کسی کی محتاجی کے بغیر اگر اسی طرح گزر رہا ہے۔ تو پھر گزارنا چاہیے۔''

''کیا تم جس سے ملتے ہو اسی طرح اسے اپنے بارے میں بتاتے ہو؟''

''نہیں۔ میں آدمی دیکھ کر بات کرتا ہوں۔ قیافہ شناس ہوں اور تمہارے بارے میں یقین سے کہتا ہوں کہ تم کسی کے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں کرتے ہو۔ اس لیے میری بات بھی کسی سے کہہ کر میرے لیے مسئلہ پیدا نہیں کرو گے۔''

''تمہارے اعتماد کا شکریہ میں تمہارے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔''

''تم بھی تو اپنے بارے میں کچھ بتاؤ؟ کون ہو؟ کہاں سے آ رہے ہو اور کہاں جا رہے ہو؟''

''میرا نام جوڈی نارمن ہے۔ میں چلی سے آ رہا ہوں اور پیرس اپنی بیوی سے ملنے کے لیے جا رہا ہوں۔''

کیمرون ہنسنے لگا۔ پارس نے پوچھا ''ہنس کیوں رہے ہو؟''

''میں نے اپنے بارے میں سب کچھ سچ کہہ دیا لیکن تم مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو۔ اپنی اصلیت مجھ سے چھپا رہے ہو۔''

''تم اگر یہ سمجھتے ہو تو پھر یہ بھی جانتے ہو گے کہ میری اصلیت کیا ہے؟ میں کون ہوں اور کہاں جا رہا ہوں؟''

''میں نے کل رات خواب میں دیکھا تھا کہ میں سفر کر رہا ہوں اور میرا ہم سفر ایک مسلمان نوجوان ہے اور وہ ایک بہت بڑے باپ کا بیٹا ہے۔''

''یہ بہت بڑے باپ کا بیٹا کیا ہوتا ہے؟''

''یعنی کہ بہت دولت مند باپ کا بیٹا یا پھر بہت مشہور و معروف باپ کا بیٹا یا کسی ایسے شخص کا بیٹا جس نے اس دنیا میں بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو اور سب اسے جانتے ہوں۔''

پارس نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا ''مسٹر کیمرون! یا تو تم میرے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو اور جان بوجھ کر انجان بن رہے ہو؟ یا پھر کچھ نہیں جانتے اور تمہارے پیچھے کوئی بہت ہی پراسرار شخص چھپا ہوا ہے۔ جو میرے بارے میں جانتا ہے؟''

وہ بولا ''میرا اپنے بارے میں یہ خیال ہے کہ میں کسی شخص کے زیر اثر نہیں ہوں۔ کوئی میرے اندر چھپا ہوا نہیں ہے۔ میرے پاس غیر معمولی علم ہے۔ میں صرف قیافہ شناس ہی نہیں ہوں۔ بلکہ علم نجوم کا بھی ماہر ہوں۔ چہرے کو ہاتھوں پاؤں کی انگلیوں کو اور ان کی بناوٹ کو دیکھ کر میں صحیح بات بتاتا ہوں۔ تمہارے جسم کے ایک ایک حصے کا مطالعہ کر کے اسے غور سے دیکھ کر یہ بتا سکتا ہوں کہ تم کون ہو؟ کیا ہو؟ اور کیا کرنے پھرتے ہو؟''

ایسے ہی وقت الپا نے اس کے دماغ میں آ کر اسے

مخاطب کیا ''ہائے پارس! کیا میں تھوڑی دیر تمہارے اندر رہ کر تم سے کچھ باتیں کر سکتی ہوں۔''

پارس نے کیمرون کو دیکھا پھر کہا ''مسٹر! میں تھوڑی دیر خاموشی چاہتا ہوں۔ تم نے جو کچھ کہا ہے۔ اس پر غور کروں گا پھر تم سے باتیں کروں گا۔ تھوڑی دیر خاموش رہو۔''

پھر اس نے الپا سے کہا ''تم بہت اچھے وقت پر آئی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے اس ہم سفر بوڑھے کے خیالات پڑھو۔ معلوم کرو کہ اس کی اصلیت کیا ہے؟ یہ بہت ہی پراسرار ہے۔''

''مجھے اس کی آواز سناؤ۔''

پارس نے کہا ''مسٹر! تم نے میری بات کا برا تو نہیں مانا ہے؟''

کیمرون نے کہا ''نہیں۔ ہرگز نہیں۔ تمہیں خاموش رہ کر میری باتوں پر غور کرنا چاہیے۔ میں بھی خاموش رہوں گا۔''

الپا اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی پھر اسے بتانے لگی کہ یہ بوڑھا ایک ماہر علم نجوم ہے۔ قیافہ شناس ہے اور جسم کے مختلف حصوں کا مطالعہ کر کے اس شخص کے بارے میں سچ باتیں بتا دیتا ہے۔''

پارس نے کہا ''یہ کہتا ہے کہ اسے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور وہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو ہمیشہ خوشحال رہتا ہے؟''

''یہ درست کہہ رہا ہے۔ اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک مسلمان نوجوان اس کا ہم سفر ہے اور وہ اس کے ساتھ پیرس جا رہا ہے۔ پیرس پہنچنے سے پہلے اس کے بینک اکاؤنٹ میں لاکھوں ڈالرز جمع ہو گئے ہیں۔ وہ پھر سے خوش حال ہو گیا ہے۔''

''کیا اس کے خواب میں جو کچھ اسے نظر آتا ہے۔ وہ اسے آگاہی سمجھتا ہے؟''

''ہاں۔ یہی اس کے لیے آگاہی ہوتی ہے۔ وہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد سمجھ گیا تھا کہ اسے پیرس کی طرف سفر کرنا چاہیے۔ اسے لاکھوں ڈالرز کا منافع حاصل ہوگا اور وہ پیرس جیسے شہر میں عیش و آرام سے رہے گا۔''

پارس نے کہا ''میرا خیال ہے کہ اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پراسرار شخص چھپا ہوا ہے۔ اسے اپنا آلہ کار بنا رہا ہے اور اس نے اسے خاص طور پر میرے پیچھے لگایا ہے۔''

''تمہارا خیال درست بھی ہو سکتا ہے۔ مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔ میں اس کے خیالات اور ذرا گہرائی تک پڑھ لوں تم اسے باتوں میں الجھائے رکھو۔''

''یہ معلوم کرو کہ اسے کتنے عرصے سے آگاہی حاصل ہو رہی ہے۔ کیا بچپن سے جوانی سے یا اب بڑھاپے سے؟''

''میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔''

وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگی ''پچھلے ایک ماہ سے اس کے ساتھ ایسا ہو رہا ہے۔ جب بھی وہ خواب میں کچھ دیکھتا تھا اور اس خواب کے مطابق عمل کرتا تھا تو اسے لاکھوں ڈالرز کا منافع حاصل ہوتا ہے۔''

''یہ معلوم کرو کہ اس نے پہلی بار کب خواب دیکھا تھا اور وہ خواب دیکھنے سے پہلے کن لوگوں سے ملتا رہا تھا؟ اور کس نے اسے زیادہ متاثر کیا تھا؟''

الپا پھر اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ اس کے بعد بولی ''ایک ماہ پہلے کئی گاہک اس کے پاس آئے تھے اور اپنی قسمت کا حال معلوم کرتے رہے تھے لیکن ان میں سے ایک ان سب سے مختلف تھا۔''

''وہ کس پہلو سے مختلف تھا؟''

''کیمرون نے اس کے ستاروں کا جائزہ لیا تھا۔ اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھی تھیں۔ چہرے کو پڑھا تھا۔ جسم کے حصوں کو ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو اور ان کی بناوٹ کو بغور دیکھا تھا۔ ایک ایک چیز کی ہسٹری معلوم کی تھی پھر اس سے کہا تھا کہ وہ نوجوان پراسرار علوم جانتا ہے۔ اگر وہ اپنے بارے میں سچ سچ بتائے گا۔ اس سے کچھ نہیں چھپائے گا تو اس نوجوان کے بارے میں اور بھی کچھ سچی باتیں بتا سکے گا۔ مستقبل کا حال تو یقیناً بتائے گا۔''

''کیا اس جوان نے اسے اپنی اصلیت بتائی تھی؟''

''ہاں۔ اس نے کہا کہ اس کا نام آوازون ہے۔ وہ روس کا رہنے والا ہے۔ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اور پراسرار علوم سے بھی واقف ہے۔ بہت کچھ جاننے کے باوجود وہ کیمرون جیسے نجومیوں سے ملتا رہتا ہے اور اپنے مستقبل کے بارے میں ٹھوس اور سچی باتیں جاننا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے پراسرار علم کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ کیمرون نامی ماہر نجوم اس کے بہت کام آ سکتا ہے۔ لہٰذا وہ اس سے ملنے کے لیے آیا تھا۔''

پارس نے کہا ''الپا! ہم نے آوازون کا نام سنا ہے۔''

''ہاں۔ زار روس کے دور میں جس طرح راسپوٹین وہاں کے بادشاہ کا بہت ہی چہیتا ماہر نجوم اور بہت ہی پراسرار علم نجوم جاننے والا تھا۔ اسی طرح آوازون بھی اس دربار میں یہی درجہ حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن راسپوٹین نے اس کے قدم دربار میں جمنے نہیں دیے۔ جب سے ہی ان دونوں کے درمیان دشمنی چلی آ رہی ہے۔''

پارس نے کہا ''عدنان کو بار بار اغوا کیا جا رہا ہے اور راسپوٹین سوم یعنی ولاڈی میر اسے ہر حال میں حاصل کرنا چاہتا ہے پھر اس کے اور اس کی سوتیلی ماں اور بھائی بہنوں کے درمیان اختلافات ہیں ان کے آپس کے جھگڑے ہیں۔ ان ہی جھگڑوں کے دوران میں ہم نے آوازون کا نام سنا تھا لیکن اس کے بارے میں پوری تفصیل ابھی معلوم نہیں ہو سکی ہے۔''

الپا نے کہا ''جسٹ آ منٹ! میں اس کے کچھ اور ضروری خیالات پڑھ رہی ہوں پھر تم سے بات کرتی ہوں۔''

وہ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد بولی ''آوازون ایک ماہ پہلے اس کے پاس آیا تھا۔ اسی رات اس نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن ناکام رہا تھا۔ پتا چلا کہ اس پر کسی قسم کا عمل دیر پا نہیں رہتا ہے۔ اس نے عمل کے بعد اسے تنویمی نیند سونے کے لیے کہا تھا۔ جب یہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہوا تو اسے سب کچھ یاد آتا رہا کہ کسی نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ جبکہ اسے یاد نہیں آنا چاہیے تھا اور اسے آوازون کا معمول اور تابعدار بن جانا چاہیے تھا۔''

''تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہ آوازون یا کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا تابعدار نہیں ہے؟''

''فی الحال تو یہی سمجھ میں آ رہا ہے کہ آوازون اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانے میں ناکام رہا ہے۔ اس لیے اس کے دماغ میں آتا ہے۔ جب یہ گہری نیند میں ہوتا ہے تو وہ خواب کے ذریعے اسے سمجھاتا ہے کہ کیا کرنا چاہیے؟ اور کیا نہیں کرنا چاہیے؟ اور اگر وہ خواب کے مطابق عمل کرے گا تو اسے لاکھوں ڈالرز کا فائدہ پہنچے گا۔ اس طرح آوازون اسے لاکھوں ڈالرز کا فائدہ دیتا رہتا ہے اور اسے اپنا آلہ کار بنائے رکھتا ہے۔''

''اس طرح یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ آوازون نے اسے آلہ کار بنا کر میرے پیچھے لگا رکھا ہے۔ اب یہ مجھے سمجھنا ہوگا کہ وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے اور اس نے اس بوڑھے کو کیوں میرے پیچھے لگا رکھا ہے؟''

الپا نے کہا ''ابھی تھوڑی دیر پہلے جناب تمریزی نے مجھ سے کہا تھا کہ اسرائیلی اکابرین مجھے دوبارہ اپنے ملک میں بلانے کے لیے سازشیں کر رہے ہیں۔ وہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کے جواب میں ایسی قوتوں سے ساز باز کر رہے ہیں جو مجھے مجبور کر سکتی ہیں کہ میں اپنوں میں واپس چلی جاؤں۔''

''اگر وہ تمہیں دوبارہ حاصل کرنے کے لیے ایسی سازشیں کر رہے ہیں تو اس کا مجھ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ اور وہ آوازون میرے پیچھے کیوں پڑا ہوا ہے؟''

''بات اصل میں یہ ہے کہ میں اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی ہوں۔ جناب تمریزی نے اجازت دی ہے کہ میری بیٹی ادارے سے باہر آئے گی اور میرے ساتھ کچھ عرصے وقت گزارے گی اور جب تک ادارے میں واپس نہیں جائے گی۔ اس وقت تم میرے اور میری بچی کے ساتھ رہو گے۔ ایسے وقت بڑے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ دشمنوں کی سازشیں رنگ لا سکتی ہیں۔ لہٰذا ہمیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہوگی۔''

پارس نے کہا ''ہاں۔ بات کچھ سمجھ میں آ رہی ہے دشمنوں نے پراسرار علوم کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ آئندہ میں اپنی بیٹی کے ساتھ کہیں رہا کروں گا۔ اس لیے وہ ابھی سے میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔''

''یہی بات میری سمجھ میں بھی آ رہی ہے کہ وہ لوگ اس بوڑھے کو آلہ کار بنا کر میری بچی تک پہنچنا چاہیں گے۔''

''وہ میری بیٹی ہے۔ جو دشمن اس کے سائے تک بھی پہنچنا چاہے گا۔ میں اس سے پہلے اسے جہنم میں پہنچا دوں گا۔''

''دشمن جانتے ہیں کہ تم سے مقابلہ کتنا سخت ہوگا۔ اسی لیے انہوں نے تمہارے پیچھے اپنے آلہ کار لگا دیے ہیں۔''

''مجھے یہ بتاؤ کہ جناب تمریزی نے ہماری بیٹی کے سلسلے میں اور کیا کہا ہے؟ کیا تم اس سے ملنے کے لیے پیرس آ رہی ہو؟''

''نہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ واپس آ کر ادارے میں جاؤ گے اور وہاں سے بیٹی کو لے کر میرے پاس پاکستان پہنچو گے۔ میں یہاں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔''

''اچھا اب بات اور واضح طور پر سمجھ میں آ رہی ہے۔ آوازون نے اپنے پراسرار علم کے ذریعے معلوم کیا ہوگا کہ میری بیٹی میرے ساتھ پیرس سے لے کر پاکستان کے شہر اسلام آباد تک تنہا رہے گی۔ اس دوران میں مجھے نقصان پہنچا کر اسے اغوا کیا جا سکتا ہے۔''

''تم کہو تو میں پیرس آ جاتی ہوں۔ ہم دونوں ڈھال بن کر بیٹی کو یہاں لے آئیں گے۔''

''تم خوامخواہ اتنی دور سفر کیوں کرو گی؟ جہاں ہو وہیں سے خیال خوانی کے ذریعے بیٹی کو تحفظ فراہم کر سکتی ہو۔ تم جسمانی طور پر ہمارے ساتھ نہ ہوتے ہوئے بھی خیال خوانی کے ذریعے دن رات موجود رہ سکتی ہو۔''

''پارس! ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ دشمن نے کیمرون کو تمہارے پیچھے کیوں لگایا ہے؟ اور اس کے ذریعے وہ کیا فائدہ

حاصل کر رہا ہے یا کیا معلومات حاصل کر رہا ہے؟''

''یہ تو تم ہی اس کے خیالات پڑھ کر مزید معلوم کر سکتی ہو یا پھر میرے پیرس پہنچنے تک یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ میرے خلاف کیا کرنے والا ہے؟ یہ بے چارہ تو کچھ نہیں کرے گا لیکن اس کے ذریعے کچھ کرایا جائے گا۔''

''تم اس سے بات کرو۔ میں اس کے مزید خیالات پڑھتی ہوں۔''

پارس ایک طرف خلا میں تک رہا تھا اور سوچ کے ذریعے الپا سے باتیں کر رہا تھا۔ اس دوران میں مسلسل خاموش رہا تھا پھر اس نے سر گھما کر بوڑھے کیمرون کو دیکھا تو وہ ہنسنے لگا۔ اس نے پوچھا ''کیوں ہنس رہے ہو؟''

''میں تمہارا چہرہ پڑھ رہا تھا۔ جب کوئی سامنے والا مسلسل بولتا ہے تو سننے والے کے چہرے پر اس کا ردعمل ہوتا ہے۔ وہ اس کی باتیں سن کر یا تو اس سے اتفاق کرتا ہے یا اس کی مخالفت میں کچھ بولتا ہے یا اپنی رائے پیش کرتا ہے۔ اس دوران چہرے کے تاثرات بدلتے رہتے ہیں۔ اسی طرح سے تمہارے چہرے کے تاثرات بھی بدلتے رہتے تھے کہ جیسے تم کسی سے باتیں کر رہے تھے۔ اس کی باتیں سن رہے تھے۔''

وہ مسکرا کر بولا ''اولڈ مین..... تم بہت گہرے ہو بے شک۔ قیافہ شناسی کے ماہر ہو۔ میں واقعی اپنی ایک محبوبہ سے بات کر رہا تھا۔ وہ جب مجھے یاد آتی ہے تو میں اسے تصور میں دیکھتا ہوں وہ میری نگاہوں کے سامنے چلی آتی ہے پھر وہ بولتی رہتی ہے۔ میں سنتا رہتا ہوں پھر میں اس سے بولتا ہوں تو وہ میری بات سنتی رہتی ہے۔''

''کیا تمہاری وہ محبوبہ تمہارے لیے کوئی پرابلم پیدا کر رہی ہے یا تمہیں کسی مصیبت میں ڈال رہی ہے؟''

''نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم رومانی گفتگو کر رہے تھے۔''

''میں نہیں مان سکتا۔ تمہارے چہرے سے ایسا ظاہر ہوتا رہا کہ جیسے تم تشویش میں مبتلا ہو اور کسی بہت ہی پریشان کن مسئلے پر اس سے گفتگو کر رہے ہو۔''

''عورت سے بڑا مسئلہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ وہ ضد کر رہی تھی کہ شادی کے فوراً بعد بچے پیدا کرے گی اور میں انکار کر رہا تھا۔ میں کہہ رہا تھا کہ ہم دو چار برس بچوں کے بغیر تفریح کریں گے۔ خوب دنیا کی سیر کریں گے اور وہ کہہ رہی تھی کہ کم از کم دو بچوں کو گود میں لے کر دنیا کی سیر کرے گی۔ بس اسی بات پر جھگڑا ہو رہا تھا۔''

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا ''الپا! کیا تم پھر میرے پاس آ گئیں؟ اس کے خیالات نہیں پڑھ رہی ہو؟''

ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی ''میں الپا نہیں ہوں۔''

پارس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ دوسرے ہی لمحے میں بوڑھا چیخنے لگا پھر اس کی آواز اور لہجہ بدل گیا۔ وہ بوڑھے کے ذریعے بول رہا تھا ''مسٹر پارس! میں سمجھا تمہاری الپا تمہارے اندر ہوگی تو پھر تم مجھے محسوس نہیں کر سکو گے۔ تھوڑی دیر پہلے میں تمہارے اندر رہ کر الپا سے ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔ تمہارا اور الپا کا اندازہ درست ہے۔ میں آوازون ہوں۔''

الپا بوڑھے کیمرون کے اندر تھی۔ اس کے لب و لہجے کو بدلتے دیکھ کر، اس کے ذہن کو پڑھ کر سمجھ گئی کہ اس کے ذریعے آوازون بول رہا ہے۔ وہ فوراً ہی پارس کے دماغ میں آ گئی۔ اس وقت وہ اپنا نام بتا کر کہہ رہا تھا کہ ابھی میں اپنا پورا تعارف نہیں کراؤں گا۔ تم لوگوں نے اپنے طور پر میرے بارے میں جو معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ معلومات غلط نہیں ہیں لیکن اس کے آگے بھی میرے بارے میں جاننے کے لیے بہت کچھ رہ جاتا ہے۔

الپا نے کہا ''فی الحال تو ہم یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟''

''میرے دل میں نیکی ہے میں تمہارے لیے نیک خیالات رکھتا ہوں۔ تم دونوں سے دوستی اور رشتے داری چاہتا ہوں۔''

پارس نے کہا ''دوستی کی بات تو سمجھ میں آ رہی ہے کہ تم الپا سے دوستی کر کے اسے کسی طرح اسرائیل پہنچانا چاہتے ہو۔ وہاں کے اکابرین سے تمہارے دوستانہ تعلقات ہیں اور تم نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ کسی بھی طرح الپا کو ان تک پہنچا دو گے۔''

وہ بولا ''تم لوگوں کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ تمہاری کامیابی کا راز بھی ہے کہ تم سب اپنے مخالفین کی ایک ایک بات سے باخبر رہتے ہو! بے شک میرا اور اسرائیلی اکابرین کا ایک معاہدہ ہوا ہے اس کے مطابق میں کام کر رہا ہوں۔ دوستی ان سے ہے اور تم سے بھی رکھنا چاہتا ہوں۔''

''دو کشتیوں میں پاؤں رکھ کر سفر کرنے کا نتیجہ تو جانتے ہی ہو؟''

''ہاں۔ جانتا ہوں۔ جب تم سے دوستی ہوگی تو میں ان سے دوستی ختم کر دوں گا اور اس کی ایک ہی شرط ہوگی۔''

''ان سے دوستی ختم کرنے اور ہم سے دوستی کرنے کی

شرط کیا ہو سکتی ہے؟''

''یہی کہ تم سے رشتے داری ہو جائے۔''

''یہی ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کس قسم کی رشتے داری کرنا چاہتے ہو؟''

''میں تمہاری بیٹی کا رشتہ مانگ رہا ہوں۔ اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

الپا نے کہا ''ہوش میں تو ہو۔ میری بیٹی ابھی سات برس کی ہے اور تم کم از کم تیس چالیس برس کے ضرور ہو گے۔''

''نہیں میری اتنی عمر تو نہیں ہے مگر ہاں میں اٹھائیس برس کا ہوں۔''

''تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ ہم اپنی سات برس کی بیٹی کا رشتہ تم سے کر دیں گے؟''

''ابھی نہ سہی۔ جب وہ جوان ہو جائے، بالغ ہو جائے اور شادی کے قابل ہو جائے۔ تب تو رشتہ منظور کیا جا سکتا ہے؟''

پارس نے کہا ''تم یہودی ہو اور میں مسلمان ہوں میری بیٹی کا رشتہ تم سے نہیں ہو سکے گا۔''

''کیوں نہیں ہو سکتا؟ الپا یہودی ہے اور وہ اپنی یہودی بیٹی کا رشتہ مجھ سے کر سکتی ہے۔''

الپا نے کہا ''اولاد کا حسب ونسب باپ سے دیکھا جاتا ہے۔ ماں سے نہیں۔ لہٰذا تم رشتے کی بات نہ کرو۔''

''میں کرنا چاہتا ہوں اور ہر حال میں یہ رشتہ کروں گا۔ اس کے لیے چاہے مجھے اپنا مذہب ہی کیوں نہ چھوڑنا پڑے۔''

پارس نے حیرانی سے پوچھا ''کیا تم کٹر یہودی ہو کر اپنا مذہب چھوڑ دو گے؟ اسلام قبول کر لو گے؟''

''ہاں۔ اگر تم دونوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار کیا تو میرے سامنے دو راستے ہی رہ جائیں گے۔ ایک تو یہ کہ میں تم دونوں سے دشمنی مول لوں اور کسی طرح تمہاری بیٹی کو اغوا کر کے اپنے پاس لے آؤں اور جبراً اس سے شادی کر لوں اور دوسرا راستہ یہی دوستی اور خیر سگالی کا ہو گا۔ تم دونوں کا داماد بننے کے لیے میں اپنا مذہب بدل سکتا ہوں۔ اسلام قبول کر سکتا ہوں۔ آزما کر دیکھ لو۔''

پارس نے کہا ''تعجب ہے کہ تم میری بیٹی سے ہی کیوں شادی کرنا چاہتے ہو؟ کیا کوئی خاص بات ہے؟''

الپا نے کہا ''یقیناً کوئی خاص بات ہو گی۔ مسٹر آوازون! تم ولاڈی میر اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف کی طرح پراسرار علوم جانتے ہو یقیناً تم نے اپنے کسی پراسرار علم کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ میری بیٹی تمہارے لیے بہت اہم ہو گی؟ اسے تمہارے پاس رہنا چاہیے۔ لہٰذا تم میری بیٹی کو حاصل کرنے کے لیے اس کا رشتہ مانگ رہے ہو۔''

''میڈم الپا.....! تم بہت ذہین اور چالاک ہو۔ اس لیے تو برسوں تک اسرائیل پر حکومت کرتی رہیں اور آج بھی کر سکتی ہو لیکن تم نے اپنے طور پر انہیں چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ صرف اپنی بات کروں گا۔ بے شک تم نے صحیح اندازہ لگایا ہے میرے پراسرار علم کے ذریعے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تمہاری بیٹی میرے لیے بہت ضروری ہے۔''

پارس نے کہا ''تعجب ہے۔ ہمارے دو بچے تم یہودیوں کے لیے اتنے ضروری کیوں ہو گئے ہیں؟ میرے بھائی پورس کا بیٹا عدنان راسپوٹین فیملی کے لیے بہت ضروری ہو گیا ہے اور میری بیٹی تمہارے لیے ضروری ہو گئی ہے۔ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟ کیا راز ہے؟ عدنان کے بارے میں تو معلوم ہو چکا ہے کہ جب تک وہ زندہ رہے گا، ولاڈی میر اور اس کی سوتیلی ماں پر خوشیاں طاری رہیں گی۔ اس لیے وہ اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ اب ہماری بیٹی کے بارے میں بتاؤ کہ اسے کس طرح مارنا چاہو گے؟ کیا رشتے دار بن کر؟''

آوازون نے کہا ''مجھے غلط نہ سمجھو۔ تمہاری بیٹی کی زندگی میری زندگی ہے۔ میں اس کی موت کبھی نہیں چاہوں گا۔ یقیناً اس کی موت سے ہی نہیں اس کے کسی بھی نقصان سے مجھے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس کی تقدیر میری تقدیر سے وابستہ ہو گئی ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اگر الگ رہیں گے تو ادھر میں مشکل میں رہوں گا اور ادھر تمہاری بیٹی مشکل میں گرفتار رہے گی۔''

''مسٹر آوازون! تم اپنے پراسرار علوم سے اور علم نجوم سے طرح طرح کے زائچے بنا کر اپنی قسمت اور مستقبل کا حال معلوم کرتے ہو اور اس کے مطابق زندگی گزارتے ہو۔ اس کے برعکس ہم اپنے بزرگانِ دین سے استفادہ کرتے ہیں۔ ہمارے بزرگ جناب علی اسد اللہ تبریزی ہیں۔ ہم ان کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ وہ جو کہتے ہیں اسی کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ انہوں نے ہم سے کبھی یہ نہیں کہا کہ عدنان کی وجہ سے دوسروں پر خوشیں طاری ہوں گی اور یہ بھی کبھی نہیں کہا کہ میری بیٹی تمہارے لیے بہت لازمی ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہو گی اور اگر جناب تبریزی ہم سے کچھ کہیں گے تو ہم اس سلسلے میں غور کریں گے اور پھر تم سے باتیں کریں

گے۔''

آوازون نے کہا ''آپ میری ایک بات مان لیں کہ ابھی اپنے بزرگ جناب تبریزی سے رابطہ کریں۔ انہیں بتائیں کہ میں آپ کی بیٹی کا رشتہ طلب کر رہا ہوں اور یہ بھی بتا دیں کہ میرے سامنے صرف دو ہی راستے ہیں یا تو میں مناسب انداز میں رشتہ طلب کروں یا پھر آپ کی بیٹی کو اغوا کر کے لے جاؤں؟''

پارس نے سخت لہجے میں کہا ''بکواس مت کرو۔ تم نے دوسری بار میری بیٹی کو اغوا کرنے کی بات کہی ہے۔ اسے اغوا کرنا تو دور کی بات ہے اس کے لیے ایسا لفظ بھی استعمال نہ کرنا۔ ورنہ میں تمہارے پیچھے پڑ گیا تو تمہاری نیندیں اڑ جائیں گی۔ نہ رات کو سو سکو گے اور نہ ہی دن کو۔ میں ہمیشہ آسیب کی طرح تمہارے دماغ پر چھایا رہوں گا۔''

''میں نے تمہارے بارے میں بہت سنا ہے۔ یقیناً تم ایسے ہی ہو سکتے ہو۔ جیسا کہ خود کو ظاہر کر رہے ہو مگر ابھی تو میں بہت ہی سہولت سے اور تہذیب کے دائرے میں رہ کر رشتہ طلب کر رہا ہوں۔''

''تو پھر صاف صاف سن لو کہ ہمیں انکار ہے۔ اگر اپنی زندگی سے بیزار ہو جاؤ تو میری بیٹی کو اغوا کرنے کی جرأت کرنا۔ تب سمجھ آئے گی کہ اچانک زندگی کیسے مختصر ہو جاتی ہے۔ اب جاؤ یہاں سے!''

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ آوازون اس کے دماغ سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں کے لیے الپا بھی اس کے دماغ سے چلی گئی پھر اس کے اندر آ کر بولی ''جناب تبریزی نے کہا تھا کہ میری بیٹی جب ادارے سے باہر آئے گی تو بڑے مسائل پیدا ہوں گے اور ابھی وہ باہر نہیں نکلی ہے تو مسائل پہلے ہی پیدا ہونے لگے ہیں۔''

آوازون نے بوڑھے کیمرون کی آواز میں کہا ''مسٹر پارس تم نے اپنے دماغ سے مجھے نکال دیا تو کوئی بات نہیں کیونکہ اب میں تم سے بات کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ مجھے جو کرنا ہے وہ میں کروں گا۔ اب اس بوڑھے کی بھی مجھے ضرورت نہیں رہی۔ میں نے سیدھی انگلی سے گھی نکالنا چاہا۔ نہیں نکلا تو اب ٹیڑھی انگلی سے نکالوں گا۔ او کے، گڈ بائے پھر ملاقات ہو گی۔''

بوڑھا اپنا سفری بیگ اٹھاتے ہوئے اپنی سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا ''میں اب پچھلی سیٹ پر جا رہا ہوں۔ ذرا آرام سے ہاتھ پیر پھیلا کر سونا چاہوں گا۔''

وہ وہاں سے پیچھے ایک سیٹ پر چلا گیا۔ وہاں کی سیٹیں خالی تھیں۔ وہ واقعی ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ آوازون یہ ظاہر کر رہا تھا کہ اب وہ اس بوڑھے کو آلہ کار نہیں بنائے گا اور نہ ہی اسے پارس کے پیچھے لگائے گا۔ پارس نے الپا سے کہا: ''یہ کم بخت ہمیں نادان سمجھتا ہے۔ اپنے آلہ کار کو مجھ سے دور لے گیا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں اس بوڑھے کو اہمیت نہیں دوں گا لیکن میں پیرس پہنچنے تک اس پر کڑی نظر رکھوں گا۔''

الپا نے کہا ''میں اپنی بیٹی کے لیے پریشان ہوں۔ وہ کم بخت اپنی عمر نہیں دیکھ رہا ہے۔ میری سات برس کی بیٹی کے پیچھے پڑ گیا ہے۔''

''جب مٹی کا کیڑا مرنا چاہتا ہے تو وہ رینگتا ہوا سڑک پر آ جاتا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ کس کے قدموں تلے روندا جائے گا۔ ہمیں اب آوازون کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیے کہ یہ کون ہے اور کتنی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے۔ ہمیں دشمن کے ہر ہتھیار اور ہر دشمن سے واقف رہنا چاہیے۔''

وہ دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے اور اپنی بیٹی کے بارے میں سوچتے رہے۔ وہ ایک دیے کی ننھی سی لو تھی اسے طوفانی ہواؤں سے بچائے رکھنا تھا۔

☆☆☆

آوازون ماسکو میں تقریباً ستر کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مکان میں تھا۔ اس مکان کے ایک کمرے میں تاشا بیٹھی ہوئی کالے منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ وہ چودہ برس کی تھی۔ کالا عمل کرنے کے دوران میں اس سے کوئی غلطی ہو سکتی تھی لیکن آوازون اس کے پاس موجود تھا۔ اس سے کوئی غلطی ہوتی تھی تو وہ اسے درست کر دیتا تھا اور وہ پھر سے ان منتروں کا جاپ کرنے لگتی تھی۔

اس مکان سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک اور خفیہ اڈا تھا۔ وہاں کے ایک کمرے میں عدنان کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ وہ ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ چھوٹی سی پہاڑی پر گھنی جھاڑیوں کے درمیان۔ دور سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ تاشا جو کالا عمل کر رہی تھی۔ اس کے نتیجے میں وہ مکان قریب سے بھی نظر نہیں آ سکتا تھا۔

اگر ولاڈی میر کسی طرح بھٹکتا ہوا ادھر آ جاتا تو اسے بھی وہ مکان دکھائی نہ دیتا۔ اس مکان کے دروازے تک پہنچنے کے لیے تاشا کے کالے عمل کا توڑ کرنا ضروری ہوتا۔

انہیں اطمینان تھا کہ ولاڈی میر یا سونیا عدنان کو تلاش کرتے ہوئے ادھر نہیں آ سکیں گے۔ آئیں گے بھی تو بھٹکتے رہیں گے اور وہ مکان انہیں کبھی نظر نہیں آئے گا۔ تاشا بڑی دیر سے منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ پھر وہ پڑھتے پڑھتے رک

گئی۔ آوازون نے اس کے سر پر بڑی شفقت سے ہاتھ رکھ کر پوچھا ''تاشا.....! کیا ہوا؟''

وہ اس کے شانے پر سر رکھ کر بولی ''بھائی! میں بہت تھک گئی ہوں۔''

''میری بہن اتنی سی تو ہے۔ ابھی عمر ہی کیا ہے کہ اتنے بڑے بڑے منتروں کا جاپ کرنے لگی ہے۔ ماما نے تو تم پر بہت زیادہ بوجھ ڈال دیا ہے۔''

''ماما..... بھی بجھ پر اتنا بوجھ نہیں ڈالتیں۔ وہ اونوپ کی موت کے باعث مجبور ہوگئی ہیں۔ وہاں سوگ میں ہیں۔ اس لیے میں ان کی جگہ مصروف ہوگئی ہوں۔ آخر میں ان کی بیٹی ہوں۔ ان کا کام تو میں ہی سنبھالوں گی ناں؟''

وہ پیار سے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولا ''تم بہت ذہین ہو۔ اتنی سی عمر میں بہت کچھ سیکھی رہی ہو اور ماں کا کام بھی سنبھال رہی ہو۔''

تاشا آوازون کو بھائی کہہ رہی تھی اور واقعی وہ اس کا بھائی تھا۔ ارنا کوف نے آوازون کو جنم دیا تھا لیکن وہ ارنا کے شوہر راسپوٹین کی اولاد نہیں تھا۔

اس کی مختصر سی ہسٹری یہ تھی کہ ارنا کوف پہلے آوازون سوم کی بیوی تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ آوازون زار روس کے دربار میں رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن راسپوٹین نے اس کے وہاں قدم جمنے نہیں دیے۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی طرح پراسرار علوم جاننے والا آوازون زار روس کے دربار میں آئے اور اسے کسی پہلو سے کم تر بنائے۔ وہ زار روس کی نظروں میں ہمیشہ برتر رہنا چاہتا تھا۔

راسپوٹین نے آوازون پر ایک سنگین الزام لگا کر اسے گرفتار کروایا تھا اور سزائے موت دلوانا چاہتا تھا۔ اس وقت بادشاہ راسپوٹین کے اشاروں پر چلتا تھا۔ اس کے تنویمی عمل اور ٹیلی پیتھی کے زیر اثر رہا کرتا تھا۔ اس نے بھی حکم دیا تھا کہ آوازون سوم کو سزائے موت دی جائے۔

ان دنوں ارنا کوف کے حسن و شباب کا بہت چرچا تھا۔ سب کہتے تھے کہ آوازون سوم بڑا خوش نصیب ہے جو ارنا کوف جیسی حسینہ عالم اس کے پہلو میں رہتی ہے۔

راسپوٹین سوم ارنا پر مرمٹا تھا۔ اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کسی بھی طرح آوازون سے چھین لینا چاہتا تھا اور چھین لینے کا بھی ایک طریقہ تھا کہ وہ اسے سزائے موت دلوا رہا تھا۔ اس کے بعد ارنا کوف بیوہ ہو جاتی تو وہ اسے اپنی طرف مائل کر سکتا تھا۔

جب آوازون سوم کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا تو اس رات ارنا راسپوٹین کے محل میں آئی پھر بولی ''تم میرے شوہر سے دشمنی کیوں کر رہے ہو؟ اسے کیوں جان سے مارنا چاہتے ہو؟''

''تم اگر اسے بچانا چاہتی ہو۔ اسے زندہ دیکھنا چاہتی ہو تو اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دو۔ میرے پاس آ جاؤ مجھ سے شادی کرو اور میرے بچے پیدا کرو۔''

''کیا میں تمہارے پاس آؤں گی تو تم اسے سزائے موت سے بچا لو گے؟''

''یہ میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ زار روس میرے اشاروں پر چلتا ہے میں جو کہوں گا وہی ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔ میں تم سے شادی کروں گی لیکن ابھی تو میں اس کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔''

''کوئی بات نہیں۔ تم اس کا بچہ پیدا کرو اور اس کے حوالے کر کے میرے پاس چلی آؤ۔''

''بچہ چھ ماہ بعد جنم لے گا۔ اس کے دو ماہ بعد میں تمہارے قریب آؤں گی۔''

''یعنی کہ آٹھ ماہ تک مجھے انتظار کرنا ہوگا کوئی بات نہیں ان آٹھ ماہ میں تم آوازون کے ساتھ بھی نہیں رہو گی۔ تم کسی تیسری جگہ تنہائی میں دن رات گزارو گی۔ آٹھ ماہ کے بعد اس کا بچہ اس کے حوالے کر کے میرے پاس چلی آؤ گی۔''

راسپوٹین نے ارنا سے تمام معاملات طے کیے پھر اس نے زار روس سے کہا ''آوازون سوم کو معاف کر دیا جائے۔ اسے سزائے موت نہ دی جائے۔''

وہ زار روس کے دماغ پر حاوی تھا۔ اس نے حکم دیا کہ آوازون سوم کو رہا کر دیا جائے اور اسے شہر سے دور کسی دوسرے علاقے میں جا کر رہنے کا حکم دیا جائے۔

حکم کی تعمیل کی گئی۔ اسے رہا کر دیا گیا۔ ارنا کوف نے اس کے پاس آ کر کہا ''میں نے تمہاری زندگی کے لیے خود کو داؤ پر لگایا ہے تم اس شہر سے چلے جاؤ۔ میں چھ ماہ کے بعد تمہارا بچہ تمہارے حوالے کروں گی۔ تم میرے اس بچے کو تمام پراسرار علوم کے ساتھ ٹیلی پیتھی بھی سکھاؤ گے۔ میں بھی راسپوٹین سے جو کچھ سیکھتی رہوں گی۔ وہ اپنے اس بچے کو سکھاتی رہوں گی۔''

اس نے چھ ماہ کے بعد ایک بیٹے کو جنم دیا۔ اس کا نام چیخوف آوازون رکھا پھر آوازون سوم سے کہا ''میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ تم سے جدا ہونے کے بعد بھی تمہیں کبھی بھلا نہیں سکوں گی۔ اپنے بیٹے کو آوازون کہہ کر مخاطب کروں گی۔ اس بیٹے کو دیکھوں گی۔ کبھی ملوں گی اسے سینے سے لگاؤں گی تو یوں لگے گا جیسے میں تمہیں سینے سے لگا رہی ہوں۔''

وہ دو ماہ کے بعد راسپوٹین کے پاس آ گئی۔ اس سے شادی کر کے اس کے ساتھ رہنے لگی۔ وہاں اس نے پہلے ایک بیٹی کو اور پھر ایک بیٹے اونوپ کوف کو جنم دیا۔ وہ پیدائشی بیمار تھا پھر تقریباً دس بارہ برس کے وقفے سے ایک بیٹی کو جنم دیا اور اس کا نام تاشا کوف رکھا۔

راسپوٹین اس سے پہلے بھی دو شادیاں کر چکا تھا۔ پہلی بیوی سے ولاڈی میر پیدا ہوا تھا۔ دوسری بیوی سے انابیلا نے جنم لیا تھا۔ ان سب کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ابھی آوازون کی ہسٹری بیان کی جا رہی ہے۔

اس ہسٹری کے مطابق ارنا نے دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کو جنم دیا تھا۔ پہلا بیٹا چیخوف آوازون اس کے پہلے شوہر سے ہوا تھا۔ اس کے بعد راسپوٹین سے ایک بیٹی پیدا ہوئی پھر ایک بیمار بیٹا اونوپ کوف آخر میں تاشا پیدا ہوئی۔

بڑی بیٹی کی شادی ہو چکی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ کہیں ازدواجی زندگی گزار رہی تھی۔ اونوپ کوف مر چکا تھا۔ اب راسپوٹین سے ہونے والی بیٹی تاشا رہ گئی تھی۔

ولاڈی میر یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی سوتیلی ماں نے اپنے پہلے شوہر سے ایک بیٹے کو جنم دیا تھا اور اسے بھی اپنی طرح پراسرار علم سکھائے تھے اور ٹیلی پیتھی کا ہنر بھی سکھایا تھا اور اسے اتنا زبردست بنا دیا تھا کہ کبھی دو سوتیلوں کے درمیان ٹکراؤ ہوتا تو ولاڈی میر کو پسینہ آ جاتا۔

ولاڈی میر یہ نہیں جانتا تھا کہ آوازون اس کا سوتیلا بھائی ہے۔ وہ اسے وہی آوازون سمجھ رہا تھا۔ جو زار روس کے دربار میں رسائی کی کوشش کیا کرتا تھا اور ناکام ہوتا رہا تھا۔

ولاڈی میر اس بات سے مطمئن تھا اور خوش تھا کہ ارنا کوف کا جوان بیٹا اونوپ کوف مر چکا ہے اور اس سوتیلی ماں کی کمر ٹوٹ چکی ہے۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس سے پہلے بھی ارنا کا ایک بیٹا ہے جو اب اس کا ہم عمر ہے۔ اس کی طرح قد آور اور صحت مند ہے اور اس کی طرح پراسرار علوم میں مہارت رکھتا ہے۔

اس وقت ارنا کا جوان بیٹا آوازون اپنی چھوٹی بہن تاشا کے ساتھ اس امکان میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب تاشا کالے عمل سے تھک جاتی تھی تو اس کی جگہ وہ عمل کرنے لگتا تھا یا پھر دونوں ہی کالے عمل کے دوران میں تھوڑا تھوڑا وقفہ کرتے تھے۔ ذرا آرام سے بات کرتے تھے۔

ایسے وقت سونیا وہاں پہنچ گئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ تاشا اور آوازون کس مکان میں ہیں۔ اسے تو اپنے پوتے کی بو مل رہی تھی اور وہ اس کی بو کی سمت کار ڈرائیو کر کے اس پہاڑی تک پہنچ گئی تھی۔ جس پر وہ چھوٹا سا نادیدہ مکان تھا۔

وہ کار سے اتر کر اس چھوٹی سی پہاڑی پر چڑھنے لگی۔ جدھر اسے بو مل رہی تھی۔ ادھر جانے لگی۔ وہاں اونچے درخت اور گھنی جھاڑیاں تھیں۔ ان جھاڑیوں کے درمیان وہ بو مل رہی تھی لیکن وہ ایسا تھا کہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ ایک جگہ رک گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ سامنے کچھ فاصلے پر ایک خالی جگہ دکھائی دے رہی تھی۔ آس پاس درخت تھے۔ وہ خالی جگہ کچھ عجیب سی تھی۔ وہاں دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس دھند کے اندر سے پوتے کی بو مل رہی تھی۔

یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہاں کوئی گڑبڑ ہے کوئی جادوئی تماشا ہے کہ پوتے کی بو تو آ رہی ہے لیکن پوتا دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ شاید کالے عمل کے ذریعے نظر بندی کی گئی ہے۔ تاکہ آنے والے کی نظر کام نہ کر سکے اور عدنان کسی کو دکھائی نہ دے۔

وہ اس خالی جگہ کے اردگرد گھوم کر بو سونگھنے لگی اور پورے یقین سے سمجھ گئی کہ اس کا پوتا وہیں موجود ہے۔ اگر وہ آگے بڑھے گی اور کسی جادوئی حصار میں داخل ہوگی تو اسے یا اس کے پوتے کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

وہ وہاں تک بڑی کامیابی سے بو سونگھتی ہوئی آ گئی تھی۔ اب آگے بڑھنا نادانی ہوتی۔ کالے جادو کا توڑ کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ کس قسم کا جادو کیا گیا ہے اور اس کا توڑ کس طرح کیا جاتا ہے تو پھر وہ کچھ کر سکتی تھی۔

اس کے اندر خیال خوانی کرنے والے موجود تھے۔ اس نے ایک سے کہا ''جناب تبریزی سے کہو۔ میں انہیں یاد کر رہی ہوں۔''

دوسرے لمحے ہی اسے جناب تبریزی کی آواز سنائی دی ''میں تمہارے پاس موجود ہوں اور تمہاری الجھنوں کو سمجھ رہا ہوں۔ اگر تم آگے بڑھنا چاہتیں تو میں تمہیں روک دیتا۔ اچھا ہوا کہ خود ہی رک گئی ہو۔''

وہ بولی ''جناب! یہ کیا جادو ہے؟ مجھے اپنے پوتے کی بو مل رہی ہے لیکن وہ دکھائی نہیں دے رہا ہے؟''

''تمہیں سامنے جو خالی جگہ دکھائی دے رہی ہے۔ وہاں دراصل ایک مکان ہے۔ اس کے اندر عدنان ایک کمرے میں بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے کالے جادو کا حصار جہاں سے باندھا

ہے۔ وہاں قدم رکھو گی تو انہیں خبر ہوجائے گی اور وہ محتاط ہوجائیں گے۔ تمہیں عدنان تک پہنچنے نہیں دیں گے۔''

''آپ میری رہنمائی فرمائیں۔ میں اپنے پوتے تک کیسے پہنچ سکتی ہوں؟''

''میں ایک وظیفہ تمہارے اندر پڑھ رہا ہوں۔ تم بھی اسے پڑھو۔ اسے چالیس بار پڑھنے کے بعد تم آگے بڑھو گی تو تمہیں وہ مکان دکھائی دینے لگے گا اور تم اس کے اندر پہنچ سکو گی۔''

''پھر تو دشمنوں کو خبر نہیں ہوگی ناں.....؟''

''نہیں۔ دشمنوں کو اس وقت خبر ہوگی جب تم عدنان کو اٹھا کر وہاں سے لے جانا چاہو گی۔''

''میں اسے کیسے یہاں سے لے جاسکوں گی؟''

''عدنان کے ایک بازو میں سیاہ رنگ کی پتلی سی ڈوری بندھی ہوئی ہے۔ اس ڈوری پر عمل کیا گیا ہے۔ عدنان جہاں بھی جائے گا۔ اس ڈوری کے ذریعے پتا چل جائے گا کہ اسے کہاں لے جایا جارہا ہے، لہٰذا اسے جیسے ہی مکان سے نکالا جائے گا تو دشمن وہاں پہنچ جائیں گے۔ وہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہیں۔''

''اگر میں اس جادوئی ڈوری کو عدنان کے بازو سے کھول کر ایک طرف رکھ دوں تو کیا پھر بھی دشمنوں کو خبر ہوجائے گی؟''

''ہاں۔ اس ڈوری کو کسی بھی جاندار کے ساتھ وابستہ کرنا ہوگا۔ تب ہی انہیں خبر نہیں ہوگی۔ ورنہ وہ ڈوری عدنان سے الگ کرکے کسی بھی بے جان شے پر رکھی جائے گی تو وہ سمجھ لیں گے کہ کوئی عدنان تک پہنچ گیا ہے اور اسے وہاں سے لے جارہا ہے۔''

سونیا تیزی سے سوچنے لگی پھر اس نے کہا ''اچھی بات ہے۔ میں وظیفہ پڑھ رہی ہوں اور اپنے پوتے کو وہاں سے نکال لوں گی۔''

وہ وظیفہ پڑھنے لگی۔ اس کے اندر ہمارے خیال خوانی کرنے والے بھی اس وظیفے کو پڑھنے لگے۔ اس دوران میں سونیا اِدھر اُدھر جارہی تھی اور کچھ تلاش کررہی تھی۔ ایک جگہ اسے ایک خرگوش دکھائی دیا۔ اس نے اسے کسی نہ کسی طرح پکڑ لیا۔ اسے اپنے بازوؤں میں لے کر سینے سے لگا کر پھر اسی جگہ آگئی اور اس خالی جگہ کو دیکھ کر وظیفہ پڑھنے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ مکان دھندلا سا دکھائی دینے لگا۔ جیسے جیسے وہ وظیفے کا ورد کرتی رہی۔ ویسے ویسے وہ مکان اور زیادہ واضح دکھائی دینے لگا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس مکان کے دروازے پر آئی پھر اسے کھول کر اندر آگئی۔ اس مکان کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے ایک کمرے میں دیکھا۔ اس کا پوتا وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اپنی دادی کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہوگیا پھر دوڑتا ہوا آکر اس سے لپٹ گیا۔ اس نے اسے کلیجے سے لگایا پھر اس کے چہرے کو اِدھر اُدھر سے چومنے لگی۔ وہ کہنے لگا ''گرینڈ مما! آپ تو زندہ ہیں؟ لیکن میری ممی کہہ رہی تھیں کہ آپ مرچکی ہیں؟''

سونیا نے کہا ''بیٹے! اس نے جھوٹ کہا تھا۔ تمہاری مما تمہیں چھوڑ کر نہیں مرے گی۔ موت آئے گی تو اللہ تعالیٰ سے زندگی مانگ کا تمہاری حفاظت کرے گا پھر اللہ تعالیٰ کو اپنی جان دے گی۔''

اس نے عدنان کو ایک کرسی پر بٹھایا۔ اس کے ایک بازو کو دیکھا۔ وہاں ایک سیاہ ڈوری بندھی ہوئی تھی۔ اس نے اس ڈوری کو کھولتے ہی فوراً اسے خرگوش کی گردن سے باندھ دیا۔

یہ وہ لمحات تھے۔ جب تاشا کالے منتروں کا عمل کرتے کرتے تھک گئی تھی اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے بیٹھ گئی تھی۔ آواز دن بھی اس سے باتیں کررہا تھا۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک کالے عمل میں مصروف رہتا تو اسے پتا چل جاتا کہ سونیا وہاں پر پہنچ گئی ہے اور کالی ڈوری کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کررہی ہے۔

ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ دونوں بہن بھائی باتوں میں مصروف رہے۔ ادھر سونیا اس خرگوش کو بازوؤں میں لیے عدنان کا ہاتھ پکڑ کر دروازے تک آئی پھر خرگوش کو کمرے میں چھوڑ کر دروازے کو باہر سے بند کردیا۔ اب وہ خرگوش اندر کمرے میں بھٹکنے والا تھا۔ باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

اس طرح تاشا اور آواز دن یہی سمجھتے تھے کہ عدنان اندر کمرے میں ہے۔ وہ کالی ڈوری انہیں یقین دلاتی رہتی کہ وہ کمرے یا مکان سے باہر نہیں گیا ہے۔

سونیا اپنے پوتے کو دونوں بازوؤں میں اٹھائے وہاں سے جارہی تھی۔ جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

اب کوئی کالا جادو کوئی شیطانی عمل اسے اس کے پوتے سے جدا نہیں کرسکتا تھا۔ وہ ذہانت کی کھلاڑی طلسم ہوش ربا کو چیرتی ہوئی چلی جارہی تھی۔

انا میریا یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ پورس اسے ٹھکرا کر چلا جائے گا۔ اس کے جانے کے بعد وہ جیسے گھر کی رہے گی نہ گھاٹ کی..... وہ نہیں تھا۔ اس کے پاس مال و دولت کی کمی نہیں تھی۔ لیکن محبت کرنے والے ساتھی کے بغیر وہ جیسے کنگال ہوگئی تھی۔

وہ عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے روکنے کے لیے شیوانی کا ساتھ دیتی رہی، پورس سے جھوٹ بولتی رہی، اسے دھوکا دیتی رہی۔ وہ جھوٹ اور فراڈ کو تسلیم کررہی تھی۔ لیکن دل کو یہ بھی سمجھا رہی تھی کہ اس نے اپنے بیٹے کی بہتری کی خاطر پورس کو دھوکا دیا تھا۔ جھوٹ کہا تھا لیکن یہ یقین تھا کہ وہ بعد میں پورس کو منا لیتی۔ اور پھر وہ اپنے بیٹے عدنان اور اپنے جیون ساتھی کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارتی رہتی۔

لیکن پورس نے اسے ٹھکرا کر یہ ثابت کردیا تھا کہ وہ اپنے مذہب تہذیب اور اپنے دین کے قوانین سے منحرف ہوکر اس کے ساتھ زندگی نہیں گزارے گا۔ پہلے دین عزیز ہوتا ہے۔ اس کے بعد دنیا کی مسرتیں عزیز ہوتی ہیں۔

ایک تو پورس نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ دوسرا یہ کہ عدنان گم ہوگیا تھا۔ اور تیسری مشکل یہ تھی کہ شیوانی سے رابطہ نہیں ہورہا تھا۔ وہ جب بھی آئینہ دیکھتی تھی تو اسے وہ نظر نہیں آتی تھی یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ بھی عدنان کی گمشدگی سے پریشان ہے اور اسے تلاش کرتی پھر رہی ہے۔

شیوانی نے اس سے کہا تھا کہ پورس اگر چھوڑ کر چلا گیا ہے تو اسے جانے دو۔ بعد میں وہ اسے اس کی طرف مائل کردے گی۔ فی الحال تو عدنان کی فکر کرو۔ وہ مل جائے گا تو رفتہ رفتہ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ اسے فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔

لیکن پانچ چھ گھنٹے گزر چکے تھے۔ پورس نے پلٹ کر اس کی خیریت نہیں پوچھی تھی۔ اور شیوانی بھی اس سے رابطہ نہیں کررہی تھی۔ اب یہ بات دل میں پیدا ہورہی تھی کہ آئندہ بھی شیوانی اسے نظرانداز کرے گی۔ اس کے کام نہیں آئے گی تو وہ عدنان اور پورس سے محروم رہے گی۔ نہ بیٹا۔ نہ گانہ محبوب ملے گا اور نہ ہی شیوانی ملے گی کہ اس کے سامنے اپنا سر پھوڑ لے اور فریاد کرے کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟

اس نے تقریباً پانچ گھنٹے کے بعد پھر اپنے گریبان میں سے اس چھوٹے سے آئینے کو نکال کر دیکھا تو اس بار آئینے کی سطح پر شیوانی نظر آرہی تھی۔ وہ خوش ہوکر بولی ''گھنگس گاڈ!..... تم نے مجھ سے رابطہ تو کیا۔ کہاں گم ہوگئی تھیں میں بہت پریشان تھی میں تو عدنان سے بھی محروم ہوگئی ہوں۔ اور پورس سے بھی۔ آخر میرا کیا ہوگا؟''

شیوانی کی آنکھوں نے کہا ''مجھے پتا ہے تم کئی بار آئینہ دیکھ چکی ہو! مجھے تمہارے پاس آنا چاہئے تھا لیکن میں بھی تمہاری طرح پریشان ہوں۔ اسے تلاش کررہی ہوں۔ اب یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ ولاڈی میریا اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف کالے جادو کے ذریعے ہمارے بیٹے کو کہیں چھپا رہے ہیں۔''

''کیا تم عدنان کے دماغ میں نہیں پہنچ رہی ہو؟''

''میں پہنچنا چاہتی ہوں۔ لیکن اس کے دماغ پر دھند چھائی ہوئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور میں یقین سے کہتی ہوں کہ وہ دھند کالے جادو کی ہے۔ یہ دھند چھٹے گی تو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہوسکے گا۔''

''ادھر عدنان کا سراغ نہیں مل رہا ہے اور ادھر پورس کا پتا نہیں چل رہا ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے تب سے اب تک اس نے ایک فون بھی نہیں کیا ہے۔ جھوٹے منہ میری خیریت بھی نہیں پوچھی ہے۔''

''پہلے بیٹے کی فکر کرو۔ تمہارا وہ چاہنے والا تم سے روٹھ کر جتنی بھی دور جائے گا میں اسے واپس لے آؤں گی۔''

''میں عدنان کے دماغ میں جانا چاہتی ہوں۔ اگرچہ اس کے دماغ پر دھند چھائی ہوئی ہے۔ پھر بھی میں دیکھنا چاہتی ہوں شاید مجھے میرے بیٹے کے بارے میں کچھ معلوم ہوسکے؟''

''تم میری آنکھوں میں ڈوب جاؤ۔ میں تمہیں وہاں لے جاؤں گی۔''

وہ شیوانی کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ اور ان کی گہرائیوں میں ڈوبتی رہی۔ پھر اپنے آپ سے اور اردگرد سے بے خبر ہوگئی۔ عدنان کے دماغ میں پہنچ گئی لیکن شیوانی کے بیان کے مطابق وہاں گہری انجانی دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس نے آواز دی۔ ''عدنان!..... عدنان! تم کہاں ہو بیٹے.....؟ دیکھو میں تمہیں آواز دے رہی ہوں۔ میری بات کا جواب دو.....''

وہ اسے پکار رہی تھی لیکن اس کی آواز عدنان تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے شیوانی کی آواز سنائی دی۔ ''انا میریا مجھے راستہ مل رہا ہے یہاں ایک گھنا جنگل ہے اور ایک پہاڑی ہے اس پہاڑی پر ایک چھوٹا سا مکان ہلکے ہلکے نمودار ہورہا ہے۔ پہلے وہ مکان نظروں سے اوجھل تھا۔ اب رفتہ رفتہ میں اسے دیکھنے لگی ہوں کسی عورت کی جیسی ہی آواز سنائی دے

رہی ہے وہ عربی میں کچھ پڑھ رہی ہے۔ شاید اسی کے نتیجے میں وہ نادیدہ مکان اب نظر آرہا ہے۔"

انامیریا اس کی باتیں توجہ سے سن رہی تھی۔ اور خوش ہورہی تھی کہ کسی طرح عدنان کا سراغ ملنے ہی والا ہے۔ ادھر شیوانی کہہ رہی تھی کہ اے بھگوان..... وہاں تو سونیا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے اس مکان کے دروازے تک پہنچ گئی ہے اور اب دروازہ کھول کر اندر آگئی ہے۔ اپنے پوتے کو تلاش کررہی ہے۔

انامیریا نے کہا "شیوانی!..... تمہارے ساتھ میں بھی وہاں تک پہنچ گئی ہوں۔ عدنان کے دماغ سے دھند چھٹ گئی ہے میں اس کے خیالات پڑھ سکتی ہوں۔ وہ چونک کر دروازے کی طرف دیکھ رہا ہے۔ پھر اپنی دادی کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہوگیا ہے اور دوڑتا ہوا جاکر ان سے لپٹ گیا ہے۔"

یہ وہ لمحے تھے جب سونیا نے جناب تمیرزی کی ہدایت کے مطابق ایک وظیفہ پڑھا تھا اور اس مکان کو دیکھ لیا تھا۔ پھر اس میں داخل ہوکر اپنے پوتے سے مل رہی تھی۔ وہ اپنی دادی کے گلے لگ کر کہہ رہا تھا "گرینڈ مما!..... میری ممی بہت جھوٹی ہیں وہ کہہ رہی تھیں کہ آپ مرچکی ہیں؟"

انامیریا اس کی بات سن کر شرمندگی محسوس کررہی تھی۔ اس نے عدنان سے یہ جھوٹ بولا تھا کہ سونیا مرچکی ہے اور اب وہ جھوٹ کھل گیا تھا۔ سچ سامنے آگیا تھا۔ وہ اپنی دادی کو زندہ دیکھ رہا تھا۔ اس سے لپٹ کر اس سے پیار کررہا تھا۔

انامیریا نے کہا "بیٹے! میں جھوٹی اور فریبی نہیں ہوں میں نے تمہاری بہتری کے لیے یونہی جھوٹ بولا تھا۔ بعد میں تمہیں سمجھانے والی تھی کہ میں تمہیں دادی سے دور کرنا کیوں چاہتی ہوں؟"

وہ بول رہی تھی لیکن عدنان تک اس کی آواز پہنچ نہیں رہی تھی۔ شیوانی نے کہا "یہاں کالے جادو کا اثر ہے سونیا کسی روحانی عمل کے ذریعے وہاں تک پہنچی ہے۔ لیکن ہماری آواز ابھی وہاں نہیں پہنچ سکے گی۔"

سونیا اس وقت عدنان کے بازو سے وہ ڈوری کھول کر خرگوش کے گلے میں باندھ رہی تھی۔ اور اسے وہاں سے لے جارہی تھی۔ شیوانی نے کہا "انامیریا!..... دیکھو یہ کتنی چالاک عورت ہے کس طرح سے جادو کا توڑ کررہی ہے اس سے ہوشیار رہنا۔ اگر ہماری آواز عدنان تک پہنچے تب بھی اسے مخاطب نہ کرو۔ ہمیں چپ چاپ یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ اسے کن راستوں سے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانا چاہتی ہے۔ میں اس کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کروں گی۔ اپنے بیٹے کو بابا صاحب کے ادارے کے اندر جانے نہیں دوں گی۔"

انامیریا عدنان کے اندر خاموش تھی۔ چپ چاپ دیکھتی رہی۔ اس کے ذریعے صرف اتنا ہی معلوم ہوسکتا تھا کہ سونیا اسے لے جارہی ہے لیکن کہاں لے جارہی ہے۔ یہ اس لیے معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ عدنان اس انجانی جگہ سے واقف نہیں تھا۔

اس جگہ کی نشاندہی کرکے بتا نہیں سکتا تھا کہ وہ ماسکو سے تقریباً پچاس ساٹھ کلومیٹر دور ہے۔

تھوڑی دیر بعد یہ پتا چلا کہ وہ اپنی دادی کے ساتھ ایک کار میں بیٹھا جارہا ہے۔ سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کی واپسی کے انتظامات کررکھے تھے۔

ماسکو ایئرپورٹ کے دو طیاروں میں اس کے لیے دو دو سیٹیں بک کروائی گئی تھیں۔ وہ کسی بھی طیارے سے جاسکتی تھی۔

شیوانی نے کہا۔ "انامیریا!..... وہ ماسکو میں ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ وہاں سے جرمنی کی طرف جائے گی۔ پھر جرمنی سے فرانس کے شہر پیرس پہنچے گی۔ اس کے بعد وہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں جانا چاہے گی۔ یہی ایک سیدھا سا روٹ ہے۔"

آدھے گھنٹے کے بعد پتا چلا کہ عدنان ایک طیارے میں سفر کررہا ہے۔ شیوانی نے کہا "سونیا نے روٹ بدل دیا ہے یہ بلغاریہ تاجکستان کے شہر دشانبے جارہا ہے۔"

انامیریا نے کہا "یہ الٹے راستے سے کیوں جارہی ہے۔"

"یہ بہت مکار ہے۔ جب تک اپنا مقصد حاصل نہیں کرلیتی اس وقت تک اس کی مکاری کسی کی سمجھ میں نہیں آتی۔"

"کس طرح سمجھیں کہ یہ دشانبے کیوں جارہی ہے؟"

"اب ہمیں خاموش نہیں رہنا چاہئے۔ تم عدنان سے باتیں کرو۔ اسے سمجھاؤ اور اپنی ممتا سے متاثر کرو۔ اس کے دل و دماغ میں یہ بات پیدا کرو کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانا چاہئے۔"

انامیریا نے اس کی ہدایت کے مطابق عدنان کو مخاطب کیا "بیٹے!..... میں تمہاری ممی بول رہی ہوں۔"

وہ ناراض ہوکر بولا "ممی!..... آپ اچھی نہیں ہیں۔ بہت گندی ہیں۔ آپ نے جھوٹ کیوں بولا تھا کہ میری گرینڈ مما مرچکی ہیں؟ یہ تو زندہ ہیں۔ میرے پاس ہیں۔"

"سوری بیٹے!..... مجھے غلط اطلاع ملی تھی ایک دشمن نے مجھ سے جھوٹ کہا تھا دھوکا دیا تھا کہ تمہاری گرینڈ مما مرچکی ہیں۔ یہ بات ان کے پوتے کو بتادی جائے۔ میں نے بھی یہی کیا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ جھوٹا ہے مکار ہے۔ اور مجھے میرے بیٹے کے سامنے جھوٹا بنا رہا ہے۔ سوری بیٹے!..... میری غلطی معاف کردو۔ میں تمہاری ماں ہوں اور ماں اپنے بیٹے کو کبھی دھوکا نہیں دیتی۔"

"کوئی بات نہیں ممی!..... جو ہونا تھا وہ ہوگیا مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ گرینڈ مما نے مجھے ڈھونڈ لیا ہے اور اب اپنے ساتھ مجھے لے جارہی ہیں۔"

"کیا تم اپنی گرینڈ مما کے ساتھ رہو گے؟ میرے ساتھ نہیں رہو گے؟"

"آپ بھی آجائیں ہم سب مل کر ایک جگہ رہیں گے۔"

"یہی تو مشکل ہے بیٹا!..... وہ تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں لے جارہی ہیں۔ اور وہ لوگ مجھے اس ادارے میں نہیں آنے دیں گے دروازے سے ہی بھگا دیں گے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ میری ممی ہیں آپ میرے ساتھ رہیں گی۔"

"یہی میں تمہاری گرینڈ مما سے کہتی ہوں۔ لیکن وہ بھی یہی چاہتی ہیں کہ میں تم سے الگ ہوجاؤں۔ تمہاری گرینڈ مما تم سے بہت محبت کرتی ہیں۔ اتنی ہی مجھ سے نفرت کرتی ہیں۔ اپنی گرینڈ مما سے پوچھو آخر وہ کیوں نفرت کرتی ہیں؟ میرا قصور کیا ہے؟"

اس نے سر گھما کر اپنی گرینڈ مما کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "گرینڈ مما!..... کیا آپ میری ممی سے نفرت کرتی ہیں؟"

وہ بولی۔ "کیا وہ تمہارے اندر موجود ہے؟ تم سے باتیں کررہی ہے؟"

"جی ہاں..... ابھی وہ کہہ رہی تھیں کہ آپ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں لے جائیں گی۔ لیکن انہیں اس ادارے میں نہیں آنے دیں گی؟ دروازے سے ہی بھگا دیں گی؟ آپ میری ممی کو مجھ سے کیوں جدا کرنا چاہتی ہیں؟"

"بیٹے!..... تم ابھی بہت چھوٹے ہو۔ اس بات کو نہیں سمجھو گے کہ ہم تم اور تمہارے پاپا مسلمان ہیں لیکن تمہاری ممی یہودی ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں صرف مسلمانوں کو جانے اور رہنے کی اجازت ہے۔ ہم تمہاری ممی سے یہ نہیں کہیں گے کہ وہ دین اسلام قبول کرے کیوں کہ کسی سے زبردستی مذہب تبدیل نہیں کروایا جاتا۔ اگر وہ ماں ہونے کا دعویٰ کرتی ہے تو اس سے کہو کہ وہ اسلام قبول کرکے ادارے میں چلی آئے۔"

عدنان نے انامیریا سے پوچھا "ممی!..... آپ ہمارا مذہب کیوں نہیں قبول کررہی ہیں؟"

"ابھی تمہاری گرینڈ مما نے کہا ہے کہ تم ابھی بچے ہو مذہبی معاملات کو نہیں سمجھو گے۔ چونکہ تم نہیں سمجھ رہے ہو۔ اس لیے وہ تمہارے معصوم ذہن کو بھٹکا رہی ہیں۔ یہی سوال میں کرتی ہوں کہ اگر تم میرے بیٹے ہو اور میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو کیا تم اپنا مذہب تبدیل نہیں کرسکتے؟ کیا تم اپنی ماں کی طرح یہودی نہیں بن سکتے؟"

عدنان نے سونیا سے پوچھا۔ "کیا میں اپنی ممی کی طرح یہودی نہیں بن سکتا؟"

"نہیں بیٹے!..... جو باپ کا مذہب ہوتا ہے وہی بیٹے کا ہوتا ہے۔ اس لیے تمہارا مذہب تبدیل نہیں ہوسکتا۔ عورت پانی کی طرح ہوتی ہے جس برتن میں ڈالو وہی شکل اختیار کرلیتی ہے اگر مسلمان کے ساتھ شادی ہو تو مسلمان بن سکتی ہے۔ اسے مذہب تبدیل کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ لیکن تم تبدیل کرو گے تو تمہارے پاپا کی پوری نسل تبدیل ہوجائے گی۔ اس لیے یہ ممکن نہیں ہے۔ میں تمہیں ایک بات سمجھاتی ہوں اتنی بڑی بڑی باتوں کے ہیر پھیر میں نہ پڑو۔ صاف صاف کہہ دو کہ جو میرے پاپا ہے وہی تم رہو گے اگر تمہارے پاپا اور تمہارے مطابق وہ بن سکتی ہیں تو ادارے میں چلی آئے بس یہ آخری بات ہے۔"

انامیریا نے کہا "بیٹے! میں نے تمہاری دادی کی آخری بات سن لی ہے۔ میں صرف ایک بات جانتی ہوں کہ تم میرے بیٹے ہو تمہیں ماں کی گود میں رہنا چاہئے۔ تم بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے انکار کردو۔"

"کیا پاپا بھی یہی چاہتے ہیں؟ جو آپ چاہتی ہیں؟"

"نہیں..... تمہارے پاپا بھی تمہیں ادارے میں لے جانا چاہتے ہیں۔"

"جب سب یہ چاہتے ہیں تو آپ کیوں ضد کررہی ہیں؟ آپ میری بات مان لیں۔ میرے ساتھ ادارے میں چلیں۔"

"بیٹے!..... ہر انسان کو اپنا مذہب پیارا ہوتا ہے یہ بات تم ابھی نہیں سمجھو گے۔ میں اس بحث میں پڑنا بھی نہیں چاہتی بس تم سے ایک ہی بات کہتی ہوں کہ کوئی ایسا راستہ اختیار کرو کہ تم مجھ سے جدا نہ ہوسکو۔ میرے ساتھ رہا کرو۔ اپنی دادی سے پوچھو کہ ایسی کیا صورت ہے کہ تم ادارے میں بھی رہو۔

اور میرے ساتھ بھی رہا کرو؟''

عدنان نے یہی سوال سونیا سے کیا۔ وہ بولی'' بیٹے وہاں تم تعلیم حاصل کرو گے اور بہت اچھی تربیت حاصل کرو گے۔ تمہیں ہر ماہ صرف ایک دن کے لیے ادارے سے باہر لایا جائے گا۔ اور تم وہ دن اور رات اپنی ممی کے ساتھ گزارو گے۔ چوبیس گھنٹے ان کے ساتھ رہنے کے بعد پھر ادارے میں واپس آجایا کرو گے۔''

''گرینڈ ممما!..... میں ہر دن ممی کے ساتھ کیوں نہیں رہ سکتا؟ مہینے میں ایک بار طوں گا تو مجھے ممی بہت یاد آئیں گی میں ان کے بغیر کیسے رہوں گا؟''

''بیٹے!..... رفتہ رفتہ ان کے بغیر رہنے کی عادت ہو جائے گی۔ تمہیں بار بار ادارے سے باہر لایا جا سکے گا تم دیکھ رہے ہو کہ کس طرح دشمن تمہارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جب بھی تم ادارے سے باہر آؤ گے تو تمہارے لیے خطرہ پیدا ہوتا رہے گا۔ اور ہم خطرات سے کھیل کر تمہیں ماں سے ملوائیں گے۔ تمہاری ماں ہمارے اس خلوص اور نیک نیتی کو نہیں سمجھ رہی ہے کہ ہم صرف اس کی ممتا کی خاطر کس طرح خطرہ مول لیا کریں گے۔''

عدنان نے کہا'' ممی! اتنی باتیں سن کر میرا دماغ گھومنے لگا ہے۔ ایک سیدھی سی بات میری سمجھ میں آرہی ہے کہ آپ ہمارا دین اسلام قبول کرلیں اور ادارے میں آکر ہمارے ساتھ رہیں۔ سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ آپ میری اچھی ممی ہیں۔ بس آپ میری بات مانیں گی۔''

انا میریا نے شیوانی سے کہا'' تم اس کی باتیں سن رہی ہو۔ اس کی دادی بہت ہی چالاک ہے۔ اسے باتوں سے کس طرح اپنی طرف مائل کر رہی ہے اور متاثر کر رہی ہے؟ یہ صرف دادی سے نہیں اپنے باپ سے اور ان کے پورے خاندان سے متاثر ہے۔ میں ان کے مقابلے میں اکیلی ہوں اس لیے وہ مجھے ان کی طرف کھینچ رہا ہے۔ میں اسے سمجھا نہیں سکتی کہ میں یہودی ہوں اور مرتے دم تک یہودی ہی رہوں گی۔''

شیوانی نے کہا'' عدنان سے کہو کہ اس کی گرینڈ ممما کو ابھی آئینہ دیکھنا چاہیے۔ میں اس سے دوٹوک بات کروں گی ابھی آخری فیصلہ ہوگا۔''

انا میریا نے یہی بات عدنان سے کہی۔ عدنان نے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا'' گرینڈ ممما!..... کیا آپ کے پاس آئینہ ہے؟''

''ہاں بیٹے!..... میرے بیگ میں ہے۔ کیا تمہیں چاہیے؟''

''نہیں..... میں چاہتا ہوں کہ آپ اس آئینے کو نکال کر دیکھیں۔''

سونیا نے سوچتے ہوئے اپنے پوتے کو دیکھا۔ پھر اپنے بیگ میں سے ایک چھوٹا سا آئینہ نکال کر اس میں دیکھنے لگی۔ آئینے کی سطح پر اسے اپنا عکس نظر آرہا تھا۔ وہ عکس دھندلا ہو کر مٹ گیا۔ اور اس جگہ شیوانی نظر آنے لگی۔ وہی غضب ناک پرکشش آنکھیں جو شیوانی کی شخصیت کا حصہ رہی تھیں۔ اس وقت بھی سونیا کو اپنی طرف کھینچ رہی تھیں لیکن وہ فولادی قوت ارادی رکھتی تھی۔ اس لیے سنبھلی ہوئی تھی۔ اور اس سے پوچھ رہی تھی کہ تم پہلی بار مجھ سے مخاطب ہو رہی ہو۔ بولو کیا کہنا ہے۔

شیوانی نے کہا'' تمہیں سمجھانا چاہتی ہوں کہ اپنے پوتے کی بہتری کے لیے سوچو۔ ضد نہ کرو۔ اسے ادارے نہ لے جاؤ۔''

''تم جانتی ہوں کہ میں کتنی ضدی ہوں۔ میرے ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔''

''میں بدل دوں گی۔ اور اگر ایسا نہ کر سکی تو اپنے بیٹے کو ادارے میں جانے سے پہلے ہلاک کر دوں گی۔''

''تعجب ہے..... تم ایک ماں ہو کر اپنے بیٹے کو مار ڈالنے کی بات کر رہی ہو؟''

''جب وہ ادارے میں جائے گا تو میرے لیے مرچکا ہوگا کیونکہ ادارے کے اندر میں نہیں جا سکوں گی۔ اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکوں گی۔ سیدھی سی بات ہے میں اسے مسلمان بنانا نہیں چاہتی میں ہندو ہوں۔ انا میریا یہودی ہے۔ وہ ہم دونوں کے مزاج اور مرضی کے مطابق پرورش پائے گا۔''

''میں تمہیں اور انا میریا کو موت بھیجنے سے نہیں روکوں گی۔ تم جتنے چاہے خواب دیکھتی رہو جب بھی آنکھ کھلے گی۔ تو مایوسی ہی ہوگی۔''

''میں جانتی ہوں کہ تم اپنی ضد سے باز نہیں آؤ گی لہٰذا میرا آخری فیصلہ سن لو۔ تمہارا یہ طیارہ تاشقند اور دشانبے کی طرف جا رہا ہے بے شک جاؤ۔ دنیا کے ہر حصے میں جانی رہو میں کبھی اعتراض نہیں کروں گی۔ لیکن جب بھی میرے بیٹے کو لے کر بابا صاحب کے ادارے کا رخ کرو گی۔ تو اس سے پہلے میں تمہارے طیارے کو تباہ کر دوں گی۔ زمین و آسمان کے درمیان میں دادی پوتے کی موت ہوگی۔ آئندہ سمجھوتا کرنا ہو تو انا میریا سے بات کر سکتی ہو۔ بابا صاحب کے ادارے کا رخ کرو گی تو

پھر کوئی سمجھوتا نہیں ہوگا۔ موت ہوگی صرف موت.....''

اس کی بات ختم ہوتے ہی آئینے میں سے اس کا عکس ختم ہوگیا۔ اس میں اب سونیا کو اپنا عکس دکھائی دینے لگا۔ اس نے اس آئینے کو بیگ میں رکھ دیا اور گہری سنجیدگی سے سوچنے لگی۔ اب اس کے لیے پھر ایک نیا چیلنج تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کی طرف موت تھی۔ اور اسے اپنے پوتے کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں جانا تھا۔

اس نے اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے سے کہا ''پورس کے پاس جاؤ۔ اور اس سے کہو کہ وہ انا میریا کو سمجھائے اور انا میریا شیوانی کو سمجھائے کہ عدنان کو ذرا نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ اگر اس کا بال بھی بیکا ہوا تو میں قیامت برپا کردوں گی۔ ہوسکتا ہے میں شیوانی کا کچھ نہ بگاڑ سکوں۔ مگر انا میریا ایک کتیا کی طرح گھسٹ گھسٹ کر مرے گی۔''

اس خیال خوانی کرنے والے نے پورس کو سونیا کا پیغام پہنچایا۔ پورس نے موبائل فون کے ذریعے انا میریا سے رابطہ کیا۔ پھر کہا ''ہیلو..... میں پورس بول رہا ہوں۔''

وہ پورس کی آواز سنتے ہی خوشی سے کھل گئی۔ ایک دم سے چہکتی ہوئی بولی ''پورس! تم کہاں ہو؟ میں جانتی تھی تم مجھے نہیں بھولو گے۔ ضرور یاد کرو گے میری یاد آئے گی تم میرے پاس آؤ گے۔ بولو کب آرہے ہو؟''

''تم بکواس کرتی رہو گی۔ یا میری بات بھی سنو گی؟''

''اب بولنے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟ تم نے مجھ سے فون پر رابطہ کیا۔ یہ ہی بہت ہے اب یا تو تم آجاؤ یا مجھے اپنے پاس بلالو۔''

''یہ خوش فہمی اپنے دل و دماغ سے نکال دو۔ میں تمہارے جیسی جھوٹی فریبی عورت کے ساتھ گزارہ نہیں کرسکوں گا۔''

''پلیز پورس! مجھے جھوٹی فریبی نہ کہو۔ میں اپنے بیٹے عدنان کے لیے تم سے جھوٹ بولتی رہی۔ آئندہ نہ کبھی جھوٹ بولوں گی نہ کبھی دھوکا دوں گی۔ ایک بار موقع دو۔ مجھے آزما کر دیکھ لو۔''

''ٹھیک ہے..... میں تمہیں ابھی آزماتا ہوں جو کہتا ہوں وہ کرو۔''

''تم جو کہو گے میں وہ کروں گی۔ بولو کیا چاہتے ہو۔''

''شیوانی نے مما کو چیلنج کیا ہے کہ اگر وہ عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جائیں گی تو اس سے پہلے ہی وہ جس طیارے میں سفر کر رہی ہوں گی۔ وہ اسے تباہ کردے گی۔''

''ہاں..... میں نے شیوانی کا یہ چیلنج سنا ہے۔''

''اور سن کر خاموش ہو؟ تم کیا چاہتی ہو کہ وہ طیارہ تباہ ہو جائے اور تمہارے بیٹا مارا جائے؟''

''یہ سوچ کر ہی میرا دل گھبرا رہا ہے پتا نہیں آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ میں شیوانی کو کیسے سمجھاؤں؟ وہ میری نہیں مانتی ہے۔ بہت ضدی ہے۔''

''یعنی تم اپنے بیٹے کی موت کا تماشا دیکھو گی۔ شیوانی کو نہیں روکو گی؟''

''میں اسے کیسے روک سکتی ہوں؟ تم ہی بتاؤ؟''

''اگر روک نہیں سکتیں تو اس کا ساتھ چھوڑ دو۔ ورنہ مما تمہارے ساتھ بہت بری طرح پیش آئیں گی۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ تمہارا انجام کتنا عبرت ناک ہوگا؟''

''مجھے موت سے نہ ڈراؤ۔ میں تو مرنا چاہتی ہوں۔ مگر تمہاری بانہوں میں۔''

''رومانی ڈائیلاگ مت بولو۔ صرف عدنان کی سلامتی کی بات کرو۔''

''عدنان کی سلامتی کے لیے صرف مجھے اور شیوانی کو ہی نہیں سوچنا چاہئے۔ تمہاری مما کو بھی سوچنا سمجھنا چاہئے۔ انکی ضد بھی کس کام کی کہ وہ اپنے پوتے کو داؤ پر لگا رہی ہیں۔ کیا تم اپنی مما کو نہیں سمجھا سکتے؟ ایسا کرو میں شیوانی کو سمجھا رہی ہوں۔ تم اپنی مما کو سمجھاؤ۔ دونوں میں سے کسی ایک کو تو اپنی ضد سے باز آنا چاہئے۔''

''کیا تم میری ایک بات مانو گی؟''

''ہزار باتیں مانوں گی بولو کیا چاہتے ہو؟''

''اگر مجھے دل و جان سے چاہتی ہو۔ اور بیٹے کے لیے دل میں ممتا ہے تو اسلام قبول کرو۔ اور بابا صاحب کے ادارے میں چلی آؤ۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا بیٹا بھی زندہ و سلامت یہاں آئے گا۔ یہاں تمہیں شوہر کی محبت بھی ملے گی۔ اور بیٹے کی بھی۔ تمہاری ممتا کی تسکین بھی ہوتی رہے گی۔''

''یہی بات میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ بابا صاحب کے ادارے سے چلے آؤ۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ شیوانی عدنان کو ہمارے پاس پہنچادے گی۔ اور ہم یہاں سے جاکر اپنے بیٹے کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزاریں گے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ نہ تم میری خاطر اور نہ ہی اپنے بیٹے کی خاطر سمجھوتا کرو گی؟''

''تم بھی تو سمجھوتا نہیں کر رہے ہو۔''

''تو میں اس فیصلے کے ساتھ فون بند کروں کہ تم نے

آئندہ کبھی رابطہ نہیں ہوگا۔''

''جب تک ہمارا بیٹا سلامت رہے گا۔ رابطہ تو ہوتا ہی رہے گا۔ کوئی نہ کوئی مجبوری تمہیں میری طرف لائے گی اور مجھے تمہاری طرف لے جایا کرے گی۔''

پورس نے رابطہ ختم کردیا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی تھی کہ انا میریا اور شیوانی اپنی ضد سے باز نہیں آئیں گی۔ شیوانی تو ایک آتما ہے۔ وہ کوئی فریب دینے والا وجود رکھتی تھی جو سمجھ سے بالاتر تھی۔ اس کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کی جاسکتی تھی لیکن انا میریا نہ تو کوئی آتما تھی نہ آسیب تھی اور وہ سونیا کے ہاتھوں بہت برے انجام تک پہنچنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

تاشا منتروں کا جاپ کرتے کرتے تھک گئی تھی اس کے بھائی آوازون نے کہا تھا کہ وہ تھوڑی دیر آرام کرے۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد پھر عمل کیا جائے گا۔

انہیں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ جس مکان میں عدنان کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔ اس کے آس پاس کوئی آسکے گا۔ آئے گا بھی تو وہ مکان اسے نظر نہیں آئے گا۔

وہ دونوں مطمئن تھے اس لیے آرام کرنے لگے۔ ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ وہ چودہ برس کی تھی۔ پراسرار علوم سیکھ رہی تھی۔ بارہ سال کی عمر سے خیال خوانی کی مشقیں شروع کی تھیں۔ اب بڑی کامیابی سے اس سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔

اتنا کچھ سیکھنے کے باوجود اس میں بچپنا تھا۔ نادانی تھی۔ تجربہ نہیں تھا اس لیے غلطیاں کرتی تھی۔ اس کی ماں ارنا کوف اور بھائی آوازون اس کی رہنمائی کرتے رہتے تھے۔ وہ زیادہ تر اپنی ماں سے دور بھائی کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ اسی بھائی نے اسے بہت کچھ سکھایا اور سکھاتا رہتا تھا۔

جب عدنان کو قیدی بنا کر اس نادیدہ مکان میں لایا گیا تو تاشا بھی اس مکان میں گئی تھی۔ اس نے اور عدنان نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ ہیلو کہا تھا پھر عدنان نے اس سے پوچھا تھا کہ ''مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟ میری گرینڈ مما کہاں ہے؟ مجھے بھی وہاں پہنچادو۔''

تاشا نے کہا تھا ''فکر نہ کرو۔ تمہاری ممی اور گرینڈ مما کے پاس تمہیں پہنچادیا جائے گا۔ ابھی تو تم ہمارے مہمان ہو کیا مجھ سے دوستی نہیں کرو گے؟''

عدنان نے دوستی کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ عدنان تو بچہ ہی تھا۔ تاشا میں بھی بچپنا تھا۔

اگرچہ وہ اس سے دس برس بڑی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ایسے بات کر رہی تھی کہ جیسے ساتھ کھیلنے کے لیے ایک ننھا ساتھی مل گیا ہو۔

لیکن وہ زیادہ دیر اس کے ساتھ نہ رہ سکی۔ اس کی ماما نے کہا ''تاشا!..... اپنے خفیہ مکان میں واپس آؤ۔ وہاں تمہیں منتروں کا جاپ کرنا ہے۔''

وہ اپنے بھائی آوازون کے ساتھ اس مکان میں آکر کالے عمل میں مصروف ہوگئی تھی۔ ابھی وہ اپنے بھائی سے باتیں کر رہی تھی۔ آوازون نے اس سے پوچھا ''عدنان تمہیں کیسا لگ رہا ہے؟''

''بہت ہینڈسم بہت کیوٹ ہے۔ اور بڑی دلچسپ باتیں کرتا ہے۔ مجھے ایک ایسے ساتھی کی ضرورت ہے۔ دن رات تنہا رہتی ہوں۔ تم تو معاملات میں مصروف رہتے ہو۔ کبھی کبھی میری طرف توجہ دیتے ہو۔''

''مجھے اپنی لاڈلی بہن کی تنہائی کا احساس ہے۔ اسی لیے تو اسے یہاں لایا گیا ہے۔''

وہ خوش ہوکر بولی ''بھائی!..... تم سچ کہہ رہے ہو ناں؟''

''تمہیں یقین کیوں نہیں ہے؟''

''اس لیے کہ تم اور ماما ہمیشہ وہی کام کرتے ہو جس کی رہنمائی پراسرار علوم کے ذریعے ملتی ہے۔''

''بے شک ہم نے تمہارا اور عدنان کا زائچہ دیکھا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تم دونوں کو ساری عمر ساتھ رہنا چاہئے۔ تم دونوں ایک دوسرے کے جیون ساتھی بن کر رہو گے۔''

وہ حیرانی سے مسکراتے ہوئے بولی ''شوہر اور بیوی کو جیون ساتھی کہا جاتا ہے وہ تو میرا ایک ننھا دوست ہوگا۔''

آوازون نے نہیں کے انداز میں سر ہلا کر کہا ''وہ صرف دوست نہیں ہوگا۔ تمہارا شوہر بھی ہوگا۔''

وہ ایک دم سے چونک کر اسے دیکھتے ہوئے بولی ''بھائی! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ وہ تو بچہ ہے میں چودہ برس کی ہوں اس سے تقریباً دس برس بڑی ہوں۔''

ہم سب جانتے ہیں یہ چودہ برس کے بعد اٹھارہ برس کا گبرو جوان ہوجائے گا۔ اس وقت تمہاری شادی اس سے ہوسکے گی۔''

''مجھے یہ سب کچھ عجیب سا لگ رہا ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا بچہ ہے جو چودہ برس کے بعد میرا شوہر بن جائے گا۔''

''ہمارے پراسرار علوم کہتے ہیں کہ تمہیں اپنا مقدر سنوارنے کے لیے اس کی ابھی سے پرورش کرنا ہوگی۔ تم اسے تعلیم و تربیت دو گی۔ دن رات اس کا اس طرح خیال رکھو گی

کہ جیسے ماں اپنے بچے کو پالتی پوستی ہے پھر یہ جیسے جیسے جوان ہوگا۔ قد کاٹھ نکالے گا تم اس کے سامنے چھوٹی پڑتی جاؤ گی اور یہ تمہارے دل و دماغ پر حاوی ہو جائے گا۔''

''بھائی!..... مجھے یہ سب سن کر اچھا تو لگ رہا ہے کیا یہ عدنان بھی اسی طرح مجھے چاہے گا؟ میری طرف مائل ہوگا؟''

''ہم نے تین برس پہلے جب عدنان چند ماہ کا تھا۔ تمہارا اور عدنان کا زائچہ دیکھا تھا۔ دونوں کے ستارے کہہ رہے تھے کہ یہ آپس میں مل جائیں گے تو ساری دنیا پر حکومت کریں گے۔ ناقابلِ تسخیر بن جائیں گے۔ اور بڑی بڑی طاقتوں کو زیر کرتے رہیں گے۔''

وہ حیرانی سے اس کی بات سن رہی تھی۔ اور وہ کہہ رہا تھا ''ہم نے تمہارا اور اس کا جو زائچہ تیار کیا تھا۔ اور جتنی معلومات حاصل کی تھیں وہ سب تمہیں بتائی جائیں گی تین برس پہلے تمہیں ماما نے ایک خاص منتر پڑھنے کی ہدایت کی تھی، اور کہا تھا کہ صبح و شام ایک ایک بار وہ منتر ضرور پڑھا کرو۔''

''ہاں..... میں روز صبح و شام پڑھتی رہتی ہوں۔ ماما نے کہا تھا کہ اس کے ذریعے میں کسی کے دل کی تسخیر کرنے والی ہوں کیا یہ خاص منتر عدنان کے لیے ہی ہے؟''

''ہاں..... خاص عدنان کے لیے ہے تم نے تھوڑی دیر پہلے اس سے ملاقات کی تھی۔ اور وہ تمہیں دیکھتے ہی اس طرح خوشی سے کھل اٹھا تھا کہ جیسے کوئی گمشدہ چیز اسے مل گئی ہو۔''

''ہاں..... وہ مجھ میں بہت دلچسپی لے رہا تھا مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔''

''یہ ان ہی منتروں کا اثر ہے کہ وہ پچھلے تین برس سے غیر شعوری طور پر متاثر کرتے آ رہے ہیں اور آئندہ بھی متاثر کریں گے۔''

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ اپنی اور عدنان کی عمر کا حساب کرنے لگی۔ پھر بولی ''جب عدنان اٹھارہ برس کا جوان ہوگا تو میں اٹھائیس برس کی ہو جاؤں گی کیا اس کے سامنے بوڑھی نہیں لگوں گی؟''

''ہرگز نہیں..... جب مرد جوان ہوتا ہے تو اس کے سامنے عمر رسیدہ عورتیں چھوٹی لگنے لگتی ہیں۔ پھر تم جیسے علوم سیکھ رہی ہو۔ اور جس طرح عملی میدان میں ہمارے ساتھ ہو۔ اس کا تو تقاضا یہ ہے کہ تمہیں پچیس یا اٹھائیس برس تک شادی نہیں کرنی چاہیے۔ زندگی کے تلخ تجربات سے گزرتے رہنا ہوگا۔''

''مجھے یاد پڑتا ہے کتاب میں ایسا پراسرار علم بھی ہے جس پر عمل کرنے سے عورت ہمیشہ جوان رہتی ہے۔ ماما بھی شائد یہی کرتی ہیں۔ اسی لیے وہ آج بھی جوان دکھائی دیتی ہیں۔'' ماں کا ذکر آتے ہی وہ اچانک اداس ہو گئی۔ سر جھکا کر بولی ''ماما پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ ہمارا بیمار بھائی اونوپ کوف مارا گیا ہے۔ وہ بے چاری ماتم کر رہی ہیں۔''

وہ بولا ''ہمیں بیمار بھائی کی موت کا دکھ ہے۔ ماما کو بھی صدمہ ہے۔ رفتہ رفتہ یہ صدمہ کم ہو جائے گا۔''

''بھائی!..... ایک بات پوچھوں؟''

''ہاں..... ہاں ضرور پوچھو.....؟''

''آپ نے اونوپ کوف کو ہلاک کیا ہے؟''

''ہاں..... کیا تم مجھ سے ناراض ہو.....؟''

''نہیں..... جب ماما تم سے ناراض نہیں ہیں۔ تو میں کیسے ناراض ہو سکتی ہوں؟ لیکن یہ کیا بھید ہے؟ ایسا کیوں کیا گیا؟''

''پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر ہم اونوپ کوف کو نہ مارتے تو ولاڈی میرا سے زندہ نہ چھوڑتا۔ یا پھر اس کے ذریعے مسلسل پریشان کرتا رہتا۔ اب وہ کچھ زیادہ ہی پریشان کرنے لگا تھا تم نے دیکھا نہیں اس نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا؟''

''ہاں..... ہمارا وہ سوتیلا بھائی ولاڈی میر بہت ہی ظالم ہے۔ اسے تو مر جانا چاہیے۔ میں جب پراسرار علوم میں مہارت حاصل کر لوں گی تو اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔''

اس نے بہن کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا ''تم فکر نہ کرو اس سے نمٹنے کے لیے میں ہی کافی ہوں۔ پھر یہ کہ ہم عدنان کو زندہ رکھیں گے۔ تو اس پر مزید نحوستیں طاری ہوتی رہیں گی اور وہ زوال کی طرف جاتے جاتے بہت ہی ذلت کی موت مرے گا۔''

تاشا سر جھکائے سوچ رہی تھی پھر وہ سر اٹھا کر بولی۔ ''تم اور ماما باتیں کر رہے تھے کہ ہمارا بھائی اونوپ کوف پندرہ برس کے بعد پھر جنم لے اور میں اسے جنم دوں گی۔ بھائی یہ کیا بھید ہے؟''

''ہماری دنیا میں جو بھی جاندار مرتا ہے یا کوئی بے جان شے فنا ہوتی ہے تو پھر وہ کسی دوسری صورت میں اس دنیا میں چلی آتی ہے۔ جو کائنات ہم استعمال کر چکے ہوتے ہیں۔ ان تمام کائنات کو مختلف مشینوں اور مراحل سے گزارا جاتا ہے۔ تو وہ پھر نئی صورت میں تیار ہو جاتے ہیں جو اناج ہم کھاتے ہیں وہ غلاظت کی صورت میں کھاد بن کر کھیتوں میں پہنچتا ہے۔ اور اس کھاد سے پھر وہی اناج پیدا ہوتا ہے ہم پھر اس اناج کو کھاتے ہیں۔ دنیا پہیے کی طرح گھومتی ہے۔ جہاں سے گھومنا شروع ہوتی ہے اسی جگہ ختم ہو کر پھر وہیں سے گھومنا

شروع کر دیتی ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ انسان بھی اسی طرح پیدا ہوتا ہے مرتا ہے پھر مرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔''

وہ آزاون کی بات سن رہی تھی۔ اور گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آزاون نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہلکے سے ہلاتے ہوئے کہا۔ ''کہاں گم ہو.....؟''

وہ خیالات سے چونک کر بولی ''میرے اور عدنان کے ستارے کہتے ہیں کہ ہم دونوں کو زندگی بھر ساتھ رہنا ہے اور جیون ساتھی بن کر رہنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جس بچے کو جنم دوں گی وہ عدنان کا ہوگا۔ یعنی عدنان ہمارے اونوپ کوف کا باپ بنے گا؟''

یہ کہتے ہی وہ منہ دبا کر ہنسنے لگی۔ پھر بولی ''بھائی سوچنے سے کیا لگتا ہے۔''

آزاون بھی ہنسنے لگا۔ کہنے لگا ''یہ تقدیر کے کھیل ہیں مقدر ہم سب کو اسی طرح ناچ نچاتا ہے اور ہم ناچتے رہتے ہیں۔ تماشا بنتے رہتے ہیں۔''

وہ بھائی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی ''میرا عدنان سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ کیا ابھی جا سکتی ہوں؟''

''نہیں..... ماما نے تمہیں منتر پڑھتے رہنے کو کہا ہے اور اب کافی وقفہ ہو چکا ہے تمہیں پڑھنا چاہیے۔ جب دشمن اسے تلاش کرتے کرتے تھک جائیں گے ہار جائیں گے۔ مایوس ہو کر واپس چلے جائیں گے تو پھر تم عدنان سے جا کر مل سکو گی۔''

ایسے وقت ارنا کوف نے خیال خوانی کے ذریعے انہیں مخاطب کیا۔ ''یہ تم دونوں بھائی بہن کیا کر رہے ہو؟ تاشا!..... میں نے تمہیں منتروں کا جاپ کرنے کو کہا تھا۔''

''ماما! میں کر رہی ہوں۔ ذرا آرام کرنے کے لیے بیٹھی تھی۔ بھائی نے کہا تھا کہ میں پندرہ منٹ تک تھکن اتار سکتی ہوں۔''

''بہت تھکن اتر چکی چلو منتروں کا جاپ کرو میرے بیٹے کی تدفین ہو چکی ہے میں دو گھنٹے بعد تمہارے پاس آؤں گی۔''

تاشا اپنی جگہ سے اٹھ کر وہاں آ کر بیٹھ گئی۔ جہاں وہ منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ وہاں ایک بڑے سے تھال میں سیاہ رنگ کی ڈوری بندھی رکھی تھی۔ کالے عمل میں جن لوازمات کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب وہاں موجود تھے۔ تاشا الٹی پالتی مار کر بیٹھ گئی پھر منتروں کا جاپ کرنے لگی۔

منتر پڑھتے ہی وہ ایک دم سے رک گئی۔ آزاون نے بھی حیرانی سے اس تھال کی طرف دیکھا جس پر وہ سیاہ ڈوری بندھی ہوئی رکھی اچھلنے لگی تھی۔ تاشا خاموش ہوئی تو وہ ڈوری بھی اپنی جگہ رک گئی۔

آزاون نے کہا ''تاشا! تم پھر پڑھو ہم دیکھنا چاہتے ہیں یہ کیا ہو رہا ہے؟''

تاشا پھر پڑھنے لگی وہ ڈوری پھر سے اچھل کر تھال کے کبھی اس کنارے کبھی اس کنارے سے ٹکرانے لگی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ تھال کے باہر جانا چاہتی ہو اور اسے راستہ نہ مل رہا ہو۔

آزاون نے حیرانی سے پوچھا۔ ''ماما! کیا تم تاشا کے اندر موجود ہو؟''

''یاں..... بیٹے! میں موجود ہوں۔ اور دیکھ رہی ہوں کہ عدنان اپنے کمرے میں اِدھر اُدھر اچھل رہا ہے۔ کبھی اس دیوار کے پاس جا رہا ہے کبھی اس دیوار کے پاس جا رہا ہے یہ اسے کیا ہو گیا ہے؟''

وہ سیاہ ڈوری کالے عمل کے ذریعے اس سیاہ ڈوری سے وابستہ تھی جو عدنان کے بازو میں باندھی گئی تھی۔ ارنا کوف تاشا اور آزاون یہ نہیں جانتے تھے کہ اب وہ ڈوری عدنان کے بازو سے کھول کر خرگوش کی گردن میں باندھ دی گئی ہے اور وہ خرگوش بند کمرے میں ادھر سے ادھر اچھلتا پھر رہا تھا۔ اور باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈ رہا ہے۔

تاشا نے پریشان ہو کر کہا ''ماما! معلوم ہوتا ہے عدنان کسی تکلیف میں مبتلا ہے شاید اس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔''

آزاون نے کہا ''نہیں..... اس پر کوئی جادو کر رہا ہے۔ ولاڈی میر ہمارے جادو کا توڑ کر رہا ہوگا۔ اسی لیے یہ بچہ تکلیف میں مبتلا ہے۔''

ارنا نے کہا ''میں نہیں مانتی۔ میں نے اس مکان کے چاروں طرف جادو کا ایسا حصار باندھا ہے کہ ولاڈی میر اس کا توڑ نہیں کر سکتا۔ اس حصار کے اندر داخل ہو کر اس مکان تک پہنچ نہیں سکے گا۔''

آزاون نے کہا۔ ''ماما! وہ خود نہیں پہنچ سکے گا لیکن اپنے منتروں کو تو پہنچا سکے گا؟''

''میں کیسے مان لوں کہ وہ میرے کالے عمل کو توڑ کرنے میں کامیاب ہو رہا ہے۔ فوراً وہاں جاؤ اور عدنان کو سنبھالو۔ اگر واقعی ہمارے جادو کا توڑ کیا جا رہا ہے تو ہم پھر جوابی اس پر کالا عمل کریں گے۔''

وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتے ہوئے اس دیدہ مکان کے باہر آئے پھر کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو

کرتے ہوئے اس نادیدہ مکان کی طرف جانے لگے۔ وہ مکان ان دونوں کے لیے نادیدہ نہیں تھا وہ کار کے ذریعے پہاڑی کے نیچے پہنچے پھر اس پر چڑھتے ہوئے مکان کے دروازے پر آئے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا وہ دونوں تیزی سے اندر داخل ہوئے اور اس کمرے کی طرف بڑھے جہاں عدنان کو قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔

آوازون نے فوراً ہی آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا تو ایک دم سے چونک کر پیچھے ہٹ گیا۔ خرگوش اچھل کر باہر آیا تھا اور بھاگ رہا تھا انہوں نے حیرانی سے دیکھا تو اس خرگوش کی گردن سے وہ ڈوری بندھی ہوئی تھی جو عدنان کے بازو سے باندھی گئی تھی۔

دونوں نے تیزی سے پلٹ کر کمرے کے اندر آ کر دیکھا تو وہ کمرا خالی تھا۔ آوازون نے غصے سے چیخ کر کہا ''ماما! یہ کیا ہوگیا؟ وہ ولاڈی میر عدنان کو لے گیا ہے۔''

تاشا ماں دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ بولی ''مائی گاڈ! اگر اس نے عدنان کو حاصل کیا ہے تو اسے فوراً ہی جان سے مار ڈالے گا۔''

ان تینوں نے بیک وقت خیال خوانی کی پرواز کی پھر عدنان کے دماغ میں پہنچے تو اطمینان ہوا۔ وہ زندہ تھا لیکن اس کے دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ اس لیے اس کے خیالات پڑھے نہیں جا سکتے تھے اور یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ اور کس کے ساتھ ہے؟

تاشا نے دلبرداشتہ ہو کر پوچھا ''ماما! کیا وہ ولاڈی میرا سے لے جا رہا ہے؟''

ارنا نے کہا ''اگر ولاڈی میرا سے حاصل کر لیتا تو کہیں نہ لے جاتا فوراً ہی اسے ہلاک کر دیتا۔ ہمیشہ کے لیے اس سے نجات حاصل کر لیتا۔''

آوازون نے کہا ''پھر تو اسے سونیا لے جا رہی ہے۔''

ماں نے بیٹے سے کہا ''آوازون طلسمی آلے کے ذریعے معلوم کرو کہ وہ کس سمت میں ہے اور ہم سے کتنے فاصلے پر ہے؟''

عدنان کو حاصل کرنے کے بعد ارنا کوف نے صبح سے اس طلسمی آلے کو نہیں دیکھا تھا۔ آوازون اس آلے کو لے کر بیٹھ گیا۔ اور منتر پڑھنے لگا۔ اس پر کچھ وقت صرف ہوا۔ جب اس آلے کی سوئی حرکت کرنے لگی تو پتا چلا کہ عدنان ماسکو ایئرپورٹ کی طرف ہے۔ یہ اندازہ ہو گیا کہ سونیا کسی طیارے کے ذریعے اسے واپس پیرس لے جا رہی تھی۔

ارنا کوف نے کہا ''فوراً یہاں سے نکلو۔ منتر پڑھتے رہو اور اس آلے کی رہنمائی حاصل کرتے رہو۔ ایئرپورٹ پہنچو اور اسے جانے سے روکو۔''

آوازون تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ تاشا پیچھے پیچھے دوڑتے ہوئے بولی ''میں بھی جاؤں گی میں عدنان کو واپس لے کر آؤں گی۔''

آوازون نے کہا ''نہیں تاشا! تم یہاں رہو۔ ماما جیسا کہتی ہیں ویسا ہی کرو۔ ان تسخیر کرنے والے منتروں کو پڑھتی رہو۔ جس کے اثر سے وہ اپنی دادی کے ساتھ جانے سے انکار کر دے گا۔''

وہ کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا ایئرپورٹ کی طرف جانے لگا۔ ماسکو شہر وہاں سے ستر کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا۔ اس آلے کی سوئی بتا رہی تھی کہ عدنان اب تک وہیں ایئرپورٹ میں ہے لیکن جب وہ ماسکو پہنچا اور ایئرپورٹ کی طرف جانے لگا تو پتا چلا کہ وہ سوئی اپنا رخ بدل رہی ہے۔

اس کے ایئرپورٹ پہنچنے تک سونیا اور عدنان ایک طیارے میں بیٹھ چکے تھے۔ اور وہ طیارہ پرواز کرتا ہوا ایک سمت جا رہا تھا۔ اس لیے اس آلے کی سوئی بھی اپنا رخ بدل رہی تھی۔

ارنا خیال خوانی کے ذریعے آوازون کے اندر تھی۔ اور پریشان ہو کر کہہ رہی تھی کہ وہ کم بخت یقیناً اپنے پوتے کو پیرس کی طرف لے جا رہی ہوگی۔

آوازون نے جھنجھلا کر کہا ''اس بچے کا دماغ بھی ایک عجوبہ ہے۔ اچانک خیالات گڈمڈ ہو جاتے ہیں اس کا کوئی ایک خیال پڑھ کر معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کس کے ساتھ ہے؟''

''یہ بچہ ابھی تک زندہ ہے اس سے یقین ہو گیا ہے کہ یہ ولاڈی میر کے ہتھے نہیں چڑھا ہے اسی لیے زندہ ہے اور اپنی دادی کے ساتھ جا رہا ہے۔''

وہ تھک ہار کر بولا ''ماما!..... اب تو ہمیں صبر کرنا ہوگا۔ انتظار کرنا ہوگا۔ وہ طیارہ جہاں پہنچے گا ہم وہاں کے لوگوں کو آلہ کار بنا کر عدنان کے قریب پہنچنے کی کوشش کریں گے اور ہو سکتا ہے اس وقت تک اس کے گڈمڈ خیالات صحیح ہو جائیں۔ اور ہم اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کر سکیں کہ وہ کہاں ہے؟ اور وہاں سے پھر کہاں جانے والا ہے؟''

تاشا اپنے اسی خفیہ مکان میں آ گئی تھی۔ اور اس کمرے میں بیٹھ کر تسخیر کرنے والے منتر پڑھنے لگی اس کے تصور میں عدنان تھا۔ وہ اسے تسخیر کرنے کے لیے اپنی طرف

مائل کرنے کے لیے روانی سے ان منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔

عدنان کا دل و دماغ کسی حد تک اس کی طرف مائل ہو رہا تھا یہ نہیں معلوم ہونے والا تھا لیکن ابھی اس منتر پڑھنے والی کا دل اس کی طرف کھینچ رہا تھا۔ وہ شدت سے سوچ رہی تھی کہ عدنان کہیں دور نہ جائے۔ جہاں بھی جائے اپنی دادی سے ضد کرتا رہے کہ وہ واپس تاشا کے پاس جائے گی۔ اس کے دماغ میں عدنان کے بارے میں خوش کن خیالات پیدا ہو رہے تھے اور وہ بڑی محبت و لگن سے منتر پڑھتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

انابیلا جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی اپنے آئیڈیل کے خواب دیکھنے لگی تھی۔ خوابوں خیالوں میں وہ دکھائی دیتا تھا۔ مگر چہرہ دھندلا سا ہوتا تھا۔ اس لیے وہ اسے چہرے سے پہچان نہیں سکتی تھی۔ پھر کئی برس کے انتظار کے بعد کبریا اسے ایک آئیڈیل کی حیثیت سے مل گیا تھا۔

ان دونوں نے ملتے ہی ایک دوسرے کو بھرپور محبتیں دیں۔ جلد ہی بے تکلف ہو گئے۔ ایک ہی چھت کے نیچے کئی گھنٹے گزارے۔ عدنان کو ولاڈی میر کے شکنجے سے بچانے کے لیے دونوں نے خیال خوانی کے ذریعے جدوجہد کی۔ سونیا کا ساتھ دیا۔ پھر اچانک ہی حالات ایک دم سے پلٹ گئے۔ وہ پورے تیس گھنٹے بھی ساتھ نہ رہ پائے۔ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

ایک یہی بات آڑے آئی کہ وہ یہودی ہے اور کبریا مسلمان پھر دونوں میں کیسے نبھے گی؟ مذہبی اختلافات پیدا ہوں گے۔ عدنان کے حالات کو دیکھتے ہوئے یہ بات ان کے ذہنوں میں پیدا ہو رہی تھی کہ ان سے جو اولادیں ہوں گی۔ تو ان کے سلسلے میں بھی یہی جھگڑا پیدا ہوگا۔ اولاد کو یہودی ہونا چاہیے یا مسلمان؟

باپ کے حوالے سے تو مسلمان ہونا چاہیے لیکن ماں کا نہیں مانتا۔ وہ اپنے طور پر بھی اولاد کی پرورش کرنا چاہتی ہے وہ دونوں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے۔

انابیلا نے کہا ''میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ آئندہ اولاد کے جھگڑے سے محفوظ رہنے کے لیے میں ماں بننے کی خواہش نہیں کروں گی۔ کبھی کوئی اولاد پیدا نہیں کروں گی۔''

کبریا نے کہا ''تم اولاد پیدا نہیں کرو گی۔ تو مجھے اولاد کے لیے دوسری شادی کرنی ہوگی میرے ماں باپ اپنی گود بھرا پوتی یا پوتے کی خواہش کریں گے۔ اور ہماری آئندہ نسل کو پروان چڑھانے کی ضد کریں گے؟''

انابیلا کسی سوکن کو برداشت کرنے کے لیے راضی نہیں تھی اس نے کہا ''میں اولاد پیدا کروں گی ان میں سے ایک اولاد میری ہوگی۔ دوسری تمہاری تیسری میری ہوگی چوتھی تمہاری.....''

کبریا نے کہا ''یہ حماقت ہے اولاد کو آپس میں بانٹا نہیں جائے گا۔ آخری فیصلہ یہی ہوگا کہ اولاد جب بھی ہوگی تو وہ باپ کے نام اور حوالے سے پرورش پائے گی۔ اور باپ کی مرضی کے مطابق تعلیم و تربیت حاصل کرے گی اور باپ کے ہی مذہب کے مطابق ایک مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزارے گی۔''

یہ بات انابیلا کو منظور نہیں تھی۔ ابھی کبریا سے اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اولاد تو ابھی دور کی بات تھی لیکن اولاد کے مسئلے پر جھگڑا ایسا پیدا ہوا۔ کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

انابیلا نے کچھ اس بدتمیزی سے غصہ دکھایا کہ کبریا اس کے غرور اور ہٹ دھرمی کو برداشت نہ کر سکا۔ اس کے بنگلے سے نکل آیا۔ چند گھنٹے پہلے ہی اس نے انابیلا سے کہا تھا۔ کہ اس کرائے کے بنگلے کو چھوڑ دو۔ میرا اپنا بنگلا ہے وہ اب تمہارا ہے وہاں اپنی ماں کے ساتھ آ کر رہو۔ لیکن آئندہ ساتھ رہنے سے پہلے ہی ساتھ چھوٹ چکا تھا۔

اس نے کبریا کو جاتے ہوئے نہ روکا۔ اسے اس بات پر ناز تھا۔ کہ وہ پلٹ کر آئے گا بھی ایک بار دسترخوان پر آ کر بیٹھ جائے۔ تو پھر اسے بھگاتے رہو نہیں بھاگتی۔ پلٹ کر پھر آ جاتی ہے۔

کبریا نے اس کے حسن و شباب کی بڑی تعریفیں کی تھیں اور دیوانہ وار کہتا رہا تھا کہ وہ اس کے حسن کی سوغات کو کبھی بھول نہیں پائے گا۔ جہاں بھی جائے گا پلٹ کر اس کے پاس آئے گا۔

وہ تمام رات اس کا انتظار کرتی رہی۔ اور سوچتی رہی کہ جب وہ آئے گا تو کس طرح اس سے کترائے گی۔ اسے قریب نہیں آنے دے گی۔ اپنے بدن کو ہاتھ لگانے کی بھی اجازت نہیں دے گی، اسے خوب تڑپائے گی جب وہ اس کے لیے ترسنے لگے گا۔ تب وہ اپنی شرائط منوائے گی۔

پہلی شرط یہ ہوگی کہ شادی کے چند برس تک اولاد نہیں ہوگی۔ اور جب ہوگی تو ان میں سے ایک بچہ مسلمان ہوگا۔ تو دوسرا یہودی تیسرا مسلمان ہوگا تو چوتھا یہودی۔ اس طرح سے انصاف کیا جائے گا۔ تب وہ کبھی کو دسترخوان پر بیٹھنے کی اجازت دے گی۔

وہ لمبی رات انتظار کرتے کرتے گزر گئی۔ وہ نہیں آیا۔ دوسرا دن بھی انتظار میں گزر گیا۔ دوسری شام تک یہ خوش فہمی ختم ہوگئی کہ وہ پلٹ کر آنے والوں میں سے ہے۔ وہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ایسا بھنورا ہے جو ایک ہی بار پھول کی خوبصورتی بچوڑ لیتا ہے۔ اڑ کر جاتا ہے تو پھر پلٹ کر نہیں آتا۔

اب اسے اپنی توہین کا احساس ہونے لگا کہ جیسے وہ اپنے خوبصورت جسم کی قدر کھو چکی ہے سر سے پیر تک اس کے اندر جو کشش تھی۔ وہ اپنی اہمیت کھو چکی ہے۔ اس ہرجائی کا تو کچھ نہیں بگڑا وہ اس کی قدر و قیمت گرا کر جا چکا ہے۔ اب اس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں ہوگا۔

وہ یہ سوچ کر جھنجلا رہی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے بھی اس کے اندر نہیں جا سکتی۔ اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتی ورنہ معلوم کرتی کہ اب اس کے اندر اس کے لیے کتنی محبت و کشش رہ گئی ہے؟

اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کبریا اسے محسوس کر لیتا اور اس کی ہمکی ہوتی کہ ہار کر اس کے پاس آئی ہے۔

وہ پہلے اس کے پاس جا کر اپنی انا کو ٹھیس پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔ دل کی بے چینی کہہ رہی تھی کہ اس کے پاس جانے یا اس کے واپس آنے کا کوئی بہانہ ہونا چاہئے۔ اس کے اندر کی ضدی لڑکی کہہ رہی تھی کہ اس کے واپس آنے سے اپنی قدر و قیمت معلوم ہوگی۔ کہ وہ پہلے کی طرح دیوانگی سے اسے چاہتا ہے یا نہیں؟

پھر یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ اگر وہ اس کی طرف واپس آئے گا۔ تو آئندہ ان دونوں کے درمیان کس طرح کے تعلقات رہیں گے۔ کیا صرف دوستی رہے گی؟ یا پہلے جیسی محبت کی دیوانگی شروع ہو جائے گی؟

اس کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ پہلے پھر سے دوستی ہو جائے اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ پہلے اس ہرجائی کو واپس آنا چاہئے۔

وہ اس کے کسی کام آ کر اسے اپنی طرف متوجہ کر سکتی تھی اسے اپنا احسان مند بنا سکتی تھی۔ موجودہ حالات میں وہ عدنان تک پہنچنے کی کوشش کرتی۔ اس کا سراغ لگاتی۔ یا اس کو واپس لانے میں کامیاب ہوتی تو کبریا دوڑتا ہوا آ کر اس کے قدموں میں بچھ جاتا۔

وہ عدنان کے بارے میں نہیں جانتی تھی کہ اسے کس نے اغوا کیا ہے؟ ایک اندازہ کر سکتی تھی کہ ولاڈی میر نے ہی ایسا کیا ہوگا۔ لہٰذا وہ اس سے اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتی تھی۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر اس کے سوتیلے بیمار بھائی اولوپ کوف کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔

اسے حیرانی ہوئی۔ وہ سمجھ گئی کہ اولوپ کوف کا دماغ مردہ ہو چکا ہے حیرانی اسی بات کی تھی کہ وہ اچانک کیسے مر گیا؟ اگرچہ وہ بیمار تھا۔ لیکن ایسا بھی بیمار نہیں تھا کہ اچانک ہی موت آ جاتی؟

اب ولاڈی میر اور سوتیلی ماں ارنا کوف سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر ولاڈی میر کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ صرف دو سیکنڈ اس کے اندر رہنے کا موقع ملا تو پتا چلا کہ وہ کسی کالے عمل میں مصروف ہے۔

وہ چند سیکنڈ کے بعد پھر اس کے دماغ میں گئی۔ تو اس نے غصے سے کہا ''چلی جاؤ یہاں سے میں کسی کو نہیں آنے دوں گا۔ کوئی مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔''

''میں عدنان سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

''وہ میرے پاس نہیں ہے۔ وہ ہماری اس چڑیل ماں کے پاس ہے میں اسے اس سے چھین لینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ بس اب جاؤ یہاں سے۔''

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آ کر سوچنے لگی۔ پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اپنی سوتیلی ماں ارنا کوف کو مخاطب کرنا چاہا تو اس نے بھی سانس روک لی۔ صرف دو تین سیکنڈ تک اس کے دماغ میں رہ کر اتنا معلوم ہوا کہ وہ بیٹے کی موت کا ماتم کر رہی ہے۔

وہ ایک سیکنڈ بعد پھر اس کے دماغ میں گئی پھر بولی ''میں انا بیلا بول رہی ہوں۔''

وہ غصے اور حقارت سے بولی ''چلی جاؤ یہاں سے میرا بیٹا میرے جگر کا ٹکڑا اس دنیا سے چلا گیا ہے۔ ایک ماں کا کلیجہ پھٹ رہا ہے چلی جاؤ یہاں سے۔''

اس نے سانس روک لی۔ انا بیلا پھر اپنی جگہ دماغی طور سے حاضر ہوگئی۔ ایک اپنے بیٹے کا ماتم کر رہی تھی۔ دوسرا کالے عمل میں مصروف تھا۔ ایسے وقت وہ دونوں اس سے باتیں کرنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ سوچنے لگی کہ اب کیا کرے؟ کس طرح عدنان کے بارے میں معلوم کرے کہ اسے کہاں لے جا کر رکھا گیا ہے؟

یہ معلوم تھا کہ انا میریا بھی ولاڈی میر سے رابطہ کرتی ہے۔ ولاڈی میر کے کچھ اور آلہ کار بھی ہیں جن کے بارے میں انا میریا جانتی ہے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے انا میریا سے رابطہ کرنا

(اسے یاد آیا کہ سوچ کی لہریں انا میریا کے اندر پہنچ کر ہو جاتی ہیں۔ ایک جگہ ٹھہر نہیں پاتیں۔ کوئی اس کے اندر نہ رہ سکتا ہے نہ اس کے خیالات پڑھ سکتا ہے۔ پورس کے ذریعے انا میریا سے باتیں کر سکتی تھی۔ اور پورس کے ذریعے ولاڈی میر اور ارنا کوف تک پہنچ سکتی تھی۔ اور ان سے باتیں کرنے پر مجبور کر سکتی تھی۔

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور پورس کو مخاطب کیا اس نے پوچھا ''ہاں انا بیلا! کیا بات ہے؟''

''میں عدنان کے لیے پریشان ہوں۔ ادھر ولاڈی میر چلی گئی تو وہ کالے عمل میں مصروف تھا اور اپنی سوتیلی ماں یہاں پہنچی تو ابھی ابھی اس کے جوان بیٹے کی موت ہوئی وہ اس کا ماتم کر رہی ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کس طرح ولاڈی میر تک پہنچتی ہے اور ان سے بات کرتی ہے؟''

پورس نے کہا ''مجھے افسوس ہے کہ انا میریا سے اب میرا رابطہ نہیں رہا ہے۔ ہمارے درمیان شدید اختلافات پیدا ہوئے۔ اس نے مجھے بہت زبردست دھوکا دیا ہے میرے بس پہنچائی ہے۔ اس لیے میں اسے چھوڑ کر چلا آیا ہوں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے۔

محبت نہ ہوئی۔ آپ دونوں ایک دوسرے کو اس سے تھے۔ اس نے یہودی ہو کر بھی آپ کو اپنے گلے سب کچھ آپ پر قربان کیا اور آپ کسی بات پر خواہ مخواہ ہو کر اسے چھوڑ کر چلے آئے۔''

خواہ مخواہ ناراض نہیں ہوا مجھے حقیقت کا پتا چل گیا جو دھوکا کر عدنان کو ہم سے دور کر رہی تھی۔ شیوانی نے اغوا کیا تھا۔ تو یہ بات انا میریا اچھی طرح جانتی سے چھپاتی رہی تھی اور مجھے دھوکا دیتی رہی تھی۔ شیوانی کے ہاتھ سے بھی نکل گیا تب مجھے حقیقت کہ میرے ساتھ کس طرح فراڈ کیا جا رہا ہے؟''

بھی ہوا اچھا نہیں ہوا۔ انا میریا آپ کو دل و جان سے۔ کسی مجبوری سے اس نے دھوکا دیا ہوگا۔''

مجبوری سے اپنے چاہنے والے کو دھوکا نہیں دیا رح اعتماد بھی قائم نہیں رہتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بے وفا اور خود غرض ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارا تجربہ ب کسی یہودی لڑکی سے دل نہ لگایا جائے۔''

باتیں کرتے وقت آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں ہوں اور آپ کے چھوٹے بھائی کی محبت .....ہوں۔''

''ہاں..... ہاں سمجھ رہا ہوں۔ پتا نہیں تم دونوں کی محبت کیا رنگ لائے گی؟ ویسے میں تم دونوں کے حق میں دعا کرتا رہوں گا۔''

انا بیلا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ پورس سے بات کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچ رہی تھی کہ انا میریا عدنان کو اس کے باپ سے بھی الگ کرنا چاہتی تھی۔ اور اسے خفیہ طور پر کسی یہودی ادارے میں پہنچا کر اسے اپنے طور پر تعلیم دلوانا چاہتی تھی۔ اپنے طور پر تربیت کرنا چاہتی تھی لیکن ارنا کوف نے عدنان کو اغوا کیا تو انا میریا کا جھوٹ اور فراڈ کھل گیا۔ اور پورس اس سے بدظن ہو گیا۔

انا بیلا سوچ رہی تھی کہ فرہاد علی تیمور کے خاندان میں یہی ہو رہا ہے۔ فرہاد کے جس بیٹے نے بھی یہودی لڑکی سے محبت کی وہ دھوکا کھاتا رہا۔ پورس بھی دھوکا کھا چکا ہے۔ اب اس کی اور کبریا کی باری ہے۔ اس نے ابھی تک کبریا سے کوئی بات جھوٹ نہیں کہی ہے۔ اور نہ ہی کسی سلسلے میں دھوکا دیا ہے پھر بھی ان دونوں کے درمیان رنجش پیدا ہو کر جدائی بھی ہو چکی ہے۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی کہ پتا نہیں یہ دل اتنا بے ایمان کیوں ہو جاتا ہے۔ یہ کسی مسلمان کے لیے ہی کیوں دھڑکنے لگتا ہے؟ میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ کیا میں کسی یہودی گبرو جوان سے محبت نہیں کر سکتی تھی کیا میں اسے اپنا آئیڈیل نہیں بنا سکتی تھی؟

دل نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ دل و دماغ جس کی طرف مائل ہو جائیں تو پھر وہ دنیا کا سب سے اہم شخص ہوتا ہے اور پھر اس کے سامنے کوئی نہیں بھاتا۔ اور نہ ہی کسی پہلو سے متاثر کرتا ہے لہٰذا اب تو کبریا ہی اسے ہر پہلو سے متاثر کرتا رہے گا۔

ایک دن دو راتیں گزر گئیں۔ وہ روٹھ کر جانے والا واپس نہیں آیا۔ دل اور شدت سے مچلنے لگا تھا۔ اپنی توہین کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ اور وہ اپنی قدر و قیمت بھی معلوم کرنا چاہتی تھی۔ کیا وہ واقعی اسے بالکل فراموش کر دے گا؟ یا صرف دکھاوے کی نفرت ظاہر کر رہا ہے؟ اور کبھی اس کے پاس واپس آئے گا۔ اگر وہ اسے بلائے گی تو کیا وہ آنا چاہئے گا؟

دل مچل مچل کر کہہ رہا تھا کہ اس سے رابطہ کرے مگر انا کو ٹھیس پہنچ رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ابھی کچھ اور انتظار کیا جائے۔ کوئی اور تدبیر کی جائے۔ شاید کوئی دوسری تدبیر

کامیاب ہوجائے وہ دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور الپا کے پاس پہنچ گئی۔ اس سے بولی ''میں انا بیلا ہوں۔''

الپا نے خوش ہوکر کہا ''ویلکم انا بیلا! کہو کیسے آئی ہو؟ کبریا کیا کررہا ہے؟''

'وہ جھگڑا کررہا ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''اچھا تو سرمنڈاتے ہی اولے پڑنے لگے۔ محبت شروع ہوتے ہی جھگڑے بھی شروع ہوگئے۔''

''پلیز..... اسے مذاق میں نہ لیں' میں بہت پریشان ہوں آپ کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ یہودی اور مسلمان کا تنازعہ پیدا ہوتا رہا تھا پھر پورس اور انا میریا کے ساتھ بھی یہ ہوا ہے۔ پورس نے انا میریا کو چھوڑ دیا ہے۔ اس سے الگ ہوکر کہیں چلا گیا ہے۔ آپ پورس کی محبوبہ اور بیوی رہ چکی ہیں انا میریا پورس کی محبوبہ تھی اور میں کبریا کو چاہتی ہوں۔ اور وہ چاہت شروع ہوتے ہی مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔''

''ایسی کیا بات ہوگئی ہے؟ مجھے تفصیل سے بتاؤ۔ تاکہ میں تم دونوں کے لیے کچھ کرسکوں۔''

''کوئی کچھ نہیں کرسکے گا۔ وہی پرانا جھگڑا ہے کہ ایک مسلمان کے ساتھ ایک یہودی عورت کس طرح نبھا کرسکتی ہے۔ کبھی نہیں کرسکتی جھگڑے ہورہے ہیں مثالیں بھی سامنے ہیں' پتا نہیں..... میرا کیا ہونے والا ہے؟''

تم خواہ مخواہ پریشان ہورہی ہو۔ محبت میں عورت سب سے زیادہ قربانی دیتی ہے۔ میری مثال سامنے ہے میں قربانیاں دے رہی ہوں۔ میری بیٹی بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پارہی ہے۔ اور میں اعتراض نہیں کررہی ہوں۔ اس کے برعکس میں نے جناب تمیرزی کے سامنے سر جھکا دیا ہے۔ میرے ساس سسر نے مجھے اپنی بیٹی بنالیا ہے۔ مجھ پر اعتماد کرنے لگے ہیں اب میں ایک اچھی پراعتماد اور مطمئن زندگی گزارنے لگی ہوں۔''

''پتا نہیں..... آپ نے کیسے اپنے دل کو سمجھا لیا ہے؟ کیا ایک ماں اپنی تمام اولاد کو ہار سکتی ہے؟ میں تو کبریا سے کہہ چکی ہوں کہ انصاف کرو۔ آدھی اولاد تم لو، آدھی اولاد مجھے دو۔ آدھی تمہارے مذہب اور نظریے کے مطابق تربیت پائے گی۔ اور آدھی میرے مزاج کے مطابق پرورش پائے گی لیکن وہ راضی نہیں ہورہا ہے۔''

''تم ایسے احمقانہ مشورے دوگی۔ تو لڑائی جھگڑا تو ہوگا کوئی بھی مرد اس بات پر راضی نہیں ہوگا۔ اولاد ہمیشہ باپ کے نام سے پرورش پاتی ہے۔ اور باپ کی نسل کو آگے بڑھاتی ہے ماں کی کوئی نسل نہیں ہوتی۔ ماں کی قربانیاں ہوتی ہیں اپنے بچوں کے باپ کی خاطر اپنا سب کچھ ہار کر ایک مظلوم زندگی گزارتی ہے۔ ایک بار کبریا سے سب کچھ ہار کر تو دیکھو پھر تمہیں پتا چلے گا کہ کتنی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں؟''

''آپ مجھ سے بڑی ہیں۔ آپ مجھے ہارنا سکھا رہی ہیں؟''

محبت میں سب سے پہلی شرط یہی ہے کہ عورت اپنا تن من دھن سب کچھ ہار جائے۔ تب ہی محبت مستحکم ہوتی ہے۔''

''ٹھیک ہے..... میں آپ کے ان مشوروں پر غور کروں گی۔''

''تم مجھ سے مشورہ لینے آئی ہو..... اچھا ہوا مجھے بھی تم سے ایک ضروری کام ہے۔''

''فرمائیں..... میں آپ کے لیے کیا کرسکتی ہوں؟''

''تم کسی آواز ون کو جانتی ہو؟ جو روس کا رہنے والا ہے اور وہ بھی پراسرار علوم جانتا ہے۔ شاید ولاڈی میر ارنا کوف کا دشمن ہے؟''

وہ بولی ''جب میں چودہ برس کی تھی۔ جب ہی میری ماں کو طلاق ہوگئی تھی۔ اور ہم وہاں سے ہندوستان چلے آئے تھے۔ میں آواز ون کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ صرف اتنا ماں سے اس کا ذکر سنا ہے۔ آپ اس کے بارے میں کیا پوچھ رہی ہیں؟''

''وہ مجھ سے دشمنی کررہا ہے۔ اور میں اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ جب کوئی مجھ سے دشمنی کرتا ہے تو میں اس کی پوری ہسٹری پورا جغرافیہ معلوم کرتی ہوں۔''

''وہ آپ سے کس سلسلے میں دشمنی کررہا ہے؟''

''تم جانتی ہو میری بیٹی جو بابا صاحب کے ادارے میں ہے وہ اس وقت سات برس کی ہے۔ اور وہ کم بخت میری بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔''

انا بیلا نے الپا سے پوچھا ''کیا..... آپ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے؟''

''ہاں..... وہ کہتا ہے کہ اس کی عمر اٹھائیس برس ہے میری بیٹی سات برس کی ہے۔ یہ کیسی احمقانہ اور غصہ دلانے والی باتیں ہیں؟ کہ وہ میری بیٹی کا رشتہ نہیں مانگ رہا ہے چیلنج کررہا ہے کہ میں اپنی بیٹی کو اس کے حوالے کردوں۔ وہ اسے جبراً اٹھا کرلے جائے گا۔''

''اس کی کیا مجال ہے کہ وہ ایسا کرسکے؟ فرہاد علی تیمور

خواہ کرنا بچوں کا کھیل تو نہیں ہے کہ وہ کھیلنا چاہے اور چلی جائے۔ اس کی شامت آگئی ہے ویسے ایک بات کہتی ہوں آپ مائنڈ تو نہیں کریں گے؟''

''نہیں..... تم بولو کیا بات ہے؟''

''ہم آپ سب ہی یہودی ہیں' مسلمانوں سے دل لگانا بربادی دعوت ہے یا کچھ بھی سمجھ لیا جائے لیکن ہم اپنے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتیں۔ آپ کی تمام محبت اور وفاداری فرہاد علی تیمور کی خاطر ہے اس کے باوجود آپ یہودی ہیں؟''

''بے شک..... ہوں اور مرتے دم تک رہوں گی۔ تم کہنا کیا چاہتی ہو؟''

''میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اگر آپ کو کبھی موقع ملے کہ یہودیوں کی حمایت میں بھی ایسا بہت کچھ کرنا چاہئے۔ جیسا آپ مسلمانوں کے لیے کررہی ہیں۔ تو کیا آپ ایسا نہیں کریں گی؟''

''تم الجھی ہوئی باتیں کررہی ہو' صاف صاف بولو کہنا کیا چاہتی ہو؟''

''جب میں آپ اور انا میریا سب ہی مسلمانوں سے ہمدردی کرسکتی ہیں۔ تو کیا آپ کی بیٹی ایک یہودی سے شادی نہیں کرسکتی؟''

''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''اگر یہ ثابت ہوجائے کہ آواز ون بہت ہی قابل شخص ہے اور ہر طرح سے آپ کا داماد بننے کے قابل ہے اور آپ کی بیٹی کو ہمیشہ خوش رکھے گا۔ تو کیا آپ رشتے سے انکار کریں گی؟ انکار کی کوئی وجہ ہوسکے گی؟''

''سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ پارس اور ہمارے مما پاپا راضی نہیں ہوں گے۔ وہ میری بیٹی کی شادی کسی مسلمان سے نہیں کریں گے۔''

''یہ تو پھر خود غرضی ہوئی کہ جب ہمارے یہودی مرد کسی مسلمان عورت سے شادی کرنا چاہے تو اعتراضات شروع ہوجائیں اور ہم مسلمان سے شادی کرلیتے ہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہوتا؟ بلکہ خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔''

انا بیلا! تم جذباتی ہوکر بات نہ کرو۔ حقیقت کو سمجھو۔ یہ ہے کہ خیر اور شر کے درمیان تمیز کی جاتی ہے، خیر یہ بابا صاحب کے ادارے والے روحانیت کی راہ پر چل رہے ہیں۔ اور آواز ون اور ولاڈی میر وغیرہ سب ہی کالے علم کی طرف مائل ہیں اور اس میں مہارت رکھتے ہیں شیطانیت کی طرف گامزن ہیں۔ لہٰذا ان سے رشتہ ناطہ ہے دوستی بھی نہیں ہوسکتی۔''

''میں بھی پراسرار علوم جانتی ہوں۔ کالا جادو بھی کرسکتی ہوں پھر مجھ سے دوستی کس طرح ہوگئی ہے؟ اور کبریا مجھ سے محبت کیوں کررہا ہے؟''

''ابھی تم نے پاپا کی فیملی میں قدم رکھا ہے۔ رفتہ رفتہ تمہیں معلوم ہوگا۔ تم خود ہی کالے علوم سے باز آجاؤ گی اور اسے ناپسندیدہ علم سمجھ کر چھوڑ دوگی۔''

''کیا کبریا اور اس کے پاپا مجھے ایسا کرنے پر مجبور کریں گے؟''

''نہیں..... وہ مجبور نہیں کریں گے۔ محبت سے تمہارا دل جیتیں گے' ہم محبت سے تمہیں خیر کے راستے پر لے آئیں گے۔''

''پھر تو میری خیریت نہیں رہے گی۔ آپ کیسی باتیں کررہی ہیں؟ میں نے پراسرار علوم میں بڑی محنت کی ہے مہارت حاصل کی ہے اور یہ مجھ سے چھوٹ جائے۔ اور دشمن مجھ پر غالب آجائے۔ یہ میں کبھی نہیں چاہوں گی۔''

''ہم سب پراسرار علوم نہیں جانتے کیا دشمنوں پر غالب نہیں آجاتے ہیں؟ تم خواہ مخواہ ان سے خوف زدہ ہو یا پھر اپنے باپ دادا اور خاندانی رسوم ورواج کا بہت گہرا اثر ہے؟ اسی لیے تم پر اسرار علوم سے باز نہیں آنا چاہتیں؟ لیکن یہ تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ کبریا سے محبت کرتی رہو۔ پھر دیکھتی رہو کہ تم خود ہی کس طرح خیر کی راہ پر چلی آؤ گی۔''

انا بیلا چپ رہی۔ وہ اس سلسلے میں بحث کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے بات کو بدلتے ہوئے پوچھا ''کیا آپ اپنے وطن اسرائیل کبھی واپس نہیں جائیں گی؟''

''میں اپنے وطن سے دور رہ کر آسودہ زندگی گزار رہی ہوں۔ کسی بھی قسم کا مسئلہ نہیں ہے۔ نہ یہودی کی حمایت نہ مسلمانوں کی..... وہاں جو کچھ ہورہا ہے وہ لوگ خود ہی نمٹ رہے ہیں۔ میرا ضمیر مطمئن ہے کہ اگر میں فلسطینی مسلمانوں کی حمایت نہیں کررہی ہوں تو وہاں میری یہودی قوم کو بھی میری حمایت نہیں ہے۔ میں آئندہ بھی اسرائیل نہیں جاؤں گی یہ اچھی طرح جانتی ہوں کہ مجھے وہاں بلانے کے لیے سازشیں کی جارہی ہیں۔ اور ان سازشوں میں وہ آواز ون بھی شریک ہے۔''

''آپ جب بھی اسرائیل جائیں گی وہاں پہلے کی طرح حکومت کریں گے۔ شاید اسی لیے آواز ون آپ کی بیٹی کا رشتہ مانگ رہا ہے۔ تاکہ آپ کا داماد بن کر وہاں حکومت کرسکے۔''

''میں ایسا نہیں سمجھتی۔ اگر آواز ون کو وہاں حکومت کرنی

ہوتی تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام اسرائیلی کابرین اور آرمی افسران کے دماغوں پر حاوی ہو جاتا۔ انہیں اپنا معمول اور فرماں بردار بنا لیتا۔ پھر اسے حکومت کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔"

"تو پھر وہ ایسا کیوں نہیں کر رہا ہے؟ آپ کی بیٹی کا رشتہ کیوں مانگ رہا ہے؟"

"وہ کہتا ہے کہ اس کی قسمت اور مستقبل میری بیٹی سے وابستہ ہے۔ میری بیٹی اس کے ساتھ رہے گی تو اسے کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں گی۔"

"پھر تو وہ آپ کی بیٹی کو حاصل کرنے کے لیے ولاڈی میر کی طرح جارحانہ اقدامات کر سکتا ہے جس طرح وہ عدنان کو اغوا کر رہا ہے اسی طرح وہ آپ کی بیٹی کو بھی اغوا کر سکتا ہے۔"

"اس نے یہی دھمکی دی ہے کہ اگر ہم نے اپنی بیٹی کا رشتہ اسے نہ دیا تو وہ اسے کسی بھی طرح اغوا کرے گا۔"

"مجھے امید ہے کہ آپ اس کے چیلنج کا منہ توڑ جواب دیں گی۔ میں بھی کوشش کروں گی کہ کسی طرح اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ کم از کم یہ تو معلوم ہو کہ وہ آج کل کس ملک کے کس شہر میں رہتا ہے۔"

"میں یہی چاہوں گی کہ تم بھی اپنے طور پر معلومات حاصل کرتی رہو۔"

"میں ایسا ضرور کروں گی۔ آپ اطمینان رکھیں۔ اب میں جا رہی ہوں۔"

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اسے الپا کی یہ باتیں پسند نہیں آ رہی تھیں کہ ایک طرف تو وہ مسلمانوں کی حمایت کر رہی تھی ہماری بیٹی بن کر ہمارے دل جیت رہی تھی۔ اور دوسری طرف یہودیوں کو کم تر بنا رہی تھی۔

وہ اس طرح کم تر بنا رہی تھی۔ کہ آواز ون جیسے یہودی سے اپنی بیٹی کو منسوب کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس معاملے میں وہ انصاف سے نہیں سوچ رہی تھی۔

انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ وہ سب یہودی ہو کر پارس پورس اور کبریا کو اپنا جسم و جان دے رہی ہیں۔ اپنی محبتیں دے رہی ہیں تو اس کی بیٹی کو بھی آواز ون جیسے یہودی سے منسوب ہو جانا چاہئے۔

انابیلا یہ بات ناگواری سے سوچ رہی تھی کہ الپا یہودی ہو کر ایک یہودی کو اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں دے رہی ہے۔ دعویٰ کرتی ہے کہ مرتے دم یہودی رہے گی۔ لیکن یہودی ہونے کے فرائض ادا نہیں کر رہی ہے۔

اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسے اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کرنا چاہئے اور یہ معلوم کرنا چاہئے کہ وہاں الپا کے خلاف کیا کھچڑی پک رہی ہے؟ اور آواز ون کیا کر رہا ہے؟

اس کا ذہن یہ بھی سوچ رہا تھا کہ الپا اور پارس کی بیٹی سے آواز ون کی شادی ہو سکتی ہے تو مجھے ایک یہودی کی حیثیت سے آواز ون کا ساتھ دینا چاہئے۔ اس طرح وہ ایک یہودی ہونے کے ناتے بہت بڑا فرض ادا کر سکتی ہے۔

وہ ٹی وی آن کر کے ایسے چینل دیکھنے لگی۔ جہاں سے اسرائیلی خبرنامہ نشر ہوتا تھا۔ اور اس خبرنامہ میں اسرائیلی اکابرین کے انٹرویو اور بیان نشر ہوتے تھے۔ وہ اسکرین پر ان اکابرین میں سے کسی کو دیکھ کر اس کے ذہن میں پہنچ کر اس کے ذریعے تمام اکابرین سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔

اس کے اندر یہ خیال بھی پک رہا تھا کہ اب وہ کبریا سے کسی بات پر جھگڑا نہیں کرے گی اور مذہبی معاملات میں اختلافات کو ہوا نہیں دے گی۔ وہ جو کہے گا اسے تسلیم کرتی رہے گی لیکن در پردہ اپنی من مانی کرے گی۔ کبریا کو بھی معلوم نہیں ہونے دے گی کہ وہ الپا اور پارس کی بیٹی کو کسی نہ کسی طرح آواز ون کے سائے میں پہنچانے والی ہے۔

☆☆☆

ٹونی جے ہاتھ دھو کر چنڈال کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ اس چنڈال نے اس کی دنیا اجاڑ دی تھی۔ اس کی دنیا میں ہیلن جیسی محبت کرنے والی بیوی تھی۔ اسے مار ڈالا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے ہونے والے بچے کو مار ڈالا تھا۔ اس کا نام و نشان تھا۔ اس کا نام مٹا کر مہادیو بھاٹیا رکھ دیا تھا۔ اس کا مذہب اس سے چھین چکا تھا۔ اور اسے کٹر ہندو بنا کر ہندوستان لے آیا تھا۔ اس سے بڑی دشمنی اور کیا ہو سکتی تھی کہ کسی سے اس کا مذہب چھین لیا جائے۔ اب تو وہ اتنا خونخوار ہو گیا تھا کہ ایک ہی وقت میں چنڈال کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ لیکن مار ڈالنے سے اسے چند منٹ کی تکلیف ہوتی۔ اس کے بعد ہمیشہ کے آرام آ جاتا۔ وہ اس دنیا سے چلا جاتا۔ اور انتقام کی آگ بجھتی۔

اس کے اندر جولا وا پک رہا تھا۔ اس کا تقاضا یہ تھا چنڈال کو تڑپا تڑپا کر مارنا چاہئے۔

جب وہ چنڈال کا تابعدار تھا اس وقت اس نے اس کی ہدایت کے مطابق شانتا بائی کو اغوا کر کے ایک کوٹھی میں جا کر چھپا دیا تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ شانتا بائی اور اس کی بیٹی کے پیچھے فرہاد علی تیمور چھپا ہوا ہے تو اسے بے نقاب کر دے لیکن چنڈال اور ٹونی کا یہ منصوبہ ناکام رہا تھا۔ دیوتا

اعلیٰ بی بی چند گھنٹوں میں ہی یہ معلوم کر چکے تھے کہ شانتا بائی کو کہاں لے جا کر چھپایا گیا ہے پھر ہم وہاں سے اسے لے آئے تھے۔

اس دوران میں ہی ٹونی جے کو اپنی حقیقت معلوم ہوئی تھی۔ چنڈال کے چور خیالات پڑھ کر اسے اندازہ ہوا تھا کہ اس ظالم بھیڑیے نے اس کے ہیوی بچے کے ساتھ کیسی درندگی کی ہے اور اسے کٹر ہندو بنا کر مسلسل اُلو بنائے جا رہا ہے۔

اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں شانتا بائی کو اس خفیہ کوٹھی سے نکال کر لے گیا ہوں۔ اس نے پھر شانتا کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اب اسے اس معاملے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اب تو اس کے لیے چنڈال بہت اہم ہو گیا تھا۔ وہ دن رات اسی کے خلاف سوچ رہا تھا۔ اور اسی کے خلاف عمل کر رہا تھا جس کے نتیجے میں اس نے اسے پاگل خانے پہنچا دیا تھا۔

اسے پاگل خانے پہنچانے میں اس کے ایک بیٹے رمیش کا بھی ہاتھ تھا۔ اس نے ڈاکٹرز کو بھاری رشوت دی تھی۔ اور اسے ایسی دوائیں کھلوا رہا تھا اور انجکشن لگوا رہا تھا جس کے نتیجے میں وہ ابنارمل ہوتا جا رہا تھا۔ اپنا دماغی توازن کھوتا جا رہا تھا۔

دوسری طرف سے ٹونی اسے مزید دہشت زدہ کرنے کے لیے۔ خود کو فرہاد علی تیمور بنا کر پیش کر رہا تھا۔ اسے یہ تاثر دے رہا تھا کہ مجھے اس کا پتا ٹھکانا معلوم ہو چکا ہے اور میں اس کے کمزور دماغ میں پہنچ کر اس سے دشمنی کر رہا ہوں کہ وہ خطرناک پاگل ہے لہٰذا اسے وہیں قیدی بنا کر رکھا جائے۔

وہ جانتا تھا کہ اس کا بیٹا ہنس راج جو گیا کہاں ہے اور کس نئے روپ میں ہے۔ وہ کسی وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر زلزلہ پیدا کر سکتا تھا۔ اور یہ تو کرنا ہی تھا۔ چنڈال نے اس کے بچے اور بیوی کو مار ڈالا تھا۔ اب وہ چنڈال کے بچوں کو زندہ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

ہنس راج جو گیا تو اس کی نظروں میں تھا۔ لیکن وہ اپنا گم ہو گئی تھی وہ اپنی بیٹی کو بہت چاہتا تھا۔ اور ٹونی نے سوچ لیا تھا کہ اس کی بیٹی کو اس کے سامنے لا کر ہلاک کرے گا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کالا جادو جاننے والا باپ اس کے لیے کچھ کر نہیں سکے۔ اسے حرام موت مرنے سے بچا نہیں سکے گا۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا۔ ہنس راج جو گیا کے اندر آیا۔ پھر بولا "میں تمہارے باپ کا دوست ہوں میرا نام مہادیو بھاٹیا ہے۔"

"ہاں..... میں تمہیں جانتا ہوں۔ تم اپنا تعارف کیوں کروا رہے ہو؟"

"کوئی دشمن تمہارے اندر آ کر تمہیں دھوکا دے سکتا ہے۔ مہادیو بھاٹیا بن کر اور چنڈال بن کر بھی تمہیں دھوکا دے سکتا ہے۔"

"میرے پتاجی کہاں ہیں؟" یہ تم اچھی طرح جانتے ہو گے؟"

"ہاں..... جانتا ہوں یہی تو میں تمہیں بتانے آیا ہوں وہ اس وقت پاگل خانے میں ہے۔"

اس نے تعجب سے پوچھا "وہ پاگل خانے کیوں گئے ہیں؟"

"اس لیے کہ پاگل ہو چکے ہیں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"کسی بھی پہلی فلائٹ سے ناگ پور پہنچو۔ وہاں کے ایک پاگل خانے میں اپنے باپ کو دیکھو گے تو یقین آ جائے گا۔"

"کیا تم پتاجی کے اندر رہ کر ان کا پاگل پن دور نہیں کر سکتے؟ ان کے دماغ کو توانائی نہیں پہنچا سکتے؟"

"میں بہت کچھ کر سکتا ہوں' پہلے تم وہاں پہنچو اور اپنے باپ سے ملو۔"

"میں انہیں کیسے پہچانوں گا؟"

"جب تم وہاں پہنچو گے۔ میں تمہارے دماغ میں آ جاؤں گا اور تمہیں بتاؤں گا وہ سیٹھ ہریش چندر کے جسم میں سمائے ہوئے تھے۔ اب بھی اس کے جسم میں ہیں لیکن ایک مردے سے بدتر ہیں۔"

"پلیز..... کسی بھی فلائٹ میں میرے لیے ایک سیٹ او کے کروا دو۔"

"میں تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں۔ اپنے باپ سے ملنا چاہتے ہو۔ تو خود ہی کوشش کرو۔"

وہ غصے سے بولا "میرے باپ پر مصیبت آئی ہے تو تم آنکھیں پھیر رہے ہو۔ کیسے بے مروت ہو؟ طوطا چشم ہو میرے باپ کے احسان بھول رہے ہو۔"

"تمہارے باپ نے جو احسانات کیے ہیں اس کا تو میں ایسا بدلہ چکاؤں گا کہ اس کی پوری نسل کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں تمہیں ابھی زندہ چھوڑ رہا ہوں۔ صرف اس لیے کہ تم آخری بار اپنے باپ سے ملاقات کر سکو۔ اب میں جا رہا ہوں ناگ پور کے پاگل خانے میں تم سے ملوں گا۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ دوسری طرف رمیش کا چچا پریشان تھا کہ اس کے بھائی ہریش چندر کو پاگل خانے میں کہاں رکھا گیا ہے وہ ایک بار ملنے گیا تھا۔ لیکن ڈاکٹرز نے

اسے بھائی سے ملنے کی اجازت نہیں دی۔

وہ گھر آ کر اپنے دونوں بھتیجوں رمیش اور مہیش چندر سے جھگڑا کرنے لگا۔ ”تم لوگ میرے بھائی سے کیا دشمنی کر رہے ہو؟ وہ صرف میرا بھائی نہیں تمہارا باپ بھی ہے۔ تم نے اس کے خون سے جنم لیا ہے۔“

رمیش نے کہا ”لیکن جس ماں نے ہمیں جنم دیا اس ماں کو اس نے قتل کیا ہے۔ وہ ہماری ماں کا قاتل ہے۔“

مہیش نے کہا ”وہ بہت ہی بدنیت اور شیطان ہے اس نے اپنی ہونے والی بہو پر بری نظر ڈالی تھی۔“

”اگر تمہارے باپ نے ایسی غلطیاں کی ہیں تو تم اسے معاف کر سکتے ہو۔ اسے توبہ کرنے اور سنبھلنے کا موقع دے سکتے ہو۔ لیکن تم نے اسے پاگل خانے بھیج دیا ہے یہ کیسا انتقام لے رہے ہو؟“

”اس کی سزا یہی ہے۔ اب وہ مرتے دم تک پاگل خانے میں رہے گا ہم اسے باہر نہیں آنے دیں گے۔“

وہ غصے سے بولا ”میرا نام بھی جگدیش چندر ہے میں اپنے بھائی کو اس پاگل خانے سے نکال کر لاؤں گا۔ پھر دیکھوں گا کہ تم اس کے خلاف کیا سازشیں کرو گے۔ میں تمہاری ہر سازش کا منہ توڑ جواب دوں گا۔“

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا۔ وہ تنہا کیا کر سکتا تھا وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ صرف دونوں بیٹے باپ سے بدظن ہو گئے ہیں۔ اور خواہ مخواہ دشمنی کر رہے ہیں۔ اس نے سوچ لیا کہ اپنے بھائی ہریش چندر کے وکیل سے ملاقات کرے گا۔ اور قانونی طور پر اجازت نامہ حاصل کرنے کے بعد پاگل خانے جا کر اپنے بھائی سے ملاقات کرے گا۔ وہاں اس کے حالات معلوم ہونے کے بعد اس کے لیے مقدمہ لڑے گا۔ اس بات کو عدالت میں لائے گا کہ اس کا بھائی ہریش چندر پاگل نہیں ہے۔ اس کے بیٹے اس کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔

وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اس کے بھائی یعنی چنڈال کے خلاف ہے اور وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے پاگل بنائے رکھتا ہے۔ اب اسے وہاں سے کوئی رہائی نہیں دلا سکے گا۔

دوسری صبح ہنس راج جوگیا ناگ پور کے قریب پاگل خانے پہنچنے والا تھا۔ اور وہاں اپنے باپ سے ملاقات کرنے والا تھا۔ اس وقت تک ٹونی جے انیتا کو تلاش کر رہا تھا۔ اس نے پہلی اور آخری بار انیتا کو شمر سلطانہ کی حیثیت سے ممبئی ایئر پورٹ پر دیکھا تھا۔ وہ وہیں گم ہوئی تھی۔ کسی نے اسے اس طرح اغوا کیا تھا کہ پھر وہ اور چنڈال خیال خوانی کے ذریعے انیتا تک پہنچ نہیں پائے تھے۔ پھر انہیں اتنی فرصت نہیں ملی کہ وہ بار بار انیتا کو تلاش کرتے انہوں نے سوچ لیا تھا کہ اہم معاملات سے فارغ ہو کر اسے تلاش کریں گے۔

وہ اب پاگل خانے میں تھا۔ اور یہ انتقامی کارروائی کے لیے انیتا کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔

انیتا ممبئی ایئر پورٹ سے گم ہوئی تھی۔ اسے گم کرنے والا یقیناً ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا۔ تب ہی اس نے تنویمی عمل کے ذریعے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ تاکہ اس کا باپ یا دوسرا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر نہ پہنچ سکے۔

ٹونی جے اسے تلاش کرنے کے لیے ممبئی جا سکتا تھا ابھی کلکتہ شہر پہنچا ہوا۔ وہاں سے وہ ممبئی جانے سے پہلے ناگ پور جانا چاہتا تھا۔ اپنی آنکھوں سے چنڈال کی حالت زار دیکھنا چاہتا تھا۔

اگر انیتا اسے مل جاتی تو اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بھی پاگل خانے میں لے جاتا۔ اور دونوں باپ بیٹی کا سامنا کرواتا جس طرح دوسری صبح ہنس راج کا سامنا چنڈال سے کرانے والا تھا۔ وہ بیٹا اپنے پاگل باپ سے ملنے کے لیے ناگ پور پہنچنے والا تھا۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ انیتا ملے گی تو پہلے اس کے حسن و شباب کی دھجیاں اڑائے گا پھر اس کے باپ کے سامنے اسے لے جا کر موت کے گھاٹ اتارے گا۔ اس کے اندر انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اور وہ بڑی شدت سے اسے تلاش کر رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ محنت اور لگن سے تلاش کیا جائے تو گھاس کے اندر سے چھپی ہوئی سوئی بھی مل جاتی ہے۔

کلکتہ شہر میں انیتا تو نہ ملی لیکن اس کے ملنے کے آثار پیدا ہو گئے۔ وہ ناگ پور جانے کے لیے ایک فلائٹ میں سیٹ او کے کروانا چاہتا تھا۔ اس کے لیے ایئر پورٹ پہنچا۔ تو وہاں اسے ایک خوبصورت عورت دکھائی دی۔ وہ دہلی جانے کے لیے ایک فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن جگہ نہیں ملک رہی تھی۔ کاؤنٹر گرل سے التجا کر رہی تھی کہ کسی طرح اسے ایک سیٹ دے دی جائے۔

لیکن وہ کاؤنٹر گرل مجبور تھی کمپیوٹر بتا رہا تھا کہ ایک بھی سیٹ خالی نہیں ہے۔ ٹونی جے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس حسینہ کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔

پتا چلا کہ اس کا نام ارچنا ہے۔ یہ وہی ارچنا تھی جو کبھی کالیا اسرانی کے زیر اثر رہ کر اسمگلنگ کیا کرتی تھی۔ وہ امریکا سے تین کروڑ کے ہیرے لے کر آئی تھی۔ ہندوستان پہنچ کر اس نے کالیا کو دھوکا دیا۔ اور وہ ہیرے لے کر فرار ہو گئی تھی۔

یہ ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

فرمان اور شمر سلطانہ نے اسے فرار ہونے میں مدد دی تھی۔ وہ وہاں سے کلکتہ چلی گئی تھی۔

ارچنا دل کی بہت اچھی تھی۔ اس نے کالیا کو مجبور ہو کر دھوکا دیا تھا، کیونکہ وہ اسے اپنی داشتہ بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ اور اپنے اسمگلنگ کے دھندے میں حصے دار بھی نہیں بنا رہا تھا۔

پھر اس نے دیکھا تھا کہ اس دھندے میں خطرہ ہے کالیا اسے ایسے وقت آگے کر دیتا تھا۔ جب وہ پولیس اور کسٹم والوں سے بچ کر نکل آتی تھی۔ تب آ کر اس سے ملتا تھا۔ اور اگر وہ کبھی پھنس جاتی تو اسے پولیس والوں سے نجات دلانے کے لیے کبھی آگے نہ آتا۔ اگر آتا تو خود بھی پکڑا جاتا۔

وہ اس کی مکاری کو خوب جانتی تھی۔ اس لیے اسے دھوکا دے کر ان ہیروں کو دو کروڑ میں فروخت کر کے کلکتہ چلی آئی تھی۔

ٹونی نے ارچنا سے پوچھا۔ ”کیا دہلی بہت ضروری جانا ہے؟ میں تمہارے لیے کچھ کر سکتا ہوں؟“

وہ خوش ہو کر بولی ”کیا میرے لیے ایک سیٹ او کے کرا سکتے ہو؟“

”بے شک کرا سکتا ہوں۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔“

اس نے کاؤنٹر گرل سے کہا ”دیکھیں دہلی جانے والی فلائٹ اب سے چھ گھنٹے بعد روانہ ہوگی۔ ان چھ گھنٹوں میں کوئی نہ کوئی مسافر اپنی سیٹ کینسل کر سکتا ہے کیا اس وقت آپ وہ سیٹ ان مس کو نہیں دے سکتیں؟“

کاؤنٹر گرل نے کہا ”ایسے امیدوار کتنے ہی ہیں سب اپنے نام اور پتے لکھوا کر گئے ہیں یہ بھی اپنا نام پتا لکھوا دیں۔ جس کی باری ہوگی اسے انفارم کیا جائے گا۔ اور اسے ہی پہلے سیٹ دی جائے گی۔“

ارچنا نے ٹونی جے کے مشورے کے مطابق اپنا نام لکھوایا۔ ”یہاں میرا کوئی مستقل پتا نہیں ہے۔ میرا قیام ایک ہوٹل میں تھا۔ میں نے وہ ہوٹل بھی چھوڑ دیا ہے۔ میرا موبائل فون نمبر نوٹ کریں۔ اور اسی پر مجھے اطلاع دیں۔“

وہ اپنا فون نمبر اور پتا نوٹ کرانے کے بعد ٹونی جے کا شکریہ ادا کر کے جانے لگی۔ وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ ”کیا یہاں تم بالکل تنہا ہو؟ اگلے چھ گھنٹے کہاں گزارو گی؟ کیا یہ وقت میرے ساتھ نہیں گزار سکتیں۔“

وہ رک کر اسے دیکھتے ہوئے بولی ”تم ہینڈسم ہو اچھے خاصے صحت مند جوان ہو۔ لیکن میں دودھ کی جلی ہوں۔ اس لیے مجھ سے لفٹ لینے کی کوشش نہ کرو۔“

ممبئی میں ارچنا کو ایک جوان نے اسی طرح دھوکا دیا تھا۔ اس سے پہلے وہ کالیا سے دھوکا کھا چکی تھی۔ اس لیے کسی پر بھروسا کرنا نہیں چاہتی تھی۔

ٹونی نے کہا ”میں جانتا ہوں کہ تم پہلے بھی دھوکے کھا چکی ہو۔ کسی مرد پر بھروسا کرنا نہیں چاہتی لیکن میں تمہیں اعتماد دلاؤں گا اور تم میرے ساتھ رہنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔“

”کیا تم مجھے مجبور کرو گے؟“

”ہاں..... سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلے تو انگلی کو ٹیڑھا کرنا ہی پڑے گا۔ کالیا اسرانی ممبئی میں ہے۔“

وہ کالیا اسرانی کا نام سن ایک دم سے چونک گئی۔ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی وہ بولا ”میں ابھی ایک فون کروں گا تو وہ صبح تک کسی بھی فلائٹ سے یہاں آ جائے گا تم نے اس کے تین کروڑ کے ہیروں کو دو کروڑ میں فروخت کیا ہے۔ وہ بھاگتے چور کی لنگوٹی سمجھ کر وہی دو کروڑ روپے تم سے چھین لے گا۔“

وہ پریشان ہو کر بولی ”تم کون ہو؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں نے یہ سب کچھ کیا ہے؟“

”میرے بارے میں تمہیں رفتہ رفتہ معلوم ہوگا۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہارا ایک بہت اچھا ساتھی ثابت ہوں گا۔ تم اتنی بڑی دنیا میں بالکل تنہا ہو تمہیں ایک قابل اعتماد دوست اور محبوب کی ضرورت ہے۔ اور میں وہی ہوں جس کی تمہیں ضرورت ہے۔“

اس نے سوچتے ہوئے ٹونی کو دیکھا۔ پھر مجبور ہو کر سوچنے لگی کہ اس سے دوستی کرنی ہی ہوگی۔ معلوم کرنا ہوگا کہ یہ کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟ موقع دیکھ کر میں اسے دھوکا دوں گی اور کہیں جا کر چھپ جاؤں گی۔

وہ مجبور ہو کر بولی ”میرے پاس چھ گھنٹے ہیں میں چھ گھنٹے تمہارے ساتھ گزارنے کے بعد دہلی چلی جاؤں گی۔“

وہ مسکرا کر اس کے بازو کو تھام کر بولا ”چھ گھنٹے بہت ہوتے ہیں آؤ چلیں کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں کمرا لے کر وقت گزارتے ہیں۔“

وہ اپنا بازو چھڑاتے ہوئے بولی ”میں چھ گھنٹے تک تمہارے ساتھ رہوں گی اس کے بعد تم میرا پیچھا نہیں کرو گے۔ مجھے بلیک میل نہیں کرو گے؟“

”یہ ساری باتیں ہوٹل میں چل کر ہوں گی۔“

وہ دونوں وہاں سے جانے لگے۔ اس نے پہلے تو ارچنا کے مختصر سے خیالات پڑھے تھے پھر تفصیل سے خیالات پڑھنے لگا۔ تو پتا چلا کہ کالیا اسرانی ممبئی میں کہاں رہتا ہے اور

اس کے ساتھ جو نئی لڑکی ہے اس کا ثمر سلطانہ ہے اور وہ ثمر سلطانہ وہی ہے جسے کالیا ایئرپورٹ سے اغوا کر کے لے گیا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ ارچنا نے اپنے تین کروڑ کے ہیرے ثمر سلطانہ کے حوالے کیے ہیں۔

اس حد تک خیالات پڑھنے کے بعد ٹونی سمجھ گیا کہ ارچنا جسے ثمر سلطانہ کہہ رہی ہے وہی دراصل انیتا ہے اور چنڈال نے ثمر سلطانہ کے جسم میں انیتا کو پہنچایا تھا۔

ٹونی جے کو اطمینان ہو گیا کہ وہ تقریباً انیتا کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اسے اتنا تو معلوم ہو ہی گیا کہ انیتا ثمر سلطانہ کے اندر چھپی ہوئی ہے دوسرے دن ممبئی جا کر اسے کالیا کے چنگل سے چھڑوا سکتا تھا۔ یا پھر خیال خونی کے ذریعے اسے ناگ پور شہر بلا کر اس کے باپ سے اس کا سامنا کرا سکتا ہے اور اس کے سامنے ہی انتقامی کارروائی کر سکتا تھا۔

ارچنا پہلے تو پریشان تھی کہ پتا نہیں یہ کون پراسرار شخص آ گیا ہے جو اس کے حالات سے واقف ہے اور اسے بلیک میل کر رہا ہے اسے یہ بھی معلوم ہے کہ ہیروں کو فروخت کرنے کے بعد اس کے پاس دو کروڑ روپے رکھے ہوئے ہیں۔ وہ اتنی رقم کے لیے اسے قتل بھی کر سکتا تھا۔

ارچنا کے دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہو رہے تھے لیکن ہوٹل پہنچ کر ٹونی جے اتنی محبت سے پیش آتا رہا اور اسے یقین دلاتا رہا کہ وہی اس کا بہترین ساتھی ہے اور وہی آئندہ اسے ہر طرح کا تحفظ دیتا رہے گا۔

ہوٹل پہنچنے کے بعد ایک گھنٹے کے اندر ہی ارچنا اس سے اس قدر متاثر ہو گئی کہ اس نے دہلی جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کی دیوانی ہو گئی۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی ''اب میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ میرے پاس جو اتنی بڑی رقم رکھی ہوئی ہے یہ بھی تم ہی رکھ لو لیکن مجھے بھرپور اعتماد اور محبتیں دیتے رہو۔''

''تمہیں محبت بھی ملے گی۔ میرا اعتماد بھی ملے گا۔ اور دو کروڑ سے زیادہ رقم بھی ملے گی میں کوئی کنگال نہیں ہوں۔ دنیا کا سب سے امیر ترین شخص ہوں۔ یہ بات تمہیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گی۔''

اس نے ارچنا سے ثمر سلطانہ اور کالیا اسرانی کے فون نمبرز معلوم کیے تھے۔ پھر ایک پی سی او کے ذریعے اس نے کالیا سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف اس کی آواز سنائی دی ''ہیلو..... میں کالیا اسرانی بول رہا ہوں تم کون ہو؟''

''مجھے فی الحال دوست ہی سمجھو بعد میں دشمن بھی بن سکتا ہوں۔''

''ابھی دوست کیوں بن رہے ہو؟ بعد میں دشمنی کیوں کرو گے؟''

''تمہارے گھر میں میری ایک قیمتی چیز رہ گئی ہے اسے حاصل کرنے کے لیے ممبئی آنے والا ہوں۔ اسی لیے سوچا پہلے معلوم کر لوں کہ تم اسی فون نمبر اسی پتے پر رہتے ہو یا نہیں؟ میں یہ معلوم کر چکا ہوں پھر کسی وقت بات کروں گا۔''

وہ ریسیور رکھ کر اس کے اندر پہنچ گیا۔ کالیا بہت ہی ماہر تنویمی عمل کرنے والا تھا۔ اور اچھا خاصا صحت مند بھی تھا۔ لیکن یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ رات کو شراب پیتا تھا اس لیے وہ پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کر پاتا تھا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ ایک بہت ہی حسین لڑکی اس کے ساتھ اس کے بنگلے میں رہتی ہے اور اس کا نام ثمر سلطانہ ہے اس نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے لیکن ثمر نے اس شرط پر اس کی معمولہ اور کنیز بن کر رہنا قبول کیا ہے کہ وہ اس کے بدن کو ہاتھ نہیں لگائے گا بھی اس کی عزت سے کھیلنے کی غلطی نہیں کرے گا اگر کرے گا تو پھر وہ بھی اسے ارچنا کی طرح دھوکا دے کر کسی وقت بھی جا سکتی ہے۔ چیونٹی کو کمزور نہ سمجھا جائے اگر وہ کچھ نہیں کر سکتی ہے کاٹ لیتی ہے۔ اسی طرح عورت اگر کچھ نہیں کر سکتی ہے تو ایک چٹکی زہر دے کر ضرور مار سکتی ہے۔

ٹونی جے کو ثمر سلطانہ کی یہ بات بہت اچھی لگی کہ وہ اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا جانتی ہے اور اس کے لیے ہٹا ٹائز کرنے والے کالیا اسرانی کے ناجائز احکامات سے بھی انکار کرتی ہے۔

ٹونی جے انیتا کی ہسٹری جانتا تھا۔ کہ وہ کس طرح فرمان کو انیل شرما سمجھ کر اس کے ساتھ دن رات گزارتی رہی تھی۔ اس سے شادی بھی کر چکی تھی بعد میں چنڈال نے دونوں کو جدا کر دیا تھا۔ اب انیتا پارساتھی یا ثمر سلطانہ پار ساتھی تھی۔ انیتا کی آتما ثمر سلطانہ پر حاوی تھی یا ثمر سلطانہ انیتا کی آتما کو اپنے اندر قیدی بنائے ہوئے تھی۔ یہ بات ابھی ٹونی جے نہیں جانتا تھا اور اس سلسلے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔

اس نے کالیا کے ذریعے ثمر کی آواز سنی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ تو اس نے سانس روک لی۔

چند لمحوں کے بعد اس نے پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ تو اس نے پھر سانس روک لی۔

وہ مایوس ہو کر کالیا اسرانی کے اندر آیا۔ پھر اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنے لگا کہ کیا وہ بھی یوگا کی ماہر ہے؟ کیا کالیا نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے؟

پتا چلا کہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا ٹونی جے نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ وہ کسی بہانے سے ثمر سلطانہ کو بیڈ پر سلائے۔ اور پھر اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کے دروازے کھولے گا۔

اسرانی کی سوچ نے بتایا کہ وہ پچھلے دو دن سے یہی سوچ رہا ہے کہ ثمر سلطانہ پر تنویمی عمل کرے گا لیکن کر نہیں پا رہا ہے کبھی تو بہت زیادہ مصروف ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا لگتا ہے کہ جیسے تنویمی عمل بھول گیا ہے عمل کرتے کرتے وہ رک جاتا ہے۔

ٹونی نے اس کے اندر یہ مضبوط ارادہ پیدا کیا کہ اس بار وہ تنویمی عمل کرنا نہیں بھولے گا۔ اور اسے اپنی معمولہ بنا کر اس کے دماغ کے دروازے کھول دے گا۔

ادھر ٹونی اپنے طور پر کالیا کو تنویمی عمل کے لیے تیار کر رہا تھا۔ ادھر ثمر نے موبائل فون کے ذریعے فرمان سے رابطہ کیا پھر اس سے پوچھا ''تم میرے دماغ میں اچانک کیوں آ رہے تھے؟ جب کہ ہمارے درمیان یہ طے پا گیا ہے کہ پہلے فون پر بات ہو گی پھر تم میرے اندر آؤ گے۔''

فرمان نے حیرانی سے کہا ''میں تمہارے اندر نہیں آیا تھا۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

وہ بولی ''ابھی تم وقفے وقفے سے دو بار میرے اندر آنے کی کوشش کر رہے تھے اور میں نے سانس روک لی تھی۔''

''ثمر سلطانہ! پھر تو کوئی گڑبڑ ہے' کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا تمہارے اندر آنا چاہتا ہے۔''

ایسے ہی وقت کالیا نے اس کے پاس آ کر کہا ''ثمر سلطانہ! ابھی اپنے روم میں چلو اور بستر پر لیٹ جاؤ میں تم پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔''

وہ حیرانی سے بولی ''یہ کوئی عمل کا وقت نہیں ہے اور تم مجھ پر خواہ مخواہ عمل کرنا کیوں چاہتے ہو؟''

''میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم پر تنویمی عمل کرنے کے دوران مجھے ناکامی کیوں ہوتی ہے؟ مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی ٹیلی پیتھی کرنے والا تمہارے اندر چھپا ہوا اور وہ مجھے ناکام بناتا رہتا ہے۔''

''اگر میرے اندر کوئی چھپا ہوا ہے تو کیا تم اسے باہر نکال سکو گے۔''

''ہاں..... ابھی میں ہپناٹزم کے ذریعے اسے یہاں سے نکال دوں گا تم کسی دشمن کو میرے گھر میں پناہ دے رہی ہو۔''

''تم فضول باتیں کر رہے ہو۔''

''یہ فضول باتیں نہیں ہیں، جب سے ارچنا میرے ہیرے بیچ کر یہاں سے فرار ہوئی ہے اس دن سے میں تم پر تنویمی عمل کرنا چاہتا ہوں اور ہپناٹائز کا کام رہتا ہوں۔ آخر بات کیا ہے آج یہ میں معلوم کر کے ہی رہوں گا۔''

پھر اس کی توجہ موبائل فون کی طرف گئی اس نے چونک کر پوچھا ''یہ تم فون پر کس سے بات کر رہی ہو؟''

''یہ میرا پرسنل معاملہ ہے میں تمہارے کسی معاملے میں دخل نہیں دیتی ہوں تم بھی میرے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔''

''ثمر سلطانہ! تم بہت سر چڑھتی جا رہی ہو۔ میں نے تمہیں اپنی معمولہ اور تابعدار پوری طرح نہیں پایا۔ یہ میری غلطی تھی۔ تمہاری شرائط مان کر میں نے زندگی میں پہلی بار بہت بڑی بھول کی ہے۔ اب میں پوری طرح تمہیں اپنے تنویمی عمل کے شکنجے میں جکڑ لوں گا۔ وہ موبائل مجھے دو جس سے بات کر رہی ہو۔ اس سے کہو کہ وہ مجھ سے بات کرے۔ تم سے اس کا تعلق کیا ہے؟''

وہ فون لینے کے لیے آگے بڑھا۔ ثمر سلطانہ پیچھے ہٹ کر بولی ''میں فون نہیں دوں گی۔''

''مجھے مجبور نہ کرو' یہ فون سیدھی طرح میرے حوالے کر دو۔''

''کیا تم زبردستی کرو گے؟ یہ فون مجھ سے چھین لو گے؟''

''میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے دے دو' ورنہ چھین لوں گا اور معلوم کروں گا کہ تم اپنے کس یار سے باتیں کر رہی ہو؟''

وہ آگے بڑھا تو وہ پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ گئی اور بولی ''دیکھو..... میرے قریب نہ آنا۔ ورنہ بہت برا ہو گا۔''

وہ طنزیہ انداز میں بولا ''کیا برا ہو گا؟ کیا تم کسی سپرمین کی بیٹی ہو کہ میرے قریب آتے ہی مجھے اٹھا کر باہر پھینک دو گی؟''

''ہاں..... میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ اس لیے تمہیں سمجھا رہی ہوں' جب تک دوستی ہے دوستی رکھو' ورنہ پچھتاؤ گے۔''

''تمہارے پچھتانے کی ایسی کی تیسی۔''

وہ تیزی سے آگے بڑھ کر آیا پھر اس کے موبائل فون والے ہاتھ کی کلائی کو پکڑنا چاہا۔ ایسے ہی وقت وہ وہاں سے اچھل کر دور جا گرا۔

ٹونی جے کالیا کے اندر چھپا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ ابھی اسرانی نے پوچھا تھا کہ کیا تم سپرمین کی بیٹی ہو کہ میں تمہیں ہاتھ لگاؤں گا تو تم مجھے یہاں سے باہر پھینک دو گی؟

اور یہی ہوا تھا۔ وہ اسے ہاتھ لگانے گیا تو اچھل کر بہت دور جا کر گر پڑا تھا۔ اس طرح صاف سمجھ میں آ گیا تھا کہ ثمر سلطانہ کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔

کالیا فرش پر پڑا دیدے پھاڑے ثمر سلطانہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی ''مرد کے بچے ہو تو آؤ آگے بڑھو..... اور مجھے ہاتھ لگاؤ۔''

وہ فرش پر سے اٹھتے ہوئے حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا ''یہ..... یہ سب کیا ہے؟ میں اتنی دور جا کر کیسے گر پڑا؟''

وہ فخر سے بولی ''اگر تم تنویمی عمل جانتے ہو تو میں بھی کچھ جانتی ہوں اور جو کچھ جانتی ہوں۔ اس کا نتیجہ ابھی تمہارے سامنے آیا ہے۔''

ٹونی جے کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ ثمر سلطانہ کے اندر انیتا ہے اس لیے اس کا عاشق ٹیلی پیتھی جاننے والا فرمان وہاں موجود ہے اور وہی ثمر سلطانہ کو کالیا کی زور زبردستی سے بچا رہا ہے۔

اب ٹونی کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ ایسے وقت اسے کیا کرنا چاہیے؟ کیا خاموش تماشائی بن کر رہنا چاہیے؟ یا پھر خود کو ظاہر کر دینا چاہیے؟

ثمر سلطانہ کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ کالیا کو چھوڑ کر چلی جائے گی۔ اگر وہ چلی گئی تو پھر ٹونی جے کے پاس ایسا کوئی آلہ کار نہیں رہے گا کہ جس کے ذریعے وہ ثمر سلطانہ پر نظر رکھ سکے۔ اور کسی طرح اس کے اندر انیتا تک پہنچ سکے۔

اس وقت عقل نے سمجھایا کہ ثمر سلطانہ اور فرمان سے دوستانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ تب ہی وہ انیتا تک پہنچ سکے گا۔

اس نے کالیا کی زبان سے کہا ''ثمر سلطانہ! میں اس وقت کالیا اسرانی نہیں ہوں۔ میرا نام مہادیو بھاٹیا ہے اور میں چنڈال جوگیا کا دست راست ہوں۔ تم مجھے نہیں پہچانتی ہو لیکن انیتا میری آواز سن رہی ہوگی وہ مجھے پہچان رہی ہوگی۔''

یہ بات سنتے ہی ثمر سلطانہ کے اندر انیتا مچلنے لگی کہنے لگی ''ہاں..... ہاں میں جانتی ہوں کہ یہ مہادیو بھاٹیا ہے یہ امریکا سے یہاں آیا تھا ایئرپورٹ پر اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ ایسے ہی وقت میں اس سے بچھڑ گئی تھی۔''

ثمر سلطانہ حیرانی سے کچھ سمجھتے کچھ نہ سمجھتے ہوئے یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔ پھر اس نے موبائل فون پر کہا ''فرمان! میرے اندر آ جاؤ' یہاں معاملہ کچھ سے کچھ ہو رہا ہے۔''

فرمان نے اس کے اندر آ کر کہا ''شکریہ ثمر! میں یوں بھی کالیا کے اندر رہ کر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے مہادیو بھاٹیا کی باتیں سن رہا ہوں۔ یقیناً اس کی باتیں سن کر انیتا مچل رہی ہوگی۔''

ثمر سلطانہ نے کہا ''ہاں..... یہی بات ہے تم خود ہی دیکھ لو۔''

انیتا اس کے اندر تڑپ تڑپ کر کہہ رہی تھی۔ ''فرمان! میری مدد کرو۔ ایک بار مجھ پر مہربانی کرو مجھے مہادیو بھاٹیا سے بات کرنے دو۔ میں اپنے باپ کی خیریت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔''

فرمان نے کہا ''تم ابھی خاموش رہو۔ پہلے مجھے مہادیو سے بات کرنے دو۔''

انیتا نے کہا ''اس سے پوچھ کہ وہ کیوں آیا ہے، میرا باپ کیوں نہیں آیا۔''

''میں پوچھ رہا ہوں تم خاموش رہو۔''

ثمر سلطانہ نے فرمان کی مرضی کے مطابق پوچھا ''چنڈال جوگیا کہاں ہے؟''

''میں اس کے بارے میں بتانے کے لیے انیتا کو ڈھونڈ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچا ہوں۔''

''تو پھر بتاؤ کہ چنڈال کہاں ہے؟''

''میں انیتا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''جب تم چنڈال کے آدمی ہو تو کیا یہ نہیں جانتے کہ انیتا کی آتما میرے اندر سمائی ہوئی ہے۔ میں ہی انیتا اور ثمر سلطانہ ہوں تم یہی سمجھو کہ انیتا باتیں کر رہی ہے۔''

''میں انیتا کی آواز اور لب و لہجے کو جانتا ہوں۔ اس سے بات کرنا چاہوں گا۔''

فرمان نے ثمر سلطانہ سے کہا ''انیتا کو تھوڑی دیر کے لیے اپنے اوپر حاوی ہونے دو۔ میں اسے پھر تمہارے زیر اثر لے آؤں گا۔''

ثمر پریشان ہو کر بولی ''مجھے بہت ڈر لگتا ہے اگر تم کچھ نہ کر سکے تو کم بخت یہ انیتا مجھ پر حاوی ہو جائے گی۔''

''پلیز مجھ پر بھروسا کرو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔''

ثمر سلطانہ خاموش رہی فرمان نے انیتا سے کہا ''اب تم اپنی مرضی سے بول سکتی ہو۔''

انیتا نے تڑپ کر ثمر سلطانہ کی زبان سے کہا ''مہادیو بھاٹیا! میں انیتا بول رہی ہو۔ اب تم میری آواز اور لب و لہجے کو پہچان سکتے ہو۔''

''ہاں..... پہچان رہا ہوں' مجھے خوشی ہے کہ ممبئی ایئرپورٹ پر بچھڑنے کے بعد اب مل رہی ہو۔ کیا ہماری

ملاقات دوبارہ نہیں ہو سکتی؟''

''ملاقاتیں ہوتی رہیں گی پہلے یہ بتاؤ کہ میرے پتا جی کہاں ہیں؟''

''وہ بہت بری حالت میں ہیں۔ ان کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے اور اس وقت وہ پاگل خانے میں ایک قیدی بنے ہوئے ہیں۔''

انیتا نے پریشان ہو کر کہا ''نہیں..... یہ کیسے ہو سکتا ہے میرے پتا جی فولادی دماغ رکھتے ہیں۔ بہت بڑے مہاگیانی ہیں۔ ان کا دماغ کمزور نہیں ہو سکتا۔ وہ پاگل نہیں ہو سکتے؟''

''وہ اس وقت ناگ پور کے قریب ایک پاگل خانے میں ہیں' تم جب چاہو اپنی آنکھوں سے جا کر وہاں دیکھ سکتی ہو۔''

''وہ آج کل کس روپ میں ہیں؟''

''فرہاد علی تیمور نے ان کی زندگی حرام کر دی تھی۔ انہیں مرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس لیے ان کی آتما نے ان کا جسم چھوڑ دیا ہے اور اب ایک نئے جسم میں ہیں۔ وہ جسم ہریش چندر نامی ایک سیٹھ کا ہے اور وہ ناگ پور کا بہت بڑا بزنس مین ہے۔''

انیتا نے تڑپ کر کہا ''فرمان! میں اپنے پتا جی سے ملنے جاؤ گی' پلیز مجھے وہاں لے چلو۔''

فرمان نے کہا ''یہ ثمر سلطانہ کی مرضی پر ہے۔''

وہ بولی ''ثمر سلطانہ! میں تمہارے اندر قیدی بن کر رہتی ہوں۔ اور ہمیشہ اسی طرح تمہارے زیر اثر رہوں گی۔ بھگوان کے لیے اپنے خدا کے لیے۔ مجھے میرے پتا جی کے پاس لے چلو۔ ایک بار مجھے ان سے مل لینے دو۔''

فرمان نے کہا ''انیتا..... اگر تمہارے دماغ میں ایسا کوئی خیال ہے کہ وہاں جا کر تمہارے پتا جی ثمر سلطانہ کے جسم سے رہائی دلائیں گے تو اس خیال کو دماغ سے نکال دو۔ یہ میرے جیتے جی کبھی نہیں ہو سکے گا۔ میں ثمر سلطانہ کی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈالوں گا۔''

''میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ پتا جی سے یہ نہیں کہوں گی کہ مجھے اس جسم سے نکال کر کسی دوسرے جسم میں پہنچا دیں۔ میری قسم پر بھروسا کرو۔''

''تم اتنی زیادہ بھولی بھالی اور سیدھی سادی نہیں ہو ضرور کوئی چالاکی دکھانا چاہو گی۔''

''میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں۔ تم نے سنا نہیں کہ وہ پاگل خانے میں ہیں۔ اپنا دماغی توازن کھو چکے ہیں۔ ایسی حالت میں تم مجھے ان سے ملنے نہیں دو گے تو یہ بہت بڑا ظلم ہوگا۔''

ثمر سلطانہ نے فرمان کی مرضی کے مطابق پوچھا ''مسٹر بھاٹیا! کیا چنڈال واقعی پاگل ہو چکا ہے اور اس وقت پاگل خانے میں ہے؟ کیا وہ خیال خوانی نہیں کر سکتا؟''

''تم خود سمجھ سکتی ہو کہ جب وہ پاگل ہو چکا ہے اور صحیح دماغ نہیں ہے تو بھلا خیال خوانی کیسے کرے گا؟''

''وہ کالے منتر تو پڑھ سکتا ہے؟''

''بالکل نہیں۔ اس کی یادداشت بہت کمزور ہو چکی ہے وہ اپنے منتر بھول چکا ہے۔ جب تک دماغی توانائی حاصل نہیں کرے گا۔ اسے اس کے منتر یاد نہیں آئیں گے۔''

فرمان نے ثمر کے ذریعے کہا ''اچھی بات ہے پہلے میں خیال خوانی کے ذریعے اس پاگل خانے میں جاؤں گا۔ اور دیکھوں گا کہ چنڈال جوگیا کی حقیقت کیا ہے؟ اور اب وہ کس حال میں ہے؟ اگر کمزور ہوگا اور مجھے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکے گا تو ہم انیتا کو اس کے پاس ضرور لے جائیں گے۔''

''مجھے خوشی ہوگی میں تمہارا وہاں انتظار کروں گا۔''

''مجھے پاگل خانے کے ڈاکٹرز کے فون نمبر بتاؤ۔ میں ان کی آوازیں سن کر چنڈال تک پہنچوں گا۔''

ٹونی نے اسے دو نمبر بتائے پھر کہا ''جب تم چنڈال کے اندر پہنچو گے تو وہاں میں بھی موجود رہوں گا۔ اور تم سے بہت ضروری باتیں کروں گا۔ ابھی میں جا رہا ہوں۔''

کالیا اسرانی ابھی تک فرش پر بیٹھا ہوا تھا اور آنکھیں پھاڑے ثمر سلطانہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی باتیں سن رہا تھا اور اپنی زبان سے ادا ہونے والی باتیں بھی سن رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ پر حاوی ہو کر اس کے ذریعے ثمر سلطانہ کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے باتیں کر رہا ہے۔ یہ ساری باتیں اس کے لیے اتنی حیرت انگیز تھیں کہ پہلے اس نے کبھی اس کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔

جب خاموشی چھا گئی تو اس نے ثمر سلطانہ کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم اتنی پراسرار قوتوں کی مالک ہو' تمہارے پیچھے ایک نہیں دو دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ایک تمہارے اندر تھا ایک میرے اندر تھا' مجھے معاف کر دو۔ میں اب تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔''

ثمر سلطانہ نے کہا ''تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اس چھت کے نیچے رہ کر مجھ سے دور رہنا۔ ورنہ ایک کے بعد دوسری سانس نہیں لے سکو گے۔''

کالیا اسرانی اسی طرح اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑے بیٹھا رہا۔ وہاں سے اٹھنے کی جرأت بھی نہیں کی۔ وہ بری طرح دہشت زدہ ہو گیا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ ایک نہیں دو

ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اگر وہ ثمر سلطانہ کو نقصان پہنچائے گا تو اپنی جان سے جائے گا۔

لہٰذا وہ پیٹھی مار کر پوچا کرنے والے انداز میں فرش پر بیٹھا رہا۔ سر جھکا ہوا تھا وہ ''اونہہ'' کہہ کر اس کے سامنے سے چلی گئی۔

☆☆☆

انا بیلا نے الپا سے ایک طویل گفتگو کی تھی۔ اس کے مزاج اور ارادوں کو سمجھا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور کی بیٹی بن کر مسلمانوں کی حمایت کرتی رہے گی یا یہودیوں کے مفادات کا بھی خیال رکھے گی؟ اور انہیں بھی فائدہ پہنچائے گی؟

الپا نے میانہ روی اختیار کی تھی۔ اور انصاف کی باتیں کرتی رہی تھی کہ اگر وہ مسلمانوں کی حمایت کرتی ہے تو یہودیوں کی بھی اسی طرح حمایت کرے گی کہ اس کی حمایت سے مسلمانوں کی نقصان نہ پہنچے۔ اسی لیے وہ اسرائیل جا کر وہاں کے اکابرین کی مرضی کے مطابق فلسطینی مسلمانوں کے خلاف کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتی۔ اور نہ ہی ان کو اپنی ٹیلی پیتھی کا سہارا دینا چاہتی ہے۔

انا بیلا اس سے گفتگو کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ الپا مرتے دم تک یہودی رہنا چاہتی ہے لیکن مسلمانوں کی حمایت سے باز نہیں آئے گی۔ وہ میری اور سونیا کی بیٹی بن کر رہے گی اور ہمارے لیے کام کرتی رہے گی۔

چونکہ ہماری ہدایت پر عمل کرتی آرہی تھی۔ اس لیے اسرائیلی اکابرین اور اس کی یہودی قوم اسے مجبور کرتی کہ وہ ان کا بھی ساتھ دے لہٰذا وہ ان سے دور ہی رہنا چاہتی تھی۔

الپا اس بات کو بھی نہیں مان رہی تھی کہ اگر وہ انا بیلا اور انا میریا مسلمانوں سے محبت کرتی ہے اور ان سے شادی کرتی ہے تو پھر وہ اپنی بیٹی کو ایک یہودی آوازون سے منسوب کیوں نہیں کر رہی ہے؟

صرف اس لیے کہ اس بیٹی کا باپ مسلمان ہے اور پارس کبھی یہ نہیں چاہے گا کہ اس کی بیٹی کسی یہودی سے بیاہی جائے۔ باپ کے فیصلے کے مطابق اولاد کی پرورش ہوتی ہے اور مستقبل سنوارا جاتا ہے لہٰذا الپا نے اپنی بیٹی کے مستقبل کو اس کے باپ پر اور اس کے دادا دادی پر چھوڑ دیا ہے۔

یہ بات انا بیلا کو ناگوار گزر رہی تھی۔ اس کے نکتہ نظر سے جب یہودی لڑکیاں مسلمانوں سے شادی کر سکتی ہیں تو مسلمان لڑکی کو بھی یہودی سے شادی کرنا چاہئے اور اس بات کو الپا نہیں مان رہی تھی۔ مسلمانوں کی بے جا حمایت کر رہی تھی۔

انا بیلا کو ضد ہو گئی کہ مسلمان لڑکی کو بھی یہودی کے پاس جانا چاہئے۔ اور اگر الپا نہیں مان رہی ہے تو نہ مانے سیدھی طرح سمجھانے سے جب بات نہیں بنتی تو چور راستوں سے کام نکالا جاتا ہے۔

وہ ٹی وی پر اسرائیلی اکابرین کو دیکھ رہی تھی۔ ان کے سیاسی بیان سن رہی تھی۔ اور اس طرح ان کی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے کسی کے دماغ میں پہنچ سکتی تھی۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ جب اس نے اپنا جسم ایک مسلمان کو دیا ہے تو الپا کی بیٹی اپنا جسم ایک یہودی کو کیوں نہیں دے گی؟ ضرور دے گی وہ الپا کی بیٹی کو آوازون تک ضرور پہنچائے گی۔

پہلے وہ آوازون کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس کے بارے میں جو معلومات اسے تھی وہ کافی نہیں تھی وہ اس سے براہِ راست گفتگو کرنا چاہتی تھی اور جب اسے معلوم ہوتا کہ انا بیلا سے اسے فائدہ پہنچ سکتا ہے تو وہ اس سے ضرور دوستی کرتا۔

انا بیلا نے اسرائیلی آرمی کے افسر سے رابطہ کیا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا ''ہیلو..... میں نے تمہیں ٹی وی پر دیکھا ہے تمہاری سیاسی باتیں سنی ہیں۔ اس طرح تمہارے اندر پہنچ گئی ہوں۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ تم کون ہو.....؟''

''میرا نام انا بیلا ہے کیا تم نے یہ نام سنا ہے؟''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا ''ہاں..... مجھے پتا چلا ہے کہ تم راسپوٹین سوم کی بیٹی ہو۔ اور روس چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہو ٹیلی پیتھی اور پراسرار علوم جانتی ہو۔''

''تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟''

''یہ نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ میں بتانا نہیں چاہتا۔''

''کوئی بات نہیں..... خاموش رہو، میں خود ہی تمہارے چور خیالات سے معلوم کر لوں گی۔''

وہ پریشان ہو گیا۔ وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگی پھر بولی ''ارنا کوف اور اس کا بیٹا تم سے اور تمہارے دوسرے یہودی اکابرین سے رابطہ رکھتے ہیں۔ تم لوگوں میں بڑی دوستی ہے۔''

اس افسر نے ایک گہری سانس لے کر بے بسی سے کہا ''میں بھول گیا تھا کہ تم میرے چور خیالات پڑھ کر سارے بھید معلوم کر لوگی۔ کیا تم ارنا کوف اور آوازون کے خلاف محاذ بنانے آئی ہو؟''

''نہیں..... دوستی کرنے آئی ہوں، یہ تو جانتے ہی ہو کہ میں یہودی ہوں اور یہودیوں کے مفادات کے خلاف کبھی

کوئی کام نہیں کروں گی۔''

''تمہاری بات سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ تم اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پوری یہودی قوم کو فائدہ پہنچاؤ گی، اس سے بڑی خوشی کی بات کوئی ہو نہیں سکتی۔ تم بتاؤ کہ تمہارے عزائم کیا ہیں؟ اور تم ہمارے لیے کیا کرنا چاہتی ہو؟''

''سب سے پہلے تو میں الپا کو کسی نہ کسی طرح اسرائیل پہنچانا چاہتی ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولا ''تم تو ہمارے دل کی بات بول رہی ہو، ہم سب یہی چاہتے ہیں گے۔''

''لیکن ایسا چاہنے کے لیے اور الپا پر قابو پانے کے لیے اس کی کمزوری سے کھیلنا ہوگا۔''

''یہ بھی تم ہمارے دل کی بات کہہ رہی ہو۔''

''میں تمہارے دلوں کی باتیں جانتی ہوں اور اس سلسلے میں آوازون سے بات کرنا چاہوں گی۔''

''آوازون فرہاد علی کے پوتے کے معاملے میں بہت مصروف ہے۔ تقریباً بارہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس نے ہم میں سے کسی سے بھی رابطہ نہیں کیا۔ وہاں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ہی وہ ہم سے رابطہ کرے گا۔''

''تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ ایمرجنسی کے وقت اس کے آلہ کار سے رابطہ کرتے ہو۔ وہ آلہ کار تمہارا پیغام آوازون تک پہنچاتا ہے۔ پھر وہ تمہارے پاس آکر باتیں کرتا ہے۔''

''ہاں..... ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے۔''

''میں تمہارے دماغ سے اس آلہ کار کا فون نمبر بھی معلوم کر چکی ہوں۔ اس سے رابطہ کر کے اس کے خیالات پڑھ کر اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر سکتی ہوں لیکن یہ چاہتی ہوں کہ مجھے یہ نہ کرنا پڑے۔ تم اس آلہ کار سے بولو کہ وہ آوازون کو تمہارے پاس بھیج دے۔ پھر میں تمہارے دماغ میں رہ کر اس سے بات کروں گی۔''

''میں اپنے تمام یہودی اکابرین سے پہلے اس سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں تمہارے بارے میں بتانا چاہتا ہوں کہ تم ہماری دوست بن رہی ہو ہمارا ساتھ دینا چاہتی ہو۔''

''یہ باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔ ابھی جو کہہ رہی ہوں تمہیں وہ کرنا چاہئے نہیں کرو گے تو میں خود ہی اس سے رابطہ کر لوں گی۔''

''ٹھیک ہے..... میں ابھی رابطہ کرتا ہوں۔''

اس نے فون کے ذریعے آوازون کے آلہ کار کو مخاطب کیا۔ پھر کہا ''آوازون سے کہو کہ بہت ایمرجنسی ہے وہ فوراً

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

قیمت 40 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے

غلام روحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظر عام پر آئی ہے ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی تاریک سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اُس کا سینہ فگار تھا۔ انتقام کے شعلے اُسے کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مرد کامل کے آستانے تک کر دی۔!!

وہ عشق حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200
فون: 5802562-5804300
5802551
ای میل: kitabi_1970@yahoo.com

رابطے کے لئے
C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ
(انٹر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

مجھ سے رابطہ کرے۔''

آلہ کار نے کہا ''ٹھیک ہے..... آپ انتظار کریں۔ میں ابھی آپ کو کال بیک کروں گا۔''

انابیلا اس کے دماغ میں پہنچ گئی اس نے دوسرے نمبر پنچ کیے' تھوڑی دیر بعد آواز دن سے رابطہ کیا اس نے کہا۔ ''اسرائیلی آدمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ہے کہ آپ ان سے فوراً رابطہ کریں۔''

آواز دن نے کہا ''میں نے کہا تھا کہ اگلے چند گھنٹوں تک کسی سے بات نہیں کروں گا۔ ایک جگہ بہت مصروف ہوں ان سے کہہ دو کہ وہ کچھ دیر انتظار کریں۔''

انابیلا نے اس آلہ کار کی زبان سے کہا ''آواز دن! میں تمہارے اس آلہ کار کی زبان سے انابیلا بول رہی ہوں' تم نے میرا نام سنا ہے؟ اور میرے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو؟''

''کیوں نہیں جانوں گا؟ تمہارا تعلق ہمارے ہی خاندان سے ہے۔''

''میں تم سے ارنا کوف سے اور یہودی اکابرین سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کچھ فائدہ بھی پہنچانا چاہتی ہوں۔''

''یہ تو نہایت ہی خوشی کی بات ہے اور میں تم کو ویلکم کہتا ہوں لیکن تم جانتی ہو کہ ہم سب فرہاد علی تیمور کے پوتے عدنان کے معاملے میں ابھی بہت ڈسٹرب ہیں۔ اس وقت بھی یہی الجھن ہے کیا تم تھوڑی دیر بعد مجھ سے بات نہیں کر سکتیں؟''

''مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ عدنان کو ولاڈی میر نے اغوا کیا ہے اور کہیں چھپا دیا ہے۔''

''تمہیں غلط اطلاع ملی تھی عدنان کو ہم نے حاصل کیا تھا۔ میری ممی ارنا کوف نے اسے ایک جگہ چھپایا تھا لیکن پتا نہیں سونیا کیا بلا ہے کہ وہ ہمارے جادوئی حصار کو توڑ کر اپنے پوتے کو لے گئی ہے۔ ہم اسی سلسلے میں پریشان ہیں اور معلوم کر رہے ہیں کہ کس طرح عدنان تک پہنچا جا سکتا ہے۔''

''اگر عدنان کو اس کی دادی لے گئی ہے تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔''

آواز دن نے بے چینی سے پوچھا ''تم کیسے میری مدد کر سکتی ہو؟ مجھے فوراً بتاؤ؟''

''تم سونیا کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کر سکتے ہو کہ وہ عدنان کو کہاں لے جا رہی ہے؟ اور آئندہ کیا کرنا چاہتی ہے؟''

''تم یہ ناقابل یقین باتیں کر رہی ہو۔ میں بھلا سونیا کے دماغ میں کیسے پہنچ سکتا ہوں؟''

''تم نہیں پہنچ سکتے میں تو پہنچ سکتی ہوں۔ وہ مجھ پر اعتماد کرتی ہے تم میرے دماغ میں رہ کر ان کی باتیں سن سکتے ہو۔ اور اس کے ارادے معلوم کر سکتے ہو؟''

وہ خوش ہو کر بولا ''انابیلا..... کیا تم مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گی؟ اور اپنے ذریعے سونیا کے اندر پہنچاؤ گی یہ تو بہت بڑی بات کہہ رہی ہو۔ اس کے بعد تو تم پر اتنا اعتماد قائم ہو جائے گا کہ میں آنکھیں بند کر کے تم پر اندھا اعتماد کیا کروں گا۔''

''میں تم سے ہر حال میں دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ تمہارا اعتماد حاصل کرنا چاہتی ہوں اس لیے ابھی میرے اندر چلے آؤ میں تمہیں سونیا کے اندر لے جاؤں گی۔''

وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر آ گیا۔ پھر بولا۔ ''انابیلا! میں تمہارا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے میری ماما تم سے نفرت کرتی ہیں سوتیلی سمجھتی تھیں۔ اب میں ان کے دل سے نفرتیں ختم کر دوں گا۔''

''ارنا کوف کو اپنی ماما کہہ رہے ہو؟ وہ کس رشتے سے تمہاری [illegible]؟ ان کا ایک ہی بیٹا اونوپ کوف ہے؟''

''تم نہیں جانتی میری ماما نے راسپوٹین سوم سے پہلے میرے باپ آواز دن سوم سے شادی کی تھی۔ میں آواز دن سوم کا ہی بیٹا ہوں۔ لیکن مجھے میری مام ارنا کوف نے ہی جنم دیا ہے۔ یہ بات ولاڈی میر بھی نہیں جانتا ہے۔ یہ بات راسپوٹین سوم نے تمہیں اسے اور تمہاری ماں کو بھی نہیں بتائی تھی۔ آج میں بتا رہا ہوں بہر حال یہ خاندانی رشتے داری کی باتیں بعد میں ہوں گی پہلے کام ہونا چاہئے۔ مجھے فوراً سونیا کے اندر لے چلو۔''

گھر کا بھیدی اسی طرح لنکا ڈھاتا ہے۔ سونیا نے اپنے پوتے کبریا کے حوالے سے انابیلا پر بھروسا کیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کبریا اور انابیلا کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی ہے اور اب وہ دوغلی حرکتیں کر رہی ہے۔

ایک طرف وہ کبریا کے ساتھ محبت کرنا اور زندگی گزارنا چاہتی ہے' اور دوسری طرف آواز دن سے اور اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف سے دوستی کر رہی ہے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر سونیا کے اندر پہنچ کر کہا ''مما! میں انابیلا ہوں۔''

اس نے کہا ''ہاں بیٹی! بولو کیسے آئی ہو؟ کبریا کہاں ہے؟''

''میں آپ سے کبریا کی ہی شکایت کرنے آئی ہوں۔'' وہ مسکرا کر بولی ''اچھا..... اس کا مطلب یہ ہے کہ تم

دونوں میں جھگڑا ہوا ہے؟''

''میں نے کوئی جھگڑا نہیں کیا ہے آپ کے بیٹے صاحب کو بڑی جلدی غصہ آتا ہے ناراض ہو جاتے ہیں۔''

''ایسی بات تو نہ کہو میرے بیٹے کو غصہ نہیں آتا بات کیا ہو گئی ہے؟''

''بات کوئی خاص نہیں تھی' ہم مستقبل کے بارے میں سوچ رہے تھے کبریا نے کہا کہ شادی ہو گی میں نے کہا کہ بچے ہوں گے تو میں انہیں انا میریا کو دے دوں گی۔ بے چاری عدنان سے محروم رہے گی عدنان تو بابا صاحب کے ادارے میں رہے گا۔ وہ میرے بچے پالے گی۔ بس اس بات پر کبریا نے کہا کہ ہرگز نہیں' میرے بچے بھی بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پائیں گے میں نے انہیں چھیڑنے اور ستانے کے لیے کہا کہ نہیں میں یہودی ماں ہوں۔ میرے بچے میری مرضی کے مطابق پرورش پائیں گے۔ بس اسی بات پر وہ ناراض ہو گئے ہیں۔''

''بیٹی! تم دیکھ رہی ہو کہ انا میریا اور شیوانی نے عدنان کو ایک مسئلہ بنا لیا ہے۔ ایسے میں تم اس قسم کی بات چھیڑو گی تو یقیناً کسی کو بھی غصہ آئے گا۔ اسے مذاق نہ بناؤ یہ ایک سنجیدہ مسئلہ ہے۔ بچے ہمیشہ اپنی باپ کی مرضی کے مطابق پرورش پاتے ہیں۔''

''میں کب ضد کر رہی ہوں جو آپ کی اور کبریا کی مرضی ہو گی اسی کے مطابق میں عمل کروں گی میں انا میریا یا شیوانی نہیں کہ خواہ مخواہ جھگڑا کروں گی۔''

سونیا نے خوش ہو کر کہا ''بیٹی! مجھے یقین ہے کہ تم ہمارے اور ہمارے بیٹے کے لیے مسئلہ نہیں بنو گی۔''

انابیلا سونیا کو اپنی باتوں میں الجھا رہی تھی۔ اور آواز دن اس کے اندر رہ کر معلوم کر رہا تھا کہ عدنان سونیا کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے وہ دونوں جہاز کے اندر ہیں۔ اور وہ جہاز تاشقند سے گزرنے کے بعد دشانبے کی طرف جا رہا ہے۔

عدنان نے ایک ایئر ہوسٹس کو مخاطب کر کے اپنے لیے جوس کا آرڈر دیا تھا اور ایئر ہوسٹس نے مسکرا کر کہا تھا کہ ابھی لاتی ہوں۔

اس طرح آواز دن اس ایئر ہوسٹس کے اندر بھی پہنچ گیا۔ پھر اس کے ذریعے جہاز کے دوسرے اہم افراد کے اندر بھی پہنچ گیا۔

ولاڈی میر بھی کچھ ایسا ہی طریقہ اختیار کر چکا تھا۔ اس نے ماسکو ایئر پورٹ کے کنٹرول ٹاور والوں کے دماغوں میں جگہ بنائی تھی۔ ان میں سے جو ڈیوٹی انچارج طیارے کے پائلٹ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کے ذریعے وہ اس پائلٹ کے اندر پہنچ گیا۔ اس طرح وہ اس طیارے میں آ گیا جس میں سونیا اپنے پوتے کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔

اس نے پائلٹ کے ذریعے کو پائلٹ اور ایئر ہوسٹس کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ اس کے بعد پائلٹ کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر مائیکروفون میں قہقہہ لگا کر بولنے لگا۔

''ہیلو سونیا!..... میں ولاڈی تم سے بول رہا ہوں۔''

سونیا ایک دم سے چونک گئی۔ صرف سونیا ہی نہیں وہاں آواز دن اور انابیلا بھی چونک کر اس کی باتیں سننے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا ''تم نے اپنے پوتے کی سلامتی کے لیے واقعی ذہانت اور مکاری کی انتہا کر دی۔ مجھ جیسے شخص کو دو بار زبردست شکست دی لیکن میں ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اب بتاؤ اپنے پوتے کو لے کر کہاں جاؤ گی؟ اس وقت آسمان اور زمین کے درمیان میں لٹکی ہوئی ہو۔ اور اس طیارے کا پائلٹ میری مٹھی میں ہے۔ میں نے اتنی سختی سے قبضہ جمایا ہوا ہے کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے میرے شکنجے سے نہیں چھڑا سکیں گے۔''

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس پائلٹ کے

ایک نوجوان کی اثر انگیز سرگزشت جو آزاد ہوتے ہوئے بھی قید تھا
گمراہ
مصنف: جبار توقیر
ناآسودہ جذبوں کی تسکین اور آتش انتقام سرد کرنے کی کوشش میں جرائم اس کے پیروں کی زنجیر بن گئے۔ ناپدید سرنوشت، انجانے راستے اور غیر متوقع حالات اس کی تقدیر بن گئے وقت کے گھڑے ہوئے ایک انسان کی سرگزشت جس نے اپنی زندگی کے سیاہ و سفید کا ایک ایک لمحہ دنیا کے سامنے رکھ دیا۔ دنیا کو جرم و سزا کی حقیقت کی پہچان کرنا ہو تو آگاہ کرنا چاہتا تھا۔
کتابیات پبلی کیشنز، کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین ورگی روڈ (اختر کالونی۔ بس اسٹاپ کے سامنے)

دماغ میں پہنچنا چاہا۔ تو پتا چلا کہ اس کا دماغ پتھر جیسا ہوگیا ہے۔ ان کی خیال خوانی کی لہریں اس پر اثر نہیں کر رہی تھیں۔

آوازون اگرچہ سونیا کا دشمن تھا لیکن عدنان کو زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ کبھی نہ چاہتا کہ ولاڈی میر اسے مار ڈالے۔ اس لیے وہ کسی بھی طرح پائلٹ کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔ اس نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی تھی۔ پائلٹ کے کیبن میں جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت ولاڈی میر نے کہا ''میں جانتا ہوں کہ تم کچھ کر گزرنے کے لیے پائلٹ کے قریب آنا چاہو گی لیکن یاد رکھو کہ اگر تم نے اس کیبن کی طرف رخ کیا تو میں تمہارے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس جہاز کو نیچے گرادوں گا۔''

پورے جہاز میں کھلبلی پیدا ہوگئی تھی۔ عورتیں بچے مرد پریشان تھے۔ کچھ رو رہے تھے کچھ چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ سونیا کون ہے؟ کس کی وجہ سے یہ دشمنی کی جارہی ہے؟

آوازون کو پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اس کے پاس ہتھیار تھا وہ چاہتا تھا کہ پائلٹ پر حملہ کر کے اسے زخمی کردے۔ تاکہ اس کا دماغ کمزور ہوجائے۔ اس کے ساتھ ہی ولاڈی میر کی گرفت بھی کمزور پڑ جائے۔ تب وہ پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر جوابی کارروائی کرسکتا تھا۔

اس سے پہلے ہی سونیا وہاں پہنچ گئی۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ وہ پائلٹ کیبن کی طرف آئے گی تو وہ جہاز گرادے گا۔ لیکن وہ نادان نہیں تھی۔ اتنا جانتی تھی کہ جب وہ مائیک کے سامنے بول رہا ہے پائلٹ کو اپنے کنٹرول میں رکھے ہوئے ہے ایسے وقت وہ پائلٹ کو چھوڑ کر یہ دیکھنے نہیں آئے گا کہ سونیا اپنی جگہ بیٹھی ہوئی ہے یا کچھ کر رہی ہے۔

ولاڈی کی مجبوری یہی تھی کہ وہ تنہا تھا۔ اور پائلٹ کو چھوڑ کر ادھر ادھر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمانے کا موقع ڈھونڈ رہے ہیں۔ اگر وہ اس کے دماغ کو ذرا سی بھی ڈھیل دے گا تو کوئی بھی اس پر قبضہ جمالے گا پھر وہ اس جہاز میں اپنی من مانی نہیں کرسکے گا۔

سونیا نے ایک دھڑکے سے پائلٹ کیبن کا دروازہ کھولا۔ اچھل کر اس کی سیٹ پر پہنچی۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ اور اسے کبھی ہتھیار کی ضرورت ہوتی ہی نہیں تھی۔

اس نے وہاں پہنچ کر پائلٹ کے سر کو دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لیا۔ پھر اس کی گردن کو ایسا زبردست جھٹکا دیا کہ اس کے حلق سے ''اونہہ'' کی آواز نکلی۔ اس کے بعد وہ بولنے کے قابل نہیں رہا اس کی گردن ڈھلک گئی۔ وہ ختم ہوچکا تھا۔

اس نے پائلٹ کے بے جان جسم کو کھینچ کر ایک طرف پھینکا۔ پھر فوراً ہی اس کی سیٹ پر پہنچ کر جہاز کو کنٹرول کرنے لگی۔ پھر اس نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے پوچھا۔ کیا تم لوگوں نے جہاز کے اسٹاف کو اپنے قبضے میں لے رکھا ہے؟''

ایک نے کہا ''یس میڈم! سب ہی ہمارے قبضے میں ہیں۔''

''عدنان کے پاس کون ہے؟''

''میڈم! عبداللہ وہاں موجود ہے آپ فکر نہ کریں۔''

وہ مائیک میں بولی ''ولاڈی میر! کتے تو بار بار اپنی ماں کے پیٹ سے جنم لے کر آئے گا۔ تب بھی میرے پوتے کو ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ یہ تیرا تیسرا اور آخری حملہ تھا۔ اس کے بعد اب میں حملہ کروں گی بچنے کے راستے ڈھونڈ لے۔''

وہ بول رہی تھی اور ولاڈی میر! ایک آلہ کار کے دماغ میں رہ کر اس کی بات سن رہا تھا، مجبور تھا کسی کے ذریعے حملہ نہیں کرسکتا تھا۔ کیونکہ سب کے دماغوں پر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے قبضہ جما رکھا تھا۔

دوسری طرف آوازون کو پائلٹ کے دماغ میں رہ کر حیرانی سے سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ اتنی تیز طرار ذہین اور حاضر دماغ اس نے اب سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ اس خطرناک عورت کے قریب تھا۔ لیکن اس پر حملہ نہیں کرسکتا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے آس پاس موجود ہیں۔ اس کے حملے کو ناکام بنادیں گے۔

ولاڈی میر اگر چاہتا تو مائیک لے کر سونیا کو چیلنج نہ کرتا لیکن وہ چاہتا تھا کہ اس دادی ماں کو مجبور اور بے بس کر کے اس سے یہ شرط منوائے کہ وہ طیارے کو کہیں اتارے گا۔ اور وہ اپنے پوتے کے ساتھ وہاں اتر جائے گی۔ پھر وہ اپنے کئی آلہ کاروں کے ساتھ وہاں پہنچ کر منظم ہو کر اس پر حملہ کرے گا۔ دادی اور پوتے کو وہاں ختم کرے گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عدنان کو مارنا ہی تھا تو اس نے جہاز کو نیچے کیوں نہیں گرادیا۔ جہاز تباہ ہوتا۔ تو دادی اور پوتا دونوں ہی مر جاتے لیکن مجبوری تھی۔ بہت مجبوری تھی۔ اس بچے کو ہلاک کرنے کی ایک ہی شرط تھی کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے مارے گا کسی کے ذریعے اسے ہلاک نہیں کرے گا۔

تقدیر نے خوب چکر چلایا تھا اور وہ ایک ننھے سے بچے کو ہلاک کرنے کے لیے چکراتا جارہا تھا۔

جہاز کی پرواز پھر معمول پر آگئی۔ تمام مسافر اطمینان کی سانس لینے لگے۔ ایئر ہوسٹس نے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے کہا ''خواتین و حضرات! ہمیں افسوس ہے کہ آپ کو کچھ دیر ناگوار حالات سے گزرنا پڑا جس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ اب حالات قابو میں آگئے ہیں۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ہم آپ کو بخیریت آپ کی منزل تک پہنچائیں گے۔''

سونیا پائلٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی جہاز کو کنٹرول کر رہی تھی۔ اس کے قریب ایئر ہوسٹس کھڑی ہوئی مسافروں کو مطمئن کر رہی تھی کہ اب انہیں ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے انہیں جہاز کے عملے سے اب کوئی شکایت نہیں ہوگی۔

وہاں کو پائلٹ اور ایک اسٹیوارڈ کھڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں پریشان ہو کر جہاز کے پائلٹ کی لاش کو دیکھ رہے تھے۔ سونیا نے اس کی گردن توڑ دی تھی۔ اور لاش کو ایک طرف پھینک دیا تھا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے جہاز کے تمام عملے کو کنٹرول کر رہے تھے۔ ہر طرف سے محتاط تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ کو پائلٹ اور اسٹیوارڈ وغیرہ اپنے پائلٹ کی موت پر انتقامی ردِعمل ظاہر کرسکتے ہیں۔

آوازون بھی وہاں انابیلا کی مدد سے پہنچا ہوا تھا اور اس وقت وہ کو پائلٹ کے دماغ میں تھا۔ حیرانی سے سونیا کو دیکھ رہا تھا کہ یہ کیا بلا ہے۔ اس نے آتے ہی آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ پائلٹ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آوازون بھی یہی کرسکتا تھا مگر وہ نہیں چاہتا تھا کہ جہاز تباہ ہو اور عدنان کو نقصان پہنچے۔ وہ عدنان کو ہر حال میں بچانا چاہتا تھا۔

جب ولاڈی میر کے چیلنج کے مطابق سونیا اس سے سمجھوتا نہ کرتی اور اس جہاز سے اپنے پوتے کے ساتھ اتر جانے پر راضی نہ ہوتی ۔ تب وہ جہاز کو گرانے والا تھا۔ ایسے وقت آوازون نے سوچا تھا کہ وہ پائلٹ کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں جگہ بنائے گا۔ اور اس کے اندر رہ کر ولاڈی میر سے فائٹ کرے گا اس جہاز کو بچا سکے گا۔

لیکن یہ سب اسی وقت ہوتا جب سونیا ولاڈی میر کو کوئی جواب دیتی کہ وہ سمجھوتا کرنا چاہتی ہے یا نہیں؟

ولاڈی میر اس کے جواب کا انتظار ہی کرتا رہا۔ اس سے پہلے ہی وہ پائلٹ کیبن میں گھس کر اپنا کام دکھا چکی تھی۔ اس نے آن کی آن میں بازی پلٹ دی تھی۔ پائلٹ کو اس کی سیٹ پر سے اٹھا کر مردہ بنا کر ایک طرف پھینک دیا تھا۔ اور اب جہاز کو کنٹرول کر رہی تھی۔

یہ سب اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ آوازون سوچتا ہی رہ گیا دیکھتا ہی رہ گیا۔ ولاڈی میر نے ناکام ہوتے ہی کنٹرول ٹاور والوں سے رابطہ کیا۔ اس نے تاشقند کے ایئرپورٹ والوں سے کہا ''جو طیارہ ابھی یہاں سے گزر کر گیا ہے اس میں مشہور زمانہ فرہاد علی تیمور ٹیلی پیتھی جاننے والے کی وائلف سونیا سفر کر رہی ہیں۔ اس نے اس طیارے کے پائلٹ کو مار دیا ہے۔ اور جہاز کو خود چلا رہی ہے۔''

وہ جہاز دو گھنٹے کے بعد دشانبے پہنچنے والا تھا۔ ولاڈی میر نے دشانبے کے ایئرپورٹ والوں سے بھی یہی کہا کہ فرہاد علی تیمور کی وائلف نے طیارے کے پائلٹ کو مار ڈالا ہے۔ اور طیارے کو خود کنٹرول کر رہی ہے۔ اور دشانبے کی طرف آرہی ہے۔ اس کا محاسبہ کیا جائے۔

تاشقند اور دشانبے کے کنٹرول ٹاورز والے پوچھ رہے تھے کہ تم کون ہو؟ اور تمہیں یہ انفارمیشن کہاں سے ملی ہے؟

''میں کوئی بھی ہوں۔ تمہیں انفارمیشن دے رہا ہوں۔ اس کی ابھی تصدیق کرو۔''

کنٹرول ٹاور والوں سے جہاز کے پائلٹ سے رابطہ کیا۔ تو انہیں سونیا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی ''میں نے طیارے کو تباہی سے بچایا ہے تمہارا پائلٹ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی گرفت میں آگیا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھ سے دشمنی کر رہا تھا۔ مجھے مارنے کے لیے پورے طیارے کو تباہ کرنا چاہتا تھا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس پائلٹ کو اپنے قبضے میں لینا چاہا۔ لیکن وہ بری طرح ولاڈی میر نامی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے قبضے میں آچکا تھا۔ کسی طرح سے ہمارے قابو میں نہیں آرہا تھا۔ اور یہ طیارہ تباہ ہونے والا تھا۔ ایسی صورت میں ایک ہی راستہ رہ گیا تھا۔ اور وہ یہ کہ پائلٹ کو ختم کر دیا جائے تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ولاڈی میر بھی اس طیارے سے چلا جائے گا' پھر نہ وہ مجھ سے دشمنی کر سکے گا اور نہ ہی طیارے کو تباہ کر سکے گا۔''

کنٹرول ٹاور نے کہا کہ ہمارے کو پائلٹ سے بات کراؤ۔

سونیا نے کو پائلٹ کو مائیک دیا۔ اس نے کہا ''یس سر! میں کو پائلٹ بول رہا ہوں۔ میڈم سونیا درست کہہ رہی ہیں۔ پائلٹ پاگل ہوگیا تھا جہاز کو تباہ کر دینا چاہتا تھا۔''

''جہاز کو بچانے کے لیے ضروری تھا، پائلٹ کو مار دیا جائے کیا اس کی جان بچائی نہیں جاسکتی تھی؟''

''نو سر! اور کوئی راستہ نہیں رہ گیا تھا۔ اس طیارے میں دو سو سے زیادہ مسافر سفر کر رہے ہیں۔ اتنے سارے مسافروں کی جان بچانے کے لیے ایک پائلٹ کو مارڈالنا پڑا

جس کے لیے ہمیں افسوس ہے۔''

دوسری طرف سے کہا گیا'' یہ طیارہ اب تمہارے کنٹرول میں رہنا چاہیے۔ کیا تم اسے دشانے تک نہیں لے جاسکتے؟''

''یس سر! لے جاسکتا ہوں۔ لیکن اب میڈم سونیا کسی پر بھی بھروسا نہیں کریں گی۔ اس لیے وہ خود ہی لے جارہی ہیں۔ اور پرواز بہت ہی نارمل ہے۔ مسافر مطمئن ہیں، ایسے میں اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔''

سونیا سے پوچھا گیا'' میڈم! کیا آپ طیارے کو صحیح و سلامت دشانے تک لے جائیں گی؟''

''ہم بابا صاحب کے ادارے والوں نے ایسی بہت سی ٹریننگ حاصل کی ہیں۔ طیارہ کیا چیز ہے ہم راکٹ بھی اڑا سکتے ہیں۔ سمندر کی گہرائیوں میں سب میرین کو بھی کنٹرول کرسکتے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ یہ طیارہ صحیح سلامت دشانے پہنچے گا۔ آپ کا ایک ایک مسافر اس بات کی گواہی دے گا کہ میں نے ان سب کی جان بچائی ہے۔''

''میڈم! آپ کا بہت بہت شکریہ..... آپ سے دشانے ایئرپورٹ پر ملاقات ہوگی۔''

کنٹرول ٹاور والوں سے رابطہ ختم ہوا۔ تو سونیا نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا'' دشانے ایئرپورٹ پر یہ میرے لیے پرابلم بن سکتے ہیں۔ جب کہ میں قانون کی گرفت میں نہیں آسکوں گی۔ میں نے دو سو سے زیادہ مسافروں کی جانیں بچانے کے لیے ایک کو ہلاک کیا ہے۔ مجھے کسی بھی قانون کے تحت مجرم نہیں گردانا جاسکتا۔ لیکن وہاں ولاڈی میرے کھڑی پکار رہا ہوگا۔ وہ میرے خلاف بہت کچھ کرسکتا ہے۔ لہٰذا ہمارے کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ابھی دشانے ایئرپورٹ کے عملے کے اندر جانا چاہیے۔ اور دیکھنا چاہیے کہ وہ دشمن کیا کرتا پھر رہا ہے؟''

پہلے ولاڈی میرے نے دوبارہ اس طیارے کے اندر آنے کی کوشش کی تھی۔ ایئر ہوسٹس اور پائلٹ کے دماغ کے اندر آکر بولنا چاہا تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسے بھگا دیا۔ اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ تم سے کوئی بات نہیں ہوگی۔ یہاں جس کے بھی دماغ میں آؤ گے وہ اپنی سانس روک لے گا۔ اور تمہیں بھاگنا پڑے گا۔

سونیا نے کہا'' عبداللہ میرے پوتے عدنان کے پاس ہے اس کی خبر لیتے رہو۔ کہ وہ خیریت سے ہے یا نہیں؟''

انابیلا نے کہا'' مما! میں اس کے پاس آتی جاتی رہتی ہوں وہاں اس کے اندر عبداللہ ہے اور میں بھی ہوں۔ لیکن آپ جانتی ہیں کہ نہ ہم اس کے خیالات پڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی وہ ہماری سوچ کی لہروں کو سنتا ہے۔ بس ہم خاموش رہ کر اس کی نگرانی کررہے ہیں۔''

''بیٹی! تم اس کے پاس رہو اور ابھی میرے دماغ میں نہ آنا میں بالکل خاموشی چاہتی ہوں۔''

''یس مما! میں جارہی ہوں۔''

پھر سونیا نے ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہا'' میں صالح بن طالبی سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ پہلے اپنی حکمت عملی سے یہ معلوم کرو کہ میرے اندر، تمہارے سوا کوئی نہیں ہے۔ تب میں بات کروں گی۔''

وہ یس میڈم کہہ کر چلا گیا۔ انابیلا گھر کی بھیدی بنی ہوئی تھی، سونیا کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا رہی تھی۔ وہ آواز دن کو اپنے دماغ میں بٹھا کر سونیا کے اندر لے آئی تھی۔ اب وہ دونوں یہ موقع دیکھتے تھے کہ سونیا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے باتیں کررہی ہوگی۔ تو وہ بھی اس کے اندر پہنچ جاتے تھے۔ ایسے وقت سونیا انہیں محسوس نہیں کرسکتی تھی۔

جب سونیا نے انابیلا سے کہا کہ اسے کچھ دیر تک اس کے اندر نہیں آنا چاہیے تو وہ ذرا کھٹک گئی۔ اس نے آواز دن سے کہا'' تم سن رہے ہو وہ اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے صالح بن طالبی سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتی ہے۔ ابھی ہم میڈم کے اندر نہیں جائیں گے۔ ٹھیک ایک منٹ کے بعد جائیں گے۔ اس وقت انہیں یقین ہوجائے گا کہ ان کے اندر کوئی نہیں ہے۔''

وہ دونوں ایک منٹ تک انتظار کرتے رہے۔ اس کے بعد دونوں ہی سونیا کے اندر پہنچے تو اس نے چونک کر پوچھا'' کون ہے؟''

یہ پوچھتے ہی وہ دونوں اس کے دماغ سے نکل گئے۔ آواز دن نے کہا'' ہماری چوری پکڑی گئی ہے وہ کم بخت صالح بن طالبی ابھی تک میڈم کے دماغ میں نہیں پہنچا ہے اور ہم سمجھ رہے تھے کہ وہاں کوئی خاص بات ہورہی ہوگی۔''

''ہم یہ بھول گئے تھے کہ میڈم کتنی مکار ہے۔ اس نے ہماری چوری پکڑنے کے لیے ہی صالح بن طالبی کو ایسی ہدایت دی تھی۔''

''ہم نے وہاں جانے میں جلدی کی تھی، ہمیں ذرا ٹھہر کر جانا چاہیے تھا۔''

''اب تو کم از کم تین منٹ گزر چکے ہیں۔ کیا اب وہ باتیں کررہے ہوں گے؟''

''ہاں..... ایک منٹ اور ٹھہر جاؤ، پھر چلتے ہیں۔''

وہ ایک منٹ اور انتظار کرنے کے بعد سونیا کے اندر پہنچے

تو وہ سخت لہجے میں بولی'' انابیلا! واپس نہ جانا میرے اندر رہو اور میری باتیں سنو۔''

وہ اور آواز دن فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل گئے۔ اس نے کہا'' آواز دن! مجھے عدنان کے دماغ میں جاکر رہنا چاہیے۔ وہ میرے بارے میں تحقیقات کرے گی۔''

یہ کہتے ہی وہ عدنان کے دماغ میں پہنچی۔ اسی وقت ایک خیال خوانی کرنے والے نے عدنان کے اندر پوچھا'' انابیلا! کیا تم یہاں موجود ہو؟''

''ہاں..... میں عدنان بابا کی نگرانی کررہی ہوں۔''

''عبداللہ اس کی نگرانی کررہا ہے۔ تم میڈم کے پاس جاؤ وہ تمہیں یاد کررہی ہیں۔''

وہ پریشان ہوگئی۔ آواز دن کے پاس جاکر بولی'' میڈم نے مجھے بلایا ہے۔ میرا تو دل ڈوررہا ہے پتا نہیں وہ کیا کہنے والی ہے؟''

''تم چلو..... میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ اور اس کی باتیں سنوں گا۔''

وہ میڈم کے پاس آکر بولی'' یس مما! میں آگئی ہوں؟''

اسی وقت صالح بن طالبی کی آواز سنائی دی'' میڈم! میں بھی آگیا ہوں۔ آپ نے جو کہا تھا میں اس اشارے کو سمجھ گیا تھا' سیدھا فرہاد صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے وہ خاص بات بتا دی اب میں جارہا ہوں۔ ان کی اس خاص ہدایت پر عمل کروں گا۔''

سونیا نے کہا'' ٹھیک ہے جاؤ..... اور تقریباً دس گھنٹے تک میرے اندر نہ آنا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہہ دو کہ کوئی رابطہ نہ کرے۔''

وہ یس میڈم کہہ کر چلا گیا۔ پھر سونیا نے انابیلا سے پوچھا'' تم کیا کھیل کھیل رہی ہو؟''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی'' مما! یہ آپ کیسا سوال کررہی ہیں میں بھلا کیا کھیل کھیلوں گی؟''

''میں نے منع کیا تھا کہ میرے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا۔ پھر تم کیوں آئی تھیں؟''

''مما! میں سچ کہتی ہوں، میں نہیں آئی تھی وہ کم بخت ولاڈی میر آیا ہوگا۔''

''دوسری بار بھی تم آئیں تو میں نے کہا کہ میرے دماغ سے نہ جاؤ تو تم فوراً ہی بھاگ گئیں؟''

''میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں کہ میں ایک بار بھی آپ کے اندر نہیں آئی۔ میں تو عدنان بابا کے پاس تھی۔ آپ کے بلانے پر ابھی آئی ہوں۔''

''تم جھوٹ مت بولو۔ جیسے ہی تم یہاں آئی تھیں ویسے ہی میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تمہیں عدنان کے دماغ میں پکارا تھا۔ وہاں تم نہیں تھیں اگر ہوتیں تو جواب دیتیں؟''

''آپ کا ٹیلی پیتھی جاننے والا درست کہہ رہا ہے، میں تھوڑی دیر کے لیے عدنان بابا کے دماغ سے بھی چلی گئی تھی۔ باتھ روم جانے کی ضرورت تھی اس لیے میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی تھی۔''

''انابیلا!..... ابھی تم میرے سامنے دودھ پیتی بچی ہو۔ میرا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہاری ماں کے دماغ میں موجود تھا۔ اس کے ذریعے وہ دیکھ رہا تھا کہ تم اپنے بیڈ روم میں بیٹھی خیال خوانی میں مصروف تھیں۔ تم باتھ روم نہیں گئی تھیں۔ اب کوئی اور بات بناؤ' کوئی اور بہانہ کرو۔''

''مما! میں آپ کی عزت کرتی ہوں۔ آپ کو ماں کی طرح سمجھتی ہوں اور آپ مجھ پر شبہ کررہی ہیں۔''

''جذباتی باتیں نہ کرو۔ دو اور دو چار ہوتے ہیں، نہ پانچ ہوتے ہیں نہ ساڑھے چار ہوتے ہیں تم نے اب تک جتنی باتیں کیں وہ سب جھوٹی تھیں۔ اب تم اپنی سچائی کے لیے کیا کہنا چاہو گی؟''

''ابھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ اپنی سچائی کو ثابت کروں۔ سارے شکوک وشبہات کو مٹا دوں۔''

''یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا کہ اپنی سچائی ثابت کردو۔ ورنہ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں دھوکا برداشت نہیں کرتی۔ اب جاؤ تقریباً دس گھنٹے تک میرے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا۔ کوئی آئے گا تو میں اسے سانس روک کر بھگا دوں گی۔''

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ وہ اور آواز دن اس کے اندر سے چلے گئے۔ اس نے آواز دن سے کہا'' یہ بہت برا ہوگیا اس مکار عورت نے ہماری چوری پکڑ لی ہے۔ تم پر تو کسی قسم کا شبہ نہیں ہے لیکن میں مشکوک ہوگئی ہوں، بلکہ اب قابلِ اعتماد نہیں رہی۔ اس نے بڑے ٹھوس انداز میں میرے خلاف تحقیقات کروائی ہیں اور یہ سمجھ لیا کہ میں ہی دو بار چوری چھپے اس کے اندر آتی رہی تھی۔''

آواز دن نے کہا'' اگرچہ ہم سونیا کے دماغ سے نکل آئے ہیں پھر بھی دشانے پہنچنے تک اس پر نظر رکھ سکتے ہیں۔ ہم ایئر ہوسٹس اسٹیوارڈ اور کو پائلٹ وغیرہ کے دماغوں میں رہ کر اس کی نگرانی کرسکتے ہیں۔''

انابیلا نے کہا'' جب وہ دشانے پہنچ جائیں گے تو پھر اس

جہاز کا عملہ ہمارے لیے بیکار ہوجائے گا ہمیں نئے آلہ کار بنانے ہوں گے۔"

"عدنان ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔ تم فکر نہ کرو، میں ایسی کوئی تدبیر کرتا ہوں کہ اس کے دشمنانے پہنچتے ہی میں اسے اس کی دادی سے الگ کردوں۔"

"ولاڈی میر بھی عدنان کا دشمنانے میں انتظار کررہا ہوگا وہ بھی یہی کرنا چاہے گا۔"

"یہ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ ولاڈی میر عدنان کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ میں ابھی اپنی ماما سے بات کرتا ہوں۔"

"کیا میں تمہارے دماغ میں رہ کر تمہاری ماما سے مل سکتی ہوں۔"

"ہاں..... ہاں ..... ضرور میں اپنی ماما سے تمہاری ملاقات کراؤں گا۔ اب وہ تمہیں سوتیلی نہیں سمجھیں گی۔ تم ہمارے ساتھ ہماری سگی بن کر رہو گی۔"

وہ دونوں ارنا کوف کے دماغ میں پہنچے آوازون نے کہا "ماما! میں انابیلا کے ساتھ آیا ہوں۔"

وہ چونک کر بولی "تم اس سوتیلی کو میرے دماغ میں لے کر آئے ہو؟"

"آپ اسے سوتیلی نہ کہیں۔ اس نے میرا ساتھ دیا ہے اور ایسا اعتماد حاصل کیا ہے کہ آپ بھی سنیں گی تو اس پر اعتماد کرنے لگیں گی۔ وہ ولاڈی میر کے خلاف ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ پھر اس نے سونیا کے اعتماد سے فائدہ اٹھا کر مجھے اس کے دماغ میں پہنچایا ہے۔"

ارنا کوف نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی اس نے تمہیں سونیا کے اندر پہنچا دیا تھا؟"

"ہاں..... ہم اب تک سونیا کے دماغ میں تھے اور وہاں طیارے میں جو کچھ ہورہا تھا۔ وہ تماشا دیکھ رہے تھے۔"

آوازون نے طیارے کے مختصر حالات بتائے۔ پھر کہا "اس بار بھی سونیا نے بڑی مکاری اور بڑی دلیری سے ولاڈی میر کو شکست دی ہے۔ اسے طیارے سے بھاگنے پر مجبور کیا ہے۔ ماما! واقعی وہ بہت ہی خطرناک بلا ہے۔ ایسی زبردست مکار ہے کہ اس نے انابیلا کی چوری پکڑلی ہے۔ پتا نہیں اسے کیسے شبہ ہوگیا کہ یہ اس کے خلاف کوئی کھیل کھیل رہی ہے؟"

آوازون نے ارنا کوف کو بتایا کہ سونیا نے کتنی مکاری سے صالح بن طالبی کو اپنے دماغ سے باہر بھیج دیا تھا۔ اور ان دونوں کے اندر آنے کا راستہ کھلا رکھا تھا۔ وہ اس کی چالاکی کو نہیں سمجھ سکے۔ پہلے گروپ نے سمجھ لیا کہ کوئی دماغ میں چوری چھپے آیا ہے۔ جب دوبارہ گئے تو اس نے سمجھ لیا کہ انابیلا ہے۔ اور انابیلا کی سازش کیسے پکڑی اس کی بھی تفصیل بتائی۔

ارنا کوف نے حیرانی سے کہا "واقعی اس مکار عورت کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس نے کتنی دور تک چال چلی کہ انابیلا کی ماں کے دماغ میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پہنچا دیا۔ اور وہاں سے اس کی چوری پکڑلی۔"

آوازون نے کہا "اس نے کہہ دیا ہے کہ دس گھنٹے تک اس کے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا، دس گھنٹے بعد بھی جب انابیلا جائے گی تو وہ اس پر بھروسا نہیں کرے گی۔ شاید اسے اپنے اندر آنے سے پھر روک دے۔"

ارنا کوف نے کہا "انابیلا اپنا اعتماد وہاں کھو چکی ہے۔ اب ہم سے دوستی رکھنا چاہتی ہے تو یہی بہتر ہوگا کہ ہمارے ساتھ مل جل کر رہے اور یہاں ہمارے پاس آجائے۔"

انابیلا نے کہا "ماما! میں ابھی مایوس نہیں ہوئی ہوں۔ میں سونیا کا اعتماد پھر حاصل کروں گی۔ ابھی کبریا میری مٹھی میں ہے۔ وہ مجھ سے صرف ناراض ہوکر گیا ہے۔ میں ابھی جاکر اسے منالوں گی۔"

"تم پھر سونیا کو ایک نادان بچی سمجھ رہی ہو۔ بیٹا ہو باپ ہو کوئی ہو، وہ کسی بھی رشتے کو خاطر میں نہیں لاتی ہے جب اس نے شبہ کیا ہے تو وہ مرتے دم تک تم پر شبہ کرتی رہے گی۔ یہ خیال اپنے دماغ سے نکال دو کہ تم اس کا اعتماد حاصل کرسکو گی۔"

"میں اس کا اعتماد حاصل نہ کرسکی تب بھی اس کے بیٹے کو حاصل کروں گی۔ اور اس کے ذریعے مجھے اس کی بہت سی باتیں معلوم ہوتی رہیں گی۔"

آوازون نے کہا "ماما! یہ درست کہہ رہی ہے۔ اسے دشمنوں کے درمیان رہنا چاہیے۔ یہ کبریا کے ذریعے بہت سی معلومات حاصل کرتی رہے گی اس طرح ہم ان کی طرف سے غافل نہیں رہا کریں گے۔"

"میں مانتی ہوں کہ انابیلا کو وہاں رہ کر ہمارے لیے کام کرنا چاہیے۔ لیکن میں انابیلا پر اس وقت اندھا اعتماد کروں گی جب یہ ہمارے پاس آئے گی اور ہماری رشتہ دار بن جائے گی۔"

"ماما! میں تو ویسے بھی رشتے دار ہوں، آپ کی سوتیلی بیٹی ہی صحیح لیکن بیٹی تو ہوں۔"

ارنا کوف نے کہا "میں نے تمہیں جنم نہیں دیا اور نہ ہی اپنا دودھ پلایا ہے۔ اسی طرح میرا بیٹا آوازون ہے اسے بھی نے جنم دیا ہے لیکن اس کے اندر تمہارے باپ راسپوٹین کا خون

نہیں دوڑ رہا ہے۔ یہ اس کا بیٹا نہیں ہے لہٰذا تم میری بہو بن جاؤ تو میں تم پر اعتماد کرتی رہوں گی۔"

آوازون نے کہا "اوہ ماما!..... آپ ابھی تک نہیں سمجھ رہی ہیں۔ یہ کبریا کو پھانس کر اس سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ اس سے شادی کرے گی تو ہم سب کو فائدہ پہنچے گا۔"

"شادی کرنا ضروری نہیں ہے، انابیلا اسے شادی کا جھانسا دیتی رہے، محبت کے سبز باغ دکھاتی رہے اور ادھر چپ چاپ تم سے شادی کرلے۔ میری بہو بن جائے کبھی کبھی ہم سے ملتی رہے۔ تو میں اس پر اعتماد کرنے لگوں گی۔"

آوازون نے پوچھا "انابیلا!..... تم کیا کہتی ہو؟"

"مجھے افسوس ہے کہ میں تم سے شادی نہیں کرسکوں گی میں نے کسی لالچ اور خودغرضی کے بغیر تم سے دوستی کا آغاز کیا ہے۔ اور بھرپور انداز میں اپنی دوستی ثابت بھی کی ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی دوستی کا ثبوت دیتی رہوں گی۔ لیکن شادی صرف کبریا سے کروں گی۔"

ارنا کوف نے ناگواری سے پوچھا "یہ تم لڑکیوں کو مسلمانوں میں کیا نظر آجاتا ہے؟ ایک بار انہیں پیچھے لگاتی ہو تو ہارمان کے پیچھے پڑجاتی ہو؟"

آوازون نے کہا "ماما! اس مسئلے پر پھر کسی دن باتیں ہوں گی، ابھی انابیلا کو اپنا کام کرنے دیں۔ وہ صحیح راستے پر جارہی ہے۔"

انابیلا نے کہا "ماما! آپ کہتی ہیں کہ ہم یہودی لڑکیاں مسلمانوں کے پیچھے کیوں پڑجاتی ہیں؟ اب میں ثابت کروں گی کہ ایک مسلمان لڑکی بھی یہودی لڑکے سے متاثر ہوگئی ہے۔ اور اسی سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ اور وہ یہودی آپ کا بیٹا آوازون ہے۔ میں الپا کی بیٹی کو آپ کے بیٹے کے پاس بھیجا کر رہوں گی۔"

وہ خوش ہوکر بولی "انابیلا! تم واقعی دوستی اور محبت کا ثبوت دے رہی ہو..... اگر تم نے ایسا کیا تو سمجھو کہ تم نے میرا دل و دماغ سب کچھ جیت لیا۔ کیا تم نے میری بیٹی تاشا سے ملاقات کی ہے؟"

آوازون نے کہا "نہیں میں ابھی اسے تاشا کے پاس لے جارہا ہوں۔"

وہ دونوں تاشا کے پاس آئے، وہ ایک کمرے میں بیٹھی انتہائی خاص منتروں کا جاپ کررہی تھی۔ جن کے اثر سے عدنان اس کی طرف مائل ہوتا جارہا تھا۔ آوازون نے اسے مخاطب کیا۔ پھر اسے بتایا کہ اس کے ساتھ انابیلا آئی ہے۔

پہلے تاشا کو بھی حیرانی ہوئی کہ ایک سوتیلی ان کے پاس کیوں آئی ہے؟ پھر آوازون نے وضاحت کی۔ اور اسے بتایا کہ ان کی ماما بھی اب انابیلا پر بھروسا کرنے لگی ہیں۔ اور اب یہ ہماری فیملی ممبر کی حیثیت رکھتی ہے۔

تاشا نے اس سے مل کر خوشی کا اظہار کیا۔ انابیلا نے پوچھا "یہ تم کن منتروں کا جاپ کررہی ہو؟"

"میں عدنان کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے یہ منتر پڑھتی رہتی ہوں۔ کیا بھائی آوازون نے تمہیں بتایا ہے کہ عدنان میرے لیے کیوں ضروری ہے؟"

آوازون نے کہا "مجھے ابھی تک موقع نہیں ملا تھا۔ ہم دوسرے معاملات میں الجھے ہوئے تھے۔ میں نہیں چاہوں گا کہ انابیلا سے کوئی بات چھپائی جائے۔ لہٰذا اسے بھی بتا دینا چاہئے کہ تمہارے اور عدنان کے زائچے سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارو گے۔ وہ اب سے پندرہ برس کے بعد تمہارا شوہر ہوگا اور تم اس کی بیوی بن کر رہا کرو گی۔"

انابیلا نے حیرانی سے کہا "عدنان تو ابھی پورے چار برس کا بھی نہیں ہوا ہے۔ اور تاشا میرا خیال ہے کہ اس سے کافی بڑی ہے؟"

"ہاں..... میں چودہ برس کی ہوں، یعنی عدنان سے تقریباً دس برس بڑی ہوں۔ پھر بھی ماما اور بھائی کہتے ہیں کہ پندرہ برس کے بعد عدنان ایک گبرو جوان ہوگا۔ اور میں اس کے سامنے چھوٹی پڑجاؤں گی۔ صرف اتنا ہی نہیں میں اس کے ایک بیٹے کو جنم دوں گی۔ اور وہ بیٹا اونچ کوف ہوگا۔ جو مر چکا ہے۔ وہ میرے بیٹے کی صورت میں دوبارہ جنم لے گا۔"

انابیلا حیران ہورہی تھی۔ یہ باتیں مضحکہ خیز تھیں۔ حیران کن تھیں اس کے باوجود علم نجوم کے حساب سے ان دونوں کے زائچوں کے مطابق درست تھیں۔

وہ تھوڑی دیر تک تاشا سے باتیں کرتی رہی۔ پھر اس نے کہا "آوازون! دو گھنٹے بعد وہ طیارہ دشمنانے پہنچنے والا ہے اس سے پہلے میں ذرا کبریا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ تاکہ اس کے دل میں اتنی جگہ بنالوں کہ جب سونیا میرے خلاف اس سے کچھ کہے تو اس پر زیادہ اثر نہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ کبریا میری حمایت میں ہی بولے گا۔ میں ایک گھنٹے کے بعد تمہارے پاس آؤں گی۔"

وہ وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے کبریا کے پاس پہنچی پھر کہا "سانس نہ روکنا میں ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "زہے نصیب۔ کہ آپ آہی گئے۔ خدا خیر کرے۔ کیا نئے تیر چلانے آئی ہو؟"

''طعنے نہ دو۔ مجھے غصہ آرہا ہے۔ میں نے جھگڑا کیا تو تمہیں بھی غصہ آگیا۔ تم نے بھی جھگڑا کیا' کیا ایک گرم ہو تو دوسرے کو نرم نہیں ہونا چاہئے؟ کیا ایسے میں انہیں جھگڑا کرنا اور الگ ہو جانا چاہئے؟''

''تعجب ہے تم خالص بیویوں والی زبان استعمال کر رہی ہو۔ سچ بتاؤ کیا سوچ کر آئی ہو؟''

''محبت میں سوچ سمجھ کر قدم نہیں اٹھائے جاتے۔ میں بے اختیار چلی آئی ہوں۔''

''کیا تمہارا دل میری طرف سے صاف ہو گیا ہے؟''

''دل صاف ہو گیا ہے اسی لیے آئی ہوں۔''

''کیا تمہیں یہ یاد ہے کہ تم یہودی ہو اور میں مسلمان ہوں ایسا نہ ہو کہ بعد میں پھر یاد آئے پھر تم جھگڑا کرو؟''

''پلیز..... مجھے طعنے نہ دو' میں ایسے کسی موضوع پر آئندہ بحث نہیں کروں گی جس سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔''

''محبت میں کبھی کبھی اختلافات پیدا ہونے چاہئیں کبھی کبھی ضد بحث ہوتی رہے تو محبت بڑھتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں طرف سے دلوں میں سچائی ہو اور ہمارے تمہارے دلوں میں اس وقت تک سچائی نہیں ہو سکتی جب کہ مذہب اور خدا ایک نہ ہو۔''

''کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم سے محبت بھی کروں تمہیں اپنا دل و جسم بھی دیتی رہوں۔ اور اپنا مذہب بھی تبدیل کر لوں؟''

''محبت ہم کر رہے ہیں۔ تم نے اپنا دل بھی دیا ہے اور اپنا جسم بھی میرے حوالے کیا ہے۔ اب مجھے دینے کے لیے تمہارے پاس کچھ نہیں رہا ہے لیکن میں تمہیں بہت کچھ دے سکتا ہوں۔''

''میں سننا چاہوں گی کہ تم مجھے کیا دینا چاہتے ہو؟''

''اگر تم اپنا مذہب تبدیل کر لو۔ دین اسلام کو قبول کر لو تو ہمارے درمیان پھر کبھی جھگڑے فساد نہیں ہوں گے۔ پہلی بات تو یہ دوسری بات یہ کہ میں اس کے عوض میں تمہیں ایسی خوشی دوں گا۔ جس کی تم توقع بھی نہیں کر سکتیں۔ تم مان لو گی کہ میں انصاف پسند ہوں۔ اگر کسی یہودی لڑکی کو اپنے دین میں لے کر آتا ہوں تو اپنے گھر کی کسی مسلمان لڑکی کو بھی اجازت دے سکتا ہوں کہ وہ کسی یہودی سے شادی کرے اور اپنا مذہب تبدیل کر کے اس کے ساتھ یہودی بن کر زندگی گزارے۔''

وہ یکبارگی حیرت اور مسرت سے بولی ''کبریا! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''میں انصاف کے تقاضے پورے کرنا چاہتا ہوں۔ جب تم ایک مسلمان کی خاطر اپنا مذہب تبدیل کر سکتی ہو تو پھر مسلمان لڑکی کسی یہودی کی خاطر اپنا مذہب کیوں تبدیل نہیں کر سکتی؟ اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتی اور ہم اسے روکتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتے۔ اور خود غرضی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔''

وہ خوشی سے نہال ہو کر بولی ''اوہ کبریا! تم تو میری امید اور توقع سے بھی زیادہ سچے عاشق ثابت ہو رہے ہو۔''

''جب تم سے میرا جھگڑا ہوا اور میں تمہیں چھوڑ کر چلا آیا تب سے میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم اپنی جگہ درست تھیں۔ میں اپنی جگہ درست ہوں۔ یہ بیچ میں جو مذہب ہے یہ ہمارے درمیان دیوار بنا ہوا ہے۔ کیوں نہ اس دیوار کو گرا دیا جائے۔ اور وہ اسی طرح ممکن ہے کہ تم اپنے مذہب کی دیوار گرا کر میرے پاس آکر مسلمان بن جاؤ۔ اسی طرح مسلمان لڑکی بھی کسی یہودی کے گھر جا کر یہودی بن جائے گی۔''

انا بیلا نے انجان بن کر پوچھا ''تم اپنے کس گھر کی لڑکی کی بات کر رہے ہو؟''

''شاید تمہیں پتا نہیں ہے کہ آواز دن نے سسٹر (الپا) کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا ہے۔ بھائی پارس اور الپا دونوں ہی انکار کر رہے ہیں میں اس سلسلے میں ان سے بحث کر رہا ہوں۔ اور انہیں مثالیں دے رہا ہوں کہ سسٹر خود یہودی ہیں۔ لیکن میرے بھائی سے منسوب تو رہی ہیں۔ ان کے لیے ایک بیٹی بھی پیدا کی ہے۔ انا میریا بھی یہودی ہے اور وہ پورس بھائی سے محبت کر رہی ہیں۔ اسی طرح تم بھی یہودی ہو کر مجھے دل و جان سے چاہتی ہو۔ پھر ایک مسلمان لڑکی کسی یہودی سے محبت کیوں نہیں کر سکتی؟''

وہ خوشی سے کھل گئی۔ کہنے لگی ''اتنا پیار کروں گی کہ تم دیوانے ہو جاؤ گے۔ تم واقعی میرے آئیڈیل ہو ہم مزاج ہو اور انصاف پسند ہو۔ میں نے تم سے کچھ نہیں کہا تم خود ہی اپنے دل و دماغ سے سوچ کر انصاف کی باتیں کر رہے ہو۔''

وہ خوشی کے مارے بولتی جا رہی تھی۔ کبریا نے کہا ''میں چاہتا ہوں کہ ہم ایک مثالی زندگی گزاریں۔ ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھتے رہیں اور کبھی کسی سے کوئی بات نہ چھپائیں۔ ایک دوسرے پر اعتماد کریں اور ایک دوسرے کے رازدار بن کر زندگی گزارتے رہیں۔''

''ہائے کبریا! جو کچھ میرے دل میں ہے وہ تمہاری زبان پر آرہا ہے۔ تم میرے دل کی زبان بولنے لگے ہو۔''

''محبت اسی کو کہتے ہیں کہ ایک دوسرے کے اندر ڈوب کر ایک دوسرے کے دل کی باتیں کہیں جائیں۔ ہم ایک کا بڑی رازداری سے کرنا چاہتے ہیں۔ کیا تم میرا ساتھ دو گی؟''

''کیسی باتیں کرتے ہو۔ میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گی تو اور کون دے گا؟ بولو کیا کام ہے؟''

''ہم بڑی خاموشی سے کسی نہ کسی طرح آوازون سے رابطہ کریں۔ انوشے (الپا کی بیٹی) ابھی سات برس کی ہے جب تک وہ بالغ اور سمجھدار ہوگی۔ اس وقت تک ہم آوازون کے مزاج کو سمجھیں گے۔ اس سے دوستی کریں گے۔ اس سے دوستی اور محبت بڑھتی رہے گی ہم پارس بھائی اور سسٹر الپا کو اس رشتے کے لیے قائل کرتے رہیں گے۔ اگر وہ قائل نہیں ہوئے تب بھی انوشے اور آوازون میں اتنی انڈراسٹینڈنگ پیدا ہوجائے گی۔ ایک دوسرے کو اس طرح چاہنے لگیں گے کہ خود ہی اپنی زندگی کا فیصلہ کریں گے۔''

وہ خوشی سے نہال ہورہی تھی۔ کہہ رہی تھی ''یہ تو بہت ہی اچھی تدبیر ہے۔ ہم ابھی سے ان دونوں کے لیے راستے ہموار کرتے جائیں گے۔''

''اس کے لیے لازمی ہے کہ کسی طرح ہم آوازون سے رابطہ کریں۔ تم اس فیملی سے تعلق رکھتی ہو۔ تم تو یقیناً ان میں سے کسی ایک سے رابطہ کرسکتی ہو۔''

وہ چہک کر بولی ''میرا ان کے ساتھ رابطہ ہے میں نے تمہیں یہ بات اس لیے نہیں بتائی تھی کہ تم نے اپنا دل کھول کر میرے سامنے نہیں رکھا تھا۔ آج تمہارے دل و دماغ کھلی کتاب کی طرح میرے سامنے ہیں۔ اب میں تم پر آنکھیں بند کرکے اعتماد کروں گی۔ آوازون سے تمہاری ملاقات کراؤں گی۔''

''انابیلا..... میں نے آوازون کے بارے میں سنا ہے کہ وہ تمہاری سوتیلی ماں ارنا کوف اور تمہارے سوتیلے بھائی ولاڈی میر کا دشمن ہے؟ بلکہ اس کی دشمنی خاندانی ہے جو ایک طویل عرصے سے چلی آرہی ہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ راز کوئی نہیں جانتا کہ میری سوتیلی ماں ارنا کوف پہلے آوازون سوم کی بیوی تھی۔ اس نے اس کے بیٹے چیخوف آوازون کو جنم دیا تھا۔ اس کے بعد وہ راسپوٹین سوم سے منسوب ہوگئی تھی۔ یہ ایک طویل روداد ہے میں پھر کبھی بتاؤں گی۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ آوازون تمہاری موجودہ ماں ارنا کوف کا بیٹا ہے۔''

''ہاں..... ارنا کوف نے پہلے ایک بیٹے کو جنم دیا اس کا نام چیخوف آوازون ہے۔ پھر راسپوٹین سے شادی کرنے کے بعد اس کے ایک بیٹے اونوپ کوف کو جنم دیا تو وہ پیدائشی بیمار تھا۔ ابھی ایک دن پہلے وہ مرچکا ہے۔ اس کے علاوہ وہ بیٹیوں کو جنم دیا تھا۔ ان میں سے ایک شادی شدہ ہے اپنے طور پر زندگی گزار رہی ہے۔ دوسری بیٹی تاشا سات برس کی ہے اتنی سی عمر میں اس نے ٹیلی پیتھی اور پراسرار علوم سیکھ لیے اور سیکھتی جارہی ہے۔''

''یہ اچھا ہے کہ تم ان کے بارے میں مکمل معلومات رکھتی ہو لیکن ایک بات کھٹک رہی ہے۔''

''وہ کیا بات ہے؟ میں تمہارے دل سے ہر شک رنجش مٹاؤں گی اور ان کے بارے میں پوری تفصیلات بیان کردوں گی۔''

''بات یہ ہے کہ ارنا کوف اور اس کی اولاد سب تمہارے سوتیلے ہیں۔ کیا ان سے ہماری دوستی اور رشتے داری ہوسکے گی؟''

''کیسی باتیں کرتے ہو؟ یوں سمجھو کہ دوستی ہوچکی ہے رشتے داری بھی ہوجائے گی۔''

کبریا نے حیرانی ظاہر کی ''دوستی کیسے ہوگئی ہے؟''

''میں نے ان کا ایسا اعتماد حاصل کیا ہے کہ اب وہ اندھا اعتماد کرتے رہیں گے۔''

''تم نے آخر ایسا کیا کیا ہے؟''

''چونکہ تم اپنا دل و دماغ کھول کر میرے سامنے رکھ چکے ہو۔ اپنے منصوبے ظاہر کرچکے ہو۔ اور صدقِ دل سے اس پر عمل کرنا چاہتے ہو۔ اس لیے میں تمہیں بتادوں کہ ارنا کوف آوازون اور تاشا یہ کبھی نہیں چاہتے کہ عدنان کو ولاڈی میر کو نقصان پہنچائے۔ وہ اسے ولاڈی میر سے بچا رہے ہیں۔ اس کی حفاظت کررہے ہیں۔ اس وقت بھی وہ لوگ پرشان ہیں کہ مما عدنان کو لے کر جارہی ہیں۔ تو وہ راستے میں کہیں عدنان کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ تب میں نے ان سے کہا تھا میں آوازون کو اس طیارے میں پہنچا سکتی ہوں۔ جس میں عدنان سفر کررہا ہے۔ وہاں پہنچ کر وہ عدنان کی حفاظت کرے گا۔ اگرچہ مما اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی حفاظت کررہے ہیں۔ لیکن حفاظت کرنے والوں میں آوازون کا بھی اضافہ ہوجائے تو اچھی بات ہے۔''

پھر اس نے کبریا سے پوچھا ''تم میری بات سمجھ رہے ہو کیا یہ میں نے اچھا نہیں کیا کہ عدنان کی حفاظت کے لیے آوازون کو بھی طیارے میں پہنچادیا؟''

''یہ تو تم نے بہت ہی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ میرے بھتیجے کی حفاظت کے لیے ایسی تدبیر پر عمل کررہی ہو۔ تو میں کیوں مانوں گا؟''

وہ خوش ہو کر بولی ''کبریا! تم بہت ذہین ہو۔ ہاں

ذہانت سے ہر بات کو سمجھتے ہو، یہی بات اگر میں کسی اور سے کہتی تو وہ کبھی اس بات سے قائل نہ ہوتا کہ آوازون جیسے دشمن کو عدنان کی حفاظت کے لیے جہاز میں پہنچایا جائے۔ جب کہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آوازون دشمن نہیں ہے بلکہ عدنان کا محافظ ہے۔ پندرہ برس بعد یہی عدنان اس کا بہنوئی بننے والا ہے۔''

کبریا نے شدید حیرانی سے پوچھا ''اس کا مطلب کیا ہوا؟ پندرہ برس کے بعد ہمارا عدنان اس کا بہنوئی کیسے بنے گا؟ اس کی ایسی اور کون سی بہن ہے؟''

''میں نے ابھی کہا تھا کہ تاشا چودہ برس کی ہے ان کے پراسرار علوم نے بتایا ہے کہ تاشا اور عدنان کا زائچہ اس قدر ملتا ہے کہ ان دونوں کو ازدواجی زندگی گزارنی چاہئے۔ ان کے ایک ہوجانے سے اس خاندان کو بہت عروج حاصل ہوگا۔ اور تاشا عدنان کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے پوری دنیا پر حکومت کرے گی۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے زیر اثر رکھے گی۔''

''پھر تو ہمارا عدنان ان کے لیے بہت ضروری ہوگیا ہے؟''

''اتنا ضروری ہوگیا ہے کہ سانس لینے کے بعد ان کی دوسری اہم ضرورت صرف عدنان ہے۔ ایک اور حیرانی کی بات بتاؤں؟''

''ہاں..... بولو آج تو تم حیران پر حیران کیے جارہی ہو۔''

''ان کے پراسرار علوم نے یہ بھی بتایا ہے کہ چوبیس گھنٹے پہلے ان کا جو بیٹا اونوپ کوف مرچکا ہے وہ پندرہ برس بعد پھر پیدا ہوگا۔ اور اسے تاشا جنم دے گی۔ وہ اونوپ کوف مرنے کے بعد پھر اس دنیا میں آئے گا۔''

''یہ بہت ہی حیران کرنے والی اور ناقابلِ یقین بات ہے ان کے پراسرار علوم یہ کہتے ہیں تو شاید یہی ہوگا۔''

''ایسا ضرور ہوگا۔ میرے اس خاندان سے تعلقات ہیں۔ میں نے بھی بچپن سے سارے پراسرار علوم سیکھے ہیں اور میں جانتی ہوں کہ جو معلومات ان علوم کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں وہ غلط نہیں ہوتیں۔ وہ اپنے صحیح وقت پر ضرور ثابت ہوتی ہیں۔''

کبریا نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں الفاظ کو چباتے ہوئے کہا ''انابیلا! تمہارے اور ہمارے درمیان ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔''

''کیسی رکاوٹ؟''

''وہ..... رکاوٹ ہے خیر و شر کی! خیر کہاں ہے اور شر کہاں ہے؟''

وہ پریشان ہوکر بولی ''یہ تم خیر اور شر کی بات درمیان میں کیوں لے آئے ہو؟''

''اس لیے کہ ہمیں زندگی گزارنے کے لیے کوئی ایک راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ خیر کا یا شر کا؟ شر تمہارے ساتھ بچپن سے لگا ہوا ہے۔ تم اسی راستے پر چلتی آئی ہو اور میں بچپن سے خیر کے راستے پر چلتا ہوا آیا ہوں۔ یہیں سے ہمارے اور تمہارے مذہبی معاملات شروع ہوتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ اختلافات بھی شروع ہوجاتے ہیں۔''

''یہ..... یہ تم پھر اختلافات کی باتیں شروع کررہے ہو؟''

''میں یہ بات شروع نہیں کروں گا، تم صرف ایک بات کا جواب دو کہ روحانیت اور کالا جادو یکجا کیسے ہوسکتے ہیں؟ ایمان اور شیطان خیر و شر ایک دوسرے کی ضد ہیں یہ ایک جگہ کیسے رہ سکتے ہیں؟''

''ابھی تو تم نے کہا تھا کہ آوازون سے الپا کی بیٹی یعنی تمہاری بھتیجی انوشے کا رشتہ ہوسکتا ہے۔''

''یہ میں نے اس لیے کہا تھا کہ تمہارے اندر کی بدنیتی اور خباثت کو کھرچ کھرچ کر نکال سکوں۔ اگر میں یہ حکمتِ عملی اختیار نہ کرتا تو تم کبھی اعتراف نہ کرتیں کہ تم نے مما کو بہت زبردست دھوکا دیا اور آوازون کو بھی اس طیارے میں پہنچایا۔''

''یہ دھوکا نہیں تھا تم اس بات کو تسلیم کرچکے ہو کہ میں عدنان کی حفاظت کے لیے آوازون کو وہاں لے گئی تھی۔''

''دیکھو انابیلا! جب عدنان کی حفاظت کے لیے میری مما جیسی ناقابلِ شکست عورت موجود تھیں اور ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود تھے تو کیا ہم ان کی موجودگی میں کسی آوازون مدد چاہیں گے؟ تم ہماری مدد کرنا چاہتی ہو، ہمارے ساتھ نیکی کرنا چاہتی ہو۔ اگر یہ نیکی تھی تو تم نے صاف طور پر مما کو یہ کیوں نہیں بتایا کہ تم آوازون کو وہاں لے کر آئی ہو۔ تم نے یہ بات ان سے چھپائی؟ جانتی تھیں کہ وہ آوازون کی موجودگی کو وہاں پسند نہیں کریں گی۔ اور تمہارے اس عمل سے اختلاف کریں گی۔ تم یہ سب کچھ جانتی تھیں۔ اسی لیے تم نے مما سے جھوٹ کہا، دھوکا دیا اور آوازون کو وہاں پہنچادیا۔''

''تم بھی اب تک مجھ سے جھوٹ بول رہے تھے دھوکا دے رہے تھے۔ باتیں بنا کر میری اندر کی باتیں نکال رہے

تھے۔"

"ہاں ..... میری مما نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تم سے رابطہ کروں۔ اور حقیقت معلوم کروں کہ تم دوہری چالیں کیوں چل رہی ہو؟ مما سے جھوٹی باتیں کیوں کر رہی ہو؟ تمہاری یہ چوری پکڑی گئی تھی۔ تم نے مما سے کچھ جھوٹی باتیں کی تھیں۔ ان کی تصدیق ہوگئی اور تمہارا جھوٹ سامنے آگیا۔ اب تمہارے اندر سے اور بہت کچھ معلوم کرنا تھا۔ وہ میں معلوم کر چکا ہوں۔"

وہ غصے سے چیخنے لگی "آئی ہیٹ یو ..... یو آر لائر ..... تم بہت جھوٹے ہو، بدمعاش ہو، فریبی ہو تم نے مجھ سے چیٹنگ کی ہے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ آئی ..... ہیٹ ..... یو ..... آئی ہیٹ یو ....."

وہ غصے سے چیختی ہوئی اس کے دماغ سے چلی گئی۔

☆☆☆

کالیا اسرانی دہشت زدہ تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ثمر سلطانہ کی کلائی پکڑنے جائے گا تو ایک دم سے اچھل کر یوں دور جا گرے گا جیسے کسی نے اٹھا کر پھینک دیا ہو۔ وہ فرش پر گرنے کے بعد وہیں پڑا رہ گیا تھا اس نے پھر وہاں سے اٹھنے کی جرأت نہیں کی تھی۔

فرمان نے ثمر سلطانہ سے آکر کہا "میں کالیا کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ وہ تم سے بری طرح خوفزدہ ہے۔ اب تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگائے گا پھر بھی اس سے محتاط رہو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے چنڈال کے پاس جا رہا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ واقعی وہ پاگل خانے میں ہے یا کوئی نیا ڈراما چلے کیا جا رہا ہے؟"

"ہاں ..... یہ سب ہی فراڈ ہے۔ خدا کے لیے اچھی طرح معلوم کرو کہ یہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والا مہادیو بھاٹیا آیا تھا۔ یہ چنڈال کا آدمی ہے۔ انیتا بھی اس سے بہت متاثر ہے۔ ان سب کی ملی بھگت سے تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"تم بالکل فکر نہ کرو۔ میں تم پر آنچ بھی نہیں آنے دوں گا۔ ابھی تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ کیا تم مجھے دماغ میں آنے دو گی؟"

"ہاں ..... اب تو حالات ایسے ہیں کہ میں تمہیں آنے سے نہیں روکوں گی یہ دھڑکا لگا رہے گا کہ کہیں وہ مہادیو بھاٹیا مجھے ہپناٹائز سے نقصان نہ پہنچا دے۔"

"وہ کچھ بھی نہیں کرے گا۔ اطمینان رکھو میں ابھی تھوڑی دیر بعد آرہا ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ پھر فون کے ذریعے پاگل خانے کے ڈاکٹر سے رابطہ کیا۔ ڈاکٹر نے پوچھا "ہیلو کون ہو؟"

فرمان نے فون بند کر دیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ سیٹھ ہریش چندر نامی ایک شخص پاگل ہوگیا ہے۔ اسے سلاخوں والی ایک کوٹھری میں تنہا رکھا گیا ہے۔ اور وہ اتنا خطرناک ہے کہ اچانک کسی پر بھی جان لیوا حملہ کرتا ہے اس لیے اس کے ساتھ کسی دوسرے پاگل کو نہیں رکھا گیا ہے۔

وہ ڈاکٹر فرمان کی مرضی کے مطابق اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے چیمبر سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا ایک کوریڈور سے گزرتا ہوا پاگل خانے کے اس حصے میں پہنچا جہاں وہ سلاخوں والی کوٹھری تھی۔ اس کوٹھری کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ فرمان نے اس کے ذریعے دیکھا چنڈال جوگیا سر جھکائے ننگے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر کے قدموں کی آہٹ سن کر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ پھر اٹھ کر کر کھڑا ہوگیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سلاخوں کے پاس آکر رونے لگا۔ گڑگڑانے لگا "ڈاکٹر بھگوان کے لیے مجھ پر رحم کرو۔ مجھے زبردستی پاگل بنا کر رکھے ہوئے ہو۔ تم بولو تمہیں کتنی دولت چاہیے؟ یہاں سے آزاد کر میں تمہیں اتنا خزانہ لا کر دوں گا کہ تمہاری سات نسلیں عیش کرتی رہیں گی۔"

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا "تمہاری یہی باتیں تمہیں پاگل ثابت کر رہی ہیں۔ تم بڑبڑاتے رہو میں جا رہا ہوں۔"

وہ جانے لگا، چنڈال نے چیخ کر اسے آواز دی۔ جب وہ پلٹ کر نہیں آیا تو وہ اسے گالیاں دینے لگا۔ سلاخوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام کر ان پر اپنا سر مارنے لگا۔ ایسے وقت فرمان نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "ہیلو ..... چنڈال! تم کتنے طاقتور تھے۔ ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ کالے جادو کے ذریعے دوسروں کی کھوپڑیاں گھما دیتے تھے۔ اب تو تم حقیر مٹی کے کیڑے سے بھی گئے گزرے ہو۔"

وہ چونک کر اس کی باتیں سننے لگا پھر بولا "تم ..... کیا تم فرمان ہو .....؟"

"ہاں ..... تمہاری بیٹی کا یار ہوں۔ بھلا تم مجھے کیسے بھلا سکو گے؟"

وہ گڑگڑانے لگا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا "فرمان مجھ پر رحم کرو، میں نے تم سے دشمنی کی تمہیں غلام بنا کر رکھا تمہیں مار ڈالنا چاہا جس کا نتیجہ مجھے مل رہا ہے۔ میں مٹی کے کیڑے سے بھی بدتر ہوگیا ہوں۔ مٹی کے کیڑے کو تو دبی کچلا پاؤں کے نیچے کچل کر گزر جاتا ہے۔ مجھے تو کوئی کچلنے

مرنے والا بھی نہیں ہے۔ نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں۔ میں نہیں تمہارے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس بار مجھے بچا لو۔ اس پاگل خانے سے نکالو۔ مجھے اتنا موقع دو کہ میں اپنی جسمانی اور دماغی توانائی دوبارہ حاصل کر سکوں۔ پھر میں ساری زندگی تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔"

"پھر تو تم اور زیادہ شیطان کے باپ بن جاؤ گے۔ جب تم نے مجھے غلام بنایا تو میں تمہارے سامنے نہ رویا نہ گڑگڑایا۔ مردوں کی طرح خاموش رہا۔ اور اپنے موقع کا انتظار کرتا رہا۔ تم بھی یہ ذلتیں برداشت کرتے رہو۔ اور اپنی موت کا انتظار کرتے رہو۔ اگر تمہاری تقدیر اچھی ہوگی تو یہاں سے نکل پاؤ گے ورنہ یہیں مرو گے اور اس طرح مرو گے کہ آتما شکتی کے منتر بھی تمہیں یاد نہیں رہیں گے۔ تم کوئی دوسرا جسم بھی بدل نہیں سکو گے۔ تمہاری موت یقینی ہے اور یہ تمہارا آخری جسم ہوگا۔"

اسی وقت ٹونی جے کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "مسٹر فرمان! تم نے درست کہا "اس کا یہی انجام ہوگا اور میں اسے یہاں سے نکلنے نہیں دوں گا۔"

فرمان نے کہا "مسٹر بھاٹیا! تم اس کے دستِ راست ہو کر اس کے خلاف بول رہے ہو؟"

"میں کبھی اس کا معمول اور تابعدار تھا۔ لیکن اب نہیں ہوں اور میرا نام بھی مہادیو بھاٹیا نہیں ہے، میرا نام ٹونی جے ہے۔ میں امریکن ہوں میں تمہیں کیا بتاؤں کہ اس خبیث نے مجھ پر کتنے ظلم کیے ہیں؟ تمہیں اپنی کہانی سناؤں گا۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو سکے کہ میں اس کا دوست نہیں جانی دشمن ہوں اور اس سے کس طرح انتقام لے رہا ہوں۔"

وہ اپنی روداد سنانے لگا۔ فرمان بڑی حیرانی اور بڑے دکھ سے سب کچھ سنتا رہا۔ واقعی ٹونی جے کے ساتھ ظلم کی انتہا ہوچکی تھی۔ جب اس کی روداد ختم ہوگئی تو فرمان نے کہا "یہ چنڈال! یہ کتا ..... یقیناً شیطان کی اولاد ہے۔ اس نے تمہاری بیوی ہیلینا کو اس وقت مار ڈالا جب اس کے پیٹ میں بچہ تھا۔ وہ بے چاری ماں بننے والی تھی۔ اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟"

ٹونی نے کہا "میرا تو جی چاہتا ہے کہ چاقو کی نوک سے اس کے جسم پر کچوکے لگاتا رہوں۔ اور اس میں سرخ مرچ بھر دوں۔ یہ چیختا رہے، تڑپتا رہے موت مانگے لیکن اسے نہ ملے۔"

فرمان نے کہا "مسٹر ٹونی! مجھے تم سے بے حد ہمدردی ہے۔ تم مجھے اپنا دوست سمجھو۔ یہاں ہندوستان آئے ہو اور اپنے آپ کو پہچان گئے ہو کہ تم ہندو نہیں کرسچن ہو۔ مہادیو بھاٹیا نہیں، ٹونی جے ہو۔ تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے تم جب تک ہندوستان میں رہو گے میں تم سے رابطہ کرتا رہوں گا۔ تم مجھے آدھی رات کو بھی مدد کے لیے پکارو گے تو میں چلا آؤں گا۔"

ٹونی نے کہا "تمہارا بہت بہت شکریہ ..... اس شیطان سے نمٹنے کے لیے میں تنہا کافی ہوں۔ پھر بھی جب تک ہندوستان میں رہوں گا۔ کسی کو دشمن نہیں بناؤں گا۔ دوست بناؤں گا اور تم سے بھی دوستی قائم رکھوں گا۔"

"میں تمہیں پورا موقع دوں گا کہ تم اس سے بھرپور انتقام لیتے رہو۔ اور میں خاموشی سے اس کے اندر آکر اس کی حالت زار دیکھتا رہوں گا۔"

"میری ایک بات مانو گے؟"

"ضرور مانوں گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"تم اس کی بیٹی کو یہاں ضرور لاؤ، میں چاہتا ہوں کہ باپ بیٹی کا سامنا ہو۔ اور وہ اپنے باپ کے برے انجام کو دیکھے۔"

"اب تو رات ہونے والی ہے۔ میں کل کسی فلائیٹ سے اسے لے کر یہاں آؤں گا۔ کیا صرف اس کی بیٹی کو اس سے ملانا چاہتے ہو؟ بیٹے کو نہیں ملاؤ گے؟"

"اسے بھی ملانے والا ہوں۔ وہ کل صبح کی فلائیٹ سے یہاں آئے گا۔ دس گیارہ بجے تک اس پاگل خانے میں پہنچ جائے گا۔ تم چاہو تو یہاں چلے آنا۔ ان باپ بیٹے کا تماشا دیکھ سکو گے۔"

چنڈال آہنی سلاخوں سے لپٹا کھڑا تھا۔ اپنے اندر ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ ایسا بے بس اور مجبور ہو چکا تھا کہ اپنے اندر سے انہیں نہیں نکال سکتا تھا اور نہ ان کی سازشوں کو سن گن ان کے خلاف کچھ کر سکتا تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا کہ کمزوری انسان کو کس قدر ذلت کی پستیوں میں لے جاتی ہے۔

فرمان نے ثمر سلطانہ کے پاس آکر کہا "میں ابھی چنڈال کے پاس گیا تھا۔"

انیتا نے سنتے ہی پوچھا "میرے پتاجی کیسے ہیں؟ کیا وہ سچ مچ پاگل خانے میں ہیں؟"

وہ بولا "ہاں ..... تمہارے ذلیل اور کمینے باپ کو تو کسی گٹر میں بند کر کے رکھنا چاہیے۔ اتنا کمینہ شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس نے ایک عورت کو مار ڈالا جس کے پیٹ میں بچہ تھا۔ وہ بیچاری ماں بننے والی تھی۔ اس نے ٹونی جے سے

اس کا نام اس کی شخصیت اس کا مذہب سب کچھ چھین لیا۔ اسے مہادیو بھاٹیا کا نام دے کر ہندو بنا دیا۔ اور اس کے وطن سے دور یہاں لے آیا۔ اور اس کے دماغ میں یہ نقش کر دیا کہ وہ ہندوستانی ہے۔ لیکن حقیقت کب تک چھپ سکتی ہے آخر اسے اپنی اصلیت معلوم ہوگئی۔ اور اب وہ تمہارے باپ سے بری طرح انتقام لے رہا ہے۔''

انیتا سب سن رہی تھی اور پریشان ہو رہی تھی۔ رونے کے انداز میں بولی ''میرے پتا جی کو ایک بار معاف کر دو۔ وہ دماغی طور پر کمزور ہو گئے ہیں۔ پاگل ہو گئے ہیں۔ تو تم انہیں اپنا غلام بنا لو۔ غلام بنا کر انہیں سیدھے راستے پر لے آؤ تو وہ پھر کوئی شیطانی حرکت نہیں کریں گے۔ میں اس بات کی ضمانت لیتی ہوں ہم دونوں مل کر انہیں راہِ راست پر چلایا کریں گے۔''

بھلا شیطان بھی کبھی راہِ راست پر آیا ہے۔ میں اسے سیدھے راستے پر چلانے کے لیے اپنا وقت ضائع نہیں کروں گا۔''

''فرمان! تم کتنے بدل گئے ہو؟ کیا تمہیں اپنی انیتا سے محبت نہیں ہے؟ تم تو میری ہر بات مان لیا کرتے تھے؟''

''میں تمہاری ہر جائز بات مان لیا کرتا تھا۔ اور آئندہ بھی مانتا رہوں گا۔ تمہارا باپ میرا مجرم ہے اس نے مجھے اپنا غلام بنایا پھر مجھے جان سے مارڈالنا چاہا۔ پھر بھی میں نے تمہاری خاطر اسے معاف کر دیا، لیکن اب وہ ٹونی جے کا مجرم ہے۔ میں ٹونی سے ہرگز یہ نہیں کہوں گا کہ وہ اسے معاف کرے یہ اس کی اپنی مرضی پر ہے۔ وہ جیسا چاہے گا ویسا اس کے ساتھ سلوک کرے گا۔''

''تم چاہو تو میرے پتا جی کو جسمانی اور ذہنی توانائی حاصل کرنے کا موقع دے سکتے ہو۔ لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ جب سے تم ثمر سلطانہ کے پاس آئے ہو۔ اس سے باتیں کرنے لگے ہو۔ اس کے حسن و شباب کو دیکھ رہے ہو۔ تب سے تم نے مجھے اپنی نظروں سے گرا دیا ہے۔ مجھے بالکل ہی صفر بنا کر اس کے اندر چھپا دیا ہے۔ دبا کر رکھ دیا ہے۔ جیسے مٹی میں دفن کر دیا ہو۔''

''تم کچھ بھی کہہ لو۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اب بھی تمہیں چاہتا ہوں۔ اور تم سے محبت کرتا رہوں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ اب تمہارا جسم نہیں ہے صرف آتما ہے۔ اس لیے میں صرف زبانی محبت کر سکتا ہوں۔ اور جسمانی محبت تو اسی سے ہوگی جس سے آئندہ مجھے محبت ہوگی۔ وہ جو آئندہ میری جیون ساتھی ہوگی۔''

''میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ اس ثمر سلطانہ کو ہی جیون ساتھی بنانے والے ہو۔''

''تم کچھ بھی سمجھ لو۔ بہر حال میں ٹونی جے اور [illegible] کے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا۔ چپ چاپ تماشائی بن کر دیکھتا رہوں گا۔ کہ تمہارے باپ کا انجام کیا ہوتا ہے اور یہ تو ابھی سے کہہ دوں کہ بہت برا انجام ہونے والا ہے۔''

وہ تڑپ کر بولی ''بھگوان کے لیے مجھے ایک بار پتا جی کے پاس لے چلو۔ میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔''

فرمان نے کہا ''ثمر سلطانہ اس کی یہ التجا مان لو۔ ایک بار اس کے باپ کے سامنے لے چلو۔''

''مجھے اعتراض نہیں ہے۔ میں چاہوں گی کہ یہ شیطان باپ کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ کب چاہتے ہو؟''

''میں کل صبح کسی بھی فلائیٹ میں تمہارے لیے سیٹ او کے کرا دوں گا۔ تم ناگ پور چلی جانا۔''

''کیا تم نہیں جاؤ گے؟ میں اکیلی جاؤں گی؟''

تم خود کو تنہا نہ سمجھو۔ میں ہر لمحہ تمہارے اندر موجود رہوں گا۔ اور جسمانی طور پر بھی تم سے دور نہیں رہوں گا۔ آنکھوں کے سامنے ہی رکھوں گا اور دور ہی دور سے حفاظت کرتا رہوں گا۔''

اس کی یہ باتیں ثمر سلطانہ کو چھو رہی تھیں۔ اور اسے بار بار یہ محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کی زندگی میں کوئی اپنا ہے۔ جو اسے اپنا سمجھ کر اس کی اتنی حفاظت کرنا چاہتا ہے۔ ہر لمحہ اس کا باڈی گارڈ بن کر رہنا چاہتا ہے۔ باڈی کا مطلب بدن ہوتا ہے اور گارڈ کا مطلب محافظ یعنی وہ اس کے بدن کا محافظ بن جانا چاہتا ہے۔ اور یہ بات اسے بہت اچھی لگ رہی تھی۔

اچانک وہ خیال سے چونک گئی۔ اس کے اندر اچانک ناگواری سے پوچھا ''اے..... تم یہ فرمان کے بارے میں کیا سوچ رہی ہو؟ کیا اندر ہی اندر پھول کی طرح کھل رہی ہو صرف میرا ہے۔''

اسے ایسا لگا جیسے چوری پکڑی گئی ہو' زندگی میں پہلی بار اس نے کسی کے لیے ایسے نرم و گرم جذبے سے سوچا تھا۔ سوچتے ہی اس کے اندر چھپی ہوئی سوکن نے اسے فرمان کی طرف مائل ہوتے دیکھ لیا تھا۔

وہ جلدی سے سنبھل کر بولی ''تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔ تمہارا ہے تو ہوا کرے مجھے اس سے کیا لینا ہے؟ مجھ سے باتیں نہ کیا کرو۔''

''دیکھو..... ہم بدن کے ایک ہی قید خانے میں ہیں۔ ہم میں کسی کی بھی بات چھپی نہیں رہے گی۔ اس لیے مجھ سے بہانے نہ کرو۔ تمہارا دل اس کی طرف مائل ہونے لگا ہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں تم بکواس کرتی رہو۔ اور میں تمہیں وارننگ دیتی ہوں کہ تم نے آئندہ کبھی اس قسم کی بات کی اور میرے کسی معاملے میں مداخلت کی تو میں کل ناگ پور نہیں جاؤں گی۔ تم میرے بدن کی قید میں پڑی رہنا۔ اپنے باپ سے ملنے کے لیے تڑپتی رہنا۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''پلیز! ایسی باتیں نہ کرو۔ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ میں آئندہ تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گی۔ کل تم ضرور ناگ پور جاؤ گی۔ میں کل کے انتظار میں بہت بے چین ہو رہی ہوں۔''

فرمان نے واپس آ کر بتایا کہ کل دن کے ایک بجے والی فلائیٹ سے ناگ پور جانا ہے۔ سارے انتظامات ہو چکے ہیں۔ اس نے فون کے ذریعے پاگل خانے والوں سے اجازت بھی لے لی ہے۔ وہاں ثمر سلطانہ کا نام نوٹ کروا دیا گیا ہے۔ پہلے تو وہ راضی نہیں تھے۔ لیکن اس نے خیال خوانی کے ذریعے اجازت حاصل کر لی ہے۔ ٹونی جے ٹیلی پیتھی کے ذریعے چنڈال سے دشمنی کر رہا تھا۔ اور ایسی ہی دشمنی رمیش ایک بیٹا ہو کر کر رہا تھا۔ وہ دونوں ہی چاہتے تھے کہ چنڈال ہمیشہ اس پاگل خانے میں رہے۔ اور ذلت کی زندگی گزارتا رہے۔ اسے ٹارچر کیا جائے۔ دواؤں اور انجکشن وغیرہ کے ذریعے اسے اذیتیں پہنچائی جائیں۔ اس طرح وہ تڑپ تڑپ کر سسک سسک کر موت کی طرف جاتا رہے۔

دوسری طرف چنڈال یعنی سیٹھ ہریش چندر کا بھائی جگدیش چندر اسے پاگل خانے سے رہائی دلانے کی فکر میں تھا۔ اس نے ایک وکیل کے ذریعے اس سے ملنے کی اجازت حاصل کی تھی۔ وہ دوسرے دن صبح آٹھ بجے ہی پاگل خانے پہنچ گیا۔

چنڈال اسے دیکھتے ہی سلاخوں کے پاس آ کر بولا ''میرے بھائی تم کہاں تھے۔ تم بھی رمیش اور دنیش کے ساتھ میرے خلاف سازش کر رہے ہو؟''

جگدیش چندر نے کہا ''بھیا! مجھے ایسا نہ سمجھو۔ میں آپ کے وکیل کے ذریعے یہ مقدمہ لڑنے والا ہوں۔ آپ کا کیس عدالت میں لے جا رہا ہوں۔ رمیش کے خلاف مقدمہ بازی ہوگی اور میں یقیناً یہ کیس جیت کر آپ کو رہائی دلا کر یہاں سے لے جاؤں گا۔''

''میرے بھائی..... تم مجھے یہاں سے رہائی نہیں دلا سکو گے۔ تم نہیں جانتے صرف رمیش ہی نہیں میرے اور بھی دشمن ہیں جو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور میرے اندر آ کر مجھے پاگل بناتے رہتے ہیں۔ وہ مجھے کبھی اس پاگل خانے سے باہر نہیں آنے دیں گے۔''

جگدیش نے پریشان ہو کر کہا ''بھیا! تم ایسی باتیں کرتے ہو۔ جس پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ بھلا یہ کون مانے گا کہ کوئی آپ کے اندر آتا ہے اور آپ کو پاگل بناتا ہے؟''

''تم میرے بھائی ہو۔ تم مجھ پر بھروسا کر سکتے ہو۔ میں اس وقت پاگل نہیں ہوں۔ اور ہوش میں رہ کر بات کر رہا ہوں۔ تم ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ جانتے ہو ناں.....؟''

''ہاں..... میں نے سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے جو یہ علم جانتے ہیں۔ وہ کسی کے بھی دماغ میں رہ کر باتیں کرتے ہیں۔''

''بالکل یہی میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ میرا دشمن میرے دماغ میں گھس کر مجھے کمزور کر رہا ہے۔ مجھے جان سے نہیں مار رہا ہے لیکن اس طرح پاگل بنا کر ذلیل و خوار کر رہا ہے۔''

''بھیا! میں آپ کی بات کا یقین کرتا ہوں کہ آپ کے ساتھ ضرور ایسا ہی ہو رہا ہے۔ ورنہ آپ تو بہت ذہین ہیں بہت سوچ سمجھ کر باتیں کرتے ہیں۔ اتنا بڑا کاروبار سنبھالتے ہیں۔ پھر اچانک پاگل کیسے ہو جائیں گے؟ میں سمجھ گیا آپ کو ضرور پاگل بنایا جا رہا ہے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا ''جگدیش! میرا آخری وقت آ گیا ہے اب مجھے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ وہ ظالم ٹیلی پیتھی جاننے والا میری جان لے کر ہی رہے گا۔''

''بھیا! آپ فکر نہ کریں۔ ابھی مجھے اچانک یاد آیا ہے کہ ہمارے شہر میں ایک بہت بڑے تانترک مہاراج آئے ہوئے ہیں۔ وہ مہا گیانی ہیں۔ جو بھی ان کے سامنے جاتا ہے وہ اس کے اندر کا بھید بتا دیتے ہیں۔ ایک بوڑھی مائی کا بیٹا پچھلے ایک ہفتے سے کہیں گم ہو گیا تھا۔ اس کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ تانترک مہاراج نے اس بوڑھی مائی سے کہا کہ وہ اپنے بیٹے کی تصویر لے کر آئے۔ جب وہ تصویر لے کر آئی تو انہوں نے وہ تصویر دیکھی۔ پھر کچھ پڑھتے رہے اس کے بعد بولے کہ تیرا بیٹا جے پور گیا ہوا تھا۔ اسے ایک حادثہ پیش آیا ہے۔ بہت چوٹیں آئی ہیں ابھی وہ اسپتال میں ہے۔ اس کے دماغ پر حادثے کا برا اثر ہوا ہے وہ بہت سی باتیں بھول گیا ہے۔ تمہیں بھی بھولا ہوا ہے جب اسے سب کچھ یاد آئے گا تو وہ جلدی ہی تمہارے پاس واپس آ جائے گا۔ اس کی چنتا نہ کرو۔''

چنڈال نے سلاخوں کے درمیان سے ہاتھ نکال کر

جگدیش کے ہاتھ کو تھام کر گڑگڑاتے ہوئے کہا ''پھر تو وہ تانترک مہاراج میری مشکل بھی آسان کر سکتے ہیں۔ ان کے پاس میری تصویر لے جاؤ۔ انہیں میری پتا سناؤ۔ اور ان سے کہو کہ کسی طرح مجھے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات دلا دیں۔ پھر میں جسمانی اور دماغی توانائی حاصل کر کے خود ہی اس پاگل خانے سے رہائی حاصل کر لوں گا۔''

''بھیا! اگر ایسے آپ کو ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چھٹکارا مل سکتا ہے تو میں ابھی جا رہا ہوں۔ ان مہاراج سے ملوں گا۔ انہیں ہزاروں لاکھوں روپے کی دکھشنا (نذرانہ) دوں گا۔ تو وہ ضرور آپ کو دشمنوں سے نجات دلائیں گے۔''

وہ اسی وقت وعدہ کر کے تیزی سے چلتا ہوا وہاں سے چلا گیا اس وقت ٹونی جے اس کے اندر نہیں تھا۔ اس نے ان دونوں بھائیوں کی باتیں نہیں سنی تھیں۔ رات کے وقت اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ بڑی گہری نیند سو رہا تھا۔ مطمئن ہو گیا تھا کہ اس کا بھائی جگدیش اس مہاراج سے مل کر اس کی مشکل کو ضرور آسان کرے گا۔

اس نے نیند کی حالت میں خواب کی اسکرین پر ٹونی جے کو دیکھا وہ ہنس رہا تھا اور کہہ رہا تھا ''تمہارے دیش کا کوئی تانترک مہاراج مجھے تمہارے دماغ سے نہیں نکال سکے گا اور نہ ہی مجھ سے بچا سکے گا۔ تم بہت دھیرے دھیرے میرے ہاتھوں مرتے رہو گے۔''

چنڈال نے حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا ''مہادیو! تم میرے دوست اور ہم راز ہو۔ اور تم مجھ سے دشمنی کر رہے ہو؟''

''تم بہت ذلیل اور کمینے ہو کیا تم نے مجھ سے دشمنی کرنے میں کوئی کسر چھوڑی ہے؟''

''نہیں..... نہیں..... میں نے تم سے کوئی دشمنی نہیں کی ہے میں سمجھ گیا فرہاد علی تیمور نے تمہیں بہکایا ہے۔ تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا ہے، تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ میں نے تم سے جھوٹ کہا تھا میں خود فرہاد علی تیمور بن کر تمہارے دماغ میں بولتا رہا تھا۔ تمہیں دہشت میں مبتلا کرتا رہا تھا۔ لیکن اب صاف طور پر کہتا ہوں کہ میں تم سے خود ہی انتقام لے رہا ہوں۔ تم نے میری بیوی ہلینا کو اس وقت ہلاک کیا جب وہ میرے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ لہٰذا سب سے پہلے تو میں تمہارے بیٹے کو ماروں گا اس کے بعد ہلینا کا انتقام لینے کے لیے تمہاری بیٹی کو ٹھکانے لگاؤں گا۔ تمہارے سامنے یہ سب حرام موت مریں گے اور تم انہیں بچا نہیں سکو گے بلکہ ان کی موت تماشا دیکھتے رہو گے۔''

چنڈال نے شکست خوردہ لہجے میں کہا ''میں سمجھ گیا میرا دماغ کمزور ہو چکا ہے۔ اور تم میرے خیالات پڑھ کر حقیقت معلوم کر چکے ہو۔ اب میں تم سے کچھ نہیں چھپا سکوں گا۔ جھوٹ بولوں گا۔ تب بھی تمہیں یقین نہیں آئے گا سچ وہی ہے جو تم سمجھ چکے ہو۔''

''اور سچ سمجھنے کے بعد میں اندر ہی اندر لاوے کی طرح پک رہا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں تمہیں کتنی اذیتیں دے کر ماروں؟ اور تمہیں مرنے بھی نہ دوں۔ زندہ رکھوں ہر لمحے مارتا رہوں، ہر لمحے زندہ کرتا رہوں۔ پھر زندہ کروں ہر پل مارتا رہوں.....''

چنڈال نے ایک لمبی سانس چھوڑتے ہوئے کہا ''اب تو میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ تم میرے ساتھ جیسا چاہو گے ویسا ہی سلوک کرو گے۔ اور میں فریاد بھی کرتا رہوں گا۔ چیختا چلاتا رہوں گا۔ تڑپتا رہوں، تمہارے گاڈ کا واسطہ تمہیں دیتا رہوں گا۔ تب بھی تم مجھے معاف نہیں کرو گے۔ تم تو وہی کرو گے جو اس وقت تمہارا انتقامی جذبہ کہہ رہا ہے۔''

''کیا تم آخری بار اپنے بیٹے بیٹی سے ملاقات نہیں کرو گے۔''

وہ ایک دم سے تڑپ کر بولا ''ہاں..... پلیز فار گاڈ سیک میرے بچوں کو ایک بار مجھ سے ملا دو۔''

''میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا، کل صبح تمہارا بیٹا ہنس راج جو گیا تم سے یہاں ملنے آ رہا ہے۔''

اس کے دل میں خوشی کی ایک لہر سی پیدا ہوئی۔ وہ بولا ''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ تم میرے بیٹے کو مجھ سے ملاؤ گے؟''

''ہاں..... کل تمہاری اس سے آخری ملاقات ہو گی۔''

وہ ذرا پریشان ہو کر بولا ''آخری کیوں.....؟''

''اس لیے کہ اس کے بعد تمہارا بیٹا اس دنیا میں نہیں رہے گا۔''

اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا وہ تڑپ کر بولا ''نہیں ایسی باتیں نہ کرو کیا تم میرے بیٹے کو مار ڈالنا چاہتے ہو؟''

''تم نے بھی تو میرے ہونے والے بچے کو مار ڈالا تھا؟''

''ہاں..... میں نے بہت بڑا جرم کیا تھا۔ اس کے بدلے تم مجھے مار ڈالو مگر میرے بچے کو نقصان نہ پہنچاؤ۔''

''تمہیں بھی یہی کرنا چاہئے تھا، تم مجھے مار ڈالتے مگر میری بیوی ہلینا کو اور ہونے والے بچے کو تو محفوظ رہنے

دیتے؟ لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ پھر میں ایسا کیوں کروں؟''

ٹونی جے قہقہے لگانے لگا۔ پھر خواب میں اسے ایسا لگا جیسے اس کی جگہ فرہاد علی تیمور کھڑا قہقہے لگا رہا ہے۔ کبھی اسے میری آواز سنائی دے رہی تھی۔ کبھی ٹونی جے کی وہ پریشان ہو رہا تھا۔ اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر انہیں نوچ رہا تھا اور کہہ رہا تھا ''میرے بچوں کو چھوڑ دو۔ ان سے انتقام نہ لو۔ ان کے بدلے مجھے مار ڈالو۔ میں اب زندہ رہنا نہیں چاہتا۔ یہ زندگی تو موت سے بدتر ہے۔ مجھے موت چاہئے۔''

وہ بول رہا تھا۔ لیکن قہقہے اس کی آواز پر حاوی ہو رہے تھے۔ نقار خانے میں طوطی کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اس طرح قہقہوں کی آواز میں اس کی فریاد ڈوبتی جا رہی تھی۔

یہ بات یقینی ہو گئی تھی کہ چنڈال کا آخری وقت آ گیا ہے۔ ٹونی جے کسی حال میں بھی اس کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اسے اس کی آخری سانس تک پہنچا کر ہی دم لینے والا تھا۔

دوسری طرف اس کے بیٹے مہیش چندر اور رمیش چندر بھی اس کی جان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ وہ اسے جان سے مارنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن اس کی موت تک اسے پاگل خانے میں رکھنا چاہتے تھے۔ ایسے میں ایک ہلکی سی کمزوری کرن تھی کہ اس کا بھائی جگدیش چندر اس کے لیے کچھ کر سکے گا۔ اور وہ بیچارہ واقعی اس چنڈال کو اپنا بھائی ہریش چندر سمجھ کر جان توڑ کوشش کر رہا تھا کسی طرح اسے پاگل خانے سے رہائی دلانا چاہتا تھا۔

اس نے پاگل خانے میں آ کر بھائی کی حالت دیکھی تو تڑپ گیا۔ واپسی پر پاگل خانے سے نکل کر تانترک مہاراج کے پاس گیا۔ پہلے تو اسے ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ جب اس نے کہا کہ وہ غریبوں کے لیے ایک لاکھ روپے دکھشنا کے طور پر دے گا۔ تب اسے تانترک مہاراج نے اپنے سامنے طلب کیا۔

وہ ایک اونچے چبوترے پر پلتھی مارے بیٹھے ہوئے تھے۔ جگدیش دونوں ہاتھ جوڑے سر کو جھکائے تیزی سے چلتا ہوا آ کر ان کے قدموں میں جھک گیا۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ''جاؤ..... ادھر بیٹھ جاؤ.....''

وہ ایک جگہ سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے کہا ''میری طرف دیکھو مجھ سے آنکھیں ملاؤ۔''

وہ ان کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ گھبرانے لگا آنکھوں میں اتنا رعب و دبدبہ تھا، اتنی کشش تھی ایسا لگتا تھا جیسے وہ آنکھیں اس کی روح قبض کر رہی ہیں۔ اور اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔

وہ تقریباً ایک منٹ تک ان غضب ناک اور خونخوار آنکھوں سے چپکا رہا۔ وہاں سے نظریں نہ ہٹا سکا۔ اس کا دل گھبراتا رہا۔ ڈوبتا رہا جیسے وہ مرنے ہی والا ہو۔ پھر اچانک تانترک مہاراج نے آنکھیں بند کیں۔ تو اس کی آنکھوں کو نجات ملی۔ وہ فوراً نظریں جھکا کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

مہاراج نے اپنی بھاری بھرکم آواز میں کہا ''ہوں..... تیرا بڑا بھائی پاگل خانے میں ہے؟''

جگدیش نے چونک کر مہاراج کو دیکھا پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''آپ بہت بڑے گیانی ہیں میں نے کچھ نہیں کہا اور آپ نے معلوم کر لیا، یہی بات ہے اسے بے قصور پاگل خانے میں رکھا گیا ہے۔ اور اس سے دشمنی کی جا رہی ہے۔''

مہاراج نے کہا ''دشمنی غلط تو نہیں ہے؟ تیرے بڑے بھائی نے پہلے اپنی ہونے والی بڑی بہو پر بری نظر ڈالی۔ اس کی عزت سے کھیلنا چاہا، پھر اس نے اپنی دھرم پتنی کو بھی مار ڈالا۔ اگر اس کے دونوں جوان بیٹے باغی ہو چکے ہیں تو وہ غلطی نہیں کر رہے ہیں؟''

''وہ دونوں غصے میں ہیں۔ اپنے باپ کو سزا دینا چاہتے ہیں۔ اور دے رہے ہیں۔ وہ میرا بڑا بھائی ہے اور میں بچپن سے اس سے محبت کرتا رہا ہوں۔ آپ سے التجا کرنے آیا ہوں۔ بھگوان کے لیے اسے معافی دلائیں۔ اس کے بیٹوں کو سمجھائیں کہ وہ اسے معاف کر دیں۔ آپ مہا گیانی ہیں یہ بھی جانتے ہیں کہ میرا بھائی بہت ہی نیک انسان تھا۔ اس نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا۔ پتا نہیں ایک ہفتے پہلے اس کا مزاج کس طرح بدل گیا تھا۔ اور وہ ایسا برا آدمی بن گیا تھا۔ آپ چاہیں تو اسے پھر بھلا آدمی بنا سکتے ہیں۔''

''ہوں..... ہم نے معلوم کیا ہے کہ تمہارا بھائی ہریش چندر بہت دیا لو ہے۔ غریبوں کی مدد کرتا ہے۔ اس وقت بھی تم نے غریبوں کے لیے ایک لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ وہ غریبوں کی سہایتا کرتا ہے ہم اس کی سہایتا کریں گے تم جاؤ اور اس کی ایک تصویر لے آؤ۔ ہم اس کی تصویر دیکھ کر اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔''

جگدیش اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا ''میں ابھی ایک گھنٹے میں وہ تصویر لے آؤں گا۔''

مہاراج نے کہا ''رات بہت ہو چکی ہے۔ کل صبح دس بجے تصویر لے کر آنا۔''

وہ اسی طرح ہاتھ جوڑ کر الٹے قدموں چلتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔

اس تانترک مہاراج کا نام جنگل بھٹا چاریہ تھا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کالے جادو کے علاوہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔ جیسا کہ اس نے جگدیش کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایک منٹ تک خاموشی اختیار کی تھی۔ پھر اسے سیٹھ ہریش چندر اور اس کے دونوں بیٹوں کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کے دماغ میں گھس کر اس کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔

ان تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کو یہ بات عجیب سی لگ رہی تھی کہ سیٹھ ہریش چندر تو بہت ہی نیک تھا، دیالو تھا، غریبوں کا ہمدرد تھا اور کبھی برے کام نہیں کرتا تھا۔ پھر اس نے اپنی ہونے والی بہو پر بری نظر کیوں ڈالی تھی؟ اور اپنی دھرم پتنی کو قتل کیوں کیا تھا؟ یہ اچانک تبدیلی اس میں کیوں آئی تھی؟ یہ معلوم کرنے کے لیے وہ سیٹھ ہریش چندر کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔

جگدیش کے بیان اور خیالات نے بتایا تھا کہ وہ پاگل خانے میں ہے۔ اب وہ پاگل خانے میں جا کر اس سے مل نہیں سکتا تھا۔ اور نہ ہی اس کو یہاں بلا سکتا تھا۔ اس کی ایک ہی صورت تھی کہ اس کی تصویر دیکھ کر اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچ سکتا تھا۔

دوسرے دن ٹھیک دس بجے ہریش کی تصویر لے کر جگدیش اس کے سامنے حاضر ہوا۔ مہاراج نے تصویر لے کر اس پر ایک نظر ڈالی پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دوسرے ہی لمحے سیٹھ ہریش چندر کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا' حیران ہونے لگا کبھی تصویر کو کبھی اپنے سامنے بیٹھے جگدیش کو دیکھنے لگا۔ پھر بہت کچھ سوچنے لگا۔

وہ کیا سوچ رہا تھا؟ کیسے خیالات پڑھ رہا تھا؟ اور کیسی معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس کا ذکر ابھی کیا جائے گا پہلے چنڈال کے بیٹے ہنس راج جوگیا کا ذکر ہو جائے کیونکہ وہ ناگ پور پہنچ گیا تھا۔ اور اپنے باپ سے ملنے کے لیے پاگل خانے کی طرف آ رہا تھا۔

ٹونی جے نے اس کے اندر پہنچ کر کہا ''میں ٹھیک وقت پر تمہارے پاس آیا ہوں۔ یہ جانتا تھا کہ تم باپ سے ملنے ضرور آؤ گے۔''

''میں آ تو گیا ہوں۔ اور اب پاگل خانے پہنچ رہا ہوں۔ لیکن مجھ سے کوئی فراڈ نہ کرنا ہو سکتا ہے وہ کوئی دوسرا آدمی ہو اور تم اسے میرا باپ بنا کر پیش کر رہے ہو۔''

''وہ یہاں کے بہت بڑے بزنس مین سیٹھ ہریش چندر کے جسم میں ہے۔ اس لیے تم اسے چہرے سے نہیں پہچان سکو گے۔ لیکن وہ تمہیں دیکھتے ہی پہچان لے گا۔ اس کے بعد بھی تمہیں یقین نہ ہو کہ وہ تمہارا باپ ہے تو تم وہاں رک جانا۔ کیونکہ ایک بجے کی فلائیٹ میں تمہاری بہن انیتا بھی وہاں پہنچنے والی ہے۔ وہ دو یا تین بجے تک پاگل خانے میں پہنچے گی۔ وہاں تم دونوں بھائی بہن اپنے باپ کو پہچان سکو گے۔''

اس نے پاگل خانے پہنچ کر وہاں کے انچارج سے بات کی پھر اس سے اپنا تعارف کروایا اور کہا ''میں نے فون کے ذریعے آپ سے رابطہ کیا تھا اور سیٹھ ہریش چندر سے ملاقات کرنے کی اجازت چاہی تھی۔ آپ نے کہا تھا اجازت مل جائے گی لہٰذا میں دہلی سے ابھی یہاں پہنچا ہوں۔''

انچارج نے پوچھا ''مسٹر ہریش چندر آپ کے کون ہیں؟ آپ کس تعلق سے ملنا چاہتے ہیں؟''

''یہ ناگ پور کے بہت بڑے بزنس مین ہیں۔ اور میں دہلی کا بہت بڑا بزنس مین ہوں۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہمارے درمیان کاروباری تعلقات ہیں۔ اس لیے میں ملنے آیا ہوں۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''تعجب ہے آپ ایک پاگل سے کاروباری معاملات میں بات کرنے آئے ہیں؟''

''میں کاروباری معاملات پر باتیں نہیں کروں گا۔ لیکن ان سے تعلقات رہ چکے ہیں۔ اس لیے ان سے ہمدردی تو کر سکتا ہوں؟''

''ایک پاگل کیا جانے کہ ہمدردی اور محبت کیا ہوتی ہے؟''

''ایک پاگل ہمیشہ پاگل نہیں رہتا۔ کبھی کبھی نارمل بھی ہو جاتا ہے میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان کی حالت کیا ہے؟''

انچارج نے ایک سنتری کو بلا کر کہا ''انہیں سیٹھ ہریش چندر کے سیل کے پاس لے جاؤ۔ لیکن خبردار اس سیل کا آہنی دروازہ نہ کھولنا۔''

ہنس راج نے کہا ''اگر وہ نارمل ہوں گے؟ مجھے پہچان کر مجھ سے باتیں کریں گے تو کیا میں ان سلاخوں کے اندر جا کر ان سے مل نہیں سکتا؟''

''سوری! وہ بہت خطرناک پاگل ہے۔ اچانک ہی اس پر دورہ پڑتا ہے اور وہ جان لیوا حملے کرتا ہے آپ اسے ہی بہت سمجھیں کہ اس سیل کے باہر سے آپ کو ملنے کی اجازت دی جا رہی ہے۔''

ہنس راج نے اس سے بحث نہیں کی۔ سنتری کے ساتھ چلتا ہوا پاگل خانے کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ایک آہنی سلاخوں والی کوٹھری کے پاس پہنچا۔ ٹونی جے چنڈال کو بتا چکا تھا کہ اس کا بیٹا آ رہا ہے۔ وہ بے چینی سے سلاخوں کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی بولا ''بیٹے ہنس راج!..... میں..... میں تمہارا باپ ہوں..... میں چنڈال جوگیا ہوں.....''

ہنس راج نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا' پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا سلاخوں کے قریب آیا۔ اس کے ہاتھوں کو چھو کر بولا ''پتا جی! میں نے پہلے اس نئے روپ میں آپ کو نہیں دیکھا تھا لیکن آپ کا لب ولہجہ اور انداز کہہ رہا ہے کہ آپ میرے پتا جی ہیں اور میں یقین کروں گا کہ آپ کے ساتھ دشمنی ہو رہی ہے۔ آپ کو جان بوجھ کر پاگل بنایا جا رہا ہے۔''

اس نے اپنے بیٹے کے ایک ہاتھ کو تھام کر کہا ''میں جانتا تھا کہ کوئی یقین کرے یا نہ کرے میرا بیٹا مجھ پر یقین کرے گا۔ مجھے پاگل نہیں سمجھے گا۔ مجھ سے ہمدردی کرے گا۔ اور میری نجات کے لیے کوششیں کرے گا۔''

ٹونی جے اس کے اندر قہقہے لگانے لگا۔ وہ پریشان ہو کر بولا ''بیٹے! اس وقت وہ ٹونی جے میرے اندر ہے۔ جو اصل میں مہادیو بھاٹیا ہے وہ قہقہے لگا رہا ہے۔ میری حالت پر ہنس رہا ہے۔''

فرمان نے ہنس راج کے اندر کہا ''اپنے باپ سے کہو کہ اس کے اندر صرف ٹونی جے نہیں ہے، تمہارے اندر میں بھی موجود ہوں۔ اور میں فرمان ہوں۔ تمہارے باپ نے مجھے داماد بنایا۔ تم نے مجھے بہنوئی بنایا۔ تم دونوں اتنے ذلیل اور کمینے ہو کر رشتے داری کر کے دشمنی کرتے رہے۔''

وہ پریشان ہو کر بولا ''پتا جی! میرے اندر فرمان موجود ہے وہ دشمنی کے لہجے میں بول رہا ہے۔''

اس نے پریشان ہو کر بیٹے کا منہ دیکھا پھر کہا ''اب تو ہمارا آخری وقت آ گیا ہے بیٹے..... میں ان دشمنوں سے ہاتھ جوڑ کر التجا کر رہا ہوں کہ وہ تمہیں اور انیتا کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں وہ مجھ سے انتقام لیں میری جان لے لیں۔''

''ہم تمہیں جان سے نہیں ماریں گے۔ زندہ رکھیں گے اپاہج بیوی اور ہونے والے بچے سے محروم ہو گیا۔ اسی طرح تم اپنے بچوں سے محروم رہو گے۔''

چنڈال نے پریشان ہو کر بیٹے سے کہا ''بیٹے! تم یہاں کیوں آ گئے؟ یہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ ٹونی جے کی دشمنی سے سمجھ لینا چاہیے تھا کہ یہ کیا نہیں کر سکتا۔ اور جو کرے گا ہم اس کے خلاف اپنا بچاؤ نہیں کر سکیں گے تم بھی نہیں کر سکو گے۔ تم کیوں آئے ہو؟ جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ ابھی چلے جاؤ۔''

''پتا جی! میں سمجھ رہا تھا کہ دشمن ضرور میرے خلاف بھی کچھ کریں گے۔ لیکن میں آپ کی محبت میں چلا آیا ہوں۔ بلا سے میری جان جائے لیکن میں نے آپ سے ملاقات کی ہے۔ مجھے اطمینان ہے۔''

''اطمینان ہو گیا ہے تو بس یہاں سے جاؤ۔ میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ ایک لمحے کے لیے بھی یہاں نہ رہو۔ چلے جاؤ' بھاگ جاؤ.....''

وہ پلٹ کر جانا چاہتا تھا۔ پھر رک گیا پھر جانا چاہتا تھا پھر رک گیا۔ پریشان ہو کر بولا ''پتا جی! یہ میرے اندر فرمان گھسا ہوا ہے، یہ مجھے جانے نہیں دے رہا ہے۔''

چنڈال نے سلاخوں کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی کے ساتھ تھام کر کہا ''فرمان! تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ میرے بیٹے سے دشمنی نہ کرو۔ اسے ٹونی جے کے حوالے نہ کرو۔ اسے جانے دو۔''

ٹونی جے نے کہا ''چنڈال! اسے مر جانے دو۔ اپنے سامنے بیٹے کی موت کا تماشا دیکھو۔ پھر جب یہ مر جائے تو اس کی آتما کو کسی اور جسم میں پہنچا دینا۔ اور قہقہے لگانا۔ تم شیطان کی اولاد ہو خود کو اور اپنے بچوں کو مرنے نہیں دیتے۔ موت کے بعد بھی انہیں دوسرے جسموں میں زندہ رکھتے ہو۔''

وہ التجا آمیز لہجے میں بولا ''کیوں میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ میری آتما شکتی ختم ہو چکی ہے۔ میں منتر پڑھنے کے قابل نہیں ہوں۔ میں اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکوں گا۔ یہ مر جائے گا تو اس کی آتما کو کسی دوسرے جسم میں نہیں پہنچا سکوں گا۔ بھگوان کے لیے میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔''

ہنس راج نے اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک ریوالور نکالا۔ چنڈال اسے دیکھتے ہی گھبرا کر بولا ''تم یہ ریوالور کیوں لائے ہو؟''

وہ پریشان ہو کر بولا ''پتا نہیں میں نے کیوں اسے لباس میں چھپا کر رکھ لیا تھا۔ جیسے مجھے جان کا خطرہ ہو؟''

ٹونی جے نے کہا ''جب یہ دہلی سے چل رہا تھا تب ہی اس نے میری مرضی کے مطابق یہ ریوالور اپنے لباس میں رکھ لیا تھا۔ اب یہ اس کے کام آئے گا۔''

ادھر ہنس راج نے فرمان کی مرضی کے مطابق ریوالور کا رخ چنڈال کی طرف کیا۔ اس نے کہا ''ہاں..... بیٹے! تم ریوالور سے مجھے مار ڈالو۔ مگر خبردار اپنے آپ کو نقصان نہ پہنچانا۔ مجھے مارنے کے بعد یہاں سے چلے جانا۔''

ہنس راج نے ریوالور کا رخ اپنی طرف کرلیا۔ ٹونی قہقہے لگانے لگا چنڈال نے کہا ''ہنس راج..... بیٹے نہیں..... ایسا نہ کرو۔ آتما ہتھیا نہ کرنا۔ اپنے آپ کو گولی نہ مارنا۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی اور ہنس راج نے اپنے بائیں بازو کو زخمی کرلیا۔ اور تکلیف سے کراہنے لگا۔ اس کے بازو سے خون کی دھار بہنے لگی۔ لباس لہو سے بھیگنے لگا۔ وہ کراہتے ہوئے بولا ''پتا جی! مجھے بڑی تکلیف ہورہی ہے۔''

ٹونی نے کہا ''میری ہلینا کو بھی ایسی تکلیف پہنچی ہوگی ناں؟ جب تم نے اسے حادثے سے دوچار کیا تھا؟''

چنڈال اپنا سر سلاخوں پر مارنے لگا۔

بیٹے نے دوسری گولی چلائی۔ وہ گولی اس کی ٹانگ پر لگی وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔ پھر کراہتے ہوئے بولا ''پتا جی! ..... بڑی تکلیف ہورہی ہے۔ مجھے بچالو پتا جی! اپنی آتما شکتی سے..... اپنے کالے جادو سے..... اپنی ٹیلی پیتھی سے کسی طرح اپنے بچے کو بچالو.....؟''

''چنڈال!..... میں بھی ٹیلی پیتھی جانتا تھا لیکن اس طرح تمہارے شکنجے میں تھا کہ اپنے ہونے والے بچے کو نہ بچا سکا۔ اگر اسے بچانا چاہتا تو تم کبھی ایسا نہیں ہونے دیتے۔ اسی طرح میں بھی ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ تم اپنے بچے کو نہیں بچا سکو گے۔ بچا سکتے ہو تو چیخو چلاؤ' مدد کے لیے جس کو پکار سکتے ہو پکارو۔''

وہ چیخنے چلانے لگا۔ مدد کے لیے پکارنے لگا۔ ایسے وقت ہنس راج نے اپنا ریوالور سلاخوں کے اندر پھینک دیا تھا۔ دو بار فائرنگ کی آواز سن کر اسپتال کا انچارج اور وہاں کے مسلح سنتری دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔

ادھر چنڈال نے ٹونی جے کی مرضی کے مطابق اس ریوالور کو اٹھا کر دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا تھا۔ اور اس کے ذریعے اپنے بیٹے کا نشانہ لے رہا تھا۔ وہ گولی نہیں چلانا چاہتا تھا۔ لیکن مجبور تھا اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا ''نہیں..... نہیں میں اپنے بیٹے پر گولی نہیں چلاؤں گا۔''

ٹونی سے کہہ رہا تھا ''اس طرح اسے مارو جس طرح تم نے میرے ہونے والے بچے کو مارا تھا۔''

ادھر انچارج دوڑتا ہوا آرہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا ''ہریش چندر! تم ریوالور پھینک دو، پھینک دو گولی نہ چلاؤ۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی چنڈال نے ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی چلائی۔ وہ گولی اس کے اپنے سینے میں لگی، وہ فرش پر گر کر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہوگیا۔

ٹونی نے اس کے اندر کہا ''یہ ہے مکافاتِ عمل! اسی طرح میرے ہونے والے بچے کو مارا تھا۔ آج اپنے بچے کو مار دیا۔ پھر بھی حساب برابر نہیں ہوا ہے۔ ابھی کا حساب باقی ہے۔ آج دوپہر دو بجے تک تمہاری بیٹی آنے والی ہے۔''

چنڈال کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر سلاخوں سے فرش پر گر پڑا تھا۔ وہ دیدے پھاڑے اپنے بیٹے کی لاش کو دیکھ رہا تھا۔ انچارج اور سنتریوں نے فوراً ہی لپک کر اس ریوالور کو اٹھالیا۔ انچارج نے ایک سنتری سے کہا ''فوراً ڈاکٹر کو بلاؤ۔ مریض خطرناک حد تک جنونی ہوگیا ہے۔ اسے فوراً انجکشن لگایا جائے۔''

ان لمحات میں چنڈال کو چیخ چیخ کر تڑپ تڑپ کر مر جانا چاہئے تھا۔ سامنے بیٹے کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اور اسے ا کرنا چاہئے تھا لیکن اس پر جیسے سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سلاخوں کو تھام کر فرش پر بیٹھ گیا تھا۔

یہ سمجھ گیا تھا کہ اب رونے اور گڑگڑانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا پہلے تو صرف ایک دشمن ٹونی جے تھا۔ اب لا فرمان بھی آگیا ہے اور وہ اس کی بیٹی انیتا کو آج یہاں لا والا ہے۔ اس کی بیٹی کے ساتھ بھی یہی تماشا کیا جانے تھا۔ اور وہ مجبور ہو کر دیکھتا رہتا۔ لیکن اپنے دشمنوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ تمام کالا جادو تمام ٹیلی پیتھی اور تمام آتما شکتی کے اندر مر چکی تھی۔ اب اس کی موت باقی تھی، اور موت آرہی تھی۔

دشمن اسے مرنے نہیں دے رہے تھے۔ اور جینے بھی دے رہے تھے۔

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ اپنے استھان پر بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ہریش چندر کی تصویر تھی۔ وہ اس آنکھوں میں دیکھتا ہوا چنڈال کے اندر پہنچا تھا۔ اور اس خیالات پڑھتے ہی حیران رہ گیا تھا۔ فوراً سمجھ گیا تھا کہ چندر تو کب کا مرگیا ہے۔ اب اس کے اندر چنڈال جو آتما سمائی ہوئی ہے۔

تانترک مہاراج کے لیے یہ کیس نہایت ہی دلچسپ اس نے چنڈال کا نام سنا تھا۔ لیکن اس کی طرف زیادہ دی تھی۔ کیونکہ اسے اپنے سے کمتر سمجھتا تھا۔ سب سے

اور سب سے خطرناک جادوگر اور مہا گیانی کو تانترک کہتے ہیں۔ ایسے تانترک مہاراج ایسے کم تر جادوگروں کو منہ نہیں لگاتے۔ انہیں یقین ہوتا ہے کہ یہ چھوٹے' موٹے جادوگران کا کبھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اب چنڈال کے خیالات پڑھ کر پتا چل رہا تھا کہ وہ بڑے لمبے لمبے ہاتھ مارتا رہا ہے۔ اور یہاں سے امریکا تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے انڈیا کے چھ یوگا جاننے والے افسران کو بھی مار ڈالا تھا۔ بہت ہی خطرناک تماشے کرتا رہا تھا۔

اس کے خیالات پڑھنے کے دوران میں ہی ہنس راج اپنے باپ سے ملنے پاگل خانے آیا تھا۔ پھر تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے وہ سارا منظر دیکھا تھا کہ کس طرح ٹونی جے چنڈال کے اندر تھا۔ اور فرمان ہنس راج کے اندر سمایا ہوا تھا۔ اور وہ دونوں مل کر باپ بیٹے سے انتقام لے رہے تھے۔ آخر ٹونی جے نے باپ کے ہاتھوں سے بیٹے کو گولی مار دی تھی۔ انتقام کا ایک حصہ پورا ہو چکا تھا۔ اور وہ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ ابھی دوسرا انتقام باقی ہے۔ اس کی بیٹی انیتا دو بجے تک اس پاگل خانے میں آنے والی ہے۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ جگدیش چندر اس کے سامنے سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے بھائی کی جان بچانے کے لیے اسے پاگل خانے سے رہائی دلانے کے لیے اس کے پاس آیا ہوا تھا۔ اور اس کی رہائی کی خاطر ایک لاکھ روپے دکھشنا کے طور پر دینے کو تیار تھا۔

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کے لیے لاکھوں روپے کچھ بھی نہیں تھے۔ چنڈال جو گیا اس کے لیے اہم ہوگیا تھا۔ اس نے اب تک جتنی شیطانی حرکتیں کی تھیں۔ ان سے یہ ثابت ہوگیا تھا کہ وہ چنڈال اس کے لیے بہت کام کا آدمی ہے اور وہ اس کا غلام بن کر اس کے بہت کام آسکتا تھا۔

جگدیش نے ہاتھ جوڑ کر کہا ''مہاراج! کرپا کریں کسی طرح میرے بھائی کو اس پاگل خانے سے باہر نکال لیں۔ میں اس کا علاج کرانا چاہتا ہوں۔ اس سے دشمنی کی جارہی ہے۔''

مہاراج نے اسے ایک اٹھا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر کہا ''تمہارا بھائی ہریش چندر ایک ہفتے پہلے مر چکا ہے۔''

اس نے چونک کر مہاراج کو دیکھا پھر پوچھا ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاراج! وہ زندہ ہے۔ میں پاگل خانے میں اس سے مل کر آیا ہوں۔''

''تم جس سے مل کر آئے ہو۔ وہ جسمانی طور پر ہریش چندر ہے اس کا چہرہ بھی وہی ہے جسم بھی وہی ہے۔ لیکن آتما وہ

(باقی ہے 47

ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات
(باتصویر)

مصنف: اسلام حسین

ٹیلی پیتھی کے موضوع پر جدید ترین اور مکمل کتاب
دلچسپ طریقے، بیش مشقیں، سوال و جواب

کتاب کے چند عنوانات

- ٹیلی پیتھی ایک علم، ایک سائنس
- ٹیلی پیتھی کا ماضی اور حال
- ہفتے کے ساتوں دن کرنے والی مختلف مشقیں
- ٹیلی پیتھی میں یوگا کا استعمال
- غیر معمولی حس ادراک اور روحانی قوتیں
- مستقبل کی پیش گوئی

قیمت:-/45 روپے | ڈاک خرچ:-/23 روپے

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطہ کیلئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ گرنگی روڈ کراچی

نہیں ہے۔ ایک ہفتہ پہلے کیا اس کی موت واقع نہیں ہوئی تھی؟''

اس نے ہاں..... کے انداز میں سر ہلا کر کہا ''ہاں..... بھیا بیمار تھے۔ ان کا علاج ہوتا رہا تھا۔ پھر بھی موت آگئی تھی۔ ڈاکٹر نے انہیں چیک کیا تھا۔ پھر یہ تصدیق کی تھی کہ وہ مر چکے ہیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہی انہوں نے آنکھیں کھول دیں اور باتیں کرنے لگے تھے۔ ڈاکٹر کی رپورٹ غلط ثابت ہوئی تھی۔ وہ مرے نہیں تھے زندہ تھے۔''

''ڈاکٹر کی رپورٹ درست تھی۔ وہ مر چکے تھے ان کے مرتے ہی ان کے اندر ایک دوسری آتما آ کر سما گئی تھی۔''

وہ بے یقینی سے مہاراج کا منہ تکنے لگا ''جگدیش! تمہیں یقین نہیں آرہا ہے؟ ذرا سوچو، غور کرو، جب سے ہریش کو وہ نئی زندگی ملی ہے تب سے وہ کس طرح شیطانی حرکتیں کر رہا ہے۔ کیا اس نے اپنی ہونے والی بہو پر بری نظر نہیں ڈالی تھی؟''

جگدیش نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ مہاراج نے پوچھا ''کیا اس نے اپنی دھرم پتنی کو ہلاک نہیں کیا تھا؟''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ مہاراج نے کہا۔ ''اگر اس کا چھوٹا بیٹا رمیش اسے زخمی نہ کرتا' قابو میں نہ کرتا تو وہ شیطان تم سب کے قابو سے باہر ہو جا کر رمیش اور مہیش کو بھی مار ڈالتا۔''

جگدیش رونے لگا کہنے لگا ''مہاراج! ایسی بات نہ کریں۔ میرا بھائی شیطان نہیں بن سکتا۔ آپ تانترک مہاراج ہیں۔ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ میرے بھیا کو زندہ رہنے دیں۔ اس پاگل خانے سے نکال دیں آپ اس کے بدلے جو چاہیں گے میں وہ دوں گا۔''

''مجھے دھن دولت کا لالچ نہیں ہے۔ مگر میں بھائی کے لیے تمہاری محبت کو سمجھ رہا ہوں' میں کوشش کروں گا کہ دشمن تمہارے بھائی کو ہلاک نہ کرے۔ اور وہ پاگل خانے سے نکل آئے۔''

جگدیش نے اس کے قدموں پر سر رکھ کر کہا ''میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ ہمیشہ آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔ بھیا سے بھی کہوں گا وہ بھی آپ کے غلام بن کر رہیں۔''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولا ''میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ شیطان چنڈال جوگیا میرا غلام بن کر رہے۔ اور تمہارا بھائی بھی تمہیں مل جائے اس کے لیے میں جو کہوں وہ تمہیں کرنا ہوگا۔''

''آپ میری جان بھی لینا چاہیں گے تو میں دوں گا۔ میں بھیا کے لیے آگ اور خون کے دریا سے بھی گزر سکتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے تو پھر اب جو میں کہوں گا وہ تم کرو گے۔ اور یہ بھید کسی کو نہیں بتاؤ گے کہ ایک شیطان تمہارے بھیا کے شریر (جسم) میں گھسا ہوا ہے۔''

وہ پھر اس کے قدموں میں سر رکھ کر بولا ''میں داس ہوں۔ غلام ہوں وہی کروں گا جو آپ کہتے رہیں گے۔''

اس نے کہا ''سر اٹھاؤ۔ اور یہاں سے جاؤ جب ضروری سمجھوں گا تو تمہیں بلاؤں گا اب مجھے اپنا کام کرنے دو۔ کوئی بات نہ کرو چلے جاؤ یہاں سے.....''

وہ سر جھکا کر اس کمرے سے چلا گیا، مہاراج نے آنکھیں بند کر لیں۔ چنڈال کو تصور میں دیکھنے لگا۔ اس کے اندر پہنچ کر زیر لب کچھ پڑھنے لگا۔

☆☆☆

انوشے اسرائیل کے شہر تل ابیب میں پیدا ہوئی تھی۔ اسے الپا نے جنم دیا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب الپا مسلمانوں کی بدترین دشمن تھی۔ اور خود ایسے بدترین حالات سے گزر رہی تھی کہ زچگی کے وقت کتنے ہی دشمن اس کے دماغ میں آکر ٹریپ کرنا چاہتے تھے۔

ایسے وقت کوئی اسے بچانے والا نہیں تھا کیونکہ زچگی کے دوران عورت ایسی ناقابل برداشت تکالیف سے گزرتی ہے کہ اس کا ذہن اپنے قابو میں نہیں رہتا۔ ذہنی طور پر بہت کمزور ہو جاتی ہے اس وقت وہ کسی بھی دشمن کو اپنے دماغ میں گھسنے سے نہیں روک سکتی تھی۔ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے گھات لگائے تھے۔ جو اس تاک میں تھے کہ زچگی کے دوران اس کے دماغ میں آئیں گے اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیں گے۔ برسوں سے اسرائیل پر حکمرانی کرتی آرہی تھی۔ اب دشمن اس کے دماغ پر قبضہ جما لیتا۔ اور اسے اپنی معمولہ تابعدار بنانے میں کامیاب ہو جاتا تو اس کے ذریعے اسرائیل پر حکومت کر سکتا تھا۔

وہ بہت پریشان تھی بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ لڑ سے جھگڑ اکر چکی تھی۔ وہ اس کے اندر جھانکنے بھی نہیں دیتی تھی اس لیے اس سے کسی مدد کی توقع نہیں تھی۔ جب بھی وقت آتا تو وہ اپنے خدا سے پہلے جناب تبریزی سے مدد مانگتی تھی اس سے پہلے بھی وہ اس کے برے وقتوں میں کام آئے تھے۔

اس نے جناب تبریزی کو مخاطب کیا۔ ان سے کہا اسے مصیبت سے بچا لیا جائے۔ وہ کسی دشمن کے زیر زندگی گزارنا نہیں چاہتی۔ پارس کو سمجھائیں کہ وہ اسے کردے، اور اس کی مدد کرے۔

اگر وہ مدد کے لیے نہ پکارتی تب بھی وہ اس کے کام آنے والے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ پارس کی جنم لینے والی بیٹی یہودیوں کے درمیان رہے۔ اور اس کی ماں دشمنوں کے چنگل میں رہ کر ان کی مرضی کے مطابق اپنی بیٹی کی پرورش کرے۔

آمنہ (رسونتی) نے بھی جناب تبریزی سے التجا کی تھی کہ میرا بیٹا ایک بیٹی کا باپ بننے والا ہے۔ وہ میری پوتی ہوگی۔ اسے دشمنوں میں نہیں رہنا چاہئے۔ خدا کے لیے آپ اسے کسی طرح میرے پاس یہاں پہنچا دیں۔

جناب تبریزی نے روحانی عمل کے ذریعے الپا کے اطراف ایسا حصار باندھا تھا کہ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا۔ وہ زچگی کے مرحلے سے گزر گئی۔ اس نے ایک بیٹی کو جنم دیا۔ اس کا دماغ کمزور رہا۔ وہ نہ خیال خوانی کر سکتی تھی نہ کسی کو دماغ میں آنے سے روک سکتی تھی۔ لیکن کوئی اس کے اندر نہیں آرہا تھا۔ سب ہی دشمنوں کے راستے روک دیئے گئے تھے۔

جب الپا ہوش میں آئی اور رفتہ رفتہ جسمانی اور دماغی توانائی حاصل کرنے لگی تب اس نے پوچھا ''میری بیٹی کہاں ہے؟''

جناب تبریزی نے کہا ''اپنی بیٹی کو بھول جاؤ۔ وہ ہماری امانت کے طور پر تمہارے جسم میں پرورش پا رہی تھی۔ ہم نے وہ امانت واپس لے لی تمہاری جان بچ گئی۔ دشمنوں نے تمہیں زیر نہیں کیا۔ تم پہلے کی طرح سرخرو ہو اور اسرائیل پر حکومت کرتی رہو گی، کیا یہ تمہارے لیے کافی نہیں ہے؟''

الپا نے سر جھکا لیا تھا۔ وہ یہی چاہتی تھی کہ کبھی دشمن کے زیر اثر نہ آئے۔ اور جناب تبریزی نے اسے کمزور اور کسی کا تابعدار بننے سے بچا لیا تھا۔ یہی اس کے لیے بہت بڑی بات تھی۔ اس نے وقتی طور پر اپنی بیٹی کو بھلا دیا۔ یہ سمجھ لیا کہ بیٹی کی قربانی دے کر وہ ایک نئی زندگی حاصل کر چکی ہے۔

اس بچی کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا گیا۔ آمنہ نے لپک کر اسے اپنی آغوش میں لیا۔ اپنی دھڑکنوں سے لگایا۔ اسے خوب چوما پھر جناب تبریزی سے کہا۔ آپ اجازت دیں کہ میں اپنی آغوش میں اس کی پرورش کروں۔''

انہوں نے فرمایا ''یہ اسی ادارے میں رہے گی۔ اور تعلیم و تربیت حاصل کرے گی۔ تم روحانیت کے ابتدائی مراحل سے گزر رہی ہو۔ میں نے تمہیں سمجھایا ہے کہ تمہیں اس دنیا کے تمام جذباتی معاملات سے پرہیز کرنا چاہئے۔ صرف اللہ

جاسوسی ڈائجسٹ کا نہلکہ خیز سلسلہ
9 حصے کتابی شکل میں دستیاب ہیں
آتش فشاں
خلائی جنگ کی سنسنی خیز داستان لیے ہوئے ایک
سرمایہ دار کی گرفتاری سے سرکوشت
راوی: دجدان علی
تحریر: حسام بٹ
10 واں حصہ شائع ہو چکا ہے
انسانیت کے دشمنوں کی داستان عبرت جو اپنے
موت کے سوداگر
13 واں اور 14 واں حصہ شائع ہو گیا ہے
مصنف: اقلیم علیم
قیمت فی حصہ -/60 روپے ڈاک خرچ فی حصہ 23/ روپے
ایک نوجوان کی اغوا کنندہ سرگزشت جو آزاد ہوتے ہوئے بھی قیدی تھا
جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ
8 حصے مکمل
قیمت فی حصہ: 60 روپے
ڈاک خرچ فی حصہ: 23 روپے
گمراہ
مصنف: جبار توقیر
کتاب کے ہر حصے میں خوبصورت رنگین تصاویر
کتابیات پبلی کیشنز
فون: 021-5804300
کراچی 74200
kitabiat1970@yahoo.com
C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے (اختر کالونی بس سٹاپ کے سامنے)

تعالیٰ کی طرف دھیان رکھنا چاہئے۔ اور اس کی عبادت کرتے رہنا چاہئے۔ جب یہ بولنے لگے گی۔ پڑھنے لکھنے لگے تو پھر تمہارے پاس اسے تعلیم کے لیے بھیج دیا جائے گا۔ تم اسے دینی تعلیم دو گی۔ باقی تعلیم اس ادارے کی درس گاہوں سے حاصل کرتی رہے گی۔''

جناب تبریزی کی مرضی کے مطابق وہاں اس بچی کی تعلیم و تربیت ہونے لگی۔ اس کا نام انوشے رکھا گیا۔ جب وہ کچھ پڑھنے لکھنے لگی۔ تو اسے آمنہ کے پاس جانے کی بھی اجازت دی گئی۔ وہ اس کے پاس چند گھنٹے گزارا کرتی تھی۔ وہ اپنی پوتی کو بھرپور پیار دیتی تھی۔ اور بڑی توجہ سے تعلیم بھی دیتی رہتی تھی۔

انوشے اپنے باپ پارس کی طرح تیز و طرار تھی۔ اور اپنی ماں الپا کی طرح ذہین اور چالاک تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں اتنے سلیقے سے تعلیم دی جاتی تھی کہ بچوں کی ڈھکی چھپی ذہانت واضح ہونے لگتی تھی اور وہ بھرپور ذہانت اور حاضر دماغی سے تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہتے تھے۔

انوشے بھی یہی کرتی رہی۔ وہ ایسی غیر معمولی ذہانت کی حامل تھی کہ جولڑکیاں بارہ پندرہ برس کی عمر میں تعلیم و تربیت حاصل کرتی ہیں وہ اس نے سات برس کی عمر میں حاصل کی تھی۔

وہ اپنی دادی آمنہ سے متاثر تھی۔ اس لحاظ سے اس پر روحانیت کا زیادہ اثر تھا۔ اس نے پانچ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ اسے طوطے کی طرح رٹا نہیں تھا بلکہ اپنی مقدس کتاب کی ایک ایک آیت کو ایک ایک لفظ کو پورے معنی و مفہوم کے ساتھ پڑھا اور سمجھا تھا۔

ہماری دنیا میں کتنے ہی غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے بچے جنم لیتے رہتے ہیں، ان میں ایک انوشے بھی تھی۔ اس کی ذہانت اور حاضر دماغی کا چرچا پورے ادارے میں ہوتا رہتا تھا۔

اس کی اس ذہانت کے پیش نظر جناب تبریزی نے فیصلہ کیا تھا کہ مزید دو برس بعد یعنی جب وہ آٹھ برس کی ہو گی تو اسے ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جائے گا۔ وہ صرف ذہین نہیں تھی۔ مستقل مزاج بھی تھی اور بڑے ہی صبر آزما لمحات سے گزرنا جانتی تھی۔

تربیت کے دوران میں اسے مشکل حالات سے گزرنے کے سلسلے میں آزمایا گیا۔ کتنی ہی دماغی اور جسمانی اذیتوں سے دوچار کیا گیا تھا۔ لیکن وہ بڑی قوت ارادی کے ساتھ ہر مشکل کو جھیلتی رہی تھی۔ اس کی پراگرس رپورٹ دیکھنے کے بعد ہی جناب تبریزی نے فیصلہ کیا تھا کہ اب اسے ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جاسکتا ہے۔ یہ اس علم کے دشوار گزار مراحل سے گزر سکے گی۔

جب وہ چھ برس کی ہو گئی۔ اور ساتویں برس میں داخل ہوئی تو یہ دور الپا کی زندگی میں انقلاب لے آیا تھا۔ وہ ذہنی طور پر تبدیل ہو رہی تھی۔ اسرائیلی اکابرین سے بدظن ہو کر اس نے اپنی قوم اور ملک کو چھوڑ دیا تھا۔ اور روپوشی کی زندگی گزارنے لگی تھی۔

ایسے ہی وقت کبریا اور اعلیٰ بی بی وغیرہ نے اس سے دوبارہ دوستی کی تھی۔ تعلقات بڑھائے تھے۔ پھر اس کا دل جیت لیا تھا۔ اور وہ سچے دل سے میری اور سونیا کی بیٹی بن گئی تھی۔ جناب تبریزی جیسے بزرگ دلوں کے بھید جانتے ہیں۔ وہ بھی پورے یقین کے ساتھ کہتے تھے کہ الپا اب تبدیل ہو چکی ہے۔ اب وہ کبھی گمراہی کے راستے پر نہیں جائے گی اور نہ ہی ہمارے اعتماد کو دھوکا دے گی۔

جب اس کا ذہن اور مزاج تبدیل ہو چکا تو اس نے ایک دن جناب تبریزی سے کہا ''اگر آپ لوگوں نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ اور مجھ پر اعتماد کرتے ہیں تو میری بیٹی سے مجھے بات کرنے دیں۔ اسے بتائیں کہ میں اس کی ماں ہوں۔ اور میں اس کے لیے بہت بے چین رہتی ہوں۔''

جناب تبریزی نے کہا ''تم ماں ہو اس سے ملنے کا اور اس سے بات کرنے کا حق رکھتی ہو۔ پھر تمہاری ملاقات ابھی ممکن نہیں ہے۔ اسے سات برس کی ہو جانے دو۔ پھر تمہاری ملاقات ہو سکے گی۔ فی الحال اس کے دماغ میں پہنچ کر اس سے گفتگو کر سکتی ہو۔''

اس طرح پہلی بار الپا نے بیٹی کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ وہ ماں کا ہی انتظار کر رہی تھی۔ خوش ہو کر بولی ''ممی! میں آپ کو خوش آمدید کہتی ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولی ''میری بچی! میں تم سے اتنے عرصے تک دور رہی ہوں۔ مجھے شرمندگی ہے کہ میں نے تمہاری طرف دھیان نہیں دیا۔ ایک ماں ہونے کا فرض ادا نہیں کیا۔''

''ممی! پلیز آپ شرمندہ نہ ہوں۔ مجھے آپ کے حالات کا علم ہے۔ مجھے میری گرینڈ ماما (آمنہ) نے سب کچھ بتا دیا ہے میرا دل آپ کی طرف سے صاف ہے۔ آئی لو یو۔ ممی! جب میں سات برس کی ہو جاؤں گی تو آپ سے ملنے کے لیے ضرور آؤں گی۔''

اب وہ سات برس کی ہو چکی تھی۔ پارس بابا صاحب کے ادارے میں آگیا تھا۔ اس نے پہلے جناب تبریزی کے حجرے

میں پہنچ کر حاضری دی۔ ان سے کہا ''میں آپ کی ہدایت کے مطابق حاضر ہو گیا ہوں۔ سفر کے دوران مجھے پتا چلا کہ آواز دن نے اپنے ایک آلہ کار کو میرے پیچھے لگا رکھا ہے۔ وہ پیرس تک میرے ساتھ آیا تھا۔ پھر کہیں چلا گیا۔''

جناب تبریزی نے کہا ''وہ ایک بوڑھا ماہر نجومی تھا اس نے تمہاری بیٹی انوشے اور آواز دن کے زائچے بنائے ہیں۔ آواز دن کو یہ بتایا ہے کہ انوشے اسے ضرور ملے گی۔ لیکن بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ اگر وہ دشوار گزار مراحل سے گزرنے کے دوران میں کامیاب رہے گا، تو پھر انوشے کو پا سکے گا۔''

پارس نے پوچھا ''جناب! آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیا ہم انوشے کی حفاظت نہیں کر سکیں گے؟''

''ضرور کر سکو گے۔ تمہارے اور آواز دن کے درمیان زبردست رسا کشی رہے گی۔ یہ تو آنے والے حالات ہی بتائیں گے کہ اس میں کس کی جیت اور کس کی ہار ہو گی۔''

''آپ انوشے کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟ کیا وہ کسی یہودی کی طرف مائل ہو سکے گی؟''

''تمہاری بیٹی غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہے۔ ایک عجوبہ ہے۔ باہر سے کچھ اندر سے کچھ ہے۔ اس کا بولتا ہوا مزاج اور بدلتے ہوئے ارادے کبھی کسی کے سمجھ میں نہیں آئیں گے کہ وہ چاہتی کیا ہے؟ اور کرتی کیا ہے؟ اور جب کچھ کر گزرے گی تو وہ سب ہی کی توقع کے خلاف ہو گا۔''

پارس نے کہا ''یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ آواز دن اور اس کی ماں کو ہماری بیٹی کی اشد ضرورت ہے۔ اس لیے وہ کبھی اسے جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔''

انہوں نے جواب دیا ''ہاں..... انوشے اور عدنان کے حالات تقریباً ایک جیسے ہی رہا کریں گے۔ آواز دن اور اس کی فیملی والے عدنان کو بھی زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی ان کے لیے بہت ضروری ہے۔ لیکن اس کے برعکس ولاڈی میر عدنان کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔ اسی طرح آواز دن اور اس کی فیملی والے انوشے کو بھی زندہ و سلامت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی ان کے لیے بہت ضروری ہے لیکن اس کے برعکس اسرائیلی اکابرین انوشے کے جانی دشمن بنے رہیں گے۔ ایک ماہر نجومی یہودی نے تمہارا الپا کا اور انوشے کا زائچہ بنانے کے بعد یہ پیش گوئی کی ہے کہ انوشے اسرائیلی حکام کے لیے زوال کا باعث بنے گی۔ اگر الپا کو دوبارہ اسرائیل لانے کی سازشیں کی جا رہی ہیں تو یہ خاص خیال رکھا جائے کہ اس کے ساتھ اس کی بیٹی انوشے نہ آئے۔ وہ آئے گی تو اس کا باپ بھی آئے گا۔ یعنی الپا کے پیچھے تم بھی رہو گے۔ انوشے بھی رہے گی اور وہ لوگ تم دونوں کو بدترین دشمن سمجھتے ہیں۔''

''جناب عالی! میں سمجھ گیا' ابھی میری بیٹی اس ادارے سے باہر نہیں نکلی ہے لیکن اس کے خلاف سازشیں شروع ہو چکی ہیں اسرائیلی حکمران چاہیں گے کہ اسے ہلاک کیا جائے۔ یہ نہیں رہے گی تو میں بھی اسرائیل کا رخ نہیں کروں گا۔ کیونکہ الپا سے میرا اب کوئی رشتہ نہیں رہا ہے۔''

وہ تھوڑی دیر تک جناب تبریزی سے اس موضوع پر گفتگو کرتا رہا۔ گفتگو اس نتیجے پر پہنچی کہ انوشے کے لیے ادارے سے باہر جان کا خطرہ ہے ایک طرف اس کے دشمن ایسے ہیں جو اس کی سلامتی چاہتے ہیں۔ اور دوسری طرف اس کی ہلاکت چاہنے والے اسرائیلی یہودی ہیں۔ اس کی سلامتی چاہنے والے بھی نیک نیت نہیں ہیں۔ اسے اپنے خاص مقاصد کے لیے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ طے تھا کہ ادارے سے باہر نکل کر دونوں طرح کے دشمنوں سے نمٹنا ہوگا۔

پارس جناب تبریزی سے رخصت ہو کر اپنی والدہ آمنہ کے پاس پہنچا۔ اسے سلام کر کے اس کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ آمنہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا ''بیٹے! بڑے دنوں بعد آئے ہو؟ جناب تبریزی نے بتایا تھا کہ تم اپنی بیٹی کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہو؟''

''جی ہاں..... اس کی ماں اس سے ملنے کے لیے بے تاب ہے وہ صرف دس پندرہ دن کے لیے جائے گی پھر واپس آجائے گی۔''

''تمہیں یہ تو معلوم ہو چکا ہوگا کہ میری پوتی انوشے یہاں سے باہر جاتے ہی جانے انجانے دشمنوں کے لیے ٹیلنج بن جائے گی؟''

''جی ہاں..... ہم دشمنوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ اور ابھی سے بہت محتاط ہیں۔''

ایسے وقت انوشے کمرے میں آئی۔ پارس اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ دوڑتی ہوئی آکر اس سے لپٹ گئی ''ہائے پاپا! آپ کب آئے؟''

وہ اسے چوم کر بولا ''بہت دیر ہو گئی میں جناب تبریزی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ان سے گفتگو کرتا رہا۔ اب یہاں آیا ہوں' تم کیسی ہو؟''

وہ اچھل کر پیچھے گئی۔ وہ دونوں بازو پھیلا کر چاروں طرف گھومتے ہوئے بولی ''آپ دیکھیں میں کیسی ہوں؟''

اس نے یکبارگی بلندی کی طرف اچھل کر الٹی قلابازی

کھائی۔ پھر فرش پر آ کر کھڑی ہوئی پھر بولی ''میں بالکل آپ کی طرح اور اپنی گرینڈ ماما (سونیا) کی طرح ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولا ''تمہاری عمر کا حساب کیا جائے تو تم ہم سے بھی آگے نکل چکی ہو۔''

پھر وہ آگے بڑھ کر آمنہ سے گلے لگ گئی۔ اسے چوم کر بولی ''صرف اتنا ہی نہیں میں اپنی گرینڈ ماما کی طرح دن رات عبادت کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کرتی ہوں۔ اس کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے اتنی سی عمر میں اس قابل بنایا ہے میری گرینڈ ماما کہتی ہیں کہ میں بارہ پندرہ برس کی عمر میں روحانیت کے کتنے ہی مراحل سے گزر جاؤں گے۔''

آمنہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا ''ہاں بیٹی.....! اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم دین و دنیا میں بہت ہی نمایاں مقام حاصل کرو گی۔''

اس نے پارس سے پوچھا ''پاپا! ہم یہاں سے کب جائیں گے؟''

''جناب تمیرزی نے کہا ہے کہ ہم سفر کے لیے بالکل تیار رہیں آج رات یا کل صبح کسی وقت بھی ان کی طرف سے روانگی کی ہدایت ملے گی۔''

الپا اپنی بیٹی کے معاملے میں بہت محتاط تھی۔ دشمنوں کے معاملے میں مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کرتی جا رہی تھی۔ پارس نے اس کی ممتا کی بے چینی کو سمجھتے ہوئے کہا تھا کہ اتنی ہی بے چین ہو تو پیرس میں چلی آؤ۔ میں انوشے کو لے کر سیدھا وہیں جھیل والے کاٹیج میں آؤں گا۔

اب الپا کو انتظار تھا کہ پارس ادارے میں جائے گا۔ جناب تمیرزی اور آمنہ وغیرہ سے ملاقات کرے گا تب اسے معلوم ہوگا کہ وہ انوشے کو لے کر کب وہاں سے نکلنے والا ہے؟ اس نے ایک طویل عرصے تک اسرائیلی اکابرین کے دماغوں پر حکمرانی کی تھی۔ وہ ان کے مزاج اور دوغلی سیاست کو بہت اچھی طرح سمجھتی تھی۔ وہ خود ان کی ایسی دوغلی سیاست میں ملوث رہی تھی۔ اب اسے یہ بات سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہو رہی تھی کہ وہ اس کی بیٹی انوشے کے سلسلے میں کسی طرح سازش کریں گے۔

وہ یہ بات اچھی طرح جانتی تھی کہ اسرائیلی اکابرین اس پر جتنا بھروسا کرتے ہیں۔ اتنا انوشے پر بھروسا نہیں کریں گے۔ اسے ایک مسلمان کی بیٹی سمجھتے رہیں گے۔ ان کی موجودہ سازش صرف یہی ہوگی کہ الپا وہاں آئے مگر اس کی بیٹی نہ آئے۔ بیٹی کے پیچھے اس کا باپ بھی آئے گا۔

الپا اسرائیلی اکابرین سے بے زار تھی۔ وہاں کسی بھی قیمت پر جانا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن یہ سمجھ رہی تھی کہ اسے وہاں بلانے کے سلسلے میں سازشیں کی جا رہی ہیں۔ اور ان سازشوں میں آوازون اور اس کی ماں ارنا کوف وغیرہ بھی شامل ہیں۔

الپا خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے اکابرین کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ سب کے دماغوں میں باری باری جا رہی تھی۔ اسرائیلی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ وہاں تین یوگا جاننے والے ماہر سیاست دان ہیں۔ وہ تینوں آوازون اور ارنا کوف کو بھی اپنے دماغوں میں آنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ وہ اپنے طور پر منصوبے بناتے ہیں۔ اور بڑی رازداری سے ان منصوبوں پر عمل کرتے ہیں۔

آوازون اس بات پر ناراض تھا کہ جب اس کی ماں اور وہ اس کی بہن تاشا خیال خوانی کے ذریعے ان سے تعاون کر رہے ہیں۔ تو پھر ان سے ان تین یوگا جاننے والے سیاستدانوں کو کیوں چھپایا جا رہا ہے؟

تمام اکابرین نے اور آرمی کے افسران نے قسمیں کھا کر کہا کہ وہ ان تینوں کے بارے میں نہیں جانتے ہیں۔ وہ روپوش رہ کر زندگی گزار رہے ہیں۔ صرف موبائل فون کے ذریعے رابطہ کرتے ہیں۔ ہدایت دیتے ہیں کہ انہیں ان کے فلاں منصوبے پر عمل کرنا چاہئے۔ اگر نہ کیا گیا تو پھر وہ جوابی کاروائی ایسی کرتے ہیں۔ جن سے ان کے ملک کی سیاست کو اچھا خاصا نقصان پہنچتا ہے۔

ان تینوں کے منصوبے پر عمل کرنے سے ان کے ملک و قوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لیے وہ ان کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔

جناب تمیرزی اور آمنہ فرہاد کو روحانی علوم کے ذریعے جو کچھ معلوم ہوتا تھا۔ وہ اس کا ذکر ہم میں سے کسی سے نہیں کرتے تھے۔ لیکن اس بار جناب تمیرزی نے پارس کو اور الپا کو یہ بتا دیا تھا کہ وہاں اسرائیلی اکابرین انوشے کے خلاف کس طرح سازش کر رہے ہیں۔ وہ انوشے کو ہر حال میں ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

چونکہ یہ بات آوازون کے مزاج کے خلاف ہے۔ وہ انوشے کو آئندہ اپنی شریک حیات بنانا چاہتا ہے اسے زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے اس سے انوشے کو ہلاک کرنے والی پلاننگ چھپائی جا رہی ہے۔

وہاں اکابرین دوہری چالیں چل رہے تھے۔ ایک طرف آوازون اور ارنا کوف کو اپنا دوست بنا رہے تھے اور

دوسری طرف انوشے کے خلاف سازش کر کے انہیں دھوکا بھی دے رہے تھے۔

الپا نے وہاں کے ایک اعلیٰ حاکم سے کہا ''میں الپا بول رہی ہوں۔ تم سب سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ آدھے گھنٹے کا وقت دے رہی ہوں۔ سب ایک جگہ جمع ہو جائیں' پھر مجھ سے باتیں کریں۔''

آدھے گھنٹے کے اندر تمام اسرائیلی اکابرین اور آرمی کے اعلیٰ افسران ایک کانفرنس ہال میں جمع ہو گئے۔ الپا نے وہاں ایک لیڈی سیکرٹری کو اپنی آلہ کار بنا کر اس کے ذریعے پوچھا ''تم سب مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''ہم سب اپنی گمشدہ الپا کو واپس لانا چاہتے ہیں۔ ہم ایک بار نہیں بار بار اپنی غلطیوں کا اعتراف کر رہے ہیں۔ اور ان غلطیوں کے بدلے تم سے سزا بھی پانا چاہتے ہیں۔ لیکن تم واپس آ جاؤ' جب تک تم رہیں ہمارا سر بلند رہا۔ ہم سینہ تان کر ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے منہ زوری کرتے تھے۔ کسی سے بھی خوف نہیں کھاتے تھے۔ آج ان سب کے دباؤ میں رہنا پڑتا ہے۔ تم اپنے ملک و قوم کو اس طرح ذلیل نہ ہونے دو۔''

الپا نے کہا ''تم سب ذلت کی راہ پر خود ہی چل پڑے ہو۔ اور اب یہ دکھڑا مجھے نہ سناؤ۔ کیا میں نہیں جانتی کہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والے آوازون، ارنا کوف اور تاشا سے دوستی کر چکے ہو؟ ان سے بڑے بڑے معاہدے ہو چکے ہیں اور وہ تمہارے بڑے بڑے مسائل حل کر رہے ہیں؟''

''بے شک..... ہمیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے امداد حاصل ہو رہی ہے لیکن یہ بیرونی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی امداد ہے۔ تم تو ہماری اپنی ہو، جب تم ہمارے پاس رہو گی تو ہمیں کسی دوسرے کی مدد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''

دونا گواری سے بولی ''مجھ سے دوہری باتیں کرو گے اور دوہری چالیں چلو گے تو بہت پچھتاؤ گے۔ تم سب سے اقتدار کی کرسیاں چھن جائیں گی۔''

ایک حاکم نے کہا ''ہم جانتے ہیں تم ایسا کر سکتی ہو۔ ہم سے اقتدار چھین کر اپنی مرضی کے لوگوں کو دے سکتی ہو۔''

''اسی لیے تم نے آوازون وغیرہ سے دوستی کی ہے تاکہ میں ایسا کروں تو وہ تمہارے لیے ڈھال بن جائے؟ مجھے تمہارے خلاف کوئی کاروائی کرنے سے باز رکھے؟''

''تم ہمیں غلط نہ سمجھو ہمارے پاس چلی آؤ' پھر ہم آوازون وغیرہ سے دوستی نہیں کریں گے؟''

''میرے اسرائیل آنے کی دو شرطیں ہیں۔ کیا پوری کرو گے؟''

''ہاں..... ہم ضرور پوری کریں گے بولو کیا چاہتی ہو؟''

''پہلی شرط یہ کہ آوازون، ارنا کوف اور تاشا سے تعلقات بالکل ختم کر دو۔ ان سے خیال خوانی کے ذریعے بھی رابطہ نہ رہے۔''

''جب تم یہاں آ جاؤ گی تو ہم ان سے ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم کر دیں گے۔''

''نہیں..... میرے آنے سے پہلے اس سے دوستی ختم کی جائے وہ میرے دشمن ہیں اور میں وہاں آ کر دشمنوں کو برداشت نہیں کروں گی۔ میری دوسری شرط اس سے بھی زیادہ کڑی ہے۔''

وہ سب اس آلہ کار سیکرٹری کو دیکھنے لگے جیسے الپا کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے ہوں۔ الپا نے کہا ''وہ یوگا کے ماہر تین سیاست دان کون ہیں؟ کہاں روپوش ہیں؟ میں ان کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔ ان سے کہا جائے کہ وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے دیں۔''

ایک حاکم نے کہا ''یہ ممکن نہیں ہے۔ وہ تینوں بہت ضدی ہیں۔ اپنے دماغوں میں کسی کو آنے نہیں دیں گے۔''

''جب میں پہلے کی طرح اسرائیل کی تنہا ٹیلی پیتھی جاننے والی کہلاؤں گی۔ اور وہاں میری مرضی چلے گی تو میری مرضی کے مطابق ان تینوں کو مجھ سے رابطہ کرنا ہوگا۔ اگر وہ سب مجھ سے چھپ کر رہیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم سب مجھ پر بھروسا نہیں کر رہے ہو۔ ان تین یوگا کے ماہر سیاست دانوں کو میرے خلاف جاسوس بنا کر کر میری نگرانی کر رہے ہو۔''

''ہم یقین دلاتے ہیں کہ وہ تین یوگا کے ماہر سیاست دان تمہارے خلاف کبھی کوئی سازش نہیں کریں گے۔''

''یقین دلانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ان کے دماغوں میں جا کر خود ہی یقین کر سکتی ہوں۔ تم میں سے کسی کی بات پر یقین نہیں کروں گی۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا ''آوازون، ارنا کوف اور تاشا تینوں یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اور ہمارے بہترین دوست ہیں۔ تم ان دوستوں سے ہمیں جدا کرنا چاہتی ہو؟ تم مسلمانوں کی دوستی سے باز نہیں آؤ گی۔ اس پر ہم سے کہتی ہو کہ ہم تم پر بھروسا کریں۔ تو کیسے کریں۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ''یہ ناممکن ہے کہ وہ تین یوگا کے ماہر سیاست دان خود کو منظر عام پر لے آئیں یا اپنا دماغ تمہارے حوالے کر دیں۔ ان تینوں کے سلسلے میں آوازون بھی

ہم پر ناراض ہے لیکن ہم نے اسے اپنی مجبوریاں سمجھا دی ہیں۔ تمہیں بھی ہماری مجبوریوں کو سمجھ لینا چاہئے۔''

''ان مجبوریوں کے پیچھے تمہاری مکاریاں چھپی ہوئی ہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ الپا جیسی خیال خوانی کرنے والی اب تمہیں کوئی نہیں ملے گی میں وہ ہوں جو پاتال میں بھی پہنچ کر اپنے دشمنوں کی گردنیں دبوچ لیتی ہوں۔ اور انہیں وہاں سے نکال لاتی ہوں۔ تمہاری معلومات کے لیے کہہ دینا چاہتی ہوں کہ تمہارے وہ تین یوگا کے ماہر سیاست دان میری نظروں میں آچکے ہیں۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ''یہ ممکن نہیں ہے۔ تم بھلا ان کے دماغوں تک کیسے پہنچ سکتی ہو؟''

''دنیا میں کوئی بات نہ ممکن نہیں ہے۔ اتفاقاً کچھ بھی ہوسکتا ہے ان تینوں میں سے ایک بیمار ہوگیا تھا۔ ایسے ہی وقت مجھے ان کے دماغ میں پہنچنے کا موقع مل گیا۔ پھر میں نے اس کے ذریعے ان دونوں کے دماغوں میں بھی جگہ بنالی ہے۔ اور اب ان کے تمام منصوبے میرے سامنے کھلی کتاب کی طرح پڑے رہتے ہیں۔''

ان سب کو چپ لگ گئی وہ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ الپا نے کہا ''تمہیں میری بات کا یقین نہیں آرہا ہے تو میں یہ بھی بتادوں کہ ان کی پہلی اور بنیادی تدبیر یہ ہے کہ سب سے پہلے میری بیٹی انوشے کو ہلاک کیا جائے۔ تم سب کو انتظار ہے کہ وہ کب بابا صاحب کے ادارے سے باہر قدم نکالے گی؟''

ان سب کو چپ لگ گئی تھی۔ وہ اس کی بات کو جھٹلا نہیں سکتے تھے۔ یہ سمجھ گئے تھے کہ خیال خوانی کے ذریعے اس نے معلومات حاصل کی ہیں اور ایسی معلومات کو جھٹلایا نہیں جاسکے گا۔ الپا نے کہا ''میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہارے جاسوس انوشے کی تاک میں رہنے کے لیے کہاں کہاں پہنچے ہوئے ہیں پیرس میں جھیل کے کنارے بابا صاحب کے ادارے کے چھ کاج ہیں۔ وہاں تمہارے جاسوس چھپے ہوئے ہیں۔ پیرس کے ہر چھوٹے بڑے ہوٹل میں اور ایسے ہر گھر میں جہاں پے انگ گیسٹ رہا کرتے ہیں۔ ان تمام مقامات کی نگرانی ہورہی ہے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی ''ابھی تمہاری ایک بہت بڑی مجبوری ہے۔ اور وہ یہ کہ آواز دن اور ارنا کوف سے تمہیں ٹیلی پیتھی کی مدد حاصل نہیں ہورہی ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے لوگوں کو آلہ کار بنا کر میری بیٹی کا تعاقب نہیں کراسکو گے۔ آواز دن اور ارنا کوف عدنان کے سلسلے میں بری طرح مصروف ہیں۔ وہ کسی دوسری طرف دھیان نہیں دے سکتے ہیں۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ''الپا! ہم مانتے ہیں کہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی شکست کھاتے رہے ہیں۔ جیسے مسلمانوں کے خلاف تھیں تو فرہاد علی تیمور جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ٹکراتی رہی تھیں۔ تم زبردست ہو۔ ہم اس بات سے انکار نہیں کریں گے۔ اگر تم ہماری بن جاؤ گی۔ ہمارے آجاؤ گی تو ہم تمہاری بیٹی انوشے سے کبھی دشمنی نہیں کریں گے۔''

''مجھے بہلاوا نہ دو۔ میں کوئی نادان بچی نہیں ہوں۔ میں نے اس حد تک معلومات تمہارے سامنے پیش کی ہیں۔ آئندہ بھی میرے خلاف جو سازش ہوگی میں پہلے ہی تمہیں بتادوں گی کہ تم سب میرے اور میری بیٹی کے خلاف کیا کچھ کرنے والے ہو۔ اور کس طرح میں منہ توڑ جواب دینے والی ہوں۔''

ایک نے کہا ''پلیز الپا! سمجھوتے کا کوئی راستہ نکالو۔''

''تم لوگوں نے کوئی راستہ نہیں چھوڑا ہے۔ اب تو تم سب کے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ کسی طرح مجھے اغوا کر کے اسرائیل پہنچاؤ وہاں مجھے قیدی بنا کر رکھو۔ اور اپنی مرضی کے مطابق خیال خوانی کراتے رہو۔ لیکن افسوس تمہارا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔ میں جارہی ہوں خدا تمہارے حال پر رحم کرے۔''

وہ وہاں سے چلی آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد بزر کی آواز سنائی دی۔ اس نے موبائل کو آن کر کے کان سے لگایا پھر کہا ''ہیلو۔''

''ممی! میں انوشے بول رہی ہوں۔''

''ہاں..... میری جان بولو۔ جب بھی تم سے بات کرتی ہوں۔ تو تمہاری آواز دن رات میرے اندر گونجتی رہتی ہے۔ کیا تمہارے پاپا ادارے میں پہنچ گئے؟''

''جی ہاں..... انہوں نے جناب تمریزی سے اور میرا گرینڈ مما سے ملاقات کی ہے، ابھی ان سے باتیں کررہے ہیں۔''

''تم کب تک ادارے سے باہر آؤ گی؟''

''ابھی جناب تمریزی نے بتایا ہے کہ ایک گھنٹے کے بعد گرینڈ مما (سونیا) جہاز کو روشا نے پہنچائیں گی۔ ایسے وقت وہاں بڑا ہنگامہ برپا ہوگا۔ تمام دشمنوں کی توجہ عدنان کی طرف ہوگی۔ ایسے ہی وقت ہم یہاں سے نکلیں گے۔ پھر سیدھے

آپ کے پاس آئیں گے۔''

''ٹھیک ہے..... میری جان! ایک گھنٹے کے بعد میں تمہارے دماغ میں آؤں گی۔ اور پھر مستقل تمہارے اندر رہوں گی۔ اور تمہاری حفاظت کرتی رہوں۔''

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ سوچنے لگی ''یہ بڑی اچھی تدبیر ہے کہ آوازون اور ارنا کوف وغیرہ سب ہی عدنان کی طرف متوجہ رہیں گے۔ سب ہی اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ ایسے میں کوئی بھی ان دشمن اسرائیلی اکابرین کا ساتھ نہیں دے گا۔ اور نہ ہی ان کے سراغ رسانوں اور آلہ کاروں کے اندر پہنچ کر انوشے کا تعاقب کر سکے گا۔ یا انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکے گا۔''

الپا کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسرائیلی اکابرین کو بھی اسی طرح کی ہنگامہ آرائی میں الجھانا چاہئے۔ ایسے وقت جب انوشے اس ادارے سے نکل رہی ہو۔ تو اسرائیل کے چند بڑے شہروں میں ایسا ہنگامہ برپا ہونا چاہئے کہ سب کی توجہ ان ہنگاموں کی طرف رہے۔ اور جب خود پر مصیبتیں آتی ہیں تو وہ دوسروں پر مصیبتیں لانا بھول جاتے ہیں۔ اسرائیلی اکابرین کے ساتھ بھی یہی ہوگا۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اسرائیلی آرمی کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گئی۔ وہاں ان افسران کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ جو اسلحہ گوداموں کے انچارج تھے۔ پھر یروشلم اور دوسرے بڑے آرمی کیمپوں میں پہنچتی رہی۔ اس نے وہاں کے افسران کو بھی اپنے زیر اثر رکھا۔

دوسری طرف بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس اور خیال خوانی کرنے والے پیرس کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ وہ پہلے ہی سے یہ معلوم کر چکے تھے کہ مشکوک افراد جھیل کے کنارے والے کافی کے آس پاس چھپے ہوئے ہیں۔ اور چھوٹے بڑے ہوٹلوں میں ایئرپورٹ اور ہائی وے کی چوکیوں میں کس طرح تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ سب ان کی نظروں میں آچکے تھے۔

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا۔ دشمنوں کی سرگرمیاں بڑھتی جارہی تھیں۔ اور ان کی جوابی کارروائیوں کا بھی مکمل انتظام ہوتا جارہا تھا۔ آدھا گھنٹا اور گزر چکا تھا۔ اب وہ جہاز اگلے آدھے گھنٹے کے بعد دشانبے ایئرپورٹ پہنچنے والا تھا۔ انابیلا نے آوازون کے پاس آکر کہا ''میں کبریا سے بری طرح مایوس ہوکر آئی ہوں۔ اس نے مجھے ٹھکرا دیا ہے۔ انہیں میرے جھوٹ اور فریب کا پتا چل چکا ہے۔ اب وہ مجھ پر کبھی اعتماد نہیں کریں گے۔''

آوازون نے کہا ''انابیلا! میری بات کا برا نہ ماننا۔ ابھی عدنان کے معاملے میں بہت مصروف ہوں۔ پوری قوم اس کی طرف ہے اور میں ایسا جال بچھا رہا ہوں کہ ولادی میر اسے اغوا کرنے میں ناکام ہوجائے۔ سوچنا بھی اسے اپنے ساتھ نہ لے جاسکے، اس وقت مجھ سے کوئی دوسری بات نہ کرو۔ اگر بہت ضروری ہے تو میری ماما کے پاس جاؤ وہ تمہیں اس سلسلے میں مشورے دیں گے۔''

''وہ خیال خوانی کے ذریعے ارنا کوف کے پاس آئی ہے۔'' بولی ''میں انابیلا ہوں۔''

اس وقت ارنا کوف ایک کمرے میں بیٹھی کالے جادو میں مصروف تھی۔ اس وقت اس کے سامنے ایک بڑا سا تھال تھا۔ اس تھال میں ایک چھوٹا سا پتلا رکھا ہوا تھا۔ وہ اس پر جھکی پڑھ رہی تھی۔ وہیں ایک طلسمی آلہ بھی رکھا ہوا تھا۔ جس کی سوئی بتا دیتی تھی کہ عدنان کو کس سمت میں لے جایا جارہا ہے۔ ابھی یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ سب ہی دوست اور دشمن سمجھ گئے تھے کہ عدنان اب سیدھا دشانبے کے ایئرپورٹ پر پہنچنے والا ہے۔

ارنا کوف نے کہا ''انابیلا! تم دیکھ رہی ہو میں کالے جادو میں مصروف ہوں۔ یہ جو بڑے سے تھال میں ننھا سا پتلا رکھا ہوا ہے اسے میں نے انوشے کے نام سے منسوب کیا ہے۔ جو منتر میں اس پر پڑھ رہی ہوں۔ اس کا اثر انوشے پر ہوگا۔ جب یہ پتلا حرکت کرتا ہوا تھال سے باہر آکر گرے گا تو میں سمجھ لوں گی کہ انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکل آئی ہے۔''

انابیلا نے سمجھ لیا کہ آوازون اور ارنا کوف وغیرہ کے سامنے وہ اپنا دکھڑا نہیں سنا سکے گی۔ اس پر جو گزر رہی تھی۔ صرف وہی سمجھ رہی تھی۔ نہ ادھر کی رہی تھی نہ ادھر کی رہی تھی۔ ایسے وقت ذہن کے کسی گوشے سے یہ سوال ابھر رہا تھا کہ کیا میں نے غلطی کی ہے کبریا کے اعتماد کو دھوکا دے کر اور آوازون وغیرہ پر اعتماد کر کے نادانی کی ہے؟

اب اس کی عقل ایک بات کہہ رہی تھی کہ اس نے کبریا کے ساتھ جو کچھ بھی کیا اس کی تلافی تو شاید کبھی ہو سکے گی لیکن اپنے سوتیلوں پر بھروسا کر کے جو نادانی کر رہی ہے۔ اس نادانی کے نتیجے میں ایک دن وہ ان کے زیر اثر آجائے گی۔ وہ سوتیلی ہے۔ اس سے سوتیلا سلوک ہی کیا جائے گا۔ اسے قیدی بنا کر اس پر پابندیاں عائد کی جائیں گی کہ وہ پراسرار علوم کو اپنے بچاؤ کے لیے استعمال نہیں کر سکے گی۔ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو مدد کے لیے پکار نہیں سکے گی۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی ''میں خوامخواہ کیوں کسی سے دوستی کر رہی ہوں؟ یا کیوں کبریا کی محبت میں گرفتار ہوگئی تھی؟ میں شعوری یا غیر شعوری طور پر کسی کا سہارا کیوں ڈھونڈ رہی ہوں؟''

اس نے سوچا ''ولادی میر' ارنا کوف اور آوازون وغیرہ کے پاس بھی وہی پراسرار علوم ہیں اور ٹیلی پیتھی ہے جو میرے پاس ہے تو پھر میں ان سے کسی طرح بھی کم تر نہیں ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہیں۔ عملی میدان میں مجھ سے زیادہ حصہ لے چکے ہیں اور میں پہلی بار عملاً دوستوں اور دشمنوں سے رابطے کر رہی ہوں۔ بہرحال میں نے اب تک جو بھی کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں میں نے کچھ اچھے برے تجربات حاصل کیے ہیں۔ اب مجھے فیصلہ کرنا چاہئے کہ آئندہ زندگی کیسے گزاروں گی؟''

اس کے سامنے الپا کی بہت بڑی مثال تھی۔ اس نے کئی برس تک اسرائیل پر تنہا حکمرانی کی تھی اور بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے مقابلہ کیا تھا۔ سب کو پسپا کرتی رہی تھی اور ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایک نمایاں مقام حاصل کرتی آئی تھی۔

''کیا میں ایسا نہیں کر سکتی؟ ذہانت اور غیر معمولی صلاحیتیں ہوں اور کچھ کر گزرنے کا حوصلہ ہو تو انسان ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ اسرائیل پر حکمرانی کرنا ناممکنات میں سے نہیں ہے۔ میں وہاں اپنی حکمت عملی سے بہت کچھ کر سکتی ہوں۔''

اس نے اسرائیلی آرمی کے ایک افسر سے رابطہ کیا۔ اسے مخاطب کیا تو اس نے چونک کر اپنے سر کو ایک ہاتھ سے تھام کر پوچھا ''تم کون ہو؟''

میں ایکس وائی زیڈ۔ کوئی بھی ہوں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ یوں سمجھو دوستی کرنے آئی ہوں۔''

''یہ میرے لیے خوشی کی بات ہے کہ تمہارے جیسی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہے، لیکن میری دوست کا نام تو معلوم ہونا چاہئے؟''

''ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ رفتہ رفتہ تمہیں سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔ میں تم سے ایک سوال کرتی ہوں۔ اگر میں تمہارے ملک وقوم کی خدمت کرتی رہوں۔ تو مجھے یہاں کیا مقام حاصل ہوگا؟''

''ہم تمام اکابرین تمہیں اپنے سر پر بٹھا کر رکھیں گے ایک طرح سے تم ہمارے ذریعے یہاں حکومت کرتی رہو گی۔ جیسا کہ برسوں تک الپا نے حکومت کی تھی۔''

''جب تک الپا اسرائیل پر حکومت کرتی رہی۔ تب تک اس نے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے مقابلے پر وہاں قدم جمانے کا موقع نہیں دیا۔ یہی میں بھی کروں گی۔ کیا تمہارے اکابرین کو یہ منظور ہوگا؟''

''یقیناً منظور ہوگا۔ بشرطیکہ تم ہمارے لیے نمایاں کارنامے سرانجام دے کر ثابت کرو کہ تم ہمارے لیے بہت کچھ کر سکتی ہو۔''

''آوازون اور ارنا کوف نے ایسا کون سا کارنامہ سر انجام دیا ہے کہ تم لوگ ان پر بھروسا کر رہے ہو؟''

''ہم ان پر مکمل بھروسا نہیں کر رہے ہیں۔ صرف دوستی کی حد تک ہے۔ اور ایک دوسرے سے تعاون کرنے کا معاہدہ ہے۔ اس بار ارنا کوف نے کہا ہے کہ وہ انوشے کو ٹریپ کرنے کے سلسلے میں ہماری بھرپور مدد کرے گی۔ ہمیں بتائے گی کہ وہ کب بابا صاحب کے ادارے سے باہر آرہی ہے۔ اور کہاں جارہی ہے؟''

انابیلا نے کہا ''یہ کون سی بڑی بات ہے؟ یہ تو میں بھی بتا سکتی ہوں۔ بلکہ یہ دعویٰ کرتی ہوں کہ ارنا کوف تمہیں نہیں بتا سکے گی اس سے پہلے میں بتا دوں گی۔''

''اگر تمہاری یہ بات درست ہوگی یعنی تم بتا دو گی۔ اور ارنا کوف یہ بتانے میں ناکام رہی تو ہم تمہاری صلاحیتوں کو مان لیں گے۔ تمہیں ارنا کوف اور آوازون پر ترجیح دیں گے۔''

''تم اپنے تمام اکابرین سے کہہ دو کہ میں بہت مصروف ہوں بعد میں ان سے باتیں کروں گی۔ اور ہم ایک دوسرے سے ہو متعارف ہوں گے اس سے پہلے میں بتا دوں کہ ارنا کوف دھوکا کھا رہی ہے اور تمہیں بھی دھوکا دے رہی ہے۔''

''تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟''

''میں ان کے اندر کی بہت سی باتیں جانتی ہوں۔ صرف ان ہی کے نہیں فرہاد علی تیمور کی فیملی کے اندر بھی گھسی ہوئی ہوں۔ اور ان کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتی ہوں۔ اس وقت ارنا کوف کالے علم کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ انوشے بابا صاحب کے ادارے سے کس وقت نکلنے والی ہے؟ اور میں تمہیں بتا دوں کہ وہ بہت پہلے نکل چکی ہے۔ اب جو بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئے گی تو وہ انوشے کی ڈمی ہوگی۔ اور اس طرح وہ اس ڈمی کے ذریعے تم سب کو بیوقوف بناتے رہیں گے۔ میں ابھی جارہی ہوں۔ پھر کسی وقت آؤں گی۔ اور یہ ثابت کرتی رہوں گی کہ میں

ارنا کوف اور آوازون سے برتر ہوں اور ان کے مقابلے میں تمہیں زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچاتی رہوں گی۔ میں بہت جلد واپس آؤں گی۔ ابھی جارہی ہوں۔''

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اب یہ منصوبہ اس کے دماغ میں پک رہا تھا کہ آوازون اور ارنا کوف کو اسرائیلی یہودیوں اور تمام اکابرین کی نظریں سے گرانے اور گم تر بنانے کے بعد ہی وہاں اپنے لیے ایک خاص مقام حاصل کرسکے گی۔

اس نے تھوڑی دیر پہلے ارنا کوف کے دماغ میں جاکر یہ دیکھا تھا کہ وہ ایک کالے علم میں مصروف تھی۔ اس کے سامنے ایک بڑے سے تھال میں ننھا سا پتلا رکھا ہوا تھا۔ وہ پتلا انوشے کے نام سے منسوب کیا گیا تھا۔ ارنا کوف نے بتایا کہ تھا کہ جب یہ پتلا تھال سے باہر آکر گرے گا تو یہ معلوم ہوجائے گا کہ انوشے نے بابا صاحب کے ارادے سے باہر قدم نکالا ہے۔

چونکہ انابیلا بھی تمام پراسرار علوم جانتی تھی۔ اس لیے اسے یہ معلوم تھا کہ اس وقت وہ انوشے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے اور اس پتلے کے ذریعے انوشے کی خبر دیکھنے کے لیے کون سے منتر پڑھ رہی ہے۔ اور جو منتر وہ پڑھ رہی ہے ان منتروں کا توڑ کیا ہوسکتا ہے۔ یہ بھی انابیلا کو معلوم تھا۔

اب یہی موقع تھا کہ وہ ارنا کوف کو اس کے کالے عمل میں ناکام بنا کر یہودی اکابرین پر یہ ثابت کردیتی کہ ارنا کوف خود بھی دھوکا کھا رہی تھی۔ اور انہیں بھی دھوکا دے رہی تھی۔ اور اس سلسلے میں انابیلا نے انہیں جو کہا تھا وہ درست تھا۔ یعنی انوشے کو بہت پہلے ہی بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکال کر کہیں پہنچا دیا گیا ہے۔

انابیلا انوشے کے سلسلے میں کچھ نہیں جانتی تھی لیکن اندھیرے میں تیر چلا رہی تھی۔ اگر ارنا کوف اپنے کالے عمل میں ناکام رہتی تو انابیلا کی یہ بات درست ثابت ہوتی کہ انوشے کو بہت پہلے ہی بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکال کر کہیں بھیج دیا گیا ہے۔

وہ اسی وقت کالے عمل کی تیاری کرکے ان منتروں کا جاپ کرنے لگی۔ جو ارنا کوف کے منتروں کا توڑ ثابت ہوسکتے تھے۔ جب ہمارے کئی دشمن آپس میں لڑنے لگتے تھے تو ان کے لڑائی جھگڑے سے ہمیں فائدہ پہنچتا تھا۔ اس وقت بھی سونیا ان کے آپس کے جھگڑوں سے بہت فائدہ اٹھا سکتی تھی۔

ایک طرف ارنا کوف ولاڈی میر کے کالے عمل کا توڑ کررہی تھی۔ اور اپنے طور پر بھی انوشے کے خلاف عمل کررہی تھی۔ دوسری طرف ولاڈی میر ارنا کوف وغیرہ کے خلاف کالا عمل کررہا تھا۔

اس بار اس نے یہ تیاری کی تھی کہ جب وہ عدنان کو اغوا کرکے لے جانے میں کامیاب ہوتو اس بچے کے چاروں طرف ایسا طلسمی حصار بندھا رہے کہ ارنا کوف اور آوازون وغیرہ وہاں تک پہنچنے میں ناکام ہوتے رہیں۔

شیوانی یہ تمام تماشے دیکھ رہی تھی۔ اور وقتاً فوقتاً انامیریا کو بتاتی جارہی تھی کہ ولاڈی میر اور ارنا کوف ہمارے عدنان کو حاصل کرنے کے لیے جادوئی ہتھکنڈے استعمال کررہے ہوں گے۔

انامیریا اس کی ہدایت کے مطابق ہر پانچ یا دس منٹ کے بعد آئینے میں شیوانی کو دیکھتی تھی۔ پھر اس کی آنکھوں میں ڈوب کر عدنان کے اندر پہنچ جاتی تھی۔ اس کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کرتی تھی کہ جہاز کے اندر کیا ہورہا ہے؟ اور جہاز کے باہر دشمنانے ایئرپورٹ پر کیا کچھ ہورہا ہوگا۔

شیوانی اسے بتا رہی تھی کہ دشمنانے ایئرپورٹ پر وہاں کی آرمی پہنچی ہوئی ہے۔ ہر طرف سخت پہرا لگا ہوا ہے۔ صرف مسافروں کو ایئرپورٹ کی عمارت میں داخل ہونے کی اجازت دی جارہی تھی، رن وے وغیرہ پر وہاں کے اسٹاف کو بھی ہٹا دیا گیا تھا۔ ان کے آرمی افسران پر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے چھائے ہوئے تھے۔

عبداللہ اور صالح بن طالبی وغیرہ خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کرتے پھر رہے تھے کہ ولاڈی میر آوازون اور ارنا کوف وغیرہ اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کہاں کہاں پہنچا چاہتے ہیں۔ اور کیا کرنا چاہتے ہیں؟

ایئرہوسٹس اسپیکر کے ذریعے طیارے کے تمام مسافروں کو ہدایت دے رہی تھی کہ جہاز رن وے پر اترنے والا ہے خواتین و حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے رہیں اور سیفٹی بیلٹ کو باندھ لیں۔ سفر کے دوران تھوڑی دیر کے لیے آپ کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا جس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ لیکن ہم جلد ہی حالات پر قابو پر کر آپ کو آپ کی منزل تک پہنچا رہے ہیں۔ امید ہے کہ اب آپ کو ہم سے کوئی شکایت نہیں رہی ہوگی۔

سونیا نے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو ہدایت دی تھی کہ کوئی بھی اس کے اندر دس گھنٹوں تک نہ آئے۔ اور اس نے بھی کسی کو اپنے اندر آنے نہیں دیا تھا۔ جب وہ طیارہ رن وے پر اترنے لگا۔ تب میں نے اس کے دماغ میں کہا ''فکر نہ کرنا۔ میں اس دوران میں موجود رہا ہوں اور سارے انتظامات کرچکا ہوں۔''

سونیا نے کہا ''ایک طرف ولاڈی میر میرے پوتے کو لے جانا چاہتا ہے۔ دوسری طرف ارنا کوف اور آوازون ہیں۔ تیسری طرف سے شیوانی اسے اپنا بیٹا کہہ کر اس کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ اب تم آئے ہو اپنے پوتے کو لینے کے لیے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اسے کون لے جاتا ہے؟''

میں نے مسکرا کر کہا ''یہ دشمن اب تک میرے پوتے کو اس کے باپ سے نہ چھین سکے اس کی دادی سے نہ چھین سکے تو اس کے دادا سے کیا چھین سکیں گے۔ طیارے کو رن وے پر اترنے دو۔ پھر تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو۔''

ٹھیک ایسے وقت جب طیارہ رن وے پر اتر رہا تھا۔ اس وقت جناب تبریزی نے پارس اور آمنہ سے کہا ''یہی وقت مناسب ہے۔ انوشے کو ادارے سے باہر لے جاسکتے ہو۔''

انوشے سفر کی تیاری کرچکی تھی۔ وہ اپنے باپ اور دادی کے ساتھ چھوٹی موٹر ٹرالی پر آکر بیٹھ گئی۔ ادارے کے اندر میلوں دور تک جانے کے لیے کئی موٹر ٹرالیاں تھیں۔ جو وہاں کے افراد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا کرتی تھیں۔ وہ اس موٹر ٹرالی میں بیٹھ کر ادارے کے اس مین گیٹ پر آئے جس کے باہر کوئی اجازت کے بغیر نہیں جاسکتا تھا۔ اور نہ اندر قدم رکھ سکتا تھا۔

اس مین گیٹ کے پاس وہ تینوں موٹر ٹرالی سے اتر گئے۔ ادارے کے اہم افراد انوشے کو رخصت کرنے آئے تھے۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اسے دعائیں دے رہے تھے۔ اس بڑے سے مین گیٹ کو کھول دیا گیا۔ انوشے اپنے باپ اور دادی کے درمیان تھی۔ آمنہ نے کہا ''بیٹی..... بسم اللہ پڑھو اور اس ادارے سے باہر قدم رکھو۔''

اس نے بسم اللہ پڑھتے ہوئے ادارے سے باہر قدم رکھا۔ دوسری طرف ارنا کوف بڑی لگن سے منتر پڑھتی جارہی تھی۔ اس کے سامنے بڑے سے تھال پر ایک ننھا سا پتلا کھڑا ہوا تھا۔ ان لمحات میں اس پتلے کو تھال سے باہر آجانا چاہئے تھا لیکن وہ جوں کا توں کھڑا ہوا تھا۔

یہ بسم اللہ کی برکت تھی۔ وہ اپنے باپ اور دادی کے درمیان چلتی ہوئی کار تک آئی۔ پھر دادی کے گلے لگ کر کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پارس اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ پھر کار اسٹارٹ کرکے ماں کی دعائیں لیتا ہوا اسے آگے بڑھاتا چلا گیا۔

دوسری طرف انابیلا اپنے کمرے میں بیٹھی ان منتروں کا جاپ کررہی تھی۔ جو ارنا کوف کے منتروں کو توڑ تھا۔ وہ پتلا اپنی جگہ پر کھڑا ہوا تھا۔ ٹس سے مس نہیں ہورہا تھا۔ انابیلا یہ دعویٰ کرسکتی تھی کہ اس نے ارنا کوف کے منتروں کا توڑ کیا ہے۔ لیکن ہمارا ایمان یہ ہے کہ اس دوران میں جناب تبریزی آیتیں پڑھتے رہے تھے۔ انوشے کے لیے دعائیں کرتے رہے تھے۔ پھر انوشے نے بسم اللہ پڑھ کر ادارے سے باہر قدم رکھا تھا۔ اس لیے اس پر سے بلائیں ٹل رہی تھیں۔

وہ طیارہ رن وے پر اتر گیا۔ مسافر جہاز سے اتر کر عمارت کے اندر جانے لگے۔ امیگریشن کاؤنٹر سے گزرنے لگے۔ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے وہاں کے ایسے اعلیٰ عہدے داروں کے دماغوں پر چھائے ہوئے تھے جو سونیا کا محاسبہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ انکوائری کرنا چاہتے تھے کہ اس نے پائلٹ کو کیوں ہلاک کیا؟ چاہے مقصد جتنا ہی نیک رہا ہو اور اس نے تمام مسافروں کی جانیں بچائی ہوں۔ لیکن محاسبہ ضروری تھا۔

اس وقت وہ تمام عہدے دار سونیا کا محاسبہ کرنا بھول گئے کیونکہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں پر چھائے ہوئے تھے۔ اور وہ ان کی مرضی کے مطابق خاموش تھے۔ ولاڈی میر آوازون ارنا کوف اور تاشا سب ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے اپنے آلہ کاروں کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ اور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ سونیا عدنان کو کہاں لے کر جارہی ہے؟ وہ اس وقت عدنان کے دماغ میں پہنچ کر کچھ معلوم نہیں کرسکتے تھے۔ کیونکہ اس کے خیالات گڈمڈ ہورہے تھے۔ اور اس کے اندر رہ کر یہ معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ

کہاں ہے؟ اور کس کے ساتھ جا رہا ہے؟

اس وقت سونیا کے ساتھ تقریباً ایک درجن بچے تھے۔ عبداللہ اور صالح بن طالبی نے طیارے کی پرواز کے دوران میں ان بچوں کے ماں باپ کو ٹریپ کیا تھا۔ ان پر مختصر سا تنویمی عمل کیا تھا۔ اور یہ بات نقش کی تھی کہ دشانبے ایئرپورٹ پہنچنے کے بعد وہ اپنے تمام بچوں کو جہاز چلانے والی سونیا کے حوالے کریں گے۔ سونیا انہیں عمارت کے باہر تک لے جائے گی پھر ان بچوں کو ان کے والدین کے حوالے کر دے گی۔

ولاڈی میر آوازون، ارنا کوف اور تاشا اپنے اپنے آلہ کار کے ذریعے سونیا کو ان بچوں کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ یہ سمجھنا چاہتے تھے کہ اتنے سارے بچوں میں عدنان کہاں ہے؟ اگر وہ اتنے سارے بچوں میں عدنان کو چھپا کر لے جا رہی ہے تو اتنے سارے بچوں کو کہاں تک لے جائے گی؟ کہیں نہ کہیں تو عدنان کے ساتھ اتنے سارے بچوں سے جدا ہو جائے گی۔

تاشا بڑی بے چین تھی۔ عدنان کو واپس حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے مسلسل منتر پڑھتی رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ ان منتروں سے متاثر ہو رہا ہے۔ لیکن اس کی طرف اسی وقت مائل ہو سکتا ہے جب اس کے روبرو پہنچے گا۔ اور وہ اسے اپنے روبرو لانا چاہتی تھی۔

اس نے آوازون سے کہا ''بھائی! یہ کیا ہو رہا ہے؟ اتنے سارے بچوں میں عدنان کہاں ہے؟ اس کے دماغ میں جانے سے بھی کچھ پتا نہیں چل رہا ہے؟''

''تاشا! یہ تمہارے تجربات سے گزرنے کے دن ہیں یہ دیکھو کہ سونیا کتنی مکار ہے اور کتنی چالاکی سے عدنان کو چھپا کر لے جانا چاہتی ہے لیکن ہم اسے اس کے ارادوں میں کامیاب ہونے نہیں دیں گے۔ کہیں تو وہ عدنان کو لے کر ان بچوں سے جدا ہو گی۔ اور اپنے راستے پر جائے گی۔ ایسے ہی وقت ہمیں عدنان کو حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔''

ارنا کوف نے کہا ''ابھی صرف ایک ہی رکاوٹ ہے کہ ہمیں عدنان کے دماغ کے ذریعے کچھ معلوم نہیں ہو رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کیا ہم میں سے کوئی وہاں موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی وہاں ہوتا تو عدنان کو اپنے چہرے سے پہچان لیتا۔ ہم تو اپنے آلہ کاروں کے محتاج بن کر رہ گئے ہیں۔ عدنان کو اسی وقت پہچان سکیں گے جب سونیا ان تمام بچوں سے الگ ہو جائے گی اور صرف اپنے پوتے کو لے کر جائے گی۔ بہرحال ہمیں انتظار کرنا پڑے گا۔ بس ذرا سی دیر کی بات ہے۔''

واقعی ذرا سی دیر کی بات تھی۔ سونیا ان بچوں کے ساتھ امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر لیچ ہال میں آئی۔ وہاں سے اپنا سامان لے کر وزیٹر لابی میں پہنچی۔ تمام بچے اس کے ساتھ تھے اور اس کی سامان والی ٹرالی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ان بچوں کے والدین بھی ان کے آس پاس موجود تھے۔

جب وہ عمارت کے باہر آئی تو بچوں کے والدین تیزی سے آ کر اپنے بچے کو ساتھ لے جانے لگے۔

ایسے وقت تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن اپنے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے بڑی توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ آخر میں ایک بچہ رہ گیا دشمنوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ وہ آخری بچہ عدنان ہو سکتا تھا۔

لیکن مایوسی ہوئی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک عورت آ کر اس آخری بچے کو لے گئی۔ سونیا تنہا رہ گئی۔ ایسے وقت ایک کار اس کے سامنے آ کر رکی۔ سونیا پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کار میں بیٹھ گئی۔ کار تیز رفتاری سے چلتے ہوئے وہاں سے دور ہوتی چلی گئی۔

وہ تمام آلہ کار اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف دوڑ رہے تھے۔ ولاڈی میر آوازون، ارنا کوف، تاشا سب ہی اپنے اپنے آلہ کاروں سے کہہ رہے تھے کہ سب ہی کو سونیا کے پیچھے نہیں جانا چاہیے۔ ان میں سے دو چار کو ایئرپورٹ پر رہ کر تلاش کرنا چاہیے۔ عدنان کو وہیں کہیں چھپایا گیا ہو گا۔

ان سب کے کئی آلہ کار تھے۔ اور وہ سب ایئرپورٹ کی عمارت میں ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ اور عدنان کو تلاش کر رہے تھے۔ ولاڈی میر نے غصے سے سوچا ''یہ ارنا کوف کوئی چال چل رہی ہے؟ کیا عدنان کو وہ لے گئی ہے؟''

دوسری طرف ارنا کوف نے سوچا ''کیا ولاڈی میر عدنان کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے؟ لیکن سونیا اتنی مطمئن کیوں تھی؟ وہ تنہا ایک کار میں بیٹھ کر کیوں چلی گئی؟ کہاں چلی گئی؟''

کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ کہ کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ وہ مکار زمانہ سونیا پھر قیامت کی چال چل گئی تھی۔ اس بار اس نے خود ہی اپنے پوتے کو اغوا کرایا تھا اور اغوا کرنے والا اس کا دادا تھا۔ یعنی کہ میں.....

کیا دوست اور کیا دشمن، وہ چار برس کا بچہ سب کے ہی ہاتھوں سے پھسلتا جا رہا تھا۔ جب وہ ہمارے ہاتھوں میں ہی نہیں رہتا تھا اور ہم دھوکا کھا جاتے تھے اور وہ کسی وقت بھی ہماری گرفت سے نکل جاتا تھا تو پھر دشمن کیا چیز ہے؟

سب ہی اسے پیچیدہ سمجھ کر قبول کر رہے تھے اور اسے حاصل کرنے کے سلسلے میں ہارتے جا رہے تھے۔ عدنان کے سلسلے میں بڑی بھاگ دوڑ ہو چکی تھی۔ ہم بھی پریشان ہو گئے تھے۔ صاف کہنا چاہیے کہ تھک گئے تھے۔ اس بچے کے سامنے ہار گئے تھے۔ تب ہی سونیا نے فیصلہ کیا تھا کہ اب اسے ایسی قید میں رکھا جائے کہ دشمنوں کو تو کیا دوستوں کو بھی اس کا سراغ نہ ملے۔

وہ کہاں ہے؟ یہ صرف میں جانتا تھا یا پھر سونیا۔ ہمارے بعد پارس، پورس، کبریا اور اعلیٰ بی بی وغیرہ جو بالکل اپنے تھے لگے تھے وہ بھی نہیں جانتے تھے اور نہ ہی وہ پوچھنا ضروری سمجھتے تھے کہ اسے کہاں لے جایا گیا ہے؟

ولاڈی میر سمجھ رہا تھا کہ اس کی دشمن سوتیلی ماں ارنا کوف اور آوازون وغیرہ عدنان کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

دوسری طرف ارنا کوف اور آوازون سوچ رہے تھے کہ شاید ولاڈی میر اسے اغوا کر کے لے گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ اس بچے کو اب تک قتل کر چکا ہو گا۔

وہ نہیں چاہتے تھے کہ ولاڈی میر اس بچے کو ہلاک کر دے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے عدنان کے اندر پہنچ کر دیکھا تو وہ زندہ تھا۔ اس کے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ لہٰذا وہ اس کے کسی ایک خیال پر مرکوز رہ کر معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ وہ کہاں ہے؟ پھر بھی اتنا اطمینان ہو گیا کہ وہ زندہ ہے۔

ارنا کوف نے اپنے بیٹے سے کہا ''اگرچہ عدنان ابھی زندہ ہے۔ وہ ولاڈی میر اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے سے پہلے ضروری منتروں کا جاپ کر رہا ہو گا۔''

''یس ماما! اس بچے کو ہلاک کرنے سے پہلے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک گھنٹے تک اس پر کالا عمل کرتا رہے اور منتروں کا جاپ کرتا رہے۔ ہمیں اسے ابھی ڈسٹرب کرنا چاہیے تاکہ وہ منتر نہ پڑھ سکے۔''

''ہاں، کچھ تو ایسا کرنا ہو گا۔ اس بچے کو اس کی گرفت سے نکالنا ہو گا۔''

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ پھر کہا ''میں ارنا کوف بول رہی ہوں۔''

وہ غصے سے جھنجھلا کر بولا ''بوڑھی چڑیل! میں بھی تجھ سے رابطہ کرنا چاہتا تھا لیکن تجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔ میں ایک فون نمبر بتا رہا ہوں اس پر رابطہ کر اور میرے آلہ کار کے دماغ میں پہنچ۔ وہاں باتیں ہوں گی۔''

اس نے ایک فون نمبر بتانے کے بعد سانس روک لی۔ ارنا کوف اس کے دماغ سے نکل آئی۔ غصے اور حقارت سے بولی ''وہ سوتیلا کتا ہے کتا۔ مجھے بوڑھی چڑیل کہہ رہا تھا۔''

آوازون نے غصے سے کہا ''ماما تم مجھے اس سے بات بھی کرنے نہیں دیتیں۔ اس سے ٹکرانے کی اجازت نہیں دیتیں۔ ورنہ میں اس کے ہوش اڑا دیتا۔''

''جب تک میں زندہ ہوں۔ اس وقت تک تمہیں کچھ کہنے اور سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس دیکھتے جاؤ کہ میں کیا کروں گی۔''

''تم تو مجھے بالکل بچہ ہی سمجھتی ہو۔ تم کو یہ اندیشہ ہے کہ شاید میں اس کے مقابلے میں شکست کھا جاؤں گا اور تمہیں شرمندگی ہو گی۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے تم پر بھروسا ہے۔ تم اس پر بھاری پڑو گے لیکن تمہیں فی الحال یہ سوچنا چاہیے کہ وہ تمہاری ماں کے ساتھ کس طرح جنگ جاری رکھتا ہے۔ تمہیں پس پردہ رہ کر مجھ سے تعاون کرنا چاہیے اور تجربات حاصل کرتے رہنا چاہیے۔ بہرحال میں اس سے فون کے ذریعے رابطہ کر رہی ہوں۔ یہ نمبر اس کے کسی آلہ کار کا ہے۔ تم بھی آوازن کر اس آلہ کار کے اندر جاؤ گے۔''

اس نے ان نمبروں کو پنچ کیا۔ پھر فون کو کان سے لگا کر انتظار کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ بولی ''اپنے آقا سے بولو کہ اس کی سوتیلی ماں اسے بلا رہی ہے۔''

ولاڈی میر نے اس کی زبان سے کہا ''میں آ چکا ہوں اور تمہاری آوازن رہا ہوں، فون بند کر دو۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے وہ اپنے بیٹے آوازون کے ساتھ اس آلہ کار کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہاں پہنچتے ہی ولاڈی میر نے غصے سے کہا ''بوڑھی چڑیل! تو خود کو سمجھتی کیا ہے؟ جب تک میری سانس چلتی رہے گی تو عدنان کو نہ حاصل کر سکے گی اور نہ قابو میں رکھ سکے گی۔''

وہ بولی ''میں پہلے ہی سمجھ رہی تھی کہ عدنان کو تو نے ہی حاصل کیا ہے اور اپنی کامیابی کے غرور میں مجھ سے ایسی باتیں کر رہا ہے۔''

''بکواس مت کر۔ عدنان کو تو سونیا سے چھین کر لے گئی

ہے۔"

"میں نہیں تو لے گیا ہے اور باتیں بنا رہا ہے۔ دیکھ میں جانتی ہوں کہ اسے ہلاک کرنے سے پہلے تجھے ایک گھنٹے تک کا لائحہ عمل کرنا ہوگا اور منتروں کا جاپ بھی کرنا ہوگا۔ اس کے بعد تو اسے ہلاک کرے گا تو تجھے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوگی اور تیری زندگی سے نحوستیں ختم ہو جائیں گی' یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"جب اچھی طرح جانتی ہے تو اس بچے کو میرے حوالے کر دے۔"

"کیا بکواس کر رہا ہے؟ وہ بچہ میرے پاس نہیں تیرے پاس ہے۔ تو کیوں باتیں بنا رہا ہے؟ کیوں ہم سے چھپا رہا ہے؟ کیا اس لیے کہ ہم کو یقین ہو جائے گا کہ وہ تیرے پاس ہے تو ہم تیرے خلاف منتروں کا توڑ کریں گے اور ہم ایسا کرنے والے ہیں۔ اس سے پہلے تیرے سے معاملات طے کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں کہہ رہا ہوں کہ وہ بچہ میرے پاس نہیں ہے۔ تو کسی بھی طرح معلوم کر لے اور اپنی تسلی کر لے۔"

"میں اپنی تسلی کرنے والی ہوں۔ میری بیٹی تاشا تیرے خلاف منتروں کا توڑ کر رہی ہے۔ ابھی اسے معلوم ہو جائے گا کہ عدنان تیرے پاس ہے یا نہیں؟ اگر تیرے پاس ہوگا تو تو اس پر منتر پڑھ رہا ہوگا۔"

"پاگل کی بچی! میں ابھی منتر پڑھ رہا ہوتا تو تجھ سے باتیں کیسے کرتا؟"

"منتروں کے درمیان وقفہ رکھ کر تو باتیں کر سکتا ہے۔ ہمیں دھوکا دے سکتا ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہا پھر بولا "اچھی بات ہے تیری بیٹی تاشا جب یقین کرے گی کہ عدنان میرے پاس نہیں ہے تو پھر تجھے اعتراف کرنا ہوگا کہ وہ تیرے پاس ہے۔"

"گدھے کے بچے! اگر وہ میرے پاس ہوتا تو کیا میں تجھ جیسے کمینے سے بات کرتی.....؟ کبھی نہیں۔"

"میں بھی تجھ جیسی ذلیل اور کمینی عورت سے باتیں کرنا گوارا نہیں کرتا۔ فی الحال مجبوری ہے۔ میں اس شیطان کے بچے کی خاطر تجھ سے بات کر رہا ہوں۔ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر وہ کہاں ہے؟ اگر تیرے پاس نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے ہم دونوں خوامخواہ ایک دوسرے پر شبہ کر رہے ہیں اور یوں لڑنے جھگڑنے میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ہمیں جلد سے جلد معلوم کرنا چاہیے کہ وہ بچہ ائرپورٹ سے اچانک کہاں گم ہو گیا ہے۔"

آوازون نے اپنی ماں کے دماغ میں چپکے سے کہا "ماما! اس کی باتوں سے سچائی ظاہر ہو رہی ہے۔ عدنان اس کے قبضے میں نہیں ہے اور یہ بات ہمیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ سونیا عدنان کے اغوا ہونے کے باوجود مطمئن تھی اور وہ بڑے اطمینان سے کار میں بیٹھ کر عدنان کے بغیر چلی گئی تھی۔ اسے ائرپورٹ پر تلاش بھی نہیں کیا تھا۔ اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟"

ارنا کوف نے ولاڈی میر سے کہا "تم اس ائرپورٹ پر اپنے آلۂ کار کے ذریعے ضرور موجود رہے ہوگے؟ اور تم نے دیکھا ہوگا کہ ہم سب عدنان کو تلاش کر رہے تھے۔ لیکن سونیا نے تلاش نہیں کیا۔ وہ کئی بچوں کے ساتھ ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آئی تھی۔ پھر وہ بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ چلے گئے تھے اور وہ تنہا رہ گئی تھی۔ اس کے بعد بھی اس نے فکرمندی سے اپنے پوتے کو تلاش نہیں کیا۔ اس کے بعد ایک کار اس کے پاس آئی تو وہ اس میں بیٹھ کر چلی گئی۔ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟"

ولاڈی میر نے کہا "میں بھی اسی پہلو پر غور کر رہا ہوں۔ اس طرح سے یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ سونیا نے خود اپنے پوتے کو اغوا کروایا ہے اور اسے کہیں چھپا دیا ہے۔ سب کو الو بنا رہی ہے۔"

آوازون نے پھر چپکے سے ماں سے کہا "سونیا بلا کی مکار عورت ہے۔ وہ ہمیں دھوکا دینے کے لیے اطمینان کا اظہار کر سکتی ہے۔ اسے یہ اطمینان ہوگا کہ اس کے تمام خیال خوانی کرنے والے عدنان کو ائرپورٹ میں تلاش کر رہے ہیں اور وہ انہیں جلد ہی مل جائے گا۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے عدنان کے بارے میں رپورٹس مل رہی ہوں گی۔ اس لیے وہ ذرا خاموش نظر آ رہی تھی اور ہم اس کی خاموشی کو اطمینان سمجھ رہے ہیں۔"

ارنا کوف نے یہی بات ولاڈی میر سے کہی تو وہ سوچنے لگا پھر بولا "یہ بات درست ہے کہ سونیا بھی بڑی خاموشی سے اپنے پوتے کو تلاش کر رہی ہے۔ وہ ہم پر شبہ کر رہی ہوگی۔ انا میریا سے بھی اس کے اختلافات ہو گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے انا میریا ہی عدنان کو کہیں لے گئی ہو۔"

ارنا کوف نے کہا "صرف انا میریا سے نہیں بلکہ انا بیلا سے بھی سونیا کے اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ عدنان سے تعلق رکھنے والے کسی مرد کسی عورت پر بھروسا نہیں کر رہی ہے۔ سب سے عداوتیں مول لے رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے انا بیلا نے عدنان کو اغوا کیا ہو؟"

اس کا جواب ارنا کوف نے نہیں دیا اور اسے یہ بھی نہیں بتایا کہ انا بیلا سے اس کی دوستی ہو رہی ہے۔ اگر وہ عدنان کو اغوا کرتی تو یہ بات ان سے چھپی نہیں رہتی۔

بہرحال یوں رابطہ کرنے سے ارنا کوف کو یہ معلوم ہو گیا کہ عدنان ولاڈی میر کے پاس نہیں ہے اور ولاڈی میر کو بھی یہ اطمینان ہوا کہ ارنا کوف نے عدنان کو اغوا نہیں کیا ہے۔

اب وہ انا میریا اور انا بیلا پر شبہ کر رہا تھا۔ اور یہ بات بھی ذہن میں تھی کہ سونیا مکاری سے کوئی گیم کھیل رہی ہوگی۔

یہ بات تو سب ہی نے تسلیم کر لی کہ عدنان لوہے کا چنا ہے اور وہ سب اسے چبا رہے ہیں۔ جبڑے دکھ رہے ہیں۔ دانت ٹوٹ رہے ہیں لیکن وہ چنا ہے کہ چبانے میں نہیں آ رہا ہے۔

دوسری طرف انا میریا اس کے لیے بے چین تھی۔ عجیب ماں تھی کہ اس نے عدنان کو جنم نہیں دیا تھا لیکن اس کے لیے ممتا سے بھرپور تھی۔ اسے امید تھی کہ وہ شیوانی کی مدد سے دشا نے میں عدنان کو حاصل کر لے گی۔ اگر وہ اس کے قابو میں آ جائے گا تو وہ اسے ایسی جگہ لے جا کر چھپائے گی کہ سونیا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔

سب ہی عدنان کو حاصل کرنے کے سلسلے میں یہی سوچتے رہتے تھے کہ ایک بار وہ ہاتھ آ جائے تو اسے سمندر کی گہرائیوں میں یا پاتال میں لے جا کر چھپا دیں گے۔ کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگنے دیں گے لیکن وہ تو خود ہی ہوا بن گیا تھا۔ کسی کی گرفت میں نہیں آ رہا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ ہوا کو کوئی اپنی مٹھی میں قید نہیں کر سکتا۔

وہ بار بار گریبان سے اپنا چھوٹا سا آئینہ نکال کر اس میں دیکھتی تھی۔ شیوانی کا عکس نظر آتے ہی اس کی آنکھوں میں ڈوب جاتی تھی اور پریشان ہو کر پوچھتی تھی "میں کیا کروں؟ اپنے بیٹے کو کہاں تلاش کروں؟"

شیوانی کہتی تھی "میں بھی تو اس کے لیے پریشان ہوں۔ ہم دونوں نے اسے جنم دیا ہے اس پر ہمارا حق ہے لیکن وہ ہاتھ سے بے ہاتھ ہو رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے اسے کیسے حاصل کروں؟"

انا میریا نے تعجب سے پوچھا "شیوانی! تم تو ناقابلِ شکست ہو' ہمیشہ عدنان کو اپنی گرفت میں رکھتی آئی ہو' پھر اب ناکام کیوں ہو رہی ہو؟"

وہ بولی "جب عدنان دشا نے پہنچنے والا تھا تب سے میں محسوس کر رہی ہوں کہ اس بچے پر روحانی عمل کیا جا رہا ہے۔ اسے دشمنوں کے کالے عمل سے اور ہماری ممتا سے دور کیا جا رہا ہے۔"

"یہ تو بڑی تشویش ناک بات ہے۔ ہم کس طرح اپنے بچے تک پہنچ پائیں گے؟ میں جب بھی عدنان کے اندر پہنچتی ہوں تو اس کے خیالات گڈمڈ رہتے ہیں۔ پہلے ایسا مسلسل نہیں ہوا کرتا تھا؟"

شیوانی نے کہا "یہی بات تو مجھے پریشان کر رہی ہے۔ اب روحانی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو مسلسل ناقابلِ فہم بنایا جا رہا ہے۔ تاکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اور مجھ جیسی پراسرار شکتی رکھنے والی بھی اس بچے کے اندر پہنچ کر یہ معلوم نہ کر سکے کہ وہ ابھی کہاں ہے؟ اسے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانے کے لیے کن راستوں سے لے جایا جا رہا ہے؟"

انا میریا نے کہا "ابھی سونیا چاہتی تو اپنے پوتے کے ساتھ مغرب کی طرف سفر کر سکتی تھی۔ جرمنی اور فرانس سے ہو کر بابا صاحب کے ادارے تک پہنچ سکتی تھی لیکن اس نے بالکل مخالف سمت سفر کیا ہے اور دشا نے پہنچی ہوئی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟"

"یہی ایک بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ اب وہ اسے ازبکستان سے افغانستان اور پھر پاکستان لے جائے گی۔ پھر وہاں سے وہ بابا صاحب کے ادارے کی طرف پرواز کرے گی۔"

وہ بولی "میرا جہاز دشا نے پہنچنے والا ہے۔ وہاں پہنچتے ہی میں اسے پورے شہر میں تلاش کروں گی۔ وہاں نہ ملا تو پھر افغانستان اور پاکستان جاؤں گی لیکن اتنی بھاگ دوڑ کے بعد کچھ تو حاصل ہونا چاہیے۔ وہ مل نہیں رہا ہے لیکن اس سے رابطہ تو رہنا چاہیے۔ میں کتنی آسانی سے تمہارے ذریعے اس کے اندر پہنچ جاتی تھی اور اس کے دماغ میں رہ کر ساری معلومات حاصل کر لیتی تھی۔"

"یہی تو مجبوری پیدا ہو گئی ہے۔ پتا نہیں وہ کس طرح کا روحانی عمل کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم بار بار اس کے دماغ میں جاتی رہو گی تو کبھی نہ کبھی اس کے خیالات ایک مرکز پر آئیں گے اور تم اس کی سوچ کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکو گی۔"

"اسی امید پر تو میں بار بار تمہیں آئینے میں دیکھتی ہوں اور تمہارے ذریعے اس کے اندر پہنچتی رہتی ہوں۔"

"یہ بہت برا ہوا کہ پورس سے تمہاری علیحدگی ہو گئی ہے۔ اگر تمہاری محبت کا جادو اس پر چلتا رہتا اور وہ تمہارے ساتھ رہتا تو اس کے ذریعے عدنان تک پہنچنے کا راستہ آسان ہو جاتا۔ میں چاہتی ہوں کہ تم کسی بھی طرح اس روٹھے ہوئے

یار کو منالو۔"

"کیسے مناؤں؟ وہ تو پتا نہیں کہاں چلا گیا ہے؟ میں نے کئی بار اس کے موبائل فون پر رابطہ کرنا چاہا تو اس نے فون بند کردیا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے کہا "جسٹ آ منٹ شیوانی! میں ذرا دیکھ لوں کہ کون مجھے کال کررہا ہے؟"

اس نے آئینے پر سے نظریں ہٹائیں' اسے اپنے گریبان میں رکھا پھر اپنے موبائل فون کی اسکرین پر دیکھا تو وہاں پورس کے موبائل کا نمبر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ خوش ہوگئی۔ اسے پورس مخاطب کررہا تھا۔ اس نے فوراً ہی اسے آن کرکے کان سے لگا کر کہا "ہیلو پورس' کیا یہ تم ہو؟"

"ہاں..... یہ میں ہی ہوں۔ تمہیں کامیابی کی مبارک باد دینا چاہتا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیسی کامیابی؟"

"یہی کہ تم نے شیوانی کی مدد سے عدنان کو حاصل کرلیا ہے۔"

"نہیں۔ تم غلط سمجھ رہے ہو۔ عدنان میرے پاس نہیں ہے۔ میں اس کے لیے بہت پریشان ہورہی ہوں۔"

"مجھے تم سے اسی جواب کی امید تھی۔ میں جانتا ہوں کہ شیوانی بہت مکار ہے۔ وہ تمہیں مشورے دے رہی ہے کہ اس بار مجھے رازدار نہ بنایا جائے اور تم بڑی رازداری سے اسے کہیں بہت دور لے جاکر اس کی پرورش کرنا چاہتی ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ میرے پاس نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو میں تمہیں یہ بات ضرور بتاتی۔"

"مجھے کیا نادان بچہ سمجھ رہی ہو؟ تم یہ دیکھ چکی ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ تعاون نہیں کیا تھا۔ اس بات پر راضی نہیں ہوا تھا کہ تم عدنان کو لے جاکر کہیں چھپاؤ گی اور اس کی پرورش کروگی۔ تو میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔ میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار تھا لیکن اچانک مجھے پتا چلا کہ تم شیوانی سے مل کر مجھے دھوکا دے رہی ہو۔ اس لیے مجھے غصہ آگیا اور میں تمہیں چھوڑ کر تم سے دور ہوگیا ہوں۔"

"پلیز' مجھ سے دور نہ جاؤ۔ میں اتنی بڑی دنیا میں بالکل تنہا رہ گئی ہوں۔ ایک تو میرا بچہ مجھ سے دور ہوگیا ہے اوپر سے تم بھی مجھ سے ناراض ہوکر چلے گئے ہو۔ میرے پاس کوئی تو سہارا ہونا چاہیے۔"

اس نے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

"میں اس وقت ایک طیارے میں سفر کررہی ہوں اور ایک گھنٹے میں دشانبے پہنچنے والی ہوں۔"

پورس نے حیرانی ظاہر کی "کیا تم میری بُو سونگھ لیتی ہو؟ تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں دشانبے میں ہوں؟"

وہ خوش ہوکر بولی "کیا واقعی تم دشانبے میں ہو؟"

"انجان نہ بنو۔ تم بڑی غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہو۔ شیوانی نے تمہیں اپنے پراسرار عمل سے بتایا ہوگا کہ میں تمہیں کہاں مل سکتا ہوں؟ اس لیے سیدھی ادھر چلی آرہی ہو۔"

"تم مجھ پر بہت زیادہ شبہ کرنے لگے ہو؟ جب کہ میں تمہاری دشمن نہیں ہوں اور اگر میں نے تمہیں دھوکا دیا تھا تو صرف ہمارے بچے کی خاطر ایسا کیا تھا؟"

پورس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "انامیریا! میں تم سے ناراض ہوکر چلا آیا لیکن میرا دل جانتا ہے کہ میں تمہیں بھلا نہ سکا۔"

وہ ایک دم سے خوش ہوکر بولی "میں جانتی ہوں کہ تم میرے بغیر نہیں رہ سکو گے۔ کیونکہ تم مجھے دل وجان سے چاہتے ہو۔"

"میں عدنان کے لیے بہت پریشان ہوگیا ہوں۔ دیکھ رہا ہوں کہ وہ کسی کے قابو میں نہیں آرہا ہے۔ اتنے سارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے اپنی گرفت میں رکھنا چاہتے ہیں۔ پھر بھی وہ ہاتھ سے بے ہاتھ ہورہا ہے۔ اگر وہ ولاڈی میرا اور ارنا کوف کے ہاتھوں میں چلا گیا تو بہت برا ہوگا۔ اس سے تو بہتر یہی تھا کہ ہم اپنے بچے کو تمام دوستوں اور دشمنوں سے دور امریکا کے کسی علاقے میں لے جاتے اور وہاں خاموشی سے اس کی پرورش کرتے۔"

"میں نے بھی دشمنوں سے پریشان ہوکر یہی سوچا تھا کہ ہمارے بچے کو ان سب سے بہت دور ہوجانا چاہیے لیکن اس وقت تم نے میری ممتا اور دیانت داری کو نہیں سمجھا۔"

"کوئی بات نہیں' صبح کا بھولا شام کو گھر آگیا ہے۔ اب میں مان رہا ہوں کہ تمہاری وہ پلاننگ بہت اچھی تھی۔"

"پورس! تمہاری باتیں مجھے حوصلہ دے رہی ہیں۔ میں خوشی سے بے حال ہورہی ہوں۔ ابھی دشانبے پہنچنے والی ہوں۔ کیا تم ائرپورٹ آؤ گے؟"

"ضرور آؤں گا۔ جہاز کی آمد میں آدھا گھنٹا رہ گیا ہے۔ مجھے ائرپورٹ پہنچنے میں دیر ہوسکتی ہے۔ تم میرا انتظار کرتی رہنا۔"

"میں ساری زندگی تمہارا وہاں انتظار کرسکتی ہوں۔ آئی

لو یو!"

"آئی لو یو ٹو۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ اس وقت وہ دشانبے کے ایک بیگ میں تھا اور اپنی سونیا مما کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پورس سے کہا تھا کہ وہ انامیریا سے رابطہ کرے اور معلوم کرے کہ وہ کہاں ہے اور کیا کررہی ہے؟

اس نے کہا تھا "مما! آپ نے عدنان کو حاصل کرلیا ہے۔ انامیریا اور شیوانی اب تو اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکیں گی۔ پھر اس سے رابطہ کرنا کیا ضروری ہے؟"

"ایسا پہلے بھی ہوچکا ہے کہ ہم نے کئی بار عدنان کو حاصل کیا اور پھر وہ دشمنوں کی سازشوں کے باعث ہاتھ سے نکل گیا۔ اب میں ایسا کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔ میں ایک ایک دشمن اور مخالف کا محاسبہ کروں گی۔ اسے راستے سے ہٹاؤں گی۔ اگر وہ بٹنا نہیں چاہیں گے تو انہیں ہمیشہ کے لیے ختم کردوں گی۔"

"آپ اس سلسلے میں پہلے انامیریا اور شیوانی کا محاسبہ کرنا چاہتی ہیں؟"

"بے شک۔ شیوانی نے چیلنج کیا ہے کہ مجھے دشانبے سے آگے نہیں بڑھنے دے گی۔ اگر میں نے عدنان کو اس کے حوالے نہیں کیا تو وہ جس طیارے میں بھی سفر کررہا ہوگا وہ اسے تباہ کردے گی۔ جب اس کا بیٹا اسے نہیں ملے گا تو پھر وہ اسے کسی کے پاس نہیں رہنے دے گی۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا "وہ آدھے گھنٹے کے بعد یہاں پہنچ رہی ہے۔ میں ائرپورٹ جارہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے جاؤ لیکن میری ہدایات یاد رکھو۔ اسے ائرپورٹ سے حمزہ کی پہاڑی پر لے جاؤ۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اندر موجود رہیں گے۔ اور تم اس کا محاسبہ کرتے رہوگے۔ پھر جو بھی صورت حال ہوگی میں اس کے مطابق مشورے دوں گی اور تم اس پر عمل کرتے رہوگے۔"

وہ "یس مما" کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

انامیریا نے پھر آئینے میں دیکھ کر شیوانی سے کہا تھا "پورس دشانبے میں ہے اور مجھ سے ملنے ائرپورٹ آرہا ہے۔"

وہ بولی "یہ تو بڑی اچھی بات ہوئی' میں چاہتی تھی کہ تمہاری دوستی پھر اس سے ہوجائے۔ اب تم اسے اپنی محبت کے شکنجے میں اچھی طرح جکڑ لینا' نکلنے نہ دینا' اسی کے ذریعے ہم عدنان تک پہنچ سکیں گے۔"

وہ دشانبے پہنچ گئی۔ جہاز سے اتر کر امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر وزیٹر لابی میں آئی۔ دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر انتظار کرنے لگی۔ اس نے پندرہ منٹ کے بعد سوچا کہ فون کے ذریعے اسے اطلاع دینی چاہیے کہ وہ یہاں پہنچ گئی ہے۔"

اس نے پرس میں سے موبائل فون نکالا۔ ایسے ہی وقت پورس دور سے آتا نظر آیا وہ دونوں بازو پھیلا کر تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ وہ بانہیں پھیلا کر اس سے لپٹ گئی۔ خوش ہوکر بولی "تم مجھے مل گئے ہو تو اب ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے بیٹا بھی مل جائے گا۔"

وہ معنی خیز انداز میں بولا "ضرور ملے گا۔ مگر اس سے پہلے دشمنوں کا محاسبہ کرنا ہوگا' آؤ چلیں۔"

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولی "ہم کہاں جائیں گے؟ کیا تم کسی ہوٹل میں ہو؟"

"نہیں..... ہم حمزہ کی پہاڑی پر جائیں گے۔ وہاں میں نے ایک چھوٹا سا بنگلا کرائے پر لیا ہے۔"

"کیا پہاڑی پر بنگلا ہے؟ تو پھر بڑی رومانٹک جگہ ہوگی؟"

وہ اس کے ساتھ آکر کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ اسے اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرتا ہوا ادھر جانے لگا۔ وہ بولی "کبریا' اعلیٰ بی بی اور تمہارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے عدنان کے دماغ میں جارہے ہوں گے۔ کچھ تو اس کے بارے میں معلوم ہورہا ہوگا۔"

"اس کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہورہے ہیں۔ ابھی اس کے خیالات ناقابل فہم ہیں۔ اس کے اندر رہ کر معلوم نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کس کے قبضے میں ہے؟"

"ولاڈی میرا اور ارنا کوف وغیرہ اس پر کالا عمل کررہے ہوں گے۔ اس کے توڑ کے لیے یقیناً جناب تمیزی روحانی عمل کررہے ہوں گے۔ اسی لیے دوست اور دشمن سب ہی اس کے دماغ میں پہنچ کرنا کام ہورہے ہیں۔ تمہیں تو معلوم ہونا چاہیے۔"

"مجھے کیا معلوم ہونا چاہیے؟"

"یہی کہ اس کی حفاظت کے لیے اس پر روحانی عمل کیا جارہا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو مجھے ضرور معلوم ہوجاتا۔"

"ہوسکتا ہے کہ تمہیں نہ بتایا گیا ہو۔ میں اس بات سے اندازہ کررہی ہوں کہ مسلسل کئی گھنٹوں سے اس کا دماغ ناقابل فہم ہے اور خیالات گڈمڈ ہوتے چلے جارہے ہیں۔ ایسا

پہلے کبھی نہیں ہوا۔ میں جب بھی شیوانی کی آنکھوں میں دیکھتی تھی تو اس کے اندر پہنچ جاتی تھی اور اس کے خیالات پڑھ لیتی تھی اور وہ میری آواز بھی سنتا تھا۔ میری بات مانتا تھا لیکن اب ایسا کچھ نہیں ہو رہا ہے۔''

''اگر اس پر روحانی عمل کیا جا رہا ہے' تو کیا تمہیں اعتراض ہے؟''

''ہرگز نہیں' بھلا مجھے کیوں اعتراض ہوگا؟ یہ عمل تو اس کی حفاظت کے لیے کیا جا رہا ہے۔ لیکن کم سے کم مجھے تو اس کے خیالات پڑھنے کا موقع ملنا چاہیے۔''

''تم نے اس بات پر اعتراض کیا تھا کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانا چاہیے۔ لہٰذا اب اگر اس پر روحانی عمل کیا جا رہا ہے تو یہ سمجھو کہ تمام اعتراضات کرنے والوں کے خلاف ایسا کیا جا رہا ہے اور انہیں عدنان کے دماغ میں پہنچنے نہیں دیا جائے گا۔ بابا صاحب کے ادارے کی مخالفت کرنے والا کوئی بھی اس کے خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔''

وہ خاموش رہی' چپ چاپ سوچتی رہی۔ ایک لمبی ڈرائیو کے بعد وہ دونوں حمزہ کی پہاڑی پر پہنچ گئے۔ راستہ اچھا خاصا کشادہ تھا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا بلندی کی طرف جاتا رہا۔ آخر ایک وسیع و عریض جگہ پر پہنچ کر اس نے گاڑی روک دی۔ انا میریا نے پوچھا ''یہاں کیوں رک گئے؟''

وہ کار سے اترتے ہوئے بولا ''باہر آؤ۔ یہاں ہم ضروری باتیں کریں گے۔''

وہ کار سے نکل کر چاروں طرف دیکھنے لگی' کہنے لگی ''یہاں تو بہت ویرانی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں کیوں آئے ہو؟''

''یہاں میں تم سے نہیں شیوانی سے ملنے اور باتیں کرنے آیا ہوں۔''

''شیوانی سے باتیں کرو گے' مگر کیسے؟''

''تم آئینہ نکالو اور شیوانی کو دیکھو' اس سے کہو کہ مجھ سے ملاقات کرے۔''

''تمہیں تو پتا ہے کہ وہ کسی سے بات نہیں کرتی' صرف مجھ سے بولتی ہے۔''

''وہ صرف تم سے کیوں بولتی ہے؟ مجھ سے کیوں نہیں بولتی جبکہ مجھ سے اس کا گہرا تعلق رہا ہے۔ وہ میری شریک حیات تھی۔ اس نے اپنی جان و جسم سب کچھ مجھے دیا تھا۔ میرے لیے ایک بیٹا پیدا کیا تھا۔ پھر مجھ سے کیوں چھپ رہی ہے؟''

''میں اس بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ یہ شیوانی ہی جانتی ہے کہ صرف مجھ سے کیوں بولتی ہے اور تم سے کیوں نہیں بولتی؟''

''تم ابھی پوچھو اس سے اور کہو کہ مجھ سے باتیں کرے۔ آج اس بات کا فیصلہ ہوگا کہ وہ مجھ سے کیوں نہیں بولتی؟ آخر اس کا راز کیا ہے؟''

انا میریا نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر چھوٹے سے آئینے کو نکالا پھر اسے روبرو رکھ کر اس کی سطح پر دیکھنے لگی۔ وہ بھی اس سے باتیں ہوتی تھیں تو اس کی آنکھوں میں اتر جاتی تھی۔ زبان سے کچھ نہیں بولتی تھی اور نہ ہی شیوانی کی آواز سنائی دیتی تھی۔ ان دونوں کے درمیان دماغی رابطہ ایسا ہوتا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی سوچ کی لہروں کو پڑھ رہی تھیں۔ اس طرح سے ان کے درمیان گفتگو جاری رہتی تھی۔

شیوانی کی آنکھوں میں ڈوبتے ہی وہ بولی ''انا میریا تمہارے لیے خطرہ ہے۔ تم یہاں سے فوراً واپس جاؤ۔''

''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''تم نے سفر کے دوران میں مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ اس کے بعد پھر مجھے مخاطب نہیں کیا۔ تمہیں آئینہ دیکھنا چاہیے تھا۔ دشا نے پہنچتے ہی مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تمہارے لیے خطرہ ہے۔ میں تمہیں وہیں ائرپورٹ پر خطرے سے آگاہ کر دیتی تم نے غلطی کی مجھ سے کوئی مشورہ کیے بغیر پورس کے ساتھ یہاں آ گئیں۔''

''کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہ مجھے یہاں لا کر دھوکا کر رہا ہے؟''

''ہاں' یہی بات ہے۔''

''لیکن میں ایسا کچھ محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ وہ ایک ہی بات پوچھ رہا ہے کہ تم مجھ سے رابطہ کرتی ہو پھر اس سے کیوں نہیں بولتیں؟''

''میں زندہ نہیں ہوں' میرا رابطہ صرف تم سے ہو سکتا ہے کسی اور سے نہیں ہو سکتا۔''

''لیکن وہ بضد ہے کہ تم سے باتیں کرنا چاہتا ہے' کیا میں اسے یہی کہہ دوں جو تم کہہ رہی ہو؟''

''بے شک میرا جواب سنا دو۔''

اس نے پورس سے کہا ''یہ کہہ رہی ہے کہ زندہ نہیں ہے اس لیے کسی اور سے بات نہیں کر سکتی۔ صرف مجھ سے بات کر سکتی ہے۔''

اس نے کہا ''یہی تو میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ صرف تم سے ہی کیوں بات کر سکتی ہے؟ کسی اور سے کیوں نہیں کر سکتی؟''

وہ شیوانی سے بولی ''یہ پوچھ رہا ہے کہ تم اس سے بات کیوں نہیں کر سکتیں؟ اپنی کوئی مجبوری بتاؤ۔''

''میں نہیں بتا سکتی۔ میں جو کہتی ہوں' وہ کرو۔ اسے کسی طرح بہلا پھسلا کر یہاں سے واپس جاؤ۔ میں تمہاری سلامتی چاہتی ہوں۔ تمہاری زندگی میرے لیے بہت اہم ہے۔''

''میری زندگی تمہارے لیے اہم کیوں ہے؟''

''مجھ سے سوال نہ کرو۔ کیا تم زندہ رہنا نہیں چاہتیں؟''

وہ پارس سے بولی ''یہ مجھے بار بار وارننگ دے رہی ہے کہ یہاں میرے لیے خطرہ ہے۔ مجھے یہاں سے واپس جانا چاہیے۔ آخر بات کیا ہے؟''

''وہ اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہے۔ آج تمہاری جان کو نقصان پہنچے گا تو وہ اس کا اپنا نقصان ہوگا کیونکہ تم جو ہو۔ وہ تم نہیں ہو۔ تم جب پیدا ہوئیں تو انا میریا تھیں' جوان ہوئیں تو انا میریا تھیں لیکن اب سے چار برس پہلے اچانک تمہارے اندر تبدیلی آ گئی۔ پچھلے چار برسوں سے تم..... تم نہیں رہیں بلکہ شیوانی بن گئیں۔''

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''جو کہہ رہا ہوں' اسے تم سمجھ نہیں پاؤ گی کیونکہ تمہارے دل و دماغ پر اور جسم پر شیوانی چھائی ہوئی ہے۔ یہ میں نہیں میری مما کہہ رہی ہیں کہ تمہارے اندر شیوانی کی آتما سمائی ہوئی ہے اور جو وہ کہتی ہیں' غلط نہیں کہتیں۔ ہم سب بہت سوچ سمجھ کر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ چار برس پہلے کوئی ایسی بات ہوئی تھی کہ ادھر اسپتال میں زچگی کے بعد شیوانی کی موت ہوئی تھی اور ادھر تمہارے اندر اس کی آتما سما گئی تھی۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ''نہیں..... میں نہیں مانتی۔ میں انا میریا ہوں۔ اگر شیوانی ہوتی تو خود کو شیوانی کہتی' خاص طور پر تم سے کہتی تاکہ تم مجھے اپنی شیوانی سمجھ کر اور زیادہ بھرپور پیار دیتے رہو۔''

''انا میریا! شیوانی کے پیچھے کوئی پراسرار قوت ہے جو کالا عمل کرتی ہے اور کسی کے جسم سے نکلی ہوئی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچاتی ہے۔ اسی عامل نے شیوانی کی آتما کو تمہارے اندر پہنچایا ہے اور تم پر یہ عمل کیا ہے کہ تم خود کو انا میریا سمجھتی رہو لیکن تمہارے دماغ میں یہ بات نقش رہے کہ تم شیوانی کا دوسرا روپ ہو۔ تم نے کبھی مجھ سے ملاقات کی تھی' مجھ سے بات کی تھی اور میرے بچے کی ماں بنی تھیں۔ یہ سب تم دنیا والوں سے کہتی آ رہی ہو جبکہ ایسا بالکل نہیں تھا۔ نہ تم کبھی مجھ سے ملی تھیں۔ نہ میرے بچے کی ماں بنیں لیکن تمہارے دماغ میں یہ بات نقش کر دی گئی ہے کہ عدنان کو تم نے جنم دیا ہے اور تم یہ شیوانی کے ساتھ شیئر کر رہی ہو۔ مان رہی ہو کہ اس نے اور تم نے دونوں نے مل کر عدنان کو جنم دیا ہے۔ کیا یہ بات عقل تسلیم کرتی ہے کہ دو ماؤں نے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے؟''

وہ الجھ رہی تھی' اس نے پوچھا ''میرے اندر اگر شیوانی سمائی ہوئی ہے تو پھر میرے اندر کیوں نہیں بولتی؟ وہ آئینے کے عکس میں کیوں بولتی ہے؟''

''یہ تو وہ کالا عمل کرنے والا ہی جانتا ہوگا۔ شاید وہ مکمل عامل نہیں ہے۔ اس کے عمل میں کوئی خامی یا خرابی رہ گئی ہے۔ اس وجہ سے وہ آتما تمہارے اندر رہنے کے باوجود تم سے نہیں بولتی ہے۔ جب بولنا ہوتا ہے تو وہ آئینے کے عکس میں رہ کر تم سے رابطہ کرتی ہے۔ تم یہ باتیں شیوانی سے کہو کہ میری مما نے اندازے سے جو کہا ہے' اس میں حقیقت بہت زیادہ ہے۔ شیوانی کو انکار نہیں کرنا چاہیے۔''

انا میریا نے پھر آئینے کے عکس میں دیکھتے ہوئے شیوانی سے کہا ''کیا تم سن رہی ہو کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ کیا تم میرے اندر رہ کر یہ باتیں سمجھ رہی ہو کہ میرے اندر رہنے کے باوجود مجھ سے بولتی نہیں ہو؟ بہرحال مجھے صرف اتنا بتا دو کیا تمہاری آتما میرے اندر سمائی ہوئی ہے؟''

''ہاں..... میں تمہارے اندر رہ کر سب کی باتیں سنتی رہتی ہوں لیکن بولتی نہیں ہوں۔ میری مجبوری یہ ہے کہ میری آتما کمزور ہے' جس عامل نے مجھے تمہارے اندر پہنچایا ہے وہ چاہتا ہے کہ میں اس کی کنیز بن کر رہوں۔ اس کے حکم کی تعمیل کروں لیکن میں نے انکار کر دیا۔ اس لیے اس نے ادھورا عمل کیا ہے۔ میری آتما کو تمہارے اندر پہنچا تو دیا لیکن مجھے تمہارے اندر بولنے کے قابل نہیں رکھا۔ میں سب کچھ سنتی ہوں لیکن بول نہیں پاتی ہوں۔ تب میں نے تمہیں آئینے کے عکس میں بلایا تاکہ آنکھوں میں ڈوب کر تم سوچ کے ذریعے میری باتیں سن سکو۔ اس لیے میں آئینے کے عکس میں بھی گونگی رہتی ہوں' صرف میری آنکھیں بولتی رہتی ہیں۔''

''تمہاری آتما میرے اندر کب سے سمائی ہوئی ہے؟''

''اب سے چار برس پہلے جب میں نے عدنان کو جنم دیا تھا اور وہ عامل مجھ سے سودے بازی کر رہا تھا کہ اس کی تابع رہوں تو وہ مجھے کسی دوسرے کے جسم میں زندہ رکھے گا۔ میں اپنے بچے کی خاطر زندگی پانے کے لیے اس کی بات مان گئی لیکن تمہارے جسم میں جگہ ملتے ہی میں نے بغاوت کی اور اس کی کنیز بن کر رہنے سے انکار کر دیا تب اس نے کہا کہ میں ہمیشہ تمہارے اندر ہی قید رہوں گی اور اپنی مرضی سے کبھی بول نہیں پاؤں گی اور نہ ہی اپنی مرضی کے مطابق تم سے کوئی کام

کرواسکوں گی۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی ''جب اس عامل نے مجھے تمہارے اندر پہنچایا تو پہلے اس نے تمہیں مار ڈالا تھا۔''

انامیریا نے پریشان ہوکر پوچھا ''کیا میں مر چکی ہوں؟''

''ہاں' تمہارے اندر تمہاری آتما نہیں ہے۔ میری آتما ہے۔ تمہارا صرف جسم زندہ ہے' باقی میں ہی میں ہوں۔''

انامیریا کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ مر چکی ہے اور مرنے کے باوجود زندہ ہے اور شیوانی کی آتما کی محتاج ہے۔ شیوانی کہہ رہی تھی ''میں نے تمہارے اندر پہنچتے ہی تمہارے دماغ کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا تھا اور تمہارے اندر یہ بات نقش کردی تھی کہ تم پورس کی محبوبہ ہو۔ اس سے تمہاری شادی ہوچکی ہے اور تم نے اس کے بیٹے عدنان کو جنم دیا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے' جب عامل مجھ سے خوش تھا اور اس نے مجھے یہ سب کچھ کرنے کی اجازت دی تھی۔ چھ ماہ کے بعد اس نے کالے عمل کے ذریعے مجھ سے ایسا کام لینا چاہا جس کے لیے میں راضی نہ ہوئی۔ اس طرح اس سے اختلافات پیدا ہوئے تو میں نے بغاوت کی' اس کی باتیں ماننے سے انکار کردیا۔ اس کے بعد میری سمجھ میں آیا کہ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے اور اب میں بے دست و پا ہوگئی ہوں۔ تمہارے اندر قیدی بن کر رہوں گی لیکن نہ تم سے کچھ بول سکوں گی اور نہ مرضی کے مطابق کام لے سکوں گی۔ جو باتیں میں نے تمہارے دماغ میں نقش کی تھیں۔ وہی باتیں اب تک تمہارے اندر نقش ہیں اور ان کے مطابق ہی تم خود کو عدنان کی ماں سمجھتی ہو۔''

انامیریا نے آئینے کی طرف سے نظریں ہٹا کر پورس کو بڑے دکھ سے دیکھا پھر کہا ''تمہاری مما نے درست اندازہ لگایا تھا کہ میرے اندر شیوانی کی آتما سمائی ہوئی ہے اور اس کی کچھ مجبوریاں ہیں جس کی وجہ سے نہ یہ میرے اندر بولتی ہے اور نہ اپنی مرضی کے مطابق مجھ سے کام لے سکتی ہے لیکن آئینے کی سطح پر آکر مجھے اپنے زیر اثر لے آتی ہے۔ عدنان کے لیے میرے اندر ایسی ممتا پیدا کرتی ہے کہ میں اس بچے کی خاطر اس کی ہر بات مان لیتی ہوں۔''

پورس نے کہا ''آئندہ بھی تم اس کی بات مانتی رہوگی اور میرے بچے سے دشمنی کرتی رہوگی۔ ذرا غور کرو۔ اس نے تمہیں ہمارے بچے کی ماں بنایا ہے لیکن ماں بنا کر درپردہ میرے بچے سے دشمنی کرا رہی ہے۔ اسے اس کے باپ یعنی مجھ سے جدا کردینا چاہتی ہے۔ تم اگر میری محبت میں چاہوگی کہ عدنان مجھ سے جدا نہ ہو۔ تو تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ وہی ہوگا جو شیوانی اپنی مرضی سے کرتی آرہی ہے۔ اس کے سامنے جھکتی جارہی ہو۔ جب انسان اندر سے کچھ باہر سے کچھ نہیں کرپاتا اور تمہارے اندر شیوانی کی آتما ہے۔ خود کہیں ہو۔ تم خود اپنے لیے بھی کچھ نہیں کرسکتیں۔ میرے بیٹے کے لیے کیا کروگی؟''

''تم درست کہہ رہے ہو۔ کیا ایسی کوئی صورت ہوسکتی کہ شیوانی سے میرا پیچھا چھوٹ جائے؟''

''اس سے پیچھا چھوٹے گا تو تمہارا جسم مردہ ہوجائے گا۔''

وہ انکار میں سر ہلانے لگی۔ کہنے لگی ''نہیں..... میں زندگی ہارنا نہیں چاہتی۔''

پورس نے کہا ''انامیریا! ذرا غور کرو کہ تم زندگی ہار رہی ہو۔ یہ جو زندگی گزار رہی ہو' یہ شیطانی ہے۔ تمہاری اپنی نہیں ہے۔ تم مجھے دل سے چاہوگی تب بھی مجھے پیار نہیں کرسکو گی۔ شیوانی جب چاہے گی' تمہیں مجھ سے جدا کردے گی۔ تم ہو ہونا نہیں چاہوگی تو وہ تمہاری اندر کی ممتا سے کھیلے گی اور عدنان کو نقصان پہنچاؤ گی اور میں یہ نہیں چاہوں گا۔''

''ان حالات میں تم کیا چاہتے ہو؟''

''یہی کہ تمہیں اس شیطانی زندگی سے باز آجانا چاہیے تمہاری موت ہوچکی ہے اس لیے تمہارے اس جسم کو بھی مر جانا چاہیے۔ یہ محض ایک دکھاوا ہے' یہ وجود تمہارا نہیں ہے۔''

اس کے اندر بے چینی پیدا ہوئی' دل گھبرانے لگا۔ دراصل شیوانی کی حالت ایسی ہورہی تھی۔ اس نے بے اختیار آئینے کی سطح پر دیکھا تو شیوانی کی آنکھوں نے کہا ''نہیں۔ تم اس کی باتوں میں نہ آنا۔ میں نے پہلے ہی تمہیں خبردار سے آگاہ کیا تھا۔ یہ تمہیں مار ڈالنا چاہتا ہے۔ تم اپنی زندگی رہی ہو۔ تم انامیریا ہو' میں شیوانی ضرور ہوں لیکن صرف آئینے کی سطح پر ہوں۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا رہی ہوں۔ تم کار کے قریب ہو۔ فوراً اس میں بیٹھو اور تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی یہاں سے چلی جاؤ۔ اسے پیچھے چھوڑ دو۔ اگر محبت سے پکارتا ہے تب بھی اس کے فریب میں نہ آؤ۔ یہ سے محبت نہیں کرتا ہے۔ تم سے دشمنی کررہا ہے۔''

وہ پورس سے بولی ''کیا تم مجھے مار ڈالوگے؟''

''میں تمہیں مشورہ دے رہا ہوں کہ تمہیں مر جانا چاہیے۔''

''اگر میں یہاں سے بھاگنا چاہوں گی تو کیا تم تھوڑی سی مہلت دوگے تاکہ میں اپنے طور پر تھوڑی سی حاصل کرسکوں؟''

''بے شک..... تم یہاں سے فرار ہوسکتی ہو۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کار کے پاس آئی۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر وہاں سے جانے لگی۔ وہ خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ جب کار ڈرائیو کرکے جانے لگی تو اس نے اپنے لباس کے اندر سے ریوالور نکالا۔

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس سڑک پر آگئی تھی جو ایک لمبا چکر کاٹ کر اسی میدانی علاقے کی طرف سے گزرتی تھی۔ جہاں وہ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اس کی آخری خواہش پوری کی تھی۔ اسے فرار ہونے کا موقع دیا تھا۔

وہ ریوالور ہاتھ میں لیے اس کا انتظار کرتا رہا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی اس راستے سے گزرتی ہوئی جب ایک لمبا چکر کاٹ کر اسی میدانی علاقے کے قریب سے گزرنے لگی تو اس نے اس گاڑی کے پہیے کا نشانہ لیا اور گولی چلادی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک پہیہ برسٹ ہوا۔ اسٹیئرنگ بہکنے لگا۔ دوسرا فائر ہوا۔ دوسرا پہیہ برسٹ ہوا۔

وہ اسٹیئرنگ کو اپنے قابو میں نہ رکھ سکی۔ پہاڑی راستہ اتنا کشادہ نہیں ہوتا کہ وہاں سنبھلنے کا موقع ملے۔ وہ کار اس کے قابو سے نکل کر کھائی کی طرف آئی پھر اس کی پستی میں گرتی چلی گئی۔ اس کی آخری چیخ سنائی دی تھی۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے خاموشی چھا گئی۔

وہ بڑے صدمے سے دیکھتا رہا۔ کار گہری پستی میں جاتی رہی۔ چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتی رہی۔ آگ کی لپیٹ میں آتی رہی پھر وہ پلٹ کر وہاں سے جانے لگا۔ اسے انامیریا وہاں سے دکھائی نہیں دے سکتی تھی۔ دیکھ کر بھی کیا کرتا کیونکہ اس کا جسم تو اب فنا ہوچکا تھا لیکن آتما کب فنا ہوتی ہے؟

وہ آتما خلا میں سفر کرتی ہوئی چشم زدن میں تانترک مہاراج جنگل بھٹاچاریہ کے قدموں میں پہنچ گئی۔

☆☆☆

چنڈال جوگیا پاگل خانے میں سلاخوں کے پیچھے قیدی بنا ہوا تھا۔ وہاں سے وہ فرار نہیں ہوسکتا تھا۔ ان کے باوجود اس نے ایسے بھیانک پن کا مظاہرہ کیا تھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کو زنجیروں سے جکڑ دیا گیا تھا اور وہ بھاری زنجیروں کے بوجھ سے مجبور ہوکر فرش پر گر پڑا تھا اور وہیں پڑا رہ گیا تھا۔

وہ پاگل نہیں تھا لیکن ٹونی جے اس کے اندر رہ کر اس سے ایسی حرکتیں کرواتا تھا کہ وہ خطرناک پاگل ثابت ہوتا رہتا تھا۔ اس روز اس کا بیٹا ہنس راج اس سے ملنے آیا تھا اور ٹونی جے نے پہلے ہی طے کرلیا تھا کہ انتقام لینے کے لیے سب سے پہلے

ماہنامہ سرگزشت میں شائع ہونے والے سلسلے
ہستیوں کی پراسرار سنسنی خیز داستان
خاصان خدا
قیمت 225 روپے
ڈاک خرچ 30 روپے
تحریر و تحقیق
ڈاکٹر ساجد امجد
صفحات
400 سے زائد
جس میں دو جلیل القدر بزرگ صحابیوں کے ساتھ چار اولیائے کرام و صوفیائے عظام کے حالات زندگی شامل کیے گئے ہیں۔
شمع رسالتؐ کے پروانے
حافظ حدیث حضرت ابوہریرہؓ
گل صحرا حضرت ابوذر غفاریؓ
ظلمتوں میں مینارۂ نور بن کر مشکبار شیان حق کی رہنمائی کرنے والے اولیائے کرام
محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاؒ
محبوب جہاں حضرت عبدالقادر جیلانیؒ
ولی سرمست حضرت بابا فرید الدین مسعودؒ
فاتح ملتان حضرت شاہ یوسف الدین زکریا ملتانیؒ
ان کتابوں میں سے ایک جنھیں ہر گھر میں ہونا چاہیے
کتابیات پبلی کیشنز۔ کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے)

اس کے بیٹے کو قتل کرے گا اور باپ کے ہاتھ سے ہی اسے قتل کرائے گا لہٰذا اس نے یہی کیا تھا۔ ایسے میں فرمان بھی اس کے ساتھ تھا۔

بہرحال یہ واقعہ بیان کیا جاچکا ہے۔ چنڈال نے ٹونی جے کے زیر اثر رہ کر ایک ریوالور سے اپنے بیٹے پر گولیاں چلائی تھیں اور اسے مار ڈالا تھا۔

اس طرح یہ مزید خطرناک پاگل ثابت ہوگیا تھا۔ اسے زنجیروں سے جکڑ دیا گیا تھا۔ اب دو یا تین بجے تک اس کی بیٹی انیتا اس سے ملنے آنے والی تھی۔ پاگل خانے کے ڈاکٹروں نے یہ طے کیا تھا کہ آئندہ کسی کو اس پاگل کے سامنے جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

پچھلی اقساط میں انیتا کا بھی ذکر ہوچکا ہے۔ اس کی آتما ثمر سلطانہ کے جسم میں سمائی ہوئی تھی۔ اور ثمر سلطانہ فرمان سے متاثر ہورہی تھی۔ اس سے دوستی کررہی تھی اور آثار ایسے تھے کہ یہ دوستی محبت میں بدلنے والی تھی۔ انیتا فرمان کی پہلے سے محبوبہ بھی پھر بیوی بن گئی تھی۔ اور وہ ثمر سلطانہ کو سوکن کی حیثیت سے برداشت نہیں کرسکتی تھی۔

لیکن وہ اس کے جسم میں قید رہ کر مجبور ہوگئی تھی۔ چاہتی تھی کہ کسی طرح اسے ثمر سلطانہ کے جسم سے رہائی ملے اور یہ اسی وقت ممکن ہوتا جب اس کا باپ چنڈال پاگل خانے میں نہ رہتا۔ اپنے طور پر آزادانہ زندگی گزارتا تو بیٹی کی آتما کو ایک جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں پہنچا سکتا تھا۔

اب انیتا کو امید کی ایک کرن نظر آرہی تھی۔ فرمان راضی ہوگیا تھا کہ ثمر سلطانہ کو چنڈال سے ملانے کے لیے لے جائے گا یعنی وہ انیتا کو باپ سے ملانے کے لیے لے جانا چاہتا ہے۔ ادھر ٹونی جے نے فرمان سے کہا تھا کہ بیٹی کو بھی باپ سے ایک بار ملا دو کیونکہ اس کے بعد پھر کبھی باپ بیٹی مل نہیں پائیں گے۔

فرمان ثمر سلطانہ کے ساتھ ایک طیارے کے ذریعے ناگ پور پہنچ گیا تھا۔ اس شہر کے قریب ہی وہ پاگل خانہ تھا۔ یہ طے پایا تھا کہ وہ دوپہر دو یا تین بجے تک ثمر سلطانہ کو لے کر پاگل خانے میں پہنچے گا اور اب دو بجنے والے تھے۔

ٹونی جے چنڈال کے اندر رہ کر ان کا انتظار کررہا تھا۔ چنڈال زنجیروں میں جکڑا پڑا تھا۔ اور ایسی گہری گہری سانسیں لے رہا تھا جیسے زندگی کی آخری سانسیں گن رہا ہو۔ جب کہ ٹونی جے یہ طے کرچکا تھا کہ اسے آسانی سے مرنے نہیں دے گا۔ اسے روز تھوڑا تھوڑا کرکے مارتا رہے گا۔ مگر ایک دم سے مرنے نہیں دے گا۔ ایسے ہی وقت تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ چنڈال کے اندر پہنچ گیا۔

پچھلے باب میں یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ چنڈال کی آتما نے ہریش چندر نامی ایک بہت بڑے بزنس مین کے جسم میں جگہ پائی تھی۔ ہریش چندر کے دو بیٹے تھے جو چنڈال کے دشمن بنے ہوئے تھے اور انہوں نے ہی اسے پاگل خانے پہنچایا تھا۔ جگدیش چندر اپنے بھائی ہریش چندر کو دل و جان سے چاہتا تھا اور کسی بھی طرح اسے پاگل خانے کی دیواروں کے پیچھے سے نکال لانے میں مصروف تھا۔ انہی کوششوں کے دوران میں وہ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ تک پہنچ گیا تھا۔

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے اپنے پراسرار علوم کے ذریعے یہ معلوم کیا تھا کہ ہریش چندر پہلے ہی مرچکا ہے لیکن زندہ اس لیے ہے کہ اس کے اندر چنڈال جوگیا کی آتما سمائی ہوئی ہے اور یہ بھی معلوم کیا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹونی جے اور فرمان اس سے دشمنی کررہے ہیں۔

جنگل بھٹا چاریہ نے جگدیش سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کے بھائی کو دوسری زندگی دے گا۔ اسے پاگل خانے سے نکالے گا لیکن اس سلسلے میں وہ جو بھی کہے گا جگدیش اس پر عمل کرتا رہے گا۔

اور جگدیش نے ہاتھ جوڑ کر کہا تھا کہ وہ جان دے کر بھی اپنے بھائی کو پاگل خانے سے نکال لانے کے لیے تیار ہے۔

تب جنگل بھٹا چھاریہ اس سے کہا تھا کہ آج تمہارے بھائی ہریش چندر کی موت ہوجائے گی۔ وہ پاگل خانے میں مرجائے گا۔ تمہارا کام صرف یہ ہوگا کہ تم اس کے مردہ جسم کو اسپتال کے ائرکنڈیشنڈ مردہ خانے میں لے جاکر رکھو گے۔ وہ مردہ جسم چند گھنٹوں تک وہاں رہے گا پھر زندہ ہوکر تمہارے پاس چلا آئے گا۔

جنگل بھٹا چاریہ نے خیال خوانی کے ذریعے چنڈال جوگیا کے تمام خیالات تفصیل سے پڑھے تھے۔ اس کی پوری ہسٹری معلوم کی تھی یوں بھی وہ اس کا نام سن چکا تھا لیکن اس کی طرف پہلے کبھی توجہ نہیں کی تھی۔ اب اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر وہ اسے اپنے غلام بنائے رکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے جگدیش سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے پاگل خانے سے نکال کر ایک نئی زندگی ضرور دے گا۔ اس مقصد کے لیے وہ چنڈال جوگیا کے اندر آیا۔ پھر اس سے بولا ''چنڈال!..... کہاں ہو؟ کس حال میں ہو؟ میں نے سنا تھا کہ تم بہت ہی خطرناک جادوگر ہو کالا جادو بھی جانتے ہو اور خیال خوانی بھی کرتے ہو۔

کیا مجھے جانتے ہو؟''

وہ ننگے فرش پر پڑا چھت کی طرف تک رہا تھا اور اس کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا ''میں تمہیں نہیں جانتا۔ تم کون ہو، تمہاری آواز اور لہجہ پہلی بار سن رہا ہوں۔''

اس وقت ٹونی جے بھی وہاں موجود تھا اور جنگل بھٹا چاریہ کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''میرا نام جنگل بھٹا چاریہ ہے اور بڑے بڑے جادوگر مجھے تانترک مہاراج کہتے ہیں۔''

چنڈال نے ایک لمبی سانس چھوڑتے ہوئے کہا ''اے بھگوان! تو مجھے کتنی سزا دے گا؟ ایک وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا میری زندگی عذاب بنا رہا ہے۔ اس نے میرے سامنے بیٹے کو ہلاک کردیا اور میرے ہاتھوں سے ہلاک کرایا۔ میں کچھ نہیں کرسکا اور اب یہ تانترک مہاراج میرے اندر آیا ہے میں تو بالکل ہی مجبور ہوں۔ حالات مجھے جدھر لے جائیں گے۔ ادھر ہی چلا جاؤں گا۔ دیکھتا ہوں کہ یہ تانترک مہاراج مجھ سے کیا چاہتا ہے؟''

جنگل بھٹا چاریہ نے کہا ''میں تمہارے خیالات سن رہا ہوں۔ تم سے پوچھنے آیا ہوں کہ کیا اس طرح سے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کے زیر اثر رہ کر اپنی زندگی عذاب بناتے رہو گے۔ اذیتیں برداشت کرتے رہو گے۔ روز مرو گے، روز جیو گے، کیا میری غلامی پسند کرو گے؟''

اس نے پوچھا ''کیا تم مجھے اس پاگل خانے سے اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے نجات دلوا سکتے ہو؟''

''بے شک..... نجات دلوا سکتا ہوں۔ شرط یہی ہے کہ تم میرے زیر اثر رہو گے اور میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔''

''اگر میں راضی نہ ہوا تب بھی تم ایسا کرسکتے ہو۔ تنویمی عمل کے ذریعے اور کئی پراسرار علوم کے ذریعے تم مجھے اپنا غلام بنا کر رکھ سکتے ہو۔ بہرحال میں راضی ہوں۔ تمہارا تابعدار بن کر رہوں گا۔ جتنی جلدی ہوسکے مجھے یہاں سے نجات دلاؤ۔''

ٹونی جے اس کے اندر کسی اجنبی کی آواز سننے ہی فرمان کو بلا کر لے آیا تھا۔ وہ دونوں جنگل بھٹا چاریہ کی باتیں سن رہے تھے۔ پھر ٹونی جے نے کڑک کر پوچھا۔ ''اے! تم کون ہو؟ اور اس کی مدد کیوں کرنا چاہتے ہو؟''

جنگل بھٹا چاریہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ''اچھا تو تم ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہاں موجود ہو؟''

''ہاں۔ تم یہ بتاؤ کہ اس سے دوستی کیوں کرنا چاہتے ہو؟

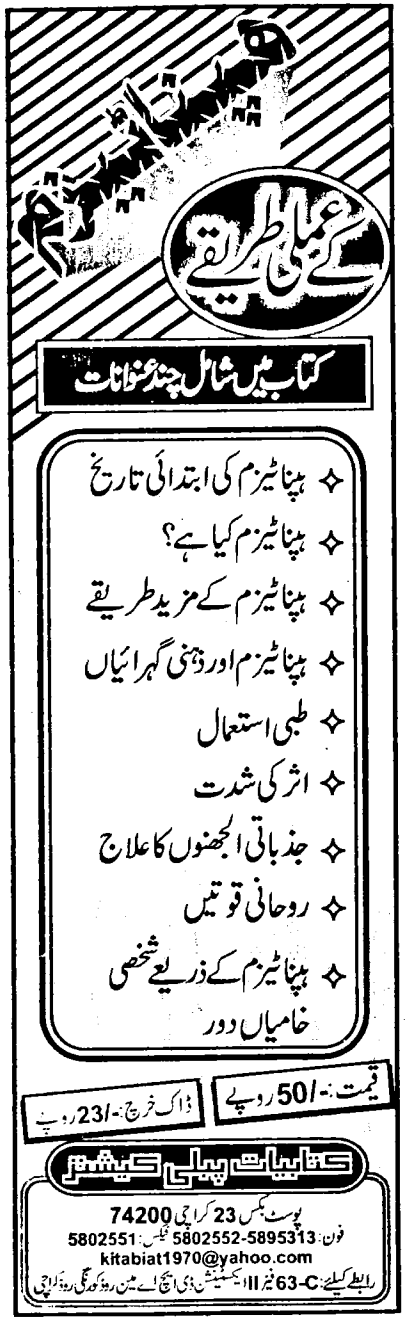

اور ہم سے دشمنی کر کے تمہیں کیا ملے گا؟''

''مجھے بہت کچھ ملے گا۔ میں اپنے معاملات اچھی طرح جانتا ہوں اور اس بات کا پابند نہیں ہوں کہ تمہارے کسی سوال کا جواب دوں۔''

فرمان نے نرم لہجے میں کہا ''مسٹر بھٹاچاریہ! ہم تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں اور تم سے التجا کرتے ہیں کہ اس شیطان کا ساتھ نہ دو۔''

جنگل بھٹاچاریہ قہقہے لگانے لگا۔ فرمان نے پوچھا ''میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی ہے جس پر تمہیں ہنسی آ رہی ہے؟''

''تم چنڈال جوگیا کو شیطان کہہ رہے ہو تو پھر میں کیا ہوں؟ میں بھی تو شیطان ہوں' اس لیے اس کی مدد کر رہا ہوں۔''

وہ پھر قہقہے لگانے لگا۔ ٹونی جے نے پوچھا ''کیا تم اس کی جان ابھی لے سکتے ہو؟ اس کی آتما کو اس کے اندر سے نکال سکتے ہو؟''

''ہاں' میں اس کی آتما کو یہاں سے لے جاؤں گا۔ تم دونوں اس کے مردہ جسم سے دشمنی کرتے رہ جاؤ گے۔''

''تم ہم سے دشمنی کر کے اچھا نہیں کر رہے ہو۔''

''ہر دشمن دوسرے دشمن سے یہی کہتا ہے کہ وہ اچھا نہیں کر رہا ہے۔ جب میں تم پر بھاری پڑ تا رہوں گا' تب پتا چلے گا کہ میں کیا اچھا کر رہا ہوں اور کیا برا کر رہا ہوں؟''

فرمان نے دوستانہ لہجے میں پوچھا ''کیا ہماری دوستی نہیں ہو سکتی اور اسی دوستی کے ناتے تم اسے ہمارے حوالے نہیں کر سکتے؟''

اس نے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ چند لمحوں بعد ہی انہیں چنڈال کے دماغ میں گنگناتی ہوئی آواز سنائی دی۔ گنگناہٹ بہت ہی بھدی تھی۔ پھر پتا چلا کہ وہ گنگنا نہیں رہا ہے بلکہ منتر پڑھ رہا ہے۔ پتا نہیں کتنی دیر تک پڑھتا رہے گا اور کب تک وہ اس کی آتما کو اس کے جسم سے نکال کر لے جائے گا؟

وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے دیکھتے رہ جائیں گے۔ پھر اس کی مردہ کھوپڑی سے انہیں باہر نکلنا پڑے گا۔ فرمان نے ٹونی جے سے کہا ''میں انیتا اور ثمر سلطانہ کو لے کر یہاں پہنچ گیا ہوں۔ ابھی چنڈال کے سامنے اس کی بیٹی کو پیش کرنے والا ہوں۔''

فرمان وہاں کے ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا کہ فوراً ہمیں ہریش چندر (چنڈال جوگیا) کے پاس پہنچایا جائے۔ یہ ان کی ایک عزیزہ ہیں اور ان سے ابھی ملنا چاہتی ہیں۔

ڈاکٹر اعتراض کرنا چاہتا تھا' کہنا چاہتا تھا کہ وہ بہت خطرناک پاگل ہے۔ اس سے کسی کو ملنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی لیکن فرمان نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے دو سنتریوں سے کہا ''انہیں ہریش چندر کے سیل کے سامنے لے جاؤ اور اس سے دور ہی رکھنا۔ قریب نہ جانے دینا۔ وہ پاگل کا بچہ انہیں بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔''

وہ سنتریوں کے ساتھ چلتا ہوا۔ اس سیل کی طرف جانے لگا' اس کے ساتھ ثمر سلطانہ تھی اور ثمر سلطانہ کے اندر انیتا کی آتما سمائی ہوئی تھی۔ وہ بہت بے چین تھی۔ باپ کی آواز سننے کے لیے اور اس سے ملنے کے لیے اور اس سے باتیں کرنے کے لیے تڑپ رہی تھی۔

وہ سب سیل کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ سنتریوں نے انہیں دور ہی رہنے کا حکم دیا۔ انیتا ثمر سلطانہ کے ذریعے اپنے باپ کو دیکھ رہی تھی۔ وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے فرش پر جکڑا ہوا پڑا تھا۔ وہ باپ کو دیکھتے ہی ثمر سلطانہ کے ذریعے پکارنے لگی ''پتا جی! پتا جی! میں آئی ہوں..... میں آپ کی بیٹی انیتا آئی ہوں.....''

اس نے سر گھما کر آہنی سلاخوں کے باہر دیکھا۔ وہاں ایک خوبصورت لڑکی ایک خوبرو جوان کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

فرمان نے مسکرا کر کہا ''چنڈال! تم میرے ساتھ کھڑی ہوئی حسینہ کو نہیں پہچان سکتے۔ یہ ثمر سلطانہ ہے اور اس کے اندر تمہاری بیٹی انیتا کی آتما سمائی ہوئی ہے اور مجھے تو تم بہت اچھی طرح جانتے ہو؟ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سامنے کبھی نہیں آتا لیکن آج میں تمہارے سامنے آیا ہوں۔ کیا تم میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو؟''

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھ فرش پر ٹیک کر آہنی سلاخوں کے باہر ثمر سلطانہ کو بڑی محبت سے دیکھنے لگا۔ کہنے لگا ''میری بچی! تم..... تم انیتا ہو؟''

وہ بولی ''ہاں..... پتا جی! میں آپ کی بیٹی ہوں۔ آپ کا یہ حال دیکھ کر میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ آپ تو مہا گیانی ہیں بھی کسی سے ہارتے نہیں ہیں' آج یہ حالت آپ کی کیسے ہو گئی؟''

''بیٹی! فکر نہ کرو۔ بس یہ تھوڑی دیر کی بات ہے۔ میں بہت جلد یہاں سے رہائی پانے والا ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولی ''کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟''

''ہاں بیٹی! میں سچ کہہ رہا ہوں۔''

''اس سے بڑی خوشی تو مجھے زندگی میں کبھی ملے گی نہیں۔ آپ رہا ہوں گے۔ آپ کسی کے پابند نہیں رہیں گے تو مجھے بھی اس ثمر سلطانہ کے جسم سے رہائی دلا سکیں گے یا پھر اسے میرے زیر اثر رکھا کریں گے۔''

ٹونی جے نے ثمر سلطانہ کے دماغ میں آ کر فرمان سے کہا ''تم ثمر سلطانہ کے ساتھ ضرور رہو لیکن چنڈال کے دماغ میں آ جاؤ۔ میں اکیلا ہوں۔ اس منتر پڑھنے والے کو روک نہیں پا رہا ہوں۔''

فرمان چنڈال کے اندر آیا' وہ اپنی بیٹی سے باتوں میں مصروف تھا۔ ٹونی نے کہا ''یہ جو اس کے اندر منتر پڑھ رہا ہے۔ یہ کوئی بہت زبردست کالا عمل کرنے والا ہے۔ اور ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اسی لیے اس کے دماغ کے اندر پہنچ کر منتر پڑھ رہا ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی بار بار کوشش کی لیکن وہ سانس روک لیتا ہے۔''

''جب وہ سانس روک کر تمہیں بھگاتا ہوگا تو منتروں کو پڑھنا چھوڑ دیتا ہوگا۔ کیونکہ بیک وقت دو کام نہیں کر سکتا۔''

''تھوڑی دیر کے لیے اس کا منتر رک جاتا ہے۔''

''تو پھر ہمیں یہی کرنا چاہیے۔ ایک بار تم اس کے دماغ میں جاؤ' وہ سانس روکے گا' تمہیں بھگائے گا۔ دوسری بار میں اس کے اندر جاؤں گا' وہ سانس روکے گا بھگائے گا۔ اس طرح ہم اسے منتر پڑھنے کا موقع نہیں دیں گے۔''

فرمان نے ثمر سلطانہ سے کہا۔ ''کوئی بہت بڑا جادوگر چنڈال کو یہاں سے رہائی دلانے کے لیے منتر پڑھ رہا ہے۔ میں اسے روکنے کے لیے جا رہا ہوں۔ تم فکر نہ کرنا۔ میں تمہارا دھیان بھی رکھتا رہوں گا۔''

وہ اس کے پاس سے چلا گیا۔ انیتا اندر ہی اندر چیخنے لگی۔ ''نہیں فرمان! تم ایسا نہیں کر سکتے۔ اسے منتر پڑھنے سے نہ روکو۔ میرے پتا جی کو یہاں سے رہائی حاصل کرنے دو۔ میرے باپ سے دشمنی نہ کرو۔ تمہیں میری محبت کی قسم ہے' واپس آ جاؤ۔''

فرمان تانترک مہاراج جنگل بھٹاچاریہ کے دماغ میں بار بار پہنچ رہا تھا۔ وہ سانس روک رہا تھا۔ ادھر ٹونی جے بھی وقفے وقفے سے اس کے اندر پہنچ رہا تھا۔ وہ دونوں اسے منتر پڑھنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔

فرمان کبھی کبھی ثمر سلطانہ کے پاس آ کر اس کی خیریت معلوم کر رہا تھا۔ ادھر انیتا اس کے اندر ہلچل پیدا کر رہی تھی۔ چیخ چلا رہی تھی۔ ثمر سلطانہ اس پر قابو پانا چاہتی تھی لیکن ناکام ہو رہی تھی۔ برداشت کر رہی تھی۔ اس کے باوجود لڑکھڑا رہی تھی۔ کبھی ادھر جا رہی تھی کبھی پیچھے دیوار سے ٹکرا رہی تھی۔ وہاں کھڑے ہوئے سنتریوں نے پوچھا ''تمہیں کیا ہو رہا ہے؟''

انہوں نے ثمر سلطانہ کو دونوں طرف سے پکڑ لیا تھا۔ فرمان نے آ کر پوچھا ''کیا بات ہے؟''

وہ پریشان ہو کر بولی ''مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟ انیتا میرے اندر بہت گڑبڑ کر رہی ہے۔ مجھے سکون سے رہنے نہیں دیتی۔''

اس نے ثمر سلطانہ کے دماغ پر قبضہ جما کر انیتا سے کہا ''یہ کیا کر رہی ہو؟''

''اور تم کیا کر رہے ہو؟ میرے باپ سے دشمنی کر رہے ہو۔ انہیں یہاں سے رہائی کیوں نہیں پانے دیتے؟''

''وہ شیطان ہے۔ اس کا مر جانا بہتر ہے۔''

''ایسی باتیں نہیں کرو۔ میں اپنے باپ کو مرنے نہیں دوں گی۔ تم انہیں مارنے جاؤ گے تو میں ثمر سلطانہ کو سکون سے نہیں رہنے دوں گی۔''

ادھر جنگل بھٹاچاریہ تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گیا تھا۔ سانس روک کر سوچ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیے؟ پھر وہ چنڈال کے دماغ میں پہنچا۔ تو اس کے ذریعے اس نے ثمر سلطانہ کی آواز سنی۔ وہ دونوں سنتریوں سے کہہ رہی تھی ''میرے ہاتھ چھوڑ دو۔ اب مجھ پر دورہ نہیں پڑے گا۔ اب میں چپ چاپ کھڑی رہوں گی۔''

''کیوں کہ فرمان آ گیا تھا۔ اس لیے وہ مطمئن ہو گئی تھی۔ سنتریوں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن اس کی آواز سن کر جنگل بھٹاچاریہ اس کے اندر پہنچ گیا۔ پھر بولا ''فرمان! اب اگر تم میرے دماغ میں آ کر مجھے منتر پڑھنے سے روکو گے تو میں تمہاری اس رکھیل کے اندر آ کر زلزلہ پیدا کروں گا۔ اب فیصلہ کرو کہ رکھیل کو بچاؤ گے یا مجھے منتر پڑھنے سے روکو گے؟''

فرمان تذبذب میں پڑ گیا۔ ثمر سلطانہ نے پریشان ہو کر کہا ''فرمان مجھے بچاؤ۔ یہ میرے اندر کون بول رہا ہے؟ کون زلزلہ پیدا کرنا چاہتا ہے؟ کیا تم مجھے تڑپتے ہوئے مرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہو؟''

''نہیں..... میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔''

پھر اس نے جنگل بھٹاچاریہ سے کہا ''تم جیت گئے ہو۔ میں ہار گیا ہوں۔ اس کے دماغ میں نہ آؤ۔ میں تمہیں منتر پڑھنے سے نہیں روکوں۔''

جنگل بھٹاچاریہ چلا گیا۔ وہ پریشان ہو کر بولا ''ثمر سلطانہ! کیونکہ میں تمہارے دماغ میں موجود تھا۔ اس

لیے وہ کم بخت تمہارے اندر آ گیا تھا ورنہ میں نے تو تمہارے دماغ کو لاک کیا ہوا ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ کے اندر نہیں آ سکتا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ اسے منتر پڑھنے سے روکوں گا۔ مگر تمہارے اندر نہیں آؤں گا۔''

وہ گھبرا کر بولی ''ایسے نہ کہو۔ وہ مجھے مار ڈالے گا۔''

''جب وہ تمہارے اندر نہیں آ پائے گا۔ تو کیسے تمہیں نقصان پہنچائے گا؟''

''میں نہیں جانتی۔ میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ مجھے یہاں سے لے چلو۔''

''دیکھو..... میں ان سنتریوں یا چنڈال کے دماغ میں آ کر تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔ تمہیں ذرا بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو میں فوراً ہی تمہارے اندر آ کر تمہاری خیریت معلوم کروں گا۔ تم اطمینان رکھو۔ ابھی جا رہا ہوں پر چند سیکنڈ کے بعد ہی دوسروں کے اندر آ کر تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا۔''

اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے جاتا۔ یکبارگی ثمر سلطانہ نے چیختے ہوئے اچھل کر زمین پر گرتے ہوئے یہ سمجھایا کہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا گیا ہے۔ جنگل بھٹا چاریہ قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

''فرمان! تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو؟ میں یہاں سے نہیں گیا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم کیسی مکاری دکھا سکتے ہو۔ اب بولو اس کو کیسے بچاؤ گے؟''

فرمان نے ٹوٹی بے کو بلایا اور کہا ''دیکھو..... میری ثمر سلطانہ کی کیا حالت ہو رہی ہے؟ میں بہت مجبور ہوں' اب تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔ اس بھٹا چاریہ کو منتر پڑھنے سے نہیں روک سکوں گا۔ میں اپنی محبوبہ کو لے کر یہاں سے جا رہا ہوں۔''

ثمر سلطانہ کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے اس کے ذہن کو تھپکنے لگے۔ آرام پہنچانے لگے۔ جب اس کی تکلیف ذرا کم ہونے لگی تو ٹونی نے چنڈال کے اندر پہنچ کر معلوم کیا تو وہاں جنگل بھٹا چاریہ منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ کیا کرے؟

وہ نہیں چاہتا تھا کہ چنڈال اتنی جلدی مر جائے' اسے نجات حاصل ہو جائے۔ اور وہ دوسرا جسم حاصل کر کے اس سے دشمنی کرنے لگے۔ اس نے فرمان کے پاس آ کر کہا ''وہ کم بخت منتر پڑھتا جا رہا ہے۔ اسے یہاں سے نکل کر لے جائے گا۔''

فرمان نے کہا ''لے جانے دو۔''

''کیا کہہ رہے ہو؟ وہ میرے ہاتھ سے نکل جائے گا؟ میں کبھی اس سے انتقام نہیں لے سکوں گا اور پھر دوسری مصیبت یہ ہوگی کہ وہ میرے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ جائے گا۔ پتا نہیں آئندہ کسی کا جسم حاصل کرے گا اور چھپ کر مجھ پر وار کرتا رہے گا۔''

''کتنے ہی دشمنوں سے ہمارا واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ ایک دشمن یہ بھی سہی۔ فکر نہ کرو' ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔''

''نہیں..... اس سے پہلے کہ شیطان اور زیادہ شیطانیت پر اتر آئے میں اسے مرنے نہیں دوں گا۔ اس جسم سے نجات حاصل کر کے پاگل خانے سے باہر جانے نہیں دوں گا۔''

''اگر تم نے اسے منتر پڑھنے سے روکا تو وہ یہاں آ کر پھر ثمر سلطانہ کے دماغ کو پھوڑا بنا تا رہے گا۔''

''میں کیا کروں؟ کیا میں تمہاری ایک محبوبہ کی خاطر انتقام لینا چھوڑ دوں؟ اور اس دشمن کو آئندہ دشمنی کا موقع دوں؟''

''تم نے کہا تھا کہ دوستی قائم رکھو گے۔ اور ہم ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔''

''مگر تم اس وقت میرے کام نہیں آ رہے ہو۔ چنڈال کو نجات حاصل کرنے کا موقع دے رہے ہو؟''

''اسی طرح میں شکایت کرتا ہوں کہ تم اسے منتر پڑھنے سے روکو گے تو وہ یہاں آ کر زلزلے پیدا کرے گا اور میری محبوبہ کو مار ڈالے گا۔''

''تم ایک لڑکی کی جان بچانے کے لیے۔ اس شیطان کی رہائی کا راستہ کھول رہے ہو۔ جو کتنے ہی لوگوں کو کتنی ہی لڑکیوں کو اور مجھ جیسے کتنے ہی لوگوں کو نقصان پہنچاتا رہے گا؟ تم اس کا حساب نہیں کر رہے ہو؟''

''میں نے کہا ہے کہ مجھ پر بھروسا کرو' میں ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گا۔ یہ چنڈال تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ ہم دونوں مل کر ہی اس کا مقابلہ کریں گے۔''

''دیکھو فرمان! میں نہیں چاہتا کہ ہم دونوں کی دوستی کے درمیان اختلاف پیدا ہو۔ اس کا ایک حل یہ ہے کہ تم ثمر سلطانہ کو فوراً یہاں سے روانہ کر دو۔ اس کے ساتھ کوئی نہ رہے تو وہ جنگل بھٹا چاریہ کسی کو آلہ کار بنا کر اس کے اندر پہنچ نہیں سکے گا۔ تم نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہوا ہے۔ تم بھی اس کے اندر نہیں جاؤ گے تو اس بھٹا چاریہ کو اس کے اندر آنے کا موقع نہیں ملے گا۔''

''اس کا دماغ زلزلے کی وجہ سے ابھی کمزور ہے۔ اسی لیے یہ سانس نہیں روک سکے گی۔ اس کے دماغ کو لاک ضرور کیا ہے مگر اسے ذرا نارمل تو ہونے دو۔''

''اسے دوبارہ دماغی توانائی حاصل کرنے میں کم از کم ایک گھنٹا تو ضرور لگے گا اور پتہ نہیں اس ایک گھنٹے میں وہ کم بخت کیا کر گزرے گا؟''

''میں ابھی جا کر دیکھا ہوں کہ وہ کیا کر رہا ہے؟''

وہ دونوں ثمر سلطانہ کے دماغ میں آئے تو فرمان نے کہا۔

''ہم اس بار تو شکست کھا چکے ہیں۔ چنڈال جو گیا جسمانی طور پر مر چکا ہے۔ اس کی آتما یہاں سے رہائی حاصل کر چکی ہے۔''

انیتا خوشی سے کھل گئی' کہنے لگی ''میرے باپ کو کوئی شکست نہیں دے سکتا وہ مہا گیانی ہیں اب دیکھنا وہ کیسے انتقام لیں گے اور مجھے اس ثمر سلطانہ کے جسم سے نکال کر لے جائیں گے۔''

ٹونی نے کہا ''فرمان! یہ بات یاد رکھنا کہ میں نے تمہاری محبوبہ کی خاطر اسے نجات حاصل کرنے کا موقع دیا اگر میں یہاں باتوں میں نہ الجھتا تو اسے منتر پڑھنے سے روکتا رہتا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔''

فرمان نے کہا ''فکر نہ کرو میں آخری وقت تک تم سے دوستی نبھاؤں گا دیکھتے ہیں کہ وہ نئی زندگی حاصل کر کے آئندہ کیا کرتا ہے۔''

انیتا نے کہا ''میرے پتا جی جب جوابی کاروائی کریں گے تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔''

''تم بکواس کرتی رہو۔ اور یہ خواب دیکھتی رہو کہ تمہیں ثمر سلطانہ کے جسم سے رہائی حاصل ہو سکے گی۔ ہم تمہیں کبھی یہاں سے نکلنے نہیں دیں گے۔ ثمر سلطانہ اپنے اس جسم کے ساتھ زندہ رہے گی۔''

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کتنا خطرناک شکتی مان تھا۔ آتما شکتی کے سلسلے میں مہارت رکھتا تھا وہ کسی بھی زندہ شخص کو لا کر اس کی آتما کو اس کے جسم سے نکال کر اپنی پسند کی آتما کو اس کے اندر پہنچا دیتا تھا۔

اس نے اس وقت بھی یہی کیا۔ ایک بہت ہی تنومند توانا شخص ایک ہیلتھ کلب میں ورزش کر رہا تھا۔ اس نے اس وقت اسے دبوچ لیا اس کے جسم سے آتما کو نکال کر اس کنڈال چنڈال کی آتما کو پہنچا دیا۔

اس باڈی بلڈر کا نام وکی ورما تھا۔ وہاں ورزش کرنے والے سب ہی لوگ اس کے پاس دوڑتے ہوئے آئے کیوں کہ وہ اچانک ہی گر کر تڑپنے لگا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی بالکل ساکت ہو گیا تھا۔ جیسے مر چکا ہوں وہ سب اسے جھنجھوڑ کر ٹٹول کر دیکھ رہے تھے۔ نبض ٹٹول رہے تھے۔ ایسے ہی وقت اس نے آنکھیں کھول دیں پھر اٹھ کر بیٹھ گیا سب نے حیرانی سے پوچھا ''تمہیں کیا ہو گیا تھا؟''

وہ انجان بن کر بولا ''پتا نہیں کیا ہو گیا تھا؟ بس ایک دم سے گر پڑا پھر مجھے کوئی ہوش نہیں رہا۔ ایسا لگا جیسے کہ میں مر گیا ہوں۔ لیکن میں تو زندہ ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا ایک نے کہا ''یار وکی! تیری زندہ دلی ہمیں پریشان کر دیتی ہے۔ لعنت ہے تجھ پر۔''

وہ سب ہنستے بولتے اپنی اپنی جگہ جا کر ورزش کرنے لگے۔ وکی ورما اپنی ورزش کرنے والی جگہ پر بیٹھا رہا۔ جنگل بھٹا چاریہ نے ہنستے ہوئے پوچھا ''بولو چنڈال! کہاں ہو تم؟''

چنڈال نے خوش ہو کر کہا ''میں آپ کا سیوک ہوں آپ کا داس ہوں۔ ساری زندگی آپ کی خدمت کرتا رہوں گا ان لوگوں نے مجھے جس قدر جسمانی اور دماغی طور پر کمزور بنایا تھا۔ اب میں اسی قدر توانائی محسوس کر رہا ہوں۔ آپ نے مجھے ایک باڈی بلڈر کے اندر پہنچا کر اچانک ہی پھر سے طاقتور بنا دیا ہے۔''

''تم ایک مردہ وکی ورما کے جسم و دماغ کے مالک ہو آرام سے اس کے خیالات پڑھو معلوم کرو کہ اس نے اب تک کیسی زندگی گزاری ہے؟ اس کے کون کون سے رشتے دار اور دوست احباب ہیں۔ پوری تفصیل معلوم کرنے کے بعد یہاں سے اس کے گھر کی طرف جاؤ۔ کیوں کہ اب وہ گھر تمہارا ہو گا۔''

''آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

''میں ہر وقت تمہارے پاس نہیں رہوں گا۔ جب تم سیٹھ ہریش چندر کے جسم میں قیدی بنے ہوئے تھے تب اس کا بھائی جگدیش چندر میرے پاس آیا تھا۔ اسی کی مہربانیوں سے تم نے رہائی حاصل کی ہے۔ وہ تمہیں پھر سے زندہ دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ اس کا بھائی اسے زندہ واپس ملے گا' کیا تم دوبارہ اس سیٹھ ہریش چندر کے جسم

میں جانا چاہو گے؟''

''ہرگز نہیں..... میں ہاتھ جوڑ کر آپ سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے اس باڈی بلڈر کے اندر طاقتور بن کر رہنے دیں۔''

''ٹھیک ہے میں جگدیش کو مطمئن کرنے کے لیے کچھ کروں گا۔''

ادھر پاگل خانے سے ان سب کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ پاگل ہریش چندر مر چکا ہے۔ ایسے وقت جگدیش چندر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ میرے بھائی کو زندہ یہاں سے نکلنے نہیں دیا اب یہ مر چکا ہے۔ اس کی لاش اب تو میرے حوالے کر دو۔

اسپتال کے ڈاکٹر نے فون کے ذریعے ہریش چندر کے دونوں بیٹوں کو اس کی موت سے آگاہ کیا اور کہا ''اس کا بھائی جگدیش لانے کے لیے آیا ہے کیا اس کی تلاش اس کے حوالے کر دی جائے؟''

دونوں بیٹوں کو ہریش چندر یعنی اپنے باپ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، انہوں نے کہا ''ہمارے چاچا کو وہ لاش لے جانے دو۔''

اس پاگل خانے کے ڈاکٹر نے وہ لاش جگدیش کے حوالے کی۔ وہ اسے لے کر ایک اسپتال میں پہنچا۔ وہاں پہلے ہی بات کر چکا تھا کہ ایک لاش پاگل خانے سے لائی جائے گی اسے وہاں کے ایئر کنڈیشنڈ مردہ خانے میں رکھا جائے۔''

اس نے وہاں کے تمام چارجز ادا کیے تھے۔ لہٰذا ہریش چندر کی دہلاش مردہ خانے میں پہنچ گئی۔ پھر جگدیش نے تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کے پاس آ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''مہاراج! میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق اپنے بھائی کی لاش کو اسپتال کے مردہ خانے میں پہنچا دیا ہے۔''

بھٹا چاریہ نے کہا ''میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ تمہارا بھائی تمہیں زندہ واپس ملے گا آج رات بارہ بجے تم اسپتال کے پچھلے حصے میں گاڑی لے کر پہنچ جاؤ وہ زندہ ہو کر اس مردہ خانے سے نکل کر تمہارے پاس آ جائے گا۔''

وہ الٹے قدموں وہاں سے جاتے ہوئے بولنے لگا ''مہاراج کی جے ہو..... میں جانتا ہوں کہ آپ یہ چمتکار کریں گے۔ مردے کو زندہ کریں گے میرا بھائی مجھے آدھی رات کے بعد زندہ ملے گا۔''

وہ بولتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ جنگل بھٹا چاریہ تھوڑی دیر تک دھیان گیان میں مصروف رہا۔ اس نے سوچا تھا کہ آدھی رات سے پہلے وہ کسی کی بھی آتما کو اس کے جسم سے نکالے گا اور اس آتما کے پاس پہنچ جائے گا۔ ابھی شام ہونے والی تھی وہ رات کو یہ سب کچھ کرنے والا تھا۔

ایسے ہی وقت شیوانی کی آتما اس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ اس کی موجودگی کو سمجھتے ہی منتر پڑھنے لگا۔ ان منتروں کے ذریعے پتا چلا کہ وہ شیوانی کی آتما ہے اس نے پوچھا ''شیوانی! تم.....؟''

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے کہا ''اوہ..... مجھے معلوم کرنا ہی ہو گا کہ تم کیسے پلٹ کر آئی ہو؟''

اس نے آنکھیں بند کیں پھر منتر پڑھنے لگا۔ پھر اپنے دھیان گیان سے معلوم کرنے لگا کہ ایک جگہ ایک جوان عورت بہت بیمار ہے اور لب دم ہے۔

اس نے فوراً ہی اس کا دم نکال دیا۔ اس کی آتما باہر نکلی تو اس نے شیوانی کی آتما کو اس کے اندر پہنچا دیا۔ اس حسینہ کا نام الکا اگنی ہوتری تھا۔ اس کے رشتے دار اس کی بیماری سے پریشان تھے۔ انہیں چند سیکنڈ کے لیے یوں لگا کہ جیسے ان کا دم نکل گیا ہے وہ مر چکی ہے۔

لیکن پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ سانسیں لینے لگی۔ اس نے آنکھیں کھول کر ان سب کو دیکھا وہ خوش ہو رہے تھے۔ بھٹا چاریہ نے کہا ''ان رشتہ داروں سے کہو کہ وہ چلے جائیں اور تمہیں کچھ دیر تنہا سونے دیں۔''

وہ بولی ''میں اب ٹھیک ہو، کوئی پریشانی نہیں ہے میں تنہائی چاہتی ہوں مجھے سونے دو۔''

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ رشتے دار مطمئن ہو گئے تھے۔ اس لیے کسی نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ اسے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

بھٹا چاریہ نے پوچھا ''ہوں.....؟ اب بتاؤ تم پھر میرے پاس واپس کیوں آئی ہو؟ تم نے تو بغاوت کی تھی مجھے دھوکا دیا تھا میری نافرمانی کی تھی۔''

وہ بولی ''میں شرمندہ ہوں اور ہار پچھتا کر تمہارے پاس آئی ہوں۔''

''میں جانتا تھا تمہاری آنکھیں بہت خطرناک ہیں میں جب تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا تھا تو خود ہی کھنچا چلا آتا تھا اس لیے سوچ لیا تھا کہ تم پر زیادہ بھروسا نہیں کروں گا۔''

''تو پھر آپ نے کیوں بھروسا کیا تھا؟''

''پورا اعتماد نہیں کیا تھا۔ اسی لیے تو تمہاری آتما کو انا میریا کے اندر پہنچایا تھا۔ اور ایسا منتر پڑھا تھا کہ تم اس کے اندر بول نہیں پاتی تھیں۔ اپنی مرضی سے اس سے کوئی کام نہیں لے سکتی تھیں۔ صرف اتنا تھا کہ تم نے اس کے دماغ میں اپنے بیٹے

عدنان کے لیے ممتا بھر دی تھی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "عدنان کے باپ نے انا میریا کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس کا جسم فنا ہو چکا ہے اس لیے میں اس کے اندر سے نکل کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ اپنے بیٹے کو ہار رہی ہوں مگر ہارنا نہیں چاہتی۔ اب آپ ہی میرے لیے کچھ کر سکتے ہیں۔"

"ہوں..... تو میں تمہارے لیے کچھ کروں؟ مگر کیوں کروں؟ تم جیسی مکار اور دھوکے باز پر اب کیا میں بھروسا کروں گا؟"

"آپ اپنے منتروں کے ذریعے مجھے جکڑ کر رکھیں۔ اور اپنی داسی بنا کر رکھیں لیکن اتنی آزادی دیں کہ اپنے بچے کے لیے کچھ کر سکوں۔ کیا آپ چاہیں گے کہ میرا بیٹا ان روحانی عمل کرنے والوں کے پاس جائے؟ کیا آپ اپنے کالے جادو کا زور نہیں دکھا سکتے؟ کیا آپ اس سے کمزور پڑ جانا چاہتے ہیں؟"

"ہرگز نہیں..... میں کبھی کسی سے کمزور نہیں پڑتا۔ وہ روحانی عمل والے کیا بیچتے ہیں؟ میں تو ان کے ہوش ٹھکانے لگا دوں گا۔"

"بس میں یہی چاہتی ہوں کہ آپ نے مجھے یہ نیا جسم دیا ہے میرے اندر بولنے کی قوت کو بحال رکھیں۔ مجھے اس جسم کے اندر بولنے کی طاقت دیں۔ اپنے منتروں سے مجھے گونگی نہ بنائیں۔ میں اپنے بیٹے کے لیے فائٹ کرنا چاہتی ہوں۔ اسے حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"اب تو تمہیں کوئی سزا دینی ہوگی۔ کوئی شرط لگانی ہوگی۔"

"میں آپ کی ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے تم اپنے بیٹے عدنان کو حاصل کر کے میرے حوالے کرو گی۔ وہ مسلمان اسے روحانیت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ میں اس بچے کو کالے عمل کی طرف لاؤں گا۔ اسے اپنی طرف کالا عمل سکھاؤں گا۔ اور اپنا غلام بنا کر رکھوں گا۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں نے کہا ناں..... کہ میں ہر قیمت پر اپنے بیٹے کو حاصل کرنا چاہتی ہوں اور ضرور حاصل کروں گی۔"

"تو پھر اطمینان رکھو۔ آج سے تم اس جسم میں آزاد ہو۔ اس جسم والی کو اپنے حکم پر چلا سکتی ہو۔ اور میں تمہاری مدد کے لیے پہنچتا رہوں گا۔"

"میں آپ کی مہربانی سے اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچ جایا کرتی تھی۔ کیا میری یہ صلاحیت قائم رہے گی؟"

"ہاں..... تم اپنے بیٹے کی دماغ میں جب چاہے [illegible] کر دو گی۔"

"میں اس وقت کس ملک کے شہر میں ہوں؟"

"ہندوستان میں یہ شہر دہلی ہے۔"

"میرا بیٹا دشا نیے میں ہے۔ اسے وہیں کہیں چھپا کر [illegible] گیا ہے۔ میں وہاں پہنچنا چاہتی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہیں وہاں تک نہیں پہنچا سکوں گا۔ تم یہ معلوم کرو کہ جس کے جسم میں پہنچ چکی ہو وہ کوئی مالدار [illegible] ہے یا نہیں؟..... نہیں ہوگی تو میں اچھی خاصی رقم سے تمہاری مدد کروں گا۔ پھر تم یہاں سے کہیں بھی جا سکو گی۔"

"آپ خیال خوانی کے ذریعے اس کے بارے میں بہت سی باتیں جلد سے جلد معلوم کر سکتے ہیں۔ مجھے معلوم کرنے میں بڑی دیر لگے گی۔ پھر سب مجھ پر شبہ کریں گے میں خود کو کیوں نہیں پہچان رہی ہوں؟ ابھی تو مجھے اپنا موجودہ نام بھی نہیں معلوم ہے۔"

"تم خاموش رہو میں خیالات پڑھ کر بتاتا ہوں۔"

وہ اس لڑکی الکا اگنی ہوتری کے تمام قریبی رشتہ داروں کے خیالات پڑھنے لگا۔ شیوانی کو اس کے تمام رشتہ داروں کے خیالات بتانے لگا پھر کہا "تمہارا باپ ارب پتی بزنس مین تھا۔ اس نے تمہارے نام پر ساری دولت و جائیداد چھوڑی ہے۔ وہ تمہاری ماں کے نام کم سے کم جائیداد اور نقد رقم [illegible] کر گیا ہے۔ اس لیے تمہاری ماں تم سے جلتی کڑھتی ہے۔ [illegible] وہ دوسری شادی کرنا چاہتی تھی۔ تم ماں بیٹی میں بنتی نہیں تھی۔"

وہ بولی "یہ ٹیلی پیتھی بھی کتنا زبردست علم ہے۔ آپ نے چند لمحوں میں ان کے پورے خاندان کے حالات معلوم کر لیے۔ اب اگر میں اپنی جھگڑا کرنے والی ماں سے یا دوسرے کینہ رکھنے والے رشتہ داروں سے باتیں کروں گی تو ان کے اندر کی باتیں معلوم نہیں کر سکوں گی۔ اور پھر آسمانی مجھے فرہاد اور سونیا جیسے پہاڑوں سے ٹکرانے کے لیے آپ ٹیلی پیتھی کی بہت سخت ضرورت پڑے گی۔ کیا آپ ہر روز دو پہر شام آ کر میری مدد کر سکیں گے؟"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ میں بہت مصروف رہتا ہوں۔ [illegible] نہ کسی طرح تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔"

پھر اس نے ایک دم سے چونک کر کہا "ہاں میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے زیر اثر آ گیا ہے۔ وہ میرا غلام ہے اور غلام بن کر رہے گا۔ [illegible]

علم دیتا ہوں کہ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔"

"تو پھر آپ اسے ابھی میرے پاس بھیج دیں۔"

"ابھی نہیں..... میں آج رات بارہ بجے تک بہت مصروف ہوں۔ اس کے بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ تم پر کالا عمل کروں گا۔ تمہارے دل و دماغ کو اپنے زیر اثر لوں گا۔ اور پھر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ بھی کروں گا۔ اس کے بعد تم دونوں کو ایک ساتھ رہنے دوں گا۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ تم آج آدھی رات تک کسی طرح بھی اپنے ان موجودہ رشتہ داروں سے نمٹتی رہو۔ اس کے بعد ان رشتہ داروں سے اور تمام دشمنوں سے نمٹنا آسان ہو جائے گا۔"

اس نے شیوانی سے رابطہ ختم کیا۔ پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہاں آدھی رات تک دھیان گیان میں مصروف رہا۔ رات بارہ بجے سے پہلے ہی جگدیش اپنی گاڑی لے کر اسپتال کے پچھلی طرف پہنچ گیا۔ اور اپنے بھائی ہریش چندر کا انتظار کرنے لگا۔ اسپتال کے باہر اور اندر گہری خاموشی اور نیم تاریکی تھی۔ اسپتال کے اندر وارڈ بوائز اور نرسیں جاگ رہی تھیں۔ ان میں سے کچھ سو رہی تھیں۔ مریض بھی سو رہے تھے جو تکلیف میں مبتلا تھے وہ کروٹیں بدل رہے تھے۔

اسپتال کے باہر بھی ضروری لائٹوں کو آن رکھا گیا تھا۔ زنانہ و مردانہ گہری تاریکی تھی۔ اس اسپتال کے وسیع و عریض مردہ خانے میں بھی نیم تاریکی تھی۔ صرف ایک کم پاور کا بلب روشن تھا۔ اور اس نیم تاریکی اور نیم روشنی میں تمام مردے غفلت کی نیند سو رہے تھے۔

ایسے ہی وقت اس مردہ خانے کا دروازہ ہلکے ہلکے کھلنے لگا۔ اس اسپتال کا ایک ڈاکٹر دو ہٹے کٹے وارڈ بوائز کے ساتھ اندر آیا تھا۔ انہوں نے ایک اسٹریچر اٹھا رکھا تھا۔ وہ تینوں اس اسپتال کے ایسے اہم افراد تھے جو درپردہ کالا دھندا کرتے تھے۔ ان کا ایک بہت بڑا گینگ تھا۔ اس گینگ کے افراد اچھے صحت مند لوگوں کو اغوا کرتے تھے اور دواؤں کے ذریعے انہیں ہلاک کر کے مردہ خانے میں پہنچا دیتے تھے۔ پھر آدھی رات کے بعد انہیں وہاں سے نکال کر آپریشن تھیٹر لے جاتے تھے پھر ان کے دل گردے وغیرہ نکال کر ضرورت مندوں کے انجکشن فروخت کر کے لاکھوں روپے کماتے رہتے تھے۔

اس روز ایک گھنٹا پہلے ایک صحت مند مریض کو انجکشن کے ذریعے ہلاک کیا تھا۔ اور وہاں مردہ خانے میں پہنچا دیا تھا۔ اس وقت وہ اسے آپریشن تھیٹر میں نہیں لے جا سکتے تھے۔ ان کی کچھ مجبوریاں تھیں۔ اب ایک گھنٹے بعد انہیں موقع ملا تھا۔ تو وہ اس مردے کو وہاں سے لے جانے کے لیے آئے تھے۔

وہاں کچھ مردے ہینگروں سے لٹکے ہوئے تھے اور کچھ لکڑی کے تختوں پر چاروں شانے چت لیٹے ہوئے تھے۔ دونوں وارڈ بوائز نے ایک مردے کے قریب اسٹریچر لا کر کھولا اور اسے نیچے بچھا دیا۔

ایسے ہی وقت ہریش چندر نے آنکھیں کھولیں۔ خود کو دیکھا سوچا کہاں ہے؟ اس کے اندر جنگل بھٹا چاریہ نے کہا "اس وقت تم ایک اسپتال کے مردہ خانے میں ہو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ گڑگڑاتے ہوئے بولا "مہاراج! آپ مجھے کب تک سزا دیں گے؟ اب سے پہلے آپ نے مجھے ایک بیمار کے بوڑھے شریر (جسم) میں پہنچایا تھا۔ وہاں میں کھانستا رہا۔ بلغم تھوکتا رہا۔ اور بڑی تکلیفیں جھیلتا رہا۔ اب آپ نے مجھے اس جسم میں پہنچایا ہے یہ کس کا ہے؟ کیا کہتا ہے؟"

"ابھی تمہیں سب معلوم ہو جائے گا۔ میں نے تمہیں چتاؤنی دی تھی کہ مجھ سے جھوٹ نہ بولنا۔ کوئی دھوکا نہ دینا۔ تم نے جھوٹ کہا دھوکا دیا۔ اس کی سزا میں تمہیں دیتا رہا۔ اب اس سزا کی مدت ختم ہونے والی ہے۔ یہ آخری جسم ہے اس کے اندر تم کچھ دنوں تک رہو گے۔ پھر میں تمہیں تمہاری خواہش کے مطابق کسی خوبرو صحت مند نوجوان کے جسم میں پہنچا دوں گا۔"

وہ شام سے اب تک اس مردہ خانے میں پڑا ہوا تھا۔ مسلسل ایرکنڈیشنڈ کمرے میں رہنے کے باعث لباس اور جسم پر برف جمی ہوئی تھی وہ برف کو دونوں ہاتھوں سے جھاڑنے لگا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایسا کرتے وقت کچھ آہٹ کچھ سرسراہٹ سی ہو رہی تھی۔ ادھر ڈاکٹر اور دو وارڈ بوائز نے آواز سنی پھر ادھر ادھر دیکھا۔ ایک نے پوچھا "سر! یہ آواز کیسی ہے؟"

ڈاکٹر نے کہا "شاید کسی حصے سے برف ٹوٹ کر گر رہی ہے چلو جلدی کرو۔ اس مردے کو اسٹریچر پر ڈالو۔"

وارڈ بوائز اسے اسٹریچر پر ڈالنے لگے دوسرے وارڈ بوائے نے کہا "سر! یہ بہت ڈرپوک ہے اتنے دنوں سے ہمارے ساتھ کام کر رہا ہے لیکن مردہ خانے میں آنے سے ڈرتا ہے۔"

"یہ پاگل کا بچہ ہے مردہ تو مردہ ہی ہوتا ہے۔ کیا وہ کبھی زندہ ہو کر اٹھ سکتا ہے؟ مردوں سے تو نادان بچے ہی ڈرتے ہیں۔"

ہریش چندر کے جسم پر جگہ جگہ زخموں کے نشانات تھے پاگل خانے میں اسے ٹارچر کیا جاتا رہا تھا اور بھاری زنجیروں سے باندھا جاتا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ زخمی اور لہولہان رہتا

تھا۔ اس وقت وہ وہاں سے آگے بڑھنے لگا۔ دروازہ ڈھونڈنے لگا کہ وہ کس طرف ہے؟ اس کے قدموں کے نیچے برف ٹوٹ رہی تھی۔ ہلکی ہلکی ٹوٹ پھوٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

وہ تینوں چونک کر سننے لگے۔ ادھر ادھر دیکھنے لگے پھر ایک دم سے چونک گئے' کوئی شخص چلتا ہوا ادھر آ رہا تھا اور انہیں دیکھ کر ٹھٹھک گیا تھا۔ وہیں رک گیا تھا جو وارڈ بوائے ڈرپوک تھا وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ ڈاکٹر نے بھی حیرانی سے اسے دیکھا۔ ذرا سہم کر پوچھا ''تم..... کون ہو.....؟''

دوسرے وارڈ بوائے نے کہا ''سر! اب سے چھ گھنٹے پہلے اسے پاگل خانے سے لایا گیا تھا۔ یہ مردہ تھا بالکل مردہ تھا یہ ..... یہ زندہ کیسے ہو گیا؟''

وہ بولا ''میں یہ دیکھنے کے لیے زندہ ہو گیا ہوں کہ تم لوگ مردوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟ اس مردے کو اسٹریچر پر کہاں لے جا رہے ہو؟ چلو اسے ہٹاؤ اور مجھے اس اسٹریچر پر ڈال کر لے جاؤ۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کرو گے؟''

وہ تینوں سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ رہے تھے۔ پھر ایک دم سے پلٹ کر بھاگتے ہوئے دروازے کی طرف جانے لگے وہ ان کے پیچھے آرام سے چل رہا تھا۔ انہوں نے دروازہ کھول کر باہر جانے سے پہلے پلٹ کر دیکھا وہ آ رہا ہے یا نہیں اور وہ آ رہا تھا۔

وہ تینوں ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے گرتے پڑتے دروازے سے باہر نکلے پھر وہاں سے بھاگنے لگے' وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا باہر آیا۔ وہاں اس نے ادھر ادھر سر گھما کر دیکھا تو وہ ڈاکٹر اور وارڈ بوائز سہمے ہوئے ایک جگہ ٹھہر کر اسے دیکھ رہے تھے۔ دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ مردہ واپس جا کر اسی مردہ خانے میں رہے گا یا اسپتال کے اندر آئے گا؟''

لیکن وہ جنگل بھٹا چاریہ کی ہدایت کے مطابق پچھلے گیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ وہ سہمے ہوئے اسے دیکھ رہے تھے چیخ نہیں سکتے تھے۔ کسی کو بلا نہیں سکتے تھے۔ اور کسی سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ چور دھندے کے لیے مردہ خانے میں گئے تھے اور وہاں سے مردہ اٹھ کر کہیں جا رہا ہے۔

وہ گیٹ کے باہر چلا گیا۔ وہ سہمے ہوئے انداز میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر دیکھتے رہے۔ وہ مردہ چلتا ہوا ایک گاڑی کے پاس گیا تھا۔ پھر اس کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ گاڑی وہاں سے چل پڑی چونکہ نیم تاریکی تھی اس لیے اس گاڑی کی نیم پلیٹ پڑھی نہیں جا سکی۔ اگر روشنی ہوتی تب بھی وہ اتنے

سہمے ہوئے تھے کہ گاڑی کا نمبر پڑھنا بھول جاتے۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک مردے کو جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اور اب وہ جا چکا تھا۔

☆☆☆

الپا کی بیٹی انوشے تمام مخالفین کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ پہلے مخالف تو اسرائیلی اکابرین تھے۔ وہ انوشے کو ٹریپ کر کے اس کی ماں الپا کو اپنے سامنے جھکانا چاہتے تھے۔ اس اسرائیل اپنے پاس بلا کر پہلے کی طرح اس کی ذہانت سے فائدے اٹھانا چاہتے تھے۔

دوسرا مخالف آوازون تھا۔ وہ انوشے سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ جب کہ وہ سات برس کی تھی۔ وہ اس کے جوان ہونے کا انتظار کر سکتا تھا۔ اس سے پہلے وہ اسے اپنی گرفت میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے ستارے کہہ رہے تھے کہ انوشے اس کی زندگی کے لیے بہت اہم ہے۔ وہ اس کی شریک حیات بن کر رہے گی تو وہ ہر قدم پر کامیابی حاصل کرتا جائے گا۔ کبھی کسی کے زیر اثر نہیں آئے گا۔

ارنا کوف اور آوازون نے اسرائیلی اکابرین سے کہا کہ انوشے ان کی ضرورت ہے لہٰذا اسے کسی بھی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا جائے اور اسرائیلی اکابرین نے ان سے وعدہ کیا تھا کیونکہ ارنا کوف اور آوازون ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے کام آتے رہتے تھے۔

لیکن اسرائیل میں تین ایسے پراسرار سیاست دان تھے جو ہمیشہ روپوش رہ کر اسرائیلی اکابرین کو گائیڈ کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ انوشے کو آوازون کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ خاموشی سے انوشے کو ٹریپ کر کے اسرائیل لایا جائے گا تاکہ اس کے ذریعے الپا کو اپنے قابو میں کیا جا سکے۔

یعنی اسرائیل کے یہودی دو ہری چالیں چل رہے تھے ایک طرف ارنا کوف اور آوازون کی ٹیلی پیتھی کو اپنے کام لا رہے تھے۔ ان سے فائدہ اٹھا رہے تھے اور دوسری طرف انہیں دھوکا بھی دے رہے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی الپا ان ماں بیٹے کی ضرورت ہے اور وہ اسے خاموشی سے حاصل کر لینا چاہتے تھے اور آوازون کو ہمیشہ دھوکے میں رکھنا چاہتے تھے۔

یہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ ارنا کوف نے انوشے کو ٹریپ کرنے کے لیے کالا عمل کرنا شروع کیا تھا اس کے پاس ایک پتلا ایک تھال میں رکھا تھا۔ اور اس منتر کی تاثیر یہ تھی کہ جب انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر قدم نکالتی یا

سے ملنے کے لیے جاتی تو وہ پتلا تھال سے باہر آ کر گر پڑتا۔ اس طرح پتا چل جاتا کہ انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ چکی ہے۔

اسی طرح اسرائیل میں وہ تین پراسرار سیاست دان تھے ان میں سے ایک کالے عمل کا ماہر تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ جب بھی انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئے گی تو اسے اپنے علم سے معلوم ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ بھی کالے عمل میں مصروف رہا کرتا تھا۔

اس کے علاوہ دوسری طرف بھی انوشے کو ٹریپ کرنے کے انتظامات کیے جا چکے تھے۔ مخالفین کا خیال تھا کہ انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ کر کار کے ذریعے سے پیرس جائے گی یا پھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں پہنچے گی۔ بہرحال پیرس شہر ضرور جائے گی۔ تاکہ وہاں سے ہوائی جہاز کے ذریعے ہائی وے کے راستے یا ٹرین کے ذریعے کہیں جا سکے۔

یہ بھی خیال تھا کہ انوشے کو وہاں جھیل کے کنارے والے کسی کاٹیج میں چھپایا جائے گا۔ وہیں اس کے ماں باپ اس سے ملتے رہیں گے یا پھر کسی بڑے ہوٹل میں یا کسی پے انگ گیسٹ والے مکان میں اسے رکھا جائے گا۔

لہٰذا ان تمام مخالفین نے اپنے اپنے طور پر اپنے آلہ کاروں کو ان تمام مقامات پر نگرانی کے لیے بھیج دیا۔

بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے بے شمار جاسوس اس ادارے سے لے کر پیرس شہر کے ہر حصے میں پھیل گئے تھے۔ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ دشمن کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ اور انوشے کی تاک میں لگے ہوئے ہیں ہمارے جاسوس آہستہ آہستہ ان تمام دشمنوں کو ہلاک کر رہے تھے اور انہیں اس جگہ سے فرار ہونے پر مجبور کر رہے تھے۔

اناہیلا نے پہلے آوازون سے دوستی کرنا چاہی تھی لیکن اسے مایوسی ہوئی تھی۔ اب اس نے انتقاماً یہ کیا تھا کہ ارنا کوف انوشے کے سلسلے میں جو منتر پڑھ رہی تھی وہ اس منتر کا توڑ کرنے لگی۔ دوسرے منتر پڑھنے لگی۔ تاکہ وہ پتلا تھال سے باہر آ کر نہ گرے اور انوشے ادارے سے باہر آئے تب بھی ارنا کوف کو معلوم نہ ہو سکے۔

اور یہی ہوا تھا، یہ کہا جا سکتا ہے کہ اناہیلا نے جو اس کے توڑ پر منتر کیا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ پتلا تھال میں ہی رہ گیا تھا اور ارنا کوف کو خبر بھی نہ ہو سکی کہ انوشے ادارے سے باہر جا چکی ہے۔

ہمارا ایمان تھا کہ انوشے کے ساتھ اس کی دادی آمنہ فرہاد آیتیں پڑھتے ہوئے ادارے کے باہر آئی تھی اور انوشے سے کہا تھا کہ بسم اللہ پڑھ کر باہر قدم رکھے۔

ادھر جناب تبریزی بھی آیتیں پڑھ رہے تھے۔ انوشے نے بسم اللہ پڑھ کر ادارے کے باہر قدم رکھا تو بسم اللہ کی برکت سے دشمن اپنے ارادوں میں ناکام ہو گئے' کسی کو یہ خبر نہ ہو سکی کہ وہ باہر آ چکی ہے۔

اناہیلا کی دوغلی حرکتوں کے باعث کبریا اس سے ناراض ہو گیا تھا۔ وہ اسے ٹھکرا چکا تھا۔ اور اناہیلا آوازون اور ارنا کوف کی طرف سے مایوس ہو چکی تھی اور یہ طے کر رہی تھی کہ اب اسے اسرائیل میں قدم جمانے چاہئیں۔ جس طرح الپا برسوں تک اسرائیل میں رہ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت کرتی رہی۔ اسی طرح اب الپا کی جگہ اسے لینا چاہئے اور وہ جگہ ابھی خالی تھی۔

اس نے اسرائیلی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر سے اس سلسلے میں بات کی تھی۔ پھر اس کے ذریعے وہاں کے اکابرین سے گفتگو کی تھی۔ وہ سب اسے خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ لیکن آوازون اور ارنا کوف سے مخالفت لینے کے لیے تیار نہیں تھے اور اب تک سب سے زیادہ الپا کو اہمیت دے رہے تھے۔ اور اسے کسی طرح اسرائیل لے آنا چاہتے تھے۔

اناہیلا نے کہا ''میں ثابت کر سکتی ہوں کہ میں الپا سے زیادہ ذہین اور چالاک ہوں۔ میں بھی اس کی طرح سونیا اور فرہاد جیسے پہاڑوں سے ٹکرا سکتی ہوں۔ میں جلد ہی یہ ثابت کر دوں گی۔''

جب انوشے بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر اپنے باپ پارس کے ساتھ سفر کرتی ہوئی پیرس شہر پہنچی۔ اور وہاں الپا سے ملاقات کی تو اس وقت تک کوئی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ جب وہ وہاں سے روانہ ہونے کے لیے ایئرپورٹ پہنچے تو بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس وہاں موجود تھے اور یہ جانتے تھے کہ دشمن کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے عین وقت پر ان سب کو دبوچ لیا تھا۔ کسی کو ہلاک اور کسی کو زخمی کیا تھا۔ ان میں سے ایک وہاں سے فرار ہو گیا تھا۔

اسی نے فون کے ذریعے آوازون کو اطلاع دی تھی کہ انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ چکی ہے۔ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ کہیں جا رہی ہے اسے ایئرپورٹ پر دیکھا گیا ہے لیکن اس کا راستہ کوئی روک نہیں پایا۔ بابا صاحب کے ادارے والوں نے بڑے سخت انتظامات کیے تھے۔

جب ارنا کوف نے یہ سنا کہ انوشے بابا صاحب کے

ادارے سے باہر آچکی ہے تو وہ حیران رہ گئی۔ اس تھال کی طرف دیکھنے لگی جہاں پتلا کھڑا ہوا تھا۔ اس نے حیران ہو کر آوازون سے کہا ''بیٹے! یہ کیا ماجرا ہے؟ میرا جادو منتر ناکام کیسے ہوگیا؟ وہ ادارے سے باہر نکل آئی اور یہ پتلا وہیں کھڑا ہوا ہے۔''

آوازون نے کہا ''ماما! سیدھی سی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ولاڈی میر نے آپ کے منتروں کو توڑ کیا ہوگا۔ اسی لیے آپ ناکام رہی ہیں۔''

ادھر انابیلا نے اسرائیلی اکابرین سے کہا ''میں نے دعویٰ کیا تھا کہ میں ارنا کوف آوازون اور الپا وغیرہ سے زیادہ شہ زور ہوں۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا ہو یا کالے جادو کی نگری مجھ سے آگے کوئی نہیں نکل سکتا۔ میں نے سب کو ناکام بنادیا ہے انوشے بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر جاچکی ہے اور اب تک وہ اپنے جادو منتر میں ہی لگے ہوئے ہیں۔''

اسرائیلی اکابرین کو یقین نہیں آرہا تھا کہ انابیلا جیسی نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی نے ارنا کوف وغیرہ کو مات دی ہے اور ان سب کو بیوقوف بنایا ہے۔ کسی کو انوشے کے باہر آنے کی اطلاع بھی نہیں ہونے دی۔

وہ اسرائیلی تین پراسرار سیاست دان روپوش رہ کر ایسی تمام باتیں سنتے رہتے تھے۔ ارنا کوف اور آوازون سے بھی جو باتیں ہوتی تھیں۔ وہ بھی وہ چھپ کر سنتے تھے انہوں نے تائید میں کہا ''یہ انابیلا درست کہتی ہے ہمارا ایک کالا عمل کرنے والا بھی اس سلسلے میں ناکام رہا ہے۔ اسے بھی معلوم نہ ہوسکا کہ انوشے کل بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکل کر گئی ہے۔''

وہ اکابرین ان تینوں سیاست دانوں کی باتیں مانتے تھے۔ اور ان کی رہنمائی کے مطابق ہی ملک کے اندر اور باہر سیاسی چالیں چلتے تھے۔

ان تینوں نے کہا ''انابیلا بہت ذہین اور مکار ہے۔ اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ آئندہ بھی دیکھو کہ وہ کیا کرتی ہے؟ وہ نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرتی رہے گی۔ تو ہم اسے دوسروں پر ترجیح دیں گے۔ اور وہ یہاں آنا چاہے گی تو اسے خوش آمدید کہیں گے۔ اور اس کی شرط کے مطابق ارنا کوف اور آوازون سے دوستی اختیار کرلیں گے۔''

اسرائیلی اکابرین بھی یہ دیکھ رہے تھے کہ ارنا کوف آوازون اور ولاڈی میر عدنان کو حاصل کرنے میں مسلسل ناکام ہو رہے ہیں اور اب انوشے کو حاصل کرنے کی باری آئی تھی تو اس میں بھی وہ ناکام ہو رہے تھے۔ ان کے مقابلے میں ایک نئی آنے والی انابیلا ان پر فوقیت حاصل کر رہی تھی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ انابیلا نے اپنے مقابلے میں ان سب کو کم تر ثابت کیا تھا۔ اور آئندہ بھی وہ بہت کچھ کرنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت سونیا نے کبریا سے کہا ''انابیلا سے کہو کہ وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے باتیں کرے۔''

کبریا نے انابیلا سے رابطہ کیا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا ''میں کبریا ہوں۔''

وہ مسکرا کر بولی ''کچے دھاگے سے بندھے آئیں گے سرکار میرے..... آخر تم آہی گئے میرے بغیر نہیں رہ سکتے۔''

''فضول باتیں نہیں کرو۔ میں تم سے رومانس کرنے نہیں آیا ہوں۔''

''پھر کس لیے آئے ہو؟''

''مما نے تمہیں بلایا ہے۔ وہ کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہیں۔''

''اور وہ ضروری باتیں کیا ہیں؟ یہ تو تم جانتے ہی ہوگے؟''

''میں کچھ نہیں جانتا' بہتر ہے کہ تم خود جاکر ان سے باتیں کرو۔''

وہ سونیا کے پاس آکر بولی ''ہائے مما! میں آپ کے حکم کے مطابق حاضر ہوگئی ہوں۔ آپ مجھ سے ناراض ہیں میری مجبوری یہ ہے کہ میں اب تک آپ کے دل سے اپنے خلاف جو شبہ ہے اسے مٹا نہ سکی۔''

''شبہ نہیں یقین ہے اگر شبہ ہوتا تو اب تک مٹ چکا ہوتا۔ کسی نے مجھ سے جھوٹ بولنے اور فراڈ کرنے کی جرأت نہیں کی۔ کل کی لڑکی ہو کر تم نے مجھے دھوکا دیا اور دھوکے سے آوزون کو میرے اندر پہنچادیا۔ تم کیا سمجھتی ہو کیا تمہارے اس فراڈ کی سزا تمہیں نہیں ملے گی؟''

''آپ مجھ سے بڑی ہیں۔ بہت زیادہ تجربہ کار ہیں ساری دنیا میں مشہور ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنے چھوٹوں کو بالکل ہی کم تر سمجھ کر ان پر رعب جمائیں۔ آپ بڑی تجربہ کار ہیں اتنا تو جانتی ہیں کہ چیونٹی کو چیونٹی نہیں سمجھنا چاہئے۔ وہ ہاتھی کی سونڈ میں گھس جائے تو اس کی جان نکال دیتی ہے۔ اگر اسے جان سے نہ مارے تو ہلکان کردیتی ہے۔''

''اچھا تو تم میری جان لوگی؟ ہلکان کروگی؟''

''ابھی میں کینچلی نہیں کر رہی ہوں۔ آپ کو سمجھا رہی ہوں کہ مجھے سزا دینے والی بات نہ کریں۔ میں کسی سے کم تر نہیں ہوں۔ اور نہ ہی کسی کی محبوس میں آنے والی ہوں۔''

سونیا نے پوچھا ''اگر میں تمہیں اپنے دباؤ میں لے آؤں تو؟''

''یہ ہو نہیں سکتا۔ آپ اپنی سی کوشش کرکے دیکھ لیں۔''

''تم مجھے کیا دیکھنے کو کہہ رہی ہو۔ تماشا تو میں تمہیں دکھاؤں گی۔ جتنی جلدی ہو سکے اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ وہ خطرے میں ہے۔''

وہ ایک دم چونک گئی' کچھ پوچھے بغیر وہاں سے خیال خوانی کرتی اپنی ماں کے پاس پہنچی۔ پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا ''ممی! میں آپ کی بیٹی انابیلا بول رہی ہوں۔ آپ خیریت سے تو ہیں نا.....؟''

وہ مسکراتے ہوئے بولی ''ہاں ہاں بیٹا! میں بالکل خیریت سے ہوں تم پریشان کیوں ہو؟''

وہ اطمینان کی سانس لیتے ہوئے بولی ''بس یونہی ذرا ایک مکار عورت کی باتوں میں آگئی تھی۔ وہ خواہ مخواہ اپنی برتری جتانے کے لیے دھونس دیتی رہتی ہے۔''

اسے اپنی ماں کے اندر صالح بن طالبی کی آواز سنائی دی ''میڈم کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتیں۔ ابھی بچی ہو تمہیں فیڈر سے دودھ پینا چاہئے۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''تم..... تم کون ہو؟''

''تم میری آواز میڈم کے دماغ میں سن چکی ہو۔ میں تم سے کچھ اور نہیں بولوں گا۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ میڈم کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے اندر نہ آنا ورنہ اسے زندہ نہیں پاؤ گی' جاؤ..... میڈم کے پاس واپس جاؤ۔''

اس کی ماں نے پریشان ہو کر پوچھا ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرے دماغ میں یہ دوسرا کون بول رہا ہے؟''

''ممی! آپ فکر نہ کریں' میں میڈم کے پاس جارہی ہوں ابھی سب ٹھیک ہوجائے گا تھوڑی دیر بعد پھر آپ کے پاس آؤں گی۔''

وہ پھر سونیا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے بولی ''ہاں..... تو تم آگئی ہو؟ کیا میری دھونس میں ہو؟ یا دباؤ میں آئی ہو؟''

وہ شکست خوردہ انداز میں بولی ''جی ہاں..... میں بھول گئی تھی کہ میری کوئی کمزوری آپ کے ہاتھوں میں آسکتی ہے۔''

''اب بتاؤ..... آوازون اور ارنا کوف سے تمہارے تعلقات کیسے ہیں؟ اور سوتیلے ہونے کے باوجود تم لوگوں میں دوستی کیسے ہوگئی؟''

وہ بولی ''کبریا نے مجھ سے جھگڑا کیا تھا اور مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ تب ہی میں نے سمجھ لیا کہ اس کے ساتھ گزارہ نہیں ہوگا۔ اور میں آپ لوگوں کے درمیان رہ کر کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکوں گی۔ اس لیے میں نے آوازون کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔''

''جھوٹ موت بولو سچ بولو۔ تم آوازون کی طرف کیوں گئی تھیں؟''

''میں سچ کہہ رہی ہوں۔''

''دیکھو..... میں پھر تمہیں کہہ رہی ہوں تم نے اب تک مجھے نہیں سمجھا ہے' میں جھوٹ بولنے والوں کے منہ میں ہاتھ ڈال کر کلیجہ نکال لیتی ہوں۔ تم یہودی لڑکیاں ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے ہوتی ہیں۔ تم نے یہ سوچا تھا کہ انوشے ایک یہودی لڑکی الپا کی بیٹی ہے اسے آوازون جیسے یہودی سے منسوب ہونا چاہئے۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی ''میں نے یہ سوچا تھا کہ جب ہم یہودی لڑکیاں آپ کے مسلمان بیٹوں سے محبت کرسکتی ہیں' شادیاں کرسکتی ہیں تو آپ کے خاندان کی ایک مسلمان لڑکی کسی یہودی سے کیوں نہیں شادی کرسکتی؟''

''کیوں نہیں کرسکتی یہ ایک لمبی بحث ہے تم صرف اپنی بات کرو تم نے یہ جرأت کیسے کی کہ ہمارے خاندان کی ایک لڑکی کو یہودی سے منسوب کرنے کا منصوبہ بنایا؟ اور اس منصوبے کے تحت آوازون سے دوستی کی؟''

''یہ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی۔ آپ یقین نہیں کریں گی کہ میں نے ان سے دوستی ختم کردی ہے۔ وہ اسرائیلی اکابرین کو متاثر کرکے الپا کی طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان کی جگہ لینا چاہتی ہوں۔ انہیں وہاں سے ہٹا دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہوں اور بڑی حد تک کامیاب ہو رہی ہوں۔''

''یہ تم جو کہہ رہی ہو میرے لیے نئی بات ہے۔ نئی بات اس لیے کہ میں کچھ عرصے سے یہودی اکابرین کو بھولی ہوئی تھی۔ اور یہ بھی بھول گئی تھی کہ الپا کی غیر موجودگی میں وہ ٹیلی پیتھی کے محتاج ہوں گے۔ اسی لیے انہوں نے ارنا کوف اور آوازون سے دوستی کی ہے۔''

''میں وہاں ان کی دوستی قائم نہیں رہنے دوں گی۔''

''اگر تم نے یہ عزم کیا ہے تو پھر میں تمہیں سزا نہیں دوں گی بلکہ تم سے کام بھی لوں گی' اور اس کام کے عوض بہت بڑا انعام ملے گا۔''

''کیسا انعام؟''

''تم الپا کی طرح اسرائیلی اکابرین پر ٹیلی پیتھی کے

ذریعے حکمرانی کرسکو گے۔"

یہ تو انابیلا کا خواب تھا اور وہ اسی سلسلے میں کوششیں کررہی تھی وہ خوش ہوکر بولی "کیا آپ ایسی کوئی تدبیر کرسکتی ہیں کہ مجھے اسرائیل میں الپا کی جگہ مل جائے اور میں وہاں ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکمران بن کر رہوں؟"

"ہاں..... ایسا ہوسکتا ہے۔"

"ایسا ہوجائے تو میڈم! میں آپ کے پیر دھو دھو کر پیوں گی اور کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کروں گی۔"

"تمہیں اسرائیلی اکابرین کے سامنے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ تم مجھ سے اور فرہاد سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھتی ہو۔"

"میں ان کے سامنے یہ دعویٰ کرچکی ہوں اور وہ دیکھنا چاہیں گے کہ میں آپ لوگوں کے خلاف کیا کرسکتی ہوں؟"

"تم ہمارے خلاف بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے سکتی ہو۔"

"وہ کیسے.....؟"

"تم اعلان کرو اور دعویٰ کرو کہ عدنان کو تم نے اغوا کیا ہے اور اسے کہیں چھپا کر رکھا ہے۔"

وہ حیرانی سے چونک کر بولی "کیا.....؟ عدنان بابا کو میں نے اغوا کیا ہے؟ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ میں اتنا بڑا الزام اپنے سر پر لوں گی اور اتنا بڑا دعویٰ کروں گی تو مجھے یہ ثابت بھی کرنا ہوگا کہ میں نے عدنان بابا کو کہیں چھپا کر رکھا ہے۔"

"تمہیں یہ ثابت کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہوگا کہ تم عدنان کو دنیا والوں کے سامنے پیش کرو۔ کیوں کہ اسے چھپا کر رکھنا ہے اس لیے وہ تمہارا راز رہے گا اور وہ تم کسی کو نہیں بتاؤ گی۔ تمہیں کوئی مجبور نہیں کرے گا ارنا کوف ولاڈی میر' آواز دن اور شیوانی وغیرہ سب ہی تسلیم کریں گے کہ جب عدنان ان کے پاس نہیں ہے تو پھر تمہارے پاس ہی ہوگا اور ہم بھی یہی کہتے رہیں گے کہ عدنان ہمارے پاس بھی نہیں ہے۔"

"میڈم.....! میں سمجھ گئی یہ تو بہت ہی زبردست چال ہے آپ نے اپنے پوتے کو خود ہی کہیں چھپا رکھا ہے اور مجھے یہ دعویٰ کرنے کا موقع دے رہی ہیں کہ بچہ میرے پاس ہے۔ میں ضرور یہ دعویٰ کروں گی۔ اس طرح میری شہرت ٹیلی پیتھی کی دنیا میں دور دور تک پھیل جائے گی۔ سب ہی حیران ہوں گے اور چاہیں گے کہ مجھ سے دوستی کریں اور کسی طرح عدنان کو حاصل کریں۔"

"اور اسرائیلی اکابرین تمہاری ذہانت اور صلاحیت کے قائل ہوجائیں گے کیونکہ سارے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور کالا علم جاننے والے تمہارے خلاف بولتے رہیں گے اور وہ سے عدنان کو چھین لینے کی کوشش کریں گے۔"

"میڈم!.... آپ بہت چالاکی سے پلاننگ کرتی ہیں۔ میں آپ کی ذہانت کی قائل ہوگئی ہوں کیا میں جاؤں اور یہ اعلان کروں۔"

"بے شک..... تم ابھی یہ کام شروع کردو۔"

"آپ مجھے میری ممی کے دماغ میں جانے کی اجازت دیں آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے روک رہے ہیں۔"

سونیا نے عبداللہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "جاؤ..... اور صالح بن طالبی سے کہو کہ اس کی ممی کے دماغ سے چلے جائیں اور آئندہ کوئی ان کے اندر نہ آئے۔ اور نہ ہی پریشان کرے۔"

انابیلا سونیا کا شکریہ ادا کرکے اپنی ماں کے پاس آئی تو وہاں اب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا۔ اس نے ماں سے کہا "اب آپ پریشان نہ ہوں میں نے سارے معاملات طے کرلیے ہیں کوئی آپ کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

ماں نے کہا "بیٹی..... تم میرے دماغ کو لاک کیوں نہیں کردیتیں؟ پھر میرے اندر کوئی نہیں آسکے گا۔"

"ممی! میں نے آپ کو کئی بار سمجھایا ہے کہ آپ شراب پینا چھوڑ دیں لیکن آپ اس لعنت کو چھوڑتی نہیں ہیں۔ پھر میں کیسے آپ کے دماغ کو لاک کروں؟ یہ ہو ہی نہیں سکتا آپ نشہ کریں گی تو آپ کے دماغ کے دروازے پھر سے کھل جایا کریں گے۔"

وہ تھوڑی دیر سوچتی رہی پھر بولی "میں کوشش کروں گی کہ آج سے پینا چھوڑ دوں۔"

"آپ کبھی چھوڑ نہیں سکتیں۔ یہ آپ کے ساتھ ایسی لت لگی ہے کہ آپ آخری سانس لیتے ہوئے بھی ایک گھونٹ طلب کریں گی۔ آپ جیسی ہیں ویسی ہی رہیں۔ اب آپ کو کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا آکر تنگ نہیں کرے گا۔"

انابیلا بظاہر انکار کررہی تھی کہ ماں کے دماغ کا لاک نہیں کرے گی۔ ایسا اس لیے کہہ رہی تھی کہ اسے شبہ تھا سونیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا شاید ماں کے دماغ میں چھپا ہوا ہے۔ اور ان کی گفتگو سن رہا ہے۔ لہٰذا وہ اس وقت ماں کے دماغ سے چلی گئی۔ لیکن آدھی رات کے بعد اس نے ماں پر تنویمی عمل کیا اور بہت مضبوطی سے کیا۔ یہ سختی سے ہدایت کی کہ وہ شراب سے نفرت کرے گی۔ یہ بات اس کے دماغ میں نقش کی کہ یہ نشہ اس کے لیے زہر ہے وہ اسے کبھی ہاتھ نہیں لگائے گی۔

یہ چند باتیں نقش کرنے کے بعد وہ مطمئن ہوگئی۔ ادھر تمام دشمن انوشے کو ٹریپ کرنے اور اغوا کرنے میں ناکام رہے تھے۔ وہ الپا اور پارس کے ساتھ ایک طیارے میں سفر کررہی تھی۔ پاکستان کے شہر لاہور جارہی تھی۔ الپا کہہ رہی تھی "بیٹی! جب تم پیدا ہوئیں تو اس کے بعد ہی مجھ سے جدا ہوگئیں نہ میں تمہیں اپنا دودھ پلا سکی۔ اور نہ ہی اپنی گود میں کھلا سکی۔ اب تم اتنی بڑی ہوگئی ہو کہ صرف گلے لگ سکتی ہوں' تمہیں دیکھ دیکھ کر دل خوش ہورہا ہے۔ اور میں خدا کا شکر ادا کررہی ہوں کہ میں تمہاری جیسی ذہین اور خوبصورت بیٹی کی ماں ہوں۔"

وہ بولی "میں بھی تو آپ پر فخر کررہی ہوں آپ کیا کوئی معمولی ہستی ہیں؟ آپ نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بہت نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ میری گرینڈ ماما (سونیا) کے بعد چالاکی اور مکاری میں کسی کا نام آتا ہے تو وہ آپ کا ہے۔"

وہ الپا اور پارس کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ الپا نے سر گھما کر پارس کی طرف دیکھا پھر کہا "بیٹی! میں نے زندگی میں بڑی بڑی غلطیاں کی ہیں اور تمہارے باپ کو بھی بہت تکلیفیں پہنچائی ہیں۔ ساری دنیا نے معاف کردیا۔ تمہارے دادا دادی نے بھی مجھے گلے لگالیا لیکن تمہارے پاپا مجھ سے اب تک ناراض ہیں۔"

پارس نے اس کی طرف دیکھا پھر کہا "نہیں الپا! میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ دل ہی دل میں بہت خوش ہوں کہ تم توقع کے خلاف بالکل ہی بدل گئی ہو۔ اور اس بات کی تصدیق جناب تبریزی نے کی ہے کہ تم واقعی بدل گئی ہو۔ اب بھی ہم سے فراڈ نہیں کروگی۔ تمہارے جو بھی جذبات اور احساسات ہمارے لیے ہیں وہ سچے ہیں۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

اس نے الپا کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے کر کہا "ہماری بیٹی گواہ کہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ تم نے سچائی کو تھام لیا ہے میں ہمیشہ تمہیں تھامے رہوں گا۔"

انوشے نے خوش ہوکر الپا کے رخسار کو چومتے ہوئے کہا "میں آپ کو نئی زندگی اور نئی مسرتوں کی مبارکباد دیتی ہوں۔"

پھر اس نے پارس کو چوم کر کہا "پاپا! یو آر گریٹ..... آئی لو یو۔"

وہ الپا کو دیکھ کر بیٹی سے بولا "وی لو یو ٹو مائی چائلڈ!"

وہ بولی "اگر آپ دونوں مجھ سے واقعی محبت کرتے ہیں تو پھر ثبوت دینا ہوگا۔"

پارس نے اسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا "تم اور کیسا ثبوت چاہتی ہو۔"

"میں جو کہوں گی آپ وہ مانیں گے؟"

"کہہ کر دیکھو..... جان دے کر بھی تمہارے بات مان لوں گا۔"

پھر وہ الپا سے بولی "ممی! آپ بھی میری بات مان لیں گی؟"

"بیٹی! اب یہ جان صرف تمہارے لیے ہے ساری زندگی تمہارے لیے جیتی رہوں گی' مرتی رہوں گی۔"

"نہیں ممی! صرف میرے لیے نہیں آپ اپنی باقی زندگی میرے پاپا کے لیے جیتی رہیں گی۔"

اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا وہ بولی "میں چاہتی ہوں کہ پاپا آپ سے پھر کورٹ میرج کریں۔"

ان دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا' الپا نے اپنا سر جھکالیا۔ پارس اسے دیکھتا رہا پھر بولا "بیٹی! تمہاری ممی کا جھکا ہوا سر کہہ رہا ہے کہ انہیں تمہاری اس بات سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تو پھر مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے ہم لاہور پہنچتے ہی کورٹ میرج کریں گے۔"

الپا نے ایک دم سر اٹھا کر خوش ہوکر پارس کو دیکھا۔ ان لمحات میں اس کے اندر سے آنسو ابل کر اس کی آنکھوں تک پہنچ گئے۔ آنکھوں بھیگ گئیں وہ منہ چھپا کر رونے لگی۔

انوشے ماں کی گردن میں بانہیں ڈال کر اسے پیار سے چومنے لگی۔

ان ماں باپ اور بیٹی کے لیے وہ سفر بڑا یادگار تھا۔ وہ بڑے جذباتی لمحات سے گزرتے ہوئے سفر کررہے تھے۔ دشمنوں سے دور ہوتے جارہے تھے۔ فی الحال کسی طرح کا خطرہ نہیں تھا۔ کھانے پینے کے بعد جب وہ ذرا آرام کرنے کے لیے اپنی اپنی سیٹوں پر نیم دراز ہوئے تو انوشے ذرا چونک کر سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔ پارس نے پوچھا "کیا بات ہے بیٹی؟"

الپا نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر پوچھا "کیا تم خطرہ محسوس کررہی ہو؟"

"جی ہاں..... کوئی مجھ پر کالا عمل کررہا ہے لیکن کامیاب نہیں ہورہا ہے بار بار ناکام ہوکر واپس جارہا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟ کیا تمہیں یہ سب کچھ معلوم ہوجاتا ہے؟"

"جی ہاں..... میں نے گرینڈ ماما (آمنہ فرہاد) کے پاس کررو حانی علم سیکھا ہے۔ ابھی میں بہت ہی ابتدائی مرحلے میں ہوں۔ پھر بھی میری گرینڈ ممانے اپنی تعلیمات سے اور

عبادت گزاری سے مجھے اس قابل بنادیا ہے کہ میں خطرے کو پہلے ہی محسوس کرلیتی ہوں ایک آیت کی تلاوت کرتی رہتی ہوں تو وہ خطرہ مجھ سے دور بھاگتا رہتا ہے۔"

"تو بیٹی تمہیں اس آیت کی تلاوت کرتے رہنا چاہیے۔"

"میں نے ابھی وہ آیت پڑھی تھی تو وہ مجھ سے دور ہوگیا ہے وہاں آگے پائلٹ کیبن کی طرف چلا گیا ہے۔"

"کیا تم کسی کو دیکھ رہی ہو؟"

"میں صاف طور سے نہیں دیکھ سکتی۔ وہ ایک سایہ ہے لیکن کسی انسان کا سایہ نہیں ہے کالا عمل ہے۔ ایک سیاہ دھواں دھواں سا ہے۔ جو میرے قریب آتا ہے پھر کترا کر چلا جاتا ہے۔ اب میں خاموش رہ کر پھر آیت کی تلاوت کرتی رہوں گی۔"

وہ خاموش ہوگئی۔ پھر زیرلب کچھ پڑھنے لگی۔ الپا اور پارس سمجھ رہے تھے کہ اس کے علاوہ بہت دور بیٹھی ہوئی آمنہ فرہاد بھی اس کے لیے دعا مانگ رہی ہوگی اور مخصوص آیتوں کی تلاوت کررہی ہوگی۔ اسی لیے وہ سایہ قریب آنے سے کترا رہا ہے۔

پارس نے کہا "الپا..... تم میری ماما سے رابطہ کرو اور انوشے کے بارے میں انہیں بتاؤ۔"

الپا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر آمنہ کے اندر پہنچ گئی۔ وہ بولی "میں جانتی ہوں۔ تم کیا کہنے آئی ہو؟ میں اس کے لیے دعائیں مانگ رہی ہوں اور تلاوت میں مصروف ہوں۔ فکر نہ کرو۔ تم جاؤ میری پوتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"ماما! آپ صرف اتنا بتادیں کہ یہ دشمنی کون کررہا ہے؟"

"بیٹی! ایسی باتیں ہم سے نہ پوچھا کرو۔ اپنی ذہانت سے معلوم کرو۔"

الپا دماغی طور پر اپنی جگہ طیارے میں حاضر ہوگئی۔ پھر پارس سے بولی "ہماری ماما اس کے لیے دعائیں مانگ رہی ہیں۔ مجھ سے کہا ہے کہ ہمیں فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ بولا "ماما اپنے طور پر اپنی پوتی کی حفاظت کررہی ہیں لیکن ہم بھی بہت کچھ کریں گے۔ یہ صاف پتا چل رہا ہے کہ ارناکوف ہماری بیٹی کے خلاف کالے عمل میں مصروف ہے۔"

بے شک ارناکوف ان لمحات میں کالا عمل کررہی تھی لیکن ابھی یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اسرائیل میں بھی ایک کالا عمل کرنے والا موجود ہے اور وہ ان تین سیاست دانوں میں سے ایک ہے۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ انوشے جیسے ہی بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئے گی تو اسے خبر ہوجائے گی اور پھر وہ اپنے منتر کے ذریعے اسے شیشے میں لے لے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔

اسے معلوم ہوتا کہ اسرائیلی جاسوس پیرس کی جھیل کے کنارے ان کا ٹیچر کے قریب مارے گئے ہیں جہاں ہم کبھی کبھی رہائش اختیار کیا کرتے تھے۔ وہیں وہ توقع کررہے تھے کہ انوشے اپنے ماں باپ کے ساتھ وہاں پہنچے گی۔ پھر وہاں سے کہیں جانے کے لیے ضرور ائرپورٹ کی طرف جائے گی لہٰذا جھیل کے کنارے اور ائرپورٹ وغیرہ کی طرف جتنے بھی اسرائیلی جاسوس تھے۔ ولاڈی میر اور ارناکوف وغیرہ کے آلہ کار تھے۔ وہ تقریباً سب ہی مارے گئے تھے۔ زخمی ہوگئے تھے یا بھاگ گئے تھے۔

ان جاسوسوں اور آلہ کاروں کی ناکامی سے پتا چل گیا کہ انوشے ادارے سے باہر آگئی ہے اور ان کی گرفت میں نہیں آرہی ہے۔ پھر ایسے میں انابیلا نے دعویٰ کیا تھا کہ اس نے ارناکوف کے کالے عمل کو ناکام بنایا ہے اور انوشے ادارے سے نکل کر اپنے ماں باپ کے ساتھ جاچکی ہے۔

اسرائیل میں جو یہودی جادوگر تھا۔ اس کا نام ڈی کے بارلوسا تھا۔ اسے بھی یقین ہوگیا کہ انابیلا نے اپنے منتروں کے ذریعے ان سب کے منتروں کا توڑ کیا ہے اور انہیں ناکام بنادیا ہے۔ اس ناکامی کے بعد ڈی کے بارلوسا پھر منتر پڑھ رہا تھا اور طرح طرح سے کالے عمل کے ذریعے انوشے تک پہنچنا چاہتا تھا لیکن پتا چل رہا تھا کہ اس کی کالی قوت انوشے کے قریب پہنچ کر رک جاتی ہے اور واپس ہوجاتی ہے۔

ایسے میں دو باتیں ہی سمجھ میں آرہی تھیں یا تو روحانی عمل کے ذریعے انہیں ناکام بنایا جارہا تھا یا انابیلا پھر اپنے منتروں کے ذریعے ان کے کالے عمل کا توڑ کررہی تھی اور انوشے کو تحفظ دے رہی تھی۔

آواز ون نے اس سے رابطہ کرکے پوچھا "انابیلا!..... یہ تم کیا کررہی ہو؟ کیا تم ہماری دشمن بن گئی ہو؟"

"کیا مجھے دشمن نہیں بننا چاہیے؟ میں نے دوست بن کر تمہارے لیے کیا کچھ نہیں کیا؟ تمہیں سونیا جیسی خطرناک عورت کے دماغ میں رح پہنچایا اور تم میرا احسان بھول گئے۔"

"تم مجھے غلط نہ سمجھو۔ میری ماما بھی تمہیں چاہتی ہیں۔ ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں لیکن یقین کرو کہ عدنان کے لیے

میں ہم زیادہ مصروف رہے تھے اس لیے ہم تمہاری طرف توجہ نہ دے سکے۔ تم ہم سے باتیں کرنے آئی تھیں لیکن ہم نے بات کرنے سے انکار کردیا تھا۔ تمہیں اس بات کا برا نہیں ماننا چاہیے۔"

"آواز ون! تم نے تمہاری ماں نے مجھے ایک معمولی سی بچی سمجھ لیا ہے۔ میں سوتیلی ہوں اور تم لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوں۔ میں کچھ نہیں کرسکتی لیکن میں وہ کررہی ہوں کہ سنو گے تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

"نہیں انابیلا! ہم جانتے ہیں کہ تم بہت ذہین ہو۔ چالاک بھی ہو۔ تم بہت کچھ کرسکتی ہو۔ اس وقت بھی تم میری ماما کے جادوئی عمل کا توڑ کررہی ہو اور انہیں انوشے تک پہنچنے سے روک رہی ہو۔"

"یہ میری مجبوری ہے۔ مجھے ایسا ہی کرنا ہوگا۔"

"مگر کیوں.....؟ تم ایسا کیوں کررہی ہو؟ کیا کبریا سے پھر تمہاری دوستی ہوگئی ہے؟ کیا تم پھر فرہاد کے خاندان میں چلی گئی ہو؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو ان کی بدترین دشمن ہوں اور ان کے خلاف بہت کچھ کررہی ہوں۔"

"تو پھر انوشے کی حمایت کیوں کررہی ہو؟ اسے ہمارے پاس آنے سے کیوں روک رہی ہو؟"

"میں اسے تمہارے پاس آنے سے روکتی رہوں گی تو ٹیلی پیتھی کی دنیا میں میری ذہانت اور چالاکی کی دھاک بیٹھ جائے گی۔ میں اسرائیلی اکابرین پر ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ میں ان تمام معاملات میں تم سے برتر ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولا "تم اپنے بارے میں کچھ زیادہ ہی خوش فہم ہوتی جارہی ہو۔ اگر ہم نے ایک ذرا بھی جوابی کارروائی کی تو تم چاروں شانے چت ہوجاؤ گی۔ ایسی پستی میں گروگی کہ تمہارے وجود کا پتا بھی نہیں چلے گا۔"

"تم پھر مجھے نادان بچی سمجھ رہے ہو۔ اسی لیے اس طرح ڈرا رہے ہو۔ تمہیں کچھ کرنا ہے تو کرگزرو۔ پھر دیکھو کہ میں کیا کرتی ہوں۔"

"تم کیا کرسکو گی؟"

"میں نے وہ کارنامہ انجام دیا ہے جس کی کوئی توقع بھی نہیں کرسکتا تم سب مجھے تنہا اور بے یارومددگار سمجھتے رہے۔ بے شک میں بے یارومددگار ہوں۔ کسی کی دوستی پر بھروسا نہیں کرسکتی۔ کبریا پر بھروسا کیا تھا اسے بھی ٹھکرا دیا۔ اب میں تنہا ایسا کام کرچکی ہوں کہ تم سب حیران ہوجاؤ گے۔"

"معلوم تو ہو کہ تم نے ایسا کیا کیا ہے؟"

"تم سب عدنان کو تلاش کررہے ہو۔ سونیا فرہاد سب ہی پریشان ہیں لیکن وہ بچہ میرے پاس ہے۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولا "کیا بکواس کررہی ہو؟ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ؟ تم بچے کو کیسے اغوا کرسکتی ہو؟"

"کیوں نہیں کرسکتی؟ کیا سارا کالا پراسرار علم تم ہی لوگوں کے پاس ہے؟ کیا ٹیلی پیتھی صرف تم ہی لوگ جانتے ہو میں کچھ نہیں جانتی؟ کیا عقل ذہانت اور چالاکی تم ہی لوگوں کے پاس ہے میرے پاس نہیں ہے؟"

آواز ون سوچ میں پڑ گیا تھا اسے یقین نہیں آرہا تھا اس نے اپنی ماں سے کہا "ماما یہ کم بخت انابیلا کیا کہہ رہی ہے؟ یہ کہہ رہی ہے کہ عدنان کو اس نے اغوا کیا ہے اس بچے کو اس نے کہیں چھپا کر رکھا ہے۔"

ارناکوف نے حقارت سے کہا "بکواس کرتی ہے اس کی کیا حیثیت ہے کہ وہ ہمارے درمیان سے اتنا بڑا کام کرکے نکل جائے۔ کیا ہو فرہاد اور سونیا سے ٹکر لینے کی طاقت رکھتی ہے؟ کیا اس میں اتنا دم ہے؟"

"ماما! ہمیں انابیلا کو تنہا اور نادان نہیں سمجھنا چاہئے آپ نے دیکھا تھا کہ اس نے کتنی مکاری سے مجھے سونیا کے دماغ میں پہنچا دیا تھا۔ وہ بہت تیز طرار ہے۔ کسی وقت کچھ بھی کرگزرتی ہے۔ اسے یقیناً کوئی ایسا موقع مل گیا ہوگا۔ اور اس نے عدنان کو حاصل کرلیا ہوگا۔"

"بیٹے! یہ انابیلا ہمیں الجھا رہی ہے مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ وہ اتنا بڑا کام کرگزری ہے اور عدنان اس کے پاس ہے۔"

"ماما! ہمیں اپنے طور پر معلومات حاصل کرنا چاہئے کہ وہ کس حد تک سچ بول رہی ہے۔"

ان ماں بیٹے نے ولاڈی میر کے آلہ کار کے ذریعے اس سے رابطہ کیا پھر اسے کہا "انابیلا یہ دعویٰ کررہی ہے کہ عدنان اس کے پاس ہے تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ سچ بول رہی ہے؟"

ان ماں بیٹے نے ولاڈی میر کے آلہ کار کے ذریعے اس سے رابطہ کیا۔ پھر اس سے کہا "انابیلا یہ دعویٰ کررہی ہے کہ عدنان اس کے پاس ہے تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ سچ بول رہی ہے؟"

وہ حقارت سے بولا "وہ کل کی بچی ہے میں عدنان کو تین بار سونیا سے چھین لانے میں شکست کھا چکا ہوں۔ اور وہ اتنی تیز طرار ہے اور ہم سے اتنی زیادہ ذہین اور چالاک ہے کہ سونیا کو دھوکا دے کر عدنان کو لے جائے گی؟ نہیں یہ عقل بھی تسلیم

نہیں کرسکتی۔''

''تو پھر عدنان کہاں ہے؟''

''سونیا کوئی مکاری دکھا رہی ہے۔ اس نے اپنے پوتے کو کہیں چھپا کر رکھا ہے۔''

''وہ اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سب ہی اس بچے کو تلاش کر رہے ہیں۔ کیا یہ ان کی ڈرامہ بازی ہے؟''

''ہاں..... یہی ہوسکتا ہے۔''

''نہیں..... ذرا عقل سے سوچو کہ اگر یہ ان کی ڈراما بازی ہے تو انا بیلا کیسے دعویٰ کر رہی ہے؟ عدنان اپنی دادی کے پاس نہیں ہے تب ہی تو وہ ڈنکے کی چوٹ پر ہم سب کو چیلنج کر رہی ہے۔''

ولاڈی میر نے کہا ''میں عدنان کا سراغ لگانے کے لیے انا میریا سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ عجیب سی بات معلوم ہوئی کہ وہ مر چکی ہے۔''

ارنا کوف نے تعجب سے پوچھا ''وہ اچانک کیسے مرگئی؟ یا ماردی گئی؟''

''ہمیں ہر حال میں معلوم کرنا چاہئے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ ان میریا اچانک مرگئی ہے۔ اور انا بیلا اس قدر ہی عروج حاصل کر رہی ہے کہ ہم سب کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکلتی جا رہی ہے اور ہمیں شک میں مبتلا کر رہی ہے کہ کل کی بچی کے سامنے ہم شکست خوردہ ہیں۔''

آوازون نے کہا ''میں ابھی میڈم سونیا سے رابطہ کرتا ہوں شاید وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے دے اور کچھ باتیں کرسکے۔''

ارنا کوف نے کہا ''تم اس کے پاس جاؤ تمہارے پیچھے میں اس کے اندر آؤں گی۔''

ولاڈی میر نے کہا ''جب وہ تمہیں اپنے دماغ میں جگہ دے گی تو میں بھی اس کے اندر پہنچ سکوں گا۔''

آوازون نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے اندر پہنچا۔ اس نے پوچھا ''کون ہو تم؟''

''میں آوازون ہوں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

سونیا نے ایک موبائل فون کا نمبر بتایا پھر کہا ''اب دماغ سے جاؤ۔''

وہ سب دماغی طور پر اپنی اپنی جگہ حاضر ہوگئے۔ آوازون نے فوراً ہی اس کے بتائے ہوئے نمبر پر رابطہ کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر سونیا کی آواز سنائی دی ''ہیلو..... کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''کیا آپ اعتراف کریں گی کہ آپ نے اپنے پوتے کو کہیں چھپا رکھا ہے؟ اور ہم سب کو اس کی تلاش میں بھٹکا رہی ہیں؟ اور یہ کہہ رہی ہیں کہ پوتا آپ کے پاس نہیں ہے؟''

''تم یقین کرو یا نہ کرو ہم سب اس کے لیے پریشان ہیں۔ اسے دن رات تلاش کر رہے ہیں۔ لیکن تم لوگوں کی طرح واویلا نہیں مچاتے خاموشی سے اس کی تلاش جاری ہے۔''

''آپ کو کسی پر شبہ ہے؟''

''میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتی۔ تم اس کی تلاش میں پریشان ہو اس لیے تم پر شبہ نہیں ہے۔ ولاڈی میر اگر میرے پوتے کو حاصل کرتا تو اسے فوراً ہلاک کر دیتا لیکن میرا پوتا جہاں بھی زندہ سلامت ہے کبھی کبھی اس کے دماغ میں جگہ ملتی ہے تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔''

''کیا آپ اندازہ کرسکتی ہیں کہ عدنان کہاں ہوگا؟''

''یہ بات سمجھ میں آجاتی تو اب تک اس کے پاس پہنچ جاتی۔''

''کیا انا بیلا نے آپ کے سامنے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ عدنان اس کے پاس ہے؟''

سونیا نے حقارت سے کہا ''کیا بکواس ہے؟ ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں کہ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آئی ہے اور وہ ہم سے ٹکر لے گئی؟ میرے پوتے کو ہم سے چھین کر لے جائے گی؟ نہیں۔ میں یہ نہیں مانتی۔''

آوازون نے کہا ''ہم بھی یہ نہیں مان رہے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اپنی اہمیت منوانے لگے گی۔ اس عدنان کے معاملے سے پہلے بھی وہ ہمیں ایک اور معاملے میں شکست دے چکی ہے۔''

سونیا نے انجان بن کر پوچھا ''میں معلوم کرنا چاہوں گی کہ اس نے کس معاملے میں شکست دی ہے؟''

''ہمیں بتانا تو نہیں چاہئے لیکن اس کی اہمیت کا احساس آپ کو ہو جانا چاہئے۔ اس لیے بتا رہا ہوں۔ ہم انوشے کو حاصل کرنا چاہتے تھے اور کالے عمل کے ذریعے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے کب باہر آئے گی لیکن انا بیلا ہمارے منتروں کا توڑ کیا تھا اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہونے دیا تھا۔ ہمیں اس معاملے میں ناکام بنا دیا تھا۔''

سونیا نے کچھ سوچنے کے انداز میں کہا ''ہوں..... مجھے کسی کو کمزور نہیں سمجھنا چاہئے۔ میں یہ بھول گئی تھی کہ انا بیلا نے تمہیں میرے دماغ میں پہنچایا تھا وہ بہت ہی مکار ہے۔ اس نے کبریا کو بھی زبردست دھوکا دیا ہے اور آئندہ بھی بہت کچھ کرسکتی ہے۔ اب مجھے اس پہلو پر غور کرنا ہوگا کہ اس نے عدنان کو کس طرح اغوا کیا ہے؟ اور اسے کہاں چھپا کر رکھا؟

اب میں رابطہ ختم کر رہی ہوں کوئی ضروری بات ہو تو اسی نمبر پر مجھ سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔''

سونیا نے فون بند کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر بز رسنائی دیا۔ اس نے آن کر کے کان سے لگایا تو ولاڈی میر کی آواز سنائی دی۔ وہ بھی یہی پوچھ رہا تھا ''کیا انا بیلا نے عدنان کو اغوا کیا ہے؟''

سونیا نے اس کے سامنے بھی انجان بن کر وہی جواب دیا جو آوازون کو دے چکی تھی۔ پھر اس نے رابطہ ختم کر دیا مسکرانے لگی۔ اس کی پلاننگ کامیاب ہو رہی تھی۔ اب وہ سب سر کے بل انا بیلا کی طرف جانے والے تھے۔ اور اس سے دشمنی کرنے والے تھے۔ ادھر انا بیلا نے بڑے دعوے سے کہا تھا کہ وہ ان سب سے دشمنی کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ اور اسرائیل میں الپا کی جگہ حاصل کرنے اور حکومت کرنے کے لیے بہت کچھ کرسکتی ہے۔ اسی لیے سونیا نے یہ پلاننگ کی تھی۔ اور اب دیکھنا چاہتی تھی کہ کیسے نتائج سامنے آنے والے ہیں۔

نتائج تو بڑی تیزی سے سامنے آرہے تھے۔ انا بیلا بڑی تیزی دکھا رہی تھی۔ اس نے اسرائیلی اکابرین کو مخاطب کیا تھا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس نے سونیا اور فرہاد جیسے پہاڑوں سے ٹکر لی ہے اور ان کے پوتے عدنان کو اغوا کر کے اپنے پاس چھپا رکھا ہے۔

وہ اسرائیلی اکابرین بھی اس بات پر اتنی جلدی یقین کرنے والے نہیں تھے۔ اس نے کہا ''میں جانتی ہوں ابھی میری بات کا یقین کسی کو نہیں ہوگا۔ آپ لوگ اپنے طور پر تصدیق کریں۔ بہت جلد یہ بات سامنے آئے گی کہ میں نے انوشے کے معاملے میں ارنا کوف اور آوازون کو شکست دی اور عدنان کے معاملے میں صرف ارنا کوف اور آوازون ہی نہیں ولاڈی میر اور انا میریا وغیرہ کو بھی شکست دی ہے۔ میرا نام انا بیلا ہے میں ٹیلی پیتھی کا بڑھتا ہوا سیلاب ہوں۔ اب مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ تم سب نے اگر میری پذیرائی نہ کی اور مجھے الپا کی جگہ نہ دی تو بہت پچھتاؤ گے۔ میں ایک گھنٹے کے بعد آؤں گی۔ تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے پاس بلا کر رکھو۔ میں ان سب کے سامنے دعویٰ کروں گی اور کوئی یہ انکار نہیں کرسکے گا کہ میں نے عدنان کو حاصل کر لیا ہے اور اب کوئی اسے مجھ سے چھین کر نہیں لے جاسکے گا۔''

اس نے ایک گھنٹے بعد آنے کی بات کہی اور رابطہ ختم کر دیا۔ ان یہودی اکابرین کے اندر ہلچل پیدا کر دی۔ سب ہی ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے اور یہ تسلیم کرنے لگے کہ وہ پہلے ہی انوشے کے معاملے میں بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور پراسرار علوم جاننے والوں کو شکست دی چکی ہے۔ ان کے اپنے تین پراسرار سیاست دانوں نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ انوشے کو حاصل کرلیں گے۔ وہ بھی ناکام رہے تھے۔ اس معاملے میں انا بیلا سب پر بھاری پڑ چکی ہے اور اب عدنان کے بارے میں چیلنج کر چکی تھی۔ یقیناً فرہاد اور سونیا تو اس کے پیچھے پڑ گئے ہوں گے۔

انہوں نے بابا صاحب کے ادارے کے ایک انچارج سے رابطہ کیا پھر کہا ''ہم فرہاد یا سونیا سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ انچارج نے انہیں سونیا کے موبائل کا نمبر بتا کر رابطہ ختم کر دیا۔ انہوں نے اس موبائل کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا۔ وہ بولی ''ہاں..... میں بول رہی ہوں کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''انا بیلا دعویٰ کر رہی ہے کہ اس نے آپ کے پوتے کو اغوا کیا ہے کیا یہ سچ ہے؟''

''میں نہیں جانتی کہ کس نے اغواء کیا ہے؟ بے شک وہ دعویٰ کر رہی ہے تو پھر ہم اس سے نمٹ لیں گے۔ اس کمینی کو سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔''

''کیا آپ جانتی ہیں کہ انا بیلا کہاں ہے؟ اور آپ کس طرح اس کی شہ رگ کے قریب پہنچ کر اپنے پوتے کو حاصل کرسکتی ہیں؟''

''ابھی میں کچھ نہیں جانتی لیکن میں نے بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں، ناممکن کو ممکن بنایا ہے۔ اپنے پوتے کے لیے انا بیلا تک بھی پہنچ جاؤں گی۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تمام یہودی اکابرین آپس میں پھر مشورے کرنے لگے۔ اکثریت کہہ رہی تھی کہ سونیا بہت بپھری ہوئی ہے اور وہ انا بیلا کو کچل کر رکھ دے گی۔

اور کچھ یہودی اکابرین کہہ رہے تھے کہ انا بیلا ایک تازہ ہوا کا جھونکا ہے وہ تر و تازہ دماغ رکھتی ہے' بڑی تیزی سے عمل کرتی ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ وہ سونیا جیسی خطرناک بلا سے ٹکرا رہی ہے۔ اور بہت آرام و سکون سے ہے۔ کسی قسم کی پریشانی نہیں ہے جب ہم سے بولتی ہے تو بڑے اعتماد سے بولتی ہے۔

یہ طے پا رہا تھا کہ ابھی دیکھنا چاہئے سونیا انا بیلا کے خلاف کیا کرتی ہے؟ اور انا بیلا کس طرح اپنا بچاؤ کرتی ہے؟

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ''آپ لوگ کب تک یہ تماشا دیکھتے رہیں گے؟ ان کے جھگڑے تو چلتے ہی رہیں گے کیا الپا جب تک ہمارے پاس تھی تو وہ سونیا اور فرہاد سے

نہیں ٹکراتی رہی تھی؟ کیا انہوں نے الپا کو جان سے مار ڈالا تھا؟ کیا اسے ایسا نقصان پہنچایا تھا کہ وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ گئی تھی؟ نہیں..... الپا ثابت قدم رہی تھی اور یہ انابیلا بھی ایسی ہی دکھائی دے رہی ہے۔''

ولاڈی میر آوازون اور ارناکوف وغیرہ نے بھی اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کیا ان سے پوچھا ''کیا انابیلا عدنان کے سلسلے میں آپ لوگوں سے کچھ کہہ رہی ہے؟''

اکابرین نے کہا ''وہ بہت کچھ کہہ رہی ہے۔ یہاں اسرائیل آ کر الپا کی جگہ سنبھالنا چاہتی ہے لیکن اس کی شرط ہے کہ ہم تم سب سے کسی طرح کا بھی رابطہ نہ رکھیں۔ کوئی تعلق نہ ہو کبھی کوئی بات ٹیلی فون پر بھی نہ ہو اور نہ ہی تم میں سے کوئی ہمارے دماغوں میں آئے۔''

آوازون نے پوچھا ''تو پھر تم نے اسے کیا جواب دیا ہے؟''

''ابھی ہم کشمکش میں ہیں یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کس کا پلڑا بھاری ہوگا تم میں سے کون زبردست ہے؟ اور تم میں سے کون ہمارے لیے قابل اعتماد ہوگا؟ اور ہمیں پوری طرح تحفظ دے سکے گا' ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے مسائل حل کرتا رہے گا۔''

ارناکوف نے کہا ''ہم اب تک تمہارے چھوٹے بڑے مسائل حل کرتے آئے ہیں۔''

''یہ تو درست ہے' چھوٹے بڑے مسائل تو انابیلا بھی حل کر سکتی ہے۔ کوئی بھی حل کر سکتا ہے لیکن ایسے بڑے بڑے کارنامے انجام دینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ اگر انابیلا اسی طرح میدان مارتی رہی اور ہمارے ملک میں رہی تو پھر ہمارا نام ہوگا ہماری برتری ہوگی اور سونیا فرہاد بھی ہم سے ٹکرانے سے پہلے دس بار سوچیں گے۔''

ارناکوف نے کہا ''انابیلا نے وقتی طور پر ایک کامیابی حاصل کی ہے اور اس سے تم سب متاثر ہو رہے ہو۔ اس کی کامیابی بہت جلد ناکامی میں بدلنے والی ہے۔ ہم سب اسے سکون سے رہنے نہیں دیں گے۔ پھر سونیا بھی کب اس کا پیچھا چھوڑے گی۔ ابھی آج کل میں پتا چلے گا کہ انابیلا حرام موت ماری گئی ہے۔''

آوازون نے پوچھا ''کیا تمہیں پتا ہے کہ انا میریا مر چکی ہے؟ اسے یقیناً سونیا نے ہی ہلاک کروایا ہوگا۔ وہ اپنے دشمنوں کو زندہ نہیں چھوڑتی ہے انابیلا کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گی۔''

یہودی اکابرین نے کہا ''جب اسے زندہ نہیں چھوڑے گی وہ مر جائے گی تو پھر ہم تم سے ہی دوستی اور رابطہ رکھیں گے۔''

ولاڈی میر ارناکوف اور آوازون کے سامنے اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے انابیلا کو شکست دی جائے اور شکست دینے سے پہلے معلوم کیا جائے کہ وہ کہاں ہے؟ کس ملک میں ہے؟ اور اس نے اپنی ماں کو بھی کہاں چھپا کر رکھا ہے؟

اس کی کسی کمزوری کو اپنے ہاتھ میں لینا ضروری تھا۔ اس کے بعد ہی وہ اسے کچل سکتے تھے۔

اسے تلاش کرنے کا فی الحال ایک ہی راستہ تھا کہ وہ اپنے پراسرار علوم سے اور کالے منتروں سے اس کا سراغ لگا سکتے تھے لہٰذا وہ سب اپنی اپنی جگہ کالے عمل میں مصروف ہو گئے۔ ادھر مقررہ وقت پر انابیلا نے اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کیا۔ وہ سب ایک کانفرنس ہال میں تھے۔ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کی دلچسپی بڑھ گئی تھی کیونکہ میریا بوتا اس کے قبضے میں تھا اور اسرائیلی اکابرین میرے پوتے کو کسی طرح حاصل کرنے کے لیے انابیلا کو میرے پوتے کے ساتھ اسرائیل بلا کر میری کمزوری سے کھیل سکتے تھے۔

ان سب نے انابیلا کو کانفرنس ہال میں خوش آمدید کہا وہ وہاں ایک لیڈی سیکریٹری کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی اور اسے آلہ کار بنا کر بول رہی تھی۔ ایسے وقت ولاڈی میر' ارناکوف اور آوازون وہاں موجود نہیں تھے وہ سب اپنے کالے منتروں کے ذریعے انابیلا تک پہنچنا چاہتے تھے اس کا سراغ لگا کر اس پر قابو پانا چاہتے تھے۔

ان سب کے لیے یہ بات اہم نہیں تھی کہ انابیلا ابھی اسرائیلی اکابرین سے کس قسم کی باتیں کرنے والی ہے؟ اور وہاں پر اثر انداز ہونے کے لیے اور اپنا سکہ جمانے کے لیے کیا کہنا چاہتی ہے اور کیا کرنا چاہتی ہے؟ فی الحال ان کے لیے سب سے اہم بات یہ تھی کہ جلد سے جلد اس کا سراغ لگایا جائے۔ وہ طرح طرح کے پراسرار علوم جانتے تھے' پھر اس کے پاس ایک طلسمی آلہ تھا جس کے ذریعہ وہ اس کا سراغ لگا سکتے تھے۔

اس سے پہلے ہی انابیلا اپنے بچاؤ کا راستہ نکال چکی تھی اور اب بڑے اطمینان سے اسرائیلی اکابرین سے مخاطب ہو رہی تھی وہ بولی ''مجھے معلوم ہے آپ سب اپنے اپنے طور پر میرے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کر رہے تھے اور اس بات کی تصدیق کر رہے تھے کہ واقعی میں نے عدنان کو اغوا کیا ہے یا نہیں؟''

ایک آرمی افسر نے کہا ''بے شک ہم نے اپنے اپنے طور

معلومات حاصل کی ہیں' واقعی سونیا وغیرہ پریشان ہیں وہ تمہارا سراغ لگا رہے ہیں سونیا تمہاری شہ رگ تک پہنچنا چاہتی ہے۔''

''سب ہی میرا سراغ لگا رہے ہیں' ولاڈی میر' ارناکوف اور آوازون وغیرہ پر اسرار علوم کے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے ہیں' لیکن کوئی مجھ سے تک نہ تو پراسرار علوم کے ذریعہ اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے یہ آپ سب آج بھی دیکھ رہے ہیں اور آئندہ بھی دیکھتے رہیں گے۔''

''ہم تمہاری غیر معمولی صلاحیتوں کو تمہاری ذہانت' حاضر دماغی اور دلیری کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ملک میں آ جاؤ' یہاں تمہیں ہر طرح کا تحفظ حاصل ہوگا اور تم خود یہاں الپا کی طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ہمارے ملک کی اور اپنی یہودی قوم کی خدمت کرتی رہو گی۔''

''میں خدمت کے جذبے سے ہی اسرائیل آؤں گی لیکن ابھی نہیں' پہلے میں دشمنوں کو منہ توڑ جواب دینا چاہتی ہوں وہ مجھے تلاش کرتے رہیں گے اور ناکام ہوتے رہیں گے۔ پھر ایک دن میں اچانک ہی اسرائیل پہنچ جاؤں گی الپا کی محل نما کوٹھی میری لیے خالی رکھی جائے' وہاں سیکورٹی کے لیے جدید انتظامات کیے جائیں میں ہر ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھتی رہوں گی کہ میری حفاظت کے لیے کیسے انتظامات کیے جا رہے ہیں؟''

''ہم ایسے زبردست انتظامات کریں گے کہ تمہیں کسی طرح کی شکایت نہیں ہوگی۔''

''میں ابھی تمہارے ان تین پراسرار سیاستدانوں سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔''

''ہم ان کے موبائل نمبرز بتا رہے ہیں۔ تم نوٹ کر لو اور ان نمبروں کے ذریعہ ان سے رابطہ کرو۔ وہ خود بھی تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔''

ایک حاکم نے ان کے فون نمبرز بتانے کے بعد کہا ''تم پہلے ان سے باتیں کر لو پھر ہم سے گفتگو ہوتی رہے گی۔''

انابیلا نے نمبر پنچ کیے پھر موبائل کو کان سے لگا کر سننے لگی کچھ دیر بعد رابطہ ہوا تو ایک شخص کی آواز سنائی دی ''ہیلو..... میں اے ون بول رہا ہوں تم کون ہو؟''

''میں انابیلا ہوں' مجھے اسرائیلی اکابرین نے تمہارے نمبر دیئے ہیں کیا تم ان تین سیاستدانوں میں سے ایک ہو؟''

''ہاں میں ان میں سے ایک ہوں' مجھے اے ون کہتے ہیں' دوسرے کو اے ٹو اور تیسرے کو اے تھری کہا جاتا ہے۔''

انابیلا کو دوسری آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا ''مس انابیلا! میں اے ٹو بول رہا ہوں اور تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔''

انابیلا نے کہا ''شکریہ کیا اب مجھے اے تھری کی آواز سنائی دے گی؟''

''جی ہاں' یہ لیں اس سے بات کرو۔''

اے تھری کی آواز سنائی دی ''ہیلو انابیلا! میں بھی تمہیں ویلکم کہتا ہوں۔''

''شکریہ ان رسمی باتوں میں وقت ضائع ہو رہا ہے میں معلوم کرنا چاہوں گی کہ میرے بارے میں تم تینوں کی کیا رائے ہے؟''

''ہم تینوں تم سے متاثر ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ تم اسرائیل آ کر یہاں الپا کی جگہ سنبھال کر اس سے بھی زیادہ کارنامے انجام دے سکو گی ہمارے ملک کا اور ہماری قوم کا وقار بلند کرتی رہو گی۔''

''تمہارے اعتماد کا شکریہ..... میں اس سے بھی زیادہ کر کے دکھاؤں گی بشرطیکہ میرے دشمنوں سے دوستی نہ رکھی جائے۔''

''ہم یہی کوشش کر رہے ہیں۔ ارناکوف اور آوازون سے اچانک دوستی ختم نہیں کی جا سکتی لیکن ہم وعدہ کرتے ہیں رفتہ رفتہ ان سے دوستی ختم کر دی جائے گی۔''

اے ٹو کی آواز سنائی دی ''جب تم الپا کی جگہ سنبھال لو گی اور یہاں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ حکومت کرنا شروع ہو گی تو وہ خود ہی کترانے لگیں گے اور تمہارے خلاف محاذ آرائی کرنے لگیں گے۔''

''وہ سب ابھی سے میرے خلاف محاذ آرائی شروع کر چکے ہیں، اب بھی نہ جانے میرے خلاف کیسے منتر پڑھ رہے ہوں گے؟ مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔''

اے ون کی آواز سنائی دی ''ہم میں سے اے تھری کالے علم میں مہارت حاصل رکھتا ہے۔ تم نے ارناکوف کے کالے منتروں کا توڑ کیا تھا میرا خیال ہے کہ اسی طرح ہمارے اس ساتھی کے منتروں کا بھی توڑ ہو گیا تھا۔ اور اسے بھی معلوم نہ ہو سکا کہ الو نے کب بابا صاحب کے ادارے سے نکلی ہے اور کہاں گئی ہے؟''

''مجھے افسوس ہے کہ اے تھری کو اس معاملے میں ناکامی ہوئی لیکن اس بات کی خوشی ہے کہ میں نے کسی کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔''

''بے شک تم زبردست ہو۔''

اے ٹو کی آواز سنائی دی ''ہم بھی کچھ کم نہیں ہیں' ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں لیکن ہماری حکمت عملی اس قدر مستحکم ہے

کہ بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور پراسرار علوم جاننے والے ہمارے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔''

انابیلا نے کہا'' یہ دعویٰ تو میں بھی کر رہی ہوں کہ کوئی میری خفیہ پناہ گاہ تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ آج سے میں اسرائیلی اکابرین کے معاملات میں مداخلت کرنے والی ہوں۔ اس ملک کی اندرونی اور بیرونی سیاست کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد اپنے طور پر منصوبے بنانے والی ہوں۔''

اس وقت وہ تینوں کھانے پینے میں مصروف تھے ان کے بولنے کے دوران میں پتہ چل رہا تھا کہ وہ کبھی کبھی لقمہ چباتے ہوئے بھی بول رہے ہیں ایک نے کہا'' نہیں انابیلا! تم سیاسی معاملات میں مداخلت نہیں کرو گی۔''

'' کیا تم تینوں مجھے روک سکو گے؟''

'' تم تو یہاں آنے سے پہلے ہی ہمیں چیلنج کر رہی ہو۔ ہمارے سیاسی معاملات میں مداخلت کرنے اور ہم پر حاوی ہونے کی باتیں کر رہی ہو۔''

اے تھری نے غصے سے اپنے ساتھیوں سے کہا'' تم دونوں بہت نرمی سے گفتگو کر رہے ہو' یہ اپنے آپ کو کیا سمجھتی ہے؟''

اس نے اپنے ساتھی سے فون لے کر گرجتے ہوئے کہا'' انابیلا! ہم تمہیں دوست بنانا چاہتے ہیں اس لیے تمہیں خوش آمدید کہا تھا لیکن تم سر پر چڑھ رہی ہو تم نہیں جانتی کہ ہم کیا ہیں؟ اور تمہارے خلاف کیا کچھ کر سکتے ہیں؟''

وہ گرجتا ہوا زور زور سے بول رہا تھا اچانک ہی اس کے حلق میں لقمے کا کچھ حصہ پھنس گیا۔ ٹھکا لگا تو وہ کھانسنے لگا۔ اس کے ساتھی نے اس سے فون لے لیا اور بولنے لگا۔ انابیلا نے اس کے جواب میں ہوں' ہاں کہا مگر اس کا دھیان کھانسنے والے کی طرف تھا۔ اسے اتنی زور کا ٹھکا لگا تھا کہ وہ دونوں ہاتھ میز پر ٹیک کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور جھک کر کھانستا جا رہا تھا۔ اس کا ایک ساتھی پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔

انابیلا خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے دماغ کو کھانسی کے ایسے جھٹکے لگ رہے تھے کہ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ انابیلا نے اسے ذرا اور کھانسنے پر مائل کیا وہ اور زیادہ کھانسنے لگا۔ وہ اسے مزید تکلیف میں مبتلا کرتی رہی۔ دوسری طرف فون کو کان سے لگائے اس کے ساتھی کی باتیں بھی سنتی رہی۔ اور ہوں ہاں میں اسے جواب دیتی رہی تاکہ انہیں یہ شبہ نہ ہو کہ وہ خیال خوانی کے ذریعہ ان کے ایک ساتھی تک پہنچ چکی ہے۔

آخر اے ون نے کہا'' انابیلا! ہم پھر کسی وقت تم سے بات کریں گے۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا' انابیلا نے اس کے اندر اتنی شدت کی کھانسی پیدا کر دی تھی کہ اسے آرام نہیں آ رہا تھا۔ وہ نڈھال سا ہو کر ایک صوفہ پر گر پڑا تھا۔ اس کے ساتھی نے اسے پانی کے چند گھونٹ پلائے تو اسے ذرا آرام آیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لینے لگا لیکن اب انابیلا کو اس کے اندر جگہ مل چکی تھی اور وہ اسے محسوس نہیں کر رہا تھا۔

انابیلا نے اس کی اندر یہ سوچ پیدا کی کہ اسے آرام کرنا چاہئے اور لیٹ جانا چاہئے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا'' میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔''

اس کے دونوں ساتھی اس کے ساتھ چلتے ہوئے بیڈ روم میں آئے ایک نے فکرمندی سے پوچھا'' تم اپنے اندر کسی کو محسوس تو نہیں کر رہے ہو؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا'' نہیں' کھانسنے سے میرا دماغ کمزور نہیں ہوا تھا اور نہ ہی انابیلا میرے اندر آئی ہے۔ میرے اندر کوئی بے چینی نہیں ہے میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہوں۔''

وہ اپنے بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔ اے ون کو تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے کمرے سے باہر آ کر اپنے لباس سے ریوالور نکال کر اسے خالی کیا۔ پھر واپس کمرے میں آ کر اپنے ساتھی اے تھری کی طرف اس ریوالور کو اچھالتے ہوئے کہا'' یہ تمہارے پاس ہے تم فائرنگ کر کے ہم دونوں کو زخمی کر سکتے ہو۔ انابیلا سے کہو وہ ہمیں اس طرح زخمی کر کے ہمارے دماغوں میں چلی آئے۔''

اے تھری اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حیرانی سے بولا'' یہ کیا بکواس کر رہے ہو میں کہہ چکا ہوں وہ میرے اندر نہیں ہے' کیا تم لوگوں نے میرے دماغ کو اس قدر کمزور سمجھ لیا ہے؟''

اس نے ریوالور کا اٹھا کر اے ون کی طرف پھینک دیا۔ اے ون نے اسے اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہا'' یار! برا نہ ماننا' میں آزما رہا تھا کہ تم ہم پر فائرنگ کرو گے یا نہیں؟ اگر کرتے تو ہم سمجھ لیتے کہ انابیلا تمہارے اندر خاموشی سے گھسی ہوئی ہے لیکن ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی۔''

اے ٹو نے کہا'' تم نے اتنا بڑا خطرہ مول کیوں لیا؟ فرض کرو انابیلا اس کے اندر ہوتی تو وہ ہمیں ہلاک کر دیتی۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولا'' میں احمق نہیں ہوں میں نے ابھی کمرے سے باہر جا کر ریوالور کو خالی کر دیا تھا۔ یہ بات انابیلا نہیں جان سکتی تھی کیونکہ اے تھری آنکھیں بند کئے بیڈ پر پڑا ہوا تھا وہ ریوالور حاصل کرتے ہی اس کے ذریعے ہم پر

گولیاں چلانا چاہتی تو اسے مایوسی ہوتی۔ بہرحال ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

اے تھری نے دوبارہ بیڈ پر لیٹتے ہوئے کہا'' ہم اتنے محتاط رہتے ہیں کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہم میں سے کسی کے اندر نہیں پہنچ سکتا۔ اچھا اب مجھے ذرا آرام کر لینے دو۔''

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اے ون اور اے ٹو اس کمرے سے جانے لگے۔ اس وقت اچانک اے تھری نے آنکھیں کھول کر کہا'' رکو! میں تو بھول ہی گیا تھا کہ میرے تکیے کے نیچے میرا ریوالور بھرا ہوا رکھا ہے۔''

اس نے تکیے کے نیچے سے اپنا ریوالور نکالا پھر ان دونوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا'' بہت زیادہ خوش فہمی انسان کو لے ڈوبتی ہے۔''

اس نے ٹریگر دو گولیاں چلائیں' دو فائر ہوئے اور دونوں کی ٹانگیں زخمی ہو گئیں وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑے تکلیف سے کراہنے لگے۔ اے تھری نے انابیلا کی مرضی کے مطابق ریوالور کو اپنے دوسرے بازو پر رکھا پھر ٹریگر دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے بازو کو زخمی کرتی چلی گئی وہ ایک دم سے چیخ پڑا۔ بستر پر گر کر تڑپنے لگا کراہنے لگا۔

اب وہ تینوں زخمی حالت میں وہاں پڑے ہوئے تھے۔ انابیلا خیال خوانی کے ذریعہ اسرائیلی اکابرین کے پاس آئی پھر بولی'' تم لوگوں کے لیے ایک بری خبر ہے۔''

وہ سب چونک گئے وہ بولی'' تم لوگوں کو اپنے تین... پُراسرار سیاستدانوں پر ناز تھا' اب تک ارنا کوف اور آوازون 'الپا اور ولاڈی میر کوئی بھی ان تینوں تک نہیں پہنچ پایا تھا۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں ان تک پہنچ چکی ہوں۔''

انہوں نے بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے کہا'' ہم کیسے یقین کریں کہ تم ان تینوں تک پہنچ چکی ہو؟''

'' ان سے فون پر رابطہ کرو میں ان کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا بتا رہی ہوں' نوٹ کرو ابھی وہاں پہنچو۔''

اس نے ایڈریس بتایا۔ دو آرمی افسران فوراً ہی کانفرنس ہال سے باہر نکل کر آئے ایک کار میں بیٹھ کر اس خفیہ رہائش گاہ تک پہنچے تو وہاں انہوں نے تین آدمیوں کو زخمی حالت میں پایا۔ ان سے پوچھا تو پتا چلا کہ وہ وہی پراسرار سیاستدان ہیں انہوں نے فون کے ذریعے اسرائیلی اکابرین سے کہا'' انابیلا نے درست کہا تھا وہ ان تینوں تک پہنچ چکی ہے' انہیں زخمی کر چکی ہے اب یہ چوہوں کی طرح یہاں فرش پر پڑے ہوئے ہیں۔''

قسمت انابیلا کا ساتھ دے رہی تھی۔ اس نے یہ ایسا کارنامہ انجام دیا تھا کہ تمام اسرائیلی اکابرین پر اس کی صلاحیت کی' اس کی چالبازی اور تیز طراری کی دھاک بیٹھ گئی انہوں نے تسلیم کر لیا کہ انابیلا زبردست ہے۔

ایک آرمی افسر نے کہا'' انابیلا! ہم تمہیں پھر سے ویلکم کرتے ہیں۔ تم جب چاہو یہاں چلی آؤ الپا کا محل تمہارے لیے خالی رہے گا اور سیکیورٹی کے سخت انتظامات کیے جائیں گے، آج سے تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہاں حکمرانی کرو گی۔''

وہ خوشی سے کھل گئی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار اتنی بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ جس کی وہ توقع نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے کوشش کی تھی لیکن امید نہیں تھی کہ واقعی اتنی بڑی کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ اس نے سونیا کے پاس آ کر کہا'' مما! میں آپ کے پاس آئی ہوں کچھ بول سکتی ہوں؟''

'' پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھ مما نہ کہو۔ تم سے رشتہ ختم ہو چکا ہے میں تو تمہیں سخت سزائیں دینے والی تھی لیکن انعام دے رہی ہوں۔''

'' بے شک آپ نے اتنا بڑا انعام دیا ہے کہ کوئی مجھے دے ہی نہیں سکتا تھا۔ میں نے ان تین سیاستدانوں کو بھی زیر کر لیا ہے اور اب اسرائیلی اکابرین اس بات پر رضامند ہیں کہ میں وہاں جا کر الپا کی جگہ سنبھال سکتی ہوں۔''

'' تو کیا تم اسرائیل جانے کی حماقت کرو گی؟''

'' ہرگز نہیں کچھ عرصے بعد میں اپنی ایک ڈمی وہاں بھیج دوں گی تاکہ ان اکابرین کی تسلی ہوتی رہے۔''

'' ٹھیک ہے تمہیں کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ اب کیا کہنے آئی ہو۔''

'' میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں۔ آپ سے گڑگڑا کر عاجزی سے کہتی ہوں کہ میری غلطی معاف کر دیں' مجھ سے ناراض نہ رہیں۔''

'' جب تم اسرائیل پر حکمرانی کرتی رہو گی اور میرے خلاف محاذ نہیں بناؤ گی' میری ہدایات پر عمل کرتی رہو گی تو

سسپنس ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ
طالوت
قیمت فی حصہ 60 روپے
آخری حصہ 23 روپے
3 حصوں میں (مکمل)
کتابیات پبلی کیشنز
پیکٹ نمبر 23 کراچی 74200

میری ناراضگی دور ہو جائے گی۔ تب میں تمہیں مما کہنے کا حق بھی دے دوں گی' تم جاؤ اب تمہیں پہاڑ جیسی ذمہ داریاں سنبھالنی ہیں۔"

وہ شکریہ ادا کر کے چلی گئی۔ اس وقت صالح بن طالبی وہاں موجود تھا اس نے کہا "میڈم! آپ نے اسے سزا دینے کے بجائے انعام دے دیا۔ اتنی بڑی کامیابی تو کبھی وہ زندگی بھر حاصل نہیں کر سکتی تھی۔"

"میں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی ایسا کیا ہے' اسے اپنا آلہ کار بنا کر ارنا کوف اور آوازون کو اسرائیل سے ہٹا دیا ہے۔ اب وہاں ان کی دال نہیں گلے گی' رہ گئی انابیلا تو وہاں حکمرانی کے دوران اگر میرے خلاف محاذ آرائی کرے گی تو پچھتائے گی۔ میری ہدایات پر عمل کرے گی تو مجھے بھی فائدہ پہنچے گا اور میں اسے بھی فائدہ پہنچاؤں گی۔ ہم مجھے عدنان کے بارے میں بتاؤ۔"

"میں کیا بتاؤں میڈم؟ آپ کا پوتا بہت ہی پریشان کرتا ہے۔ آپ مجھے اس کی حفاظت کی ذمہ داری دے کر مجھے بڑے امتحان میں ڈالا ہوا ہے۔"

"اب کیا ہوا؟"

"پتا نہیں کیا بات ہے' وہ بہت بے چین رہتا ہے' خیالوں میں گم رہتا ہے میں اس کے دماغ میں جا کر معلوم کرنا چاہتا ہوں تو خیالات پڑھے نہیں جاتے۔"

"تم اس سے پوچھو کہ اس کے اندر بے چینی کیوں ہے؟ وہ کیا چاہتا ہے۔"

"میں نے پوچھا تھا وہ کہتا ہے کہ اسے تاشا کی یاد آتی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "تاشا؟ کیا ارنا کوف کی بیٹی؟"

"یس میڈم! وہ اسے بہت یاد کرتا ہے اور اسی کی باتیں کرتا رہتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے پوتے کے خلاف منتر پڑھے جا رہے ہیں اس کے دل و دماغ کو وہ تاشا نامی لڑکی اپنی طرف مائل کر رہی ہے۔"

اور یہی ہو رہا تھا۔ تاشا پچھلے دو دنوں سے اور دو راتوں سے اسے اپنی طرف مائل کرنے کے لیے منتر پڑھتی رہی تھی۔ اب اس کا خاطر خواہ اثر ہو رہا تھا۔ سونیا نے جناب تبریزی سے رابطہ کیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ جس طرح انوشے کی حفاظت ردِ خانی عمل کے ذریعے کی گئی ہے۔ اسی طرح عدنان کی بھی حفاظت کریں۔

اس پر جناب تبریزی نے معذرت چاہی تھی اور کہا تھا "مجھے افسوس ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکوں گا۔ آمنہ بھی اپنے پوتے کے لیے کچھ نہیں کر سکے گی۔ ہمیں قدرتی اشارے مل رہے ہیں ہم کچھ عرصے تک عدنان سے لاتعلق رہیں گے۔"

سونیا یہ سن کر پریشان ہو گئی تھی اور یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ جو کرنا ہو گا وہی کرے گی اور دیکھے گی کہ دشمن کس طرح اس کے پوتے کو اس سے چھین کر لے جاتے ہیں؟ اس نے اس سلسلے میں مجھ سے بات کی تو میں نے کہا "فکر نہ کرو' تم نے عدنان کے سلسلے میں بڑی پریشانیاں اٹھائی ہیں' اسے یہاں میرے پاس لے آؤ ہم دونوں مل کر اس کی حفاظت کریں گے۔"

میں ہندوستان میں تھا اور سونیا دشانبے میں تھی۔ اس نے صالح بن طالبی سے کہا تھا کہ دوسرے دن کی فلائٹ سے وہ انڈیا جائے گی اور اپنے پوتے کو بھی ساتھ لے جائے گی اس کے لیے وہ دو سیٹیں ریزرو کرائی جائیں۔

خیال خوانی کے ذریعہ ایسا کرنا کچھ مشکل تھا۔ سیٹیں ریزرو ہو گئیں اور وہ دوسری صبح اپنے پوتے کے ساتھ ہندوستان جانے والی تھی۔ صالح بن طالبی سے کہہ دیا تھا کہ وہ عدنان کو حفاظت سے ائیر پورٹ میں لے آئے۔ دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوسوں کو الرٹ کر دیا گیا تھا کہ وہ اب سے لے کر کل صبح تک بہت محتاط رہیں۔ جب تک عدنان سونیا کے ساتھ جہاز میں سوار نہ ہو جائے اور وہاں سے روانہ نہ ہو جائے تب تک سب اپنے اپنے طور پر مستعد رہیں۔

وہ اس رات آرام سے سوئی ہوئی تھی' صبح جلدی اٹھنے والی تھی لیکن آدھی رات کو صالح بن طالبی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا وہ بولی "کیا بات ہے؟"

وہ پریشانی سے بولا "میڈم! میں بہت شرمندہ ہوں' عدنان بابا یہاں نہیں ہیں۔"

وہ چیخ کر بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا' میں کیا کروں؟ میں نے تو انہیں کمرے میں بند کیا تھا۔ پھر وہ وہاں سے کیسے نکل کر چلے گئے؟ یہ میں نہیں جانتا آپ تو جانتی ہیں کہ عدنان بابا کیسی کیسی بندشوں کو توڑ کر چلے جاتے ہیں اور ہم دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔"

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا "ہائے عدنان! میری جان! میری زندگی میں بڑے بڑے شہزور اور خطرناک دشمن آئے انہوں نے مجھے پریشان نہیں کیا' جتنا کہ تم کر رہے ہو..... کہاں گئے ہو میری جان!.....؟"

اس بار عدنان کی گمشدگی نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ بچہ بالکل آؤٹ آف کنٹرول ہے۔ نہ وہ ذہانت سے قابو میں آتا تھا۔ نہ اس پر ٹیلی پیتھی کا زور چلتا تھا اور نہ ہی کالا جادو اس کا کچھ بگاڑ سکتا تھا۔ میں پہاڑ جیسے مسائل حل کرتا آیا ہوں اور سونیا کی مکاریاں ناممکن کو ممکن بناتی آئی ہیں لیکن ہم دونوں دادا دادی بھی اپنے پوتے کے آگے بے بس ہو گئے تھے۔

اس کی گمشدگی کی خبر ملتے ہی ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی تھی۔ معلوم کرنا چاہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ لیکن کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ اس کے ساتھ وہی مسئلہ تھا۔ دماغ کے اندر کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے وہ کسی ایک خیال پر مرکوز نہیں تھا۔ اس لیے اس کا کوئی ایک خیال پڑھا نہیں جا سکتا تھا۔

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے صالح بن طالبی نے اسے ایک بنگلے میں چھپا رکھا تھا اور وہاں کی تمام کھڑکیوں اور دروازوں کو بند کر دیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے دو جاسوسوں نے وہاں جا کر معائنہ کیا۔ یہ معلوم کرنا چاہا کہ اس مقفل بنگلے سے عدنان کس طرح باہر نکل آیا ہوگا؟

ان دونوں جاسوسوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ کھڑکیاں بند تھیں اور دروازے مقفل تھے۔ یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ کسی نے مقفل دروازے کو کھولا ہے اور وہاں سے عدنان کو نکالا ہے پھر اس دروازے کو مقفل کر دیا ہے۔ اس کے بعد عدنان کو لے کر کہیں چلا گیا ہے۔

صالح بن طالبی نے کہا ''میں دوسرے کمرے میں سو رہا تھا اور تمام دروازوں میں خود کار آلات نصب کیے ہوئے تھے۔ کوئی بھی انہیں کھولتا تو وہ آلات بجنے لگتے اور میں بیدار ہو جاتا۔''

ایک جاسوس نے کہا ''خود کار نظام کو تبدیل بھی کیا جا سکتا ہے۔ واردات کرنے والے حفاظتی انتظامات کا توڑ کرنا جانتے ہیں۔''

صالح بن طالبی نے کہا ''مانتا ہوں لیکن یہ تو دیکھیں کہ خود کار نظام کا توڑ نہیں کیا گیا ہے۔ اسے بالکل نہیں چھیڑا گیا ہے۔ جیسا تھا ویسے ہی ہے۔ کسی آنے والے نے ہمارے حفاظتی انتظامات کا توڑ نہیں کیا ہے۔ پتا نہیں کس حربے سے دروازے کو کھولا ہوگا۔ عدنان بابا کو لے گیا ہوگا۔''

جاسوس بھی یہ تسلیم کر رہے تھے کہ خود کار نظام اپنی جگہ قائم ہے اور واردات کرنے والا عدنان کو وہاں سے کیسے لے گیا ہے؟ یہ بات ان کی سمجھ سے باہر تھی اور جب بات ہی سمجھ سے باہر ہو تو یہ سوچنا پڑتا ہے کہ ایسا کچھ کالے جادو کے ذریعے کیا گیا ہے۔

یہ تو ہم سب جانتے تھے کہ عدنان اور انوشے کے خلاف کالا جادو کیا جا رہا ہے اور دشمن انہیں اپنی طرف لانے کے لیے منتر پڑھتے رہتے ہیں۔ سب سے پہلا دشمن ولاڈی میر تھا۔ جو عدنان کو حاصل کرنے کے لیے دن رات خیال خوانی کرتا رہتا تھا یا پھر کالے منتر پڑھتا رہتا تھا۔ عدنان اس کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا تھا۔

اور ارنا کوف کے لیے بھی عدنان ضروری تھا۔ اس نے اپنے پراسرار عمل سے معلوم کیا تھا کہ اگر عدنان کی شادی تاشا سے ہو گی تو انہیں دن بہ دن عروج حاصل ہوتا رہے گا اور وہ ٹیلی پیتھی اور کالے عمل کے ذریعے تمام دنیا پر حکمرانی کرتے رہیں گے۔

اس مقصد کے لیے تاشا دن رات ایسے منتر پڑھتی رہتی تھی۔ جو عدنان کو متاثر کر سکتے تھے اور واقعی اسے متاثر کر رہے تھے۔ یوں تو منتر پڑھنے کا عمل کئی دنوں سے جاری تھا لیکن ادھر پچھلے چوبیس گھنٹوں سے تاشا نے مسلسل یہ عمل جاری رکھا تھا۔ صرف کھانے پینے کے وقت منتر پڑھنے کا وقفہ ہوتا تھا۔ اس کے بعد وہ پھر پڑھنے لگتی تھی۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا تھا کہ اس کے منتر عدنان پر بڑے استحکام سے اثر انداز ہو رہے ہیں۔

سونیا نے صالح بن طالبی سے کہا ''میرا پوتا کالے جادو کے زیر اثر ہے۔ اس کا توڑ کرنا ہوگا۔ تم انابیلا کو میرے پاس بھیج دو۔''

صالح بن طالبی چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی انابیلا نے آ کر کہا ''میں حاضر ہوں آپ حکم کریں۔''

سونیا نے پوچھا ''اسرائیل میں تمہاری کیا پوزیشن ہے؟''

''ونڈرفل۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنی ساری کامیابیاں اتنی جلدی حاصل ہو جائیں گی۔ تمام اسرائیلی اکابرین اپنے تین پراسرار سیاست دانوں پر انحصار کرتے تھے۔ ان میں سے ایک کالے جادو کا ماہر ہے۔ میں نے ان تینوں کو زیر کر دیا ہے۔ تینوں کو زخمی کر کے بستروں پر پہنچا دیا ہے۔ تمام اسرائیلی اکابرین مجھ سے بے حد متاثر بھی ہیں اور خوف زدہ بھی ہیں۔ انہوں نے مجھے الپا کی جگہ دے دی ہے اور چاہتے ہیں کہ میں ان کے ملک میں چلی آؤں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکمرانی کرتی رہوں۔''

''کیا تم وہاں جانے کی غلطی کرو گی؟''

''نہیں..... میں یہ پہلے ہی کہہ چکی ہوں۔ بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤں گی۔ اگر جانا ضروری ہوا تو اپنی ڈمی وہاں بھیج دوں گی۔ تاکہ یہودی اکابرین مطمئن ہوتے رہیں۔''

''تم نے ان تین پراسرار سیاست دانوں کو زیر کر کے اپنے لیے پوری طرح کامیابی کا راستہ ہموار کر لیا ہے۔ میں تمہیں مبارک دیتی ہوں۔''

''شکریہ۔ آپ فرمائیں میں آپ کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟''

''میں نے کہا تھا کہ میں تمہارے کام آتی رہوں گی اور تم میرے کام آتی رہو گی۔''

''مما.....! آپ نہ کہیں تب بھی میں آپ کے کام آتی رہوں گی۔ آپ صرف حکم کریں۔''

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ میرے پوتے کو پھر اغوا کیا گیا ہے؟''

وہ حیرانی سے بولی ''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ کیا عدنان آپ کے پاس نہیں ہے؟''

''ہم نے اسے بڑی حفاظت سے چھپا رکھا تھا لیکن پتا نہیں وہ مقفل بنگلے کے اندر سے کیسے باہر چلا گیا۔ کون اسے لے گیا ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؟ عقل یہی سمجھا رہی ہے کہ سب کچھ کالے جادو کے ذریعے ہو رہا ہے۔''

اس نے تائید کی ''یقیناً کالے جادو کے ذریعے ہو رہا ہے۔''

''انابیلا..... یہ تمہارے لیے چیلنج ہے۔ تم نے اسرائیلی اکابرین، ارنا کوف ولاڈی میر اور سب ہی کو یہ کہا ہے کہ عدنان تمہارے پاس ہے اب اگر وہ ولاڈی میر اور ارنا کوف کے پاس پہنچ جائے گا تو تم جھوٹی کہلاؤ گی اور یہ تمہاری بہت بڑی ناکامی ہوگی۔''

''میں سمجھ رہی ہوں۔ میرے لیے بہت بڑا چیلنج ہے۔ مجھے ہر حال میں عدنان کو واپس لانا ہوگا۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں کہ اس کے خلاف کیا کیا جا رہا ہے؟''

''میں یہی چاہتی ہوں۔ تم اپنے کالے جادو کے ذریعے میرے پوتے کا سراغ لگاؤ۔''

''آپ مطمئن رہیں۔ میں ابھی کچھ کرتی ہوں۔''

اس نے اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کیا پھر ان سے کہا ''میں ابھی کئی گھنٹوں تک اپنے معاملے میں مصروف رہوں گی۔ لہٰذا آپ لوگوں سے رابطہ نہیں رہے گا۔''

کر کے ''ماضی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی کہ عدنان کے خلاف کس قسم کے منتر پڑھے جا رہے ہیں؟ وہ کالے علوم کے سلسلے میں مہارت رکھتی تھی۔ بچپن سے یہ تعلیم حاصل کرتی آ رہی تھی، یہ جانتی تھی کہ عدنان کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے کس قسم کے منتر پڑھے جا رہے ہوں گے؟ اور ان منتروں کا توڑ کس طرح ہو سکتا ہے؟

پہلے آواز دن اور ارنا کوف سے دماغی رابطہ تھا۔ اس لیے اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ انوشے کو حاصل کرنے کے لیے کس طرح منتر پڑھ رہی ہے اور اس کے خلاف کیا کچھ کر رہی ہے؟ لیکن اب اس سے کوئی دماغی رابطہ نہیں تھا۔ وہ کسی طرح رابطہ کرنے کے بعد ان سے کچھ پوچھتی تب بھی وہ انکار کرتے۔ یہ بات اس سے چھپاتے کہ وہ عدنان کے خلاف کیا کرتے پھر رہے ہیں؟

اس نے فوراً ہی کالے جادو کی تیاریاں کیں۔ ماش کی دال کے آٹے کو گوندھ کر عدنان کے نام کا ایک پتلا بنایا۔ اسے ایک انسانی کھوپڑی کے کھلے ہوئے منہ کے اندر رکھ کر منتر پڑھنے لگی۔ جب وہ مسلسل منتروں کا جاپ کرتی رہتی اور کامیاب ہوتی رہتی تو وہ پتلا خود بخود اس کھوپڑی کے کھلے ہوئے منہ سے باہر آ کر گر پڑتا۔ اس سے معلوم ہو جاتا کہ عدنان پر جو جادو کیا گیا ہے وہ اس جادو کے اثر سے نکل آیا ہے۔ اس کے بعد وہ عدنان کو تاشا یا ارنا کوف کے کالے عمل سے دور رکھ سکتی تھی۔

تاشا نے یہ خوش خبری اپنی ماں ارنا کوف کو سنائی ''میں اپنے منتروں کا جاپ کرنے میں کامیاب رہی ہوں۔ عدنان جہاں بھی ہے وہاں سے نکل آیا ہے۔ اس نے تمام پابندیوں کو توڑ دیا ہے۔ اب وہ میری طرف آنا چاہتا ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

تاشا نے پہلی بار اتنی بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ اس کی ماں ارنا کوف اور بھائی آواز دن بہت خوش تھے۔ اب یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ عدنان کو کہاں قید کیا گیا تھا اور اب وہ تاشا کے منتروں کے زیر اثر رہ کر اس قید سے نکل کر کس طرف جا رہا ہے؟

ماں نے بیٹی سے کہا ''تاشا! تم اطمینان رکھو۔ ہم ابھی اپنے اپنے..... منتروں سے معلوم کریں گے کہ وہ کہاں ہے اور کدھر جا رہا ہے؟ اس وقت تک تم طلسمی آلے کے ذریعے اسے تلاش کرو۔ اس سے یہ معلوم ہوگا کہ وہ ہم سے کتنے فاصلے پر ہے؟ اور کس سمت میں ہے؟''

تاشا طلسمی آلے کو سامنے رکھ کر منتر پڑھنے لگی۔ ادھر ارنا کوف اور آواز دن بھی عدنان کو ڈھونڈ نکالنے اور اس کی صحیح جگہ معلوم کرنے کے لیے طرح طرح کے منتر پڑھنے لگے۔

سونیا نے انابیلا کو بتا دیا تھا کہ عدنان کو کہاں چھپا کر رکھا گیا تھا۔ انابیلا دوسرے تمام کالے منتروں کا عمل کرنے والوں سے پہلے عدنان تک پہنچ سکتی تھی۔ یہ معلوم کر سکتی تھی کہ وہ کس طرف گیا ہے اور اسے کس طرح قابو میں کرنا چاہیے؟

فی الحال عدنان کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کس کے ساتھ ہے؟ اس کے دماغ میں کئی طرح کے خیالات گڈ مڈ تھے اور ایسے میں اس کے ذریعے اہم معلومات حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔

وہ ایسے منتر پڑھنے لگی جن کے ذریعے تمام مخالفین کا توڑ ممکن تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ سب طلسمی آلات کے ذریعے عدنان کا سراغ لگانے کی کوششیں کر رہے ہوں گے۔ وہ اپنے مخصوص منتروں کے ذریعے ان طلسمی آلات کا رخ بدل سکتی تھی اور وہ ایسا ہی کر رہی تھی۔

دلاڈی میر' ارنا کوف اور آوازون کا خیال تھا کہ تاشا کے منتروں نے عدنان کو انابیلا کی قید سے رہائی دلائی ہے اور وہ انابیلا کی قید سے نکل کر کسی طرف جا رہا ہے۔ ایک آدھ گھنٹے کے بعد انہیں پتا چلا کہ ان کے طلسمی آلات صحیح طور پر عدنان کی نشان دہی نہیں کر پا رہے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ انابیلا ان کے منتروں کا توڑ کر رہی ہے۔

دلاڈی میر نے پریشان ہو کر سوچا ''میں اپنی اس سوتیلی بہن کو نادان بچی سمجھ رہا تھا لیکن وہ تو پہاڑوں سے ٹکرا رہی ہے۔ عدنان کو اغوا کرنے کے بعد فرہاد اور سونیا کے لیے بھی چیلنج بن گئی ہے۔ اب میرے طلسمی آلات کا رخ بھی موڑ رہی ہے۔ اس سوتیلی بہن انابیلا کو کسی نہ کسی طرح قابو میں کرنا ہوگا۔''

تمام کالا عمل کرنے والے دلاڈی میر' ارنا کوف' آوازون' تاشا اور انابیلا نے اپنے اپنے اطراف ایسا جادوئی حصار بنا لیا تھا کہ کسی کا بھی طلسمی آلہ ان میں سے کسی کی بھی نشان دہی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کس دنیا کے کس حصے میں ہیں؟

یہی وجہ تھی کہ تمام کالا جادو جاننے والے دشمن انابیلا تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اگر ایک بار بھی پہنچ جاتے تو اسے زندہ نہ چھوڑتے۔ جسے وہ ایک معمولی اور نادان بچی سمجھتے آ رہے تھے۔ وہ دھماکوں پر دھماکے کرتی جا رہی تھی۔

کچھ مسائل کا حل بہت آسان ہوتا ہے لیکن مشکل حالات اور ذہنی الجھنوں کے باعث وہ حل اس وقت سمجھ میں نہیں آتا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اچانک وہ بات دماغ میں آ جاتی ہے۔ اسی طرح دلاڈی میر کے دماغ میں اچانک ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ انابیلا کی بہت بڑی کمزوری سے کھیلا جا سکتا ہے اور اس کی بہت بڑی کمزوری اس کی ماں ہے۔

یہ خیال آتے ہی اس نے انابیلا کی ماں فینی الیناکا ماں کا پتلا تیار کیا پھر وہ طلسمی آلے کو اس کے قریب لا منتروں کا جاپ کرنے لگا۔

تاشا اپنے ہونے والے ننھے شوہر کو حاصل کرنے سلسلے میں پریشان تھی۔ اس نے کسی کی قید سے عدنان نکالنے کے سلسلے میں کامیابی حاصل کی تھی اور اتنی بڑی کا کے بعد اب اسے ناکامی ہو رہی تھی۔ پتا نہیں چل رہا عدنان کہاں ہے؟

وہ بار بار خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ لیکن اس کا دماغ تو ایک عجوبہ تھا۔ وہ جس طلسمی آلے ذریعے اس کا سراغ لگانا چاہتی تھی۔ اس آلے کا توڑ کر رہی تھی اور وہ جھنجلا کر ماں سے کہہ رہی تھی ''یہ ہمارے لیے مصیبت بن گئی ہے۔ کیا اسے کسی طرح قابو نہیں کیا جا سکتا؟''

ارنا کوف نے کہا ''بیٹی! پریشان نہ ہو۔ کبھی کامیابی کبھی ناکامی ہوتی ہی رہتی ہے۔ کبھی ہم جیسے شہ زوروں کمزوروں کے سامنے وقتی طور پر جھکنا پڑتا ہے۔ ہم اسے میں کرنے کی پوری کوششیں کر رہے ہیں۔''

جب عدنان کے دماغ میں خیالات گڈ مڈ نہیں ہو تھے اور اس کا ذہن کسی ایک خیال پر مرکوز رہتا تھا۔ تو خیال خوانی کرنے والے اس کے ذریعے آس پاس کے مناظر دیکھ سکتے تھے اور اس کے کانوں سے آس پاس کی آوازیں سن تھے لیکن خیال خوانی کے ذریعے اس سے بول نہیں سکتے تھے بولتے تو وہ آواز نہیں سنتا تھا۔ یہ سمجھ ہی نہیں پاتا تھا کہ کہتے پوچھتی جاننے والے بیک وقت آتے جاتے رہتے ہیں۔ دشمن اس کے اندر رلز لے پیدا کرنا چاہتا تو ناکام رہتا۔ کیونکہ اس کا دماغ کسی بھی خیال خوانی کی لہروں سے متاثر نہیں تھا۔ انہیں محسوس ہی نہیں کرتا تھا۔

مختصر یہ کہ اس کے دماغ میں تمام ٹیلی پیتھی والوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا۔ وہ انتظار میں تھے کہ اس کا کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو شاید اس کے بارے میں معلوم کر سکیں گے۔ وہ تقریباً تین گھنٹوں تک وقفے اس کے اندر جاتے اور آتے رہے اور مایوس ہوتے رہے۔

ان میں سے کتنے ہی مایوس ہو گئے۔ انہوں نے سوچا کہ اب دو چار گھنٹوں کے بعد جائیں گے۔ شاید اس وقت اس کے خیالات پڑھنے کے قابل ہو سکیں۔ دلاڈی میر کوف' آوازون اور تاشا وغیرہ نے بھی یہی سوچا کہ زیادہ

زیادہ کالے عمل کی طرف توجہ دینی چاہیے پھر ایک آدھ گھنٹے بعد اس کے دماغ میں جا کر معلوم کیا جائے گا۔

یہ کہنا بجا ہوگا کہ قسمت انابیلا کا ساتھ دے رہی تھی۔

ٹھیک ایسے ہی وقت عدنان کا ذہن ایک خیال پر مرکوز ہو گیا۔ اس نے عدنان کے ذریعے دیکھا۔ وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ وہ اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور اس وقت کس کے ساتھ ہے؟ تاہم وہ اس کے ذریعے آس پاس کے ماحول کو دیکھ سکتی تھی اور اس کے کانوں سے آس پاس کی آوازیں سن سکتی تھی۔ وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس وقت ایک ائر ہوسٹس تمام سافروں کو لنچ سپلائی کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے کسی خاتون کی آواز سنائی دی ''بیٹے! تم کولڈ ڈرنک لو گے یا گرم دودھ پینا پسند کرو گے؟''

وہ بولا ''میں دودھ پیوں گا۔''

انابیلا اس خاتون کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے مختصر سے خیالات نے بتایا کہ ابھی ایک ہفتہ پہلے ہی اس کا ایک پانچ برس کا بیٹا مر گیا تھا۔ وہ اس کا ماتم کر رہی تھی۔ وہ اسرائیل کے شہر تل ابیب میں رہتی تھی۔ وہاں سے آئی ہوئی تھی۔ اب بیٹے سے محروم ہو کر واپس جانے والی تھی۔ ایسے ہی وقت اس نے عدنان کو ائرپورٹ کے راستے پر دیکھا پھر اسے اپنی کار میں بٹھا لیا۔ اس سے اس کے بارے میں پوچھنے لگی تو اس نے کوئی معقول جواب نہیں دیا۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی ''تم میرے بیٹے بن کر میرے ساتھ رہو گے؟ میرے ساتھ چلو گے؟''

عدنان نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ اسے لے کر ائرپورٹ پہنچ گئی۔ اس کے پاسپورٹ میں پانچ برس کے بیٹے کی انٹری موجود تھی۔ وہ اس کے ذریعے عدنان کو لے کر اب اسرائیل کے شہر تل ابیب کی طرف جا رہی تھی۔

انابیلا تیزی سے سوچنے لگی کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ سب سے پہلے تو یہ خیال آیا کہ دوسرے خیال خوانی کرنے والے بھی عدنان کے دماغ میں پہنچ رہے ہوں گے اور یہ سب کچھ معلوم کر رہے ہوں گے' اس کے ذریعے اس خاتون کے دماغ میں بھی پہنچ رہے ہوں گے۔

سب سے پہلا اور ضروری کام یہی تھا کہ اس خاتون کے دماغ کو لاک کر دیا جائے۔ پہلے یہ یقین کیا جائے کہ اس کے دماغ میں اس وقت کوئی موجود نہیں ہے۔ اس خاتون کا نام جولیانا واٹسن تھا۔ اس وقت وہ کھانے میں مصروف تھی۔ انابیلا خاموش رہ کر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس کے دماغ میں کوئی اور ہے یا نہیں؟

قسمت اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ ان لمحات میں کوئی اس کے اندر پہنچا ہوا نہیں تھا۔ اس نے فوراً ہی جولیانا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ سستی اور تھکن محسوس کرنے لگی۔ اس نے کھانے کو چھوڑ دیا پھر ائر ہوسٹس سے کہا کہ برتن واپس لے جائے اور خود کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گئی۔ آنکھوں کو بند کر لیا۔

انابیلا فوراً ہی مختصر سے تخریبی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کرنے لگی۔ صرف پندرہ منٹ میں ہی جولیانا واٹسن کا دماغ لاک ہو گیا۔ اس کے بعد بھی وہ بہت دیر تک اس کے دماغ میں موجود رہی۔ یہ سمجھنے کی کوشش کرتی رہی کہ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر چھپا ہوا ہے یا نہیں؟

یہ اطمینان ہو گیا کہ اس وقت کوئی اس کے اندر موجود نہیں تھا اور قسمت نے اس کا بھرپور ساتھ دیا ہے۔ یہ اطمینان ہوتے ہی اس نے جولیانا واٹسن کا ایک پتلا تیار کیا پھر اس پتلے کو بھی مردہ انسانی کھوپڑی کے اندر رکھ دیا اور منتر پڑھنے لگی۔ ان منتروں کے ذریعے دوسرے تمام کالا جادو جاننے والوں کا راستہ روکنے لگی۔ ان منتروں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کے طلسمی آلے اس خاتون جولیانا واٹسن تک نہیں پہنچ سکتے تھے اور نہ ہی اس کی نشان دہی کر سکتے تھے۔ ان تمام دشمنوں کو عدنان کے

ذریعے یہ نہیں معلوم ہوسکتا تھا کہ وہ اسرائیل کے شہر تل ابیب کی طرف جارہا ہے اور جولیانا کے دماغ کو لاک کردیا گیا تھا۔ لہٰذا کوئی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس طرح عدنان ان سب کی دسترس سے دور ہوتا جارہا تھا۔

مقدر جب کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اس کے دن اسی طرح پھرتے ہیں۔ جس طرح انابیلا کے دن پھر رہے تھے۔ اس نے فوری طور پر یہ فیصلہ کیا کہ اب اسے بھی اسرائیل جانا چاہیے اور تل ابیب میں رہ کر اس پر نظر رکھنی چاہیے۔ بلکہ اسے اپنے پاس چھپا کر رکھنا چاہیے۔ وہ ریب رہ کر اس کی پوری طرح حفاظت کرسکتی تھی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا کہ اسرائیل جانے والی پہلی فلائٹ کب مل سکتی ہے۔ پتا چلا کہ کل دوپہر کو ایک فلائٹ وہاں سے روانہ ہونے والی ہے۔ اس نے اس فلائٹ میں اپنے اور اپنی ماں کے لیے دو سیٹیں ریزرو کرالیں۔ وہ بڑی احتیاطی تدابیر اختیار کرتی آرہی تھی۔ اس نے سب سے پہلے اپنے اطراف حصار باندھا تھا۔ اس طرح کوئی دشمن کالے جادو کے ذریعے اس کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ کس ملک کے کس شہر میں ہے؟ پھر جب عدنان کا سراغ مل گیا تو اس نے عدنان کے اطراف بھی حصار باندھ دیا۔ اس کے ساتھ رہنے والی جولیانا وائسن کو بھی دشمنوں کے کالے منتروں سے دور کردیا مگر ایسی مصروفیات کے دوران میں وہ اپنی ماں کو بھول گئی۔ یہ خیال ہی نہیں رہا کہ دشمن ماں کے ذریعے بھی بیٹی تک پہنچ سکتے ہیں۔

وہ ماں کی طرف سے اس لیے غافل ہوگئی تھی کہ اس نے اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا اور یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔ اس نے بعد میں سوچا کہ ماں کے اطراف بھی حصار باندھنا چاہیے۔ تاکہ کوئی دشمن کالے جادو کے ذریعے وہاں تک نہ پہنچ سکے لیکن اس نے سوچنے اور سمجھنے میں دیر کردی۔ اس سے پہلے کہ وہ ماں کے لیے احتیاطی تدبیر اختیار کرتی۔ ولاڈی میر نے اس کا سراغ لگالیا۔ اپنے منتروں کے ذریعے اس پر اثر انداز ہونے لگا۔

ولاڈی میر نے کئی برس پہلے اپنی سوتیلی ماں یعنی انابیلا کی ماں کی آواز سنی تھی۔ اس کے بعد اس کے لب ولہجے کو بھول گیا تھا۔ اس لیے وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر اس کی آواز سن بھی لیتا تب بھی پہنچ نہیں پاتا۔ کیونکہ اس کا دماغ لاک ہوچکا تھا۔ لہٰذا وہ کالے جادو کے چور راستے سے اس کے قریب پہنچا تھا اور اس پر اثر انداز ہورہا تھا۔

انابیلا نے پریشان ہوکر پوچھا ''ممی! آپ کو کیا ہوا ہے؟''

اس نے کہا ''بیٹی! پتا نہیں۔ اندر عجیب سی بے چینی ہے۔ ہلکا ہلکا سا سوئیاں چبھنے کا احساس ہورہا ہے۔''

انابیلا کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ فوراً ہی سمجھ گئی کہ اس پر کالا عمل کیا جارہا ہے وہ پوری طرح ماں کی طرف متوجہ ہوگئی۔ اس کی حفاظت کے لیے منتر پڑھنے لگی لیکن دوسری طرف سے منتروں کی شدت زیادہ تھی۔ کیونکہ صرف ولاڈی میر ہی نہیں ارنا کوف اور آوازون بھی اسی طرح کے منتر پڑھ رہے تھے۔ وہ دونوں بھی اس کی ماں تک پہنچنا چاہتے تھے۔ ان کی سمجھ میں بھی یہی بات آئی تھی کہ انابیلا تک پہنچنے کے لیے اس کی ماں کو قبضے میں کرنا ہوگا۔

انابیلا کو ارنا کوف کے ایک آلہ کار کا فون نمبر معلوم تھا۔ اس نے اس نمبر پر ارنا کوف کو مخاطب کیا۔ وہ اس آلہ کار کے دماغ میں آکر بولی ''انابیلا! تم بڑی اونچی اڑان بھر رہی ہو۔ ہواؤں میں اڑ رہی ہو۔ ہم نے تم سے رابطہ کرنا چاہا تو تم ہمیں نظر انداز کرتی رہیں۔ اب اپنی ماں کی جان بچانے کے لیے ہم سے رابطہ کررہی ہو؟''

وہ بولی ''میری اور تمہاری دشمنی ہے۔ تم میری ماں کو بیچ میں کیوں لارہی ہو؟ کیوں اسے پریشان کررہی ہو؟''

''میں تیری دھڑکتی ہوئی رگ اپنی چٹکی میں پکڑ کر رکھوں گی تب ہی تو میرے قابو میں رہے گی۔''

اس نے انجان بن کر پوچھا ''تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟ میری ماں کا پیچھا کیسے چھوڑو گی؟''

''عدنان کو میرے حوالے کردو.....''

''تم نے یہ مطالبہ کرنے میں بڑی دیر کردی ہے۔ وہ بچہ میری قید سے نکل چکا ہے اور میں جانتی ہوں کہ اسے تمہاری تاشا کے منتروں نے مجھ سے چھین لیا ہے اور تم انجان بن کر مجھ سے دشمنی کررہی ہو۔ میری ماں کو پریشان کررہی ہو۔''

''بے شک..... میری تاشا نے اس کے لیے منتر پڑھے تھے۔ وہ اسے اپنی طرف مائل کررہی تھی لیکن وہ بچہ تیری قید سے نکلنے کے بعد بھی حاصل نہیں ہورہا ہے۔ پتا نہیں کہاں بھٹک رہا ہے؟ اس کی نشان دہی نہیں ہورہی ہے۔''

انابیلا نے کہا ''یہی مسئلہ میرے ساتھ بھی ہے۔ تم یقین کرو۔ میں خیال خوانی اور کالے منتروں کے ذریعے اسے تلاش کررہی ہوں لیکن اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔''

''تو جھوٹ بول رہی ہے' مکاری دکھا رہی ہے۔''

''میں جانتی ہوں' تم میری بات کا یقین نہیں کروگی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں عدنان کے دماغ میں گئی تھی۔ بس اتنا ہی پتا چلا کہ وہ کسی طیارے میں سفر کررہا ہے لیکن اس کے ساتھ کون ہے۔ یہ پتا نہیں چل رہا تھا پھر میں نے ایک خاتون کی آواز سنی اس کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بڑی پلاننگ کے ساتھ عدنان کو اغوا کرکے لے جارہا ہے اور ایسی عورت کی مدد حاصل کررہا ہے جو یوگا میں مہارت رکھتی ہے اور ہم سب کو اپنے اندر آنے سے روک سکتی ہے۔''

ارنا کوف سوچنے لگی کہ وہ اور آوازون بھی اس کے دماغ میں گئے تھے اور انہوں نے دیکھا تھا کہ وہ کسی طیارے میں سفر کررہا ہے۔ انہوں نے جولیانا وائسن کی آواز سنی تھی' اس کے دماغ میں جانا چاہا تھا لیکن اس نے سانس روک لی تھی۔ طیارے کے دوسرے مسافر یا تو اپنی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے یا سو رہے تھے۔ اگر کوئی عدنان سے جولیانا سے مخاطب ہوتا تو اس کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچا جاسکتا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہورہی تھی اور کوئی ہوسٹس بھی ان کے قریب سے نہیں گزر رہی تھی۔

ویسے انہیں امید تھی کہ وہ کچھ دیر بعد کسی کی آواز سن سکیں گے یا کوئی ائر ہوسٹس کچھ کھانے پینے کا پوچھنے کے لیے آئے گی اور یقیناً کوئی ائر ہوسٹس ان کے قریب آسکتی تھی یا کوئی مسافر انہیں مخاطب کرسکتا تھا لیکن اس سے پہلے ہی عدنان کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ وہ سب جھنجلا کر اسے گالیاں دینے لگے۔ یہ ننھا سا بچہ خوامخواہ ہمیں ہلکان کررہا ہے۔ ایک عرصے سے ہمیں اپنے پیچھے دوڑاتا آرہا ہے۔ پتا نہیں یہ کیا بلا ہے؟

ارنا کوف نے کہا ''ہم بھی بار بار اس کے دماغ میں جارہے ہیں۔ ابھی اس کے اندر خیالات گڈمڈ ہوگئے ہیں لیکن ایسا کب تک رہے گا؟ آخر کبھی تو وہ نارمل ہوگا۔ اس کے خیالات ایک جگہ مرکوز ہوں گے تو ہم اس کے ذریعے بہت کچھ معلوم کرسکیں گے۔''

انابیلا یہ سوچ کر پریشان ہورہی تھی کہ ابھی لمبا سفر ہے۔ دو تقریباً چھ گھنٹے بعد اسرائیل پہنچنے والے تھے۔ اس دوران میں پھر عدنان کا دماغ نارمل ہوسکتا تھا اور اس کے خیالات ایک جگہ مرکوز ہوسکتے تھے۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اور دشمنوں کو اس کے اندر جگہ مل سکتی تھی۔

وہ دوہری پریشانیوں میں مبتلا ہوگئی تھی۔ ایک طرف عدنان کو دشمنوں سے دور رکھنا تھا اور دوسری طرف ماں کی حفاظت کرنی تھی۔ ارنا کوف نے اس سے کہا ''ماں کی سلامتی چاہتی ہو تو عدنان کو ہمارے حوالے کردو۔''

''میں کہہ چکی ہوں' وہ میری قید سے نکل چکا ہے اور تم یہ تسلیم کرتی ہو کہ اسے تاشا کے منتروں نے میری قید سے نکالا ہے۔''

''میں یہ بھی تو کہہ رہی ہوں کہ تمہاری قید سے نکلنے کے بعد بھی وہ ہمارے قابو میں نہیں آیا ہے۔''

''پھر میں کیا کرسکتی ہوں؟ وہ میرے پاس ہوتا تو میں اپنی ماں کی سلامتی کے لیے اسے تمہارے حوالے کردیتی۔''

''ہماری عقل اور ہمارا تجربہ کہتا ہے کہ تم کوئی مکاری دکھا رہی ہو۔ ادھر پچھلے کئی دنوں سے بڑی تیزی کے ساتھ چالیں چل رہی ہو کہ ہم حیران ہورہے ہیں۔ تمہیں نادان بچی سمجھتے تھے مگر تم پہاڑوں سے ٹکرا رہی ہو مگر ہم بھی لوہے کے چنے ہیں ہمیں چبانا چاہو گی تو تمہارے دانت ٹوٹ جائیں گے۔''

وہ عاجزی سے بولی ''میں تمہیں چیلنج نہیں کررہی ہوں۔ میری مجبوری کو سمجھو۔ میں کوئی مکاری نہیں دکھا رہی ہوں۔ عدنان اس وقت میرے قابو سے باہر ہے۔ میں تو خود اسے

دنیائے کرکٹ کے سپر اسٹارز کی داستانِ حیات' خود ان کی زبانی
قیمت فی حصہ 250 روپے
ڈاک خرچ فی حصہ 29 روپے
کرکٹرز
کرکٹ
کتابیات پبلی کیشنز
فون: 021-5804300
کراچی 74900
C-83 فیز III ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی
کرکٹ کی اس جگمگاتی دنیا کے چونکا دینے والے انکشافات اور لاتعداد کہانیاں، چار عظیم کھلاڑیوں کی زندگی کے پوشیدہ اور سربستہ راز جو کبھی منظر عام پر نہیں آئے۔ اردو زبان کی اپنی نوعیت کی واحد کتاب جس میں ان کھلاڑیوں کی زندگی کا ہر پہلو اور ہر دور نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

تلاش کررہی ہوں۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس کے دماغ میں گئی تھی تو پتا چلا کہ اس کے اندر پھر کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہوگئے ہیں۔ پلیز..... تم میری ماں سے دشمنی نہ کرو۔''

''دشمنی تو لازمی ہوگی۔ ہم اسے قابو میں کریں گے۔ تم بھی ہمارے قابو میں آؤ گی۔''

''اگر میں کسی طرح ایک گھنٹے کے اندر عدنان کو تلاش کرکے تمہارے حوالے کردوں تو کیا میری ماں کو چھوڑ دو گی؟''

''بے شک..... ہمیں عدنان چاہیے۔ اس کے بعد ہم تمہاری ماں کو پریشان نہیں کریں گے۔''

''تو پھر ایک گھنٹے تک میری ماں کو کسی عذاب میں مبتلا نہ کرو۔ اسے چھوڑ دو۔ اس سے دور ہوجاؤ۔ میں ایک گھنٹے بعد اپنا وعدہ پورا کردوں گی۔''

ارنا کوف نے قہقہہ لگایا پھر طنزیہ انداز میں کہا ''تم مجھے اپنی طرح نادان بچی سمجھتی ہو؟ ایک گھنٹے کے لیے مجھے اپنی ماں سے دور کررہی ہو؟ تاکہ ہمارے منتروں کا توڑ کرسکو؟ اپنی ماں کے گرد حصار باندھ سکو۔ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ میں ایک گھنٹے تک چاہوں گی کہ تمہارے ماں کو کم سے کم تکلیف پہنچے مگر میں اس بات کی ضمانت نہیں دوں گی کہ ولاڈی میر ایسا کرے گا۔ کیونکہ تمہاری ماں پر اس کا بھی جادو چل رہا ہے۔ تم اسے بھی راضی کرو۔''

اس کی ماں مسلسل تکلیف میں تھی اور سوئیوں کی چبھن بڑھتی جارہی تھی۔ وہ تڑپ رہی تھی' چیخ رہی تھی۔ اسے کسی ایک جگہ قرار نہیں آرہا تھا۔ وہ ماں کو سمجھا رہی تھی کہ جلد ہی اسے سکون پہنچانے کی کوشش کرے گی لیکن وہ تمام سوتیلے بہت زبردست تھے۔ وہ تین طرف سے حملے کررہے تھے ایک طرف ولاڈی میر تھا' دوسری طرف ارنا کوف تھی اور تیسری طرف آوازون تھا اور وہ تنہا ان تینوں کا مقابلہ کررہی تھی۔

وہ تڑپتے ہوئے بولی ''بیٹی! وہ تینوں زبردست ہیں۔ جانی دشمن ہیں۔ تم ان سے مقابلہ نہیں کرسکو گی اور اگر شکست کھاجاؤ گی تو وہ میرے ذریعے تم تک پہنچ جائیں گے اور میں یہ کبھی نہیں چاہوں گی کہ میری بچی پر ان کا سایہ بھی پڑے۔''

''آپ میری فکر نہ کریں۔ میں اپنی حفاظت کرلوں گی اور میں اس سلسلے میں کامیاب بھی ہورہی ہوں۔ وہ مجھے تلاش کرنا چاہتے ہیں مگر ناکام ہورہے ہیں۔''

''یہی تو میں بھی سوچ رہی ہوں کہ وہ کب تک ناکام ہوں گے؟ وہ بہت زبردست ہیں۔ بیٹی! جب تم پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔ میں تب سے انہیں جانتی ہوں۔ وہ خوں خوار عورت ارنا کوف جو تمہاری سوتیلی ماں ہے۔ تمہارا خون پی لے گی' تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔''

ایسے وقت صالح بن طالبی نے آکر کہا ''انابیلا! تمہیں میڈم نے بلایا ہے۔''

وہ ماں سے بولی ''آپ ذرا صبر کریں۔ تکلیف برداشت کریں۔ میں ابھی آتی ہوں۔''

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی سونیا کے پاس پہنچی۔ اس نے پوچھا ''کیا تم میرے عدنان کو تلاش کررہی ہو؟''

''میڈم! میں اسی سلسلے میں مصروف تھی۔ اپنے کالے منتروں کے ذریعے بھی اسے تلاش کررہی تھی۔ ایسے ہی وقت میری ماں تکلیف میں مبتلا ہوگئی۔ پتا چلا کہ ولاڈی میر' ارنا کوف اور آوازون سب ہی میری ماں پر جادو کررہے ہیں اور اس کے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔''

سونیا نے کہا ''ابھی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے بتایا ہے کہ میرا پوتا ایک طیارے میں سفر کررہا ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں جارہا ہے؟''

''یہ میں نے بھی معلوم کیا ہے۔ ولاڈی میر' ارنا کوف اور آوازون نے بھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں ہورہا ہے کہ آخر عدنان بابا کس کے ساتھ ہیں؟ اور کہاں جارہے ہیں؟''

سونیا نے کہا ''میرے پوتے کے ساتھ کوئی عورت ہے۔ اس کی آواز سنی جارہی ہے لیکن کوئی اس کے دماغ میں نہیں گھس پارہا ہے۔ میں نہیں مانتی کہ وہ یوگا کی ماہر ہوگی۔ میری عقل اور میرا تجربہ کہہ رہا ہے کہ اس پر کسی نے تنویمی عمل کیا ہے اور اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے مگر ایسا کس نے کیا ہوگا؟''

وہ بولی ''یہی سوال مجھے بھی پریشان کررہا ہے۔ ادھر ارنا کوف اور آوازون کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے اور وہ اس عورت تک پہنچنے کے سلسلے میں ناکام ہورہے ہیں۔''

سونیا نے کہا ''اور میں نے ولاڈی میر سے پوچھا ہے' وہ بھی قسمیں کھا کر کہہ رہا ہے کہ اس نے اس عورت پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔ نہ ہی اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اگر ایسا کرتا تو وہ عدنان کو اپنی طرف لے آتا۔''

انابیلا نے انجان بن کر پوچھا ''تو پھر ایسا کون کررہا ہوگا؟''

''یہی تو میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔ نہ تو ارنا کوف نے ایسا کیا ہے' نہ آوازون نے نہ ولاڈی میر نے اور نہ ہی ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے..... پھر اس عورت کا

دماغ کیسے لاک ہوگیا؟''

''میڈم! ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ایسا کون کررہا ہے؟''

سونیا نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''دیکھو انابیلا! تم میرے سامنے کی بچی ہو۔ مجھ سے اوپر اڑنے کی کوشش نہ کرو۔ تم مجھے دھوکا دو گی تو یہ تمہارے حق میں بہت برا ہوگا۔ یہ نہ بھولو کہ میں نے تمہیں اسرائیل کی حکمرانی کا موقع دیا ہے۔ میں یہ سب کچھ چھین سکتی ہوں۔''

''آپ مجھ پر خوامخواہ شبہ کررہی ہیں۔ فار گاڈ سیک.....! ابھی مجھ پر شبہ نہ کریں۔ میں بہت مصیبت میں ہوں اپنی ماں کی جان بچانا چاہتی ہوں اور عدنان کو بھی تلاش کررہی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہورہا ہے؟ اگر آپ نے مجھ پر شبہ کیا اور میں نے آپ کا اعتماد کھودیا تو میں کہیں کی نہیں رہوں گی' تباہ ہوجاؤں گی اور میں تباہ و برباد نہیں ہونا چاہتی۔ آپ سے دوستی رکھنا چاہتی ہوں۔ آپ کے تعاون اور مدد کے بغیر میں کچھ نہیں کرپاؤں گی۔ پلیز..... مجھ پر شبہ نہ کریں۔ مجھے یہ موقع دیں کہ میں عدنان کو تلاش کرکے آپ کے سامنے پیش کرسکوں۔''

سونیا نے گہری سانس لے کر کہا ''اچھی بات ہے۔ میں تمہیں موقع دے رہی ہوں۔ دیکھتی ہوں کہ میرا پوتا کہاں جارہا ہے؟ کہاں پہنچنے والا ہے اور اس کے پیچھے کن لوگوں کا ہاتھ ہے؟''

''میں آپ کے پوتے کو تلاش کررہی ہوں پلیز..... آپ میری ممی کو بچالیں۔''

''میں ابھی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہتی ہوں۔ وہ سب کے سب بیک وقت تمہاری ممی کے دماغ پر قبضہ جمائیں گے۔ اسے غائب دماغ بنادیں گے۔ وہ تکلیف سے نجات حاصل کرتی رہے گی اور ایسا کئی گھنٹوں تک ہوتا رہے گا۔ اتنے عرصے میں تم اپنی ماں کو نجات دلانے کے لیے ان کے جادو کا توڑ کرسکتی ہو۔''

''شکریہ میڈم! اس سے بڑی مدد تو مجھے مل ہی نہیں سکتی۔ میں ابھی اپنی ماں کے پاس جارہی ہوں۔''

انابیلا بہت ہی خودغرض اور مکار تھی۔ یہ دیکھ رہی تھی کہ اس کی ماں کو بچانے کے لیے سونیا کتنی اچھی تدبیر اختیار کررہی ہے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھیں گے' اسے غائب دماغ بنا کر رکھیں گے۔

اسے سونیا کا احسان مند ہونا چاہیے تھا لیکن وہ ہماری بہت بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی تھی۔ اس لیے عدنان کے معاملے کو سونیا سے چھپا رہی تھی۔ اسے دھوکا دے رہی تھی۔

وہ اپنی ماں کے پاس واپس آئی تو یہ دیکھ کر چونک گئی کہ اس نے زہر پی لیا تھا۔ وہ پریشان ہوکر بولی ''ممی! یہ آپ نے کیا کیا؟''

وہ آخری سانسیں لے رہی تھی۔ ڈوبتی ہوئی آواز میں بولی ''بیٹی! میں نہیں چاہتی کہ وہ تینوں زبردست سوتیلے جادو کے ذریعے تم پر غالب آجائیں اور میرے ذریعے تم تک پہنچ جائیں۔ میں اس دنیا میں نہیں رہوں گی تو تمہاری کوئی کمزوری کسی دشمن کے ہاتھ میں نہیں رہے گی۔ میں تمہیں آزادی سے زندگی گزارنے کے لیے اور سوتیلوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اس دنیا سے جارہی ہوں۔''

وہ بولتے بولتے ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی۔ انابیلا اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ اس کا دل دکھ رہا تھا لیکن ذہن میں یہ بات تھی کہ اب واقعی اس کی کوئی کمزوری کسی دشمن کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ ماں نے اس کی مشکل آسان کردی ہے۔

اسے دوسرے دن کی فلائٹ سے اسرائیل جانا تھا۔ اس نے اسی رات ماں کی تدفین کے فرائض انجام دیئے پھر ارنا کوف کے آلہ کار کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تو اس نے پوچھا ''تم پچھلے چار گھنٹوں سے کہاں تھیں؟ کیا اپنی ماں کی حفاظت کررہی تھیں؟ ہمارے خلاف منتر پڑھ رہی تھیں۔''

''مجھے کسی کے خلاف منتر پڑھنے کی ضرورت پیش ہی نہیں آئی۔ میری ماں نے میری مشکل آسان کردی ہے۔ وہ اپنی بیٹی کی خاطر قربان ہوگئی ہے۔ اس نے اپنی جان دے دی ہے۔ اب تم سب اپنی اپنی جان کی سلامتی کی فکر کرو۔ میں تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔''

آوازون اور ارنا کوف یہ سن کر پریشان ہوگئے کہ اس کی ماں مرچکی ہے۔ انابیلا نے کہا ''پہلے تم لوگوں نے مجھ سے دوستی کرنی چاہی لیکن تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ تم لوگوں سے دوستی کی جائے۔ تم نے مجھے دشمنی پر مجبور کردیا۔ اب بتاؤ مجھ سے کیسی دوستی کرو گے یا سمجھوتا کرو گے؟ میں تو تمہیں اسرائیل میں گھسنے نہیں دوں گی اور ارنا کوف! تم جہاں جاؤ گی۔ میں تمہارا راستہ کاٹوں گی۔''

اب وہ آزاد اور خودمختار تھی۔ اس کی کوئی کمزوری کسی کے ہاتھ نہیں آسکتی تھی۔ اب وہ کھل کر اپنا کھیل کھیل سکتی تھی۔ اپنے تمام سوتیلے' آوازون' ولاڈی میر اور ارنا کوف کے لیے ایک بار پھر بہت بڑا چیلنج بن گئی تھی۔

☆☆☆

چنڈال بری طرح گردش میں تھا۔ ایسی موت مرنے والا تھا کہ اپنی آتما شکتی کے ذریعے دوبارہ اس دنیا میں نہیں آ سکتا تھا۔ اس کی توانائی ختم ہو چکی تھی اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا کہ وہ اپنے منتر یاد رکھتا۔ ٹونی جے اور فرمان نے اسے اس قدر کمزور بنا دیا تھا کہ اب وہ اپنے تحفظ کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ایسے ہی وقت تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے اسے ان مصائب سے نجات دلائی۔ اس کی آتما کو ایک نوجوان ہاڈی بلڈر کے جسم میں پہنچا دیا۔ اس ہاڈی بلڈر کا نام وکی ورما تھا۔ ایک تو چنڈال فطرتاً عیاش تھا اور اوپر سے اسے ایک نوجوان ہاڈی بلڈر کا جسم مل گیا تھا۔ اس کے وارے نیارے ہو گئے تھے۔

اس نے اس کی ہسٹری معلوم کی تو پتا چلا کہ وہ شہ زور تو ہے مگر دولت مند نہیں ہے۔ چنڈال کو اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ اپنی ٹیلی پیتھی یا کالے علم کے ذریعے خوب دولت کما سکتا تھا اور عیش و آرام سے زندگی گزار سکتا تھا اب تو ایک سے بڑھ کر ایک حسینہ اس کی زندگی میں آ سکتی تھی۔

فی الحال یہ معلوم ہوا کہ وکی ورما کی ایک بہت ہی خوب صورت محبوبہ ہے اور اس محبوبہ کا نام انجلی ہے۔ ہندی زبان کے حوالے سے انجلی ایک شاعرانہ نام تھا۔ اس نام سے پتا چلتا تھا کہ وہ اپنے نام کی طرح کتنی خوب صورت ہو گی؟ ایسے وقت وہ بھول گیا کہ بھارتی حکمرانوں نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی کا دعویٰ کیا تھا۔ کہا تھا کہ یہ لڑکی خیال خوانی کرتی ہے اور وہ بھارتی اکابرین کے ساتھ ہے اور ان کے ساتھ رہ کر چنڈال کو تلاش کر رہی ہے۔

اس ملک میں سیکڑوں ہزاروں انجلی نام کی لڑکیاں ہوں گی۔ اس لیے چنڈال نے اس طرف دھیان نہیں دیا۔

پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ ٹونی جے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ چنڈال نے اس پر تنویمی عمل کر کے اس کی شخصیت اور مذہب سب کچھ بدل کر رکھ دیا تھا۔ دوسرے تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اس ساتھی کو تلاش کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام ماؤز ہنٹر تھا۔ وہ ٹونی جے کو تلاش کرنے کے لیے انڈیا آیا ہوا تھا۔ اور اس نے انجلی نام کی ایک خوبصورت سی لڑکی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہوا تھا۔ وہ چونکہ بہت بوڑھا تھا عیاش نہیں تھا اس لیے اس نے انجلی کو بیٹی بنا رکھا تھا۔ اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی ہوئی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس طرح اس نے انجلی کے ذریعے بھارتی اکابرین سے رابطہ کیا تھا۔

انجلی نے اپنے عامل ماؤز ہنٹر کی مرضی کے مطابق بھارتی اکابرین سے کہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ان کے کام آتی رہے گی۔ چنڈال ان دنوں آرمی کے یوگا جاننے والے افسران کو قتل کرنے کے بعد فرار ہو گیا تھا۔ وہ میرٹھ پہنچ مارا گیا تھا۔ اور اس کی آتما دوسرے جسم میں سما گئی تھی۔

ان سب واقعات کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ چنڈال طرح طرح کی مصیبتوں سے گزرتا ہوا اب وکی ورما کے جسم میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے اندر کی ہوس کہہ رہی تھی' انجلی کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کیسی ہے؟ اسے اپنے پاس بلانا چاہیے۔

اسے بلانے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچنا ضروری تھا اور اس کے دماغ میں پہنچنے کے لیے اس کی آواز اور لب و لہجہ سننا بھی ضروری تھا۔ وکی ورما کا دماغ اب اس کا اپنا دماغ تھا اور اب وہ اپنے ہی دماغ میں رہ کر وکی ورما کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ اس نے معلوم کیا کہ انجلی سے فون پر رابطہ ہوتا رہا تھا لیکن اس نے آج چند گھنٹے پہلے ہی کہا تھا کہ اس کا پہلا والا فون کہیں گم ہو گیا ہے۔ لہٰذا وہ نیا فون خرید کر فوراً ہی اس سے رابطہ کرے گی اور اپنا نیا نمبر بتائے گی۔

یعنی اب اسے انتظار کرنا تھا۔ پتا نہیں کب وہ اس سے رابطہ کر کے اپنا نیا فون نمبر بتانے والی تھی۔ وہ وکی ورما سے اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے لگا۔ پتہ چلا کہ وہ بہت ہی حسین ہے لیکن کچھ پراسرار سی ہے۔ کبھی تو وہ وکی ورما کے اندر کی باتیں جان لیا کرتی ہے اور کبھی کچھ جان نہیں پاتی۔

وکی ورما نے اس سے پوچھا تھا' کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟ اس نے ہنستے ہوئے کہا ''ٹیلی پیتھی تو نہیں جانتی لیکن ایسا لگتا ہے۔ جیسے میرے اندر کبھی کبھی کوئی آتما سما جاتی ہے اور ایسے وقت میں اپنے سامنے والے شخص کی باتیں سمجھنے لگتی ہوں۔''

چنڈال یہ باتیں معلوم کر کے کچھ پریشان ہو گیا۔ سوچ میں پڑ گیا کہ یہ لڑکی ایسی پراسرار کیوں ہے؟ کیا واقعی اس کے اندر کسی کی آتما سما جاتی ہے؟ یا پھر یہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور اس علم کو وکی ورما سے چھپا رہی ہے؟

وہ وکی ورما کے ایک چھوٹے سے مکان میں آ گیا تھا اور وہاں اس کی ہر چیز کو دیکھ رہا تھا۔ معلوم کر رہا تھا کہ وہ وہاں کیسی زندگی گزارتا ہے؟ اس مکان میں اس کی ایک ایک چیز دیکھنے رہنے کے دوران وہ انجلی سے متعلق بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ چونک گیا۔ اسے یاد آ گیا کہ انجلی نامی ایک جوان لڑکی ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور وہ بھارتی اکابرین کی

مدد کرتی رہتی ہے۔

یہ یاد آتے ہی وہ خوش ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا جو اس کی عالت میں بھارتی اکابرین کی مدد کر رہی تھی۔ وہ خود اس کے قبضے میں آنے والی تھی۔

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے اسے تاکید کی تھی کہ جب کبھی ٹیلی پیتھی کا یا کالے جادو کا کوئی معاملہ ہو تو پہلے اسے خبر کی جائے اور اس سے مشورہ لیا جائے۔ اگر وہ اس کے مشورے کے بغیر کوئی قدم اٹھائے گا اور کوئی غلطی کرے گا تو اسے اس کی سخت سزا دی جائے گی۔

اس نے تانترک مہاراج سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا ''مہاراج! میں آپ کا سیوک چنڈال ہوں۔''

وہ بھاری بھرکم آواز میں بولا ''ہوں..... ابھی میں تمہارے دماغ میں تھا۔ یہ معلوم کر رہا تھا کہ تم نیا جسم حاصل کرنے کے بعد کیا کر رہے ہو؟ میں تمہارے تمام خیالات پڑھ رہا تھا۔ تم انجلی کے بارے میں مجھ سے باتیں کرنے آئے ہو۔''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا بولا ''مہاراج! آپ تو میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی سب کچھ جان گئے ہیں۔ اب آپ بتائیں مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''تم انجلی سے ضرور ملو۔ وہ یہی سمجھے گی کہ وکی ورما سے مل رہی ہے۔ تم اپنے اندر کی کوئی بات نہیں بتاؤ گے۔ وہ تمہارے خیالات پڑھنا چاہے گی تو اسے پڑھنے دو۔ تم کبھی سانس نہ روکنا' کبھی یہ ظاہر نہ کرنا کہ تم اسے اپنے اندر محسوس کر رہے ہو۔ باقی میں اس سے نمٹ لوں گا۔''

وہ بولا ''میں وکی کا موبائل فون ہمیشہ اپنے پاس رکھوں گا۔ جیسے ہی وہ مجھ سے رابطہ کرے گی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے آپ کو اطلاع دوں گا۔ آپ میرے پاس آ جائیں گے۔''

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وکی ورما اس حسینہ کا پتا ٹھکانا نہیں جانتا تھا۔ ابھی نئی نئی ملاقات ہوئی تھی۔ وہ کبھی پارک اور کبھی کسی ریسٹورنٹ میں ملتے تھے۔ وکی نے ایک بار اس سے کہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ گھر چلے لیکن اس نے گھر آنے سے انکار کیا تھا اور نہ ہی اسے اپنے گھر بلایا تھا۔ ان حالات میں اسے انجلی کا انتظار کرنا تھا۔ نہ جانے کب وہ اس سے رابطہ کرنے والی تھی؟

چنڈال جب تک انجلی کا انتظار کرے گا۔ تب تک شیوانی تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کے پاس پہنچی تھی اور مہاراج نے اسے ایک بہت ہی خوب صورت نوجوان لڑکی کے جسم میں پہنچا دیا تھا۔ اس لڑکی کا نام اکا اگنی ہوتری تھا۔ وہ بے انتہا دولت مند تھی۔ باپ نے مرنے سے پہلے اپنی دولت اور جائداد کا تہائی حصہ اس کے نام کیا تھا اور ایک حصہ اس کی سوتیلی ماں کو دیا تھا۔ اس کا نام چندر مکھی تھا۔ وہ اپنی سوتیلی بیٹی اکا اگنی ہوتری کی جانی دشمن تھی۔ وہ بڑی خاموشی سے منصوبے بناتی رہی تھی کہ کسی بھی طرح اکا کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

اکا کی موت سے اس کی سوتیلی ماں کو کوئی فائدہ پہنچنے والا نہیں تھا۔ باپ نے وصیت میں صاف طور سے لکھا تھا کہ اگر اس کی بیٹی اکا کی موت واقع ہو گی تو اس کی تمام دولت اور جائداد وہاں کے سب سے بڑے مندر میں دان کر دی جائے گی۔ اس کی ایک پائی بھی چندر مکھی کو نہیں ملے گی۔

اور چندر مکھی نے یہ سوچ رکھا تھا کہ اس کی دولت کا حصہ اسے ملے یا نہ ملے' لیکن اکا زندہ نہ رہے۔ اس دولت سے عیش نہ کرے اور کسی طرح مر جائے۔

وہ چپ چاپ اندر ہی اندر اکا کے خلاف سازشیں کر رہی تھی۔ یہ بات کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی تھی لیکن تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کر لی تھیں اور شیوانی کو بتایا تھا کہ اس کے اور بھی کئی چھوٹے بڑے دشمن ہیں۔ جو آئندہ اس کے لیے مشکل بنتے رہیں گے۔

شیوانی نے کہا ''مہاراج! میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں اور دشمنوں کے ڈھکے چھپے ارادوں کو نہیں سمجھ پاؤں گی۔ میرے اندر کوئی ایسی شکتی پیدا کر دو کہ میں ان دشمنوں کے ارادوں کو سمجھتی رہوں اور انہیں منہ توڑ جواب دیتی رہوں۔''

جنگل بھٹا چاریہ نے کہا ''میرا ایک غلام ہے۔ جس کا موجودہ نام وکی ورما ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تمہارے دماغ میں آتا جاتا رہے گا اور تمہارے دشمنوں کے ارادے پڑھ کر تمہیں آگاہ کرتا رہے گا۔''

''مہاراج! آپ میرے اندر کی بات اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے پورس کو پھانسنے کے لیے دوبارہ یہ زندگی حاصل کی ہے۔ آپ کی بڑی مہربانی ہے کہ آپ نے مجھے ایک سندر لڑکی کا شریر دیا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ اسے وکی ورما یا کوئی بھی ہاتھ لگائے۔ میں اس خوب صورت بدن کو پورس کے لیے محفوظ رکھنا چاہتی ہوں۔''

''میں تمہاری یہ خواہش پوری کروں گا۔ وکی ورما کو سمجھا دوں گا کہ وہ تمہیں کبھی ہاتھ بھی نہ لگائے۔''

"مجھے اندیشہ ہے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالے گا۔"

"اس کی اتنی ہمت نہیں ہوسکے گی۔ اگر وہ کبھی مجھ سے جھوٹ بولے گا' یا دھوکا دے گا تو بری طرح پچھتائے گا۔ تم اطمینان رکھو۔ وہ صرف ایک دوست کی حیثیت سے تمہارے ساتھ رہے گا۔"

"آپ کی بڑی مہربانی ہے۔ میں ایک مہربانی اور چاہتی ہوں۔"

"بولو..... کیا چاہتی ہو؟"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ پورس اس وقت کہاں ہے؟ میں وہاں پہنچنا چاہوں گی۔"

"میں نے تمہارے پورس کی آواز کبھی نہیں سنی۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جاسکوں گا۔ یوں بھی وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے گا۔"

"کیا آپ کسی طرح معلوم نہیں کرسکتے کہ وہ کس ملک میں ہے؟"

"جب انامیریا کی موت ہوئی اور تم اس کے جسم سے نکل آئیں۔ اس وقت پورس کہاں تھا؟"

"وہ دشانبے میں تھا۔ اب یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ابھی تک وہاں ہو۔"

"تم بے انتہا دولت مند ہو۔ دشانبے تک سفر کرو پھر وہاں جاکر معلوم کرو کہ وہ وہاں موجود ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو وہاں سے کہاں گیا ہے؟"

"مہاراج! آپ کا وہ غلام دکی ورما خیال خوانی کے ذریعے بیٹھے بیٹھے وہاں سے معلومات حاصل کرسکتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرے تو میرے لیے بڑی آسانی ہوگی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں اور اسے تمہارے دماغ میں پہنچاتا ہوں۔"

جنگل بھٹا چاریہ نے چنڈال کے پاس آکر اسے شیوانی کے بارے میں بتایا۔ اس کی پچھلی ہسٹری کو مختصراً بیان کیا پھر کہا "اب تمہیں اس کے دماغ میں مستقل رہنا چاہیے یا پھر اسی کے ساتھ رہ کر زندگی گزارنی چاہیے۔"

چنڈال نے پوچھا "کیا شیوانی کا موجودہ جسم بھرپور جوان ہے؟ وہ خوب صورت ہے؟"

"وہ بہت خوب صورت ہے' بہت دولت مند ہے لیکن تم اسے کبھی ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔ یہ میرا حکم ہے۔ اگر تم نے کبھی اسے چھونے کی بھی کوشش کی تو میں تمہیں اس نوجوان اور شہزور دکی ورما کے جسم سے محروم کردوں گا۔"

"میں اس دنیا میں ہمیشہ زندہ رہ کر عیش و عشرت کی زندگی گزارنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہوں گا۔ کبھی آپ کو ناراض نہیں کروں گا۔"

"تمہارے لیے بہتر یہ ہوگا کہ تم موجودہ شیوانی کو یعنی الکا اگنی ہوتری کو اپنی بہن تسلیم کرلو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "مہاراج! آپ مجھے اتنے بڑے امتحان میں نہ ڈالیں۔ میں نے آج تک کسی نوجوان لڑکی کو بہن یا بیٹی نہیں بنایا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا تمہاری بیٹی جوان اور خوب صورت نہیں ہے؟"

"جی..... جی ہاں..... وہ تو ہے..... لیکن وہ تو میری اپنی بیٹی ہے۔ میرا خون ہے۔ صرف میں اسی کو اپنی بیٹی کہتا ہوں اور اس پر جان دیتا ہوں لیکن کسی اور کو نہ بیٹی کہہ سکتا ہوں نہ بہن بنا سکتا ہوں۔"

"تم شیوانی کو بہن بناؤ یا نہ بناؤ لیکن یاد رکھو! جب بھی اس نے شکایت کی کہ تم اس پر نیت خراب کررہے ہو۔ تو پھر سمجھ لو کہ وہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ کبھی اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ اب تم منتر پڑھنے کے قابل ہوگئے ہو تو آتما شکتی کے منتر پڑھ کوئی نیا شریر حاصل کرلو گے۔ میں تمہیں ایسا کرنے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔ اس بات کو گرہ میں باندھ لو کہ میں نے تمہاری بہت سی اہم کمزوریاں اپنی مٹھی میں رکھی ہیں۔ کبھی تم نافرمانی کرو گے' تب پتا چلے گا کہ اگر تم سیر ہو تو میں سوا سیر ہوں اور تم پر حاوی بن رہا رہوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر بولا "میں کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ بس ایک بنتی کرنا چاہتا ہوں۔"

"بولو..... تم جو چاہو گے وہ ہوگا۔"

"میں اپنی بیٹی کو اس کے موجودہ جسم سے نجات دلانا چاہتا ہوں۔"

"تم ایسا کرنا چاہتے ہو؟"

"آپ نے پاگل خانے میں دیکھا تھا کہ وہ ایک ایسی حسین عورت شمر سلطانہ کے جسم میں ہے۔ جس کا تعلق ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہے۔ فرمان نامی ٹیلی پیتھی جاننے والا میری بیٹی کی آتما کو اس کے شریر میں قیدی بنا کر رکھتا ہے۔ وہ ٹونی جے جو آپ کو منتر پڑھنے سے روک رہا تھا وہ بھی اس فرمان کا دوست ہے اور میں ٹونی جے سے بھی انتقام لینا چاہتا ہوں اور اپنی بیٹی کو بھی وہاں سے رہائی دلانا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری یہ باتیں میرے حق میں ہیں اور میں چاہوں گا کہ ٹونی جے سے انتقام لو اور اپنی بیٹی کو رہائی دلاؤ لیکن پہلے

میری تابعدار شیوانی کے پاس جاؤ اور اس کے کام آؤ۔"

اس نے چنڈال کو شیوانی کے دماغ میں پہنچادیا۔ چنڈال نے کہا "ہائے شیوانی! میں چنڈال بول رہا ہوں۔ مہاراج نے مجھے تمہارے پاس پہنچایا ہے اور یہ اس وقت ہمارے پاس موجود ہیں۔"

وہ بولی "دکی ورما! میں مہاراج کی موجودگی میں پوچھ رہی ہوں' تم کہاں ہو؟"

"میں ناگ پور میں ہوں اور تم کہاں ہو؟"

"میں دہلی میں ہوں۔ کیا تم دہلی نہیں آسکتے؟ میرے ساتھ دن رات ایک دوست کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے؟"

مہاراج نے کہا "ابھی یہ ناگ پور میں رہے گا۔ انجلی نام کی ایک لڑکی کے بارے میں کچھ حقائق معلوم کرے گا۔ جب معلومات حاصل ہوجائیں گی تو میں اسے حکم دوں گا یہ دہلی پہنچ جائے گا اور تمہارے ساتھ دن رات ایک دوست کی حیثیت سے رہا کرے گا۔"

پھر اس نے چنڈال سے کہا "اب تم شیوانی سے باتیں کرو اور اس کے اور اس کے تمام دوستوں اور دشمنوں کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرکے اس کی مدد کرتے رہو۔ میں جارہا ہوں۔ کچھ دیر بعد شیوانی کے پاس آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ چنڈال نے کہا "میں تمہارے اندر موجود رہوں گا۔ تم اپنی سوتیلی ماں سے فون پر رابطہ کرو۔ پہلے میں اس کے اندر پہنچ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔"

شیوانی نے فون کے ذریعے اپنی سوتیلی ماں چندر مکھی سے رابطہ کیا۔ وہ اس کی آواز سن کر بولی "میں حیران ہوں کہ تم مجھ سے فون پر بات کررہی ہو۔ آج سورج کہاں سے نکلا ہے؟"

وہ بولی "سوری..... میں کوئی اور نمبر ڈائل کررہی تھی۔ غلطی سے آپ کا نمبر مل گیا۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ چنڈال چندر مکھی کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ الٹرا ماڈرن عورت ہے۔ وہ نیویارک میں پیدا ہوئی تھی۔ وہیں اس کی پرورش ہوئی تھی اور وہیں اس نے الکا اگنی ہوتری کے باپ کو پھانسا تھا' اس سے شادی کی تھی اور پھر اس کے ساتھ ہندوستان آگئی تھی۔

اس نے دولت کے لالچ میں اس سے شادی کی تھی۔ پتا چلا کہ اس کا شوہر اگنی ہوتری اس سے زیادہ اپنی بیٹی کو چاہتا ہے۔ اس نے اپنے شوہر کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے سو جتن کیے لیکن اس دوران میں یہ پتا چل گیا تھا کہ چندر مکھی فلرٹ قسم کی عورت ہے اور اس کا کسی دوسرے کے ساتھ بھی افیئر ہے۔

یہ معلوم ہوتے ہی اگنی ہوتری نے اپنی بیٹی الکا کے نام جائداد کا تین حصہ کیا اور باقی کا ایک حصہ چندر مکھی کے نام اس لیے کردیا کہ دنیا والے اس کی طرف انگلی نہ اٹھائیں۔ اس کے مرنے کے بعد یہ بدنامی نہ ہو کہ وہ ایک بدچلن عورت کو اپنی چہیتی بیٹی کی سوتیلی ماں بنا کر لے آیا تھا۔

اگنی ہوتری بوڑھا تھا اور چندر مکھی تیس برس کی جوان عورت تھی۔ اس بوڑھے کی بیماری سے فائدہ اٹھانے آئی تھی۔ وہ دمے کا مریض تھا۔ اس کی سانس پھولنے لگتی تو وہ بڑی مشکل سے اپنی سانسوں پر قابو پاتا تھا۔ طرح طرح کی دوائیں استعمال کرتا تھا۔

ایک رات اس کے یار نے بیڈ روم میں داخل ہوکر اس بوڑھے کے منہ پر تکیہ رکھ کر دبایا۔ اس وقت اس کی سانسیں پھولنے لگیں۔ وہ جدوجہد کے قابل نہیں رہا۔ تڑپتا رہا پھر ایک دم سے ساکت ہوگیا۔ اس نے تکیہ ہٹا کر اس کی ناک کے نتھنوں میں انگلیاں ڈال کر اس کی ناک درست کی تاکہ یہ شبہ نہ ہو کہ اس کا منہ دبا کر اسے مارا گیا ہے۔

بعد میں تفتیش سے یہ ثابت ہوگیا کہ وہ سانس کا مریض تھا۔ اس لیے اچانک دمے کے شدید دورے کے سبب اس کی سانس رک گئی۔ پولیس نے چندر مکھی پر شبہ نہیں کیا اور نہ ہی الکا نے یہ شبہ ظاہر کیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ سوتیلی ماں اس طرح اس کے باپ کو ہلاک کرائے گی۔

چنڈال نے آکر شیوانی کو بتایا کہ چندر مکھی نے الکا کے باپ کو ہلاک کرایا تھا۔ شیوانی نے کہا "اس ذلیل عورت کو بہت سخت سزا دو۔ اسے اس قدر ذلیل کرو کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ بعد میں اسے ایک بیمار کو قتل کرنے کی سزا دی جائے۔"

وہ بولا "ابھی آدھی رات کو اس کا یار اس سے ملنے آئے گا۔ وہ دونوں بیڈ روم میں رات گزاریں گے۔ تم ایسا کرو کہ ٹھیک ایک گھنٹے بعد پولیس کو فون کرو۔ پولیس والے وہاں آکر انہیں رنگے ہاتھوں پکڑ لیں گے۔"

آدھی رات کے بعد وہ چندر مکھی سے ملے آیا تو چندر مکھی نے دروازے کو اندر سے بند نہیں کیا۔ وہ چنڈال کے زیر اثر تھی۔ دروازہ بند کرنا بھول گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی پولیس والے دندناتے ہوئے آئے اور اس کے بیڈ روم میں گھس گئے۔ وہ دونوں قابل اعتراض حالت میں تھے۔ چندر مکھی

ایک دم سے گھبرا کر چیخ پڑی۔

اس کا عاشق فوراً ہی جانے میں آنا چاہتا تھا۔ انسپکٹر نے ڈانٹ کر کہا ''خبردار! تم جیسے ہو ویسے ہی رہو اور ایک دوسرے سے پیار و محبت کرتے رہو تمہاری تصویریں اتاری جائیں گی۔''

وہ دونوں گڑگڑانے لگے۔ بھاری رشوتیں دینے کی بات کرنے لگے۔ انسپکٹر نے کہا ''رشوت تو میں لوں گا ہی..... مگر پہلے تصویریں اتاری جائیں گی۔ انکار کرو گے تو تم دونوں کی پٹائی ہوگی اور پٹائی کرتے وقت بھی تصویریں اتاری جائیں گی۔ تم دونوں دنیا والوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے۔ لہٰذا جو میں کہہ رہا ہوں وہ چپ چاپ کرتے رہو۔''

وہ دونوں مجبور ہوگئے۔ ایک دوسرے سے پیار و محبت کی اداکاری کرنے لگے۔ ہر انداز کی تصویریں اتاری جانے لگیں پھر انسپکٹر نے کہا ''ہمارا کام ختم ہو چکا ہے۔ فی الحال دس لاکھ روپے دو۔ بعد میں ضرورت ہوگی تو میں پھر رقم لینے آجاؤں گا۔''

وہ دس لاکھ روپے لے کر وہاں سے چلا گیا۔ چندر مکھی دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔ اس کا عاشق اسے تسلی دے رہا تھا۔ وہ اسے دھکا دے کر بولی ''چلے جاؤ یہاں سے..... دور ہو جاؤ۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔ یہ کمینہ انسپکٹر میری ایسی شرمناک تصویریں اتار کر لے گیا ہے۔ یہ تصویریں ہاتھ سے بے ہاتھ ہو سکتی ہیں میری سوتیلی بیٹی کے ہاتھ لگیں تو وہ مجھے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہنے دے گی۔ مجھے یہاں سے منہ چھپا کر نیویارک واپس جانا ہوگا۔''

وہ انسپکٹر چنڈال کے زیر اثر تھا۔ اس نے فوراً ہی ایک فوٹو گرافر کے پاس جا کر تصویریں دھلوائیں پھر ان تمام تصویروں کو بڑے سائز میں پرنٹ کروایا۔ اس کے بعد انہیں ایک لفافے میں رکھ کر فوٹو اسٹوڈیو سے باہر آیا تو شیوانی کار ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں پہنچ گئی۔ اس نے گاڑی روک کر کھڑکی کے شیشے کو نیچے کیا تو انسپکٹر نے قریب آ کر وہ لفافہ اس کے حوالے کر دیا۔ وہ اسے اپنے برابر والی سیٹ پر رکھ کر دوبارہ کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے آگے چلی گئی۔

جب وہ کار نظروں سے اوجھل ہوگئی تو چنڈال نے انسپکٹر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر سوچنے لگا ''ابھی میرے ہاتھ میں ایک بڑا سا لفافہ تھا۔ اس میں تصویریں تھیں۔ وہ کہاں چلی گئیں؟''

رات کا پچھلا پہر تھا۔ سڑکوں پر سناٹا تھا۔ دکانیں بند تھیں۔ اس نے فوٹو گرافر کی دکان کھلوا کر یہ کام کرایا تھا۔ اب یہ سوچ رہا تھا کہ وہ ساری تصویریں کہاں چلی گئی ہیں؟

چونکہ وہ غائب دماغ تھا اس لیے یہ یاد نہ کر سکا کہ وہ کس ماڈل کی تھی، کس رنگ کی تھی اور اس کا نمبر کیا تھا؟ وہ پھر دور تک ڈرائیو کرتی ہوئی گئی پھر اس نے ایک جگہ کار روک کر اس کے اندر کی روشنی میں لفافے سے تصویریں نکالیں۔ انہیں دیکھ کر مسکرانے لگی۔

چنڈال نے پوچھا ''تم خوش ہو؟''

''ہاں..... میں تمہارے ساتھ ہوں..... چلو.....''

وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی چندر مکھی کے بنگلے میں پہنچ گئی۔ وہ اپنے عاشق کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ پی رہا تھا۔ یہ بھی دو چار گھونٹ پی رہی تھی اور پریشانی سے کہہ رہی تھی ''اب کیا ہوگا؟ نہ جانے وہ انسپکٹر ہماری تصویروں کا کیا کرے گا؟''

وہ بولا ''فکر نہ کرو۔ میں کل صبح اس انسپکٹر سے ملوں گا اور اسے بھاری رقم دے کر وہ تصویریں اور نیگیٹیو خرید لینے کی کوشش کروں گا۔''

اسی وقت ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا۔ وہ دونوں اگلا گئی ہوتری کو دیکھ کر چونک گئے۔ چندر مکھی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے پوچھا ''تم اتنی رات کو یہاں کیوں آئی ہو؟''

وہ مسکرا بولی ''میں یہ دیکھنے آئی ہوں کہ تم میرے باپ کی موت کے بعد کس طرح رنگ رلیاں منا رہی ہو؟ اپنے یار کے ساتھ بیٹھ کر شراب کے مزے اڑا رہی ہو۔''

وہ غصے سے بولی ''بکواس مت کرو۔ ورنہ میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔''

وہ لفافے سے تصویریں نکال کر ان دونوں کی طرف پھینکتے ہوئے بولی ''میرا منہ توڑنے سے پہلے انہیں دیکھو۔ کیا تم منہ دکھانے کے قابل رہی ہو؟''

وہ دونوں ایک دم سے سکتے میں آ گئے۔ ان کے سامنے بکھری ہوئی تصویروں میں وہ دونوں ایسی ایسی حالت میں دکھائی دے رہے تھے کہ چندر مکھی انہیں دیکھ نہ سکی۔ دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑی ہوگئی۔ اس کا عاشق جھک کر ان تصویروں کو سمیٹنے لگا پھر ان تصویروں کو اٹھا کر کہا ''چندر مکھی! تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں ابھی تمہارے سامنے ان تمام تصویروں کو آگ لگاتا ہوں۔''

شیوانی نے مسکراتے ہوئے کہا ''انہیں جلانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ ان کے نیگیٹیو میرے پاس ہیں۔''

اس نے لفافے سے نیگیٹیو نکال کر دکھائے۔ وہ اس سے نیگیٹیو چھین لینا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی چنڈال نے اسے ایک گھونٹ پینے پر مجبور کیا۔ اس نے شراب سے بھرا ہوا گلاس اٹھا کر اس کے دو گھونٹ پیے تو اسے ایک دم سے ٹھسکا لگا۔ گلاس ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ اپنے سینے کو سہلاتے ہوئے کھانسنے لگا۔ چنڈال اسے اور زیادہ کھانسنے پر مجبور کرتا رہا۔

چندر مکھی اس سے تصویریں لے کر انہیں پھاڑنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی اس کے عاشق نے اسے تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا ''ذلیل عورت! اپنی بے حیائی کو چھپانا چاہتی ہے؟ یہ تصویریں نہیں پھاڑی جائیں گی۔ یہ اسی طرح رہیں گی۔''

وہ حیرانی سے بولی ''تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا.....؟ اور کہتے ہیں کہ یہ تصویریں پھاڑی نہیں جائیں گی؟ تم ہوش میں تو ہو؟''

اس نے پھر اس کی پٹائی کی۔ وہ رونے اور چیخنے لگی پھر اس نے ایک گلدان اٹھا کر اپنے عاشق کی پیشانی پر دے مارا۔ وار اوچھا کر بیٹھے گیا۔ پیشانی سے خون بہنے لگا۔ چندر مکھی نے پھر اس پر حملہ کیا۔ اس بار پیتل کا گلدان ہاتھ آیا اس نے وہی اس کے سر پر دے مارا۔ وہ چکرا کر رہ گیا۔ اوندھے منہ گر پڑا۔ وہ اس کی طرف سے پلٹ کر تصویروں کی طرف متوجہ ہوئی تو شیوانی نے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ جڑ دیا — وہ لڑکھڑا کر پیچھے گئی پھر شیوانی اس کی پٹائی کرنے لگی۔ وہاں رکھی ہوئی چیزیں اٹھا اٹھا کر اسے مارنے لگی۔ وہ لہولہان ہوگئی تھی اور اپنے عاشق کے قریب آ کر گر پڑی تھی۔

شیوانی وہ تمام تصویریں اٹھا کر انہیں لفافے میں رکھ کر بولی ''میں جا رہی ہوں۔ آج سے تمہاری نیندیں حرام ہوتی رہیں گی اور تمہارا سکون برباد ہوتا رہے گا۔''

یہ کہہ کر وہ بنگلے سے باہر آئی پھر کار میں بیٹھ کر وہاں سے جاتے ہوئے چنڈال سے بولی ''میں اپنے بیٹے عدنان کے لیے پریشان ہوں۔ کیا تم ابھی دشا نیے ائر پورٹ کے اعلیٰ عہدے داروں کے دماغوں میں جا کر کچھ معلومات حاصل نہیں کر سکتے؟''

''رات کے تین بج رہے ہیں اور میں تمہارے کام کی خاطر جاگ رہا ہوں۔ مجھے جاگنا ہی پڑے گا۔ یہ مہاراج کا حکم ہے۔ بولو..... مجھے کس طرح اور کیسی معلومات حاصل کرنی ہیں؟''

''تم بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے والے کاؤنٹر پر جا کر یہ معلوم کرو کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر کون کون سی فلائٹ کہاں کہاں گئی ہے؟ اور چار یا پانچ برس کے کتنے بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ کون کون سی فلائٹ میں گئے ہیں؟''

''یہ تو بہت ہی لمبا کام ہے۔ نہ جانے کتنی دیر ہوگی؟ صبح بھی ہو سکتی ہے۔ بہرحال مجھے تو کرنا ہی ہے۔ میں جا رہا ہوں۔''

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں ازبکستان کے سفارت خانے کے نمبر معلوم کیے پھر اس نے ایک نمبر پر رابطہ کیا۔ کسی کی نیند بھری آواز سنائی دی ''بھئی کون ہو؟ اتنی رات گئے کیوں فون کیا ہے؟''

وہ ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ وہاں کے سفیر کا سیکریٹری تھا۔ سو رہا تھا۔ چنڈال نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ پھر وہ اس کی مرضی کے مطابق دشا نیے ائر پورٹ کے ایک اعلیٰ عہدے دار کے نمبر پنچ کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد ہی رابطہ قائم ہوا کسی کی آواز سنائی دی۔ چنڈال نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے مجبور کیا کہ وہ دشا نیے ائر پورٹ کے بورڈنگ کارڈ والے کاؤنٹر کے کسی افسر سے رابطہ کرے۔

اس نے رابطہ کیا۔ چنڈال فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس طرح وہ وہاں کے ایک ایسے کارکن کے اندر پہنچا جو کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور وہ تمام آنے جانے والی فلائٹس کے بارے میں معلومات رکھتا تھا۔

وہ چنڈال کی مرضی کے مطابق پچھلے چوبیس گھنٹوں کی فلائٹس کی رپورٹ اسکرین پر دیکھنے لگا۔ اسکرین پر باری باری یہ لکھا ہوا آتا تھا کہ کس فلائٹ میں کتنے مسافر گئے ہیں؟ اور ان میں سے کتنے مسافروں کے پاس چار یا پانچ برس کے بچے تھے؟

پتا چلا کہ پچھلے چوبیس گھنٹوں میں صرف تین فلائٹس ایسی ہیں جن میں چار برس کے اور چھ برس کے بچے تھے۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ تھے۔ ان میں سے ایک بچہ ایسا تھا جس کے ساتھ اس کی ماں تو تھی مگر باپ نہیں تھا۔

چنڈال جو گیا کاغذ قلم لے کر ان بچوں کے نام اور پتے لکھنے لگا۔ وہ تین بچے تھے۔ جن میں سے دو اپنے اپنے والدین کے ساتھ تھے اور ایک صرف اپنی ماں کے ساتھ تھا۔

چنڈال ان کے مکمل ایڈریس اور فون نمبر زنوٹ کرنے کے بعد شیوانی کے پاس آ کر بولا ''میں نے پچھلے چوبیس گھنٹوں کی تمام فلائٹس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔''

"کیا عدنان کا کچھ پتا چلا؟"

"میں نہیں جانتا..... تمہارا عدنان کون ہے؟ مگر تین فلائٹس میں تین بچے ایسے ہیں جو چار، پانچ اور چھ برس کے ہیں۔ وہ اپنے اپنے ماں باپ کے ساتھ مختلف سمتوں میں گئے ہیں۔ دشانبے سے ایک فلائٹ قاہرہ کی طرف گئی ہے۔ دوسری یورپ کے شہر پیرس کی طرف گئی ہے اور تیسری اسرائیل کی طرف....."

شیوانی نے فوراً ہی کہا "وہ پیرس جانے والی فلائٹ میں جو بچہ ہے۔ وہی میرا عدنان ہوگا۔ بس تم اس بچے کے بارے میں جلد سے جلد معلومات حاصل کرو۔"

وہ عاجزی سے بولا "شیوانی! بھگوان کے لیے مجھے معاف کرو۔ بہت رات گزر چکی ہے۔ صبح ہونے والی ہے۔ مجھے سونے دو آرام کرنے دو۔ میں کچھ نیند پوری کرنے کے بعد اٹھوں گا تو سب سے پہلے تمہارا یہی کام کروں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "کوئی بات نہیں۔ تم نے اس حد تک معلومات حاصل کرلی ہیں، مجھے اطمینان ہوگیا ہے۔ اب تم صبح میرا کام کردینا۔"

وہ شیوانی کا شکریہ ادا کر کے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ پریشان ہو کر سوچتا رہا کہ مہاراج کے حکم کے مطابق شیوانی کا خادم بن کر رہنا ہوگا۔ وہ اب تک آزاد اور خودمختار ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے زندگی گزارتا آیا تھا۔ ہر معاملے میں اپنی من مانیاں کیا کرتا تھا۔ آج بہت ہی مجبور ہوگیا تھا۔

وہ یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کتنا زبردست جادوگر ہے اور ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔ اس پر ہمیشہ حاوی رہے گا اس کی بہت بڑی بڑی کمزوریاں اس کی مٹھی میں ہیں۔ اس نے اس پر عمل کر کے آتما شکتی کے منتروں کو اس کے دماغ سے مٹا دیا تھا۔ اب وہ ان منتروں کو لاکھ یاد کرنے کی کوششیں کرتا تو تب بھی وہ اہم منتر اسے یاد نہ آتے۔ وہ یہ جسم چھوڑ کر اب کسی دوسرے جسم میں جا کر تانترک مہاراج کو دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوسکتا تھا۔

اس کی دوسری کمزوری یہ تھی کہ وہ تانترک مہاراج کو اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکتا تھا۔ اس نے ایسا تنویمی عمل کیا تھا کہ وہ مہاراج کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرپاتا تھا۔

وہ اپنی بیٹی انیتا کے لیے بہت پریشان تھا اور اسے ثمر سلطانہ کے جسم سے نجات دلانے کے لیے بے چین تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ پاگل خانے میں ثمر سلطانہ کے لب و لہجے کو سن چکا تھا۔ اس نے ان دونوں آوازوں کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی لہر سلطانہ کے اندر پہنچانا چاہا تو وہ سوتے سوتے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور فوراً ہی سانس روک لی۔

فرمان نے اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا۔ اس کے ذہن کو یہ ہدایت دی تھی کہ وہ ایک مخصوص لب و لہجے کے ساتھ اس کے اندر آئے گا تو وہ اسے محسوس نہیں کرے گی۔ جبکہ وہ کسی سوچ کی لہر کو محسوس کر رہی تھی۔ اس نے خطرہ محسوس کیا تو فوراً ہی فون کے ذریعے فرمان سے رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے.....؟ سلطانہ.....!"

"میں نے ابھی اپنے دماغ میں کسی سوچ کی لہر کو محسوس کیا تھا۔"

"پھر تو یقیناً چنڈال ہوگا۔ تم اسے دماغ میں ہرگز آنے نہ دینا۔ ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہیں۔ اسے محسوس کرو تو فوراً ہی سانس روک لو۔"

ثمر سلطانہ کے اندر سے انیتا نے کہا "یہ سراسر زیادتی ہے۔ میرا باپ یہاں آنا چاہتا ہے۔ مجھ سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ تم انہیں کیوں روک رہے ہو؟ کیا باپ بیٹی کو ملنے سے روکنا ظلم نہیں ہے؟"

فرمان نے کہا "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تمہارا باپ شیطان ہے۔ ہم شیطان کو اپنے قریب پھٹکنے بھی نہیں دیں گے۔"

پھر اس نے ثمر سلطانہ سے کہا "تم فکر نہ کرو۔ میں ابھی تمہارے پاس آرہا ہوں۔"

ایسے ہی وقت اس نے پھر سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک کر بولی "فرمان! میں پھر وہی سوچ کی لہریں محسوس کر رہی ہوں۔"

وہ بولا "ایک بات یاد رکھو، شیطان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جان سے نہیں مارتا۔ ہلکان کرتا ہے۔ اگر وہ پریشان کر رہا ہے تو کرنے دو۔ میں پہنچ رہا ہوں۔"

ادھر چنڈال دوبارہ ثمر سلطانہ کے اندر جانے کی کوششیں کرنے کے بعد سمجھ گیا کہ اس کا دماغ لاک ہے۔ وہ ایک بچے کے لیے بھی اسے اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔ وہ جانتا تھا کہ فرمان اب تنہا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ٹوٹی جے بھی ہے۔ وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے اسے ثمر سلطانہ کے اندر پہنچنے نہیں دیں گے۔ اس کے سامنے دوسرا راستہ یہی تھا کہ اب کالا عمل کیا جائے۔ ایسے منتر پڑھے جائیں کہ ثمر سلطانہ

شدید تکلیف میں مبتلا ہوجائے اور وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہ رہے۔ تب ہی وہ اس کے دماغ میں جا کر زلزلے پیدا کرسکتا ہے اور اپنی بیٹی کو اس کے جسم سے نکال کر لاسکتا ہے۔

اب مسئلہ یہ بھی تھا کہ کسی کی آتما کو کسی جسم سے نکالنے پھر دوسرے جسم میں پہنچانے کے جتنے منتر تھے وہ سب اس کے دماغ سے نکل چکے تھے۔ اب تانترک مہاراج کی مدد کے بغیر وہ ایسا نہیں کرسکتا تھا۔

رات گزر چکی تھی۔ صبح ہونے والی تھی۔ اس نے سوچا "مہاراج سو رہے ہوں گے۔ بعد میں ان سے رابطہ کر کے گزارش کروں گا کہ اس کی بیٹی کو ثمر سلطانہ کے جسم سے نکال کر اسے کسی دوسری خوب صورت اور صحت مند لڑکی کے جسم میں پہنچا دیں۔"

وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ جلد ہی نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ شیوانی اپنی سوتیلی ماں اور اس کے عاشق کی پٹائی کرنے کے بعد اپنے بنگلے میں واپس آگئی۔ وہ بھی تھکی ہوئی تھی مگر اپنے بیٹے عدنان کے لیے بہت بے چین تھی۔ تانترک مہاراج سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے اپنے اندر مہاراج کی آواز سنائی دی "ہاں..... بولو کیا کہنا چاہتی ہو.....؟"

"مہاراج! میں دو سہولتیں چاہتی ہوں۔ ایک تو یہ کہ جب چاہوں آپ سے رابطہ کرسکوں۔ دوسری بات یہ کہ جب میں انا میریا کے جسم میں تھی تو عدنان کے دماغ میں پہنچ جایا کرتی تھی اور انا میریا مجھے آئینے میں دیکھ لیا کرتی تھی اور میری آنکھوں میں ڈوب کر عدنان کے اندر پہنچ جایا کرتی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، مجھے کیا ہوگیا ہے؟ اور جب مجھ میں ایسی صلاحیتیں تھیں تو اب کیوں نہیں ہیں؟"

"پہلی بات تو یہ کہ تم جب چاہو گی مجھ سے رابطہ کرسکو گی۔ جس طرح انا میریا آئینے میں دیکھتی تھی اور اسے اپنے عکس کے بجائے تمہارا عکس دکھائی دیتا تھا۔ اسی طرح تم جب بھی آئینہ دیکھو گی تو تمہیں اپنے بجائے میرا عکس دکھائی دے گا اور مجھ سے رابطہ قائم ہوجائے گا۔"

"اس کا مطلب ہے جب آپ نے پہلی بار مجھے انا میریا کے شریر میں پہنچایا تھا تو میرے اندر یہ شکتی پیدا کردی تھی کہ انا میریا آئینے میں دیکھے گی تو اسے میں نظر آیا کروں گی۔"

"ہاں..... میں نے تمہارے اندر یہی شکتی پیدا کردی تھی اور بعد میں چھین لی تھی۔ اب پھر تمہیں واپس کر رہا ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے گڑگڑا کر بولی "مہاراج! میری وہ صلاحیت بھی مجھے واپس کریں۔ جس کے ذریعے میں اپنے بیٹے عدنان کے دماغ میں پہنچ جایا کرتی تھی۔"

"تم ابھی آرام سے سو جاؤ۔ میں تم پر منتر پڑھتا رہوں گا۔ جب سو کر اٹھو گی تو تمہاری یہ شکتی بھی تمہیں واپس مل جائے گی لیکن وہی ادھوری صلاحیت ہوگی۔ پہلے بھی تم عدنان کے دماغ میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کرتی تھیں لیکن اپنے طور پر اس سے کوئی کام نہیں لے سکتی تھیں اور نہ ہی اس کی بھلائی کے لیے کچھ کرسکتی تھیں۔ تمہیں اس کے لیے انا میریا کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ اسی طرح آئندہ تم چنڈال کا سہارا لیا کرو گی۔"

وہ خوش ہوگئی۔ اپنے بیڈ پر آکر بڑے اطمینان سے لیٹ کر سو گئی۔ اب وہ انکا اکنی ہوتری کے جسم میں تھی۔ اس سے پہلے انا میریا کے جسم پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس انا میریا اور ولاڈی میر سے دشمنی چلی آرہی تھی۔ ولاڈی میر عدنان کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے کے لیے اسے حاصل کرنا چاہتا تھا اور اب تک اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

وہ عدنان کے علاوہ انا میریا کو بھی ٹریپ کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے اس نے انا میریا کا ایک پتلا بنا رکھا تھا اور اس پر منتر پڑھتا رہتا تھا۔ اس نے کئی بار طلسمی آلے کے ذریعے اس کا سراغ لگایا تھا اور اس پر حملے بھی کیے تھے لیکن اسے اپنی گرفت میں لیتے لیتے ناکام ہوگیا تھا اور اسے بار بار ناکامی کا منہ دکھانے والی سونیا تھی۔

ولاڈی میر نے عدنان، انا میریا اور سونیا کے پتلے بنا رکھے تھے اور انہیں ایسے کمرے میں رکھا تھا۔ جہاں وہ آرام سے تنہائی میں بیٹھ کر کالا عمل کیا کرتا تھا۔

وہ تقریباً چوبیس گھنٹے پہلے اس کمرے میں بیٹھا منتر پڑھ رہا تھا۔ عدنان تک پہنچنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت انا میریا کا پتلا جو ایک طرف کھڑا ہوا تھا اچانک ہی گر پڑا۔

اس نے چونک کر ادھر دیکھا۔ کوئی ہوا کا جھونکا نہیں آیا تھا۔ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جس کے باعث وہ گر پڑتا، چونکہ آپ ہی آپ گر پڑا تھا۔ اس لیے پہلا خیال یہی آیا کہ انا میریا مر چکی ہے۔ اس کا دماغ ایک عجوبہ تھا۔ خیال خوانی کی لہریں اس کے اندر آکر گزر جاتی تھیں۔ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ایسا لگتا تھا کہ وہ انا میریا کے دماغ سے گزر جاتی تھیں۔ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ایسا لگتا تھا کہ وہ انا میریا کے دماغ سے گزر رہا ہے لیکن اس کی سوچ پڑھنے کے قابل نہیں ہے اور نہ ہی یہ معلوم کرسکتا ہے کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے؟

ولاڈی میر نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ انا میریا کے

دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس کی سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ اس کا دماغ نہیں ملا۔ اگر وہ زندہ ہوتی تو وہ اس کے شفٹے جیسے دماغ سے گزرتے وقت کم از کم یہ تو محسوس کر لیتا کہ وہ زندہ ہے مگر اس کی سوچ ناقابل فہم ہے۔

اس وقت خیال خوانی کے ذریعے پتا چلا کہ اب وہ زندہ نہیں رہی ہے۔ مر چکی ہے۔

اس بات کو چوبیس گھنٹے گزر چکے تھے۔ وہ کسی کام سے اس کمرے میں آیا تو انا میریا کے پتلے پر نظر پڑتے ہی ٹھٹک گیا۔ وہ پتلا جو گرا ہوا تھا اب خود بخود اٹھ کر اپنی جگہ کھڑا ہو گیا تھا اور اس پتلے کے پاس جو طلسمی آلہ رکھا ہوا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے لرز رہا تھا۔ یہ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ دماغ چیخ چیخ کر اس سے پوچھ رہا تھا ''کیا انا میریا پھر زندہ ہو گئی ہے؟''

یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی لیکن کالا جادو جاننے والے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آتما شکتی کے ذریعے کسی بھی آتما کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کیا جا سکتا ہے ''کیا انا میریا پھر زندہ ہو گئی ہے؟''

وہ اپنے طور پر سوچ رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ انا میریا کی پہلے ہی کوئی آتما نہیں تھی۔ اس کے اندر تو شیوانی سمائی ہوئی تھی اور جب شیوانی وہاں سے نکل کر اگنی ہوتری کے جسم میں پہنچی تو ادھر انا میریا کے پتلے میں حرکت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے پاس رکھا ہوا طلسمی آلہ یوں لرز رہا تھا جیسے اس کی نشان دہی کرنا چاہتا ہو کہ وہ زندہ ہونے کے بعد اب کہاں ہے؟

وہ تیزی سے چلتا ہوا اس پتلے کے قریب آ کر بیٹھ گیا پھر اس نے انا میریا کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی تو ادھر ادھر بھٹکنے لگا۔ انا میریا تو اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ اس کا دماغ بھی نہیں رہا تھا۔ شیوانی زندہ تھی اور وہ جس جسم میں گئی تھی اس میں اگنی ہوتری کا دماغ تھا۔

ثمر سلطانہ اور انیتا کا دماغ ایک تھا لیکن شیوانی اور انا میریا کا دماغ ایک نہیں تھا۔ تانترک مہاراج نے اس پر ایسا عمل کیا تھا کہ شیوانی کبھی انا میریا کے دماغ پر حاوی نہیں ہو سکی تھی۔ اس کی آتما انا میریا کے اندر رہنے کے باوجود اسے خاطر میں نہیں کر سکتی تھی۔ اسی لیے وہ اسے آئینے کی سطح پر بلایا کرتی تھی۔

اب شیوانی نے اگنی ہوتری کے روپ میں ایک نئی زندگی حاصل کی تھی اور تانترک مہاراج کی مہربانی سے اگنی کا دماغ اس کا اپنا دماغ بن گیا تھا۔ اگر ولاڈی میر انا کی آواز اور لب و لہجہ سن لیتا تو پھر شیوانی تک پہنچ سکتا تھا۔ ولاڈی میر کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ انا میریا (شیوانی) کی آتما کسی دوسرے جسم میں پہنچ گئی ہے اور اس نے ایک نئی زندگی حاصل کر لی ہے۔ اس نئے جسم کے دماغ تک پہنچنے کے لیے اس کی نئی آواز اور نئے لہجے کو سننا ضروری ہو گیا تھا۔

اور اس کی نئی آواز سننے کے لیے اس کا سراغ لگانا ضروری تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے طلسمی آلے کو اس پتلے کے سامنے رکھا پھر منتر پڑھنا شروع کر دیا۔

اب اسے عدنان تک پہنچ جانے کا یقین ہو رہا تھا۔ سب ہی دوست اور دشمن اس بچے کو تلاش کر رہے تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کس نے اغوا کیا ہے؟ اور کہاں چھپا ہوا ہے؟ ولاڈی میر سمجھ رہا تھا کہ ایسا انا میریا کر رہی ہے۔ چونکہ وہ ایک نئے جسم میں داخل ہو گئی ہے۔ اس کا رنگ روپ اور شخصیت تبدیل ہو چکی ہے۔ اس لیے اسے کوئی پہچان نہیں سکے گا اور کبھی شبہ نہیں کرے گا کہ وہ عدنان کو کہیں چھپا کر رکھنے میں کامیاب ہو رہی ہے۔

وہ ایک گھنٹے تک منتر پڑھتا رہا پھر اس کا وہ طلسمی آلہ ایک طرف گھومنے لگا۔ آہستہ آہستہ گھومتا ہوا ایک جگہ رک گیا۔ وہ بتا رہا تھا کہ انا میریا یعنی شیوانی ایشیا کے جنوبی حصے میں ہے۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک سمت معلوم ہو چکی تھی۔ اب وہ ایشیا کے کسی بھی جنوبی حصے میں جاتا اور وہاں طلسمی آلے پر منتر پڑھتا رہتا تو وہ آلہ پھر اسے بتاتا کہ اب اسے انا میریا تک پہنچنے کے لیے کس سمت میں جانا ہو گا؟ لہٰذا اب اس کا وہاں تک سفر کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

ویسے تو وہ کسی بھی آلہ کار کے ذریعے اسے تلاش کر سکتا تھا لیکن یہ بہت اہم کام تھا اور بڑی رازداری سے کرنا تھا کہ ارنا کوف اور آوازون کو خبر بھی نہ ہو سکے۔ لہٰذا وہ اسی وقت سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔

وہ شیوانی کو انا میریا سمجھ رہا تھا۔ اگرچہ غلط سمجھ رہا تھا لیکن اس کی منزل درست تھی۔ وہ شیوانی کے قریب پہنچ کر کسی نہ کسی طرح عدنان تک بھی پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ چنڈال نے شیوانی کی خاطر عدنان کا سراغ لگایا تھا اور یہ معلوم ہو گیا تھا کہ چار پانچ چھ برس کے تین بچے تین مختلف فلائٹس میں گئے ہیں۔

یہ بات ولاڈی میر کے دماغ میں بھی آ سکتی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے وشانے ائرپورٹ کے عہدے داروں کے اندر پہنچ سکتا ہے اور وہاں کے متعلقہ عہدے دار کے ذریعے پچھلے چوبیس گھنٹوں کی فلائٹس کی رپورٹ معلوم کر سکتا ہے لیکن وہ اب تک یا تو خیال خوانی میں مصروف رہا تھا یا کالے عمل میں ڈوبا ہوا تھا پھر انا بیلا کی اچانک زبردست کامیابیوں نے اسے' ارنا کوف اور آوازون وغیرہ کو الجھا دیا تھا۔ وہ سب اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ اس لیے وہ اس اہم پہلو پر غور نہ کر سکا کہ وشانے ائرپورٹ کے ذریعے وہ اس بچے کے قریب پہنچ سکتا ہے۔

کئی گھنٹے گزرنے کے بعد آوازون کے دماغ میں یہ بات آئی۔ اس نے اپنی ماں ارنا کوف سے کہا ''ماما.....! ہمیں وشانے ائرپورٹ کے اعلیٰ عہدے داروں کے اندر پہنچنا چاہیے۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہاں کی کسی فلائٹ سے چار یا پانچ برس کا کوئی بچہ کہیں گیا ہے یا نہیں؟''

ارنا کوف نے کہا ''بے شک! ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ ہمیں وہاں سے بھی کچھ معلومات حاصل کرنی چاہیے۔''

پھر وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے وشانے ائرپورٹ کے اعلیٰ عہدے داروں کے دماغوں میں پہنچنے لگے اور معلومات حاصل کرنے لگے۔

اب ان سب تلاش کرنے والوں کو صحیح سمت ملنے والی تھی اور وہ سب پھر ایک بار عدنان کے قریب پہنچنے والے تھے۔ اس دوران میں کچھ گھپلا بھی ہونے والا تھا۔ کچھ رکاوٹیں بھی پیدا ہونے والی تھیں۔

چنڈال کے راستے میں فرمان اور ٹونی جے بہت بڑی رکاوٹ تھے۔ اس نے ثمر سلطانہ کے اندر جا کر اپنی بیٹی کو اس سے نجات دلانی چاہی تھی لیکن فرمان رکاوٹ بن گیا تھا۔ وہ اس رات ثمر سلطانہ کے پاس آیا پھر بولا ''ہم دونوں ایک دوسرے سے دور دور رہتے ہیں اب چنڈال اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ پھر ایک بار میدان عمل میں آ گیا ہے۔ اس سے نمٹنے کے لیے ہمیں ایک چھت کے نیچے رہنا چاہیے۔''

ثمر سلطانہ اس کی بات سمجھ رہی تھی۔ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ اسے اپنی شریک حیات بنا کر اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھا ''کیا تمہیں اعتراض ہے؟''

انیتا نے ثمر سلطانہ کے اندر سے کہا ''ہاں..... مجھے اعتراض ہے۔ میں یہ شادی نہیں ہونے دوں گی۔''

فرمان نے کہا ''اگر ثمر سلطانہ مجھ سے راضی ہو جائے تو تمہارا باپ بھی یہ شادی نہیں روک سکے گا۔''

ثمر سلطانہ نے کہا ''ہاں..... میں راضی ہوں۔ ہمیں جلد سے جلد شادی کر کے دن رات ایک چھت کے نیچے رہنا چاہیے۔ تاکہ وہ چنڈال شیطان مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔''

اس نے کہا ''ٹھیک ہے۔ اس وقت رات کے تین بجے ہیں۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ کل دوپہر تک قاضی صاحب سے معاملات طے کروں گا پھر شام کو ہمارا نکاح پڑھا دیا جائے گا۔ اس کے بعد ہم ازدواجی اور گھریلو زندگی گزاریں گے۔''

انیتا اندر ہی اندر تڑپ رہی تھی' بول رہی تھی' احتجاج کر رہی تھی۔ ثمر سلطانہ نے کہا ''دیکھو انیتا.....! تم میرے اندر قیدی بن کر رہو' اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ تم جتنا بھی تڑپو تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا اور نہ ہی تمہارا باپ تمہیں میرے اندر سے نکال کر لے جا سکے گا۔''

وہ بولی ''تم نہیں جانتیں۔ میرے پتاجی کتنے زبردست ہیں۔''

فرمان نے کہا ''اور تم بھول رہی ہو کہ میں کتنا زبردست ہوں؟ میں نے تمہارے باپ سے تمہیں چھین لیا تھا اور اب تک تم اس سے دور رہو۔ یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ ثمر سلطانہ تمہاری ذات سے الگ نہیں ہے۔ تم دونوں ایک ہو۔ اگر میں ثمر سلطانہ کو اپنی شریک حیات بناتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم بھی میری شریک حیات ہو۔''

''میں شریک حیات نہیں۔ دھرم پتنی بن کر رہنا چاہتی ہوں۔ اپنے دھرم کے مطابق تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔''

''تو تم رہو۔ کون منع کر رہا ہے؟ لیکن ثمر سلطانہ جسمانی طور پر نماز پڑھتی ہے تم اس کے جسم کو پوجا پاٹ کے لیے مجبور نہیں کر سکو گی۔ تمہارا دھرم تمہاری آتما میں بسا ہوا ہے۔ یہ کیا کم ہے؟ تمہیں تو اپنے بھگوان کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے کہ تم اب تک اپنے دھرم پر قائم ہو اور میں نے کبھی تمہیں دھرم تبدیل کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا ہے۔''

انیتا جھنجلا کر بول سکتی تھی۔ بے چین ہو سکتی تھی۔ اندر ہی اندر تڑپ سکتی تھی لیکن کچھ کر نہیں سکتی تھی۔ اسے اپنے باپ کا انتظار تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کسی بھی چور راستے سے ثمر سلطانہ کے اندر ضرور پہنچے گا۔

چنڈال دوسرے دن بارہ بجے تک سوتا رہا پھر اس نے بیدار ہونے کے بعد تانترک مہاراج سے رابطہ کیا اور کہا۔ ''مہاراج! میں اپنی بیٹی کو ثمر سلطانہ کے شریر سے آزاد کرانا چاہتا ہوں۔ بھگوان کے لیے کچھ کریں۔ جہاں آپ نے مجھے دشمنوں سے نجات دلائی ہے۔ وہاں میری بیٹی کو بھی نجات دلائیں۔ میری طرح میری بیٹی بھی آپ کی سیوک بن کر رہے

گی۔ آپ اسے تمام عمر اپنی داسی بنا کر رکھ سکتے ہیں۔''

وہ بولا ''میرے پاس خوب صورت داسیوں کی کمی نہیں ہے پھر بھی تم میرے سیوک ہو۔ اس لیے میں تمہاری بیٹی کو اس کے شریر سے ضرور نجات دلاؤں گا۔ ویسے بھی ٹونی جے اور فرمان میرے دشمن ہیں۔ جب میں تمہیں پاگل خانے سے رہائی دلا رہا تھا۔ تب وہ رکاوٹیں پیدا کر رہے تھے۔ میرے لیے چیلنج بن رہے تھے۔''

ایسے ہی وقت چنڈال کے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا تو ایک سریلی سی کھنکتی ہوئی آواز سنائی دی ''ہائے وکی! کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو۔''

چنڈال نے اندازے سے سمجھ لیا کہ وہ انجلی کی آواز ہے۔ وہ بولا ''میں اپنے گھر میں ہوں۔ تم کہاں ہو؟ کیا کر رہی ہو؟''

اس کے بولنے کے دوران میں تانترک مہاراج نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے یکباری سانس روک لی۔ کچھ دیر تک فون پر کچھ بول نہ سکی۔ سوچنے لگی ''یہ کون ہوسکتا ہے؟''

تانترک مہاراج نے چنڈال کے اندر چپکے سے کہا ''اس نے سانس روک لی ہے۔ میری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کرلیا ہے۔ یہ لڑکی خطرناک ہے۔ ہوشیار رہو۔''

ادھر انجلی کو ابھی یہ شبہ نہیں ہوا تھا کہ وکی ورما نے اس کے اندر آنے کی کوشش کی ہوگی۔ کیونکہ وہ باتیں کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت تانترک مہاراج نے اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ کوئی دوسرا اس کے اندر آیا تھا۔ جبکہ وہ مہاراج اور چنڈال دونوں ہی تھے۔

چنڈال نے ذرا انجان بن کر پوچھا ''انجلی! تم خاموش ہو کیا سوچ رہی ہو؟''

وہ بولی ''کچھ نہیں۔ بس میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں فون کروں گی۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ دوسرے موبائل کے نمبر پنچ کرنے کے بعد اپنے عامل ماؤز ہنٹر سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے اس نے پوچھا ''کیا بات ہے انجلی!''

''میں ابھی وکی ورما سے فون پر بات کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی۔''

اس نے پوچھا ''کیا وہ دوسری بار بھی تمہارے دماغ میں آیا تھا۔''

''نہیں..... میں نے پھر کوئی سوچ کی لہر محسوس نہیں کی۔''

''دشمن بہت چالاک ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ تم صرف ٹیلی پیتھی کی ماہر نہیں ہو۔ ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہو یا پھر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ رہتی ہو۔''

اس نے پوچھا ''اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''وکی ورما سے ہوشیار رہو۔ اس سے بات کرنے کے دوران میں ہی کوئی تمہارے اندر آیا تھا؟''

''ہاں..... لیکن اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ وکی سے میری پچھلے تین ہفتوں سے ملاقات ہو رہی ہے۔ کسی نے کبھی میرے دماغ میں آنے کی کوشش نہیں کی۔''

''جو کبھی نہیں ہوا وہ اب ہوسکتا ہے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے وکی ورما کو اپنا آلہ کار بنایا ہوگا۔ اس کے ذریعے تم تک پہنچنا چاہتا ہوگا اور تمہارے ذریعے وہ ضرور مجھ تک پہنچنا چاہے گا۔''

''ٹھیک ہے۔ اب میں وکی ورما سے فون پر بات نہیں کروں گی۔''

''نہیں۔ تمہیں فون پر بات کرنا چاہیے۔ بس اس سے ملاقات کرنے کے لیے نہ بلانا۔ کوئی دشمن اس کے پیچھے چھپا ہوگا تو وہ تمہارا تعاقب کرے گا۔ میں ابھی وکی ورما کے اندر جا کر کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

ماؤز ہنٹر نے فون بند کیا اور خیال خوانی کی پرواز کر کے وکی ورما کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے ایک دم سے سانس روک لی۔ ماؤز ہنٹر فوراً ہی انجلی کے دماغ میں آ کر بولا ''انجلی! تمہارے لیے خطرہ ہے۔ تم جانتی ہو کہ وکی ورما پاڈی بلڈر ہے اور اس کا دماغ حساس ہے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہے اس لیے میں نے تمہارے ذریعے اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ میرے مخصوص لب و لہجے کو محسوس نہیں کرے گا۔ اس کے بعد میں کئی بار وکی کے دماغ میں جا چکا ہوں لیکن اب جاتے ہی اس نے سانس روک لی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی دوسرے نے اس پر عمل کیا ہے یا وکی کے اندر کوئی نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ وہ تمہاری رہائش گاہ کا پتا نہیں جانتا ہے لیکن تمہیں چہرے سے پہچانتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہارا اس سے سامنا ہو۔ لہٰذا تم کچھ دنوں کے لیے یہ شہر چھوڑ دو۔ ابھی یہاں سے نکل جاؤ۔''

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی یہاں سے جا رہی ہوں۔''

ماؤز ہنٹر اپنے ایک آلہ کار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آلہ کار اس کی مرضی کے مطابق وکی ورما کے مکان کی طرف روانہ ہوا۔ اسے ہدایت کی گئی کہ وہ اس پر نظر رکھے اور تنہائی

میں کہیں موقع پا کر اسے زخمی کر دے۔

ماؤزہنٹر کے سامنے یہی ایک راستہ تھا کہ وہ کسی ورما کو زخمی کر کے اس کے دماغ کے اندر پہنچ کر معلوم کرے کہ اس کے اندر یہ تبدیلی کیسے آ گئی ہے؟ وہ ایک معمول اور تابعدار تھا پھر اپنے عامل کی سوچ کی لہروں کو کیوں روک رہا تھا؟

ادھر تانترک مہاراج نے چنڈال سے کہا ”وہ لڑکی انجلی تم پر شبہ کر رہی ہے اس لیے اس نے فون کا رابطہ ختم کر دیا ہے۔ اب پتا نہیں وہ کیا کر رہی ہوگی؟ ہم اس کے دماغ میں نہیں جا سکتے۔ بہتر ہے تم اس گھر سے چلے جاؤ۔ انجلی اور اس کے آدمی دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کر سکتے ہیں۔ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس سے پہلے ہی اس گھر سے چلے جاؤ۔“

”میں ابھی یہاں سے جا رہا ہوں۔ آپ میری بیٹی کے سلسلے میں کیا کریں گے؟“

”تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں ایک جگہ مصروف ہوں۔ اس کے بعد تمہاری بیٹی کو اس سے نجات دلاؤں گا اور وہ آج رات تک شمر سلطانہ کے شر سے رہائی حاصل کر لے گی۔“

”آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اب میں جا رہا ہوں۔“

”راستے میں خیال خوانی کرتے جاؤ اور شیوانی کا کام کرتے رہو۔“

تانترک مہاراج شیوانی کے پاس آ کر بولا ”میں نے تمہاری دونوں خواہشیں پوری کر دی ہیں۔ آئینہ دیکھو۔ میں تمہیں دکھائی دوں گا۔“

اس نے فوراً ہی آئینے کے سامنے آ کر اپنی صورت دیکھی تو وہاں اپنا عکس دکھائی نہیں دیا۔ تانترک مہاراج دکھائی دینے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا ”اب تم جب بھی مجھے بلانا چاہو گی تو آئینے میں دیکھ لیا کرو گی۔ مجھے خبر ہو جایا کرے گی۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”اب میں ابھی انامیریا کی طرح ایک چھوٹا سا آئینہ اپنے ساتھ رکھا کروں گی۔“

وہ بولا ”تم اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھیں۔ اب اسے یاد کرو۔“

اس نے آنکھیں بند کر کے اپنے بیٹے کو یاد کیا تو محسوس ہوا جیسے اس کے اندر پہنچ گئی ہے لیکن بیٹے کے خیالات گڈمڈ تھے۔ وہ واپس آ کر آنکھیں کھول کر بولی ”مہاراج.....! دھنے واد..... میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ جب تک زندہ رہوں گی۔ آپ کی داسی بن کر رہا کروں گی۔“

”میں ابھی تمہارے اندر رہ کر تمہارے بیٹے کے دماغ میں پہنچا تھا۔ وہ تو بڑا عجیب سا دماغ ہے۔ اس میں بہت سے خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ کوئی خیال پڑھا ہی نہیں جا سکتا۔“

”ہاں۔ میرے بیٹے کا دماغ ایسا ہی ہے۔ کبھی کبھی نارمل ہوتا ہے اور کسی ایک خیال پر مرکوز ہوتا ہے تو اس کے ذریعے آس پاس کی چیزیں دیکھی جا سکتی ہیں اور اس کے کان سے دوسروں کی آوازیں سنی جا سکتی ہیں۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ تو اپنی آواز سنا سکتا ہے نہ اسے اپنی سوچ کی لہروں سے متاثر کر سکتا ہے۔“

”تمہارا بیٹا تو بالکل ہی بجو ہے۔ یہ بچہ مجھے پسند آ گیا ہے۔ میں چاہوں گا کہ تم اسے حاصل کرنے کے بعد میرے پاس پرورش پانے کے لیے چھوڑ دو۔ چاہو تو تم بھی اس کے ساتھ دن رات رہا کرو۔ اگر یہ میرے پاس رہے گا تو میں اسے دنیا کا عجیب و غریب انسان بنا دوں گا۔“

وہ بولی ”میں نے انامیریا کا جسم حاصل کرنے کے بعد آپ سے بے وفائی کی تھی۔ آپ کو دھوکا دیا تھا۔ اب میں وعدہ کرتی ہوں کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ اپنے بیٹے کو حاصل کرتے ہی آپ کے پاس چلی آؤں گی اور آپ ہی کے ساتھ رہ کر پورا جیون گزار دوں گی۔“

”چنڈال ابھی تم سے رابطہ کرنے والا ہے اور اگر چاہو تو تم بھی اس سے رابطہ کر سکتی ہو۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”وہ کیسے.....؟“

”آئینے میں دیکھ کر اسے یاد کرو گی تو وہ تمہیں آئینے کی سطح پر ایسے دکھائی دے گا جیسے میں تمہیں نظر آیا تھا۔“

وہ بولی ”کیا میں ابھی آئینہ دیکھوں اور اسے یاد کروں؟“

”ہاں..... میں تمہارے اندر رہوں۔ اسے دیکھو۔“

وہ پھر آئینے کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس بار اس نے چنڈال کو یاد کیا تو وہ دکھائی دینے لگا۔ وہ بے چینی سی محسوس کرنے لگا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا ”مہاراج! میں اپنے اندر عجیب سی بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔“

مہاراج نے کہا ”وہ اس لیے کہ شیوانی آئینے کے عکس میں تمہیں دیکھ رہی ہے۔ ایک طرح سے یہ سمجھو کہ وہ تمہارے اندر پہنچ رہی ہے۔ جب بھی تم بے چینی محسوس کرو تو سمجھ لو کہ شیوانی نے تمہیں بلایا ہے اور تم فوراً ہی اس کے دماغ میں گم ہو جایا کرو۔“

”میں آپ کی آگیا کا پالن کروں گا۔ ابھی میرے پاس رقم نہیں ہے۔ میں اچھی خاصی رقم حاصل کرنے کے لیے کسی بڑے سرمایہ دار کو ٹریپ کرنے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد میں ایک ریفنڈ کار لے کر شہر سے باہر چلا جاؤں گا۔ آپ شیوانی کو

سمجھائیں کہ وہ کم از کم دو گھنٹے انتظار کرے۔ جب میں اس شہر سے باہر چلا جاؤں گا تو کہیں ایک جگہ رک کر خیال خوانی کے ذریعے اس کے بیٹے کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔“

شیوانی نے آئینے میں دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا ”چنڈال! میں تمہاری باتیں سن رہی ہوں۔ حالانکہ تم میرے دماغ میں نہیں ہو لیکن آئینے میں دیکھتے ہوئے میں تمہاری باتیں سن سکتی ہوں اور تم میرے دماغ میں بھی آ سکتے ہو۔ بہرحال میں انتظار کروں گی۔ دو گھنٹے بعد کوشش کرو کہ میرے بیٹے تک پہنچ سکو۔“

ایسے ہی وقت چنڈال کے موبائل کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا تو دوسری طرف سے انجلی کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا ”انجلی! تم کہاں ہو؟ تم نے اچانک رابطہ کیوں ختم کر دیا تھا؟ میں تم سے ملنے کے لیے بے چین ہوں۔“

وہ بولی ”ابھی میں تمہاری ساری بے چینی ختم کر دوں گی۔ تم جہاں کھڑے ہو، وہیں کھڑے رہو۔ اِدھر اُدھر حرکت کرو گے تو سنسناتی ہوئی گولی آئے گی اور تمہارا کام تمام کر دے گی۔“

وہ پریشان ہو کر بولا ”یہ کیا کہہ رہی ہو؟“

”پہلے میری پوری بات سن لو۔ میرے ہاتھ میں رائفل ہے اور رائفل میں سائیلنسر لگا ہوا ہے۔ یہاں جو چاروں طرف عمارتیں ہیں میں ان میں سے کسی ایک عمارت میں ہوں۔“

چنڈال سر گھما کر دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ سخت لہجے میں بولی ”خبردار! اپنا سر نہ گھمانا۔ ہاں..... اگر زندہ نہیں رہنا چاہتے، مرنا چاہتے ہو تو پھر میری مرضی کے خلاف حرکت کرو۔“

شیوانی آئینے میں اسے دیکھ رہی تھی، پریشان ہو رہی تھی لیکن آئینے میں اسے چاروں طرف کی عمارتیں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ صرف پیچھے والی عمارت نظر آ رہی تھی۔ ادھر تانترک مہاراج بھی پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے کہا ”چنڈال! میں تمہارے دماغ سے جا رہا ہوں۔ ورنہ اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر چلا آئے گا۔ تم اسے محسوس نہیں کر سکو گے۔ میں شیوانی کے اندر جا رہا ہوں۔ اس کے ذریعے آئینے میں تمہیں دیکھتا رہوں گا۔“

چنڈال نے فون کے ذریعے پوچھا ”انجلی! تم میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہی ہو؟ مجھ سے اچانک دشمنی کیوں ہو رہی ہے؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟“

”انجان اور معصوم نہ بنو۔ صاف صاف بتاؤ کہ تمہارے دماغ میں کون آتا ہے؟“

”یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ بھلا دماغ میں کوئی کیسے آئے گا؟ میں نے ایک بار ٹیلی پیتھی کا ذکر کیا تھا۔ کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر آتا ہے؟“

”ہاں..... میں یہی کہہ رہی ہوں۔“

چنڈال نے بڑی معصومیت سے پوچھا ”کیا ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ہمارے دماغ میں آئے تو ہم اسے محسوس نہ کر سکیں۔“

اس نے اپنے عامل ماؤزہنٹر کی مرضی کے مطابق کہا ”ہاں..... میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ تمہارے دماغ میں آئی تھی تو تم مجھے محسوس نہیں کر پاتے تھے لیکن آج میں آئی تو تم نے سانس روک لی۔ یہ کیسے ہوا میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔“

”تو پھر تمہیں معلوم کرنا چاہیے۔ میرے دماغ میں بار بار آ کر دیکھو اور بھگوان کے لیے مجھے بھی بتاؤ کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا مجھے مارنے سے تمہیں معلوم ہو جائے گا؟ اگر نہیں تو پھر ایسا مناسب طریقہ اختیار کرو کہ جس سے ہماری دوستی برقرار رہے۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ ہماری دوستی محبت میں تبدیل ہو رہی ہے لیکن تم نے تو اچانک ہی اپنا رویہ بدل لیا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے۔“

”تمہاری باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تم اپنے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جان رہے ہو اور جو بھی تمہارے دماغ میں آ رہا ہے اس سے بے خبر ہو لیکن میں اپنا اطمینان کرنا چاہتی ہوں۔“

”تم میرے دماغ میں آؤ اور کسی بھی طرح معلوم کرو۔ مجھے اس الجھن سے نجات دلاؤ۔“

”ٹھیک ہے۔ میں تمہارے دماغ میں آ رہی ہوں۔ تم سانس نہیں روکو گے۔“

”میں پوری کوشش کروں گا کہ سانس نہ روکوں۔ اگر ایسا ہو تو تم بار بار آنے کی کوشش کرو۔ شاید پھر میں سانس روکنے کے قابل نہ رہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ میں یہی کروں گی۔ تم مجھ سے تعاون کر رہے ہو۔ اس لیے میں تم سے دشمنی نہیں کروں گی۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی ماؤزہنٹر اس کے دماغ میں آیا تو اس نے ایک دم سے سانس روک لی۔ وہ واپس چلا گیا اس نے فون پر کہا ”سوری انجلی! تم آئی ہو تو ایک دم سے گھبراہٹ اور بے چینی پیدا ہوئی تھی۔ اس لیے میں نے سانس روک لی۔ پلیز..... پھر کوشش کرو۔“

تانترک مہاراج پھر شیوانی کے ذریعے اسے آئینے میں

دیکھ رہا تھا۔ انتظار کر رہا تھا۔ دوسری بار جیسے ہی ماؤز ہنٹر اس کے دماغ میں گیا تو وہ بھی اس کے اندر آ گیا۔ اس بار چنڈال نے سانس نہیں روکی۔ یونہی گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا ''ہیلو..... انجلی! تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ یہ بات پہلے تم نے کبھی نہیں بتائی۔''

وہ بولی ''تم خاموش رہو اور مجھے خیالات پڑھنے دو۔''

وہ بولا ''لیکن تم تو فون کے ذریعے بول رہی ہو۔ کیا میرے دماغ میں نہیں آئی ہو؟ لیکن میں تو محسوس کر رہا ہوں۔ سچ بتاؤ۔ کیا تم میرے دماغ میں نہیں ہو؟''

''میں کہہ رہی ہوں۔ تم خاموش رہو۔''

''اچھی بات ہے۔ میں اب نہیں بولوں گا لیکن تمہیں بعد میں بتانا ہوگا کہ یہ میرے دماغ میں کون آیا ہوا ہے؟''

ماؤز ہنٹر چپ چاپ اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ادھر تانترک مہاراج نے اس کے دماغ کے چور خانے پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ تاکہ وہ چور خیالات پڑھ کر یہ معلوم نہ کر سکے کہ وکی مر چکا ہے اور اس کے اندر کوئی دوسری آتما سما گئی ہے۔

ماؤز ہنٹر یہ سب کچھ تو نہ پڑھ سکا لیکن یہ شبہ اپنی جگہ قائم رہا کہ وکی کا دماغ لاک کیوں ہو گیا تھا؟ اور اب اچانک کیسے کھل گیا ہے؟

وہ اپنی معمولہ اور تابعدار انجلی کے پاس آ کر بولا ''یہ وکی ورما مشکوک ہو گیا ہے۔ اس سے دور ہی رہو تو بہتر ہے۔ ہم اسے دشمن سمجھ رہے تھے لیکن یہ خود دشمن نہیں ہے کوئی اور دشمن اس کے پیچھے چھپا ہوا ہے اور بڑی مکاری دکھا رہا ہے۔ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی چالاکی کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اسے زخمی نہ کرو۔ یہ شہر چھوڑ کر کچھ دنوں کے لیے دوسری جگہ چلی جاؤ۔ میں پھر تم سے رابطہ کروں گا۔''

وہ بولی ''ہمارا جو بھی دشمن ہے اسے کیسے معلوم ہوا کہ وہ وکی ورما کے ذریعے مجھ تک اور مجھ سے تم تک پہنچ سکتا ہے؟''

''میں یہی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ میرا ایک آلہ کار چنڈال کی نگرانی کر رہا ہے۔ فی الحال تم اس شہر سے چلی جاؤ۔''

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ یہ تو سمجھ گیا تھا کہ جو بھی انجلی کے پیچھے چھپا ہوا ہے وہ یہ سمجھ چکا ہے کہ وکی ورما مشکوک ہے اور کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے زیر اثر ہے۔ ایک بار وہ انجلی کے دماغ میں جا چکا تھا اور یہ شبہ پیدا کر چکا تھا۔ مہاراج نے سوچا کہ دوسری بار بھی اس کے دماغ میں جانا چاہیے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ وہ پھر سانس روک لے گی اور اسے اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر انجلی کے اندر پہنچا تو وہ اس وقت کولڈ ڈرنک کا ایک گھونٹ لے رہی تھی۔ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی ایک دم سے گڑبڑا گئی۔ سانس روکنا چاہتی تھی مگر یکبارگی ٹھسکا لگا تو وہ حلق پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کھانسنے لگی۔ جنگل بھٹا چاریہ کو موقع مل گیا۔ وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کی کھانسی میں اضافہ کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔

پتا چلا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے اور اسے یہ سمجھایا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس نے بھارتی اکابرین سے بھی رابطہ کیا تھا۔ اپنا نام انجلی بتایا تھا اور کہا تھا کہ وہ چنڈال جوگیا کے خلاف بھارتی اکابرین کی مدد کرتی رہے گی۔

جبکہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا جو اس کی پشت پر رہ کر بھارتی اکابرین سے رابطہ کیا کرتا تھا مگر خود کو ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ پتا نہیں کیوں اپنے آپ کو چھپا رہا تھا۔ تانترک مہاراج کے اندر یہ تجسس پیدا ہو گیا کہ آخر وہ کون ہے اور ایسا کیوں کر رہا ہے؟

اس نے انجلی کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پہلے ہی کھانسی سے نڈھال ہو رہی تھی۔ زلزلہ پیدا ہوتے ہی اس نے ایک زوردار چیخ ماری پھر فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ آس پاس کے دکان دار دوڑ کر اس کی طرف آئے' اسے سنبھالنے لگے۔ تانترک مہاراج نے چنڈال کے پاس آ کر کہا ''کوئی تم سے زبردست دشمنی کر رہا ہے اور وہ تمہارے خلاف بھارتی اکابرین کی مدد کرنا چاہتا ہے۔ یہ تم سے دشمنی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟''

''میں انجلی کا نام بہت دیر سے بھولا ہوا تھا۔ اب یاد آیا کہ ایک انجلی نامی لڑکی دعویٰ کر رہی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور اس نے بھارتی اکابرین سے میرے خلاف رابطہ بھی کیا ہوا تھا۔''

''یہ حقیقت نہیں ہے۔ اصل میں انجلی کچھ نہیں جانتی۔ اس کے اندر کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا آتا ہے۔ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر رکھتا ہے۔ یہ کون ہو سکتا ہے؟''

''میں نہیں جانتا کہ وہ شخص کون ہے؟ کیونکہ انجلی جب میرے خلاف بھارتی اکابرین سے رابطہ کر رہی تھی۔ تب ٹوٹی جے سے میری دوستی تھی۔ وہ میرا معمول اور تابعدار تھا۔ اس نے یہ حرکت نہیں کی ہوگی۔ یہ کوئی دوسرا ہی ہو سکتا ہے۔ ہونہہ ہو یہ کوئی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی ہوگا۔ اس لیے خود کو چھپا رہا ہے اور ایک ہندوستانی لڑکی کے ذریعے بھارتی

اکابرین سے رابطہ کر رہا ہے۔''

''یہ اچھا ہے کہ تم اس شہر سے دور جا رہے ہو۔ شیوانی دہلی میں ہے۔ تمہیں وہیں جانا چاہیے۔''

''جو آپ کا حکم..... میں وہیں جا رہا ہوں۔''

چنڈال اب ایک کرائے کی کار حاصل کرنے کے بعد اسے ڈرائیو کرتا ہوا ہائی وے پر آ گیا تھا۔ اس نے شیوانی سے کہہ رہا تھا کہ وہ شہر سے دور کسی پرسکون علاقے میں پہنچ کر گاڑی روکے گا پھر خیال خوانی کے ذریعے عدنان تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔

☆☆☆

میں شانتا بائی اسپتال کی عمارت میں سب سے اوپری منزل پر تھا۔ وہاں میرا ایک بہت بڑا دفتر تھا۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ میں نے شانتا بائی کی تمام کاروبار کو سنبھال رکھا تھا اور اس کے بہت ہی مشہور و معروف اسپتال کا منتظم اعلیٰ بنا ہوا تھا اور میری بیٹی اعلیٰ بی بی شانتا بائی کی بیٹی نیہا بنی ہوئی تھی۔ اب تک ہم باپ بیٹی شانتا بائی کے دشمنوں سے نمٹتے آئے تھے اور اس کے تمام دشمنوں کو تقریباً ختم کر چکے تھے اور جو زندہ تھے انہیں بالکل ہی ٹھنڈا کر چکے تھے۔ اب وہ سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے تھے۔

اس کے بعد بھی ہمیں وہاں سکون اور اطمینان نہیں تھا۔ چونکہ میری داستان عدنان کے گرد بڑی تیزی سے گردش کر رہی ہے اور اس کا معاملہ کہیں آ کر رک نہیں پا رہا ہے۔ اس لیے میں نے اپنی اور اعلیٰ بی بی کی روداد کو روک رکھا تھا اور اب وقت آ گیا ہے کہ یہ روداد بھی بیان کی جائے۔

یوں بھی مجھے اپنی داستان میں موجود رہنا چاہیے مگر کیا کروں؟ قارئین دیکھ رہے ہیں کہ میرے پوتے نے اپنی دادی اور دادا کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ہمیں اپنی سنانے کا موقع ہی نہیں دے رہا ہے۔ ہم اسی کی سناتے جا رہے ہیں۔

بہرحال میں اپنے دفتر میں بیٹھا شانتا بائی اسپتال کے کاروباری معاملات سے نمٹ رہا تھا۔ کاروبار جتنا بڑا ہوتا ہے جتنا پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے معاملات اتنے ہی پیچیدہ ہوتے ہیں لیکن میرے لیے یہ آسانی تھی کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے الجھے ہوئے معاملات سلجھا دیتا تھا۔ جہاں فراڈ کا علم ہوتا تھا۔ وہاں میں خیال خوانی کے ذریعے حقائق تک پہنچ جاتا تھا۔

میں نے جب سے انتظامات سنبھالے تھے' تب سے اسپتال کا عملہ بہت محتاط ہو گیا تھا۔ یہ کوئی نہیں جان سکتا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے چوروں کی چوریاں اور کمزوروں کی کمزوریاں پکڑ رہا ہوں لیکن وہ اپنے طور پر سوچ رہے تھے کہ میں بہت ہوشیار ہوں۔ چالاک ہوں اور مختلف ذرائع سے غلط اور فراڈ لوگوں تک پہنچ جایا کرتا ہوں۔

دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے کہا ''آ جاؤ.....''

عالی دروازہ کھول کر اندر آئی۔ پھر میرے سامنے میز کے دوسری طرف ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی ''پاپا.....! آپ کے اس پوتے نے بہت پریشان کیا ہے۔''

''میرے پوتے نے نہیں۔ اس کے دشمنوں نے پریشان کیا ہے۔ اسی لیے وہ ہمارے ہاتھ آتے آتے نکل جاتا ہے۔''

''بات ایک ہی ہے۔ ہم پریشان تو ہو رہے ہیں۔''

''بیٹے! بات ایک ہی نہیں ہے۔ عدنان اپنی دادی سے بہت محبت کرتا ہے اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا لیکن دشمن اتنے زبردست ہیں کہ اسے بند کمرے سے بھی نکال کر لے جاتے ہیں۔ اس کے مقدر میں بھٹکنا لکھا ہے۔ اسی لیے ہم ہزار کوششوں کے باوجود اسے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانے میں ناکام ہو رہے ہیں۔''

''میں ابھی دشا نے ائرپورٹ کے عہدے داروں تک جا رہی تھی اور ان کے دماغوں سے معلومات حاصل کر رہی تھی۔ یہ پتا چلا ہے کہ اب تک وہاں سے جتنی بھی فلائٹس روانہ ہوئی ہیں۔ ان میں سے تین فلائٹس میں تین ایسے بچے گئے ہیں۔ جن کی عمر چار یا پانچ برس ہے اور وہ اپنے والدین کے ساتھ ہیں۔ صرف ایک بچہ ایسا ہے جو کسی خاتون کے ساتھ ہے۔''

میں نے کہا ''میں خاموش نہیں بیٹھا ہوں۔ میں نے بھی یہی معلومات حاصل کی ہیں۔''

وہ بولی ''میں قاہرہ اور پیرس کی طرف جانے والی فلائٹس کے دونوں بچوں کے والدین کے خیالات پڑھ چکی ہوں۔ ان بچوں کے دماغوں میں بھی پہنچ چکی ہوں۔ ان کے خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے ہیں اور ان کے والدین کے خیالات سے پتا چل رہا ہے کہ وہ ان کے اپنے ہی بچے ہیں۔''

میں نے مسکرا کر کہا ''اور تم اسرائیل پہنچنے والے بچے کے دماغ میں نہیں پہنچ پا رہی ہو؟ اور نہ ہی اس خاتون کے اندر جا سکتی ہو کیونکہ وہ سانس روک لیتی ہے۔''

''جی ہاں۔ یہی بات ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ ہمارا عدنان اسی عورت کے ساتھ ہے۔ میں جب بھی عدنان کے دماغ میں جاتی ہوں تو اس کے خیالات گڈمڈ ہو رہے ہوتے

ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ اب تک اسی خاتون کے ساتھ ہے یا کسی دوسری جگہ ہے؟ ویسے میرا دل کہتا ہے کہ وہ اسرائیل پہنچا ہوا ہے۔"

"میں یہ تمام باتیں تمہاری مما کو بتا چکا ہوں۔ وہ یقین سے کہہ رہی ہیں کہ وہ اسرائیل پہنچنے والا بچہ ہی ہمارا عدنان ہے اور انا بیلا ہم سے مکاری کررہی ہے۔ وہ اس عورت کے ذریعے اسے تل ابیب پہنچا رہی ہے اور شاید خود بھی ادھر جانے والی ہے اور وہاں پہنچنے کے بعد عدنان کو اپنے پاس چھپا کر رکھنے والی ہے۔"

"مما اس سلسلے میں کیا کہتی ہیں؟"

"وہ خود ہی اپنے طور پر انا بیلا سے نمٹ رہی ہوں گی۔ ہم بعد میں معلوم کرلیں گے۔"

"انٹرکام کا بزر سنائی دیا۔ میں نے ایک بٹن دبا کر لیڈی سیکریٹری سے پوچھا "یس.....؟"

وہ بولی "سر! دو صاحبان آپ سے ملنے آئے ہیں۔ کہتے ہیں ضروری میٹنگ ہے۔"

"اور ان کا نام اور کام پوچھو۔"

دوسری طرف لیڈی سیکریٹری نے آنے والوں سے پوچھا "آپ کا نام کیا ہے؟"

کسی کی آواز سنائی دی "میرا نام نریندر بھاسکر ہے۔"

پھر اس نے اپنے ساتھی کا نام بتایا "اور ان کا جمنا پرساد ہے۔ ہم نے لندن میں بڑے پیمانے پر ایک آئی بینک قائم کیا ہے اور وہاں سے ہم اپنے ہندوستانی بھائیوں اور بہنوں کے لیے آنکھوں کا عطیہ بھیجتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں مسٹر دھرم ویر سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

اس دوران میں عالی میرے دماغ میں آ گئی تھی اور ہم دونوں باپ بیٹی لیڈی سیکریٹری کے ذریعے ان کی باتیں سن رہے تھے اور ان کے دماغوں میں پہنچ چکے تھے۔ لیڈی سیکریٹری انٹرکام پر مجھے بتا رہی تھی کہ مسٹر نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد کس سلسلے میں ملنے آئے ہیں؟ اتنی دیر میں ہم ان کے مختصر سے خیالات پڑھ کر سمجھ گئے تھے کہ وہ غلط لوگ ہیں اور غلط ارادے سے یہاں آئے ہیں۔

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ انہیں پندرہ منٹ کے بعد یہاں بھیج دو۔"

میں نے انٹرکام کو بند کیا پھر نریندر بھاسکر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ عالی جمنا داس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ دونوں وہاں کی سیاسی پارٹی شیوسینا کے بہت بڑے عہدے دار تھے۔ شیوسینا کی اسلام دشمنی کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے۔

ہندوستان میں جتنے ہندو مسلم فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں شیوسینا کے شرپسندوں کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ اپنے دیس میں وہ مسلمانوں کی آبادی کو کم کریں گے اور رفتہ رفتہ انہیں نابود کردیں گے یا پھر انہیں ہندو دھرم اختیار کرنے پر مجبور کرتے رہیں گے۔

یوں تو بھارت میں کتنے ہی دین دھرم والے ہیں، کتنی ہی قومیں اور کتنی ہی زبانیں ہیں۔ ان میں ہندوؤں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ ان کے بعد دوسری بھاری اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ متعصب ہندوؤں کے دماغوں میں یہی بات چبھتی رہتی ہے کہ اگر مسلمانوں کی آبادی اسی طرح بڑھتی رہی تو یہ ایک دن ہندوؤں کے برابر ہوجائیں گے یا یہ تعداد میں ہندوؤں سے زیادہ ہوجائیں گے۔

مسلمانوں کی موجودہ بھاری اکثریت ہی ان کے لیے مصیبت بن گئی ہے۔ بھارت کے جن علاقوں میں زیادہ مسلمان ہیں۔ وہاں مسلمانوں کے ووٹ سے ہی ہندو اور مسلمان لیڈر اسمبلیوں میں پہنچا کرتے ہیں۔ یہ ایسی حقیقت ہے جو ہندوؤں کے دماغوں میں خطرے کی گھنٹی کی طرح بجتی رہتی ہے۔

پندرہ منٹ گزر گئے۔ نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد مجھ سے ملنے کے لیے دفتر میں آئے۔ عالی وہاں سے اٹھ کر اپنے دفتر میں چلی گئی۔ تاکہ وہاں سے خیال خوانی کے ذریعے ہمارے درمیان موجود رہے۔

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان دونوں سے مصافحہ کیا پھر بیٹھنے کو کہا۔ وہ دونوں بیٹھتے ہوئے بولے "آپ کا شانتا بائی اسپتال پورے ہندوستان میں مشہور ہو رہا ہے۔ آپ لوگوں کی کارکردگی بہت ہی عمدہ ہے۔ دوسرے شہروں سے بھی لوگ علاج کے لیے یہاں آتے رہتے ہیں۔"

میں نے دھرم ویر کی حیثیت سے کہا "یہ تو سب بھگوان کی کرپا ہے۔ ابھی میری سیکریٹری نے بتایا ہے کہ آپ بھی دھرم کا کام کررہے ہیں۔ پن کمارہے ہیں۔"

"جی ہاں۔ پن کمانے کے لیے ہم آپ کے پاس بھی آئے ہیں۔"

میں نے کہا "مجھ سے جو بن پڑے گا۔ میں آپ کی خدمت کروں گا۔ فرمائیے..... آپ کیا چاہتے ہیں؟"

نریندر بھاسکر نے کہا "ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہاں جو مریض موت کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ ہم ان سے یہ وصیت

لکھوالیں کہ ان کی موت کے بعد ان کی آنکھیں، دل اور گردے کسی ضرورت مند کو دے دیے جائیں۔"

میں نے کہا "یہ تو بہت ہی نیکی کا کام ہے۔ اگر ہمارے اسپتال کے مریض یہاں آکر اپنی مرضی سے اپنی خوشی سے ایسی وصیت لکھ کر دیں تو ہم ضرور آپ کو یہ اجازت دیں گے کہ آپ ان کے دل، گردے اور آنکھیں یہاں سے لے جاکر کسی ضرورت مند کو دیں۔ بلکہ ان ضرورت مندوں کو ہمارے ہی اسپتال میں لاکر یہ پن کمائیں۔"

نریندر بھاسکر نے کہا "ہم ایک بات آپ سے صاف طور پر کہہ دیں کہ ہمارا تعلق شیوسینا سے ہے اور ہم اس پارٹی کے اعلیٰ عہدے دار ہیں۔ ہمارے پاس دولت کی کمی نہیں ہے۔ ہم آپ کے اسپتال کو لاکھوں روپے کا ڈونیشن دے سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "بھگوان کی کرپا سے ہمیں کبھی کسی کے ڈونیشن کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ آپ تو جانتے ہی ہیں۔ شانتا بائی ارب پتی بزنس ٹائیکون ہیں۔ ان کے اسپتال کی شاخیں مختلف شہروں میں ہیں۔"

جمنا پرساد نے کہا "چلیں..... آپ ہم سے رقم نہ لیں لیکن شیوسینا والوں کے اس نظریے کو آپ مانتے ہوں گے کہ ہمارے دیس میں مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی ہے اور ایسا نہیں ہونا چاہیے۔"

میں نے کہا "ان کی تعداد جس قدر بھی بڑھتی رہے۔ ہم ہندوؤں سے آگے نہیں بڑھ سکے گی۔"

"یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ ان کی موجودہ اکثریت ہی ہمارے سیاسی عزائم کے لیے نقصان دہ ہے۔ وہ جن علاقوں میں بھاری اکثریت رکھتے ہیں۔ وہاں ان کی مرضی کے سیاست دان اسمبلیوں میں پہنچتے ہیں۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہاں..... ایسا تو ہو رہا ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"سیدھی سی بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کی تعداد کم کرنا چاہتے ہیں اور کررہے ہیں۔"

"وہ کس طرح.....؟"

"اس طرح کہ ہندو مسلم فسادات میں ان کی اکثریت کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جہاں بھی فسادات ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہاں ہندو بھی مارے جاتے ہیں لیکن ان سے کئی گنا زیادہ مسلمانوں کی موت ہوتی ہے۔ اس طرح ان کی تعداد میں کچھ کمی ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ ہم انہیں مختلف الزامات میں پھانس کر جیل پہنچا دیتے ہیں اور پھر سزائے موت تک لے جاتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے کام تو ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن اب ہم بڑے پیمانے پر ایسا کام شروع کرچکے ہیں۔ جس سے جلد ہی مسلمانوں کی تعداد کم ہوتی جائے گی اور کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "آپ ایسا کیا کام کررہے ہیں؟"

"ہم نے اپنے دیس کے مختلف شہروں میں ایسے دس اسپتالوں کو خرید لیا ہے۔ ہم انہیں لاکھوں روپے کا ڈونیشن دیتے ہیں اور ان سے یہ طے ہوچکا ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان مریض قریب المرگ ہو تو اسے اور موت کے قریب پہنچا کر اس کا دل نکال لیا جائے۔ آنکھیں نکال لی جائیں اور گردے نکال لیے جائیں اور یہ سب اعضا ہندو ضرورت مندوں کو دے دیئے جائیں۔ اس طرح ہندو مرنے کے بجائے ایک نیا جیون پالیں گے اور جو مسلم ہیں وہ موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔"

میں ان سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ تو سراسر مجرمانہ کارروائی ہے اور ایسی مجرمانہ حرکتوں سے نیکی نہیں کمائی جاتی۔ یہ تو صرف مسلمانوں سے دشمنی ہے۔ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

اگر میں انہیں نصیحتیں کرتا تو وہ کبھی نہ مانتے۔ وہ نصیحتیں سننے کے لیے نہیں بلکہ اپنی باتیں منوانے آئے تھے کہ میرے اسپتال میں بھی ایسا کچھ ہوتا رہے۔ مسلمانوں کی جانیں جاتی رہیں اور ان مسلمانوں کے دلوں سے، آنکھوں سے، گردوں سے ہندوؤں کو نئی زندگیاں ملتی رہیں۔ میں ان کے ایسے ناپاک ارادوں سے انہیں باز رکھنا چاہتا تو وہ کبھی میری بات نہ مانتے۔

میں نے پوچھا "آپ اور کس طرح مسلمانوں کی تعداد کم کررہے ہیں؟"

"ہم مسلمان لڑکیوں کو اور جوان مردوں کو پھانس کر اغوا کرواتے ہیں اور پھر انہیں بے ہوش کرکے ان اسپتالوں میں پہنچا دیتے ہیں۔ وہاں ان کی موت ہوتی ہے اور ہماری ہندو بہنوں اور بھائیوں کو ایک نیا جیون ملتا رہتا ہے۔"

میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ نریندر بھاسکر نے پوچھا۔ "آپ کس سوچ میں پڑ گئے ہیں؟"

میں نے سر اٹھا کر کہا "آپ یہ مانتے ہیں کہ دھرم جو ہے، دل سے ہوتا ہے۔ دماغ سے ہوتا ہے۔ اگر ہم دل سے کسی دھرم کو نہ مانیں تو وہ بس دکھاوے کا دین دھرم ہوتا ہے۔ بھگوان بھی ایسے بندوں سے خوش نہیں رہتا۔"

"ہاں ہم یہ تو مانتے ہیں کہ دھرم دل سے ہوتا ہے۔"

میں نے کہا "اب آپ ذرا غور فرمائیں کہ جن مسلمانوں کی آنکھیں آپ نے ہندوؤں کو لگائی ہیں۔ اب وہ دنیا کو مسلمانوں کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ جن ہندوؤں کے سینوں میں آپ نے مسلمانوں کے دل پہنچائے ہیں ان کے دل تو اللہ تعالیٰ کے نام سے دھڑک رہے ہوں گے۔"

ان دونوں نے ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر نریندر بھاسکر نے کہا "یہ سراسر بکواس ہے۔ ایسا نہیں ہوتا ہے۔ دل جس کے سینے میں پہنچتا ہے۔ اسی کے دھرم کے مطابق ڈھل جاتا ہے اور اسی کے دھرم کے مطابق بھگوان کو یاد کرتا ہے۔"

"میں نے فلموں میں دیکھا ہے، کہانیوں میں پڑھا ہے کہ ایک محبوبہ کا دل کسی دوسری لڑکی کے سینے میں جا کر دھڑکنے لگا تو وہ لڑکی اسی کے عاشق سے محبت کرنے لگی۔ یعنی محبوبہ مرنے کے بعد بھی اپنے دل کے ذریعے ایک لڑکی کے اندر زندہ رہی اور اپنے عاشق سے محبت کرتی رہی۔"

بھاسکر نے ذرا ناگواری سے کہا "یہ فلمیں اور کہانیاں سب بکواس ہوتی ہیں ان کا زندگی کی سچائیوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔"

میں نے کہا "دیکھیں..... میں پہلے اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔"

جمنا پرساد نے پوچھا "آپ اپنی تسلی کس طرح کر سکتے ہیں؟"

میں نے کہا "اب تک آپ نے جتنے ہندوؤں کو مسلمانوں کے دل اور آنکھیں دی ہیں۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ واقعی وہ اب تک ہندو رہے ہیں؟ یا مسلمانوں کے دل اور آنکھوں کی وجہ سے مسلمان ہو گئے ہیں۔"

جمنا پرساد نے ہنستے ہوئے کہا "آپ تو بالکل بچوں جیسی باتیں کرتے ہیں۔ ہم آپ کو اسی شہر میں کئی ایسے ہندو جوانوں سے اور عورتوں سے ملائیں گے جو مسلمانوں کے دل اور آنکھیں حاصل کرنے کے بعد ایک نیا جیون بتا رہے ہیں اور اپنے بھگوان کی پوجا پاٹ بھی کر رہے ہیں۔"

"میں ایسے لوگوں سے ضرور ملوں گا اور آج ہی ملوں گا۔"

نریندر بھاسکر نے کہا "دیکھیں..... مسٹر دھرم ویر! ہم شیو سنا دالے بڑی طاقت رکھتے ہیں اور یہاں اس شہر میں ہماری اچھی خاصی تعداد ہے۔ یہاں ہمارے ہندو دلیر نوجوان جس وقت چاہیں۔ اس وقت تباہی مچا سکتے ہیں۔ آپ کے اس اسپتال کو توڑ پھوڑ کر رکھ سکتے ہیں لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا ہے۔ ہم آپ کو محبت سے سمجھانے آئے ہیں۔"

میں نے کہا "میں بھی محبت سے سمجھنا چاہتا ہوں۔ صرف اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔"

نریندر بھاسکر نے کہا "کوئی بات نہیں۔ ہم ابھی آپ کو ایسے چند ہندو مردوں اور عورتوں کے پاس لے جائیں گے جو مسلمانوں کے دل اور آنکھیں حاصل کرنے کے بعد بڑے آرام سے اپنے دھرم کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا آپ ابھی چلنا پسند کریں گے؟"

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "میں نیک کام میں دیر نہیں کرتا۔ ہم ابھی چلیں گے۔"

میں ان دونوں کے ساتھ دفتر سے نکل کر باہر آیا۔ وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے بولے "آپ ہمارے ساتھ چلیں۔"

میں نے کہا "نہیں..... آپ آگے چلیں۔ میں اپنی کار میں آپ کے پیچھے آتا رہوں گا۔"

میں اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا پھر اسے اسٹارٹ کر کے ان کے پیچھے جانے لگا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے عالی سے کہا "تم میرے دماغ میں رہو گی۔ یہ معلوم کرو کہ میں کیا چاہتا ہوں؟ اور تمہیں اب کیا کرتے رہنا ہے؟"

میں ڈرائیو کرتا ہوا ان کے پیچھے چلتا ہوا ایک محلے میں آ کر رک گیا۔ نریندر بھاسکر نے وہاں کے چیئرمین کو بلا کر کہا۔ "ہم نے جن لوگوں کو دل اور آنکھیں دان کی تھیں۔ ان سب کو اپنے گھر بلاؤ۔ ہم ان سے ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

اس چیئرمین نے اپنے مکان کے اندر بلایا۔ ہمیں عزت سے بٹھایا پھر اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ ان تمام عورتوں اور مردوں کو یہاں بلایا جائے جنہیں نیا جیون ملا ہے۔

عالی سمجھ گئی تھی کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے اس کے مطابق ہمارے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا لیا۔ انہیں سمجھایا کہ یہاں چند لوگوں کی آوازیں سننے کے بعد کیا کرنا ہوگا؟

تھوڑی دیر بعد ایک ایک کر کے عورتیں اور مرد آنے لگے۔ ان میں جوان بھی تھے اور کچھ عمر رسیدہ بھی تھے اور وہ تعداد میں چھ تھے۔

میں نے ان سے کہا "آپ سب ایک ایک کر کے اپنا نام بتائیں پھر یہ بتائیں کہ کام کیا کرتے ہیں؟ اور کہاں رہتے ہیں؟"

وہ ایک ایک کر کے مختصر طور پر اپنے اپنے بارے میں بتانے لگے۔ عالی اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں پہنچنے لگے۔ میں نے ایک عمر رسیدہ شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہردیو! تم چمن پور سے یہاں دہلی آئے ہو۔ تم اندھے ہو چکے تھے۔ یہاں تمہیں آپریشن کے ذریعے نئی آنکھیں ملی ہیں اور اب تم اچھی طرح دیکھ رہے ہو۔ یہ بتاؤ کہ تم کیا دیکھتے ہو؟ کیا محسوس کرتے ہو؟"

ہردیو نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "آپ لوگوں کی کرپا سے مجھے نئی آنکھیں ملی ہیں۔ میں پھر سے اس دنیا کو دیکھ رہا ہوں اور بہت خوش ہوں۔ ہر چیز صاف طور سے دکھائی دیتی ہے۔ ہر رنگ پہچان میں آتا ہے۔"

"کوئی پریشانی یا الجھن تو نہیں ہے۔ ذرا سوچ کر بتاؤ۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ اس کے دماغ میں ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود تھا۔ وہ اس کی مرضی سے سوچ رہا تھا پھر اس نے سر اٹھا کر ذرا ہچکچاتے ہوئے نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد کو دیکھا۔ انہوں نے کہا "کیا بات ہے؟ تمہارے دل میں جو کچھ ہے اسے کہو....."

"وہ بات یہ ہے کہ..... جب میں بہت دور سے پانچوں وقت کی اذان سنتا ہوں تو میری آنکھوں کے سامنے مسجد کا گنبد اور مینار دکھائی دینے لگتے ہیں۔ میں آنکھیں بند کرتا ہوں تو اندھیرا چھا جاتا ہے۔ میں اندھیرے سے گھبرا کر آنکھیں کھولتا ہوں تو پھر مجھے وہی منظر نظر آتا ہے۔"

جمنا پرساد اور نریندر بھاسکر پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ چیئرمین بھی حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ دوسرے بھی سوچ میں پڑ گئے تھے۔ میں نے ہردیو سے پوچھا "تمہیں اور کیا نظر آتا ہے؟"

وہ بولا "پھر مجھے نظر آتا ہے جیسے ایک بوڑھی ماں نماز پڑھ رہی ہے اور اپنے بیٹے کے لیے دعائیں مانگ رہی ہے۔ اس کے بیٹے کو کسی نے اغوا کیا تھا۔ اس کے بعد پتا نہیں چلا کہ وہ کہاں گیا ہے؟ اگر مر گیا ہے تو اس کی لاش بھی میں کو نہیں ملی ہے۔"

میں نے ہردیو سے پوچھا "کیا تمہیں پتا ہے کہ تمہیں کسی مسلمان کی آنکھیں دی گئی ہیں؟"

نریندر بھاسکر نے فوراً ہی سخت لہجے میں کہا "مسٹر دھرم ویر! آپ ان سے ایسی باتیں نہ کریں۔ ان میں سے کسی کو نہیں بتایا گیا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے ضرورت مند کو بتایا جاتا ہے کہ اسے کس کا دل اور کس کی آنکھیں دی جا رہی ہیں؟"

میں نے کہا "سوری..... مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی۔ میں آئندہ کسی سے کچھ نہیں کہوں گا لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی جو بیان رہا ہے اس سے یہ سمجھ میں آ جانا چاہیے کہ میں نے جو کہا تھا وہی سامنے آ رہا ہے۔ اب ہم دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔"

جمنا پرساد نے کہا "آپ سوال نہ کریں۔ میں پوچھتا ہوں۔"

اس نے ایک عورت سے پوچھا "تمہارے سینے میں ایک نیا دل دھڑک رہا ہے بولو..... اب کیا محسوس کرتی ہو؟"

وہ بولی "ویسے تو میں بالکل ٹھیک ہوں اور آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں مجھے نئی زندگی ملی ہے لیکن میں پوجا کرتے وقت کبھی کبھی پریشان ہو جایا کرتی ہوں۔"

"کیوں پریشان ہو جاتی ہو؟"

"میں کیا بتاؤں؟ میرا دل پوجا پاٹ میں نہیں لگتا۔ جب میں اکیلی ہوتی ہوں تو سوچتی ہوں، ہم کیسے لوگ ہیں؟ جو سانپوں کی پوجا کرتے ہیں۔ ناگ پنچمی مناتے ہیں سانپ کو دودھ پلاتے ہیں لیکن جو مسلمان ہمارے ساتھ بھائی بن کر رہتے ہیں انہیں ہم زہر پلاتے ہیں۔ ان سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ کسی دوغلی زندگی ہے؟"

نریندر بھاسکر نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا "چپ ہو جاؤ۔ بکواس مت کرو۔"

وہ ذرا سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے کہا "مسٹر بھاسکر! اگر آپ اس طرح غصہ دکھائیں گے اور ان سے سوالات کریں گے تو یہ اپنے اندر کی سچی باتیں کبھی نہیں بتائیں گے اور میں سچ معلوم کرنے آیا ہوں۔"

پھر میں نے ایک نوجوان سے پوچھا "تم اپنے احساسات بتاؤ اور تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے ہمیشہ سچ بولنا چاہیے۔ تاکہ معلوم تو ہو کہ جب ہم کسی کا دل، آنکھیں اور گردے لیتے ہیں تو ہماری زندگی پر اور ہمارے دھرم پر ان کا ایسا اثر پڑتا ہے؟"

اس نوجوان کے دل میں پیدائشی خرابی تھی پھر سوراخ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ اس کا دل تبدیل کرنا ہوگا اور اب اسے ایک نیا دل مل چکا تھا۔ وہ بولا "میں اپنے بارے میں کیا بتاؤں؟ بس ٹھیک ہوں اور خوش ہوں۔ مجھے ایک نئی زندگی مل گئی ہے۔ میں پوجا پاٹ بھی کرتا ہوں۔ میرے لیے ایسی کوئی پریشانی نہیں ہے لیکن....."

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے چیئرمین نے کہا "ہاں۔ کہو..... تمہیں رکنا نہیں چاہیے۔ دل

میں جو کچھ ہے اسے بیان کرو۔"

وہ کہنے لگا "میں دو برس پہلے پرانی دلی میں رہا کرتا تھا۔ وہاں ہمارے پڑوس میں ایک بچہ اردو کی پہلی کتاب پڑھتا تھا کہ اللہ ایک ہے..... پاک اور بے عیب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ اس نے کسی کو پیدا کیا اور نہ وہ کسی سے پیدا کیا گیا۔ وہ بچہ روز بھلی سبق اونچی آواز میں پڑھتا رہتا تھا اور میں سنتا رہتا تھا۔ مجھ پر کبھی اس کا اثر نہیں ہوا۔ میں ایک سنتا تھا اور دوسرے کان سے نکال دیا کرتا تھا۔ آج دو برس کے بعد یہاں آیا ہوں اور میرا آپریشن ہوا ہے۔ میرا دل تبدیل کیا گیا ہے۔ تب سے میں اس بچے کی آواز اپنے اندر سنتا ہوں تو میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ وہی آواز اندر سے آتی ہے اللہ ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ باقی جو بھی پرستش ہے وہ بت پرستی ہے۔ کفر ہے..... گمراہی ہے....."

جمنا پرساد نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا واقعی تمہارے اندر سے یہ آواز ابھرتی ہے؟"

"جی ہاں..... میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میرے اندر سے یہی آواز ابھرتی ہے اور میں سنتا ہوں۔ اسی لیے کہہ رہا ہوں' اگر آپ منع کریں گے تو نہیں کہوں گا۔"

میں نے کہا "نہیں..... تلوار کی دھار پر بھی سچ کہنا چاہیے۔"

پھر میں نے ایک نوجوان لڑکی سے پوچھا "کیا تمہاری آنکھوں میں پیدائشی طور پر خرابی تھی؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی "ہاں..... میری آنکھیں بہت کمزور تھیں پھر جوان ہوتے ہوتے بالکل ہی کمزور ہو گئیں۔ میں دیکھنے کے قابل نہیں رہی۔ اب مجھے آنکھیں دی گئی ہیں۔"

"اب تمہارے احساسات کیا ہیں؟"

"یہی کہ میں اندھیروں سے نکل کر بہت خوش ہوں اور اس دنیا کو پھر سے دیکھ رہی ہوں۔ اور خداوند کریم کا....."

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ جھجک کر جمنا پرساد' نریندر بھاسکر اور چیئرمین کو دیکھنے لگی پھر سنبھل کر بولی "میں اس دنیا کو اور اس کے رنگین نظاروں کو دیکھ کر بھگوان کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی ہوں۔"

میں نے کہا "ابھی تم نے خداوند کریم کا نام لیا تھا اب بھگوان کا نام کیوں لے رہی ہو؟ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

وہ جھجکتے ہوئے بولی "پتا نہیں کیوں مجھے ایک مسلمان لڑکے سے محبت ہو گئی ہے؟ وہ اکثر خداوند کریم کا نام لیتا ہے۔ وہی نام ابھی میری زبان پر آ گیا تھا۔"

نریندر بھاسکر نے اٹھ کر غصے سے پوچھا "کیا کہا تم نے؟ تم ہندو ہو کر ایک مسلمان لڑکے سے محبت کر رہی ہو؟"

وہ ذرا سہم کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا' میں کیا کروں؟ پتا نہیں یہ کس کی آنکھیں ہیں۔ اگر کسی مسلمان لڑکی کی آنکھیں ہیں اور وہ اپنے کسی مسلمان نوجوان کو چاہتی تھی تو یہ آنکھیں اسی نوجوان مسلمان کو دیکھتی ہیں۔ اسی کو چاہتی ہیں اور میں بے اختیار اس کے پاس چلی جاتی ہوں۔ اس کی باتیں سننے لگتی ہوں اور اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کی مرضی کے مطابق بولنے لگتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی۔ اس بڑے سے کمرے میں بہت سے افراد تھے۔ سب ہی یہ باتیں سن رہے تھے اور سب کو چپ لگ گئی تھی۔ سب گم صم ہو کر اپنے اپنے طور پر سوچ رہے تھے۔ بار بار نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد کو دیکھ رہے تھے۔

میں نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا "مسٹر نریندر بھاسکر اور مسٹر جمنا پرساد! آپ لوگوں کو صاف صاف بتا دینا چاہیے کہ ان سب کو مسلمانوں کے دل اور مسلمانوں کی آنکھیں دی گئی ہیں۔ اسی لیے ان کے اندر رہ رہ کر اسلام بیدار ہو رہا ہے۔ آپ ان سب کے سامنے تسلیم کریں کہ آپ مسلمانوں کو قتل نہیں کر رہے ہیں' ان کی تعداد کم نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ ان کے دل اور آنکھیں اپنے ہندو بھائیوں اور بہنوں کو دے کر انہیں مسلمان بنا رہے ہیں۔ جتنے مسلمان ادھر کم کر رہے ہیں ادھر اتنے ہی مسلمان پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر آپ حساب میں کمزور نہیں ہیں تو حساب کر کے دیکھ لیں۔"

پھر میں اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا "میں جا رہا ہوں۔ آپ لوگوں نے خوامخواہ میرا وقت برباد کیا ہے۔"

یہ کہہ کر میں اس کمرے سے اور پھر اس مکان سے باہر چلا گیا لیکن خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود رہا۔ وہاں کے دو چار ہندو نوجوان سوالات کر رہے تھے۔ غصہ دکھا رہے تھے

"مسٹر بھاسکر! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا آپ ہمارے ہندو بھائیوں اور بہنوں کو مسلمان بنا رہے ہیں؟ آپ سے کس نے کہا تھا کہ ان کے سینوں میں مسلمانوں کے دل رکھے جائیں؟ اور مسلمانوں کی آنکھوں سے انہیں روشنی دی جائے؟ آپ دیکھ رہے ہیں' کیا ہو رہا ہے؟"

نریندر بھاسکر نے کہا "میں نہیں مانتا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ یقین کرنے والی بات ہی نہیں ہے۔"

"اگر یقین کرنے والی بات نہیں ہے تو آپ کی اور

ہماری آنکھوں کے سامنے یہ کیا ہو رہا ہے؟ اب بھی ان لوگوں سے پوچھیں' یہ کیا کہتے ہیں؟"

ان میں سے ایک عمر رسیدہ شخص نے کہا "میں ہندو ہوں اور ہندو ہی رہوں گا لیکن میرے دل میں عجیب سی جو بات پیدا ہوتی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہونے لگتا ہوں تو یہ ایک الگ سی بات ہے۔ یہ بات میرے اندر ہے اور اندر ہی رہے گی لیکن اب میں اس دل سے محروم نہیں ہونا چاہوں گا۔ بس جو میرے نصیب میں تھا وہ میرے ساتھ ہو رہا ہے۔"

وہاں جن لوگوں کو مسلمانوں کی آنکھیں اور دل دیئے گئے تھے۔ وہ سب بھی باری باری یہی کہنے لگے کہ ہم ہندو ہیں۔ ہندو ہی رہیں گے لیکن جو ہمارے اندر ہو رہا ہے۔ ہم اسے روک نہیں سکتے۔ اس لیے ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

اس جوان لڑکی کے بھائی نے کہا "تو بے شرم ہے۔ سب کے سامنے کہتی ہے کہ ایک مسلمان سے دل لگا چکی ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تجھے مار ڈالوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا تو لڑکی نے گھبرا کر کہا "یا اللہ! مدد....."

یہ سنتے ہی اس کے بھائی کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ وہ چکرا کر پیچھے چلا گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کبھی چیئرمین کو کبھی نریندر بھاسکر اور کبھی جمنا پرساد کو دیکھنے لگا پھر اس نے دوسری بار ہمت کی اور بہن سے کہا "میں ابھی تجھے یہاں سے پکڑ کر لے جاتا ہوں۔ گھر جا کر تیری پٹائی کروں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے بہن کی کلائی پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ بڑھتے بڑھتے ایک جگہ رک گیا۔ وہ اس ہاتھ کو اور آگے بڑھانے لگا تو ہزار کوشش کے باوجود وہ آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کے دماغ پر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے قبضہ جما لیا تھا۔ وہ ہی اسے ایسا کرنے سے روک رہا تھا۔

وہ لڑکی ان حالات سے متاثر ہو کر "یا اللہ! یا اللہ!" پکارتی جا رہی تھی۔ وہاں آپریشن کے بعد جتنے بھی نئی زندگی گزارنے والے موجود تھے۔ وہ متاثر ہو رہے تھے۔ اندر ہی اندر سوچ رہے تھے "کیا ہمارے اندر واقعی ایسی تبدیلی ہو رہی ہے؟"

ان کے اندر چھپے ہوئے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ خیالات پیدا کر رہے تھے کہ وہ لاشعوری طور پر متاثر ہیں اور مسلمانوں کی طرح سوچنے لگے ہیں۔ بولنے لگے ہیں لیکن بظاہر انہیں علم نہیں ہوتا ہے۔ وہ لاشعوری طور پر مسلمان ہیں۔ کیونکہ ان کا دل مسلمان ہے۔ ان کی آنکھیں مسلمان ہیں۔

اس عمر رسیدہ شخص نے کہا "شری مان نریندر بھاسکر! یہ آپ نے ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ ہم اندر سے بدل گئے ہیں۔ آپ اب کیا کریں گے؟ کیا آئندہ بھی دوسرے ہندوؤں کو اسی طرح اندر سے مسلمان بناتے رہیں گے؟ آپ ذرا اپنے اس طریقے پر غور کریں۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے جانے لگا۔ اس کے پیچھے دوسرے بھی جانے لگے۔ وہاں جو لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بھاسکر کو اور جمنا پرساد کو لعنت ملامت کر رہے تھے اور چیلنج کر رہے تھے کہ اگر آئندہ انہوں نے ایسی حرکت کی تو وہ انہیں اپنے علاقے میں گھسنے نہیں دیں گے۔ وہ شیو سینا کے اگر اعلیٰ عہدے دار ہیں تو وہ شیو سینا والوں سے خود ہی نمٹ لیں گے۔ آئندہ الیکشن میں انہیں ایک بھی ووٹ نہیں دیں گے۔

ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھاسکر اور جمنا کے دماغوں میں رہ کر معلوم کر رہے تھے کہ انہوں نے اپنے دیس کے کتنے شہروں کے اسپتالوں کو اپنے غلط مقاصد کے لیے خریدا ہے؟ اور کتنے مسلمانوں کو اب تک قتل کیا ہے اور ان کے اعضا ہندو ضرورت مندوں تک پہنچائے ہیں۔ وہ ان سب کے نام پتے اور فون نمبرز معلوم کرنے لگے۔ ان تک پہنچنے لگے پھر ان کے دماغوں میں پہنچ کر مختصر سا تنویمی عمل کر کے ان کے ذہنوں میں یہ باتیں نقش کرنے لگے کہ آپریشن کے بعد وہ اپنے آپ کو اسلام کی طرف مائل محسوس کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ ایسا کچھ نہ کچھ ہوتا ہے کہ وہ دین اسلام کی طرف جھکنے لگتے ہیں۔

کسی کو جبراً اپنے دین کی طرف مائل نہیں کیا جاتا۔ ہمارا مقصد بھی یہ نہیں تھا کہ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں دین اسلام کی طرف مائل کریں لیکن ان دشمنوں کو اسلام دشمنی سے باز رکھنے کے لیے اور مسلمانوں کے قتل سے بھی باز رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ عارضی طور پر ان کے دماغوں میں یہ باتیں نقش کی جائیں' انہیں یہ تاثر دیا جائے کہ اگر انہوں نے آئندہ مسلمانوں کے ساتھ ظلم کیا اور ان کے اعضا ہندوؤں کے اندر پہنچائے تو ان کے ہندو بھی مسلمان ہونے لگیں گے اور وہ اپنے مقصد میں بالکل ناکام رہیں گے۔

اس وقت وہ دونوں نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد بری طرح الجھ گئے تھے۔ وہاں سے اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ راستے میں بحث کرنے لگے۔ بھاسکر نے جھنجلا کر کہا "میں کبھی نہیں مانوں گا۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ مسلمان کا دل اگر کسی ہندو کے سینے میں رکھ دیا جائے تو ہندو مسلمان ہو جائے۔ اونہہ..... ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔"

جمنا نے کہا "میری بھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے لیکن ہم نے

اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ان تمام ضرورت مندوں کے بیانات سنے ہیں۔ جن کے آپریشن ہو چکے ہیں جن کے سینے میں مسلمانوں کے دل پہنچ چکے ہیں۔ جنہیں مسلمانوں کی بینائی مل چکی ہے۔ وہ کسی نہ کسی پہلو سے خود کو مسلمان ظاہر کر رہے ہیں یا پھر کسی حد تک اسلام سے متاثر ہو رہے ہیں۔"

بھاسکر نے کہا "ہمیں دوسرے شہروں کے اسپتالوں سے بھی رپورٹ حاصل کرنا چاہیے کہ وہاں جن ہندوؤں کے اندر مسلمانوں کے اعضا پہنچائے گئے ہیں۔ ان کے کیا بیانات ہیں؟"

نریندر بھاسکر نے اپنی کوٹھی کے احاطے میں آ کر گاڑی روکی پھر وہ اندر آ کر ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔ اس نے ریسیور اٹھا کر رام پور کے ایک ڈاکٹر کے نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا "ہیلو..... میں نریندر بھاسکر بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ڈاکٹر نے کہا "بھاسکر جی..... نمسکار..... آپ نے مجھے یاد کیا.....؟ پھر تو ضرور مجھے فائدہ پہنچانے والی بات ہوگی۔"

"فائدہ پہنچانے والی باتیں بعد میں ہوں گی۔ ابھی بتاؤ کہ تم نے دو دل کے مریضوں کے آپریشن کیے تھے۔ تبدیلی قلب کے ذریعے انہیں نئی زندگی دی ہے۔ اب ان دونوں کی میڈیکل رپورٹ کیا ہے؟"

"وہ دونوں تقریباً ٹھیک ہی ہیں۔ کبھی کبھی کوئی پرابلم پیدا ہو جاتی ہے تو میں انہیں چیک کرتا ہوں پھر انہیں دوائیں دیتا ہوں۔ ان دواؤں کے استعمال سے ان کے دل پھر صحیح طرح کام کرنے لگتے ہیں۔"

"ڈاکٹر.....! میں ایک بچگانہ سوال کر رہا ہوں۔ تم اس کا صحیح جواب دو۔"

"وہ بچگانہ سوال کیا ہے؟"

"تم نے ان دونوں کے سینوں میں دو مسلمانوں کے دل ٹرانسفر کیے ہیں۔ کیا ان دلوں کے باعث وہ دونوں مسلمان ہو جائیں گے؟"

وہ انکار میں جواب دینا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے جواب دینے سے روک دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ بھاسکر نے پوچھا "تم چپ کیوں ہو؟"

وہ میری مرضی کے مطابق ہچکچاتے ہوئے بولا "میں کچھ عجیب سی بات دیکھ رہا ہوں۔ پچھلی شام میں نے ان دونوں کا معائنہ کیا تھا۔ ایک کو انجکشن لگانے کے بعد پوچھا تھا کہ اب تم کیسا محسوس کر رہے ہو؟ اس نے کہا تھا' خدا کا شکر ہے' میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔"

ڈاکٹر یہ کہہ کر ذرا چپ ہوا پھر بولا "میں اب آپ کو کیا بتاؤں؟ کہ یہ سنتے ہی میں چونک گیا۔ میں نے اس سے پوچھا' تم بھگوان کا نام نہیں لے رہے ہو؟ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا "ہاں..... بات ایک ہی ہے' بھگوان کہیں یا خدا کہیں لیکن آج کل میرے دل میں' ذہن میں اور زبان پر خدا کا ہی نام آ رہا ہے۔"

بھاسکر نے پریشان ہو کر جمنا کی طرف دیکھا۔ اس نے پوچھا "ڈاکٹر کیا کہہ رہا ہے؟"

بھاسکر نے کہا "میں ابھی بتاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے فون پر ڈاکٹر سے پوچھا "اور دوسرے مریض کا کیا حال ہے؟"

"وہ تو مجھے اور حیران کر رہا ہے۔ کہہ رہا ہے کہ اسے ایک مسلمان عورت سے محبت ہوگئی ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے لیکن وہ ضد ہے کہ اسے پہلے مسلمان ہونا پڑے گا۔"

"پھر وہ مریض کیا کہہ رہا ہے؟"

"وہ کیا کہے گا؟ پتا نہیں اس کا دماغ کیوں گھوم گیا ہے؟ وہ اپنا دھرم چھوڑ کر مسلمان بننا چاہتا ہے۔ وہ اپنے ایک بنگلے میں تنہا رہتا تھا۔ آج کل اس کا ایک نیا ساتھی اس کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ اس نئے ساتھی کا نام جے پرکاش تھا۔ وہ اس وقت اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "یہ کس قسم کی باتیں ہو رہی ہیں؟ اور یہ مسلمان اور ہندو کا کیا معاملہ ہے؟"

کیمرون نے اس سے کہا "تم ہی بتاؤ کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک مسلمان کے سینے سے دل نکال کر کسی ہندو کے سینے میں ایڈجسٹ کیا جائے تو کیا وہ مسلمان ہو جائے گا؟"

جے پرکاش نے انکار میں سر ہلا کر کہا "ہرگز نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ سر سے لے کر پاؤں تک انسانی اعضا نہ ہندو ہوتے ہیں' نہ مسلمان ہوتے ہیں اور نہ ہی یہودی ہوتے ہیں۔ وہ تو جس کے جسم میں پہنچتے ہیں۔ اسی کے دین دھرم کے مطابق کام کرتے ہیں۔"

میں کیمرون کے دماغ سے نکل کر جے پرکاش کے دماغ میں پہنچا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ میں فوراً ہی کیمرون کے دماغ میں واپس آ گیا۔ جے پرکاش اپنے سر پر ایک ہاتھ رکھ کر سوچ رہا تھا۔ کیمرون نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"اس نے کہا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے اور میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ وہ کون ہے؟"

کیمرون نے پوچھا "کون ہے وہ؟"

مسلمانوں کی آنکھوں کی روشنی دی ہے وہ سب اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔"

وہ ناگواری سے منہ بنا کر بولا "یہ کیا بکواس ہے؟ تم بالکل بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔"

"ہم نے بھی پہلے یہی سمجھا تھا لیکن پھر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہمارے سامنے چھ ایسے ہندو عورتیں اور مرد تھے جن کی ہارٹ سرجری کی گئی تھی اور انہیں آنکھوں کی بینائی دی گئی تھی۔ آپ رام پور کے ڈاکٹر سے فون کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں۔ وہ بھی اس بات کا گواہ ہے۔ اس کے بھی دو مریض ایسے ہیں جو مسلمان بننا چاہتے ہیں۔"

"تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔ جسے کوئی ڈاکٹر' کوئی سائنس دان تسلیم نہیں کرے گا۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ مسلمان کے سینے سے دل نکال کر کسی ہندو کے سینے میں ڈال دیا جائے یا یہودی کے سینے ڈال دیا جائے تو وہ ہندو یا یہودی فوراً ہی مسلمان بن جائے گا۔ یہ تو بڑی مضحکہ خیز بات ہے۔"

میں اس یہودی تنظیم کے زونل سربراہ کیمرون کے اندر پہنچ گیا تھا اور اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ اپنے ایک بنگلے میں تنہا رہتا تھا۔ آج کل اس کا ایک نیا ساتھی اس کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ اس نئے ساتھی کا نام جے پرکاش تھا۔ وہ اس وقت اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "یہ کس قسم کی باتیں ہو رہی ہیں؟ اور یہ مسلمان اور ہندو کا کیا معاملہ ہے؟"

کیمرون نے اس سے کہا "تم ہی بتاؤ کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک مسلمان کے سینے سے دل نکال کر کسی ہندو کے سینے میں ایڈجسٹ کیا جائے تو کیا وہ مسلمان ہو جائے گا؟"

جے پرکاش نے انکار میں سر ہلا کر کہا "ہرگز نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ سر سے لے کر پاؤں تک انسانی اعضا نہ ہندو ہوتے ہیں' نہ مسلمان ہوتے ہیں اور نہ ہی یہودی ہوتے ہیں۔ وہ تو جس کے جسم میں پہنچتے ہیں۔ اسی کے دین دھرم کے مطابق کام کرتے ہیں۔"

میں کیمرون کے دماغ سے نکل کر جے پرکاش کے دماغ میں پہنچا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ میں فوراً ہی کیمرون کے دماغ میں واپس آ گیا۔ جے پرکاش اپنے سر پر ایک ہاتھ رکھ کر سوچ رہا تھا۔ کیمرون نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"اس نے کہا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے اور میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ وہ کون ہے؟"

کیمرون نے پوچھا "کون ہے وہ؟"

"وہ ایک جادوگر ہے اور وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔ خوامخواہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔"

جے پرکاش کی باتیں سن کر میرا دماغ فوراً ہی چنڈال جوگیا کی طرف گیا۔ کیونکہ وہ جادو جانتا تھا اور ٹیلی پیتھی بھی۔

میں سوچنے لگا کہ یہ جے پرکاش کون ہے جس سے چنڈال جوگیا عداوت رکھتا ہے اتنا خطرناک جادوگر اور ٹیلی پیتھی جاننے والا جو بھارتی اعلیٰ افسران کو انگلیوں پر نچاتا رہا تھا اور چار یوگا جاننے والے افسران کو قتل کر چکا تھا وہ اس جے پرکاش کا دشمن کیوں بن گیا ہے؟ آخر اس نے اس کا کیا بگاڑا ہے؟

یہ حقیقت ابھی مجھے معلوم نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ جو جے پرکاش تھا۔ وہ دراصل ٹونی جے تھا۔ ٹونی جے کو جب معلوم ہوا کہ چنڈال جوگیا نے پھر کوئی نیا جسم حاصل کیا ہے اور نئی زندگی پا چکا ہے تو وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ ضرور اس پر قاتلانہ حملہ کرے گا۔ کیونکہ وہ اس کی رہائش گاہ وغیرہ سے واقف تھا۔ اس لیے وہ اس جگہ کو چھوڑ کر عارضی طور پر کیمرون کے پاس آ گیا تھا۔ اس کی کیمرون سے نہ دوستی تھی اور نہ ہی رشتے داری تھی اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے ٹریپ کیا تھا اور اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔ اس طرح وہ اس کے ساتھ رہنے لگا تھا۔

کیمرون نے ٹونی جے سے کہا "مسٹر پرکاش! یہ چنڈال جوگیا کون ہے؟ کیا تم اس سے مجھے ملا سکتے ہو؟ میں اس کے جادو اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ہندو مسلمان کیسے بن رہے ہیں؟ تمہارا وہ دشمن ان کے اندر جا کر ان کی اندر کی باتیں معلوم کر سکتا ہے۔"

"میرا وہ دشمن چنڈال جوگیا تمہارے دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔ وہ تمہارے ذریعے میرے اندر آنا چاہتا تھا یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ جے پرکاش کون ہے؟"

کیمرون نے آنکھیں بند کر کے پوچھا "مسٹر چنڈال! کیا تم میرے اندر موجود ہو.....؟ کیا تم جے پرکاش کے دشمن ہو؟ مجھ سے دوستی کر سکتے ہو؟"

ٹونی جے نے کہا "کیوں بکواس کر رہے ہو؟ جو میرا دشمن ہے کیوں اسے دوست کہہ کر پکار رہے ہو؟"

یہ کہتے ہی وہ کیمرون کے دماغ میں آ گیا پھر کہنے لگا "چنڈال! اگر تم اس کے اندر موجود ہو تو مجھ سے بات کرو۔"

میں چنڈال جوگیا کی آواز اور لہجہ اختیار کرتے ہوئے پوچھا "میں صرف یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ تم کون ہو؟ اپنا اصلی نام بتاؤ پھر میں خود ہی معلوم کر لوں گا کیونکہ میں ٹیلی پیتھی

کی دنیا میں تمام خیال خوانی میں تمام خیال خوانی کرنے والوں کے نام جانتا ہوں۔"

ٹونی جے نے کہا "مجھے فوراً ہی یہاں سے جانا ہوگا۔ تم اپنے آلہ کاروں کے ذریعے یہاں مجھ پر حملہ کروا سکتے ہو۔ میں تمہاری نظروں میں آ گیا ہوں۔ تمہیں میرا پتا ٹھکانا معلوم ہو گیا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ اس کمرے سے چلا گیا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے اور اب کہاں جانے والا ہے؟ اگر وہ کہیں جا کر روپوش ہو جائے گا تو پھر میں اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکوں گا۔

میں نے کیمرون کو اس کے پیچھے دوڑایا۔ اس نے باہر آ کر دیکھا وہ کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر رہا تھا۔ کیمرون نے پوچھا "دوست! کہاں جا رہے ہو؟ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

اس نے کہا "نہیں..... یہ تم میرے ساتھ نہیں آ رہے ہو۔ بلکہ وہ میرا دشمن چنڈال جو گیا میرے پیچھے آنا چاہتا ہے۔ خبردار! تم میرے پاس آؤ گے تو میں تمہیں کوئی مار دوں گا۔"

اس نے ریوالور دکھایا تو کیمرون دروازے کی آڑ میں چلا گیا۔ وہ کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کے احاطے سے نکل کر کیمرون کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ گویا میری نظروں سے اور میری پہنچ سے بھی دور چلا گیا۔

میں آسانی سے اس کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ وہاں ایک موٹر سائیکل کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے کیمرون کو اس بائیک پر اس کا پیچھا کرنے پر مجبور کیا۔ وہ سوار ہو کر وہاں سے جانے لگا۔

لیکن وہ خوش نصیب تھا کہ میں آگے جا کر اس کا تعاقب نہ کر سکا۔ ایک خیال خوانی کرنے والے نے آ کر کہا "سر! میڈم نے آپ کو یاد کیا ہے۔"

مجھے کیمرون کو چھوڑ کر سونیا کے پاس آنا پڑا۔ وہ بولی "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کہہ رہے ہیں کہ اب عدنان کا دماغ ایک خیال پر مرکوز ہو گیا ہے۔ اس کے خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے ہیں۔ اس کے ذریعے آس پاس کے ماحول کو دیکھا جا سکتا ہے اور اس کے آس پاس بولنے والوں کی آوازیں سنی جا سکتی ہیں۔"

"ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور کیا کہہ رہے ہیں؟ کچھ پتا چل رہا ہے کہ وہ کہاں ہے؟"

"وہ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق وہ افریقی ملک کے کسی شہر میں ہے۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اپنے پوتے کے اوپر پہنچ گیا۔ وہ ایک کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا وِنڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔ کبھی اپنے بائیں طرف کی کھڑکی کے باہر دیکھتا تھا۔ سڑک کے کنارے دور دور کہیں کہیں کچے پکے مکانات دکھائی دے رہے تھے۔ ان مکانات کی بناوٹ سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ افریقی ملک ہے پھر ایک آدھ گزرنے والے راہگیروں سے بھی پتا چلا کہ وہ نیگرو ہیں۔ سیاہ فام باشندے ہیں۔ ہمیں یہاں تک معلوم ہو چکا تھا کہ عدنان کسی خاتون کے ساتھ طیارے میں سفر کرتا رہا ہے اور وہ طیارہ اسرائیل کی طرف جا رہا ہے لیکن یہ طیارہ کسی افریقی ملک میں پہنچا ہوا تھا۔ ایسا کیوں ہوا تھا اس کی وجہ ابھی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

جس طریقہ کار سے ہم عدنان تک پہنچ چکے تھے۔ وہی طریقہ کار دشمنوں نے بھی اختیار کیا ہوگا اور ہم ابھی نہیں جانتے تھے کہ عدنان کے ننھے سے دماغ میں کتنے دشمنوں کی بھیڑ لگی ہوگی۔

وہاں ولاڈی میر ارنا کوف اور آوازدن ہوں گے۔ ناٹا بھی ہوگی انابیلا بھی ہوگی۔ شیدوانی اور چنڈال بھی ہوں گے۔ غرضیکہ ہمارے بھی کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس وقت اس کے دماغ میں بالکل مستعد تھے اور وقت پڑنے پر کچھ بھی کر گزرنے والے تھے۔

ہم میں سے کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی سوچ کی لہروں کے ذریعے اسے متاثر نہیں کر سکتا تھا۔ نہ اس سے بات کر سکتا تھا اور نہ ہی اسے اپنی طرف مائل کر سکتا تھا۔ اسی لیے سب کے سب چپ تھے اور یوں بھی وہ اپنی آواز سنانا نہیں چاہتے تھے سب ہی جانتے تھے کہ عدنان کے اندر اس وقت بے شمار مخالفین موجود ہوں گے۔

ہم سب خاموشی سے انتظار کر رہے تھے۔ وہ ڈرائیو کرنے والی خاتون کار کو ایک پٹرول پمپ میں لے کر آئی۔ ایندھن کا کانٹا بتا رہا تھا کہ پٹرول کم ہو رہا ہے اور وہ ٹنکی فل کروانا چاہتی تھی۔

اس نے کار کی چابی دیتے ہوئے کسی سے کہا "ٹنکی فل کر دو۔"

وہ شخص چپ چاپ چابی لے کر چلا گیا۔ ہم سب اس انتظار میں تھے کہ اس شخص کی آواز سنائی دے لیکن انابیلا اپنی جگہ محتاط تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی بھی آس پاس اپنی آواز سنائے اور ہم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس خاتون کو نقصان پہنچائیں۔ اسے زخمی کریں اور اس

کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کریں کہ وہ عدنان کو کہاں لے جا رہی ہے؟

اس شخص نے ٹنکی فل کی۔ وہ خاتون کار سے اتر کر اس پٹرول پمپ کے دفتر میں چلی گئی تھی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیے کہ انابیلا اس خاتون کو اٹھا کر وہاں لے گئی تھی۔ تاکہ عدنان اس کے قریب نہ رہے اور اس کے ذریعے خاتون سے باتیں کرنے والے کی آواز نہ سنی جا سکے۔

اس بات پر سب ہی کڑھ رہے تھے کہ خاتون وہاں گئی تھی اور وہ عدنان کو اپنی خیال خوانی کی لہروں سے متاثر کر کے وہاں نہیں بھیج سکتے تھے۔ اب یہ یقین ہو چلا تھا کہ وہاں کسی کی بھی آواز نہیں سنی جا سکے گی اور نہ ہی کسی کو آلہ کار بنا کر اس خاتون کے دماغ تک پہنچا جا سکے گا۔

ایسے ہی وقت ایک بڑی سی دیگن کار وہاں آ کر رکی پھر اس کے تمام دروازے ایک جھٹکے سے کھلے کتنے ہی مسلح افراد باہر نکلے پھر پٹرول پمپ کے دفتر میں گھس گئے۔ گن پوائنٹ پر وہاں سے تمام کیش سمیٹنے لگے۔ ایسی حالت میں وہاں بھگدڑ مچ گئی۔ ایک ملازم خوف سے چیختا ہوا بھاگنے لگا تو ایک نے اس کی طرف فائرنگ کی۔ گولی اسے نہیں لگی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا عدنان کی طرف کار کے قریب آ کر گر پڑا اور اپنی زبان میں کچھ بولا۔

سب ہی نے عدنان کے ذریعے اس کی آواز سنی اور سب ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ وہ ملازم بزدل تھا۔ جان بچانے کے لیے وہاں سے بھاگ رہا تھا لیکن اب تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسے دلیر بنا دیا تھا۔ وہ واپس دفتر کی طرف دوڑتے ہوئے بولا "میں یہاں سے نہیں بھاگوں گا۔ مجھے گولی نہ مارو۔"

ایک مسلح شخص نے ڈانٹ کر کہا "ابے..... چپ ہو جا..... نہیں تو مار ہی ڈالوں گا۔"

اب خیال خوانی کرنے والے اس مسلح شخص کے اندر پہنچ گئے۔ اس نے فوراً ہی اپنے ریوالور کو سیدھا کیا اس خاتون کا نشانہ لیا۔ وہ اسے گولی مارنا چاہتا تھا مگر میں نے اس کے دماغ کو بہکا دیا۔ گولی دوسری طرف چلی گئی پھر میں نے اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو جلدی جلدی مخاطب کرتے ہوئے کہا "اس شخص کو گولی نہ چلانے دینا اور اس کے ذریعے دوسرے مسلح افراد کو بھی کنٹرول کرو۔ وہ بھی فائرنگ نہ کریں۔ تم سب محتاط رہو۔ عدنان کی سلامتی اسی میں ہے کہ ہمارے دشمن اس عورت کے دماغ میں نہ پہنچ سکیں۔"

انابیلا سن رہی تھی۔ وہ بھی یہی چاہتی تھی لیکن ارنا کوف آوازدن اور ولاڈی میر ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی نہ کسی مسلح شخص کے اندر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس خاتون کو زخمی کرنا چاہتے تھے۔ چنڈال ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ یہ باتیں میں ابھی تفصیل سے نہیں جانتا تھا لیکن اتنا اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمارے کئی دشمن عدنان کے اندر چھپے ہوئے ہیں اور اب وہ سب مسلح افراد کے دماغوں میں پہنچ رہے ہیں لیکن ان سے پہلے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں پر حاوی ہو چکے تھے۔ انہیں وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر رہے تھے۔ اچھی خاصی کشمکش جاری تھی۔

ادھر سے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن انہیں اپنے قابو میں کرنا چاہتے تھے اور ادھر ہم انہیں اپنے قابو میں کر رہے تھے۔

اس عورت نے فوراً ہی اپنی کار کے پاس پہنچ کر اس میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر وہ تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ ہمارے دشمن دیکھ رہے تھے کہ وہ جا رہی ہے ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے۔ وہ سب ان مسلح افراد کو اس کے پیچھے نہیں لگا سکتے تھے۔ کیونکہ ہم ان کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔

آخر وہ ہاتھ سے نکل گئی۔ ان کی پہنچ سے بہت دور چلی گئی۔ اس تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا۔ وہ سب پھر عدنان کے دماغ میں آ گئے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ آئندہ انہیں پھر کوئی ایسا موقع ملے گا تو وہ اس خاتون کو ضرور زخمی کریں گے۔

ان تمام باتوں کی رپورٹ سونیا کو مل رہی تھی۔ اس نے پریشان ہو کر مجھ سے کہا "فرہاد! یہ کیا ہو رہا ہے؟ پچھلی بار بھی ہم نے اپنی مرضی سے اپنے پوتے کو اغوا کیا تھا اور اس بار بھی ہم اس خاتون کے ذریعے اپنے پوتے کو اغوا کرا رہے ہیں۔ وہ ہمارے ہاتھ آ سکتا تھا لیکن ہم نے اسے اپنے قابو میں نہیں کیا۔"

میں نے کہا "یہی حکمت عملی ہے۔ اگر ہم اسے اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کرتے تو دشمن عورت کو زخمی کر کے اس کے ذریعے ہمارے پوتے کو نقصان پہنچاتے۔ ابھی وہ محفوظ ہے اور انشاء اللہ محفوظ ہی رہے گا۔ آگے جا کر ہم اسے کسی بھی طرح اپنے قبضے میں لے لیں گے۔ بس ذرا انتظار کرو....."

سونیا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "آہ..... انتظار..... انتظار....."

شہد کی مٹھاس پر اتنی مکھیاں نہیں منڈلاتی ہوں گی جتنے دشمن عدنان کے گرد منڈلا رہے تھے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا کوئی ایسا شہ زور نہیں تھا جو عدنان کے پیچھے نہ بھاگ رہا ہو اور اسے حاصل کرنے کے لیے اس پر جھپٹنے کی کوشش نہ کر رہا ہو۔ ولاڈی میپر، ارناکوف، آواز دن، سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تھے اور دوستوں میں اپنوں میں، میں تھا اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔

صرف ٹیلی پیتھی ہی نہیں، کالے جادو کی دنیا کے بڑے بڑے خطرناک جادوگر اس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے اور وہ ننھا سا بچہ سب کے لیے پیلچ بن رہا تھا۔ یہ ثابت کر رہا تھا کہ وہ نہ تو طاقت سے حاصل ہو سکتا ہے نہ دولت سے، نہ دوا سے، نہ دعا سے اور نہ غیر معمولی صلاحیتوں سے۔ ہم نے شعوری یا غیر شعوری طور پر تسلیم کر لیا تھا کہ وہ صرف مقدر سے ہی حاصل ہو سکے گا۔

موجودہ حالات میں انابیلا کے حوصلے کی داد دینی چاہیے۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے شہ زوروں اور خطرناک جادوگروں سے تنہا نمٹ رہی تھی۔ سب ہی کو دھوکا دے رہی تھی اور سب ہی سے عدنان کو چھپا کر کہیں لے جانے کی کوششیں کر رہی تھی۔

عدنان ایک عورت جولیانا واٹسن کے ساتھ تھا۔ وہ اسے لے کر اسرائیل جا رہی تھی۔ انابیلا نے بھی سوچا تھا کہ اسے اسرائیل ہی پہنچایا جائے۔ پھر وہ خود وہاں جا کر عدنان کو اپنے سائے میں چھپا کر رکھے گی لیکن حالات بدلتے ہیں تو منصوبے بھی بدل جاتے ہیں۔

اچانک ہی اس کا منصوبہ بھی بدل گیا تھا اور وہ حالات کے دھارے میں بہنے لگی تھی۔ جو طیارہ اسرائیل کی طرف جا رہا تھا وہ جدہ پہنچنے کے بعد رک گیا۔ طیارے میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ تقریباً دو چار گھنٹے لیٹ ہو گیا تھا۔ ایسے وقت انابیلا کے ذہن میں یہ بات آئی کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں نے ایئرپورٹ کے عہدے داروں کے اندر پہنچ کر عدنان کا سراغ لگا سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے یہ معلوم کر لیا کہ ایک پانچ برس کا بچہ اس طیارے سے اسرائیل جا رہا ہے تو وہ سب تل ابیب کے ائرپورٹ میں موجود رہیں گے۔ خیال خوانی کے ذریعے وہاں اپنے آلہ کار بنا کر رکھیں گے اور عدنان کو چھین لے جانے کی کوششیں کریں گے۔

اس نے وہیں سے اپنا روٹ بدل دیا۔ اس نے دوسری فلائٹ سے جولیانا واٹسن کو ماریشس جانے پر مجبور کیا۔ اس نے اس کی مرضی کے مطابق اس طیارے کی دو سیٹیں ریزرو کرائیں۔ یہ قانونی طور پر ممکن نہیں تھا لیکن انابیلا نے یہ کام پیتھی کے ذریعے اس ناممکن کو ممکن بنا دیا۔

ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے واقعی تل ابیب ائرپورٹ میں اپنے آلہ کار بنا رہے تھے۔ پھر ہمارے بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس بھی وہاں موجود تھے۔ ہمیں وہاں عدنان کا انتظار تھا اور انابیلا اسے دوسری طرف لے گئی تھی۔

لیکن اس کی یہ چالاکی بھی کام نہیں آئی۔ اچانک ہی عدنان کا دماغ نارمل ہو گیا وہ ایک خیال پر مرکوز ہو گیا۔ ایسا ہوتے ہی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر پہنچ گئے۔ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ماریشس پہنچ گیا ہے اور اس کے ساتھ جو عورت ہے وہ اسے ایک کار میں بٹھا کر کسی دوسرے علاقے کی طرف جا رہی ہے۔ ایسے وقت عدنان کو حاصل کرنے کے لیے جو ہنگامے برپا ہوئے اس کا ذکر گزشتہ قسط میں ہو چکا ہے۔

ایسے وقت میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مجبوری یہ تھی کہ عدنان کے ساتھ رہنے والی جولیانا واٹسن کے دماغ میں کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے دماغ کو انابیلا نے لاک کر دیا تھا۔ ہم سب اس انتظار میں تھے کہ وہ کہیں جا کر کار روکے، وہاں کے لوگوں کو مخاطب کرے ان سے باتیں کرے تو ہم ان لوگوں تک پہنچ کر اس عورت کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے اور ایسا ابھی نہیں ہو رہا تھا۔

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے شیوانی کی فرمائش کے مطابق اس پر منتر پڑھے تھے اور اسے یہ صلاحیت پھر دے دی تھی کہ وہ اپنے بیٹے عدنان کے اندر پہنچ سکتی ہے۔

ایسے ہی وقت شیوانی نے جب اپنے بیٹے عدنان کو پایا، اسے آئینے میں دیکھا تو یکبارگی اس کے دماغ میں جگہ بن گئی اور یہ معلوم ہو گیا کہ اس کے خیالات گڈمڈ نہیں ہیں۔ ایک ہی خیال پر مرکوز ہے۔

اس نے پھر آئینے میں چنڈال جوگیا کو یاد کیا۔ وہ نظر آنے لگا۔ اس نے کہا ''چنڈال! میرے بیٹے کا دماغ ایک خیال پر مرکوز ہو گیا ہے۔ تم میرے اندر آؤ۔ میں اپنے بیٹے کے اندر پہنچ رہی ہوں۔''

چنڈال اس کے اندر پہنچا تو وہ اسے اپنے بیٹے کے اندر لے گئی۔ اب عدنان کے پاس خیال خوانی کرنے والوں اور کالا جادو کرنے والوں کی بھیڑ میں چنڈال اور شیوانی کا بھی اضافہ ہو گیا۔

صرف اتنا ہی نہیں جب چنڈال اور شیوانی نے دیکھا کہ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور کالا جادو جاننے والوں کی

بھرمار ہوئی ہے تو انہوں نے تانترک مہاراج کو بھی بلا لیا۔ ان کا خیال تھا کہ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ بہت زبردست ہے۔ ان سب پر حاوی ہو سکتا ہے۔

وہ اس پہلو سے زبردست تھا کہ اپنے سامنے جادوگروں کو اور ان منتر پڑھنے والوں کو اپنے کسی پراسرار عمل سے کمزور یا بیکار کرتا تھا۔ بڑی آسانی سے دوسروں کے منتروں کا توڑ کر لیا کرتا تھا لیکن فی الحال وہاں جادوگری کی کوئی بات نہیں تھی۔ وہاں تو صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے عدنان کے اندر موجود رہنا تھا اور مناسب وقت کا انتظار کرنا تھا اور سب ہی انتظار کر رہے تھے۔

مہاراج نے شیوانی سے کہا ''میں نہیں جانتا تھا کہ تم انا میریا کے اندر رہ کر اتنے سارے جادوگروں اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مقابلہ کرتی رہی ہو۔ تم مجھے ان سب کے بارے میں ساری باری بتاؤ۔ میری دلچسپی بڑھ گئی ہے۔ میں ان کے خلاف پوری معلومات چاہتا ہوں پھر دیکھنا! میں ان کے ساتھ کیا کروں گا؟''

اس نے چنڈال سے کہا کہ وہ عدنان کے دماغ میں صرف رہے اور دوسرے تمام مخالفین کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہے کہ وہ کیا کرتے پھر رہے ہیں؟ اور بچے کو کس طرح ٹریپ کرنا چاہتے ہیں؟ اگر کوئی مشکل ہو تو وہ مدد کے لیے مہاراج کو بلا سکتا ہے۔

شیوانی نے پوچھا ''مہاراج! کیا آپ نے کبھی فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہے؟''

''سنا ہے..... بہت سنا ہے۔ اس کے بارے میں بہت سی باتیں بھی سنی ہیں لیکن میں اس کے راستے پر کبھی نہیں گیا کیونکہ اس کا اور میرا راستہ ہمیشہ سے الگ رہا ہے لیکن یہ عدنان انتہائی عجیب و غریب بچہ ہے۔ میں اسے ہر حال میں حاصل کروں گا۔ اس کے لیے چاہے مجھے فرہاد علی تیمور سے ہی ٹکرانا پڑے۔''

''لیکن آپ کبھی براہ راست فرہاد علی تیمور سے نہیں ٹکرائیں گے۔''

''وہ کیوں؟''

''اس لیے کہ سونیا راستے میں آ جاتی ہے اور اس کا راستہ کوئی نہیں کاٹ سکتا۔ وہ بہت ہی بری بلا ہے۔ جس کے پیچھے پڑ جاتی ہے، اسے قبر تک پہنچا کر ہی دم لیتی ہے۔''

''اس کا مطلب ہے، مجھے پہلے سونیا کی خبر لینی ہو گی۔''

''اگر آپ نے اسے زیر کر لیا تو سمجھیں کہ آدھا میدان مار لیا۔ فرہاد علی کی آدھی طاقت ختم کر دی۔ پھر میرے بیٹے کو ہمارے پاس آنے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔''

''کیا سونیا کا پتا ٹھکانا معلوم ہو سکتا ہے؟''

''بہت مشکل ہے۔ جب سے میں نے اس کی مخالفت شروع کی ہے۔ تب سے یہی دیکھا ہے کہ وہ کبھی کسی جگہ بہت دیر تک نہیں رہتی۔ ادھر سے ادھر بھٹکتی رہتی ہے میرا بیٹا اسے بھٹکاتا رہتا ہے۔''

''کیا تم پورس کے ذریعے سونیا تک پہنچ سکتی ہو؟''

''مجھے خیال خوانی آتی تو میں ابھی پورس کے پاس پہنچ جاتی۔''

''تم بھول رہی ہو۔ پورس کو یاد کر کے جب تم آئینے میں دیکھو گی تو وہ تمہیں نظر آ جائے گا۔ لیکن ابھی نہیں..... اس کے لیے مجھے پھر سے منتر پڑھنے ہوں گے۔ تمہارا اور پورس کا تعلق آئینے میں جوڑنا ہو گا۔ اس کے بعد ہی تم اسے دیکھ سکو گی۔''

وہ خوش ہو کر بولی ''اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ مہاراج! کیا آپ ابھی ایسا کر سکتے ہیں؟''

''نہیں..... میں آدھی رات کے بعد منتر پڑھوں گا تو صبح تک تم اسے آئینے میں دیکھ سکو گی۔ فی الحال میں اس بچے کے پاس جا رہا ہوں۔''

انابیلا بہت پریشان تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے پوری دنیا اس کے مقابلے پر آ گئی ہے اور وہ تنہا لڑ رہی ہے۔ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس عورت کو ڈرائیو کرتے ہوئے کہیں نہ کہیں تو رکنا ہو گا۔ کسی ہوٹل یا گیسٹ ہاؤس میں جا کر قیام کرنا ہو گا۔ وہاں آس پاس کے لوگوں سے باتیں بھی کرنی ہوں گی۔ عدنان کے قریب سے گزرنے والے کچھ بولیں گے تو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن اس بولنے والے کے اندر پہنچ کر اس عورت کو اپنے قابو میں کر لیں گے۔

اس سے پہلے ہی عدنان کو ہم سے بہت دور کر دینا چاہتی تھی۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہتی تھی کہ ہم اس کے دماغ میں پہنچ کر کسی دوسرے کو نہ دیکھ سکیں اور نہ ہی کسی کی آواز سن سکیں۔

ایک ہی راستہ تھا۔ اس نے اس عورت کے خیالات پڑھے تھے۔ پتا چلا کہ اس کو نیند نہیں آتی تو وہ خواب آور گولیاں کھاتی ہے۔

انابیلا کے دماغ میں فوراً ہی یہ بات آئی کہ عدنان کو نیند کی دوا کھلا کر سلایا جا سکتا ہے۔

اس نے یہی کیا۔ وہ عورت جولیانا واٹسن اس کی مرضی کے مطابق گاڑی ایک طرف روک کر اپنے پرس سے نیند کی

گولی نکالنے لگی پھر اسے عدنان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی ''بیٹے اسے کھالو۔ تمہاری تھکن دور ہوجائے گی۔''

اس نے بوتل سے ایک گلاس میں پانی ڈال کر اسے دیا کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے چیخ چیخ کر کہنے لگے ''عدنان! خبردار..... اس گولی کو منہ میں نہ رکھنا۔ اسے پھینک دو۔''

لیکن یہ کہنا فضول تھا۔ چیخنے چلانے سے کچھ نہ ہوتا کیونکہ وہ کسی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرپاتا تھا۔ پھر بھلا کیسے کسی کی بات سن سکتا تھا؟

اس نے وہ گولی منہ میں رکھی پھر پانی کے ساتھ نگل گیا۔ گولی کھاتے ہی فوراً نیند نہیں آتی۔ اچھا خاصا وقت لگتا ہے۔ کوئی پندرہ منٹ بعد، کوئی آدھے گھنٹے بعد یا کوئی ایک گھنٹے بعد سونے کے قابل ہوتا ہے۔ عدنان بچہ تھا۔ وہ گولی جلد ہی اس پر اثر کرسکتی تھی اور نیند آنے سے پہلے اس کا دماغ رفتہ رفتہ کمزور ہورہا تھا کیونکہ جب تک دماغ تھکن محسوس نہیں کرتا، ذرا کمزور نہیں ہوتا۔ اس وقت تک نیند نہیں آتی۔

عدنان نے جیسے ہی کمزوری محسوس کی۔ ویسے ہی اس کے خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ تمام خیال خوانی کرنے والے جھنجلا گئے۔ اب اس کے دماغ سے نہ تو آس پاس کے مناظر دیکھے جاسکتے تھے اور نہ ہی کسی کی آواز سنی جاسکتی تھی۔

تاشا اپنی ماں ارناکوف کے ساتھ خیال خوانی کے ذریعے عدنان تک پہنچی ہوئی تھی۔ اسے معلوم ہوچکا تھا کہ وہ ماریشس کے کسی علاقے میں پہنچا ہوا ہے اگر وہ بھی ادھر آجائے گی تو اپنے عدنان کو پالے گی لیکن ایسے ہی وقت پھر اس کا دماغ گڈمڈ ہوگیا تھا۔ اب اس کے ذریعے کچھ معلوم نہیں ہوسکتا تھا۔

وہ اپنی ماں ارناکوف سے بولی ''مما! میں ماریشس جاؤں گی اور عدنان کو لے کر آؤں گی۔''

وہ بولی ''تم کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں گئیں پھر اتنی دور کسی افریقی ملک میں تنہا کیسے جاؤ گی؟ میں تمہارے ساتھ جانہیں سکتی۔ یہاں بہت مصروفیت ہے۔''

''میں بھائی آوازدن کے ساتھ جاسکتی ہوں۔''

آوازدن نے کہا ''میں انوشے کے بارے میں فکرمند ہوں۔ تمہارے عدنان کے چکر میں اس کی طرف توجہ نہیں دے پارہا ہوں۔ اب مجھے پتا چل گیا ہے یہ یقین ہوگیا ہے کہ یہ بچہ اسی طرح ہمیں دوڑاتا رہے گا اور کبھی کسی کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ تمہارے عدنان کو حاصل کرنے کے لیے ہماری مما کافی ہیں۔ اس لیے اب میں انوشے کی طرف توجہ دوں گا۔''

وہ مایوس ہوکر سوچنے لگی کہ اب کیا کرے؟ اس کی سمجھ میں فی الحال کچھ نہیں آرہا تھا اور وہ عدنان کو اپنی طرف متوجہ کرنے والے منتر پڑھتی جارہی تھی۔

ولاڈی میر بھی عدنان کے دماغ میں تھا۔ جب اس کے خیالات گڈمڈ ہونے لگے تو وہ بری طرح جھنجلا گیا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اس وقت وہ ایک طیارے میں سفر کررہا تھا۔ اس کے طلسمی آلے نے بتایا کہ شیوانی ایشیا کے جنوبی حصے میں ہے لہٰذا اسے پہلے پاکستان یا ہندوستان کی طرف جانا چاہیے۔ اس لیے وہ پی آئی اے کی ایک فلائٹ سے اسلام آباد کی طرف جارہا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد وہ طلسمی آلہ شیوانی کی صحیح نشاندہی کرسکتا تھا۔

ولاڈی میر کے لیے عدنان بہت اہم تھا۔ اسی لیے وہ شیوانی کی طرف جارہا تھا پھر ایسے میں اسے معلوم ہوا کہ عدنان ماریشس میں ہے لہٰذا وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اسلام آباد پہنچتے پہنچتے یہ یقین ہوگیا کہ وہ بچہ ماریشس میں ہی رہے گا تو پھر اسلام آباد سے فوراً ہی کسی فلائٹ کے ذریعے اس افریقی ملک میں پہنچے گا لیکن وہ بچہ تو ہمیشہ ہی مایوس کردیتا تھا۔

اس بار بھی اس کے خیالات گڈمڈ ہونے لگے تو وہ اس کے دماغ سے نکل آیا تھا۔ اب پتا نہیں وہ کب ایک خیال پر مرکوز ہونے والا تھا؟ اور کب یہ معلوم ہونے والا تھا کہ وہ کہاں پہنچا ہوا ہے؟

عدنان ولاڈی میر کی زندگی اور موت کا مسئلہ بنا ہوا تھا۔ اس کے پراسرار علم نے بتایا تھا کہ جب تک وہ عدنان کو اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کرے گا، اس وقت تک وہ زوال کی طرف جاتا رہے گا اور اپنے ہر معاملے میں ناکام ہوتا رہے گا اور وہ دیکھ رہا تھا کہ اسے ہر قدم پر ناکامی مل رہی ہے۔

یک نہ شد، دو شد..... اب تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کے لیے بھی عدنان لازمی ہورہا تھا۔ وہ اس عجیب وغریب بچے کو حاصل کرکے اسے دنیا کا حیرت انگیز انسان بنانا چاہتا تھا اور اس کے ذریعے بہت سی کامیابیاں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پتا نہیں اس نے آئندہ کے لیے کیا کچھ سوچ رکھا تھا؟ لیکن یہ طے ہوچکا تھا کہ ولاڈی میر کے بعد عدنان اب تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کے لیے بہت ضروری ہوگیا ہے۔

اس وقت انابیلا ایک طیارے میں سفر کررہی تھی۔ وہ طیارہ ترکی کے شہر استنبول سے ہوتا ہوا اسرائیل کی طرف جانے والا تھا۔ اب اس نے سوچا کہ وہ استنبول میں ہی رک جائے گی اور وہیں جولیانا واٹسن کو عدنان کے ساتھ بلائے گی۔ جب تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے عدنان کے دماغ سے چلے

گئے تب اس نے جولیانا کے دماغ میں یہ بات پیدا کی کہ اسے فوراً ہی ائرپورٹ جاکر ترکی کے شہر استنبول میں جانے والی فلائٹ میں دو سیٹیں ریزرو کرانی چاہئیں۔

جولیانا اس کی معمولہ اور تابعدار تھی۔ وہ اس کے حکم کے مطابق یہی کرنے والی تھی۔

پچھلے روز انابیلا کی ماں نے خودکشی کی تھی۔ اس کی خاطر اپنی جان دی تھی وہ ماں کی تدفین کے بعد ساری رات سو نہ سکی پھر دوسرے معاملات میں مصروف رہی۔ دوسری صبح بھی اسے سونے کا موقع نہیں ملا۔ اب دوپہر ہورہی تھی۔ اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ کم از کم دو گھنٹے کی نیند پوری کرلے۔ کچھ دیر بعد ہی وہ گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

سونے سے پہلے یہ اندیشہ تھا کہ نیند کے دوران میں عدنان کا دماغ کسی ایک خیال پر مرکوز ہوسکتا ہے۔ ایسے وقت ٹیلی پیتھی جاننے والے آکر اسے اس سے چھین سکتے ہیں لیکن انسان کے لیے کھانا، پینا اور سونا بہت ضروری ہوتا ہے۔ نیند نہ ہو تو دماغ کسی کام کا نہیں رہتا۔ لہٰذا وہ ذہنی طور پر نارمل رہنے کے لیے سوگئی تھی۔

سب ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی اپنی جگہ حاضر ہوگئے تھے اور اپنی تھکن دور کررہے تھے۔ اس انتظار میں بھی تھے کہ عدنان کا دماغ آئندہ کب ایک خیال پر مرکوز ہونے والا ہے؟ فی الحال ہنگامہ تھم گیا تھا۔ اب نہ جانے کتنی دیر بعد وہی ہنگامہ برپا ہونے والا تھا؟

☆☆☆

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے انجلی کے دماغ میں جگہ بنانے کے بعد چنڈال کو اس کے اندر پہنچادیا تھا اور حکم دیا تھا کہ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے کے بعد ساری معلومات حاصل کی جائیں کہ اس کے پیچھے کون ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے؟ اور وہ بھارتی اکابرین سے رابطہ کرکے کیوں چنڈال کے خلاف محاذ آرائی کررہا ہے؟

چنڈال کے خلاف یہ ایک بہت بڑی سازش ہورہی تھی۔ وہ خود معلوم کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے انجلی پر تنویمی عمل کرنے میں دیر نہیں کی۔ جس وقت انجلی کو کولڈ ڈرنک سے دھکا لگا تھا۔ اس وقت وہ ایک سپر مارکیٹ میں تھی۔ مہاراج نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کردیا تھا تو وہ کچھ دیر کے لیے بےہوش ہوگئی تھی۔ لوگوں نے اسے اسپتال پہنچادیا تھا۔ وہیں چنڈال نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا تھا۔

اس کے دماغ نے بتایا کہ ایک بار ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں اس کی ملاقات ایک بوڑھے امریکی سے ہوئی تھی۔ وہ پہلی ملاقات میں ہی اس سے متاثر ہوگئی تھی پھر آئندہ بھی اس سے ملتی جلتی رہی تھی۔ اسے کبھی پتا ہی نہ چلا کہ اس بوڑھے نے اس پر کب تنویمی عمل کرکے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا تھا؟

ویسے وہ بوڑھا امریکی بہت ہی شریف انسان تھا۔ اس نے انجلی کو اپنی بیٹی بنایا تھا۔ اور کہا تھا ''چونکہ اب تم میرے زیر اثر رہو گی اور میرا راز کسی کو نہیں بتاؤ گی۔ اس لیے میں تمہیں اپنا نام بتارہا ہوں۔''

اس نے اپنا نام ماؤز ہنٹر بتایا تھا پھر اس سے کہا تھا ''میں یہاں اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی ساتھی کو تلاش کرنے آیا ہوں۔ اس کا نام ٹونی جے ہے لیکن یہاں کے ایک جادوگر چنڈال نے اسے بری طرح ٹریپ کیا ہے۔ ٹونی جے اس کے شکنجے سے نکل نہیں پارہا ہے۔ میں اسے چنڈال سے نجات دلانا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے میں بھارتی اکابرین سے دوستی کررہا ہوں اور تمہیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی بنا کر ان کے سامنے پیش کروں گا۔''

پھر اس نے یہی کیا تھا۔ بھارتی اکابرین کو یقین دلایا تھا کہ ہندوستان میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی پیدا ہوگئی ہے۔ وہ چنڈال کا مقابلہ کرسکتی ہے اور اسے ضرور بھارتی اکابرین کے قدموں میں لاکر گرائے گی۔

لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ وہ بے چاری تو خود چنڈال کے قدموں میں آگری تھی۔ اس کی معمولہ اور تابعدار بن چکی تھی۔ چنڈال نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد اسپتال سے نکلے گی اور اپنی کار میں بیٹھ کر ہائی وے کی طرف آئے گی۔

ناگ پور کا ایک گھنی شہر کامٹی ہے۔ وہ کامٹی شہر کے ایک ہوٹل میں اس کا انتظار کرے گا اور وہ وہیں پہنچے گی۔ اس نے اپنی دانست میں بہت محتاطرہ کر اسے اپنی معمولہ بنایا تھا لیکن یہ بھول گیا تھا کہ بعض اوقات بہت ہوشیاری کے باوجود مات ہوجاتی ہے۔

اس نے تانترک مہاراج سے کہا ''مہاراج! میں نے انجلی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا ہے۔ میں اس سے بہت کچھ معلوم کررہا ہوں اور اب آئندہ اس کے ذریعے بھارتی اکابرین کے اندر پہنچتا رہوں گا۔''

مہاراج نے کہا ''مجھے بھارتی اکابرین سے دلچسپی نہیں ہے اور نہ مجھے کسی ملک پر حکومت کرنے کا شوق ہے۔ تم ان

حکمرانوں کے سروں پر بیٹھ کر حکومت کرنا چاہتے ہو تو کرو لیکن اس کیلی پیتھی جاننے والے ماؤز ہنٹر سے محتاط رہو۔"

"میں آپ کی کرپا سے محتاط رہوں گا۔ آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ میری بیٹی کو ثمر سلطانہ کے شریر سے نجات دلائیں۔"

"ٹھیک ہے..... میں ابھی وہیں جا رہا ہوں۔"

شام ہو چکی تھی۔ فرمان نے ثمر سلطانہ سے وعدہ کیا تھا کہ شام کو قاضی صاحب کے ساتھ آئے گا اور اس سے نکاح پڑھائے گا۔ وہ کالیا اسرانی کے بنگلے میں رہتی تھی۔ فرمان قاضی صاحب کے ساتھ وہیں آ گیا۔ ثمر سلطانہ نے اس بنگلے کے آس پاس رہنے والے چند مسلمانوں سے شناسائی پیدا کی تھی۔ اس نے اپنے نکاح میں انہیں دعوت دی۔ وہ سب گواہ کی حیثیت سے اور اس کے وکیل کی حیثیت اس شادی میں شریک ہوئے۔ اس طرح قاضی صاحب نے اس کا نکاح فرمان سے پڑھا دیا۔

انیتا نے کہا تھا کہ وہ نکاح نہیں ہونے دے گی۔ اپنے وقت ثمر سلطانہ کے اندر ہلچل پیدا کرے گی تو وہ نکاح قبول نہیں کر سکے گی۔

لیکن فرمان نے عین نکاح کے وقت ثمر سلطانہ کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ انیتا پر بھی قابو پا چکا تھا۔ وہ اندر ہی اندر مچل رہی تھی لیکن کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔ ایسے وقت ثمر سلطانہ نے نکاح قبول کر لیا۔

تانترک مہاراج جنگل بھنا چاریہ، ثمر سلطانہ تک پہنچنے کے لیے کالے منتروں کا جاپ کر رہا تھا۔ اس کا سراغ لگاتا رہا تھا۔ تب اس کی سمجھ میں آیا کہ وہ ثمر سلطانہ کے دماغ میں کس طرح پہنچ سکتا ہے؟

شام کو جلدی کھانا پینا ہو گیا۔ دلہن اپنے کمرے میں آ گئی اور دولھا بھی اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے ثمر سلطانہ کے دماغ میں پہنچ کر انیتا سے کہا "دیکھو! تم کوئی شرارت نہ کرنا۔ جب بھی کرو گی تو میں ثمر سلطانہ پر قبضہ جما کر تمہیں بھی اپنے قابو میں کر لوں گا پھر تم بے بس ہو جاؤ گی۔ کچھ نہیں کر سکو گی۔"

وہ بے بس تھی، مجبور تھی، کچھ نہ کہہ سکی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے پیار کرنے لگے۔ ایسے وقت انیتا بھی مدہوش ہونے لگی۔ اسے یوں لگا، جیسے فرمان اسے پیار کر رہا ہو۔ آخر وہ ثمر سلطانہ سے الگ نہیں تھی۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہو رہا تھا وہی انیتا بھی محسوس کر رہی تھی۔

مختصر یہ کہ محبت کے کئی مرحلوں سے گزرنے کے بعد ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے جب دلہن چیخ پڑتی ہے۔ اس پیار بھرے مرحلے کی وہ ایسی خوب صورت اذیت ہوتی ہے جس سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔

ایسے ہی وقت وہ تانترک مہاراج کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکی اس نے اندر پہنچتے ہی ایک زلزلہ پیدا کیا۔ ثمر سلطانہ تکلیف کی شدت سے حلق پھاڑ کر چیخنے لگی۔ فرمان نے حیرانی سے پوچھا "کیا ہو گیا.....؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

وہ فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اس کے اندر پہنچا تو پتا چلا کہ کسی نے زلزلہ پیدا کیا ہے اور وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہی ہے اور اس پر بے ہوشی طاری ہو رہی ہے۔ فوراً ہی سمجھ میں آ جانے والی بات تھی کہ چنڈال اپنی بیٹی کو اس کے جسم سے رہائی دلانے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے ٹونی جے کو مخاطب کیا اور کہا "دوست..... فوراً آ جاؤ، ثمر سلطانہ بڑی مصیبت میں ہے۔ چنڈال پریشان کر رہا ہے۔"

ایک ہی زلزلے کے باعث ثمر سلطانہ کا دماغ بہت کمزور ہو گیا تھا۔ ٹونی جے کو بلانے اور اس کے وہاں تک آنے میں جتنی دیر لگی اتنی دیر میں تانترک مہاراج نے اس کے کمزور دماغ پر قبضہ جما لیا۔

فرمان ٹونی جے کے ساتھ واپس ثمر سلطانہ کے دماغ میں آیا تو وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہی تھی۔ ان کی سوچ کی لہروں کو نہ تو محسوس کر رہی تھی اور نہ ہی ان کی آوازیں سن رہی تھی۔ وہ دونوں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی تکلیف کم کرنا چاہتے تھے لیکن پتا چلا کہ وہ تانترک مہاراج کے قبضے میں ہے اور وہ دونوں اس پر حاوی نہیں ہو سکیں گے۔

انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے تانترک مہاراج کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ انہیں آگے سے روک دیا۔ پھر چنڈال نے کہا "فوراً ثمر سلطانہ کے دماغ میں پہنچو۔ میں نے وہاں قبضہ جما لیا ہے۔ اب تم اس پر قبضہ جمائے رکھو۔ میں فرمان اور ٹونی جے سے نمٹ رہا ہوں۔"

اس نے فوراً ہی ثمر سلطانہ کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنے شکنجے میں لے لیا۔ انیتا نے خوش ہو کر کہا "پتا جی! آپ آ گئے؟"

"ہاں بیٹی! میں آ گیا ہوں۔ چنتا نہ کرو۔ اب تمہیں یہاں سے رہائی مل جائے گی۔"

فرمان نے کہا "چنڈال! تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم ثمر سلطانہ کا پیچھا چھوڑ دو۔"

"میں اپنی بہتری کے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ مجھے دھمکی نہ دو۔"

ٹونی جے نے کہا "تم پکے شیطان ہو۔ مرنے کے بعد

بھی دوسری زندگی حاصل کر چکے ہو لیکن ہم تمہیں پھر موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ یہ دیکھیں گے کہ ہم کب تک تمہیں مارتے رہیں گے اور تم کب تک نئی زندگی حاصل کرتے رہو گے؟"

"بس بھونکتے جاؤ۔ بھونکنے والے کتے کاٹ نہیں سکتے۔ اس وقت بھی تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

فرمان نے کہا "ہم تمہیں آتما شکتی کا منتر نہیں پڑھنے دیں گے۔ تم اپنی بیٹی کو یہاں سے نکال کر نہیں لے جا سکو گے۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "مجھے منتر پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہمارے تانترک مہاراج جنگل بھنا چاریہ اپنے کالے عمل میں مصروف ہیں۔"

وہ دونوں فوراً ہی تانترک مہاراج کے اندر پہنچ کر اسے منتر پڑھنے سے روکنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت ثمر سلطانہ نے بڑی کمزوری سے فرمان کو مخاطب کیا "فرمان! پلیز کچھ کرو، نہیں تو میں مر جاؤں گی۔ میں بہت تکلیف میں ہوں۔"

فرمان نے کہا "ٹونی جے! تم اس مہاراج کے پاس جاؤ۔ میں ثمر سلطانہ کے لیے کچھ کرتا ہوں۔"

ٹونی جے چلا گیا۔ انیتا نے ہنستے ہوئے کہا "فرمان! اب تم کچھ بھی نہیں کر سکو گے۔ پتا جی کے آ جانے سے مجھے توانائی مل رہی ہے اور ثمر سلطانہ کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ تم اس کے ساتھ ہمدردی تو کر سکو گے لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں کر پاؤ گے۔"

واقعی یہی ہو رہا تھا۔ وہ اس کے دماغ کو سکون پہنچانا چاہتا تھا لیکن چنڈال نے قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ ثمر سلطانہ سے صرف ہمدردی کر سکتا تھا۔ اسے حوصلہ رکھنے کی تلقین کر سکتا تھا۔ اس سے زیادہ کچھ کرنے کے قابل نہیں تھا۔

ادھر ٹونی جے نے تانترک مہاراج کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس آ گیا۔ اس نے دوبارہ کوشش کی تو اس نے پھر سانس روک لی۔ تیسری بار تانترک مہاراج نے اسے اپنے اندر آنے کا موقع دیا۔ پھر پوچھا "تم بار بار آ رہے ہو؟ کیا یہ سمجھ رہے ہو کہ مجھے زیر کر لو گے؟"

"میں تمہیں زیر نہیں کر سکوں گا لیکن منتر پڑھنے سے روک سکتا ہوں۔"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا "کیا تم مجھے نادان بچہ سمجھتے ہو؟ پہلی مرتبہ میں نے احتیاطی تدابیر نہیں کی تھیں۔ اب تو بہت کچھ کر چکا ہوں۔ میں نے اپنے ایک چیلے کو اپنے سامنے بٹھا رکھا ہے۔ میرے بدلے وہ آتما شکتی کے منتر پڑھ رہا ہے۔ جب اس کا کام ختم ہو جائے گا تو میرا کام شروع ہو گا۔ وہ آخری مرحلہ ہو گا۔ اس آخری مرحلے میں، میں انیتا کی آتما کو ثمر سلطانہ کے شریر سے نکال کر لے جاؤں گا تم سب دیکھتے اور سوچتے رہ جاؤ گے۔"

ٹونی جے نے ثمر سلطانہ کے دماغ میں آ کر فرمان کو بتایا کہ تانترک مہاراج کس تدبیر سے آتما شکتی کے منتر پڑھ رہا ہے۔ اسے روکا نہیں جا سکتا کیونکہ وہ یہ سارے کام اپنے کسی چیلے کے ذریعے کر رہا ہے۔ ہم نے اس کے چیلے کی آواز اور لہجے کو نہیں سنا ہے اس لیے اس کے اندر نہیں جا سکتے۔

فرمان اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ بول رہا تھا "اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اس شیطان کو آتما شکتی کے کالے عمل سے کس طرح روکا جا سکتا ہے؟"

ثمر سلطانہ بڑے ہی کرب میں مبتلا تھی۔ فرمان پریشان ہو رہا تھا۔ اس بار اس نے انیتا سے گڑگڑا کر کہا "میں تمہیں تمہارے بھگوان کا واسطہ دیتا ہوں۔ ثمر سلطانہ سے محبت کرو۔ یہ تمہارا جسم ہے۔ تم اس کے ساتھ دوستی اور محبت سے رہ سکتی ہو۔ اپنے باپ کو شیطانی حرکتوں سے روکو..... اس بے چاری کو اتنی مصیبتوں میں مبتلا نہ کرو۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولی "اونہہ..... اب میری خوشامدیں کر رہے ہو۔ اسے دلہن بنا کر اس کے ساتھ سہاگ رات گزار رہے تھے۔ میرا دل جلا رہے تھے۔ میں تمہیں روک رہی تھی کہ اس سے شادی نہ کرو۔ اس کے ساتھ جسمانی رشتہ قائم نہ کرو۔ میں جلد ہی دوسرا جسم حاصل کروں گی۔ میرے پتا جی، ایسے منتر پڑھیں گے کہ میں نئے جسم میں جا کر دماغی طور پر بھی مضبوط رہوں گی۔"

چنڈال نے کہا "بے شک..... جب میں نے اپنی بیٹی کو ثمر سلطانہ کے اندر پہنچایا تو اس وقت میرا عمل مکمل نہیں تھا۔ اگر مکمل ہوتا تو یہ ثمر سلطانہ پر حاوی رہتی۔ پھر یہ ایک مسلمان ثمر سلطانہ نہ رہتی۔ تم انیتا کی حیثیت سے اسے قبول کرتے رہتے۔ بہرحال مجھ سے غلطی ہو گئی تھی آئندہ نہیں ہو گی۔"

فرمان اور ٹونی جے دونوں ہی پریشان تھے۔ ثمر سلطانہ کی بے بسی اور تکلیف دیکھ رہے تھے لیکن اسے اس کرب سے نجات نہیں دلا سکتے تھے۔ اب یہی صورت رہ گئی تھی کہ وہ دشمنوں کو کھوکھلی دھمکیاں دیتے رہتے یا پھر ان کے سامنے عاجزی سے گڑگڑاتے رہتے اور یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ شیطان کے سامنے جتنا بھی روتے رہو، گڑگڑاتے رہو

اسے رحم نہیں آتا۔ رحم کرنے والی تو خدا کی ذات ہے۔

اور وہ خالق و معبود بہتر جانتا ہے کہ کب کس پر رحم کیا جائے اور کب کس کو اس کے اعمال کی سزا دی جائے؟

فرمان اور ثمر سلطانہ کے عمل قابل اعتراض نہیں تھے۔ انہیں سزا نہیں ملنی چاہیے تھی اور دیکھا جائے تو ثمر سلطانہ کو قدرتی طور پر سزا نہیں مل رہی تھی۔

قدرتی اصولوں کے مطابق ثمر سلطانہ کی موت بہت پہلے واقع ہو چکی تھی۔ اس کے مقدر میں جب وہ موت لکھی تھی تب ہی وہ مر چکی تھی۔ یہ تو ایک بدروح کے ساتھ زندگی گزارنے والی مدت تھی۔ جو اب پوری ہو رہی تھی۔ اب تک سزا ثمر سلطانہ کو نہیں، انیتا کو ملتی رہی تھی اور اب آئندہ بھی وہ سزا پانے کے لیے کسی دوسرے جسم میں پہنچنے والی تھی۔ شیطانی زندگی کو کبھی سکون نہیں ملتا۔ اس کے ساتھ بھی یہی ہونے والا تھا۔

آخر ثمر سلطانہ کا دم نکل گیا۔ اس کا جسم ساکت ہو گیا۔ فرمان نے ہارے ہوئے انداز میں اسے دیکھا۔ اس کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا جیسے شرمندہ سا ہو۔ دل ہی دل میں معافی مانگ رہا ہو۔ ''میری جان! میں تمہارے لیے کچھ نہ کر سکا۔ مجھے یہ ناکامی ہمیشہ یاد رہے گی۔ میں اس دشمن کو نہیں چھوڑوں گا۔ اس کی قبر تک اسے دوڑا تا رہوں گا۔''

اس کا سر جھک گیا۔ بہت پہلے ہی قدرت کو اس کی موت منظور تھی۔ وہ بہت پہلے مر چکی تھی۔ مقدر میں جو لکھا ہوتا ہے، اس کے سامنے سر جھکانا ہی پڑتا ہے اس لیے فرمان کا سر جھک گیا تھا۔

☆☆☆

میں عدنان کے دماغ سے چلا آیا تھا کیونکہ وہ نیند کی گولیاں کھا کر سو گیا تھا۔ نہ جانے کتنے گھنٹوں کے بعد بیدار ہونے والا تھا؟ میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا ''ہمارے پوتے نے ہمیں تھکا مارا ہے؟''

اس نے پوچھا ''اب کیا ہوا؟''

''جس نے اس عورت کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اس عورت نے اس کی مرضی کے مطابق ہمارے پوتے کو نیند کی دوا کھلا دی ہے اور وہ گہری نیند سو گیا ہے۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''یا خدا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کوئی ہمارے پوتے پر جادو کر رہا ہے۔ کوئی اسے ادھر سے ادھر لے کر بھاگ رہا ہے۔ کوئی اسے نیند کی دوا کھلا رہا ہے۔ پتا نہیں آئندہ اس کے ساتھ کیسی کیسی زیادتیاں ہوں گی؟ اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ میں جناب تبریزی صاحب کے پاس جاؤں گی، ان سے التجا کروں گی کہ وہ روحانی طاقتوں کے ذریعے ہمارے پوتے کو تحفظ فراہم کریں۔''

''سونیا! میں ایک جگہ ایک اہم معاملے میں مصروف ہوں۔ تم مجھے بلاؤ گی میں آ جاؤں گا۔''

پھر میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں زریدر بھاسکر اور جمنا پرساد کے ذریعے ایک یہودی تنظیم کے سربراہ کیمرون کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ یہودی ان ہندوؤں کے ساتھ مل کر بھارت میں مسلمانوں کی تعداد کم کرنا چاہتا ہے اور خاص طور پر وہ ایسے مسلمانوں کی تعداد کم کرنا چاہتا ہے جو یہودی تنظیم کے خلاف کچھ نہ کچھ بولتے رہتے ہیں یا کچھ کرتے رہتے ہیں۔

کیمرون کے اندر جا کر پتا چلا کہ اس کے گھر میں ایک اور مہمان دوست ہے جس کا نام جے پرکاش ہے۔

میں نے جے پرکاش کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ پتا چلا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اسے شبہ ہوا کہ میں چنڈال جوگیا ہوں۔ کیمرون کے دماغ میں چھپا ہوا ہوں۔ اور اسے ٹریپ کرنے آیا ہوں۔ اس وقت تک مجھے نہیں معلوم تھا کہ جے پرکاش دراصل ٹونی جے ہے۔

چنڈال چونکہ ٹونی جے وغیرہ کی رہائش گاہ کو جانتا تھا اس لیے وہ اپنی رہائش گاہ چھوڑ کر عارضی طور پر کیمرون کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ بہرحال اب میں نے کیمرون کے بنگلے میں اپنے لیے خطرہ محسوس کیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے اندر چھپا ہوا آدمی پیتھی جاننے والا اسے کسی بھی وقت کسی بھی طرح نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس لیے وہ فوراً ہی وہاں سے نکل کر ایک کار میں بیٹھ کر فرار ہونے لگا۔ تو میں نے کیمرون کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ ایسے ہی وقت سونیا نے مجھے بلا لیا تھا۔ اور میرا ان سب سے رابطہ ختم ہو گیا تھا۔

اب میں دوبارہ کیمرون کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم کرنے لگا کہ جے پرکاش کہاں ہے؟

پتا چلا کہ وہ اس کا تعاقب نہیں کر سکا تھا۔ نہ جانے کہاں چلا گیا ہے؟ میں نے اس کے اندر یہ سوال پیدا کیا ''کیا جے پرکاش نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے بات کی تھی؟''

اس نے انکار کیا ''نہیں..... اس کے بعد میرے دماغ میں کوئی نہیں آیا۔ میں حیران ہوں کہ بیک وقت دو دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر آ گئے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو مخاطب کر رہے تھے اور اب میرے اندر ایک بھی نہیں ہے۔''

ایسی بات نہیں تھی۔ یہ حقیقت نہ وہ جانتا تھا اور نہ ہی میں جان سکتا تھا کہ ٹونی جے یہاں سے فرار ہونے کے بعد کیمرون کے اندر آتا جاتا رہا تھا اور اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرتا رہا کہ وہ ٹیلی فون کے ذریعے زریدر بھاسکر سے کیا باتیں کرتا رہا تھا؟

پہلے تو اسے یہ معلوم ہوا کہ کیمرون، زریدر بھاسکر اور جمنا پرساد وغیرہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو اغوا کرتے ہیں۔ ان کے دل گردے اور آنکھیں نکال کر ضرورت مند ہندوؤں کو عطیے کے طور پر دے دیتے ہیں۔ اس طرح ہندوؤں کو نئی زندگی ملتی ہے اور مسلمانوں کی تعداد کم ہونے لگتی ہے۔

پھر ٹونی جے کو کیمرون کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم ہوا کہ جن ہندوؤں کے سینوں میں مسلمانوں کے دل ٹرانسفر کیے گئے ہیں اور جن مسلمانوں کی آنکھیں ہندوؤں کو دی گئی ہیں وہ سب مسلمانوں کے انداز میں سوچنے لگے ہیں اور عمل کرنے لگے ہیں۔

یعنی وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ یہ بات ٹونی جے کے حلق سے نہیں اتر رہی تھی۔ اس نے کیمرون سے کہا ''یہ کیسے ممکن ہے؟ انسان کا جسم اور اس جسم کے اعضا نہ ہندو ہوتے ہیں، نہ مسلمان، نہ سکھ، نہ عیسائی اور نہ یہودی..... پھر ان مسلمانوں کے اعضا جن کے اندر ٹرانسفر کیے گئے ہیں وہ کیسے اسلام کی طرف مائل ہو سکتے ہیں؟''

کیمرون نے کہا ''ایسا ہو رہا ہے۔ میں نے خود رام پور کے ایک ڈاکٹر سے بات کی تھی۔ وہ ڈاکٹر ہمارا خاص آدمی ہے اور ہمارے لیے خفیہ طور پر ایسا دھندا کرتا ہے۔''

پھر کیمرون نے ٹونی جے کی مرضی کے مطابق اس ڈاکٹر سے فون پر رابطہ کیا، اس سے بات کی تو ٹونی جے فوراً ہی اس ڈاکٹر کے اندر پہنچ گیا پھر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس ڈاکٹر نے دو ہندوؤں کا تبدیلی قلب کا آپریشن کیا تھا اور مسلمانوں کے دل ان کے اندر پہنچائے تھے۔

اس نے ڈاکٹر کے اندر یہ سوال پیدا کیا ''کیا ان دونوں کے دل دین اسلام کی طرف مائل ہیں؟''

اس نے انکار میں کہا ''نہیں..... ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔''

''یعنی تم ان دونوں کا چیک اپ کرتے رہتے ہو؟''

''بے شک..... میں انہیں ہمیشہ اٹینڈ کرتا ہوں اور ان کے دل کے فنکشنز کو سمجھتا رہتا ہوں۔ ان سے باتیں بھی کرتا رہتا ہوں۔''

''کیا وہ اپنی باتوں سے یہ ظاہر نہیں کرتے کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہیں اور کیا ان میں سے ایک مریض کسی مسلمان عورت سے محبت نہیں کر رہا ہے؟ کیا اس سے شادی کرنے کے لیے وہ اسلام قبول نہیں کرنا چاہتا ہے؟''

ڈاکٹر نے پریشان ہو کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچا ''یہ میرے دماغ میں ایسی باتیں کیوں پیدا ہو رہی ہیں؟ میرا کوئی مریض ایسا نہیں ہے۔ نہ کوئی مسلمان عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی کوئی اسلام قبول کرنا چاہتا ہے پھر میرے اندر ایسی باتیں کیوں پیدا ہو رہی ہیں؟''

ٹونی جے نے کیمرون کے اندر آ کر معلوم کیا کہ اسے یہ باتیں اور کہاں کہاں سے معلوم ہوئی تھیں؟ پتا چلا کہ زریدر بھاسکر اور جمنا پرساد نے اس جیسے اور بھی مریضوں کے بارے میں باتیں کی تھیں جو ہندو تھے لیکن مسلمانوں کی طرح سوچنے لگے تھے۔

کیمرون نے ٹونی جے کی مرضی کے مطابق زریدر بھاسکر سے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ ٹونی جے، بھاسکر کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا پھر اس کے ذریعے تمام معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس نے اسے بھی مجبور کیا کہ وہ پھر اس علاقے میں جائے اور ہندو عورتوں اور مردوں سے ملاقات کرے۔

وہ جانا نہیں چاہتا تھا لیکن ٹونی جے نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ گھر سے نکل کر اس علاقے میں پہنچ گیا۔ وہاں اس نے دو چار ایسے مریض مردوں اور عورتوں سے باتیں کیں۔ ٹونی جے ان مردوں اور عورتوں کے اندر پہنچتا گیا اور ان کے خیالات معلوم کرتا گیا۔ وہ سب الجھن میں مبتلا تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ پہلے مسلمانوں کی طرح کیوں بولتے رہے تھے؟ پھر اب ایسی کیفیت کیوں نہیں ہے؟ اب تو وہ ہر طرح سے ہندو ہیں اور اپنے دھرم کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔

ٹونی جے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا پھر سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ ''ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ پہلے تو وہ دین اسلام کی طرف مائل تھے لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ وہ سب ہندو ہیں اور اپنے دھرم کے مطابق ہی سوچ رہے ہیں اور عمل کر رہے ہیں۔''

ٹونی جے کی سمجھ میں یہی آیا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا ایسے ہندوؤں کے اندر پہنچ رہا ہے جنہیں مسلمانوں کے

دل اور آنکھیں دی گئی ہیں۔ وہ خیال خوانی کرنے والا ایسے ہندوؤں کے اندر مسلمانوں کے خیالات اور جذبات پیدا کر رہا ہے۔

ٹونی جے اپنی کوئی خفیہ رہائش گاہ بنانے کی فکر میں تھا۔ ابھی وہ ان معاملات میں نہیں الجھنا چاہتا تھا۔ آخر وہ فرمان کے پاس آ گیا۔ اس سے بولا ''تم ثمر سلطانہ کا سوگ منا رہے ہو۔ بہت اداس ہو۔ اس لیے میں تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔ اپنے ایک پرانے دوست کیمرون کے پاس رہنے کے لیے گیا تھا لیکن وہاں معاملہ ہی کچھ اور تھا۔''

وہ فرمان کو ان ہندوؤں، مسلمانوں، نریندر بھاسکر، جمنا پرساد اور کیمرون وغیرہ کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا پھر اس نے کہا ''میں نے تم سے دوستی کی ہے تم مسلمان ہو اس لیے میں تمہیں یہ باتیں بتا رہا ہوں کہ یہاں اس ملک میں مسلمانوں کی تعداد کم کرنے کے سلسلے میں کیسی کیسی شیطانی سازشیں کی جا رہی ہیں۔''

''شکریہ دوست! تم نے بہت بڑی معلومات فراہم کی ہیں۔ مجھے ان دشمنوں سے نمٹنا ہوگا۔''

''بے شک ..... اس طرح تمہارا دل بہل جائے گا۔ تمہیں رفتہ رفتہ ثمر سلطانہ کو بھول جانا چاہیے۔''

وہ سر جھکا کر بولا ''یہ اتنی بڑی شکست ہے کہ میں اسے بھول نہیں پاؤں گا۔ اس کم بخت چنڈال نے ثمر سلطانہ جیسی معصوم اور بے گناہ لڑکی کو بے موت مارا ہے۔''

''ایسا نہ کہو..... وہ بے موت نہیں مری ہے۔ وہ تو بہت پہلے ہی مر چکی تھی۔ اسے بھول جاؤ۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا ''ہاں..... مجھے اس طرف دھیان دینا چاہیے۔ ٹونی! تم مسلمان نہیں ہو لیکن اچھے انسان تو ہو، تب ہی یہ بات سمجھ رہے ہو کہ اچھے خاصے صحت مند مسلمانوں کو ٹریپ کر کے یا اغوا کر کے ان کے دل اور آنکھیں نکالی جا رہی ہیں اور ہندوؤں کے جسموں میں منتقل کی جا رہی ہیں۔ کیا یہ غیر انسانی عمل نہیں ہے؟''

''بے شک! یہ شیطانی عمل ہے اور میں اس کے خلاف تمہارا ساتھ دوں گا۔'' پھر اس نے ذرا سوچ کر کہا ''وہ خیال خوانی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ جو ان ہندوؤں کے اندر مسلمانوں کے خیالات اور جذبات پیدا کر رہا ہے۔ نریندر بھاسکر، جمنا پرساد اور کیمرون وغیرہ کو الو بنا رہا ہے؟''

''ایسا کوئی مسلمان ہی کر سکتا ہے۔ میرا خیال تو فرہاد صاحب کی طرف جا رہا ہے۔ وہ یا ان کے خیال خوانی کرنے والا ایسا کر رہے ہوں گے۔''

''تم فرہاد صاحب سے رابطہ کر سکتے ہو؟ کیا وہ تم سے باتیں کرتے ہیں؟''

''ہاں۔ یہ اعزاز مجھے حاصل ہے کہ وہ مجھ سے ہائی کر لیتے ہیں۔ میں ابھی ان سے بات کرتا ہوں۔''

''وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا میرے پاس آیا اور بولا ''سر! میں فرمان بول رہا ہوں۔''

میں نے کہا ''ہاں..... بولو..... کیسے آنا ہوا؟''

''سر! آپ ٹونی جے کے بارے میں تو جانتے ہوں گے؟''

''ہاں..... بہت کچھ جانتا ہوں۔ وہ ہندوستان میں ہے اور کہیں روپوش رہتا ہے۔''

''یہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔ میرے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جسے سن کر میں حیران رہ گیا ہوں۔''

''ایسی کون سی بات ہے؟''

اس نے وہی باتیں بتائیں کہ شیو سینا کے اعلیٰ عہدیدار مسلمانوں کے خلاف کیسی گھناؤنی حرکتیں کر رہے ہیں؟ میں نے سب کچھ سننے کے بعد کہا ''ہاں..... وہ وہ ایسا کر رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔''

''پھر تو وہ آپ ہی ہوں گے جنہوں نے ان ہندو مریضوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خیالات اور جذبات پیدا کیے ہیں؟''

''ہاں..... میں نے اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں نے ہی ایسا کیا ہے تاکہ انہیں یہ اندیشہ پیدا ہو جائے کہ آئندہ بھی اگر وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور ان کے دل گردے اور آنکھیں ہندوؤں کو دیں گے تو ان کے ہندو اپنے دھرم پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔ تھائی کے بینکن کی طرح وہ بھی اپنے دھرم کی طرف اور بھی دین اسلام کی طرف لوٹ سکتے رہیں گے۔''

''سر! ہمیں ایسے ہندوؤں اور یہودیوں کو سزا دینی چاہیے جو بے گناہ مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں اور ان کے اعضا ہندو ضرورت مندوں کے اندر پہنچا رہے ہیں۔''

''میں یہی کر رہا ہوں۔ تم بھی یہی کرو۔ خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر دور تک پہنچ کر یہ معلوم کرتے رہو کہ ان کی سازش کہاں کہاں ہو رہی ہیں؟ اور ہم کس طرح ان سب کا بیڑا غرق کر سکتے ہیں؟''

''میں اور ٹونی جے ان کے اندر پہنچ کر بہت کچھ معلوم کریں گے۔''

"ٹونی جے سے کہو، وہ مجھ سے باتیں کرے۔"

دوسرے ہی لمحے ٹونی جے میرے اندر آ کر بولا "ٹھیک یُو مسٹر فرہاد! آپ نے مجھے اپنے اندر آنے کی اجازت دی ہے۔ مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔"

"تم چنڈال کے سحر سے نکل آئے ہو۔ پھر اپنے ملک امریکا کیوں نہیں جا رہے ہو؟"

"میں کسی بھی امریکی یا بھارتی سیاست میں الجھنا نہیں چاہتا۔ میں امریکی ہوں۔ مجھے اپنے ملک، اپنی قوم سے محبت ہے۔ میں ان کے لیے بہت کچھ کر سکتا ہوں اور اس کے لیے امریکا جانا ضروری نہیں ہے۔ اگر مجھے آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملے گا تو یہ میری خوش نصیبی ہوگی۔"

"ٹیلی پیتھی کے ذریعے انسانیت کی بہتری کے لیے کام کرتے رہو گے تو مجھے ہر قدم پر اپنے ساتھ پاؤ گے۔ میں دوستوں کا دوست ہوں اور دشمنوں کا دشمن۔ کیا چنڈال کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے چنڈال جوگیا کے بارے میں پوری تفصیل بتانے لگا لیکن اب تانترک مہاراج نے کس کے جسم میں پہنچا کر اسے نئی زندگی دی ہے اس کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔

میں نے کہا "میں تانترک مہاراج کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس سے رابطہ رکھتے ہو؟"

"میں نے اس کی آواز اور لہجہ سنا ہے۔ اسے کالے منتر پڑھنے سے روکنے کے لیے کئی بار اس کے اندر جا چکا ہوں۔"

"کیا وہ اپنے اندر رہنے اور باتیں کرنے کا موقع دیتا ہے؟"

"جی ہاں..... میں اور فرمان اس کے اندر پانچ منٹ تک رہ چکے ہیں۔"

"کیا تم دونوں نے یہ کوشش نہیں کی کہ تم دونوں میں سے ایک اس سے باتیں کرتا رہا اور دوسرا اس کے اندر زلزلہ پیدا کر دے؟"

"وہ ایک فولادی دماغ رکھنے والا شخص ہے۔ بہت ہی پہاڑ جیسا لگتا ہے۔ ہم نے اندازہ کیا ہے کہ ہم اس کے مقابلے میں بہت کم تر ہیں۔ وہ زبردست ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اور کالے عمل میں تو سب کا باپ لگتا ہے۔"

اس وقت مجھے اور سونیا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ انابیلا ہم سے مکاری کر رہی ہے اور اسی نے عدنان کو ہم سے دور کیا ہوا ہے۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ تانترک مہاراج جب کالا جادو بھی جانتا ہے اور ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے تو یہ کسی نہ کسی پہلو سے میرے پوتے کو ٹریپ کر رہا ہوگا اور اسے افریقا کے علاقے میں لے جا کر کہیں چھپانا چاہتا ہوگا۔

میں نے ٹونی جے اور فرمان سے کہا "میرا ایک چار دن کا پوتا ہے جو ہم سے بچھڑا ہوا ہے۔ دشمن اسے ایک طویل عرصے سے بھٹکاتے آ رہے ہیں اور میرے پوتے کے ساتھ حالات ایسے ہیں کہ وہ نہ ہمارے ہاتھ آ رہا ہے نہ دشمنوں کے ہاتھ لگ رہا ہے۔ فی الوقت کسی بہت ہی پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے ٹریپ کیا ہے اور اسے ایک عورت کے ذریعے ماریشس میں پہنچا دیا ہے۔ اب یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ وہ پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟"

فرمان نے پوچھا "سر! آپ کو کسی پر شبہ ہے؟"

"شبہ تو کتنے ہی دشمنوں پر ہے لیکن وہ تمام دشمن بھی میرے پوتے کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ میں دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان کے کام سے اور نام سے پہچانتا ہوں۔ یہ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کا نام پہلی بار سن رہا ہوں اور یہ شبہ ہو رہا ہے کہ ممکن ہے اسی نے میرے پوتے کو اغوا کیا ہو؟ کیا میرا عدنان کسی پہلو سے اس کم بخت کے لیے ضروری ہو گیا ہے؟"

فرمان نے کہا "ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے لیکن تانترک مہاراج کچھ بھی کر سکتا ہے۔ وہ بہت ہی خبیث اور بہت ہی خطرناک ہے۔"

ٹونی جے نے کہا "آپ نے بڑے بڑے شہ زوروں کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کیا ہے۔ آپ تانترک مہاراج کو بھی زیر کر سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ مجھے اس مہاراج کے بارے میں ذرا تفصیلی معلومات حاصل ہو جائیں۔"

ٹونی جے نے کہا "جب آپ نے چنڈال کو ہلاک کیا تھا تو اس کی آتما ناگ پور کے ایک بزنس مین کے اندر سما گئی تھی۔ اس کے بیٹوں کے نام مہیش چندر اور رمیش چندر ہیں۔" دونوں بیٹے اس کے خلاف ہو گئے تھے اور پھر انہوں نے اسے پاگل خانے بھیج دیا تھا۔ میں ان کے دماغوں میں جا کر معلوم کرتا ہوں۔ شاید وہ تانترک مہاراج کے بارے میں کچھ جانتے ہوں۔"

"میں تمہارے دماغ میں آتا ہوں۔ مجھے بھی وہاں لے چلو۔"

میں ٹونی جے کے اندر پہنچ کر اس کے ذریعے مہیش چندر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ اپنے چچا جگدیش چندر سے باتیں کر رہا تھا۔ ٹونی جے نے کہا "مسٹر فرہاد! میں یہ

جگدیش چندر کو بھول ہی گیا تھا۔ یہ چنڈال یعنی اپنے بھائی کا بہت بڑا حمایتی تھا۔ یہ بہت کچھ جانتا ہوگا اس کے دماغ میں پہنچا جائے۔"

وہ مہیش چندر سے اور اس کے بھائی رمیش چندر سے جھگڑا کر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا "تم دونوں نے میرے بھائی کو پاگل بنا کر پاگل خانے بھیج دیا تھا اور مار ڈالا تھا لیکن میں نے انہیں زندہ فرار کرا لیا ہے۔ اب وہ کچھ دنوں میں یہاں آئیں گے اور اپنی تمام دولت، جائداد اور کاروبار تم سے چھین لیں گے۔"

میں جگدیش چندر کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ مجھے بڑی دلچسپ معلومات حاصل ہوئیں کہ جگدیش کس طرح تانترک مہاراج کے پاس گیا تھا اور مہاراج نے کس طرح چنڈال تک پہنچ کر فرمان اور ٹونی جے کو زخمی کرتے ہوئے چنڈال کو اس پاگل خانے سے رہائی دلائی تھی؟ پھر اسے اس زخمی جسم سے بھی رہائی دلا کر کسی دوسرے جسم میں پہنچا دیا تھا۔

میں جگدیش چندر کے خیالات پڑھ رہا تھا اور وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ چنڈال کو دکی ورما کے جسم میں پہنچایا گیا ہے۔ تانترک مہاراج نے جگدیش سے کہا تھا کہ جب تمہارا بھائی مر جائے تو اسے اسپتال کے مردہ خانے میں جا کر رکھ دینا۔ وہاں اس کی لاش محفوظ رہے گی اور آدھی رات کے بعد اسے زندہ کر دیا جائے گا۔

مہاراج نے یہی کیا تھا۔ چنڈال کے جس جسم کو پاگل خانے سے لایا گیا تھا اس میں اس نے کسی اور کی آتما پہنچا دی تھی۔ جگدیش یہی سمجھ رہا تھا کہ اس کا بھائی ہریش چندر دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔

جگدیش نے میری مرضی کے مطابق چنڈال سے رابطہ کیا۔ مجھے چنڈال (ہریش چندر) کی آواز سنائی دی۔ میرا خیال تھا کہ وہ چنڈال ہے، یوگا کا ماہر ہے۔ اپنے دماغ میں کسی آنے دے گا۔ پھر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی تو اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے تو حیرانی ہوئی۔ وہ چنڈال نہیں تھا کوئی دوسرا شخص تھا۔ میں نے دیکھا جگدیش کے دماغ میں آ کر معلوم کیا کہ تانترک مہاراج سے اس کی کہاں ملاقات ہوئی تھی؟

وہ اس جگہ کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں نے اس کے ذہن میں یہ سوال پیدا کیا "کیا تانترک مہاراج ابھی وہاں موجود ہوگا؟ یا کہیں چلا گیا ہے۔"

وہ اس بارے میں نہیں جانتا تھا۔ میں نے اسے مجبور کیا کہ وہ اس طرف جائے اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر ادھر جانے لگا۔

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ ناگ پور میں ہی تھا اور اپنے اسی استھان میں موجود تھا۔ جہاں جگدیش نے اس سے پہلے ملاقات کی تھی۔

جگدیش اس بڑے سے مکان کے احاطے میں پہنچا تو اس کے چیلے نے پوچھا "کیا آپ پھر ملاقات کرنے آئے ہیں؟"

وہ بولا "کیا مہاراج دھیان گیان میں مصروف ہیں؟"

"جی ہاں..... وہ شام تک مل سکیں گے۔ میں مہاراج کو بتا دوں گا کہ آپ آئے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں پھر کسی وقت آ جاؤں گا۔"

جگدیش میری مرضی کے مطابق وہاں سے چلا گیا اور میں اس چیلے کے اندر پہنچ گیا۔ پھر میں نے فرمان اور ٹونی جے سے کہا "تم دونوں بھی یہی کرو۔ اس ایک چیلے کے ذریعے تانترک مہاراج کے تمام آدمیوں کے اندر پہنچتے رہو اور اس مہاراج پر نظر رکھو۔ جب بھی اس کی کوئی کمزوری نظر آئے تو ہم اس کمزوری سے کھیلیں گے اور اسے کمزور بنائیں گے۔"

پھر میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "تم زبیدر بھاسکر، جمنا پرساد اور کیمرون کے دماغوں میں جاؤ اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی مدد لو اور یہ دیکھو کہ پورے ہندوستان میں کتنے اسپتالوں کو ان لوگوں نے خرید رکھا ہے؟ اور کتنے ڈاکٹر ان کے کہنے پر ایسا گھناؤنا کام کر رہے ہیں؟ ساری معلومات حاصل ہونے کے بعد ان سے نمٹ لیا جائے گا۔"

فرمان نے قسم کھائی تھی کہ وہ چنڈال کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ شہر سلطانہ کا انتقام ضرور لے گا۔ اب اسے چنڈال کے گرو مہاراج تک پہنچنے کا موقع مل رہا تھا۔ وہ بڑے سے مکان میں رہتا تھا۔ مکان کے اندر ایک کشادہ صحن تھا۔ صحن کے وسط میں آگ جلتی رہتی تھی۔ اس آگ کے تین طرف انسانی کھوپڑیاں رکھی ہوئی تھیں اور ان کی ہڈیاں بھی اِدھر اُدھر بکھری ہوئی تھیں۔

کالے جادو سے تعلق رکھنے والا جنتر منتر کا اور بہت سا سامان بکھرا پڑا تھا۔ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ جلتی ہوئی آگ کے ایک طرف اونچے چبوترے پر بیٹھ کر کالے عمل میں مصروف رہتا تھا۔

ہم نے پہلے اس کے ایک چیلے کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ اس کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ اس مہاراج کے آس

پاس رہنے والوں میں کتنے ایسے ہیں جو یوگا کے ماہر ہیں۔ ہم اس کے ایسے اہم چیلوں سے کترا رہے تھے۔ باقی افراد کے دماغوں میں جگہ بنا کر یہ معلوم کررہے تھے کہ وہ اس وقت کیا کررہا ہے؟

پتا چلا کہ اس کے قریب ہی ایک جگہ بڑا سیاہ رنگ کا بیل بندھا ہوا ہے۔ وہ کسی خاص منتر کا جاپ کررہا ہے۔ آج آدھی رات کو وہ اس کا سر کاٹے گا۔ اس کے خون سے نہائے گا۔ پھر بھنگ پینے کے بعد کالی ماتا کے سامنے رقص کرے گا اور منتروں کا جاپ کرتا رہے گا۔

اس کے سامنے آگ کے قریب ایک بڑا سا بغدار رکھا ہوا تھا جس سے وہ اس بیل کا سر تن سے جدا کرنے والا تھا۔ میں، فرمان اور ٹونی جے ان چیلوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر وہ بغدا اٹھا کر تانترک مہاراج پر حملہ کرسکتے تھے۔ اسے زخمی کرکے اس کے دماغ میں پہنچ سکتے تھے۔

ٹونی جے نے کہا ''مسٹر فرہاد! یہ بہت ہی مناسب موقع ہے۔ ہمیں کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔''

میں نے کہا ''دوسرے پہلو سے بھی سوچو..... ناکامی بھی ہوسکتی ہے۔ وہ اس وقت ہوش وحواس میں ہے اور منتر پڑھنے میں مصروف ہے۔ ہوسکتا ہے، اس نے کوئی ایسا خاص منتر پڑھا ہو کہ اپنے قریب آنے والوں کو محسوس کرلے۔ ایسی صورت میں ہمارا جو بھی آلہ کار اس کے قریب جاکر اسے قتل یا زخمی کرنا چاہے گا تو وہ ہوشیار ہوجائے گا۔ آنکھیں کھول کر اسے دیکھے گا اور اپنا بچاؤ کرلے گا۔''

فرمان نے تائید کی ''بے شک۔ ایسا ہوسکتا ہے۔ سر! آپ کیا چاہتے ہیں؟''

''جیسا کہ ہمیں معلوم ہوچکا ہے کہ یہ آدمی رات کو کالی مائی کے سامنے اس سیاہ بیل کی بلی چڑھائے گا۔ اس کے خون سے نہائے گا اور بھنگ پی کر رقص کرے گا۔ ایسی صورت میں یہ مدہوش رہے گا۔ تب ہم اس پر حملہ کرسکیں گے۔ اس صورت حال میں کامیابی کا زیادہ چانس ہے۔''

میں نے فرمان اور ٹونی جے کو سمجھایا ''کوئی بڑا شکار کھیلنے کے لیے صبر وتحمل کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا آدھی رات تک ہمیں بڑے تحمل سے انتظار کرنا ہوگا۔''

☆☆☆

چنڈال جوگیا نے انجلی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر اسے حکم دیا تھا کہ وہ ایک آدھ گھنٹے تنویمی نیند سونے کے بعد بیدار ہوگی تو اپنی کار میں بیٹھ کر ہائی وے کے راستے پر آئے گی۔ وہاں وہ ایک علاقے کے ہوٹل میں موجود ہوگا۔

انجلی اس ہوٹل میں اس کے پاس آجائے گی۔

وہ ایک ہاسٹل میں تھی۔ گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد چنڈال کے پاس جانے والی تھی۔ اس وقت تک چنڈال ایک ہوٹل میں پہنچ گیا تھا اور ایک کمرا کرائے پر لینے کے بعد وہاں آرام سے بیٹھ کر خیال خوانی میں مصروف ہوگیا تھا۔

اس وقت اسے شیوانی اور عدنان کی طرف سے فرصت تھی۔ اس نے شیوانی سے کہہ دیا تھا کہ جب عدنان کا ذہن کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو وہ اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ فی الحال اسے تانترک مہاراج کے پاس بھی نہیں جانا تھا۔ مہاراج نے کہا تھا کہ وہ اپنے ایک خاص عمل میں مصروف رہے گا لہٰذا مصروفیات کے درمیان مداخلت نہ کی جائے۔ وہ خود ہی اس سے رابطہ کرے گا۔

تانترک مہاراج نے خاص عمل میں مصروف رہنے سے پہلے اس کی بیٹی کو شہر سلطانہ کے جسم سے رہائی دلادی تھی۔ اب وہ نئی خوب صورت جوان لڑکی کے جسم میں پہنچی ہوئی تھی۔ مہاراج نے چنڈال کو اس کے پاس پہنچا دیا تھا تاکہ باپ بیٹی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرسکیں۔

انیتا جس نئے جسم میں پہنچی تھی۔ اتفاق سے اس لڑکی کا نام بھی انیتا ہی تھا۔ چنڈال نے پوچھا ''بیٹی! تم خوش تو ہو؟''

''پتا جی! میں بہت خوش ہوں اور آپ پر بہت فخر کرتی ہوں۔ آپ نے کتنی محنت سے ان دشمنوں سے رہائی دلائی ہے؟ کوئی دوسرا ہوتا تو ان سے شکست کھا جاتا۔''

''میں شکست کھانے اور ٹوٹنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ کیا تم نے اپنے آپ کو دیکھا ہے؟ کیسی لگتی ہو؟''

''جی..... میں نے قد آدم آئینے کے سامنے خود کو دیکھا ہے اور پھر دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔ مجھے اس بار بہت ہی خوب صورت بدن ملا ہے۔ میں تو اپنے آپ پر عاشق ہوگئی ہوں۔ آتے جاتے آئینہ دیکھ رہی ہوں۔ میں بہت خوش ہوں پاپا بہت خوش ہوں۔''

''بھگوان تمہیں سدا خوش رکھے۔ میں جب تک اس دنیا میں رہوں گا تب تک تمہیں بھی زندہ رکھوں گا اور اسی طرح خوشیاں دیتا رہوں گا۔ یہ بتاؤ..... تم کس شہر میں ہو؟''

''یہ ممبئی ہے اور یہاں کے ایک بنگلے میں ہوں۔ اچانک آپ آگئے۔ میں یہ نہیں جانتی کہ یہ انیتا کون ہے اور اس کے کتنے رشتے دار ہیں؟ آپ یہاں سب کے دماغوں میں آکر مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاتے رہیں۔''

چنڈال اپنی بیٹی کے ذریعے وہاں انیتا کے تمام رشتے داروں کے دماغوں میں جانے لگا اور بہت کچھ معلوم کرنے لگا پھر اس نے بتایا ''بیٹی! یہاں تم بہت ہی ارب پتی بزنس مین کی بیٹی ہو۔ تمہارے ممی اور ڈیڈی پیرس گئے ہوئے ہیں۔ وہ ایک ماہ بعد واپس آئیں گے۔ تم دوسرے رشتے داروں سے ملتی رہو، میں بتاتا رہوں گا کہ کون کیا ہے؟ اس کا مزاج کیسا ہے؟''

''میں ان سب سے بعد میں ملوں گی۔ پہلے فرمان تک پہنچنا چاہوں گی۔''

''کیا تم اب بھی اس کی دیوانی ہو؟''

''ہاں پتا جی! وہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ میں اس کے سوا کسی سے محبت نہیں کرسکتی۔ میں اسے ہر حال میں حاصل کرنا چاہتی ہوں۔''

''میں بھی اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ایک بار اسے غلام بنایا تھا مگر پھر ناکام ہوگیا تھا۔ اس بار چاہوں گا کہ تم اسے اس طرح پھانسو کہ پھر وہ کبھی میرے شکنجے سے نہ نکل سکے۔''

''پتا جی! آپ مجھ پر تنویمی عمل کرکے میرے دماغ کو لاک کردیں تاکہ فرمان کبھی یہ نہ معلوم کرسکے کہ میں وہی انیتا ہوں اور میں نے یہ نیا جسم حاصل کیا ہے۔''

''ہاں..... اسے نہیں معلوم ہونا چاہیے ورنہ وہ تم سے نفرت کرے گا اور تمہارے ذریعے مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش کرے گا۔''

''کیا آپ ابھی میرے دماغ کو لاک کریں گے؟''

''نہیں۔ اس وقت میں سفر میں ہوں۔ میں نے ایک ہوٹل میں قیام کیا ہے۔ یہاں ایک معاملے میں مصروف رہوں گا۔ اس سے فرصت پاتے ہی تمہارے دماغ کو لاک کردوں گا پھر تمہارے پاس ممبئی پہنچ جاؤں گا۔''

وہ خوش ہوکر بولی ''یہ تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ جب آپ آجائیں گے تو میں اس بنگلے میں جاؤں گی جہاں فرمان رہتا ہے۔ آپ اسے چھپ کر دیکھ سکیں گے اور اسے زخمی کرکے اپنا غلام اور تابعدار بنا سکیں گے۔''

''ہاں میں سب سے پہلے یہی کروں گا۔ کوئی یہاں مجھ سے ملنے آیا ہے میں پھر تم سے رابطہ کروں گا۔ ابھی جارہا ہوں۔''

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ کوئی اس سے ملنے کے لیے ہوٹل میں نہیں آیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ انجلی کی تنویمی نیند ہلکی ہوچکی ہوگی اور وہ اس اسپتال سے چل پڑی ہوگی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچا تو واقعی وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس علاقے میں آگئی تھی اور اس ہوٹل کو تلاش کررہی تھی۔ چنڈال اسے خیال خوانی کے ذریعے گائیڈ کرنے لگا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس ہوٹل کے سامنے آکر رک گئی۔ اس نے ہوٹل کے کاؤنٹر پر آکر پوچھا ''مسٹر دی درما کس روم میں ہیں؟''

اسے بتایا گیا تو وہ لفٹ کے ذریعے اوپر اس کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ اس کے دستک دینے سے پہلے ہی چنڈال نے دروازہ کھول کر مسکراتے ہوئے کہا ''آؤ میری جان! میں بہت دیر سے تمہارا انتظار کررہا ہوں۔''

وہ ذرا سہمے ہوئے انداز میں بولی ''تم مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے؟''

اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اندر کھینچ لیا پھر دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا ''میں نے تمہیں پوجا پاٹ کے لیے نہیں بلایا ہے۔''

وہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی۔ ''دیکھو..... ماؤزہنر نے مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا تھا مگر اس نے کبھی ایسی حرکت نہیں کی۔ وہ مجھے بیٹی کہتا تھا۔''

''اس کی کوئی بیٹی نہیں ہوگی مگر میری تو ہے۔ تم نہیں جانتیں کہ میں کون ہوں اور کس عمر کا ہوں؟ لیکن دیکھی درما کے جوان شریر میں ہوں، شہ زور ہوں۔ مجھ سے یہ توقع نہ رکھنا کہ میں تمہارے سابقہ بوڑھے عامل کی طرح تمہیں بیٹی بناؤں گا۔''

اس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ایسے ہی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے ناگواری سے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا پھر غصے سے پوچھا ''کون ہے؟''

باہر خاموشی رہی جواب میں دوسری بار دستک سنائی دی۔ وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا دروازے کے پاس آکر غراتے ہوئے بولا ''کون ہے؟ جواب دو!''

باہر بدستور خاموشی چھائی رہی۔ اس نے جھک کر کی ہول سے آنکھ لگا کر دیکھا تو دروازے کے باہر دوسری طرف کوئی دکھائی نہیں دیا۔ ایسے ہی وقت دروازہ جیسے لرز گیا۔ یوں لگا جیسے باہر سے کوئی اسے دھکا دے رہا ہو۔ کوئی دروازے کو پیٹ رہا تھا۔

وہ پریشان ہوکر پیچھے ہٹ گیا۔ سوچنے لگا ''یہ کون ہوسکتا ہے؟ جوا پنی آواز نہیں سنا رہا ہے۔ صرف دروازہ کھلوانے کے لیے ایسی حرکتیں کررہا ہے۔''

انجلی تیزی سے چلتی ہوئی اس کے پیچھے آکر کھڑی ہوگئی تھی۔ وہ پلٹ کر اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے اپنی گردن پر جلن کا احساس ہوا۔ تکلیف بھی ہوئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو انجلی کے ہاتھ میں چاقو تھا۔ اور وہ اسے زخمی کرچکی

تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "میں ماؤز ہنٹر کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ میری حفاظت کے لیے آچکا ہے۔ اب تو تمہارا باپ بھی یہ دروازہ کھولے گا۔"

چنڈال نے محسوس کیا کہ اس کا دماغ جکڑ گیا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے نہ سوچ سکتا ہے، نہ کچھ کرسکتا ہے اور وہ دروازے کی طرف پلٹ گیا ہے۔ وہ دروازہ نہیں کھولنا چاہتا تھا لیکن اس نے کھول ہی دیا۔

دروازہ ایک جھٹکے سے کھلتا ہوا آکر اس کے منہ پر لگا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے آیا اور انجلی سے ٹکرا گیا۔ اس نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا "کتے! میری طرف کیوں آرہا ہے؟"

دروازے پر ایک قد آور بوڑھا امریکی کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سر کے اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ چہرے پر کہیں کہیں جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ چنڈال کو دیکھ کر بولا "میں سمجھنے کی کوشش کررہا تھا کہ آخر میری بیٹی انجلی کو کس نے ٹریپ کیا ہے؟ اور یہ خیال خوانی کرنے والا کون ہے؟"

اس نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر اسے دھکا دیتے ہوئے کہا "اچھا تو تم چنڈال ہو! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آخر میں نے تمہیں شکار کرہی لیا۔ کئی مہینوں سے میں تمہاری تلاش میں بھٹک رہا تھا۔"

یہ کہتے ہی اس نے اس کے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کردیا۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑا اور تڑپنے لگا۔ ماؤز ہنٹر نے کہا "تم کتنے بڑے اداکار ہو! یہ میں خوب جانتا ہوں۔ مجھے پہلے ہی معلوم ہوچکا ہے کہ تم فولادی دماغ رکھتے ہو۔ تم پر زلزلوں کا اثر زیادہ دیر تک نہیں رہتا۔ تم ابھی ایک دو منٹ بعد ہی پھر دماغی توانائی محسوس کرنے لگو گے۔ لیکن میں تمہیں ایسے نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ پھر اس کے اندر شدید زلزلے پیدا کرنے لگا۔ ایک کے بعد دوسرا۔ دوسرے کے بعد تیسرا دماغی جھٹکا پہنچانے لگا۔ وہ چیخ رہا تھا۔ تڑپ رہا تھا۔ پھر ایک دم سے نڈھال ہوکر ساکت ہوگیا۔ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اس کی دماغی حالت بتارہی تھی کہ واقعی اتنے شدید دماغی جھٹکوں کا اثر ہوا ہے۔ اس پر نیم بے ہوشی طاری ہورہی تھی۔

ماؤز ہنٹر ایک ذرا مطمئن ہوکر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ تب پتا چلا کہ اس کے پیچھے بہت بڑا جادوگر اور ٹیلی پیتھی جاننے والا تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ ہے جس نے اسے اپنا غلام اور معمول بنا رکھا ہے۔ اس کے علاوہ شیدانی نامی ایک عورت ہے جو ایک کنواری دوشیزہ اگاگنی ہوتری کے اندر سمائی ہوئی ہے۔ یہ دونوں مرچکے تھے مگر تانترک مہاراج نے ان کی آتماؤں کو ان دونوں کے جسموں میں پہنچا کر انہیں نئی زندگی دی ہے۔

ماؤز ہنٹر امریکا سے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی ٹونی جے کو تلاش کرنے ہندوستان آیا تھا۔ اسے معلوم ہوچکا تھا کہ چنڈال نے ٹونی جے کو ٹریپ کیا ہے اور اسے اپنا غلام بنا کر رکھا ہوا ہے۔

اب اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ ٹونی جے کے تنویمی عمل سے نجات پاچکا ہے اور آزادانہ طور پر اپنی زندگی گزار رہا ہے۔ چنڈال نہیں جانتا تھا کہ وہ ان دنوں کہاں ہے؟

ماؤز ہنٹر اس کے خیالات کو کھنگالتا رہا۔ پتا چلا کہ ٹونی نامی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے کا دوست ہے۔ فرمان ابھی ممبئی میں ہے اور ٹونی جے اس کے پاس آتا جاتا رہتا ہے۔

مزید خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ چنڈال کی ایک بیٹی انیتا نے بھی ایک نیا جسم حاصل کیا ہے اس نئی نوجوان لڑکی کا نام بھی انیتا ہے اور وہ ممبئی میں ہے۔ چنڈال کل تک وہاں پہنچ کر انیتا کے ذریعے فرمان کو ٹریپ کرنے والا تھا۔ اب وہ خود ہی ٹریپ ہوچکا تھا۔

چنڈال کا دماغ واقعی فولادی تھا کچھ دیر پہلے اس پر بے ہوشی طاری ہورہی تھی۔ مگر اب دماغی کمزوری دور ہوگئی اور اب وہ رفتہ رفتہ دماغی توانائی حاصل کررہا تھا۔ ماؤز ہنٹر نے کہا "انجلی پر تنویمی عمل کرتے وقت تمہیں یہ اندیشہ تھا کہ میں اس کے اندر چھپا ہوا ہوں۔ تم نے کئی طریقوں سے معلوم کرنے کی کوششیں کی تھیں پھر مطمئن ہوکر اس پر عمل کیا تھا۔ میں خاموش رہا۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ تم نے جس مخصوص آواز و لہجے میں انجلی کے دماغ کو لاک کیا تھا میں نے بس وہی آواز اور لہجہ یاد رکھا۔ اس کے بعد اس دماغ لاک رہا۔ تم نے طرح طرح سے اطمینان حاصل کیا۔ اسے اپنے پاس یہاں بلالیا۔ کیا تم یہ سوچ بھی سکتے تھے کہ موت کو بلا رہے ہو؟"

وہ آنکھیں کھول کر بڑی نقاہت سے بولا "تم ہمیں بچپتاؤ گے ابھی تانترک مہاراج یہاں آتے ہی ہوں گے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

ماؤز ہنٹر نے پھر اس کے دماغ میں شدید زلزلے پیدا کیے۔ یکے بعد دیگرے شدید زلزلوں کے باعث وہ بے ہوش ہوگیا۔ ماؤز ہنٹر نے اچھی طرح اطمینان کیا۔ اب اس کی لہریں چنڈال کے خیالات نہیں پڑھ رہی تھیں۔

خیالات انتہائی کمزور ہوگئے تھے۔ نہ ہونے کے برابر تھے۔ کیونکہ وہ واقعی بے ہوش ہوچکا تھا۔

اس وقت تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ اپنے ایک خاص عمل میں مصروف تھا۔ اس نے کچھ دیر کے لیے اپنے کالے عمل کو روک دیا۔ وہ کم از کم آدھا گھنٹا آرام کرنا چاہتا تھا۔ پھر اس نے آرام کرنے سے پہلے اپنے غلام چنڈال کی خیر لی تو وہ چونک گیا۔ اس وقت چنڈال پر بے ہوشی طاری تھی۔ اس کے خیالات پڑھے نہیں جارہے تھے۔

وہ فوراً ہی منتر کا جاپ کرنے لگا۔ اس کے ذریعے چنڈال کے دماغ کو توانائی پہنچانے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کے ذہن کو توانائی ملنے لگی۔ وہ اس قابل ہوگیا کہ مہاراج اس کے خیالات پڑھ سکے۔ مختصر سے خیالات پڑھتے ہی معلوم ہوا کہ انجلی کی وجہ سے وہ مصیبت میں پڑ گیا ہے اور ماؤز ہنٹر نے بڑے چالاکی سے اسے ٹریپ کیا ہے۔ مہاراج نے غصے سے چنڈال کو کہا "کتے کے بچے تو نے انجلی کو ٹریپ کرتے وقت پوری طرح یقین کیوں نہیں کیا کہ اس کا پہلا عامل اس کے اندر چھپا ہوا ہے یا نہیں؟"

وہ عاجزی سے بولا "مہاراج! مجھے معاف کردیں۔ میں نے اپنی طرف سے پوری طرح اطمینان کیا تھا۔ عمل کرنے کے بعد بھی بڑی دیر تک انجلی کے اندر رہا تھا لیکن وہاں کسی کی موجودگی کا پتا ہی نہیں چلا۔"

اسی وقت ماؤز ہنٹر کی آواز اسے اپنے دماغ کے اندر سنائی دی "اچھا تو یہاں تانترک مہاراج صاحب بھی پہنچ گئے ہیں؟ اپنے غلام کو بچانے کے لیے؟"

جنگل بھٹا چاریہ نے کہا "ہاں..... تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم اس کے دماغ سے چلے جاؤ۔"

"میں تو تمہارے اندر گھسنے کی سوچ رہا ہوں۔ ذرا انتظار کرو۔ رفتہ رفتہ راستہ بنا رہا ہوں۔"

تانترک مہاراج نے چنڈال کے دماغ سے یہ معلوم کیا کہ اس نے کس آواز اور لب و لہجے میں انجلی کے دماغ کو لاک کیا ہے؟ وہ اسی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے انجلی کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات سے علم ہوا کہ اس کے پاس چاقو ہے اور پرس کے اندر ریوالور بھی ہے لیکن ماؤز ہنٹر نے اس سے کہا تھا کہ چنڈال کو گولی نہ ماری جائے صرف چاقو سے زخمی کیا جائے تو اسے چنڈال کے اندر جگہ مل جائے گی اور انجلی نے یہی کیا تھا۔

اس بار اس نے تانترک مہاراج کی مرضی کے مطابق پرس کھول کر ریوالور نکالا اور ماؤز ہنٹر سے کہا "تم نے مجھے منع کیا تھا کہ میں چنڈال پر فائر نہ کروں لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ مجھے تم پر گولی چلانی چاہیے یا نہیں؟ سوری! تم نے مجھے بتایا لیکن میں مجبور ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے پاؤں میں لگی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔

تانترک مہاراج نے اس کے اندر آکر حقارت سے کہا۔ "چیونٹی ہوکر پہاڑ سے ٹکرانے آیا تھا۔ میرے غلام کو مجھ سے چھین لینا چاہتا تھا۔ اب میں تیری زندگی تجھ سے چھین سکتا ہوں۔ بول! زندہ رہنا چاہتا ہے یا مرنا چاہتا ہے؟"

"اگر میں زندہ رہنا چاہوں تو کیا تم مجھے چھوڑ دو گے؟ کبھی نہیں میں جانتا ہوں کہ تم مجھے دشمنی کے لیے زندہ نہیں چھوڑو گے۔"

"ہاں..... یہ درست ہے کہ تمہیں میں نے چھوڑ دیا تو تم میرے بڑے دشمن بن کر مجھے نقصان پہنچاؤ گے لیکن میں تمہیں نقصان پہنچانے کے قابل ہی نہیں رہنے دوں گا۔ اپنا معمول اور تابعدار بنالوں گا۔"

چنڈال اٹھ کر بیٹھ گیا پھر ماؤز ہنٹر کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "مہاراج! اس کم بخت کو جان سے نہ ماریں۔ اسے غلام بنا کر رکھیں۔ اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھائیں۔"

مہاراج نے کہا "ہاں، میں یہی کروں گا۔ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوجائے گا۔"

یہ کہہ کر مہاراج نے ماؤز ہنٹر کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ہوا فرش پر تڑپنے لگا۔ مہاراج نے چنڈال سے کہا "میں آج تمام رات بہت مصروف رہوں گا۔ شاید کل صبح تم سے رابطہ کروں گا۔ اور تم بھی اس وقت تک میرے پاس نہ آنا جب تک میں خود نہ بلاؤں۔"

"جو آپ کا حکم..... اب میں خطرے سے باہر ہوں۔ میں اس کم بخت سے نمٹ لوں گا۔ آپ جاسکتے ہیں۔"

"اس لڑکی نے تمہیں زخم لگایا ہے۔ اب یہ زخم کیسا ہے؟"

"معمولی سا ہے۔ میں ابھی اپنے سامان میں سے مرہم نکال کر لگاؤں گا یہ ٹھیک ہوجائے گا۔ آپ فکر نہ کریں۔ ابھی میں تھوڑی دیر بعد ہی خیال خوانی کے قابل ہوجاؤں گا۔"

"میں واپس جارہا ہوں۔ تم اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالینا۔ اسے ہاتھ سے نہ نکلنے دینا۔"

"میں ابھی اسے باندھ کر رکھتا ہوں۔ پھر میں جیسے ہی خیال خوانی کے قابل ہوجاؤں گا تو فوراً اس پر تنویمی عمل کروں

گا۔"

مہاراج وہاں سے چلا گیا۔ اس نے ماؤزہنٹر کے دونوں ہاتھوں اور پیروں کو رسی سے باندھا اور پھر اسے بیڈ کے ایک پائے سے باندھ کر وہیں فرش پر چھوڑ دیا اور انجلی سے کہا "تو نے مجھے دھوکا دیا تھا۔ اس کی معمولہ اور تابعدار ہونے کے باوجود مجھ سے مکاری کر رہی تھی؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں نہیں جانتی۔ تم نے مجھ پر عمل کیا ہوگا۔ میں تمہاری تابعدار بن گئی ہوں گی لیکن یہ کیسے میرے دماغ میں آتا تھا، میں نہیں جانتی۔"

"وہ میں سمجھ گیا ہوں۔ اس نے میری مخصوص آواز اور لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کر لیا تھا۔ اس کے ذریعے یہ تمہارے اندر آ گیا تھا لیکن اب نہیں آ سکے گا۔ اس کا ذہن اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ یہ کئی گھنٹوں تک خیال خوانی سے قابل نہیں رہے گا۔"

اس نے اپنا بیگ کھول کر ایک مرہم نکالا پھر انجلی کو دیتے ہوئے کہا "لو..... تم نے زخم لگایا تھا اب مرہم بھی لگاؤ۔"

وہ اس کے زخم پر مرہم لگانے لگی۔ اس نے پوچھا "کیا تم محسوس کر رہی ہو کہ میری کنیز ہو، میرے حکم کی پابند ہو؟"

"ہاں..... میرا دل چاہتا ہے کہ تم جو کہو، میں اس پر عمل کرتی رہوں۔"

"ہاں..... اب تو تم ضرور کرو گی اس لیے کہ یہ بہکانے والا شخص خیال خوانی سے فی الحال محروم ہو گیا ہے، نہ تمہیں بہکائے گا اور نہ ہمارے درمیان رکاوٹ پیدا کرے گا، آؤ میری جان میرا دل خوش کر دو۔"

چنڈال اپنا زخم بھول گیا تھا۔ ایسے وقت ساری دنیا بھلا دی جاتی ہے پھر زخم کیا چیز ہے؟ ماؤزہنٹر رسیوں سے بندھا بیڈ کے پائے کے پاس فرش پر پڑا ہوا تھا۔ آنکھیں بند کیے دماغی تکلیف کو برداشت کر رہا تھا جب ذہن کو خیال خوانی کے ذریعے جھٹکے پہنچائے جاتے ہیں تو ذہن پھوڑے کی طرح دکھنے لگتا ہے اور جب یہ تکلیف ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے تو تکلیف جھیلنے والا بے ہوش ہو جاتا ہے۔

وہ بڑی مشکلوں سے برداشت کر رہا تھا اور اب کسی حد تک ذرا آرام محسوس کر رہا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ایک دم دل کو صدمہ پہنچا۔ اس نے جس لڑکی کو بیٹی بنا کر رکھا تھا۔ اس کی حفاظت نہیں کر سکا تھا۔ ایسا مجبور، ایسا بے! ہو گیا تھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

یہ لمزوری کی علامت ہے۔ کمزور جب کچھ کر نہیں پاتے تو رونے لگتے ہیں۔ وہ دل کی گہرائیوں سے بولا "میری بچی! مجھے معاف کر دینا۔ میری زبان نے تمہیں بیٹی کہا، میرے دل نے تمہیں بیٹی مانا۔ لیکن میں ایک باپ اور ایک بزرگ کا رشتہ نہیں نبھا سکا..... اوگاڈ! مجھے موت دے دے۔"

ایسے وقت چنڈال اس کے دماغ میں پہنچ کر خوشی سے بولا "میری خیال خوانی کی صلاحیتیں بحال ہو گئی ہیں۔ میری توانائی واپس آ گئی ہے۔ مگر تیرے دماغ سے بھی زلزلے کا اثر زائل ہو گیا ہے۔ تو بندھا رہنے کے باوجود میرے خلاف کچھ کر سکتا ہے۔ ابھی میں موج مستی میں ہوں۔ تجھ پر تو ابھی عمل نہیں کر سکوں گا۔ بعد میں کروں گا۔ اس وقت تک پھر تجھے دماغی عذاب میں مبتلا کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے پھر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پھر چیخیں مارتا ہوا فرش پر تڑپنے لگا۔ تڑپتے تڑپتے ایک دم ساکت ہو گیا۔ وہ بوڑھا تھا۔ شاید بڑھاپے کے اسی لمحے تک اس کی زندگی تھی یا پھر غیرت مندی تھی کہ منہ بولی بیٹی کو اس حال میں دیکھتے ہی جیتے جی مر گیا تھا۔ اس نے اپنے خدا سے موت کی دعا مانگی تھی اور وہ موت کی دعا پوری ہو گئی تھی۔

☆☆☆

شیوانی اپنی نئی زندگی کو خوب انجوائے کر رہی تھی۔ بیس برس کی کنواری دوشیزہ بن گئی تھی۔ آئینے میں خود کو دیکھتی تھی تو خوش ہو کر پہلو بدلے اپنا جائزہ لیتی رہتی تھی۔ دیکھ دیکھ کر دل نہیں بھرتا تھا۔ سوچتی تھی "پورس دیکھے گا تو اس کا دیوانہ ہو جائے گا۔"

وہ پورس کی دیوانی تھی۔ دوسری بار انا میریا کے جسم میں پہنچ کر نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد سوچا تھا کہ پورس کی زندگی میں پھر سے داخل ہو گئی لیکن تانترک مہاراج نے اسے سزا دی تھی اور اس کی صلاحیتوں کو چھین لیا تھا۔ اسی لیے انا میریا پورس سے دلچسپی لیتی رہی اور وہ اندر ہی اندر پورس کے لیے تڑپتی رہی۔

اب ایسا نہیں تھا۔ تانترک مہاراج نے اسے معاف کر دیا تھا۔ بہت سی سہولتیں دی تھیں۔ بہت سی صلاحیتیں دی تھیں۔ ان صلاحیتوں میں ایک یہ بھی تھی کہ اب وہ آئینے میں دیکھ کر پورس کو یاد کرے گی تو وہ بھی اسے دکھائی دے گا اور وہ اس سے باتیں کر سکے گی۔

یوں تو عام حالت میں وہ جب بھی آئینہ دیکھتی تھی تو خود ہی کو دیکھا کرتی تھی۔ لیکن جب خاص طور پر چنڈال اور تانترک مہاراج کو یاد کرتی تھی تو وہ دکھائی دیتے تھے۔ اس طرح اب وہ پورس کو یاد کرنے والی تھی۔ اس سے پہلے وہ

اچھی طرح بن سنور رہی تھی۔ میک اپ کر رہی تھی۔ بہترین لباس پہن رہی تھی۔

اس کا خیال تھا کہ وہ ادھر آئینے میں پورس کو دیکھے گی اور ادھر سے پورس آئینے میں دیکھے گا تو وہ اسے دکھائی دے گی۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ پرکشش دکھائی دے رہی ہے تب اس نے پورس کو یاد کرنے کا ارادہ کیا۔ ایسے ہی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے ناگواری سے دروازے کی طرف دیکھ کر پوچھا "کون ہے؟"

اس کا ایک کزن دشانت مراٹھے تھا، وہ جواب دیے بغیر دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا جیسے سحر زدہ سا ہو رہا ہو۔ وہ ناگواری سے بولی "دشانت یہ آؤٹ آف ایٹی کیٹ ہے۔ تمہیں میری اجازت کے بغیر اندر نہیں آنا چاہیے۔"

وہ بولا "اوکا! یہ رسمی باتیں رہنے دو۔ میں تمہارا کزن ہوں۔ فرسٹ کزن ہوں۔ اس خاندان میں سب سے زیادہ ہینڈسم ہوں اور میں جانتا ہوں کہ تمہارا دل میری طرف مائل ہوتا رہتا ہے لیکن تم خود کو زبردستی مجھ سے دور رکھتی ہو۔"

"تمہیں اپنے بارے میں بہت زیادہ خوش فہمی ہے۔ پلیز..... یہاں سے چلے جاؤ۔ میں بہت مصروف ہوں۔"

"ہاں..... جوان لڑکیاں آئینے کے سامنے اس قدر مصروف ہو جاتی ہیں کہ ساری دنیا کو بھول جاتی ہیں۔ تم لڑکیوں کا اور کام ہی کیا ہوتا ہے؟"

"اور تمہارا کیا کام ہے۔ یہی کہ زبردستی کسی کے کمرے میں گھس آؤ؟ میں کہتی ہوں تم چلے جاؤ ورنہ میں اپنے بنگلے میں تمہارا داخلہ بند کرا دوں گی۔"

وہ مسکراتا ہوا اس کے قریب آ کر بولا "تو پھر بند کرا دو۔ اس سے پہلے میں یہاں آنے کا فائدہ اٹھا لوں۔ پھر پتا نہیں کبھی یہاں آنے کا موقع ملے یا نہ ملے؟"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "کیا بکواس کر رہے ہو؟ تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"تمہارے جیسی حسین اور نوجوان لڑکی کو دیکھ کر اور کیا ارادہ ہو سکتا ہے؟ تم مجھے پیش کر رہی ہو۔ اس لیے میں اس انداز میں گفتگو کر رہا ہوں اگر رومانس کے موڈ میں ہوتا تو پھر کوئی بات نہیں۔ میں تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"میں کہتی ہوں، یہاں سے چلے جاؤ ورنہ میں سیکیورٹی گارڈز کو بلاؤں گی۔ وہ تمہیں دھکے دے کر یہاں سے نکالیں گے۔"

"دیکھو اوکا! تم میری انسلٹ کر رہی ہو۔ میں ہمیشہ تمہیں محبت سے سمجھاتا رہتا ہوں لیکن اب تم بہت مغرور ہو گئی ہو۔ سیدھی طرح ہاتھ نہیں آؤ گی۔ تم گارڈز کو بلانے کی دھمکی دے رہی ہو نا؟"

یہ کہتے ہی اس نے آگے بڑھ کر لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا "دیکھو..... میری گرفت کتنی مضبوط ہے؟ میں اکیلا کئی دشمنوں پر بھاری پڑ سکتا ہوں اور تم تو پھر ایک نازک سی لڑکی ہو۔"

وہ اپنی کلائی چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی "کیا تم یہاں سے بے عزت ہو کر نکلنا چاہتے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "جب میں یہاں سے نکلوں گا تو تمہاری بھی کوئی عزت نہیں رہے گی۔ تم گارڈز کو بھی نہیں بلاؤ گی کیونکہ انہیں منہ دکھانے کے قابل ہی نہیں رہو گی۔"

یہ کہہ کر اس نے ہاتھ کھینچ کر اسے اپنے دونوں بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ کسمسانے لگی۔ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے خباثت سے ہنستے ہوئے کہا "مجھے ضدی لڑکیاں بہت پسند ہیں۔ جب وہ خود کو بچانے کی کوشش کرتی ہیں اور پھر بھی اپنا بچاؤ نہیں کر پاتیں، ہار جاتی ہیں۔ آخر کار ہمیں اپنی مملکت حسن و شباب کا مالک بنا دیتی ہیں تو ہم لڑکوں کو بہت فخر حاصل ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں تو خود کو سکندر اعظم سمجھتا ہوں۔"

وہ خود کو چھڑانے کی جدوجہد کر رہی تھی۔ پھر ایک دم سے چپ ہو گئی۔ وہ حیرانی سے بولا "کیا ہوا؟ تھک گئیں؟"

"نہیں..... تم بہت ہی فولادی انسان ہو۔ تمہارے بازوؤں میں آ کر پتا نہیں کیوں میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا ہے؟ میں خواہ مخواہ تمہیں غصہ دلا رہی تھی۔"

وہ اس پر جھکتے ہوئے بولا "میری جان! آئی لو یو..... تم تو بڑی جلدی مان گئیں۔"

وہ جھک کر اسے چومنا چاہتا تھا۔ وہ اپنا چہرہ ہٹا کر بولی۔ "جسٹ اے منٹ..... مجھے چھوڑو۔ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔"

اس نے چھوڑ دیا۔ وہ تیزی سے پلٹ کر آئینے کے سامنے آ گئی۔ وہاں پہنچتے ہی چنڈال کو یاد کرنے لگی۔ جس طرح خیال خوانی کی لہریں چشم زدن میں دوسروں کے دماغ میں پہنچ جاتی ہیں اسی طرح چشم زدن میں چنڈال آئینے کی سطح پر دکھائی دینے لگا۔ صرف وہی اسے دیکھ سکتی تھی۔ اس کے کزن دشانت مراٹھے کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ آئینے میں اسے الگا اگتی ہوتری دکھائی دے رہی تھی۔

چنڈال نے اس کے دماغ میں آ کر پوچھا "کیا بات

ہے شیوانی؟''

وہ بولی ''تم میرے پیچھے دیکھ رہے ہو۔ ایک جوان لڑکا کھڑا ہوا ہے۔ یہ میری عزت سے کھیلنا چاہتا ہے۔ اس کی ایسی کی تیسی کردو۔''

وہ پلٹ کر وشانت مراٹھے سے بولی ''تم مجھے اپنے سامنے دیکھ رہے ہو کیا آئینے کی سطح پر بھی میں ہی تمہیں دکھائی دے رہی ہوں۔''

وشانت نے ہنستے ہوئے کہا ''یہ کیا بچوں جیسی باتیں کررہی ہو؟ آئینے کے سامنے ہو تو تم ہی دکھائی دو گی۔''

چنڈال اس کا لب ولہجہ سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا ''تم مجھ سے الگ ہو کر آئینے کے سامنے کیوں گئی ہو؟''

''میں تم سے اس لیے الگ ہوگئی کہ اب تم مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گے۔''

''اچھا..... تم پھر اپنے تیور بدل رہی ہو؟ مجھے چیلنج کررہی ہو؟''

یہ کہتے ہی وہ لپک کر اسے پکڑنا چاہتا تھا مگر ایک دم سے رک گیا۔ شیوانی نے آگے بڑھ کر اس کے گال پر ایک طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا ''آؤ..... مجھے پکڑو۔''

چنڈال نے اس کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تو وہ ایک دم سے لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر فرش پر گر پڑا۔ شیوانی نے پوچھا ''کیا ہوا؟ تم تو بہت شہ زور ہو؟ اور اکیلے کئی دشمنوں پر بھاری پڑتے ہو؟''

وہ تیزی سے اٹھا پھر پلٹ کر دوڑتا ہوا دیوار کے قریب گیا اور اپنے سر کو زور زور سے دیوار پر مارنے لگا۔ پیشانی زخمی ہورہی تھی۔ چہرہ لہولہان ہورہا تھا۔ شیوانی نے انٹرکام کے ذریعے سکیورٹی گارڈ سے کہا ''فوراً میرے کمرے میں آؤ۔''

دو گارڈ دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے تو وشانت کی حالت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس کا چہرہ اور لباس لہو سے بھیگ رہے تھے۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے فرش پر بیٹھا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ شیوانی نے کہا ''یہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے زخمی کیا ہے۔ اس کتے کو پکڑ کر لے جاؤ اور دھکے دے کر یہاں سے نکال دو۔''

وہ اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے گئے۔ شیوانی دروازے کو اندر سے بند کر کے آئینے کے سامنے آئی پھر چنڈال سے بولی ''تمہارا بہت بہت شکریہ..... کیا تم کسی معاملے میں مصروف ہو؟''

''کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔ میں ہائی وے پر ہوں اور ممبئی کی طرف جارہا ہوں۔ تمہارے کام آنے کے لیے انکی سڑک کے کنارے رک گیا ہوں۔ کوئی اور کام ہے؟''

''ہاں..... میں ابھی آئینے میں پورس سے رابطہ کرنے والی ہوں۔ تم میرے اندر رہ کر اسے آئینے میں دیکھو۔ اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے اندر پہنچ جاؤ۔ پھر اسے بتاؤ کہ اگر وہ آئینہ دیکھے گا تو اسے آئینے میں میرا عکس دکھائی دے گا اور وہ مجھ سے باتیں کرسکے گا۔''

وہ بولا ''تانترک مہاراج تم پر بہت مہربان ہیں۔ تمہارے اندر انہوں نے بہت اچھی صلاحیتیں پیدا کردی ہیں۔ کیا پورس بھی تمہیں دیکھ سکے گا؟''

''ہاں..... جب وہ آئینہ دیکھے گا تو مجھے دیکھ سکے گا۔''

''اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے دماغ کے اندر رہ کر آئینہ دیکھوں گا تو تم مجھے بھی دکھائی دو گی۔''

''ہاں۔ میں تمہیں بھی دکھائی دوں گی۔''

''ذرا ایک منٹ..... میں کار کے عقب نما آئینے میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اب تک تمہارے کام آتا رہا اور تمہارے بارے میں سوچتا لیکن میں نے اب تک تمہاری صورت نہیں دیکھی ہے۔''

وہ کار کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ اسٹیرنگ سیٹ سے ذرا ہٹ کر خود کو عقب نما آئینے میں دیکھنے لگا۔ پھر شیوانی کے دماغ میں دوبارہ پہنچا تو آئینے میں شیوانی دکھائی دینے لگی۔ وہ بڑی حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ ایک نہایت ہی خوب صورت دوشیزہ دکھائی دے رہی تھی۔ عقب نما آئینے میں صرف اس کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔

اس نے کہا ''شیوانی! تم نے بے حد حسین ہو، یہاں صرف تمہارا چہرہ دکھائی دے رہا ہے۔ اگر میں قد آدم آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر تمہارے دماغ میں پہنچوں گا تو تم سر سے پاؤں تک دکھائی دو گی۔ نہ جانے کسی قیامت لگو گی؟''

وہ اپنے حسن کی تعریف سن کر ایک دم سے کھل گئی۔ مسکرا کر بولی ''پھر بھی قد آدم آئینے کے سامنے جا کر مجھے دیکھ لینا۔ لیکن یاد رکھنا میں صرف اپنے پورس کے لیے ہوں۔ کبھی مجھ پر نیت خراب نہ کرنا ورنہ مہاراج تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

''ہاں، میں جانتا ہوں۔'' تم اتنی حسین ہو کہ کوئی بھی تمہارے لیے زندگی ہار سکتا ہے لیکن میں ہارنا نہیں چاہتا۔ زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ اس لیے تم سے دور ہی رہوں گا۔''

وہ بولی ''فی الحال آئینے سے دور ہو جاؤ۔ صرف میرے دماغ میں رہو۔ اب میں اپنے پورس کو دیکھنا چاہتی ہوں۔''

وہ عقب نما آئینے سے ہٹ کر سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آئینے میں دیکھ رہی تھی اور پورس کو یاد کررہی تھی۔ کچھ دیر بعد ہی اس کی صورت آئینے کی سطح پر نظر آنے لگی۔ وہ کسی کمرے میں ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا اور اس وقت کچھ بے چینی سی محسوس کررہا تھا۔

شیوانی نے کہا ''وہ بے چینی محسوس کررہا ہے۔ اسے بتاؤ کہ میں اسے آئینے میں دیکھ رہی ہوں۔ وہ بھی مجھے دیکھے گا تو اس کی بے چینی دور ہو جائے گی۔''

''تم اسے آواز دو۔ شاید وہ سن سکے۔''

شیوانی نے کچھ سوچا پھر اسے مخاطب کیا ''پورس! پورس!.....''

وہ پریشان ہو کر کبھی دائیں، کبھی بائیں، کبھی آگے، کبھی پیچھے دیکھنے لگا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے اندر شیوانی کی آواز اسی طرح سن رہا تھا جس طرح انا میریا سن لیا کرتی تھی۔

وہ بولی ''پورس! کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟ میں شیوانی بول رہی ہوں۔''

اس نے حیرانی سے کہا ''شیوانی.....؟ کیا میں واقعی شیوانی کی آواز سن رہا ہوں؟''

چنڈال اس کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا۔ پورس نے سمجھا کہ اس کا کوئی اپنا ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا ہے۔ چنڈال جانتا تھا کہ جب اسے معلوم ہوگا کہ اس کے اندر کوئی دوست نہیں دشمن ہے تو وہ فوراً سانس روک لے گا۔ اس سے پہلے ہی چنڈال نے کہا ''انا میریا کی طرح تم بھی آئینہ دیکھو، تمہیں شیوانی دکھائی دے گی۔ تم سے باتیں کرے گی۔''

اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ چنڈال واپس شیوانی کے اندر آ گیا۔ پورس آئینے میں دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر سوچ رہا تھا۔ پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا ایک آئینے کے سامنے آ کر سوچنے لگا ''کیا شیوانی مجھے اس آئینے میں دکھائی دے گی؟''

یہ سوچتے ہی اسے شیوانی دکھائی دینے لگی۔ لیکن چہرہ اور رنگ روپ بدل گیا تھا۔ وہ الکا اگنی ہوتری تھی مسکرا کر بولی ''پورس! تم نے مجھے مار ڈالنے کی کوشش کی تھی اور انا میریا کو ہی مار ڈالا ہے لیکن اب میں اس نئے جسم میں پہنچ گئی ہوں مجھے اس دنیا میں رہ کر ایک لمبی زندگی گزارنی ہے۔ میں اپنے بیٹے کے بغیر اور تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔''

پورس بڑی حیرانی سے آئینے میں الکا اگنی ہوتری کو دیکھ رہا تھا جو یہ دعویٰ کررہی تھی کہ وہ شیوانی ہے اور وہ اس دعوے کو اس لیے تسلیم کررہا تھا کہ اس سے پہلے بھی شیوانی آئینے کے ذریعے انا میریا سے رابطہ کیا کرتی تھی۔ اب وہ براہِ راست اس سے رابطہ کررہی تھی۔

اس نے حیرانی سے پوچھا ''شیوانی! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ یہ تم ہو؟''

وہ مسکرا کر بولی ''مجھے اچھی طرح دیکھو۔ میں کتنی حسین اور پرکشش بن گئی ہوں؟''

وہ آئینے کے سامنے زاویے بدلنے لگی۔ ہر انداز سے اسے اپنا آپ دکھانے لگی۔ وہ اسے مسحور کرنا چاہتی تھی۔ پورس نے پوچھا ''کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہاری آتما ایک جسم سے دوسرے جسم میں ٹرانسفر ہو جاتی ہے؟''

''ہاں..... میں یہی کہہ رہی ہوں اور تمہیں یقین کرلینا چاہیے کہ میں نے پھر ایک نئی زندگی حاصل کی ہے۔''

وہ بے یقینی سے بولا ''لیکن جب تک تم میری زندگی میں تھیں اور شیوانی کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھیں۔ اس وقت تمہارے پاس آتما شکتی کی صلاحیت نہیں تھی پھر مرنے کے بعد تم میں یہ صلاحیت کیسے پیدا ہوگئی ہے؟''

''ہمارے ایک تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ ہیں۔ میں ان کی داسی ہوں۔ انہوں نے پہلے مجھے انا میریا کے اندر پہنچایا تھا۔ اب اس نوجوان اور حسین لڑکی کے اندر پہنچایا ہے۔ اس لڑکی کا نام الکا اگنی ہوتری ہے۔''

''تمہارا یہ تانترک مہاراج کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟''

''یہ جہاں بھی رہتا ہے۔ تم پوچھ کر کیا کرو گے؟ کبھی اس پہاڑ سے ٹکرانے کی غلطی نہ کرنا۔ تمہارا باپ فرہاد علی تیمور بھی ٹکرائے گا تو پاش پاش ہو جائے گا۔''

''آج تک کتنے ہی شہ زور میدان عمل میں آئے اور میرے پاپا کو چیلنج کرتے رہے۔ دھمکیاں دیتے رہے کہ پاپا ان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گے لیکن وہ چیلنج کرنے والے اب اس دنیا سے نابود ہو چکے ہیں۔''

''ہمارے تانترک مہاراج کبھی نابود نہیں ہوں گے۔ جب وہ ہماری آتما کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں پہنچا دیتے ہیں تو پھر وہ خود کیسے مر سکتے ہیں؟ وہ اگر مریں گے تو فوراً ہی نئی زندگی پالیں گے۔ وہ جادو ہی نہیں ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہیں۔''

''شیوانی! مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہو رہا ہے کہ تم کالا جادو جاننے والوں کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہو۔ اسی لیے میرے بیٹے سے دشمنی کررہی ہو۔''

''یہ دشمنی جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ میں اپنے بیٹے کو بہت جلد حاصل کرلوں گی۔''

پورس نے کہا ''ہمیں اب تک یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ عدنان کو کس نے اغوا کیا ہے؟ اور اسے ہم دور لے جا کر کہاں چھپانا چاہتا ہے؟ کیا یہ سب کچھ تمہارا تانترک مہاراج کر رہا ہے؟''

''اگر مہاراج ایسا کرتے تو ڈنکے کی چوٹ پر سب سے کہتے کہ عدنان کو ہم نے حاصل کرلیا ہے اور اب کوئی طاقت میرے بچے کو چھین کر نہیں لے جا سکے گی۔''

''تم خود کو تانترک مہاراج کی داسی کہہ رہی ہو۔ کیا اس کی داشتہ بن گئی ہو؟''

''ایسی بات زبان پر نہ لاؤ۔ میں صرف تمہارے لیے پیدا ہوئی ہوں اور تمہارے لیے ہی مروں گی۔ میں جب بھی کوئی جسم حاصل کروں گی تو وہ صرف تمہارے لیے ہی ہوگا کیونکہ میری آتما صرف اور صرف تمہارے لیے ہے۔''

''جب تم مجھے اتنی شدت سے چاہتی ہو تو پھر میری بات مان لو۔ میرے پاس آجاؤ۔ ہم اپنے بیٹے عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچائیں گے۔ وہاں اس کی تعلیم و تربیت ایسی ہوگی جیسی ہماری ہوئی ہے۔ اسے ناقابلِ شکست بنا دیا جائے گا۔''

''مہاراج بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔ وہ میرے بیٹے کو اس دنیا کا عجیب و غریب انسان بنا ئیں گے۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عدنان کو حاصل کرنے کے لیے ایک بہت ہی خطرناک کالا عمل کرنے والے ہیں اور شاید وہ ایسا کر رہے ہیں۔''

''مجھے افسوس ہے تم کالے عمل کے باعث شیطانی شکنجے میں پھنسی ہوئی ہو۔ اگر تم میرے پاس نہیں آؤ گی میری بات نہیں مانو گی تو میں تمہاری صورت بھی دیکھنا گوارہ نہیں کروں گا۔''

''تم مجھے دیکھو گے..... بار بار دیکھو گے۔ جب بھی اپنے اندر بے چینی محسوس کرو تو فوراً آئینے کے سامنے آجانا۔ وہاں میں تمہیں نظر آؤں گی پھر ہم دونوں باتیں کیا کریں گے۔''

''شیوانی میں پھر تمہیں سمجھاتا ہوں۔ مجھ سے بے انتہا محبت کرتی ہو تو یوں آئینے کے پیچھے رہ کر دور ہی دور سے محبت نہ جتاؤ۔ میرے پاس چلی آؤ۔ میں تم پر ایسا روحانی عمل کراؤں گا کہ کالے جادو کا تم پر سے اثر ختم ہو جائے گا۔''

وہ طنزیہ انداز میں بولی ''اونہہ..... اس کے بعد تم میرے بیٹے کے ساتھ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دو گے۔ ہم ماں بیٹے کو پوری طرح مسلمان بنا دو گے۔ اس ادارے کے قید خانے میں ہمیں قیدی بنا کر رکھو گے اور اپنے بیٹے پر فخر کرتے رہو گے۔ ایک ماں سے اس کی ممتا، اس کا فخر سب کچھ چھین لو گے۔''

''جب عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے تو اپنے چاہنے والوں کی اچھی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ تم بھی نہیں سمجھ سکو گی۔ تم سے بحث کرنا فضول ہے۔ اب میں آئینے کے سامنے نہیں آؤں گا۔''

''تمہاری مرضی ہے مت آؤ..... میں تو بلاؤں گی۔ اور پھر بھی نہیں آؤ گے تو جب عدنان میرے پاس پہنچے گا تب بے اختیار دوڑے چلے آؤ گے۔ یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔''

پورس آئینے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ شیوانی کو آئینے میں اب اپنا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھی۔ پہلی بار جب عدنان کو جنم دینے کے بعد اس کی موت واقع ہوئی تھی تب سے اس نے پورس کو اپنے روبرو نہیں دیکھا تھا۔ انامیریا کے جسم میں سمانے کے بعد وہ پورس کے قریب گئی تھی لیکن وہ اسے انامیریا کہہ کر ہی قبول کیا کرتا تھا اور یہ اس کے اندر رہ کر بھی اپنی محبت اور اپنے جذبات پیش نہیں کر سکتی تھی۔

تانترک مہاراج نے اسے سزا دی تھی اور وہ انامیریا کے اندر قیدی بن کر رہ گئی تھی۔

اب ایسی بات نہیں تھی۔ وہ آزاد اور خود مختار تھی۔ جب چاہتی آئینے کے روبرو آ کر پورس سے ملاقات کر سکتی تھی، باتیں کر سکتی تھی۔ اسے رفتہ رفتہ اپنی طرف مائل کر سکتی تھی۔ آج کا رویہ بتا رہا تھا کہ وہ اس سے مایوس ہے۔ بدظن ہو گیا ہے لیکن اسے یقین تھا کہ وہ اپنے روٹھے ہوئے مرد کو منا لے گی۔

چنڈال نے کہا ''میں تمہارے چور خیالات بھی پڑھ رہا ہوں۔ تم واقعی اپنے پورس کو بہت چاہتی ہو۔ تمہیں اپنے بیٹے عدنان کے ساتھ پورس کو بھی اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔''

''اب سے پہلے میں انامیریا کے اندر تھی اور بہت مجبور تھی۔ پورس کو براہِ راست اپنی طرف مائل نہیں کر سکتی تھی۔ اب تانترک مہاراج نے مجھے بہت سی صلاحیتیں دی ہیں اور میں مہاراج سے کہوں گی کہ وہ پورس پر بھی کوئی ایسا عمل کریں کہ وہ ہماری طرف چلا آئے۔ ہمارے کالے عمل کے سائے میں رہا کرے۔''

پورس اپنی شیوانی کو بہت چاہتا تھا۔ اس کی موت کے بعد بھی اسے یقین نہیں ہوتا تھا کہ اس کی چاہنے والی اس سے جدا ہو گئی ہے۔ آج آئینے کی سطح پر اسے دیکھ کر دل دھڑکنے

لگا۔ وہ جس کی تمنا کر رہا تھا اور یقین ہو گیا تھا کہ مرنے کے بعد بھی کوئی واپس نہیں آتا تو وہ محبت کرنے والی واپس آ گئی تھی۔ اگرچہ شیطانی عمل سے آئی تھی لیکن اس دنیا میں موجود تھی اور اس کے لیے نئی زندگی کی سانس لے رہی تھی۔

اس نے انامیریا سے بھی اسی لیے محبت کی تھی کہ وہ شیوانی سے مشابہت رکھتی تھی اور شیوانی کی طرح پوجتی تھی۔ دعویٰ بھی کرتی تھی کہ وہ شیوانی ہے، اس کے بیٹے عدنان کی ماں ہے۔

اب وہ شیوانی ایک نئے روپ میں اکالا گنی ہوتری کے نام سے سامنے آئی تھی اور اسے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ وہ اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا۔ سونیا نے پوچھا۔ ''کہو بیٹے! کیا بات ہے؟''

''مما! ایک عجیب سی بات ہے۔ حالانکہ اب ہمارے لیے کوئی بات عجیب سی نہیں رہی..... مما! شیوانی پھر زندہ ہو گئی ہے۔''

اس نے حیران ہو کر پوچھا ''یہ کیا کہہ رہے ہو بیٹے؟''

''ہاں..... میں نے سوچا تھا کہ انامیریا مر چکی تھی لیکن اس کے جسم میں شیوانی سما گئی تھی۔ انامیریا کو ہلاک کر دیا جائے تو شیوانی بھی مر جائے گی اور عدنان کا پیچھا چھوڑ دے گی۔''

سونیا نے پوچھا ''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ زندہ ہے؟''

''اس بار اس نے براہِ راست مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ پہلے آئینے کی سطح پر وہ صرف انامیریا کو دکھائی دیتی تھی مگر اب مجھے بھی نظر آنے لگی ہے۔''

پورس نے تانترک مہاراج جگل بھٹا چاریہ کے بارے میں بھی بتایا کہ وہ بہت ہی خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والا جادوگر ہے۔ شیوانی اس کی داسی ہے۔ وہ اس کے لیے عدنان کو ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔

سونیا نے پریشان ہو کر کہا ''یوں لگتا ہے جیسے ساری دنیا میرے پوتے کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ جسے دیکھو وہ اس معصوم بچے سے دشمنی کر رہا ہے۔ اس وقت پتا نہیں وہ کہاں جا رہا ہے؟ اس کم بخت نے اسے نیند کی دوا کھلا دی ہے۔ اگر وہ کسی اور کے قبضے میں جائے گا تو وہ اسے بے ہوش کر کے رکھے گا تاکہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں نہ آ سکیں۔ اس طرح تو میرے بچے کو نقصان پہنچتا رہے گا۔ وہ ذہنی طور پر کمزور ہوتا چلا جائے گا اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ میں جناب تبریزی کے پاس جاؤں گی اور ان سے مدد مانگوں گی۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پورس بھی سوچ میں پڑ گیا کہ اب بہت ہو چکا ہے۔ ایک طویل عرصے سے میرا بیٹا بھٹک رہا ہے اور دشمن اسے بھٹکا رہے ہیں۔ آئندہ وہ اس کا ذہن خراب کرنے والے ہیں۔ اسے لیپنارل بنانے والے ہیں۔ لہٰذا اب تو یہ بہت ہی ضروری ہو گیا ہے کہ جناب تبریزی سے مدد لی جائے۔

☆☆☆

سونیا کسی پر اندھا اعتماد نہیں کرتی تھی۔ اس نے انابیلا پر بھروسا کیا تھا اور اس سے یہ سمجھوتا کیا تھا کہ وہ اس کی ہدایات پر عمل کرتی رہے گی تو وہ اسے اسرائیل میں حکومت کرنے کا موقع دیتی رہے گی۔

انابیلا نے یہ سمجھ لیا تھا کہ سونیا اب واقعی اس پر بھروسا کرنے لگی ہے۔ اس کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی ماں کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور اسے سونیا کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا تھا۔ تب ہی انابیلا سونیا کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ اس کے بعد ہی یہ سمجھوتا ہوا تھا کہ وہ سونیا کی مرضی کے مطابق اسرائیل میں حکومت کرے گی۔

جب یہ سمجھوتا ہو گیا تو سونیا نے کہا ''تمہاری ماں کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ اب مجھ سے کبھی دھوکا نہ کرنا۔''

لیکن انابیلا کسی کے دباؤ میں نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اس نے چوبیس گھنٹوں کے اندر اپنی ماں پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا پھر وہ بڑی دیر تک اپنی ماں کے اندر رہی تھی اور اطمینان حاصل کرتی رہی تھی کہ سونیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں موجود نہیں ہے اس کے بعد یقین ہو گیا تھا کہ آئندہ سونیا ماں کو اس کی کمزوری نہیں بنا سکے گی۔

صالح بن طالبی نے سونیا کے پاس آ کر کہا تھا کہ اس نے اپنی ماں کے دماغ کو لاک کر دیا ہے لیکن میں نے اس مخصوص آواز اور لب و لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کر لیا جس کے ذریعے اس کے مقفل دماغ میں بھی جایا جا سکتا ہے۔

وہ بولی ''ٹھیک ہے۔ فی الحال انابیلا کی طرف سے انجان بن کر رہو۔ جیسے ہم اس سے دھوکا کھا رہے ہیں۔''

اس کے بعد ہی ولاڈی میر اور ارنا کوف وغیرہ نے کالے عمل کے ذریعے انابیلا کی ماں تک رسائی حاصل کی تھی اور اسے اذیتوں میں مبتلا کیا تھا اور ماں نے بیٹی کو بلیک میلنگ سے بچانے کے لیے خودکشی کر لی تھی۔

یہ وہ وقت تھا جب انابیلا عدنان تک پہنچ گئی تھی اور جولیانا دانسن کے ذریعے اسے ایک طیارے میں اسرائیل پہنچانا چاہتی تھی۔ ایسے وقت اس نے سونیا وغیرہ سے رابطہ نہیں

کیا تھا کیونکہ اس کے دل میں چور تھا اور وہ عدنان کو محفوظ مقام پر پہنچانے تک کسی سے رابطہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

لیکن صالح بن طالبی نے سونیا کو بتا دیا تھا کہ اس کی ماں مر چکی ہے۔ سونیا نے کہا ''پھر تو انابیلا بہت صدمہ اٹھا رہی ہوگی۔ شاید اسی لیے اس نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ بہرحال کبریا کو بلاؤ۔''

صالح بن طالبی نے کبریا کو سونیا کے پاس بھیجا۔ اس نے پوچھا ''یس مما! کیا حکم ہے؟''

اس نے کہا ''انابیلا سے تمہارے اختلافات پیدا ہو گئے ہیں لیکن ابھی ان اختلافات کو بھول جاؤ۔ اس کی ماں وفات پا چکی ہے۔ اب شاید وہ تدفین وغیرہ کے سلسلے میں معروف ہوگی۔ ایسے وقت اگر تم اس کے کسی کام آ سکتے ہو تو آ جاؤ۔''

کبریا نے پہلے سوچا کہ انابیلا سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا جائے اور اس کی ماں کے سلسلے میں تعزیت کی جائے پھر اس نے سوچا ''یہ مناسب نہیں ہے۔ پہلے اس کے بنگلے میں جا کر دیکھنا چاہیے اس کے حالات معلوم کرنے چاہئیں پھر اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنا مناسب رہے گا۔''

جب وہ اس کے بنگلے کے قریب پہنچا تو انابیلا کار ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے بنگلے سے باہر جا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ ایئرویز کمپنی میں گئی تھی اور اپنے لیے جہاز کا ایک ٹکٹ خرید رہی تھی۔ جب وہ وہاں سے ٹکٹ لے کر چلی گئی تو کبریا نے وہاں آ کر کاؤنٹر گرل سے باتیں کیں پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا کہ انابیلا نے استنبول جانے کے لیے ایک سیٹ ریزرو کرائی ہے اور وہ دوسرے دن کی فلائٹ سے جانے والی ہے۔

کبریا نے فوراً ہی اپنے لیے بھی اسی طیارے میں ایک سیٹ ریزرو کرالی پھر باہر آ کر کار میں بیٹھنے کے بعد فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تو ایک ملازم کی آواز سنائی دی۔ اس نے ملازم کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کیا کہ واقعی اس کی ماں مر چکی ہے یا نہیں؟

اس ملازم کے ذریعے پتا چلا کہ اس کی ماں واقعی مر چکی ہے اور انابیلا نے اس کی میت کو مذہبی پیشوا اور اس کے کارکنوں کے حوالے کر دیا ہے تاکہ وہ اس کی تدفین کر سکیں۔

کبریا نے سونیا سے رابطہ کیا پھر کہا ''مما! وہ تو استنبول جا رہی ہے۔ کل دوپہر کی فلائٹ میں اس نے ایک سیٹ ریزرو کرائی ہے۔''

''یہ اچانک انڈیا چھوڑ کر استنبول کی طرف کیوں جا رہی ہے؟''

''میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ ضرور کوئی خاص بات ہے۔ اس لیے میں نے بھی اسی فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ ریزرو کرالی ہے۔''

''بیٹے! یہ تو تم نے بہت اچھا کیا۔ خاموشی سے اس کا تعاقب کرو۔ اپنے چہرے پر تبدیلیاں کر لو اور اس سے دور دور رہو۔ تاکہ وہ تم پر شبہ کرے اور نہ ہی تمہارے دماغ میں پہنچ کر تمہارے خیالات پڑھنے کی کوشش کرے۔''

''آپ فکر نہ کریں مما! وہ میرے اندر آ کر بھی میرے خیالات پڑھ کر میری اصلیت نہیں معلوم کر سکے گی۔''

پھر کبریا نے مجھے مخاطب کیا میں نے کہا ''ہاں بیٹے! بولو کیا بات ہے؟''

اس نے مجھے بتایا کہ وہ کس طرح انابیلا کا تعاقب کر رہا ہے؟ اور کل دوپہر کی فلائٹ سے استنبول کی طرف جا رہا ہے۔

یہ باتیں بتانے کے بعد اس نے کہا ''میں چاہتا ہوں آپ مجھ پر تنویمی عمل کریں اور میری شخصیت بدل دیں تاکہ انابیلا میرے خیالات پڑھنے کے باوجود میری اصلیت معلوم نہ کر سکے۔''

میں نے اس کی خواہش کے مطابق اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کی شخصیت بدل دی تھی۔ اب وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ انابیلا یا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔

وہ طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس کے آگے والی سیٹ پر انابیلا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک آدھ بار اس کی طرف دیکھا تھا لیکن اسے پہچان نہیں پائی تھی۔

وہ لنچ کے بعد اپنی سیٹ کی پشت کو ذرا پیچھے کر کے آرام سے نیم دراز ہو کر خیال خوانی میں معروف رہنا چاہتی تھی۔ جب اس نے سیٹ کی پشت کو پیچھے کی طرف کیا تو وہ کبریا کی طرف آ گئی۔ وہ پیچھے سے اس پر جھک کر بولا ''تم اتنے کھلے گریبان کا بلاؤز کیوں پہنتی ہو؟ کچھ دکھا رہی ہو اور کچھ چھپا رہی ہو؟''

وہ فوراً ہی چونک کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر سر گھما کر بولی ''تم یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''بکواس میں نہیں کر رہا ہوں۔ تم دیکھ رہی ہو کہ تم نے یہ سیٹ اس قدر پیچھے کر دی ہے کہ سیدھی میری گود میں آ رہی ہو۔ ویسے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولی ''تم کچھ

زیادہ ہی بولتے ہو مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں نے تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔''

کبریا نے فخر سے اپنے کالر کو اونچا کیا پھر مسکراتے ہوئے کہا ''ضرور دیکھا ہوگا۔ میں اکثر حسین لڑکیوں کے خوابوں میں آ جایا کرتا ہوں۔''

انابیلا نے غرور کر اسے دیکھا پھر منہ پھیر کر سیٹ پر نیم دراز ہو گئی۔ سوچنے لگی کہ اس نوجوان کو کہاں دیکھا ہے؟ بہت ہی ہینڈسم اور اسمارٹ ہے۔ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آ رہا ہے؟ اور کہاں جا رہا ہے؟

یہ سوچتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر کبریا کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اپنی سیٹ پر انجان بنا بیٹھا رہا۔ وہ اس کے خیالات پڑھتی رہی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا نام البرٹ موس ہے۔ نام سے ہی پتا چل گیا کہ وہ یہودی ہے۔ پھر اس کے خیالات نے بھی بتایا کہ وہ کٹر یہودی ہے ایک بہت بڑے بزنس مین کا بیٹا ہے۔ اس کے چار بھائی ہیں۔ اس کے باپ نے اور چاروں بھائیوں نے اسے گھر سے نکال دیا ہے کیونکہ وہ کاروبار میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ اس کا شوق یہی تھا کہ وہ باڈی بلڈنگ کرے اور فائٹنگ کے نت نئے انداز سیکھتا رہے اور دنیا کا ناقابلِ شکست بلیک بیلٹر بن جائے اور وہ ایسا بنتا جا رہا تھا۔

فی الوقت البرٹ موس کا مسئلہ یہ تھا کہ اس کے پاس صرف اتنی ہزار ڈالرز رہ گئے تھے۔ اس کے بعد یہ فکر تھی کہ کہاں سے کمائے گا اور کہاں سے کھائے گا؟ اگر کاروبار میں دل لگانا چاہے گا تو باپ اور بھائی ابھی بلا کر اسے گلے لگا لیں گے لیکن اسے تو کاروبار سے کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی بلکہ وہ تو کام ہی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے صرف باڈی بلڈنگ اور فائٹنگ کا شوق تھا۔ ایڈونچر لائف یعنی مہم جوئی والی زندگی گزارنا چاہتا تھا اور یہ سوچتا رہتا تھا کہ دولت کمانے کا کوئی ایسا آسان راستہ مل جائے جہاں کاروباری پیچیدگیاں نہ ہوں اور بہت زیادہ دماغ کھپانا نہ پڑے۔

انابیلا اس حد تک اس کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہو گئی کہ وہ دشمنوں میں سے نہیں ہے اور ٹیلی پیتھی کی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب اس کے خیالات پڑھ کر وقت ضائع کرنا مناسب نہیں تھا۔ وہ عدنان کی طرف توجہ دینے لگی۔

اس کے ساتھ رہنے والی عورت جولیانا وانسن کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ استنبول آنے کے لیے کوشش کر رہی ہے۔ اس نے دو سیٹیں ریزرو بھی کرالی ہیں لیکن وہ فلائٹ چوبیس گھنٹے بعد وہاں سے روانہ ہوگی۔

انابیلا نے حساب لگایا کہ وہ خود چار گھنٹے بعد استنبول پہنچنے والی ہے۔ اس کے بعد بیس گھنٹے جولیانا وانسن اور عدنان کا وہاں انتظار ہوگا۔ انتظار کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ کوئی فلائٹ نہیں تھی اور کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا کہ جولیانا وانسن عدنان کو لے کر فوراً استنبول پہنچ جاتی۔ دل کو اس بات کا دھڑکا لگا ہوا تھا کہ عدنان کا ذہن پھر کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھیڑ لگ جائے گی پھر سب ہی اسے اپنی اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیں گے۔

وہ اپنی سیٹ پر نیم دراز تھی۔ خیال خوانی بھی کر رہی تھی اور سوچ بھی رہی تھی کہ موجودہ حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے خواب آور گولیوں کے ذریعے عدنان کو سلا دیا تھا۔ وہ تقریباً چار پانچ گھنٹے تک سوتا رہا تھا۔ پھر بیدار ہو گیا تھا۔

عدنان کے دماغ میں پہنچ کر اطمینان ہوا کہ بیدار ہونے کے بعد بھی اس کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہیں اور ابھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آ کر اس سے دوستی نہیں کر سکے گا۔

وہ اپنے معاملے میں معروف تھی اور کبریا تنہا بور ہو رہا تھا۔ وہ اس سے دوستی کر کے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ استنبول کیوں جا رہی ہے؟ اور اس کے ارادے کیا ہیں؟

اس نے ذرا سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، اپنی سیٹ پر نیم دراز تھی۔ آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ خیال خوانی میں معروف ہے۔ وہ دھیمی آواز میں بولا ''ایکسکیوزمی!''

اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں ادھر ادھر دیکھا پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ سر گھما کر کبریا سے پوچھا ''کیا تم نے مجھے مخاطب کیا تھا؟''

''ہاں..... مجھے افسوس ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تم سو رہی ہو۔''

''اگر میں جاگ رہی ہوں تو کیا فرق پڑے گا؟''

''اگر جاگ رہی ہوں تو کیا مطلب ہوا؟ تم تو جاگ ہی رہی ہو؟''

''وہ..... دراصل میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ تمہارے پاس ماچس ہوگی؟''

وہ حیرانی سے بولی ''کیا.....؟ تم ایک لڑکی سے ماچس مانگ رہے ہو؟ کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں نشہ کرتی ہوں؟ تم ماچس کیوں مانگ رہے ہو؟ اور وہ بھی جہاز میں؟''

کیا تھا کیونکہ اس کے دل میں چور تھا اور وہ عدنان کو محفوظ مقام پر پہنچانے تک کسی سے رابطہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

لیکن صالح بن طالبی نے سونیا کو بتا دیا تھا کہ اس کی ماں مر چکی ہے۔ سونیا نے کہا "پھر تو انابیلا بہت صدمہ اٹھا رہی ہوگی۔ شاید اسی لیے اس نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ بہرحال کبریا کو بلاؤ۔"

صالح بن طالبی نے کبریا کو سونیا کے پاس بھیجا۔ اس نے پوچھا "یس مما! کیا حکم ہے؟"

اس نے کہا "انابیلا سے تمہارے اختلافات پیدا ہو گئے ہیں لیکن ابھی ان اختلافات کو بھول جاؤ۔ اس کی ماں وفات پا چکی ہے۔ اب شاید وہ تدفین وغیرہ کے سلسلے میں مصروف ہوگی۔ ایسے وقت اگر تم اس کے کسی کام آ سکتے ہو تو آ جاؤ۔"

کبریا نے پہلے سوچا کہ انابیلا سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا جائے اور اس کی ماں کے سلسلے میں تعزیت کی جائے پھر اس نے سوچا "یہ مناسب نہیں ہے۔ پہلے اس کے بنگلے میں جا کر دیکھنا چاہیے اس کے حالات معلوم کرنے چاہئیں پھر اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنا مناسب رہے گا۔"

جب وہ اس کے بنگلے کے قریب پہنچا تو انابیلا کار ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے بنگلے سے باہر جا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ ائیر ویز کمپنی میں گئی تھی اور اپنے لیے جہاز کا ایک ٹکٹ خرید رہی تھی۔ جب وہ وہاں سے ٹکٹ لے کر چلی گئی تو کبریا نے وہاں آ کر کاؤنٹر گرل سے باتیں کیں پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا کہ انابیلا نے استنبول جانے کے لیے ایک سیٹ ریزرو کرائی ہے اور وہ دوسرے دن کی فلائٹ سے جانے والی ہے۔

کبریا نے فوراً ہی اپنے لیے بھی اسی طیارے میں ایک سیٹ ریزرو کرالی پھر باہر آ کر کار میں بیٹھنے کے بعد فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تو ایک ملازم کی آواز سنائی دی۔ اس نے ملازم کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کیا کہ واقعی اس کی ماں مر چکی ہے یا نہیں؟

اس ملازم کے ذریعے پتا چلا کہ اس کی ماں واقعی مر چکی ہے اور انابیلا نے اس کی میت کو مذہبی پیشوا اور اس کے کارکنوں کے حوالے کر دیا ہے تاکہ وہ اس کی تدفین کر سکیں۔

کبریا نے سونیا سے رابطہ کیا پھر کہا "مما! وہ تو استنبول جا رہی ہے۔ کل دوپہر کی فلائٹ میں اس نے ایک سیٹ ریزرو کرائی ہے۔"

"یہ اچانک انڈیا چھوڑ کر استنبول کی طرف کیوں جا رہی ہے؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ ضرور کوئی خاص بات ہے اس لیے میں نے بھی اسی فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ ریزرو کرالی ہے۔"

"بیٹے! یہ تو تم نے بہت اچھا کیا۔ خاموشی سے اس کا تعاقب کرو۔ اپنے چہرے پر تبدیلیاں کر دو اور اس سے دور دور رہو۔ تاکہ وہ تم پر شبہ کرے اور نہ ہی تمہارے دماغ میں پہنچ کر تمہارے خیالات پڑھنے کی کوشش کرے۔"

"آپ فکر نہ کریں مما! وہ میرے اندر آ کر بھی میرے خیالات پڑھ کر میری اصلیت نہیں معلوم کر سکے گی۔"

پھر کبریا نے مجھے مخاطب کیا میں نے کہا "ہاں بیٹے! کیا بات ہے؟"

اس نے مجھے بتایا کہ وہ کس طرح انابیلا کا تعاقب کر رہا ہے؟ اور کل دوپہر کی فلائٹ سے استنبول کی طرف جا رہا ہے۔

یہ باتیں بتانے کے بعد اس نے کہا "میں چاہتا ہوں آپ مجھ پر تنویمی عمل کریں اور میری شخصیت بدل دیں تاکہ انابیلا میرے خیالات پڑھنے کے باوجود میری اصلیت معلوم نہ کر سکے۔"

میں نے اس کی خواہش کے مطابق اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کی شخصیت بدل دی تھی۔ اب وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ انابیلا یا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔

وہ طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس کے آگے والی سیٹ پر انابیلا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک آدھ بار اس کی طرف دیکھا تھا لیکن اسے پہچان نہیں پائی تھی۔

وہ لنچ کے بعد اپنی سیٹ کی پشت کو ذرا پیچھے کر کے آرام سے نیم دراز ہو کر خیال خوانی میں مصروف رہنا چاہتی تھی۔ جب اس نے سیٹ کی پشت کو پیچھے کی طرف کیا تو وہ کبریا کی طرف آ گئی۔ وہ پیچھے سے اس پر جھک کر بولا "تم اتنے کھلے گریبان کا بلاؤز کیوں پہنتی ہو؟ کچھ دکھا رہی ہو اور کچھ چھپا رہی ہو؟"

وہ فوراً ہی چونک کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر سر گھما کر بولی "تم یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"بکواس میں نہیں کر رہا ہوں۔ تم دیکھ رہی ہو کہ تم نے یہ سیٹ اس قدر پیچھے کر دی ہے کہ سیدھی میری گود میں آ رہی ہو۔ ویسے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

وہ اسے سوجتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولی "تم مجھ

زیادہ ہی بولتے ہو مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں نے تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔"

کبریا نے فخر سے اپنے کالر کو اونچا کیا پھر مسکراتے ہوئے کہا "ضرور دیکھا ہوگا۔ میں اکثر حسین لڑکیوں کے خوابوں میں آ جایا کرتا ہوں۔"

انابیلا نے گھور کر اسے دیکھا پھر منہ پھیر کر سیٹ پر نیم دراز ہو گئی۔ سوچنے لگی کہ اس نوجوان کو کہاں دیکھا ہے؟ بہت ہی ہینڈسم اور اسمارٹ ہے۔ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آ رہا ہے؟ اور کہاں جا رہا ہے؟

یہ سوچتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر کبریا کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اپنی سیٹ پر انجان بنا بیٹھا رہا۔ وہ اس کے خیالات پڑھتی رہی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا نام البرٹ موس ہے۔ نام سے ہی پتا چل گیا کہ وہ یہودی ہے۔ پھر اس کے خیالات نے بھی بتایا کہ وہ کٹر یہودی ہے ایک بہت بڑے بزنس مین کا بیٹا ہے۔ اس کے چار بھائی ہیں۔ اس کے باپ نے اور چاروں بھائیوں نے اسے گھر سے نکال دیا ہے کیونکہ وہ کاروبار میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ اس کا شوق یہی تھا کہ وہ باڈی بلڈنگ کرے اور فائٹنگ کے نت نئے انداز سیکھتا رہے اور دنیا کا ناقابلِ شکست بلیک بیلٹر بن جائے اور وہ ایسا بنتا جا رہا تھا۔

فی الوقت البرٹ موس کا مسئلہ یہ تھا کہ اس کے پاس صرف اتنی ہزار ڈالرز رہ گئے تھے۔ اس کے بعد یہ فکر تھی کہ کہاں سے کمائے گا اور کہاں سے کھائے گا؟ اگر کاروبار میں دل لگانا چاہے گا تو باپ اور بھائی ابھی بلا کر اسے گلے لگا لیں گے لیکن اسے تو کاروبار سے کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی بلکہ وہ تو کام ہی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے صرف باڈی بلڈنگ اور فائٹنگ کا شوق تھا۔ ایڈونچر لائف یعنی مہم جوئی والی زندگی گزارنا چاہتا تھا اور یہ سوچتا رہتا تھا کہ دولت کمانے کا کوئی ایسا آسان راستہ مل جائے جہاں کاروباری پیچیدگیاں نہ ہوں اور بہت زیادہ دماغ کھپانا نہ پڑے۔

انابیلا اس حد تک اس کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہو گئی کہ وہ دشمنوں میں سے نہیں ہے اور ٹیلی پیتھی کی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب اس کے خیالات پڑھ کر وقت ضائع کرنا مناسب نہیں تھا۔ وہ عدنان کی طرف توجہ دینے لگی۔

اس کے ساتھ رہنے والی عورت جولیانا وائسن کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ استنبول آنے کے لیے کوشش کر رہی ہے۔ اس نے دو سیٹیں ریزرو بھی کرالی ہیں لیکن وہ فلائٹ چوبیس گھنٹے بعد وہاں سے روانہ ہوگی۔

انابیلا نے حساب لگایا کہ وہ خود چار گھنٹے بعد استنبول پہنچنے والی ہے۔ اس کے بعد بیس گھنٹے جولیانا وائسن اور عدنان کا وہاں انتظار ہوگا۔ انتظار کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ کوئی فلائٹ نہیں تھی اور کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا کہ جولیانا وائسن عدنان کو لے کر فوراً استنبول پہنچ جاتی۔ دل کو اس بات کا دھڑکا لگا ہوا تھا کہ عدنان کا ذہن پھر کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھیڑ لگ جائے گی پھر سب ہی اسے اپنی اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیں گے۔

وہ اپنی سیٹ پر نیم دراز تھی۔ خیال خوانی بھی کر رہی تھی اور سوچ بھی رہی تھی کہ موجودہ حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے خواب آور گولیوں کے ذریعے عدنان کو سلا دیا تھا۔ وہ تقریباً چار پانچ گھنٹے تک سوتا رہا تھا۔ پھر بیدار ہو گیا تھا۔

عدنان کے دماغ میں پہنچ کر اطمینان ہوا کہ بیدار ہونے کے بعد بھی اس کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہیں اور ابھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آ کر اس سے دشمنی نہیں کر سکے گا۔

وہ اپنے معاملے میں مصروف تھی اور کبریا تنہا بور ہو رہا تھا۔ وہ اس سے دوستی کر کے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ استنبول کیوں جا رہی ہے؟ اور اس کے ارادے کیا ہیں؟

اس نے ذرا سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، اپنی سیٹ پر نیم دراز تھی۔ آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ وہ دھیمی آواز میں بولا "ایکسکیوزمی!"

اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں ادھر ادھر دیکھا پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ سر گھما کر کبریا سے پوچھا "کیا تم نے مجھے مخاطب کیا تھا؟"

"ہاں..... مجھے افسوس ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تم سو رہی ہو۔"

"اگر میں جاگ رہی ہوں تو کیا فرق پڑے گا؟"

"اگر جاگ رہی ہوں تو کیا مطلب ہوا؟ تم تو جاگ ہی رہی ہو؟"

"وہ..... دراصل میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ تمہارے پاس ماچس ہوگی؟"

وہ حیرانی سے بولی "کیا.....؟ تم ایک لڑکی سے ماچس مانگ رہے ہو؟ کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں نشہ کرتی ہوں؟ تم ماچس کیوں مانگ رہے ہو؟ اور وہ بھی جہاز میں؟"

''تم کیوں ناراض ہو رہی ہو؟ میں اس ہوائی جہاز کو آگ لگانے کے لیے نہیں مانگ رہا ہوں۔ بس سگریٹ سلگانا چاہتا ہوں۔''

وہ اس کے خیالات پڑھ چکی تھی اور یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ کوئی نشہ نہیں کرتا ہے۔ اس نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا ''کیا بکواس کر رہے ہو؟ تم تو کوئی نشہ نہیں کرتے۔ تمہارے پاس تو سگریٹ بھی نہیں ہے۔''

کبریا نے جان بوجھ کر حیرانی ظاہر کی ''تم..... تم یہ کیسے جانتی ہو کہ میرے پاس سگریٹ نہیں ہے اور میں نشہ نہیں کرتا ہوں۔''

وہ ذرا گڑبڑا گئی پھر سنبھل کر بولی ''میں چہرہ دیکھ کر پہچان لیتی ہوں۔ اور یقین سے کہتی ہوں کہ تم نشے کے عادی نہیں ہو۔''

وہ بولا ''کمال ہے۔ تم واقعی درست کہہ رہی ہو۔ یہ تم چہرہ دیکھ کر کیسے پہچان لیتی ہو؟ پلیز..... پھر میرے چہرے کو دیکھو اور میرے بارے میں کچھ بتاؤ۔ میں تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا رہوں گا، تم مجھے دیکھتی رہو گی اور بولتی رہو گی۔ میں سنتا رہوں گا۔ سنتا رہوں گا..... یہاں تک کہ ہماری زندگی گزر جائے گی۔''

اس نے بڑے جذباتی انداز میں یہ باتیں کہیں۔ وہ بولی ''لگتا ہے تم رومینٹک ہو رہے ہو؟''

''تم تو چہرہ دیکھ کر سمجھ لیتی ہو۔ یہ بھی بتا دو کہ میں واقعی رومینٹک ہو رہا ہوں؟''

وہ مسکرا کر بولی ''تم بہت باتونی ہو۔ بات سے بات بناتے جا رہے ہو؟''

''تمہیں اپنی سیٹ پر گھوم کر بولنا پڑ رہا ہے۔ میں پیچھے بیٹھا ہوا ہوں۔ کیا میں تمہارے پاس آ کر بیٹھ سکتا ہوں؟ یا تم میرے پاس آ سکتی ہو؟''

''نہ میرے پاس کوئی سیٹ خالی ہے اور نہ تمہارے پاس..... اس لیے یہ خیال اپنے دل سے نکال دو۔''

''تم چاہو تو اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص کو اپنی طرف مائل کر سکتی ہو اور اسے میری سیٹ پر آنے کے لیے قائل کر سکتی ہو۔''

وہ گھور کر بولی ''میں بھلا کیسے مائل کر سکتی ہوں؟''

''تم میں دو خوبیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ بہت پیاری ہو۔ جوان ہو کوئی مرد تمہاری بات نہیں ٹھکرائے گا اور پھر یہ کہ تم چہرہ پڑھ کر اس شخص کے بارے میں معلوم کر سکتی ہو کہ یہ اپنی سیٹ خالی کرے گا یا نہیں؟''

''میں بھلا ایسا کیوں کروں؟ مجھے کیا ضرورت ہے کہ اسے اپنے پاس سے اٹھا کر اس کی جگہ تمہیں بٹھاؤں؟''

''ہاں..... تم اسے ضروری نہیں سمجھتی ہو۔ مگر میں تمہیں اپنے لیے ضروری سمجھتا ہوں۔ میں اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو قائل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو ابھی قائل کرتی ہوں۔ تم دلچسپ ہو..... تمہارے ساتھ سفر اچھا گزرے گا۔''

یہ کہہ کر اس نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص کو مخاطب کیا اور اس سے باتیں کرنے لگی۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے قائل کرنے لگی کہ وہ کبریا کی سیٹ پر چلا جائے۔

وہ فوراً ہی راضی ہو گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر کبریا کے پاس آیا۔ کبریا وہاں سے اٹھ کر اس شخص کی سیٹ پر آ کر انا بیلا سے لگ کر بیٹھ گیا۔ وہ ذرا دور ہٹتے ہوئے بولی ''میں نے تمہیں فری ہونے کے لیے نہیں بلایا ہے۔''

''تم نے مجھے اپنے قریب کیا ہے۔ یہی بہت ہے۔ یہ سفر میرے لیے یادگار رہے گا۔ ہائی داوے..... تم کہاں جا رہی ہو؟ ہو سکتا ہے، ہماری منزل ایک ہی ہو؟''

''کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہماری منزل ایک ہو۔ یہ بتاؤ تم کہاں جا رہے ہو؟''

''جہاں کہیں دولت کمانے کا موقع ملے گا میں وہیں رہ جاؤں گا۔''

''دولت کمانے کے لیے ہنرمندی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تمہارے پاس کوئی ہنر ہے؟''

کبریا نے اپنے بازو کے مسلز دکھاتے ہوئے کہا ''میں باڈی بلڈر ہوں۔ بہترین فائٹر ہوں۔ تنہا دس پر بھاری پڑتا ہوں۔''

''کیا ساری زندگی کشتیاں لڑتے ہوئے گزار دو گے؟''

''جب تک جوان ہوں، کشتیاں لڑتا رہوں گا اور جیتتا رہوں گا۔ اس کے بعد نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہو گا؟''

''کوئی ایسا کام کرو۔ جس سے بڑھاپے میں بھی تمہارے پاس دولت رہے جوانی میں کماؤ گے تو وہ دولت بڑھاپے میں کام آئے گی۔''

''اب تک یہی سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اپنی طاقت اور جوانی کو کیسے کیش کروں کہ دولت ہاتھ آتی رہے؟''

''تم بہت اچھے فائٹر ہو تو کسی کے باڈی گارڈ بن کر رہو۔''

''میں ملازمت نہیں کروں گا۔ مجھے غلامی پسند نہیں؟''

''پھر یہ کہ ملازم بن کر ملتا ہی کیا ہے؟ پانچ ہزار یا دس ہزار ڈالر ملیں گے۔ اس سے کیا بنے گا؟''

''تم ہر ہفتے کتنا کمانا چاہتے ہو؟''

وہ ذرا سوچ کر بولا ''میں ہر ہفتے کم از کم پچاس ہزار ڈالر کمانا چاہتا ہوں۔''

وہ بولی ''بس..... اتنے ہی؟ پھر تو میں تمہیں اپنا باڈی گارڈ بنا سکتی ہوں۔''

''باڈی کا مطلب ہے، بدن کی حفاظت کرنے والا..... یعنی تم اپنا بدن میرے حوالے کرو گی؟ تاکہ میں اس کی حفاظت کرتا رہوں۔''

وہ چونک کر بولی ''تم تو الٹے سیدھے مطلب نکالتے ہو..... میرا یہ مطلب نہیں ہے۔''

''پھر کیا مطلب ہے؟ ویسے جو تم چاہو گی، میں وہی کروں گا۔ صرف انگلی پکڑنے کو کہو گی تو میں انگلی کی حفاظت کروں گا۔ ہاتھ پکڑنے کی اجازت دو گی تو پورے ہاتھ کی حفاظت کروں گا بس اسی طرح جیسے جیسے ترقی کے مواقع فراہم کرتی رہو گی میں ترقی کرتا رہوں گا۔''

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی ''کیا ترقی اس طرح کی جاتی ہے؟ تم نکمے ہو کبھی کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کر سکو گے۔ اسی لیے تمہیں گھر سے نکالا گیا ہے؟''

اس نے چونک کر پوچھا ''یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ مجھے گھر سے نکالا گیا ہے؟''

وہ ایک دم سے گڑبڑا گئی پھر بولی ''وہ..... تمہاری صورت پر لکھا ہوا ہے کہ تم گھر کے ہو نہ گھاٹ کے۔ بس ادھر ادھر بھٹکتے رہتے ہو۔''

وہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولا ''اپنا ہاتھ نہ چھڑانا..... میں نے اسے عقیدت سے تھاما ہے۔ تم کوئی بپتا ہوئی پراسرار ہستی ہو۔ میرے اندر کی باتیں جان لیتی ہو۔ میں تم سے متاثر ہو رہا ہوں۔ بس ابھی فیصلہ کر رہا ہوں کہ میں تمہارا باڈی گارڈ بن کر رہوں گا۔ ساری زندگی تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تم پیچھا چھڑانا چاہو گی تب بھی پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔''

اس کے ہاتھوں میں ہاتھ آتے ہی انا بیلا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ وہ ایسے ہی ہاتھوں کی گرفت میں پہلے بھی آ چکی ہے۔ کیا تمام مردوں کا لمس ایک سا ہوتا ہے؟ مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ جیسے یہ میرا اپنا ہے اور میں اسے جنم جنم سے جانتی ہوں۔ میں اپنا ہاتھ نہیں چھڑاؤں گی۔ اسے اپنے ساتھ رکھوں گی۔ یوں بھی مجھے ایک مضبوط اور قابل اعتماد محافظ کی ضرورت ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے مزید قابل اعتماد بناتی رہوں گی۔ یہ میرا غلام بن جائے گا۔

اسے خوش فہمی تھی کہ وہ کبریا کو ٹریپ کر رہی ہے جبکہ خود اس کی طرف مائل ہو رہی تھی اور اس کے قابو میں آنے والی تھی۔ کبریا چاہتا تو وہیں کھانے پینے کی کسی چیز میں اسے اعصابی کمزوری کی دوا ملا کر دے سکتا تھا یوں اس کے دماغ پر حاوی ہو سکتا تھا اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا سکتا تھا۔

لیکن یہ جانتا تھا کہ اس کی مما اس سے کوئی کام لے رہی ہے۔ اسے اسرائیل میں حکمرانی کا موقع دے رہی ہے پھر یہ کہ انا بیلا کو دماغی طور پر کمزور کرنا مناسب نہیں تھا۔ ایسا کیا جاتا تو ولاڈی میر، ارنا کوف اور آدازون وغیرہ بھی اس کے دماغ میں گھس آتے اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے کی کوشش کرتے۔ یا اسے مار ڈالتے۔ اس طرح کچھ بھی حاصل نہ ہوتا۔

وہ دشمن آپس میں لڑ رہے تھے۔ ان لڑنے والوں میں انا بیلا بھی تھی اور ان کی آپس کی لڑائی سے ہمیں بھی فائدہ پہنچ رہا تھا۔ اس لیے کبریا، انا بیلا کو ذہنی طور پر نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔

☆☆☆

ولاڈی میر دشانبے سے روانہ ہو کر اسلام آباد پہنچ گیا۔ وہاں اس کے طلسمی آلے نے بتایا کہ شیوانی شرق کی طرف ہے۔ اس نشاندہی کے مطابق اسے پاکستان کے مشرقی حصے کے آخری شہر لاہور تک جانا تھا۔ وہاں پہنچنے تک وہ آلہ بتاتا رہتا کہ سفر کے دوران میں سمت بدلنی چاہیے یا نہیں؟

وہ شیرٹن ہوٹل کے ایک کمرے میں تھا اور خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ عدنان کا ذہن ایک خیال پر مرکوز ہوا ہے یا نہیں؟ جب وہ تین گھنٹے پہلے اس کے دماغ میں پہنچا تھا تو اس وقت وہ گہری نیند میں تھا۔ اب وہ بیدار ہو چکا تھا لیکن اس کے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ وہ مایوس ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا تھا۔ اب یہ انتظار تھا کہ شاید ایک آدھ گھنٹے میں وہ نارمل ہو جائے گا اور اس کے خیالات پڑھے جا سکیں گے۔

یہ اندازہ تھا کہ عدنان جس کے ساتھ بھی ہے وہ اسے ماریشس کے کسی علاقے میں لیے پھر رہی ہے۔ ولاڈی میر دشانبے سے اسلام آباد تک سفر کے دوران میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتا رہا تھا کہ کتنے چار یا پانچ برس کے بچے اپنے والدین کسی مرد کے ساتھ یا کسی عورت کے ساتھ کہیں

جارہے ہیں اور کہیں سے آرہے ہیں۔

تمام ائرویز کمپنیوں کے کمپیوٹرز کے ذریعے یہ معلوم ہوسکتا تھا کہ کتنے مسافر اپنے چار یا پانچ برس کے بچوں کے ساتھ آئے ہیں؟ یا کہیں جانے والے ہیں۔ ان کے نام، پتے اور فون نمبرز بھی معلوم کیے جاسکتے تھے۔

کئی گھنٹے گزرنے کے بعد ولاڈی میر، ارنا کوف، آواز دون وغیرہ کو یہ معلوم ہوگیا کہ عدنان جس کے ساتھ ہے وہ ایک عمر رسیدہ عورت ہے۔ اس کا نام جولیانا واسن ہے۔ وہ اسرائیل کے شہر تل ابیب کی رہنے والی ہے۔ سفر کے دوران بھٹک کر ماریشس پہنچ گئی ہے۔ اب وہاں سے جب بھی جائے گی تو اپنے ہی ملک اپنے ہی شہر تل ابیب جائے گی۔

وہ تمام خیال خوانی کرنے والے ایسی تمام فلائٹس پر نظر رکھے ہوئے تھے جو اسرائیل کے شہر تل ابیب یا یروشلم جانے والی تھیں اور مسافروں میں جولیانا واسن کے نام کی طرف توجہ دے رہے تھے کیونکہ اس کا پاسپورٹ اسی نام سے تھا۔ وہ تبدیل نہیں کرسکتی تھی اور اسے اسی نام سے چار برس کے بچے کو لے کر تل ابیب جانا تھا۔

انا بیلا نے ان ہی تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر یہ سوچا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس فلائٹ کی طرف دھیان نہیں دیں گے جو استنبول کی طرف جارہی ہے لہٰذا وہ جولیانا واسن کو عدنان کے ساتھ استنبول بلا رہی تھی۔

ولاڈی میر ہوٹل کے کمرے میں آرام سے بیٹھا ہوا سوچ میں گم تھا۔ ایسے ہی وقت چونک گیا۔ خیال خوانی کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس سے پہلے کہ وہ سانس روکتا ارنا کوف نے کہا ''میں بول رہی ہوں۔ اپنا کوئی نیا فون نمبر بتاؤ۔''

اس نے نمبر بتائے پھر سانس روک لی۔ وہ واپس چلی گئی۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی کو اپنے دماغ کے اندر نہیں آنے دیتا۔ اس نے تھوڑی دیر کے لیے ارنا کوف کو آنے دیا تھا۔ یہ یقین تھا کہ وہ کوئی شیطانی حرکت کرے گی، اس سے دشمنی کرنا چاہے گی تو وہ اس سے پہلے ہی سانس روک لے گا اگر وہ زلزلہ پیدا کرنا چاہے گی تو اس نے خود پر کالا عمل کیا ہوا تھا۔ اس لیے اس کا دماغ اتنی جلدی زلزلے سے متاثر نہیں ہوسکتا تھا۔

موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کرکے کان سے لگایا پھر کہا ''ہاں..... بولو؟''

وہ بولی ''میں نے تمہارے اندر چند سیکنڈ رہ کر اتنا تو معلوم کیا ہے کہ تم پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کے شیرٹن ہوٹل میں ہو۔''

''تم پکی چڑیل ہو۔ ذرا سا موقع پاتے ہی تم نے میرے بارے میں معلومات حاصل کرلی ہیں۔ اگر میں یہاں ہوں تو تم کیا کروگی؟''

''صرف یہ پوچھوں گی کہ پاکستان میں کیا کررہے ہو؟ وہاں جنوبی ایشیا کی طرف کیوں گئے ہو؟''

''میں ایک اہم خبر سناؤں گا تو تم یقین نہیں کروگی۔''

''تم سناؤ..... میں یقین کروں یا نہ کروں، معلوم تو ہو کہ وہ اہم خبر کیا ہے؟''

''وہ یہ کہ انا میریا (شیوانی) پھر زندہ ہوگئی ہے۔''

''یہ کیا بکواس ہے؟ وہ دوبارہ کیسے زندہ ہوسکتی ہے؟''

''کیا ہم کالا عمل نہیں جانتے ہیں؟ کیا ہم آتما شکتی کے بارے میں معلومات نہیں رکھتے ہیں؟ کیا آتما شکتی کے ذریعے اسے دوسری زندگی حاصل نہیں ہوسکتی؟''

دوسری طرف ارنا کوف کچھ دیر تک چپ رہی پھر قائل ہوکر بولی ''ہاں..... ایسا ہی ہوا ہوگا۔ لیکن ایسا کس نے کیا ہوگا؟ وہ کرا ہے جس نے انا میریا کی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچایا ہے؟''

''مجھے یہی معلوم کرنا ہے۔ میں اسی کی تلاش میں یہاں آیا ہوں اور میرا طلسمی آلہ اس کی تلاش میں مجھے جہاں لے جائے گا، میں جاؤں گا اور مجھے یہ یقین ہورہا ہے کہ اسی انا میریا نے عدنان کو اغوا کیا ہے۔''

ارنا کوف نے کہا ''ہماری معلومات کے مطابق عدنان کو کوئی عورت لے جارہی ہے اور وہ عمر رسیدہ ہے۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ہوسکتا ہے، اس بار انا میریا کی آتما کسی بوڑھی عورت کے جسم میں پہنچی ہو یا پھر وہ جوان ہو لیکن اس نے بوڑھی عورت کا میک اپ کر رکھا ہو؟''

وہ بولی ''تمہاری بات دل کو لگ رہی ہے اور واقعی ایسا ہوبھی سکتا ہے لیکن ہم سب انا بیلا کو کیوں نظر انداز کررہے ہیں؟ کیا وہ کوئی مکاری نہیں دکھا سکتی؟ پہلے بھی اس نے بڑی مکاری سے عدنان کو اغوا کیا تھا پھر میری بیٹی تاشا کے منتروں سے عدنان اس کے چنگل سے نکلا تھا لیکن پھر بھی تاشا اسے قابو میں نہ کرسکی اور انا بیلا اسے دوسری بار قابو میں کرکے کہیں لے جارہی ہے۔''

''یعنی ہمیں صرف انا میریا کے بارے میں نہیں، انا بیلا کے بارے میں بھی سوچنا ہوگا۔ وہ بچہ ان دونوں میں سے کسی کے ہاتھ لگ گیا ہے اور وہ اسے چھپائی پھر رہی ہے؟''

''تمہارے طلسمی آلے کے مطابق وہ جنوبی ایشیا کی طرف گئی ہے جبکہ عدنان اس عورت کے ساتھ ماریشس میں ہے یعنی انا میریا مشرق کی طرف ہے تو وہ بچہ مغرب کی طرف ہے۔ میرے اندر یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ اس بچے کو انا بیلا ہی کہیں لے جارہی ہے۔''

''کچھ بھی ہو۔ میں یہ جانتا ہوں کہ انا میریا کا تعلق عدنان سے بہت گہرا ہے کیونکہ وہ اس کی ماں ہے اور وہ ماں ہر قیمت پر عدنان تک پہنچے گی۔ اس طرح میں اس کے پیچھے پیچھے اس بچے تک پہنچ جاؤں گا۔''

''یہ تمہارا اپنا طریقہ کار ہے۔ مجھے تو یہ دیکھ کر اطمینان ہورہا ہے کہ تم ماریشس کی طرف نہیں جارہے ہو۔ اس کے برعکس جنوبی ایشیا کی طرف بڑھ رہے ہو۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟ ویسے بھی ہم سب اب تک اس بچے سے دور ہی دور رہے ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے کالے عمل کے ذریعے اس کے قریب پہنچتے رہے ہیں۔ میرے جنوبی ایشیا کی طرف جانے سے تمہیں کیوں اطمینان ہورہا ہے؟''

''اس لیے کہ میرا بیٹا آواز دون ماریشس پہنچنے والا ہے۔ اگر عدنان وہاں ہاتھ نہ آیا تو وہ سیدھا اسرائیل جائے گا اور تل ابیب شہر میں اس بچے کا انتظار کرے گا اس لیے اطمینان ہے کہ وہاں تمہارے جیسے ایک دشمن سے ٹکراؤ نہیں ہوگا۔ باقی جو دشمن ہیں، ان سے ہم نمٹ لیں گے۔''

یہ کہہ کر اس نے فون کا رابطہ ختم کردیا۔

☆☆☆

سونیا اب برداشت نہیں کرسکتی تھی کہ اس کا پوتا بار بار ادھر سے ادھر بھٹکتا رہے۔ دشمنوں کے ہتھے چڑھتا رہے اور اس کے ذہن کو نقصان پہنچتا رہے۔ وہ اپنا ہینڈ بیگ لے کر فوراً ہی کاٹیج سے نکل آئی۔ اس کے دروازے کو لاک کرکے کار میں بیٹھ کر ایک پرائیویٹ ائرفلائنگ کمپنی میں پہنچ گئی۔

وہ بابا صاحب کے ادارے میں جاکر فوراً ہی جناب تبریزی سے ملنا چاہتی تھی۔ ان سے گڑگڑا کر التجا کرنا چاہتی تھی کہ اب بہت ہوچکا ہے۔ اس کے پوتے کو بابا صاحب کے ادارے میں آجانا چاہیے۔ شرپسندوں نے ایسا ہنگامہ برپا کیا ہے کہ صرف جناب تبریزی ہی روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں شکست دے سکیں گے۔

وہ کار کے ذریعے دو گھنٹے میں بابا صاحب کے ادارے تک جاسکتی تھی لیکن ذہنی پریشانی اور پوتے کی جدائی اس قدر کاٹ رہی تھی کہ وہ اتنی لانگ ڈرائیو کے لیے تیار نہیں تھی۔ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر پندرہ منٹ کے اندر وہاں پہنچ جانا چاہتی تھی۔

اس نے ایک ہیلی کاپٹر اپنے لیے ریزرو کرایا۔ اس کے لیے اضافی رقم ادا کی پھر پائلٹ کے ساتھ اس ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگئی۔

ایسے وقت میں اس نے اس کے پاس آکر پوچھا ''کہاں جارہی ہو؟''

''اور کہاں جانا ہے؟ بس ایک آخری امید رہ گئی ہے۔ میں جناب تبریزی کے پاس جارہی ہوں۔ وہی میرے پوتے کو بہ حفاظت واپس لاسکیں گے۔''

میں نے کہا ''سونیا! ہم نے بڑی طویل زندگی گزاری ہے اور ہمیشہ جدوجہد میں مصروف رہے ہیں۔ بڑے بڑے شرزوروں کو شکست دیتے رہے ہیں۔ بڑی بڑی الجھنوں سے نکلتے رہے ہیں لیکن اس بار میں بھی کچھ تھک گیا ہوں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمت ہار گیا ہوں۔''

وہ بولی ''میں سمجھ رہی ہوں۔ ہم نے کبھی ہمت نہیں ہاری ہے۔ آئندہ بھی مرتے دم تک حوصلہ مند رہیں گے لیکن پوتے کی محبت ایسی ہے کہ ہمیں اندر سے توڑ رہی ہے۔ اس کم بخت نے اسے نیند کی دوا کھلا دی تھی۔ اسے کئی گھنٹوں کے لیے سلا دیا تھا۔ آئندہ اس کا بس چلے گا تو وہ عدنان کو بے ہوش کرسکتا ہے اس طرح وہ دشمن ہمارے پوتے کا دل و دماغ کمزور بنادے گا۔ وہ ایب نارمل ہوجائے گا اور میں یہ کبھی نہیں چاہوں گی۔ میں جلد سے جلد بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنا چاہتی ہوں۔''

''ابھی پندرہ منٹ میں پہنچ ہی جاؤ گی۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں بھی جناب تبریزی سے التجا کروں گا کہ اب تو وہ ہماری خاطر نہ سہی ہمارے پوتے کی خاطر روحانی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا کچھ تو مظاہرہ کریں۔''

باہر سے آنے والے ہیلی کاپٹر زیا کسی فوکر کو بابا صاحب کے اندر ہیلی پیڈ پر وغیرہ پر اترنے کی اجازت نہیں تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے انچارج سے کہا ''میڈم سونیا آرہی ہیں۔ ہیلی کاپٹر کو وہاں اترنے کی اجازت دو۔ صرف دو منٹ میں وہ ہیلی کاپٹر وہاں سے چلا جائے گا۔''

اجازت دے دی گئی۔ وہ ہیلی کاپٹر ٹھیک پندرہ منٹ میں اس ادارے کے اندر پہنچ گیا اور پھر سونیا کو وہاں اتارنے کے بعد فوراً ہی پرواز کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

وہ جناب تبریزی کے حجرے کے پاس آئی۔ حجرے کے آس پاس چند طلبہ پتھی مارے فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب جناب تبریزی سے روحانی درس حاصل کیا کرتے تھے۔ حجرے کا دروازہ بند تھا۔ ایک طالب علم نے اٹھ کر سونیا کو سلام کیا پھر کہا ''حضور مراقبے میں ہیں۔ وہ صبح تک کسی سے ملاقات نہیں کریں گے۔ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد حجرے کا

دروازہ کھولیں گے۔"

وہ مایوس ہو کر حجرے کے بند دروازے کو دیکھنے لگی۔ پھر سوچ کے ذریعے بولی "فرہاد! یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ یہ آخری دروازہ ہے، یہ بھی بند ہے۔ صبح سے پہلے کوئی بات نہیں بنے گی۔"

"میری جان! تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ابھی امید کی ایک کرن باقی ہے۔ تم آمنہ کے پاس جاؤ۔"

وہ آمنہ کی طرف جانے لگی۔ بابا صاحب کا ادارہ میلوں دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے چھوٹی چھوٹی موٹر ٹرالیاں تھیں۔ وہ ایک ٹرالی میں بیٹھ کر آمنہ کے کوارٹر کے سامنے پہنچ گئی۔ اس کے کوارٹر کا دروازہ بھی بند تھا۔ شام کا اندھیرا پھیلنے والا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ آمنہ مغرب کی نماز ادا کر رہی ہے اس لیے دروازہ بند ہے۔ سونیا وہیں برآمدے کی سیڑھیوں پر انتظار کرنے لگی۔

میں خیال خوانی کے ذریعے اپنی شریک حیات آمنہ سے رابطہ کر سکتا تھا۔ لیکن جب سے آمنہ جناب تمیرزی سے درس حاصل کرنے گئی تھی اور رفتہ رفتہ روحانیت کی طرف مراحل طے کرتی جا رہی تھی تب سے آمنہ نے کہہ دیا تھا کہ اب مجھے دنیا داری سے لگاؤ نہیں رہا ہے۔ کسی معاملے میں بھی میرے دماغ کے اندر نہ آنا۔ میں اس وقت تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گی، جب تک جناب تمیرزی اجازت نہیں دیں گے۔

میں نے سونیا کو تسلی دی "اپنے دل و دماغ سے پریشانیاں نکال دو۔ ہم منزل کے قریب آ گئے ہیں۔ انشاء اللہ ہمارے پوتے کے لیے بہتر ہوگا۔"

وہ بند دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "پتا نہیں یہ دروازہ کب تک کھلے گا؟"

"ذرا صبر کرو..... آمنہ کو خبر ہو گئی ہوگی کہ تم یہاں بیٹھی ہوئی ہو اور میں تمہارے اندر موجود ہوں۔"

میں نے درست کہا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ دروازہ کھل گیا۔ سونیا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ آمنہ نے کہا "آؤ..... اندر آ جاؤ۔"

وہ ہینڈ بیگ کندھے پر لٹکا کر کمرے کے اندر آئی۔ آمنہ اسے دیکھتے ہوئے بولی "بہت پریشان ہو؟"

وہ بولی "آپ اچھی طرح جانتی ہیں، میں کیوں پریشان ہوں۔"

"ہاں۔ آرام سے بیٹھو۔"

وہ بیٹھ گئی۔ میں نے اس کے ذریعے کہا "آمنہ! ہم شکست کھانے اور ہارنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ ہم اپنے پوتے کے لیے ساری زندگی جدوجہد کر سکتے ہیں لیکن اسے اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ دشمن اسے دماغی اور جسمانی طور پر نقصان پہنچائیں گے۔ وہ ایب نارمل ہو سکتا ہے اور ہم ایسا نہیں چاہتے۔ کیا تم چاہو گی؟"

"میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتی رہتی ہوں۔ اس سے زیادہ مجھے دنیا والوں سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔"

"کیا اتنے سنگین مرحلے پر پہنچ کر بھی تم ہماری مدد نہیں کرو گی؟"

"ضرور کروں گی۔ جناب تمیرزی بھی عدنان کی خاطر مراقبے میں پہنچے ہوئے ہیں۔"

"یہ سنتے ہی سونیا خوشی سے کھل گئی۔ مجھے بھی اطمینان ہوا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا "خدا کا شکر ہے۔ اب ہمارا پوتا ضرور ہمیں مل جائے گا۔"

آمنہ نے کہا "فرہاد! اس وقت تم ہندوستان کے شہر ناگ پور میں ہو۔ تین گھنٹے بعد آدھی رات ہونے والی ہے اور آدھی رات کو وہاں کیا ہونے والا ہے؟ یہ تم اچھی طرح جانتے ہو اور تم پہلے ہی منصوبہ بنا چکے ہو۔"

"ہاں۔" میں نے ایک ٹھوس منصوبہ بنایا ہے۔ ایک خطرناک جادوگر جنگل بھٹا چاریہ کو خاک میں ملانا ہے۔"

"تو پھر وہاں جاؤ۔ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"کیا وہ تانترک مہاراج ہمارے پوتے کو نقصان پہنچا رہا ہے؟"

"تم وہاں جاؤ گے تو تمہیں بہت کچھ معلوم ہو جائے گا لیکن جانے سے پہلے میرے دماغ میں چند سیکنڈ کے لیے آؤ۔"

سونیا نے کہا "آمنہ! اب میں آپ کے دروازے سے اسی وقت جاؤں گی جب ہمارا پوتا ہمیں مل جائے گا۔"

"انشاء اللہ وہ صبح تک اس ادارے میں موجود ہوگا اور تم اسے کلیجے سے لگا کر پیار کر سکو گی۔"

سونیا خوشی سے اچھل کر کھڑی ہو گئی اور آمنہ کے قدموں میں آ کر گر گئی۔ اس سے لپٹ کر بولی "میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

آمنہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "پاگل ہو گئی ہو؟ وہ میرا بھی تو پوتا ہے۔ کیا میں احسان کروں گی؟ چلو اٹھو..... اور معبود برحق کا شکر ادا کرو۔"

میں آمنہ کے دماغ میں پہنچا تو وہ روحانی ٹیلی پیتھی کی پرواز کرتی ہوئی ایک نوجوان لڑکی کے اندر پہنچی پھر مجھے وہاں چھوڑ کر بولی "بس..... میں جا رہی ہوں....."

وہ رخصت ہو گئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے اس لڑکی کے خیالات پڑھے تو حیران رہ گیا۔ وہ انیتا تھی۔ چنڈال جوگیا کی بیٹی۔

میں حیران اس لیے ہوا کہ میں انیتا کے نئے روپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ بھی نہیں سنا تھا اور روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ دل کو بڑا اطمینان ہو رہا تھا۔ حالات بدل رہے تھے۔ آمنہ جناب علی اسد اللہ تمیرزی اور اس ادارے کے دوسرے روحانی پیشوا بھی ہماری روحانی طور پر مدد نہیں کرتے تھے۔ دنیا والوں سے کنارہ کشی کیے رہتے تھے۔ اب ایک طویل مدت کے بعد جناب تمیرزی راضی ہو گئے تھے اور وہ مراقبے میں تھے۔ ہمارے عدنان کے لیے کچھ کر رہے تھے۔

ادھر آمنہ نے بھی روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے انیتا کے پاس پہنچا دیا تھا تو اس کی بھی کوئی وجہ تھی۔

بہرحال یہ آثار پیدا ہو رہے تھے کہ اب کالے جادو کی غلاظت ختم ہونے والی ہے۔ اب سے پہلے میری داستان میں ایک بہت بڑا موڑ آیا تھا جب تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے یا تو مر گئے تھے یا ان سے ٹیلی پیتھی کا علم چھین لیا گیا تھا۔ اس کے باوجود رفتہ رفتہ پتا نہیں کیسے اور کہاں کہاں سے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور کالا جادو جاننے والے پیدا ہو گئے تھے؟

ہمارے سب سے محترم بزرگ جناب تمیرزی میدان عمل میں آئے تھے تو اس کا مطلب یہی تھا کہ اب روحانیت کے ذریعے آتما شکتی اور کالے جادو کا توڑ ہونے والا ہے اور وہ سب فنا ہونے والے ہیں۔

میں نے انیتا کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ کار میں بیٹھ کر ہائی وے کی اس چوکی پر آئی ہے جو شہر سے باہر ہے۔ چنڈال نے خیال خوانی کے ذریعے اسے بتایا تھا کہ وہ وہاں پہنچنے والا ہے لہٰذا وہ بھی ادھر چلی آئے تاکہ وہ اپنے باپ کو اپنی موجودہ رہائش گاہ پر لے جا سکے۔

بیٹی نے باپ کو بتایا تھا کہ اس کا دشمن فرمان ممبئی کے ایک بنگلے میں ہے اور وہ اس بنگلے کا پتا اس لیے جانتی ہے کہ وہیں ثمر سلطانہ بھی اور وہ ثمر سلطانہ اس کے اندر اسی بنگلے میں تھی۔ اس کے مرتے ہی اس کے جسم سے نکل گئی تھی۔ اس وقت تک فرمان اسی بنگلے میں تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی چنڈال اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ بیٹی کی طرح باپ نے بھی نیا جسم حاصل کیا ہوا تھا۔ اس لیے بیٹی باپ کو نہیں پہچان سکتی تھی اور باپ بھی بیٹی کو صورت شکل سے نہیں پہچان سکتا تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ

الف لیلہ ڈائجسٹ کے
دلچسپ ترین سلسلے، کتابی شکل میں
شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی
ہڑل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت
ہمزاد (مکمل)
بک 60 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے
جال (مکمل)
بک 60 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے
→ ایک پراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلئے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
→ اس شخصیت کا قصہ جس کے چہرے کی عمر 130 سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر 25 سال
→ ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔
→ ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے
→ جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا
→ دنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802551-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطے کے لئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ کراچی 75500

فلاں نمبر اور فلاں رنگ کی کار میں آرہا ہے۔ وہاں آتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ جائے گا تو وہ اسے پہچان لے گی۔

چنڈال نے اپنی کار اس کے قریب روک کر ہانپتے ہوئے کہا ''میری جان! میری بیٹی! میں تمہارا پتا ہوں۔''

وہ دوڑتی ہوئی آکر باپ سے لپٹ گئی۔ پھر خوشی سے رونے لگی۔ وہ بیٹی کی پیشانی کو چومتے ہوئے بولا ''گھر چلو..... وہاں بہت سی باتیں ہوں گی۔ وہاں پہنچتے ہی میں سب سے پہلے تم پر تنویمی عمل کر کے تمہارے دماغ کو لاک کروں گا تاکہ کوئی دشمن تمہارے اندر نہ پہنچ سکے۔''

وہ باپ بیٹی اپنی اپنی کار میں بیٹھ گئے۔ انیتا ڈرائیو کرتی ہوئی آگے جانے لگی۔ چنڈال اس کے پیچھے چلنے لگا۔ میں سوچ رہا تھا ''اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

دانش مندی یہی تھی کہ چنڈال کو ختم کرنے کے سلسلے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ پتا نہیں تانترک مہاراج اس کے اندر کب آنا چاہتا تھا؟ اگر وہ موجود نہیں ہوگا تو پھر میرا کام بن جائے گا۔ اگر یہ ایک بار مارا گیا اور اس کی آتما کو دوسرے جسم میں پہنچانے والا وہ تانترک مہاراج نہ رہا تو پھر یہ دوسری بار کبھی زندگی حاصل نہیں کر سکے گا۔

وہ دونوں ایک عالیشان کوٹھی میں پہنچ گئے۔ بیٹی وہاں تنہا تھی۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولی ''پتا جی! تانترک مہاراج نے ہم دونوں پر بہت احسان کیا ہے۔ میں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ کیا وہ آپ کے اندر موجود ہیں؟''

اس نے کہا ''نہیں بیٹی! وہ موجود نہیں ہیں۔ آج وہ بہت مصروف رہیں گے۔ میں ان سے رابطہ بھی نہیں کر سکوں گا۔ انہوں نے منع کیا ہے۔ وہ خود ہی میرے دماغ میں آکر مجھ سے بات کریں گے۔''

اس کی باتیں سن کر میں سمجھ گیا کہ تانترک مہاراج اپنے مکان کے صحن میں کالی ماتا کی مورتی کے سامنے کسی خاص عمل میں مصروف ہے اور آدھی رات کو ایک سیاہ رنگ کے بیل کو بلی چڑھا کر اس کے خون سے نہائے گا اور بھنگ پی کر کالی ماتا کے سامنے رقص کرے گا اور منتروں کا جاپ کرے گا۔

اتنا تو یقین ہو گیا کہ اب میں چنڈال کے ساتھ جو کچھ بھی کروں گا ایسے وقت تانترک مہاراج موجود نہیں رہے گا۔

چنڈال جو کہ بیڈ روم میں آگیا تھا اور بیٹی سے کہہ رہا تھا ''تم بیڈ پر چاروں شانے چت لیٹ جاؤ۔ بدن کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ میں تم پر عمل کروں گا۔''

وہ میری مرضی کے مطابق بولی ''میں نے آپ کے لیے ایک بہت ہی مہنگا اور خوب صورت گفٹ خرید کر رکھا ہے۔ پہلے میں وہ آپ کو دکھانا چاہتی ہوں۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی الماری کے پاس آئی۔ اس کا ایک پٹ کھولا تو وہاں کپڑوں کے درمیان ایک ریوالور رکھا ہوا تھا۔ وہ ریوالور ہاتھ میں لے کر پلٹی پھر اس کا نشانہ لیتے ہوئے بولی ''آپ کے لیے یہ گفٹ ہے۔''

وہ ایک دم سے چونک کر بولا ''بیٹی! یہ کیا کر رہی ہو؟''

اس سے پہلے کہ وہ بیٹی کے دماغ میں آکر اسے ریوالور پھینک دینے پر مجبور کرتا۔ میں نے گولی چلا دی۔ گولی اس کے ایک بازو میں لگی۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اس بازو کو تھام کر لڑکھڑا گیا۔

میں انیتا کو چھوڑ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ انیتا ایک دم سے گھبرا گئی۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ دوڑتی ہوئی آکر باپ سے لپٹ گئی۔ روتے ہوئے بولی ''پتا جی! یہ کیا ہو گیا؟ یہ میں نے کیا کیا؟ پتا جی! آپ یقین کریں میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔''

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا ''ہاں بیٹی! میں سمجھ گیا۔ کوئی دشمن تمہارے ذریعے میرے اندر پہنچ گیا ہے۔''

میں نے کہا ''ہاں چنڈال! میں پہنچ گیا ہوں۔ کیا تم مجھے میرے لہجے سے پہچان سکتے ہو؟''

وہ گولی کھانے کے باوجود نہیں چکرایا تھا لیکن میری آواز اور لہجہ سنتے ہی چکرا گیا۔ پیچھے ایک صوفے پر دھپ سے گر گیا۔ میں نے پوچھا ''کیا خیال خوانی کر سکو گے؟ اپنے تانترک مہاراج کو بلا سکو گے؟''

وہ یہی کوشش کر رہا تھا۔ دماغ کمزور ہو گیا تھا پھر بھی خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تو وہ ایک دم سے چیخ مار کر تڑپنے لگا۔

میں اسے زندہ رہنے کی مہلت نہیں دینا چاہتا تھا۔ انیتا میری مرضی کے مطابق پھر وہاں گئی جہاں ریوالور فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے اٹھایا پھر دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے باپ کا نشانہ لیا۔ ایک گولی اس کے سینے میں ماری دوسری گولی اس کی پیشانی پر..... اس کے ساتھ ہی اس آتما شکتی والے کی آتما جسم سے پرواز کر گئی۔ نہ جانے کہاں گئی ہوگی؟ لیکن اتنا یقین ہو گیا کہ اب وہ کبھی کسی کے جسم میں داخل نہیں ہو سکے گی کیونکہ نہ تو چنڈال کو منتر پڑھنے کا موقع ملا تھا اور نہ ہی اس کے لیے منتر پڑھنے والا تانترک مہاراج وہاں موجود تھا۔

انیتا دونوں ہاتھوں سے ریوالور لیے گم صم کھڑی تھی۔ باپ کی لاش کو دیکھ رہی تھی۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے باپ کو قتل کیا ہے۔

میں نے کہا ''انیتا! بس بہت ہو چکا۔ تم شیطانی زندگی جی چکی ہو۔ تمہاری موت قدرتی طور پر بہت پہلے ہو چکی ہے لیکن تمہارا شیطان باپ تمہیں ایسی زندگی دیتا رہا ہے لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ اب تم زندہ رہو اور پھر فساد برپا کرو۔''

اس نے میری مرضی کے مطابق ریوالور کی نال کو اپنی پیشانی سے لگایا پھر ٹریگر دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی اس کی پیشانی پر گولی لگی۔ اس کے ساتھ ہی میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل آئیں۔ دماغ مردہ ہو چکا تھا۔ اس کی آتما بھی پرواز کر چکی تھی اور اب کبھی کسی کے جسم میں داخل ہونے والی نہیں تھی۔

وہاں میری سوچ کی لہروں کے لیے کوئی دماغ نہیں رہا تھا اس لیے میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں چنڈال ایک طویل عرصے تک کالے عمل کی جادوگری دکھاتا رہا تھا۔ اس نے طرح طرح کے شیطانی تماشے کیے۔ اس غرور میں مبتلا رہا کہ کبھی نہیں مرے گا۔ عارضی موت کے بعد ہمیشہ کی زندگی حاصل کرتا رہے گا۔ آج اس کا غرور ٹوٹ گیا تھا۔

اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی تھی۔ ایسے وقت تانترک مہاراج اپنے ایک خاص عمل میں مصروف تھا۔ وہ اس بہت بڑے نقصان سے بے خبر تھا کہ اس کا ایک ٹیلی پیتھی اور کالا جادو جاننے والا معمول اور تابعدار مر چکا ہے۔

میں نے سونیا کے پاس آکر پوچھا ''کیا تم سوچ سکتی ہو کہ آمنہ نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے کہاں پہنچایا تھا؟''

''میں آمنہ سے مزید کوئی بات نہ کر سکی۔ وہ ہمارے عدنان کے لیے پھر روحانی عمل میں مصروف ہو گئی ہے۔ ہائی دا اسے تم کہاں پہنچے تھے؟''

''آمنہ نے مجھے انیتا کے دماغ میں پہنچایا تھا، اس کے ذریعے میں چنڈال جو کیا تک پہنچ گیا۔ میں نے کالا جادو کرنے والے اس شیطان کو مار ڈالا ہے۔''

''یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آمنہ اور جناب تبریزی انکل شر پسندی اور کالے جادو کو ختم کر دینا چاہتے ہیں جو سارے لیے پریشانی کا باعث بن رہے ہیں۔''

''اگر ایسی بات ہے تو ولاڈی میر اور ارنا کوف وغیرہ کی کیا شامت آگئی ہے۔''

''میں یہ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوں کہ ہمارے روحانی پیشوا جناب تبریزی عدنان کے لیے کیا کر رہے ہیں؟''

''ذرا صبر کرو۔ صبح تک تمہارا پوتا تمہاری گود میں ہوگا۔''

''یہ بات اطمینان بخش ہے کہ وہ ادارے کے اندر پہنچے گا۔ یہاں کسی کا کالا جادو اس پر اثر نہیں کرے گا۔''

''ہندوستان کے وقت کے مطابق گیارہ بج چکے ہیں۔ تانترک مہاراج ابھی ایک گھنٹے کے اندر ایک بیل کی بلی دے کر اس کے خون سے نہائے گا اور بھنگ پی کر کالی ماتا کی مورتی کے سامنے مستی میں ناچے گا۔ شاید نشے کے وقت میں اس کے اندر پہنچ کر اس کا خاتمہ کر سکوں گا۔''

''بے شک تمہیں اس شیطان کا بھی خاتمہ کرنا چاہیے لیکن چند منٹ کے لیے میرے عدنان کے اندر جاؤ۔ دیکھو وہ کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟''

''میں ابھی جا رہا ہوں۔''

میں دوسرے ہی لمحے اپنے پوتے کے اندر پہنچ گیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ اس کے خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے تھے۔ وہاں قرآن مجید کی تلاوت سنائی دے رہی تھی۔ میں اس اثر انگیز تلاوت کو سنتے ہی سمجھ گیا۔ وہاں جناب علی اسد اللہ تبریزی موجود تھے۔

پھر مجھے ارنا کوف، آدازون اور ولاڈی میر کی آوازیں سنائی دیں۔ ولاڈی میر گرج کر پوچھ رہا تھا ''کون ہے؟ یہ کس کی آواز ہے؟''

ارنا کوف نے کہا ''یہ عربی زبان ہے۔ کوئی مسلمان اپنے دین کی آسمانی کتاب پڑھ رہا ہے۔''

آدازون نے کہا ''خواہ مخواہ پڑھ رہا ہے۔ جب یہ بچہ ہماری سوچ کی لہروں کو نہیں سن پاتا تو عربی زبان اسے کیا

ماورائی لوگ
روحانی صلاحیتوں کا حصول بھی نصیب ہے۔ یہ خدا کی طرف سے وہبیت ہوتی ہیں اور کبھی کبھی تو ان کا اظہار حیرت انگیز طور پر ہوتا ہے۔
ایسے ہی چند لوگوں کے سچے واقعات اور پیش گوئیاں، جو خاص روحانی صلاحیتیں رکھتے تھے اور جس کی بنا پر انہوں نے دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا۔
روحانی صلاحیتوں کے حامل لوگوں کے کچھ ناقابل فراموش سچے واقعات جو انتہائی تحقیق و جستجو کے بعد شائع کیے جا رہے ہیں۔
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 021-5804300 ای میل: yahoo.com
C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی 75500

خاک متاثر کرے گی؟"

ایسے وقت عدنان کے دماغ میں ایسی آوازیں گونجنے لگیں جیسے آندھی چل رہی ہو پھر کالے منتروں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ ولاڈی میر نے غصے سے کہا "ارناکوف! تم یہ منتر پڑھ رہی ہو؟"

وہ بولی "گدھے کے بچے! کیا یہ مردانہ آواز تجھے میری لگ رہی ہے؟ یہ تو پڑھ رہا ہے۔"

"میں پڑھ رہا ہوتا تو باتیں نہ کرتا۔ تیرا بیٹا آواز دن پڑھ رہا ہے۔ میں توڑ کروں گا۔"

"یہ میرا بیٹا نہیں ہے۔ میں بھی توڑ کر رہی ہوں۔"

ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کون پڑھ رہا ہے۔ جس کے اثر سے اس بچے کے اندر آندھی سی چل رہی ہے۔ میں سمجھ گیا۔ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ اپنے اس خاص عمل کے اختتامی مرحلے پر تھا۔

اس نتھے سے دماغ میں غضب کا شور برپا تھا۔ صرف تانترک مہاراج ہی نہیں، ولاڈی میر، ارناکوف اور آوازون کی آوازیں بھی ابھر رہی تھیں۔ یکبارگی وہ تمام آوازیں دھیمی پڑنے لگیں۔ ڈوبنے لگیں۔ جناب تبریزی کی تلاوت کی آواز ان پر حاوی ہو رہی تھی۔

ہندوستان میں رات کے بارہ بجنے والے تھے۔ میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا تانترک مہاراج کے ایک چیلے کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں صحن کے وسط میں الاؤ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ شعلوں کی سرخی سے کالی مائی کا سیاہ چہرہ چمک رہا تھا۔ مہاراج اپنے آسن سے اٹھ کر دونوں ہاتھوں سے مٹکا اٹھائے، اس سے منہ لگائے بھنگ پی رہا تھا اور ایک ایک گھونٹ کے بعد مختصر سا منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کے دو چیلے ڈھول بجا بجا کر رقص کر رہے تھے۔ ایک چیلا بڑا سا بغدا اٹھا کر لے آیا تھا۔ دوسرے دو چیلے بڑے سے سیاہ بیل کو کالی مائی کی مورتی کے سامنے گرا رہے تھے۔

اس نے مٹکا خالی کر کے اسے ایک طرف پھینک دیا پھر اپنے چیلے سے بغدا لے کر اسے فضا میں لہراتے ہوئے کہا "جے مہاکالی! تیرا بچن نہ جائے خالی..... بچے کے اندر منتر بھر رہا ہے۔ تیرا بچن نہ جائے خالی..... جے مہاکالی.....!"

اس کی باتوں سے ظاہر ہو گیا کہ اسے عدنان کے اندر اپنے منتروں کی کمزوری کا پتا چل گیا ہے۔ وہ بار بار اپنی دیوی سے کہہ رہا تھا کہ بچے کے اندر پہنچا ہوا منتر سمجھنے نہ پائے۔ وہ گرجتی اور گونجتی آواز میں جے مہاکالی کہتا ہوا بغدے کو فضا میں لہراتا ہوا سیاہ بیل کے پاس آیا۔ پھر اس کی گردن پر زوردار ضرب لگائی۔ وہ بہت شہ زور تھا۔ بغدے کے ایک ہی وار سے بیل کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ کٹی ہوئی گردن سے لہو کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ وہ خونریل سے لپٹ کر اس کے لہو میں بھیگنے لگا اور چیخ چیخ کر مہاکالی کی گردان کرنے لگا۔ اس کا چہرہ اس کا آدھا بدن لہو سے بھیگتا جا رہا تھا۔

کچھ کالے جادو کا نشہ تھا۔ کچھ بھنگ کا نشہ تھا۔ وہ مست ہو رہا تھا۔ اچھی طرح لہو میں نہانے کے بعد اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک چیلے سے ڈھولک لے کر اس کی ڈور کو گردن میں پہن کر اسے بجانے لگا۔ گیت گانے کے انداز میں منتر پڑھتے پڑھتے ناچنے لگا۔

اس کے ایک چیلے کے اندر فرمان اور دوسرے چیلے کے اندر ٹونی جے تھا۔ فرمان نے مجھ سے کہا "سر! کیا میں اپنے چیلے کے ذریعے اس پر حملہ کروں؟"

میں نے کہا "تم تماشا دیکھو۔ میں حملہ کروں گا۔"

ٹونی جے نے کہا "اس نے بھنگ پی ہے۔ نشے میں ہے۔ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

میں اسے منع کرنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت کالی مائی کی مورتی کے پاس عدنان کود دیکھ کر چونک گیا۔ وہ صاف طور سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ دھندلا دھندلا سا تھا۔ شیشے جیسا وجود تھا۔ اس کے آر پار دکھائی دے رہا تھا۔

تانترک مہاراج، عدنان کو اپنے پاس بلانے کے لیے شام سے منتر پڑھ رہا تھا مگر اتنی محنت کے باوجود عدنان کو اس کے پورے وجود کے ساتھ بلانے میں ناکام رہا تھا۔ وہ عدنان تھا مگر شیشے جیسا ادھورا وجود تھا۔ ادھوری کامیابی تھی۔

ایسے ہی وقت میرے زیر اثر رہنے والے چیلے نے زمین پر پڑے ہوئے بغدے کو اٹھایا اور عین اسی وقت میں نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے چونک گیا۔ گرجتے ہوئے بولا "جے مہاکالی! تیرا بچن نہ جائے....."

وہ پوری بات نہ کہہ سکا۔ میرے چیلے نے دوڑتے ہوئے جا کر اس کی گردن پر بغدے کا ایک ہاتھ مارا۔ اس کے حلق سے کراہ نہ نکل سکی۔ میں نے اس چیلے کے اندر اپنی قوت استعمال کی تھی۔ تانترک مہاراج کی گردن تن سے جدا ہو چکی تھی۔ لہو کے چھینٹے اڑتے ہوئے کالی مائی کے منہ پر گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی میرے پوتے کا شیشے جیسا وجود واپس چلا گیا تھا۔

خس کم جہاں پاک، آخر وہ کالی مائی کا پجاری کالے جادو کا دیو، تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ بھی جہنم میں پہنچ گیا۔ وہ ٹیلی پیتھی اور کالے جادو کے حوالے سے بہت زبردست تھا۔ جب تک ظالم زندہ رہتا ہے اور اپنی فرعونیت سے قیامت ڈھاتا رہتا ہے تو یہی لگتا ہے کہ وہ قیامت تک قیامت ڈھاتا رہے گا اور اسے کوئی روک نہیں سکے گا، ٹوک نہیں سکے گا، مار نہیں سکے گا لیکن موت اٹل ہے۔ کمزور کو بھی آتی ہے اور شہ زور کو بھی آتی ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ دائم و قائم ہے۔ باقی سب فانی ہیں۔ فنا ہونا پڑتا ہے لہٰذا تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کو فنا ہونے میں ایک پل کی بھی دیر نہیں لگی اور وہ اس دنیا سے نابود ہو گیا۔

اس کی سرکٹی لاش کالی دیوی کے قدموں کے پاس پڑی ہوئی تھی۔ اب کوئی ایسا جادوگر نہیں تھا جو آتما شکتی کے منتر پڑھ کر اس کی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچاتا۔ اس سے پہلے چنڈال کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ اس کی آتما کو بھی کوئی دوسرے جسم میں پہنچانے والا نہیں تھا۔ اس طرح یہ دونوں گرو اور چیلے ایک ہی رات میں حرام موت مارے گئے تھے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو ہم نہیں سوچتے وہ ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ دونوں شیطان پھر کسی وجہ سے کسی حوالے سے دوبارہ زندگی حاصل کر لیں لیکن مجھے یقین تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے ان دونوں گرو اور چیلے کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور میری پشت پر روحانی قوتیں تھیں اور اب شیطانی قوتیں مجھ سے سبقت نہیں لے جا سکتی تھیں۔

اس تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ اور چنڈال جوگیا کی پربت آتماؤں یعنی بدروحوں کا کیا بنا؟ وہ کہاں بھٹک رہی ہوں گی؟ یہ شاید جناب تبریزی جانتے ہوں گے مجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے تو اپنے پوتے کی فکر تھی۔ وہ مجھے وہاں شیشے کے وجود کی طرح دکھائی دے رہا تھا پھر گم ہو گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی تو اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔

وہ افریقہ کے شمال مغربی ساحلی شہر نواشوط کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں جولیانا وانسن کے ساتھ سو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خواب کے عالم میں بیدار ہو اور نیند کی حالت میں چلتا ہوا اس کمرے سے باہر جا رہا ہو۔

اس وقت اس کے دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے تھے۔ اس کا ذہن ایک ہی خیال پر مرکوز تھا اور ایسے میں ولاڈی میر، ارناکوف، آوازون اور تاشا وغیرہ سب ہی اس کے اندر چلے آئے تھے۔ وہ سب ہی اسے مخاطب کرنے کی کوششیں کر رہے تھے لیکن وہ کسی کی سوچ کی لہر کو نہیں سن رہا تھا اور ایسا ہمیشہ سے ہوتا آیا تھا۔

لیکن اس بار ایک نئی بات سامنے آئی تھی۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر پہنچ کر اس کے ذریعے یہ نہیں دیکھ پا رہے تھے کہ وہ کہاں ہے اور اس وقت کہاں جا رہا ہے۔ اس کے دماغ کی ننھی سی دنیا میں نور ہی نور پھیلا ہوا تھا۔ روحانیت کی چکا چوند کر دینے والی روشنی تھی جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اور وہ کچھ دیکھ نہیں پا رہے تھے۔ بس یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ بچہ متحرک ہے اور کہیں چلا جا رہا ہے۔

روحانیت کا سفر کیا ہوتا ہے؟ پلک جھپکتے ہی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا فاصلہ طے ہو جاتا ہے۔ ولاڈی میر، ارناکوف، آوازون اور تاشا کو ایسا لگا کہ جیسے پلک جھپکتے ہی وہ بچہ اپنی منزل تک پہنچ گیا ہو۔ اب اس کا ذہن صاف ہو گیا تھا اور اس کے ذریعے آس پاس کے ماحول کو دیکھا جا سکتا تھا اور اطراف کی آوازیں سنی جا سکتی تھیں۔ ان سب نے حیرانی سے دیکھا، عدنان بابا صاحب کے ادارے کے صدر دروازے کے سامنے پہنچ گیا تھا اور وہ بڑا سا دروازہ اس کے لیے کھولا جا رہا تھا۔

پھر ان تمام شرپسندوں کو جناب تبریزی کی آواز سنائی دی۔ وہ عدنان سے کہہ رہے تھے "بیٹا بسم اللہ پڑھو اور اندر قدم رکھو۔"

عدنان نے بسم اللہ کہا۔ پھر سیدھا پاؤں دہلیز کے اندر رکھا۔ پاؤں اندر رکھتے ہی اس کا دماغ مقفل ہو گیا۔ تمام ٹیلی پیتھی والے، کالا جادو جاننے والے اس کے دماغ سے نکل

ایک اچھوتی سرگزشت
چھلاوا
بیسویں صدی کی ایک نہایت پراسرار خاتون
صبیحہ بانو کی آپ بیتی
صفحات 1120 | قیمت 800 روپے | ڈاکخرچ 129 روپے
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200
فون: 5802551 فیکس: 5802552-5895313
Kitabiat1970@yahoo.com
78600 فیکسٹائل ٹاؤن، سپر ہائی وے، کراچی 63-C

اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئے۔ یہ بات سمجھ گئے کہ وہ بچہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا ہے اور آئندہ وہاں رہے گا۔ کوئی بھی اس کے اندر تک نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ سب مایوس ہوگئے۔ ولاڈی میر سب سے زیادہ دل برداشتہ ہوا۔ عدنان اس کے لیے بہت اہم تھا۔ اس کے پراسرار علم نے اسے بتایا تھا کہ عدنان کی موت کے بعد اس کی زندگی میں جاری رہنے والی نحوستیں ختم ہوجائیں گی۔ پھر وہ تمام عمر عروج حاصل کرتا رہے گا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں حکمرانی کرتا رہے گا۔ اس کے لیے شرط یہ تھی کہ وہ عدنان کو کسی طرح حاصل کرے اور اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرے۔

اس نے ایسا کرنے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کی تھیں اور تمام تدبیریں خاک ہوگئی تھیں۔ دوسری طرف ارناکوف کے پراسرار علم نے بتایا تھا کہ اس کی بیٹی تاشا اور عدنان کے یکجا ہونے سے تاشا کو بہت عروج حاصل ہوگا۔ وہ بہت ترقی کرے گی۔ اپنی اور عدنان کی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر حکومت کرتی رہے گی۔

تاشا چودہ برس کی تھی اور عدنان چار برس کا تھا۔ وہ عدنان سے دس برس بڑی تھی۔ پھر بھی ان کے پراسرار علم کے مطابق عدنان جب بیس برس کا جوان ہوتا تو تاشا کے ساتھ اس کی شادی ہوسکتی تھی۔ واللہ عالم..... خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے پراسرار علم کے مطابق ایسا آئندہ ہوسکے گا یا نہیں ابھی تو اس کی توقع نہیں تھی۔ اب عدنان بہ خیریت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا تھا اور وہیں تعلیم و تربیت حاصل کرنے والا تھا۔

سونیا، پارس، پورس، الپا، کبریا اور اعلیٰ بی بی اور ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ ایک طویل جدوجہد ختم ہوچکی تھی۔ تمام شیطانی قوتیں پسپا ہوگئی تھیں۔ اگرچہ کسی کی ٹیلی پیتھی کام نہیں آئی تھی۔ جناب تمبرزی نے روحانی عمل سے ہم سب کو پریشانیوں سے نجات دلائی تھی اور ہم سب ان کے ممنون و شکر گزار تھے۔

انا بیلا، کبریا کے ساتھ طیارے میں سفر کرتی ہوئی استنبول پہنچ گئی تھی۔ سفر کے دوران میں وہ کبریا سے متاثر ہوگئی تھی اس نے کبریا پر یہ ظاہر نہیں کیا تھا لیکن دل ہی دل میں فیصلہ کیا تھا کہ اسے ایک لمبی زندگی گزارنے کے لیے ایسا باڈی بلڈر یا فائٹر چاہیے وہ اس کا باڈی گارڈ بن کر رہے گا۔

کبریا نے اس کا محافظ بن کر رہنا منظور کرلیا تھا۔ وہ دونوں استنبول کے ایک مہنگے ہوٹل میں تھے۔ کبریا کے لیے اس نے دوسرا کمرا لیا تھا۔ ابھی وہ اس کے ساتھ ایسا سلوک کررہی تھی جیسے اسے وہ محض ایک باڈی گارڈ سمجھ رہی ہو۔

کبریا بھی بڑے آرام سے اس کے دل اور دماغ میں جگہ بنانا چاہتا تھا۔ اتنا اعتماد حاصل کرلینا چاہتا تھا کہ وہ اسے اندر کی تمام باتیں اسے بتادیا کرے اور وہ جاننا چاہتا تھا کہ انا بیلا نے اگر عدنان کو اغوا کیا ہے اور اسے کہیں چھپا کر رکھا ہے تو عدنان کہیں نہ کہیں اس کی نظروں میں ضرور آئے گا۔

وہاں پہنچ کر وہ کبریا کے ساتھ ایک بینک میں آئی تھی۔ وہاں کرنسی تبدیل کروانا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت چند خاکپوش ڈاکوؤں نے پورے بینک کو اپنے قبضے میں لے لیا اور وہاں کی تمام نقد رقم بڑے بڑے بیگوں میں بھرنے لگے۔

بینک کے اندر دوسروں کی طرح انا بیلا اور کبریا بھی ان کے گن پوائنٹ پر تھے۔ وہاں دو افراد نے دلیری دکھانے کی کوشش کی تھیں۔ ڈاکوؤں سے لڑ پڑے تھے۔ دوسرے ڈاکوؤں نے انہیں گولی ماردی تھی۔ اب انا بیلا سہمی ہوئی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک ایک ڈاکو کے اندر گھس سکتی تھی لیکن وہ سب ایک دوسرے سے مقامی زبان میں بول رہے تھے اور وہ یہ زبان نہیں جانتی تھی۔

کبریا جانتا تھا اور بڑے اطمینان سے ایک کے بعد ایک ڈاکو کے اندر پہنچتا جارہا تھا۔ وہ تمام افراد کو حکم دے رہے تھے کہ فرش پر اوندھے منہ لیٹ جائیں اور کوئی حرکت نہ کریں۔ ایسے وقت اس نے ایک نقاب پوش کے دماغ پر قبضہ جمایا اور اسے دماغی طور پر غائب بناتے ہی اس کے پیٹ پر لات مار کر گن چھین لی۔ پھر ایک ہاتھ سے اس کی گردن کو جکڑ لیا۔ دوسرے ہاتھ سے گولی چلائی۔ دوسرے ڈاکو کو مار گرایا پھر دو ایک اور کے ذریعے تیسرے ڈاکو کے اندر پہنچا اس نے اپنے دو ساتھیوں پر گولیاں چلائیں۔ انا بیلا سہمی ہوئی دوسروں کے ساتھ اوندھی لیٹی ہوئی تھی۔ وہ دیکھ نہیں پارہی تھی کہ کبریا کیا کررہا ہے اس نے لیٹے لیٹے سر گھما کر دیکھا تو کبریا دو ڈاکوؤں سے لڑ رہا تھا۔ ایک کو فلائنگ کک مارنے کے بعد دوسرے کو تابڑ توڑ گھونسے مار رہا تھا۔ جو لوگ زمین پر اوندھے پڑے ہوئے تھے وہ سب اٹھ رہے تھے۔ پتا چلا کہ چھ ڈاکو تھے۔ ان میں سے چار فائرنگ کے ذریعے مارے گئے تھے۔ باقی دو زندہ تھے۔ جن سے کبریا نمٹ رہا تھا۔ پھر سب ہی نے لپک کر ان دونوں ڈاکوؤں کو پکڑ لیا تھا۔

انا بیلا نے فرش سے اٹھ کر اپنے لباس کو جھاڑتے ہوئے تعریفی نظروں سے کبریا کی طرف دیکھا پھر یونہی غصہ دکھاتے ہوئے ذرا پیار سے بولی ''تمہیں ان سے لڑنے کی کیا

ضرورت تھی۔ اگر یہ تمہیں گولی مار دیتے تو؟"

کبریا نے کہا "تم نے کچھ نہیں دیکھا کہ جب تم زمین پر اوندھے منہ لیٹنے جارہی تھیں تو ایک ڈاکو تمہارا نشانہ لے رہا تھا۔ کیا میں تمہیں مرنے دیتا۔ بس میری سمجھ میں نہیں آیا۔ آڈو دیکھا نہ تاؤ اس سے بھڑ گیا اور یہ اچھا ہی کیا۔ دیکھ لو کہ ڈاکوؤں کا صفایا ہو چکا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تم نے تنہا ان کا مقابلہ کیا ہے؟"

"ہاں تین کو تو میں نے گولی مار دی تھی اور ایک خود ہی گولی کی زد میں آ گیا۔ اس طرح چار مارے گئے۔ پھر میں نے مارشل آرٹ کا مظاہرہ کیا اور دو ڈاکوؤں کی پٹائی کر دی۔"

وہاں پولیس والے پہنچ گئے تھے۔ انہیں بھی روک لیا گیا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد وہ اپنا بیان لکھانے کے بعد ہوٹل واپس آئے۔ اب وہ اس سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ یہ بہت کام کا جوان ہے اور بے روزگار ہے۔ اسے میں زیادہ سے زیادہ رقم دیتی رہوں گی تو یہ میرا صرف فرمانبردار ہی نہیں، راز دار بھی بن کر رہے گا۔ میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر رکھ سکتی ہوں۔

اس نے یہی کیا۔ کبریا کو اپنے کمرے میں بلایا اس نے آ کر پوچھا۔

وہ بولی "کیا تم میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے؟"

"میں زبان سے کچھ نہیں کہوں گا۔ تم حکم دو تو پھر دیکھو میں عمل کرتا ہوں یا نہیں۔"

وہ بولی "وہاں میرے بیڈ پر جاؤ۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔" وہ بیڈ کے پاس جا کر اس کے سرے پر بیٹھ گیا۔ پھر جوتے اتارتے ہوئے بولا "تمہارا ارادہ کیا ہے؟ اپنے بستر پر مجھے سلا رہی ہو؟"

"تم میرے باڈی گارڈ ہو ایک طرح سے میرے ملازم ہو۔ میں تمہیں تمہاری تنخواہ دیتی رہوں گی۔ جب بھی تمہیں رقم کی ضرورت ہو گی، وہ تمہیں مجھ سے ملتی رہے گی۔"

وہ بولا "پھر تو کیا بات ہے۔ تم گردن کٹوانے کے لیے کہو گی تو یہ بھی کاٹ کر حاضر کر دوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "فی الحال میں چاہتی ہوں تم سو جاؤ۔" وہ بستر پر لیٹ گیا۔ وہ بولی "چاروں شانے چت ہو جاؤ۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو اور آنکھیں بند کر لو۔"

اس نے یہی کیا۔ وہ اس کے دماغ میں آ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تھپکنے لگی۔ وہ اس کے ارادے کو پہلے ہی سمجھ کر عالی کو بلا چکا تھا تاکہ وہ اس کے اندر موجود رہے اور اس کے تنویمی عمل کو کمزور بناتی رہے۔ اس کے علاوہ وہ اس کے چور خیالات کو بھی نہ پڑھ سکے۔

دونوں طرف سے جوڑ توڑ جاری تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کبریا کس طرح اس کے عمل کا توڑ کر رہا ہے۔ بہرحال اس نے اپنے اطمینان کے مطابق اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا پھر اسے حکم دیا کہ تم میرے راز دار بن کر رہو گے۔

اس نے ایک معمول اور تابعدار کی حیثیت سے کہا "ہاں میں تمہارا راز دار بن کر رہوں گا۔"

"فی الحال میرا یہ راز ہے کہ میں فرہاد علی تیمور کے پوتے عدنان کو اپنے ساتھ اسرائیل لے جانا چاہتی ہوں۔ میرے راستے میں بڑی رکاوٹیں ہیں۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان دشمنوں کا مقابلہ کروں گی لیکن تمہیں بھی میرے ساتھ اس جنگ میں شریک ہونا ہے اور میرے دشمنوں سے نمٹتے رہنا ہے۔" وہ تابعدار کی حیثیت سے اس کی ہر بات تسلیم کر رہا تھا۔

آخر میں انابیلا مطمئن ہو گئی۔ اس نے اسے چار گھنٹوں تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا پھر خود بھی تھکی ہوئی تھی۔ آرام سے سونے کے لیے اس کے قریب ہی بیڈ پر لیٹ گئی۔ اپنے دماغ کو ہدایات دیں کہ وہ چار گھنٹوں تک سوتی رہے اور اپنے اس باڈی گارڈ سے پہلے بیدار ہو جائے۔

اس وقت استنبول میں رات کے نو بجے تھے اور ہندوستان میں آدھی رات ہو چکی تھی۔ وہاں وہی سب کچھ ہو رہا تھا جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ چنڈال جوگیا اور نا تمرک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ میرے ہاتھوں مارے گئے تھے اور جناب تبریزی نے عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا تھا۔

انابیلا چار گھنٹوں تک سوتے رہنے کے بعد کبریا سے دو چار منٹ پہلے ہی بیدار ہو گئی۔ اٹھتے کے ساتھ ہی وہ سب سے پہلے عدنان کی خبر لینا چاہتی تھی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر جولیانا واٹسن کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھتے ہی ایک ذہنی دھچکا سا لگا۔ پتا چلا کہ عدنان کہیں گم ہو گیا ہے۔

جولیانا واٹسن کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ عدنان کے ساتھ پچھلی رات ایک بیڈ پر سوئی تھی۔ عدنان گہری نیند میں تھا۔ وہ بھی تھکی ہوئی تھی۔ اس لیے گہری نیند سو رہی تھی پھر پتا نہیں کہ رات کو وہ کب وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ اسے خبر نہ ہوئی رات تین بجے آنکھ کھلی تو دیکھا بیڈ پر عدنان نہیں تھا۔ تب سے وہ اسے پریشان ہو کر ڈھونڈنے لگی۔ اور ہوٹل والوں سے شکایت کرنے لگی کہ ایک بچہ اس ہوٹل سے کس طرح نکل کر گیا ہے۔ اس پر کسی نے توجہ کیوں نہیں دی؟

ہوٹل کا ایک فرد بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ کوئی بچہ رات کو کس وقت ہوٹل سے باہر گیا ہے۔ کسی نے کسی بچے کو جاتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ سب لاعلمی ظاہر کر رہے تھے۔

انابیلا بستر پر سے اچھل کر فرش پر کھڑی ہو گئی تھی۔ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی کہ وہ اچانک کیسے غائب ہو گیا؟ کبریا بیدار ہو گیا تھا۔ عالی اسے بتا رہی تھی کہ میں نے دو خطرناک جادوگروں کو مار ڈالا ہے اور جناب تبریزی ہمارے عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں لے آئے ہیں۔

کبریا نے کہا "اچھا بھی یہ اتنی پریشان ہو رہی ہے میری طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھ رہی ہے۔ ٹھیک ہے عالی! تم جاؤ تمہارا لشکر یہ! میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

وہ چلی گئی۔ وہ انابیلا سے بولا "مس صاحبہ کیا بات ہے۔ کچھ زیادہ ہی پریشان لگ رہی ہو؟"

وہ غصے سے پاؤں پٹخ کر بولی "شٹ اَپ تھوڑی دیر خاموش رہو۔ کچھ نہ بولو، مجھے سوچنے دو۔"

اس نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ عدنان کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں یوں بھٹکنے لگیں۔ جیسے کسی مردے کے دماغ میں جگہ نہ ملے تو بھٹکتی رہ جاتی ہیں۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی "کیا عدنان مر چکا ہے؟"

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ وہ دلاڈی میر اور ارنا کوف کے آلہ کاروں کو جانتی تھی۔ اس نے فوراً ہی ایک آلہ کار کے ذریعے دلاڈی میر سے رابطہ کیا پھر پوچھا۔

"کیا تم نے عدنان کو حاصل کیا ہے اور اسے مار ڈالا ہے۔"

"تم میرے پاس کیوں آئی ہو؟ جاؤ یہاں سے۔"

"نہیں جاؤں گی۔ پہلے تم بتاؤ کیا تم نے اسے مار ڈالا ہے۔ کیونکہ اس بچے کو مار ڈالنے سے ہی تمہاری زندگی میں پھیلی ہوئی نحوستیں ختم ہوں گی۔ تم نے ایسا ضرور کیا ہے۔"

"بکواس مت کرو میں کہہ چکا ہوں میں کچھ نہیں جانتا۔ ارنا کوف کے پاس جاؤ گی تو وہ بھی پریشان دکھائی دے گی۔ ہم میں سے کوئی بھی اس بچے کے دماغ میں پہنچ نہیں پا رہا ہے۔"

"ایسی کیا بات ہو گئی ہے کہ ہم اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"اس بچے پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ روحانیت کے

ایک مقبول ترین سلسلہ

ستار

قیمت فی حصہ 60 روپے | 2 حصے مکمل | ڈاک خرچ 23 روپے

کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے

کتاب کی قیمت بذریعہ پیشگی ڈرافٹ، منی آرڈر یا رجسٹرڈ چیک ارسال روانہ کریں

کتابیات پبلی کیشنز کراچی

پوسٹ بکس 23

فون 580 [illegible]

C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی 75500 | کراچی 74200

ذریعے کالے جادو کو پسپا کیا گیا ہے۔ ہم سب دیکھتے رہ گئے اور عدنان ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔"

"تمہیں یہ کب معلوم ہوا کہ اب عدنان تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا؟"

"ہم اس کے دماغ میں تھے مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں ہے اور کدھر جا رہا ہے۔ پھر ہم نے دیکھا وہ بابا صاحب کے ادارے کے صدر دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ وہ دروازہ کھل رہا تھا۔ جب اس نے ادارے کے اندر قدم رکھا تو اچانک ہی اس کا دماغ جیسے لاک ہو گیا یا گم ہو گیا۔ ہم سب کی سوچ کی لہریں وہاں سے واپس آ گئیں اور پھر ہم دوسری بار اس کے دماغ تک نہیں جا سکے۔"

انابیلا کو یقین نہیں آیا اس نے دوسرے آلہ کار کے ذریعے ارنا کوف سے رابطہ کیا تو وہ بھی یہی کہہ رہی تھی آوازن بھی یہی کہہ رہا تھا۔ سب ہی پریشان تھے۔ وہ بچہ سب کے لیے اہم تھا اور سب ہی اس سے اس طرح محروم ہوئے تھے کہ آئندہ اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ کبھی معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ وہ بچہ اس ادارے سے باہر آئے گا یا نہیں اور باہر آنے کے بعد ان کے ہاتھ لگے گا یا نہیں؟

انابیلا شکست خوردہ انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ کر سر جھکا کر سوچنے لگی۔ کیا واقعی اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا گیا ہے۔ کیا اب عدنان کے ذریعے انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس نے بچے کو اغوا کیا تھا اور اسے چوری چھپے کہیں لے جا رہی تھی۔

کبریا دوسرے صوفے پر سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس پہنچ گیا تھا وہ کہہ رہی تھی۔

"بیٹے! اس پر یہ ظاہر نہ ہونے دینا کہ تم کبریا ہو اور اس کا تعاقب کرتے رہے ہو۔ وہ تم پر تنویمی عمل کر چکی ہے اور تمہیں اپنا معمول اور تابعدار سمجھ رہی ہے۔ تم اس کے ساتھ اسرائیل جاؤ وہ وہاں حکومت کرے گی اور تم اس کے سر پر مسلط رہا کرو گے۔"

"ٹھیک ہے مما! میں یہی کروں گا وہ اپنی دانست میں مجھے اپنا غلام بنا چکی ہے۔ میں موقع پا کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لوں گا۔"

سونیا نے کہا "اس ہوٹل کا فون نمبر بتاؤ۔"

کبریا نے وہاں کا نمبر بتایا پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

انابیلا نے چونک کر فون کی طرف دیکھا پھر ناگواری سے کہا "پتا نہیں کس کا فون ہے۔ تم اٹینڈ کرو۔"

کبریا نے اٹھ کر ریسیور اٹھایا پھر کان سے لگا کر دوسری طرف سے سونیا کی آواز سنی اس کے بعد کہا "مس صاحبہ! کوئی میڈم سونیا ہیں۔ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ لیکن فون اٹینڈ کرنا بھی ضروری تھا اگر ایسا نہ کرتی تو سونیا کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے ہر طرف سے گھیرنے کی کوشش کرتے۔ یہاں فون آنے کا مطلب یہی تھا کہ سونیا اس کا موجودہ پتا ٹھکانا جانتی ہے۔

اس نے فون کے ذریعے مخاطب ہونے سے پہلے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خیال خوانی کے ذریعے وہاں بھیج دیا ہوگا۔ وہ سب اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔

وہ ذرا سہمے ہوئے انداز میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ٹیلی فون کے پاس آئی پھر کبریا سے ریسیور لے کر اسے کان سے لگایا دھیمی آواز میں بولی "ہیلو میں بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے سونیا نے کہا "اپنا نام بولو۔"

انابیلا نے کبریا کی طرف دیکھا۔ اس نے اب تک کبریا کو اپنا اصلی نام نہیں بتایا تھا۔ اب سوچا یہ تو میرا معمول اور تابعدار بن چکا ہے لہٰذا سونیا کو فون پر اپنا نام بتا دینا چاہیے۔

وہ بولی "میں انابیلا بول رہی ہوں۔"

"کیا اپنی صفائی میں کچھ بولنا چاہو گی؟"

وہ انجان بن کر بولی "کیسی صفائی؟ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"انجان نہ بنو۔ تمہارے ہاتھ سے میرا پوتا نکل چکا ہے۔"

وہ چپ رہی۔ سونیا نے پوچھا "کیا اب بھی تم انکار کرو گی؟"

وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ سونیا نے کہا "اب میرے پوتے کے دماغ میں کوئی دشمن نہیں آ سکے گا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کی چار دیواری میں ہے۔ یہاں روحانیت کا عمل دخل ہے۔ کوئی شر پسند ادھر نہیں آ سکے گا۔"

وہ چپ رہی کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ سونیا نے کہا "اب سے پہلے تم نے مجھے بہت بڑا دھوکا دیا تھا۔ آوازون کو چپ چاپ میرے دماغ میں لے آئی تھیں۔ میں نے تمہاری وہ غلطی معاف کر دی تھی۔ دوسری بار تم نے بہت زبردست مکاری دکھائی۔ میرے پوتے کو اغوا کر کے قتل ابیب لیے جا رہی تھیں۔ کیا تم میری مرضی کے بغیر اسرائیل میں قدم رکھ سکو گی؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "میڈم! میں بہت شرمندہ

ہوں؟"

"تمہارے شرمندہ ہونے سے مجھے کیا فرق پڑے گا۔ تم بھٹکتی رہو، مرتی رہو، ذلیل و خوار ہوتی رہو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ جب آپ کو میرا یہاں کا فون نمبر معلوم ہو چکا ہے تو آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے یہاں اپنے آلہ کار بنا چکے ہوں گے۔ وہ سب ہوٹل کے باہر اور اندر میری نگرانی کرتے رہیں گے جب چاہیں گے مجھے گولی مار دیں گے۔"

"کیا تم مرنا نہیں چاہتیں؟"

"اپنی زندگی سے کسے پیار نہیں ہوتا۔ میں اپنی جان بچانے کے لیے زندہ رہنے کے لیے آپ کی ہر بات ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں۔ اس بار آپ مجھے آخری موقع دیں۔ میں ثابت کروں گی کہ میں آپ کی کنیز بن کر رہ سکتی ہوں۔"

"میری خدمت کرنے والے بہت ہیں۔ مجھے تمہاری جیسی مکار اور دوغلی کنیز کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے بہت مکاریاں دکھائی ہیں۔ ولادی میر، ارنا کوف، آوازون تو بے وقوف بنتے ہی رہے ہیں۔ تم نے مجھے اور نرہاد کو بھی بے وقوف بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ہم تم پر اندھا اعتماد کر رہے تھے اور تم ہماری محبت اور ہمدردی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہی تھیں۔"

"میڈم! آپ مجھے باتیں سنائیں گالیاں دیں، مجھے آپ سزائیں دے سکتی ہیں لیکن مجھے ایک بار زندہ رہنے کا موقع دیں۔"

"تمہارے پاس بس اتنا ہی موقع ہے کہ ہوٹل کے اندر رہ کر تم ایک دن یا ایک برس تک زندہ رہ سکتی ہو۔ ہوٹل سے باہر نکلو گی تو ماری جاؤ گی۔"

"کیا آپ وعدہ کرتی ہیں کہ میں ساری زندگی اسی ہوٹل کے اندر رہوں تو آپ مجھ سے دشمنی نہیں کریں گی اور آپ کا کوئی ماتحت مجھ پر گولی نہیں چلائے گا؟"

"دنیا جانتی ہے کہ میں زبان کی کھری ہوں۔ تمہاری جیسی مکار عورت کو زبان دی ہے تو اس پر عمل کروں گی۔ تم اس ہوٹل کی چار دیواری میں محفوظ رہو گی۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ میڈم!"

سونیا نے رابطہ ختم کر دیا۔ انابیلا نے ریسیور رکھ کر کبریا کو امید نظروں سے دیکھا پھر پوچھا "کیا تم میرے لیے جان کی بازی لگا سکتے ہو؟"

"تم مجھے آزما کر دیکھو، جو کہو گی وہ کروں گا۔ ویسے میں الجھ گیا ہوں۔ یہ میڈم کون تھیں جن سے تم اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھیں؟"

"اس کا نام سونیا ہے۔ وہ بہت ہی مکار اور خطرناک عورت ہے۔ وہ مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتی ہے لیکن ابھی اس نے مجھے زندہ رہنے کی مہلت دی ہے۔"

"کتنی مہلت دی ہے؟"

"اس نے کہا ہے جب تک میں ہوٹل کے اندر رہوں گی۔ تب تک مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس کا کوئی آدمی مجھے گولی نہیں مارے گا۔ لیکن اس ہوٹل کے باہر جاتے ہی کہیں سے بھی کوئی اندھی گولی آئے گی اور میری زندگی کو چاٹ جائے گی۔"

"جب تک میری آخری سانس بھی باقی ہے۔ میں تمہاری طرف ایک بھی گولی نہیں آنے دوں گا۔"

پھر اس نے بڑے ہی ڈرامائی انداز میں اس کے سامنے ایک گھٹنے کو ٹیک کر ذرا جھکتے ہوئے اس کے ہاتھ کو تھام کر اپنے سینے سے لگا کر کہا "میں تم پر جان قربان کر سکتا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار تمہیں طیارے میں دیکھا تھا۔ تب ہی سے تم پر عاشق ہو گیا ہوں۔"

وہ جلدی سے ہاتھ چھڑا کر ذرا پیچھے ہٹ کر بولی "یہ کیا کر رہے ہو۔ ہوش میں تو ہو۔ یہ مت بھولو کہ تم صرف میرے باڈی گارڈ ہو۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "ہاں باڈی گارڈ تو ہوں لیکن تم کسی طرح باہر نہ نکل سکیں اور ہم ناکام رہے تو ہمیں ساری زندگی اسی ہوٹل کے کمرے میں گزارنی پڑے گی اور ساری زندگی تم شادی کیے بغیر نہیں رہ سکو گی۔ میں بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔"

"میں کوئی نادان بچی نہیں ہوں کہ سونیا جیسی بلا کے خوف سے ساری زندگی یہاں گزاروں گی۔ میں یہاں سے نکلنے کی تدبیر کروں گی اور تم میرا ساتھ دو گے۔"

"میں ہر طرح سے تمہارا ساتھ دوں گا لیکن میری ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ تم مجھ سے محبت کرو گی۔ خود کو میرے حوالے کرو گی اور میں خود کو تمہارے حوالے کروں گا۔"

وہ گھور کر بولی "کیا تم سمجھتے ہو میں دشمنوں کے آگے مجبور ہو گئی ہوں۔ باہر نہیں نکل سکوں گی یا بے بسی سے تمہارے ساتھ رہنے لگوں گی۔"

"میں تمہاری بے بسی کا فائدہ نہیں اٹھاؤں گا بلکہ سچا عشق کرتا رہوں گا۔"

"بکواس مت کرو۔ میں بہت الجھی ہوئی ہوں اور یہاں سے نکلنے کی تدبیریں سوچ رہی ہوں پلیز مجھے سوچنے دو اور خاموش رہو۔"

"تم سوچ میں مصروف رہو گی، تمہارا وقت گزرتا رہے گا۔ میں تنہا کیا کروں؟"

"تم میرا ایک کام کرو۔ تم میرے ملازم ہو میں تمہیں بھاری تنخواہ دے رہی ہوں۔ تم یہاں سے نیچے جاؤ، لاؤنج، وزیٹرز لابی اور کاؤنٹر پر ایک ایک فرد کا جائزہ لیتے رہو گے۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہو گے کہ ان میں کون ایسا ہے جو میری تاک میں لگا ہوا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "میں کوئی جاسوس نہیں ہوں اور مجھے لوگوں کے چہرے پڑھنے نہیں آتے۔ میں کیسے سمجھوں گا کہ کون تمہارا دوست ہے اور کون تمہارا دشمن؟"

"میں جو کہتی ہوں تم وہ کرو۔ تم وہاں جاؤ گے تو میں معلوم کرتی رہوں گی کہ میرے دشمن کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔"

"میرے وہاں جانے سے تم کیسے معلوم کر سکو گی؟"

وہ کبریا کے دماغ میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتی تھی لیکن یہ بات ابھی تک کبریا سے چھپا رہی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس نے بیزار ہو کر کہا "تم بہت بحث کرتے ہو تم ملازم ہو۔ میں کوئی کام کہہ رہی ہوں تو تمہیں کام کرنا چاہیے۔ بحث نہیں کرنا چاہیے۔"

"کیا تم چاہتی ہو کہ میں ابھی نیچے لاؤنج کی طرف جاؤں؟"

"ہاں، میں یہی حکم دے رہی ہوں نیچے جاؤ۔"

"ایک ہی شرط پر جاؤں گا ایک بار اپنا ہاتھ پھر پکڑنے دو۔"

اس نے گھور کر دیکھا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ کبریا نے اسے محسوس کیا لیکن انجان بنا رہا یہ سمجھتا رہا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے باہر جانے پر مجبور کر رہی ہے۔ وہ اسے بے بسی سے دیکھتا ہوا ذرا دور ہو گیا۔ پھر اس سے کترا کر باہر چلا گیا۔ اسے یہ یقین دلانا ضروری تھا کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا پھر وزیٹر لابی، کاؤنٹر، ریسٹورنٹ اور ڈائننگ ہال وغیرہ میں پہنچ کر دیکھنے لگا۔ ایسے وقت انابیلا کو اپنے اندر محسوس کر رہا تھا اور اس کی مرضی کے مطابق جس پر شبہ ہوتا تھا اس سے گفتگو کرتا تھا۔

وہ ایسے کسی شخص کی آواز اور لہجہ سن کر اس کے اندر جا کر معلوم کرتی تھی کہ وہ دشمنوں میں سے نہیں ہے۔ وہ [illegible] مرضی کے مطابق تقریباً دو گھنٹے تک وہاں کے مختلف حصے جاتا رہا۔ کہیں بیٹھتا رہا کہیں اٹھ کر ادھر سے ادھر ٹہلتا رہا۔ کسی سے بولتا رہا اور کبھی چپ ہو کر پریشانی سے سوچتا رہا۔ میں خواہ مخواہ کیوں اجنبی افراد سے باتیں کرنے لگا ہوں۔ آخر مجھے کیا ہوا ہے؟

انابیلا مسکرا رہی تھی پھر اس نے کہا "تم اوپر آ سکتے ہو۔"

اس نے چونک کر اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھاما پھر سوچنے لگا "یہ میرے اندر میڈم کی آواز کیسے بنا کی دے رہی ہے؟"

وہ بولی "آرام سے اپنے پیچھے صوفے پر بیٹھ جاؤ اور میری باتیں سنو۔"

وہ پیچھے ایک صوفے پر بیٹھ گیا پھر خلا میں تکنے لگا جیسے تصور میں انابیلا کو دیکھ رہا ہو۔ جیسے ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ نہ جانتا ہو۔ وہ بولی "میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر پہنچی ہوئی ہوں۔"

اس نے حیرت سے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم ٹیلی پیتھی ہے اور تم اس علم کے ذریعے میرے اندر پہنچی ہوئی ہو؟"

"ہاں یہی بات ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم وہاں اوپر ساتویں منزل پر ہو اور یہاں نیچے میرے دماغ میں آ کر بیٹھی ہوئی بول رہی ہو۔"

"میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ تم میرے معمول اور تابعدار ہو اور ہمیشہ اسی طرح رہو گے۔"

"یہ اچھی زبردستی ہے۔ کیا تم مجھے زبردستی اپنا غلام بنا کر رکھو گی۔"

"عاشق ایک طرح کا غلام ہوتا ہے۔ ایسا دیوانہ ہوتا ہے کہ [illegible] کر اپنے معشوق کے قدموں میں رہتا ہے۔ کیا تم ایسی غلامی نہیں چاہو گے؟"

"ہاں ایسی غلامی مجھے پسند ہے۔ تم اپنے قریب آنے دو گی تو ساری دنیا کو بھول کر تمہارا ہی بن کر رہوں گا۔"

"اگر میں تمہیں اپنے قریب نہ آنے دوں تو؟"

"تو پھر میں مایوس ہو کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

وہ اس کے اندر ہنستے ہوئے بولی "تم میری مرضی کے بغیر اپنی مرضی سے ہل بھی نہیں سکتے۔"

"کیوں خواہ مخواہ خدائی دعویٰ کر رہی ہو؟ میں ابھی یہاں سے اٹھ کر جا سکتا ہوں۔"

"تو پھر اٹھ کر دکھا دو۔"

وہ اٹھنا چاہتا تھا لیکن یہ تاثر دے رہا تھا جیسے وہ اس کے زیر اثر ہو چونکہ وہ نہیں چاہتی ہے اس لیے وہ اپنی جگہ سے اٹھ نہیں پا رہا ہے۔

وہ ہنسنے لگی۔ پوچھنے لگی "کیا ہوا کیوں نہیں اٹھ رہے ہو؟"

وہ زرا مدمت سے بولا "بس میری مرضی ہے۔ میں نہیں اٹھ رہا ہوں۔"

"اگر تم نہیں اٹھنا چاہتے تو میں تمہیں زبردستی اٹھا دوں گی۔ تم اپنے دل میں یہ ارادہ کر لو کہ یہاں سے نہیں اٹھو گے۔"

کبریا نے دونوں مٹھیاں بھینچ کر کہا "ہاں میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔"

دوسرے ہی لمحے میں وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ حیرانی سے اپنے آپ کو دیکھنے لگا۔ وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "اسے ٹیلی پیتھی کہتے ہیں۔ میں اسی طرح تمہیں نچاؤں گی۔ تم میرے اشارے پر ناچتے رہو گے۔ چلو اب اوپر چلے آؤ۔"

وہ بڑی فرمانبرداری سے سر جھکا کر لفٹ کے پاس آیا۔ پھر اس کا بٹن دبا کر انتظار کرنے لگا۔ جب لفٹ نیچے آئی اور وہ اندر چلا گیا تو انابیلا مطمئن ہو کر اس کے دماغ سے چلی گئی۔ ایسے وقت اس نے فوراً ہی عبداللہ کو اپنے اندر بلایا۔ پھر اس سے کہا "تم نے خیالات پڑھو۔ پھر اس کے مطابق عمل کرو۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اچانک انابیلا آئے اور اسے عبداللہ سے باتیں کرتے ہوئے سن لے۔

عبداللہ اس کے چور خیالات پڑھ کر وہاں سے چلا گیا۔ وہ کبریا کے دماغ سے نکل کر ٹیلی فون کے ذریعے مختلف افراد تک پہنچتا رہا۔ پھر ایک پہلوان نما شخص کے اندر پہنچ کر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر انابیلا کے دروازے پر لے آیا۔ وہاں دروازے کے پاس کبریا بھی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے دستک دی۔ اندر سے انابیلا نے پوچھا "کون ہے؟"

کبریا نے کہا "میں ہوں، دروازہ کھولو۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے کبریا کے اندر آئی۔ اسے دروازے کے پاس کھڑا ہوا پایا پھر مطمئن ہو کر دروازے کے پاس آ کر اسے اندر سے کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی ایک پہلوان نما شخص کو دیکھا۔ اس شخص نے اچانک کبریا کے منہ پر گھونسا مارا۔ وہ لڑکھڑا کر نیچے جا گرا گر پڑا۔ پھر اس نے اندر آ کر دروازے کو بند کر دیا۔ ہنستے ہوئے بولا "میری جان! تم تو بہت ہی حسین ہو۔ میں نے تمہیں کاؤنٹر پر دیکھا تھا۔ تب ہی سے تمہارے پیچھے پڑا ہوا ہوں۔"

انابیلا اس کی آواز سنتے ہی دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے دماغ پر عبداللہ نے قبضہ جما رکھا تھا۔ اس لیے اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی۔ ناکام ہو کر پیچھے ہٹ گئی اور اپنی خیال خوانی کے ذریعے بولی "تم [illegible] ہو؟"

"یہاں آؤ..... جلدی آؤ۔"

کبریا فرش پر گرا ہوا تھا۔ اور کہہ رہا تھا "فکر نہ کرو۔ اس بدمعاش نے دھوکے سے مجھے مارا ہے۔ میں ابھی آ کر اس کی خبر لیتا ہوں۔ تم دروازہ کھولو۔"

وہ پہاڑ جیسا شخص اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ انابیلا ادھر نہیں جا سکتی تھی۔ اس نے کہا "سامنے سے ہٹو، مجھے جانے دو۔"

وہ بولا "کیا میرا دماغ خراب ہوا ہے۔ جو میں تمہیں دروازے تک جانے دوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کے بازوؤں کو پکڑ لیا۔ پھر جکڑ لیا۔ وہ خود کو چھڑانے کے لیے جدوجہد کرنے لگی۔ چیخنا چاہتی تھی۔ اس نے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر ایک ہاتھ سے گردن دبوچ کر اس کے سر کو قریبی دیوار سے ٹکرا دیا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ سر چکرانے لگا کبریا نے اس کے اندر پہنچ کر اس کے سر کو ذرا اور چکر دیا۔ وہ فرش پر گر پڑی۔

وہ پہلوان نما اجنبی وہاں سے پلٹ کر دروازے کے پاس آیا۔ پھر اسے کھول کر باہر چلا گیا۔ کبریا نے اندر آ کر دروازے کو بند کر لیا پھر اس کی طرف دیکھا۔ وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اس پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ اس نے اس کے دماغ کو تھوڑا اور کمزور بنا دیا پھر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر پھر اسے وہاں سے لے جا کر بیڈ پر لٹا دیا۔

وہ تھوڑی دیر پہلے اس کے دماغ میں آ کر قہقہے لگا رہی تھی۔ اس کے دماغ کو فتح کر کے اسے غلام بنا کر خوش ہو رہی تھی۔ اب وہ شکست کھا کر بے یار و مددگار وہاں پڑی ہوئی تھی۔ اسے غلام بنانے والی اب خود اس کی کنیز بننے والی تھی۔ جب اسے رفتہ رفتہ ہوش آنے لگا تو اس نے آنکھیں کھول کر کبریا کو دیکھا پھر پریشان ہو کر کہا "یہ میرے ساتھ کیا ہو گیا ہے؟ یہ کون آیا تھا؟"

"جو بھی آیا تھا۔ خدا کا شکر کرو کہ تمہاری عزت بھی بچ گئی اور جان بھی۔ کمرے کا دروازہ اندر سے لاک تھا۔ میں نے ایک تار کے ذریعے دروازے کو کھولا تھا۔ پھر یہاں آ کر اس پہلوان کی ایسی پٹائی کی کہ وہ لہولہان ہو گیا۔ پھر یہاں سے

بھاگ گیا۔ اگر تم بے ہوش نہ ہوتیں تو میں اس کا پیچھا کرتا۔''

وہ محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی ''تمہارا بہت بہت شکریہ! میرے دل میں ایک اندیشہ پیدا ہو رہا ہے۔''

''اس نے انجان بن کر پوچھا ''کیسا اندیشہ؟''

وہ بولی ''سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مجھ پر حملہ کیا ہوگا۔ انہوں نے میرے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔ وہ کسی وقت بھی آ کر مجھ پر تنویمی عمل کر سکتے ہیں۔ مجھے اپنی معمول اور تابعدار بنا سکتے ہیں۔''

وہ بولا ''میں یہ تنویمی عمل اور ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ مجھے تمہاری حفاظت کرنی ہے۔ فکر نہ کرو۔ کوئی یہاں نہیں آئے گا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا ہے۔''

وہ بولی ''تم سمجھتے کیوں نہیں۔ دروازہ بند کرنے کے باوجود ٹیلی پیتھی جاننے والے اندر چلے آتے ہیں۔''

''تم اتنی دیر سے باتیں کر رہی ہو۔ کیا اپنے اندر کسی کو محسوس کر رہی ہو؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ''نہیں میں کسی کو محسوس نہیں کر رہی اور نہ ہی کوئی مجھے زبردستی سلانے اور مجھ پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔''

''تو پھر پریشان کیوں ہو رہی ہو۔ جہاں تک تمہیں سلانے کا تعلق ہے تو کوئی تمہیں نہیں سلائے گا۔ تم اپنی مرضی سے سو جاؤ اس طرح تمہیں ذہنی طور پر کچھ سکون حاصل ہوگا۔''

''ہاں میں آنکھیں بند کرنا چاہتی ہوں۔ اگر کوئی گڑبڑ ہوگی تو فوراً آنکھیں کھول دوں گی۔''

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ بڑی توجہ سے سوچنے لگی کہ کوئی اس کے اندر موجود ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کیا چھپا ہوا ہے اور کیا وہ اسے آہستہ آہستہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلانا چاہتا ہے؟

وہ ایسی کوئی بات محسوس نہیں کر رہی تھی اور مطمئن ہو رہی تھی۔ پھر رفتہ رفتہ اسے نیند آ گئی تب کبریا نے اس کے خوابیدہ ذہن کو اپنے قبضے میں لے کر اس پر تنویمی عمل کرنا شروع کر دیا۔

☆☆☆

شیوانی اب تنہا رہ گئی تھی۔ ابھی اسے معلوم نہیں ہوا تھا کہ اس کے گرو گھنٹال تانترک مہاراج کے ساتھ کیا ہو چکا ہے پھر خیال خوانی کے ذریعے مدد کرنے والا چنڈال جوگیا بھی جہنم میں پہنچ چکا ہے۔ ابھی وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ ان دنوں وہ ایک بہت ہی حسین اور نوجوان لڑکی الکا اگنی ہوتری کے جسم میں سمائی ہوئی تھی۔ بے انتہا دولت مند بن چکی تھی۔

گزشتہ اقساط میں بیان ہو چکا ہے کہ اس نے اپنی سوتیلی ماں کو بری طرح دہشت زدہ کیا تھا۔ اسے اپنے شوہر کے قتل کے الزام میں پھنسوانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے وہ ملک چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔

اسے پچھلی رات معلوم ہوا تھا کہ اس کی سوتیلی ماں کملی یہاں سے فرار ہو گئی ہے۔ آخر شیوانی نے سوچا ہوگا کہ کہاں جائے گی۔ دنیا کے آخری سرے میں بھی پہنچے تانترک مہاراج ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے واپس بلا لیں گے یا وہیں اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

مہاراج نے اس سے کہا تھا کہ وہ تمام رات ایک عمل میں مصروف رہے گا لہٰذا آئینے میں اسے دیکھ کر پریشان نہ جائے اور نہ ہی بلایا جائے۔ وہ خود ہی دوسرے دن اس کے پاس آئے گا۔ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے اسے نہیں بتایا تھا کہ وہ خاص منتر کے اور ایک خاص عمل کے ذریعے اس کے بیٹے عدنان کو اپنے قابو میں کرنے اور اپنے پاس بلانے والا ہے۔

جب وہ بچہ اسے حاصل ہو جاتا تب وہ شیوانی سے کہتا کہ تمہارا بیٹا میرے پاس ہے۔ میں نے اسے اپنے کالے منتروں کے ذریعے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے قابو میں کیا ہے اور اب تمہارے بیٹے کے ذریعے تمہیں اپنے قابو میں رکھوں گا۔ یہ بیٹا تمہاری کمزوری ہے۔ لیکن میری طاقت بنا رہے گا۔

تانترک مہاراج ایسا کرنے سے پہلے نرک میں پہنچ گیا تھا۔ رات میں شیوانی اس کا انتظار کرتی رہی۔ جب صبح دوپہر ہونے لگی اور دوپہر سے شام ہونے لگی تب اس نے پریشان ہو کر آئینے میں چنڈال جوگیا کو یاد کیا۔ وہاں دیر کھڑی رہی پھر بعد میں یاد آیا کہ آئینے کی سطح پر یاد کیے ہوئے چشم زدن میں چنڈال جوگیا یا کوئی بھی اسے دکھائی دینے لگتا ہے لیکن اتنے منٹ گزر چکے تھے اور وہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔

یہ پریشانی کی بات تھی کہ تانترک مہاراج کا جادو ناکام ہو گیا ہے۔ وہ چنڈال کو کیوں نہیں دیکھ پا رہی ہے؟

اس نے دوسری بار تانترک مہاراج کو یاد کیا۔ آئینے کے سامنے کھڑی رہی۔ انتظار کرتی رہی۔ اس کا دل ڈوبنے لگا کیونکہ تانترک مہاراج بھی اسے آئینے کی سطح پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی ''اب کیا کرے؟''

اچانک ایسا ہوا تھا اس لیے کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ تانترک مہاراج نے کبھی اپنا پتا ٹھکانا یا فون نمبر نہیں بتایا تھا۔ اس لیے وہ رابطہ بھی نہیں کر سکتی تھی اور یہی معاملہ چنڈال کے ساتھ بھی تھا۔ چنڈال نے کہا تھا کہ اس کا کوئی ایک ٹھکانا نہیں ہے۔ وہ ابھی ممبئی کی طرف جا رہا ہے۔ وہ وہاں جا کر اپنا پتا ٹھکانا اور فون نمبر بتائے گا۔

اور اب ایسا ہی ہو رہا تھا نہ چنڈال نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا اور نہ ہی تانترک مہاراج اس سے رابطہ کر رہے تھے۔ وہ اچانک ہی بے سہارا ہو گئی تھی۔ اگرچہ اس کے پاس بے انتہا دولت تھی۔ وہ دولت کے بل بوتے پر آرام دہ زندگی گزار سکتی تھی ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتی تھی۔ وہ آئندہ پورس کے پاس جانا چاہتی تھی۔

لیکن اب سوال پیدا ہو رہا تھا کیا اسے پورس کے پاس جانا چاہیے؟

پہلے اس کے دل و دماغ میں یہ بات تھی کہ اس کے پیچھے کالے جادو اور ٹیلی پیتھی کی طاقت ہے۔ اگر پورس اسے دھوکا دے گا یا اسے مار ڈالنا چاہے گا تو تانترک مہاراج اسے بچا لیں گے۔ وہ مر جائے گی۔ تب بھی اس کی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچا کر اسے نئی زندگی دیں گے۔

اس کے علاوہ چنڈال جوگیا سے یہ توقع تھی۔ وہ قدم قدم پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد کرے گا اور کسی دشمن کو اس کے قریب نہیں آنے دے گا۔ پورس بھی محبت کی آڑ میں دشمنی کرے گا تو چنڈال اس کی حفاظت کرتا رہے گا لیکن اب ایسی کوئی بات نہیں رہی تھی۔ وہ اچانک بے یار و مددگار ہو گئی تھی۔ نہ تو مہاراج اور نہ ہی اس کا غلام چنڈال جوگیا اس سے رابطہ کر رہا تھا۔ وہ کئی بار آئینے کے سامنے آئی۔ بار بار مہاراج کو پکارتی رہی بھی چنڈال کو آوازیں دیتی رہی لیکن دونوں میں سے کسی کی بھی صورت آئینے کی سطح پر دکھائی نہیں دی۔

وہ تھک ہار کر بیٹھ گئی۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ وہ آئینے کے سامنے پورس کو یاد کر کے اسے دیکھ سکتی تھی۔ پچھلی بار اس نے اس طرح رابطہ کیا تھا اور بڑی دیر تک اس سے باتیں کرتی رہی تھی۔ اب سوچ رہی تھی کہ وہ پورس سے کیا بولے گی؟ پچھلی بار اس نے بڑے غرور سے کہا تھا کہ اس کی آتما ایک حسین اور خوب صورت لڑکی کے جسم میں سما گئی ہے۔ اس نے نئی زندگی حاصل کی ہے اور اب وہ اپنے بیٹے عدنان کو بھی حاصل کر لے گی۔

تانترک کا سر نیچا ہونے والا تھا۔ اب اس کی پشت پر نہ تانترک مہاراج رہا تھا، نہ چنڈال جوگیا کی مدد حاصل کی جا سکتی تھی۔ وہ بالکل تن تنہا اور بے بس ہو گئی تھی۔

اس نے پریشان ہو کر پھر ایک مرتبہ تانترک مہاراج کو یاد کیا پھر چنڈال جوگیا کو بھی پکارا لیکن دونوں میں سے کوئی آئینے کی سطح پر نہیں آ رہا تھا۔ اس سے کوئی رابطہ نہیں کر رہا تھا۔ دل ڈوب رہا تھا اور کہہ رہا تھا موت سب کو آتی ہے۔ چنڈال جوگیا اور تانترک مہاراج کو بھی آ چکی ہے اسی لیے وہ رابطہ نہیں کر رہے ہیں۔

صبح سے شام ہو گئی پھر شام سے دوسری صبح ہو گئی۔ وہ انتظار کرتی رہی لیکن دونوں میں سے کسی نے اس سے رابطہ نہیں کیا۔ تب اسے یقین کرنا پڑا کہ وہ مر چکے ہیں۔ ایسے میں وہ خوف زدہ ہو گئی۔ اکالا اگنی ہوتری کے جسم میں سمائی ہوئی تھی اور الکا کے وہاں کئی دشمن تھے۔ اس نے چنڈال جوگیا کی مدد سے اپنی سوتیلی ماں اور ایک کزن کو سزائیں دی تھیں۔ انہیں دہشت زدہ کیا تھا۔ اب ایسی کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر اس کا کوئی دوسرا دشمن حملہ کرتا تو وہ بے موت ماری جاتی۔ ایسے میں اس کی عقل نے سمجھایا کہ وہ کچھ عرصے کے لیے وہ جگہ چھوڑ دے اور دوسری جگہ چلی جائے اس طرح اپنے دشمنوں سے دور رہ کر محفوظ رہے گی۔ اس نے آئینے کے سامنے آ کر سوچا کہ ابھی پورس کو یاد کرے گی اس سے باتیں کرے گی لیکن اسے یہ نہیں معلوم ہونے دے گی کہ وہ کمزور پڑ گئی ہے اور جو غیر معمولی علوم کے ذریعے اس کی مدد کیا کرتے تھے وہ کہیں گم ہو گئے ہیں۔

اس نے آئینے کی سطح پر خود کو دیکھا پھر پورس کو یاد کیا دوسرے ہی لمحے اس کے اپنے عکس کی جگہ پورس دکھائی دینے لگا۔

دوسری طرف پورس نے اپنے اندر بے چینی محسوس کی یہ سمجھ گیا کہ شیوانی اسے آئینے میں دیکھ رہی ہے۔ اب وہ اپنی جیب میں ایک چھوٹا سا آئینہ رکھنے لگا تھا اس نے جیب سے آئینہ نکال کر اس کی سطح پر دیکھا تو شیوانی دکھائی دینے لگی۔ اس نے کہا ''میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ تم مجھ سے ضرور رابطہ کرو گی۔''

''تمہیں یہ یقین کیوں تھا؟''

پچھلی بار تم نے دھوئیں کیا تھا کہ تم بہت جلد عدنان کو حاصل کر لو گی اور وہ تانترک مہاراج بہت زبردست اور خطرناک جادوگر بھی ہے اور بہت زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہے۔''

''ہاں ایسا ہے۔ میں مہاراج کے ذریعے بہت جلد اپنے بیٹے عدنان کو حاصل کرنے والی ہوں۔''

اس نے طنزیہ لہجے میں پوچھا ''تمہارا وہ بہت جلد کب تک آئے گا؟''

''تم طعنہ کیوں دے رہے ہو؟ کیا مجھے کمزور سمجھ رہے ہو اور یہ سوچ رہے ہو کہ میں اپنے بیٹے کو حاصل نہیں کر پاؤں گی؟''

''جنڈال جوگیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہاری مدد کیا کرتا ہے۔ اس سے کہو میرے دماغ میں آئے میں اس سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

وہ سوچ میں پڑ گئی پھر ہچکچاتے ہوئے بولی ''وہ اس وقت ایک معاملے میں بہت مصروف ہے۔''

''کوئی بات نہیں، اپنے تانترک مہاراج سے کہو کہ میرے دماغ میں آئے اور مجھ سے باتیں کریں۔''

''تم مہاراج سے کیا باتیں کرو گے؟ وہ تمہارے اندر نہیں آئیں گے۔''

''مجھے معلوم تو ہو کہ تمہارا مہاراج کتنا زبردست ہے۔ کیا وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ میرے اندر نہیں آسکے گا؟''

''کیوں نہیں جانتے ہیں۔ مہاراج بہت کچھ جانتے ہیں۔ وہ تمہارے دماغ میں آسکتے ہیں۔ اس وقت کالے عمل میں مصروف ہیں۔''

''ادھر تمہارا چنڈال جوگیا مصروف ہے اور ادھر تمہارے مہاراج مصروف ہے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ قیامت تک مصروف رہیں گے اور تمہارے پاس نہیں آئیں گے۔''

وہ چونک کر بولی ''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''میں وہ ہی کہنا چاہتا ہوں جسے تم مجھ سے چھپا رہی ہو۔''

''میں کوئی بات نہیں چھپا رہی ہوں۔ پتا نہیں تم کیا سوچ رہے ہو؟''

''تمہاری بے بسی اور کمزوری پر افسوس ہو رہا ہے اور ہنسی بھی آرہی ہے۔ مجھے خوش ہونا چاہیے کہ تمہارا غرور ختم ہو چکا ہے۔ میرے پاپا نے تمہارے تانترک مہاراج اور چنڈال جوگیا کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں پہنچا دیا ہے۔''

اس نے بے یقینی سے آئینے میں پورس کو دیکھا پھر کہا ''نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

''اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو کیا پچھلے چوبیس گھنٹوں سے تم سے کسی نے بھی دماغی رابطہ کیا ہے؟''

وہ چپ رہی، کوئی جواب نہ دے سکی۔ پورس نے کہا ''تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی کہہ دوں کہ میرا بیٹا عدنان بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ چکا ہے۔ اب کوئی اس کے دماغ میں بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ تم آئینے کی سطح پر بھی اسے نہیں گی۔ کوششیں کر کے دیکھ لو۔''

وہ گم صم سی تھی۔ سوچ میں پڑ گئی تھی ''کیا یہ کا ہے؟''

''تم کہہ رہی تھیں کہ تانترک مہاراج بہت زبر ہے۔ خطرناک ہے۔ لیکن یہ بھول گئیں کہ میرے پا خطرناک اور زبردست ہیں۔ انہوں نے ایک ہی را دونوں زبردست جادوگروں اور ٹیلی پیتھی جاننے و خاک میں ملا دیا ہے۔ اب تمہارا کیا بنے گا۔ کس کے پا گی؟ کس سے مدد مانگو گی؟''

اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ وہ ممتا بھرے بولی ''مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ میرا بیٹا مجھے نہیں ملے گا بابا صاحب کے ادارے میں رہا کرے گا۔''

''کوئی بات نہیں۔ رفتہ رفتہ یقین آجائے گا۔ میں ہوں۔ آئندہ مجھے آئینے کی سطح پر نہ بلانا۔''

''نہیں پورس، ٹھہر جاؤ۔ پلیز رک جاؤ۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔''

''تمہارا بیٹا تمہیں نہیں ملے گا۔ اور وہ نہ جانے طویل عرصے تک بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر تربیت حاصل کرتا رہے گا اس لیے تمہارا یہ موجودہ موجودہ زندگی بے کار ہے۔ تمہیں دنیا میں سب کچھ ہے۔ بیٹا کبھی نہیں ملے گا۔''

''جو میری اپنی چیز ہوتی ہے، اسے ہاتھ پھیلا کر نہیں اپنا حق مانگتی ہوں۔ نہ ملے تو چھین لیتی ہوں۔''

''رسی جل گئی مگر بل نہیں گئے۔ اب بھی چھین باتیں کر رہی ہو۔ کیا کرلو گی یہ بتاؤ؟''

''میں ابھی نہیں جانتی کہ میں کیا کرسکوں گی۔ لیکن تک میری سانس باقی ہے میں اپنے بیٹے کے لیے لڑتی گی۔ ایسی تدبیر کروں گی کہ بابا صاحب کے ادارے مجبور ہو جائیں گے وہاں کا دروازہ میرے لیے کھول دیں یا میرے بیٹے کو میری آغوش میں پہنچا دیں گے۔ دنیا کی سے طاقت ور ہستی ماں کی ہوتی ہے۔ اپنے زبردست سے کہہ دینا کہ وہ ساری دنیا کے پہاڑوں سے ٹکرائے ماں سے نہ ٹکرائے ورنہ ریزہ ریزہ ہو جائے گا پھر اپنے ریزے سے پہچانا نہیں جائے گا کہ یہ وہی ناقابل علی تیمور ہے۔''

پورس نے کہا ''ہمارے بزرگوں نے سمجھایا ہے کہ چیونٹی کو بھی کمزور نہ سمجھیں لہٰذا میں تمہیں بھی کمزور نہیں

گا۔ تم جو کرنا چاہتی ہو کرتی رہو۔ ابھی گرج رہی ہو، جب برسو گی تو دیکھا جائے گا۔ میں جا رہا ہوں۔ خواہ مخواہ مجھ سے رابطہ کرو گی تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔''

یہ کہہ کر وہ آئینے کے پاس سے ہٹ گیا۔ ادھر شیوانی کے آئینے کی سطح سے گم ہوگیا۔ وہ گم صم سی کھڑی تھی۔ لگ رہا تھا اندر سے پوری طرح ٹوٹ چکی ہے۔ اور اب ابھرنے کا امکان نہیں رہا ہے۔

خواہ کتنی ہی ناامیدی و مایوسی ہو، وہ اپنے بیٹے کے حصول سے باز آنے والی نہیں تھی۔ سوچ رہی تھی کہ کوئی نہ کوئی راستہ نکالنا ہوگا۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ہر طرف سے راستہ بند ہو جائیں۔ ایسا صرف اسی وقت ہوتا ہے جب موت آتی ہے اور راستے بند ہو جاتے ہیں۔ تب صرف موت کی طرف جانا ہوتا ہے اور ایسا وقت شیوانی کے لیے نہیں آیا تھا۔

☆☆☆

ولاڈی میر اسلام آباد سے روانہ ہو کر لاہور پہنچ گیا۔ وہ شیوانی تک پہنچنے کے لیے لاہور آگیا تھا۔ طلسمی آلے نے بتایا تھا کہ وہ عورت اسی سمت میں کہیں ہے۔

عدنان کے بارے میں یقین ہو چکا تھا کہ اب اسے بابا صاحب کے ادارے سے کوئی نہیں لے جاسکے گا۔ ان کا کالا جادو اور ٹیلی پیتھی کسی کام نہیں آئے گی۔ ناامیدی کے باوجود اک کمزور سی امید کی کرن باقی رہتی ہے کہ شاید کسی طرح کامیابی حاصل ہو جائے۔

وہ شیوانی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس شیوانی کو انامیریا سمجھتا تھا اور یہ جانتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے عدنان کے لیے جان کی بازی لگا دے گی۔ کوئی جدوجہد اور تدبیر کرے گی کوئی نہ کوئی راستہ نکالے گی لہٰذا وہ انامیریا (شیوانی) تک ہر چال میں پہنچنا چاہتا تھا۔ اب وہی امید کی آخری کرن رہ گئی تھی۔

وہاں اس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اپنے کمرے میں بیٹھ کر طلسمی آلے کے سامنے منتر پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا کہ وہ انامیریا یعنی شیوانی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اسے وہاں سے کرنا ہوگا پھر وہ اپنی منزل تک پہنچ جائے گا۔

وہ سمجھ گیا کہ شیوانی ہندوستان کے کسی شہر میں ہے۔ اسے جلد سے جلد وہاں پہنچنا چاہیے۔ اس نے طلسمی آلے کو اپنے بیگ میں رکھا اور ہوٹل سے نکل کر ائرپورٹ کی طرف گیا۔ وہاں معلوم کیا کہ وہ کس فلائٹ سے ہندوستان جاسکے گا؟ پتا چلا کہ دو دن کے بعد ایک فلائٹ سے ہندوستان جاسکے گا۔

اس کے برعکس یہ معلوم ہوا کہ وہ ٹرین کے ذریعے وہ چوبیس گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ سکتا ہے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے بھارتی سفارت خانے والوں سے رابطہ کیا۔ پھر ان کے دماغوں میں پہنچ کر اسی شام ہندوستان جانے کا اجازت نامہ حاصل کرلیا۔ دو گھنٹے بعد وہاں سے ٹرین روانہ ہونے والی تھی۔ اس نے روانگی سے پہلے بیگ کھولا اور اس میں سے پراسرار علوم کی ایک کتاب نکالی پھر اس کا مطالعہ کرنے لگا۔ جب بھی وہ سفر کے لیے روانہ ہوتا تھا تو اسے پہلے اس کتاب کے ذریعے رہنمائی حاصل کرتا تھا۔ اس کا ایک پراسرار علم اسے بتاتا تھا کہ آئندہ اسے اسی سمت آگے بڑھنا چاہیے یا نہیں؟ وہ پڑھنے کے دوران میں چونک گیا اس کا علم اسے بتا رہا تھا کہ اگلے دو گھنٹوں تک اسے چار دیواری سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔

وہ پریشان ہوگیا۔ سوچنے لگا یہ اچانک کیسی رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ وہ اگر دو گھنٹوں تک چار دیواری سے باہر نہیں نکلے گا تو ادھر ٹرین روانہ ہو جائے گی پھر ہوائی جہاز کے ذریعے بھی دو دن سے پہلے ہندوستان نہیں جاسکے گا۔

وہ سوچنے لگا، آخر چار دیواری سے باہر کیوں نہیں جاسکتا۔ باہر کس قسم کا خطرہ پیش آسکتا ہے؟ کیا اس کے دشمن اس کی تاک میں ہیں؟ کیا انہوں نے اسے ولاڈی میر کی حیثیت سے پہچان لیا ہے۔ ایسے کئی سوالات اس کے دماغ میں گردش کر رہے تھے اور یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ ماسکو سے لے کر یہاں تک کسی دشمن نے تعاقب نہیں کیا ہے۔ اس نے کوئی خطرہ محسوس نہیں کیا پھر اچانک اس پر کیسی مصیبت آسکتی ہے؟ پھر اسے یاد آیا کہ پاکستان فرہاد علی تیمور کا وطن ہے اور لاہور کے قریب ہی ایک چھوٹے سے شہر شاہ کوٹ میں فرہاد علی تیمور پیدا ہوا تھا کیا فرہاد علی اپنی جائے پیدائش کی طرف آیا ہوا ہے۔ کیا وہاں سے لاہور پہنچا ہوا ہے؟

حالیہ معلومات کے مطابق فرہاد علی وغیرہ عدنان کے معاملے میں مصروف رہے تھے اور اب اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا کر مطمئن ہوگئے تھے اور ایک اندازے کے مطابق وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ فرہاد یورپ میں کہیں ہے۔ ایشیا کی طرف نہیں آیا۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتا تھا وہ میری آواز اور لب ولہجہ سن چکا تھا۔ اس نے اپنے اطمینان کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی پھر میرے دماغ میں پہنچا میں نے پوچھا ''کون ہے؟''

وہ بولا ''میں ولاڈی میر ہوں۔ آپ سے ابھی ملنا چاہتا ہوں۔''

"تعجب ہے، میرے پوتے کے دشمن ہو اور میرے سامنے آنے کا حوصلہ رکھتے ہو۔"

"میرے تمام حوصلے ٹوٹ چکے ہیں۔ میں شکست تسلیم کر رہا ہوں اور آپ کے قدموں میں جھکنا چاہتا ہوں۔"

"اچھی طرح سوچ لو۔ اگر میرے سامنے آؤ گے اور دھوکا دو گے۔ اپنی کسی ڈی کو بھیجو گے تو بری طرح پچھتاؤ گے۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ جب میں آپ کے پاس آنے لگوں گا تو آپ میرے دماغ میں موجود رہیں گے۔ میرے خیالات پڑھ کر معلوم کرتے رہیں گے کہ میں ہی آپ تک پہنچ رہا ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ چلے آؤ۔ میں ہندوستان کے شہر دہلی میں ہوں۔ جب یہاں پہنچو گے تو میں بتاؤں گا کہ ہماری ملاقات کہاں ہو سکتی ہے۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں آج ہی کسی فلائٹ سے پرواز کروں گا اور بارہ گھنٹے کے اندر آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ میرے دماغ سے نکل گیا۔ اس نے مجھے دھوکا دیا تھا کہ وہ مجھ سے دور ہے۔ مجھ تک پہنچنے میں اسے بارہ گھنٹے لگیں گے۔ اس نے بڑی چالاکی سے معلوم کر لیا تھا کہ میں ہندوستان کے شہر دہلی میں ہوں اور لاہور میں فی الحال میری طرف سے اسے خطرہ نہیں ہے۔

وہ ہر طرف سے مطمئن ہو گیا کہ وہ ہوٹل کی چار دیواری سے باہر نکلے گا تو کسی دشمن کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ البتہ اسے کوئی ناگہانی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ کسی دوسرے پر آنے والی مصیبت اس پر آ سکتی ہے۔ کوئی بھی ایسی بات ہو سکتی ہے۔ جس کے بارے میں فی الحال سوچا نہیں جا سکتا۔

وہ جلد سے جلد انامیر یا یعنی شیوانی تک پہنچنا چاہتا تھا وہ اس پہلو سے سوچ رہا تھا کہ ہر انسان ناگہانی مصیبتوں سے اور حادثوں سے دوچار ہوتا ہی رہتا ہے۔ اگر اسے بھی کوئی حادثہ پیش آئے گا تو وہ کسی طرح بری گھڑی سے گزر جائے گا۔ وہ کسی نہ کسی طرح حالات سے نمٹ لے گا۔ لیکن آج ٹرین کے ذریعے ہندوستان ضرور جائے گا۔

اس نے اپنے سفری بیگ میں تمام سامان رکھا۔ فون کے ذریعے ہوٹل سروس والوں سے کہا کہ ہوٹل کی ریسٹ کار کا انتظام کیا جائے اور اسے اسٹیشن پہنچایا جائے۔

وہ فون کرنے کے بعد واش روم میں گیا۔ ہوٹل کے باہر جانے سے پہلے اندر ہی اندر کچھ پریشان سا، الجھا الجھا سا تھا۔

اس کے پراسرار علم نے ان دیکھا چیلنج کیا تھا اور اسے مقابلہ کا سامنا کرنا تھا۔ وہ واش روم سے آ کر سفری بیگ اٹھا کر کاؤنٹر پر آ گیا۔

کاؤنٹر پر تمام بل ادا کرنے کے دوران میں اس نے ہال میں دیکھتا رہا۔ باہر ریسٹ کار کھڑی ہوئی تھی۔ ہوٹل کے ملازم نے اس کا سفری بیگ کار میں پہنچایا۔ وہ وہاں آ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار وہاں سے چل پڑی۔ وہ دل ہی دل میں اپنی سلامتی کے لیے منتر پڑھ رہا تھا۔ یوں ذرا اطمینان ہو رہا تھا کہ اس پر کوئی آفت نہیں آئے گی۔

وہ اپنے عقیدے کے مطابق منتروں کے باعث کسی آفت کا سامنا کیے بغیر ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا۔ ٹرین کھڑی ہوئی تھی۔ مسافروں کی اچھی بھیڑ تھی۔ وہ ایک کمپارٹمنٹ میں آ کر مسافروں کے درمیان ایک خالی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

وہاں سامنے والی سیٹ پر سات برس کی ایک خوب صورت سی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اچھی قد آور تھی۔ ایسا کرتار جسم تھا جسے جمناسٹک کی مشقیں کرتی رہتی ہو۔ اس کے آس پاس ماں باپ بیٹھے ہوئے تھے۔

ولاڈی میر جیسے ہی وہاں آ کر بیٹھا۔ وہ لڑکی ذرا الٹا انداز میں سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس سامنے والے کے سینے پر دل کی جگہ ایک کالا سایہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سایہ کسی قدر انسانی ڈھانچے کی طرح تھا۔

وہ انوشے تھی۔ اس نے اپنی دادی آمنہ کے ساتھ رہ کر روحانیت کی ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ آمنہ نے اپنی پوتی کے اندر کچھ ایسی صلاحیتیں پیدا کی تھیں کہ وہ دوری سے کالے جادو کے اثرات کو محسوس کر لیا کرتی تھی۔ اسے سیاہ شیطانی سائے دور ہی سے دکھائی دینے لگتے تھے۔

ولاڈی میر آس پاس کے مسافروں کو دیکھ رہا تھا۔ انوشے کے پاس بیٹھے ہوئے الپا اور پارس کو بھی دیکھ رہا تھا۔ وہ تینوں مجھ سے ملنے کے لیے دہلی آ رہے تھے۔ انوشے نے الپا کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر ہلکا سا دباؤ ڈالا تو الپا نے سر گھما کر بیٹی کی طرف دیکھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے بیٹی کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ سامنے جو شخص ابھی آ کر بیٹھا ہے اس کے اندر شیطان چھپا ہوا ہے اور اس کا تعلق شیطانی عمل سے تھا۔ کالے جادو سے ہے۔ وہ اپنی بیٹی کے خیالات پڑھنے کے بعد پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے یہ تمام باتیں بتانے لگی۔ اس نے چور نظروں سے ولاڈی میر کو دیکھا پھر سوچ کے ذریعے کہا "اچھا ہٹا کٹا صحت مند باڈی بلڈر ہے۔ یقیناً یہ گا

باہر ہوگا۔ تم اس کے دماغ تک پہنچانا چاہو گی تو یہ سانس روک لے گا۔"

وہ بولی "میں ایسی غلطی نہیں کروں گی۔ ہمیں کوئی تدبیر کرنا چاہیے اس کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم کرنی ہوں گی پھر ہم کسی طرح اس کے دماغ میں پہنچ پائیں گے۔"

"میری قیافہ شناسی کہتی ہے کہ یہ روس کے کسی علاقے سے ادھر آیا ہے۔"

الپا نے پریشان ہو کر اپنی بیٹی کو اپنے ایک بازو میں لے لیا پھر بولی "اگر یہ روسی ہے تو ولاڈی میر یا آوازون ہوگا۔ مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ آوازون ہے۔ میری بیٹی کے پیچھے پڑا ہے۔ اسے کسی نہ کسی طرح حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہ کم بخت اتنے قریب پہنچ جائے گا میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

پارس نے کہا "تم ناحق پریشان ہو رہی ہو۔ ایک ماں کے جذبات کو پس پشت ڈال کر ذہانت سے تدبیر سوچو۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ پارس بھی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ کس طرح جلد سے جلد اس سامنے بیٹھے ہوئے شخص کو بے نقاب کر سکتا ہے؟

ولاڈی میر سامنے بیٹھا ہوا رہ رہ کر انوشے کو دیکھ رہا تھا۔ انوشے نے مسکرا کر پوچھا "ہیلو مسٹر! تم مجھے بار بار دیکھ رہے ہو۔ کیا میں بہت خوب صورت ہوں؟"

وہ مسکرا کر بولا "یس مائی چائلڈ! یو آر سو بیوٹی فل۔ تم کہاں جا رہی ہو؟"

وہ بولی "ہم دہلی جا رہے ہیں۔"

پارس نے اس سے پوچھا "اور مسٹر تم کہاں جا رہے ہو؟"

اس نے کہا "اتفاق سے میں بھی دہلی جا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی ولاڈی میر نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پارس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پارس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بنا رہا۔ ان دنوں پارس، الپا اور انوشے جن فرضی ناموں سے وہاں رہتے آ رہے تھے اور دہلی جا رہے تھے، اس کے مطابق ان کی شخصیت بنی ہوئی تھی۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر آ کر یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ وہ پارس الپا اور انوشے ہیں۔ ولاڈی میر کو ان کے خیالات سے معلوم ہوا کہ وہ عام سے لوگ ہیں۔ ہندوستان میں ان کے رشتے دار ہیں اور وہ ان سے ملنے جا رہے ہیں۔ وہ مطمئن ہو گیا۔ ٹرین چل پڑی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے آٹھ کر ٹوائلٹ کی طرف جانے لگا۔ پارس بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر اس کے پیچھے چلتے چلتے ٹوائلٹ کی طرف آیا پھر بولا "ہیلو مسٹر....."

اس نے جیسے ہی پلٹ کر دیکھا۔ پارس نے ایک زوردار گھونسا اس کی ناک پر جڑ دیا۔ وہ لڑکھڑا کر نیچے دروازے کے پاس گر گیا۔ پارس نے کہا "میرے خیالات پڑھ لیے۔ اب مجھے بھی اپنے خیالات پڑھنے دو۔"

ناک پر گھونسا پڑتے ہی الپا کے اندر پہنچی تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ بڑا جی دار تھا۔ بڑا فولادی دماغ تھا۔ اتنی آسانی سے زیر ہونے والا نہیں تھا۔

پارس نے اس کی ناک پر دوسرا گھونسا جڑ دیا۔ اس کے ساتھ ہی الپا اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے پھر سانس روک لی۔ واقعی وہ ثابت کر رہا تھا کہ وہ فولادی دماغ کا حامل ہے۔ پارس نے تیسری بار حملہ کیا۔ اس بار ولاڈی میر نے اس کا ہاتھ روک لیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا۔ ولاڈی میر نے اس کے دوسرے ہاتھ کو بھی روک لیا۔ اس بار دونوں میں پنجہ آزمائی ہونے لگی۔ الپا اپنے پارس کے دماغ میں رہ کر سمجھ رہی تھی کہ اسے ایک بہت زبردست فولادی روبوٹ سے ٹکرا رہا ہے۔ وہ کم بخت بہت ہی طاقت ور تھا۔ پنجہ آزمائی کے مقابلے میں زیر نہیں ہو رہا تھا۔

ٹرین کھٹ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ تیز رفتاری سے چلی جا رہی تھی۔ کئی مسافر ادھر چلے آئے تھے اور دور ہی دور سے ان کے لڑنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ ولاڈی میر چپ چاپ ایک خاص منتر پڑھ رہا تھا تاکہ مقابل کو زیر کر سکے۔ وہ اپنی طاقت بھی آزما رہا تھا۔ انوشے ایک طرف کھڑی ہوئی اسے گھور کر دیکھ رہی تھی اور اپنی دادی آمنہ کی بتائی ہوئی کلام پاک کی آیت پڑھتی جا رہی تھی۔ گویا باپ جسمانی طور پر مقابلہ کر رہا تھا اور بیٹی روحانیت کے ذریعے اس کے کالے منتروں کا مقابلہ کر رہی تھی۔

اچانک ہی ولاڈی میر کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ پارس نے پوری قوت سے اس کی انگلیاں موڑ ڈالی تھیں۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ ایسے وقت الپا نے اس کے اندر پہنچتے ہی زلزلہ پیدا کیا۔ ایسے دماغی جھٹکے پہنچائے کہ وہ حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔ پارس نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ وہ نیچے گر کر تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ تمام مسافر دور ہٹ گئے تھے۔ حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ پارس سے پوچھ رہے تھے کہ کس بات سے جھگڑا ہو رہا ہے۔ پارس نے بات بنائی "یہ کم بخت بدنیت ہے۔ میری بیوی کو بری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اس لیے میں اس سے لڑ پڑا تھا۔"

ایک مسافر نے پوچھا "لیکن یہ اس طرح فرش پر کیوں

تڑپ رہا ہے؟''

پارس نے کہا ''میں کیا بتاؤں کہ یہ کیوں تڑپ رہا ہے شاید اس پر کسی قسم کا دورہ پڑتا ہوگا۔''

وہ انوشے کے ساتھ آ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہاں الپا بیٹھی ہوئی خیال خوانی میں مصروف تھی۔ ٹرین ہندوستان کے سرحدی اسٹیشن اٹاری پہنچ کر رک گئی تھی۔ وہاں مسافروں کے پاسپورٹ اور دیگر کاغذات کی چیکنگ ہونے والی تھی۔ ان کے سامان کی بھی تلاشیاں لی جانے والی تھیں۔ چند مسافروں نے وہاں کے متعلقہ افسران کو اطلاع دی کہ ایک شخص بہت ہی تکلیف میں تڑپ رہا ہے۔

چند سپاہی دوڑتے ہوئے اس کمپارٹمنٹ میں آئے پھر ولاڈی میر کو اٹھا کر پلیٹ فارم پر رکھے ہوئے ایک اسٹریچر پر ڈال دیا۔ اسے طبی امداد کے لیے لے جانے لگے۔ پارس، الپا اور انوشے کے ساتھ ٹرین سے اتر گیا تھا اور اپنے کاغذات چیک کروا رہا تھا۔

الپا، ولاڈی میر کے اندر پہنچی ہوئی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ فولادی دماغ رکھتا ہے۔ اس کے اندر کتنے ہی ذہنی جھٹکے پہنچائے گئے تھے اور وہ تکلیف سے تڑپتا بھی رہا تھا لیکن جلد ہی اس کی تکلیف کم ہونے لگتی تھی اور وہ اپنی قوتِ برداشت سے کام لے رہا تھا۔ جب الپا نے محسوس کیا کہ وہ نارمل ہونے والا ہے تو اس نے پھر اس کے اندر زلزلے پیدا کیے وہ پھر تکلیف سے تڑپنے لگا۔

اس کا معائنہ کرنے والا ڈاکٹر پریشان ہوگیا تھا۔ اس سے پوچھ رہا تھا ''آخر تمہیں کیا ہو رہا ہے؟''

وہ کچھ کہہ نہیں پا رہا تھا۔ الپا کہہ رہی تھی ''ولاڈی میر! کیا تم جانتے ہو کہ عدنان کو پریشان کرنے والے اور اسے دربدر بھٹکانے والے اور اس کی زندگی چھین لینے کی کوشش کرنے والے جتنے شیطانی جادوگر تھے ان سب کا خاتمہ کیا جا رہا ہے۔''

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا ''تم کون ہو؟ پلیز مجھے اور زیادہ دماغی جھٹکے نہ پہنچاؤ۔ اپنے بارے میں بتاؤ کیا ہماری دوستی ہوسکتی ہے؟ کیا کوئی ایسا سمجھوتا ہوسکتا ہے کہ میں تمہارا غلام بن کر اپنی جان بچالوں۔''

الپا نے کہا ''دو بڑے خطرناک جادوگر تا ترک مہاراج اور چنڈال جوگیا کا خاتمہ کیا جا چکا ہے۔ وہ حرام موت مر چکے ہیں۔ اب تمہاری باری ہے۔''

وہ گڑگڑانے لگا۔ رحم کی بھیک مانگنے لگا۔ الپا نے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ وہ کن آلہ کاروں کے ذریعے ارنا کوف اور آوازون سے رابطہ کرتا ہے۔ پھر اس نے پارس سے کہا ''کیوں نا اس کم بخت کو اس کی دشمن سوتیلی ماں کے حوالے کیا جائے اور ہم تماشا دیکھیں جب یہ پتے نکلنے کی کوشش کرے گا تو ہم اسے گرفت میں لے لیں گے۔''

پارس نے کہا ''یہ ٹھیک ہے ذرا انہیں آپس میں کتوں کی طرح لڑنے دو۔''

الپا نے ارنا کوف کی ایک آلہ کار کو فون پر مخاطب کیا اور کہا ''اپنی میڈم سے بولو کہ وہ ولاڈی میر کے اندر پہنچ جائے، کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی راستہ صاف ہے۔''

اس نے فون بند کیا پھر ولاڈی میر کے اندر آ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی اس نے ولاڈی میر کے اندر ارنا کوف کی آواز سن لی۔ وہ حیرانی سے کہہ رہی تھی ''تعجب ہے تم تو کسی خارش زدہ کتے کی طرح بے بس اور مجبور دکھائی دے رہے ہو۔ یہ تمہارا حال کس نے کیا ہے۔''

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا ''میں نہیں جانتا وہ کون ہے۔ وہ انا بیلا ہوسکتی ہے یا پھر فرہاد کی کوئی رشتے دار ہے۔''

ارنا کوف نے کہا ''اس کا مطلب ہے۔ ابھی وہ تمہارے اندر موجود ہے۔''

اس نے مخاطب کیا ''یہاں کون ہے اور کس نے مجھے اطلاع دی تھی کہ ولاڈی میر کے دماغ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس نے مجھے اس سوتیلے بیٹے کے دماغ میں پہنچایا ہے۔ میں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔''

الپا نے کہا ''شکریہ ادا کرنا چاہتی ہو تو اپنے بیٹے آوازون کو یہاں بلاؤ۔''

ارنا کوف نے خیال خوانی کے ذریعے آوازون کو بلایا۔ وہ بھی ولاڈی میر کے دماغ میں چلا آیا۔ پھر اپنی ماں سے بولا ''ماما! یہ تو کمال ہوگیا۔ آپ نے ولاڈی میر کو زیر کیا ہے اور اس کے اندر پہنچ گئی ہیں۔''

ارنا کوف نے کہا ''میں نے زیر نہیں کیا ہے۔ کچھ خاتون ہیں جو تم سے کچھ کہنا چاہتی ہیں اس لیے میں نے تمہیں بلایا ہے۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا ''وہ خاتون کون ہیں؟ مجھے اسے مخاطب کر رہا ہوں، وہ مجھ سے بات کرے۔''

الپا نے کہا ''جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور کالا جادو جاننے والے عدنان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اسے چھیننا چاہتے تھے اور مار ڈالنا چاہتے تھے۔ ان سب کا خاتمہ کیا جا رہا ہے۔ میں نے ابھی ولاڈی میر کو بتایا ہے کہ تاترس مہاراج اور جنگل بھٹا چاریہ اور چنڈال جوگیا کو جہنم میں پہنچا دیا

گیا ہے اور اب ولاڈی میر کی باری ہے۔ اس کے بعد تمہاری اور تمہاری ماں کی باری آئے گی۔''

آوازون نے ناگواری سے پوچھا ''تم کون ہو اور اس قدر ڈینگیں کیوں مار رہی ہو؟''

وہ بولی ''ڈینگیں مارنے والے صرف بولتے ہیں۔ کچھ کر نہیں پاتے اور ہم کر کے دکھا رہے ہیں۔ یہ تیسرا جادوگر ہے جو حرام موت مرنے والا ہے۔ میں نے تم ماں بیٹے کو وارننگ دینے کے لیے یہاں بلایا ہے۔ ہوسکے تو خود ہی اسے مار ڈالو ورنہ یہ ہم سمجھوتا کرے گا اور ہم اسے زندہ چھوڑیں گے تو تمہارے لیے مصیبت بن جائے گا۔''

ولاڈی میر نے تڑپ کر کہا ''نہیں ارنا کوف! تم سوتیلی ہو مگر میری ماں ہو۔ آوازون تم سوتیلے ہو پھر بھی میرے بھائی ہو۔ ہمارا خون کا رشتہ ہے۔ اس عورت کے کہنے میں نہ آؤ۔ یہ ابھی کہہ چکی ہے کہ یہ ہم میں سے ہر ایک کو چن چن کر مارنے والی ہے اور میرے بعد تم دونوں کی باری بھی آنے والی ہے۔''

آوازون نے کہا ''ہم تمہاری بے وقوف نہیں ہیں کہ اس عورت کے شکنجے میں پھنسنے کے لیے ہندوستان کا رخ کریں گے۔ تمہیں ادھر آنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟''

ارنا کوف نے کہا ''بیٹے! میں اس کے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔ اس کے طلسمی آلے نے بتایا ہے کہ انا میریا قیمتی شیوانی ہندوستان میں ہے۔ یہ اسے قابو میں کرنے جا رہا ہے۔''

آوازون نے کہا ''ماما یہ سوتیلا بھائی بہت ہی زہریلا سانپ ہے۔ اسے پہلی فرصت میں مار ڈالنا چاہیے۔''

''تم اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کرو میں منتر پڑھ رہی ہوں۔ اس طرح اس کا دماغ کمزور ہو جائے گا۔ یہ زلزلوں کی تکلیف برداشت نہیں کر سکے گا۔''

پھر ماں بیٹے شروع ہوگئے۔ آوازون اس کے اندر زلزلے پیدا کرنے لگا۔ وہ تڑپ تڑپ کر ادھر سے ادھر لوٹ رہا تھا۔ ڈاکٹر کے پاس کھڑے ہوئے سپاہی اسے پکڑنے اور جکڑنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ دوسری طرف ارنا کوف منتر پڑھتی جا رہی تھی اور الپا خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔

کوئی تماشا مدتوں جاری نہیں رہتا۔ کبھی نہ کبھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ تماشا بھی ختم ہوگیا۔ ولاڈی میر اپنی تمام قوتوں اور غیر معمولی صلاحیتوں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نابود ہوگیا۔

کالا جادو جاننے والوں میں یہ تیسرا شیطان تھا جو ہمارے قابو میں آنے کے بعد مارا گیا تھا۔ اب ارنا کوف اور آوازون رہ گئے تھے۔ وہ اپنے ہی جیسے شیطان کو اپنے ہاتھوں مار کر مطمئن ہوگئے تھے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں، جو دوسروں کو ہلاک کرتے وقت اپنی موت کو بھول جاتے ہیں۔

ولاڈی میر کی مردہ کھوپڑی سے سوچ کی لہریں نکل آئیں۔ وہ ماں بیٹے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئے۔ ارنا کوف نے کہا ہم اتنی دیر تک ولاڈی میر کے اندر رہے لیکن اس عورت کے بارے میں معلوم نہ کر سکے کہ وہ کون تھی۔

آوازون نے کہا ''میں نے تھوڑے سے خیالات پڑھے تھے کہ ولاڈی میر ایک ٹرین میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک خوب صورت سی کم سن لڑکی تھی۔ وہ اپنے ماں باپ کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی ان ہی سے ان کا جھگڑا ہوا تھا۔ اس لڑکی کے باپ نے پہلے جھگڑا شروع کیا تھا اور ولاڈی میر کو گھونسا مارتے ہوئے کہا تھا ''تم نے ہمارے خیالات پڑھ لیے اب ہمیں بھی اپنے خیالات پڑھنے دو۔'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کم سن لڑکی کے ماں باپ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور وہ ہندوستان کے دہلی شہر جا رہے ہیں۔''

''اتنا تو یقین ہے کہ ان کا تعلق فرہاد علی تیمور کی فیملی سے ہے۔ اسی لیے وہ بڑے فخر سے کہہ رہے تھے کہ وہ کالا جادو جاننے والے دو شیطانوں کو مار چکے ہیں۔ اب یہ تیسرا مر رہا ہے۔ اس کے بعد ماں بیٹے کی باری ہے۔ ایسی باتیں مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی کہہ سکتے ہیں۔''

''فرہاد کی فیملی سے تعلق رکھنے والی ایسی دو ہی عورتیں ہیں جو ٹیلی پیتھی جانتی ہیں۔ ایک تو فرہاد کی بیٹی اعلیٰ بی بی اور دوسری الپا ہے۔''

الپا کے ذکر پر آوازون نے چونک کر کہا ''ماما! اب بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ وہ عورت الپا ہے اور اس کے ساتھ اس کا سابقہ شوہر پارس ہے اور ان کی بیٹی انوشے ہے۔ اوگاڈ! ہم انوشے کے قریب پہنچ گئے تھے اور اس کے اطراف موجود رہنے کے لیے کسی کو آلہ کار نہیں بنا سکے۔ ہم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔''

''بیٹے! وہ عورت اگر الپا تھی تو خود کو ہم سے چھپا رہی تھی۔ ہم نے بھی اس پر زیادہ توجہ نہیں دی۔ اب تو وقت گزر چکا ہے۔ وہ سب وہاں سے جا چکے ہوں گے۔''

''ماما! آپ جانتی ہیں انوشے میری زندگی کے لیے کتنی ضروری ہے۔ میں اسے حاصل کرنے کے لیے دن رات سوچتا رہتا ہوں لیکن کوئی پلاننگ قابلِ عمل نہیں ہوتی کیونکہ وہ سات پردوں میں چھپی رہتی ہے۔ اس کے ماں باپ اسے کہاں لیے پھر رہے ہیں۔ اب تک پتا نہیں چلا تھا اور اب پتا چلا ہے تو وہ

ہاتھ آتے آتے نکل گئی ہے۔"

ارنا کوف نے کہا "جب ولا ڈی میر تکلیف میں مبتلا تھا۔ تب میں نے اس کے قریب ڈاکٹر کی آواز سنی تھی تم میرے اندر آؤ میں ادھر جا رہی ہوں۔"

ارنا کوف نے ڈاکٹر کی آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ماں بیٹے اس ڈاکٹر کے ذریعے معلوم کر سکتے تھے کہ ولا ڈی میر کو تکلیف کی حالت میں کس کمپارٹمنٹ سے نکال کر لایا گیا تھا۔ پھر اس کمپارٹمنٹ میں ڈاکٹر کو پہنچا کر وہاں کے لوگوں کی آوازیں سن کر، ان کے اندر جا کر یہ معلوم کر سکتے تھے کہ وہ کم سن لڑکی یعنی انوشے اور اس کے ماں باپ کہاں ہیں؟

ولا ڈی میر کی موت آسانی سے نہیں ہوئی تھی۔ وہ ماں اور بیٹے منتر بھی پڑھ رہے تھے اور اسے ذہنی جھٹکے بھی دیتے رہے تھے اور ایسا بڑی دیر تک ہوتا رہا تھا۔ اب ڈاکٹر کے دماغ میں جانے کے بعد معلوم ہوا کہ بہت دیر ہو چکی تھی۔ وہ ٹرین وہاں سے جا چکی ہے۔

ڈاکٹر کی سوچ نے بتایا کہ وہ ٹرین امرتسر میں جا کر رکے گی اور ڈاکٹر کے پاس وہاں جانے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اسٹیشن کے باہر کوئی سواری ملے گی تو وہ امرتسر کی طرف جا سکے گا۔

آواز دن کوئی موقع ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ڈاکٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا اور اسے امرتسر کی طرف جانے پر مجبور کیا۔ اسٹیشن کے باہر ایک پرانی سی ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ دوسری تمام گاڑیاں جا چکی تھیں۔ وہ اس ٹیکسی میں بیٹھ کر امرتسر کی طرف جانے لگا۔ ٹیکسی بالکل کھٹارا تھی۔ چلتے چلتے ڈگمگاتی اور رک رک جاتی تھی۔ پھر اسے اسٹارٹ کیا جاتا تب وہ آگے بڑھتی تھی۔ آواز دن جھنجھلا کر رہ گیا۔

وہ ٹیکسی ڈرائیور کے اندر بھی پہنچا ہوا تھا اور اس کی مجبوریوں کو سمجھ رہا تھا۔ بہرحال وہ ٹیکسی کسی طرح رینگتے رینگتے دو گھنٹے بعد امرتسر پہنچی تو پتا چلا کہ ٹرین پلیٹ فارم پر کھڑی ہے لیکن بالکل خالی ہو چکی ہے۔ مسافر ادھر اُدھر جا چکے ہیں۔

وہ جھنجلا کر اپنی ماں سے بولا "ماما! میں ہندوستان جاؤں گا! انوشے تک ضرور پہنچوں گا۔ پھر انامیریا بھی ہندوستان میں ہے۔ ولا ڈی میر بھی اس کی طرف جا رہا تھا۔ ہم بھی اپنے طلسمی آلے کے ذریعے معلوم کر لیں گے کہ انامیریا اب کہاں ہے۔"

ارنا کوف نے کہا "ہاں وہ خود کو عدنان کی ماں کہتی ہے۔ ہم اس کے ذریعے کس طرح عدنان تک پہنچ سکیں گے۔ ہمیں عدنان کی اس ماں کو کسی طرح نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔"

آواز دن نے کہا "میری بہن تاشا کے لیے عدنان بہت ضروری ہے۔ اس طرح انوشے میرے لیے لازمی ہو گئی ہے۔ لہٰذا اب میرا دہلی جانا بہت ضروری ہو گیا ہے۔"

"نہیں بیٹے! میرا دل نہیں مانتا کہ تم ادھر جاؤ۔ ہمیں یہ کرنا ہے وہ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور اپنے پراسرار علوم کے ذریعے کرتے رہیں گے۔"

"ماما! ہم ایک طویل عرصے سے اپنے آلہ کاروں کو استعمال کرتے رہے ہیں۔ ان کے ذریعے عدنان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور ہمیشہ ناکام ہوتے رہے ہیں۔ ہمارا شکار دنیا کے ایک سرے پر ہو اور ہم دوسرے سرے پر رہ کر اسے گرفت میں لینا چاہیں تو یہ ناممکن نہیں ہے۔ ہمیں خود اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے ہوں گے۔ وہاں موجود رہ کر جدوجہد کرنی ہوگی۔ تب انوشے بھی میرے ہاتھ آئے گی اور ہم انامیریا کو بھی گرفت میں لے سکیں گے۔ اسے اپنی مطیع اور تابعدار بنا سکیں گے۔ یہ معلوم کریں گے کہ ہم ایک ماں کو اپنی آلہ کار بنا کر کس طرح عدنان کو حاصل کر سکتے ہیں۔"

آواز دن، انوشے تک پہنچنے اور اسے حاصل کرنے کے لیے بہت بے چین ہو رہا تھا اور اپنی ماں کو قائل کر رہا تھا کہ اسے ہندوستان جانے کی اجازت دے دے۔ ایسے ہی وقت تاشا کی چیخ سنائی دی۔ وہ دونوں دوڑتے ہوئے اس کے کمرے میں پہنچے۔ وہ اپنے کمرے کے ایک گوشے میں گٹھا ہوئی بیٹھی تھی اور تھر تھر کانپ رہی تھی۔

تاشا کو جب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ عدنان بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا ہے اور ان سب کی گرفت سے نکل چکا ہے آئندہ وہ کبھی اپنے پراسرار علوم اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے تب سے وہ ایک بہت ہی خطرناک عمل شروع کر چکی تھی۔ اس کی ماں ارنا کوف نے منع کیا تھا کہ اسے اپنی عمر کے مطابق پراسرار علوم کو سیکھنا چاہیے اپنی عمر سے زیادہ بڑا خطرناک عمل نہیں کرنا چاہیے۔

لیکن وہ عدنان کو حاصل کرنے کے سلسلے میں باؤلی ہو رہی تھی۔ کالے جادو میں یوں تو خرابیاں ہی خرابیاں ہیں لیکن جادو کرنے والوں کے لیے سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر منتر غلط ہو جائے تو کوئی کالا منتر الٹا ہو جائے تو اس کا الٹا اثر خود جادو کرنے والے پر پڑتا ہے۔ اس کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے۔ پھر وہ نارمل رہ کر شعوری طور پر سوچنے کے قابل نہیں رہتا۔

ارنا کوف نے کمرے میں آتے ہی بیٹی کو ایک گوشے میں

دیکھا۔ وہ سکڑی سمٹی ہوئی تھی۔ بری طرح خوف زدہ تھی اس کا سارا بدن لرز رہا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی آ کر بیٹی سے لپٹ گئی۔ اسے سینے سے لگا کر تھپکنے لگی پوچھنے لگی کیا بات ہے۔ جلدی سے بتاؤ کیا بات ہے۔

آواز دن تیزی سے چلتا ہوا وہاں آیا۔ جہاں تاشا آتش دان کے سامنے بیٹھی ہوئی ایک خطرناک منتر پڑھنے میں مصروف رہی تھی۔ وہاں اس نے ایک بڑے سے تھال میں عدنان کے نام کا پتلا بنا کر کھڑا کیا تھا۔ اب وہاں کوئی پتلا نہیں تھا۔ آواز دن نے سر گھما کر اپنی ماں کو مخاطب کیا "بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ تاشا نے جو پتلا بنایا تھا وہ لیس دار گاڑھے مادے کی طرح پگھل گیا ہے۔"

ارنا کوف نے سہم کر پوچھا "کیا کہہ رہے ہو بیٹے؟ اس کا مطلب جانتے ہو؟ میری بیٹی کا کالا عمل اور کالے منتر ناکام رہے ہیں۔ اسی لیے اس کی یہ حالت ہو رہی ہے۔ اس کا خوف دور کرنے اور دلی سکون کے لیے فوراً منتر پڑھو۔ میں اسے سنبھال رہی ہوں۔"

وہ بیٹی کو سینے سے لگائے تھپک رہی تھی۔ اس کی پشت کو سہلا رہی تھی۔ سر پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ اسے تسلیاں دے رہی تھی اور یہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کا بدن جل رہا ہے۔ گرم ہو رہا ہے اور حرارت بڑھتی جا رہی ہے۔ وہ تیز بخار میں مبتلا ہو رہی ہے۔

آواز دن بھی بہن کے پاس آ گیا تھا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ایک خاص منتر پڑھ رہا تھا۔ ارنا کوف نے پریشان ہو کر کہا "بیٹے! وہ روحانی علوم رکھنے والے میری بیٹی کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔ انہوں نے میری بیٹی کے کالے جادو کا توڑ کیا ہے۔ میں اسے کچھ نہیں ہونے دوں گی۔ میں بھی عمل کر رہی ہوں۔ تم بھی عمل کرتے رہو۔"

وہ دونوں ہی تاشا کی حفاظت کے لیے منتر پڑھنے لگے۔ ایسے وقت ولا ڈی میر کے دماغ میں الپا کی کہی ہوئی باتیں یاد آ رہی تھیں کہ اب کالے جادو کا خاتمہ ہوگا۔ ایک ایک کو ختم کیا جائے گا۔ تانترک مہاراج اور چنڈال جوگیا کے بعد ولا ڈی میر مارا گیا تھا اور یہ پیش گوئی کی گئی تھی کہ اب ارنا کوف اور آواز دن کی باری آئے گی لیکن اس سے پہلے ہی تاشا کی باری آ گئی تھی۔

وہ دونوں اسے بچانے کے لیے سر توڑ کوششیں کر رہے تھے۔ منتر بھی پڑھ رہے تھے۔ طرح طرح کے عمل بھی کر رہے تھے۔ ڈاکٹر کو بلا کر علاج بھی کرا رہے تھے۔ علاج کے بعد کچھ افاقہ ہوا تھا۔ بخار کچھ کم ہو گیا تھا لیکن وہ بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔ نہ ہوش تھی، نہ سختی تھی۔ اس کی آنکھیں بند رہتی تھیں۔ بالکل ساکت دکھائی دیتی تھیں جیسے زندگی ہار چکی ہو لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اس کی سانسیں ابھی چل رہی تھیں۔

☆☆☆

عدنان بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا تھا۔ ایک عرصے بعد اسے آرام اور سکون مل رہا تھا اور ہم بھی مطمئن ہو گئے تھے۔ اب بہت زیادہ ذہنی پریشانی نہیں تھی۔ ہم دوسرے معاملات کی طرف دھیان دے سکتے تھے۔

اب دوسرا اہم معاملہ بھارت کے ان مسلمانوں کا تھا جنہیں دھوکے سے ٹریپ کیا جا رہا تھا۔ انہیں زخمی کر کے یا بیمار بنا کے یا بے ہوش کر کے ایسے اسپتالوں میں پہنچایا جا رہا تھا جہاں بڑی رازداری سے ان کا آپریشن کیا جاتا تھا۔ ان کے گردے نکال لیے جاتے تھے۔ آنکھیں بھی نکال لی جاتی تھیں اور اگر کسی دل کے مریض کو فوری ضرورت ہوتو ان معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کے دل بھی ان کے سینے سے نکال کر ہندو ضرورت مندوں کے سینے میں پہنچا دیے جاتے تھے۔

بھارت میں اگر شیوسینا اور چند ہندو ایسا کر رہے تھے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پوری ہندو قوم متعصب اور شر پسند ہے۔ دنیا کی ہر قوم میں اگر انسان ہوتے ہیں تو شیطان بھی ہوتے ہیں۔ میں صرف ان شیطانوں کی بات کر رہا ہوں جو ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کم سے کم کرنے کے لیے ایسا گھناؤنا دھندا کر رہے تھے۔

اعلیٰ بی بی، فرمان، ٹونی جے اور ہمارے چند ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسے متعصب شر پسندوں کا محاسبہ کر رہے تھے۔ ان کے دماغوں میں جا کر معلومات حاصل کر رہے تھے۔ یہ ہمیں معلوم ہو چکا تھا کہ پورے ہندوستان میں کتنے اسپتال ایسے ہیں، جنہیں چند متعصب ہندوؤں نے اور یہودیوں نے خرید رکھا تھا اور انہیں صرف اس مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے، ان کے جسمانی اہم اعضا ضرورت مند ہندوؤں کے اندر منتقل کیے جائیں اور اس طرح مسلمانوں کی تعداد میں کمی کی جائے۔

اب تک ایسے صرف تین افراد ہمارے علم میں آئے تھے۔ جو ایسے گھناؤنے فعل میں مبتلا تھے۔ اس میں ایک نریندر بھاسکر دوسرا جمنا پرساد اور تیسرا ایک یہودی کیمرون تھا۔ میں نے پچھلی بار عارضی طور پر ایک ڈراما پلے کیا تھا۔ جس کے ذریعے ان تینوں کو یہ تاثر دینا چاہا تھا کہ اگر وہ مسلمانوں کو ہلاک کریں گے، ان کے اعضا ہندو ضرورت مندوں کے اندر منتقل کریں گے تو وہ ہندو مسلمان ہونے لگیں گے یا مسلمانوں

کی طرح سوچنے لگیں گے۔

نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ اگر مسلمانوں کے اعضا ہندوؤں کے اندر منتقل کیے جائیں گے تو وہ مسجدوں کو دیکھنا پسند کریں گے اور مندروں سے منہ پھیر لیا کریں گے۔ ایسی بات ناقابل یقین تھی۔ ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا تھا اور وہ ایسی باتیں ماننے کو تیار نہیں تھے۔

میں نے اپنی بات منوانے کے لیے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان ہندوؤں کے اندر پہنچایا تھا۔ جن کے اندر مسلمانوں کے اعضا ٹرانسفر کیے گئے تھے۔ جب ان لوگوں سے پوچھ گچھ کی گئی تو وہ ایسے بیانات دینے لگے جیسے واقعی وہ دین اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہوں۔ بے اختیار کلمہ پڑھنے لگتے ہوں یا اذان کی آواز سن کر متاثر ہو رہے ہوں اور مسلمان لڑکیوں سے شادی کرنے کے لیے اپنا دھرم بدلنے پر آمادہ ہو جاتے ہوں۔

ایسے تمام ہندوؤں کے بیانات سے یہی تاثرات ملنے لگے اس طرح نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد پریشان ہو گئے تھے۔ کیمرون اس سلسلے میں انہیں بھاری امداد دیا کرتا تھا۔ انہوں نے یہ بات کیمرون کو بتائی۔ ایسے وقت ٹونی جے نے کیمرون کے خیالات پڑھے۔ میں بھی اس وقت اس کے دماغ میں تھا۔ وہاں میرے اور ٹونی جے کے درمیان غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے نتیجے میں کیمرون کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والے آتے ہیں۔

پھر ان کی سمجھ میں یہ بات بھی آ گئی کہ جن ہندوؤں نے یہ بیانات دیے تھے وہ خود کو مسلمان سمجھنے لگے ہیں تو دراصل یہ ان کا اپنا بیان نہیں تھا بلکہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کے اندر گھس کر یہ بیان دلوایا تھا۔ اس طرح میری یہ تدبیر ناکام رہی تھی۔ میں انہیں جس طرح قائل کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح قائل کرنے میں ناکام رہا تھا۔

اب نریندر بھاسکر، جمنا پرساد اور کیمرون محتاط ہو گئے تھے اور طرح طرح کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔ ایسے انتظامات کر رہے تھے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے کاموں میں رکاوٹیں پیدا نہ کر سکیں۔ انہوں نے ایک خفیہ اجلاس منعقد کیا تھا اور وہاں ان تمام اسپتالوں کے ڈاکٹروں کو، ان نرسوں کو بلایا تھا جو بڑی راز داری سے اس کام میں شریک رہا کرتے تھے۔

ایک ڈاکٹر نے ان تینوں سے پوچھا ''آپ لوگوں کو یہ کیسے معلوم ہو گا کہ آئندہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے یا ہمارے دماغوں میں آ رہے ہیں یا نہیں؟''

نریندر بھاسکر نے کہا ''بے شک! یہ معلوم کرنا ذرا مشکل ہے وہ چپکے سے آتے ہیں اور ہمیں اپنے خیالات اور مرضی کے مطابق ڈھالتے ہیں۔ اپنا کام کرتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں۔ اس کے حل کی ایک ہی صورت ہے۔ وہ یہ کہ جب ہم محسوس کریں کہ ہمارے خیالات مسلمانوں کے حق میں ہو گئے ہیں تو فوراً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا گھسا ہوا ہے اور وہ ہمیں ایسا سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔''

دوسرے ڈاکٹر نے پوچھا ''ایسے وقت آپ کیا کریں گے؟ کیا آپ ہمیں اطلاع دے سکیں گے کہ آئندہ ہمارے لیے خطرہ ہے اور وہ ہمارے مشن کو ناکام کر رہے ہیں؟''

جمنا پرساد نے کہا ''ہم فوراً ہی اپنے کسی ساتھی کو اشارہ بتا دیں گے کہ کوئی ہمارے اندر موجود ہے اور ہمیں اپنے منصوبے کے خلاف سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔''

''آپ بچوں جیسی باتیں کر رہے ہیں۔ جب کوئی ہمارے دماغ میں گھسا ہوا ہو گا تو اس وقت ہم کسی کو اشارے سے بھی کچھ نہیں بتا سکیں گے۔ ہم اس کے زیر اثر رہیں گے۔ وہ جیسا چاہے گا، ویسا ہی ہم کرتے چلے جائیں گے۔ کسی کو خطرے سے آگاہ نہیں کر سکیں گے۔''

''پھر تو اس کی ایک اور صورت یہی ہے کہ جب ہم سے کوئی غلط کام ہو جائے، ہمارا منصوبہ ناکام ہو جائے، ہم کسی مسلمان کو ہلاک نہ کر سکیں تو اس وقت ہم سمجھ لیں گے کہ ہمارے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والے آ رہے ہیں اور ہم سے ایسی حرکتیں کروا رہے ہیں۔ ایسے وقت مجبوراً ہم سب اپنا کام روک دیں گے۔ نہ کسی مسلمان کو ٹریپ کریں گے، نہ ہلاک کریں گے۔ مہینے، دو مہینے یا چھ مہینوں تک اگر ہم ایسا کچھ نہ کریں تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے اندر آتے آتے تھک جائیں گے۔ یہ سمجھ لیں گے کہ اب ایسا کوئی دھندا انہیں ہو رہا ہے لہٰذا وہ مطمئن ہو کر چلے جائیں گے۔ ہم پھر کسی بھی اپنا یہ کاروبار دوبارہ شروع کر دیں گے۔

ان کی سمجھ میں یہی بات آ رہی تھی کہ فی الحال اس دھندے کو روک دیا جائے۔ کسی مسلمان کے ساتھ دشمنی نہ کی جائے۔ ایک ڈاکٹر نے کہا ''میرے اسپتال میں ایک ایسا ہندو مریض ہے جس کے دونوں گردے ناکارہ ہو گئے ہیں۔ اگر ایک آدھ دن میں اسے نئے گردے نہ دیے گئے تو مر جائے گا۔''

جمنا پرساد نے کہا ''مر جانے دو۔ اب ایک ہندو کی موت تو ہمیں برداشت کرنی ہی ہو گی۔ اس کی جان بچانے کے لیے ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دشمنی کرنے پر مجبور

نہیں کریں گے۔''

اس ڈاکٹر نے کہا ''مسٹر جمنا پرساد! آپ یہ بھول رہے ہیں کہ میں جس مریض کا ذکر کر رہا ہوں۔ وہ آپ کی شیو سینا پارٹی کا بہت ہی بڑا لیڈر ہے۔ اسے ممبئی سے یہاں لایا گیا ہے اور اسے یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اس کے گردے جلد ہی تبدیل کر دیے جائیں گے۔''

نریندر بھاسکر نے جمنا پرساد سے کہا ''یہ تو ہم بھول ہی گئے تھے۔ امرناتھ جی کا آپریشن بہت ضروری ہے۔ وہ ہمارے بہت بڑے لیڈر ہیں۔ ہم نے ہی انہیں یہاں بلایا ہے۔''

کیمرون نے کہا ''مسٹر امرناتھ سے میرے بھی بہت اچھے تعلقات ہیں۔ وہ ہماری یہودی تنظیم کو بڑی بڑی سہولتیں دیتے رہتے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ جلد سے جلد ان کا آپریشن کیا جائے۔''

جمنا پرساد نے پریشان ہو کر ڈاکٹروں سے پوچھا ''کیا کسی طرح رازداری سے یہ کام نہیں ہو سکے گا؟''

وہ سب اپنے اپنے طور پر سوچنے لگے۔ ایک نے کہا ''مشکل تو یہ ہے کہ ہمیں ان کے آنے کی خبر نہیں ہوتی۔ ہم یہ سمجھ نہیں پاتے کہ وہ کب ہمارے اندر آ کر ہمارے خیالات پڑھتے رہتے ہیں؟''

نریندر بھاسکر نے کہا ''اس وقت بھی ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہمارے درمیان موجود ہیں یا نہیں؟''

ایک ڈاکٹر نے کاغذ پر کچھ لکھ کر ان کی طرف بڑھایا۔ ان تینوں نے اس تحریر کو پڑھا۔ ڈاکٹر نے لکھا تھا ''اگر ہم تحریر کے ذریعے باتیں کریں اور زبان سے کچھ نہ بولیں تو کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے پھر بھی ہمارے مقاصد کو سمجھ لیں گے؟''

کیمرون نے کہا ''ہم جو کچھ سوچتے ہیں، وہی بولتے ہیں یا لکھتے ہیں۔ جیسے ہی کوئی سوچ ہمارے دماغ میں ابھرتی ہے تو خیال خوانی کرنے والے فوراً ہی اسے پڑھ لیتے ہیں۔ ان سے کوئی بات چھپ نہیں سکتی۔''

جمنا پرساد نے کہا ''فی الحال ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ ہمارے [illegible] کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے اور کوئی ہمارے ارادوں کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ ہم اپنے لیڈر کے لیے یہ خطرہ مول لیں گے۔ جلد سے جلد اس کے گردے تبدیل کر [illegible]۔ پھر جو ہو گا، دیکھا جائے گا۔''

ڈاکٹر نے کہا ''میں آپ کے اس فیصلے سے اتفاق کرتا ہوں۔ کیونکہ مسٹر امرناتھ کے گردے بالکل ہی ناکارہ ہو چکے ہیں۔ انہیں فوری طور پر تبدیل کرنا ہو گا۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ان کی موت واقع ہو سکتی ہے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اگر دشمنی کریں گے اور انہیں مار ڈالنا چاہیں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا اور اگر ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود نہ رہے تو پھر ہمارے اس لیڈر کی زندگی بچ جائے گی پھر وہ صحت مند زندگی گزارنے لگیں گے۔''

وہ سب اس خفیہ میٹنگ میں فیصلہ کرنے لگے کہ دوسرے دن صبح نو بجے اپنے اس لیڈر کو آپریشن تھیٹر پہنچائیں گے اور اس کے اندر نئے گردے منتقل کریں گے۔

میں نے معلوم کیا کہ وہ کس کے گردے نکال کر اس لیڈر کے اندر منتقل کرنے والے ہیں؟ پتا چلا کہ شیواجی اسپتال میں آج ایک نوجوان کو داخل کیا گیا ہے اور اسے بتایا گیا کہ اس کا ایک گردہ نکال کر دوسرے ضرورت مند مریض کو دیا جائے گا اور وہ مسلمان نوجوان اس بات پر راضی ہے۔

اگر وہ راضی خوشی ایسا کر رہا تھا تو یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں تھی۔ بہت سے نوجوان اپنے خون کا عطیہ دیتے ہیں اور کچھ اپنے گردوں کا عطیہ بھی دے دیتے ہیں۔ یہ طے کر لیتے ہیں کہ وہ صرف ایک ایک گردے کے سہارے ساری زندگی گزار لیں گے۔

اس کا آپریشن کرنے والے ڈاکٹر نے میری مرضی کے مطابق فون کے ذریعے ایک نرس سے رابطہ کیا تو میں نرس کے اندر پہنچ گیا۔ پھر اس نرس نے میری مرضی کے مطابق اس نوجوان کے پاس آ کر باتیں کیں تو میں اس نوجوان کے خیالات پڑھنے لگا۔

اس کا نام حیات محمد تھا۔ تیس برس کا جوان تھا۔ ایک چھوٹا سا کاروبار کر رہا تھا۔ اور بڑے آرام سے زندگی گزار رہا تھا۔ اسے ایک ہندو لڑکی مینا کشی سے محبت ہو گئی تھی۔ وہ بھی اسے دل و جان سے چاہتی تھی۔ پہلے ان کے درمیان نگاہوں کا تبادلہ ہوا پھر وہ چوری چھپے ملنے لگے۔ کبھی کسی سنیما ہال میں، کبھی کسی گارڈن میں ملتے رہے۔ جیسے جیسے ملاقاتیں ہوتی گئیں، ویسے ویسے یک جان دو قالب ہونے کی خواہش بھی شدت اختیار کرتی چلی گئی۔

وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیتے تھے اور بے قراری سے پوچھتے تھے ''آخر ہم کب تک ایک دوسرے سے دور رہیں گے؟''

مینا کشی ایک بہت بڑے گھرانے کی لڑکی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ اس کے گھر والے کبھی کسی مسلمان سے اس کی شادی کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس کے بزرگ اپنے ہی [illegible] میں ذات پات کا فرق رکھتے تھے اور وہ اپنی بیٹی مینا کشی

کے لیے کسی اونچے ہندو داماد کو قبول کر سکتے تھے۔ اس کے نیچے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتے تھے۔

محبت ایک خوشبو ہے۔ جو چھپائے نہیں چھپتی۔ یہ بات ظاہر ہونے لگی۔ کچھ لوگوں نے انہیں ادھر ادھر ملتے ہوئے دیکھ لیا۔ ان کی ٹیلی فون کالیں بھی پکڑی گئیں۔ اس طرح ان کا معاملہ شروع ہو گیا۔ ہندو طیش میں آ گئے کہ ایک مسلمان ان کی بھولی بھالی لڑکی کو پھانس رہا ہے۔ بینا کشی نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں خود حیات محمد کی طرف مائل ہو رہی ہوں۔ اس نے مجھے نہیں پھانسا ہے۔ یہ میرے دل کا معاملہ ہے۔

اس بات پر بینا کشی کی بڑی پٹائی ہوئی تھی۔ ماں باپ نے اور جوان بھائیوں نے اسے ایک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت تھی۔ وہ دروازہ پیٹ کر چیخ چیخ کر کہتی تھی۔ ''مجھے کب تک بند رکھو گے؟ مجھے جب بھی موقع ملے گا، میں یہاں سے بھاگ جاؤں گی۔ حیات محمد کے ساتھ اس دیس سے چلی جاؤں گی۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔''

بینا کشی کے بھائیوں نے غنڈوں کو کرائے پر حاصل کیا تھا اور انہیں حیات محمد کے پیچھے لگا دیا تھا۔ وہ بزدل اور کمزور نہیں تھا۔ تنہا دو چار سے مقابلہ کر سکتا تھا۔ پھر اس کے ایسے جی دار ساتھی بھی تھے جو ایسے وقت میں اس کے کام آ سکتے تھے۔ اس لیے دونوں طرف سے بڑا جوڑ توڑ رہا۔ ان کے جھگڑے بتا رہے تھے کہ فساد بڑھتا رہے گا تو نوبت ہندو مسلم فسادات تک پہنچ جائے گی۔

یہ معاملہ شیو سینا والوں تک پہنچا۔ انہوں نے سر جوڑ کر سوچا کہ اس علاقے میں فسادات نہیں ہونے چاہئیں۔ اس مسلمان کو اس طرح غائب کیا جائے کہ اس کی لاش بھی کسی کو نہ ملے اور یہ الزام بھی نہ آئے کہ شر پسند ہندوؤں نے اسے مار ڈالا ہے۔

ایسے وقت نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد نے اپنی پارٹی کے لیڈر امرناتھ کو دہلی بلایا تھا۔ اسے یقین دلایا تھا کہ دو چار روز میں ہی اس کے گردے تبدیل کر دیے جائیں گے۔

نریندر بھاسکر نے بینا کشی کے باپ اور بھائیوں کو بلایا پھر انہیں سمجھایا کہ گھی سیدھی انگلی سے نہیں نکلتا، ہم ٹیڑھی انگلی سے نکالنا جانتے ہیں۔ لیکن اس طرح کہ ہم پر کوئی بات نہ آئے اور بات بھی بن جائے۔

بینا کشی کے باپ نے کہا ''آپ ہمارے بڑے ہیں جو حکم دیں گے، ہم وہی کریں گے۔''

''ہم آپ کو مشورہ دے رہے ہیں کہ حیات محمد سے دوستی کر لیں۔ اسے یہ یقین دلائیں کہ آپ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کریں گے۔''

اس کے باپ اور بھائیوں نے پریشان ہو کر کہا ''آپ..... یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ جانتے ہیں کہ ہم کتنی اونچی ذات کے ہندو ہیں۔ کیا ہم اپنی بیٹی کو کسی مسلم گھرانے میں جانے دیں گے؟''

''آپ پہلے میری پوری بات سن لیں۔ حیات محمد کے سامنے ایک شرط رکھی جائے گی اور وہ یہ کہ ہمارے بہت بڑے لیڈر امرناتھ جی کے گردے ناکارہ ہو گئے ہیں۔ اگر حیات محمد اپنا ایک گردہ عطیے کے طور پر دے گا تو آپ اسے داماد بھی قبول کر لیں گے۔''

بینا کشی کے بڑے بھائی نے کہا ''بھاسکر جی! وہ تو جوان ہے۔ صحت مند ہے۔ وہ فوراً اپنا گردہ دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔''

''یہی تو ہم چاہتے ہیں کہ وہ راضی ہو جائے۔ جب وہ ایک گردے کا عطیہ دینے جائے گا تو اس کے دونوں گردے نکال لیے جائیں گے۔ وہ اسپتال سے زندہ واپس نہیں آئے گا۔''

یہ بات ان کے دل کو لگی۔ وہ سب خوش ہو گئے۔ انہوں نے نریندر بھاسکر کے مشورے کے مطابق حیات محمد کو بلا کر گلے لگایا پھر اس کے سامنے یہ شرط پیش کی۔ وہ خوش ہو کر بولا ''یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ آپ اگر بینا کشی کے لیے میری جان مانگیں گے تو میں جان بھی دے دوں گا۔ ایک گردہ کیا چیز ہے؟''

بینا کشی کے بڑے بھائی نے کہا ''لیکن یہ سب کچھ بڑی راز داری سے ہو گا۔ تم اپنے رشتے داروں کو اور دوست احباب کو یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم بینا کشی کی خاطر کسی کو ایک گردے کا عطیہ دے رہے ہو۔''

''اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ بات میں کسی کو نہ بتاؤں تو میں بینا کشی کو حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ آپ کی ہر شرط مان سکتا ہوں۔ مجھے یہ بھی منظور ہے۔''

بینا کشی کے ایک اور بھائی نے کہا ''آپریشن یہاں لکھنؤ میں نہیں ہو گا۔ تمہیں اس کے لیے دہلی جانا پڑے گا۔''

حیات محمد نے کہا ''میں آپ کی یہ شرط بھی مان لوں گا لیکن آپ میری ایک بات مان لیں اور وہ یہ کہ بینا کشی سے ملنے کی اجازت دے دیں۔ اب سے لے کر آپریشن تک وہ مجھ سے ملاقات کرتی رہے گی اور میرے ساتھ دہلی جائے گی۔ وہاں میرے ساتھ اسپتال میں رہے گی۔ اگر آپ یہ منظور کرتے ہیں تو پھر مجھے کوئی انکار نہیں ہے۔''

نریندر بھاسکر نے مینا کشی کے باپ اور بھائیوں کو یہ یقین دلا دیا تھا کہ حیات محمد اسپتال سے زندہ واپس نہیں آئے گا۔ اس لیے انہوں نے حیات محمد کی یہ بات مان لی اور مینا کشی کو اس سے ملنے کی اجازت دے دی۔

حیات محمد لکھنؤ سے دہلی کے لیے روانہ ہوا تو مینا کشی اور اس کے رشتے دار اس کے ساتھ تھے۔ وہ مینا کشی کے ساتھ اپنی ایک الگ کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ مینا کشی کے تمام رشتے دار قافلے کی صورت میں آگے پیچھے تین گاڑیوں میں تھے۔ مینا کشی نے پوچھا ''حیات! یہ تم نے کیا کیا؟ میری خاطر ایک گردے سے محروم ہو رہے ہو؟''

''میں نے تمہارے باپ اور بھائیوں سے کہا ہے، گردہ کیا چیز ہے۔ تمہارے لیے میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔ میں صحت مند اچھا کھاتا پیتا رہوں گا تو ہم میاں بیوی کی حیثیت سے بہت خوش گوار ازدواجی زندگی گزارتے رہیں گے۔''

وہ اگلی سیٹ پر اس کے برابر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے شانے پر سر رکھ کر بولی ''میں تم سے صرف محبت ہی نہیں کرتی ہوں بلکہ تم پر فخر بھی کرتی ہوں لیکن اپنے اندر کی بات بتاؤں، ہوں نہ جانے کیوں میرا دل گھبرا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کچھ ہونے والا ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''کیا ہوگا؟ کبھی خوش قسمتی..... کبھی بدقسمتی..... زندگی میں دکھ اور سکھ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہیں۔ ابھی ہم بہت خوش ہیں، ہنس رہے ہیں، باتیں کر رہے ہیں، ایک ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ دہلی پہنچ کر نہ جانے کیا ہوگا؟ اور جو ہوگا دیکھا جائے گا کیونکہ اچانک کوئی بھی حادثہ پیش آ جاتا ہے تو ہم اس وقت اس حادثے سے نمٹ ہی لیتے ہیں اور برے وقت سے گزر جاتے ہیں۔''

وہ دوسرے دن دہلی پہنچ گئے۔ شام کو ایک ڈاکٹر نے حیات محمد کا معائنہ کیا پھر اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا ''تم بہت تندرست اور توانا ہو۔ ہمیں خوشی ہے کہ تم ایک ضرورت مند کو اپنا گردہ عطیے کے طور پر دینے والے ہو۔ صبح نو بجے تمہیں آپریشن تھیٹر پہنچایا جائے گا۔''

مینا کشی نے یہ سنا تو رونے لگی۔ وہ اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا ''کیا پاگل ہوئی ہو؟ میرا ایک گردہ نکل جائے گا کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ کتنے ہی لوگ ایک گردے کے ذریعے لمبی زندگی گزار دیتے ہیں۔''

مینا کشی کے ماں باپ نے بھی اسے سمجھایا ''بیٹی! ہمت سے کام لو، کچھ نہیں ہوگا۔ ہم نے ہوٹل کے کئی کمرے کرائے پر لیے ہیں۔ جب تک حیات محمد اسپتال سے ڈسچارج نہیں ہوگا۔ ہم وہیں رہیں گے۔ اب ہمارے ساتھ چلو۔''

مینا کشی نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''میرا دل گھبرا رہا ہے میں حیات کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔''

باپ نے ذرا ناراضگی سے کہا ''کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے! کیا تم حیات کے ساتھ تنہا یہاں رات گزارنا چاہتی ہو؟''

''آپ کچھ بھی سمجھ لیں۔ میں کل صبح نو بجے تک حیات کے ساتھ رہوں گی۔ ایک ایک پل اس کے ساتھ گزاروں گی۔ جب اسے آپریشن تھیٹر لے جایا جائے گا تو میں دروازے کے پاس بیٹھی رہوں گی۔ جب تک دروازہ نہیں کھلے گا، مجھے میرے حیات کی زندگی اور سلامتی کی خوش خبری نہیں ملے گی، تب تک میں اس دروازے کے سامنے سے نہیں اٹھوں گی۔''

اس کے ماں باپ اور بھائی یہ بات ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں تھے کہ ان کی بیٹی ایک مسلمان کے ساتھ ایک ہی کمرے میں تنہا رات گزارے وہ کبھی پیار سے اور کبھی غصے سے سمجھانے لگے۔

بڑے بھائی نے دھمکی دی کہ اگر وہ سیدھی طرح نہیں چلے گی تو اسے زبردستی یہاں سے اٹھا کر لے جایا جائے گا۔

تب مینا کشی نے حیات محمد کے بازو کو تھام کر کہا ''دیکھو حیات! میں نہیں چاہتی کہ تم اپنا ایک گردہ عطیے کے طور پر کسی کے حوالے کرو۔ لیکن تمہاری بات مان کر میں یہاں تک آ گئی ہوں۔ اب تمہیں میری ایک بات ماننی ہوگی۔''

اس نے کہا ''تم بولو..... جو کہو گی میں وہی کروں گا۔''

وہ بولی ''تم ان سے کہہ دو! اور ڈاکٹروں سے بھی کہہ دو کہ اگر اگلی صبح تک مجھے تمہارے ساتھ رہنے نہ دیا گیا تو تم گردے کا عطیہ نہیں دو گے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں انکار کر دیتا ہوں۔ اگر ان لوگوں نے تمہیں میرے ساتھ رہنے کی اجازت نہ دی تو میں بھی اپنے وعدے سے مکر جاؤں گا۔''

یہ بات نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد کو معلوم ہوئی تو وہ فوراً ہی اسپتال پہنچے۔ انہوں نے باپ اور بھائیوں کو ایک الگ کمرے میں لے جا کر سمجھایا۔ ''کیوں خواہ مخواہ جھگڑا بڑھا رہے ہو؟ ایک رات اپنی بیٹی کو چھوڑ دو۔ کوئی یہ دیکھنے نہیں آ رہا ہے کہ وہ یہاں ایک مسلمان کے ساتھ رات گزار رہی ہے۔''

بڑے بھائی نے غیرت کے جوش میں کہا ''ہمیں یہ سوچ کر بھی شرم آ رہی ہے کہ ہماری کنواری بہن کسی کے ساتھ رات گزارے گی۔''

بھاسکر نے کہا ''ابھی ہم تمہیں سیدھی طرح سمجھا رہے ہیں خواہ مخواہ غیرت کے جوش میں نہ آؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہماری پارٹی کے غنڈے تمہاری بہن کو اغوا کر کے لے جائیں؟ کیا اس کے بعد تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل رہو گے؟''

ان سب کو چپ لگ گئی۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ دونوں اپنی پارٹی کے بہت بڑے لیڈر کو بچانے کے لیے ان کے ساتھ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

آخر وہ راضی ہو گئے۔ بیٹی کو حیات محمد کے ساتھ اسپتال کے کمرے میں چھوڑ کر ہوٹل میں چلے گئے۔ میں نے بھاسکر کے دماغ میں رہ کر یہ خیال پیدا کیا کہ اسے بھی وہیں اسپتال میں رہنا چاہیے۔ کل صبح تک حیات محمد کی نگرانی کرنی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ مینا کشی کے باپ اور بھائی کسی وقت آئیں اور بیٹی کو لے جائیں۔ اس طرح بات بگڑ جائے گی پھر حیات محمد گردے کا عطیہ دینے سے انکار کر دے گا۔

نریندر، بھاسکر اور جمنا پرساد زبردستی سے بہت کچھ کر سکتے تھے لیکن اس وقت سہولت سے کام نکالنا چاہتے تھے۔ یہ اندیشہ بھی تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کہیں ان کے دماغوں میں نہ آ جائیں۔

وہ سب خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ہم ان سے غافل ہیں اور وہ ہماری غفلت سے فائدہ اٹھا کر بڑی سہولت سے اپنا کام نکال لینا چاہتے تھے۔ میں نے بھاسکر کو اس بات پر قائل کیا کہ اسے کل صبح تک اسپتال میں رہنا چاہیے۔

اس نے فوراً ہی اپنے لیے ایک کمرا ریزرو کرایا پھر جمنا پرساد سے کہا ''تم جاؤ۔ میں یہاں رہوں گا۔ اور ان لوگوں کی نگرانی کرتا رہوں گا۔''

اعلیٰ بی بی، فرمان، ٹونی جے اور ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے کئی اہم افراد کے دماغوں میں تھے۔ جمنا نے اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق قائل ہو کر کہا ''بے شک! تمہیں یہاں رات گزارنی چاہیے۔ کل صبح میں بھی یہاں آ جاؤں گا۔''

ابھی صبح بہت دور تھی۔ اسی رات اعلیٰ بی بی نے جمنا پرساد پر، میں نے نریندر بھاسکر پر فرمان اور ٹونی جے نے ڈاکٹروں اور نرسوں پر تنویمی عمل کیا۔ جو بھی اس آپریشن سے تعلق رکھتے تھے، ان سب کو ہم نے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔

صبح ہونے سے پہلے مینا کشی اور حیات محمد کو اسپتال سے باہر بھیج دیا۔ انہوں نے ہوٹل کے کمرے میں جا کر مینا کشی کے باپ اور بھائیوں سے کہا ''آپریشن نہیں ہوگا اور حیات کا گردہ عطیے کے طور پر نہیں لیا جائے گا۔''

صبح نو بجے سے پہلے دو وارڈ بوائے ایک ڈاکٹر کے ساتھ اس کمرے میں آئے۔ جہاں حیات محمد مینا کشی کے ساتھ رات گزار رہا تھا۔ اب وہاں بیڈ پر نریندر بھاسکر لیٹا ہوا تھا۔ دونوں وارڈ بوائے ڈاکٹر کے حکم کے مطابق اسے اسٹریچر ٹرالی پر ڈال کر آپریشن تھیٹر میں لے گئے۔ وہاں اس کے دونوں گردے نکال لیے گئے۔

ہم نے ٹیلی فون کے ذریعے نریندر بھاسکر کے سگے رشتے داروں کو اطلاع دی کہ بھاسکر اسپتال میں ہے اور اس کے ساتھ ظلم کیا جا رہا ہے۔

پہلے تو کسی کو یقین نہیں آیا کہ اتنے بڑے عہدے دار کے ساتھ کون کھلم کھلا ظلم کرے گا؟ پھر بھی وہ سب اسپتال پہنچے تو آپریشن تھیٹر سے نریندر بھاسکر کی لاش باہر آ رہی تھی۔ ہم نے جمنا پرساد اور ڈاکٹروں کو اپنے تنویمی عمل سے آزاد کر دیا۔ وہ سب حیران پریشان تھے کہ یہ کیا ہو گیا ہے؟

بھاسکر کے رشتے داروں نے پولیس والوں کو بلا کر ڈاکٹروں کو گرفتار کروا دیا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ بے قصور ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے انہیں گمراہ کیا ہے۔

یہ بات قانون کے محافظ نہیں مان سکتے تھے کہ انہوں نے ٹیلی پیتھی کے زیر اثر رہ کر ایسا جرم کیا ہے اور ایک بہت بڑے لیڈر کو قتل کر دیا ہے۔ اس کے گردے نکال لیے ہیں۔

جمنا پرساد اور کیمرون سہمے ہوئے تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کیا ہے۔

میں نے ان دونوں کے دماغوں میں جا کر کہا ''تم نے اپنے ایک ساتھی کا انجام دیکھ لیا ہے۔ اب اس کے بعد تم دونوں کی باری ہے۔ لہٰذا آپس میں فیصلہ کر لو پہلے کس کی باری آنی چاہیے؟ کون پہلے آپریشن تھیٹر میں جا کر اپنے گردے اور آنکھیں نکلوائے گا؟''

وہ دونوں خوف سے تھر تھر کانپنے لگے۔ ہاتھ جوڑ کر کان پکڑ کر گڑگڑانے لگے، معافی مانگنے لگے۔ بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ آئندہ وہ کبھی ایسا جرم نہیں کریں گے اور مسلمانوں کے خلاف کبھی ایسی کارروائی نہیں کریں گے۔

میں نے کہا ''ٹھیک ہے۔ ابھی تو میں جا رہا ہوں مگر یہ دیکھتا رہوں گا کہ تمہاری ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہوں گی تو میں صرف تمہارے ہی نہیں، تمہاری آئندہ نسلوں کے بھی گردے نکلوا دوں گا۔''

اعلیٰ بی بی نے آ کر پوچھا ''پاپا! ان محبت کرنے والوں کے سلسلے میں کیا کیا جائے؟''

میں نے پوچھا ''تم کیا چاہتی ہو؟''

"میں..... میناکشی کے دماغ میں رہ کر اس کے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔ وہ دل وجان سے حیات محمد کی دیوانی ہے۔ اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہے گی۔ دل ہی دل میں ارادہ کر چکی ہے کہ اگر اس سے شادی نہ ہوئی تو خودکشی کر لے گی۔"

"اور اگر شادی ہوگئی تو حیات محمد مسائل میں گرفتار ہو جائے گا۔ وہاں کے سب ہندو اس کے خلاف ہو جائیں گے۔ اسے اپنا کاروبار اور یہ شہر چھوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہونا پڑے گا۔"

"پاپا میں ان محبت کرنے والوں کو شاد و آباد دیکھنے کے لیے بہت کچھ کر سکتی ہوں۔ انہیں لکھنؤ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جا کر آباد ہونے کے سلسلے میں ان کی بھرپور مدد کر سکتی ہوں۔"

"اگر تم ایسا کر سکتی ہو تو ضرور کرو..... یہ دو محبت کرنے والوں کے لیے بہت بڑی نیکی ہوگی۔"

وہ چلی گئی۔ فرمان اور ٹونی جے نے آ کر کہا "سر! ہم نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ ایک ہی جھٹکے میں ان کے ہوش اڑا دیے ہیں۔ اب وہ کبھی کسی مسلمان کے ساتھ زیادتی نہیں کریں گے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ وہ بری طرح سہم گئے ہیں اور امید یہی ہے کہ وہ آئندہ ایسی شیطانی حرکتیں نہیں کریں گے۔"

میں نے فرمان اور ٹونی جے سے کہا کہ وہ کبھی کبھی ان شیطانوں کے دماغوں میں آ کر ان کے خیالات پڑھتے رہیں۔ اگر کوئی گڑبڑ محسوس ہو تو فوراً مجھے اطلاع دیں پھر ہم ان سے نمٹ لیں گے.....

☆☆☆

تاشا ہوش میں آ گئی تھی لیکن گم صم سی تھی۔ نہ بول رہی تھی، نہ سن رہی تھی۔ ارنا کوف اسے نارمل حالت میں لانے کے لیے منتر پڑھتی جا رہی تھی۔ آواز دن خیال خوانی کے ذریعے اس کی دماغی حالت معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے اندر سناٹا تھا۔ گہری خاموشی تھی۔ سوچ کی ایک لہر بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔

وہ حیرانی سے بولا "مما! یہ کیسی عجیب سی بات ہے کہ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل رہی ہے اور اس کے اندر سوچ کی ایک بھی لہر نہیں ہے۔ ایسا تو کسی مردے کے دماغ میں ہوتا ہے۔ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اندر سوچ کی ایک لہر بھی نہیں رہتی ہے اور یہ تو زندہ ہے۔ سانس لے رہی ہے۔ ہمیں دیکھ رہی ہے۔"

ارنا کوف نے بیٹی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو واقعی وہاں گہرا سناٹا تھا۔ سوچ کی کوئی لہر سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر بولی "یہ میری بیٹی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولا "اس نے منتر پڑھنے میں غلطی کی تھی۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے۔"

"میں نے اسے سمجھایا تھا۔ منتر بہت مشکل ہے۔ بھول چوک ہو جائے گی اسے نہیں پڑھنا چاہیے لیکن یہ عدنان کو حاصل کرنے کے لیے دیوانی ہو رہی تھی۔ میرے منع کرنے کے باوجود اس نے منتر پڑھنا شروع کر دیا۔"

وہ دونوں پھر اس کے دماغ میں پہنچے۔ اس بار انہوں نے اس کے اندر ٹھنڈک محسوس کی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کے اندر دھند سی چھائی ہوئی ہے۔ سفید اجلی اجلی سی دھند ہے اور دور کہیں سے کچھ سنائی دے رہا ہے۔

ارنا بولی "بیٹی.....! اب تم سوچنے لگی ہو۔ اب سن رہی ہو۔ ہمیں بتاؤ تمہیں کیا سنائی دے رہا ہے؟ اپنی ماں سے بات کرو بیٹی!"

وہ چپ تھی۔ اپنے بھائی اور ماں کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ خلا میں تک رہی تھی اور بہت دور سے آنے والی آواز کو سننے اور سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی پھر رفتہ رفتہ سنائی دینے لگا۔ بہت دور کوئی کلام پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں چونک گئے۔ حیرانی و پریشانی سے ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ پھر ارنا بولی "یہ میری بیٹی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اس پر تو روحانی عمل کیا جا رہا ہے۔ اسی لیے ہمارے منتر بے اثر ہو رہے ہیں۔"

"مما! کسی طرح اس روحانی عمل کو روکنا ہوگا۔ تب ہی یہ نارمل ہو سکے گی اور ہم سے بات کر سکے گی۔"

وہ دونوں اس کے دماغ میں رہ کر پوری شدت سے منتر پڑھنے لگے۔ ان کی کوشش تھی کہ جو تلاوت کی آواز آ رہی ہے اس پر ان کی آواز بھاری پڑے اور وہ روحانی عمل کرنے والا واپس چلا جائے لیکن ایسا کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آواز دن نے کہا "مما! آپ کیوں نہیں پڑھ رہی ہیں۔"

"بیٹے! میں تو پڑھ رہی ہوں۔ تم نہیں پڑھ رہے ہو۔ میں تمہاری آواز نہیں سن رہی ہوں۔"

"میں بھی آپ کی آواز نہیں سن رہا ہوں؟"

"تو ہم باتوں کی آواز کیسے سن رہے ہیں؟ اور جب ہم منتر پڑھتے ہیں تو ہماری کوئی آواز اس تک نہیں پہنچتی ہے؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ دونوں پریشان ہو گئے۔ اس کے دماغ سے نکل آئے۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر سوچنے لگے پھر

ارنا کوف شکست خوردہ لہجے میں بولی "ہمیں مان لینا چاہیے کہ روحانی عمل کے آگے کالا جادو بے اثر ہو جاتا ہے۔"

"ہمارے پاس پراسرار علوم کی جتنی کتابیں ہیں انہیں پھر سے پڑھ کر دیکھنا چاہیے۔ شاید ہم کسی علم کے ذریعے روحانی عمل کا توڑ کر سکیں۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "میں ساری کتابیں پڑھ چکی ہوں۔ مجھے پراسرار کالے علوم کا ایک ایک سبق اچھی طرح یاد ہے۔ کوئی ایسا منتر نہیں ہے جو اس وقت ہمارے کام آ سکے اور ہماری تاشا کو نارمل حالت میں لا سکے۔"

"اگر ہم نے کچھ نہ کیا تو روحانی عمل والے اسے مار ڈالیں گے یا پاگل بنا کر چھوڑ دیں گے۔"

ارنا کوف نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ بیٹی کی حالت پر رونا آ رہا تھا۔ وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "الپا کہہ رہی تھی کہ وہ مسلمان تمام کالا جادو جاننے والے افراد کو ختم کر رہے ہیں۔ فرہاد نے چنڈال جوگیا کو مار ڈالا پھر سب سے بڑے جادوگر تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کو بھی مار ڈالا ہے۔"

آواز دن بولا "اور ان کا طریقہ کار دیکھیں۔ مما! انہوں نے ولاڈی میر کو ہمارے ہاتھوں سے ہلاک کروایا ہے یعنی تیسرا جادوگر بھی اس دنیا سے نابود ہو گیا ہے اور وہ کہہ رہی تھی کہ اس کے بعد ہماری باری ہے۔"

وہ بولی "ہمارا پراسرار علم بار بار یہی کہتا آ رہا ہے کہ عدنان کو ہماری تاشا کی زندگی میں آ جانا چاہیے پھر یہ زندہ بھی رہے گی اور اسے عروج بھی حاصل رہے گا۔"

"مما! ہمارا مقدر فرہاد علی تیمور سے ہی جڑنے والا ہے۔ ہمارا پراسرار علم یہ بھی تو کہتا ہے کہ پارس کی بیٹی انوشے کو میری زندگی میں آ جانا چاہیے۔ تب ہی ہم گردش سے نکلیں گے اور نحوستیں ہم سے دور ہوں گی۔"

"یہ نحوستیں کیسے دور ہوں گی؟ عدنان بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا ہے۔ ہم اب کبھی اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے اور ادھر انوشے بھی ہمارے ہاتھ نہیں آ رہی ہے۔"

اچانک تاشا کے جسم میں حرکت ہوئی۔ وہ ذرا کسمسائی پھر ہنسنے لگی۔ وہ دونوں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ ارنا بولی "بیٹی! تم ہماری باتیں سن رہی ہو؟"

اس کے اندر پھر وہی ہنسی سنائی دی۔ آواز دن بولا "تم ہنس کیوں رہی ہو؟"

جواب میں الپا بولی "یہ بے چاری تم دونوں کی حماقتوں پر ہنس رہی ہے۔ تم ماں بیٹا اس قدر ٹوٹ چکے ہو کہ اپنے گھر کی ایک لڑکی کو بچا نہیں پا رہے ہو اور ہمارے گھر سے ہماری اولاد کو چرا کر لے جانے کی باتیں کر رہے ہو۔"

وہ بڑی عاجزی سے بولی "الپا میں ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ کسی طرح تم سے رابطہ کروں۔ تم اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دو گی تو خیال خوانی کے ذریعے تم سے باتیں کروں گی۔"

"جو باتیں کرو گی وہ میں سن چکی ہوں۔ ابھی تمہارے دماغوں میں یہ خناس بھرا ہوا ہے کہ تمہارا بیٹا میری بیٹی کو حاصل کرے گا اور تمہاری بیٹی ہمارے عدنان کو ہم سے چھین لے گی۔"

وہ جلدی سے بولی "نہیں..... نہیں..... اب ہم ایسی کوئی بات نہیں سوچ رہے ہیں۔ ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔ ہم صرف اپنی تاشا کی زندگی چاہتے ہیں۔"

الپا بولی "تاشا کو زندہ رکھ کر کیا کرو گی؟ یہ تو عدنان کے بغیر ادھوری رہے گی۔ تمہارا علم کہتا ہے کہ عدنان اس کے لیے ضروری ہے؟"

"جان سلامت رہے تو کوئی چیز ضروری نہیں ہوتی اور اب تو عدنان کو حاصل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ وہ بابا صاحب کے فولادی ادارے میں پہنچ چکا ہے۔ وہاں ہم کالے عمل کے ذریعے کبھی پہنچ نہیں سکیں گے۔"

"چلو..... عدنان کی طرف سے تو تشفی آ گئی لیکن اپنے بیٹے آواز دن کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس کی نحوستیں میری بیٹی انوشے کے بغیر دور نہیں ہوں گی؟ وہ اس کی زندگی میں آئے گی تو اسے فتح و کامیابی حاصل ہوگی۔ یہ اس کے بغیر کیسے رہے گا؟"

وہ بولی "الپا! مجھے اپنی بہن کی زندگی عزیز ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ یہ زندہ رہے گی تو میں کبھی انوشے کا نام اپنی زبان پر نہیں لاؤں گا۔"

ارنا بولی "میں ابھی صرف ایک ماں ہوں۔ تم سے التجا کرتی ہوں۔ ہم سے اب تک جو بھی غلطیاں ہوئی رہی ہیں، انہیں معاف کر دو۔"

"میں بھی اپنی انوشے کی ماں ہوں۔ تم سے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتی رہتی۔ تمہارے قدموں میں گر جاتی کہ میری بیٹی کو مجھ سے نہ چھینو تو تم اپنے کالے علم کے بل پر مجھ جیسی ماں کو ٹھکرا دیتیں۔ جب ذہنوں پر غرور اور خودغرضی مسلط ہو جاتی ہے تو ماں بہن بیٹی کا رشتہ نہیں رہتا۔ تم آج ماں بن کر جذباتی باتیں نہ کرو اور جہاں تک تم لوگوں کو معاف کرنے کا سوال ہے تو یہ

کبھی نہیں ہوگا۔ ہم نے طے کرلیا ہے کہ کسی بھی کالے علم جاننے والے شخص کو زندہ رہنے نہیں دیں گے۔''

''یہ تمہیں بتایا جاچکا ہے کہ ہمارے ہاتھوں تین جادوگر جہنم رسید ہوچکے ہیں۔ اب تم تین ماں بیٹا اور بیٹی رہ گئے ہو۔ تم تینوں بھی باری باری جاؤ گے۔''

''ہاں۔ مجھے یقین کرلینا چاہیے کہ تم لوگ ہر حال میں ہمیں مار ڈالنا چاہو گے۔ ہمیں اپنے بچاؤ کی تدبیر کرنا ہوگی لیکن میں صرف تاشا کے لیے کہہ رہی ہوں۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ اس نے آج تک کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچایا۔ یہ اچھی کالا جادو سیکھنے کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ آج روحانی عمل کے باعث اس کا یہ عمل بھی ختم ہوگیا ہے۔ تم فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والوں سے پوچھو کہ اس بے چاری کو کس جرم کی سزا دو گے؟ یہ تو بالکل بے گناہ ہے۔''

''روحانی عمل کرنے والوں سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود سمجھتے ہیں کہ کس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔ بے شک تاشا کی صرف ایک چھوٹی سی غلطی یہ ہے کہ وہ عدنان کو حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن پیار سے دشمنی سے نہیں۔ اسی لیے یہ ابھی تک زندہ ہے اور شاید اس کی زندگی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ تم ماں بیٹے اپنی خیر مناؤ۔''

ارنا کوف کچھ کہنا چاہتی تھی تو وہ بولی ''اب کچھ نہ کہو۔ مجھ سے کہا جارہا ہے کہ میں تاشا کے دماغ سے نکل آؤں۔ میں جارہی ہوں۔ مشکل کے وقت ہم اپنے خدا کے آگے جھکتے ہیں۔ تم پر مصیبت آئی ہے جاؤ شیطان کے آگے جھکو۔''

اس کے جاتے ہی پھر تلاوت کی ایمان افروز آواز ابھرنے لگی۔ وہ ماں بیٹے تاشا کی سوچ کے ذریعے سمجھ رہے تھے کہ اس کے اندر سفید اجلی دھند بڑھتی جارہی ہے۔ ارنا کوف گھبرا کر بولی ''بیٹے!..... دوسرے کمرے میں جاؤ۔ وہاں شیطان معظم کا پتلا رکھا ہوا ہے۔ اسے فوراً لے آؤ۔''

آوازون فوراً دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے آواز دے کر پوچھا ''مما! وہ پتلا کہاں ہے؟ مجھے نہیں مل رہا ہے۔ آپ آکر دیکھیں۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چل کر اس کمرے میں آئی پھر بولی ''صندوق کھول کر دیکھنا چاہیے۔ تم تو مجھ سے زیادہ بدحواس ہوگئے ہو۔''

وہ دونوں صندوق کے پاس آئے۔ اسے کھولا تو وہاں شیطان کا پتلا رکھا ہوا تھا۔ ارنا کوف نے اسے اٹھالیا۔ پھر وہ ماں بیٹے تیزی سے چل کر دوسرے کمرے میں آئے تو وہاں تاشا نہیں تھی۔ اس کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دونوں دوڑتے ہوئے اس کھلے دروازے کے باہر آئے۔ دیوتا نے دیکھا۔ وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ دونوں مکان کے بائیں دوڑتے ہوئے گئے۔ ادھر ادھر دیکھا مکان کے پیچھے تلاش کیا مگر وہ نظر نہیں آرہی تھی۔

آوازون بولا ''مما! ہم بدحواسی میں خیال خوانی کرنا بھول گئے ہیں۔ ہمیں اس کے دماغ میں پہنچنا چاہیے۔''

وہ دونوں دوسرے لمحے میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں آئے تو وہاں سفید اجلی دھند چھائی ہوئی تھی۔ کلام پاک کی تلاوت کی آواز ابھر رہی تھی۔ آوازون بولا ''مما! اس کی سوچ کے ذریعے کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ پہلے وقت کہاں ہے؟ کہاں جارہی ہے؟''

''ہمیں اس کے اندر ہی رہنا چاہیے۔ یہ سفید دھند چھٹ جائے گی۔ ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور معلوم ہوگا۔''

وہ کہاں جارہی تھی؟ وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھی جاسکتی تھی تو وہاں پہنچ سکتی تھی کیونکہ وہ روحانیت کی آغوش میں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی دھند چھٹنے لگی۔ دونوں ماں بیٹے نے دیکھا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کے صدر دروازے تک پہنچ چکی تھی۔

وہ بڑا سا دروازہ اس کے لیے کھل رہا تھا۔ وہ قدم بقدم اس دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ماں اور بھائی چیخ رہے تھے کہ تاشا رک جاؤ آگے نہ بڑھو۔ دروازے کے اندر نہ جاؤ۔ رک جاؤ تاشا۔

وہ دہلیز تک پہنچ گئی تھی۔ پھر انہوں نے اس کے دماغ میں جناب اسد اللہ تبریزی کی آواز سنی ''بیٹی بسم اللہ پڑھو۔ اور سیدھا پاؤں اندر رکھو۔''

تاشا نے بسم اللہ پڑھ کر سیدھا پاؤں اندر رکھا۔ اس کے ساتھ ہی دونوں ماں بیٹا اس کے دماغ سے یک لخت نکل آئے۔ اس کا دماغ ان کے لیے لاک ہوچکا تھا۔

آوازون تو ہکا بکا رہ گیا تھا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی بہن کے دماغ میں راکٹ کی طرح اس کے کام نہیں آسکے گا۔ اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے بابا صاحب کے فولادی ادارے میں داخل ہوجائے گی۔

ارنا کوف کو ایسا لگا جیسے بیٹی کے دماغ سے دھکا دے کر اسے باہر نکال دیا گیا ہو۔ وہ چکرا کر زمین پر ہی بیٹھ گئی۔ اس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ کالا جادو جاننے والے ایک ایک کی موت کو نیست و نابود کردیا جائے گا۔ اسے تین جادوگروں کی موت کا یقین ہوچکا تھا اور کہہ دیا گیا تھا کہ اب وہ تین ماں بیٹا بچ رہ گئے ہیں۔ وہ بھی ایک ایک کرکے اس دنیا سے جائیں گے۔

اور اب اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اس کی بیٹی چلی گئی تھی۔ اگرچہ وہ مری نہیں تھی لیکن بابا صاحب کے ادارے میں جانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اسے کبھی واپس نہیں لاسکے گی۔ اس کی اکلوتی چہیتی بیٹی اس کے لیے مرچکی تھی۔

ان لوگوں کے لیے حیرانی کی بات تھی۔ کہ وہ بیمار تاشا کو صرف چند سیکنڈ کے لیے چھوڑ کر دوسرے کمرے میں گئے تھے وہاں سے واپسی پر وہ موجود نہیں تھی۔ وہ کالے جادو کے ذریعے چشم زدن میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نہیں پہنچ سکتے تھے لیکن ان کی بیٹی وہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی تھی۔

وہ دونوں اسے تلاش کرتے ہوئے مکان کے باہر آئے تھے۔ وہیں ارنا کوف چکرا کر زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ آوازون بھی اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا ''مما! وہ تمام کالا جادو جاننے والوں کو مار ڈالنے کا فیصلہ کرچکے ہیں اور وہ ایسا کر بھی رہے ہیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ انہوں نے ہماری تاشا کو زندہ کیوں رکھا ہے اور اپنے پاس کیوں بلالیا ہے؟''

''ہماری تاشا برائے نام کالا جادو جانتی ہے۔ پھر اس نے آج تک کسی کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچایا۔ صرف ان کے عدنان کو حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے بدلے انہوں نے اسے حاصل کرلیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں شرکِ خباثت کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے وہ تاشا کے دماغ سے کالے جادو کو دھو ڈالیں گے۔ اس کے ماضی کو حرفِ غلط کی طرح مٹادیں گے۔ پھر اپنے دین اور طور طریقوں کے مطابق اسے ڈھالتے رہیں گے اور ہم کچھ نہیں کرپائیں گے۔''

''مما.....! اب تاشا کی نہیں اپنی فکر کرنی ہوگی۔ وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

''ہاں..... اب ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ہم سے کسی طرح کا سمجھوتا نہیں کریں گے۔ ہم رحم کی بھیک مانگیں گے تو وہ رحم کرنا تو دور کی بات ایک ذرا سی ہمدردی بھی نہیں کریں گے۔''

''ہم رحم کی بھیک کیوں مانگیں مما.....؟ کیا ہم اس قدر گزر ہوگئے ہیں؟ جب حوصلہ کرنے والوں کو یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ آگے چل کر ہر حال میں موت ہے تو وہ پھر کسی سے زندگی کی بھیک نہیں مانگتے۔ اپنے بل پر اپنی ذہانت اور اپنے حوصلے سے موت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ زندگی حاصل کرتے ہیں ہم بھی یہی کریں گے۔''

وہ بولی ''میں نے آج تک کسی سے شکست نہیں کھائی۔ اور ان روحانی عمل والوں سے بھی ہارنا نہیں چاہتی۔ مشکل یہ ہے کہ مجھے ان کا طریقہ کار نہیں معلوم ہے۔ ہمیں سب سے پہلے یہ سمجھنا ہوگا کہ ہم ان سے چھپ کر نہیں رہ سکتے۔ کچھ عرصے روپوش رہ کر ان کے خلاف مضبوط محاذ آرائی کریں گے۔ تب ہی ہم محفوظ رہ سکیں گے۔''

''ہمیں یہ مکان یہ جگہ شہر بلکہ یہ ملک چھوڑ دینا ہوگا۔ آئندہ انہیں ہمارا پتہ ٹھکانا نہیں معلوم ہونا چاہیے۔ ہم روپوش رہ کر دیکھیں گے کہ ہمیں کہاں تک کامیابی ہوسکتی ہے؟''

وہ دونوں زمین پر بیٹھے رہے۔ سوچتے رہے پھر ارنا کوف بولی ''میں اپنے پراسرار علوم کے ذریعے یہ معلوم کرتی رہتی ہوں کہ ہماری دنیا میں کیسے کیسے شہ زور موجود ہیں۔ ایک دن میں نے ٹائم میگزین میں ایک اخذین شخص کی تصویر دیکھی تھی۔ اس کے بارے میں لکھا تھا کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ کوہ ہمالا کی ترائی میں رہتا ہے۔ اس کے عقیدت مند بڑی دشوار گزار گھاٹیوں سے گزر کر اس کے پاس جاتے ہیں۔ اسے اپنا بھگوان مانتے ہیں۔ اس کے آگے سر جھکاتے ہیں اور اپنی دلی مرادیں پوری کرتے ہیں۔''

آوازون بولا ''آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ ہم وہاں جاکر اپنی دلی مراد پوری کرواسکتے ہیں؟''

''میں نہیں جانتی کہ وہ ہمیں روحانی ٹیسٹ کرنے والوں کے خلاف پناہ دے سکے گا یا نہیں۔ میگزین میں اس کی جو بڑی سی تصویر شائع ہوئی تھی۔ میں نے اس کی تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تھا۔ وہاں پہنچ بھی گئی تھی۔ اس کے خیالات بھی پڑھتی رہی تھی۔ اور وہ مسکراتا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بولا کہ اگر میرے خیالات پڑھ چکی ہو تو جاؤ مجھے اپنا کام کرنے دو۔''

''تعجب ہے..... آپ اس کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھیں۔ وہ آپ کے دماغ میں نہیں تھا۔ پھر بھی یہ سمجھ گیا کہ آپ اس کے خیالات پڑھ رہی ہیں۔ آپ ٹیلی پیتھی جانتی ہیں اور اس کے لیے خطرناک بن سکتی ہیں لیکن اس نے آپ کو کوئی اہمیت نہیں دی۔''

''ہاں..... وہ بہت پراسرار ہے۔ پتا نہیں کیسی کیسی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ میں نے کالے عمل کے ذریعے اس کے ذہن کو کمزور بنانا چاہا لیکن میرا جادو اس پر بے اثر رہا۔''

''پھر تو وہ بہت ہی پراسرار اور خطرناک ہے۔''

''لیکن وہ میرے لیے خطرناک نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ جواباً مجھے نقصان پہنچا سکتا تھا۔ لیکن اس نے میری خیال

خوانی اور کالے جادو کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ یوں نظر انداز کر دیا جیسے میں نادان بچی ہوں۔ نادانی سے ایک پہاڑ کو پتھر مار رہی ہوں۔"

"لیکن مما..... اس پراسرار شخص کا..... کیا نام بتایا تھا آپ نے؟"

"سوامی وردان وشوانا تھ۔"

"وردان وشوانا تھ کو یہ تجسس تو ہونا چاہیے کہ آخر آپ کون ہیں؟ ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہیں۔ کالا جادو بھی جانتی ہیں۔ آپ اپنی صلاحیتوں سے نہ سہی۔ کسی دوسری حکمتِ علی سے چھپ کر اسے نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ اسے آپ کی طرف سے کچھ تو اندیشہ ہونا چاہیے۔"

"میں بھی یہی سوچتی ہوں تو دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں یا تو اسے میری طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے اس لیے مجھے کوئی اہمیت نہیں دی ہے یا پھر اس نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے میرے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔"

آواز دن اپنی ماں کو دیکھ کر سوچنے لگا "وردان وشوانا تھ ہندوستان میں ہے اور ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انوشے اپنے ماں باپ کے ساتھ ہندوستان کے شہر دہلی جا رہی ہے۔ اس سفر میں ولاڈی میر اسے ٹکرایا تھا اور جہنم میں پہنچ گیا تھا۔ لیکن میں وہاں جا کر فرہاد یا اس کے خاندان کے کسی فرد سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کروں گا۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہمارا جادو رد حافی عمل والوں کے سامنے بے اثر رہے گا۔ لہٰذا میں کبھی کالا حربہ استعمال نہیں کروں گا۔"

اس نے ارنا کوف سے کہا "مما! ہمیں ہندوستان جانا چاہیے۔ وہاں ہم ہمالا کی ترائی میں جائیں گے اور اس سے ملاقات کریں گے۔"

اس نے سوچتے ہوئے بیٹے کو دیکھا۔ پھر بڑی ممتا سے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا "نہیں بیٹے! میں اپنی ایک بیٹی کھو چکی ہوں۔ اب تمہیں کھونا نہیں چاہوں گی۔ تمہیں کچھ ہو گیا تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گی میرا دم نکل جائے گا۔"

"مما! جو ڈرتے ہیں وہ مرتے ہیں۔ آپ نے کہا تھا جب دوسرے جادوگروں کی طرح ہمیں بھی مرنا ہی ہے تو کیوں نہ مقابلہ کر کے اور زندہ رہنے کی کوشش کرتے موت کو گلے لگائیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ وردان وشوانا تھ ہمیں ایسی کوئی تدبیر بتائے گا جس پر عمل کرتے ہوئے ہم روحانی عمل کرنے والے سے محفوظ رہیں گے۔"

وہ اٹھتے ہوئے ماں کا ہاتھ تھام کر اسے زمین پر سے

اٹھانے لگا۔ وہ اٹھ کر بولی "ہم وہاں جائیں گے لیکن ڈرتی ہوں کہ تم انوشے کو حاصل کرنے کی دیوانگی میں کوئی حماقت کر بیٹھو گے؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ آپ کی ہدایت کے مطابق عمل کروں گا۔ انوشے وہاں کے شہر دہلی پہنچ گئی ہو گی ہم اس طرح نہیں جائیں گے سیدھے شمالی ہندوستان کی طرف جائیں گے جہاں وہ ہمالا پہاڑ ہے۔"

وہ بیٹے کے سہارے مکان کی طرف جاتے ہوئے بولی "ہاں..... اب ہم چھپ کر رہیں گے۔ ہندوستان میں کسی کو اپنی اصلیت نہیں بتائیں گے۔ کبھی کالے جادو کا سہارا نہیں لیں گے۔ پہلے وشوانا تھ تک پہنچیں گے۔ اس کے بعد کوئی مضبوط اور مناسب لائحہ عمل طے کریں گے۔"

وہ دونوں اپنے مکان میں آ کر ہندوستان جانے کی تیاری کرنے لگے۔

☆☆☆

مر ایک ماہ بل عرصے سے شانتا بائی کے ساتھ رہتا آ رہا تھا۔ شانتا بائی کی جوان بیٹی نیہا مر چکی تھی۔ اس کی جگہ اعلیٰ بی نیہا بن کر رہتی تھی۔ اور شانتا بائی اس پر اندھا اعتماد کرتی تھی۔ اس نے مجھے اپنا معتمد خاص بنا رکھا تھا۔ میں اس کے اسپتال کے پھیلے ہوئے بزنس کی نگرانی بھی کرتا تھا۔ اور دشمنوں سے اسے تحفظ بھی دیتا تھا۔

اب اس کے تمام دشمن ایک ایک کر کے ختم ہو گئے تھے اور جو بچ گئے تھے وہ دور رہنے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے تھے۔ شیو سینا متعصب جماعت کے ہندو مسلمانوں کی تعداد کم کرنے کے لیے کیسی ٹھوس پلاننگ پر عمل کر رہے تھے۔ اس کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ وہ صحت مند مسلمان مرد اور عورتوں کو لوٹ کر کے اپنے کسی خاص اسپتال میں پہنچاتے تھے۔

پھر ان کے دل گردے اور آنکھیں نکال لیتے تھے اور اپنے ہندوؤں کو وہ اعضاء عطیے کے طور پر دیا کرتے تھے۔

میں نے اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے جب ان ہندوؤں کا محاسبہ کیا اور ان کے خاص لیڈر کی آنکھیں، دل، گردے نکال لیے تب ان کے ہوش اڑ گئے اور وہ سمجھ گئے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں وہ اپنی متعصب اور مذموم حرکتیں جاری نہیں رکھ سکیں گے۔ اس لیے وہ باز آ گئے تھے اور ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ وہ ہمیشہ کے لیے باز آ چکے ہیں یا پھر کچھ وقفے کے بعد پھر شر انگیزی شروع کریں گے؟

ایک دن میں اسپتال والے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا تو انٹر

کام پر شانتا بائی نے کہا "ویر جی..... میں یہاں اسپتال آئی ہوئی ہوں اور آپ کو کسی سے ملوانا چاہتی ہوں۔ کیا ابھی آ جاؤں؟"

"تم میری بہن ہو تمہیں اجازت لے کر نہیں آنا چاہیے۔ سیدھی چلی آؤ۔"

میں نے انٹر کام بند کیا۔ وہاں میرا نام دھرم ویر تھا۔ ویر کے معنی بہادر بھی ہوتے ہیں اور ویر بھائی کو بھی کہتے ہیں چونکہ وہ مجھے بھائی مانتی تھی۔ اس لیے ویر جی کہا کرتی تھی۔ اس نے دروازے پر دستک دی پھر اسے کھول کر ایک معمر خاتون کے ساتھ آئی۔ اس خاتون کے ساتھ اس کا شوہر بھی تھا۔ وہ بولی "ویر جی! یہ میری بچپن کی سہیلی عاصمہ ہے اور یہ اس کے شوہر عبدالرحمان ہیں۔ میں ان کے بارے میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے عبدالرحمن سے مصافحہ کیا پھر وہ تینوں میرے سامنے میز کے دوسری طرف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

شانتا بولی "پچیس برس پہلے عاصمہ کی شادی عبدالرحمن سے ہوئی تھی ایک سال بعد ان کے ہاں ایک لڑکا ہوا اب وہ چوبیس برس کا ہے۔ دو برس بعد پھر اس کے پاؤں بھاری ہوئے یہ ماں بننے والی تھی۔ اس کی پہلی زچگی بھی اسی اسپتال میں ہوئی تھی اور دوسری کے لیے بھی میں اسے یہاں لے آئی۔

"اس وقت کی لیڈی ڈاکٹر نے بتایا کہ یہ کیس بہت الجھا ہوا ہے۔ آٹھویں مہینے کی میڈیکل رپورٹ سے پتا چلا کہ یہ دو بچوں کو جنم دینے والی ہے۔"

وہ ذرا توقف سے بولی "وقت مقررہ پر اس کے یہاں دو بچوں کی ولادت ہوئی جو حیرت انگیز طور پر اپنے دائیں بائیں شانوں پسلیوں سے اور کولہوں سے جڑی ہوئی تھیں بلکہ جڑی ہوئی ہیں اور وہ بائیس برس کی ہیں جوان ہیں، اب ان کی شادیوں کا مسئلہ درپیش ہے۔"

بات سمجھ میں آ گئی۔ اگر وہ الگ الگ ہوتیں تو شادی کا کوئی مسئلہ نہ ہوتا۔ وہ ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ وہ شادی کے بعد اپنے اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں اور دونوں کی شادی ایک ہی مرد سے بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ ایسا کرنے کے لیے ان دونوں بہنوں کو ایک دوسرے کے سامنے بے حجاب ہونا پڑتا ہوگا۔

ایسے ہی اور بہت سے مسئلے تھے۔ جنہیں میں سمجھ سکتا تھا۔ پھر بھی میں نے انجان بن کر پوچھا "مسئلہ کیا ہے؟"

عاصمہ اور عبدالرحمن نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر سر جھکا لیا۔ میں بولا "کیا لڑکیاں شادی سے انکار کر رہی ہیں؟"

عاصمہ بولی "نہیں میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ سہیلی کی طرح رہتی ہوں۔ ان کے دلوں کی باتیں جانتی ہوں۔ وہ شادی کرنا چاہتی ہیں لیکن دو مرد الگ الگ ان کے شوہر بن کر آئیں گے تو دونوں میں سے کسی کو بھی خلوت نصیب نہیں ہوگی۔ اور اگر ایک شخص ان کا مجازی خدا بن کر آئے گا تو دوسری ان کی تنہائی میں موجود رہے گی۔"

شانتا بولی "ان بے چاری لڑکیوں کی زندگی میں عجیب موڑ آیا ہے۔ جب یہ پیدا ہوئی تھیں تب میں نے بہت کوشش کی تھی کہ یہ ایک دوسرے سے الگ کر دی جائیں۔ یہاں کے ڈاکٹروں کے لیے ممکن نہیں تھا۔ میں نے یورپ اور امریکا کے بڑے بڑے ڈاکٹروں سے بھی مشورے کیے۔ سب نے یہ کہا کہ انہیں الگ کیا جا سکتا ہے۔ ایک تجربہ کیا جا سکتا ہے لیکن زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ آپریشن کی ناکامی کی صورت میں یہ زندہ نہیں رہیں گی۔"

عاصمہ بولی "میں ان ڈاکٹروں کو طبی تجربہ کرنے کے لیے اپنی بیٹیوں کی قربانی نہیں دے سکتی تھی۔ اس لیے یہ قدرتی طور پر جڑی رہ گئیں۔ ابتدا میں ان کی پرورش میں بڑی دشواریاں پیش آتی رہیں۔ رفتہ رفتہ یہ بڑی ہو گئیں تو پھر خود ہی ایک ساتھ اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، کھانے پینے کے سلسلے میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے لگیں۔ آپس کی محبت سے اپنی زندگی کو آسان بنانے کی کوشش کرنے لگیں۔

"آج یہ کامیاب ہیں۔ گھر گرہستی کے سارے کام کر لیتی ہیں۔ گیارہویں جماعت کی طالبات ہیں۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کے تعاون سے بڑی بڑی مشکلات کو اپنے لیے آسان بنایا ہے۔ لیکن یہی شادی کا مشکل مرحلہ آیا ہے اب یہ تھک ہار کر فیصلہ کر رہی ہیں کہ شادی نہیں کریں گی۔ ضبطِ نفس سے کام لیں گی اور تجرد کی زندگی گزاریں گی۔

"میری دونوں بیٹیاں ایک دوسرے سے اس قدر محبت کرتی ہیں کہ ان کے جسم جڑے ہوئے نہ ہوتے تب بھی وہ ایک دوسرے سے جڑی رہتیں اور کبھی الگ نہ ہوتیں۔ میں ان کی ماں ہوں ان کی ایک بات پر بڑی پریشان ہوں کہ وہ بے حد شرمیلی ہیں۔ خلوت میں کیسے حالات پیش آئیں گے اور وہ کیوں شرمائیں گی۔ یہ آپ سمجھ سکتے ہیں میں بیان نہیں کر سکتی۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "میں سمجھ رہا ہوں۔"

پھر میں نے شانتا بائی سے پوچھا "تم انہیں میرے پاس لائی ہو تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "ویر جی آپ نے میرے بڑے بڑے

پیچیدہ مسئلے حل کیے ہیں' کتنے ہی جانی دشمنوں سے مجھے نجات دلائی ہے۔ اسپتال کے بزنس میں بھی جب کوئی دشمنی ہوتی ہے تو اپنی ذہانت اور حکمت عملی سے تمام دشواریوں کو دور کردیتے ہیں۔ میں چاہوں گی کہ آپ کسی بھی طرح ان بے چاری لڑکیوں کا مسئلہ حل کریں۔''

میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ یہ معاملہ بہت ہی پیچیدہ تھا۔ فوراً ہی میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس سلسلے میں کیا کرسکوں گا؟ تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد یہ بات ذہن میں آئی کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی سوچ میں مثبت تبدیلیاں پیدا کرسکتا تھا۔

میں نے کہا ''میں ان لڑکیوں سے ملنا چاہوں گا۔ میرا خیال ہے کہ میں ان کی بہتری کے لیے کچھ نہ کچھ کرسکوں گا۔''

وہ میاں بیوی خوش ہوگئے۔ عبدالرحمٰن نے پوچھا ''آپ ہمارے ساتھ کب چلنا پسند کریں گے؟''

''میں ابھی چل سکتا ہوں۔''

''یہ تو ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔ ہم جلد سے جلد یہ مسئلہ حل کرنا چاہتے ہیں۔''

''آپ اپنی بیٹیوں کو ابھی فون کردیں کہ ایک اجنبی شخص ان سے ملنے آرہا ہے۔''

عبدالرحمٰن نے فون کی طرف دیکھا۔ میں نے کہا ''آپ میرا فون استعمال کرسکتے ہیں۔''

اس نے شکریہ ادا کیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہوگیا اس نے کہا ''جمیلہ' نبیلہ کو بلاؤ۔''

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی ایک بیٹی کا نام جمیلہ اور دوسری کا نام نبیلہ تھا۔ چونکہ ایک وقت میں کسی ایک کو نہیں بلایا جاسکتا تھا۔ ایک کو بلاتے تو دونوں ہی آتیں۔ اس لیے انہیں بیک وقت جمیلہ نبیلہ کہا جاتا تھا۔ ان میں سے ایک کی آواز سنائی دی ''ہیلو ابو! میں نبیلہ بول رہی ہوں۔''

''ہاں بیٹا! میں تمہاری آنٹی کے اسپتال سے بول رہا ہوں۔ ان کے ایک بھائی دھرم ویر صاحب ہیں وہ ابھی ہمارے گھر آنے والے ہیں' تم دونوں سے ملاقات کریں گے' جمیلہ کو فون دو۔''

نبیلہ نے بہن کو ریسیور دیتے ہوئے کہا ''کوئی مسٹر دھرم ویر ہم سے ملنے آرہے ہیں۔''

وہ ریسیور کان سے لگا کر بولی ''جی ابو! میں جمیلہ بول رہی ہوں۔ کیا ہمارے گھر کوئی مہمان آرہے ہیں؟''

''ہاں بیٹی..... یہ تم دونوں سے کچھ باتیں کریں گے۔ ابھی تم کیا کررہی ہو؟''

''میں گاجر کا حلوا تیار کررہی تھی اور نبیلہ دودھ گرم کررہی تھی' وہ آنے والے مہمان ہندو ہیں۔ کیا ہمارے ہاتھ کا حلوا کھانا پسند کریں گے؟''

وہ مسکرا کر بولا ''بیٹی! جب تمہاری آنٹی ہمارے گھر کھانا کھاتی ہیں تو پھر ان کے بھائی بھی ضرور کھالیں گے ہم ابھی ایک گھنٹے میں پہنچ رہے ہیں۔''

اس نے ریسیور رکھ دیا ''میری بیٹیاں گاجر کا حلوا بنارہی ہیں' پوچھ رہی تھیں کہ آپ ان کے ہاتھ کا کھائیں گے یا نہیں؟''

میں نے مسکرا کر کہا ''ضرور کھاؤں گا۔''

پھر میں ان دونوں کے خیالات پڑھنے لگا۔ ان کے گھر پہنچنے تک کبھی عاصمہ اور عبدالرحمٰن سے باتیں کرتا رہا اور کبھی خیال خوانی کے ذریعے ان بہنوں کے اندر پہنچتا رہا۔ ان کے درمیان بہت اچھی ذہنی ہم آہنگی تھی۔ ان کی پسند ایک تھی۔ ان کے ارادے ایک ہوتے تھے۔ جذباتی طور پر کسی ایک کو غصہ آتا تو دوسری کو بھی آجاتا تھا۔ دونوں ہی ذہین اور مصلحت کوش تھیں۔ بہت سے معاملات میں ایک کے مشورے سے کام لیتی تھیں۔

جڑواں ہونے کے باعث جو مسائل پیدا ہوتے رہتے تھے۔ وہ ان پر قابو پاچکی تھیں۔ ان مسائل سے نمٹتے ہوئے بڑی آسودگی سے زندگی گزار رہی تھیں۔ لیکن جوان ہونے کے بعد اب دوسرے مسائل بھی پیدا ہوگئے تھے۔ ایک آئیڈیل ذہنوں میں ابھرنے لگا تھا۔ وہ آئیڈیل سامنے آجاتا تو چاہنے اور چاہے جانے کی تمنا بھی دل میں انگڑائی لینے لگتی۔ یہ فطری خواہش ہوتی ہے، ہر لڑکی خواب و خیال میں کسی کو چاہتی ہے وہ دونوں بھی کسی کی آرزو کرتی تھیں۔

جب ابتدا میں ان کے اندر ایسی خواہشات جنم لینے لگیں تو جمیلہ نے کہا ''نبیلہ! ہمارا کیا بنے گا؟ کیا جسے میں چاہوں گی اسے تو بھی چاہے گی؟''

وہ ذرا سوچتے ہوئے بولی ''اب تک تو یہی ہوتا آیا ہے جو میں پہنتی ہوں وہی تو پہنتی ہے' جو میں کھاتی ہوں' وہی تو کھاتی ہے۔ شاپنگ کے وقت بھی ہماری پسند ایک ہوتی ہے۔''

جمیلہ نے کہا ''ہاں..... رشتے داری میں بھی یہی ہوتا ہے میں ماموں زاد بھائی کو ناپسند کرتی ہوں تو تو بھی اسے ناپسند کرتی ہے۔ سلمان بھائی تجھے بہت اچھے لگتے ہیں میں بھی انہیں بہت پسند کرتی ہوں۔''

''تو بہن بھائی' کزن اور دوسرے رشتہ داروں کی باتیں ہیں لیکن جو لائف پارٹنر ہماری زندگی میں آئے گا ہمارا مجازی خدا بنے گا' کیا وہ ایک ہوگا یا دو ہوں گے؟''

وہ دونوں ہم مزاج تھیں' ہم خیال تھیں' کوئی بھی بات ایک دوسرے سے نہیں چھپاتی تھیں اور نہ چھپا سکتی تھیں۔ اگر ان کی زندگی میں کسی ایک کا محبوب آتا اور وہ اس سے چوری چھپے ملنا چاہتی تو دوسری سے الگ ہوکر اس سے ملاقات نہیں کرسکتی تھی۔ ایک کے دل میں جو چور جذبے ہوتے تھے' دوسری کے دل میں بھی وہی جذبات انگڑائیاں لیتے تھے۔ ایسی قدرتی مجبوریوں نے ان دونوں کو ایک دوسرے کا ہم راز بنادیا تھا۔

ہم راز ہونے کے باوجود وہ فطرتاً بہت شرمیلی تھیں۔ ایک دوسرے سے کھل کر یہ نہیں کہتی تھیں کہ اگر کوئی ایک چاہنے والا کسی ایک کے پاس آئے گا تو ایسے وقت دوسری کے جذبات کیا ہوں گے؟ وہ چاہنے والا جب کسی ایک کے قریب آئے گا تو ان لمحات میں دوسری کے اندر کیا ہوگا؟ وہ اس کی قربت سے محروم رہے گی۔ اب تک وہ دونوں کسی چیز سے محروم نہیں رہی تھیں۔ بیک وقت ایک جیسی چیزیں حاصل کرتی رہی تھیں۔ اگر اتفاقاً وہی ایک چیز دوسری کو حاصل نہیں ہوتی تھی تو وہ اس چیز کا بانٹ لیا کرتی تھیں لیکن ایک ہی وقت میں ایک ہی چاہنے والے کو یہ دو حصوں میں تقسیم نہیں کرسکتی تھیں۔

ان کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ ان کا بنیادی مسئلہ شرم وحیا ہے۔ شادی سے پہلے ہر لڑکی میں شرم وحیا اور جھجک ہوتی ہے پھر بعد میں وہ اپنے لائف پارٹنر کے ساتھ بے تکلف ہوجاتی ہے لیکن یہاں ایک کا نہیں..... دو لڑکیوں کا الجھا ہوا معاملہ تھا۔ اگر ایک اپنے شوہر سے بے تکلف ہوتی تو ان لمحات میں دوسری کرب سے گزرتی رہتی۔

یہی مناسب تھا کہ ان کا کوئی ایک ہی لائف پارٹنر ہوتا۔ ایک ہی شوہر ہوتا۔ ان کے خیالات پڑھتے رہنے سے آگے اور بہت کچھ معلوم ہوتا رہا۔ ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ دونوں ایک شخص کو چاہتی ہیں۔

جب پہلی بار انہوں نے اس شخص کو دیکھا تھا تو اس سے متاثر نہیں ہوئی تھیں۔ حالانکہ وہ قد آور' صحت مند اور خوبرو باڈی بلڈر تھا۔ وہ پہلی نظر میں صرف اچھا لگا تھا۔ انہوں نے اس کے بارے میں دور تک نہیں سوچا تھا۔ وہ اسے اپنا محبوب نہیں بنا سکتی تھیں اور نہ ہی لائف پارٹنر..... کیونکہ وہ ایک ہندو تھا۔

اس ہندو شخص کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ اس کے پاس دولت بھی ہے' ذہانت بھی ہے اور طاقت بھی ہے۔ اس کے علاوہ ایسی صلاحیتوں کا مالک بھی ہے جن کے ذریعہ وہ مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبتیں دور کردیتا ہے۔ مسائل میں گھرے ہوئے لوگوں کو الجھنوں سے نجات دلاتا ہے۔ مسلمان اسے نجات دہندہ اور ہندو اسے مکتی دینے والا دیوتا کہتے تھے۔

اس نجات دہندہ کا نام وردان دشوانا تھا۔ وہ ہمالا کی ترائی میں کہیں رہتا تھا۔ کبھی کبھی کسی شہری آبادی میں آجاتا تھا عبدالرحمٰن اس علاقے میں گیا تھا۔ دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرنے کے بعد وردان دشوانا تھ کے استھان میں پہنچا تھا۔ اتنے دشوار گزار علاقے میں ضرورت مندوں اور عقیدت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔

اسے دو دنوں کے انتظار کے بعد تیسرے دن وردان دشوانا تھ سے ملاقات کرنے کا موقع ملا تھا۔ اس نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑ کر اپنی دونوں بیٹیوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ وہ نرمی سے بولا تو نرمی کے باوجود اس کے لہجے میں گھن گرج تھی۔

وہ بولا ''یہ کیس بہت ہی دلچسپ ہے۔ تم چاہتے ہو میں ان بہنوں کو جسمانی طور پر الگ کردوں؟ جب کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ دنیا جہاں کے ڈاکٹر ناکام ہوچکے ہیں۔ ان لڑکیوں کے سلسلے میں نہ دوا کام آسکتی ہے نہ دعا۔''

عبدالرحمٰن عاجزی سے بولا ''سوامی جی! جب تک یہ ایک دوسرے سے جڑی رہیں گے۔ ان کی شادی کا مسئلہ کبھی حل نہیں ہوگا۔''

''ہوں..... میں سمجھ رہا ہوں۔ دونوں لڑکیاں ایک ہی مرد سے شادی کرنا نہیں چاہیں گی اور دو مردوں سے شادی ہوگی تو وہ دونوں تنہائی میں شرمائیں گی۔''

''کیا آپ ان پر کوئی ایسا عمل نہیں کرسکتے کہ ان کے دماغوں سے شادی کا خیال ہی نکل جائے؟ وہ شادی و ازدواجی زندگی کی طرف مائل نہیں ہوں گی تو پھر کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔''

''ہوں..... یہ تو میں ان سے ملنے کے بعد ہی بتاسکوں گا کہ کیا کرسکتا ہوں؟''

''سوامی جی! وہ دونوں جڑی ہوئی ہیں' میں انہیں دہلی سے کبھی باہر نہیں لے جاتا جہاں جاتی ہیں تماشا بن جاتی ہیں۔ لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی ہے۔ اس لیے میں انہیں یہاں لا نہ سکا۔ پھر یہاں کا راستہ بھی بہت مشکل ہے۔''

''ہوں..... میں سمجھ رہا ہوں کہ انہیں جگہ جگہ تماشا نہیں بننا چاہیے۔ ایک ہفتے کے بعد میں دہلی آرہا ہوں۔ ہوٹل تاج

محل میں قیام ہوگا۔ تم وہاں بیٹیوں کو لے آؤ گے تو میرا سیکرٹری تمہیں پہچان لے گا اور سیدھا میرے پاس لے آئے گا۔''

عبدالرحمن اس سے رخصت ہوکر دہلی واپس آیا۔ گھر آکر اس نے دروان وشوانا تھ کے بارے میں تفصیل سے بتایا پھر بولا ''وہ اگلے ہفتے یہاں آنے والے ہیں۔ میں نبیلہ اور جمیلہ کو ان کے پاس لے جاؤں گا۔ وہ کچھ ایسا ضرور کریں گے جس سے ان کا پیچیدہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔''

یہ سوامی دروان وشوانا تھ وہی پراسرار شخص تھا۔ جس کا ذکر ارنا کوف اپنے بیٹے آوازون سے کرچکی تھی۔ جس سے ملنے کے لیے وہ دونوں ماں بیٹا ہندوستان کے شمالی حصے کی طرف سفر کررہے تھے۔

ارنا کوف کے بیان کے مطابق وشوانا تھ ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ علم نجوم کا بھی ماہر تھا۔ کچی پیش گوئیاں کرتا تھا۔ قیافہ شناس بھی تھا۔ انسان کے ہاتھ پیر کی انگلیوں اور ناخنوں کو آنکھوں اور چہرے کو دیکھ کر سمجھ لیتا تھا کہ کون کیسی نیچر کیسا مزاج رکھتا ہے۔

ارنا کوف نے ٹیلی پیتھی اور کالے جادو کے ذریعے اس پراثر انداز ہونا چاہا تھا اور بری طرح ناکام رہی تھی۔ اس بات پر حیران ہوتی رہی تھی۔ کہ سوامی دروان نے اس کے خلاف کوئی جوابی کارروائی کیوں نہیں کی؟

وہ ماہر نفسیات بھی تھا۔ اس کے خلاف کوئی جوابی کارروائی نہ کرکے اس نے اسے شدید بے چینی میں مبتلا کردیا تھا۔ جس کے نتیجے میں اب وہ اپنے بیٹے آوازون کے ساتھ اس کی طرف کھنچی چلی جارہی تھی۔

میں ابھی یہ نہیں جانتا تھا کہ دروان وشوانا تھ کون ہے؟ اور کس قدر غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے؟ اور ارنا کوف اس سے متاثر ہوکر اس کی طرف جارہی ہے۔ میں نے عبدالرحمن کے خیالات پڑھ کر جو کچھ معلوم کیا تھا۔ وہ بس اتنا ہی تھا۔ کہ سوامی دروان بہت دولت مند' طاقتور' ذہین اور کچھ ایسی غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے جن کے ذریعے وہ عام لوگوں کی خدمت کرتا تھا۔ مصیبت زدہ لوگوں کو مصیبت سے نجات دلواتا ہے۔

ابھی اس کی حقیقت میرے سامنے نہیں آئی تھی۔ لیکن جلد ہی مجھے اس کے بارے میں جو کچھ معلوم ہونے والا تھا۔ وہ میں ابھی بیان کررہا ہوں۔

عبدالرحمن نے جب اپنی بیٹیوں کے تفصیلی حالات بتائے تو سوامی دروان کو ایک ذرا دلچسپی پیدا ہوئی۔ اس نے اب سے پہلے سنا تھا کہ یورپ یا امریکا میں کہیں جڑواں بہنیں پیدا ہوئی تھیں۔ کہیں جڑواں بھائی بھی پیدا ہوئے تھے اور وہ سب اچھی خاصی زندگی گزارنے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوگئے تھے۔

اس نے پہلے کبھی جڑواں افراد کو نہیں دیکھا تھا۔ اب جمیلہ اور نبیلہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ جب عبدالرحمن وہاں سے واپس چلا گیا اور دو دنوں کے بعد اپنے گھر پہنچا تو سوامی دروان بھی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ عبدالرحمن اپنی دونوں بیٹیوں کو بتا رہا تھا کہ سوامی دروان کیسی پراسرار اور باوقار شخصیت کا مالک ہے۔ اس سے بات کرتے وقت نظریں جھک جاتی ہیں۔ اس سے نظر نہیں ملائی جاتی۔ اس کے استھان میں عقیدت مندوں اور ضرورت مندوں کا ہجوم لگا رہتا ہے۔

اس کے باوجود وہ ایک ہفتے بعد یہاں آئے گا تو تم دونوں سے ضرور ملاقات کرے گا اور تمہارے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرے گا۔

جمیلہ بولی ''ابو! اب ہمارا کوئی مسئلہ نہیں ہے آپ خوامخواہ پریشان ہوتے ہیں۔ اتنی دور آپ نے ہمالہ کی ترائی میں مشکل سفر کیا۔ آئندہ آپ ایسا نہیں کریں گے۔''

ماں بولی ''بیٹی! تم کہتی ہو مسئلہ نہیں ہے۔ کیا تمہیں شادیاں نہیں کرنی ہیں؟''

نبیلہ بولی ''ہم نے فیصلہ کرلیا ہے ہم زندگی بھر شادی نہیں کریں گے۔ آپ دونوں کی خدمت کریں گے۔''

''خدمت کرنے کے لیے ہمارا ایک جوان بیٹا ہے تم ہماری فکر نہ کرو۔''

سوامی دروان خاموشی سے جمیلہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے تھوڑے سے خیالات پڑھے۔ اس کے بعد نبیلہ کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی سوچ بھی وہی تھی جو جمیلہ کی تھی۔ یہ پتا چلا کہ دونوں بہنیں ایک وقت ایک ہی طرح سوچتی ہیں۔ کبھی دونوں کی سوچ میں اختلاف پیدا ہوتا ہے تو وہ آپس میں بحث کرتی ہیں۔ پھر سمجھوتا کرکے ایک ہی طرح سوچنے سمجھنے اور ایک ہی طرح زندگی گزارنے لگتی ہیں۔

وہ دونوں اپنے بیڈروم میں آئیں۔ پھر اپنے بیڈ پر لیٹ گئیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب ایک کا دل لیٹنے کو چاہتا ہے تو دوسری بھی اس کے ساتھ لیٹنا چاہتی ہے۔ یہ اختلاف پیدا نہیں ہوتا کہ ایک لیٹنا چاہے گی تو دوسری بیٹھنا چاہے گی۔

اس طرح وہ ایک دوسرے سے اختلاف پیدا کرکے زندگی نہیں گزار سکتی تھیں۔ یوں بھی قدرتی طور پر دونوں کی سوچ ایک جیسی تھی اور ایک وقت میں وہ ایک جیسی آرزو کرتی تھیں۔ اس لیے ان میں اس طرح کے اختلافات پیدا نہیں

ہوتے تھے۔

سوامی دروان نے جمیلہ کے دماغ میں شادی کی سوچ پیدا کی پھر دوسرے ہی لمحے میں نبیلہ کے اندر جاکر اس کے خیالات پڑھے۔ تو بالکل وہی سوچ وہاں بھی پیدا ہورہی تھی۔ دونوں شادی کے بارے میں ایک ہی طرح سے سوچنے لگیں۔

جمیلہ بولی ''میں تو کہتی ہوں ہمیں شادی کا خیال بالکل ہی دل سے نکال لینا چاہیے۔''

نبیلہ بولی ''میں بھی یہی کہتی ہیں شادی مسئلہ بن گئی ہے اور جب ہم اس مسئلے کو حل کرنا چاہیں گے ہماری شادی ہوگی تو اور زیادہ پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔''

جمیلہ بولی ''ہم بھی کسی آئیڈیل کے بارے میں سوچتی ہیں۔ اسے تصور میں دیکھتی ہیں۔ اس کے متعلق باتیں کرتی ہیں لیکن ایسا کوئی ہمارے سامنے نہیں آیا ہے بہتر ہے کہ کوئی ایسا سامنے نہ آئے' نہ ہی ہمیں متاثر کرے۔''

نبیلہ بولی ''میں تو متاثر نہیں ہوں گی اور نہ ہی تمہیں ہونے دوں گی۔''

سوامی دروان نے ایک کے چور خیالات پڑھے پھر فوراً ہی دوسری کے اندر پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھے تو ان کے اندر ایک چاہنے والے کی شدید خواہش چھپی ہوئی تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ ان کی زندگی میں کوئی پیار کرنے والا آئے اور انہیں بھرپور محبتیں دیتا رہے۔

سوامی دروان نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ وہ جسمانی طور پر کیسی ہیں؟

اس نے ان دونوں کے اندر لباس تبدیل کرنے کی خواہش پیدا کی۔ ایک نے کہا کہ میں لباس بدلنا چاہتی ہوں۔ دوسری نے کہا ''میں بھی چاہتی ہوں لیکن آج صبح ہی تو ہم نے لباس تبدیل کیا ہے؟''

''تو کیا ہوا شام ہورہی ہے اور اچھی خاصی گرمی بھی ہورہی ہے۔ ہمیں ململ کا کرتہ اور پاجامہ پہننا چاہیے۔''

وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ پھر وہاں سے چلتی ہوئی الماری کے پاس آئیں ایک کے ہاتھ نے دروازہ کھولا۔ دوسری کے ہاتھ نے لباس نکالا۔ ان کے جسم کا اوپری حصہ شانے پہلی اور کولہے تک جڑا ہوا تھا۔ اس طرح ان کے دو ہاتھ تھے لیکن کولہے سے نیچے ان کی چار ٹانگیں تھیں۔

جب وہ بچیاں تھیں تو ان کی ماں ان کا خاص لباس تیار کراتی تھی۔ تاکہ نیچے چار ٹانگوں تک بدن چھپ جائے اور اوپر سے ایک ہی قمیص یا کرتہ ان دونوں کے جسموں کو ڈھانپ لگے۔ ایسا لباس برا نہیں لگتا تھا۔ اس کی تراش خراش اتنی عمدہ ہوتی تھی کہ وہ پہننے کے بعد آئینے میں دیکھ کر خوش ہوتی رہتی تھیں۔

جوان ہونے کے بعد انہوں نے اپنا لباس خود ہی سینا سیکھ لیا تھا۔ جب وہ بچی تھیں تب سے ایک دوسرے کے سامنے لباس اتارتی تھیں اور دوسرا لباس پہنتی تھیں۔ جس وقت وہ الماری سے دوسرا لباس نکال کر پہن رہی تھیں تو اس وقت سوامی دروان ان کے دماغوں میں ہی تھا۔ ان کے بدن کی بناوٹ اور شباب کی زرخیزی کو خوب سمجھ رہا تھا۔

وہ عورتوں کے معاملے میں کچھ عجیب سی طبیعت رکھتا تھا۔ عیاش نہیں تھا اور نہ ہی حسین عورتوں کو دیکھ کر پھسلتا تھا۔ دنیا کی حسین ترین عورت بھی سامنے آجائے اور اس کا دل اس کی طرف مائل نہ ہو تو وہ کبھی ادھر دیکھتا بھی نہیں تھا لیکن اگر کوئی ایبنارمل یا نیم پاگل لڑکی اس کی نظروں میں آجائے تو وہ اس کے لیے دیوانہ ہوجاتا تھا پھر وہ لڑکی پاگل خانے میں ہو یا پاتال میں، وہ اس کے پاس ہر حال میں پہنچ جاتا تھا۔

وہ جب کسی ایبنارمل لڑکی کو اپنا اسیر بناتا تھا اور جب وہ لڑکی اس کے پاس رہتی تھی تو وہ اس کی اٹھی سیدھی حرکتوں کو ویڈیو فلم کے ذریعے ریکارڈ کرتا تھا اور لکھتا بھی جاتا تھا کہ پاگل لڑکیاں کیسی ہوتی ہیں؟ ان سے پیار کرو تو وہ کیسے الٹے سیدھے ردعمل پیش کرتی ہیں؟

کسی پاگل کو قابو میں رکھنا آسان نہیں ہوتا لیکن وہ خیال خوانی کے ذریعے انہیں قابو میں بھی کرتا تھا اور ڈھیل بھی دیتا تھا۔ اس طرح وہ لڑکیاں بڑی دلچسپی کا سامان بن جاتی تھیں۔

وہ ایبنارمل اور پاگلوں کے علاوہ ایسی لڑکیوں میں بھی دلچسپی لیتا تھا جو غیر معمولی ہوتی تھیں اور عام لڑکیوں سے مختلف ہوتی تھیں۔ مثلاً ایک بار معلوم ہوا کہ بریلی میں ایک سدا سہاگن لڑکی ہے۔ سدا سہاگن اسے کہتے ہیں جو پیدائشی طور پر نہ لڑکا ہوتا ہے نہ لڑکی ہوتی ہے۔ لیکن فطرتاً اس کے اندر عورت پن ہوتا ہے۔

سوامی دروان نے اس سدا سہاگن کے ساتھ کئی دن کئی راتیں گزاری تھیں اور اس کی ویڈیو فلم بھی تیار کی تھی۔ اپنے تجربات بھی لکھے تھے۔ اب اس کے معلوماتی احاطے میں وہ جڑواں بہنیں آئی تھیں۔ دونوں ہی اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔ اس نے فیصلہ کرلیا کہ ان کے ساتھ بھی نت نئے تجربات کو ویڈیو فلم میں ریکارڈ کرے گا اور اپنے تاثرات بھی لکھتا رہے گا۔

قدرت کبھی کبھی بڑے الو کھے تماشے دکھاتی ہے۔ ایسے غیر معمولی تماشے جن کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ میں نے اپنی ہنگامہ خیز زندگی میں بے شمار عجیب وغریب حیران کن حالات وواقعات اور معاملات کا مشاہدہ کیا تھا، لیکن جمیلہ اور نبیلہ کی صورت میں ایک اور قدرتی عجوبے کو دیکھنے والا تھا۔ انہی کے ساتھ اب میرا واسطہ سوای وردان سے بھی پڑنے والا تھا۔ میں اس وقت تک سوای وردان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ میں تو عبدالرحمٰن اور اس کی بیوی عاصمہ کے ساتھ ان کی جڑواں بیٹیوں سے ملنے ان کے گھر جارہا تھا۔ میں ان کے گھر پہنچا۔ وہاں وہ دونوں بہنیں جمیلہ اور نبیلہ میرے سامنے آئیں میں نے بھی زندگی میں پہلی بار جڑواں لڑکیوں کو ایک ساتھ دیکھا۔

ان دونوں نے اپنے اپنے ہاتھ اٹھائے اور پیشانی تک لے جا کر آداب کہا۔ میں نے کہا ''تسلیمات..... آؤ بیٹھو۔''

وہ چلتی ہوئی ایک بڑے سے صوفے پر آ کر بیٹھ گئیں۔ میں انہیں توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ وہ دیکھنے میں عجوبہ لگ رہی تھیں۔ شانے سے کولہوں تک جڑی ہوئی تھیں۔ دھڑ کے حصے سے الگ تھیں۔ چار ٹانگیں تھیں چلتے وقت عجیب سی لگ رہی تھیں۔ سوچا جائے تو بڑی مشکل زندگی گزار رہی تھیں لیکن وہ بچپن سے اسی طرح رہتی آئی تھیں۔ اس لیے ان کے لیے اب ایسی زندگی گزارنا آسان ہو گیا تھا۔

میں بولا ''تم دونوں کے بارے میں تمہارے امی ابو نے مجھے بہت کچھ بتایا ہے پھر بھی میں پوچھتا ہوں کیا اس طرح زندگی گزارنے میں اب بھی کوئی دشواری ہوتی ہے؟''

''ہاں..... کبھی کبھی ہوتی ہے لیکن ہم اس دشواری سے گزر ہی جاتی ہیں۔''

میں نے پوچھا ''فرض کرو اگر کسی طرح سرجری کے ذریعے تم دونوں کو الگ کر دیا جائے تو؟''

دونوں نے انکار میں سر ہلایا۔ نبیلہ بولی ''ہم دونوں کبھی ایک دوسرے سے الگ ہونا نہیں چاہیں گی۔''

جمیلہ نے پوچھا ''کیا آپ کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر الگ کر دیا جائے تو آپ برداشت کریں گے؟''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''بے شک..... تم دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہو۔ تم دونوں کا بدن ایک دوسرے کے ساتھ ایسا ہی ہے، جیسے تم دو ہوتے ہوئے بھی ایک ہو اور تم دونوں کو کاٹ کر الگ کرنا قتل کے مترادف ہوگا۔''

نبیلہ نے پوچھا ''آپ گاجر کا حلوا کھانا پسند کریں گے؟''

''بے شک..... میں نے سنا ہے تم دونوں نے ابھی حلوا بنایا ہے۔ بس فوراً لے آؤ۔''

وہ دونوں خوش ہو گئیں۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر جانے لگیں۔ میں انہیں جاتے ہوئے دیکھنے لگا۔ دو بہنیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی چار ٹانگوں سے چل رہی تھیں۔ عجیب سا لگ رہا تھا۔ جب وہ ایک ٹرے میں گاجر کا حلوا جگ اور گلاس لے کر آئیں تو دونوں نے اس ٹرے کو اپنے ایک ایک ہاتھ سے تھام رکھا تھا۔ یہ منظر بھی قابل دید تھا۔ بڑا عجیب سا تماشا تھا۔

ایک نے اپنے ایک ہاتھ سے پلیٹ میں مجھے حلوا نکال کر دیا۔ دوسری نے جگ کا پانی گلاس میں ڈال کر میرے سامنے رکھا پھر میرے قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھ گئیں۔ اس گھر میں ایسے صوفے اور کرسیاں تھیں جن میں دونوں ایک ساتھ بیٹھ سکتی تھیں۔

عاصمہ اور عبدالرحمٰن بیٹیوں کو تنہا چھوڑ کر وہاں سے دوسرے کمرے میں چلے گئے تاکہ میں ان سے ذاتی قسم کے سوالات کر سکوں۔ میں نے ان دونوں کو دیکھا پھر حلوا کھاتے ہوئے کہا ''شادی بہت ضروری ہے۔''

دونوں کی نظریں جھک گئیں۔ میں بولا ''ہندو دھرم میں جو آدمی اور عورت شادی کرنا نہیں چاہتے وہ برہمچاری بن کر زندگی گزارتے ہیں۔ عیسائی مذہب میں بھی شادی نہ کرنے والی لڑکیاں نن بن کے چرچ میں رہ کر زندگی گزار دیتی ہیں لیکن تمہارے دین اسلام میں شادی کرنے کی تاکید ہے۔ تم دونوں ایسے حالات سے گزر رہی ہو کہ تمہیں شادی کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا اور اگر شادی کرنا چاہو تو تمہیں ایک ہی شخص کے نکاح میں آنا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں تم مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ مجھ سے اس مسئلے پر بات کرو۔ میں اس مسئلے کا کوئی آسان حل ڈھونڈنے کی کوشش کروں گا۔''

جمیلہ بولی ''لڑکیاں اپنی شادی کی بات پر شرماتی ہیں لیکن ہم سے اس مسئلے پر اتنی زیادہ باتیں ہوتی رہتی ہیں، آئے دن رشتے داروں یا آپ کی طرح ابو کے دوست شناساؤں سے بھی ہمیں اس مسئلے پر بات کرنی پڑتی ہے۔''

نبیلہ بولی ''پہلے تو ہم بیزار ہو جاتی تھیں۔ شادی کرنے سے انکار کر دیتی تھیں لیکن اب اپنے دل کی بات نہیں چھپانا چاہتیں۔ ہم شادی کرنا چاہتی ہیں لیکن کیا بتائیں ہمیں شرم آتی ہے۔''

''میں سمجھتا ہوں شرم وحیا عورت کا زیور ہے۔ میں یہ زیور اتار کر پھینکنے کو نہیں کہوں گا لیکن ایک راستہ ہے۔ شرم وحیا

کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔''

دونوں نے بے اختیار نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ جب نظریں ملیں تو انہوں نے پھر آنکھیں جھکا لیں۔ میں بولا۔ ''ہمارے دیس میں بڑے بڑے تجربہ کار ماہر نفسیات ہیں۔ وہ تم دونوں کا نفسیاتی تجزیہ کریں گے اور تمہارے ذہنوں میں ایسی باتیں نقش کریں گے کہ تم اپنے ایک شوہر کی موجودگی میں شرم وحیا کو نظر انداز کرنے لگو گی۔''

وہ میری بات سن کر چپ رہیں۔ جواباً کہہ بھی کیا سکتی تھیں۔ میں نے پوچھا ''اگر ایسا ہو جائے تو کیا تم شادی کے لیے راضی ہو جاؤ گی؟''

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر کچھ کہنے سے ہچکچانے لگیں۔ میں وقتاً فوقتاً ان کے خیالات بھی پڑھتا جا رہا تھا۔ وہ اندر ہی اندر شادی کے لیے راضی تھیں لیکن زبان سے کہنا نہیں چاہتی تھیں۔ ان کی جھکی ہوئی آنکھیں اور سر کہہ رہے تھے کہ وہ راضی ہیں لیکن ایک مشکل آڑے آ رہی تھی۔

جب میں نے آگے ان کے خیالات پڑھے اور وہ مشکل معلوم کی تو حیران رہ گیا مگر جان بوجھ کر انجان بنا رہا۔ خاموشی سے انتظار کرنے لگا کہ وہ خود ہی اپنی مشکل بیان کریں۔

جمیلہ نبیلہ سے بولی ''تم بولو۔''

نبیلہ نے کہا ''نہیں..... تم بولو.....''

میں نے کہا ''تم دونوں کے دل ودماغ الگ ہیں لیکن سوچ اور ارادے ایک ہیں۔ تم دونوں میں سے کوئی بھی بولے گی تو وہ دونوں کے دلوں کی ترجمانی ہوگی۔''

آخر جمیلہ ہچکچا کر بولی ''ہم شادی کے لیے راضی ہیں اور..... اور ہم ایک ہی شخص کو پسند بھی کرتی ہیں۔''

میں بولا ''تو پھر اس میں شرمانے کی کیا بات ہے؟ جو کچھ ہوگا وہ تم دونوں کی باہمی رضامندی سے ہی ہوگا۔ کیوں نبیلہ..... جمیلہ صحیح کہہ رہی ہے ناں.....؟ تم بھی شادی کے لیے راضی ہو؟ اور اسی ایک شخص سے؟''

نبیلہ نے اثبات میں سر ہلا کر کہا ''جی ہاں..... ہم دونوں راضی ہیں..... لیکن ایک مشکل ہے۔''

''میں سمجھتا ہوں تم دونوں کی رضامندی کے بعد کوئی مشکل زیادہ مشکل نہیں ہوگی۔ بتاؤ کیا بات ہے؟''

وہ دونوں پھر جھجکتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ نبیلہ بولی ''بات یہ ہے کہ جسے ہم دونوں پسند کرتی ہیں۔ انہیں ہمارے ماں باپ اور خاندان والے کبھی قبول نہیں کریں گے۔''

''ایسی کیا بات ہے؟ کیا وہ شخص کوئی نیچ ذات کا ہے یا کوئی جاہل گنوار ہے تم دونوں کے معیار کا نہیں ہے؟''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بے حد باوقار دولت مند شہ زور اور بہت ہی نامور انسان ہیں۔''

''تو پھر تمہارے والدین اسے قبول کیوں نہیں کریں گے؟''

''اس لیے کہ وہ ایک ہندو ہے۔''

میں ان کے خیالات پڑھ کر پہلے ہی بہت کچھ معلوم کر چکا تھا لیکن میں نے حیرانی ظاہر کی اور پوچھا ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا اس سے شادی کر کے اپنا مذہب تبدیل کرنا چاہتی ہو؟ ہندو بننا چاہتی ہو؟''

دونوں نے انکار میں سر ہلایا پھر جمیلہ نے کہا ''ہمارا دین تو ہماری گھٹی میں پڑا ہے۔ ہم ایک خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہیں اور آخری سانس تک یہ ایمان برقرار رکھنا چاہتی ہیں۔''

''میں جہاں تک دین اسلام کو سمجھتا ہوں۔ ایک غیر مسلم سے شادی کرنے کے بعد تم دونوں مسلمان نہیں رہو گی۔ خدا اور رسول کو ماننا تو رہو گی خدا کو بھی سجدہ کرتی رہو گی لیکن ایک ہندو کے زیر اثر رہو گی تو خود کو مسلمان سمجھتے ہوئے بھی مسلمان نہیں رہو گی۔ آدھا تیتر آدھا بٹیر بن کر رہ جاؤ گی۔''

''یہی باتیں ہمارے ذہن میں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ ہم کسی ہندو سے شادی نہیں کرنا چاہتیں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس طرح ہمارے دل ودماغ پر چھا گیا ہے؟ جب تک وہ جاگتی رہتی ہیں۔ اسے ہی سوچتی رہتی ہیں۔ سوتی ہیں تو اسے ہی خواب میں دیکھتی ہیں۔''

میں نے انجان بن کر پوچھا ''کیا وہ بہت ہی خوب رو اور پرکشش ہے؟''

''کوئی غیر مسلم کتنا ہی خوب رو اور پرکشش ہو لیکن دل اس کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ پہلے اپنا دین اہم ہوتا ہے۔''

نبیلہ نے کہا ''ہمارے درمیان ایک جنگ جاری ہے اور یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ اس شخص کے مقابلے میں ہمارے دین کی اہمیت کم کیوں ہوتی جا رہی ہے؟''

''میری تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ کوئی ساحر ہے اور تم دونوں پر سحر پھونک رہا ہے۔''

''ہمارے دل میں بھی یہی خیال آتا ہے جیسے وہ شخص کوئی جادوگر ہے اور ہم پر جادو کر رہا ہے لیکن دوسرے ہی لمحے یہ خیال مٹ جاتا ہے اور ہم پھر اس کی حمایت ومحبت میں سوچنے لگتی ہیں۔''

میں نے پوچھا ''اس کا نام کیا ہے؟''

"وہ شمالی ہندوستان کا بہت ہی مشہور اور معروف شخص ہے۔ اس کا نام سوامی وردان وشوانا تھ ہے۔"

نبیلہ بولی "وہ پچھلے ہفتے یہاں آیا تھا۔ ہوٹل تاج محل میں اس کا قیام تھا۔ ابو اس کے پاس ہمیں لے کر گئے تھے۔"

میں نے پوچھا "کیا تم دونوں اسے دیکھتے ہی متاثر ہوگئی تھیں؟"

جمیلہ بولی "ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ البتہ اس کی شخصیت میں رعب و دبدبہ تھا۔ وہ ہمیں بڑی محبت سے مسکرا کر دیکھتا رہا اور بڑی نرمی سے گفتگو کرتا رہا۔ اس وقت ہمارے دلوں میں ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ آئندہ کبھی اس کے ساتھ کسی طرح کی جسمانی وابستگی ہوگی۔"

نبیلہ نے کہا "ہم جب واپس گھر آنے لگے تو ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے ہمارے دل سوامی وردان کی طرف کھنچے جا رہے ہوں۔ ہم نہ سوچتے ہوئے بھی اس کے بارے میں سوچ رہی تھیں اور اسی کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں۔"

میں نے پوچھا "نماز پڑھتی ہو؟"

"ہم پانچ وقت کی تو نہیں پڑھتیں لیکن ایک آدھ وقت کی ضرور پڑھ لیتی ہیں اور اب تو نماز پڑھنے کے دوران میں بھی اس کا خیال آتا رہتا ہے۔ ہم ذہن کو جھٹک کر اس کے خیال کو دل سے نکالنا چاہتی ہیں مگر پتا نہیں ہمیں کیا ہو گیا ہے؟"

نبیلہ بولی "ہم کسی سے پوچھ بھی نہیں سکتیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے ہی پوچھتی ہیں۔ کیا عشق اسی کو کہتے ہیں کہ انسان دنیا کو بھی بھول جاتا ہے، دین کو بھی بھول جاتا ہے اور ایک ہی شخص کے خیال میں گم ہو جاتا ہے؟"

میں نے کہا "ایسا عشق میں بھی ہوتا ہے اور جادو کے اثر سے بھی ایسا ہوتا ہے۔ عشق دائمی ہوتا ہے۔ محبت کا رنگ تو ساری زندگی دور نہیں ہوتا لیکن جادو کا اثر عارضی ہوتا ہے۔ سوامی وردان غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ ہو سکتا ہے جادو کر رہا ہو اور پراسرار علم کے ذریعے تم دونوں کے دماغوں پر مسلط ہو رہا ہو اگر ایسی بات ہے تو پھر یہ عارضی کیفیت ہوگی۔ اس کے بعد تم دونوں اس طلسمی سحر سے نکل آؤ گی۔"

جب ہی میں نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ سوامی وردان میرے دماغ میں پہنچ کر میرے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔

جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ ہم سب پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ کوئی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے اندر آ کر ہمارے وہی خیالات پڑھتا ہے جو ہم اسے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ مثلاً میں دھرم ویر کے روپ میں تھا۔ میں نے دھرم ویر کی جو ہسٹری اپنے ذہن میں مرتب کی تھی۔ وہ اسی ہسٹری کو پڑھ رہا تھا۔ اس سے آگے فرہاد علی تیمور کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکتا تھا۔

وہ پڑھ رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ میں ذات کا ہندو ہوں اور میرا نام دھرم ویر ہے اور میں شانتا بائی کا بہت ہی قابل اعتماد شخص ہوں اور اس کے اسپتال کے تمام کاروبار کو کنٹرول کرتا ہوں۔

وہ جمیلہ اور نبیلہ کے حواس پر بری طرح چھایا ہوا تھا۔ نبیلہ نے اس کی مرضی کے مطابق مجھ سے پوچھا "کیا آپ کسی جادوگر کے ذریعے سوامی وردان کے جادو کا توڑ کروا سکتے ہیں؟"

"میں کسی جادوگر کو نہیں جانتا اور نہ ہی جادو ٹونے پر یقین رکھتا ہوں۔ میں تم دونوں کے لیے کسی بہت ہی بڑے تجربے کار ماہر نفسیات کی خدمات حاصل کروں گا۔ وہ تمہارا نفسیاتی تجزیہ کرے گا اور تمہیں قائل کرنے کی کوشش کرے گا کہ ایک غیر مسلم کے عشق سے باز آ جائیں۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کر پاؤں گا۔"

میں اپنی مجبوریاں ظاہر کر کے یہ ثابت کر رہا تھا کہ میرے ذرائع محدود ہیں اور میں اس کے سحر کا توڑ کرنے کے لیے کسی ماہر نفسیات کی خدمات حاصل کر سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکوں گا۔

اسے بڑی آسانی سے میرے خیالات پڑھنے کا موقع ملا تھا۔ میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے باوجود انجان بن رہا تھا۔ اس طرح اسے یقین ہو گیا کہ میں کسی غیر معمولی صلاحیت کا حامل نہیں ہوں بلکہ ایک عام سا آدمی ہوں اور آگے چل کر اس کے راستے کی دیوار نہیں بن سکوں گا۔

میں نے وہاں سے رخصت ہوتے وقت ان لڑکیوں کے والد عبدالرحمن سے بھی یہی کہا کہ ان کے سلسلے میں کسی ماہر نفسیات کی خدمات حاصل کرنی چاہئیں۔ وہ بولا "لیکن ایک بات جو میں نے شانتا بائی کے سامنے نہیں بتائی اب بتانا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا "بے شک..... آپ مجھ سے کوئی بات نہ چھپائیں۔"

"میری دونوں لڑکیاں مزید مسائل پیدا کر رہی ہیں۔ ان کی ماں نے مجھے بتایا ہے کہ یہ ایک ہندو سے متاثر ہو رہی ہیں اور اسی سے شادی بھی کرنا چاہتی ہیں۔"

پھر وہ میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "آپ برا نہ مانیں۔ آپ بھی ہندو ہیں لیکن آپ کی بیٹی کسی مسلمان سے شادی کرنا چاہے گی تو کیا آپ راضی ہو جائیں گے؟"

میں بولا "نہیں..... میں پہلے اپنی بیٹی کو سمجھاؤں گا کہ اپنے دھرم میں رہ کر اپنے ہی دھرم کے کسی جوان سے شادی کرنا چاہیے۔ اتنے بڑے دیس میں ہندو مسلمان مل جل کر رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں لیکن جب مذہب اور دھرم کی بات ہوتی ہے تو ذرا احتیاط ہو جاتے ہیں۔ ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہم اپنے دھرم اور اپنے دین کے مطابق چلیں۔"

میں نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "میری بیٹی کسی مسلمان کی طرف مائل ہوگی تو میں اسے اچھی طرح سمجھاؤں گا اور اس کی پسند پر اعتراض بھی کروں گا لیکن ہم بزرگ اپنی اولاد کو صرف نصیحتیں کر سکتے ہیں۔ ان پر زور زبردستی نہیں کر سکتے۔"

"لیکن کسی حکمتِ عملی سے انہیں باز رکھ سکتے ہیں۔"

"ہاں..... ایک حکمت عملی تو یہ ہو سکتی ہے کہ مجھے اس ہندو شخص سے ملوائیں جس سے یہ دونوں متاثر ہو گئی ہیں۔ میں اسے بھی سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

وہ انکار میں بولا "آپ اسے نہیں سمجھا سکیں گے۔ وہ بہت ہی دولت مند اور طاقت ور ہے۔ اس کے ہزاروں عقیدت مند ہیں اور سب اسے دانش مند سمجھتے ہیں پھر وہ دانش مند آپ کی دانش مندی کو کیوں قبول کرے گا؟"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "آپ درست کہتے ہیں پھر تو بس یہی تدبیر ہے کہ کسی بہت ہی تجربہ کار ماہر نفسیات سے ان کا نفسیاتی تجزیہ کروایا جائے۔ وہ شاید ان کے دماغ میں یہ باتیں نقش کر سکے کہ اپنے ہی دین و تہذیب اور طور طریقوں کے مطابق شادی کرنی چاہیے۔"

عبدالرحمن بولا "ہو سکتا ہے کوئی ماہر نفسیات انہیں اس بات پر قائل کرنے کے سلسلے میں کامیاب ہو جائے لیکن مجھے امید نہیں ہے۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔"

"ہاں..... بتائیں کیا ترکیب ہے؟"

"میں کسی ہپناٹائز کرنے والے کی خدمات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ وہ تنویمی عمل کے ذریعے ان دونوں کے دماغوں میں یہ بات نقش کر دے گا کہ انہیں کسی ہندو کی طرف مائل نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ اپنے مذہب کے مطابق کسی مسلم سے شادی کرنا چاہیے۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "یہ ہو سکتا ہے، تنویمی عمل کے ذریعے ان لڑکیوں کے خیالات میں تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔"

میں سمجھ رہا تھا کہ سوامی وردان عبدالرحمن کے دماغ میں رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔ میں نے کہا "میں کسی تنویمی عمل کرنے والے کو نہیں جانتا۔ کیا آپ جانتے ہیں؟"

"ہاں..... میں ایک شخص کو جانتا ہوں۔ آج شام کو ہی اس سے ملنے جاؤں گا اور اسے بیٹیوں کے حالات بتاؤں گا۔"

"آپ کی بیٹیوں کے مسائل اتنے پیچیدہ ہیں کہ میں ذاتی طور پر کچھ نہیں کر سکوں گا۔ آپ کے لیے دعا کروں گا کہ آپ کے یہ تمام مسائل حل ہو جائیں۔"

میں عبدالرحمن سے مصافحہ کر کے چلا آیا۔ یہ میرے لیے بہت بڑا چیلنج تھا۔ دو مسلم لڑکیوں کو ایک ہندو کے شر سے محفوظ رکھنا تھا۔ یہ میں کس طرح کروں گا۔ اس کی منصوبہ بندی لازمی تھی اور اس مسئلے پر میں گہری سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔

میں کار ڈرائیو کرتا ہوا شانتا بائی اسپتال کی طرف جا رہا تھا۔ اچانک الپا کی آواز سن کر میں نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ وہ کہہ رہی تھی "پاپا.....! میں اور پارس آپ کی پوتی انوشے کے ساتھ دہلی پہنچ گئے ہیں! آپ سے ملاقات کب ہو سکے گی؟"

میں نے پوچھا "تم لوگوں نے فی الحال قیام کہاں کیا ہے؟"

"ہم ایک عام سے ہوٹل میں ہیں۔ تاکہ دشمنوں کو ہماری اصلیت کا پتا نہ چلے۔ کوئی ہم پر شبہ نہ کر سکے۔"

"ہم محتاط رہیں گے تو کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ میں ایک گھنٹے بعد تم لوگوں سے رابطہ کروں گا۔"

"آپ کی پوتی آپ سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی اس کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔"

میں نے انوشے کو مخاطب کیا "ہائے دادا کی جان.....! کیسی ہو؟"

وہ خوشی سے چہک کر بولی "گرینڈ پا.....! میں آ گئی ہوں۔ آپ کہاں ہیں؟ میں آپ سے ابھی ملنا چاہتی ہوں۔"

"میری جان.....! ذرا صبر کرو۔ یہاں ہمیں نت نئے چیلنج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس وقت بھی یہی صورت حال ہے پھر بھی میں ایک گھنٹے کے اندر تمہارے پاس آؤں گا تمہیں ایک رہائش گاہ تک پہنچاؤں گا۔ وہاں تم تینوں لمبے عرصے تک اپنی شناخت تبدیل کر کے ایک نئے روپ میں رہ سکو گے۔"

"گرینڈ پا.....! آپ ایک گھنٹے بعد آنے کی بات کر رہے ہیں۔ ایک گھنٹے کے بعد دو یا چار گھنٹے بھی ہو سکتے ہیں۔ آپ فکس ٹائم بتائیں۔"

میں نے گھڑی دیکھ کر کہا ''اس وقت میری گھڑی میں بارہ بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ میں ایک بج کر بیس منٹ پر تمہارے پاس ہوں گا۔ ٹھیک ایک گھنٹے کے اندر پہنچ کر تمہیں کس کروں گا۔''

''اوہ گریٹ پا..... ! یہ ایک گھنٹا کیسے گزرے گا؟''

میں نے ہنستے ہوئے رابطہ ختم کیا پھر کار ڈرائیو کرتے ہوئے اپنی رہائش گاہ کی طرف جانے لگا۔ مجھے ان کے آنے کی اطلاع بہت پہلے مل چکی تھی۔ میں نے سوچا کہ پتا نہیں ان تینوں کو یہاں کتنے عرصے تک قیام کرنا ہوگا؟ لہٰذا میں نے تینوں کے نئے شناختی کارڈز اور پاسپورٹ بنوالیے تھے۔ ان نئے کاغذات کی موجودگی میں کوئی ہم پر شبہ کرنے والا نہیں تھا۔

☆☆☆

کبریا انابیلا کے ساتھ استنبول کے ایک ہوٹل میں تھا۔ سونیا نے انابیلا کو وارننگ دی تھی کہ وہ اگر اپنی زندگی کو طویل کرنا چاہتی ہے تو ہوٹل سے باہر نہ نکلے۔ باہر نکلتے ہی کہیں سے کوئی اندھی گولی آئے گی اور اس کی زندگی کو کھا جائے گی۔

وہ سونیا کو دوبارہ دھوکا دے چکی تھی۔ اب معافی کی گنجائش نہیں تھی۔ اس نے سزائے موت سنادی تھی۔ بس اتنی مہربانی کی تھی کہ اس کے زندہ رہنے کے لیے ایک راستہ کھول دیا تھا اور راستہ یہی تھا کہ جب تک وہ اس ہوٹل کے اندر رہتی، تب تک زندہ رہتی۔ باہر نکلتے ہی اس کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا تھا اور وہ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ سونیا جو کہتی ہے۔ وہ پورا کرتی ہے۔

کبریا ایک باڈی گارڈ کی حیثیت سے اس کا اعتماد حاصل کر چکا تھا۔ ایک بینک میں ہر طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی اور وہ گولیوں کی زد میں آسکتی تھی۔ ایسے وقت کبریا نے اس کی حفاظت کی تھی۔ بینک میں ڈاکا ڈالنے والوں کو ہلاک کیا تھا۔ جو بچ گئے تھے انہیں قانون کے حوالے کیا تھا۔ انابیلا اس کی جوان مردی سے متاثر ہوگئی تھی اور یہ فیصلہ کیا تھا کہ اسے اپنا باڈی گارڈ بنا کر رکھے گی۔

پہلے اس نے کبریا سے یہ بات چھپائی تھی کہ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور سونیا جیسی خطرناک عورت کو دھوکا دے رہی ہے۔ جبکہ کبریا اس کے تمام حالات سے اچھی طرح واقف تھا اور دوسری طرف سونیا یعنی اپنی ماں سے بھی رابطہ رکھتا تھا۔ سونیا نے اسے کہا تھا کہ وہ انابیلا کے ساتھ رہے۔ اس کے ساتھ اسرائیل جائے۔ وہ وہاں الپا کی جگہ سنبھالنے والی ہے اور ان یہودی اکابرین پر حکومت کرنے والی ہے۔ کبریا اس کے قریب رہ کر یہودیوں اور اس کی سازشوں کو اچھی طرح سمجھ لے گا۔

جب سونیا نے انابیلا کو ہلاک کرنے کی دھمکی دی تھی تب اس نے مجبور ہو کر کبریا کو اپنے بارے میں بتایا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور سونیا نامی ایک خطرناک عورت اس کی دشمن ہوگئی ہے۔ ہوٹل کے باہر پتا نہیں اس کے کتنے آلہ کار چھپے ہوئے ہیں؟ وہ باہر جائے گی تو زندہ واپسی نہیں ہوگی اور باہر جانا اس کی ضروری ہے۔

اس کے جواب میں کبریا نے کہا ''تو پھر باہر جانا کیوں ضروری ہے؟ جب یہاں تحفظ وسلامتی ہے تو یہیں رہ جاؤ۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کیا میں ساری زندگی اسی ہوٹل میں رہوں گی؟''

''عمر قید پانے والے ایک کوٹھری میں ہی ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔''

''بکواس مت کرو۔ میں نے تمہیں کس لیے باڈی گارڈ بنایا ہے کیا تم میری حفاظت نہیں کر سکتے؟ مجھے حفاظت سے باہر تمہیں لے جا سکتے؟ ہمیں کل تک کسی طرح بھی باہر نکلنا ہے اور ائرپورٹ تک پہنچنا ہے۔''

اس نے کبریا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے یہ خوش فہمی تھی کہ اگر وہ اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ وہ بھی یہی ظاہر کرتا رہا تھا۔ اس نے بڑی تابعداری سے کہا ''ٹھیک ہے۔ میں کل تک کوئی ایسی تدبیر کروں گا کہ باہر نکلنے سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے اور مجھے بھی فائدہ پہنچنا چاہیے۔ باڈی کا مطلب ہے بدن۔ گارڈ کا مطلب ہوتا ہے حفاظت کرنے والا۔ میں تمہارے بدن کی حفاظت کرتا ہوں۔ یہ بدن پورا نہ سہی تھوڑا سا تو ملنا چاہیے۔''

''یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''میں تمہاری حفاظت کے لیے جان پر کھیل جاتا ہوں۔ کیا اس کا صلہ نہیں ملنا چاہیے؟''

''اس کے صلے میں تمہیں ماہانہ تنخواہ ملتی ہے اور میں نے ایڈوانس تنخواہ دی ہے۔ جتنی رقم میں تمہیں دے رہی ہوں، اتنی کوئی نہیں دے گا۔''

''تنخواہ کم کردو۔ بدن کی سوغات میں سے کچھ دے دو۔''

اس نے غصے سے اسے دیکھا پھر کہا ''تم میری مجبوری سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو؟ میں تمہیں حکم دیتی ہوں میرے بارے میں ایسی باتیں نہ سوچا کرو۔ آئندہ سوچو گے تو بھی برا کوئی نہیں ہوگا۔''

اس نے ایسے سر جھکا لیا جیسے واقعی تابعدار ہو اور آئندہ کبھی وہ اس کے بارے میں ایسی باتیں سوچے گا بھی نہیں۔

بعد میں اس نے بڑی چالاکی سے انابیلا کو دماغی طور پر کمزور بنا دیا۔ اس کا ذکر پچھلی قسط میں ہو چکا ہے۔ ایک اجنبی نے کمرے میں آکر انابیلا پر حملہ کیا تھا اور اسے زخمی کر کے چلا گیا تھا۔ تب سے وہ پریشان تھی۔ زخمی ہونے کے بعد وہ اس حد تک کمزور ہوگئی تھی کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا دماغ میں آسکتا تھا اور سونیا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے اندر بھیج کر اسے اپنی تابعدار اور معمولہ بنا سکتی تھی۔

کبریا اسے تسلی دیتا رہا ''ایسی کوئی بات نہیں ہوگی اسے اپنے اندر محسوس کرنا چاہیے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر کر رہا ہے یا نہیں؟''

انابیلا اپنے اندر محسوس کرنے کی کوشش کرتی رہی اور مطمئن ہوتی رہی کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہیں آرہا ہے پھر وہ تھک ہار کر سو گئی۔

دوسرے لفظوں میں کبریا نے غیر محسوس طریقے سے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا پھر جیسا کہ سب ہی ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس نے بھی فائدہ اٹھایا اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا۔

وہ دو گھنٹے تک تنویمی نیند سوتی رہی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ بہت ہی ذہین، چالاک اور مکار تھی۔ اس نے نہ صرف ولاڈی میر، ارنا کوف اور آواز دون کو اپنے مقابلے میں شکست دی تھی بلکہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بے وقوف بناتی رہی تھی کہ عدنان اس کے قبضے میں نہیں ہے۔ جبکہ وہ اسے اغوا کر کے اسرائیل لے جانا چاہتی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں اس نے سونیا کو بھی دو بار بڑی چالاکی سے دھوکا دیا تھا۔ اب تیسری بار خود مصیبت میں پھنس گئی تھی۔

ایک تو یہ کہ عدنان اس سے چھین لیا گیا تھا اور اب وہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا ہوا تھا۔ دوسری بات یہ کہ سونیا نے اس کے لیے سزائے موت مقرر کر دی تھی۔ اس کے بچاؤ کا صرف ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ کبریا اسے کسی طرح بحفاظت اسرائیل پہنچا دے۔

اسرائیل اکابرین اپنے ملک میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے یقین دلایا تھا کہ وہ جلد ہی وہاں پہنچنے والی ہے۔ تل ابیب میں الپا کا ایک شان دار محل تھا۔ جہاں وہ رہا کرتی تھی۔ اس نے جب سے اسرائیل کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہا تھا، تب سے اسے منتقل کر دیا گیا تھا۔

اب انابیلا کے لیے اس محل کو دوبارہ کھولا گیا تھا اور اس کی حفاظت کے لیے ایسے جدید انتظامات کیے گئے تھے کہ اگر کیڑے مکوڑے بھی رینگتے ہوئے محل میں داخل ہونا چاہتے تو خطرے کا الارم بجنے لگتا اور جگہ جگہ ٹی وی اسکرین پر نظر آجاتا کہ کون کہاں سے اس محل میں داخل ہو رہا ہے۔

انابیلا نے اس محل کے سکیورٹی افسر کی آواز سنی تھی پھر اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔ اس طرح اس کے چور خیالات بھی پڑھتی رہتی تھی اور یہ معلوم کرتی رہتی تھی کہ در پردہ اس کے خلاف کوئی سازش ہو رہی یا نہیں۔

وہ یہودی اکابرین میں سے کسی پر بھی اعتماد کرنا نہیں چاہتی تھی اور ان اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھتی رہتی تھی۔ وہ بہت محتاط تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ خود بھی اس محل میں نہیں جائے گی۔ اپنی جگہ ایک ڈی کو بھیجے گی اور وہ ڈی وہاں انابیلا بن کر رہا کرے گی۔

اس نے اس مقصد کے لیے ایک نوجوان اور حسین لڑکی کو تاڑ لیا تھا۔ وہ بھی یہودی تھی۔ اپنے گھر اور حالات سے تنگ آکر وہ ملک چھوڑ دینا چاہتی تھی۔ انابیلا نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ اسے کہیں جانا نہیں ہے۔ وہ جلد ہی ایک خاص مقصد کے لیے اسرائیل جانے والی ہے۔

اب وہ خود کبریا کی معمولہ اور تابعدار بن چکی تھی۔ اس کے تنویمی عمل کے بعد گہری نیند سو رہی تھی۔ جب تنویمی نیند پوری ہوگئی تو اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کبریا اس کے پاس لیٹا ہوا تھا۔ وہ چاہتے ہوئے بھی اعتراض نہ کر سکی۔ اپنے عامل کی مرضی کے مطابق سوچنے لگی ''میں نے اسے اپنے قریب آنے کی اجازت دی ہے۔ یہ ایک بہت ہی خوب رو جوان مرد ہے۔ اس نے مجھے متاثر کیا ہے۔ میں اسے دل و جان سے چاہنے لگی ہوں۔''

وہ بے اختیار اسے اپنی چاہتیں دینے لگی۔ اب سے پہلے بھی وہ دونوں ایک جان دو قالب ہوتے رہے تھے لیکن کبریا اس کی مکاریوں کے باعث اس سے بدظن ہوگیا تھا۔ دونوں میں علیحدگی ہوگئی تھی اور اب وہ دونوں پھر مل رہے تھے لیکن ایک اجنبی کی طرح۔

کبریا جانتا تھا کہ یہ وہی جام ہے جسے وہ کئی بار پی چکا ہے لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ جسے اپنی مکاری کے باعث کھو چکی تھی۔ اسے پھر گلے لگا رہی ہے۔

وہ بڑی دیر تک خاموشی کی زبان بولتے رہے اور ایک دوسرے کو تولتے رہے پھر کبریا بولا ''مادام سونیا نے تمہیں دھمکی دی ہے کہ تم اس ہوٹل سے باہر نکل نہیں پاؤ گی۔ اس کا

ایک راستہ یہ ہے کہ تم اپنی ایک ڈمی تیار کرو۔ اسے اپنا پاسپورٹ اور کاغذات دے کر اس ہوٹل سے باہر بھیجو۔ میں بھی اس کے ساتھ ایک باڈی گارڈ کی حیثیت سے جاؤں گا۔ کیونکہ ہوٹل والوں نے مجھے تمہارے ساتھ دیکھا ہے۔

اب اس ڈمی انابیلا کے ساتھ مجھے دیکھیں گے پھر چھپے ہوئے دشمن بھی ہم پر حملہ کریں گے۔ میں کسی طرح سے بچ بچا کر اس ڈمی کو ائرپورٹ تک لے جاؤں گا۔ ادھر تمہارے لیے راستہ صاف ہو جائے گا۔ تم دوسرے بہروپ میں یہاں سے نکلو گی تو کوئی تم پر شبہ نہیں کرے گا۔''

وہ بولی ''میں بھی یہی منصوبہ بنا رہی تھی۔ ہم دونوں ایک طرح سے سوچتے ہیں۔''

''ہم دل و جان سے ایک ہو چکے ہیں۔ آئندہ بھی ایک ہی طرح سوچیں گے۔ اب تم اپنی ڈمی بنانے میں مصروف ہو جاؤ۔ میں تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔''

وہ اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد اس یہودی لڑکی کو ہوٹل کے اس کمرے میں بلانے والی تھی۔ جسے پہلے ہی اپنی معمولہ بنا چکی تھی۔ اپنے پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات کے مطابق اسے اپنی ہم شکل بنا کر وہاں سے اسرائیل لے جانا تھا۔

جیسا کہ سونیا نے دھمکی دی تھی اس کے مطابق اسے اپنی حفاظت کے لیے ایسی ڈمی تیار کرنی تھی۔ ان انجانے دشمنوں کو بھی دھوکا دینا تھا جو ہوٹل کے باہر اس کی تاک میں تھے۔ جبکہ حقیقتاً ہوٹل سے باہر کوئی اس کی تاک میں نہیں تھا اور ہوٹل کے اندر بھی کوئی نہیں تھا۔ البتہ اس کے اندر موت کی دہشت سما گئی تھی۔

☆☆☆

سوامی وردان بڑی خاموشی سے جمیلہ اور نبیلہ کے دل و دماغ کو متاثر کرتا جا رہا تھا اور ان کے ذہن کو اپنی گرفت میں لے رہا تھا۔ اس کے موجودہ طریقہ کار سے یہ اندازہ ہوا کہ ابھی اس نے ان دونوں پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے ایسا کرنے کے بعد وہ پوری طرح اس کے شکنجے میں آ جاتیں پھر وہ کبھی یہ نہ سوچتیں کہ وہ ہندو ہے اس سے جذباتی طور پر وابستہ نہیں ہونا چاہیے۔ وہ تو اس کی معمولہ اور تابعدار بن کر اس سے شادی کرنے کے لیے مچلنے لگتیں۔

شاید وہ ان دنوں بہت مصروف رہتا ہوگا۔ اسی لیے اسے ان پر تنویمی عمل کرنے کا موقع نہیں ملا ہوگا۔ مجھے بھی موقع نہیں مل رہا تھا۔ اگر میں ان دونوں پر تنویمی عمل کرنے کی جلدی کرتا تو سوامی وردان کسی وقت بھی ان کے دماغوں میں آ کر معلوم کر سکتا تھا کہ ان پر کوئی عمل کر رہا ہے اور میں یہ ابھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان دونوں تک پہنچ چکا ہے۔

میں نے اپنے بارے میں یہ ثابت کر دیا تھا کہ میں ایک عام سا آدمی ہوں اور اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکوں گا۔ اس لیے وہ مطمئن ہو گیا تھا کہ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا غیر معمولی صلاحیت رکھنے والا نہیں ہوں۔

میرا اندازہ تھا کہ وہ آج رات کسی وقت ان پر تنویمی عمل ضرور کرے گا۔

پارس الپا اور انوشے وہاں آئے ہوئے تھے۔ میں ان سے ملاقات کرنے کے بعد جمیلہ اور نبیلہ پر پوری توجہ دینا چاہتا تھا۔ میں نے اپنی پوتی سے وعدہ کیا تھا کہ ایک گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ جاؤں گا۔ وہ تینوں ہوٹل کے ایک بڑے سے کمرے میں تھے۔ مجھے دیکھ کر الپا نے سر جھکا کر سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ پارس آ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ انوشے دور کھڑی مسکرا رہی تھی۔

الپا نے کہا ''انوشے.....! دور کیوں کھڑی ہو؟ اپنے دادا سے نہیں ملو گی؟''

وہ بڑی شوخی سے مسکرا کر بولی ''پیاسے کو کنویں کے پاس آنا چاہیے۔''

میں بھی مسکرا کر بولا ''ہاں دادا کی جان.....! میں تمہاری محبت کا پیاسا ہوں۔ تمہارے پاس ضرور آؤں گا۔''

یہ کہہ کر میں ایک قدم بڑھا تو وہ دوڑتی ہوئی آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ الپا اور پارس ہنسنے لگے۔ میں نے اسے چوم کر کہا ''تم بڑی ہو گئی ہو۔ اب تمہارا سر میرے سینے تک پہنچنے لگا ہے۔''

الپا نے کہا ''یہ سات برس کی ہے مگر ابھی سے قد نکال رہی ہے۔''

پارس نے کہا ''یہ سات برس میں کھجور کا درخت ہو گی۔ چودہ برس میں سرو کا درخت ہو گی۔''

ہم سب بات بات پر ہنس رہے تھے۔ ایک طویل عرصے کے بعد ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔ دل کی گہرائیوں سے پیار امنڈ رہا تھا۔ میں اپنی پوتی کو دیکھ کر تو نہال ہو گیا تھا۔ پیاری اور صحت مند تھی۔ ذہانت اور حاضر دماغی اسے ورثے میں ملی تھی۔ مزاج کے اعتبار سے شوخ بھی تھی اور سنجیدہ بھی۔ اتنی سی عمر میں روحانیت کی طرف مائل تھی۔ اسے اپنی دادی آمنہ کے ساتھ رہ کر اس حد تک روحانی صلاحیت حاصل ہو گئی تھی کہ وہ پہلی ملاقات میں ہی دوست دشمن کو پہچان لیتی تھی۔

ں پاس خفیہ منڈلا رہے ہوں تو اسے آ گاہی مل جاتی
وہ کچھ عرصے اپنے ماں باپ کے ساتھ رہنے کے لیے
تھی۔ اس کے بعد پھر بابا صاحب کے ادارے میں آمنہ
زیر سایہ رہتے ہوئے بہت کچھ سیکھنے والی تھی۔ بہت کچھ
ل کرنے والی تھی۔

ہم سب صوفوں پر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے بیگ میں
پاسپورٹ اور ضروری کاغذات نکال کر انہیں دکھاتے
ے کہا ''یہ تمہارے نئے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ ہیں۔
ے مطابق تم تینوں لندن سے آئے ہو۔ وہاں تقریباً پندرہ
یک رہ چکے ہو۔ اچھا خاصا کاروبار ہے اور اب یہاں
پروڈکٹس کی مارکیٹ بڑھانے آئے ہو۔ اگر کاروبار چل
تو یہاں مستقل قیام کرو گے۔''

انوشے نے پوچھا ''گرینڈ پا.....! ہم اسی شہر میں آپ
ساتھ رہیں گے ناں.....؟''

''بیٹی.....! رہو گی تو اسی شہر میں.....لیکن میرے ساتھ
یں۔''

میں نے چند کاغذات دکھاتے ہوئے کہا ''ان
ہدایات کے مطابق تمہارے بابا نے یہاں ایک بنگلا خریدا
ہے۔ ابھی تم سب وہیں چل کر رہو گے۔''

وہ تینوں مجھ سے باتیں کر رہے تھے اور اپنے نئے
پورٹ اور کاغذات پر سرسری نظریں بھی ڈال رہے تھے۔
انوشے بولی ''یہ بات میرے لیے اطمینان بخش ہے کہ مجھے
یہاں ایک مسلمان کی حیثیت سے رہنا ہے۔ آپ کی طرح
یں ہندو بن کر نہیں رہوں گی۔''

میں نے مسکرا کر کہا ''بیٹی! حالات کے مطابق بھیس بدلنا
پڑتا ہے۔ بھیس بدلنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم نے اپنا
مذہب تبدیل کر لیا۔ خدا نہ کرے ایسا ہو۔ میں مسلمان پیدا
ہوا اور مسلمان ہی مروں گا۔ اب فوراً سامان پیک کرو اور
یہاں سے چلو۔''

میں انہیں لے کر ایک نئے بنگلے میں آ گیا۔ انوشے نے
خوش ہو کر کہا ''بہت اچھا بنگلا ہے۔ شہر میں ہونے کے باوجود
پرسکون علاقہ ہے۔ میں یہاں سکون سے عبادت کر سکوں
گی۔''

وہاں میں نے ایک ملازم کا انتظام کر رکھا تھا۔ وہ بھی
مسلمان تھا اچھا کھانا پکانا جانتا تھا۔ میں نے کھانے کے
دوران میں انہیں وہاں کے بارے میں بہت کچھ بتایا۔ پھر ان
تینوں بہنوں کے بارے میں بھی بتایا تو وہ تینوں دلچسپی سے
سننے لگے۔ میں نے الپا سے کہا ''بہتر ہے تم میرے دماغ میں
آؤ۔ میں تمہیں ان بہنوں کے پاس پہنچاتا ہوں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ان کے تفصیلی حالات معلوم کر سکو گی۔''

وہ میرے دماغ میں آ گئی۔ میں نے کہا ''سوامی وردان ان کے اندر آتا جاتا رہتا ہے۔ لہٰذا بالکل خاموش رہنا اسے شبہ نہ ہو کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ان بہنوں کے پاس آتے جاتے ہیں اور انہیں اس کے شر سے نجات دلانے کی تدبیریں کر رہے ہیں۔''

میں نے اسے ان جڑواں بہنوں کے پاس پہنچا دیا۔ پارس بولا ''پاپا! جب اس کے ہزاروں لاکھوں عقیدت مند ہیں اور وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک بھی ہے تو یقیناً دنیا جہان کی معلومات رکھتا ہوگا۔ آپ کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہوگا؟''

''وہ میرے نام اور کارناموں سے واقف ہوگا لیکن میری موجودہ حیثیت سے واقف نہیں ہے وہ میرے اندر آ چکا ہے۔ میرے بارے میں پڑھ چکا ہے اور مطمئن ہو گیا ہے کہ میں ایک ہندو ہوں اور میرا نام دھرم ویر ہے۔''

ابھی وہ خیال خوانی کے ذریعے ان بہنوں کے اندر پہنچتا ہے پھر ان کی قربت حاصل کرنے کے لیے کسی دن جسمانی طور پر بھی ان کے قریب آئے گا۔ اس وقت ہم اسے دیکھ سکیں گے اور اس کی بہت سی کمزوریاں بھی معلوم کر سکیں گے۔''

''مجھے یہی انتظار ہے کہ وہ سامنے آئے۔ اب تم یہاں آ گئے ہو وہ جیسے ہی نظروں میں آئے گا تو تم اسے دیکھو گے اور اس کے پیچھے پڑ جاؤ گے۔''

میں نے فرمان کو مخاطب کیا۔ وہ بولا ''یس سر.....! میں حاضر ہوں۔ حکم کریں؟''

میں اسے جمیلہ اور نبیلہ کے بارے میں بتانے لگا۔ وہ حیرانی سے بولا ''واقعی.....یہ دونوں بہنیں تو عجوبہ ہیں۔''

''تم میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں ان کے پاس پہنچاتا ہوں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ان کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کر سکو گے۔ الپا بھی ان کے خیالات پڑھ رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں تم دونوں باری باری ان بہنوں کے اندر آتے جاتے رہو اور دھیان رکھو کہ سوامی وردان ان پر تنویمی عمل کرنے کب آئے گا؟ جب بھی وہ یہ عمل شروع کرے تو تم فوراً مجھے اطلاع دو گے۔''

وہ بولا ''یس سر.....! میں ان بہنوں کے اندر آتا جاتا رہوں گا اور آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کرتا رہوں گا۔''

میں نے اسے بھی ان بہنوں کے اندر پہنچا دیا۔ انوشے نے کہا ''گرینڈ پا.....! عصر کا وقت ہو چکا ہے۔ میں نماز

پڑھنے جارہی ہوں پھر نماز کے بعد اپنی گرینڈ ماما (آمنہ) سے باتیں کروں گی۔''

میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ''جاؤ۔ عبادت میں مصروف رہو۔ تمہاری گرینڈ ماما بھی اس قدر عبادت میں مصروف رہتی ہیں کہ ہم سے بات تک نہیں کرتیں۔ تم خوش نصیب ہو کہ ان سے گفتگو کرتی رہتی ہو۔''

میں ان تینوں سے رخصت ہو کر وہاں سے چلا آیا۔ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر سوچتا رہا کہ ان دو بہنوں کو سوامی وردان سے کس طرح نجات دلوائی جائے؟ وہ پراسرار شخص ان میں جس طرح دلچسپی لے رہا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ آئندہ وہ انہیں ہر حال میں حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔

وہ دونوں شادی کے لیے راضی تھیں لیکن ایک ہندو سے راضی نہیں تھیں۔ ان کے دل میں بھی یہ ارمان تھے کہ کوئی بہت ہی چاہنے والا ان کی زندگیوں میں آئے اور ہمیشہ کے لیے ان کا ہم سفر بن جائے۔ جبکہ سوامی وردان ساری زندگی ان کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ چونکہ وہ دونوں ایک مجوبہ تھیں۔ اس لیے ان میں دلچسپی لے رہا تھا۔ دلچسپی ختم ہو جاتی تو وہ پرانے لباس کی طرح انہیں اتار پھینک دیتا۔

ان سے میری دلچسپی یہ تھی کہ وہ معصوم اور پاکباز تھیں۔ مسلمان لڑکیاں تھیں اور ایک ہندو سے کترانا چاہتی تھیں۔ وہ شہ زور تھا۔ ٹیلی پیتھی کے چور دروازے سے ان کی زندگی میں داخل ہو رہا تھا۔ میرا فرض تھا کہ میں ان کے دین اور ان کی آبرو کی سلامتی کے لیے ان کا ساتھ دیتا۔

وہ دونوں رات گیارہ بجے سو جاتی تھیں۔ اس رات تقریباً بارہ بجے الپا اور فرمان میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا ''وہ ان کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے اور تنویمی عمل شروع کرنے والا ہے۔''

میں الپا اور فرمان کے ساتھ فوراً ہی ان بہنوں کے اندر پہنچ گیا۔ ان لمحات میں وہ دونوں حیران و پریشان تھیں۔ ان کی حیرانی اور پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ وہ پہلی بار اپنے اندر ایک اجنبی آواز سن رہی تھیں۔ وہ کہہ رہا تھا ''تم دونوں کو خوف زدہ یا پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ دشمن نہیں ہوں۔ تمہاری بہتری کے لیے ہی یہاں آیا ہوں۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے والدین کے پاس جانا چاہتی تھیں۔ انہیں بتانا چاہتی تھیں کہ وہ اپنے اندر کسی کی آواز سن رہی ہیں لیکن وہ اٹھ نہ سکیں۔ جمیلہ نے اٹھنا چاہا تو نبیلہ بیٹھی رہی۔ اس نے پوچھا ''تم بیٹھی کیوں ہو؟''

''میں کوشش تو کر رہی ہوں لیکن اٹھ نہیں پا رہی ہوں۔''

وہ جمیلہ کے اندر پہنچ کر بولا ''تم دونوں میری مرضی کے بغیر اٹھ سکو گی نہ بیٹھ سکو گی۔ نہ بول سکو گی۔ نہ سن سکو گی۔ تمہاری آنکھیں بند کر دوں تو دیکھ بھی نہیں سکو گی۔''

جمیلہ نے پریشان ہو کر پوچھا ''تم ہو کون؟ ہم سے کیوں کر رہے ہو؟''

''میں کہہ چکا ہوں کہ دشمن نہیں ہوں۔ دوست ہوں۔ تمہاری زندگی کے بڑے بڑے مسئلے حل کرنے آیا ہوں۔''

پھر وہ نبیلہ کے اندر بولا ''نبیلہ.....! اپنی بہن سے کہو وہی ہوں جو تم دونوں کے خوابوں میں آتا رہتا ہوں۔ میرا نام سوامی وردان وشوانا تھ ہے۔''

وہ دونوں حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں پھر نبیلہ نے کہا ''ہم نے ٹیلی پیتھی کے بارے میں پڑھا ہے اور دیکھا بھی ہے۔ کیا تم اس وقت ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے ذہن میں موجود ہو؟''

''ہاں..... پہلی بار جب میں نے تم دونوں کو دیکھا تو میرا دل تم پر مائل ہو گیا۔ میں بہت مصروف رہتا ہوں اس کے باوجود تمہارے دماغوں میں کبھی کبھی آتا رہا اور تمہیں اپنی طرف مائل کرتا رہا۔ خوابوں میں آ کر بھی تمہیں متاثر کرنا چاہا لیکن اتنے دنوں کی کوششوں کے باوجود میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اسی وقت میری طرف مائل ہوتی ہو جب میں تمہارے دماغوں پر چھایا رہتا ہوں۔ جب یہاں سے جاتا ہوں تو دونوں ہی پریشان ہو جاتی ہو۔ میری یادوں سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہو میری شخصیت سے متاثر ہو لیکن اس لیے کترا رہی ہو کہ میں ہندو ہوں۔''

''جب تم یہ سمجھتے ہو تو ہمیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں کرنا چاہیے؟''

''میں تم دونوں کا دیوانہ ہوں۔ محبت اندھی ہوتی ہے یہ ذات پات اونچ نیچ کچھ نہیں دیکھتی تمہیں بھی دین دھرم کی باتیں درمیان میں نہیں لانا چاہئیں۔''

نبیلہ بولی ''اگر تم ہمارے دیوانے ہو تو یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔ ہمارے پاس عقل ہے شرافت ہے۔ ہم اپنے بزرگوں کی روایت ہے۔ اس کے مطابق ہم اپنے آباؤ اجداد کے زمانے سے مسلمان ہیں اور مسلمان رہیں گے اور اپنے دین کے مطابق کسی مسلمان کو ہی اپنا ہم سفر بنائیں گی۔''

دونوں نے اپنے ایک ایک ہاتھ کو آگے بڑھا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا ''ہم ہاتھ جوڑ کر التجا کرتی ہیں۔ ہمیں چھوڑ دو۔ تمہیں زندگی میں بہت سی حسین لڑکیاں ملیں گی۔'' نے تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔ اس سے ناجائز

فائدہ ہمیں مجبور نہ کرو۔''

''میں بھی اپنی فطرت سے مجبور ہوں۔ دنیا کی کسی حسین لڑکی کی طرف کبھی مائل نہیں ہوتا۔ میں عیاش نہیں ہوں لیکن بے اختیار یا غیر معمولی لڑکیاں مجھے اپنی طرف کھینچتی ہیں اور میں ان کی طرف کھنچا چلا جاتا ہوں۔ جیسے کہ ابھی تمہارے پاس کھنچا چلا آیا ہوں اور جب تک تمہیں حاصل نہیں کر لوں گا۔ مجھے اس وقت تک ذہنی سکون نہیں ملے گا۔ میں بے چین ہی رہوں گا۔ اس لیے سمجھتا ہوں کہ تم دونوں راضی ہو جاؤ اور میری بے چینی دور کر دو۔''

''ہم سے ایسی باتیں نہ کرو۔ خدا کے لیے یہاں سے چلے جاؤ۔''

''اچھی بات ہے۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔''

اس وقت وہ جمیلہ کے دماغ میں تھا۔ وہاں خاموشی چھا گئی۔ اس نے نبیلہ سے پوچھا ''کیا وہ تمہارے اندر ہے؟''

اس نے کہا ''نہیں..... میرے اندر تو خاموشی ہے۔''

''شاید وہ چلا گیا ہے۔ خدا کرے کبھی واپس نہ آئے۔''

وہ دونوں اک ذرا مطمئن ہو کر خدا کا شکر ادا کر رہی تھیں اور آیتیں پڑھ کر ایک دوسرے پر پھونک رہی تھیں۔ ہم سمجھ رہے تھے۔ وہ چپ چاپ وہاں موجود ہے اور انہیں دھوکا دے رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ہی اس کی موجودگی کا یقین ہو گیا۔ جمیلہ کی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلا رہا تھا۔ جب ایک سوتی ہے تو دوسری کو بھی نیند آنے لگتی ہے۔ نبیلہ خود بخود اس کی طرح آنکھیں بند کرنے لگی۔

پھر چند سیکنڈ بعد ہی وہ دونوں گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئیں۔ ہم نے جمیلہ کے دماغ میں اس کی آواز سنی۔ وہ تنویمی عمل کی ابتدا کر رہا تھا۔ اس سے پہلے ہی الپا نے جمیلہ کے دماغ پر اور فرمان نے نبیلہ کے دماغ پر پوری طرح سے قبضہ کر لیا اور میں دونوں کے دماغوں میں وقفے وقفے سے جا رہا تھا۔

وہ جمیلہ سے کہہ رہا تھا ''تم گہری نیند میں ہو لیکن میری آواز سن رہی ہو۔ مجھ سے متاثر ہوتی جا رہی ہو۔''

وہ بولی ''کیا میری بہن نبیلہ بھی متاثر ہوتی جا رہی ہے؟''

''کوئی سوال نہ کرو۔ جو میں کہوں بس اس پر عمل کرتی رہو۔ میں حکم دیتا ہوں کہ مجھ سے متاثر ہو جاؤ۔ میرے سامنے جھک جاؤ۔ مجھے اپنا آقا اور دل و جان کا مالک تسلیم کر لو۔''

جمیلہ در پردہ الپا کی مرضی کے مطابق بول رہی تھی۔ اس نے پھر پوچھا ''کیا نبیلہ تمہیں اپنے دل و جان کا مالک تسلیم کر رہی ہے؟''

وردان وشوانا تھ نے اب تک درجنوں افراد پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ کسی معمول نے تنویمی عمل کے دوران سوالات کیے ہوں اور وہ بھی کہ سوالات کیے جا رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس پر تنویمی عمل کامیاب نہیں ہو رہا ہے۔ یہ لڑکیاں خود جیسی مجوبہ ہیں۔ اسی طرح ان کا دماغ بھی شاید مجوبہ ہے۔

وہ نبیلہ کے دماغ میں آ گیا۔ وہاں فرمان نے قبضہ جما رکھا تھا۔ پہلے وہ خیال خوانی کے ذریعے جمیلہ کے ذہن کو متاثر کرنے کی کوشش کرتا رہا اور یہ سمجھتا رہا کہ اسے متاثر کر رہا ہے۔ جب اس نے کہا ''نبیلہ! میں تمہارے اندر بول رہا ہوں اور میں سوامی وردان وشوانا تھ ہوں۔ ان لمحات میں تم مجھ سے متاثر ہو رہی ہو اور میں تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ اپنا دل و دماغ میری طرف مائل کرو۔ صرف میری باتیں سنو اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔''

نبیلہ نے فرمان کی مرضی کے مطابق پوچھا ''کیا جمیلہ بھی تم سے متاثر ہو رہی ہے اور تمہارے احکامات کی تعمیل کر رہی ہے؟''

وہ پھر پریشان ہو گیا۔ وہ اپنے تنویمی عمل سے انہیں متاثر کرنے میں ناکام ہو رہا تھا اور یہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ دونوں بہنوں کے دماغ مجوبہ ہیں۔ ان کے دماغوں کو کس طرح پوری طرح اپنے قابو میں رکھا جا سکے گا؟

ادھر الپا ادھر فرمان نے دونوں کو نیند سے بگا دیا۔ وہ آنکھیں کھول کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں پھر جمیلہ نے کہا ''ابھی میں اپنے اندر اس سوامی وردان کو سن رہی تھی۔ وہ مجھ سے کچھ عجیب سی باتیں کر رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کوئی عمل کر رہا ہے اور مجھے اپنی تابعدار بنانا چاہتا ہے۔''

نبیلہ بولی ''میں نے بھی ایسا ہی سنا ہے وہ سوامی وردان مجھ سے بھی کہہ رہا تھا کہ میں اس سے متاثر ہو رہی ہوں اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے والی ہوں۔''

دونوں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھ کو تھام لیا پھر ایک نے کہا ''یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا وہ سوامی وردان ہم پر کسی طرح کا عمل کر رہا ہے؟''

جمیلہ بولی ''ہاں۔ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس طرح کے عمل کو تنویمی عمل کہتے ہیں۔''

"یا خدا.....! اب کیا ہوگا؟ کیا اب وہ ہمیں اپنی کنیز اور تابعدار بنالے گا؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ ہمیں خدا پر بھروسا رکھنا چاہیے۔ جس طرح ہمارے رب العالمین نے ہمیں عجوبہ بنایا ہے اسی طرح ہمارا دماغ بھی عجوبہ ہوگا اور یہ کسی کے زیر اثر نہیں آئے گا۔"

وہ دونوں الپا اور فرمان کی مرضی کے مطابق ایک دوسرے سے بول رہی تھیں۔ ہم یہ باتیں سوامی وردان کو سنانا چاہتے تھے اور اسے یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ ان کے دماغ ایسے عجوبہ ہیں جن پر اس کا تنویمی عمل اثر نہیں کرے گا۔ وہ صرف ان کے دماغوں میں آ کر انہیں متاثر کرتا رہے گا لیکن جب بھی ان کے دماغ سے جائے گا تو وہ اس سے بیزار ہو جائیں گی اور اس سے کتراتی رہیں گی۔

سوامی وردان تعلیم یافتہ باشعور اور جہاں دیدہ شخص تھا۔ اسے آسانی سے دھوکا نہیں دیا جا سکتا تھا۔ چونکہ وہ دونوں عجوبہ تھیں۔ اس لیے وہ دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا کہ ان کا دماغ بھی عجوبہ ہوگا۔ وہ آسانی سے ان کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ میں ایک بات اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ ان کے اندر آتا جاتا رہے گا اور انہیں رفتہ رفتہ قائل کرنے اور اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا رہے گا اور یہ سمجھنے کی کوشش کرے گا کہ کس طرح ان پر آسانی سے تنویمی عمل کیا جا سکے گا۔

میں نے بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلایا۔ ان کو جڑواں بہنوں کے مختصر حالات بتائے پھر کہا "تم سب میں سے ہر ایک کو ان بہنوں کے دماغ میں ایک ایک گھنٹے رہنا چاہیے۔ تم سب آپس میں طے کر لو کہ کون کس وقت وہاں جائے گا۔ اس طرح مسلسل رہنے سے معلوم ہو سکے گا کہ سوامی وردان وہاں آ کر کیا کرتا رہتا ہے؟ کیا کہتا رہتا ہے؟ کیا دوبارہ تنویمی عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟ ایسے وقت مجھے فوراً بلایا جائے۔ میں اس کے تنویمی عمل کو کبھی کامیاب ہونے نہیں دوں گا۔"

پھر میں الپا سے بولا "تم پارس اور انوشے کے پاس جاؤ انہیں تمہاری ضرورت ہوگی۔ ویسے وقتاً فوقتاً ان بہنوں کے پاس آتی جاتی رہا کرو۔"

میں نے فرمان کو اپنے پاس بلایا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس پہنچ کر بولا "جی فرمائیے.....؟"

"تم نے ان جڑواں بہنوں کے خیالات پڑھے وہ دونوں عادتاً کیسی ہیں؟"

"وہ بہت ہی نیک اور شریف لڑکیاں ہیں۔ بڑی ہیں..... مرد لائف پارٹنر آئے جو سوامی وردان جیسے خاتون کر سکے۔"

"ایک تو ویسے ہی لڑکیوں کے رشتے نہیں آتے دونوں عجوبہ بھی ہیں۔ پتا نہیں ان دونوں کے مقدر ہے؟ انہیں مشکل ہی سے محبت کرنے والا دلیر گا۔"

"کیا تمہیں ان سے محبت اور ہمدردی نہیں ہے؟"

وہ ذرا چونکا پھر بولا "جی..... جی ہاں..... ہمدردی اور ان کی محبت بھی آتی ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں سلطانہ کا غم ابھی تازہ ہے۔ وہ بے چاری موت میں چلی گئی اور میں اسے بچا نہ پایا۔ اس کا مجھے بہت ہے اور خود پر غصہ بھی آتا ہے کہ ٹیلی پیتھی جیسی صلاحیت کے باوجود میں اس بے چاری کے کام نہ آ سکا۔"

"تم نے اسے محبت دینے اور اس کے کام آنے میں کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تم اس حقیقت کو نہ بھولو کہ وہ تمہاری زندگی میں آنے سے بہت پہلے ہی مر چکی تھی جو تمہاری زندگی میں آئی تھی۔ وہ ایک پرچھائیں تھی۔ کالے جادو کا ایک عمل تھا جو دیرپا نہیں ہوتا۔ بہت جلد فنا ہو جاتا ہے۔ اسے بھی فنا ہونی تھی۔ تم لاکھ کوشش کرتے تب بھی اسے پاتے۔"

"سر.....! ان بہنوں کے لیے ایسا لائف پارٹنر ضروری ہے۔ جو دل سے ان کی طرف مائل ہو اور میرا دل ابھی سلطانہ کے لیے رو رہا ہے۔ آپ میرے جذبات کو سمجھیں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں ان بہنوں سے بھرپور ہمدردی کروں گا اور جی جان سے ان کے کام آؤں گا۔ ہم سب اس سوامی کو ان بہنوں کی زندگی سے نکل جانے اور جانے پر مجبور کر دیں گے۔ اگر وہ باز نہیں آئے گا تو اسے کی گھاٹ اتار دیں گے۔"

میں اس کے دلی جذبات کو سمجھ رہا تھا۔ شمر سلطانہ کی اسے نیم پاگل سا بنا رہی تھی۔ وہ ان جڑواں بہنوں کی پوری توجہ نہیں دے سکتا تھا۔ یہ میں نے اچھا ہی کیا تھا کہ صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلایا میں بولا "کوئی بات نہیں۔ بابا صاحب کے ادارے پیتھی جاننے والے آ چکے ہیں۔ تمہیں جب بھی وقت ان بہنوں کے پاس جا کر معلومات حاصل کر خاص بات ہو تو مجھے اطلاع دو۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

وہ چلا گیا۔ ہمارے ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ان بہنوں کے دماغوں میں رہنے کے لیے تین تین گھنٹے کا وقت مقرر کر لیا تھا۔ انہوں نے دوسرے دن رپورٹ دی کہ سوامی وردان بھی کبھی ان بہنوں کے دماغوں میں آتا رہا ہے۔ ان سے بولتا رہا یا چپ چاپ ان کے ذہنوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا رہا لیکن ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی خاموشی اور رازداری سے اس کی کوششوں کو ناکام بناتے رہے۔

الپا نے دوپہر کو مجھے مخاطب کیا پھر کہا "سوامی وردان ان لڑکیوں کی طرف سے مایوس ہونے کے بعد دوسرا راستہ اختیار کر رہا ہے۔ وہ ان کے ماں باپ کو ٹریپ کر چکا ہے۔ آپ عبدالرحمن کے دماغ میں پہنچ کر دیکھیں وہ اس ہندو کو اپنا داماد بنانے کے لیے راضی ہو گیا ہے۔"

میں نے عبدالرحمن کے خیالات پڑھنے شروع کیے تو پتا چلا کہ واقعی وہ سوامی وردان کا بہت زیادہ عقیدت مند بن چکا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ سوامی وردان نے ٹیلی فون پر اس سے گفتگو کی ہے اور اس کی بیٹیوں سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔

وہ دینی اصولوں کا پابند تھا۔ ایک ہندو کو کبھی قبول نہیں کر سکتا تھا لیکن بلا جھجک اسے قبول کر رہا تھا۔ اس نے اپنی بیوی عاصمہ سے اس سلسلے میں بات کی تو وہ بھی اسے داماد بنانے پر راضی ہو گئی۔

میں نے عاصمہ کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ بھی اس کی کچھ زیادہ ہی عقیدت مند ہو گئی ہے اور چاہتی ہے کہ اس کی بیٹیوں کی شادی سوامی وردان سے ہو جائے۔

یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ سوامی نے عاصمہ اور عبدالرحمن پر پچھلی رات تنویمی عمل کیا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ اپنے دینی احکامات کو بھول کر ایک ہندو کی اندھی حمایت کر رہے تھے اور اسے داماد بنانا چاہتے تھے۔ دوسرے ہی دن عبدالرحمن نے اپنے بڑے بھائی اور خاندان کے دوسرے بزرگوں کو بلا کر اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو وہ سب ناراض ہو گئے۔ انہوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ اگر وہ ایک ہندو کو داماد بنائے گا تو خاندان والے اس سے قطع تعلق کر لیں گے۔

جمیلہ نبیلہ نے بھی اپنے خاندان کے بزرگوں سے کہا کہ وہ مر جانا پسند کریں گی لیکن کسی غیر مسلم سے کبھی شادی نہیں کریں گی۔

عبدالرحمن نے کہا "مسلمانوں میں ایسا کوئی نہیں ہے جو تم جڑواں بہنوں سے شادی کرے۔ ہمارے خاندان میں ہی کتنے نوجوان ہیں کوئی میرا بھتیجا ہے کوئی بھانجا ہے۔ نزدیک اور دور کے درجنوں جوان ہیں لیکن کسی کا بھی رشتہ تمہارے لیے نہیں آتا ہے۔ سب تم دونوں سے کتراتے ہیں۔"

عاصمہ نے کہا "یہ جو تمہارے خاندان والے ایک ہندو سے شادی پر اعتراض کر رہے ہیں تو کیا یہ تمہاری شادی کسی مسلمان سے کروا سکتے ہیں؟"

سب ہی رشتے داروں کے ہاں جوان لڑکیاں تھیں۔ کوئی ان جڑواں بہنوں کو اپنے گھر لے جا کر ایک اور بوجھ سنبھالنا نہیں چاہتا تھا۔ جمیلہ اور نبیلہ رونے لگیں۔ کہنے لگیں کہ ہم الگ الگ ہوتیں تو گھر سے بھاگ کر اپنی پسند کی شادی کر لیتیں لیکن ہم جڑواں ہیں۔ جہاں بھی جائیں گی، ساتھ جائیں گی۔ کیا ضروری ہے ہم شادی کریں؟ ہم زندگی بھر یونہی نہیں رہ سکتیں؟

ماں بولی "کوئی جوان لڑکیوں کو ساری عمر گھر میں بٹھا کر نہیں رکھتا۔"

باپ نے کہا "میں تمام رشتے داروں کے سامنے صاف صاف کہتا ہوں۔ ایک ہفتے کے اندر رشتے داروں میں سے کسی نے تمہیں نہیں اپنایا تو میں سوامی وردان سے تمہارا رشتہ طے کر دوں گا۔ تمہیں تماشا بنا کر اپنے گھر میں نہیں رکھوں گا۔"

میں نے الپا سے کہا "سوامی وردان نے بڑی زبردست چال چلی ہے۔ عاصمہ اور عبدالرحمن کو اپنے شکنجے میں کس لیا ہے۔ لڑکیاں تنہا بے یار و مددگار رہ گئی ہیں۔ رشتے دار ان سے ہمدردی تو کرتے ہیں لیکن اپنے جوان بیٹوں کے لیے ان کا رشتہ نہیں مانگتے ہیں۔"

الپا بولی "عبدالرحمن نے پورے خاندان میں یہ صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ایک ہفتے کے اندر اگر کسی مسلم لڑکے کا رشتہ نہیں آئے گا تو وہ اپنی بیٹیوں کو سوامی وردان سے منسوب کر دے گا۔"

"اب یہ بتاؤ ہم ان لڑکیوں کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"معاملہ اور پیچیدہ ہو گیا ہے۔ اب یہی خیال آتا ہے کہ آپ بھی جوابا ان لڑکیوں کے ماں باپ پر تنویمی عمل کریں۔ وہ دونوں سوامی کے سحر سے نکلیں گے تو اپنے اس فیصلے پر پچھتائیں گے۔ اپنی بیٹیوں کو اس ہندو سے منسوب نہیں کریں گے۔"

"تم یہ بھول رہی ہو کہ ہم اس کے تنویمی عمل کا توڑ کریں گے تو یہ بات صاف ظاہر ہو جائے گی کہ اس کے مقابلے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں موجود ہیں۔ ابھی وہ یہ سوچ کر دھوکا کھا رہا ہے کہ وہ لڑکیاں عجوبہ ہیں۔ اس لیے ان پر تنویمی

عمل اثر نہیں کر رہا ہے۔ میں اسے فریب میں مبتلا رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے مقابلے پر ہیں تو وہ ان لڑکیوں کے خلاف جارحانہ کارروائی کرے گا۔ انہیں اغوا بھی کروا سکتا ہے۔ اگر وہ حاصل نہ ہوئیں تو انہیں مریضہ بنا کر ہلاک بھی کر سکتا ہے۔

''ان لڑکیوں کے ساتھ کسی ایسے مسلمان کو شادی کرنا چاہیے جو ٹیلی پیتھی جانتا ہو۔ وہ ان لڑکیوں کے دماغ میں رہ کر سوامی دردان کا مقابلہ کرے گا اور یہی سوچ کر میں نے فرمان سے چاہا تھا کہ وہ ان لڑکیوں سے شادی کر لے لیکن ابھی وہ شمر سلطانہ کی موت کا صدمہ سہہ رہا ہے اور ان لڑکیوں کی طرف شادی کے سلسلے میں مائل نہیں ہو رہا ہے۔ میں اسے جبراً انہیں کہہ سکتا کہ شادی کر لینی چاہیے۔''

''میں تو کہتی ہوں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ ہو لیکن مسلمان ہو۔ وہ ان سے شادی کر لے۔ ہم میں سے کوئی نہ کوئی ان کے دماغوں میں اس وقت تک جاتا آتا رہے گا۔ جب تک انہیں سوامی دردان سے نجات نہیں مل جائے گی۔''

ہم تھوڑی دیر چپ رہے۔ اپنے اپنے طور پر سوچتے رہے۔ میں سوامی دردان کے خلاف ایسی محاذ آرائی کر رہا تھا کہ زیادہ ہنگامہ نہ ہو اور ہنگاموں کے نتیجے میں ان بہنوں کو نقصان نہ پہنچے۔ چپ چاپ سب کام تسلی بخش ہو جائے اور بدنصیب لڑکیوں کو ایک ہندو شر پسند سے نجات مل جائے۔

میں نے الپا سے پوچھا ''بہت عرصے پہلے پارس نے تمہیں طلاق دے دی تھی۔ ایک طویل مدت کے بعد تم دونوں پھر ایک ساتھ رہنے لگے ہو۔ کیا تم دونوں نے پھر شادی کی ہے؟''

وہ بولی ''نہیں..... انوشے چاہتی ہے کہ ہماری شادی پھر سے ہو جائے اور ہم میاں بیوی کی طرح رہنے لگیں اور اسے ماں باپ کی بھرپور محبت ملتی رہے۔ پارس اپنی بیٹی کو دل و جان سے چاہتے ہیں۔ اس کی بات رد کرنا نہیں چاہتے لیکن میں نے انوشے کو سمجھایا ہے کہ ہم ماں باپ اور وہ بیٹی تینوں ہمیشہ ایک ساتھ نہیں رہیں گے۔ اسے تو بابا صاحب کے ادارے میں مزید تربیت کے لیے جانا ہے اور اپنی گرینڈ ماما کے زیر اثر وہ کرو حانیت کے مراحل سے گزرنا ہے پھر پارس بھی اپنے معاملات میں مصروف ہو جائیں گے۔ میں بھی کہیں نکل جاؤں گی۔''

پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ''میرے لیے یہی بہت بڑا انعام ہے کہ پارس نے میری پچھلی تمام غلطیوں کو معاف کر دیا اور اب میرے ساتھ رہنے لگے ہیں۔ عارضی طور پر ہی سہی مجھے بڑا سکون مل رہا ہے۔''

میں نے کہا ''خدا انہیں خوش رکھے۔ تم دیکھتی آ رہی ہو۔ جناب اسد اللہ تبریزی تمہیں شروع سے ہی چاہتے ہیں۔ محبتیں کرتے رہے اور حمایتیں بھی کرتے رہے ہیں۔ تم بھی سچائی اور ایمانداری سے اپنی قوم کو چھوڑ کر ہمارا ساتھ دے رہی ہو۔ اسی طرح ہم بھی ساری زندگی تمہارا ساتھ دیتے رہیں گے..... آؤ..... پارس کے پاس چلیں میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

ہم دونوں خیال خوانی کے ذریعے پارس کے پاس آ گئے۔ وہ بولا ''پاپا.....! آپ روز آ کر یہاں انوشے سے ملتے رہیں۔ ورنہ ہمیں پریشان کرتی رہے گی۔ ابھی یہ کہہ رہی تھی کہ آپ نہیں آ سکتے تو وہ آپ کے پاس جائے گی۔''

''میں اس کے پاس جاؤں گا۔ اسے سمجھاؤں گا کہ میں کس قدر مصروف رہتا ہوں۔ فی الحال ابھی تم سے بات کرنے آیا ہوں۔''

''کیا کوئی خاص بات ہے؟''

''ہاں..... ان دو لڑکیوں کے سلسلے میں یہ پریشانی ہے کہ کسی مسلمان گھرانے سے ان کا رشتہ نہیں آ رہا ہے اور جلد سے جلد ان کی شادی لازمی ہے۔''

''ہاں..... الپا نے مجھے بتایا ہے کہ عبدالرحمٰن نے اپنے خاندان والوں سے کہہ دیا ہے کہ ایک ہفتے کے اندر اگر کسی مسلمان گھرانے سے ان لڑکیوں کا رشتہ نہیں آئے گا تو وہ انہیں اس ہندو شر پسند سے منسوب کر دے گا۔''

''رشتے داروں میں کوئی ان کی طرف مائل نہیں ہو رہا ہے اور یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ اس ایک ہفتے کے اندر کوئی مسلمان لڑکا ان سے شادی کرنے کے لیے آ جائے۔''

''پھر کیا کر سکتے ہیں پاپا.....؟ کیا آپ کسی نوجوان کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان لڑکیوں کی طرف مائل کریں گے؟''

''اس طرح مائل کروانا جبر کرنے والی بات ہو گی۔ کسی بھی جوان کو ان لڑکیوں کے ساتھ دل سے منسوب ہونا چاہیے۔ کیا تم ان کی طرف مائل ہو سکتے ہو؟''

پارس نے چونک کر الپا کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اس بات پر حیران ہوئی پھر مسکرانے لگی۔ وہ ہچکچا کر بولا ''مگر پاپا.....! میں نے تو ان لڑکیوں کو دیکھا تک نہیں ہے؟ پتا نہیں وہ کیسے مزاج کی ہیں؟''

''ان کا مزاج ایسا ہے کہ وہ محبت سے کسی بھی سانچے میں ڈھل سکتی ہیں۔ ذہین ہیں۔ تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ دوسری لڑکیوں کی ہی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی پیدا کیا ہے لیکن

جو۔ بنا دیا ہے مگر اس بات کا حق رکھتی ہیں کہ کوئی ان کی بھی زندگی میں آئے۔ وہ بھی کسی کو چاہیں اور چاہے جانے کی آرزو کرتی ہیں۔''

الپا بولی ''پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہیں ایک شر پسند سے بچانا ہے۔ انہیں موجودہ حالات میں بھی اور آئندہ بھی تحفظ دینا ہے۔ تم کیا کہتے ہو پارس؟''

وہ ہچکچا کر بولا ''پاپا.....! آپ نے اچانک ایسا فیصلہ سنایا ہے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔''

''بیٹے میں نے کوئی فیصلہ نہیں سنایا ہے۔ اگر تم دل سے ان کے کام آنا چاہو گے اور تمہاری طبیعت بھی ان کی طرف مائل ہو گی۔ تب ہی بات بنے گی۔ میں تو تم دونوں سے مشورہ کر رہا ہوں۔ اسے میرا فیصلہ نہ سمجھو۔''

الپا نے کہا ''آپ کا مشورہ پارس کے لیے قابل قبول ہونا چاہیے۔ پتا نہیں..... ان بہنوں کے نصیب میں کیا لکھا ہے؟ لیکن ہم جس حد تک ان کا نصیب سنوار سکتے ہیں۔ سنوار دیں۔ اگر پارس ان سے شادی کریں گے تو میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے درمیان رہ کر پارس کو بہت کچھ بتاتی رہوں گی اور ان کے کام آتی رہوں گی۔''

وہ بولا ''پاپا.....! آپ کا مشورہ ہی ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ آپ جو بھی کہیں گے وہ کروں گا لیکن اس سلسلے میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔ الپا سے بھی کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ جو کہیں گے وہی ہو گا۔''

میں الپا اور پارس کو تنہا چھوڑ کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ فی الحال یہی تدبیر سمجھ میں آئی تھی کہ سوامی دردان وشوانا تھ کے مقابل پارس جیسے ہی زبردست کو آنا چاہیے۔ وہی اس کے چھکے چھڑائے گا۔

☆☆☆

ارنا کوف اور آوازون ہندوستان پہنچ گئے۔ آوازون نے ولادی میر کی آخری سانسوں کے دوران میں اس کے اندر پہنچ کر یہ معلوم کیا تھا کہ پارس اور الپا اپنی بیٹی انوشے کو لے کر دہلی جا رہے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ میں دہلی شہر میں نہیں رہتا ہوں۔ وہ ماں بیٹے ہم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دہشت زدہ ہو گئے تھے۔

انہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ آ گئی تھی کہ ہم کالا جادو جاننے والوں کو چن چن کر ہلاک کر رہے ہیں اور اب ان ماں بیٹے کی بھی باری آنے والی ہے۔ وہ اس قدر خوف زدہ تھے کہ اب اپنے سائے سے بھی دور بھاگ رہے تھے۔ وہ جس فلائٹ سے ہندوستان آ رہے تھے۔ وہ فلائٹ انہیں دہلی پہنچانے والی تھی اور وہ دہلی شہر میں آنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ وہاں میں تھا۔ وہ میرے سائے سے بھی دور رہنا چاہتے تھے۔ انہوں نے دشا نے پہنچ کر سفر ملتوی کر دیا پھر وہاں سے اس فلائٹ کی سیٹیں حاصل کیں جو ممبئی جا رہی تھی۔

سفر کے دوران ارنا کوف کا دل گھبرا رہا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا ''پتا نہیں۔ میرے اندر کیا ہو رہا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔''

وہ ماں کے ہاتھ کو تھپک کر بولا ''فرہاد علی تیمور نے دو بڑے جادوگروں کو ایک رات میں ہی موت کے گھاٹ اتار دیا پھر دوسرے دن ولادی میر کو ہمارے ذریعے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد وہ ہماری بیٹی ہم سے چھین کر لے گئے ہیں۔ تمام باتیں آپ کے حواس پر چھائی ہوئی ہیں۔ آپ سوچ رہی ہیں اور پریشان ہو رہی ہیں۔''

''کیا پریشان نہیں ہونا چاہیے؟ انہوں نے یہ چیلنج کیا ہے کہ اب ہم ماں بیٹے کی باری ہے وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ پتا نہیں چلتا کہ وہ کیا حربہ استعمال کرنے والے ہیں؟ کس طرح ہمیں گھیرنے والے ہیں؟ اب یہی دیکھو کہ تقدیر اس وقت ہمیں کہاں لے جا رہی ہے؟''

''ماما.....! ہمیں تقدیر نہیں لے جا رہی ہے۔ بلکہ ہم اپنی مرضی سے ہندوستان جا رہے ہیں۔ وہاں ہم سوامی دردان وشوانا تھ سے رابطہ کریں گے۔ ہماری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''تم اس پہلو سے کیوں نہیں سوچ رہے ہو کہ تقدیر ہمیں ہندوستان پہنچا رہی ہے؟ اور اس ملک میں فرہاد علی تیمور موجود ہے۔ یعنی ہم جانے انجانے میں اس کے قریب پہنچ رہے ہیں جو ہماری موت چاہتا ہے۔''

''آپ بری طرح دہشت زدہ ہیں۔ اس لیے یہ بھول رہی ہیں کہ فرہاد دہلی میں ہے اور ہم اس سے کترا کر ممبئی جا رہے ہیں۔''

''کیا تم اپنی ماں کو نادان بچی سمجھتے ہو؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ فرہاد اور دوسرے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہوں اور جب ہم ممبئی پہنچیں تو فرہاد اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی وہاں پہنچ جائیں؟''

''آپ کی بات درست ہو سکتی ہے لیکن اس طرح تو ہم دنیا کے جس حصے میں جائیں گے۔ وہاں یہی اندیشہ ہو گا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری موت بن کر آ چکے ہیں۔''

وہ چپ رہی۔ کچھ نہ بولی۔ کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔ طیارہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر بادلوں کے درمیان سے گزرتا جا رہا تھا۔ آواز دن نے کہا ''آپ تو موت سے نہیں ڈرتیں۔ کتنے ہی خطرناک کالے عمل سے گزرتی رہی ہیں۔ اگر اس دوران میں ذرا بھی غلطی کرتیں تو حرام موت مرتیں لیکن ایسے خطرناک مرحلوں سے گزرنے کے باوجود آپ زندہ ہیں اور آئندہ بھی آپ کا سایہ میرے سر پر رہے گا۔''

ماں نے بیٹے کو بڑی محبت سے دیکھا۔ وہ بولا ''آپ اپنی دل کی تسلی کے لیے ایسا کریں کہ سوامی وردان سے ابھی رابطہ کر کے اسے بتائیں کہ ہم اس سے ملنے کے لیے آ رہے ہیں۔ ضرورت مند ہیں۔ اس کی مدد چاہتے ہیں۔ آپ اس سے تفصیلی گفتگو کریں۔ اس طرح سے آپ کے دل کو تسلی ہو گی اور شاید وہ ہمیں حوصلہ دے۔''

ارنا کوف نے تائید میں سر ہلایا۔ اب سوامی وردان ہی ان کا آخری سہارا رہ گیا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اس وقت پوجا میں مصروف تھا۔ ارنا کوف نے کہا ''سوامی جی.....! میں پہلے بھی آپ کے اندر آ چکی ہوں۔ آپ کے خیالات پڑھتی رہی ہوں۔ آپ مجھے محسوس کر لیتے ہیں لیکن جواباً کچھ نہیں کہتے؟''

وہ بولا ''میں ابھی پوجا میں مصروف ہوں۔ یہاں سے جاؤ۔''

''میں جا رہی ہوں لیکن آپ وعدہ کریں کہ پوجا کے بعد مجھ سے رابطہ کریں گے۔''

''اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھنا۔ میں آ جاؤں گا۔''

ارنا کوف طیارے میں دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ بیٹے سے بولی ''وہ پوجا میں مصروف ہے۔ شاید گھنٹے آدھے گھنٹے میں مجھ سے رابطہ کرے گا۔''

طیارے میں کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ ائر ہوسٹس کھانا سرو کر رہی تھیں۔ وہ ماں بیٹے کھانے کے درمیان باتیں بھی کرتے رہے۔ وہ بولی ''پوری طرح نیند آتی ہے نہ پیٹ بھر کر کھایا جاتا ہے۔ میں پچیس برس سے کالا عمل سیکھتی آ رہی ہوں۔ عمل بھی کرتی آ رہی ہوں۔ کتنے ہی خطرناک کالے جادو کے مرحلوں سے گزرتی رہی ہوں۔ میرا دعویٰ تھا کہ میں پہاڑوں سے ٹکرا جاؤں گی۔ اپنے منتروں سے پہاڑ جیسے شہہ زوروں کو ریزہ ریزہ کر دوں گی۔ یہ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ روحانی عمل کے آگے کالا جادو بے اثر ہو جائے گا۔ یہ پہلی بار ہو رہا ہے۔''

ایسے ہی وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر ایک آواز ابھری ''میں ہوں..... وردان وشوانا تھ.....''

اس نے خوش ہو کر کھانا چھوڑ دیا۔ وہ بولا ''کھاتی بھی رہو اور بولتی بھی رہو۔ تم تقریباً تین ہفتے پہلے میرے پاس آئی تھیں۔ میں ایک بہت اہم معاملے میں مصروف تھا۔ اس لیے تمہاری طرف توجہ نہیں دی۔ یہ جانتا تھا ایک دن پھر میرے پاس آؤ گی۔ میرے اندازے غلط نہیں ہوتے۔ اب کہو تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو؟''

وہ اپنی پوری ہسٹری سنانے لگی پھر اس نے اپنے موجودہ حالات بیان کرتے ہوئے کہا ''مجھے اپنے پراسرار علوم کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ میں اگر فرہاد علی تیمور کی پوتی انوشے کو اپنی بہو بنا لوں گی اور اس کا پوتا عدنان میرا داماد بن جائے گا تو ہماری تمام نحوستیں دور ہو جائیں گی اور ہمیں عروج حاصل ہوتا رہے گا۔''

وہ کھانا ختم کر کے پانی پینے کے بعد بولی ''اس مقصد کے لیے میں نے میرے بیٹے نے اور میری بیٹی تاشا نے عدنان اور انوشے کو اغوا کرنا چاہا۔''

سوامی بولا ''تم نے ابھی کہا ہے کہ تمہاری بیٹی تاشا چودہ برس کی ہے اور عدنان چار برس کا ہے پھر تم اسے داماد کیسے بنا سکتی تھیں؟''

''میرے پراسرار علم نے بتایا تھا کہ سولہ برس کے بعد جب عدنان بیس برس کا ہو جائے گا تو وہ میری بیٹی سے شادی کرے گا۔ جب تک جوان نہیں ہو گا اس وقت تک میری بیٹی انوشے اس کی پرورش کرتی رہے گی اور اس کی خاطر کنواری رہے گی۔''

وردان بولا ''تمہاری یہ کہانی دلچسپ ہے لیکن حقیقت سے بعید ہے۔ سراسر بکواس لگ رہی ہے۔ جب عدنان بیس برس کا ہو گا تو تمہاری بیٹی تیس برس کی ہو جائے گی۔ بوڑھی ہونے لگے گی۔ کیا کبھی ایسی بے جوڑ شادی کہیں ہوتی ہے؟ اور یہ تو عجیب مضحکہ خیز بات ہے کہ ایک ہونے والی دلہن اپنے ہونے والے دولہا کی پرورش سولہ برس تک کرتی رہے گی۔''

''سوامی جی.....! یہ ناممکن تو نہیں ہے؟ بعض نوجوان اپنے مفادات کے پیش نظر بوڑھی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں پھر میری بیٹی تاشا کالے عمل کے ذریعے بوڑھی نہ ہوتی۔ ہمیشہ جوان رہنے کے منتر پڑھتی رہتی۔ میری عمر اس وقت پچاس برس ہے۔ آپ مجھے دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔ کیونکہ میں بھی جوان رہنے کے منتر پڑھتی رہتی ہوں۔ آج بھی میں اندر باہر سے ایک بھرپور جوان عورت ہوں۔''

''تم اگر پچاس کی بھرپور جوان ہو تو پھر میں تمہیں ضرور دیکھوں گا اور اگر یہ بات سچ ہوئی تو تم میرے لیے عجوبہ ہو گی اور میں دنیا کی ہر عجوبہ عورت میں دلچسپی لیتا ہوں۔ میں حسن کا پجاری نہیں ہوں۔ ہوس پرست اور عیاش نہیں ہوں لیکن جب عجیب و غریب لڑکی یا عورت میرے سامنے آتی ہے تو میں اسے حاصل کرنے کے لیے دیوانہ ہو جاتا ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولی ''پھر تو آپ میرے دیوانے ہو جائیں گے۔ اس وقت میرا اٹھائیس برس کا بیٹا میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ ہم ماں بیٹے جہاں بھی جاتے ہیں۔ لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم بھائی بہن ہیں بلکہ میں اپنے بیٹے کی چھوٹی بہن ہوں۔ اگر میں نے آپ کا دل جیت لیا تو سمجھوں گی ساری دنیا کو جیت رہی ہوں۔''

''تم مجھے کیوں جیتنا چاہتی ہو؟ میری ضرورت سند کیوں ہو؟''

''اس وقت میرے اور میرے بیٹے کے سر پر موت منڈلا رہی ہے۔ میرا پراسرار علم کہتا ہے کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے لیکن بچاؤ کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ کوئی بہت ہی شہہ زور اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا شخص ہی میری حفاظت کر سکتا ہے۔ اسی لیے میں آپ کی طرف آ رہی ہوں۔''

''میری طرف آنے سے پہلے یہ سوچ لو کہ مجھے جھوٹ اور فریب سے سخت نفرت ہے۔ میں دھوکے باز کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ تم کتنی سچی ہو یہ معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ میں تمہارے دماغ میں با آسانی آتا جاتا رہوں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ تم میری معمولہ اور تابعدار بن جاؤ۔''

اس نے پریشان ہو کر بیٹے کی طرف دیکھا۔ کچھ سوچ کر بولی ''سوامی جی.....! کوئی دوسری صورت نہیں ہو سکتی؟ میں ہر طرح سے اپنی سچائی ثابت کرنے کی کوشش کروں گی۔ ہر حال میں آپ کا اعتماد حاصل کروں گی۔''

''پھر تو یہی ایک راستہ ہے۔ اگر منظور ہے تو میری طرف آ سکو گی۔ ورنہ واپس چلی جاؤ۔ تم واپس جاؤ گی تب بھی میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ میرے اندر یہ جستجو رہے گی کہ ایک پچاس برس کی عورت کس طرح اندر اور باہر سے بھرپور جوان ہے؟ میں تمہیں جبراً حاصل کرنا چاہوں گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''پھر تو میں دوہری مشکل میں پڑ جاؤں گی۔ ایک طرف مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف آپ بھی مجھے دشمنی سے حاصل کریں گے تو میں بچ کر کہاں جاؤں گی۔ لامحالہ آپ کے قدموں میں ہی گرنا پڑے گا۔ اس لیے مجھے آپ کی یہ شرط منظور ہے۔ آپ جب چاہیں مجھے اور میرے بیٹے کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنا سکتے ہیں۔''

''تم ممبئی کب پہنچ رہی ہو؟''

''ابھی فلائٹ کی اناؤنسر نے کہا ہے کہ ہم آدھے گھنٹے بعد ممبئی پہنچنے والے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ وہاں کسی ہوٹل میں قیام کرو۔ میں دو گھنٹے بعد پھر رابطہ کروں گا۔''

''آپ نے میری پوری بات نہیں سنی۔''

''تو پھر سناؤ.....؟''

''میں اور میرا بیٹا اسی شرط پر آپ کے تابعدار بنیں گے کہ آپ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اور ان کے روحانی عمل سے ہمیں تحفظ دیتے رہیں گے۔''

''میں فرہاد علی تیمور کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا ہوں لیکن اس کی شہرت بہت سنی ہے۔ ہاں..... ہاہا صاحب کے ادارے کے بارے میں یہ جانتا ہوں کہ وہ ایک مضبوط قلعہ ہے۔ میں تمہاری بیٹی انوشے اور ہونے والے داماد عدنان کو اس قلعے سے باہر نہیں لا سکوں گا لیکن یہ یقین سے کہتا ہوں کہ تمہیں ان کے ہاتھوں مرنے نہیں دوں گا۔ تم جب تک میرے سائے میں رہو گی زندہ و سلامت رہو گی۔''

''بس میں یہی چاہتی ہوں۔ ٹھیک ہے..... دو گھنٹے بعد اپنے دماغ میں آپ کا انتظار کروں گی۔''

رابطہ ختم ہو گیا۔ آواز دن خیال خوانی کے ذریعے اپنی ماں کے اندر پہنچا ہوا تھا اور دونوں کی باتیں سن رہا تھا اور سن سن کر غصے سے تلملا رہا تھا۔ وہ بولی ''یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟''

وہ غصے سے بولا ''وہ بکواس کر رہا تھا۔ آپ اس کی بات مان گئیں؟''

''وہ کیا بکواس کر رہا تھا؟''

''یہی کہ وہ آپ کو جوان سمجھ رہا ہے اور اپنی داشتہ بنانا چاہتا ہے۔''

''جوان سمجھ رہا ہے کا مطلب کیا ہوا؟ میں جوان نہیں ہوں کیا تم جانتے نہیں ہو کہ میں سدا جوان رہنے کے لیے خطرناک کالے عمل سے گزر کر آئی ہوں؟ اور اب بھی جوان رہنے کے لیے منتر پڑھتی رہتی ہوں۔''

''یہ میں جانتا ہوں۔ آپ کو جوان اور صحت مند دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہوں لیکن اس جوانی کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ کوئی میری ماں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھے اور اسے اپنی داشتہ بنانا چاہے۔''

"دنیا میں کتنے ہی بچوں کی مائیں ہیں۔ جو بیوہ ہونے کے بعد دوسری شادی کرتی ہیں اور دوسرے مرد کے ساتھ زندگی گزارتی ہیں۔"

"اگر آپ دوسری شادی کریں گی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ بلکہ خوشی ہوگی لیکن مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوگا کہ کوئی ماں کو بازاری عورت بنا کر رکھے۔"

"میں کسی بھی جوان کو ٹریپ کر کے اس سے شادی کر سکتی ہوں۔ اس کے ساتھ ازدواجی اور گھریلو زندگی گزار سکتی ہوں لیکن داشتہ بننا منظور کیوں کر رہی ہوں؟ کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ صرف تمہارے لیے۔ میں تمہیں زندہ رکھنا چاہتی ہوں۔ میری جان و عزت چلی جائے۔ میں بازاری بن جاؤں کوئی بات نہیں لیکن اپنے بیٹے کو ان مسلمانوں کے ہاتھوں مرنے نہیں دوں گی۔"

وہ بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی "تمہاری سلامتی کا بس یہی ایک راستہ رہ گیا ہے۔ ایک بیمار کو زندگی کی طرف لوٹ آنے کے لیے کڑوی دوا پینی پڑتی ہے۔ تم بھی یہ کڑوا گھونٹ پی لو۔"

وہ بے چینی سے پہلو بدل کر بولا "ماما.....! یہ کیسی مجبوری ہے۔ جو شخص آپ کو داشتہ بنا رہا ہے۔ مجھے اس کا معمول اور تابعدار بن کر رہنا پڑے گا۔"

"بیٹے.....! ہم ڈوب رہے ہیں۔ کنارے تک پہنچنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اس لیے ابھی یہی تنکے کا سہارا کافی ہے۔ ہو سکتا ہے ہم کنارے پر پہنچ کر اس تنکے پر بھاری پڑ جائیں۔ ہمیں اپنی زندگی کو طول دینا ہے۔ اس کے لیے عارضی طور پر ہی ایک شخص سے مات کھانی ہوگی۔ تم اپنی ماں پر بھروسا رکھو۔ اگر وہ میرا دیوانہ بنے گا تو میں اسے بالکل ہی دیوانہ بنا کر چھوڑوں گی۔"

طیارے میں اناؤنسر کی آواز ابھر رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "مسافروں سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی سیٹ کی پشت کو سیدھا کر لیں اور حفاظتی بیلٹ باندھ لیں۔ طیارہ رن وے پر اترنے والا ہے۔"

وہ ماں بیٹا بھی حفاظتی بیلٹ باندھنے لگے۔ زندگی میں سلامتی سے کسی گھاٹ اترنے کے لیے کمر کو کس کر باندھنا ہی پڑتا ہے۔

☆☆☆

بڑے بڑے جادوگر مارے گئے۔ ان کے تمام کالے منتر کالے آلات فنا ہو گئے لیکن تانترک مہاراج جنگل بھٹا چار یہ کی ایک نشانی رہ گئی اور وہ نشانی تھی شیوانی.....

وہ چار برس پہلے عدنان کو جنم دینے کے بعد مر چکی تھی لیکن اس کی آتما تانترک مہاراج جنگل بھٹا چار یہ کے قدموں میں چلی آئی تھی اور تب سے وہ انامیریا کی حیثیت سے سانسیں لے رہی تھی۔

پھر پارس نے انامیریا کو ہلاک کیا تو اس کی آتما پھر بھٹکتی ہوئی تانترک مہاراج کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے اسے پھر ایک حسین رئیس زادی الکا اگنی ہوتری کے جسم میں پہنچا دیا۔

جیسا کہ میں اپنی داستان میں بیان کرتا آ رہا ہوں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جادو کے اثرات دیرپا نہیں ہوتے۔ کالا جادو کتنا ہی زبردست ہو اگر اس کا توڑ کیا جائے تو وہ بے اثر ہو جاتا ہے۔

جو آتما شکتی کے ذریعے آتماؤں کو اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں اور انہیں دوسرے کسی جسم میں پہنچا دیتے ہیں تو ان کا یہ کالا عمل بھی دیرپا نہیں رہتا۔ کاتب تقدیر نے جس کی زندگی جتنی لکھی ہے۔ اتنی ہی رہتی ہے۔ جھوٹی اور عارضی زندگی جلد ہی فنا ہو جاتی ہے۔

چنڈال کی بیٹی اور فرمان کی محبوبہ انیتا کی آتما کو بھی دوبار نیا جسم ملا۔ ثمر سلطانہ کو انیتا کی آتما کے ذریعے ایک نئی زندگی ملی۔ چنڈال جوگیا بھی اپنے کالے عمل کے ذریعے دوسرے نئے جسم حاصل کرتا رہا۔ شیوانی کو بھی انامیریا کا جسم ملا لیکن سب ہی چند ہفتوں یا چند مہینوں کے بعد فنا ہوتے رہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان فنا ہونے والوں کے مقدر میں یہ لکھا ہوا تھا کہ وہ اپنی جسمانی موت کے بعد بھی مصنوعی زندگی گزاریں گے پھر فنا ہو جائیں۔ شاید ان کے ساتھ ایسا ہی ہونا تھا اور اب شیوانی کے ساتھ بھی یہی ہونے والا تھا۔

اس کے مقدر میں ابھی مصنوعی زندگی تھی۔ یہ زندگی ہفتے دو ہفتے مہینے دو مہینے میں چھن جانے والی تھی جب بھی یہ زندگی اس کے ہاتھ سے نکلتی تو پھر اسے دوبارہ اس دنیا میں سانس لینا نصیب نہ ہوتا۔ کیونکہ اب کوئی تانترک مہاراج اسے نیا جسم دینے کے لیے اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔

وہ پریشان تھی کہ کسی یار و مددگار کے بغیر زندگی کیسے گزارے گی؟ یار تو اس کا پورس تھا لیکن وہ مددگار نہیں تھا۔ اس نے صاف انکار کر دیا تھا کہ آئندہ اس سے کوئی رابطہ نہیں رکھے گا۔ اس سے بات کرنا بھی گوارہ نہیں کرے گا۔

وہ پورس کو دل و جان سے چاہتی تھی لیکن اپنے بیٹے عدنان کے معاملے میں خودغرض تھی۔ یہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی تعلیم و تربیت بابا صاحب کے ادارے میں ہو لیکن اب مجبور ہو گئی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ بابا صاحب کا ادارہ ایک فولادی قلعہ

ہے۔ وہ بیٹے کو وہاں سے کسی طرح بھی باہر نہیں لا سکے گی۔ اس مقصد کے لیے کسی ایسے مددگار کی ضرورت تھی جو شہ زور ہو اور غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک بھی ہو۔ فرہاد اور اس کی فیملی سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھتا ہو۔

دل سے کسی کو طلب کرو تو وہ ضرور ملتا ہے۔ پچھلے دنوں دہلی کے تاج محل ہوٹل میں اس نے سوامی وردان وشوناتھ کو دیکھا۔ وہ اپنے رکھ رکھاؤ، رعب اور دبدبے کے باعث سب ہی کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ وہ بھی اسے دیکھتی رہی۔ اس کے بارے میں معلوم کیا تو پتا چلا کہ شمالی ہندوستان میں اس کے لاکھوں عقیدت مند ہیں۔ وہ مصیبت زدہ افراد کی مصیبتیں دور کرتا ہے اور کسی کے کتنے ہی پیچیدہ مسائل کیوں نہ ہو، انہیں حل کر دیتا ہے۔ وہاں سب ہی اسے بھگوان کا اوتار کہتے ہیں۔ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں اور اس کے قدموں میں جھکتے ہیں۔

شیوانی نے سوچا کہ اپنا دکھڑا سوامی وردان کے سامنے سنانا چاہیے۔ اس ہوٹل میں عقیدت مند افراد کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ سوامی وردان صبح دو گھنٹے اور شام دو گھنٹے ملاقات کرتا تھا۔ شیوانی نے بھی اس سے ملاقات کی اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "بھگوان کی دیا سے میرے پاس بہت کچھ ہے۔ مال و دولت ہے، عزت ہے، شہرت ہے لیکن بے شمار رشتے داروں کے ہجوم میں تنہا رہتی ہوں۔ کیونکہ سب ہی لالچی اور خودغرض ہیں۔"

وہ اپنی گھن گرج والی آواز کے باوجود بڑے نرم و لہجے میں بولا "ایسا تو ہوتا ہے جہاں دولت ہوتی ہے۔ وہاں اپنے ہی رشتے دار آرام و سکون غارت کرتے رہتے ہیں۔ یہ بتاؤ تمہارا مسئلہ کیا ہے؟"

"مسئلہ یہ ہے کہ میں نے ایک مسلمان سے شادی کی تھی۔ اس سے بیٹا ہوا وہ اب چار برس کا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو چھین کر مجھ سے لے گیا ہے اور میں اسے واپس حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ اسے بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا پھر بولا "مجھے جھوٹ اور فریب سے سخت نفرت ہے۔ اس وقت تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم کنواری ہو۔ تمہاری شادی نہیں ہوئی ہے پھر چار برس کا بیٹا کہاں سے آ گیا؟"

وہ ہچکچا کر بولی "دراصل میرا قد کاٹھ ایسا ہے اور صحت اتنی اچھی ہے کہ دیکھنے میں کنواری لگتی ہوں۔"

ایسے ہی وقت اس نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر سانس روک کر بولی "معلوم ہوتا ہے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر آ کر کچھ بولنا چاہتا ہے۔ میں اس سے ڈرا بات کر لوں۔"

"ہوں..... اس کا مطلب ہے وہ مسلمان ٹیلی پیتھی کی قوت رکھتا ہے؟"

"ہاں۔ وہ بہت ہی مشہور و معروف باپ کا بیٹا ہے۔ آپ نے فرہاد علی تیمور کا نام تو سنا ہوگا؟"

وہ چونک کر بولا "کیا تمہارا تعلق فرہاد علی تیمور کے خاندان سے ہے؟"

"تعلق ہے نہیں..... تھا میں آپ سے ذرا دیر بعد بات کروں گی۔ پہلے معلوم کروں کہ وہ مجھ سے کہنا کیا چاہتا ہے؟"

"تم اس سے کوئی بات نہ کرو۔ کیونکہ تمہارے دماغ میں کوئی اور نہیں میں آیا تھا۔ تم نے سانس روک لی۔"

شیوانی نے اسے حیرانی سے دیکھا پھر مسکرا کر کہا "اگر آپ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو پھر ان لوگوں سے مقابلہ کر سکیں گے اور میری مشکل بھی آسان کر سکیں گے۔"

"میں تمہاری مشکل ضرور آسان کروں گا لیکن ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ مجھے اپنے اندر آنے دو۔ اپنے خیالات پڑھنے دو۔ میں چاہتا ہوں کہ پوری سچائی کے ساتھ میری تابعدار بن کر رہو۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ تابعداری کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ مجھ پر تنویمی عمل کریں گے؟"

"بے شک! میں تمہاری پاگل ممتا کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ تم ہر حال میں اپنے بیٹے کو حاصل کرنا چاہتی ہو۔ دوسری طرف وہ بچہ فرہاد علی تیمور کے شکنجے میں ہے اور اس شکنجے سے میں ہی نکال سکتا ہوں۔"

"کیا یہ ضروری ہے کہ آپ مجھ پر تنویمی عمل کریں اور مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنائیں؟"

"میں جس کے کام آتا ہوں۔ اس سے مال و دولت نہیں مانگتا۔ صرف اس کی سچائی اور دیانت داری مانگتا ہوں۔ یہ دونوں چیزیں مجھے اسی وقت مل سکتی ہیں۔ جب میں تمہارے چور خیالات پڑھ کر یقین کروں۔ تم فیصلہ کرو کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے؟ ملاقات کا وقت ختم ہو چکا ہے لہٰذا اب جاؤ۔"

"مگر سوامی جی.....! ابھی میری بات تو پوری نہیں ہوئی ہے؟"

"پوری ہو جائے گی۔ میں آج رات کسی وقت خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کروں گا۔ تم دماغ میں آنے دو گی تو بات آگے بڑھے گی۔ ورنہ اسے یہیں ختم کر دو۔"

وہ مقررہ وقت کے بعد کسی سے ملتا نہیں تھا۔ اسی لیے وہ

بھی وہاں سے چلی آئی۔ اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ سوامی وردان ہی اس کے کام آسکتا ہے اور وہ اسی کے ذریعے اپنے عدنان کو حاصل کرسکتی ہے لیکن اس کے بدلے وہ اسے اپنی کنیز بنانا چاہتا تھا اور اسے یہ منظور نہیں تھا۔

اس سے پہلے تانترک مہاراج نے بھی یہی شرط رکھی تھی کہ اگر وہ دوسرے جسم میں جاکر نئی زندگی حاصل کرنا چاہتی ہے تو اسے تانترک مہاراج کی معمولہ اور تابعدار بن کر رہنا ہوگا۔ اس وقت وہ بہت مجبور تھی۔ اگر انکار کرتی تو اسے یہ نئی زندگی نہ ملتی۔

اس نے کہا تھا کہ وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بن کر رہے گی۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرے گی لیکن اپنا جسم اپنے عامل کے حوالے نہیں کرے گی۔ اس پر تانترک نے کہا تھا کہ وہ اس کے بدن کو بھی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اسے صرف اپنی آلہ کار بنا کر رکھے گا۔

اس بات پر بھی بھروسا نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ معمولہ اور تابعدار بننے کے بعد دماغ اپنے عامل کی مٹھی میں رہتا ہے پھر وہ جو بھی کہتا ہے اس پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ انکار کے بعد بھی ذہن اس کی طرف ہی مائل رہتا ہے۔ ہر انسان اسی طرف چلتا ہے جہاں اس کا ذہن لے جاتا ہے۔

ویسے تانترک مہاراج اپنی زبان کا دھنی تھا۔ اس نے جو کہا تھا اس پر عمل کیا تھا۔ اس کے بدن پر کبھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ دور سے ہی رابطہ رکھتا تھا۔ اب شیوانی سوچ رہی تھی ''کیا سوامی وردان پر بھی اسی طرح بھروسا کرسکتی ہوں؟''

پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ ہر ایک پر اندھا اعتماد نہیں کیا جاسکتا پھر یہ کہ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چار یہ بوڑھا تھا اس لیے اپنے وعدے کے مطابق عمل کرتا رہا۔ اس کی طرف بھی مائل نہیں ہوا لیکن سوامی وردان اچھی عمر کا ہونے کے باوجود اچھا گبرو جوان دکھائی دیتا تھا۔ اس نے سوچا ''کیا ایسا جوان شخص مجھ جیسی جوان لڑکی کے حصول سے باز رہے گا؟''

وہ اس کے حصول سے باز رہے یا نہ رہے؟ وہ ہوس پرست ہے یا نہیں؟ یہ تو بعد میں سوچنے سمجھنے کی باتیں تھیں۔ پہلی اور اہم بات یہی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو ہر حال میں حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اگر وہ سوامی وردان کے مطالبے سے انکار کردیتی تو اس کے کام نہ آتا۔ اس طرح وہ تنہا اور بے یارو مددگار رہ جاتی۔

وہ مشکل میں پڑ گئی تھی۔ سوامی وردان ہو یا کوئی اور مدد کرنے والا جو بھی اس کے کام آتا اور اس کے بیٹے کو واپس لانے کی ضمانت دیتا تو وہ اس سے بھی بہت کچھ چاہتا۔ کام کرنے والے کا مطالبہ کبھی آسان ہوتا ہے اور کبھی بہت مشکل۔

رات کے وقت اس نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا ''کون ہو.....؟''

سوامی وردان کی آواز ابھری ''میں بول رہا ہوں۔ سانس روکنا چاہو تو اس سے پہلے ہی چلا جاؤں گا۔''

''نہیں۔ میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ آپ میری مجبوریوں کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔''

''بے شک۔ تم بھی میری مجبوریوں کو سمجھو۔ میرے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ تم کتنی باتیں مجھ سے کہہ رہی ہو اور کتنی چھپا رہی ہو؟ یہ تو میں تمہارے چور خیالات پڑھ کر ہی معلوم کرسکوں گا۔''

''اس مقصد کے لیے مجھ پر تنویمی عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس کے بغیر بھی میں آپ کی تابعدار بن کر رہوں گی۔ آپ میرے چور خیال ابھی پڑھ سکتے ہیں۔ میں اجازت دے رہی ہوں۔ میں خاموش رہوں گی۔ آپ میرے خیالات آرام سے پڑھتے رہیں۔''

''اگر ایسا ہے تو پھر میں تم پر تنویمی عمل نہیں کروں گا۔ مجھے صرف جھوٹ اور سچ معلوم کرنا ہے۔ تم خاموش رہو اور مجھے خیالات پڑھنے دو۔''

وہ ایک کتاب کھول کر آرام سے بیٹھ کر سوامی کو پڑھانے لگی۔ اپنے دماغ کے تمام دروازے اس کے لیے کھول دیے وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے بارے میں وہ کیا کچھ معلوم کررہا ہے۔ وہ اپنے عدنان کی خاطر اب اس سے کچھ چھپانا نہیں چاہتی تھی۔

سوامی وردان اس کا یہ چور خیال پڑھتے ہی چونک گیا کہ الکا اگنی ہوتری زندہ ہے مگر بہت پہلے مرچکی ہے۔ اس کے اندر کسی شیوانی کی آتما ہے۔ جس نے اسے زندہ کررکھا ہے۔

اس نے اس کے پورس کے اور عدنان کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا لیکن اس کی دلچسپی اس بات میں تھی کہ الکا نامی جو دوشیزہ اس کے پاس آئی تھی۔ وہ اپنی ذات میں تنہا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ شیوانی نامی کوئی دوسری عورت جڑی ہوئی ہے۔ یہ بات عجیب تھی اور جو بات بھی عجیب ہوتی تھی۔ سوامی وردان اس سے بہت دلچسپی لینے لگتا تھا۔

اس نے ایک گھنٹا پہلے خیال خوانی کے ذریعے ارنا کوف سے بات کی تھی۔ وہاں بھی پتا چلا کہ وہ ایک عجوبہ ہے۔ یعنی ہے تو بوڑھی لیکن بھرپور جوان ہے۔ اسے ارنا کوف کی ذات

سے بھی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ اسے حاصل کرکے اس کے اندر بڑھاپے کو تلاش کرنا چاہتا تھا اور اگر بوڑھی ہوتی تو یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کہاں کہاں سے جوان ہے۔ اس کے لیے ایک عجیب سا تجسس پیدا ہوگیا تھا۔

ادھر شیوانی کے ساتھ بھی یہی ہونے لگا۔ جس طرح جمیلہ اور نبیلہ ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں اور اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں اسی طرح ارنا کوف کا بڑھاپا بھی ایک نادیدہ جوانی سے جڑا ہوا تھا۔

تیسری طرف الکا اگنی ہوتری بھی شیوانی کی آتما سے جڑی ہوئی تھی۔

ان دنوں سوامی وردان کی زندگی میں ایسی عورتیں آرہی تھیں جو بظاہر ایک ہوتے ہوئے بھی دو تھیں۔ وہ سب کی سب اسے بری طرح اپنی طرف کھینچ رہی تھیں اور وہ ان میں سے ہر ایک کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ان کی ویڈیو فلمیں بنانا چاہتا تھا۔ ان کے بارے میں اپنے تجربات لکھنا چاہتا تھا۔

اس نے تمام چور خیالات پڑھنے کے بعد کہا ''الکا.....! تم میرے لیے ایک عجوبہ ہو۔ تمہارے اندر ایک عورت شیوانی چھپی ہوئی ہے۔ مجھے تمہاری ذات سے دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔ میں تمہارا کام کروں گا۔ کیا تم میری دوست نہیں بن سکتیں؟''

''میں دوستی کے لیے ہی آپ کے پاس آئی ہوں لیکن اس دوستی کی ایک حد مقرر ہوگی۔''

''اور اگر میں حد سے بڑھ کر دوستی کرنا چاہوں تو.....؟''

''میں اپنے دل سے مجبور ہوں یہ صرف پورس کے لیے ہی دھڑکتا ہے۔ میں اس کے اور اپنے بیٹے عدنان کے لیے بار بار نئی زندگی حاصل کرتی آرہی ہوں۔ میرا دل و دماغ اور میرا تن بدن سب ہی ان باپ بیٹے کے لیے ہے۔''

''میں سمجھ گیا۔ آئندہ میں تمہیں یہ نہیں کہوں گا کہ دوستی میں حد سے آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ تم دہلی میں کب تک قیام کروگی؟''

''جب تک آپ یہاں رہیں گے پھر آپ جہاں جائیں گے میں آپ کے ساتھ جانا چاہوں گی۔ جب تک میرا بیٹا مجھے واپس نہیں ملے گا۔ میں آپ کے قدموں میں ہی رہنا چاہوں گی۔''

''تم پورس سے والہانہ محبت کرتی ہو لیکن بیٹے کی باتیں زیادہ کرتی ہو؟ کیا پورس سے ملنا نہیں چاہو گی؟''

''آپ نے میرے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہوگا کہ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چار یہ نے میرے اندر ایک صلاحیت پیدا کی ہے۔ میں جب بھی آئینے کی سطح پر دیکھ کر پورس کو یاد کرتی ہوں تو وہ مجھے دکھائی دینے لگتا ہے پھر اس سے باتیں ہوتی ہیں لیکن اب وہ مجھ سے بری طرح ناراض ہے اور اس نے کہہ دیا ہے کہ آئندہ وہ آئینے کی سطح پر آکر بھی مجھ سے بات نہیں کرے گا۔''

''وہ تم سے بات بھی کرنا نہیں چاہتا۔ کیا تم اس سے ملنا نہیں چاہتی ہو؟''

''اگر آپ کچھ ایسا کردیں کہ اس سے روبرو ملاقات ہوجائے تو میں اس سے ضرور ملنا چاہوں گی۔''

''ٹھیک ہے۔ میں سوچتا ہوں۔ کوئی تدبیر کرتا ہوں۔ کل پھر تم سے کسی وقت رابطہ کروں گا۔ ابھی جارہا ہوں۔ اب آرام سے سوجاؤ۔ الکا اگنی ہوتری۔ شبِ رات ری!''

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس نے شیوانی کی یہ بات مان لی تھی کہ وہ دوستی کی حد سے آگے نہیں بڑھے گا لیکن اپنی فطرت سے بھی مجبور تھا۔ کسی بھی عجوبہ لڑکی کے لیے وہ دیوانہ ہوجاتا تھا۔ اس نے چور خیالات پڑھنے کے دوران میں معلوم کیا تھا کہ وہ اسی تاج محل ہوٹل کے فورتھ فلور کے کمرے میں ہے۔

اس نے فورتھ فلور والے ملازموں کے اندر جانا شروع کیا۔ پتا چلا کہ شیوانی نے چائے کا آرڈر دیا ہے اور ایک ملازم اس کے کمرے میں چائے لے جانے والا ہے۔ اس نے اس ملازم کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ اس کے کمرے میں آگیا۔ اس نے ملازم کو ایک چھوٹی سی پڑیا دے کر حکم دیا کہ اس پڑیا کے سفوف کو چائے میں گھول دیا جائے۔

ملازم نے حکم کی تعمیل کی پھر وہ چائے شیوانی کے پاس پہنچادی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ سوامی وردان ایسا چور راستہ اختیار کرکے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے اندر پہنچنا چاہے گا۔

اس نے چائے پینے کے بعد کمزوری محسوس کی۔ اس کے اندر خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ سمجھ گئی کہ کوئی اسے کمزور بنا رہا ہے اور اس پر غالب ہونا چاہتا ہے۔ اس کا دھیان ہم مسلمان ٹیلی پیتھی والوں کی طرف گیا لیکن تھوڑی دیر بعد حقیقت معلوم ہوگئی۔

سوامی وردان نے اس کے اندر آکر پوچھا ''کیا تم اپنے اندر سوچ کی لہروں کو محسوس کررہی ہو؟''

''نہیں۔ میں بے حد کمزوری محسوس کررہی ہوں۔ میرا دماغ اس قابل نہیں رہا ہے کہ اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرسکوں۔''

''تم اچانک ایسی کمزوری محسوس کیوں کررہی ہو؟''

"مجھے شبہ ہے کہ فرہاد علی تیمور یا اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر آنے والے ہیں۔ مجھ پر تنویمی عمل کر کے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانا چاہیں گے۔ اچھا ہوا آپ آ گئے۔ پلیز میرے اندر رہیں۔ میری مدد کریں۔ ان کے ارادوں کو ناکام بنا دیں۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں تمہارے اندر صبح تک رہوں گا۔ کسی کو بھی آنے نہیں دوں گا۔ تم آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ نڈھال سی ہو کر بستر پر لیٹ گئی پھر ہلکے ہلکے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ سمجھ نہ سکی کہ سوامی وردان اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

☆☆☆

میں اپنا فیصلہ سنا کر چلا گیا تھا۔ الپا اور پارس تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر الپا نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

"پاپا کے فیصلے کے بعد کچھ سوچنے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ وہ جو کہہ رہے ہیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔ تم کیا کہتی ہو..... یہ بتاؤ؟"

"میں تم سے اور تمہارے خاندان سے الگ نہیں ہوں۔ پاپا نے مناسب وقت پر بہت ہی مناسب فیصلہ کیا ہے۔ تمہیں ان لڑکیوں سے شادی کرنا چاہیے۔"

"ہم اپنے بزرگوں کے فیصلوں کے سامنے جھکتے ہیں۔ اس لیے تم بھی جھک رہی ہو لیکن سچ کہو کیا یہ بات دل سے کہہ رہی ہو؟"

"پاپا سے کہو کہ وہ میرے اندر کے چور خیالات پڑھیں پتا چل جائے گا کہ میرے اندر حسد جلن نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ میرے پاس میری بہت ہی خوب صورت اور غیر معمولی ذہانت رکھنے والی بیٹی ہے۔ میں اس کو پا کر بہت خوش ہوں۔ اس کی خاطر تمام عمر تمہارے اور پاپا کے کام آتی رہوں گی۔"

"ہاں..... تم میرے کام آؤ گی۔ تب ہی میں شادی کر سکوں گا۔ ورنہ بہت مشکل ہوگی۔ اول تو میں نے ان دونوں لڑکیوں کو نہیں دیکھا ہے۔ انہیں دیکھنا سے سمجھنا ہے اور یہ سوچنا ہے کہ ان کے ساتھ کیسے ازدواجی زندگی گزاروں گا۔ یہ بات ابھی سے سمجھ میں آ رہی ہے کہ ان کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے تمہارا تعاون بہت ضروری ہے۔ وہ دشمن ان لڑکیوں کے دماغوں میں آ رہے گا۔ ایسے میں تم ہی اس کے لیے دیوار بن سکو گی اور مجھے اس کی موجودگی سے آگاہ کرو گی۔"

"تمہیں ان لڑکیوں سے ملنا چاہیے۔"

"تم ان کے پاس جا کر کسی بہانے گھر سے نکالو گی تو میں انہیں دیکھ سکوں گا۔ ان سے مل کر ان کے ساتھ باتیں کروں گا۔"

الپا وہاں سے ان لڑکیوں کے پاس گئی۔ ان کے خیالات پڑھے پھر واپس آ کر بولی "ان لڑکیوں کے چچا کے ہاں میلاد کی محفل ہے۔ وہ دونوں وہاں جانے کی تیاری کر رہی ہیں۔ تم بھی فوراً تیار ہو جاؤ۔"

"مجھے کہاں جانا ہوگا؟ یہ شہر ہم سب کے لیے انجانا ہے۔ میں یہاں کے راستے نہیں جانتا ہوں۔"

"تم تیار ہو جاؤ۔ میں پاپا سے کہتی ہوں۔ وہ تمہیں گائیڈ کریں گے اور میں ان دونوں کے دماغوں میں رہوں گی۔"

پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے کہا "ہاں بیٹی.....! بولو کیا بات ہے؟"

"میں ان لڑکیوں سے پارس کا سامنا کروانا چاہتی ہوں۔ ابھی وہ دونوں اپنے چچا کے گھر ایک مقدس تقریب میں شرکت کرنے جا رہی ہیں۔ میں نے ان کے دماغ میں جن راستوں اور علاقوں کے نام پڑھے ہیں۔ وہ میں آپ کو بتا رہی ہوں۔ آپ ان کے مطابق پارس کو گائیڈ کریں تاکہ وہ اپنی کار میں ان تک پہنچ سکے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ پارس میری بات مان کر ان سے شادی پر راضی ہو گیا ہے اور تم اس سے تعاون کر رہی ہو۔"

"پاپا.....! بہت پہلے میں آپ کی بہو تھی لیکن ایک اچھی بہو ثابت نہ ہو سکی مگر اب ثابت کروں گی۔"

"تم ثابت کر چکی ہو۔ خدا تمہیں خوش رکھے۔ تم ان لڑکیوں کے پاس جاؤ میں پارس کے پاس جاتا ہوں۔"

وہ ان علاقوں اور راستوں کے نام بتا کر چلی گئی۔ جہاں سے ان لڑکیوں کو گزرنا تھا۔ میں نے پارس سے پوچھا "کیا تیار ہو؟"

وہ گھر سے نکل رہا تھا اور انوشے سے کہہ رہا تھا "تمہاری ماما یہاں خیال خوانی میں مصروف ہیں۔ میں تھوڑی دیر کے لیے ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ ابھی آ جاؤں گا۔ تم ماما کے پاس رہو۔"

وہ باہر آ کر کار میں بیٹھ گیا پھر میری رہنمائی کے مطابق ڈرائیو کرتے ہوئے جمیلہ اور نبیلہ کی کوٹھی کے قریب پہنچ گیا۔ ادھر وہ دونوں بہنیں کار میں اپنی ماں عاصمہ کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ عبدالرحمن اسٹیئرنگ سیٹ پر تھا اور کار ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کے احاطے سے نکل رہا تھا۔ الپا ان کے دماغ میں تھی اور یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ ایسے وقت سوامی

وردان وہاں موجود ہے یا نہیں؟

ایسے میں وہ عبدالرحمن یا عاصمہ میں موجود رہ کر اپنا کوئی کام نہیں نکال سکتا تھا۔ وہ لڑکیاں ایک مذہبی تقریب میں جا رہی تھیں۔ ایسے وقت وہ ان کے مزاج کے خلاف کچھ بولنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے وہاں موجود نہیں تھا۔

الپا نے پارس کے دماغ میں آ کر دیکھا تو اس کے ذریعے دور سے عبدالرحمن کی گاڑی گزرتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ بولی "دیکھو.....! وہ لڑکیاں اس کار میں جا رہی ہیں۔ تم اس کے پیچھے جاؤ۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے اس کا پیچھا کرنے لگا۔ الپا نے عبدالرحمن کے اندر پہنچ کر اس کے دماغ بھٹکایا۔ وہ کار ایسے چلانے لگا۔ جیسے اس میں کوئی خرابی ہو گئی ہو۔ گاڑی ہلکے ہلکے جھٹکے کھا رہی تھی۔ وہ غائب دماغ ہو کر خود ہی گاڑی ایسی چلا رہا تھا پھر اس نے گاڑی روک دی۔ عاصمہ نے پوچھا "کیا ہوا.....؟"

وہ بولا "کوئی خرابی ہو گئی ہے شاید..... میں ابھی دیکھتا ہوں۔"

وہ گاڑی سے باہر آ کر بونٹ کھول کر اسے چیک کرنے لگا۔ اس کا دماغ الپا کے قبضے میں تھا۔ اس نے الپا کی مرضی کے مطابق گاڑی میں کچھ اور خرابیاں پیدا کر دیں۔ ایسے وقت پارس کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں پہنچ کر رک گیا پھر باہر آ کر عبدالرحمن سے بولا "کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں؟"

وہ بولا "پتا نہیں..... کیا خرابی ہو گئی ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

پارس نے اس کار کو چیک کیا پھر کہا "اس میں ایسی خرابیاں ہو گئی ہیں کہ اسے گیراج پہنچانا ہوگا کوئی مکینک ہی اسے ٹھیک کر سکتا ہے۔"

عاصمہ بڑبڑائی "کیا مصیبت ہے۔ ہمیں ایک ضروری جگہ جانا ہے اور یہاں دیر ہو رہی ہے۔"

پارس بولا "میں حاضر ہوں۔ آپ جہاں کہیں گی وہاں پہنچا دوں گا۔"

عبدالرحمن بولا "تمہارا بہت بہت شکریہ۔ آپ میری وائف اور بیٹیوں کو وہاں پہنچا دیں۔ میں گاڑی گیراج میں پہنچا کر کسی ٹیکسی سے ادھر پہنچ جاؤں گا۔"

عاصمہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ دوسرا دروازہ کھول کر وہ دونوں لڑکیاں ایک ساتھ باہر نکلیں تو پارس انہیں حیرانی سے دیکھنے لگا۔ عبدالرحمن بولا "میری لڑکیاں پیدائشی طور پر ایسی ہی ہیں۔ انہیں پہلی بار دیکھ کر سب ہی حیران ہو جاتے ہیں۔"

جمیلہ بولی "ہم مجوبہ ہیں۔ جہاں جاتی ہیں۔ تماشا بن جاتی ہیں۔"

پارس ایک قدم آگے بڑھ کر بولا "میں تم دونوں کو مجوبہ نہیں سمجھ رہا ہوں اور نہ ہی تماشا سمجھ کر دیکھ رہا ہوں۔ تم دونوں بہت اچھی ہو۔ میں پہلی نظر میں متاثر ہو گیا ہوں..... آؤ..... میری گاڑی میں بیٹھو....."

وہ اپنی ماں کے پیچھے چلتی ہوئی پورس کی کار کی طرف بڑھیں۔ وہ ایک دوسرے سے جڑی ہوئی عجیب سی لگ رہی تھیں۔ پورس نے ان کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ الپا ان کے دماغوں میں باری باری جا رہی تھی۔ اس نے نبیلہ کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ وہ نوجوان بہت ہی ہینڈسم اور پرکشش ہے۔

پھر اس نے جمیلہ کے اندر بھی یہی بات پیدا کی۔ ان دونوں نے اسے ذرا اپنائیت سے دیکھا پھر شکریہ ادا کر کے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ پارس نے دروازہ بند کر دیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر کار کو اسٹارٹ کیا پھر اسے آگے بڑھاتے ہوئے عاصمہ سے بولا "آنٹی.....! میں اس شہر میں نیا ہوں۔ راستے نہیں جانتا۔ آپ مجھے گائیڈ کریں کہ کہاں کہاں سے گزرنا ہے۔"

عاصمہ بولی "کیا تم کسی دوسرے شہر سے آئے ہو؟"

"دوسرے شہر نہیں۔ دوسرے ملک سے آیا ہوں۔ میں لندن میں رہتا تھا۔ وہاں میرا ایک جنرل اسٹور ہے۔ اچھا خاصا بزنس ہے۔ اچھی خاصی کمائی ہو جاتی ہے۔ شادی کا خیال آیا تو سوچا پاکستان یا ہندوستان جا کر کسی مسلمان لڑکی سے شادی کروں گا۔ میں اسی لیے یہاں آیا ہوں۔ کناٹ پلیس کے قریب ایک بنگلا خریدا ہے۔"

جمیلہ نبیلہ نے ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھا۔ الپا نے ان کے اندر باری باری ایسے احساسات پیدا کیے جیسے وہ جوان ان سے ہی شادی کرنے آیا ہو۔ ایسے احساسات ہر لڑکی کو گدگداتے ہیں۔ ان کے اندر بھی کچھ ایسی ہی گدگدی ہوئی۔ عاصمہ نے پوچھا "کیا یہاں اکیلے ہو؟"

"نہیں۔ میری ایک کزن ہیں۔ وہ اپنی ایک بیٹی کو لے کر یہاں آئی ہیں۔ آپ کسی کے گھر جا رہی ہیں؟"

"ہاں..... میرے دیور کے گھر محفل میلاد ہے۔"

"پھر تو وہاں بہت ہی ایمان افروز ماحول ہوگا؟ اگر مردانہ تقریب ہوتی تو میں بھی شریک ہو جاتا۔"

"مردانہ تقریب ہی ہے۔ تم چاہو تو شرکت کر سکتے ہو۔"

"دراصل میں اسی بہانے یہاں کے مسلمانوں سے ملنا

چاہتا ہوں۔ تاکہ جان پہچان ہو اور ایک دوسرے سے میل محبت بڑھے تو شاید مجھے کسی گھرانے سے شریف زادی کا رشتہ مل جائے۔''

ایسے میں پارس نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ اگر الپا ہوتی یا بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا کوئی ہوتا تو آ کر مخاطب کرتا لیکن وہاں خاموشی تھی۔ پارس بھی انجان بنا رہا۔

الپا جانتی تھی کہ سوامی وردان پارس کے اندر کسی بھی وقت آ کر اس کے خیالات پڑھے گا اور اس کی اصلیت معلوم کرے گا۔ اس لیے وہ پارس کے اندر آ کر اسے مخاطب نہیں کرتی تھی۔ میں بھی اس سلسلے میں محتاط تھا۔ ادھر سوامی وردان اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنے بارے میں جو کہا تھا اسی کے مطابق اسے معلوم ہو رہا تھا کہ پارس کا نام علی اکبر ہے وہ لندن کا رہنے والا ہے اور وہاں اس کا ایک بہت بڑا جنرل اسٹور ہے اور یہاں وہ شادی کی ہی غرض سے آیا ہے اور ابھی ان دونوں بہنوں سے متاثر ہو رہا تھا۔

یہ بات سوامی وردان کے مزاج کے خلاف تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اور ان دونوں میں دلچسپی لے۔ اس نے پارس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ وہ دونوں اس کے قابل نہیں ہیں۔ اگر ان سے شادی کرے گا تو وہ اس کے لیے پرابلم بن جائیں گی۔

پارس نے انجان بن کر سوچا ''یہ میرے اندر کیسی بات پیدا ہو رہی ہے؟ میں تو ان میں بے حد دلچسپی لے رہا ہوں۔ ان سے شادی ایک دلچسپ تجربہ ہوگا۔ ایک سے شادی کروں گا تو دوسری بھی ہو جائے گی۔ ایک کو گلے لگاؤں گا تو دوسری بھی لگ جائے گی۔ ایک میرے بچے کی ماں بنے گی تو دوسری بھی میرے دوسرے بچے کی ماں بن جائے گی۔ اب پتا نہیں..... دونوں ایک ساتھ بچوں کو جنم دیں گی یا آگے پیچھے؟ اب یہ بھی پتا نہیں کہ وہ بچے جڑواں ہوں گے یا الگ الگ؟''

وہ سوامی وردان کو طیش دلانے کے لیے ایسی باتیں سوچ رہا تھا اور وہ واقعی طیش میں آ گیا تھا۔ ناگواری سے سوچ رہا تھا ''ابھی ایک دماغی جھٹکا دوں گا تو حرام موت مر جائے گا۔''

اس نے پارس کو مخاطب کیا ''اے مسٹر علی اکبر! شادی کے خواب نہ دیکھو۔''

پارس نے گاڑی کی رفتار کم کر کے اِدھر اُدھر حیرانی سے دیکھا پھر کہا ''ارے یہ میرے اندر کتے کے بھونکنے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے؟''

سوامی وردان نے حیرانی سے یہ بات سنی پھر اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ واقعی اسے کتے کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ اس نے حیران ہو کر سوچا ''یہ کیسے ہو سکتا ہے میں بول رہا ہوں۔ کیا میری آواز کتے جیسی ہے؟''

اس نے پھر پارس سے کہا ''اے مسٹر علی اکبر.....! کیا تمہیں میری آواز سنائی نہیں دے رہی ہے؟''

پارس نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ عاصمہ بولی ''کیا بات ہے؟''

وہ بولا ''میرے اندر کوئی بول رہا ہے اور میرا نام لے رہا ہے۔''

سوامی وردان بولا ''ہاں..... میں بول رہا ہوں۔ تمہیں وارننگ دے رہا ہوں ان لڑکیوں کو ان کی منزل تک پہنچا کر دور ہو جاؤ اور ان سے کبھی شادی کا خیال دل میں نہ لاؤ۔''

پارس نے اپنی سیٹ سے پیچھے گھوم کر کہا ''اوہ گاڈ.....! میرے اندر کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ میں ان لڑکیوں کو ان کی منزل تک پہنچا کر ان سے دور ہو جاؤں اور ان سے شادی کا خیال بھی دل میں نہ لاؤں۔''

وہ دونوں بہنیں ایک دوسرے کو دیکھ کر شرمانے لگیں۔ عاصمہ بولی ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

پارس بولا ''آنٹی.....! دراصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکیاں بہت اچھی ہیں۔ کیا میں ان سے شادی کر سکتا ہوں؟ ایسے ہی وقت کسی نے میرے اندر آ کر کہنا شروع کر دیا کہ مجھے ان سے شادی کا خیال تک بھی دل میں نہیں لانا چاہیے یہ کیا ہے میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؟''

جمیلہ بولی ''ہماری سمجھ میں آ رہا ہے۔ یہ وہی سوامی وردان ہے۔ یہ تو ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔''

نبیلہ بولی ''دیکھ لیں امی.....! ہم نے کہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن آپ مان نہیں رہی تھیں۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی آپ لوگوں کے دماغوں پر قبضہ جما رکھا ہے۔ اسی لیے آپ اور ابو اس کی حمایت کرتے ہیں لیکن اس کے ٹیلی پیتھی کا جادو ہم پر نہیں چل رہا ہے۔''

پارس بولا ''ہاں..... میری سمجھ میں اب آیا کہ یہ ٹیلی پیتھی ہے اور کوئی میرے اندر خیال خوانی کے ذریعے بول رہا ہے۔ چلو..... اس کے بولنے کا ایک فائدہ مجھے پہنچ رہا ہے کہ جو بات میں کہنے سے جھجک رہا تھا۔ وہ اس نے ہی کہہ دی ہے اور میں اب صاف الفاظ میں کہتا ہوں۔ تم دونوں نے پہلی نظر میں ہی مجھے متاثر کیا ہے۔ اگر تمہارے ابو اسی کو اعتراض نہ ہو تو میں تمہارا رشتہ مانگنے تمہارے گھر آؤں گا۔''

سوامی وردان نے یہ سنتے ہی اس کے دماغ میں زلزلہ

پیدا کرنا چاہا۔ ایک خیال خوانی کا جھٹکا دیا پھر ردِعمل کا انتظار کرنے لگا۔ زلزلے کے بعد پارس کو چیختا تھا اور تکلیف سے بری طرح تڑپنا تھا لیکن وہ بیٹھا رہ گیا۔ میں نے اور الپا نے پوری طرح اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس کی خیال خوانی کی لہریں ایسے وقت بے اثر تھیں۔

پارس بولا ''یہ خیال خوانی کرنے والا پتا نہیں کیا کر رہا ہے؟ میرے دماغ میں گدگدی سی ہو رہی ہے۔''

سوامی وردان اپنی جگہ حاضر ہو کر بڑی حیرانی سے سوچنے لگا ''آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ ان بہنوں کی طرح اس شخص کا دماغ بھی مجوبہ ہے۔ کیا میرے خیال خوانی کی لہریں اس پر اثر انداز نہیں ہوں گی؟''

وہ سوچ رہا تھا اور آگے سوچنے کے لیے ابھی بہت کچھ تھا۔ وہ اسے ان دونوں سے دور بھگانا چاہتا تھا لیکن ان لمحات میں پارس نے اسے عارضی طور پر ان دونوں سے دور بھگا دیا تھا۔ وہ ماہر نجوم بھی تھا لیکن اس وقت کسی ستارے کی چال یہ نہیں بتا رہی تھی کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟

وردان اس کے خیالات پڑھ چکا تھا اور اس بات سے مطمئن تھا کہ علی اکبر یعنی پارس کوئی غیر معمولی صلاحیت اپنے اندر نہیں رکھتا ہے۔ ایک عام سا انسان ہے۔ لندن میں اس کا اچھا خاصا کاروبار تھا۔ اب وہ دہلی آ گیا ہے اور وہیں کاروبار کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

وردان کے لیے یہ بات ناقابلِ فہم تھی کہ پارس کا دماغ خیال خوانی کے حملے سے متاثر کیوں نہیں ہوا؟ انسانی دماغ خواہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو جب خیال خوانی کے ذریعے ذہنی جھٹکے پہنچائے جاتے ہیں تو مضبوط سے مضبوط دماغ میں بھی زلزلے پیدا ہو جاتے ہیں لیکن پارس کا دماغ یہ ثابت کر رہا تھا کہ انسانی دماغ ایسے بھی ہوتے ہیں جو خیال خوانی کے جھٹکوں سے متاثر نہیں ہوتے۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کیا علی اکبر کے دماغ پر ایسا زبردست تنویمی عمل کیا گیا ہے اور اس کے دماغ کو اس طرح لاک کیا گیا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔

اس نے تھوڑی دیر پہلے اس کے خیالات پڑھے تھے۔ اگر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا جاتا تو اس کی خیال خوانی کی لہروں کو کبھی اس کے دماغ میں جگہ نہ ملتی اور نہ ہی کبھی وہ اس کے خیالات پڑھ پاتا۔

وہ ٹہلتے ٹہلتے تھک گیا۔ اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ پھر سوچنے لگا ''اس طرح کام نہیں چلے گا۔ مجھے مسلسل اس علی اکبر کے دماغ میں رہ کر معلوم کرنا ہوگا کہ وہ بندہ آخر ہے کیا چیز؟''

وہ پھر اس کے اندر آ گیا۔ خاموش رہ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا اور اس کی باتیں سننے لگا۔ ان جڑواں بہنوں اور ان کی ماں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ پارس ان دونوں بہنوں سے دلچسپی لے رہا ہے اور ان سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

دوسری طرف الپا کبھی جمیلہ اور کبھی نبیلہ کے اندر جا کر انہیں بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے پارس کی طرف مائل کر رہی تھی اور وہ دونوں رہ رہ کر اسی کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔

ان دونوں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وردان دشوانا تھ پارس کے دماغ میں آ کر اسے پریشان کر رہا ہے۔ دھمکیاں دے رہا ہے اور کسی بھی طرح اسے ان سے دور رکھنا چاہتا ہے۔

نبیلہ نے ہنستے ہوئے پارس سے کہا ''مسٹر علی اکبر..... آپ نے تھوڑی دیر پہلے کیا کہا تھا کہ آپ کے اندر کوئی کتا بھونک رہا ہے۔''

جمیلہ بھی ہنستے ہوئے بولی ''اس کے عقیدت مند اسے دیوتا مانتے ہیں۔ آپ نے ایسے مشہور اور معروف شخص کو کتا کہہ دیا۔ آپ بہت ہی زندہ دل ہیں اور دلیر بھی ہیں۔''

پارس نے انجان بنتے ہوئے کہا ''میں نہیں جانتا کہ میرے اندر آنے والا وہ کون تھا؟ مجھے اس سے کوئی عداوت نہیں ہے۔ اسی نے عداوت شروع کی ہے تو پھر اب باتیں بھی سنے گا اور میرے ہاتھوں ذلت بھی اٹھائے گا۔ اس کے لیے بہتر یہی ہوگا کہ میرے معاملات میں کبھی دخل اندازی نہ کرے۔''

وردان اس وقت ان کے درمیان نہیں تھا۔ کسی کے خیالات نہیں پڑھ رہا تھا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس کے خلاف منصوبہ بنا رہا تھا۔

ادھر جمیلہ اور نبیلہ پارس کو بتا رہی تھیں کہ سوامی وردان کون ہے اور شمالی ہندوستان میں کس قدر مشہور ہے؟

پارس کو پہلے ہی ہم سے وردان کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ وہ ان دونوں بہنوں کی باتیں محض اس لیے سن رہا تھا کہ اس طرح ان سے باتیں کرنے اور بے تکلف ہونے کا موقع مل رہا تھا۔ وہ دونوں اپنی والدہ کے ساتھ اس کی گاڑی میں سفر کر رہی تھیں۔ چالیس منٹ کا سفر تھا۔ ان چالیس منٹوں میں ان بہنوں کو یوں لگ رہا تھا جیسے پارس سے ان کی پرانی شناسائی ہو۔ وہ کوئی بچھڑا ہوا عزیز ہو اسی لیے وہ ان دونوں کو ہر دل عزیز لگ رہا تھا۔

اس نے اپنی کار ایک کوٹھی کے سامنے روک دی۔ وہ

جمیلہ اور نبیلہ کے چچا کی کوٹھی تھی۔ احاطے کے اندر شامیانہ لگایا گیا تھا۔ کوٹھی کے اندر اور باہر مہمانوں اور رشتہ داروں کا ہجوم تھا۔

وہ دونوں جب کار سے اتر کر کوٹھی کے اندر جانے لگیں تو سب ہی انہیں پلٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔ وہ واقعی جہاں جاتی تھیں تماشا بن جاتی تھیں۔

ان کی والدہ عاصمہ بیگم پارس سے کترا رہی تھیں۔ وردان نے عاصمہ اور اس کے شوہر پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا' لہٰذا وہ وردان کی مرضی کے مطابق پارس کو ناپسند کر رہے تھے اور اس وقت عاصمہ چاہتی تھی کہ وہ انہیں وہاں پہنچانے کے بعد چلا جائے۔ اس کی بیٹیوں کے قریب نہ رہے۔

پارس نے کہا "جمیلہ نبیلہ! میں چاہتا ہوں کہ ابھی یہاں سے نہ جاؤں۔ تمہارے ڈیڈی گاڑی کی مرمت کروانے گئے ہیں۔ ہوسکتا ہے مرمت نہ ہوسکے تو میں واپسی میں تمہیں گھر پہنچادوں گا۔"

عاصمہ نے کہا "آپ تکلیف نہ کریں۔ ہم ٹیکسی سے چلے جائیں گے۔"

جمیلہ نے کہا "نہیں امی..... یہ یہاں رہنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ اس ملک میں شادی کرنے اور لڑکی پسند کرنے آئے ہیں۔ ہوسکتا ہے انہیں اس محفل میں کوئی اچھی سی لڑکی پسند آجائے۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "میں نے تو تم دونوں کو پسند کرلیا ہے اب اور کسی کو پسند کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔"

دونوں کے سر شرم سے جھک گئے۔ وہ شرما رہی تھیں' زیرلب مسکرا رہی تھیں' خوش ہو رہی تھیں۔ اماں نے ان دونوں کو گھور کر دیکھا پھر کہا "اندر چلو۔"

نبیلہ نے کہا "آپ جائیں ہم ابھی آجائیں گی۔"

نبیلہ نے پارس سے کہا "آپ تو بڑے بے باک ہیں۔ نہ ہمیں سمجھا' نہ ہمارے خاندان کے بارے میں کوئی معلومات حاصل کیں اور نہ ہی اپنے بارے میں کچھ معلوم ہونے دیا۔ یوں بنا سوچے سمجھے ہم سے شادی کا فیصلہ نہ کریں ہوسکتا ہے بعد میں پچھتانا پڑے۔"

"آج ہماری پہلی ملاقات ہوئی ہے اور ملاقات ہوتے ہی ایک رقیب پیدا ہوگیا۔ تمہارے بیان کے مطابق وہ بہت زبردست ہے اور ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے یہ تو میں بھی دیکھ چکا ہوں کہ وہ میرے اندر بول رہا تھا۔ تم درست کہہ رہی ہو' تم دونوں سے شادی کے بعد مجھے پچھتانا پڑے گا' کوئی بات نہیں میں پچھتانے کی خاطر ہی شادی کروں گا۔"

وہ دونوں شرما رہی تھیں۔ وہ اس وجہ سے جھینپ رہی تھیں کہ آس پاس عورتوں' مردوں کی بھیڑ لگ رہی تھی۔ وہ سب ان جڑواں بہنوں کو تعجب اور دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

وہ دونوں پارس کی موجودگی میں تماشا بننا نہیں چاہتی تھیں۔ دوسرے یہ کہ سب کی موجودگی میں شادی کی بات پر شرما رہی تھیں۔

پارس نے کہا "تمہیں اندر جانا چاہیے پھر کسی وقت ملاقات ہوگی۔ میں یہیں رہوں گا۔"

نبیلہ نے کہا "یہاں مہمانوں اور رشتہ داروں کے لیے تین حصے کیے گئے ہیں۔ ایک حصہ مردوں کے لیے ہے اور دوسرا حصہ ان خواتین کے لیے جو پردہ کرتی ہیں۔ تیسرے حصے میں مرد اور خواتین ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ وہاں کسی طرح کی پردہ داری نہیں ہے۔ لہٰذا ہم وہاں آتی جاتی رہیں گی آپ سے بھی ملاقات ہوتی رہے گی۔"

وہ دونوں وہاں سے چلتی ہوئی کوٹھی کے اندر چلی گئیں۔ پارس وہاں سے ٹہلتا ہوا شامیانے کے نیچے آکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

وردان اپنے طور پر خیال خوانی میں مصروف تھا۔ کبھی باپ کے اور کبھی ماں کے دماغ میں آکر انہیں سمجھا رہا تھا کہ وہ اس اجنبی جس نے انہیں اپنی کار میں لفٹ دے کر یہاں تک پہنچایا ہے' اس سے دوستی نہ کی جائے وہ کوئی بہت ہی چال باز ہے۔ ان بہنوں کو ان سے دور رکھا جائے۔

ان جڑواں بہنوں کے باپ کا نام عبدالرحمن تھا۔ وہ گیراج میں اپنی کار لے جاکر اس کی مرمت کروا رہا تھا اور اپنے اندر وردان کی باتیں سن رہا تھا۔

وہ بولا "میں آپ کا تابعدار ہوں۔ آپ جو کہیں گے وہی ہوگا۔ میری بیٹیوں کی شادی صرف آپ کے ساتھ ہوگی۔ میں ابھی وہاں جاؤں گا تو اس نوجوان سے صاف صاف باتیں کروں گا اور اس سے کہہ دوں گا کہ میری بیٹیاں آپ سے منسوب ہوچکی ہیں اس لیے وہ چپ چاپ اپنے گھر کا راستہ لے اور ہمارے پیچھے نہ پڑے۔"

وردان نے ان جڑواں بہنوں کے ماں باپ کو اچھی طرح اپنی مٹھی میں کر رکھا تھا۔ اس لیے وہ دونوں آئندہ اس کی حمایت میں ہی بولنے والے تھے۔

اب وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوکر پارس کے بارے میں سوچ رہا تھا' پریشان ہو رہا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے زلزلے نے اس کے دماغ کو متاثر کیوں نہیں کیا تھا؟

وہ جانتا تھا بعض انسانوں کے دماغ فولاد کی طرح مستحکم ہوتے ہیں۔ ان پر خیال خوانی کی لہریں اثر انداز نہیں ہوتیں۔ وہ یہی بات تو معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا اس شخص علی اکبر (پارس) کا دماغ بھی فولادی ہے اور اگر ہے تو کیا وہ پیدائشی ایسا ہے؟ یا اس نے ایسی کوئی غیر معمولی صلاحیت حاصل کی ہے۔ جس کے ذریعے وہ ٹیلی پیتھی کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے؟

اس نے سوچا "مجھے پھر اس کے دماغ میں جاکر خاموشی سے اس کے چور خیالات کو پڑھنا ہوگا۔ اگرچہ اس کا دماغ غیر معمولی ہے تاہم وہ خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے پچھلی بار جب میں نے اسے مخاطب کیا تھا تب اسے پتا چلا تھا کہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے بول رہا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے پارس نے اپنے اندر اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بنا رہا۔ وہ چور خیالات کے خانے میں گھس رہا تھا اور پارس کے اندر یہ سوال پیدا کر رہا تھا کہ اس کا دماغ پیدائشی طور پر غیر معمولی ہے یا اس نے بڑی محنت اور ریاضت سے اپنے دماغ کو فولاد بنایا ہے؟

پارس نے یہ تاثر دیا کہ اس کی سوچ کی لہریں آپ ہی آپ بول رہی ہیں اور وہ بول رہا تھا "میرا دماغ پیدائشی طور پر مضبوط اور غیر معمولی نہیں ہے اور نہ ہی میں نے محنت اور ریاضت سے اسے غیر معمولی اور مستحکم بنایا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "پھر یہ اس قدر فولادی کیسے بنا؟"

اس کے چور خیالات نے کہا "کبھی کبھی ایسا ہوجاتا ہے' جیسا ہم سوچتے بھی نہیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ میرے ڈیڈی شیر کے بہت مشہور شکاری تھے۔ وہ اتنے شوقین تھے کہ ہر سال چھ ماہ کے لیے افریقہ کے جنگلوں میں جاتے تھے اور ہر سال ایک آدھ شیر مار کر ضرور لاتے تھے۔"

اس کی سوچ کی لہروں نے کہا "میں شیر کے بارے میں نہیں۔ تمہارے اس دماغ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں؟"

"شیر کا تعلق بھی میرے دماغ سے ہی ہے۔ ہوا یہ تھا کہ جب میں پندرہ برس کا تھا تو میرے ڈیڈی مجھے بھی ایک بار افریقہ کے جنگلوں میں لے گئے۔ یہ ہماری بدنصیبی تھی یا خوش نصیبی کہ ہم ایک جگہ جنگل میں بھٹک گئے تھے۔ وہاں سے نکلنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ دو دن تک بھوکے پیاسے رہے۔ ہماری تو حالت خراب ہوگئی تھی۔ شکار کرنے کے لیے کوئی جانور بھی نہیں مل رہا تھا۔ اگر ملتا تو ہم اسی کا گوشت بھون کر کھاتے اور اپنی بھوک کو مٹاتے۔"

پارس نے اسے من گھڑت کہانی میں الجھاتے ہوئے کہا "آخر ایک شیر اپنی مادہ کے ساتھ دکھائی دیا۔ ڈیڈی نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر گولی چلائی۔ شیرنی تو چھلانگ لگا کر نکل گئی مگر شیر مارا گیا۔ میرا بھوک سے برا حال تھا۔ ڈیڈی نے فوراً ہی شیر کی کھال اتاری گوشت بنایا اور الاؤ جلا کر گوشت بھوننے لگے اور خوب اچھی طرح گلانے کے بعد مجھے کھانے کو دیا۔"

اس کی سوچ کی لہروں نے سوال کیا "کیا تم نے شیر کا گوشت کھایا ہے؟"

پارس کے چور خیالات نے کہا "صرف گوشت ہی نہیں کھایا۔ بلکہ شیر کا سوپ بھی پیا ہے آہ بے چاری شیرنی۔"

اس نے پوچھا "شیرنی کے لیے افسوس کیوں کر رہے ہو؟ اسے کیا ہوا تھا؟"

"رات کی تاریکی میں ڈیڈی اور میں نے اس کے رونے اور کراہنے کی آوازیں سنیں تو ہم دبے قدموں اس کے پاس گئے وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ بھاگنا چاہتی تھی مگر ڈیڈی نے کہا کہ گھبراؤ نہیں ہم تمہیں گولی نہیں ماریں گے بھوک سے مجبور تھے اس لیے تمہارے شوہر کو مار کر اس کا گوشت کھایا ہے۔"

سوامی وردان نے ناگواری سے کہا "کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا تمہارے باپ نے شیرنی سے گفتگو کی تھی؟ کیا وہ انسانی زبان سمجھ سکتی تھی؟"

"میں نے یہ کب کہا کہ ڈیڈی نے زبان سے یہ گفتگو کی تھی؟ کیا جانور اشاروں کی زبان نہیں سمجھتے ہیں اور جانوروں کی حرکتوں سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟"

وہ قائل ہوکر بولا "ہاں..... اس طرح بات بھی جاسکتی ہے اور سمجھائی جاسکتی ہے لیکن مجھے اس غیر معمولی دماغ کے بارے میں بتاؤ۔"

"چپ چاپ خیالات پڑھتے رہو گے تو بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔"

وہ چپ رہا۔ پارس کے خیالات نے کہا "وہ رات بہت اداس تھی۔ ہوائیں ایسی شائیں شائیں چل رہی تھیں۔ جیسے شیر کی موت پر ماتم کر رہی ہوں۔ شیرنی زار و قطار رو رہی تھی۔ میرے ڈیڈی نے اس کی زلفوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "صبر کرو ایک دن تو سب کو اس دنیا سے جانا ہوتا ہے۔"

وہ روتے ہوئے ہچکیاں لیتے ہوئے بولی "میں شیر کے بغیر کوئی رات نہیں گزار سکتی تھی۔ آج کی رات کیسے گزاروں گی؟"

وردان نے کہا "دیکھو..... یہ چور خیالات بالکل بکواس

ہیں۔ وہ شیرنی ایسی باتیں کیسے کر سکتی تھی؟"

پارس کے خیالات نے کہا "کیا کسی کے چور خیالات کبھی جھوٹ بول سکتے ہیں؟ یہ بات پہلے بھی کہی جا چکی ہے کہ وہ زبان سے نہیں بول رہی تھی اور نہ ہی ڈیڈی زبان سے بول رہے تھے۔ شیرنی کی روتی ہوئی اداؤں سے سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے؟ اور ڈیڈی کی تو ساری زندگی ہی شیروں اور شیرنیوں کے ساتھ گزری تھی۔ وہ جانوروں کی حرکتوں سے ان کے ارادوں کو اتنی وضاحت کے ساتھ سمجھ لیتے تھے جیسے ان سے باتیں کر رہے ہوں۔"

اس کی سوچ نے کہا "کیا مشکل ہے؟ میں صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا دماغ ٹیلی پیتھی کے حملوں سے متاثر کیوں نہیں ہوتا ہے؟ لیکن اس کے چور خیالات میرے ایک سوال کا جواب دینے کے لیے اس کی اور اس کے باپ کی پوری ہسٹری سنا رہے ہیں۔"

پارس کے چور خیالات نے کہا "میرے ڈیڈی کو شیرنی سے ہمدردی ہوگئی۔ انہوں نے کہا تم فکر نہ کرو میں تمہارے ساتھ رات گزاروں گا۔ تم شیر کی کمی محسوس نہیں کرو گی۔ پھر میرے ڈیڈی نے مجھے درخت کے اوپر سونے کے لیے بھیج دیا اور خود ساری رات اس درخت کے نیچے شیرنی کے ساتھ گزارتے رہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "لعنت ہے اس شیرنی پر اور تمہارے باپ پر مجھے بس اتنا بتا دو کہ تمہارا یہ دماغ فولادی کیسے ہو گیا؟"

"لعنت ہے تمہاری عقل پر..... اب بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں نے شیر کا گوشت کھایا ہے۔ اس کے گوشت کا سوپ بھی پیا ہے تو پھر میرا دماغ کس قدر مضبوط اور ناقابل شکست ہوگا۔ کیا تم اندازہ نہیں لگا سکتے صرف دماغ ہی نہیں میں جسمانی طور پر بھی اتنا طاقتور ہوں کہ جس کے منہ پر بھی گھونسا مارتا ہوں۔ اس کی پتیلی باہر آ جاتی ہے۔ اس وقت تم میرے دماغ میں ہو لیکن تم خیال خوانی کے ذریعے بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

وہ چونک کر بولا "کیا تم اتنی دیر سے مجھے اپنے اندر محسوس کر رہے ہو؟"

"اور کیا مجھے اناڑی سمجھ رہے ہو؟ میں خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں لیکن انجان بن کر رہتا ہوں۔"

"تم ان دو بہنوں کے لیے انجان بن جاؤ اور ان سے دور ہو جاؤ۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ تمہیں بے وقت موت نہیں آئے گی تم لمبی عمر جی سکو گے۔"

"ایک بہت بڑے نجومی نے میرا ہاتھ دیکھ کر کہا تھا کہ میں بے وقت نہیں مروں گا۔ بلکہ دشمنوں کو ان کی موت سے پہلے بے وقت موت کے گھاٹ اتارا کروں گا۔"

"تم احمق ہو۔ اتنا کیوں نہیں سوچتے کہ کسی ایک سے نہیں بلکہ دو سے شادی کرنا چاہتے ہو؟ بیک وقت دونوں کے ساتھ سہاگ رات کیسے گزارو گے؟ یہ تمہارے لیے ناممکن ہوگا۔"

"یہ تمہارے لیے تو ناممکن ہو سکتا ہے میرے لیے کبھی نہیں ہوگا میرے باپ نے تو شیرنی کے ساتھ رات گزاری تھی تو کیا بیٹا انسان کی بچیوں کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکے گا؟"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ میں بڑے آرام سے سمجھا رہا ہوں اگر نہیں سمجھو گے اور ان لڑکیوں کا پیچھا نہیں چھوڑو گے تو پھر میں انتقامی کارروائی پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

"اچھا..... تو ابھی تک تم مجبور نہیں ہوئے؟ تقریباً ایک گھنٹا پہلے تم نے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی جس میں ناکام رہے تھے۔ اس کے بعد اور کیا انتقامی کارروائی کرو گے؟ بہرحال تم جو چاہو وہ کرو مگر یہاں سے جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی تو وردان دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ اس بات پر جھنجلانے لگا کہ پارس اس سے مرعوب نہیں ہو رہا تھا۔ فی الحال اسے اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا دماغ شیر کا گوشت کھانے اور اس کا سوپ پینے کے باعث فولادی ہو گیا ہے۔

اس کے سامنے فوری طور پر پارس کو ان جڑواں بہنوں سے دور رکھنے کا یہی ایک راستہ تھا کہ اس پر قاتلانہ حملہ کروائے وہ کسی بھی کرائے کے قاتل کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے قبضے میں کر کے اس پر حملہ کرا سکتا تھا۔

وہ جمیلہ اور نبیلہ کی والدہ عاصمہ کے دماغ میں آ گیا۔ اس کے ذریعے دیکھنے لگا کہ وہاں کسے اپنا آلہ کار بنا سکتا ہے؟ وہاں ایسے رشتے دار بھی تھے جو جمیلہ اور نبیلہ کو دیکھ کر للچاتے تھے۔ انہیں حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن شادی کر کے انہیں تمام عمر کے لیے گلے میں ڈھول بنا کر لٹکانا نہیں چاہتے تھے۔

وردان دشوانا تھ ایسے دو شر پسندوں کے دماغوں میں جانے لگا۔ ان میں سے ایک ان جڑواں بہنوں کے چچا کا بڑا بیٹا تھا اور دوسرا دور کے رشتے سے بہنوئی لگتا تھا۔

ان دونوں نے ان بہنوں سے پوچھا "یہ تمہارے ساتھ اجنبی کون ہے؟"

نبیلہ نے کہا "وہ ایک مسلمان ہے بہت ہی شریف

انسان ہے۔ ہماری گاڑی راستے میں خراب ہو گئی تھی اس نے اپنی گاڑی میں ہمیں یہاں پہنچایا ہے۔"

ان کے بہنوئی نے کہا "یہاں تک پہنچانے کے بعد یہاں چپک کر ہی کیوں رہ گیا ہے اسے چلے جانا چاہیے۔"

جمیلہ نے ناگواری سے پوچھا "آپ کو کیا تکلیف ہو رہی ہے؟ یہ محفل اگر آپ کو گراں گزر رہی ہے تو یہاں سے چلے جائیں۔"

وہ غصے سے بولا "میں اس گھر کا داماد ہوں اور تم مجھے جانے کے لیے کہہ رہی ہو؟"

ان بہنوں کے کزن نے کہا "یہ ہمارے دولھا بھائی ہیں! نہیں جائیں گے۔ وہ بن بلایا مہمان جائے جو تم لوگوں کا پیچھا کرتا ہوا آیا ہے۔ ہم خوب سمجھتے ہیں نادان نہیں ہیں۔"

نبیلہ نے پوچھا "آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیوں فضول باتیں کر رہے ہیں؟"

بہنوئی نے کہا "یہاں ایک مقدس اجتماع ہو رہا ہے، نیک اور عبادت گزار لوگ آ رہے ہیں۔ یہ کوئی نائٹ کلب نہیں ہے کہ تم اپنے کسی عاشق کو پیچھے لگا کر یہاں لے آؤ۔"

وہ دونوں اس الزام پر تلملا گئیں۔ ایک نے غصے سے کہا "آپ سراسر بکواس کر رہے ہیں۔ ہمیں ایک شریف آدمی کے ساتھ بدنام کر رہے ہیں۔"

دوسرے رشتے دار بھی یہ باتیں سن رہے تھے۔ ایک خاتون نے ان کی والدہ عاصمہ سے کہا "اعتراض تو درست ہے۔ آخر ان لڑکیوں کے پیچھے کوئی اجنبی یہاں کیوں آیا ہے؟"

اگرچہ عاصمہ کو پارس کی آمد پر اعتراض تھا۔ وہ تو چاہتی تھی کہ وہ اس کی بیٹیوں سے دور چلا جائے لیکن وہاں وہ تمام رشتے داروں کے سامنے بیٹیوں کو کمتر ثابت کرنا نہیں چاہتی تھی نہ ہی ان پر کوئی الزام گوارہ کر سکتی تھی۔

وہ بولی "ایک شخص نیک نیتی سے یہاں آیا ہے۔ اس پر اعتراض نہ کریں۔ رہی میری بیٹیوں کی بات تو یہ نہ کسی سے دل لگا رہی ہیں نہ ہی یہ آپ کی بیٹیوں کی طرح اتنی ماڈرن ہیں کہ کسی سے بھی عشق کرتی پھریں۔"

عاصمہ کی اس بات نے دوسرے رشتے داروں کو لاجواب کر دیا۔ سب کہنے لگے کہ وہ ان کی بیٹیوں پر کیچڑ اچھال رہی ہے۔

عاصمہ نے کہا "اور میری بیٹیوں پر جو کیچڑ اچھالی جا رہی ہے۔ اس کا کسی کو احساس نہیں ہے؟ ایک تو ہم برسوں سے بیوتا 47

کسی کا رشتہ ہماری بیٹیوں کے لیے آئے گا لیکن ان سے کوئی شادی کرنا نہیں چاہتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میری بیٹیاں گئی گزری ہیں۔ ان کے لیے ایک سے ایک رشتہ آتا ہے۔"

ایک اور خاتون نے جل کر کہا "اسی لیے کسی ہندو کا رشتہ آیا ہے اور آپ اپنی بیٹیوں کو اس ہندو سے بیاہنا چاہتی ہیں۔"

عاصمہ نے کہا "ہاں..... بیاہنا چاہتی ہوں۔ اس لیے کہ تم سب بے حس ہو۔ تم سے کہا جا چکا ہے کہ اگر ہمارے خاندان یا خاندان سے باہر سے کسی مسلمان کا رشتہ نہیں آئے گا تو ہم مجبور ہو کر ان لڑکیوں کو اسی ہندو سے بیاہ دیں گے۔ اگر آپ میں ذرا بھی شرم و غیرت ہے تو ان لڑکیوں کو کسی ہندو کے گھر جانے سے روک لیں۔ انہیں اپنی بہو بنائیں لیکن میں جانتی ہوں ایسا نہیں ہوگا صرف باتیں بنائی جائیں گی صرف کیچڑ اچھالا جائے گا۔"

ان کے لڑائی جھگڑے کی خبر کوٹھی کے باہر بھی پہنچ گئی تھی۔ کتنے ہی بزرگ وہاں آ رہے تھے اور اس جھگڑے کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

جمیلہ نے کہا "ہم اپنے تمام بزرگوں کے سامنے کہتی ہیں کہ وہ شخص جو ہمیں یہاں چھوڑنے آیا ہے بے شک وہ ہم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اگرچہ ہمارے خاندان سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے وہ لندن سے یہاں آیا ہے تو کیا وہ ایک ہندو سے بہتر نہیں ہے؟"

نبیلہ نے کہا "نہیں..... آپ لوگوں کو کسی پہلو سے قرار نہیں آئے گا۔ آپ لوگ ہمیں بہو بنا کر اپنے گھر کبھی نہیں لے جائیں گے اور اگر باہر سے کوئی رشتہ آئے گا تو اس پر بھی بے جا تنقید کریں گے۔ اسے ہم سے بدظن کر کے دور بھگا دیں گے اور ہمیں مجبور کریں گے کہ ہم کسی ہندو کے گھر بیاہ کر چلی جائیں۔ کیا یہی شرافت اور غیرت ہے؟"

پارس نے ان کے درمیان آ کر کہا "میری وجہ سے یہاں لڑائی جھگڑا نہیں ہونا چاہیے لیکن ان دو بہنوں سے انصاف ضرور ہونا چاہیے۔ آپ سب ہی ماشاء اللہ سمجھدار ہیں۔ دین ایمان والے ہیں پہلے ان کے والدین سے پوچھیں کیا وہ کسی ہندو سے متاثر ہیں؟ کیا اس کی طرف اس قدر مائل ہیں کہ اسے اپنا داماد بنانے کے لیے تیار ہیں؟"

عبدالرحمن گاڑی مرمت کروا کر لے آیا تھا۔ اس نے کہا "یہ اچھا موقع ہے۔ اس وقت یہاں سب ہی مسلمان بھائی موجود ہیں۔ ہم سب خدا سے ڈرتے ہیں۔ میں نے

اپنے بھائی سے، بہن سے اور دوسرے رشتے داروں سے کہا ہے کہ جو بھی میری بیٹیوں کا رشتہ مانگنے آئے گا میں قبول کرلوں گا۔"

اس نے ذرا خاموش ہوکر تمام بزرگ خواتین وحضرات کو دیکھا پھر کہا "مجھے بہت افسوس ہے۔ برسوں گزر گئے ہیں۔ کسی نے آکر یہ بھی نہیں پوچھا کہ کسی کا رشتہ میری بیٹیوں کے لیے آرہا ہے یا نہیں؟ یا وہ خود کوئی کوشش کررہے ہیں یا نہیں؟ آخر مجبور ہوکر میں نے کہا ہے کہ اگر ایک ہفتے کے اندر میرے رشتے داروں میں سے یا کسی بھی مسلمان خاندان سے رشتہ نہ آیا تو میں اس ہندو کے گھر انہیں بیاہ دوں گا۔ جہاں سے رشتہ آچکا ہے۔"

وردان اس کے دماغ میں تھا اور اس کی باتیں سن کر خوش ہورہا تھا' کیونکہ وہ اسی کی مرضی کے مطابق بول رہا تھا اور اپنے لوگوں کو قائل کررہا تھا وہ بہت مجبور ہوکر ایسا کرنے والا ہے۔

عبدالرحمٰن بھی یہ سمجھ رہا تھا کہ نہ کہیں سے ان جڑواں بیٹیوں کا رشتہ آئے گا اور نہ ہی وہ انہیں کسی مسلمان گھرانے میں بیاہ سکے گا۔ لہٰذا ان بدنصیب بیٹیوں کے نصیب میں یہی لکھا ہے کہ انہیں کسی ہندو کے گھر بیاہ کر جانا ہے تو پھر وہ وہیں جائیں گی۔

وہ اپنے رشتے داروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے بولا "اب بھی وقت ہے میں انتظار کررہا ہوں۔ ابھی آپ مسلمانوں کے لیے بھی وقت ہے۔ آپ کس انتظار میں ہیں؟ کیا اس انتظار میں ہیں کہ میں تھک ہار جاؤں؟ تمام مسلمانوں کی طرف سے مایوس ہوجاؤں اور اس ہندو سے ان لڑکیوں کو بیاہ دوں؟ اور جب میں ایسا کروں گا تو آپ سب مجھ پر لعن طعن کریں گے۔ اپنی کمزوری بے حسی خودغرضی کوئی نہیں دیکھے گا۔ سب ہی ہمیں نظر انداز کرتے رہیں گے اور خاموش تماشائی بن کر رہیں گے۔"

لڑکیوں کی والدہ عاصمہ نے کہا "اور جب ہم انہیں بیاہ کر ہندو گھرانے میں پہنچادیں گے تو پھر سب ہمیں طعنے دیں گے۔ برا بھلا کہیں گے ہم پر کیچڑ اچھالتے رہیں گے۔"

ان جڑواں بہنوں کے کزن نے کہا "بزرگو! اتنی لمبی باتیں کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ آپ کی بیٹیاں تو اپنے رشتہ کو ساتھ لیے پھرتی ہیں۔ اس وقت بھی وہ یہاں سب کے سامنے موجود ہے۔"

اس گھر کے داماد نے کہا "عجیب تماشا ہے۔ بیٹیاں مسلمان عاشق کو لیے پھرتی ہیں اور ماں باپ ان کی شادی ہندو سے کرانا چاہتے ہیں اور شریف خاندان والوں پر لعن طعن کرتے ہیں کہ ان عاشق مزاج لڑکیوں کا رشتہ مانگنے آگئے ہیں۔ اونہہ....."

ایک بزرگ نے کہا "خواہ مخواہ کسی پر کیچڑ نہ اچھالو۔ یہ عاشق مزاج ہیں یا نہیں یہ تو خدا بہتر جانتا ہے۔ تم کسی کی جیب جوئی کرنے والے کون ہوتے ہو؟ خبردار! آئندہ بزرگوں کے سامنے زبان درازی نہ کرنا۔"

پھر ایک بزرگ نے عبدالرحمٰن سے پوچھا "یہ جوان لڑکا کون ہے جو تم لوگوں کے ساتھ یہاں آیا ہے؟"

اس نے اور اس کی بیوی نے بتایا کہ راستے میں گاڑی خراب ہوگئی تھی تو اس جوان نے یہاں تک لفٹ دی ہے اور ہمارے کہنے پر اس متبرک تقریب میں شریک ہورہا ہے۔ یہ یہاں نیک نیتی سے آیا ہے اور اسے عاشق کہہ کر خوامخواہ بدنام کیا جارہا ہے۔

وہاں جتنے عبادت گزار اور انصاف پسند افراد تھے۔ وہ سب عبدالرحمٰن اور اس کی جڑواں بیٹیوں کی حمایت میں بولنے لگے اور انہیں بدنام کرنے والوں پر لعن طعن کرنے لگے۔ پھر انہیں دھمکی دی کہ آئندہ ایسی کوئی بات کی جائے گی تو انہیں اس محفل سے باہر نکال دیا جائے گا اور آئندہ ان سے کوئی تعلق بھی نہیں رکھا جائے گا۔

وردان چاہتا تھا کہ کسی طرح پارس کو وہاں سے دور کردیا جائے لیکن وہاں اس کے برعکس ہورہا تھا۔

اس نے اس گھر کے داماد کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے کہا "ہم خواہ مخواہ ان جڑواں بہنوں پر کیچڑ نہیں اچھال رہے ہیں۔ یہ جوان یہاں آپ سب کے سامنے قسم کھاکر بتائے کہ کیا یہ ان دونوں سے دلچسپی نہیں رکھتا ہے؟"

ان جڑواں بہنوں کے مخالف کزن نے کہا "اس جوان سے پوچھا جائے کہ کیا یہ اس محفل کے بعد یہاں سے چلا جائے گا؟"

تمام حاضرین نے پارس کی طرف دیکھا۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے کہا "اگر آپ حضرات کا حکم ہوگا تو یہاں سے جانے کے بعد بھی عبدالرحمٰن صاحب اور ان کی فیملی کی طرف واپس نہیں آؤں گا۔ میں آپ حضرات کو اپنے بارے میں مختصراً یہ بتادوں کہ میری زندگی یو کے میں گزری ہے۔ وہاں میرا اچھا خاصا کاروبار اب بھی ہے لیکن میں یہاں مستقل رہنے کے لیے آیا ہوں۔ یہاں میں نے ایک بنگلا خریدا ہے اور یہاں کاروبار بھی شروع کردوں گا اور یہ ارادہ کرکے آیا ہوں کہ ہندوستان میں ہی کسی شریف

گھرانے کی مسلمان لڑکی سے شادی کروں گا۔"

اس نے ایک ذرا چپ ہوکر سب کو دیکھا پھر اس نے پوچھا "میں کسی گھرانے میں کسی کی صاحبزادی کا رشتہ مانگنے جاؤں تو کیا یہ غلط ہوگا؟"

سب نے باری باری کہا "ہرگز نہیں..... تم معاشی اعتبار سے مضبوط ہو۔ اپنی زندگی آپ گزار رہے ہو۔ تمہیں شادی کرنے اور ازدواجی زندگی گزارنے کا پورا حق ہے' تم کسی بھی شریف خاندان کی لڑکی کا رشتہ مانگ سکتے ہو۔"

پارس نے ایک گہری سانس لی۔ ان جڑواں بہنوں کی طرف دیکھا۔ دونوں نے نظریں جھکالیں پھر وہ بزرگوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "میں آپ حضرات کی موجودگی میں عبدالرحمٰن صاحب سے ان کی بیٹیوں کا رشتہ مانگتا ہوں۔ اس سلسلے میں ہاں کہنے کی کوئی جلدی نہیں ہے۔ پہلے میرے متعلق اچھی طرح چھان بین کی جائے۔ جب یہ یقین ہوجائے کہ میں ایک شریف گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں اور خود پر انحصار کرتا ہوں کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ ان لڑکیوں کو ہمیشہ خوش رکھوں گا۔ تب آپ حضرات اس رشتے کے سلسلے میں میری درخواست کو منظور کرلیں۔"

سب ہی نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا "بے شک..... بے شک..... تمہارے بارے میں پوری طرح تحقیقات کی جائیں گی۔ تم ہمارے خاندان کے معیار پر پورے اترو گے تو ضرور ان لڑکیوں سے تمہارا نکاح پڑھایا جائے گا۔"

عبدالرحمٰن پریشان ہوگیا۔ کیونکہ اس کے اندر وردان اسے پریشان کررہا تھا وہ بولا "نہیں..... میں بیٹیوں کا باپ ہوں مجھ سے بھی پوچھا جائے۔"

ایک بزرگ نے پوچھا "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں باہر سے آنے والے کسی بھی شخص کا رشتہ قبول نہیں کروں گا۔ باہر بہت فراڈ ہوتا ہے۔ ہم کسی کے بارے میں پوری طرح تحقیقات نہیں کرسکیں گے۔ کہیں نہ کہیں دھوکا ضرور کھائیں گے۔ اس لیے مجھے یہ رشتہ ابھی سے نامنظور ہے۔"

پارس نے کہا "میں آپ حضرات کے سامنے ایک حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جس نے یہ رشتہ ان بہنوں کے لیے آیا ہے وہ کالا جادو اور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے اپنے جادو کے ذریعے عبدالرحمٰن اور ان کی وائف کو اسیر کررکھا ہے یہ دونوں اسی کے بس میں ہیں۔ اس کی مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کرسکتے۔ یقین نہ ہو تو ابھی آپ لوگ آزما کر دیکھ لیں۔ میرا رشتہ نامنظور کرکے ابھی اپنے خاندان میں سے کسی جوان کا رشتہ ان سے طلب کریں یہ کبھی قبول نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس ہندو شخص کا جادو ان کے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔"

ایک بزرگ نے پوچھا "عبدالرحمٰن! ہم یہ کیا سن رہے ہیں؟ تم اگر کسی کے کالے جادو کے زیر اثر ہو تو ہمیں افسوس ہے کہ ہم ان معصوم بچیوں کی شادی اس ہندو سے کبھی نہیں ہونے دیں گے۔ چاہے ہماری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"

پارس نے کہا "میں ابھی یہاں ان دونوں بہنوں کے مستقبل کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہوں۔ یہاں میری ایک کوٹھی ہے میں ایک ہفتے کے اندر وہ کوٹھی ان کے نام لکھ دوں گا اور ان کے بینک اکاؤنٹ میں بھی پانچ کروڑ روپے جمع کرادوں گا۔ کیا اس کے بعد بھی مجھے جھوٹا اور فراڈ کہا جائے گا؟"

"نہیں نہیں....." ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ اس سے زیادہ تحفظ کی ضمانت اور کیا دی جاسکتی ہے؟

کسی نے کہا "عبدالرحمٰن! تم تو بہت خوش نصیب ہو کہ تمہاری بیٹیوں کے لیے اتنا اچھا لڑکا مل رہا ہے۔ تمہیں فوراً ہی اس رشتے کو منظور کرلینا چاہیے۔"

وردان نے پارس کے دماغ میں آکر غصے سے زلزلہ پیدا کرنا چاہا۔ پارس نے مسکرا کر پوچھا "تم پھر کیوں گڑگڑی کرنے آگئے ہو؟ میرے دماغ سے باہر نکلو۔ اپنے ہتھکنڈے آزماتے رہو۔ میں جوابی کارروائی کرتا رہوں گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ باہر نکل گیا۔ دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگا "کسی سیدھی انگلی سے نہیں نکلے گا انگلی ٹیڑھی کرنی ہی ہوگی۔ میں اسے اس شہر اور اس ملک سے باہر بھاگ جانے پر مجبور کردوں گا۔"

میں اور الپا کے بعد دیگرے پارس کے دماغ میں جاتے آتے رہتے تھے لیکن اسے مخاطب نہیں کرتے تھے۔ وردان پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اس کا کوئی رابطہ ہے۔

پارس نے فون کے ذریعے الپا سے رابطہ کیا پھر کہا "پاپا کو اپنے دماغ میں بلاؤ میں باتیں کررہا ہوں۔"

الپا نے مجھے بلایا تو میں نے اس کے اندر پہنچ کر پارس سے کہا "ہم تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں ہمیں سب معلوم ہے کہ وردان تمہارے خلاف کیا کرتا رہا اور کس طرح ناکام ہوتا رہا؟"

اس نے پوچھا "پاپا.....! آپ کا کیا خیال ہے' آئندہ وردان میرے خلاف کیا کرے گا؟"

"اپنے آلہ کاروں کے ذریعے تم پر حملہ کرائے گا۔ میں نے تمہارے لیے حفاظتی انتظام کیا ہے۔ ہمارے جاسوس دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔ وہ کسی کو چھپ کر تم پر حملہ نہیں کرنے دیں گے جو بھی حملہ آور نظروں میں آئے گا۔ اس کے ذریعے وردان کی رہائش گاہ تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"پاپا..... آپ جانتے ہیں کہ مجھے اپنی فکر نہیں ہو سکتی۔ وردان جیسے کتنے ہی خرد ماغ دشمنوں سے ہمارا واسطہ پڑ چکا ہے۔ مجھے صرف اپنی بیٹی انوشے کی فکر ہے۔ الپا بھی یہاں میرے ساتھ ہے۔ وردان ان دونوں کے دماغوں میں بھی پہنچنا چاہے گا تو پتا چل جائے گا کہ یہ سانس روک لیتی ہیں یا ٹیلی پیتھی جانتی ہیں اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکا تو وہ خیال خوانی کے ذریعے نقصان پہنچائے گا۔ انہیں ذہنی مریضہ بنانے کی کوشش کرے گا یا انہیں اغوا کرائے گا۔"

الپا نے بھی اس کی تائید کی اور کہا "میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ مجھے اپنی بیٹی انوشے کی فکر ہے۔ میں تمہارا کہ بڑے بڑے مخالفین کو شکست دیتی آئی ہوں لیکن خدانخواستہ انوشے کو کچھ ہوا تو میں اور پارس دونوں ہی کمزور پڑ جائیں گے۔"

میں نے پارس سے پوچھا "تم کیا کہتے ہو بیٹے؟"

"میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ دنوں کے لیے الپا انوشے کو لے کر یہاں سے کہیں دور چلی جائے۔ وردان ہمارے قابو میں آئے گا تو یہ دونوں واپس آ جائیں گی۔"

الپا نے کہا "پاپا..... میں بھی یہی سوچتی ہوں کہ انوشے کو یہاں سے لے کر کسی دوسرے شہر یا صوبے میں چلی جاؤں گی۔"

میں نے کہا "اچھی بات ہے۔ ایک آدھ ہفتے کے لیے تم ماں بیٹی ممبئی چلی جاؤ۔ یہاں جوہو کے ساحل پر ہمارا ایک بنگلا ہے۔ وہاں کسی کی نظروں میں آئے بغیر آرام سے رہ سکو گی۔ کوئی تم دونوں پر شبہ بھی نہیں کرے گا" یہ بتاؤ میری پوتی کیا کر رہی ہے؟"

الپا نے کہا "اپنے کمرے میں ہے۔ اس کی دادی نے اسے کوئی خاص روحانی عمل بتایا ہے۔ جس پر وہ عمل کرتی رہتی ہے۔"

انوشے اپنے کمرے میں سر جھکائے مراقبے میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس دنیا سے جیسے غافل ہو گئی تھی۔ ہر رات جب وہ مراقبے سے فارغ ہوتی تھی اور سونے کے لیے جاتی تھی تو اس سے پہلے اس کی دادی آمنہ اس کے اندر چلی آتی تھی۔ اسے چومتی تھی پھر کہتی تھی "بیٹی! اب سو جاؤ۔ اللہ تمہارا حافظ ہے۔"

اس وقت وہ جائے نماز سے اٹھتے ہوئے بولی "گرینڈ ماما!

مجھے روحانی عمل کے دوران آگاہی ملی ہے کہ میں اب یہاں نہیں رہوں گی۔ میں پھر کہیں سفر کرنے والی ہوں۔"

"ہاں بیٹی..... تم یہاں سے جاؤ گی۔ تمہارے ماں باپ اور دادا جان تمہاری سلامتی اور دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے یہاں سے کہیں دور بھیجنا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ تم یہاں رہو گی۔ تب بھی دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا لیکن تمہیں جانا چاہیے۔ تم جہاں اب جاؤ گی وہاں کسی دوسرے روپ میں شامت آ جائے گی۔ اب جاؤ اور بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں یہاں ہوں۔"

آمنہ نے اسے خیال خوانی کے ذریعے چوما پھر الوداع کہہ کر اس کے دماغ سے رخصت ہو گئی۔

☆☆☆

انابیلا اس ہوٹل میں قید ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے دل پر تنہائی کی دہشت طاری تھی۔ وہ یہ سوچ سوچ کر حیران اور پریشان ہوتی رہتی تھی کہ سونیا اس کے تمام خفیہ ارادوں سے بھی باخبر ہوتی ہے۔

اسے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ اس وقت استنبول کے فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام پذیر ہے۔

سونیا نے اسے دھمکی دی تھی اور کہا تھا "اگر وہ ہوٹل سے باہر نکلے گی تو کہیں سے بھی ایک اندھی گولی آ کر اس کی زندگی کا چراغ چاٹ جائے گی۔ لہٰذا اگر وہ اپنی زندگی چاہتی ہے تو اسی ہوٹل کے اندر اپنے کمرے میں رہا کرے۔ جب تک وہ کمرے میں رہے گی۔ زندہ و سلامت رہے گی باہر نکلے گی تو کوئی اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دے سکے گا۔"

حقیقت یہ تھی کہ سونیا نہ تو اس کی نگرانی کر رہی تھی اور نہ ہی اسے مارنا چاہتی تھی۔ اسے صرف دھمکی دی گئی تھی اس طرح تو کبریا کی محتاج ہو گئی تھی وہ اس کا پاڈی گارڈ بنا ہوا تھا۔ انابیلا اسے کبریا کی حیثیت سے نہیں جانتی تھی۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کس طرح اس نے بڑی چالاکی سے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے۔

وہ کبریا پر بھروسا کرنے پر مجبور تھی۔ اس نے اب تک یہ ثابت کیا تھا کہ وہ ذہین اور دلیر ہے اور ہر برے وقت میں اس کے کام آ سکتا ہے۔ انابیلا نے ہوٹل کے اس کمرے میں بیٹھ کر وہاں سے فرار ہونے کی پلاننگ سوچی اور اس پر عمل بھی کیا۔

استنبول میں اس کی طرح جوان اور خوبصورت لڑکی تھی۔ وہ اپنی سوتیلی ماں سے تنگ آ کر گھر سے فرار ہونا چاہتی تھی۔ ایسے وقت اس نے اس لڑکی کے دماغ [illegible] کر اس پر خفیہ عمل کیا تھا اور اس عمل کے ذریعے اسے ان بیلا بنا دیا تھا۔

اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور اب اسرائیل جا کر اسرائیلی اکابرین پر حکومت کرنے والی ہے۔

اس یہودی لڑکی کا نام اونا فیمبرے تھا۔ کبریا نے خیال خوانی کے ذریعے اونا کے اندر پہنچ کر اس کے تمام خیالات پڑھ لیے تھے اور یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو بھول چکی ہے اور مکمل طور پر ٹیلی پیتھی جاننے والی انابیلا بن گئی ہے۔

انابیلا نے اس کے ذہن میں یہ بات بھی نقش کی تھی کہ وہ چوبیس گھنٹے خیال خوانی نہیں کرتی ہے۔ ضرورت کے وقت جس کے دماغ میں چاہتی ہے وہاں پہنچ جاتی ہے اور اپنا کام نکال کر واپس آ جاتی ہے۔

کبریا نے انابیلا سے کہا "اب اس لڑکی کو یہاں ہوٹل کے کمرے میں بلاؤ۔ وہ یہاں انابیلا بن کر رہے گی اور تم میک اپ کر کے اپنا چہرہ بدل کر باہر جاؤ گی تو تمہاری تاک میں رہنے والے دشمن دھوکا کھا جائیں گے۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ انابیلا اسی کمرے میں موجود ہے۔"

انابیلا خیال خوانی کے ذریعے اونا فیمبرے کے اندر پہنچ گئی۔ وہ بے چینی سے اس بات کی منتظر تھی کہ کب اپنے گھر سے نکل کر اسرائیل کی طرف سفر کرے گی۔

انابیلا نے اس کی سوچ میں کہا "اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہو چکی ہیں۔ مجھے گھر سے نکلنا چاہیے لیکن اس طرح کہ مجھے کوئی نہ پہچانے۔ میں ایک مسلمان لڑکی کی طرح نقاب پہن کر گھر سے نکلوں گی اور ایک ہوٹل میں جاؤں گی۔ وہاں میرے لیے ایک کمرا بک ہو گا۔ فی الحال میں اس کمرے میں ہی رہوں گی۔"

اونا اس کی معمولہ اور تابعدار تھی۔ اس نے جیسے کہا وہ ویسا ہی کرنے لگی اپنے گھر سے نقاب پہن کر نکلی پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس ہوٹل میں پہنچ گئی۔ اس دوران میں انابیلا اپنے کمرے میں بیٹھی میک اپ کے ذریعے چہرہ بدل رہی تھی۔

کبریا نے گراؤنڈ فلور پر آ کر لفٹ کے سامنے اونا کا استقبال کیا پھر اس سے کہا "میرے ساتھ آؤ اور اپنے کمرے میں چلو۔"

وہ اس کے ساتھ لفٹ میں آئی۔ دروازہ بند ہوتے ہی کبریا نے کہا "اب چہرے پر سے نقاب ہٹا دو کوئی تمہیں نہیں پہچانے گا۔"

اس نے نقاب ہٹایا تو کبریا اسے تعریفی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ بہت ہی خوبصورت اور پرکشش تھی۔ وہ اس کے ساتھ انابیلا کے کمرے میں آیا۔ انابیلا نے بھی اسے تعریفی نظر سے دیکھا۔ اب تک وہ اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھتی

ٹیلی پیتھی کا اور مستقبل بینی کا

مصنف: ایس صدیقی

اپنا پیغام دوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور ان کے دل کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ

قیمت: -/40 روپے | ڈاک خرچ: -/23 روپے

کتاب کے چند عنوانات

ٹیلی پیتھی	مستقبل بینی
شعاع بینی کی مشق	انسان
تحت الشعور	غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک
ادراکی مخفی قوت	نفس امارہ
جبلت کی کارفرمائیاں	قوتوں کا سرچشمہ
ماہیت افکار	مستقبل بینی
متبادل طرز تفکر	اٹل حقیقت
استقبال افکار	بعض چشم دید واقعات
ادراکی شعبدے	طاقت ور احساسات
مصرات استقبال افکار	مستقبل بینی سیکھیے
	مستقبل بینی کے مضمرات
	اچھے اور برے پہلو

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

رابطہ کیلئے: C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی

آئی تھی۔ پہلی بار رو برو دیکھ رہی تھی۔

اس نے کبریا کے دماغ میں آ کر پوچھا ''اے..... تم اسے مسلسل کیوں دیکھ رہے ہو؟ کیا پسند آ رہے ہو؟''

وہ بولا ''نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ خواہ مخواہ مجھ پر شبہ نہ کرو۔''

''ابھی تو شبہ ہی کر رہی ہوں اگر سچ مچ پھسلو گے اور مجھ سے بے وفائی کرو گے تو میں خیال خوانی کے ذریعے تمہیں دماغی مریض بنا دوں گی۔''

وہ کان پکڑ کر بولا ''میری توبہ ہے میں کبھی تم سے بے وفائی نہیں کروں گا یہ تمہاری ڈی کیا چیز ہے؟ دنیا میں اس سے بھی کہیں زیادہ حسین لڑکیاں موجود ہیں۔ کیا میں سب پر پھسلتا ہوں؟ مجھ سے فضول باتیں نہ کرو۔ اس سے کام کی باتیں کرو۔''

''مجھے اس سے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔ میں نے اسے مکمل طور پر انابیلا بنا دیا ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے ادنا سے پوچھا ''کیا تم خیال خوانی کر سکتی ہو؟''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر کہا ''اپنی سوتیلی ماں کے دماغ میں جاؤ اور معلوم کرو کہ وہ کیا کر رہی ہے؟''

یہ کہتے ہی انابیلا اس کے دماغ کے اندر آئی اور اسے یہ تاثر دینے لگی کہ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اپنی سوتیلی ماں کے دماغ میں پہنچ رہی ہے۔ وہ اسے گھر میں پریشانی سے ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے دیکھ رہی ہے۔ اس کے خیالات پڑھ رہی ہے کہ اپنی سوتیلی بیٹی ادنا فیمر کے گم ہونے پر وہ پریشان ہے۔ اسے تلاش کرنے کے لیے اپنے آدمیوں۔ جگہ جگہ بھیج چکی ہے لیکن اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔

بے چاری ادنا خود خیال خوانی نہیں کر رہی تھی اور نہ ہی ماں کے دماغ میں پہنچ رہی تھی۔ لیکن انابیلا اس سے پہلے اس کی ماں کے خیالات پڑھ چکی تھی اور ادنا کو یہی سمجھا رہی تھی کہ وہ ماں کے خیالات پڑھ رہی ہے اور کوپریشان ہوتا دیکھ رہی ہے۔

ادنا نے انابیلا کی مرضی سے اپنی ماں کو مخاطب کیا ''تم مجھے جگہ جگہ تلاش کر رہی ہو لیکن اب میں تمہیں نہیں ملوں گی۔ میں تمہارے اندر چھپی ہوئی ہوں۔ تم مجھے کبھی ڈھونڈ نہیں پاؤ گی۔''

یہ کہہ کر وہ قہقہے لگانے لگی۔ جن لمحات میں ادنا اپنی ماں سے یہ کہہ رہی تھی۔ ان لمحات میں انابیلا اس کی ماں کے دماغ میں جا کر یہی باتیں کر رہی تھی۔ پھر اس نے فون کے ذریعے ادنا کو ماں سے باتیں کرنے کے لیے مائل کیا۔

اس نے انابیلا کا موبائل لے کر گھر کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر ماں سے پوچھا ''کیا تم میری آواز اپنے دماغ میں سن رہی تھیں؟''

ماں نے حیرانی اور پریشانی سے کہا ''ہاں بیٹی..... میں سن رہی تھی۔ تم میرے دماغ میں بول رہی تھیں۔ یہ کیا جادو ہے؟ تم نے ٹیلی پیتھی کب سیکھی؟ کیسے سیکھی؟ مجھے بتایا کیوں نہیں؟ تم کہاں ہو؟ واپس آ جاؤ۔ میں تمہیں گلے لگاؤں گی خوب پیار کروں گی۔''

وہ بولی ''میں تمہارے جیسی چڑیل سوتیلی ماں کے گلے لگے تو کیا..... تم پر تھوکنا بھی پسند نہیں کروں گی۔ بس میں جا رہی ہوں۔ بہت دور جا رہی ہوں۔ آئی وش یو بیڈ لک۔''

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کیا پھر موبائل فون انابیلا کو دیتے ہوئے کہا ''تم نے اپنا موبائل یوز کرنے کے لیے دیا۔ تمہارا بہت بہت شکریہ میں بھی تمہارے بہت کام آؤں گی۔ ہمیں ایک دوسرے سے متعارف ہونا چاہیے۔''

انابیلا نے کہا ''متعارف ہونا ضروری نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں۔ اسرائیلی اکابرین تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ تم وہاں جا کر ان کے دماغوں پر حکومت کرو گی۔ یعنی پورے اسرائیل کی حکمران بن جاؤ گی۔''

وہ حیرانی سے بولی ''مائی گاڈ..... تم تو میرے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو۔ تم کون ہو؟''

''میں جو کوئی بھی ہوں۔ میرے بارے میں زیادہ سوچو اور نہ ہی کسی سے ذکر کرو۔ میں تمہیں صاف صاف بتا دوں کہ تم میری معمولہ اور تابعدار ہو۔ میرے حکم کے مطابق عمل کرتی رہو گی۔ میں جب چاہوں گی تب تم خیال خوانی کا مظاہرہ کر سکو گی اور جب نہیں چاہوں گی تو تم کچھ بھی نہیں کر پاؤ گی۔''

وہ بے چینی سے بولی ''میں کیسے مان لوں کہ تمہاری معمولہ اور تابعدار ہوں؟''

''سانچ کو آنچ کیا ابھی خیال خوانی کر کے دیکھو کیا کسی کے دماغ میں پہنچ سکتی ہو؟''

پھر انابیلا نے کبریا کی طرف دیکھا پھر اس سے کہا ''یہ جوان تمہارے سامنے موجود ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس سے بات کرو۔''

ادنا نے کبریا کو دیکھا پھر اس سے کہا ''ابھی تم نے لفٹ میں بات کی تھی لیکن میں تمہاری آواز اور لہجہ گرفت میں نہ رکھ سکی پھر مجھ سے باتیں کرو۔''

کبریا نے مسکرا کر کہا ''میں کیا باتیں کروں؟ جو کہہ رہا ہوں بس اسی کو گفتگو سمجھو میری آواز اور لہجے کو اپنی گرفت میں لو۔''

وہ سن رہی تھی اور اس کی آواز کو گرفت میں لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہ رہی تھی لیکن یہ

تکنیک نہیں جانتی تھی کہ کیسے پرواز کی جاتی ہے اور کس طرح کسی دوسرے کے دماغ میں پہنچا جاتا ہے؟

اس نے دو چار بار کوشش کی پھر تھک ہار کر انابیلا کو شکست خوردہ انداز میں دیکھا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا ''کیا تم کو یقین آ گیا کہ تم میری مدد کے بغیر خیال خوانی نہیں کر سکو گی۔ میری معمولہ اور تابعدار بن کر میرے احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی تو دیکھتے ہی دیکھتے بے انتہا دولت مند بن جاؤ گی اور اسرائیلی عوام پر حکومت کرتی رہو گی۔''

وہ انابیلا کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولی ''میں ہمیشہ تابعدار بن کر رہوں گی۔ تمہارے ذریعے مجھے اتنا عروج حاصل ہو رہا ہے۔ جس کی میں کبھی توقع نہیں کر سکتی تھی۔ تم مجھے حکم دو کہ اب کیا کرنا ہے؟''

''تم اس کمرے میں کل تک رہو گی۔ پرسوں کی فلائٹ میں تمہارے لیے سیٹ بک کروا دی گئی ہے۔ تمہارا پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات اس بریف کیس میں رکھے ہوئے ہیں۔ دو گھنٹے کے بعد ہماری فلائٹ ہے۔ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔''

اس کا ذہن الجھا ہوا تھا۔ وہ بولی ''میں اپنے آپ کو مکمل طور پر انابیلا سمجھتی ہوں لیکن اس سوتیلی ماں سے نجات حاصل کر کے آئی ہوں۔ وہ مجھے ادنا کہہ کر پکارتی تھی۔''

اس نے ایک ذرا چپ ہو کر انابیلا کو دیکھا۔ پھر پوچھا ''کیا تم نے تنویمی عمل کے ذریعے مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے؟''

''ہاں..... میں نے یہی کیا ہے۔ تم انابیلا بننے سے اور میری معمولہ اور تابعدار بن کر رہنے سے انکار کرو گی تو میں تمہیں پھر سوتیلی ماں کے پاس لے جا کر پھینک دوں گی۔''

وہ جلدی سے انکار میں سر ہلا کر بولی ''نہیں نہیں..... میں کبھی ایسا نہیں کروں گی۔ میں ساری زندگی تمہارے قدموں میں رہوں گی۔ تمہارے ہر حکم کی تعمیل کرتی رہوں گی۔''

انابیلا کا میک اپ مکمل ہو چکا تھا۔ اس نے نئے پاسپورٹ کے مطابق اپنے چہرے کو تبدیل کیا تھا۔ وہاں سے جانے کے لیے سامان پیک ہو چکا تھا۔ وہ دونوں اپنے اپنے اٹیچی اٹھا کر ادنا سے رخصت ہو کر اس کمرے سے باہر آ گئے۔

اگرچہ انابیلا نے اپنے چہرے کو تبدیل کیا تھا۔ تاہم دل میں یہ خوف تھا کہ سونیا کے آدمی ہوٹل کے باہر ہوں گے اور اسے پہچان کر گولی مار دیں گے۔

کبریا نے لفٹ کے ذریعے نیچے جاتے ہوئے اس کے شانے کو تھپک کر کہا ''تم چہرے سے بہت پریشان لگ رہی ہو۔ تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ کوئی تمہیں نہیں پہچانے گا۔''

وہ کبریا کے ساتھ ہوٹل کے باہر آئی۔ اسے کوئی دشمن دکھائی نہیں دیا۔ وہ ایک ٹیکسی میں اس کے ساتھ ایئرپورٹ پہنچ گئی اب تک کوئی غیر معمولی بات سامنے نہیں آئی تھی۔ فلائٹ کی روانگی کا وقت ہو چکا تھا۔ ان دونوں نے اندر جا کر بورڈنگ کارڈ حاصل

سدا بہار فلمی گیتوں کا نوٹیشن

سُر سنگ گیت

موسیقی کے دیوانوں کے لئے ایک منفرد تحفہ!
اس کتاب میں دیئے گئے گیتوں کا نوٹیشن ایسا ہے جس پر عمل کر کے گلوکاروں کی گائیکی کے مخصوص انداز بھی اپنائے جا سکتے ہیں۔ ''سرنوٹیشن'' میں نئی علامات اختراع کر کے گلوکاروں کے ہر انداز کو اجاگر کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔ اپنی طرز کی ایسی کتاب پہلے کبھی شائع نہیں ہوئی۔

صفحات 208 | ڈاک خرچ 25 روپے | قیمت 200/-

کتابیات پبلی کیشنز۔ کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی 75500

کیا پھر طیارے میں آکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

انا بیلا نے اسرائیلی اکابرین کو اطلاع دی تھی کہ وہ پرسوں کی فلائٹ سے اسرائیل پہنچ رہی ہے اور اب وہ دو دن پہلے ہی وہاں پہنچنے والی تھی۔ وہاں پہنچ کر کوئی چھوٹا سا بنگلا کرائے پر لے کر کبریا کے ساتھ رہنے والی تھی۔ دو دنوں کے بعد جب اونا اس کی پلاننگ کے مطابق انا بیلا بن کر اسرائیل پہنچتی اور وہاں کے اکابرین اس کا استقبال کرتے تو اس وقت وہ پوری طرح اونا کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھتی اور اس کے ذریعے دیکھتی رہتی کہ تمام اسرائیلی اکابرین الپا کی طرح اس پر اعتماد کرتے ہیں یا نہیں اور جو اکابرین اعتماد نہیں کر رہے ہیں وہ درپردہ کیا سازشیں کر رہے ہیں؟ یہ سب کچھ وہ اونا کے دماغ میں رہ کر معلوم کر سکتی تھی۔

وہ سفر کے دوران میں ایک گھنٹے کے لیے سو گئی تو کبریا اس کی طرف سے مطمئن ہو کر اونا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کمرے میں تنہا تھی۔ اس خیال سے خوش تھی کہ دو دن کے بعد اسرائیل پہنچے گی تو اس کا نہایت شاندار طریقے سے استقبال کیا جائے گا اور وہ وہاں کی حکمران بن کر رہے گی۔

یہ بات اسے کھٹکنے لگی کہ وہ انا بیلا کی مرضی کے مطابق ہی خیال خوانی کر سکے گی۔ ورنہ ایک عام لڑکی بن کر رہا کرے گی۔ ایسے میں کبھی وہاں کے اکابرین کو اس پر شبہ بھی ہو سکتا ہے اگر ایسا ہوا تو کیا ہوگا؟

کبریا نے نسوانی آواز میں انا بیلا کا لہجہ بنا کر کہا ''تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے میں دن رات تمہارے اندر آتی جاتی رہا کروں گی۔ وہاں کے اکابرین میں سے تم پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔''

وہ خوش ہو کر بولی ''شکریہ میڈم..... میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔''

''اس میں احسان کی کیا بات ہے؟ تم اکیلی کمرے میں بور ہو رہی ہو۔ تمہیں باہر تفریح کے لیے جانا چاہیے۔''

''میں کیسے جا سکتی ہوں؟ وہ جو ہماری دشمن سونیا ہے۔ اس کے آدمی میری تاک میں لگے ہوں گے۔ وہ مجھے گولی مار دیں گے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ہوٹل سے باہر نکل کر دیکھ چکی ہوں۔ ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے۔ تم آزادی سے باہر جا سکتی ہو۔ جس بریف کیس میں تمہارا پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات رکھے ہوئے ہیں۔ اس میں پانچ لاکھ ڈالر بھی ہیں تم کھل کر تفریح کر سکتی ہو۔ تمہیں میری طرف سے پوری آزادی ہے۔''

اس نے خوش ہو کر بریف کیس کو کھول کر دیکھا۔ وہاں نوٹوں کی گڈیاں تھیں ان پر پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات بھی رکھے ہوئے تھے۔ وہ زندگی میں پہلی بار اپنے پاس اتنی دولت دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔

وہ بولی ''میڈم..... میں ابھی ایک لاکھ ڈالر لے کر باہر جانا چاہتی ہوں اور خوب شاپنگ کرنا چاہتی ہوں۔''

کبریا نے کہا ''وہاں شاپنگ کرو گی تو سامان لے کر سفر کرنا مشکل ہوگا۔ خواہ مخواہ پریشانی ہوگی۔ جب یہاں تل ابیب پہنچو گی تو دنیا جہان کی شاپنگ کر سکو گی۔ یہاں تمہیں اپنی ضرورت اور اپنے شوق کی ہر چیز ملے گی۔ ابھی تم باہر جا کر تفریح کرو۔ کھانے پینے میں رقم خرچ کرو لیکن شاپنگ نہ کرو۔ اب میں جا رہی ہوں پھر کسی وقت آؤں گی۔''

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس کی ساتھ والی سیٹ پر انا بیلا گہری نیند سو رہی تھی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر سونیا کے سلسلے میں خیالات پیدا کرنے لگا' اس حوالے سے وہ سونیا کو خواب میں دیکھنے لگی۔

وہ سونے والی کبریا کی معمولہ اور تابعدار تھی۔ اس لیے اس کی مرضی سے خواب دیکھ رہی تھی۔ خواب میں سونیا کہہ رہی تھی ''میں نے تم پر بار بار بھروسا کیا اور تم نے بار بار مجھے دھوکا دیا۔ اب تم اس کی سزا پاؤ گی۔ آئندہ دیکھو گی کہ تمہارے ساتھ کیا ہوتا رہے گا؟''

انا بیلا کے خوابیدہ خیالات نے کہا ''میرے ساتھ کچھ نہیں ہوگا۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی۔ تم نے مجھے اس ہوٹل کے کمرے میں قید کیا تھا۔ باہر نکلنے کا موقع نہیں دے رہی تھیں لیکن دیکھو..... میں کس طرح ایک بال کی طرح مکھن سے نکل آئی ہوں۔''

سونیا نے کہا ''ذرا آنکھیں تو کھولو۔ پتا چلے گا کہ مکھن سے نکلنے کے بعد دلدل میں آ گری ہو۔''

یہ کہتے ہی سونیا نے اسے ایک طمانچہ رسید کیا۔ وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات 48 ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ 15 دسمبر 2006ء میں شائع ہوگا

سسپنس ڈائجسٹ کا
مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

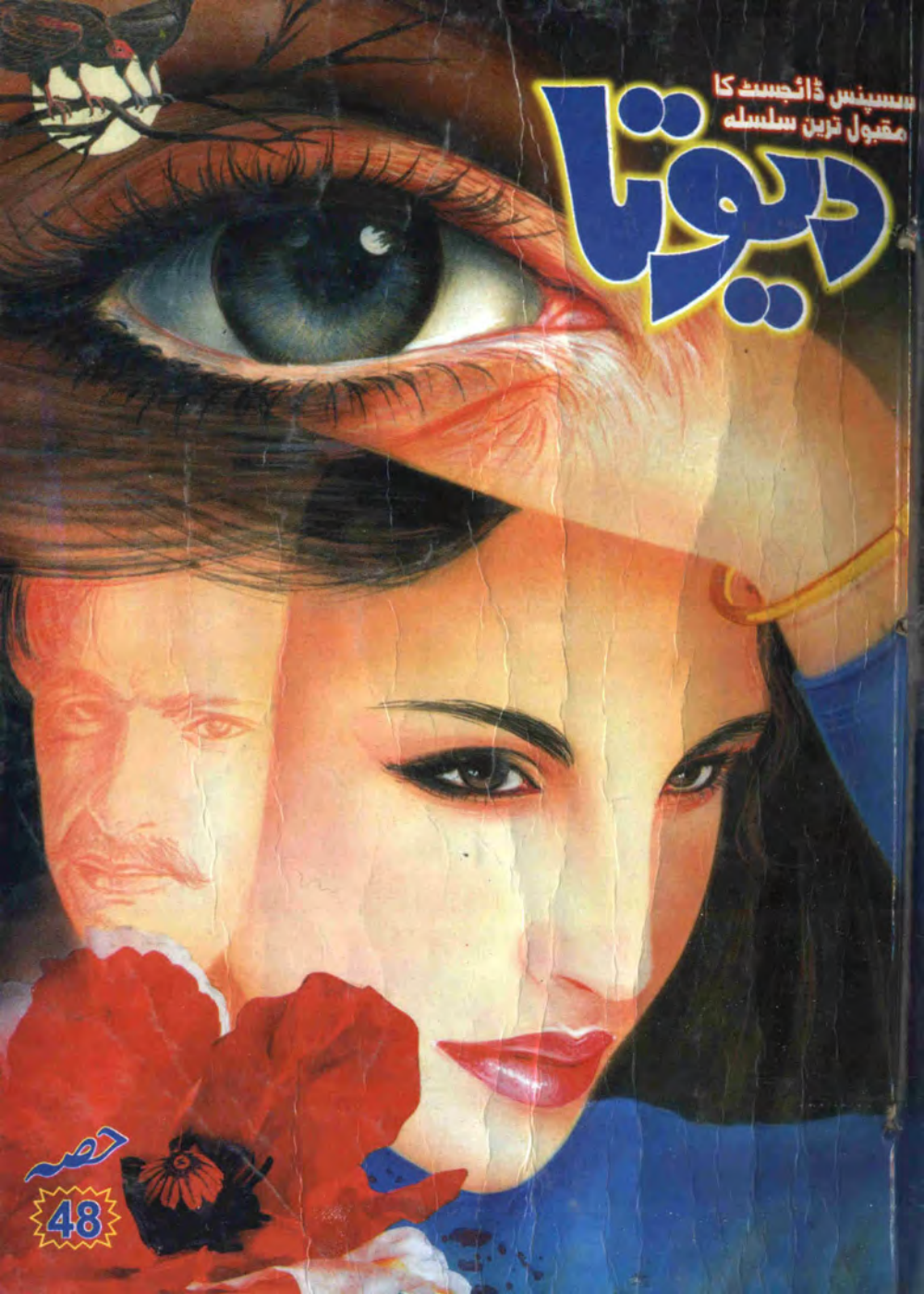

حصہ
48

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں
رنگینیوں اور
تحیر کے اس بے تاج
بادشاہ کی سحر انگیز
کہانی جس نے اپنی بھرپور
زندگی میں کبھی شکست کا
ذائقہ نہیں چکھا وہ جب اور جم
کے ذہن میں جاتا جھانک لیتا اور
یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا
دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا
جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق
سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں
کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون
میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت
جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

جب تک کسی سہارے کا واسطہ سوا سہارے سے نہیں پڑتا وہ خود کو بہت طاقت ور سمجھتا رہتا ہے۔ انابیلا بھی خود کو بہت عقل مند سمجھتی تھی۔ اس نے اپنی ذہانت سے سونیا جیسی مکار زمانہ کو بھی دھوکا دے دیا تھا۔ ہمارے پوتے کو اپنے قبضے میں رکھ کر ہمیں بے وقوف بناتی رہی تھی اور اس خوش فہمی میں تھی کہ اس کی حقیقت کبھی سامنے نہیں آئے گی مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس کے بعد سونیا نے اسے موت کی دھمکی دے دی تھی۔ وہ خوف زدہ تو ہوگئی تھی مگر پھر کبریا کی باتوں میں آکر تل ابیب روانہ ہوگئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ سونیا کو ایک مرتبہ پھر دھوکا دے دے گی۔ وہ طیارے میں تھی جہاں سونیا اس کے خواب میں آکر اسے بتا رہی تھی کہ وہ مکھن سے بال کی طرح نکل کر ایک دلدل میں گرنے والی تھی۔

سونیا کا یہ جملہ اس کے لیے طمانچہ تھا۔ اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔

کبریا نے انجان بن کر پوچھا ''کیا ہوا؟''

وہ حواس باختہ سی ہو کر اپنے آس پاس دیکھ رہی تھی۔ یقین کر رہی تھی کہ وہ صحیح سلامت ہے اور طیارے میں سفر کر رہی ہے۔

کبریا نے پھر پوچھا ''کیا بات ہے؟ تم پریشان دکھائی دے رہی ہو؟''

''آں.....؟ کچھ نہیں.....بس یونہی ایک خواب دیکھا تھا۔''

''تمہارے چونک کر جاگنے کا انداز بتا رہا ہے کہ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے؟''

وہ ناگواری سے کبریا کو دیکھ کر بولی ''خواہ مخواہ کی باتیں نہ کرو۔ تم میرے باڈی گارڈ ہو۔ میرے شوہر یا میرے آقا نہیں ہو۔ آئندہ میرے خواب و خیال کی باتیں کبھی نہ پوچھنا۔''

وہ مسکرا کر بولا ''تم بھی عجیب ہو۔ کبھی تو بہت غصے والی مالکن بن جاتی ہو اور کبھی اتنی مہربان ہوتی ہو کہ اپنا تن من سب میرے حوالے کر دیتی ہو؟ بہرحال ابھی اناؤنسر کہہ رہی تھی کہ ہم تل ابیب پہنچنے والے ہیں۔ اپنی سیٹ بیلٹ باندھ لو۔''

وہ سیٹ بیلٹ باندھنے لگی۔ کبریا نے پوچھا ''کیا تم کسی کو ٹیلی پیتھی سکھا سکتی ہو؟''

اس نے اسے دیکھا پھر پوچھا ''یہ کیسی بے تکی باتیں کر رہے ہو؟ میں بھلا کسی کو کیسے ٹیلی پیتھی سکھا سکتی ہوں؟''

کبریا نے کہا ''نہیں.....تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔ تم

نے اپنی اس ڈی اونا فیمر ے کو ٹیلی پیتھی سکھادی ہے۔ ابھی وہ میرے دماغ میں آکر بول رہی تھی۔''

انابیلا چونکتے ہوئے بولی'' کیا بکواس کررہے ہو؟ وہ خیال خوانی کیسے کرسکتی ہے؟''

''مجھے کیا معلوم؟ تم اس کے اندر جاکر خود ہی معلوم کرلو۔''

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی اونا کے اندر پہنچی تو وہ ایک تفریح گاہ میں تھی اور خوب انجوائے کررہی تھی۔ اس نے پوچھا'' یہ تم کہاں ہو؟ کیا کررہی ہو؟ کس کی اجازت سے ہوٹل سے باہر آئی ہو؟''

وہ بولی'' میڈم..... آپ کو کیا ہوگیا ہے؟ ابھی تو آپ نے مجھے گھومنے پھرنے کی اجازت دی تھی اور کہا تھا کہ بریف کیس میں سے رقم نکال کر باہر جاسکتی ہو اور خوب تفریح کرسکتی ہو۔''

انابیلا نے چیخ کر حیرانی سے پوچھا'' کیا میں نے تمہیں ایسا کہا تھا؟ کیا تم نے اپنے اندر میری آواز نہیں سنی تھی؟''

''یس میڈم..... میں نے صاف طور پر آپ کی آواز سنی تھی۔ میں آپ کا کس منہ سے شکریہ ادا کروں؟ آپ مجھ پر بہت مہربان ہیں۔''

وہ فوراً ہی اس کے دماغ سے واپس آگئی۔ کبریا کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس نے پوچھا'' تم مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟''

وہ بولی'' کیا تم نے اپنے دماغ میں اونا کی آواز اور لہجہ سنا تھا؟''

''بے شک..... کیا میں تم سے جھوٹ بولوں گا؟ تم مجھ پر شبہ کیوں کررہی ہو؟ آخر بات کیا ہے؟''

''میں ابھی اونا کے دماغ میں گئی تھی وہ کہہ رہی تھی کہ میں ابھی اس کے دماغ میں آکر اس سے بات کررہی تھی۔ جب کہ میں تو یہاں سو رہی تھی۔''

اس نے حیرانی ظاہر کی'' تعجب ہے تو پھر اونا کے دماغ میں کون گئی تھی؟ کون اس کے اندر بول رہی تھی؟''

''یہی تو میں سوچ کر حیران ہورہی ہوں۔ ادھر تم کہہ رہے ہو کہ اونا تمہارے دماغ میں آئی تھی۔ جب کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔''

ایسے وقت کبریا نے خیال خوانی کے ذریعے اپنی بہن اعلیٰ بی بی کو بلالیا۔ اس سے کہا'' تم میرے موجودہ خیالات پڑھو تو تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ میں چاہتا ہوں؟''

پھر وہ انابیلا سے بولا'' تمہاری باتوں سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ کوئی خیال خوانی کرنے والی تمہارا لب ولہجہ اختیار کرکے اونا فیمر ے کے اندر گئی تھی پھر اونا کی آواز اور لب ولہجہ اختیار کرکے میرے اندر آئی تھی اور مجھ سے باتیں کررہی تھی۔''

انابیلا نے پوچھا'' اونا کا لہجہ اختیار کرنے والی تم سے کیا کہہ رہی تھی؟''

''وہ کہہ رہی تھی کہ میں انابیلا کی معمولہ اور تابعدار نہیں ہوں بلکہ کسی دوسری عورت نے میرے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ اس نے ہی مجھے ٹیلی پیتھی سکھائی ہے۔ اس لیے تو میں تمہارے دماغ میں آکر بول رہی ہوں۔''

اس نے سہمے ہوئے انداز میں کبریا کو دیکھا۔ پھر آہستگی سے کہا'' کیا سونیا کی کوئی خیال خوانی کرنے والی ایسا کررہی ہے؟''

''وہ خیال خوانی کرنے والی سونیا سے تعلق رکھتی ہو یا نہ رکھتی ہو لیکن کوئی ایسی ہے جو اندر پہنچی ہوئی ہے اور ہمارا کوئی منصوبہ کوئی راز اس سے چھپا ہوا نہیں ہے۔''

وہ پریشان ہوکر اپنی سیٹ پر پہلو بدلنے لگی پھر بولی۔ ''ابھی میں نے خواب میں سونیا کو دیکھا تھا۔''

وہ بولا'' تم تو خواہ مخواہ سونیا سے سہمی رہتی ہو۔ اس قدر خوف زدہ ہو کہ اب اسے خواب میں بھی دیکھنے لگی ہو۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔ میں کسی سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ میں کچھ اور کہنا چاہتی ہوں۔''

کبریا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا وہ بولی'' میں نے خواب میں سونیا کو چیلنج کیا تھا اور کہا تھا کہ اس نے مجھے ایک ہوٹل میں قید کردیا تھا اور مجھے موت کی دھمکی بھی دے رہی تھی لیکن میں اس ہوٹل سے.....''

''پھر کیا ہوا؟''

''مجھے اسے چیلنج نہیں کرنا چاہیے تھا۔''

''تم واقعی اس سے بری طرح خوفزدہ ہو۔ بھئی چیلنج کیوں نہیں کرنا چاہیے تھا؟ تم نے اسے خواب میں دیکھا تھا۔ خواب میں ہی چیلنج کیا تھا تو پھر پریشانی کی بات کیا ہے؟''

''پریشانی کی بات یہ ہے کہ جو خواب میں دیکھا تھا وہی اب ہورہا ہے۔''

''تم نے کیا دیکھا تھا اور کیا ہورہا ہے؟''

''سونیا نے کہا تھا کہ تم بال کی طرح مکھن سے تو نکل آئی ہو لیکن اب دلدل میں گرنے والی ہو۔''

پھر وہ کبریا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی'' کیا اس خواب سے یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ اس کی کوئی خیال خوانی کرنے والی

میرے خواب میں آئی تھی اور خواب کے ذریعے مجھے وارننگ دے رہی تھی۔''

کبریا نے کہا'' کیسی باتیں کررہی ہو؟ تم اس وقت بری طرح بدحواس ہو اور یہ بھول رہی ہو کہ تمہارے دماغ میں کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا نہیں آسکتا۔ کسی کی بھی سوچ کی لہریں تمہارے اندر آتی ہیں تو تم فوراً ہی انہیں محسوس کرکے سانس روک لیتی ہو۔''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی'' ہاں..... یہ تو ہے میرے اندر کوئی نہیں آسکتا مگر میں نے خواب میں سونیا کو کیسے دیکھ لیا؟ اس نے جو کہا وہی سامنے بھی آرہا ہے؟ اس کا گھیرا تنگ ہورہا ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں کوئی ایسی عورت ہے جو تمہارے اور اونا کے اندر پہنچ رہی ہے اور تم دونوں کے ذریعے مجھے دیکھ رہی ہے اور اس طرح میرے ایک ایک راز سے واقف ہورہی ہے۔''

کبریا نے انکار میں سر ہلا کر کہا'' مجھے یقین نہیں ہورہا ہے کہ سونیا کی کوئی خیال خوانی کرنے والی میرے اندر آئی تھی۔ مگر یہ بھی سوچنا پڑتا ہے کہ اگر وہ نہیں آئی تھی تو پھر کون آئی تھی جب کہ تم بھی میرے اندر نہیں آئی تھیں۔ یہ کیا تماشا ہورہا ہے؟''

پھر کبریا نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا'' تیار ہو؟''

''ہاں..... اسے اپنے اندر بلاؤ۔''

دوسرے ہی لمحے کبریا چونک کر سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔ انابیلا نے پوچھا'' کیا ہوا؟''

''میں اپنے اندر پھر اس کی آواز سن رہا ہوں۔ تم فوراً آؤ۔''

وہ دوسرے ہی لمحے اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہاں اعلیٰ بی بی کہہ رہی تھی'' تم اسے اپنے اندر کیوں بلا رہے ہو؟ تمہیں شرم نہیں آتی؟ قد آور جوان ہوشنور ہو پھر ایک عورت کے غلام اور تابعدار بن کر کیوں رہتے ہو؟''

کبریا نے کہا'' یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ تمہیں اس معاملے میں نہیں بولنا چاہیے۔''

''جب میں کسی کے دماغ میں گھس آتی ہوں تو پھر اس کا اپنا کوئی ذاتی معاملہ نہیں ہوتا۔ اس کے سارے معاملات میرے ہوتے ہیں۔''

انابیلا نے پوچھا'' تم کون ہو؟ میں نے اپنے اس ہاڈی گارڈ کے دماغ کو لاک کیا تھا پھر تم اس کے اندر کیسے چلی آئیں؟''

اعلیٰ بی بی نے قہقہہ لگایا پھر کہا'' تم نے تو اونا فیمر ے

ان لوگوں کے لئے جو خوبصورت کہانیاں پڑھنے کے شوقین ہیں
ہزاروں دلوں کی دھڑکن
محی الدین نواب
کی خوبصورت کہانیوں کے تین دلکش مجموعے
کچرا گھر
قیمت -/100 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے
8 بہترین کہانیوں کا مجموعہ
ایمان کا سفر
قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے
10 خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ
آدھا چہرہ
قیمت -/250 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے
پہلا طویل معاشرتی ناول
کمپیوٹرائزڈ کتابت | دلکش طباعت | مضبوط جلد
تینوں کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں
تینوں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف علاوہ قیمت مبلغ -/450 روپے بذریعہ منی آرڈر پیشگی ارسال کریں
کتابیات پبلی کیشنز
23 کراچی 74200

کے دماغ کو بھی لاک کیا تھا۔ اسے بھی اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا تھا۔ میں تو اس کے دماغ میں بھی پہنچتی رہتی ہوں۔''

وہ یہ دستور رہتے ہوئے بولی ''اگر یقین نہ ہو تو ابھی اس کے دماغ میں جا کر پوچھو۔ وہ یہی کہے گی کہ تم اس کے دماغ میں آ کر بول رہی تھیں۔ جب کہ تم نہیں تھیں میں تمہاری آواز میں بول رہی تھی۔''

''جس کا دماغ لاک ہوتا ہے اس کے اندر کوئی نہیں آ سکتا پھر تم ان دونوں کے اندر کیسے آ گئی ہو؟''

''میڈم سونیا کے لیے کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ جب وہ انڈیا سے لے کر استنبول تک اور استنبول سے لے کر یہاں اسرائیل تک تمہارے پیچھے آ سکتی ہیں تو پھر ہمیں تمہارے پیچھے کیوں نہیں لگا سکتیں۔''

کبریا نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا ''انا بیلا! یہ تو وہی بات ہوئی کہ آسمان سے گرے کھجور میں اٹکے۔ ہم تو سمجھ رہے تھے اس ہوٹل سے صحیح وسلامت نکل آئے ہیں۔ اب سونیا کو کوئی خبر نہیں ہوگی اور ہم چپ چاپ اسرائیل پہنچ جائیں گے بلکہ پہنچ چکے ہیں۔ طیارہ رن وے پر اتر رہا ہے۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''میں ایسے ہی تمہارے دماغ میں آ کر انا بیلا سے بول رہی ہوں۔ وہ مجھ سے چھپنے کے لیے جتنے بھی جادو کی اور ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈے اپنا لے مگر چھپ نہیں سکے گی۔ اگر میں پہلے ہی یہ بات اسے بتا دیتی تو وہ اسرائیل کی طرف ابھی رخ نہ کرتی۔ وہ پہلے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کرتی لیکن اب تو وہ یہاں پہنچ چکی ہے۔ واپس کیسے جائے گی؟''

وہ پریشان ہو کر بولی ''ہم..... ہم دوسری فلائٹ سے واپس چلے جائیں گے۔''

اعلیٰ بی بی نے ہنستے ہوئے کہا ''کیا میں تمہیں یہاں سے جانے دوں گی؟ ابھی یہاں کے اکابرین کو اور یہاں کے انٹیلی جنس والوں کو خبر دوں گی کہ انا بیلا ایک لڑکی کے بہروپ میں یہاں آئی ہے اور دو دن کے بعد اپنی ایک ڈمی کو یہاں انا بیلا بنا کر بھیجنے والی ہے۔''

وہ پریشان ہو کر سن رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی کہہ رہی تھی ''ان لوگوں کو جب یہ معلوم ہوگا کہ تم یہاں چھپ کر آئی ہو تو وہ تمہیں گرفتار کر لیں گے۔''

وہ پریشان ہو کر تیزی سے سوچ رہی تھی کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ بے شک۔ جب یہاں کے اکابرین اور انٹیلی جنس والوں کو معلوم ہوگا کہ انا بیلا یہاں پہنچ گئی ہے تو پھر وہ اسے گرفتار کر کے اس طرح بے بس کر دیتے کہ وہ ایک قیدی بن کر مجبور بن ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے کام آتی رہتی۔ جب کہ وہ بے بس اور مجبور بن کر نہیں..... حکمران بن کر وہاں حکومت کرنے آئی تھی۔

طیارہ رن وے پر اتر چکا تھا۔ اسے طیارے سے نکل کر امیگریشن کاؤنٹر سے گزرنا پڑا۔ اس طرح قانون کے مطابق یہ انٹری ہوگئی کہ انا بیلا ایک نوجوان باڈی گارڈ کے ساتھ تل ابیب پہنچ گئی ہے۔ اگر چہ نئے پاسپورٹ میں انا بیلا کا نام نہیں تھا لیکن یہ اندیشہ تھا کہ سونیا کسی وقت بھی اس کی اصلیت ظاہر کر دے گی تو اس کا میک اپ اتروا دیا جائے گا اور پھر اصلی چہرہ سامنے آ جائے گا۔

اس وقت اسے بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ بال کی طرح مکھن سے تو نکل آئی ہے لیکن اب دلدل میں دھنستی جا رہی ہے۔

☆☆☆

ارنا کوف اور آوازون ممبئی پہنچ گئے تھے۔ پہلے وہ ماں بیٹے سیدھے وردان وشوانا تھ کے استھان پر جانا چاہتے تھے لیکن وردان نے کہا ''وہ بہت مصروف ہے۔ اتنی جلدی ان سے ملاقات نہیں ہو سکے گی۔ لہٰذا انہیں دہلی پہنچ کر اس کا انتظار کرنا چاہیے۔''

ارنا کوف نے اسے بتایا کہ دہلی میں تو فرہاد علی تیمور اور اس کی فیملی کے دوسرے افراد موجود ہیں۔ وہ سب یہ طے کر چکے ہیں کہ کسی بھی کالے جادو جاننے والے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ لہٰذا وہ پہلے سوامی وردان کی پناہ میں آ کر اپنے آپ کو محفوظ کر لینا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد ہی فرہاد اور اس کی فیملی سے ٹکرانے کی جرأت کریں گے۔

وردان نے انہیں مشورہ دیا کہ فی الحال ممبئی میں رہو۔ وہاں رہ کر رابطہ کرو۔ اس کے بعد آگے کا پروگرام بنایا جائے گا۔

اس دنیا کا ہر انسان کچھ حاصل کرنے کے لیے ہی کچھ کرتا ہے۔ کوئی کام کرنے سے اگر کچھ حاصل نہ ہو تو وہ کبھی وہ کام نہ کرے۔ ارنا کوف اور آوازون صرف اس لیے وردان کی طرف دوڑ رہے تھے کہ انہیں فی الحال وہیں سلامتی مل سکتی تھی اور وردان ان کی مدد پر اس لیے آمادہ ہو گیا تھا کہ ارنا کوف تُو اِن ون تھی۔ یعنی بوڑھی بھی تھی اور جوان بھی تھی۔

اس نے کالے جادو کے مسلسل عمل سے خود کو بھرپور جوان دوشیزہ بنائے رکھا تھا۔ وردان کی یہ کمزوری تھی کہ کوئی بھی عجوبہ عورت اس کی نظروں میں آتی تو وہ اس کے ساتھ

ویڈیو فلم بنا کر ڈائری میں اپنے تجربات لکھتا تھا اور اکثر تنہائی میں ان ویڈیو فلمز کو دیکھ کر لطف اندوز ہوتا رہتا تھا۔

گویا ارنا کوف اور آوازون اپنا مقصد حاصل کرنے وہاں آئے تھے اور سوامی وردان اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے ان کی مدد کرنے والا تھا لیکن اس نے صاف صاف کہہ دیا تھا ''میں کسی پر اندھا اعتماد نہیں کرتا ہوں۔ تم اگر میری معمولہ اور تابعدار بن کر رہو گی تب ہی میں تمہارے کام آؤں گا۔ فرہاد علی کیا چیز ہے؟ میں تمہیں موت سے بھی بچا تا رہوں گا۔''

ارنا کوف یہ دیکھ چکی تھی کہ بڑے بڑے جادوگر ایک ایک کر کے مارے گئے ہیں اور میں ان میں سے کسی کو معاف کرنے والا نہیں ہوں۔ اب یہ کالا علم جاننے والے ارنا کوف آوازون اور انا بیلا رہ گئے تھے۔ ان کی بھی موت باری باری آنے والی تھی۔

ان حالات میں ارنا کوف کے لیے یہی دانش مندانہ فیصلہ تھا کہ وہ وردان کی معمولہ اور تابعدار بننا منظور کر لے۔ اس کی کنیز بن کر ایسے ایک طویل زندگی ملنے والی تھی۔ اس لیے وہ راضی ہو گئی تھی' لیکن بیٹے کو یہ منظور نہیں تھا وہ کہہ رہا تھا ''مجھے یہ سوچ کر ہی شرم آ رہی ہے کہ میری ماں کسی کی داشتہ بن کر رہے گی۔''

ارنا کوف نے کہا ''بیٹے..... میں نے یہ جوانی اسی لیے حاصل کی ہے کہ عیش وعشرت کی ایک طویل زندگی گزاروں گی اور کسی کے ساتھ شادی کروں گی۔ اب اگر میرے نصیب میں وردان ہی لکھا ہے تو وہی سہی۔ میں اس کے ساتھ زندگی گزاروں گی تو ہم دونوں ماں بیٹے سلامت رہیں گے۔''

''جب ہمیں طویل زندگی ملتی رہے گی تب یہ بات کھٹکتی رہے گی کہ میں وردان کا غلام بن گیا ہوں اور آپ کنیز بن کر زندگی گزار رہی ہیں۔''

''بیٹے.....! تم بہت جلد مایوس ہو جاتے ہو..... یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے سامنے زبردست دشمن ہے وہ کالا جادو جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتارتا جا رہا ہے۔ ہمیں اس سے بچنا ہے اور وردان کے سائے میں محفوظ رہ کر اس سے لڑنا ہے۔ جب ہم فرہاد پر قابو پا لیں گے یا اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے تو پھر وردان سے بھی نمٹ سکیں گے۔ ابھی جو ہو رہا ہے اسے ہونے دو۔ مقدر میں جو لکھا ہے اسے تو پورا ہونا ہی ہے۔''

''کیا ہم بچاؤ کے لیے دوسرا راستہ اختیار نہیں کر سکتے؟''

''کر سکتے ہیں اور ادھر سے اُدھر بھٹک سکتے ہیں' کہیں سلامتی حاصل کر سکتے ہیں اور نہیں بھی کر سکتے ایک بات یاد رکھو کہ ہم فرہاد علی تیمور کے علاوہ وردان کو بھی اپنا دشمن بنا لیں گے کیونکہ اب وہ میری ذات سے دلچسپی لینے لگا ہے۔ اس لیے وہ میرا پیچھا کبھی نہیں چھوڑے گا۔ اس طرح ہم دو خطرناک دشمنوں کو اپنے پیچھے لگا لیں گے۔''

ارنا کوف نے کسی بھی طرح بیٹے کو سمجھا منا لیا تھا کہ وہ حالات کے مطابق سمجھوتا کر لے آگے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

ارنا کوف نے خیال خوانی کے ذریعے وردان سے رابطہ کیا پھر کہا ''میں یہاں ممبئی پہنچ گئی ہوں۔ جوہو کے ساحل پر ایک فور اسٹار ہوٹل میں ہوں۔''

وردان نے کہا ''چلو اچھا ہے' تم یہاں آ گئی ہو۔ ممبئی میں کچھ دن آرام کرو سیر وتفریح کرو شاید تم پہلی بار یہاں آئی ہو؟''

''ہاں..... بہت مجبور ہو کر تمہارے قدموں میں آئی ہوں لیکن یہاں آ کر بھی تم سے دور ہوں۔ مجھے تمہارے پاس پہنچ کر ہی آرام اور سکون ملے گا۔ دشمنوں کے خوف سے بھی نجات ملے گی۔''

''تم میرے دیش ہندوستان کی دھرتی پر قدم رکھ چکی ہو تو سمجھ کہ ہر طرح سے محفوظ ہو چکی ہو۔ میں یہاں رہتا ہوں یہاں کوئی بھی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔''

''تم باتوں سے حوصلہ دے رہے ہو لیکن میں تمہارے پاس پہنچنے کے لیے بے چین ہو رہی ہوں۔''

''تمہیں ذرا صبر کرنا ہوگا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ پہلے تمہیں اپنی معمولہ اور تابعدار بناؤں گا۔ مجھے تمہارے بیٹے آوازون پر بھروسا نہیں ہے۔ میں نے اس کی باتیں سنی ہیں وہ میرے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتا ہے۔''

''وہ جوان ہے۔ ابھی نادان ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے سمجھا منا کر اپنے ساتھ رکھیں۔''

''سوری ارنا کوف! وہ ایک ہی شرط پر ہمارے ساتھ رہ سکے گا۔ جب وہ خود کو میرا معمول اور تابعدار بنانے پر آمادہ ہو جائے گا۔''

''اگر وہ آمادہ نہ ہوا تو تم اس کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کرو گے؟''

''چونکہ وہ تمہارا بیٹا ہے۔ اس لیے میں اس سے دشمنی نہیں کروں گا۔ میری شرط صرف اتنی ہوگی کہ تم ماں بیٹا ایک ساتھ نہیں رہو گے۔ تم میرے پاس رہا کرو گی اور وہ تم سے دور کہیں جا کر رہے گا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''فرہاد کی طرف سے جو اندیشے ہیں۔ وہ صرف میرے لیے نہیں۔ میرے بیٹے کے لیے بھی ہیں۔ میں اسے اگر تنہا جانے کے لیے چھوڑوں گی تو فرہاد یا اس کی فیملی کے افراد سے کہیں نہ کہیں ضرور ٹریپ کریں گے۔''

''اب وہ ایسا نادان بچہ بھی نہیں ہے کہ آسانی سے دشمنوں کے شکنجے میں پھنس جائے گا۔ ویسے تم اسے سمجھاؤ کہ میرا معمول اور تابعدار بن جائے پھر تمہیں کسی بات کی فکر نہیں ہوگی۔ تم ماں بیٹے آرام سے زندگی گزارتے رہو گے۔ اب تم یہاں سے جاؤ اور بیٹے کے ساتھ فیصلہ کرو کہ آئندہ کس طرح زندگی گزارنی ہے؟ اس کے بعد مجھ سے رابطہ کرو۔ آج رات جب تم سونے جاؤ گی تو میں تم پر تنویمی عمل کروں گا پھر تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنی بنالوں گا۔''

اس نے سانس روکی تو ارنا کوف اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی..... بیٹے کا منہ تکنے لگی۔ وہ بولا ''میں آپ کے دماغ میں رہ کر ساری باتیں سن رہا تھا۔''

''دیکھو بیٹا..... وہ اپنی جگہ درست کہہ رہا ہے۔ کسی پر اندھا اعتماد نہیں کرنا چاہتا اور اعتماد کرنے کا راستہ بھی بتا رہا ہے یا تم اس کے معمول اور تابعدار بن جاؤ یا اپنی ماں سے دور ہو جاؤ؟'' اس نے ذرا توقف کے بعد پوچھا ''کیا تم اپنی ماں سے دور ہونا پسند کرو گے؟''

اس نے ماں کو دیکھا پھر اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس سے ذرا دور جا کر بولا ''میری پیدائش کے دن سے آج تک آپ صرف میری ماں تھیں۔ میرے ساتھ تھیں لیکن آج کے بعد کسی دوسرے کے ساتھ رہیں گی اور اس سے کوئی جائز رشتہ نہیں ہوگا تو میری غیرت اسے گوارہ نہیں کرے گی، دانش مندی یہی ہے کہ میں آپ سے دور ہو جاؤں۔''

وہ بڑے دکھ سے بولی ''بیٹے! آج تم پہلی بار ماں سے دور ہونے کی بات کر رہے ہو۔''

''آپ بھی وردان کے ساتھ رہنے کی بات کر رہی ہیں۔ کوئی بھی غیرت مند بیٹا اسے گوارہ نہیں کرے گا۔ ہمارے لیے تو پھر یہی بہتر ہوگا کہ ہم جذبات کو نہ دیکھیں۔ حقائق کے پیش نظر دور ہونے کا فیصلہ کرلیں۔''

''میں کس دل سے تمہیں اپنے سے دور کروں؟ آگے قدم قدم پر خطرات ہیں۔ ایک ماں دیکھ رہی ہے کہ آگے کھائی ہے تو بیٹے کو آگے جا کر گرنے کے لیے تنہا کیسے چھوڑ دے گی؟''

''ہمارے آگے کھائی نظر نہیں آرہی ہے۔ یہ وردان اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے معلوم کرسکتا ہے اور ہمیں بتا سکتا ہے۔ آپ اس کے پاس رہا کریں گی تو اس کے ذریعے معلوم کرتی رہیں گی کہ آئندہ مجھے کیسے کیسے خطرات پیش آنے والے ہیں اور مجھے ان خطرات سے آگاہ کرتی رہیں گی تو میں بچنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ آپ مجھ سے دور رہ کر ممتا کے فرائض ادا کرسکتی ہیں۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آئی پھر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی ''بیٹے..... یہ فیصلہ اتنی جلدی نہیں ہوسکے گا۔ تم سے جدا ہونے کے تصور سے ہی میری جان نکلنے لگتی ہے۔''

''یہ فیصلہ تو کرنا ہوگا اور جلد ہی کرنا ہوگا۔ آج رات وہ آپ پر تنویمی عمل کرے گا تو آپ اس کی معمولہ اور تابعدار بن جائیں گی پھر ایک ماں کی حیثیت سے بیٹے کے حق میں کوئی اچھا فیصلہ نہیں کرسکیں گی، ابھی جو بہتر فیصلہ ہوسکتا ہے وہ یہی ہے کہ ہمیں ایک دوسرے سے دور ہو جانا چاہیے اور دور رہ کر بھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھنا چاہیے ایک دوسرے کو خطرات سے آگاہ کرتے رہنا چاہیے۔''

وردان ایسا نادان نہیں تھا کہ ماں کو اپنے قبضے میں رکھتا اور بیٹے کو آزاد چھوڑ دیتا۔ وہ بیٹا بھی اس کے لیے دردسر بن سکتا تھا لہٰذا وہ دردسر سے پہلے ہی اس کا علاج کرلینا ضروری سمجھتا تھا۔

ان ماں بیٹے نے شام کی چائے کا آرڈر دیا۔ وردان اس ہوٹل کے کچن انچارج کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس کے ذریعے اس ویٹر کے دماغ میں پہنچا جو اس کمرے میں چائے لے جانے والا تھا کسی کے دماغ کو کمزور بنانے والا یہی ایک فارمولا تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پتا ہے کہ کسی کو زخمی کیا جائے یا پھر اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جائے۔ اس کے بعد ہی اس کے دماغ میں جگہ ملتی ہے۔

دونوں ماں بیٹے چائے پینے کے بعد رفتہ رفتہ کمزوری محسوس کرنے لگے انہوں نے جوہو کے ساحل پر جانے کا ارادہ کیا تھا لیکن اب کمرے سے باہر نکلنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ وہ دونوں ہی بستر پر آکر لیٹ گئے۔ ارنا کوف نے تکلیف اور کمزوری محسوس کرتے ہوئے کہا ''یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

آواز دون نے کہا ''صرف آپ کے ساتھ نہیں۔ میرے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔ ہماری چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی گئی ہے۔''

ارنا کوف نے سر گھما کر بیٹے کو دیکھا۔ دونوں ایک بیڈ پر

لیٹے ہوئے تھے۔ اس نے پوچھا ''بھلا ہماری چائے میں کون دوا ملائے گا؟''

''اور کون ملائے گا؟ جسے ہم اپنا محافظ اور دیوتا مان کر یہاں آئے ہیں۔ اب وہ ہمارے دماغوں میں ہوگا۔ اور ہم پر با آسانی تنویمی عمل کرسکے گا۔''

''بیٹے..... میں تو یوں بھی تنویمی عمل کے لیے راضی تھی اور راضی خوشی اس کی معمولہ اور تابعدار بننا چاہتی تھی پھر وہ مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیوں کرلے گا؟''

''وہ آپ کو نہیں بلکہ مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔ میری ایک چائے میں تو وہ دوا نہیں ملا سکتا تھا۔ اس لیے اس نے پوری چائے میں دوا ملائی ہے اور وہ دوا آپ کے حلق سے بھی اتر گئی۔''

ارنا نے اپنے اندر وردان کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا ''تمہارا بیٹا درست کہہ رہا ہے میں اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتا تھا لہٰذا اس کے ساتھ تمہیں بھی وہ چائے پلانا ضروری ہوگئی تھی۔''

''لیکن میرا بیٹا تو ہم دونوں سے الگ ہو کر کہیں دور جانا چاہتا تھا پھر تم اسے کیوں دماغی کمزوری میں مبتلا کر رہے ہو؟''

''ارنا کوف! میں کوئی نادان بچہ نہیں ہوں۔ اتنا جانتا ہوں کہ جب میں تم پر تنویمی عمل کرتا رہتا تو وہ چپ چاپ تمہارے دماغ میں چھپا رہتا اور اندر ہی اندر میرے تنویمی عمل کو کمزور بناتا رہتا۔ میں ایسی کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہتا تھا کہ کامیاب تنویمی عمل کر چکا ہوں۔ تم میری معمولہ اور تابعدار بن چکی ہو۔ نہیں..... میں پہلے پوری طرح یقین کرلینا چاہتا ہوں کہ میرے راستے میں کسی طرح کی رکاوٹ پیدا نہیں ہوگی اور اب مجھے یقین ہو چکا ہے۔ تم ماں بیٹے آرام سے سوتے رہو بھگوان تمہارا کلیان کرے گا۔''

وہ ہنستا ہوا اس کے دماغ سے چلا گیا۔ وہ دونوں بہت کمزوری محسوس کر رہے تھے ان کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ اعصابی کمزوری کے باعث وہ رفتہ رفتہ اپنے آپ سے غافل ہوتے چلے گئے گہری نیند میں ڈوب گئے۔

☆☆☆

میں نے الپا اور اپنی پوتی انوشے کو مشورہ دیا تھا کہ وہ کچھ روز کے لیے ممبئی چلی جائیں۔ پارس اور وردان کے درمیان جو جنگ شروع ہو چکی تھی۔ وہ خطرناک صورت اختیار کرنے والی تھی ایسے وقت الپا اور انوشے کو پارس کے ساتھ نہیں رہنا تھا۔

انہوں نے رات گیارہ بجے والی فلائٹ میں اپنے لیے سیٹیں کنفرم کروالی تھیں۔ جوہو کے ساحل پر شانتا بائی کا بنگلا خالی پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس بنگلے کی چابیاں الپا کو دے دی تھیں وہاں کے چوکیدار کو بھی فون پر سمجھا دیا تھا کہ ایک مسلمان خاتون اپنی بیٹی کے ساتھ اس بنگلے میں آرہی ہیں ان کے آرام کا پورا خیال رکھا جائے۔

رات کے آٹھ بجے شانتا بائی اسپتال کے نائب منتظم نے مجھ سے فون پر کہا ''سر..... جرمنی سے ہمارے اسپتال کے لیے دوائیں آرہی ہیں۔ تقریباً پچاس لاکھ روپے کی دوائیں ہیں۔ جہاز ممبئی سی پورٹ پر پہنچ چکا ہے۔ ہمارا آدمی جو وہاں ڈیوٹی پر ہے۔ وہ قابلِ اعتماد نہیں ہے۔''

میں نے پوچھا ''وہ قابل اعتماد کیوں نہیں ہے؟''

''چار ماہ پہلے ہماری ایک کھیپ بحری جہاز کے ذریعے آئی تھی۔ جب وہاں سے دوائیں یہاں بھیجی گئیں تو بیشتر دوائیں دو نمبر تھیں۔ ہمارے اس فیلڈ ورکرز نے گھپلا کیا تھا لیکن یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ اس نے دوائیں تبدیل کروائی ہیں اور ایک نمبر کی دوائیں ممبئی میں کسی ڈیلر کو فروخت کردی ہیں۔''

''میں یہ پوچھ رہا ہوں..... اب تم کیا چاہتے ہو؟''

''ہمیں یہاں سے کسی قابلِ اعتماد شخص کو بھیجنا چاہیے جو سچا اور ایماندار ہو۔''

''ان لمحات میں مجھے اپنی بیٹی انوشے کی یاد آئی وہ اپنی ماں کے ساتھ ممبئی جا رہی تھی۔ میں نے فون پر کہا ''اچھی بات ہے جو شخص بھی اس وقت ڈیوٹی پر ہے۔ میں خود اسے جا کر چیک کروں گا۔ مجھے اس کا فون نمبر اور ایڈریس نوٹ کراؤ۔ میں آج رات کی فلائٹ سے ہی جا رہا ہوں۔''

اس نے اس شخص کا نام امرناتھ بتایا۔ میں نے اس کے ٹیلی فون نمبر اور ایڈریس نوٹ کرنے کے بعد رابطہ ختم کردیا پھر فوراً ہی فون کے ذریعے ایک ٹریول ایجنٹ سے رابطہ کیا اور اس سے کہا ''مجھے آج رات گیارہ بجے ممبئی جانے والی فلائٹ میں ایک سیٹ چاہیے کسی بھی طرح ارینج کرو۔''

وہ ہمارا برسوں کا جانا پہچانا ٹریول ایجنٹ تھا اس نے کہا ''سر! سوری ابھی پندرہ منٹ پہلے دو سیٹیں خالی تھیں۔ ایک صاحب اپنی معشوقہ کے ساتھ آئے تھے اور دو سیٹیں کنفرم کرا کر چلے گئے۔ اب آپ کو صبح چار بجے والی فلائٹ میں سیٹ مل سکتی ہے۔''

میں نے پوچھا ''اس شخص کا نام کیا ہے؟ اس کا فون نمبر بتاؤ؟ میں ابھی اس سے بات کروں گا ہوسکتا ہے بات بن

جائے۔''

اس نے نام اور فون نمبر بتایا۔ میں نے رابطہ ختم کرنے کے بعد اس شخص کے نمبر پنچ کیے۔ فون کو کان سے لگا کر رابطہ کا انتظار کیا پھر کچھ دیر کے بعد اس کی آواز سنائی دی ''ہیلو کون؟''

میں نے فون بند کر دیا پھر اس کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھنے لگا۔ اس کا نام راکیش تھا۔ وہ بہت ہی دولت مند باپ کا بیٹا تھا۔ اسے ایک حسینہ پلوی سنہا سے محبت ہوگئی تھی۔ پلوی کو فلمی ہیروئن بننے کا بہت شوق تھا۔ وہ بہت اچھی ڈانسر تھی اور اداکاری بھی خوب کرتی تھی۔ اس نے اپنی اداکاری سے ہی راکیش کا دل جیت لیا تھا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ اس کے لیے فلم پروڈیوس کرے۔

راکیش اس کا ایسا دیوانہ ہوگیا تھا کہ اس کے لیے کروڑوں روپے خرچ کر کے ایک فلم بنانے پر تیار ہوگیا۔ وہ اسی مقصد کے لیے ممبئی جا رہے تھے۔ وہ اب میری مرضی کے مطابق ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد پلوی سنہا سے رابطہ ہوا۔ اس نے پوچھا ''کیا تم تیار ہو۔''

وہ مسکرا کر بولی ''میں تو ایک ٹانگ پر کھڑی ہوں۔ بے چینی سے انتظار کر رہی ہوں کہ کب جہاز کا وقت ہوگا اور ہم یہاں سے فلائی کر کے ممبئی پہنچیں گے؟''

وہ بولا ''گیارہ بجے کی فلائٹ ہے۔ میں ساڑھے نو بجے ائرپورٹ پر پہنچ جاؤں گا۔''

''میں تم سے پہلے وہاں پہنچوں گا۔ میں نے تو خوشی کے مارے کھانا بھی نہیں کھایا ہے۔ اومائی ڈیئر راکیش! تم بہت اچھے ہو آئی لو یو۔''

''لو یو ٹو۔''

پھر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں پلوی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ممبئی کے رہنے والی تھی۔ راکیش کا دل خوش کرنے کے لیے دہلی آئی ہوئی تھی اور اب اسے اپنے ساتھ لے جا رہی تھی۔ ممبئی میں اس کے ماں باپ کا یہی دھندا تھا۔

جوانی میں اس کی ماں بڑے بڑے رئیسوں کو پھانستی تھی اور کسی بھی طرح فلمی دنیا میں قدم جمانا چاہتی تھی لیکن ہمیشہ ناکام رہی تھی اب اس کی جگہ بیٹی نے لی تھی۔ اس نے جوان ہوتے ہی زندگی میں پہلی بار راکیش کو پھانسا تھا۔

راکیش ارب پتی باپ کا بیٹا تھا۔ اس کے لیے کروڑوں روپے کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ وہ پلوی کا دل جیت کر اسے ہمیشہ کے لیے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پلوی نے کہا تھا کہ جب وہ اس کے لیے ایک فلم پروڈیوس کرے گا تو وہ اس سے شادی کر لے گی۔

پلوی کی ماں نے بیٹی کو سمجھایا تھا کہ بس تمہاری ایک فلم بن جائے اور وہ ہٹ ہو جائے تو پھر فلم سازوں کی لائن تمہارے پیچھے لگ جائے گی پھر اس وقت تم راکیش کو ٹال سکو گی۔ اسے یہ کہہ سکو گی کہ یہ تمہارے عروج حاصل کرنے کا وقت ہے۔ شادی کرو گی تو تمہارا فلمی کیریئر بگڑ جائے گا۔ اس طرح اسے ٹالا بھی جا سکتا ہے اور ٹھکرایا بھی جا سکتا ہے۔

میں نے اپنا ضروری سامان سفری بیگ میں رکھا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا راکیش کے بنگلے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ فلائٹ کا ٹکٹ لے کر باہر آیا۔ میری کار کے پاس آ کر اس نے وہ ٹکٹ میرے حوالے کیا پھر واپس پلٹ کر اپنے بنگلے کے اندر چلا گیا۔ وہاں بیڈروم میں پہنچنے کے بعد اس نے میری مرضی کے مطابق پلوی سے رابطہ کیا پھر کہا ''میں ذرا مشکل میں ہوں۔ ڈیڈی ممی مجھے یہاں سے نکلنے نہیں دے رہے ہیں۔ میں کسی بھی طرح آؤں گا لیکن مجھے دیر ہوگی۔ اس لیے میرا انتظار نہ کرنا۔ بورڈنگ کارڈ لے کر جہاز میں سوار ہو جانا میں جہاز کی روانگی سے پہلے ہی پہنچ جاؤں گا۔''

وہ پلوی کو تسلیاں دینے کے بعد بستر پر لیٹ گیا۔ میں نے اسے ایک منٹ کے اندر ہی تھپک کر گہری نیند سلا دیا پھر واپس اپنے بنگلے میں آ کر ڈرائیور کو بلا کر کہا ''مجھے ائرپورٹ چھوڑ کر گاڑی واپس لے آؤ۔''

ڈرائیور مجھے ائرپورٹ پر چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ میں نے وہاں الپا اور الوشے کو دیکھا لیکن ان سے دور ہی رہا۔ انہیں یہ بتانا ضروری نہیں تھا کہ میں بھی ان کا ہم سفر ہوں اور ممبئی میں ایک آدھ روز ان کے قریب ہی رہنے والا ہوں۔

الپا بورڈنگ کارڈ لے رہی تھی۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر پوچھا ''خیریت سے ہو؟''

وہ خوش ہو کر بولی ''یس پاپا! میں الوشے کے ساتھ جا رہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں تم سے رابطہ رکھوں گا۔''

اس سے بات کرنے کے دوران میں نے اس کے ذریعے بورڈنگ کارڈ میں سیٹ نمبر پڑھا اور یہ اندازہ کیا وہ دونوں جہاز کے اندر اگلی قطار میں کہیں بیٹھنے والی ہیں۔ پھر میں نے الوشے کو مخاطب کیا ''ہائے دادا کی جان کیسی ہو؟''

وہ خوشی سے اچھل کر الپا سے بولی ''گرینڈ پاپا میرے اندر ہیں۔ مجھ سے بول رہے ہیں۔ ہائے گرینڈ پاپا..... آپ کہاں ہیں؟''

''بیٹے! میں تمہاری جان کے قریب ہوں اور ہمیشہ قریب ہی رہوں گا۔ تم آرام سے جاؤ میں تمہارے پاس آتا جاتا رہوں گا۔''

میں ان سے رابطہ ختم کر کے پلوی سنہا کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا کہ وہ بورڈنگ کارڈ لینے کے لیے جا رہی ہے لیکن بے چینی سے اِدھر اُدھر راکیش کو بھی تلاش کر رہی ہے۔ میں اس کے اندر تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ ائرپورٹ کے کس حصے میں ہے؟ میں بھی وہیں اس کے سامنے پہنچ گیا۔

وہ پلٹ کر کاؤنٹر پر گئی اور اپنے لیے بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے لگی۔ وہ چاہتی تھی کہ راکیش کی سیٹ بھی اس کے ساتھ ہی ہو۔ لیکن وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے فون پر تسلی دی تھی..... کہ اسے دیر ہوگی لیکن وہ کسی بھی طرح جہاز کے اندر پہنچ جائے گا۔

اس نے تھوڑی دیر اس کا انتظار کیا پھر مجبور ہو کر بورڈنگ کارڈ حاصل کیا اس کا سیٹ نمبر ایک سو آٹھ تھا۔ جب وہ کاؤنٹر سے چلی گئی تو میں نے اپنا ٹکٹ پیش کرتے ہوئے کہا ''مجھے سیٹ نمبر ون زیرو سیون یا ون زیرو نائن چاہیے۔''

مجھے اپنی مطلوبہ سیٹ مل گئی پھر میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تو الپا الوشے کے ساتھ طیارے میں بیٹھ چکی تھی۔ پلوی بھی وہاں پہنچ چکی تھی۔ میں نے اس کے اندر جھانک کر دیکھا۔ پتا چلا کہ وہ جہاز کے سب سے آخری حصے کی سیٹ پر بیٹھی ہے۔ یہ ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد میں بھی جہاز کے اندر آ گیا۔

وہ بار بار سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی اور بے چین ہو رہی تھی۔ جہاز کی روانگی کا وقت ہو رہا تھا اور راکیش ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ اس کے بجائے میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس سیٹ پر راکیش آ کر بیٹھے لیکن وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

آخر طیارے کے آگے پیچھے والے دروازے بند ہوگئے۔ اناؤنسر کہہ رہی تھی ''روانگی کا وقت ہو چکا ہے۔ تمام مسافروں سے درخواست ہے کہ اپنی اپنی سیٹ کی پشت کو سیدھا کر لیں اور سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔''

پلوی مایوس ہو چکی تھی۔ اب اس کے آنے کی امید نہیں رہی تھی کیونکہ دروازے بند ہو چکے تھے اور جہاز آہستہ آہستہ رن وے پر رینگنے لگا تھا۔ جب وہ رفتہ رفتہ رفتار بڑھاتا ہوا رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہوا اور اس کی پرواز ہموار ہوگئی تو میں نے سیٹ بیلٹ کو کھولتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر کہا ''تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کھڑکی کی طرف منہ پھیر کر باہر دیکھنے لگی۔ میں نے اپنا ٹکٹ اس کی طرف بڑھا کر کہا ''باہر بادلوں کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ یہاں تم اسے دیکھ سکو گی۔''

وہ سر گھما کر ٹکٹ کو دیکھنے لگی پھر پوچھا ''یہ کیا ہے؟''

''ٹکٹ پر نام پڑھ لو تو تمہیں پتا چل جائے گا۔''

اس نے وہ ٹکٹ لے کر نام پڑھا تو چونک گئی ''اس پر راکیش کا نام لکھا ہوا تھا۔ وہ حیرانی سے بولی ''یہ..... یہ تو راکیش کا ٹکٹ ہے تمہارے پاس کہاں سے آیا؟''

''میں نے راکیش سے ہی لیا ہے۔ اس کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کو دھوکا دے رہا ہے۔ ایک فلم پروڈیوس کرنے کے لیے اپنے باپ کے کاروبار میں کروڑوں روپے کی ہیرا پھیری کر رہا تھا۔ یہ ہیرا پھیری پکڑی گئی ہے۔''

''میں کیسے یقین کروں؟ تم سچ کہہ رہے ہو تو اس نے یہ بات فون پر کیوں نہیں کہی؟''

''وہ فون پر کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اسی لیے اس نے اپنا ٹکٹ مجھے دیا ہے تم یوں سمجھو کہ اس نے اپنا راز دار بنا کر مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔''

''راز دار.....؟''

''ہاں..... تم دونوں کے درمیان جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ سب مجھے معلوم ہے۔ راکیش نے مجھے اپنی اور تمہاری تمام باتیں بتائی ہیں۔''

''کیا میں ممبئی پہنچ کر اس سے فون پر بات کر سکوں گی؟''

''اس سے بات کرنا فضول ہے۔ اب وہ تمہارے کسی کام نہیں آ سکے گا۔ تمہاری فلم میں رقم نہیں لگا سکے گا۔''

''کیوں نہیں لگا سکے گا؟'' وہ کہہ رہا تھا کہ وہ تین بھائی ہیں۔ تینوں کو باپ کی جائیداد میں سے برابر کا حصہ ملے گا۔ اسے بھی اپنے حصے کے طور پر پانچ سو کروڑ روپے ملیں گے۔''

''ضرور ملیں گے لیکن اس کے باپ نے صاف طور سے کہہ دیا ہے کہ اگر وہ فلموں میں رقم لگائے گا تو اسے پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملے گی۔''

وہ ناگواری سے منہ بنا کر سوچنے لگی اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اس کا تو باپ بھی فلموں میں رقم لگائے گا۔ بیٹے کی ایسی کمزوری ہمارے ہاتھ میں ہے کہ وہ دوڑتا ہوا ہمارے قدموں میں آ کر گرے گا۔

میں پہلے ہی اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا کہ راکیش کی کون سی کمزوری ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ ہوا یہ تھا کہ ایک بار راکیش اپنی نوجوان بہن کو فلم انڈسٹری کی سیر کرانے ممبئی لے گیا تھا۔ وہاں پلوی کے ماں باپ کی پلاننگ کے مطابق اس کی بہن کو اغوا کر لیا گیا۔

اسے شام کو اغوا کیا گیا تھا۔ راکیش اسے تمام رات تلاش کرتا رہا۔ پلوی کے ماں باپ نے اسے سمجھایا کہ وہ پولیس میں رپورٹ نہ کرے خواہ مخواہ کی بدنامی ہوگی۔ نوجوان لڑکی اگر ایک بار بدنام ہو جائے تو پھر اس کا رشتہ کہیں سے نہیں آتا۔ تم صبر کرو ہم صبح تک اسے کہیں سے بھی ڈھونڈ کر لے آئیں گے۔

دوسری صبح اس کی بہن خود ہی اجڑی ہوئی حالت میں آ گئی۔ بھائی کو دیکھتے ہی اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ پتا چلا کہ پچھلی تمام رات دو غنڈے اس کی عزت سے کھیلتے رہے تھے اور اس کی ویڈیو فلم تیار کرتے رہے تھے۔ چونکہ اسے گن پوائنٹ پر رکھا گیا تھا۔ اس لیے وہ خاموشی سے ان کے ہاتھوں کھلونا بنتی رہی تھی۔

ان غنڈوں نے ایک کاپی اس ویڈیو فلم کی اسے بھی دی تھی۔ وہ اسے اپنے ساتھ لائی تھی۔ راکیش نے اسے اسکرین پر دیکھا تو شرم سے آنکھیں جھک گئیں۔ اس نے فوراً ہی اسے بند کر دیا پھر منہ چھپا کر رونے لگا۔

پلوی کے ماں باپ ان بھائی بہن کو تسلیاں دینے لگے کہنے لگے کہ ان غنڈوں کا سراغ لگایا جائے گا اور ان سے اس ویڈیو فلم کی ماسٹر کاپی حاصل کی جائے گی۔

پلوی نے کہا ''راکیش! تمہاری عزت ہماری عزت ہے۔ میں اس ویڈیو فلم کو بھی جلا دوں گی۔''

پھر اس نے اسے جلا دیا۔ اس طرح راکیش کا دل جیت لیا۔ یہ تاثر پیدا کیا کہ وہ اس کی اور اس کے خاندان والوں کی عزت رکھنا چاہتی ہے۔ پہلے ہی وہ قسمیں کھاتی رہی تھی کہ اس کی محبت میں دیوانی ہے اور اس کے لیے جان بھی دے سکتی ہے۔ اب جان تو نہیں عزت بچانے کا وقت تھا تو اس نے یہ کر دکھایا تھا۔

راکیش کی بہن کو بھی سمجھایا گیا کہ جو ہو چکا ہے اس پر مٹی ڈالے اور بھول جائے کسی سے اس بات کا ذکر نہ کرے۔

راکیش نے بھی بہن سے کہا ''اگر ممی اور ڈیڈی کو معلوم ہوگا کہ ہم یہاں آئے تھے اور یہاں تمہارے ساتھ یہ ہوا ہے تو وہ سب مجھے لعن طعن کریں گے۔ دو بڑے بھائی تو مجھے مار دینا ہی چاہیں گے اور ڈیڈی مجھے اپنی دولت و جائیداد سے الگ کر دیں گے۔ میں بہت بڑے نقصان میں رہوں گا اور اس راز کے کھلنے پر تم بھی نقصان میں رہو گی۔ لہٰذا خاموشی اختیار کرو۔''

اس کی بہن نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور بات وہیں ختم ہو گئی تھی پھر اس بات کا ذکر کسی سے نہیں کیا گیا۔ راکیش کو اطمینان ہوا کہ بات آئی گئی ہو چکی ہے اور اس کی بہن کی عزت پر آئندہ کوئی کیچڑ نہیں اچھالے گا۔

لیکن اب ایسا وقت آنے والا تھا۔ اس وقت پلوی سنہا طیارے میں آرام سے بیٹھی کھڑکی سے باہر بادلوں کو دیکھتی ہوئی یہی سوچ رہی تھی ''راکیش فلم پروڈیوس کرنے کے لیے کروڑوں روپے نہیں لا سکے گا تو وہ ویڈیو فلم اس کے باپ تک پہنچا کر اسے بلیک میل کیا جائے گا وہ ارب پتی لوگ ہیں مطلوبہ روپے دے کر اس ویڈیو فلم کی ماسٹر کاپی حاصل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔''

میں نے پلوی سے کہا ''ہم چاہیں تو راکیش کے باپ سے کروڑوں روپے حاصل کر سکتے ہیں۔''

اس نے سر گھما کر میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر پوچھا ''ہم کس طرح اتنی بڑی رقم حاصل کر سکتے ہیں؟''

میں نے مسکرا کر کہا ''تم انجان بن رہی ہو۔ یہ بھول رہی ہو کہ راکیش نے مجھے ہم راز بنایا ہے۔ اس نے اپنی تمام باتیں مجھے بتائی ہیں۔ یہ بھی بتایا ہے کہ اس کی بہن کے ساتھ کیا ہو چکا ہے۔''

اس نے پوچھا ''آخر تم ہو کون؟ راکیش نے تو تمہارا کبھی ذکر نہیں کیا؟ کیا تم اس کے اتنے گہرے رازدار ہو کہ اس نے بہن کے ساتھ ہونے والی واردات کے بارے میں بھی تمہیں بتا دیا ہے؟''

''اگر وہ نہ بتاتا تو مجھے یہ باتیں معلوم کیسے ہوتیں اور ابھی میں تم سے کیسے ذکر کرتا؟''

وہ مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر بولی۔ ''ابھی تم راکیش کے باپ سے کروڑوں روپے حاصل کرنے والی بات کر رہے تھے۔ کیا اس کی وضاحت کرو گے؟''

''وضاحت کیا کرنا ہے؟ اس کے سامنے وہ ویڈیو فلم جلا دی گئی تھی۔ راکیش نے مجھے بتایا ہے اور وہ مطمئن ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ ماسٹر کاپی تمہارے ماں باپ کے پاس رکھی ہوئی ہے۔''

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر ناگواری سے منہ بنا کر کہا ''تم فضول باتیں کر رہے ہو۔ میری ماں جی اور بابا کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔''

''میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ تم جھوٹ بول رہی ہو۔ مجھے کچھ بولنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تمہارا جھوٹ خود ہی سامنے آ جائے گا۔ تم نہیں جانتی ہو کہ میں بھی ایک بہت بڑا بزنس مین ہوں۔ اگر چدان کی طرح ارب پتی نہیں ہوں لیکن کروڑ پتی ضرور ہوں۔ اگر کبھی تمہارے ماں باپ نے اس کی بہن کی ویڈیو فلم دکھائی اور اس کے بدلے کروڑوں روپے کا مطالبہ کیا تو میں اس مطالبے کو منظور نہیں ہونے دوں گا اور ان سے کہوں گا کہ بدنامی ہوتی ہے تو ہونے دیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں لڑکیوں کے رشتے نہیں آتے لیکن میں اس کی بہن کا رشتہ قبول کروں گا اور اسے اپنے بیٹے کی بیوی یعنی اپنی بہو بنا لوں گا۔''

وہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا ''اس کے بعد تمہاری بلیک میلنگ صفر ہو جائے گی۔ کسی کام نہیں آئے گی۔ پھوٹی کوڑی بھی تم لوگوں کو نہیں ملے گی بلکہ تمہارے خلاف پولیس کارروائی کی جائے گی اور تم سے وہ ویڈیو فلم جبراً چھین لی جائے گی۔''

وہ پریشان ہو کر اپنی سیٹ پر پہلو بدلنے لگی۔ میں نے کہا ''اچھی طرح اس معاملے پر غور کرو۔ ابھی راکیش اور اس کے خاندان والوں کی کمزوری یہ ہے کہ بیٹی بدنام نہ ہو اور جب بدنامی کے باوجود میں اسے اپنی بہو بناؤں گا تو پھر تمہارے ماں باپ اس لڑکی کو بدنام کر کے کیا فائدہ حاصل کریں گے؟ کچھ نہیں..... اور اگر میری بات مان لی جائے گی تو تم سب کروڑوں روپے حاصل کر سکو گے۔''

''ہم کروڑوں روپے کس طرح حاصل کر سکیں گے؟''

''اس طرح کہ میں راکیش کی بہن کو اپنی بہو نہیں بناؤں گا۔ وہ بدنام ہوتی ہے تو ہوا کرے ہم سب مل کر بلیک میل کریں گے اور ان سے کروڑوں روپے کا مطالبہ کریں گے تو وہ دینے پر راضی ہو جائیں گے پھر وہ ہمیں رقم بھی دیں گے۔ ہم اسے آدھا آدھا بانٹ لیں گے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ''تم مجھے الجھا رہے ہو۔ میں اپنی ماں جی اور بابا سے بات کروں گی۔ ان سے تمہاری ملاقات کراؤں گی۔''

''میں ان سے ضرور ملنا چاہوں گا۔''

اس کے ماں باپ اس کا اور راکیش کا انتظار کرنے کے لیے ائیر پورٹ آئے ہوئے تھے۔ راکیش کے بجائے انہوں نے مجھے اس کے ساتھ دیکھا تو ان کے ماتھوں پر شکنیں پھیل گئیں۔ ماں نے پوچھا ''راکیش کہاں ہے؟''

وہ بولی ''وہ ابھی نہیں آ سکے گا۔ اس کی جگہ اس نے اپنے اس رشتہ دار کو بھیجا ہے۔ یہ ہم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

اس کے باپ نے مجھ سے کہا ''آپ ہمارے ساتھ گھر چلیں وہیں باتیں ہوں گی۔''

میں ان کے ساتھ ان کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ راستے میں انہیں بتانے لگا کہ راکیش کا بھید کھل گیا ہے۔ اس کے ماں باپ نے اسے قیدی بنا کر رکھا ہے اور وارننگ دی ہے کہ اگر وہ فلموں میں رقم خرچ کرے گا تو اسے کاروبار اور جائیداد سے الگ کر دیا جائے گا لہٰذا اب راکیش سے کروڑوں روپے حاصل کرنے کی یہی صورت ہے کہ اسے اور اس کے باپ بھائیوں کو بلیک میل کیا جائے۔

میں نے انہیں یہ بھی بتایا کہ مجھے اس ویڈیو فلم کا بھی علم ہے جو راکیش اور اس کے خاندان والوں کو بلیک میل کرنے کے لیے بنائی گئی ہے اور اسے کہیں محفوظ رکھا گیا ہے۔

پلوی کے باپ نے مجھے گھور کر دیکھا۔ میں نے مسکرا کر کہا ''پہلے آپ کی بیٹی پلوی بھی یقین نہیں کر رہی تھی اور انکار کر رہی تھی کہ ایسی کوئی ویڈیو فلم نہیں ہے لیکن میں یہ بتا دوں کہ اس ویڈیو فلم سے اگر اکیلے فائدہ اٹھانا چاہو گے تو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملے گی۔''

میں انہیں وہی باتیں بتانے لگا جو پلوی سے کہہ چکا تھا کہ کس طرح انہیں بلیک میل کیا جا سکتا ہے اور کروڑوں روپے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

یہ تمام باتیں راستے میں ہوتی رہیں پھر میں ان کے گھر پہنچ گیا۔ وہ سب مجھے ڈرائینگ روم میں بٹھا کر کسی دوسرے کمرے میں چلے گئے پھر اس کمرے کا دروازہ بند کر کے میرے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ پلوی کے باپ نے کہا ''یہ شخص بہت چال باز ہے۔ راکیش کا ہم راز بھی بنتا ہے اور اس کے باپ سے کروڑوں روپے بھی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر ہم اس کا ساتھ نہیں دیں گے تو یہ ہماری پلاننگ کو خاک میں ملا دے گا۔ ہم ان کی بیٹی کو بدنام کرنا چاہیں گے تو یہ شخص اس لڑکی کو اپنی بہو بنا لے گا۔ اس کی بدنامی پر پردہ ڈال دے گا اور ہم اپنے مقصد میں ناکام ہو جائیں گے۔''

پلوی نے کہا ''بابا! کچھ بھی ہو اسے اپنا حصے دار بنانا ہوگا جو کروڑوں روپے ملیں گے۔ اس میں سے یہ آدھا حصہ مانگ رہا ہے۔''

وہ بولا ''میں اسے پھوٹی کوڑی بھی نہیں دوں گا۔''

پلوی کی ماں نے کہا ''اگر آپ غصہ کریں گے اور اس سے جھگڑا کریں گے تو وہ ہمیں بھی کوئی فائدہ ہونے نہیں دے

گا۔''

وہ بولا'' وہ ہمارے منصوبے کو خاک میں ملانے آیا ہے۔ میں اسے ابھی خاک میں ملادوں گا اگر یہ مرجائے گا تو راکیش کی بہن کو پھر کون بہو بنانے کا دعویٰ کرے گا اور ہمارے منصوبے کو خاک میں ملائے گا۔''

پلوی اور اس کی ماں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔ وہ الماری سے ایک ریوالور نکال کر اس میں سائیلنسر لگا رہا تھا۔ یہ کہتا جارہا تھا'' میں اسے گولی مار کر یہیں اپنے آنگن میں دفن کردوں گا۔ کسی کو خبر بھی نہیں ہوگی کہ اتنی رات کو کوئی مہمان ہمارے گھر میں آیا تھا۔ اس کے بعد پھر باہر نہیں جاسکا۔''

میں نے خیال خوانی کے ذریعے الپا کو مخاطب کیا پھر کہا'' بیٹی..... میرے پاس آؤ۔''

وہ میرے پاس آئی تو میں نے اسے پلوی کی ماں کے دماغ میں پہنچا کر کہا'' اس کے خیالات پڑھو۔ تمہیں ساری باتیں معلوم ہوجائیں گی۔ یہاں ایک اہم ویڈیو کیسٹ ہے۔ تمہیں اس کی ماسٹر کاپی حاصل کرنی ہے۔''

وہ پلوی کی ماں کے خیالات پڑھنے لگی۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ پلوی کا باپ ڈرائنگ روم میں آگیا تھا اور مجھے ریوالور دکھاتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہہ رہا تھا'' اچھا تو تم یہاں کروڑوں روپے حاصل کرنے آئے ہو؟''

میں نے کہا'' ہاں ..... اگر ہمارے درمیان سے یہ ریوالور ہٹ جائے تو دونوں کو فائدہ ہوگا ورنہ کسی کو بھی کچھ نہیں ملے گا۔''

''تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ میں تمہیں راز دار اور حصے دار بناؤں گا؟ تم بہت ہی بے وقوف ہو۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ یہاں آؤ گے اور مارے جاؤ گے تو پھر اس لڑکی کو بہو بنانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ ہماری بلیک میلنگ ناکام بھی نہیں ہوگی؟ ہم کروڑوں روپے حاصل کرلیں گے۔''

''تم زیادہ سے زیادہ ایک دو کروڑ روپے حاصل کرسکو گے لیکن میں پچاس کروڑ حاصل کرسکتا ہوں جس میں سے پچیس تمہیں ملیں گے۔''

اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ مجھے بے یقینی سے دیکھنے لگا۔ میں اسے باتوں میں الجھا رہا تھا۔ تاکہ الپا اپنا کام کردکھائے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی پلوی کی ماں اس ویڈیو فلم کی ماسٹر کاپی لے کر ڈرائنگ روم میں آئی۔

الپا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمارکھا تھا۔ اس نے وہاں آتے ہی مجھ سے کہا'' مسٹر! تم یہ کیسٹ لینے آئے ہو میں لڑائی جھگڑا خون خرابہ نہیں چاہتی۔ تم اسے لے جاؤ۔''

پلوی کے باپ نے غصے سے کہا'' اے کتے کی بچی! یہ تو کیا کررہی ہے؟ اسے کروڑوں روپے کا کیسٹ یوں ہی اٹھا کر دے رہی ہے۔ میں تجھے گولی ماردوں گا۔''

یہ کہتے ہی ریوالور کا رخ اس کی طرف ہوگیا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمارکھا تھا۔ اس نے ٹریگر کو دبایا گولی چلی۔ فائرنگ کی آواز نہیں ہوئی لیکن اس عورت کے حلق سے چیخ نکلی۔ اس آخری چیخ کے بعد وہ فرش پر گر کر ٹھنڈی پڑ گئی۔

پلوی نے سہم کر باپ کو دیکھا پھر اس سے دور ہوگئی۔ میں نے کہا'' پلوی! تمہاری ماں اور باپ نے بہت بڑی ذلالت کی ہے۔ ایک معصوم لڑکی یہاں اپنے بھائی کے ساتھ آئی تھی تم سب نے مل کر اس کی عزت خاک میں ملادی۔ جرم اور گناہ کرنے والے سمجھتے ہیں کہ انہیں کبھی کوئی سزا نہیں ملے گی لیکن دیکھو کہ کس طرح سزا ملا کرتی ہے۔''

اس کا باپ مجھے گولی مارنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور گرادیا وہ ریوالور اس سے دور جا کر فرش پر گر پڑا۔ میں نے کہا'' یہ ریوالور تم باپ بیٹی کے درمیان ہے۔ تم سب نے ایک معصوم لڑکی پر ظلم کیا ہے۔ وہ لڑکی میری کوئی نہیں لگتی ہے اور پلوی تم بھی میری کوئی نہیں لگتی ہو لیکن اگر تم معصوم اور نیک ہوتیں تو میں تمہاری حمایت میں بھی اسی طرح بولتا۔ جس طرح میں راکیش کی بہن کے بارے میں بول رہا ہوں۔ وہ میری بیٹی جیسی ہے مگر میں تمہاری جیسی لڑکی کو بیٹی کبھی نہیں کہوں گا۔''

میں نے ان دونوں کو دیکھ کر کہا'' یہ ریوالور تمہارے درمیان پڑا ہوا ہے۔ اگر اسے بیٹی اٹھائے گی تو باپ کو گولی مارے گی۔ باپ اٹھائے گا تو بیٹی کو گولی مارے گا۔ اسے کون اٹھائے گا؟''

انہوں نے فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کو دیکھا پھر ایک دوسرے کو دیکھا پھر اچانک ہی اس بوڑھے نے چھلانگ لگا کر ریوالور کے پاس پہنچ کر اسے اٹھالیا پھر میرا نشانہ لیتے ہوئے کہا'' میں نے تیرے جیسا بے وقوف کوئی نہیں دیکھا۔ بھرا ہوا ریوالور زمین پر پڑا ہوا تھا۔ تو نے اسے خود نہیں اٹھایا اور ہمیں اٹھانے کا موقع دیا۔ موت ہم باپ بیٹی کی نہیں تیری ہوگی۔''

اس کے بعد ہی وہ اچانک اپنی بیٹی کی طرف گھوم گیا۔ دوسرے لفظوں میں میں نے اسے گھمادیا۔ وہ اس کا نشانہ لیتے ہوئے بولا'' پلوی..... تو میری بیٹی ہے میں نے تجھے بازاری بنایا اور اس شریف زادی کو بھی بازاری بنادیا۔ وہ

اپنے بھائی کے ساتھ یہاں آئی تھی میں بیٹیوں کی عزت شرم وحیا اور آبرو کو کوئی اہمیت نہیں دیتا ہوں لیکن آج اس کی سزا خود پانا چاہتا ہوں۔ میں نے ایک شریف زادی کی عزت کو خاک میں ملایا۔ آج تیری زندگی خاک میں ملا رہا ہوں۔''

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبایا۔ پلوی کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ اچھل کر فرش پر گری پھر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہوگئی۔

میں نے اس کی ماں کی لاش کے پاس آکر فرش پر پڑے ویڈیو کیسٹ کو اٹھایا پھر وہاں سے جاتے ہوئے پلوی کے باپ کو کہا'' میں چاہوں تو تمہیں ابھی یہاں ختم کردوں لیکن تمہیں تو قانون کے ہاتھوں سزا ملنی چاہیے۔ اپنی بیوی اور بیٹی کے قتل کے جرم میں پھانسی کے پھندے پر لٹکنا چاہیے۔''

یہ کہہ کر میں باہر آگیا۔ اس کا دماغ میرے قبضے میں تھا۔ وہ بھی میرے پیچھے باہر آیا پھر ایک ہوائی فائر کرکے چیخ چیخ کر کہنے لگا'' لوگو! محلے والو! یہاں آکر دیکھو۔ میں نے اپنی بیوی بیٹی کو قتل کیا ہے۔''

وہ بولتا جارہا تھا اور ہوائی فائر کرتا جارہا تھا۔ جب چھ گولیاں ختم ہوگئیں تو اس نے ریوالور کو دور پھینک دیا۔ اس علاقے میں گشت کرنے والی پولیس وہاں پہنچ گئی تھی۔ اسے گرفتار کرلیا گیا۔

الپا نے کہا'' پاپا! میں نے اس عورت کے خیالات پڑھے تھے۔ ان سے پتا چلا ہے کہ وہ ممبئی شہر میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بھی اسی شہر میں ہیں؟''

''ہاں..... میں تم لوگوں کے ساتھ ہی یہاں آیا ہوں لیکن تم دونوں سے دور دور ہوں اور آئندہ بھی دور ہی رہوں گا۔ اب تم جاؤ اور انوشے پر توجہ دو۔''

وہ چلی گئی۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ میں نے ہوٹل میں ایک کمرا کرائے پر لیا پھر اس کمرے میں پہنچ کر ٹیلی فون کے ذریعے امرناتھ سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی پھر مجھے اس کی آواز سنائی دی'' ہیلو..... کون ہے؟''

میں فون بند کرکے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس وقت وہ بہت پریشان تھا۔ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ایک شخص سے کہہ رہا تھا'' پنواری بابو! میں یہ کہنے آیا ہوں کہ جو مال میں سپلائی کرنے والا تھا۔ وہ اب نہیں کروں گا۔ آپ کو ایک نمبر کی دوائیں نہیں دوں گا اور ان کی جگہ دو نمبر کی دوائیں نہیں رکھوں گا۔''

پنواری بابو نے پوچھا'' کیا شانتا بائی دانے سختی سے انکوائری کررہے ہیں؟''

''ان کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے کہ یہاں آنے والے مال میں کیا گھپلا کرتا ہوں؟''

''جب انہیں معلوم نہیں ہے اور تم پر کوئی سختی نہیں ہورہی ہے تو تم مال سپلائی کرنے سے انکار کیوں کررہے ہو؟ کیا میں رقم کم دیتا ہوں؟ تم اصل دوائیں مجھے دے کر مجھ سے دو نمبر کی دوائیں لے جاتے ہو تو تمہیں پانچ لاکھ پر پچیس ہزار کا فائدہ ہوتا ہے۔ اس بار تو پچاس لاکھ کی دوائیں آئی ہیں۔ ذرا حساب کرو تم ایک ہی دن میں لکھ پتی بن جاؤ گے۔''

وہ دونوں کانوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر بولا'' میں ایسے لکھ پتی بننے سے باز آیا۔ میں اب یہ غلط دھندا نہیں کروں گا۔ مجھے پتا نہیں کیسی کیسی سزائیں مل رہی ہیں۔''

''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تمہیں کون سزائیں دے رہا ہے؟''

''پتا نہیں وہ کیا بلا ہے جو میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔ میرے اندر بولتی رہتی ہے اور جو بولتی ہے وہ سچ کر کے دکھاتی ہے۔''

میں اس کے یہ خیالات پڑھ کر ذرا چونک گیا۔ سیدھا ہوکر بیٹھ گیا پتا نہیں..... کون اس کے اندر آکر بولتی ہے..... اور اسے خوفزدہ کرتی ہے؟

امرناتھ نے کہا'' میں نے پہلی بار اس کی آواز سنی وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ تم ایسی غلط دوائیں بیچ کر بیمار لوگوں پر ظلم کررہے ہو۔ وہ بے چارے اچھی دواؤں کے لیے ترستے ہیں اور تم نقلی دوائیں دیتے ہو۔ اس سے ان کی بیماری مزید بڑھتی ہے اور وہ زندگی کی طرف آنے کے بجائے موت کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اب میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔''

پنواری بابو نے پوچھا'' تم پر کسی بھوت پریت کا سایہ ہے۔ تم کسی تانترک مہاراج سے ملو۔ وہ تمہارے سر سے بھوت اتار دیں گے۔''

''کوئی بھوت ہوتا تو وہ مجھے غلط کام کرنے سے نہیں روکتا۔ وہ تو کوئی بہت ہی نیک آتما ہے جو مجھے برے کام سے روک رہی ہے۔ میں نے اس سے پہلی بار جو کچھ سنا اسے سنی اَن سنی کردیا۔ اس روز میرا بچہ بیمار تھا۔ وہ میرے اندر آکر بولی کہ تمہارے بچے کو بھی دو نمبر کی دوا ملے گی اور وہ کبھی صحت مند نہیں ہوسکے گا۔''

''میں نے اس کی کوئی پروا نہیں کی کیونکہ میں ایک نمبر کی

دوا اپنے گھر پر رکھتا ہوں لیکن پتا نہیں کیسے اس کے پاس دو نمبر کی دوائیں پہنچ گئیں۔ میری بیوی وہی دوا اسے کھلاتی رہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میرا بچہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ میں نے اس کی لاش کے پاس رکھی دواؤں کو چیک کیا تو پتا چلا کہ وہ دو نمبر دوائیں تھیں۔ میں نے اپنی بیوی سے پوچھا۔ وہ بے چاری نہیں جانتی تھی کہ وہ دوائیں کہاں سے آگئی ہیں؟''

''میں نے اپنے اندر پھر اس کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اب بھی تم نے سبق حاصل نہ کیا تو بہت برا انجام ہوگا۔ تمہارا دوسرا بچہ بھی مارا جائے گا۔ تمہاری بیوی بھی ماری جائے گی۔''

پنواری نے کہا'' مجھے یقین نہیں آتا کہ تمہارے بچے کے پاس رکھی ہوئی دوائیں آپ ہی آپ بدل گئیں تھیں۔ تمہاری بیوی سے کوئی غلطی ہوئی ہوگی۔ تم خواہ مخواہ کسی بلا سے ڈر رہے ہو۔ اگر وہ کوئی بلا ہے تو پھر میرے اندر کیوں نہیں آتی؟ میں بھی تو غلط دھندا کر رہا ہوں؟ غلط دوائیں فروخت کر کے کتنے ہی اسپتالوں میں پہنچا رہا ہوں؟''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ چیخ مار کر صوفے سے اچھلتا ہوا فرش پر گر گیا اور تکلیف سے تڑپنے لگا۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا تو وہاں کسی کی آواز سنائی دے رہی تھی اور وہ کہہ رہی تھی'' میں تمہارے جیسے ضمیر فروش بیوپاریوں کے اندر باری باری پہنچ رہی ہوں۔ امرناتھ کی طرح تمہیں بھی سزائیں ملیں گی۔ اس وقت رات کے تین بجے ہیں کل دن کے بارہ بجے تک تم نے تمام اسپتالوں میں سپلائی کی ہوئی دوائیں واپس نہ لیں۔ اور ان کی جگہ ایک نمبر کی دوائیں نہ پہنچائیں تو تمہارے بیوی بچے بھی غلط دواؤں کے استعمال سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مریں گے۔''

وہ پریشان ہو کر بولا'' ارے..... یہ تو میرے اندر بھی بول رہی ہے ابھی میرے دماغ کو ایسا جھٹکا لگا تھا' جیسے کسی نے بجلی کا جھٹکا پہنچایا ہو۔ اس کے بعد میں بھی اس کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ مجھے بھی چیلنج کر رہی ہے۔ ارے او امرناتھ کے بچے..... تو کس بلا کو میرے گھر لے آیا ہے؟''

امرناتھ نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہا'' بلا کو ہم نہیں بلاتے بلکہ ہمارے اعمال بلاتے ہیں۔ ہم جیسا کرتے ہیں ویسا ہی بھرتے ہیں۔''

وہ بول رہی تھی'' پنواری کل بارہ بجے تک تم نے وہ تمام دوائیں واپس نہ لیں اور ان کی جگہ اصلی دوائیں سپلائی نہ کیں تو میں اپنی دھمکیوں پر عمل کروں گی پھر تمہارے سامنے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ تم اپنے بچوں کے حوالے سے جانی نقصان بھی اٹھاؤ گے اور مالی نقصان بھی۔ اب میں جا رہی ہوں۔ میرے ایک محترم بزرگ اور محسن ابھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ہماری باتیں سن رہے ہیں۔ میں ان کے پاس حاضری دینے جا رہی ہوں۔''

میں اس کی باتیں سن رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا کہ یہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے۔ مجھے میں نہیں جانتا؟ یہ اچانک کہاں سے نمودار ہوگئی ہے؟

ابھی میں سوچ رہا تھا کہ ایک دم سے چونک گیا۔ اپنے اندر اس کی آواز سنی۔ اس نے آتے ہی کہا'' السلام علیکم!''

میں نے کہا'' وعلیکم السلام.....''

اس نے بڑی محبت سے پوچھا'' پاپا..... آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟''

اس نے مجھے پاپا کہا تو میں ایک دم سے چونک گیا پھر بولا'' ارے بیٹی! تم جینا ہو؟''

''ہاں پاپا..... آپ کی بیٹی جینا ہوں۔''

یہ وہی جینا تھی جو ممبئی شہر میں سہاگن دیوی کہلاتی تھی اور لوگ اسے چمتکار دکھانے والی دیوی بھی کہتے تھے۔ وہ میرے بیٹے کبریا کے ساتھ ایک طویل عرصے تک رہ چکی تھی پھر اس دوران میں ہی ہندو مسلم فسادات پھیلنے لگے۔ اس کے کتنے ہی ہندو عقیدت مندوں نے اعتراض کیا کہ اسے ایک مسلمان کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔

ان دنوں گجرات میں ہندو مسلم فسادات برپا ہوئے تھے۔ جینا اور کبریا نے وہاں شہر شہر جا کر امن و امان قائم کرنے کی کوشش کی تھیں۔ ہندو اور مسلمانوں کے جو متاثرہ خاندان تھے جن کے گھر جل گئے تھے۔ جن کے رشتے دار مارے گئے تھے۔ انہیں لاکھوں روپے کی امداد دی تھی۔

وہاں کے عوام خواہ ہندو ہوں یا مسلمان سب ہی جینا اور کبریا کو ایک ساتھ دیکھ کر اور انہیں نیک کام کرتے دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور انہیں دعائیں دیتے تھے لیکن سیاست دان یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ ہندو مسلم اتحاد قائم رہے۔ ایسا اتحاد قائم ہونے سے ان کے اپنے اپنے علاقوں کے ووٹ تقسیم ہو سکتے تھے اور انہیں الیکشن میں نقصان اٹھانا پڑتا۔ اس لیے انہوں نے یہ شوشا چھوڑا کہ جینا ہندو اور کبریا مسلمان ہے۔ آخر یہ کس رشتے سے ایک ساتھ رہتے ہیں؟

بہت سے ہندو غیرت میں آگئے کہ ان کی ایک ہندو لڑکی کو کسی مسلم کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔

ان دنوں جینا کے اندر کچھ غیر معمولی تبدیلیاں ہو رہی تھیں۔ کبریا نے اس کے حالات حرکات و سکنات کو دیکھتے ہوئے کہا'' شاید تم غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرنے والی ہو۔''

ایسا ہو رہا تھا۔ کبھی کبھی اسے آگاہی ہوتی تھی۔ وہ چشم تصور میں جو بھی دیکھتی تھی یا ذہن سے جو سوچتی تھی وہ آگے چل کر سچ سچ پیش آتا تھا۔

بعد میں اسے یہ آگاہی ملی کہ جلد ہی اسے کبریا سے الگ ہو جانا ہے اور ایک طویل عرصے تک ایک دوسرے سے جدا رہنا ہے۔

پھر اسے یہ آگاہی ملی کہ اسے ملک ملک نگر نگر جانا ہے۔ وہ دنیا کے آخری سرے تک جائے گی اور ایسا گیان حاصل کرے گی کہ سب ہی اسے سچ مچ کی دیوی ماننے لگیں گے۔

ایسی آگاہی حاصل ہونے کے بعد وہ ایک دن کبریا سے بچھڑ گئی۔ ہندوستان کی بڑی بڑی تربیت گاہوں اور مندروں میں جانے لگی کبھی وہاں کے کسی بڑے آشرم میں جا کر گیان میں مصروف ہو جاتی اور کبھی عیسائیوں اور کبھی یہودیوں کی عبادت گاہوں میں جاتی تھی۔ وہ وہاں کی تربیت گاہوں میں جا کر ان مذاہب کے متعلق زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرتی تھی پھر وہ امریکا تک گئی وہاں بھگوان راجنیش کا ایک بہت مشہور اور معروف آشرم ہے۔ وہاں یوگا کی مشقیں کرائی جاتی ہیں۔ اور آتما شکتی حاصل کرنے کی تربیت دی جاتی ہے۔

بھگوان راجنیش کے اس آشرم میں دنیا کے کتنے ہی مشہور و معروف لوگ جا چکے ہیں اور تربیت حاصل کرتے رہے ہیں۔ ان میں بھارتی فلم کا بہت ہی مشہور اداکار ونود کھنہ بھی شامل ہے۔ وہ وہاں ایک طویل عرصے تک رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کرتا رہا تھا۔

آخر میں اسے آگاہی ملی کہ اسے یورپ کی طرف جانا چاہیے۔ وہ اس آگاہی کے مطابق اس سمت چل پڑی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کس ملک کے کس شہر میں جانا چاہیے۔ بس وہ بے خودی کے عالم میں رہتی تھی اور چلتی چلی جاتی تھی۔ اس کا سفر جاری رہتا تھا۔

وہ پیرس ائرپورٹ پر پہنچی تو عجیب بے خودی کے عالم میں تھی۔ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی پارکنگ ایریا میں آئی۔ وہاں ایک بہت ہی خوبصورت مہنگی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا گیا۔ وہ وہاں بیٹھ گئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ گاڑی وہاں سے چل پڑی۔

اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں جا رہی ہے؟ وہ گاڑی اسے کہاں لے جا رہی ہے؟

وہ گم صم سی بیٹھی ہوئی تھی اور اس کا سفر جاری تھا۔ وہ ہندوستان کے مندروں سے گزرتی ہوئی اسرائیل اور یہودیوں کی تربیت گاہوں سے بہت کچھ سیکھتی ہوئی بھگوان راجنیش کے آشرم سے یوگا اور آتما شکتی کے بارے میں گیان حاصل کرتی ہوئی پیرس پہنچی تھی اور اب اس گاڑی میں بیٹھ کر چلی جا رہی تھی۔

ایک طویل سفر کے بعد وہ گاڑی ایک بہت بڑے آہنی دروازے کے آگے رک گئی۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھل گیا۔ جب وہ گاڑی سے باہر نکلی تو وہ آہنی دروازہ کھلنے لگا وہ کھلی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ لیکن سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کہاں ہے اور کہاں پہنچ گئی ہے؟

جب وہ اس گیٹ کی دہلیز پر آئی تو اسے اپنے اندر بھاری بھرکم لیکن بہت ہی شفیق آواز سنائی دی'' بیٹی..... بسم اللہ پڑھ کر اپنا دایاں پاؤں اندر رکھو۔''

اس نے زیر لب بسم اللہ کہا پھر دایاں پاؤں اندر رکھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہو گئی۔ وہ دنیا کی پہلی ہندو لڑکی تھی۔ جسے اس اسلامی ادارے میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہو رہا تھا۔

اس وقت میں ہوٹل کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ میرے اندر پہنچی ہوئی تھی اور اپنے مختصر حالات بیان کر رہی تھی۔ میں نے کہا'' تم یہاں امرناتھ اور پنواری کو ان کی بے ایمانی اور منافع خوری کی سزائیں دے رہی ہو۔ اس کا مطلب ہے تم بابا صاحب کے ادارے سے واپس آگئی ہو؟''

''نہیں..... میں ممبئی میں پیدا ہوئی تھی۔ مجھے اس شہر اور اس شہر کے لوگوں سے بہت محبت ہے۔ جب بھی تھوڑا بہت وقت ملتا ہے تو میں یہاں خیال خوانی کے ذریعے پہنچ جاتی ہوں کوشش کرتی ہوں کہ میرے لوگوں کو کوئی مصیبت نہ آئے اور اگر آئے تو میں کسی طرح انہیں مصیبتوں سے نجات دلاتی رہوں۔''

''میں امرناتھ اور پنواری کے دماغوں میں رہ کر تمہاری باتیں سن رہا تھا لیکن خاموش تھا۔ میں نے اپنی آواز نہیں سنائی۔ میری سوچ کی کوئی لہر ان کے اندر نہیں ابھری پھر تم نے کیسے پہچان لیا کہ میں وہاں موجود ہوں؟''

وہ میرے اندر ایک گہری سانس لے کر بولی'' میں کیسے بتاؤں کہ کیسے پہچان لیا؟ میں تو جناب علی اسد اللہ تبریزی کے قدموں کی خاک ہوں اور یہ گیان حاصل کر رہی ہوں کہ خاک ہو کر فنا فی اللہ ہو کر بھی روحانیت کے مراحل سے گزرا

جاسکتا ہے اور میں گزر رہی ہوں۔ جناب تبریزی کے سائے میں رہ کر آئندہ چالیس مہینوں تک مختلف مراحل سے گزرتی رہوں گی۔''

''کیا اس کے بعد لوٹ آؤ گی؟''

''ہاں..... جناب تبریزی فرماتے ہیں کہ میں روحانیت کے تمام مراحل سے نہیں گزر سکوں گی۔ کیونکہ میرے اندر دنیا داری کی بھی لگن ہے۔ اس کے علاوہ میں پیدائشی ہندو ہوں۔ یہودی اور عیسائیوں کے مذاہب سمیت دنیا کے تمام مذاہب کو مانتی ہوں۔ یہ یقین سے کہتی ہوں کہ دنیا کے تمام مذاہب انسانوں کو زندگی گزارنے کے بہترین طور طریقے سکھاتے ہیں۔ میں پہلے انسانوں سے محبت کرتی ہوں۔ اس کے بعد پھر کسی ہندو' سکھ' عیسائی' یہودی اور مسلمان کو مانتی ہوں۔ اور ان سب کی عزت کرتی ہوں۔''

میں نے پوچھا ''تعجب ہے۔ جب تم پوری طرح دین اسلام کی طرف مائل نہیں ہو اور تمام مذاہب کو یکساں طور پر مانتی ہو تو پھر تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں اجازت کس طرح مل گئی ہے؟''

''اس کا جواب میں نہیں دوں گی۔ آپ میرے اندر آکر میرے خیالات پڑھ لیں۔''

میں دوسرے ہی لمحے میں خیال خوانی کی پرواز کر کے اس کے اندر پہنچ گیا اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ وہ پیدائشی طور پر سداسہاگن تھی۔ یعنی نہ تو لڑکی تھی نہ ہی لڑکا تھی۔ لیکن جوان ہوتے ہوتے وہ خود کو ایک لڑکی کی حیثیت سے پسند کرنے لگی تھی۔

وہ ایسی ذہنی طور پر تھی لیکن جسمانی طور پر ایسی نہیں تھی کہ کسی سے شادی کر کے ازدواجی زندگی گزار سکتی۔ جب وہ بچی تھی تب آپریشن کے ذریعے اسے لڑکی بنایا جاسکتا تھا لیکن اس کے ماں باپ بہت غریب تھے۔ آپریشن کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

جب وہ جوان ہوئی اور سہاگن دیوی کہلانے لگی۔ لوگ عقیدت سے اسے پوجنے لگے تھے۔ وہ مالی طور پر مستحکم ہونے لگی پھر کبریا مختلف ذرائع سے لاکھوں کروڑوں روپوں کی مدد کرتا رہا۔ ایسے میں وہ آپریشن کروا سکتی تھی خود کو لڑکی بنا سکتی تھی لیکن اس نے آپریشن سے انکار کر دیا تھا۔

رفتہ رفتہ اسے آگاہی ملنے لگی تھی کہ ایک دن وہ قدرتی طور پر لڑکی بن جائے گی۔ کب اور کیسے بنے گی؟ یہ نہیں جانتی تھی لیکن یقین تھا کہ اسے جو آگاہی ملتی ہے۔ وہ ایک دن ضرور سچ ثابت ہوتی ہے۔

اور اب وہ وقت آرہا تھا۔ جناب تبریزی جانتے تھے کہ ایک دن جینا اور کبریا ازدواجی رشتے میں منسلک ہوں گے اور جینا کے ذریعے میری نسل آگے بڑھے گی۔

جناب تبریزی اس سے پہلے الپا پر مہربان تھے۔ اگرچہ وہ ان دنوں ہماری بدترین دشمن بنی ہوئی تھی لیکن وہ جانتے تھے کہ الپا کے ذریعے ہی میری نسل آگے بڑھے گی اور یہی ہوا تھا۔ مجھے انوشے جیسی خوبصورت پوتی ملی تھی۔

الپا یہودی تھی اور اب بھی اسے یہودیت سے لگاؤ تھا۔ اسی طرح جینا ہندو تھی اور آئندہ بھی اسے ہندو دھرم سے لگاؤ رہے گا۔

الپا نے کبھی بابا صاحب کے ادارے میں قدم نہیں رکھا تھا۔ جینا کو بھی وہاں قدم رکھنے کی اجازت نہ ملتی لیکن مسئلہ اس کے سداسہاگن کا تھا۔ اسے تبدیل ہونا تھا اور وہ تبدیلی بابا صاحب کے ادارے میں ہونے والی تھی۔ اسے چالیس ماہ تک طب اور روحانیت کے مراحل سے گزرنا تھا۔ ایک طرح سے یوں کہا جاسکتا ہے کہ جینا وہاں زیر علاج تھی اور علاج مکمل ہونے کے بعد اپنے دیس واپس آنے والی تھی۔

☆☆☆

سوامی وردان وشوناتھ کو تین عجوبہ عورتیں ملنے والی تھیں۔ ایک تو شیوانی تھی جس پر وہ تنویمی عمل کر چکا تھا۔ اس لیے بعد ارنا کوف کو بھی معمولہ اور تابعدار بنا چکا تھا۔ اب وہ جڑواں بہنیں رہ گئی تھیں جو اس کے قابو میں نہیں آرہی تھی۔

اس نے سب سے پہلے ان دونوں پر ہی تنویمی عمل کیا تھا اور انہیں اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا تھا لیکن دوسرے دن اسے پتا چلا کہ وہ بہنیں جتنی عجوبہ ہیں۔ اتنا ہی ان کا دماغ بھی عجوبہ ہے۔ وہ دونوں صرف اسی وقت اس سے متاثر ہوتی ہیں۔ جب وہ ان کے دماغوں میں آتا ہے اور انہیں متاثر کرتا رہتا ہے۔

اس کے تنویمی عمل نے بھی متاثر کیا تھا لیکن وہ عمل عارضی ثابت ہوا تھا۔ ایک تو وہ انہیں اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے کے سلسلے میں ناکام رہا تھا۔ اوپر سے پارس ان کی زندگی میں آگیا تھا اور اس کے لیے چیلنج بن گیا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ صرف لڑکیوں کے ماں باپ کو اپنا تابعدار بنانے سے کام نہیں بنے گا۔ وہ جو پرانی کہاوت ہے کہ میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی؟ اس کہاوت کے مطابق ان بہنوں کو شادی کے لیے آمادہ کرنا ہوگا۔ جب وہ اس کے زیر اثر رہیں گی اور اس کی حمایت کریں گی اور... پھر خود ہی علی اکبر (پارس) کو ٹھکرا دیں گی۔

وہ چچا کے گھر سے واپس آکر اپنے بیڈ روم میں گہری نیند سو رہی تھیں۔ وردان نے سوچا کہ ایک بار پھر ان کے دماغوں پر عمل کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے اس بار کامیابی ہو۔ اگر اس بار کامیابی نہیں ہوگی تو پھر جبر اور تشدد کا کوئی راستہ اختیار کرنا ہوگا۔

وہ ان کے اندر آکر ان کے خیالات پڑھنے لگا ''کیا وہ علی اکبر کو چاہتی ہیں؟''

دونوں دماغوں سے ایک ہی جواب ابھرا ''ہاں..... ہم اسے دل و جان سے چاہتی ہیں۔ وہ ذہین ہے' دلیر ہے وہی ہمیں وردان سے نجات دلائے گا۔''

''بکواس مت کرو۔ تم دونوں میرے لیے پیدا ہوئی ہو اور میرے لیے جیو گی ورنہ بے موت مرو گی۔ میں آخری بار تم پر تنویمی عمل کر رہا ہوں۔ اگر ناکامی ہوئی تم پر میرے تنویمی عمل کا اثر نہ ہوا تھا پھر بہت پچھتاؤ گی۔ ایک بھیانک انجام سے گزر کر حرام موت مرو گی۔''

وہ تھوڑی دیر چپ رہا پھر آہستہ آہستہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے ذہنوں کو تھپکنے لگا انہیں ٹرانس میں لانے لگا۔ جب وہ دونوں اس کی طرف مائل ہونے لگیں تو وہ تنویمی عمل کرنے لگا۔ وہ کبھی جمیلہ پر عمل کرتا تھا پھر نبیلہ کے اندر جا کر اس کا ردِعمل معلوم کرتا تھا۔ کبھی نبیلہ پر عمل کرتا تھا تو پھر فوراً ہی جمیلہ کے اندر جا کر اس کے ردِعمل کو معلوم کرتا تھا۔

وہ دونوں اس سے متاثر ہو رہی تھیں۔ اسے یہ امید ہو رہی تھی کہ اس کا عمل کامیاب ہو رہا ہے اور اس بار وہ دونوں ہی اس کی معمولہ اور تابعدار بن جائیں گی۔ اس نے اپنا عمل مکمل کرنے کے بعد انہیں گہری تنویمی نیند سلا دیا۔ پھر ان کے دماغ میں ہی موجود رہا۔ خاموش رہ کر یہ دیکھتا رہا کہ ردِعمل کیا ہوتا ہے؟ کبھی کبھی یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ کیا ان کے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے؟ جو اس کے عمل کو ناکام بنا دیتا ہے۔

وہ اپنے اس شبہے کی تصدیق بھی کرنا چاہتا تھا۔ وہ یہ طے کر چکا تھا کہ گھنٹے دو گھنٹے تک ان کے اندر چپ چاپ رہے گا یہ سمجھنے کی کوشش کرے گا کہ کس طرح ان کا عجیب وغریب دماغ تنویمی عمل کے اثر سے نکلتا ہے؟

اس کا یہ شبہ درست تھا۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ان بہنوں کے دماغوں میں جاتے آتے رہتے تھے پھر بابا صاحب کے ادارے سے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی وہاں ڈیوٹی لگا دی گئی تھی۔ وہ سب ان کے دماغوں میں آتے جاتے رہتے تھے۔ اس وقت بھی جب وہ تنویمی عمل کر رہا تھا تو وہ موجود تھے۔

انہیں ہدایت کی گئی تھی کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ ان کے اندر وہ کبھی ایک دوسرے سے نہ بولیں۔ جب بھی وہاں جائیں تو خاموش رہیں اگر بولنا ضروری ہو تو وہ پہلے مجھے آکر بتائیں کہ معاملہ کیا ہے؟ اس کے بعد ہی فیصلہ کیا جائے گا کہ دشمن کے خلاف کس طرح دماغی کارروائی کی جائے؟

وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے آکر مجھے بتایا کہ وردان ان پر عمل کر رہا تھا اور انہیں زیر اثر لانا چاہتا ہے۔

میں فوراً ہی جمیلہ کے اندر پہنچ گیا پھر نبیلہ کے اندر بھی جھانک کر دیکھا۔ وہ دونوں گہری نیند میں تھیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے وردان کے عمل کو پوری طرح اثر انداز ہونے نہیں دیا تھا۔

میں بڑی خاموشی سے جمیلہ اور نبیلہ کے خوابیدہ خیالات پڑھتا رہا۔ دونوں کے خیالات یکساں تھے۔ وہ اس کے تنویمی عمل سے کس حد تک متاثر ہوئی تھیں لیکن پوری طرح تاثر قائم نہیں ہوا تھا۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ وردان وہاں چھپا بیٹھا ہے اور ہمیں جاننے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ ہم وہاں اپنی آواز سنا کر کوئی غلطی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

میں بڑے ہی نامعلوم طریقے سے ان کے خوابیدہ ذہن کو رفتہ رفتہ جگانے لگا۔ وردان حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی آنکھیں بند تھیں۔ لیکن ذہن جاگنے لگا تھا پھر نبیلہ میری مرضی کے مطابق بڑبڑاتے ہوئے بولی۔ ''جمیلہ..... ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے دماغ میں کچھ ہو رہا تھا۔ کیا تم بھی اپنے اندر کچھ محسوس کر رہی تھیں؟''

میں جمیلہ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولی ''ہاں..... میں بھی کچھ ایسا ہی محسوس کر رہی تھی۔ ایسا لگتا ہے جیسے کوئی رازداری سے ہمارے اندر بول رہا تھا۔''

نبیلہ نے کہا ''مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

جمیلہ نے پوچھا ''ڈر کس بات کا ہے؟''

''میں سوچ رہی ہوں کہ وہ وردان ہمارے اندر آسکتا ہے اور ہمیں اپنی معمولہ اور تابعدار بنا سکتا ہے۔ جس طرح اس نے ہماری امی اور ابو کو بنایا ہے۔''

جمیلہ نے کہا ''تم خواہ مخواہ ڈر رہی ہو۔ اس کی ٹیلی پیتھی کا اثر ہمارے دماغوں پر نہیں ہوگا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جس طرح عجوبہ بنایا ہے۔ اسی طرح ہمارے دماغوں کو بھی عجوبہ بنایا ہے۔''

وردان ان کی باتیں حیرانی سے سن رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ نیند میں بڑبڑا رہی ہیں۔

پھر اس نے سوچا'' جب دو سونے والے نیند میں بڑبڑاتے ہیں تو بڑبڑانے کے دوران ایک دوسرے کی باتوں کا جواب نہیں دیتے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا لیکن یہ دونوں تو ایک دوسرے کی باتوں کا جواب دے رہی ہیں۔ جب کہ یہ گہری نیند میں ہیں؟''

ویسے یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی کہ وہ بہنیں دو الگ وجود رکھنے کے باوجود ایک ہیں۔ ذہن بھی ایک دوسرے سے متاثر ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف نہیں سوچتے۔ جو یہ کہتی ہے وہی وہ کہتی ہے۔ اس لیے نیند کی حالت میں بھی وہ ایک جیسی باتیں سوچ سمجھ رہی ہیں۔ ایک دوسرے سے بول رہی ہیں۔

اس نے تنویمی عمل کرنے کے بعد انہیں گہری تنویمی نیند سونے کا حکم دیا تھا۔ انہیں اپنے آپ سے بے خبر ہو کر سونا چاہیے تھا۔ لیکن وہ نیند میں بھی بڑبڑا رہی تھیں۔ یہ شبہ ہو رہا تھا کہ شاید تنویمی عمل کامیاب نہیں ہوا ہے۔

وہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک خاموش رہنے کے بعد بولنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے جمیلہ کے دماغ میں کہا'' میں تمہارا عامل بول رہا ہوں اور حکم دے رہا ہوں کہ نیند میں بڑبڑانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ خاموشی سے تنویمی نیند پوری کرتی رہو۔''

ایسے وقت جمیلہ نے میری مرضی کے مطابق ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ اس کے ساتھ نبیلہ کی آنکھ بھی کھل گئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر جمیلہ نے کہا'' ابھی میں اپنے دماغ میں دردان کی آواز سن رہی تھی۔''

وہ بولا'' ہاں..... میں بول رہا ہوں۔ تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ گہری نیند سو جاؤ۔''

وہ بولی'' کیوں سو جاؤں؟ تم ہمیں حکم کیوں دے رہے ہو؟ کیا تم ہمارا پیچھا نہیں چھوڑو گے؟''

نبیلہ نے پریشان ہو کر پوچھا'' کیا بات ہے؟ کیا وہ تمہارے اندر بول رہا ہے؟''

دردان نے اس کے اندر آ کر کہا'' میں ابھی جمیلہ کے اندر بول رہا تھا اور تمہارے اندر بھی بول رہا تھا۔ میں نے تم دونوں پر تنویمی عمل کیا تھا۔ تمہیں گہری نیند سو جانا چاہیے تھا۔ پھر کیوں جاگ رہی ہو؟''

''خود آ کر جگاتے ہو اور پوچھ رہے ہو کہ ہم کیوں جاگ رہی ہیں؟ کیوں ہماری نیند حرام کر رہے ہو۔ کیوں ہمارے پیچھے پڑ گئے ہو؟ خدا کے لیے ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔''

اس نے جھنجلا کر ان میں سے ایک کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ ہم اس کی دشمنی کا جواب دینے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ ان دونوں کے دماغوں پر مضبوطی سے قبضہ جمار کھا تھا۔ ہماری مرضی کے مطابق ان کے اندر ایک جھرجھری سی پیدا ہوئی پھر جمیلہ نے حیرانی سے پوچھا'' نبیلہ! کیا تمہیں اپنے اندر جھرجھری سی محسوس ہوئی ہے؟''

''ہاں..... ابھی میں نے محسوس کیا ہے۔''

''یہ وردان ہی ہمارے دماغوں میں کچھ کر رہا ہے۔ ہمیں آیت الکرسی پڑھتے رہنا چاہیے۔''

اس کے بعد ہی وہ دونوں آیت الکرسی پڑھنے لگیں۔

وردان حیران و پریشان تھا۔ اس نے پھر ایک بار زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر جھنجلانے لگا۔ یہ سمجھنے کی کوشش کرنے لگا کہ خیال خوانی کی لہریں ان جڑواں بہنوں کو متاثر کیوں نہیں کر رہی ہیں؟

وہ پچھلے کئی گھنٹوں سے ان کے دماغوں میں موجود رہا تھا۔ ان پر تنویمی عمل بھی کیا تھا۔ اس کے بعد بھی خاموشی سے اس بات کا انتظار کرتا رہا تھا کہ شاید کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں آتا ہوگا لیکن اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو نہیں سنا تھا۔

اس وقت صبح کے چار بج رہے تھے۔ اس کی عقل یہ سمجھا رہی تھی کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمام رات ان کے دماغ میں نہیں رہ سکتا۔ اگر کوئی رہ بھی رہا ہے۔ ان کی نگرانی کر رہا ہے تو آخر کب تک نگرانی کرتا رہے گا؟ کیا وہ چوبیس گھنٹے ان کے اندر موجود رہتا ہوگا؟

یہ خیال غلط ثابت ہو رہا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے پاس آتا جاتا رہتا ہے۔ لیکن ایک بات کھٹک رہی تھی کہ اس نے پارس کے دماغ میں بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اس کا ذہن متاثر نہیں ہوا تھا۔ ٹھیک اسی طرح ان بہنوں کا ذہن بھی ٹیلی پیتھی کے زلزلے سے متاثر نہیں ہوتا۔ یہ سب کیسے ممکن ہے کہ ان جڑواں بہنوں کے اور علی اکبر (پارس) کے دماغ بالکل ایک جیسے ہی ہوں؟ کچھ ایسی بات تو ہے جو سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ کوئی ایسی طاقت ہے جو چھپ کر انہیں تحفظ دے رہی ہے۔

وہ شبہ کر رہا تھا لیکن کسی بھی طرح اپنے شبہے کی تصدیق نہیں کر سکتا تھا۔ ہم سب بہت محتاط تھے۔ ان بہنوں کے اندر ہمیشہ خاموش رہنے والے تھے۔ اسے جلد ہی یہ پوری طرح یقین ہونے والا تھا کہ ان کے دماغ ان کی طرح عجوبہ ہیں۔

وہ اصولوں کا پابند تھا۔ ہر کام اپنے وقت پر کیا کرتا تھا۔

ہمیشہ رات کے گیارہ بجے سوتا تھا اور صبح پانچ بجے بیدار ہو جاتا تھا۔ اس رات وہ صبح چار بجے تک جاگ رہا تھا اور جھنجلا رہا تھا۔ عادت کے مطابق نیند کے باعث دماغ بوجھل ہو رہا تھا۔ وہ اپنے بیڈ پر جا کر لیٹ گیا پھر تھوڑی دیر بعد ہی گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

اسے شیوانی اور ارنا کوف کی طرف سے اطمینان تھا۔ ان دونوں پر کامیابی سے تنویمی عمل ہو چکا تھا اور وہ دونوں اس کے شکنجے میں آ گئی تھیں۔ وہ جب چاہتا انہیں اپنی خفیہ رہائش گاہ پر بلا سکتا تھا۔

اگرچہ وہ ذہین تھا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا اور ایک بھرپور نارمل زندگی گزار رہا تھا۔ اس کے باوجود پردہ ذہنی مریض بھی تھا۔ غیر معمولی عورتوں کے ساتھ تنہا وقت گزارنے کے لیے مچل جاتا تھا۔

شیوانی اس کے لیے غیر معمولی تھی کیونکہ وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی بہت پہلے مر چکی تھی اور مرنے کے باوجود الکا اگنی ہوتری نامی ایک دوشیزہ کے روپ میں زندہ تھی۔ وہ جسمانی طور پر تو ایک تھی لیکن اندر سے دو تھی۔ الکا بھی تھی اور شیوانی بھی تھی۔ وہ ایسی زندہ اور مردہ دو عورتوں کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنا چاہتا تھا۔

ارنا کوف جوان بچوں کی ماں ہونے کے باوجود بیس برس سے کالے منتروں کا جاپ کرتے کرتے جوانی حاصل کرتی رہی تھی اور بھرپور جوان دوشیزہ دکھائی دیتی تھی۔ دردان اسے بھی حاصل کرنے کے لیے بے چین تھا۔ پرکھنا چاہتا تھا کہ جوانی اور بڑھاپے کے سنگم میں کیا صرف جوانی ہی جوانی ہوگی یا کہیں سے بڑھاپا بھی جھلکے گا۔ وہ ایسے تجربات کرنے کا عادی تھا۔

ایسا جنونی شخص ابھی ان میں سے کسی کے ساتھ وقت گزار سکتا تھا۔ لیکن پارس اور جڑواں بہنوں نے اسے بہت پریشان کیا تھا۔ وہ رات بھر جاگنے کے بعد تھک ہار کر سو گیا تھا۔

ارنا کوف اور آدازون ایک بیڈ پر گہری نیند میں تھے۔ دردان نے ارنا کوف کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ دوسرے دن صبح دس بجے تک سوتی رہے گی۔ اس سے پہلے بیدار نہیں ہوگی۔

آدازون کے دماغ پر یہ نقش کیا تھا کہ وہ صبح چھ بجے بیدار ہو کر اپنا تمام سامان سمیٹ کر ماں کو وہاں چھوڑ کر کہیں چلی جائے گا۔ وہ اس کی ہدایت کے مطابق صبح چھ بجے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر گھما کر ماں کو دیکھا وہ گہری نیند میں تھی۔ وہ اسے بہت چاہتا تھا اس پر جھک کر اسے قریب سے دیکھنے لگا۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

پھر اس نے پیشانی کو چوم کر آہستگی سے آواز دی'' مما! تم تو صبح جاگنے کی عادی ہو۔ چھ بج چکے ہیں۔ اب تمہیں اٹھنا چاہیے۔''

بیٹے کی آواز ماں کے کانوں تک نہیں پہنچی۔ دردان کے حکم کے مطابق وہ دس بجے تک دنیا کی کوئی آواز نہیں سن سکتی تھی اور نہ ہی آنکھیں کھول کر بیٹے کو دیکھ سکتی تھی۔

بیٹا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ خیالات پڑھنے لگا تو پتا چلا کہ وہ گہری نیند میں ہے اور صبح دس بجے سے پہلے بیدار نہیں ہوگی۔

تب اسے یاد آیا کہ دردان اس کی ماں پر تنویمی عمل کرنے والا تھا۔ شاید کر چکا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ وہ دس بجے تک تنویمی نیند سوتی رہے گی۔

اس نے اپنے متعلق سوچا کہ مجھ پر عمل نہیں کیا گیا ہے اگر عمل کیا جاتا تو میں بھی اپنی ماما کی طرح سوتا رہ جاتا۔

دردان نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ پچھلی شام کی یہ باتیں بھول جائے گا کہ چائے پینے کے بعد اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوا تھا اور دردان کے زیر اثر آ گیا تھا۔ وہ بھی شبہ نہیں کرے گا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔

لہٰذا وہ دردان کے عمل کے مطابق شبہ نہیں کر رہا تھا۔ بہت مطمئن تھا کہ وہ اس کے زیر اثر نہیں ہے۔ ماں کو دیکھ کر افسوس کر رہا تھا کہ وہ بے چاری اپنی اور بیٹے کی سلامتی کے لیے دردان کی معمولہ اور تابعدار بن چکی تھی۔

وہ بستر سے اتر کر واش روم میں چلا گیا۔ پھر وہاں سے فارغ ہو کر کمرے میں آیا۔ اپنا سامان اٹیچی میں رکھتے ہوئے سوچنے لگا کہ یہاں سے کہاں جائے گا؟ کیا اسی شہر میں رہنا چاہیے؟ یا یہاں سے کہیں دور چلا جائے؟ ایک دل نے کہا کہ ماں سے دور نہیں جانا چاہیے۔ یہاں سے جانے کے بعد بھی دور ہی دور سے ماں کی نگرانی کرنی چاہیے۔ شاید اسے کسی برے وقت بیٹے کی ضرورت پیش آ جائے۔

اس نے اٹیچی میں سامان رکھ کر انکار میں سر ہلایا پھر سوچا کہ نہیں..... اب ماں کو میری ضرورت نہیں ہوگی۔ وہ دردان کے پاس محفوظ رہے گی۔ مسئلہ تو میرا ہے۔ کیا میں فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چھپ کر رہ سکوں گا؟ مجھے جلد از جلد ایسی پناہ گاہ تلاش کرنی چاہیے۔ جہاں پہنچ کر یقین ہو کہ دشمن وہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

وہ اٹیچی اٹھا کر ماں کے پاس آیا جھک کر اس کی پیشانی

ہاتھ پھر سے دیکھو۔ اچھی طرح دیکھو۔ کیا وہ یہیں کہیں سے ملے گی؟ کیا جلد ہی ملے گی؟''

وہ پھر لکیریں پڑھنے لگا۔ آوازدن نے بے چینی سے پوچھا ''یہ بتاؤ کیا وہ میری شریک حیات بن جائے گی؟''

سلطان ابن سلطان نے انکار میں سر ہلایا پھر کہا ''تمہارے ہاتھ میں شادی کی لکیر نہیں ہے۔ اس سے نہ ملو تو بہتر ہوگا۔''

وہ اپنا ہاتھ چھڑا کو بولا ''کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میں کچھ پراسرار علوم جانتا ہوں۔ میرے علم نے بتایا ہے کہ وہ میری شریک حیات بنے گی تو میری زندگی کی تمام نحوستیں ختم ہو جائیں گی اور میں اس کے ذریعے دشمنوں پر غالب آتا رہوں گا۔ جہاں بھی جاؤں گا حکمران بن کر رہوں گا۔''

''میں نہیں جانتا کہ تمہارے پراسرار علم نے تمہیں کیا بتایا ہے؟ میرا علم تو کہتا ہے کہ.....''

اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی وہ مضطرب ہو کر بولا ''رک کیوں گئے؟ آگے بولو؟''

''اگر تم اس سے پہلے مل چکے ہو اور اسے پہچانتے ہو تو اسے دیکھتے ہی دور ہو جاؤ۔ اس کے قریب نہ جاؤ۔ تم اگر اس سے ملو گے تو وہ دونوں کی آخری ملاقات ہوگی۔''

''کیسی باتیں کر رہے ہو؟ جو میری شریک حیات بننے والی ہے۔ اس سے بھلا آخری ملاقات کیوں ہوگی؟''

''یہ تو میں نہیں جانتا۔ ہاتھ کی لکیروں نے جو کہا ہے وہ میں نے تم سے کہہ دیا۔ آگے کچھ نہیں کہہ سکوں گا۔''

ویٹر آوازدن کے آگے ناشتہ لا کر رکھنے لگا۔ جب وہ چلا گیا تو اس نے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ''ایک بار پھر میرا ہاتھ دیکھو اور کہو کہ اس لڑکی سے میری ملاقات آخری نہیں ہوگی۔''

وہ بولا ''تعجب ہے۔ کیا تم یہاں سچ معلوم کرنے نہیں آئے ہو؟ مجھ سے جھوٹ سننا چاہتے ہو؟ تم نے تو مجھے ڈبل فیس دی ہے اگر کہو گے تو میں تمہیں جھوٹی باتیں کہہ کر خوش کرتا رہوں گا لیکن میرے کہنے سے ہاتھ کی لکیر نہیں بدلے گی' لکیر کا مزاج نہیں بدلے گا۔ یہ جو کہہ رہی ہے وہی ہوگا۔ اس لڑکی سے جب بھی ملاقات ہوگی تو وہ آخری ملاقات ہوگی۔''

اس نے جھنجلا کر کہا ''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ مجھ سے ملتے ہی بچھڑ جائے گی؟ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے ملاقات کے بعد یا تو میں مر جاؤں گا یا وہ مر جائے گی؟ اس لیے آئندہ کبھی ملاقات نہیں ہو سکے گی اور تمہاری پیش گوئی کے مطابق وہ آخری ملاقات ثابت ہوگی۔''

''سوری..... میں اس سلسلے میں وضاحت سے کچھ نہیں کہہ سکوں گا۔''

وہ جھنجلا کر کھڑا ہو گیا پھر اپنی اپیجی اٹھا کر تیزی سے چلتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ وہ کہیں بھٹکنے کے لیے جا رہا تھا اور اس کی ماں بڑے آرام سے گہری نیند سو رہی تھی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ مجبور تھے۔ اپنی اپنی تقدیر کا مالک وردان کو بنا چکے تھے۔

وہ تنویمی عمل کے مطابق ٹھیک دس بجے بیدار ہو گئی۔ کچھ دیر تک چاروں شانے چت پڑی کمرے کی چھت کو تکتی رہی۔ سوچتی رہی کہ وہ کہاں ہے اور کن حالات سے گزر رہی ہے؟

اسے ایک ایک کر ساری باتیں یاد آتی گئیں لیکن یہ یاد نہیں آیا کہ پچھلی شام چائے پینے کے بعد وہ اپنے بیٹے کے ساتھ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو گئی تھی۔ البتہ یاد آیا کہ وہ راضی خوشی وردان کی معمولہ اور تابعدار بنا چاہتی تھی۔ اس نے سوچا کہ رات گزر چکی ہے۔ شاید وردان نے اس پر عمل کیا ہے اور اسے اپنی معمولہ بنا چکا ہے۔

اس نے سر گھما کر دیکھا تو بیٹا نہیں تھا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اسے یاد تھا کہ سوتے وقت بیٹا اس کے پہلو میں تھا۔ اس نے داش روم کی طرف دیکھا۔ دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ اس نے آواز دی ''آوازدن..... کیا تم روش روم میں ہو؟''

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کے پاس پہنچ گئی پھر تعجب سے بولی ''یہ تم کس گاڑی میں بیٹھ کر کہاں جا رہے ہو؟''

''میں صبح چھ بجے سے بھٹک رہا ہوں۔ ادھر سے ادھر گھوم رہا ہوں۔ اب ائرپورٹ کی طرف جا رہا ہوں۔ مجھے انڈیا میں نہیں رہنا چاہیے۔ یہاں خطرات زیادہ ہیں۔ ایک تو فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نہ جانے کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مجھے وردان پر بھروسا نہیں ہے۔ وہ اپنے مطلب کے لیے تمہاری حفاظت تو کرے گا لیکن مجھے کسی وقت بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لہٰذا مجھے یہاں سے بہت دور چلے جانا چاہیے۔''

''نہیں بیٹے! تم یہاں سے جا کر غلطی کرو گے۔ وردان کو تمہارے پاس پہنچنا ہوگا تو تم اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے بچ کر کہیں نہیں جا سکو گے۔ واپس آ جاؤ۔''

''میں کہہ چکا ہوں کہ ہم ماں بیٹے کو ایک ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔ میں آپ سے دور رہنا چاہتا ہوں۔''

''چلو..... مجھ سے دور رہو۔ کوئی بات نہیں لیکن یہ ملک چھوڑ کر کہیں نہ جاؤ دور ہونا چاہتے ہو تو کسی دوسرے شہر کی طرف چلے جاؤ۔''

اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ الجھا ہوا تھا سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے؟ اور کہاں جانا چاہیے؟

ارنا کوف نے کہا ''بیٹے.....! تم اس ملک میں رہو گے تو کسی بھی برے وقت میں ہم ایک دوسرے کے پاس آ سکتے ہیں۔ ہمارے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں رہے گا تو ہم کم سے کم وقت میں ایک دوسرے کے قریب پہنچ سکتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں اسی ملک میں رہوں گا۔ فرہاد اور اس کے آدمی اس ملک کے شمالی حصے میں ہیں۔ میں جنوب کی طرف چلا جاؤں گا۔''

''ماں کی جان! ہم ایک دوسرے کے قریب رہیں گے۔ میں پھر خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کروں گی۔''

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ پریشانی سے بیٹے کے لیے سوچنے لگی کہ اب پتا نہیں وہ کہاں کہاں بھٹکتا پھرے گا؟ اس کے جانے کے بعد وہ تنہا رہ گئی تھی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ وردان کب اسے اپنی پناہ میں بلائے گا؟

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وردان کے اندر پہنچی تو پتا چلا کہ وہ گہری نیند میں ہے۔ اس نے آواز دی ''سوامی جی!''

سوامی وردان کے دماغ سے اس کی سوچ کی لہر ابھری۔ وہ بول رہا تھا ''ابھی یہاں سے جاؤ میں تمام رات کا جاگا ہوا ہوں۔ نیند پوری کرنے کے بعد تم سے بات کروں گا۔''

''وہ اس کی تابعدار بن چکی تھی۔ اس سے بحث نہیں کر سکتی تھی۔ اس کا حکم سنتے ہی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ یہ سمجھ میں آ گیا تھا کہ وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بن چکی ہے۔ وہ اس کے جسم و جان کا اور دل و دماغ کا مالک بن چکا ہے۔ وہ جب چاہے گا اسے اس کے بیٹے سے ہمیشہ کے لیے دور کر دے گا۔

ابھی یہ اطمینان تھا کہ وہ ایسا کچھ نہیں کر رہا ہے۔ وہ پھر بیٹے کے پاس پہنچ گئی۔ اس وقت وہ ایک بازار میں تھا۔ وہ پیتل کی تھالی ماش کی دال سرسوں کا تیل اور سندور وغیرہ خرید رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی ''یہ تم کالے جادو کے لیے سامان کیوں خرید رہے ہو؟''

اس نے کہا ''ماما! میں بہت پریشان ہوں۔ آج صبح ہی ایک بہت ہی معروف نجومی نے مجھے کہا ہے کہ الپا کی بیٹی انوشے سے بہت جلد میرا سامنا ہونے والا ہے۔''

وہ حیرانی سے بولی ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تمہیں کس نجومی نے یہ بات کہی ہے؟''

''تم جس ہوٹل میں ہو۔ وہ بھی اسی ہوٹل میں موجود ہے۔ اس نے ہمارے ماضی، حال اور مستقبل کی بہت سی سچی باتیں بتائی ہیں۔''

''لیکن تم یہ جادو کا سامان کیوں خرید رہے ہو؟ ہم نے طے کیا تھا کہ اب کہیں بھی پہنچ کر کالے جادو کا عمل نہیں کریں گے۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی بھی طرح معلوم کر سکتے ہیں کہ اس دیس میں کہاں کہاں کالا عمل کیا جا رہا ہے۔ تم ایسا عمل کرو گے اور آس پاس کے لوگوں کو خبر ہوگی تو بات کہیں سے کہیں پہنچے گی اور پھر تم دشمنوں کی نظر میں آ جاؤ گے۔''

''ماما! جو ڈرتا ہے وہ مرتا ہے۔ ہم تو خطرات سے کھیل ہی رہے ہیں تو پھر ڈرنا کیسا؟ میں یہ عمل کروں گا۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ انوشے کہاں ہے؟ وہ مجھ سے کب ملے گی کہاں ملے گی؟''

''وہ جب ملنے ہی والی ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ تم تو اسے تلاش کر ہی رہے تھے۔ ذرا صبر سے انتظار کرو اور یہ پلاننگ کرو کہ وہ ملے گی تو کس طرح اپنے قابو میں کرو گے؟''

''میں یہ ساری باتیں سوچ رہا ہوں۔ لیکن اس نجومی کی اس بات نے مجھے چونکا دیا ہے اور میرے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجا دی ہے کہ اس سے جب بھی ملاقات ہوگی تو وہ ہماری آخری ملاقات ہوگی۔''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا ''اس کا مطلب کیا ہوا؟ آخری ملاقات کیوں ہوگی؟''

''اس کا مطلب یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ہم ملنے کے بعد ہمیشہ کے لیے بچھڑ جائیں گے اور بچھڑنے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے یا انوشے کو موت آ سکتی ہے۔ موت کے بعد ہی آئندہ کوئی ملنے کا سلسلہ نہیں رہے گا اور اس طرح ہماری وہ ملاقات آخری ملاقات ہوگی۔''

''بیٹے! میرے دماغ میں بھی خطرے کی گھنٹی بج رہی ہے۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے کتنے بڑے بڑے جادوگر حرام موت مارے گئے اور انہوں نے کہا تھا کہ ان کے بعد اب ہماری باری ہے۔ میں نے تمہیں پہلے بھی یہی سمجھایا تھا کہ انوشے کا خیال دل سے نکال دو۔''

''میں اس کے حصول سے باز آؤں گا تب بھی جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ نجومی کہہ رہا تھا کہ میری بہتری اور

کتابیات پبلی کیشنز۔ کراچی

سلامتی کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ میں اس لڑکی سے سامنا نہ کروں۔ اس سے کترا کر نکل جاؤں۔''

''وہ نجومی بہت اچھا مشورہ دے رہا تھا۔ تمہیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اس سے کترانے کی کوشش کرتے رہو۔''

''میں اس سے تب کتراؤں گا۔ جب یہ معلوم ہوگا کہ وہ ہے کہاں؟ وہ جہاں ہوگی میں وہاں سے بہت دور چلا جاؤں گا۔''

''ہم کالے جادو کا تمام سامان پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ ہم نے یہ طے کیا تھا کہ کبھی کالا عمل نہیں کریں گے۔ لیکن اب ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ ہم جیسے تلاش کرنا چاہتے تھے۔ اسے مقناطیسی آلے کے ذریعے ڈھونڈ نکالتے تھے۔ کالے منتروں کے ذریعے وہ آلہ متحرک ہوتا تھا پھر جہاں ہمارا شکار ہوتا تھا۔ وہ اس کی نسبت بتانے لگتا تھا۔''

''آپ وہ بھی ماسکو میں چھوڑ آئی ہیں۔ میں اسی لیے کالے منتروں کے لیے یہ تمام سامان خرید رہا ہوں۔ اب میں انوشے کے نام سے بنائے ہوئے پتلے کے ذریعے معلوم کر سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؟''

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولی ''ہم نے قسم کھائی تھی کہ اپنی سلامتی کے لیے کالے جادو سے پرہیز کریں گے اور جب تک مکمل سلامتی اور تحفظ کا یقین نہیں ہوگا تب تک ہم کسی بھی طرح کا کالا عمل نہیں کریں گے لیکن اب مجبوری ہے۔''

''ماما! آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں سمندر کے ساحل پر جا کر کہیں بہت دور جہاں ویرانی ہوگی۔ وہاں کسی درخت کے سائے میں بیٹھ کر انوشے کے نام کا پتلا بناؤں گا۔ پھر مخصوص منتروں کا جاپ کروں گا۔''

''ٹھیک ہے بیٹے! تم جب بھی منتروں کا جاپ شروع کرو تو مجھے بھی مخاطب کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ ان منتروں کا جاپ کروں گی۔ اس طرح ہمارے عمل میں شدت پیدا ہوگی اور ہم جلد سے جلد انوشے کا سراغ لگا سکیں گے۔''

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی پھر غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں چلی گئی۔ ہماری دنیا میں بہت سے لوگ معصوم اور بے گناہ ہوتے ہیں۔ وہ کسی سے دشمنی نہیں کرتے۔ کسی کی برائی نہیں چاہتے۔ اس کے باوجود شر پسند عناصر انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

ارنا کوف اور آوازون ایسی کوششیں کر رہے تھے۔ دوسری طرف انوشے بھی عبادت میں مصروف تھی ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد اس کی دادی آمنہ معمول کے مطابق اس کے پاس آ گئی تھی اور اس سے باتیں کر رہی تھی ''بیٹی..... یہ دنیا بڑی عجیب ہے یہاں لوگ محبت کا جواب محبت سے نہیں عداوت سے دیتے ہیں۔ لہٰذا ابھی کسی سے خیر کی توقع نہ رکھو لیکن اپنے اعمال کو اس طرح بہتر سے بہتر بناؤ کہ دوسرے تم سے خیر کی توقع رکھیں۔''

انوشے نے پوچھا ''ایسے وقت جب عداوت کرنے والے ہمیں نقصان پہنچا رہے ہوں تو کیا ہمیں جوابی کارروائی نہیں کرنی چاہیے کیا ایسے وقت بھی ان کے لیے خیر و سلامتی کی دعائیں مانگنی چاہئیں؟''

''جب وہ عداوت کا ارادہ کر رہے ہوں تو ان کے لیے کچھ چاہو۔ انہیں سمجھاؤ بغض، حسد، کینہ اور عداوت رکھنے والوں کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لیے کتنے ہی پیغمبر دنیا میں بھیجے گئے۔ جنہیں راہ راست پر آنا ہوتا ہے۔ وہ آ جاتے ہیں اور جو نہیں آتے وہ اپنے کیے کی سزا پاتے ہیں۔ جب دیکھو کہ نقصان پہنچ رہا ہے اور بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے تو جوابی کارروائی لازمی ہو جاتی ہے۔ شر پسند عناصر کو سزا دینا لازمی ہے۔ اس طرح دوسرے شر پسندوں کو عبرت حاصل ہوتی ہے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی ''تم کل سے اس شہر میں آئی ہو اور تفریح کے لیے باہر نہیں نکلیں؟''

''شام کو اپنی ماما (الپا) کے ساتھ باہر جاؤں گی۔''

''تم نے ایک بار کہا تھا کہ تمہیں ساحل سمندر کے نظارے بہت اچھے لگتے ہیں۔''

''بس گرینڈ ماما.....! میں یہاں جوہو کے ساحل پر ہوں اس ساحل پر دور تک تفریح کے لیے جاؤں گی۔''

''تمہارے گرینڈ پاپا بھی اسی شہر میں ہیں۔ تمہارے ساتھ تفریح کر سکتے ہیں۔ وہاں تمہارے ساتھ انہیں کوئی نہیں پہچانے گا۔ کوئی شبہ نہیں کرے گا۔''

''یہ آپ نے بہت اچھا مشورہ دیا ہے۔ میں ابھی گرینڈ پاپا سے رابطہ کروں گی اور ان سے ضد کروں گی کہ وہ میرے پاس آ جائیں۔''

''اب تم ان سے رابطہ کرو۔ میں جا رہی ہوں۔''

وہ اپنی پوتی سے رخصت ہو گئی۔ وہ ایسی روحانی قوتیں حاصل کر چکی تھی کہ اسے پیش آنے والے واقعات کا علم ہو جاتا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی پوتی سے عداوت رکھنے والے ابھی اس کے خلاف کیا کر رہے ہیں؟

اس نے اپنی پوتی کو یہ بات نہیں بتائی تھی۔ صرف یہ مشورہ دیا تھا کہ ساحل سمندر پر تفریح کرنے کے دوران میں مجھے اپنے ساتھ رکھنا چاہیے۔ ''ماما..... آپ گرینڈ پاپا سے

بولیں کہ میں ان سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

الپا نے مسکرا کر اپنی بیٹی کو دیکھا پھر مجھے مخاطب کیا ''پتا..... آپ کی پوتی یاد کر رہی ہے۔''

میں دوسرے لمحے اس کے پاس پہنچ گیا۔ جماہی لیتے ہوئے بولا ''دادا کی جان! مجھے کیوں یاد کیا ہے؟''

''اوہ گرینڈ پاپا..... آپ جماہی لے رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے، سو رہے تھے سو سوری..... میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔''

''نہیں دادا کی جان..... میں ابھی بیدار ہوا تھا۔ اگر گہری نیند میں ہوتا تب بھی تمہاری آواز سنتے ہی ہڑبڑ کر اٹھ بیٹھتا۔ میری نیند میرا آرام سکھ چین اور میری باقی تمام عمر تم پر قربان ہونے کے لیے ہے۔''

''آپ مجھ سے اتنی محبت کرتے ہیں اور اتنی دور بھی رہتے ہیں۔ یہاں ہمیں صورت شکل سے کوئی نہیں پہچانتا ہے اگر آپ دو چار گھنٹے میرے ساتھ تفریح کریں گے تو کوئی دشمن ہمیں پہچان نہیں سکے گا اور نہ ہی کوئی ہم پر شبہ کر سکے گا۔''

''اچھا تو تم تفریح کے موڈ میں ہو؟ وہ بھی میرے ساتھ..... ٹھیک ہے میں ابھی واش روم جا رہا ہوں۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔''

انوشے خوش ہو کر الپا سے لپٹ گئی کہنے لگی ''گرینڈ پا آ رہے ہیں۔ ہم سب تفریح کے لیے نکلیں گے۔ خوب مزہ آئے گا۔''

سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ سوامی وردان نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ اس نے غسل کر کے فریش ہونے کے بعد خیال خوانی کی پرواز کی۔ سب سے پہلے ارنا کوف کے پاس پہنچا تو ذرا چونک گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا پھر بولا ''ہے یو ارنا کوف..... یہ تم کیا کر رہی ہو؟''

وہ اپنے اندر اس کی آواز سنتے ہی ایک دم چونک گئی۔ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی پھر ہچکچاتے ہوئے بولی ''وہ..... وہ میں کچھ کالے منتروں کا جاپ کر رہی ہوں۔''

وہ ناگواری سے بولا ''مجھے کالے جادو سے نفرت ہے۔ میں نے سوچا تھا جب تمہیں اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لوں گا تب یہ بات بتاؤں گا پھر تمہیں کوئی کالا عمل نہیں کرنے دوں گا۔''

اس نے بڑی تابعداری سے کہا ''جب تمہیں یہ پسند نہیں ہے تو میں کبھی ایسا نہیں کروں گی لیکن آج کر لینے دو۔''

''کیوں کرنے دوں؟ تم پر ایسی کیا افتاد آ پڑی ہے کہ تم کالے جادو کا سہارا لے رہی ہو؟ تم پر اگر کوئی مصیبت آئی ہے یا کوئی خطرہ محسوس کر رہی ہو تو مجھے بتاؤ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔''

وہ بڑی محبت سے بولی ''اب تو تم ہی میرے آقا ہو۔ میرے جسم و جان کے مالک ہو میں جانتی ہوں ہمیشہ تمہارے پاس محفوظ رہوں گی لیکن اپنے بیٹے کے لیے پریشان ہوں۔''

''کیا اس پر کوئی مصیبت آئی ہے؟''

''آئی نہیں ہے آنے والی ہے۔''

وہ اسے انوشے کے بارے میں بتانے لگی۔ پھر بولی۔ ''ہم ماں بیٹا ایک ساتھ کالے منتروں کا جاپ کر رہے ہیں۔ اس طرح ہمیں معلوم ہو سکے گا کہ انوشے اس وقت کہاں ہے؟ وہ جہاں بھی ہوگی میرا بیٹا ادھر جانے سے کترائے گا۔ بلکہ اس کے مخالف سمت اور دور چلا جائے گا تاکہ کبھی اس لڑکی سے سامنا نہ ہو۔''

وردان سوچنے لگا ''آوازن اس کے لیے غیر ضروری تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اس کے بارے میں اچھے خیالات نہیں رکھتا ہے۔ اسے کبھی موقع ملے گا تو وہ اپنی ماں کو اس کے چنگل سے چھڑانے کے لیے اس کا دشمن بن جائے گا۔''

ارنا کوف نے پوچھا ''کیا تم اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے اس لڑکی کا سراغ لگا سکتے ہو؟''

''میں اس کا سراغ لگا سکتا ہوں لیکن بہت مصروف ہوں۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔''

''کیا میری خاطر میرے بیٹے کے لیے وقت نہیں نکالو گے؟''

''اس طرح وقت نکال سکتا ہوں کہ وہ میرے پاس چلا آئے۔ میں اسے تحفظ دوں گا پھر وہ لڑکی انوشے تو کیا؟ اس کا دادا فرہاد علی تیمور بھی تمہارے بیٹے تک نہیں پہنچ سکے گا۔''

''کیا ابھی میرے بیٹے کو اپنے پاس بلا سکتے ہو؟ ایسا ہے تو میں بھی اس کے ساتھ تمہارے پاس آؤں گی۔''

''میں نے کہا ناں..... ابھی بہت مصروف ہوں۔ کسی کو اپنے قریب نہیں بلا سکتا۔ تمہارے بیٹے کو ایک ایسی جگہ بلا کر پناہ دوں گا۔ جہاں اس کی حفاظت کی ذمہ داری میری ہوگی۔ سب سے پہلے تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ کالے جادو سے باز آ جاؤ۔ یہ منتر پڑھنا چھوڑ دو۔ اپنے بیٹے سے بھی کہو کہ وہ ایسے منتر نہ پڑھے۔ وہ ابھی جہاں ہے وہاں سے اٹھ کر باندرہ مل کی طرف جائے۔ میں اسے گائیڈ کروں گا کہ کس بنگلے میں جا کر پناہ لینی ہے؟''

ارنا کوف نے اسی وقت اپنے بیٹے کو مخاطب کیا ''یہ منتر

پڑھنا چھوڑ دو۔ ابھی آواز ون نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہیں ایک پناہ گاہ تک پہنچائے گا۔ جہاں انوشے تو کیا کوئی بھی دشمن تمہارے قریب نہیں آسکے گا۔''

وہ ناگواری سے بولا ''ماما..... آپ اس کی تابعدار بن گئی ہیں۔ اس لیے تابعداری کریں لیکن مجھے مجبور نہ کریں۔ منتر پڑھنے کے دوران میں مداخلت نہ کریں۔ مجھے یقین ہے کہ میں مسلسل دو گھنٹے تک جاپ کرتے رہنے کے بعد اس کا سراغ ضرور لگالوں گا۔''

''دیکھو بیٹے!..... ماں کی بات مان لو۔ یہاں سے اٹھو اور باندرہ ہل کی طرف جاؤ۔ تمہیں پوری طرح تحفظ حاصل ہوگا۔''

''ماما..... یہ آپ نہیں بلکہ آپ کے منہ سے آواز ون کی زبان بول رہی ہے۔ آپ کا دماغ آپ کے قابو میں نہیں ہے۔ اس کے قابو میں ہے۔ میں آپ سے آخری بار گزارش کررہا ہوں کہ یہاں سے چلی جائیں ورنہ میں سانس روک کر بھگادوں گا۔''

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی مگر بیٹے نے فوراً سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی آواز ون نے کہا ''کس خردماغ بیٹے کے لیے پریشان ہورہی ہے؟ وہ صرف بدتمیز ہی نہیں ہے بلکہ میرا دشمن بھی ہے پھر بھی میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی حفاظت کروں گا۔ تم بار بار اس کے دماغ میں نہ جاؤ یہ میرا حکم ہے۔''

اسے حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔ ہوٹل کے کمرے میں وہ جہاں بیٹھی تھی وہیں خاموش سی بیٹھی رہ گئی۔ آواز ون اپنی جگہ منتر پڑھ رہا تھا۔ وردان خاموشی سے اس کے اندر پہنچ گیا۔ ٹھہر ٹھہر کر اس کی زبان میں لغزش پیدا کرنے لگا۔ وہ پڑھتے پڑھتے رک رہا تھا۔ کبھی بھول رہا تھا۔ کبھی یاد کررہا تھا۔ پریشان ہورہا تھا پھر اس نے خلا میں تکتے ہوئے کہا ''میں سمجھ رہا ہوں وردان..... تم میرے اندر پہنچے ہوئے ہو میں حیران ہوں کہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کررہا ہوں؟''

وہ جواب میں خاموش ہی رہا۔ چپ چاپ رکاوٹیں پیدا کرتا رہا۔ آواز ون سمجھ گیا کہ اب وہ آگے منتر نہیں پڑھ سکے گا' وہ وہاں سے اٹھ کر جانے لگا۔ وہ آباد ساحلی علاقوں سے دس کلومیٹر دور ایک ویرانے میں تھا۔ تاکہ تنہائی اور خاموشی میں منتروں کا جاپ کرسکے۔ وہ اٹھ کر جاتے ہوئے یہ سمجھ گیا تھا کہ اپنی مرضی سے نہیں جارہا ہے۔ دشمن اس کے دماغ پر حملہ آور ہوا ہے۔ اسے جبراً وہاں سے لے جارہا ہے۔

وردان اپنے دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کرتا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے وہاں سے لے جائے گا پھر شہر سے لے کر ٹریفک کے ہجوم سے گزارتے ہوئے ایسے حادثے سے دوچار کرے گا کہ پھر وہ ایک کے بعد دوسری سانس نہیں لے سکے گا۔

وہ دو کلومیٹر پیدل چلتا ہوا ایک ساحلی علاقے میں پہنچا۔ اس نے ایک گیراج میں اپنی رینجڈ کار کھڑی کی تھی اور وہاں تک پہنچنے کے لیے اسے ابھی چھ کلومیٹر تک چلنا تھا۔ وہ منتر پڑھنے میں ناکام رہا تھا۔ پھر اس کے دماغ پر یہ بوجھ تھا کہ وہ وردان کے زیر اثر ہے اس کے اندر دماغی تھکن بھی تھی اور جسمانی تھکن بھی۔

وہ ایک جگہ تھک کر بیٹھ گیا ایسے ہی وقت میں کار ڈرائیو کرتا ہوا ادھر پہنچا۔ انوشے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی تھی اور الپا پچھلی سیٹ پر تھی۔ میں نے ایک جگہ کار روک کر کہا ''لو بیٹی! تمہاری فرمائش پر یہاں تک چلا آیا ہوں۔ اب آگے ویران ساحل ہے۔''

وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ دور تک دیکھ کر بولی ''یہاں کتنی خاموشی اور ویرانی ہے۔ شہر کے ہنگاموں سے دور یہاں آکر کتنا اچھا لگ رہا ہے؟''

آواز ون دور بیٹھا ہوا تھا۔ ہماری کار دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا قریب آکر مجھ سے بولا ''مسٹر..... آگے ایک آبادی میں میری کار کھڑی ہوئی ہے۔ کیا تم مجھے لفٹ دینا پسند کرو گے؟''

میں خوش دلی سے بولا ''بے شک..... یہ میری پوتی ہے یہاں کے نظارے کررہی ہے۔ ہم تھوڑی دیر کے بعد یہاں سے چلیں گے تو تمہیں بھی لے چلیں گے۔''

انوشے گم صم سی کھڑی ہوئی تھی۔ آواز ون کو تک رہی تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ اس میں اس حد تک روحانیت بیدار ہوگئی تھی کہ وہ اپنے آس پاس شرپسندوں اور شیطانی ارادے رکھنے والوں کو محسوس کرلیتی تھی۔

اس نے سر گھما کر الپا کی طرف دیکھا پھر ایک انگلی اپنے سر پر رکھی۔ الپا فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی ''کیا بات ہے میری جان.....؟''

''ماما..... یہ جو آدمی ہے اس سے ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔''

الپا نے فوراً ہی مجھے مخاطب کیا ''پاپا..... انوشے اس آدمی کے آتے ہی خطرہ محسوس کررہی ہے۔ کیا اس کے خیالات پڑھوں؟''

الپا بہت ہی غلط وقت پر میرے اندر آئی تھی۔ کیونکہ اس وقت وردان آواز ون کے ذریعے میری آواز سننے کے بعد میرے اندر آگیا تھا۔ خاموشی سے میرے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اسے تو یہی معلوم ہونا تھا کہ میں دھرم ویر ہوں اور تناشا بائی اسپتال کا منتظم اعلیٰ ہوں۔

لیکن اس نے الپا کی یہ بات سن لی کہ انوشے خطرہ محسوس کررہی ہے۔ الپا نے یہ بھی کہا کہ کیا میں سامنے والے کے خیالات پڑھوں؟

اس کا مطلب یہی تھا کہ ہم سب ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور ہمارے ساتھ جو سات برس کی لڑکی موجود ہے اس کا نام انوشے ہے۔

وردان کو ارنا کوف کے ذریعے انوشے کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوچکا تھا۔ اس نجومی کے بارے میں بھی معلوم ہوا تھا۔ جس نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ انوشے سے آواز ون کا سامنا جلد ہی ہونے والا ہے۔ اب وہ آواز ون کے اندر رہ کر دیکھ رہا تھا کہ ان دونوں کا سامنا ہوچکا ہے۔

اس وقت میں یہ نہیں جانتا تھا کہ وردان میرے خیالات پڑھ رہا ہے۔ بس اتنا معلوم تھا کہ کوئی میرے اندر ہے۔ میں نے آواز ون پر شبہ کیا پھر اس سے پوچھا ''اچھا..... تو تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟''

اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر انکار میں سر ہلایا۔ میں نے ایک گھونسا اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے اگرچہ وہ بٹا کٹا جوان تھا اور میں اس کے مقابلے میں بوڑھا تھا۔ اس کے باوجود میرے پاس دشمن سے نمٹنے کے خطرناک تجربات تھے۔

اس نے پلٹ کر مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے اس کے حملے کو روکا پھر جوابی حملہ کیا۔ جس طرح جوانی اور بڑھاپے کے دوران ٹھن گئی۔ ہمارے درمیان خاصی دیر تک جنگ جاری رہتی۔ لیکن مار کھانے کے دوران دماغ کچھ کمزور ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی وقت الپا نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا تو وہ لڑنا بھول گیا۔ چیخ مار کر زمین پر گر پڑا۔ الپا نے پھر ایک بار زلزلہ پیدا کیا۔ اس بار تکلیف کی شدت ایسی تھی کہ اس کے حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔ وہ خاموشی سے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔

ہم نے اس کے مختصر سے خیالات پڑھے تو یہ معلوم کرکے حیران رہ گئے کہ وہ آواز ون ہے جو ایک عرصے سے میری پوتی کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف رہا ہے۔ کم بخت میری پوتی سے شادی کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔

وہ دماغی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کررہا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری تو وہ دوسری طرف پلٹ کر پھر زمین پر گر پڑا۔ اس بار میں نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ اس کی حالت ایسی ہوگئی تھی کہ تکلیف کی شدت سے نہ چیخ سکتا تھا نہ تڑپنے کی سکت رہ گئی تھی۔ بس وہ ایک ذرا لرز کر رہ گیا۔

میں نے اس کے اندر جھانک کر دیکھا۔ اس کا دماغ بجھ رہا تھا۔ اس کا ہمیشہ کے لیے بجھ جانا ہی بہتر تھا۔ میں نے آخری بار زلزلہ پیدا کیا۔ آخری بار اس کے جسم میں لرزش ہوئی پھر وہ ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگیا۔

میں نے اپنی پوتی کے پاس آکر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا ''ایک اور کالا جادو جاننے والا جہنم رسید ہوگیا ہے۔ تقدیر اسے جہنم میں پہنچانے کے لیے ہی ہمیں یہاں لائی تھی۔ آؤ چلیں۔''

انوشے نے ایک دم چونک کر مجھے دیکھا تو میں نے پوچھا ''کیا ہوا؟''

''گرینڈ پا..... ابھی کوئی میرے دماغ میں آیا تھا۔ سانس روکتے ہی چلا گیا۔''

''میں نے اور الپا نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اس وقت ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ سوامی وردان وشوناتھ ہم تک پہنچ چکا ہے اور آئندہ ہمارے لیے نئے مسائل پیدا کرنے والا ہے۔

زندگی ایک جوا ہے۔ ایسا جوا ہے کہ جیت کے پیچھے ہی ہار ہوتی ہے۔

پہلے تو یہ سمجھ میں آیا تھا کہ آواز ون میرے اندر آکر خیالات پڑھ رہا ہے پھر پتا چلا کہ کوئی دوسرا بھی موجود ہے اور اس نے انوشے کے دماغ میں آکر خیالات پڑھنے کی کوشش کی تھی پھر سانس رکتے ہی بھاگ گیا تھا۔

الپا نے پریشان ہوکر انوشے کو گلے لگالیا پھر آواز ون کی لاش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''میری بیٹی کا جو سب سے بڑا دشمن تھا وہ تو حرام موت مر چکا ہے پھر یہ نیا دشمن کون ہے جو میری بچی کے اندر جگہ بنانا چاہتا تھا؟''

ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ ارنا کوف اور آواز ون سوامی وردان سے رابطہ کرکے اس سے نہ صرف دوستی کرچکے ہیں بلکہ ارنا کوف اس کی معمولہ اور تابعدار بھی بن چکی ہے۔ ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتے تھے اس لیے ہمارا دھیان سوامی وردان کی طرف نہیں جارہا تھا۔

میں نے آواز ون کی اچھی طرح پٹائی کی تھی پھر دماغی

جھٹکے دے کر اسے مار ڈالا تھا اس دوران میں وردان خاموش تماشائی بنا ہوا تھا کیونکہ وہ خود بھی آوازون کی موت چاہتا تھا ہم انجانے میں اس کی یہ خواہش پوری کر چکے تھے۔

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچ رہا تھا ''اوہ گاڈ! کیا میں فرہاد علی تیمور کی فیملی سے ٹکرا گیا ہوں؟''

وہ بیٹھا ہوا تھا اٹھ کر کھڑا ہو گیا سوچنے لگا ''تھوڑی دیر پہلے ارنا کوف نے مجھے بتایا تھا کہ فرہاد کی پوتی کا نام الوشے ہے اور آوازون اس سے شادی کرنا چاہتا ہے لیکن ایک نجومی کی پیش گوئی کے مطابق فی الحال آوازون کو الوشے سے دور رہنا چاہیے۔''

وہ میرے متعلق سوچ رہا تھا ''وہ بوڑھا کون ہے؟ میں آوازون کے ذریعے اس کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا تھا اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ اس کا نام دھرم ویر ہے اور وہ شانتا بائی اسپتال کا منتظم اعلیٰ ہے لیکن اس کے ساتھ جو عورت تھی اس نے اس دھرم ویر کے اندر آ کر بولنا شروع کیا تھا تب ہی مجھے معلوم ہوا کہ اس بچی کا نام الوشے ہے بعد میں پتا چلا کہ وہ بوڑھا دھرم ویر بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔

وردان دشوانا تھ نے میرے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر الوشے کے اندر پہنچنا چاہا تھا مگر جب اس نے سانس روک کر اسے بھگایا تو وہ حیران رہ گیا۔ یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چھ سات برس کی بچی یوگا کی ماہر ہوگی۔ وہ سوچنے لگا ''یوں لگتا ہے جیسے وہ بوڑھا، وہ عورت اور وہ بچی سب ہی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں وہاں الوشے کی موجودگی بتا رہی ہے کہ وہ سب فرہاد علی تیمور کی فیملی سے تعلق رکھنے والے افراد ہیں اور اگر ایسا ہے تو پھر وہاں ایک ہندو دھرم ویر کیا کر رہا ہے' کیا واقعی وہ ہندو ہے' کیا واقعی اس کا نام دھرم ویر ہے؟''

وہ میری حقیقت معلوم کرنے کے لیے چپ چاپ میرے اندر آیا میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے لگا یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے جو شخص الوشے کے اندر آیا تھا شاید وہی میرے اندر آ کر ہمارے بارے میں وضاحت سے بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا ہے۔

میں نے سخت لہجے میں پوچھا ''کون ہو تم؟''

وہ چپ رہا' نہ اس نے جواب دیا اور نہ ہی میرے دماغ سے گیا میں نے کہا ''جواب دو یا تیں کرو گے تو ہم ایک دوسرے سے متعارف ہو سکیں گے۔ خاموش رہو گے تو میں سانس روک لوں گا پھر کبھی تمہیں اپنے اندر نہیں آنے دوں گا۔''

آخر وہ بولنے پر مجبور ہو گیا اس نے کہا ''میں دشمن نہیں ہوں اور دوست بھی نہیں ہوں لیکن ہماری دوستی ہو سکتی ہے۔''

اس کی آواز اور لہجہ سنتے ہی میں سمجھ گیا کہ وہ سوامی وردان دشوانا تھ ہے کیونکہ اب سے پہلے کئی بار میں جمیلہ اور نیلہ کے اندر اس کی سوچ کی لہروں کو سن چکا تھا میں نے انجان بن کر کہا ''اگر مجھ سے سچ بولو گے، مجھے دھوکا نہیں دو گے اور اپنا صحیح تعارف کراؤ گے تو دوستی ضرور ہو گی۔''

اس نے کہا ''پہلے تم اپنا مکمل تعارف کراؤ۔''

میں نے کہا ''اصولی بات کرو پہلے میں نے پوچھا ہے اس لیے تمہیں جواب دینا چاہیے پلٹ کر سوال نہیں کرنا چاہیے۔''

وہ خود کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا اس نے کہا ''میں نے ابھی تمہارے مختصر سے خیالات پڑھے ہیں تمہارا نام دھرم ویر ہے تم دہلی سے آئے ہو اور شانتا بائی اسپتال کے منتظم اعلیٰ ہو۔''

''یہ میری فراخدلی ہے کہ میں نے اپنے خیالات پڑھنے کا موقع دیا کیا تم ایسی کشادہ دلی کا ثبوت دو گے مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گے؟''

''سوری..... پہلے میں تمہارے بارے میں اپنا تجسس ختم کرنا چاہتا ہوں۔ یہ جو عورت اور بچی تمہارے ساتھ ہیں ان کا تعلق فرہاد علی تیمور کی فیملی سے ہے اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دھرم ویر فرہاد علی تیمور کی فیملی میں نہیں ہے اور میرا یہ دعویٰ ہے کہ فی الوقت پورے ہندوستان میں صرف میں ہی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہندو ہوں کسی اور خیال خوانی کرنے والے ہندو دھرم ویر کا کوئی وجود نہیں ہے۔''

''اگر نہیں ہے تو میں کیسے ہوں؟ تم میرے اندر آ کر اچھی طرح میرے خیالات پڑھ چکے ہو۔''

''ہاں میں یہی سوچ کر الجھ رہا ہوں کہ تمہارے صحیح خیالات پڑھے ہیں یا دھوکا کھا رہا ہوں؟''

''کسی بھی انسان کے چور خیالات کبھی جھوٹ نہیں بولتے اب ایک راز کی بات بتاؤں تمہیں؟''

اس نے پوچھا ''کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پہلے بھی ہمارا آمنا سامنا ہو چکا ہے میں تمہیں بہت قریب سے دیکھ چکا ہوں سوامی وردان دشوانا تھ.....!''

اسے ایک دم سے چپ لگ گئی میں نے پوچھا ''کیا بولتی بند ہو گئی؟''

اس نے پوچھا ''ہمارا سامنا کب ہوا تھا؟''

''پچھلی بار جب تم دہلی کے ہوٹل تاج محل آئے تھے وہاں عقیدت مندوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی میں اس بھیڑ میں تم سے کچھ فاصلے پر تھا تمہاری آواز اور لب و لہجہ میرے دماغ میں نقش ہو چکا ہے۔''

میں نے دوسرے ہی لمحے محسوس کر لیا کہ وہ میرے اندر سے جا چکا ہے میں نے الوشے اور الپا سے کہا ''گاڑی میں بیٹھو ہمیں واپس چلنا چاہیے۔''

ہم سب گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے واپس جانے لگے۔

اس دوران میں الپا میرے اندر تھی اور وردان سے ہونے والی باتیں سنتی رہی تھی اس نے پوچھا ''پاپا! میں آپ سے بات کر سکتی ہوں یا وہ آپ کے اندر موجود ہے؟''

''وہ ابھی نہیں ہے ہم آزادی سے باتیں کر سکتے ہیں پچھلی بار تم نے اچانک میرے اندر آ کر مجھے مخاطب کیا تھا۔ اس وقت ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وردان دشوانا تھ میرے خیالات پڑھ رہا ہے اور اس طرح وہ تمہاری باتیں بھی سن چکا ہے۔''

اس وقت میں فوراً ہی الپا کو کچھ کہنے سے روک سکتا تھا لیکن میرا خیال تھا کہ آوازون میرے خیالات پڑھ رہا ہے اور ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد یہاں سے زندہ سلامت واپس نہیں جائے گا۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے پیچھے وردان چھپا ہوا تھا۔

الپا نے مجھ سے کہا ''میں نے آپ کو پاپا کہہ کر مخاطب کیا اس طرح وہ ہمارا رشتہ سمجھ گیا پھر میں نے الوشے کا نام بھی لیا تھا۔''

''ہاں میرے چور خیالات پڑھنے کے باوجود اسے یقین نہیں آ رہا ہے کہ میرا نام دھرم ویر ہے اور میں کوئی ہندو ہوں۔''

''یقین کیسے آئے گا جبکہ وہ دیکھ رہا ہے ہمارے ساتھ آپ کی پوتی الوشے ہے آپ کے چور خیالات نے یقیناً بتایا ہوگا کہ میں الوشے کی ماں ہوں اس طرح اسے یہ معلوم ہوا ہوگا کہ میں پارس کی سابقہ بیوی اور آپ کی بہو ہوں۔ وہ مختلف پہلوؤں سے ہمارے رشتوں کو سمجھتا رہے گا اور اس کا شبہ یقین میں بدلتا رہے گا کہ آپ ہی فرہاد علی تیمور ہیں۔''

میں تھوڑی دیر تک خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا اور سوچتا رہا۔ فی الحال میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ وردان دشوانا تھ سے ٹکراؤ ہو۔ اس سے دور دور رہ کر اسے تجسس میں مبتلا کر کے حیران اور پریشان کیا جاتا تو یہ ایک طرح کی نفسیاتی جنگ ہوتی۔ اس کا سامنا کیے بغیر ہم اسے ذہنی انتشار میں مبتلا کرتے رہتے اسے بار بار جھنجلاہٹ میں مبتلا کرتے رہتے اس طرح وہ بتدریج ہمارے سامنے کمزور ہوتا چلا جاتا۔

الوشے نے کہا ''گرینڈ پا! آوازون اور اس کی ماں نے پراسرار علوم کے ذریعے معلوم کیا ہوگا کہ میں یہاں ہندوستان میں آپ کے پاس آئی ہوئی ہوں۔ اسی لیے وہ مجھے ٹریپ کرنے کے لیے یہاں آئے ہوئے ہیں۔''

میں نے کہا ''آیا ہوا ہے نہیں..... آیا ہوا تھا تم پر اپنا سایہ ڈالنے سے پہلے ہی جہنم میں پہنچ گیا ہے۔''

''ہاں..... مگر اس کی ماں شاید اسی شہر میں کہیں ہوگی۔''

میں نے اچانک گاڑی روک دی اور اپنی پوتی کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا الپا نے پوچھا ''کیا ہوا؟''

''ہم اس پہلو کو نظر انداز کر رہے تھے کہ اس کے ساتھ اس کی ماں بھی آئی ہوئی ہوگی اور وہ یقیناً اسی شہر میں ہوگی لیکن وہ کہاں ہے یہ معلوم کرنا ہے۔''

یہ کہتے ہی میں نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی اسے واپسی کے لیے موڑا پھر اسی طرف جانے لگا جہاں آوازون کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ میں نے کہا ''اس کے لباس کی تلاشی لی جائے گی تو شاید کچھ پتا چلے کہ وہ ماں بیٹے کہاں قیام کر رہے تھے؟''

''ہم وہاں پہنچ گئے میں نے گاڑی سے اتر کر اس کے لباس کی تلاشی لی اس کی جیب سے جو بھی کاغذات برآمد ہوئے میں انہیں پڑھتا گیا وہ اس کے ضروری کاغذات تھے لیکن ان سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس شہر میں اس نے کہاں رہائش اختیار کی تھی؟

الوشے نے اس کے قریب پڑا ہوا موبائل فون اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا ''گرینڈ پا! اس نے چند گھنٹوں میں کہاں کہاں کال کی ہے اس فون سے پتا چل جائے گا۔''

الپا نے اس سے فون لے کر بٹن دبا دبا کر مختلف نمبر پڑھے پھر کہا ''پاپا! ہم ٹیلیفون ڈائریکٹری کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں کہ ان میں درج نمبر کن لوگوں کے ہیں؟''

ہم پھر گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے اور وہاں سے جانے لگے میں نے کہا ''یہ فون اپنے پاس رکھو اس کی کوئی کال آ سکتی ہے۔ اس کال کرنے والے کے ذریعے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کا قیام کہاں تھا اور جہاں تھا وہاں اس کی ماں ضرور موجود ہوگی۔''

سوامی وردان دشوانا تھ بری طرح ٹینشن میں تھا اگر چہ

کتابیات پبلی کیشنز کراچی

میرے چور خیالات نے اسے بتایا تھا کہ میں دھرم ویر ہوں۔ اس کے باوجود اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ انجانے میں فرہاد علی تیمور سے باتیں کر چکا ہے جس سے کترانا چاہتا تھا اس سے ٹکراؤ ہو چکا ہے۔

وہ کمزور اور بزدل نہیں تھا مجھ سے خوف زدہ بھی نہیں تھا لیکن اس کی عقل نے اسے سمجھایا تھا کہ جس شخص کو ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ناقابلِ شکست تسلیم کیا گیا ہے اس سے کترانا چاہیے دور ہی دور رہنا چاہیے اگر کبھی حالات مجبور کریں گے اور اس سے ٹکراؤ ہوگا تو وہ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے اپنے آپ کو بھی ناقابل شکست ثابت کرے گا۔

بے شک وہ کئی اعتبار سے شہزور تھا کئی غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا لاکھوں ہندو اور مسلمان اس کے عقیدت مند تھے یو پی، بہار اور بنگال کے سیاستدانوں اور حکمرانوں کے دماغوں پر اس کی گرفت مضبوط رہتی تھی۔ وہ انہیں آلہ کار بنا کر پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو ہمارے پیچھے لگا سکتا تھا اور اب تو اسے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ دھرم ویر نامی ایک شخص ٹیلی پیتھی جاننے والا شانتا بائی اسپتال کا منتظم اعلیٰ ہے۔

یہ تو میں نے پہلے ہی طے کر لیا تھا کہ آئندہ مجھے دھرم ویر کی حیثیت سے شانتا بائی کے پاس دہلی واپس نہیں جانا چاہیے۔ وہ حکام بالا کو مجبور کر کے مجھے گرفتار کرا سکتا تھا اس کے بعد مجھے خواہ مخواہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جنگ شروع کرنی پڑتی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ شانتا بائی اور متعلقہ افراد کو میری ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔

میں نے اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ وہ دہلی میں شانتا بائی کی بیٹی نیہا بن کر رہا کرتی تھی۔ میں نے اسے تمام حالات بتائے پھر کہا ''اب ہمیں محتاط رہنے کی ضرورت ہے اگر مجبوری کے تحت مجھے خود کو ظاہر کرنا پڑا تب بھی کوئی تم پر شبہ نہیں کرے گا کہ تم میری بیٹی اعلیٰ بی بی ہو۔ سب تمہیں نیہا کی حیثیت سے جانتے ہیں اور تم اسی حیثیت سے وہاں رہا کرو گی۔

اعلیٰ بی بی نے پوچھا ''پاپا! کیا آپ یہاں واپس نہیں آئیں گے؟''

''میں فی الحال نہیں آؤں گا تھوڑی دیر بعد ٹیلی فون کے ذریعے شانتا بائی سے رابطہ کروں گا اور اسے سمجھاؤں گا کہ کچھ دشمن میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ وہ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ وہ غیر قانونی ہتھکنڈوں سے مجھے گرفتار کریں گے اور مجھ پر تشدد کر کے حقیقت اگلوانا چاہیں گے جبکہ حقیقت یہی ہے کہ میں دھرم ویر ہوں اور اس کا منہ بولا بھائی ہوں۔''

میں الپا اور انوشے کے ساتھ جوہو والے بنگلے میں جا کر شانتا بائی سے رابطہ کرنے والا تھا۔ اس وقت وردان دشوانا تھ ہوم منسٹر سے کہہ رہا تھا کہ شانتا بائی اسپتال کے منتظم اعلیٰ دھرم ویر کے بارے میں سختی سے انکوائری کی جائے کہ وہ کون ہے، کہاں سے آیا ہے اگر ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو پھر اس نے اتنی اہم بات اپنی حکومت سے کیوں چھپائی ہے؟ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے درپردہ یہاں کیا کر رہا ہے؟

وہ میرے خلاف پہلا قدم اٹھا چکا تھا۔ سختی سے انکوائری کرا رہا تھا رفتہ رفتہ میرے گرد گھیرا تنگ کرنے والا تھا۔ ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے لیکن ایک اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ بہت کچھ کر سکتا ہے۔

ایسے ہی وقت ارنا کوف روتی چیختی اس کے دماغ میں آئی پھر بولی ''سوامی جی! مجھے میرے بیٹے کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ میری سوچ کی لہریں اس کی طرف جاتی ہیں لیکن بھٹک کر واپس آ جاتی ہیں یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرا بیٹا کہاں ہے؟ میں آپ کو آپ کے بھگوان کا واسطہ دیتی ہوں مجھے بتائیں اس کی خیریت معلوم کریں۔''

اس نے انجان بن کر کہا ''تعجب ہے تمہیں اس کا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے تم میرے دماغ میں رہو میں ابھی اس کے پاس جاتا ہوں۔''

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کی سوچ کی لہریں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں اسے آواز دن کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ وہ تھک ہار کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا پھر بولا ''ارنا کوف! مجھے تم سے ہمدردی ہے تمہارا بیٹا..... اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔''

وہ چیخیں مارنے لگی ''نہیں، نہیں یہ نہیں ہو سکتا..... میرا بیٹا نہیں مر سکتا..... تم جھوٹ بول رہے ہو۔ وہ ابھی دو گھنٹے پہلے زندہ تھا تھوڑی دیر کے لیے میری آنکھ لگ گئی تھی آنکھ کھلتے ہی میں نے اس سے رابطہ کرنا چاہا تو رابطہ نہیں ہوا۔ تم بھی اس سے رابطہ نہیں کر پا رہے ہو یہ کیا ہو رہا ہے میں کیسے مان لوں کہ وہ مر گیا ہے؟''

''تمہارے اندر کی ممتا اسے مردہ تسلیم نہیں کرے گی رفتہ رفتہ تمہیں یقین آ جائے گا اور صبر بھی آ جائے گا۔ فی الحال میرے دماغ سے جاؤ جب اچھی طرح ماتم کر لو تو پھر مجھ سے باتیں کرنا میں اپنے دوسرے معاملات میں مصروف ہوں۔''

اسے ایک ہمدرد کی ضرورت تھی۔ وہ اس کے پاس رہ کر

خوب رونا چاہتی تھی لیکن ایک معمولہ اور تابعدار تھی۔ اس کے حکم کے مطابق اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی بیٹے کو یاد کر کے اپنا سینہ کوٹنے لگی اور بالوں کو نوچتے ہوئے دشمنوں کو گالیاں دینے لگی۔

اسے ہمارا چیلنج یاد آ رہا تھا ہم نے کہہ دیا تھا کہ کالا جادو جاننے والے تمام جادوگروں کو اسی طرح موت کے گھاٹ اتارتے رہیں گے آئندہ موت اس کی اور آوازدن کی طرف آئے گی۔ اسے یاد آیا کہ ایک نجومی نے اس کے بیٹے کوڈ بھکے چھپے الفاظ میں وارننگ دی تھی کہ اسے اس لڑکی سے نہیں ملنا چاہیے جس کی ملاقات آخری ہوگی اس کے بعد وہ کبھی ایک دوسرے سے نہیں مل سکیں گے۔

اب اس کی پیش گوئی سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ سوچنے لگی ''ہینا میرے بیٹے کا سامنا انوشے سے ہوا تھا۔ اس کے بعد ہی اس کی موت واقع ہوئی ہے۔ ان دشمنوں نے میرے بیٹے کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی آنسو پونچھتی ہوئی واش روم میں گئی وہاں اپنے چہرے پر چھینٹے مارنے لگی تولیے سے منہ ہاتھ پونچھتی ہوئی کمرے میں آئی۔ وہاں ٹیلی فون کے پاس بیٹھ کر اس نے ہوٹل کے منیجر سے رابطہ کیا اور اس سے پوچھا ''آپ کے ہوٹل میں ایک نجومی ٹھہرا ہوا ہے وہ کس کمرے میں ہے اور اس کا فون نمبر کیا ہے؟''

ہوٹل منیجر نے اسے اس کا فون نمبر اور کمرا نمبر بتایا۔ اس نے رابطہ ختم کیا اپنا پرس اٹھایا پھر کمرے سے نکل کر نچلے فلور کے اس کمرے کے دروازے پر آ گئی جس کا نمبر اسے بتایا گیا تھا اس نے کال بیل کا بٹن دبایا دروازہ کھلنے کا انتظار کیا پھر دوسری بار بیل کا بٹن دبایا اس بار دروازہ کھل گیا۔ سامنے ادھیڑ عمر کا شخص کھڑا ہوا تھا ارنا کوف نے کہا ''اگر آپ ماہر نجومی سلطان ابن سلطان ہیں تو میں آپ کو ڈسٹرب کرنے کی معافی چاہتی ہوں کسی اپائنٹمنٹ کے بغیر آپ سے ملنے آئی ہوں۔''

اس نے خوش دلی سے دروازہ کھولتے ہوئے کہا ''کوئی بات نہیں آؤ اندر آ جاؤ۔''

اس نے اندر آ کر اپنے پرس سے ہزار کا نوٹ نکالتے ہوئے کہا ''میں نہیں جانتی آپ کی فیس کیا ہے؟ کیا یہ کافی ہیں؟''

اس نے وہ نوٹ اس کی طرف بڑھایا۔ سلطان ابن سلطان اس سے وہ رقم لیتے ہوئے بولا ''کافی ہے میں ابھی تمہارا ہاتھ دیکھتا ہوں۔''

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی ''آج صبح آپ نے ایک نوجوان کا ہاتھ دیکھ کر اس سے کہا تھا کہ وہ جس مطلوبہ لڑکی سے ملنا چاہتا ہے اس سے جلد ہی ملاقات ہوگی لیکن اس سے وہ آخری ملاقات ثابت ہوگی۔''

سلطان ابن سلطان نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''مجھے یاد ہے میں نے آج ایک نوجوان سے یہ بات کہی تھی اور اسے سمجھایا تھا کہ اس لڑکی سے ملاقات نہ کرے۔ اس سے کترا کر کہیں دور نکل جائے لیکن وہ جھنجلا کر میرے پاس سے چلا گیا تھا۔''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی ''وہ میرا بیٹا تھا۔''

سلطان ابن سلطان نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ ایک بھرپور نوجوان دوشیزہ تھی اور اپنے سے زیادہ عمر والے نوجوان شخص کو بیٹا کہہ رہی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو وہ تمہارا بیٹا تھا اور تم اس کی ماں ہو کیا یہ یقین کرنے کی بات ہے؟''

ارنا کوف کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ جلدی سے بات بدلتے ہوئے بولی وہ ''..... دراصل بات یہ ہے کہ وہ میرا بھائی تھا لیکن میں اسے صرف بہن کا ہی نہیں ایک ماں کا بھی پیار دیتی رہی ہوں اس لیے کبھی کبھی اسے بیٹا کہہ دیتی ہوں۔''

''کیا تم اسی ہوٹل میں ہو؟''

''ہاں اس کے اوپر والے فلور پر روم نمبر سات سو سات میں ہوں سات کا عدد لکی کہلاتا ہے لیکن میری لک بہت خراب ہے اس لکی نمبر کمرے میں آ کر بھی میں بدقسمت ہوں۔''

یہ کہہ کر اس نے اپنا ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر لکیروں کو پڑھنے لگا وہ بولی ''آپ کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی ہے۔''

اس نے سوالیہ نظروں سے ارنا کوف کو دیکھا اس کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔ وہ رومال سے آنکھیں پونچھتے ہوئے بولی ''میرا بیٹا ہمارے ایک دشمن کے ہاتھوں مر چکا ہے۔''

''اوہ گاڈ! میں نے اسے سمجھایا تھا کہ اس لڑکی سے نہ ملے میں یقین سے کہتا ہوں کہ اسی لڑکی سے کہیں سامنا ہوا ہوگا۔ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ سامنا ہوگا تو وہ بے وقت مرے گا۔''

''آپ نے اس کے سامنے صاف طور پر موت کی پیش گوئی نہیں کی تھی۔''

وہ سر ہلا کر بولا ''میں مجبور ہوں میرا اپنا ایک طریقہ کار

کتابیات پبلی کیشنز۔ کراچی

ہے کسی کی موت کے بارے میں اسے کچھ نہیں بتاتا اشارتاً کچھ نہ کچھ کہہ دیتا ہوں۔''

''میں نے اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھوں میں دیا ہے آپ کو سچ بولنا ہوگا یہ بتانا ہوگا کہ میری زندگی کتنی رہ گئی ہے؟ آپ مجھ سے کچھ نہیں چھپائیں گے۔''

اس نے ارنا کوف کا ہاتھ چھوڑ دیا ہزار کا نوٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''سوری میں کہہ چکا ہوں میرا اپنا طریقہ کار ہے اسی کے مطابق ہاتھ دیکھتا ہوں اور بات بولتا ہوں اشارتاً بھی سمجھاتا ہوں سمجھنے والا ہو تو وہ سمجھ لیتا ہے نا سمجھ ہو تو وہ اس جوان کی طرح موت کے اندھے راستے کی طرف چلا جاتا ہے جسے تم اپنا بھائی کہہ رہی ہو۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ''میں دی ہوئی رقم واپس نہیں لوں گی۔''

اس نے بیگ کو کھول کر نوٹوں کی ایک گڈی نکالی پھر اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا ''میں اشاروں کی زبان نہیں سمجھتی آپ مجھ سے صاف صاف کہیں گے۔''

اس نے اپنا ہاتھ پھر اس کی طرف بڑھایا۔ سلطان ابن سلطان نے نوٹوں کی گڈی کو دیکھا پھر اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا اس کے بعد ہاتھ تھام کر لکیروں کو پڑھنے لگا۔ ارنا کوف سے کہنے سے ہچکچا رہا تھا۔ وہ تجسس میں مبتلا ہو رہی تھی موجودہ حالات ایسے تھے کہ پریشانیاں بڑھتی جا رہی تھیں، وہ بولی ''آپ کچھ کہتے کہتے رک رہے ہیں میں نے آپ کو اچھی خاصی رقم دی ہے مجھ سے کچھ نہ چھپائیں پلیز کھل کر بولیں؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا ''تمہارے اس بھائی کے ہاتھ کی لکیریں بھی یہی کہہ رہی تھیں، موت اس کا پیچھا کر رہی تھی تم بھی اس کی طرح دشمنوں سے چھپتی پھر رہی ہو۔''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا وہ بولا ''تمہیں اس کی موت کا صدمہ تو بہت ہے لیکن اس صدمے سے زیادہ تمہارے اندر خوف سما گیا ہے۔ اس کی موت سے تم خوف زدہ اور دہشت زدہ ہو گئی ہو اور یہ سمجھ رہی ہو کہ دشمن تمہارے قریب آتے جا رہے ہیں۔''

''بالکل یہی بات ہے۔ کیا دشمن مجھ تک پہنچ جائیں گے؟''

''یہ میں کیسے کہہ سکتا ہوں دشمنوں کا ہاتھ میرے سامنے ہوتا تو میں انہیں پڑھ کر شاید ان کے بارے میں کچھ بتا سکتا۔ میں صرف تمہارے بارے میں ہی کچھ بول سکتا ہوں۔''

''تو پھر بولو ناں..... جلدی بولو کیا میرا بھی وقت پورا ہو رہا ہے؟ کیا میں مر جاؤں گی؟''

وہ اس کی ہتھیلی کو تھپکنے لگا جیسے دلاسا دے رہا ہو ''تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھو یہ تمہارے ہاتھ پر زندگی کی جو لکیر ہے وہ بہت گہری ہے اور دور تک گئی ہے تم اگر طبعی عمر تک جینا چاہو گی تو ایک لمبی عمر جیتی رہو گی۔''

وہ بولی ''لمبی عمر کون نہیں جینا چاہتا، میں تو ہزاروں برس تک زندہ رہنا چاہتی ہوں قیامت تک زندہ رہنا چاہتی ہوں لیکن میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟''

''انسان اگر چاہے اور ارادے مضبوط رکھے تو بہت کچھ ہو جاتا ہے۔ تم دنیا والوں کو دوست بناؤ گی تو وہ تمہاری جان کے محافظ بنیں گے اگر تم دشمن بناؤ گی تو وہ تمہاری جان کے دشمن بنیں گے تم آج جو کرو گی وہ کل تمہارے سامنے آئے گا لہٰذا خود سوچنا پڑتا ہے کہ ہمیں کرنا کیا ہے؟ ہم اچھا کر رہے ہیں تو کل ہمارے سامنے اچھا آئے گا برا کبھی نہیں آئے گا۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ انسان احتیاطی تدابیر سے اور اچھے اعمال سے اپنی زندگی بڑھا سکتا ہے۔''

''آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی میری جان کا دشمن ہے میں اسے دوست بنا لوں تو وہ میری جان نہیں لے گا مجھے معاف کر دے گا؟''

''تمہاری کسی سے کیا دشمنی ہے یہ میں نہیں جانتا اگر دشمن کا کوئی مطالبہ ہے اور تم اسے پورا کر سکتی ہو تو پورا کر دو دشمنی ختم ہو جائے گی۔''

''اگر میں کسی ایسے مضبوط قلعے میں چلی جاؤں جہاں دشمن پہنچ نہ سکے تو کیا تب بھی موت آئے گی؟''

''تم نے کھل کر بات کرنے کے لیے اتنی بڑی رقم دی ہے تو میں کہتا ہوں۔ ایک بہت طویل زندگی گزارنے کے بعد طبعی موت مرو گی یا پھر کسی کے ہاتھوں ماری جاؤں گی تم دوراہے پر ہو میں نہیں جانتا کہ تم کسی کی دوستی کی طرف جاؤ گی یا دشمنی کی طرف؟''

''آپ کی باتوں سے یہی سمجھ میں آ رہا ہے کہ مجھے اپنے دشمن کو دوست بنا لینا چاہیے۔''

''اگر ایسا کر سکو تو موت تمہاری طرف آنے کا راستہ بھول جائے گی۔''

وہ اپنا چھوٹا سا بیگ اٹھا کر وہاں سے چلی آئی۔ اس نجومی کی بات اس کے اندر گردش کر رہی تھی۔ اس نے ڈھکے چھپے انداز میں بتا دیا تھا کہ وہ جلد ہی بے موت مر سکتی ہے اور اگر اس کا کوئی دشمن نہ رہے تو زندگی بہت طویل بھی ہو سکتی ہے۔

اس نے وردان سے رابطہ کیا پھر کہا ''مجھے یہ تو بتا دو کہ میرا بیٹا کہاں مارا گیا ہے میں اس کی آخری رسومات ادا کرنا چاہتی ہوں۔''

وردان نے کہا ''وہ آخری وقت سمندر کے ایک ویران ساحل پر تھا۔ تم وہاں کونسل گارڈز کے دفتر میں جا کر یہ شکایت کرو گی کہ تمہارا بیٹا یا بھائی ساحل کی طرف گیا تھا پھر واپس نہیں آیا ہے کہیں گم ہو گیا ہے تو وہ گارڈز اسے تلاش کرنے نکلیں گے اس طرح تم اپنے بیٹے کی لاش تک پہنچ جاؤ گی۔''

''اچھا میں وہاں جا رہی ہوں۔''

''رک جاؤ تم پہلے آئی تھیں تو رو رہی تھیں صدمات سے چور ہو رہی تھیں اس لیے میں نے تم سے کچھ نہیں کہا اب کہتا ہوں تمہارے لیے بہت زیادہ خطرہ ہے مجھے شبہ ہے کہ فرہاد علی تیمور تمہیں پہنچا ہوا ہے۔''

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولی ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اگر یہ سچ ہے تو میں ایک منٹ بھی اس شہر میں نہیں رہوں گی ابھی یہاں سے چلی جاؤں گی مجھے بتاؤ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟''

''یہی جو تم کہہ رہی ہو یعنی یہاں تمہیں رکنا نہیں چاہیے اور اپنے بیٹے کی لاش کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔''

''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا میں اسے لاوارث کی طرح چھوڑ دوں؟''

''اگر ایسا نہیں کرو گی تو شاید پچھتانا پڑے دشمن نادان نہیں ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ماں اپنی ممتا سے مجبور ہو کر بیٹے کی لاش پر ماتم کرنے آئے گی اور اس کی آخری رسومات ادا کرے گی اس طرح وہ تمہیں پہچان لیں گی کہ تمہارا موجودہ روپ کیا ہے۔ انہیں موقع ملا تو وہ تمہیں وہیں ٹھکانے لگا دیں گے یا پھر پیچھا کرتے ہوئے ہوٹل تک پہنچیں گے۔''

وہ ایک دم سے روتے ہوئے بولی ''میرے بدترین حالات مجھے کیسے موڑ پر لے آئے ہیں کہ میں بیٹے کو آخری بار دیکھ نہیں سکوں گی اس کی آخری رسومات تک ادا نہیں کر سکوں گی۔''

''یہ سب جذباتی باتیں ہیں مرنے والا مر چکا ہے فلاحی ادارے والے اسے آخری آرام گاہ تک پہنچا دیں گے۔ تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ ابھی اسی لمحے ہوٹل چھوڑ کر ائرپورٹ جاؤ اور یہ معلوم کرو کہ تمہیں کلکتہ جانے کے لیے کسی فلائٹ میں سیٹ مل سکتی ہے یا نہیں؟ کلکتہ پہنچو گی تو تمہیں وہاں سے دارجلنگ جانے کے لیے کوئی فلائٹ ملے گی۔''

''یہ دارجلنگ کہاں ہے؟''

ذاتی ہپناٹزم

مصنف: ڈاکٹر اے ایم ہنچنس ایم ڈی

کتاب میں ہماری پیشکش

اپنے آپ کو ہپناٹائز کرکے اپنی گزر دریاں اور خرابیاں دور کریں

- ہپناٹیزم کی تاریخ
- ہپناٹک نیند پیدا کرنے کے طریقے
- ظہورات ہپناٹیزم
- مشورات
- ہپناٹیزم کی مختلف تھیوریاں
- ذاتی مشورات
- طبی علاج

قیمت:-/25 روپے | ڈاک خرچ:-/23 روپے

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطہ کیلئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے میں روڈ اور نگی روڈ کراچی

''یہ شہر ہمالیہ کی ایک پہاڑی پر ہے۔ وہاں میرا ایک چھوٹا سا بنگلا ہے تم وہاں پہنچ کر دشمنوں سے دور ہو جاؤ گی پوری طرح محفوظ رہو گی۔''

وہ بول رہی تھی اور اپنا سامان پیک کرتی جا رہی تھی پھر اپنا چھوٹا سا ہینڈ بیگ اور اٹیچی اٹھا کر اس کمرے سے باہر نکل آئی ایسے وقت وہ وردان کے دماغ سے بھی نکل آئی تھی۔

☆☆☆

جمیلہ اور نبیلہ اپنی کوٹھی کے لان میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ پچھلی رات وردان نے ان پر تنویمی عمل کرنا چاہا تھا اور ناکام رہا تھا جمیلہ نے کہا ''ہم عجیب ہیں' ہماری زندگی بھی عجیب ہے ایک طرف سے خوشیاں ملتی ہیں تو دوسری طرف سے پریشانیاں آندھی طوفان کی طرح چلی آتی ہیں۔''

نبیلہ نے کہا ''پتا نہیں وردان سے کب پیچھا چھوٹے گا وہ پچھلی رات ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں سحر زدہ کرنا چاہتا تھا۔''

''خدا ہم پر مہربان ہے وہ جب بھی خیال خوانی کے ذریعے ہمیں زیر کرنا چاہتا ہے ناکام ہو جاتا ہے۔''

''ناکامیوں کے باوجود ہماری طلب سے باز نہیں آ رہا ہے ادھر امی اور ابو بھی اس کی اندھی حمایت کر رہے ہیں۔''

وہ خلا میں تکتے ہوئے زیر لب مسکرانے لگی جمیلہ نے پوچھا ''کہاں دیکھ رہی ہو؟ کیا سوچ رہی ہو؟''

''وہ علی اکبر مجھے دکھائی دے رہا ہے۔''

جمیلہ نے کہا ''تم کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی ہو۔ میں آنکھیں بند کرتی ہوں، تب بھی وہ نظر آتا ہے۔ کل پہلی بار ہم نے اسے دیکھا پہلی ملاقات ہوئی ایسا لگتا ہے جیسے میں اسے برسوں سے جانتی ہوں۔''

نبیلہ نے کہا ''میرے تو دل و دماغ میں نقش ہو گیا ہے اس کی دلیری اور صاف گوئی نے ہم دونوں کو بہت متاثر کیا ہے۔ اس نے بھری محفل میں سب کے سامنے کہہ دیا تھا کہ ہمیں پسند کرتا ہے اور ہم سے ضرور شادی کرے گا۔''

''وہ وردان کے مقابلے میں شہزور ہے۔ اس سے خوف کھاتا ہے اور نہ وہ اس سے ہی شکست کھائے گا میرا دل کہتا ہے کہ وہ جلد ہی ہمیں دلہن بنا کر لے جائے گا۔''

وہ ماپ کی آواز سن کر چونک گئیں عبدالرحمن ان کے پیچھے کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا ''میں کل سے تم دونوں کو سمجھا رہا ہوں اس کا خیال دل سے نکال دو۔ وہ کوئی بہروپیا ہے پتا نہیں کس ملک سے آیا ہے اور یہاں کس قسم کا دھندا کر کے دولت کما رہا ہے۔''

نبیلہ نے کہا ''وہ جیسے بھی ہیں ایک ہندو سے لاکھ درجہ بہتر ہیں۔''

عبدالرحمن آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے سامنے آ کر بولا ''تم ابھی نادان ہو' یہ نہیں جانتیں کہ دردان کتنا شہزور ہے اس ملک کے حکمران بھی اس کے آگے سر جھکاتے ہیں۔''

جمیلہ نے کہا ''جھکاتے ہوں گے ہم مسلمان ہیں، ہم تو صرف خدا کے آگے سر جھکاتے ہیں۔''

''ابو! اس نے آپ پر اور امی پر ٹیلی پیتھی کا جادو کیا ہے کیا کبھی تنہائی میں اس پہلو پر غور نہیں کرتے کہ آپ کیوں اپنی بیٹیوں کو ایک ہندو سے بیاہنا چاہتے ہیں؟''

''میں اس میں کوئی برائی نہیں سمجھتا ہم ہندوستان میں ہیں اور یہ ایک سیکولر اسٹیٹ ہے۔ یہاں ہندو' مسلمان' سکھ' عیسائی' یہودی سب ہی مل جل کر ایک ساتھ زندگی گزارتے ہیں ایک ساتھ دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے رشتے داری کرتے ہیں۔''

''کچھ روز پہلے آپ ہندو ازم کے خلاف تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہندوؤں سے محبت کرنا چاہیے دوستی کرنا چاہیے لیکن رشتے داری نہیں کرنا چاہیے۔ رشتے داری کرنے سے ہندو کی نسل مسلمان کے گھر میں مسلمان کی نسل ہندو کے گھر میں پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح دھرم اور مذہب اپنی اپنی جگہ مکمل نہیں رہتے آدھا تیتر آدھا بٹیر ہو جاتے ہیں۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں پھر وہاں سے چلتی ہوئی کوٹھی کے اندر جانے لگیں۔ عبدالرحمن ان کے پیچھے چلتے چلتے کہہ رہا تھا ''جیسا دیس ہوتا ہے ویسے ہی بھیس میں رہنا پڑتا ہے۔ یہاں کتنی ہی ہندو لڑکیاں مسلمانوں سے بیاہ کر ان کے گھر جاتی ہیں اسی طرح مسلمان لڑکیاں ہندو کے گھر جاتی ہیں۔''

وہ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر رک گئیں جمیلہ نے کہا ''ابو آپ کے سر میں وردان کا مغز ہے اور منہ میں بھی اسی کی زبان ہے لہٰذا آپ سے بحث کرنا فضول ہے۔''

عبدالرحمن نے اچانک قہقہہ لگایا۔ دونوں بہنیں چونک کر اسے دیکھنے لگیں ہنسی کی آواز اور اس کا انداز بالکل مختلف تھا۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ دردان قہقہہ لگا رہا ہے دونوں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر وردان کی آواز سن کر چونک گئیں۔

جس طرح تالاب کی پُرسکون سطح پر گرنے والا ایک معمولی سا پتھر ہلچل پیدا کر دیتا ہے اسی طرح انسانی زندگی کے معمول میں رونما ہونے والا کوئی معمولی سا واقعہ اس کی زندگی کا رخ ہی بدل کر رکھ دیتا ہے۔ جمیلہ اور نبیلہ کی زندگی غیر معمولی ہونے کے باوجود ایک مخصوص ڈھب پر رواں تھی۔ انہوں نے قدرت کی طرف سے عطا کردہ ایک کجی کو قبول کر لیا تھا۔ اچانک پہلے سوامی وردان نے ان کی پُرسکون زندگی کو متلاطم کیا اور اب پارس ان کی ایک بڑی محرومی دور کرنے کے لیے آ گیا تھا۔ وہ دل سے پارس کی طرف مائل تھیں مگر سوامی وردان ایسا نہیں چاہتا تھا۔

جمیلہ اور نبیلہ اپنے باپ کو قائل کرنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ اچانک عبدالرحمن نے سوامی وردان کے انداز میں قہقہہ بلند کیا۔ وہ دونوں چونک کر اپنے باپ کو دیکھنے لگیں۔

وہ عبدالرحمن کی زبان سے کہہ رہا تھا ''یہ میں ہوں..... میں ..... سوامی وردان وشواناتھ..... تمہارا عاشق تمہارا طلب گار۔''

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا پھر بولا ''مجھے اپنے باپ کے اندر آ کر اس کی بیٹیوں سے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں مگر کیا کروں؟ تم دونوں نے مجبور کر دیا ہے تمہارے اندر آتا ہوں تو دونوں کے ہی دماغ عجوبہ بن جاتے ہیں۔''

نبیلہ نے کہا ''تم امی پر اور ابو پر جادو کر کے کچھ حاصل نہیں کر سکو گے۔ کیوں ہمارے پیچھے پڑ گئے ہو؟''

''مجھے دشمن سمجھو گی تو یہی لگے گا کہ پیچھے پڑ گیا ہوں اگر محبت سے سوچو گی کہ میں بھی انسان ہوں میرے سینے میں بھی دل دھڑکتا ہے اور محبت سے تم دونوں کو طلب کر رہا ہوں تو تمہارے سوچنے کا انداز بدل جائے گا۔''

جمیلہ نے کہا ''تم ابو کی زبان سے ایسی باتیں نہ کرو ہمیں ایسا لگ رہا ہے جیسے باپ اپنی بیٹیوں سے ایسی باتیں کر رہا ہے۔''

''بہتر طریقہ یہ ہو گا کہ میں تمہارے ابو کو چھوڑ کر تمہارے اندر آ جاؤں ہم دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں گے۔''

نبیلہ نے کہا ''نہیں تم ہم سے دور ہی رہو۔''

جمیلہ نے کہا ''تم جب بھی ہمارے اندر آتے ہو تو ہمیں اپنے قابو میں کرنے کی کوششیں کرتے ہو، ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارا ذہن تبدیل کرنا چاہتے ہو۔''

''بے شک میں ایسا کر چکا ہوں اور دوبارہ ناکام ہو چکا ہوں تم لوگوں کو اپنی ذہنی توانائی کا اندازہ نہیں ہے۔ جس طرح تم دونوں عجوبہ ہو اسی طرح تمہارے دماغ بھی ناقابلِ فہم ہیں میں وعدہ کرتا ہوں تمہارے اندر آؤں گا تو بڑے پیار سے گفتگو کروں گا۔''

''پیار سے نہیں صرف ایک دوست کی حیثیت سے۔''

''دوست تو ہمیشہ پیار سے ہی بولتے ہیں۔''

دونوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر جمیلہ نے کہا ''کیا تم فون کے ذریعے گفتگو نہیں کر سکتے؟''

''تم لوگوں کے پاس موبائل نہیں ہے اور اس گھریلو فون پر گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے ایکسچینج والے ہماری باتیں سن سکتے ہیں۔''

دونوں نے پھر ایک دوسرے کو دیکھا اس کے بعد وہاں سے چلتی ہوئی ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گئیں جمیلہ نے کہا ''ٹھیک ہے آ جاؤ لیکن مختصر سی باتیں کرو پھر چلے جاؤ۔''

اس نے آ کر کہا ''تم دونوں سمجھدار ہو حالات سے سمجھوتا کرنا جانتی ہو آئندہ بھی سمجھوتا کرتے رہنے کے لیے سوچو' میں بھی انسان ہوں میرے سینے میں بھی محبت بھرا دل دھڑکتا ہے تم نے مجھے دماغ میں آنے دیا ہے میں دل میں بھی آنا چاہتا ہوں۔''

''دل کی اور محبت کی باتیں نہ کرو۔''

''کیوں نہ کروں' مجھ میں کیا خرابی ہے۔ کس بات کی کمی ہے کہ مجھ سے محبت نہیں کرنا چاہتیں کیا اس لیے کہ میں ہندو ہوں؟ کیا ہندو انسان نہیں ہوتے؟''

''ہندو' مسلمان' سکھ' عیسائی سب ہی انسان ہوتے ہیں لیکن ان کے درمیان اپنے اپنے مذہب اور اپنی اپنی نسل کی تفریق ہوتی ہے۔ ہر انسان اپنے مذہب پر فخر کرتا ہے ہمیں بھی دینِ اسلام پر فخر ہے تم بھی اپنے دھرم پر فخر کرو اور کسی ہندو لڑکی سے شادی کر لو۔''

وہ بولا ''ہماری دنیا میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں ہندو مسلمان سے عیسائی یہودیوں سے یہودی مسلمان سے اور مسلمان ہندوؤں سے رشتے داری کرتے ہیں اور ازدواجی زندگی گزارتے ہیں پھر یہ تاریخی حقیقت ہے کہ عشق ذات پات کے فرق کو نہیں سمجھتا۔''

''عشق میں دیوانگی ہوتی ہے جہاں دیوانگی ہوتی ہے وہاں عقل نہیں ہوتی خدا کا شکر ہے کہ ہمارے پاس عقل ہے ہمیں کسی سے عشق نہیں ہے۔''

''عشق ہے ..... تم دونوں اس علی اکبر پر مرمٹی ہو اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں کہ وہ کیسا بہروپیا ہے؟ تم دونوں سے شادی کا ڈھونگ رچائے گا تمہاری عزت سے کھیلے گا پھر چلا جائے گا تم سر پکڑ کر روتی رہو گی۔''

''دنیا کی ہر لڑکی شادی کے نام پر اپنی زندگی کا سب سے بڑا جوا کھیلتی ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ شادی کے بعد اس کے شوہر کا مزاج کیسا ہوگا؟ ابھی جو محبت سے پیش آتا ہے وہ شادی کے بعد کیسے تیور بدلے گا؟ یہ لڑکیاں نہیں جانتیں بس اللہ پر بھروسا کرتی ہیں اور خود کو مجازی خدا کے حوالے کردیتی ہیں۔''

وہ اچھی طرح سمجھ گیا کہ ان بہنوں کے درمیان دال نہیں گلے گی اور ٹیلی پیتھی کا ہتھیار بھی کام نہیں آرہا تھا۔ اس نے نبیلہ کے دماغ پر قبضہ جمایا وہ اس کی مرضی کے مطابق بولی ''ویسے تم بہت اچھے ہو میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔''

جمیلہ نے گھور کر اسے دیکھا پھر پوچھا ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

''میں اپنے دل کی بات کہہ رہی ہوں تمہیں برا نہیں ماننا چاہیے۔''

ان کے باپ عبدالرحمٰن نے جمیلہ سے کہا ''دیکھو میری بیٹی نبیلہ کتنی سمجھدار ہے تمہیں بھی اسی طرح سمجھداری سے کام لینا چاہیے جو شخص اچھا ہے ہر لحاظ سے بہتر ہے اسے پسند کرنا چاہیے۔''

وردان نے جمیلہ کے دماغ پر قبضہ جمایا وہ اس کی مرضی کے مطابق بولی ''ہاں..... ابو! آپ درست کہتے ہیں میں.... خوامخواہ وردان صاحب کو نظر انداز کررہی ہوں۔''

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کوئی نہ کوئی وہاں ضرور موجود رہتا ہے۔ اس وقت بھی ایک موجود تھا نبیلہ نے اس کی مرضی کے مطابق کہا ''وردان صاحب قابلِ احترام ہیں ہم ان کی عزت کرتے رہیں گے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شادی کرلیں گے شادی تو میں علی اکبر سے ہی کروں گی۔''

وردان یہ سنتے ہی جمیلہ کے دماغ سے چھلانگ لگا کر نبیلہ کے دماغ میں آیا۔ وہ اس کی سوچ اور اس کا فیصلہ بدلنا چاہتا تھا ادھر جمیلہ نے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مرضی کے مطابق کہا ''نبیلہ تم درست کہہ رہی ہو ہم وردان صاحب کی عزت کرتے رہیں گے لیکن ہماری شادی تو علی اکبر سے ہی ہوگی۔''

وہ پریشان ہوگیا۔ یہ تو پہلے ہی تجربہ کرچکا تھا کہ ان پر تنویمی عمل کا اثر نہیں ہوتا۔ ہوتا بھی ہے تو وہ عارضی ہوا کرتا ہے اب وہ نبیلہ کے دماغ میں جا کر اسے متاثر کرتا تھا تو جمیلہ اس کے خلاف بولنے لگتی تھی جمیلہ کے پاس جا کر اسے اپنے زیر اثر لاتا تھا اور وہ اس کی حمایت میں بولتی تھی تب نبیلہ اس کی مخالفت میں بولنے لگتی تھی۔

پھر جمیلہ نے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مرضی کے مطابق ہنستے ہوئے کہا ''وردان! تم کسی کرتب دکھانے والے کی طرح کب تک کبھی میرے دماغ سے نبیلہ کے دماغ میں پہنچو گے کبھی وہاں سے چھلانگ لگا کر یہاں آؤ گے کب تک بندر کی طرح چھلانگیں مارتے رہو گے؟''

نبیلہ نے کہا ''تمہاری چالبازی ہماری سمجھ میں آگئی ہے تم ہمارے ذہن میں اپنے آپ کو نقش کرنا چاہتے ہو اور علی اکبر کا نقش مٹا دینا چاہتے ہو لیکن ایسا نہیں ہوسکے گا۔''

اس پر جھنجلاہٹ طاری ہونے لگی وہ غصہ برداشت کررہا تھا ایسے ہی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی عبدالرحمٰن نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس پہنچ کر اسے کھولا تو کھلے ہوئے دروازے پر پارس دکھائی دیا دونوں بہنیں اسے دیکھتے ہی خوشی سے کھل گئیں عبدالرحمٰن نے ناگواری سے پوچھا ''تم کیوں آئے ہو ابھی ہمارے ہاں مہمان آئے ہوئے ہیں تم جاؤ پھر کبھی آنا۔''

پارس نے کہا ''تعجب ہے دروازے پر آئے ہوئے مہمان کو واپس جانے کا کہہ رہے ہیں کیا آداب اخلاق وتہذیب بالکل ہی بھول چکے ہیں؟''

وہ بہنیں تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی دروازے تک آئیں پھر جمیلہ نے کہا ''آپ وہاں کیوں کھڑے ہیں اندر آئیں۔''

نبیلہ نے کہا ''آپ نہیں جانتے کہ ہمیں اس وقت آپ کی کتنی ضرورت تھی آپ صحیح وقت پر آئے ہیں۔''

عبدالرحمٰن اپنی بیٹیوں کو بے بسی سے دیکھ کر ایک طرف ہٹ گیا پارس نے اندر آتے ہوئے پوچھا ''کیا ہورہا ہے؟''

جمیلہ نے مسکراتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا ''سوامی وردان وشوا ناتھ ہمارے دماغ میں براجمان ہے۔''

پارس نے مسکرا کر کہا ''اچھا تو رقیب روسیاہ موجود ہے۔''

نبیلہ نے کہا ''آپ تشریف رکھیں۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا ''نہیں جب میرا رقیب تمہارے دماغ کے اندر ہے تو پھر مجھے تمہارے دلوں کے قریب رہنا چاہیے۔''

وہ ان کے قریب ہوگیا عبدالرحمٰن نے غصے سے کہا ''یہ کیا بے شرمی ہے دور ہٹو یہاں سے۔''

''جو آپ کی بیٹیوں کے اندر پہنچا ہوا ہے اسے بھی تو سمجھائیں کہ یہ بے شرمی ہے یہاں سے نکل جائے۔''

وہ دونوں پارس کی قربت سے سحر زدہ ہو رہی تھیں جی

چاہ رہا تھا ہاتھ بڑھا کر اسے چھو لیں وردان نے کہا ''خبردار! اسے ہاتھ نہ لگانا تم دونوں میری امانت ہو۔''

جمیلہ نے پارس سے کہا ''یہ ہمارے دماغ میں کہہ رہا ہے کہ ہم آپ کو ہاتھ نہ لگائیں ہم اس کی امانت ہیں اب تو یہ ثابت کرنا ہی ہوگا کہ ہم اس کی نہیں آپ کی امانت ہیں۔''

یہ کہتے ہی دونوں نے ایک ایک ہاتھ بڑھا کر اسے چھو لیا یوں کہنا چاہیے کہ پہلی بار انہوں نے کسی اجنبی کو ہاتھ لگایا تھا اور جس جذبے سے ہاتھ لگایا تھا وہ جذبے ان کے اندر شریر بچے کی طرح مچل رہے تھے وہ بے حال ہورہی تھیں اپنے آپ پر قابو پا رہی تھیں۔

وردان ان کے خیالات پڑھ رہا تھا اور ان کے چور جذبوں کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے غصے سے عبدالرحمٰن کے پاس آکر کہا ''یہ تمہاری بیٹیاں بے شرم ہیں بے لگام ہورہی ہیں اس کے گلے سے لگنا چاہتی ہیں اس سے چپک جانا چاہتی ہیں میرے اس رقیب کو ان سے دور کرو اس سے کہو کہ میں ان کے دماغ سے نکل آیا ہوں۔''

عبدالرحمٰن نے کڑک کر کہا ''علی اکبر دور ہٹو وردان بھی ان کے دماغ سے نکل آیا ہے تم بھی وہاں سے دفع ہوجاؤ۔''

''آپ ہونے والے داماد سے ایسی باتیں نہ کریں۔ میں آپ کو یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ آج شام آپ کے بڑے بھائی اور دوسرے رشتے داروں کے ساتھ یہاں آؤں گا اور آپ کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح پڑھا کر انہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔''

وہ دونوں یہ سن کر خوش ہورہی تھیں عبدالرحمٰن نے کہا ''بکواس مت کرو میں ان کا باپ ہوں میری مرضی کے بغیر ان کی شادی نہیں ہوسکے گی۔''

''آپ سیدھی طرح مان جائیں تو بہتر ہوگا۔ ورنہ یہ لڑکیاں بالغ ہیں اپنا فیصلہ خود کرسکتی ہیں پھر آپ کے تمام رشتے دار میرے حمایتی ہیں آپ کی مخالفت کو کوئی اہمیت نہیں دے گا۔''

وردان نے عبدالرحمٰن کی زبان سے کہا ''تم ان سے نکاح پڑھوانے آؤ گے تو اپنی موت کو دعوت دو گے اس گھر سے ان لڑکیوں کی ڈولی نہیں اٹھے گی تمہارا جنازہ اٹھے گا۔''

علی اکبر (پارس) نے کہا ''تم اس سے زیادہ اور کر بھی کیا سکتے ہو تمہاری تمام چالیں ناکام ہوچکی ہیں اب خون خرابے پر اتر آؤ گے یہ بھی کرکے دیکھ لو تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوسکے گا۔''

''جو چیز مجھے حاصل نہیں ہوتی اسے چھین لیتا ہوں تم شام کو برات لے کر آؤ گے اور وہ شام ابھی بہت دور ہے اس سے پہلے میں ان لڑکیوں کو لہن بننے کے قابل نہیں رہنے دوں گا۔''

وہ عبدالرحمٰن کے دماغ سے چھلانگ لگا کر جمیلہ کے دماغ میں آیا۔ ان لڑکیوں کو عذاب میں مبتلا کرنے کا یا ذہنی مریضہ بنا دینے کا یا مار ڈالنے کا بس ایک ہی حربہ رہ گیا تھا کہ ان کے اندر زلزلہ پیدا کیا جائے لیکن وہاں پارس کی آمد کے ساتھ ہی الپا بھی ان بہنوں کے دماغ میں پہنچ کر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ ایک ایک بہن کے دماغ پر قبضہ جما چکی تھی۔

وردان نے خیال خوانی کے ذریعے ایک زبردست زلزلہ پیدا کیا۔ اس زلزلہ کے نتیجے میں دونوں بہنیں ایسی شدید دماغی تکلیف میں مبتلا ہوتیں کہ فرش پر گرنے کے بعد اٹھنے کے قابل نہ رہتیں لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ دونوں نے ہلکا سا جھٹکا محسوس کیا پھر نبیلہ نے (پارس) سے کہا ''ہمارے دماغ میں ابھی کچھ ہوا ہے۔''

وہ دونوں بازو پھیلا کر بولا ''میری پناہ میں آجاؤ! وہ کمبخت تم دونوں کو ذہنی مریضہ بنانا چاہتا ہے۔''

وہ دونوں جیسے اسی انتظار میں تھیں ایک دم سے آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گئیں۔ جمیلہ کا سر علی اکبر (پارس) کے بائیں شانے پر آگیا اور نبیلہ کا سر دائیں شانے پر جب پیار کرنے والے ایک دوسرے کے گلے لگتے ہیں تو دو دل ایک دوسرے سے مل کر تیزی سے دھڑکنے لگتے ہیں لیکن ان لمحات میں تین دل ایک دوسرے سے لگ کر تیزی سے دھڑک رہے تھے۔

وردان حیران تھا' پریشان تھا اب سے پہلے بھی ان بہنوں کے اندر زلزلہ پیدا کرچکا تھا مگر ناکام رہا تھا اور اس بار بھی ناکام ہورہا تھا اس نے چلا کر پھر ایک بار زبردست زلزلہ پیدا کیا۔ الپا اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس بار اور زیادہ مضبوطی سے ان دونوں کے دماغوں کو گرفت میں لیا تھا اس لیے انہوں نے ہلکا سا بھی جھٹکا محسوس نہیں کیا بس ایک ذرا دھیمی سی سرسراہٹ محسوس کی۔

جمیلہ نے کہا ''آپ کا رقیب عداوت سے باز نہیں آرہا ہے کچھ کررہا ہے۔''

''وہ جو کرنا چاہتا ہے کرنے دو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی کوئی چال میرے سامنے نہیں چلے گی۔''

نبیلہ نے کہا ''آپ وعدہ کریں ہمیں چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔''

''میں صرف شام تک کے لیے جاؤں گا اس کے بعد

یہاں آکر تم دونوں کو اپنی دلہن بناؤں گا پھر ساری زندگی تمہارے ساتھ رہوں گا۔''

وہ دونوں خوشی کے مارے رونے لگیں زندگی میں عجیب حالات سے اور عجیب تجربات سے گزرنا پڑتا ہے (پارس) کے لیے یہ عجیب وغریب تجربہ تھا اس کی ہونے والی دلہنیں بیک وقت اس کے دل سے لگی ہوئی تھیں ان کی دھڑکنیں کہہ رہی تھیں یہ تو کچھ بھی نہیں ہے ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔

☆☆☆

سوامی وردان وشوانا تھ نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس ملک کے بڑے بڑے اور اہم منسٹروں کے دماغوں پر قبضہ جمار کھا تھا' ان میں سے کسی منسٹر کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ وردان کے معمول اور تابعدار بنے ہوئے ہیں۔ وردان اپنی ضرورت کے وقت ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کرتا تھا پھر اپنا ضروری کام ان سے کرالیا کرتا تھا وہ انکار نہیں کرتے تھے اور یہ سمجھنے سے بھی قاصر تھے کہ کیوں اس کی بات مان کر ہر جائز یا ناجائز کام کرگزرتے ہیں۔

وردان نے ٹیلی فون کے ذریعے ہوم منسٹر سے رابطہ کیا پھر کہا ''میں سوامی وردان! وشوانا تھ بول رہا ہوں۔''

ہوم منسٹر نے خوش دلی سے کہا ''سوامی جی! ہم آپ کے سیوک ہیں' حکم کریں' کیا چاہتے ہیں؟''

اس نے کہا ''دہلی میں ایک بہت بڑا شانتا بائی اسپتال ہے۔''

''جی ہاں' وہ تو بہت ہی مشہور اسپتال ہے' اس کی کئی شاخیں' دوسرے شہروں میں بھی ہیں۔''

''اس اسپتال کا ایک منتظم اعلیٰ ہے اس کا نام دھرم ویر ہے' مجھے اس پر شبہ ہے۔''

''آپ کو کس قسم کا شبہ ہے؟''

''وہ ہندو نہیں مسلمان ہے' ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن دھرم ویر بن کر اپنی اصلیت چھپا رہا ہے' آپ ابھی اس کے خلاف انکوائری کرائیں' وہ کون ہے' کب سے شانتا بائی اسپتال کا منتظم اعلیٰ بنا ہوا ہے؟ اس سے پہلے کہاں تھا؟ اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا جاسکتا ہے اور میں یہ بتادوں سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلے گا' آپ انٹیلی جنس کے کسی کڑک افسر کو اس کے پیچھے لگادیں۔''

''میں ابھی حکم جاری کرتا ہوں' ایک گھنٹے کے اندر اس کے خلاف انکوائری شروع ہوجائے گی۔''

ادھر میں نے شانتا بائی سے فون پر رابطہ کیا' وہ بولی ''بھائی' آپ کہاں ہیں؟''

میں نے کہا ''میں ابھی ممبئی میں ہوں۔ آدھے گھنٹے کے بعد کسی دوسرے شہر کی طرف چلا جاؤں گا' میں کچھ دنوں تک نہ سے اور نیہا (اعلیٰ بی بی) سے دور رہوں گا۔''

''ہم سے دور کیوں رہو گے؟ بات کیا ہے؟''

''میرا ایک بہت پرانا دشمن ہے' اس کا تعلق یہاں کے حکمرانوں سے ہے' وہ بڑے وسیع ذرائع کا مالک ہے' اس نے میرے خلاف انکوائری شروع کرائی ہے۔ وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ میں ہندو نہیں' مسلمان ہوں اور دیش دشمن ہوں۔ یہاں تخریبی کارروائیاں کرنے آیا ہوں۔''

وہ پریشان ہوکر بولی ''ایسا دشمن اچانک کہاں سے پیدا ہوگیا ہے' وہ کیوں ایسے الزامات لگا رہا ہے؟''

''شانتا بائی! دشمن تو دشمن ہی ہوتا ہے وہ کچھ بھی کرسکتا ہے۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں اس کم بخت سے نمٹنے کے بعد تمہارے پاس دہلی آؤں گا۔''

''بھائی! آپ کے خلاف انکوائری ہوگی تو مجھے کیا کہنا چاہیے؟''

''تم صرف اتنا کہو گی کہ میں اسپتال کے معاملات نمٹانے کے لیے کبھی ملک سے باہر جاتا ہوں اور کبھی مختلف شہروں کا دورہ کرتا رہتا ہوں اور تم نہیں جانتیں کہ میں اس وقت کہاں ہوں اور مجھ سے فون پر بھی رابطہ نہیں ہورہا ہے۔''

''ٹھیک ہے' میں یہی کہوں گی لیکن آپ کے لیے پریشان ہوتی رہوں گی۔''

''میں نے کہا نا' تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے' میں ان سارے معاملات سے جلد ہی نمٹ لوں گا۔''

میں نے رابطہ ختم کردیا' ہمیں آواز دون کی لاش کے پاس اس کا موبائل فون ملا تھا' وہ فون ابھی میرے پاس تھا' اس میں کئی ٹیلی فون نمبر محفوظ تھے۔

آواز دون نے آخری بار جس نمبر پر رابطہ کیا تھا۔ میں نے اس نمبر کو پنچ کیا پھر فون کو کان سے لگایا' تھوڑی دیر بعد ایک آواز سنائی دی ''ہیلو..... میں..... پامسٹ سلطان ابن سلطان بول رہا ہوں۔''

میں فون بند کرکے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ فون کان سے لگا کر ہیلو ہیلو کہہ کر مخاطب کررہا تھا پھر اس نے ناگوار سے فون کو دیکھا' اس پر میرے نمبر پڑھے۔ اسے پڑھتے حیران ہوکر سوچنے لگا ''یہ..... یہ تو اس جوان کا فون ہے میرے پاس صبح ناشتے کے وقت اپنا ہاتھ دکھانے آیا تھا میں نے اس کی موت کی پیش گوئی کی تھی' وہ تو مر چکا ہے پھر

کون ہے' جس نے مجھے کال کی ہے؟'' میں اس کے خیالات پڑھنے کے دوران اپنے چہرے کو میک اپ کے ذریعے تبدیل کرنے لگا' اب میں دھرم ویر کی حیثیت سے نہیں رہ سکتا تھا۔ دہلی' ممبئی' مدراس' کلکتہ جہاں بھی شانتا بائی کے نام سے اسپتال قائم کیا گیا تھا' وہاں کے سرکاری افسران مجھے چہرے سے پہچانتے تھے۔ انٹیلی جنس والے کسی وقت بھی مجھ تک پہنچ سکتے تھے' اس لیے میں نے ایک گھنٹے کے اندر اپنے چہرے کو تبدیل کرلیا۔

انوشے نے خوش ہوکر کہا ''گرینڈ پا! اب تو آپ دھرم ویر نہیں رہے' آپ ہمارے ساتھ رہ سکتے ہیں۔''

میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا ''دادا کی جان! ابھی مجھے بڑے اہم معاملات نمٹانے ہیں اس نئے چہرے کے مطابق شناختی کارڈ' پاسپورٹ اور دوسرے ڈاکومینٹس تیار کرانے ہیں۔''

''اوہ گرینڈ پا یہ تو آپ خیال خوانی کے ذریعے چٹکی بجا کر کرلیں گے۔''

''لیکن چٹکی بجا کر آواز دون کی چڑیل ماں تک نہیں پہنچ پاؤں گا میں اسے تلاش کررہا ہوں ویسے تم سے وعدہ کرتا ہوں میں زیادہ سے زیادہ تمہارے ساتھ رہنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔''

خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔ میں پھر سلطان ابن سلطان کے خیالات پڑھنے لگا پتا چلا کہ ایک گھنٹا پہلے ارنا کوف اس سے ملنے آئی تھی اسے ہاتھ دکھا کر قسمت کا حال معلوم کرنا چاہتی تھی۔

وہ نجومی نہیں جانتا تھا کہ اس کا نام ارنا کوف ہے اور وہ اس ہلاک ہونے والے جوان کی ماں ہے چونکہ وہ کالے عمل کے ذریعے بھرپور جوانی حاصل کرچکی تھی اس لیے آواز دون کی ماں نہیں کہلاتی تھی بلکہ دنیا والوں کے سامنے بہن بھائی بن کر رہتے تھے۔

اس نجومی نے ارنا کوف کا ہاتھ دیکھ کر کہا تھا کہ دونوں بھائی بہن کے ہاتھ کی لکیریں ایک ہی بات کہہ رہی ہیں کہ وہ مصیبتوں میں گھرے ہوئے ہیں اور کسی دشمن سے چھپتے پھر رہے ہیں پھر اس نے یہ بھی بتایا کہ اس کے ہاتھ پر زندگی کی جو لکیر ہے وہ دھندلی پڑ رہی ہے وہ مرجھی سکتی ہے اور بچ بھی سکتی ہے۔ بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اپنے دشمن سے دوستی کرلے۔

اس نجومی کے خیالات نے بتایا کہ وہ اسی ہوٹل کے کمرا نمبر سات سو سات میں رہتی ہے۔ میں نے اس ہوٹل کے فون نمبر پر رابطہ کیا پھر انکوائری کاؤنٹر گرل کی آواز سننے کے بعد فون بند کردیا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ روم نمبر سات سو سات میں ایک جوان دوشیزہ اپنے جوان بھائی کے ساتھ رہنے آئی تھی اس کا بھائی صبح چھ بجے ہوٹل سے کہیں چلا گیا تھا اور اب پندرہ منٹ پہلے وہ دوشیزہ ہوٹل چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ ارنا کوف نے ہوٹل کے رجسٹر پر اپنا نام مس مونالی سکسینہ لکھوایا تھا۔

میں نے الپا سے کہا ''ارنا کوف پندرہ منٹ پہلے اپنا ہوٹل چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے۔ اسے خطرے کا احساس ہوگیا ہے پھر ایک نجومی نے بھی اسے یہ کہہ کر دہشت زدہ کیا ہے کہ اس کے ہاتھ پر زندگی کی لکیر دھندلی پڑ گئی ہے۔''

الپا نے کہا ''یہاں اس کے جوان بیٹے کو ہلاک کیا گیا ہے اس لیے اب وہ اس شہر میں نہیں رہے گی۔''

''اور یہ ملک چھوڑ کر بھی نہیں جائے گی۔ اس نے وردان سے دوستی کی ہے اپنی سلامتی کی خاطر اس جیسے شہ زور اور غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک کے سائے میں پناہ لے رہی ہے۔''

الپا نے کچھ سوچ کر کہا ''پاپا! جب ہم پاکستان اور ہندوستان کے سرحدی اسٹیشن اٹاری میں ولا ڈی میر سے نٹ رہے تھے اور اسے موت کے گھاٹ اتار رہے تھے تب میں نے ارنا کوف سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کی تھی میں اس کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح پہچانتی ہوں کیا اس کے دماغ میں جاکر دیکھوں جگہ مل سکتی ہے یا نہیں؟''

میں نے کہا ''وہ سانس روک کر بھگا دے گی پھر بھی اس کے اندر جاؤ۔''

میں الپا کے اندر پہنچا وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ارنا کوف کے اندر پہنچ گئی۔ اس نے ہمیں محسوس نہیں کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان لمحات میں وردان اس کے اندر بول رہا تھا۔ جب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی کے دماغ میں موجود ہو تو دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی سوچ کی لہریں محسوس نہیں ہوتی۔

اس وقت وہ ائرپورٹ کے ایک لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وردان وشوانا تھ کہہ رہا تھا ''یہ اچھا ہوا کہ تمہیں کلکتہ جانے والی فلائٹ میں سیٹ مل گئی ہے۔ میرا شبہ یقین میں بدلتا جارہا ہے کہ وہ دھرم ویر دراصل فرہاد علی تیمور ہے۔ دہلی اور ممبئی کی انٹیلی جنس والے حرکت میں آگئے ہیں۔ اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں اور وہ کہیں روپوش ہوگیا ہے۔'' وہ پریشان ہوکر اٹھ گئی پھر ایک طرف جاتی ہوئی بولی ''میں ابھی بورڈنگ کارڈ

لے رہی ہوں۔ فلائٹ کا وقت ہوگیا ہے مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے وہ میری تلاش میں اسی طرف آ رہا ہے پلیز وردان! جب تک میری فلائٹ یہاں سے روانہ نہ ہو اس وقت تک میرے پاس موجود رہو۔''

''تم ساری زندگی ڈرتی رہو گی تو کیا میں تمہارے دماغ میں بیٹھا تمہاری پہریداری کرتا رہوں گا۔ میرے اور بھی بہت سے معاملات ہیں۔ مجھے اب ان سے بھی نمٹنا ہے میں جا رہا ہوں۔''

اس کے جانے سے پہلے میں اور الپا وہاں سے چلے آئے اگر ایسا نہ کرتے تو اس کے جاتے ہی ارنا کوف ہمیں اپنے اندر محسوس کر لیتی۔ ہمارے اس طریقہ کار سے وہ اور وردان بے خبر تھے یہ نہیں جانتے تھے کہ ہم نے موقع سے فائدہ اٹھا کر ان کی باتیں سن لی ہیں۔

صرف باتیں ہی نہیں سنی تھیں ارنا کوف کے چور خیالات بھی پڑھے تھے۔ یہ پتا چلا تھا کہ وہ ابھی کلکتہ جا رہی ہے پھر وہاں سے دارجلنگ جائے گی۔ وہاں وردان کے ایک بنگلے میں رہائش اختیار کرے گی۔ وردان اپنے دوسرے معاملات سے نمٹنے کے بعد اس کے ساتھ وقت گزارنے کے لیے وہاں جائے گا۔

الپا نے کہا ''ہمیں یہ خاص بات معلوم ہوگئی ہے کہ وردان دو چار دن میں دارجلنگ والے بنگلے میں پہنچے گا۔''

''اوہ..... میں ایسے موقع کی تلاش میں تھا کہ کبھی اس سے روبرو ملاقات ہو جائے اور اب ملاقات کے آثار پیدا ہو گئے ہیں مجھے دارجلنگ جانا ہی ہوگا۔''

وردان ذہنی انتشار میں مبتلا ہو گیا تھا۔ جمیلہ اور نبیلہ کے سلسلے میں جو ناکامیاں ہو رہی تھیں ان کے باعث وہ بات بات پر جھنجلانے لگا تھا لوگوں سے ملنا چھوڑ دیا تھا۔ اپنے خدمت گاروں کے ذریعے یہ اعلان کرا دیا تھا کہ سوامی جی گیان دھیان میں مصروف ہو گئے ہیں۔ وہ کچھ روز تک کسی عقیدت مند اور ضرورت مند سے ملاقات نہیں کریں گے۔

وہ نیپال کے شہر کھٹمنڈو میں تھا وہاں اپنے بنگلے میں تنہا رہ کر بھی گیان دھیان میں مصروف رہتا تھا کبھی جمیلہ اور نبیلہ کو حاصل کرنے کے منصوبے بناتا رہتا تھا۔ ایسے دولت مند اور بااختیار لوگ فکر اور پریشانی کے وقت شراب اور شباب سے دل بہلاتے ہیں لیکن وہ شراب نہیں پیتا تھا اور حسین عورتوں سے کتراتا تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ وہ صرف ایسی حسین عورتوں سے دلچسپی لیتا تھا جو غیر معمولی ہوتی تھیں۔۔۔ فی الوقت اس کی نظر میں تین غیر معمولی ہستیاں تھیں ایک تو وہ جڑواں بہنیں تھیں جو اس کے لیے چیلنج بن گئی تھیں۔ دوسری ارنا کوف اور تیسری شیوانی۔

ایک پارس ہی اس کے لیے ناقابل فہم ہو گیا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح اسے شکست دے سکتا ہے اور اپنے قابو میں رکھ سکتا ہے یا ہلاک کر سکتا ہے پھر اس کے معاملات میں میری موجودگی نے اسے اور زیادہ پریشان کر دیا تھا۔ وہ علی اکبر (پارس) کے خلاف منصوبے بنا رہا تھا اور میرے خلاف قانونی کارروائیاں شروع کرا چکا تھا اس کے باوجود اسے سکون نہیں مل رہا تھا اس لیے وہ گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ ایک بنگلے میں تنہا رہ کر اپنے موجودہ حالات پر غور کر رہا تھا اور نت نئے منصوبے بنا رہا تھا۔

پھر اس نے سوچا ذہن کو سکون پہنچانا چاہیے کچھ تفریح کرنی چاہیے۔ ذہن فریش ہوگا تو تازہ دم ہو کر اپنے مخالفین سے نمٹ سکے گا۔

فی الوقت فریش ہونے کے لیے اس کے پاس دو آئٹم تھے۔ ایک ارنا کوف اور دوسری شیوانی۔ اب تک اس نے خیال خوانی کے ذریعے ان دونوں سے رابطہ کیا تھا۔ کبھی روبرو انہیں دیکھا نہیں تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ دونوں میں کون زیادہ حسین ہے اور پرکشش ہے اور کسے پہلے ترجیح دینی چاہیے اور کس کے ساتھ پہلے وقت گزارنا چاہیے؟

وہ ہندوستان کے شمالی حصے میں رہتا تھا اور وہ دونوں جنوب مغرب کے ساحلی شہر ممبئی میں تھیں۔ ان میں سے ایک دارجلنگ کی طرف روانہ ہو گئی تھی اس نے سوچا ابھی ارنا کوف کو نظر انداز کرنا چاہیے اس کا جوان بٹا مارا گیا ہے وہ صدمات سے چور ہے کھل کر تفریح نہیں کر سکے گی۔

اس نے ارنا کوف سے پہلے شیوانی کو بھی اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا پھر اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا اور حکم دیا تھا کہ وہ فی الحال وہیں ممبئی شہر کے اس ہوٹل میں رہے گی وہ اپنی مصروفیات سے فارغ ہونے کے بعد اسے اپنے پاس بلا لے گا۔

شیوانی کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ اپنے بیٹے عدنان کو اپنے سابقہ شوہر پورس سے چھین لینا چاہتی تھی۔ جناب علی اسد اللہ تمیرزی نے بہت پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ شیوانی اندر سے شر پسند ہے۔ آئندہ وہ بڑے فسادات پھیلائے گی اس لیے انہوں نے کبھی اسے بابا صاحب کے ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ شیوانی کو اسی بات کا غصہ تھا کہ اسے حقیر سمجھا گیا ہے تو وہ اپنے بیٹے کو بھی ادارے میں جانے نہیں دے گی۔

اس نے عدنان کو اس ادارے میں جانے سے روکنے کی خاطر کتنے ہی فسادات پھیلائے تھے اپنی موت کے بعد اس کی آتما انا میریا کے اندر پہنچی تھی پھر انا میریا کی موت کے بعد اب الکا اگنی ہوتری کے اندر سمائی ہوئی تھی۔ اتنی دشمنی اور بھاگ دوڑ کے باوجود وہ عدنان کو حاصل نہیں کر سکی تھی اور اب اسے حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا کیونکہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہو گیا تھا۔

اتنی ناکامیوں کے باوجود وہ بلا کی ضدی تھی۔ اپنے شیطانی ارادوں سے باز آنے والی نہیں تھی اس نے پورس کو چیلنج کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے عدنان کو بابا صاحب کے ادارے سے نکال لائے گی یہ اتنا بڑا چیلنج تھا کہ اس پر عمل کرنے کے لیے اسے کسی بہت بڑی طاقت کا سہارا لینا تھا۔

اس نے سوامی وردان وشوانا تھ کا سہارا لیا تھا اسے اپنی روداد سنائی تھی۔ وردان یہ سن کر خوش ہوا تھا کہ وہ تُو اِن دن ہے یعنی الکا اگنی ہوتری بھی ہے اور شیوانی بھی ہے جسم الکا کا ہے اور آتما شیوانی کی ہے ایسی غیر معمولی عورتیں وردان کو اپنی طرف کھینچتی تھیں اور وہ اس کی طرف کھنچا چلا آیا تھا۔

شیوانی نے اس سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اس کا ہر حکم مانے گی اپنی جان بھی دے دے گی لیکن اپنا جسم نہیں دے گی۔

پہلی بار تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے اس کی آتما کو انا میریا کے اندر پہنچایا تھا تب اس نے تانترک مہاراج سے بھی یہی کہا تھا کہ وہ ساری زندگی اس کی سیوا کرتی رہے گی اس کا ہر حکم مانے گی اور اس کے حکم پر جان بھی دے دے گی لیکن اپنا جسم نہیں دے گی کیونکہ وہ اپنی آتما کی گہرائیوں سے صرف پورس کی ہے اور اسی کی رہے گی اس کے سوا اسے کوئی حاصل نہیں کر سکے گا۔

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کو عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اسی لیے اس نے شیوانی کی بات مان لی تھی اور اسے صرف داسی بنا کر رکھا تھا سوامی وردان نے جب شیوانی کی یہ ہسٹری سنی تو سمجھ لیا کہ یہ سیدھی طرح ہاتھ نہیں آئے گی اگر وہ اسے طلب کرے گا تو وہ انکار کرے گی اور اس سے دور چلی جائے گی۔

اس نے شیوانی سے کہا ''ٹھیک ہے میں تمہیں کبھی ہاتھ نہیں لگاؤں گا مجھے تم سے صرف اس لیے دلچسپی ہے کہ تم میری طرح ہندو ہو اور اپنے بیٹے عدنان کو بابا صاحب کے ادارے سے نکال کر ہندو بنا کر رکھنا چاہتی ہو میں اس کام میں تمہاری پوری مدد کروں گا۔''

وردان نے جھوٹا وعدہ کیا تھا پھر اس کی لاعلمی میں اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیا تھا اس کے بعد اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔ وہ بے خبر تھی اگلے چوبیس گھنٹوں تک اسے معلوم نہ ہو سکا کہ اس کے ساتھ کیا ہو چکا ہے؟

وردان نے اسے یہ جھوٹا دلاسا دیا تھا کہ وہ اس کے بیٹے عدنان کو اس ادارے سے نکال لانے کے لیے ایک پراسرار عمل میں مصروف ہے۔ یہ مصروفیت ختم ہوتے ہی اسے کوئی نہ کوئی خوشخبری سنائے گا پھر اس سے ملنے کے لیے آئے گا۔

دراصل وہ شیوانی سے فوراً ہی ملنے کا وقت نہیں نکال سکتا تھا جمیلہ اور نبیلہ نے اسے بری طرح الجھا دیا تھا۔ دوسرے دن شیوانی نے سوچا کہ وہ ہوٹل سے باہر جائے گی اور ممبئی شہر دیکھے گی لیکن وہ نہ جا سکی اور اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔

اس نے دوپہر کو ہوٹل کے گراؤنڈ فلور میں آ کر سوچا باہر گارڈن میں جائے گی اور ذرا کھلی فضا میں سانس لے گی لیکن وہ ایسا سوچنے کے باوجود نہ جا سکی۔ تب وہ تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ اپنے کمرے میں آ کر سوچنے لگی۔ ''کیا میں پابند ہو گئی ہوں اس ہوٹل سے باہر نہیں جا سکوں گی؟ اگر ایسا ہے تو مجھے کس نے پابند کیا ہے اور کیسے کیا ہے؟''

ایسے وقت ایک ہی بات سمجھ میں آئی کہ تنویمی عمل کے ذریعے ہی کسی کو پابند بنایا جا سکتا ہے۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی ''کیا سوامی وردان نے مجھ پر تنویمی عمل کیا ہے مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے؟''

اسے اپنے اندر وردان کی آواز سنائی دی ''تم درست سوچ رہی ہو تم جو نہیں چاہتی تھیں وہ تمہارے ساتھ ہو چکا ہے۔ اب تم ہمیشہ میری کنیز بن کر رہو گی۔''

''اس کا مطلب ہے تم نے میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے مجھ سے یہ جھوٹ کہا تھا کہ ایک ہندو ہونے کے ناتے کسی لالچ کے بغیر میری مدد کرتے رہو گے۔''

''کیا میں تمہارے باپ کا نوکر ہوں، مفت میں کام کروں گا جو دنیا کا دستور ہے اسی کے مطابق کام ہو گا۔ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے۔ میں اپنا وعدہ پورا کروں گا تمہارے بیٹے کو کسی نہ کسی طرح اس ادارے سے باہر نکال لانے کی کوشش کروں گا اور اپنی محنت کا معاوضہ تم سے وصول کرتا رہوں گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''کیا تم میرے بدن کو ہاتھ لگاؤ گے؟''

''جو عورتیں غیر معمولی ہوتی ہیں، عجوبہ ہوتی ہیں وہ میرے لیے پُرکشش بن جاتی ہیں۔ تمہارے وجود میں بیک

وقت دو ہستیاں ہیں۔ الکا اگنی ہوتری بھی ہے اور شیوانی بھی۔ میں یہ عجیب و غریب تجربہ کرنا چاہتا ہوں کہ بیک وقت دو کس طرح حاصل ہو جاتی ہیں؟''

''فار گاڈ سیک، ایسی باتیں نہ کرو میرا یہ وجود صرف پورس کے لیے ہے۔''

''بکواس کرتی ہو، جو تمہیں گھاس نہیں ڈالتا اور جس نے تمہارے بچے کو تم سے چھین لیا ہے کیا اسی کی امانت بن کر رہنا چاہتی ہو؟''

''جب میں اپنے بیٹے عدنان کو حاصل کر لوں گی تو وہ بھی میری طرف کھنچا چلا آئے گا میں اس انتظار میں ایک جسم سے دوسرا جسم بدلتی آئی ہوں، بھگوان کے لیے مجھے ہاتھ لگانے کے ناپاک ارادے سے باز آ جاؤ۔''

''تم میری معمولہ اور تابعدار ہو میرا حکم ہے کہ تم پارسا بنے سے باز آ جاؤ اور میرے ہر حکم کی تعمیل کرو۔ جس طرح میں نے تمہارے دماغ میں یہ بات نقش کی ہے کہ میرے حکم کے بغیر اس ہوٹل سے باہر نہیں جا سکو گی تو تم نہیں جا رہی ہو اسی طرح میرے حکم کے مطابق تم کمرے سے باہر جا کر ہوٹل کے کسی بھی شخص سے بات نہیں کرو گی۔''

''تم مجھے یہاں کب تک قیدی بنا کر رکھو گے؟''

''یہاں زیادہ دیر تک قیدی بن کر نہیں رہو گی ہوٹل کے باہر جا سکو گی۔ چار گھنٹے بعد ایک فلائٹ نیپال جانے والی ہے میرے ایک آلہ کار نے تمہارے لیے اس میں ایک سیٹ ریزرو کرائی ہے۔ تم دو گھنٹے بعد یہاں سے نکلو گی اور سیدھی ائر پورٹ جاؤ گی۔ میرا وہ آلہ کار تمہیں ٹکٹ دے گا تو تم اس فلائٹ کے ذریعے کھٹمنڈو پہنچو گی۔''

''میں وہاں جا کر کیا کروں گی؟''

''وہاں میں تمہیں گلے لگا کر استقبال کروں گا۔''

وہ گم صم سی رہ گئی۔ دل ڈوبنے لگا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے بلندی سے بہت ہی پستی میں گرتی جا رہی ہو۔ وردان نے کہا ''میں جا رہا ہوں۔ چار گھنٹے بعد آ کر دیکھوں گا کہ تم طیارے میں سوار ہو چکی ہو یا نہیں۔ ٹھیک دو گھنٹے بعد اس ہوٹل سے نکلو گی۔''

پھر اس کے اندر خاموشی چھا گئی۔ وہ نہیں بول رہا تھا۔ اس کے اندر سے جا چکا تھا۔ وہ روتی ہوئی آ کر بستر پر اوندھے منہ گر پڑی۔ اگرچہ وہ شر پسند تھی، غلط راستوں سے اپنے بیٹے کو اور اپنے سابقہ شوہر پورس کو حاصل کرنا چاہتی تھی اس کے ارادے غلط تھے لیکن پورس کے لیے محبت اور عدنان کے لیے ممتا سچی تھی اور پورس کی محبت میں اس قدر بے داغ اور اجلی تھی کہ آج تک اس نے کسی دوست کو یا کسی دشمن کو اپنے آنچل تک پہنچنے نہیں دیا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک بستر پر اوندھی پڑی روتی رہی پھر سوچنے لگی ''رونے سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ مجھے اپنے بچاؤ کے لیے کچھ کرنا ہو گا۔''

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی ''میں کیا کر سکتی ہوں؟ میرا دماغ وردان کے احکامات کا پابند ہے اور میں ان احکامات کے خلاف باہر نہیں جا سکوں گی اس نے تو یہ بھی کہا ہے کہ یہاں کسی سے رابطہ بھی نہیں کر سکوں گی۔''

اس نے ایک سرد آہ بھر کر سوچا ''آہ! تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ اور چنڈال جوگیا سب ہی مارے گئے ہیں۔ کوئی میری مدد کرنے والا نہیں ہے میں کس کو پکاروں؟''

اس نے فون کی طرف دیکھا ''کیا میں اس فون کے ذریعے کسی کو اپنی مدد کے لیے بلا سکتی ہوں؟''

وہ بیڈ سے اتر گئی۔ سوچنے لگی ''مجھے آزمانا چاہیے کسی سے رابطہ کر کے دیکھنا چاہیے۔''

وہ ٹیلی فون کے پاس آئی پھر ریسیور اٹھایا دوسرے ہی لمحے اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پریشان ہو کر پھر ٹیلی فون کو دیکھنے لگی۔ اس بار اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ ریسیور اٹھا کر دوبارہ نہیں رکھے گی اور نمبر پنچ کرے گی اس ارادے کے مطابق اس نے ریسیور اٹھا کر جلدی سے ہوٹل انکوائری کے نمبر پنچ کیے لیکن دو نمبر پنچ کرنے کے بعد ہی آگے بھول گئی کہ نمبر کیا ہیں؟

وہ یاد کرنے لگی لیکن اس کی یادداشت جواب دے گئی۔ وہ سحر زدہ تھی، نہ نمبر یاد کر سکتی تھی اور نہ ہی وردان کی مرضی کے خلاف کسی سے رابطہ کر سکتی تھی۔

اس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ وہاں سے دور ہو گئی۔ آئینے میں اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ ایسے ہی وقت اسے یاد آیا کہ وہ آئینے میں اپنے پورس سے باتیں کر سکتی ہے اسے بلا سکتی ہے۔

وہ دھڑکتے ہوئے دل سے آئینے کے قریب آ گئی۔ دل کی گہرائیوں سے اسے یاد کرنے لگی۔ ایسے وقت پورس اپنے واش روم میں تھا۔ آئینے کے سامنے شیو کر رہا تھا۔ اچانک ہی آئینے کی سطح پر وہ گم ہو گیا اور شیوانی دکھائی دینے لگی۔

اب سے پہلے بھی ان کے درمیان کئی بار اس طرح رابطہ ہو چکا تھا۔ وہ ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے بولا ''کیا بات ہے؟ کیوں میرے سامنے آئی ہو؟''

وہ رونے کے انداز میں بولی ''پورس! پچھلی دشمنی کو بھول

جاؤ اس وقت میں بہت مصیبت میں ہوں۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔''

وہ حقارت سے بولا ''تم جب چاہتی ہو میرے لیے مصیبتیں پیدا کرتی رہتی ہو۔ اب ایسی کیا مصیبت آ گئی ہے کہ اپنے یاروں کو اور مددگاروں کو نہیں بلا رہی ہو اور مجھے یاد کر رہی ہو؟''

''تم اچھی طرح جانتے ہو تانترک مہاراج اور جنگل بھٹا چاریہ اور چنڈال جوگیا سارے ہی کالا جادو جاننے والے مارے گئے ہیں۔ اب کوئی میری مدد کرنے والا نہیں رہا ہے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میرے دماغ پر قبضہ جمالیا ہے مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا ہے۔''

''تمہارے ساتھ یہی ہونا چاہیے تم دشمنی کے جس راستے پر چل رہی ہو وہاں اسی طرح ٹھوکریں کھاتی رہو گی۔''

''دیکھو تم ایک بات اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کتنی ہی بری سہی لیکن اپنے آپ کو صرف تمہارے لیے بچا کر رکھتی ہوں۔ کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ کوئی مجھے ہاتھ بھی لگا سکے لیکن آج وہ شخص میرا عامل بن چکا ہے۔ میں اس کے حکم کے مطابق چار گھنٹے بعد نیپال جانے والی ہوں۔ وہاں پہنچوں گی تو وہ میری عزت و آبرو کو خاک میں ملا دے گا۔ ہم صرف اپنے بچے عدنان کے سلسلے میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں، ایک دوسرے کی جان کے دشمن نہیں ہیں کیا تم یہ گوارہ کرو گے کہ میری آبرو خاک میں مل جائے؟''

پورس نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر پوچھا ''تم ابھی کہاں ہو؟''

''میں ہندوستان کے شہر ممبئی میں ہوں اب سے چار گھنٹے بعد ائرپورٹ جا کر جہاز میں سوار ہو جاؤں گی پھر یہاں سے نیپال کے شہر کھٹمنڈو پہنچوں گی۔''

''تم تھوڑی دیر بعد رابطہ کرو میں کچھ کرتا ہوں۔''

آئینے کی سطح سے شیوانی گم ہو گئی۔ وہ اپنے آپ کو دیکھنے لگا۔ وہاں سے پلٹ کمرے میں آیا پھر موبائل اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگا۔ رابطہ ہونے پر عبداللہ کی آواز سنائی دی ''یس سر! میں ابھی آپ کے پاس آ رہا ہوں۔''

رابطہ ختم ہوا وہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا پورس نے کہا ''عبداللہ پاپا سے کہو وہ فوراً مجھ سے رابطہ کریں۔''

وہ میرے پاس آ کر بولا ''سر! پورس ہاہا آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

میں نے اپنے بیٹے کے پاس آ کر پوچھا ''خیریت تو ہے۔''

''پاپا! میں تو خیریت سے ہوں شیوانی مصیبت میں ہے۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ وہ میرے اور عدنان کے لیے ایک کے بعد ایک جسم بدلتی ہوئی کسی نہ کسی طرح زندگی حاصل کرتی رہتی ہے وہ لاکھ دشمن سہی لیکن میرے اور عدنان کے معاملے میں مخلص ہے ہم سے سچی محبت کرتی ہے۔''

''میں سب سمجھتا ہوں تم اس کے آگے کی بتاؤ۔''

''کسی شخص نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا ہے۔ وہ اس وقت ممبئی میں ہے اور چار گھنٹے بعد ائرپورٹ جائے گی پھر وہاں سے ایک فلائٹ کے ذریعے نیپال کے شہر کھٹمنڈو پہنچے گی۔ اس پر تنویمی عمل کرنے والا شخص وہاں موجود ہو گا اور وہاں اس کی عزت کو خاک میں ملانا چاہے گا۔''

''ہوں.....'' میں نے سوچتے ہوئے کہا ''اس شخص نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہو گا۔ میں اس کے اندر نہیں جا سکوں گا اتنا معلوم ہے کہ وہ اکالا گئی ہوتری کے نام سے موجودہ زندگی گزار رہی ہے لیکن میں اسے صورت شکل سے پہچانتا نہیں ہوں کیا تم اس سے پھر رابطہ کر سکتے ہو؟''

''جی ہاں۔ ابھی وہ تھوڑی دیر بعد مجھ سے رابطہ کرے گی۔''

''اس سے بولو کہ وہ جو لباس پہن کر ائرپورٹ جائے گی اس لباس کا کلر اور ڈیزائن تمہیں بتائے میں اس کے مطابق اسے ائرپورٹ میں پہچاننے کی کوشش کروں گا پھر اس کا تعاقب کرتے ہوئے نیپال پہنچوں گا اس سے یہ بھی پوچھو کہ اس کے عامل کا نام کیا ہے؟''

وہ اس وقت پھر آئینے کے سامنے کھڑا شیو کرنے کے بعد منہ دھو رہا تھا۔ اسی وقت اس کا عکس آئینے سے گم ہو گیا اور شیوانی دکھائی دینے لگی اس نے کہا ''پاپا! وہ مجھے دکھائی دے رہی ہے میں اس سے بات کر رہا ہوں آپ سنتے رہیں۔''

وہ بولی ''تم نے کہا تھا میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں اس لیے آ گئی ہوں بولو میرے لیے کیا کر رہے ہو؟''

پورس نے پوچھا ''پہلے تو یہ بتاؤ اس شخص کا نام کیا ہے جس نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے؟''

اس نے کہا ''اس کا نام سوامی وردان وشوانا تھ ہے۔''

میں نے ایک گہری سانس لے کر پورس سے کہا ''بیٹے! یہ میرا شکار ہے میں اسی کے تعاقب میں ہوں اسے بتاؤ کہ میں تمہارے اندر موجود ہوں۔''

اس نے کہا ''شیوانی اس وقت پاپا میرے اندر موجود ہیں اور تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔''

شیوانی نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''میں اس قابل نہیں

ہوں کہ آپ کو پاپا کہہ سکوں پھر بھی ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتی ہوں، ہو سکے تو مجھے معاف کر دیں اور اس مصیبت سے نجات دلائیں۔''

میں نے پوچھا ''کیا تم مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گی؟''

وہ بولی ''میں کچھ کہہ نہیں سکتی اگر اس نے میرے دماغ کو لاک کیا ہو گا تو میں مجبور ہو جاؤں گی۔''

میں نے دوسرے ہی لمحے میں خیال خوانی کی پرواز کی اس کے اندر پہنچا تو اس نے سانس روک لی دوسری بار میں نے وردان کی آواز اور لب ولہجہ اختیار کیا پھر اس کے اندر پہنچا تو اس نے مجھے محسوس نہیں کیا کیونکہ یہ اس کے عامل کا لب ولہجہ تھا۔

میں نے پورس کے پاس آ کر کہا ''اس کے دماغ کو لاک کیا گیا ہے۔ میں وردان کا لب ولہجہ اختیار کر کے اس کے اندر پہنچ سکتا ہوں یہ بات ابھی شیوانی کو بتانا مناسب نہیں ہے۔''

پورس نے میری مرضی کے مطابق پوچھا ''یہ بتاؤ تم ابھی کون سا لباس پہن کر یہاں سے نکلو گی۔ میرے پاپا تمہیں اس لباس میں دیکھ کر پہچان لیں گے اور دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کریں گے۔''

وہ خوش ہو کر الماری کے پاس گئی پھر وہاں سے ایک ہینگر اٹھا کر لے آئی پورس کو دکھاتے ہوئے بولی ''میں یہ لباس پہن کر ابھی یہاں سے نکلو گی۔ کیا تمہارے پاپا مجھے یہاں روک لیں گے کہیں لے جا کر چھپا دیں گے؟''

''ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔ تم اپنے عامل کے مطابق کھٹمنڈو جاؤ گی میرے پاپا تم سے دور ہی دور رہیں گے پھر وہ وہاں پہنچ کر تمہارے عامل سے نمٹ لیں گے۔''

وہ خوش ہو کر بولی ''مجھے یقین ہے تمہارے پاپا وہاں پہنچ کر اسے خاک میں ملا دیں گے۔ مجھے ہمیشہ کے لیے اس سے نجات مل جائے گی۔''

پورس نے میری مرضی کے مطابق کہا ''اب تمہیں رابطہ ختم کرنا چاہیے۔ وہ شخص کسی بھی وقت تمہارے دماغ میں آ سکتا ہے اور یہ معلوم کر سکتا ہے کہ تم ہم سے باتیں کر رہی ہو۔''

''اچھی بات ہے میں جا رہی ہوں۔''

اس کے بعد ہی اس کا عکس گم ہو گیا۔ پورس اپنے آپ کو آئینے میں دیکھنے لگا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سر اٹھایا تو سامنے الو شے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بولی ''گرینڈ پا! کیا آپ چوبیس گھنٹے خیال خوانی کرتے رہتے ہیں؟''

''نہیں بیٹی! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ ہم تمہارے دشمن آواز دن کو تو ختم کر چکے ہیں۔ اب اس کی ماں رہ گئی ہے اور اس کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک عامل ہے۔ اس سے بھی نمٹنا ضروری ہے اس لیے مصروفیت کچھ بڑھ گئی ہے۔''

پھر میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا ''اب مجھے جانا ہو گا۔''

وہ ناراض ہو کر بولی ''آپ جانے کی باتیں نہ کریں۔''

''دادا کی جان! میرا جانا بہت ضروری ہے۔ میری ساری زندگی اسی بھاگ دوڑ میں گزرتی رہی ہے۔ میں کبھی تمہاری دادی جان کے ساتھ بھی مسلسل نہیں رہ سکا۔ اکثر ایسا ہوتا رہا کہ میں کئی مہینوں تک اور کئی برسوں تک ان سے دور ہی دور رہا کرتا تھا اب بھی یہی حال ہے۔''

پھر میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا ''آ ڈکم از کم ائرپورٹ تک تو ساتھ رہے گا مجھے کچھ ضروری چیزیں خریدنی بھی ہیں۔''

ہم اس بنگلے سے باہر آئے الپا اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نیپال تک جانے کے لیے ایک سفری بیگ اور کچھ ضروری سامان خریدنا چاہتا تھا۔ الپا نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی میں نے فون کے ذریعے ایک ٹریول ایجنٹ سے رابطہ کیا پھر کہا ''مجھے ابھی کھٹمنڈو جانے کے لیے ایک سیٹ چاہیے کسی بھی طرح حاصل کرو۔''

اس نے کہا ''او کے سر! میں کوشش کرتا ہوں اور ابھی آپ کو کال بیک کرتا ہوں۔''

رابطہ ختم ہو گیا ادھر شیوانی مقررہ وقت کے مطابق ہوٹل سے باہر نکلی پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر ائرپورٹ کی طرف جانے لگی۔ اس وقت سوامی وردان اس کے اندر موجود تھا لیکن وہ اسے محسوس نہیں کر رہی تھی اور وہ بھی اسے مخاطب نہیں کر رہا تھا چپ چاپ اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔

اور اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ اس نے آئینے کی سطح پر پورس سے رابطہ کیا تھا اور اس سے مدد طلب کی تھی اس وقت پورس کے اندر فرہاد علی تیمور بھی موجود تھا اور شیوانی نے فرہاد سے بھی باتیں کی تھیں۔

وہ بے چاری اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ چور خیالات کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر چکا ہے اور یہ جان چکا ہے کہ میں اس کی نگرانی کرتا ہوا کھٹمنڈو پہنچنے والا ہوں اور وہیں اس کے عامل وردان سے نمٹنے والا ہوں.....افسوس نا چاہتے ہوئے بھی بھید کھل چکا تھا۔

☆☆☆

مجھے اور سونیا کو تو ہمیشہ ہی مصروف رہنے کی عادت سی پڑ گئی تھی جب کوئی مصروفیت نہیں ہوتی تھی تو ہم بور ہو جاتے تھے۔ بیزاری سی محسوس ہونے لگتی تھی یا یوں لگتا تھا جیسے اندر سے خالی ہو گئے ہیں اور کسی کام کے نہیں رہے، دنیا میں سب سے زیادہ مضبوط تو لوہا ہوتا ہے اسے نہ کوئی توڑ سکتا ہے نہ موڑ سکتا ہے مگر وہی لوہا جب ایک طرف پڑا رہے تو اس میں زنگ لگ جاتا ہے۔

ہمیں بھی کچھ ایسا ہی لگتا تھا کہ اگر ہم ایک طرف پڑے رہے تو ہم بھی زنگ آلود ہو جائیں گے میں تو خیر مصروف تھا میرے آس پاس میری پوتی انوشے تھی الیا اور پارس تھے ان کے معاملات میں جو مصروفیات تھیں وہ پتا نہیں کب ختم ہونے والی تھیں لیکن سونیا کی کوئی مصروفیت نہیں تھی اسے ایسا لگ رہا تھا اگر وہ اسی طرح آرام کرتی رہی تو اس کی صلاحیتوں کو زنگ لگنے لگے گا۔

وہ بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر پیرس آ گئی وہاں جھیل کے کنارے اس کا ایک کاٹیج تھا وہ کاٹیج میں جانے سے پہلے ایک ریستوران میں کھانے کے لیے گئی وہاں کھانے کے دوران سوچتی رہی کہ دوسرے دن کی کسی فلائٹ سے انڈیا جائے گی اسے معلوم تھا کہ وہاں اعلیٰ بی بی نیہا بن کر اور میں دھرم ویر بن کر شانتا بائی کے ساتھ رہتے ہیں۔ وہ وہاں اچانک پہنچ کر سرپرائز دینا چاہتی تھی۔

کھانے کے دوران میں فون کا بزر سنائی دیا اس نے فون اٹھا کر نمبر پڑھے کوئی نامعلوم سا نمبر تھا کسی جان پہچان والے کا فون نہیں تھا اس نے بٹن دبا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا ''ہیلو کون ہے؟''

وہ جس آواز اور جس لہجے میں بولی ''بالکل وہی آواز وہی لہجہ سنائی دیا'' ہیلو کون ہو تم؟''

سونیا نے ناگواری سے پوچھا ''کیا تم نے مذاق کرنے کے لیے فون کیا ہے؟''

دوسری طرف مترنم ہنسی سنائی دی پھر وہ بولی ''میڈم! آپ غور نہیں کر رہی ہیں۔ ذرا دھیان دیں۔ جواب میں آپ کو آپ ہی کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ آپ میری آواز اور لہجے پر غور کریں۔''

سونیا نے توجہ سے اس کی باتیں سنیں تو حیران ہو کر بولی ''تم تو واقعی میری آواز اور میرے لہجے کی نقل کر رہی ہو۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ میری تو صورت شکل بھی بالکل آپ جیسی ہے۔ پہلے میرے گھر والے کہتے تھے کہ میں بالکل مسز سونیا فرہاد ہوں۔ میں نے ایک بار ٹی وی کے کسی چینل پر آپ کو دیکھا تھا پھر کئی بار میگزین میں آپ کی تصویریں دیکھیں۔ میں وہ تصویریں دیکھتی تھی اور خود کو آئینے میں دیکھتی تو حیران رہ جاتی تھی پھر ایسا ہوا کہ اس شہر میں اور شہر سے باہر کہیں بھی گئی جو لوگ آپ کو چہرے سے پہچانتے تھے وہ مجھے دیکھ کر چونک جاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ میں ہی سونیا ہوں۔''

سونیا نے کہا ''تمہاری باتیں سن کر تم سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہو رہا ہے۔''

''میں بھی آپ سے ملنے کے لیے بے چین ہوں۔ ابھی آپ کو اس ریستوران میں دیکھا ہے تو ایک دم سے دل آپ کے پاس آنے کے لیے مچل رہا ہے۔''

''تم اتنے قریب ہو اور فون پر باتیں کر رہی ہو۔ چلو آ جاؤ، فوراً آ جاؤ۔''

سونیا نے فون بند کرتے ہی دوسری بار نمبر پنچ کیے اور رابطہ ہوتے ہی عبداللہ سے کہا ''فوراً میرے پاس آؤ۔''

وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر پہنچ گیا اور اس نے کہا ''ابھی میرے پاس ایک عورت آ رہی ہے اس کا دعویٰ ہے کہ وہ میری ہم شکل ہے اس کی آواز اور لہجہ بھی مجھ جیسا ہے تم ہماری باتیں سنو گے اور اس کے خیالات بھی پڑھتے رہو گے۔''

اس نے دیکھا وہ دور سے چلی آ رہی تھی اِدھر اُدھر کی میزوں سے کتراتی ہوئی جس انداز سے چل رہی تھی اسے دیکھ کر سونیا حیران ہو رہی تھی۔ بالکل اسی کی طرح چال تھی قد بھی وہی تھا۔ جسامت بھی وہی تھی جب وہ قریب آئی تو چہرہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ ایک ایک ناک نقشہ بالکل اسی کی طرح تھا۔ وہ حیرانی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اسے تکنے لگی وہ مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی ''میڈم سونیا! میرا نام نوی کرشل ہے۔''

سونیا نے چونک کر اس کے ہاتھ کو دیکھا پھر مصافحہ کرتے ہوئے کہا ''سچ بتاؤ، یہ تمہارا اصلی چہرہ ہے۔''

''میں کہوں گی تو شاید آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ میرے بارے میں معلوم کرنے کا آسان سا اور سیدھا سا راستہ یہ ہے کہ آپ اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے اندر بھیج دیں۔ وہ میرے خیالات پڑھتا رہے گا اور میری اصلیت معلوم کرتا رہے گا۔''

سونیا نے کہا ''آؤ بیٹھو میں ضرور ایسا کروں گی شاید تم نہیں جانتیں کہ ہمیں آئے دن جانے انجانے دشمنوں سے نمٹنا

پڑتا ہے اس کے لیے ان کی اصلیت معلوم کرنی ہوتی ہے تمہارے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم ہو جائے گا مجھے ایسی جلدی نہیں ہے۔''

وہ میز کے دوسری طرف ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ سونیا نے پوچھا ''کیا کھاؤ گی؟''

''میں ابھی کھانے سے فارغ ہوئی تھی کہ اچانک آپ پر نظر پڑی، کیا بتاؤں آپ کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر میری کیا حالت ہو رہی ہے یوں لگ رہا ہے جیسے آئینہ دیکھ رہی ہوں اور اپنے ہی سامنے بیٹھی ہوئی ہوں۔''

سونیا نے آہستہ سے پوچھا ''تمہیں میرا موبائل نمبر کیسے معلوم ہوا؟''

''میں نے جھیل کے کنارے ایک کاٹیج کرائے پر لیا ہے۔ وہاں پتا چلا کہ قریب ہی آپ کا بھی ایک کاٹیج ہے۔ وہاں آپ سے ملنے گئی تھی چوکیدار نے کہا ''آپ یہاں نہیں ہیں۔ پتا نہیں کب آئیں گی اسی نے مجھے آپ کا یہ موبائل نمبر دیا تھا۔''

وہ اپنی کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے پھر آگے کی طرف جھکتے ہوئے بولی ''ایک بات بتاؤں۔''

سونیا نے مسکرا کر کہا ''ہاں بتاؤ۔ تم بولتی ہوئی بہت اچھی لگ رہی ہو۔''

وہ بولی ''میں آپ کی طرح بہت زیادہ باصلاحیت تو نہیں ہوں لیکن میرے اندر ایک بہت ہی غیر معمولی صلاحیت ہے۔''

سونیا نے حیرانی کا اظہار کیا پھر پوچھا ''اچھا وہ غیر معمولی صلاحیت کیا ہے؟''

وہ بولی ''کبھی کبھی مجھ پر عجیب سا دورہ پڑتا ہے ایسے وقت میں، میں اپنے آپ سے غافل ہو جاتی ہوں پھر مجھے کچھ دکھائی دیتا ہے۔''

''کیا دکھائی دیتا ہے۔''

''جو کچھ بھی دکھائی دیتا ہے وہ کچھ دنوں کے بعد میری آنکھوں کے سامنے ضرور ہوتا ہے مگر میں یہ دیکھتی ہوں کہ مجھ پر کوئی مصیبت آنے والی ہے اور وہ مصیبت کس طرح آنے والی ہے تو ٹھیک اسی طرح وہ مصیبت چند روز بعد مجھ پر ضرور آتی ہے کوئی خوشی ملنی ہوتی ہے تو پھر اسی انداز میں خوشی ملتی ہے۔''

''اس کا مطلب ہے تمہیں آگہی حاصل ہوتی ہے۔''

''یہی بات ہے دو روز پہلے مجھ پر دورہ پڑا تھا۔ میں نے خود کو اس جھیل کے کنارے دیکھا جہاں ابھی میں نے وہ کاٹیج کرائے پر لیا ہے اور جہاں آپ بھی رہتی ہیں۔ پھر میں نے اس ریستوران میں آپ کو دیکھا۔ آپ مجھے دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہی تھیں اور خوش بھی ہو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں مجھے اپنی دوست سمجھتی رہیں گی۔''

وہ دونوں ہاتھ میز پر رکھے اس کی طرف جھکی ہوئی تھی۔ سونیا نے اس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا ''تم بہت اچھی ہو۔ میں واقعی تمہیں دوست سمجھتی رہوں گی۔''

ان دونوں کی گفتگو کے دوران عبداللہ، نوی کرشل کے چہرے کے خیالات پڑھ رہا تھا اور وہ خیالات کہہ رہے تھے کہ اسے واقعی آگہی حاصل ہوتی رہتی ہے لیکن وہ لڑکی کچھ ایب نارمل ہے۔ عام حالات میں زندہ دل ہے ہنستی بولتی رہتی ہے لیکن جب غصہ آتا ہے تو.....

تو اس کی حالت تشویش ناک ہو جاتی ہے۔ وہ ایب نارمل ہو جاتی ہے۔ ایک بار اس کے باپ نے گھر سے باہر جانے پر پابندی عائد کی تو وہ غصے سے بھڑک گئی۔ وہ دونوں تک باپ بیٹی میں جھگڑا ہوتا رہا وہ باہر جانے کی ضد کرتی رہی اور وہ اس کی ضد کو نظر انداز کرتا رہا آخر جھگڑا اتنا بڑھا کہ اس نے باپ کو گولی ماردی اور گھر سے بھاگ آئی۔

سونیا نے سوچ کے ذریعے کہا ''پھر تو یہ لڑکی خطرناک ہے۔''

عبداللہ نے کہا ''ہر حال میں خطرناک نہیں ہے بلکہ بہت ہی مہربان ہے کسی کا دکھ نہیں دیکھ سکتی کبھی اسپتال جاتی ہے مریضوں کی تیمارداری کرتی ہے اتنی زندہ دل ہے کہ اس نے کبھی کسی کو دشمن نہیں بنایا پہلی ہی ملاقات میں کسی کو بھی دوست بنا لیتی ہے۔''

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا ''ہاں یہ تو میں دیکھ رہی ہوں مجھے بھی متاثر کر رہی ہے بہت اچھی لڑکی ہے اگر تم اچھی طرح اس کے خیالات پڑھ چکے ہو تو جا سکتے ہو۔''

''تھینک یو میڈم! میں دوسری جگہ بھی مصروف ہوں اس لیے جا رہا ہوں۔''

وہ چلا گیا۔ سونیا نے کھانے کے بعد پوچھا ''کہیں تفریح کا ارادہ ہے؟''

وہ بولی ''کیوں نا ہم کاٹیج میں چلیں وہیں خوب باتیں کریں گے پھر شام کو تفریح کے لیے نکلیں گے۔''

وہ دونوں ریستوران سے باہر آئیں تو نوی کرشل نے کہا ''میرے پاس کار ہے۔''

سونیا نے کہا ''میرے پاس بھی گاڑی ہے۔''

''پھر تو میں اپنی کار واپس کر دیتی ہوں کیونکہ یہ رینٹڈ

ہے۔''

اس نے فون کے ذریعے رینٹ کار والے سے کہا ''ریسٹورنٹ کے سامنے کھڑی ہوئی کار آ کر لے جائیں اور اس کا بل کاسچ میں بھیج دیں۔''

پھر وہ فون بند کرتے ہوئے سونیا سے بولی ''کیا میں تمہاری کار ڈرائیو کرسکتی ہوں؟''

وہ مسکرا کر بولی ''آف کورس، میں ایک لمبی ڈرائیو کے بعد یہاں آئی ہوں۔ اب تم ڈرائیو کرو گی تو میں آرام سے بیٹھی رہوں گی۔''

وہ دونوں ہنستی ہوئی کار کی اگلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئیں پھر وہاں سے کاسچ کی طرف جانے لگیں نومی کرسٹل نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا ''جو لوگ مجھے بچپن سے نہیں جانتے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے پلاسٹک سرجری کرائی ہے میرے ذہن پر میڈم سونیا سوار رہتی ہیں اس لیے میں مکمل طور پر سونیا بننا چاہتی ہوں۔ میں ایسا سوچنے والوں کو یقین دلانا نہیں چاہتی۔''

سونیا نے کہا ''مجھے یقین ہے کہ یہ تمہارا پیدائشی چہرہ ہے۔ میرا خیال خوانی کرنے والا تمہارے چور خیالات پڑھ چکا ہے۔'' پھر وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بولی ''اوہ گاڈ! میں تھکن محسوس کررہی ہوں۔''

نومی نے کہا ''آپ لمبی ڈرائیو کرچکی ہیں تھکن تو ضرور ہوگی۔''

وہ ونڈ اسکرین کے باہر دیکھ رہی تھی سر بوجھل سا لگ رہا تھا نومی نے کہا ''جھیل قریب آرہی ہے۔ آپ کہاں جانا پسند کریں گی اپنے کاسچ یا میرے کاسچ میں؟''

''تم میرے کاسچ میں چلو، وہیں باتیں کریں گے۔''

اس نے سونیا کے کاسچ کے سامنے گاڑی روک دی سونیا کو یہ بات کھٹکنے لگی کہ وہ رفتہ رفتہ کمزوری کیوں محسوس کرتی جارہی ہے۔ سب سے پہلے یہی بات سمجھ میں آئی کیا ریستوران کے کھانے میں کچھ ملایا گیا تھا؟

پھر اس نے سوچا ''کسی کو کیا معلوم تھا کہ میں اس ریستوران میں جا کر کھانے والی ہوں۔''

نومی کرسٹل نے اس کی طرف آ کر دروازے کو کھولا پھر اسے دیکھ کر پوچھا ''آر یو آل رائٹ میڈم!''

سونیا نے اسے دیکھ کر سوچا ''کیا اس نے میرے کھانے پینے کی کسی چیز میں کچھ ملایا تھا؟''

پھر اس نے خود ہی سوچا۔ ''نہیں جب یہ میری میز پر آئی تو اس وقت تک میرا کھانا پینا ختم ہو چکا تھا۔ میں اس سے باتوں میں لگی رہی تھی اس کے بعد میں نے نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا۔''

اس کے باوجود وہ خطرہ محسوس کرچکی تھی اس نے فوراً ہی اپنے ہینڈ بیگ میں سے موبائل فون نکالنا چاہا تو ہاتھ بیگ کے اندر جا کر اس فون کو ٹٹولتا اور تلاش کرتا ہی رہ گیا وہ وہاں نہیں تھا وہ کمزوری سے ہانپ رہی تھی نومی کو دیکھتے ہوئے بولی ''میرا موبائل فون کہاں ہے؟''

اس نے حیرانی سے پوچھا ''میڈم آپ کا فون میرے پاس نہیں ہے؟''

وہ کار سے باہر نکل کر نومی کو ایک طرف دھکا دیتی ہوئی لڑکھڑاتی ہوئی اپنے کاسچ کے اندر آئی وہاں بیڈ کے سرہانے ٹیلی فون رکھا ہوا تھا۔ وہ ہانپتی کانپتی بیڈ کے سرے پر آ کر بیٹھ گئی اس نے اب سے پہلے ایسی کمزوری کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اس پر حملہ کرنے والے انجانے دشمن کامیاب ہونے والے ہیں۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا۔ عبداللہ کے نمبر پنچ کرنے لگی اس کے بعد ریسیور کو کان سے لگا کر ہانپتی ہوئی آواز میں کمزوری سے بولی۔ ''ہیلو ہیلو.....''

اسے ایک دم سے چپ لگ گئی۔ ریسیور خاموش تھا اس نے اسے دیکھا پھر ٹیلی فون کو دیکھا اس کا تار کٹا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا اس نے سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھا وہاں نومی کرسٹل کھڑی ہوئی تھی پریشان ہو کر بول رہی تھی ''میڈم! آخر پریشانی کیا ہے آپ کا موبائل فون کہیں گم ہوگیا ہے اور اس فون کا ریسیور آپ سے چھوٹ گیا ہے کیا وہ فون کام نہیں کررہا ہے؟''

وہ اپنے بیگ میں ہاتھ ڈال کر اپنا موبائل فون نکالتے ہوئے اس کے قریب آ کر بولی ''آپ میرے فون سے رابطہ کرسکتی ہیں یا مجھے بتائیں میں نمبر پنچ کرتی ہوں۔''

وہ بیٹھے بیٹھے بستر پر لڑھک گئی۔ اس کا آدھا جسم بیڈ پر تھا اور آدھا نیچے تھا۔ نومی اسے سیدھی طرح لٹاتے ہوئے بڑبڑانے لگی ''اوہ گاڈ! میری یہ ملاقات تو میڈم کو بہت مہنگی پڑرہی ہے کیا میں منحوس ہوں؟''

سونیا ادھ کھلی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی اس کی باتیں سن رہی تھی اس سے کچھ کہنا چاہتی تھی شاید عبداللہ کا فون نمبر بتانا چاہتی تھی لیکن بتا نہیں سکی اس کی ادھ کھلی آنکھیں بند ہوگئیں پھر وہ غفلت کی گہری تاریکیوں میں ڈوبتی چلی گئی۔

نومی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہی تھی پھر بڑبڑاتے ہوئے ایک طرف سے گھوم کر بیڈ کے دوسرے سرے پر آئی۔

میڈم تو بے ہوش ہوگئیں، وہ بے چارہ میرے چور خیالات پڑھ رہا تھا، میں نے اسے بتایا بھی تھا میں بعض حالات میں ایب نارمل بھی ہوجاتی ہوں یہ میڈم دنیا کی سب سے چالاک عورت سمجھی جاتی ہیں لیکن اتنی سی بات نہ سمجھ سکیں کہ ایک ایب نارمل لڑکی ان کے لیے بھی ایب نارمل ہوسکتی ہے۔

وہ سونیا کے برابر آ کر لیٹ گئی پھر وہ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے بولی ''ہائے فرہاد علی تیمور! کیا کررہے ہو؟''

فرہاد علی تیمور کی آواز سنائی دی ''میڈم کا برین واش کررہا ہوں اپنے آدمیوں سے کہو گاڑی لے آئیں۔''

آدھے گھنٹے کے اندر ایک بڑی سی ویگن کار آ گئی۔ دو شخص ایک اسٹریچر لے کر اندر آئے پھر اس پر سونیا کو ڈال کر وہاں سے لے گئے۔ نومی کرسٹل نے بیڈ سے اتر کر دروازے کے پاس آ کر دیکھا وہ گاڑی وہاں سے جارہی تھی۔

اسے اپنے اندر فرہاد علی تیمور کی آواز سنائی دی ''ہائے سونیا! اب بھی وقت ہے اچھی طرح سوچ لو کیا میڈم کو زندہ رکھنا مناسب ہوگا؟''

وہ بولی ''فرہاد! تمہارے پاس طاقت ہے مگر عقل نہیں ہے۔ ذرا سوچو کیا ہم سے آئندہ کبھی کوئی غلطی نہیں ہوگی؟ اگر تم سمجھتے ہو کہ تم سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوتی ہے تو ایسی خوش فہمی میں مبتلا رہنے سے ضرور غلطی ہوتی ہے۔ مجھ سے بھی ہوسکتی ہے اس لیے اسے زندہ رکھنا چاہیے۔ اگر کبھی میری جان پر بن آئے گی اور یہ لوگ مجھے مار ڈالنا چاہیں گے تب ہم سونیا کو زندہ سلامت ظاہر کریں گے ہماری سلامتی کی ضمانت یہی ہوگی کہ سونیا سلامت رہے گی، شکنجے میں رہے گی پھر وہ کبھی مجھے جانی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔''

وہ قائل ہو کر بولا ''ٹھیک ہے، میں نے اس کا برین واش کیا ہے۔ اب کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر جانا چاہے گا تو اس کی سوچ کی لہریں تمہارے دماغ میں آجائیں گی کیونکہ تمہاری آواز تمہارا لب ولہجہ سب کچھ اسی کی طرح ہے۔''

وہ بیگ میں ہاتھ ڈال کر سونیا کا موبائل فون نکالتے ہوئے بولی ''وہ کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں کس طرح ہاتھ کی صفائی دکھا سکتی ہوں۔''

اس نے سونیا کے موبائل پر عبداللہ کے نمبر پڑھے پھر ان نمبروں کو پنچ کر کے فون کو کان سے لگایا تھوڑی دیر بعد عبداللہ کی آواز سنائی دی ''یس میڈم!''

اس نے پوچھا ''کیا بہت مصروف ہو؟''

اس نے دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر آتے ہوئے کہا ''نو میڈم! اتنی اہم مصروفیات نہیں ہیں آپ حکم دیں۔''

''میں کسی بھی پہلی فلائٹ سے انڈیا جانا چاہتی ہوں۔ میرے لیے ایک سیٹ کنفرم کرالو۔''

''آل رائٹ میڈم! میں سیٹ کنفرم ہوتے ہی آپ کو اطلاع دوں گا۔''

وہ چلا گیا وہ مسکراتے ہوئے بولی ''ہائے فرہاد! کیسی رہی؟''

فرہاد علی تیمور نے کہا ''یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تو کیا سونیا کی اولاد بھی یہ سمجھ نہیں پائے گی کہ ان کی ماں کی جگہ تم آ گئی ہو۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''وہ آئندہ یہ بھی سمجھ نہیں پائیں گے کہ ان کے باپ کی جگہ تم آ گئے ہو۔''

اس بات پر دونوں قہقہے لگانے لگے۔ نومی کرسٹل اس موبائل فون کا بٹن دباتی جارہی تھی اور اس میں درج شدہ نام اور فون نمبر پڑھتی جارہی تھی۔ اپنے فرہاد علی تیمور سے کہتی جارہی تھی ''اس میں بڑے اہم فون نمبر درج ہیں فرہاد، پارس، پورس، اعلیٰ بی بی اور الپا سب ہی کے فون نمبر ہیں۔ میں ہر ایک سے رابطہ کر کے یہ معلوم کرسکوں گی کہ ان میں سے کون کس ملک کے کس شہر میں ہے اور کیا کررہا ہے؟ اب تم میرے دماغ سے جاؤ۔''

وہ چلا گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ اس کے اندر آ کر بولی ''آئندہ میرے دماغ میں نہ آنا اگر تم اسی طرح بات کرتے رہو گے اور ان میں سے کوئی اچانک میرے پاس آئے گا تو میں ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکوں گی۔ اس طرح ہمارا بھید کھل جائے گا۔'' میں ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کروں گا اور تمہیں اپنے اندر آنے کے لیے بولوں گا۔ اب میں ائرپورٹ جارہا ہوں مجھے بھی انڈیا جانے کے لیے سیٹ کنفرم کرانا ہے۔''

وہ دماغی طور پر سونیا کے کاسچ میں حاضر ہوگئی اور وہ کاسچ اس کا اپنا تھا صرف وہ کاسچ ہی نہیں وہ مجھے اور میرے پورے خاندان کو اپنا بنانے والی تھی۔

☆☆☆

ہم ٹیلی پیتھی جیسی اور کئی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک بن جائیں پھر بھی یہ نہیں جان سکتے کہ ہمارے پیچھے کیا ہوتا رہتا ہے اور ہمارے آگے کیا ہونے والا ہے؟ ہم مختلف تدابیر سے معلومات حاصل کرنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ تب کسی حد تک اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے مخالفین آئندہ کیا کرنے

والے ہیں؟

فی الحال سوامی وردان وشوناتھ کے بارے میں معلوم ہورہا تھا کہ وہ آئندہ کیا کرنے والا ہے؟ اس نے ارنا کوف کو حکم دیا تھا کہ وہ دارجلنگ جا کر اس کا انتظار کرے اور میں نے بھی وہاں جانے کا ارادہ کیا تھا۔ اس کے بعد شیوانی سے رابطہ ہوا اور معلوم ہوا کہ وہ ان دنوں نیپال میں ہے اور شیوانی کو اپنے پاس بلا رہا ہے۔ وہ ائر پورٹ جارہی تھی نیپال کے لیے اس کی سیٹ کنفرم ہوچکی تھی میرے ٹریول ایجنٹ نے بتایا تھا کہ میری سیٹ کنفرم ہوچکی ہے۔

اس وقت میں اپنی پوتی انوشے اور الپا کے ساتھ اپنے لیے سفر بیگ اور کچھ ضروری سامان خرید رہا تھا۔ الپا نے پوچھا ''پاپا! وردان نے شیوانی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا رکھا ہے۔ کیا وہ کسی وقت اس کے اندر آ کر اس کے چور خیالات پڑھ کر یہ معلوم نہیں کرسکے گا کہ اس نے پورس کے ذریعے آپ سے بھی رابطہ کیا تھا اس طرح وہ وردان کے بارے میں ہمیں بہت کچھ بتا چکی ہے۔''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا ''ہاں، ایسا ہوسکتا ہے اور نہیں بھی ہوسکتا وردان ان دنوں جمیلہ اور نبیلہ کے معاملے میں بری طرح الجھا ہوا ہے۔ علی اکبر (پارس) نے اسے چیلنج کیا ہے کہ وہ آج شام کو برات لے کر آئے گا اور ان دونوں بہنوں کو دلہنیں بنا کر لے جائے گا۔''

انوشے نے کہا ''گرینڈ پا! مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ وہ کہیں میرے پاپا کو نقصان نہ پہنچائے۔''

''بیٹے! ہم نے بڑی احتیاطی تدابیر کی ہیں پھر تمہارا باپ کوئی موم کا بنا ہوا نہیں ہے وہ اس سے نمٹ لے گا۔ میں تو کہہ رہا تھا کہ وردان بری طرح الجھا ہوا ہے۔ شاید شیوانی کے چور خیالات نہ پڑھے اور ہمارے بارے میں کچھ معلوم نہ کرسکے۔ بہرحال مجھے نیپال جانے کا رسک تو لینا ہی ہوگا۔''

ہم ائر پورٹ پہنچ گئے۔ میں نے الپا سے کہا ''اب میں جارہا ہوں۔ جہاز کے اندر پہنچ کر تم سے رابطہ کروں گا۔ تم میرے پاس آؤ گی اور میرے آس پاس کے مسافروں کو دیکھو گی پھر ان میں سے کسی کو قید کر کے اس پر تنویمی عمل کرو گی اور عارضی طور پر فرہاد علی تیمور بناؤ گی۔''

وہ مسکرا کر بولی ''میں سمجھ گئی وردان آپ کو دھوکا دینا چاہے گا تو اس سے پہلے ہی آپ اسے دھوکا دے چکے ہوں گے۔''

میں نے الپا کے سر پر ہاتھ رکھا اور انوشے کی پیشانی کو چوما پھر ان سے رخصت ہوکر کاؤنٹر پر چلا گیا۔ وہاں سے بورڈنگ کارڈ لے کر ویٹنگ لاؤنج میں آ گیا۔ چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ دور ایک صوفے پر شیوانی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے آئینے کی سطح پر پورس کو جس رنگ کا لباس دکھایا تھا اسی رنگ کے لباس میں ملبوس تھی۔

میں نے وردان کی سوچ کا لہجہ اپنایا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں خاموشی تھی لیکن میں اس خاموشی سے دھوکا نہیں کھا سکتا تھا۔ وہاں وردان موجود ہوسکتا تھا خاموش رہ کر یہ معلوم کرنا چاہتا ہوگا کہ اس کے دماغ کو لاک کرنے کے باوجود میں اس کے اندر پہنچ سکتا ہوں یا نہیں؟

وہ چپ چاپ بیٹھی اِدھر اُدھر نظریں دوڑا رہی تھی۔ میں نے پورس کے ذریعے اسے یقین دلایا تھا کہ اس کی حفاظت کے لیے موجود رہوں گا اس کے اندر یہ تجسس تھا کہ میں اس کے آس پاس موجود ہوں یا نہیں اگر ہوں تو کس بہروپ میں ہوں؟

وہ بہت بڑی حماقت کررہی تھی یہ جانتے ہوئے بھی کہ وردان کی تابعدار ہے اور جب وہ اس کے دماغ میں آتا ہے تو وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہے وہ کسی بھی وقت اس کے اندر آ کر یہ خیالات پڑھ سکتا ہے کہ وہ خاموش بیٹھی ادھر ادھر نظریں دوڑاتی ہوئی فرہاد علی تیمور کو تلاش کررہی ہے۔

ہم آدھے گھنٹے بعد جہاز میں آ کر بیٹھ گئے۔ میری سیٹ اس سے بہت دور تھی۔ میرے آس پاس کی سیٹوں پر دو مسافر تھے۔ ان میں سے ایک ادھیڑ عمر کا صحت مند شخص تھا۔ میں نے الپا کو اپنے پاس بلا کر کہا ''یہ جو میری بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔ میں اسے مخاطب کررہا ہوں۔''

پھر میں نے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ''میرا نام رام پرداس ہے۔''

اس نے مصافحہ کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ کے اشارے سے یہ بتایا کہ وہ گونگا ہے۔ بول نہیں سکتا پھر اس نے اپنا بورڈنگ کارڈ پیش کیا اپنے نام کی جگہ انگلی رکھی میں نے اس کا نام پڑھا۔ اس کا نام کبیر داس تھا۔

الپا نے کہا ''بابا! یہ گونگا ہے یا گونگا بن رہا ہے؟''

میں اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کررہا ہوں۔ شاید ہمیں جگہ مل جائے۔ ایسا کہتے وقت میں اس کی آنکھوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے بھی بے اختیار میری طرف دیکھا تو ہماری نظریں تھوڑی دیر تک ملتی رہیں پھر اس نے اپنی نظریں ہٹالیں دوسری طرف دیکھنے لگا اس وقت تک الپا میرے ذریعے اس کے اندر پہنچ چکی تھی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ایک مفرور مجرم ہے۔

اس وقت بہروپ میں ہے اور گونگا بنا ہوا ہے۔ ممبئی پولیس سے بچنے کے لیے نیپال جارہا ہے۔

میں نے الپا سے کہا ''دو گھنٹے کا سفر ہے۔ جہاز کے پرواز کرنے سے پہلے ہی اپنا کام شروع کردو۔ میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہوں گا۔''

وہ آہستہ آہستہ اس کے دماغ کو تھپکنے لگی۔ وہ سونا نہیں چاہتا تھا۔ نیپال پہنچنے تک ممبئی پولیس والوں سے محتاط رہنا چاہتا تھا لیکن نیلی گولی نے اسے ایک منٹ کے اندر ہی سلا دیا۔

میں آرام سے اپنی سیٹ پر بیٹھا رہا۔ پرواز کے دوران میں کھانا سپلائی کیا جارہا تھا جب ائر ہوسٹس کھانا لے کر ہماری طرف آئی تو میں نے کہا ''ان صاحب کو نہ اٹھایا جائے۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ نیپال پہنچنے تک سونا چاہتے ہیں ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ یہ کھانے سے پرہیز کررہے ہیں۔''

وہ بے چارا سوتا رہا اور میں کھاتا رہا۔ ایسے وقت عبداللہ نے آ کر کہا ''سر! میڈم آپ کو یاد کررہی ہیں۔''

''شکریہ عبداللہ! میں ابھی بات کرتا ہوں۔''

وہ چلا گیا۔ میں نے کھانے کے بعد پانی پیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی کہا ''میں کب سے رابطہ کرنے کی کوشش کررہی ہوں، کیا تم نے موبائل بند کررکھا ہے۔''

''اس وقت میں طیارے میں سفر کررہا ہوں اس لیے فون بند رکھا ہے۔''

''ہائی داوے کہاں ہو اور کیا کررہے ہو؟''

''میں ہندوستان میں ہوں اور ابھی ممبئی سے کھٹمنڈو جارہا ہوں۔''

''کھٹمنڈو جانے کی کوئی وجہ ضرور ہوگی۔''

''ہاں، اپنے بچوں کے معاملات نے مصروف کر رکھا ہے ایک طرف پارس کا معاملہ ہے دوسری طرف پورس کا.....''

''کیا نئی الجھنیں ہیں؟''

''الجھنیں تو ہیں لیکن دلچسپ ہیں تم بابا صاحب کے ادارے میں آرام کرنے گئی تھیں۔ اس لیے میں نے پارس کا یہ دلچسپ معاملہ نہیں بتایا کہ وہ جڑواں بہنوں سے شادی کرنے والا ہے۔''

سونیا نے حیرانی سے پوچھا ''جڑواں بہنیں۔''

''ہاں۔ وہ پیدائشی طور پر ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔''

میں اسے جمیلہ اور نبیلہ کے بارے میں تفصیلی حالات بتانے لگا۔ وہ حیرانی سے سن رہی تھی اور ان سے بہت زیادہ دلچسپی ظاہر کررہی تھی۔ تمام حالات سننے کے بعد اس نے کہا ''وہ میری ہونے والی بہوئیں ہیں میں ان سے بات کرنا چاہتی ہوں مجھے ان کا فون نمبر بتاؤ؟''

میں نے عبدالرحمن کے گھر کا فون نمبر نوٹ کرادیا پھر اس سے پوچھا ''پورس کا کیا معاملہ ہے؟''

میں نے کہا ''شیوانی مشکل میں پڑی ہوئی ہے۔ اگرچہ وہ ہم سے دشمنی کرتی آرہی ہے میرے پوتے عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں رکھنا چاہتی ہے۔ اب وہ بچہ وہاں پہنچ گیا ہے تو اسے وہاں سے نکال لانے کی سازشیں کررہی ہے۔ اس نے سوامی وردان نامی بہت ہی خطرناک آدمی سے ساز باز کی تھی لیکن الٹا وہ اس کے گلے پڑ گیا ہے۔ اس کی عزت خاک میں ملانا چاہتا ہے۔''

میں شیوانی کے بارے میں اسے تفصیلی حالات بتانے لگا۔ وہ تمام باتیں سننے کے بعد بولی ''اچھا تو تم شیوانی کے ساتھ اسی طیارے میں سفر کررہے ہو اور وہ تمہیں پہچان نہیں رہی ہے۔ دوسری طرف وردان تمہیں ضرور پہچان لے گا جیسا کہ تم نے اس کے بارے میں بتایا ہے تو پھر وہ کوئی انازی شخص نہیں ہے۔''

''میں جانتا ہوں اور تم بھی یہ جانتی ہو کہ ہم اپنی زندگی میں خطرات کو خود ہی دعوت دیتے رہے ہیں اس وقت بھی میں جان بوجھ کر ایک خطرے سے کھیلنے جارہا ہوں۔''

''تم باپ بیٹے بیٹی سب ہی مصروف ہو ایک میں ہی سب سے کٹ کر رہ گئی ہوں۔ آرام اور سکون مل رہا ہے لیکن ایسا لگ رہا ہے جیسے بالکل خالی خالی سی اکیلی رہ گئی ہوں۔ بہت بور ہورہی ہوں۔''

''تو یہاں چلی آؤ یا پھر اپنے بیٹے کبریا کے پاس چلی جاؤ وہ آج کل تل ابیب پہنچا ہوا ہے۔''

''میں انڈیا آرہی ہوں۔''

''ویری گڈ، یہ بتاؤ کب آرہی ہو؟''

''یہ تو نہیں بتاؤں گی اچانک وہاں پہنچ کر اعلیٰ بی بی اور پارس کو سرپرائز دوں گی۔''

''تمہیں یہ تو پتا ہے کہ ہماری پوتی انوشے بھی یہاں آئی ہوئی ہے اسے بابا صاحب کے ادارے سے پندرہ دنوں کی چھٹی ملی تھی۔ اب وہ چھٹیاں ختم ہورہی ہیں۔ وہ ایک ہفتے کے اندر واپس چلی جائے گی۔''

وہ انوشے کا نام سن کر کھٹک گئی تھی۔ اس کی معلومات کے مطابق وہ اپنی دادی آمنہ کے ساتھ رہ کر اتنی سی عمر میں عبادت

گزار بن گئی تھی اور اپنی دادی سے روحانیت کے سلسلے میں درس حاصل کرتی رہتی تھی فی الوقت اس کے اندر یہ روحانی صلاحیت پیدا ہوگئی تھی کہ کوئی جھوٹا فریبی یا کوئی شر پسند اس کے سامنے سے گزرتا تھا تو وہ فوراً یہ سمجھ لیتی تھی کہ وہ شخص غلط ہے اور اس سے دور رہنا چاہیے۔

سونیا عرف نومی کرشل نے اسی لمحے میں یہ طے کرلیا کہ انڈیا جا کر انوشے کا سامنا نہیں کرے گی۔ اس نے مجھ سے پوچھا ''کیا انوشے اپنے باپ کے ساتھ دبئی میں ہے؟''

''نہیں وہ اپنی ماں الپا کے ساتھ ممبئی میں ہے تمہیں پوتی سے ملنے کے لیے ممبئی آنا ہوگا۔''

''میں تو ضرور آؤں گی آخر میری پوتی ہے لیکن اس کی چھٹیاں کب ختم ہورہی ہیں؟''

''دس دن گزر چکے ہیں، پانچ دن رہ گئے ہیں۔ یہاں سے پانچویں دن وہ بابا صاحب کے ادارے میں واپس چلی جائے گی۔''

پھر میں نے ایک ذرا توقف سے کہا ''اب مجھے دماغی طور پر حاضر رہنا ہے اس لیے جارہا ہوں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔''

میں اس کے دماغ سے چلا گیا۔ میرے جاتے ہی اس نے ایک گہری سانس لی جیسے کسی حادثے سے دوچار ہوتے ہوتے بال بال بچی ہو۔ اگر انڈیا جانے کے بعد انوشے سے سامنا ہوجاتا تو اس سے بڑا حادثہ کوئی نہ ہوتا۔ اس کا سارا بھید کھل جاتا۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اپنے فرہاد کے پاس پہنچ کر کہا ''تم کھیل شروع ہونے سے پہلے ہی اسے ختم کردو گے اور مجھے کہیں مرنے کے لیے چھوڑ دو گے۔''

''کیا ہوگیا؟ ناراض کیوں ہورہی ہو؟''

''تم بابا صاحب کے ادارے سے متعلق ادھوری معلومات فراہم کررہے ہو۔''

''میں تمہیں اتنا ہی بتا سکتا ہوں جتنا اس ادارے کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا ہوں کیا تمہیں کوئی نئی بات معلوم ہوئی ہے؟''

''ہاں..... انوشے کو بابا صاحب کے ادارے سے پندرہ دنوں کی چھٹی ملی ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ انڈیا گئی ہوئی ہے۔ تم نے بتایا تھا کہ کوئی جھوٹا فریبی شخص اس کے سامنے سے گزرتا ہے تو اسے روحانی طور پر آگہی ملتی ہے اور وہ اس غلط شخص کو پہچان لیتی ہے۔ اگر میں اندھی بن کر انڈیا چلی جاتی اور انوشے سے سامنا ہوجاتا تو میرا کیا انجام ہوتا؟''

وہ اب سے پہلے بابا صاحب کے ادارے کا ایک قابلِ اعتماد ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ اسے یاد نہیں تھا کہ وہ کب سے سونیا عرف نومی کرشل کے زیرِ اثر آ گیا تھا اور بابا صاحب کے ادارے سے غداری کرنے لگا تھا؟ جناب علی اسد اللہ تبریزی، آمنہ، سونیا، پارس، پورس، اعلیٰ بی بی، کبریا اور دوسرے جتنے اہم افراد تھے وہ ان کے بارے میں تمام معلومات فراہم کرتا رہتا تھا۔

ایسا کرتے وقت وہ یہی محسوس کرتا تھا جیسے سونیا کے سامنے آ کر گفتگو کررہا ہو۔ وہ سر سے پاؤں تک بالکل سونیا ہی سونیا تھی۔ اس کے بولنے اور چلنے کا انداز اس کی چال بازیاں اور پلاننگ کرنے کا انداز بالکل سونیا جیسا ہی تھا۔ وہ اسے فرہاد علی تیمور کہہ کر مخاطب کرتی تھی اور کہتی تھی ''آئندہ اسے فرہاد علی کا رول ادا کرنا ہے۔'' وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ دوسری سونیا کون ہے اور کہاں سے آئی ہے؟ اس کے دماغ میں ابھی ایسے سوالات پیدا نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ اس کا معمول اور تابعدار تھا، اس کے حکم کے مطابق اس کے خلاف کبھی کچھ نہیں سوچتا تھا۔

وہ بولی ''یہ کھیل شروع ہوتے ہی تم مجھے دلدل میں پھینک رہے تھے۔ اگر میں اپنے طور پر انوشے کے بارے میں معلومات حاصل نہ کرتی تو بری طرح ماری جاتی، جواب دو تم نے ایسا کیوں کیا؟''

''تم میرے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرسکتی ہو کہ میں نے ایسا جان بوجھ کر نہیں کیا ہے ایک ہفتہ پہلے میں نے کہا تھا کہ اب بابا صاحب کے ادارے میں اپنے لیے خطرہ محسوس کررہا ہوں لہٰذا مجھے وہاں نہیں جانا چاہیے ہمیشہ کے لیے اس ادارے کو چھوڑ دینا چاہیے۔''

''بے شک تمہاری سلامتی اسی میں تھی اس لیے میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ وہاں سے ہمیشہ کے لیے چلے آؤ پھر ادھر رخ کبھی نہ کرو۔''

''پھر تم ہی اس بات کا حساب کرو میں دس دن پہلے اس ادارے سے چلا آیا تھا اس کے بعد ہی انوشے پندرہ دن کی چھٹی لے کر اپنے ماں باپ کے ساتھ انڈیا گئی ہے۔ یہ بات مجھے کیسے معلوم ہوتی جبکہ میں وہاں نہیں تھا۔''

وہ قائل ہوکر بولی ''تم درست کہہ رہے ہو۔ نہ تم جاتے ہو نہ میں جان سکتی ہوں کہ پچھلے دس دنوں کے اندر بابا صاحب کے ادارے میں کیسی تبدیلیاں ہوئی ہیں کون وہاں آیا ہے؟ کون وہاں سے گیا ہے؟''

''تمہارے پاس سونیا کا موبائل فون ہے اس میں

اہم افراد کے فون نمبر، میں ان سے رابطہ کرکے اور باتیں کرکے بہت کچھ معلوم کرسکتی ہو۔''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی ''مجھے یہی کرنا ہوگا ورنہ قدم اٹھانے سے پہلے ہی اوندھے منہ گر پڑوں گی۔''

میں کھٹمنڈو پہنچ گیا تمام مسافر جہاز سے اتر رہے تھے۔ الپا نے میرے ساتھی ہم سفر پر تنویمی عمل کیا تھا اسے عارضی طور پر فرہاد علی تیمور بنا دیا تھا۔ وہ کھٹمنڈو پہنچنے تک تنویمی نیند سوتا رہا تھا پھر بیدار ہوگیا تھا۔

اس وقت شیوانی اپنا سفری بیگ اٹھائے مسافروں کے درمیان چلتی ہوئی جہاز سے اتر رہی تھی۔ ڈی فرہاد بھی الپا کی مرضی کے مطابق اس کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔

وزیٹرز لابی میں وردان کا ایک ماتحت شیوانی کے استقبال کے لیے آیا تھا اس نے ایک پلے کارڈ اٹھا رکھا تھا جس پر اگاٹی ہوتری کا نام لکھا ہوا تھا اس کے علاوہ وردان کے کئی گن مین میرے استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے اور خود وردان اپنے ایک آلہ کار کے دماغ میں موجود رہ کر اس بھیڑ میں مجھے پہچاننے کی کوشش کررہا تھا۔

شیوانی نے دور ہی سے اس پلے کارڈ پر اپنا نام پڑھا پھر پریشان ہوکر مجھے اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگی۔ وردان اپنے آلہ کار کے ذریعے اسے دیکھ رہا تھا اور اس کی پریشانی اور بے چینی کو سمجھ رہا تھا۔

پھر شیوانی کی نظریں ڈی فرہاد سے ملیں وہ اپنا سفری بیگ اٹھائے ایک طرف کھڑا تھا اس نے الپا کی مرضی کے مطابق آنکھ کا اشارہ کیا وہ مطمئن ہوکر آگے بڑھ گئی۔

ایسے وقت وردان نے اس کے اندر آ کر فرہاد کو دیکھ لیا تھا۔ اپنے ماتحتوں کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں بتا رہا تھا کہ جو شخص بلیو جینز اور بلیک جیکٹ میں ہے وہی ہمارا شکار ہے اسے ابھی نہ چھیڑو۔

میں خاموشی سے شیوانی کے اندر موجود تھا وہ پلے کارڈ والے سے کہہ رہی تھی ''میرا نام اگاٹی ہوتری ہے۔''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا ''میڈم! آیئے آپ کے لیے باہر گاڑی موجود ہے۔''

وہ بولی ''ہمیں کتنی دور جانا ہے؟'' ایسا کہتے وقت وہ آگے پیچھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے ڈی فرہاد کو دیکھ کر اطمینان کی سانس لی اور اس کے ساتھ جانے لگی۔

میں اس پلے کارڈ والے کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ شیوانی کو کار میں بٹھا کر پہاڑی ہائی وے پر جائے گا۔

اس کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ مجھے بھی اسی ہائی وے پر کھٹمنڈو سے پچاس میل کے فاصلے تک جانا ہوگا۔ جہاں ایک چھوٹا سا ٹاؤن ہے۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے الپا سے کہہ دیا کہ وہ ڈمی فرہاد کو اسی راستے پر لے جائے میں ایک ٹیکسی کے ذریعے وہاں تک پہنچا۔ وہ پہاڑی علاقہ سطحِ سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے وہاں سے دنیا کے سب سے بلند و بالا پہاڑ کی چوٹی دکھائی دیتی ہے جسے ماؤنٹ ایورسٹ کہتے ہیں۔ برف سے ڈھکی ہوئی وہ بلند چوٹی سورج کی کرنوں کو منعکس کرتی ہے تو ایسے قدرتی نظارے کو دیکھنے والے دم بخود رہ جاتے ہیں۔

وردان وہیں مجھے گھیر کر دم بخود کرنا چاہتا تھا ایک چھوٹے سے میدانی علاقے میں وردان کی تین گاڑیوں نے اس ٹیکسی کو چاروں طرف سے گھیر لیا جس میں ڈمی فرہاد سفر کررہا تھا۔ شیوانی کی کار آگے نکل گئی تھی۔ وردان کے بنگلے کی طرف جارہی تھی اور میں اس کار سے بھی آگے نکل گیا تھا تاکہ تعاقب کا شبہ نہ ہو۔

مجھے تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس پلے کارڈ والے کے خیالات بتا رہے تھے کہ وردان کا بنگلا کہاں ہے اور وہ شیوانی کو لے کر وہاں پہنچنے والا ہے۔

ادھر ڈمی فرہاد نے ٹیکسی سے باہر نکل کر غصہ دکھاتے ہوئے پوچھا ''تم لوگ کون ہو اور کیوں میرا راستہ روک رہے ہو؟''

وردان نے اپنے آلہ کار کے ذریعے کہا ''فرہاد علی تیمور! تم خود کو بہت چالاک سمجھتے ہو شیوانی کا پیچھا کرتے ہوئے میری شہ رگ تک پہنچنا چاہتے تھے دیکھ لو کہ میں تمہاری شہ رگ تک پہنچ رہا ہوں۔''

وہ الپا کی مرضی کے مطابق بولا ''یہ تم کیا بکواس کررہے ہو؟ مجھے فرہاد علی تیمور کیوں کہہ رہے ہو؟ تمہیں یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔''

اس آلہ کار نے ایک گھونسا اس کے منہ پر رسید کیا وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ وردان نے کہا ''اس کے بعد تم پر ہاتھ نہیں اٹھایا جائے گا گولی ماردی جائے گی تمہیں زخمی کیا جائے گا پھر تمہارے دماغ کے دروازے خود بہ خود کھل جائیں گے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تم پر گولی نہ چلائی جائے تو دماغ کے دروازے کھول دو مجھے اپنے اندر آنے دو۔''

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا ''یہ کیسی باتیں کررہے ہو۔ میں دماغ کے دروازے کیسے کھولوں اور پھر کیسے اندر آؤ گے؟''

اس آلہ کار نے ریوالور نکال کر اس کا نشانہ لیا۔ وہ فوراً ہی پلٹ کر بھاگنے لگا۔ اسی وقت ٹھائیں سے گولی چلی وہ چیخ مار کر لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس کی ایک ٹانگ زخمی ہوگئی تھی۔ وردان اسی لمحے میں اس کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھنے لگا۔ الپا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمار کھا تھا۔ وہ تنویمی عمل کے مطابق خود کو فرہاد کہہ رہا تھا اور یہ تسلیم کر رہا تھا کہ وہ شیوانی کا پیچھا کرتا ہوا یہاں تک آیا ہے اور اپنے منصوبے کے مطابق سوامی وردان دشوانا تھ کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔

وہ کہنے لگا ''یہ کتا مجھے کاٹنے آیا تھا۔ اب زخمی ہوکر اڑیاں رگڑ رہا ہے۔ فرہاد علی تیمور تم بہت اونچی شے ہو۔ میں تمہیں آسانی سے مرنے نہیں دوں گا۔ تمہارا برین واش کروں گا اور تمہیں اپنا غلام بنا کر رکھوں گا۔''

یہ کہتے ہی اس نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ دماغی تکلیف کی شدت سے چیخیں مار کر ادھر سے ادھر تڑپنے لگا۔ وردان نے اپنے ماتحتوں سے کہا ''اسے اچھی طرح باندھ کر میرے بنگلے میں لے آؤ۔''

پھر وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا جس کمرے میں وہ بیٹھا ہوا تھا وہ ایک آئینہ خانہ تھا چاروں طرف کی دیواروں پر آئینے ہی آئینے تھے۔ چھت سے ایک بڑا ویڈیو کیمرا لٹک رہا تھا پھر دیواروں کے ساتھ بھی چھوٹے چھوٹے کیمرے نصب کیے گئے تھے۔ کمرے کے وسط میں ایک بہت ہی آرام دہ بستر بچھا ہوا تھا۔

اسے بستر نہیں وردان کی تجربہ گاہ کہنا چاہیے وہ ایک حسینہ کا تجربہ کرنے والا تھا۔ جو بظاہر ایک دکھائی دیتی تھی لیکن در پردہ دو عدد تھیں جسم اکالا گنی ہوتری کا تھا اور آتما شیوانی کی تھی اور کچھ دیر بعد ان دونوں کے سنگم پر ایک ویڈیو فلم تیار ہونے والی تھی۔

اس وقت اسے دو طرفہ مسرتیں حاصل ہو رہی تھیں۔ ایک طرف تو وہ شیوانی اور الکا کے سنگم پر پہنچنے والا تھا دوسری طرف یہ کہ اس نے فرہاد علی تیمور جیسے ناقابل شکست شہ زور کو تسخیر کیا تھا یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں تھی۔ نیلی پیتھی کی دنیا کا سب سے حیرت انگیز کارنامہ تھا جو بھی سنتا حیران رہ جاتا بلکہ یقین نہ کرتا کہ اس نے فرہاد علی تیمور کو شکست دی ہے، اسے اپنا قیدی اور غلام بنا کر رکھنے والا ہے۔

وہ کامیابی کے نشے میں مست ہو رہا تھا۔ شیوانی اور الکا کے ساتھ اس کامیابی کا جشن منانے والا تھا اس کے حکم سے شیوانی کو اس کمرے میں بھیجا گیا وہ کمرے میں آئی تو حیران رہ گئی۔ جدھر گھومتی تھی اور نظر ڈالتی تھی ادھر خود کو مختلف زاویوں سے دیکھتی تھی۔ کمرے کے وسط میں ایک خوب صورت سا آرام دہ بیڈ تھا پھر ایک طرف باتھ روم کا ٹب رکھا ہوا تھا شاور اور غسل کرنے کے سارے انتظامات تھے۔

اس نے حیرانی سے پوچھا ''تم نے ایک ہی کمرے کو آئینہ خانہ بھی بنایا ہے بیڈ روم بھی بنایا ہے اور غسل خانہ بھی ایسا کمرا تو میں پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔''

وہ مسکرا کر بولا ''پہلی بار تم بہت کچھ دیکھو گی۔ یہاں میرے سامنے غسل کرو گی اور ایک ایک لباس اتارتی جاؤ گی۔ میں جدھر دیکھوں گا ادھر تم ہی تم دکھائی دیتی رہو گی۔''

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم مجھ سے دور رہو گے۔ میرے بدن کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔''

اس نے مسکرا کر دیکھا اس کے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول تھا۔ اس نے ایک بٹن دبایا تو اچانک ہی جیسے بارش ہونے لگی۔ وہ جہاں کھڑی تھی وہاں بھیگنے لگی۔ اس نے گھبرا کر چھت کی طرف دیکھا تو وہاں دور تک شاور ہی شاور لگے ہوئے تھے۔ وہ جدھر جا رہی تھی ادھر بھیگ رہی تھی۔ شاور کی حدود سے نکلنا چاہتی تھی تو وردان اس کا راستہ روک لیتا تھا۔

ویڈیو کیمرے آن ہو چکے تھے۔ وہاں کا منظر ریکارڈ ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے خود کو چھڑا کر وہاں سے جانے کی کوشش کی تو وردان نے اس کے گریبان کو پکڑ کر ایک زور کا جھٹکا دیا۔ وہ کپڑے اور تک پھٹتا چلا گیا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا ''تم نے نیلی پیتھی کی دنیا کے سب سے طاقت ور انسان کو اپنا باڈی گارڈ بنایا تھا۔ وہ گارڈ تمہاری باڈی چھوڑ کر میرا قیدی بن چکا ہے۔''

میں اس بنگلے سے دور ایک چھوٹے سے پہاڑی ٹیلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ نیپال میں سپاہیوں کو اور سیکورٹی گارڈز وغیرہ کو گورکھا کہتے ہیں۔ میں نے شیوانی کے ذریعے ایک گورکھا کی باتیں سنی تھیں اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔

جب وہ آئینہ خانے میں چلی گئی تو میں نے گورکھا کے دماغ پر بری طرح قبضہ جمایا۔ وہ اپنی گن سنبھالتا ہوا اس آئینہ خانے کے دروازے پر پہنچا۔ وردان نے ایسے وقت اپنا موبائل فون بند کر رکھا تھا اور دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔ باہر تمام ملازمین کو تاکید کی گئی تھی کہ کوئی دروازے پر آکر دستک نہ دے۔

الپا نے میرے پلان کے مطابق دو گورکھا کے دماغوں میں جگہ بنائی تھی۔ وہ دونوں بھی کوٹھی کے اندر تھے۔ انہوں نے الپا کی مرضی کے مطابق ادھر ادھر فائر کیے۔ دو چار گولیاں چلائیں۔ ایسے وقت میرے آلہ کار گورکھا نے دروازے پر

زور زور سے دستک دی۔

وردان اس بند آئینہ خانے میں مست ہو رہا تھا۔ فائر کی آواز سن کر چونک گیا تھا۔ پھر دروازے پر دستک ہوئی تو جھنجلا کر بولا ''کیا ہوا کیوں آئے ہو یہاں؟''

گورکھا نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا ''صاب! وہ بندہ دروا جا توڑ کے باہر آ گیا ہے۔ بہت زور ا زوری کرتا ہے جلدی سے باہر آؤ۔''

وردان نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی اور اس زخمی قیدی کے اندر پہنچنا چاہا لیکن اس نے الپا کی مرضی کے مطابق سانس روک لی۔ خیال خوانی کی لہریں واپس آئیں تو وہ حیران رہ گیا۔ اس قیدی کو گولی مار کر زخمی کیا گیا تھا پھر زلزلہ پیدا کر کے اس کے دماغ کو بے حد کمزور بنا دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ یوگا کا بھرپور مظاہرہ کر رہا تھا اس کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر سے بھگا چکا تھا۔

شیوانی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ''تم ابھی کہہ رہے تھے کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کے سب سے بڑے شہ زور کو شکست دے چکے ہو۔ اب دیکھو کہ وہ کس طرح تمہیں خاک میں ملائے گا؟''

اس نے بیڈ کے سرہانے سے ریوالور نکال کر ریموٹ کنٹرول کا رخ دروازے کی طرف کیا پھر بٹن دبایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔

میں اس گورکھا کے دماغ میں موجود تھا دروازہ کھلتے ہی اس نے اندر آ کر اس کا نشانہ لیا۔ گولی چلائی، فائرنگ کی آواز کے ساتھ ہی ایک شیشہ چکنا چور ہوگیا۔

نشانہ صحیح تھا لیکن اس کے عکس پر گولی لگی تھی۔ وہ خود کہاں تھا یہ معلوم کرنا مشکل تھا۔ آئینہ خانے میں ہر طرف وہی دکھائی دے رہا تھا۔ یہ آسانی سے معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اس کا حقیقی وجود کہاں ہے اور عکس کتنے ہیں؟

میں نے گورکھا کے ذریعے دیکھا وہ ایک طرف دوڑتا جا رہا تھا۔ میں نے پھر اپنے آلہ کار کے ذریعے گولی چلائی ٹھائیں کی آواز کے ساتھ پھر شیشہ چکنا چور ہوا اور اس کے ساتھ ہی وہ آئینے کی سطح پر سے گم ہوگیا۔ اب کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

گورکھا دوڑتا ہوا کمرے کے وسط میں آیا۔ شیوانی دیوار سے لگی کھڑی تھی۔ اس نے کہا ''شیوانی! میں تمہارا محافظ ہوں مجھے بتاؤ وہ کہاں گیا ہے؟''

اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''وہ اس دروازے کے پیچھے گیا ہے۔''

گورکھا نے آگے بڑھ کر دروازے پر ایک لات ماری۔ وہ ایک دھڑاکے سے کھلتا چلا گیا۔ گورکھا نہیں جانتا تھا کہ وہ ایک چھوٹا سا اسٹور روم ہے۔ اس نے اندر آ کر دیکھا تو وہ کہیں نہیں تھا۔ باہر نکلنے کے لیے وہاں کوئی اور دروازہ نہیں تھا فوراً ہی بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ وہاں تہ خانے کا راستہ ہے۔

میں اس کے ذریعے وہاں کی دیواروں پر اور فرش پر چور راستہ تلاش کرنے لگا لیکن وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ فرش پر چوکور لکیریں پڑی ہوئی تھیں۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہی چور راستہ ہے لیکن وہ کیسے کھلتا ہے یہ میں کبھی معلوم نہیں کر سکتا تھا۔

وہاں دیواروں پر یا فرش پر ایسا کوئی سسٹم نہیں تھا جس کے ذریعے چور راستے کو کھولا جا سکتا۔ دراصل وہ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے اس راستے کو کھول کر تہ خانے میں چلا گیا تھا پھر اسی ریموٹ کنٹرول کے ذریعے وہ راستہ بند ہوگیا تھا۔

گورکھا نے اسٹور روم سے باہر آ کر شیوانی سے کہا ''میرے ساتھ آؤ۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کے ساتھ اس آئینہ خانے سے باہر آئی۔ باہر فائرنگ ہو رہی تھی۔ میں نے الپا سے پوچھا ''کیا ہو رہا ہے؟''

''پاپا! وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے فرار ہو رہا ہے۔ میں اس کے تمام گارڈز کو باری باری آلہ کار بنا کر اس کی طرف دوڑا رہی ہوں اور فائرنگ کرا رہی ہوں۔''

باہر وہ کار کھڑی ہوئی تھی جس میں شیوانی کو لایا گیا تھا۔ گورکھا نے کہا ''جاؤ اس میں بیٹھو اور اسے ڈرائیو کرتی ہوئی کمپنڈ چلی جاؤ۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی۔ تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ میں گورکھا کو دوڑاتا ہوا اس بنگلے کے پیچھے آیا وہاں ایک وسیع میدان تھا ایک ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا جا رہا تھا الپا کے آلہ کار فائرنگ کر رہے تھے لیکن وہ فائرنگ کی حدود سے دور ہو چکا تھا۔

ایسے وقت میں نے گورکھا کے اندر اس کی آواز سنی۔ وہ غصے سے کہہ رہا تھا ''یو بلڈی نان سینس فرہاد! تم یقیناً اس کے اندر موجود ہو اور میری آواز سن رہے ہو؟''

میں نے کہا ''ہاں، سن رہا ہوں تم قسمت کے دھنی ہو کہ میرے ہاتھوں سے بچ کر جا رہے ہو۔''

''اور تم تو اپنے پیدائش کے دن سے قسمت کے دھنی ہو۔ دشمنوں کو خوش فہمی میں مبتلا کرتے ہو کہ ان کے قابو میں آ چکے ہو اور ان کے ہاتھوں مارے گئے ہو۔ پتا نہیں بھگوان

نے تمہیں کس مٹی سے بنایا ہے لیکن آج مجھے ضد ہوگئی ہے آج میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہیں اپنے ہاتھوں سے ہلاک کروں گا اور جب تک میری یہ ضد پوری نہیں ہوگی تب تک میں ایک وقت بھوکا رہا کروں گا۔ بھوکا رہ کر ایک خاص تپسیا میں مصروف رہوں گا۔ میری وہ تپسیا کبھی بھنگ نہیں ہوتی مجھے ہمیشہ کامیابی حاصل ہوتی ہے یوں سمجھو کہ تمہاری موت میرے ہی ہاتھوں لکھی ہوئی ہے۔

میں نے کہا ''تپسیا کرتے وقت یہ یاد رکھنا کہ جب بھی کسی کو آلہ کار بنا کر مجھ پر حملہ کروگے تو ناکام رہا کروگے۔ اپنی ضد اپنی قسم پوری کرنے کے لیے تمہیں میرے روبرو آکر مجھے ہلاک کرنا ہوگا۔ میں بہت فراخ دل ہوں۔ میرا دل نہیں سمندر ہے تم جب بھی میرے روبرو آکر مجھے ہلاک کرنے کا وعدہ کرو گے تو میں تمہیں اپنے پاس آنے کا پورا پورا موقع دوں گا۔ اب جاؤ اور کچھ روز جی لو۔''

یہ کہہ کر میں اس گورکھا کے دماغ سے نکل آیا۔

☆☆☆

شانتا بائی پر مصیبت آئی ہوئی تھی۔ اٹیلی جنس والے میرے سلسلے میں اس بے چاری کو پریشان کررہے تھے۔ صبح شام، دوپہر رات وقت بے وقت اسے فون کرتے تھے یا اس کے گھر پہنچ جاتے تھے اور میرے بارے میں طرح طرح کے سوال کرتے تھے۔ وہ ایک ہی جواب دیتی تھی ''دھرم ویر میرے منہ بولے بھائی ہیں۔ برسوں سے میرا کاروبار سنبھالتے آرہے ہیں۔ میں نے ان میں کوئی برائی نہیں دیکھی آپ لوگ انہیں برا کیوں سمجھ رہے ہیں؟''

اٹیلی جنس کے ایک افسر نے کہا ''عورتیں بڑی جذباتی ہوتی ہیں کوئی ان کا بھائی بن جائے، بیٹا بن جائے تو وہ جذبات میں آکر صرف اس کی اچھائیوں کو دیکھتی ہے، برائیوں کو نظرانداز کردیتی ہیں لیکن ہم قانون کے محافظ ہیں اور قانون کے خلاف کام کرنے والوں پر کڑی نظر رکھتے ہیں تم یہ یقین نہیں کررہی ہو کہ وہ ہندو نہیں، مسلمان ہے۔''

''میں کبھی یقین نہیں کروں گی اگر وہ مسلمان ہوتے تب بھی میں بہن بن کر ان کے گلے لگتی۔ وہ انسان نہیں فرشتہ ہیں۔''

میری بیٹی اعلیٰ بی بی وہاں شانتا بائی کی بیٹی نیہا بن کر رہتی تھی۔ اس سے بھی سوالات کیے جارہے تھے۔ اس نے پورے اعتماد سے کہہ دیا تھا ''مسٹر دھرم ویر میرے انکل ہیں۔ وہ صرف میرے انکل ہی نہیں میرے گرو دیو بھی ہیں۔ میں ان کے خلاف نہ کوئی بات سنوں گی نہ آپ لوگوں کے کسی سوال کا جواب دوں گی۔''

ایک افسر نے شانتا بائی سے کہا ''اگر وہ مجرم نہیں ہے تو کہاں روپوش ہوگیا ہے؟''

''وہ کہیں روپوش نہیں ہوئے ہیں کاروبار کے سلسلے میں کہیں گئے ہوئے ہیں۔''

''کہیں جانے والا اپنے گھر والوں کو اطلاع دیتا ہے، اپنے دفتر میں یہ انٹری کرتا ہے کہ وہ کاروبار کے سلسلے میں کہاں جارہا ہے؟''

''میرے بھیا خودمختار تھے۔ کسی کے زیر اثر نہیں رہتے تھے اور نہ ہی کسی کو اپنے کام کا حساب دیتے تھے کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور کب آرہے ہیں؟ جب وہ ضروری سمجھتے تھے تو باہر جانے کے بعد فون پر رابطہ کرتے تھے۔ اب بھی وہ ضروری سمجھیں گے تو ہمیں بتائیں گے کہ وہ اسی ملک کے کسی شہر میں ہیں یا ملک سے باہر کہیں گئے ہوئے ہیں۔

ایسے ہی وقت اعلیٰ بی بی کے فون کا بزر بولنے لگا۔ اس نے فون پر نمبر پڑھے پتا چلا اس کی مما سونیا اسے کال کررہی ہے۔ وہ ذرا پریشان ہوئی۔ ان افسروں کے سامنے سونیا سے بات نہیں کرسکتی تھی اس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا ''ایکس کیوزمی، میں ابھی آتی ہوں۔''

وہ وہاں سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم سے باہر آئی پھر کوریڈور میں ایک جگہ رک کر فون کان سے لگا کر بولی ''یس مما! میں بول رہی ہوں۔''

وہ دوسری طرف سے چہکتے ہوئے بولی ''ہائے میری جان! کیسی ہو؟ کیا کررہی ہو؟''

''مما! اس وقت ہم بڑی پرابلم میں ہیں۔ اٹیلی جنس والے پاپا پر شبہ کررہے ہیں۔ یہاں آئے ہوئے ہیں۔ ہم سے طرح طرح کے سوالات کیے جارہے ہیں۔ میں آپ سے ابھی بات نہیں کرسکوں گی۔ جب یہ چلے جائیں گے تو آپ کو کال بیک کروں گی۔''

وہ فون کو کان سے ہٹا کر اسے بند کرنا چاہتی تھی ایسے ہی وقت اس کے ہاتھ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ فون ہاتھ سے نکل کر فضا میں اچھلتا ہوا قالین پر جاگرا پڑا۔ اٹیلی جنس کے ایک افسر نے اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا ''خبردار اس فون کو ہاتھ نہ لگانا۔''

وہ غصے سے بولی ''یہ کیا حرکت ہے؟ آپ قانون کے خلاف ہم سے زیادتی کررہے ہیں۔''

دوسرے افسر نے آکر فون کو فرش سے اٹھاتے ہوئے کہا ''اگر ہم دھرم ویر کو مجرم ثابت نہ کرسکے تو تم سب سے اپنی

زیادتیوں کی معافی مانگ لیں گے۔''

اعلیٰ بی بی گن پوائنٹ پر تھی اور یہ دیکھ رہی تھی کہ وہ افسر فون اٹھا کر اس میں درج شدہ نمبر پڑھ رہا ہے اور یہ معلوم کررہا ہے کہ کہاں سے کال آئی تھی؟

اگر وہ چاہتی تو وہ اس لمحے میں اپنی اصلیت پر آجاتی۔ اعلیٰ بی بی بن کر جمناسٹک کے ایسے کرتب دکھاتی کہ ان کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ جاتا اور وہ اس فون کا نمبر پڑھنا بھول جاتے لیکن اس وقت مجبوری تھی۔ وہ شانتا بائی کی بیٹی نیہا بنی ہوئی تھی۔ نہ ان سے ہاتھا پائی کرسکتی تھی اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرسکتی تھی۔

ایک افسر نے دوسرے سے پوچھا ''کس کا نمبر ہے؟''

وہ بولا ''موبائل فون کے ذریعے کال آئے تو یہ معلوم کرنا ممکن نہیں ہوتا کہ کال کرنے والا اسی ملک میں ہے یا ملک سے باہر کہیں ہے۔''

''تم کال بیک کرو کچھ نہ کچھ معلوم ہوسکتا ہے۔''

وہ نمبر پنچ کرنے لگا۔ دوسری طرف نومی کرسٹل عرف سونیا نہیں جانتی تھی کہ وہاں اعلیٰ بی بی کے ساتھ کیا ہورہا ہے۔ وہ اعلیٰ بی بی کے اندر خیال خوانی کے ذریعے نہیں پہنچ سکتی تھی کیونکہ ان سب کی معلومات کے مطابق سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔

اسے فون کا بزر سنائی دیا اس نے اپنا فون اٹھا کر دیکھا اعلیٰ بی بی کے نمبر دکھائی دیے۔ وہ سن چکی تھی کہ وہاں اٹیلی جنس والے آئے ہوئے ہیں اور وہ باتیں کرنے سے گریز کررہی ہے لہٰذا اس بار اس نے فون کو آن کرکے اپنے کان سے لگایا خاموش رہی اعلیٰ بی بی کے بولنے کا انتظار کرتی رہی دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی ''ہیلو..... ہیلو.....''

یہ سنتے ہی وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے مختصر سے خیالات نے بتایا کہ وہ اٹیلی جنس آفیسر ہے۔ اس وقت اعلیٰ بی بی کا فون استعمال کررہا ہے۔ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اسے ابھی کس نے کال کی تھی۔ وہ بولی ''ہیلو آپ کون ہیں؟''

اس افسر نے کہا ''ہم مس نیہا کے رشتے دار ہیں۔ ابھی آپ نے کال کی تھی؟''

وہ بولی ''جی ہاں، میں مس نیہا کی سہیلی ہوں۔ آج صبح وہ بہت پریشان نظر آرہی تھی۔ میں نے اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے فون کیا تھا۔''

اعلیٰ بی بی خیال خوانی کے ذریعے اس افسر کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی اور دوسری طرف سے سونیا کی باتیں سن رہی تھی اس کی ماما بڑی چالاکی سے باتیں بنا رہی تھی اسے اطمینان حاصل ہورہا تھا۔

لیکن وہ اطمینان عارضی تھا ایسے ہی وقت وردان وشوانا تھ اس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اس کے ذریعے معلوم کررہا تھا کہ دھرم ویر یعنی میرے خلاف کس طرح انکوائری ہورہی ہے؟

اس نے اس افسر کے ذریعے سونیا کی یہ بات سنی کہ وہ نیہا کی یعنی اعلیٰ بی بی کی سہیلی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا نومی کے اندر پہنچا۔ اسے یہ معلوم تھا کہ سونیا کے دماغ میں آتے ہی آنے والے اپنا نام فوراً بتاتے تھے۔ نومی نے صرف دو سیکنڈ تک انتظار کیا پھر سانس روک لی۔

وردان نے اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوکر یہ سوچا یہ کیا معاملہ ہے۔ اگر وہ نیہا کی سہیلی ہے تو کیا یوگا جانتی ہے؟ خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کرلیتی ہے؟ اس نے مجھے چور خیالات پڑھنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ فوراً سانس روک لی مجھے اپنے دماغ سے نکال دیا وہ تو کوئی شاطر لڑکی معلوم ہوتی ہے۔

اس نے کچھ سوچ کر پھر خیال خوانی کی پرواز کی نومی کے دماغ میں پہنچ کر کہا ''سانس نہ روکنا تم سے بہت ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز، میرے دماغ میں چلی آؤ۔''

یہ کہہ کر وہ دماغی طور پر پھر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ ادھر نومی سوچ میں پڑ گئی کہ وہ کون تھا اور کیوں اپنے پاس بلا رہا ہے؟ کیا وہ جانتا ہے کہ میں خیال خوانی کرسکتی ہوں؟

پھر اس نے اپنی ذہانت سے سوچا نہیں میں سونیا کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہوں۔ دوست ہو یا دشمن یہ سب ہی جانتے ہیں کہ میں خیال خوانی نہیں کرتی ہوں۔ شاید فرہاد کے خیال خوانی کرنے والوں میں سے کسی کو مجھ پر شبہ ہوگیا ہے یا پھر کوئی دوسرا ہے جو میری اصلیت معلوم کرنا چاہتا ہے۔ بہرحال کچھ بھی ہو مجھے خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔

وردان نے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر اس کے دماغ میں آکر کہا ''میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں پلیز میرے پاس آؤ۔''

وہ غصہ دکھاتے ہوئے بولی ''تم کون ہو اور کیوں بار بار میرے دماغ میں آرہے ہو؟ چلے جاؤ یہاں سے.....''

اس نے سانس روک لی۔ وردان اور زیادہ تجسس میں مبتلا ہوگیا۔ سوچنے لگا ''یہ آخر ہے کون؟ اس کی باتوں سے اور رویے سے پتا چلتا ہے کہ کوئی پختہ عمر کی عورت ہے پھر ایسی عمر والی نیہا جیسی کمسن کنواری لڑکی کی سہیلی کیسے ہوسکتی ہے؟

اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا۔ اٹیلی جنس

کے افسران نے نیہا کا فون اسے واپس کر دیا تھا۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اس کی کسی سہیلی نے اسے فون کیا تھا وہ اسے سوری بول کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا اعلیٰ بی بی نے اپنے موبائل پر نمبر پڑھے۔ وہ کوئی نیا نمبر تھا۔ وہ فون کو کان سے لگا کر بولی ''ہیلو آپ کون ہیں؟''

وردان نے کہا ''بیٹی! میں سوامی وردان وشوانا تھ بول رہا ہوں۔ شاید تم نے میرا نام سنا ہوگا؟''

وہ اس کا نام سنتے ہی چونک گئی۔ ہمارا بدترین دشمن اسے مخاطب کر رہا تھا۔ وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولی ''آپ.....؟ سوامی جی! آپ نے ہمیں یاد کیا ہے یقین نہیں آتا کہ میں آپ کی آواز سن رہی ہوں۔''

پھر وہ شانتا بائی سے بولی ''ممی! اس فون پر سوامی جی بول رہے ہیں۔ سوامی وردان وشوانا تھ کیا آپ یقین کر سکتی ہیں ہمارے تو بھاگ جاگ رہے ہیں؟''

شانتا بائی نے فوراً ہی اس سے فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا ''سوامی جی! ہمارے تو سچ مچ بھاگ جاگ رہے ہیں۔ آپ نے ہمیں یاد کیا ہے۔ حکم دیں ہم آپ کے پاس چلے آئیں گے۔''

''نزدیک آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں دور سے ہی بہت کچھ دیکھ لیتا ہوں اور بہت کچھ سمجھ لیتا ہوں۔ لوگ مجھے انتریامی کہتے ہیں۔ میں اندر کی باتیں معلوم کر لیتا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم سنکٹ میں ہو، کیا یہ درست ہے؟''

وہ بولی ''آپ سچ مچ انتریامی ہیں۔ میں اور میری بیٹی بڑے سنکٹ میں ہیں۔ پولس والے ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا منہ بولا بھائی دھرم ویر ہندو نہیں مسلمان ہے اور ٹیلی پیتھی جانتا ہے، ہمارے دیس کا دشمن ہے۔''

وہ بولا ''کچھ نہ بتاؤ ہم سب جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ دھرم ویر سچ مچ دیش دروہی ہے بہت بڑا بہروپیا ہے۔ برسوں سے تمہیں بھائی بن کر دھوکا دیتا آ رہا ہے۔ وہ مسلمان ہے ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ہمارے دیش کو نقصان پہنچا رہا ہے۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ بھگوان کے لیے میرے بھائی کے لیے کچھ نہ بولیں۔ میں کبھی یقین نہیں کروں گی کہ وہ جھوٹے اور فریبی ہیں۔''

''تم ہمیں جھوٹا کہہ رہی ہو۔ ہماری بات کا یقین نہیں کر رہی ہو اس دیش کے لاکھوں عقیدت مند ہمارے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ ہماری ہر بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے تم ہماری بات سے انکار کر کے ہمارا اپمان کر رہی ہو۔''

''میں شما چاہتی ہوں سوامی جی! اگر بھگوان بھی دھرتی پر آ جائے اور مجھے سوئم درشن دے کر بولے کہ میرا بھائی جھوٹا اور فریبی ہے تو میں تب بھی یقین نہیں کروں گی۔''

وہ غصے سے بولا ''تم ایسے اندھے اعتماد کی بہت کڑی سزا پاؤ گی فون اپنی بیٹی کو دو۔''

اس نے وہ فون اعلیٰ بی بی کو دیا وہ اسے کان سے لگاتے ہوئے بولی ''سوامی جی! آپ نے میری ممی کی باتیں سن لی ہیں اور آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ ہمارے انکل دھرم ویر ہمارے لیے دیوتا سمان ہیں ہم کبھی ان کے خلاف کوئی بات نہیں سنیں گے۔''

وہ بولا ''نا سنو! اس وقت تو میں یہ پوچھنے آیا ہوں کیا تمہاری سہیلی یوگا میں مہارت رکھتی ہے؟''

اس نے پوچھا ''آپ کس سہیلی کی بات کر رہے ہیں؟''

''اسی کی جس نے تھوڑی دیر پہلے تمہیں فون کیا تھا۔ جب انٹیلی جنس کے افسر نے اس سے بات کی اور سوالات کیے تو وہ کہنے لگی کہ وہ تمہاری سہیلی ہے جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔''

اعلیٰ بی بی پہلے تو گھبرائی پھر جلدی سے بولی ''تو اس میں حیرانی کی کیا بات ہے اسے کھیل کود کا شوق ہے وہ ہیلتھ کلب جاتی ہے ورزش کرتی ہے۔ اگر اسے یوگا میں مہارت حاصل ہو گئی ہے تو آپ کو حیران نہیں ہونا چاہیے۔''

وہ چند لمحے تک چپ رہا پھر بولا ''تم واقعی نیہا ہو نا؟''

وہ بولی ''یہ آپ کیسا سوال کر رہے ہیں؟ آپ کو میرے نیہا ہونے پر شبہ ہے؟''

''مجھے تو یہ بھی شبہ ہے کہ تمہاری ماں شانتا بائی اصلی نہیں ہے فرہاد نے اس گھر کے تمام افراد کو مار ڈالا ہے کہیں چھپا دیا ہے اور اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والیوں میں سے ایک کو شانتا بائی اور دوسری کو نیہا بنا کر یہاں رکھا ہوا ہے۔''

''معاف کیجئے گا، اب آپ مجھے سوامی وردان نہیں لگ رہے ہیں۔ آپ کوئی بہروپئے ہیں ورنہ ہمارے سوامی جی ایسے نہیں ہیں جیسا کہ آپ خود کو ظاہر کر رہے ہیں سوری، آئندہ کے لیے میرے اس فون کا نمبر بھول جائیں۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ اسے بند کرتے ہی اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن جواباً کچھ نہیں کہا انجان بنی رہی شانتا بائی سے موجودہ حالات کے مطابق گفتگو کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سوچ کی لہریں واپس چلی گئیں یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وردان آ کر اس کے چور

خیالات پڑھ رہا تھا اصلیت معلوم کرنا چاہتا تھا اور یہ معلوم کر کے مطمئن ہو گیا کہ وہ شانتا بائی کی بیٹی نیہا ہے۔

اس نے شانتا بائی کے بھی چور خیالات پڑھے ہوں گے اور مطمئن ہو گیا ہوگا لیکن دھرم ویر کے معاملے میں مطمئن نہیں تھا اسے پورا یقین ہو گیا تھا کہ وہ میں ہی ہوں۔ نیپال میں وہ ایک بہت بڑے جان لیوا حملے سے بچا تھا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھے نیپال بلا کر میری جان لینا چاہے گا تو خود اس کی جان کے لالے پڑ جائیں گے۔

اعلیٰ بی بی نے مجھے مخاطب کیا ''پاپا! یہ وردان ہمیں بہت پریشان کر رہا ہے ابھی میرے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ بہرحال مطمئن ہو کر گیا ہے کہ میں شانتا بائی کی بیٹی ہوں اور یقیناً وہ شانتا بائی کے سلسلے میں بھی مطمئن ہو گیا ہوگا۔''

پھر اس نے مجھے بتایا کہ ابھی وہاں کیا ہو چکا ہے۔ میں نے کہا ''اطمینان رکھو، اب وہ تم لوگوں پر شبہ نہیں کرے گا۔ صرف مجھے ہی بے نقاب کرنے کی کوششیں کرتا رہے گا۔ میں ابھی تمہاری مما کے پاس جا رہا ہوں۔''

میں نے سونیا کو مخاطب کیا پھر کہا ''تم نے ابھی اعلیٰ بی بی سے فون پر بات کی تھی یہ بات ان کے لیے مہنگی پڑ گئی۔ وردان ان کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ بہرحال شیطان جان سے نہیں مارتا صرف ہلکان کرتا ہے وہ ایسی ہی الٹی سیدھی حرکتیں کرتا رہے گا اور خود پریشان ہوتا رہے گا۔''

نومی نے کہا ''وہ کمبخت شاید میرے پاس بھی آیا تھا۔ میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا پھر سانس روک کر اسے بھگا دیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد آیا تھا اور کہہ رہا تھا مجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہے۔ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے میں اس کے دماغ میں آؤں۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا ''وہ تمہیں سونیا کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔ اگر جانتا تو اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو۔''

وہ خوش ہو رہی تھی یہ اطمینان حاصل ہو رہا تھا کہ میں اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ کر بھی اسے سونیا تسلیم کر رہا ہوں اس نے اپنے خیالات کے ذریعے کچھ ایسا ظاہر کیا جیسے سر چکرا گیا ہو میں نے پوچھا ''کیا ہوا خیریت تو ہے؟''

وہ ذرا پریشان ہو کر بولی ''ہاں، کبھی کبھی سر چکرانے لگتا ہے میں کمزوری محسوس کرنے لگی ہوں۔''

''تمہیں کسی ڈاکٹر سے کنسلٹ کرنا چاہیے۔''

''میں اپنی صحت کا بہت خیال رکھتی ہوں۔ ڈاکٹر سے بھی مشورے کرتی رہتی ہوں لیکن ہم آخر کتنی عمر تک صحت مند رہیں گے بڑھاپا مجھ پر اپنی دھونس جمانے لگا ہے۔''

میں نے کہا ''کیوں خواہ مخواہ بوڑھی بن رہی ہو۔ مرحوم بابا فرید واسطی کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں پھر تم صبح و شام ورزش کرتی ہو یوگا کی مشقیں بھی کرتی ہو آج بھی تم چوبیس سے پچیس برس کی دوشیزہ دکھائی دیتی ہو۔''

''دکھائی دینے سے کیا ہوتا ہے۔ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں، کھانے کے اور ہوتے ہیں۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ میری یادداشت کچھ کمزور ہوتی جا رہی ہے اور میں بہت سی باتیں بھول جاتی ہوں۔''

نومی ایسی باتیں اس لیے کر رہی تھی کہ آئندہ کبھی اس سے کوئی بھول چوک ہو تو مجھے یہ بات یاد رہے کہ اس کی یادداشت کمزور ہو گئی ہے میں نے ہنستے ہوئے کہا ''یادداشت کمزور ہو گئی ہے تو بادام کا حلوا کھایا کرو۔''

''حلوا تو کھاتی ہی رہوں گی لیکن تمہارے پاس آنے کو جی مچل رہا ہے۔ میں نے کئی بار تمہیں خواب میں دیکھا ہے اور جب بھی دیکھتی ہوں تم سے ملنے کے لیے تڑپ جاتی ہوں۔''

''تو پھر رکاوٹ کیا ہے؟ چلی آؤ۔''

وہ بولی ''پتا ہے، میں آج کل کچھ وہمی سی ہو گئی ہوں۔''

میں نے کہا ''اچھا..... یہ میرے لیے نئی بات ہے۔''

''جب مجھ سے ملو گے تو پتا چلے گا کہ مجھ میں بہت سی نئی باتیں پیدا ہو گئی ہیں اور تم ایک نئی سونیا سے مل رہے ہو۔''

یہ سن کر میں قہقہے لگانے لگا پھر بولا ''یہ تو اچھی بات ہے مجھے ایک تر و تازہ نئی نویلی سونیا ملے گی۔''

وہ بھی ہنسنے لگی میں واپس آ گیا۔ وردان کے متعلق یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اب کہاں ہوگا اور کیا کر رہا ہوگا۔ یہ یقین تھا کہ میرے ہی خلاف سوچ رہا ہوگا۔ میں اس کے لیے بہت بڑا چیلنج بن گیا تھا اس نے قسم بھی کھائی تھی کہ جب تک مجھے جان سے نہیں مارے گا اس وقت تک ایک وقت بھوکا رہا کرے گا اور بھوکا رہنے کے دوران ایک خاص قسم کی تپسیا کرے گا۔

وہ ایسا کرنے والا تھا دو باتیں اسے بے حد صدمہ پہنچا رہی تھیں۔ اس نے اپنی زندگی میں کبھی ایسی شکست نہیں کھائی تھی۔ ایک تو میں شیوائی کو چھین کر لے گیا تھا دوسرا یہ کہ اس پر جان لیوا حملہ کیا تھا۔

اگر اس بنگلے میں چور دروازہ نہ ہوتا اور سرنگ کے ذریعے فرار ہونے کا راستہ نہ ہوتا تو یقیناً وہ مارا جاتا۔ اب وہ ایسی تدبیر سوچ رہا تھا کہ آئندہ مجھے فرار کا راستہ نہ ملے اور میں اس کے ہاتھوں بے موت مارا جاؤں۔ ایسا سب ہی سوچتے

ہیں کہ ہمارا دشمن آسانی سے ہاتھ لگ جائے اور ہم اس پر سبقت لے جائیں۔

اس کا خفیہ مقام ہمالہ کی ترائی میں تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے ایک ماہر تعمیرات کی خدمات حاصل کی تھیں۔ بڑی دولت خرچ کر کے وہاں کے پہاڑی حصے کو تراش خراش کر اپنے لیے بہت پرار ہائشی محل بنایا تھا اس محل کے اطراف دور تک آبادی نہیں تھی کیونکہ وہاں بارہ مہینے شدید سردی پڑتی تھی۔ برف باری بھی ہوتی رہتی تھی۔ وہاں رہائش اختیار کرنے کے بعد رفتہ رفتہ عقیدت مندوں کی آمد و رفت شروع ہوئی تھی پھر رفتہ رفتہ وہاں ایک چھوٹا سا ٹاؤن آباد ہو گیا تھا۔

اس کے عقیدت مند ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے وہاں آتے تھے اور اس سے ملاقات ہونے تک دو چار روز اس ٹاؤن میں رہائش اختیار کرتے تھے۔ عقیدت مندوں کو اس محل سے دور رہنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ وہ جتنے عقیدت مندوں سے ایک دن میں ملنے کا وقت مقرر کرتا تھا اتنے لوگوں کے خیالات پہلے پڑھ لیتا تھا۔ مطمئن ہو جاتا تھا کہ ان میں سے کوئی اس کا دشمن نہیں ہے۔

مجھ سے ٹکرانے کے بعد وہ ذرا پریشانی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آئی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے بھی دھوکا کھا سکتا ہے جس طرح وہ میرے دماغ میں آ کر مجھے دھرم ویر سمجھ رہا تھا میرے چور خیالات بھی یہی کہہ رہے تھے لیکن حالات بتا رہے تھے کہ میں دھرم ویر نہیں فرہاد علی تیمور ہوں۔

آواز دن کی ہلاکت کے بعد اچانک ہی خیال خوانی کے ذریعے میرا اور اس کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ تب سے وہ میرے پیچھے پڑ گیا تھا۔ شیوانی کے معاملے میں تو میں اس کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا۔ وہ اپنی جان بچا کر فرار ہو گیا تھا۔ تب سے وہ سوچ رہا تھا کہ جب میں اپنی پوتی انوشے کے معاملے میں آواز دن کو ہلاک کر چکا ہوں اور اپنے بیٹے پورس کے حوالے سے شیوانی کی مدد کر رہا ہوں تو پھر جمیلہ اور نبیلہ کے معاملے میں کسی نہ کسی طرح مداخلت کر رہا ہوں گا۔

وہ اپنی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچ کر بڑے آرام سے اور اطمینان سے ان حالات پر غور کر رہا تھا مجھ سے ٹکرانے کے بعد یہ بات کھٹک رہی تھی کہ جمیلہ اور نبیلہ پر اس کی ٹیلی پیتھی کا اثر کیوں نہیں ہوتا ہے اور جب وہ زلزلے کے جھٹکے پہنچاتا ہے تو وہ متاثر کیوں نہیں ہوتی ہیں؟

اب وہ مجھ پر شبہ کر رہا تھا ''کیا فرہاد علی تیمور ان جڑواں بہنوں کے دماغوں میں بھی پہنچنا چاہتا ہے اور بڑی راز داری سے ان کی مدد کرتا رہتا ہے؟''

اسے ایک ایک کر کے پچھلی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ جب وہ جڑواں بہنیں پہلی بار ہوٹل تاج محل میں ملنے آئی تھیں تو ان سے متاثر ہو گئی تھیں۔ اس نے بھی خیال خوانی کے ذریعے انہیں اپنے بارے میں سوچنے پر مجبور کیا تھا اور وہ اس کی طرف مائل ہونے لگی تھیں یعنی اس وقت اس کی ٹیلی پیتھی ان دونوں کو متاثر کر رہی تھی۔

''اب انہیں متاثر کیوں نہیں کر رہی ہے؟'' یہ سوال اس کے دماغ میں چبھ رہا تھا۔ پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ اکبر (پارس) اچانک کہاں سے آ گیا ہے؟ اس کا بھی دماغ مجوبہ ہے۔ اس پر بھی ٹیلی پیتھی کی لہریں اثر انداز نہیں ہوتی ہیں۔ اس پر بھی زلزلے کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا کہ وہ علی اکبر فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کوئی ہو یا پھر اس کا کوئی رشتے دار ہو؟

میرے ایک زبردست جان لیوا حملے نے اس کی دماغ کی گرہیں کھول دی تھیں۔ وہ ایک ایک بات پر غور کر رہا تھا اب یہ شبہ کر رہا تھا کہ ان جڑواں بہنوں سے میرا تعلق ہے۔ اکبر میرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے یا پھر میں اس کی پشت پر ہوں کر جڑواں بہنوں کی شادی کے سلسلے میں اس کی مدد کر ہوں۔

وہ اس حقیقت کو جس قدر سمجھتا جا رہا تھا اسی قدر پریشانی اور جھنجلاہٹ میں مبتلا ہوتا جا رہا تھا۔ جھنجلاہٹ اس بات کی کہ وہ تین غیر معمولی مجوبہ ہستیوں کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں سے ٹو ان ون شیوانی تھی۔ دوسری ارنا کوف تھی جس کا جوان تھا مگر اندر سے وہ بوڑھی تھی۔ وہ جوانی اور بڑھاپے سنگم سے کھیلنا چاہتا تھا۔ تیسری جمیلہ اور نبیلہ تھیں جو پیدائشی پر جڑواں تھیں اور بیک وقت کسی کی بھی دلہن بن کر اس تنہائی میں آ سکتی تھیں اور وہ ان دونوں کو صرف اپنی تنہائی بلانا چاہتا تھا۔

پریشانی اور جھنجلاہٹ یہی تھی کہ میں ان تینوں معاملے میں مداخلت کر رہا تھا اور اس کے راستے کی دیوار جا رہا تھا۔

جس طرح اس نے یہ قسم کھائی تھی کہ مجھے اپنے سے ہلاک کرے گا اسی طرح یہ قسم بھی کھائی کہ ان تینوں معمولی مجوبہ ہستیوں کو حاصل کرے گا اور کسی کو بھی جانے نہیں دے گا۔ شیوانی ابھی ہاتھ آتے آتے پھسل چھ گھنٹے گزر گئے تھے دیگر مصروفیات میں اسے اتنا موقع دیوتا

سکا کہ وہ اس کی خبر لیتا اب اپنی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ کر اس نے خبر لی اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ بہار کے ایک شہر پٹنہ میں تھی ایک ہوٹل کے کمرے میں آرام سے سو رہی تھی۔ میری مدد حاصل ہونے کے بعد اور وردان کی شکست کھانے کے بعد اسے یقین ہو گیا تھا کہ اب وہ محفوظ ہے اسی لیے وہ آرام سے گہری نیند سو رہی تھی۔

وہ اس کے خواب کی اسکرین پر آ کر ہنسنے لگا وہ بولی ''بڑے بے شرم اور ڈھیٹ ہو شکست کھا کر بھی ہنس رہے ہو۔''

وہ بولا ''زندگی تو ایک جوا ہے۔ کبھی کسی کی ہار ہوتی ہے کبھی کسی کی جیت ہوتی ہے۔ آج میں نے شکست کھائی ہے کل فرہاد کو شرم ناک شکست سے دوچار ہونا پڑے گا۔ بائی دا وے تم نے مجھ سے بے وفائی کر کے اچھا نہیں کیا۔''

''بے وفائی تم نے کی ہے اپنے وعدے سے پھر گئے تم نے کہا تھا کہ کبھی میرے بدن کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے لیکن آج ایک کتے کی طرح میری جوانی کو سونگھتے چلے آئے تھے۔''

کوئی اس سے نظریں ملا کر بات کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ کجا یہ کہ اسے اس نے کتا کہا تھا۔ وہ بھلا اتنی بڑی گالی کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ اس نے فوراً ہی اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا وہ ایک دم سے چیخ مار کر اٹھ بیٹھی۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بیڈ پر ادھر سے ادھر لوٹنے لگی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے قیامت آ گئی ہو اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھنے لگا تھا۔ وہ تکلیف سے کراہ رہی تھی اور رو رہی تھی۔

وہ حقارت سے کہہ رہا تھا ''کتے کی بچی! تو نے مجھے گالی دی ہے۔ میں تیرے پورے وجود کو پوری زندگی کو ایک گالی بنا دوں گا تو جہاں جائے گی لوگ تجھے مفت کا مال سمجھ کر لوٹتے رہیں گے پھر تھپ پر تھپ کھاتی رہیں گے۔''

وہ تھوڑی دیر تک اسے گالیاں دیتا رہا اور خیال خوانی کے ذریعے اس پر تھوکتا رہا جب دماغ کی تکلیف کچھ کم ہونے لگی تو اس نے کہا ''ابھی پھر تیرے اندر زلزلہ پیدا کروں گا۔''

وہ ایک دم سے تڑپ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگی ''نہیں نہیں..... مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے بہت بڑی بھول ہوئی ہے۔ میں کبھی منہ سے گالی نہیں نکالوں گی۔ تم سامنے ہوتے تو میں تمہارے قدموں سے لپٹ جاتی۔ بھگوان کے لیے مجھے معاف کر دو میرے اندر زلزلہ پیدا نہ کرو۔''

اگرچہ وہ گالی کھا کر غصے میں آ کر اسے عذاب میں مبتلا کر رہا تھا۔ تاہم یہ بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس وقت میں اس کے اندر موجود ہوں یا نہیں۔ اگر میں موجود ہوتا تو اسے تکلیف پہنچانے پر اس کی مدد کرتا اسے خیال خوانی کے جھٹکوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا لیکن میں ایسا نہیں کر رہا تھا کیونکہ میں وہاں موجود نہیں تھا۔

وہ دماغی تکلیف سے بالکل بے حال ہو گئی تھی کمزوری کے باعث آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا پھر اس پر دوبارہ تنویمی عمل کیا اس بار اس نے اپنی آواز اور لب ولہجہ کو اس کے دماغ سے مٹا دیا اور ایک مخصوص لب ولہجہ اس کے دماغ میں نقش کر دیا اور حکم دیا ''جو سوچ کی لہریں اس مخصوص لب ولہجے کے ساتھ آئیں گی وہ انہیں محسوس نہیں کرے گی باقی تمام سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر بھگا دیا کرے گی۔''

اس نے بڑی پختگی سے تنویمی عمل کیا پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا اس کی مصروفیات کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی تھیں۔ اب اسے جمیلہ اور نبیلہ کی طرف جانا تھا۔ پارس نے کہا تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد برات لے کر آئے گا پھر ان جڑواں بہنوں کو اپنی دلہنیں بنا کر لے جائے گا۔ پارس کے ارادے چٹان کی طرح مضبوط تھے اور وردان بھی اپنی ضد سے باز آنے والا نہیں تھا۔ ان جڑواں بہنوں کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا اور یہ سوچ چکا تھا کہ کس طرح اس شادی کے گھر کو ماتم کدہ بنانا ہے۔

وہ بڑی خاموشی سے ان بہنوں کے اندر آ کر دیکھ رہا تھا۔ دونوں بہت خوش تھیں اور دلہن بننے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ ایسے ہی وقت نومی نے اس گھر میں فون کیا عبدالرحمن نے ریسیور کان سے لگا کر پوچھا ''آپ کون ہیں؟''

نومی نے فوراً ہی مختصر طور پر اس کے خیالات پڑھے معلوم ہوا کہ وہ ان لڑکیوں کا باپ ہے۔ آج وہ دلہن بننے والی ہیں لیکن باپ کو ان کی شادی پر اعتراض ہے۔

اس نے کہا ''میں آپ کے ہونے والے داماد کی ماں ہوں اپنی ہونے والی بہوؤں سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

اس نے کہا ''سوری ہم نہیں جانتے کہ علی اکبر کی کوئی ماں ہے یا نہیں۔ اگر آپ واقعی اس کی ماں ہیں تو شادی کے بعد اپنی بہوؤں سے بات کر سکیں گی۔''

وہ فون بند کرنا چاہتا تھا لیکن نومی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا ''اچھی بات ہے انتظار کریں میں اپنی بیٹیوں کو بلا رہا ہوں۔''

وہ ریسیور رکھ کر وہاں سے جانے لگا۔ نومی اس کے خیالات پڑھتی رہی اور یہ معلوم کرتی رہی کہ وردان نے اس پر اس کی بیوی صائمہ پر تنویمی عمل کیا ہے ان دونوں کو اپنا تابعدار

بنا رکھا ہے لیکن ان دولڑکیوں پر اس کا بس نہیں چل رہا ہے۔

عبدالرحمن کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وردان کوئی معمولی شخص نہیں ہے۔ آج شادی کے وقت ضرور کوئی ہنگامہ برپا ہوگا اور وہ علی اکبر کی ایسی کی تیسی کر کے رکھ دے گا۔

اس نے بیٹیوں کے کمرے میں آ کر کہا ''تمہارا فون ہے۔ ایک خاتون کہہ رہی ہیں کہ وہ علی اکبر کی والدہ ہے اور تم سے باتیں کرنا چاہتی ہے۔''

یہ سن کر وہ دونوں خوش ہو گئیں۔ وہاں سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آ گئیں۔ نومی عبدالرحمن کے ذریعے ان جڑواں بہنوں کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ دونوں وہاں آ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئیں جمیلہ نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا ''ہیلو میں جمیلہ بول رہی ہوں۔ آپ کون ہیں؟ میرے ابو کہہ رہے تھے کہ آپ علی اکبر کی والدہ ہیں کیا یہ درست ہے؟''

نومی نے کہا ''ہاں بیٹی! یہ درست ہے۔ میں اس کی ماں ہوں تم سے ہزاروں میل دور ہوں اس مبارک موقع پر مبارک باد دینا چاہتی ہوں اس لیے فون کیا ہے۔''

وردان ان بہنوں کے دماغ میں موجود تھا اس لیے نومی کی آواز سن کر چونک گیا یہ وہی آواز، وہ لب ولہجہ تھا جسے اسے اس نے اعلیٰ بی بی کے فون کے ذریعے سنا تھا اور اس لب ولہجہ کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی تھی ایک دو سیکنڈ کے لیے اس کے دماغ میں پہنچ بھی گیا تھا اس وقت وہ خود کو نیہا کی سہیلی کہہ رہی تھی اور اب ان جڑواں بہنوں سے باتیں کرتے وقت علی اکبر سے ماں کا رشتہ جوڑ رہی تھی۔

اس وقت وہ جمیلہ اور نبیلہ سے کہہ رہی تھی ''میرے ایک بیٹے کو بیک وقت دو دلہنیں مل رہی ہیں۔ یہ بھی قدرت کا عجیب تماشا ہے۔ میں جلد ہی انڈیا آؤں گی اور تم دونوں کو آنکھوں سے دیکھوں گی اور گلے لگا کر خوب پیار کروں گی۔''

جمیلہ نے کہا ''ہمیں بھی آپ کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔''

نومی نے کہا ''اب ذرا نبیلہ کی آواز سناؤ۔''

اس نے نبیلہ کو فون دیا اس نے کہا ''السلام علیکم۔''

نومی نے کہا ''وعلیکم السلام بیٹی! میں نے جمیلہ کو مبارک باد دی ہے تمہیں بھی دلہن بننے کی مبارک باد دے رہی ہوں۔ اس سے کہا ہے اور تم سے بھی کہہ رہی ہوں جلد از جلد انڈیا آ کر تم سے ملوں گی اور تم دونوں کو خوب پیار کروں گی۔ اب مجھے فون بند کرنا چاہیے کیونکہ وہاں شام ہو رہی ہوگی اور تمہارا دولہا برات لے کر آتا ہوگا۔ تم دونوں کو تیاریاں بھی کرنی ہیں لہٰذا خدا حافظ۔''

رابطہ ختم ہو گیا۔ نومی فون بند کرنے کے بعد ان بہنوں کے اندر پہنچ گئی۔ باری باری ان کے خیالات پڑھنے لگی۔ ادھر وردان دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا تھا اس نے اعلیٰ بی بی کے فون پر اور عبدالرحمن کے فون پر سونیا کے موبائل کے نمبر پڑھے تھے وہ اپنے موبائل پر وہ نمبر پنچ کرنے لگا۔

نومی ان بہنوں کے اندر پہنچی ہوئی تھی ان کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اپنے موبائل کا بزر سن کر چونک گئی۔ اس نے فون کو اٹھا کر دیکھا نمبر پڑھے تو وہ کسی اجنبی کے نمبر تھے۔ اس نے بٹن دبا کر کان سے لگایا پھر کہا ''ہیلو کون ہے؟''

وردان نے کہا ''بڑی معذرت کے ساتھ میں آپ کی عمر پوچھنا چاہتا ہوں۔''

وہ غصے سے بولی ''یہ گفتگو کرنے کا کیا طریقہ ہے کون ہو تم؟''

''میں وہی ہوں جو تمہارے دماغ میں آنا چاہتا تھا اس وقت تم نیہا کی سہیلی بنی ہوئی تھیں۔ اس کی عمر مشکل سے سترہ اٹھارہ برس کی ہوگی۔ تم بھی اس اعتبار سے اس کی ہم عمر ہو سکتی لیکن ادھر ان جڑواں بہنوں کی ساس صاحبہ بن رہی تھیں اگر ان کے دولھے کی اماں جان ہو تو پھر تمہاری عمر کیا ہوگی نیہا کی وہ سہیلی اٹھارہ برس کی ہے یا اماں جان اتنی برس کی ہے؟''

نومی نے فوراً ہی بٹن دبا کر فون کو آف کر دیا۔ خود پر لعنت ملامت کرنے لگی۔ سوچنے لگی۔ ''اس وقت اگر سونیا ہوتی تو اپنی عادت کے مطابق ہر پہلو پر غور کرتی پھر ان دلہنوں سے رابطہ کرتی میں نے اس پہلو کو نظر انداز کیا تھا کہ وردان ان کا دشمن ہے اور ایسے وقت وہ ان کے دماغوں میں ضرور چھپا ہوا ہوگا۔''

وہ سوچ رہی تھی ''میں نے ان جڑواں بہنوں کو اہمیت دی۔ ان کے ذریعے بہت سی معلومات حاصل کرنا چاہیں لیکن ایسے وقت میں نے وردان کو نظر انداز کیا یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ چہرے اور جسامت کے اعتبار سے سونیا بننا بہت آسان ہے لیکن اس کی طرح ذہین اور مکار بننا ممکن نہیں ہے مجھے ذہانت اور مکاری سیکھنے میں ابھی بہت وقت لگے گا۔ آئندہ مجھے بہت سنبھل کر کام کرنا ہے۔''

اس سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی۔ اس غلطی کے نتیجے میں یہ ظاہر ہو گیا تھا کہ شانتا بائی کی بیٹی نیہا (اعلیٰ بی بی) کا تعلق اس عورت سے ہے جو خود کو علی اکبر کی ماں کہتی ہے۔ علی اکبر اور ان جڑواں بہنوں کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی جاننے والے آتے جاتے رہتے ہیں اور وردان کی شر پسندی سے

انہیں تحفظ دیتے رہتے ہیں۔

اس طرح دردان یہ سمجھ گیا تھا کہ شانتا بائی اور نیہا کا تعلق ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اور یہ شبہ تو اسے یقین کی حد تک تھا کہ دھرم ویر دراصل فرہاد علی تیمور ہے اور ٹیلی پیتھی کا یہ سلسلہ شانتا بائی کے گھر سے ان جڑواں بہنوں کے گھر تک چلا آیا ہے اور وہ سب خیال خوانی کے ذریعے بڑی راز داری کے ساتھ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔

سوامی دردان تنہا تھا اس تنہا شخص کے آگے کئی محاذ تھے۔ ایک محاذ پر دھرم ویر یعنی میں تھا دوسرے محاذ پر شیوانی کی طرف سے لڑنا تھا۔ تیسرے محاذ پر ارنا کوف کی خاطر بھی ہم سے جنگ جاری رہنے والی تھی۔ فی الوقت جمیلہ اور نبیلہ کے محاذ پر جنگ لڑنے کا وقت آ چکا تھا۔ پارس وقت مقررہ پر برات لے کر آ گیا تھا۔

اس کی برات میں جمیلہ اور نبیلہ کے تمام رشتے دار تھے۔ اس کے چچا کا پورا خاندان وہاں آ پہنچا تھا۔ عبدالرحمٰن ان کا سامنا نہیں کر رہا تھا۔ خاندان کے بزرگ اس گھر میں آ کر کہہ رہے تھے ''یہ کیسی شادی ہو رہی ہے کیا عبدالرحمٰن کو اتنی بھی توفیق نہیں ہے کہ آنے والے براتیوں کا استقبال کرے اور اپنی بیٹیوں کو ذرا دھوم دھام سے رخصت کرے۔''

پارس نے کہا ''بزرگو! میں جانتا تھا کہ یہاں میرا استقبال نہیں کیا جائے گا بلکہ میرے ساتھ آنے والوں کو کھانے پینے کے لیے بھی نہیں پوچھا جائے گا اس لیے میں کھانے کا آرڈر دے چکا ہوں بس یہ چاہتا ہوں کہ جلد از جلد ہمارا نکاح پڑھا دیا جائے۔''

ان جڑواں بہنوں کی ماں نے کہا ''آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ آپ سے خون کا رشتہ بھی ہے۔ آپ کا یہ حق بنتا ہے کہ میری بیٹیوں کا نکاح علی اکبر سے پڑھا دیں۔ آپ کی مرضی ہے لیکن اس نکاح میں میرے شوہر شامل نہیں ہوں گے اور نہ ہی میں یہاں موجود رہوں گی کسی دوسرے کمرے میں چلی جاؤں گی۔''

ایک بزرگ نے کہا ''ہمیں علی اکبر نے بتایا ہے کہ وہ ہندو شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور اس نے تنویمی عمل کے ذریعے تم میاں بیوی کو اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ تم دونوں اسی کے سحر میں مبتلا رہتے ہو اس لیے اس شادی سے اختلاف کر رہے ہو کوئی بات نہیں۔ ان لڑکیوں کو یہاں لے آؤ ہم عزت آبرو سے انہیں دلہن بنا کر رخصت کریں گے۔''

براتی بن کر آنے والی خواتین میں سے دو عورتیں اندر گئیں پھر جمیلہ اور نبیلہ کو گھونگٹ میں چھپا کر وہاں لے آئیں انہیں ایک صوفے پر بٹھایا گیا ان کے روبرو پارس کو بٹھایا گیا ایسے وقت ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے جمیلہ اور نبیلہ کے اندر تھے ان کے دماغوں کو مضبوطی سے گرفت میں لے رکھا تھا۔ تاکہ دردان انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائے اور وہ پارس کے دماغ میں آ کر تو ناکام ہو چکا تھا۔ اب اس کے اندر آ کر نقصان پہنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور وہ خاموشی سے تماشا دیکھنے والوں میں سے بھی نہیں تھا۔

ان جڑواں بہنوں کو حاصل کرنے کے لیے اسے اس وقت کچھ کر گزرنا تھا اس لیے اچانک ہی عبدالرحمٰن کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی۔ سب نے گھوم کر دیکھا وہ دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور تھا وہ گرج کر کہہ رہا تھا۔ ''حد ہو گئی میرے ہی سامنے میری ہی بیٹیوں کو اغوا کیا جا رہا ہے، میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔''

میں نے اور الپا نے عبدالرحمٰن کے دماغ میں چھلانگ لگائی، اسے قابو میں کرنا چاہا تو پتا چلا کہ دردان کی گرفت پہلے سے ہی مضبوط ہے اور ہم عبدالرحمٰن کو اس کی گرفت سے نہیں چھین سکیں گے۔ اپنے زیر اثر نہیں لا سکیں گے۔ وہ پارس کا نشانہ لے کر کہہ رہا تھا۔ ''تم میری بیٹیوں کو مجھ سے چھین کر لے جانا چاہتے ہو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا یہاں سے میری بیٹیوں کی ڈولی نہیں تمہاری لاش جائے گی۔''

جمیلہ اور نبیلہ اپنے باپ کو دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئیں تھیں۔ جمیلہ نے کہا ''ابو ایسے وقت آپ کو ایک باپ کا فرض ادا کرنا چاہیے لیکن آپ ایک قاتل بن کر یہاں آئے ہیں ہمارے سہاگ کو قتل کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمارے جیتے جی آپ ایسا نہیں کر سکیں گے۔''

''کس کی ہمت ہے کہ کوئی مجھے روکے، میں اسے ابھی کتے کی موت ماروں گا۔''

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر دبایا گولی چلی دونوں بہنیں اچھل کر پارس کے سامنے ڈھال بن گئیں پھر ان کے حلق سے چیخیں نکلیں پارس کی طرف آنے والی موت ان کی طرف چلی آئی تھی۔ ایک پتلی سی دھار کی صورت میں خون کا فوارہ ان کے بدن سے پھوٹ پڑا۔ پارس نے ان کے گرتے گرتے انہیں سنبھال لیا۔ آہستگی سے فرش پر لٹا دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک تڑپتی رہیں پھر ایک دم ساکت ہو گئیں۔

دردان انہیں مار ڈالنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ تو اپنے رقیب کو مارنا چاہتا تھا اور اس کی موت کے بعد ان بہنوں کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی ان بہنوں کے اندر پہنچا ان کے دماغ

بے حد کمزور ہو چکے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا تاریکیوں میں ڈوب رہے ہیں۔ پارس نے میری مرضی کے مطابق کہا ''انہیں فوراً اسپتال لے چلو۔''

وہ سب انہیں ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر کوٹھی سے باہر لے جانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان بہنوں کے دماغوں سے باہر نکل گئے کیونکہ وہ بے ہوش ہو گئی تھیں۔ گولی کا زخم گہرا تھا یہ کہا نہیں جا سکتا تھا کہ ان کے مقدر میں زندگی ہے یا نہیں؟ وہ آئندہ بھی اس دنیا میں عجیب و غریب تماشا بن کر رہیں گی یا نہیں؟

☆☆☆

کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ دشمن کو گولی مارو تو دوست کو لگ جاتی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں ''کہیں پہ نگاہیں کہیں پہ نشانہ.....'' دردان وشوانا تھ کی نگاہیں جڑواں بہنوں پر تھیں وہ انہیں حاصل کرنا چاہتا تھا، دشمنی پارس سے تھی وہ اسے گولی مارنا چاہتا تھا مگر ایسے وقت جمیلہ اور نبیلہ اپنی جان پر کھیل گئیں پارس کی طرف آنے والی گولی کو اپنے وجود میں اتار لیا۔

دردان سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ دونوں بہنیں پارس کی اس قدر دیوانی ہو جائیں گی وہ ہر حال میں انہیں زندہ رکھ کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا جب انہیں گولی لگی تو ایک دم سے بوکھلا گیا۔ عبدالرحمٰن کے دماغ سے نکل کر ان کے دماغ میں آیا۔ شادی کے گھر میں افراتفری پیدا ہو گئی تھی۔ بچے رونے لگے تھے۔ عورتیں چیخنے لگی تھیں ایسے میں پارس چیخ کر کہہ رہا تھا ''انہیں فوراً اسپتال لے چلو۔''

ہم نے خیال خوانی کے ذریعے اسے بتایا کہ سانسیں چل رہی ہیں، انہیں بچایا جا سکتا ہے۔ وہاں کتنے ہی ہاتھوں نے ان جڑواں بہنوں کو اٹھا لیا تھا اور انہیں کوٹھی کے باہر لے گئے تھے۔

پہلے تو عبدالرحمٰن کا دماغ دردان کی گرفت میں تھا وہ اس کی مرضی کے مطابق وہاں گولی چلانے کے لیے آیا تھا لیکن جب گولی بیٹیوں کو لگی اور دردان اس کے دماغ سے نکل کر ان جڑواں بہنوں کی طرف گیا تو اس کے ہوش اڑ گئے ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر پڑا کسی نے وہ ریوالور اٹھا لیا۔ ایک بزرگ نے اس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا ''عبدالرحمٰن! یہ تو نے کیا کیا؟ لعنت ہے تجھ پر تو نے اپنی بیٹیوں پر گولی چلائی ہے۔''

اس پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خلا میں تک رہا تھا۔ ان بیٹیوں کی ماں دہاڑیں مار مار کر رو رہی تھی، اپنا سینہ کوٹ رہی تھی، بال نوچ رہی تھی کچھ خواتین اس کے ساتھ رو رہی تھیں، کچھ اسے دلاسہ دے رہی تھیں اور امید دلا رہی تھیں کہ ان بچیوں کو کچھ نہیں ہو گا انہیں اسپتال لے گئے ہیں اللہ نے چاہا تو انہیں نئی زندگی ملے گی۔

اسپتال اس کوٹھی سے قریب ہی تھا فوراً ہی ان بہنوں کو ایمرجنسی وارڈ میں پہنچایا گیا ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے وہاں کے تمام ڈاکٹروں کے دماغوں پر قبضہ جما لیا وہ انہیں اٹینڈ کرنے لگے۔ ان بہنوں کی جڑی ہوئی پسلیوں میں گولی پیوست ہو گئی تھی۔ آپریشن کے ذریعے اس گولی کو نکالنا ضروری تھا لہٰذا انہیں فوراً ہی آپریشن تھیٹر میں پہنچا دیا گیا۔

چونکہ پارس کی شادی تھی اور عجیب و غریب شادی تھی کہ ایک دولھا دو دلہنوں سے نکاح پڑھوائے گا اور انہیں اپنے ساتھ لے جائے گا اس خوشی کے موقع پر اعلیٰ بی بی اور کبریا بھی خیال خوانی کے ذریعے پہنچے ہوئے تھے۔ دولھے کی ماں آمنہ فرہاد کو بھی آنا چاہیے تھا لیکن اس نے کہا تھا نکاح ہو جانے کے بعد وہ خیال خوانی کے ذریعے آ کر بیٹے کو اور بہوؤں کو مبارک باد دے گی۔

دراصل آمنہ نے ٹال دیا تھا۔ وہ پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ بیٹے کی شادی اور خانہ آبادی نہیں ہو سکے گی جمیلہ اور نبیلہ کی زندگی میں پیچیدگیاں ہیں اور یہ پیچیدگیاں ابھی نیا رخ اختیار کرنے والی ہیں۔

وہاں کے سرجری کرنے والے ڈاکٹر نے آپریشن تھیٹر سے باہر آ کر کہا ''ان بہنوں کے جسم سے گولی نکالی جا سکتی ہے لیکن آپریشن بہت ہی پیچیدہ ہو گا ان کے باپ کو یا سرپرست کو فوراً بلایا جائے۔''

عبدالرحمٰن اپنی بیوی کے ساتھ روتا پیٹتا وہاں آ گیا تھا۔ پارس اور خاندان کے کئی بزرگ وہاں موجود تھے۔ ڈاکٹر نے کہا ''ان میں سے ایک بہن کی دائیں پسلیاں اور بازو والا حصہ دوسری بہن کی بائیں پسلیاں اور بازو والے حصے سے جڑا ہوا ہے۔ گولی اسی جڑے ہوئے حصے میں جا کر پیوست ہو گئی ہے اسے نکالتے وقت جڑا ہوا حصہ کچھ کٹے گا۔ باقی کچھ حصہ رہ جائے گا اگر اس حصے کی بھی سرجری کی جائے تو دونوں بہنیں ایک دوسرے سے الگ ہو سکتی ہیں۔''

ڈاکٹر سب کی ہی توقع کے خلاف یہ بات کہہ رہا تھا۔ سب نے حیرانی سے اور سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

عبدالرحمٰن نے کہا ''جب یہ پیدا ہوئی تھیں تو ڈاکٹر نے کہا تھا کہ انہیں الگ نہیں کیا جا سکتا۔ آپریشن کے ذریعے الگ کیا جائے گا تو ان کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔''

ڈاکٹر نے کہا ''اس وقت وہ ننھی سی بچیاں تمہیں آپریشن کی تکلیف برداشت نہیں کرسکتی تھیں لیکن اب تو یہ بھرپور جوان ہیں۔ تندرست ہیں توانا ہیں۔ آپریشن کے بعد اپنی زندگی کے لیے فائٹ کرسکتی ہیں۔''

پارس نے پوچھا ''کیا انہیں علیحدہ کرنے والا آپریشن کامیاب رہے گا؟''

''میں ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے نفنٹی پرسنٹ کامیابی کی امید رکھتا ہوں باقی نفنٹی پرسنٹ کامیابی ان لڑکیوں کی ہمت اور حوصلے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ آپریشن چھوٹا ہوا یا بڑا دنیا کا کوئی ڈاکٹر کامیابی کی ضمانت نہیں دے سکتا اسی لیے پہلے ہی خارم پردوسر پرستوں کے دستخط کرالیے جاتے ہیں تاکہ ناکامی کی صورت میں ڈاکٹروں پر الزام نہ آئے۔''

ماں کا دل کمزور ہوتا ہے۔ وہ آپریشن سے انکار کررہی تھی۔ باپ نے اور دوسرے بزرگوں نے کہا ''اللہ کا نام لے کر آپریشن ہونے دیا جائے یہ دونوں اپنی پیدائش کے دن سے جڑی ہوئی ہیں اور بڑی مشکل سے زندگی گزار رہی ہیں۔ اگر علیحدہ ہونے کے بعد آزادی سے اپنی الگ الگ زندگی گزاریں گی تو ہمیں دعائیں دیں گی۔'' دوسرے بزرگ نے کہا ''اگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہوا تو پھر یہ ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہوجائیں گی۔ زندگی اور موت صرف اس مالک حقیقی کی مرضی سے ملتی ہے لہٰذا آپریشن کے نتیجے کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔''

سب ہی کی متفقہ رائے سے عبدالرحمٰن دستخط کرنا چاہتا تھا وردان نے کہا ''نہیں تم دستخط نہیں کرو گے۔ ان لڑکیوں کو ہمیشہ جڑواں رہنا چاہیے۔ میں نے بہت ہی رنگین اور سنگین تجربات حاصل کرنے کی تیاریاں کی ہیں۔ جب میں ان تجربات سے گزر جاؤں گا تو آپریشن کی اجازت دوں گا۔''

الپا اور اعلیٰ بی بی نے عبدالرحمٰن کے دماغ پر بڑی مضبوطی سے قبضہ جمالیا اس نے ان کی مرضی کے مطابق آپریشن کے اجازت نامے پر دستخط کردیے میں نے کبریا نے اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے وہاں کے ڈاکٹروں اور ان کے ماتحتوں کے دماغوں پر قبضہ جمالیا تاکہ وردان آپریشن کو ناکام بنانے کی کوئی شیطانی سازش نہ کرسکے۔

نومی عرف سونیا نے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا پھر کہا ''وردان وشوانا تھ کا فون نمبر میرے پاس ہے۔ تمہیں رابطہ کرکے اس سے اچھی طرح دارنگ دینی چاہیے۔''

میں نے کہا ''تم اس سے رابطہ کرو۔ میں تمہارے اندر رہوں گا۔ ہم دونوں اس سے باتیں کریں گے۔''

اس نے وردان سے رابطہ کیا پھر کہا ''تم نے اب سے تین گھنٹے پہلے مجھے فون کیا تھا اور پوچھا تھا کہ میری عمر کیا ہے۔ نیہا کی عمر اٹھارہ برس ہے تو کیا میں اس کی کم عمر سہیلی ہوں یا ان جڑواں بہنوں سے شادی کرنے والے علی اکبر کی بوڑھی ماں ہوں۔''

وہ بولا ''ہاں..... میں دھرم ویر کے سلسلے میں معلومات حاصل کرتا پھر رہا تھا۔ اب ہر بات میرے سامنے واضح ہوچکی ہے۔ میں تم سے تمہاری عمر نہیں پوچھوں گا۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں شیوانی کا کوئی پرابلم ہو یا رانکوف کا کوئی معاملہ ہو یا ان جڑواں بہنوں کی شادی خانہ آبادی کی بات ہو ہر جگہ فرہاد علی تیمور موجود ہے۔''

''یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو؟''

''اب سے پہلے میں غلط سوچتا رہا اور دھوکا کھاتا رہا کہ ان بہنوں کے دماغ عجوبہ ہیں۔ اسی لیے میری خیال خوانی کی لہروں کا اثر ان پر نہیں ہوتا ہے پھر علی اکبر ان کی زندگی میں آیا تو اس کا دماغ بھی عجوبہ تھا۔ میں اس وقت سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کے معاملات ہوں گے۔''

وہ ذرا توقف سے بولا ''آواز دن کی موت کے وقت فرہاد سے میری خیال خوانی کے ذریعے گفتگو ہوئی تب پہلی بار شبہ ہوا کہ دھرم ویر کے پیچھے فرہاد علی تیمور چھپا ہوا ہے پھر اس نے شیوانی کے معاملے میں مداخلت کی اور مجھ پر زبردست جان لیوا حملہ کیا تب میں نے سمجھ لیا تو ان جڑواں بہنوں کے دماغ عجوبہ ہیں نا ہی علی اکبر کا دماغ ناقابل فہم ہے فرہاد بڑی چالاکی سے مجھے دھوکا دے رہا ہے۔''

نومی نے کہا ''تم فرہاد سے دھوکا کھاتے رہے اس کے ہاتھوں مرتے مرتے بھی بچ گیا کیا اب بھی تمہیں عقل نہیں آرہی ہے؟''

عقل آگئی ہے اور یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے کہ اب میں فرہاد کا ہم کر مقابلہ کرسکتا ہوں کمال یہ نہیں ہے کہ اس نے بڑی چالاکی سے مجھ پر حملہ کیا تھا کمال تو یہ ہے کہ میں اس زبردست حملے سے بچ کر نکل گیا۔ تمہیں بچنے والے کی ذہانت اور حوصلے کی داد دینی چاہیے۔''

''تم نے چوہے اور بلی کا کھیل دیکھا ہوگا بلا چوہے کو پکڑنے کے بعد بھی چھوڑ دیتا ہے۔ اسے بھاگنے اور بچنے کا موقع دیتا ہے۔ جب وہ بھاگتا ہے اور بچنے والا ہوتا ہے تو پھر آکر دبوچ لیتا ہے۔ پھر اسے بھاگنے کا موقع دیتا ہے۔ چوہا سمجھتا ہے کہ وہ اپنی ذہانت سے اپنے مقدر سے بچ رہا ہے اور بلے کو دھوکا دیتا جارہا ہے۔ فرہاد بھی تمہارے ساتھ یہی کرے گا۔ تمہیں بچنے کا، چھوڑے گا پھر پکڑے گا پھر چھوڑے گا۔ آخر تھک ہار کر تم خود ہی اس سے بھاگ بھاگ کر ہلکان کردے گا۔ آخر تھک ہار کر تم خود ہی اس سے موت کی بھیک مانگو گے۔ زندگی سے اس قدر بیزار ہوجاؤ گے کہ شدت سے موت کی تمنا کرنے لگو گے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''میں اندازہ کررہا ہوں کہ تم کون ہوسکتی ہو؟ تم الپا ہو یا اعلیٰ بی بی ہو یا فرہاد سے تعلق رکھنے والی کوئی دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو؟ لیکن تم سے بار بار فون کے ذریعے رابطہ ہونے پر یقین ہوگیا کہ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو اور سونیا بھی ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ ابھی تم بڑی بے تکلفی سے فرہاد کا نام لے رہی ہو اس کے بارے میں کہہ رہی ہو تو یقین ہوگیا ہے کہ تم سونیا ہو۔''

میں نے اسے مخاطب کیا ''وردان! میں سونیا کے ذریعے بول رہا ہوں۔ جب تم سمجھ ہی رہے ہو کہ تمہارے ہر معاملے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود رہتے ہیں اور رکاوٹیں پیدا کرتے رہتے ہیں تو ایسے میں تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو سلامتی کا راستہ ہے کہ تم پیچھے ہٹ جاؤ ہمارے معاملے سے دور ہوجاؤ پھر بھی ہم کبھی تمہاری طرف رخ نہیں کریں گے دوسرا راستہ تمہیں موت کی طرف لے جائے گا۔ تم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو اور تمہارے مقابلے میں بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں موجود ہیں۔

''تم مجھے بچہ سمجھ کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد سے ڈرا رہے ہو۔ تمہارے یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر طرف موجود ہوں گے جیسے موت ہر طرف ہوتی ہے۔ اگر کار ڈرائیو کرتے ہوئے جاؤ تو حادثے سے دوچار ہوسکتے ہیں، مرسکتے ہیں، ہوائی جہاز سے سفر کرو تو نیچے گر کر موت آسکتی ہے۔ اگر بیڈ پر سوتے رہو تو اوپر سے پنکھا یا فانوس ہم پر گر سکتا ہے۔ ہم سوٹ اور ٹکائی پہنتے ہیں۔ وہ ٹکائی گلے کا پھندا بن سکتی ہے۔ موت تو کسی بہانے آسکتی ہے کسی وقت بھی آسکتی ہے کسی سمت سے بھی آسکتی ہے تو کیا مجھے موت سے ڈر کر ماں کی گود میں چھپ جانا چاہیے؟''

''اس کا مطلب ہے تم دشمنی سے باز نہیں آؤ گے؟''

''دشمنی میں نے شروع نہیں کی ہے۔ تم لوگوں کی طرف سے شروع ہوئی ہے۔ میں بہت پہلے سے ان جڑواں بہنوں کو حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن تم لوگوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے دماغوں پر قبضہ جمالیا میرے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے لگے پھر ایک علی اکبر کو ان کا عاشق اور ہونے والا دولھا بنا کر بھیج دیا۔''

پھر وہ ذرا چونک کر بولا ''ہاں..... یاد آیا وہ علی اکبر کوئی اور نہیں ہے۔ تمہارا بیٹا ہے جب یہ ثابت ہوچکا کہ تمہارے ساتھ بات کرنے والی یہ سونیا ہے تو اس سونیا نے اس علی اکبر کو بیٹا کہا ہے اور اس کی ہونے والی دلہنوں کو بہو کہہ چکی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہوا کہ وہ یا تو پارس ہے یا پورس ہے یا پھر کبریا ہے علی اکبر ایک فرضی نام ہے۔''

''بے شک، وہ ہمارا بیٹا ہے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے بیٹے اور بہوؤں کے راستے میں نہ آؤ۔ ہم سے دشمنی نہ کرو۔''

''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تم دشمنی کررہے ہو۔ میں جمیلہ اور نبیلہ کا پہلا عاشق ہوں ان کا پہلا طلب گار ہوں۔ میرا حق ان پر زیادہ ہے تمہارا بیٹا بعد میں آکر میرے راستے کی دیوار بن رہا ہے۔''

میں نے کہا ''تم وہاں اسپتال میں کہہ چکے ہو کہ ان جڑواں بہنوں کے ساتھ کوئی رنگین وسنگین تجربہ کرنا چاہتے ہو۔ تمہیں ایسا کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ ویسے یہ سب جانتے ہیں کہ تمہیں بے شرم کو شرم نہیں آتی لیکن اب وہ رنگین وسنگین تجربہ کیسے کرو گے جبکہ وہ جڑواں نہیں رہیں گی ابھی وہ دونوں آپریشن تھیٹر میں ہیں ایک آدھ گھنٹے بعد کوئی نتیجہ سامنے آئے گا۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا ''ہاں..... انہیں الگ کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں اور یہ اچھا نہیں ہورہا ہے۔ میں ابھی سے کہہ دوں کہ وہ زندہ نہیں رہ سکیں گی انہیں درمیان سے کاٹ کر الگ کیا جائے گا اور یہ سوچا جارہا ہے کہ وہ زندہ رہیں گی یہ سراسر حماقت ہے۔''

میں نے کہا ''تم بہت عالم فاضل ہو۔ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو لیکن ڈاکٹروں سے زیادہ تجربہ نہیں رکھتے ہو۔ ڈاکٹر کو نفنٹی پرسنٹ کامیابی کا یقین ہے پھر یہ کہ ہم آئے دن دیکھتے رہتے ہیں کسی زخمی کی ٹانگ کاٹ کر الگ کردی جاتی ہے۔ کسی کے دونوں ہاتھ الگ کردیے جاتے ہیں پھر بھی وہ زندہ رہتا ہے۔ بدن کے کچھ حصے کاٹ کر الگ کردینے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ مرجائے گا جس کے مقدر میں زندگی ہوتی ہے وہ بدن کے کئی حصوں سے محروم ہونے کے باوجود اپنی طبعی عمر تک زندہ رہتا ہے۔''

''بائی داوے میں بھی ان کی زندگی چاہتا ہوں۔ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ایک دوسرے سے الگ ہونے کے بعد ان کا ری ایکشن کیا ہوگا کیا وہ جسمانی طور پر الگ ہونے کے بعد ذہنی طور پر الگ ہوپائیں گی؟ ان کے یوں الگ ہوجانے سے مجھے ایک بہت بڑا فائدہ حاصل ہوگا۔''

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کیا فائدہ حاصل کرسکو گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "پہلے میں سوچتا تھا کہ وہ دونوں میرے قابو میں نہیں آرہی ہیں جولڑکی قابو میں نہیں آتی اسے اغوا کرلیا جاتا ہے لیکن وہ ایک نہیں تھی ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں انہیں اغوا کرانے میں بڑی دشواری پیش آتی۔" پھر وہ خوش ہوکر بولا "اگر آپریشن کامیاب ہوگا اور وہ دونوں الگ ہوجائیں گی تو انہیں الگ الگ اغوا کرنے میں بڑی آسانی ہوگی۔ ایک اور اہم بات سمجھ میں آرہی ہے کہ اب تمہارے بیٹے کی شادی ان دونوں بہنوں سے نہیں ہوسکے گی۔ اسے کسی ایک سے شادی کرنی ہوگی اور ایک کو چھوڑنا ہوگا اور میں دو شادیوں کا کوئی جھمیلا نہیں پالتا اس لیے انہیں اغوا کرکے دونوں سے فائدہ حاصل کرسکتا ہوں۔"

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے فون بند کردیا۔ میں نومی کے اندر موجود تھا وہ بولی "یہ سوچنا سراسر حماقت ہے کہ شیطان اپنی شیطانیت سے باز آکر فرشتہ بن جائے۔ اسے تمہارے ہاتھوں سے مرنے کا شوق پیدا ہوگیا ہے۔ اس لیے یہ دوستوں کی زبان نہیں سمجھے گا۔ صرف دشمنی کا سبق پڑھتا رہے گا۔"

"اس نے میرے مقابلے میں خود کو اچھی طرح ناپ تول لیا ہے۔ یہ بڑی حد تک کئی پہلوؤں سے طاقت ور ہے۔ ایک تو غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے پھر یہ کہ یہاں کے حکمرانوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہے۔ اس کے ذریعے ہمارے لیے طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کرسکتا ہے اور اس وقت میرے لیے تو رکاوٹیں پیدا کررہا ہے میں یہاں دھرم ویر کی حیثیت سے رہتا آیا تھا کسی شک وشبہ کے بغیر آرام سے اپنا کام کررہا تھا لیکن اس نے میرا آرام اور سکون وبرباد کردیا مجھے اس جگہ سے فرار ہوکر روپوش ہونے پر مجبور کردیا۔ آئندہ یہ پارس کے لیے مصیبت بن جائے گا۔"

"پارس کے لیے کیسے مصیبت بنے گا؟"

"اسے معلوم ہوچکا ہے کہ وہ علی اکبر نہیں ہے۔ ہمارا بیٹا ہے جس طرح اس نے میرے خلاف انکوائری شروع کرائی ہے اس طرح پارس کے خلاف بھی انکوائری شروع کرا چکا ہوگا مجھے ابھی پارس کے پاس جانا چاہیے۔"

نومی نے سونیا کی حیثیت سے کہا "بے شک تم جاؤ! اور یہ بھی دیکھو کہ آپریشن کا نتیجہ کیا ہوتا ہے پھر مجھے فون پر اطلاع دینا۔"

میں اس کے دماغ میں چلا گیا۔ میرے جاتے ہی وہ مسکرانے لگی۔ اسے اس بات کی خوشی تھی کہ میں اس پر کسی طرح کا شبہ نہیں کررہا ہوں۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی پارس کے اندر پہنچ گئی۔ اس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا کیونکہ میں وہاں پہلے سے موجود تھا اسے یہ بتا کر آیا تھا کہ پارس میرے پاس جارہا ہوں لہٰذا وہ بڑی آزادی سے اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔

اس وقت وہ اپنے بنگلے میں تھا میں نے پوچھا "بیٹے کہاں ہو؟"

وہ بولا "پاپا! مجھے تو وہاں اسپتال میں رہنا چاہیے تھا کیونکہ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ خطرہ ہے مجھے جتنی جلدی ہوسکے یہاں سے نکل جانا چاہیے اپنا موجودہ نام اور حلیہ تبدیل کرنا چاہیے۔"

"تم نے حالات کے مطابق صحیح فیصلہ کیا ہے۔ جتنی جلدی ہوسکے اپنا نام اور حلیہ بدل لو اور یہ گھر چھوڑ کر چلے جاؤ۔ وردان وشوانا تم تمہارے خلاف زبردست انکوائری کراسکتا ہے۔"

"پاپا! دیکھا جائے تو وہ ہمارے مقابلے میں ناکام ہونے کے باوجود کئی پہلوؤں سے کامیاب ہورہا ہے اور ہم ناکامیوں سے دوچار کررہا ہے۔"

میں اس کی باتیں سنجیدگی سے سننے لگا وہ کہہ رہا تھا "اب یہ راز کھلنے کو ہے کہ میں علی اکبر نہیں ہوں، ادھر میں بھی تبدیل ہورہا ہوں اس طرح اب اس کا رقیب بن کر جمیلہ اور نیلم کے سامنے نہیں جاسکوں گا۔ ادھر وہ دونوں مجھے تلاش کریں گی میرے لیے پریشان ہوتی رہیں گی۔ وہ کبھی انہیں حاصل نہیں کرنا چاہتا تھا اس مقصد کے لیے اس نے مجھے مارڈالنے کی کوشش کی اس میں کامیاب نہ ہوسکا لیکن مجھے ہمیشہ کے لیے ان لڑکیوں سے دور کردینے میں کامیاب ہوچکا ہے۔"

"موجودہ حالات کے مطابق تمہارا دور ہوجانا ہی مناسب ہے۔ یوں بھی اب وہ جڑواں نہیں رہیں گی۔ ان سے شادی کرنا ضروری نہیں ہے۔ آپریشن کی کامیابی کے بعد اگر وہ تمہیں تلاش کریں، تمہیں یاد کرتی رہیں گی تو تم نومی کے ذریعے انہیں یقین دلاتے رہو گے کہ وردان کی وجہ سے روپوش ہوگئے ہو۔ اگر ان کے قریب آؤ گے تو پھر وہ تمہیں کسی کے ذریعے گولی چلائے گا اور تمہیں ہلاک کردے جب تک وردان قابو میں نہیں آئے گا اس وقت تک تم ان کے سامنے نہیں آسکو گے۔"

"وہ دونوں مجھے دیوانگی کی حد تک چاہنے لگی ہیں۔ ان سے ہمدردی ہے صرف ہمدردی ہی نہیں محبت بھی ہے۔"

"بے شک وہ لڑکیاں ہمدردی اور محبت کے مستحق ہیں لیکن اب وہ مسئلہ بن جائیں گی۔"

اس نے پوچھا "وہ مسئلہ کیسے بنیں گی؟"

"آپریشن ہوجانے دو، ان کی زندگی اور سلامتی کے لیے دعائیں مانگتے رہو، وہ زندہ سلامت رہیں گی تو پتا چلے گا کہ وہ کس طرح تمہارے لیے پرابلم بن سکتی ہیں؟"

"اوہ پاپا! آپ مجھے الجھا رہے ہیں پلیز بتائیں آپ ان کے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں؟"

"میں کیوں بتاؤں کیا تمہارے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے؟ چلو پہلے اپنا حلیہ تبدیل کرو۔ یہاں سے نکل کر کوئی دوسرا ٹھکانا بناؤ پھر اس بات پر غور کرو کہ وہ تمہارے لیے مسئلہ کیسے بنیں گی میں جارہا ہوں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔"

یہ سنتے ہی نومی پارس کے دماغ سے نکل آئی۔ وہ سونیا کی جگہ لے کر ہمارا اعتماد حاصل کررہی تھی۔ ہم میں سے ایک ایک کے پاس پہنچ کر ہم سب کے بھید معلوم کررہی تھی۔

وہ کسی وقت بھی پارس سے فون پر بات کرکے معلوم کرسکتی تھی کہ اب اس کا نیا ٹھکانا کہاں ہے وہ اس کے نئے ٹھکانے پر وردان کو پہنچا سکتی تھی۔ انڈیا میرے پاس ملنے کے لیے آتی تو وردان کو میرا نیا ٹھکانا بھی بتادیتی۔ اسے میری شہ رگ تک پہنچادیتی لیکن وہ ابھی ایسی کوئی دشمنی نہیں کررہی تھی۔

وہ ہم سب کی پوری ہسٹری جانتی تھی اور یہ خوب سمجھتی تھی کہ ہم مشکل حالات میں بھی کس طرح بچ نکلتے ہیں۔ وہ جلد باز نہیں تھی بڑے آرام سے سونیا بن کر رہنے والی تھی۔ ہمارے اور اندر پہنچ کر ہمارا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا راز معلوم کرکے ہماری تمام کمزوریوں سے واقف ہوجانا چاہتی تھی۔

وہ کون تھی؟ کہاں سے آئی تھی اور سونیا بن کر کیوں ہمیں جھانسا دے رہی تھی؟ یہ آج نہیں تو کل یا کل کے بعد کسی نہ کسی دن معلوم ہونے ہی والا تھا۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی شانتا بائی کے پاس پہنچ گئی۔ وہ اپنے کمرے سے نکل کر بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی اعلیٰ بی بی کے بیڈروم کے پاس آئی دروازے پر دستک دیتے ہوئے بولی "بیٹی! کیا تم سو رہی ہو؟"

اندر سے آواز آئی "نومی! دروازہ کھلا ہے اندر آجائیں۔"

اس وقت وہ خیال خوانی میں مصروف تھی جو ڈاکٹر جمیلہ اور نیلم کا آپریشن کررہا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ہمارا ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود تھا۔ دوسرے ماتحتوں کے اندر پہنچ کر بالکل الرٹ تھے وردان وشوانا تھ کو وہاں کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر گڑبڑ کرنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔

اعلیٰ بی بی نے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہا "میرا دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔ میں جارہی ہوں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ شانتا بائی دروازہ کھول کر اندر آرہی تھی اس نے پوچھا "ممی! آپ تو سونے گئی تھیں؟ کیا نیند نہیں آرہی ہے؟"

وہ پریشان ہوکر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی "کیا خاک نیند آئے گی۔ میں اپنے بھیا دھرم ویر کے لیے بہت پریشان ہوں دشمن خواہ مخواہ ان کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ پتا نہیں وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں اور کس حال میں ہیں؟"

اعلیٰ بی بی اس کے پاس آکر ایک کرسی پر بیٹھ گئی پھر بولی "ممی! آپ نے بے انتہا دولت مند ہونے کے باوجود بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں بڑے حوصلے سے زندگی گزارتی آئی ہیں۔ اب پھر آپ کو حوصلہ کرنا ہے۔ اگر آپ کو کوئی ایسی بات معلوم ہو جو آپ کی توقع کے خلاف ہو تو کیا آپ کو دکھ پہنچے گا؟"

اس نے اعلیٰ بی بی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ مجھے بھلا خلاف توقع کیا بات معلوم ہوگی اور مجھے کیوں دکھ پہنچے گا؟"

"یونہی ایک بات کہہ رہی ہوں۔"

"یہ بات یونہی تو نہیں کہہ رہی ہو ضرور کوئی بات ہے مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ بولو کیا مجھے کوئی نقصان پہنچنے والی بات ہے؟"

"نہیں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ جب آپ کو نقصان پہنچ رہا تھا تب انکل دھرم ویر نے یہاں آکر آپ کے دشمنوں کو ایک ایک کرکے مات دی تھی۔ سب کو آپ کے پاس سے بھاگنے پر مجبور کیا تھا اور اب آپ کے خلاف کوئی سازش کرنے کی جرأت نہیں کررہا ہے۔"

"ہاں، میں اپنے بھیا کا جتنا بھی احسان مانوں کم ہے۔ انہوں نے میرے لیے سگے بھائی سے بھی بڑھ کر بہت کچھ کیا ہے۔"

"کیا آپ ان کے احسانات کا بدلہ کبھی اتار سکیں گی؟"

"نہیں بیٹی! ان کے اتنے احسانات ہیں کہ میں انہیں اپنی ساری دولت دے دوں تب بھی اس کا بدلہ نہیں چکا سکوں گی۔"

"آپ احسان کے بدلے ان پر ایک احسان کرسکتی ہیں؟"

اس نے بیٹی کو پھر سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر پوچھا "میں ان پر احسان کیسے کرسکتی ہوں؟"

وہ بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی ''اس طرح کہ اگر وہ الٹل دھرم دیر نہ ہوئے کوئی اور ہوئے تو آپ ان سے ناراض نہیں ہوں گی۔ ان کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم نہیں کریں گی۔''

''یہ تم کیسی باتیں کررہی ہو۔ بھلا میرے بھیا کوئی اور کیوں ہوں گے۔ میں اور تمہارے آنجہانی پاپا انہیں برسوں سے جانتے تھے ان پر اندھا اعتماد کرتے تھے۔''

''بے شک، لیکن آپ انہیں برسوں سے نہیں جانتی تھیں۔ ان سے صرف غائبانہ تعارف تھا۔ جب وہ مجھے لندن سے لے کر یہاں آئے تب آپ نے انہیں پہلی بار دیکھا تھا۔''

''ٹھیک ہے، میں انہیں برسوں سے نہیں جانتی ہوں لیکن انہوں نے ایک برس سے دشمنوں سے میری حفاظت کی ہے اور جس طرح میرے کاروبار کو سنبھالا ہے، ترقی دی ہے اس کے پیش نظر میں کہہ سکتی ہوں کہ یہ کوئی اور نہیں ہیں صرف میرے بھیا دھرم ویر ہیں۔''

''نہیں ممی! یہ وہ نہیں ہیں اٹیلی جنس والوں کا شبہ درست ہے وہ مسلمان ہیں ان کا نام فرہاد علی تیمور ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔''

شانتا بائی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ بے یقینی سے بیٹی کو دیکھنے لگی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ''آپ یقین نہیں کریں گی میں آپ کو یہ حقیقت بتانا نہیں چاہتی تھی لیکن یہ جانتی ہوں کہ اب وہ کبھی واپس نہیں آئیں گے کیونکہ یہاں ان کی جان کو خطرہ ہے۔''

''تم یہ باتیں کیسے جانتی ہو؟''

''میں آپ کو اچھی اور بہت کچھ بتاؤں گی۔ پہلے آپ میرے سوال کا جواب دیں کیا آپ اپنے بھیا دھرم ویر یعنی فرہاد علی تیمور سے نفرت کریں گے۔ ان کے بارے میں غلط رائے قائم کریں گی؟''

وہ بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلنے لگی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اپنی بیٹی کی بات کا یقین کرے یا نہ کرے لیکن اٹیلی جنس والوں کی انکوائری بھی یہی کہہ رہی تھی کہ بیٹی اس وقت سچ بول رہی ہے۔ وہ پریشان ہوکر بولی ''اے بھگوان! اگر وہ مسلمان ہیں تو ہمارے پاس ہندو بن کر کیوں رہتے تھے؟ کیا وہ اٹیلی جنس والے درست کہتے ہیں کہ وہ دیش دروہی ہیں اور ہمارے دیش کو نقصان پہنچانے کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں؟''

وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی ''ممی! آپ دل پر ہاتھ رکھ کر بولیں کیا وہ ایسے ہوسکتے ہیں؟ آپ نے دیکھا ہے ان کی ذات سے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچا تھا بلکہ وہ سب ہی کو فائدہ پہنچاتے رہتے تھے اور آپ کے لیے تو جان دینے کے لیے تیار رہتے تھے کیا آپ ان کے بارے میں غلط رائے قائم کریں گی؟''

شانتا بائی نے بے اختیار انکار میں سر ہلایا پھر کہا ''ہمیں میرے لیے دیوتا سمان ہیں دیوتا مہربان ہو یا نامہربان۔ ہم اسے پوجتے ہی رہتے ہیں۔ وہ مسلمان ہو یا کوئی بھی ہوں میں ان کا اپنا بھیا دھرم ویر سمجھ کر آخری سانس تک ان کی عزت رہوں گی۔''

''ان کے احسانات کا بدلہ یہی ہوگا کہ آپ ان کی عزت کرتی رہیں اور ان کے خلاف کوئی غلط رائے قائم نہ کریں۔''

شانتا بائی نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا ''یہ کہنے کا مطلب تو یہ ہے کہ تم بہت پہلے سے انہیں جانتی رہی ہو اور ان سے ان کی حقیقت چھپاتی رہی ہو؟''

اعلیٰ بی بی نے سر جھکا لیا، وہ بولی ''چپ کیوں ہو، جواب دو۔ تم اب تک اپنی ماں سے کیوں جھوٹ بولتی رہی ہو کیوں دھوکا دیتی رہی ہو؟''

وہ سر اٹھا کر بولی ''آپ کی بہتری کے لیے ہم نے ایسا کیا ہے۔ آپ کو کوئی بہت بڑا نقصان پہنچانا نہیں چاہتے تھے۔ آپ گمراہ ہوگئی تھیں تنہا زندگی گزار رہی تھیں اور آپ کی بیٹی نیہا بھی ہی سے دور دور رہا کرتی تھی لندن میں تعلیم حاصل کررہی تھی۔''

''تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے میری بیٹی نیہا کوئی اور تم نہیں ہو۔''

''پہلے میری پوری باتیں سن لیں، آپ کے ساتھ حالات ایسے پیش آرہے تھے کہ جب نیہا بارہ برس کی تھی تو آپ مالی بحران میں پھنس گئی تھیں جب وہ اٹھارہ برس کی ہوئی تو آپ نے اسے یعنی مجھے دیکھا یہ سچ ہے ناں؟''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔

اعلیٰ بی بی نے کہا ''لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ لندن میں آپ کی بیٹی بہت بیمار تھی۔ بیماریوں نے اس کی جان لے لی تھی۔''

شانتا بائی نے چیخ کر کہا ''یہ کیا بکواس کررہی ہو، تم ہو۔ میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہو اور کہہ رہی ہو کہ میری بیٹی رہنے کے بعد مرگئی ہے؟''

''پہلے میری پوری بات سن لیں۔ ان دنوں آپ صدمے سے ٹوٹی ہوئی تھیں۔ ایک تو پتی دیو بھگوان کو پیارے ہو تھے۔ دوسرے یہ کہ دشمن آپ کی جان لینا چاہتے تھے۔ اٹیلی طرف سے پریشان تھیں۔ ایسے میں یہ معلوم ہوتا کہ بیٹی سے سدھار گئی ہے تو آپ اس صدمے کی تاب نہ لاکر مرجاتیں یا بری طرح بیمار ہوجاتیں اور دشمنوں کو آپ

لینے اور آپ کی دولت و جائداد چھین لینے کا پورا پورا موقع مل جاتا اس لیے آپ سے آپ کی بیٹی کی موت کو چھپایا گیا۔''

وہ ہکا بکا سی ہوکر اسے تک رہی تھی۔ اس کی بات کا یقین نہیں ہورہا تھا۔ یقین نہ ہونے کے باوجود اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ وہ رونے کے انداز میں بولی ''بیٹی! تم ایسی فضول باتیں کیوں کررہی ہو۔ میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہو اور کہہ رہی ہو کہ مرچکی ہو؟''

''ممی! میں آپ کی بیٹی نہ ہوتے ہوئے بھی آپ کی بیٹی ہوں اور بیٹی رہوں گی۔ آپ نے بارہ برس کی عمر میں اپنی بیٹی کو دیکھا تھا پھر اٹھارہ سال کی عمر میں مجھے دیکھا۔ ان چھ برسوں میں لڑکی بچی سے جوان ہوجاتی ہے چہرہ بدل جاتا ہے جسامت بدل جاتی ہے۔ آپ نے لندن آکر میرے کاسکٹ میں پہنچ کر دیکھا تو یہی سمجھا کہ وہ نیہا کا کاسکٹ ہے اور وہاں میں برسوں سے رہتی آئی ہوں لہٰذا میں ہی نیہا ہوں پھر میرے پاپا نے آپ کو یقین دلایا تو آپ نے یقین کرلیا۔''

اس نے تعجب سے پوچھا ''تمہارے پاپا؟''

''جی ہاں، میں فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہوں۔''

وہ حیرانی سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر اعلیٰ بی بی کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک برس پہلے جب وہ سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی نیہا بن کر لندن سے یہاں آئی تو اس سے پہلے اس کی اپنی بیٹی نیہا مرچکی تھی اور اس کی جگہ اس لڑکی نے لے لی تھی۔

یہ ایسا زبردست صدمہ پہنچانے والی بات تھی کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونا چاہتی تھی۔ ایسے وقت نومی اس کے دماغ پر اثر انداز ہونے لگی۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کرنے لگی کہ اس کی بیٹی مری نہیں تھی بلکہ اسے مار ڈالا گیا تھا۔ بھیا دھرم ویر تو آستین کا سانپ نکلا اس نے اور اس کی اس بیٹی نے مل کر سازش کی میرے کاروبار پر قبضہ جمانے کے لیے میری بیٹی کو مار ڈالا اور اسے بیٹی بنا کر یہاں لے آیا ''آہ! میں بھی کیسی ہوں کہ اس دھرم پر اندھا اعتماد کرنے لگی تھی؟''

نومی نے اس کے اندر دوسری سوچ پیدا کی۔ وہ سوچنے لگی ''میں اندھا اعتماد نہیں کررہی تھی بلکہ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا تھا۔ مجھ پر جادو کیا تھا اس لیے تو میں نے اپنا تمام کاروبار اس کے حوالے کردیا تھا۔ اسے اپنے کاروبار میں اپنی دولت و جائداد میں سیاہ و سفید کا مالک بنادیا تھا۔ یہ دونوں باپ بیٹی اب تک مجھے لوٹتے رہے اور میں لٹتی رہی۔''

نومی کی مرضی کے مطابق اس کے دماغ میں یہی ایک بات گونجنے لگی کہ یہی میری بیٹی کی قاتل ہیں۔ انہوں نے میری معصوم بچی کو پتا نہیں کیسی بے دردی سے ہلاک کیا ہوگا اور خود یہاں آکر میری دولت پر عیش کررہے ہیں۔ اس نے بھائی بن کر میری بیٹی کو ہلاک کیا تھا اب میں اس کی بیٹی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔

اعلیٰ بی بی نے کہا ''ممی! ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ بیٹی کی موت کی خبر سنیں گی تو آپ کو صدمہ پہنچے گا۔ ایک دن تو سب ہی کو موت آتی ہے سب ہی کو اس دنیا سے جانا پڑتا ہے۔''

وہ آگے اور کچھ کہنا چاہتی تھی اس سے پہلے ہی شانتا بائی ایک دم سے پھٹ پڑی چیخ کر بولی ''یو شٹ اپ! ذلیل! کمینی! تو نے اور تیرے باپ نے میری دولت پر عیش کرنے کے لیے میری بیٹی کو مار ڈالا ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ ابھی تجھے قانون کے حوالے کروں گی تم باپ بیٹی کو پھانسی کی سزا ضرور دلاؤں گی۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹیلی فون کے پاس آئی پھر ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کرنا چاہتی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے تیزی سے آکر کریڈل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''یہ کیا کررہی ہیں آپ ہمیں غلط سمجھ رہی ہیں۔ میں ثابت کردوں گی کہ ہم نے اسے ہلاک نہیں کیا ہے بلکہ اسپتال میں اس کی موت واقع ہوئی تھی۔ میرے پاس اس اسپتال کے کاغذات اور اس کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ رکھا ہوا ہے۔ میں ابھی دکھا سکتی ہوں۔''

شانتا بائی نے نومی کی مرضی کے مطابق کہا ''میں دیکھنا چاہتی ہوں چلو ابھی مجھے دکھاؤ۔''

وہ اعلیٰ بی بی کے پیچھے تیزی سے چلتی ہوئی اس کے کمرے میں آئی۔ اعلیٰ بی بی الماری کے پاس جاکر اسے کھولنے لگی۔ اسی وقت شانتا بائی نے باہر آکر دروازے کو بند کردیا۔ اعلیٰ بی بی نے پلٹ کر دیکھا پھر دوڑتی ہوئی آکر دروازے کو جھٹکا دے کر کھولنے کی کوشش کرنے لگی کہنے لگی ''ممی! یہ آپ کیا کررہی ہیں پلیز آپ مجھ پر بھروسا کریں ہم سچ کو سچ ثابت کریں گے۔''

شانتا بائی نے کہا ''اور میں یہ ثابت کروں گی کہ تم فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہو میری بیٹی نیہا نہیں ہو تم باپ بیٹی مجھ سے فراڈ کرتے رہے ہو۔''

''پلیز ممی! آپ اس بات کو باہر تک نہ لے جائیں پہلے اسپتال کے وہ کاغذات تو دیکھیں اپنی بیٹی کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ دیکھ کر یقین ہوجائے گا کہ میں سچ بول رہی ہوں۔''

''میں فون کرکے ابھی اٹیلی جنس کے افسران کو بلا رہی ہوں۔ وہی تمہارے سچ اور جھوٹ کو سمجھیں گے۔''

اعلیٰ بی بی نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر شانتا بائی کے

اندر پہنچ گئی۔ اس نے پلٹ کر دروازے کو کھول دیا۔ اس نے فون کے پاس آ کر بیٹھنا چاہا تو اعلیٰ بی بی نے اسے بیٹھنے نہیں دیا۔ اسے ذرا دور لے گئی پھر اس نے محسوس کیا کہ شانتا بائی خیال خوانی کے زیر اثر نہیں آ رہی ہے پھر ٹیلی فون کے پاس جا رہی ہے۔ اس نے جانے سے روکا لیکن نہ روک سکی۔ نومی نے بڑی مضبوطی سے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔

وہ فوراً ہی میرے پاس آ کر بولی ''پاپا! آپ جلد ہی شانتا بائی کے اندر پہنچیں انہیں فون کرنے سے روکیں۔''

میں دوسرے ہی لمحے میں شانتا بائی کے اندر پہنچ گیا۔ اعلیٰ بی بی کہہ رہی تھی ''یہ میرے قابو میں نہیں آ رہی ہیں۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے کسی نے ان کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔''

شانتا بائی نمبر پنچ کر رہی تھی۔ میں نے اس کے ذہن کو بھٹکانا چاہا تاکہ پوری طرح نمبر پنچ نہ کر سکے لیکن محسوس کیا کہ اس کا دماغ پتھر کا بنا ہوا ہے اور وہ میری خیال خوانی کے زیر اثر نہیں آئے گی۔ وہ ریسیور کان سے لگا کر کچھ کہنا چاہتی تھی اس سے پہلے ہی اعلیٰ بی بی نے کریڈل پر ہاتھ رکھ دیا۔ رابطہ ہوتے ہی لائن کٹ گئی۔

میں نے ناگواری سے کہا ''وردان! تم یہ اچھا نہیں کر رہے ہو اس کے دماغ سے چلے جاؤ۔''

مجھے کوئی جواب نہیں ملا جواب ملتا بھی کیسے؟ وہاں وردان نہیں تھا اور نومی کچھ بولنا نہیں چاہتی تھی بولتی تو پکڑی جاتی یا آواز بدل کر بولتی تو یہ تجسس پیدا ہوتا کہ یہ نئی خیال خوانی کرنے والی کہاں سے پیدا ہو گئی ہے پھر میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس نئی کی تلاش شروع کر دیتے خاموش رہنے میں نومی کی بہتری تھی۔

میں نے کہا ''وردان! مجھ سے باتیں کرو یا پھر یہاں سے چلے جاؤ۔''

میں جواب کا انتظار کرنے لگا سوچنے لگا ''وردان خاموش کیوں ہے؟ بولتا کیوں نہیں ہے؟ آخر اس کی خاموشی میں کیا مصلحت چھپی ہوئی ہے؟''

شانتا بائی پھر نومی کی مرضی کے مطابق نمبر پنچ کرنے لگی۔ جب رابطہ ہونے لگا تو اعلیٰ بی بی نے پھر کریڈل پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ کہہ رہی تھی ''پاپا! یہ ہمیں نیہا کے قتل کے الزام میں گرفتار کرانا چاہتی ہے۔ اسٹیلی جنس والوں کو بلا کر میرے لیے مصیبت پیدا کرنے والی ہے۔ اب اسے کیسے روکا جا سکے گا؟''

میں نے اس کے دماغ میں آ کر کہا ''یہ میرے قابو میں نہیں آ رہی ہے وردان نے بڑی سختی سے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ اسے وردان کی خیال خوانی سے نجات دلانے کا بس ایک راستہ ہے اسے زخمی کر دو۔''

یہ سنتے ہی اعلیٰ بی بی نے ایک گھونسا شانتا بائی کے منہ پر رسید کیا۔ اس نے یاہا صاحب کے ادارے میں مارشل آرٹ کی تربیت حاصل کی تھی۔ ایک ہی گھونسا بے چاری شانتا بائی کے لیے کافی تھا۔ وہ چکرا کر صوفے پر گری تو پھر اٹھ نہ سکی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا ''اس کا دماغ اب کمزور ہو چکا ہے۔ میں اس پر قبضہ جماؤں گا تم فوراً اپنا ضروری سامان لے کر یہاں سے نکلو اور کہیں روپوش ہو جاؤ۔''

وہ وہاں سے دوڑتی ہوئی جانے لگی۔ میں نے شانتا بائی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ میں نے کہا ''وردان! اس کا دماغ کمزور ہو چکا ہے۔ تمہارا گرفت بھی کمزور ہو چکی ہوگی۔ تم ہمیں قانون کی گرفت میں لانے کے لیے ایسی حرکتیں کر رہے ہو میں تمہاری اس دشمنی کا خاطر خواہ جواب دوں گا۔''

جواب میں پھر خاموشی رہی یہ خاموشی مجھے تجسس میں مبتلا کر رہی تھی۔ یہ سوچ پیدا ہو رہی تھی کہ اگر وہ وردان ہے تو مجھ سے کیوں نہیں بول رہا ہے جبکہ اس سے پہلے بھی اچھی خاصی باتیں کر چکا ہے۔

شانتا بائی آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھنے لگی۔ اپنا سر پکڑ کر سوچنے لگی ''اتنے عرصے تک جو بیٹی بن کر میرے گھر میں رہی میرا نمک کھاتی رہی آج اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے۔''

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا اور یہ سوچ پیدا کی کہ نیہا بن کر اور دھرم ویر بن کر آنے والوں نے دھوکا نہیں دیا ہے۔ اسے بیٹی کی موت کے صدمے سے بچایا ہے۔ اتنے دنوں تک اسے بیٹی کا پیار دیتے رہے ہیں۔ اگر یہ بات نہ کھلتی تو اس کی آخری سانس تک وہ اسے اس طرح خوش رکھتے پیار دیتے رہتے۔ اس طرح اسے کوئی صدمہ نہ پہنچتا۔

میں اسے سمجھا رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ مخالفت میں کچھ نہیں بول رہی ہے اور نہ ہی وردان اس کے اندر منفی خیالات پیدا کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ وہاں سے جا چکا ہے۔

اعلیٰ بی بی ایک سفری بیگ میں اپنا ضروری سامان رکھ کر وہاں آ گئی پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر شانتا بائی سے بولی ''ممی! میں نے آپ پر ہاتھ اٹھایا لیکن میری یہ مجبوری تھی۔ اگر ایسا نہ کرتی تو آپ کے اندر آنے والا دشمن میرے لیے مصیبتیں پیدا کر دیتا ہو سکے تو مجھے معاف کر دیں میں جا رہی ہوں۔''

وہ بیگ اٹھا کر وہاں سے چلی گئی ''میں تھوڑی دیر تک شانتا بائی کے اندر موجود رہا۔ اسے سمجھاتا رہا۔ اب وہ سمجھنے والی نہیں تھی۔ اس کے دماغ میں یہ زہر بھر دیا گیا تھا کہ ہم باپ بیٹی نے اس کی بیٹی نیہا کو قتل کیا ہے۔''

میں نے اس کے دماغ سے واپس آ کر فون کے ذریعے وردان دشوانا تھ سے رابطہ کیا پھر کہا ''تم بہت کمینے ہو شانتا بائی کے دماغ پر قبضہ جما کر میری بیٹی کے لیے مصیبتیں پیدا کرنا چاہتے تھے۔''

وہ حیرانی سے بولا ''یہ کیا بکواس کر رہے ہو۔ میں یہاں پوجا پاٹ میں مصروف ہوں۔ میں نے پچھلے آدھے گھنٹے سے خیال خوانی نہیں کی ہے۔''

''جھوٹ مت بولو۔ ابھی تم وہاں موجود تھے۔ میں تمہیں مخاطب کر رہا تھا لیکن تم جواب نہیں دے رہے تھے۔ تم نے خاموشی اختیار کی تھی۔ آخر اس کی وجہ کیا تھی؟''

''اس کی وجہ تو تم ہی بتا سکتے ہو کہ میں خاموش کیوں تھا۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ اب تم میرے مقابلے میں آ کر ایب نارمل ہونے لگے ہو۔ کسی دن پاگل ہو جاؤ گے اور میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ دیکھو! ہماری دشمنی اپنی جگہ ہے لیکن پوجا پاٹ بہت اہم ہے۔ ابھی مجھے اپنے بھگوان کے چرنوں میں رہنے دو۔ ڈسٹرب نہ کرو۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ میں اپنے فون کو گھور کر دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا کہ اس کی آواز اور لہجے میں سچائی اور پختگی تھی اور یہ بات بھی سمجھ میں آنے والی تھی کہ وہ مجھ سے خوف زدہ نہیں ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے یا فون کے ذریعے ڈٹ کر مجھ سے باتیں کرتا ہے پھر بھلا شانتا بائی کے اندر کیوں خاموش رہتا۔ اگر وہ ہوتا تو ضرور فخر سے کہتا کہ میرے لیے اور میری بیٹی کے لیے مصیبتیں پیدا کر رہا ہے۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اگر وردان نہیں تھا تو پھر شانتا بائی کے اندر کون تھا اور جو بھی تھا وہ خاموش کیوں تھا؟

نومی شانتا بائی کے دماغ سے واپس آ گئی تھی اور سوچ رہی تھی ''واقعی فرہاد اور اس کی بیٹی بہت ہی ذہین اور حاضر دماغ ہیں۔ میں نے شانتا بائی کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ اعلیٰ بی بی کو قانون کی گرفت میں لا سکتی تھی۔ میں نے فرہاد کو بھی شانتا بائی کے دماغ میں آ کر اثر انداز ہونے نہیں دیا اسے بھی ناکام بناتی رہی اس کے باوجود اعلیٰ بی بی..... اپنی چالاکی دکھاتی رہی میں بیک وقت اس سے اور فرہاد سے نہیں نمٹ سکتی تھی۔ آخر اس لڑکی نے شانتا بائی کو گھونسا مار کر کمزور بنا دیا۔ اس کے بعد میں اس کے کمزور دماغ کو اپنی گرفت میں نہ رکھ سکی۔ بہرحال اتنا تو ہوا کہ میں نے شانتا بائی کے دماغ میں ان باپ بیٹی کے خلاف زہر بھر دیا ہے۔

اس نے فون کے ذریعے اعلیٰ بی بی سے رابطہ کیا۔ فون سے آواز سنائی دی ''آپ کے مطلوبہ نمبر سے فی الحال رابطہ نہیں ہو سکتا۔ آپ تھوڑی دیر بعد کوشش کریں۔''

اس سے اندازہ ہوا کہ اعلیٰ بی بی نے اپنا فون بند رکھا ہے۔ نومی نے مجھ سے رابطہ کیا میں نے اپنے فون پر اس کا نمبر پڑھتے ہی پوچھا ''ہیلو کیا بات ہے؟''

''میں نے ابھی اعلیٰ بی بی سے رابطہ کیا تھا۔ اس کا فون بند ہے۔ وہ خیریت سے تو ہے؟''

میں نے کہا ''خیریت ہی تو نہیں ہے۔ شانتا بائی اس کی دشمن بن گئی ہے۔ اس لیے وہ اس کا گھر چھوڑ کر کہیں جا رہی ہے۔ اپنا ٹھکانا بنانے کے بعد ہم سے رابطہ کرے گی۔''

نومی نے پوچھا ''شانتا بائی اچانک دشمن کیوں بن گئی؟''

''کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے شانتا بائی کے اندر آ کر اسے ہمارے خلاف بھڑکایا ہے۔''

''شانتا بائی کے اندر کون ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا تھا؟''

''یہی معلوم نہ ہو سکا مجھے شبہ تھا کہ وردان ایسا کر رہا ہے لیکن وہ اس وقت پوجا پاٹ میں مصروف ہے اور یقین دلا رہا ہے کہ پچھلے آدھے گھنٹے سے اس نے خیال خوانی نہیں کی ہے اور نہ ہی شانتا کے دماغ میں گیا تھا۔''

نومی نے کہا ''وہ مکار ہے جھوٹ بول رہا ہے۔ ذرا سوچو وہ رفتہ رفتہ تم سب کے قدم کیسے اکھاڑ رہا ہے۔ پہلے اس نے تمہیں شانتا بائی کے گھر سے اور کاروبار سے دور جانے پر مجبور کر دیا پھر اس نے ایسی چال چلی کہ پارس کا بھید کھلنے والا تھا۔ آئندہ وہ علی اکبر کی حیثیت سے ان بہنوں کے پاس نہیں جا سکتا تھا اسے بھی کہیں جا کر چھپنا پڑا پہلے تم روپوش ہوئے اس کے بعد پارس روپوش ہوا اور اب اعلیٰ بی بی کے قدم وہاں سے اکھڑ گئے ہیں۔ وہ بھی وہاں سے کہیں روپوش ہونے کے لیے جا رہی ہے۔ ذرا حساب تو کرو وردان کس طرح تم پر حاوی ہو رہا ہے؟''

واقعی یہ لمحات فکر انگیز تھے۔ وردان ایک ایک کر کے ہمارے قدم اکھاڑ رہا تھا۔ گھر سے بے گھر کر رہا تھا اور ہم دربدر ہو کر چھپتے پھر رہے تھے۔

میں اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ اس بار اعلیٰ بی بی کے قدم وردان نے نہیں اکھاڑے تھے۔ نومی نے وردان کی پچھلی انتقامی کارروائیوں کا حوالہ دے کر اعلیٰ بی بی کا حساب بھی وردان کے کھاتے میں ڈال دیا تھا اور میں قاتل ہو کر یہ سوچ رہا تھا کہ جب وہ ہم باپ بیٹے کے قدم اکھاڑ سکتا ہے تو پھر میری بیٹی کے ساتھ بھی اسی نے دشمنی کی ہے۔ خوامخواہ پوجا پاٹ کا بہانہ کر رہا تھا۔

نومی نے پوچھا ''خاموش کیوں ہو گئے؟ کیا سوچ رہے ہو؟''

میں نے خیالات سے چونک کر کہا ''وہ میں یہ سوچ رہا تھا، اس نے ہمارے خلاف جو بھی انتقامی کارروائی کی تو ڈنکے کی چوٹ پر اعتراف کیا کہ وہ ایسا کر رہا ہے لیکن اعلیٰ بی بی کے معاملے سے کیوں انکار کر رہا ہے؟''

''وہ دشمن جھوٹا اور مکار ہے۔ خوامخواہ بہانے کر رہا ہے اور تم اس پر یقین کر رہے ہو؟''

''یقین نہیں کر رہا ہوں لیکن یہ سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ میں شاتا بائی کے دماغ میں جا کر اسے مخاطب کر رہا تھا اور وہ جواب نہیں دے رہا تھا۔ جب وہ ہر بار اپنی طرف سے انتقامی کارروائی کا اعتراف کرتا آ رہا ہے تو اس بار ایک مجرم کی طرح کیوں خاموش تھا اور کیوں وہاں سے چپ چاپ چلا گیا تھا؟''

نومی نے کہا ''یہ اس کا اپنا طریقہ کار ہے وہ کسی مصلحت سے خاموش رہا ہوگا اور اگر ایسی بات نہیں ہے تو تم کیا سمجھتے ہو؟ کیا کوئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارا دشمن ہے اور وہ دشمن بالکل ویسی ہی کارروائی کر رہا ہے جیسی کہ وردان کرتا آ رہا ہے؟ کیا یہ بات عقل تسلیم کرتی ہے؟''

''میرا خیال ہے اس معاملے میں زیادہ الجھنا نہیں چاہیے۔ اگر وہاں کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا تو زیادہ عرصے تک چھپا نہیں رہے گا پھر کہیں نہ کہیں اپنی خیال خوانی کے ذریعے ظاہر ہوگا۔ اب سے پہلے کتنے ہی خیال خوانی کرنے والے پُراسرار بن کر چھپتے رہے لیکن حالات کے ایک جھٹکے نے انہیں بے نقاب کر دیا۔ ان کی پراسراریت دھری کی دھری رہ گئی۔''

پھر میں نے ایک ذرا توقف سے کہا ''اعلیٰ بی بی بھٹک رہی ہوگی۔ مجھے اس کے ساتھ رہ کر کہیں اس کا صحیح ٹھکانا بنانا ہے۔ اس لیے جا رہا ہوں۔ پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔''

میں اس سے رابطہ ختم کر کے اعلیٰ بی بی کے پاس چلا گیا۔ اس سے سونیا سمجھ کر بات کر رہا تھا۔ اس پر اندھا اعتماد کر رہا تھا۔ پتا نہیں یہ اندھا اعتماد کب تک قائم رہنے والا تھا؟

☆☆☆

عدنان اور تاشا کے سلسلے میں یہ بات شروع سے چلی آ رہی تھی کہ وہ دونوں ایک دن رشتہ ازدواج میں منسلک ہوں گے اور میاں بیوی کی حیثیت سے ایک کامیاب زندگی گزاریں گے۔ جبکہ عدنان پانچویں برس میں تھا اور تاشا چودہ برس کی ہو چکی تھی۔

یہ بات مضحکہ خیز تھی۔ دلہن اپنے دولہا سے دس برس بڑی تھی۔ دنیا میں شاید چند ایسے سرپھرے ہوں گے جو اپنے سے بڑی عمر کی عورتوں کو دلہن بناتے ہوں گے۔ ہمیں ایسی کوئی مجبوری نہیں تھی کہ ہم اپنے عدنان کو بڑی عمر کی لڑکی سے منسوب کرتے۔ ارنا کوف کو اپنے پراسرار علم کے ذریعے اس رشتے کے بارے میں معلوم ہوا تھا اور اس نے یہ بات دور تک پھیلا دی تھی۔ ہم ایک کان سے سنتے رہے تھے اور دوسرے سے اڑاتے رہے تھے۔ ایسی مضحکہ خیز باتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔

لیکن جناب تمریزی کے اس فیصلے نے چونکا دیا کہ تاشا بابا صاحب کے ادارے میں آ کر رہے گی اور انہوں نے اسے اپنے سائے میں بلا لیا تھا۔ ان کے اس رویے میں تاشا کے لیے جو شفقت تھی۔ اس سے ہم نے سمجھ لیا تھا کہ ارنا جو پیش گوئی کر چکی ہے وہ آئندہ کبھی پوری ہونے والی ہے۔

پہلے عدنان بابا صاحب کے ادارے میں آیا تھا۔ اس کے دوسرے دن ہی تاشا کو بھی بلا لیا گیا تھا۔ وہ دونوں وہاں باقاعدہ تعلیم و تربیت حاصل کر رہے تھے۔ ارنا کوف نے تاشا کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ عدنان جب بیس برس کا ہوگا تب اس کی شادی اس سے ہوگی۔ وہ اس کا ہونے والا دولہا ہے۔ تب سے تاشا کے دل و دماغ میں عدنان سمایا ہوا تھا۔

وہ اسے حاصل کرنے کے لیے منتروں کا جاپ کرتی رہی تھی لیکن بابا صاحب کے ادارے میں آنے کے بعد کالا جادو بھول گئی تھی۔ جناب تمریزی نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے پرین کو واش کیا تھا۔ اب وہ کالے علم سے نفرت کرنے لگی تھی۔

اس ادارے میں تعلیم دینے والے ایک عالم نے اسے سمجھایا تھا ''جو لوگ دل سے گناہوں سے اور شر پسندی سے توبہ کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دیتا ہے اور بندوں کا بھی فرض ہے کہ وہ راہِ راست پر آنے والوں کو گلے لگائیں اور انہیں صحیح راستے پر چلاتے رہیں۔''

عالم صاحب نے تاشا کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت کے لیے یہاں بھیجا ہے۔ تم راہِ راست پر آ سکتی ہو اس لیے تمہیں یہاں لایا گیا ہے لیکن تمہاری ماں اور تمہارا بھائی کبھی راہِ راست پر آنے والے نہیں تھے۔ وہ ضدی ہیں اپنے کالے عمل سے باز نہیں آئیں گے۔ اس لیے وہ شیطان کی پوجا کرنے والے شیطانی موت مریں گے تمہیں ان کے لیے صبر کر لینا چاہیے۔ آئندہ کبھی ان سے تمہاری ملاقات نہیں ہوگی۔''

تاشا کے دماغ سے سارے کالے علم کی غلاظتیں دھل گئی تھیں۔ وہ وہاں کے پاکیزہ دینی ماحول میں رچ بس گئی تھی پھر یہ بات اس کے دل کے مطابق تھی کہ عدنان وہیں تھا۔ اپنی دادی آمنہ فرہاد کے ساتھ رہتا تھا اور روز صبح و شام اس سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔

تاشا کی ٹیلی پیتھی والی صلاحیت بحال رکھی گئی تھی۔ وہ روز صبح و شام عدنان کے ساتھ اور دوسرے بچوں کے ساتھ یوگا کی مشقیں کیا کرتی تھی۔ عدنان ابھی بچہ تھا۔ عشق و محبت کے سلسلے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ تاشا بھی اس سے ایسی کوئی بات نہیں کرتی تھی۔ اس سے اتنی محبت کرتی تھی اور اس پر اتنی توجہ دیتی تھی کہ وہ بھی اس سے متاثر ہو گیا تھا اور اس کا دوست بن گیا تھا۔

جب بھی وہ تنہائی میں ملتے تھے تو وہ ایک دوسرے کی غیر معمولی صلاحیتوں کے بارے میں گفتگو کرتے تھے۔ تاشا خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں آتی تھی اور بتاتی تھی کہ وہ کیا سوچ رہا ہے اور کیا کرنا چاہتا ہے۔ اس نے ایک بار کہا ''دیکھو وہ سامنے گلاب کا پھول کھلا ہوا ہے۔ کیا تم وہ پھول مجھے لا کر دو گے؟''

عدنان نے کہا ''تم مجھ سے کہا کرتی ہو ہم دوست ہیں۔ ہر کام ایک ساتھ کریں گے تمہیں اس پھول کی ضرورت ہے تو ہم دونوں وہاں ایک ساتھ جائیں گے اور وہ پھول لے کر آئیں گے۔''

تاشا نے کہا ''نہیں میں اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت تم پر ظاہر کرنا چاہتی ہوں۔ تم انکار کرو گے اور پھول لے کر نہیں آؤ گے اور میں چیلنج کروں گی کہ تم ضرور لے کر آؤ گے۔''

عدنان نے کہا ''ٹھیک ہے۔ میں انکار کرتا ہوں وہ پھول نہیں لاؤں گا۔''

تاشا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ اٹھ کر بے اختیار اس پودے کی طرف گیا پھر وہاں سے ایک پھول توڑ کر لے آیا۔ تاشا نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی تو اس نے چونک کر اپنے آپ کو اور اس پھول کو دیکھا۔ تاشا نے ہنستے ہوئے پھول لے لیا پھر کہا ''دیکھو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے صرف تمہارے ہی نہیں کسی کے بھی دماغ پر قبضہ جما کر اپنا کام کرا سکتی ہوں۔''

وہ بولا ''پھر تو یہ علم بہت ہی زبردست ہے۔ میں بھی تمہاری طرح بڑا ہو جاؤں گا تو یہ علم سیکھوں گا۔''

''یہ تو تمہارا خاندانی علم ہے تمہیں ضرور سکھایا جائے گا ابھی تو یہ بتاؤ تمہارے اندر کون سی غیر معمولی صلاحیت ہے؟''

وہ معصومیت سے بولا ''میرے اندر تو کوئی بھی صلاحیت نہیں ہے۔ میں تو یہاں آ کر ابھی تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔''

تاشا نے کہا ''تمہارے اندر صلاحیتیں ہیں لیکن تم نہیں جانتے تمہیں اپنی گرینڈ ماما سے پوچھنا چاہیے۔''

اس نے رات کو کھانے کے وقت آمنہ سے پوچھا ''گرینڈ ماما.....! تاشا کہہ رہی تھی کہ میرے اندر غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟''

آمنہ نے کہا ''تمہارے اندر صلاحیتیں ہیں لیکن تم انہیں سمجھ نہیں پاتے ہو۔ کبھی تمہارا دماغ ایسا خالی ہو جاتا ہے کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر آ کر خیالات نہیں پڑھ سکتا۔ سارے خیالات ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ کسی کی سمجھ نہیں آتا کہ تم ان لمحات میں کیا سوچ رہے ہو اور کیا کر رہے ہو؟''

''میرے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے؟''

''یہاں کے ڈاکٹر اور ماہر نفسیات تمہاری اسٹڈی کر رہے ہیں اور اپنی اسٹڈیز کے مطابق تمہارا علاج کر رہے ہیں۔''

پھر وہ اسے پیار سے پچکارتی ہوئی بولی ''تمہیں اپنے بارے میں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جب تم سو جاتے ہو تو میں روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہاری خوابیدہ دماغی کیفیات کو سمجھتی رہتی ہوں اور اس کا روحانی علاج کرتی رہتی ہوں۔''

ہر رات جب وہ گہری نیند میں ہوتا تھا تو آمنہ اس کے اندر پہنچ جاتی تھی اور اس کی دماغی حالت کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔ اب تک یہ سمجھ میں آیا تھا کہ اس بچے پر قدرت مہربان ہے۔ جب بھی اسے کوئی خطرہ پیش آنے والا ہوتا ہے یا وہ خود نہیں چاہتا کہ کوئی اس کے قریب آئے تو اچانک ہی اس کے دماغ میں کئی سوچ کی لہریں گڈمڈ ہو جاتی ہیں پھر جو بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر آتا ہے تو اس کی سمجھ

میں نہیں آتا کہ اس کی سوچ کی مخصوص لہر کون سی ہے اور کسے پڑھنا چاہیے؟

ایسا پہلے بھی کئی بار ہو چکا تھا۔ دوست ہو یا دشمن اس کے اندر جا کر سوچ کی کسی ایک لہر کو پڑھنا چاہتے تو دوسری لہر اس سوچ پر غالب آجاتی تھی پھر دوسری کے بعد تیسری سوچ کی لہر آ کر اُلجھا دیتی تھی۔

آمنہ نے یہ معلوم کیا کہ ایسے وقت وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے ایک معما بن جاتا ہے لیکن خود کے لیے کوئی معما نہیں رہتا۔ اسے اپنے طور پر یہ پتا نہیں چلتا کہ دماغ کے اندر سوچ کی لہریں ایک دوسرے سے گڈمڈ ہوگئی ہیں۔ وہ ایسے وقت بھی نارمل رہ کر کسی ایک سوچ پر قائم رہتا تھا۔ اپنی آنکھوں کے سامنے جو کچھ دیکھتا تھا اسی کے متعلق سوچتا تھا اس کا دھیان اپنی تعلیم کی طرف یا کھیل کود کی طرف رہتا تھا۔ تو وہ اپنے طور پر نارمل رہتا تھا لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ ایب نارمل ہے۔ اس کی سوچ کی لہریں آپس میں گڈمڈ ہوگئی ہیں اور فی الحال اس کے دماغ سے کچھ معلوم نہیں کیا جا سکے گا۔

اب تک کتنے ہی خیال خوانی کرنے والے اس کے اندر آ چکے تھے اور ناکام ہو کر جا چکے تھے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اس کے دماغ میں جگہ مل جاتی تھی اور سوچ کی کوئی ایک لہر ہوتی تھی جسے ٹیلی پیتھی جاننے والے پڑھ لیتے تھے اور یہ معلوم کر لیتے تھے کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ اس بچے کو دوست اور دشمن کی پہچان نہیں تھی جو اسے اپنی انگلی پکڑاتا تھا وہ اس کے ساتھ چل پڑتا تھا لیکن آگے جا کر انگلی پکڑانے والے کی شامت ضرور آتی تھی۔

وہ دوستیوں سے بہت زیادہ پیار کرتا تھا۔ ان میں ایک اس کی دادی سونیا تھی۔ پچھلے دنوں وہ ایک طویل عرصے تک اپنی دادی کے ساتھ رہا تھا اور اس سے متاثر ہوتا رہا تھا۔ کبھی اسے پریشان کرتا رہا تھا اور کبھی اس کی پریشانیاں دور کرتا رہا تھا۔ سونیا کے بعد دوسری ہستی اس کی ماں شیوانی تھی۔ وہ اپنی ماں سے جذباتی طور پر وابستہ تھا۔ اسے یاد کرتا رہتا تھا لیکن اس کی سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ بار بار اس کی ماں کا چہرہ کیوں بدل جاتا ہے؟

وہ اسے چشم تصور میں دیکھتا تھا جب وہ دو برس کا تھا تو اسے شیوانی کا چہرہ دکھائی دیتا تھا۔ وہ اس کے خوابوں میں خیالوں میں آتی تھی۔ اسے تھپکتی تھی چومتی تھی اور کہتی تھی ”میں تمہاری ماں ہوں۔“

پھر وہ تین برس کا ہوا تو ماں کا چہرہ بدل گیا۔ اب اسے انا میریا کی صورت دکھائی دیتی تھی۔ وہ بچہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی ماں کالا علم جاننے والوں کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہے اور وہ اس کی آتما کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں پہنچاتے رہتے ہیں۔

وہ بابا صاحب کے ادارے میں آنے کے بعد دو چار دنوں کے لیے اپنی ماں کو بھول گیا تھا کیونکہ صبح شام کئی ڈاکٹر اور ماہر نفسیات اس کی اسٹڈی کرتے رہتے تھے۔ علاج کرتے رہتے تھے پھر اس کی دادی آمنہ فرہاد روحانی طور پر اس کا علاج کیا کرتی تھی۔

عدنان کو سمجھایا گیا تھا کہ وہ صرف اپنی تعلیم و تربیت پر دھیان دیتا رہے اور دوسرے رشتے داروں کو فی الحال بھول جائے۔ خاص طور پر اپنی ماں کے بارے میں کچھ نہ سوچے۔ اگر کبھی وہ اس کے خوابوں اور خیالوں میں آئے تو اسے نظر انداز کرنے کی کوشش کرے۔

لیکن عدنان کے لیے یہ ممکن نہیں تھا۔ اس نے اس بار اپنی ماں شیوانی کو دیکھا۔ اس کا چہرہ پھر بدل گیا تھا۔ اب اسے اکاگنی ہوتری دکھائی دیتی تھی اور کہتی تھی ”بیٹا.....! میں تمہاری ماں ہوں جب تک تم میری آغوش میں نہیں آؤ گے میرا چہرہ اور حالات اسی طرح بدلتے رہیں گے آجاؤ میری جان! اپنی ماں کے سینے سے لگ جاؤ ماں کے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچاؤ۔“

ارنا کوف کی خیال خوانی کی لہریں بابا صاحب کے مقدس ماحول سے گزر کر اپنی بیٹی تاشا تک نہیں پہنچ پاتی تھیں۔ اس لیے ماں بیٹی کا رابطہ ہمیشہ ختم ہوگیا تھا اور تاشا تقریباً اسے بھولتی جا رہی تھی۔ اسی طرح شیوانی کے ساتھ ٹیلی پیتھی کا علم ہوتا یا اس کے ساتھ کوئی کالا جادو جاننے والا ہوتا تو وہ بھی یہی کوشش کرتی کہ کسی طرح اپنے بیٹے سے رابطہ کرے اور اسے بھی ناکامی ہوتی۔ کالے جادو کا کوئی عمل بابا صاحب کے ادارے کی دہلیز تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ موجودہ حالات میں شیوانی اپنے بیٹے عدنان کو یاد کرتی تھی اور اس سے ملنے کے لیے تڑپتی تھی۔ کسی طرح اسے اس ادارے سے باہر نکالنے کی کوششوں میں مصروف تھی۔

وہ کسی بھی ذریعے سے اپنے بیٹے سے رابطہ نہیں کر پا رہی تھی حتیٰ کہ ٹیلی فون کے ذریعے بھی اس سے گفتگو نہیں کر سکتی تھی۔ اسے اس بات کی اجازت ہی نہیں مل سکتی تھی لیکن عدنان جذباتی طور پر اس سے وابستہ تھا۔ اسے اپنے خیالوں اور خوابوں میں دیکھتا رہتا تھا۔

اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ اس کی ماں

شیوانی بہت پریشان ہے۔ رو رہی ہے اور روتے روتے اس کے باپ پورس سے کہہ رہی ہے ”مجھے کسی طرح بچاؤ‘ میری عزت خاک میں ملنے والی ہے وہ دردان مجھے تباہ و برباد کر دے گا۔“

یہ وہ وقت تھا جب وردان نے شیوانی کو نیپال کے شہر کھٹمنڈو میں طلب کیا تھا۔ وہ اس کی معمولہ اور تابعدار تھی اور بہت مجبور ہو کر وہاں جا رہی تھی۔ بیٹے کے خواب میں آ کر رو رو کر کہہ رہی تھی ”میں تمہارے باپ کی امانت ہوں۔ کیا میری آبرو نہیں بچاؤ گے؟“

وہ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ فجر کی اذان ہو چکی تھی۔ آمنہ اپنے کمرے میں نماز پڑھ رہی تھی۔ وہ اپنے بیڈ سے اتر کر وہاں سے چلتا ہوا دادی جان کے کمرے میں آیا اور اس کے سامنے جا کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے بڑے پیار سے کہا ”بیٹے! سامنے سے ہٹو میں عبادت میں مصروف ہوں۔“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا ”نہیں ہٹوں گا۔ میری ماما رو رہی ہیں۔“

آمنہ نے اپنے پوتے کو چونک کر دیکھا پھر پوچھا ”کیا تم نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا ہے؟“

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ اس نے دائیں طرف اشارہ کیا ”آؤ یہاں بیٹھو۔“

وہ آ کر اس کی گود میں بیٹھ گیا۔ اس نے پیار سے پچکارتے ہوئے کہا ”بیٹے! یہ صرف دادی جان کی کتاب نہیں ہے۔ جائے نماز بھی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے یہاں کسی سے کوئی دنیاوی رشتہ نہیں ہوتا۔ میری جان! یہاں میرے پاس بیٹھو میں تمہاری ماں کے لیے دعائیں مانگتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور بہتر کرتا ہے۔“

وہ اس کی گود سے اتر کر جانماز کے قریب فرش پر بیٹھ گیا۔ آمنہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگنے لگی۔ وہ روحانیت کے کئی مراحل طے کرتی آئی تھی۔ اب عبادت کے دوران میں اس بات کی عادی ہوگئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہی اپنے آپ سے غافل ہو جاتی تھی۔ ساری دنیا کو بھول جاتی تھی پھر اسے یوں لگتا تھا جیسے وہ نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں ہے۔ بس جہاں بھی ہے وہاں نوری نور پھیلا ہوا ہے۔

اس نے دعائیں مانگنے کے بعد اپنی آنکھیں اسی طرح بند رکھیں۔ اس نورانی ماحول میں جناب تمر یزی کو یاد کیا تو وہ اسے دکھائی دینے لگے۔ اس نے کہا ”حضور! شیوانی کا کوئی وجود نہیں ہے۔ کوئی جسم نہیں ہے اس کی روح کالے عمل میں الجھی ہوئی ہے۔ میں اپنے پوتے کو کیسے سمجھاؤں کہ ہم اس کے

علم ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب
جسے ایک ماہر ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے
باتصویر
ہپناٹزم کی جدید تحقیقات
قیمت 60 روپے ڈاک خرچ 23 روپے
اردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں
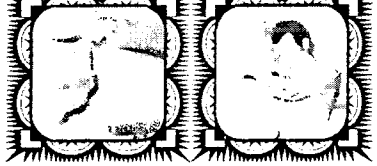

• ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
• جدید طریقے اور مشقیں
• ہپناٹزم کی مشقوں کیلئے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
• بے شمار سوالات کے جواب
• ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں
ارتکاز توجہ کیلئے سیاہ دائرہ
اور مشقوں کو سمجھنے کیلئے
حقیقی تصاویر

معاملات میں الجھنا نہیں چاہتے۔"

جناب تبریزی نے کہا "پوتے کو نہ سمجھاؤ خود سمجھو جب تک اس کی آتما خطرناک جادوگروں کے چنگل میں رہی وہ شرپسند رہی۔ ہمارے خلاف سوچتی رہی۔ اپنے بیٹے کو ہم سے چھیننے کی کوششیں کرتی رہی۔ اب ایسا نہیں ہے۔"

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا "اب اسے یقین ہوگیا ہے کہ کوئی بھی کالا عمل کرنے والا اس کی پشت پر نہیں ہے اور وہ کسی کے زیر اثر نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ اس کے دماغ سے شرپسندی ختم ہورہی ہے۔ وہ آئندہ ہم سے عداوت کرنا بھول جائے گی۔ بیٹے کو ہم سے چھیننا نہیں چاہے گی اور جب وہ شرپسندی سے باز آجائے گی تو ہم بیٹے کو اس سے ضرور ملنے دیں گے۔"

آمنہ نے کہا "شیوانی تو مرچکی ہے۔ اب جو کچھ بھی ہے وہ فریب نظر ہے۔ جسم کسی کا ہے اور روح شیوانی کی۔"

"ہاں ایسا ہونا تو نہیں چاہیے جسم کی موت کے بعد روح کو اپنے اصل مقام کی طرف واپس جانا چاہیے۔ اس دنیا میں بھٹکنا نہیں چاہیے۔ ہم اس کی روح کو بھی اس کالے عمل سے نجات دلائیں گے۔ فی الحال پوتے کو سمجھاؤ کہ اس کی ماں پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ وہ دشمن کی بدنیتی سے محفوظ رہے گی۔"

وہ ایسا کہتے کہتے اس نورانی دھند میں گم ہوگئے۔ انہیں معلوم ہوچکا تھا کہ میں شیوانی کی مدد کے لیے اس کے ساتھ کھنڈوہ جارہا ہوں اور پوری طرح اس کی حفاظت کرنے والا ہوں۔

آمنہ نے آنکھیں کھول دیں۔ اپنے پوتے کو مسکرا کر دیکھا پھر جائے نماز کا اگلا حصہ ایک ذرا موڑنے کے بعد پوتے کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھالیا۔ اسے چوم کر کہا "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے۔ اب تم اپنی ماں کو روتے ہوئے نہیں دیکھو گے وہ بالکل محفوظ ہے۔"

پھر وہ اس کی پیشانی کو چوم کر بولی "اب تم جاؤ میں عبادت میں مصروف رہوں گی۔"

اس نے انکار میں سر ہلایا جانے سے انکار کیا۔ وہ مسکرا کر بولی "تم تو میرے بہت اچھے بیٹے ہو۔ میری بات مانتے ہو۔"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر پوچھا "میری گرینڈ مما کہاں ہیں؟"

وہ آمنہ کو گرینڈ ماما اور سونیا کو گرینڈ مما کہتا تھا۔ آمنہ نے کہا "بیٹے! وہ پیرس گئی ہوئی ہے۔ کیا تم انہیں خواب میں نہیں دیکھتے ہو؟"

اس نے نہیں کے انداز میں سر ہلایا پھر کہا "جب میں سونے سے پہلے لائٹ آف کرتا ہوں تو میری گرینڈ مما ضرور مجھے دکھائی دیتی ہیں۔ مسکراتی ہیں۔ مجھ سے کچھ باتیں کرتی ہیں پھر چلی جاتی ہیں لیکن وہ کل میرے پاس نہیں آئیں۔"

"کوئی بات نہیں آج کسی وقت وہ تمہارے خیالوں میں آجائیں گی۔ تم انہیں چشم تصور میں دیکھ سکو گے۔ جاؤ اب ہاتھ منہ دھوؤ میں ابھی آکر تمہارے لیے ناشتا تیار کرتی ہوں۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔ جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے سونیا کو اور شیوانی کو بڑی شدت سے چاہتا تھا اس لیے ان دونوں کو کبھی خوابوں میں دیکھتا تھا لیکن پچھلی شام سے وہ سونیا کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ بھلا کیسے دیکھتا؟ جو سونیا پیرس والے کاپی میں تھی اور اغوا کیا جانے والی تھی۔ وہ اصل نہیں تھی۔ اصل کو کہاں گم کردیا گیا تھا۔ یہ ابھی اس پوتے کو بھی معلوم نہیں تھا۔

عدنان اس روز لکھنے پڑھنے میں مصروف رہا۔ یہ اطمینان ہوگیا کہ اس کی ماں شیوانی اب نہیں روئے گی اور اس پر مصیبت نہیں آئے گی۔ سونیا کے متعلق کہا گیا تھا کہ وہ آئندہ اسے خوابوں میں یا خیالوں میں ضرور دیکھے گا۔

وہ دن گزر گیا' دوسری رات بھی گزر گئی لیکن اس نے سونیا کو نہیں دیکھا۔ وہ صبح نماز کے وقت پھر اپنی دادی جان کے پاس آگیا۔ اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ آمنہ نے کہا "بیٹے! میں نے سمجھایا تھا سامنے نہیں آنا چاہیے۔ میں عبادت کررہی ہوں چلو ہٹ جاؤ۔"

اس نے انکار میں سر ہلایا پھر کہا "گرینڈ مما نہیں ہیں وہ کہاں گئی ہیں؟ میرے پاس کیوں نہیں آتی ہیں؟"

"پہلے سامنے سے ہٹو۔ یہاں میرے پاس آکر بیٹھو پھر میں بات کرتی ہوں۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا جانماز کے پاس آکر فرش پر بیٹھ گیا۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی "تمہاری مما پیرس کے کاپی میں ہے۔"

وہ اپنے سر پر سے دادی کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولا "نہیں ہیں..... وہ جہاں بھی ہوتی ہیں میرے پاس ضرور آتی ہیں پھر کیوں نہیں آرہی ہیں؟"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے پوتے کو دیکھا پھر بولی "اچھی بات ہے۔ یہاں خاموش بیٹھے رہو میں ابھی عبادت سے فارغ ہوکر تم سے باتیں کروں گی۔"

وہ خاموش سر جھکائے بیٹھا رہا اس نے فجر کی نماز ادا کی اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں پھر آنکھیں بند کرکے مراقبے میں پہنچ گئی۔ ساری دنیا سے اور اپنے آپ سے غافل ہوگئی۔ اس کی بند آنکھوں کے پیچھے نورانی دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس دھند میں جناب تبریزی دکھائی دیئے۔ انہوں نے کہا "تمہارا پوتا درست کہہ رہا ہے۔ سونیا پیرس کے اس کاپی میں ہے اور اغوا جانے والی ہے لیکن وہ سونیا نہیں ہے۔"

آمنہ نے پوچھا "حضور! وہ کہاں ہے؟"

"وہ جہاں بھی ہے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ ہمیں دنیاوی معاملات میں الجھنا نہیں چاہیے۔ اس دنیا میں جو بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے اور ہمیں اس کی مرضی میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ جب قدرت کی طرف سے اشارہ ملے گا کہ ہمیں سونیا کے لیے کچھ کرنا چاہیے تو انشاء اللہ ہم ضرور کچھ کریں گے۔"

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا "اپنے پوتے کو بھی سمجھاؤ۔ اس کی دادی اماں جہاں بھی ہے خیریت سے ہے اور جلد ہی واپس آئے گی۔"

وہ بولی "میں آپ کی ہدایت کے مطابق اسے سمجھاؤں گی۔"

انہوں نے کہا "تم نے اب تک دنیاداری سے دور رہ کر روحانیت کے کئی مراحل طے کیے ہیں لیکن اب پوتے کی محبت میں پھر دنیاداری کی طرف مائل ہورہی ہو۔ میں اسے یہاں کے ماحول میں رکھنا چاہتا تھا لیکن تم نے التجا کی کہ پوتے کو اپنے ساتھ رکھو گی تو میں نے اعتراض نہیں کیا۔ صرف اس لیے کہ تمہیں یہ بھی تجربہ ہوجائے۔ لہو کے رشتے محبت کے رشتے جب قریب ہوتے ہیں تو عبادت میں ضرور خلل پڑتا ہے۔ ہمیں جو روحانی قوتیں حاصل ہوتی ہیں اسے ہم اپنوں کی محبت میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح دنیاداری میں ملوث ہوجاتے ہیں پھر یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق یہ دنیا چل رہی ہے تو چلنا چاہیے اور ہمیں مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ سر جھکا کر بولی "میں آپ کی باتیں سمجھ رہی ہوں آئندہ دنیاداری کی طرف توجہ نہیں دوں گی۔ میرے پوتے کا جو بھی مسئلہ ہے وہ آپ پر چھوڑ دوں گی۔ آئندہ میری عبادت میں خلل پڑے گا تو آپ کی ہدایت کے مطابق عدنان کو ماحول میں بھیج دوں گی۔"

اس نے آنکھیں کھول کر عدنان کو دیکھا پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "تمہاری گرینڈ مما جہاں بھی ہیں

ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات
(باتصویر)
مصنف: اسلام حسین
ٹیلی پیتھی کے موضوع پر جدید ترین اور مکمل کتاب
نئے طریقے، نئی مشقیں، سوال و جواب
کتاب کے چند عنوانات
ٹیلی پیتھی ایک علم، ایک سائنس
ٹیلی پیتھی کا ماضی اور حال
ہفتے کے ساتوں دن کرنے والی مختلف مشقیں
ٹیلی پیتھی میں یوگا کا استعمال
غیر معمولی حس ادراک اور روحانی قوتیں
مستقبل کی پیش گوئی
قیمت -/450 روپے
ڈاک خرچ: -/23 روپے
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
آفس ایڈریس: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ فیز II کراچی

خیریت سے ہیں لیکن کچھ عرصے تک تم سے کوئی رابطہ نہیں کریں گی۔ تمہارے خوابوں میں یا خیالوں میں نہیں آئیں گی۔''

اس نے پوچھا ''کیوں نہیں آئیں گی؟''

''بیٹا.....! ان کی کچھ مجبوریاں ہیں تم ابھی بچے ہو سمجھتے نہیں ہو جب میں نے کہا ہے کہ وہ خیریت سے ہیں اور کبھی نہ کبھی تمہارے پاس آئیں گی تو تمہیں مطمئن ہو جانا چاہیے۔''

اس نے ناراضی سے منہ پھیر لیا۔ وہ بولی ''دادی کی جان! ناراض ہوتے ہو تو میرا دل تمہاری طرف کھنچنے لگتا ہے۔ تم میری عبادت کے دوران میں رکاوٹیں پیدا کرنے لگے ہو۔ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں یہاں کے قوانین یہاں کے اصول بہت سخت ہیں۔ اگر تم میری بات نہیں مانو گے خوامخواہ ضد کرتے رہو گے میری عبادت میں مداخلت کرتے رہو گے تو تمہیں یہاں سے ہاسٹل بھیج دیا جائے گا۔ تم میرے اچھے بیٹے ہو چلو اٹھو برش کرو منہ ہاتھ دھو میں ابھی آتی ہوں۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر جانے لگا۔ آمنہ بڑی محبت سے اسے دیکھتی رہی پھر اس نے چونک کر سوچا ''یہی تو دنیا داری ہے یہی محبتیں یہی خون کے رشتے اپنی طرف اس طرح کھینچتے ہیں کہ عبادت میں دل نہیں لگتا۔ بے شک عبادت کے ساتھ دنیا داری بھی لازمی ہے لیکن جو لوگ عبادت الٰہی میں دن رات مصروف رہتے ہیں اور روحانیت کے مراحل طے کرتے رہتے ہیں۔ انہیں دنیا داری سے ذرا کنارہ کشی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ جب قدرت کی طرف سے اشارہ ملتا ہے تب ہی وہ کسی دنیاوی معاملے میں ملوث ہوتے ہیں۔ ورنہ ان کا اوڑھنا بچھونا عبادت عبادت اور صرف عبادت الٰہی ہے۔''

عدنان اپنے بیڈ روم میں آیا پھر اپنے دانتوں کو برش کرنے کے لیے واش روم میں پہنچا۔ وہاں آئینے میں خود کو دیکھ کر رک گیا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ آئینے میں اپنی آنکھیں دیکھ کر خود کو دیکھتا رہ جاتا تھا۔

تاشا نے اس سے پوچھا تھا ''تمہارے اندر اور کون سی غیر معمولی صلاحیت ہے؟''

وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اسے جواب نہ دے سکا۔ اس وقت بھی آئینے کے سامنے یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس کی آنکھوں میں بلا کی کشش ہے۔ اس سے نظریں ملانے والے ایک ذرا دیر کے لیے ٹھٹک جایا کرتے تھے۔

وہ بچہ تھا۔ اس کی آنکھوں کی مقناطیسیت ابھی محدود تھی۔ جناب تبریزی اور آمنہ نے سمجھ لیا تھا کہ عمر کے ساتھ ساتھ ان کی آنکھوں کی مقناطیسیت بڑھتی جائے گی۔

اس ادارے کے معالج اور روحانی علوم جاننے وا
اس کی آنکھوں پر خاص توجہ دے رہے تھے۔ انہیں یقی
کہ وقت کے ساتھ ساتھ عدنان کی شخصیت میں بلا کی
کشش پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

ایسے وقت انا بیلا اور کبریا کا ذکر بہت ضروری ہے
جنونی کرشل سونیا بن کر ہمارے درمیان گھس آئی تھی
چل کر کبریا کے لیے سب سے زیادہ مصیبت بن سکتی تھی

وہ انا بیلا کے ساتھ اسرائیل کے شہر تل ابیب پہنچ گ
انہوں نے ایک چھوٹا سا بنگلا کرائے پر حاصل کیا تھا۔
اس چھوٹے سے بنگلے میں رہ کر پورے اسرائیل پر حک
کرنے والی تھی۔ اس سلسلے میں اس کی پلاننگ کیا تھی
ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

یاددہانی کے طور پر مختصراً یہ بتا دوں کہ انا بیلا نے اپنی
ڈمی تیار کی تھی۔ اس ڈمی لڑکی کا نام اونا فیبرے تھا
فیبرے حسین بھی تھی اور ذہین بھی تھی۔ اپنی سوتیلی ما
نجات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ انا بیلا نے اس پر تنو
کر کے اسے مکمل طور پر ٹیلی پیتھی جاننے والی انا بیلا بنا دیا

اس نے اپنے عمل کے ذریعے اپنی پچھلی زندگی کی
ہسٹری اور تمام اہم واقعات اس کے ذہن پر نقش کر
تھے۔ وہ تنویمی عمل کے ذریعے بہت کچھ کر سکتی تھی لیکن
ٹیلی پیتھی نہیں سکھا سکتی تھی۔ اس کے لیے اس نے اس کے
یہ خیال نقش کیا تھا کہ وہ دن رات خیال خوانی نہیں کیا کر
گی۔ جب ضروری سمجھا کرے گی تو خیال خوانی کے ذ
اپنے معاملات سے نمٹ لیا کرے گی۔

اس نے اونا فیبرے کے دماغ کو مخصوص آواز او
دلہجے کے ذریعے لاک کر دیا تھا۔ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی
والا اس کے اندر نہیں آ سکتا تھا۔ صرف انا بیلا ہی جا سکتی
ویسے یہ انا بیلا کی خوش فہمی تھی کہ اسرائیل پر حکومت کر
سلسلے میں اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوتی جا رہی ہے

وہ اس حقیقت سے بے خبر تھی کہ کبریا نے تنویمی
ذریعے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے۔ اس طر
اس کے دماغ میں گھس کر اس کے تمام اندرونی راز دا
رہتا تھا۔ یہ بھی جانتا تھا کہ اس نے کس مخصوص آواز او
لہجے کے ذریعے اونا فیبرے کے دماغ کو لاک کیا ہے؟
آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اونا کے اندر بھی جا
گویا اس نے صرف انا بیلا کو ہی نہیں اونا فیبرے کو بھ
معمولہ اور تابعدار بنا رکھا تھا۔

انا بیلا کے منصوبے کے مطابق اونا فیبرے نے ش
دیوتا

دن ٹیلی پیتھی جاننے والی انا بیلا کی حیثیت سے تل ابیب پہنچنے والی تھی' اسرائیلی اکابرین کو اس کی آمد کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ انہوں نے الپا کے محل میں اس کی رہائش کا انتظام کیا تھا۔ وہاں اس کے لیے سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے۔ جگہ جگہ جدید الیکٹرانک آلات نصب کیے گئے تھے۔ اگر ایک چیونٹی بھی رینگتی ہوئی اس محل میں داخل ہوتی تو فوراً ہی انا بیلا کو خبر ہو جاتی۔ اس کے علاوہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہاں کے تمام سیکیورٹی افسران اور گارڈز کے دماغوں میں پہنچ چکی تھی۔

اس کی پلاننگ کے مطابق اونافیہر ے وہاں انا بیلا بن کر محل میں رہنے والی تھی اور اصل انا بیلا اس چھوٹے سے بنگلے میں کبریا کے ساتھ رہائش اختیار کر چکی تھی۔ اس طرح وہ بالکل محفوظ تھی کبھی اسرائیلی اکابرین کی سازش سے یا ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کی سازشوں کے ذریعے اونافیہر ے پر حملہ ہوتا اور وہ خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتے کہ انہوں نے انا بیلا کو مار ڈالا ہے تو وہ اپنی موت کا جشن مناتے ہوئے۔ انہیں دیکھتی رہتی بعد میں ان کے خلاف انتقامی کارروائی کرتی۔

بہر حال اس کی پلاننگ بڑی زبردست تھی۔ اس سے پہلے بھی اس نے کتنی ہی زبردست پلاننگ کی تھی۔ اپنے مخالفین میں سے ولاڈی میر' ارنا کوف اور آوازون کو شکست دیتی آئی تھی۔ حتیٰ کہ سونیا جیسی مکار عورت کو بھی دھوکا دیتی رہی تھی لیکن سونیا نے جلد ہی اس کی مکاری کو سمجھ لیا تھا۔ اس کے بعد ہی اس نے اپنے بیٹے کبریا کو اس کے پیچھے لگا دیا تھا اور کہا تھا کہ اسے اسرائیل جانے دو اور وہاں اسے حکومت کرنے دو لیکن اس کے دماغ پر حکومت کرتے رہو گے اور اس کے ذریعے ہم اسے کٹھ پتلی کا ناچ نچاتے رہیں گے۔

اب یہی ہو رہا تھا کبریا اس کے دماغ کے ذریعے دارالسلطنت پر قبضہ جمائے بیٹھا تھا۔ وہ اسرائیل کے دارالسلطنت پر پہنچی ہوئی تھی۔ اس کی حکمرانی کا آغاز ہونے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی کبریا اس پر حکومت کرنے لگا تھا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ انا بیلا اسرائیل میں بالکل ہی محفوظ رہے اور سکون سے زندگی گزارے اس نے اپنی بہن اعلیٰ بی بی سے کہا ''تم ممابن کر اس سے رابطہ کرو۔ اسے یہ تاثر دو کہ تم اس کی پلاننگ سے اور تمام موجودہ حالات سے اچھی طرح واقف ہو۔ آئندہ بھی وہ جو کچھ یہاں کرتی رہے گی۔ مما کو اس کی ایک ایک بات کی خبر ہوتی رہے گی۔''

اعلیٰ بی بی نے اپنی مما یعنی سونیا بن کر اس سے رابطہ کیا تھا اور اس سے یہی بات کی تھی۔ اسے اس فکر میں مبتلا کر دیا تھا کہ سونیا اسے اسرائیل پر حکومت کرنے کا موقع تو دیتی رہے گی لیکن وہ حکومت کی کرسی پھولوں کی نہیں ہوگی۔ کانٹوں کی ہوگی وہ کانٹوں پر بیٹھ کر وہاں حکمرانی کرتی رہے گی۔

اعلیٰ بی بی نے سونیا بن کر اس کے دماغ میں ایسا دھماکا کیا تھا کہ اس کی نیند اڑ گئی تھی۔ بھوک مر گئی تھی۔ وہ پریشان ہو کر کبریا سے بولی ''یہ سونیا کو کیسے پتا چل گیا کہ میں یہاں تل ابیب پہنچ گئی ہوں؟''

کبریا نے کہا ''جیسے تمہیں خیال خوانی کے ذریعے بہت کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سونیا نے بھی معلوم کیا ہوگا۔''

''یہی تو بات ہے کہ سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے پھر وہ کس طرح میرے پاس آ کر چیلنج کر رہی تھی۔''

''اس کی معلومات کے ذرائع کچھ بھی ہوں لیکن یہ تو طے ہے کہ اسے تمہاری تمام پلاننگ کا اور تمام حالات کا علم ہے۔ تم یہاں کے اکابرین سے اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چھپ رہی ہو لیکن سونیا کو ڈاج دینے میں ناکام ہو رہی ہو۔''

وہ شدید بے چینی اور پریشانی میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اپنے بالوں کو دونوں مٹھیوں میں بھینچ کر بڑبڑا رہی تھی ''یہ سونیا کیا بلا ہے پیچھے پڑتی ہے تو قبر میں پہنچا کر دم لیتی ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے مرتے دم تک میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ میں کیا کروں؟ کہاں جا کر چھپ جاؤں؟''

کبریا نے کہا ''اپنے بالوں کو نوچنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرو اور یہ سوچ لو کہ فی الحال تمہیں سونیا کو برداشت کرنا ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ پلاننگ کرو کہ کس طرح اس سے نمٹنا ہے اور کس طرح بچنا ہے کہ وہ کبھی تمہارے سائے تک بھی نہ پہنچ سکے۔''

وہ کبریا کا ہاتھ تھام کر بولی ''تم بہت اچھے ہو مجھ جیسی ڈوبنے والی کو اپنی باتوں سے سہارا دے رہے ہو۔''

وہ بولا ''میں تو صرف تمہاری طرح باتیں ہی کر سکتا ہوں۔ اگر تمہاری طرح ٹیلی پیتھی جانتا تو اس موجودہ مسئلے کا حل ضرور تلاش کرتا تمہیں سونیا سے کہیں دور لے جا کر چھپا دیتا۔''

''وہ بری طرح میرے اعصاب پر سوار ہو گئی ہے۔ میرا سر دکھ رہا ہے۔''

''تم تھوڑی دیر کے لیے لیٹ جاؤ۔ آنکھیں بند کر کے سو جاؤ تمہیں تھوڑا بہت سکون حاصل ہوگا۔''

وہ بولتے بولتے اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بیڈ پر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کرتے ہوئے بولی ''مجھے نیند آ جائے تو اچھا ہے۔''

کبریا نے اس کی خواہش پوری کر دی۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ اسرائیلی اکابرین اس کے استقبال کی تیاریاں کر رہے تھے۔ وہ ایک دن بعد آنے والی تھی۔ ابھی سے ہر طرح کے حفاظتی انتظامات کو چیک کیا جا رہا تھا تاکہ انا بیلا کوئی شکایت نہ کر سکے اور پوری طرح مطمئن رہے۔

انا بیلا زیادہ دیر تک نہ سو سکی۔ سونیا اس کے حواس پر اس طرح چھا گئی تھی کہ اس نے خواب میں بھی اسے دیکھا تو چونک کر اٹھ بیٹھی۔ کبریا نے پوچھا ''کیا ہوا؟''

وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے بولی ''میں نے سونیا کو دیکھا ہے۔ اس سے پہلے میں نے اونافیہر ے کو دیکھا۔ وہ تل ابیب پہنچ گئی تھی جہاز سے اتر رہی تھی لیکن جب میں نے قریب سے دیکھا تو وہ اونافیہر ے نہیں تھی بلکہ سونیا تھی۔''

وہ دونوں بانہیں کبریا کی گردن میں حمائل کرتے ہوئے اس سے لپٹتے ہوئے بولی ''مجھے ڈر لگ رہا ہے سونیا اونافیہر ے کی جگہ یہاں آنے والی ہے۔ اگر یہ خواب سچ ہوگا تو میں یہاں اس کی کنیز بن کر رہ جاؤں گی۔ وہ مجھے بلیک میل کرتی رہے گی۔''

کبریا نے اسے تھپکتے ہوئے کہا ''تم ناحق پریشان ہو رہی ہو۔ اگر سونیا تمہیں ٹریپ کرنے کے لیے اونافیہر ے کی جگہ آئے گی تو سمجھو کہ تمہارا کام بن گیا۔''

انا بیلا نے الگ ہو کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ سر ہلا کر بولا ''ہاں ذرا غور کرو سونیا اگر اونافیہر ے کے بہروپ میں آئے گی تو تم خیال خوانی کے ذریعے اسرائیلی اکابرین کو خطرے سے آگاہ کر دو گی اور بتاؤ گی کہ وہ آنے والی انا بیلا نہیں ہے کوئی فراڈ عورت ہے اس کا میک اپ دھویا جائے اس کی حقیقت معلوم کی جائے۔''

وہ قائل ہو کر بولی ''ہاں اس طرح تو وہ یہاں پہنچتے ہی قانون کی گرفت میں آ جائے گی۔ اس کا بھید کھلے گا تو اسرائیلی اکابرین اسے قیدی بنا لیں گے۔''

''تم اسے قیدی بنانے کا موقع ہی نہیں دو گی کسی آلہ کار کے ذریعے اسے گولی مار دو گی۔ خس کم جہاں پاک ہمیشہ کے لیے سونیا سے تمہارا پیچھا چھوٹ جائے گا۔''

وہ خوش ہو کر کبریا سے لپٹ گئی۔ بہت دیر تک اس سے پیار کرتی رہی اور اسے پیار دیتی رہی پھر چونک کر پیچھے ہٹ گئی۔ کبریا نے پوچھا ''اب کیا ہوا؟''

وہ بولی ''یہ تو محض خواب کی باتیں ہیں۔ اگر خواب کی یہ تعبیر نہ ہوئی اور سونیا اونا کی جگہ نہ آئی تو کیا ہوگا؟ مسئلہ تو اپنی جگہ رہے گا وہ میرے حواس پر مسلط رہے گی۔ یہاں مجھے اپنی مرضی سے حکومت نہیں کرنے دے گی اپنی کنیز بنا کر رکھے گی۔''

''تم پھر ٹینشن میں مبتلا ہو رہی ہو۔ ذرا صبر کرو اور ٹھنڈے دماغ سے حالات پر غور کرو۔ کسی طرح اس سے نجات پانے کی تدبیریں کرو۔ میں بھی سوچتا ہوں تم بھی سوچتی رہو کوئی نہ کوئی اس سے بچنے کا راستہ نکل آئے گا۔''

وہ بیڈ سے اترتے ہوئے بولی ''کوئی راستہ نہیں ہے میرے بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ میں کالے علم کے ذریعے اپنے چاروں طرف حصار باندھ لوں۔ تاکہ وہ کبھی میرے قریب نہ آ سکے اپنے بچاؤ کے بعد میں دوسرا کالا عمل کروں گی اور اس پر جان لیوا حملے کروں گی۔ اس کی موت آ گئی ہے میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔''

کبریا نے کہا ''یہ کیا حماقت کرنے جا رہی ہو جبکہ یہ جانتی ہو فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کالا جادو جاننے والوں کو زندہ نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ ایک ایک کر کے سب کو ہلاک کرتے جا رہے ہیں۔''

انا بیلا نے چونک کر پوچھا ''یہ بات تم کیسے جانتے ہو؟''

کبریا نے کہا ''تم نے ہی مجھے بتایا تھا اور بتا کر بھول رہی ہو۔''

حالانکہ اس نے یہ نہیں بتایا تھا لیکن کبریا کی زبان سے بے اختیار یہ باتیں نکل گئی تھیں۔ وہ فوراً ہی اس کے دماغ میں آ کر اس کی سوچ میں کہنے لگا ''ہاں' میں نے اسے بتایا ہوگا آج کل بہت پریشان رہتی ہوں۔ ذہنی الجھنوں کے باعث بہت سی باتیں یاد نہیں رہتیں۔''

وہ کبریا کی مرضی کے مطابق قائل ہو کر بولی ''ہاں میں نے تمہیں بتایا تھا کہ فرہاد علی تیمور نے تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ جیسے خطرناک جادوگر کو حرام موت مارا ہے اس کے شاگرد چنڈال جوگیا کو بھی مار ڈالا ہے پھر پارس اور الپا نے ولاڈی میر کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کا یہ چیلنج ہے کہ وہ کسی کالا جادو جاننے والے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

کبریا نے کہا ''جب تم یہ جانتی ہو تو کیوں خوامخواہ انہیں چیلنج کر رہی ہو۔ ادھر تم کالا جادو شروع کرو گی ادھر شاید انہیں خبر ہو جائے گی۔ ابھی صرف سونیا تمہارے پیچھے ہے اس کے بعد فرہاد علی تیمور کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔''

اس نے ناگواری سے کہا ''انہوں نے تمام کالا جادو جاننے والوں کو مار ڈالنے کا ٹھیکا نہیں لے لیا ہے۔ ان کے چیلنج

کرنے سے کیا ہم کالا عمل کرنے والے مرجائیں گے؟ ہرگز نہیں.....''

کبریا نے کہا ''کالا عمل کرنے سے پہلے تمہیں یہ معلومات حاصل کرنی چاہئیں کہ اب فرہاد کے کتنے کالا جادو جاننے والے دشمن اس دنیا میں رہ گئے ہیں۔ جنہیں وہ مار ڈالنا چاہتا ہے۔''

انا بیلا نے کہا ''ان کے بعد ارنا کوف اور آواز دن رہ گئے ہیں۔ تیسری میں ہوں مجھے شاید اس لیے ڈھیل دی گئی ہے کہ میں ایک عرصے سے کالا عمل نہیں کررہی ہوں اور سونیا میرے ذریعے اسرائیل پر حکومت کرنا چاہتی ہے۔ اسی وجہ سے میں محفوظ ہوں مجھ پر فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے حملے نہیں ہورہے ہیں۔''

کبریا جانتا تھا کہ کالا جادو جاننے والے آواز دن کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ اس نے کہا ''پہلے تم خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کرو کیا وہ اپنے چیلنج کے مطابق کالا جادو جاننے والوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یا انہیں نظر انداز کررہے ہیں؟''

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ارنا کوف کے پاس پہنچی۔ سوامی وردان وشوانا تھ نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہوا تھا۔ کوئی اس کے اندر پہنچ نہیں سکتا تھا لیکن اس وقت وردان اس کے اندر موجود تھا۔ اس لیے انا بیلا کو وہاں جگہ مل گئی۔ وہ ارنا کوف سے کہہ رہا تھا ''فرہاد علی تیمور تمہارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے۔ یہ تو تم دیکھ چکی ہو کہ اس نے تمہارے جوان بیٹے آواز دن کو کس طرح ہلاک کیا ہے۔ کالا جادو جاننے والے اس کے جتنے بھی دشمن تھے اس نے اپنے چیلنج کے مطابق ایک ایک کرکے سب ہی کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ صرف تم زندہ رہ گئی ہو۔''

وہ بولی ''یہ تمہاری محبت ہے مہربانی ہے تم مجھے اس دشمن سے بچا رہے ہو۔''

انا بیلا ان کی باتیں سن رہی تھی اور چور خیالات کے ذریعے معلوم کررہی تھی کہ ارنا کوف اس شخص کی معمولہ اور تابعدار بن چکی ہے اور اس کے دماغ کو لاک کردیا گیا ہے۔ کوئی اس سے خیال خوانی کے ذریعے بھی رابطہ نہیں کرسکے گا۔

یہ معلوم ہوتے ہی اس نے ارنا کوف کا فون نمبر معلوم کیا۔ اس وقت وردان کہہ رہا تھا ''میں نے تمہارے دماغ کو اس طرح لاک کیا ہے کہ فرہاد کبھی تمہارے اندر نہیں آسکے گا اور نہ ہی کبھی یہ معلوم کرسکے گا کہ تم روپوش رہنے کے لیے میرے دارجلنگ والے بنگلے میں پہنچ گئی ہو۔''

ارنا کوف نے پوچھا ''تم میرے پاس کب آرہے ہو؟''

''میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کب فرصت ملے گی۔ فرہاد نے مجھے کئی معاملات میں بری طرح الجھا دیا ہے۔ میں ابھی جارہا ہوں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔''

یہ سنتے ہی انا بیلا اس کے دماغ سے نکل آئی۔ دماغی طور پر حاضر ہوکر کبریا کا منہ تکنے لگی۔ اس کی خیال خوانی کے دوران میں کبریا بھی ارنا کوف کے اندر پہنچا ہوا تھا اور دردان کے ساتھ اس کی گفتگو سنتا رہا تھا۔ اس نے انجان بن کر پوچھا ''کیا ہوا؟''

انا بیلا نے کہا ''فرہاد علی تیمور بہت ہی ضدی ہے جو کہتا ہے وہ کرگزرتا ہے اس نے ارنا کوف کے جوان بیٹے آواز دن کو بھی ہلاک کردیا ہے اور اب ارنا کوف اس سے چھپتی پھر رہی ہے۔''

''پھر تو تمہیں کالا عمل کرنے کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہیے۔''

''اب تو مجھے ضرور کرنا چاہیے۔ یہ بات میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ فرہاد اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے کالے جادو سے بہت زیادہ خوف زدہ ہیں۔ اسی لیے ہم سب کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے ہی میں اس کی سونیا کو مٹا کر رکھ دوں گی۔ اس چڑیل سے نجات ملے گی تو پھر فرہاد علی تیمور سے بھی نمٹ لوں گی۔''

کبریا نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا ''نہیں میں تمہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ تم ان خطرناک لوگوں کو چیلنج مت کرو۔ جب ایسا عمل کرنے والے حرام موت مرتے جارہے ہیں تو تم اپنی موت کو دعوت نہ دو۔''

وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بولی ''میں تم سے زیادہ جانتی ہوں کہ ایسے وقت مجھے کیا کرنا ہے۔ میں ہر قیمت پر سونیا سے پیچھا چھڑاؤں گی۔ اسے تباہ و برباد کردوں گی۔''

''میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم یہ عمل نہیں کرو گی۔''

وہ حقارت سے بولی ''تم حکم دینے والے کون ہوتے ہو؟''

''ٹھیک ہے کہ میرا تمہارا شوہر بیوی کا رشتہ نہیں ہے لیکن میں تمہارے جسم و جان کا مالک ہوں۔ تمہارا باڈی گارڈ ہوں۔ تمہارے جسم کی حفاظت کرتا ہوں اور تم نے اپنا جسم میرے حوالے کیا ہے جب میں تمہیں سر سے پاؤں تک حاصل کرتا رہتا ہوں تو کیا میرا اتنا بھی حق نہیں ہے کہ میں تمہیں کسی غلط کام سے روک سکوں؟''

''میں کوئی غلط کام نہیں کررہی ہوں اور تمہیں وارننگ

دے رہی ہوں کہ میرے معاملے میں مداخلت نہ کرنا۔ جب میں کالا عمل کرتی رہوں گی تو ایک ذرا ڈسٹرب نہیں کرو گے۔ یہ میرا حکم ہے تم میرے کمرے میں قدم بھی نہیں رکھو گے۔''

اس نے ایک تابعدار کی حیثیت سے سر جھکا لیا۔ وہ اس بنگلے سے باہر گئی اس نے بازار جاکر کالا جادو کرنے کے سلسلے میں ضروری سامان خریدا پھر واپس آکر اپنے کمرے میں بند ہوگئی۔ کبریا دوسرے بیڈروم میں جاکر آرام سے لیٹ گیا پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا ''ہائے اعلیٰ.....! کیا کررہی ہو؟''

''اب میں یہاں نیہا کی حیثیت سے نہیں ہوں۔ میرا اور پاپا کا بھید کھل گیا ہے۔ پاپا ممبئی میں ہیں اور میں دہلی میں ہوں۔ کسی دوسری پناہ گاہ کی تلاش میں جارہی ہوں۔ پاپا ابھی میرے پاس آنے والے ہیں۔''

''اس کا مطلب ہے تم اپنے معاملات میں بری طرح الجھی ہوئی ہو۔''

''ہاں..... پتا نہیں یہ الجھن کب ختم ہوگی۔ کیا تمہیں مجھ سے کوئی ضروری کام ہے؟''

''ہاں ضروری کام تو ہے لیکن یہ کام سسٹر الپا سے کرالوں گا ٹھیک ہے میں جارہا ہوں۔''

اس نے الپا کو مخاطب کیا ''ہائے سسٹر! میں کبریا ہوں۔''

وہ مسکرا کر بولی ''ہائے کبریا! کہاں ہو کیا کررہے ہو؟''

''یہ تو آپ جانتی ہی ہوں گی کہ مقدر نے مجھے انا بیلا کے ساتھ باندھ رکھا ہے۔ میں اسی سے بندھا ہوا ہوں۔ اس کے ساتھ تل ابیب پہنچا ہوا ہوں۔''

وہ اپنے بارے میں انا بیلا اور اونا فیبرے کے بارے میں تفصیلی باتیں بتانے لگا۔ الپا نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا ''میں ایک عرصے تک اسرائیلی اکابرین کے دماغوں پر حکومت کرتی رہی اور پورے اسرائیل کی حکمران کہلاتی رہی۔ اب انا بیلا میری جگہ لینے کے لیے بڑی زبردست پلاننگ کررہی ہے۔''

پھر وہ ہنستے ہوئے بولی ''مگر تم اس کی پلاننگ کی ایسی کی تیسی کرتے جارہے ہو۔ تم نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا ہے۔ یہ بہت اچھا کیا اب وہ تمہیں کبھی کسی حال میں بھی دھوکا نہیں دے سکے گی۔''

''میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ یہاں سکون سے رہے۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا کہ وہ مما بن کر اس سے رابطہ کرے اور اسے دھمکی دے یہ بتائے کہ مما اس کے موجودہ حالات سے اور اس کے تمام منصوبوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔''

الپا نے ہنستے ہوئے پوچھا ''پھر تو انا بیلا کے ہوش اڑ گئے ہوں گے؟''

''ہاں..... وہ اسی وقت سے بہت پریشان ہے۔ اب وہ مما سے پیچھا چھڑانے کے لیے اور ان کے خلاف عمل کرنے کے لیے کالا جادو کا بہت سا سامان خرید کر لائی ہے اور ایک کمرے میں بند ہوگئی ہے۔ میں تھوڑی دیر پہلے اس کے اندر گیا تھا۔ وہ منتر پڑھنے کی تیاریاں کررہی تھی اور میں اسے روکنا چاہتا ہوں۔''

''یہ کون سی بڑی بات ہے۔ تم اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذہن کو بہکا سکتے ہو۔ بھٹکا سکتے ہو وہ منتر پڑھتے پڑھتے بھول سکتی ہے۔''

''میں ایسا کروں گا اسے کالا عمل نہیں کرنے دوں گا لیکن یہ چاہتا ہوں کہ پھر اس پر میری مما کی دہشت طاری ہوجائے۔ میں بھی اعلیٰ بی بی کے پاس گیا تھا۔ وہ مما بن کر پھر اس کے ہوش اڑا سکتی تھی لیکن وہ اپنے ایک معاملے میں الجھی ہوئی ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ مما بن کر اس سے رابطہ کریں۔''

''ٹھیک ہے۔ اس کا فون نمبر بتاؤ پہلے میں اس سے فون پر رابطہ کروں گی پھر اس کے اندر جاؤں گی۔ کیا تم نے اپنی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے؟''

''جی ہاں۔ آپ میرا لب و لہجہ اختیار کرکے اس کے اندر جاسکیں گی۔''

اس نے کبریا سے فون نمبر معلوم کیا پھر اپنے فون پر نمبر پنچ کئے انا بیلا کالا عمل کرنے کی تیاریاں کرچکی تھی سونیا کا پتلا بنا کر اسے ایک تھال پر الٹا کر وہاں پٹخنی مار کر بیٹھ گئی تھی، منتر پڑھنے ہی والی تھی کہ موبائل کا بزر بولنے لگا اس نے ناگواری سے سر گھما کر اپنے بیڈ کی طرف دیکھا پھر سوچا ''مجھے یہاں کون فون کرسکتا ہے مجھ سے بڑی بھول ہوئی یہاں بیٹھنے سے پہلے فون کو بند کردینا چاہئے تھا۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر بیڈ کے پاس آئی تکیے کے نیچے سے فون کو نکالا اس پر نمبر پڑھے تو پتا چلا کوئی نیا نمبر ہے کوئی اجنبی کال کررہا ہے۔

اس نے بٹن کو دبا کر اسے کان سے لگایا۔ پھر کہا ''ہیلو..... کون؟''

الپا نے سونیا کی آواز اور لب و لہجہ میں کہا ''میں تمہارے ہوش و حواس پر اس قدر چھائی ہوئی ہوں کہ تم میری آواز سنتے ہی مجھے پہچان سکتی ہو نام بتانا ضروری نہیں ہے۔''

کتابیات پبلی کیشنز۔ کراچی

وہ ایک دم سے سہم گئی دل تیزی سے دھڑکنے لگا پھر وہ عاجزی سے بولی ''میڈم! آپ کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہیں؟''

''تم میرے پیچھے پڑو گی تو کیا میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گی؟''

''میں کب آپ کے پیچھے پڑی ہوں میں تو آپ سے ہزاروں میل دور چلی آئی ہوں۔''

''دور چلے جانے سے کیا ہوتا ہے کیا مجھے نقصان پہنچانے کے لیے تم کالا عمل نہیں کر رہی ہو؟''

اسے شدید حیرانی کے باعث چپ لگ گئی اور الپا نے پوچھا ''چپ کیوں ہو گئیں؟''

وہ بڑی حیرانی سے بولی ''آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ میں اس وقت کالا عمل کر رہی ہوں؟''

''میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گی بس ایک وارننگ دوں گی اگر تم نے کالا عمل کیا تو میں اسرائیل سے تمہارے قدم اکھاڑ دوں گی ابھی وہاں کے اکابرین کو اطلاع دوں گی کہ تم انہیں دھوکا دے رہی ہو۔ وقت سے پہلے ہی تل ابیب پہنچ گئی ہو اور اس وقت نارتھ اسٹریٹ کے بنگلا نمبر جی ون زیرو فور میں چھپی ہوئی ہو اپنی خیریت چاہتی ہو تو کالا عمل روک دو ورنہ بیٹ از آل۔''

رابطہ ختم ہو گیا اس نے اپنے موبائل فون کو دیکھا پھر اسے بستر پر پٹخ کر باؤں پٹختی ہوئی ادھر سے ادھر جانے لگی رونے کے انداز میں کہنے لگی ''میں کیا کروں کہاں جاؤں اسے تو اس بنگلے کا نمبر بھی معلوم ہے۔''

وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گئی فرش پر پھیلے ہوئے سامان کو دیکھنے لگی جن کا تعلق کالے عمل سے تھا وہ حیرانی سے سوچنے لگی ''میں ابھی یہ سامان خرید کر لائی ہوں اور ابھی عمل شروع کرنے ہی والی تھی اس سے پہلے ہی اسے یہ کیسے معلوم ہو گیا؟ کالا عمل کرنے والی یہ بات تو میں جانتی ہوں یا میرا باڑی گارڈ جانتا ہے۔''

اس نے سر گھما کر بند دروازے کی طرف سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا اسے یہ شبہ نہیں ہوا کہ کبریا دھوکا دے رہا ہے بلکہ یہ شبہ ہوا کہ شاید سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسی کے باڈی گارڈ کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے اور اس کے ذریعے اس کی تمام مصروفیات کے بارے میں معلوم کرتے رہتے ہیں۔

اس نے سر ہلا کر سوچا ''ہاں..... یہی بات ہے ورنہ سونیا کوئی جادوگرنی نہیں ہے اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی غیب کی باتیں نہیں جانتے ہیں انہوں نے مجھ تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ بنایا ہے اور وہ ذریعہ یہی میرا باڈی گارڈ ہے۔''

وہ دروازہ کھول کر تیزی سے چلتی ہوئی دوسرے بیڈ روم میں آئی کبریا نے فوراً ہی آنکھیں بند کر لیں۔ یہ ظاہر کرنے لگا کہ گہری نیند میں ہے وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی اس کے چور خیالات نے یہی ظاہر کیا کہ وہ سو رہا ہے۔ اس نے سوال کیا ''کیا تمہارے دماغ میں کوئی آتا ہے؟ کیا کسی نے تمہیں اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے؟''

اس کے خیالات نے جواب دیا ''میرے دماغ میں بھلا کون آئے گا اور کون مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنائے گا؟ میرے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''اے! میں تمہیں حکم دیتی ہوں — آنکھیں کھولو اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔''

اس نے دوسرے ہی لمحے میں آنکھیں کھول دیں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''میں نے ابھی خواب میں تمہیں دیکھا تھا۔ تمہاری آواز سنی تھی تم مجھے جاگنے کے لیے کہہ رہی تھیں۔''

وہ ایک طرف چلتی ہوئی گئی۔ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولی۔

''ابھی سونیا نے مجھے فون کیا تھا۔ اسے پتا چل گیا ہے کہ میں کالا عمل کر رہی ہوں۔ اس نے وارننگ دی ہے کہ میں یہ عمل بند نہیں کروں گی تو وہ مجھے یہاں بے نقاب کر دے گی۔

''میں نے پہلے ہی کہا تھا کالا عمل نہ کرو۔ انہیں چیلنج نہ کرو پتا نہیں وہ کیسے کیسے ذرائع سے تم تک پہنچ جاتے ہیں۔ مگر میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔''

''اب سمجھ رہی ہوں کہ وہ کون سا ذریعہ استعمال کر رہے ہیں۔'' وہ اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولی ''وہ تم ہو، وہ تمہارے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں کہ میں کہاں ہوں اور کیا کرتی پھر رہی ہوں؟''

وہ حیرانی ظاہر کرتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا ''یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟ وہ میرے ذریعے کیسے معلوم کر سکتے ہیں؟ کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ میرے دماغ میں آتے ہیں اور میں انہیں آنے دیتا ہوں اور تم سے دشمنی کرتا ہوں؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ''میں ایسا نہیں سوچ رہی ہوں۔ تم میرے دشمن نہیں ہو۔ سچ مچ باڈی گارڈ ہو لیکن انجانے میں ان کے آلہ کار بنے ہوئے ہو۔''

وہ منہ کھولے اور آنکھیں پھاڑے ایسے تک رہا تھا جیسے یہ بات اس کے لیے قابلِ یقین نہ ہو اس لیے حیرت زدہ رہ گیا ہو۔

''تمہیں یقین نہیں آئے گا۔ کیونکہ خیال خوانی کے ذریعے تنویمی عمل کرنے کے بعد جب کسی کو معمولہ اور تابعدار بنایا جاتا ہے تو وہ معمول یہ سمجھ نہیں پاتا کہ اس پر عمل کیا گیا ہے اور اسے اپنا غلام بنا لیا گیا ہے۔''

وہ پریشانی ظاہر کرتے ہوئے بولا ''پھر تو مجھے تمہارے پاس نہیں رہنا چاہیے۔ تمہارا باڈی گارڈ بن کر رہوں گا تو انجانے میں تمہارا دشمن بنتا رہوں گا۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ''میں تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گی تم صرف میرے باڈی گارڈ ہی نہیں میرے اور بھی بہت کچھ ہو پھر بہت وفادار بھی ہو دلیر بھی ہو میں تمہیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھوں گی لیکن اس وقت کچھ پلاننگ کرنی ہوگی۔''

''اب کیا پلاننگ کرو گی؟''

''میرے لیے سب سے بڑی مشکل یہ ہو گئی ہے کہ یہاں آ کر پھنس گئی ہوں۔ اب وہ ڈراتی ہے دھمکاتی ہے کہ مجھے بے نقاب کر دے گی اور واقعی وہ میرے خلاف یہاں کے اسرائیلی جنس والوں کو کچھ بولے گی تو سب ہی میری طرف دوڑ پڑیں گے اور مجھے گرفتار کر لیں گے۔ میں یہاں سے فرار نہیں ہو سکوں گی۔''

''پھر کیا کرنا چاہتی ہو تم؟''

''میں تمہیں نہیں بتاؤں گی۔ ان کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس وقت تمہارے دماغ میں موجود ہو سکتا ہے۔ تم اس وقت کہیں چلے جاؤ۔ مجھ سے بہت دور چلے جاؤ۔ ضرورت کے وقت میں تمہارے دماغ میں آ کر اپنے پاس بلا لوں گی۔''

''لیکن میں اس انجانے ملک میں انجانے شہر میں تنہا کہاں جاؤں گا۔''

''تمہارے جانے کے بعد میں بھی تو یہاں تنہا رہ جاؤں گی۔ مجھ سے بحث نہ کرو۔ تمہارے پاس اچھی خاصی رقم ہے تم کچھ روز گزارہ کر لو گے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے مالی امداد پہنچاتی رہوں گی۔ بس میرا حکم ہے ابھی یہاں سے چلے جاؤ۔''

کبریا نے اپنا بیگ اٹھایا۔ اس میں ضروری سامان رکھا پھر وہاں سے جانے لگا۔ وہ اس سے بہت دور شہر کے دوسرے کنارے کی طرف جا رہا تھا اور اسے اپنے اندر محسوس کر رہا تھا۔ کبھی وہ آ رہی تھی کبھی جا رہی تھی۔ یوں آنے جانے کے دوران میں وہ اپنے سفری بیگ میں ضروری سامان رکھ رہی تھی پھر اس نے ایک تھیلے میں کالا عمل کرنے کا تمام سامان بھی رکھا۔ کبریا کی سوچ اسے بتا رہی تھی کہ وہ اس وقت اس سے چھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ وہ مطمئن ہو کر اپنا نیا ٹھکانا بنانے کے لیے اس بنگلے سے باہر چلی گئی۔

اس نے الپا کو مخاطب کیا ''سسٹر! آپ میرے پاس آ کر میرے خیالات پڑھیں۔ وہ بار بار میرے پاس آ رہی ہے۔ اس لیے آپ میرے اندر خاموش رہیں گی۔''

وہ اس کے اندر آ کر خیالات پڑھنے لگی۔ اسے پتا چلا کہ وہ کبریا کو خود سے دور کر کے کہیں روپوش ہونے کے لیے گئی ہے۔

اس نے کبریا کے سوچ کا لب و لہجہ اختیار کیا پھر انا بیلا کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر تل ابیب کے جڑواں شہر حیفہ کی طرف جا رہی تھی۔ الپا نے کبریا کے پاس آ کر کہا ''ابھی اسے اپنا ٹھکانا بنا لینے دو۔ جب وہ دوبارہ کالا عمل شروع کرنا چاہے گی۔ تب اس کا محاسبہ کیا جائے گا۔ کیا تم نے مما کو یہ سارے حالات بتائے ہیں۔''

''نہیں..... مجھے اتنی فرصت نہیں مل رہی ہے کہ خیال خوانی کے ذریعے ان سے بات کر سکوں۔ آپ ایسا کریں ان کے پاس چلی جائیں اور انہیں یہاں کے تمام حالات بتا دیں۔ ایسا نہ ہو کہ انا بیلا کسی وقت ان کے دماغ میں پہنچے اور ان کے خیالات پڑھے تو پتا چلے کہ وہ یہاں کے حالات سے بے خبر ہیں اور ان کا نام لے کر خواہ مخواہ یہاں ڈراما پلے کیا جا رہا ہے اور اسے دہشت زدہ کیا جا رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی ان کے پاس جا رہی ہوں۔''

کبریا اب تک بڑی کامیابیاں حاصل کر رہا تھا۔ انا بیلا کو اپنے زیر اثر لا کر اسے کامیاب بھی بنا رہا تھا اور ناکام بھی بنا رہا تھا۔ اسے اسرائیل میں حکمرانی کا موقع بھی دے رہا تھا اور اسے ہماری معمولہ اور تابعدار بھی بنا رہا تھا لیکن اتنی کامیابیاں حاصل کرتے کرتے اچانک ناکامی کی طرف سفر شروع ہو گیا۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ ڈمی سونیا ہے اور اسے انا بیلا اور کبریا کے حالات کا علم نہیں ہونا چاہیے۔

لیکن ہونی ہو کر رہتی ہے۔ الپا نے اس کے پاس پہنچ کر مخاطب کیا ''ہیلو مما.....! میں الپا ہوں۔''

اس نے خوش دلی سے کہا ''آؤ بیٹی.....! کہو کیسی ہو؟ کیسے آنا ہوا؟''

''میں انا بیلا اور کبریا کے موجودہ حالات بتانے آئی ہوں۔ کبریا کو اتنی فرصت نہیں مل رہی ہے کہ آپ سے خیال خوانی کے ذریعے ملاقات کر سکے۔''

نومی کرسٹل عرف سونیا کو جتنا معلوم تھا اس نے اتنا ہی کہا ''ہاں میں نے کبریا سے کہا تھا کہ وہ انا بیلا کے پیچھے اسرائیل تک جائے اور اسے اپنے زیر اثر لے آئے۔ کیا وہ ایسا کر چکا ہے؟''

''جی ہاں' وہ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا چکا ہے۔ وہ دونوں اس وقت تل ابیب میں ہیں۔''

وہ بتانے لگی کہ انا بیلا نے وہاں رہ کر اسرائیلی اکابرین پر حکومت کرنے کی کیسی پلاننگ کی ہے۔ اس نے اپنی ایک ڈمی تیار کی ہے۔ اس ڈمی کا نام اوناٹیسمرے ہے اور وہ وہاں انا بیلا بن کر اسرائیلی اکابرین کے درمیان رہا کرے گی۔

الپا نے یہ بھی بتایا کہ اعلیٰ بی بی ایک بار ممبئی میں کرائے دہشت زدہ کر چکی ہے اور آج اس نے بھی ممبئی میں کرائے دہشت زدہ کیا ہے۔ اس طرح وہ کالا عمل کرنے سے باز آ گئی ہے لیکن اب کہیں روپوش ہونے کے لیے حیفہ کی طرف جا رہی ہے۔ جب اسے یقین ہو جائے گا کہ وہ کبریا سے دور ہو گئی ہے اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبریا کو آلہ کار بنا کر اس کے قریب نہیں پہنچ سکے گا۔ تب شاید وہ دوسری بار کالا عمل کرنا چاہے گی۔

نومی تمام باتیں توجہ سے سنتی رہی پھر بولی ''کیا کبریا نے اپنے لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے؟''

''جی ہاں۔ اس نے اپنی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اسے اپنا پابند بنا رکھا ہے۔ کوئی دوسرا اس کے اندر جائے گا تو وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لے گی۔ میں تو کبریا کا لب و لہجہ اختیار کر کے اس کے اندر گئی تھی۔''

وہ بولی ''یہ تم نے اچھا کیا کہ مجھے وہاں کے موجودہ حالات سے آگاہ کر دیا۔ اب کبھی انا بیلا میرے پاس آئے گی تو میں انجان نہیں بن سکوں گی۔ مجھے سارے حالات کا علم رہے گا۔ تھینک یو الپا.....!''

الپا خوش ہو کر اس کے دماغ سے چلی گئی۔ نومی نے محسوس کیا کہ وہ جا چکی ہے۔ تب اس نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی پھر سوچا ''اچھا اسرائیل میں اتنا بڑا دست یگم کھیلا جا رہا ہے۔ یہ لوگ انا بیلا کو الو بنا رہے ہیں اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر وہاں حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ گویا میرے لیے میدان ہموار کر چکے ہیں اور انا بیلا نے اپنی ایک ڈمی بنائی ہے۔ وہ اس ڈمی کے ذریعے حکومت کرنا چاہتی ہے۔ نہ وہ ڈمی رہے گی۔ نہ انا بیلا رہے گی۔ میں انا بیلا بن کر وہاں حکومت کروں گی پھر دوست اور دشمن سب ہی حیرانی سے سوچتے رہ جائیں گے کہ میں کون ہوں؟ یہ نئی انا بیلا کہاں سے آ گئی ہے؟ لیکن کوئی مجھے سمجھ نہیں پائے گا۔ میں الپا کی طرح وہاں برسوں حکومت کرتی رہوں گی لیکن اتنی جلدی نہیں۔ ذرا آہستہ آہستہ ذرا صبر کے تحمل سے.....

☆☆☆

آپریشن تھیٹر کا دروازہ تقریباً دو گھنٹے تک بند رہا۔ دروازے کے باہر ان جڑواں بہنوں کے ماں باپ اور دوسرے رشتے دار پریشان ہوتے رہے اور دروازے کے اندر ڈاکٹر اس کے اسسٹنٹ اور دوسرے ماتحت پریشانی سے دوچار ہوتے رہے۔ بہت مشکل اور بڑا ہی صبر آزما آپریشن تھا۔ ڈاکٹر کو سرجری میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ آخر وہ اس مشکل مرحلے سے گزر ہی گیا۔

اس نے باہر آ کر خوش خبری سنائی کہ آپریشن کامیاب ہو گیا ہے۔ ان بہنوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا گیا ہے۔ سب ہی یہ سن کر خوشی سے کھل گئے۔ جمیلہ اور نبیلہ کی ماں نے پوچھا ''وہ خیریت سے تو ہیں؟ کوئی مسئلہ تو پیدا نہیں ہو گا؟''

ڈاکٹر نے کہا ''بہت مشکل آپریشن تھا۔ وہ پیدائش کے وقت سے جڑی ہوئی تھیں۔ بیس برس تک ایک دوسرے سے جڑی رہیں اب اچانک الگ ہو گئی ہیں تو ان کے ذہن پر منفی اثرات غالب آ سکتے ہیں۔ شاید وہ علیحدگی پسند نہ کریں۔ نفسیاتی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں پھر آپریشن کے بعد جو تکلیف ہوتی ہے اس تکلیف کو یہ برداشت کر پائیں گی یا نہیں؟ یہ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ بس ان لڑکیوں کے حوصلوں پر منحصر ہے کہ یہ کس حد تک اپنی زندگی کے لیے فائٹ کر سکیں گی؟''

میں نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہہ دیا کہ ان بہنوں کے پاس جاتے آتے رہیں۔ جب وہ ہوش میں آئیں گی تو بڑی شدید تکلیف سے دوچار ہوتی رہیں گی۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے ان کے اندر مسلسل رہ کر تکلیف کے احساسات کو کم سے کم کرتے رہیں گے۔

جب تک وہ ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں۔ جب تک یہ سسپنس اور دلچسپی برقرار تھی کہ ان سے شادی کیسے ہو گی اور ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات کیسے قائم کیے جائیں گے۔ ان کے رشتے میں کتنے ہی نوجوان اور بوڑھے ان کے متعلق سوچتے تھے اور چشم تصور میں دیکھتے تھے کہ ایک شخص ان کا شوہر بن کر ان دونوں کی تنہائیوں میں گیا ہوا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب کوئی ایسا بے حیا تصور قائم نہیں کر سکے گا۔ جو ہوس پرست تھے اور مزے لے لے کر ان دو بہنوں کے بارے میں بہت کچھ سوچتے تھے۔ وہ بری طرح مایوس ہو گئے تھے۔ جو دیندار تھے اور شرم و حیا کی سلامتی چاہتے تھے' وہ خوش تھے کہ اب دونوں بہنیں الگ الگ بیاہی جائیں گی لیکن میرا اندازہ تھا کہ ان بہنوں کی شادیوں کا مسئلہ اتنی آسانی سے حل نہیں ہو گا۔

بڑے پیچیدہ مسائل پیدا ہو سکتے تھے۔

ایسا اکثر ہوتا ہے جو ہم کبھی سوچتے نہیں ہیں' وہ سامنے آ جاتا ہے۔ میرا اندازہ تھا کہ کچھ دلچسپ پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ دیکھنا یہی تھا کہ ان دونوں کے ہوش میں آنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟

میں اعلیٰ بی بی کے پاس آ گیا۔ وہ ایک ٹرین میں سفر کر رہی تھی۔ وہ ٹرین دہلی سے کلکتہ جانے والی تھی۔ ابھی اعلیٰ بی بی نے کچھ سوچا نہیں تھا کہ اسے کہاں جانا ہے۔ چونکہ دہلی شہر جلد سے جلد چھوڑنا لازمی تھا اور ریلوے اسٹیشن پر وہ گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ اے سی کمپارٹمنٹ کا ٹکٹ لے کر اس میں سوار ہو گئی تھی۔

وہ جس بوگی میں سوار ہوئی اس میں مختلف کیبن بنے ہوئے تھے۔ اسے کیبن نمبر سات میں ایک برتھ ملی تھی اس نے کیبن کا دروازہ کھول کر دیکھا تو وہاں دو مرد ایک عورت کے ساتھ ہنس بول رہے تھے اسے دیکھ کر چپ ہو گئے۔ وہ ایسی قد آور حسین اور اسمارٹ تھی کہ اسے دیکھتے ہی اس عورت نے منہ بنا لیا۔ باقی دونوں مرد اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔

یہ تو طے تھا کہ وہ جہاں بھی جاتی بری نیت رکھنے والے اس کا پیچھا کرتے رہتے۔ ہر عورت کو گھر کی چار دیواری سے نکل کر ایسے مردوں کے درمیان سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ وہ ایک خالی برتھ پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ تینوں دوسری برتھ پر بیٹھے ہوئے تھے۔

اگر اس کیبن میں اس کی جگہ کوئی مرد آتا تو وہ ناگواری سے منہ بناتے۔ کیونکہ اس کی موجودگی میں وہ رنگ رلیاں مناتے ہوئے سفر نہیں کر سکتے تھے۔ اب ایک لڑکی کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا تھا۔ ایک نے پوچھا ''کہاں جا رہی ہو؟''

وہ بڑی سنجیدگی سے بولی ''جہاں یہ ٹرین لے جائے گی۔''

دوسرے نے پوچھا ''کیا اکیلی ہو؟''

''جب سے اس دنیا میں آئی ہوں اکیلی ہوں اور اکیلی ہی رخصت ہو جاؤں گی۔''

ایک شخص نے کہا ''جواب دینے کا کیا اسٹائل ہے۔ میں بھی بہت اسٹائل مارتا ہوں میرا نام مرلی دھر مارتے خان ہے۔''

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ اسی وقت ٹرین چل پڑی۔ اس عورت نے کہا ''تمہارے پاس سامان نہیں ہے۔ بس ایک بیگ ہے۔ کیا گھر سے بھاگ کر آئی ہو؟''

وہ بولی ''جب سے ہوش سنبھالا ہے۔ تب سے بھاگتی آ رہی ہوں۔ امریکا سے یورپ' یورپ سے مڈل ایسٹ' مڈل ایسٹ سے ایشیا۔ اب یہاں سے آگے تھائی لینڈ' ہانگ کانگ اور جاپان کی طرف جاؤں گی۔''

دوسرے شخص نے کہا ''میرا نام آنند مراٹھے ہے۔ تمہیں دیکھ کر پتا نہیں چلتا کہ تم نے آدھی سے زیادہ دنیا دیکھی ہے اور گھاٹ گھاٹ کا پانی پیتی آ رہی ہو۔''

مرلی دھر نے کہا ''اب ہمارے گھاٹ آ گئی ہو تو دیکھیں گے کہ پانی کیسے دیتی ہو؟''

اس بات پر وہ تینوں پھر ایک بار ہنسنے لگے۔ آنند مراٹھے نے کہا ''تمہارے اوپر والی برتھ میری ہے جب تم نیچے سو گی تو میں تمہارے اوپر سوتا رہوں گا۔''

یہ ایسی بات تھی کہ تینوں نے پھر قہقہے لگائے۔ میں ان کے خیالات پڑھ رہا تھا وہ دونوں رئیس زادے تھے۔ دہلی سے لکھنو جا رہے تھے اور سفر کو رنگین بنانے کے لیے ایک حسینہ کو کرائے پر حاصل کیا تھا۔ وہ اپنی گفتگو سے بے شرم اور عیاش لگ رہے تھے۔ میری بیٹی سے بدتمیزی کر رہے تھے۔ میں اسی وقت انہیں سزائیں دے سکتا تھا لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں سزائیں ملیں تو یہ بات دور تک پھیل جاتی۔ اٹیلی جنس والوں تک یہ بات پہنچتی کہ کوئی لڑکی غیر معمولی صلاحیت رکھتی ہے اور اس نے تنہا رہ کر دو مردوں کو زیر کیا ہے۔ انہیں ایب نارمل کیا ہے اس طرح انہیں یہ سراغ مل جاتا کہ نیہا بن کر رہنے والی لڑکی اسی ٹرین میں سفر کر رہی ہے۔

مرلی دھر نے اعلیٰ بی بی کو دیکھتے ہوئے کہا ''بھئی ہم کھانے سے پہلے پینے کے عادی ہیں۔ کیا تم بھی پینا پسند کرو گی؟''

وہ بولی ''میں خاموش رہنا چاہتی ہوں۔ تم لوگوں سے درخواست کرتی ہوں کہ مجھ سے نہ بولو آپس میں جتنا بولنا چاہو بولتے رہو۔ کھاتے رہو۔ پیتے رہو۔''

آنند مراٹھے نے کہا ''بھئی بڑی دل والی ہو' ہمیں پینے کی اجازت دے رہی ہو' شاید یہ نہیں جانتی کہ پینے کے بعد ہمارا دماغ ساتویں آسمان تک اڑنے لگتا ہے۔''

ہم یہی چاہتے تھے کہ ان کا دماغ کھوپڑی سے باہر آ کر اڑنے لگے۔ انہوں نے بوتل کھول لی۔ تین گلاس نکالے۔ اس حسینہ نے کہا ''مجھے زیادہ پینے کی عادت نہیں ہے۔ تھوڑی سی دو۔''

انہوں نے اسے تھوڑی سی دی مگر اپنے گلاس بھر لیے پھر ایک ایک گھونٹ کر کے پینے لگے اور مستی میں بولنے لگے۔

میں ان کے دماغوں میں جاتا رہا۔ جب بھی وہ کوئی ننگی بات کہنا چاہتے تو میں ان کے ذہن کو بھٹکا دیتا۔ کبھی ان کی زبان میں لڑکھڑاہٹ پیدا کر دیتا۔ ٹرین ایک جگہ رکی تو میں نے دونوں کے ہاتھوں سے گلاس گرا دیئے۔

اس حسینہ نے طنزیہ انداز میں کہا ''ابھی آدھی گلاس بھی نہیں پی اور تم دونوں کو چڑھ گئی۔''

آنند مراٹھے نے کہا ''ہمیں نہیں چڑھی۔ ٹرین کو چڑھ گئی ہے۔ بوتل کھولتے ہی سالی ایک جھٹکے سے رکی تو گلاس کو گرنا ہی تھا۔''

وہ بولی ''ٹرین ایک جھٹکے سے نہیں رکی تھی۔ آہستہ آہستہ رکی تھی۔''

مرلی دھر نے میری مرضی کے مطابق ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کرتے ہوئے کہا ''الو کی پٹھی سمجھ رہی ہے کہ ہمیں نشہ ہو گیا ہے۔''

آنند مراٹھے نے میری مرضی کے مطابق مرلی دھر کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا ''الو کا پٹھا تو ہے۔ ہم اسے موج مستی کے لیے لائے ہیں اور تو اس پر ہاتھ اٹھا رہا ہے۔''

مرلی دھر نے بھی اس کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا ''سالے! ایک عورت کے لیے دوست کا گریبان پکڑتا ہے۔ یہ صرف تیری نہیں میری بھی چیز ہے۔ ہم دونوں نے آدھے آدھے پیسے دیئے ہیں۔''

بات کچھ زیادہ جھگڑے کی نہیں تھی لیکن میں نے جھگڑا بڑھا دیا۔ مرلی دھر نے اس کے منہ پر گھونسا رسید کیا پھر تو وہ دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ وہ حسینہ برتھ پر پیچھے کی طرف کھسکتے ہوئے بولی ''یہ تمہیں کیا ہوا ہے تم دونوں نے کہا تھا۔ کوئی بدمعاشی نہیں ہو گی۔ مجھے پیار محبت سے لکھنو تک لے جاؤ گے پھر واپسی کا ٹکٹ کرا کے دہلی بھیج دو گے۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''اے کتیا.....! چپ چاپ بیٹھی رہ اور دونوں کتوں کو لڑتے دے ان کے لڑتے رہنے سے میرا بھلا ہو گا۔''

میں ایک کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے لڑنے پر مجبور کرتا تھا تو اس وقت تک دوسرا سوچتا تھا کہ خوامخواہ کیوں لڑائی ہو رہی ہے؟

وہ مار کھا کر گرتا تھا تو میں اس کے دماغ پر قبضہ جما لیتا تھا۔ وہ جواباً حملہ کرتا تھا اور دوسرے کو مارنے تک وہ دوسرا سوچتا تھا کہ اپنے ساتھی پر کیوں ہاتھ اٹھا رہا ہے؟ کیا واقعی انہیں نشہ ہو گیا ہے؟

ایسا سوچنے تک اس کے منہ پر ہاتھ پڑتا تھا۔ پیٹھ پر لات پڑتی تھی پھر وہ مار کھانے والا میری مرضی کے مطابق جوابی حملہ کرتا تھا اس طرح وہ بڑی دیر تک لڑتے رہے۔ آخر دوسرے کے کپڑے پھاڑتے رہے۔ آخر تھک ہار کر الگ الگ برتھ پر جا کر بیٹھ گئے۔ وہ حسینہ برتھ سے اتر کر کھڑی ہو گئی۔ اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے بولی ''تم دونوں کے ساتھ کبھی نہیں جاؤں گی۔''

وہ ایسا کہتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ آنند مراٹھے نے میری مرضی کے مطابق اٹھ کر کہا ''ارے وہ جا رہی ہے۔ اسے روکو۔ ہم نے پچیس پچیس ہزار روپئے ہیں۔ وہ کم بخت اتنی بڑی رقم لے کر یونہی چلی جا رہی ہے۔''

وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ مرلی دھر تھکا ہوا تھا۔ برتھ پر بیٹھا ہانپ رہا تھا اور اعلیٰ بی بی کو لال لال آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا ''اچھا ہے۔ آنند مراٹھے چلا گیا۔ اب وہ دونوں واپس نہیں آئیں گے تو بڑا مزہ آئے گا۔''

ٹرین کسی اسٹیشن پر رکی ہوئی تھی۔ وہ حسینہ اپنا بیگ اٹھائے پلیٹ فارم پر آ گئی تھی۔ آنند مراٹھے بھی تیزی سے چلتا ہوا ٹرین سے اتر کر اس کے پاس آیا پھر اسے واپس چلنے کے لیے کہنے لگا۔ وہ منہ پھیر کر جاتے ہوئے بولی ''میں نہیں جاؤں گی۔ میرے ساتھ جھگڑا کرو گے تو پولیس والے آ جائیں گے۔ بے عزتی تمہاری ہو گی کیونکہ تم لوگ عزت دار ہو میرا کیا عزت ہے۔ میں تو بدنام ہوں۔''

وہ اس کے پیچھے چلتے ہوئے بولا ''دیکھو جو ہوا اسے بھول جاؤ میں ابھی جا کر مرلی دھر سے معافی مانگ لوں گا تو وہ مجھ سے معافی مانگے گا پھر ہم تینوں میں دوستی ہو جائے گی۔''

''نہیں مجھے معاف کرو۔ میں تم دونوں کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ اگر تم اپنے پیسے وصول کرنا چاہتے ہو۔ تم پیار سے ٹیکسی پکڑو۔ میرے ساتھ دہلی چلو۔ صبح تک پیسے وصول کرتے رہو۔ میں انکار نہیں کروں گی۔''

وہ اس کے پیچھے چلتا ہوا اسٹیشن کے باہر آیا۔ اس وقت تک ٹرین وہاں سے چل پڑی تھی۔ اس کا دماغ میری مٹھی میں تھا۔ اس نے ٹرین کی طرف توجہ نہیں دی۔ اسی حسینہ کی خوشامدیں کرتا رہا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی ''کیوں واپس چلنے کو کہہ رہے ہو۔ ذرا پلیٹ فارم کو دیکھو۔ ٹرین جا چکی ہے۔ تم اسے واپس نہیں بلا سکو گے۔ اب یہی ایک راستہ رہ گیا ہے کہ میرے ساتھ دہلی چلو۔''

وہ جھنجلا کر بولا ''کیسے چلوں میری جیب میں پھوٹی کوڑی نہیں ہے۔ میری ساری رقم وہیں بیگ میں رکھی ہوئی ہے۔''

وہ بیگ مرلی دھر کے ساتھ جا رہا ہے۔''

وہ بولی ''میرے ہوتے ہوئے روپے پیسے کی فکر نہ کرو۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ ایسا کرو پہلے کسی اچھے ہوٹل سے کھانا لے آؤ۔ ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر کھاتے ہوئے جائیں گے۔''

اس نے اپنے پرس میں سے تیس روپے نکال کر دیئے۔ وہ بولا ''یہ کیا صرف تیس روپے؟''

''ہاں میں زیادہ نہیں کھاؤں گی دہلی پہنچ کر ہم کسی بڑے ہوٹل میں رات کا کھانا کھائیں گے بس جاؤ کچھ تھوڑا بہت کھانے کو لے آؤ بحث نہ کرو۔''

ہوٹل ذرا دور تھا وہ وہاں سے جانے لگا اس کے جاتے ہی اس نے پلٹ کر ایک ٹیکسی والے کے پاس آ کر پوچھا ''دہلی چلو گے؟''

وہ بولا ''ہاں مگر پورے پانچ سو لوں گا۔''

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی ''فوراً یہاں سے چلو۔''

ٹیکسی اسٹارٹ ہوئی پھر وہاں سے چل پڑی۔ جب وہ کھانا لے کر واپس آیا تو چڑیا اڑ چکی تھی۔ وہ ادھر ادھر اسے تلاش کرنے لگا ایک ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا ''باؤ جی! کسے ڈھونڈ رہے ہو؟''

''وہ یہاں ایک خوبصورت سی عورت کھڑی ہوئی تھی۔''

وہ بولا ''خوبصورتی کب ایک جگہ ٹھہرتی ہے وہ تو خوشبو کی طرح اڑتی چلی جاتی ہے۔ وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر جا چکی ہے میری ٹیکسی میں بیٹھو گے تو وہاں تک پہنچا دوں گا لیکن پہلے رقم لوں گا۔''

اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں کھانے کو دیکھا۔ وہ تیس روپے کا کھانا لے آیا تھا۔ اب اس کی جیب میں پھوٹی کوڑی نہیں تھی۔ اس نے کہا ''میرے پاس پیسے نہیں ہیں صرف یہ کھانا ہے۔ میں دہلی پہنچ کر دے دوں گا۔''

اس نے پوچھا ''کیا اسی عورت سے لے کر دو گے؟ میں یہاں سے دیکھ رہا تھا اس نے پرس سے کچھ روپے دیئے تھے۔ اس کا مطلب ہے تم کنگال ہو۔ اس نے تمہیں کچھ پیسے دے کر پیچھا چھڑا لیا ہے اور یہاں چلی گئی ہے۔ اور جو تمہیں چھوڑ کر گئی ہے کیا وہ دہلی پہنچنے پر ٹیکسی کا کرایہ دے گی؟ نہیں باؤ جی! مجھے تو معاف کرو یہاں سے پیدل دہلی چلے جاؤ۔''

وہ ٹیکسی اسٹارٹ کر کے اسے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا اس کے دونوں ہاتھوں پر کیلے کا پتا تھا اور کیلے کے پتے پر روٹی اور سالن رکھا ہوا تھا وہ اپنی بھوک مٹا سکتا تھا۔ لیکن اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حتیٰ کہ پی سی او کے ذریعے اپنوں سے رابطہ کر کے رقم منگوانے کے لیے بھی جیب میں پیسے نہیں تھے۔

میں اپنی بیٹی کے پاس آ گیا مرلی دھر ایک برتھ پر بیٹھا اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور وہ کہہ رہی تھی ''ابھی تو کتوں کی طرح لڑتے رہے ہو اور بری طرح ہانپتے رہے ہو۔ ذرا سانس درست کر لو۔ پھر میں تم سے ایسی محبت کروں گی کہ ساری زندگی یاد رکھو گے۔''

وہ بولا ''تمہاری باتوں میں طنز چھپا ہوا ہے۔ کیا مجھے کمزور سمجھتی ہو۔ میں آنند مراٹھے کو ایک زور کا ہاتھ جماتا تو وہ زمین پر گر کر ٹھنڈا ہو جاتا لیکن وہ میرا دوست تھا۔ اس لیے میں اس کا لحاظ کر رہا تھا۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی ''اگر تم یہ ہاتھ پکڑ لو گے تو میں تمہاری ہو جاؤں گی۔ آؤ میرے شیر! مجھے پکڑ لو۔''

وہ ہنستا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا ''تم سمجھ رہی ہو۔ میں ابھی تک نشے میں ہوں۔ کوئی نشہ وشا نہیں ہوا تھا۔ جب میں کسی کی کلائی پکڑتا ہوں نا تو وہ ہائے کہہ کر میری آغوش میں چلی آتی ہے۔''

اس نے کلائی کو پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو کلائی اس جگہ سے ہٹ گئی پھر گھوم کر اس کے منہ پر ایسا ہاتھ پڑا کہ وہ لڑکھڑا کر پیچھے برتھ پر گر پڑا۔

اس نے فوراً ہی پلٹ کر دیکھا تو وہ اپنا ہاتھ پھر اس کی طرف بڑھا رہی تھی۔ وہ برتھ پر سے اٹھنے ہی اچھل کر اس کی طرف آنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی اعلیٰ بی بی نے گھوم کر ایک کک ماری اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ وہ گھوم کر لڑکھڑاتا ہوا کھڑکی کے پاس جا کر گر پڑا۔

اسے اپنے چہرے پر گرمی سی محسوس ہوئی۔ اس نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو ناک اور ہاتھوں سے لہو رس رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی ہاتھ کے اشاروں سے کہہ رہی تھی ''آؤ میرے شیر! ابھی تو کھیل شروع ہوا ہے۔''

وہ قمیص کے دامن سے لہو پونچھتا ہوا اٹھ کھڑا ہو گیا پھر جبراً ہنستا ہوا بولا ''مجھے کیا معلوم تھا کہ تم نارزن کی بیٹی ہو۔ چلو دوستی کر لیتے ہیں۔''

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اعلیٰ بی بی نے اس سے ہاتھ ملاتے ہی خود گھوم کر اس کے ہاتھ کو دوسری طرف گھما دیا پھر اسے ایک لات ماری وہ جھکتا ہوا لڑکھڑاتا ہوا ٹوائلٹ کے دروازے سے ٹکراتا ہوا اندر جا کر کموڈ میں پہنچ گیا۔ وہ اچھل کر اس پر آ گئی۔ اس نے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا پھر اس کے سر کو کموڈ میں گھسا دیا۔ فلش کو آن کیا تو

پانی کموڈ میں بھرنے لگا۔ اس کا سر اس غلیظ پانی میں ڈوبنے لگا۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ مچل رہا تھا۔ اس کی سانس رک رہی تھی۔

اس نے سر کو باہر نکال کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ الٹ کر فرش پر گر پڑا۔ اس نے پیٹ پر ایک لات ماری تو پیٹ کے اندر گھسا ہوا پانی فوارے کی طرح منہ سے نکل آیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے پھر ایک ٹھوکر ماری تو وہ الٹ کر دوبارہ فرش پر لیٹ گیا۔

اب وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر ہانپ رہا تھا۔ گڑگڑا رہا تھا ''مجھے معاف کردو۔ مجھے معاف کردو۔ تم میری بہن ہو' میری جاں ہو' میری بیٹی ہو۔ میں کبھی تم پر بری نظر نہیں ڈالوں گا۔ ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا پھر کبھی دکھائی دو گی تو نہیں دیکھوں گا۔ آنکھیں بند کرلوں گا۔''

وہ اسے چھوڑ کر ٹوائلٹ سے باہر آ کر اپنی برتھ پر بیٹھ گئی۔ وہ ہانپتا کانپتا فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ دیوار کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا دوسری برتھ پر آ کر بیٹھ گیا۔

اعلیٰ بی بی نے کہا ''لیٹ جاؤ!''

وہ چپ چاپ وہاں لیٹ گیا پھر اس نے اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق آنکھیں بند کرلیں۔ آہستہ آہستہ نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

اس کے خیالات نے بتایا تھا کہ وہ بہت امیر کبیر شخص ہے۔ لکھنو میں اس کا ایک پرائیویٹ بنگلا ہے جو صرف عیاشی کے لیے وقف ہے۔ اعلیٰ بی بی اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا رہی تھی۔ آئندہ اس بنگلے میں جا کر آرام سے رہنے والی تھی۔

میں پارس کے پاس پہنچا پہلے وہ علی اکبر کے بہروپ میں تھا۔ دردان نے اس کے لیے بھی خطرات پیدا کیے تھے۔ لہٰذا اسے بھی اعلیٰ بی بی کی طرح دہلی شہر چھوڑنا پڑا تھا۔ اس نے اپنا علی اکبر والا میک اپ اتار دیا تھا۔ اب اصلی چہرے کے ساتھ تھا۔ وہاں اسے پارس کی حیثیت سے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ کناٹ پیلس میں ایک بوڑھی بیوہ عورت اپنے مکان میں تنہا رہتی تھی۔ وہ وہاں جا کر اس کا پے انگ گیسٹ بن گیا تھا۔ اس نے کہا ''پاپا.....! میں ان بے چاریوں کے لیے فکرمند ہوں۔ کیا آپریشن ہو چکا ہے؟''

''ہاں..... وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو چکی ہیں۔ اس وقت بے ہوش پڑی ہیں۔ ہوش میں آنے کے بعد بڑی تکالیف سے گزرنے والی ہیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان دونوں کے دماغوں میں جاتے آتے رہیں گے۔ بازوؤں اور پسلیوں کی طرف سے گوشت کاٹا گیا ہے۔ وہ ناقابلِ برداشت تکالیف سے گزریں گی۔ ایسے وقت خیال خوانی کے ذریعے ان کی تکلیفوں کو کم کیا جائے گا۔ میں جا رہا ہوں کوئی بات قابلِ ذکر ہوگی تو آ کر تمہیں بتاؤں گا۔''

پھر میں نے جانے سے پہلے پوچھا ''الپا سے تمہارا رابطہ ہے یا نہیں؟''

''یس پاپا.....! وہ میرے دربدر ہونے کے باعث بہت پریشان ہے۔ میرے پاس آتی جاتی رہتی ہے۔''

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ ان بہنوں کو صبح چار بجے ہوش آیا تھا اور وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہی تھی۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کے دماغوں پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس لیے وہ کم سے کم تکلیف محسوس کر رہی تھیں۔

اس وقت وہ ہوش میں آنے کے باوجود پوری طرح ہوش و حواس میں نہیں تھیں۔ یہ نہیں سمجھ پا رہی تھیں کہ ان کے ساتھ کیا ہو چکا ہے۔ ایک کمرے میں دونوں کے بیڈ الگ الگ تھے۔ وہ بیس برس کے بعد ایک دوسرے سے اتنی دور الگ الگ ہو کر الگ الگ بستر پر پڑی ہوئی تھیں۔ جمیلہ کے پاس اس کی والدہ دو خواتین کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔ نبیلہ کے پاس اس کا باپ عبدالرحمٰن تھا۔ وہاں بھی دو چار رشتے دار موجود تھے۔ انہیں ہوش آنے لگا تو ڈاکٹر کو اطلاع دی گئی۔ انہیں اٹینڈ کرنے کے لیے دو ڈاکٹرنسوں کے ساتھ آ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ تنہا ایک ڈاکٹر دونوں کو بیک وقت اٹینڈ نہیں کر سکے گا۔

پہلے وہ دونوں بیمار ہوتی تھیں تو ایک ہی ڈاکٹر ان میں سے کسی ایک کی نبض تھام کر کسی ایک کا معائنہ کر کے دوسری کا حال بھی معلوم کر لیتا تھا۔ دونوں کو ایک طرح کی بیماری ہوتی تھی اور ایک ہی دوا سے ان دونوں کا علاج ہو جایا کرتا تھا۔ پہلے ان کا دل اور دماغ ہی نہیں جسم بھی ایک تھا۔

وہ دونوں ڈاکٹر الگ الگ ان کا معائنہ کر رہے تھے۔ وہ دونوں ایک ہی طرح تکلیف میں مبتلا تھیں۔ ایک جیسے آپریشن سے گزر کر آئی تھیں۔ اس لیے دونوں ہی نیم بے ہوشی کی حالت میں تھیں۔ اس وقت سمجھ نہیں پا رہی تھیں کہ وہ کس عالم میں ہیں؟ کہاں ہے؟ اور ان کے ساتھ کیا ہو چکا ہے؟

ایک ڈاکٹر نے دوسرے ڈاکٹر سے کہا ''دونوں لڑکیاں بڑی حوصلہ مند ہیں۔ اتنے بڑے آپریشن کے بعد انہیں شدید تکلیف میں مبتلا ہونا چاہیے تھا لیکن یہ صرف کراہ رہی ہیں اور اپنی تکلیف برداشت کر رہی ہیں۔''

دوسرے ڈاکٹر نے کہا ''ہمیں پین کم کرنے کے لیے انجکشن لگانا چاہیے۔ یہ جلد ہی پوری طرح ہوش میں آ جائیں گی۔''

انہوں نے دونوں کو ایک ایک انجکشن لگایا۔ ایسے وقت جمیلہ کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی جنبش ہوئی۔ ڈاکٹر نے ایک کان اس کے قریب کرتے ہوئے سنا۔ وہ بہت ہی دھیمی آواز میں کہہ رہی تھی ''نبیلہ! میں بہت تکلیف میں ہوں۔''

ادھر دوسرے ڈاکٹر نے اپنا کان نبیلہ کے قریب لے جا کر سنا۔ وہ کہہ رہی تھی ''ہاں..... جمیلہ.....! میں بھی بہت تکلیف میں ہوں۔''

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر موجود تھے۔ حیرانی سے سن رہے تھے کہ ایک نے زیرلب جمیلہ کو مخاطب کر کے تکلیف ظاہر کی تھی۔ دوسری طرف نبیلہ نے اس کی آواز نہیں سنی تھی لیکن ایک کی سوچ کی لہریں دوسری کے اندر پہنچی تھیں اور دوسری جواباً کہہ رہی تھی کہ وہ بھی تکلیف میں مبتلا ہے۔

انہوں نے مجھ کو اور الپا کو بلایا اور کہا ''جمیلہ! زیرلب ایسے بول رہی ہے' جیسے نبیلہ اس کے اندر ہو۔''

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا ''نبیلہ بھی جواباً ایسے کہہ رہی ہے' جیسے وہ جمیلہ کو اپنے اندر محسوس کر رہی ہو۔''

میں نے اور الپا نے دونوں کے اندر باری باری جا کر دیکھا۔ وہ دونوں تکلیف سے کراہ رہی تھیں اور ایک دوسرے کو تسلیاں دے رہی تھیں۔ جبکہ وہ کمرے کے دو سروں پر الگ الگ بیڈ پر تھیں۔ ایک دوسرے کی آوازیں نہیں سن رہی تھیں۔ اپنے دماغ کے اندر یوں محسوس کر رہی تھیں جیسے جمیلہ نبیلہ کے اندر ہو اور نبیلہ جمیلہ کے اندر ہو۔ وہ دونوں سوچ کے ذریعے ایک دوسرے سے بول رہی تھیں۔

الپا نے حیرانی سے پوچھا ''پاپا.....! کیا یہ دونوں خیال خوانی کرنے لگی ہیں؟''

میں نے کہا ''نہیں..... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ ٹیلی پیتھی نہیں ہے کوئی اور بات' کوئی قدرتی راز ہے جو ہمیں رفتہ رفتہ معلوم ہوگا۔''

میں نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا ''تم سب باری باری ان کے اندر موجود ہو اور ان کی اسٹڈی کرتے رہو' ان بہنوں کے اندر ہماری توقع کے خلاف کوئی تبدیلی آ رہی ہے۔''

وہ سب مستعد ہو گئے تھے۔ بڑی توجہ سے ان کی اسٹڈی کر رہے تھے' ہمیں بھی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ ہم روزانہ کران کے پاس جا رہے تھے۔ صبح آٹھ بجے وہ پوری طرح ہوش میں آ گئیں۔ ہوش میں آتے ہی انہیں یوں لگا جیسے وہ اندر سے خالی ہو گئی ہوں یا ان سے کچھ چھین لیا گیا ہو۔ وہ دونوں ہم شکل تھیں۔ انہیں اس طرح پہچانا جاتا تھا کہ نبیلہ کے بائیں طرف جڑی ہوئی جمیلہ تھی اور جمیلہ کے دائیں طرف جڑی ہوئی نبیلہ تھی۔

جمیلہ نے پریشان ہو کر اپنی دائیں طرف دیکھا تو نبیلہ کو نہیں پایا ایک دم سے چیخ کر بولی ''میری نبیلہ کہاں ہے؟''

ادھر نبیلہ نے اپنی دائیں طرف دیکھا تو جمیلہ کو نہ پا کر اس نے بھی یہی سوال کیا۔ وہاں ڈاکٹر اور دوسرے رشتے دار موجود تھے۔ انہیں بتایا گیا کہ آپریشن کے ذریعے دونوں کو الگ کر دیا گیا ہے۔

وہ دونوں چند لمحوں تک حیران رہ گئیں۔ منہ سے کچھ نہ بول سکیں۔ ایک تو وہ آپریشن کے نتیجے میں ہونے والی تکلیف برداشت کر رہی تھیں۔ دوسرا یہ ذہنی جھٹکا پہنچا تھا کہ انہیں ایک دوسرے سے الگ کر دیا گیا ہے۔ دونوں نے پھر دائیں بائیں سر گھما کر دیکھا ان کے درمیان سے دوسرے رشتے دار ہٹ گئے۔ ڈاکٹر بھی پرے ہو گئے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ ان کے دو بیڈ کے درمیان تقریباً چھ فٹ کا فاصلہ تھا لیکن انہیں ایسا لگ رہا تھا جیسے انہیں ندی کے دو کنارے بنا دیا گیا ہو۔

جمیلہ نے بڑے کرب سے سوچا ''ہائے نبیلہ! مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے تم دنیا کے آخری سرے پر پڑی ہوئی ہو۔''

ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے نبیلہ کے اندر رہ کر سنا۔ اسے جمیلہ کی سوچ سنائی دے رہی تھی اور وہ خود سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی ''ہاں جمیلہ.....! مجھے بھی ایسا لگ رہا ہے جیسے تم دنیا کے دوسرے سرے پر پڑی ہوئی ہو۔''

ہم نے جمیلہ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ نبیلہ کی سوچ کو کوس رہی تھی۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے یہ تماشا دیکھ رہے تھے اور حیران ہو رہے تھے۔ ان دونوں کی لائف ہسٹری پر پوری توجہ دی جائے تو حیرانی کی زیادہ بات نہیں تھی۔ وہ بچپن سے ہم مزاج تھیں۔ ایک کو جو تکلیف ہوتی تھی' وہی دوسری بھی محسوس کرتی تھی۔ ایک کی جو خواہش ہوتی تھی' وہی دوسری کی بھی خواہش ہوا کرتی تھی۔ دونوں کے صرف جسم ہی نہیں خیالات' احساسات اور جذبات بھی ایک ہی تھے۔

جب تک ان دونوں کا جسم جڑا رہا۔ انہوں نے کبھی سوچ کے ذریعے ایک دوسرے سے بات نہیں کی۔ ایک دوسرے کی طرف سر گھما کر بولتی رہتی تھیں۔ انہوں نے کبھی کسی کو سوچ کے ذریعے مخاطب کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی لیکن اب ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے ہی دونوں کے دماغ قدرتی طور پر اتنی شدت سے متحد ہو گئے تھے کہ جسمانی علیحدگی کے

کتابیات پبلی کیشنز۔ کراچی

باوجود ایک دوسرے کو اپنے اندر محسوس کر رہی تھیں۔

نبیلہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''تم مجھ سے اتنی دور ہو لیکن دور نہیں لگ رہی ہو۔ میرے اندر سمائی ہوئی ہو۔ کیا تم ایسا محسوس کر رہی ہو؟''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''میں بھی یہی محسوس کر رہی ہوں کہ تم میرے اندر ہو مگر ان لوگوں نے ہمیں ایک دوسرے سے دور کر دیا ہے۔''

جمیلہ نے غصے سے ڈاکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ''آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ ہمیں ایک دوسرے سے الگ کیوں کر دیا ہے؟''

ڈاکٹر نے کہا ''تم دونوں کی بہتری کے لیے کیا ہے۔ اب تم دونوں آزادی سے چل پھر سکو گی اور اپنی اپنی جگہ ایک الگ زندگی گزار سکو گی۔''

نبیلہ نے چیخ کر کہا ''ہمیں نہیں چاہیے الگ زندگی۔ آپ نے میرا آدھا جسم کاٹ کر مجھے زندگی نہیں دی ہے مجھے مار ڈالا ہے۔''

جمیلہ نے کہا ''مجھے بھی ایسا لگ رہا ہے جیسے مجھے آدھا زندہ رکھا گیا ہے؟ آدھا مار ڈالا گیا ہے۔ مجھ سے میرا آدھا پن چھین لیا گیا ہے۔ میں نبیلہ کے بغیر نامکمل ہوں۔''

نبیلہ نے کہا ''اور میں جمیلہ کے بغیر نامکمل ہوں۔''

ان کے ماں باپ ان دونوں کو تھپکنے لگے۔ سمجھانے لگے ''بیٹی! تم دونوں بیس برس سے جڑی رہی ہو۔ اس لیے تمہیں علیحدگی گراں گزر رہی ہے۔ غصہ نہ کرو۔ ٹھنڈے دماغ سے غور کرو۔ یہ تم دونوں کے لیے بہتر ہوا ہے۔''

ادھر باپ نے سمجھایا ''دیکھو بیٹی! تم دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئی ہو لیکن کہیں جا کر الگ نہیں رہو گی۔ ہمارے ہی گھر میں رہو گی۔ ایک ہی چھت کے نیچے ایک ہی بیڈ پر سویا کرو گی۔ تمہارا کھانا پینا چلنا پھرنا سب ایک ہی ساتھ ہو گا۔ جب تم دونوں آزادی سے ادھر ادھر آتی جاتی رہو گی تو علیحدہ ہونے کی تکلیف بھول جاؤ گی۔''

وہ سب انہیں سمجھا رہے تھے۔ ہم اس مسئلے پر غور کر رہے تھے' کیا وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دوسرے کے دماغ میں پہنچ گئی ہیں یا جسمانی علیحدگی کے بعد بڑی شدت سے ذہنی طور پر ایک ہو گئی ہیں؟

میں نے اور الپا نے ان دونوں کے دماغوں میں رہ کر یہ تحریک پیدا کی کہ ان دونوں کو اپنے ماں باپ کے دماغوں میں پہنچ کر سوچ کے ذریعے بولنا چاہیے۔

لیکن وہ نہیں جانتی تھیں کہ خیال خوانی کی پرواز کیسے کی جاتی ہے۔ ہم نے پرواز کرنے کے سلسلے میں تعاون کیا لیکن ان کی سوچ کی لہریں صرف ایک دوسرے کے دماغ تک محدود رہیں۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ نہ انہیں ٹیلی پیتھی آتی ہے اور نہ ہی وہ خیال خوانی کر سکیں گی۔ ادھر انسانی ہاتھوں نے ان کے جسموں کو ایک دوسرے سے الگ کیا ہے تو قدرت کے ہاتھوں نے ادھر ان کے ذہنوں کو یکجا کر دیا ہے۔ وہ ذہنی طور پر پہلے سے زیادہ ایک دوسرے سے جڑ گئی تھیں۔

☆☆☆

انا بیلا بڑے آرام سے اپنی پلاننگ پر عمل کرتے ہوئے تل ابیب پہنچی تھی اور وہاں پہنچنے کے بعد ہی اس کا آرام حرام ہو گیا تھا۔ اس پر سونیا کی دہشت طاری کی گئی تھی۔ الپا نے سونیا بن کر اسے دھمکی دی تھی کہ وہ کالا عمل کرے گی تو تل ابیب میں بری طرح پھنسے گی۔

وہ انا بیلا کی حیثیت سے وہاں نہیں آئی تھی۔ اس نے اپنی معمولہ اور تابعدار اور نافرمیر کو اپنی ڈمی انا بیلا بنایا تھا۔ اس کے ذریعے وہاں حکومت کرنا چاہتی تھی۔ الپا نے سونیا بن کر دھمکی دی کہ وہ احکامات کی تعمیل نہیں کرے گی تو اسے وہاں بے نقاب کر دیا جائے گا پھر اسرائیلی انٹیلی جنس والے آ کر اسے گرفتار کر لیں گے۔ سب کے سامنے اس کی اصلیت کھل جائے گی۔

انا بیلا یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو جاتی تھی کہ سونیا کو اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے منصوبوں کا علم کیسے ہو جاتا ہے؟ آخر وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ اس کا باڈی گارڈ جینی کبریا دشمنوں کا آلہ کار بن گیا ہے۔ اسے معمولہ تابعدار بنا کر سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر آتے ہیں اور یہ معلوم کرتے رہتے ہیں کہ انا بیلا کہاں ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے؟

اس نے کبریا پر شبہ کرتے ہی اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اسے چھوڑ کر تل ابیب سے جیفہ چلی آئی۔ وہاں اس نے کرائے کا ایک اپارٹمنٹ حاصل کیا پھر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ سب سے پہلے کبریا کے خیالات پڑھے۔ وہ اسے محسوس کرتے ہی انجان بن کر سوچنے لگا ''پتا نہیں انا بیلا کہاں چلی گئی ہے؟ کیا وہ دھوکا دے کر گئی ہے؟ کیا اب وہ مجھے کبھی نہیں ملے گی؟''

وہ سوچ رہا تھا اور انا بیلا کے لیے پریشانی ظاہر کر رہا تھا۔ وہ اس کے اندر بالکل خاموش تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہے یا نہیں؟ کبریا یوں ظاہر کر رہا تھا جیسے کوئی اسے مجبور کر رہا ہے کہ وہ اس

بنگلے سے باہر جائے اور انا بیلا کو تلاش کرے۔

انا بیلا کو یقین ہو گیا کہ واقعی کوئی اس کے اندر موجود ہے اور اس کے خلاف اسے بھڑکا رہا ہے۔ اسے مجبور کر رہا ہے کہ وہ کسی بھی طرح انا بیلا سے رابطہ کرے۔

تب وہ خاموشی توڑ کر کبریا سے بولی ''مجھے یقین ہو گیا ہے کہ کسی نے تمہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا ہے۔ اب میں دیکھنا چاہوں گی کہ تم اس کے زیادہ تابعدار ہو یا میرے؟''

کبریا نے کہا ''تم اچھی طرح جانتی ہو میں تمہارا تابعدار ہوں۔ تم سے محبت کرتا ہوں اور ہم دونوں ہمیشہ ایک ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ میں کبھی کسی دوسرے کا غلام بن کر نہیں رہنا چاہتا۔ اگر کسی نے مجھے بنا رکھا ہے تو یہ تمہارا فرض ہے کہ تم مجھے اس سے نجات دلاؤ۔''

''میں ضرور تمہیں نجات دلاؤں گی لیکن پہلے اپنی سلامتی اور تحفظ کو یقینی بنا لینا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد تمہارے لیے بہت کچھ کروں گی۔ فی الحال میرا حکم ہے کہ تم میری تلاش میں نہیں نکلو گے۔ کوئی خاص ضرورت ہو تو اس بنگلے سے باہر جاؤ گے۔ ورنہ وہیں میرا انتظار کرتے رہو گے۔''

وہ دماغی طور پر اپنے اس اپارٹمنٹ میں حاضر ہو گئی۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا تھا۔ اپنے ساتھ ایک اٹیچی اور ایک تھیلے میں جادو کا سامان بھر کر لائی تھی۔ اس تھیلے سے وہ سارا سامان نکال کر فرش پر رکھنے لگی۔ ادھر نومی کرنثل عرف سونیا کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ کبریا کا لب و لہجہ اختیار کر کے انا بیلا کے دماغ میں پہنچا جا سکتا ہے۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے اندر پہنچ گئی تھی اور بالکل خاموش تھی۔ یہ دیکھ رہی تھی کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ وہ چپ چاپ اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔

انا بیلا تمام سامان ترتیب سے رکھنے کے بعد اب ماش کے دال کے آٹے کو تیل میں بھگو کر گوندھنا چاہتی تھی۔ اس کے بعد سونیا کے نام کا پتلا بنا کر اس پر عمل کرنے والی تھی۔

اس نے تیل کی بوتل کھول کر اسے ماش کے آٹے پر ڈالنا چاہا تو ایسے وقت اس کا ہاتھ اپنے سر کی طرف چلا گیا۔ وہ اپنے سر پر تیل ڈالنے لگی پھر ایک دم سے گھبرا کر اس نے تیل کی بوتل ایک طرف پھینک دی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی ''یہ میں کیا کر رہی تھی؟''

وہ فرش پر پڑی ہوئی بوتل کی طرف دیکھنے لگی۔ بوتل ٹوٹ گئی تھی تیل فرش پر پھیل گیا تھا۔ اس نے سوچا فرش پر سے تیل سمیٹ کر ماش کے آٹے کو بھگوئے گی پھر اس کا پتلا بنائے گی اس نے تیل کو دونوں ہتھیلیوں سے سمیٹا پھر ہتھیلیاں آٹے کی طرف لے جانا چاہتی تھی لیکن وہ اس کے منہ کی طرف آ گئیں۔ وہ دونوں ہتھیلیاں منہ پر رگڑنے لگی۔ اس کے چہرے پر تیل پھیلنے لگا۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر وہاں سے اٹھ گئی۔ ذرا پیچھے جا کر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو گھور گھور کر دیکھنے لگی۔

ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس نے کبھی ایب نارمل ہو کر الٹی سیدھی حرکت نہیں کی تھی جبکہ آج اس سے ایسی حرکتیں سرزد ہو رہی تھیں۔ دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ کوئی اس کے حواس پر چھایا ہوا ہے۔ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر اس پر حکومت کر رہا ہے اور اس سے ایسی بے تکی حرکتیں کروا رہا ہے۔

نومی اس کے اندر خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ یقیناً الپا وہاں موجود ہے اور اس کے ساتھ ایسا سلوک کر رہی ہے۔

انا بیلا نے اچانک ہی ایک چیخ مارتے ہوئے کہا ''نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ کوئی میرے دماغ پر قبضہ نہیں جما سکتا۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی واش روم میں آ کر صابن سے ہاتھ منہ دھوتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔ میں کسی کی معمولہ اور تابعدار نہیں بنوں گی۔ اگر کسی نے مجھے کنیز بنایا تو میں اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔

ایسے وقت الپا کی آواز سنائی دی ''تو پھر تمہیں مر جانا چاہیے!''

اس نے ایک دم سے چونک کر آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا۔ کوئی اس کے اندر بول رہی تھی۔ آواز اور لب و لہجہ جانا پہچانا تھا لیکن یاد نہیں آ رہا تھا۔ شاید کبھی سنا ہو پھر دوبارہ سننے کا اتفاق نہ ہوا ہو۔

الپا اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس نے کہا ''ہاں سوچو' غور کرو' میں کون ہوں؟ ویسے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں کوئی بھی ہو سکتی ہوں۔ فرق تو تمہارے لیے پڑ گیا ہے کہ تمہارے دماغ پر حاوی ہو گئی ہوں۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''کیا..... کیا تم نے مجھ پر تنویمی عمل کیا ہے؟''

الپا نے ہنستے ہوئے کہا ''نادان بچی بن کر نہ بولو کیا تم نہیں جانتیں کہ تنویمی عمل کے بغیر کسی کو بھی اپنا تابعدار نہیں بنایا جا سکتا۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''لیکن تم نے کب..... کب مجھ پر ایسا عمل کیا تھا؟ مجھے خبر کیوں نہ ہوئی؟''

"تم کامیابیوں کے نشے میں مدہوش تھیں اور جو مدہوش ہوتے ہیں انہیں لٹ جانے کی خبر نہیں ہوتی۔"

وہ بولی "کیا تمہارا تعلق فرہاد اور سونیا سے ہے؟"

"ہاں بہت گہرا تعلق ہے۔ فی الحال تم سے اس لیے دشمنی کر رہی ہوں کہ تم یہاں میری چیز مجھ سے چھیننے آئی ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی "میں یہاں چھیننے آئی ہوں؟ اور تم سے؟ مجھے صاف صاف بتاؤ میں تم سے کیا چھیننے آئی ہوں؟"

"میں برسوں تک اس ملک پر حکومت کرتی رہی ہوں۔ میں نے کچھ عرصے کے لیے اقتدار کی کرسی چھوڑ دی تو تم یہاں قبضہ جمانے کے لیے آ گئیں۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی "اوہ گاڈ.....! تم الپا ہو؟"

"ہاں میں الپا ہوں۔ میرے بعد ولاڈی میر ارنا کوف آوازون سب ہی نے خیال خوانی کے ذریعے یہاں حکومت کرنے کی کوششیں کیں لیکن ناکام رہے تم انہیں شکست دیتی رہیں۔ بے شک تم نے یہاں تک پہنچنے کے لیے بڑی محنت کی ہے۔ تمہیں کامیاب ہونا چاہیے۔ یہاں اقتدار کی کرسی تمہیں ملنی چاہیے لیکن تم نے میڈم سونیا سے فراڈ کر کے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی ماری ہے۔"

وہ بولی "میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔ میں نے میڈم سے معافی بھی مانگی ہے۔ انہوں نے مجھے صرف معاف نہیں کیا۔ بلکہ یہ اجازت دی ہے کہ میں یہاں آ کر تمہاری جگہ سنبھال سکتی ہوں اور اسرائیلی اکابرین پر حکومت کر سکتی ہوں۔"

"اس سے اندازہ کرو کہ میڈم سونیا کتنی دریا دل ہیں۔ انہوں نے تمہیں معاف کیا لیکن تم کیا کر رہی ہو؟"

وہ گھبرا کر بولی "میں..... میں کیا کر رہی ہوں؟"

"کیا میں تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم نہیں کر سکتی؟ کیا تمہاری کوئی بات مجھ سے چھپی رہے گی؟ ابھی تم کس کے خلاف کالا جادو کر رہی تھیں؟ جس نے تمہیں اقتدار کی کرسی پر بٹھانے کے لیے یہاں بھیجا ہے' اسے تم کالے عمل کے ذریعے مارڈالنا چاہتی ہو یا کوئی زبردست نقصان پہنچانا چاہتی ہو؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے کان پکڑ کر اپنے گالوں پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی "میں کان پکڑتی ہوں۔ توبہ کرتی ہوں۔ آئندہ ایسی کوئی غلطی نہیں ہوگی۔"

"تھوڑی دیر پہلے تم کالا عمل کر رہی تھیں۔ تمہیں وارننگ دی گئی تھی کہ یہ عمل کرو گی تو نقصان اٹھاؤ گی لیکن تم نے ہم سب کو دھوکا دینے کی کوشش کی۔ وہاں اپنے باڈی گارڈ کو چھوڑ کر یہاں چلی آئیں۔ تمہارا خیال تھا کہ ہم تمہارے باڈی گارڈ کے محتاج ہیں۔ صرف اسی کے ذریعے تم تک پہنچ سکتے ہیں۔ دیکھ لو کہ اس کے بغیر میں تمہارے اندر پہنچی ہوئی ہوں۔"

وہ عاجزی سے بولی "میں جانتی ہوں تمہاری معمولہ اور تابعدار بن چکی ہوں۔ اب کسی طرح بھی میڈم سونیا کو دھوکا نہیں دے سکوں گی۔ آئندہ میڈم جو حکم دیں گی میں تعمیل کرتی رہوں گی۔"

"وہ تو کرنا ہی ہوگا۔ ایک معمولہ اور تابعدار کا اور کام ہی کیا ہوتا ہے؟ میں جا رہی ہوں پھر کسی وقت آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ انابیلا آئینے کی سطح پر خود کو دیکھتی رہی۔ سوچتی رہی۔ انتظار کرتی رہی کہ شاید الپا پھر کچھ بولے گی لیکن خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ واقعی جا چکی ہے۔

وہ تو جا چکی تھی لیکن نومی وہاں موجود تھی ان کے درمیان ہونے والے سنگین کھیل تماشے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ ایسے وقت اسے کیا کرنا چاہیے؟

ایسے وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ انابیلا نے چونک کر ہاتھ روم کے دروازے کے باہر دیکھا پھر تولیے سے منہ ہاتھ پونچھتی ہوئی کمرے میں آ کر دروازے کے قریب آ کر بولی "کون ہے؟"

باہر سے کبریا کی آواز سنائی دی "میں ہوں!"

اس نے حیرانی سے دروازہ کھول کر پوچھا "تم یہاں کیسے آ گئے؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں اس اپارٹمنٹ میں ہوں؟"

"تم کیسی باتیں کر رہی ہو' تم نے میرے دماغ میں آ کر یہاں کا پتا بتایا تھا اور حکم دیا تھا کہ میں ابھی چلا آؤں۔ اسی لیے آ گیا ہوں۔"

وہ اندر آیا تو انابیلا آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گئی پھر دہاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ وہ اسے تھپکتے ہوئے بولا "کیا بات ہے کیوں رو رہی ہو' مجھے کچھ تو بتاؤ؟"

وہ روتے ہوئے بولی "الپا نے میرے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے۔ میں اب کہیں کی نہیں رہی۔ دو کوڑی کی ہو گئی ہوں اس کی کنیز بن کر رہوں گی۔ میں کیسے رہوں گی کیسے زندگی گزاروں گی۔ مجھے مارڈالو' مجھے جان سے مارڈالو۔"

وہ اسے تھپک رہا تھا' چوم رہا تھا' سمجھا رہا تھا "صبر کرو' کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں۔ کبھی کی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔ آج تم چھوٹی پڑ گئی ہو۔ کوئی بات نہیں' ہم کوئی تدبیر کریں گے۔ ایسا پانسا پھینکیں گے کہ وہ چھوٹی ہو جائے گی اور تم بڑی ہو جاؤ گی۔"

وہ رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی "یہ سب دلاسا دینے والی باتیں ہیں۔ اب میں کوئی تدبیر نہیں کر سکوں گی۔ کروں گی تو اسے خبر ہو جایا کرے گی۔ ابھی میں نے تمہیں نہیں بلایا تھا۔ اسی نے تمہارے پاس آ کر تمہیں یہاں بھیج دیا ہے۔ ہم دونوں اس کے تابعدار بن چکے ہیں۔ اس کے خلاف ابھی کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

کبریا نے فرش پر پھیلے ہوئے سامان کو دیکھا پھر کہا "میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ کالا جادو نہ کرنا خواہ مخواہ سونیا اور فرہاد سے دشمنی مول لینا چاہو گی تو برا انجام ہوگا۔ اب دیکھ لو کہ یہی ہو رہا ہے۔"

وہ بکھرے ہوئے سامان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "یہاں سے چلو۔ ہم اپنے اس بنگلے میں واپس جائیں گے۔"

کبریا نے اس کا بیگ اٹھاتے ہوئے کہا "ہاں اب تو وہیں جانا چاہیے۔ ان سے چھپ کے نہیں رہ سکتے تو پھر وہ بنگلا کیوں چھوڑیں؟"

وہ اس اپارٹمنٹ سے باہر آئے پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔ انابیلا نے کبریا کا ہاتھ تھام کر اسے بڑی بے بسی سے دیکھا۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور کی موجودگی میں زبان سے کچھ کہنا نہیں چاہتی تھی۔ سوچ کے ذریعے بولی "میرے لیے کچھ کرو۔ میں کسی کی معمولہ اور تابعدار بن کر زندگی نہیں گزار سکوں گی۔ مجھے کسی بھی طرح الپا کے تنویمی عمل سے نجات دلاؤ۔"

وہ بولا "میں نہیں جانتا کہ ٹیلی پیتھی کیا ہوتی ہے اور تنویمی عمل کیا ہوتا ہے اور مجھے کس طرح تمہیں بچانا چاہیے۔ تم مجھے کوئی راستہ دکھاؤ گی اور حکم دو گی تو میں اس راستے پر چل کر تمہیں ہر قیمت پر اس کے شکنجے سے نکالنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ اس کے شانے پر سر رکھ کر بولی "بس ایک تمہارا ہی آسرا رہ گیا ہے۔"

وہ اس بنگلے میں پہنچ کر بولی "میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے میں یقین سے کہتی ہوں۔ اس وقت الپا موجود نہیں ہے۔ ورنہ وہ مجھے ایسی تدبیر سوچنے سے روک دیتی۔"

"تو پھر جلدی سے بولو وہ تدبیر کیا ہے؟"

"تم مجھ سے دور ہو جاؤ۔ کسی بہت بڑے عامل سے ملو۔ انہیں بڑی سے بڑی رقم دے کر اس بات پر راضی کرو کہ وہ تمہارے ذہن سے پچھلا تنویمی عمل واش کر دیں۔"

اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا "اس سے کیا ہوگا؟"

"تم الپا یا سونیا کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کر لو گے۔ کسی کے معمول اور تابعدار نہیں رہو گے۔ تم پرائی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے ہو۔ اس طرح آئندہ پھر کسی کو اپنے اندر نہیں آنے دو گے۔"

وہ قائل ہو کر ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا "یہ بہت اچھی تدبیر ہے۔ اس طرح میں تو نجات حاصل کر لوں گا لیکن تمہیں کیسے نجات ملے گی؟"

"پھر تو میرے لیے بھی راستہ کھل جائے گا۔ تم اس عامل سے کہو گے کہ وہ میرے ذہن سے الپا کے تنویمی عمل کو واش کر دے تو وہ ایسا ضرور کرے گا۔"

"تو پھر پہلے تمہارے ذہن سے تنویمی عمل کو واش کیوں نہ کرایا جائے؟ میں کسی عامل کو تمہارے پاس لے آؤں گا۔"

"احمقانہ باتیں نہ کرو' وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اندر رہتے ہیں وہ کسی عامل کو میرے پاس لانے کا موقع نہیں دیں گے۔ پہلے تمہیں نجات حاصل کرنی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا ایسا ہی کروں گا۔"

"صرف اتنا ہی نہیں ہم اس عامل پر بھروسا نہیں کریں گے۔ ہو سکتا ہے وہ ایسا عمل کرے کہ الپا سے تو نجات دلائے لیکن مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لے۔"

"ہاں' وہ ایسا کر سکتا ہے۔"

"جب تم اسے گن پوائنٹ پر رکھ کر حکم دو گے کہ ہماری مرضی کے مطابق عمل کرے اور کوئی ایسی بات میرے دماغ میں نقش نہ کرے جو میرے مزاج کے خلاف ہو تو پھر وہ گن کے سامنے مجبور ہو کر وہی کرے گا جو تم اس سے کہو گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "بڑی زبردست تدبیر ہے۔ میں ابھی جاؤں گا اور کسی بہت بڑے عامل کا پتا ٹھکانا معلوم کروں گا۔"

انابیلا نے اپنے بیگ میں سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا "تم جاؤ۔ میں اب اپنے بیڈ روم میں آرام کروں گی۔"

وہ بیڈ روم سے باہر آ گیا۔ اس کے جانے کے بعد انابیلا بستر پر آ کر لیٹ گئی۔ نومی کرشل عرف سونیا یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ اپنی مرضی سے لیٹنے نہیں گئی ہے۔ اس کے اندر کبریا یا الپا موجود ہیں' وہ اسے سلا دینا چاہتے ہیں۔

واقعی وہ تھوڑی دیر بعد گہری نیند میں ڈوب گئی تھی۔ نومی سوچ رہی تھی کہ انابیلا بہت ذہین' حاضر دماغ اور حوصلہ مند ہے۔ اس نے اپنی ذہانت سے ولاڈی میر' ارنا کوف اور آوازون اور کتنے ہی دشمنوں کو شکست دی اور یہاں تک حکومت کرنے چلی آئی۔

لیکن سونیا کتنی مکار ہے کہ انابیلا کی ہر کامیابی کو در پردہ ناکام بناتی رہی پھر اپنے بیٹے کبریا کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ اب سونیا نہیں ہے وہ۔ میرے شکنجے میں ہے۔ اس کے باوجود انابیلا بری طرح کبریا اور الپا کے ہاتھوں بے وقوف بن رہی ہے۔

نومی ان سب کی اسٹڈی کر رہی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ انابیلا کبریا پر اندھا اعتماد کر کے ہی دھوکا کھا رہی ہے۔ اس وقت بھی یہی سمجھ رہی تھی کہ الپا نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے جبکہ کبریا نے اسے اپنی کنیز بنا رکھا تھا۔

وہ کبریا کے ہاتھوں اس قدر الّو بن رہی تھی کہ اس وقت بھی اس نے الپا کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرنے کے لیے کبریا کو کسی عامل کی تلاش میں بھیجا تھا اور یہ توقع کر رہی تھی کہ وہ اسے فرہاد علی تیمور کے خاندان والوں سے نجات دلائے گا۔

نومی اپنی جگہ تن کر بیٹھ گئی پھر زیر لب بڑبڑائی ''نجات تو میں دلاؤں گی۔ پورے اسرائیل پر حکومت کرنے کا موقع مجھے ملے گا۔ میں ایسے موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دوں گی۔''

وہ انابیلا کے اندر پہنچ گئی۔ الپا اور کبریا مطمئن ہو گئے تھے کہ وہ پوری طرح ان کی گرفت میں آ گئی ہے۔ اب نا تو جادو ٹونا کرے گی اور نہ ہی کوئی حرکت ان کے مزاج کے خلاف کر سکے گی۔ انہوں نے اسے چھ گھنٹے تک سوتے رہنے کا حکم دیا تھا۔ اس کی طرف سے مطمئن ہو گئے تھے کہ وہ چھ گھنٹے تک خواب خرگوش کے مزے لیتی رہے گی۔

اس نے خوابیدہ انابیلا کو مخاطب کیا ''ہیلو! کیا بہت پریشان ہو؟''

اس کے خوابیدہ دماغ نے کہا ''ہاں بہت پریشان ہوں۔ مجھے نجات کا راستہ نہیں مل رہا ہے۔''

''میں تمہاری نجات دہندہ ہوں۔ میں تم پر عمل کر رہی ہوں۔ تم راضی خوشی میرے زیر اثر آ ؤ گی تو تمہیں الپا کے تنویمی عمل سے نجات مل جائے گی۔''

''کیا تم مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بناؤ گی؟''

''مجھ سے کوئی سوال نہ کرو۔ صرف ایک سوال کا جواب دو تم سونیا فرہاد اور الپا وغیرہ کے شکنجے سے نکلنا چاہتی ہو کہ نہیں؟''

''ہاں' میں ان کے شکنجے سے نکلنا چاہتی ہوں۔''

''تو پھر اپنے ذہن کو میرے حوالے کر دو۔''

وہ دھیرے دھیرے اس کے ذہن کو تھپکنے لگی۔ اس پر عمل کرنے لگی۔ اسے اپنے زیر اثر لانے لگی۔ جب وہ پوری طرح ٹرانس میں آ گئی تو اس نے کہا ''تمہارے دماغ کو کبریا کے لب و لہجے کے ذریعے لاک کیا گیا ہے۔ تمہیں اس کی آواز اور لب و لہجہ یاد رہے۔ میں اسے تمہارے دماغ سے مٹا رہی ہوں۔ تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اس آواز کو اور لب و لہجے کو بھول جاؤ۔''

وہ خوابیدہ لہجے میں بولی ''میں بھول رہی ہوں۔''

تھوڑی دیر بعد نومی نے کہا ''میں اپنی اصل آواز اور لب و لہجہ سنا رہی ہوں۔ یہ تمہارے ذہن میں نقش رہے گا اور تم اسے سننے کے بعد میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گی۔ اس کے علاوہ جو بھی سوچ کی لہر تمہارے اندر آئے گی تم سانس روک کر اسے بھگا دیا کرو گی۔''

''میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں گی۔''

نومی نے اپنی آواز اور لب و لہجہ سنایا پھر کہا ''میں حکم دیتی ہوں۔ یہ آواز اور یہ لب و لہجہ تمہارے ذہن میں نقش رہے گا' تم میری معمولہ اور تابعدار بن کر رہو گی۔ میرے تمام احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی۔''

انابیلا اس کے زیر اثر آ چکی تھی۔ اس کے تمام احکامات اس کے ذہن میں نقش ہوتے جا رہے تھے۔ وہ بڑی دیر تک ٹھہر ٹھہر کر اس کے ذہن پر اپنا سکہ جماتی رہی پھر اسے حکم دیا کہ وہ ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سو کر بیدار ہو گی۔ اس کے بعد مزید احکامات کی تعمیل کرے گی۔

وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ نومی تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ آئندہ کے متعلق پلاننگ کرنے لگی اسے کیا کرنا ہے؟ آگے چل کر انابیلا سے کام لینا چاہیے یا اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکنا چاہیے؟

وہ سوچتی رہی اور تھوڑی دیر میں انابیلا کے اندر پہنچ کر چپ چاپ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ الپا کبریا میں سے کوئی اس کے اندر آ رہا ہے یا نہیں؟

وہ بڑے سکون سے گہری نیند سو رہی تھی۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ چھت کو تکنے لگی۔ نومی نے کہا ''تمہیں آزادی مبارک ہو' کیا مجھے پہچان رہی ہو؟''

اس نے کہا ''ہاں..... میں نے تمہیں خواب میں دیکھا تھا۔ تم میری نجات دہندہ ہو۔''

''ٹھیک ہے۔ اب اٹھ کر بیٹھو اور فوراً ہی یہ جگہ چھوڑ دو۔ میں نے تمہارا دماغ لاک کر دیا ہے۔ اب کوئی دشمن تمہارے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔''

وہ بیڈ سے اترتے ہوئے بولی ''میں تمہارا شکریہ کس زبان سے ادا کروں؟''

''میں جو کہتی ہوں وہ کرتی جاؤ۔ شکریہ ادا ہوتا رہے گا۔ یہاں سے نکل کر میک اپ کا سامان خریدو۔ کسی ہوٹل کا کمرا کرائے پر لے کر اپنے چہرے کو تبدیل کرو۔ سب سے پہلے یہ دیکھو کہ کبریا اس بنگلے میں موجود ہے یا نہیں؟''

اس نے چونک کر پوچھا ''کبریا؟''

''ہاں۔ جسے تم اب تک باڈی گارڈ سمجھتی آئی ہو۔ وہ دراصل فرہاد علی تیمور کا بیٹا کبریا ہے۔ سونیا نے اسے تمہارے پیچھے لگا رکھا ہے۔ اسی نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا۔ فی الحال تم یہاں سے نکلو۔ میں تمہیں رفتہ رفتہ سب کچھ بتاتی رہوں گی۔''

وہ اپنے کمرے سے نکل کر دبے قدموں چلتی ہوئی دوسرے بیڈروم کے پاس آئی۔ دروازہ بند تھا اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ کبریا بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کا منہ دوسری طرف تھا۔ نومی نے کہا ''باہر سے دروازے کی کنڈی لگاؤ اور یہاں سے نکل جاؤ۔''

اس نے دروازے کے پاس آ کر آہستگی سے کنڈی لگائی پھر ایک بیگ میں اپنا ضروری سامان لے کر وہاں سے باہر آ گئی۔ نومی اس کے دماغ میں موجود رہی۔ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ کوئی اس کے اندر آتا ہے یا نہیں۔ ویسے چار گھنٹوں تک کسی کی آمد کی توقع نہیں تھی۔

وہ اس کے احکامات پر عمل کرتی رہی۔ تقریباً تین گھنٹے کے اندر اس نے اپنا چہرہ تبدیل کر لیا۔ بالکل ہی بدل گئی۔ کبریا بھی اسے قریب سے دیکھ کر پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس نے اس بنگلے سے لایا ہوا تمام سامان پھینک دیا۔ نیا بیگ خریدا نئے لباس خریدے ضرورت کی تمام چیزیں پھر سے خریدیں پھر ایک رینٹ کار لے کر یروشلم کی طرف جانے لگی۔

نومی کبھی کبھی اس کے اندر آ کر بولتی تھی پھر چلی جاتی تھی۔ وہ اب دوسرے معاملے میں مصروف ہو گئی تھی۔ اس نے انابیلا کا لب و لہجہ اختیار کر کے اسرائیلی اکابرین میں سے ایک حاکم کو مخاطب کیا ''ہیلو مسٹر ڈین! میں انابیلا بول رہی ہوں۔''

وہ ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولا ''میڈم.....! ہم بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کل شام کی فلائٹ سے آ رہی ہیں نا؟''

''ہاں' آنا تو چاہیے لیکن شاید میں نہ آ سکوں کیونکہ مجھ سے پہلے میرے دشمن وہاں پہنچ گئے ہیں۔''

''اگر ایسا ہے تو آپ ان دشمنوں کی نشان دہی کریں۔ ہم انہیں ابھی گرفتار کر کے آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیں گے۔ اس کے بعد فیصلہ آپ پر چھوڑیں گے آپ خود انہیں سزائیں دیں گی۔''

''ابھی ایک ہی دشمن میری نظروں میں ہے۔ وہ بہت ہی چالاک ہے' دلیر ہے اور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ آپ پہلے ایسے پولیس افسران کا انتخاب کریں جو یوگا میں مہارت رکھتے ہوں۔ تاکہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ان پر اثر انداز نہ ہو سکے۔''

''میڈم.....! میں ابھی ایسی پولیس فورس تیار کرتا ہوں۔ آپ مجھے آدھے گھنٹے کی مہلت دیں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں بیس منٹ کے بعد آؤں گی پھر اپنے اس دشمن کی نشان دہی کروں گی۔''

کبریا نے انابیلا کو خیال خوانی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلایا تھا اور اسے چھ گھنٹے تک سونے کی ہدایت کی تھی۔ اب وہ چھ گھنٹے گزر چکے تھے۔ اس وقت کبریا بہت تھکا ہوا تھا۔ آرام سے سو رہا تھا۔ الپا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر انابیلا کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔

اس نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر حیرانی سے سوچا ''اس کے دماغ کے دروازے ہمارے لیے کھلے ہوئے تھے۔ یہ مجبور اور بے بس ہو گئی تھی۔ ہماری سوچ کی لہروں کو اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکتی تھی لیکن چھ گھنٹوں کے اندر اچانک یہ کیسا انقلاب آ گیا ہے۔ اس کا دماغ مقفل کیسے ہو گیا ہے؟''

انابیلا کار ڈرائیو کرتی ہوئی یروشلم کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے راستے کے کنارے گاڑی روک دی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ جو ابھی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ وہ پھر اس کے اندر آئے گا۔ وہ انتظار کرنے لگی۔ ادھر الپا نے سوچا ''مجھے پھر ایک بار کوشش کرنی چاہیے۔''

وہ پھر اس کے اندر پہنچی تو انابیلا نے کہا ''سونیا کے چمچو! کیا تم انابیلا کو موم کی مورت سمجھتے ہو' جسے ایک تیلی سے جلا کر پگھلا دو گے۔ اب تو تمہارا باپ بھی میرے اندر نہیں آ سکے گا۔''

وہ سانس روک کر کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گئی۔ الپا وہاں سے ناکام ہو کر کبریا کے پاس پہنچی۔ وہ سو رہا تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بولی ''میں ہوں تمہاری سسٹر..... تم یہاں سو رہے ہو اور وہاں بازی پلٹ گئی ہے۔''

اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے پوچھا ''آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ کون سی بازی پلٹ گئی ہے؟''

''ذرا انابیلا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھو۔''

کبریا نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ خیال خوانی کی لہریں واپس آگئیں۔ وہ حیرانی سے بولا ''مسٹر! یہ کیا ہوگیا؟ اس کا دماغ مقفل کیسے ہوگیا؟''

''یہی بات تو سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ اس کے دماغ میں ہمارے سوا کوئی دوسرا نہیں جاسکتا تھا پھر کون اس کے اندر گیا تھا۔ کس نے اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے؟''

کبریا تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا ''وہ مجھے بھی اپنے دماغ میں آنے سے روک رہی ہے۔ کیا اسے مجھ پر شبہ ہوگیا ہے؟''

''یہ ایک اہم سوال ہے۔ اس کا جواب ہمیں معلوم ہونا چاہیے۔ اگر اسے یہ معلوم ہوگیا ہے کہ تم کبریا ہو تو پھر وہ تم پر بھروسا نہیں کرے گی اور نہ ہی آئندہ تم اسے اپنے زیر اثر رکھ سکو گے۔''

''اسے میرے بارے میں کیسے معلوم ہوسکتا ہے؟ سب سے پہلے تو ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس پر کس نے تنویمی عمل کرکے ہم سے نجات دلائی ہے؟ اگر وہ نجات دلانے والا یہ جانتا ہے کہ میں اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر اب تک اسے بے وقوف بناتا آرہا تھا تو پھر یقیناً اسے میرے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا ہوگا۔''

''اگر اسے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تم باڈی گارڈ بن کر اس سے دشمنی کرتے آئے ہو تو وہ تمہارے خلاف انتقامی کارروائی کرے گی۔ تم فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔''

وہ فوراً ہی آئینے کے سامنے آیا پھر ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے چہرے پر تبدیلی کرتے ہوئے بولا ''مجھے چہرہ اور لباس اس طرح تبدیل کرنا چاہیے کہ انابیلا کے لیے کوئی پرانی شناخت نہ رہے۔ ورنہ وہ اسی شناخت کے ذریعے اپنے آلہ کار روبی کو میرے پیچھے لگائے گی۔''

ادھر نومی نے انابیلا سے کہا ''کبریا کو ہاتھ سے پھسلنا نہیں چاہیے۔ چھ گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا ہے۔ انہیں یہ معلوم ہو چکا ہوگا کہ تم نے ان کی گرفت سے رہائی حاصل کرلی ہے اور کسی وقت بھی کبریا کے لیے مصیبت بن سکتی ہو۔''

انابیلا نے غصے سے کہا ''اگر وہ کبریا بن کر اب تک مجھے دھوکا دیتا رہا ہے۔ میرے تمام منصوبوں کو خاک میں ملاتا رہا ہے تو میں اسے یہاں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔''

''تم جس طرح چاہو گی اسے عذاب میں مبتلا کرسکو گی۔ فی الحال غصہ تھوک دو۔ اس سے دوستی کرو۔ اس کے پاس جاؤ اور انجان بن کر بولو کہ ایک عامل نے تمہارے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ تم اسے بھی دشمنوں سے نجات دلانا چاہتی ہو۔ اس کے دماغ کو بھی لاک کرنا چاہتی ہو۔''

''یہ اچھی پلاننگ ہے۔ اس طرح وہ مجھ پر اعتماد کرے گا اور یہی سمجھے گا کہ میں اب تک بے وقوف بن رہی ہوں۔ وہ مجھ پر اعتماد کرے گا تو میں اس کے دماغ میں جاتی آتی رہوں گی پھر وہ جہاں بھی چھپنے جائے گا' مجھے اس کے خفیہ اڈوں کا علم ہوتا رہے گا۔''

وہ نومی کی مرضی کے مطابق خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے کبریا کے پاس پہنچی پھر بولی ''سانس نہ روکنا۔ میں تمہاری مالکہ انابیلا ہوں۔''

وہ ایک دم سے خوشی اور بے چینی ظاہر کرتے ہوئے بولا ''تم کہاں ہو؟ میں تمہارے لیے پریشان ہوں۔ جب نیند سے جاگ کر تمہارے کمرے میں جاکر دیکھا تو تم وہاں نہیں تھیں۔ تمہارا موبائل فون میرے پاس ہے میں تم سے رابطہ بھی نہیں کرسکتا تھا۔''

''کوئی بات نہیں۔ اب میں تم سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرسکتی ہوں۔ میں نے سونیا جیسی بدترین دشمن سے نجات حاصل کرلی ہے۔ اب اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں نہیں آسکے گا۔''

وہ حیرانی سے بولا ''یہ تو تم نے کمال کردیا۔ بھلا اچانک کیسے ہوگیا۔ تم نے کیسے نجات حاصل کرلی؟''

وہ بولی ''میرے خواب میں فادر بلیک آئے تھے۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا ''فادر بلیک.....؟''

''ہاں..... ہم کالا جادو کرتے وقت جس شیطان کی عبادت کرتے ہیں اسے فادر بلیک کہتے ہیں۔''

''کیا فادر بلیک نے تمہارے دماغ کو لاک کیا ہے؟''

''نہیں فادر خود کبھی ہم پر عمل نہیں کرتے۔ بلکہ ہمیں عمل کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ انہوں نے خواب میں آکر میرے پاس صرف چھ گھنٹے ہیں۔ میں چھ گھنٹے کے اندر پڑھ کر دشمنوں سے نجات بھی حاصل کرسکتی ہوں اور دماغ کو لاک بھی کرسکتی ہوں۔''

''کیا تم خواب میں منتر پڑھنے لگی تھیں؟''

''نہیں..... میں گہری نیند میں تھی۔ بیدار نہیں ہوئی تھی لیکن فادر نے مجھے اٹھا کر بٹھا دیا۔ میں اپنے بارے تفصیل سے بتاتی رہوں گی۔ فی الحال تم فوراً اس بنگلے سے نکلو۔''

وہ بیگ لے کر وہاں سے نکلتے ہوئے بولا ''میں نومی کو

رہا ہوں۔ یہ بتاؤ اب ہماری ملاقات کہاں ہوگی؟''

''مجھ سے ملنے کی جلدی نہ کرو' پہلے میں تم پر تنویمی عمل کروں گی۔ تمہارے دماغ کو لاک کروں گی جب یقین ہوجائے گا کہ کوئی دشمن تمہارے اندر نہیں آسکے گا' تب میں تمہارے پاس آؤں گی یا تمہیں اپنے پاس بلالوں گی۔''

وہ بنگلے سے باہر آکر ایک فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے بولا ''کیا مجھے یہاں سے کہیں دور جانا ہے؟''

''ہاں میں چاہتی ہوں' تل ابیب چھوڑ دو اور حیفہ کی طرف جاؤ۔ شہر سے باہر کوئی چھوٹا سا مکان کرائے پر حاصل کرو۔ میں تمہارے دماغ میں آتی جاتی رہوں گی اور یقین کرتی رہوں گی کہ یہاں کوئی موجود ہے یا نہیں؟''

کبریا نے محسوس کیا کہ وہ جا چکی ہے۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے الپا سے کہا ''اب میرے دماغ میں نہ آنا۔ اس کے بارے میں فی الحال اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ وہ بلیک میجک کے ذریعے اپنے دماغ کو لاک کرچکی ہے اور اب میرے دماغ کو لاک کرنا چاہتی ہے۔ میں حیفہ کی طرف جارہا ہوں۔ جب بھی وہ میرے دماغ میں نہیں رہے گی۔ میں تمہارے پاس آکر اپنے حالات سے بتاتا رہوں گا فی الحال خدا حافظ.....!''

وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ انابیلا جب تک اس سے باتیں کرتی رہی نومی اسرائیلی اکابرین سے ہائی کرتی رہی۔ اس نے کہا ''جو یوگا جاننے والی پولیس فورس دشمن کو گرفتار کرنے کے لیے ترتیب دی گئی ہے' اس فورس کے افسران کی آواز مجھے سنائی جائے۔''

انہوں نے تین افسران سے فون کے ذریعے گفتگو کی۔ نومی نے ان کی آوازیں سننے کے بعد ان کے پاس پہنچ کر ایک ایک کو مخاطب کیا اور کہا ''میں انابیلا ہوں۔ تم تینوں کے دماغوں میں باری باری آتی رہوں گی اور ہدایات دیتی رہوں گی کہ کس وقت کیا کرنا ہے؟''

تینوں افسران نے الرٹ ہوکر سیلوٹ کرتے ہوئے کہا ''یس میڈم! ہم آپ کے احکامات کے منتظر رہیں گے۔''

وہ بولی ''فی الحال یہ وردیاں اتار دو۔ سادہ لباس پہنو اور حیفہ کی طرف جاؤ۔''

وہ اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ وہ انابیلا کے اندر آکر اس کے خیالات پڑھنے لگی پھر خوش ہوکر بولی ''تم نے کبریا کو اچھی طرح ٹریپ کیا ہے۔ اسے یقین دلایا ہے کہ تم اب تک اس پر اندھا اعتماد کررہی ہو۔''

''وہ حیفہ شہر کے باہر کوئی چھوٹا سا مکان حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ وہاں میرا انتظار کرے گا۔ اس کام میں دو تین گھنٹے لگ جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ اچانک بازی پلٹ جائے اور اسے مجھ پر شبہ ہونے لگے۔''

''تم اس کے پاس جاتی آتی رہو اور اس بے چینی کا اظہار کرتی رہو کہ اسے دشمنوں سے نجات دلانے کے لیے اس کے دماغ کو لاک کرنا چاہتی ہو اور جلد از جلد وہاں جاکر اس کے گلے لگنا چاہتی ہو' اسے اپنی بدن کی سوغات پیش کرنے کا لالچ دیتی رہو گی تو وہ الو بنتا رہے گا۔''

''میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کیا اسے فوراً گھیر کر گرفتار نہیں کیا جاسکتا؟''

''گرفتار کرنا آسان ہے لیکن ہم ایک طویل عرصے سے دیکھتے آرہے ہیں کہ وہ کبھی گرفت میں نہیں آتے۔ اگر آتے ہیں تو اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ایسے ہنگامے برپا کرتے ہیں کہ اس ملک کے حکمران دہشت زدہ ہوجاتے ہیں۔ اپنے ملک میں امن وامان قائم رکھنے کی خاطر ان سے صلح کرلیتے ہیں۔ انہیں رہا کردیتے ہیں اور میں ایسا نہیں چاہوں گی۔''

''کیا سونیا اور فرہاد کے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مدد لوگی؟''

''پہلے میں نے یہی سوچا تھا۔ ان کا ایک زبردست دشمن ہے' سوامی دردان وشوانا تھ اس کے زیر اثر ناکوف ہے وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہے لیکن ان سب کی مدد لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ہمارے ہمراز بن جائیں گے اور یہ چاہیں گے کہ ہمارے ساتھ مل کر اسرائیل پر حکومت کریں۔ جبکہ تمہیں الپا کی طرح تنہا یہاں حکومت کرنا چاہیے۔''

وہ خوش ہوکر بولی ''میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ اگر تمہارا رویہ اسی طرح دوستانہ رہے گا تو میں ساری زندگی تمہاری تابعدار بن کر یہاں حکومت کرتی رہوں گی۔''

الپا میرے پاس آگئی تھی۔ مجھے کبریا کے موجودہ حالات بتا رہی تھی۔ میں نے کہا ''انابیلا اب تک اگر اس پر اندھا اعتماد کررہی ہے۔ تو یہ اچھی بات ہے۔ ہم پھر کسی طرح اسے ٹریپ کرلیں گے لیکن ہمیں دوسرے پہلو پر بھی توجہ دینی چاہیے۔ کوئی ایسی بات ہمارے خلاف ہوسکتی ہے جس کی ابھی ہم توقع نہیں کررہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں پہلے سے احتیاطی تدابیر کرلینی چاہئیں۔''

الپا نے کہا ''میں برسوں وہاں حکومت کرتی رہی ہوں۔ وہاں کے اکابرین کی ایک ایک کمزوری سے واقف ہوں۔ مجھے بتائیں کیا کرنا چاہیے؟''

کتابات پبلی کیشنز کراچی

میں نے اعلیٰ بی بی کو اپنے پاس بلایا پھر اس سے اور الپا سے کہا ''خدانخواستہ کبریا پر کوئی مصیبت آئے گی تو تم دونوں اسرائیلی اکابرین کے دماغوں پر مسلط ہو جاؤ گی۔''

پھر میں نے بابا صاحب کے ادارے کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے پاس بلایا اور کہا ''الپا.....! تم وہاں کی اہم تنصیبات کے متعلق بہت کچھ جانتی ہو۔ ان شعبوں کے اعلیٰ عہدے داروں کے دماغوں میں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پہنچا دو۔ ضرورت پڑے گی تو انہیں آلہ کار بنا کر اہم تنصیبات کو تباہ کرنے کی دھمکیاں دی جائیں گی۔''

الپا نے کہا ''یہ تدبیر اچھی ہے۔ وہ صرف کبریا کو نقصان پہنچا کر اپنے پورے ملک کو نقصان پہنچانے کی حماقت نہیں کریں گے۔ ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے۔''

کبریا حیفہ شہر کے باہر ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر حاصل کر چکا تھا۔ وہاں انابیلا کا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ اس کے پاس آ کر بولی ''میں تمہیں ایک کمرے میں دیکھ رہی ہوں۔ کیا تم نے کوئی مکان حاصل کر لیا ہے؟''

''ہاں' یہ دو کمروں کا ایک چھوٹا سا مکان ہے۔ پلیز تم فوراً یہاں چلی آؤ پھر میرے دماغ کو لاک کر دو اور اطمینان کر لو کہ کوئی دشمن مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا پھر مجھے اپنے پاس بلا لو۔ میں تم سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہو رہا ہوں۔''

وہ بولی ''مجھ سے ملنے کی ایسی بے چینی کیا ہے؟ تم تو مجھے سر سے پاؤں تک حاصل کر چکے ہو۔ ہماری ملاقات استنبول میں ہوئی تھی نا؟''

''ہاں وہیں تم نے مجھے اپنا باڈی گارڈ بنایا تھا۔ مجھ پر مہربان ہو گئی تھیں اور اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا تھا۔''

''نہیں۔ تم غلط کہہ رہے ہو۔ استنبول سے پہلے بھی تم مجھے دن رات سر سے پاؤں تک حاصل کرتے رہے ہو۔''

کبریا نے چونک کر پوچھا ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''جھوٹے! دغا باز! تم کیا سمجھتے تھے۔ کیا مجھے ہمیشہ دھوکا دیتے رہو گے اور میں دھوکا کھاتی رہوں گی؟''

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا پھر بولا ''اچھا..... تو تم میری حقیقت معلوم کر چکی ہو۔ باقی داوے مجھے اتنی دور یہاں اس مکان میں بلانے کا مقصد کیا ہے؟''

''میں چاہتی تھی۔ یہ مکان حاصل کرنے تک تمہیں جتنا وقت لگے گا۔ اتنے وقت میں میں اپنے دوسرے حفاظتی انتظامات کر لوں گی۔ سو میں نے کر لیا ہے۔''

ایسے ہی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ کبریا اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے قریب آیا پھر بولا ''کون ہے؟''

باہر سے آواز آئی ''پولیس.....''

یہ سنتے ہی اس نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ بولنے والے کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس لی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ انابیلا نے ہوئے کہا ''میں اناڑی نہیں ہوں۔ ایسی پولیس فورس کا کیا ہے۔ جس میں سب ہی یوگا کے ماہر ہیں۔ تم تو کیا باپ بھی کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا۔''

''اچھا تو تم مجھے گرفتار کروانا چاہتی ہو؟''

''ہاں اسے بچوں کا کھیل نہ سمجھنا۔ اس مکان کو م طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ تم میری مرضی کے خلاف گے تو گولیاں چلیں گی اور گولیاں چلانے والوں کے دما تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مسلط نہیں ہو سکے گا۔ سے باہر نکلتے ہی موت تمہارا مقدر بن جائے گی۔ ا تک جینا چاہتے ہو' تب تک یہیں اسی مکان میں قید رہو۔''

پھر وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولی ''تمہاری ماں نے کے ہوٹل میں میرے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ مجھے کہا میں زندہ رہنا چاہتی ہوں تو اسی ہوٹل کے اندر رہو نکلوں گی تو موت میرا مقدر بن جائے گی۔ آج یہی تم ساتھ ہو رہا ہے۔''

اعلیٰ بی بی اور الپا ان لمحات میں اسرائیلی اکابر پاس پہنچی ہوئی تھیں۔ الپا نے کہا ''میں یہاں برسوں کرتی رہی ہوں اور یہ کبھی نہیں چاہوں گی کہ میری دوسری لینے کے لیے آ جائے۔''

ایک حاکم نے کہا ''تم مسلمانوں کی ہو چکی ہو بھول چکی ہو۔ اب تم سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے یہاں ہمارے پاس رہے گی اور ہمارے ملک کی ف کے لیے اور ہمارے سیاسی استحکام کے لیے کام کر گی۔''

''وہ کیا خاک کام کرے گی۔ یہاں آنے موت کو دعوت دے رہی ہے اور تم سب کے لیے کر رہی ہے۔ جانتے ہو وہ نوجوان کون ہے باہر ایک مکان میں گھیرا گیا ہے اور اسے گرفتار کوششیں کی جا رہی ہیں؟''

''یہ ہم نہیں جانتے' وہ انابیلا کا دشمن ہے۔ اس بھی دشمن ہے۔''

''تمہیں جاننا چاہیے کہ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا سب نے یہ بات حیرانگی سے سنی اور بے

میں سر ہلانے لگے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ''ہاں..... وہ میرا بھائی کبریا ہے۔ تم سب کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک جائے گا۔ نہ اسے نگل سکو گے نہ اسے اگل سکو گے۔''

انا ہیلا نے وہاں آ کر کہا ''میں تم لوگوں کی دھمکیوں میں نہیں آؤں گی۔ وہ بہت ہی ذلیل ہے وہ دھوکا دے کر مجھ سے اور میرے جذبات سے کھیلتا رہا ہے۔ میں اسے قیدی بنا کر تڑپا تڑپا کر ماروں گی۔'' اعلیٰ بی بی نے کہا ''ذلیل تو تو ہے۔ تو میرے بھائی کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر خوش ہوتی رہی۔ اب تیرے ماتم کرنے کا وقت آ رہا ہے۔''

ایک حاکم نے کہا ''انا ہیلا یہ کیا ہو رہا ہے۔ تم خواہ مخواہ فرہاد وغیرہ سے کیوں ٹکر لے رہی ہو؟''

''میں نے یہاں آنے سے پہلے ولاڈی میر کو شکست دی۔ ارنا کوف اور اس کے بیٹے آوازون کو شکست دی۔ یہاں سے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اور کالا جادو جاننے والوں کے قدم اکھاڑ دیئے۔ اب جو سب سے بڑا ٹیلی پیتھی کا پہاڑ ہے۔ میں اسے یہاں سے اکھاڑنے آئی ہوں۔ تم سب خاموشی سے تماشا دیکھو یہاں سے فرہاد علی تیمور اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسے بھاگیں گے کہ پلٹ کر کبھی واپس نہیں آئیں گے۔''

اسرائیلی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ''تم نہیں جانتیں کہ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے لیے کیسی مصیبت بن جائیں گے۔ تم تنہا ہو۔ خیال خوانی کے ذریعے ہماری حفاظت نہیں کر سکو گی۔ وہ کئی ہیں۔ ہم سب کے دماغوں پر مسلط ہو کر ہماری زندگی عذاب بنا دیں گے۔''

الپا نے کہا ''صرف اتنا ہی نہیں یہاں تمہاری اتنی اہم تنصیبات ہیں۔ ہم ان سب کو ایک دھماکے سے اڑا دیں گے۔''

یہ سنتے ہی تمام اکابرین لرز گئے۔ انہوں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''نہیں الپا.....! تم مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایسا نہیں کرو گی۔ ہم فرہاد علی کے بیٹے کبریا کو رہا کر دیں گے۔''

انا ہیلا نے چیخ کر کہا ''ہرگز نہیں۔ میں تم سب سے کہتی ہوں۔ اگر اسے رہا کیا گیا تو میں تم سب کی شامت لے آؤں گی۔ یہاں اس ملک میں ایسی تباہی پھیلاؤں گی کہ فرہاد علی تیمور اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تمہاری حمایت میں مجھے نہیں روک سکیں گے۔''

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا ''یہ تو ہم دونوں طرف سے مصیبت میں پھنس گئے ہیں کس کی بات مانیں اور کس کی نہ مانیں؟''

انا ہیلا نے کہا ''تھوڑی دیر کے لیے میری بات مان لو اور یہ دیکھو کہ میں فرہاد کے مقابلے میں کتنی شہ زور ہوں اور کس طرح اسے شکست دیتی ہوں۔ تھوڑی دیر کے لیے تماشا دیکھو۔ اگر فرہاد علی تیمور نے شکست تسلیم نہ کی تو میں ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلی جاؤں گی۔''

میں نے وہاں ایک حاکم کی زبان سے کہا ''میں یہاں موجود ہوں اور یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کل کی بچی انا ہیلا مجھے کس طرح شکست دینا چاہتی ہے؟''

جواب میں انا ہیلا کا قہقہہ سنائی دیا پھر اس نے کہا ''فرہاد علی تیمور! تمہاری ایک نہیں' کئی کمزوریاں میرے ہاتھوں میں ہیں۔ میں ابھی تمہیں بتاؤں گی۔ اگر تم شکست تسلیم نہیں کرو گے تو صرف اپنے ایک بیٹے سے نہیں' اپنی کئی اولاد سے محروم ہو جاؤ گے۔''

اس کے اس چیلنج نے مجھے چونکا دیا۔ وہ بڑے اعتماد سے بول رہی تھی ''یہ تو تم لوگوں کا پرانا ہتھکنڈا ہے کہ کسی بھی ملک کے حکمرانوں کو بلیک میل کرتے ہو۔ وہاں تباہیاں پھیلاتے ہو۔ وہاں کے حکمرانوں کی زندگی عذاب میں مبتلا کر دیتے ہو لیکن یہاں ایسا کچھ نہیں کر سکو گے۔''

''میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم میری کن کمزوریوں سے کھیلنے والی ہو؟''

اسے کامیابی کا پورا یقین تھا۔ وہ قہقہے لگانے لگی پھر بولی ''فرہاد علی تیمور! تم یہاں تنصیبات کو تباہ کرنے کی دھمکیاں دے رہے ہو۔ میں جواباً تمہارے ایک ایک بچے کو موت کے گھاٹ اتار سکتی ہوں۔ میں جانتی ہوں اس وقت اعلیٰ بی بی لکھنو میں مرلی دھرنامی ایک شخص کے بنگلے میں چھپی ہوئی ہے۔ اس سے بولو کہ وہ اس بنگلے سے باہر نکل کر دکھائے۔ تمام دروازے باہر سے بند کر دیے گئے ہیں۔ وہاں ہر جگہ موت کھڑی ہوئی ہے۔''

میں الپا' اعلیٰ بی بی سب ہی پریشان ہو کر اس کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ صرف ایک بیٹا کبریا' صرف ایک بیٹی اعلیٰ بی بی ہی نہیں' تمہارا دوسرا بیٹا پارس بھی میرا ٹارگٹ بنا ہوا ہے۔ اس وقت وہ مائی اشوانی نامی ایک بوڑھی بیوہ کے گھر میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے موجود ہے۔ اس سے بھی کہہ دو کہ وہ اس مکان سے باہر نہ نکلے۔ سونیا نے مجھے استنبول کے ایک ہوٹل میں قید کیا تھا۔ دھمکی دی تھی کہ ہوٹل سے باہر نکلوں گی تو موت میرا مقدر بن جائے گی اور اب میں دھمکی دے رہی ہوں۔ تمہاری جو اولاد بھی بند مکان سے نکلے گی' وہ

موت کے منہ میں جائے گی۔''

وہ اعلیٰ بی بی اور پارس کا صحیح پتا ٹھکانا بتا رہی تھی اور یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ کبریا کی طرح اس نے ان کے اطراف بھی موت کا پہرا لگا دیا ہوگا۔

وہ ہنستے ہوئے بولی ''صرف اتنا ہی نہیں فرہاد علی تیمور! تمہاری بیوی انوشے بھی میرے نشانے پر ہے۔ اس وقت وہ... جو ہوٹل کے بنگلے میں ہے' فوراً جاؤ اور اسے سمجھاؤ کہ دروازے سے باہر تو دور کی بات ہے' کھڑکی سے بھی نہ جھانکے۔ ورنہ کوئی اندھی گولی آئے گی اور اس کی زندگی کو چاٹ جائے گی۔''

وہ کامیابی کی مستی میں بولتی جا رہی تھی اور قہقہے لگاتی جا رہی تھی ''فرہاد علی تیمور! تم نے آج تک بڑے بڑے ملکوں کو' بڑے بڑے شہ زوروں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب ہی پر تمہاری دہشت طاری ہے کہ فرہاد علی تیمور پہاڑ ہے۔ فرہاد علی تیمور زلزلہ ہے' فرہاد علی تیمور ایسا ہے اور ویسا ہے.....

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرۂ خوں نہ نکلا

وہ انا ہیلا تو نہیں تھی۔ پتا نہیں کیسی بلا تھی؟ واقعی ہمارا لہو نچوڑ رہی تھی!

☆☆☆

''آخر یہ نومی کرسٹل کون تھی؟''

وہ کوئی بھی تھی' انسان کی بچی ہی تھی۔ کسی حور پری کی طرح آسمان سے اتر کر نہیں آئی تھی اور نہ ہی زمین پھاڑ کر کسی بلا کی طرح نمودار ہوئی تھی۔ عام انسانوں کی طرح اس نے بھی اپنی ماں کے پیٹ سے جنم لیا تھا۔ عام انسان پیدا ہوتے ہیں زندگی گزارتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ نومی کرسٹل کو بھی مرنا تھا لیکن وہ مرنے سے پہلے کچھ کر گزرنے کے لیے پیدا ہوئی تھی۔

عام انسان معمول کے مطابق زندگی گزارتے ہیں اس لیے معمولی کہلاتے ہیں۔ وہ غیر معمولی تھی پیدائش کے وقت سے ہی اس کی آنکھیں اس کا چہرہ دیکھ کر پتا چلتا تھا کہ بہت ہی سنجیدہ اور بہت ہی ضدی لڑکی ہے۔ جب وہ جاگتی تو پلکیں نہیں جھپکتی تھی دن رات جاگتی ہی رہتی تھی اور جب سوتی تو دن رات سوتی ہی رہتی تھی۔ ماں کا دودھ پیتے وقت بھی نیند میں رہتی تھی۔

ایسی ضدی تھی کہ دودھ پینے سے انکار کرتی تو صبح سے شام اور شام سے رات ہو جاتی مگر کھانے کو منہ نہیں لگاتی تھی' رفتہ رفتہ بڑی ہونے لگی تو اس کی ضد اور سنجیدگی اور نمایاں ہونے لگی۔

وہ جس چیز کو حاصل کرنے کی ضد کرتی تو اسے حاصل کر کے ہی رہتی تھی۔ سنجیدگی ایسی طاری رہتی تھی جیسے دنیا جہان کے فلسفوں پر غور کر رہی ہو کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا سوچتی رہتی ہے پھر خلاء میں تکتی رہتی تو کئی گھنٹے گزر جاتے وہاں سے نظریں نہیں ہٹاتی تھی۔ اسے تعلیم و تربیت دینے والے گرودیو نے اس کی اسٹڈی کی' پتا چلا وہ کبھی چراغ کی لو کو کبھی روشن بلب کو اور کبھی چاند کو گھنٹوں تکتی رہتی ہے۔ گویا وہ کسی معلم کے بغیر قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی سیکھنے کے مرحلے سے گزرتی جا رہی تھی۔

وہ چکارتہ میں پیدا ہوئی تھی۔ ماں کا تعلق بدھ مت سے تھا اور اس کا باپ جان کرسٹل عیسائی تھا۔ ماں اپنے دھرم کے مطابق اسے مندروں میں لے جاتی تھی اور ایک بہت بڑے گرودیو کے ذریعے اسے تعلیم و تربیت دلاتی رہی۔ ادھر باپ اسے کلیساؤں میں لے جاتا رہا اور جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اسے تعلیم دلاتا رہا۔ وہ ماں کے ساتھ دو مہینے چکارتہ میں رہتی تھی۔ باقی دس مہینے باپ کے ساتھ پیرس میں رہا کرتی تھی۔

اس نے سولہ برس کی عمر میں اپنے گرودیو سے کہا ''آپ مجھے تعلیم دیتے ہیں۔ میں آپ کی عزت کرتی ہوں لیکن مجھ سے ڈرتے کیوں ہیں؟''

گرودیو نے حیرانی سے پوچھا ''تم کیسے سمجھ رہی ہو کہ میں تم سے خوف زدہ ہوں؟''

وہ بولی ''ابھی آپ سوچ رہے ہیں کہ یہ ایک خطرناک لڑکی ہے۔ دوسروں کے اندر جھانکنے لگی ہے۔ ان کے اندرونی راز معلوم کر لیتی ہے۔ پتا نہیں یہ میرے اندر آ کر کیا کچھ معلوم کرتی ہوگی؟''

گرودیو نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا ''بے شک..... میں ابھی یہی سوچ رہا تھا مجھے بتاؤ تم میرے کون کون سے بھید سے واقف ہو؟''

وہ بولی ''مندر میں دان دکشنا کے لیے لاکھوں روپوں کے چڑھاوے آتے ہیں۔ آپ ان میں سے سونے چاندی اور کچھ روپے چراتے رہتے ہیں۔ آپ نے اچھی خاصی دولت جمع کی ہے۔ آپ کے بیوی بچے یہاں سے دور بالی جزیرہ میں رہتے ہیں وہاں عیش و عشرت کی زندگی گزارتے ہیں۔ یہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔''

گرودیو نے پریشان ہو کر پوچھا ''تم یہ باتیں کب سے جانتی ہو؟''

"میں پچھلے دو برسوں سے جانتی ہوں۔ آپ میرے گرو دیو ہیں اس لیے میں نے آپ کے خلاف کبھی کسی سے کچھ نہیں کہا ہے اور نہ ہی آئندہ کہوں گی۔"

وہ وہاں سے جانے لگی۔ گرو دیو مندر کے ایک استھان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بہت دور کوری ڈور سے گزر رہی تھی۔ اپنے گرو دیو کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ سہما ہوا تھا اور سوچ رہا تھا۔ اس لڑکی کو راستے سے نہ ہٹایا گیا تو یہ کسی بھی دن میرے لیے مصیبت بن جائے گی۔ یہ بھید کھل جائے گا کہ میرے پاس جتنی دولت اور جائداد ہے وہ سب مندر سے حاصل کی ہوئی ہے۔

نومی نے اس کے خیالات پڑھ کر یہ بھی معلوم کیا تھا کہ گرو دیو نے اس بڑے مندر کے پہلے پجاری کو بڑی رازداری سے ہلاک کیا تھا پھر اس کی جگہ پجاری بن گیا تھا۔

اب وہ سوچ رہا تھا "یہ لڑکی میرے اندر کے بھید معلوم کر رہی ہے۔ اس نے اس پجاری کی ہلاکت کے بارے میں بھی معلوم کیا ہوگا لیکن مجھ سے چھپا رہی ہے۔ مجھے اس مکار لڑکی پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ اسے بھی ٹھکانے لگا دینا چاہیے۔"

وہ مندر کی ایک ویران راہداری سے گزر رہی تھی۔ ایسے وقت ایک شخص نے آ کر اسے دبوچ لیا۔ وہ گھبرا کر بولی "کون ہو تم؟"

وہ مسکرا کر بولا "تمہارا طلب گار ہوں تمہیں کئی بار اس مندر میں دیکھا ہے جو حسین لڑکیاں جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی ہیں۔ میں انہیں اپنی خواب گاہ میں بلا لیتا ہوں۔ موسم کا پہلا پھل میں کھاتا ہوں پھر دوسروں کو کھانے دیتا ہوں۔"

وہ اچانک مسکرا کر بولی "میں بھی تمہیں کئی بار مندر میں دیکھ چکی ہوں۔ پتا نہیں کیوں تم مجھے یاد آتے رہتے ہو تنہائی میں تمہارے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔"

اس نے خوش ہو کر اسے چھوڑ دیا پھر پوچھا "کیا سچ کہہ رہی ہو؟"

"میں جھوٹ نہیں بولتی۔ تم سے تنہائی میں ملنا چاہتی ہوں۔"

وہ خوش ہو گیا۔ اپنے شکار کو جبراً حاصل کرنے میں بڑی محنت لگتی تھی اور یہاں تو وہ محنت کے بغیر خود ہی اس کی چھری کے نیچے آ رہی تھی۔ وہ بولا "تو پھر میرے ساتھ چلو، باہر میری کار کھڑی ہے۔"

وہ کوریڈور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی "وہاں گرو دیو اپنے استھان پر بیٹھے ہیں۔ ہم ان سے ملتے ہوئے چلیں گے۔"

وہ راضی ہو گیا۔ اس کے ساتھ جانے لگا۔ وہاں مندر میں پوجا کرنے والے بھی گرو دیو سے ملنے اور اس کا آشیرواد لینے آ رہے تھے۔ نومی نے چلتے چلتے اس شخص کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ ذرا آگے ہو گیا یہ اس سے پیچھے رہ گئی۔ جب وہ گرو دیو کے پاس پہنچا تو اس نے بے اختیار اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا پھر نشانہ لیتے ہی گولی چلا دی۔

گولی ٹھیک سینے میں جا کر لگی۔ اسی لمحے نومی کرشل نے گرو دیو کے اندر آ کر کہا "میں نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ تم میرے گرو دیو تھے۔ میں تمہاری عزت کرتی تھی لیکن تم نے مجھے ہی ختم کرنے کی ٹھان لی۔ اس سے پہلے ہی میں تمہیں نرگ میں پہنچا رہی ہوں۔"

وہ پھر اس شخص کے دماغ میں آئی۔ اس نے دوسری گولی چلائی ویسے ایک ہی گولی کافی تھی۔ وہ زیادہ دیر تڑپ بھی نہ سکا ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس سے ملنے اور آشیرواد لینے کے لیے جو مرد عورتیں بچے بوڑھے آ رہے تھے۔ وہ سب دہشت زدہ ہو کر چیختے ہوئے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ گولی چلانے والا عاشق بوکھلا گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس نے کسی دشمنی کے بغیر گرو دیو کو کیوں ہلاک کیا ہے؟

اب یہ سوچنے کا وقت گزر چکا تھا۔ اسے اپنی جان کی خیر منانی تھی۔ قانون کی گرفت سے بچنا تھا اس لیے وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ نومی اس عاشق کو بھاگتے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں یہ پہلی واردات کی تھی۔ ایک تیر سے دو شکار کیے تھے۔ جان لینے والے دشمن گرو دیو کو اور عزت لوٹنے والے عاشق کو بیک وقت میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔

اس کا باپ جان کرشل فرانسیسی انٹیلی جنس کے شعبے میں ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ تھا۔ اپنی بیٹی سے کہا کرتا تھا "بالکل میڈم سونیا جیسی لگتی ہو۔"

اس نے پوچھا "یہ میڈم سونیا کون ہیں؟"

"یہ دنیا کی سب سے خطرناک سب سے مکار عورت ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں رہتی ہے فرہاد علی تیموری کی بیوی ہے۔ فرہاد اور اس کے فیملی ممبر سب ہی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

وہ بولی "پھر تو یہ بہت ہی دلچسپ فیملی ہے۔ آپ نے پہلے ان کے بارے میں کیوں نہیں بتایا؟"

"میں پچھلے دو برس سے تمہارے چہرے کی ا[illegible] کر رہا ہوں۔ تم جوان ہوتے ہوتے بڑی حد تک تبدیل ہو گئی ہو

بالکل میڈم سونیا لگنے لگی ہو، میں تمہیں دیکھ دیکھ کر حیرانی سے سوچتا رہتا ہوں کہ میڈم سونیا کی روح تمہارے اندر سرایت نہ کر رہی ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "پلیز آپ نے سونیا کو بہت خطرناک اور بہت ہی مکار کہا ہے، اس کے بارے میں کچھ بتائیں۔"

"میں کیا بتاؤں اس فیملی میں وہی ایک ایسی عورت ہے جو ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ بڑے بڑے خیال خوانی کرنے والے ذہنوں کو نچی کا ناچ نچاتی رہتی ہے۔"

وہ سونیا کے بارے میں بڑی دلچسپی سے سوچ رہی تھی۔ اس نے پوچھا "ڈیڈ! کیا آپ مجھے سونیا کی کوئی تصویر دکھا سکتے ہیں؟"

اس نے کچھ سوچ کر ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا "ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں سونیا، فرہاد اور اس کے فیملی ممبرز کے بارے میں تفصیلی معلومات محفوظ ہیں۔ صرف ہمارے ہی نہیں دنیا کے تمام بڑے ممالک کے انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کے ریکارڈ روم میں اس فیملی کی پوری ہسٹری کے ریکارڈز موجود رہتے ہیں۔ ریکارڈز تحریری ویڈیو اور آڈیو میں ہیں۔"

وہ باپ کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی "میں سونیا کی ویڈیو فلم دیکھنا چاہتی ہوں۔ پلیز آپ مجھے دکھائیں۔"

"بیٹی یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ میں میڈم سونیا کی ایک آدھ تصویر کی فوٹو کاپی لا کر دکھا سکتا ہوں لیکن پوری ویڈیو فلم اور آڈیو کیسٹ لانا ناممکن ہے۔"

"آپ وہاں کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہیں۔ بھلا آپ کو کون روکے گا؟"

"وہاں میں تو کیا فرانس کا گورنر بھی جاتا ہے تو اس کی چیکنگ ہوتی ہے۔ میں وہاں سے باقاعدہ اجازت لے کر سونیا کی ایک آدھ تصویریں لا سکوں گا۔ اس سے زیادہ اس ریکارڈ کی کوئی چیز باہر لانے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

اس نے دل ہی دل میں سوچا "میں ڈیڈی کے ساتھ پیرس جاؤں گی پھر خیال خوانی کے ذریعے ایسا چکر چلاؤں گی کہ سونیا کی آڈیو اور ویڈیو فلمیں میرے پاس آ جائیں گی۔"

اس نے کہا "ٹھیک ہے ڈیڈ! میں اس بار آپ کے ساتھ پیرس چلوں گی۔ آپ مجھے سونیا کی تصویریں لا کر دکھائیں گے۔"

میری اس مسلسل داستان میں بہت عرصے پہلے ایک خطرناک تنظیم کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس تنظیم کا نام دی میرر سپلائر تھا، اس تنظیم نے دنیا کے تین بڑے حصوں میں اپنی اپنی حکمرانی قائم کی تھی۔

دی میرر سپلائر کا ایک امریکی سربراہ سینڈی گرے تھا۔ دوسرا سربراہ یورپ میں جیک کلر تھا اور تیسرا سربراہ ایشیا میں مہا دھابی تھا۔ یہ تینوں گویا ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکمرانی کر رہے تھے۔ قانونی گرفت میں نہیں آتے تھے جس ملک میں ہتھیار سپلائی کرتے تھے۔ وہاں کے پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو اپنے زیر اثر لے آتے تھے۔

وہ بڑی کامیابی سے کروڑوں ڈالر کماتے رہتے تھے پھر ان کی شامت آ گئی، وہ میرے پوتے عدنان کے پیچھے پڑ گئے۔ وہ یورپ سے شمالی امریکا اور جنوبی امریکا تک اسے زیر کرنے کی کوششیں کرتے رہے۔ ایسی ہی کوششوں میں دی میرر سپلائر کا امریکی سربراہ سینڈی گرے مارا گیا۔ اس کے بعد یورپ کے سربراہ جیک کلر کی شامت آئی۔ وہ بھی جہنم میں پہنچ گیا پھر اس سے پہلے کہ ایشیا کے سربراہ مہا دھابی کی شامت آتی۔ وہ فوراً ہی کہیں جا کر روپوش ہو گیا اور گمنام زندگی گزارنے لگا۔

70 کی دہائی میں شائع ہونے والا آکسفورڈ ایڈونچر کا یادگار و مقبول ماہنامہ سلسلہ
ش۔ صفیر ادیب کے قلم سے
فرعون
ہالی وڈ کی نئی پیشکش
جلد نمبر
حیرت انگیز
2
مشرق کی سب سے پُراسرار سرزمین "مصر" کا طلسم کدہ
ریاض عالم جس کے بارے میں ایک مجوسی نے بتایا تھا کہ وہ ایک غیر معمولی انسان ہے اور اسے قدم قدم پر پُراسرار واقعات سے سامنا پڑے گا۔
ریاض عالم کی اس سرگزشت میں حسن و عشق کی ہوش ربا داستانیں بھی ہیں اور پُراسرار واقعات کے دل دہلا دینے والے قصے بھی
جو پڑھنا چاہیے
قیمت فی حصہ -/60 روپے
بیرونِ ملک فی حصہ -/23 روپے
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون 5802552-5895313 فیکس 5802551
kjtabiat1970@yahoo.com

ابھی نومی کرسٹل کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس وقت وہ سولہ برس کی تھی یوں سمجھا جائے کہ میں اب سے چار برس پہلے کے واقعات پیش کر رہا ہوں۔ ان چار برسوں میں نومی کرسٹل کیا کرتی رہی اور کس طرح مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی آج وہ ڈی سونیا بنی ہوئی تھی؟ اس کے کچھ تفصیلی واقعات پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

مہا دھابی بنکاک میں رہائش پذیر تھا۔ اس کی بیوی مر چکی تھی جوان بیٹا کاروبار میں شریک رہتا تھا۔ اس نے بیٹے کو ٹیلی پیتھی سکھانے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا تھا۔ بہرحال وہ ہتھیار سپلائی کرنے کے سلسلے میں ایک بار جکارتہ آیا تو وہاں اس نے نومی کرسٹل کو دیکھا اور حیران رہ گیا۔

اسے یوں لگا جیسے وہ میڈم سونیا کو جوانی کے آغاز میں دیکھ رہا ہو پہلے تو یہ شبہ ہوا کہ سونیا نے میک اپ کے ذریعے اپنے آپ کو ایک نوخیز حسینہ بنا رکھا ہے اور وہاں کسی اہم معاملے سے نمٹنے آئی ہوئی ہے' وہ دور ہی دور سے اسے دیکھتا رہا۔ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اس کے قریب پہنچتا رہا لیکن پتا چلا کہ وہ سونیا نہیں ہے۔ اس کا نام نومی کرسٹل ہے پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی۔ وہ اس کے قریب آ کر بولا ''کیا تم یوگا کی مشقیں کرتی رہتی ہو؟''

وہ اسے گھور کر دیکھتے ہوئے بولی ''کیا تم ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتے تھے؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے مسکرا کر بولا ''ہاں میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں تم پر عاشق ہو گیا ہوں۔ تمہیں اپنی دلہن بناؤں گا تم جانتی ہو میں کتنا بڑا آدمی ہوں۔ تم میری وائف بن کر ساری دنیا پر حکومت کرو گی۔''

اس نے زبان سے جواب نہیں دیا۔ اس کے سامنے زمین پر تھوک کر چلی گئی۔ وہ ایسی انسلٹ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ خود کو پورے ایشیاء میں تنہا ٹیلی پیتھی جاننے والا سمجھتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ وہ چند برسوں میں ایشیاء کے تمام ممالک کے حکمرانوں کو اپنے زیر اثر لا کر مڈل ایسٹ سے جاپان تک حکومت کرتا رہے گا۔

اس وقت وہ ایک مصروف بازار میں تھی۔ لوگوں کا ہجوم تھا۔ ایسی جگہ وہ اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اس نے اپنے آلہ کاروں کو حکم دیا کہ اس پر نظر رکھیں اور جہاں بھی موقع ملے اسے اٹھا کر اس کے خفیہ اڈے میں پہنچا دیں۔

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ دو آلہ کار اس کی نگرانی کرتے رہے۔ انہوں نے ایک جگہ موقع پا کر اسے گھیر لیا۔ ایک نے ریوالور دکھا کر حکم دیا ''چلو ہماری گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔''

اس کی آواز سنتے ہی وہ اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور کو گرا دیا پھر دوسرے کے منہ پر گھونسا جڑ دیا۔ وہ اپنا ریوالور زمین پر سے اٹھانے والا تھا۔ اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری تو وہ دوسری طرف الٹ گیا۔ وہ ان دونوں کو بیک وقت اپنی طرف آنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔ ایک آتا تو اس کو خیال خوانی کے ذریعے پیچھے کر دیتی دوسرے سے مقابلہ کرتی اس کی پٹائی کرنے کے بعد پھر پیچھے جانے والا آگے آتا تو اس کی پٹائی ہو جاتی۔

آخر پولیس کار کا سائرن سنائی دیا تو وہ دونوں وہاں سے بھاگ گئے' مہا دھابی بھی ایسے وقت اپنے ان آلہ کاروں کے اندر تھا اور نومی کے لڑنے کا انداز دیکھ رہا تھا۔ حیران ہو رہا تھا کہ یہ تو بالکل میڈم سونیا کی طرح ہے۔ اسی کی طرح دکھائی دیتی ہے اور اسی کی طرح لڑتی بھی ہے اسے ہر قیمت پر حاصل کرنا ہوگا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر رکھنا ہوگا۔

وہ دوسرے دن اپنے باپ جان کرسٹل کے ساتھ پیرس جانے والی تھی۔ اس کی ماں کچھ ضروری سامان خریدنے کے لیے بازار گئی ہوئی تھی۔ وہ واپس نہیں آئی جان کرسٹل اس کے لیے پریشان ہو رہا تھا۔ نومی نے بڑی خاموشی سے خیال خوانی کے ذریعے ماں کے دماغ میں جا کر دیکھا تو وہ ایک کمرے میں کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مہا دھابی اس کے سامنے ٹہل رہا تھا اور کہہ رہا تھا ''ٹھیک ہے میری عمر کچھ زیادہ ہے لیکن مرد بھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ تم اگر اپنی بیٹی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو اور مجھے اپنا داماد بنا لو تو فائدے میں رہو گی یہ نہ سمجھنا کہ تمہارا شوہر فراسیسی انٹیلی جنس میں بہت بڑا عہدے دار ہے تو مجھے کوئی نقصان پہنچا سکے گا۔ دنیا کے کسی بھی ملک کا کوئی بھی حکمران مجھے اپنی قانونی گرفت میں نہیں لے سکتا۔ زنجیریں غلاموں کو پہنائی جاتی ہیں اور میں غلام بننے کے لیے نہیں غلام بنانے کے لیے پیدا ہوا ہوں۔''

وہ بڑی بڑی ڈینگیں مار رہا تھا۔ ویسے اپنے طور پر درست کہہ رہا تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے برما' تھائی لینڈ' انڈونیشیا اور دوسرے ایشیائی ملکوں کے پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو پریشان کر رکھا تھا۔ اس نے کتنے ہی اہم افسروں اور

عہدے داروں کو اپنا غلام بنا لیا تھا۔ حکومت کرنے والے قانون نافذ کرنے والے اس کے آگے جھکتے تھے۔ اس لیے وہ اپنے طور پر ڈینگیں مارنے کا حق تھا۔

نومی اس کی باتیں سن رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے اور اس کی ماں کو اغواء کر کے کسی جگہ قید کر رکھا ہے۔ اس وقت اسے مجبور کر رہا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو اس کے حوالے کر دے۔

ایسے وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ مہا دھابی نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا ''ہیلو کون ہے؟''

اس نے کہا ''بیٹے یہ کوئی ضروری بات کا وقت نہیں ہے میں بہت مصروف ہوں۔ تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گا۔''

''نہیں باپو! آپ ابھی آئیں نہیں تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''بھئی میں اپنے بیٹے کو ناراض کیسے کر سکتا ہوں ابھی آ رہا ہوں۔''

وہ فون بند کر کے اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ہی نومی بھی اس کے اندر آ گئی۔ وہ کہہ رہا تھا ''باپو! ایک لڑکی بہت ہی حسین ہے بس میرے دل میں سما گئی ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''پتا نہیں کتنی ہی لڑکیاں آج تک تمہارے دل میں سماتی رہیں اور میں انہیں تمہارے پاس پہنچاتا رہا۔ اب یہ نئی فرمائش پھر شروع کر رہے ہو۔''

''میں سچ کہتا ہوں یہ بہت ہی حسین ہے۔ میں کچھ نہیں جانتا اسے ایک گھنٹے کے اندر میرے پاس ہونا چاہیے۔''

''اب ایسی جلدی بھی نہ کرو۔ جانتے ہو تمہارا باپ تمہاری ہر فرمائش پوری کرتا ہے۔ ذرا صبر کرو دو چار گھنٹے میں وہ تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ مجھے اس کی آواز سناؤ۔''

اس نے فون کے ذریعے اس حسینہ سے رابطہ کیا۔ وہ بولی ''ہیلو کون ہے؟''

وہ بولا ''میں مہا ساونت بول رہا ہوں۔ تم سے ملنا چاہتا ہوں۔''

وہ ناگواری سے بولی ''اپنی صورت آئینے میں دیکھی ہے؟ خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔ میں تمہیں ڈھیل دے رہی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں کوئی کمزور عورت ہوں۔ میرے غنڈے تمہاری اچھی طرح پٹائی کر کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اسپتال پہنچا دیں گے۔ تب تمہیں اپنی حماقت کا پتا چلے گا۔''

مہا دھابی نے کہا ''بس بیٹے! فون بند کر دو یہ دو چار گھنٹوں کے اندر تمہارے پاس پہنچا دی جائے گی۔ ابھی مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔''

باپ بیٹے کی گفتگو کے دوران میں نومی اس کے بیٹے کے خیالات پڑھتی رہی۔ پتا چلا وہ اس کا ایک ہی لاڈلا بیٹا ہے۔ لاڈ پیار میں بہت بگڑ گیا ہے۔ باپ سے زیادہ عیاش ہے۔ اس نے غنڈوں کی ایک فوج پال رکھی ہے اور پورے شہر میں مجرموں کا سربراہ ڈان بن کر قانون سے کھیلتا رہتا ہے۔

مہا ساونت کے دو خاص ماتحت تھے۔ وہ دونوں بہت ہی بے رحم سفاک قاتل تھے۔ نومی کرسٹل نے مہا ساونت کے ذریعے ان دونوں کی آوازیں سنیں پھر انہیں باری باری ان کے کمرے میں لے گئی' ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا کر ان پر مختصر سا تنویمی عمل کیا اور انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔ دو گھنٹے کے اندر دونوں سفاک قاتل اس کے غلام بن گئے۔

اب نومی کی سنجیدگی ذہانت اور حاضر دماغی اسے سمجھا رہی تھی کہ کن حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے۔ اسے یہ بات اچھی لگ رہی تھی کہ پہلے باپ نے اسے میڈم سونیا کے بارے میں بہت کچھ بتا دیا تھا۔ یہ میڈم سونیا کس قدر خطرناک ہے اور دوسروں پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کا انداز وہ مہا دھابی سے ہوا۔ وہ بھی اسے سونیا سمجھ کر متاثر ہوا تھا۔

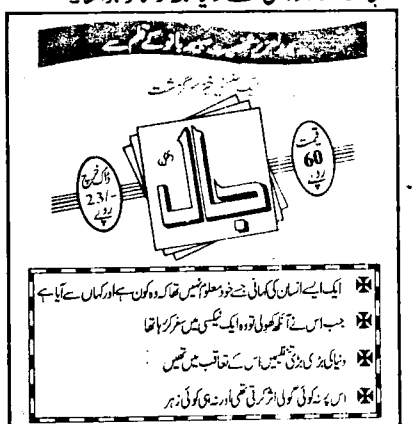

کتاب کی قیمت، معہ ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ کریں
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
سول ڈسٹری بیوٹرز رحمان بک ہاؤس اردو بازار کراچی، فون 021-7766751

مہا ساونت کے جو اہم ماتحت نوی کے غلام بن گئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام ہیکل اور دوسرے کا نام جیکل تھا۔ انہوں نے نوی کی مرضی کے مطابق مہا ساونت کے بیڈ روم میں جا کر اس کی اچھی طرح پٹائی کی۔ ایک نے اسے دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا۔ دوسرے نے اسے ایک انجکشن لگایا تو وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہونے لگا۔

وہ دونوں اسے سہارا دے کر بیڈ روم سے باہر لائے۔ مہا ساونت کے سیکریٹری نے پوچھا ''انہیں کیا ہو گیا ہے؟''

ہیکل نے کہا ''دیکھتے نہیں' صاحب اچانک بیمار ہو گئے ہیں۔ انہیں اسپتال پہنچانا بہت ضروری ہے تم ابھی ان کے باپو کو اطلاع نہ دو خوامخواہ پریشان ہو جائیں گے۔''

وہ اسے لے کر باہر آئے پھر ایک کار میں بٹھا کر وہاں سے لے جانے لگے۔ ایسے مہا دھابی نے جان کرشل کے موبائل پر رابطہ کیا پھر کہا ''تمہاری بیٹی بہت خوب صورت ہے اور سونے پہ سہاگا یہ کہ بالکل سونیا کی ہم شکل ہے۔ میں اس پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا ہوں۔''

جان کرشل نے غصے سے کہا ''تم کون ہو؟ یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''بکواس نہیں کر رہا ہوں' تمہاری وائف میرے پاس امانت کے طور پر ہے اور اس وقت تک محفوظ رہے گی۔ جب تک تم میری بات مانتے رہو گے۔ میری بات بس اتنی سی ہے کہ اپنی بیٹی کو میرے پاس بھیج دو۔ اگر تم نے پولیس والوں سے رابطہ کیا تو تمہاری بیوی تمہیں زندہ نہیں ملے گی۔''

نوی اپنے باپ کے دماغ میں رہ کر مہا دھابی کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے انجان بن کر پوچھا ''ڈیڈی.....! کون بول رہا ہے؟ آپ کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہیں؟''

وہ بیٹی کو نظر انداز کرتے ہوئے مہا دھابی سے بولا ''تم نہیں جانتے کہ میں اٹیلی جنس کے شعبے میں ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہوں۔ اگر تم نے میری وائف کو فوراً ہی.....''

وہ بات کاٹ کر بولا ''میں جانتا ہوں تم کون ہو' لیکن تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں؟ کیا ہوں؟ اور تمہیں خاک میں ملانے کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟ ایک گھنٹے بعد تمہارے بنگلے کے سامنے ایک گاڑی آئے گی تم اپنی بیٹی کو گھر سے باہر جانے دو گے۔ وہ اس گاڑی میں بیٹھ کر میرے پاس آئے گی تو اسی گاڑی میں تمہاری بیوی تمہیں واپس مل جائے گی۔''

وہ بولا ''تم بہت ہی بے وقوف مجرم ہو' تم کیا سمجھتے ہو۔ میں بیوی کو بچانے کے لیے اپنی بیٹی کو' جہنم میں بھیج دوں گا بیوی اور بیٹی دونوں ہی میرے لیے اہم ہیں۔ میں ابھی سراغ لگاؤں گا کہ تم نے اسے کہاں قیدی بنا کر رکھا ہے اور جب تم گرفت میں آؤ گے تو میں تمہیں ایسی سزائیں دوں گا.....''

وہ پھر بات کاٹ کر بولا ''ابے بڈھے! زیادہ بکواس مت کر۔ میں تجھے ایک گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ اگر میری گاڑی میں تیری بیٹی نہ آئی تو تیری بیوی کی لاش تیرے پاس پہنچے گی۔''

فون بند ہو گیا۔ وہ پریشان ہو کر ٹیلی فون کو دیکھنے لگا۔ مہا دھابی فون بند کرنے کے بعد اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور ان باپ بیٹی کی بات سن رہا تھا۔ بیٹی کہہ رہی تھی ''ڈیڈی..... آپ پریشان نہ ہوں۔ میں ابھی اپنے کمرے میں جاتی ہوں وہاں بیٹھ کر دھیان گیان میں مصروف رہوں گی۔ تپسیا کروں گی تو میری مما ضرور صحیح سلامت واپس آ جائیں گی آپ فکر نہ کریں۔''

مہا دھابی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ اس کے باپ جان کرشل کی زبان سے بولا ''نوی میں تمہارے باپ کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تم ساری زندگی تپسیا کرتی رہو دھیان گیان میں مصروف رہو۔ تب بھی تمہاری ماں تمہیں زندہ واپس نہیں ملے گی۔ اس کی سلامتی چاہتی ہو تو میری بات مان لو۔''

''میری تپسیا کبھی رائیگاں نہیں جاتی تم مجھ سے بات نہ کرو۔ تم نے ایک گھنٹے کی مہلت دی ہے۔ لہٰذا ایک گھنٹے تک چپ رہو۔''

وہ وہاں سے چلتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں گئی پھر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

مہا دھابی نے ایک گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ اس سے پہلے ہی فون کا بزر بولنے لگا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر کہا ''میں مہا دھابی بول رہا ہوں۔''

دوسری طرف سے جیکل نے آواز بدل کر کہا ''تمہارے بیٹے کی شامت آ رہی ہے۔''

فون بند ہو گیا۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچا وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا تھا۔ اس وقت ایک اسپیڈ بوٹ میں پڑا ہوا تھا اور وہ اسپیڈ بوٹ سمندر کی لہروں کو چیرتی ہوئی کہیں جا رہی تھی۔ وہ ایک دم سے بدحواس ہو گیا۔ مہا ساونت اس کا ایک ہی جوان بیٹا تھا۔ اس وہ اپنی دولت و جائداد اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ چاہتا تھا بیٹے کو ایک ذرا سی تکلیف ہوتی تو باپ کی جان نکلنے لگتی تھی۔

اس وقت بھی اس کی یہی حالت تھی۔ وہ تڑپ تڑپ آوازیں دے رہا تھا ''بیٹے! تمہیں کیا ہوا ہے۔ اٹھو بیٹے

''ٹھیک ہے..... پھر تمہارا بیٹا بھی زندہ رہے گا۔''

''میں اسے واپس چاہتا ہوں۔''

''کل نوی اپنے ماں باپ کے ساتھ یہاں سے جا رہی ہے۔ اس کی روانگی کے بعد تمہارا بیٹا تمہیں واپس مل جائے گا۔''

''میں کیسے یقین کروں کہ اس بوڑھی خاتون کو رہا کر دوں گا تو میرا بیٹا کل مجھے واپس مل جائے گا۔''

''یقین کرو یا نہ کرو تمہاری مرضی ہے۔ ہماری میڈم زبان کی پکی ہے جو کہہ دیا سو کہہ دیا۔''

''ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے میں یقین کرتا ہوں میرا بیٹا کل مجھے واپس مل جائے گا۔ میں ابھی اس بوڑھی خاتون کو رہا کر رہا ہوں۔''

''صرف رہا نہیں کرنا ہے تم خود اسے گھر کے سامنے چھوڑ کر آؤ گے۔''

''میں ابھی اسے لے کر اس کے گھر جا رہا ہوں۔''

جیکل نے نوی کی مرضی کے مطابق فون بند کر دیا۔ وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آئی تو جان کرشل کے فون کا بزر بول رہا تھا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا۔ ادھر سے مہا دھابی نے کہا ''میں نے تمہیں وائف کو اغواء کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ میں ابھی آدھے گھنٹے کے اندر اسے تمہارے دروازے پر لا رہا ہوں۔''

جان کرشل نے کہا ''تمہارا بہت بہت شکریہ۔ اگر تم میری وائف کو صحیح سلامت یہاں پہنچا دو گے تو میں تمہارے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کروں گا۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ نوی گہری سنجیدگی سے سوچ رہی تھی ''سونیا کے نام میں کتنی دہشت ہے دشمن کانپ جاتے ہیں۔ اس کا نام سنتے ہی گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ میں بھی سونیا بنوں گی۔''

وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ پیرس آئی تو سونیا کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوششوں میں لگ گئی۔ اس کے باپ نے کہا تھا کہ ریکارڈ روم سے آڈیو اور ویڈیو سیکنس لے کر آنا ناممکن ہے لیکن اس نے ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ باپ کے دماغ پر قبضہ جما کر اٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کے ریکارڈ روم میں پہنچی پھر وہاں کے تمام عہدے داروں کو اپنے زیر اثر لاتی رہی۔ اس کا باپ جان کرشل اس ریکارڈ روم میں جاتا تو اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس ہوا کرتا تھا۔ واپسی میں اس بریف کیس کو کھول کر اچھی طرح چیک کیا جاتا تھا پھر اسے باہر جانے کی اجازت ملتی تھی۔

''باز نہیں کرو۔''

اس کی کمزور سی سوچ ٹھہر ٹھہر کر کہہ رہی تھی ''باپو! مجھے بچاؤ..... اس نے مجھے ایک انجکشن لگایا تھا۔''

''کس نے لگایا تھا؟''

''وہ..... ان لوگوں نے میری پٹائی کی ہے مجھے بہت مارا ہے۔''

اس نے غصے سے پوچھا ''کس کی ہمت ہوئی یہ کون لوگ ہیں کس نے تمہیں ہاتھ لگایا تھا مجھے بتاؤ۔''

نوی بھی اس کے دماغ میں موجود تھی۔ اسے ہیکل اور جیکل کا نام بتانے نہیں دے رہی تھی۔ اس نے اتنا ہی کہا ''باپو! وہ..... وہ لوگ اس بوٹ میں موجود ہیں۔''

فون کا بزر پھر سنائی دیا۔ اس نے اس پر نمبر پڑھے پھر فوراً ہی اسے کان سے لگاتے ہوئے کہا ''کون ہو تم لوگ میرے بیٹے پر کیوں ظلم کر رہے ہو۔ کیا دشمنی ہے میرے بیٹے سے؟''

جیکل نے کہا ''ہم حکم کے بندے ہیں۔ میڈم سونیا کے حکم سے ایسا کر رہے ہیں۔''

وہ ایک دم سے چونک کر بولا ''میڈم سونیا.....؟ وہ میڈم..... وہ میڈم مجھ سے کیوں دشمنی کر رہی ہیں؟ میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''بات کرنے کے لیے ہم کافی ہیں۔ ابھی تم دیکھو گے تمہارے بیٹے کو رسیوں سے باندھا گیا ہے اور ابھی ہم اسے سمندر میں پھینکیں گے اور رسی کا ایک سرا بوٹ سے باندھیں گے۔ یہ بوٹ کے ساتھ لہروں سے لڑتا ہوا گھسٹتا ہوا اپنی زندگی کے لیے فائٹ کرتا رہے گا اور تڑپ تڑپ کر تمہیں پکارتا رہے گا۔''

وہ تڑپ کر بولا ''نہیں' میرے بیٹے کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو۔ مجھے بتاؤ اس کی رہائی کی کیا قیمت لو گے؟''

دوسری طرف سے پوچھا گیا ''تم جانتے ہو تم نے جس نوی کو چھیڑا تھا وہ کون ہے؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''نہیں میں تو بس اتنا ہی جانتا ہوں کہ وہ اٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کی بیٹی ہے۔''

''وہ میڈم سونیا کی چھوٹی بہن ہے کتے کے بچے! تو نے میڈم کی ماں کو اغواء کیا ہے۔ یرغمال بنایا ہے تو تیرے بیٹے کے ساتھ کیا ہو گا یہ تو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔''

وہ اپنا کان پکڑ کر نہیں نہیں کہتا ہوا بولنے لگا ''مجھے معاف کر دو۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میں میڈم سونیا کے ساتھ انجانے میں دشمنی کر رہا ہوں۔ میں توبہ کرتا ہوں' کان پکڑتا ہوں میں ابھی اس کی ماں کو رہا کر دوں گا۔''

وہ اس روز بریف کیس لے کر ریکارڈ روم میں گیا تو بیٹی نے اسے سحر زدہ کر رکھا تھا۔ اس نے ریکارڈ فائل سے سونیا کی آڈیو اور ویڈیو ٹیسٹس نکالیں پھر انہیں اپنے بریف کیس میں رکھ کر بند کر دیا۔ وہاں سے واپس جانے لگا واپسی پر دو ایسے عہدے دار ایگزٹ گیٹ پر بیٹھتے تھے جو کسی بھی اعلیٰ عہدے دار کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ ہر ایک کی سخت چیکنگ ہوتی تھی۔ جب وہ باہر آنے لگا تو اسے بھی روک لیا گیا اس کی بھی چیکنگ ہونے لگی۔

نومی نے پچھلے دو دنوں تک اچھی خاصی محنت کی تھی۔ وہ وہاں کے اہم عہدے داروں کو اپنے زیر اثر لا چکی تھی۔ ایگزٹ گیٹ پر بیٹھنے والوں میں سے ایک کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا اور دوسرے کے دماغ پر اس وقت سختی سے قبضہ جما لیا تھا وہ دوسرا اس کے باپ سے بریف کیس لے کر دوسری طرف گیا۔ ایک چھوٹے سے کیبن میں جا کر اسے کھولنا چاہا لیکن کھول نہ سکا۔ تھوڑی دیر تک چپ چاپ کھڑا رہا پھر اس متفضل بریف کیس کو لے کر واپس آ گیا۔ جان کرسٹل کو دیکھتے ہوئے بولا ''اب آپ جا سکتے ہیں۔''

جان کرسٹل جب وہ بریف کیس لے کر گھر آیا اور اسے کھول کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ نومی نے ان دونوں ٹیسٹس کو لیتے ہوئے کہا ''ڈیڈ! میں نے کہا تھا کہ آپ میرے لیے سونیا کی آڈیو اور ویڈیو ٹیسٹس لے کر ضرور آئیں گے اور آپ لے آئے۔ یو آر سو نائس ٹو می.....''

جان کرسٹل نے اپنی وائف کو دیکھ کر حیرانی سے کہا۔ ''ہماری بیٹی دنیا کی سب سے عجیب لڑکی ہے ہم بچپن سے دیکھتے آ رہے ہیں یہ جس بات کی ضد کرتی ہے اسے پورا کر لیتی ہے۔''

نومی کی ماں نے کہا ''آج آپ نے بیٹی کی ضد پوری کرنے کے لیے اتنا بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ وہاں سے یہ چیزیں چرا کر لے آئے ہیں۔''

انہوں نے اپنی بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''میں اس کی قسم کھاتا ہوں میں نے چوری نہیں کی ہے۔ جب میں ریکارڈ روم سے باہر آ رہا تھا تو میرے بریف کیس کو لے جا کر چیک کیا گیا تھا اس کے باوجود نہ مجھے گرفتار کیا گیا نہ مجھ سے کچھ پوچھا گیا۔''

اس کی وائف نے کہا ''اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چیک کرنے والے افسران نے آپ کو یہ ویڈیو اور آڈیو ٹیسٹس لانے کی اجازت دی ہے؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''ہرگز نہیں۔ ایسی چیزیں باہر لانے کی اجازت دی ہی نہیں جا سکتی اور نہ ہی میں نے یہ چیزیں حاصل کرنے کے لیے وہاں کوئی تحریری درخواست دی تھی۔ میں یہ شروع سے مانتا آیا ہوں کہ میری بیٹی کے پیچھے کوئی پراسرار قوت چھپی ہوئی ہے جو اس کی ہر ضد پوری کر دیتی ہے۔''

وہ اپنے ماں باپ کے تبصرے سننے کے لیے وہاں نہیں رکی تھی۔ اپنے بیڈ روم میں آ گئی تھی۔ وی سی آر میں کیسٹ لگا کر ٹی وی آن کر کے سامنے بیٹھ گئی۔ اسکرین کے روشن ہوتے ہی سونیا کا ایک بہت بڑا کلوز اپ دکھائی دیا۔ وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ رہی ہے۔

سونیا کے چہرے کے مختلف زاویے اسکرین پر دکھائی دے رہے تھے۔ فرانسیسی زبان میں تحریر ابھرتی جا رہی تھی اور بیک گراؤنڈ سے کسی کی آواز بھی ابھرتی جاتی تھی۔ وہ انگریزی زبان میں کہتا جا رہا تھا۔

سونیا کی آنکھوں کے کلوز اپ پر کہا جا رہا تھا۔ جب وہ خوش ہوتی ہے تو اس کی آنکھیں ایسی ہوتی ہیں اسکرین پر سونیا کے دیکھنے کا انداز بدل گیا تھا وہ بھی مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔ کبھی بہت خوش ہو کر دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک پیدا ہو جاتی تھی۔

پھر کہا گیا ''جب وہ اپنوں سے ناراض ہوتی ہے تو اس کی ناراضگی میں بڑی مٹھاس ہوتی ہے اور آنکھیں کچھ اس طرح ہوتی ہیں۔''

کلوز اپ پر اس کی آنکھوں کا انداز بدل گیا۔ اب وہ بڑی ہی میٹھی ناراضگی سے دیکھ رہی تھی۔ نگاہیں پل پل میں بدل رہی تھیں۔ ان میں ناراضگی بھی تھی اور پیار بھی تھا۔

پھر کہا گیا ''جب یہ جوش اور جذبے میں آتی ہے۔ دشمنوں سے مقابلے پر تن جاتی ہے تو اس کے دیکھنے کے انداز کیا کیا ہوتے ہیں؟''

اسکرین پر اس کے دیکھنے کا انداز بدل گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کو دیکھنے سے صاف پتا چل رہا تھا جیسے سامنے کوئی خطرناک دشمن کھڑا ہوا اور وہ اس کے مقابلے پر تن گئی ہو۔ اس کی دونوں آنکھیں دو دھاری خنجر کی طرح چمک رہی تھیں۔ نومی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی اور بے اختیار اس کے دیکھنے کے انداز کو اپنا رہی تھی۔ اسکرین پر جیسے جیسے سونیا کے تیور بدل رہے تھے ویسے ہی ویسے نومی بھی اپنے تیور بدلنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اُس کے اندر آپ ہی آپ سونیا بننے کی تحریک پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ اسکرین پر آنکھوں کے بعد ہونٹوں کا کلوز اپ دکھائی دیا۔ پس منظر سے بتایا جا رہا تھا کہ خوشی اور غم کے وقت سوچنے اور سمجھنے کے موقعے پر اور غصے کے وقت اس کے ہونٹوں کے زاویے کیسے کیسے ہوتے ہیں۔ وہ اکثر سوچنے سے پہلے اپنے ناک کی بلندی پر کلے کی انگلی سے دو بار دستک دیتی تھی۔ یوں جیسے تدبیر سوچنے کے لیے دماغ کے دروازے پر دستک دے رہی ہو۔

جب اسے وقت سے پہلے کامیابی کا یقین ہوتا تھا تو مسکراتے ہوئے بائیں ہتھیلی کو ایک بار اپنے سر پر پھیرتی تھی۔ یہ ایک طرح کا چیلنج ہوتا تھا کہ میں میدان مار کر رہوں گی۔ سونیا کے یہ تمام انداز اس لیے ریکارڈ کیے گئے تھے کہ اگر وہ کسی میک اپ میں چھپی رہتی۔ تب بھی اس کا جو قدرتی انداز ہے وہ چھپا نہ رہتا۔ بے اختیار اس سے ایسی حرکتیں... سرزد ہو سکتی تھیں۔ دنیا کے تمام ملکوں کے انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں سونیا کے ایسے ریکارڈ محفوظ تھے۔ دنیا کے تمام سراغ رساں اس کے ایک ایک انداز کو ذہن نشین کرتے رہتے تھے۔

پھر اسکرین پر قد آور سونیا سر سے پاؤں تک دکھائی دی۔ اس کے چلنے کا ایک ایک انداز دکھایا جا رہا تھا۔ وہ عام حالات میں کیسے چلتی ہے اور خاص حالات میں اس کی چال کیسے بدل جاتی ہے۔ کسی مقابل کے سامنے آتے وقت اس کا انداز کیا ہوتا ہے وہ کس طرح پینترے بدلتی ہے۔ مقابلے کے دوران میں وہ پنجوں کے بل اچھلتی رہتی تھی۔ کبھی کبھی ایڑیاں زمین پر ٹیکتی تھی۔ اکثر ایڑیاں ٹیکنے کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اب وہ حملہ نہیں کرے گی۔ صرف اپنا بچاؤ کرتی رہے گی۔ اس طرح دشمنوں کو حملہ کرنے کا موقع دیتی رہے گی اور انہیں تھکاتی رہے گی۔

نومی بڑی حیرانی اور دلچسپی سے اس کے لڑنے کا انداز دیکھ رہی تھی۔ اکثر لڑائی ایسی ہی تھیں کہ سونیا نے دشمن پر ایک بھی وار نہیں کیا تھا۔ صرف اپنا بچاؤ کر لی رہی تھی۔ انداز ایسا ہوتا کہ دشمن مسلسل حملے کرتے کرتے تھک کر گر پڑتا۔ ایسے ہی وقت سونیا نے اس کی پٹائی کی تھی۔

وہ دلچسپی سے دیکھ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ سونیا اکثر فائٹنگ کے دوران میں ہاتھ پاؤں کم استعمال کرتی ہے اور چالبازیاں زیادہ دکھاتی ہے اور وہ چالبازیاں ایسی انوکھی اور موثر ہوتی تھیں کہ دشمن بعد میں سمجھ پاتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے؟

اسکرین پر فائٹنگ کے انداز بدل رہے تھے۔ کبھی کبھی سونیا اتنی پھرتی سے لڑتی تھی جیسے بجلی تیزی سے کوند رہی ہو لپک رہی ہو۔ دیکھنے والوں کی آنکھیں ایک جگہ ٹھہرتی نہیں تھیں۔ مقابلہ کرنے والا حیران و پریشان رہ جاتا تھا۔ وہ اسے ادھر پکڑنے لپکتا تھا تو وہ ادھر پہنچ جاتی تھی، پلٹتا تھا تو منہ پر لاتیں پڑتی تھیں۔ وہ بوکھلا جاتا تھا۔ حملہ کرنے سے زیادہ اسے بچاؤ کی فکر ہونے لگتی تھی۔ بڑے بڑے شہ زوروں نے اس سے شکست کھانے کے بعد کہا تھا ''شی از دی بولٹ فرام دی بلیو، یعنی سونیا آسمان سے لپکنے والی بجلی ہے۔''

نومی اسکرین پر اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے اندر ایسی تحریکیں پیدا ہو رہی تھی جیسے ابھی وہ اٹھے گی اور سونیا بن کر ادھر سے ادھر لپکنے لگے گی۔

پھر اسے اسکرین پر سونیا کے ساتھ فرہاد دکھائی دیا۔ وہ زندگی میں پہلی بار مجھے دیکھ رہی تھی۔ میری اور سونیا کی چھوٹی چھوٹی سی ملاقاتوں کے سین اسکرین پر آ رہے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ محتاط سراغ رسانوں نے کہیں نہ کہیں سے چھپ کر ہماری وہ ویڈیو فلم تیار کی ہے۔

نومی بڑی توجہ سے دیکھ رہی تھی کہ سونیا مجھ سے محبت کرتے وقت کیسے کیسے انداز اختیار کرتی ہے۔ کیسی کیسی ادائیں دکھاتی ہے؟

تقریباً پندرہ یا سولہ برس پہلے میں کبھی سونیا کے ساتھ کسی ہوٹل میں گیا تھا۔ وہاں میں نے اس کے ساتھ خوش گوار انداز میں خاصا وقت گزارا تھا۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ اس کمرے میں خفیہ ویڈیو کیمرے نصب کیے گئے ہیں۔ اس طرح جاسوسوں نے ہماری ان مصروفیات کی فلم بھی تیار کر لی تھی۔ نومی اس فلم کے ایک ایک منظر کو توجہ سے دیکھ رہی تھی اور سونیا کی دلربائی کے ایک ایک انداز کو ذہن نشین کرنے کی کوششیں کر رہی تھی۔

ایسے وقت میں اس کے حواس پر چھا رہا تھا۔ نومی ابھی سولہ برس کی تھی جوانی کی ابتداء میں پہلی بار اس کے اندر میری خواہش پیدا ہو رہی تھی۔ وہ ویڈیو فلم کے اس حصے کو بار بار ریوائنڈ کر کے دیکھ رہی تھی اور ایسے وقت سونیا کی ایک ایک ادا ایک ایک انداز کو اپنے ذہن میں نقش کر رہی تھی۔

اس نے ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دبا کر ٹی وی اور وی سی آر کو بند کر دیا۔ ابھی وہ ویڈیو کیسٹ پوری نہیں ہوئی تھی لیکن وہ آگے دیکھ نہ سکی۔ نئے نئے انجانے جذبے تھے جو اس کے اندر بری طرح ہانپنے لگے تھے اور وہ بیٹھے بیٹھے کانپنے لگی تھی۔ چہرے اور گردن سے پسینہ پھوٹ رہا تھا۔ وہ چشم تصور سے

سونیا کو اور مجھے دیکھ رہی تھی۔ اب اس میں سونیا بننے کی خواہش ضد میں بدل گئی تھی۔

اس نے بعد میں پوری ویڈیو فلم دیکھی اور آڈیو کیسٹ کو سنا۔ اس آڈیو کیسٹ میں سونیا کے بولنے کا اتار چڑھاؤ اور بدلتے ہوئے لب و لہجے کو پیش کیا گیا تھا۔ مختلف حالات میں بدلتے ہوئے مزاج کے مطابق وہ کیسے بولتی ہے۔ اس کے بولنے کے ایک ایک انداز کو ریکارڈ کیا گیا تھا۔

نومی نے اپنے کمرے میں بڑے بڑے قد آدم آئینے لگوائے۔ وہ صبح دوپہر اور شام ہر وقت اس ویڈیو فلم کو ریوائنڈ کر کر کے دیکھتی رہتی تھی اور سونیا کے ایک ایک انداز کی نقل کرتی رہتی تھی۔ اس نے دنیا کے بہترین تجربہ کار اور انعام یافتہ فائٹروں کی خدمات حاصل کیں۔ ہر ایک سے فائٹنگ کے مختلف داؤ پیچ سیکھنے لگی ہر صبح جمناسٹک کی مشقیں کرنے لگی۔ میک اپ اور گیٹ اپ کے سلسلے میں مہارت حاصل کرنے لگی۔

برس دو برس تین برس گزرنے لگے۔ وہ مختلف ویڈیو کیمروں کے سامنے سونیا کی ایک ایک ادا ایک ایک انداز اور ایک ایک حرکت کی نقل کرتی تھی اور پھر وہ سب کچھ اسکرین پر دیکھتی تھی اسے کامیابی کا یقین ہوتا جا رہا تھا۔ سونیا کے لب و لہجے میں بولتی تھی اور ریکارڈنگ مشین پر اپنی آواز سنتی تھی۔ مختلف حالات اور مختلف مزاج کے مطابق اس کی آواز اور لب و لہجہ بدلتا رہتا تھا۔

اب اس نے مجھے اپنی ضد بنالیا تھا یہ طے کرلیا تھا کہ مجھ تک پہنچے گی اور پھر میرے ساتھ رہ کر سونیا کی طرح ٹیلی پیتھی کی دنیا میں حکمرانی کرتی رہے گی۔

وہ جانتی تھی کہ مجھ تک پہنچنا اتنا آسان نہیں ہے۔ سونیا کو راستے سے ہٹانا اور اس کی جگہ لینا بچوں کا کھیل نہیں ہے لیکن وہ ضدی لڑکی ایسا ہی چیلنج قبول کرتی تھی۔ جو بالکل ناممکن ہوتا تھا اور وہ اپنی ضد، ہٹ دھرمی، حوصلے اور ذہانت سے ناممکن کو ممکن بنا دیا کرتی تھی۔

اس نے اپنے ٹارگٹ تک پہنچنے اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے وفاداروں اور جانبازوں کی ایک ٹیم بنائی۔ بڑے بڑے تجربہ کار ڈاکٹروں اور انجینئروں بہترین فائٹروں تنویمی عمل جاننے والوں اور غیر معمولی صلاحیتوں کے رکھنے والوں کو رفتہ رفتہ اپنے زیر اثر لانے لگی۔ تنویمی عمل کے ذریعے ان اہم افراد کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے لگی۔

وہ اکثر بابا صاحب کے ادارے کے قریب سے گزرتی تھی۔ اس بڑے سے گیٹ کو حسرت سے دیکھتی تھی۔ سونیا بن جانے کے بعد بھی وہ اس دروازے سے اندر داخل نہیں ہوسکتی تھی لیکن کسی نہ کسی طرح وہاں کے اندرونی حالات معلوم کرنا چاہتی تھی۔ میرے اور میری فیملی کے تمام ممبران کے بارے میں تفصیلی معلومات رکھنا چاہتی تھی کہ ہم میں سے کون کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟

اس نے پیرس کی اس جھیل کنارے ایک کاٹیج حاصل کیا۔ جہاں ہمارے کئی کاٹیج تھے۔ ان میں ایک میرا اور سونیا کا کاٹیج بھی تھا۔ وہ وہاں رہ کر یہ دیکھتی رہتی تھی کہ سونیا، فرہاد، پارس، پورس، کبریا، اعلیٰ بی بی وغیرہ کب وہاں آتے جاتے ہیں اور وہاں آ کر کیوں رہتے ہیں؟

ایک روز وہ اپنے کاٹیج سے باہر آ رہی تھی۔ ہمارے کاٹیج کو دیکھ کر رک گئی۔ وہاں ایک کار آ کر رکی تھی۔ ایک نوجوان کار کا دروازہ کھول کر زخمی حالت میں باہر نکلا پھر لڑکھڑاتا ہوا کاٹیج کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کاٹیج کے دروازے پر آئی پھر اسے ذرا سا کھول کر اندر جھانکنے لگی۔ وہ نوجوان ایک الماری سے سرجری کا سامان نکال کر سرہانے والی میز پر رکھ رہا تھا۔ صاف پتا چل گیا کہ اسے گولی لگی ہے اور وہ خود اپنے ہاتھ سے گولی نکالنا چاہتا ہے۔

اس نے اسی وقت خیال خوانی کی پرواز کی اور اپنے معمول اور تابعدار ڈاکٹر کو حکم دیا کہ وہ فوراً سرجری کا تمام سامان لے کر جھیل والے کاٹیج کے سامنے چلا آئے ایک منٹ کی بھی دیر نہ کرے۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر کاٹیج کا دروازہ پوری طرح کھولتی ہوئی اندر آ گئی۔ اس نوجوان نے چونک کر اسے دیکھا پھر دیوار کا سہارا لے کر تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا ''تم کون ہو؟ پلیز یہاں سے جاؤ۔''

وہ بولی ''کیسے چلی جاؤں؟ تم زخمی ہو، تمہیں فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔''

پھر وہ اس کے قریب آ کر اس کے ایک بازو کو تھام کر بولی ''یہاں میرے ساتھ آؤ، بیڈ پر لیٹ جاؤ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم نے سرجری کا سامان یہاں رکھا ہے اور اپنے ہی ہاتھ سے گولی نکالنا چاہتے ہو، یہ خطرے کو دعوت دینے والی بات ہے۔''

وہ بیڈ پر آ کر لیٹتے ہوئے بولا ''میں کمزور نہیں ہوں، اس سے بھی پہلے اپنی ایک ٹانگ سے گولی نکال چکا ہوں۔''

اس کے ایک بازو میں گولی لگی تھی۔ وہ اسے نکالنے کے لیے سرجری کے سامان کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ نومی نے

اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا ''ذرا صبر کرو۔ جب کمزور نہیں ہو، حوصلہ مند ہو تو پھر تھوڑی دیر اور تکلیف برداشت کرو، ابھی ایک ڈاکٹر آ رہا ہے۔''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا ''کیا تم نے ڈاکٹر کو بلایا ہے؟ کیوں بلایا ہے؟ میرے دشمن کسی کا بھی پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک آ سکتے ہیں۔''

''دشمنوں کی پروا نہ کرو، میں ان سے نمٹ لوں گی۔''

وہ اس سے باتیں کرنے کے دوران میں اس کے خیالات پڑھتی رہی۔ بہت اہم انکشاف ہوا تھا اس کے دل کی مراد پوری ہو رہی تھی۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کے اندرونی حالات معلوم کرنا چاہتی تھی اور وہ نوجوان اب اس کی معلومات کا ذریعہ بننے والا تھا۔

اس کا نام کاشف جمال تھا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک تھا۔ ان دنوں اپنوں اور بیگانوں کے لیے عدنان بہت بڑا مسئلہ بنا ہوا تھا۔ ولاڈی میر ارنا کوف اور آواز دن عدنان کو حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ اس روز سونیا اپنے پوتے عدنان کو پیرس سے جرمنی کی طرف لے جا رہی تھی۔ ایسے وقت بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے انہیں تحفظ دے رہے تھے۔

سونیا بڑی کامیابی سے عدنان کو لے کر پیرس سے دور نکل گئی تھی لیکن دو ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کی نظروں میں آ گئے تھے۔ انہوں نے فائرنگ کی تھی جو اباً فائرنگ ہوتی رہی۔ جس کے نتیجے میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہلاک ہوگیا۔ دوسرا کاشف جمال تھا جسے گولی لگی تھی اور وہ کسی طرح دشمنوں سے چھپتا چھپاتا اس کاٹیج میں چلا آیا تھا۔

اس وقت اس کے چور خیالات نومی سے کہہ رہے تھے کہ وہ اسے دیکھ کر چونک گیا تھا کیونکہ وہ سونیا کی ہم شکل تھی لیکن یہ سمجھ رہا تھا کہ کوئی دشمن ہے جو سونیا کے بہروپ میں آئی ہے۔ کیونکہ وہ سونیا کو ایک گھنٹا پہلے عدنان کے ساتھ اس شہر سے روانہ کر چکا تھا اور وہ جرمنی کی طرف گئی تھی۔

کاشف جمال یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ کوئی دشمن عورت ہے خواہ مخواہ جھوٹ بول رہی ہے کہ اس نے کسی ڈاکٹر کو بلایا ہے وہ کسی کو نہیں بلائے گی اور گولی بھی نکالنے نہیں دے گی۔ اسے بے موت مرنے کے لیے وہاں چھوڑ دے گی۔

اس وقت وہ بہت مجبور ہوگیا تھا۔ دماغی کمزوری کے باعث خیال خوانی نہیں کرسکتا تھا۔ اپنے کسی ساتھی کو اپنے

موسیقی کے شائقین کے لئے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب
ابجدِ موسیقی
سازوں کی شکست میں گانا ایک مشکل فن ہے
اس کتاب کے مطالعے سے آپ کو نہ صرف گانا بلکہ ہارمونیم بجانا بھی آ جائے گا اور طبلے کے بارے میں بھی واقفیت ہو جائے گی

برصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:
یہ کتاب سیکھنے والوں کے لئے مشعلِ راہ ہے
مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع ان کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں
ہر گھر میں ہونی چاہئے ایسی کتاب جو راہنمائی کرتی ہے
قیمت 150 روپے ●●●● ڈاک خرچ 23 روپے
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802551-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطے کے لئے: C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ کراچی 75500

موجودہ حالات نہیں بتا سکتا تھا۔

نومی کا بلایا ہوا ڈاکٹر وہاں پہنچ گیا اور اس کے حکم کے مطابق گولی نکالنے کے انتظامات کرنے لگا۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی اپنی سوچ میں بولنے لگی ''یہ نوجوان لڑکی میری دشمن نہیں ہے واقعی اس نے ڈاکٹر کو بلایا ہے اور میرے بازو سے گولی نکلنے والی ہے مجھے آرام آ جائے گا۔''

کاشف جمال اپنے طور پر سوچنے لگا ''اوہ خدایا.....! جلد سے جلد گولی نکل جائے اور میری ذہنی توانائی واپس مل جائے تو میں خیال خوانی کے ذریعے اپنے تحفظ کے لیے بہت کچھ کر سکوں گا۔''

وہ سوچتے سوچتے اپنے آپ سے غافل ہو گیا۔ اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ ڈاکٹر نے اس کے بازو سے گولی نکال دی پھر کہا ''خون بہت بہہ چکا ہے۔ اسے خون کی ضرورت ہے۔''

نومی نے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ اس کے خون کا گروپ او نیگیٹو ہے۔ وہ بولی ''اس کے اور میرے خون کا گروپ ایک ہی ہے۔ میں اپنا خون دے رہی ہوں تم فوراً ہی خون ٹرانسفر کرنے کے انتظامات کرو۔''

ڈاکٹر نے اس کے حکم کی تعمیل کی پھر اپنے فرائض ادا کرنے کے بعد نومی کے حکم کے مطابق وہاں سے چلا گیا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد کاشف جمال کو ہوش آنے لگا تو وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانے لگی۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کرنے لگی کہ وہ کاشف جمال کی حیثیت سے بابا صاحب کے ادارے میں جاتا آتا رہے گا اور اسے وہاں کی ایک ایک معلومات فراہم کرتا رہے گا۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد یہ بھول جائے گا کہ وہ کسی کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ اس طرح فرہاد کو اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کبھی شبہ نہیں ہوگا کہ وہ کسی کے زیر اثر آ چکا ہے۔

اس نے کاشف جمال کو اپنے شکنجے میں لے کر بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ اس دن سے اسے بابا صاحب کے ادارے کے اندرونی حالات معلوم ہونے لگے۔ یہ بھی معلوم ہونے لگا کہ میں سونیا' پارس' پورس' کبریا' اعلیٰ بی بی وغیرہ کس ملک کے کس شہر میں ہیں اور کن معاملات میں مصروف رہتے ہیں؟

معلومات کا یہ سلسلہ چند ہفتوں تک جاری رہا پھر ایک روز کاشف جمال نے پریشان ہو کر کہا ''مجھے بابا صاحب کے ادارے میں طلب کیا گیا ہے۔''

نومی نے پوچھا ''تو کیا ہوا؟ تم پریشان کیوں ہو؟''

''ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ادارے میں طلب نہیں کیا جاتا۔ ہم اپنی رپورٹ ارسال کرتے رہتے ہیں اور وہ اپنے طور پر ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہتے ہیں۔ جب ہم سے کوئی شکایت ہوتی ہے یا کوئی غلطی ہوتی ہے تو محاسبہ کرنے کے لیے ہمیں طلب کیا جاتا ہے۔''

نومی نے پوچھا ''کیا تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ تمہارا بھید کھل چکا ہے؟''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا ''میں یہی سمجھ رہا ہوں۔ اگر بھید کھل چکا ہے تو وہاں جانے کے بعد سزا کے طور پر میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں مجھ سے چھین لی جائیں گی۔ اب تم ہی بتاؤ کیا مجھے وہاں جانا چاہیے؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''نہیں..... بیڈ پر لیٹ جاؤ۔ میں ابھی تم پر عمل کروں گی اور تمہاری سوچ کا لب ولہجہ بدل دوں گی۔ تاکہ کوئی تمہارے دماغ میں نہ آ سکے۔''

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ بیڈ پر لیٹ گیا پھر نومی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا۔ بھلا لب ولہجہ مٹا دیا۔ اس کے ذہن میں نئے لب ولہجے کو نقش کر دیا۔

چونکہ آئندہ بابا صاحب کے ادارے کے اور میری فیملی کے حالات معلوم نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے اس نے طے کیا کہ اب اسے سونیا کی حیثیت سے ہمارے درمیان رہنا چاہیے۔

ان دنوں سونیا فارغ تھی۔ عدنان کی طرف سے اب کوئی اندیشہ نہیں تھا کیونکہ وہ ادارے میں پہنچا ہوا تھا اور وہاں تعلیم وتربیت حاصل کر رہا تھا۔ سونیا آرام طلب نہیں تھی مصروف رہنا چاہتی تھی۔ اس لیے ادارے سے نکل آئی تھی اور پیرس والے کاتیج میں رہنا چاہتی تھی۔ نومی اس کی تاک میں رہا کرتی تھی۔ جیسے ہی معلوم ہوا کہ وہ پیرس پہنچ چکی ہے تو اس نے بڑی چالاکی سے اسے ٹریپ کر لیا۔ سونیا کو شکنجے میں لینا کوئی معمولی بات نہیں تھی اور وہ یہ غیر معمولی کارنامہ انجام دے چکی تھی۔

یہ مقدر کے کھیل ہیں۔ نومی کی تقدیر میں کامیابی اور سونیا کی تقدیر میں ناکامی لکھی تھی۔ اس لیے وہ دھوکا کھا کر اس کے شکنجے میں آ گئی تھی۔ نومی نے پھر اسے ہاتھ سے پھسلنے

کا موقع نہیں دیا۔

سونیا کے ہوش میں آنے سے پہلے ہی اسے خفیہ اڈے میں پہنچا کر اس پر عمل کیا تھا اور اس کے برین کو واش کر دیا تھا۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد خالی الذہن ہو گئی تھی۔ گم صم سی ایک جگہ بیڈ پر پڑی رہتی تھی۔ اپنے آپ کو بھول چکی تھی۔ یہ دنیا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ یہ بھی سمجھنے سے قاصر تھی کہ وہ کہاں پڑی ہوئی ہے۔ وہ کمرا ہے اس کے چاروں طرف چار دیواری ہے اوپر چھت ہے نیچے فرش ہے اس کے آس پاس کیا ہے؟ اسے کسی چیز کی پہچان نہیں رہی تھی۔

نومی وقتِ ضرورت خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آتی تھی پھر اس پر مختصر سا عمل کرتی تھی اور چلی جاتی تھی۔ وہ بہت ٹھہر ٹھہر کر سوچ سمجھ کر اس پر عمل کر رہی تھی' ایسا مستحکم تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی کہ اس کے بعد وہ کبھی اس کی گرفت سے نہ نکل سکے۔ وہ اس کا نام اس کا لب ولہجہ اس کا چہرہ اس کی شخصیت سب ہی کچھ بدلتی جا رہی تھی۔ یہ بہت اچھی طرح سمجھتی تھی کہ سونیا اگر کبھی اس کے شکنجے سے نکل جائے گی تو پھر اس کی شامت آ جائے گی۔ اس کے لیے ایسا عذاب بن جائے گی کہ ساری زندگی اس عذاب سے نجات حاصل نہیں کر سکے گی۔

اس نے سونیا کی پوری ہسٹری پڑھی تھی اور اس کی زندگی کے تمام حالات تفصیلاً معلوم کیے تھے۔ وہ اپنے مخالفین کے لیے کیسی خطرناک بلا بن جاتی ہے۔ اس سلسلے کے کئی واقعات اس کی ہسٹری میں درج تھے۔

پھر وہ انا بیلا کا انجام دیکھ رہی تھی۔ انا بیلا نے اسے ایک نہیں دو بار دھوکا دیا تھا اور اس نے بظاہر اسے بڑی فراخ دلی سے معاف کر دیا تھا لیکن در پردہ اسے ایسے عذاب میں مبتلا کر دیا تھا کہ قتل ابیب پہنچنے کے بعد اسے فرار کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ اگر نومی اس کی مدد نہ کرتی تو وہ سونیا اور کبریا کی بدترین معمولہ اور تابعدار بن کر رہ جاتی۔

نومی نے انا بیلا کو ہمارے شکنجے سے نکالا تھا اور بڑی چالاکی سے ہمارے اندر رہ کر ہماری کمزوریاں معلوم کرتی رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اعلیٰ بی بی لکھنو کے ایک چھوٹے سے بنگلے میں ہے۔ پارس دہلی میں ایک بیوہ کے مکان میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے ہے اور میری پوتی انوشے جو ہو کے ساحل والے بنگلے میں ہے۔

اس نے ہر جگہ اپنے آلہ کار بنائے تھے اور ان کے ذریعے صرف قتل ابیب میں کبریا کا ہی نہیں بلکہ اعلیٰ بی بی پارس اور انوشے کا بھی اتنی سختی سے محاصرہ کیا تھا کہ ان میں سے کوئی اپنے گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

نومی نے انا بیلا بن کر چیلنج کیا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی گھر سے باہر قدم نکالے گا تو بے موت مارا جائے گا۔ ایسے وقت بھی وہ خود کو نومی کرسٹل کی حیثیت سے ظاہر نہیں کر رہی تھی۔ ڈمی سونیا بنی ہوئی تھی اور انا بیلا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر اس کے ذریعے ہمیں چیلنج کر رہی تھی۔

اس کم بخت نے بری طرح بازی پلٹ دی تھی۔ کہاں تو یہ کہ کبریا نے انا بیلا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا تھا۔ اب انا بیلا نے نومی کی مدد سے نجات حاصل کی تھی۔ کبریا کے زیر اثر نہیں رہی تھی بلکہ اسے ایک مکان کی چار دیواری میں قیدی بنا لیا تھا۔

اسرائیلی اکابرین یہ سن کر پریشان ہو گئے تھے کہ میرے بیٹے کبریا کو وہاں قیدی بنایا گیا ہے۔ وہ مجھ سے ٹکرانا نہیں چاہتے تھے۔ انا بیلا سے کہہ رہے تھے کہ فرہاد علی تیمور سے دشمنی مول نہ لی جائے۔ اس کے بیٹے کو رہا کر دیا جائے۔

اور وہ چیلنج کر رہی تھی کہ میں اور میرا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا اور اسرائیلی اکابرین کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

اور اس کا چیلنج درست تھا۔ اس نے میری بیٹی اور بیٹوں کو اس طرح قیدی بنایا تھا کہ ہم فوراً ہی انہیں رہائی نہیں دلا سکتے تھے۔ بعد میں کسی تدبیر سے ان کی رہائی ممکن ہوتی ہے یا نہیں۔ یہ ہم ابھی نہیں جانتے تھے۔

پارس دہلی میں ایک بوڑھی بیوہ کے گھر میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے تھا۔ نومی نے اسے وہاں قیدی بنا دیا تھا۔

اعلیٰ بی بی لکھنو کے ایک بنگلے میں قیدی بنی ہوئی تھی اور میری پوتی انوشے ممبئی میں جوہو کے ساحل والے بنگلے میں تھی۔ نومی نے چیلنج کیا تھا کہ ان میں سے کوئی اپنے بنگلے کے دروازے سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ نکلتے ہی اس کے آلہ کار انہیں گولی مار دیں گے۔

کبریا حیفہ کے ایک چھوٹے سے مکان میں تھا۔ میرے یہ تمام بچے ایک دوسرے سے دور دور قیدی بنے ہوئے تھے۔ قتل ابیب کے ایک کانفرنس ہال میں تمام اکابرین اور آرمی کے اعلیٰ افسر موجود تھے۔ وہاں ہم بھی خیال خوانی کے ذریعے بول رہے تھے اور نومی بھی انا میریا کے ذریعے ہمیں چیلنج کر رہی تھی۔

ہم اب تک نومی کرسٹل کے وجود سے بے خبر تھے۔ یہی سمجھ رہے تھے کہ ہمیں مجبور اور بے بس کر دینے کا کارنامہ

انابیلا نے انجام دیا ہے اور اس وقت وہ فاتح بنی ہوئی ہے۔ وہ اس کانفرنس ہال میں ایک آلہ کار کے ذریعے تمام اکابرین سے کہہ رہی تھی ''آپ لوگ خواہ مخواہ فرہاد علی تیمور سے خوف زدہ تھے۔ اب آپ سب دیکھ رہے ہیں کہ میں اتنے بڑے پہاڑ کو کس طرح ریزہ ریزہ کر رہی ہوں؟''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ''انابیلا! بے شک تم حیرت انگیز طور پر فرہاد کو شکست دے رہی ہو۔ بہت بڑی کامیابی حاصل کر رہی ہو لیکن ہم نے فرہاد کے خلاف کتنی ہی بار دشمنوں کو کامیاب ہوتے دیکھا ہے لیکن بعد میں وہ کامیابی عارضی تھی یا محض ایک فریب تھی۔ فرہاد علی تیمور نے ہمیشہ دشمنوں کی توقع کے خلاف بازیاں پلٹ دی ہیں یہاں بھی کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔''

ایک اور فوجی افسر نے کہا ''ابھی تو صرف مسٹر فرہاد سے باتیں ہو رہی ہیں۔ میڈم سونیا ہمارے درمیان نہیں ہیں ان کی عدم موجودگی کچھ معنی رکھتی ہے۔''

ایک حاکم نے کہا ''ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسٹر فرہاد کو چپ لگ گئی ہے اور وہ تمہارے سامنے کچھ بول نہیں پا رہے ہیں۔ اسی طرح اگر میڈم سونیا بھی آ کر اپنی ہار تسلیم کر لیں گی تو ہم مان لیں گے کہ تم واقعی فولاد ہو اور فرہاد جیسے پہاڑ کو زمین بوس کر رہی ہو۔''

انابیلا نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہا ''میڈم سونیا کی مہربانیوں سے ہی میں یہاں تک پہنچی ہوں۔ ان کی دشمنی میرے لیے فائدہ مند ثابت ہوئی ہے۔ وہ مجھ سے انتقام لے رہی تھی۔ اپنے بیٹے کو کبریا کو میرے پیچھے لگا رکھا تھا۔ مجھے بے وقوف بناتی جا رہی تھی اور یہ سمجھتی جا رہی تھی کہ میں واقعی بے وقوف بن رہی ہوں اور یہاں آ کر اس کی معمولہ اور تابعدار بن کر آپ لوگوں پر حکومت کرتی رہوں گی اور اسے فائدہ پہنچاتی رہوں گی۔''

وہ پھر ایک بار قہقہہ لگا کر بولی ''میں میڈم سونیا کو بھی چیلنج کرتی ہوں وہ کہاں منہ چھپا کر بیٹھی ہوئی ہے۔ میں فرہاد سے کہتی ہوں کہ وہ اسے یہاں بلائے میں جلد سے جلد اس کے تمام بچوں کے خلاف فیصلہ سنانے والی ہوں۔''

میں ہمیشہ ہر مشکل مرحلے پر سونیا کا تعاون حاصل کرتا آیا ہوں اور موجودہ حالات میں تو اس کی موجودگی بے حد لازمی تھی۔ وہی اپنی مکاری سے انابیلا کی بازی پلٹ سکتی تھی۔ میں نے اسرائیلی اکابرین سے کہا ''میری خاموشی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں نے شکست تسلیم کر لی ہے۔ میں موجودہ حالات پر غور کر رہا ہوں اور آپ سب کی موجودگی میں انابیلا سے کہتا ہوں کہ پہلے باہمی گفتگو کے ذریعے یہ معاملات طے کیے جائیں۔ جب ہم گفتگو میں ناکام ہوں گے تو پھر دیکھا جائے گا۔ بہرحال میں تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں۔ سونیا سے باتیں کرنے کے بعد واپس آؤں گا۔''

انابیلا نے کہا ''ہم زیادہ انتظار نہیں کریں گے۔ یہاں آدھے گھنٹے تک چائے کا وقفہ رہے گا۔ اس کے بعد فرہاد کو حاضر ہو جانا چاہیے۔''

مجھے انابیلا پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ ایسے باتیں کر رہی تھی جیسے میں اس کے زیر اثر آ چکا ہوں۔ اس کا غلام بن چکا ہوں اور اس کے حکم کے مطابق آدھے گھنٹے میں مجھے وہاں حاضر ہو جانا چاہیے۔

دیکھا جائے تو میں واقعی اس کے سامنے مجبور ہو گیا تھا۔ غصہ کرنے سے بات بننے والی نہیں تھی۔ اس لیے میں خیال خوانی کے ذریعے سونیا تک پہنچا اور پہنچا تو کہاں پہنچا؟ اسی دشمن کے پاس پہنچا جس نے مجھے ہر طرف سے شکنجے میں لے رکھا تھا۔ میری اولاد کو بے بس اور مجبور بنا دیا تھا۔

دیکھا جائے تو میں اس وقت بری طرح بے وقوف بن رہا تھا۔ جو دشمن تھی اسی کے پاس تعاون حاصل کرنے آیا تھا۔

میں نے اسے مخاطب کیا ''سونیا.....! تمہیں پتا ہے انابیلا انگارے اگل رہی ہے۔''

وہ انجان بن کر بولی ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ وہ تو کبریا کی معمولہ اور تابعدار بنی ہوئی ہے۔''

''اب ہمارا بیٹا کبریا اس کا قیدی بنا ہوا ہے۔ پتا نہیں اس نے کیسے اس کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کی ہے؟''

میں اسے بتانے لگا کہ اس نے کس طرح کبریا کو حیدرآباد، پارس کو دہلی میں، اعلیٰ کو لکھنو میں اور انوشے کو ممبئی میں قیدی بنا کر رکھا ہے۔ وہ بڑی حیرانی سے یہ باتیں سن رہی تھی اور پریشانی ظاہر کر رہی تھی۔

اس نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا ''فرہاد! آج تک ہماری زندگی میں ایسا نہیں ہوا کہ ہمیں اس بری طرح شکنجے میں لیا گیا ہو۔ بے شک ہم اور تم کئی بار دشمنوں کے شکنجے میں آ چکے ہیں لیکن اس بار تو ہماری اولاد کا مسئلہ ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ہمیں فوری طور پر کیا کرنا چاہیے؟''

''سچ پوچھو تو میرا ذہن بھی کام نہیں کر رہا ہے۔ ہم بڑے بڑے مشکل اور جان لیوا مرحلوں سے گزر چکے ہیں لیکن اولاد کا معاملہ ایسا ہے کہ ہم اس وقت جذبات میں بھرے ہوئے ہیں اور عقل سے سوچنا بھول گئے ہیں۔''

وہ بولی ''سیدھی سی بات ہے اس وقت ہمیں اپنے آپ پر سکون رکھنا ہوگا۔ اولاد کی محبت کو دماغ سے نکال کر یہ سمجھنا ہوگا کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں نہ پانچ ہو سکتے ہیں نہ تین۔ ہوگا وہی چار اور ابھی اہم حقیقت سے انکار نہیں کر سکیں گے کہ ہمارا سامنا ہے چار بچے اس وقت دشمن عورت کے شکنجے میں ہیں۔ ہمیں ٹھنڈے دماغ سے غور کرنا ہوگا۔ بالآخر اس عورت کے سامنے گھٹنے ٹیکنے ہی پڑیں گے اور تم ابھی جاؤ دماغی طور پر حاضر ہو کر اس مسئلے پر غور کرو۔ میں بھی غور کر رہی ہوں تم آدھے گھنٹے بعد آؤ۔ شاید ہم اپنے بچوں کی رہائی کے لیے کوئی اچھی تدبیر سوچ سکیں اور اس پر عمل کر سکیں۔''

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ زندگی میں پہلی بار سونیا نے یہ مشورہ دیا تھا کہ ہمیں اپنی اولاد کی سلامتی کی خاطر انابیلا کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے۔ جبکہ سونیا گھٹنے ٹیکنا جانتی ہی نہیں تھی۔

سونیا کا ایسا مشورہ سننے کے باوجود مجھے اس پر شبہ نہیں ہوا۔ میں نے یہی سوچا کہ وہ بھی اپنی اولاد کی وجہ سے پریشان ہو گئی ہے اور اس کا ذہن کام نہیں کر رہا ہے تو وہ بے تکا مشورہ دے رہی ہے۔ ابھی شاید کوئی اچھی تدبیر سوچے گی پھر ہم اس پر عمل کریں گے۔

میں نے اسرائیلی اکابرین کے درمیان حاضر ہو کر ایک آلہ کار کے ذریعے کہا ''میں یہاں موجود ہوں کیا انابیلا بھی موجود ہے؟''

وہ ایک آلہ کار کے ذریعے بولی ''ہاں میں تمہاری باتیں سن رہی ہوں۔''

''میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم میرے تمام بچوں کو یرغمال بنا کر مجھ سے کیا حاصل کرنا چاہتی ہو۔ مجھے دوست بنانا چاہتی ہو یا دشمن؟''

وہ بولی ''میں یہودی ہوں، اپنی یہودی قوم کی بہتری کے لیے یہاں آئی ہوں اور ان تمام اسرائیلی اکابرین اور آرمی کے تمام اعلیٰ افسران کے ساتھ رہ کر اپنی قوم اور اپنے ملک کے لیے جو کچھ بھی بہتر کر سکتی ہوں کرتی رہوں گی۔ کسی کو انابیلا نہیں بناؤں گی اور نہ ہی کسی سے دشمنی کروں گی۔''

الپا کی اس بات پر تمام اسرائیلی اکابرین تالیاں بجانے لگے۔

میں نے کہا ''ان تمام تالیاں بجانے والوں کو بتاؤ کہ تم میرے چار بچوں کو یرغمال بنا کر کیا حاصل کرنا چاہتی ہو؟''

وہ بولی ''ایک ملک، دوسرے ملک کی کمزوریاں اپنی مٹھی میں لے کر اسے اپنے دباؤ میں لا کر دوستی کرنے پر مائل کرتا ہے۔ اسی طرح میں تمہیں مائل کر رہی ہوں۔ تمہاری ایک کمزوری ہمیشہ میرے ہاتھ میں رہے گی تو تم اسی طرح دوستی کرنے پر مجبور ہوتے رہو گے اور ہمیں کبھی کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔''

''تم کس طرح میری کمزوریاں اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہو۔ اس کی وضاحت کرو؟''

''تمہارا بیٹا کبریا مجھ سے محبت کرتا تھا اس نے مجھ سے شادی کا وعدہ کیا۔ میرے اور اس کے درمیان جسمانی تعلقات ہو چکے ہیں۔ اب میں یہ دعویٰ کرنے پر حق بجانب ہوں کہ وہ میرا جیون ساتھی ہے۔ میں اسے اپنا شوہر بنا کر اپنے ساتھ رکھوں گی۔ اس پر تم میں سے کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔''

تمام اسرائیلی اکابرین انابیلا کی حمایت میں ڈیسک بجانے لگے اور کہنے لگے ''بے شک انابیلا کا مطالبہ درست ہے یہ کسی دشمنی میں نہیں محبت سے کبریا کا مطالبہ کر رہی ہے۔ جب ان کے درمیان شادی کا وعدہ ہو چکا ہے اور جسمانی تعلقات قائم ہو چکے ہیں تو پھر یہ میاں بیوی ہیں۔ اگر ان کی شادی نہیں ہوئی ہے تو ان کی شادی یہاں ہم کرائیں گے۔ مسٹر فرہاد کو انابیلا کا یہ مطالبہ منظور کرنا چاہیے۔''

میں نے کہا ''بے شک ان کی شادی ہونی چاہیے لیکن دونوں کی رضامندی سے اگر کبریا کو منظور نہیں ہوگا تو یہ شادی کیسے ہو سکے گی؟''

''منظور کیوں نہیں ہوگا؟ اسے منظور تھا تب ہی اس نے مجھ سے تعلقات قائم کیے ہیں۔ اگر وہ منظور نہیں کرے گا تو میں اس کے خلاف قانونی کارروائی کروں گی کہ اس نے کیا سوچ کر، کیا سمجھ کر میرے جسم کو حاصل کیا تھا۔ اس نے کیوں گناہ کیا تھا اور اس گناہ کی سزا کیا ہو سکتی ہے؟''

ایک حاکم نے کہا ''مسٹر فرہاد! تمہیں جائز بات کو تسلیم کرنا چاہیے۔ بات بڑھاؤ گے تو بڑھتی چلی جائے گی۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ''انابیلا کا دل صاف ہے وہ پوری ذہانت سے یہ فیصلہ سنا رہی ہے کہ کبریا کو محبت سے اپنے پاس رکھے گی۔ اسے دشمن سمجھ کر قیدی بنا کر یہاں نہیں رکھا جائے گا۔ آپ کو اپنے بیٹے کی بہتری اور اس کی سلامتی کے لیے یہ منظور کر لینا چاہیے۔''

انابیلا اور اسرائیلی اکابرین سے گفتگو کے دوران میں الپا، اعلیٰ بی بی اور ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے اور وہ تمام باتیں سن کر پارس تک اور نومی کو سونیا سمجھ کر اس ڈمی سونیا تک یہ تمام باتیں پہنچا رہے تھے۔

نومی انابیلا کے دماغ میں رہ کر اس سے مذاکرات کررہی تھی۔ ایسی مصروفیات کے دوران میں مداخلت نہیں چاہتی تھی۔ لہٰذا اس نے اپنے پاس آنے والوں سے کہا ''میرے پاس بار بار نہ آؤ۔ میں اپنے بچوں کی رہائی کے لیے کوئی بہترین تدبیر سوچ رہی ہوں۔ ایسے وقت مداخلت پسند نہیں کروں گی۔''

میں نے سونیا سے کہا ''میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کروں گا۔ صرف اتنا بتادو کیا کبریا کو مصلحتاً کچھ عرصے کے لیے انابیلا کے پاس چھوڑا جاسکتا ہے؟''

وہ بولی ''فی الحال ہمارے سامنے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس طرح کبریا وہاں زندہ سلامت رہے گا۔ ہر طرح سے محفوظ رہے گا۔ بعد میں اسے ہم وہاں سے نکال لانے کی کوششیں کریں گے۔''

کبریا بھی خیال خوانی کے ذریعے ان اسرائیلی اکابرین کے درمیان پہنچا ہوا تھا اور ہم سب کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا ''پاپا.....! آپ انابیلا کا مطالبہ مان لیں۔ مجھے اس شرط پر یہاں چھوڑ دیں کہ یہاں انابیلا ہماری اعلیٰ بی بی، پارس بھائی اور انوشے کو یرغمال بنا کر نہیں رکھے گی۔''

میں نے اس کانفرنس ہال میں آکر اپنے آلہ کار کے ذریعے کہا ''مجھے انابیلا کا یہ مطالبہ ایک شرط پر منظور ہے۔''

پوچھا گیا ''وہ شرط کیا ہے؟''

''جب یہ تسلیم کیا جارہا ہے کہ انابیلا اور کبریا میاں بیوی ہیں تو اس رشتے سے انابیلا ہماری بہو بن چکی ہے، ہماری رشتے داری ہوگئی ہے اب ہماری بہو کا فرض ہے کہ وہ اپنے دوسرے رشتے داروں کو یرغمال بنا کر نہ رکھے، اعلیٰ بی بی، پارس اور انوشے کے مکانوں کے اطراف جو محاصرہ کیا ہے اسے ختم کردے۔''

''یہ محاصرہ اس وقت ختم ہوگا جب میری اور کبریا کی باقاعدہ شادی ہوگی، یہ شادی کل بھی ہوسکتی ہے اور آج بھی ہوسکتی جتنی جلدی شادی ہوگی اتنی جلدی تمہارے دوسری بچوں کی رہائی ممکن ہوسکے گی۔''

میں نے کہا ''تو پھر آج ابھی اور اسی وقت دونوں کی شادی کرائی جائے۔''

''ایسی جلدی بھی کیا ہے اس سے پہلے میرا ایک اور مطالبہ ہے۔''

''اب اور کیا مطالبہ ہے؟''

وہ بولی ''صرف میں نے ہی تمہارے بچوں کو اغوا نہیں کیا ہے تمہارے بابا صاحب کے ادارے والے بھی میری سوتیلی بہن تاشا کو اغوا کرچکے ہیں، میں اس کی رہائی چاہتی ہوں۔''

''اسے جبراً اغوا نہیں کیا گیا ہے تاشا اپنی مرضی سے وہاں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کررہی ہے۔''

''جھوٹ بولنے سے سچ بدل نہیں جائے گا اور سچ یہ ہے کہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تاشا کے ذہن کو تبدیل کیا گیا ہے اسے یہودی سے مسلمان بنایا گیا ہے اور یہ یہودی لڑکی پر ظلم ہے جسے ہم برداشت نہیں کریں گے۔''

میں نے کہا ''تم بنتی ہوئی بات کو بگاڑنا چاہتی ہو۔ خوامخواہ تاشا کو ہمارے معاملات میں ملوث کررہی ہو۔''

وہ بولی ''اگر ہم تمہاری کسی مسلمان لڑکی کو یہودی بنا کر یہاں قیدی بنا لیتے تو کیا تم اعتراض نہیں کرتے اس کا مطالبہ نہیں کرتے؟''

تمام اکابرین انابیلا کی حمایت میں ڈیسک بجانے لگے۔ وہ ان کے یہودی جذبات سے کھیل رہی تھی اور ہر ایک سے ہم پر حاوی ہورہی تھی ایک حاکم نے کہا ''میڈم انابیلا ہم مانتے ہیں تم الیا سے بھی زیادہ زبردست ہو اور واقعی یہاں رہ کر ہماری قوم اور ہمارے ملک کا وقار بلند کررہی ہو۔''

میں نے کہا ''آپ حضرات خوش ہورہے ہیں تصویر کا دوسرا رخ نہیں دیکھ رہے ہیں یہ انابیلا ایک تو ہم سے رقم کررہی ہے اس کے بعد بابا صاحب کے ادارے والوں سے دشمنی مول لینا چاہتی ہے کیا یہ دانش مندی ہے؟''

انابیلا نے کہا ''میں بہت نادان ہوں لیکن تم سے دانش مندی نہیں سیکھنا چاہوں گی جو کہہ رہی ہوں اس پر عمل کیا جائے تاشا کی رہائی کے بعد ہی ہماری گفتگو آگے بڑھے گی۔''

''تم جانتی ہو کہ بابا صاحب کے ادارے سے ہمارا اتنا ہی تعلق ہے جتنا کہ کسی مسلمان کا ہونا چاہیے ہم ان کے ادارے کی خدمت کے لیے بہت کچھ کرتے ہیں لیکن ان کے ادارے میں جو فیصلے کیے جاتے ہیں ان پر حاوی نہیں ہوسکتے اور نہ ہی ان فیصلوں کو بدل سکتے ہیں۔ اور جہاں تک تاشا کی رہائی کا تعلق ہے تو ہم اس سلسلے میں ابھی ان سے بات کریں گے اور یہ ایسی اہم بات ہے کہ بابا صاحب کے ادارے والوں سے مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوجائے گا اور پھر نہیں کب تک جاری رہے گا لہٰذا تاشا کی رہائی کے سلسلے میں کم از کم چوبیس گھنٹے تک انتظار کرنا ہوگا۔''

ایک حاکم نے پوچھا ''یعنی تم چوبیس گھنٹے کی مہلت

مانگ رہے ہو؟''

آرمی کے ایک افسر نے کہا ''میڈم انابیلا! ہمارا پلڑا بھاری ہے آپ ہر طرف سے ان پر حاوی ہیں لہٰذا انہیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دے دی جائے۔''

وہ بولی ''مسٹر فرہاد علی تیمور! یہ نہ سمجھنا کہ میں چوبیس گھنٹے کی مہلت دوں گی تو اس عرصے میں تم اپنی چالاکیاں دکھاؤ گے اور کسی طرح ان یرغمال ہونے والے بچوں کو میری گرفت سے نکال کرلے جاؤ گے۔''

پھر وہ ایک ذرا توقف سے بولی ''ایک بات ذہن نشین کرلو، اگر ان چاروں میں سے کوئی ایک بھی کسی وقت بھی فرار ہونے کی کوشش کرے گا تو میں باقی تین کو موت کے گھاٹ اتار دوں گی یا پھر ذہنی اور جسمانی طور پر اپاہج بنا کر چھوڑ دوں گی۔ میں تنہا خیال خوانی کرنے والی ہوں اور تمہاری پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے لیکن یہ کہاوت کبھی نہ بھولنا، سو سنار کی ایک لوہار کی، بس میں ایک ہی ہتھوڑا ایسا ماروں گی کہ تم سب کے ہوش اڑ جائیں گے اب جاؤ چوبیس گھنٹے بعد ملاقات ہوگی۔''

میں ڈی سونیا کے پاس آکر اسے وہاں کے بارے میں بتانے لگا جبکہ وہ کمبخت سب کچھ جانتی تھی اس نے وہ تمام باتیں سننے کے بعد کہا ''انابیلا کے چیلنج میں بڑی پختگی ہے ہماری بہت سی کمزوریاں اس کی ہاتھوں میں ہیں وہ جب چاہے ہمیں نقصان پہنچا سکتی ہے اس لیے یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ ہمارے کسی بھی بچے کو اپنے طور پر رہائی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے اگر ان میں سے کوئی ایک کامیاب ہوگا تو باقی تین بے موت مارے جائیں گے یا اپاہج بنادیے جائیں گے۔''

میں نے پریشان ہوکر کہا ''مجھے ایسا لگتا ہے جیسے انابیلا تنہا نہیں ہے اس کے پیچھے کوئی قوت چھپی ہوئی ہے۔''

وہ چونک کر بولی ''کیسی قوت؟ تم کس پر شبہ کررہے ہو؟''

''اور کس پر شبہ کرسکتا ہوں ہوں کہ وردان درپردہ انابیلا کی مدد کررہا ہو۔''

نومی نے اطمینان کی سانس لے کر کہا ''ہاں، یہ ممکن ہے ہمارے قیدی بن کر رہنے والے بچوں میں اعلیٰ بی بی اور کبریا ٹیلی پیتھی جانتے ہیں ان سے کہو وہ میرے پاس آئیں۔''

میں نے ان دونوں کو نومی کے دماغ میں بلایا وہ بولی۔ ''دیکھو بیٹے! تم دونوں خیال خوانی کے ذریعے کوئی ایسی چال نہ چلنا جس سے فائدہ کے بجائے نقصان پہنچے۔ انابیلا تنہا نہیں ہے اس کے ساتھ یقیناً وردان بھی ہے، وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے نمبر ہمارے آس پاس کے لوگوں کو آلہ کار بنا کر تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔ وہ پارس سے زیادہ تم دونوں پر اور انوشے پر توجہ دیں گے کیونکہ ادھر تم دونوں خیال خوانی جانتے ہو ادھر انوشے کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا موجود ہے۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''مما! ہم ہر پہلو پر غور کررہے ہیں انشاء اللہ کوئی غلطی نہیں کریں گے۔''

وہ بولی ''تم دونوں مجھ سے وعدہ کرو کہ جب تک قیدی ہو تب تک خیال خوانی کے ذریعے کوئی چال نہیں چلو گے اپنے باپ پر بھروسا کرو تمہارے پاپا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تم لوگوں کے لیے بہت کچھ کرتے رہیں گے۔''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا ''بے شک، تمہاری مما درست کہتی ہیں تم دونوں کو محتاط رہنا چاہیے فی الحال خیال خوانی نہیں کرنی چاہیے۔''

وہ دونوں چلے گئے میں بھی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا یوں دیکھا جائے تو نومی نے بڑی چالاکی سے اعلیٰ بی بی اور کبریا پر دباؤ ڈالا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی کسی تدبیر پر عمل نہیں کریں گے، اس طرح اس نے ان کی جدوجہد کے سامنے کچھ رکاوٹیں پیدا کردی تھیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ سونیا بن کر سونیا سے بھی زیادہ مکاریاں دکھا رہی تھیں۔ بہرحال ہم نے چوبیس گھنٹے کی مہلت حاصل کی تھی اور کسی بہترین کارآمد تدبیر پر عمل کرنے کے لیے چوبیس گھنٹے بہت ہوتے ہیں جب تک یہ وقت گزر رہا ہے تب تک جمیلہ، نبیلہ اور سوامی وردان وشوانا تھ کا ذکر لازمی ہے۔

☆☆☆

جمیلہ اور نبیلہ ایک ہی کمرے میں دو الگ الگ بیڈ پر ایک دوسرے سے دور لیٹی ہوئی تھیں۔ بیس برس تک جڑی رہنے کے بعد پہلی بار ایک دوسری سے الگ کی گئی تھیں یہ علیحدگی ان سے برداشت نہیں ہورہی تھی اور یہ بھی سمجھ رہی تھیں کہ آئندہ ایک دوسرے سے جڑ کر رہنا ممکن نہیں ہے انہیں اب علیحدہ رہنے کی عادت ڈالنی ہوگی۔

ان کے آپریشن کے بعد دو اہم باتیں سامنے آئی تھیں ایک تو یہ کہ علیحدگی کے باعث انہیں بہت شاک پہنچا تھا اور دوسری اہم بات یہ کہ وہ سوچ کے ذریعے ایک دوسرے سے بولنے لگی تھیں اگر جمیلہ کچھ سوچتی تھی تو وہ سوچ نبیلہ کو اپنے

اندر سنائی دیتی تھی وہ ایک دوسری سے چپک کر رہنے کی اس قدر عادی ہوگئی تھیں کہ علیحدگی کے بعد یہ چپک کر رہنے والی شدت ذہنی طور پر سوچ کے ذریعے انہیں تحد کر رہی تھی۔

سوامی دردان دشوانا تھ خاموشی سے ان کے اندر آتا تھا اور ان کے نئے احساسات اور خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ پہلے تو وہ آپریشن کے بعد ہونے والی تکالیف سے گزرتی رہی تھیں اور ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے کے صدمے کو برداشت کرتی رہی تھیں پھر دردان یہ دیکھ کر حیران رہ گیا تھا کہ وہ دونوں سوچ کے ذریعے ایک دوسرے سے بولنے لگی تھیں۔

ان بہنوں نے اب تک اپنی زبان سے پارس کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی لیکن چپ چاپ اس کے بارے میں سوچتی رہتی تھیں جمیلہ نے سر گھما کر اپنے دائیں طرف دیکھا دور بیڈ پر نبیلہ لیٹی ہوئی تھی اور بائیں طرف سر گھما کر جمیلہ کو دیکھ رہی تھی ان دونوں کی دیکھ بھال کے لیے وہاں ان کے والدین یا کوئی رشتے دار خاتون ضرور رہتی تھی پھر ڈاکٹرز اور نرس وغیرہ آتے جاتے رہتے تھے اس لیے جمیلہ نے سوچ کے ذریعے کہا ''نبیلہ! ہمیں اس طرح الگ کیا گیا ہے یہ بھی ایک تماشا ہے۔ یہ تماشا دیکھنے کے لیے اپنے پرائے سب آرہے ہیں لیکن علی اکبر کہاں ہے؟''

نبیلہ نے بھی سوچ کے ذریعے کہا ''یہی میں بھی سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی ہوں کہ وہ ہمیں دیکھنے کے لیے کیوں نہیں آیا؟ ہماری خیریت پوچھنے تو آسکتا تھا؟''

جمیلہ نے کہا ''میرا دل ڈوب رہا ہے کیا ہماری علیحدگی اسے پسند نہیں ہے ہماری تمام دلچسپیاں ختم ہوچکی ہیں ہمارے اندر کوئی کشش نہیں رہی ہے کیا وہ منہ پھیر کر چلا گیا ہے؟''

''ایسی دل توڑنے والی باتیں نہ سوچو جمیلہ! وہ یہاں نہیں آرہا ہے تو اس کی کوئی مجبوری ہوگی۔''

''ایسی بھی کیا مجبوری ہوسکتی ہے ہم اتنے بڑے آپریشن سے گزر کر یہاں پڑی ہوئی ہیں کیا اسے ہم سے ذرا بھی لگاؤ نہیں رہا ہے۔''

''تم تو بس اس کے خلاف ہی سوچے جارہی ہو، یہ نہیں سمجھتی کہ دردان اس کی جان کا دشمن بن گیا تھا اگر ہم اس کے سامنے ڈھال نہ بنتیں تو ہمیں لگنے والی گولی اسے لگ جاتی پھر کیا ہوتا؟''

جمیلہ نے تائید میں سر ہلا کر کہا ''ہاں، میں یہ بھول گئی تھی کہ وہ دشمن علی اکبر کی جان کے پیچھے پڑ گیا ہے وہ جانتا ہے کہ ہم سے ملنے آئے گا تو پھر اس پر گولی چلائی جائے گی دردان نے تو صرف علی اکبر پر ہی نہیں ہم پر بھی اپنی دہشت بٹھادی ہے اللہ کرے اسے موت آجائے۔''

''دشمن کو کوسنے سے موت نہیں آتی۔ گالیاں دینے سے وہ زخمی نہیں ہوتا اس پر جھنجلانے سے اپنے ہی دل کو اور دماغ کو تکلیف ہوتی ہے۔''

''تو پھر ہم کیا کریں؟ کیا اس دشمن کے ہاتھوں نقصان اٹھاتے رہیں؟''

''ہم اس کے خلاف کچھ نہیں کرسکتے زیادہ سے زیادہ اسے عاجزی سے ہاتھ جوڑ کر سمجھا سکتے ہیں۔''

''وہ سمجھنے والوں میں سے نہیں ہم نے پہلے کئی بار اسے سمجھا کر دیکھ لیا ہے۔''

جمیلہ کو اپنے اندر دھیمی سی ہنسی کی آواز سنائی دی اس نے پوچھا ''نبیلہ! کیا تم اپنے اندر ہنسی کی آواز سن رہی ہو؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ''نہیں..... کیا تمہیں ایسی کوئی آواز سنائی دے رہی ہے؟''

ایسے وقت دردان نے کہا ''ہاں، اس سے کہو کہ میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔ اب تم میرے بارے میں سوچو گی، جو بولو گی وہ اسے بھی سنائی دیتا رہے گا تم دونوں پہلے سے بھی زیادہ عجوبہ بن گئی ہو ٹیلی پیتھی سیکھے بغیر ایک دوسرے سے سوچ کے ذریعے بولنے لگی ہو۔''

وہ جمیلہ کے اندر بول رہا تھا۔ اب نبیلہ اپنی بہن جمیلہ کی سوچ کے ذریعے اس کی باتیں سن رہی تھی، وہ بول رہا تھا ''سب سے پہلے تو میں تم دونوں کو کامیاب آپریشن کی اور نئی زندگی کی مبارک باد دیتا ہوں۔''

پھر وہ نبیلہ کے پاس آکر بولا ''تم دونوں اب آزاد ہو سے الگ الگ چلتی پھرتی رہو گی۔ لوگوں کی نگاہوں سے تم نہیں بنو گی، اپنی اپنی جگہ اپنے طور پر ایک انفرادی زندگی گزارو گی، میں اس سلسلے میں بھی تم دونوں کو مبارک باد دیتا ہوں۔''

نبیلہ نے کہا ''تم بہت ہی دوستانہ انداز میں بول رہے ہو اور ہمیں بہت اچھا لگ رہا ہے کیا تم اسی طرح دوست بن کر نہیں رہ سکتے؟ ہم سے دشمنی کر کے تمہیں کیا حاصل ہوگا؟''

''تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو میں نے کبھی دشمنی نہیں کی، میری بدنصیبی ہے کہ تم دونوں میری محبت کو عداوت سمجھتی رہیں کیا میں انسان نہیں ہوں، میرے سینے میں دل نہیں ہے کیا میں تم سے محبت نہیں کرسکتا؟''

''تم پھر وہی پرانی باتیں چھیڑ رہے ہو اس کے نتیجے

میں مذہب، دھرم، ذات پات کی بحث چھڑ جائے گی۔ کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم مسلمان لڑکیاں ہیں، ہماری شادی کسی ہندو سے نہیں ہوگی۔''

''یہ ہندوستان ہے یہاں ذات پات کا فرق نہیں دیکھا جاتا ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، یہودی سب ہی آپس میں ایک دوسرے سے شادی کرتے ہیں، گھر بساتے ہیں، تم کوئی اس دنیا کی نئی اور انوکھی لڑکی نہیں ہو کہ تمہاری شادی کسی ہندو سے نہیں ہو سکے گی۔''

''ہاں..... یہ ہمیشہ سے ہمارا آخری فیصلہ رہا ہے کہ ہم اپنے مزاج کے اور اپنی مرضی کے خلاف کسی ہندو سے شادی نہیں کریں گے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''تو کیا علی اکبر سے کرو گی؟''

نبیلہ نے کہا ''بے شک میں علی اکبر سے شادی کرو گی؟''

وہ جمیلہ کے پاس آ کر بولا ''تمہارا کیا خیال ہے کیا تم بھی علی اکبر سے شادی کرو گی؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی ''ہاں، میں اسی سے شادی کروں گی۔''

اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا پھر کہا ''یہ کیوں بھول رہی ہو کہ دو سگی بہنوں کی شادی کسی ایک شخص سے نہیں ہو سکتی۔''

دونوں کو چپ لگ گئی اور دونوں نے سر گھما کر ایک دوسرے کو دیکھا آپریشن کے بعد سے اب تک انہوں نے علی اکبر کے بارے میں بڑی محبت سے بہت کچھ سوچا تھا لیکن یہ اہم بات بھول گئی تھیں کہ اب وہ جڑواں نہیں رہی ہیں اب ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے کہ دونوں کی شادی ایک ہی شخص سے کرائی جائے اب تو وہ الگ ہو گئی ہیں اب تو ان کی شادی بھی کسی الگ الگ شخص سے ہوگی۔

نبیلہ نے جمیلہ کو دیکھتے ہوئے پریشانی سے کہا ''نہیں یہ نہیں ہو سکتا علی اکبر ہمارا ہے، ہمارا ہی رہے گا۔''

جمیلہ نے کہا ''ہاں..... وہ ہم دونوں سے شادی کرنے والا تھا وہ دل و جان سے ہمیں چاہتا ہے، جب بھی آئے گا تو وہ ہم سے ضرور شادی کرے گا۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''میں تم دونوں کو سمجھا نہیں سکوں گا، اپنے ماں باپ سے اور بزرگوں سے پوچھو، اپنے کسی مذہبی پیشوا سے معلوم کرو سب یہی کہیں گے کہ تم دونوں کی شادیاں علی اکبر سے نہیں ہو سکیں گی تم میں سے کوئی ایک اس سے شادی کر سکے گی دوسری اس کی قربت سے محروم رہا کرے گی۔''

وہ دونوں دل برداشتہ ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ نبیلہ نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا ''میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔''

جمیلہ نے بھی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا ''میں کب اس کے بغیر رہ سکوں گی۔ وہ میرا آئیڈیل ہے۔''

نبیلہ نے کہا ''وہ میرا بھی آئیڈیل ہے، میں اس کے بغیر کسی دوسرے شخص کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔''

دروان نے کہا ''اب کرنا ہوگا کسی دوسرے کو اپنا ہیرو میری بات مانو علی اکبر کا خیال دل سے نکال دو۔ وہ اب کبھی نہیں آئے گا وہ ایک مجرم ہے، قانون کے محافظوں سے چھپا پھر رہا ہے۔''

نبیلہ نے کہا ''تم اس کی لاکھ برائیاں کرو، ہمارا دل اس کی طرف سے نہیں پھرے گا۔''

''دنیا والے تمہیں اس کی طرف سے پھیر دیں گے اس دنیا میں جینے کے لیے یہاں کے قانون اور رسم و رواج کے مطابق زندگی گزارنی پڑتی ہے اگر رسم و رواج سے بغاوت کرو گی تو کسی ایک مرد کے ساتھ تم دونوں زندگی گزارنا چاہو گی تو لوگ تمہیں پتھر ماریں گے تم پر تھوکیں گے اور تم دونوں کے ساتھ وہ تمہارا بھی بے موت مارا جائے گا۔''

جمیلہ نے کہا ''خدا کے لیے یہاں سے چلے جاؤ۔''

نبیلہ نے کہا ''میں تمہیں تمہارے بھگوان کا واسطہ دیتی ہوں ہمیں تنہا چھوڑ دو۔''

''ٹھیک ہے، میں جا رہا ہوں میری اور بھی دوسری مصروفیات ہیں لیکن جانے سے پہلے یہ کہہ دوں کہ تم دونوں ایک دوسرے سے الگ ہونے کے بعد میرے لیے اور زیادہ پرکشش ہو گئی ہو۔''

پھر وہ ہنستے ہوئے بولا ''اور میرے لیے بڑی آسانیاں بھی پیدا ہو گئی ہیں۔ پہلے میں سوچتا تھا کہ تم دونوں کو اغوا کر کے کسی خفیہ اڈے میں پہنچا دوں لیکن تم دونوں ایسی جڑی ہوئی تھیں کہ اغوا کرنے والوں کے لیے مصیبت بن جاتیں تمہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا آسان کام نہ ہوتا مگر اب یہ آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔''

وہ چپ چاپ اس کی باتیں سن رہی تھیں اور پریشان ہو رہی تھیں، وہ کہہ رہا تھا ''تمہیں جسمانی طور پر تو الگ کر دیا گیا ہے لیکن تم ذہنی طور پر پہلے سے زیادہ متحد ہو گئی ہو ایک دوسرے کے اندر پہنچ جاتی ہو ایک دوسرے کی سوچ کی لہروں کو سن سکتی ہو، بولتی ہو اگر میں تم دونوں میں سے کسی ایک کو اغوا

کراؤں گا تو دوسری بے اختیار اس کی طرف کھنچی چلی جائے گی۔''

وہ پھر ہنستے ہوئے بولا ''یہ بات تو پکی ہے کہ تم دونوں بہنیں ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکو گی اور نہ ہی کسی ایک مرد کے بغیر رہ سکو گی اور وہ ایک مرد میں ہوں، صرف میں.....''

وہ ان کے پاس سے چلا گیا وہ دونوں چپ چاپ پڑی رہیں انتظار کرتی رہیں کہ شاید وہ کچھ بولے گا پھر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا نبیلہ نے کہا ''شاید وہ جا چکا ہے؟''

جمیلہ نے کہا ''نہیں..... شیطان اتنی آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑتا وہ چپ چاپ ہمارے اندر گھسا رہے گا اور ہمارے اندر کی باتیں معلوم کرتا رہے گا۔''

''معلوم کرنے کے لیے اور کیا رہ گیا ہے بس ہماری ایک ہی پہلی اور آخری خواہش ہے اور وہ ہے علی اکبر.....''

نبیلہ نے بڑی محبت سے، بڑی عقیدت سے اور بڑے دکھ سے کہا ''جمیلہ! ہمارا کیا بنے گا؟ کیا تم اس کے بغیر رہ سکو گی؟''

وہ بولی ''نہیں، میں اس کے بغیر سانس لینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔''

''یہی میری حالت ہے پھر ہمارا کیا بنے گا؟''

وہ دونوں بہنیں اس قدر ہم مزاج تھیں کسی ایک شخص کی طلب میں ایک دوسرے سے دشمنی نہیں کر سکتی تھیں اور نہ ہی رقابت کی آگ میں جل سکتی تھیں۔ جمیلہ جو اپنے لیے سوچتی تھی وہی نبیلہ کے لیے بھی سوچتی تھی اور نبیلہ کا بھی یہی حال تھا۔ دونوں کا درد، دونوں کے احساسات اور جذبات ایک جیسے تھے۔

اب تو ان دونوں کی سوچ کی لہریں ایک ہو گئی تھیں جمیلہ پارس کے بارے میں جس طرح جذباتی ہو کر سوچتی تھی، ٹھیک ان ہی لمحات میں نبیلہ بھی پارس کے متعلق اسی انداز میں سوچتی رہتی تھی۔

بہت سے رشتے دار اسپتال میں ان سے ملنے آتے تھے، انہیں مبارک باد دیتے تھے اور ایک نئی زندگی گزارنے کے سلسلے میں دعائیں بھی دیتے رہتے تھے ان کے بزرگ چچا اکبر نے کمرے میں آ کر اپنا موبائل فون دکھاتے ہوئے کہا ''علی اکبر سے بات کرنا چاہتا ہے۔''

اس کا نام سنتے ہی دونوں کے دل تیزی سے دھڑکنے لگے۔ وہ بے خیالی میں اٹھنا چاہتی تھیں لیکن تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے پھر لیٹ گئیں۔ چچا نے ایک طرف بڑھتے ہوئے کہا ''بیٹی! ذرا آرام سے ابھی زخم کچا ہے۔''

پھر وہ دوسری کی طرف بڑھتے ہوئے بولا ''ڈاکٹر نے ہلنے جلنے سے منع کیا ہے۔ جب زخم مندمل ہونے لگے گا تو پھر تم اٹھنے بیٹھنے کے قابل ہو جاؤ گی۔''

دونوں نے اپنا اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ''چچا جان! فون ہمیں دیں۔''

وہ دونوں کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا فون کسے دینا چاہیے۔ جمیلہ نے کہا ''مجھے دیں۔''

نبیلہ نے کہا ''مجھے دیں، میں اس کی آواز سنوں گی۔''

جمیلہ نے کہا ''ٹھیک ہے چچا جان! آپ نبیلہ کو فون دیں۔''

نبیلہ نے فوراً ہی کہا ''نہیں چچا جان! آپ جمیلہ کو فون دیں۔''

جمیلہ نے کہا ''کوئی فرق نہیں پڑے گا تم اس کی باتیں سنو گی بولو گی تو میں بھی سنتی رہوں گی۔''

چچا بے چارہ ان کے درمیان کھڑا تھا مسکرا کر بولا۔ ''اگر تم دونوں چلنے پھرنے کے قابل ہوتیں تو میں اس فون کو بیچ میں رکھ دیتا جس کی مرضی ہوتی وہ آ کر اسے اٹھا لیتی لیکن اب اس وقت نبیلہ نزدیک ہے تو میں اسے دے رہا ہوں۔''

نبیلہ نے بڑی بے قراری سے فون لے کر اس کے بٹن کود بایا پھر کان سے لگا کر کہا ''ہیلو علی اکبر! یہ آپ بول رہے ہیں نا؟''

پارس کی آواز سنائی دی ''ہاں، میں بول رہا ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپریشن کامیاب رہا ہے، تم دونوں کو علیحدہ کر دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تم دونوں خیریت سے ہو۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ تم دونوں کے لیے میری نیک تمنائیں ہیں۔''

جمیلہ اس سے دور بیڈ پر لیٹی سر گھمائے اس کی طرف حسرت سے دیکھ رہی تھی۔ وہ فون کو کان سے لگا کر پارس کی آواز کو سننے کے لیے تڑپ رہی تھی اس کی تڑپ کو نبیلہ سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ وہاں قریب ہی دس برس کا ایک چچا زاد بھائی کھڑا ہوا تھا اس نے کہا ''اسلم ادھر آؤ، یہ فون اپنی جمیلہ آپی کو دو۔''

اس نے فون لے جا کر جمیلہ کو دیا وہ بھی بے قراری سے فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے بولی ''ہیلو، میں جمیلہ بول رہی ہوں، آپ کیسے ہیں؟ کہاں ہیں؟ ہم سے ملنے کیوں نہیں آئے۔''

وہ مسکرا کر بولا ''ایک ہی وقت میں کتنے سوالات کر رہی ہو، یہ کیوں بھول رہی ہو کہ دشمن میری جان لینا چاہتا ہے، اس لیے مجھے اس سے چھپ کر رہنا چاہیے۔''

''ہاں، یہ آپ اچھا کر رہے ہیں۔ ہمیں آپ کی زندگی آپ کی سلامتی چاہیے پتا نہیں ہم سب کو وردان جیسے شیطان سے کب نجات ملے گی؟''

نبیلہ نے کہا ''اللہ تعالیٰ نے چاہا تو جلد ہی اس سے نجات مل جائے گی۔''

جمیلہ نے اسلم کو آواز دی ''ادھر آؤ اسلم! یہ فون نبیلہ کو دے دو۔''

وہاں کئی رشتے دار موجود تھے ان دونوں بہنوں کی محبتوں کو سمجھ رہے تھے، نبیلہ نے کہا ''ہیلو میں نبیلہ بول رہی ہوں۔''

پارس نے ہنستے ہوئے کہا ''اب تم دونوں کی علیحدگی سے یہ ہو گیا کہ بیچ میں کسی کو ملازم رکھنا ہوگا تاکہ وہ تم دونوں کے درمیان ادھر سے ادھر دوڑتا رہے۔''

نبیلہ اس بات پر ہنسنے لگی تو دوسرے بیڈ پر سے جمیلہ بھی ہنسنے لگی۔ نبیلہ نے کہا ''ہمیں یہ خوشیاں عارضی طور پر مل رہی ہیں۔ ابھی تم فون بند کرو گے تو ہم پھر مایوس ہو جائیں گے اور تمہارے اگلے فون کا انتظار کرتی رہیں گی۔''

پارس نے کہا ''میں نے بہت ضروری باتیں کرنے کے لیے ابھی فون کیا ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ میرا اصلی نام علی اکبر نہیں ہے میرا نام پارس علی ہے۔ میں مشہور زمانہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔''

وہ حیرانی سے بولی ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

ایسا کہتے وقت اس نے جمیلہ کی طرف دیکھا۔ جمیلہ بھی حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی پارس نے کہا ''اب تک ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے دماغوں میں آتے رہے ہیں اور تم دونوں کی حفاظت کرتے رہیں ہیں اس لیے وردان جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے پاس آ کر ناکام ہوتا رہا ہے۔''

جمیلہ نے اپنے بیڈ پر سے کہا ''ان سے پوچھو کہ انہوں نے یہ بات اب تک ہم سے کیوں چھپائی تھی؟''

''اس لیے کہ ہم وردان سے یہ حقیقت چھپانا چاہتے تھے لیکن اب اس شیطان کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میرا اصل نام پارس ہے اور میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں اس نے یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو ہمارے پیچھے لگا دیا ہے جب تک میں وردان کو اس کے عبرت ناک انجام تک نہیں پہنچاؤں گا تب تک تم دونوں کے سامنے نہیں آ سکوں گا۔''

نبیلہ نے مایوسی سے کہا ''پتا نہیں، کب وہ شیطان خاک میں ملے گا اور کب تم ہمارے پاس آؤ گے، کیا تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں اس سے نجات نہیں دلا سکتے؟''

''بے شک، وہ نجات دلا سکتے ہیں فی الحال یہ کر سکتے ہیں کہ تم دونوں کے دماغوں کو لاک کر دیں تاکہ وہ کبھی تمہارے اندر نہ آ سکے۔''

نبیلہ نے اسلم کو فون دیا اس نے جمیلہ کے پاس اسے پہنچایا۔ وہ فون کو کان سے لگا کر بولی ''جتنی جلدی ہو سکے ہمارے دماغوں کو لاک کرا دو۔ ہم اس کی آواز اپنے اندر سننا نہیں چاہتے۔ جب بھی وہ ہمارے اندر آ کر بولتا ہے تو ہمیں زہر لگتا رہتا ہے۔''

''فکر نہ کرو، جلد ہی تم دونوں کے دماغوں کو لاک کر دیا جائے گا ویسے شیطان اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا۔ جب وہ تمہارے اندر پہنچنے میں ناکام رہے گا تو تمہارے آس پاس کے لوگوں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے ذریعے تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا جیسا کہ اس نے تمہارے ابو کے ذریعے مجھے گولی مارنے کی کوشش کی تھی۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''پتا نہیں، یہ کیسی بلا ہمارے پیچھے پڑ گئی ہے کم بخت جونک کی طرح چمٹ کر رہ گیا ہے اور اندر ہی اندر ہمارا خون چوس رہا ہے۔''

نبیلہ نے کہا ''جمیلہ! ان سے پوچھو پھر کب ہم سے فون پر باتیں ہوں گی؟''

جمیلہ یہ پوچھنا چاہتی تھی پارس نے کہا ''میں نے نبیلہ کی بات سن لی ہے ابھی تھوڑی دیر میں تم دونوں کے پاس ایک موبائل فون پہنچے گا۔ اس کے ذریعے تم جب چاہو گی مجھ سے باتیں کر سکو گی۔ اب میں فون بند کر رہا ہوں کیونکہ دوسری جگہ مصروف ہوں۔ مجھے یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے چھپ کر رہنا پڑتا ہے بڑی محتاط زندگی گزار رہا ہوں۔''

وہ بولی ''ٹھیک ہے، آپ اپنا خیال رکھیں اور جب ضروری سمجھیں اور اپنے آپ کو محفوظ سمجھیں تب ہم سے رابطہ کریں۔''

میں نے خدا حافظ کہہ کر فون کو بند کر دیا۔ اب تک پارس بن کر ان دونوں سے بول رہا تھا۔ پارس اپنی جگہ مجبور تھا انا بیلا کا قیدی بنا ہوا تھا اس کے پاس موبائل فون نہیں تھا میں نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا تو اس نے یہ فرمائش

کی تھی کہ میں ان بہنوں سے باتیں کروں اور انہیں تسلیاں دوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی تسلی ہو چکی تھی۔ وہ دونوں بہت خوش تھیں۔

اس وقت میں اور میرے اپنے بہت بڑے چیلنج کا سامنا کر رہے تھے ایسی پریشانیوں سے گزر رہے تھے جو ختم ہوتی دکھائی نہیں دے رہی تھیں ایسی حالت میں بھی ہم نے جمیلہ اور نبیلہ کی خوشیوں کا خیال کیا تھا۔ وہ دونوں بھی ہمارے لیے اہم تھیں ان کی وجہ سے سوائی اور وردان وشوانا تھ سے ٹکراؤ ہوا تھا۔

ہمیں شبہ تھا کہ انا بیلا تنہا اپنے محاذ پر نہیں ہے اس کی پشت پر وردان جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا شخص موجود ہے ان دونوں نے چپکے چپکے معلوم کیا تھا کہ اعلیٰ بی بی، پارس اور انوشے کون کون سے شہر میں ہیں اور ان کا پتا ٹھکانا کیا ہے؟

اس سلسلے میں اب یہ اہم سوال میرے ذہن میں چبھ رہا تھا کہ انہیں ان سب کا پتا ٹھکانا کیسے معلوم ہوا؟

وردان نے تمام پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو اعلیٰ بی بی اور پارس کے پیچھے لگا دیا تھا وہ سب انہیں تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ وردان کی اس جدوجہد سے پتا چل رہا تھا کہ وہ اعلیٰ بی بی اور پارس کے موجودہ ٹھکانے سے واقف نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ انا بیلا نے خود اپنے طور پر معلومات حاصل کی ہیں۔

لیکن معلومات کیسے حاصل کیں؟ وہ تقریباً دس گھنٹے پہلے کبریا کی معمول اور تابعدار تھی اور کبریا یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس نے میرے کسی بھی بیٹے یا بیٹی کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں کی ہیں پھر وہ اچانک ہی کبریا کے تنویمی عمل سے آزاد ہو گئی تھی، کیا آزادی اور خود مختاری حاصل ہوتے ہی اس نے پارس، اعلیٰ بی بی اور انوشے کا پتا ٹھکانا معلوم کر لیا تھا؟

یہ بات ذہن تسلیم نہیں کر رہا تھا میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ اس کی معلومات کا ذریعہ کوئی دوسری ہستی ہے اور وہ دوسری ہستی کوئی بھی ہو اسے کیسے معلوم ہوا کہ میرے بچے کہاں کہاں روپوش ہیں؟ یہ بات میں جانتا تھا یا صرف سونیا جانتی تھی کسی تیسری ہستی کو میرے بچوں کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا حتیٰ کہ الپا اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی پارس اور اعلیٰ بی بی کی موجودہ رہائش گاہ سے واقف نہیں تھے۔

جب کوئی نہیں جانتا تھا تو پھر انا بیلا کیسے جان گئی؟ کس نے اسے میرے بچوں کے بارے میں بتایا؟ وہ یا تو مجھ سے معلوم کر سکتی تھی یا پھر سونیا سے..... میں نے تو اسے نہیں بتایا تھا اور میں سونیا پر شبہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس نے انا بیلا کو بتایا ہوگا پارس، اعلیٰ بی بی اور کبریا سونیا کے بیٹے تھے وہ اپنے بیٹوں سے بھلا کیوں دشمنی کرے گی؟

گھوم پھر کر وہی سوال پیدا ہوتا تھا کہ جب میں نے، سونیا نے اور انا بیلا کو نہیں بتایا تو پھر اسے کیسے معلوم ہوا، کہاں سے معلوم ہوا؟ وہ ہستی کون ہے جو اس کی معلومات کا ذریعہ بن گئی؟

ہماری طویل زندگی کے تلخ تجربات نے یہ سمجھایا ہے کہ کبھی خود پر بھی شبہ کرنا پڑے تو ضرور کرنا چاہیے یہ سوچنا چاہیے کہ شاید ہم نے نیند کی حالت میں بڑبڑاتے ہوئے اپنے اندر کی بات دوسرے کو بتا دی ہے۔

مجھے اور سونیا کو نیند میں بڑبڑانے کی عادت نہیں تھی دوسرا تلخ تجربہ تھا کہ ہم غفلت میں مارے جاتے ہیں یا کسی کے زیر اثر آ جاتے ہیں ہمیں پتا ہی نہیں چلتا کہ کس نے کب ہمیں ٹریپ کیا تھا اور ہم پر تنویمی عمل کر کے کچھ سوچی ساری باتیں بھلا دی گئیں یا پھر مجھے فرہاد کی حیثیت سے سونیا کو سونیا کی حیثیت سے رہنے دیا ہے لیکن درپردہ ہمیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا ہے۔

میں اپنے بارے میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ کسی نے مجھے ٹریپ نہیں کیا ہے اور نہ ہی میری کسی غفلت سے فائدہ اٹھایا ہے اگر میں کسی کے زیر اثر ہوتا تو اپنے اور اپنی اولاد کے خلاف بہت کچھ کرتا رہتا لیکن میں پورے ہوش و حواس میں رہ کر یہ دیکھ رہا تھا کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔

بات سونیا پر آ کر رکی کیا وہ غفلت میں کسی کے زیر اثر آ گئی ہے؟ وہ بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر پیرس گئی تھی کیا وہ کسی حادثے سے دوچار نہیں ہو سکتی، کسی کے فریب میں نہیں آ سکتی؟

میں نے سوچا اگر سونیا سے یہ بات پوچھوں گا تو وہ انکار کر دے گی، پورے یقین سے کہے گی کہ وہ کسی کے زیر اثر نہیں ہے کیونکہ جو کسی کے معمول اور تابعدار ہوتے ہیں انہیں کبھی یہ پتا نہیں چلتا کہ وہ آزاد اور خود مختار رہ کر بھی کسی کے زیر اثر آ چکے ہیں۔

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر میں نے الپا کو مخاطب کیا اسے اپنے خیالات بتائے وہ توجہ سے سنتی رہی پھر اس نے کہا ''پاپا! میں پچھلے تین ہفتوں سے آپ کے ساتھ ہوں اور دن رات آپ سے رابطہ رہتا ہے۔ آپ کو دیکھتی آ رہی

ہوں یہ یقین سے کہتی ہوں کہ آپ کو کسی نے ٹریپ نہیں کیا ہے آپ کسی کے زیر اثر نہیں ہیں۔''

''سونیا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''وہ ہم سے بہت دور ہیں ہم ان کی دن رات کی مصروفیات کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔''

میں نے کہا ''ہم کچھ جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، ایک بات اٹل ہے کہ پارس اور علی بی بی کا موجودہ پتا ٹھکانا صرف میں جانتا ہوں، یا سونیا جانتی ہے تم ہمارے بہت قریب ہو لیکن تم بھی نہیں جانتیں لہٰذا ہم دونوں میں سے کوئی ایک انابیلا کی معلومات کا ذریعہ بن چکا ہے۔''

''یہ آپ کے تجربات اور اصول پسندی ہے کہ آپ اپنے آپ پر بھی شبہ کررہے ہیں۔''

''میں اس لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم مجھ پر کڑی نظر رکھو مختلف ذرائع سے معلوم کرنے کی کوشش کرو، کیا میں جانے انجانے میں کوئی ایسی حرکت کررہا ہوں جس سے میرے بچوں کو نقصان پہنچ رہا ہے اور میں نہ جانتے ہوئے بھی انابیلا کو فائدہ پہنچا رہا ہوں۔''

''آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میں آپ کی نگرانی کروں گی۔''

''اور میں سونیا کی نگرانی کروں گا میرے بچوں کی رہائی ملنے تک نہ تم مجھ پر بھروسا کرو، نہ میں سونیا پر بھروسا کروں گا کوئی اہم معاملہ ہو اور تم کسی بہترین تدبیر پر عمل کرنے والی ہو تو مجھے نہ بتانا، اپنے طور پر جو چاہو کر گزرو، سیدھی بات یہ ہے کہ مجھ پر بھروسا نہ کرو میں بھی سونیا پر بھروسا نہیں کروں گا۔''

جنگ لڑنے کا دستور ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ آپس کے لوگ متحد ہو کر دشمن سے مقابلہ کرتے ہیں۔ میں نے پہلی بار اس اصول کو بدل دیا متحد ہونے کے بجائے اہم الگ الگ ہو گئے یہ طے کرلیا کہ سونیا اپنے طور پر جو چاہے کرے، الپا بھی اپنے طور پر تدبیر کرے اس پر عمل کرے اور میں بھی جو سوچوں گا جو چاہوں گا کروں گا لیکن اپنی تدبیر پر عمل کرتے وقت کسی کو اپنا راز دار نہیں بناؤں گا۔

فی الوقت میں نے اور الپا نے یہ فیصلہ کیا تھا اور اب یہ فیصلہ سونیا کو سنانا ضروری تھا میں اس سے کہنا چاہتا تھا کہ جب تک ہمارے بچوں کو رہائی نہیں ملے گی تب تک میں اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں کروں گا اور نہ ہی فون کے ذریعے مجھے مخاطب کرے گی۔

اس مقصد کے لیے میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور سونیا کے اندر پہنچ گیا' اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا کیونکہ اس وقت کوئی اور اس کے اندر موجود تھا اور اس سے کہہ رہا تھا ''میں لکھنؤ کے سبز بنگلے میں پہنچ گیا ہوں، ایک کھڑکی سے دیکھ رہا ہوں سامنے مرلی دھر کا وہ بنگلا ہے جس میں اعلیٰ بی بی کو تم نے قیدی بنا رکھا ہے۔''

وہ ایسی بات کہہ رہا تھا جسے سنتے ہی میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا کیا سونیا نے اعلیٰ بی بی کو قیدی بنا رکھا ہے؟

اسی وقت سونیا نے کہا ''بس ٹھیک ہے میرے اندر زیادہ دیر نہ رہو کوئی بھی یہاں آسکتا ہے تم جاؤ میں تمہارے پاس آرہی ہوں۔''

یہ سنتے ہی میں اس کے دماغ سے نکل آیا کیونکہ وہ اجنبی بھی وہاں سے جارہا تھا اس کے جاتے ہی سونیا میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرسکتی تھی میں شدید حیرانی سے سوچ رہا تھا ''یہ کیا ماجرا ہے؟ سونیا نے اپنی ہی بیٹی اعلیٰ بی بی کو مرلی دھر کے مکان میں قیدی بنا رکھا ہے۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی۔''

میں اس اجنبی کی ایک ایک بات توجہ سے سن چکا تھا اور خود سنی ہوئی بات کو جھٹلا نہیں سکتا تھا پھر سونیا نے اس اجنبی سے کہا تھا کہ وہ اس کے دماغ سے چلا جائے وہ خود اس کے پاس آئے گی۔

اب یہ سوال پیدا ہوا کہ وہ اس کے پاس کیسے جائے گی جبکہ وہ اجنبی لکھنو میں ہے اور میری موجودہ معلومات کے مطابق سونیا پیرس کے جھیل والے کاٹیج میں تھی۔

میں نے اس اجنبی کی آواز اور لب ولہجہ کو گرفت میں لیا وہ یوگا کا ماہر ہو سکتا تھا میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی مجھے سانس روک کر بھگا سکتا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا مجھے اس کے اندر سونیا کی آواز سنائی دے رہی تھی اور میں شدید حیرانی میں مبتلا ہو رہا تھا یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ خیال خوانی کرنا نہیں جانتی تھی پھر بھی اس اجنبی کے اندر آکر بول رہی تھی۔

ایک پل میں یہ منکشف ہو گیا کہ وہ میری سونیا نہیں ہے اور میں اب تک اس سے دھوکا کھاتا رہا ہوں انجانے میں اس نے میری سونیا کی جگہ کیسے لے لی ہے اور کب سے اس کی جگہ وہ ہمیں دھوکا دے رہی ہے؟

اپنی سونیا کی فکر بعد میں کی جاسکتی تھی وہ کوئی نادان بچی نہیں تھی فی الحال ڈمی سونیا کے جھوٹ اور فریب کو سمجھنا بہت ضروری تھا۔

میرے لیے ایک اور حیرانی کی بات یہ تھی کہ وہ اس اجنبی کو فرہاد کہہ کر مخاطب کررہی تھی اس وقت میں یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا دراصل بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتا تھا اس کا نام کاشف جمال تھا۔ جب اسے محایے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں طلب کیا گیا تو نومی نے اس پر دوبارہ تنویمی عمل کرکے اس کا لب ولہجہ اور شخصیت بدل دی اس کے ذہن سے کاشف جمال کا نام مٹا دیا اور اسے یہ تاثر دیا کہ جس طرح وہ سونیا بن کر ایک اہم رول ادا کررہی ہے اسی طرح آئندہ اسے فرہاد علی تیمور بن کر اس کے ساتھ رہنا ہے اسی لیے وہ اسے فرہاد کہہ کر مخاطب کیا کرتی تھی۔

بہرحال اس وقت میں ان دونوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ یہ اہم انکشاف میرے لیے بہت تھا کہ میری سونیا کی جگہ کوئی ڈمی سونیا آگئی ہے۔ اس وقت ڈمی فرہاد کہہ رہا تھا ''یہ بات پھر سمجھ میں نہیں آئی کہ تم اعلیٰ بی بی کو کیوں اہمیت دے رہی ہو جبکہ اہمیت انوشے کی ہے وہ فرہاد کے بیٹے کی بیٹی ہے فرہاد کی اور آمنہ کی جان ہے۔''

ڈمی سونیا نے کہا ''میں تم سے زیادہ اس فیملی کی ہسٹری جانتی ہوں اور میں صرف فرہاد کی کمزوری کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہوں اور اس کی سب سے بڑی کمزوری اس کی بیٹی اعلیٰ بی بی ہے وہ اسے جان سے زیادہ چاہتا ہے پھر یہ کہ انوشے ممبئی میں تنہا نہیں ہے ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا اس کے ساتھ ہے اس کے علاوہ فرہاد بھی اسی شہر میں ہے۔ میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ فرہاد سے تمہارا ٹکراؤ ہو تمہیں ہمیشہ اس سے کترا کر دور رہنا چاہیے۔''

میں ان کی باتیں سن رہا تھا اور ڈمی فرہاد کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اس کے چور خیالات سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کبھی بابا صاحب کے ادارے کا ٹیلی پیتھی جاننے والا کاشف جمال تھا جسے اب تبدیل کردیا گیا ہے وہ اپنے آپ کو بھول چکا تھا اس لیے اس کے چور خیالات بھی بدل گئے تھے۔

ان لمحات میں اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ ایک دکھائی دے رہا ہے۔

میں یہ پہلے بیان کرچکا ہوں کہ اعلیٰ بی بی نے مرلی دھر کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر لکھنو کے اس بنگلے میں رہائش اختیار کی تھی اسے یقین تھا کہ وہ وہاں آسانی سے روپوش رہے گی اور کسی دشمن کو خبر نہیں ہوگی۔ یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ ڈمی سونیا آستین کا سانپ بنی ہوئی ہے اور وہ ہمارے ایک ایک راز سے واقف ہوتی جارہی ہے۔

بہرحال اعلیٰ بی بی کو اس بنگلے میں قیدی بنانے کے بعد مرلی دھر پر عمل کیا تھا اور اسے اعلیٰ بی بی کے تنویمی عمل سے نجات دلائی تھی، اسے اس کے بنگلے سے باہر نکال دیا اور کہیں دور چلے جانے پر مجبور کردیا تھا۔

اس وقت ڈمی سونیا کہہ رہی تھی ''انابیلا نے فرہاد کو چوبیس گھنٹے کی مہلت دی ہے چھ گھنٹے گزر چکے ہیں باقی اٹھارہ گھنٹے بھی گزر جائیں گے اس دوران میں اگر وہ چالاکی دکھائیں گے تو اعلیٰ بی بی اس بنگلے سے زندہ نہیں نکلے گی اپنے ان دو آلہ کاروں سے معلوم کرلو انہوں نے کیا انتظامات کیے ہیں؟''

ڈمی فرہاد نے ان آلہ کاروں سے پوچھا ''اگر کوئی رکاوٹ پیش آئے گی اور ہم اعلیٰ بی بی کو یہاں سے گولی نہیں مار سکیں گے تو اسے کس طرح موت کے گھاٹ اتارا جائے گا؟''

ایک آلہ کار نے کہا ''ہم نے اس بنگلے کے آگے پیچھے دائیں بائیں چار عدد بم نصب کیے ہیں ہمارے پاس یہ ریموٹ کنٹرول ہے۔ ہم دور ہی سے یہ بٹن دبائیں گے تو وہاں دھماکا ہوگا وہ بنگلا دیکھتے ہی دیکھتے کھنڈر بن جائے گا اور اس کے اندر اعلیٰ بی بی کی لاش پہچانی نہیں جائے گی۔''

ڈمی سونیا نے کہا ''ایسا انتہائی مجبوری کے عالم میں کیا جائے گا ورنہ میں اعلیٰ بی بی کو زندہ رکھنا چاہتی ہوں اسے زیادہ سے زیادہ زخمی کرو، اپاہج بناؤ تاکہ وہ خیال خوانی کے قابل نہ رہے۔''

''جب فرہاد علی تیمور سے دشمنی کی جارہی ہے تو پھر اس کی بیٹی کو زندہ کیوں رکھنا چاہتی ہو؟''

''میں فرہاد سے دشمنی نہیں کررہی ہوں اسے حاصل کرنا چاہتی ہوں وہ میری منزل ہے۔ میں اس کا بھرپور اعتماد حاصل کرچکی ہوں جب روبرو ملاقات ہوگی تو سونیا کی حیثیت سے اس کے ساتھ زندگی گزاروں گی یہ میری دلی آرزو ہے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ''اب وہ وقت جلد ہی آرہا ہے۔ میں بہت بڑی کامیابی حاصل کررہی ہوں، پھر فرہاد کے ساتھ رنگین وسنگین لمحات گزارتی رہوں گی ایسے وقت کے لیے چاہتی ہوں کہ اعلیٰ بی بی کو جانی نقصان پہنچا کر اپنے اس آئیڈیل فرہاد کو غمزدہ نہ کروں کبھی اسے شکایت کا موقع نہ دوں۔''

''پتا نہیں وہ کمبخت کون تھی جو میری پوری فیملی سے دشمنی کررہی تھی اور مجھ سے عشق فرمارہی تھی۔ میرے ساتھ دن رات زندگی گزارنے کے خواب دیکھ رہی تھی اور اپنی حکمت عملی سے اس خواب کی تعبیر تک پہنچ رہی تھی۔

میں نے الپا کو مخاطب کیا اسے فوراً اپنے اندر آنے کو کہا۔ وہ دوسرے ہی لمحے میں آکر بولی ''کیا بات ہے پاپا؟''

میں نے کہا ''میں کسی کے دماغ میں جارہا ہوں اس کے لب ولہجے کو اپنے ذہن میں نقش کرو۔''

میں پھر اس ڈمی فرہاد کے اندر پہنچا وہ کہہ رہا تھا ''میڈم! اب مجھے خیال خوانی کے ذریعے دہلی کے ان آلہ کاروں کے پاس پہنچنا ہے جو پارس کی نگرانی کررہے ہیں۔''

ڈمی سونیا نے کہا ''میں وہاں جارہی ہوں تم بھی لکھنو پہنچے ہو ان آلہ کاروں سے باتیں کرو اور انہیں اچھی طرح اپنے قابو میں رکھو میں پھر کسی وقت رابطہ کروں گی۔''

میں نے الپا کے اندر آکر چپکے سے کہا ''فوراً یہاں سے نکل چلو۔''

ہم دونوں اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئے پھر الپا میرے اندر آکر بڑی حیرانی سے بولی ''پاپا! میں اس اجنبی کے اندر ماما (سونیا) کی آواز سن رہی تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے مما خیال خوانی کے ذریعے بول رہی ہوں جبکہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہیں۔''

میں نے کہا ''تم یہاں سے جاؤ میں ابھی فون پر تم سے رابطہ کرتا ہوں۔''

وہ چلی گئی، میں نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا ''تم واقعی اپنی مما کی آواز سن رہی تھیں، بے شک سونیا خیال خوانی کررہی ہے لیکن وہ ہماری سونیا نہیں ہے۔ ہم نہ جانے کب سے ایک ڈمی سونیا کے ذریعے دھوکا کھاتے آرہے ہیں۔''

''اوہ مائی گاڈ! میرے میں جو ہماری مما ہیں دراصل وہ ہماری نہیں ہیں، کوئی فراڈ ہیں؟''

''بے شک یہی بات ہے اس لیے میں فون کے ذریعے بات کررہا ہوں۔ آئندہ ہم ایک دوسرے کے دماغوں میں نہیں آئیں گے، پتا نہیں کس وقت وہ خیال خوانی کرنے والی ڈمی سونیا ہمارے اندر چپ چاپ آجائے اور ہماری باتیں سنتی رہے جب میرے دماغ میں تم نہیں آؤ گی تمہارے دماغ میں، میں نہیں آؤں گا تو ہم اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرسکیں گے۔''

''میں آپ کی اس احتیاطی تدبیر کو اچھی طرح سمجھ رہی ہوں لیکن وہ اجنبی کون ہے؟''

''پتا نہیں ڈمی سونیا اسے فرہاد کہہ کر مخاطب کرتی ہے وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے کیا تم اس کی آواز اور لب ولہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کیا ہے؟''

''یس پاپا! میں ابھی ڈمی سونیا بن کر اس کے اندر جاسکتی ہوں۔''

''جاؤ اور آزما کر دیکھو وہ تمہیں محسوس کرتا ہے یا نہیں؟''

''آپ فون بند نہ کریں میں ابھی آتی ہوں۔''

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر ڈمی سونیا کے اس آلہ کار کا شکیب جمال کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اپنے دو آلہ کاروں سے باتیں کررہا تھا اور اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہا تھا۔ اس نے واپس آکر کہا ''پاپا! میں اس کے اندر گئی تھی اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا ہے۔''

''میرا خیال درست نکلا وہ ڈمی سونیا کا معمول اور تابعدار ہے۔ اب اس پہلو پر غور کرو کہ انابیلا کو اعلیٰ بی بی، پارس اور انوشے کی موجودہ رہائش گاہوں کا علم کیسے ہوا؟''

''سیدھی سی بات سمجھ میں آرہی ہے یہ ڈمی سونیا ہمارے گھر کی بھیدی بنتی رہی ہے اور انابیلا کو یہ ساری باتیں بتاتی رہی۔''

''اس کا مطلب ہے کہ وہ انابیلا کے دماغ میں بھی جاکر اس سے بولتی ہے یا تو اس نے انابیلا کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے یا انابیلا نے ڈمی سونیا کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے؟''

''نہیں پاپا! جب میں نے انابیلا کو بری طرح اپنے شکنجے میں لیا تھا اور اس کے فرار کا کوئی راستہ نہیں رہا تھا تب اچانک ہی وہ میری اور کبریا کی گرفت سے نکل گئی تھی اس کا دماغ لاک ہوگیا تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ ڈمی سونیا نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہوگا۔''

''بے شک یہی بات ہے تم اور کبریا اسے اپنی مما کو انابیلا کے حالات بتاتے رہے اور وہ دردہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر پہنچتی رہی پھر موقع دیکھ کر اسے معمول اور تابعدار بنالیا اور اس کے دماغ کو لاک کرکے اسے تم لوگوں سے دور کردیا۔''

''میں نے ڈمی سونیا کا لہجہ اختیار کیا تو اس ڈمی فراڈ نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ کیا میں انابیلا کے اندر بھی اسی لب ولہجے کے ذریعے جاکر اسے آزما سکتا ہوں؟''

''بے شک ابھی جاؤ.....''

وہ انابیلا کے اندر پہنچ گئی۔ اس نے اسے محسوس نہیں کیا اس وہ گہری نیند میں تھی اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ یروشلم میں ہے ایک چھوٹے سے مکان میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے رہتی ہے۔

الپا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر فون کے ذریعے چہکتے ہوئے کہا ''پاپا! یہ تو کمال ہوگیا۔ اب ہمیں انابیلا کے اندر جگہ مل سکتی ہے وہ ڈمی سونیا کے لب ولہجے کو اپنے اندر محسوس نہیں کرتی ہے۔ میں نے اس کے چور خیالات پڑھے ہیں، اس وقت وہ یروشلم میں ہے اور کسی چھوٹے سے مکان میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے رہتی ہے۔''

میں نے کہا ''بیٹی! میں تھوڑی دیر کے لیے فون بند کررہا ہوں۔ وضو کرکے سجدہ شکر کروں گا اس کے بعد تم سے باتیں کروں گا۔''

میں نے فون بند کیا پھر واش روم میں جاکر وضو کیا واپس آکر ایک صاف ستھری چادر بچھا کر دو رکعت نفل ادا کرنے لگا پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی اس کا شکر ادا کیا وہ ہمارا مالک حقیقی بے شک قادر مطلق ہے اور ہمارے بگڑے ہوئے کام بناتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال تھی اب ہم اپنے بچوں کی رہائی کو ممکن بنا سکتے تھے۔ ایسے وقت سونیا کا خیال آیا کہ وہ کہاں ہوگی اور کس حال میں ہوگی پتا نہیں ڈمی سونیا نے اس کے ساتھ کیسا فریب کیا ہے اور اسے کہاں گم کردیا ہے؟

ہم خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے رابطہ نہیں کرسکتے تھے کیونکہ اس کے لب ولہجہ کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کرتے تو ہماری سوچ کی لہریں اس ڈمی سونیا کے اندر پہنچتیں۔

اس کمبخت فراڈ سونیا نے ہماری سونیا کے لب ولہجے کو اس کے ذہن سے مٹادیا ہوگا اور اس کی شخصیت بدل دی ہوگی جب تک اس کا موجودہ لب ولہجہ معلوم نہیں ہوگا، اس سے رابطہ نہیں کرسکیں گے۔''

میں نے الپا سے پھر رابطہ کیا تو وہ بولی ''پاپا! ہماری مما کہاں ہوں گی؟ ہمیں ان کی فکر کرنی چاہیے۔''

''نہیں بیٹی! ان کی فکر نہ کرو۔ جب میں اور سونیا کسی ملاقات سے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی تو پھر ملیں گے اسی طرح میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی تو تمہاری مما تم سب کو ضرور ملے گی۔''

''آپ اس ڈمی سونیا سے کس طرح نمٹنا چاہیں گے؟''

''ہم پہلے کی طرح بالکل انجان بن کر رہیں گے اور اسے یہ فریب دیتے رہیں گے کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتی جارہی ہے۔''

''اس فراڈ عورت نے انابیلا کے اندر رہ کر ہمیں دھمکیاں دی ہیں کہ اگر پارس، اعلیٰ بی بی، انوشے اور کبریا میں سے کسی نے بھی فرار ہونے کی کوشش کی تو ایک تو کامیاب ہوجائے گا لیکن باقی سب مارے جائیں گے کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ بیک وقت سب ہی اس کے شکنجے سے نکل آئیں اور وہ کسی کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔''

میں نے کہا ''کبریا اور اعلیٰ بی بی کی پوزیشن معلوم ہوچکی ہے کہ کس طرح ان کی نگرانی کی جارہی ہے، ہم پارس اور انوشے کے سلسلے میں یہ نہیں جانتے کہ رہائش گاہ کے باہر دشمن کس طرح تاک میں لگے بیٹھے ہیں اور کتنی تعداد میں ہیں۔''

الپا نے کہا ''آپ پارس کی فکر نہ کریں انوشے کو جناب علی اسد اللہ تبریزی کے حوالے کردیں کیونکہ یہ ان کی امانت ہے۔ انہوں نے اسے ادارے کے باہر بھیجا ہے وہی اسے واپس لے کر آئیں گے۔''

الپا کی یہ بات دل کو لگی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے پہنچ کر ان کو سلام کیا وہ عبادت میں مصروف تھے سلام کا جواب دے کر بولے ''بے شک انوشے میری ذمے داری ہے، وہ واپس آجائے گی اب جاؤ۔''

میں سوچ رہا تھا انہیں انوشے کے بارے میں پوری تفصیلات بتاؤں گا لیکن انہوں نے کوئی بات نہ سنی، مجھے واپس جانے کے لیے کہہ دیا۔ الپا سے رابطہ کرنے کے بعد کہا ''تم درست کہہ رہی تھیں، ہمیں انوشے کی فکر نہیں کرنی چاہیے تم پھر اس ڈمی فرہاد کے اندر جاؤ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان آلہ کاروں کے پاس جاتا ہے جو دہلی میں پارس کی نگرانی کررہے ہیں۔''

وہ اس ڈمی فرہاد کے اندر پہنچی میں الپا کے اندر موجود رہا۔ وہاں اعلیٰ بی بی کی تاک میں رہنے والے دو آلہ کار ڈمی فرہاد سے کہہ رہے تھے ''ہم پچھلے آٹھ گھنٹے سے ڈیوٹی پر ہیں میں یہاں آگے والے دروازے کی نگرانی کرتا ہوں اور یہ پیچھے والے دروازے کے چکر لگایا کرتا ہے اب ہم دو چار گھنٹے کی نیند پوری کرنا چاہتے ہیں۔''

ڈمی فرہاد نے کہا ''بے شک تم دونوں کو آرام کرنا

چاہیے وہاں اپنے اپنے کمروں میں جا کر آرام سے سو جاؤ میں یہاں موجود رہوں گا۔ چار گھنٹے بعد تم دونوں کو ڈیوٹی پر واپس آنا ہے۔''

وہ دونوں سونے کے لیے چلے گئے۔ الپا اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی اور معلوم کر رہی تھی کہ پارس جس رہائش گاہ میں ہے اس کے چاروں طرف کس طرح تین آلہ کار اس کی نگرانی کر رہے ہیں؟ میں نے الپا سے کہا ''تم فوراً ہی اس ڈی فرہاد کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جماؤ اسے غائب دماغ بناؤ پھر میں بھی یہی کرتا ہوں گا۔''

ہم دونوں نے اس کے دماغ پر بڑی مضبوطی سے قبضہ جمایا اسے غائب دماغ بنا دیا۔ وہ ہماری مرضی کے مطابق وہاں سے اٹھ کر اس بنگلے سے باہر آیا پھر سیدھا چلتا ہوا اس بنگلے پر پہنچا جہاں اعلیٰ بی بی کو قید کیا گیا تھا اس نے دروازہ کھول کر اندر جانا چاہا تو یکبارگی اس کے منہ پر گھونسا پڑا اعلیٰ بی بی نے اس پر حملہ کیا تھا میں نے کہا ''ارے بیٹی! رک جاؤ میں تمہارا پاپا ہوں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر آیا ہوں۔ فوراً یہاں سے نکلو۔ میں تم سے بعد میں رابطہ کروں گا۔''

وہ فوراً ہی اپنا بیگ اٹھا کر اس بنگلے سے باہر آ گئی۔ اس کے جاتے ہی ڈی فرہاد نے ہماری مرضی کے مطابق پہلے اس دروازے کو باہر سے بند کیا اور واپس آ کر اپنے اس بنگلے میں اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہم نے اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ ڈھیل دی تو وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا ''یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں ابھی سوچتے سوچتے تھوڑی دیر کے لیے سو گیا تھا اپنے آپ سے غافل ہو گیا تھا۔''

اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس آ کر دیکھا وہاں سے مرلی دھر کے بنگلے کا سامنے والا دروازہ دکھائی دے رہا تھا وہ باہر سے بند تھا اسے ایک ذرا یہ بات کھٹک رہی تھی کہ تھوڑی دیر کے لیے غافل کیوں ہو گیا تھا؟

وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا پھر اس بنگلے کے پاس آ کر دروازے کے آس پاس ان بموں کو دیکھنے لگا جو وہاں چھپا کر رکھے گئے تھے اور جنہیں ریموٹ کنٹرول کے ذریعے وقت ضرورت بلاسٹ کیا جا سکتا تھا۔

وہ مطمئن ہو کر اپنے اس بنگلے میں واپس آ گیا میں نے الپا سے کہا ''خدا کا شکر ہے ہم نے اعلیٰ بی بی کو اس طرح رہائی دلائی ہے کہ اس دشمن عورت کو اس کی رہائی کا پتا نہیں چلے گا۔ سب یہی سمجھتے رہیں گے کہ اعلیٰ بی بی اندر اسی بنگلے میں قیدی بنی ہوئی ہے۔''

الپا نے ڈی فرہاد کو اس بات پر مائل کیا کہ وہ لکھنو والے آلہ کاروں کے دماغ میں پہنچ کر پارس کے بارے میں کچھ معلوم کرے۔

اس نے بھی کیا خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے ان آلہ کاروں کے پاس پہنچا تو ہم بھی اس کے ذریعے ان کے اندر پہنچنے لگے۔ ان کے لب و لہجے کو اپنے ذہنوں پر فوکس کرنے لگے۔ وہ ڈی فرہاد منتظموں کے دماغوں میں باری باری جا کر ان کے خیالات پڑھتا رہا اور اطمینان حاصل کرتا رہا کہ وہ اپنی ڈیوٹی پر مستعد ہیں اور بڑی سختی سے پارس کی نگرانی کر رہے ہیں۔

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا میں نے اعلیٰ بی بی کو اپنے دماغ میں بلایا وہ آ گئی میں نے کہا ''تمہاری طرح پارس کو بھی اس طرح رہائی دلانی ہے اس لیے ہمارے ساتھ چلو اور ایک شخص کے دماغ پر قبضہ جماؤ۔''

ہم ان تینوں آلہ کاروں کے پاس آ گئے جو پارس کی نگرانی کر رہے تھے۔ ہم تینوں نے ایک ایک کے دماغ پر قبضہ جمایا میں اپنے آلہ کار کو لے کر اس بوڑھی بیوہ کے مکان کے دروازے پر پہنچا جہاں وہ پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے رہتا تھا۔ میرے آلہ کار نے دروازے کو کھولتے ہوئے کہا ''پارس! میں ہوں تمہارا پاپا فوراً باہر آ جاؤ۔''

وہ دروازے پر آ کر اس آلہ کار کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا میں نے کہا ''میں اس کے دماغ پر قبضہ جما چکا ہوں تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔''

وہ اپنا بیگ اٹھا کر اس مکان سے باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی آلہ کار نے دروازے کو پھر باہر سے بند کیا اور واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔ ہم نے ان تینوں کے دماغوں کو آزاد چھوڑ دیا انہیں یہ نہ معلوم ہو سکا کہ چند منٹوں میں کیا کیا ہو چکا ہے؟ پچھی پنجر توڑے بغیر پھر سے اڑ گیا ہے۔

اعلیٰ بی بی اور پارس اس طرح فرار ہو چکے تھے کہ ڈی سونیا اور انابیلا کو آخری وقت تک ان پر شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اسی خوش فہمی میں مبتلا رہیں کہ انہوں نے سب ہی کو بری طرح شکنجے میں لے رکھا ہے۔ الپا میرے ساتھ خیال خوانی میں مصروف تھی ایسے ہی وقت انوشے نے اس کے پاس آ کر کہا ''ماما! جلدی یہاں آئیں اور کھڑکی سے جھانک کر دیکھیں لوگوں کی بھیڑ ہمارے بنگلے کی طرف چلی آ رہی ہے۔''

الپا نے اس کے ساتھ تیزی سے چلتے ہوئے کھڑکی کے پاس آ کر دیکھا۔ مرد عورتیں، بوڑھے اور بچے سیکڑوں کی تعداد میں اس کے بنگلے کے احاطے میں داخل ہو رہے تھے ان کے آس پاس مسلح پولیس والے موجود تھے جیسے کوئی جلوس

چلتا ہے تو پولیس والے مسلح رہ کر ان کی نگرانی کرتے ہیں اور انہیں تخریب کاری سے روکتے ہیں۔ میں الپا کے دماغ میں آ کر دیکھ رہا تھا یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ جلوس اس ہی بنگلے کے احاطے میں کیوں داخل ہو رہا ہے وہ جس طرح کے نعرے لگا رہے تھے اسے سن کر پتا چل گیا کہ بات کیا ہے؟

سہاگن دیوی یعنی جینا کی جے جے کار ہو رہی تھی۔ وہ اس جلوس کے آگے چل آ رہی تھی اور اس کے پیچھے تمام عقیدت مند بڑے جوش اور جذبے سے کہہ رہے تھے ''سہاگن دیوی کی جے ہو۔''

میں نے الپا سے کہا ''دروازہ کھولو، وہ جینا ہے میری ہونے والی بہو ہے۔''

وہ انوشے کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھولا تو جینا نے آگے بڑھ کر انوشے کو گلے سے لگایا، اس کی پیشانی چوم کر سر پر ہاتھ رکھ کر اسے دعائیں دیں اور پھر الپا سے مصافحہ کیا۔

الپا نے خوش ہو کر کہا ''مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ تم جینا ہو، میری ہونے والی دیورانی ہو، میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔''

جینا نے کہا ''نہیں..... میں اندر نہیں آؤں گی تم انوشے کو لے کر اس بھیڑ میں گھستی چلی جاؤ پھر جہاں بھی موقع ملے اسے لے کر دوسری طرف نکل جانا۔''

الپا نے فوراً ہی انوشے کا ہاتھ پکڑا پھر اس بھیڑ میں گھستی چلی گئی۔ عورتوں اور مردوں کے درمیان اس طرح گم ہو گئی کہ ان کی تاک میں رہنے والے دشمن انہیں پہچان نہیں سکتے تھے۔

وہ جلوس وہاں سے واپس جانے لگا جینا آگے آگے چل رہی تھی اور پیچھے اس کے عقیدت مند بولتے جا رہے تھے ''سہاگن دیوی کی جے ہو۔''

ڈی سونیا اور انابیلا نے کتنے ہی مسلح افراد کو وہاں انوشے اور الپا کی نگرانی کے لیے لگایا ہو گا انہیں حکم دیا ہو گا کہ ان میں سے کوئی بھی باہر آئے تو اسے گولی مار دی جائے۔

اور وہ باہر آ گئی تھی اس بھیڑ میں ان کی پہچان ممکن نہیں رہی تھی کیونکہ ان مسلح آلہ کاروں کو ان کی تصویریں نہیں دکھائی گئی تھیں چہروں کے ذریعے وہ انہیں شناخت نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی شناخت بس اتنی ہی تھی کہ جو بھی اس بنگلے کا دروازہ کھول کر باہر آئے گا، اسے گولی مارنی ہے۔

اب وہ پورے جلوس پر فائر نہیں کھول سکتے تھے ان پر جوابی حملے کے لیے وہاں کتنے ہی مسلح پولیس والے موجود تھے پھر بھی وہ سب بھیڑ میں گھس کر انہیں ڈھونڈتے رہے وہ جلوس آگے چل کر تعداد میں کم ہوتا چلا گیا ایک جگہ ایک بہت ہی خوب صورت قیمتی کار کھڑی ہوئی تھی جینا اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی وہ کار وہاں سے اسٹارٹ ہو کر گئی تو پھر جلوس کے باقی افراد بھی ادھر ادھر جانے لگے۔ وہ مسلح دشمن بھی ادھر دیکھ رہے تھے بھی ادھر دیکھ رہے تھے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ماں بیٹے کون ہیں جن کی نگرانی کے لیے انہیں مقرر کیا گیا تھا۔ وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھیں نہ جانے کہاں گم ہو گئی تھیں؟

یہ انابیلا اور ڈی سونیا کا تیسرا پنجرہ تھا۔ اس میں قید ہوئی دو فاختائیں آرام سے اس کا دروازہ کھول کر اڑ گئی تھیں۔ ان کی جان کے دشمن نگرانی کرنے والے انہیں ڈھونڈتے ہی رہ گئے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آگے کیا کرنا چاہیے؟ وہ خود نہیں جانتے تھے کہ ایسا کیوں کر رہے تھے؟ ان ماں بیٹوں کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے تھے وہ تو ڈی سونیا اور انابیلا کے معمول اور تابعدار تھے جب وہ دونوں انہیں مخاطب کرتیں تب وہ اپنا دکھڑا انہیں سنا سکتے تھے۔

میں الپا اور اعلیٰ بی بی کیا کر رہے ہیں یہ ابھی انہیں معلوم نہیں ہوا تھا۔ ڈی سونیا کسی معاملے میں مصروف ہو گی اور انابیلا کے بارے میں ابھی ہمیں معلوم ہوا تھا کہ وہ یروشلم میں ہے اور ایک چھوٹے سے مکان میں سو رہی ہے۔ الپا کے جس مکان میں کبریا کو قید کیا گیا تھا وہاں اس نے سخت پہرا لگایا تھا اور سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ کسی بھی صورت سے باہر نہ نکل سکے۔ اگر وہ کوئی بھی چالاکی دکھائے گا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دماغوں میں آ کر بھٹکانے کی کوشش کریں گے تو وہاں یوگا جاننے والے پہرے دار اس مکان کے قریب کسی کو آنے کی اجازت نہیں دیں گے اگر ان پر فائر کیا جائے گا تو وہ فوراً مکان میں گھس کر کبریا کو گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔

اسے یقین تھا کہ اس کے احکامات کی تعمیل کی جائے گی۔ اس لیے وہ کم از کم دو گھنٹے کے لیے مطمئن ہو کر سو گئی تھی۔ ڈی سونیا یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ الپا اس کی آواز اور لب و لہجہ اختیار کر کے انابیلا کے اندر پہنچ سکتی ہے۔ اس کے کسی بھی معمول اور تابعدار کو اپنے مقصد کے لیے یوز کر سکتی ہے۔

میں نے ایک پولیس افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اس مکان کے سامنے پہنچا جہاں

پولیس کا پہرا تھا۔ اس نے پولیس فورس کے افسر سے کہا ''مجھے میڈم انابیلا نے یہاں بھیجا ہے۔ قیدی کے لیے یہاں خطرہ ہے۔ اسے دوسری جگہ ٹرانسفر کرنا ہوگا۔''

وہ افسر بولا ''سوری..... جب تک میڈم میرے دماغ میں آ کر مجھے حکم نہیں دیں گی، میں تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کروں گا۔''

الپا نے انابیلا کی آواز اور لب ولہجہ اختیار کیا پھر اس افسر کے اندر آ کر کہا ''میں انابیلا بول رہی ہوں۔ تمہیں حکم دے رہی ہوں کہ فوراً کبریا کو یہاں سے نکالو اور اس افسر کے حوالے کردو یہ اسے میرے پاس لے آئے گا۔''

اس افسر نے اپنے دوسرے ساتھیوں سے کہا ''میڈم حکم دے رہی ہیں کہ قیدی کو یہاں سے نکالا جائے۔''

دوسرے افسر نے کہا ''میڈم جب مجھے کہیں گی تو یہ دروازہ کھلے گا۔''

الپا نے اس کے اندر بھی آ کر انابیلا کی آواز میں کہہ دیا کہ وہ دروازہ کھولا جائے۔

اس نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ اعلیٰ بی بی پہلے ہی کبریا کے پاس پہنچی ہوئی تھی اور اسے بتا دیا تھا کہ یہاں سے نکل کر جانا ہے۔ فرار کا راستہ ہموار ہو رہا ہے۔

دروازہ کھلتے ہی کبریا باہر آ گیا پھر اس افسر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر جانے لگا۔ ڈمی سونیا اور انابیلا کے چوتھے پنجرے سے بھی پنچھی اس طرح نکل آیا جیسے مکھن سے بال نکل آتا ہے۔

اف خدایا! ان دو چڑیلوں نے ہمارے لیے کتنی مشکلات پیدا کی تھیں۔ پارس، کبریا، اعلیٰ بی بی اور انوشے کی رہائی کو تقریباً ناممکن بنا دیا تھا اگر ہم کسی ایک کو رہائی دلوانا چاہتے تو باقی تین کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ ہم پر مہربان ہے یہ کہاوت درست ہے کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے بچوں کو محفوظ رکھا موت انہیں چکھنے کے لیے نہ آ سکی۔

الپا نے کہا ''پاپا! ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے سینے پر سے پہاڑ ہٹ گیا ہے۔ میں تو سب سے زیادہ آپ کے لیے فکرمند تھی۔''

''تم میرے لیے فکرمند کیوں تھیں؟''

''وہ مکار عورت آپ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر رہی تھی۔ خدانا خواستہ اگر ایسا کوئی مرحلہ آتا تو ہماری بڑی سبکی ہوتی۔ ہم سب کے سر جھک جاتے۔''

میں نے کہا ''اللہ تعالیٰ ہی عزت و ذلت دیتے ہے اور ذلت انہیں دیتا ہے جو شر پسند ہوتے ہیں۔ خیر و شر درمیان جو جنگ جاری رہتی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نصرت اور کامیابی عطا کر رہا ہے۔ بے شک وہ حق کو سے برتر رکھتا ہے۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''مجھے اپنی مما کی فکر ہے۔ ہمیں ڈمی سونیا کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اس سے اگلوانا چاہیے کہ نے مما کو کہاں قیدی بنا کر رکھا ہے؟''

میں نے کہا ''بیٹی! اگر ہم اس سلسلے میں جلد کریں گے تو وہ مکار عورت ہمارے ہاتھوں سے پھسل جا گی۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟''

کبریا بولا ''وہ جھیل والے کاٹیج میں ہے۔''

''تم اتنے یقین سے کیسے کہہ رہے ہو؟ وہ خود کو ظاہر کر رہی ہے تو کیا واقعی وہاں ہوگی؟ نہیں اس کی مکا سمجھو، وہ کہتی کچھ ہے کرتی کچھ ہے۔ اب تک آ ناگن بن کر تم سب کو ڈس لینا چاہتی تھی۔ ہمارے خلا بڑا قدم اٹھانے سے پہلے وہ کہیں انڈر گراؤنڈ پناہ گاہ میں گئی ہوگی۔''

''یعنی آپ نہیں چاہتے کہ فوراً اس کا محا جائے؟''

''ہاں..... ہمیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے ابھی میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے دماغ میں بھی نہ آؤ اپنے دماغ میں کسی کو آنے دو۔ ہم سب ایک دوسرے فون کے ذریعے رابطہ کریں گے۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''بے شک..... اگر وہ اس وقت میں سے کسی کے اندر موجود ہوگی تو پاپا کو پتا نہیں چلے گا ان کے اندر چھپی ہوئی ہے اور ہماری باتیں سن رہی ہے''

''تم سب یہاں سے جاؤ۔ جب بھی کوئی ضرورت فون پر رابطہ کرو۔ ابھی میں اس ڈمی سونیا کو خوش فہمی مبتلا رکھوں گا۔''

وہ سب میرے دماغ سے چلے گئے۔ میں کے ذریعے کبریا کو مخاطب کیا پھر کہا ''تم ابھی کہاں ہو؟''

''میں یروشلم پہنچ گیا ہوں۔ انابیلا یہاں موجود میں اس سے نمٹنا چاہتا ہوں۔''

''پہلے اپنی سلامتی کی فکر کرو۔ اپنے چہرے کو کر کے نیا پاسپورٹ اور شناختی کارڈ بنواؤ اور اس نکل جاؤ۔''

''پاپا! آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن اس چڑیل عورت نے میرے ساتھ جو کیا ہے، میں اس کا بدلا لینا چاہتا ہوں۔ اسے عبرت ناک انجام تک پہنچانا چاہتا ہوں۔''

''اس نے صرف تمہارے ساتھ ہی نہیں کیا ایک صرف تم ہی میرے بیٹے نہیں ہو۔ اس نے پارس کو بھی قیدی بنایا۔ میری جان سے زیادہ پیاری بیٹی اعلیٰ بی بی کو بھی شکنجے میں لیا تھا۔ میری پوتی انوشے کی سلامتی کے لیے بھی چیلنج بن گئی تھی۔ وہ تم سے زیادہ مجھے نقصان پہنچا رہی تھی۔ مجھے اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر رہی تھی لہٰذا مجھے اس سے نمٹنا چاہیے۔ تم سے جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔''

''آل رائٹ پاپا! میں اپنے آپ کو تبدیل کر کے یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ویسے میں نے یہاں پہنچتے پہنچتے تین غنڈوں کو اپنا آلہ کار بنایا تھا۔ ان کے ذریعے انابیلا کو پریشان کرنا چاہتا تھا۔ تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا تھا۔ کیا آپ ان غنڈوں سے کام لینا چاہیں گے؟''

''ہاں میں تمہارے اندر آ رہا ہوں۔ تم مجھے ان کے اندر پہنچاؤ۔''

اس نے مجھے ان تینوں کے پاس باری باری پہنچا دیا پھر اپنا نام اور حلیہ تبدیل کرنے کے لیے چلا گیا۔ میں نے الپا سے کہا ''تم انابیلا کے پاس جاؤ اور اس کی نیند حرام کر دو۔''

وہ ڈمی سونیا کا لب ولہجہ اختیار کر کے اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خوابوں کی اسکرین پر آ کر بولی ''مجھے پہچان رہی ہو۔''

وہ انکار میں بولی ''نہیں..... میں نے تمہیں پہلے کہیں نہیں دیکھا۔ تم کون ہو؟''

''میں وہی ہوں جس کی جگہ لینے کے لیے تم اسرائیل پہنچی ہوئی ہو۔ میں تمہیں جہنم میں پہنچانے آئی ہوں۔ میری چھوڑی ہوئی کرسی پر بیٹھنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔''

اس نے طنزیہ انداز میں ہنس کر کہا ''تم کیا چیز..... میں نے فرہاد علی تیمور کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تم یہاں آؤ گی تو میں تمہیں جوتی کی نوک پر رکھوں گی۔''

''تم نے فرہاد علی تیمور کو چوبیس گھنٹوں کی مہلت دی تھی۔ پندرہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ ان پندرہ گھنٹوں میں تمہارے ساتھ کیا ہو چکا ہے، یہ تمہیں آنکھیں کھولنے کے بعد معلوم ہوگا۔''

انابیلا نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نئے مکان کے بیڈروم کو دیکھنے لگی اور اس خواب کے متعلق سوچنے لگی۔ میں اور الپا اس کے اندر خاموش تھے کیونکہ بیدار ہوتے ہی وہ ڈمی سونیا کو یاد کر رہی تھی۔ اگرچہ وہ نومی کرسٹل کو (ڈمی سونیا) کی حیثیت سے نہیں پہچانتی تھی لیکن اس کی معمولہ اور تابعدار تھی۔ خواب میں اپنی دشمن الپا کو دیکھتے ہی اپنے دل و دماغ کی مالکہ کو پکار رہی تھی۔

''میڈم!..... آپ کہاں ہیں؟''

وہ ذرا دیر چپ رہی۔ جواب کا انتظار کرنے لگی پھر یقین ہوا کہ میڈم اس کے اندر نہیں ہیں۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس پولیس افسر کے اندر پہنچی جسے کبریا کی نگرانی کے لیے معمور کیا تھا۔ وہ افسر اپنے یوگا جاننے والے ساتھی افسر اور دوسرے سپاہیوں کے ساتھ اس مکان کا محاصرہ کر رہا تھا لیکن اب وہ محاصرہ ختم ہو چکا تھا۔

انابیلا نے حیرانی اور غصے سے پوچھا ''تم نے محاصرہ کس کے حکم سے ختم کیا ہے؟''

وہ بولا ''میڈم..... ہمارا ایک اعلیٰ پولیس افسر یہاں آیا تھا۔ آپ بھی اس کے ساتھ آئی تھیں اور آپ نے میرے دماغ کے اندر آ کر کہا تھا کہ دروازہ کھول کر کبریا کو اس اعلیٰ پولیس افسر کے حوالے کر دیا جائے سو ہم نے کر دیا۔ حکم کے بندے ہیں۔ آپ نے جو حکم دیا وہ ہم نے پورا کر دیا۔''

اس نے دوسرے پولیس افسر کے خیالات پڑھے۔ وہ بھی یہی کہہ رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ کبریا کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اس نے دوسری بار کوشش کی تو کبریا نے پوچھا ''کون ہے؟''

''میں ہوں انابیلا..... تم اس مکان سے کیسے نکل آئے؟''

''اپنے دماغ میں آنے دوپھر میں تمہیں بتاؤں گا۔''

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی پھر دوسرے ہی لمحے اس نے کبریا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک لی۔ وہ اسے اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ وہ اندر آ تا تو اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر لیتا کہ وہ اس وقت یروشلم کے مکان میں ہے اور وہ ایسی حماقت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

حماقت نہ کرنے کے باوجود وہ احمق بن رہی تھی۔ میں اور الپا اس کے اندر رہ کر خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ رہے تھے اور اسے رفتہ رفتہ پریشان اور الجھتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ یہ معلوم کر کے اسے بری طرح شاک پہنچ رہا تھا کہ کبریا اس کی گرفت سے نکل چکا ہے۔ یہ اتنا بڑا نقصان تھا جسے وہ اور اس کی میڈم برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کر کے میڈم کو

مخاطب کیا۔ ڈی سونیا نے پوچھا ''خیریت تو ہے؟ میں تھوڑی دیر پہلے تمہارے پاس گئی تھی تو تم سو رہی تھیں۔''

''ہاں..... ایسا خواب دیکھا ہے کہ پریشان ہو کر اٹھ بیٹھی ہوں۔''

''کیا تم خواب دیکھ کر پریشان ہو جاتی ہو؟''

''میڈم! اب میں وہ خواب بھول گئی ہوں۔ کھلی آنکھوں کے سامنے جو حقیقت ہے وہ بہت بھیانک ہے۔ کبریا میری گرفت سے نکل چکا ہے۔''

اس نے ایک دم چونک کر پوچھا ''یہ کیا کہہ رہی ہے؟ وہ کیسے نکل سکتا ہے؟ ہم نے اس کے ساتھ اس کے دوسرے بھائی کو بھی شکنجے میں لے رکھا ہے۔ انہیں اس بات کا اندیشہ رہے گا کہ اگر ان میں سے ایک فرار ہو گا تو دوسرے بھائی بہن کی شامت آ جائے گی۔''

''میڈم! وہ فولادی لوگ ہیں۔ کسی طرح کے اندیشے کو خاطر میں نہیں لائیں گے۔ آپ خود ہی دیکھ لیں گے۔ میں ان افسران کے پاس جا رہی ہوں جو اس کے پہرے دار بنے تھے اور سب یہی یوگا کے ماہر ہیں۔''

وہ اسی وقت ان افسران کے اندر آ گئی تو ڈی سونیا نے ان کے خیالات پڑھے پھر یہ معلوم کر کے حیران رہ گئی کہ کسی خیال خوانی کرنے والے نے انابیلا کا لب ولہجہ اختیار کر کے ان افسران کو دھوکا دیا تھا۔ ان بے چاروں نے انہیں انابیلا سمجھ کر اس کے حکم کے مطابق کبریا کو رہا کر دیا تھا۔

انابیلا نے کہا ''میڈم! میں نے تھوڑی دیر پہلے الپا کو خواب میں دیکھا تھا وہ مجھے چیلنج کر رہی تھی کہہ رہی تھی کہ آنکھیں کھول کر دیکھوں۔ میں نے آنکھ کھول کر خیال خوانی کی تو یہ حقیقت سامنے آ گئی۔''

وہ بولی ''میں حیران ہوں کہ الپا نے تمہارے دماغ میں کیسے جگہ بنائی جبکہ ایک مخصوص لب ولہجے کے ذریعے میں نے تمہارے دماغ کو لاک کیا تھا؟''

انابیلا نے کہا ''میں ان کے ہتھکنڈوں کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ فرہاد علی اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے بعد بھی ناکام رہتے ہیں تو روحانی ٹیلی پیتھی کا سہارا لیتے ہیں۔ الپا کو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے اندر پہنچایا گیا ہو گا۔''

ڈی سونیا کو تھوڑی دیر کے لیے چپ لگ گئی پھر وہ بولی ''اگر ایسا ہے تو انہوں نے میرے دوسرے قیدیوں کو بھی اسی طرح رہائی دلوائی ہو گی۔ مجھے فوراً ان کی خبر لینی چاہیے۔''

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اپنے دست

راست ڈی فرہاد یعنی کاشف جمال کے پاس پہنچی۔ وہ کھلے میں اپنے دو آلہ کاروں کے ساتھ ایک مکان میں تھا۔ اس نے مخاطب کیا ''فرہاد! کیا ہو رہا ہے؟''

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا پھر بولا ''میں یہاں کھڑکی کے سامنے بیٹھا ہوں مرلی دھر کا وہ بنگلا مجھے نظر آ رہا ہے۔ اگلے پچھلے دونوں دروازے باہر سے بند ہیں اور ہمارا انتظام بالکل مکمل ہے۔ اعلیٰ بی بی وہاں سے باہر نہیں نکل سکے گی۔ ہمارے آلہ کار بھی اس کی سختی سے نگرانی کر رہے ہیں۔''

ڈی سونیا ان دو آلہ کاروں کے دماغوں میں بھی باری باری گئی۔ ان کے خیالات پڑھے اور تھوڑا اطمینان حاصل ہوا کہ اعلیٰ بی بی اس بنگلے میں اب بھی ایک قیدی کی حیثیت سے موجود ہے۔ نہ اس بنگلے کا دروازہ کھلا ہے اور نہ ہی اس نے باہر قدم رکھا ہے۔

وہ دوسری بار پھر کاشف جمال کے اندر آ کر بولی ''پارس کی خبر لو کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ میں بھی وہاں جا رہی ہوں۔''

وہ دونوں آلہ کاروں کے دماغوں میں گئے جو وہاں میں پارس کی نگرانی کر رہے تھے۔ ان سے پہلے الپا اس بوڑھی بیوہ عورت کے دماغ میں پہنچ گئی جس کے گھر میں پارس پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے رہتا تھا۔

ڈی سونیا اور ڈی فرہاد نے اس بیوہ کے خیالات پڑھے تو پتا چلا پارس اپنے کمرے میں سو رہا ہے۔ اس نے سونے سے پہلے کہا تھا کہ اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ وہ نیند پوری ہونے کے بعد خود ہی بیدار ہو گا۔

انہوں نے اس عورت کو پارس کے دروازے کی طرف جانے پر مائل کیا تو وہ وہاں سے چلتی ہوئی اس دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھولنا چاہا تو الپا کی مرضی کے مطابق اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ دروازہ اندر سے بند ہے اور وہ اس سونے والے کو ڈسٹرب نہیں کرے گی۔

ڈی سونیا ادھر سے مطمئن ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو گئی پھر سوچنے لگی کہ الپا اور فرہاد کا داؤ انابیلا پر چل گیا۔ وہ اسے ٹریپ کر کے کبریا کو وہاں سے نکال لے گئے ہیں لیکن میں نے اعلیٰ بی بی پارس اور انوشے کو جس طرح شکنجے میں لیا ہے اس شکنجے سے رہائی دلانا فرہاد اور الپا کے لیے ممکن نہیں ہے۔

پھر بھی وہ اور ڈی فرہاد خیال خوانی کی پرواز کر کے کئی کے ان آلہ کاروں کے اندر پہنچ گئے جو انوشے کی نگرانی پر مامور تھے۔ ان کے خیالات پڑھتے ہی ڈی سونیا کے دماغ کو ایک جھٹکا لگا۔ انوشے اور الپا جو ہوٹل کے اس بنگلے سے نکل کر

کہیں چلی گئی تھیں اور وہ آلہ کار ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے تھے۔

ان کے خیالات سے پتا چلا کہ وہاں کس طرح سہاگن دیوی آئی تھی اور اس کے ساتھ سیکڑوں عقیدت مند تھے جن کی بھیڑ میں وہ دونوں گم ہو گئی تھیں۔ وہ آلہ کار انہیں چہرے سے نہیں پہچانتے تھے اس لیے اس بھیڑ میں انہیں تلاش نہ کر سکے یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ اس بھیڑ سے نکل کر کہاں چلی گئیں؟

وہ ڈی فرہاد سے بولی ''انہوں نے زبردست مکاری دکھائی ہے۔ ادھر سہاگن دیوی کی جے جے کار ہوتی رہی۔ ادھر وہ دونوں پنجرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔''

وہ بولا ''آپ کے دو قیدی پنجرے سے نکل چکے ہیں۔''

''میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں اور میرا دل کہتا ہے کہ پارس اور اعلیٰ بی بی کو بھی انہوں نے رہا کرا لیا ہے۔ تم فوراً ان آلہ کاروں کے ساتھ باہر نکلو اور مرلی دھر کے بنگلے کا دروازہ کھول کر اندر جاؤ۔ دیکھو کہ اعلیٰ بی بی موجود ہے یا نہیں؟''

اس نے حکم کی تعمیل کی اور دو آلہ کاروں کے ساتھ اپنے مکان سے نکل کر مرلی دھر کے مکان کے سامنے پہنچا پھر اسے کھول کر اندر گیا تو وہ بنگلا اعلیٰ بی بی کے وجود سے خالی تھا۔

وہ ایک دم سے چیخ کر بولی ''فرہاد!..... ہم بری طرح ناکام ہو رہے ہیں۔ فرہاد ہمیں خوش فہمی میں مبتلا کرتا رہا اور ہم دھوکا کھاتے رہے تم فوراً پارس کی خبر لو۔''

وہ دونوں ان تین آلہ کاروں کے پاس آئے جو حویلی میں پارس کی نگرانی کر رہے تھے۔ انہوں نے ڈی سونیا کی مرضی کے مطابق اس مکان کے اندر جا کر بیوہ سے پوچھا ''تمہارا کرائے دار کہاں ہے؟''

اس نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے اس کمرے کے دروازے پر آئے پھر اسے ایک لات مار کر کھولا تو کمرا بھی خالی تھا۔

یہ کیسے ہو گیا؟ یہ تو انہونی ہے کہ باہر سے پنجرہ بند ہو اور اندر سے پنچھی غائب؟ ایسا کبھی نہیں ہوتا مگر ایسا ہو چکا ہے۔

ڈی سونیا کا سر گھوم گیا۔ وہ خیال خوانی نہ کر سکی۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر چکرا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ یکبارگی چھلانگ لگا کر کئی بلندی پر پہنچ گئی تھی، وہاں سے مجھے نیچے گرانے والی یقین تھا کہ میرے سامنے جھکنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے لیکن میں نے جھکتے جھکتے میں ہی اس کی کمر توڑ دی تھی۔

وہ ایک خفیہ رہائش گاہ میں بالکل تنہا تھی۔ اس کے آس پاس گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ایسے ہی وقت فون کا بزر بول پڑا تو وہ ایک دم سے چونک گئی ایسے اچھل کر کھڑی ہو گئی جیسے میں اس کے سر پر پہنچ گیا ہوں۔ اس نے فون کی طرف دیکھا تو اسے ذرا اطمینان ہوا۔ اس نے گہری سانس لے کر نمبر پڑھے تو پتا چلا کہ میں اسے کال کر رہا ہوں۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی ''کیا اسے مجھ پر شبہ ہو گیا ہے یا یقین ہو گیا ہے کہ میں سونیا بن کر دھوکہ دہی کر رہی ہوں؟''

اس نے بٹن دبا کر کان سے لگایا پھر کہا ''ہیلو فرہاد! تم کہاں مصروف ہو؟ خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ نہیں کر رہے ہو۔ میرے بچوں کا کیا بنا؟''

میں نے بڑی اپنائیت سے کہا ''میری جان! میں نے تمہیں خوش خبری سنانے کے لیے ہی فون کیا ہے۔ ہمارے تمام بچے رہائی حاصل کر چکے ہیں۔''

وہ کچھ گھبرائی ہوئی تھی کہ میں اس کی اصلیت کو سمجھ رہا ہوں، خوشی ظاہر کرتے ہوئے بولی ''کیا سچ کہہ رہے ہو؟ میرے بچوں کو اس چڑیل سے نجات مل گئی ہے؟''

''ہاں..... انابیلا دیواروں پر چڑھنے والی چھپکلی ہے۔ اسے یہ گمان تھا کہ وہ مجھ جیسے پہاڑ پر بھی چڑھ بیٹھے گی۔ اسے میں نے بری طرح پستی میں پھینک رہا ہوں کہ اس کا ساتھ دینے والے اب دم دبا کر بھاگیں گے۔''

اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا ''کیا انابیلا کا ساتھ دینے والے کچھ اور لوگ بھی اس کی پشت پر ہیں؟''

''میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا کہ کتنے لوگ اس کے پیچھے ہوں گے۔ مجھے سوائے وردان پر شبہ ہے کہ وہ اس کی پشت پناہی کر رہا ہے۔''

میری یہ بات سن کر اس نے ایک گہری سانس لی۔ دل کو اطمینان ہوا کہ میں اس پر شبہ نہیں کر رہا ہوں۔ وہ حیران ہوتے ہوئے بولی ''تم نے آخر کس طرح ان سب کو رہائی دلوائی ہے؟ اس چڑیل نے تو میرے بچوں کو بری طرح اپنے شکنجے میں لیا ہوا تھا۔''

''یہ نہ پوچھو کہ میں نے کس طرح رہائی دلوائی ہے؟ یہ بتاؤ کہ تم کیا کرتی رہیں؟ ایسے وقت تو بجلی کی طرح ادھر سے ادھر لپکتی ہو؟ اپنے بچوں کی رہائی کے لیے تم نے کیا کیا؟''

وہ بولی ''مجھے طعنے نہ دو۔ میں نے اپنی زندگی میں تم سے بھی بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ اس بار میں مجبور ہو گئی۔ میرے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتے ہو کہ میرے

دونوں گھٹنوں میں شدید تکلیف ہے اور میں چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہی ہوں۔ ایک تو میرے بچے مصیبت میں مبتلا تھے۔ دوسرے میں شدید تکلیف میں تھی۔ تم سے فون پر رابطہ بھی کیا تو یہی جواب ملا کہ فون کسی وجہ سے بند ہے میں پھر کسی وقت رابطہ کروں۔''

میں نے اس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کہا ''سوری سونیا! میں بچوں کے معاملے میں اس قدر مصروف رہا کہ تمہاری خیریت بھی معلوم نہ کرسکا۔ اب تمہارے گھٹنوں کی تکلیف کیسی ہے؟''

''کچھ کم ہے۔ میں کل تک چلنے پھرنے کے قابل ہوجاؤں گی۔''

''ایسی حالت میں تمہیں تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ میں تمہارے پاس آرہا ہوں۔''

وہ ایک دم پریشان ہوگئی جلدی سے بولی ''نہیں..... تم نہ آؤ۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

''تعجب ہے..... ہم اتنے عرصے سے بچھڑے ہوئے ہیں۔ میرے آنے سے تمہیں خوش ہونا چاہیے لیکن تم منع کررہی ہو۔ آخر بات کیا ہے؟''

''بات کیا ہوگی؟ کچھ نہیں..... میں چاہتی ہوں کہ تم پہلے انابیلا اور اس کے یارِ سوامی وردان وشوانا تھ سے اچھی طرح نمٹ لو۔ انہیں اس قدر ذلیل کرو کہ وہ پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کریں۔''

''میں انڈیا میں ہوں اور تم فرانس میں ہو۔ اتنا لمبا سفر کرنے کے دوران میں انابیلا اور وردان کے خلاف انتقامی کارروائی کرتا رہوں گا۔ تم یہ بتاؤ پیرس میں ہو نا؟''

''ہاں..... پیرس میں ہوں لیکن میں نے کل کی فلائٹ میں ایک سیٹ بک کروائی ہے۔ میں تمہارے پاس انڈیا آرہی ہوں۔ اسی لیے منع کرتی ہوں کہ میرے پاس نہ آؤ۔ میں جگہ اور ماحول بدلنا چاہتی ہوں۔ مجھے اپنے پاس آنے دو۔''

''ٹھیک ہے..... ناک ادھر سے پکڑو یا ادھر سے ناک ہی ہوتی ہے چلو..... میں نہیں آتا تم ہی چلی آؤ۔ او کے..... پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔''

میں نے فون بند کردیا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے دو جاسوسوں سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا پھر ان سے کہا ''تم جھیل کی طرف جاکر دیکھو کہ وہاں کے کسی کاٹیج میں سونیا ہے یا نہیں؟ ایک ڈی سونیا ہم سے فراڈ کررہی ہے۔ تم دونوں نے بڑی رازداری سے یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ کہاں ہے؟ کسی بھی طرح اسے یہ شبہ نہ ہو کہ ہم اس کی نگرانی کررہے ہیں۔''

ڈی سونیا مجھ سے باتیں کرنے کے دوران میں انابیلا کی خبر نہیں لے سکتی تھی جبکہ ایسے وقت اسے اپنی معمولہ کے پاس رہنا چاہیے تھا اور اس کے کام آنا چاہیے تھا لیکن وہ اس سے یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ میں ابھی فون پر بات نہ کروں اور پھر کسی دوسرے وقت رابطہ کرے گی۔

بے چاری کسی بھی بہانے سے مجھے ٹال نہیں سکتی تھی۔ ادھر الپا نے انابیلا کا کباڑا کردیا۔ اس نے حکم دیا ''چلو اسرائیلی اکابرین کو فوراً کانفرنس ہال میں طلب کرو۔''

وہ ڈی سونیا کے لب ولہجے کی تابعدار تھی اس لیے اس نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی۔ تمام اکابرین کو کانفرنس ہال میں طلب کیا پھر اس نے الپا کی مرضی کے مطابق کہا ''میں انابیلا ہوں اور میڈم الپا اس وقت آپ لوگوں کے درمیان موجود ہیں۔''

الپا نے کہا ''میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اسرائیل پر میرے سوا کوئی دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والی یا جاننے والا حکومت نہیں کرے گا لیکن تم سب انابیلا کو میری جگہ دیا چاہتے تھے۔ صرف اس لیے کہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہوں۔ بے شک جو عزت، محبت اور تحفظ مجھے مسلمانوں سے مل رہا ہے وہ کبھی میرے اپنوں سے نہیں ملا۔ تم لوگوں کی سازشوں نے مجھے اسرائیل چھوڑنے پر مجبور کردیا تھا۔ آج میں مسلمانوں کے ساتھ عزت وقار کی زندگی گزار رہی ہوں۔''

اس نے ایک ذرا توقف سے کہا ''میں اسرائیل میں تنہا ٹیلی پیتھی جاننے والی تھی، یہاں مسلمانوں کے سائے میں آکر پہلے سے زیادہ طاقت ور ہوگئی ہوں۔ میں چاہتی تو پوری یہودی قوم کو نقصان پہنچا سکتی تھی لیکن یہ مسلمانوں کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ انہوں نے کبھی مجھے اپنے یہودی ملک وقوم کے خلاف نہیں بھڑکایا ہے۔ مجھے میری مرضی پر چھوڑ دیا۔ مگر افسوس، تم لوگ کم ظرف ہو کسی کی اعلیٰ ظرفی کو کبھی سمجھ نہیں پاؤ گے۔''

ایک حاکم نے کہا ''میڈم انابیلا! یہ آپ کی موجودگی میں ہمیں باتیں سنا رہی ہے۔ ہمیں کم ظرف کہہ رہی ہے اور آپ خاموشی سے سن رہی ہیں۔''

الپا نے کہا ''یہ میری کرسی پر بیٹھنے کے لیے بہت بڑھ بڑھ کر بول رہی تھی، فرہاد جیسے فولاد سے ٹکرا رہی تھی۔ اب اس کی بولتی بند ہوچکی ہے۔''

وہ سب خاموش تھے یا تو خلا میں تک رہے تھے یا ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ بول رہے تھے اور یہ کسی حد تک سمجھ رہے تھے کہ بازی پلٹ گئی ہے۔

الپا نے کہا ''بازی تو پلٹنا ہی تھی۔ ایک ننھی کمزور سی چڑیا خود کو طاقت ور سمجھ کر سورج کی بلندی تک پرواز کرنا چاہتی تھی۔ پرواز شروع کرتے ہی اس کے پر جل گئے ہیں اب آپ حضرات کیا کریں گے؟''

ایک آرمی افسر نے پوچھا ''میڈم! انابیلا!..... آپ خاموش کیوں ہیں؟''

وہ بڑی دیر کے بعد بولی ''مجھ سے پہلے بڑے بڑے شہسوار گزرے ہیں۔ انہوں نے بھی میری طرح خوش فہمی میں مبتلا ہوکر فرہاد علی تیمور کو سمجھنے میں غلطی کی۔ یہ غلطی میں نے بھی دہرائی جس کے نتیجے میں جیتی ہوئی بازی دیکھتے ہی دیکھتے ہار چکی ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ اب میرا انجام کیا ہوگا؟''

الپا نے کہا ''لیکن یہاں سب تمہارے اپنے ہیں یہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ کتنا برا انجام ہوگا؟ تمہارے ایسے پر نکلے تھے کہ تم نے فرہاد کے بچوں کو قیدی بنالیا تھا اور انہیں مارنے کی دھمکی بھی دی تھی۔ بے شک اگر تمہارے مطالبات مانے نہ جاتے تو تم انہیں ہلاک بھی کرسکتی تھیں۔ ایسے وقت یہ تمہارے اپنے خوش ہوکر تماشا دیکھتے رہتے۔''

ایک حاکم نے کہا ''میڈم الپا! ہم نے تمہیں اپنا کبھی دشمن نہیں سمجھا ہے۔ بس تم سے شکایتیں کی ہیں کہ تم نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ورنہ انابیلا تو کیا ہم دنیا کے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر اتنا بھروسا نہیں کرسکتے۔ جتنا تم پر کرتے آئے تھے۔''

ایک اور حاکم نے کہا ''ہم تو اس بات کے خلاف ہی تھے کہ فرہاد کے بیٹے کبریا کو ہماری ملک میں قیدی بنا کر رکھا جائے، ہم ایسے شہ زور سے خواہ مخواہ دشمنی مول لینا نہیں چاہتے تھے۔''

ایسے وقت ڈی سونیا اپنی تابعدار انابیلا کے اندر پہنچ گئی تھی۔ میں بھی اسرائیلی اکابرین کے درمیان پہنچ گیا تھا۔ انابیلا نے ڈی سونیا کی مرضی کے مطابق کہا ''بے شک..... میں نے فرہاد علی کو مشکلات میں ڈال دیا تھا لیکن یہ میری اعلیٰ ظرفی ہے کہ میں نے اسے بچاؤ کے لیے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ اب میں اس کی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس سے پوچھتی ہوں کہ کیا وہ مجھے چوبیس گھنٹے کی مہلت دے گا؟''

الپا نے کہا ''ابھی تم نے شکست تسلیم کی تھی اور اب پھر پرواز کے لیے پر تول رہی ہے۔ ان اکابرین کو ذرا یہ بھی بتا دو کہ تمہاری پشت پر کون زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ جس کے بل پر تم اچھلتے ہوئے فرہاد کے سر پر چڑھنا چاہتی تھیں۔؟''

وہ ڈی سونیا کی مرضی کے مطابق بولی ''میری پشت پر کوئی نہیں ہے۔ میں ہمیشہ سے تنہا ہوں اور یہاں تنہا اپنی جگہ سنبھالنے آئی ہوں۔ میں نے تم لوگوں کو سمجھنے کی مہلت دی تھی۔ ایک بار پھر کہتی ہوں کہ مجھے بھی مہلت دو۔''

میں نے کہا ''ضرور مہلت دیں گے لیکن تم اسرائیلی اکابرین کے سامنے سچ بولو کہ تمہاری پشت پر کون ہے؟''

یہ کہتے ہی اس نے ایک دوسرے آلہ کار کے ذریعے لب ولہجہ بدل کر کہا ''انابیلا! اب تمہیں حقیقت نہیں چھپانی چاہیے۔ ان کے سامنے کھل کر کہہ دو کہ میں سوامی وردان وشوانا تھ تمہارے ساتھ ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں تمہیں فرہاد کے شکنجے سے نکال لوں گا۔''

میں ڈی سونیا سے کہہ چکا تھا کہ انابیلا کی پشت پر وردان وشوانا تھ ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اور غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک بھی ہی اور اسی لیے وہ مجھ سے ٹکرانے کی جرات کرتی رہی تھی۔

ڈی سونیا یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وردان خود سچ مچ اسرائیلی اکابرین کے درمیان پہنچ جائے گا۔ میں نے وردان کے انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ''انابیلا! دراصل تم مجھے جانتے ہوئے بھی نہیں جانتی ہو۔ میں تمہارے دماغ میں چپ چاپ آتا جاتا رہا اور یہ معلوم کرتا رہا کہ تم اسرائیل میں کیا تھیل کھیل رہی ہو۔''

انابیلا نے کہا ''میں نے تمہارا نام سنا ہے لیکن میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''تمہاری یہ بات کسی حد تک درست ہے لیکن میں نے تمہارے اندر رہ کر بڑی اہم معلومات حاصل کی ہیں اور وہ اہم معلومات یہ ہیں کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اندر آتی ہے اور تمہیں اپنی معمولہ بنا کر اپنے طور پر استعمال کرتی ہے۔''

پھر میں نے قہقہہ لگا کر کہا ''میں یہی پچھلے دو دنوں سے دیکھ رہا ہوں اور اب میں نے طے کرلیا ہے کہ مجھے بھی الپا کی چھوڑی ہوئی کرسی پر قبضہ جمانے کے لیے آئندہ کیا کرنا ہوگا؟''

ایک حاکم نے پریشان ہوکر کہا ''یہ ہمارے ملک میں کیا ہورہا ہے؟ یہاں آج تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے

حکومت کرنے کے لیے ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی کررہے ہیں۔''

دوسرے حاکم نے کہا ''اب سے پہلے ولاڈی میر نے قدم جمانے کی کوشش کی پھر ارناکوف نے بھی یہی کیا لیکن انابیلا نے ان دونوں کو میدان چھوڑ کر جانے پر مجبور کردیا۔ اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ انابیلا کے مقابلے میں کوئی وردان دشوانا تھ آ گیا ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ انابیلا کی پشت پر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت بھی ہے۔ ہمیں یہ معلوم تو ہو کہ آپ تمام خیال خوانی کرنے والے ہمارے ملک سے کیوں دشمنی کررہے ہیں؟''

ایک آرمی افسر نے کہا ''فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے یہاں آ کر کبھی حکمرانی کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ان موجودہ تازہ ترین معلومات کے مطابق انابیلا وردان دشوانا تھ اور کوئی تیسری ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت ہے۔ ہم ان تینوں سے پوچھتے ہیں کہ وہ آپس میں خیال خوانی کی جنگ جاری رکھنے کے لیے کسی دوسرے ملک کا انتخاب کیوں نہیں کررہے ہیں؟ یہاں اگر کوئی ایک ناکام ہوگیا تو دوسرا انتقامی کارروائی کرے گا۔ اس کے نتیجے میں یہاں خون خرابے ہوں گے۔ دہشت گردی اور تخریبی کارروائیاں ہوں گی۔ ہمارے ہاں امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوجائے گا۔''

میں نے وردان کا لب ولہجہ اختیار کرکے کہا ''مٹھاس جہاں ہوتی ہے، وہاں مکھیاں آتی ہی ہیں۔ تمہارے ملک میں بہت زیادہ کشش ہے۔ اس لیے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں آ کر ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔''

پھر میں نے لب ولہجہ بدل کر پوچھا ''مسٹر وردان! کیا یہ سچ ہے کہ انابیلا کی پشت پر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت ہے؟ اور اگر واقعی کوئی عورت ہے تو وہ کون ہے؟ ہماری معلومات کے مطابق ہمارے خاندان کی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت اس وقت اس دنیا میں نہیں ہے۔''

میں پھر لب ولہجہ بدل کر بولا ''مسٹر فرہاد! تمہیں بڑی خوش فہمی ہے کہ تمہارے ہی خاندان میں ٹیلی پیتھی جاننے والے مرد اور عورتیں ہیں۔ یہ خوش فہمی تمہاری جلد ہی ختم ہوجائے گی۔ جب میری بات سچ ثابت ہوگی۔ میں اس عورت کو ضرور بے نقاب کروں گا جو انابیلا کے پیچھے چھپی ہوئی ہے۔''

''تم کیسے ثابت کرو گے؟''

میں نے وردان کے لہجے میں کہا ''بہت آسان ہے۔ میں انابیلا کو ختم کردوں گا پھر تو میں ہی اسرائیلی اکابرین کا اعتماد حاصل کرسکوں گا۔ ان کے کام آتا رہوں گا تو یہ مجھے اپنا بنا کر رکھیں گے لیکن میں جانتا ہوں کہ انابیلا کے مرتے ہی وہ عورت مجھ سے مقابلے پر مجبور ہوجائے گی تاکہ مجھے شکست دے کر یہاں حکمرانی کرسکے۔ ایسے وقت وہ پراسرار بن کر نہیں رہ سکے گی۔ میں اس جیسی چوہیا کو بل سے باہر نکالنا جانتا ہوں۔''

ایسے ہی وقت کانفرنس ہال کا دروازہ کھلا پھر وہاں سے انابیلا داخل ہوئی۔ اس کے آگے آنے والے ایک باڈی گارڈ نے وہاں کے ایک اعلیٰ حاکم سے کہا ''مائی لارڈ! میں دروازہ کھول کر اندر آنے پر مجبور ہوگیا ہوں۔ یہ خاتون خود کو میڈم انابیلا کہہ رہی ہیں۔''

تمام حاضرین نے پلٹ کر دیکھا۔ انابیلا کا سر جھکا ہوا تھا۔ میں نے اپنے آلہ کار کے ذریعے کہا ''میں اسے اپنی گرفت میں لے کر یہاں تک لایا ہوں۔ یہ آپ سب سے جھوٹ کہہ رہی تھی کہ کل یہاں آنے والی ہے۔ دراصل یہ اپنی ایک ڈمی انابیلا کو کل آپ سب کے سامنے پہنچانے والی تھی اور خود چوبیس گھنٹے پہلے یہاں آچکی تھی۔''

وہ سر جھکائے آہستہ سے چلتی ہوئی ایک اونچے پلیٹ فارم پر آئی پھر تمام اکابرین کو دیکھ کر بولی ''ہاں..... میں انابیلا ہوں۔ یروشلم کے ایک مکان میں چھپی ہوئی تھی۔ الپا اور فرہاد نے مجھے اس طرح گھیر لیا تھا کہ میں فرار نہ ہوسکی۔ ان کی گرفت میں آ گئی۔''

اس نے ایک ذرا توقف کے بعد تمام حاضرین کو دیکھتے ہوئے کہا ''میں فرہاد اور اس کے بچوں کی مجرم ہوں۔ یہ جو چاہیں مجھے سزا دے سکتے ہیں۔ میں خود کو بے دست وپا سمجھ رہی ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتی ہوں کہ جو عورت میری مدد کرتی رہی تھی وہ بھی مجھے فرہاد سے ملنے والی سزا سے نہیں بچا سکے گی۔''

میں نے کہا ''میں تمہیں ایسی بدترین سزا دے سکتا ہوں جسے دیکھ کر وہ تمہاری مدد کرنے والی عورت بھی لرز جائے گی۔ توبہ کرے گی اور مجھ سے دور بھاگتی رہے گی۔ فرہاد جیسا غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا شخص بھی تمہارے کام نہیں آسکے گا لیکن میں تمہیں سزا نہیں دوں گا۔''

میری اس بات پر سب چونک کر انابیلا اور میرے آلہ کار کو دیکھنے لگے۔ میں نے کہا ''الپا کی چھوڑی ہوئی کرسی کے لیے فی الحال تین طلب گار ہیں۔ ایک انابیلا دوسرا وردان اور تیسری وہ پراسرار عورت ہے جس نے انابیلا کو اپنا

معمولہ بنا رکھا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ عورت اس کو اپنی تابعدار بنا کر یہاں حکومت کرسکے گی؟ یا وردان معمولہ کو ہلاک کرکے الپا کی چھوڑی ہوئی کرسی پر قبضہ جما سکے گا؟''

پھر میں نے فوراً ہی وردان کے لب ولہجے میں کہا ''میں تو اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ابھی ختم کردوں گا۔ تاکہ اس کرسی کے تین ہی صرف دو ہی طلب گار رہیں۔ ایک میں اور دوسری وہ۔ میں اسے اپنے مقابلے پر آنے کے لیے مجبور کردوں گا۔''

ڈمی سونیا مسلسل خاموش تھی۔ ہماری اس بات کو جھٹلانا چاہتی تھی کہ انابیلا کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت چھپی ہوئی ہے۔ اسے تسلیم کرلینا چاہیے۔ خود کو ظاہر کردینا چاہیے تھا۔ جب کہ انابیلا بھی یہ اعتراف کرچکی تھی کہ لیکن وہ پراسرار بن کر رہنے کا ارادہ کرچکی تھی۔

میں نے اچانک ہی انابیلا کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ حلق پھاڑ کر چیختی ہوئی اچھل کر فرش پر گری اور تڑپنے لگی۔ میں نے اسے الپا کے حوالے کردیا۔ وہ اسے تڑپا تڑپا کر زلزلے کے جھٹکے دینے لگی۔ تمام اکابرین اسے سزا پاتے دیکھ رہے تھے۔ وہاں یقیناً ڈمی سونیا بھی موجود ہوگی۔ وہ یہی سمجھ رہی ہوگی کہ وردان ایسا کررہا ہے۔ الپا کی چھوڑی ہوئی کرسی کی ایک طلب گار کو موت کے گھاٹ اتار رہا تھا تاکہ صرف دو ہی رہ جائیں مقابلہ صرف دو کے درمیان ہی ہوتا رہے۔

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا ایسے وقت ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے آ کر کہا ''سر..... ہم میڈم کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرچکے ہیں اور دور دور سے نگرانی کرتے رہے ہیں۔ وہ جھیل والے کاٹیج میں موجود ہیں۔''

میں نے پوچھا ''کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ میڈم سونیا ہی ہیں؟''

''یس سر! ہم نے ہر طرح سے اطمینان کرلیا ہے؟''

''ابھی وہ کہاں ہیں اور کیا کررہی ہیں؟''

''سر! وہ دو گھنٹے پہلے یونگ کے لیے جھیل میں گئی تھیں۔ ابھی واپس آئی ہیں اور کاٹیج میں داخل ہوئی ہیں۔''

مجھے یقین نہیں آرہا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق اسے یہ یقین ہوگیا تھا کہ ہم اس پر شبہ کررہے ہیں۔ اسے کہیں جا کر روپوش ہوجانا چاہیے تھا لیکن وہ کاٹیج میں بڑے آرام واطمینان سے تھی۔

وہ رہ رہ کر اپنی حرکتوں سے میرے اندر تجسس پیدا کررہی تھی۔ میں نے اسی وقت فون کے ذریعے ایک ٹریول ایجنٹ سے رابطہ کیا پھر اس سے پوچھا ''کیا مجھے پیرس جانے کے لیے کسی بھی فلائٹ میں سیٹ مل سکتی ہے؟''

اس نے کہا ''اب سے دو گھنٹے کے بعد ایک فلائٹ یہاں سے روانہ ہونے والی ہے۔ اگر آپ فوراً پہنچیں گے تو سیٹ مل جائے گی۔''

''میں بس ابھی آرہا ہوں۔''

میں نے ائرپورٹ پہنچنے میں دیر نہیں کی۔ ڈمی سونیا تک پہنچنے میں دیر کرنا مناسب نہیں تھا۔ روانگی کے وقت انوشے اور الپا سے ملاقات نہ ہوسکی۔ وہ کہیں باہر گئی ہوئی تھیں۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ان سے کہہ دیا کہ میں جہاز میں سوار ہوچکا ہوں۔ اچانک ہی ڈمی سونیا کے پاس پہنچ کر اسے چونکا دینا چاہتا ہوں۔

انوشے نے کہا ''گرینڈ پا! میں بھی پرسوں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے والی ہوں۔ چھٹیاں ختم ہوچکی ہیں۔ آپ وہاں مجھ سے ضرور ملاقات کرنا۔''

میں نے اس سے ملنے کا وعدہ کیا پھر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ جہاز پیرس کی طرف پرواز کررہا تھا۔ میں چند گھنٹے میں وہاں پہنچنے والا تھا۔ پتا نہیں ڈمی سونیا کی مصروفیات کیا ہوں گی۔ اس نے موبائل کے ذریعے رابطہ کرنے کی کوشش کی ہوگی لیکن میں نے اپنا فون بند رکھا تھا۔ میری کوشش یہی تھی کہ آخری وقت تک اسے میری آمد کا پتا نہ چلے۔

اس مکار ڈمی نے خاموشی اختیار کرلی تھی خاموشی سے انابیلا کی موت کا تماشا دیکھتی رہی تھی۔ اس کے بعد سوچنے لگی۔ ''واقعی آئندہ اسرائیل پر حکومت کرنے کے لیے مجھے وردان سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس کم بخت نے میری معمولہ انابیلا کو مار ڈالا ہے۔ اب وہ میرے پیچھے پڑ جائے گا۔''

اسے دو طرف سے خطرات کا سامنا تھا۔ ایک طرف وردان دشوانا تھ تھا اور دوسری طرف میں۔ وہ اب بھی آستین کا سانپ بن کر میرے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔ میں بھی اب تک اسے یہی تاثر دے رہا تھا کہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ انجانے پن میں دھوکا کھا رہا ہوں۔ آئندہ بھی اسی طرح دھوکا کھاتا رہوں گا۔

اس نے بڑی حکمت عملی سے میری سونیا کی جگہ حاصل کی تھی۔ یہ جگہ آسانی سے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ الپا نے اسرائیل میں اقتدار کی جو کرسی چھوڑی تھی، وہ اس کرسی کو بھی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ وہاں اقتدار حاصل کرنے کے لیے وردان سے مقابلہ کرنا ضروری ہوگیا تھا۔ دوسری حکمت عملی یہ ہوتی کہ وہ مقابلہ نہ کرتی اس سے کوئی سمجھوتا کرتی۔

وہ اسی پہلو کو اہمیت دے رہی تھی کہ فی الحال وردان

سے کسی طرح سمجھوتا کرنا چاہیے۔ اسے بیک وقت دو پہاڑوں سے نہیں ٹکرانا چاہیے۔ ایک کا سر سہلانا اور دوسرے کا سر کھانا چاہیے۔

اس نے سوچا، دانش مندی یہی ہے کہ پہلے وردان سے دوستی کرنے کی کوشش کی جائے اگر وہ مغرور ہوگا اور کسی سمجھوتے پر آمادہ نہیں ہوگا تو پھر دیکھا جائے گا۔

اس نے پہلے کبھی وردان سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ ایک بار شانتا بائی کی کوٹھی میں اس کی آواز سنی تھی پھر میں بھی اسرائیلی اکابرین کے درمیان رہ کر اس کے لب و لہجے میں بولتا رہا تھا۔ اس نے اس لب و لہجے کو اچھی طرح گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر وردان کے اندر پہنچی۔

اس نے پوچھا ''کون؟''

وہ شکایت بھرے لہجے میں بولی ''تم نے انابیلا کو مار ڈالا، یہ اچھا نہیں کیا۔''

وہ حیرانی سے بولا ''کون انابیلا؟ یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟''

اس کے چونکنے اور حیران ہو کر بولنے سے ڈی سونیا کھٹک گئی۔ اس نے پوچھا ''کیا تم انابیلا کے پاس نہیں گئے تھے؟''

''میں نے انابیلا کا نام سنا تھا لیکن آج تک میرا اس سے کوئی رابطہ نہیں رہا مگر تم ہو کون؟''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ ساری باتیں اس کی سمجھ میں آ گئیں۔ وہ زیر لب بڑبڑائی ''اچھا تو یہ بات ہے۔ وردان میرے کسی معاملے میں ملوث نہیں ہے یہ سب فرہاد کی مکاری ہے۔ وہ مجھے اب تک بے وقوف بناتا رہا۔''

ادھر وردان تجسس میں مبتلا ہوگیا۔ وہ ڈی سونیا کو نہیں جانتا تھا۔ اس نے پہلی بار اس کا لب و لہجہ اپنے اندر سنا تھا۔ یہ معلوم کرنے کی بے چینی پیدا ہوگئی کہ یہ کون نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی پیدا ہوگئی ہے؟

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ڈی سونیا کے اندر آنا چاہا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ وہ سمجھ گئی کہ وردان اس کے اندر آنا چاہ رہا تھا۔

اس نے دوسری بار تیسری بار اس کے دماغ میں آنے کی کوشش کی۔ وہ بار بار سانس روک کر اسے بھگاتی رہی۔ ایسے ہی وقت میں کامیچ کے دروازے پہنچ گیا۔ ہمارے ادارے کے جاسوس اس کامیچ کے چاروں طرف موجود تھے۔ وہ کسی بھی راستے سے فرار نہیں ہو سکتی تھی۔

میں نے کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ اندر کال بیل کی آواز سنائی دی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر دروازے کے قریب سونیا کی آواز سنائی دی ''کون ہے؟''

میں نے کہا ''میں ہوں..... تمہارے جسم و جان کا مالک.....''

اتنی بات سنتے ہی ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا تو وہ میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر خوشی سے کھل گئی۔ ایک دم سے اچھل کر دونوں بانہیں کھول کر لپٹ گئی۔ میں بھی اس سے والہانہ محبت کا اظہار کرتا رہا۔ اسے چھو کر محبت بھری باتیں بولتا رہا۔ لیکن اس کے اندر پہنچ کر اس کے چور خیالات بھی پڑھتا رہا۔ یا حیرت! اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ میری سونیا ہی ہے۔ میری اپنی سونیا ہے اور میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہے کہ جس سونیا کے ساتھ برسوں گزارتا آیا ہوں۔ یہ وہی سونیا ہے۔ ڈمی نہیں ہے کیونکہ ڈمی اس کی اداؤں کو تو اپنا سکتی ہے، مجھے طرح طرح سے فریب دے سکتی تھی لیکن اس کے اندر سونیا کے پسینے کی مہک نہیں آ سکتی تھی جبکہ مجھے وہی قدرتی مہک مل رہی تھی۔

ہمارے جاسوس پچھلے کئی گھنٹوں سے سونیا کی نگرانی کر رہے تھے اور یہی رپورٹ دے رہے تھے کہ وہ بالکل میڈم سونیا لگ رہی ہیں۔

ادھر میں کبھی خیال خوانی کے ذریعے اور کبھی فون کے ذریعے یہ اندازہ کر رہا تھا کہ وہ کامیچ میں موجود ہے۔ یوں دیکھا جائے تو ہمارے اندازے کے مطابق ڈی سونیا کو یہاں موجود ہونا چاہیے تھا۔ میرے گلے لگنے والی کوڈی سونیا ہونا چاہیے تھا لیکن وہ میری اپنی ہی سونیا تھی۔

گزشتہ تقریباً ایک چوتھائی صدی سے میں اور سونیا دن رات ساتھ رہتے آئے ہیں۔ اتنی طویل رفاقت کے بعد میں دھوکا نہیں کھا سکتا تھا۔ اس سے گلے لگنے کے بعد آنکھ بند کر کے دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ وہ میری اور صرف میری سونیا ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوا کہ وہ کہاں ہے؟ میرے وہاں پہنچنے تک سونیا کی نقل موجود تھی۔ میرے آتے ہی وہ اصل سونیا ہوگئی تھی۔ کیسے ہوگئی تھی؟

وہ نقل پھر مجھے الجھا رہی تھی۔ پھر میرے لیے ایک چیلنج بن رہی تھی۔

ہم ایک دوسرے کی دھڑکنوں سے لگے ہوئے تھے۔

سونیا ہمیشہ کی طرح اپنے مخصوص انداز میں محبت کا اظہار کررہی تھی اور میں اسے پالینے کا یقین کررہا تھا۔ لیکن اس ڈی سونیا نے ایسے شبہات پیدا کردیے تھے کہ ٹھوس ثبوت کے باوجود بار بار دماغ یہی کہتا تھا کہ میں دھوکا کھا رہا ہوں اور یہ میری سونیا نہیں ہے۔

وہ مجھ سے لگی ہوئی تھی میں نے اسے بڑی محبت سے الگ کیا پھر اس کے چہرے کو اپنی دونوں ہتھیلیوں میں لے کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ آنکھیں ہمیشہ سچ بولتی ہیں اور وہ آنکھیں کہہ رہی تھیں ''مجھ پر شبہ نہ کرو میں تمہاری ہوں صرف تمہاری سونیا ہوں۔''

وہ مسکرا کر بولی ''ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟''

میں نے ایک ذرا چونک کر کہا ''مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے ہزار بار دیکھنے کے باوجود پہلی بار تمہیں دیکھ رہا ہوں تم بالکل نئی نئی سی کچھ بدلی ہوئی سی لگ رہی ہو۔''

وہ مسکرا کر بولی ''پیار کرنے والوں کو کبھی کبھی اسی طرح بچھڑتے رہنا چاہیے۔ طویل جدائی کے بعد ملاقات ہو تو بوڑھے میاں بیوی ایک دوسرے کو نئے نویلے اور جوان جوان سے لگتے ہیں۔''

میں نے اسے گھور کر کہا ''ہم بوڑھے تو نہیں ہوئے ہیں۔''

یہ کہتے ہی میں نے اسے ایک جھٹکا دیا وہ دوسری طرف گھوم گئی میں نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھالیا۔ پھر اسے اٹھائے ہوئے ایک کمرے سے دوسرے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولا ''میں تمہیں اسی طرح اٹھائے ہوئے پہاڑوں پر چڑھ سکتا ہوں۔''

میں نے اپنے بیڈروم میں آکر اسے بیڈ پر پھینک دیا وہ کھلکھلا کھلا کھلا کر ہنسنے لگی اس وقت ڈی سونیا ہم سے بہت دور اپنی رہائش گاہ کے ایک بیڈروم میں تھی۔ ادھر سونیا بیڈ پر پڑی ہوئی تھی ادھر وہ ڈی سونیا بیڈ پر آگر گر پڑی تھی۔ میری سونیا کے اندر رہ کر مجھے دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔

اسے خوش نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وہ میری گرفت میں آنے سے پہلے ہی پھسل گئی تھی اور مجھے بھلانے کے لیے اصلی سونیا کو میرے پاس پہنچا دیا تھا مجھے یہ سوچنے پر مجبور کررہی تھی کہ ڈی سونیا اس کا مہرہ بن کر آئی تھی اور نہ ہی اس نے ہماری سونیا کے خلاف کوئی واردات کی تھی اور نہ ہی اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا تھا۔

اور یہی ثابت ہو رہا تھا جیسے اصل سونیا کے ساتھ کچھ نہ ہوا ہو اور وہ جیسے پہلے تھی ویسے ہی اب بھی ہے۔ جیسے میں اسے چھوڑ کر گیا تھا ویسے ہی وہ مجھے مل رہی ہے اور اس درمیان کوئی خفیہ راز دارانہ تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔

میری اپنی سونیا نے شکایت بھرے انداز میں کہا ''میں نے تم سے کہا تھا کل کی فلائٹ سے انڈیا پہنچ رہی ہوں تمہارے پاس آرہی ہوں پھر تم اچانک یہاں کیوں چلے آئے؟''

میں نے مسکرا کر کہا ''میں تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا کیا تم مجھے دیکھ کر حیران نہیں ہوئیں؟''

ڈی سونیا میرے ذہن کو کریدنا چاہتی تھی معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں کسی ڈی سونیا کے وجود کے بارے میں بھی کچھ سوچ رہا ہوں سمجھ رہا ہوں یا نہیں؟

میری سونیا نے ڈی کی مرضی کے مطابق کہا ''ایسا لگ رہا ہے جیسے تم مجھے سرپرائز دینے کے لیے نہیں بلکہ کسی اور خاص وجہ سے آئے ہو۔''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا ''ہاں..... میں اب تک یہ سمجھتا آرہا تھا کہ یہاں تم نہیں ہو بلکہ تمہاری جگہ کسی دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت نے لے لی ہے اور سونیا بن کر اور میرے بچوں کو دھوکا دے رہی ہے۔''

''تعجب ہے تم ایسا کیوں سوچ رہے تھے؟''

''میں تم سے چند سوالات کررہا ہوں یقین کرنا چاہتا ہوں کہ دھوکا نہیں کھا رہا تھا۔''

''بے شک تمہیں اپنے دل میں شکوک وشبہات کو جنم نہیں دینا چاہیے جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔''

میں نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا پھر پوچھا ''کیا تم نے پچھلے تین دنوں میں اعلیٰ بی بی سے فون پر باتیں کی تھیں؟''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر ہر ایک فون کال کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگی وہ ایک ایک بات درست کہہ رہی تھی کیونکہ اس کے اندر ڈی چھپی ہوئی تھی اور میری سونیا اس کی مرضی کے مطابق وہی تمام باتیں کہہ رہی تھی جو میرے اور ڈی کے درمیان ہو چکی تھیں۔

ایسے وقت میں یہ شبہ نہیں کررہا تھا کہ اس ڈی نے بڑی چالاکی سے میری چالباز سونیا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا ہے اور ساری دنیا میں سب سے مکار کہلانے والی عورت اس ڈی کے زیر اثر آئی ہوئی ہے۔

میں بھلا کیسے شبہ کرتا جب کہ میری اپنی سونیا مجھے سر سے پاؤں تک مل رہی تھی اس کی وہی آواز تھی وہی لب ولہجہ وہی

ادائیں تھیں وہی پیار کا انداز تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے لیے کی قدرتی مہک ثابت کررہی تھی کہ میرے ساتھ کوئی دھوکا نہیں ہو رہا ہے۔

سونیا نے ڈی کی مرضی کے مطابق مجھ سے پوچھا ''فرض کرو میں تمہاری اپنی سونیا نہیں ہوں تمہارے ساتھ فراڈ کررہی ہوں پھر مجھے کیسے پہچانو گے کہ میں تمہاری اپنی ہوں؟''

میں نے کہا ''ایک وقت تھا جب تمہارے اندر بوسونگھ لینے کی غیر معمولی صلاحیت تھی۔ تم میلوں دور سے کسی کی بھی بوسونگھ کر بتا سکتی تھیں کہ وہ کون ہے اور کہاں ہے؟''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''ہاں ہماری پہلی ملاقات اسی طرح ہوئی تھی میں تمہاری دشمن بنی ہوئی تھی اور تمہاری بوسونگھتے ہوئے تمہارا پیچھا کرتی رہی تھی۔''

''یہ تو تمہاری غیر معمولی صلاحیت ہے لیکن بعض لوگ اپنی بیویوں اور محبوباؤں کی پسینے کی مہک کو اس طرح اپنے دل ودماغ میں بسا لیتے ہیں کہ پھر اسے کبھی بھولتے نہیں ہیں۔ تمہارے پسینے کی مہک بھی میرے ذہن میں نقش رہتی ہے اور میرے سونگھنے کی حس کو ایسے وقت تیز کردیتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ میں تمہیں صرف تمہاری مخصوص اداؤں سے ہی نہیں تمہارے پسینے کی مہک سے بھی پہچان رہا ہوں اور یقین کررہا ہوں کہ میرے ساتھ کوئی فراڈ نہیں ہو رہا ہے۔ تم میری اپنی سونیا ہو۔''

میں نے اسے دونوں بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ وہ میری گرفت میں کبھی سمٹنے لگی کبھی بکھرنے لگی ان رنگین اور سنگین لمحات میں ڈی سونیا کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ وہ بائیس برس کی بھرپور دوشیزہ تھی۔ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے کے بعد پہلے سونیا سے اور پھر مجھ سے متاثر ہوئی تھی۔ ان تاثرات نے اسے ڈی سونیا بنا دیا۔ اس نے مجھے اپنا آئیڈیل بنالیا تھا اور اس کے دل کی دھڑکنیں ضد کرتی رہتی تھیں کہ وہ میرے بازوؤں میں آکر سونیا کا مقام حاصل کرلے۔

اس وقت وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ کے بیڈروم میں تھی اور اپنے بیڈ پر کباب سیخ کے مانند کروٹیں بدل رہی تھی۔ سونیا ادھر مچلتی تھی ادھر وہ تڑپتی تھی۔ اس ڈی کے لیے یہ لازمی ہوگیا تھا کہ مجھ تک پہنچنے سے پہلے اسے سونیا کی ہر ایک ادا اور ہر ایک انداز کو سمجھ لینا تھا لیکن سمجھتے رہنے کے درمیان میں وہ اس بری طرح تپ رہی تھی کہ جوانی کا بخار تھرمامیٹر کے درجہ حرارت سے بھی آگے بڑھتا جارہا تھا۔ بالآخر بخار اس قدر بڑھا کہ وہ خیال خوانی کے قابل نہ رہی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔

وہ گہری گہری سانسیں لیتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی وہاں سے اتر کر تیزی سے چلتی ہوئی واش روم میں آئی پھر شاور کے نیچے پہنچ کر اسے پوری طرح کھول دیا۔ آگ باہر لگے یا اندر سے..... وہ پانی سے ہی بجھتی ہے۔

☆☆☆

ہم نے بھی ڈی سونیا کو خوب دھوکا دیا تھا۔

اسے یہ سمجھایا تھا کہ وردان وشوانا تھ بھی اسرائیلی اکابرین کے دماغوں پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ میں نے وردان کا رول ادا کیا تھا اور اس ڈی سونیا کہ یہ تاثر دیتا آرہا تھا کہ وہ اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں آتا جاتا رہتا ہے اور اسی نے انابیلا کو ہلاک کیا ہے۔

انابیلا اپنے برے انجام کو پہنچ گئی تھی لیکن ڈی سونیا الجھ کر رہ گئی تھی یہ ٹکراؤ حق ہوگئی تھی کہ وہ اسرائیل میں الپا کی چھوڑی ہوئی اقتدار کی کرسی پر قبضہ جمانا چاہے گی تو وردان اس کرسی کو اس سے چھیننے کی کوششیں کرتا رہے گا۔ اس طرح اس کے سامنے بہت بڑی رکاوٹ بنتا چلا جائے گا۔

فی الوقت اس کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ وردان وشوانا تھ کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کرے اور دوسرا راستہ یہ تھا کہ وردان سے کسی طرح کا سمجھوتا کرلے۔

اس کی عقل نے اسے سمجھایا کہ ایک طرف فرہاد علی تیمور جیسا پہاڑ ہے دوسری طرف وردان وشوانا تھ جیسا غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا دشمن ہے۔ اسے بیک وقت دو دشمنوں سے ٹکر نہیں لینی چاہیے کسی ایک سے عارضی طور پر دوستی کرکے صرف ایک ہی محاذ پر جنگ لڑنا چاہیے۔

وہ سمجھوتا کرنے کی خاطر وردان وشوانا تھ کے دماغ میں گئی تو ہمارا فراڈ اس کے سامنے آگیا۔ وردان یہ نہیں جانتا تھا کہ اسرائیل میں کیا ہو رہا ہے؟ کس طرح ہمارے ڈی سونیا کے اور انابیلا کے درمیان جنگ جاری رہی تھی۔ جس کے نتیجے میں انابیلا ماری گئی تھی اور اس کی ہلاکت کا الزام وردان پر تھا۔ سب یہی سمجھ رہے تھے کہ اس نے اسرائیل پر حکومت کرنے کے لیے تمام اکابرین کی موجودگی میں انابیلا کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

بہرحال ادھر ڈی سونیا کو حقیقت معلوم ہوئی کہ وردان ان معاملات میں ملوث نہیں رہا ہے اور یہ سب ہماری ڈراما بازی تھی دوسری طرف وردان وشوانا تھ یہ سوچ کر حیران

ہو رہا تھا کہ اسرائیل میں آخر کیا ہو رہا ہے؟ کس انابیلا کی ہلاکت کا الزام اس پر کیوں آ رہا ہے؟ اور یہ ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت کون تھی جو اس کے دماغ میں آ کر بول رہی تھی؟

ڈی سونیا نے اسے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ جب اسے معلوم ہو گیا کہ وردان وشوانا تھ اس کے معاملے میں ملوث نہیں ہے اور اسرائیل پر حکومت کرنے کے لیے اس کے مقابلے پر نہیں آئے گا تو وہ چپ چاپ وہاں سے چلی آئی۔

اب وردان پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کہ یہ خیال خوانی کرنے والی عورت کون ہو سکتی ہے۔ کیا اس کا تعلق فرہاد علی تیمور کی فیملی سے ہے؟ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا ''کیا اعلیٰ بی بی بی... آواز اور لب ولہجہ بدل کر میرے اندر آئی تھی؟ مجھے اس کے پاس جا کر معلوم کرنا چاہیے۔''

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اعلیٰ بی بی بی کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اس نے دوسری بار اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کہا ''میں وردان ہوں۔''

اس نے پھر سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر جھنجھلانے لگا۔ سوچنے لگا کس طرح معلوم کرے کہ ابھی کون اس کے اندر آئی تھی؟

اسی وقت فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگایا پھر کہا ''میں ہوں سوامی وردان وشوانا تھ.....''

دوسری طرف سے اعلیٰ بی بی کی آواز سنائی دی ''تم مجھ سے رابطہ کیوں کرنا چاہتے ہو؟ کیا یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ تمہارے پولیس اور انٹیلی جنس والے مجھے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو سکے ہیں یا نہیں؟''

وہ بولا ''یہ تو بھول جاؤ کہ قانون کے لمبے ہاتھوں سے بچ سکو گی۔ کبھی نہ کبھی گرفت میں آؤ گی۔ یا پھر اپنے باپ کے ساتھ یہ ملک چھوڑ کر بھاگ جاؤ گی۔''

''وردان! تم ابھی میرے باپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے 'نادان بچے ہو۔ ہم بچوں نے اپنے باپ کی طرح میدان مارنا سیکھا ہے' بھاگنا نہیں' بھگانا سیکھا ہے اور جو بھاگنا نہیں چاہتے انہیں ہم موت کے گھاٹ اتارنا جانتے ہیں۔''

''یہ تو آنے والا وقت بتائے گا کہ میں تم باپ بیٹی کے قدم کس طرح یہاں سے اکھاڑوں گا؟ فی الحال یہ بتاؤ ابھی تم میرے دماغ میں کیوں آئیں تھیں؟''

''کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے تم میرے پاس آنا چاہتے تھے میں نے سانس روک کر تمہیں بھگا دیا۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ تمہارے پاس آؤں؟ آئندہ فون کے ذریعے بھی مجھ سے رابطہ نہ کرنا۔''

''جسٹ اے منٹ فون بند نہ کرنا۔ میں تمہیں ایک بات سمجھانا چاہتا ہوں۔ کسی کے ملک میں آ کر کسی کی زمین پر قدم رکھ کر اس سے دوستی کرنی چاہیے۔ دشمنی مہنگی پڑتی ہے۔''

''یہ زمین تمہارے باپ کی نہیں ہے صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اسے تم اپنے ملک کا نام دے دو گے تو زمین تمہاری نہیں ہو جائے گی۔ رہ گئی دوستی کی بات تو دوستی انسانوں سے کی جاتی ہے شیطانوں سے نہیں۔ نو مور آرگومنٹس' دیٹس آل۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ وردان نے اپنے فون کی طرف دیکھا وہ جھنجلا سکتا تھا لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے یا اپنے وسیع اختیارات کے ذریعے اعلیٰ بی بی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ اس نے وہاں کے حکمرانوں کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی کہ فرہاد علی تیمور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ ہندوستان میں ہے اور یہاں تخریبی کارروائیاں کر رہا ہے۔

شمالی ہندوستان کے ہر صوبے ہر شہر کی پولیس اور انٹیلی جنس والے الرٹ ہو گئے تھے۔ مجھے اور اعلیٰ بی بی کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ بعد میں وردان نے ہوم منسٹر کو یہ بھی بتایا تھا کہ میرا بیٹا پارس دہلی میں اور الپا اپنی بیٹی انوشے کے ساتھ ممبئی شہر میں کہیں چھپے ہوئے ہیں۔

وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں زیر نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے پولیس اور انٹیلی جنس والوں کے ذریعے ناکا بندی کرا رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہمیں کہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کا موقع نہ ملے اگر ہم کہیں جائیں تو شبہ میں گرفتار کر لیے جائیں۔ ایسے وقت وہ یہ بھول گیا تھا ہم شبہ کرنے والوں کو خیال خوانی کے ذریعے دوست بنا کر انہیں جھانسا دے کر ان کے حصار سے نکل جاتے ہیں۔ جہاں جانا چاہتے ہیں وہاں پہنچ جاتے ہیں۔

انوشے کی چھٹیاں ختم ہو چکی تھیں۔ اسے دوسرے دن وہاں سے روانہ ہو کر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنا تھا۔ وہ الپا کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی ''ماما! ہم نے یہ چند دن کتنی محبتوں کے ساتھ اور مسرتوں کے ساتھ گزارے ہیں۔ میں انہیں اگلے ایک برس تک بھول نہیں پاؤں گی۔''

وہ بیٹی کو چوم کر بولی ''ہاں ایک برس بعد پھر تمہیں پندرہ دنوں کی چھٹیاں ملیں گی پھر تم میرے پاس آ کر ہنسنے سے لگ جاؤ گی۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ تم پہلی بار بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئی ہو اور تم نے میرے ساتھ

چھٹیاں خوب انجوائے کی ہیں۔''

''بہت ماما! میں نے بہت انجوائے کیا ہے۔ اچھی خاصی تفریح بھی کی ہے اور مہم جوئی بھی ہوتی رہی ہے۔ آپ نے اور گرینڈ پا نے میرے سب سے بڑے دشمن آوازون کو جہنم میں پہنچا دیا ہے۔''

''ہم آوازون کی ماں ارنا کوف کو بھی ٹھکانے لگا دیں گے وہ کم بخت زندہ رہے گی تو اپنے بیٹے کا انتقام تم سے لینا چاہے گی اور ہم اسے یہ موقع نہیں دیں گے۔''

''گرینڈ پا نے کہا تھا کہ کالا جادو جاننے والوں کو ایک ایک کر کے جہنم میں پہنچا دیں گے اور وہ ایسا کر رہے ہیں۔ آخر میں آوازون' ارنا کوف اور انابیلا رہ گئی تھیں۔ یہاں چودہ دنوں میں آوازون کو اور انابیلا کو ان کے برے انجام پہنچا دیا گیا ہے۔ اب ارنا کوف کی باری ہے۔''

وہ ماں بیٹی کچن میں تھیں۔ کھانا تیار کرنے کے بعد اسے ڈائننگ ٹیبل پر رکھ رہی تھیں۔ انوشے نے پوچھا ''ماما! ایک بات پوچھوں؟''

''بیٹی! ہزار باتیں پوچھو۔ کوئی خاص بات ہے؟''

''جی ہاں آپ ہمارا دین اسلام قبول کیوں نہیں کرتیں؟''

الپا نے بیٹی کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر مسکرا کر کہا۔

''عمر تو ساری کٹی عشق بتاں میں غالب
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے۔''

انوشے نے ماں کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''اوہ ماما! آپ میرے اہم سوال کو ٹالنا چاہتی ہیں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے تم یہ بتاؤ کہ تمہیں اپنے پاپا سے' اپنے دادا جان سے اور دادی جان سے کتنی محبت ہے؟''

وہ بولی ''میں بیان نہیں کر سکتی کہ مجھے ان سے کتنی محبت ہے اور اتنی ہی آپ سے بھی ہے۔''

''اگر میں تم سے کہوں کہ اپنے باپ دادا کو چھوڑ دو تو کیا تم میری بات مان لو گی؟''

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولی ''بس اسی طرح میرے بارے میں بھی سوچو مجھے اپنے باپ دادا سے اور ان کے مذہب سے بہت زیادہ لگاؤ ہے۔ یہ یہودیت میری گھٹی میں پڑی ہے۔ پہلے میں اپنے یہودی مذہب کو دنیا کا سب سے افضل اور اعلیٰ مذہب سمجھتی تھی۔ مجھے اتنا غرور تھا کہ میں مسلمانوں سے نفرت کرتی تھی۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ''میں نے اسی غرور میں تمہارے پاپا سے نفرت کی تھی ان کی اچھی شریک حیات بن کر نہ رہ سکی۔ آخر تمہارے باپ سے الگ ہو کر بہت ٹھوکریں کھائیں۔ اپنے ملک کے اکابرین نے بھی مجھے دھوکے دیے۔ میری جان پر بن آئی تھی۔''

انوشے بڑی خاموشی سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے ایک ذرا توقف سے کہا ''صرف جناب علی اسد اللہ تبریزی اپنے باطنی علم سے یہ جانتے تھے کہ میں دل کی اچھی ہوں' ایک دن اپنے غرور کو بھول کر مسلمانوں کی طرف مائل ہو جاؤں گی اور مجھے میری بیٹی کی محبت بھی ادھر کھینچ لائے گی۔''

''ہاں ماما! میں دیکھ رہی ہوں کہ یہی ہو رہا ہے آپ مسلمانوں سے نفرت نہیں کر رہی ہیں بلکہ ہمارا بھرپور ساتھ دے رہی ہیں۔''

میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آج اسلام قبول کر لوں تو مجھے بابا صاحب کے ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت مل جائے گی۔ پھر میں جب چاہوں گی تمہارے پاس آ کر تم سے ملتی رہوں گی۔ مگر انوشے! میری جان! میں اپنے دل سے مجبور ہوں۔ تم جس طرح اپنے باپ دادا کو اور ان کے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتیں۔ اسی طرح میں بھی اپنے باپ دادا کے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتی۔ میری مجبوریوں کو سمجھو اور ایسا کوئی سوال نہ کرو۔''

''آل رائٹ ماما! اپنے باپ دادا سے اور اپنے مذہب سے جو قلبی لگاؤ ہوتا ہے اس کے خلاف کسی کو کچھ نہیں بولنا چاہیے۔ آئندہ میں بھی نہیں بولوں گی۔''

ایسے ہی وقت الپا چونک گئی اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس کیا۔ وردان کی آواز سنائی دی ''میں بول رہا ہوں۔''

''واپس جاؤ میں رابطہ کروں گی۔''

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی پھر اپنا فون نکال کر نمبر پنچ کرنے لگی۔ انوشے نے پوچھا ''کس سے بات کر رہی ہیں؟''

''وردان مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔ تم چپ چاپ کھاتی پیتی رہو۔''

اس نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگایا رابطہ ہونے پر دوسری طرف سے اس کی آواز سنائی دی۔ الپا نے

پوچھا ''میرے پاس کیوں آئے تھے؟''

وہ بولا ''یہی میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کیوں خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر آنے کی کوششیں کر رہی تھیں؟''

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے نہ پہلے کبھی میں نے تم سے رابطہ کیا تھا اور نہ کبھی آئندہ کرنا چاہوں گی۔''

''کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟'' تھوڑی دیر پہلے میرے اندر نہیں آئی تھیں؟ اگر نہیں تو پھر میرے اندر کون آنا چاہتی تھی؟ کیا تم میری حیرانی دور کر سکتی ہو؟''

''میں تمہاری حیرانی کیسے دور کروں؟ تم بہتر جانتے ہو کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کتنی خیال کرنے والیوں سے تمہارا رابطہ رہتا ہے؟''

''میرا رابطہ صرف ارنا کوف سے رہتا ہے۔ مخالفین میں ایک تم ہو اور دوسری اعلیٰ بی بی ہے۔ اعلیٰ بی بی نے بھی انکار کیا ہے اور تم بھی انکار کر رہی ہو۔''

''ہمارا جواب تمہیں مل گیا ہے۔ آئندہ ہم سے رابطہ نہ کرنا۔''

''جسٹ اے منٹ۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کیا ہماری ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کسی نئی خیال خوانی کرنے والی کا اضافہ ہوا ہے؟''

''ہاں۔ کوئی اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے ہم اس کے بارے میں نہیں جانتے وہ خود کو چھپا رہی ہے پراسرار بن رہی ہے۔''

''پھر تو تم سب اس کی شہ رگ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہو گے؟''

''ہمیں اس کی طرف سے کوئی فکر نہیں ہے۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ زیادہ عرصے تک پراسرار بن کر نہیں رہ سکے گی کسی دن اس سے سامنا ہو گا تو ہم اس نمٹ لیں گے۔''

ایسے وقت انوشے نے کہا ''ماما! آپ کھانے کے وقت اتنی لمبی باتیں نہ کریں جو بھی ہے اس سے کہہ دیں کہ بعد میں گفتگو ہو گی۔''

وہ فون پر بولی ''سن لیا تم نے؟ میری بیٹی کو تم سے باتیں کرنے پر اعتراض ہے۔ دیٹس آل۔''

رابطہ ختم ہو گیا وردان نے اپنے فون کو بند کرتے ہوئے سوچا ''کیا واقعی کوئی نئی خیال خوانی کرنے والی پیدا ہو گئی ہے اور اگر ہے تو وہ میرے پاس کیوں آئی تھی اور جب آئی تھی تو کچھ کہے سنے بغیر واپس کیوں چلی گئی؟''

اس کی سوچ نے کہا ''ایسا تو نہیں ہے کہ اعلیٰ بی بی اور الپا جھوٹ بول رہی ہوں ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی میرے پاس آئی ہو پھر کچھ سوچ کر واپس چلی گئی ہو۔''

اس نے ابھی الپا کے فون کے ذریعے انوشے کی آواز سنی تھی۔ اس نے اس کے لب و لہجہ کو اپنی گرفت میں لیا خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچنا چاہا اس نے سانس روک لی۔

الپا نے پوچھا ''کیا ہوا؟''

وہ بولی ''ابھی جو آپ کے پاس آیا تھا وہ میرے پاس آنا چاہتا ہے۔''

''اسے یوگا کی لاتیں مارتی رہو۔''

دوسری طرف وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا ''یہ کم بخت فرہاد کی فیملی کے سب ہی افراد یا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے یوگا کے ماہر ہیں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ان کی کمزوریاں معلوم نہیں کر سکوں گا۔ اعلیٰ بی بی یا الپا میں سے کسی نے لب و لہجہ بدل کر خیال خوانی کی تھی میرے پاس آئی تھی اور اب باتیں بنا رہی ہیں کہ کوئی نئی خیال خوانی کرنے والی پیدا ہو گئی ہے۔ میں نہیں مانتا الپا نے سراسر جھوٹ کہا ہے۔''

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر خیال خوانی کے ذریعے ارنا کوف کے پاس پہنچ گیا۔ خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا وہ اس کی معمولہ اور تابعدار تھی اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔

دار جلنگ میں وردان کا ایک چھوٹا سا بنگلا تھا وہ اسی بنگلے میں تھی وہاں پہنچ کر مطمئن ہو گئی تھی کہ مجھ سے اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور ہو گئی ہے ہم میں سے کوئی اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ پائے گا۔

وردان مختلف معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ ذہنی طور پر پریشان تھا۔ تفریح کرنا چاہتا تھا اس کے ساتھ تفریحی کمپنی گزارنے کے لیے دار جلنگ جانا چاہتا تھا۔ وہ اس وقت اپنے بیٹے کو یاد کر رہی تھی اور رو رہی تھی۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ کم از کم چھ سات دنوں تک بیمار رہے اس کے کسی کام نہیں آ سکے گی۔

اس نے ناگواری سے منہ بنا کر اسے مخاطب کیا چونک کر آنسو پونچھتے ہوئے بولی ''تم کہاں ہو؟ میں کل سے انتظار کر رہی ہوں۔ کیا مجھے بھول گئے ہو؟''

''تم کوئی بھولنے کی چیز نہیں ہو۔ میں تم سے ملنے کے لیے بے چین ہوں لیکن آج کل بڑی مصروفیت ہے کچھ معاملات الجھا رہے ہیں۔''

''کیا میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے کسی کام آ سکتی؟''

''ہاں۔ ایک معاملہ ذرا سا الجھا ہوا ہے کسی خیال خوانی کرنے والی نے مجھے مخاطب کیا تھا دو چار باتیں کیں اور پھر اچانک واپس چلی گئی تھی۔ نہ اس نے اپنا نام بتایا اور نہ ہی میں اسے سمجھ پایا ہوں کہ وہ کون تھی؟''

اس نے پوچھا ''وہ تم سے کیا کہہ رہی تھی؟''

اس نے کہا ''انابیلا کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ جب کہ میں نے انابیلا کا صرف سنا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔''

''میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ اس کا تعلق ہمارے خاندان سے ہے۔ وہ میری سوتیلی بیٹی ہے۔ ہمارے درمیان ہمیشہ سے دشمنی چلی آ رہی ہے۔''

وہ انابیلا کے بارے میں بتانے لگی ''وہ ٹیلی پیتھی کے علاوہ کالے جادو میں بھی مہارت رکھتی ہے۔ یوں کہو کہ وہ مہارت رکھتی تھی۔ اس خیال خوانی کرنے والی عورت نے شاید یہ ظاہر کیا تھا کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے اسے ہلاک کر دیا گیا ہے۔''

''پھر تو فرہاد علی تیمور نے یا اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے ہلاک کیا ہو گا۔ انہوں نے قسم کھائی ہے کہ کسی بھی کالے جادو جاننے والے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

وہ بولی ''انابیلا بڑی کامیابی سے اسرائیلی اکابرین کا اعتماد حاصل کر چکی تھی۔ الپا نے اقتدار کی جو کرسی چھوڑی تھی۔ وہ اسی پر جا کر بیٹھنے والی تھی۔ ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ اسے کیوں ہلاک کیا گیا ہے اور فرہاد نیز اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیل میں کیا کرتے پھر رہے ہیں؟''

وردان نے اس سے تمام تفصیلات سننے کے بعد کہا ''پھر تو وہ اقتدار کی کرسی خالی ہو گی۔ ہم اس پر قبضہ جما سکتے ہیں۔ تم درست کہہ رہی ہو ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہاں اسرائیل میں کیا ہو رہا ہے؟''

وہ دونوں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں پہنچنے لگے اور ان سب کے خیالات پڑھنے لگے۔ پھر وردان نے کہا ''یہاں تو فرہاد اور انابیلا کے درمیان زبردست جنگ ہو چکی ہے۔''

ارنا کوف نے کہا ''ہاں یہ دیکھو کہ انابیلا کتنی مکار تھی وہ فرہاد جیسے پہاڑ کو جھکنے پر مجبور کر رہی تھی۔''

وردان نے کہا ''اور فرہاد کی مکاری دیکھو کہ اس نے اسرائیلی اکابرین کے درمیان ڈمی وردان پیدا کر دیا۔ اس نے یا اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میرا رول ادا کیا اور یہ تاثر دیا کہ میں بھی وہاں اقتدار کی جنگ لڑ رہا ہوں اور وہ جنگ جیتنے کے لیے میں نے انابیلا کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔''

''فرہاد نے تمہارے کاندھے پر بندوق رکھ کر گولی چلائی ہے۔ اس نے اسرائیلی اکابرین کو یہ یقین دلایا ہے کہ تم الپا کی چھوڑی ہوئی کرسی حاصل کرنا چاہتے ہو۔''

''جب وہ مجھے بدنام کر ہی چکا ہے تو اب میں اقتدار کی اس کرسی پر بیٹھ کر نیک نامی ضرور حاصل کروں گا۔''

وہ بولی ''اس سے پہلے ہمیں معلوم کرنا ہو گا کہ وہ پراسرار اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی کون ہے؟ جو دشمن نظر نہ آئے اس سے مقابلہ کرتے وقت بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ پہلے اسے بے نقاب کرنا ہو گا۔''

''وہ آسانی سے سامنے نہیں آئے گی۔ جب میں اقتدار کی جنگ شروع کروں گا تو وہ میرے مقابلے پر آتی رہے گی۔ ایسے وقت اس کی باتیں اس کی گھاتیں اور اس کی کچھ کمزوریاں سامنے آتی رہیں گی۔''

''تو پھر جنگ ابھی اور اسی لمحے سے شروع کی

ایک اچھوتی سرگزشت

چھلاوا

بیسویں صدی کی ایک نہایت پُراسرار خاتون

صبیحہ بانو کی آپ بیتی

* دولت مند، آزاد خیال، پُروقار، خوبصورت اور خطرناک صبیحہ بانو، جنہیں لوگ جانتے ہیں مگر نہیں جانتے!
* جرائم پیشہ افراد انہیں ''چھلاوا'' کہتے ہیں!
* صبیحہ بانو کی زندہ ایبسٹ عجیب اور خطرناک حالات سے گزرتی رہی ہے۔ انہوں نے جب اپنی زندگی سے متعلق حالات قلم بند کئے تو انہیں پڑھ کر ہزاروں لوگ ان سے ملنے اور انہیں جاننے کے متمنی ہو گئے۔ اسی لئے ان کی آپ بیتی کی اشاعت اردو زبان میں ایک ریکارڈ ہے۔

صفحات 1120 | قیمت 1000 روپے | ڈاک خرچ 230 روپے

کتاب کی قیمت، بمعہ ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ کریں

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200
Kitabiat@yahoo.com

جائے۔"

"ہاں اب ہماری پلاننگ یہ ہوگی کہ ہم انابیلا کو پھر سے زندہ کریں گے۔ اس اجنبی خیال خوانی کرنے والی نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا رکھا تھا۔ ہم اس بات کو غلط ثابت کریں گے اور یہ تاثر دیں گے کہ وہ دھوکا کھاتی رہی تھی۔ اصلی انابیلا کو اس نے اپنی معمولہ اور تابعدار نہیں بنایا تھا۔ اصلی تو اب سامنے آئی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "یعنی اب مجھے انابیلا بن کر اس اجنبی عورت کو للکارنا ہے اور وہاں اقتدار کی کرسی پر بیٹھنا ہے۔ ہائے وردان! یہ میرے برسوں کا خواب ہے کہ میں الپا کی طرح اسرائیل پر تنہا حکومت کرتی رہوں۔"

"تو پھر جاؤ اور اس پُراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والی کو اس کی قبر سے کھود کر باہر نکال لاؤ۔ میں تمہیں خیال خوانی کرنے کی آزادی دیتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "آئی لو یو وردان! تم میرے اندر رہو مجھے گائیڈ کرتے رہو میں وہاں جا رہی ہوں۔"

"ان کے دماغوں میں جا کر کچھ دیر خاموش رہو اور یہ معلوم کرو کہ وہ اجنبی عورت کب ان لوگوں سے رابطہ کرتی ہے؟ میں بھی خاموش رہوں گا۔"

ان دونوں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر دو مختلف اکابرین کے دماغوں میں پہنچے۔ ان کے خیالات نے بتایا ابھی تھوڑی دیر کے لیے اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی ان کے دماغوں میں آئی تھی اور اس نے حکم دیا ہے کہ تمام اکابرین کانفرنس ہال میں جمع ہو جائیں۔ وہ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہے۔ وردان نے ارنا کوف سے کہا "واپس چلو۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اس نے کہا "اس عورت نے ان اکابرین کو آدھے گھنٹے کا وقت دیا ہے وہ سب آدھے گھنٹے بعد کانفرنس ہال میں حاضر ہو جائیں گے۔"

پھر اس نے کہا "یقیناً وہ ان سے کچھ اہم باتیں کرنا چاہتی ہے۔ اس سے پہلے ہمیں اہم اکابرین کے اہم خیالات سے آگاہ ہونا چاہیے۔"

وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعہ چند اہم حکام اور آرمی کے افسران کے اندر پہنچے گئے۔ بیس منٹ کے بعد ارنا کوف نے وردان سے کہا "میں آرمی کے دو اعلیٰ افسران کے اندر گئی تھی انہوں نے فوراً ہی سانس روک لی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس عورت نے چند اہم افسران اور عہدیداران پر تنویمی عمل کیا ہے اور انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔ ہم ان کے اندر نہیں جا سکیں گے۔"

"ہم بھی چند اہم افسران اور عہدیداران کو اپنا تابعدار بنائیں گے اور جنہیں وہ بنا چکی ہے انہیں بھی ہم ٹریپ کریں گے اور اپنے زیر اثر لے آئیں گے۔ آج سے ہمیں دن رات ان کے پیچھے پڑ جانا ہوگا۔"

وہ دونوں پھر ان اکابرین کے اندر پہنچ گئے۔ چپ چاپ ان کے خیالات پڑھتے رہے۔ یہ معلوم کرتے رہے کہ وہ یہودی اکابرین ساری دنیا میں کیسے سیاسی کھیل کھیل رہے ہیں۔ انہیں اس سلسلے میں بڑی اہم معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ آئندہ انہی معلومات کی بنیاد پر وہ وہاں حکومت کر سکتے تھے۔

تمام اکابرین اس کانفرنس ہال میں جمع ہو گئے تھے۔ ایسے وقت ارنا کوف اور وردان نے پہلی بار اس ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت کی آواز اور لب و لہجہ کو سنا۔ وہ بہت چالاک تھی لہجہ بدل کر انابیلا کے انداز میں بول رہی تھی "تم سب کو یہ سن کر حیرانی ہوگی۔ بلکہ یقین نہیں آئے گا کہ میں انابیلا ہوں اور ابھی زندہ ہوں۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا "بے شک یہ یقین نہ کرنے والی بات ہے۔ انابیلا کو یہیں اس کانفرنس ہال میں ہمارے سامنے ہلاک کیا گیا ہے۔"

وہ بولی "جسے ہلاک کیا گیا ہے وہ میری ڈمی تھی۔ الپا اور فرہاد دونوں ہی اس سے دھوکا کھاتے رہے۔ میں اپنی نادان نہیں ہوں کہ کسی ٹھوس پلاننگ کے بغیر اسرائیل چلی آتی اور یروشلم کے کسی مکان میں جا کر آرام سے سوتی رہتی۔ دونوں وہاں پہنچ کر اسے زیر اثر لا کر بہت خوش ہو رہے تھے اور میں انہیں خوش کر رہی تھی۔"

آرمی افسر نے پوچھا "کیا الپا اور فرہاد نے اس کے چور خیالات سے یہ معلوم نہیں کیا کہ وہ اصلی نہیں ہے؟"

"اگر وہ معلوم کر لیتے تو دھوکا نہ کھاتے اور میری ڈمی کو یہاں سب کے سامنے ہلاک نہ کرتے۔ میں نے اس ڈمی کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ اس کے چور خیالات پڑھ کر بھی دھوکا کھاتے رہے۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر ان دونوں سے بولتی رہی۔ وہ دونوں یہی سمجھتے رہے کہ میں کوئی تیسری خیال کرنے والی عورت ہوں جب کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں نئی اجنبی خیال کرنے والی کوئی موجود نہیں ہے۔"

ایسے وقت ارنا کوف نے اپنے آلہ کار کے ذریعہ ہنگامہ لگایا۔ سب ہی اس آلہ کار کو دیکھنے لگے۔ وہ بولی "اری او بہروپ بھرنے والی! تو انابیلا ہے تو پھر میں کون ہوں؟"

وہ تمام اکابرین اپنی اپنی جگہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے

ان کے سامنے پھر کوئی نیا انکشاف ہو رہا تھا۔ ادھر ڈمی سونیا کچھ پریشان ہو گئی تھی۔ اس نے اپنے آلہ کار کے ذریعے کہا "الپا! تم پھر کوئی نیا ڈراما پلے کر رہی ہو اور ان تمام معزز اکابرین کو پریشان کر رہی ہو ان کا وقت بھی ضائع کر رہی ہو۔"

ارنا کوف نے کہا "تم مجھے الپا کہو گی تو میرا اصلی نام اور اصلی شخصیت تبدیل نہیں ہو گی۔ میں انابیلا ہوں اور انابیلا ہی رہوں گی اور تم وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت ہو جو اپنے آپ کو پردے میں رکھ کر ان معزز اکابرین کو دھوکا دے رہی ہے۔"

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ انہیں دھوکا دینے سے مجھے کیا حاصل ہوگا؟"

"دراصل تم الپا اور فرہاد علی تیمور سے منہ چھپا رہی ہو۔ تمہیں یہ خوف ہے کہ جس دن ظاہر ہو جاؤ گی اس دن وہ تمہاری شہ رگ تک پہنچ جائیں گے۔"

پھر اس نے تمام اکابرین سے کہا "میں آپ سب سے عرض کرتی ہوں کہ اس جعلی انابیلا سے دو ٹوک فیصلہ کریں اور اسے صاف صاف کہہ دیں کہ یہ اپنی اصلیت ظاہر نہیں کرے گی تو آپ میں سے کوئی اس پر بھروسا نہیں کرے گا۔ میں اپنی اصلیت یہ بتا دوں کہ مجھے اس اجنبی عورت سے بڑے اندیشے تھے میں نے بہت پہلے ہی خود کو چھپا لیا تھا اور کسی کو ڈمی انابیلا بنا کر اس کے سامنے پیش کیا تھا اور یہ دھوکا کھاتی رہی تھی۔"

وہ ذرا توقف سے بولی "مزید حقیقت بیان کر دوں کہ وردان و شوانا تھ ہمارے کسی بھی معاملے میں ملوث نہیں ہے۔ فرہاد علی تیمور نے خود ہی اس کا لب و لہجہ اختیار کر کے یہاں ڈراما پلے کیا تھا۔ اس ڈمی انابیلا کو اصلی سمجھتا رہا تھا۔ پھر اس نے وردان بن کر اس بیچاری کو ہلاک کر دیا۔"

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے خواہ مخواہ ہمیں کیوں الجھا رہے ہیں؟"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "ہم میں سے کوئی یہ کبھی نہیں جان سکے گا کہ انابیلا واقعی مر چکی ہے یا زندہ ہے اور اگر زندہ ہے تو آپ دونوں میں سے کون اصلی ہے اور کون نقلی ہے؟"

ڈمی سونیا نے کہا "یہ الپا ہے آپ حضرات کو الجھا رہی ہے یہ نہیں چاہتی کہ میں اس کی چھوڑی ہوئی کرسی پر یہاں رہوں۔ آپ سب کے اور اپنی یہودی قوم کے کام آتی رہوں۔"

ارنا کوف نے کہا "میں یہ ثابت کر دوں گی کہ مسلمانوں سے دوستی کرنے والی الپا نہیں ہوں ایک یہودی انابیلا ہوں۔"

کیا

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟

آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کیلئے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں:

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

مقناطیسیت

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کرینگے

اس کتاب کا مطالعہ کیجئے
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجئے!

قیمت 50 روپے ڈاک خرچ 23 روپے

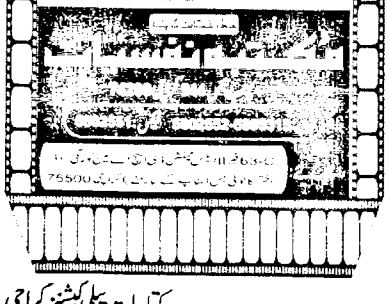

میں یہاں آکر سب سے پہلے فلسطین کے مسلمانوں کو کچل ڈالوں گی۔ جو کام اب تک الپا نہ کرسکی' میں کرڈالوں گی۔''

ایک حاکم نے کہا'' یہ فلسطینی مسلمان اسرائیل کے بدن پر ایک پھوڑے کی طرح ہیں اور ہمارے لیے ناسور بنتے جارہے ہیں۔ اب ہم اسی کو اصلی انا بیلا سمجھیں گے جو فلسطین کے مسلمانوں سے ہمیں نجات دلائے گی اور انہیں اسرائیل چھوڑ کر کسی دوسرے ملک کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کردے گی۔''

ڈی سونیا نے کہا'' الپا تقریباً بارہ برس تک اسرائیل میں رہی یہاں اپنے وطن کی اور اپنی یہودی قوم کی خدمت کرتی رہی۔ اس نے بھی فلسطینی مسلمانوں کو کچل ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکی جبکہ وہ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتوں سے زیادہ تجربہ کار ہے۔ اس لیے میں یہ دعویٰ نہیں کروں گی کہ فلسطینی مسلمانوں کو بالکل ہی کچل کر رکھ دوں گی یا انہیں یہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کردوں گی۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی'' آپ حضرات مسلمانوں کے ہاتھوں کھلونا بننے والی اس الپا کے فراڈ کو سمجھیں۔ یہ اس وقت انا بیلا بن کر جھوٹے دعوے کررہی ہے' سبز باغ دکھارہی ہے۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ یہ کبھی فلسطینی مسلمانوں سے نجات نہیں دلائے گی بلکہ یہاں ان کو اور زیادہ طاقتور بناتی رہے گی۔ مسلمانوں کو فائدہ پہنچاتی رہے گی۔

ارنا کوف نے قہقہہ لگا کر کہا'' سانچ کو کیا آنچ؟ میں ابھی اسی لمحے سے فلسطینی مسلمانوں کے خلاف کارروائی شروع کررہی ہوں۔ میں نے ابھی تمہارے ایک آرمی افسر کے خیالات پڑھے ہیں۔ پتا چلا ہے کہ غزہ کی مغربی پٹی میں ایک فلسطینی مجاہد چھپا ہوا ہے جس نے ہماری آرمی کے اعلیٰ افسر کو قتل کیا تھا اور آرمی کے ایک چھوٹے سے کیمپ میں بموں کا دھماکا بھی کیا تھا۔''

ایک آرمی آفسر نے کہا'' بے شک وہ قاتل وہاں کہیں چھپا ہوا ہے۔ ہم اسے ڈھونڈنے میں اور گرفتار کرنے میں ناکام رہے ہیں۔''

اگر وہ واقعی وہاں چھپا ہوا ہے تو میں اسے ڈھونڈ نکالوں گی اور خیال خوانی کے ذریعے اسے اس طرح جکڑ لوں گی کہ وہ گڑگڑاتا ہوا تمہارے قدموں پر آگرے گا۔''

ایک حاکم نے خوش ہوکر کہا'' اسے کہتے ہیں حب الوطنی اگر تم اسی طرح یہاں کے باغی مسلمانوں کو ان کے خفیہ اڈوں سے نکال کر لاتی رہو گی اور ہمارے حوالے کرتی رہو گی تو ہم آنکھیں بند کرکے یقین کرلیں گے کہ تم ہی اصلی انا بیلا ہو اور یقیناً یہودی ہونے کے ناتے اپنے وطن اور اپنی یہودی قوم کی بھلائی کے لیے کام کررہی ہو۔''

ارنا کوف نے کہا'' غزہ میں ہمارے جو آرمی افسر ڈیوٹی پر ہیں ان میں سے کسی ایک سے فون پر بات کی جائے میں اس کے دماغ میں پہنچ کر پہلے اس مطلوبہ مسلمان کا سراغ لگانا چاہتی ہوں۔''

فوراً ہی اس کی ہدایت پر عمل کیا گیا ایک آرمی افسر اس افسر کو مخاطب کیا جو غزہ کے محاذ پر موجود تھا اسے کہا گیا میڈیم انا بیلا اس کے دماغ میں آرہی ہے اسے میڈم کے احکامات کی تعمیل کرنی ہوگی۔ ایسے وقت ارنا کوف اور ڈی سونیا اس افسر کے ذریعے دوسرے افسر کے دماغ میں پہنچ گئیں۔ وہ کہہ رہا تھا'' میں میڈیم انا بیلا سے ہر ممکن تعاون کروں گا اور ان کے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔''

ارنا کوف نے اس آرمی افسر سے پوچھا'' کیا حماس کے لیڈروں سے بات چیت ہوا کرتی ہے؟''

اس نے کہا'' یس میڈم! ضرورت کے وقت ہم فون کے ذریعے یا ای میل کے ذریعے ان سے رابطہ کرتے ہیں۔''

'' ان سے فون کے ذریعے رابطہ کرو۔ میں ان میں سے کسی کی آواز سننا چاہتی ہوں۔''

وہ حماس کے کسی لیڈر سے رابطہ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے کسی کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا'' یس آفیسر! اب کیا پریشانی ہے؟ تم لوگوں نے ایک ایک مکان کی تلاشی لی ہے ہمارا مجاہد اعظم یہاں نہیں ہے۔ وہ کہاں ہے؟ ہم کبھی نہیں بتائیں گے۔ تم ایک بار نہیں ہزار بار فون کرو تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ بہتر ہے ہمارا اور اپنا وقت ضائع نہ کرو۔''

دوسری طرف سے رابطہ ختم کردیا گیا۔ ارنا کوف اور ڈی سونیا دونوں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے حماس کے اس لیڈر کے اندر پہنچ گئیں مگر دوسرے ہی لمحے میں ان کی سوچ کی لہریں باہر آگئیں وہ یوگا کا ماہر تھا۔ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔

ادھر ڈی سونیا نے فوراً ہی کانفرنس ہال میں آکر اپنے کار کے ذریعے کہا'' میں خاموش ہوں' چپ چاپ تماشا دیکھ رہی ہوں کہ یہ الپا مسلمانوں کے خلاف تمہارے لیے کیا کرے گی؟ میں پیش گوئی کردوں کہ کچھ نہیں کرے گی۔ الپا واپس آکر کوئی نہ کوئی بہانہ بنائے گی۔''

ارنا کوف نے اپنے آلہ کار کے ذریعے کہا'' تم میرے خلاف زہر اگل رہی ہو۔ آرمی افسر نے جس حماس کے لیڈر سے رابطہ کیا تھا۔ میں ابھی اس کے اندر گئی تھی لیکن وہ یوگا کا ماہر نکلا اس لیے میں اس کے خیالات نہ پڑھ سکی۔''

ڈی سونیا نے اپنے آلہ کار کے ذریعے قہقہہ لگایا پھر کہا'' میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ تم ضرور کوئی نہ کوئی بہانہ تراش لوگی۔''

وہ بولی'' تم زہر اگلتی رہو ہمارا آرمی افسر اب دوسرے لیڈر سے رابطہ کررہا ہے۔ ان کے تمام لیڈر یوگا کے ماہر نہیں ہوں گے۔ کسی نہ کسی کے دماغ میں مجھے جگہ مل جائے گی۔ پھر میں اپنی کارکردگی دکھاؤں گی۔ تم یہاں تمام حاضرین کے سامنے بکواس کرتی رہو۔ میں اس مطلوبہ قاتل کی شہ رگ تک پہنچنے کے لیے جارہی ہوں۔''

وہ پھر اس آرمی افسر کے پاس آئی اس نے حماس کے کسی دوسرے لیڈر سے رابطہ کیا تو اس بار اس لیڈر کے اندر اسے جگہ مل گئی۔ اسی وقت ڈی سونیا بھی اس کے پیچھے اس لیڈر کے اندر پہنچ گئی تھی۔ دونوں ہی اس کے چور خیالات پڑھنے لگیں۔

معلوم ہوا کہ اسرائیلی آرمی کے افسران جس مجاہد کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا نام عرفان اللہ ہے۔ اسے آرمی والوں سے چھپائے رکھنے کے لیے بڑی رازداری سے کام لیا جارہا ہے۔ حماس کے تمام لیڈروں کو بھی اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ اس وقت کہاں روپوش ہوگا صرف ایک ہی لیڈر اس کے بارے میں جانتا ہے اس کا نام عابد الخیری ہے۔

ارنا کوف نے اسے مجبور کیا کہ وہ فون کے ذریعے عابد الخیری سے رابطہ کرے۔ اس نے اس کی مرضی کے مطابق رابطہ کیا تو دوسری طرف سے حماس کے اسی لیڈر کی آواز سنائی دی۔ جس کے اندر ارنا کوف پہلے جاچکی تھی پھر بھی الپا نے دوسری بار اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس اس دوسرے لیڈر کے دماغ میں آگئی۔

اس وقت عابد الخیری فون پر کہہ رہا تھا'' اسرائیلی آرمی کے افسران اب کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی خدمات حاصل کررہے ہیں اور خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے عرفان اللہ کو کہاں چھپا رکھا ہے۔ بہتر ہے کہ تم مجھ سے فون پر بھی رابطہ نہ کرو۔ جب ہمارا مجاہد عرفان اللہ آخری معرکہ سر کرکے یہاں سے چلا جائے گا تو میں تم سے رابطہ کروں گا۔''

اس نے فون بند کردیا۔ ارنا کوف نے اس لیڈر کے اندر سوال پیدا کیا'' عابد الخیری اس وقت کہاں ہوگا؟''

اس کی سوچ نے جواب دیا'' وہ یہاں سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔''

ارنا کوف نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا وہ غائب دماغ ہوکر اس کمرے سے باہر آیا۔ وہ ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ مسلح مجاہدین ادھر ادھر آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ کچھ مجاہد آپس میں باتیں کررہے تھے۔ ایک مجاہد جیپ ڈرائیو کرتا ہوا سامنے سے گزر رہا تھا۔ اس نے مخاطب کیا'' جبران! رک جاؤ کہاں جارہے ہو؟''

اس نے جیپ روک دی پھر کہا'' میں جناب عابد الخیری کے پاس جارہا ہوں۔''

'' چلو ٹھیک ہے انہیں میرا یہ پیغام پہنچادو کہ ہمارے اسلحہ اسٹاک میں ہینڈ گرنیڈ کچھ کم پڑ گئے ہیں۔ ہوسکے تو تم واپسی میں سو پچاس ہینڈ گرنیڈ اپنے ساتھ لے آنا۔''

وہ دونوں جبران کے اندر پہنچ گئیں۔ وہ خدا حافظ کہہ کر جیپ ڈرائیو کرتا ہوا ادھر جانے لگا۔ ڈی سونیا اس لیڈر کے دماغ میں واپس آگئی اسے غائب دماغ بنا کر اس کے کمرے میں لے گئی وہاں اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے عابد الخیری نے کہا'' میں نے سختی سے منع کیا تھا کہ مجھ سے رابطہ نہ کرو پھر ایسی کیا ضرورت آپڑی ہے؟''

اس نے ڈی سونیا کی مرضی کے مطابق آواز بدل کر بھاری بھرکم لب و لہجے میں کہا'' میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ اسرائیلی آرمی والے اب خیال خوانی کے ذریعے تمہارے دماغ میں پہنچنا چاہتے ہیں اور ان کے لیے پہنچنے کا آسان راستہ یہ ہے کہ وہ تمہیں زخمی کریں گے۔ تمہارے دماغ کو کمزور بنائیں گے۔ یہ معلوم کریں گے کہ مجاہد عرفان اللہ کہاں روپوش ہے؟''

وہ بولا'' مسٹر فرہاد! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ کیا آپ بتاسکتے ہیں کہ وہ مجھے کس طرح زخمی کریں گے اور میرے دماغ میں پہنچیں گے؟''

'' ابھی ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی آپ کے ایک خاص مجاہد جبران کے دماغ میں چھپی ہوئی ہے اور وہ سیدھا آپ کی طرف آرہا ہے۔ آپ اس سے سامنا نہ کریں۔ سامنے ہونے پر وہ گولی چلائے گا یا پھر کھانے پینے کی کوئی چیز دے گا۔ آپ اسے استعمال نہ کریں۔ اگر استعمال کریں گے تو اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوجائیں گے۔''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولا'' میں آپ کی بات اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اب محتاط رہوں گا اور اگر جبران یہاں آرہا ہے تو اس کا سامنا نہیں کروں گا۔''

وہ ڈمی سونیا کی مرضی کے مطابق بولا ''میں ایک اور مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ مجاہد عرفان اللہ جہاں بھی ہے وہاں سے ابھی رابطہ کر کے اسے مشورہ دیں کہ فوراً وہ جگہ چھوڑ دے۔ اگر آپ مجھ پر بھروسا کر سکتے ہیں تو مجھے اس کے پاس پہنچا دیں۔ میں اس مجاہد کی حفاظت کروں گا۔ اس پر آنچ بھی نہیں آنے دوں گا۔''

''آپ کے تعاون کا بہت بہت شکریہ۔ ہمیں دشمنوں کی ٹیلی پیتھی کا جواب ٹیلی پیتھی سے ہی دینا چاہیے لیکن آپ کچھ خیال نہ کریں ابھی میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ واقعی مجھ پر جبران کے طرف سے حملہ ہونے والا ہے یا نہیں اگر میں کسی مصیبت سے دوچار ہوتا رہوں گا تب آپ مجھ سے رابطہ کریں پھر میں آپ پر اعتماد کروں گا اور عرفان اللہ کے بارے میں بہت کچھ بتا سکوں گا۔''

رابطہ ختم ہو گیا۔ عابد الخیری نے فوراً ہی اپنے دو خاص ماتحتوں کو بلا کر کہا ''ہمارے دشمن ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کر رہے ہیں انہوں نے ہمارے ایک مجاہد جبران کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے سحر زدہ کیا ہے۔ وہ شاید ادھر آ رہا ہے مجھے گولی مار کر زخمی کرنا چاہتا ہے۔ تم میں سے ایک اس مکان کی چھت پر چلا جائے وہاں اس کی تاک میں رہے اور دوسرا باہر کہیں چھپا رہے۔ میں جبران کو اندر نہیں آنے دوں گا۔ وہ جبراً اندر آنا چاہے گا تو تم دونوں اس پر اس طرح فائر کرو گے کہ اسے جانی نقصان نہ پہنچے بس اس کے ہاتھ سے ہتھیار گر جائے۔''

اس کی ہدایات سن کر ان میں سے ایک مکان کی چھت پر چلا گیا اور دوسرا باہر جا کر آڑ میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی جبران جیپ ڈرائیو کرتا ہوا مکان کے سامنے آیا پھر اس نے جیپ سے اتر کر دروازے پر دستک دی۔ عابد الخیری نے اندر سے پوچھا ''کون ہے؟''

وہ بولا ''رہبر اعظم عابد الخیری! میں جبران ہوں اور آپ کے لیے ایک پیغام لایا ہوں۔ پلیز دروازہ کھولیں۔''

''دروازہ نہیں کھلے گا میں بہت مصروف ہوں جو پیغام لائے ہو وہیں سے سنا دو۔''

''رہبر اعظم! پیغام سنانے کے لیے رازداری لازمی ہے۔ آپ دروازہ کھولیں مجھے اندر آنے دیں۔''

''سوری۔ میں نے کہا ناں دروازہ نہیں کھلے گا جو کہنا ہے وہیں سے کہہ دو۔''

''کیا آپ مجھ جیسے جانباز مجاہد پر شبہ کر رہے ہیں؟''

''حالات ایسے ہیں کہ میں اپنے سائے پر بھی شبہ کرنے لگا ہوں۔ دروازہ نہیں کھلے گا۔''

جبران نے اسی وقت اپنی گن سیدھی کی پھر دروازے کا نشانہ لے کر تڑاتڑ گولیاں چلانے لگا۔ چھت پر کھڑے ہوئے مجاہد نے کہا ''جبران! رک جاؤ ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔''

جبران چھلانگ لگا کر ایک دیوار کی آڑ میں چلا گیا۔ باہر جو مجاہد چھپا ہوا تھا۔ اس نے للکار کر کہا ''جبران! تم میرے نشانے پر ہو بچ کر نہیں جا سکو گے۔ لہٰذا ہتھیار پھینک دو۔''

اسے مجبوراً ہتھیار پھینکنا پڑا۔ ڈمی سونیا سمجھ رہی تھی کہ وہ انا بیلا بن کر آنے والی الپا ہوگی یا کوئی اور ہوگی۔ وہ بہن چالاک ہے ابھی دو مجاہدین نے جبران کو للکارا تھا۔ وہ ان للکارنے والوں کے دماغوں میں پہنچ گئی ہوگی۔ اس نے پھر اس لیڈر کے دماغ میں پہنچ کر اسے عابد الخیری سے رابطہ کرنے پر مجبور کیا۔ جب رابطہ ہو گیا تو اس نے کہا ''میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ کیا آپ کو اب تک خطرے کا احساس نہیں ہوا ہے۔''

''مسٹر فرہاد! آپ نے درست کہا تھا ہمارا مجاہد جبران یہاں آ کر مجھ پر گولیاں چلا رہا ہے۔''

''اس وقت آپ کے سر پر خطرہ منڈلا رہا ہے۔ آپ نے جس مجاہد کو چھت پر بھیجا تھا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے وہ سڑھیاں اترتا ہوا آ رہا ہے۔ اب وہ آپ پر گولی چلائے گا۔ آپ فوراً کسی کمرے میں بند ہو جائیں۔''

وہ دوڑتا ہوا ایک کمرے میں آیا پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے موبائل فون کو کان سے لگا کر بولا۔

''مسٹر فرہاد! کیا آپ اس آنے والے دشمن کو روک نہیں سکیں گے؟''

''جب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی کے دماغ پر قبضہ جما لیتا ہے تو دوسرا اس کے آگے بے بس ہو جاتا ہے۔ میں اسے تو نہیں روک سکتا لیکن آپ کے مجاہد اعظم عرفان اللہ کی حفاظت کر سکتا ہوں۔ پلیز مجھے اس کا پتا ٹھکانا بتائیں۔ ورنہ یہ دشمن آپ کے دماغ کو کمزور بنا کر خیال خوانی کے ذریعے اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر لیں گے۔''

''ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتے ہوئے آپ پر اعتماد کرتا ہوں۔ آپ میرے اندر آ کر معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔''

آخر ڈمی سونیا نے اس کا اعتماد حاصل کر لیا۔ اس نے خیالات پڑھنے کے بعد اپنے آلہ کار کے ذریعے بولی ''آپ عرفان اللہ سے رابطہ کریں اور اسے بتائیں کہ میں بیلا

فرہاد اس کے پاس آ رہا ہے اور وہ مجھ سے بھرپور تعاون کرے۔ میں اس کی حفاظت کروں گا۔''

عابد الخیری نے فون کے ذریعے عرفان اللہ سے رابطہ کیا۔ پھر کہا ''عرفان اللہ! ہوشیار ہو جاؤ دشمن ہم پر حملہ کر رہے ہیں اور تمہارا پتا ٹھکانا معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے دوست اور مددگار فرہاد علی تیمور میرے دماغ میں موجود ہیں اور اب وہ تمہارے پاس آ رہے ہیں۔''

وہ بولا ''یہ ہمارے لیے انتہائی مسرت کی بات ہے کہ فرہاد صاحب ہماری مدد کو آ پہنچے ہیں۔''

''وہ ہم فلسطینی مجاہدین کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ دشمن اب ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنے لگا ہے تو وہ بھی ہماری مدد کو آ گئے ہیں۔''

ڈمی سونیا کی سوچ نے اس کے اندر آ کر کہا ''السلام علیکم..... عرفان اللہ! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولا ''خوش آمدید یا اخی! یہ میرے لیے انتہائی فخر کی بات ہے کہ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھ سے رابطہ کر رہے ہیں۔''

ڈمی نے کہا ''میں نے ابھی جناب عابد الخیری کے خیالات پڑھے ہیں۔ پتا چلا ہے تم تل ابیب میں ہو اور کانفرنس ہال میں دھاکا کرنے والے ہو۔''

''بے شک مجھے اطلاع ملی تھی کہ یہودی اکابرین اس کانفرنس ہال میں جمع ہو چکے ہیں۔ وہ شاید اپنے سیاسی مسائل پر گفتگو کر رہے ہوں گے۔ میرے لیے یہ بہترین موقع ہے میں وہاں بم کے دھماکے کر سکتا ہوں۔''

''تمہارے خیالات بتا رہے ہیں کہ تم نے اس کانفرنس ہال کے باہر صرف ایک ہی بم نصب کیا ہے۔ اس سے تم کیا فائدہ اٹھا سکو گے؟''

''اس دھماکے سے کوئی ہلاک ہو یا نہ ہو زخمی ضرور ہوگا اور ہماری دہشت ان پر طاری رہے گی۔''

''میں دیکھ رہا ہوں تم میک اپ میں چھپے ہوئے ہو تمہیں کوئی پہچان نہیں سکے گا۔ پھر بھی خطرے سے کھیل رہے ہو۔''

''ہم خطرات سے کھیلنے کے لیے اور اپنے وطن پر جان قربان کرنے کے لیے ہی پیدا ہوتے ہیں۔''

''مجھے خوشی ہے کہ تم سب اسرائیل جیسی بہت بڑی اور طاقتور حکومت سے ٹکراتے رہتے ہو۔ ویسے ابھی ریموٹ بٹن دبا کر دل کے ذریعے دھماکا نہ کرنا۔ جب میں کہوں تب اس کا بٹن دبانا۔''

ادھر ارنا کوف دہشت پیدا کر رہی تھی۔ عابد الخیری کے مجاہدین میں سے ایک کے بعد دوسرے کے اور دوسرے کے بعد تیسرے کے دماغ میں پہنچ رہی تھی۔ عابد الخیری کو چاروں طرف سے گھیر رہی تھی۔ اوپر چھت سے اتر کر آنے والا اس کے دروازے پر فائر کر رہا تھا۔ دوسرے آلہ کار بھی آ گئے تھے۔ ان سب نے مل کر اس کمرے کے دروازے کو توڑ دیا تھا۔

عابد الخیری نے باتھ روم کے دروازے کے پیچھے سے فائر کیا۔ ارنا کوف نے ایک آلہ کار کے ذریعے کہا ''ہم تمہاری جان نہیں لیں گے اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچائیں گے۔ تم صرف اپنے دماغ کے دروازے کھول دو اور ہمیں اندر آنے دو۔''

عابد الخیری نے جواباً کچھ نہیں کہا اور اپنا ہاتھ باہر نکال کر گولی چلائی تو دوسری طرف سے بھی فائر ہوا۔ گولی اس کے ہاتھ میں آ کر لگی۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا وہ تکلیف سے کراہنے لگا اسی وقت ارنا کوف نے اس کے اندر آ کر کہا ''بس بہت ہو چکا اب تمہارا باپ بھی تمہارے خیالات پڑھنے سے نہیں روک سکے گا۔''

وہ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پہلے تو یہ معلوم ہوا کہ عرفان اللہ بھیس بدل کر تل ابیب میں ہے۔ اسے اطلاع ملی تھی کہ یہودی اکابرین کانفرنس ہال میں جمع ہونے والے ہیں لہٰذا اس نے وہاں ایک بم نصب کیا ہے اور کسی وقت بھی زبردست دھماکا کرنے والا ہے۔

یہ سنتے ہی ارنا کوف خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے یہودی اکابرین کے درمیان پہنچی۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی ادھر ڈمی سونیا نے فرہاد بن کر عرفان اللہ سے کہا ''بٹن دبا دو۔''

ایک بٹن دبانے میں دیر نہیں لگتی' دوسرے لمحے میں ایک زبردست دھماکا ہوا۔ کانفرنس ہال کے اندر بیٹھے ہوئے اکابرین ایک دم سے اچھل پڑے باہر جانے والے دو دروازوں کی طرف دوڑنے لگے۔ ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ وہاں جیسے زلزلہ پیدا ہو گیا تھا۔ پنکھے اور فانوس چھت پر سے نیچے آ رہے تھے۔ کتنے ہی اکابرین ان کی زد میں آ کر زخمی ہو رہے تھے۔ تکلیف سے کراہ رہے تھے۔

سب ہی کے دلوں میں یہ دہشت تھی کہ ایک کے بعد دوسرے تیسرے دھماکے ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ان دھماکوں سے پہلے ہی کسی طرح جان بچا کر وہاں سے باہر چلے جانا چاہیے لیکن وہ بدحواسی میں فوراً ہی نہیں نکل پا رہے تھے۔ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ گرتے پڑتے باہر آ کر بھی سہمے

ہوئے تھے کہ پتا نہیں دوسرا تیسرا دھماکا کہاں ہوگا اور کب ہوگا؟

آرمی کے مسلح جوان اور انٹیلی جنس والے دور دور تک اس تخریب کار کو تلاش کررہے تھے۔ عرفان اللہ ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دباتے ہی اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے دور نکل گیا تھا۔ وہ تل ابیب میں رہ کر خود کو یہودی ظاہر کرتا رہا تھا۔ ایک یہودی لڑکی سے اس کی دوستی بھی ہوگئی تھی۔ ڈمی سونیا اس کے اندر تھی۔ اس نے میرے لب و لہجے میں کہا ''اس لڑکی کے ساتھ گھومتے پھرتے رہو گے تو سب ہی تمہیں یہودی سمجھیں گے۔ لیکن اپنی موجودہ خفیہ پناہ گاہ کی طرف نہ جانا دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارا پتا ٹھکانا معلوم ہو چکا ہے۔''

''شکریہ مسٹر فرہاد! میں تمہاری ہدایت پر عمل کرتا رہوں گا۔''

''میں جارہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔''

وہ وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی مختلف یہودی اکابرین کے دماغوں میں پہنچتی گئی۔ پتا چلا وہ سب پناہ لینے کے لیے آرمی ہیڈکوارٹر میں پہنچ گئے ہیں۔ ان پر اتنی دہشت طاری ہوگئی تھی کہ وہ اپنے گھروں میں نہیں جانا چاہتے تھے۔ فی الحال آرمی ہیڈکوارٹر میں ہی اپنی سلامتی سمجھ رہے تھے۔

ہیڈکوارٹر کے اعلیٰ افسران ان اکابرین کو سمجھا رہے تھے' تسلیاں دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے ''ہم بھی فلسطینی مسلمانوں پر ایسے جان لیوا حملے کرتے رہتے ہیں۔ انہیں جانی و مالی نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔ وہ مسلمان ہمارے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ بس کبھی کبھی جوابی حملے کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ ان سے ہمیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ''ان تخریب کاروں کو فوراً تلاش کرو ایک ایک فرد کو سختی سے چیک کرو۔ آج انہوں نے ہماری جان لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔''

ارنا کوف اور دردان پریشان تھے کہ یہ کیا ہوگیا ہے؟ اس نے انابیلا بن کر یہ دعویٰ کیا تھا کہ ابھی غزہ کی پٹی پر فلسطینی مسلمانوں کو کچل کر رکھ دے گی اور وہاں کے مجاہد اعظم عرفان اللہ کو موت کے گھاٹ اتار دے گی لیکن وہ ایسا کرنے میں ناکام رہی تھی۔

اس نے اور دردان نے عابد الخیری کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ فرہاد علی تیمور اس کے پاس پہنچا ہوا تھا اس نے خطرے سے آگاہ کیا تھا اور وہی مجاہد اعظم عرفان اللہ کو موت کے لیے گیا ہوا تھا۔

عابد الخیری کے چور خیالات نے یہ بھی بتایا کہ عرفان اللہ ابھی کانفرنس ہال میں بم کا دھماکا کرنے والا ہے۔ معلوم ہوتے ہی انہوں نے فوراً کانفرنس ہال میں بیٹھے ہوئے اکابرین کو آگاہ کرنا چاہا تھا لیکن وہاں پہنچ کر کچھ کہنے سے پہلے ہی دھماکا ہوگیا تھا۔

دردان نے ارنا کوف سے کہا ''یہ بہت برا ہوا، اکابرین دل سے تمہیں انابیلا تسلیم نہیں کریں گے۔ اس سے پہلے اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی نے ہمارے خلاف زہر اگلا تھا اور یہ پیش گوئی کی تھی کہ تم اس فلسطینی مجاہد عرفان اللہ کو موت کے گھاٹ اتارنے میں ناکام رہو گی اور یہی ہوا ہے۔''

ارنا کوف نے کہا ''مجھے لگ رہا ہے وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہمارے راستے میں رکاوٹ پیدا کررہی ہے، ہمیں ناکام بنارہی ہے۔''

دردان نے کہا ''یہ بھی ہوسکتا ہے لیکن فرہاد اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے فلسطینی مسلمانوں سے رابطہ رکھے ہیں، پھر خیال خوانی کے ذریعے ان اکابرین کے دماغوں میں آتے رہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے ہمارے اور اکابرین کے درمیان ہونے والی گفتگو کسی نے سن لی ہو اور فرہاد کو اطلاع دے دی ہو۔''

''ہماری ناکامی کی وجہ کوئی بھی ہو۔ ہمیں اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو الزام دینا چاہیے اور کسی بھی طرح اسرائیلی اکابرین کا اعتماد حاصل کرنا چاہیے۔''

وہ دونوں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے ان اکابرین کے پاس پہنچے۔ ارنا کوف نے ایک آلہ کار کے ذریعے اپنے لب و لہجے میں کہا ''مجھے افسوس ہے کہ آپ لوگوں کو جان لیوا سانحے سے دوچار ہونا پڑا۔ تھینکس گاڈ کہ آپ سب محفوظ ہیں۔ آپ میں سے جو حضرات زخمی ہوچکے ہیں ان سے مجھے دلی ہمدردی ہے۔''

ایک آرمی افسر نے کہا ''تم اس فلسطینی مجاہد کو ٹھکانے لگانے گئی تھیں۔ اس کا کیا بنا؟ وہ تو یقیناً محفوظ ہوگا۔ یہاں ہی نقصان اٹھارہے ہیں۔''

ڈمی سونیا نے اپنے آلہ کار کے ذریعے کہا ''میں نے پہلے ہی پیش گوئی کی تھی کہ یہ سراسر ڈراما باز ہے۔ انابیلا ہے الپا ہے اور الپا مسلمانوں کے سائے میں رہ کر مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔''

ارنا کوف نے کہا ''یہ بکواس کررہی ہے۔ آپ حضرات ابھی معلوم کرسکتے ہیں کہ میں نے حماس کے ایک بڑے لیڈر عابد الخیری کو زخمی کیا ہے۔ وہ اپنے محاذ پر زخمی پڑا ہے۔ اس کی مرہم پٹی کی جارہی ہے۔ اس کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ وہ فلسطینی مجاہد عرفان اللہ بم دھماکا کرنے والا ہے۔ میں فوراً یہاں آکر اطلاع دینا چاہتی تھی لیکن اس سے پہلے ہی دھماکا ہوگیا۔''

ڈمی سونیا نے کہا ''الپا بہت اچھی کہانیاں سناتی ہے۔ آپ حضرات تحقیقات کریں گے تو پتا چلے گا کہ ہماری آرمی نے ان کے ایک محاذ پر حملہ کیا تھا۔ کاؤنٹر فائرنگ کے دوران میں حماس کا وہ لیڈر زخمی ہوگیا ہے۔ الپا اسے زخمی کرنے کا کریڈٹ اپنے سر لے رہی ہے۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے جھنجلا کر کہا ''ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ تم دونوں میں سے کون سچ بول رہی ہے اور کون جھوٹ بول رہی ہے؟ جو بھی جھوٹی ہو' جو بھی سچی ہو لیکن نقصان تو ہمیں پہنچ رہا ہے۔''

ڈمی سونیا نے کہا ''کیا اتنی سی بات آپ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر یہ انابیلا ہوتی تو سب سے پہلے یہ اطلاع دیتی کہ کانفرنس ہال میں بم دھماکا ہونے والا ہے آپ سب لوگوں کو یہاں سے چلے جانا چاہیے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ خواہ مخواہ حماس کے ایک لیڈر کو زخمی کرنے کا ڈراما کررہی ہے۔''

ایک حاکم نے پوچھا ''اس دوران میں تم کیا کررہی تھیں؟ تم تو ہمیں انفارم کرسکتی تھیں۔''

''جب میں اس سلسلے میں کچھ جانتی ہی نہیں ہوں تو کیسے انفارم کرتی؟ اس الپا نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ کوئی کارنامہ کرکے دکھائے گی۔ اگر میں اس کے معاملے میں پڑتی تو یہ ناکام ہونے کے بعد مجھے الزام دیتی کہ میں نے کوئی ہیرا پھیری کی ہے۔ تھینکس گاڈ! اب یہ مجھے الزام نہیں دے پارہی ہے۔''

ایک حاکم نے کہا ''دونوں میں سے کوئی ایک ہماری دشمن ہے اور یہاں انابیلا بن کر ہمیں نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔ جس انابیلا نے ہمارے کام آنے کا دعویٰ کیا تھا۔ وہ ناکام رہی ہے۔ وہ ہمیں بم دھماکے سے بچا سکتی تھی لیکن نہ بچا سکی۔ اب ہم دوسری انابیلا سے پوچھتے ہیں کیا وہ اس دھماکا کرنے والے فلسطینی مجاہد کو گرفتار کرا سکتی ہے؟''

وہ بولی ''میں دعوے سے کہتی ہوں۔ اسے ایک گھنٹے کے اندر اندر گرفتار کرا سکتی ہوں۔ ویسے چاہوں تو صرف ایک منٹ میں بھی گرفتار کرا سکتی ہوں لیکن الپا اور فرہاد وغیرہ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پتا نہیں یہاں کتنے آرمی افسران اور انٹیلی جنس والوں کے اندر چھپے رہتے ہیں۔ اس لیے میں پہلے ایسے افسران کا انتخاب کروں گی جو یوگا کے ماہر ہیں۔ پھر ان سے رابطہ کرکے انہیں اس مجاہد عرفان اللہ کے خفیہ اڈے تک پہنچاؤں گی۔''

ایک آرمی افسر نے کہا ''ایک انابیلا اپنے دعوے میں ناکام ہوچکی ہے اب ہم دیکھیں گے کہ تم اپنے دعوے کے مطابق کہاں تک کامیابی حاصل کرتی ہو۔''

''مجھے ان افسران کے ٹیلی فون نمبر بتائے جائیں جو یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔''

اسے ایسے چھ افسران کے فون نمبر بتائے گئے۔ ڈمی سونیا نے انہیں نوٹ کیا۔ دوسری طرف ارنا کوف اور دردان نے بھی ان نمبروں کو نوٹ کرلیا۔ پھر دو آرمی افسران کے دماغوں پر قبضہ جما کر ان سے معلوم کیا کہ ان فون نمبروں سے تعلق رکھنے والے افسران کے نام کیا ہیں اور وہ کہاں رہتے ہیں؟

وہ دونوں ارنا کوف اور دردان کو ان لوگوں کے نام اور ان کا پتا ٹھکانا بتانے لگے۔ ڈمی سونیا نے ان میں سے چار افسران کا انتخاب کیا تھا۔ ارنا کوف اور دردان نے اپنے آلہ کار افسروں کو حکم دیا کہ وہ ان چاروں پر نظر رکھیں اور ان کا تعاقب کرتے رہیں۔

اس نے ایک گھنٹے کے اندر عرفان اللہ کو گرفتار کرانے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس ایک گھنٹے میں ان چار افسروں کی مصروفیات پر نظر رکھی جاسکتی تھی اور وہ دونوں آلہ کار بڑی رازداری سے ان کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔

ڈمی سونیا نے ان چار افسران سے کہا ''آپ سب اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر شہر کی سڑکوں پر گھومتے رہیں اور یہ دیکھتے رہیں کہ کوئی آپ لوگوں کا تعاقب کررہا ہے یا نہیں؟ اطمینان ہونے کے بعد میں اچانک ہی ایک مکان کے قریب آپ سب کو پہنچادوں گی۔''

ایک افسر نے پوچھا ''کیا وہ اس مکان میں موجود ہوگا؟''

''ہاں وہ مسلمان اپنی ایک یہودی محبوبہ کے ساتھ وہاں عیش کررہا ہے۔''

وہ چاروں ایک گاڑی میں بیٹھ کر تل ابیب کی چھوٹی بڑی سڑکوں پر گھومنے لگے۔ ڈمی سونیا بہت محتاط تھی۔ یہ نہیں چاہتی تھی کہ جس طرح اس نے ارنا کوف کے معاملے میں مداخلت کرکے اسے ناکام بنایا تھا۔ اسی طرح ارنا کوف اس کے

معاملے میں مداخلت کرے اور اسے ناکام بنادے۔

وہ چاروں اپنی گاڑی میں بیٹھے ادھر سے ادھر گھوم رہے تھے اور اطمینان ظاہر کررہے تھے کہ کوئی ان کا تعاقب نہیں کررہا ہے۔

ارنا کوف کے دونوں آلہ کاروں نے بڑی رازداری سے ان کی گاڑی میں ایک ڈی ٹیکٹیو آلہ لگایا تھا وہ دونوں ان کی گاڑی سے اتنی دور تھے کہ انہیں تعاقب کا شبہ نہیں ہورہا تھا۔ وہ جاسوس آلہ انڈیکیٹ کرتا جارہا تھا کہ وہ کن راستوں سے گزر رہے ہے اور کہاں پہنچ رہے ہیں؟

ڈی سونیا میرالب ولہجہ اختیار کرکے بار بار عرفان اللہ کے دماغ میں پہنچ رہی تھی اور یہ یقین کررہی تھی کہ وہ اس یہودی لڑکی کے ساتھ اس مکان میں موجود ہے۔ آخر اس نے ان چاروں کو مطلوبہ مکان کے سامنے پہنچادیا۔ انہیں سختی سے تاکید کی کہ وہ بچ کر جانے نہ پائے۔ مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے۔

ارنا کوف اور وردان کے آلہ کار بھی وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے دیکھا وہ افسران اس مکان کے چاروں طرف پوزیشن لے رہے تھے۔ ایک آلہ کار نے وردان کی مرضی کے مطابق نورا ہی اس مکان کی کھڑکی پر فائر کیا۔ گولی شیشہ توڑتی ہوئی اندر گئی۔ عرفان اللہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ وردان نے اسے خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے ایسا کیا تھا۔

عرفان اللہ اپنی گن سنبھال کر سیڑھیاں چڑھتا ہوا چھت پر آگیا۔ ادھر ان چاروں افسران اور ارنا کوف کے دو آلہ کاروں کے درمیان کاؤنٹر فائرنگ شروع ہوچکی تھی۔ جس کے نتیجے میں ڈی سونیا کے دو یوگا جاننے والے افسران مارے گئے۔ تیسرا یوگا جاننے والا افسر عرفان اللہ کی گولی کا نشانہ بن گیا۔ ایسے وقت وہ یہودی لڑکی پچھلا دروازہ کھول کر بھاگ رہی تھی۔ بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ ارنا کوف کے آلہ کار نے اس کے قدموں کی طرف فائر کیا تو وہ لڑکھڑا کر گر پڑی۔ اس نے قریب آکر اس لڑکی کو دبوچ لیا۔ پھر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر پوچھا ''عرفان اللہ کا موبائل نمبر بتاؤ۔ جلدی کرو ورنہ گولی ماردوں گا۔''

وردان نے فوراً ہی اپنے موبائل کے ذریعے اس نمبر پر رابطہ کیا تو چھت پر بیٹھے ہوئے عرفان اللہ کے فون کا بزر بولنے لگا اس نے فون کو کان سے لگا کر کہا ''ہیلو کون؟''

وردان نے کہا ''میں تمہارا دوست ہوں۔ فوراً میرے اس اہم سوال کا جواب دو۔ کیا فرہاد تمہارے دماغ میں آتا ہے؟''

''ہاں فرہاد صاحب میری مدد کررہے ہیں۔''

''میں تمہیں ایک خطرے سے آگاہ کررہا ہوں۔ فرہاد تیمور تمہیں مس گائیڈ کررہا ہے۔ دھوکا دے رہا ہے۔ اگر آرمی افسران کو تمہارے اس مکان کے قریب پہنچایا ہے تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو اپنے دماغ میں کسی کو نہ آنے خواہ وہ فرہاد علی تیمور ہی کیوں نہ ہو؟''

ڈی سونیا اس کے اندر رہ کر وردان کی یہ باتیں سن رہی تھی میرے لب ولہجے میں چیخ کر بولی ''نہیں عرفان اللہ فرہاد علی تیمور ہوں تمہیں دھوکا نہیں دے رہا ہوں۔''

عرفان اللہ نے کہا ''مسٹر فرہاد! ہم تمام فلسطینی مسلمان آپ کی عزت کرتے ہیں۔ آپ پر اعتماد کرتے ہیں لیکن فی الحال دانشمندی یہ ہوگی کہ میں کسی کو بھی اپنے دماغ میں آنے دوں اور یہ دیکھوں کہ اس کے بعد کوئی دشمن میرے پیچھے آتا ہے یا نہیں؟''

یہ کہہ کر اس نے سانس روکی تو ڈی سونیا اس کے دماغ سے باہر نکل گئی۔ اس کے چار یوگا جاننے والے آرمی افسران میں سے صرف ایک ہی بچا تھا۔ وہ اس کے دماغ میں آکر بولی ''تمہارے تینوں ساتھی مارے گئے ہیں۔ تمہیں بہت ہوشیاری سے مقابلہ کرنا ہے۔ عرفان اللہ اس مکان کی چھت پر ہے۔ پہلے ان مخالفین کو ٹھکانے لگاؤ جو تم پر فائر کررہے ہیں۔''

وہ ایک طرف سے دوسری طرف چھپتا چھپاتا دوسرے مکان کی آڑ میں پہنچا وہاں سے اس کا ایک مخالف گن مین اسی آرمی کا افسر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اس سے بولا ''لعنت ہے تم پر تم اپنے ہی افسروں پر گولیاں چلا رہے ہو۔''

یہ کہتے ہی اس نے نشانہ لیا۔ پھر اسے گولی سے اڑادیا ڈی سونیا نے کہا ''اب یہاں آس پاس کوئی تمہارا دشمن نہیں ہے۔ اندر وہی عرفان اللہ ہے اور وہ چھت پر ہے۔ اسے چھت اترنے نہ دو۔ میں آرمی کے دوسرے جوانوں کو یہاں بلارہی ہوں۔''

اس نے پھر ایک بار عرفان اللہ کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی۔ وہ اس سے مایوس ہوکر خیال خوانی کے ذریعے آرمی کے دوسرے جوانوں کو وہاں پہنچنے کا حکم دینے لگی۔ حکم کی تعمیل میں کچھ دیر لگنی ہی تھی۔ دیر میں عرفان اللہ ایک چھت سے دوسری چھت کی طرف چھلانگ لگا کر اس مکان میں گھس کر پچھلا دروازہ کھول کر وہاں سے فرار ہوگیا۔ جب آرمی کے جوان وہاں پہنچے تو شکار ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

وہ دونوں انابیلا بننے والیاں ایک بار پھر اسرائیلی اکابرین کے درمیان پہنچ گئیں۔ ڈی سونیا نے کہا ''ایک یوگا جاننے والا افسر اس بات کا گواہ ہے کہ میں نے آرمی کے چار یوگا جاننے والے افسران کو ٹھیک عرفان اللہ کے خفیہ اڈے میں پہنچایا تھا۔ آپ اپنے اس افسر سے پوچھ سکتے ہیں۔''

اس افسر نے تائید میں سر ہلا کر کہا ''بے شک ہم وہاں پہنچ گئے تھے لیکن ہمارے ہی آرمی کے دو افسران نے ہم پر فائرنگ کی۔ اس کاؤنٹر فائرنگ کے نتیجے میں ہمارے تین افسران مارے گئے۔ ہم پر فائر کرنے والے وہ دو افسران بھی جہنم میں پہنچ گئے ہیں لیکن ہماری آپس کی لڑائی میں عرفان اللہ کو فرار ہونے کا موقع مل گیا۔''

ڈی سونیا نے اپنے آلہ کار کے ذریعے کہا ''میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ الپا یہاں انابیلا بن کر آئی ہے اور ہم سے دشمنی کررہی ہے اس نے ہمارے راستے میں رکاوٹیں پیدا کی ہیں۔ اس نے ہمارے ہی آرمی کے دو افسران کو آلہ کار بنا کر ہماری کامیابی کو ناکامی میں بدل ڈالا ہے۔''

اس یہودی لڑکی کو گرفتار کرکے وہاں لایا گیا تھا جو عرفان اللہ کے ساتھ وقت گزار رہی تھی۔ اس لڑکی نے قسمیں کھا کر کہا کہ وہ عرفان اللہ نہیں تھا۔ وہ مسلمان نہیں تھا۔

''وہ میرا ایک یہودی بوائے فرینڈ تھا۔''

ارنا کوف نے انابیلا کی حیثیت سے کہا ''یہ لڑکی درست کہہ رہی ہے۔ یہ جو اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی انابیلا بن کر آپ لوگوں کو دھوکا دے رہی ہے۔ اس وقت بھی ایک بے چارے یہودی نوجوان کو عرفان اللہ بنا کر آپ لوگوں کو دھوکا دے رہی تھی۔ اس نے پہلے ہی منصوبہ بنالیا تھا کہ اس یہودی جوان کو گرفت میں آنے نہیں دے گی۔ اسے فرار ہونے کا موقع دے گی اور اس نے یہی کیا ہے۔''

ارنا کوف نے ذرا توقف سے کہا ''اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی نے ایک طرف چار یوگا جاننے والے اہم افسران کو اس یہودی جوان کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ دوسری طرف دو آرمی کے افسران کو اپنا آلہ کار بنا کر ان کے مقابلے میں کاؤنٹر فائرنگ کے لیے بھیج دیا۔ ان سب کو آپس میں لڑا دیا۔ اس طرح آپ کی آرمی کے تین اہم یوگا جاننے والے افسران اور دو جونیئر افسران مارے گئے اور وہ بے چارہ یہودی جوان دہشت زدہ ہوکر کہیں بھاگ گیا ہے۔ یہ جانتی ہوگی کہ اس نے اسے کہاں بھگا دیا ہے اور شاید اب وہ اسے کسی کے ہاتھ نہیں آنے دے گی۔''

ڈی سونیا نے ''یہ بکواس کررہی ہے۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ وہ فرار ہونے والا عرفان اللہ تھا۔''

اسرائیلی اکابرین جھنجھلا گئے۔ اس نے کہا ''تم دونوں آپس میں لڑ رہی ہو اور ہمیں نقصان پہنچا رہی ہو۔''

دوسرے حاکم نے کہا ''ایک نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ عرفان اللہ کو گرفتار کرائے گی۔ وہ گرفتار نہیں ہوا ہمارے کانفرنس ہال میں بم کا دھماکا کرکے فرار ہوگیا۔ اس دھماکے کے نتیجے میں کئی اکابرین زخمی ہوگئے اور ہم یہاں دہشت زدہ ہوکر بیٹھے ہوئے ہیں۔''

ایک آرمی افسر نے کہا ''دوسری انابیلا نے بھی یہی دعویٰ کیا تھا کہ وہ ایک گھنٹے کے اندر عرفان اللہ کو گرفتار کرائے گی۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ الٹا ہمیں نقصان پہنچا۔ ہمارے بہترین آرمی افسران مارے گئے۔ ہم تو سراسر نقصان اٹھاتے جارہے ہیں۔''

ایک حاکم نے کہا ''ہم دونوں انابیلا سے درخواست کرتے ہیں۔ فار گارڈ سیک، آئندہ ہم سے رابطہ نہ کریں۔ پہلے آپس میں فیصلہ کرلیں کہ دونوں میں سے کون اصلی ہے اور انابیلا واقعی زندہ ہے بھی یا نہیں؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ''تم دونوں اس جذبے کا اظہار کرتی ہو کہ یہاں رہ کر ہمارے وطن کی اور یہودی قوم کی خدمت کرتی رہو گی۔ تم میں سے جو بھی سچی ہے اور سچے جذبے سے ہمارے کام آنا چاہتی ہے تو اس سے ہماری درخواست ہے کہ پہلے وہ نقلی انابیلا سے نمٹ لے اس کے بعد ہمارے پاس آئے۔ وہی ہماری انابیلا ہو۔ دو چار انابیلا کا ڈراما پلے نہ کیا جائے۔''

ڈی سونیا نے کہا ''میں ایک ہی بات جانتی ہوں کہ میں ہی انابیلا ہوں اور الپا کو انابیلا بن کر یہاں فراڈ نہیں کرنے دوں گی۔''

ارنا کوف نے کہا ''تمہارے کہہ دینے سے میں الپا نہیں بن جاؤں گی۔ میں انابیلا ہوں، انابیلا ہی رہوں گی اور جلدی یہ ثابت کردوں گی کہ میں اصلی ہوں اور تم فراڈ ہو۔''

ارنا کوف اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وردان اس کے دماغ میں تھا اس نے کہا ''وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی پتا نہیں کون ہے۔ مگر زبردست ہے۔ اسے کسی نہ کسی طرح بے نقاب کرنا ہوگا۔ معلوم کرنا ہی ہوگا کہ اچانک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کہاں سے پیدا ہوگئی ہے؟''

وہ بولی ''یہ عورت ہمارے لیے مصیبت بن گئی ہے جب تک ہم اس کی اصلیت معلوم نہیں کریں گے۔ اس وقت تک ہمیں اس کے مقابلے پر کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔''

''جیسا کہ اسرائیلی اکابرین کے خیالات نے بتایا ہے' اس عورت نے فرہاد علی تیمور کو بھی الجھا کر رکھ دیا تھا۔ اگر چہ فرہاد نے کسی طرح اپنے تمام بچوں کو اس کے شکنجے سے نکال لیا تھا اور اس کے حملے کو ناکام بنا دیا تھا۔ تاہم وہ بھی اسے بے نقاب کرنے میں ناکام رہا ہے۔''

ارنا کوف نے کہا ''اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی کامیابی یہی ہے کہ وہ روپوش رہ کر پراسرار بن کر ہم سب کے لیے چیلنج بنی ہوئی ہے۔ اب وہ سمندر کی تہ میں چھپی ہو یا پاتال میں کہیں چھپی ہو اسے باہر نکالنا ہی ہوگا۔''

وہ پریشان ہو کر بولا ''میں ذہنی طور پر بہت زیادہ تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ اب سے پہلے ایسے پیچیدہ حالات سے گزرنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ فرہاد علی تیمور سے ٹکرانا کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے لیکن میں تکرار ہا ہوں اور پورے یقین سے کہتا ہوں کہ جلد ہی اسے شرمناک شکست دوں گا۔ دوسری طرف وہ پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والی اجنبی عورت ہے اس نے بھی میرے ذہن کو تھکا دیا ہے۔ اسرائیل میں الپا کی چھوڑی ہوئی اقتدار کی کرسی ہم سب کے لیے چیلنج بن گئی ہے اس کرسی کو ہر حال میں حاصل کرنا ہے۔''

وہ بولی ''تم میرے پاس ہوتے تو اپنی بانہوں میں لے کر تمہیں اتنا پیار دیتی کہ تمام ذہنی تھکن بھول جاتے۔''

''میں نے اسی لیے تمہیں دارجلنگ والے اس بنگلے میں بلایا ہے لیکن اب تک ایسے حالات سے دوچار ہوتا رہا ہوں کہ تمہارے پاس آنے کا موقع ہی نہیں مل رہا ہے۔ اب میں آنا چاہتا ہوں تو تم مجھے ذہنی آسودگی نہیں پہنچا سکو گی کیونکہ چار چھ دنوں تک بیمار رہو گی۔''

وہ بولی ''مجھے افسوس ہے' یہ قدرتی مجبوری ہے۔ اس کے بعد تو میں تمہیں دن رات اتنی مسرتیں دوں گی کہ تم ساری ذہنی تھکن بھول جاؤ گے۔''

''ہاں فی الحال تو یہ بہلانے والی باتیں ہیں اب ایک ہفتے بعد ہی تم سے ملاقات کروں گا۔''

''یہ دارجلنگ بہت چھوٹا سا پہاڑی علاقہ ہے یہاں میں بور ہو رہی ہوں۔ کلکتہ شہر مجھے بہت پسند آیا تھا۔ اگر تم اجازت دو تو میں وہاں ایک ہفتہ گزارنے کے لیے چلی جاؤں۔''

''ٹھیک ہے چلی جاؤ میں وقتاً فوقتاً تم سے رابطہ کرتا رہوں گا۔''

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا اس وقت ذہنی طور پر اس قدر تھکا ہوا تھا کہ مجھے ڈی سونیا کو اور اسرائیل میں اقتدار کی کرسی کو بھول کر صرف تفریح کرنا چاہتا تھا۔

وہ اپنے مزاج کے مطابق عیاش تو نہیں تھا لیکن ایسی عجوبہ عورتوں سے دلچسپی ضرور لیتا تھا جو دوسری عورتوں سے بالکل مختلف ہوا کرتی تھیں۔ مثلاً جمیلہ اور نبیلہ پیدائشی طور پر جڑواں بہنیں تھیں۔ ان کے جسم ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ ان کے دماغ الگ الگ تھے لیکن سوچ ایک ہی تھی۔ وہ ایسی عجیب وغریب تھیں کہ انہیں حاصل کرنے کے لیے وہ مچل گیا تھا اور اب تک جی جان سے کوششیں کرتا رہا تھا کہ کسی طرح وہ اس کی خواب گاہ میں چلی آئیں۔

وہ جمیلہ اور نبیلہ کے سلسلے میں ناکام رہا تھا اور اب وہ بہنیں جڑواں نہیں رہی تھیں۔ آپریشن کے ذریعے الگ کر دی گئی تھیں۔ پھر بھی وردان کو ضد ہو گئی تھی کہ وہ انہیں حاصل کر کے ہی رہے گا لیکن وہاں تک رسائی حاصل کرنا آسان نہیں تھا۔ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے راستے میں دیوار بنے ہوئے تھے۔

سوامی وردان وشوناتھ کے لیے دوسری عجوبہ عورت ارنا کوف تھی وہ اگرچہ پچاس برس کی بوڑھی تھی لیکن وہ بہ سولہ تک لگاتار تپسیا کرتے رہنے اور پراسرار علوم کے منتر پڑھتے رہنے کے بعد بڑھاپے سے جوانی کی طرف واپس آئی تھی۔ اٹھارہ برس کی بھرپور دوشیزہ بن گئی تھی۔ جس طرح جمیلہ اور نبیلہ جڑواں بہنیں تھیں اور عجوبہ کہلاتی تھیں۔

اسی طرح ارنا کوف جوانی اور بڑھاپے کے سنگم پر تھی۔ وردان وشوناتھ اس سنگم تک پہنچنا چاہتا تھا۔ لیکن بیچ دریا حالات نے اسے ارنا کوف سے بھی دور رکھا تھا۔

اس کے لیے تیسری عجوبہ عورت شیوانی تھی۔ اس کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ بہت پہلے مر چکی ہے لیکن اس کی بھٹکنے والی آتما کو ایک تانترک مہاراج نے ایک نوجوان دوشیزہ کے جسم میں پہنچا دیا ہے۔

یعنی شیوانی بھی جمیلہ اور نبیلہ کی طرح اور ارنا کوف کی طرح ٹو اِن ون تھی۔ آتما کسی کی تھی اور جسم کسی کا تھا اور اس نے ایسی عجیب وغریب عورت کو حاصل کرنے کے لیے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔

شیوانی نے صرف اپنے بیٹے عدنان کی خاطر یہ نئی زندگی حاصل کی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ عدنان بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر تعلیم وتربیت حاصل کرے۔ اسے اس ادارے سے نکال لانے کے لیے اس نے وردان وشوناتھ سے دوستی کی تھی لیکن اس سے یہ صاف صاف کہہ دیا تھا کہ صرف عدنان کے باپ پورس کی امانت ہے اپنا آپ کسی کو

کے حوالے نہیں کرے گی۔

وردان نے اس سے جھوٹا وعدہ کیا' اس سے دوستی کی پھر دھوکے سے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا۔ پہلے اسے ایک بار مجبور کیا تھا کہ وہ نیپال کے شہر کھٹمنڈو کے ایک بنگلے میں چلی آئے۔ وہ اس کے ساتھ رنگین وسنگین لمحات گزارے گا۔

ایسے وقت وہ پریشان ہو گئی تھی۔ اپنی عزت کسی کے حوالے نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ایک ہی بات جانتی تھی کہ وہ عدنان کی ماں اور اس کے باپ پورس کی امانت ہے۔ میں نے اسے وردان کے ہولناک ارادوں سے بچایا تھا۔ وہ اپنی جان بچا کر فرار ہو گیا تھا اور شیوانی صوبہ بہار کے ایک شہر پٹنہ آ کر ایک ہوٹل میں قیام کر رہی تھی۔

وردان وشوناتھ اس کے حصول سے باز آنے والا نہیں تھا۔ اس نے پھر ایک بار تنویمی عمل کیا تھا۔ اس بار اس کے دماغ کو اس طرح لاکر کیا تھا کہ میری خیال خوانی کی لہریں بھی اس کے اندر نہیں پہنچ سکتی تھیں۔

شیوانی آئینے کے سامنے آ کر جب بھی پورس کو یاد کرتی تھی تو وہ آئینے کی سطح پر دکھائی دیتا تھا۔ پھر اس سے گفتگو ہوا کرتی تھی اس طرح وہ پورس کو اپنے حالات سے آگاہ کرتی رہتی تھی۔ اس بار وردان نے اس کو دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ آئندہ وہ آئینے کے سامنے آ کر پورس کو بھول جایا کرے گی۔ نہ اسے یاد کرے گی نہ آئینے کی سطح پر اسے دیکھ کر اپنے حالات سے آگاہ کر سکے گی۔

یوں سختی سے تنویمی عمل کرنے کے بعد اس نے کہا تھا کہ وہ جلد ہی اسے اپنے کسی پرائیوٹ بنگلے میں بلائے گا۔ اب وہ ذہنی طور پر اس قدر تھکا ہوا تھا کہ شیوانی کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتے ہوئے پوچھا ''کیا کر رہی ہو؟''

وہ اپنے اندر اس کی آواز سن کر سہم گئی۔ اس سے نجات حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن وردان نے اسے اور بری طرح تنویمی عمل کے ذریعے جکڑ لیا تھا۔

وہ پریشان ہو کر بولی ''میں اور کیا کروں گی؟ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے' بری طرح اپنے عمل کے ذریعے جکڑ لیا ہے میں اس ہوٹل سے کہیں جا بھی نہیں سکتی۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''اپنے مددگار فرہاد علی تیمور کو بلاؤ۔ اگر میں آئے گا تو سمجھ لو کہ میں ہی تمہارے جسم وجان کا مالک ہوں اور تم میری کنیز بن کر ہی زندہ رہ سکو گی پھر کسی دن میرے ذریعے اپنے بیٹے عدنان کو حاصل کر سکو گی۔''

''اب میں کسی کے ذریعے اپنے بیٹے کو حاصل نہیں کرنا چاہوں گی میں نے بابا صاحب کے ادارے والوں سے دشمنی کی جس کا نتیجہ میرے سامنے آ رہا ہے۔ میں بالکل بے یار ومددگار ہو گئی ہوں۔''

''تم اپنی حالت پر کڑھتی رہو' مجھ سے نفرت کرتی رہو لیکن محبت سے میرے کام آتی رہو گی۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ آج رات کی فلائٹ سے دہلی جاؤ۔ میں نے ایک فلائٹ میں تمہاری سیٹ ریزرو کرا دی ہے۔ تم دہلی سے شملہ جاؤ گی۔ وہاں میرا ایک چھوٹا سا خوبصورت سا بنگلا ہے۔ تم آؤ گی تو میں بڑے پیار سے تمہارا استقبال کروں گا۔ ابھی جا رہا ہوں۔ وقتاً فوقتاً تمہارے دماغ میں آتا جاتا رہوں گا۔''

وہ اسے حکم دے کر چلا گیا۔ وہ مجبور تھی۔ اس کی محکوم تھی ہر حال میں اس کے حکم کی تعمیل لازمی تھی۔ کسی طور بھی انکار نہیں کر سکتی تھی۔ انکار کرتی تو اس کا دماغ اسے کشاں کشاں شملہ کی طرف لے جاتا۔ ہر انسان اپنے دماغ کے زیر اثر رہتا اور وہ اپنی موجودہ دماغی حالت سے مجبور ہو کر ادھر ہو جانے والی تھی۔

ایسے وقت میں اس کی مدد کر سکتا تھا۔ لیکن وردان نے اسے بتایا تھا کہ اب میں بھی اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں کر سکوں گا۔ اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے۔

اس نے سوچا آئینے کے سامنے جا کر پورس کو یاد کرے گی' اسے دیکھے گی پھر اسے اپنے حالات سے آگاہ کرے گی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر آئینے کے سامنے آئی تو پورس کو بھول گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی کہ آئینے کے سامنے کیوں آئی ہے؟ کیا شملہ جانے کے لیے اسے بناؤ سنگار کرنا ہے؟

وہ سوچ رہی تھی لیکن اسے یہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ پورس کو یاد کر کے آئینے کی سطح پر بلانا ہے اور اسے اپنے موجودہ خیالات سے آگاہ کرنا ہے۔

وہ آئینے کے سامنے پریشان ہوتی رہی' سوچتی رہی' الجھتی رہی۔ پورس اس کے ذہن سے بالکل ہی محو ہو گیا تھا۔ وہ لاکھ کوششیں کرنے کے باوجود اسے یاد نہیں کر پا رہی تھی۔

تنویمی عمل ایسا ہی ظالم ہوتا ہے۔ انسان کو ویسا ہی رہنے دیتا ہے لیکن ذہن کو یکسر تبدیل کر دیتا ہے اسے اس کی مرضی کے خلاف کسی اور کا غلام بنا دیتا ہے۔ وہ وردان کی کنیز بن چکی تھی اور اسے ہر حال میں اس کے احکامات کی تعمیل کرنی تھی۔

☆☆☆

وہ دونوں اٹھ کر بیٹھنے لگی تھیں۔ ان کے زخموں کی تکلیف کچھ کم ہوتی جارہی تھی۔ اب وہ بیٹھے بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھتی تھیں۔ جمیلہ کہتی تھی ''میرا جی چاہتا ہے تیرے پاس آؤں اور تیرے بدن سے لگ جاؤں۔''

نبیلہ کہتی تھی ''میرا بھی جی یہی چاہتا ہے۔ ہم بیس برس تک ایک دوسرے سے جڑی رہیں۔ اچانک الگ ہونے کے بعد رہا نہیں جاتا۔ دل تیری طرف کھنچا جاتا ہے۔''

''ڈاکٹر نے ہمیں ملنے جلنے سے منع کیا ہے۔ یہی غنیمت ہے کہ ہم اٹھ کر بیٹھنے لگی ہیں۔ اللہ نے چاہا تو جلد ہی چلنے پھرنے کے قابل ہوجائیں گی۔ کم از کم ایک دوسرے کے قریب آسکیں گی۔ ایک دوسرے سے لگ کر بیٹھ سکیں گی۔ کچھ تو دل کو تسلیاں ملتی رہیں گی۔''

نبیلہ نے وال کلاک کی طرف دیکھا شام کے چار بجنے والے تھے۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ''پارس نے وعدہ کیا ہے وہ چار بجے فون کریں گے۔''

دونوں کے چہرے خوشی سے کھل گئے تھے۔ جمیلہ نے کہا ''ہمیں ایک دوسرے سے جسمانی طور پر الگ ہونے کا دکھ ہے لیکن پارس کی محبت نے اس دکھ کو کم کردیا ہے۔ وہ ہمیں دل و جان سے چاہتے ہیں۔ وردان وشوناتھ کی دشمنی سے خوفزدہ نہیں ہیں۔''

''بے شک ان پر جان لیوا حملہ کیا گیا۔ اس کے باوجود وہ ہماری محبت میں ثابت قدم ہیں۔ ہم سے منہ چھپا کر کہیں نہیں گئے بے چارے مجبور ہوکر روپوش ہوگئے ہیں۔''

''روپوش ہونے کے باوجود ہمارا کتنا خیال رکھتے ہیں۔ صبح' شام' دوپہر جب بھی انہیں وقت ملتا ہے۔ فون پر ہماری خیریت معلوم کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے روبرو آکر ملاقات کرنے کے لیے بے چین رہتے ہیں۔''

''ان کی یہ محبت ہمیں نئی زندگی' نئی مسرتیں دے رہی ہے۔''

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر اپنی جگہ بڑی سنجیدگی سے سوچنے لگیں ان کے دماغ الگ الگ تھے لیکن ذہن ایک تھا۔ جو ایک سوچتی تھی وہی سوچ دوسری کے دماغ میں اسی لمحے میں پہنچ جاتی تھی۔

جمیلہ نے سوچا ''وہ ایک انار ہے اور ہم دو بیمار ہیں۔ بات کیسے بنے گی؟''

نبیلہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا ''بات بنتی نظر نہیں آرہی ہے۔ وہ ہم دونوں کے دلوں میں دھڑک رہے ہیں۔ جو میری سوچ ہے وہ تمہاری سوچ ہے اور ہم دونوں کی سوچ کا محور صرف وہی ہیں۔''

''یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہتی ہیں۔ میں اگر دل پر پتھر رکھ کر پارس کی طلب نہ کروں۔ اس کی محبت کو نظر انداز کرتی رہوں تو تم بھی یہی کرو گی۔''

''بے شک یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ اگر میں اپنے پیار کی قربانی دینا چاہوں گی تو تم بھی وہی کرو گی۔ اس کے باوجود میں تمہیں سمجھاتی ہوں کہ مجھے قربانی دینے دو۔ میں پارس کو دور ہی سے دیکھوں گی۔ دور ہی دور سے چاہتی رہوں گی۔ وہ تمہیں زندگی کی جتنی مسرتیں دیتا رہے گا۔ وہ میں سوچ کے ذریعے حاصل کرتی رہوں گی اور مطمئن ہوتی رہوں گی۔''

''اور میں بھی یہی کروں گی۔ تم اس سے شادی کروگی تو میں دور ہی دور سے اسے دیکھ کر جی لوں گی اور مجھے بھی سوچ کے ذریعے وہی تمام مسرتیں ملیں گی جو وہ تمہیں دیتے رہیں گے۔''

''سیدھی سی بات ہے ہم دونوں کبھی یک طرفہ فیصلے سے مطمئن نہیں ہوسکیں گی۔''

اسی وقت فون کا بزر سنائی دیا۔ دونوں بہنیں خوش ہوگئیں۔ اس وقت فون جمیلہ کے پاس تھا۔ اس نے پارس کے نمبر پڑھے پھر بٹن کو دبا کر اسے کان سے لگاتے ہوئے کہا ''ہیلو پارس! میں جمیلہ بول رہی ہوں۔''

پارس نے پوچھا ''ہائے جمیلہ! ہائے نبیلہ! تم دونوں کیسی ہو؟ میں تمہیں ایک ہی فون پر اس لیے مخاطب کررہا ہوں کہ تم دونوں کی سوچ کی لہریں ایک دوسرے کے دماغوں تک پہنچتی رہتی ہیں۔ اس وقت نبیلہ میری آواز سن رہی ہے۔''

نبیلہ نے اپنے بیڈ پر سے اونچی آواز میں کہا ''ہاں میں سن رہی ہوں۔ آپ وقت کے بڑے پابند ہیں۔ ٹھیک چار بجے کال کی ہے۔''

''مجھے وقت کا پابند نہ کہو کبھی کبھی کسی اہم معاملے میں الجھ جاتا ہوں تو وقت پر نہ کھا سکتا ہوں' نہ سو سکتا ہوں' نہ کسی کو بلا کرسکتا ہوں۔ ایسے وقت میرے متعلق تمہارے خیالات بدل جائیں گے۔''

وہ دونوں ہنسنے لگیں۔ جمیلہ نے کہا ''اگر آپ ابھی چار بجے فون نہ کرتے تو ہم آئندہ رات چار بجے تک انتظار کرتی رہتیں۔ اب تو ہماری زندگی میں انتظار ہی انتظار رہے گا اور صرف آپ کا انتظار رہا کرے گا۔''

''میں جانتا ہوں' تم دونوں مجھے دل کی گہرائیوں سے

چاہتی ہو۔ یہ بتاؤ ابھی کیا کررہی تھیں؟''

''کرنا کیا ہے؟ بستر پر پڑے رہنا ہے' زخم کے مندمل ہونے کا انتظار کرتے رہنا ہے۔ پھر دن ہو یا رات کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جب آپ کی باتیں نہ ہوتی ہوں۔''

نبیلہ نے کہا ''ہمیں یہ خیال پریشان کرتا رہتا ہے کہ ہم بہنوں کا اتحاد کیسے ہوگا۔ کیسے ایک ساتھ زندگی گزار سکیں گے؟''

''ہم شوہر اور بیویوں کی حیثیت سے نہیں رہ سکیں گے اور اگر محبوب اور محبوباؤں کی حیثیت سے ایک چھت کے نیچے رہنا چاہیں گے تو دنیا والے اعتراض کریں گے۔''

''تو پھر کیا ہوگا؟ سوچ سوچ کے ہمارا ذہن تھک گیا ہے۔''

''فی الحال تو یہی بات سمجھ میں آرہی ہے کہ ہم ایک چھت کے نیچے نہیں رہ سکیں گے۔ اگر ایک چھت نہ ملی تو کیا ہماری محبت کم ہوجائے گی؟''

جمیلہ نے کہا ''ہرگز نہیں۔''

نبیلہ نے کہا ''مرتے دم تک آپ کی محبت ہمارے دل سے کم نہیں ہوگی بلکہ بڑھتی ہی چلی جائے گی۔ اگر آپ ہماری زندگی میں نہ آئے تو ہم شاید زیادہ عرصہ تک جی نہیں سکیں گی۔''

وہ بولا ''مرنے کی باتیں نہ سوچا کرو۔ ہمیشہ زندہ رہنے کا عزم کیا کرو۔ کوئی ضروری نہیں کہ ہماری شادی ہوجائے۔ ہم دور ہی دور رہ کر ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں ایک دوسرے سے باتیں کرسکتے ہیں۔ کہیں تفریح کے لیے جاسکتے ہیں۔ اچھے دوستوں کی طرح اچھا وقت گزار سکتے ہیں۔''

نبیلہ نے سوال کیا ''کیا اس طرح ساری زندگی گزر جائے گی؟''

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا ''نہیں گزرے گی لیکن کچھ عرصے تک تو اس طرح گزارا ہوسکے گا۔ اس طرح ہم تینوں قریب قریب رہ سکیں گے۔''

نبیلہ نے کہا ''جب ہمارے زخم بالکل ٹھیک ہوجائیں گے اور ہم چلنے پھرنے کے قابل ہوجائیں گے' دنیا کے ایک کونے سے دوسرے سرے تک جاسکیں گی تو پھر ہم یہ ملک چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں رہائش اختیار کرلیں گی۔''

جمیلہ نے کہا ''ہاں میرے ذہن میں بھی یہی بات ایک حقیقت سے نہیں جان سکے گا۔''

وہ بولا ''تم دونوں تقریباً ہم شکل ہو پھر صاف پتا چلتا ہے کہ تمہیں آپریشن کے ذریعے الگ کیا گیا ہے۔ جمیلہ! تمہارا دایاں ہاتھ نہیں ہے اور نبیلہ! تمہارا بایاں ہاتھ نہیں ہے کیونکہ تم دونوں اسی طرح بازوؤں سے اور کولہوں سے جڑی ہوئی تھیں۔''

دونوں بہنوں نے سوچتی ہوئی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پارس کہہ رہا تھا ''ایک تو ہم شکل ہو۔ دوسرا یہ کہ تم دونوں کا... ایک ایک ہاتھ نہیں ہے۔ تم دونوں دنیا کے کسی حصے میں بھی جاؤ گی تو سب ہی کی نگاہوں کا مرکز بنو گی ایک دلچسپ تماشا دکھائی دو گی اور دور ہی سے پہچان لی جاؤ گی کہ تم دونوں کبھی ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں۔ کسی کو کچھ بتائے بغیر یہ حقیقت سمجھ میں آجائے گی کہ تم پیدائش کے وقت جڑی ہوئی تھیں اور تم دونوں نے ایک ہی ماں کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ لہٰذا دنیا کے کسی ملک میں کسی ایک شوہر کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکو گی۔''

جمیلہ نے دل برداشتہ ہوکر کہا ''ہمیں کیوں الگ کیا گیا ہے؟ آپریشن سے پہلے ہم سے پوچھا کیوں نہیں گیا؟ ہم پر بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔ ہمیں ایک دوسرے سے الگ کرکے آپ کو ہمیشہ کے لیے ہم سے دور کردیا گیا ہے۔ ہم یہ کبھی برداشت نہیں کرسکیں گی۔''

نبیلہ نے کہا ''اگر آپ نے ہم دونوں کو اپنا بنا کر نہیں رکھا تو ہم مرجائیں گی۔''

اچانک جمیلہ نے بے چینی محسوس کی اور سانس روک لی۔ نبیلہ نے پریشان ہوکر پوچھا ''کیا ہوا جمیلہ؟''

وہ بولی ''پتا نہیں میں نے اپنے دماغ میں کچھ بے چینی سی محسوس کی تو بے اختیار سانس روک لی۔''

پارس نے کہا ''جب بھی بے چینی محسوس کرو تو فوراً ہی چند سیکنڈ کے لیے سانس روک لیا کرو۔''

اسی لمحے میں نبیلہ نے بے چینی محسوس کی اور سانس روک لی۔ پھر چند سیکنڈ کے بعد بولی ''میں نے بھی یہی محسوس کیا ہے اور میں نے بھی بے اختیار سانس روکی ہے۔ آخر یہ ہمارے ساتھ کیا ہورہا ہے؟''

پارس نے کہا ''تم دونوں کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تم دونوں کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔ اب وردان شوناتھ جب بے وقت تمہارے اندر نہیں آسکے گا۔ جب بھی آئے گا تو تم بے چینی محسوس کروگی اور سانس روک کر اسے بھگا دیا کروگی۔''

وہ دونوں خوش ہوگئیں۔ جمیلہ نے کہا ''آپ کے ٹیلی

پیتھی جاننے والوں نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔''

نبیلہ نے کہا ''اس سے بڑی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ شیطان اپنی مرضی سے ہمارے اندر نہیں آسکے گا۔''

ادھر دردان غصے سے پیچ وتاب کھا رہا تھا اس نے خیال خوانی کے ذریعے پہلے جمیلہ کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ پھر نبیلہ کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے بھی سانس روک لی۔ اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ ان دونوں کے دماغوں کو لاک کردیا گیا ہے۔ اس کا راستہ روک دیا گیا ہے۔ آئندہ وہ ان میں سے کسی کے اندر بھی نہیں جاسکے گا۔

دردان نے ان بہنوں کے باپ عبدالرحمٰن کا اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا تھا۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنے لگا کہ وہ بہنیں کہاں ہیں؟ اسپتال میں ہیں یا گھر میں ہیں؟ کیا پارس ان سے چوری چھپے ملنے آتا ہے؟

عبدالرحمٰن نے کہا ''وہ دونوں اسپتال میں ہیں۔ اب اٹھ کر بیٹھنے لگی ہیں لیکن چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہیں۔ ڈاکٹر انہیں صبح وشام اٹینڈ کرتے رہتے ہیں اس لیے انہیں گھر نہیں لایا گیا ہے۔''

دردان نے کہا ''تمہیں یہ تو معلوم ہوگیا ہوگا کہ اس کا نام علی اکبر نہیں ہے' وہ بہروپیا ہے۔ فرہاد علی تیمور جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا بیٹا ہے۔''

''ہاں یہ معلوم کرنے کے بعد مجھے فخر حاصل ہوا کہ اتنے مشہور ومعروف اعلیٰ خاندان کا چشم وچراغ میری بیٹیوں سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن تم نے میرے ذریعے اس پر گولی چلائی اسے روپوش ہونے پر مجبور کردیا۔''

''یہ میرا حکم ہے کہ تم کبھی اسے داماد نہیں بناؤ گے۔ اس پر اور اس کے خاندان پر کبھی فخر نہیں کرو گے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا ''یہ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ تم نے مجھے سحر زدہ کررکھا ہے۔ میں تمہارا تابعدار ہوں۔ حکم کا بندہ ہوں۔ جو کہو گے وہ کروں گا۔ لیکن اتنا تو سوچو کہ تم ایک باپ کو بیٹیوں کا دشمن بناتے جارہے ہو۔''

''میں فضول باتیں نہ سنتا ہوں نہ سمجھتا ہوں۔ میری بات کا جواب دو۔ کیا پارس ان سے ملنے کے لیے آتا ہے؟''

''وہ آخری بار برات کا دولہا بن کر میرے گھر آیا تھا۔ اس کے بعد میں نے اس کی صورت نہیں دیکھی ہے۔''

''تم یہاں گھر میں ہو اور بیٹیاں اسپتال میں ہیں ہوسکتا ہے وہ ان سے ملنے کے لیے وہاں جاتا ہو۔''

''وہ وہاں نہیں جاتا ہے اگر وہ میری بیٹیوں سے ملاقات کرتا تو میں ان کے چہروں سے' باتوں سے اور ان کی مسرتوں سے معلوم کرلیتا کہ وہ ان کے پاس آیا کرتا ہے' مگر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بے چاری اس کے لیے روتی رہتی ہیں۔ پریشان ہوتی رہتی ہیں۔''

اس نے پوچھا ''ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟ وہ کب تک چلنے پھرنے کے قابل ہوجائیں گی؟''

''وہ مزید دس بارہ دنوں تک ہسپتال میں رہیں گی۔ جب چلنے پھرنے کے قابل ہوجائیں گی تب انہیں وہاں سے ڈسچارج کیا جائے گا۔''

وہ بڑی عاجزی سے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا ''سوامی جی! میں التجا کرتا ہوں' میری بیٹیوں کو بخش دو وہ بے چاری ستم رسیدہ ہیں ان پر اور ظلم نہ کرو۔''

''میرے ہونے والے سسر جی! میں بہت خوش ہوں۔ تمہاری بیٹیاں میرے لیے چیلنج بن گئی ہیں۔ صرف ایک بار ایک بار دونوں کو حاصل کروں گا۔ اس کے بعد تمہارے پاس لاکر پھینک دوں گا۔''

ایسے ہی وقت عبدالرحمٰن کی بیوی عاصمہ نے کمرے میں آکر پوچھا ''کیا آپ تیار نہیں ہوئے؟ ہمیں بیٹیوں کے پاس جانا ہے۔''

وہ بولا ''میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے تم چلی جاؤ میں پھر کسی وقت آؤں گا۔''

دردان نے سوچا کہ اب وہ ان کی ماں عاصمہ کے دماغ میں رہ کر اسپتال میں پہنچ کر انہیں دیکھے گا' سمجھے کہ وہ دونوں بہنیں وہاں کیا کررہی ہیں؟ کیا پارس وہاں چھپ کر آتا ہے؟ پھر یہ کہ اسے موقع ملے گا تو وہ جمیلہ اور نبیلہ کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گا تاکہ ان پر کیا ہوا تنویمی عمل ضائع ہوجائے اور ان کا دماغ مقفل نہ رہے۔

اس نے مسکرا کر سوچا ''پارس اور اس کا باپ میرے راستے میں کتنی دیواریں کھڑی کریں گے؟ میں ہر دیوار کو گرا جاؤں گا۔''

یہ سوچ کر اس نے عبدالرحمٰن کے دماغ سے نکل کر عاصمہ کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے ایک دم سے چونک کر سانس روک لی۔ اس نے دماغی طور پر حاضر ہوکر حیرانی سے سوچا ''کیا اس کے دماغ کو بھی لاک کردیا گیا ہے؟''

اس نے پھر اس کے دماغ میں جانا چاہا اس نے دوسری بار بھی سانس روک لی۔ وہ پھر دماغی طور پر حاضر ہوکر چیخ گیا۔ زیر لب بڑبڑانے لگا ''اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے انہوں نے جمیلہ اور نبیلہ کے دماغوں کو مقفل کیا۔ اس کے بعد ان کی ماں کے دماغ کو پھر اس کے بعد ان کے باپ

عبدالرحمٰن کے دماغ کو لاک کریں گے۔ مجھے اس پوری فیملی سے دور کردیں گے اور میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔''

اس نے عبدالرحمٰن کے دماغ میں آکر کہا ''وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن میرے لیے بہت بڑا چیلنج بن گئے ہیں۔ انہوں نے تمہاری بیٹیوں کے دماغوں کو لاک کردیا ہے اب میں ان کے اندر نہیں جاسکتا۔ اسی طرح انہوں نے تمہاری بیوی عاصمہ کے دماغ کو بھی لاک کردیا ہے۔ اس کے بعد یقیناً تمہارے دماغ کو لاک کیا جائے گا۔ میں تم سب سے دور ہوجاؤں گا۔''

عبدالرحمٰن نے کہا ''میں تمہارے خلاف کچھ بول نہیں سکتا لیکن یہ سمجھا سکتا ہوں کہ فرہاد علی تیمور ٹیلی پیتھی کی دنیا کا بہت طاقتور انسان ہے۔ خواہ مخواہ اس سے دشمنی مول نہ لو۔''

''بکواس مت کرو' اپنی بیوی سے کہو کہ مجھے دماغ میں آنے دے سانس نہ روکے۔''

اس نے مجبور ہوکر کہا ''عاصمہ! سوامی جی تمہارے دماغ میں آنا چاہتے ہیں تم سانس نہ روکو۔''

وہ سر جھکا کر بولی ''وہ تو اب تک میرے دماغ میں آکر بولتے رہے ہیں۔ میں نے کبھی سانس نہیں روکی۔ وہ جب چاہے آسکتے ہیں۔''

دردان نے فوراً اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی تو اس نے بے اختیار سانس روک لی۔ وہ پھر واپس عبدالرحمٰن کے دماغ میں آکر بولا ''میں سمجھ رہا ہوں یہ مجبور ہے۔ اس پر تنویمی عمل کا اثر ہے اور یہ ہمیشہ مجھے محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی۔ لیکن میں دشمنوں سے یہ کہتا ہوں کہ آئندہ انہوں نے کسی کے بھی دماغ کو لاک کیا اور میرا راستہ روکنا چاہا تو میں اس مقفل دماغ والے کو گولی ماردوں گا۔ اور میں جو کہتا ہوں وہ کرکے دکھاتا ہوں۔''

یہ کہہ کر اس نے عبدالرحمٰن کے دماغ پر مضبوطی سے قبضہ جمایا۔ وہ غائب دماغ ہوکر وہاں سے پلٹ کر الماری کے پاس آیا۔ اسے کھول کر اس کی دراز سے ایک ریوالور کو نکالا۔ بیوی نے ریوالور کو دیکھتے ہوئے پریشانی سے پوچھا ''یہ آپ کیا کررہے ہیں؟''

''میں تمہارے دماغ کے دروازے کھول رہا ہوں تاکہ سوامی جی کو کوئی تکلیف نہ ہو۔''

اس نے نشانہ لیتے ہوئے اس کے ہاتھ پر گولی ماری تو وہ پیچھے کی طرف الٹ کر صوفے پر گر پڑی۔ تکلیف سے کراہنے لگی۔ دردان نے اس کے دماغ میں آکر کہا ''دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والو! اچھی طرح سن لو تم جس کے بھی دماغ کو لاک کرو گے میں اسے زخمی کرکے اسی طرح دماغ کے دروازے کھول دیا کروں گا۔ اس کے بعد بھی لاک کرو گے تو میں اسے زخمی نہیں کروں گا۔ موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔''

عبدالرحمٰن نے اپنے ہاتھوں سے اپنی بیوی کو زخمی کیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ وہ روتے ہوئے بولا ''سوامی! ہم پر رحم کرو ایسا ظلم نہ کرو۔ بھگوان نے تمہیں غیر معمولی صلاحیتیں دی ہیں۔ تم ان صلاحیتوں کے ذریعے ایک باپ کو اس کی بیٹیوں کا دشمن نہ بناؤ۔ ایک بدنصیب بیوی کو اس کے شوہر کے ہاتھوں زخمی کرا چکے ہو۔ تمہارے ظلم کی کوئی انتہا ہے بھی یا نہیں؟''

''ظلم میں نہیں کررہا ہوں فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کررہے ہیں۔ ان سے کہو کہ وہ میرے اور تمہاری بیٹیوں کے معاملے میں مداخلت نہ کریں۔ جیسے ہی وہ جمیلہ اور نبیلہ کو میرے حوالے کریں گے۔ میری ساری دشمنی اور سارے مظالم یک لخت ختم ہوجائیں گے۔''

عبدالرحمٰن اس سے باتیں کررہا تھا اور اپنی بیوی کے ہاتھ کی مرہم پٹی کررہا تھا۔ میں تمہارے ذریعے تمہاری بیٹیوں کو دیکھوں گا اور سمجھوں گا کہ وہاں کیا ہورہا ہے؟''

اسے حکم کی تعمیل کرنی پڑی وہ اسپتال پہنچا تو اس کی بیٹیاں فون پر پارس سے باتیں کررہی تھیں۔ دردان نے عبدالرحمٰن کے خیالات سے معلوم کیا کہ پارس نے کسی کے ذریعے ان بہنوں کے پاس موبائل فون پہنچایا تھا اور جب چاہتا تھا ان سے باتیں کرتا رہتا تھا۔ اس وقت بھی وہ ان سے گفتگو میں مصروف تھا۔

ان کے درمیان کیا باتیں ہورہی تھیں یہ دردان معلوم نہیں کرسکتا تھا کیونکہ ان بہنوں کے دماغوں میں وہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پھر یہ کہ باپ آتے ہی انہوں نے پارس سے کہا تھا کہ ''ابو آگئے ہیں آپ آدھے گھنٹے بعد ہم سے رابطہ کریں۔''

عبدالرحمٰن نے دردان کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''ٹھہرو بیٹی! ابھی فون بند نہ کرنا۔ میں تمہارے ذریعے اسے بتانا چاہتا ہوں کہ ہم پر کیسے کیسے مظالم ڈھائے جارہے ہیں؟ اگر تم لوگوں نے اسی طرح پارس سے چھپ چھپ کر رابطہ کیا تو دردان ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

عبدالرحمٰن نے کہا ''ابھی تمہاری ماں اسے اپنے دماغ میں آنے سے روک رہی تھی تو اس نے میرے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ میں نے بے اختیار الماری کھول کر ریوالور نکالا اور تمہاری ماں پر گولی چلادی۔''

وہ دونوں حیرت سے چیخ پڑیں ''ابو! آپ نے امی کو

گولی ماری دی؟''

وہ بولا ''خدا کا شکر ہے وہ زندہ سلامت ہے صرف زخمی ہوئی ہے۔ اس طرح وردان نے تمہاری امی کے دماغ میں جانے کا راستہ بنالیا ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ میں پارس اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہہ دوں کہ آئندہ میرا تمہاری امی کا یا تم دونوں کا دماغ لاک کیا گیا تو وہ اسی طرح ایک ایک کو زخمی کر کے ہمارے دماغوں میں جگہ بناتا رہے گا۔''

وہ دونوں سن رہیں تھیں' حیران ہو رہی تھیں' پریشان ہو رہی تھیں۔ جمیلہ نے کہا ''پارس! آپ سن رہے ہیں۔ وہ شیطان ہم پر کیسے مظالم ڈھا رہا ہے اور نہ جانے آئندہ بھی کیا کرنے والا ہے؟ خدا کے لیے اسے کسی طرح روکیں۔''

پارس نے کہا ''پریشان ہونے اور خوفزدہ ہونے سے شیطان سے نجات نہیں ملے گی۔ میرے پاس جادو کی چھڑی ہوتی تو میں اس چھڑی کو گھما کر اس ظالم کو پتھر کا مجسمہ بنا دیتا۔ ہماری دنیا میں جتنے بھی فرعون آتے ہیں وہ فوراً ہی نہیں مرتے یا مارے جاتے۔ رفتہ رفتہ ان کا برا وقت آتا ہے۔ ہماری پوری کوشش ہوگی کہ ہم جلد سے جلد اس کی فرعونیت کو خاک میں ملا دیں۔''

''اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی کا سہارا ہے۔ ہم آپ ہی کے بھروسے پر حوصلہ کرتی رہیں گی۔''

''میں جا رہا ہوں پھر کسی وقت تم دونوں سے رابطہ کروں گا۔''

☆☆☆

پارس میری ہدایت کے مطابق دارجلنگ پہنچا ہوا تھا۔ چند روز پہلے آوازون کی ہلاکت کے بعد اس کی ماں ارنا کوف بہت پریشان تھی' سہمی ہوئی تھی کہ اب اس کی باری ہے اور ہم اسے موت کے گھاٹ اتارنے والے ہیں۔ وردان اس کے دماغ میں آ کر اسے تسلیاں دے رہا تھا اور مشورہ دے رہا تھا کہ اب اسے ممبئی شہر میں نہیں رہنا چاہیے۔

ایسے وقت میں نے ارنا کوف کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے چاہے تو اس نے سانس نہیں روکی میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا کیونکہ وہاں پہلے سے وردان موجود تھا اور اس سے کہہ رہا تھا کہ اسے یہاں سے کلکتہ جانا چاہیے پھر وہاں سے ہمالیہ کی طرف ایک پہاڑی علاقے کے شہر دارجلنگ جانا چاہیے۔''

دارجلنگ میں وردان کی شاندار رہائش گاہ تھی۔ وہ مجھ سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ارنا کوف کے ساتھ عیش و عشرت کے لمحات گزارنے کے لیے دارجلنگ کی [illegible] انتخاب کیا تھا۔ وہاں سکون بھی تھا اور اس کے لیے [illegible] جگہ بھی تھی۔ اسے یقین تھا کہ میں وہاں نہیں پہنچ سکوں گا۔ مجھے معلوم نہیں ہوگا کہ اس نے ارنا کوف کو وہاں اپنی رہائش گاہ میں بلایا تھا۔

جبکہ میں اتفاقاً ارنا کوف کے اندر پہنچ کر اس کی پلاننگ معلوم کر چکا تھا۔ پارس ان جڑواں بہنوں کے تحفظ و سلامتی کے لیے پریشان تھا۔ انہیں وردان سے کسی طرح نجات دلانا چاہتا تھا۔ میں نے کہا ''تمہیں دارجلنگ چاہیے وہاں ارنا کوف پہنچی ہوئی ہے۔ یقیناً وردان بھی ہوگا۔ اور تم وہیں اس کی گردن دبوچ سکو گے۔''

پارس ارنا کوف کو چہرے سے نہیں پہچانتا تھا۔ وہ دارجلنگ پہنچ گیا۔ سوامی وردان وشوانا تھ ان تمام علاقوں میں بہت مشہور تھا۔ پورے شمالی ہندوستان میں اس کے عقیدت مند لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ اس لیے یہ آسانی سے معلوم ہو گیا کہ سوامی جی کا اپنا ذاتی بنگلا کہاں ہے۔

وہ دور ہی دور سے اس بنگلے کی نگرانی کرنے لگا۔ اسے ایک اٹھارہ برس کی حسین دوشیزہ دکھائی دی۔ وہ ارنا کوف کے حیثیت سے نہ پہچان سکا۔ وہ تو یہ جانتا تھا کہ ارنا کوف پچیس برس کے جوان بیٹے آوازون کی ماں ہے لہٰذا اسے عمر رسیدہ ہونا چاہیے۔

وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ ارنا کوف برسوں کی تپسیا کے پُراسرار علوم کے ذریعے بڑھاپے سے جوانی کی طرف لوٹ آئی ہے۔ اس نے اس دوشیزہ کے ساتھ ایک عمر رسیدہ عورت کو دیکھا لیکن وہ ملازمہ تھی اور چہرے سے پتا چلتا تھا کہ وہ علاقے کی ایک مقامی عورت ہے۔

اس نے فون کے ذریعے الپا سے رابطہ کیا۔ پھر الپا نے کہا تھا یہاں ارنا کوف پہنچنے والی ہے لیکن میں اس کی ایک بوڑھی مقامی عورت کو دیکھ رہا ہوں جو کہ ملازمہ ہے۔ دوسری ایک نہایت ہی حسین دوشیزہ ہے۔''

الپا نے کہا ''شاید ارنا کوف ابھی وہاں نہیں پہنچی۔''

''وہ مجھ سے کئی دن پہلے روانہ ہوئی تھی۔ اسے پہنچ جانا چاہیے تھا۔''

پھر الپا نے چونک کر کہا ''اوہ گاڈ! میں تو بھول ہی گئی۔ ارنا کوف نے کالے عمل کے ذریعے اپنی عمر گھٹا دی۔ بوڑھی سے جوان بن گئی ہے۔ شاید وہ دوشیزہ ہی ارنا کوف ہے۔''

پارس نے کہا ''مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ میں [illegible]

دوشیزہ کو دیکھا ہے وہ بہت ہی کم سن اور بے حد حسین ہے۔ ارنا کوف کم از کم پچاس برس کی ہوگی اگر اس نے اپنی عمر گھٹائی ہے تو آخر کالے منتروں کے ذریعے کتنی کم کی ہوگی۔ اس کی عمر کے پندرہ برس یا بیس کم ہوئے ہوں گے۔ وہ اب بھی پچیس تیس برس کی تو ضرور ہوگی۔ جبکہ یہ دوشیزہ بہت ہی کم سن ہے۔''

وہ بولی'' تم اس بنگلے کا فون نمبر معلوم کرو۔ فون کے ذریعے رابطہ کرو۔ میں اس بنگلے میں رہنے والی کسی بھی جوان یا بوڑھی عورت کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچوں گی اور اس کے ذریعے حقیقت معلوم کروں گی۔''

''یہ مناسب نہیں ہوگا۔ اگر اس دوشیزہ کے اور اس بوڑھی خادمہ کے دماغوں کو لاک کیا ہوگا۔ تو انہیں معلوم ہوجائے گا کہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر آنا چاہتا ہے۔ پھر وردان ہوشیار ہوجائے گا۔ اس بنگلے کا رخ نہیں کرے گا۔''

''تو پھر ایک ہی راستہ ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرو۔ تب ہی میں ان کے اندر پہنچ سکوں گی۔''

''اچھی بات میں کوشش کرتا ہوں۔ تم ایک آدھ گھنٹے کے وقفے سے میرے پاس آتی رہا کرو۔ میں تمہیں فون نہیں کروں گا۔''

اس نے فون بند کردیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ بوڑھی ملازمہ اس بنگلے سے باہر نکلی۔ پھر کسی کام سے بازار کی طرف جانے لگی وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ وہ گھر کی ضرورت کا کچھ سامان خرید رہی تھی۔ اس نے ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر چائے کا آرڈر دیا۔ پھر اپنے تھیلے میں سے ایک دیسی سگار نکال کر اسے سلگانے لگی۔ اس کے گہرے گہرے کش لے کر دھواں چھوڑنے لگی' چائے کا ایک ایک گھونٹ پینے لگی۔

پارس نے فون کے ذریعے الپا کو مخاطب کیا پھر کہا'' میرے پاس آؤ' وہ بوڑھی خادمہ تمباکو نوشی کی عادی ہے۔ یقیناً سانس نہیں روک سکے گی۔ میں اس سے باتیں کررہا ہوں۔''

اس نے فون کو بند کیا' الپا اس کے اندر آگئی۔ وہ وہاں سے چلتا ہوا اس بوڑھی خادمہ کے سامنے میز کے دوسری طرف آکر بولا'' کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔''

وہ بولی'' ہاں ہاں ضرور بیٹھو۔ یہ تو ہوٹل ہے۔ یہاں کوئی بھی بیٹھ سکتا ہے۔''

وہ بیٹھتے ہوئے بولا'' یہاں دوسری سیٹیں بھی خالی ہیں۔ میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ مجھے ایک ساتھی کی ضرورت ہے۔''

وہ سگار کا کش لے کر دھواں چھوڑتے ہوئے بولی'' ساتھی کی ضرورت ہے تو کسی جوان عورت سے دوستی کرنی چاہیے میں تو بوڑھی ہوں۔''

وہ بولا'' مجھے وہ عورتیں اچھی لگتی ہیں جن میں مجھے اپنی ماں کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔''

وہ ایک دم سے متاثر ہوکر اسے دیکھتے ہوئے بولی'' تم مجھے ماں سمجھ رہے ہو؟''

''ہاں تمہارا چہرہ بہت اچھا ہے۔ میری ماں کی طرح ہے۔ میں نے تمہیں دور سے دیکھا تھا۔ ایسا لگا جیسے تم مجھے اپنی قریب بلا رہی ہو۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پارس کے پاس آگئی۔ پھر اس کی پیشانی چوم کر اس کے سر کو اپنے ممتا بھرے سینے پر رکھ لیا۔ اسے سہلانے لگی اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی'' میرا ایک بیٹا دس برس کی عمر میں مرگیا تھا۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس وقت بالکل تمہاری عمر کا ہوتا اور تمہاری طرح ہوتا۔''

پارس نے اسے ممتا بھرے جذبات میں الجھا دیا تھا۔ ادھر الپا اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ معلوم ہوا کہ دو روز پہلے سوامی جی نے اس ملازمہ سے فون پر کہا تھا کہ وہ اس بنگلے کی صفائی کرے۔ ان کی ایک مہمان وہاں آکر رہنے والی ہے اس کا نام ارونا ڈیسائی ہے۔ پھر دوسرے ہی دن وہ نوجوان حسین لڑکی وہاں رہنے آئی تھی۔

الپا نے کہا'' یہ ارنا کوف ہوگی۔ وہ دو روز پہلے یہاں پہنچنے والی تھی۔ اس کی جگہ یہ دوشیزہ پہنچی ہوئی ہے۔ ارنا کوف کے بجائے ارونا ڈیسائی بن گئی ہے۔''

''اس کے ارنا کوف ہونے کی تصدیق کرنی چاہیے۔''

''یہ ملازمہ گھر جائے گی تو میں اس کے ذریعے اس کی اسٹڈی کروں گی۔''

''اگر وہ ارنا کوف ہوگی تو تم اس ملازمہ کے ذریعے سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرسکو گی۔''

''ایسا بہت سوچ سمجھ کر کرنا ہوگا۔ پتا نہیں کس وقت وردان اس کے دماغ میں آتا جاتا ہے۔ اگر میں نے ایسی کوئی حرکت کی تو اسے پتا چل جائے گا کہ ہم ارنا کوف کو ٹریپ کررہے ہیں۔''

وہ ملازمہ چائے پینے کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ پھر

پارس کے پاس آکر بولی'' بیٹے! میں یہاں سے دس میل دور ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتی ہوں۔ مگر اب صاحب کے حکم سے یہاں ان کی کوٹھی میں آگئی ہوں۔ جب تک ان کی مہمان یہاں رہیں گی۔ مجھے بھی یہاں رہنا ہوگا۔ مجھے افسوس ہے میں اس کوٹھی میں تمہیں نہیں لے جاسکوں گا۔''

پارس نے اسے گلے سے لگایا۔ پھر کہا'' کوئی بات نہیں میں تو یہاں سیاحت کے لیے آیا ہوں۔ آج شام کو چلا جاؤں گا۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ بھگوان نے چاہا تو پھر کبھی ملاقات ہوگی۔''

وہ اس کی پیشانی چوم کر وہاں سے جانے لگی۔ الپا اس کے اندر تھی۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ایک کیمسٹ کی دکان میں پہنچ گئی۔ وہاں اس نے اعصابی کمزوری کی دوا خریدی پھر اسے اپنے گریبان میں چھپالیا۔

الپا نے پارس کے پاس آکر کہا'' انوشے کی چھٹیاں ختم ہوچکی ہیں۔ میں اسے لے کر پیرس جارہی ہو۔ اب سے چھ گھنٹے بعد ہماری فلائٹ یہاں سے روانہ ہوگی۔''

''میں روانگی سے پہلے انوشے کو کال کروں گا' اس سے باتیں کروں گا تم آئندہ کیا کرنے والی ہو؟''

''میں نے ملازمہ کے پاس اعصابی کمزوری کی دوا چھپادی ہے۔ وہ اپنی کوٹھی میں پہنچ گئی ہوگی۔ میں پھر اس کے پاس جارہی ہوں۔ اس کے ذریعے دیکھوں گی کہ وہ حسین اور نوجوان لڑکی کون ہے' اور ابھی کیا کررہی ہے؟''

وہ اس ملازمہ کے اندر پہنچ گئی۔ اس نے کوٹھی میں آکر دیکھا تو ارونا ڈیسائی اسے دکھائی نہیں دی۔ اس نے سوچا'' وہ دن میں دو تین بار چھت پر جاتی ہے اور یوگا کی مشقیں کرتی ہے۔ شاید اس وقت بھی چھت پر ہوگی۔''

الپا نے اسے چھت کی طرف جانے پر مائل کیا۔ وہ دبے قدموں سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر پہنچی۔ ارونا ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی خلا میں تک رہی تھی' کبھی سوچ رہی تھی اور کبھی زیر لب کچھ کہہ رہی تھی۔

ملازمہ کی سوچ نے بتایا کہ وہ کل شام کو بھی اسی طرح اپنے بیڈروم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک طرف تک رہی تھی اور زیر لب کچھ کہہ رہی تھی۔ اسے تنہائی میں بڑبڑانے کی عادت ہے۔''

یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے بولتی رہتی ہے۔ جسے ملازمہ بڑبڑاہٹ سمجھ رہی تھی۔ الپا خیال خوانی کی تکنیک کو خوب سمجھتی تھی۔ جب خیال خوانی کی جائے۔ کسی کے دماغ میں پہنچ کر کچھ کہا جائے تو اس وقت زیر لب کچھ نہیں کہا جاتا صرف سوچ کی لہریں کسی سے کچھ کہتی رہتی ہیں۔ لیکن جب کوئی دوسرا ہمارے دماغ میں آتا ہے اور وہ کچھ کہتا ہے تو جواب میں ہم زیر لب اس سے کچھ نہ کچھ کہتے رہتے ہیں۔

اس طرح یہ بات سمجھ میں آگئی کہ اس وقت وہ ارنا کوف خیال خوانی کے ذریعے کسی کے دماغ میں نہیں پہنچی ہوئی تھی بلکہ کوئی اس کے اندر پہنچا ہوا تھا وہ اس کے جواب میں زیر لب کچھ بولتی جارہی تھی۔ الپا نے پورے یقین کے ساتھ خیال خوانی کی پرواز کی۔ ملازمہ کے دماغ سے نکل کر ارنا کوف کے دماغ میں پہنچی تو جگہ مل گئی۔ اس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ اس وقت وردان اس کے اندر بول رہا تھا۔

''ارنا! میں ذہنی طور پر بہت تھکا ہوا ہوں۔ تفریح کرنے کے موڈ میں ہوں۔ لیکن تم تو اچانک ہی بیمار ہوگئی ہو۔ اگلے چار دنوں تک میرے کسی کام نہیں آسکو گی۔''

وہ بولی'' مجھے افسوس ہے۔ میں تمہاری خواہش کے مطابق تمہارے ذہن کو فریش نہیں کرسکوں گی۔ پھر بھی آجاؤ کوشش کروں گی کہ تمہارا دل بہلا سکوں۔ تمہاری ذہنی تھکن دور کرسکوں۔''

''نہیں۔ میں اپنے موڈ اور مزاج کو خوب سمجھتا ہوں۔ تمہارے پاس آنے سے میرا بھلا نہیں ہوگا۔ پھر یہ کہ مجھے کچھ عرصے تک وہاں تمہاری نگرانی کرنی ہے۔ فرہاد علی تیمور بہت ہی خطرناک ہے۔ اس نے مجھے خوش فہمی میں مبتلا کیا تھا کہ وہ نیپال والی رہائش گاہ میں نہیں پہنچ سکے گا لیکن پہنچ گیا تھا۔ اب میں محتاط رہوں گا۔ یہاں تم رہو گی اور میں خیال خوانی کے ذریعے ہر پل اطمینان حاصل کرتا ہوں گا۔ جب یہ اطمینان ہوجائے گا کہ وہ تمہارے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا تب میں تمہارے پاس آسکوں گا۔''

وہ دونوں اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے بارے میں باتیں کررہے تھے۔ جو اسرائیل میں الپا کی چھوڑی ہوئی کرسی پر قبضہ جمانا چاہتی ہے اور یہ ذکر بھی ہورہا تھا کہ اس سے کس طرح ٹکراؤ ہوتا رہا تھا۔ وہ دونوں یہ باتیں کررہے تھے اور الپا سن رہی تھی۔

اس سے ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ ارنا کوف بیمار ہے۔ الپا نے فوراً ہی اس کے چور خیالات پڑھے۔ پتا چلا وہ تین چار دنوں تک شدید تکلیف میں مبتلا رہتی ہے پھر اسے آرام آجاتا ہے۔

یہ معلومات بڑی اہم تھیں اس سے یقین ہوگیا کہ اس کی ذہنی توانائی میں کچھ کمی آگئی ہے اور اس کا ذہن اس قدر حساس

نہیں رہا ہے کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکے۔ اس وقت دردان کہہ رہا تھا ''اب میں جا رہا ہوں۔ پھر کبھی فرصت ملی تو تمہارے پاس آ کر خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔ اب تم آرام کرو۔''

ارنا کوف کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ وہ چلا گیا تھا۔ لیکن الپا چپ چاپ موجود تھی۔ یہ بات اطمینان بخش تھی کہ ان لمحات میں وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔

اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ تکلیف محسوس کر رہی ہے اور اپنے بیڈروم میں جا کر آرام سے لیٹنا چاہتی ہے۔ لہٰذا وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے اپنے بیڈروم میں آئی۔ ملازمہ نے پوچھا ''میڈم! آپ کے لیے کھانا لگاؤں؟''

وہ انکار میں ہاتھ ہلا کر بولی ''ابھی نہیں میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں بعد میں کھاؤں گی۔''

ملازمہ چلی گئی۔ وہ بیڈ پر آرام سے لیٹ گئی الپا خیال خوانی کے ذریعے آہستہ آہستہ اس کے ذہن کو تھپکنے لگی چونکہ وہ خود ہی سونا چاہتی تھی۔ اس لیے کچھ ہی دیر بعد گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

وہ تقریباً دس منٹ تک اس کے خوابیدہ دماغ میں خاموش رہی۔ یہ سمجھنے کی کوشش کرتی رہی کہ وردان اس کے اندر واپس آتا ہے یا نہیں؟ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ میدان صاف ہے اور کوئی راستے میں رکاوٹ بننے والا نہیں ہے۔ تو اس نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے ذہن کو حکم دیا کہ وہ بدستور وردان کی معمولہ اور تابعدار رہے گی۔ کبھی اسے یہ شبہ نہیں ہونے دے گی۔ کہ اس پر کسی نے تنویمی عمل کیا تھا۔ صرف ایک مخصوص لب و لہجہ یاد رکھے گی جب بھی الپا اس مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے اندر آئے گی تو اسے محسوس نہیں کرے گی اور بے اختیار اس کے احکامات کی تعمیل کرتی رہے گی۔

اس نے تنویمی عمل کے ذریعے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرائی کہ اس کا مخصوص لب و لہجہ دماغ کے چور خانے میں بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ اگر رہے گا تو وردان چور خیالات پڑھ کر معلوم کر لے گا۔ لہٰذا وہ اس مخصوص لب و لہجے کو بھول جائے گی۔ جب الپا اس کے اندر آئے گی۔ تب اس کو یاد آئے گا کہ اس مخصوص لب و لہجے کو قبول کرنا چاہیے اور سانس روک کر آنے والی کو نہیں بھگانا چاہیے۔

اس نے بہت اچھی طرح سوچ سمجھ کر محتاط انداز میں اس پر تنویمی عمل کیا۔ پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

پارس کے پاس آ کر بولی ''تمہارے لیے خوشخبری ہے۔''

وہ مسکرا کر بولا ''میں سمجھ گیا کہ تم نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ وہ نوجوان لڑکی ہی ارنا کوف ہے۔''

''اس سے بھی بڑی خوش خبری یہ ہے کہ میں نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے۔''

وہ خوش ہو کر بولا ''یہ تو تم نے کمال کر دیا۔ کیا وردان کو تمہارے اس تنویمی عمل کو پتا نہیں چلے گا؟''

''اسے کبھی معلوم نہیں ہوگا۔ میں نے اس طرح اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے کہ وہ بظاہر وردان کی ہی تابعدار بن کر رہے گی۔ کبھی اسے شبہ میں مبتلا نہیں ہونے دے گی۔''

''تھینکس گاڈ اب مجھے اس بنگلے کے چکر نہیں لگانے پڑیں گے اور نہ ہی اس حسین اور نوجوان لڑکی پر نظر رکھی ہوگی' جو ارنا کوف ہے۔ تم نے جو مخصوص لب و لہجہ اس کے ذہن میں نقش کیا ہے۔ وہ تم پاپا کو بھی بتا دو۔ وہ بھی خیال خوانی کے ذریعے اس کی نگرانی کرتے رہیں گے اور یہ معلوم کرتے رہیں گے کہ وہ کم بخت وردان کب وہاں پہنچنے والا ہے؟''

''وہ شیطان جمیلہ' نبیلہ اور اس کے والدین کو بہت پریشان کر رہا ہے۔ ان کا جینا حرام کر رہا ہے۔ ہم اسے جلد از جلد ٹھکانے لگائیں گے یا اس کی طاقت کو کم سے کم کرتے رہیں گے۔ تاکہ وہ فرعونیت سے باز آتا رہے۔''

''میں یہاں رہوں گا' اس کا انتظار کرتا رہوں گا۔ کسی نہ کسی دن تو وہ ارنا کوف کے پاس آئے گا۔ پھر میں اسے فنا کر جانے نہیں دوں گا۔ جس طرح وہ ان دو بہنوں کو ذہنی طور پر ٹارچر کر رہا ہے میں اس سے زیادہ اسے اذیتوں میں مبتلا کروں گا۔ ایسے شکنجے میں لوں گا کہ مرنے کی تمنا کرتا رہے گا لیکن میں اسے مرنے نہیں دوں گا۔ اسے اپاہج بنا کر تماشائے عبرت بنا دوں گا۔''

وہ چار یا چھ دنوں کے بعد ہی ارنا کوف کے پاس آئے گا۔ فی الحال تم انوشے سے بات کرو وہ تمہیں یاد کر رہی ہے۔''

اس نے موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کیے۔ پھر بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا۔ تھوڑی دیر بعد انوشے کی آواز سنائی دی وہ چہک کر بول رہی تھی ''ہائے پاپا! ابھی ماما نے بتایا ہے کہ آپ مجھے فون کرنے والے ہیں اور میں بے چینی سے اپنے فون کو تک رہی تھی۔ یہ بتائیں آپ کیسے ہیں؟''

''میں تو جہاں بھی ہوں خیریت سے ہوں۔ یہ تمہاری

ماما نے بتایا ہوگا۔ تم بتاؤ کیسی ہو؟''

''میں اپنی ماما کے سائے میں بخیریت ہوں۔ یہ ماما نے بتایا ہوگا۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا ''ہاں تمہاری ماما کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دوسرے کی خیریت معلوم ہوتی رہتی ہے۔''

''میں نے سوچا تھا میری چھٹی کے یہ پندرہ دن آپ دونوں کے ساتھ گزریں گے لیکن ہم ایک دوسرے سے بچھڑ کر رہ گئے۔ میں نے تو ماما کے ساتھ خوب انجوائے کیا ہے۔ آپ کے ساتھ نہ کر سکی۔''

''بیٹی! حالات نے مجبور کیا تھا۔ ورنہ میں اپنی جان سے کبھی الگ نہ ہوتا۔ بہرحال اگلے برس پندرہ دن کی چھٹیاں ہوں گی۔ میں دن رات تمہارے ساتھ رہوں گا۔''

''میں ابھی گرینڈ پا سے بات کرنے والی ہوں۔ میں ماما کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں جا رہی ہوں وہ مجھے ریسیو کرنے ایئرپورٹ آئیں گے۔ گرینڈ ماما بھی آئیں گی۔ وہ دونوں پیرس میں ہیں۔''

''او کے مائی ڈارلنگ! آئی وش یو اے گڈ جرنی۔''

انوشے نے ادھر سے اپنے فون کو چوما ادھر سے پارس نے اپنے فون کو چوم کر رابطہ ختم کر دیا۔ الپا مسکرا کر اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ رابطہ ختم ہونے کے بعد میرے نمبر پنچ کرنے لگی۔ میں سونیا کے ساتھ جھیل کنارے ایک درخت کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا۔ فون کا بزر سنائی دیا۔ میں نے نمبر پڑھے پھر مسکرا کر سونیا سے کہا ''ہماری پوتی مخاطب کر رہی ہے۔''

وہ خوش ہو کر فون کی طرف دیکھنے لگی۔ میں نے بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا ''ہائے انوشے! یہ تمہاری ماما کا فون ہے لیکن میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس وقت تم مجھے کال کر رہی ہو۔''

''اوہ گرینڈ پا! آپ تو میرے آنے سے پہلے ہی میری آہٹ سن لیتے ہیں۔''

''دادا کی جان! جب تم چلتی ہو تو اپنے پاؤں زمین پر نہیں اپنے دادا کے دل پر رکھتی ہوئی آتی ہو اس لیے میں سمجھ لیتا ہوں کہ خوشبو میرے گھر آ رہی ہے۔''

''یس گرینڈ پا! میں ابھی تین گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہونے والی ہوں۔ تقریباً آٹھ گھنٹے بعد آپ کی آغوش میں آ جاؤں گی۔ آپ گرینڈ ماما سے بات کرائیں۔''

سونیا نے مجھ سے فون لے کر کان سے لگایا پھر کہا ''انوشے! میری جان! ابھی تمہارے دادا جان مجھے بتا رہے تھے کہ تم یہاں پہنچنے والی ہو۔ میں کیا بتاؤں کہ مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔''

سونیا اپنی پوتی سے باتیں کر رہی تھی۔ ادھر نومی کرسٹل اس کے اندر چھپی تمام باتیں سن رہی تھیں۔ بلاشبہ وہ سونیا کو شکنجے میں لے کر مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گئی تھی اور میں دھوکا کھا رہا تھا۔

ہم بڑے عجیب و غریب حالات سے گزر رہے تھے۔ موجودہ حالات میں کبھی کامیاب ہو رہے تھے اور کبھی انجانے میں ناکام ہوتے جا رہے تھے۔ مثلاً ڈمی سونیا نے میرے بیٹے کبریا' پارس اور میری بیٹی اعلیٰ بی بی اور میری پوتی انوشے کو بری طرح شکنجے میں لے لیا تھا۔ مجھے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر رہی تھی۔

میں نے ٹیلی پیتھی سیکھنے کی ابتدا سے لے کر اب تک ایک طویل جدوجہد کرتے ہوئے زندگی گزاری ہے۔ کبھی مخالف حالات، کے سامنے سر نہیں جھکایا' ہمت نہیں ہاری پھر بھلا نومی کرسٹل مجھے گھٹنے ٹیکنے پر کیسے مجبور کرتی؟ مجھ سے سبقت لے جانے کی حسرت اس کے دل میں رہ گئی۔ میں نے اس کی فتح کو شکست میں بدل دیا تھا۔

پھر وہ اپنی معمولہ اور تابعدار ارنا بیلا کو زندہ رکھنے کی کوششیں کرتی رہی تھی اور ناکام ہو گئی تھی۔ ہم نے اپنے طور پر ہمیشہ کے لیے انا بیلا کا قصہ ختم کر دیا تھا۔ لیکن اب وہ خود انا بیلا بن کر اسرائیل میں ارنا کوف اور وردان سے جنگ لڑنے میں مصروف تھی۔

میں اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ مجھے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نہ کر سکی اور میں اس پر سبقت حاصل کر چکا ہوں۔ جب کہ وہ میری زندگی کی سب سے اہم ہستی سونیا کو اپنے زیر اثر لا چکی تھی اور اس کے ذریعے ہمارے اندر کے ڈھکے چھپے راز معلوم کر رہی تھی۔

وردان نے جمیلہ اور نبیلہ کو اور اس کے والدین کو بری طرح پریشان کر رکھا تھا۔ ہم اسے گھیرنے میں مصروف تھے۔ اس حد تک کامیابی ہو چکی تھی کہ الپا نے ارنا کوف کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔ اب چار یا چھ دنوں کے بعد جب بھی وردان ارنا کوف سے ملنے آتا تو پارس کی گرفت سے کبھی نکل نہ پاتا۔

ہمیں کامیابی کا پورا یقین تھا۔ ایسے ہی یقین سے گزرتے وقت ہم کبھی یہ سوچ نہیں پاتے کہ ہمارے پیچھے درپردہ کیا ہو رہا ہے؟ نومی کرسٹل سونیا کو اپنے زیر اثر لا کر ہمارے تمام اندرونی رازوں سے واقف ہو رہی تھی۔ اس

وقت بھی انوشے سے بات کرنے کے بعد الپا مجھ سے باتیں کررہی تھی اور مجھے بتارہی تھی کہ اس نے کس طرح ارنا کوف کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا ہے۔ آئندہ چار یا چھ دنوں بعد جب وردان اس سے ملنے دارجلنگ آئے گا تو ایسے وقت پارس اس پر ضرور قابو پالے گا۔

الپا نے مجھ سے کہا ''پاپا! پارس نے کہا ہے کہ میں آپ کو وہ مخصوص لب ولہجہ بتادوں جس کے ذریعے ہم ارنا کوف کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔''

میں نے کہا ''یہ بہتر ہوگا ہم دونوں وقتاً فوقتاً اس کے اندر جاتے رہیں گے اور معلوم کرتے رہیں گے کہ وہ کمبخت وردان کب اس سے ملنے آرہا ہے؟''

اس نے وہ مخصوص لب ولہجہ مجھے بتایا۔ میں نے اسے ذہن نشین کرنے کے بعد آزمائشی طور پر خیال خوانی کی پرواز کی تو ارنا کوف کے اندر جگمل گئی۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکی۔ میں مطمئن ہوکر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔

الپا سے رابطہ ختم ہوگیا تھا۔ سونیا نے پوچھا ''اس سے کیا باتیں ہورہی تھیں؟''

میں نے اسے یہ ساری باتیں بتائیں کہ کس طرح ہم نے ارنا کوف کے دماغ پر قبضہ جمالیا ہے اور اب ہمیں وردان کا انتظار ہے۔

نومی کرسٹل اس کے ذریعے میری باتیں سن رہی تھی۔ اس کے اندر یہ بے چینی پیدا ہوگئی کہ پتا نہیں الپا نے کون سا مخصوص لب ولہجہ ارنا کوف کے ذہن میں نقش کیا ہے۔ اگر وہ لب ولہجہ اسے معلوم ہوتا تو وہ بھی ارنا کوف کے اندر پہنچ سکتی تھی۔

وہ یہ اہم بات سونیا کے ذریعے مجھ سے پوچھ سکتی تھی لیکن میرے ذہن میں سوال پیدا ہوتا کہ سونیا یہ کیوں پوچھ رہی ہے جبکہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ اس طرح مجھے اپنی سونیا پر شبہ ہوسکتا تھا اور نومی کرسٹل یہ نہیں چاہتی تھی۔

وہ سوچ میں پڑگئی ایک اہم معلومات حاصل کرنے کے لیے بنا بنایا کام بگاڑنا نہیں چاہتی تھی۔ میں اس کے لیے بہت اہم تھا۔ وہ میری سونیا کے ذریعے دن رات میرے قریب رہنے لگی تھی۔ میری قربت اس کے لیے جذباتی بھی تھی اور معلوماتی بھی تھی۔ وہ بہت سی معلومات حاصل کرتی جارہی تھی۔

سونیا نے اس کی مرضی کے مطابق مجھ سے کہا ''تم یہ تو معلوم کرو کہ ہماری پوتی کس فلائٹ سے آرہی ہے؟''

میں نے کہا ''وہ انڈین ایئرلائن ٹوزیرو سیون سے آرہی ہے۔ یہ فلائٹ یہاں آج رات آٹھ بجے پہنچے گی۔''

نومی کرسٹل نے فون کے ذریعے ایک ٹریولنگ ایجنسی سے رابطہ کیا۔ ادھر سے ایک بکنگ کلرک کی آواز سن کر فون بند کردیا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اس بات پر مائل کیا کہ وہ ممبئی ایئرپورٹ کے جتنے ٹیلی فون نمبر ہیں، انہیں ایجنسی کمپیوٹر کے ذریعے معلوم کرے۔

وہ اس کی مرضی کے مطابق معلومات حاصل کرنے لگا۔ ادھر اس نے کئی نمبر نوٹ کیے۔ ان نمبروں کے ذریعے ممبئی ایئرپورٹ کے انکوائری کاؤنٹر سے رابطہ کیا۔ پھر کاؤنٹر کلرک کی آواز سن کر اس کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ گئی۔

وہ اعلیٰ افسر اس کی مرضی کے مطابق اس کاؤنٹر پر گیا۔ جہاں مسافر بورڈنگ کارڈ حاصل کررہے تھے۔ معلوم ہوا ایک گھنٹے بعد وہ فلائٹ وہاں سے روانہ ہونے والی ہے۔ جس میں الپا اور انوشے سفر کرنے والی تھیں۔

نومی کرسٹل کئی بار الپا اور انوشے کی آوازیں سن چکی تھی۔ وہ بورڈنگ کارڈ جاری کرنے والے کاؤنٹر کلرک کے دماغ میں بیٹھی رہی۔ پھر اس کے ذریعے اس نے الپا اور انوشے کی آوازیں سنیں۔ وہ بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے کے بعد وہاں سے جارہی تھیں۔ اس کے بعد اس نے اور دو چار مسافروں کی آوازیں سنیں۔ انہیں اپنے ذہن میں نقش کیا۔ پھر ان میں سے ایک کے دماغ میں رہ کر جہاز کے اندر پہنچ گئی۔

اس کا ایک دست راست ٹیلی پیتھی جاننے والا کاشف جمال لکھنو میں تھا۔ وہ اسے فرہاد کہہ کر مخاطب کیا کرتی تھی۔ جب اس نے اعلیٰ بی بی کو وہاں ایک بنگلے میں قید کرکے مجھے مجبور اور بے بس بنانا چاہا تھا۔ تب کاشف جمال وہاں اس بنگلے کے سامنے دوسرے مکان میں تھا اور وہاں سے اعلیٰ بی بی کر نگرانی کررہا تھا۔ جب وہ نگرانی کرنے میں ناکام رہا اور اعلیٰ بی بی ہاتھ سے نکل گئی۔ تب وہ نومی کرسٹل کی ہدایت کے مطابق ممبئی چلا آیا تھا۔

نومی کرسٹل نے اسے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا ''مائی فرہاد! ابھی تمہیں خیال خوانی میں مصروف رہنا ہے۔ الپا اپنی بیٹی کو لے کر پیرس جارہی ہے۔ جہاز یہاں سے ابھی روانہ ہوا ہے۔ تم میرے دماغ میں آؤ۔''

وہ اس کے اندر پہنچا۔ پتا چلا نومی کرسٹل اس جہاز میں کسی مسافر کے اندر ہے۔ وہ سوچ کے ذریعے بولی ''تم ان ماں بیٹی کو چہروں سے بھی پہچانتے ہو۔''

''ہاں میں انہیں اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ بابا صاحب

کے ادارے میں انوشے سے مل بھی چکا ہوں۔''

''جیسا کہ تم نے بتایا تھا۔ انوشے ابھی سات برس کی ہے۔ کیا اتنی کم عمر لڑکی یوگا کی ماہر ہوسکتی ہے اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرسکتی ہے؟''

''بے شک اس کی دادی آمنہ فرہاد اور روحانیت کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ یہ بچی اسی کے ساتھ رہتی ہے۔ اس پر بھی روحانیت کا اثر ہے۔''

''اس کا مطلب ہے ہم انوشے کے اندر نہیں جاسکیں گے؟''

''جی ہاں وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گی۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں۔ اس پر روحانیت کا اثر ہے۔ کوئی بھی مخالف یا کوئی بھی شر پسند اس کے قریب آتا ہے تو وہ خطرہ محسوس کرلیتی ہے اور سمجھ لیتی ہے کہ آنے والا دوست نہیں، دشمن ہے۔''

''ہم یہاں کسی کو آلہ کار بنا کر اس کے قریب جاسکتے ہیں؟''

''نہیں۔ وہ آلہ کار انوشے کا دشمن نہیں ہوگا لیکن ہم دشمنی کرنے والے اس آلہ کار کے اندر موجود رہیں گے۔ تو وہ بے چینی محسوس کرے گی اور الپا کو اشارہ کردے گی۔ پھر الپا ہمارے اس آلہ کار کے پیچھے پڑجائے گی۔ یہ بھید کھل جائے گا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان ماں بیٹی کی نگرانی کررہے ہیں۔''

وہ گہری سانس لے کر بولی ''فرہاد علی تیمور کی فیملی کا ہر فرد عجیب وغریب ہے۔ ایک کو چھیڑو تو سب ہی کے دماغوں میں کرنٹ پہنچنے لگتا ہے۔ میں یہ نہیں چاہوں گی کہ الپا کو یہاں ہماری موجودگی کا علم ہو۔''

کاشف جمال نے نومی کرسٹل سے کہا ''سونیا! تمہیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ انوشے کو کسی بھی طرح گرفت میں لینا چاہو گی تو بھید کھل جائے گا۔ تم زیادہ سے زیادہ اپنے آلہ کار کے ذریعے دور سے گولی مار سکو گی لیکن قریب نہیں جاسکو گی۔''

''میں فرہاد کے کسی بھی فیملی ممبر کو جانی نقصان نہیں پہنچانا چاہتی۔''

''لیکن تم نے تو کبریا، پارس، اعلیٰ بی بی اور انوشے کو یرغمال بنایا تھا۔ انہیں قیدی بنا کر فرہاد کو چیلنج کیا تھا کہ وہ اگر تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کارروائی کرے گا تو اس کے بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔''

''ہاں۔ میں نے محض دھمکی دی تھی۔ حقیقتاً میں ایسی کوئی بڑی واردات نہیں کرنا چاہتی تھی، جس کے نتیجے میں آئندہ فرہاد میری جان کا دشمن بن جائے۔''

وہ درست کہہ رہی تھی۔ اس نے خود کو مکمل طور پر سونیا بنانے کے مرحلے سے گزرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ سونیا بن کر میرے بازوؤں میں آئے گی اور ہمیشہ میرے بچوں کی ماں بن کر میرے ساتھ زندگی گزارتی رہے گی۔

میری فیملی میں اور میرے دل میں جگہ بنانے کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ میرے اور میرے بچوں کے خلاف واردات کرتی رہتی۔ لیکن اس طرح کہ کسی کو جانی نقصان نہ پہنچتا۔

وہ میری سونیا کی جگہ لینا چاہتی تھی۔ اگر وہ چاہتی تو سونیا کو ٹریپ کرنے کے بعد اسے اپنی معمولہ اور تابعدار نہ بناتی بلکہ اسے جان سے مار ڈالتی۔ لیکن وہ مجھے اتنا بڑا نقصان نہیں پہنچانا چاہتی تھی۔ دشمنی کے باوجود میرا دل جیتنے کے لیے اس نے سونیا کو زندہ سلامت رکھا تھا۔

صرف اتنا ہی نہیں اس نے میری سونیا کو میرے پاس پہنچا دیا۔ انتہائی دشمنی کے باوجود انتہائی دوستی کا ثبوت بھی دے رہی تھی۔ لیکن اس کی یہ دوستی مجھے اور میرے بچوں کو مہنگی پڑرہی تھی۔ وہ ہمارے کتنے ہی معاملات میں مداخلت کررہی تھی۔ ہم بار بار کامیابیاں حاصل کررہے تھے۔ اور وہ بار بار ہمیں ناکامی کی طرف لے جارہی تھی۔ اس کی دوستانہ عداوت کے باعث دشمنوں کو فائدہ پہنچ رہا تھا۔

مثلاً اس نے اسرائیل میں پہلے انابیلا کو فائدہ پہنچانا چاہا۔ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر اس کے ذریعے وہاں حکومت کی اچھی خاصی پلاننگ کرلی۔ جب ہم نے انابیلا کو جہنم میں پہنچا دیا تو وہ خود انابیلا بن گئی۔ ایسے وقت ارنا کوف اور وردان کو فائدہ پہنچنے لگا۔ وہ اس کے مقابلے میں اسرائیل پہنچ گئے۔

اب اسے یہ معلوم ہوا تھا کہ الپا نے ارنا کوف کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا ہے۔ تب سے وہ بے چین ہوگئی تھی۔ خود ارنا کوف کے اندر پہنچنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ الپا نے اس کے اندر پہنچنے کے لیے کون سا مخصوص لب ولہجہ اختیار کیا ہے اور یہی معلوم کرنے کے لیے وہ الپا اور انوشے کے قریب اس جہاز میں پہنچی ہوئی تھی۔

اس نے اپنے دست راست کاشف جمال سے کہا ''مجھے انوشے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یوں بھی میں اسے اس لیے نقصان نہیں پہنچاؤں گی کہ وہ فرہاد کی بہت ہی لاڈلی پوتی ہے۔ میں صرف الپا کے دماغ میں کسی طرح پہنچنا

چاہتی ہوں۔"

"پھر تو ایک ہی راستہ ہے کہ الپا کو دماغی کمزوری میں مبتلا کیا جائے۔ لیکن یہاں شاید کسی کے پاس اعصابی کمزوری کی کوئی دوا نہیں ہوگی۔ ایسی کوئی دوا مل جائے تو ہم کسی ایئر ہوسٹس کے دماغ پر قبضہ جما کر الپا کے کھانے پینے کی کسی چیز میں وہ دوا ملا سکتے ہیں۔"

نومی نے کہا "ہم دونوں کو یہاں کے ایک ایک مسافر کے دماغوں میں پہنچنا چاہیے۔ شاید ان مسافروں میں کوئی ڈاکٹر ہو اور اس کے بیگ میں کوئی ایسی مؤثر رسماں دوا موجود ہو تو ہم اسے حاصل کر سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے میں ایک کے ذریعے دوسرے کے اور دوسرے کے ذریعے تیسرے کے دماغ میں پہنچتا جاؤں گا۔ تم بھی یہی کرو۔ لیکن اگر یہاں کوئی ڈاکٹر نہ ملا کوئی دوا نہ ملی تو آخری راستہ یہی ہوگا کہ ہم کسی آلہ کار کے ذریعے الپا کو زخمی کریں۔"

"ہاں' آخری راستہ یہی ہوگا۔ مجھے ہر حال میں صرف تھوڑی دیر کے لیے اس کے دماغ میں پہنچنا ہے اور ایک اہم معلومات حاصل کرنی ہے۔ میں اس معلومات کے ذریعے دردان کی شہہ رگ تک پہنچ سکوں گی۔"

وہ دونوں خیال خوانی میں مصروف ہو گئے کبھی ایک مسافر کے ذریعے دوسرے مسافر کے اندر پہنچنے لگے۔ کبھی ایئر ہوسٹس اور اسٹیوارڈ وغیرہ کے ذریعے دور دور تک بیٹھے ہوئے مسافروں کے پاس پہنچتے گئے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے انوشے کو مخاطب کیا۔ وہ سانس روکنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "میں ہوں تمہارا گرینڈ پا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "ہائے گرینڈ پا! میں اس وقت طیارے میں ہوں۔ تقریباً چار گھنٹے بعد آپ کے اور گرینڈ ماما کے پاس پہنچنے والی ہوں۔"

"سفر کیسا ہو رہا ہے؟ انجوائے کر رہی ہو۔"

"بہت انجوائے کر رہی ہوں۔"

پھر وہ الپا سے بولی "ماما! گرینڈ پا مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔"

الپا مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا "اب میں تمہاری ماما کے پاس جا رہا ہوں ان سے باتیں کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے الپا کو مخاطب کیا۔ اس نے مجھے سلام کیا میں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا "تم انوشے کو لے کر یہاں پیرس آ رہی ہو گی میں اسے لے کر بابا صاحب کے ادارے میں جاؤں گا۔ ایسے وقت تم سونیا کے ساتھ پیرس میں رہو گی۔"

اس نے پوچھا "کیا ماما آپ کے ساتھ ادارے میں نہیں جائیں گی؟"

"میں چاہتا ہوں وہ ابھی نہ جائیں۔ یہیں جمیل والے کامپلیکس میں تمہارے ساتھ رہیں اور تم بڑی رازداری سے اپنی سونیا ماما کی اسٹڈی کرتی رہو۔"

"کیا بات ہے پاپا! آپ ماما پر شبہ کر رہے ہیں؟"

"شبہ کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میرا دل میرا دماغ کہتا ہے کہ تمہاری ماما میرے پاس ہے اور مجھ سے دھوکا نہیں ہو رہا ہے۔ پھر بھی میری چھٹی حس مجھے بے چین کیے رہتی ہے۔"

اس نے تائید کی "جی ہاں' جب کبریا' پارس' اعلیٰ بابا اور انوشے پر مصیبتیں آ رہی تھیں اور انہیں قیدی بنایا گیا تھا اس سے پہلے میری بھی چھٹی حس مجھے بے چین کر رہی تھی۔ مگر کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہونے والا ہے؟ لیکن اب آپ ماما کے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں؟"

"بار بار یہی بات دماغ میں آتی ہے کہ میری سونیا کو ٹریپ کیا گیا ہے۔ میں چپ چاپ اس کی اسٹڈی کرتا ہوں۔ وہ کبھی کبھی بالکل گم صم سی ہو جاتی ہے۔ خلا میں تکنے لگتی ہے ایسے وقت میں اس کے دماغ میں پہنچتا ہوں تو کسی کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اس کی ہی سوچ اس کے اندر بولتی رہتی ہے۔"

"پاپا! ایسا بھی تو ہو سکتا ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مما کی سوچ میں ہی ان سے بولتا ہو؟"

"ہاں یہی بات میرے دماغ میں کھٹکتی ہے۔ ٹیلی پیتھی کی تکنیک کو ہم خوب سمجھتے ہیں۔ ہم خود دشمنوں کے ساتھ ایسے کھیل کھیلتے ہیں کہ ان کی ہی سوچ میں بولتے رہتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہونے دیتے کہ ہم ان کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔"

"پاپا! اگر وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت ہماری ماما کے اندر چھپی رہتی ہے۔ تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ ان نے ماما کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے۔ آپ میری ایک بات مانیں گے؟"

"بولو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"آپ انوشے کے ساتھ ماما کو بھی بابا صاحب کے ادارے میں لے جائیں۔ وہاں روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم ہو جائے گا کہ ماما کے اندر کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے کہا "جناب علی اسد الٰہ تبریزی اور میری وائف آمنہ بھی روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے کام آتے ہیں۔ جب بہت ضروری ہوتا ہے اور قدرت کی طرف سے کوئی اشارہ ملتا ہے تبھی وہ ہماری مدد کرتے ہیں۔ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں کچھ بتانا چاہیں گے تو خود ہی بتائیں گے۔ چونکہ ان کی طرف سے بے نیازی ہے۔ وہ ہماری طرف توجہ نہیں دے رہے ہیں۔ اس لیے میں سونیا کو بابا صاحب کے ادارے میں نہیں لے جا رہا ہوں۔ یہ چاہتا ہوں کہ تم یہاں آ کر جمیل کے کامپلیکس میں سونیا کے ساتھ رہو اور اس کی اسٹڈی کرتی رہو۔"

"میں آپ کی ہدایات کے مطابق یہی کروں گی۔ کیا آپ ماما پر تنویمی عمل کر کے ان کے برین کو واش کر کے ان کے چور خیالات کے ذریعے اصلیت معلوم نہیں کر سکیں گے؟"

"جب میں بہت ضروری سمجھوں گا تو ایسا کروں گا — فی الحال میں اس تاک میں ہوں کہ اگر وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی سونیا کے اندر چھپی رہتی ہے۔ تو اس کی کوئی غلطی پکڑوں۔ اس سے پہلے میں اسے یہی تاثر دیتا رہوں کہ میں دھوکا کھا رہا ہوں۔"

"پاپا! کچھ اندازہ ہے کہ یہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت کون ہو سکتی ہے؟"

"ابھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے۔ ذہن یہی کہتا ہے کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں یہ کوئی نئی پیداوار ہے۔ تم یہاں آؤ گی تو اس کے بارے میں تفصیل سے باتیں ہوں گی۔ ابھی میں جا رہا ہوں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ادھر نومی کرسٹل اور کاشف جمال مسافروں کے دماغوں میں پہنچ رہے تھے۔ تقریباً دس بارہ مسافروں کے دماغوں میں پہنچتے پہنچتے انہیں ایک ڈاکٹر مل گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کے پاس جو بیگ رکھا ہوا ہے۔ اس میں کئی دوائیں ہیں۔ ان میں ایک ضرر رساں دوا بھی ہے۔

کاشف جمال نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ نومی کرسٹل ایک ایئر ہوسٹس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے وہاں لائی۔ ڈاکٹر نے وہ ضرر رساں دوا نکال کر اس کے حوالے کی۔ دوا اسے لے کر وہاں چلی گئی جہاں مسافروں کے لیے کھانے کی ٹرالی تیار کی جا رہی تھی۔ اس ایئر ہوسٹس نے دوا کو اپنے گریبان میں چھپا لیا تھا۔

کھانے کی ٹرالی مسافروں کے درمیان سے گزر رہی تھی۔ اور ہر مسافر کو کھانے کی ایک ایک ٹرے پیش کی جا رہی تھی۔ نومی اور کاشف جمال اس ایئر ہوسٹس کے دماغ میں جم کر بیٹھے ہوئے تھے جب وہ الپا اور انوشے کے قریب ٹرالی لانے لگی تو اس نے چپکے سے وہ دوا گریبان سے نکالی۔ پھر اسے ایک ٹرے کے کھانے میں ملا دیا۔

نومی اور کاشف جمال پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھے۔ اور اس کے ذریعے وہی ٹرے الپا تک پہنچانا چاہتے تھے۔ جب وہ ٹرالی دھکیلتی ہوئی ذرا اور قریب آئی تو انوشے نے چونک کر اس ایئر ہوسٹس کو دیکھا۔ پھر اپنا ہاتھ الپا کے ہاتھ پر رکھ کر ہولے سے دبایا۔ الپا نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ بیٹی کے اندر پہنچی تو وہ بولی "ماما! ایئر ہوسٹس مشکوک ہے۔"

الپا نے نظریں اٹھا کر ایئر ہوسٹس کی طرف دیکھا۔ ادھر نومی اس کے اندر بیٹھی اس کے ذریعے الپا کو دیکھ رہی تھی۔ یوں لگا جیسے الپا سے نظریں چار ہو رہی ہوں۔ ایئر ہوسٹس نے ٹرے الپا کی طرف بڑھائی تو اس نے مسکراتے ہوئے ٹرے کو قبول کر لیا۔ وہ جانتی تھی کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر ہے۔ لہٰذا اس کے چور خیالات آسانی سے نہیں پڑھ سکے گی۔ وہ مسکرا کر ایئر ہوسٹس سے بولی "میں کھانے کے ساتھ سیون اپ ضرور لیتی ہوں۔ کیا تمہارے پاس یہ ڈرنک ہو گی؟"

وہ کولڈ ڈرنک کی بوتل لینے کے لیے ٹرالی کے نیچے جھکی تو الپا نے اچانک ہی اس کے اندر پہنچ کر ایک زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر پیچھے گر پڑی تمام مسافر چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ نومی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ الپا اچانک ہی ایسا حملہ کرے گی۔ اگر اسے ذرا بھی شبہ ہوتا تو وہ اس ایئر ہوسٹس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر رکھتی۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اور الپا کو اس کے اندر پہنچ کر اس کے کمزور دماغ کو پڑھنے کا موقع مل گیا تھا۔

اسے فوراً ہی معلوم ہو گیا کہ ایئر ہوسٹس نے اپنے گریبان سے ایک دوا نکال کر اس کے کھانے میں ملائی ہے اور ایسا کرتے وقت وہ بے چاری غائب دماغ تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس سے ایسی حرکت کیوں سرزد ہو رہی ہے؟

الپا نے اس کے دماغ میں کہا "میں جانتی ہوں تم وہی پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو' مجھے نقصان پہنچانا چاہتی ہو' میرے اندر آ کر میرے دماغ پر قبضہ جمانا چاہتی ہو لیکن تمہارا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو گا۔"

ادھر ڈاکٹر اور چند مسافر ایئر ہوسٹس کے پاس آ گئے تھے۔ اسے سہارا دے کر وہاں سے لے جایا جا رہا تھا۔ نومی بالکل خاموش تھی۔ اس نے الپا کی کسی بات کا جواب نہیں دیا

تھا۔ یہ سمجھ گئی تھی کہ بھید کھل گیا ہے۔ اور اب وہ آسانی سے الپا پر قابو نہیں پا سکے گی۔

کاشف جمال نے کہا ''میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ انوشے بہت خطرناک لڑکی ہے۔ یہ اپنے قریب آنے والے مخالفین کو پہچان لیتی ہے۔ ہم دونوں اس ایئر ہوسٹس کے اندر تھے۔ انوشے یہ تو نہیں جان سکتی تھی لیکن ہم اس کے لیے منفی کردار تھے۔ اسے یہ معلوم ہوگیا کہ ایئر ہوسٹس غلط ارادے سے ان کے قریب آرہی ہے۔''

نومی نے پریشان ہوکر کہا ''یہ بہت برا ہوا الپا ہوشیار ہوگئی ہے اب وہ آسانی سے قابو میں نہیں آئے گی۔''

ادھر الپا نے فوراً ہی مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا ''پاپا! چانک خطرات سر پر منڈلا رہے ہیں۔ مجھ پر ابھی حملہ ہونے والا تھا۔''

میں نے پریشان ہوکر پوچھا ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''ہم ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود دشمن کی چالبازیوں کو سمجھ نہیں پاتے۔ میرا خیال ہے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے پراسرار عورت مجھ پر حملہ کرنا چاہتی تھی اس نے میرے کھانے میں ضرر رساں دوا ملائی تھی لیکن جیسے ہی ہوسٹس میرے قریب آکر وہ ٹرے میری طرح بڑھانے لگی تو انوشے نے سمجھ لیا کہ ہوسٹس غلط ارادے سے آئی ہے۔''

وہ مجھے بتانے لگی کہ وہاں اس نے ہوسٹس کے دماغ میں پہلے زلزلہ پیدا کیا تھا۔ تاکہ وہ پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کا راستہ اس کے دماغ میں نہ روک سکے۔ اس طرح اس نے معلوم کیا کہ دشمن انوشے سے نہیں صرف الپا سے کی جارہی تھی اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کے دماغ کو کمزور بنانا چاہتی تھی۔

میں نے کہا ''میں ابھی تمہارے ذریعے یہاں کے مسافروں کے اندر پہنچتا رہوں گا۔ معلوم کروں گا کہ اس نے یہاں کتنے لوگوں کو آلہ کار بنا رکھا ہے۔''

''پاپا! وہ ناکام ہونے کے بعد کوئی دوسرا خطرناک حملہ کرے گی وہ مجھے زخمی کرکے میرے دماغ میں آنا چاہے گی۔''

''میں سمجھ رہا ہوں وہ ایسا ہی کرنے والی ہے۔ اس وقت تمہارے ایک ہاتھ کے فاصلے پر جو سیٹ ہے۔ وہاں ایک بہت ہی صحت مند نوجوان بیٹھا ہوا ہے۔ اس سے بات کرو میں اس کے اندر پہنچوں گا۔ اسے تمہارا محافظ بناؤں گا تاکہ تم پر حملہ ہو تو وہ تمہارے سامنے ڈھال بن سکے۔''

الپا نے اس صحت مند نوجوان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''پتا نہیں اس ایئر ہوسٹس کو اچانک کیا ہوگیا تھا۔ وہ چیخ مار کر گر پڑی تھی اور تکلیف سے تڑپ رہی تھی۔''

اس نوجوان نے کہا ''میں بھی حیران ہوں کہ اچانک اسے کیا ہوگیا تھا؟ میرا خیال ہے اسے آرام آگیا ہے۔ ڈاکٹر اسے اٹینڈ کررہا ہے۔''

میں اور الپا ہم دونوں ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اتفاق سے نومی بھی اسی وقت اس کے دماغ میں آئی تھی اور اس کی سوچ میں یہ سوال پیدا کررہی تھی ''کیا اس کے پاس کوئی چھوٹا بڑا ہتھیار ہے؟''

اس نوجوان نے حیرانی سے پوچھا ''میرے اندر یہ سوچ کیوں پیدا ہورہی ہے۔ میں تو لڑائی جھگڑوں سے دور رہتا ہوں۔ کسی بھی چھوٹے بڑے ہتھیار سے میرا کیا تعلق ہوسکتا ہے؟''

اس کے اندر پھر ایک سوچ پیدا ہوئی ''میرے پاس ایک نیل کٹر تو ضرور ہوگا۔ ناخن کاٹنے والے اس آلے میں ایک چھوٹا نکھا سا چاقو ضرور ہوتا ہے۔''

اس نے کہا ''ہاں۔ نیل کٹر میرے پاس موجود ہے اور اس میں ایک نکھا سا چاقو بھی ہے۔ مگر میں کیوں ایسا سوچ رہا ہوں۔ اس وقت بھلا مجھے نیل کٹر کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے؟''

وہ نوجوان سمجھ نہیں پارہا تھا لیکن ہم اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے سے اپنا آلہ کار بنانا چاہتی ہے۔

ذرا دیر بعد ہی وہ نوجوان بے اختیار اپنا چھوٹا سا بیگ کھول کر اس میں سے نیل کٹر نکالنے لگا۔ اس میں ایک نکھا سا چاقو تھا۔ اس چاقو سے کسی کو ہلاک نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن زخمی کیا جاسکتا تھا۔ ایک ہلکی سی خراش بدن پر پڑتی اور خون نکلنے لگتا تو الپا زخمی ہوجاتی۔ اس طرح اس کا ذہن متاثر ہوتا اور اس کا دماغ غیر محسوس طریقے سے کمزور ہوجاتا۔

وہ نوجوان پریشان ہوکر سوچ رہا تھا کہ اس نے خوامخواہ نیل کٹر کیوں نکالا ہے اور اب وہ اس کے اندر کا نکھا سا چاقو کیوں باہر کی طرف نکالتا جارہا ہے؟

نومی کرسٹل کا خیال تھا کہ اس نے نوجوان کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا ہے۔ جب کہ اس سے پہلے میں نے اس پر قبضہ جمالیا تھا۔ وہ عملی طور پر اسے اپنے قابو میں لارہی تھی اور اپنا آلہ کار بنارہی تھی۔ جب وہ اس کی مرضی کے مطابق حملہ کرنے کے لیے تیار ہوگیا تو اچانک ہی میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا۔ اس نے نیل کٹر کے

چاقو کو پھر اندر کرلیا اور اسے الپا کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا ''میڈم! آپ اسے رکھ لیں۔ یہ میرے کسی کام کا نہیں ہے۔''

الپا نے مسکراتے ہوئے وہ نیل کٹر اس سے لے لیا۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا ''تم جو کوئی بھی ہو یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارا کوئی داؤ الپا پر نہیں چلے گا۔ یہاں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اہلکار آئے ہوئے ہیں۔''

یہ کہہ کر میں نے اپنے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وہاں بلالیا وہ سب الپا کے آس پاس بیٹھے ہوئے مسافروں کے دماغوں میں پہنچنے لگے۔ تاکہ آس پاس سے فوراً ہی کوئی حملہ نہ کیا جاسکے۔

نومی کرسٹل پریشان ہوگئی تھی۔ وہ مکمل سونیا بننا چاہتی تھی اور سونیا کی طرح کسی بھی معاملے میں ناکام نہیں ہونا چاہتی تھی۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ الپا کے دماغ میں پہنچنے کی کیا تدبیر کی جائے؟

کوئی تدبیر نہیں ہوسکتی تھی۔ وہ الپا کے آس پاس ذرا دور تک بیٹھے ہوئے افراد کے دماغوں میں جاکر دیکھ چکی تھی۔ ان سب کے دماغ جیسے پتھر کے ہوگئے تھے۔ اس کی سوچ کی لہریں، نہیں متاثر نہیں کررہی تھیں۔ الپا کی سیٹ کے پاس سے کوئی بھی ایئر ہوسٹس یا کوئی بھی مسافر گزرتا رہتا تو ہمارا کوئی نہ کوئی جاننے والا اس کے دماغ میں پہنچ جاتا تھا۔ تاکہ نومی کرسٹل ان میں سے کسی کو اپنا آلہ کار نہ بنا سکے۔

وہ جہاز دو گھنٹے سے پرواز کررہا تھا۔ اگلے تین گھنٹوں کے بعد وہ پیرس پہنچنے والا تھا۔ نومی کرسٹل بہت ضدی تھی۔ اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ ان تین گھنٹوں میں اسے کچھ کرگزرنا ہے۔ وہ اور کاشف جمال ایک ایک مسافر کے دماغوں پر جھانکتے جارہے تھے۔ ایسے ہی وقت کاشف جمال نے آکر نومی سے کہا ''مقدر تمہارا ساتھ دے رہا ہے۔ میں ابھی پائلٹ کیبن سے آرہا ہوں۔ وہاں جہاز کو ہائی جیک کرنے والے دو دہشت گرد موجود ہیں انہوں نے پائلٹ اور کو پائلٹ کو گن پوائنٹ پر رکھا ہے۔ ان میں سے ایک ادھر مسافروں کی طرف آنے والا ہے۔''

نومی نے خوش ہوکر پوچھا ''وہ تعداد میں کتنے ہیں؟''

''وہ چار ہیں، دو اس وقت پائلٹ کیبن میں ہیں اور دو یہاں مسافروں کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک سیٹ نمبر بی فور پر ہے اور دوسرا ایف تھری پر بیٹھا ہوا ہے۔''

نومی نے کہا ''الپا سیٹ نمبر آئی تھری پر بیٹھی ہوئی ہے۔ یعنی اس کے قریب بیٹھا ہوا دہشت گرد ایف تھری پر ہے۔ میں ایک آلہ کار کے ذریعے اس کے اندر جارہی ہوں۔''

اس نے ایک مسافر خاتون کو اپنی آلہ کار بنایا پھر اسے اس کی سیٹ سے اٹھا کر ایف تھری والے مسافر کے پاس لے گئی۔ اس سے عاجزی سے بولی ''کیا آپ سیٹ تبدیل کرنا پسند کریں گے؟''

وہ بولا ''محترمہ! آپ کیوں سیٹ بدلنا چاہتی ہیں میں یہاں آرام سے بیٹھا ہوں۔ آپ کسی دوسرے مسافر سے سیٹ کا تبادلہ کرلیں۔''

نومی اس ایف تھری والے دہشت گرد کے اندر پہنچ گئی۔ ایسے ہی وقت کیبن کا دروازہ کھلا پھر ایک شخص بڑی سی گن لے کر وہاں پہنچ گیا۔ للکارتے ہوئے بولا ''سب لوگ خاموش بیٹھے رہیں۔ اس جہاز کو ہائی جیک کیا جارہا ہے۔ اب یہ جہاز پیرس نہیں جائے گا۔ اسکندریہ پہنچے گا۔''

تمام مسافر خوفزدہ ہوگئے۔ عورتیں اور بچے رونے لگے۔ بی فور والی سیٹ سے دوسرے دہشت گرد نے اٹھ کر اپنے لباس کے اندر سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا ''کوئی آواز نہ کرے اگر کسی نے چالاکی دکھانے اور ہیرو بننے کی کوشش کی تو اس ایک شخص کی ناکامی سے جہاز کے تمام مسافر مارے جائیں گے۔''

میں نے اور میرے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے یہ باتیں سنتے ہی ان کے دماغوں پر قبضہ جمالیا۔ ایک دہشت گرد کی سوچ نے بتایا کہ اس کا ایک ساتھی کیبن میں ہے۔ ہمارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کیبن کے اندر پہنچایا۔ پھر اس کے ذریعے اس کے دوسرے ساتھی کے دماغ پر بھی قبضہ جمالیا۔

اس طرح ہم نے اس جہاز کو ہائی جیک ہونے سے بچالیا۔ تمام دہشت گردوں کو اپنی ٹیلی پیتھی میں جکڑ لیا۔ ادھر دوسرے دہشت گرد کی سوچ نے بتایا کہ ان کا ایک اور گن مین سیٹ نمبر ایف تھری پر بیٹھا ہوا ہے۔

میں اس دہشت گرد کو ایف تھری کی طرف دوڑانے لگا۔ ایسے ہی وقت وہ ایف تھری والا دہشت گرد نومی کی مرضی کے مطابق اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے اپنے لباس سے ریوالور نکالا۔ پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس نے الپا کا نشانہ لے کر گولی چلادی۔

الپا کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ گولی بازو میں لگی تھی۔ وہ اچھل کر سیٹ سے نیچے فرش پر گر پڑی۔ نومی ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ یہ معلوم کرنے لگی کہ اس

نے ارنا کوف کے ذہن میں کون سا مخصوص لب ولہجہ نقش کیا ہے؟

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس ایف تھری والے کے دماغ پر بھی قبضہ جمالیا تھا کیونکہ نومی اسے چھوڑ کر الپا کے اندر چلی آئی تھی۔ جہاز میں سفر کرنے والا ڈاکٹر فوراً ہی اپنا بیگ لے کر اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اسے تسلیاں دے رہا تھا ''پریشانی کی بات نہیں ہے۔ گولی بازو کو چھیدتی ہوئی گزر گئی ہے۔''

میں نے الپا کے دماغ میں آ کر نومی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ تم اس وقت اس کے اندر موجود ہو اور اس کے چور خیالات پڑھ رہی ہو۔ میں تمہیں آخری بار سمجھا رہا ہوں کہ تم آگ سے کھیل رہی ہو۔ اپنی سلامتی اور طویل زندگی چاہتی ہو تو میرے سامنے بے نقاب ہو جاؤ۔ اپنے ارادے بتاؤ کہ تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو؟''

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی' کیونکہ وہ الپا کے چور خیالات کے ذریعے اہم معلومات حاصل کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا ''کیا تم عداوت سے باز نہیں آؤ گی؟''

اس بار مجھے ایک طویل ہائے سنائی دی۔ وہ بڑی مستی جیسے انگڑائی لیتے ہوئے ہائے کہہ رہی تھی۔ میں نے انتظار کیا۔ شاید وہ آگے کچھ کہے گی لیکن اس کی طرف سے خاموشی رہی۔ اس نے بڑا ہی رومانوی انداز اختیار کیا تھا لیکن اس وقت الپا زخمی تھی اور انوشے اپنی ماں کے لیے پریشان ہو رہی تھی۔ اس وقت اس کی رومانوی ادا مجھے زہر لگ رہی تھی۔

پھر اس کی ایک جذباتی سرگوشی سنائی دی ''کیا تم موجود ہو؟''

میں نے کہا ''میں تو موجود ہوں لیکن تم اپنے وجود سے محروم ہونا چاہتی ہو۔''

وہ بڑے جذباتی انداز میں بولی ''میں تمہارے وجود میں گم ہو جانا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد تم مجھے مار ڈالو۔ کوئی بات نہیں میں شاید تمہارے ہی بازوؤں میں مرنے کے لیے پیدا ہوئی ہوں۔''

''ایسے فلمی مکالمے کیوں ادا کر رہی ہو؟''

''تم اسے فلمی محبت سمجھ لو لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں تمہارے لیے جی رہی ہوں اور تمہاری خاطر مر جاؤں گی۔''

''اگر یہ باتیں سنجیدگی سے کہہ رہی ہو تو پھر میرے پاس چلی آؤ۔''

''میں جانتی ہوں اور دنیا بھی یہی کہتی ہے کہ تم زبان کے دھنی ہو۔ اس لیے پہلے زبان دو میں تمہارے پاس آ کر گی کیا تم مجھے سونیا کی جگہ دو گے؟''

''کوئی کسی کو کسی کی جگہ نہیں دیتا' ہر انسان اپنی جگہ آپ بناتا ہے۔ سونیا نے اپنی جگہ خود بنائی ہے۔ اس نے مجھ سے بھیک نہیں مانگی۔ تم کیوں مانگ رہی ہو؟''

اسے ایک ذرا چپ لگ سی گئی۔ پھر وہ بولی ''مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں تم سے تمہیں مانگ رہی تھی۔ تم نے درست کہا ہے مجھے اپنی جگہ خود بنانی ہوگی اور میں یہی کرتی آ رہی ہوں۔ میرے اندر صلاحیتیں ہوں گی مجھ میں دم خم ہوگا تو میں سونیا کی جگہ حاصل کرتی رہوں گی۔ فی الحال جا رہی ہوں۔ پھر کبھی باتیں ہوں گی۔''

وہ چلی گئی۔ میں نے اسے مخاطب کیا ''رک جاؤ پہلے میری باتیں سن لو۔ میں تمہاری دوستی اور محبت کے فریب میں نہیں آؤں گا۔ تم مجھے بار بار نقصان پہنچانے کی کوششیں کر رہی ہو۔ تمہیں بہت جلد اپنی بے باکیوں کی سزا ملنے والی ہے۔''

دوسری طرف خاموشی تھی۔ وہ جا چکی تھی اس نے الپا کے خیالات پڑھ کر اس مخصوص لب ولہجے کو معلوم کر لیا تھا۔ پھر اسے ذہن نشین کرنے کے بعد خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ارنا کوف کے اندر پہنچ گئی تھی۔ بڑی خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔

اس کے خیالات نے اسے جو کچھ بتایا اسے پڑھ کر وہ حیران رہ گئی۔ پہلی بار اسے معلوم ہوا کہ اب تک ارنا کوف اسرائیلی اکابرین کے درمیان آ کر ارنا بیلا بن کر اس سے جنگ لڑ رہی تھی اور وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ انا بیلا بننے والی الپا ہے۔

اسے اپنی ذہانت، حکمت عملی، دلیری اور عزم واستقلال کے باعث بہت بڑی کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں۔ ایک تو اس نے سونیا کے بعد الپا کو زیر کیا تھا۔ دوسرا یہ کہ الپا کی چھوڑی ہوئی اقتدار کی کرسی حاصل کرنے کے لیے جس انا بیلا سے جنگ ہو رہی تھی۔ وہ انا بیلا بھی اس کی ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں آ گئی تھی۔

دیکھا جائے تو وہ واقعی سونیا کی طرح ایک کے بعد ایک میدان مارتی جا رہی تھی۔ اور ہم لاعلمی کی گہری تاریکی میں اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔

نومی کرسٹل پند ناکامیوں کے بعد کامیابیاں حاصل کرتی جا رہی تھی۔ اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بہت جلد میری سونیا کی جگہ لینے والی ہے۔

اس میں سونیا کی سی ذہانت اور حاضر دماغی تھی۔ وہ شاطرانہ چالیں چلنے کے داؤ پیچ خوب جانتی تھی۔ پھر یہ کہ اسی کی طرح فولادی حوصلہ رکھتی تھی۔ اس کی سب سے بڑی کامیابی بلکہ کارنامہ یہ تھا کہ جس سونیا کی تمام خصوصیات اس کے اندر تھیں، اسی سونیا کو اس نے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔

اگر چہ ہم شہ زور ہیں لیکن کبھی کبھی اونٹ کی طرح پہاڑ کے نیچے آ جاتے ہیں۔ میری زندگی میں بھی کئی بار ایسا ہو چکا ہے، دشمنوں نے کئی بار مجھے گھیر لیا۔ مجھے اپنا اسیر بنا لیا۔ ایسا بھی ہوا کہ میری یادداشت چھین لی گئی۔ خواہ کوئی کتنا ہی شہ زور ہو وہ کبھی نہ کبھی عارضی طور پر ہی سہی مگر کمزوری کا منہ ضرور دیکھتا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے سونیا دشمنوں کی گرفت میں آ گئی تھی انہوں نے اسے ایسا انجکشن لگایا تھا کہ اس کی یادداشت گم ہو گئی تھی۔ وہ ہم سب کو بھول کر دنیا کے کتنے ہی ممالک میں بھٹکتی پھر رہی تھی۔ ایسے میں اپنے پوتے عدنان کا ساتھ ہو گیا تھا۔ اسی کے ساتھ رہ کر اس کی یادداشت واپس آئی تھی۔

وہ ناقابل شکست سونیا پھر ایک بار کمزور پڑ گئی تھی۔ نومی کرسٹل اسے بڑی مکاری سے اپنے زیر اثر لے آئی تھی۔ اس نے اس پر ایسا مستحکم تنویمی عمل کیا تھا کہ وہ بعد میں اس عمل کو بھول گئی تھی۔ اور یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ وہ کسی کی معمولہ اور تابعدار بن چکی ہے۔ وہ پہلے کی طرح میرے ساتھ ایک نارمل ازدواجی زندگی گزار رہی تھی۔ کسی نومی کرسٹل کو نہیں جانتی تھی۔

بے مثال ذہانت اسی کو کہتے ہیں۔ میری فیملی میں اور میری زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت سونیا کی تھی۔ اور نومی کرسٹل نے اسی سب سے اہم مہرے کو اپنی مٹھی میں بند کر لیا تھا۔ میرے خاندان میں اور میرے دل میں جگہ حاصل کرنے کے لیے اس نے سب سے پہلے یہ بنیاد مضبوط کی تھی۔ سونیا جیسی بنیاد جب ہلتی... تب نومی کرسٹل کی زندگی میں زلزلہ آتا۔ لیکن ابھی دور تک سونیا کے ہلنے، متحرک ہونے اور ایکشن میں آنے کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔

نومی کرسٹل بہت مضبوط قوت ارادی کی مالک تھی۔ جس پر پہنچ کی ضد کر لیتی تھی اسے ضرور پورا کرتی تھی۔ جس محاذ پر پہنچی تھی، وہاں عارضی طور پر ہی سہی لیکن کامیابی ضرور حاصل کرتی تھی۔ دیکھا جائے تو اس نے ایک ہی عارضی ناکامی حاصل کی تھی۔ اس نے میرے بچوں کو قیدی بنایا تھا۔ بہت پریشان کیا تھا۔ مگر جلد ہی ناکام ہو گئی تھی۔

اس کے بعد اس نے جو کامیابیاں حاصل کیں، ان سے اب تک فائدہ اٹھا رہی تھی۔ سونیا کے ذریعے ہمارے ڈھکے چھپے راز معلوم کر رہی تھی۔ ہماری ایک ایک مصروفیت کا علم اسے ہوتا رہتا تھا۔

وہ سونیا کے اندر جگہ بنا کر گھر کی بھیدی بن گئی تھی۔ سب سے اہم بھید یہ معلوم کیا تھا کہ الپا نے ارنا کوف کو اپنی معمولہ بنا لیا ہے۔ گزشتہ اقساط میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ اس نے کس طرح جدوجہد کرتے ہوئے الپا کے اندر جگہ بنائی تھی۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اب تک جتنی عورتیں گزری ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ الپا کو زبردست سمجھا گیا ہے اس نے برسوں تک اسرائیل پر حکمرانی کی تھی اور ہمیشہ ہمارے مقابلے پر ڈٹ جایا کرتی تھی۔ نومی کرسٹل نے ایسی زبردست عورت پر بھی اپنا قبضہ جما لیا تھا۔

الپا کے اندر پہنچ کر سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ اس نے ارنا کوف کو کس طرح ٹریپ کیا ہے۔ اور آئندہ اس کے اندر جانے کے لیے کونسا مخصوص لب ولہجہ مقرر کیا ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی وہ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے ارنا کوف کے اندر پہنچ گئی۔

پہلے سونیا پھر الپا اور اس کے بعد ارنا کوف تینوں ہی زبردست عورتیں تھیں۔ اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس نے ان تینوں زبردست عورتوں کے دماغوں پر قبضہ جما لیا تھا۔ اور اب ارنا کوف کے خیالات پڑھ رہی تھی۔

پتا چلا کہ وہ بیک وقت دردان اور الپا دونوں کی ہی معمولہ اور تابعدار ہے۔ وہ اس طرح کہ الپا کے تنویمی عمل کے مطابق وہ عام حالات میں دن رات دردان کی ہی معمولہ اور تابعدار بن کر رہا کرے گی۔ اسے عام حالات میں کبھی یہ یاد نہیں آئے گا کہ وہ کسی اور کے بھی زیر اثر ہے۔ جب الپا اپنے مخصوص لب ولہجے کے ساتھ اس کے اندر آئے گی تب وہ بے اختیار اس کی تابعدار بن جائے گی اور اس کے احکامات کی تعمیل کرنے لگے گی۔

اس وقت نومی کرسٹل الپا کے لب ولہجے کو اختیار کر کے ارنا کوف کے اندر پہنچی ہوئی تھی اور اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ یوں تو اسے ارنا کوف اور دردان... شوانا تھ کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوا تھا۔ لیکن جو سب سے اہم بات معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ یہی ارنا کوف انا بیلا بن کر اسرائیلی اکابرین کے درمیان پہنچی ہوئی تھی اور ڈمی سونیا یعنی نومی کرسٹل سے...

لڑتے ہوئے اسے اسرائیل سے بھگانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔

نومی کرسٹل خوشی سے کھل گئی۔ جس ڈمی انا بیلا کو وہ اسرائیل میں الپا سمجھ رہی تھی وہ ارنا کوف نکلی۔ وہ یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتی رہی تھی کہ وہ اس مخالفت کرنے والی انا بیلا کو کس طرح شکست دے کر میدان چھوڑنے پر مجبور کرے گی۔

اب تو اس کے وارے نیارے ہو گئے تھے۔ جس انا بیلا کو شکست دینا چاہتی تھی۔ اس کا دماغ اس کی مٹھی میں آ گیا تھا۔ اب وہ نقلی انا بیلا بن کر مقابلے پر آنے والی کو جدھر موڑنا چاہتی، ادھر موڑ سکتی تھی۔ جدھر گرانا چاہتی، ادھر گرا سکتی تھی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نومی کرسٹل پر مقدر مہربان ہو گیا تھا۔ اتنی بڑی بڑی کامیابیاں مقدر والوں کو ہی نصیب ہوتی ہیں۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسرائیل میں اقتدار کی کرسی چھیننے والی انا بیلا یوں پلک جھپکتے ہی اس کے قدموں میں چلی آئے گی۔ وہ جہاں تھی وہاں خوشی سے اچھل پڑی۔

ریکارڈر کو آن کر کے میوزک کی دھن پر حلق پھاڑ کر چیخنے لگی، رقص کرنے لگی، جھوم جھوم کر کہنے لگی۔ ''میں سونیا ہوں۔ سونیا کی ذہانت، سونیا کا حوصلہ اور سونیا کا مقدر لے کر پیدا ہوئی ہوں۔''

وہ قہقہے لگا رہی تھی، ناچ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''پہلے مجھے الپا کی طرف سے اندیشہ تھا کہ وہ اپنی چھوڑی ہوئی اقتدار کی کرسی پر مجھے بیٹھنے نہیں دے گی۔ اب تو میں اس کے دماغ میں پہنچ کر بیٹھ گئی ہوں۔ ایک بہت بڑی مخالف ختم ہو چکی ہے۔''

وہ رقص کر رہی تھی، لچک رہی تھی، بل کھا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''اس کے بعد ارنا کوف پراسرار بن کر آئی پھر دیکھتے ہی دیکھتے مکھن کے بال کی طرح نکل گئی۔ اب میرے پاؤں میں کوئی کانٹا نہیں چبھے گا۔ اب ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کوئی طاقت مجھ سے اقتدار کی وہ کرسی نہیں چھین سکے گی۔''

وہ کامیابیوں اور کامرانیوں، مسرتوں اور شادمانیوں کے ہجوم میں مست ہو رہی تھی۔ مستی اور بے خودی میں ساری دنیا کو اور اپنے آپ کو بھول رہی تھی۔ کسی کو بھی اتنی بڑی کامیابیاں اور اتنی ساری خوشیاں ملتیں تو اس کی بھی یہی حالت ہوتی۔ ہماری حالت یہ تھی کہ الپا کے زخمی ہونے سے ہم سب پریشان ہو گئے تھے۔

انوشے ماں کی حالت دیکھ کر رونے لگی تھی۔ اگرچہ زخم گہرا نہیں تھا۔ فوری طبی امداد ملنے کے باعث اس کی حالت سنبھل گئی تھی۔ مرہم پٹی ہونے کے بعد اس نے انوشے کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ''بیٹی! ان حالات میں گھبرانا یا رونا نہیں چاہیے۔ اپنے بدترین حالات سے لڑتے رہنا چاہیے۔''

میں انوشے کے دماغ میں تھا۔ میں نے کہا۔ ''تمہیں اسی لیے بابا صاحب کے ادارے سے باہر بھیجا گیا تھا کہ ماں باپ کے ساتھ رہو، انہیں ناموافق حالات سے گزرتے ہوئے دیکھتی رہو اور تجربات حاصل کرتی رہو۔ تمہاری ماما کا زخم گہرا نہیں ہے۔ چند روز میں بھر جائے گا۔ مسکرا کر باتیں کرو۔''

الپا نے اپنی بیٹی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''پاپا! آپ میرے پاس آئیں۔''

میں اس کے اندر پہنچا، وہ بولی۔ ''میں فی الحال خانہ خوانی کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ دماغی کمزوری کے باعث اس دشمن عورت کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ مگر مجھے یقین ہے کہ وہ میرے اندر موجود ہے۔''

میں نے کہا۔ ''وہ ابھی میرے پاس تھی۔ مجھ سے باتیں کر رہی تھی۔ اسے وہ مخصوص لب و لہجہ معلوم ہو گیا ہے جس کے ذریعے تم ارنا کوف کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا چکی ہو۔ اب اسی لب و لہجے کے ذریعے اس کے پاس گئی ہوئی ہے۔''

''وہ واپس آئے گی تو کسی وقت بھی موقع پا کر مجھ پر تنویمی عمل کرے گی اور مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لے گی۔''

''ہاں۔ وہ ایسا کر سکتی ہے۔ میں ابھی اس سے رابطہ کروں گا۔ اور اسے ایسا کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کروں گا۔ ویسے جب تک تمہاری دماغی توانائی بحال نہیں ہو گی تب تک ہمارا کوئی نہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں موجود رہا کرے گا اور اسے کسی طرح کا عمل کرنے سے روکے گا۔''

اس جہاز کے تمام مسافر سہمے ہوئے تھے اپنی اپنی جگہ پر سادھے بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر پہلے ہائی جیک کرنے والوں نے انہیں بری طرح دہشت زدہ کر دیا تھا۔ لیکن اب ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان پر قابو پا لیا تھا۔

اگر وہ ہائی جیکرز اچانک ہی اپنے ہتھیار گرا دیتے اور خود گرفتاری کے لیے پیش کرتے تو یہ شبہ ہوتا کہ اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا ہے؟ کیا کسی جادو کے ذریعے ہوا ہے؟ ٹیلی پیتھی کے ذریعے؟

ہم نہیں چاہتے تھے کہ ہماری ٹیلی پیتھی کے باعث یہ ظاہر ہو جائے کہ میری فیملی سے تعلق رکھنے والی انوشے اور الپا اس جہاز میں سفر کر رہی ہیں اور الپا کو زخمی کیا گیا ہے۔ یہ بات دور تک پھیلتی تو دوسرے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے دماغ میں چلے آتے۔ پھر وہ بھی ہمارے لیے نئے نئے مسائل پیدا کرنے لگتے۔

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے جہاز میں سفر کرنے والے دو صحت مند جوانوں کو ان کی جگہ سے اٹھایا۔ ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر ان کے اندر ایسی دلیری پیدا کی کہ انہوں نے دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان دہشت گردوں سے ہتھیار چھین لیے۔ پھر انہوں نے پائلٹ کیبن میں جا کر وہاں بھی دہشت گردوں پر قابو پا لیا۔

پائلٹ، کو پائلٹ، ایئر ہوسٹس اور جہاز کے تمام مسافر ان دو جوانوں کے دلیری پر واہ واہ کرنے لگے۔

وہ بے چارے حیران تھے، پریشان تھے کہ انہوں نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اچانک کیسے دلیری دکھائی اور کامیاب بھی ہو گئے۔ آئندہ اس جہاز سے باہر پیرس میں اور ساری دنیا میں ان کے اس کارنامے کا چرچا ہونے والا تھا۔ وہ بیٹھے بٹھائے شہرت کی بلندیوں پر پہنچ گئے تھے۔

میں سونیا کے ساتھ ایئر پورٹ آ گیا۔ وہ جہاز آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچنے والا تھا۔ اس وقت نومی کرسٹل سونیا کے اندر موجود نہیں تھی۔ اپنی مسرتوں اور مستیوں میں مست ہو رہی تھی۔ ہم ایک ریسٹورنٹ میں آ گئے۔ میں اٹھتے بیٹھتے سونیا کو خاموشی سے تکتا رہتا تھا۔ کبھی اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنے کی کوشش کرتا تھا کہ وہ کسی کے زیر اثر آ چکی ہے یا نہیں۔ اب تک میں حقیقت معلوم کرنے میں ناکام رہا تھا۔ وہ بالکل نارمل دکھائی دیتی تھی۔

اور اس وقت تو وہ بالکل ہی نارمل تھی۔ کیونکہ نومی کرسٹل اس کے اندر موجود نہیں تھی۔ اس نے کہا ''تمہیں الپا کی حفاظت کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ ورنہ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کے کمزور دماغ سے فائدہ اٹھانا چاہے گی۔''

''میں نے الپا کے تحفظ کے لیے انتظامات کیے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے چھ چھ گھنٹے الپا کے دماغ میں رہا کریں گے۔ جب تک وہ دماغی توانائی حاصل نہیں کرے گی، اس کے دماغ سے نہیں جائیں گے اور نہ ہی کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس پر عمل کرنے دیں گے۔ ویسے میں ابھی اس سے رابطہ کرتا ہوں۔''

نومی کرسٹل نے الپا کو زخمی کرنے اور اس کے دماغ کو کمزور بنانے کے بعد مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ مجھ سے باتیں کی تھیں۔ مجھے اس کا لب و لہجہ اچھی طرح یاد تھا۔ میں نے اس لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو بھٹک کر کسی دوسری خاتون کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ ایک گھر گرہستی والی عمر رسیدہ خاتون تھی۔ میں نے اس کے مختصر سے خیالات پڑھے۔ پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

سونیا نے مجھے دیکھ کر پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

میں نے کہا ''وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی بہت ہی مکار ہے وہ کسی معمر خاتون کا لب و لہجہ اختیار کر کے مجھ سے باتیں کر رہی تھی۔ کم بخت اتنی محتاط ہے کہ اپنے وجود کے ساتھ ساتھ اپنی آواز اور لب و لہجے کو بھی چھپا رہی ہے۔''

سونیا نے کہا ''وہ الپا کے دماغ کو کمزور بنا کر فائدہ اٹھا چکی ہے۔ ارنا کوف کے دماغ میں پہنچی ہو گی ہو گی۔ ایسی اہم معلومات حاصل کر رہی ہو گی۔ جن کا تعلق ہم سے ہے۔''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا ''ہمارا بیٹا دارجلنگ میں

ہے۔ ارنا کوف کے ذریعے وردان کی شہ رگ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ ان جڑواں بہنوں کو اس کے شر سے بچانا چاہتا ہے۔ پتا نہیں اب یہ دشمن عورت اپنے طور پر کیا کرے گی؟''

''وہ شر پسند ہے اور وردان جیسے شر پسند کا ہی ساتھ دے گی۔ پارس کو نہ وردان تک پہنچنے دے گی اور نہ ہی ان جڑواں بہنوں کے مسائل کم ہونے دے گی۔''

میں سوچنے لگا۔ ہر پہلو پر غور کرنے لگا۔ ''کیا وہ ارنا کوف اور وردان سے دوستی کرے گی؟ وہ ہم سے دشمنی کرتی آ رہی تھی۔ پہلے اس نے سونیا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا تھا۔ ابھی یہ بات میں نہیں جانتا تھا لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ تھی۔''

پھر اس نے میرے بچوں کو قیدی بنایا تھا۔ اس کے بعد الپا کے دماغ کو کمزور بنا دیا تھا۔ اس کی ان تمام مخالفتوں کے پیش نظر یہی سوچا جا سکتا تھا کہ وہ ارنا کوف اور وردان سے دوستی کرے گی اور پارس کو نہ وردان تک پہنچنے دے گی اور نہ ہی ان دو بہنوں کے مسائل حل ہونے دے گی۔

الپا اور انوشے پیرس پہنچ گئیں۔ امیگریشن کاؤنٹر سے گزرنے کے بعد ہمارے پاس آئیں۔ ہم نے انہیں گلے لگایا، پیار کیا۔ پھر سونیا نے الپا سے پوچھا ''زخم کی تکلیف کیسی ہے؟''

وہ اپنے زخمی بازو کو سہلاتے ہوئے بولی ''یہ تکلیف تو برداشت ہو جائے گی۔ لیکن یہ سوچ برداشت نہیں ہو رہی ہے کہ وہ کم بخت میرے اندر آ رہی ہوگی اور میں اسے محسوس نہیں کر پا رہی ہوں۔ پتا نہیں وہ میری لاعلمی میں کیا کرنے والی ہے؟''

سونیا نے کہا ''ایسے وقت اور کیا کیا جاتا ہے۔ وہ ضرور تم پر تنویمی عمل کر کے تمہیں معمولہ اور تابعدار بنانا چاہے گی۔ لیکن ہم نے تمہاری حفاظت کے لیے انتظامات کیے ہیں۔ جب تک تم دماغی توانائی حاصل نہیں کر لو گی تب تک ہمارا کوئی نہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر موجود رہے گا اور تمہاری نگرانی کرتا رہے گا۔''

میں نے انوشے سے کہا ''بیٹی! تمہاری گرینڈ ماما نے خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا ہے کہ تمہیں شام ہونے سے پہلے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا جائے۔''

انوشے اپنی ماں کو بڑے پیار سے دیکھتے ہوئے بولی ''میں ماما کو ایسی تکلیف اور پریشانیوں میں چھوڑ کر کیسے جاؤں؟ گرینڈ پا! پلیز آپ میری ایک دن کی چھٹی اور بڑھا لیں۔''

''بیٹی! تم بچپن سے وہاں پرورش پا رہی ہو۔ ان سات برسوں میں تم نے دیکھا ہے کہ وہاں کے اصول کتنے سخت ہیں۔ جو بات کہہ دی جاتی ہے وہ پتھر کی لکیر بن جاتی ہے۔''

سونیا نے کہا ''تم اپنی ماما کی فکر نہ کرو یہ میرے ساتھ کاسمیج میں رہیں گی۔ ہم ان کی بھرپور حفاظت کر رہے ہیں۔''

ہم نے یہ طے کیا تھا کہ انوشے آئے گی تو میں اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جاؤں گا اور سونیا الپا کو اپنے ساتھ کاسمیج لے جائے گی۔ اس کی تیمارداری کرے گی اور اس کا خاص خیال رکھے گی۔ باقی خیال خوانی کے ذریعے بھی اس کی حفاظت کی جاتی رہے گی۔

ہم ایئر پورٹ کی عمارت سے باہر آئے۔ بابا صاحب کے ادارے سے ایک گاڑی انوشے کے لیے آئی ہوئی تھی۔ میں اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ الپا سونیا کے ساتھ کاسمیج میں چلی گئی۔

ایسے وقت نوی کرسٹل ناچتے، گاتے، ہنستے بولتے تھک گئی تھی۔ اپنے بیڈ پر آ کر گر پڑی تھی۔ کبھی ادھر کبھی ادھر کروٹیں بدل رہی تھیں۔ پھر وہ سونیا کے اندر پہنچ گئی۔

وہ جانتی تھی کہ ہم الپا اور انوشے کے استقبال کے لیے ایئر پورٹ جائیں گے۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ الپا بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جاتی ہے۔ لہٰذا وہ سونیا کے ساتھ اس کے کاسمیج میں رہے گی۔ وہ مطمئن تھی اسے الپا کے اور ارنا کوف کے اندر جا کر جتنی اہم معلومات حاصل کرنی تھیں وہ کر چکی تھی۔

سونیا جیسی شہ زور اور ناقابل شکست عورت نادانستگی میں بہت مجبور ہو گئی تھی۔ اسے اپنے دماغ کے اندر محسوس نہیں کر سکتی تھی اور وہ اس کے اندر رہ کر مزید معلومات حاصل کرتی رہتی تھی۔ اسے معلوم ہوا کہ الپا کی حفاظت کے لیے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ ہر خیال خوانی کرنے والا مسلسل چھ گھنٹے تک اس کے اندر موجود رہا کرے گا۔ اور کسی کو اس کے اندر آ کر نہ تو تنویمی عمل کرنے دے گا اور نہ ہی اس سے باتیں کرنے کی اجازت دے گا۔

میں نے اس کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ پیدا کر دی تھی۔ وہ سونیا کی طرح الپا کو بھی اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر رکھنا چاہتی تھی۔ اب ایسا کرنا مشکل نظر آ رہا تھا۔ بلکہ ناممکن دکھائی دے رہا تھا۔ جب خیال خوانی کرنے والا چھ گھنٹے تک وہاں موجود رہتا تو وہ الپا کے اندر جا کر اپنے طور پر کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ آئندہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر

سکتی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آئی۔ میں نے پوچھا ''کون؟''

وہ مسکرا کر بولی ''میں ہوں تمہاری سونیا۔''

''ہنس کے برگا کر کوا ہنس کی چال چلتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ اب اسے کوا نہیں کہا جائے گا۔ تمہاری جو اصلیت ہے، وفا رہے گی۔''

''تم جب بھی مجھے دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔ میں سر سے پاؤں تک سونیا ہی سونیا دکھائی دیتی ہوں۔ صرف چہرے سے اور جسمانی طور سے ہی نہیں بلکہ اس کی تمام تر صلاحیتیں بھی میرے اندر موجود ہیں۔ ابھی یہ میری ابتدا ہے اور تم دیکھ رہے ہو۔ کہ میں اس کی طرح کیسی شاطرانہ چالیں چل رہی ہوں اور کامیابیاں حاصل کر رہی ہوں۔''

''بے شک تم بڑی تیزی سے دوڑ رہی ہو۔ اور یہ تیزی شاید اس لیے ہے کہ جلد ہی تمہیں کہیں ٹھوکر کھانی ہے اور وہ تمہاری پہلی اور آخری ٹھوکر ہوگی۔ اس کے بعد تم میرے شکنجے میں آ جاؤ گی۔''

وہ بڑے ہی جذباتی انداز میں بولی۔ ''ہائے! یہی تو میں چاہتی ہوں کہ تمہارے شکنجے میں آ جاؤں تم مجھے اس طرح جکڑ لو کہ کبھی نہ چھوڑو اور میں تمہارے بازوؤں میں تڑپ تڑپ کر مر جاؤں۔''

''اب یہ رومانی انداز رہنے دو کام کی باتیں کرو۔ تم نے کس معزز خاتون کا یہ فرضی لب و لہجہ اختیار کیا ہے؟''

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولی ''یعنی تم اس لب و لہجے کے ذریعے اُس بے چاری کے اندر پہنچ گئے تھے۔''

''تم دھوکا دے کر بہت خوش ہو رہی ہو۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''یقین کرو، میں تمہارا مذاق نہیں اڑا رہی ہوں۔ بلکہ خوشی اس بات کی ہے کہ میں قدم قدم پر تمہارے سامنے یہ ثابت کر رہی ہوں کہ میں سونیا سے کسی بھی طرح کم نہیں ہوں۔''

''کیا تمہارے دماغ میں یہ کیڑا کلبلا رہا ہے کہ تم میری سونیا کو میری زندگی سے نابود کر دو گی، اس کی جگہ تم آ جاؤ گی اور میں تمہیں قبول کر لوں گا؟''

''ہماری دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ ہم اپنی ذہانت سے، حکمت عملی سے اور سائنسی ترقیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ناممکن کو ممکن بناتے رہتے ہیں۔ بے شک۔ میں تمہارے بازوؤں میں آ کر سونیا کی جگہ حاصل کر لوں گی۔ میں اس طرح کہ تمہاری سونیا کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی اور نہ ہی اس کی موت کی خواہش کروں گی۔ اسے نقصان پہنچانے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں تمہیں نقصان پہنچا رہی ہوں۔ میں ایسی حماقت کبھی نہیں کروں گی۔''

''تمہاری یہ باتیں سن کر اطمینان ہو رہا ہے کہ سونیا تمہاری شر پسندی اور سازشوں سے محفوظ رہے گی۔ آئندہ دیکھوں گا کہ تم اپنی اس بات پر کب تک قائم رہو گی؟''

''میں کوشش کرتی ہوں کہ تمہاری طرح زبان کی پابند رہوں۔ جو کہہ دوں اسی کے مطابق عمل کرتی رہوں۔''

''لیکن تم میرے نہیں سونیا کے نقش قدم پر چل رہی ہو۔ اور اس کی عادت ہے کہ وقت اور حالات کے مطابق وہ اپنا رویہ بدل لیتی ہے۔ دشمنوں سے کہتی کچھ ہے اور کرتی کچھ ہے۔ اس طرح انہیں جھانسا دے کر خاک میں ملا دیتی ہے۔''

''مجھے سونیا کی یہ تکنیک بہت پسند ہے۔ پھر بھی میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ اسے کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ تمہارا دل جیتنے کے لیے ہمیشہ اس کی بہتری چاہتی رہوں گی۔''

''کر بھلا تو ہو بھلا۔ تم سونیا کی بہتری چاہتی رہو گی۔ تو یہ تمہارے لیے بہتر رہے گا۔''

''تمہاری ان باتوں کے پیچھے دھمکی چھپی ہوئی ہے۔''

''دھمکی نہیں ہے۔ اپنی بہتری کے پہلو سے سوچو گی تو ایک نصیحت ہے۔ تمہارے اندر سونیا کی بہت سی خصوصیات ہیں لیکن تم ان خصوصیات کو خامیوں میں بدل رہی ہو۔ اپنا رویہ تبدیل نہیں کرو گی تو تمہیں بہت جلد پچھتانا پڑے گا۔''

''تم پھر دھمکی دے رہے ہو۔''

''نادانوں کو نصیحت کرتے وقت دھمکی آمیز لہجہ اختیار کیا جاتا ہے۔''

''میں نادان نہیں ہوں۔ لیکن تمہاری طلب میں یہ دل نادانیاں کر رہا ہے۔ اس لیے دوستانہ انداز اختیار کرتی رہتی ہوں۔''

''تم جو کرتی آ رہی ہو۔ اس سے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ تمہارے عزائم بہت بلند ہیں تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب سے اونچا مقام حاصل کرنا چاہتی ہو۔''

''ہاں..... مگر میری محبت کا تقاضا ہے کہ میں تم سے نیچے رہ کر بلندیاں حاصل کروں۔''

''تم میری محبت اور میری طلب کو بہت اہمیت دیتی جا رہی ہو۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ دوستی کر لو میرے پاس چلی آؤ۔''

''تم سے دوستی محال ہے۔ جب دوستی کروں گی تو پھر شادی بھی کروں گی۔ لیکن شادی کروں گی تو مجھے وہ مقام نہیں

ملے گا جو سونیا کا ہے۔ میں اتنی بڑی دنیا میں صرف تم سے کم تر رہنا چاہتی ہوں۔ باقی سب سے برتری حاصل کرنا چاہوں گی۔''

''میری پہلی شریک حیات آمنہ ہے۔ دوسری شریک حیات سونیا ہے۔ لیکن وہ دونوں نہ کسی سے برتر ہیں نہ کم تر ہیں۔ آمنہ اپنے طور پر عبادت اور ریاضت کے ذریعے روحانیت کا ایمان افروز مقام حاصل کرتی جارہی ہے۔ سونیا کو اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے برتری حاصل ہوتی رہتی ہے۔ اسی طرح تم بھی چاہو گی تو اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے، ذہانت سے، حاضر دماغی سے اپنا ایک الگ اور اونچا مقام حاصل کرسکو گی۔''

''تم سے شادی کرنے اور تمہاری فیملی میں جگہ بنانے بلکہ تمہارے دل میں جگہ بنانے کے لیے لازمی ہوگا کہ میں دین اسلام قبول کرلوں۔ اس کے بغیر مجھے بابا صاحب کے ادارے میں کبھی قدم رکھنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ الپا کے ساتھ یہی ہورہا ہے۔ اس کی بیٹی انوشے کو تو قبول کیا گیا ہے لیکن اسے قبول نہیں کیا گیا کیونکہ اس نے دین اسلام قبول نہیں کیا ہے۔ تمہارے دینی قوانین بہت ہی سخت ہیں۔ میں ان قوانین کی پابندی نہیں کرسکوں گی۔ لہٰذا تم سے صرف دوستی کرسکتی ہوں۔''

''چلو دوستی ہی کرو۔ مجھ سے آکر ملاقات کرو یا مجھے اپنے پاس بلاؤ۔''

''یہ تو تم میرے دل کی بات کہہ رہے ہو۔ تم نہیں جانتے کہ میں تم سے ملنے کے لیے کتنی بے چین ہوں؟ لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم سے ملنے آؤں گی تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

''میرا یہ کہہ دینا کافی ہے کہ جب تک تم میرے پاس رہو گی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

''بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس اور ٹیلی پیتھی جاننے والے دور دور تک چھپے رہیں گے۔ تمہارے پاس تو نقصان نہیں پہنچے گا لیکن تم سے دور ہوتے ہی مجھے گھیر لیا جائے گا۔''

''ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ میری اور تمہاری ملاقات کا علم کسی کو نہیں ہوگا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔''

''میں نے تمہاری ہسٹری پڑھی ہے۔ تمہارا آڈیو اور ویڈیو فلموں کا ریکارڈ دیکھا ہے۔ یہ بات مصدقہ ہے کہ تم کبھی زبان سے نہیں پھرتے، جو کہہ دیتے ہو، اس پر ضرور عمل کرتے ہو۔ خواہ اس سلسلے میں کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔''

''بے شک۔ جب تم مجھ سے ملنے آؤ گی، ہم اچھا خاصا وقت گزاریں گے اور اس کے بعد تم چلی جاؤ گی، میں تمہیں اپنے زیر اثر نہیں لاؤں گا تو یہ میرا بہت بڑا نقصان ہوگا۔ اس پر خدا گواہ ہے، میں سچ کہہ رہا ہوں کہ میرے پاس آکر تم محفوظ رہو گی اور مجھ سے دور ہوجانے کے بعد بھی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یقین کرسکتی ہو تو کرلو۔''

''میں یقین کررہی ہوں اور اب تو میں ضرور تم سے ملنے آؤں گی۔''

''تو پھر بتاؤ کب مل رہی ہو؟''

''مجھے ایک ذرا سوچنے کا موقع دو۔ تم پر بھروسا کرنے کے سلسلے میں، میں مختلف پہلوؤں پر غور کرنا چاہتی ہوں۔ ایک آدھ گھنٹے بعد رابطہ کروں گی۔''

وہ چلی گئی۔ جس طرح وہ مجھ سے تنہائی میں ملنے کے لیے بے چینی کا اظہار کررہی تھی۔ اس سے یقین ہورہا تھا کہ وہ آج یا کل ضرور ملاقات کرے گی۔

میں اسے زبان دے چکا تھا۔ اسے کوئی نقصان پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ پہلی ملاقات میں اس کا اعتماد حاصل کرنا ضروری تھا۔ مجھے امید تھی کہ اس کی قربت سے اس کی باتوں سے میرے عمل اور اس کے ردعمل سے اس کی کوئی کمزوری ہاتھ آسکتی تھی۔

نومی کرسٹل نے اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوکر دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ مجھ سے ملاقات کا تصور ایسا تھا کہ دل کی دھڑکنیں بے قابو ہورہی تھیں۔ وہ ایک ٹھوس عملی زندگی گزارنے والی لڑکی تھی۔ اپنے دل اور دماغ کو سمجھا رہی تھی کہ یہ سراسر نادانی ہے۔ اگر جذبات میں بہہ جائے گی تو بعد میں دردکوڑی کی بھی نہیں رہے گی۔

وہ اپنے چیختے ہوئے جذبات کو تھپک رہی تھی۔ شانت کررہی تھی اپنے آپ کو سمجھا رہی تھی۔ ''فرہاد لاکھ قابل اعتماد سہی وہ یقیناً اپنی زبان کا پابند رہے گا۔ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ لیکن کوئی ایسی نقصان پہنچنے والی بات ہوسکتی ہے جس کی توقع ابھی میں نہیں کررہی ہوں۔''

وہ سنجیدگی سے سوچ رہی تھی۔ ''یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ جس وقت میں فرہاد کے اندر بول رہی تھی۔ اس وقت اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر موجود رہا ہو، وہ ہماری باتیں سن رہا ہوں۔''

ایسا تو ہوتا ہی ہے کہ ایک خیال خوانی کرنے والا موجود ہو تو دوسرے خیال خوانی کرنے والے کی موجودگی کا پتا نہیں

چلتا۔ فرہاد کو بھی پتا نہ چلا ہو۔ اور کوئی ہماری باتیں سن کر چلا گیا ہو۔

مجھے ہر پہلو پر غور کرنا چاہیے۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ جب فرہاد مجھ سے ملاقات کرنے آئے تو اس کی ناد انستگی میں کوئی اس کا پیچھا کرتا ہوا چلا آئے۔ محبت اندھی ہوتی ہے لیکن مجھے اندھا نہیں بننا ہے۔ خوب سوچ سمجھ کر اس سے ملاقات کا دن اور وقت مقرر کرنا ہوگا۔''

ایسے ہی وقت کاشف جمال نے آ کر کہا۔ ''تم نے مجھے ارنا کوف کے دماغ میں رہنے کو کہا تھا۔ میں وہیں سے آ رہا ہوں۔ وردان ابھی اس کے اندر پہنچا ہوا ہے۔ دونوں باتیں کر رہے ہیں۔''

نومی نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی پھر خاموشی سے ارنا کوف کے اندر پہنچ گئی۔ وردان اس سے کہہ رہا تھا۔ ''تم یہاں بور ہو رہی تھیں، کلکتہ جانے والی تھیں پھر کیوں نہیں گئیں؟''

''تم میرے اندر رہ کر میرے حالات معلوم کر سکتے ہو، میں تکلیف میں ہوں، کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ ایسی حالت میں کہیں سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہاں بہت آرام ہے اب میں کہیں نہیں جاؤں گی۔''

پھر اس نے پوچھا ''تم تو شیوانی کے پاس جانے والے تھے۔ پھر اچانک یہاں کیسے آ گئے؟''

''شیوانی جس فلائٹ سے شملہ پہنچنے والی تھی اس فلائٹ میں کچھ ٹیکنیکل خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ یوں کہنا چاہیے کہ میرے مقدر میں خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ اب وہ کل صبح کی فلائٹ سے پہنچے گی۔''

''تم غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہو، وسیع ذرائع اور اختیارات کے مالک ہو۔ پلک جھپکتے ہی اپنے لیے تفریح کا سامان مہیا کر سکتے ہو۔''

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں حسین عورتوں کا شیدائی نہیں ہوں۔ مجھے صرف ایسی عورتیں اپنی طرف کھینچتی ہیں جو غیر معمولی ہوتی ہیں۔ جیسی تم ہو، شیوانی ہے اور وہ جڑواں بہنیں ہیں۔ عجیب بات ہے کہ تینوں کی طرف جانے کے راستے بند ہیں۔''

''تمہیں کسی دوسری طرح دل بہلانا چاہیے کسی کلب یا کیسینو میں جاؤ گے تو کسی حد تک ذہنی تھکن دور ہو جائے گی نا۔''

''میں کہیں باہر کلب، کیسینو اور دوسرے تفریحی مقامات میں جانے سے گریز کر رہا ہوں۔ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نہ جانے کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں؟''

ارنا کوف نے نومی کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''تمہیں محتاط رہنا چاہیے۔ ابھی تم کہاں ہو؟ کیا وہاں تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے؟''

''نہیں۔ میں فی الحال اپنے ایک ایسے خفیہ اڈے میں ہوں جس کا علم کسی کو نہیں ہے۔ میرے خاص ماتحت اور بڈی گارڈز بھی اس خفیہ اڈے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ میں یہاں بالکل تنہا آتا ہوں اور تنہا رہتا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''پچھلی بار تم شیوانی سے ملنے کے لیے نیویارک کے شہر کھٹمنڈو گئے تھے۔ وہاں اچانک ہی فرہاد پہنچ گیا تھا۔''

وہ ناگواری سے میرے بارے میں بولا۔ ''وہ شیطان کی اولاد ہے۔ پتا نہیں کیسے اچانک شہر رگ تک پہنچ جاتا ہے؟ اس بار میں نے شیوانی کے دماغ کو بڑی سختی سے لاک کیا ہے۔ کوئی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔ اور زیادہ یہ معلوم کر سکے گا کہ میں اس سے کب اور کہاں ملنے والا ہوں؟''

''فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت ہی چالباز ہیں۔ پتا نہیں کس طرح سرنگ بناتے ہوئے وہاں پہنچ جاتے ہیں جہاں ہم ان کے پہنچنے کی توقع بھی نہیں کرتے۔''

''آئندہ فرہاد کی کوئی چالبازی کام نہیں آئے گی۔''

''پچھلی بار فرہاد نے شیوانی کو الکا اگنی ہوتری کے روپ میں دیکھا ہے۔ ہوسکتا ہے اس کی تصویریں بھی اتاری ہوں اور وہ تصویریں اس نے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچا دی ہوں۔ اس طرح کیا وہ لوگ شیوانی کو شملہ جاتے وقت دیکھ نہیں سکتے۔''

''اوہ گاڈ! میں نے تو اس پہلو پر دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ تمہاری اس بات نے مجھے چونکا دیا ہے۔ ہوسکتا ہے اس نے الکا اگنی ہوتری کی تصویریں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچا دی ہوں۔ اب میں اور زیادہ محتاط رہوں گا۔ شیوانی شملہ نہیں جانے دوں گا۔ پہلے اس کا چہرہ تبدیل کراؤں گا۔ پھر اس کے بعد اس سے کہیں ملاقات کا وقت مقرر کروں گا۔''

ارنا کوف نے نومی کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''آئندہ اور زیادہ محتاط رہو۔ خوب سوچ سمجھ کر منصوبہ بناؤ کہ شیوانی کہاں ملو گے؟ اگر تم مناسب سمجھو تو میں تمہاری رازدار بن سکتا ہوں۔ جب تم شیوانی سے ملاقات کرتے رہو گے تو میں خیال خوانی کے ذریعے پہرا دیتی رہوں گی۔''

''ہاں۔ یہ مناسب رہے گا۔ پہلے میں یہ طے کر لوں کہ آئندہ شیوانی سے کب اور کہاں ملوں گا؟ اور کس طریقے سے اس کے چہرے میں تبدیلیاں لاؤں گا۔ اس کے بعد میں

اپنے پاس بلاؤں گا۔ پھر تم خیال خوانی کے ذریعے میری اور شیوانی کی نگرانی کرتی رہو گی۔''

''وردان! تم میرے صرف محافظ اور محبوب ہی نہیں ہو۔ میرے بھگوان بھی ہو۔ تمہارے پاس آ کر میں بہت محفوظ ہوں اور اب تک زندہ سلامت ہوں۔ ورنہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تمام کالا جادو جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ صرف میں ہی رہ گئی ہوں۔''

''فرہاد کے دل میں تمہیں ہلاک کرنے کی حسرت ہی رہ جائے گی۔ وہ کبھی تمہارے سائے تک بھی نہیں پہنچ پائے گا۔''

وہ بہت ہی غرور سے یہ دعویٰ کر رہا تھا اور میں اس وقت ارنا کوف کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ مجھے شیوانی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ وہ بے چاری کہاں گم ہوگئی ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لیے میں ارنا کوف کے دماغ میں کئی بار آ چکا تھا تاکہ اس کے ذریعے معلوم ہو کہ وردان اس سے کہاں ملنے والا ہے؟ اب ان کی باتیں سن کر معلوم ہوا تھا کہ اس نے اپنے منصوبے میں تبدیلی کی ہے۔ آئندہ پتا نہیں وہ اس سے کب اور کہاں ملنے والا تھا؟

اگر وہ ارنا کوف کو خیال خوانی کے ذریعے اپنی اور شیوانی کی نگرانی پر مامور کرتا تو پھر ہمارا کام بن سکتا تھا اور مجھے معلوم ہوسکتا تھا کہ وہ شیوانی کو آئندہ کہاں بلا کر اس کے ساتھ وقت گزارنے والا ہے؟

اس وقت وہ ارنا کوف سے پوچھ رہا تھا۔ ''کیا تم خیال خوانی کرنے کے قابل ہو؟''

''بے شک میں ایسی کمزور بھی نہیں ہوں کہ خیال خوانی نہ کر سکوں۔ کیا مجھ سے کوئی کام لینا چاہتے ہو؟''

''تم بھول رہی ہو۔ ہم پچھلے بارہ گھنٹے سے اسرائیلی اکابرین کی طرف نہیں گئے ہیں۔ پتا نہیں وہ ڈمی انابیلا وہاں کیا کر رہی ہوگی؟''

ارنا کوف نے کہا ''میں نے سوچا تھا وہاں جا کر کچھ معلوم کروں گی۔ پھر کمزوری کے باعث خیال خوانی کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ ویسے بھی تم ذہنی طور پر بری طرح الجھے ہوئے ہو۔ اگر میں اس ڈمی انابیلا سے مقابلہ کرنے کے لیے تمہیں وہاں بلاتی تو تم اور زیادہ پریشان ہو جاتے۔ میں نے سوچا بعد میں ہم اس دشمن انابیلا سے نمٹ لیں گے۔''

میں پہلی بار ارنا کوف کے دماغ میں آیا تھا۔ اس سے پتا چلا تھا کہ ارنا کوف ڈمی انابیلا بن کر وہاں کسی دوسری انابیلا سے مقابلہ کرتی رہی تھی۔ ان کے مقابلے کے نتیجے میں اسرائیل میں اچھا خاصا خون خرابہ ہو چکا ہے۔ بم کے دھماکے ہو چکے ہیں اور اسرائیلی آرمی کے کئی اہم افسران مارے گئے ہیں اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا تھا کہ دو نقلی انابیلا ایک دوسرے سے وہاں جنگ میں مصروف تھیں۔

اس وقت خیال خوانی کے ذریعے یہ تو معلوم ہوگیا کہ ایک انابیلا ارنا کوف ہے۔ دوسری انابیلا کون ہے یہ معلوم تو نہ ہوسکا لیکن اندازہ ہوگیا کہ وہ ڈمی سونیا ہے جو مجھ پر ہزار جان سے عاشق ہوگئی ہے اور وہاں اسرائیل میں بھی اپنے قدم جمانا چاہتی ہے۔

اتنی معلومات کے بعد یہ بات سمجھ میں آئی کہ بارہ گھنٹے پہلے ارنا کوف اور ڈمی سونیا ایک دوسرے سے اسرائیل میں ٹکراتی رہی ہیں۔ اور انابیلا بننے کا دعویٰ کرتی رہی ہیں۔ اب ارنا کوف کی شامت آ گئی تھی کیونکہ ڈمی سونیا اس کے دماغ میں گھس گئی تھی اور آئندہ اپنی مرضی کے مطابق اسے ناچ نچانے والی تھی۔

وردان نے کہا ''ارنا کوف! تم انابیلا بن کر اسرائیلی اکابرین کے پاس چلو ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ دشمن انابیلا کیا کر رہی ہے؟''

اس نے پوچھا۔ ''ہمیں وہاں جا کر کیا کہنا چاہیے؟ پچھلی بار ہم نے اس ڈمی انابیلا کی چالوں کو ناکام بنایا تھا۔ اور اس نے ہماری چالوں کو ناکام بنا دیا۔ دونوں کو ہی شکست ہوئی۔ اسرائیلی اکابرین ہم میں سے کسی پر بھی بھروسا نہیں کر رہے ہیں۔''

''ہمیں کسی نہ کسی طرح ان کا اعتماد حاصل کرنا ہوگا۔ تم وہاں چلو اور میری مرضی کے مطابق بولتی رہو۔''

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اسرائیلی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ گئی۔ ''میں انابیلا ہوں تم سے باتیں کرنے آئی ہوں۔''

''تم کونسی انابیلا ہو۔ تم دونوں نے ہمیں الجھا دیا ہے۔ تم میں سے جو بھی اصلی انابیلا ہے وہ نقلی انابیلا کو شکست دے کر اسے ختم کر کے ہمارے پاس آئے گی۔ تب ہم اسی ایک انابیلا پر بھروسا کریں گے۔''

ارنا کوف نے کہا ''وہ جو دوسری فراڈ انابیلا ہے وہ بہت پراسرار بنتی ہے۔ ہمیں اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتی نہ ہی کوئی بات کرتی ہے۔ ہم اسے اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں، تو وہ ہمارے پاس بھی نہیں آتی۔ پھر تم ہی بتاؤ کہ ہم اس سے کس طرح نمٹ سکیں گے؟ وہ تو ہمیشہ اسی طرح ہمارے اور تم سب کے معاملات میں مداخلت کرتی رہے گی۔ نقصان پہنچانی

رہے گی۔ اور ہم پر الزام دھرتی رہے گی کہ ہم تمہیں نقصان پہنچا رہے ہیں۔''

''تم نیلی پیتھی جانتی ہو۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم نے بڑے بڑے جادوگروں اور نیلی پیتھی جاننے والوں مثلاً ولاڈی میر اور ارنا کوف وغیرہ کو شکست دی ہے۔ اسی طرح فراڈ انا بیلا کو شکست دے کر ہمارے پاس آؤ۔''

میں اس وقت انا بیلا کے دماغ میں تھا۔ اور یہ دیکھ رہا تھا کہ اسرائیلی اکابرین دو عدد نقلی انا بیلا کے درمیان بری طرح الجھ گئے ہیں۔ اور انہوں نے یہ آخری فیصلہ کیا ہے کہ جب تک دو نیلی پیتھی جاننے والیاں انا بیلا بن کر آتی رہیں گی۔ اس وقت تک وہ کسی پر اعتماد نہیں کریں گے۔

ارنا کوف اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وردان سے بولی ''جب تک وہ کم بخت فراڈ انا بیلا میرے قابو میں نہیں آئے گی اس وقت تک ہم ان اکابرین کا اعتماد حاصل نہیں کر سکیں گے۔''

وردان نے کہا ''ہمیں یہ اطمینان ہے کہ وہ فراڈ انا بیلا بھی ان کا اعتماد حاصل نہیں کر سکے گی۔ وہ اکابرین اس سے بھی یہی باتیں کریں گے۔''

میرا اندازہ تھا کہ وہ ڈمی سونیا بھی اس وقت ارنا کوف کے اندر ہوگی۔ اس کی اور وردان کی باتیں سن رہی ہوگی۔ پتا نہیں وہ آئندہ اسرائیل میں کیا کرنے والی تھی۔ اس وقت اس نے خاموشی اختیار کی تھی۔ ان کے مقابلے پر اسرائیلی اکابرین کو مخاطب نہیں کر رہی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ میرے عشق میں گرفتار ہو کر فی الحال کسی کام کے قابل نہیں رہی ہے۔

☆☆☆

جمیلہ اور نبیلہ کی والدہ صائمہ دل کی مریضہ تھی۔ ڈاکٹر نے کہا تھا۔ اسے کوئی بہت بڑا صدمہ نہیں پہنچنا چاہیے ورنہ یہ جانبر نہیں ہو سکے گی۔

لیکن حالات ایسے تھے کہ ایک کے بعد دوسرے صدمات چلے آ رہے تھے۔ یہی صدمہ کچھ کم نہیں تھا کہ ان جڑواں بیٹیوں پر ایک ہندو شہزور عاشق ہو گیا تھا اور انہیں دن رات پریشان کرتا رہتا تھا۔

پھر یہ کہ اس نے نیلی پیتھی کے ذریعے صائمہ اور اس کے شوہر عبدالرحمن کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔ جس کے باعث وہ بیٹیوں کے خلاف ہو گئے تھے اور اس ہندو کی حمایت کرنے لگے تھے۔

جب پارس ان جڑواں بہنوں کی زندگی میں آیا تو صائمہ کو ایک ذرا اطمینان ہوا کہ اب بات بن جائے گی۔ پارس سے ان کا نکاح بھی پڑھایا جانے والا تھا۔ لیکن عین وقت سوامی وردان دشوانا تھ نے پارس پر جان لیوا حملہ کیا تھا۔ گولی ان جڑواں بہنوں کو لگی تھی۔

بیٹیاں زندگی اور موت کی جنگ لڑنے کے لیے آپریشن تھیٹر میں گئیں تو صائمہ صدمے سے ادھ موئی ہو گئی۔

اس کے بعد ایک اور صدمہ پہنچا۔ شوہر نے الماری سے ریوالور نکال کر اچانک ہی اسے گولی ماری تو وہ زخمی ہو گئی۔ پتا چلا کہ وردان نے اس کے شوہر کو مجبور کیا تھا۔ صرف اتنا نہیں اس نے یہ بھی چیلنج کیا تھا کہ آئندہ پارس کے نیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں کو لاک کریں گے تو وہ ایک ایک کو گولی مار کر زخمی کرے گا۔ اور ان کے دماغ کے دروازے کھولتا جائے گا۔

صائمہ کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کی بیٹیوں کو اس شیطان سے نجات نہیں ملے گی۔ اور ان کا بوڑھا باپ عبدالرحمن بھی اس شیطان کا غلام بن کر اپنے ہی خون کے رشتوں پر گولیاں چلاتا رہے گا۔ بہر حال یہ اتنے سارے صدمات تھے کہ صائمہ برداشت نہ کر سکی ایک رات بستر پر سونے گئی تو دوسری صبح آنکھیں نہ کھول سکی۔ ہمیشہ کے لیے گہری نیند سو گئی۔

جمیلہ اور نبیلہ کا رو رو کر برا حال تھا۔ انہیں بھی یقین ہونے لگا تھا کہ اس شیطان سے نجات اب ممکن نہیں ہے۔ بے شک پارس انہیں شیطان کے شر سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ لیکن اب انہیں اپنی بدنصیبی کا پورا پورا یقین ہو گیا تھا۔

جب پارس نے فون کے ذریعے ان سے رابطہ کیا تو جمیلہ نے روتے ہوئے کہا۔ ''اس شیطان پر قابو پانا آسان نہیں ہے۔ آپ کب تک ہمارے لیے لڑتے رہیں گے؟''

نبیلہ نے کہا ''وہ آپ کی جان کا دشمن بن گیا ہے۔ آپ اس سے چھپتے پھر رہے ہیں۔ ہمارے لیے اپنے آپ کو مصیبتوں میں ڈال رہے ہیں۔''

پارس نے کہا ''میری فکر نہ کرو اور اس شیطان سے نہ ڈرو میں تم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچنے نہیں دوں گا۔''

جمیلہ نے کہا ''نقصان تو پہنچ رہا ہے۔ ہماری امی ابدی سفر کے لیے ہم سے جدا ہو گئی ہیں۔''

''یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی۔ یہ نہ سمجھو کہ انہیں اس شیطان نے مارا ہے وہ پہلے ہی دل کی مریضہ تھیں۔ ہر انسان کی زندگی میں صدمات آتے جاتے رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ مریضہ تھیں اس لیے صدمات برداشت نہ کر سکیں اور اللہ کو پیاری ہو گئیں۔''

''آپ ہمیں تسلیاں دے رہے ہیں۔ لیکن یہ یقین ہو چلا ہے کہ اب امی کے بعد وہ ہمارے ابو کے پیچھے پڑ جائے گا۔ آپ سے ہماری ایک التجا ہے۔''

''التجا نہ کرو محبت سے بولو کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''ہم دونوں یہ چاہتی ہیں کہ ابو کے دماغ کو آپ کے نیلی پیتھی جاننے والے لاک نہ کریں۔ اس شیطان کو غصہ نہ دلائیں ورنہ وہ انہیں بھی ہلاک کر دے گا۔''

''میری کوشش تو یہی ہے کہ تمہارے ابو پر کوئی آنچ نہ آئے لیکن کبھی کبھی بنتا ہوا کام بھی بگڑ جاتا ہے۔ سوچتا ہوں اگر میں تمہارے ابو کی پوری طرح حفاظت نہ کر سکا تو تم دونوں مجھ سے بدظن ہو جاؤ گی۔ میرے بارے میں غلط رائے قائم کرنے لگو گی۔''

دونوں نے تڑپ کر کہا۔ ''آپ ایسی باتیں نہ کریں ہم مر جائیں گی لیکن آپ کے خلاف کبھی نہیں سوچیں گی۔ آپ دل و جان سے ہم سب کی حفاظت کے لیے کوششیں کر رہے ہیں۔''

جمیلہ نے کہا ''مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے آپ کو کوششیں کرنے سے باز رکھا۔ آپ بے شک ابو کے دماغ کو لاک کرا سکتے ہیں اب ہم اس دشمن سے نہیں ڈریں گے۔''

''تم دونوں اسی طرح حوصلہ کرتی رہو گی تو میں بھی بڑے حوصلے سے اس دشمن کا مقابلہ کرتا رہوں گا۔ اور انشاء اللہ جلد ہی تمہیں کوئی بہت بڑی خوشخبری سناؤں گا۔''

''ہم آپ کی کامیابی کے لیے دعائیں مانگتی رہتی ہیں۔ ابھی اٹھنے بیٹھنے کے قابل ہو گئی ہیں۔ جب ذرا زخم مندمل ہو گا تو ہم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدۂ شکر ادا کریں گی کہ وہ معبود ہمیں بدترین حالات میں بھی جینے کا حوصلہ دے رہا ہے۔''

نبیلہ نے کہا ''ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ اس نے شیطان کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے آپ جیسے فرشتے کو ہمارے پاس بھیجا ہے۔''

جمیلہ نے کہا ''میں ہمیشہ تنہائی میں سوچتی رہتی ہوں کہ آخر آپ اس شیطان سے کس طرح لڑ سکیں گے اور اسے اپنے قابو میں کر سکیں گے۔ سچ پوچھیے تو مجھے کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے۔ جب بھی وردان کے بارے میں سوچتی ہوں تو ہر پہلو سے حاوی دکھائی دیتا ہے۔''

پارس نے کہا ''اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اعتماد کمزور نہ ہونے دو پھر شیطان کبھی حاوی ہوتا نظر نہیں آئے گا۔ تم سب کی حفاظت کے لیے ہم نے ایک منصوبہ بنایا ہے اور جلد ہی اس پر عمل کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کامیابی ہو گی۔''

''امی کو آخری آرام گاہ تک پہنچایا گیا ہے۔ ابو اب اکیلے ہو گئے ہیں۔ کہنے کو تو بہت سے رشتے دار ہیں۔ لیکن اس مصیبت کی گھڑی میں کوئی ہمارے کام نہیں آ سکے گا۔''

نبیلہ نے کہا ''آپ ہم سے رابطہ کرتے رہتے ہیں۔ ہمیں آپ کا سہارا ملتا رہتا ہے لیکن ابو کا تو کوئی بھی نہیں ہے۔ بے چارے بالکل اکیلے ہو گئے ہیں۔''

''فکر نہ کرو۔ وہ اکیلے نہیں رہیں گے۔ ہم ایسے انتظامات کر رہے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ رہا کریں گے اور دشمن تم میں سے کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ابھی میں جا رہا ہوں۔ پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔''

رابطہ ختم ہو گیا۔ اس کی آواز ان سے دور ہو گئی جب وہ دور ہوتا تھا تو وہ دونوں سہم کر وردان کے بارے میں سوچنے لگتی تھیں کہ شاید وہ پھر کوئی چور راستہ اختیار کر کے ان کے دماغوں میں پہنچ جائے گا۔ وہ ایسا کرنے میں اب تک کامیاب نہیں ہوا تھا۔ لیکن شیطان کا کیا بھروسا؟ وہ کسی وقت کچھ بھی کر سکتا ہے۔

دوپہر کو نماز ظہر کے بعد صائمہ کی تدفین ہوئی تھی عبدالرحمن نے بیٹیوں سے کہا تھا کہ وہ شام تک ان سے ملنے اسپتال آئے گا لیکن وہ نہیں آیا۔

شام سے رات ہو گئی۔ بیٹیاں پریشان ہونے لگیں۔ ان کے چچا تعزیت کے لیے آئے۔ ماں ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئی تھی وہ انہیں صبر کی تلقین کرتے رہے۔ جمیلہ نے پوچھا ''ابو کہاں ہیں؟ وہ شام کو آنے والے تھے۔''

چچا نے کہا ''بھائی جان اندر سے بہت ٹوٹ گئے ہیں۔ قبرستان سے واپس آ کر اپنے کمرے میں گئے تھے۔ پھر وہاں کمر سیدھی کرنے کے لیے لیٹے تو گہری نیند سو گئے۔ ہم نے بھی انہیں سونے دیا۔ شام چھ بجے بیدار ہو کر غسل کیا۔ لباس تبدیل کیا۔ پھر یہ کہہ کر نکل گئے کہ تم لوگوں سے ملنے جا رہے ہیں۔''

نبیلہ نے پریشان ہو کر کہا ''چچا جان! وہ شام کے نکلے ہوئے ہیں۔ یہاں کیوں نہیں آئے؟''

''بیٹی! آ جائیں گے کہیں کسی کام سے رک گئے ہوں گے۔''

جمیلہ نے کہا ''ہمارا دل گھبرا رہا ہے۔ انہیں یہاں آ جانا چاہیے تھا۔''

چچا نے اثبات ..... میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''تم لوگوں کے ساتھ عجیب حالات پیش آ رہے ہیں۔ ایسے حالات

میں بھائی کو کہیں ادھر ادھر وقت نہیں گزارنا چاہیے لیکن وہ بھی کیا کریں..... اندر سے صدمات جھیل رہے ہیں۔ اوپر سے بہلنے کے لیے کہیں باتیں کرنے بیٹھ گئے ہوں گے۔ فکر نہ کرو وہ آجائیں گے۔ میں جا رہا ہوں، دیکھتا ہوں کہ وہ کہاں مل سکتے ہیں؟''

یہ کہہ کر ان کے چچا وہاں سے رخصت ہوگئے۔ دل میں طرح طرح کے اندیشے جنم لے رہے تھے۔ زہ رہ کر وردان ان کے حواس پر چھا رہا تھا۔ ان کے تصور میں قہقہے لگا رہا تھا۔ نبیلہ نے پریشان ہوکر کہا ''ابو جہاں بھی گئے ہوں وہاں سے ہمیں فون تو کر سکتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی وہ کئی بار اس موبائل پر ہم سے باتیں کر چکے ہیں۔''

وہ پریشان ہوتی رہیں اور انتظار کرتی رہیں۔ رات گیارہ بجے انہوں نے گھر کے نمبر پر رابطہ کیا تو ان کی چچی کی آواز سنائی دی۔ ''ہاں بولو بیٹی! خیریت سے ہو نا؟''

''چچی جان! خیریت کہاں سے ہوگی؟ ابو نہ یہاں آرہے ہیں نہ ہم سے رابطہ کر رہے ہیں۔ کیا وہ گھر میں ہیں؟''

''نہیں بیٹی! وہ تو شام کے نکلے ہوئے ہیں۔ ابھی تک لوٹ کر نہیں آئے ہم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ تمہارے پاس ہوں گے۔''

''یا اللہ! وہ کہاں گم ہوگئے ہیں؟''

جمیلہ اور نبیلہ دونوں پریشان ہوکر ایک دوسرے کو تکنے لگیں۔ نبیلہ نے کہا ''پارس نے دوپہر کو کہا تھا کہ ہم سے کسی وقت رابطہ کریں گے۔ اب آدھی رات ہوگئی ہے۔ وہ بھی نہ جانے کہاں ہیں؟ انہوں نے اب تک رابطہ نہیں کیا۔''

جمیلہ نے تکیے کے پاس سے موبائل فون اٹھاتے ہوئے کہا ''میں رابطہ کرتی ہوں۔ ادھر ابو لاپتا ہوگئے ہیں ادھر ان کی طرف سے خاموشی ہے۔ اللہ دونوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین''

اس نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگایا۔ دوسری طرف ٹیپ سے خاتون کی آواز ابھرنے لگی۔ آپ کے مطلوبہ نمبر سے فی الحال جواب موصول نہیں ہو رہا ہے۔ برائے مہربانی کچھ دیر بعد رابطہ کریں شکریہ۔

وہ فون کو بند کر کے نبیلہ کو دیکھتے ہوئے بولی ''شاید انہوں نے فون بند کر رکھا ہے۔ فی الحال ان سے باتیں نہیں ہوسکیں گی۔''

وہ دونوں مایوس ہوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں۔ پارس ان کا آخری اور مضبوط سہارا تھا۔ اس سے بھی رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ وہاں اسپتال کے اس کمرے میں وہ دونوں بالکل ہی بے یار و مددگار ہوگئی تھیں۔

رات کے ایک بجے فون کا بزر سنائی دیا۔ وہ دونوں چونک گئیں۔ جمیلہ نے فوراً ہی فون کو اٹھا کر نمبر پڑھے۔ پھر کہا ''پتا نہیں یہ کس کا نمبر ہے؟ کوئی اجنبی ہمیں کال کر رہا ہے۔''

نبیلہ نے کہا ''دیکھو تو سہی کون ہے؟ ہوسکتا ہے پارس کسی دوسری جگہ سے فون کر رہے ہوں۔''

اس نے بٹن کو دبایا۔ پھر فون کو کان سے لگا کر کہا ''ہیلو آپ کون ہیں؟''

دوسری طرف سے وردان کی آواز سنتے ہی ذہن میں ایک دھماکا سا ہوا۔ دونوں ایکدم سے اچھل پڑیں پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ وہ کہہ رہا تھا ''میں نے تمہارے باپ کے چودھیالات پڑھ کر یہ نمبر معلوم کیے تھے۔ سوچا تھا کبھی ضرورت کے وقت کال کروں گا..... وہ کہاں ہے؟''

جمیلہ نے پوچھا ''کس کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟''

''میں تمہارے باپ عبدالرحمن کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ کہاں ہے وہ؟''

''تم سے بہتر اور کون جانتا ہوگا کہ وہ کہاں ہیں؟ تم نے تو ان کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ انہیں اپنے اشاروں پر نچاتے رہتے ہو۔ انہیں گھر سے بے گھر کر دیا ہے۔ وہ شام کو گھر سے نکلے تھے اب تک لاپتا ہیں۔ خدا کے لیے ہم پر رحم کرو۔ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ ہمارے ابو کو واپس کر دو۔''

''کیا تم یہ سمجھ رہی ہو کہ میں نے تمہارے ابو کو کہیں چھپایا ہے یا اسے بھی تمہاری ماں کی طرح اوپر پہنچا دیا ہے۔''

وہ تقریباً چیخ کر بولی ''نہیں..... خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کرو۔ اللہ نے چاہا تو میرے ابو زندہ سلامت رہیں گے اور تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔''

''زیادہ باتیں نہ کرو سیدھی طرح بتاؤ، تمہارا باپ کہاں ہے؟''

نبیلہ دوسرے بیڈ پر..... اس سے کچھ فاصلے پر تھی لیکن وردان کی جو باتیں جمیلہ سن رہی تھی وہی باتیں سوچ کے ذریعے نبیلہ تک پہنچ رہی تھی۔ اس نے کہا ''یہ وردان بہروپیا ہے جھوٹا ہے۔ ہمارے ابو کو اغوا کر کے کہیں چھپا دیا ہے؛ انہیں کسی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ اور اب ہمارے پاس آکر باتیں بنا رہا ہے۔''

''میں باتیں نہیں بنا رہا ہوں۔ سچ کہہ رہا ہوں مجھے تمہارے باپ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔''

''یہ کیسے ہوسکتا ہے تم تو ان کے دماغ میں پہنچ جاتے ہو، ان کے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیتے ہو کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟''

''یہی تو میرے لیے حیرانی کی بات ہے کہ میں اس کے دماغ میں پہنچ نہیں پا رہا ہوں۔ میں اس کے پاس جاتا ہوں تو وہ سانس روک لیتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اس کے دماغ کو بھی لاک کر دیا گیا ہے۔ مجھے اس کے پاس پہنچنے سے بھی روک دیا گیا ہے۔''

جمیلہ نے خوش ہوکر پوچھا ''کیا تم سچ کہہ رہے ہو، کیا میرے ابو کے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے۔ تم ان کے اندر نہیں جاسکو گے اب انہیں نقصان نہیں پہنچا سکو گے؟''

وہ جیسے جل بھن کر بولا ''بہت خوش ہو رہی ہو۔ میں تم دونوں کی خوشیاں ابھی خاک میں ملا دوں گا۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی چھ گن مین کمرے میں دندناتے ہوئے آئے۔ وہ سب منہ پر نقاب لگائے ہوئے تھے انہیں کوئی چہرے سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ ان میں سے دو نے ان دونوں کو گن پوائنٹ پر رکھا۔ جمیلہ نے ان دونوں کو دیکھتے ہی فون بند کر دیا تھا۔ پھر پوچھا ''کون ہو تم لوگ؟''

انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نبیلہ نے چیخ کر کہا ''ہمیں پتا ہے اس شیطان نے تم لوگوں کو یہاں بھیجا ہے۔ تم ہمیں زخمی کرنا چاہتے ہو۔ تاکہ وہ ہمارے دماغوں میں گھس آئے۔''

وہ گونگے بنے ہوئے تھے انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ان دونوں کے قریب آکر ان کے منہ پر ٹیپ لگا دیا۔ وہ اسٹریچر ساتھ لائے تھے۔ انہوں نے انہیں اٹھا کر ایک ایک اسٹریچر پر ڈالا۔ پھر ٹرالی کو دھکیلتے ہوئے وہاں سے جانے لگے۔

رات کے دو بجنے والے تھے اسپتال میں ویرانی اور سناٹا تھا۔ رات کے وقت اسپتال کا عملہ مختصر سا ہوتا ہے۔ اس مختصر سے عملے کو واردات کرنے والوں کے ساتھیوں نے گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا۔ اس لیے کوئی انہیں روکنے ٹوکنے والا نہیں تھا۔

باہر ایمبولینس کی طرح ایک بڑی سی سفید گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے پچھلے حصے کو کھول کر ان دونوں کو اسٹریچر سمیت اندر داخل کر کے پچھلا حصہ بند کر دیا گیا۔ پھر وہ گاڑی وہاں سے چل پڑی۔

وہ دونوں اسٹریچر پر پڑی ہوئی آنکھیں پھاڑے اپنے قریب بیٹھے ہوئے چار مسلح افراد کو دیکھ رہی تھیں۔ خوف کے مارے گم صم سی تھیں۔ اگر ان کے منہ پر ٹیپ نہ لگایا جاتا تب بھی وہ بول نہیں پاتیں۔ ویسے بھی ان سے کچھ پوچھنا بے سود ہوتا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی تھی کہ وردان ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے ناکام ہونے کے بعد اپنے آلہ کاروں کے ذریعے انہیں اغوا کرا رہا ہے۔

جمیلہ نے سوچا ''یا خدا! ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ پہلے ابو لاپتا ہوئے۔ شام کو گھر سے گئے تو اب تک واپس نہیں آئے۔ اب ہمیں اغوا کیا جا رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سے پہلے ابو کو اغوا کیا گیا ہے۔''

نبیلہ نے سوچ کے ذریعے کہا ''وردان جھوٹ کہہ رہا تھا کہ ابو کے دماغ کو لاک کیا گیا ہے۔ اس شیطان نے انہیں کسی طرح کا نقصان پہنچایا ہے اور اب ہمیں نقصان پہنچانے والا ہے۔''

جمیلہ نے کہا ''ہم پارس سے بھی رابطہ نہیں کر سکتے ان میں سے کسی نے ہمارا موبائل فون چھین لیا ہے۔''

''ہماری بھی کیا زندگی ہے۔ کوئی دن سکون سے نہیں گزر رہا ہے۔ کوئی نہ کوئی مصیبت آتی ہی چلی آرہی ہے۔''

''اب تک تو پارس کا سہارا تھا۔ وہ ہماری ہر مصیبت میں کام آتے رہے۔ ہمارے دشمن سے لڑتے رہے۔ لیکن اب تو انہیں بھی معلوم نہیں ہوگا کہ ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے؟''

''نبیلہ! اندازہ کرو کہ وہ شیطان ہمارے ساتھ کیسا سلوک کرے گا؟''

''شیطان پھر شیطان ہوتا ہے۔ وہ کمینے پن کی انتہا کر دے گا۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ایسا وقت آنے سے پہلے ہم کس طرح اپنی جان پر کھیل سکتی ہیں؟''

''میرے ذہن میں بھی یہی بات آرہی ہے کہ ایسا وقت آنے سے پہلے ہمیں خودکشی کر لینی چاہیے۔ لیکن خودکشی کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔''

''ویسے یہ سوچ کر اطمینان سا ہو رہا ہے کہ وہ ابھی ہمارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرے گا۔ کیونکہ ہمارے زخم کچے ہیں۔ وہ ان زخموں کے مندمل ہونے اور ہمارے صحت یاب ہونے کا انتظار کرے گا۔''

''اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ اپنی سلامتی کے لیے ہمیں کچھ وقت مل جائے۔ پارس کو خبر ہو جائے کہ ہمیں کہاں لے جا کر چھپایا جا رہا ہے تو وہ جان پر کھیل کر بھی ہمیں اس کی قید سے نکال لائیں گے۔''

وہ گاڑی تیز رفتاری سے چلی جا رہی تھی۔ جمیلہ اور نبیلہ کو وقت کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ کئی گھنٹے گزرتے جا رہے تھے لیکن

گاڑی کہیں رک نہیں رہی تھی۔ چلتی چلی جارہی تھی۔ جب وہ ایک پیٹرول پمپ میں آ کر رکی۔ تو رودشندان سے پتا چلا کہ رات گزر چکی ہے اور دن نکل آیا ہے۔

وہ دونوں دہلی شہر سے سیکڑوں میل دور نہ جانے کہاں پہنچنے والی تھیں؟ ان کا سفر رات دو بجے سے شروع ہوا تھا۔ دوسرے دن نو بجے وہ گاڑی ایک بنگلے کے احاطے میں آ کر رک گئی۔ اس کا پچھلا حصہ کھول کر دونوں بہنوں کو وہاں سے نکالا گیا۔ وہ اسی طرح اسٹریچر پر پڑی ہوئی تھیں۔ انہیں بنگلے کے اندر ایک بیڈروم میں پہنچایا گیا۔ وہاں ایک بڑا سا ڈبل بیڈ تھا۔ ان دونوں کو اس بستر پر پہنچا دیا گیا۔ پہنچانے والے وہاں سے چلے گئے۔ صرف ایک گن مین رہ گیا۔

اب اس گن مین کے منہ پر ڈھاٹا بندھا ہوا نہیں تھا۔ اس نے ان دونوں کے منہ پر سے بھی ٹیپ ہٹا دیا تھا۔ ایسے وقت نبیلہ کچھ کرنا چاہتی تھی۔ پھر چپ ہوگئی۔ کمرے میں ایک ڈاکٹر ایک گن مین کے ساتھ آیا تھا۔ وہ ان دونوں بہنوں کا باری باری معائنہ کرنے لگا۔ اس نے دونوں کے زخموں کی مرہم پٹی کی۔ کھانے کے لیے دوائی دی۔ انجکشن لگایا۔ پھر یہ کہہ کر چلا گیا کہ شام کو آ کر دوبارہ انہیں اٹینڈ کرے گا۔

اس کے جانے کے بعد گن مین نے کہا ''ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے آپ کو دہشت زدہ کیا۔ اب ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ آپ یہاں بالکل محفوظ ہیں۔ وہ دشمن سوامی وردان وشوانا تھ نہ یہاں کبھی پہنچ سکے گا نہ ہی آپ کے دماغوں میں آ سکے گا۔''

جمیلہ نے کہا ''تم سب کون ہو؟ اور ہمیں یہاں کیوں لائے ہو؟''

اس نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''جواب آپ کے سامنے ہے۔''

وہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ عبدالرحمٰن کھانے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا دروازے سے داخل ہو رہا تھا۔ وہ دونوں اسے دیکھتے ہی خوش ہوگئیں۔ آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولیں۔ ''ابو! آپ یہاں ہیں؟''

باپ نے قریب آ کر دونوں بیٹیوں کی پیشانیوں کو چوم کر کہا ''ہاں بیٹی! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم محفوظ ہیں۔ ہمیں کسی دشمن نے اغوا نہیں کیا ہے۔ پارس نے ہماری حفاظت کی خاطر بڑی رازداری سے یہ ڈراما چلے کیا ہے۔ تاکہ دشمن کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہمیں کہاں سے کہاں پہنچایا جارہا ہے؟''

وہ دونوں خوشی سے کھل گئی تھیں۔ بیٹھے بیٹھے سجدہ

کرنا چاہتی تھیں لیکن زخموں کی تکلیف کے باعث ایسا نہ کر سکیں۔ خوشی کے مارے ایک دوسرے سے لپٹ کر رونے لگیں۔

ادھر وردان وشوانا تھ کی پیشانی پر شکنیں آ گئی تھیں۔ وہ فون پر جمیلہ سے باتیں کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اچانک فون بند ہوگیا تھا۔ اس نے دوبارہ رابطہ کرنا چاہا تو پتا چلا کہ ادھر سے فون کو بند کر دیا گیا۔

پہلے تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اچانک فون کیوں بند ہو گیا ہے؟ پھر اس نے سوچا ''مجھے عبدالرحمٰن کے سلسلے میں دھوکا دیا گیا۔ وہ اپنی بیوی کی تدفین کے لیے قبرستان گیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ ابھی وہ ان معاملات میں مصروف رہے گا۔ مجھے اپنے معاملات میں مصروف رہنا چاہیے۔ جب وہ قبرستان سے واپس گھر آ کر سو گیا تو میں بھی اس کے دماغ سے چلا آیا۔ ایسے ہی وقت فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا اور اسے مجھ سے چھین لیا۔

اس نے عبدالرحمٰن کے ذریعے ہم سب کو چیلنج کیا تھا کہ آئندہ ان میں سے کسی کی دماغ کو لاک کیا گیا تو وہ ایک ایک کو گولی مار کر زخمی کرے گا اور ان کے دماغ کے دروازے کو توڑ جائے گا۔ ہمارے ہر حربے کو ناکام بناتا رہے گا۔

اس نے بڑے غرور سے یہ چیلنج کیا تھا اور اب اس نے اپنے چیلنج کا جواب مل رہا تھا۔ ہم نے عبدالرحمٰن کے دماغ کو لاک کر کے اسے یہ سمجھا دیا تھا کہ اب وہ اپنے خونی رشتوں میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

اس کے سامنے یہ آخری راستہ رہ گیا تھا کہ وہ اپنے کسی آلہ کار کو فوراً اسپتال کی طرف روانہ کرے اور اس کے ذریعے جمیلہ اور نبیلہ کو گولی مار کر زخمی کرے۔ پھر ان کے دماغ میں گھس کر انہیں اپنا غلام بنا لے۔

یوں بھی وہ بے چاریاں آپریشن کے بعد زخم خوردہ تھیں۔ لیکن ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بڑی سختی سے کام کر کے ان کے دماغ کو لاک کیا تھا اور اس کے بعد بھی وہ باری باری ان کے دماغوں میں موجود رہتے۔ یہ اندیشہ تھا کہ بہنوں کے دماغ آپریشن کے باعث کسی وقت بھی کمزور ہو سکتے ہیں۔ اور وردان ایسے وقت ان پر حاوی ہو سکتا ہے۔

بہرحال جب وہ اپنے ایک آلہ کار کے ذریعے اسپتال میں پہنچا تو پتا چلا۔ وہاں کئی گن مین آئے تھے۔ انہوں نے اسپتال کے عملے کو گن پوائنٹ پر رکھا تھا اور ان دونوں بہنوں کو وہاں سے کہیں لے گئے ہیں۔

وردان نے ان کے خیالات سے معلوم کیا کہ ان

جانے کے بعد وہاں کا انچارج اور ڈاکٹر پولیس کو فون کرنا چاہتے تھے۔ لیکن قانون کے محافظوں کو اس وارادت کی اطلاع نہ دے سکے۔ جب بھی وہ فون کرتے تھے تو غلط نمبر ڈائل ہوتا تھا۔

وردان کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ ہم نے اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان بہنوں کو اغوا کرایا ہے اور اب ان باپ بیٹیوں کو ایسی جگہ پہنچا دیا ہے۔ جہاں پہنچنا آسان نہیں ہوگا۔

وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ دل ہی دل میں تسلیم کرنے لگا کہ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے لوہے کے چنے ہیں۔ ہمیں چباتے چباتے اس کے جبڑے دکھنے لگے ہیں۔

☆☆☆

نومی کرسٹل اگرچہ مجھے دل و جان سے چاہتی تھی۔ میرا دل جیتنے کے لیے میرے قریب آنا چاہتی تھی۔ میری قربت حاصل کرنے کے لیے جذباتی طور پر بہت ہی بے چین ہوگئی تھی۔ لیکن اتنا کچھ ہونے کے باوجود باؤلی نہیں ہوئی تھی۔ اپنا اچھا برا خوب سمجھتی تھی۔ محبت میں اندھی ہو کر میری طرف آنے سے گریز کر رہی تھی۔

اس نے طے کر لیا تھا کہ پہلے ضروری کام نمٹائے گی۔ اس کے بعد مجھ سے ملاقات کا وقت مقرر کرے گی۔ اور اس کا پہلا ضروری کام یہ تھا کہ وہ الپا کو اپنے زیر اثر لانا چاہتی تھی جبکہ یہ دیکھ رہی تھی کہ اس کے دماغ کے اندر کوئی نہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود رہتا ہے۔ چھ گھنٹے کے بعد وہ جاتا ہے تو دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر چلا آتا ہے۔ وہ ڈیوٹی دینے والے اگر ایک آدھ منٹ کے لیے غافل بھی ہوتے ہوں گے تو اس سے نومی کا بھلا نہیں ہو سکتا تھا۔

الپا پر تنویمی عمل کرنے کے لیے کم از کم ایک گھنٹا ضرور لگتا۔ اور ایک گھنٹے تک ہمارا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے فرائض سے غافل نہ ہوتا۔ ایسی سختی سے پہرا بٹھایا گیا تھا کہ وہ کوئی بھی چال چلتی تو ناکامی اس کا مقدر بن جاتی۔

الپا کے بازو کا زخم گہرا نہیں تھا۔ مرہم پٹی کے بعد اسے آرام آ گیا تھا۔ یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ دس بارہ گھنٹوں کے اندر دماغی توانائی حاصل کر لے گی۔ پھر برائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر نومی کو بھگا دیا کرے گی۔

اور وہ اپنے ارادوں سے باز آنے اور بھاگنے والی نہیں تھی۔ کسی نہ کسی طرح ہیرا پھیری سے الپا پر قابو پالینا چاہتی تھی۔

الپا نے سونیا کے اندر آ کر یہ خیالات پیدا کیے کہ اسے اپنے بیٹے کبریا سے رابطہ کرنا چاہیے۔ سونیا نے الپا کو دیکھا پھر پوچھا ''کیا تم خیال خوانی کر سکتی ہو؟''

وہ بستر پر نیم دراز تھی۔ اپنے سر کو سہلاتے ہوئے بولی ''شاید چند گھنٹوں بعد میں خیال خوانی کے قابل ہو جاؤں۔ کیا آپ پاپا کو بلانا چاہتی ہیں؟''

''نہیں..... میں اپنے بیٹے کبریا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ پتا نہیں اسرائیل سے نکلنے کے بعد وہ کہاں گیا ہے؟''

وہ موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کرتے ہوئے بولی ''فون سے رابطہ کرتی ہوں پھر وہ میرے اندر آ کر بولنے لگے گا۔''

رابطہ ہو گیا۔ وہ بولی ''بیٹے! کہاں ہو تم؟ ماں کو فون پر اپنی خیر خیریت تو بتاتے رہا کرو۔''

''میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ آپ وہاں پاپا کے ساتھ کامیج میں ہیں۔ میں نے سوچا ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔ بائی دا وے۔ آپ نے فون کیا ہے تو ضرور کوئی خاص بات ہوگی؟''

''بس تمہاری خیریت معلوم کرنی تھی۔ تم وہاں اسرائیل میں بری طرح پھنس گئے تھے۔ لیکن اب کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟ کچھ تو معلوم ہونا چاہیے۔''

''میں کل شام تک آپ کے پاس پہنچنے والا ہوں۔ کیا پاپا وہاں موجود ہیں؟''

''نہیں۔ وہ انوشے کو لے کر بابا صاحب کے ادارے میں گئے ہیں۔ تمہاری سسٹر الپا یہاں میرے ساتھ ہے۔''

وہ الپا کے بارے میں بتانے لگی کہ کس طرح ایک اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی نے اسے زخمی کیا ہے۔ اب یہ اندیشہ ہے کہ وہ الپا کے اندر آ کر اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا سکتی ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے ہی الپا کے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے۔ ہر چھ گھنٹے کے بعد ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں آتا ہے اور اگلے چھ گھنٹے تک اس کے اندر محتاط اور مستعد رہتا ہے تاکہ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کو نقصان نہ پہنچائے اور نہ ہی اسے اپنی تابعدار بنائے۔

وہ بولا ''یہ اچھی احتیاطی تدبیر کی گئی ہے۔ اب وہ دشمن عورت کبھی سسٹر کے دماغ میں نہیں آئے گی۔''

''تمہیں اپنی سسٹر کے پاس جا کر اس کی خیریت معلوم کرنی چاہیے۔ اس سے محبت اور ہمدردی کرنی چاہیے۔''

''میں ابھی جارہا ہوں۔''

''ذرا رک جاؤ۔ میری بات سنو! بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف معاملات میں مصروف رہتے ہیں۔ انہیں الپا کے دماغ میں بھی مصروف رکھنا

کتابیات پبلی کیشنز کراچی

مناسب نہیں ہے۔ آج کل فارغ ہو۔ کیا تم اپنی سسٹر کے دماغ میں رہ کر ڈیوٹی نہیں دے سکتے۔ اس کی حفاظت نہیں کر سکتے؟''

''ضرور کر سکتا ہوں آپ کہہ رہی ہیں۔ تو میں ابھی جا رہا ہوں۔ وہاں ہمارا جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈیوٹی پر ہوگا۔ میں اسے فارغ کر دوں گا۔''

پھر وہ الپا کے پاس آ کر بولا ''ہائے سسٹر! کیسی ہو؟''

''بس ٹھیک ہی ہوں۔ میرے حالات تو معلوم ہو چکے ہوں گے۔ یہ بتاؤ تم کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟''

''میں جہاں بھی ہوں خیریت سے ہوں اور کل شام تک آپ کے اور ماما کے پاس پہنچنے والا ہوں۔''

''ہم بہت دنوں سے بچھڑے ہوئے ہیں۔ تم آؤ گے تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔''

''وہ تو میں کل آؤں گا۔ لیکن ابھی آپ کے دماغ میں موجود رہوں گا۔ تقریباً چھ گھنٹے تک آپ کی نگرانی کرتا رہوں گا۔ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی کو اندر نہیں آنے دوں گا۔''

''پاپا نے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو میرے اندر موجود رہنے کی ہدایات کی ہیں۔ اس وقت بھی کوئی موجود ہوگا۔''

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا ''یس میڈم! میں موجود ہوں اور کبریا بابا کی باتیں سن رہا ہوں۔''

کبریا نے کہا ''میں تمہیں فارغ کرنا چاہتا ہوں۔ بہتر ہے کسی دوسری جگہ مصروف رہو میں یہاں اپنی سسٹر کے پاس رہوں گا۔''

اس نے کہا ''آپ جو کہیں گے وہ کروں گا۔ لیکن میں یہاں آپ کے پاپا کے حکم پر آیا ہوں۔ اس لیے ان سے اجازت لینی ضروری ہے۔''

''ٹھیک ہے پاپا ابھی آ کر تمہیں اجازت دیں گے۔''

کبریا نے میرے پاس آ کر کہا ''پاپا! میں سسٹر کے پاس رہوں۔ اور آئندہ چھ گھنٹوں تک ان کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔''

میں نے کہا ''یہ تو اچھی بات ہے کہ تم اپنی سسٹر کے ساتھ وقت گزارو گے اور ادھر ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہاں فرصت مل جائے گی۔ وہ کسی دوسری جگہ مصروف ہو جائے گا۔''

''وہ آپ کی اجازت کا منتظر ہے۔ آپ ابھی اس سے کہہ دیں۔''

میں نے الپا کے آندر آ کر اسے مخاطب کیا۔ ''کبریا یہاں موجود رہے گا۔ تم ابھی جا کر آرام کرو۔ پھر کسی ضرورت کے وقت تمہیں یاد کیا جائے گا۔''

وہ شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ میں نے الپا کی خیریت پوچھی۔ پھر سونیا سے کہا۔ ''ابھی میں بابا صاحب کے ادارے میں ہوں۔ رات یہیں گزاروں گا۔ دوسری صبح تمہارے پاس آؤں گا۔ تم الپا کا خیال رکھنا۔ ہمارا بیٹا خیال خوانی کے ذریعے اس کی نگرانی کرتا رہے گا۔''

میں وہاں سے چلا گیا۔ ایسے وقت سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نومی وہاں کیسا کھیل کھیلنے والی ہے؟ اس کی وجہ سے میں، سونیا اور کبریا سب ہی آ رہے تھے، جا رہے تھے۔ اس کے ہاتھوں کٹھ پتلیوں کی طرح متحرک ہو گئے تھے۔

اس نے کبریا کو الپا کے اندر پہنچا دیا تھا۔ اب وہاں اسے پہنچا کر وہ کس طرح فائدہ حاصل کرنا چاہتی تھی یہ بات ابھی سمجھ سے باہر تھی۔ فی الحال تو ہم سب اس بات سے مطمئن ہو گئے تھے کہ ہمارا اپنا بیٹا الپا کی نگرانی کے لیے اس کے پاس موجود ہے۔

اس نے اپنے طور پر میدان ہموار کر لیا تھا۔ وہ جو چاہتی تھی وہی ہو رہا تھا۔ اب اسے مناسب وقت کا انتظار تھا۔

میں وہاں سے چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سونیا اپنے کمرے میں سونے کے لیے چلی گئی۔ الپا نے کہا ''کبریا! یہاں تو رات ہو رہی ہے۔ میں سو جاؤں گی۔ لیکن تم کب تک میرے اندر یوں ہی چپ چاپ رہو گے؟''

''مجھے پہلی بار بڑی بہن کی خدمت کا موقع مل رہا ہے۔ میں تو چھ گھنٹے گزرنے کے بعد بھی صبح تک تمہارے پاس موجود رہوں گا۔''

وہ خوش ہو کر بولی ''آئی لو یو برادر!''

وہ بولا ''آئی لو یو ٹو۔''

ایسے ہی وقت نومی کرشل نے اعلیٰ بی بی کا لب و لہجہ اختیار کیا پھر کہا ''اینڈ آئی لو بوتھ آف یو۔''

کبریا نے پوچھا ''عالی! تم کیسے چلی آئیں؟''

''مجھے ابھی معلوم ہوا کہ سسٹر کے ساتھ کیا کچھ ہو چکا؟ اور یہ یہاں زخمی پڑی ہیں۔''

پھر وہ الپا سے بولی ''سسٹر! تمہارا زخم کیسا ہے؟''

''پریشانی کی کوئی بات نہیں معمولی سا زخم ہے۔ جلدی بھر جائے گا۔ صبح تک دماغی توانائی حاصل ہو جائے گی۔''

''پھر تو دماغی توانائی حاصل ہونے تک میں آپ کے پاس رہوں گی۔''

کبریا نے کہا ''ارے واہ! میں وعدہ کر چکا ہوں۔ میں

سسٹر کے ساتھ صبح تک یہاں رہوں گا۔''

''تم بعد میں بھی آ کر رہ سکتے ہو۔ مجھے سسٹر سے ضروری باتیں کرنی ہیں۔''

''تو کر و تمہیں کس نے روکا ہے؟''

''تم سمجھتے کیوں نہیں یہ عورتوں کی باتیں ہیں۔ تمہارے سامنے نہیں ہوں گی۔ پلیز تم یہاں سے چلے جاؤ۔''

الپا نے کہا ''کبریا! پھر تو تمہیں جانا چاہیے۔''

''ٹھیک ہے، میں چلا جاؤں گا مگر آدھے گھنٹے میں واپس آ جاؤں گا۔''

''آدھے گھنٹے میں باتیں نہیں ہو سکیں گی۔ پلیز سسٹر! اسے سمجھاؤ میرا پرسنل معاملہ ہے۔ یہ معاملہ میں ماما اور پاپا کے سامنے براہ راست پیش نہیں کر سکتی۔ آپ کے ذریعے پیش کرنا چاہتی ہوں۔''

''اچھا اچھا سمجھ گئی۔ بہت ہی پرسنل اور اہم معاملہ ہے۔ پلیز کبریا! اب تم یہاں سے جاؤ۔ عالی میرے پاس رہے گی۔ تم چھ گھنٹے بعد چلے آنا۔''

''آل رائٹ سسٹر! تم کہہ رہی ہو تو مجھے جانا ہی ہوگا۔ ٹھیک چھ گھنٹے بعد آ جاؤں گا۔''

وہ چلا گیا۔ وہ الپا سے بولی ''سسٹر! کیا میں یقین کر لوں کہ کبریا جا چکا ہے؟''

الپا نے کہا ''تم بہن بھائی لڑتے بہت ہو اور اتنی ہی محبت بھی کرتے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارے پرسنل معاملے کی بات سن کر یہاں نہیں رہے گا۔ ویسے اگر وہ شرارت سے رکا ہوا ہے۔ چھپا ہوا ہے تو میں اس سے ناراض ہو جاؤں گی۔ اور میں جانتی ہوں کہ وہ اپنی بڑی بہن کو ناراض نہیں کرے گا۔ بولو کبریا! تم موجود ہو؟''

کوئی جواب نہیں ملا وہ واقعی جا چکا تھا۔ نومی ہر طرح سے مطمئن ہوتی رہی۔ الپا نے کہا ''پلیز عالی! اب یقین بھی کر لو کہ وہ جا چکا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ تم سے شرارت کرے گا مجھ سے نہیں کرے گا۔ وہ جا چکا ہے اب اپنا پرسنل معاملہ بیان کرو۔''

وہ لب و لہجہ بدل کر ایک ادا کے ساتھ بولی ''ہائے پرسنل معاملہ بڑا اشکال ہوتا ہے۔ بڑی مشکل سے راستہ ہموار ہوتا ہے تب ہم اپنے اصل معاملات تک پہنچ پاتے ہیں۔''

الپا اس کے بدلے ہوئے لب و لہجے سے چونک گئی تھی۔ حیرانی سے بولی ''کون ہو تم؟''

''کیا اتنی جلدی بھول گئیں؟ تمہیں زخمی کرتے ہی تمہارے اندر آ گئی تھی۔ پھر فرہاد علی تیمور نے تمہارے دماغ پر پہرے بٹھا دیے۔ بڑی مشکل ہو گئی۔ میں پریشان ہو گئی کہ کس طرح تمہارے دماغ میں جگہ بناؤں اور اپنا مقصد حاصل کروں؟ تھینکس گاڈ! میرا یہ مقصد اب پورا ہونے والا ہے۔''

سونیا دوسرے کمرے میں تھی۔ الپا نے اسے مخاطب کرنے کے لیے چیخنا چاہا۔ اس سے پہلے ہی نومی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ منہ سے کوئی آواز نہ نکال سکی۔ ہونٹ جیسے ایک دوسرے سے چپک کر رہ گئے۔ وہ اپنے بس میں نہیں رہی تھی۔ اس کے احساسات جذبات اور تمام ارادے اس کے اپنے اختیار میں نہیں رہے تھے۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی آہستہ آہستہ گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

☆☆☆☆

جینا بابا صاحب کے ادارے میں تھی۔ تقریباً ایک برس پہلے کبریا سے اس کی دوستی ہوئی تھی۔ پھر وہ دوستی محبت میں بدلتی چلی گئی تھی اس کے ساتھ مسئلہ یہ تھا کہ وہ لڑکی ہوتے ہوئے بھی لڑکی نہیں تھی۔

وہ پیدائش کے وقت ادھوری رہ گئی تھی۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ آپریشن کے ذریعے اسے مکمل طور پر لڑکی بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن اس میں ایک ذرا جان کا خطرہ بھی ہے اور لاکھوں روپے کے اخراجات بھی ہیں۔

اس کے ماں باپ بے حد غریب تھے۔ انہوں نے لاکھوں روپے تو دور کی بات ہے سو روپے کا ایک نوٹ بھی یکمشت نہیں دیکھا تھا۔ بڑی تنگدستی اور محتاجی کی زندگی گزارتے رہے تھے۔

جینا کی پیدائش کے بعد حالات کچھ بدلنے لگے۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ خوش قدم ہے۔ اس کے آتے ہی گھر میں تینوں وقت کھانے کے لیے اناج آنے لگا تھا۔ روپے پیسے بھی کہیں نہ کہیں سے ملنے لگے تھے۔ رام مندر کے ایک پنڈت جی نے اس کی جنم کنڈلی بنائی تھی اور یہ پیش گوئی کی تھی کہ جینا دیوی کا اوتار ہے۔ یہ دکھ درد دور کرنے اور سکھ شانتی لانے والی دیوی ہے۔ یہ ہماری دنیا میں بڑا نام کرے گی۔

اس وقت اس کا کوئی نام نہیں تھا۔ سب اسے سہاگن دیوی کہنے لگے۔ سہاگن اس لیے کہنے لگے کہ وہ مکمل لڑکی نہیں تھی۔ کبھی کسی کی دلہن نہیں بن سکتی تھی۔ اور دیوی اس لیے سمجھنے لگے کہ وہ دس برس کی عمر سے ہی کبھی کبھی کوئی نہ کوئی چمتکار دکھانے لگی تھی۔

وہ کبھی کسی مریض کے پاس جاتی اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بھگوان سے پرارتھنا کرتی تو اس کے دکھ درد میں کمی ہونے لگتی تھی۔ کبھی کسی ماں سے کہتی کہ تمہارا بچھڑا ہوا بیٹا واپس

آنے والا ہے تو وہ دو چار دنوں میں ہی واپس آجاتا تھا۔ مختلف مذاہب کے بے شمار لوگ اس کے عقیدت مند ہو گئے تھے اور دان دکشنا کے طور پر اس کے ماں باپ کو کچھ نہ کچھ دیا کرتے تھے۔

اسی طرح دن گزرتے رہے اور پھر جب وہ جوان ہوئی تو بڑے ہی ڈرامائی انداز میں کبریا سے اس کی دوستی ہو گئی۔ وہ دونوں طویل عرصے تک ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔ اور مختلف اچھے برے حالات سے گزرتے رہے۔

ان کی دوستی اور محبت کا ذکر بہت پہلے ہو چکا ہے۔ کبریا نے اس کے خیالات پڑھ کر کہا تھا کہ اس کے اندر غیر معمولی صلاحیتیں چھپی ہوئی ہیں۔ وہ کوشش کرے گی تو وہ صلاحیتیں رفتہ رفتہ ابھر کر سامنے آتی رہیں گی۔

اس کی غیر معمولی صلاحیت یہ تھی کہ اسے وقت سے پہلے پیش آنے والے واقعات کا علم ہو جاتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا تھا کہ اسے آگہی حاصل ہوتی تھی۔

اس کی دوسری غیر معمولی صلاحیت یہ تھی کہ وہ کسی کو بہت توجہ سے دیکھتی تھی تو اس کے اندر کا حال معلوم ہونے لگتا تھا۔ کبریا نے کہا تھا ''یہ اس بات کے آثار ہیں کہ تم خیال خوانی کر سکتی ہو۔ غیر شعوری طور پر کسی اجنبی کے دماغ میں پہنچ جاتی ہو۔ غیر شعوری طور پر اس کے خیالات پڑھتی ہو اور تمہیں خود پتا نہیں چلتا کہ کیا کر رہی ہو؟ بس اس کے خیالات تمہیں معلوم ہو جاتے ہیں۔''

ان دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ کچھ عرصے تک بہت اچھا وقت گزارا تھا۔ پھر حالات ناموافق ہونے لگے۔ گجرات کے ہندو سیاستدانوں نے ان کے ایک ساتھ رہنے پر اعتراض کیا۔ ہندو جنتا کو یہ کہہ کر ورغلایا کہ ہم ہندو ہیں۔ ہماری سہاگن دیوی کو ایک مسلمان کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔

محبت آہستہ آہستہ دلوں میں جگہ بناتی ہے لیکن نفرت کی آگ ایک بار ہی بھڑکتی ہے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دور تک پھیل جاتی ہے۔ ان کے ایک ساتھ رہنے پر بھی اعتراضات ہونے لگے۔ ہندو مخالفتیں کرنے لگے۔ پھر جینا اور کبریا کے درمیان بھی محبت اور شادی کے بارے میں اختلافات پیدا ہونے لگے تھے۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہنے لگے تھے۔ لیکن جینا شادی اور ازدواجی زندگی کے مرحلوں سے نہیں گزر سکتی تھی۔ اس کے لیے آپریشن کرانا لازمی تھا تاکہ وہ مکمل عورت بن سکے اور آپریشن سے وہ گھبراتی تھی۔ اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ ڈاکٹر اس کا علاج کر رہے ہیں۔ وہ علاج کے مختلف مراحل سے گزر رہی ہے۔ لیکن آخری مرحلے سے گزرتے وقت آپریشن ناکام ہوتا ہے اور وہ مر جاتی ہے۔

اس نے پریشان ہو کر کبریا سے کہا ''میں مرنا نہیں چاہتی تمہارے ساتھ ایک لمبی عمر گزارنا چاہتی ہوں۔ کیا ضروری ہے کہ ہم شادی کریں اور ازدواجی زندگی گزاریں؟''

کبریا نے دیکھا تھا کہ اکثر اس کے خواب سچ ثابت ہوتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی چاہنے والی اسے ازدواجی سرگرمیاں دینے کے لیے خطرات سے کھیلے اور ہیجڑے کے لیے بچھڑ جائے۔

انہوں نے طے کیا تھا کہ شادی نہیں کریں گے۔ اور دوسرے والے اسی بات پر معترض تھے کہ وہ کس رشتے سے ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں جبکہ ایک ہندو ہے اور دوسرا مسلمان؟

جینا نے ایک رات خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''حالات ناموافق ہیں اور وہ دونوں فی الحال شادی کر سکتے ہیں نہ ازدواجی زندگی گزار سکتے ہیں۔ لہٰذا ایک عرصے کے لیے جینا کو کبریا سے دور ہو جانا چاہیے۔ یہ دونوں ان دونوں کے لیے بہتر ثابت ہوگی۔''

وہ یہ خواب دیکھنے کے بعد کبریا سے کچھ کہے سنے بغیر چلی گئی تھی۔ کبریا نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آکر پوچھا ''مجھ سے کیوں دور ہو گئی ہو؟''

اس نے کہا ''اسی میں ہماری بہتری ہے۔ مجھے آگہی ملی ہے کہ ہم بچھڑ تو رہے ہیں لیکن پھر کبھی ضرور ملیں گے۔ اور شاید اس وقت تک میرے اندر کچھ انقلابی تبدیلیاں آجائیں گی۔''

انہیں ایک دوسرے سے جدا ہوئے ایک برس سے زیادہ عرصہ گزر گیا تھا۔ اس دوران میں جینا کبھی مندروں کی گردواروں میں جاتی رہی۔ کبھی چرچ میں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں میں جا کر مذہبی پیشواؤں اور عالموں سے رہی ہر مذہب کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی۔ کی روحانی تعلیمات کے مطابق گیان دھیان میں مصروف رہی۔

پھر ایک رات اس نے خواب میں دیکھا۔ وہی بزرگ اس سے فرما رہے تھے ''اب تم پیرس کے مضافاتی علاقے چلی آؤ۔ وہاں جناب علی اسد اللہ تبریزی کا ادارہ ہے۔ ادارے کا دروازہ تمہارے لیے کھلا رہے گا۔''

اس نے بابا صاحب کے ادارے کے بارے کچھ سنا تھا۔ یہ بھی سنا تھا کہ غیر مسلموں کے لیے اس ادارے کا دروازہ کھولا نہیں جاتا۔ کبھی کسی غیر مذہب والے کو وہاں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ملتی۔ اور نہ ہی کوئی چوری چھپے یا جبراً وہاں داخل ہو سکتا ہے۔

وہ پیرس پہنچی تو بابا صاحب کے ادارے کی گاڑی اسے لینے آئی تھی۔ وہ اس گاڑی میں بیٹھ کر اس ادارے کے صدر دروازے پر پہنچی تو وہ دروازہ اس کے لیے کھول دیا گیا۔ وہاں کے علمائے دین اور ڈاکٹروں نے اس کا استقبال کیا۔ اسے بتایا گیا کہ وہاں اسے اس کے علاج کے لیے بلایا گیا ہے۔ یہاں اس میں یہ انقلابی تبدیلیاں آئیں گی کہ وہ مکمل ایک لڑکی بن جائے گی۔ پھر اس کے اندر جو غیر معمولی صلاحیتیں ہیں وہ ابھر کر سامنے آجائیں گی۔

بابا صاحب کا ادارہ کئی کلومیٹر تک پھیلا ہوا تھا۔ وہاں بہت عالیشان مسجد، مدرسہ، اسکول، یونیورسٹی، اسپتال، سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کی درس گاہیں اور سائنسی لیبارٹری وغیرہ تھیں۔ دنیا کے تجربے کار ماہر، معلم، ڈاکٹر اور سائنس دان تھے۔

وہاں کم سن بچوں اور نوجوان طلبہ و طالبات کے لیے خوبصورت اور آرام دہ ہاسٹل بنے ہوئے تھے۔ ماہرین کی نگرانی میں نصابی تعلیم کے علاوہ یوگا، جمناسٹک اور مارشل آرٹ وغیرہ کی تربیت دی جاتی تھی۔ جینا نے سنا تھا کہ اسلام انتہا پسندوں کا مذہب ہے۔ اسلامی تعلیمات دینے والے لکیر کے فقیر ہیں۔ وہ ماضی کی طرف اور پسماندگی کی طرف لے جاتے ہیں۔

لیکن وہ وہاں کے جدید تعلیم و تربیت کے طور طریقے اور سائنسی لیبارٹری وغیرہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ وہاں ایسا انتظام، ایسی تنظیم اور ایسا ایمان افروز ماحول تھا کہ وہ پہلے ہی دن متاثر ہو گئی تھی۔ اس کے دل نے کہا، وہاں سے کبھی نہیں جائے گی۔ لیکن جناب تبریزی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں اور کہا ''بیٹی! تمہیں یہاں صرف چالیس دنوں کے لیے بلایا گیا ہے۔''

اس نے مایوس ہو کر پوچھا ''صرف چالیس دنوں کے لیے؟''

''ہاں..... تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ یہ چالیس دن تمہاری زندگی کے سب سے اہم اور یادگار دن ہوں گے۔ انہیں تم کبھی بھلا نہیں پاؤ گی۔''

وہاں اس کی زندگی کا ایک ایک منٹ ایک ایک پل تعلیم و تربیت میں اور اس کے علاج میں گزرنے لگا۔ علاج بہت مشکل تھا لیکن اس کے لیے اتنی آسانیاں اور سہولتیں فراہم کی گئی تھیں کہ اسے علاج کے دوران میں مشکلات کا احساس نہ ہو سکا۔ بچپن سے اسے یہی بتایا گیا تھا کہ کبھی آپریشن ہوگا تو وہ جان لیوا ہوگا۔ لیکن جب وہ بابا صاحب کے ادارے میں آپریشن کے مرحلے سے گزری تو اسے ویسا ہی لگا جیسے وہ کئی گھنٹوں تک گہری نیند سوتی رہی تھی۔ اور جب بیدار ہو گئی ہے تو ایسی شدید تکالیف کا سامنا نہیں ہوا جن سے اکثر آپریشن کے بعد گزرنا پڑتا ہے۔

جب وہ ہوش میں آئی اور اسے معلوم ہوا کہ وہ ایک مکمل لڑکی بن گئی ہے تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ یہ خوشخبری سنتے ہی سب سے پہلے کبریا اس کی آنکھوں کے سامنے چلا آیا۔ اگرچہ وہ چشم تصور میں مجسم ہو کر آیا تھا۔ تاہم اسے دیکھتے ہی وہ ایک دم سے شرما گئی۔ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ کبریا نے پوچھا ''مجھ سے کیوں شرما رہی ہو؟''

وہ حیا کے مارے کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔ جو اس کے جسم و جان کا مالک بننے والا تھا۔ وہ سامنے آگیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ابھی اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے آگیا ہے۔ وہ بولا ''میری جان! یوں شرماتی لجاتی ہوئی بہت اچھی لگ رہی ہو۔ سیدھی دل میں اتر رہی ہو۔''

اسے یوں لگا جیسے وہ بالکل قریب آگیا ہے۔ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہا ہے۔ ''ان ہاتھوں کو چہرے پر سے ہٹاؤ۔ حیا سے تمتماتا ہوا یہ چہرہ دیکھنے تو دو۔''

وہ ہاتھ نہیں ہٹا رہی تھی۔ انکار میں سر ہلا رہی تھی۔ اسے آواز سنائی دی ''مجھ سے کیوں شرما رہی ہو؟ میں تو کبریا کی ماں ہوں۔''

وہ نسوانی آواز سن کر چونک گئی۔ چہرے پر سے ہاتھ ہٹا کر دیکھا تو سامنے آمنہ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں پھولوں کا خوبصورت سا گلدستہ تھا۔ وہ اسے گلدستہ پیش کرتے ہوئے بولی۔ ''میں آمنہ فرہاد ہوں۔ کبریا میری سوکن سونیا کا بیٹا ہے۔ لیکن ہمارے درمیان کبھی کوئی سوتیلا پن نہیں ہوتا۔ کبریا میرے شوہر کا بیٹا ہے۔ اس لیے میرا بھی سگا بیٹا ہے۔''

وہ بولی ''میں نے سنا تھا کہ آپ اسی ادارے میں رہتی ہے لیکن حیران ہو رہی تھی کہ اب تک آپ مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئیں۔ یا مجھے آپ سے کیوں نہیں ملایا گیا؟''

''میں دینی معاملات میں مصروف رہتی ہوں۔ اور دنیاوی معاملات سے دور رہتی ہوں۔ اسی لیے تم سے ملاقات نہ کر سکی۔ لیکن آج اتنی بڑی خوشی حاصل ہوئی ہے کہ میرا یہاں آنا اور تم سے ملنا بہت ضروری ہو گیا تھا۔ اس لیے چلی آئی ہوں۔''

وہ بیڈ کے سرے پر بیٹھ کر بولی ''تم نے یہاں پچیس دن گزارے ہیں۔ مزید پندرہ دن اور یہاں رہو گی۔ میں نے تمہاری پروگریس رپورٹ پڑھی ہے۔ ماشاء اللہ تم بہت ہی ذہین اور حاضر دماغ ہو۔ تمہارے اندر ابتدا سے قدرتی طور پر خیال خوانی کی صلاحیتیں تھیں۔ یہاں آ کر یہ اجاگر ہو گئی ہیں۔''

''میں نے یہاں آ کر پچیس دنوں میں جس قدر علم حاصل کیا ہے۔ اور جتنی تربیت حاصل کی ہے وہ شاید میں باہر کی دنیا میں رہ کر ساری زندگی حاصل نہ کر پاتی۔ میں جناب علی اسد اللہ تیمر پڑی اور یہاں کے معلمین اور ماہرین کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔''

''ہمارا شکریہ ادا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر ادا کرو۔ تم پچھلے ایک برس میں کتنے ہی ممالک میں جاتی رہیں۔ ہر مذہب کی عبادت گاہوں میں گئیں اور ان کے ڈھنگ سے عبادت کرتی رہیں۔ یہاں آ کر تم نے ہمارے ڈھنگ سے بھی عبادت کی۔ نماز پڑھنا سیکھ لی۔ ہمارے دین اسلام کے بارے میں بھی اسٹڈی کرتی رہتی ہو۔ جب تم مکمل طور پر صحت یاب ہو جاؤ۔ چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدۂ شکر ضرور ادا کرنا۔''

''میں آپ کی ہدایات پر عمل کروں گی۔ نمازیں ضرور پڑھوں گی۔ لیکن اپنے دھرم کے مطابق پوجا بھی کرتی رہوں گی۔''

وہ اس کے شانے کو تھپک کر بولی ''میں جانتی ہوں۔ ہندو دھرم تمہاری گھٹی میں پڑا ہے۔ والدین کی محبت اور دین و دھرم کی کشش بچپن سے ہوتی ہے۔ اسے دل و دماغ سے نہ ختم کیا جا سکتا ہے نہ کم کیا جا سکتا ہے۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ ''ہم کسی کو بھی اس کے مزاج کے خلاف اپنے دین کی طرف مائل نہیں کرتے۔ دین دھرم کا تعلق دل سے اور عقیدے سے ہوتا ہے۔ تمہارا دل جدھر جانا چاہتا ہے ادھر جاؤ۔ لیکن محبت ایسی ہوتی ہے جو راستے بدل لیتی ہے۔ میرے بیٹے کبریا کی محبت تمہیں دور راہ پر لے آئی ہے۔ تم محبت سے اس کے دین کی طرف بھی جھکتی رہو گی۔''

وہ جانے لگی تو جینا نے کہا ''ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں۔''

''ہاں..... پوچھو؟''

''میرا آپ لوگوں سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ صرف آپ کے بیٹے سے میری دوستی رہی لیکن آپ لوگوں نے اتنا بڑا احسان مجھ پر کیوں کیا ہے؟ میری زندگی ہی بدل دی ہے۔ میں ناکمل تھی آپ لوگوں نے مکمل کر دیا ہے۔ اب میرے جینے کا ڈھنگ بدل جائے گا۔ مجھے یہاں بلا کر میرے اندر ایسی انقلابی تبدیلیاں کیوں لائی گئی ہیں؟''

وہ دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولی ''تم خود سمجھو تمہیں ایک بار آگہی مل چکی ہے کہ تم کبریا کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارو گی۔ اس آگہی کے مطابق تم ہماری ہونے والی بہو ہو۔ فرہاد علی تیمور کی نسل کو آگے بڑھانے والی ہو۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں بولوں گی۔ ہم بزرگوں کی دعائیں تمہاری ساتھ ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ دروازہ کھول کر وہاں سے چلی گئی۔ دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ وہ خود بخود بند نہیں ہوتا۔ کبریا نے اسے بند کیا تھا۔ وہ پھر اس کی نگاہوں کے سامنے چلا آیا تھا۔ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔ ''یہ آنے والے دنوں کی ریہرسل ہے۔ جب ہم تنہا ہوں گے تو مجھے دروازے کو اور سے اسی طرح بند کرنے کا حق حاصل ہو گا۔''

اس نے ایک بار پھر اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ قریب آ گیا ہے۔ اس کے ہاتھ اسے چھو رہے ہیں۔ اور وہ اس کے حواس پر چھا رہا ہے۔ اس میں جو تبدیلیاں آئی تھیں انہوں نے اس کے احساسات اور جذبات کو بھی تبدیل کر دیا تھا۔ وہ بہت دور تک کبریا کو اپنے وجود کے اندر محسوس کر رہی تھی۔

جینا جس اسپتال میں تھی اس سے نصف کلو میٹر دور نوجوان طلبہ اور طالبات کا ہاسٹل تھا۔ اس ہاسٹل کے ساتھ ہی چھوٹے بچوں کا ہاسٹل بھی تھا۔ اس ہاسٹل میں چار برس سے لے کر پندرہ برس کے بچے دن رات رہتے تھے۔ عدنان پانچ برس کا ہونے والا تھا۔ اور تاشا اپنے عمر کے پندرھویں سال میں تھی۔ وہ دونوں ایک ہی ہاسٹل میں تھے۔ ان کے کمرے ایک دوسرے سے بہت دور تھے لیکن عمارت ایک ہی تھی۔

تاشا کو اس عمارت کا ایک آخری دور افتادہ کمرا رہائش کے لیے دیا گیا تھا۔ اور اسے سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ وہ تک وہاں زیر تعلیم رہے گی۔ اس وقت تک خیال خوانی کے ذریعے کسی بھی طالبہ اور طالب علم کے دماغ میں نہیں جھانکے گی۔ اپنی نیلی پیتھی کی صلاحیتیں کسی پر ظاہر نہیں کرے گی۔

اس ہاسٹل میں تاشا کا وہ آخری سال تھا۔ اس کے علاوہ نوجوان طلبہ و طالبات کے ہاسٹل میں منتقل ہونے والا تھا۔ دونوں ہی ہاسٹلز میں بڑی سخت پابندیاں تھیں۔ کوئی

اسٹوڈنٹ وہاں کے انچارج کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے اسٹوڈنٹ کے کمرے میں نہ جا سکتا تھا اور نہ کہیں اس سے ملاقات کر سکتا تھا۔

تاشا اور عدنان میں بڑی گہری دوستی ہو گئی تھی۔ وہ ہاسٹل میں ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے تھے۔ کھیل کے میدان میں، یوگا اور جمنازیم کے ہال میں ان کی ملاقات ہوا کرتی تھی۔ ہاسٹل میں وہ روبرو نہیں مل سکتے تھے۔ لیکن تاشا ضرورت کے وقت خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں آ جایا کرتی تھی۔

وہاں تمام طلبہ اور طالبات فجر کی اذان سے پہلے بیدار ہو جاتے تھے۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر نماز ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد کوئی کھیل کے میدان میں جاتا تھا۔ کوئی یوگا کے ہال میں اور کوئی جمنازیم کے ہال میں جاتا تھا۔ عدنان کھلے میدان میں جاگنگ کر رہا تھا تاشا نے اس کے قریب آ کر کہا۔ ''میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ تم یہاں ہو اور پھر یوگا ہال میں جانے والے ہو۔''

وہ ایک درخت کے سائے میں رک گیا۔ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''میں بہت پریشان ہوں۔''

وہ سر ہلا کر بولی ''تمہارے خیالات نے بتایا ہے کہ تم نے کل رات خواب میں اپنی ماما کو دیکھا ہے۔ وہ بہت پریشان ہیں۔''

''وہ رو رہی تھیں، میں ان کے آنسو پونچھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھیں، کوئی ظالم ان پر ظلم کرنے والا ہے۔ اور وہ میرے پاپا سے رابطہ نہیں کر سکتی ہیں۔ اور نہ ہی میرے گرینڈ پا کو مدد کے لیے بلا سکتی ہیں۔ میں اپنی ماما کے آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ میں ان کی مدد کے لیے جاؤں گا۔''

''تم بچے ہو اور بچگانہ باتیں کر رہے ہو۔ تم نے دیکھا ہے اس ہاسٹل سے کوئی باہر نہیں جا سکتا۔ کوئی بھی اسٹوڈنٹ بغیر اجازت کسی طرف جاتا ہے تو جگہ جگہ نصب کیے ہوئے ٹی وی اسکرین سے پتا چل جاتا ہے کہ کون طالب علم کہاں ہے اور کیا کر تا پھر رہا ہے؟''

''یہاں کتنی ہی پابندی میں رہوں لیکن اپنی ماما کی مدد کے لیے ضرور جاؤں گا۔''

''کیسے جاؤ گے؟ کہاں جاؤ گے؟ کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری ماما کہاں ہیں؟''

''میں نہیں جانتا وہ کہاں ہیں؟ لیکن میں انہیں ڈھونڈتا ہوا ان کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ میں انہیں رونے نہیں دوں گا۔ اس ظالم کا سر توڑ دوں گا۔''

تاشا نے اسے محبت سے اور ہمدردی سے دیکھا۔ پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''جب ہم کسی ظالم سے مقابلہ نہیں کر پاتے تو خیال ہی خیال میں سپر مین بن کر اس ظالم کا سر توڑ دیتے ہیں۔ تم ایسے بچگانہ خیالات کے ذریعے اپنی ماں کی حفاظت نہیں کر سکو گے۔''

وہ اپنے شانے پر سے اس کے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے بولا ''میں ضرور کروں گا۔ میں یہاں سے ضرور جاؤں گا۔''

وہ پلٹ کر جانے لگا تاشا اس کے پیچھے چلتے ہوئے بولی۔ ''عدنان! تم اب سے پہلے بھی ایک نادانی کر چکے ہو۔ پہلے اپنی گرینڈ ماما کے پاس ان کے کوارٹر میں رہتے تھے۔ تمہیں سمجھایا گیا تھا کہ تم ان کی عبادت کے دوران مخل نہیں ہوا کرو گے۔ لیکن تم بار بار انہیں پریشان کرتے تھے۔ جس کے نتیجے میں تمہیں وہاں سے اٹھا کر یہاں ہاسٹل میں پہنچا دیا گیا۔ یہاں اتنی پابندیاں ہیں کہ تم کبھی اپنی مرضی سے اپنے کمرے کے باہر قدم بھی نہیں رکھ سکو گے۔''

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے تاشا کو دیکھا۔ پھر اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ تاشا نے اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ وہ اس کے ساتھ ہاسٹل کی طرف جاتے ہوئے بولا ''مجھ سے وعدہ کرو جب میں یہاں سے چلا جاؤں گا تو تم خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس رہا کرو گی اور میری ماما کو تلاش کرنے کے سلسلے میں میری مدد کرتی رہو گی۔''

''میں تم سے وعدہ کرتی ہوں، دن رات خیال خوانی کے ذریعے تمہارے پاس رہوں گی۔ قدم قدم پر تمہارے کام آتی رہوں گی۔ لیکن عدنان! خدا کے لیے سمجھو، تم یہاں سے نہیں جا سکو گے۔''

وہ چلتے چلتے رک گیا۔ اپنا ہاتھ چھڑا کر اسے دیکھتے ہوئے بولا ''میں جا رہا ہوں۔''

وہ حیرانی سے بولی ''کیسے جاؤ گے؟ جو بچے ضدی اور خود سر ہوتے ہیں۔ ان پر بہت سختی سے پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ تمہیں کمرے سے باہر نکلنے کی بھی اجازت نہیں ملے گی۔ تم قیدی بن کر رہ جاؤ گے۔''

''تم صرف اتنا وعدہ کرو کہ اپنی زبان پر قائم رہو گی اور خیال خوانی کے ذریعے میرے کام آتی رہو گی۔''

''میں تو جی جان سے تمہارے کام آتی رہوں گی۔ کسی وقت بھی تم سے غافل نہیں رہوں گی۔ لیکن عدنان! یہ تم کیا کرنے جا رہے ہو؟''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ اس نے پریشان ہو کر اس کے بڑھے

ہوئے ہاتھ کو دیکھا پھر اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔ ''پلیز عدنان! یہاں سے جانے کی جلدی نہ کرو۔ ہم کوئی پلاننگ کریں گے، کوئی اچھا سا منصوبہ بنائیں گے۔ پھر تم اس پر عمل کرو گے تو شاید کامیابی ہوگی۔''

پھر وہ کچھ سوچ کر بولی ''ایسا کرو اپنی گرینڈ ماما سے ملاقات کرو اور انہیں اپنی ماما کے حالات بتاؤ۔ پھر ان سے کہو کہ تم ان کی مدد کے لیے جانا چاہتے ہو۔ یا پھر یہاں سے کسی طرح تمہاری ماما کی مدد کی جائے۔''

''میں اپنی ماں کا بیٹا ہوں۔ میں ہی ان کے کام آؤں گا کوئی دوسرا کام نہیں آئے گا۔''

وہ فی امان اللہ کہہ کر اپنا ہاتھ چھڑا کر وہاں سے جانے لگا۔ وہ اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور خیال خوانی کے ذریعے بول رہی تھی۔ ''عدنان! میری اس مجبوری کو سمجھنا کہ اس ادارے کے اندر خیال خوانی کے ذریعے تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکوں گی۔ تم میری ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھا کر یہاں سے فرار نہیں ہوسکو گے۔''

''کوئی بات نہیں، مجھے یہاں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ جب میں یہاں سے باہر چلا جاؤں، تب تم میرے پاس آ کر میرے کام آتی رہو۔''

وہ وہاں سے جا رہا تھا۔ میدان کو عبور کرتا ہوا احاطے کی اس دیوار کی پاس پہنچ رہا تھا جہاں ایک چھوٹا سا گیٹ تھا۔ وہاں ایک دربان اپنی مخصوص وردی میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے عدنان کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''عدنان بابا! آپ ادھر کہاں آ رہے ہیں؟ آپ کو اپنے ہاسٹل کی طرف جانا چاہیے۔''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔ دربان کی آنکھیں اس کی آنکھوں سے ملیں تو وہ ایک دم سے پریشان ہوگیا۔ یہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اسے ورثے میں اپنی ماں شیوانی کی آنکھیں ملی تھیں۔ اور شیوانی کی آنکھوں میں ایسی خطرناک مقناطیسی کشش تھی کہ وہ جسے دیکھتی تھی، اسے اپنے سحر میں جکڑ لیتی تھی۔

موجودہ شیوانی یعنی الکا اگنی ہوتری کے چہرے پر اب ایسی آنکھیں نہیں تھی۔ عدنان کی پیدائش کے بعد جب شیوانی کی موت واقع ہوئی۔ تو اس کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی فنا ہوگئی تھیں۔ بعد میں اس کی آتما ایک جسم سے دوسرے جسم کی طرف بھٹکتی رہی لیکن وہ جس کے اندر بھی جاتی رہی۔ اس کا... چہرہ ان پرکشش آنکھوں سے محروم رہا۔ وہ آنکھیں ورثے کے طور پر اس کے بیٹے عدنان کو مل گئی تھیں۔

دربان کی نظریں عدنان کی نظروں سے چپک کر رہ گئی تھیں۔ بیٹے کے چہرے سے ماں کی آنکھیں اسے گھور رہی تھیں۔ اور زبانِ بے زبانی سے دربان کو کہہ رہی تھیں۔ ''دروازہ کھولو۔''

اس کا ہاتھ بے اختیار اپنی جیب کے اندر گیا۔ اس نے چابی نکالی پھر پلٹ کر دروازہ کھولنے لگا۔ دور کھڑی ہوئی تاشا اسے دیکھ رہی تھی۔ اور خیال خوانی کے ذریعے سمجھ رہی تھی کہ دربان اس بچے سے سحر زدہ ہوگیا ہے۔

تاشا عام حالات میں عدنان کی آنکھیں دیکھتی رہتی تھی اور یہ سمجھتی تھی کہ اس کی آنکھیں بہت ہی پرکشش ہیں لیکن ان لمحات میں وہ پرکشش آنکھیں کچھ زیادہ ہی غضبناک ہوگئی تھیں۔ دربان کا دماغ کہہ رہا تھا۔ ''وہ ان آنکھوں کا تابعدار ہے۔ اور وہ آنکھیں جو کہہ رہی ہیں، وہ وہی کرے گا۔''

اور اس نے وہی کیا۔ دروازے کو کھول دیا۔ عدنان آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس دروازے سے گزر کر احاطے کے باہر چلا گیا۔ ایسے ہی وقت خطرے کا الارم بجنے لگا۔ ہاسٹل کے انچارج نے اور کاؤنٹر کلرک نے ٹی وی اسکرین پر دیکھا تھا کہ ایک دربان نے گیٹ کھول کر عدنان کو باہر جانے دیا ہے۔

انہوں نے فوراً ہی خطرے کا الارم بجایا۔ پھر ٹی وی اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی۔ ''دو نمبر گیٹ کو کور کیا جائے۔ عدنان بابا اجازت حاصل کیے بغیر ہاسٹل کے احاطے سے باہر جا رہے ہیں۔ انہیں روک کر واپس لایا جائے۔''

چشم زدن میں سائرن بجاتی ہوئی ایک گاڑی تیزی سے چلتی ہوئی آئی اور دور سے آنے والے عدنان کے سامنے رک گئی۔ اس گاڑی میں سیکورٹی فورس کے چار افراد تھے۔ ان کے افسر نے گاڑی سے اتر کر باہر آتے ہوئے عدنان کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو عدنان بابا! آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

عدنان ایک تو میرا پوتا تھا۔ اس لیے اس کی اہمیت تھی۔ پھر یہ کہ اس ادارے میں روحانیت کے حوالے سے آمنہ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ وہ عدنان کی دادی تھی۔ اس لیے سبھی اس بچے کی عزت کرتے تھے اور اس سے ادب سے باتیں کرتے تھے۔

وہ سیکورٹی افسر اسے سمجھا منا کر واپس ہاسٹل میں لے جانا چاہتا تھا لیکن اس سے نظریں ملتے ہی جہاں تھا وہیں تھم گیا تھا۔ ذہن ایسے جم گیا تھا جیسے اس سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں چھین لی گئی ہوں۔

ان لمحات میں وہ صرف شیوانی کی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔ اور ان آنکھوں کی زبان کو سمجھ رہا تھا۔ وہ آنکھیں کہہ رہی

تھیں۔ ''مجھے اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھا کر لے جاؤ اور اس ادارے سے باہر کے باہر پہنچا دو۔''

سیکورٹی افسر نے آگے بڑھ کر اس کی کلائی تھام لی۔ اسے اپنے ساتھ لے کر گاڑی کے پاس آیا۔ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر اسے اپنے برابر والی سیٹ پر بٹھا کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔ پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے ایک یوٹرن لے کر وہاں سے جانے لگا۔

تاشا اس کے اندر موجود تھی۔ اور یہ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی کہ وہ صرف اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کرتے ہوئے اس ادارے سے باہر جانے کا راستہ ہموار کرتا جا رہا ہے۔ سب اس کے مطیع اور فرمانبردار بنتے جا رہے ہیں۔

وہ گاڑی اپنی مخصوص رفتار سے چلتی ہوئی بابا صاحب کے ادارے کے صدر دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ پھر اچانک ہی ایک جگہ رک گئی۔ سامنے آمنہ فرہاد کھڑی ہوئی تھی۔ سب ہی نے گاڑی سے اتر کر اسے سلام کیا۔ وہ سلام کا جواب دینے کے بعد اپنے پوتے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''عدنان! میرے پاس آؤ۔''

وہ بولا ''نہیں آؤں گا۔ آپ میری دادی نہیں ہیں۔ میں اپنی ماما کے پاس جاؤں گا۔''

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی گاڑی کے پاس آئی۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ ''چلو اندر گاڑی سے۔''

اس نے گھور کر اپنی دادی کو دیکھا۔ آمنہ نے اس سے نظریں ملائیں تو اس کی آنکھیں بے اختیار جھک گئیں۔ وہ بولی ''میں جانتی ہوں، بعض حالات میں یہ آنکھیں غضبناک ہو جاتی ہیں۔ تمہارے اندر تمہاری ماں چیخ رہی ہے۔ تمہیں پکار رہی ہے۔ اور تمہارے ذریعے ہم سے امداد طلب کر رہی ہے۔ آؤ بیٹے! اب ہم تمہاری ماما کے لیے ضرور کچھ کریں گے۔''

اس کا ہاتھ دادی کی گرفت میں تھا۔ وہ چپ چاپ گاڑی سے اتر کر اس کے ساتھ جانے لگا۔ قریب ہی آمنہ کا کوارٹر تھا۔ وہ اسے اپنے کوارٹر میں لے آئی۔ ایک کمرے میں پہنچ کر بولی۔ ''تم اپنی عمر سے زیادہ کام کیوں کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم یہاں سے جا کر اپنی ماں کو تلاش کر سکتے ہو؟ اسے کسی ظالم سے بچا سکتے ہو؟''

وہ غصے سے بولا ''میں کچھ نہیں جانتا۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ یہاں نہیں رہوں گا۔ اپنی ماما کے پاس جاؤں گا۔ آپ اچھی نہیں ہیں۔ مجھے اس گھر سے نکال کر ہاسٹل میں پہنچا دیا ہے۔ مجھے یہاں سے جانے دیں۔ میں یہاں نہیں رہوں گا۔''

''تمہاری شرارتوں، ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے تمہیں ہاسٹل پہنچایا گیا ہے۔ تم یہاں میرے پاس رہتے تھے لیکن میری عبادت کے دوران میں مخل ہوتے تھے۔ کبھی سامنے آ کر کھڑے ہو جاتے تھے کبھی کاندھے پر سوار ہو جاتے تھے۔ خواہ مخواہ اپنی کوئی نہ کوئی ضد منواتے رہتے تھے۔ پتا نہیں قدرت نے تمہیں کیسا ذہن دیا ہے؟ کوئی کام ہو، اسے اپنی عمر سے آگے بڑھ کر کرنا چاہتے ہو۔ تمہارے پاس اتنی سی بھی عقل نہیں ہے کہ اچھے برے انجام کو سمجھ کر کوئی مناسب قدم اٹھا سکو۔''

وہ اپنی دادی کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی۔ ''نظریں نیچی کرو۔''

اس نے نظریں نیچی کیں پھر منہ پھیر کر جانے لگا۔ اس نے آواز دی ''ادھر آؤ۔''

وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولا ''نہیں آؤں گا۔ آپ میری دادی نہیں ہیں۔ میں آپ کا پوتا نہیں ہوں۔''

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ وہ سوچتی ہوئی نظروں سے اس دروازے کو تکنے لگی۔ جس دروازے سے اس کا پوتا گزر کر گیا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی۔ ''میرا یہ پوتا نادان ہے۔ میں اسے کیسے سمجھاؤں کہ اس کی ماں بہت پہلے مر چکی ہے۔ اب اس دنیا میں جو بھی ہے وہ اس کی ماں کی پرچھائیں ہے، ایک فریب ہے۔ ہماری جیتی جاگتی دنیا میں زیادہ عرصے تک نہیں رہے گی۔ جلد فنا ہو جائے گی۔''

اس نے ایک گہری سانس لی۔ ''میں اس بچے کو کیسے بتاؤں کہ اس کی روح کالے عمل کے شکنجے میں آ کر بھٹک رہی ہے۔ اسے عالم برزخ میں پہنچنا چاہیے۔ لیکن وہ پہنچ نہیں پا رہی ہے۔ اگر ابھی کسی مصیبت میں ہے اور اس کی موت آنے والی ہے تو پھر اس کے موجودہ جسم کو مر جانا چاہیے تاکہ اس کی روح عالم ارواح کی طرف چلی جائے۔''

آمنہ روحانیت کے اس درجے تک پہنچی ہوئی تھی۔ جہاں بیٹھے ہی بیٹھے انسان دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتا ہے۔ اور چشم زدن میں واپس بھی چلا آتا ہے۔ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کر سکتی تھی کہ وردان کہاں ہے اور آئندہ شیوانی کہاں پہنچ کر مصیبت میں گرفتار ہونے والی ہے؟ وہ پلک جھپکتے ہی اپنے پوتے کو اس کی ماں کے پاس پہنچا سکتی تھی اور اسے مصائب سے نجات دلا سکتی تھی۔

لیکن وہ لوگ جو روحانیت کے مراحل طے کرتے

ہیں اور کمال حاصل کرتے رہتے ہیں وہ دنیا کے معاملات سے دور ہو جاتے ہیں۔ اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے ہیں۔ جب تک انہیں قدرت کی طرف سے کوئی اشارہ نہیں ملتا تب تک وہ اپنے کسی سگے رشتے دار کے بھی کام نہیں آتے۔ انہیں حکم ہوتا ہے کہ وہ اپنے سگے رشتے داروں کو ان کے اچھے برے اعمال کے ساتھ زندگی گزارنے دیں۔

اگر آمنہ کو ایسا کوئی اشارہ ملتا کہ اسے شیوانی کی مدد کرنا چاہیے اور بیٹے کو ماں کے پاس پہنچانا چاہیے تو وہ فوراً ہی ایسا کرتی لیکن وہ فی الوقت مجبور تھی۔ اپنے لاڈلے پوتے کے لیے بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے آمنہ کو سمجھایا تھا کہ روحانیت کے مراحل سے گزرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ سب سے پہلی اور اہم شرط یہی ہوتی ہے کہ اپنے خون کے رشتوں سے بھی منہ موڑ لیا جائے۔ صرف اللہ تعالیٰ سے لو لگائی جائے۔ اور کاتب تقدیر کی تحریر کے مطابق یہ یقین کر لیا جائے کہ اپنے ہوں یا پرائے، سوتیلے ہوں یا سگے سب کو اپنے اپنے مقدر کے مطابق زندگی گزارنی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا لاڈلا پوتا اپنے مقدر کے مطابق پریشان ہے تو اسے پریشان ہونے دو جو تقدیر میں لکھا ہوگا۔ وہی اس کے پوتے کے سامنے آئے گا۔

لیکن پہلی بار ایسا ہو رہا تھا کہ آمنہ کا دل نہیں مان رہا تھا۔ اپنے پوتے کی پریشانی دیکھ کر اس کا دل مچل رہا تھا کہ کسی طرح اس کے کام آئے۔ آخر اس نے پریشان ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی۔۔ کو یاد کیا تو وہ اس کی بند آنکھوں کے سامنے چلے آئے۔ اس کے اندر بولنے لگے۔ ''جب تک وہ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چار یہ زندہ رہا۔ شیوانی کی آتما کو بھٹکاتا رہا۔ اسے شر پسندی کی طرف مائل کرتا رہا۔ اسی لیے وہ ہمارے خلاف ہو گئی تھی اور اپنے بیٹے عدنان کو یہاں ہمارے اس ادارے میں آنے سے روکنے کی کوششیں کرتی رہی تھی۔''

آمنہ نے کہا ''اب تو تانترک جہنم میں پہنچ گیا ہے اور میں نے یہ معلوم کیا ہے کہ شیوانی کا مزاج بدل گیا ہے۔ اب وہ چاہتی ہے کہ اس کا بیٹا عدنان ہمارے پاس رہے اور یہیں تعلیم و تربیت حاصل کرتا رہے۔ اپنے باپ کی طرح دین اسلام پر قائم رہے۔''

جناب تبریزی نے کہا ''بے شک۔ ان حالات میں شیوانی ہمدردی کی مستحق ہے۔ اس کی روح کو زیادہ عرصے تک کسی دوسرے جسم میں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔''

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا ''اس کے موجودہ جسم کو موت آئے گی تو اس کی روح پرواز کر کے عالم برزخ میں پہنچے گی لیکن اس سے پہلے ایک بار ماں بیٹے کو مل لینا چاہیے۔''

آمنہ نے خوش ہو کر کہا ''آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ میرے پوتے کو دلی سکون حاصل ہو۔ ایک بار وہ اپنی ماں کے کلیجے سے لگ جائے پھر ہمارے پاس واپس چلا آئے۔''

''انشاء اللہ! ایسا ہی ہوگا۔ تم عدنان کے باپ کو یہاں بلاؤ۔ وہ اپنے بیٹے کو اس کی ماں تک پہنچائے گا۔''

وہ اس کی بند آنکھوں کے سامنے سے چلے گئے۔ اس کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اس کا پوتا جس دروازے سے گزر کر دوسرے کمرے میں گیا تھا۔ اسی دروازے کو کھول کر سامنے آ گیا تھا۔ پھر دوڑتا ہوا آ کر اس سے لپٹ گیا۔

☆☆☆

سونیا اپنے کمرے میں آرام سے گہری نیند سو رہی تھی۔ اسے اطمینان تھا کہ الپا محفوظ ہے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں میں سے کوئی نہ کوئی اس کے دماغ کے اندر پہرا دے رہا ہے۔ اس طرح کوئی دشمن عورت اس کے اندر آ کر اسے ٹریپ نہیں کر سکے گی۔

مجھے بھی یہی اطمینان تھا کہ کبریا الپا کے اندر موجود ہے اور وہ اگلے چھ گھنٹوں تک اس کی حفاظت کرتا رہے گا۔ میں مطمئن ہو کر وہاں سے چلا آیا تھا۔

اس میں شبہ نہیں ہے کہ نومی نے بڑی زبردست چال چلی تھی۔ آخری وقت تک نہیں معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا کرنے والی ہے؟ پھر اچانک ہی وہ اعلیٰ بی بی کی آواز اور لب و لہجہ اختیار کر کے الپا کے اندر پہنچ گئی تھی۔ اس نے الپا اور کبریا کو دھوکا دیا۔ وہ دونوں اسے اعلیٰ بی بی سمجھتے رہے۔ انہوں نے اس پر بھروسا کیا۔ پھر کبریا یہ کہہ کر چلا گیا کہ وہ اگلے چھ گھنٹے کے بعد اس کے پاس واپس آئے گا۔

کبریا کے جاتے ہی میدان صاف ہو گیا تھا۔ اب الپا کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والا جھانکنے بھی نہ آتا۔ سب کو یقین ہو گیا تھا کہ بڑی سختی سے اس کی نگرانی ہو رہی ہے۔

نومی نے بڑی توجہ سے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا پھر اس پر تنویمی عمل کر کے سب سے پہلے اس کے اندر پرائی الپا کو زندہ کیا جو مسلمانوں سے نفرت کرتی تھی۔

نومی نے اسے حکم دیا ''تم پارس کی، اس کے باپ کی اور بابا صاحب کے ادارے کی وفادار نہیں رہو گی۔''

اس نے دوسرا حکم دیا ''تم اسرائیل واپس جاؤ گی اور پہلے کی طرح وہاں کے اکابرین کے دماغوں پر حکومت کرو گی۔''

اس نے اس کے دماغ میں ایک مخصوص لب و لہجہ نقش کیا۔ پھر حکم دیا ''میں جب بھی اس مخصوص لب و لہجے کے ذریعے تمہارے اندر آؤں گی تو تم میری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گی۔ پھر وہ سوچ کی لہریں تمہیں جو احکامات دیتی رہیں گی تم ان کی تعمیل کرتی رہو گی۔''

اس کی تمام باتیں الپا کے سحر زدہ ذہن میں نقش ہو رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''تم یہ حقیقت سمجھتی رہو گی کہ میری مطیع اور فرمانبردار بن چکی ہو اور میرے تنویمی عمل کے سحر سے کبھی نکل نہیں پاؤ گی۔ تم ہر ہفتے آدھی رات کے بعد اپنی تمام مصروفیات کو ترک کر دو گی۔ بیڈ پر جا کر لیٹ جاؤ گی اور مجھے پکارو گی۔ میں تمہارے اندر آ کر پھر سے تنویمی عمل کروں گی۔ اپنے اس عمل کو ہر ہفتے زیادہ سے زیادہ مستحکم کرتی رہوں گی۔''

نومی نے جس طرح سونیا کو تنویمی عمل کے ذریعے ہر پہلو سے جکڑ لیا تھا۔ اسی طرح وہ الپا کو بھی ہر پہلو سے اپنے شکنجے میں کس رہی تھی۔ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ وہ پوری طرح اس کے قابو میں آ گئی ہے اور کسی دوسرے کا تنویمی عمل اسے متاثر نہیں کرے گا اور نہ ہی اسے اس سے چھین کر لے جائے گا تو اس نے حکم دیا ''اب تم ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سوتی رہو گی۔ اس کے بعد تمہاری آنکھ کھل جائے گی۔ میرا دوست راست ایک گاڑی لے کر آئے گا۔ اس کا میچ سے دور تمہارا انتظار کرتا رہے گا۔ تم وہاں جا کر اس کی گاڑی میں بیٹھ جاؤ گی۔ میں حکم دیتی ہوں اب تم ایک گھنٹے تک سو جاؤ۔''

وہ گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔ نومی احتیاطاً اس کے اندر موجود رہی یہ خیال تھا کہ میں کسی وجہ سے الپا کے پاس آ کر اسے مخاطب کر سکتا ہوں۔ یا کبریا وقت سے پہلے اس کے اندر آ سکتا ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی آتا تو وہ اعلیٰ بی بی بن کر اس سے باتیں کرتی اور کہتی کہ ''الپا سو رہی ہے لہٰذا اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔''

ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ ہم میں سے کوئی الپا کے دماغ میں نہیں گیا۔ سب ہی نے یہ سوچا کہ رات ہو گئی ہے۔ وہ زخمی کی، پریشان تھی، گہری نیند سو رہی ہوگی۔ اسے ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔ بہرحال ایک گھنٹا گزر گیا۔ الپا نے آنکھیں کھول دیں۔ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے اندر یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ اب اسے اپنے سفری بیگ میں ضروری سامان رکھ کر وہاں سے جانا چاہیے۔ اس کے لیے باہر ایک گاڑی کھڑی ہوئی ہے۔

وہ بیڈ سے اتر کر واش روم میں چلی گئی۔ منہ ہاتھ دھو کر لباس تبدیل کرنے لگی۔ پھر اپنے سفری بیگ میں ضروری سامان رکھ کر اس بیگ کو اٹھا کر کمرے سے باہر آ گئی۔ دوسرے کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ سونیا اپنے بیڈ پر سو رہی تھی۔ نومی نے اسے گہری نیند سلا دیا تھا اور اس کے دماغ کو ہدایت کی تھی کہ جب تک اسے کوئی نہ جگائے وہ نہیں جاگے گی۔ یا پھر صبح اس کی آنکھ کھلے گی۔

وہ کاٹیج سے باہر آ گئی۔ کچھ فاصلے پر ایک گاڑی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس گاڑی کے پاس آئی تو نومی کے دست راست نے اس کے لیے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ دست راست نے اسٹیرنگ سیٹ پر آ کر گاڑی کو اسٹارٹ کیا پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

کبریا نے اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ وہ پانچ گھنٹے تک سوتا رہے گا۔ پھر اس کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اس کے بعد وہ سوتا رہا تھا۔ نومی نے خوب چال چلی تھی سب ہی کو مطمئن کر دیا تھا۔ سونے والوں کو گہری نیند سلا دیا تھا۔

ٹھیک پانچ گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھلی اس نے بیڈ سے اتر کر واش روم میں جا کر غسل کیا۔ اس وقت فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ اس نے جائے نماز بچھا کر نماز ادا کی۔ پھر گھڑی دیکھی تو چھ گھنٹے پورے ہو چکے تھے۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا الپا کے پاس پہنچا۔ توقع کے مطابق پہنچ نہ سکا۔

اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ الپا نے سانس روک لی تھی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آ گئی تھیں۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے حیرانی سے سوچا۔ ''یہ اچانک کیا ہو گیا ہے؟''

اس نے پھر اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے پھر سانس روک لی۔ فوراً ہی یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی اپنا کام کر گئی ہے۔ اسے اپنے زیر اثر لا چکی ہے۔ اس نے سوچا۔ ''کیا سسٹر ابھی کاٹیج میں ہوں گی؟''

اس نے سونیا کے اندر آ کر دیکھا تو وہ گہری نیند میں تھی۔ اس نے اسے مخاطب کیا ''ماما! پلیز آنکھیں کھولیں۔ ہماری سسٹر ہاتھ سے نکل رہی ہیں۔''

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر بولی ''کبریا! کیا تم میرے اندر بول رہے ہو؟''

''جی ہاں میں بول رہا ہوں۔ آپ فوراً سسٹر کے کمرے میں جا کر دیکھیں وہ کیا کر رہی ہیں؟''

وہ بیڈ سے اترتے ہوئے بولی ''تم اس کے دماغ میں

کیوں نہیں جاتے؟''

''وہ سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو بھگا رہی ہیں۔''

وہ حیرانی سے بولی ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا اس کی دماغی توانائی بحال ہوگئی ہے؟ کیا وہ سانس روکنے لگی ہے؟''

وہ بولتی ہوئی اپنے کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آئی تو وہاں الپا نہیں تھی۔ اس کا بستر خالی تھا۔ اس نے واش روم کا دروازہ کھول کر دیکھا۔ وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ پھر وہ تیزی سے چلتی ہوئی الپا کو آوازیں دیتی ہوئی کاٹیج سے باہر آئی۔ وہاں دور دور تک کوئی نہیں تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی ''کبریا! فوراً اپنے پاپا کو بلاؤ۔''

اس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے بلایا۔ میں سونیا کے اندر چلا آیا۔ یہ سنتے ہی شاک پہنچا کہ الپا کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ میں نے حیرانی سے پوچھا ''یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ بیٹے! تم تو اس کے اندر موجود تھے۔''

''پاپا! میں نہیں تھا، اعلیٰ بی بی تھی۔ اس نے آ کر کہا تھا۔ کہ وہ سسٹر کے پاس رہے گی۔''

میں نے فوراً ہی اعلیٰ بی بی کو سونیا کے اندر بلایا۔ پھر اس سے پوچھا ''کیا تم اپنی سسٹر سے غافل ہوگئی تھیں؟ اس کے دماغ سے چلی گئی تھیں؟''

اس نے حیرانی سے پوچھا ''پاپا! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے پچھلے دو دنوں سے سسٹر کی آواز تک نہیں سنی ہے اور نہ ہی اس سے رابطہ کیا ہے۔''

کبریا نے کہا ''کیا بکواس کر رہی ہو عالی! ابھی سات گھنٹے پہلے تم سسٹر کے دماغ میں آئی تھیں۔ تم نے کہا تھا کہ ان سے اپنے پرسنل معاملے میں کچھ اہم باتیں کرنا چاہتی ہو۔ اس لیے میں ان کے پاس سے چلا جاؤں۔''

عالی نے کہا ''بکواس میں نہیں کر رہی ہوں۔ تم کر رہے ہو۔ جب میں کہہ چکی ہوں کہ میں نے سسٹر سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں کیا تھا تو پھر نہیں کیا تھا۔''

کبریا نے مجھ سے کہا ''پاپا! اس نے سسٹر سے کہا تھا کہ یہ عورتوں والی باتیں ہیں۔ مجھے ان کے درمیان موجود نہیں رہنا چاہیے۔ پھر سسٹر نے بھی مجھ سے کہا کہ میں چلا جاؤں۔ تو میں نے کہا تھا ٹھیک ہے جا رہا ہوں۔ لیکن چھ گھنٹے بعد واپس آ جاؤں گا۔ اور اب چھ گھنٹے بعد واپس آ کر دیکھ رہا ہوں تو سسٹر کہیں گم ہو چکی ہیں۔''

سونیا نے کہا ''کبریا! اپنی بہن کو جھوٹی نہ سمجھو۔ یہ کبھی جھوٹ نہیں بولتی ہے۔ جب یہ کہہ رہی ہے کہ اس نے الپا سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ تو اس کا مطلب یہی ہے کہ کسی نے ہماری عالی کی آواز اور لب و لہجے کی نقل کی اور اس کے ذریعے الپا کے اندر پہنچ گئی۔''

میں نے کہا ''یہی بات ہے۔ الپا اور کبریا اس سے دھوکا کھا گئے اسے عالی سمجھتے رہے۔''

عالی نے کہا ''وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی بہت ہی چالاک ہے۔ کتنی زبردست چال چلی ہے۔ جب میں دہلی میں تھی تو بھی اس عورت نے میرے خلاف محاذ آرائی کی تھی۔ شاختا بائی کے دل میں میرے لیے نفرت اور دشمنی پیدا کر دی تھی۔''

میں نے کہا ''یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ بہت زبردست چال باز ہے اس نے الپا کو زخمی کر کے ارنا کوف تک رسائی حاصل کی ہے۔ اور اب وردان تک پہنچنے کی کوششیں کر رہی ہے۔ ادھر الپا کو ہم سے چھین کر لے گئی ہے۔ اس نے ضرور کسی خاص مقصد کے تحت الپا کو ہم سے دور کیا ہے۔''

کبریا نے کہا ''پاپا! اس کی دیدہ دلیری دیکھیں کہ ہماری ماما کے کاٹیج میں گھس آئی اور سسٹر کو اغوا کر کے لے گئی۔''

سونیا نے کہا ''پتا نہیں مجھے بھی کیا ہو گیا تھا؟ میں بہت گہری نیند سو گئی تھی۔ جب کہ مجھے الپا کی طرف سے غافل نہیں ہونا چاہیے تھا، بے شک۔ تم اس کی نگرانی کر رہے تھے۔ لیکن میرا بھی تو کچھ فرض بنتا تھا۔ میں کچھ غیر ذمے دار سی ہوتی جا رہی ہوں۔''

میں سونیا کی باتیں سن رہا تھا۔ اور بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ سونیا بھی نیند میں بھی غافل نہیں رہتی۔ اس کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ وہ ایک آنکھ سے سوتی ہے اور دوسری آنکھ سے جاگتی رہتی ہے۔ اور اب وہ خود کہہ رہی تھی کہ کچھ غیر ذمے دار سی ہوگئی ہے۔ میں بھی اس کے متعلق یہی رائے قائم کر رہا تھا۔ جبکہ سونیا کو ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔

وہ بولی ''مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں ایک عام سی عورت بن کر رہ گئی ہوں۔ میں نے کسی بھی معاملے پر غور کرنا چھوڑ دیا ہے۔ تم سب کے ساتھ پتا نہیں کیا کیا ہوتا رہتا ہے؟ میں سنتی رہتی ہوں۔ پھر بے پروائی سے سنی ہوئی اہم باتوں کو نظر انداز کر دیتی ہوں۔''

اس کی باتیں میرے دل کو لگ رہی تھیں۔ میں سوچ رہا تھا ''سونیا کے ساتھ ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔''

میں نے کہا ''میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ آئندہ تم میرے ساتھ رہ کر ایکشن میں رہا کرو گی۔ تمہاری یہ بے حسی اور بے پروائیاں بالکل ختم ہو جائیں گی۔''

اعلیٰ بی بی اور کبریا اس کے دماغ سے چلے گئے۔ میں بھی وہاں سے یہ کہہ کر چلا آیا کہ کل دوپہر دو بجے تک کاٹیج میں پہنچ جاؤں گا۔

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر نومی کرسٹل کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ مجھے متاثر کر رہی تھی۔ اس کی ذہانت میں مکاریاں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ بالکل سونیا کی طرح حرکتیں کر رہی تھی اور کامیابیاں حاصل کر رہی تھی۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اس کی مکاریوں سے میری سونیا متاثر ہو رہی ہے۔ اس میں کچھ ایسی تبدیلیاں آ گئی ہیں جو پہلے نہیں تھیں۔

میں دوسرے دن اس کے پاس پہنچ کر چپ چاپ اس کی اسٹڈی کرنا چاہتا تھا۔ اور یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ اس کے اندر ایسی تبدیلیاں کیسے آئی ہیں؟ ان کی وجوہات کیا ہیں؟

میں خیالات سے چونک گیا۔ پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا ''کون ہے؟''

نومی کی آواز ابھری ''میں ہوں تمہیں مبارکباد دینے آئی ہوں کہ الپا نے دماغی توانائی حاصل کر لی ہے۔ اب وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے۔''

میں نے ناگواری سے کہا ''بکواس مت کرو۔ تم ضرورت سے زیادہ ہی چالباز بننے کی کوششیں کر رہی ہو۔ تم نے الپا کے دماغ پر قبضہ جمایا ہے اور اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔''

وہ شدید حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے بولی ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تم نے تو اس کے دماغ پر پہرے بٹھائے تھے۔ پھر بھلا میں کیسے اس کے اندر جا سکتی تھی؟ ابھی میں نے سوچا کہ ایک بار پھر کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے اندر جانا چاہیے لیکن جیسے ہی میں اس کے اندر پہنچی تو اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہروں کو بھگا دیا۔''

''تم مجھ سے جھوٹ بول کر مجھے دھوکا دے کر کیا حاصل کرنا چاہتی ہو؟ کیا یہ تاثر دینا چاہتی ہو کہ میری دشمن نہیں دوست ہو اور تم نے الپا کو مجھ سے نہیں چھینا ہے؟''

''یہی سچ ہے۔ تم یقین کر دیا نہ کرو۔ میں حیران ہوں کہ مجھ پر کیوں شبہ کر رہے ہو؟ اگر واقعی الپا کو کسی نے تم سے چھین لیا ہے تو وہ چھیننے والا یا چھیننے والی میں نہیں ہوں۔''

''میں نے الپا کے دماغ پر بڑی سختی سے پہرا بٹھایا تھا۔ تمہارے جیسی مکار عورت ہی اس پہرے کو توڑ کر اس کے اندر پہنچ سکتی تھی۔ تم نے میری بیٹی اعلیٰ بی بی کی آواز اور لب و لہجہ اختیار کیا۔ پھر اس کے اندر پہنچ کر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اور میرے بیٹے کبریا کو یہی سمجھایا کہ الپا کے دماغ میں اعلیٰ بی بی ہے۔ لہٰذا انہیں کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ وہ محفوظ رہے گی۔ اس لیے وہ سب تم پر بھروسا کر کے اسے تمہارے رحم و کرم پر چھوڑ کر چلے گئے۔''

وہ حیرانی سے بولی۔ ''بائی گاڈ! یہ واقعی بہت زبردست تدبیر ہے۔ جس نے بھی اعلیٰ بی بی کی آواز اور لب و لہجہ اختیار کیا ہے۔ اس نے مکاری کی انتہا کی ہے۔ لیکن تم یقین کرو، میں نے ایسا نہیں کیا ہے۔ تمہاری یہ تمام باتیں سن کر مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ ارنا کوف اور وردان نے ایسا کیا ہوگا۔ میں اپنے ایک معاملے میں بہت بری طرح مصروف ہوں۔ اس لیے پچھلے کئی گھنٹوں سے ارنا کوف کے دماغ میں نہیں جا سکی۔ ابھی جا کر معلوم کرتی ہوں کہ حقیقت کیا ہے؟''

نومی کرسٹل واقعی بلا کی مکار تھی۔ اس نے میری توجہ ارنا کوف کی طرف موڑ دی۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس وقت وہ گہری نیند میں تھی۔

نومی کرسٹل نے کہا ''فرہاد! ایسے وقت میں تھوڑی دیر تک تمہارے اندر رہنا چاہتی ہوں۔ تاکہ تم مجھ پر یہ شبہ نہ کرو کہ میں ارنا کوف کے اندر رہ کر تمہیں دھوکا دے رہی ہوں۔''

میں اسے اپنے اندر محسوس کرتا رہا۔ اور ارنا کوف کے خوابیدہ خیالات پڑھتا رہا۔ پتا چلا کہ وردان نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ اعلیٰ بی بی کی آواز اور لب و لہجہ اختیار کر کے الپا کے دماغ میں جائے۔ اور فرہاد اور اس کے بیٹے کبریا کو دھوکا دے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ اس طرح اعلیٰ بی بی بن کر تنہا الپا کے دماغ میں رہ گئی تھی۔

اس کی سوچ نے بتایا کہ اس وقت وردان نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ الپا کے دماغ سے چلی جائے۔ وہ اس کی کنیز ہے۔ تابعدار ہے لہٰذا اس نے حکم کی تعمیل کی اور اس کے دماغ سے چلی آئی۔ اس کے بعد وہ نہیں جانتی کہ وردان نے الپا کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ ایک اندازہ تھا کہ وردان نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہوگا۔

ارنا کوف کے یہ خوابیدہ خیالات پڑھنے کے بعد مجھے یقین کرنا پڑا کہ نومی کرسٹل نے الپا کو اغوا نہیں کیا ہے بلکہ وردان ایسا کر چکا ہے۔ اور اس کے ایسا کرنے کی وجہ یہ سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ اسرائیلی اکابرین کے دماغوں پر حکومت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ان کا اعتماد حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ لہٰذا اب وہ الپا کے ذریعے ان کا اعتماد حاصل کر سکتا تھا۔

نومی کرسٹل نے مجھ سے کہا ''سن لیا تم نے؟ ارنا کوف

اور وردان اسرائیل میں بہت بڑا سیاسی کھیل کھیلنا چاہتے ہیں۔ وہاں حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس لیے انہوں نے ایسا کیا ہے۔ اب وہ الپا کے ذریعے ان یہودی اکابرین کا بھرپور اعتماد حاصل کرسکیں گے۔''

ارنا کوف کے خیالات پڑھ کر مجھے یقین ہونے لگا کہ نومی کرسٹل نے نہ تو الپا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے اور نہ ہی اسے اغوا کیا ہے۔ وہ قدم قدم پر اپنی چالبازیوں سے مجھے دھوکا دینے اور بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو رہی تھی۔ اس نے میرے پاس آنے سے پہلے ارنا کوف کے دماغ میں اپنا یہ حکم نقش کیا تھا کہ وہ جب تک نیند میں رہے گی۔ اس وقت تک اس کے دماغ میں یہی باتیں نقش رہیں گی کہ اس نے اعلیٰ بی بی بن کر مجھے، سونیا، اعلیٰ بی بی اور کبریا کو دھوکا دیا ہے۔ وردان کے لیے راستہ صاف کیا ہے۔ بہرحال اس نے مجھے یہ یقین دلا دیا تھا کہ الپا کو اس نے نہیں وردان نے اغوا کیا ہے۔

نومی نے بڑی محبت سے پوچھا ''فرہاد! کیا اب بھی مجھ پر شبہ کررہے ہو؟''

میں نے کہا ''اب تم پر شبہ نہیں کررہا ہوں لیکن اعتماد بھی نہیں کروں گا۔''

''مایوس کرنے والی باتیں نہ کرو۔ میں تمہارے دل میں جگہ بنانا چاہتی ہوں۔ پلیز میری طرف سے اپنا دل صاف کرلو۔''

''دل اسی صورت سے صاف ہوگا۔ جب تم اپنے وعدے کے مطابق مجھ سے تنہائی میں ملنے آؤ گی۔''

''وہ تو میں ضرور آؤں گی۔ میں نے وعدہ کیا ہے۔''

''تم نے کہا تھا کہ ملاقات کی جگہ اور وقت مقرر کروں گی۔''

''ہاں ضرور کروں گی۔ مگر ابھی بری طرح اپنے معاملات میں الجھی ہوئی ہوں۔ شاید کل شام تک میری مصروفیات کم ہو جائیں گی۔ پھر میں تم سے رابطہ کرکے ملاقات کا وقت اور جگہ مقرر کروں گی۔ تم نے مجھے زبان دی ہے کہ مجھے تمہاری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور جب میں تمہارے پاس سے واپس جانے لگوں تو تمہارے ادارے کے جاسوس اور ٹیلی پیتھی جاننے والے میرا تعاقب نہیں کریں گے۔''

''جب میں وعدہ کرچکا ہوں تو ایسا ہی ہوگا۔ تم ایک بار مجھ پر بھروسا کرکے آؤ۔ پھر ہمیشہ بھروسا کرتی رہو گی۔''

''میں ضرور آؤں گی۔ ابھی جارہی ہوں۔ کل شام کو کسی وقت رابطہ کروں گی۔''

وہ چلی گئی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کا محبوبانہ انداز مجھے متاثر کررہا تھا۔ میں یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا تھا کہ وہ مجھے نقصان پہنچانے کے لیے یا مجھ سے دشمنی مول لینے کے لیے الپا کو اغوا کرتی تو مجھ سے تنہائی میں ملنے کا وعدہ نہ کرتی۔ اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ وہ میری دیوانی ہے۔ میری سونیا بننے کے جنون میں مبتلا ہے۔ اس لیے مجھے نقصان پہنچانے والا اور مجھ سے دشمنی مول لینے والا کوئی کام نہیں کرے گی۔ میرے دل میں جگہ بنانے کے لیے ضرور مجھ سے تنہائی میں ملاقات کرے گی۔

اس وقت میں بابا صاحب کے ادارے میں تھا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ میرا پوتا عدنان اپنی ماں سے ملنے کے لیے اس قدر تڑپ رہا تھا کہ ادارے سے فرار ہونا چاہتا تھا۔ آمنہ نے اسے سمجھا منا کر اپنے پاس بلا لیا ہے اور جناب علی اسد اللہ تبریزی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پورس کو بلا کر عدنان کو اس کے حوالے کیا جائے گا۔ وہ اپنے بیٹے کو اس کی ماں سے ملانے لے جائے گا۔

پورس وہاں پہنچ گیا تھا۔ میرے ساتھ ہی ایک کوارٹر میں رات گزار رہا تھا۔ دوسری صبح آمنہ نے ہمیں ناشتے پر بلایا۔ میں نے اس کے کوارٹر میں پہنچ کر عدنان کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا۔ پھر پیار کرتے ہوئے پوچھا ''تم یہاں بھی شرارت کرنے لگے ہو۔ تم نے اپنی گرینڈ ماما کو بہت پریشان کیا ہے۔''

وہ بولا ''میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔ یہ گرینڈ ماما اچھی نہیں ہیں۔ مجھے اپنی ماما کے پاس جانے سے روکتی ہیں۔''

پورس نے اسے اپنے بازوؤں میں لے کر چومتے ہوئے کہا ''اپنی دادی کے بارے میں ایسی باتیں نہ کرو۔ ان سے زیادہ پیار تو تمہیں کوئی دے ہی نہیں سکے گا۔ یہ تمہاری بہتری کے لیے روک ٹوک کرتی ہیں۔ تمہیں یہاں اچھی تعلیم و تربیت کے لیے لایا گیا ہے۔''

وہ خود کو چھڑاتے ہوئے، باپ کے بازوؤں سے الگ ہوتے ہوئے بولا ''میری گرینڈ ماما نہیں ہیں۔ میری ماما روروی ہیں۔ آپ اتنے بڑے ہوگئے ہیں۔ کیا ان کے آنسو نہیں پونچھ سکتے؟ کیا انہیں میرے پاس نہیں لا سکتے؟ کیا مجھے ان کے پاس نہیں پہنچا سکتے؟''

پورس نے ایک گہری سانس لے کر اپنی ماں آمنہ کو اور پھر مجھے دیکھا ''یہ اس ادارے میں آنے سے پہلے بھٹک رہا تھا اور ہمیں بھی بھٹکا رہا تھا۔ کبھی ہم سے ملتا تھا کبھی بچھڑ جاتا تھا اور ہم اس کی تلاش میں دن رات ایک کرتے رہتے تھے۔ اس نے ہمارا کھانا پینا سونا جاگنا سب ہی حرام کردیا تھا۔ اب اس کی فرقہ داری پھر مجھے دی جارہی ہے کہ میں اسے یہاں سے

اس کی ماں کے پاس لے جاؤں۔ اب یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ یہاں سے نکلنے کے بعد مجھے کس طرح نچائے گا؟''

آمنہ نے بیٹے کو گھورتے ہوئے کہا ''تم کیسے باپ ہو۔ اپنے بیٹے سے بیزار ہو رہے ہو؟''

''ماما! میں بے زار نہیں ہو رہا ہوں۔ حقیقت بیان کررہا ہوں۔ کبھی کبھی ایسا لگتا ہے جیسے میں اس کا باپ نہیں ہوں یہ میرا باپ ہے۔''

اس بات پر ہم ہنسنے لگے۔ میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا ''بیٹے! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ میرے تمام بچے ذہین ہیں۔ غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ میرا یہ پوتا بھی سب سے منفرد ہے اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ چونکہ بچہ ہے نادان ہے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کا سلیقہ نہیں جانتا۔ اس لیے ہمارے سامنے مسائل پیدا کرتا رہتا ہے۔ ہم اسے سکھائیں گے، سمجھائیں گے تم بھی باپ کی حیثیت سے اسے تربیت دیتے رہو گے۔ تب ہی بات بنے گی۔''

پورس نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا۔ وہ ایک ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے کھلونا ہوائی جہاز اڑا رہا تھا۔ اس نے ماں کو دیکھتے ہوئے پوچھا ''ماما! آپ تو مستقبل کے بہت سے حالات جان لیتی ہیں۔ لیکن ہمیں ان سے آگاہ نہیں کرتیں۔ خدا کے لیے صرف ایک بات بتا دیں۔ شیوانی کی آتما کب تک بھٹکتی رہے گی اور ہمیں خواہ مخواہ بھٹکاتی رہے گی؟''

آمنہ نے کہا ''مجھے جناب تبریزی سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ماں جب تک اپنے بیٹے سے نہیں ملے گی تب تک اسی دنیا میں بھٹکتی رہے گی۔ ایک بار ماں بیٹے کی ملاقات لازمی ہے۔ اس لیے تمہیں یہاں بلایا گیا ہے۔ تم بیٹے کو یہاں سے لے جاؤ گے اور اس کی ماں سے ملاؤ گے۔''

''لیکن وہ ہے کہاں؟ یہ تو جانتا ہوں کہ ہندوستان میں ہے۔ پچھلی بار پاپا نے اس کی عزت و آبرو بچانے کے لیے وردان پر زبردست حملہ کیا تھا۔ وہ قسمت کا دھنی نکلا، بچ کر چلا گیا۔ اس بار مجھے معلوم ہو جائے کہ شیوانی کس شہر کے کس علاقے میں ہے اور وردان وہاں کب پہنچنے والا ہے تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

میں نے کہا۔ ''وہ میرے حملے سے بچ تو گیا ہے۔ لیکن بری طرح بوکھلا گیا ہے۔ اس نے ارنا کوف کو دارالجنگ شہر میں بلایا تھا۔ وہ وہاں پہنچی ہوئی ہے لیکن وردان ہم سے اس قدر خوف زدہ ہے کہ وہاں ابھی نہیں جارہا ہے اور شیوانی سے بھی ملاقات نہیں کررہا ہے۔''

آمنہ نے کہا ''تم عدنان کو لے کر ہندوستان جاؤ گے۔ اپنے بیٹے کی آنکھوں کو دیکھو یہ شیوانی کی آنکھیں ہیں۔ یہ تمہارے ساتھ رہیں گی اور تمہیں شیوانی تک پہنچائیں گی۔''

عدنان مجھ سے دور کھیل رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر پورس کو دیکھا تو اسے ایسا لگا جیسے شیوانی اسے دیکھ رہی ہے اور پوچھ رہی ہے ''کیا تم ان آنکھوں کو بھول چکے ہو؟ اگر نہیں تو کیوں بیٹھے ہو؟ اٹھو! اور میرے بچے کو میرے پاس لے آؤ مجھے صرف اپنے بیٹے کی ہی نہیں اس کے باپ کی بھی ضرورت ہے۔''

شیوانی کبھی کبھی آئینے کے سامنے آکر پورس کو یاد کرتی تو وہ دنیا کے جس حصے میں بھی ہوتا وہاں آئینے کے سامنے چلا آتا۔ ادھر شیوانی اپنے آئینے پر اسے دیکھتی۔ ادھر پورس اپنے آئینے پر شیوانی کو دیکھتا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا موجودہ روپ کیا ہے؟ وہ کس کے جسم میں سمائی ہوئی ہے؟ اس کا چہرہ کیسا ہے؟

اسے شیوانی کا وہی چہرہ اور وہی جسم دکھائی دیتا تھا۔ جسے وہ پانچ برس پہلے دیکھتا رہا تھا اور جو اب فنا ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھیں آئینے میں نظر آتی تھیں تو اسے اب بھی اپنی طرف کھینچنے لگتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دشمنی کے باوجود اس کے برے وقت میں کام آتا رہتا تھا۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے دن کے دس بجے ہم سب کو طلب کیا۔ ہم عدنان کو لے کر ان کے حجرے میں آئے۔ پھر ان کے سامنے دوزانو ہوکر سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ آمنہ نے اپنے پوتے کو سمجھایا تھا کہ جناب تبریزی کے روبرو پہنچ کر اسے سر جھکائے رکھنا ہے اور ضدی بچوں کی طرح باتیں نہیں کرنی ہیں۔ جو سوال کیا جائے اس کا مختصر سا جواب دینا ہے۔ ان کے روبرو کوئی بدتمیزی نہیں کرنی ہے۔

وہ اپنی دادی کی ہدایات کے مطابق سر جھکائے بیٹھا تھا۔ جناب تبریزی نے نظریں اٹھا کر پورس کو دیکھا پھر کہا ''شیوانی تمہاری بہت ہی نیک اور وفادار شریک حیات تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں کبھی دین اسلام کی مخالفت نہیں کی۔ اس کی موت کے بعد ایک تانترک مہاراج نے اس کی آتما کو اپنے قابو میں کرلیا تھا۔ کیونکہ وہ شیطانی عمل تھا اس لیے شیوانی کی روح بھی شیطانی ہوگئی اور وہ اپنے بیٹے کے سلسلے میں مخالفت کرنے لگی کہ یہ بچہ اس ادارے میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل نہیں کرے گا۔''

وہ ذرا چپ ہوئے پھر بولے۔ ''اس کی فطرت میں نیکی اور راستی تھی اس لیے کالا علم جاننے والوں کی ہلاکت کے بعد وہ اب پھر راستی پر آ رہی ہے۔ حالات کی ٹھوکروں نے بھی اسے سمجھا دیا ہے کہ اس کا بیٹا عدنان ایک مسلمان کا بیٹا ہے اور اسے یہیں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کرنی چاہیے۔''

انہوں نے آمنہ کو دیکھا پھر کہا ''مجھے اشارہ ملا ہے کہ شیوانی کی روح کو اب زیادہ عرصے تک بھٹکنے نہ دیا جائے۔ ہر جاندار کی موت کے بعد اس کی روح عالم برزخ میں پہنچتی ہے۔ شیوانی کی روح کو بھی وہیں پہنچنا چاہیے۔''

ہم سب سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے اور وہ کہہ رہے تھے۔ ''اس کی روح الکا نامی ایک دوشیزہ کے جسم میں سمائی ہوئی ہے۔ وہ الکا نامی دوشیزہ بھی بہت پہلے مر چکی ہے۔ لیکن شیطانی علم کے ذریعے وہ جسم اب تک اس دنیا میں ہے اور شیوانی کی روح بھی اس کے ساتھ منسلک ہو گئی ہے۔ یہ شیطانی عمل نظام قدرت کے خلاف ہے۔''

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''ہم سب فانی ہیں۔ ایک ایک کر کے اس دنیا سے جاتے رہیں گے۔ لیکن ہم سے پہلے شیوانی اور الکا دونوں ہی جا چکی ہیں۔ ایک شیطانی عمل نے انہیں نئی زندگی دی ہے۔ ہمیں اس زندگی کو جلد سے جلد عارضی بنا کر شیوانی کی روح کو اس جسم کی قید سے نجات دلانا ہے۔ روح کو اس کے اصل مقام تک جانے کا راستہ کھولنا ہے۔''

میں نے کہا ''محترم حضور اقدس! میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔''

انہوں نے مجھے دیکھا پھر کہا ''ذہن میں جو بات ہے اسے بیان کرو۔''

میں نے کہا۔ ''الکا کو جب موت آئے گی تب ہی شیوانی کی روح اس کے جسم سے نجات پا کر عالم برزخ میں جائے گی۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ الکا کی موت طبعی ہو گی یا شیوانی کی روح کو نجات دلانے کے لیے اسے ہلاک کیا جائے گا؟''

انہوں نے کہا ''ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ اسے کوئی ہلاک نہیں کرے گا۔ وہ اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے تڑپ رہی ہے۔ ماں بیٹے کے مقدر میں ملاقات لکھی ہوئی ہے۔ جس دن یہ دونوں ایک دوسرے سے ملیں گے۔ اس کے بعد چالیس دنوں تک عدنان کو ماں کی محبت اور ممتا ملتی رہے گی۔ ٹھیک چالیسویں دن الکا اگنی ہوتری کی موت واقع ہو گی اور شیوانی کی روح ہماری دنیا سے رخصت ہو کر اپنے اصل مقام تک پہنچ جائے گی۔''

عدنان اچانک ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ہم سب نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ آمنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر آہستگی سے کہا ''بیٹے! بیٹھ جاؤ۔''

اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ جناب تبریزی نے کہا۔ ''اسے میرے پاس آنے دو۔''

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان سے ایک قدم کے فاصلے پر آ کر رک گیا۔ پھر بولا۔ ''میں اپنی ماما سے ملوں گا۔''

انہوں نے سر ہلاتے ہوئے کہا ''بے شک۔ تم اپنی ماں سے ملو گے۔''

''آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ وہ چالیس دنوں کے بعد مر جائیں گی؟''

''ہم سب اس دنیا میں صرف جینے کے لیے نہیں مرنے کے لیے بھی آئے ہیں۔ تمہاری ماں کو بھی اپنے ایک مقررہ وقت پر مرنا ہے۔''

وہ..... پاؤں پٹخ کر بولا۔ ''میں اپنی ماما کو مرنے نہیں دوں گا۔''

آمنہ نے کہا ''عدنان! یہ کیا بدتمیزی ہے؟ ادب سے کھڑے رہو۔''

جناب تبریزی نے کہا ''آمنہ! خاموش رہو یہ جو کہتا ہے' جو کرتا ہے کرنے دو۔''

وہ بولا ''میری گرینڈ ما، میرے گرینڈ پا کہتے ہیں آپ بہت بڑے ہیں۔ بہت باکمال بزرگ ہیں۔ آپ میری ماما کو مرنے نہ دیں۔''

''زندگی اور موت کا مالک صرف خدا ہے۔ اس رب العالمین نے ہر ایک کی موت کا وقت مقرر کیا ہے۔ تو پھر تمہاری ماں کو بھی موت آئے گی۔ اسے کوئی نہیں روک سکے گا۔''

عدنان نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ وہ بھی اسے دیکھنے لگے۔ دونوں کی نظریں ملنے لگیں۔ بیٹے کی چہرے سے ماں کی آنکھیں جھانک رہی تھیں۔ اور جناب علی اسد اللہ تبریزی کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔ وہ بولا ''میری ماما نہیں مریں گی۔ اگر انہیں کچھ ہوا تو میں مر جاؤں گا۔''

انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کی طرف بڑھائے۔ وہ ذرا اور قریب آ گیا۔ وہ اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر بڑی محبت اور شفقت سے بولے۔ ''تمہیں جینا ہے۔ بہت لمبی عمر جینا ہے۔ عزت، شہرت اور کمالات فنون کی بلندیوں پر پہنچنا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا ایک ناچیز بندہ ہوں۔

تمہارے لیے صرف دعا کر سکتا ہوں۔''

انہوں نے ذرا جھک کر اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے ملائی پھر زیر لب کچھ پڑھنے لگے۔ ہم سب خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ عدنان اپنی ماں کی موت کے بارے میں سن کر طیش میں آ گیا تھا اور ضد کر رہا تھا کہ وہ اپنی ماں کو مرنے نہیں دے گا۔ ایسا سب ہی چاہتے ہیں کہ ان کی عزیز ترین ہستی کبھی فنا نہ ہو' اس کی محبوب ہستی اس سے چھینی نہ جائے۔ جب بڑے ایسا چاہتے ہیں تو عدنان پھر ایک بچہ تھا۔ وہ اپنی ماں کی طویل زندگی چاہتا تھا۔

اس کے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہوتا؟ جناب علی اسد اللہ تبریزی پیش گوئی کر چکے تھے۔ کہ جس دن ماں بیٹے کی ملاقات ہو گی اس کے چالیس دن بعد شیوانی ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت ہو جائے گی۔ یہ خیال مجھے پریشان کر رہا تھا کہ عدنان بہت ہی ضدی ہے۔ اسے اپنی ماں کی موت کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ اب وہ ہمیشہ طیش میں رہا کرے گا۔ اور اپنی ماں کی طویل عمری کے لیے ہم سب کو پریشان کرتا رہے گا۔ پتا نہیں وہ آگے جا کر کیا کرنے والا تھا؟

جناب تبریزی عدنان کی پیشانی سے لگے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے اس کی پیشانی کو چوم کر اسے الگ کیا۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ ہم سب نے حیرانی سے دیکھا۔ عدنان کی پیشانی ایسے روشن ہو گئی تھی جیسے اس کے ننھے سے وجود کے اندر سورج اتر آیا ہو۔ وہ روشن پیشانی کہہ رہی تھی کہ میرے پوتے کی زندگی میں اندھیرا نہیں ہو گا۔ اگر کبھی ہو گا تو دل سے اور دماغ سے نور کی کرنیں پھوٹتی رہیں گی... اور اسے راستہ دکھاتی رہیں گی۔

چند سیکنڈ کے بعد عدنان کی پیشانی معمول پر آ گئی۔ اب وہ پہلے جیسی چمک تو نہیں تھی۔ لیکن پیشانی روشن روشن سی ہو گئی تھی۔ جناب تبریزی نے پورس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم اسے کسی بھی پہلی فلائٹ سے لے جا سکتے ہو۔''

یہ کہہ کر انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ پھر سر جھکا کر الٹے قدموں چلتے ہوئے حجرے سے باہر آ گئے۔ بابا صاحب کا ادارہ میلوں دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک ادارے سے دوسرے ادارے تک ایک کوارٹر سے دوسرے کوارٹر تک آنے جانے کے لیے وہاں ٹو سیٹر موٹر ٹرالیاں چلتی رہتی تھیں۔ آمنہ اور پورس ایک ٹرالی میں بیٹھ گئے۔

میں نے آمنہ سے کہا ''مجھے دو بجے تک پیرس پہنچنا ہے۔ سونیا وہاں تنہا کامیج میں ہے میں پھر کسی دن آؤں گا۔ اب جا رہا ہوں۔''

پھر میں نے اپنے پوتے کی پیشانی کو چوم کر کہا ''کیوں بیٹے! اب تو تم مطمئن ہو، اپنے پاپا کے ساتھ اپنی ماما سے ملنے جا رہے ہو۔''

اس نے مجھے سنجیدگی سے دیکھا۔ لیکن جواباً کچھ نہ بولا خاموش رہا۔ میں نے کہا ''کیا بات ہے تمہیں ماما کے پاس جانے کی خوشی نہیں ہے؟''

''میں آپ سے نہیں بولوں گا۔ گرینڈ ما سے بھی نہیں بولوں گا۔ آپ سب میری ماما کے مرنے کی باتیں کرتے ہیں۔''

میں نے آمنہ کو اور پورس کو دیکھا۔ پھر کہا ''ابھی میرے عدنان بیٹے سے وعدہ کرو تم میں سے کوئی شیوانی کی موت کے سلسلے میں کچھ نہیں کہے گا۔ میرے بیٹے کو یہاں سے ہنسی خوشی رخصت کیا جائے گا۔''

آمنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹرالی میں بٹھایا۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ''میں وعدہ کرتی ہوں ہم میں سے کوئی تمہیں دکھ نہیں پہنچائے گا۔ ہم تمہاری ماما کی زندگی کے لیے دعائیں مانگتے رہیں گے۔''

میں نے پورس سے مصافحہ کیا۔ وہ تینوں موٹر ٹرالی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ میں وہاں سے پارکنگ ایریا کی طرف گیا جہاں میری کار کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس کار میں بیٹھ کر پیرس کی طرف روانہ ہو گیا۔

عدنان نے آمنہ کے کوارٹر کی طرف جاتے ہوئے کہا ''میں تاشا سے ملوں گا۔ اس سے باتیں کروں گا۔''

''ٹھیک ہے۔ میں اسے ابھی اپنے کوارٹر میں بلاؤں گی۔''

''آپ تو تاشا کی طرح دماغوں میں پہنچ جاتی ہیں۔ اسے ابھی بلا میں۔''

''بیٹے! تم بہت ہی ضدی ہو۔ کیا ذرا صبر نہیں کر سکتے؟''

''کیا آپ ابھی اسے نہیں بلا سکتیں؟''

آمنہ نے بے بسی سے پورس کو دیکھا۔ پھر مسکرانے لگی۔ کہنے لگی ''یہ جتنی خودسری کرتا ہے۔ مجھے اتنا ہی اس پر پیار آتا ہے۔''

وہ تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گئی۔ اس کے بعد بولی ''میں نے تاشا سے کہہ دیا ہے وہ ابھی آ رہی ہے۔''

''کیا میں اس ٹرالی میں تاشا کے پاس نہیں جا سکتا؟''

''تم اچھی طرح جانتے ہو۔ ہاسٹل میں کسی کو کسی سے ملنے کی اجازت نہیں دی جاتی اور بچوں کو باہر گھومنے پھرنے کی

آزادی نہیں ہے۔''

پورس نے کہا'' تاشا ابھی کوارٹر میں آنے والی ہے۔ کیا تم ذرا صبر نہیں کر سکتے؟''

وہ اسے گھور کر بولا'' آپ اپنی ماما کے سامنے ڈانٹ رہے ہیں۔ میری ماما یہاں ہوتیں تو آپ مجھے اس طرح آنکھیں نہ دکھاتے۔''

اس کی بات پر وہ دونوں ہنسنے لگے۔ آمنہ نے کوارٹر میں پہنچ کر کہا'' میں عدنان کا سامان پیک کر رہی ہوں۔ تم یہاں کے انچارج سے فون پر رابطہ کرو اور پوچھو۔ کیا کسی فلائٹ میں سیٹیں کنفرم ہو چکی ہیں؟''

وہ دونوں اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد تاشا آ گئی۔ عدنان نے کہا'' آؤ ہم لان میں چلیں وہاں باتیں کریں گے۔''

تاشا نے پوچھا'' کیا یہاں بیٹھ کر باتیں نہیں ہو سکتیں، لان میں جانا ضروری ہے؟''

اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا'' ہاں۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی ہماری باتیں سنے۔''

وہ تاشا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلتا ہوا لان میں آ گیا۔ ایک درخت کے سائے میں کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ تاشا نے پوچھا'' کیا کوئی ایسی خاص بات ہے جسے تم دوسروں کو سنانا نہیں چاہتے؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا'' ہاں میں جا رہا ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہونے والے ہیں۔''

وہ اسے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے بولی'' یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم کہاں جاؤ گے؟''

''اپنی ماما کے پاس۔''

وہ حیرانی سے بولی'' کیا۔۔؟ کیا جانے کی اجازت مل گئی ہے؟''

''ہاں۔ میں آج ہی کسی فلائٹ سے اپنے پاپا کے ساتھ جا رہا ہوں۔''

''اوہ عدنان! تم بہت ضدی ہو۔ پتا نہیں کس طرح تم نے اپنی ضد منوالی ہے اور کس طرح وہ راضی ہو گئے ہیں؟ تمہاری تعلیم اور تربیت یہاں ادھوری رہ جائے گی۔''

''میرے لیے میری ماما سب سے اہم ہیں۔ میں انہیں پالوں گا۔۔ تو پھر یہاں آ کر پوری توجہ سے تعلیم حاصل کروں گا۔''

وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی'' یہ تمہارے لیے خوشی کی بات ہے کہ تم ماں سے ملنے جا رہے ہو۔ لیکن میں بہت اداس ہو گئی ہوں۔ تمہیں پانے کے لیے تمہارے پاس رہنے کے لیے اپنی ماں اور بھائی کو چھوڑ کر یہاں آئی ہوں۔۔ اور تم مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو۔''

''میں ہمیشہ کے لیے تو نہیں جا رہا ہوں۔ جیسے ہی میری ماما ملیں گی۔ میں انہیں لے کر یہاں آ جاؤں گا۔''

''پتا نہیں تمہاری ماما کب ملیں گی اور تم کب آؤ گے؟''

''وہ ضرور ملیں گی۔ لیکن یہاں سب ہی ان کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہیں کہ مجھے غصہ آ جاتا ہے۔''

''یہاں کون تمہیں غصہ دلانے والی باتیں کرتا ہے؟''

''سب ہی کرتے ہیں۔ میری گرینڈ ما، گرینڈ پا۔ میرے پاپا اور۔۔۔۔۔ اور وہ جو بہت بڑے بزرگ ہیں۔ جن کو جناب تبریزی کہتے ہیں وہ بھی یہی کہہ رہے تھے کہ جب میں اپنی ماما سے ملوں گا۔ تو اس کے چالیس دن بعد وہ مر جائیں گی۔''

تاشا نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر پوچھا'' یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تمہاری ماما کیوں مر جائیں گی؟ کیا وہ بیمار ہیں؟''

''میں نہیں جانتا کہ وہ بیمار ہیں یا نہیں؟ کیا جو لوگ بیمار ہوتے ہیں وہ مر جاتے ہیں۔ کیا ان کا علاج نہیں ہوتا؟''

وہ بولی۔'' ذرا ٹھہرو! مجھے سوچنے دو۔''

وہ ذرا سوچنے کے بعد بولی۔'' جب جناب تبریزی نے یہ پیش گوئی کی ہے کہ وہ چالیس دنوں کے بعد تم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائیں گی۔ تو پھر ایسا ضرور ہوگا۔ چاہے وہ بیمار ہوں ۔۔۔ یا نہ ہوں۔''

''ان کے کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ بس میں نے کہہ دیا ہے۔ میں اپنی ماما کو مرنے نہیں دوں گا۔''

وہ اس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے بولی'' دیکھو عدنان! تم اپنے ماں باپ دادی دادا سے ضد کر کے کوئی بھی بات منوا سکتے ہو۔ لیکن اللہ میاں کی مرضی کے خلاف تم اپنی کوئی ضد پوری نہیں کر سکو گے۔''

اس نے ناراض ہو کر تاشا کو دیکھا۔ پھر کہا'' تم بھی وہی کہہ رہی ہو جو سب کہہ رہے ہیں۔ صاف صاف بولو کیا میں اپنی ماما سے ملوں گا تو صرف چالیس دنوں کے لیے؟''

وہ سمجھانے کے انداز میں بولی'' تم نہیں جانتے جناب تبریزی کی کہی ہوئی بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔''

''یہ پتھر کی لکیر کیا ہوتی ہے؟''

''ایسی بات جو کہہ دی جائے تو پھر وہ اٹل ہو جاتی ہے۔ کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ کوئی اسے جھٹلا نہیں سکتا۔ تم ابھی نہیں سمجھ سکتے۔ جناب تبریزی روحانیت کے بہت بڑے عالم ہیں۔ عامل ہیں۔ وہ اپنے علوم کی روشنی میں پیش آنے والے

واقعات کو پہلے سے دیکھ لیتے ہیں۔ ان کی کوئی بات غلط نہیں ہوتی۔ انہوں نے جو کہہ دیا ہے وہ ضرور ہوگا۔''

وہ غصے سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا'' چلی جاؤ یہاں سے..... میں تم سے بات نہیں کروں گا۔ تم میری دوست نہیں ہو۔''

تاشا نے پریشان ہو کر اسے دیکھا پھر سوچا'' اگر اس کے مزاج کے خلاف بولوں گی تو واقعی یہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔ یہاں سے جانے کے بعد میں خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کروں گی تو یہ مجھ سے بات نہیں کرے گا۔''

وہ عاجزی سے بولی۔'' سوری عدنان! مجھ سے غلطی ہوگئی۔ ہم دونوں دوست ہیں۔ ہم کوشش کریں گے، دعا کریں گے کہ تمہاری ماما کو کچھ نہ ہو وہ تمہارے لیے زندہ رہیں گی۔''

اس کا غصہ کچھ دھیما پڑ گیا۔ اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے تاشا کو دیکھا۔ پھر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا'' یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔ میری ماما کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

اس نے تاشا کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ پھر پوچھا'' کیا ہم دونوں مل کر اپنی ماما کو زندہ نہیں رکھ سکیں گے؟''

تاشا نے اپنے ہاتھ کو اس کے ہاتھوں میں دیکھا۔ اس نے پہلی بار اس طرح اس کے ہاتھ کو تھاما تھا۔ تاشا پندرہویں سال میں تھی۔ وہ پیار و محبت کو سمجھتی تھی۔ لیکن عدنان ابھی نادان بچہ تھا۔ وہ ایسے کسی جذبے کو نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے بس اپنی ماں کی سلامتی کی خاطر اس کا ہاتھ یوں تھام لیا تھا جیسے اپنی ماں کے لیے سہارا ڈھونڈ رہا ہو۔

تاشا نے اسے بے بسی سے دیکھا کچھ سوچا پھر پوچھا۔'' مجھے بتاؤ کہ جناب تبریزی نے تمہاری ماما کے بارے میں کیا کہا ہے؟''

''وہ ایک ہی بات کہتے رہے کہ ماما اس دنیا میں نہیں رہیں گی۔ جب بھی میں ان سے ملوں گا تو اس کے چالیس دنوں کے بعد وہ مر جائیں گی۔''

یہ کہہ کر وہ انکار میں سر ہلانے لگا۔ تاشا نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔'' صبر کرو، حوصلہ کرو۔ میرے ذہن میں ایک بات آ رہی ہے۔ مجھے ذرا غور کرنے دو۔''

وہ چپ چاپ اسے دیکھنے لگا۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر بولی'' جناب تبریزی نے تم سے یہی کہا ہے نا کہ جب تم اپنی ماما سے ملو گے تو اس کے چالیسویں دن ان کا انتقال ہوگا؟''

عدنان نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ تاشا نے پوچھا'' اگر تم اپنی ماما سے نہیں ملو گے تو پھر کیا ہوگا؟''

''میں کیوں نہیں ملوں گا؟ میں تو ضرور ملوں گا۔''

''میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ جناب تبریزی نے کہا ہے کہ تم اپنی ماما سے ملو گے تو اس دن سے چالیس دنوں تک تمہیں ان کی محبت اور مامتا ملتی رہے گی۔ اس کے بعد وہ اللہ کو پیاری ہو جائیں گی۔۔ اور اگر تم اپنی ماما سے نہیں ملو گے تو پھر ان چالیس دنوں کا کوئی حساب نہیں ہوگا۔ جب تک تم اپنی ماما سے نہیں ملو گے۔ تب تک چالیس دنوں کا حساب شروع نہیں ہوگا۔ اور تب تک انہیں موت نہیں آئے گی۔''

وہ کچھ سمجھ رہا تھا۔ کچھ نہیں سمجھ رہا تھا۔ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے اور زیادہ آسان الفاظ میں بڑی وضاحت سے سمجھانے لگی تو وہ قائل ہو کر سر ہلاتے ہوئے بولا'' ہاں۔ یہ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں ماما سے ملوں گا تو وہ چالیس دنوں کے بعد مر جائیں گی اور اگر نہیں ملوں گا تو وہ زندہ رہیں گی۔''

وہ اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی'' ہاں یہی بات ہے۔ جناب تبریزی کی پیش گوئی کبھی غلط ثابت نہیں ہوتی۔ ان کی یہ بات اپنی جگہ قائم رہے گی۔ یعنی تم ملو گے تو چالیس دنوں بعد تمہیں صدمہ اٹھانا ہوگا۔ اگر نہیں ملو گے تو تم ہمیشہ اپنی ماں کو زندہ سلامت دیکھتے رہو گے۔''

وہ سن رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا۔ خوش ہو رہا تھا۔ پھر ذرا مایوس ہو کر بولا'' میں تو ماما سے ملنے جا رہا ہوں۔ اگر نہیں ملوں گا تو انہیں بہت دکھ پہنچے گا۔ وہ میرے لیے تڑپ رہی ہیں۔ اور مجھے بھی ایسا لگ رہا ہے جیسے میں ان سے ملے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔''

''اگر تم اپنے دل پر قابو نہیں پاؤ گے۔ اپنی ماں کی بہتری اور سلامتی نہیں چاہو گے اور ان سے ملنے چلے جاؤ گے تو پھر سمجھ لو کہ کیا ہو سکتا ہے؟''

وہ پریشان ہو کر اس کا منہ تکنے لگا۔ وہ بولی'' تم ابھی بچے ہو یہ نہیں جانتے کہ اپنی ماں کے لیے اولاد کو کیسی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اس وقت تمہیں اپنی ماما کی خاطر تمہیں دلی جذبات کی قربانی دینی ہوگی۔ ان سے دور رہو گے۔ ان کے سامنے نہیں جاؤ گے۔ لیکن دور ہی دور سے چھپ چھپ کر اپنی ماما کو زندہ سلامت دیکھتے رہو گے۔ وہ ہنستی بولتی رہیں گی۔ بڑے آرام سے زندگی گزارتی رہیں گی۔ صرف تمہارے لیے تڑپتی رہیں گی۔ کوئی بات نہیں، انہیں تڑپنے دو۔ تم بھی ان کے لیے تڑپتے رہو گے۔ لیکن یہ قربانی ایک بیٹے کو دینی ہوگی۔ کیا تم

اپنی ماما کے لیے قربانی نہیں دو گے؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر اپنی جگہ سے اٹھا پھر اپنے ننھے ننھے بازوؤں کو تاشا کی گردن میں حمائل کر کے اس سے لپٹ کر بولا۔ ''تاشا! آئی لو یو۔''

وہ بچہ تھا۔ اپنی ماں کے حوالے سے خوش ہو کر ایسا کہہ رہا تھا۔ لیکن تاشا بچپن کی دہلیز کو پار کر کے جوانی کے پہلے مرحلے میں داخل ہونے والی تھی۔ عدنان کے ان الفاظ نے اسے پر لگا دیے۔ وہ تتلی کی طرح اڑنے لگی۔ بہار آفریں فضاؤں میں ایک ہی پھول پر منڈلانے لگی۔ پھر اس نے اس پھول پر جھکتے ہوئے کہا۔ ''آئی لو یو ٹو۔''

☆☆☆

میں ایک مخصوص رفتار سے کار ڈرائیو کرتا ہوا پیرس کی طرف جا رہا تھا۔ سونیا جھیل والے کاٹیج میں تنہا تھی۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ دو پہر دو بجے تک اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ لیکن عدنان کا معاملہ کچھ ایسا تھا کہ مجھے دیر ہو رہی تھی۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ''ہائے سونیا! کیا کر رہی ہو؟''

''تم میرے اندر ہو دیکھو لو کہ تنہا کاٹیج میں ہوں اور تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ تم نے دو بجے آنے کو کہا تھا۔ اب ایک بج چکا ہے۔ بائی دا وے اس وقت کہاں ہو؟''

''میں ہائی وے پر ہوں اور تمہاری طرف آ رہا ہوں۔ کچھ دیر ہو جائے گی۔''

''خیریت تو ہے۔؟ دیر کیوں ہو رہی ہے؟''

''ہمارے پوتے عدنان کا معاملہ تھا۔ وہ اپنی ماما سے ملنے کے لیے اس قدر بے چین تھا کہ بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر بھاگنا چاہتا تھا۔''

وہ بولی ''ہمارا یہ پوتا بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ پتا نہیں بڑا ہو کر کیا بنے گا؟ اب کیا صورت حال ہے؟''

''جناب تبریزی نے اسے ادارے کے باہر جانے کی اجازت دے دی ہے۔ پورس اسے لے کر ہندوستان جائے گا اور وہاں اسے اس کی ماں سے ملائے گا۔''

میں اسے تفصیل سے یہ باتیں بتانے لگا... کہ جناب تبریزی نے شیوانی کے متعلق کیا پیش گوئی کی ہے؟ اس نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ ''چلو، اچھا ہے کہ شیوانی کی موت سے پہلے بیٹا اپنی ماں سے ملاقات کر لے۔ ماں کی موت سے اسے صدمہ پہنچے گا مگر رفتہ رفتہ سنبھل جائے گا۔''

وہ الماری سے ایک تولیا نکال کر واش روم کی طرف جاتے ہوئے بولی ''اب میں غسل کرنے جا رہی ہوں۔ پلیز میرے دماغ میں نہ آنا۔''

میں نے مسکراتے ہوئے کہا ''ہمارے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔ پھر بھی تم پردہ کرتی ہو۔ کوئی بات نہیں میں دو گھنٹے کے اندر وہاں پہنچنے والا ہوں۔''

میں دماغی طور پر حاضر رہ کر خیال خوانی کر رہا تھا۔ کبھی کبھی اس سے باتیں کرتا تھا۔ پھر ڈرائیونگ کی طرف توجہ دینے لگتا تھا۔ زیادہ توجہ ڈرائیونگ کی طرف ہی تھی۔ اگر ایسا نہ کرتا تو کسی بھی حادثے سے دوچار ہو سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ نومی نے کہا ''پلیز سانس نہ روکنا میں ہوں۔''

میں نے پوچھا ''میں کون؟ کیا تمہارا کوئی نام نہیں ہے؟ یا تم بتانا نہیں چاہتیں؟''

''جب تم سے ملنے آؤں گی تو نام بتاؤں گی۔ پھر نام کیا چیز ہے؟ میں تو ایک رنگین کتاب کی طرح تمہارے سامنے کھل جاؤں گی۔ تم میرے نام کے ساتھ ساتھ میری لائف ہسٹری بھی پڑھ لو گے اور جغرافیہ بھی۔''

''تم ملنے کا وعدہ کرتی ہو۔ پھر ٹال دیتی ہو۔ کیا یہ دیکھنا چاہتی ہو کہ میں تمہارے انتظار میں کس قدر تڑپ رہا ہوں؟''

''نہیں۔ میں جانتی ہوں تم پہاڑ ہو۔ فولاد ہو ملاقات کرنے کے جوش میں اور جذبات میں اپنی جگہ سے نہیں ہلو گے۔ میں ہی ہل گئی ہوں اور بڑے خطرات مول لے کر تم سے ملنے والی ہوں۔''

''جب تم جانتی ہو کہ میں زبان کا دھنی ہوں۔ یہ وعدہ کر چکا ہوں کہ مجھ سے ملنے آؤ گی تو تمہیں نہ میری ذات سے نقصان پہنچے گا... نہ ہی میرے کسی رشتے دار سے یا کسی ماتحت سے تمہیں کوئی شکایت ہو گی۔ جب تم ملنے آؤ گی تب بھی اور مل کر جاؤ گی تب بھی کوئی تمہارا تعاقب نہیں کرے گا پھر اس انتظار کا مطلب؟''

''بے شک میں تم پر بھروسا کرتی ہوں۔ کیونکہ مجتار بنے کی عادی ہوں۔ اس لیے کبھی کبھی ڈر لگتا ہے۔ بائی دا وے۔ میں جلد ہی تم سے ملنے والی ہوں۔ ابھی جا رہی ہوں پھر کسی وقت رابطہ کروں گی۔''

میں نے شانے اچکا کر کہا۔ ''او کے سوفار۔''

وہ چلی گئی۔ میں اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ اگرچہ اس نے اپنی چالبازی سے یہ سمجھا دیا تھا کہ اس نے الپا کو اغوا نہیں کیا ہے۔ پھر بھی میں اس کی اس دشمنی کو نہیں بھول سکتا تھا کہ اس نے اپنے ایک آلہ کار کے ذریعے گولی چلا کر الپا کو زخمی کیا تھا اور اس کے دماغ میں اپنے لیے جگہ بنائی تھی۔

اس وقت میں اس پہلو سے سوچ رہا تھا کہ اگر وہ الپا کا دماغ کمزور نہ کرتی تو ارنا کوف اور وردان اسے اغوا کر کے ہم سے دور نہ کرتے۔ فی الحال میں اس سے ملاقات کر کے سمجھوتے کی راہ نکالنا چاہتا تھا۔ اگرچہ اس نے دشمنی کی تھی۔ لیکن دوستی ہونے کے بعد پچھلی عداوتوں کی تلافی ہو سکتی تھی۔

میں نے جھیل والے کاٹیج کے سامنے پہنچ کر گاڑی روکی۔ میں ہارن نہیں بجاتا تھا۔ وہ آواز سنتے ہی دوڑتی ہوئی آ کر دروازہ کھولتی تھی۔ میں گاڑی سے اتر کر احاطے کے چھوٹے سے گیٹ پر پہنچا پھر اسے کھول کر اندر آیا تو دروازہ بند تھا۔ اس نے اپنی عادت کے مطابق دروازہ نہیں کھولا تھا۔ مجھے حیرانی ہوئی۔ میں دروازے کے قریب پہنچ کر کال بیل کا بٹن دبانا ہی چاہتا تھا کہ اس کی ہنسی سنائی دی۔

میرا ہاتھ رک گیا میں نے کال بیل کا بٹن نہیں دبایا۔ دروازے کے پیچھے سے اس کی آواز سنائی دی ''جناب کو انتظار ہو گا کہ میں دروازہ کھولوں گی۔ کیوں یہی بات ہے نا؟''

''ہاں۔ میں حیران ہو رہا ہوں کہ دروازہ کیوں نہیں کھول رہی ہو؟''

''بات یہ ہے کہ تم دروازے سے بازو پھیلا کر آؤ گے۔ میں اپنی بانہیں پھیلا کر تمہارے گلے لگ جاؤں گی۔''

''اس کا مطلب یہ ہے کہ دروازہ اندر سے بند نہیں ہے؟''

میں نے اسے کھولا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ وہ اندر..... بانہیں پھیلائے کھڑی تھی۔ میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ تھوڑی دیر تک تو میں کچھ بول ہی نہیں پایا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ اس نے اس عمر میں بھی جسمانی طور پر خود کو بہت سنبھال کر رکھا تھا۔ یوگا کی مشقیں کرتی تھی۔ یہ بات اس کے ریکارڈ میں تھی کہ مرحوم بابا فرید واسطی نے اسے اپنی بیٹی بنایا تھا۔ اور وہ دن رات ان کی خدمت کرتی رہتی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے کے بانی مرحوم بابا فرید واسطی نے خوش ہو کر اسے دعائیں دی تھیں کہ وہ دشمنوں پر غالب آنے کے لیے ہمیشہ چاق و چوبند رہا کرے گی۔ اس پر بڑھاپا کبھی نہیں آئے گا۔

سونیا کی قربت نے ہمیشہ مجھے یہی سمجھایا تھا کہ وہ ایک بھرپور جوان دوشیزہ ہے اور اسی طرح رہے گی۔ اس وقت بھی وہ بانہیں پھیلا کر میرے بازوؤں میں آ گئی تھی۔

اسے دھڑکنوں سے لگاتے ہی جانے کیوں میری چھٹی حس نے کہا ''کچھ گڑبڑ ہے۔'' غیر شعوری طور پر کسی تبدیلی کا احساس ہوا لیکن وہ تبدیلی سمجھ میں نہیں آئی۔

میں نے اسے دونوں بازوؤں میں سمیٹتے ہوئے کہا ''میری جان! تم کچھ نئی نئی سی لگ رہی ہو۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''یہ تو تم ہمیشہ ہی کہا کرتے ہو کہ جب بھی میں تم سے ملتی ہوں۔ نئی نئی سی لگتی ہوں۔''

وہ درست کہہ رہی تھی۔ اس نے عملی زندگی گزارتے رہنے کے دوران میں اپنے آپ کو اس قدر پرکشش بنا رکھا تھا کہ مجھے اس کے اندر ہر بار ایک نئی کشش اور ایک نیا پن ملتا رہتا تھا۔

اس کے باوجود میری چھٹی حس مجھے بے چین کر رہی تھی۔ میں اپنے اطمینان کے لیے اس کے ساتھ بیڈ پر آ گیا۔ اگرچہ اس کے بدن کی مخصوص مہک مجھے مل رہی تھی۔ تاہم میں نے اس کی گردن پر اپنے ہونٹ رکھے۔ دیر تک گرم سانسیں چھوڑتا رہا۔ اور سانس لے کر اس کی پسینے کی مہک کو اچھی طرح محسوس کرتا رہا۔ کوئی شبے کی گنجائش نہیں تھی۔ میری سونیا اپنے بدن کی قدرتی مہک کے ساتھ میری سانسوں میں سما رہی تھی۔

میں اس کے ساتھ پیار بھرے لمحات گزارنا چاہتا تھا مگر کیا کروں؟ یہ کم بخت چھٹی حس مجھے پریشان کر رہی تھی۔ میں اپنے آپ کو سمجھا رہا تھا کہ انسان اپنا چہرہ بدل سکتا ہے۔ جسمانی طور پر خود کو تبدیل کر سکتا ہے۔ اپنا لب و لہجہ بدل کر بھی دھوکا دے سکتا ہے۔ مگر دو باتیں اس کے اختیار میں نہیں ہوتیں۔ ایک تو یہ کہ فنگر پرنٹس یعنی انگلیوں کے نشانات تبدیل نہیں کیے جا سکتے۔ دوسرا یہ کہ بدن کی جو قدرتی مہک ہوتی ہے اسے چھپایا نہیں جا سکتا۔ نومی اپنے بدن کی مخصوص مہک مجھ سے نہیں چھپا سکتی تھی اور سونیا کے بدن کی مہک چرا نہیں سکتی تھی۔

سونیا نے جذباتی لمحات میں کہا ''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ مجھ سے پیار کرتے کرتے ایک دم سے چپ ہو جاتے ہو۔ کسی سوچ میں گم ہو جاتے ہو۔ بات کیا ہے؟ کوئی پرابلم ہے کوئی نیا مسئلہ پریشان کر رہا ہے۔''

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی مجھے الجھا رہی ہے۔ پہلے اس نے میرے بچوں کو قیدی بنایا پھر الپا کو زخمی کیا۔ پھر اس کے ذریعے ارنا کوف تک پہنچ گئی۔ وہ وہاں رہ کر پارس کے لیے مشکلات پیدا کر سکتی تھی۔ لیکن ہم نے جمیلہ اور نبیلہ کو ان کے باپ کے ساتھ خفیہ اڈے میں پہنچا دیا ہے۔ اب وہ کچھ نہیں کر سکے گی۔''

سونیا نے کہا ''تم نے اس کی ہر عداوت کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ پھر پریشانی کیا ہے؟''

''یہی کہ ایسا ہم سے بچھڑ گئی ہے۔ اگر وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی اسے زخمی نہ کرتی تو اس بے چاری کے ساتھ ایسا نہ ہوتا۔''

''جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ میں حیران ہوں کہ تم ایسے محبت بھرے لمحات میں بھی اس کے بارے میں سوچ رہے ہو اور مجھے کوئی اہمیت نہیں دے رہے ہو۔''

میں نے اسے بازوؤں میں سمیٹ کر چومتے ہوئے کہا۔ ''تم سے زیادہ اہمیت تو کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔ سوری۔ میں خوامخواہ مسائل میں الجھ گیا تھا۔''

میری چھٹی حس نے مجھے پریشان کیا تھا۔ اب ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے سوچا۔ ''خواہ مخواہ توہمات میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ میں ہر پہلو سے جانچ رہا ہوں اور یہ میری سونیا ہی ہے۔ ان پیار بھرے لمحات میں اس کی ایک ایک ادا بتا رہی تھی کہ واقعی یہ سونیا ہے۔ کوئی دوسری ہو ہی نہیں سکتی۔''

ہم دیر تک ایک دوسرے کی آغوش میں رہ کر ساری دنیا کو بھولتے رہے۔ پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی یہ اس کی عادت تھی۔ وہ الماری سے فوراً ہی دوسرا لباس نکال کر باتھ روم میں چلی جایا کرتی تھی۔ اس وقت بھی اس نے یہی کیا۔

اس نے باتھ روم کے دروازے پر پہنچ کر اسے کھولتے ہوئے مجھے مسکرا کر دیکھا۔ بالکل وہی انداز تھا۔ میں بھی جواباً مسکرایا۔ پھر وہ دروازے کو کھلا چھوڑ کر اندر چلی گئی۔ یہ اس کی عادت تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ ہر طرح سے اطمینان ہو گیا تھا۔ اب کسی طرح کا شبہ نہیں تھا۔ خواہ مخواہ میری چھٹی حس مجھے پریشان کر رہی تھی۔ میں نے چشم تصور میں اپنی سونیا کو دیکھا۔ پھر تکیے کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ اگرچہ ابھی وہ مجھ سے لگ کر گئی تھی۔ پھر بھی میں اس کی کمی محسوس کر رہا تھا۔

تکیے کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہی میں ایک دم سے چونک گیا۔ جہاں تکیہ رکھا ہوا تھا اس کے نیچے پرفیوم کی ایک شیشی رکھی ہوئی تھی۔ یہ بات سونیا کے مزاج کے خلاف تھی۔ وہ میرے قریب آنے سے پہلے کبھی پرفیوم استعمال نہیں کرتی تھی۔ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ میں اس کے بدن کی مخصوص مہک سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہوں۔ وہ کسی پرفیوم کی محتاج نہیں رہتی تھی۔

وہ شیشی کسی پرفیوم کی تھی۔ مگر اس پر لیبل نہیں لگا ہوا تھا۔ میں نے سوچا شاید اس کی دوسری طرف لگا ہوگا۔ میں نے اسے اٹھا کر دوسری طرف دیکھا تو وہاں بھی لیبل نہیں تھا۔

میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ شیشی پرفیوم کی ہے لیکن لیبل نہیں ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر کوئی دوسری چیز ہے۔

میں نے شیشی کے کیپ کو کھول کر سونگھا تو ایک دم سے چونک گیا۔ اس میں سے سونیا کے پسینے کی مہک آ رہی تھی۔ اس پسینے کی مہک جس کا میں عادی تھا اور جس کی مہک سونگھ کر میں سونیا کو لاکھوں میں پہچان سکتا تھا۔ وہ مہک اس شیشی میں بند کی گئی تھی۔

چشم زدن میں یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ کسی پرفیوم تیار کرنے والے ماہر نے سونیا کی مہک والا یہ پرفیوم تیار کیا ہے... اور کسی کے خاص آرڈر کے مطابق تیار کیا ہے۔ اس خیال کے ساتھ ہی یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ نومی نے سونیا کے بدن کی مہک والا یہ رقیق مادہ تیار کرایا ہے اور میرے قریب آنے سے پہلے اس رقیق مادے کو اپنے بدن پر اسپرے کیا ہے۔ جس سے میں دھوکا کھاتا رہا کہ سونیا میری آغوش میں ہے۔

میں نے پلٹ کر باتھ روم کی طرف دیکھا۔ یہ تو پہلے ہی بیان کر چکا ہوں کہ وہ سونیا کے دماغ میں رہ کر معلوم کرتی رہتی تھی کہ وہ میرے ساتھ کس طرح تنہائی میں وقت گزارا کرتی ہے؟ اور کیسی کیسی ادائیں اور کیسے کیسے انداز اختیار کرتی رہتی ہے۔ اس نے سونیا کی پوری طرح نقل کی تھی اور ابھی میرے ساتھ تنہائی میں مکمل طور پر سونیا بنی ہوئی تھی۔ اگر یہ پرفیوم کی شیشی میرے ہاتھ نہ لگتی تو میں اسی دھوکے میں رہتا کہ اپنی سونیا کے ساتھ وقت گزار رہا ہوں۔

میں بیڈ سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا باتھ روم کے دروازے پر آیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندر ایک شیشے کی دیوار تھی۔ اس دیوار کے پیچھے وہ شاور کے نیچے کھڑی ہوئی غسل کر رہی تھی۔ شیشہ دھندلا سا تھا اس لیے وہ سایہ سایہ سی دکھائی دے رہی تھی۔ بہت مکار تھی میری تنہائی میں سونیا بن کر اپنے دل کے سارے ارمان نکال چکی تھی۔ مجھے محبت سے پاس لے آئی تھی۔ اس نے صیاد بن کر اپنا جال مجھ پر پھینکا تھا۔ لیکن بازی پلٹ گئی تھی۔

آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

دنیا کا ہر سپاہی میدان جیتنے کے بعد ہنستا بولتا ہے۔ دنیا گاتا ہے۔ نومی کرسٹل بھی مجھے جیت لینے کے بعد گنگنا رہی تھی۔ وہ شاور کے نیچے کھڑی ہوئی تھی۔ میں دروازے کے پاس کھڑا شیشے کے پار اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ پانی کی پھوار میں ایسے بھیگ رہی تھی جیسے مسرتوں کی بارش میں بھیگ رہی ہو۔ رقص کر رہی ہو اور ہواؤں میں اڑتی چلی جا رہی ہو۔ کامیابی کا نشہ اسے مست کر رہا تھا۔

مست کیوں نہ ہوتی وہ اپنی ہر چال میں کامیاب ہوتی جا رہی تھی۔ خواہ وہ کامیابی عارضی کیوں نہ ہو۔ یہ بات اس کے لیے اطمینان بخش تھی کہ وہ مجھ جیسے شہ زور کے مقابلے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

اسے خبر نہیں تھی کہ میں کھلے ہوئے دروازے پر کھڑا اسے شیشے کے پار دیکھ رہا ہوں۔ اگرچہ اس کا چہرہ اور بھیگتا ہوا زرخیز بدن واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ شیشہ دھندلا سا تھا اس لیے وہ دھندلے سائے کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔ اسی طرح دھندلی دھندلی سی چھٹی حس مجھے آگاہ کرتی رہی تھی۔ یہ اندیشہ پیدا ہوتا رہا تھا کہ کچھ گڑبڑ ہے لیکن وہ گڑبڑ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اور میں اس چھٹی حس کو نظر انداز کرتا آ رہا تھا۔

مجھے اس کی چال بازی پر غصہ آنا چاہیے تھا لیکن میں مسکرانے لگا۔ کیونکہ اب اس کی شامت آنے والی تھی۔ میں نے دیکھا شیشے کے پار... وہ گنگناتے گنگناتے چپ ہو گئی تھی۔ ایسے وقت میں نے سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس کیا پھر اس کی آواز سنائی دی۔ ''میں بول رہی ہوں۔''

میں نے کہا ''ہاں بولو ابھی تو تم آئی تھیں۔''

''ابھی نہیں..... چار گھنٹے پہلے میں نے رابطہ کیا تھا۔''

''اچھا؟ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے۔ جیسے ابھی تم میرے پاس آئی تھیں۔ میرے بازوؤں میں سما کر مجھے بھرپور محبتیں دے رہی تھیں۔''

اس نے ایک ادا کے ساتھ کہا ''ہائے! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے بالکل یہی خواب ابھی دیکھا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے آنکھ لگ گئی تھی۔ میں نے اتنا خوبصورت خواب زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے۔''

''اچھا۔'' میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ ''کیا تھا وہ خوبصورت خواب؟''

''میں نے دیکھا کہ میں تمہاری سونیا کی جگہ پہنچ گئی ہوں اور تم اپنی سونیا کے پیار کا ایک ایک لمحہ مجھے دے رہے

''تم خواب یاد کر رہی ہو اور میں حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ کب تک غسل کرتی رہو گی؟ اپنے خول سے باہر نکل آؤ۔''

وہ ایک دم سے چپ ہو گئی۔ شیشے کے اس پار اس کے دھندلے سے سائے نے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ میں مسکراتے ہوئے وہاں سے پلٹ کر بیڈ روم میں چلا آیا پھر خیال خوانی کے ذریعے بولا۔ ''چپ کیوں ہو گئیں؟''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی ''تمہاری بات سمجھ میں نہیں آئی۔ تم کہہ رہے ہو کہ میں غسل کر رہی ہوں اور مجھے باتھ روم سے باہر آ جانا چاہیے۔ اس کا مطلب کیا ہوا؟''

''باہر آؤ گی تو میں سمجھ کر کے مطلب سمجھاؤں گا۔''

اس کی طرف سے پھر خاموشی رہی۔ وہ فوراً ہی کچھ نہ بول سکی۔ میں نے پوچھا ''خاموش کیوں ہو؟ کیا میرے چور خیالات پڑھ رہی ہو۔''

''ہاں پڑھ رہی ہوں اور معلوم کر رہی ہوں کہ ابھی تم نے سونیا کے ساتھ وقت گزارا ہے اور یہ شبہ کر رہے ہو کہ وہ تمہاری سونیا نہیں تھی' میں تھی۔ کیسی عجیب بات ہے۔ ٹھیک ایسے وقت میں نے یہی خواب دیکھا کہ میں تمہاری سونیا کی جگہ تھی اور اب تم اسے حقیقت سمجھ رہے ہو۔''

''جو حقیقت ہے وہ تھوڑی دیر بعد معلوم ہو جائے گی۔''

''تمہاری باتیں مجھے الجھا رہی ہیں۔ ٹھیک ہے' میں تھوڑی دیر بعد آ کر معلوم کروں گی کہ تم اپنی سونیا کو اصلی سونیا سمجھ رہے ہو یا ڈی؟''

وہ چلی گئی۔ میں کمرے میں تھوڑی دیر تک ٹہلتا رہا پھر میں نے باتھ روم کے دروازے پر آ کر آواز دی۔ ''کیا بات ہے؟ کیا ساری عمر غسل کرتی رہو گی؟ باہر نہیں آؤ گی؟''

وہ بولی ''تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیوں جلدی کر رہے ہو۔ تم پر تو کبھی کبھی جن سوار ہو جاتا ہے۔ میں آ رہی ہوں لیکن اب باتھ نہیں لگانے دوں گی۔''

میں پھر دھندلے شیشے کے پار اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ لباس پہن رہی تھی۔ پھر شیشے کی دیوار والا دروازہ کھل گیا۔ وہ بالوں میں تولیا لپیٹتی ہوئی باہر آئی۔ مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کیا بات ہے مجنوں صاحب! باتھ روم کے دروازے پر کھڑے ہوئے ہو۔ ہٹو!''

وہ مجھے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کمرے میں آئی پھر سنگار میز کے سامنے کھڑے ہو کر ہیئر ڈرائر کے پلگ کو سوئچ بورڈ میں لگا دیا۔ اس کے بعد برش لے کر بالوں کو خشک کرنے لگی۔

میں نے پرفیوم کی وہ شیشی اٹھائی پھر اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے آئینے میں میرا عکس دیکھا پھر وہ شیشی دیکھ کر تعجب سے بولی۔ ''یہ تمہارے پاس کہاں سے آ گئی؟''

''تمہارے تکیے کے نیچے تھی۔''

اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا پھر شیشی کو ہاتھ میں لے کر بولی ''یہ تو میری الماری میں تھی۔ ایسی ہی ایک شیشی اور ہے۔ یہاں آؤ میں دکھاتی ہوں۔''

وہ وہاں سے چلتی ہوئی دوسرے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولی۔ ''میں پرفیوم خریدتے وقت یہ شیشی دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ پتا ہے اس کی مہک بالکل ایسی ہے' جیسی میرے پسینے میں ہوتی ہے۔''

اس نے الماری کھول کر دیسی ہی ایک اور شیشی نکال کر مجھ سے کہا ''یہ میں تمہیں دکھانے کے لیے خرید کر لائی ہوں۔ ذرا اسے سونگھ کر دیکھو۔''

''میں اسے سونگھ کر دیکھ چکا ہوں۔ تم مجھے دکھانے کے لیے ایک شیشی خرید کر لاتیں۔ دو دیکھوں لے کر آئی ہو؟''

''اگر اس دکان میں دس ہوتیں تو میں سب کی سب خرید لیتی۔ کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے کہ یہ بالکل میرے پسینے کی طرح مہکتی ہے۔''

''بے شک حیرانی کی بات ہے لیکن تم نے اسے ابھی اپنے تکیے کے نیچے کیوں رکھا تھا؟''

''میں نے کہا نا تمہیں دکھانے کے لیے رکھا تھا لیکن تم سے ملتے ہی اسے بھول گئی۔''

پھر وہ مسکراتے ہوئے بولی ''پتا نہیں کیسا سحر پھونک دیتے ہو کہ میں اپنے آپ کو بھی بھول جاتی ہوں۔''

میں نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ بڑے غور سے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے بدن کو ادھر ادھر سے چھونے لگا۔ وہ ذرا پیچھے ہٹ کر بولی ''پھر بہک رہے ہو۔ میں نے کہہ دیا تھا' اب ہاتھ نہیں لگانے دوں گی۔ مجھ سے دور رہو۔''

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا پھر اسے اپنے بازوؤں میں جکڑتے ہوئے کہا۔ ''اب تم سونیا کی ہم شکل ہونے کا فائدہ نہیں اٹھا سکو گی۔ تمہارا بھید کھل چکا ہے۔''

وہ ہنسنے لگی۔ کہنے لگی ''تمہیں مجھ پر شبہ ہو رہا ہے کہ میں تمہاری سونیا نہیں ہوں اور وہ کوئی دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والی سونیا بن کر میری جگہ لے رہی ہے۔''

میں نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر اس پر جھک کر اس کی گردن کو اور بدن کے دوسرے حصوں کو سونگھنے لگا۔ وہ ہنس رہی تھی اور بول رہی تھی ''یہ تو بتاؤ تمہیں شبہ کیا ہو رہا ہے؟''

پھر وہ مجھے گھور کر بولی ''کیا اس لیے کہ یہ پرفیوم کی شیشی میرے پاس ہے اور تم سمجھ رہے ہو کہ میں سونیا نہیں ہوں۔ اس پرفیوم کو لگا کر' سونیا بن کر تمہیں دھوکا دے رہی ہوں۔''

میں اسے ذرا سا دھکا دے کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ بولی ''مجھے اس طرح دھکا نہ دو۔ پاگل نہ بنو۔ کیا تمہیں میرے بدن سے میری مہک نہیں آ رہی ہے؟''

''تم نے ابھی غسل کیا ہے۔ تمہارے بدن سے پسینہ نہیں پھوٹ رہا ہے اس لیے مجھے وہ مہک نہیں مل رہی ہے۔''

وہ مسکرا کر بولی ''موسم گرم ہو گا یا جذبے گرم ہوں گے تبھی پسینہ پھوٹے گا' تبھی تمہیں مہک ملے گی۔''

میں نے اس کی کلائی تھام لی پھر اسے کھینچ کر میز کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ ''اب میں تم سے دھوکا نہیں کھاؤں گا۔ ابھی تمہاری اصلیت سامنے آ جائے گی۔''

میز پر کاغذ کا ایک پیڈ رکھا ہوا تھا۔ میں نے کہا ''اپنی دس انگلیوں میں سیاہی لگاؤ اور تمام انگلیوں کے پرنٹس ان کاغذات پر اتارتی جاؤ۔ تم چہرہ بدل سکتی ہو۔ اپنے بدن کی مہک بدل سکتی ہو لیکن انگلیوں کے نشانات نہیں بدل سکو گی۔''

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولی ''اس پرفیوم کی شیشی نے تمہیں شبہ میں مبتلا کر دیا ہے پھر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی تمہیں مشکلات میں مبتلا کر دیتی ہے۔ ان حالات میں تم مجھ پر تو کیا اپنے بچوں پر بھی شبہ کر سکتے ہو۔''

وہ بولتی جا رہی تھی اور ایک ایک انگلی میں سیاہی لگا کر ان کا نشان کاغذ پر اتارتی جا رہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے ایک انچارج سے رابطہ کیا۔ پھر کہا ''میں ابھی فیکس کے ذریعے دس انگلیوں کے نشانات بھیج رہا ہوں۔ یہ سونیا کی انگلیوں کے نشانات ہیں۔ آپ ابھی اس کی ریکارڈ فائل سے ان کا موازنہ کریں اور جلد سے جلد فیکس کے ذریعے رپورٹ ارسال کریں۔''

میں نے ان دس انگلیوں کے نشانات کو فیکس کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا۔ وہ وہاں سے جانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا ''رک جاؤ کہاں جا رہی ہو؟''

وہ اپنا ہاتھ دکھاتے ہوئے بولی ''اس سیاہی کو تو دھونے دو۔ واش روم میں جا رہی ہوں۔''

''میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ جب تک رپورٹ تمہارے حق میں نہیں آئے گی۔ اس وقت تک تمہیں نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا۔''

میں اس کے ساتھ واش روم میں آیا۔ وہ صابن سے ہاتھ دھوتے ہوئے' آئینے میں مسکرا کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے پوچھا ''کیوں مسکرا رہی ہو؟''

وہ بولی ''سوچ رہی ہوں۔ آج سے پہلے کبھی کسی عورت نے تمہیں اس قدر الّو نہیں بنایا ہو گا۔ جیسا کہ وہ بنا رہی ہے؟''

میں اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ کئی بار اس کے چور خیالات پڑھ چکا تھا اور اس کے خیالات یہی کہہ رہے تھے کہ وہ سو فی صد میری سونیا ہے۔ میں دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا کہ وہ صرف سونیا کی ہم شکل ہی نہیں ہے' اس کی طرح بلا کی مکّار بھی ہے۔

اب میں اس کی مکّاری کی وضاحت کر دوں۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ نومی نے سونیا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔ یہ حقیقت اب تک کھل کر سامنے نہیں آئی تھی۔ کبھی ایک آدھ بار مجھے سونیا پر شبہ ہوا تھا لیکن یقین نہ ہو سکا کہ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے زیر اثر آ چکی ہے۔

بہرحال جس وقت میں بابا صاحب کے ادارے سے پیرس کی طرف آ رہا تھا' اس وقت نومی نے سونیا کو غائب دماغ بنا دیا تھا اور اسے باتھ روم میں پہنچا کر شیشے کی دیوار کے پیچھے عارضی طور پر سلا دیا تھا پھر خود سونیا بن کر اس نے دروازے پر میرا استقبال کیا تھا۔

اس سے ملتے ہی میری چھٹی حس نے مجھے آگاہ کیا تھا کہ کچھ گڑبڑ ہو رہی ہے لیکن میں اس آگاہی کو نظر انداز کرتا رہا' وہ مجھے بہلاتی رہی اور میں بہلتا رہا پھر وہ بیڈ سے اٹھ کر غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں گئی۔ ایسے وقت انکشاف ہوا تھا کہ وہ فراڈ ہے۔ میری سونیا نہیں ہے۔ تکیے کے نیچے سے برآمد ہونے والی اس شیشی نے راز کھول دیا تھا۔

وہ اس وقت باتھ روم میں تھی اور میں نے اس سے کہا تھا کہ اس کی حقیقت کھل چکی ہے۔ اس نے میری باتوں سے سمجھ لیا کہ بھید کھل رہا ہے۔ اس نے فوراً ہی سونیا کو بیدار کیا۔ اسے اپنی جگہ شاور کے نیچے پہنچایا اور خود اس شیشے والی دیوار کے پیچھے فرش پر لیٹ گئی۔ سونیا کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق دوسرا لباس بدل کر گیلے بالوں کو تولیے سے لپیٹتے ہوئے باہر آئی۔ سنگار میز کے آئینے کے سامنے جا کر ہیئر ڈرائر کے ذریعے بالوں کو خشک کرنے لگی۔ میں اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا تھا۔

پھر میں نے اسے ایک پرفیوم کی شیشی دکھائی تو وہ مجھے لے کر دوسرے کمرے میں گئی۔ وہ میری اصلی سونیا تھی لیکن نومی کے اشاروں پر چل رہی تھی۔ مجھے اس لیے دوسرے کمرے میں لے گئی کہ نومی کو وہاں سے نکلنے کا موقع مل جائے۔

میں کیا جانتا تھا کہ سونیا کے ساتھ دوسرے کمرے میں جاؤں گا تو اسے فرار ہونے کا موقع مل جائے گا۔ بہرحال اس نے زبردست مکاری کا ثبوت دیا تھا۔ سونیا بن کر میرے ساتھ رنگین و سنگین لمحات گزارے تھے پھر بڑے مزے سے مجھے بے وقوف بنا کر چلی گئی تھی۔

فیکس کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے سے رپورٹ آئی کہ انگلیوں کے نشانات سونیا کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ نشانات سونیا کے ہی ہوتے۔ جو فراڈ تھی وہ تو نکل چکی تھی اور یہ ثابت کر چکی تھی کہ اس نے کوئی فراڈ نہیں کیا ہے اور میں اپنی سونیا کے ساتھ ہی پیار بھرے لمحات گزار رہا تھا۔

وہ سونیا کے اندر رہ کر میرے بے وقوف بننے کا تماشا دیکھ رہی تھی۔ سونیا نے اس کی مرضی کے مطابق مسکرا کر پوچھا ''کیا ہوا؟ اب تو تمہاری تسلی ہو گئی کہ میں تمہاری اپنی ہی سونیا ہوں اور تمہارے ساتھ کوئی فراڈ نہیں ہوا ہے۔''

میں نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا ''بے شک تم میری سونیا ہو' یہ ثابت ہو چکا ہے لیکن پتا نہیں کیوں ٹھوس ثبوت کے باوجود مجھے ایسا لگ رہا ہے۔ جیسے تھوڑی دیر پہلے اس بیڈ پر تم میرے ساتھ نہیں تھیں۔ کوئی دوسری تھی۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''وہ کہتے ہیں نا کہ شک کا علاج حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا اس لیے تمہارا علاج میں تو نہیں کر سکوں گی۔ تم خواہ مخواہ الجھتے رہو گے۔ جبکہ حقیقتاً ایسی کوئی

ایک نوجوان کی اشرافیہ سرگزشت جو آزاد ہوتے ہوئے بھی قید تھا

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

گمراہ

مصنف جبار توقیر

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون 5802551 فیکس 5802552-5895313

آفس کیلئے C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے نیو ٹورنامنٹ روڈ کراچی

بات نہیں تھی۔''

میں نے اس کی پیشانی کو چھو کر کہا۔ ''کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمہارے اندر کوئی آتی ہے اور تم سے کچھ بولتی ہے؟ کیا تمہیں محسوس ہوتا ہے کہ تم کوئی کام اپنی مرضی کے خلاف کرتی ہو؟ مثلاً یہ کہ تم سونا نہیں چاہتیں اور اچانک سو جاتی ہو پھر دن ہو یا رات بے وقت سوتی ہو اور بے وقت جاگتی ہو؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ''میں نے کبھی ایسا محسوس نہیں کیا۔ کیا تم یہ شبہ کر رہے ہو کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی میرے اندر آتی ہے اور اس نے میرے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے؟''

''ہاں یہ شبہ مجھے پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔''

وہ بولی۔ ''تو پھر اس شبے کو ابھی ختم کر سکتے ہو۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی نے تنویمی عمل کیا ہے تو تم مجھ پر عمل کر کے اس کے عمل کو میرے ذہن سے مٹا دو۔ یہ تم آسانی سے کر سکتے ہو۔''

میں اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا، سوچنے لگا۔ وہ بولی ''اب کیا سوچ رہے ہو؟''

میں نے ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا ''اگر اس نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے تو وہ تمہارے اندر آتی جاتی ہوگی۔ ایسا لگتا ہے کہ مجھ سے بہت بڑا افراڈ کیا جا رہا ہے۔ میری عقل کہتی ہے کہ وہ اس وقت بھی تمہارے اندر موجود ہو سکتی ہے۔''

''یہ اندیشہ تو ہمیشہ رہے گا۔ جب بھی تم تنویمی عمل کرنا چاہو گے۔ یہی خیال آئے گا کہ شاید وہ موجود ہے اور تمہیں تنویمی عمل کے سلسلے میں ناکام بنا سکتی ہے۔''

وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گئی پھر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی ''تم بہت پریشان ہو۔ کسی بھی طرح اس معاملے کو ختم کرو۔ یوں مجھ پر شبہ کرتے ہو تو مجھے اچھا نہیں لگتا۔ ہمارے درمیان ہمیشہ بھرپور اعتماد قائم رہا ہے اور اسے قائم رہنا چاہیے۔''

میں نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا ''ایک تدبیر ہے۔''

اس نے کہا ''تو پھر فوراً عمل کرو۔''

''ایسا کرو، تمہارے بال گیلے ہیں انہیں فوراً سکھاؤ اور تیار ہو جاؤ۔''

''کیا ہم کہیں جائیں گے؟''

''ہاں میں تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں لے جاؤں گا۔ وہاں قدم رکھتے ہی تم اس کے تنویمی عمل سے آزاد ہو جاؤ گی۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں پر کسی فرد کے دماغ میں نہیں آ سکتا۔ وہ بھی تمہارے دماغ میں نہیں آ سکے گی۔''

وہ ایک ذرا پریشان ہو گئی پھر بولی ''میں وہاں نہیں جاؤں گی۔''

میں نے تعجب سے پوچھا ''کیوں نہیں جاؤ گی؟''

''ابھی کچھ روز پہلے تو یہاں آئی ہوں۔ وہاں بہت زیادہ پابندیوں میں رہنا پڑتا ہے۔ یہاں رہ کر میں آزادی سے گھومتی پھرتی رہتی ہوں۔''

''تعجب ہے تم سیر و تفریح والی آزادی کو ترجیح دے رہی ہو تمہیں اس بات کی پروا نہیں ہے کہ کوئی تمہارے دماغ پر قبضہ جمائے بیٹھی ہے۔''

''یہ تم سمجھ رہے ہو۔ تم کہہ رہے ہو۔ مجھے تو ایسا کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ میں تو بالکل آزاد خیال ہوں۔ جہاں چاہتی ہوں اُڑتی پھرتی ہوں۔ جو چاہتی ہوں کرتی ہوں۔ کبھی میری مرضی کے خلاف میرا کوئی کام نہیں ہوتا۔ میں کیسے سمجھوں کہ کسی کے زیر اثر آ گئی ہوں۔''

میں نے اسے گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا ''یعنی تمہیں وہاں جانے پر اعتراض ہے۔''

''بے شک اعتراض ہے میں اپنی مرضی سے کہیں بھی آتی جاتی ہوں۔ یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔''

''تمہارا یہ اعتراض مجھے اور زیادہ شبے میں مبتلا کر رہا ہے۔ یہ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ جو بھی تنویمی عمل کے زیر اثر ہوتا ہے وہ کبھی سمجھ نہیں پاتا کہ وہ کسی کا تابعدار بن چکا ہے۔ تم بھی یہ حقیقت سمجھ نہیں پا رہی ہو۔''

''میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ تمہارے اطمینان کے لیے جہاں کہو گے وہاں جاؤں گی لیکن بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے پہلے کوئی اور تدبیر کرو کسی اور طرح سے اطمینان کرو۔ بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلاؤ اور ان سے کہو کہ میرے اندر پہرا دیتے رہیں اور یہ معلوم کرتے رہیں کہ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی مجھے تابعدار بنانے کے لیے آتی بھی ہے یا نہیں؟''

''ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کئی معاملات میں مصروف رہتے ہیں۔ ایک سیدھی سی بات یہ ہے کہ ابھی ہم یہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں جائیں گے۔ وہاں پہنچتے ہی معلوم ہو جائے گا کہ تم کسی کے زیر اثر ہو یا نہیں؟ تم میری اتنی سی بات نہیں مان رہی ہو اور خواہ مخواہ بحث کیے جا رہی ہو۔''

وہ غصے سے پاؤں پٹک کر بولی ''تم تو اپنی بات منوانے کے عادی ہو۔ میں جا رہی ہوں۔ ابھی تمہارے ساتھ چلی

رہی ہوں۔''

وہ پاؤں پٹکتی ہوئی اپنے کمرے میں گئی پھر دروازے کو ایک زوردار آواز کے ساتھ بند کر دیا۔ میں بند دروازے کی طرف سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ یقیناً یہ زیر اثر آ گئی ہے۔ اسی لیے بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے انکار کر رہی ہے۔ وہاں جائے گی تو وہ ڈمی سونیا اس کے دماغ میں نہیں رہ سکے گی۔

اس ادارے میں قدم رکھتے ہی اس کا سحر ٹوٹ جائے گا۔ تنویمی عمل ختم ہو جائے گا۔ تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کی سوچ کی لہریں بابا صاحب کے ادارے کے احاطے کے اندر نہیں پہنچ پاتی ہیں۔

مجھے اپنی سونیا پر شبہ تھا۔ وہ جس کے زیر اثر تھی، اس کی مرضی کے مطابق مجھے اس وقت بھی کسی طرح دھوکا دے سکتی تھی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچا تو وہ چونک کر بولی۔ ''کیا ہے؟ کیوں آئے ہو؟ دیکھتے نہیں لباس تبدیل کر رہی ہوں۔ جتنے بوڑھے ہوتے جا رہے ہو۔ اتنے ہی بے شرم بھی ہوتے جا رہے ہو۔ چلو جاؤ یہاں سے.....''

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ زیر لب مسکرانے لگا۔ یہ یہاں بھی کیا ہوئی ہیں۔ اپنا تن من سب حوالے کر دیتی ہیں لیکن لباس بدلتے وقت بند کمرے میں اپنے میاں کو بھی نہیں آنے دیتیں۔

میں انتظار کرنے لگا پھر گھڑی دیکھی تو پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے پر دستک دی پھر کہا۔ ''اب آ بھی جاؤ کیا لباس تبدیل کرنے میں اتنی دیر ہوا کرتی ہے؟''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا ''اگر میک اپ کر رہی ہو تو باہر آ کر یہاں ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کر سکتی ہو۔ کم آن باہر آ جاؤ۔''

دوسری طرف خاموشی رہی۔ کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے پھر دروازے پر دستک دی۔ ''سونیا! خاموش کیوں ہو۔ جواب دو، یہ جانتی ہو کہ میں طرح طرح کے شبہات میں مبتلا ہوں۔ جواب دو دروازہ کھولو۔ باہر آؤ۔''

میں نے دروازے کو ذرا سا دھکا دیا تو وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ اس کی بانہوں کی طرح کھل گیا۔ لیکن وہ گداز بانہوں والی کمرے میں نہیں تھی۔ اس کا لباس ادھر ادھر بکھرا پڑا تھا۔ کھلی ہوئی کھڑکی بتا رہی تھی کہ اس راستے سے چڑیا پھر ہو چکی ہے۔

سب پبلی کیشنز میں پہلی بار پیش کیا جا رہا ہے

اقابلا

تاریک براعظم کے پراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور سفلی کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور ان کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابل یقین سرگزشت..... ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی..... جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا..... شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اچھالا جاتا تھا عجیب اخلاقیت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا..... نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حسن لازوال تھا جس کے حصول کیلئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا..... خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا۔

کتابی شکل میں پہلی بار منظر عام پر آئی ہے

قیمت فی حصہ 60 روپے ●●●● ڈاک خرچ 23 روپے

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون 5802551-5895313 فیکس 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لئے C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ کراچی 75500

میں نے کھڑکی سے باہر چھلانگ لگائی۔ دوڑتا ہوا کاٹیج کے چاروں طرف گیا پھر آس پاس کے کاٹیجز کی طرف جا کر آگے پیچھے اسے تلاش کرنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے بھی اس کے اندر پہنچنے کی کوششیں کیں لیکن وہ سانس روکتی رہی۔ میں مایوس ہو کر اپنے کاٹیج کے سامنے آیا۔ وہاں میری کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ فرار ہونے کے لیے میری گاڑی لے کر نہیں گئی تھی۔ یقیناً نومی کرسٹل کی گاڑی آئی ہوگی اور اسے لے گئی ہوگی۔

میں اپنی گاڑی سے ٹیک لگا کر دور دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ ایسے ہی وقت مجھے اس کی آواز سنائی دی۔ وہ بول رہی تھی۔ ''کیوں پریشان ہو رہے ہو۔ میں ہوں نا۔''

میں نے غصے سے پوچھا ''تم؟''

وہ بڑے ہی جذباتی انداز میں بولی ''ہائے فرہاد! تم نے تو مجھے بُری طرح لوٹ لیا ہے۔ میں ایک گھنٹے تک تمہارے ساتھ رہی۔ اس ایک گھنٹے میں تم نے جس طرح میرے حسن و شباب کی سلطنت پر حکمرانی کی ہے' اسے میں ساری زندگی نہیں بھلا سکوں گی۔ اب تو ہمیشہ تمہاری تمنا کرتی رہوں گی اور کسی نہ کسی بہانے تمہارے پاس آتی رہوں گی اور جاتی رہوں گی۔''

میں نے تقریباً دہاڑتے ہوئے پوچھا۔ ''بکواس مت کرو۔ سونیا کہاں ہے؟''

''غصہ کیوں کرتے ہو۔ جب تم نے پچھلے ایک گھنٹے میں مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تو پھر میں سونیا کو کیسے نقصان پہنچا سکتی ہوں؟''

''تمہاری ان حرکتوں سے اس بات کی تصدیق ہو رہی ہے کہ تم نے سونیا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا رکھا ہے؟''

''ہاں..... اب یہ بات نہیں چھپاؤں گی۔ میں تو تمہارا دل جیتنے کے لیے سونیا کو ہمیشہ تمہارے پاس رکھنا چاہتی تھی لیکن اب اسے تم سے دور کرنے پر مجبور ہو گئی ہوں۔''

''کیوں مجبور ہو گئی ہو؟ اسے فوراً یہاں واپس بھیجو۔''

''سوری فرہاد! اگر تم اسے بابا صاحب کے ادارے میں بھیجنے کا فیصلہ نہ کرتے تو بہتر ہوتا' وہ وہاں جائے گی تو پھر میری معمولہ اور تابعدار بن کر نہیں رہ سکے گی۔ تمہاری فیملی کی شطرنج پر جتنے مہرے ہیں' ان میں سب سے اہم سونیا ہے اور میں سونیا کو ہارنا نہیں چاہوں گی۔''

''پہلے تو تم دوستی کا جھانسا دے رہی تھیں۔ اب کھلی دشمنی پر اتر آئی ہو۔''

''اسے دشمنی نہ سمجھو۔ میں تمہاری سونیا کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ میری معمولہ اور تابعدار ہے' اس کی جان میری ایک چٹکی میں ہے۔ میں جب چاہوں اسے موت کے گھاٹ اتار سکتی ہوں مگر ایسا نہیں کر رہی ہوں تو صرف تمہاری محبت میں اور صرف تمہاری تنہائی میں آتے جاتے رہنے کے لیے۔''

''تم ایک بار دھوکا دے کر آ چکی ہو۔ دوسری بار نہیں دے سکو گی۔ تم خود کو بہت چالاک سمجھتی ہو لیکن ہو بہت بے وقوف' جب تم سیدھی طرح میرے پاس آ سکتی تھیں اور میں نے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا تو ایسی ڈرامے بازی کی کیا ضرورت تھی؟''

''سیدھی سی بات ہے' میں کبھی اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کرتی پھر تم پر کیسے کر سکتی ہوں۔ مانتی ہوں کہ تم زبان کے دھنی ہو پھر بھی میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہوں گی۔''

''جب تم تنہائی میں مجھ سے ملنے کے لیے جنون میں مبتلا ہو جاتی ہو تو پھر خطرہ ضرور مول لینا چاہو گی۔ کبھی نہ کبھی تو ضرور میرے پاس آؤ گی۔''

''سونیا تمہاری جان ہے۔ وہ میرے پاس قیدی بن کر رہے گی۔ ایسے میں تمہارے پاس آؤں گی تو تم مجھے نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ اس کی سلامتی کی خاطر مجھے سلامت رکھو گے۔''

''یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ تم میری سونیا کو مجھ سے دور نہیں کر سکو گی۔''

وہ بڑے اعتماد سے بولی۔ ''تم کبھی اس کے سائے تک نہیں پہنچ سکو گے اور میں اسے بابا صاحب کے ادارے میں قدم رکھنے نہیں دوں گی۔''

اس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ''میں تو چاہتی تھی کہ دوستانہ ماحول میں تم سے ملتی رہوں لیکن اب ایسا ممکن نہیں رہا۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ تمہیں حاصل کرنے کے لیے مجھے سونیا کو یرغمال بنا کر رکھنا ہی ہوگا۔ تم میرے اور اپنے موجودہ حالات پر غور کرو۔ میں پھر کسی وقت رابطہ کروں گی۔ او کے سوفار۔''

وہ چلی گئی۔ میں اپنی کار سے ٹیک لگائے کھڑا رہا۔ اس وقت میں ایسا سایا ہی تھا' جس کے ہاتھ سے تلوار گر چکی تھی۔ وہ مجھے بار بار گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر رہی تھی۔ پہلی بار اس نے سب سے بڑا حملہ یہ کیا تھا کہ میرے کئی بچوں کو اپنا قیدی بنا لیا تھا۔ اس وقت بھی ایسے ہی آثار تھے جیسے مجھے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے۔

لیکن اللہ تعالیٰ ربُ العزت ہے وہ میری عزت رکھ

ہے۔ میں نے نومی کی چالوں کو ناکام بنا دیا تھا پھر اس نے دوسرا حملہ الپا پر کیا۔ اسے زخمی کر کے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر ہماری فیملی سے دور لے گئی تھی۔

اب تیسرا زبردست حملہ یہ تھا کہ اس نے سونیا کو یرغمال بنا لیا تھا۔ وہ پہلے ہی اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا چکی تھی۔ آج یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی تھی۔ اس کا یہ حملہ بہت ہی زبردست تھا۔ سونیا جیسی کڑکتی ہوئی بجلی کسی کی مٹھی میں نہیں آتی تھی لیکن یہ کہاوت درست ہے کہ ہر کمال کے بعد زوال ضرور آتا ہے۔ جو بھی شہ زور ہے وہ کبھی نہ کبھی کمزور ضرور پڑتا ہے۔ سونیا بھی کمزور پڑ گئی تھی۔ پتا نہیں یہ کمزوری کب تک قائم رہنے والی تھی۔

میری زندگی میں آنے والی تمام شہ زور ہستیوں میں صرف سونیا ہی ایک ایسی تھی جو کبھی کسی کی مدد کی محتاج نہیں رہتی تھی۔ آج وہ میری توجہ اور مدد کی محتاج تھی اور میں اس کے لیے کچھ کر نہیں پا رہا تھا۔ یہ بات ہمارے لیے باعثِ شرم تھی کہ مجھ جیسا پہاڑ اور سونیا جیسی کڑکتی ہوئی بجلی ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ڈی سونیا کے سامنے مجبور اور بے بس ہو گئے تھے۔ پتا نہیں یہ سلسلہ کب تک جاری رہنے والا تھا؟ کب تک وہ بدبخت ڈی سونیا نومی کرسٹل ہماری گرفت سے باہر ہمارے لیے دردِ سر بنتی رہے گی؟

☆☆☆

ابھی الپا کے زخم بھرے نہیں تھے لیکن تکلیف کم ہو گئی تھی۔ دماغی توانائی اس حد تک حاصل ہو گئی تھی کہ وہ خیال خوانی کر لیتی تھی اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک لیتی تھی۔ اب کوئی اس کی مرضی کے خلاف اس کے اندر نہیں آ سکتا تھا۔

صرف نومی کرسٹل آ تی تھی۔ وہ اس کی مالک و مختار بن چکی تھی۔ اس نے اسے ہپناٹائز کیا تھا اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ پیدائشی طور پر یہودی ہے۔ لہٰذا اسے یہودی رہنا چاہیے اور اسرائیل جا کر اپنے وطن کی اور اپنی یہودی قوم کی خدمت کرنی چاہیے۔

اس نے الپا کے دماغ میں کہا۔ ''تم نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی لیکن ایک مسلمان پارس نے تم سے شادی کر کے تمہیں دھوکا دیا۔ تم اس سے ہار ماننے پر تیار نہیں اور سمجھوتا کرتی رہیں اور وہ تم پر حاوی ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے تمہاری بیٹی انوشے کو تم سے چھین لیا اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا۔''

وہ تنویمی عمل کے دوران میں اس کے اندر زہر گھولتی رہی۔ ''تم نے بیٹی کی خاطر مسلمانوں سے سمجھوتا کیا۔ اپنے یہودیوں سے بدظن ہو گئیں۔ بے شک چند یہودی اکابرین نے تم سے دشمنی کی تھی لیکن اس دشمنی کا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم اپنے مذہب سے پھر جاؤ اور اپنی یہودی قوم سے نفرت کرنے لگو پھر ان کے کسی کام بھی نہ آؤ۔''

الپا نے اس کے زیرِ اثر آنے کے بعد اس کی تابعدار بن کر کہا ''میں برسوں تک بے تاج ملکہ بن کر اسرائیل پر حکومت کرتی رہی۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے ملک کی اور اپنی قوم کی خدمت کرتی رہی۔ اب آئندہ بھی یہی کروں گی۔''

نومی نے اسے حکم دیا۔ ''تم ابھی مسلمانوں سے دشمنی ظاہر نہیں کرو گی۔ بڑی چاپلوسی سے کام کرو گی۔ ان کی بھی دوست بن کر رہو گی۔ کیونکہ تمہاری بیٹی انوشے ان کے پاس ہے۔''

الپا نے نومی کی مرضی کے مطابق کہا ''ہاں میں مسلمانوں سے یہ ظاہر دوستی رکھوں گی لیکن دل پر پردہ عداوت رہے گی۔ میں انہیں اس بات پر قائل کروں گی کہ میں یہودی ہوں۔ لہٰذا اپنی قوم کی خدمت کے لیے اسرائیل میں ہوں اور وہیں رہوں گی۔''

نومی نے کہا ''انوشے تمہاری بیٹی ہے اس نے ایک یہودی ماں کی کوکھ میں پرورش پائی ہے۔ لہٰذا اسے تمہارے پاس رہنا چاہیے۔ تم بہت آہستہ آہستہ بڑی حکمتِ عملی سے بیٹی کو اپنی طرف لے آؤ گی پھر اسے کبھی بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانے دو گی۔''

الپا نے کہا ''میں ابھی اسے بابا صاحب کے ادارے میں رہنے دوں گی۔ سال رواں سے اسے ٹیلی پیتھی سکھائی جائے گی اور دوسرے علوم بھی سکھائے جائیں گے۔ میں مناسب وقت کا انتظار کرتی رہوں گی پھر اسے بڑی چالاکی سے اپنے پاس لے آؤں گی۔''

''تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہودی اکابرین پر حکومت کرو گی۔ ان کے احساسات' جذبات اور خیالات پر تمہارا اختیار رہے گا لیکن تم میرے اختیار میں رہو گی۔''

اس نے ایک مخصوص لب و لہجہ اس کے دماغ میں نقش کیا اور حکم دیا ''تم اس لب و لہجے کی پابند رہو گی۔ جب بھی اس لہجے میں تمہیں کوئی حکم دیا جائے گا۔ تم فوراً اس کی تعمیل کرو گی۔''

نومی کرسٹل نے ہر پہلو سے اس پر بڑا ہی مستحکم تنویمی عمل کیا اور یہ طے کیا کہ ہر ہفتے کی رات اس پر مزید تنویمی عمل

کرتی رہے گی تاکہ اس کا دماغ کبھی کسی کے زیر اثر نہ آسکے۔ وہ صرف اس کی معمولہ اور تابعدار بن کر رہا کرے۔

الپا جب تنویمی نیند سے بیدار ہوئی تو اس نے خود کو ایک چھوٹے سے خوبصورت سے بنگلے میں پایا۔ وہ اپنے بارے میں سوچنے لگی۔ اس کے دماغ نے یہی بتایا کہ وہ سونیا کے پاس سے چلی آئی ہے اور آئندہ ان تمام مسلمانوں سے دور رہا کرے گی۔

وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ایسے وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان خوبصورت سی عورت اندر آگئی۔ اس نے مسکرا کر اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''میرا نام نومی کرسٹل ہے۔''

الپا نے اس سے مصافحہ کیا۔ وہ بولی'' میں تمہاری میزبان بھی ہوں اور دوست بھی۔ ہم ہمیشہ ساتھ رہا کریں گی۔''

اس نے اپنی ایک ڈمی الپا کے پاس بھیج دی تھی تاکہ اس کے روبرو رہ کر گفتگو کرتی رہے۔ اس نے کہا'' تم غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر فریش ہو جاؤ پھر ہم کھانے کی میز پر باتیں کریں گے۔ ہمیں چند اہم منصوبوں پر بڑے آرام سے عمل کرنا ہے اور کامیابیاں حاصل کرنی ہیں۔''

اس نے الپا کو اس کمرے کی الماریاں کھول کر دکھائیں۔ اس میں اس کے طرح طرح کے ملبوسات تھے اور اس کی ضرورت کی ہر چیز وہاں موجود تھی۔ ڈمی کرسٹل نے کہا'' تمہیں جن چیزوں کی ضرورت ہوگی' وہ فوراً ہی مہیا کردی جائیں گی۔ فی الحال ان سے کام چلاؤ۔''

الپا ایک لباس لے کر واش روم میں چلی گئی پھر غسل کرنے کے دوران میں نومی کرسٹل کی مرضی کے مطابق سوچنے لگی۔'' یہ اچھا ہوا کہ میں سونیا کے کالج سے چلی آئی۔ اب مجھے ان سب سے دور رہ کر اپنی یہودی قوم کی بہتری کے لیے سوچنا چاہیے اور اپنی تدابیر پر عمل کرنا چاہیے۔''

اس کا ذہن اور سوچ بدل چکی تھی۔ مزاج بدل چکا تھا۔ اب وہ پھر سے ایک کٹر یہودی بن چکی تھی۔ نومی کرسٹل کے تنویمی عمل کے مطابق اس کے اندر یہ بے چینی پیدا ہوگئی تھی کہ جلد از جلد وہاں سے اسرائیل جانا چاہیے۔ وہ باتھ روم سے باہر آکر ڈمی کرسٹل سے بولی۔'' میں کھانے سے پہلے ایک ذرا خیال خوانی کروں گی اور اپنے لیے کسی بھی پہلی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کراؤں گی۔ میں یہاں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ جتنی جلدی ہو سکے اسرائیل جانا چاہتی ہوں۔''

ڈمی کرسٹل نے اس کے سامنے ایک لفافہ رکھتے ہوئے کہا۔'' اس میں تمہارا نیا پاسپورٹ اور جہاز کا ٹکٹ بھی موجود ہے۔ ہم دونوں کل صبح آٹھ بجے کی فلائٹ سے تل ابیب جائیں گی۔''

وہ خوش ہو کر لفافے میں سے ٹکٹ وغیرہ نکال کر دیکھتے ہوئے بولی۔'' تم تو میری ٹیلی پیتھی سے بھی زیادہ تیز ہو۔ میری خیال خوانی سے پہلے ہی سارے انتظامات کر چکی ہو۔''

ڈمی کرسٹل نے مسکرا کر کہا۔'' اب آرام سے کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد یہودی اکابرین سے رابطہ کرو۔ انہیں بتاؤ کہ کل صبح یہاں سے روانہ ہوگی اور گیارہ بجے تل ابیب پہنچ جاؤ گی۔ وہاں تمہارا جو ذاتی شاندار محل ہے وہاں پھر سے سیکورٹی کے انتظامات کیے جائیں۔''

وہ کھانا شروع کرتے ہوئے بولی۔'' ٹھیک ہے! میں ابھی کھانے کے بعد ان سے رابطہ کروں گی۔''

''کیا تم جانتی ہو کہ اسرائیل میں دو نقلی انابیلا ایک دوسرے سے لڑ رہی ہیں اور تمہاری چھوڑی ہوئی اقتدار کی کرسی پر قبضہ جمانے کی کوششیں کرتی رہی ہیں؟ آئندہ بھی وہ یہی کریں گی۔''

''میں یہودی اکابرین سے رابطہ کروں گی تو وہ مجھے ان دونوں کے بارے میں ضرور بتائیں گے۔''

''ان سے پہلے میں تمہیں بتا رہی ہوں۔ تم نے ارناکوف کے دماغ میں جگہ بنائی تھی لیکن اس کے مکمل خیالات پڑھنے کا تمہیں موقع نہیں ملا تھا۔ دراصل ارناکوف نقلی انابیلا بن کر اسرائیل پر حکومت کرنا چاہتی ہے۔''

الپا نے پوچھا'' دوسری نقلی انابیلا کون ہے؟''

وہ مسکرا کر بولی'' وہ میں ہوں۔ میں اب بھی وہاں اقتدار حاصل کرنے کا ڈراما پلے کروں گی اور ارناکوف سے مقابلہ کرتی رہوں گی۔''

الپا نے پوچھا'' اس کی کیا ضرورت ہے؟ ارناکوف کا دماغ میری مٹھی میں ہے میں ابھی اسے کچل سکتی ہوں۔''

ڈمی کرسٹل نے مسکرا کر کہا'' میں بھی اسے کچل سکتی ہوں لیکن مصلحت اندیشی یہ ہے کہ وردان اس کے دل و دماغ کا مالک ہے وہ اس کی معمولہ اور تابعدار ہے اور میں اس کے ذریعے وردان کو ٹریپ کرنا چاہتی ہوں۔''

الپا نے کہا'' ادھر پارس بھی دارجلنگ میں ہے اور ارناکوف کی نگرانی کر رہا ہے وہ اس کے ذریعے وردان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔''

''میں وردان کی موت نہیں چاہوں گی۔ وہ زندہ رہے گا۔ میں اس کی ٹیلی پیتھی..... اور اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہوں۔''

''اگر ارنا کوف زندہ رہے گی تو انابیلا بن کر خواہ مخواہ رکاوٹیں پیدا کرے گی۔''

''وہ عارضی طور پر ایسا کرے گی۔ میں بھی پہلے کی طرح انابیلا بن کر اس کا مقابلہ کروں گی اور تم وہاں سے ہم دونوں کو بھگا کر یہودی اکابرین کا اعتماد حاصل کرلو گی۔''

وہ دونوں کھانے کے بعد ڈرائنگ روم میں آگئیں۔ ملازمہ نے ان کے سامنے کافی لا کر رکھی۔ ڈمی کرسٹل نے کہا'' تم یہودی اکابرین سے رابطہ کرو۔ میں ارناکوف کے اندر تحریک پیدا کروں گی کہ وہ انابیلا بن کر جائے۔ ادھر سے میں انابیلا بن کر وہاں پہنچوں گی۔ ہم پہلے کی طرح ایک دوسرے سے لڑتی جھگڑتی رہیں گی اور تم وہاں اپنا کام کرتی رہو گی۔''

الپا نے کافی اٹھائی۔ گرم گرم کافی کی ایک ہلکی سی چسکی لی۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے اسرائیلی آرمی کے اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر بولی۔'' میں الپا بول رہی ہوں۔ میں نے کئی اکابرین کے خیالات پڑھے ہیں۔ ان کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ دو نقلی انابیلا تم سب کے پاس آتی ہیں اور وہاں میری جگہ لینے کی کوششیں کرتی رہتی ہیں۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا'' ہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والیاں خود کو انابیلا کہتی ہیں اور ہمیں بری طرح الجھاتی رہتی ہیں۔ ہم نے صاف کہہ دیا ہے کہ وہ خود ہی آپس میں فیصلہ کریں کہ ان میں سے اصلی انابیلا کون ہے؟ جب تک ان میں سے ایک فراڈ ثابت نہیں ہوگی۔ تب تک ہم دوسری کو اصلی انابیلا نہیں سمجھیں گے۔''

الپا نے کہا'' میں ایسی ورجنوں انابیلا کا قصہ ختم کرنے آئی ہوں۔ تمام اکابرین سے کہو کہ کانفرنس ہال میں جمع ہو جائیں۔ میں بہت ضروری باتیں کرنے والی ہوں۔ ابھی جارہی ہوں آدھے گھنٹے بعد کانفرنس ہال میں تمہارے پاس آؤں گی۔''

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر کافی پینے لگی۔ اس نے نظریں اٹھا کر ڈمی کرسٹل کو دیکھا۔ وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھی ہوئی تھی۔ نومی کرسٹل نے اسے اس طرح بٹھا دیا تھا' جیسے وہ خیال خوانی میں مصروف ہو۔

اصل نومی اس وقت ارناکوف کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ پتا چلا کہ وردان اس سے دور ہو گیا ہے۔ کبھی کبھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتا ہے۔ وعدہ کرتا ہے کہ دو چار دنوں میں اس کے پاس آئے گا۔ لیکن آتا نہیں ہے۔

نومی نے اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ اسے انابیلا بن کر اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کرنا چاہیے اور اس سلسلے میں وردان سے مشورہ کرنا چاہیے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے وردان کے پاس پہنچ کر کہا'' میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

یہ کہتے ہی وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وردان نے اس کے پاس آکر پوچھا'' کیا کہنا چاہتی ہو؟''

وہ بولی'' تم کہاں مصروف رہتے ہو۔ کیا مجھے اسرائیل میں الپا کی جگہ حاصل نہیں کرنے دو گے؟''

اس نے کہا۔'' میرے ستارے گردش میں ہیں۔ جہاں بھی قدم رکھتا ہوں وہاں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ میں نے فرہاد اور اس کی بیٹی اعلیٰ بی بی وغیرہ کو ٹریپ کرنا چاہا تھا مگر ناکام رہا پھر میں نے ان جڑواں بہنوں جمیلہ اور نبیلہ کو حاصل کرنا چاہا۔ وہاں بھی فرہاد کا بیٹا پارس پہنچ گیا۔ میں ان بہنوں کو حاصل کرنے میں بُری طرح ناکام رہا ہوں۔''

''میں حیران ہوں تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ شمالی ہندوستان میں وسیع ذرائع کے مالک ہو۔ تم نے کتنے ہی حکمرانوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا ہے۔ اگر تم اپنے ہی ملک اور اپنے ہی علاقے میں پارس کو شکست نہیں دو گے اور ان جڑواں بہنوں کو حاصل نہیں کرسکو گے تو یہ تمہاری بہت بڑی کمزوری سمجھی جائے گی۔ اس طرح تو فرہاد تمہاری شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔''

''حالات یہی کہہ رہے ہیں' جو تم کہہ رہی ہو۔ فرہاد واقعی نیپال میں میری شہ رگ تک پہنچ گیا تھا۔ میری قسمت اچھی تھی کہ میں اس کے ہاتھ آنے سے پہلے ہی وہاں سے نکل بھاگا تھا۔''

''اگر تم کسی طرح پارس کو ٹریپ کرو' اسے اپنا قیدی بنا لو تو فرہاد کی بہت بڑی کمزوری تمہارے ہاتھ آجائے گی۔''

''میں کیا اسے ٹریپ کروں گا۔ جن جڑواں بہنوں کو حاصل کرنا چاہتا تھا' پارس نے انہیں غائب کر دیا ہے۔ پتا نہیں کب انہیں اغوا کیا گیا اور انہیں کہاں چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے انہیں تلاش کر رہے ہیں لیکن ان کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔''

''تم شیوانی کے پاس جانے والے تھے۔ کیا اسی کے پاس ہو؟''

''میرا دماغ خراب نہیں ہوا ہے کہ میں ایسے برے حالات میں شیوانی کے پاس جاؤں اور پھر ایک بار فرہاد کو اپنی شہ رگ تک پہنچنے کا موقع دوں۔ میں بہت محتاط ہو گیا ہوں۔

اپنی خفیہ پناہ گاہ میں ہوں۔ یہاں کا پتا ٹھکانا میرا کوئی خاص ماتحت اور خاص باڈی گارڈ بھی نہیں جانتا ہے۔ آج کل میں بالکل تنہا رہتا ہوں۔''

''فرہاد اور اس کا بیٹا دونوں ہی تمہیں ہر طرف سے پریشان کررہے ہیں۔ تم بری طرح الجھ گئے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اسرائیل جاکر انابیلا کا رول ادا نہیں کرنا چاہیے۔''

''تم میرے موجودہ حالات کو اچھی طرح سمجھ رہی ہو۔ میں فی الحال ان اسرائیلی اکابرین کے معاملات میں نہیں پڑوں گا۔ کوئی نئی الجھن اپنے لیے پیدا نہیں کروں گا۔ تم اپنے طور پر جو کرسکتی ہو کرو۔ میں تمہیں خیال خوانی کرنے کی آزادی دے رہا ہوں۔''

''پتا نہیں وہ دوسری انابیلا کون ہے۔ اب تک تو یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ وہ الپا ہے یا پھر کوئی نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی پُراسرار عورت ہے۔ تم میری مدد کرو گے تو میں اسے بے نقاب کرسکوں گی۔ ہوسکتا ہے کہ تم میرے کام آنے کے دوران میں اس انابیلا کو ٹریپ کرسکو۔ اس طرح ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی تمہاری گرفت میں آجائے گی۔''

نومی کرنل چاہتی تھی کہ ارنا کوف کسی بھی طرح وردان کو مجبور کرے اور اسے اپنے ساتھ اسرائیلی اکابرین کے معاملات میں لگائے رکھے۔ وہ نومی کی مرضی کے مطابق بولی۔ ''تم فرہاد اور پارس کے معاملات میں بُری طرح الجھے ہوئے ہو۔ میرا مشورہ ہے کہ ان دونوں کو فی الحال بالکل ہی نظر انداز کردو۔ جس خفیہ اڈے میں چھپے ہو وہاں خاموشی سے چھپے رہو اور مجھے کسی بھی طرح اسرائیل میں الپا کی کرسی پر بٹھادو۔''

وہ بولا ''سوری..... اس وقت میرے سامنے شطرنج کی بساط بچھی ہوئی ہے۔ اس بساط میں جتنے مُہرے ہیں ان کے نام ہیں۔ فرہاد، پارس، شیوانی، ارنا کوف اور وہ جڑواں بہنیں جو اب جسمانی طور پر الگ الگ ہوگئی ہیں۔ میں ان سب مُہروں کو اپنی بساط پر اِدھر سے اُدھر چلا رہا ہوں۔ ان کی جگہ بدل رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ کن حالات میں کیا ہوسکتا ہے۔ تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ میں ابھی تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔ تم جاؤ خود ہی انابیلا بن کر اپنے لیے کچھ کرسکتی ہو تو ضرور کرو۔''

نومی اس کی سوچ پڑھ رہی تھی۔ وہ یہ طے کررہی تھی کہ ابھی انابیلا بن کر اسرائیلی اکابرین کے پاس جائے گی۔ اس نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ آدھے گھنٹے بعد اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کرے۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی ڈمی کرنل کے پاس آگئی۔ وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر الپا کو دیکھا پھر نومی کرنل کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''ارنا کوف آدھے گھنٹے بعد اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کرے گی۔''

الپا نے کہا ''میں نے بھی انہیں آدھے گھنٹے کا وقت دیا تھا۔ بیس منٹ گزر چکے ہیں۔ میں دس منٹ بعد ان سے رابطہ کرنے والی ہوں۔ یہ مناسب رہے گا کہ پہلے میں ان لوگوں کو کسی حد تک اپنے اعتماد میں لے لوں۔ تم کوشش کرو کہ ارنا کوف اس سے پہلے وہاں نہ پہنچے۔''

''میں اسے مناسب وقت پر وہاں پہنچاؤں گی۔ تم اطمینان سے اپنا کام کرتی رہو۔ آج کل وردان بہت پریشان ہے۔ وہ فرہاد اور پارس سے، کسی حد تک دہشت زدہ ہوکر روپوش ہوگیا ہے۔ ان سے نمٹنے کے لیے منصوبے بنا رہا ہے۔ ہمیں اس کم بخت تک پہنچنے کا جلد از جلد کوئی راستہ نکالنا ہوگا۔''

''کیا وہ ارنا کوف کے معاملے میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے؟ تم نے کہا تھا کہ اس کے ذریعے کسی طرح اسے ٹریپ کیا جائے گا۔''

''ابھی وہ بری طرح الجھا ہوا ہے۔ صرف فرہاد سے نمٹنا چاہتا ہے۔ میں اسے کسی نہ کسی طرح اسرائیلی اکابرین کے معاملات میں الجھاؤں گی۔''

الپا نے گھڑی دیکھی پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ گئی۔ وہ سب کانفرنس ہال میں موجود تھے۔ وہاں ایک حاکم کی لیڈی سیکرٹری تھی۔ الپا نے اس کی آواز سن کر اسے اپنی آلۂ کار بنالیا پھر اس کے ذریعے بولی۔ ''میں الپا ہوں۔ اس لیڈی سیکرٹری کے اندر رہ کر تم سب سے باتیں کروں گی۔''

ایک حاکم نے کہا۔ ''بے شک۔ ہم تم سے باتیں کریں گے۔ لیکن اس سے پہلے یہ کہہ دیں کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے آگے مجبور ہیں۔ اب سے پہلے ارنا کوف، انابیلا، اوازون اور ولاڈی میر ہمارے پاس آتے رہے۔ ہمیں بار بار کانفرنس ہال میں بلا کر پریشان کرتے رہے۔''

ایک آرمی افسر نے کہا ''پچھلے دنوں اچانک دو نقلی انابیلا پیدا ہوگئیں۔ وہ دونوں تمہاری چھوڑی ہوئی جگہ حاصل کرنے کے لیے آپس میں لڑتی رہیں اور ہمیں نقصان پہنچاتی رہیں۔ ان کے جھگڑوں میں ہمارے کئی آرمی افسران مارے گئے

ہیں۔''

ایک حاکم نے کہا ''میڈم الپا! آج آپ ہم سے باتیں کرنے آئی ہیں۔ اب سے پہلے آپ ہم سے بدظن ہوکر یہاں سے گئی تھیں۔ آپ نے مسلمانوں سے دوستی کی ہے تو ہم پر یہ مصیبتیں آرہی ہیں۔ نہ جانے کیسے کیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں مجبور کرتے رہتے ہیں۔ یہاں آکر ہمارے دماغوں پر حکمرانی کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کیسی کیسی حکمتِ عملی سے اپنا بچاؤ کرتے ہیں یہ ہم جانتے ہیں اور ہمارا خدا جانتا ہے۔''

ایک اور حاکم نے کہا ''آپ ہمارے دماغوں میں چلی آتی ہیں۔ ہمارے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کرسکتی ہیں کہ ہم کس قدر پریشان ہوگئے ہیں۔ آئندہ اپنے بچاؤ کے لیے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مدد حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ایسا کرنے سے ہمیں ان امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دباؤ میں رہنا پڑے گا۔''

ایک اور حاکم نے کہا۔ ''لیکن کیا کیا جائے؟ امریکا چونکہ ہم سے قریب ہے اور ہماری آپس میں اچھی خاصی دوستی رہتی ہے اس لیے ہم ان امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو برداشت کرلیں گے لیکن یہ بار بار آنے والے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کبھی برداشت نہیں کریں گے۔ انہیں یوں آزادی سے ہمارے درمیان آکر پریشان کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔''

وہ سب باری باری بولتے رہے اور الپا خاموشی سے سنتی رہی۔ آخر میں ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ''ہم اپنی تمام مشکلات تمہارے سامنے پیش کررہے ہیں اور یہ بھی بتا رہے ہیں کہ آئندہ اپنی سلامتی اور سکون کے لیے کیا کرنے والے ہیں۔ اگر تم مسلمانوں کی طرف سے ہمیں دھمکی دینے آئی ہو تو دھمکیاں دے کر چلی جاؤ۔ ہم وہ بھی سن لیں گے۔ کیونکہ ہم تمہارا یا کسی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔''

الپا نے کہا ''آپ لوگوں نے اپنی اپنی باتیں کہہ دیں۔ اب میری بھی سن لیں۔ میں مسلمانوں سے مایوس اور بدظن ہو کر یہاں آئی ہوں۔''

اس کی یہ بات سنتے ہی سب چونک گئے۔ ذرا سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔ وہ بولی ''میری اس بات کا ابھی آپ سب کو یقین نہیں ہوگا لیکن میں اپنے عمل سے یقین ضرور دلاؤں گی۔ آپ حضرات پہلے میرے اُن حالات پر سنجیدگی سے غور کریں کہ میں یہاں سے بدظن ہوکر کیوں گئی تھی؟''

وہ ذرا چپ ہوئی پھر بولی ''آپ حضرات سے پہلے یہاں جو لوگ ان عہدوں پر فائز تھے اور یہاں کے اکابرین بنے ہوئے تھے انہوں نے مجھ سے دشمنی کی تھی۔ میں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے انہیں ٹیلی پیتھی سکھائی اور وہ سیکھنے کے بعد میرے ہی دشمن ہوگئے۔ یہاں سے میرے قدم اکھاڑنے لگے۔ مجبوراً مجھے اپنی جان کی سلامتی کے لیے یہاں سے جانا پڑا پھر میں یہاں سے گئی تو مسلمانوں کی جھولی میں گر گئی۔ کیونکہ وہاں میری ایک ہی بیٹی انوشے ہے اور میں اسے حاصل کرنا چاہتی تھی۔''

وہ سب خاموشی سے اس کی باتیں سن رہے تھے اور لیڈی سیکرٹری کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے الپا کو دیکھ رہے ہوں۔ وہ بول رہی تھی۔ ''غلطی میری بھی تھی کہ میں مسلمانوں کی حمایت کرنے لگی تھی اور غلطی یہاں کے سابقہ اکابرین کی بھی تھی جنہوں نے مجھے دل برداشتہ ہوکر یہاں سے بھاگنے پر مجبور کردیا تھا۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ''اب وقت آگیا ہے کہ ہم سب اپنی اپنی غلطیوں کا احساس بھی کریں اور اعتراف بھی کریں پھر اپنی غلطیوں کی تلافی بھی کریں۔ میں تو ہار پہنچا کر تلافی کرنے آئی ہوں۔ آپ حضرات کیا کہتے ہیں؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ''تمہاری یہ باتیں سن کر ہمیں خوشی ہورہی ہے۔ ہمارے اندر ایک نیا حوصلہ پیدا ہورہا ہے لیکن ہم پچھلے کئی برسوں سے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے دھوکا کھا رہے ہیں۔ کتنی ہی ٹیلی پیتھی جاننے والیاں الپا بن کر ہمارے پاس آئی تھیں اور ہمیں دھوکا دیتی رہی تھیں۔ ابھی ہم کیسے یقین کریں کہ تم الپا ہو؟''

ایک آرمی افسر نے کہا ''تم نے یہ کہہ کر خوش کیا ہے کہ مسلمانوں سے بدظن ہوکر آئی ہو۔ بس کسی طرح یہ ثابت کردو کہ تم واقعی الپا ہو۔''

وہ بولی ''چونکہ میرے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ میری نیت صاف ہے۔ میں دھوکا نہیں دینا چاہتی اس لیے خود آپ لوگوں کے پاس آرہی ہوں۔ یہاں میری کل صبح آٹھ بجے کی فلائٹ ہے۔ میں وہاں گیارہ بجے تل ابیب پہنچ جاؤں گی۔ میری سچائی کا اور میری حُبّ الوطنی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ میں خود کو آپ لوگوں کے سامنے پیش کرنے آرہی ہوں۔''

وہ سب اس کی باتیں سن کر خوش ہورہے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ اعلیٰ حاکم نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا ''پلیز۔ آپ حضرات ذرا خاموش

رہیں۔ میں آپ سب کی طرف سے الپا کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ بے شک اس سے بڑا ثبوت کوئی اور نہیں ہوگا کہ وہ خود یہاں آ کر ہمارے درمیان رہیں گی۔''

وہ بولی ''میں آ رہی ہوں لیکن میری سلامتی کی بہت بڑی ذمے داری آپ پر ہوگی۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ حضرات میں سے کتنوں کو ہی اپنا آلہ کار بنا کر مجھ پر حملے کرا سکتے ہیں۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا ''کل صبح سے ہماری آرمی کے جوان ایرپورٹ پر ریڈ الرٹ رہیں گے۔ ایرپورٹ سے لے کر آپ کے محل تک آرمی کے مسلح جوان سڑکوں کے دونوں طرف مستعد رہیں گے۔ عام ہوں یا خواص کسی کو ان راستوں کے قریب نہیں آنے دیں گے۔ جہاں سے آپ گزرتی رہیں گی۔''

دوسرے آرمی افسر نے کہا۔ ''ہم اکابرین بھی اس وقت تک آپ سے ملاقات نہیں کریں گے۔ جب تک آپ خود نہیں چاہیں گی۔ محل کے اندر اور باہر جدید الیکٹرونک آلات نصب کیے جائیں گے۔ ایک پرندہ بھی وہاں پر نہیں مار سکے گا۔''

آرمی کے ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا ''آپ اس وقت سے لے کر یہاں اپنی آمد تک خیال خوانی کے ذریعے تمام انتظامات کی نگرانی خود کر سکتی ہیں اور اطمینان حاصل کر سکتی ہیں۔''

''میں اب سے ایک گھنٹے بعد یہی کروں گی اور سیکورٹی کے ایک ایک پہلو پر بہت کڑی نظر رکھوں گی۔ جہاں اعتراض ہوگا وہاں میں غلطیوں اور کوتاہیوں کی نشان دہی کرتی رہوں گی۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ''کل کا دن اسرائیل کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہوگا۔ ہمارے ملک کو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات مل جائے گی اور ہمیں ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں مدد حاصل کرنے کے لیے امریکا کے آگے جھکنا نہیں پڑے گا۔''

''اب میں اپنی قوم کو اور اپنے اکابرین کو کسی کے سامنے جھکنے نہیں دوں گی۔ ہم سر بلند ہو کر دنیا کے نقشے پر نمایاں مقام حاصل کریں گے۔''

ایسے وقت نومی نے اس کے اندر آ کر پوچھا۔ ''الپا! کیا ارنا کوف کو بھیجا جائے؟''

''ہاں۔ میں نے ان سب کا اعتماد حاصل کر لیا ہے۔ اسے آنے دو۔''

ارنا کوف بڑی دیر سے خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتی تھی۔ نومی نے اسے روک رکھا تھا۔ جب اس کے دماغ کو ڈھیل دی گئی تو وہ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے حاکم کی لیڈی سیکرٹری کے اندر پہنچ کر بولی ''میں اس عورت کے ذریعے انا بیلا بول رہی ہوں۔''

ایک آرمی افسر نے کہا ''یہ مردہ انا بیلا پھر زندہ ہو کر آ گئی ہے۔ یہ مرنے کے بعد خود پریشان ہو رہی ہے اور ہمیں بھی پریشان کر رہی ہے۔''

''میں پریشان کرنے نہیں' فائدہ پہنچانے آئی ہوں۔ ہمیشہ سے میرے جذبات یہی رہے ہیں کہ میں اپنی یہودی قوم کی خدمت کرتی رہوں لیکن پتا نہیں وہ کون فراڈ انا بیلا ہے جو میرے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرتی رہتی ہے؟''

اسی وقت نومی نے ایک اور لیڈی سیکرٹری کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ ''میں اصلی انا بیلا بول رہی ہوں۔ یہ فراڈ عورت مجھے فراڈ کہہ رہی ہے۔ جب کہ یہ کبھی خود کو اصلی انا بیلا ثابت نہیں کر سکے گی۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ''جب ایک آتی ہے تو دوسری بھی چلی آتی ہے۔ پتا نہیں انہیں کیا بیماری ہے؟''

دوسرے نے کہا۔ ''تم دونوں ہماری بات سنو۔ ہمیں تم میں سے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری میڈم الپا واپس آ گئی ہیں۔ انہوں نے اپنی چھوڑی ہوئی جگہ خود ہی پر کی ہے۔ لہٰذا اب یہاں کسی کے لیے کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔''

ارنا کوف نے کہا ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ الپا تو مسلمانوں کی حمایتی ہے۔ اپنی بیٹی انوشے کی خاطر مسلمانوں کی گود میں بیٹھی رہتی ہے۔ وہ کیا آپ کے پاس آ کر پوری سچائی اور نیک نیتی سے اپنے ملک اور قوم کی خدمت کر سکے گی؟''

دوسری طرف سے نومی نے کہا ''ہرگز نہیں۔ الپا فراڈ ہے اور یہاں فراڈ کرنے آ رہی ہے۔ وہ مسلمانوں کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑے گی۔ میں حیران ہوں کہ آپ سب اس پر کس طرح بھروسا کر رہے ہیں؟''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا ''اس لیے بھروسا کر رہے ہیں کہ میڈم خود یہاں آ چکی ہیں۔ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ آئندہ یہ جسمانی طور پر ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گی تو ہم سے کس طرح فراڈ کریں گی؟ میڈم کے دل میں اپنے ملک اور قوم کی خدمت کا جذبہ ہے اس لیے یہ پوری سچائی کے ساتھ یہاں چلی آئی ہیں۔''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا ''اگر تم دونوں کے اندر ایسا ہی

سچا جذبہ ہے اور اپنے ملک و قوم کی خدمت کرنا چاہتی ہو تو الپا کی طرح یہاں جسمانی طور پر چلی آؤ۔''

ان دونوں کو چپ لگ گئی۔ نومی کو تو آنا ہی نہیں تھا۔ وہ الپا کے ذریعے پہلے ہی وہاں پہنچی ہوئی تھی۔ ارنا کوف نے تھوڑی دیر بعد کہا ''میں نہیں مانتی کہ الپا خود یہاں آ رہی ہے۔ وہ آپ سب سے فراڈ کر رہی ہے۔ اپنی کسی ڈمی کو الپا بنا کر بھیجے گی اور آپ سب دھوکا کھاتے رہیں گے۔''

ایک آرمی افسر نے کہا ''ہم نے تم سے اور دوسری انا بیلا سے بہت دھوکا کھایا ہے۔ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ تم دونوں نے ہمیں کتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ ہمارے کتنے ہی آرمی افسران تم دونوں کی وجہ سے مارے گئے ہیں۔''

ایک حاکم نے کہا ''ہم اس سلسلے میں زیادہ بحث نہیں کریں گے۔ اگر تم دونوں واقعی یہاں رہ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرنا چاہتی ہو تو خود جسمانی طور پر یہاں چلی آؤ۔ اگر تم میں سے کوئی اپنی ڈمی یہاں بھیجنا چاہے گی تو یہ بات الپا سے چھپی نہیں رہے گی۔ وہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دے گی۔''

نومی نے کہا ''الپا نے اسرائیل آ کر اور مسلمانوں کے خلاف ہو کر یہاں کے اکابرین کے دل جیت لیے ہیں۔ اب یہاں ہماری بات نہیں بنے گی۔ میں نہیں جانتی وہ دوسری انا بیلا کون ہے؟ بہرحال میں آج اسے براہ راست مخاطب کر رہی ہوں۔''

پھر اس نے اسے مخاطب کیا ''انا بیلا! ہم دونوں آپس میں لڑ رہی ہیں جس کے نتیجے میں الپا نے آ کر جگہ بنالی ہے۔ تمہارا ایک معاملے میں تم سے سمجھوتا کرنا چاہتی ہوں۔ کیا ہماری تمہاری رازداری سے ہو سکتی ہیں؟''

ارنا کوف نے کہا ''بے شک ہو سکتی ہیں۔ مجھے اپنے دماغ میں آنے دو پھر ہماری باتیں کوئی نہیں سن سکے گا۔''

''نہ میں تمہیں اپنے دماغ میں آنے دوں گی اور نہ ہی تم مجھ آنے کی اجازت دو گی۔ میں تمہیں ایک فون نمبر بتا رہی ہوں۔ اس کے ذریعے تم مجھ سے رابطہ کر سکتی ہو۔''

وہ فون نمبر بتانے کے بعد بولی ''میں جا رہی ہوں۔ تمہارا انتظار کروں گی۔''

ارنا کوف نے دماغی طور پر حاضر ہو کر نومی کے بارے میں سوچا۔ ''وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی پہلی بار رازداری سے بات کرنا چاہتی ہے۔ اچھا ہے اس سے کسی حد تک سمجھوتا ہو جائے۔ ہو سکتا ہے اس سے دوستی ہو جائے پھر اس کے

بارے میں ہمیں بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔''

اس نے وردان کے پاس جا کر کہا ''چند منٹ کے لیے میرے پاس آؤ بہت ضروری کام ہے۔''

وہ اس کے پاس آ کر بولا۔ ''کیا بات ہے؟''

وہ الپا کے بارے میں بتانے لگی کہ اس نے اسرائیلی اکابرین کا اعتماد حاصل کر لیا ہے اور اب وہ کسی بھی انا بیلا کو اہمیت نہیں دے رہے ہیں۔

وردان نے کہا ''کوئی بات نہیں' تم الپا کے خلاف محاذ قائم کرو۔ ہم رفتہ رفتہ وہاں سے اس کے قدم اکھاڑیں گے۔''

''اسی مقصد کے لیے وہ دوسری انا بیلا ہم سے سمجھوتا کرنا چاہتی ہے۔''

وردان نے چونک کر پوچھا ''کیا کہہ رہی ہو؟ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی جس نے مکاری کی انتہا کر دی ہے۔ ہم سے سمجھوتا کرنا چاہتی ہے؟''

''ہاں یہی بات ہے اس نے اپنا ٹیلی فون نمبر دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ اس نمبر پر میرا انتظار کرے گی۔''

وردان نے کہا ''پھر تو ہمیں اس سے ضرور بات کرنی چاہیے۔ پتا نہیں وہ کیا کہنا چاہتی ہے؟ لیکن میری عقل کہتی ہے کہ ہم سے دشمنی کرنے والی دوست بھی بن سکتی ہے اور ہم متحد ہو کر الپا کو وہاں سے بھگا سکتے ہیں۔''

''تو پھر میں اس کے نمبر پنچ کرتی ہوں۔ تم میرے پاس رہو۔''

''ذرا ٹھہرو۔ میں ابھی بہت مصروف ہوں۔ اسے فون کر کے یہ کہہ دو کہ تم آدھے گھنٹے بعد اس سے رابطہ کرو گی۔ میں آدھے گھنٹے میں اپنے کام سے نمٹ کر تمہارے پاس آؤں گا پھر اس سے باتیں ہوں گی۔''

وردان اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس وقت وہ ایک بڑی سی میز کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس میز پر ایک بڑی سی شطرنج کی بساط بچھی ہوئی تھی۔ وہ شطرنج، جوئش وِتویا، جنم کنڈلی اور ہاتھ کی ریکھاؤں سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے ہر خانے میں سانپ، بچھو، چمکتا ہوا سورج، کڑکتی ہوئی بجلی، انسان اور شیطان کی تصویریں تھیں۔

شطرنج کے سولہ خانوں میں مختلف مہرے رکھے ہوئے تھے۔ وہ مہرے میرے، سونیا کے، پارس، پورس، الپا، اعلیٰ بی بی، کبریا، شیوانی اور اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت کے ناموں سے منسوب کیے گئے تھے۔ ان مہروں کی مخالف صف میں ایک تنہا مہرہ رکھا ہوا تھا اور وہ مہرہ سوامی وردان وشوانا تھ

کے نام سے منسوب تھا۔ گویا وہ تنہا ہم سب کے مقابلے پر کھڑا ہوا تھا۔ کئی گھنٹوں سے ہمارے نام کے مہروں کو مختلف خانوں پر اِدھر سے اُدھر چلا رہا تھا اور خود بھی کبھی آگے بڑھ رہا تھا اور کبھی پیچھے ہٹ رہا تھا۔

میز کے ایک طرف کئی کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ تمام کتابیں پُراسرار علوم سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس وقت اس کے سامنے ایک کتاب کھلی ہوئی تھی۔ وہ اسے پڑھتا جا رہا تھا اور شطرنج کی بساط پر چالیں چلتا جا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک صفحے پر پہنچ کر رک گیا۔

وہاں لکھا ہوا تھا۔ ''جب اس کا شکار (شیوانی) بچھو والے خانے میں پہنچے گا تو سوریا دیوتا یعنی سورج دیوتا کے خانے میں ایک ننھا سا مہرہ آئے گا۔ وہ مہرہ ایک ننھا سا فتنہ ہو گا جو سوامی وردان وشوانا تھ کو بچھو کے خانے میں اپنے شکار کی طرف بڑھنے سے روکے گا' ہر قدم پر اس کے لیے مسائل پیدا کرے گا اور اس کے لیے مصیبت بنتا رہے گا۔''

وہ پریشان ہو کر کبھی سورج دیوتا کے خانے کی طرف دیکھ رہا تھا اور کبھی کتاب کا وہ صفحہ پڑھ رہا تھا۔ شطرنج کی بساط کے ایک طرف چھوٹے بڑے کئی مہرے رکھے ہوئے تھے۔ جو بہ وقت ضرورت اس بساط پر لائے جا سکتے تھے اور اب اس چھوٹے سے ننھے سے مہرے کی باری تھی کہ اسے بساط پر لایا جائے۔

اس نے اس مہرے کو اٹھا کر دیکھا اور سوچا ''اس چھوٹے سے مہرے کا مطلب یہ ہوا کہ جو بھی میرا مخالف آ رہا ہے وہ بہت کم عمر ہے۔ آخر وہ کتنا کم عمر ہو گا؟''

اس نے کتاب کی ایک سطر پر انگلی رکھتے ہوئے سوچا ''یہاں لکھا ہوا ہے۔ 'ننھا فتنہ.....''

اس کی کوئی عمر لکھی ہوئی نہیں تھی۔ اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہوا تھا۔ اس کی وضاحت ایک دوسری کتاب میں لکھی ہوئی تھی۔ اس نے تفصیلی معلومات کے لیے دوسری کتاب کو کھول کر دیکھا۔ وہ سب سیکڑوں برس پرانی کتابیں تھیں۔ ان کے اوراق پھٹے ہوئے تھے یا پھر بوسیدہ ہو گئے تھے۔ حروف مٹے مٹے سے تھے۔ اس دوسری کتاب میں جو وضاحت تھی وہ پڑھی نہیں جا رہی تھی۔ دو چار الفاظ واضح تھے۔ باقی سب دھندلا... گئے تھے۔ پڑھنے میں دقت محسوس ہو رہی تھی۔

اس نے کوشش کی لیکن پڑھ نہ سکا۔ یہ معلوم نہ کر سکا کہ وہ ننھا فتنہ کون ہے اور کہاں سے آئے گا؟ یہ تو جانتا تھا کہ شیوانی کا ایک بیٹا ہے جو بابا صاحب کے ادارے میں رہتا ہے۔ اس نے سوچا ''وہ تو صرف پانچ برس کا ہے۔ بھلا وہ پانچ برس کا بچہ کیا میرے لیے کیا مصیبت بنے گا؟''

اس نے اس بچے کو ذہن سے نکال دیا اور سوچنے لگا ''بے شک چھوٹے سے مہرے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کم عمر ہو گا لیکن ایسا بچہ بھی نہیں ہو گا۔''

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ذہن میں یہ بات آئی ''چھوٹے مہرے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ کم عمر ہو گا یہ بھی ہو سکتا ہے اس کا قد کم ہو گا۔ وہ بونا ہو گا مگر فتنہ پرور ہو گا۔ میرے خلاف فتنے برپا کرے گا۔ لیکن وہ کون ہو گا؟ خواہ مخواہ مجھ سے دشمنی کیوں کرے گا؟ کیا وہ شیوانی کا عاشق ہو گا۔ یا اس کا کوئی رشتے دار ہو گا؟ آخر اس بونے کا تعلق کس سے ہو گا؟''

وہ ایک جگہ رک کر سوچنے لگا ''اب تک میری جس سے بھی دشمنی ہوئی ہے۔ اس کا تعلق کسی نہ کسی طرح فرہاد علی تیمور سے ضرور رہا ہے۔ میں نے تین عجیب و غریب عورتوں سے تعلقات قائم کرنے کی کوششیں کیں۔ پہلی عورت ارنا کوف تھی پھر پتا چلا کہ فرہاد کالا جادو جاننے والے جادوگر دشمنوں کو ایک ایک کر کے ہلاک کر رہا ہے اور ارنا کوف کو بھی موت کے گھاٹ اتارنے والا ہے۔ اس طرح فرہاد سے میری عداوت شروع ہو گئی۔

دوسری عجیب و غریب عورت شیوانی ہے۔ میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن وہ بھی فرہاد کی رشتے دار نکلی۔ میں اسے حاصل کرنے کی دُھن میں بے موت مارا جانے والا تھا۔ میری تقدیر اچھی تھی کہ بچ نکلا۔ تیسری عجیب و غریب عورتوں میں وہ جڑواں بہنیں ہیں۔ انہیں میں بڑی آسانی سے حاصل کرنے والا تھا لیکن اچانک فرہاد کا دوسرا بیٹا پارس وہاں آ گیا۔

اب میں پھر شیوانی کی طرف بڑھنا چاہتا ہوں تو پھر پُراسرار علم کہہ رہا ہے کہ کوئی ننھا فتنہ میرے راستے کی رکاوٹ بننے والا ہے۔ کیا اس کا تعلق بھی فرہاد کی فیملی سے ہو گا؟''

وہ اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا۔ ''مجھے کسی طرح معلوم کرنا چاہیے کہ یہ نیا دشمن کون ہے؟ شاید الکا اگنی ہوتری کے خیالات پڑھنے سے شیوانی کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے گا۔''

اس نے الکا اگنی ہوتری یعنی شیوانی کے دماغ میں جھانک کر پوچھا۔ ''کیا تمہارا کوئی ایسا رشتے دار ہے جس کا قد چھوٹا ہو لیکن وہ بہت شریر ہو۔''

شیوانی نے اس کی آواز سن کر ناگواری سے منہ بنایا۔ کہا ''میرا کوئی ایسا رشتے دار نہیں ہے۔''

''ایسا کوئی تمہارا عاشق ہے؟''

''فضول باتیں نہ کرو۔ میں نے اپنی زندگی میں صرف ایک ہی شخص سے محبت کی ہے اور وہ ہے میرا پورس۔ وہی میرا محبوب ہے، وہی میرا جنم جنم کا ساتھی ہے۔''

وہ اس کے چور خیالات کے خانے کو اچھی طرح ٹٹولتا رہا لیکن یہ معلوم ہو سکا کہ وہ بونا شخص کون ہے اور کیوں اس کی مدد کے لیے آ رہا ہے؟

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ارنا کوف نے آ کر کہا۔ ''آدھا گھنٹا گزر چکا ہے۔ تم نے کہا تھا کہ ہم فون پر اس نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی سے باتیں کریں گے جو دوسری بیلا بن کر ہمارے مقابلے پر آئی ہے۔''

وردان کی الجھن ختم نہیں ہوئی تھی اور بڑھتی جا رہی تھی لیکن اس مخالفت کرنے والی چالباز انا بیلا سے بات کرنا بھی ضروری تھا۔ اس نے کہا ''میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ تم فون پر رابطہ کرو۔''

نومی کرسٹل ارنا کوف کے اندر تھی اور وردان سے ہونے والی باتیں سن رہی تھی پھر ارنا کو رف دماغی طور پر حاضر ہو کر موبائل پر نمبر پنچ کرنے لگی۔ وردان اس کے اندر آ گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی نومی نے اپنے فون پر بزر کی آواز سنی پھر اس کا بٹن دبا کر اسے کان سے لگاتے ہوئے بولی۔ ''ہیلو میں انا بیلا بول رہی ہوں۔''

ارنا کوف نے مسکرا کر کہا ''تم انا بیلا نہیں ہو اور میں بھی بیلا نہیں ہوں۔ کیا ہم اصلی ناموں سے متعارف نہیں ہو سکتیں؟''

''ضرور ہو سکتی ہیں۔ ابھی تو کچھ باتیں ہوں گی۔ اگر ہمارے درمیان کوئی سمجھوتا ہو گا۔ کسی حد تک اعتماد قائم ہو گا تو پھر ہم اصلی ناموں سے متعارف ہو سکیں گی۔''

ارنا کوف نے کہا ''ہم ایک دوسرے سے انجان تھے۔ صرف الپا کی چھوڑی ہوئی کرسی پر قبضہ جمانے کے لیے ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ اگر اقتدار کی اس کرسی کے سلسلے میں سمجھوتا ہو جائے تو ساری عداوت ختم ہو جائے گی۔''

نومی نے کہا ''تمہارا ٹارگٹ اسرائیل میں اقتدار کی کرسی ہے اور میرا ٹارگٹ فرہاد علی تیمور ہے۔ اگر اس سے نمٹنے کے سلسلے میں تم میری مدد کرو گی تو میں..... اقتدار کی کرسی حاصل کرنے کے سلسلے میں الپا کے خلاف تمہاری مدد کروں گی۔''

یہ بات سن کر وردان کی دلچسپی بڑھ گئی۔ ارنا کوف نے اس کی مرضی کے مطابق پوچھا۔ ''کیا فرہاد علی تیمور سے تمہاری پرانی عداوت ہے؟''

''نہیں ابھی تازہ تازہ دشمنی ہے۔ میں نے اس ٹیلی پیتھی کے پہاڑ کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ شاید تمہیں یقین نہ ہو وہ میرے مقابلے میں بڑے بڑے نقصانات اٹھا چکا ہے۔''

''تم کہہ رہی ہو تو ہم یقین کریں گے۔''

''تم اپنے ذرائع سے معلوم کر سکتی ہو۔ میں نے اس کے بیٹے پارس' اس کی بیٹی اعلیٰ بی بی اور اس کی پوتی انوشے کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا تھا۔ اس نے بڑی چالبازی سے اپنے بچوں کو رہائی دلائی۔ میری کامیابی کو ناکامی میں بدل دیا۔ اس کے باوجود میں کامیاب ہوں۔ اس کا ایک ایسا زبردست مہرہ میرے قبضے میں ہے کہ وہ دن رات تلملاتا رہتا ہے۔''

ارنا کوف نے وردان کی مرضی کے مطابق پوچھا۔ ''کیا تم بتا سکتی ہو کہ ایسا کون سا زبردست مہرہ ہے جس کی وجہ سے فرہاد تمہارے سامنے بے بس ہو گیا ہے؟''

''میں بتا رہی ہوں لیکن یقین کرنے کے لیے تم ابھی فرہاد سے رابطہ کر سکتی ہو۔ وہ میری اس بات کی تائید کرے گا کہ میں نے اس کی سب سے چہیتی لائف پارٹنر سونیا کو اغوا کر لیا ہے اور اسے ایسی جگہ قیدی بنا کر رکھا ہے جہاں اس کے فرشتے بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔''

ارنا کوف نے پوچھا۔ ''کیا مجھے تھوڑا سا وقت دو گی۔ میں ابھی تمہارے اس دعوے کی تصدیق کرنا چاہتی ہوں۔''

''بے شک جتنا وقت چاہو لے سکتی ہو۔''

''میں پھر آدھے گھنٹے بعد فون کروں گی۔''

''کوئی بات نہیں میں تمہارا انتظار کروں گی۔''

ارنا کوف نے فون بند کر دیا۔ وردان نے کہا ''مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی جس کا وجود چند روز پہلے تک نہیں تھا' اچانک ظاہر ہو کر فرہاد کو بڑے بڑے نقصانات پہنچا رہی ہے۔ اس کا یہ دعویٰ ناقابلِ یقین ہے کہ اس نے سونیا کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔ میں تو کیا ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کوئی بھی اس بات کا یقین نہیں کرے گا۔''

ارنا کوف نے پوچھا ''ہم اس کے اس دعوے کی کیسے تصدیق کریں؟''

وردان نے کہا ''وہ کہہ رہی تھی کہ ہم فرہاد سے اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے' سونیا کے اغوا کی بات صرف فرہاد جانتا ہو اور اس نے دوسروں سے یہ بات چھپا رکھی ہو۔''

''جب اس نے دوسروں سے یہ بات چھپائی ہو گی تو پھر ہم سے بھی چھپائے گا۔''

''ابھی ہم اس سے رابطہ کر کے معلوم کر لیتے ہیں۔''

''کیا خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ کرو گے؟''

''میں اس سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ اس نے مجھ پر جان لیوا حملہ کیا تھا۔ وہ میرا بدترین دشمن ہے۔ تم اس سے باتیں کرو۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''میں۔ میں اس سے باتیں کروں؟ تم جانتے ہو وہ میری جان کا دشمن ہے۔ مجھے ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔ میں اس سے رابطہ کروں گی تو وہ کسی نہ کسی طرح میرا سراغ لگا لے گا۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ پلیز مجھے یہ حکم نہ دو۔''

وردان نے سوچا۔ ''اگر اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی کا دعویٰ درست ہے اور اس نے سونیا کو قیدی بنا رکھا ہے تو پھر وہ میرے بہت کام کی عورت ہے۔ اس سے ہر حال میں دوستی کرنی ہوگی۔ لیکن پہلے معلوم کرنا ہوگا کہ وہ چالباز عورت واقعی اتنے پانی میں ہے کہ فرہاد کو ڈبو کر اپنا سر بلند کر سکتی ہے؟''

اس نے ارنا کوف سے کہا ''مجبوری ہے مجھے اس سے رابطہ کرنا ہی ہوگا۔ پتا نہیں وہ مجھ سے بات کرنا گوارا کرے گا یا نہیں پھر بھی میں اس کے پاس جا رہا ہوں۔ تم میرے اندر آ جاؤ۔''

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر میرے اندر پہنچا۔ میں نے پوچھا ''کون ہے؟''

''میں سوامی وردان وشوانا تھ بول رہا ہوں۔''

میں نے کہا ''واپس جاؤ اور اپنا موبائل فون آن رکھو۔''

میں نے سانس روکی۔ وہ باہر نکل گیا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر میز پر رکھے ہوئے موبائل فون کو دیکھنے لگا۔ ارنا کوف اس کے اندر تھی۔ وہ دونوں انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہی بزر سنائی دیا۔ اس نے فوراً ہی اسے اٹھا کر بٹن کو دبا کر کان سے لگایا پھر کہا ''میں سوامی وردان وشوانا تھ بول رہا ہوں۔''

''ہاں بولو! میرے پاس کیوں آئے تھے؟''

''ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایک نئی خیال خوانی کرنے والی کا اضافہ ہوا ہے، کیا تم اس کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟''

''بہت کچھ جانتا ہوں۔ تم کیا جاننا چاہتے ہو؟''

''اس نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ تمہیں بڑے بڑے نقصانات پہنچا چکی ہے اور اب بھی پہنچا رہی ہے۔''

''وہ درست کہہ رہی ہے۔ اس نے مجھے کئی بار مات دینے کی کوششیں کیں۔ بڑی حد تک کامیابیاں بھی حاصل کیں لیکن میں نے اس کی ہر کامیابی کو عارضی بنا دیا۔''

''کیا تم نے واقعی اس کی ہر کامیابی کو عارضی بنایا ہے؟''

میں نے پوچھا ''تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟''

''اس عورت نے ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے۔ جسے عقل تسلیم نہیں کرتی۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کوئی یہ نہیں مانے گا کہ کسی نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی نے سونیا جیسی شدزور عورت کو اغوا کیا ہے اور فرہاد علی تیمور کو بے بس بنا دیا ہے۔''

میں ایک ذرا چپ رہا پھر بولا ''تمہاری یہ بات اس حد تک درست ہے کہ اس نے سونیا کو اغوا کیا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کہ اس نے مجھے بے بس بنا دیا ہے۔ اب سے پہلے بھی اس نے میرے تین بچوں کو اغوا کیا تھا اور قیدی بنایا تھا لیکن میں نے اپنے تمام بچوں کو مکھن کے بال کی طرح اس کی گرفت سے نکال لیا تھا۔''

''بے شک۔ تم نے اسے ناکام بنا دیا لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ وہ تمہارے جیسے شدزور کے مقابلے میں کامیابیاں حاصل کر چکی تھی اور ابھی تمہاری سونیا اس کی قید میں ہے۔ کیا یہ تسلیم نہیں کرو گے کہ ایک نوآموز ٹیلی پیتھی جاننے والی تمہارے جیسے پہاڑ سے ٹکر لے رہی ہے اور سونیا سے زیادہ مکار ہے؟''

''یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ وہ سونیا سے زیادہ مکار ہے یا خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ تم نے اتنی باتیں پوچھیں۔ میں نے ساری باتیں سچ بتا دیں۔ اب تم بھی سچ بولو تمہاری وہ ارنا کوف اور شیوانی کہاں ہیں؟''

''وہ جہاں بھی ہیں۔ آئندہ تم ان کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکو گے۔ ایک بار اتفاق سے شیوانی کے ذریعے مجھ تک پہنچ گئے تھے۔ اب یہ حسرت تمہارے دل میں ہی رہ جائے گی۔''

''تم میری نہیں اپنی حسرتوں کی بات کرو۔ ان چڑیاں بہنوں تک نہ پہنچ سکے اور نہ ہی کبھی پہنچ سکو گے۔ رہ گئی شیوانی اور ارنا کوف تو وہ دونوں تمہاری دسترس میں ہیں۔ پھر بھی تم ان تک پہنچ نہیں پا رہے ہو۔ کیسی کیسی حسرتیں تمہارے دل میں ہیں اور ہر حسرت پر تمہارا دم نکل رہا ہے۔''

وردان نے فون بند کر دیا پھر نا گواری سے بولا ''اوہ خود تو ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے مقابلے میں ناکام ہو رہا ہے۔ الٹا مجھے طعنے دے رہا ہے۔''

پھر وہ ارنا کوف سے بولا ''تم میرے دماغ میں کہاں گھسی ہوئی ہو؟ واپس جاؤ۔''

''میں جا رہی ہوں۔ غصے میں نہ آؤ میرے پاس آ کر تھوڑی سی باتیں کر لو۔''

وہ اس کے اندر آ کر بولا ''ابھی تو مجھے تمہارے پاس

آنا ہی ہے اس ٹیلی پیتھی جاننے والی سے ضروری باتیں کریں گے۔ اب وہ میرے لیے بہت ضروری ہو گئی ہے۔ جو میرے دشمن کو شکست دے سکتی ہے۔ اسے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ سونیا کو قیدی بنا کر اس کا سر نیچا کر سکتی ہے۔ ایسی عورت میرے بہت کام آئے گی۔ میں ہر حال میں اسے دوست بنا چاہوں گا۔''

نومی خیال خوانی کے ذریعے مسلسل ارنا کوف کے اندر موجود تھی اور ان کی تمام باتیں سنتی جا رہی تھی۔ وہ جیسا چاہتی تھی۔ وردان اسی طرح اس کی طرف مائل ہو رہا تھا۔ ارنا کوف نے کہا ''میں نے آدھے گھنٹے بعد اس عورت سے رابطہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ کیا اس سے رابطہ کروں؟''

''ہاں کرو۔''

''وہ میرا نام اور میری اصلیت معلوم کرنا چاہے گی۔ مجھے کیا کہنا چاہیے؟''

''ہمیں اس سے دوستی کرنی ہے۔ ہم زیادہ عرصے تک اپنے آپ کو اس سے چھپا نہیں سکیں گے۔ لہٰذا اسے سچ بتا دیا جائے کہ ہم کون ہیں؟''

نومی سن رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کے فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے بٹن کو دبا کر اسے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو! میں بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ صرف یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میرے دعوے کی تصدیق ہو چکی ہے یا نہیں؟''

ارنا کوف نے کہا ''بے شک۔ تم نے سچ کہا تھا۔ فرہاد نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اس کی سونیا تمہاری قید میں ہے اور اس سے پہلے بھی تم اسے اچھا خاصا نقصان پہنچا چکی ہو۔ ہم تم سے بہت متاثر ہیں اور دل سے تمہاری قدر کرتے ہیں۔''

''ہم کا مطلب کیا ہوا؟ یعنی تم اکیلی نہیں ہو تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟''

''ہاں۔ ہم تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں اس لیے اپنے آپ کو نہیں چھپا ئیں گے۔ میرا نام ارنا کوف ہے۔''

وہ حیرانی ظاہر کرتے ہوئے بولی ''اوہ گاڈ! تم ارنا کوف ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم وردان وشوانا تھ کے حکم کے مطابق انا بیلا بنتی رہی تھیں اور اسی کے حکم کے مطابق مجھ سے رابطہ کر رہی ہو۔''

وہ بولی ''یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ میرے ساتھ سوامی وردان وشوانا تھ ہے؟''

''ذرا عقل سے سوچو۔ سونیا میری قید میں ہے۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر چکی ہوں۔ جو باتیں فرہاد کو معلوم ہوتی ہیں وہ سونیا کو معلوم ہوتی ہیں اور سونیا کو یہ معلوم ہوا ہے کہ وردان وشوانا تھ نے تمہیں اپنی معمولہ اور تابعدار بنا رکھا ہے اور فرہاد سے چھپا رکھا ہے کیونکہ وہ تمہیں قتل کر دینا چاہتا ہے۔ کیا میں درست کہہ رہی ہوں؟''

وہ بولی ''ہاں۔ میں سوامی وردان وشوانا تھ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ اس کی پناہ میں آ کر مجھے نئی زندگی مل رہی ہے۔''

پھر اس نے وردان کی مرضی کے مطابق کہا ''کیا تم ذرا دیر کے لیے اپنا فون بند کرو گی۔ وردان اپنے فون کے ذریعے تم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے میں فون بند کر رہی ہوں۔''

نومی اپنے فون کو بند کر کے فخر سے مسکرانے لگی۔ وہ جیسی چال چل رہی تھی اسی کے مطابق کامیابی حاصل ہوتی جا رہی تھی۔ اسے یقین ہو رہا تھا کہ اب وردان وشوانا تھ اس کے قریب آنا چاہے گا پھر وہ کسی نہ کسی طرح اس کی کمزوریوں تک بھی ضرور پہنچے گی۔

تھوڑی دیر بعد ہی فون کا بزر سنائی دیا۔ وہ اسے اٹھا کر بٹن دبا کر کان سے لگاتے ہوئے بولی ''ہیلو!''

''میں سوامی وردان وشوانا تھ بول رہا ہوں۔''

وہ مسکرا کر بولی ''تم میرے گھر نہیں آئے ہو لیکن میرے فون کے اندر پہنچ کر مجھ سے بول رہے ہو۔ میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔''

''میں سب سے پہلے تمہیں ان کامیابیوں کی مبارک باد دیتا ہوں جو تم نے فرہاد کے خلاف حاصل کی ہیں۔ تمہیں ہمارے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ اب اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔''

''میرا نام نومی کرسٹل ہے۔ میری ماں مر چکی ہے۔ باپ کا سایہ سر پر ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں اس کے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔''

''اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے بارے میں کچھ بتاؤ؟''

''میں صرف ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی۔''

''تمہارا کوئی تو ساتھی ہوگا۔ تم نے کوئی مضبوط ٹیم بنائی ہوگی؟''

''نہ میرا کوئی ساتھی ہے نہ میں نے کوئی ٹیم بنائی ہے۔ میں بالکل تنہا ہوں۔''

''تعجب ہے۔ بالکل تنہا ہو۔ صرف ٹیلی پیتھی جانتی ہو اور فرہاد کے سر پر ناچ رہی ہو۔ اتنی بڑی کامیابی تم نے کیسے

حاصل کی ہے؟''

''میرے گاڈ نے مجھے ذہانت دی ہے۔ میری ذہانت کو بھی غیر معمولی کہا جاسکتا ہے۔ میں ایسی ٹھوس پلاننگ کرتی ہوں کہ ناکامی کا چانس بہت کم رہ جاتا ہے۔''

''اگر میں تمہارا اکیلا پن دور کرنا چاہوں، تمہارا دوست بننا چاہوں تو کیا تم میری دوستی قبول کرو گی؟''

''مجھے بہت خوشی ہوگی۔ میں چاہتی ہوں کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں میرے ساتھی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں۔ تم سے دوستی کروں گی تو تمہارے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والی ارنا کوف بھی ہمارے ساتھ ہوگی۔ ہماری ایک مضبوط ٹیم بن جائے گی۔''

''مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہورہی ہے کہ تم بڑی ذہانت سے دوستی اور اتحاد کے لیے راضی ہورہی ہو۔ فون پر اتنی لمبی باتیں مناسب نہیں ہیں۔ کیا ہم خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے کے دماغ میں آسکتے ہیں؟''

''اتنی جلدی نہیں۔ جب رفتہ رفتہ ہمارے درمیان مکمل اعتماد پیدا ہوجائے گا تو ہم ایک دوسرے کے دماغ میں آتے جاتے رہیں گے۔ فی الحال کسی کو آلۂ کار بنا کر اس کے دماغ میں پہنچ کر باتیں کی جاسکتی ہیں۔''

''یہ مناسب تجویز ہے۔ تم نے ابھی ارنا کوف کی آواز سنی ہے۔ اس کا لب ولہجہ اختیار کرکے تم اس کے اندر آسکتی ہو۔ ہم وہیں باتیں کریں گے۔ میں فون بند کررہا ہوں۔''

وہ فون بند کرکے ارنا کوف کے پاس آگیا۔ اس سے پہلے نومی اس کے اندر رہ کر تمام باتیں سن رہی تھی۔ انہیں اس کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو ارنا کوف! ہیلو سوامی وردان دشوانا تھ! ہم دوستی کے پہلے مرحلے میں داخل ہوگئے ہیں۔ سوامی وردان نے بڑے اعتماد سے مجھے تمہارے اندر آنے کا موقع دیا ہے۔ وہ وقت جلد ہی آئے گا جب میں اور وردان ایک دوسرے کے دماغ میں آنے جانے لگیں گے۔''

وردان نے کہا ''یقیناً وہ وقت جلد آئے گا اور میں جلد سے جلد تمہارا اعتماد حاصل کرنے کی بھرپور کوششیں کرتا رہوں گا۔''

''فی الحال میں تمہارے کام آکر تمہارا اعتماد حاصل کررہی ہوں۔ تمہیں ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں۔''

وردان نے چونک کر پوچھا ''کیا مجھے کوئی خطرہ پیش آنے والا ہے؟''

''شیوانی سے دور رہو گے تو خطرات سے بھی دور رہو گے۔ فرہاد کا بیٹا پورس شیوانی کی مدد کے لیے انڈیا پہنچنے والا ہے۔''

وردان کے ایک پُراسرار علم نے بھی یہی کہا تھا کہ سورج دیوتا کے خانے میں ایک چھوٹا سا مہرہ آرہا ہے۔ اگر وردان شیوانی کی طرف جائے گا تو وہ مہرہ اس کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرتا جائے گا۔ اس نے نومی سے پوچھا۔ ''کیا فرہاد کے اس بیٹے کا قد چھوٹا ہے۔ کیا وہ بونا ہے؟''

''نہیں وہ اپنے باپ کی طرح قد آور ہے اور اپنی ماں سونیا کی طرح مکار ہے۔''

وہ بولا ''تو پھر مجھے اس سے کوئی خاص خطرہ نہیں ہے۔ میرا پُراسرار علم کہتا ہے کہ ایک ننھا فتنہ میرے مقابلے پر آئے گا۔ وہ میرے لیے مسائل پیدا کرے گا اور قدم قدم پر مصیبت بنتا رہے گا۔''

نومی نے کہا ''پھر تو وہ پورس کا بیٹا اور فرہاد کا پوتا عدنان ہوگا۔''

ارنا کوف نے کہا ''وہ تو بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔''

''مجھے سونیا کے خیالات نے بتایا ہے کہ عدنان اپنی ماں شیوانی سے ملنے کے لیے پورس کے ساتھ انڈیا جارہا ہے۔ دونوں باپ بیٹے بابا صاحب کے ادارے سے نکل چکے ہیں۔ وہ آج یا کل دہلی پہنچنے والے ہیں۔''

وہ بولا ''یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ وہ بچہ میرے لیے کیسے مصیبت بنے گا۔ جب کہ اس کا باپ قد آور اور شہ زور ہے۔ میرے سامنے مستقبل بینی کے لیے شطرنج کی بساط بچھی ہوئی ہے اور پُراسرار علوم کی کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ کتابیں کبھی جھوٹ نہیں کہتیں۔ ان کی سچائی کے باوجود مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ بھلا ایک چھوٹا سا بچہ میرے لیے مصیبت بنتا رہے گا۔ کیا یہ بتاسکتی ہو کہ اس کی عمر کیا ہوگی؟''

ارنا کوف نے کہا ''میں جانتی ہوں وہ تقریباً پانچ برس کا ہے لیکن بہت ہی خطرناک ہے۔ میں اور میرا ایک سوتیلا بیٹا ولاڈی میرا سے سونیا اور فرہاد سے چھین کر اپنے قبضے میں کرنا چاہتے تھے۔ وہ ہمارے لیے بہت اہم تھا۔ ہم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور کالے جادو کے ذریعے اس پر طرح طرح کے حملے کیے۔ لیکن ہر حملہ ناکام رہا۔ وہ ہر بار ہمیں ڈاج دیتا رہا اور نقصان پہنچاتا رہا۔''

وردان دشوانا تھ نے بے یقینی سے کہا ''میں حیران ہوں کہ پانچ برس کا بچہ ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں سے بچتا رہا۔ کالے جادو کا توڑ کرتا رہا۔ ایسے حملوں کے وقت یقیناً سونیا

اور فرہاد اس کی مدد کرتے رہے ہوں گے۔''

ارنا کوف نے کہا ''بالکل نہیں۔ وہ تنہا ہوتا تھا۔ اس کی ماں شیوانی، اس کا باپ پورس، اس کی دادی، دادا اور سونیا سبھی اسے ڈھونڈتے رہتے تھے اور وہ تنہا ہم سب کے چھکے چھڑاتا رہتا تھا۔ وردان! تم ابھی یقین نہیں کرو گے کہ وہ ننھا سا فتنہ کس قدر خطرناک ہے۔''

نومی نے کہا ''ارنا کوف درست کہہ رہی ہے۔ سونیا کے خیالات نے بھی مجھے یہی بتایا ہے۔ وہ بچہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اپنے ہوں یا پرائے سبھی کو نچلی کا ناچ نچاتا رہتا ہے۔''

وہ بولا ''نومی! جب تم بھی یہی کہہ رہی ہو تو پھر مجھے بہت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔ یہ دیکھنا ہوگا کہ آخر وہ ننھا فتنہ ہے کیا چیز؟''

نومی نے کہا ''دہلی میں تمہارے جتنے آلۂ کار ہیں، انہیں ایرپورٹ جانے کو کہو۔ میں نہیں جانتی کہ وہ باپ بیٹے کس فلائٹ سے وہاں پہنچنے والے ہیں۔ چونکہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے نکل چکے ہیں اس لیے یہی توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ آج یا کل ضرور دہلی پہنچیں گے۔''

وردان نے کہا ''تمہارا مشورہ بہت ہی مناسب ہے۔ میرے کئی آلۂ کار وہاں دن رات موجود رہیں گے۔ ہم سب ان آلۂ کاروں کے اندر رہ کر اس ننھے فتنے کا انتظار کریں گے۔''

پھر اس نے ارنا کوف سے پوچھا ''کیا تم کسی آلۂ کار کے ذریعے پورس کو اور اس بچے عدنان کو پہچان سکو گی؟''

''میں چہرے سے نہیں پہچان سکوں گی۔ بس اندازہ کرنا ہوگا کہ کل پرسوں تک پیرس سے آنے والی فلائٹ سے جو بھی بچہ اترے گا۔ وہ عدنان ہوگا۔''

''اگر کسی فلائٹ سے دو چار بچے اتریں گے تو ہم کیسے پہچان سکیں گے۔''

''فوری طور پر اسے پہچاننا دشوار ہوگا لیکن ہمارے آلہ کار ہر بچے کی نگرانی کرتے رہیں گے اور ہم ان کے ذریعے ایک ایک بچے کے دماغ تک پہنچتے رہیں گے تو عدنان تک پہنچ ہی جائیں گے۔''

ارنا کوف اور وردان دشوانا تھ اسرائیل میں الپا کی چھوڑی ہوئی کرسی پر قبضہ جمانا بھول گئے تھے۔ عدنان ان کے حواسوں پر مسلط ہوگیا تھا۔ وردان اپنے ایک ایک آلۂ کار کے دماغ میں پہنچ کر انہیں ایرپورٹ پہنچنے کا حکم دے رہا تھا۔ ارنا کوف کے علاوہ نومی بھی ان تمام آلۂ کاروں کے اندر پہنچ رہی تھی۔ نومی کو بھی دلچسپی تھی کہ وہ ان کے ذریعے عدنان کو دیکھے اور سمجھے کہ وہ اس قدر خطرناک کیوں سمجھا جاتا ہے؟

☆☆☆

نومی کرسٹل کی چالبازیوں نے مجھے اچھی طرح سمجھا دیا کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کو کم عمر اور اناڑی نہیں سمجھنا چاہیے۔ وہ تو مجھ جیسے عمر رسیدہ شہ زوروں کے کان کاٹ رہی تھی۔ میری زندگی میں بڑے بڑے شہ زور دشمن آئے جو کئی پہلوؤں سے خطرناک ثابت ہوتے رہے تھے لیکن نومی کی طرح کسی نے مجھے ذہنی الجھنوں میں مبتلا نہیں کیا تھا۔

وہ پہلی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی تھی جس نے سونیا کو اغوا کرکے قیدی بنالیا تھا۔ اب سے پہلے جس نے بھی سونیا سے دشمنی کی تھی۔ اسے اغوا یا ہلاک کرنا چاہا تھا۔ سونیا نے اس کے چھکے چھڑا دیے تھے لیکن وہ مکار زمانہ سونیا بھی زندگی میں پہلی بار بڑی خاموشی سے اس کے شکنجے میں تھی اور اپنے بچاؤ کی نہ کچھ تدبیر کررہی تھی اور نہ ہی اپنے بارے میں کچھ سمجھ پا رہی تھی۔

وہ کیسے سمجھتی؟ جب کہ نومی نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں چھین لی تھیں۔ اس کے دماغ کو اس کے لیے پرایا بنادیا تھا۔ نہ وہ اپنے ذہن سے سوچ سکتی تھی نہ اپنی مرضی سے کچھ کرسکتی تھی۔

اس نے سونیا بننے کے لیے سونیا کی ہی مکاری سے کام لیا تھا۔ سب سے پہلے اس کے ذہن کو اس سے چھین لیا تھا۔ اگر اسے ایک ذرا سا اشارہ مل جاتا کہ وہ تابعدار بنالی گئی ہے یا اس کا ذہن ایک ذرا سا بھی کچھ کرنے کے قابل ہوتا تو وہ پلک جھپکتے ہی نومی کو دن میں تارے دکھا دیتی۔

موجودہ حالات میں اس کی مجبوری نے مجھے بھی مجبور بنادیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح اس کا سراغ لگاؤں؟ کس طرح اس کے پاس پہنچوں؟ کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کوئی مؤثر تدبیر بھائی نہیں دے رہی تھی۔ لے دے کر یہی آخری راستہ رہ گیا تھا کہ میں آمنہ سے روحانی ٹیلی پیتھی کی مدد حاصل کروں۔

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ آمنہ کو مخاطب کیا پھر پوچھا۔ ''کیا عبادت میں مصروف ہو؟''

''نہیں..... ابھی تو زوال کا وقت ہے عبادت نہیں کررہی ہوں۔''

''مجھ پر بھی زوال آیا ہوا ہے۔ میں سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا ہوں۔''

''سونیا کے لیے پریشان ہو؟''

''خدا تمہیں روحانی صلاحیتوں اور قوتوں سے مالا مال کرے۔ تم بتائے بغیر بھی سمجھ لیتی ہو۔''

''اور تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں بہت کچھ جانتے ہوئے بھی انجان بن رہی ہوں۔''

''ابھی تم دینی معاملات میں مصروف نہیں ہو۔ کیا دنیاوی معاملات میں میرا ساتھ نہیں دے سکو گی؟''

''مجھے افسوس ہے۔ ہمیں جب تک اشارہ نہیں ملتا۔ اس وقت تک ہم کسی بھی دنیاوی معاملے میں مداخلت نہیں کرتے۔''

''میں بہت پریشان ہوں۔ پتا نہیں وہ نومی کرشل اس کے ساتھ کیسا سلوک کر رہی ہوگی؟''

''تم اچھی طرح جانتے ہو اس ادارے کے بانی مرحوم بابا فرید واسطی کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔ نومی اس پر قابو پانے کے باوجود اس کے ذریعے اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ دراصل تم اس کی توہین برداشت نہیں کر پا رہے ہو کہ وہ ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے زیر اثر آ گئی ہے۔''

''ہاں یہی بات ہے یہ سراسر سونیا کی انسلٹ ہے۔''

''ایسے وقت تم بھول رہے ہو۔ و تعز من تشاء و تزل من تشاء اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت دیتا ہے۔ جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سونیا کو ذلتیں دے رہا ہے' تو اسی اللہ تعالیٰ نے اسے عزتیں بھی دی ہیں۔''

''ہم مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں۔ تم مدد مانگو گی تو ہم سے پہلے تمہاری دعا قبول ہوگی۔''

''تم یقین کرو میں ہر نماز کے بعد سونیا کے لیے دعائیں مانگتی ہوں اور میرا دل مطمئن ہے۔ میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے بہتری کے لیے کرتا ہے۔ اب تم جاؤ۔ زوال کا وقت گزر رہا ہے۔ میں عبادت کے لیے جا رہی ہوں۔''

میں دمامی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ شکست خوردہ انداز میں ایک گہری سانس لیتے ہوئے سوچنے لگا۔ پتا نہیں وہ کہاں ہوگی؟ کس حال میں ہوگی؟ میرا دل کہتا تھا کہ وہ اپنے آپ سے غافل ضرور ہے۔ لیکن کبھی اس پر بُرا وقت آئے گا تو وہ اپنے بچاؤ کے لیے ضرور کچھ کر سکے گی۔

مجھے اس دشمن عورت پر ایک ذرا بھر دسا نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ کیوں ایسا کر رہی تھی اور آیندہ کیا کرنے والی تھی۔ اگر وہ سونیا کی جگہ لینے کے لیے ہی ایسا کر رہی تھی تو بہت ہی نادان تھی۔ جس کا دل جیتنا چاہتی تھی اسی کا دل توڑ رہی تھی۔ کم بخت کی عمر بہت لمبی تھی۔ یاد کرتے ہی چلی آئی۔

کہنے لگی ''تمہارے جیسے سربلند پہاڑوں کی چوٹیاں آسمان کی طرف منہ اٹھائے یوں لگتی ہیں جیسے سوچ میں گم ہوں۔ تم بھی پہاڑ ہو۔ تمہارے پاس بھی اب منہ اٹھا کر سوچنے کے سوا کوئی کام نہیں رہ گیا ہے۔ سچ بولو۔ ابھی سونیا کے بارے میں سوچ رہے تھے نا؟''

میں نے کہا ''تم کامیابی کے زعم میں یہ سمجھ نہیں پا رہی ہو کہ تم سے کتنی بڑی حماقت ہو چکی ہے۔ اب بھی وقت ہے جتنی جلدی ہو سکے سونیا کو میرے پاس لے آؤ۔ میں اپنے ربِ کریم کو حاضر و ناظر جان کر وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے جو مطالبات ہوں گے وہ سب پورے کروں گا۔''

''میرے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہیں۔ ذہانت ہے۔ میں جو چاہتی ہوں حاصل کر لیتی ہوں اس لیے کسی سے کوئی مطالبہ نہیں کرتی۔ کسی سے بھیک نہیں مانگتی۔''

''اتنے غرور سے نہ بولو۔ تم مجھ سے بھیک مانگ رہی ہو۔ میری طلب میں دیوانی ہو رہی ہو۔ مجھ سے میری قربت کی بھیک مانگتی رہتی ہو۔''

''یہ تم اپنی سوچ کے مطابق بول رہے ہو۔ میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ میں تمہیں تم سے نہیں مانگ رہی ہوں بلکہ سونیا سے تمہیں چھین رہی ہوں۔'' وہ جذباتی انداز میں بول رہی تھی۔ اک لمحہ رک کر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ''یہ اچھی طرح جانتی ہوں کہ ایک ہاتھ سے تمہیں مانگوں گی تو دوسرے ہاتھ سے سونیا کو تمہارے حوالے کرنا ہوگا اور میں ایسا نہیں کروں گی۔''

''کیا تم یہی بکواس کرنے آئی ہو؟''

''یہ کہنے آئی ہوں کہ ایک بار پھر تمہیں حاصل کرنے کے لیے جنون طاری ہو رہا ہے۔''

''اور تمہارا خیال ہے کہ تم دوسری بار میری محبت اور قربت حاصل کر لو گی؟''

''یہ میرا خیال نہیں ہے بلکہ پورا یقین ہے۔ میں کل رات تمہیں جہاں بلاؤں گی' تم وہاں آؤ گے۔''

''کیا تم مجھے نادان بچہ سمجھتی ہو؟ ایک تو تم نے سونیا کو قیدی بنا رکھا ہے۔ اس کے بعد مجھے اپنی طرف بلا رہی ہو۔ تاکہ کسی آلۂ کار کے ذریعے مجھے زخمی کرو اور میرے دماغ میں پہنچ کر مجھے بھی اپنے زیر اثر لے آؤ۔''

''اگر مجھے ایسا کرنا ہوتا تو میں پہلی ہی ملاقات میں کر چکی ہوتی۔ ہم تم ایک ہی کاٹیج میں ایک ہی بیڈ پر تھے۔ میں تمہاری شہ رگ کے قریب تھی۔ کچھ بھی کر سکتی تھی۔''

''نہیں۔ پہلی ملاقات میں میری قربت کا جنون تم پر

بڑی طرح طاری تھا۔ تم اپنی ہوس کی تکمیل چاہتی تھیں۔''

وہ چپ رہی۔ میں نے کہا ''دوسری بات یہ کہ تم اس وقت نہتی تھیں۔ کوئی چھوٹا سا ہتھیار بھی تمہارے پاس نہیں تھا کہ مجھے زخمی کر کے میرے اندر آ سکو۔ تیسری بات یہ کہ تم مجھے دھوکے سے اعصابی کمزوری کی دوا نہیں کھلا سکتی تھیں۔ میرے پورے خاندان کی ہسٹری پڑھنے کے بعد تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میں اور میرے دو بیٹے پارس اور پورس زہریلے ہیں۔ ہم پر زہر اثر نہیں کرتا ہے تو پھر کوئی اعصابی کمزوری کی دوا کیا خاک اثر کرے گی۔''

''تم درست کہہ رہے ہو۔ پہلی ملاقات میں میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا کہ میں تمہیں ٹریپ کروں۔ سونیا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر مطمئن ہو گئی تھی۔ یہی سوچا تھا کہ دوسری بار اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے تمہیں ٹریپ کروں گی اور ہمیشہ کے لیے اپنا بنا لوں گی۔''

''اور اسی لیے تم مجھے کہیں بلانا چاہتی ہو۔''

''بے شک میں بلا رہی ہوں اور تم ضرور آؤ گے۔ تمہیں آنا ہی ہوگا۔''

''تم اتنے دعوے سے کیسے کہہ رہی ہو کہ میں آنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔''

''سونیا کے علاوہ تمہاری ایک اور اہم ہستی میری قید میں آنے والی ہے۔ تم جلد ہی یہ بُری خبر سنو گے پھر میں تمہارے سامنے شرط پیش کروں گی کہ دو میں سے کس قیدی کی رہائی چاہتے ہو اور جس کی بھی رہائی چاہتے ہو اس کے لیے میرے پاس چلے آؤ۔''

''بہتر ہے تم دفع ہو جاؤ۔''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ اب یہ میری فیملی کے کس فرد پر حملہ کرنا چاہتی ہے؟

میں فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اپنی بیٹی اور تمام بیٹوں کے دماغوں میں باری باری جانے لگا۔ پہلے میں نے پارس سے بات کی پھر پورس اور کبریا سے' اس کے بعد اعلیٰ بی بی سے خیریت معلوم کی۔ سب اپنی اپنی جگہ بہ خیریت تھے۔ کسی ایک کو سونیا کی خیریت معلوم نہیں ہو رہی تھی۔

وہ ہم سے نہ جانے کتنی دور ایک چھوٹے سے بنگلے میں بڑے آرام سے تھی۔ بڑی بے فکری اور بڑے آرام سے اس لیے تھی کہ مجھ کو اور اپنے بچوں کو بھولی ہوئی تھی۔ خود کو سونیا سمجھ رہی تھی لیکن سونیا کے مزاج سے اور اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے محروم ہو گئی تھی۔ اس وقت ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی ایک چینل پر ایک تفریحی پروگرام میں دلچسپی لے رہی تھی۔ جبکہ وہ کبھی اس طرح وقت ضائع نہیں کرتی تھی۔ نومی اس مصروف رہنے والی کو ضائع کر رہی تھی۔

نومی نے اس کے دماغ میں آ کر معلوم کیا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے پھر اس نے اپنے دستِ راست کاشف جمال کے پاس آ کر پوچھا۔ ''تم اپنے بیڈ روم میں کیا کر رہے ہو؟ تمہیں سونیا کے ساتھ سائے کی طرح لگے رہنا چاہیے۔''

اس نے کہا ''میں ابھی وہیں ٹی وی لاؤنج میں تھا۔ میں سائے کی طرح اس کے ساتھ رہتا ہوں تو وہ اعتراض کرتی ہے۔ ابھی اس نے کہا تھا کہ وہ تنہا رہنا چاہتی ہے۔ میں وہاں سے چلا جاؤں۔ میں چلا آیا پھر بھی تھوڑی تھوڑی دیر بعد جا کر اسے دیکھتا رہتا ہوں۔''

وہ بولی ''کوٹھی کے چاروں طرف ہمارے جو مسلح آلۂ کار ہیں ان میں سے دو سو رہے ہیں اور دو جاگ رہے ہیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ دو چار آلۂ کاروں کا اضافہ کرو۔ انہیں ٹریپ کر کے ان پر تنویمی عمل کر کے یہاں ان سے کام لیتے رہو۔''

''میں نے دو کام کے آدمیوں کو تلاش کیا ہے لیکن ان پر تنویمی عمل کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ سونیا مجھے کسی نہ کسی کام میں مصروف رکھتی ہے۔ کبھی اچانک مجھ سے باتیں کرنے لگتی ہے۔ کبھی اِدھر اُدھر جاتی ہے تو مجھے اس کے پیچھے پیچھے جانا پڑتا ہے۔ جب یہ گہری نیند سو جائے گی تو میں ان دو افراد کو تابعدار بنا کر یہاں بلاؤں گا۔ ویسے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''ہاں پوچھو کیا بات ہے؟''

''جب تم اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا چکی ہو اور اس پر ایک بار نہیں دو بار تنویمی عمل کر چکی ہو تو پھر اتنی پریشان کیوں ہو۔ کیا تمہیں شبہ ہے کہ اس کے باوجود یہ تمہاری گرفت سے نکل جائے گی۔''

''میں نے اس پر بہت ہی ٹھوس اور مستحکم عمل کیا ہے۔ یہ کبھی میری گرفت سے نہیں نکل سکے گی لیکن ان کی پوری ہسٹری یہ بتاتی ہے کہ یہ خلاف توقع کچھ بھی کر گزرتے ہیں۔ بعد میں پتا چلتا ہے کہ انہوں نے دشمنوں کی کون سی غلطی سے یا کون سی کمزوری سے فائدہ اٹھایا تھا۔''

کاشف نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''واقعی ہم نے اعلیٰ بی بی کو اور پارس کو اس بُری طرح جکڑ لیا تھا اور اس طرح ہم نے چار دیواری میں قیدی بنا کر رکھا تھا کہ وہ باہر نہیں نکل سکتے تھے لیکن وہ کس طرح نکل گئے؟ مجھے اور دوسرے مسلح آلۂ کاروں کو پتا ہی نہ چلا۔''

''اسی لیے کہتی ہوں محتاط رہو۔ میں بھی بہت محتاط رہتی ہوں۔ بار بار آ کر سونیا کے دماغ میں جھانکتی رہتی ہوں۔ بہر حال میں جا رہی ہوں پھر تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔''

اس نے اعلیٰ بی بی کا لب ولہجہ اختیار کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی پارس کے پاس پہنچ گئی۔ ''ہیلو برادر! آپ کیسے ہیں؟''

''میں بالکل ٹھیک ہوں تم کیسے آ گئیں؟''

''جب سے معلوم ہوا ہے کہ الپا کو اغوا کیا گیا ہے اور وہ ہمارے لیے پرائی ہو گئی ہے۔ تب سے میں دو بار ارنا کوف کے اندر آ چکی ہوں تا کہ اس کے بارے میں معلوم کرتی رہوں۔ میں نے سوچا کوئی خاص بات ہو گی تو آپ کو بتاؤں گی۔''

''تم آئی ہو تو اس کا مطلب ہے کوئی خاص بات ہونے والی ہے۔''

''ہاں۔ تھوڑی دیر پہلے وردان اس کے دماغ میں آیا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ وہ اس سے ملنا چاہتا ہے لیکن ملنے کے لیے اپنے اس بنگلے میں نہیں آئے گا۔''

پارس نے کہا ''وہ ہم سے بڑی طرح سہما ہوا ہے شاید جگہ بدلنا چاہتا ہے۔ کیا اس نے کوئی جگہ بتائی ہے؟''

''اس نے کہا ہے ابھی پندرہ یا بیس منٹ کے بعد آ کر ارنا کوف کو ایک جگہ لے جائے گا۔ اس نے اس جگہ کا نام نہیں لیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ارنا کوف کو غائب دماغ بنا کر اس بنگلے سے نکالے گا اور پھر کسی دوسرے خفیہ اڈے میں پہنچائے گا اور اس بات کا خاص خیال رکھے گا کہ کوئی اس کا تعاقب نہ کر رہا ہو۔''

''تمہارا خیال درست ہے وہ ایسا ہی کرے گا۔''

''آپ اپنے اس ہوٹل کے کمرے میں بالکل تیار رہیں۔ میں آدھے گھنٹے کے اندر آپ کو آ کر بتاؤں گی کہ اسے کہاں پہنچایا گیا ہے؟''

وہ پارس کے دماغ سے نکل آئی پھر ارنا کوف کے اندر پہنچ گئی۔ اسے ہوٹل کے منیجر سے رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ ارنا کوف نے فون کے ذریعے اس ہوٹل کے منیجر سے رابطہ کیا تو کاؤنٹر کلرک نے پوچھا۔ ''ہیلو آپ کون ہیں؟''

ارنا کوف نے فون رکھ دیا۔ نومی اس کاؤنٹر کلرک کے اندر پہنچ گئی پھر اس کے ذریعے ہوٹل میں آنے جانے والوں کے اندر پہنچ کر کسی کام کے بندے کو تلاش کرنے لگی۔ پہاڑی علاقے کے اس ہوٹل میں باہر سے سیاح اور دوسرے جرائم پیشہ لوگ بھی آتے جاتے رہتے تھے۔ اسے دو ایسے بندے مل گئے جو چرس کا کاروبار کرتے تھے اور انہوں نے اپنے لباس کے اندر ہتھیار چھپا رکھے تھے۔

نومی نے اپنے دست راست کاشف جمال کو اپنے اندر بلایا پھر کہا ''میں تمہیں ایک شخص کے اندر پہنچا رہی ہوں۔ اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھو۔ دوسرے کو میں قابو میں رکھوں گی۔ یہ دونوں ہوٹل کے اس کمرے میں جائیں گے جہاں پارس موجود ہے۔ ہم ان کے ذریعے اسے زخمی کریں گے پھر میں اسے اپنے شکنجے میں لے لوں گی۔''

نومی نے پارس کو ٹریپ کرنے کے لیے وہی پہلا والا نسخہ آزمایا تھا جو الپا پر آزما چکی تھی۔ یعنی اس کے دماغ میں بھی اعلیٰ بی بی بن کر گئی تھی۔ اس بار بھی اس نے اعلیٰ بی بی بن کر پارس کو دھوکا دیا تھا۔ اس کے وہ دونوں آلۂ کار سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کمرے میں پہنچے جہاں پارس موجود تھا۔ انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ وہ کھلا ہوا تھا۔ ہاتھ کے دباؤ سے کھلتا چلا گیا۔ انہوں نے جھانک کر دیکھا پھر اندر چلے گئے۔ ان کے اندر جاتے ہی پارس ایک دیوار کی آڑ سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا پھر اس نے باہر سے اسے لاک کر دیا۔ اس کے بعد اطمینان سے سیڑھیاں اترتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔

وہ اندر آنے والے اسے تلاش کر رہے تھے۔ وہ کمرے میں نہیں تھا۔ انہوں نے باتھ روم کا دروازہ کھول کر دیکھا۔ پھر پلنگ کے نیچے اور الماری کے پیچھے دیکھنے لگے۔ ان کے اندر بیٹھے ہوئے کاشف جمال نے نومی سے پوچھا۔ ''وہ کہاں چلا گیا؟''

نومی نے فوراً خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ پارس کے اندر پہنچی پھر بولی ''برادر! آپ کہاں ہیں۔ میں نے تو آپ کو کمرے میں رہنے کے لیے کہا تھا؟''

وہ بولا ''میں کمرے میں ہی تھا۔ کسی کام سے باہر نکلا تو دیکھا کہ دو افراد میرے کمرے میں گھس گئے ہیں۔ میں نے فوراً ہی دروازے کو باہر سے لاک کر دیا۔ اب ہوٹل والے ان دونوں سے نمٹ لیں گے۔ تم بتاؤ کیا خبر لائی ہو؟''

''تم کمرے میں چلو ان دونوں کو باہر نکالو میں وہیں بات کروں گی۔''

''تم انہیں کمرے سے باہر کیوں نکالنا چاہتی ہو۔ کیا وہ تمہارے رشتے دار ہیں؟''

وہ بولی ''برادر! اپنی بہن سے کیسی باتیں کر رہے ہو؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''اچھا تو تم میری بہن ہو۔ وہی بہن جو میری سسٹر الپا کے دماغ میں جا کر کبریا سے کہہ رہی تھی کہ وہ

اعلیٰ بی بی ہے۔ تم وہی ایک چال دوسری بار چلنے کی حماقت کر بیٹھی ہو۔''

وہ بولی ''اچھا تو تمہارے باپ نے مجھ سے پہلے آ کر بتا دیا ہے کہ میں کوئی چال چلنے والی ہوں۔ کوئی بات نہیں' ایک ناکامی سے کچھ نہیں ہوتا۔ میرے سامنے کامیابی کے اور کئی دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ میں جا رہی ہوں۔''

''جسٹ اے منٹ ابھی نہ جاؤ' پہلے میری بات سن لو۔''

''بولو کیا بولنا چاہتے ہو؟''

''تم نے سسٹر الپا کے ذریعے ارنا کوف کے اندر جگہ بنائی ہے اور میں اس کے ذریعے وردان کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا لیکن اب یہ ممکن نہیں ہے۔ تم آئندہ بھی میرے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرتی رہو گی۔ لہٰذا اب میں ارنا کوف کے دماغی دروازے تمہارے لیے بند کرنے جا رہا ہوں۔''

''یعنی تم اسے ہلاک کرنا چاہتے ہو؟''

''اس کالا جادو جاننے والی چڑیل کو جہنم میں پہنچانا ہی تھا۔ ہم صرف اس لیے ڈھیل دے رہے تھے کہ اس کے ذریعے وردان تک پہنچنا تھا لیکن اب ارنا کوف ہمارے کسی کام کی نہیں رہی ہے۔ اسے دوسرے جادوگروں کی طرح مٹی میں مل جانا چاہیے۔ اگر تم اپنے فائدے کے لیے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے اسے بچا سکتی ہو تو بچا لو۔ اب یہاں سے دفع ہو جاؤ۔''

یہ کہتے ہی اس نے سانس روکی۔ نومی اس کے دماغ سے نکل گئی۔ اس نے فوراً ہی ارنا کوف کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''والی وردان کو فوراً بلاؤ۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے وردان کو مخاطب کیا پھر کہا ''نومی کرسٹل میرے اندر ہے تمہیں یاد کر رہی ہے۔''

وردان نے ارنا کوف کے اندر آ کر پوچھا۔ ''ہیلو نومی! مجھے کیسے یاد کیا؟ کوئی خاص بات ہے؟''

''تمہارے لیے بہت اہم اطلاع ہے۔ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ پارس دار جلنگ پہنچا ہوا ہے۔ اسے معلوم ہوا ہے کہ ارنا کوف وہاں ایک بنگلے میں رہتی ہے اور وہ بنگلا تمہارا ہے اور تم کسی دن اس سے ملنے والے ہو۔''

وہ حیرانی سے بولا ''اوہ مائی گاڈ! ان لوگوں کی معلومات کے ذرائع کتنے وسیع ہیں۔ پتا نہیں انہوں نے کیسے معلوم کر لیا کہ دار جلنگ میں میرا بنگلا ہے اور وہاں ارنا کوف موجود ہے۔''

نومی نے کہا ''ان کی معلومات کے ذرائع جو بھی ہوں ارنا کوف کو اس بنگلے سے دوسری جگہ منتقل کر دو۔ ورنہ پارس اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

وردان نے کہا ''جب پارس یہاں پہنچ چکا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تنہا نہیں ہو گا۔ اس کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس بنگلے کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ میں ارنا کوف کو یہاں سے منتقل کروں گا تو وہ اس کا پیچھا کرتے رہیں گے۔ دراصل وہ لوگ میری تاک میں ہیں۔ ارنا کوف کے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔''

نومی نے کہا ''وہ لوگ تم تک نہیں پہنچ سکیں گے کیونکہ تمہیں ان کی چال بازی معلوم ہو چکی ہے۔ تمہیں ارنا کوف کی فکر کرنی چاہیے۔''

وہ نومی سے بولا ''میں فی الحال تمام مسلح گارڈز کو الرٹ کر رہا ہوں۔ اس کے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔''

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر فون کے ذریعے اس بنگلے کے سیکورٹی آفیسر کو مخاطب کیا پھر کہا ''ایک دشمن بنگلے کے اندر گھس کر میری مہمان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ تم سب کو محتاط رہنا چاہیے۔ بنگلے کے احاطے میں کسی انسان کو تو کیا کسی جانور کو بھی داخل نہ ہونے دو۔ اگر کوئی جبراً گھس آنا چاہے تو اسے فوراً گولی مار دو۔''

میں ارنا کوف کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ میں نے پارس کے پاس آ کر کہا۔ ''ابھی تم اس بنگلے کے اندر نہ جاؤ کہیں چھپ کر رہو۔ میں ان کی باتیں سن رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔''

ادھر وردان نے موبائل فون کے ذریعے نومی سے رابطہ کیا۔ نومی نے اپنے فون پر اس کا نمبر دیکھا پھر اس کا بٹن دبا کر کان سے لگاتے ہوئے بولی۔ ''ہیلو! ابھی ہم ارنا کوف کے اندر باتیں کر رہے تھے پھر تم فون کے ذریعے کیوں رابطہ کر رہے ہو؟''

''میں ایسی باتیں کرنا چاہتا ہوں جسے ارنا کوف نہ سن سکے۔''

''ایسی کیا بات ہے؟''

''میں نے اس بنگلے کے اندر اور باہر سیکورٹی گارڈز کو الرٹ کر دیا ہے لیکن اس سے کچھ نہیں ہو گا۔ نیپال کے بنگلے میں بھی میرے کئی سیکورٹی گارڈز تھے' فرہاد ان سب کو ڈاج دے کر اندر پہنچ گیا تھا اور میرے لیے مصیبت بن گیا تھا۔''

نومی نے پوچھا ''کیا تم ارنا کوف کو وہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ منتقل نہیں کر سکتے؟''

''تم دشمنوں کی ٹیلی پیتھی کی طاقت کو اچھی طرح سمجھتی

ہو۔ ان کے ایک نہیں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ارنا کوف اس بنگلے سے نکل کر کسی بھی خفیہ پناہ گاہ کی طرف جائے گی تو وہ خیال خوانی کرنے والے اس کے تعاقب میں رہیں گے۔ وہ باہر نکلے گی اور پہچان لی جائے گی تو اسے کہیں سے کوئی بھی گولی مار کر زخمی کرے گا اور اس کے دماغ میں جگہ بنالے گا۔''

نومی نے کہا ''ہاں ایسا ہوسکتا ہے۔''

''میں نہیں چاہتا کہ ہمارے دشمن ارنا کوف کے دماغ میں جگہ بنائیں اور اس کے خیالات پڑھ کر ہمارے سمجھوتے اور دوستی کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرلیں۔''

''پھر تم اسے بنگلے کے اندر ہی رہنے دو۔ باہر نہ نکلنے دو۔ کسی بھی طرح اس کی حفاظت کرتے رہو۔''

''میں آخر وقت تک اس کی حفاظت کرتا رہوں گا لیکن جب دیکھوں گا کہ اسے گولی مار کر زخمی کیا جارہا ہے تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس سے پہلے کہ دشمن اس کے اندر پہنچ کر کچھ معلوم کرسکے میں اسے ہلاک کردوں گا۔''

''ایسے وقت تم جو چاہو گے' وہی کرو گے اور وہی مناسب ہوگا۔ فی الحال اس کی حفاظت کرو۔ وہ ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ ہماری ٹیم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے۔ اسے مرنا نہیں چاہیے۔ میں بھی اس کی حفاظت کرتی رہوں گی۔''

میں نے پارس کے پاس آکر کہا۔ ''نومی اور وردان دونوں ارنا کوف کے اندر رہ کر اس کی حفاظت کررہے ہیں۔ بنگلے کے اندر اور باہر سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں لہٰذا تم اندر نہ جاؤ۔ جتنی جلدی ہو سکے دار جلنگ سے نکل جاؤ۔ وردان نے اپنے آلۂ کاروں کو تمہاری تلاش میں لگایا ہوگا۔ خواہ مخواہ ان سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

نومی یہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ ارنا کوف زندہ نہیں بچے گی۔ اسے معلوم تھا کہ الپا کے علاوہ میں اور میرے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے دماغ میں آنے جانے لگے ہیں۔ اب اس پر خیال خوانی کے ذریعے حملے کیے جائیں گے۔

وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اس نے ارنا کوف کے اندر رہ کر وردان سے دوستی کا جو سمجھوتا کیا ہے وہ مجھ سے چھپا ہوا نہیں ہے اور میں ان کی دوستی اور اتحاد کو مضبوط نہیں ہونے دوں گا۔ وردان نے کہا ''نومی! دوستی کی ابتدا ہوتے ہی تم میرے بہت کام آرہی ہو سب سے پہلے تو تم نے عدنان کے بارے میں بہت اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ ہمارے کئی آلۂ کار دہلی ایرپورٹ میں موجود ہیں اور اس ننھے فتنے کا انتظار کررہے ہیں۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا ''میں نے سوچا تھا کہ اب پوری توجہ سے اس بچے کا انتظار کریں گے۔ اس کی نگرانی کریں گے پھر اسے ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹادیں گے لیکن تم نے ابھی ایک نئے خطرے سے آگاہ کیا ہے۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ اگر تم نہ ہوتیں تو میں تاریکی میں رہتا۔ کبھی یہ معلوم نہ ہوتا کہ پارس یہاں پہنچا ہوا ہے۔ ارنا کوف اس کی نظروں میں آگئی ہے اور وہ اس کے ذریعے مجھ پر اچانک ہی جان لیوا حملہ کرنے والا ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے اس کے باپ نے کیا تھا۔''

وہ بولی ''میں نے دوستی نباہی ہے اسے احسان نہ کہو۔ آئندہ تم بھی اسی طرح میرے کام آؤ گے۔ یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔''

وہ بولا ''اب ہمارا خیال دو طرف بٹ گیا ہے۔ ہمیں ہر لمحہ عدنان کی طرف بھی توجہ دینی ہے۔ اپنے آلۂ کاروں کے اندر آتے جاتے رہنا ہے اور مجھے پارس سے بھی نمٹنا ہے۔''

''یہاں بھی اپنے آلۂ کاروں سے کہو کہ وہ پارس کو تلاش کریں۔ اسے ٹھکانے لگائیں یا اسے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کردیں۔ ہمیں ہر حال میں ارنا کوف کی حفاظت کرتی ہے۔ فرہاد یہی چاہے گا کہ ہمارا اتحاد کمزور ہو جائے اور ہم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی سے محروم ہو جائیں۔''

''تم درست کہتی ہو۔ میں ابھی دار جلنگ میں اپنے آلۂ کاروں سے رابطہ کرتا ہوں۔ وہ پارس کو تلاش کرکے ضرور ٹھکانے لگادیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں دہلی ایرپورٹ کے آلۂ کاروں کے پاس جارہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گی۔''

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ دہلی ایرپورٹ کے آلۂ کاروں کی طرف نہیں گئی۔ اسے عدنان سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ اس نے سوچا کہ جب وہ بچہ دہلی پہنچے گا تو پھر اسے دیکھے گی اور سمجھے گی کہ وہ کیا چیز ہے؟

وہ خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آئی۔ میں نے کہا ''فون کے ذریعے رابطہ کرو۔''

یہ کہتے ہی میں نے سانس روک لی۔ وہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد فون کے ذریعے رابطہ کرکے بولی ''میں تو تمہارے بازوؤں میں چلی آئی ہوں پھر دماغ میں آنے سے کیوں روکتے ہو؟''

''آئندہ تم نہ بازوؤں میں آسکو گی نہ دل میں' نہ دماغ

میں۔ میری کوشش ہوگی کہ تم اس دنیا میں ہی نہ رہو۔ تمہارے حوصلے حد سے بڑھ چکے ہیں۔ اگر میں محتاط نہ رہتا تو میرے بیٹے پارس کی موت کا سامان کرچکی ہوتیں۔''

''تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ میری دوستی اور محبت کے انداز کو سمجھو۔ میں نے اب تک تمہارے کسی بھی رشتے دار کو یا ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جانی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ زیادہ سے زیادہ زخمی کیا ہے اور اپنا تابعدار بنایا ہے۔ میں پارس کو بھی اپنا تابعدار بنانا چاہتی تھی۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ میں تمہارے کسی بھی بیٹے، بیٹی یا بیوی کو جانی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔''

''جانی نقصان نہ سہی دوسرے پہلوؤں سے نقصان پہنچاتی رہو گی۔ ہمیں ذہنی طور پر الجھاتی رہو گی۔ ہمارے لیے ایک کے بعد ایک مسائل پیدا کرتی رہو گی۔''

''تمہاری یہ تمام شکایتیں ختم ہو جائیں گی۔ بس میری ایک بات مان لو۔ مجھے سونیا کی جگہ دے دو۔ اپنی لائف پارٹنر بنالو۔''

''تم یہ خواب دیکھتی رہو گی اور شرمندہ ہوتی رہو گی۔ کیونکہ اس خواب کی تعبیر کا دروازہ کبھی نہیں کھلے گا۔ ایک بار تم دھوکے سے میری تنہائی میں آچکی ہو۔ اس کے بعد یہ حسرت ہی رہ جائے گی۔''

''میں ایک جیتا جاگتا وجود لے کر اس دنیا میں آئی ہوں۔ حسرتوں کا مزار بن کر کبھی نہیں رہوں گی۔ کیا تم سمجھتے ہو میں پارس کے معاملے میں ناکام ہونے کے بعد مایوس ہو جاؤں گی؟''

''نہیں۔ شیطان کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ تم اس کی خالہ ہو۔ ایک طرف سے مایوس ہونے کے بعد کسی دوسری طرف سے نئے ہتھکنڈے آزماؤ گی۔ تمہاری کوشش ہوگی کہ میری زیادہ سے زیادہ کمزوریاں تمہارے ہاتھوں میں آتی رہیں لیکن اب میں تمہیں ایسی کوششوں میں کامیاب نہیں دوں گا۔''

''ایسا دعویٰ کرتے وقت سونیا کو کیوں بھول رہے ہو؟ وہ تمہاری زندگی کی سب سے اہم ہستی ہے۔ کیا تم اس کی طرف سے فکرمند نہیں ہو؟''

''فکر کیسی؟ تم نے تو وعدہ کیا ہے کہ میرے کسی بھی بیٹے کو بیٹی کو یا بیوی کو جانی نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔ مجھے یقین ہے تم نے اسے جہاں بھی قیدی بنا کر رکھا ہے۔ بڑے آرام سے رکھا ہوگا۔''

وہ قہقہہ لگانے لگی۔ میں نے پوچھا ''اس قہقہے کا مطلب کیا سمجھوں؟ کیا تم اپنی زبان سے پھرنے والی ہو؟ کیا اسے جانی نقصان پہنچانے والی ہو؟''

''میں زبان سے پھرنے والی نہیں ہوں۔ سونیا کو کبھی جانی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ وہ سلامت رہے گی مگر میں اور بہت کچھ کرسکتی ہوں۔''

''یعنی تم اب کسی اور حوالے سے دھمکی دو گی؟''

''تم میری بات مان لو گے تو نہ کوئی دھمکی ہوگی اور نہ کوئی دھماکا ہوگا۔ ہم بہت ہی دوستانہ انداز میں ایک کامیاب زندگی گزارتے رہیں گے۔''

''میں اپنی سونیا کے ساتھ بہتر اور کامیاب زندگی گزارتا رہا ہوں۔ مجھے تمہاری طرف سے بہتری کی کوئی خواہش نہیں ہے۔''

''میں محبت اور دوستی کی زبان بول رہی ہوں اور تم مغرور ہوکر ایسے بول رہے ہو جیسے میرے محتاج نہیں ہو۔''

''میں صرف اللہ تعالیٰ کا محتاج ہوں۔''

''تو پھر اپنے اللہ تعالیٰ سے کہو کہ وہ سونیا کو ایک نئی مصیبت سے بچالے۔''

''کیا تم اسے کسی پریشانی میں مبتلا کرنا چاہتی ہو؟''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''پریشانی تو چھوٹی سی بات ہے۔ میں اس کے ساتھ ایسا سلوک کرنے والی ہوں کہ تم سنو گے تو غصے سے تلملاتے رہ جاؤ گے لیکن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔''

میں نے ناگواری سے پوچھا ''تم کیا کرنا چاہتی ہو؟''

وہ ایک ادائے کے ساتھ بولی ''ہائے! وہ بے چاری بھی تو عورت ہے۔ اس کے دل میں جذبات ہیں۔ تم سے بچھڑی ہوئی ہے۔ اسے بھی ایک فرہاد کی ضرورت ہے اور جس طرح میں دھوکے سے ہی سہی تمہاری تنہائی میں آکر تمہاری سونیا بن چکی ہوں۔ اسی طرح میرے پاس ایک فرہاد ہے وہ بھی تمہاری سونیا کی تنہائی میں آکر اس کا فرہاد بننے والا ہے۔''

میں نے غصے سے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔ ''بکواس مت کرو۔ میری سونیا کی تنہائی میں آج تک نہ میرے سوا کوئی آیا ہے اور نہ آئے گا۔''

''ہاں۔ اب تک نہیں آیا تھا لیکن اب وہ میری مٹھی میں ہے۔ وہ بے اختیار وہی کرتی ہے جو میں حکم دیتی ہوں۔''

میں نے بڑے یقین سے کہا ''وہ تمہارے ایسے حکم کی تعمیل کبھی نہیں کرے گی۔''

''اگر نہیں کرے گی تو میں اسے غائب دماغ بنا کر ڈی فرہاد کی تنہائی میں بھیج دوں گی۔''

میں اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ بے چینی سے اور غصے سے ٹہلنے

لگا۔فون میرے کان سے لگا ہوا تھا۔اس وقت میں کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ یہ حقیقت میرے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھی کہ سونیا بے بس ہے۔ اپنے آپ کو پہچان نہیں رہی ہے۔ اس کے زیر اثر ہے اور وہ ایک معمولہ اور تابعدار کی حیثیت سے وہی کرے گی۔ جو نومی اپنے شیطانی ارادے کے مطابق اس سے کرواتی رہے گی۔

سونیا کی زندگی میں اس پر طرح طرح کے حملے ہوئے تھے اور اس نے ہر حملے کا منہ توڑ جواب دیا تھا لیکن ایسا پہلی بار ہو رہا تھا۔ پہلی بار اس کی عزت پر حملہ کیا جانے والا تھا اور وہ اپنے بچاؤ کے لیے جوابی کارروائی کرنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

میں تھوڑی دیر تک غصے اور بے چینی میں مبتلا رہا پھر رفتہ رفتہ خود کو سمجھانے لگا کہ ایسے وقت صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے اور غصہ کرنے کے بجائے ٹھنڈے دماغ سے سوچنا چاہیے تب ہی کوئی حل سجھائی دے گا۔

میں پھر اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔فون میرے کان سے لگا ہوا تھا۔ وہ بولی۔ ''بہت دیر سے خاموش ہو۔ میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔تم اپنے موجودہ حالات کا تجزیہ کر رہے ہو اور اپنی سونیا کی بہتری اور سلامتی کے لیے کوئی فیصلہ کرنے والے ہو۔''

میں غصے کو کچلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ میں نے بڑے ہی صبر و تحمل سے کہا ''میں تمہاری مرضی کے مطابق کوئی فیصلہ کرنے کو تیار ہوں۔تم جو کہو گی' میں وہ کر دوں گا۔صرف ایک شرط پر اور وہ یہ کہ سونیا میرے پاس واپس آ جائے۔''

''فی الحال اس کی واپسی کی بات نہ کرو' بولو اس کی عزت بچانے کے سلسلے میں تم کیا کر سکتے ہو؟''

''میں اپنی جان دے سکتا ہوں۔''

''تو پھر اپنی جان' اپنا پورا وجود میرے حوالے کر دو۔ مجھے اپنے دماغ پر حکومت کرنے دو اور یہ سمجھ لو کہ تم سونیا کی خاطر مر چکے ہو۔صرف میری خاطر زندہ رہو گے۔''

''مجھے سوچنے اور آخری فیصلہ کرنے کی مہلت دو۔''

''میں کل رات بارہ بجے تک تمہارا آخری فیصلہ سننے کی منتظر رہوں گی۔''

''یہ بتاؤ کہ اگر میں خود کو تمہارے حوالے کر دوں تو کیا تم سونیا کو اپنی قید سے رہا کر دو گی، اسے بابا صاحب کے ادارے میں جانے دو گی؟''

''بے شک۔ جب تمہارا دل اور دماغ میری مٹھی میں آ جائے گا۔تم میرے تابعدار بن کر رہو گے تو پھر مجھے سونیا کی کوئی ضرورت نہیں ہو گی۔ کسی کی ضرورت نہیں ہو گی۔ میں تو بس تمہیں اور صرف تمہیں اپنانا چاہتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ کل رات بارہ بجے تک سونیا کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ اس کی عزت پر ایک ذرا بھی آنچ نہیں آئی ہے تو پھر میں خود کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔تمہاری دی ہوئی مہلت کے مطابق اب سے تیس گھنٹے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔''

میں نے فون بند کر دیا۔ بہ خدا زندگی میں پہلی بار ایک زبردست چالباز عورت سے پالا پڑا تھا۔ میں جیب سے رومال نکال کر چہرے سے اور گردن سے پسینہ پونچھنے لگا۔

☆☆☆

پارس دار جلنگ سے چلا آیا وہ ایک فلائٹ کے ذریعے کول کتا پہنچ گیا تھا اور اب وہاں سے اس خفیہ مقام کی طرف جانے والا تھا جہاں جمیلہ اور نبیلہ کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ وہاں اعلیٰ بی بی، کبریا اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ان بہنوں کی اور ان کے والد عبدالرحمن کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔انہوں نے ایک ڈاکٹر کے دماغ پر بھی قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ دن رات ان بہنوں کو اٹینڈ کرتا رہتا تھا اور ان کے زخموں کا علاج کرتا رہتا تھا۔

وہ دونوں اس مکان کے اندر چلنے پھرنے لگی تھیں۔ باہر برآمدے میں بھی دور تک نظارہ کرنے لگی تھیں۔ وہ کوئی پہاڑی مقام تھا۔ وہاں سے کچھ مکانات اونچے نیچے پہاڑوں پر دکھائی دیتے تھے۔ان کے قریب کوئی مکان نہیں تھا۔

مکان کے باہر وہ گاڑی موجود تھی جس میں ان بہنوں کو لایا گیا تھا۔ وہ گاڑی عبدالرحمن کے لیے چھوڑی گئی تھی۔ وہ وہاں سے دور ایک چھوٹے سے ٹاؤن کی طرف جاتا تھا اور ضرورت کا سامان خرید کر لے آتا تھا۔ پارس نے انہیں فون پر مخاطب کیا۔ جمیلہ نے پوچھا ''آپ کہاں ہیں؟ خیریت سے تو ہیں؟''

''میں تو خیریت سے ہوں۔ پہلے اپنی خیریت بتاؤ۔ جہاں ہو۔ وہاں خوش ہو؟ مطمئن ہو؟''

''ہم بہت خوش ہیں' بہت مطمئن ہیں۔ یہاں کسی کا خوف نہیں ہے۔آپ نے ہماری حفاظت کے لیے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ اب وردان کے فرشتے بھی شاید ہم تک نہ پہنچ سکیں۔''

نبیلہ نے اس سے فون لے کر کہا ''اور تو ہمیں ہر طرح کی خوشیاں مل رہی ہیں۔ اطمینان حاصل ہو رہا ہے بس ایک ہی کمی ہے۔''

''مجھے بتاؤ کون سی کمی رہ گئی ہے؟ میں پوری کروں گا۔''

''یہاں آپ نہیں ہیں اور آپ نہیں ہیں تو ہماری ساری خوشیاں بھی ادھوری سی ہیں اور سارے نظارے پھیکے پھیکے سے لگتے ہیں۔''

جمیلہ نے اس سے فون لے کر کہا ''نبیلہ کی طرح میں بھی آپ کی کمی محسوس کر رہی ہوں۔ کیا آپ ہماری کمی محسوس نہیں کرتے ہیں؟''

عبدالرحمن کمرے میں تھا۔کھڑکی کے پاس آ کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ دونوں برآمدے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک دوسرے سے فون لے کر اپنے اپنے دل کی باتیں کرتی جا رہی تھیں۔

عبدالرحمن ان کی باتیں سن رہا تھا اور پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کہ دونوں ہی پارس کو دل و جان سے چاہتی ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے انہیں خود سمجھنا چاہیے کہ ان میں سے کوئی ایک اس سے منسوب ہو سکتی ہے دوسری نہیں ہو سکتی۔

ادھر پارس کہہ رہا تھا ''میں تم دونوں کی کمی محسوس کرتا ہوں اس لیے کل کسی وقت پہنچنے والا ہوں۔''

جمیلہ نے خوش ہو کر نبیلہ سے کہا ''وہ آ رہے ہیں۔ کل کسی وقت یہاں پہنچنے والے ہیں۔''

جمیلہ نے خوش ہو کر اس سے موبائل فون چھین لیا پھر اسے کان سے لگاتے ہوئے کہا ''کیا یہ سچ ہے؟ آپ کل آ رہے ہیں؟''

''ہاں۔کل شام سے پہلے تم دونوں کے سامنے موجود رہوں گا۔''

''ہائے اللہ! آج تو خوشی کے مارے نہ بھوک لگے گی نہ نیند آئے گی۔''

جمیلہ نے اس سے فون لے کر کہا۔ ''میں بھی آج رت جگا مناؤں گی۔ آپ وعدہ کریں اب سے لے کر کل تک ہر ایک گھنٹے بعد فون کریں گے۔''

''ہر ایک گھنٹے بعد فون کا وعدہ نہیں کر سکتا لیکن فون ضرور کرتا رہوں گا۔ دیسے وعدہ کرو کہ پیٹ بھر کر کھاتی رہو گی اور آج رات ضرور نیند پوری کرو گی۔''

''نیند آئے گی تو سو سکوں گی۔ بھوک لگے گی تو کھا سکوں گی۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔تم دونوں کو خوب کھانا چاہیے اور خوب جی بھر کر سونا چاہیے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں نہیں آؤں گا۔''

''پلیز۔آپ نہ آنے کی بات نہ کریں۔''

نبیلہ نے فون چھین کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ''آپ کیا کہہ رہے ہیں کیا نہیں آئیں گے؟''

''میں نے یہ شرط عائد کی ہے کہ تم دونوں کو اچھی طرح کھانا ہو گا اور سونا ہو گا تبھی میں آؤں گا۔''

نبیلہ نے کہا ''میں وعدہ کرتی ہوں۔ خود بھی کھاؤں گی اور جمیلہ کو بھی کھلاؤں گی۔ خود بھی بھرپور نیند لوں گی اور جمیلہ کو بھی سلاؤں گی۔''

جمیلہ نے اس سے فون لے کر کہا ''یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔ کہ جو نبیلہ کرتی ہے وہی میں کرتی ہوں اور جو میں کرتی ہوں وہ نبیلہ کرتی ہے۔ اسے بھوک لگے گی تو مجھے بھی کھانا ہو گا۔ وہ سوئے گی تو مجھے بھی نیند آ جائے گی۔''

پارس نے ہنستے ہوئے کہا ''تم دونوں واقعی عجوبہ ہو۔تم سے باتیں کر کے بہت خوشی ہوتی ہے۔''

''صرف باتیں کر کے خوشی ہوتی ہے۔ کیا ملنے کو جی نہیں چاہتا؟''

''جی چاہتا ہے تبھی تو میں آ رہا ہوں۔''

''بس چلے آئیں۔ آپ کے بغیر زندگی ویران ویران سی لگتی ہے۔''

نبیلہ نے فون پر جھک کر کہا۔ ''اور مجھے تو زندگی، زندگی ہی نہیں لگتی۔''

پارس نے ہنستے ہوئے کہا ''اسی لیے میں زندگی کو زندگی کی طرح گزارنے آ رہا ہوں۔ اب فون بند کرتا ہوں۔ ایک آدھ گھنٹے بعد رابطہ کروں گا۔''

رابطہ ختم ہو گیا۔ جمیلہ فون کو بند کر کے نبیلہ کے گلے لگ گئی پھر بولی ''دیکھو میرا دل کس بری طرح دھڑک رہا ہے؟''

نبیلہ نے کہا ''تم بھی محسوس کرو ذرا سنو میرا دل بھی اسی طرح دھڑک رہا ہے۔''

جمیلہ نے سرگوشی میں کہا۔ ''ہائے! وہ ہم دونوں کا مطلوب ہے۔ محبوب ہے۔ ہم دونوں کے دلوں میں اور دماغوں میں نقش ہو چکا ہے۔ ہمارا کیا بنے گا نبیلہ؟''

پھر وہ چونک کر ایک دوسرے سے الگ ہو گئیں۔ عبدالرحمن کمرے سے باہر آ رہا تھا۔ نبیلہ نے خوش ہو کر کہا۔ ''ابو! پارس یہاں آ رہے ہیں۔ ابھی انہوں نے فون پر کہا ہے کہ وہ کل تک ہمارے پاس پہنچ جائیں گے۔''

عبدالرحمن نے ایک کرسی اپنی طرف کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''پارس نے ہمیں اس شیطان سے بچایا ہے۔ ہم یہاں کتنے آرام سے اور سکون سے ہیں۔ پوری طرح محفوظ ہیں۔ ہم اس کا احسان کبھی بھول نہیں سکیں گے۔ یہ میرے لیے

بڑے فخر کی اور بڑے اطمینان کی بات ہے کہ وہ میرا داماد بننا چاہتا ہے۔''

دونوں بہنیں ذرا شرما کر' ذرا مسکرا کر ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھنے لگیں۔ باپ نے بھی چور نظروں سے انہیں دیکھا پھر کہا ''خدا کا شکر ہے کہ آپریشن کے بعد تم دونوں الگ ہوگئی ہو۔ اب جڑواں نہیں رہی ہو۔ آئندہ تم میں سے کسی ایک کا ہی اس کے ساتھ نکاح پڑھایا جائے گا۔''

دونوں نے پریشان ہوکر اپنے باپ کو دیکھا پھر نبیلہ نے کہا۔ ''ابو! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

جمیلہ نے کہا۔ ''پارس ہم دونوں سے نکاح پڑھانے کے لیے برات لے کر آئے تھے۔ وردان کی دشمنی کے باعث ہم پارس کی شریک حیات نہ بن سکیں لیکن اب تو بن سکتی ہیں۔''

عبدالرحمن نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''بیٹی! تم دونوں سمجھدار ہو پہلے بات اور تھی۔ اب حالات مختلف ہیں۔ پہلے تم جڑواں تھیں۔ مجبوری تھی کہ دونوں کو کسی ایک سے ہی منسوب ہونا ہے اور کسی ایک کی ہی شریک حیات بن کر رہنا ہے لیکن اب ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے۔''

جمیلہ نے کہا ''جسم الگ ہو جانے سے کیا ہوتا ہے۔ ہمارا دل ایک ہے، دماغ ایک ہے، مزاج ایک ہے، سوچ، احساسات اور جذبات بھی ایک ہیں۔ ہم اب بھی ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔''

''تمہارے خیالات اور تمہارے مزاج ایک ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جڑی ہوئی ہو۔ دنیا والے تمہیں الگ الگ دیکھ رہے ہیں۔ ایسا کسی مذہب میں، کسی ملک میں نہیں ہوتا کہ دو سگی بہنوں کا نکاح کسی ایک شخص سے پڑھایا جائے۔''

''دنیا والے ہمارے جسموں کو علیحدہ دیکھ کر یہ سمجھیں گے کہ ہم الگ ہو چکی ہیں۔ تو یہ سراسر ان کی غلطی ہوگی۔ ہم ذہنی طور پر اب بھی جڑی ہوئی ہیں اور مرتے دم تک جڑی رہیں گی۔ ہمارا شوہر' ہمارا مجازی خدا ایک ہوگا اور وہ ایک ہستی پارس صاحب کی ہے۔''

''ایسی باتیں نہ کرو' لوگ تم دونوں کو بے حیا اور بے شرم کہیں گے۔ تم دونوں مسلمان ہو۔ کیا دین اسلام کے احکامات کے خلاف شادی کرنا چاہو گی؟''

''الحمد اللہ کہ ہم مسلمان ہیں لیکن خدا جانتا ہے کہ ہم جسمانی طور پر علیحدہ ہونے کے باوجود ذہنی طور پر علیحدہ نہیں ہوسکیں اور نہ ہی کبھی ہوسکتی ہیں۔''

''آپ مجھے سوئی چبھو کر دیکھیں۔ ادھر جمیلہ کے حلق سے چیخ نکلے گی۔ تکلیف مجھے ہوگی تو اسے بھی ہوگی۔''

جمیلہ نے کہا ''اگر ایک کو نیند آتی ہے تو دوسری کو بھی آتی ہے۔ اگر ایک بے چینی میں مبتلا ہو اور رات کو سو نہ سکے تو دوسری بھی ساری رات جاگتی رہتی ہے۔ اب آپ ہی انصاف کریں کہ ہم کس طرح ایک دوسرے سے الگ ہیں؟''

''اگر یہ بات آپ کی اور دنیا والوں کے سمجھ میں نہ آئے تو آپ پہلے جمیلہ سے پارس صاحب کا نکاح پڑھا کر دیکھیں۔ جب اس سے نکاح قبول کرنے کو کہا جائے گا تو یہ تنہا قبول نہیں کہے گی۔ ہم دونوں ایک ساتھ قبول کہیں گے۔''

جمیلہ نے کہا ''اگر صرف مجھے دلہن بنا کر پارس صاحب کے ساتھ رخصت کیا جائے گا تو میں نبیلہ کے بغیر نہیں جاؤں گی۔''

''ہم دونوں ایک ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ ایک ساتھ زندگی گزاریں گے اور ایک ساتھ موت کو گلے لگائیں گے۔''

عبدالرحمن اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر ناگواری سے بولا ''تم دونوں ایک ساتھ پیدا ضرور ہوئی ہو لیکن جسمانی طور پر علیحدہ ہونے کے باوجود ایک ساتھ زندگی نہیں گزار سکو گی۔ دونوں کے الگ الگ شوہر ہوں گے۔ تہذیب کی ابتدا سے لے کر آج تک جو ہوتا آیا ہے۔ وہی ہوگا۔ تم دونوں ایک ساتھ پارس کا خواب دیکھنا چھوڑ دو۔ یہ سراسر بے شرمی ہے۔ میں تم دونوں کو پارس میں دلچسپی لیتا دیکھتا ہوں تو میرا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔''

وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس گیا پھر وہاں رک کر بولا ''میں پارس سے بھی یہی کہوں گا کہ وہ تم میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے اور وہ سمجھدار ہے ایسا ضرور کرے گا۔ وہ مسلمان ہے۔ دینی احکامات کے خلاف دو سگی بہنوں سے بہ یک وقت نکاح نہیں پڑھوائے گا۔ وہ کل آرہا ہے۔ تم دیکھ لینا وہ وہی کرے گا جو آنکھیں کہتی ہیں۔ جو تہذیب کہتی ہے اور جو ہمارا دین کہتا ہے۔''

یہ کہہ کر وہ ان کی طرف سے پلٹ گیا پھر دروازہ کھول کر کمرے میں چلا گیا۔ ان کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ وہ دونوں پریشان ہوکر ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔

ان کے ذہنوں میں ایک ہی سوال تھا ''کیا پارس کسی ایک کو قبول کرے گا اور دوسری کو ٹھکرا دے گا؟ اگر ایسا ہے تو کسے قبول کرے گا اور کسے ٹھکرائے گا؟ جس طرح وہ دونوں ٹوٹ کر اس سے محبت کرتی ہیں۔ کیا اسی طرح وہ جواباً ان سے محبت نہیں کرے گا؟ ان سے شادی نہیں کرے گا؟''

نبیلہ نے دل برداشتہ ہوکر کہا۔ ''ابو کی یہ بات دل کو لگ رہی ہے کہ پارس دینی احکامات کے مطابق عمل کریں گے۔ ہم دونوں سے بہ یک وقت نکاح نہیں پڑھوائیں گے اور نہ ہی بہ یک وقت ہمیں اپنی شریک حیات بنا کر رکھیں گے۔''

''اگر ان کا فیصلہ بھی یہی ہوا تو وہ دو میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں گے۔''

دونوں نے پھر ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ''وہ ہم میں سے کس کا انتخاب کریں گے؟''

یہ سوال اہم تھا کہ جو منتخب ہوگی سو ہوگی لیکن جو منتخب نہیں ہوگی اس کا کیا بنے گا؟ کیا وہ پارس کے بغیر اور اپنی دوسری بہن کے بغیر علیحدہ رہ سکے گی؟ جبکہ جسمانی طور پر علیحدہ ہونے کے باوجود وہ ذہنی طور پر ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں۔ ایک ہی بیڈ پر سوتی تھیں۔ ایک ساتھ چلتی پھرتی تھیں۔ ایک ہی جگہ اٹھتی بیٹھتی تھیں اور ایک ساتھ کھاتی پیتی تھیں۔ حتیٰ کہ واش روم میں بھی ایک ساتھ جاتی تھیں پھر وہ ایک دوسرے سے دور کیسے رہ سکتی تھیں؟

پارس سے شادی خانہ آبادی کے سلسلے میں بڑے مسائل پیدا ہونے والے تھے۔

☆☆☆

میں رفتہ رفتہ شانت ہوگیا۔ مجھے صبر آگیا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی کہ میں سونیا کے سلسلے میں پریشان ہوتا رہوں گا اور نومی کی چالبازیوں پر جھنجلاتا رہوں گا تو مسئلہ کبھی حل نہیں ہوگا۔

پھر آمنہ کی یہ بات سہارا دے رہی تھی کہ وہ ہر نماز کے بعد سونیا کے لیے دعا میں مانگتی رہتی ہے اور اللہ نے چاہا تو وہ عزت و آبرو سے واپس آئے گی۔

فی الوقت میرے سامنے دو اہم باتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ کسی طرح سونیا تک پہنچنے کا راستہ نکالا جائے اور دوسری بات یہ کہ نومی کی کمزوریاں تلاش کی جائیں اور اسے رفتہ رفتہ کمزور بنایا جائے۔

فی الحال اس کی ایک کمزوری میرے سامنے آئی تھی اور وہ یہ کہ وہ وردان اور ارنا کوف سے اتحاد قائم کر رہی تھی۔ ان کی دوستی اور اتحاد کے نتیجے میں وہ ٹیلی پیتھی کے حوالے سے مضبوط ہونے والے تھے۔

پہلے نومی کے پاس ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا کاشف جمال تھا۔ اب وردان اور ارنا کوف کا اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کر رہی تھی اور میں اس فوج کی تعداد کم کر سکتا تھا۔

جب پہلی بار الپا نے ارنا کوف کے اندر جگہ بنائی تھی تو اس نے مجھے بھی اس کے اندر پہنچایا تھا۔ تب سے میں کئی بار اس کے اندر جا کر اس کے خیالات پڑھ چکا تھا۔ مجھے اور پارس کو وردان کا انتظار تھا۔ وہ جب بھی ارنا کوف سے ملنے کے لیے اس بنگلے میں آتا تو ہم اسے دبوچ لیتے۔ اس بار اسے بچ کر جانے کا موقع نہ دیتے۔

لیکن وہ بہت محتاط ہوگیا تھا۔ فی الحال ارنا کوف کے ساتھ وقت گزارنے کے لیے وہاں نہیں آرہا تھا۔ نومی یہ بات جانتی تھی کہ ہم بھی ارنا کوف کے اندر جگہ بنا چکے ہیں اور اس کے ذریعے وردان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس نے ایک فیصلہ کیا کہ میری لاعلمی میں ارنا کوف پر پہلی بار تنویمی عمل کرے اور اس کے دماغ میں جو موجودہ مخصوص لب و لہجہ ہے اسے مٹا دے اور نیا لب و لہجہ اس کے ذہن میں نقش کر دے تاکہ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ارنا کوف کے اندر کبھی نہ آسکیں۔

میں نے فیصلہ کرلیا کہ ارنا کوف کو اب خاک میں ملا دینا چاہیے۔ کالا جادو جاننے والوں میں وہی ایک دشمن عورت رہ گئی تھی پھر یہ کہ اس کے نابود ہو جانے سے نومی کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کم ہو جاتی یوں اس کی طاقت بھی کچھ کم ہو جاتی۔

میں ارنا کوف کے اندر پہنچ گیا اور خدا کا شکر ہے کہ بالکل صحیح وقت پر وہاں پہنچا۔ نومی اس وقت ارنا کوف کو گہری نیند سلانے کے بعد اس پر تنویمی عمل کر رہی تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی ''تمہارا وردان اس عدنان کے سلسلے میں اپنے آلۂ کاروں کے پاس مصروف ہے اس لیے میں مختصر سا تنویمی عمل کر رہی ہوں۔ تمہیں حکم دیتی ہوں کہ جو لب و لہجہ تمہارے ذہن میں نقش کیا گیا تھا اسے اب بھول جاؤ۔ میں نیا لب و لہجہ سنا رہی ہوں۔ اسے سنو اور اپنے ذہن میں نقش کرلو۔''

وہ ایک نیا لب و لہجہ اسے سنانے لگی۔ اس کے ذہن میں نقش کرنے لگی پھر بولی ''میں حکم دیتی ہوں۔ تم اس تنویمی عمل کا ذکر وردان سے نہیں کرو گی۔ آدھے گھنٹے تک سوتی رہو گی۔ نیند سے بیدار ہونے کے بعد اس تنویمی عمل کو بھول جاؤ گی۔ میں حکم دیتی ہوں اب سو جاؤ۔''

وہ دوسرے ہی لمحے میں تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے سو گئی۔ اس کے اندر خاموشی چھا گئی۔ اب نومی کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ وہ ضرور موجود ہوگی اور یہ جاننا چاہے گی کہ میں یا وردان اس کے دماغ میں پہنچ رہے ہیں یا نہیں؟ اگر ہم سے اس کے اندر کوئی پہنچتا تو اس

وقت معلوم ہو جاتا کہ وہ تنویمی نیند سو رہی ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ نومی نے اس پر یہ عمل کیا ہوا ہے۔

ایسے وقت وردان سے دوستی دشمنی میں یا بداعتمادی میں بدل سکتی تھی۔

میں فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر وردان کے اندر پہنچا پھر اس سے پہلے کہ وہ سانس روکتا میں نے کہا۔ ''ارنا کوف۔''

اس نے سانس روک لی۔ سوچنے لگا ''کون اس کے اندر آیا تھا؟ اور اس نے ارنا کوف کا نام کیوں لیا تھا؟''

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے ارنا کوف کے اندر پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ اس کی تنویمی نیند کچی تھی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی جب تک تنویمی نیند مکمل نہیں ہوتی۔ اس وقت تک تنویمی عمل میں پختگی نہیں آتی۔ نیند ٹوٹ جائے تو تنویمی عمل ضائع ہو جاتا ہے۔

وردان نے پوچھا ''تم بے وقت سو رہی تھیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ عدنان کے سلسلے میں جو آلہ کار دہلی ایر پورٹ میں ہیں ان کے دماغوں میں جاتی رہو۔''

''میں تمہارے حکم کی تعمیل کر رہی تھی پھر پتا نہیں اچانک کیسے نیند آ گئی؟''

پھر وہ چونک کر بولی ''اوہ گاڈ! مجھے یاد آ رہا ہے میں نے نیند کے دوران میں نومی کی آواز سنی تھی۔ وہ مجھ پر تنویمی عمل کر رہی تھی۔ میرے ذہن میں ایک نیا لب و لہجہ نقش کرنے کے بعد حکم دے رہی تھی کہ میں اس تنویمی عمل کا ذکر تم سے نہ کروں۔''

نومی اس کے دماغ میں چھپی ہوئی تھی۔ یہی دیکھنا چاہتی تھی کہ راز فاش ہوتا ہے یا نہیں؟ اور جب راز فاش ہونے لگا تو وہ سوچنے لگی کون وردان کے دماغ میں گیا تھا؟ کس نے اسے ارنا کوف کے پاس پہنچنے کے لیے کہا تھا؟

اس کے ذہن میں بات آئی۔ ''فرہاد کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ وہ ارنا کوف کے اندر پہنچ سکتا ہے۔ اس نے وہاں پہنچ کر مجھے تنویمی عمل کرتے دیکھا ہوگا اور یہ بات وردان تک پہنچا دی ہوگی۔''

ایسے ہی وقت فون کا بزر سنائی دیا۔ نومی نے اس پر نمبر پڑھے تو پتا چلا وردان کال کر رہا ہے۔ وہ سمجھ گئی کہ اس کے تنویمی عمل کے سلسلے میں باز پرس ہوگی۔

اس نے فون کو کان سے لگایا پھر کہا۔ ''ہیلو وردان! میں بول رہی ہوں۔''

اس نے کہا ''ارنا کوف کے پاس آ جاؤ۔ کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔''

اس نے فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ وہ ارنا کوف کے اندر آئی پھر انجان بن کر بولی۔ ''کیا بات ہے وردان؟''

اس نے پوچھا ''تم ابھی ارنا کوف پر تنویمی عمل کر رہی تھیں؟''

وہ حیرانی سے بولی ''میں۔ میں ارنا کوف پر تنویمی عمل کیوں کروں گی؟ میں تو ابھی اس آلہ کار کے دماغ میں تھی جو دہلی ایر پورٹ کی وزیٹرز لابی میں کھڑا ہوا تھا اور فلائٹ انفارمیشن چارٹ پڑھ رہا تھا۔ اس کے ذریعے میں معلوم کر رہی تھی کہ پیرس سے جو جہاز روانہ ہوا ہے وہ یہاں کب تک پہنچنے والا ہے؟''

ارنا کوف نے کہا ''لیکن نومی! میں نے تمہاری آواز اپنے اندر سنی ہے۔ تم مجھ پر تنویمی عمل کر رہی تھیں۔''

''ارنا کوف! یہ کیا کہہ رہی ہو۔ تمہاری اجازت کے بغیر نہ میں تمہارے اندر آ سکتی ہوں۔ نہ تنویمی عمل کر سکتی ہوں۔''

''اگر تم نہیں آئی تھیں تو پھر کون آئی تھی؟ میں عدنان کے سلسلے میں آلہ کار کے اندر پہنچنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت مجھے نیند محسوس ہوئی پھر میں بستر پر لیٹ گئی۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا کہ میں کہاں ہوں؟ لیکن گہری نیند میں، میں نے تمہیں تصور میں دیکھا تھا اور تمہاری آواز سنی تھی۔ تم مجھ پر تنویمی عمل کر رہی تھیں اور یہ حکم دے رہی تھیں کہ اس عمل کا ذکر میں وردان سے نہ کروں۔''

نومی نے کہا ''پھر تو یہ دشمنوں کی کوئی چال ہے۔ یا تو الپا کو تمہارے اندر آنے کا راستہ مل گیا ہے یا پھر فرہاد کی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی یہاں آ کر عمل کر رہی ہوگی اس نے اپنے آپ کو نومی کہا ہوگا اور میرا ہی لب و لہجہ اختیار کیا ہوگا۔''

وردان نے پوچھا ''ارنا کوف! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمہاری اجازت کے بغیر کوئی تمہارے اندر کیسے آیا؟ میں نے تو تمہارے دماغ کو لاک کر رکھا ہے۔ الپا ہو، فرہاد کی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو یا نومی ہو، تم کسی بھی آنے والی کو سانس روک کر بھگا سکتی تھیں پھر تم نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کیا؟''

وہ بولی ''تمہارے اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ میں خود حیران ہوں، پریشان ہوں کہ میں نے کسی آنے والی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کیا اور جب میں نے آواز سنی تو وہ نومی کی آواز تھی۔''

ارنا کوف میری مرضی کے مطابق بولی ''میں یقین سے کہتی ہوں کہ نہ کوئی فرہاد کی ٹیلی پیتھی جاننے والی تھی اور نہ الپا تھی۔ میں نومی کے لب و لہجے کے ایک ایک اتار چڑھاؤ کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔''

نومی نے پوچھا ''کیا تمہارے دماغ میں کوئی دشمن گھسا ہوا ہے؟ تم اس کی مرضی کے مطابق مجھے الزام دیے جا رہی ہو۔''

وہ میری مرضی کے مطابق بولی ''میں الزام نہیں دے رہی ہوں۔ سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے۔ الپا تل ابیب میں اپنے نئے معاملات میں مصروف ہے۔ وہ یہاں کیوں آئے گی اور کیسے آئے گی؟ اسے کیسے میرے اندر جگہ ملے گی؟ پھر یہ کہ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں صرف ایک لڑکی اعلیٰ بی بی ہے۔ اگر وہ میرے دماغ میں آتی تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ اس نے اور اس کے باپ نے میرے اندر راستہ بنا لیا ہے اور جب بنا لیا ہے تو پھر انہوں نے مجھے جان سے کیوں نہیں مارا؟ جب کہ وہ تمام کالا جادو جاننے والوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔''

وردان نے قائل ہو کر کہا ''بے شک۔ فرہاد یا اس کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ارنا کوف کے اندر آیا ہوتا تو یہ ابھی زندہ نہ رہتی۔''

نومی نے کہا ''تو پھر الپا آئی ہوگی۔''

وردان نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اسرائیلی اکابرین میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ الپا آرمی کے اعلیٰ افسروں کے درمیان بیٹھی ایک اہم معاملے پر باتیں کر رہی تھی۔ پتا چلا پچھلے ایک گھنٹے سے ان کی یہ میٹنگ جاری ہے۔

وردان نے ارنا کوف کے پاس واپس آ کر کہا ''نومی! میں نے ابھی معلوم کیا ہے الپا وہاں اکابرین کے درمیان ہے اور پچھلے ایک گھنٹے سے کسی اہم میٹنگ میں مصروف ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کیا وہ اہم میٹنگ چھوڑ کر ارنا کوف کے پاس تنویمی عمل کرنے آئی تھی؟''

ارنا کوف نے کہا ''میں کہہ رہی ہوں کہ میں نے اپنے اندر صاف طور سے نومی کے لب و لہجے کو سنا ہے اور سمجھا ہے۔ پلیز نومی! تم یہاں جو کرنے آئی تھیں۔ اس سے اب انکار نہ کرو۔''

نومی نے غصے سے کہا ''تم بکواس کر رہی ہو۔ مسٹر وردان! میں محسوس کر رہی ہوں کہ تمہیں بھی مجھ پر شبہ ہو رہا ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ تم کسی طرح اپنا شبہ دور کر دو اور پھر مجھ سے بات کرو۔ ورنہ ہماری دوستی آگے نہیں بڑھے گی۔''

وردان یہ دوستی ختم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دوستی کی آڑ میں نومی کے قریب سے قریب تر ہونا چاہتا تھا۔ اس نے جلدی سے کہا ''نہیں نومی! میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ دشمنوں کی چالوں کو نہ سمجھوں۔ فرہاد کو کسی طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہم دوست بن رہے ہیں اور آپس میں متحد ہو رہے ہیں تو اس نے ایسی کوئی چال چلی ہے جس کی وجہ سے ابھی ہمارے درمیان شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے ہیں۔ میں آخری بات کہتا ہوں کہ میں تم پر کبھی شبہ نہیں کروں گا۔ ہم دوست ہیں اور دوست رہیں گے۔''

نومی نے خوش ہو کر کہا ''شکریہ وردان! تمہارا یہ اعتماد ہماری دوستی کو اور زیادہ مستحکم کرے گا۔''

اس نے کہا ''ارنا کوف! تم نے نومی پر شبہ کر کے اس کی توہین کی ہے۔ لہٰذا اس سے معافی مانگو۔''

وہ اس کی کنیز تھی۔ تابعدار تھی اس نے فوراً ہی نومی سے معافی مانگی۔ ''کوئی بات نہیں' مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ دشمن اپنی چال میں ناکام رہا ہے۔ ہمارا مستحکم اعتماد دیکھ کر وہ مایوس ہو چکا ہوگا۔''

وردان نے کہا ''ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ ارنا کوف کے دماغ میں وہ دشمن کیسے پہنچ گیا تھا یا پہنچ گئی تھی؟''

میں ان تینوں کی باتیں سن رہا تھا۔ اگرچہ ان کے اتحاد کو کمزور بنانے کے سلسلے میں بہ ظاہر ناکام رہا تھا لیکن یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ مجھے بڑی حد تک کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ وردان نومی پر شبہ کر رہا ہے لیکن اس سے دوستی قائم رکھنا چاہتا ہے۔ اسے ناراض نہیں کرنا چاہتا اس لیے بڑی حکمتِ عملی سے بات بدل کر مجھ پر الزام رکھ رہا تھا۔

میں نے اس بنگلے کے فون نمبر نوٹ کیے۔ جہاں ابھی ارنا کوف موجود تھی۔ وردان نے اس سے کہا ''دیکھو! کس کا فون ہے؟''

اس نے سی ایل آئی پر نمبر پڑھ کر اسے سنایا تو وہ بولا ''فرہاد کال کر رہا ہے۔ ریسیور اٹھا کر اس سے باتیں کرو۔''

ارنا کوف نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا ''ہیلو کون؟''

میں نے کہا ''ارنا کوف! تم سمجھ رہی تھیں کہ وردان کی گود میں جا کر چھپ جاؤ گی اور ہم تمہیں تلاش نہیں کر سکیں گے۔''

وہ انجان بن کر بولی ''تم۔ تم کون ہو؟''

''میں موت کا فرشتہ ہوں۔ اب تک کالا جادو جاننے والے تمام دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں۔ صرف تم

رہ گئی ہو۔ کیا اب تمہاری سمجھ میں آیا کہ میں کون ہوں؟''

''اچھا تو تم فرہاد علی تیمور ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ سوامی وردان وشوانا تھ ایک فولادی قلعہ ہے اور میں اس قلعے کے اندر ہوں۔ تمہارے فرشتے بھی یہاں تک پہنچ نہیں پائیں گے۔''

''تم یہ دیکھ رہی ہو کہ میں تمہارے اس ٹیلی فون تک پہنچ گیا ہوں۔ جو تمہارے گھر کے اندر ہے۔ میری آواز تمہارے گھر کے اندر پہنچ گئی ہے تو سمجھو کہ میں بھی پہنچ گیا ہوں اور کسی بھی وقت تمہاری آتما کو تمہارے جسم سے نکال سکتا ہوں۔''

وہ بولی ''چند گھنٹے پہلے معلوم ہوا تھا کہ تمہارا بیٹا پارس یہاں آیا ہوا ہے اور میری تاک میں ہے۔ میں تو انتظار میں تھی کہ وہ یہاں آئے اور کتے کی موت مارا جائے۔ معلوم ہوتا ہے بیٹا دم دبا کر بھاگا ہے تو باپ یہاں آیا ہے۔''

''بہت بول رہی ہو۔ اگر ایک بار میں تمہارے دماغ میں پہنچ جاؤں گا تو پھر بولنا بھول جاؤ گی۔''

میں نے ایسی بات کہہ کر یہ تاثر دیا کہ ارنا کوف کا دماغ لاک ہے اور میں کبھی اس کے دماغ میں نہیں جاتا ہوں اور جانا چاہوں تب بھی نہیں جا سکوں گا۔

نومی وہاں رہ کر ہماری باتیں سن رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی کہا ''یہ فرہاد جھوٹ کہہ رہا ہے۔ یہ اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ضرور کسی طرح ارنا کوف کے اندر آتے ہیں۔ انہوں نے ابھی اس پر تنویمی عمل کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔''

وردان یہ بات کبھی تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ اس کی معمولہ اور تابعدار ارنا کوف کے اندر کوئی بھی آ سکتا ہے اور نہ ہی نومی یہ کہہ کر ثابت کر سکتی تھی کہ الپا ارنا کوف کے اندر آ چکی تھی اور اس کے بعد نومی خود اس کے اندر آتی جاتی رہتی ہے۔ وہ اپنا یہ بھید نہیں کھول سکتی تھی اس لیے صاف طور سے یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ کس طرح ہم سب نے ارنا کوف کے اندر جگہ بنائی ہے۔

وردان یہ سمجھ رہا تھا کہ نومی غلط کہہ رہی ہے۔ اس کی معمولہ اور تابعدار کے اندر کوئی نہیں آ سکتا پھر بھی اس نے مصلحتاً نومی کی بات کو تسلیم کیا مگر بات بدلتے ہوئے کہا۔ ''نومی! اگر فرہاد ارنا کوف کے دماغ میں آ سکتا تو ابھی وہ ٹیلی فون پر باتیں نہ کرتا۔ تمہاری بات غلط نہیں ہے۔ ارنا کوف کے دماغ میں یقیناً الپا آتی ہوگی۔ اسی نے اس پر تنویمی عمل کرنے کی کوشش کی ہوگی۔''

ان کی باتوں کے دوران میں ارنا کوف تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گئی تھی۔ میں نے فون پر پوچھا۔ ''تم خاموش کیوں ہو گئی ہو؟''

اس نے کہا ''جسٹ اے منٹ۔ میں ابھی بات کرتی ہوں۔''

اس نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھا پھر خیال خوانی کے ذریعے نومی اور وردان سے کہا ''پلیز۔ اپنی باتوں میں یہ نہ بھولو کہ میں اس وقت فرہاد سے باتیں کر رہی ہوں۔ پہلے اس کی باتیں تو سن لو۔''

وہ دونوں چپ ہو گئے۔ ارنا کوف نے فون پر مجھ سے پوچھا ''ہاں۔ تو تم کیا کہہ رہے تھے؟''

میں نے کہا ''تم بھول رہی ہو۔ میں کچھ نہیں کہہ رہا تھا تم کہہ رہی تھیں کہ وردان ایک فولادی قلعہ ہے اور تم اس قلعے میں محفوظ ہو جب کہ میں فون کے ذریعے تم تک پہنچ چکا ہوں اور میں نے یہ کہنے کے لیے فون کیا ہے کہ تم اپنی موت سے صرف چند منٹ کے فاصلے پر ہو۔''

یہ کہہ کر میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس نے سہم کر ہیلو ہیلو کہتے ہوئے مجھے آواز دی۔ گونگے ریسیور کو دیکھا پھر وردان سے کہا ''تم نے سنا؟ اس نے ابھی کیا کہا ہے؟''

''وہ یہی کہتا ہے۔ اس کا باپ بھی تمہارے اس بنگلے کے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی۔ دہشت کے مارے ارنا کوف کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ کھڑکی کا شیشہ ٹوٹ کر فرش پر بکھر گیا تھا۔ وردان نے کہا ''فرش پر لیٹ جاؤ۔ بیڈ کے نیچے چھپ جاؤ۔''

نومی نے کہا ''سیکورٹی گارڈ سے معلوم کرو۔ کس نے گولی چلائی ہے؟ کہاں سے چلائی ہے؟ کیا فرہاد واقعی وہاں پہنچ گیا ہے؟''

پھر وہ خود ہی بولی ''نہیں۔ یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ وہ پیرس میں ہے۔ ابھی اپنے آلۂ کار کے ذریعے ارنا کوف تک پہنچنا چاہتا ہے۔''

وردان خیال خوانی کے ذریعے سیکورٹی گارڈ کے اندر پہنچا۔ اسی وقت اس افسر کے حلق سے چیخ نکلی۔ ایک گولی آ کر اسے لگی تھی۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ گئی تھی اور وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا تھا۔ وہ محض زخمی ہوا تھا۔ وردان نے اس کے خیالات سے معلوم کیا کہ اس کے تین سیکورٹی گارڈز باغی ہو گئے ہیں اور ان پر گولی چلا رہے ہیں۔

یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی کہ میں نے اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کے تین سیکورٹی گارڈز کے

دماغوں پر قبضہ جما لیا ہے اور اب وہ بنگلے کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔

وہ ایک دوسرے سیکورٹی گارڈ کے اندر پہنچا۔ وہ گارڈ بنگلے کے اندر دوڑتا ہوا آیا تھا پھر بیڈ روم میں پہنچ کر بول رہا تھا ''میم صاحب! آپ کدھر ہے؟ کوئی چنتا مت کرو ہم آ گیا ہے۔''

ارنا کوف نے بیڈ کے نیچے سے نکلتے ہوئے کہا۔ ''میں یہاں ہوں تم دروازے پر کھڑے ہو جاؤ یہاں کسی کو نہ آنے دو۔''

سیکورٹی گارڈ نے نشانہ لے کر گولی چلائی۔ ارنا کوف کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ گولی اس کی ٹانگ میں لگی تھی۔ وہ سیکورٹی گارڈ میری مرضی کے مطابق دوڑتا ہوا باہر گیا پھر چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ ''سوامی جی! آپ کدھر ہے؟ ادھر میرے اندر آؤ۔''

وردان نے اس کے اندر آ کر پوچھا ''تم کیوں چلا رہے ہو؟''

وہ بولا ''میم صاحب کا اندر میں جاؤ تمہارا باپ اس کے اندر پہنچ گیا ہے۔''

وہ فوراً ہی ارنا کوف کے اندر پہنچا وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہی تھی۔ اس نے کہا ''اوہ گاڈ! اس نے تمہیں زخمی کیا ہے۔''

میں نے کہا ''ہاں۔ یہ تو تم سمجھ ہی گئے ہو گے کہ اب میں ٹیلی فون کا محتاج نہیں رہا ہوں۔''

''میں بھی سمجھ رہا ہوں کہ تم اسے زندہ نہیں چھوڑو گے۔ کالا جادو جاننے والے دشمنوں میں یہ تمہاری آخری دشمن رہ گئی ہے اور اب تم اس کا بھی آخری وقت لانے والے ہو۔ پھر بھی پوچھ رہا ہوں۔ کیا ہمارے درمیان کوئی سمجھوتا ہو سکتا ہے؟ مجھ سے کوئی بھی شرط منوا لو لیکن اسے زندہ چھوڑ دو۔''

میں تھوڑی دیر تک جان بوجھ کر خاموش رہا۔ اس نے پوچھا ''تم چپ کیوں ہو، بولتے کیوں نہیں؟''

''میں ابھی اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا کہ تم سب میرے پوتے عدنان کو ٹریپ کرنا چاہتے ہو۔ تمہارے آلۂ کار دہلی ایئر پورٹ میں موجود ہیں اور میرے پوتے کا انتظار کر رہے ہیں۔''

وہ بولا ''میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔ تمہارے پوتے کی طرف کوئی دشمن نہیں جائے گا اور نہ ہی میں دشمنی کروں گا۔ اس کے بدلے ارنا کوف کو زندہ چھوڑ دو۔''

نومی کی آواز ابھری ''وردان! تم اپنی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو زندہ رکھنے کے لیے فرہاد سے اس کی زندگی کی بھیک مانگ رہے ہو اور یہ بھول رہے کہ یہ کس قدر چالباز ہے؟ یہ تم سے سمجھوتا کر لے گا لیکن در پردہ ارنا کوف پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر رکھے گا اور تمہیں خبر بھی نہیں ہو گی۔ تم اسی خوش فہمی میں مبتلا رہو گے کہ یہ تمہاری تابعدار ہے۔''

میں نے کہا ''جیسا کہ تم اب تک وردان کو بے وقوف بناتی رہی ہو اور اس سے یہ بات چھپاتی رہی ہو کہ تم نے بہت پہلے سے ارنا کوف کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا رکھا ہے۔''

پھر میں نے وردان سے کہا ''مسٹر وردان! ارنا کوف کے چور خیالات صاف طور پر یہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے اندر آتی جاتی رہی ہے۔''

وردان ارنا کوف کے چور خیالات پڑھ کر یہ معلوم کر چکا تھا لیکن نومی سے دوستی قائم رکھنے کے لیے حقیقت سے انکار کر رہا تھا۔ اس وقت بھی اس نے کہا ''میں نے اس کے چور خیالات ابھی نہیں پڑھے ہیں۔ اب پڑھ کر دیکھتا ہوں کہ تم کس حد تک درست کہہ رہے ہو؟''

اس سے پہلے ہی ارنا کوف کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی وہ ایک دم سے اچھل کر فرش پر گری اور تڑپنے لگی۔ نومی نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا تھا اور چیخ کر کہہ رہی تھی۔ ''دیکھو وردان! یہ فرہاد ارنا کوف کے اندر زلزلہ پیدا کر رہا ہے اسے اسی طرح مارڈالنا چاہتا ہے۔''

وہ نومی واقعی بہت ہی مکار تھی۔ خود زلزلہ پیدا کر رہی تھی۔ اسے مارڈالنا چاہتی تھی تاکہ اس کا بھید نہ کھلے اور الزام مجھ پر عائد کر رہی تھی کہ میں زلزلہ پیدا کر رہا ہوں۔ وردان نے کہا ''مسٹر فرہاد! پلیز ایسا نہ کرو۔ مجھ سے بات کرو۔''

میں نے کہا ''وردان! تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ یہ زلزلہ میں نہیں نومی پیدا کر رہی ہے۔ یہ نہیں چاہتی کہ اس کا کوئی بھید کھلے اس لیے اب یہ اسے مارڈالنا چاہتی ہے۔''

ایک بار پھر ارنا کوف کے حلق سے ایک کمزور سی چیخ نکلی۔ نومی نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اس کے اندر اب اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ منہ سے آواز بھی نکال سکتی۔ تقریباً اس کی آدھی جان نکل چکی تھی۔ اس کا دماغ بجھ رہا تھا۔ اس کے بجھتے ہوئے دماغ میں ابھی ہمارے لیے رہنے کی گنجائش تھی۔ نومی کہہ رہی تھی ''فرہاد نے قسم کھائی تھی کہ تمام کالا جادو جاننے والے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارے گا۔ آج وہ

اپنی یہ قسم پوری کر رہا ہے۔''

میں نے کہا ''تم غلط کہہ رہی ہو۔ اگر ابھی وردان سے میرا سمجھوتا ہو جاتا تو میں کبھی اسے نہ مارتا لیکن اس وقت تم مکاری دکھا رہی ہو میری آڑ میں اسے ہلاک کر رہی ہو تاکہ اس کی ہلاکت کا الزام صرف مجھ پر آئے۔''

یہ کہتے ہی میں نے ایک آخری بار زبردست زلزلہ اس کے اندر پیدا کیا۔ اپنی یہ قسم پوری کر دی کہ اس آخری کالا جادو جاننے والی کو بھی موت کے گھاٹ اتاروں گا۔ اس کی زندگی پر موت کی آخری مہر میں نے لگائی اور الزام نومی پر آیا۔

وردان کو یقین ہو چکا تھا کہ نومی نے ایسا کیا ہے۔ اگر وہ چالباز اور مکار تھی تو وردان بھی کچھ کم نہیں تھا۔ وہ دوستی کے نام پر اسے اپنے ساتھ لگائے رکھنا چاہتا تھا۔ اسے امید تھی کہ کبھی نہ کبھی اس کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہاتھ آئے گی تو پھر وہ اسے بھی اپنی ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں بند کر لے گا۔

ارنا کوف دوسرے جادوگروں کی طرح فنا ہو چکی تھی۔ اب اس کے دماغ میں کوئی نہیں رہ سکتا تھا اس لیے میں، وردان اور نومی سبھی اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے تھے۔

میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ نومی نے جو اتحاد قائم کیا تھا۔ اس میں، میں نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو کم کر دیا تھا۔ وردان کے دماغ میں یہ بات ڈال دی تھی کہ نومی ناقابلِ یقین ہے۔ وہ آئندہ بھی اسے دھوکا دے کر اپنا کوئی فائدہ حاصل کر سکتی ہے۔

وردان فی الحال سراسر نقصان میں تھا۔ نومی سے اس لیے دوستی کر رہا تھا کہ اس نے ایک تو عدنان کے بارے میں اسے معلومات فراہم کی تھیں۔ دوسرا یہ بتایا تھا کہ پارس دار جلنگ میں ہے اور ارنا کوف کی نگرانی کر رہا ہے اور اس تاک میں ہے کہ وردان جب بھی اس سے ملنے جائے گا تو اس پر جان لیوا حملہ کیا جائے گا۔

اس نے سوچا ''نومی اگرچہ ارنا کوف پر تنویمی عمل کر کے اسے مجھ سے چھیننا چاہتی تھی لیکن اس نے دو بڑے خطرات سے مجھے آگاہ بھی کیا ہے۔ اگر وہ آگاہ نہ کرتی اور میں ارنا کوف سے ملنے چلا جاتا تو وہ باپ بیٹے مجھے وہاں سے بچ کر کبھی نہ جانے دیتے۔''

فی الحال نومی کی دوستی سے اسے فائدے بھی پہنچ رہے تھے اور نقصان بھی..... اور وہ ایک بہت بڑا نقصان اٹھا چکا تھا۔ ارنا کوف جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ میدانِ جنگ میں ہتھیاروں کی کمی نہیں ہونی چاہیے اور اس کا ایک ہتھیار کم ہو چکا تھا۔

☆☆☆

اعلیٰ بی بی لکھنؤ والا وہ مکان چھوڑ چکی تھی۔ جہاں نومی کرسٹل نے اسے قیدی بنا کر رکھا تھا۔ وہ وہاں سے نکلنے کے بعد تنہا کہیں رہ نہیں سکتی تھی کیونکہ وہ خوبصورت تھی۔ نوجوان تھی۔ جہاں بھی جاتی تو سوالیہ نظریں اس سے یہی پوچھتیں کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے اور جہاں سے بھی آئی ہے تو اکیلی کیوں ہے؟

ایسے تمام سوالات سے بچنے کے لیے اس نے ایک بوڑھے میاں بیوی کا سہارا لیا۔ وہ بوڑھی عورت بہت بیمار تھی اور بڑے میاں زیادہ محنت و مشقت کے قابل نہیں رہے تھے۔ عطر فروشی کا خاندانی پیشہ تھا۔ بازار میں ایک چھوٹی سی دکان تھی وہ دکان دو وقت کی روٹیوں کا سہارا بنی ہوئی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے بڑے میاں کو تاڑ لیا تھا کہ وہی اس کے کام آ سکتے ہیں۔ اس نے بڑے میاں کے خیالات پڑھے تھے۔ ان کا پتا ٹھکانا معلوم کیا تھا پھر ان کے گھر پہنچ گئی تھی۔ بڑی بی نے پوچھا ''بیٹی! تم کون ہو؟''

وہ چارپائی پر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی ''خالہ جان! آپ مجھے نہیں پہچانیں گی۔ میرا نام سعیدہ بتول ہے۔''

بڑی بی کو ایک تو اچھی طرح دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اوپر سے بیمار بھی تھی۔ دماغ کام نہیں کرتا تھا۔ اس نے سوچتے ہوئے کہا ''نام تو کچھ سنا ہوا سا لگ رہا ہے۔''

''جی ہاں۔ آپ بہنوں میں عداوت پیدا ہو گئی تھی۔ دس برس سے جھگڑے چلے آ رہے ہیں۔ آپ دونوں نے کبھی ایک دوسرے کا منہ نہیں دیکھا تو پھر آپ اپنی بہن کی اس بیٹی کو کیسے پہچانیں گی؟''

اعلیٰ بی بی نے خیال خوانی کے ذریعے ان میاں بیوی کی پوری ہسٹری معلوم کی تھی۔ جب اس نے گزری ہوئی تمام باتیں بڑی بی کے سامنے بیان کیں تو وہ قائل ہو گئی۔ بڑے میاں رات کو گھر آئے تو اس نے انہیں بھی قائل کیا۔ بڑے میاں نے پوچھا ''تم ماں باپ کو چھوڑ کر یہاں کیوں آئی ہو؟''

اس نے کہا ''امی کا انتقال ہو چکا ہے اور ابو نے دوسری شادی کر لی ہے۔ سوتیلی ماں کے ساتھ گزارا نہیں ہوتا فی الحال کچھ روز پناہ لینے آئی ہوں۔ کوئی ملازمت مل جائے گی تو یہاں سے چلی جاؤں گی۔''

اس رات اس نے ان دونوں پر عمل کیا۔ انہیں اپنے زیر

اثر لے آئی۔ اس کے بعد پھر انہوں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ لکھنؤ میں ان کا گزارا نہیں ہو رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ''دہلی کے ایک بنک میں میرے پچیس لاکھ روپے رکھے ہوئے ہیں۔ میرے ساتھ چلو وہاں کوئی اچھا سا بڑا سا کاروبار کرو۔ تم دونوں کا بڑھاپا بڑے آرام سے گزرے گا۔''

اعلیٰ بی بی ایک طویل عرصے تک شانتا بائی کی بیٹی بن کر زندگی گزارتی رہی تھی۔ اسے ایک بیٹی کا پیار دیتی رہی تھی اور اس سے ایک ماں کا پیار حاصل کرتی رہی تھی اس لیے اس سے ایک دلی لگاؤ ٹوٹ پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اب اس کے پاس نہیں جا سکتی تھی۔ وردان نے اس کے دل میں نفرت پیدا کر دی تھی لیکن وہ دور ہی دور سے اسے دیکھ سکتی تھی اور اس کے کسی کام آ سکتی تھی۔

اس لیے وہ ان بوڑھے میاں بیوی کو ساتھ لے کر دہلی آ گئی۔ اس نے بڑے میاں کو اپنا ایک دولت مند سرپرست ظاہر کیا پھر ان کے ذریعے وہاں ایک بہت ہی مہنگے علاقے میں مکان خریدا گاڑی خریدی۔ ایک نئی زندگی کا آغاز اس طرح کیا کہ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو اس پر شبہ نہ ہو۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا۔ شانتا بائی اسپتال میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارتی ہے جب تک میں اور اعلیٰ بی بی اس کے ساتھ تھے۔ تب تک میں اس کے اسپتال کو اور اس کے تمام کاروبار کو سنبھالتا رہا تھا۔ اب ساری ذمے داریاں اسے سنبھالنی پڑ رہی تھیں اور وہ پریشان ہوتی رہتی تھی۔

اعلیٰ بی بی اس کی پریشانیاں دور کرنے کے لیے کیا کرتی رہی اس کا ذکر میں بعد میں کروں گا۔ فی الحال اپنی داستان کے اہم حصے کی طرف آتا ہوں۔ وہ شانتا بائی کو دور ہی دور سے دیکھنے اور اس کے کام آنے کے لیے اسپتال پہنچی تو وہاں اس نے الکا اگنی ہوتری کو دیکھا۔ اس کے بھائی پورس کی بیوی شیوانی کی آتما اس کے جسم میں سمائی ہوئی تھی۔

وہ اسے ایک ڈاکٹر کے چیمبر میں دیکھ کر ذرا رک گئی۔ وہ الکا اگنی ہوتری کو پہچانتی نہیں تھی اور نہ ہی اس وقت یہ جانتی تھی کہ شیوانی کی آتما اس کے اندر سمائی ہوئی ہے۔ وہاں رکنے کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو الکا بے حد حسین تھی اسے دیکھنے والے یقیناً رک رک جاتے ہوں گے۔ راستہ بھول جاتے ہوں گے۔ اعلیٰ بی بی کے رکنے کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ اس وقت وہ غصے میں تھی اور ڈاکٹر سے جھگڑ رہی تھی۔

ڈاکٹر کے چیمبر کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ باہر سے دکھائی

دے رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے اندر آ کر دیکھا۔ ڈاکٹر ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔ وہ بھی غصے میں تھا اور کچھ پریشان سا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے ان دونوں کو دیکھا پھر پوچھا ''کیا بات ہے؟''

ڈاکٹر نے ناگواری سے اسے دیکھا پھر پوچھا ''تم کون ہو؟ بغیر اجازت اندر کیوں آئی ہو؟ جاؤ یہاں سے۔''

''میں جانے کے لیے نہیں آئی ہوں۔ سیدھی طرح پوچھ رہی ہوں۔ معاملہ کیا ہے مجھے بتاؤ ورنہ ابھی ایک فون کال کروں گی تو شانتا بائی یہاں پہنچ جائیں گی۔ تم تو جانتے، میرے ان سے کیسے تعلقات ہیں؟''

الکا نے کہا ''میں بتاتی ہوں۔ یہ ڈاکٹر نہیں شیطان ہے۔ ہوس پرست ہے۔ میں نے نبض دکھانے کے لیے اپنا ہاتھ پیش کیا تو یہ دست درازی کرنے لگا۔''

ڈاکٹر نے غصے سے کہا ''تم بکواس کرتی ہو۔ مجھے جھوٹا الزام دے رہی ہو۔ مجھے بدنام کرنا چاہتی ہو۔''

اعلیٰ بی بی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ ایک دم سے غصہ بھول گیا۔ عاجزی سے کہنے لگا۔ ''وہ۔ بات دراصل یہ ہے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ آخر میں انسان ہوں۔ اس کی خوبصورتی دیکھ کر بہک گیا تھا۔ میں اس سے معافی چاہتا ہوں۔''

الکا نے حیرانی سے کہا ''ابھی تو تم غصہ دکھا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ پولیس والے بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور اب تم اچانک ہی میرے سامنے جھک رہے ہو۔''

ڈاکٹر پریشان ہو رہا تھا کہ وہ اچانک عاجزی سے کیوں بول رہا ہے اور اپنی غلطی کا اعتراف کیوں کر رہا ہے؟

وہ اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق بولا ''مس الکا! کسی کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے، وہ شرمندہ ہو اور معافی مانگے تو اسے معاف کر دینا چاہیے۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''میں بھی یہی کہوں گی کہ یہ معافی مانگ رہا ہے تو اسے معاف کر دو۔ غصہ تھوک دو اور کسی دوسرے ڈاکٹر کے چیمبر میں چلی جاؤ۔''

جب ڈاکٹر نے الکا کا نام لیا تھا تو اعلیٰ بی بی نے توجہ نہیں دی تھی۔ اب اس سے بات کرتے وقت ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ نام پہلے بھی سنا ہوا ہے پھر اسے یاد آیا کہ اس کے بھائی پورس کی بیوی شیوانی کی آتما بھٹکتی ہوئی جس لڑکی کے جسم میں پہنچی ہے۔ اس کا نام الکا اگنی ہوتری ہے۔

الکا اس ڈاکٹر کو نفرت سے دیکھتے ہوئے اس چیمبر سے باہر جا رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ مختصر سے خیالات پڑھتے ہی پتا چلا کہ یہ وہی الکا اگنی

ہوتری ہے۔ شیوانی بھی مر چکی ہے۔ الکا بھی مر چکی ہے لیکن شیوانی کی آتما نے اس کے جسم کو زندہ اور متحرک رکھا ہے۔ اعلیٰ بی بی اس کے پیچھے چلتی ہوئی بولی ''تمہیں بیماری کیا ہے؟ میرے ساتھ چلو میں تمہیں کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہوں۔''

وہ بولی ''میں ذہنی پریشانیوں میں الجھی رہتی ہوں۔ مجھے نیند نہیں آتی۔ اگر یہ کوئی بیماری ہے تو اس کا علاج کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں ہے لیکن میں نیند کی گولیاں کھا کر سو سکتی ہوں۔ ڈاکٹر سے مشورہ کرنے آئی تھی کہ مجھے نیند کی گولیاں کھانی چاہئیں یا سونے کے لیے کوئی انجکشن لینا چاہیے۔ اس کم بخت ڈاکٹر نے سمجھا کہ میں نشے کی عادی ہوں اس لیے مجھ سے لفٹ لینا چاہتا تھا۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''تم میرے ساتھ چلو میں تمہارا علاج کروں گی۔ تمہیں گہری نیند بھی آئے گی۔ بھوک بھی لگے گی اور تمام پریشانیاں بھی دور ہو جائیں گی۔''

الکا نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ ان لمحات میں اعلیٰ بی بی کو یوں لگا جیسے شیوانی کی آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں اور یہ سمجھنا چاہتی ہیں کہ یہ لڑکی کسی جان پہچان کے بغیر کیوں اس کی مدد کر رہی ہے؟

اعلیٰ بی بی نے خیال خوانی کے ذریعے اسے اپنی طرف مائل کیا۔ اس کے اندر یہ خیالات پیدا کیے۔ ''اس لڑکی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے، یہ میری پریشانیاں دور کر دے اور واقعی مجھے گہری نیند آ جائے۔''

وہ اس کے ساتھ چلنے کے لیے راضی ہو گئی۔ اعلیٰ بی بی اسے اپنی کار میں بٹھا کر اپنے اس نئے مکان میں لے آئی۔ اس دوران میں اس کے خیالات پڑھتی رہی۔ وہ وردان دشوانا تھ کی طرف سے پریشان تھی اور یہ سمجھنا چاہتی تھی کہ وہ اس کے دماغ میں چپ چاپ آ کر اس کے خیالات پڑھ رہا ہے یا نہیں؟ وہ اس سے دور رہ کر آزادی سے اپنی زندگی گزارنا چاہتی تھی۔

وردان دشوانا تھ کی اس بات نے زیادہ پریشان کر رکھا تھا کہ وہ اسے جلد ہی کسی خفیہ پناہ گاہ میں بلا کر اس کی عزت سے کھیلنا چاہتا ہے اور اس کے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا تھا اور میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے رابطہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ آئینے کے پاس جا کر اس کی سطح پر پورس کو بھی نہیں بلا سکتی تھی۔ اس سے باتیں نہیں کر سکتی تھی۔

یہی پریشانیاں تھیں۔ ایک تو اسے اپنوں کی مدد نہیں مل

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

صدیوں کا بیٹا

مصنف: ایم۔ اے راحت

اس انسان کی کہانی جو صدیوں سے زندہ ہے اور شاید آج بھی کہیں موجود ہو

انسان کی ترقی اور تنزلی کے حیات افروز واقعات. اس شخص کی زبانی جو ہر دور میں موجود رہا ہے. اس نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور جو کچھ اپنی بیتی، اس نے اس داستان کو انتہائی سنسنی خیز بنا دیا. وہ داستان جس میں حسن کی راعنائیاں بھی ہیں اور عشق کی کارفرمیاں بھی. خونی جنگیں بھی ہیں اور بادشاہت کے چرچے بھی. وہ شخص جس عہد میں بھی رہا اپنے پیچھے ہزاروں داستانیں چھوڑ گیا. جب وہ تھک جاتا تو سمندر اسکو اپنی آغوش میں لے لیتا تھا

سنسنی خیز دوسری کہانیوں کے پرستاروں کیلئے

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطہ کیلئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی

رہی تھی۔ دوسرا وہ شیطان اس کی عزت و آبرو کو خاک میں ملانا چاہتا تھا۔ اس نے کئی بار سوچا کہ خودکشی کرے گی لیکن نہ کرسکی۔ وردان نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی تھی کہ وہ اسے خوش کیے بغیر، اسے گلے لگائے بغیر موت کو گلے نہیں لگائے گی۔

اعلیٰ بی بی اسے اپنے بیڈروم میں لے آئی۔ شیوانی اس کی مرضی کے مطابق وہاں آکر بیڈ پر آرام سے چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ سوامی وردان وشوانا تھ نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ جس کی وجہ سے میں بھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ نہیں پاتا ہوں۔ لیکن اس وقت اعلیٰ بی بی پہنچ رہی تھی۔ اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔

تنویمی عمل کی تیکنیک کے مطابق یہ کہا جا سکتا ہے کہ وردان کا کیا ہوا تنویمی عمل اب کمزور پڑ رہا تھا۔ اسے مقررہ وقت سے پہلے پھر اس پر تنویمی عمل کرنا چاہیے تھا تاکہ وہ عمل اور مستحکم ہوتا اور شیوانی مسلسل اس کی معمولہ اور تابعدار بن کر رہتی لیکن ان دنوں وردان بری طرح الجھا ہوا تھا۔ یہ سوچتا رہا تھا کہ آج یا کل وقت ملے گا تو شیوانی پر دوبارہ تنویمی عمل کرے گا لیکن ایک طرف عدنان کی آمد نے الجھا دیا تھا۔ دوسری طرف میں نے اسے بری طرح الجھا رکھا تھا اور اب ارنا کوف کو موت کے گھاٹ اتار کر اسے اور زیادہ پریشان کردیا تھا۔

ان حالات میں اسے شیوانی پر دوبارہ تنویمی عمل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا اور ایسے وقت وہ اعلیٰ بی بی کے ہاتھ آگئی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے اسے گہری نیند سلا کر سب سے پہلے اس کے دماغ میں ایک نیا لب و لہجہ نقش کیا اور حکم دیا کہ وہ صرف اس لب و لہجے کی پابند رہے گی۔ باقی جتنی سوچ کی لہریں اس کے دماغ میں آئیں گی تو انہیں محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی۔ اس نے اکا اگنی ہوتری کے دماغ کو لاک کرکے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

وردان کی طرف سے اندیشہ تھا کہ وہ کسی وقت بھی اکا کے دماغ میں آسکتا ہے اور دوبارہ تنویمی عمل کرسکتا ہے اس لیے اعلیٰ بی بی نے نہایت ہی مختصر سا تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا اور وردان کے آنے کا راستہ روک دیا تھا۔ شیوانی کو مسلسل ذہنی عذابوں میں مبتلا رہنے کے بعد اس خبیث سے نجات ملنے والی تھی۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے بھائی پورس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ اپنے بیٹے عدنان کے ساتھ طیارے میں سفر کررہا تھا اور تقریباً تین گھنٹے بعد دہلی پہنچنے والا تھا۔ وہ بولی ''برادر! میں اعلیٰ بی بی بول رہی ہوں۔''

وہ مسکرا کر بولا ''عالی! کہاں ہو تم؟ اور کیا کرتی پھر رہی ہو؟''

''آپ ہی کے ایک بہت اہم کام میں مصروف تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم پر بہت مہربان ہے۔ اس نے مجھے آپ کی شیوانی تک پہنچا دیا ہے۔''

پورس اپنی سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ خوش ہو کر بولا۔ ''کیا سچ کہہ رہی ہو؟ کیا اس وقت تم شیوانی کے پاس ہو؟''

''ہاں۔''

''تم اس سے پوچھو وہ آئینے کی سطح پر مجھے کال کیوں نہیں کرتی ہے؟ میں ابھی بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''ابھی اس سے باتیں نہیں ہوسکیں گی۔ وہ تنویمی نیند سو رہی ہے۔ میں نے وردان وشوانا تھ کا راستہ روکنے کے لیے اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔''

''تم نے تو کمال کردیا عالی! میں اسے ڈھونڈنے اور وردان سے اسے چھین لینے کے لیے دہلی آرہا ہوں۔ اس سے پہلے ہی تم نے اس دشمن سے اسے چھین لیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ دہلی پہنچتے ہی شیوانی سے ملاقات ہوسکے گی اور وہ بھی اپنے بیٹے سے مل سکے گی۔''

اس نے پھر کچھ سوچ کر پوچھا ''کیا ہمارے وہاں پہنچنے تک اس کی تنویمی نیند پوری ہوجائے گی اور وہ ایئرپورٹ آسکے گی؟''

''وہ ایک گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہوجائے گی پھر ہم دونوں ایئرپورٹ پہنچیں گے۔ اس وقت تمہارا جہاز بھی یہاں پہنچ چکا ہوگا۔ میں پاپا کو یہ خوشخبری سنانے جارہی ہو۔''

وہ چلی گئی۔ پورس نے اپنے بیٹے کو مسکرا کر دیکھا۔ اس سے نظریں ملیں تو یوں لگا جیسے اس کے چہرے کے پیچھے سے شیوانی کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ اس نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''بیٹے! تمہارے لیے خوشخبری ہے۔ سنو گے تو خوشی سے اچھل پڑو گے۔''

عدنان نے اپنے باپ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے کہا ''تمہاری ماما کا پتا چل گیا ہے۔ جب ہم دہلی پہنچیں گے تو وہ تمہیں گلے لگا کر چومنے کے لیے تمہارا استقبال کرنے کے لیے وہاں موجود رہیں گی۔''

عدنان خوشی سے پھول گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ

ابھری۔ آنکھیں ماں کے تصور سے چمکنے لگیں پھر اچانک ہی وہ سنجیدہ ہوگیا۔ مسکراہٹ بجھ گئی۔ آنکھوں سے فکرمندی جھلکنے لگی۔ پورس اسے توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ سمجھنا چاہتا تھا کہ اچانک اس کا مزاج کیوں بدل رہا ہے؟

باپ کبھی سمجھ نہیں سکتا تھا کہ بیٹے کے اندر کیا کھچڑی پکنے لگی ہے۔ وہ اپنی ماں کی سلامتی چاہتا تھا۔ اس کی طویل زندگی چاہتا تھا اور جناب تمریزی نے کہہ دیا تھا کہ جب بھی وہ اپنی ماں سے ملے گا۔ ٹھیک اس کے چالیس دن بعد وہ اللہ کو پیاری ہوجائے گی۔ بیٹے سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ جائے گی۔

اور وہ بچھڑنا نہیں چاہتا تھا۔ تاشا نے اس کے ذہن میں یہ منصوبہ پکا کردیا تھا کہ وہ ماں کے روبرو نہیں جائے گا۔ اس سے دور ہی دور رہے گا تو ماں کو ایک لمبی عمر ملتی رہے گی۔ جناب تمریزی کی پیش گوئی اس وقت درست ثابت ہوگی جب ماں اپنے بیٹے سے ملے گی اور وہ تاشا کے ساتھ یہ طے کرکے آیا تھا کہ ماں سے کبھی نہیں ملے گا۔ دور ہی دور سے اسے دیکھ کر اپنے دل کو تسلیاں دیتا رہے گا۔

پورس نے پوچھا ''کیا بات ہے بیٹے! تم خوش ہوتے ہوتے اچانک ہی سنجیدہ ہوگئے ہو۔ کچھ فکرمند سے دکھائی دے رہے ہو۔''

وہ بولا ''کچھ نہیں میں آنکھیں بند کرکے بیٹھا رہوں گا اور اپنی ماما کو دیکھتا رہوں گا۔''

اس نے آنکھیں بند کرلیں لیکن تاشا کو یاد کرنے لگا۔ ''تاشا! مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ میرے پاس آجاؤ۔ ابھی آجاؤ۔''

وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے تاشا کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا اور تاشا اس کے دل کی آواز نہیں سن سکتی تھی۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہر ایک گھنٹے بعد خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچتی رہے گی اور ابھی پندرہ منٹ پہلے وہ اس کے پاس آئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آئندہ پون گھنٹے بعد اس کے پاس آنے والی تھی اور اب اسے اس کا انتظار کرنا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے میرے پاس آکر شیوانی کے بارے میں بتایا۔ میں نے خوش ہو کر کہا ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں غیبی مدد حاصل ہوگی ہے۔ اللہ تعالیٰ شیوانی کی بہتری چاہتا ہے اس لیے ایسا ہو رہا ہے لیکن خوشیاں آسانی سے نہیں ملتیں۔ دشمن رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ وہاں دہلی ایئرپورٹ میں پورس اور عدنان کے لیے بڑے خطرات ہیں۔ آؤ ہم پورس سے بات کرتے ہیں۔''

ہم دونوں اس کے دماغ میں پہنچے پھر میں نے اسے بتایا کہ نومی کرسٹل اور وردان کے کئی آلۂ کار دہلی ایئرپورٹ پر موجود ہیں وہ ایک پانچ برس کے بچے عدنان سے خطرہ محسوس کررہے ہیں۔ ان کے کئی آلۂ کاروں کی موجودگی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عدنان کو اغوا کرنا چاہیں گے۔

اعلیٰ بی بی نے کہا ''پھر تو شیوانی کے لیے بھی وہاں خطرہ ہے اسے ایئرپورٹ نہیں جانا چاہیے۔''

میں نے کہا ''بے شک۔ جب وردان کو معلوم ہوگا کہ اب وہ شیوانی کے دماغ میں پہنچ نہیں پائے گا۔ اس کے دماغ کو لاک کردیا گیا ہے تو پھر وہ اس کے خلاف بھی انتقامی

مسٹر ٹرنگ الجھت کے مشہور سلسلے کہانی شکل میں شائع ہوئے ہیں
دوجے کمل
انکا
ضخامت 60/- صفحات قیمت 23/- ڈاک خرچ
دوجے کمل
اقابلا
ضخامت 60/- صفحات قیمت 27/- ڈاک خرچ
کمل
غلام روحیں
ضخامت 40/- صفحات قیمت 23/- ڈاک خرچ
کتابیات پبلی کیشنز۔ کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون نمبر 021-580430
kitabiat1970@yahoo.com
C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے)

کارروائی کرے گا۔''

پورس نے کہا ''اس کا مطلب یہ ہے کہ دہلی ایرپورٹ میں میرے لیے، شیوانی کے لیے اور میرے بیٹے عدنان کے لیے بے حد خطرہ ہے؟''

میں نے پوچھا ''یہ بتاؤ اس طیارے میں کچھ اور بھی بچے ہیں جو عدنان کے ہم عمر ہوں؟''

''میں نے ایسے دو بچوں کو دیکھا ہے۔ ہوسکتا ہے کچھ اور بھی ہوں۔''

میں نے کہا ''وہ عدنان کو چہرے سے نہیں پہچانتے ہیں۔ وہ تمہیں پہچان لیں گے۔ تمہارے دماغ میں آنا چاہیں گے۔ تم سانس روکو گے تو انہیں اندازہ ہو جائے گا کہ تم ہی پورس ہو اور تمہارے ساتھ جو بچہ ہے وہ تمہارا بیٹا عدنان ہے۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''امیگریشن کاؤنٹر پر جو افسران ہوں گے ان کے دماغوں میں نومی اور دردان ضرور موجود ہیں گے اور وہیں سے پتا چل جائے گا کہ پارس اپنے بیٹے کے ساتھ پہنچ گیا ہے۔ اب امیگریشن کاؤنٹر سے گزرنے کے بعد لگیج ہال سے سامان لے کر باہر آنے والا ہے۔''

میں نے اعلیٰ بی بی کی تائید کی ''ہاں۔ وہ کسی افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر عدنان کے پیچھے اسے لا سکتے ہیں اور اس طرح پہچان سکتے ہیں کہ اس افسر کے آگے آگے چلنے والا بچہ عدنان ہے۔''

پورس نے کہا ''ہمیں بھی کوئی ایسی تدبیر کرنی ہوگی کہ وہ دشمن اپنی تدبیر میں کامیاب نہ ہو سکے۔''

میں نے کہا ''سونیا نے ایک بار اسی طرح عدنان کو کئی بچوں کے درمیان چھپا دیا تھا اور اسے دشمنوں کی نظروں سے صاف بچا کر لے گئی تھی۔ تمہارے طیارے میں سفر کرنے والے چند بچوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''پاپا! جہاز کے ابھی یہاں پہنچنے میں دو گھنٹے ہیں۔ ان دو گھنٹوں میں ہم دشمنوں کے آلۂ کاروں کو پہچان سکتے ہیں اور ان کے دماغوں تک پہنچ سکتے ہیں۔''

''بے شک۔ تم کبریا کو بلاؤ میں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا رہا ہوں۔''

ہم سب خیال خوانی میں مصروف ہو گئے۔ عدنان کو بچانے کے لیے اپنے اپنے طور پر تدبیر کرنے لگے۔ دوسری طرف تاشا اپنے مقررہ وقت پر عدنان کے پاس آ گئی۔ اس نے کہا ''بڑی مشکل پیش آ رہی ہے۔ میری ماما ایرپورٹ پر مجھ سے ملنے آئیں گی۔ میں تمہاری بات مان کر ماما سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ ان کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا۔''

تاشا نے پریشان ہو کر کہا ''یہ تو واقعی مشکل ہو گئی۔ تمہاری ماما کہیں گم ہو گئی تھیں۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ بھی تم سے ملنے چلی آئیں گی۔''

وہ بولا ''تاشا! کچھ کرو میں اپنی ماما کی لمبی زندگی چاہتا ہوں۔''

''اور میں تمہاری خوشیاں چاہتی ہوں۔ میں ابھی تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آتی ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ پورس کے دماغ میں پہنچی۔ اس سے اس سلسلے میں کچھ باتیں کرنا چاہتی تھی لیکن وہاں پہنچ کر میری اور اعلیٰ بی بی کی باتیں سننے لگی۔ اس کے بعد عدنان کے پاس آ کر بولی۔ ''تمہارے پاپا اور تمہارے گرینڈ پا بھی اس کوشش میں ہیں کہ تمہیں ماما کی گود میں پہنچا دیں۔ ایک نئی بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ دہلی ایرپورٹ پر تمہاری جان کے دشمن بھی ہوں گے۔''

''مجھے اپنی جان کی پروا نہیں ہے۔ میں اپنی ماما کی جان بچانا چاہتا ہوں، ہمیشہ انہیں زندہ دیکھنا چاہتا ہوں۔''

تاشا نے کہا ''ایک طرف دشمن ہیں وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑنا چاہیں گے۔ دوسری طرف تمہارے اپنے ہیں جو تمہیں ہر حال میں تمہاری ماما تک پہنچانا چاہیں گے۔

اور ہم دونوں ایسا کچھ نہیں چاہتے۔ نہ تمہیں دشمنوں کے ہاتھوں میں آنا ہے اور نہ تمہیں اپنوں کے ساتھ چل کر اپنی ماما تک پہنچنا ہے۔

ہمیں ایک تیسرا راستہ اختیار کرنا ہے اور وہ ہے فرار کا راستہ.....

تم ان میں سے کسی کے بھی ہاتھ نہیں آؤ گے۔''

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات (49) ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں، جو کہ 15 دسمبر 2007ء میں شائع ہو گا

سسپنس ڈائجسٹ کا
مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

49 واں
حصہ

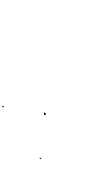

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی
جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ
نہیں چکھا وہ جب اور جس کے ذہن میں جاتا
جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا
دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے
قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ
رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو
خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون
میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت
جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

کیا اپنے، کیا پرائے؟ کیا دوست اور کیا دشمن؟ سبھی کو اس جہاز کا انتظار تھا جو پیرس سے ایک پانچ برس کے بچے کو لے کر آ رہا تھا۔ ایک طرف میں، اعلیٰ بی بی، کبریا اور ہمارے چند ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ دوسری طرف نوی، سوای وردان وشوانا تھ اور ان کے کئی آلہ کار تھے۔ سب ہی کی توجہ دہلی ایر پورٹ کے رن وے، امیگریشن کاؤنٹر، ویٹنگ ہال اور وزیٹرز لابی پر تھی۔ وردان کے آلۂ کار ان تمام مقامات پر پھیلے ہوئے تھے اور ہم خیال خوانی کے ذریعے انہیں تلاش کر رہے تھے۔

وہاں ایر پورٹ کی عمارت کے اندر اور باہر ہزاروں افراد تھے۔ ان میں سے دشمنوں کو پہچاننا بہت مشکل تھا۔ پھر بھی ایک آدھ نظروں میں آ ہی گئے۔ امیگریشن کے آس پاس جن افسران کی ڈیوٹی تھی۔ ان میں سے ایک افسر کے دماغ پر نوی یا وردان چھائے ہوئے تھے۔ مجھے اس پر شبہ اس لیے ہوا کہ وہ افسر وزیٹرز لابی میں آ کر ایک شخص سے کہہ رہا تھا۔ ''میں اس بچے کے اور اس کے باپ کے پیچھے چلتا ہوا آؤں گا تو سمجھ لینا کہ میرے آگے آگے چلنے والا بچہ تمہارا شکار ہے۔''

میں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہا۔ ''اس افسر کے دماغ میں تمہاری ڈیوٹی رہے گی۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہو کہ نوی اور وردان مستقل اس کے دماغ میں رہتے ہیں یا وقفے وقفے سے آتے جاتے رہتے ہیں۔ میں حالات کا جائزہ لینے کے بعد بتاؤں گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔''

ادھر نوی نے وردان سے کہا ''ہمیں کنٹرول ٹاور کے اہم عہدے داروں کے اندر پہنچنا چاہیے۔ ان کے ذریعے ہم طیارے کے پائلٹ کی آواز سن سکیں گے۔ پھر اس پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر طیارے کے اندر پہنچ سکیں گے۔''

وردان نے کہا ''یہ تو اس بچے کے قریب پہنچنے کا بہت ہی آسان طریقہ ہے۔ میں ذہنی طور پر اس قدر الجھا ہوا ہوں کہ اس پہلو پر غور نہ کر سکا۔ تھینک یو نوی! تم ہر قدم پر بہت ہی ہیلپ فل ثابت ہو رہی ہو۔''

وہ دونوں کنٹرول ٹاور کے عہدے داروں کے ذریعے اس جہاز کے اندر پہنچنے کا راستہ بنانے لگے۔ میں جانتا تھا کہ وہ کوئی ایسا طریقۂ کار اختیار کر کے پورس اور عدنان تک پہنچنا چاہیں گے اور سفر کے دوران میں ہی ان کی نگرانی شروع کر دیں گے۔

میں نے پورس کو بتایا کہ دشمن ایسا کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ جہاز میں عدنان پر حملہ نہیں کریں گے۔

مجھے ارنا کوف کے خیالات نے بتایا تھا کہ وردان میرے پوتے کو اغوا کرنا چاہتا ہے اور یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اس ننھے سے بچے میں ایسی کون سی غیر معمولی صلاحیت ہے جو اس کے لیے وبالِ جان بن جائے گی؟

میں نے اعلیٰ بی بی اور کبریا سے کہا ''وہ ایر ہوسٹس وغیرہ کے ذریعے جہاز کے تمام مسافروں پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ وہاں کتنے بچے عدنان کے ہم عمر ہیں؟''

انہوں نے جہاز کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھا۔ پھر مجھ سے کہا ''یوں تو جہاز میں کئی بچے ہیں لیکن عدنان کی عمر سے مطابقت رکھنے والے صرف دو ہی ہیں۔''

میں نے کہا ''ان دو بچوں کے والدین کے دماغوں پر قبضہ جمائے رکھو۔ اب سے پہلے تمہاری ماما نے ایسی ہی ایک چال چلی تھی۔ کئی بچوں کے درمیان عدنان کو پہنچا دیا تھا۔ اور دشمنوں کو دھوکا دے کر اپنے پوتے کو صاف بچا کر لے گئی تھی۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''اس بار بھی آپ ایسی ہی چال چلنا چاہتے ہیں۔ عدنان کو ان بچوں کے والدین کے پاس پہنچا دیں گے۔''

میں نے کہا ''ہاں۔ اور ان کے کسی بچے کو پورس کے پاس پہنچا دوں گا۔ اگرچہ اس بچے کو عدنان کی جگہ خطرہ پیش آ سکتا ہے لیکن ہم اس کی پوری طرح حفاظت کریں گے۔''

یہ کوئی ضروری نہیں تھا کہ ہم ایسا ہی کرتے اور کسی کے بچے کو دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے۔ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن میں احتیاطاً یہ راستہ بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔

اس جہاز کو ایک گھنٹے بعد دہلی پہنچنا چاہیے تھا لیکن وہ مزید اور ایک گھنٹا لیٹ ہو گیا۔ انفرہ پہنچ کر اس جہاز میں کوئی ٹیکنیکل خرابی پیدا ہو گئی تھی جسے درست کرنے میں کچھ دیر لگی۔ بہرحال اب وہ جہاز دو گھنٹے بعد دہلی پہنچنے والا تھا۔

شیوانی تنویمی نیند سے بیدار ہو گئی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ پھر سوچا ''میں کہاں ہوں؟ میں جس ہوٹل میں رہتی ہوں یہ اس ہوٹل کا کمرا نہیں ہے۔''

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس سے کچھ فاصلے پر اعلیٰ بی بی ایک ایزی چیئر پر بیٹھی خیال خوانی میں مصروف تھی۔ طیارے کے اندر عدنان اور پورس کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔

شیوانی نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اسے یاد آیا ''یہ لڑکی اسے شانتا بائی اسپتال میں ملی تھی اور اسے اپنے ساتھ اس مکان میں لے آئی تھی۔ یہ کون ہے۔ اس طرح لم صم کیوں بیٹھی ہوئی ہے؟''

اس نے اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے سوچا۔ ''پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں چپ چاپ اس کے ساتھ چلی آئی تھی۔ یہ بھی نہیں پوچھا کہ یہ کون ہے اور مجھ سے ہمدردی کیوں کر رہی ہے؟ اس نے کہا تھا کہ میری پریشانیاں دور کر دے گی اور مجھے گہری نیند سلا دے گی۔ یہ تو میں دیکھ ہی رہی ہوں کہ میں گہری نیند میں تھی اب اچانک ہی میری آنکھ کھل گئی ہے۔''

اس نے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کرنے سے پہلے کھنکار کر گلا صاف کیا۔ اعلیٰ بی بی چونک گئی۔ خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اسے دیکھا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''اوہ۔۔۔ تمہاری نیند پوری ہو چکی ہے۔ یہ بتاؤ، اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟''

وہ بولی۔ ''تم نے کہا تھا۔ مجھے گہری نیند سلا دو گی اور واقعی تم نے سلا دیا۔ آخر تم کون ہو؟''

وہ مسکرا کر بولی ''میں تمہارے بیٹے عدنان کی پھوپی، پورس کی بہن اور تمہاری نند اعلیٰ بی بی ہوں۔''

شیوانی نے حیرانی اور بے یقینی سے اسے دیکھا۔ وہ بولی۔ ''تمہیں یقین نہیں آ رہا ہے مگر ابھی آ جائے گا۔ میں نے تمہارے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ تمہیں وردان کے تنویمی عمل سے نجات مل چکی ہے۔ اب وہ کبھی تمہارے دماغ میں نہیں آئے گا۔''

وہ خوش ہو گئی۔ فوراً ہی بستر سے اتر کر اعلیٰ بی بی کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی ''کیا سچ کہہ رہی ہو؟ مجھے اس شیطان سے نجات مل چکی ہے؟''

اعلیٰ بی بی نے اپنا موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کرتے ہوئے کہا۔ ''میں وردان سے رابطہ کر رہی ہوں۔ تم اس سے بات کرو اور چیلنج کرو کہ وہ تمہارے دماغ میں آئے۔ اور تم دیکھو گی کہ وہ تمہارے سامنے بے بس ہو گا۔ تم اسے گالیاں دیتی رہو گی تب بھی وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

وہ موبائل فون اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی ''وہاں بیل جا رہی ہے۔ لو اس سے باتیں کرو۔''

اس نے موبائل فون لے کر کان سے لگایا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وردان کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو اعلیٰ بی بی! میں اپنے فون پر تمہارا نمبر پڑھ رہا ہوں۔ کیا بات ہے مجھے کیوں یاد کیا جا رہا ہے؟''

شیوانی نے کہا ''میں اعلیٰ بی بی نہیں ہوں۔ اگر مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو تو پہچان لو۔''

اس نے چونک کر کہا۔ ''تم؟ کیا تم شیوانی ہو؟ ہاں ب دھیمی آواز ہے۔''

اس نے دوسرے ہی لمحے میں خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ پھر اس کے اندر پہنچنا چاہا تو شیوانی نے سانس روک لی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس چلی آئیں۔ وہ حیران رہ گیا۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اچانک ہی اس سے نجات حاصل کر لے گی۔

یہ کیسے ہو گیا؟ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ ''میں نے تو اسے بے یار و مددگار کر دیا تھا۔ کوئی نہ اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ اور نہ ہی وہ آئینے کے سامنے جا کر پورس کو کال کر سکتی تھی۔ پھر اس نے کہاں سے مدد حاصل کی ہے۔ کس طرح اپنے دماغ کو مستقل کرایا ہے۔؟''

پھر اسے یاد آیا کہ ابھی اس نے اپنے فون پر اعلیٰ بی بی کے نمبر پڑھے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیوانی اس وقت اعلیٰ بی بی کے ساتھ ہے اور اسی نے اسے وردان کے تنویمی عمل سے نجات دلائی ہے۔

شیوانی نے فون پر پوچھا۔ ''کیا ہو سکتے! کیا میرے دماغ میں نہیں آئے گا؟ کیا میری مجبوریوں سے فائدہ نہیں اٹھائے گا؟ پہلے میرے دماغ میں آ کر بھونکتا رہتا تھا۔ اب فون پر بولنا ہی بھول گیا ہے۔ منہ پر ایسے جوتے پڑ رہے ہیں کہ اپنی مادری زبان بھول گیا ہے۔''

اس نے فوراً ہی فون بند کر دیا۔ یہ جانتا تھا کہ وہ اب گالیاں دیتی رہے گی اور وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ زیادہ سے زیادہ جوابًا گالیاں دے سکے گا لیکن اس کے رہائی پانے سے اتنا زبردست شاک پہنچا تھا کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے بولنا ہی بھول گیا تھا۔

دماغی طور پر صدمہ پہنچنے کی بات تھی۔ وہ تین غیر معمولی اور عجیب و غریب عورتوں کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ان میں سے ایک جمیلہ اور نیلہ جڑواں بہنیں تھیں۔ جو اچانک ہی کہیں گم ہو گئی تھیں۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں نے اور میرے بیٹے پارس نے ان کے لیے حفاظتی ٹھوس انتظامات کیے ہیں۔ شمالی ہندوستان کی پولیس اور انٹیلی جنس والے ان جڑواں بہنوں کو تلاش کرنے میں ناکام ہو رہے تھے۔

دوسری عجیب و غریب عورت ارنا کوف تھی۔ وہ اسے حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

تیسری عجیب و غریب عورت شیوانی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اسے حاصل کر لے گا۔ اور وہ اس کی گرفت سے کبھی نکل نہیں پائے گی۔

ذاتی ہپناٹزم

مصنف: ڈاکٹر اے ایم ہنچنس ایم ڈی

اپنے آپ کو ہپناٹائز کر کے اپنی کمزوریاں اور خرابیاں دور کریں

- ہپناٹیزم کی تاریخ
- ہپناٹک نیند پیدا کرنے کے طریقے
- ظہورات ہپناٹیزم
- مشورات
- ہپناٹیزم کی مختلف تھیوریاں
- ذاتی مشورات
- طبی علاج

قیمت:-/25 روپے | ڈاک خرچ:-/26 روپے

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطے کیلئے: C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ فیصل روڈ کراچی

اس کا یقین اور اس کی خوش فہمی ختم ہو چکی تھی۔ جو کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہ ہو گیا تھا۔ وہ بے یار و مددگار حسینہ اس کے ہاتھ سے مچھلی کی طرح پھسل کر پانی میں چلی گئی تھی اور اب وہ اسے بہتے پانی سے نکال نہیں سکتا تھا۔

ارنا کوف کی موت کے بعد اب وہ ایک دوسرے آلۂ کار کے اندر پہنچ کر نومی سے باتیں کیا کرتا تھا۔ وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ ''فرہاد سے ٹکرانے کے بعد پتا چل رہا ہے کہ وہ کس قدر چال باز ہے۔ وہ بڑی خاموشی سے اور بڑی رازداری سے ہمارے اندر سرنگ بناتا ہوا ہمیں نقصان پہنچا رہا ہے۔''

نومی نے کہا ''بے شک ارنا کوف کی موت سے ہمیں بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔''

''اس نے پھر ایک نقصان پہنچایا ہے۔''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''کیا کہہ رہے ہو؟ کیا وہ اب کوئی اور نقصان پہنچا رہا ہے؟''

''ہاں۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ شیوانی میرے شکنجے میں تھی۔ کبھی نکل نہیں سکتی تھی لیکن فرہاد کی بیٹی اعلیٰ بی بی اسے میری گرفت سے نکال کر لے گئی ہے۔ یہ فرہاد اور اس کی بیٹی اور بیٹے ہمیں ایک طرف سے الجھاتے ہیں اور دوسری طرف سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔''

نومی نے کہا ''تمہیں ارنا کوف کے بارے میں یقین تھا کہ وہ تمہارے شکنجے میں رہے گی۔ لیکن فرہاد نے اسے مار ڈالا۔ شیوانی کے بارے میں بھی تمہیں مکمل یقین تھا کہ کوئی اسے تم سے چھین نہیں سکتا لیکن اس کی بیٹی اسے چھین کر لے گئی۔ اب عدنان کے بارے میں بھی ہمیں یقین ہے کہ ہم اسے ایئرپورٹ سے اغوا کر لیں گے۔ اور اپنا قیدی بنا کر رکھیں گے اس طرح فرہاد کی بہت بڑی کمزوری ہمارے ہاتھ میں رہے گی۔''

وردان نے کہا۔ ''اور میں سوچ رہا ہوں۔ اس بچے کو اپنا قیدی بناؤں گا تو شیوانی کی ممتا تڑپ اٹھے گی۔ وہ اپنے بیٹے کی خاطر جھکنے پر مجبور ہو جائے گی۔ میں پھر اسے حاصل کر سکوں گا۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''لیکن فرہاد کی چالبازیوں نے اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ ہمیں خوش فہمیوں میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اپنے پوتے کی حفاظت کے لیے پتا نہیں کیسی کیسی تدابیر پر عمل کر رہا ہوگا؟''

''ہم اس ننھے فتنے کو اغوا کرنے کے لیے جن تدابیر پر عمل کر رہے ہیں۔ ہمیں پھر سے ان کا جائزہ لینا چاہیے۔ کہیں کوئی کمزوری رہ گئی ہوگی تو ابھی اسے دور کیا جا سکے گا۔''

''ٹھیک ہے۔ ہمیں باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ میں اپنے آلۂ کاروں کے دماغوں میں جا رہا ہوں۔ تم اپنے آلۂ کاروں کے پاس جا کر اپنے منصوبے کا جائزہ لیتی رہو۔''

نومی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ گہری سنجیدگی سے میرے بارے میں سوچنے لگی۔ میں نے وردان کو ان جڑواں بہنوں سے محروم کر دیا تھا۔ اس کی معمولہ اور تابعدار ٹیلی پیتھی جاننے والی ارنا کوف کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

وہ شیوانی کے لیے صرف ہوس پرست ہی نہیں تھا۔ بلکہ اس کے ذریعے اس کے بیٹے کو بھی اپنے قابو میں لانا چاہتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے ہی میری بیٹی نے شیوانی کو اس سے چھین لیا تھا۔ میری یہ کامیابیاں نومی کو سوچنے پر مجبور کر رہی تھیں کہ میں اپنے دشمنوں سے بہ ظاہر ہارتا جاتا ہوں پھر اچانک ہی میری جیت ہو جاتی ہے۔

وہ کچھ پریشان سی ہو گئی تھی۔ سوچ رہی تھی ''فرہاد سونیا کے سلسلے میں میرے سامنے مجبور ہو گیا ہے۔ کل رات بارہ بجے سے پہلے میری شرائط ماننے والا ہے۔ میرے آگے گھٹنے ٹیکنے والا ہے۔ کیا وہ سونیا کے معاملے میں بھی بازی ہارتے ہارتے اچانک جیت جائے گا؟''

وہ گہری سنجیدگی سے سوچ رہی تھی۔ ''اچانک خلاف توقع کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ وہ در پردہ کیا کر رہا ہے؟ نہ میں اس کے دماغ میں جا سکتی ہوں۔ نہ کسی کے ذریعے یہ معلوم کر سکتی ہوں کہ وہ سونیا کو میری قید سے رہائی دلانے کے سلسلے میں چپ چاپ کیا کر رہا ہے؟''

وہ اندیشوں میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس کا دل، اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ ''اچانک کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ ایک دم سے چونکا دینے والا کوئی دھماکا کر سکتا ہے۔ اس کے بعد میں دیکھتی ہی رہ جاؤں گی کہ سونیا میرے ہاتھ سے کیسے نکلتی چلی جائے گی۔ مجھے اس کی طرف پوری توجہ دینی چاہیے۔ لیکن کیا کروں؟ عدنان بھی میرے لیے بہت ضروری ہے۔ وہ میرے ہاتھ لگے گا تو فرہاد کی دو بڑی کمزوریاں میرے پاس رہیں گی۔''

وہ خیال خوانی کے ذریعے ایک منٹ تک سونیا کے پاس رہی۔ پھر کاشف جمال کے پاس گئی۔ دونوں کے خیالات نے بتایا کہ وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ سونیا آرام سے ہے۔

نومی نے بہت سوچ سمجھ کر سونیا کو ایسی جگہ پہنچایا تھا جہاں میرے اور میرے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا کا خدشہ نہیں تھا۔

پھر بھی وہ اندیشوں میں گھری ہوئی تھی۔ اس نے کاشف جمال سے کہا ''تمہیں بہت محتاط رہنا ہوگا۔ فرہاد بڑی رازداری سے ایسی چالیں چلتا ہے جو ہمیں نقصان اٹھانے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔ میں سونیا کے پوتے عدنان کو حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہوں۔ تھوڑی دیر بعد پھر آؤں گی۔''

وردان دراصل عدنان کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے مُراسرار علم نے بتایا تھا کہ وہ ننھا سا بچہ اس کے لیے بہت خطرناک ہے۔ وہ طرح طرح کی مصیبتیں پیدا کرتا رہے گا۔ وہ عدنان کو اغوا کر کے اس کی اسٹڈی کرنا چاہتا تھا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کن پہلوؤں سے اسے نقصان پہنچا سکتا ہے اور کیسے پہنچا سکتا ہے؟ اگر پُراسرار علم کے مطابق وہ واقعی خطرناک ہوتا تو وردان اسے ختم کر دیتا۔

نومی بہ ظاہر وردان کی مدد کر رہی تھی۔ اس نے دہلی میں اپنے آلۂ کار بنائے تھے اور وردان کو یقین دلایا تھا کہ اس کے آلۂ کار بھی اس بچے کو اغوا کرنے کی پوری کوششیں کریں گے اور کامیاب ہونے کے بعد اس بچے کو اس کے حوالے کر دیں گے۔ لیکن نومی گھاٹے کا سودا کبھی نہیں کرتی تھی۔ وہ در پردہ یہ چاہتی تھی کہ عدنان کو اغوا کر کے سونیا کی طرح اسے بھی اپنا قیدی بنا لے۔ میری زیادہ سے زیادہ اہم کمزوریاں اس کے ہاتھوں میں آ جائیں اور وہ اسی لیے وردان کا بھرپور ساتھ دے رہی تھی۔

ادھر شیوانی اعلیٰ بی بی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور یہ سن کر پھولے نہیں سما رہی تھی کہ اس کا بیٹا عدنان بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ گیا ہے اور اب دو گھنٹے کے اندر اسی شہر میں اس کے پاس پہنچنے والا ہے۔

وہ خوشی کے مارے اعلیٰ بی بی سے لپٹ کر بولی ''میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ ایک تو تم نے مجھے اس شیطان سے نجات دلائی۔ پھر یہ کہ بچھڑے ہوئے شوہر پورس سے اور میرے بیٹے سے ابھی ملانے والی ہو۔ میں تو خوشی سے پاگل ہو رہی ہوں۔ ابھی ایئرپورٹ جانا چاہتی ہوں۔''

اعلیٰ بی بی نے اسے تھپک کر کہا ''جہاز ابھی کچھ لیٹ ہے تم شاور لو۔ فریش ہو جاؤ ایئرپورٹ جانے سے پہلے تمہیں بہت سی رکاوٹوں پر غور کرنا ہوگا۔ میں بھی سوچ رہی ہوں سمجھ رہی ہوں کہ وہاں کیسی کیسی رکاوٹیں پیش آ سکتی ہیں؟''

وہ ذرا اداس ہو کر بولی ''کوئی بھی خوشی آسانی سے نہیں ملتی۔ میں اپنے بیٹے کو حاصل کرنے کے لیے اب تک کالا جادو جاننے والوں کے اشاروں پر چلتی رہی اور غلطیاں کرتی رہی۔ اب غلطیوں سے باز آ گئی ہوں۔ پورس کا حق تسلیم کر رہی ہوں، کہ بیٹا اسی کے نام سے رہے گا اور اسی کے مذہب کے مطابق زندگی گزارے گا۔ اب میں صحیح راستے پر چل رہی ہوں۔ پھر بھی بیٹے سے ملنے میں دشواریاں پیدا ہو رہی ہیں۔''

''تم فکر نہ کرو۔ میرا بھائی کبریا، میرے پاپا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی وہاں ایئرپورٹ پر عدنان کی حفاظت کریں گے اور اسے خیر خیریت سے تمہارے پاس پہنچائیں گے۔''

''اس کا مطلب ہے میں ایئرپورٹ پر اپنے بیٹے سے اور پورس سے نہیں مل پاؤں گی؟''

''کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم وہاں ان سے ملاقات کرو۔ ہم چھپ کر انہیں دور ہی دور سے دیکھتے بھی رہیں گے اور دشمنوں کو بھی تاکنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔ میں اپنی خیال خوانی کے ذریعے کسی بھی دشمن کو ان کے قریب پہنچنے نہیں دوں گی۔ اب تم جاؤ شاور لو اور فریش ہو جاؤ۔''

وہ اس کے پاس سے اٹھ کر واش روم میں چلی گئی۔ پانچ برس کے ایک بچے کے دوست بھی تھے اور دشمن بھی ..... دوستوں کے اور دشمنوں کے کتنے ہی محاذ قائم ہو گئے تھے۔ میں، کبریا، اعلیٰ بی بی اور ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسے دماغوں میں جگہ بنا رہے تھے جہاں سے عدنان کی حفاظت آسانی سے کر سکتے تھے۔

دشمنوں کے محاذ پر وردان بھی یہی کر رہا تھا۔ اپنے آلۂ کاروں کے علاوہ ایئرپورٹ کے اہم عہدے داروں کے دماغوں میں گھس رہا تھا اور انہیں بھی اپنا آلۂ کار بنانے والا تھا۔

اسے یہ خوش فہمی تھی کہ نومی کرسٹل اس کے لیے کام کر رہی ہے۔ جبکہ وہ عدنان کو اپنے مقاصد کے لیے حاصل کرنا چاہتی تھی اور اس کی خاطر ایک الگ محاذ قائم کیے ہوئی تھی۔

عدنان کی خاطر ایک اور محاذ جو قائم ہو چکا تھا۔ اس کی خبر نہ مجھے تھی نہ دشمنوں کو تھی۔ اور وہ محاذ تاشا نے بڑی رازداری سے قائم کیا تھا۔ عدنان اور تاشا نے الگ کھچڑی پکا رکھی تھی کہ اسے نہ تو اپنوں کے ہاتھ لگنا ہے، نہ دشمنوں کے اور نہ ہی اپنی ماں کے روبرو جانا ہے۔ اسے جہاز سے اترتے ہی

اپنا ایک الگ راستہ اختیار کرنا تھا۔

اس مقصد کے لیے تاشا اپنے طور پر خیال خوانی میں مصروف تھی۔ وہ ابھی پندرہ برس کی تھی۔ نیلی پتلی جاننے والے پہاڑوں کے مقابلے میں ابھی ایک بچی تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ بچی عدنان کو ان پہاڑوں کے درمیان سے کیسے نکال کر لے جائے گی؟

☆☆☆

جہاز دو گھنٹے لیٹ تھا۔ اسے دن کے بارہ بجے پہنچنا چاہیے تھا اب وہ دو پہر دو بجے پہنچنے والا تھا۔ جب وہ دہلی پہنچے گا تو میں اپنی داستان کے اس حصے کی طرف واپس آؤں گا۔ فی الحال سونیا کا ذکر ہو جائے۔

میری یہ داستان پچھلے ستائیس برس اور آٹھ ماہ سے جاری ہے۔ یہ صرف خدا جانتا ہے کہ میری عمر کتنی ہے اور یہ داستان آیندہ کتنے برسوں تک اور جاری رہے گی؟

اسے دلچسپی سے پڑھنے والے قارئین نے ابتدا سے لے کر اب تک سونیا کو کبھی کمزور اور بے بس نہیں پایا۔ وہ میری زندگی میں کتنے ہی دشوار گزار مراحل سے گزرتی رہی اور اکثر ناممکن کو ممکن بناتی رہی۔ اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ میری داستان میں سونیا مجھ سے کئی بار سبقت لے جاتی رہی ہے اور مجھ سے زیادہ اپنے پڑھنے والوں کو متاثر کرتی رہی ہے۔

ایسا پہلی بار ہو رہا تھا کہ شکست کھانے کے بعد اسے جہاں پہنچا دیا گیا تھا وہاں وہ بڑی خاموشی سے زندگی گزار رہی تھی اور ایکشن میں نہیں آ رہی تھی۔ اس کے اندر جو تیز طرار اور مکار سونیا چھپی رہتی تھی وہ گہری نیند میں تھی۔ اسے ایک طویل تنویمی عمل سے نجات حاصل کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

نومی نے اس پر ایک بار نہیں کئی بار تنویمی عمل کیا تھا۔ آخری بار بڑی سختی سے ایسا عمل کیا تھا کہ وہ مجھے، اپنے بچوں کو اور اپنی پچھلی زندگی کو بھول گئی تھی۔ ایک بنگلے میں آرام سے وقت گزار رہی تھی۔

وہاں اسے کسی طرح کی پریشانی نہیں تھی۔ بس ایک ہی بات پریشان کرتی تھی کہ اسے اپنی پچھلی زندگی یاد کیوں نہیں آتی ہے؟ اس نے کاشف جمال سے پوچھا تھا ''میرا نام کیا ہے؟ میں کون ہوں؟ اور کہاں سے آئی ہوں؟''

اس نے جواب دیا تھا ''ایک زبردست حادثے میں آپ کو دماغی صدمہ پہنچا ہے۔ اس لیے آپ کی یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔''

''مگر میں کون ہوں مجھے بتاؤ؟''

''آپ کا نام نومی کرسٹل ہے۔ آپ کے ماں باپ جکارتہ میں رہتے ہیں۔ آپ نے البم میں ان کی تصویریں دیکھی ہیں۔ اپنا پاسپورٹ اور آئی ڈی کارڈ وغیرہ بھی دیکھا ہے۔ اس سے آپ سمجھ سکتی ہیں کہ آپ پہلے کون تھیں اور جو تھیں وہ اب بھی ہیں۔ جکارتہ میں آپ کی والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ صرف والد رہ گئے ہیں۔ جب آپ کا علاج ہو جائے گا آپ کی یادداشت واپس آ جائے گی تو آپ اپنے والد کے پاس جا کر ان سے مل سکیں گی۔''

نومی کرسٹل اس کی ہم شکل تھی اس لیے البم میں جتنی بھی تصویریں تھیں۔ وہ سونیا کو اپنی ہی لگ رہی تھیں۔ اسے کسی حد تک یقین ہو گیا کہ وہ نومی کرسٹل ہی ہے۔ ایک ڈاکٹر دن میں ایک بار آ کر اس سے ملتا تھا۔ اس کا معائنہ کرتا تھا اور کچھ دوائیں دے کر چلا جاتا تھا۔ وہ ڈاکٹر بھی کاشف جمال کا معمول اور تابعدار تھا۔ اسی کی مرضی کے مطابق وہاں آ کر سونیا کو ایسا تاثر دیتا تھا کہ واقعی اس کا علاج کیا جا رہا ہو۔

وہ ڈاکٹر جب تیسرے دن اس کے پاس آیا تو اس نے پوچھا ''تم میرا کیسا علاج کر رہے ہو؟ میں تو ریسی کی دیسی ہی اندھیرے میں ہوں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میرا ماضی کیا تھا؟ آخر میری بھولی ہوئی زندگی مجھے کب یاد آئے گی؟''

ڈاکٹر نے کہا ''آپ کے دماغ کو بہت گہرا صدمہ پہنچا تھا۔ آپ پچھلے ایک ہفتے سے بے ہوشی کی نیند سوتی رہیں۔ کبھی جاگتی تھیں، ہمیں خالی خالی نظروں سے دیکھتی تھیں۔ آپ کو کچھ کھلایا جاتا تھا اس کے بعد پھر سو جاتی تھیں۔ میری دواؤں سے اس حد تک فائدہ ہوا ہے کہ آپ پچھلے تین دنوں سے نارمل حالت میں ہیں۔ زیادہ سوچتی نہیں ہیں۔ اپنے بارے میں زیادہ پریشان بھی نہیں ہوتی ہیں۔ رفتہ رفتہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

وہ مطمئن نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے کاشف جمال سے کہا ''میں اور دو دنوں تک انتظار کروں گی۔ اگر مجھے پچھلی زندگی یاد نہ آئی تو میں جکارتہ جا کر اپنے باپ سے ملوں گی۔ وہاں جانے سے مجھے پچھلی زندگی یاد آ سکتی ہے۔''

وہ ڈاکٹر کے جانے کے بعد بنگلے سے نکل کر باہر لان میں آئی اور وہاں ٹہلنے لگی۔ بنگلے کی چاروں طرف احاطے کی اونچی دیواریں تھیں۔ آگے پیچھے دو آہنی گیٹ تھے جہاں مسلح گارڈز موجود رہتے تھے۔ وہ ٹہلنے کے لیے لان میں آئی تو کاشف جمال بھی وہاں آ کر اس سے ذرا فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔

وہ اس کے قریب آ کر ناگواری سے بولی۔ ''تم سائے کی طرح میرے پیچھے کیوں لگے رہتے ہو؟ بنگلے کے اندر جس کمرے میں رہتی ہوں۔ اس کمرے کے دروازے کے باہر پہریدار کی طرح کھڑے رہتے ہو۔ آخر بات کیا ہے؟''

''بات کچھ بھی نہیں ہے میڈم! آپ کی ذہنی حالت درست نہیں ہیں۔ آپ اپنے آپ کو کسی طرح نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ اس لیے میں نگرانی کرتا رہتا ہوں۔''

ایسے وقت ایک بہت ہی زہریلا سانپ ایک جھاڑی کے پیچھے سے گزر رہا تھا۔ سونیا نے کہا ''میں نہیں چاہتی کہ تم میری نگرانی کرو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔''

یہ کہتے کہ وہ ناگواری سے پلٹ کر اس جھاڑی کے قریب سے گزرنے لگی۔ ایسے ہی وقت اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔ سانپ نے اسے ڈس لیا تھا۔ وہ چکرا کر گر پڑی۔ کاشف جمال اور دوسرے باڈی گارڈز دوڑتے ہوئے اس کے قریب آئے۔ ایک مسلح گارڈ نے سانپ کو جاتے ہوئے دیکھا تو فوراً گن سیدھی کر کے اسے گولی ماردی۔ ادھر کاشف جمال سونیا کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر گاڑی کی طرف دوڑتے ہوئے بولا۔ ''انہیں فوراً اسپتال پہنچانا ہے۔ میرے ساتھ چلو۔ گاڑی ڈرائیو کرو۔''

اس نے سونیا کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لے جا کر لٹا دیا۔ ایک سیکورٹی گارڈ نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی گاڑی کو اسٹارٹ کیا۔ پھر وہ تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے قریبی اسپتال کی طرف جانے لگے۔ کاشف جمال نے خیال خوانی کے ذریعے نومی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''غضب ہو گیا۔ سونیا کو ایک زہریلے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ وہ بے ہوش ہو گئی ہے۔ میں اسے اسپتال لے جا رہا ہوں۔''

نومی کے لیے یہ اطلاع پریشان کن تھی۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ سونیا کے دماغ میں پہنچ کر خیالات پڑھنے چاہے تو پتا چلا بے ہوشی کے باعث اس کا دماغ اس قدر کمزور ہو گیا ہے کہ اس کے اندر سے نہ سوچ کی لہریں ابھر رہی ہیں اور نہ ہی اس کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ کو متاثر کر رہی ہیں۔

نومی کو یوں لگا، جیسے یہ بھی فرہاد کی کوئی چال ہے۔ اور وہ سونیا کو اس سے چھین لینے کے لیے اسے کسی طرح زخمی کر کے اس کے دماغ کو تنویمی عمل سے آزاد کرانا چاہتا ہے۔ اس نے کاشف جمال سے پوچھا ''تمہیں پورا یقین ہے کہ اسے سانپ نے ڈسا ہے؟ کیا تم نے سانپ کو دیکھا تھا؟''

''میں نے نہیں دیکھا تھا لیکن سیکورٹی گارڈ نے اسے دیکھتے ہی گولی ماردی تھی۔''

''میں پوچھتی ہوں تم میں سے کسی نے سانپ کو ڈستے ہوئے دیکھا تھا یا نہیں؟''

''ہم میں سے کسی نے ایسا ہوتے نہیں دیکھا۔''

''تم فرہاد کی چالبازیوں کو نہیں سمجھو گے۔ اس نے کسی طرح سونیا کو بے ہوش کیا ہے۔ اسے میرے تنویمی عمل سے نجات دلانا چاہتا ہے۔ میں تمہارے اندر موجود رہوں گی، یہ دیکھتی رہوں گی کہ ڈاکٹر اس کا معائنہ کرنے کے بعد کیا کہے گا؟''

وہ سونیا کو لے کر اسپتال پہنچا تو نومی اس کے ذریعے ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اس کا معائنہ کرتے ہوئے بولا۔ ''اسے بہت ہی زہریلے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ زہر پورے جسم میں پھیل چکا ہے۔ اس کا بچنا محال ہے۔ پھر بھی ہم کوشش کرتے ہیں۔''

ڈاکٹر اور اس کے دوسرے ماتحت کوششیں کرنے لگے۔ نومی نے پریشان ہو کر کاشف جمال سے کہا۔ ''یہ کیا ہو گیا؟ اگر یہ مر جائے گی تو میرا سارا پلان چوپٹ ہو جائے گا۔''

کاشف جمال نے کہا ''تم ایک بار سونیا بن کر فرہاد سے مل چکی ہو۔ کیا آیندہ اسے دھوکا نہیں دے سکو گی کہ تم سونیا ہو اور نومی کی قید سے کسی طرح فرار ہو کر اس کے پاس چلی آئی ہو؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ''نہیں۔ میں اسے بار بار دھوکا نہیں دے سکوں گی۔ اس کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے کی بس یہی ایک صورت رہ گئی تھی کہ یہ میری قید میں رہتی اور وہ اس کی سلامتی کی خاطر مجھ سے ملنے پر مجبور ہوتا رہتا۔ پتا نہیں اب کیا ہوگا یہ زندہ بچے گی یا نہیں؟''

کاشف جمال نے کہا ''سونیا کو زندہ رہنا چاہیے ورنہ یہ تمہاری قید میں مرے گی تو فرہاد بہت ہی غضبناک ہو جائے گا۔ ہم دونوں سمندر کی تہ میں یا پاتال میں چھپنا چاہیں گے تو وہاں سے بھی وہ ہمیں ڈھونڈ نکالے گا۔ پھر ایسی اذیت ناک سزائیں دے کر مارے گا جن کا ہم ابھی تصور نہیں کر سکتے لیکن سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کس طرح ہمارے چیتھڑے اڑائے گا؟''

وہ سہم کر تصور میں دیکھنے لگی کہ میں کس طرح اس پر تشدد کر رہا ہوں۔ اور کس طرح اسے قسطوں میں کبھی موت دے رہا ہوں اور کبھی زندہ چھوڑ رہا ہوں۔ وہ ایسی اذیتوں سے گزر رہی ہے کہ موت کی بھیک مانگ رہی ہے لیکن اسے

موت نہیں مل رہی ہے۔

اس نے پہلے ہی دن سے یہ طے کرلیا تھا کہ سونیا کو اغوا کرنے کے بعد بھی اسے جانی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اس کی حفاظت کرتی رہے گی۔ اسے زندہ سلامت رکھے گی تو فرہاد دوست بن کر رہے گا۔ ورنہ اس کی بدترین دشمنی اسے بہت مہنگی پڑے گی۔ اور اب اسے کچھ ایسا ہی نظر آرہا تھا۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو وہ اور اس کے ماتحت بہت پریشان تھے۔ سونیا کے جسم سے بڑی حد تک زہر نکال چکے تھے۔ پھر بھی وہ خطرے سے باہر نہیں تھی۔

دنیا کے مشہور و معروف زہر کا توڑ کرنے والے ڈاکٹروں کو بلانے کا وقت نہیں تھا۔ ورنہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ایسے ڈاکٹروں کو ٹریپ کرکے وہاں پہنچا دیتی۔ فی الوقت جو ڈاکٹر اس کا علاج کررہا تھا۔ وہ بھی زہر کا توڑ کرنے میں ماہر تھا۔ اچھا خاصا تجربے کار تھا۔ مگر بہت پریشان ہورہا تھا۔ اس کے باوجود اپنے تمام تجربہ اور زوداثر انجیکشن آزما رہا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے تک ڈاکٹر سے زیادہ نومی کرسٹل ذہنی کرب میں مبتلا رہی۔ پھر ڈاکٹر کے خیالات نے بتایا کہ سونیا خطرے سے باہر ہوچکی ہے۔ اس نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ سینے سے پیشانی تک صلیب کا نشان بناتے ہوئے خدا کا شکر ادا کیا۔

کاشف جمال نے کہا ''شکر ہے۔ اب ہم فرہاد کے سامنے سونیا کی زندگی کا ثبوت پیش کرسکتے ہیں۔ وہ اب بھی ہمارا دشمن تو رہے گا لیکن ہمارے خلاف بدترین کارروائی نہیں کرے گا۔''

ڈاکٹر نے کہا ''اسے انتہائی نگہداشت والے کمرے میں رکھا جائے گا۔ یہاں چار ڈاکٹرز ہیں۔ ہم سب اگلے چوبیس گھنٹوں تک باری باری اس کو اٹینڈ کرتے رہیں گے۔''

نومی کے لیے یہ ایک نئی پریشانی تھی کہ سونیا کو اسپتال میں رکھا جائے گا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اسپتال میں کوئی اسے پہچانے۔ یہ پتا نہیں تھا کہ زہر کے اثر سے اس کا دماغ کب تک کمزور رہے گا؟ یہ اندیشہ تھا کہ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں۔

نومی نے اپنے دست راست کاشف جمال سے کہا ''بڑی مشکل ہے۔ ہم سونیا کو اپنے خفیہ اڈے میں نہیں پہنچا سکتے۔ اسے کم از کم چوبیس گھنٹوں تک اس اسپتال میں رکھنا ہی ہوگا۔''

کاشف جمال نے کہا ''یہ ہوش میں آئے گی تو اس کا دماغ کمزور رہے گا۔ فرہاد اس کے ذریعے اسپتال کے کسی بھی فرد کے اندر پہنچ کر معلوم کرسکتا ہے کہ یہ کون سا شہر ہے اور کون سا اسپتال ہے؟''

نومی نے کہا ''سونیا نہیں جانتی کہ اسے کس شہر میں اور کس خفیہ بنگلے میں رکھا گیا تھا؟ اگر یہ اس بنگلے میں رہے گی تو فرہاد کبھی اس کے خیالات پڑھ کر اس کا سراغ نہیں لگا سکے گا۔ مشکل یہ ہے کہ ہم چوبیس گھنٹے سے پہلے اسے اپنے اس بنگلے میں نہیں لے جاسکیں گے۔''

''ڈاکٹر نے کہا ہے، یہ کئی گھنٹوں تک بے ہوش رہے گی۔ ہم اتنا کرسکتے ہیں کہ یہ جب بھی ہوش میں آئے تو ہم اسے دماغی طور پر غافل بنا دیں۔''

نومی نے کہا ''جب فرہاد کو معلوم ہوگا کہ یہ بے ہوش پڑی ہے تو وہ سمجھ لے گا کہ ہوش میں آنے کے بعد دماغی طور پر کمزور رہے گی۔ تو اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکے گی۔ سانس نہیں روک سکے گی۔ پھر تو کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں پہرا دینے کے لیے پہنچ جائیں گے۔ ہمیں موقع نہیں دیں گے کہ ہم اسے دماغی طور پر غافل بنا سکیں۔''

پھر وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی ''یہ ماننا پڑتا ہے کہ فرہاد قسمت کا دھنی ہے۔ میں اسے اپنی حکمت عملی سے کبھی سونیا تک پہنچنے نہ دیتی لیکن قسمت مہربان ہورہی ہے اور اسے سونیا کے پاس پہنچانے والی ہے۔''

کاشف جمال نے کہا ''اب تو عدنان بہت ہی ضروری ہوگیا ہے۔ اگر سونیا فرہاد کے ہاتھ لگ جائے گی تو ادھر تم اس کے پوتے کو اپنا قیدی بنا کر پھر ایک بار اسے اپنے سامنے بے بس اور مجبور بنا سکو گی۔''

بے شک اب نومی کے لیے سونیا سے زیادہ عدنان اہمیت اختیار کررہا تھا۔ اس نے کہا ''تم اسپتال میں رہو جیسے ہی وہ ہوش میں آئے مجھے فوراً اطلاع دو پھر ہم دونوں بڑے استحکام سے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیں گے۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ جاننے نہیں دیں گے کہ وہ کس شہر کے کس اسپتال میں ہے؟ وہ جیسے ہی ہوش میں آئے گی۔ ہم اسے پھر بے ہوش کردیں گے۔''

نومی کرسٹل اسے اچھی طرح ہدایات دے کر چلی گئی۔ اب وہ زیادہ سے زیادہ عدنان کی طرف توجہ دینا چاہتی تھی۔

☆☆☆

وہ ننھا فتنہ ایک گھنٹے بعد دہلی پہنچنے والا تھا۔ میں اس

ایک گھنٹے میں جمیلہ اور نبیلہ کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ دونوں پھر میری داستان کا اہم حصہ بننے والی ہیں۔

وہ اپنے والد عبدالرحمٰن کے ساتھ ایک دور افتادہ پہاڑی علاقے میں تھیں۔ پارس اپنے وعدے کے مطابق مقررہ وقت سے بہت پہلے ہی وہاں پہنچ گیا۔ عبدالرحمٰن نے اسے گلے لگا کر کہا ''بیٹے! ہم تمہارا جتنا بھی احسان مانیں اتنا ہی کم ہے۔ تم نے ہمیں اس شیطان سے نجات دلائی ہے ورنہ ہم تو مایوس ہوگئے تھے۔ ہمارے سامنے تو بچاؤ کا کوئی راستہ ہی نہیں رہا تھا۔''

وہ بولا ''اکلل! اللہ تعالیٰ آپ سب پر مہربان ہے۔ میں تو ایک ناچیز بندہ ہوں۔ اس معبود نے مجھے آپ لوگوں کی مدد کا ایک وسیلہ بنایا اور میں بن گیا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں ہوں۔ آپ میرا احسان نہ مانیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں۔''

جمیلہ اور نبیلہ اسے دیکھ کر خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھیں۔ جمیلہ نے کہا ''آپ نے تو کل آنے کا وعدہ کیا تھا۔ آج اچانک کیسے پہنچ گئے؟''

پارس نے کہا ''اگر میرے جلدی آنے پر اعتراض ہے تو واپس جارہا ہوں۔ کل آجاؤں گا۔''

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ نبیلہ نے اسے بڑی محبت سے دیکھتے ہوئے کہا ''آپ کے یہاں آتے ہی ویرانے میں قہقہے گونجنے لگے ہیں۔''

عبدالرحمٰن نے کہا ''تم نے پہاڑی علاقے میں سفر کیا ہے تھک گئے ہوگے۔ نہا دھو کر لباس تبدیل کرو۔ میں کھانا تیار کرتا ہوں۔''

پارس نے چونک کر کہا ''میں فون پر یہ پوچھنا ہی بھول گیا کہ یہاں کھانے پکانے کا کیا انتظام ہے؟ یہ دونوں تو مجبور ہیں چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہیں۔ کیا آپ کھانا پکاتے ہیں؟''

''ہاں بیٹے! میں نے یہاں کسی کو ملازم رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ بات دور تک پھیل سکتی تھی کہ دو بہنیں بیمار ہیں۔ بستر پر پڑی رہتی ہیں، ہم مشکل بھی ہیں۔ یہ باتیں دور دور تک پہنچ سکتی ہیں۔ ہم اس شیطان سے بہت سہمے ہوئے ہیں۔ یہ نہیں چاہتے کہ وہ دوبارہ ہم پر مسلط ہوجائے۔''

''آپ اس کی فکر نہ کریں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ لوگوں کے دماغوں میں آتے جاتے ہیں۔ اگر کوئی یہاں آئے گا اور آپ کے خلاف کوئی اکھوائری کرے گا تو ہمارے خیال خوانی کرنے وا۔ ان سے نمٹ لیں گے۔''

عبدالرحمٰن نے کہا ''اب تو تم آگئے ہو جو مناسب سمجھو وہ کرو۔ ویسے میں کسی ملازم کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ہم یہاں کے لوگوں سے دور ہی رہیں تو بہتر ہوگا۔''

پارس نے تائید میں سر ہلایا۔ پھر اپنی اٹیچی اٹھا کر دوسرے کمرے میں جاتے ہوئے بولا ''میں ابھی فریش ہوکر آتا ہوں۔''

وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ عبدالرحمٰن کھانا تیار کرنے کے لیے کچن میں گیا۔ دونوں بہنیں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرانے لگیں۔ شرمانے لگیں۔ ایک طویل جدائی کے بعد ان کا دولھا آگیا تھا۔

دو بہنوں کا ایک دولھا کیسے ہوسکتا ہے؟ یہی مسئلہ ان کی زندگی میں بڑی الجھنیں پیدا کرنے والا تھا۔ جمیلہ نے سوچا ''پتا نہیں ہاتھ روم میں صابن اور تولیا وغیرہ ہے یا نہیں۔ مجھے جاکر دیکھنا چاہیے۔''

انہی لمحات میں یہ سوچ نبیلہ کے اندر بھی ابھری۔ جمیلہ بیڈ سے اترنے لگی تو نبیلہ بھی اترنے لگی۔ وہ دونوں اچھی طرح چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھیں لیکن کبھی کبھی اس مکان کے اندر چلنے پھرنے لگتی تھیں۔ کبھی باہر برآمدے میں جاکر بیٹھ جاتی تھیں۔ انہوں نے دوسرے کمرے میں آکر دیکھا تو پارس وہاں نہیں تھا۔ باتھ روم کا دروازہ بند تھا۔ وہ دونوں دروازے کے پاس آکر کان لگا کر سننے لگیں۔ اندر سے شاور کی آواز کے ساتھ پارس کے گنگنانے کی آواز بھی آرہی تھی۔

ان دونوں نے بے اختیار اپنے اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔ اس کی گنگناہٹ ان کے دلوں میں اتر رہی تھی۔ ان کے کانوں میں خوش نما پرندے چہچہا رہے تھے۔ آبشار گنگنا رہے تھے اور نگاہوں کے سامنے رنگا رنگ پھول کھلتے جارہے تھے۔

عبدالرحمٰن وہاں سے گزرتے وقت کمرے کے دروازے کے پاس ٹھٹک گیا۔ انہیں دیکھ کر ڈانٹنے کے انداز میں بولا ''یہ کیا بے حیائی ہے؟ وہ اندر غسل کررہا ہے اور تم دونوں دروازے سے لگی کھڑی ہو۔''

دونوں اچانک ہی باپ کو وہاں دیکھ کر جھینپ گئیں۔ جمیلہ نے جلدی سے کہا ''وہ۔ ابو! ہم یہاں اس لیے آئے ہیں کہ شاید انہیں کسی چیز کی ضرورت ہو۔''

وہ پھر ڈانٹ کر بولا ''کیسی بے شرمی کی باتیں کررہی ہو۔ کیا اسے کسی چیز کی ضرورت ہوگی تو واش روم میں جاکر دو گی؟ چلو! اپنے کمرے میں جاؤ۔''

بیڈ پر پارس کی اٹیچی کھلی پڑی تھی۔ نبیلہ اس اٹیچی کی طرف آتے ہوئے بولی۔ ”میں یہاں رہوں گی۔ ان کے کپڑے پریس کروں گی۔“

جمیلہ نے بھی اٹیچی کے پاس آ کر کہا ”میں بھی کپڑے پریس کروں گی۔“

نبیلہ نے کہا ”ٹھیک ہے آدھے کپڑے میں پریس کروں گی۔ آدھے تم کرو گی۔“

باپ بڑی فکرمندی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ پارس کو آدھا آدھا کر رہی ہوں۔

ایک نے باپ کو دیکھتے ہوئے کہا ”ابو! وہ لمبے سفر سے آئے ہیں۔ بھوکے ہوں گے۔ آپ ذرا جلدی سے کھانا تیار کر دیں۔“

دوسری نے کہا ”اب تو ہم کچن میں بھی جا سکتی ہیں۔ ان کے لیے کھانا تیار کر سکتی ہیں۔“

”ابو! آپ ایسا کریں بس آج کھانا تیار کر دیں۔ کل سے ہم پکایا کریں گی۔“

وہ انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ بچپن سے ایک جیسے احساسات اور جذبات رکھتی تھیں۔ یہی بات اسے پریشان کر رہی تھی کہ ان کے ایک جیسے احساسات اور جذبات اب مسائل پیدا کر رہے ہیں۔

وہ سر جھکا کر کچن کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پارس نے باتھ روم سے باہر آ کر دیکھا۔ دونوں بہنیں اٹیچی سے اس کے کپڑے نکال کر آپس میں تقسیم کر رہی تھیں۔ کہہ رہی تھیں۔ ”یہ شرٹ تم پریس کر دینا ٹراؤزر میں پریس کروں گی۔“

دوسری کہہ رہی تھی۔ ”یہ سوٹ مجھے دو اور وہ سوٹ تم لے لو۔“

وہ دونوں رومال، بنیان اور انڈرویئر کا بھی بٹوارا کر رہی تھیں۔ پارس نے پوچھا۔ ”یہ کیا ہو رہا ہے؟“

وہ دونوں ایک دم سے چونک گئیں۔ پلٹ کر دیکھا وہ واش روم کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر شرمانے لگیں۔ ایک نے کہا ”اٹیچی میں رکھے ہوئے کپڑے شکن آلود ہو گئے ہیں۔ ہم انہیں پریس کرنا چاہتی ہیں۔“

وہ بولا ”تم دونوں کو بیڈ پر رہنا چاہیے۔ آرام کرنا چاہیے۔ زیادہ چلتی پھرتی رہو گی تو زخم اچھے نہیں ہوں گے۔“

جمیلہ نے کہا ”ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ کوئی پریشانی نہیں ہے۔“

نبیلہ نے کہا ”ہمیں کام کرنا اچھا لگتا ہے اور پھر آپ کا کام کرتے ہوئے تو ایسا لگتا ہے جیسے ہم آپ ہی کا کام کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہیں۔“

”صرف میرا کام کرنے کے لیے ہی نہیں میرا حکم ماننے کے لیے بھی پیدا ہوئی ہو۔ لہٰذا ابھی اپنے بیڈ پر جاؤ اور آرام سے لیٹ جاؤ۔“

انہوں نے مایوس ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر جمیلہ نے کہا ”جب سے آپ کے آنے کی اطلاع ملی ہے تب سے میں خوابوں اور خیالوں میں نہ جانے کیا کیا سوچتی رہی ہوں؟ میری ہر سوچ کے پیچھے یہی جذبہ رہا کہ میں آپ کی خدمت کرتی رہوں۔“

نبیلہ نے کہا ”جو سوچ جمیلہ کی ہے وہی میری ہے یہ تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہمارے جذبات ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہیں۔“

اس نے کہا ”تم دونوں کو میری خدمت کرتے رہنے کا بہت موقع ملے گا۔ فی الحال تمہارے زخموں کو جلد سے جلد بھرنا ہے اور تمہیں پوری طرح صحت یاب ہونا ہے۔ لہٰذا جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ فوراً یہاں سے جاؤ اور بیڈ پر آرام سے لیٹ جاؤ۔“

ان دونوں نے بڑی چاہت سے پارس کو دیکھا۔ پھر سر جھکا کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔ ان کے دن رات ایک ہی بستر پر گزر رہے تھے۔ وہ وہیں سوتیں، جاگتیں، اٹھتیں، بیٹھتیں تھیں اور کھانا بھی وہیں کھاتی تھیں۔ جب کھانے کا وقت آیا تو پارس نے کہا ”تم دونوں کو کھانے کی میز پر آ کر نہیں کھانا چاہیے۔“

نبیلہ نے کہا ”ہم آپ کے ساتھ کھانا چاہتی ہیں۔“

جمیلہ نے کہا ”پلیز۔ ہماری یہ خوشی تو پوری ہونے دیں۔“

اس نے کہا ”ٹھیک ہے ہم سب تمہارے بیڈ پر کھائیں گے۔“

ان کے بیڈ پر بڑا سا دسترخوان بچھایا گیا۔ وہ سب وہاں بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تو جمیلہ نے پارس سے کہا ”پہلا لقمہ میں آپ کو کھلاؤں گی۔“

نبیلہ نے کہا ”میں بھی آپ کو پہلا لقمہ کھلاؤں گی۔“

پارس نے تعجب سے دیدے پھیلاتے ہوئے کہا۔ ”تم دونوں پہلا لقمہ کیسے کھلاؤ گی؟ میرے ایک منہ میں بہ یک وقت دو لقمے کیسے سمائیں گے؟“

باپ نے ناگواری سے کہا ”پارس میاں قابلِ احترام

ہیں۔ اور تم دونوں نے انہیں مذاق بنا رکھا ہے۔“

جمیلہ نے کہا ”آپ جانتے ہیں ابو! ہم انہیں کتنا چاہتی ہیں؟“

وہ سخت لہجے میں بولا ”ہم کا لفظ استعمال نہ کرو۔“

جمیلہ نے کہا ”ٹھیک ہے۔ ہم نہیں کہا جائے گا۔ میں انہیں چاہتی ہوں۔“

نبیلہ نے کہا ”میں بھی انہیں چاہتی ہوں۔“

دونوں نے روٹی کے دو چھوٹے چھوٹے لقمے بنائے پھر پارس سے کہا ”آپ ایک بڑا لقمہ کھاتے ہیں لیکن دو چھوٹے لقمے ایک ساتھ منہ میں ڈال کر چبا سکتے ہیں۔“

یہ کہہ کر انہوں نے ایک ساتھ اپنا اپنا ہاتھ اس کے طرف بڑھایا۔ اس نے منہ کھولا دونوں نے بہ یک وقت پہلا لقمہ اس کے منہ میں پہنچا دیا۔ یوں ان کی پیار بھری خواہش پوری ہو گئی۔

یہ خواہش بڑی دور تک سوچنے پر مجبور کر رہی تھی کہ جب وہ اپنا پہلا لقمہ اسے ایک ساتھ کھلا رہی ہیں تو کیا اپنے اپنے وجود کا پہلا نذرانہ بھی ایک ساتھ پیش کرنا چاہیں گی؟ کیا ان کی ایسی پیشکش ممکن ہو گی؟

یہ ایسی ناممکن سی بات تھی جو کبھی ممکن نہیں ہو سکتی تھی۔ اور پارس بڑی آزمائشوں میں مبتلا ہونے والا تھا۔ عبدالرحمان نے کھانے کے دوران میں کہا۔ ”میں اس وقت جوان بیٹیوں کے ساتھ گھر سے بے گھر ہوں۔ تمام رشتے دار چھوٹ گئے ہیں۔“

پھر وہ پارس کو دیکھتے ہوئے بولا ”تمہارے سوا ہمارا کوئی مددگار نہیں ہے۔ ایسی خانہ بدوشی کی حالت میں میری دو بڑی ذمے داریاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان کا علاج توجہ سے کراتا رہوں۔ ان کی دیکھ بھال کرتا رہوں اور جب ان کے زخم بھر جائیں۔ یہ اچھی طرح چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں تو ان کی شادیاں کر دی جائیں۔“

دونوں نے شرما کر پارس کو دیکھا۔ اس نے کہا ”بے شک یہ فرض جلد سے جلد ادا ہونا چاہیے۔ اس طرح دردان کو جب معلوم ہو گا کہ ان کی شادیاں ہو چکی ہیں تو پھر وہ ان کا خیال اپنے ذہن سے نکال دے گا۔ اور اگر اس کے بعد بھی انتقامی کارروائی کرنا چاہے گا تو ہم اس سے نمٹتے رہیں گے۔ ہماری کوشش ہے کہ اس شیطان کو جلد سے جلد جہنم میں پہنچا دیا جائے۔“

”بے شک۔ تم میری ایک بیٹی کے محافظ اور مجازی خدا بن کر رہ سکو گے۔ لیکن مجھے تمہارے جیسا ایک اور داماد چاہیے جو میری دوسری بیٹی کو بھی تحفظ دے سکے۔“

دونوں نے شکایت بھری نظروں سے باپ کو دیکھا پھر ایک نے پوچھا ”آپ اپنی کس دوسری بیٹی کے لیے دوسرے داماد کی بات کر رہے ہیں؟“

باپ نے کہا ”تم میں سے کسی ایک کا نکاح پارس سے پڑھایا جائے گا۔ یہ فیصلہ پارس پر ہے اور تم دونوں پر ہے کہ کس سے نکاح پڑھایا جائے؟ اس کے بعد تم میں سے جو دوسری ہو گی اس کا نکاح کسی دوسرے سے ہو گا۔“

ان دونوں نے ایک دوسرے کو بڑے دکھ سے دیکھا پھر جمیلہ نے سر گھما کر کہا ”وہ دوسرا کوئی نہیں ہو گا۔ آپریشن سے پہلے ہم دونوں کا نکاح پارس صاحب سے پڑھایا جانے والا تھا۔ اب بھی یہی ہو سکتا ہے۔“

باپ نے سخت لہجے میں کہا۔ ”فضول باتیں نہ کرو۔ پہلے کی بات اور تھی اب کی بات اور ہے۔ تم دونوں جسمانی طور پر الگ ہو چکی ہو۔ دوستی بہنوں کا نکاح کسی ایک شخص سے نہیں ہو سکتا۔“

نبیلہ نے کہا ”اس سلسلے میں اچھی خاصی بحث ہو چکی ہے کہ ہم دونوں کے احساسات اور جذبات ایک جیسے ہیں۔ اس لیے ہم ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہیں اور نہ ہی کبھی ایک دوسرے سے الگ رہ کر دو الگ الگ چھتوں کے نیچے دو الگ الگ شوہروں کے سائے میں زندگی نہیں گزار سکیں گی۔“

جمیلہ نے کہا ”ہم دونوں نے پارس صاحب کو اپنا مجازی خدا مان لیا ہے۔ صرف نکاح پڑھانے کی دیر ہے۔“

عبدالرحمن اپنے ہاتھ کا لقمہ پھینک کر وہاں سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر غصے سے بولا ”بے حیائی اور بے غیرتی کی ایک حد ہوتی ہے۔ باپ کے سامنے ایک ہی شخص کے ساتھ ازدواجی زندگی کی باتیں کر رہی ہو۔ ایسی باتیں شریف زادیاں نہیں بازاری عورتیں کرتی ہیں۔“

وہ پاؤں پٹختا ہوا دروازے کے قریب گیا پھر وہاں سے پلٹ کر بولا ”پارس میاں! یہ دونوں عقل سے پیدل ہیں تم انہیں سمجھاؤ پھر اخلاق، تہذیب اور شرم و حیا کے تقاضوں کے مطابق کوئی ایک فیصلہ مجھے سناؤ۔ اگر آج رات کے کھانے تک کوئی مناسب فیصلہ نہیں ہوا تو میں بے غیرت بن کر بے حیائی کے تماشے نہیں دیکھوں گا۔ یہاں سے چلا جاؤں گا۔“

وہ دروازہ کھول کر دوسرے کمرے کی طرف چلا گیا۔ وہ دونوں سوالیہ نظروں سے پارس کو دیکھنے لگیں۔ وہ بولا ”چلو پہلے کھانا کھاؤ پھر باتیں ہوں گی۔“

نبیلہ نے کہا ''ہم سے کھایا نہیں جائے گا۔''

جمیلہ نے کہا ''ہمارے حق میں فیصلہ نہ ہوا تو میں بھی نہیں کھاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے۔ تو پھر میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ ہم بھوکے پیٹ کبھی کوئی دانش مندانہ فیصلہ نہیں کرسکیں گے۔''

وہ دونوں سر جھکائے بیٹھی رہیں۔ اس نے پوچھا ''اچھا تو میں بھوکا رہوں۔ دسترخوان سے اٹھ جاؤں؟''

وہ دونوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اٹھنا چاہتا تھا لیکن نہ اٹھ سکا۔ انہوں نے دونوں طرف سے اس کے ایک ایک بازو کو تھام لیا۔ ایک نے کہا ''آپ بھوکے رہیں گے تو میرا دل نہیں مانے گا۔''

دوسری نے کہا ''آپ بھوکے رہیں گے تو میں شرم سے مرجاؤں گی۔''

وہ بولا ''اور تم دونوں بھوکی رہو گی تو کیا میں خوشیاں مناؤں گا؟''

اس نے دو ہاتھوں سے دو لقمے بنائے پھر ان کی طرف بڑھا دیے۔ وہ ایک ہی ہاتھ سے پہلے ایک کو اور پھر دوسری کو کھلا سکتا تھا۔ لیکن اس طرح ناانصافی ہوتی کہ ایک کو پہلے کھلایا دوسری کو بعد میں کھلایا۔ وہ ان میں سے کسی کو مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے بہ یک وقت دونوں ہاتھوں سے دونوں کے منہ میں ایک ایک لقمہ پہنچا دیا۔

وہ اپنی عقل سے اور تدبیر سے ان کی محبت کے تقاضوں کو کسی نہ کسی طرح پورا کررہا تھا۔ یہ خوب سمجھ رہا تھا کہ ان تینوں کے درمیان پیار کا جو مثلث بنا ہوا ہے وہ آئندہ قائم نہیں رہ سکے گا۔ بہ یک وقت دونوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات ممکن نہیں ہیں اور نہ ہی دین و دنیا اس کی اجازت دیں گے۔

اب وہ اپنے ہاتھوں سے خود کھا رہے تھے۔ پارس نے دونوں کی طرف کن انکھیوں سے دیکھا۔ پھر کہا ''تم دونوں ماشاءاللہ تعلیم یافتہ ہو سمجھ دار ہو۔ یہ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ پہلے ایک دوسری سے جڑی ہوئی تھیں تب بہ حالتِ مجبوری تم دونوں سے میرا نکاح جائز ہوگیا تھا۔ لیکن اب نہیں ہوگا۔''

وہ ذرا دیر چپ رہیں۔ لقمہ چباتی رہیں۔ پھر جمیلہ نے کہا ''ہم اپنے شہر سے اپنے لوگوں سے دور اس ویران پہاڑی علاقے میں آگئے ہیں اور یہیں ساری زندگی گزاریں گے۔''

نبیلہ نے کہا ''یہاں کوئی نہیں جانتا کہ ہم دونوں سگی بہنیں ہیں۔''

''خدا جانتا ہے، تمہارے ابو جانتے ہیں اور میں جانتا ہوں۔''

''خدا یہ بھی جانتا ہے کہ ہم ذہنی طور پر کبھی ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوسکیں گی۔ دنیا والے ہمارے جسموں کی علیحدگی دیکھ رہے ہیں لیکن ہمارا ذہن ایک ہے۔ احساسات اور جذبات ایک ہیں ہم بیس برس تک ایک پل کے لیے بھی الگ نہیں ہوئیں اور نہ ہی آئندہ ہوسکتی ہیں۔ یہ ہمارا خدا اچھی طرح جانتا ہے۔''

نبیلہ نے کہا ''آپ بھی ہماری ظاہری جسمانی علیحدگی نہ دیکھیں۔ ہمارے دل اور دماغ کو دیکھیں۔ خدا کی اس قدرت کو سمجھیں کہ ہم جسمانی طور پر علیحدہ ہونے کے باوجود ذہنی طور پر پہلے کی طرح ہی ایک ہیں۔ جڑواں ہیں۔''

''میں مانتا ہوں، علیحدہ کرنے کے باوجود کوئی تمہیں ایک دوسرے سے الگ نہ کرسکا۔ تم اب بھی ذہنی طور پر جڑواں ہوں۔ تم دونوں ہی مجھے اپنا پہلا اور آخری جیون ساتھی تسلیم کرچکی ہو۔ میرے سوا کسی دوسرے سے نکاح قبول نہیں کروگی۔ لیکن دنیا والے ظاہر کو دیکھتے ہیں۔ باطن کو نہیں دیکھتے۔ وہ کبھی تسلیم نہیں کریں گے کہ تم اب بھی جڑواں ہو۔''

''تو پھر ہم دنیا والوں کو یہ نہیں بتائیں گے کہ ہم دونوں سگی بہنیں ہیں۔ یہاں ہمیں کوئی نہیں جانتا ہے۔''

نبیلہ نے کہا ''اگر یہاں بھی کوئی جاننے والا آجائے۔ یا وردان کوئی شیطانی حرکت کرے تو آپ ماشاءاللہ دولت مند ہیں ہمیں کسی دوسرے ملک میں لے جاسکتے ہیں۔ ہم وہاں کسی محاسبے کے بغیر ازدواجی زندگی گزار سکیں گے۔''

پارس نے کہا ''تم دونوں یہ بھول رہی ہو کہ میرے والدین ہیں، دوسرے رشتے دار ہیں۔ وہ سب تمہارے بارے میں جانتے ہیں۔ وہ کبھی مجھے تم دونوں سے نکاح پڑھانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ سب کا فیصلہ یہی ہوگا کہ میں تم میں سے کسی ایک کو اپنی شریکِ حیات بناؤں اور دوسری کے خیال سے باز آجاؤں۔''

انہوں نے مایوس ہوکر ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر نبیلہ نے کہا ''آپ بے شک اپنے والدین اور رشتے داروں کی وجہ سے مجبور ہوجائیں گے۔ ہم میں سے کسی ایک کو شریکِ حیات بنائیں گے۔ اس کے بعد دوسری کا کیا بنے گا؟''

وہ کھانے سے فارغ ہوکر پانی پینے لگا۔ وہ دونوں اس کا منہ تک رہی تھیں۔ اس نے گلاس کو منہ سے ہٹا کر کہا۔ ''میں تم میں سے کسی کا دل نہیں توڑوں گا، کسی کو مایوس نہیں کروں گا۔''

وہ خوش ہوگئیں۔ اس نے کہا ''لیکن.....''

انہوں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا وہ بولا ''ہم تینوں کے درمیان جو محبتیں ہیں وہ صرف ایک ہی صورت میں قائم رہ سکتی ہیں۔''

جمیلہ نے کہا ''کوئی بھی صورت ہو ہم تینوں کے درمیان کسی چوتھے کی مداخلت نہیں ہونی چاہیے۔''

''کسی چوتھے کی مداخلت اس طرح نہیں ہوگی کہ ہم آپس میں محبت بھی کرتے رہیں اور دنیا والوں کو ناراض بھی نہ کریں۔''

نبیلہ نے پوچھا ''یہ کیسے ہوگا؟''

''سیدھی سی بات ہے۔ دنیا والے یہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ میرا نکاح دو سگی بہنوں سے بہ یک وقت پڑھایا جائے۔ لہٰذا ہمارا نکاح نہیں پڑھایا جائے گا۔ ہماری شادی خانہ آبادی نہیں ہوگی۔ ہم شادی کے بغیر ایک دوسرے کو محبتیں دیتے رہیں گے۔''

دونوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر ایک نے پوچھا ''کیا ہم میاں بیویوں والی زندگی نہیں گزاریں گے؟''

پارس نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''بس ہماری زندگی میں یہی ایک کمی ہوگی۔ ہماری محبت جسمانی نہیں ہوگی، دلی ہوگی۔ ہم تینوں آپس میں دل سے محبت کرتے رہیں گے۔''

یہ کہہ کر وہ دسترخوان سے اٹھ گیا۔ منہ ہاتھ دھونے کے لیے واش روم کی طرف چلا گیا۔ اس نے ایسا فیصلہ سنایا تھا جس کی توقع وہ دونوں نہیں کررہی تھیں۔ وہ اس فیصلے پر اعتراض بھی نہیں کرسکتی تھیں کیونکہ وہ دونوں کے ساتھ انصاف کررہا تھا۔ ان میں سے کسی کو کمتر نہیں بنا رہا تھا۔ دونوں کو اپنے دل میں جگہ دے رہا تھا۔ فی الحال یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ وہ تینوں دین کے بھی رہیں اور دنیا کے بھی۔ اس طرح ان کی محبت جاری و ساری رہے۔

☆☆☆

وہ جہاز دہلی ایرپورٹ کے رن وے پر اتر گیا۔ کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے۔ دوستوں اور دشمنوں کا انتظار ختم ہوگیا۔ تمام خیال خوانی کرنے والے اپنے اپنے آلۂ کاروں کے دماغوں میں الرٹ ہوگئے تھے۔

طیارے سے اترنے والے مسافر پہلے امیگریشن کاؤنٹر کی طرف جاتے ہیں لہٰذا تمام خیال خوانی کرنے والے وہاں کے چند اہم افسروں کے دماغوں میں پہنچے ہوئے تھے۔ جہاز کے اندر بیٹھے ہوئے مسافر اپنی اپنی جگہ سے اٹھ گئے تھے اور اپنے دستی سامان اٹھا کر ایک قطار میں چلتے ہوئے جہاز سے باہر نکل رہے تھے۔

میں نے عدنان سے کہا ''بیٹے! ہم سب تمہارے پاس موجود رہیں گے اور جیسا تم سے کہیں گے، تم ویسا ہی کرتے رہو گے۔''

اس نے پوچھا ''آپ لوگ میرے دماغ کے اندر کیوں ہیں؟ پلیز۔ یہاں سے چلے جائیں۔''

''یہ کیا کہہ رہے ہو بیٹے! ہم تمہاری حفاظت کے لیے تمہارے ساتھ ساتھ رہیں گے۔ اور تمہیں تمہاری ماما کے پاس پہنچا دیں گے۔''

''میں اپنی ماما کے پاس نہیں جانا چاہتا۔ پلیز آپ سب میرے اندر سے چلے جائیں۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں پریشان ہوگیا۔ اس کے اندر کتنی ہی سوچوں کی لہریں آپس میں گڈمڈ ہونے لگیں۔ میری سوچ کی لہریں اس کی کسی بھی ایک سوچ کی لہر کو گرفت میں نہیں لے رہی تھیں۔ اس کا دماغ کسی ایک خیال پر مرکوز نہیں ہورہا تھا۔

اس سے پہلے عدنان کے بارے میں یہ وضاحت سے بیان ہو چکا ہے کہ جب وہ ناگواری محسوس کرتا تھا اور کسی کی سوچ کی لہروں کو برداشت نہیں کرتا تھا تو اس کے اندر خیالات اسی طرح گڈمڈ ہوجاتے تھے۔ پھر کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے کسی بھی خیال کو پڑھ نہیں پاتا تھا اور یہ سمجھ نہیں پاتا تھا کہ وہ اب کہاں ہے اور آئندہ کیا کرنے والا ہے؟

میں نے پریشان ہوکر پورس سے کہا ''تمہارے بیٹے نے پھر ہمیں پریشان کرنا شروع کردیا ہے۔ اس وقت اس کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہوگئے ہیں ہم میں سے کوئی خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو متاثر نہیں کرسکے گا۔ ایسے وقت اس کے سامنے ٹیلی پیتھی صفر ہوجایا کرتی ہے یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔''

پورس نے پریشان ہوکر اپنے بیٹے کو دیکھا پھر مجھ سے کہا ''یہ تو میں نے بابا صاحب کے ادارے میں ہی کہہ دیا تھا کہ یہ لڑکا ہمارے لیے مسائل پیدا کرتا رہے گا۔ اب پتا نہیں اسے کیا ہوگیا ہے اس کا دماغ اچانک ایسا کیوں ہوگیا ہے؟''

''ابھی میں اسے سمجھا رہا تھا کہ ہم اسے اس کی ماں کے پاس پہنچانے والے ہیں۔ تمہیں یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ اس کا ارادہ بدل گیا ہے۔ یہ اپنی ماں سے ملنا نہیں چاہتا۔ ہماری مدد حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ اس لیے اس کا دماغ ہماری

گرفت سے نکل گیا ہے۔"

کبریا نے پورس سے کہا "برادر! اب آپ ہی اپنے بیٹے کو قابو میں رکھ سکتے ہیں۔ اس پر پوری توجہ دیں کہ یہ ادھر سے ادھر نہ جائے۔ اس کا ہاتھ آپ ہی کے ہاتھ میں رہے۔"

میں نے بھی پورس کو یہی سمجھایا کہ وہ ہر لمحہ اس پر نظر رکھے اسے پل بھر کے لیے بھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دے۔

پورس اس کا ہاتھ تھام کر سیٹ پر سے اٹھ گیا تھا۔ پھر ایک قطار میں چلتا ہوا جہاز سے باہر جا رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی شیوانی کے ساتھ ایئر پورٹ کی عمارت میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے پریشان ہو کر شیوانی سے کہا "تمہارا بیٹا پھر شرارتیں کرنے لگا ہے۔ اس کا دماغ پھر ہماری گرفت سے نکل گیا ہے۔ اور تم تو جانتی ہو کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

شیوانی نے کہا "میرا بیٹا بہت ہی عجیب ہے کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف ہوتی ہے تو اس کے دماغ کے اندر اسی طرح خیالات گڈمڈ ہونے لگتے ہیں۔ تم تھوڑی دیر پہلے اس کے دماغ میں تھیں۔ کیا اس وقت اس کے مزاج کے خلاف کوئی ایسی بات کی گئی تھی؟"

"کوئی ایسی بات نہیں کی گئی تھی۔ پاپا اس سے کہہ رہے تھے کہ ہم سب اسے تمہارے پاس پہنچانے والے ہیں لیکن اس نے کہا کہ وہ تم سے ملنا نہیں چاہتا۔"

شیوانی نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا "کیا؟ کیا میرا بیٹا مجھ سے ملنا نہیں چاہتا؟ نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کبھی ایسا تو نہیں کہ وردان اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا ہو اور اسے مجھ سے دور لے جانا چاہتا ہو؟"

"ہم کئی خیالی خوانی کرنے والے عدنان کے اندر موجود تھے۔ وردان کا باپ بھی اس پر حاوی نہیں ہو سکتا تھا۔"

شیوانی نے کہا "تم نے مجھے بتایا تھا کہ وہ مجھ سے ملنے کے لیے اس قدر بے تاب تھا کہ بابا صاحب کے ادارے سے نکل بھاگنا چاہتا تھا۔ آخر اس نے اپنی گرینڈ ماما اور جناب تبریزی سے اپنی ضد منوالی اور مجھ سے ملنے کے لیے یہاں تک چلا آیا۔ پھر وہ میرے پاس آنے کے بعد مجھ سے ملنے سے کیوں انکار کر رہا ہے؟"

"تم نے بھی کیا خوب بیٹا پیدا کیا ہے؟ اچانک ہی سب کو تجسس میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جب اس کے دماغ میں خیالات گڈمڈ نہیں ہوں گے اور وہ ایک سوچ پر مرکوز رہے گا۔ تبھی ہم معلوم کر سکیں گے کہ وہ یہاں تمہارے قریب آنے کے بعد پھر تم سے دور کیوں بھاگنا چاہتا ہے؟"

اعلیٰ بی بی آنکھوں سے دوربین لگائے اس طیارے کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں سے مسافر باہر آ رہے تھے اور سیڑھیوں سے اترتے ہوئے ایئر پورٹ کی عمارت کی طرف جا رہے تھے۔ پھر اسے اپنا بھائی پورس دکھائی دیا۔ وہ اپنے بیٹے عدنان کا ہاتھ تھامے طیارے سے باہر آ رہا تھا اور سیڑھی کے اوپری حصے پر کھڑا ہوا تھا۔

اس نے شیوانی کو دوربین دیتے ہوئے کہا۔ "ادھر دیکھو! تمہاری آنا جب انا میریا کے اندر تھی تب تم اپنے بیٹے کو کلیجے سے لگا کر پیار کرتی تھیں اور اسے دن رات دیکھتی تھیں۔ آج اسے دیکھو۔"

شیوانی نے فوراً ہی دوربین لے کر آنکھوں سے لگائی۔ پھر ادھر دیکھنے لگی اس وقت تک پورس عدنان کو لے کر سیڑھیوں سے اتر رہا تھا اور مسافروں کے درمیان تھا۔ قدآور مسافروں کے درمیان اسے اپنا بیٹا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ بے چینی سے انتظار کرنے لگی کہ وہ سیڑھیوں سے نیچے آئے گا تو عمارت کی طرف جاتے وقت دکھائی دے گا۔ لیکن مسافر سیڑھیوں سے اترنے کے بعد دوسری طرف گھوم کر عمارت کے دوسرے گیٹ کی طرف جا رہے تھے۔ وہ باپ بیٹے بھی ادھر گھوم کر جانے لگے۔ بیٹے کا چہرہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ بس ایک ننھا سا بچہ اپنے باپ کا ہاتھ تھامے جا رہا تھا۔

ہمارے اور دشمنوں کے چند آلۂ کار بھی دوربین لگائے دور سے ان باپ بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔ وردان نے نومی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں اپنے آلۂ کار کے ذریعے ان باپ بیٹے کو دیکھ رہا ہوں۔ کیا تم اپنے آلۂ کار کے ذریعے دیکھ رہی ہو؟"

"ہاں۔ دیکھ رہی ہوں۔ اب وہ عمارت میں داخل ہو چکے ہیں۔"

"میں اس افسر کے دماغ میں جا رہا ہوں جو امیگریشن کاؤنٹر کے پاس کھڑا ہوا ہے۔"

"میں بھی اسی کے دماغ میں پہنچ رہی ہوں۔"

وہ افسر بہت اہم تھا اس کے دماغ میں صرف وہ دونوں ہی نہیں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی پہنچ گئے۔ اس طیارے میں عدنان کے دو ہم عمر بچے بھی اپنے والدین کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ میں، کبریا اور دوسرے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ان بچوں کے والدین کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ ہم نے انہیں ایک قطار میں پورس کے قریب پہنچا دیا۔ اس طرح تین ہم عمر بچے ایک جگہ جمع ہو گئے۔ پورس نے اپنا پاس پورٹ کاؤنٹر کلرک کے سامنے پیش کیا۔ کلرک نے

اسے دیکھنے کے بعد پوچھا "بچہ کہاں ہے؟"

پورس نے بچے کو گود میں اٹھا کر دکھایا تو ایک دم سے چونک گیا وہ عدنان نہیں تھا۔ میں نے کہا "بیٹے! اسی کو عدنان کہہ کر پیش کرو ہمارا عدنان تمہارے دائیں طرف کھڑا ہوا ہے۔"

پاسپورٹ اور ویزا کے کاغذات میں صرف پورس کی تصویر تھی اور عدنان کا نام اور عمر درج تھی۔ اس کی تصویر نہیں تھی۔ کاؤنٹر کلرک نے اس بچے پر ایک نظر ڈالی پھر جھک کر پاسپورٹ اور ویزا پر مہر لگانے لگا۔ وردان اور نومی وغیرہ کاؤنٹر کے پاس کھڑے ہوئے افسر کے دماغ میں موجود تھے اور اس کے ذریعے پارس کی گود میں اس بچے کو دیکھ رہے تھے اور یقین کر رہے تھے کہ وہی پورس کا بیٹا عدنان ہے۔

پورس نے کاؤنٹر کلرک سے پاسپورٹ لے کر اپنے دائیں طرف سر گھما کر دیکھا تو چونک گیا وہاں عدنان نہیں تھا۔ اس نے آس پاس دیکھا پھر خیال خوانی کے ذریعے کہا "پاپا! عدنان یہاں نہیں ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا کہہ رہے ہو؟ ابھی تو یہیں کھڑا ہوا تھا۔"

پھر میں نے کہا "اپنے داہنی طرف دیکھو! چہرے سے پریشانی ظاہر نہ کرنا۔ اس آفیسر کے اندر چھپے ہوئے دشمنوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ عدنان وہاں سے لاپتا ہو گیا ہے۔ وہ تمہارے گود والے بچے کو ہی عدنان سمجھتے رہیں تو بہتر ہے۔"

اس دنیا میں صرف ہم ہی چالاک نہیں ہیں۔ دشمن بھی کبھی ہم سے زیادہ چالاک ہو سکتے ہیں۔ نومی اور وردان نے بہت پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ جب عدنان اپنے باپ کے ساتھ ہوگا تو ہم خیال خوانی کرنے والے ضرور پورس کے دماغ میں جاتے آتے ہوں گے۔

وہ دونوں کئی بار پورس کے اندر پہنچ کر ہماری باتیں سن چکے تھے۔ اس بار بھی انہوں نے یہ سن لیا کہ عدنان وہاں کھڑے کھڑے کہیں غائب ہو گیا ہے اور پورس کی گود میں کسی دوسرے کا بچہ ہے۔

وہ دونوں امیگریشن ہال کے دو اہم افسروں کے دماغوں پر قبضہ جما کر عدنان کو تلاش کرنے لگے۔ میں اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی مختلف آلۂ کاروں کے ذریعے اسے ڈھونڈ رہے تھے۔ وہ چھوٹا سا بچہ نہ جانے کیسے چھپتا چھپاتا اس ہال سے باہر نکل گیا تھا۔

دوسری طرف بیگج ہال تھا۔ میں نے پورس سے کہا "تم بیگج ہال میں جاؤ ہم اسے تلاش کر رہے ہیں۔ وہ یہاں سے نکل کر دہیں گیا ہوگا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ہال میں آیا ہم سب وہاں خیال خوانی کے ذریعے پہنچے ہوئے تھے بار بار عدنان کے دماغ میں بھی جا رہے تھے لیکن وہاں اس کے خیالات ایسے گڈمڈ تھے کہ اس کے اندر رہ کر ہم بھی معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ وہ کہاں جا کر چھپ گیا ہے؟

مسافر ایک ایک کر کے اپنا سامان لے کر بیگج ہال سے باہر جا رہے تھے۔ باہر وزیٹرز لابی تھی وہاں استقبال کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ سب اپنے اپنے رشتے داروں سے ملنے اور انہیں ریسیو کرنے آئے تھے۔ وہاں سیکڑوں افراد کے درمیان خیال خوانی کے ذریعے اسے تلاش کرنا محال ہو گیا تھا۔ پھر بھی ہم اپنی سی کوششیں کر رہے تھے۔

وہاں دوستوں کے اور دشمنوں کے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے اور ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دو دو چار چار آلۂ کار تھے۔ یوں ایک پوری فوج تھی جو اس ننھے سے کتنے کو تلاش کر رہی تھی لیکن ہم میں سے کسی کو اس کے قدموں کا ایک نشان بھی نہیں مل رہا تھا۔

ایسے وقت پوچھا جاتا ہے "اسے زمین نگل گئی ہے یا آسمان کھا گیا ہے؟"

لیکن پوچھنے پر بھی جواب نہیں مل سکتا تھا۔ وہ ایسی جگہ پہنچا ہوا تھا جہاں کسٹم پولیس والے کسی کو جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ وہ چاروں ہاتھ پاؤں کے بل رینگتا ہوا ان مسلح سپاہیوں کے پیچھے سے اور ان کی ٹانگوں کے نیچے سے گزرتا ہوا ایک کسٹم آفیسر کے کمرے میں پہنچ گیا تھا اور ایک الماری کے پیچھے جا کر چھپ گیا تھا۔

وہاں دو اعلیٰ افسر اور دو ایسے مسافر موجود تھے جو ابھی جہاز سے اتر کر وہاں آئے تھے۔ ان کے سامان سے ہیروئین کے پیکٹس برآمد ہوئے تھے۔ ان مسافروں کو اعلیٰ افسران نے اپنے کمرے میں طلب کیا تھا۔ ان میں سے ایک مسافر نے کہا "میں مہاراشٹر کے کچھ منتری کا سالا ہوں۔ فون نمبر بتا رہا ہوں ابھی اس سے بات کرو اور مجھے یہاں سے مال سمیت جانے دو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "کچھ منتری کا نام لے کر ہمیں امپریس کرنے کی کوشش نہ کرو۔ ابھی تمہارے دوسرے ساتھی کی بھی تلاشی لی جائے گی اس کے بعد تمہیں حوالات پہنچایا جائے گا۔"

اس شخص نے کہا "معلوم ہوتا ہے تمہاری شامت آئی ہے اپنی اس ملازمت سے ہاتھ دھونا چاہتے ہو؟"

وہ اس کی دھمکی کو نظرانداز کرتے ہوئے سپاہی سے بولا ''اس کی وہ دوسری اٹیچی کھولو۔''

دوسرے مسافر نے کہا ''جسٹ اے منٹ۔ ہمارے درمیان سمجھوتا ہوسکتا ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے اپنے ہینڈ بیگ کی زپ کھولی پھر اندر ہاتھ ڈال کر نوٹوں کی چار گڈیاں نکالیں۔ انہیں افسران کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا ''یہ پورے دو لاکھ ہیں۔''

دوسرے افسر نے ناگواری سے کہا ''ایک تو ڈرگ اسمگل کررہے تھے۔ اوپر سے اب رشوت دینے کا بھی جرم کررہے ہو۔''

پھر اس نے سپاہی سے کہا ''پہلے ان دونوں کو ہتھ کڑیاں پہناؤ اس کے بعد سامان کی تلاشی لو۔''

تاشا ہر دو چار منٹ کے بعد عدنان کے دماغ میں آرہی تھی اور جارہی تھی۔ ایسے وقت اس کا ذہن ایک سوچ پر مرکوز ہوگیا۔ تاشا نے کہا ''عدنان! یہ کیا کررہے ہو؟ ایک خیال پر مرکوز نہیں رہو گے تو میں کیسے تمہارے پاس آکر تمہاری حفاظت کرسکوں گی؟''

وہ بولا ''سوری تاشا! میرے پاپا اور گرینڈ پا مجھے ماما سے ملانے لے جانا چاہتے تھے۔ ان سے دور ہونے اور چھپنے کا یہی ایک طریقہ تھا کہ انہیں اپنے دماغ میں نہ آنے دوں۔''

''اس طرح تو میں بھی نہیں آپا رہی ہوں۔ میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی تو تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گے اور اس وقت تم کہاں پہنچے ہوئے ہو؟''

ادھر اعلیٰ افسر کے حکم کے مطابق ایک سپاہی ان مسافروں کو ہتھکڑیاں پہنانے کے لیے آگے بڑھا تو اچانک ہی ایک مسافر نے اپنے لباس کے اندر سے ریوالور نکال لیا۔ پھر اعلیٰ افسر کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا ''خبردار! میں کھ منتری کا سالا ہوں اگر مجھے ہتھکڑیاں پہنا کر ذلیل کرنا چاہو گے تو میں گولی ماروں گا۔ زندگی چاہتے ہو تو جو فون نمبر بتارہا ہوں اسے ڈائل کرو اور میرے جیجا جی سے بات کرو۔''

تاشا نے پریشان ہوکر کہا ''عدنان! یہ تم کہاں آکر پھنس گئے ہو؟ یہاں تو گولیاں چل سکتی ہیں۔ تمہاری جان کو خطرہ پیش آسکتا ہے۔''

''یہاں جو ہوتا ہے ہونے دو لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ تم میرے دماغ میں رہو اور تمہارے پیچھے گرینڈ پا اور دوسرے افراد چلے آئیں اور مجھے پکڑ کر ماما کے پاس پہنچا دیں۔''

''میں جارہی ہوں مگر وعدہ کرو کہ تھوڑی تھوڑی دیر میں تم ایک خیال پر مرکوز ہوکر مجھے اپنے اندر آنے دو گے۔''

''ٹھیک ہے۔ تم جو کہہ رہی ہو، میں وہی کروں گا۔''

''ایک اور بات تمہیں یہاں اکیلے بھٹکتے وقت رقم کی ضرورت ہوگی۔ وہاں میز پر نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی ہیں جب یہاں ہنگامہ شروع ہو تو تم کم از کم ایک گڈی اٹھا کر یہاں سے لے جانا۔ اچھا میں جارہی ہوں تم تیار رہو بہت کچھ ہونے والا ہے۔''

تاشا اس کے دماغ سے نکلتے ہی اس شخص کے دماغ میں پہنچ گئی جو خود کو کھ منتری کا سالا کہہ رہا تھا۔ اور جس اس اعلیٰ افسر کو گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا۔

اس کمرے میں مسلح گارڈز موجود تھے لیکن وہ اس کھ منتری کے سالے کو نہ زخمی کرسکتے تھے اور نہ جان سے مار سکتے تھے کیونکہ ان کے اعلیٰ افسر کی جان خطرے میں تھی۔ وہ اعلیٰ افسر بہت ہی ڈھیٹ تھا۔ قانون کی بالادستی چاہتا تھا اس نے کہا ''یہ ریوالور دکھا کر تم تعزیرا جرم کررہے ہو۔ کیا مجھے گولی مارنے کے بعد یہاں سے زندہ واپس جاسکو گے؟''

اس نے کہا ''میں نہ مرنا چاہتا ہوں، نہ تمہیں مارنا چاہتا ہوں اور نہ ہی سزا پانا چاہتا ہوں۔ بہتر ہے، مجھ سے سمجھوتا کرو اور جو نمبر بتارہا ہوں اس کو ڈائل کرو۔''

وہ شاید اور بھی کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اچانک ہی اس کی کھوپڑی گھوم گئی۔ وہ تاشا کے مرضی کے مطابق ریوالور کبھی چھت کی طرف، کبھی دیواروں کی طرف کرکے تڑا تڑ فائرنگ کرنے لگا۔ اعلیٰ افسران، مسلح گارڈز اور دوسرے سپاہی ادھر ادھر چھپ کر پوزیشن لینے لگے۔ پھر ایک نے اس کھ منتری کے سالے کے ہاتھ پر گولی ماری تو ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ باہر سے بھی کئی سپاہی آگئے تھے کمرے میں بھیڑ لگ گئی تھی۔ ایسے وقت عدنان ان کے درمیان آگیا۔ وہ ایک دوسرے سے الجھے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے سے بول رہے تھے۔ انہوں نے اس ننھے بچے کی طرف توجہ نہیں دی۔ وہ ایک گڈی اٹھا کر اپنے بیگ میں رکھ کر وہاں سے جانے لگا۔

ہم اور ہمارے دشمن بھی اسے ایئرپورٹ کی عمارت کے اندر اور باہر تلاش کررہے تھے۔ ہم سب کا ایک خیال تھا کہ وہ اسی عمارت کے اندر ہے باہر نہیں نکل پایا ہے۔ پولو نے کہا ''پاپا! مجھے لگتا ہے، وہ آپ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ڈاج دے کر امیگریشن ہال سے چلا گیا ہے۔ آپ سب اسے وہاں اور لیچ ہال میں ڈھونڈ رہے تھے۔ اتنی دیر میں

وہ عمارت سے باہر بھی جا چکا ہے۔ تقدیر نے ہمارے ساتھ خوب مذاق کیا ہے۔ مجھے ایسا بیٹا دیا ہے جو صرف باپ کو ہی نہیں دادا کو بھی نچاتا رہتا ہے۔''

دوسری طرف شیوانی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ وہ روتے ہوئے اعلیٰ بی بی سے بولی ''یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میرا بیٹا مجھ سے ملتے ملتے کیوں بچھڑ جاتا ہے؟''

اعلیٰ بی بی نے بیزار ہو کر کہا ''کبھی اسے عجوبہ کہتے ہیں لیکن میں تو اسے ایب نارمل کہوں گی۔ وہ نیم پاگل ہے اپنے ساتھ ہم سب کو بھی پاگل بناتا رہتا ہے۔''

وہ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی ''میرے بیٹے کو پاگل تو نہ کہو۔ میرا دل کہتا ہے وہ میری سلامتی کے لیے کہیں چھپ گیا ہے۔''

اعلیٰ بی بی نے تعجب سے پوچھا ''تمہاری سلامتی کے لیے وہ کہیں جا کر کیوں چھپے گا؟''

''ہو سکتا ہے، اس کے دماغ میں یہ بات آئی ہو کہ وہ مجھ سے آ کر ملے گا تو دردان اس کے ذریعے مجھے پہچان لے گا۔ پھر اپنے شکنجے میں کس لے گا۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''کیسی باتیں کرتی ہو، وہ عجوبہ ضرور ہے لیکن ذہین نہیں ہے۔ اس کا ذہن اتنی دور تک نہیں سوچے گا کہ دردان کس طرح اس کے ذریعے پھر تمہیں ٹریپ کر سکتا ہے۔''

وہ بولی ''پلیز۔ میرے ساتھ باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے تلاش کرو۔''

''میں جا رہی ہوں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہاں جاؤں خیال خوانی کے ذریعے جہاں پہنچتی ہوں وہاں مایوسی ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تمہارا بیٹا جادو جانتا ہے۔ اچانک ہی کہیں غائب ہو جاتا ہے۔ تم بھی عجوبہ ہو کہ ایک آتما کے ذریعے ایک دوسری لڑکی کے جسم میں زندہ ہو۔ وہ بھی عجوبہ ہے۔ اسے یوگا میں مہارت حاصل نہیں ہے اس کے باوجود تمام خیالی پہنچی جاننے والوں کا راستہ روک دیتا ہے۔''

وہ بڑبڑاتی ہوئی خیال خوانی کے ذریعے وہاں سے چلی گئی۔ دشمن بھی پریشان تھے۔ وردان نے نومی سے کہا ''کیسی عجیب بات ہے؟ ہم آدھے گھنٹے سے عمارت کے ایک ایک حصے میں اسے تلاش کر رہے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا فرہاد کوئی چالبازی دکھا رہا ہے اور ہم سے چھپ چھپا کر اسے یہاں سے لے جانا چاہتا ہے؟''

نومی نے کہا ''ہم پورس کے دماغ میں پہنچ کر ان کی باتیں سن چکے ہیں۔ وہ بھی اس بچے کے لیے پریشان ہیں۔ اسے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔''

وہ بولا ''عمارت کے باہر بھی دور تک دیکھا جا رہا ہے۔ اب تو وہاں کوئی بچہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ جو دو چار بچے تھے وہ اپنے والدین کے ساتھ جا چکے ہیں۔''

نومی نے کہا ''پندرہ منٹ کے بعد ایک اور فلائٹ آنے والی ہے پھر یہاں مسافروں کی بھیڑ ہو گی اور اس بھیڑ میں اسے تلاش کرنا بالکل ہی ناممکن ہو گا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے کب تک تلاش کیا جائے؟ ہم تو یہاں کے ایک ایک عہدے دار کے اندر پہنچ کر معلوم کر رہے ہیں کہ انہوں نے پانچ برس کے کسی لڑکے کو دیکھا ہے یا نہیں؟ اور جہاں جا رہے ہیں وہاں مایوسی ہو رہی ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے ڈھونڈتے رہنا چاہیے۔''

وردان اس آئیڈیا کار کے دماغ سے چلا گیا۔ نومی خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی میرے پاس آئی۔ ''ہیلو فرہاد! تمہارا پوتا بڑی زبردست آنکھ مچولی کھیل رہا ہے۔''

میں نے مسکرا کر کہا ''آخر پوتا کس کا ہے؟ وہ تم سب کو دوڑاتا رہے گا اور پانی پینے کا موقع بھی نہیں دے گا۔ اسے ڈھونڈو ایئرپورٹ کی چھتوں کو توڑ دو اور فرشوں کو کھود ڈالو پاتال میں پہنچ جاؤ۔ پھر بھی وہ نہیں ملے گا۔''

''وہ ملے گا۔ تم مایوس نہیں ہو گے تو میں بھی مایوس نہیں ہوں گی۔ جب تک تم اور تمہارے نیلی پیتھی جاننے والے اسے تلاش کرتے رہیں گے۔ میں بھی ایک ایک کے دماغ میں پہنچ کر اسے ڈھونڈ نکالنے کی کوششیں کرتی رہوں گی۔''

''تم نے سونیا کو تو قیدی بنا لیا ہے۔ لیکن میرے پوتے کو گرفت میں نہیں لے سکو گی۔ یہ بتاؤ، ابھی کیوں آئی ہو؟''

وہ اندر سے کمزور ہو چکی تھی۔ سونیا کی طویل بے ہوشی نے یہ اندیشہ پیدا کر دیا تھا کہ میں یہاں سے فرصت پا کر سونیا کے اندر پہنچ سکتا ہوں اور یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ وہ بے ہوشی کی حالت میں ہے اور اس کا دماغ اب ایسا کمزور ہو گیا ہے کہ میں جب چاہوں گا اس کے اندر پہنچ سکوں گا اور اسے نومی سے چھین سکوں گا۔

اس نے میری باتوں سے اندازہ لگایا کہ میں ابھی سونیا کے دماغ میں نہیں گیا ہوں اور مجھے اس کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ شاید میں عدنان کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد جانا چاہوں گا۔

وہ بولی ''تم خواہ مخواہ سونیا کے دماغ میں کیوں جاتے ہو جب کہ وہ سانس روک لیتی ہے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ تم

دھوکے سے اس کے اندر جگہ بنا سکو گے؟''

''میں ایسا نہیں سمجھتا یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم نے بڑا ہی مستحکم تنویمی عمل کیا ہے اور مجھے کبھی اس کے دماغ میں پہنچنے نہیں دو گی۔''

''تم ابھی اپنے پوتے کے سلسلے میں پریشان ہو لیکن یہ یاد رکھنا کہ تم نے رات بارہ بجے سے پہلے مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا ہے۔ میں جہاں بلاؤں گی وہاں تم آؤ گے اور میرے ساتھ صبح تک وقت گزارو گے۔''

''مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ ابھی میں اپنے پوتے کے سلسلے میں پریشان ہوں۔ اس لیے تم جاؤ۔''

یہ کہہ کر میں نے سانس روک لی وہ چلی گئی۔ لیکن سونیا کے لیے مجھے فکر میں مبتلا کر گئی۔ ویسے تو میں اس کے لیے فکر مند تھا لیکن فی الحال اپنے پوتے کے سلسلے میں اس قدر مصروف ہو گیا تھا کہ تھوڑی دیر کے لیے اسے بھول ہی گیا تھا۔

میں نے سوچا ''اور ایک آدھ گھنٹے تک اپنے پوتے کو تلاش کروں گا۔ اس کے بعد پھر سونیا کے دماغ میں جانے کی کوشش کروں گا۔ ہائے عدنان! دادا کی جان! تم کہاں ہو؟''

دو گھنٹے گزر گئے اس دوران میں تین مختلف ملکوں سے جہاز آئے اور ان کے مسافروں کی وجہ سے بھیڑ اور بڑھ گئی۔ عدنان بھٹکتا ہوا ایک کوریڈور سے گزر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے اس کا دماغ ایک خیال پر مرکوز ہو گیا تھا۔ اس لیے تاشا اس سے بول رہی تھی اسے سمجھا رہی تھی۔ ''تمہیں سوچ سمجھ کر عمارت سے باہر جانا چاہیے۔ ایسا کرو کسی ایک کمرے میں جا کر گھس جاؤ وہاں جس سے بھی بات کرو گے میں اسے خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کروں گی۔ پھر اسے مجبور کروں گی کہ وہ تمہیں کسی طرح چھپا کر اپنے ساتھ یہاں سے باہر لے جائے۔''

وہ اس کی باتیں سنتا ہوا کوریڈور سے گزر رہا تھا۔ دور سے ایک چوکیدار نے للکارا ''اے بچے! کون ہے؟ یہاں کیا کر رہا ہے؟''

تاشا نے کہا ''یہاں سے بھاگو۔''

وہ دوسری طرف پلٹ کر بھاگتے ہوئے بولا ''تم اسے ٹریپ کیوں نہیں کر رہی ہو۔''

''میں کسی بڑے افسر کو ٹریپ کرنا چاہتی ہوں۔ وہ تمہیں چھپا کر لے جائے گا تو کوئی اسے نہ روکے گا نہ ٹوکے گا۔''

وہ بھاگتا ہوا ایک کوریڈور سے دوسرے کوریڈور کی طرف مڑ گیا پھر وہاں سے تیسرے کوریڈور کی طرف مڑنے کے بعد ایک کمرے میں گھس گیا۔ مخالف سمت کے ایک کوریڈور سے ایک اعلیٰ افسر ایک نوجوان عورت کے ساتھ آ رہا تھا۔ وہ اس سے باتیں کرتا ہوا اسی کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ پھر اس عورت سے بولا ''اندر چلو۔ میں تمہارے بارے میں جب تک پوری انکوائری نہیں کروں گا۔ اس وقت تک نہ تمہیں رہائی ملے گی اور نہ ہی تمہیں پولیس کے حوالے کیا جائے گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''اس کمرے میں لے جا کر کیا کہیں گے؟ آپ یہاں دوسروں کے سامنے انکوائری کر سکتے تھے۔ وہاں میرا سامان بھی پڑا ہوا ہے۔''

''اپنے سامان کی فکر نہ کرو۔ اپنی فکر کرو۔ کیا تم چاہتی ہو کہ میں کوئی انکوائری نہ کروں اور تمہیں سیدھا پولیس کے حوالے کر دوں؟''

اس عورت نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ پھر سر جھکا کر کمرے کے اندر چلی گئی۔ وہ افسر بھی اندر آ کر دروازہ بند کرنا چاہتا تھا۔ اتنے میں وہ چوکیدار دوڑتا ہوا آیا۔ افسر نے پوچھا ''کیا بات ہے؟''

اس نے سلیوٹ کرتے ہوئے کہا ''سر! یہاں ایک بچہ نہ جانے کہاں سے آ گیا ہے؟ میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔''

افسر نے ناگواری سے کہا ''یہاں کوئی بچہ وچہ نہیں ہے جاؤ کسی دوسری جگہ تلاش کرو۔''

یہ کہہ کر اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اس عورت نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''میں سچ کہتی ہوں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا پاسپورٹ جعلی ہے۔ میں نے جس ایجنٹ سے وہ پاسپورٹ بنوایا تھا اس نے مجھے دھوکا دیا ہے۔''

''تمہارے اس بیان پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ یہاں کے ایجنٹ جس والے تمہیں غیر ملکی جاسوس سمجھ کر جیل میں پہنچا دیں گے۔ اور وہاں پہنچانے سے پہلے تمہاری جوانی کو اچھی طرح چھلنی کر دیں گے۔''

وہ اس کے قریب آ کر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا ''تمہاری عقل مندی یہی ہو گی کہ صرف میرا دل خوش کر دو۔ اس کے بعد میں تمہارے خلاف کوئی انکوائری نہیں کروں گا۔ چپ چاپ تمہیں یہاں سے جانے کا موقع دے دوں گا۔''

وہ پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی ''میں ایسی ویسی عورت نہیں ہوں۔ دھوکے سے پھنس گئی ہوں۔ مجھ سے ایسی گندی باتیں نہ کرو۔ پلیز مجھے جانے دو۔''

''میں آگے بحث نہیں کروں گا۔ جو کرنا ہے وہ کرو

گا۔ اگر تم روکو گی تو پولیس والوں کو بلاؤں گا۔ وہ تمہیں اٹیلی جنس والوں کے حوالے کردیں گے۔''

اس نے ساڑھی کے پلو کو پکڑ لیا پھر ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا تو وہ دوسری طرف گھوم گئی۔ دھیمی دھیمی آواز میں التجا کرنے لگی۔ وہ ایک جھٹکا دیتا تھا وہ پھر گھومتی تھی۔ پھر ساڑی کھلتی تھی۔ وہ پھر التجا کرتی تھی۔ ادھر تاشا نے کہا۔ ''توبہ ہے عدنان! تم کیسی گندی جگہ چلے آئے ہو؟''

عدنان نے پوچھا ''یہ کیا کررہا ہے؟''

وہ بولی ''کچھ نہیں کررہا ہے۔ تم دوسری طرف منہ پھیرو خبردار ادھر نہ دیکھنا۔ میں ابھی اس سے نمٹ رہی ہوں۔''

اس نے اس افسر کے دماغ میں پہنچتے ہی ایک ہلکا سا جھٹکا دیا تو وہ چیخ مار کر اس عورت سے دور ہوگیا۔ تاشا نے اس عورت کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''میں دیوی ماں ہوں۔ تمہاری رکھشا کے لیے آئی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد یہ افسر تمہیں ایک بچے کے ساتھ یہاں سے باہر لے جائے گا۔ پھر تم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس بچے کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ وہ بچہ بے یارو مددگار ہے۔ تم اس کی مدد کرتی رہو گی تو میں تمہاری مدد کرتی رہوں گی۔''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی ''دیوی ماتا کی جے! میں آپ کی آگیا کا پالن کروں گی۔''

وہ پھر اس افسر کے دماغ میں آئی۔ وہ فرش پر گر پڑا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر دماغی تکلیف کو برداشت کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ تاشا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا وہ فرش پر سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس عورت کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا ''مجھ سے بڑی بھول ہوگئی۔ مجھے معاف کردو۔ تم جہاں جانا چاہو گی میں وہاں پہنچا دوں گا۔''

تاشا نے عدنان سے کہا ''چلو۔ اس عورت کے پاس چلے جاؤ۔''

وہ اس کے پاس آگیا۔ اس عورت نے اسے دیکھتے ہی جھک کر گلے لگایا پھر اسے چومتے ہوئے کہا ''میرے بچے! میں اگرچہ ماں نہیں ہوں لیکن ماں بن کر تمہاری حفاظت کروں گی۔ تم میرے ساتھ چلو گے۔''

اس افسر نے اسی طرح ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ''میرے ساتھ چلو۔ میں تم دونوں کو یہاں سے باہر لے چلتا ہوں۔''

وہ تینوں وہاں سے جانے لگے۔ تاشا نے کہا ''عدنان! اب اپنے دماغ میں کسی کو بھی نہ آنے دینا۔ میں اس عورت کے اندر رہ کر تمہاری نگرانی کرتی رہوں گی۔''

دوسرے ہی لمحے میں عدنان کے اندر خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ وہ تینوں اس کمرے سے نکل کر کوریڈور سے گزرتے ہوئے دوسرے کمرے میں آئے وہاں دو سرے افسر اور مسلح سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے دو سپاہیوں سے کہا۔ ''شرمیتی کا سامان ٹرالی میں رکھو اور میرے ساتھ چلو۔''

پھر وہ اس عورت اور عدنان کے ساتھ چلتا ہوا ایرپورٹ کی عمارت سے باہر آیا۔ دو سپاہی ٹرالیوں میں سامان لیے آگے آگے چل رہے تھے۔

عدنان کو تلاش کرتے کرتے تقریباً تین گھنٹے گزر گئے تھے۔ سب کو یقین تھا کہ وہ ایرپورٹ کی عمارت میں کہیں چھپا ہوا ہے اور ابھی باہر نہیں نکلا ہے۔ اس کی تلاش نے بھی کو تھکا مارا تھا۔ اس کے باوجود تلاش جاری تھی۔ اور تلاش کرنے والوں کو یہ منظور نہیں تھا کہ وہ کسی دوسرے کے ہاتھ آئے اور اس کا نھا سا ہاتھ تھا کہ کسی کے ہاتھ نہیں آرہا تھا۔

ہمارے اور دشمنوں کے آلہ کار اس عمارت کے باہر پارکنگ ایریا میں موجود تھے۔ انہوں نے عدنان کو ایک پولیس افسر اور ایک عورت کے ساتھ ٹیکسی اسٹینڈ میں دیکھا وہ اس عورت کے ساتھ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر جارہا تھا۔ انہوں نے فوراً ہی موبائل فون کے ذریعے مجھے اس کے بارے میں بتایا۔ دوسرے آلہ کار بھی نومی اور وردان کو اس کے بارے میں بتانے لگے۔

ہم سب خیال خوانی کے ذریعے اپنے اپنے آلہ کاروں کے دماغوں میں پہنچے۔ وہ سب ٹیکسی اسٹینڈ میں تھے۔ میں نے پوچھا ''عدنان کہاں ہے؟''

میرے آلہ کار نے کہا ''وہ ابھی یہاں سے ایک گاڑی میں بیٹھ کر کسی عورت کے ساتھ گیا ہے۔''

میں نے کہا ''تمہیں بھی اس کے پیچھے جانا چاہیے تھا۔ فوراً کسی گاڑی میں بیٹھو اور مجھے اس ٹیکسی کا نمبر بتاؤ۔''

اس نے کہا ''میں نمبر نہ پڑھ سکا۔ جب تک میں اس کے قریب جاتا وہ ٹیکسی وہاں سے جاچکی تھی۔''

میرے اور دشمنوں کے آلہ کار مختلف گاڑیوں میں بیٹھ کر ادھر جانے لگے جدھر وہ ٹیکسی عدنان کو لے گئی تھی۔ نومی اور وردان نے اپنے آلہ کاروں کو اس پولیس افسر کی طرف دوڑایا جو عدنان کو اس عورت کے ساتھ ٹیکسی میں بیٹھا کر واپس اپنے دفتر کی طرف چلا گیا تھا۔

میرے ایک آلہ کار نے اس افسر کے پاس پہنچ کر پوچھا ''آپ نے ابھی ایک بچے کو کسی عورت کے ساتھ ٹیکسی

میں یہاں سے روانہ کیا ہے۔ وہ عورت کون ہے اور اس بچے کو لے کر کہاں گئی ہے؟''

اس نے پوچھا ''تم کون ہو اور یہاں میرے آفس میں اجازت کے بغیر کیوں آئے ہو؟''

ہمارے دشمنوں کا ایک آلہ کار بھی وہاں پہنچا ہوا تھا۔ اس نے بھی یہی پوچھا۔ ''وہ عورت اور وہ بچہ یہاں سے کہاں گئے ہیں؟ آپ فوراً ان کے بارے میں کچھ بتائیں۔''

اس پولیس افسر نے کہا ''تعجب ہے، تم بھی اس عورت اور بچے کے بارے میں پوچھنے آئے ہو۔ آخر بات کیا ہے؟''

میں، نومی اور وردان اپنے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اس افسر کے دماغ میں پہنچ چکے تھے اور اس کے چور خیالات پڑھ رہے تھے۔ ہمیں یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ کسی نے اس پولیس افسر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر مختصر سا زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اور وہ چکرا کر فرش پر گر پڑا تھا۔ پہلے تو وہ اس عورت کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ لیکن جب اسے سزا ملی تو وہ ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے جھک گیا تھا۔ پھر اس کے ساتھ اس بچے کو بھی عمارت سے باہر لے گیا۔ اور انہیں ایک ٹیکسی میں رخصت کرنے کے بعد وہاں سے واپس آگیا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ ایسا کرتے وقت اس کا دماغ اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ اور وہ بے اختیار اس عورت کو اور بچے کو اس عمارت سے باہر لے گیا تھا۔

اس کے خیالات پڑھنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آئی کہ نومی یا وردان نے اس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر عدنان کو کسی عورت کے ساتھ کہیں بھیج دیا ہے۔ یہی بات نومی اور وردان کے ذہن میں آئی کہ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اپنی ایک آلہ کار عورت کے ساتھ عدنان کو کسی محفوظ مقام کی طرف روانہ کردیا ہے۔

ہم میں سے کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تاشا چپ چاپ اس کے دماغ میں آتی ہے اور اس کی مدد کرتی رہتی ہے۔ جب تک عدنان ایرپورٹ کی عمارت میں رہا اس کے دماغ میں خیالات گڈمڈ رہے۔ لہٰذا یہ بھی نہیں سن سکتے تھے کہ تاشا موقع پاکر چند منٹ کے لیے اس کے اندر آتی رہی ہے اور عدنان بھی اسے اپنے اندر آنے کا موقع دیتا رہا ہے۔ تاشا جیسی نوعمر لڑکی کے بارے میں ہم میں سے کوئی ایسا سوچ ہی نہیں سکتا تھا۔

ہم سب ایک دوسرے پر شبہ کررہے تھے کہ میرے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ میں نے نمبر پڑھا نومی کال کررہی تھی۔ میں نے اس کا بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا پھر کہا۔ ''میں جانتا ہوں کہ تم بڑے فخر سے یہ کہنے آئی ہو کہ تم نے میرے مقابلے میں پھر ایک بڑی کامیابی حاصل کی ہے اور میرے پوتے کو مجھ سے چھین کر لے گئی ہو۔''

وہ حیرانی سے بولی ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں تو تمہیں کامیابی کی مبارک باد دینے آئی ہوں کہ آخر تم نے اپنے پوتے کو ہمارے ہاتھ لگنے نہیں دیا۔ کسی آلہ کار خاتون کے ساتھ اسے کہیں بھیج دیا ہے۔''

''یہ کیا بکواس ہے؟ میرے پوتے کو اغوا کرنے کے بعد باتیں کیوں بنا رہی ہو؟''

''باتیں تو تم بنا رہے ہو۔ میں تمہاری چالبازیوں کو خوب سمجھتی ہوں۔ تم ہمیں یہ سمجھانا چاہتے ہو کہ تمہارے پوتے کو میں نے یا وردان نے یا کسی اور نے اغوا کیا ہے اور تم سب اس کے لیے پریشان ہو جب کہ ایسی بات نہیں ہے۔ تم اسے کہیں چھپا کر ہمیں الجھانا چاہتے ہو۔''

میں نے سخت لہجے میں کہا ''دیکھو نومی! نہ میں تم لوگوں کو الجھا رہا ہوں نہ کوئی چال چل رہا ہوں۔ بلکہ تم چالیں چل رہی ہو۔ تم نے اس پولیس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر میرے پوتے کو کسی عورت کے ساتھ کہیں بھیج دیا ہے۔''

''اگر میں ایسا کرتی تو تم سے کبھی نہ چھپاتی بلکہ فخر سے کہتی کہ سونیا کے بعد میں نے دوسری بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ اب تمہارا پوتا بھی میرا قیدی بنا ہوا ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات ہی نہیں ہے اگر تم نے اپنے پوتے کو ہم سے دور نہیں کیا ہے۔ تو یقین کرو میں نے بھی ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔''

''تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ کسی تیسرے خیال خوانی کرنے والے نے ایسا کیا ہے؟ ذرا ٹھہرو! مجھے سوچنے دو۔ تھوڑی دیر بعد مجھ سے فون پر رابطہ کرو۔''

میں نے فون بند کیا۔ پھر گہری سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ واقعی اگر نومی نے عدنان کو اغوا کیا ہوتا تو وہ اپنی یہ کامیابی کبھی مجھ سے نہ چھپاتی بلکہ فخر کرتی۔ پھر سونیا کے علاوہ عدنان کے حوالے سے بھی مجھے بلیک میل کرتی رہتی۔

میں نے سوچا ''تعجب ہے، اگر نومی نے میرے پوتے کو اغوا نہیں کیا ہے تو پھر کس نے کیا ہے؟''

میں نے اپنے فون پر وردان کے نمبر پنچ کیے۔ اس سے رابطہ نہ ہوسکا۔ اس کا فون آفیچ تھا۔ نومی اس سے باتیں کررہی تھی۔ اور وہ بھی۔ میں سمجھ گیا تھا۔ نومی اس سے باتیں کررہی تھی۔ ''فرہاد اپنے پوتے کے لیے پریشان ہے اور مجھ پر شبہ کررہا ہے۔ سچ بتاؤ وردان! کیا تم نے اسے اغوا کیا ہے۔؟''

''کیسی باتیں کررہی ہو؟ اگر میں یہ کامیابی حاصل کرتا

تو سب سے پہلے تمہیں خوش خبری سناتا۔''

''تو پھر کون اس بچے کو ہم سب سے چھین کر لے گیا ہے؟ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہوسکتا ہے جس نے پولیس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر ہمارے مقابلے میں یہ کامیابی حاصل کی ہے؟''

''ہم اس بچے کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب ہم نے نہیں کیا ہے تو پھر فرہاد اسے لے گیا ہے اور ہم سے جھوٹ کہہ رہا ہے اور اگر وہ جھوٹ نہیں کہہ رہا ہے تو پھر ایسا کون ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوسکتا ہے جو فرہاد کو اور ہم سب کو دھوکا دے سکتا ہے؟''

''ہمیں اس عورت کا سراغ لگانا چاہیے جو عدنان کو اپنے ساتھ لے گئی ہے۔''

''ہم سب کے آلۂ کار مختلف ٹیکسیوں میں بیٹھ کر اس عورت کی تلاش میں گئے تھے۔ ان تمام ٹیکسی ڈرائیوروں نے کہا تھا کہ وہ اس ڈرائیور کو جانتے ہیں جو اس عورت اور بچے کو لے گیا ہے اور وہ واقعی جانتے تھے۔ انہوں نے ایک جگہ اس ٹیکسی ڈرائیور کو ڈھونڈ نکالا۔ ہمارے آلۂ کاروں نے اس سے پوچھا۔ ''تم نے اس عورت اور بچے کو کہاں پہنچایا ہے؟''

اس نے کہا ''وہ عورت گاندھی روڈ کے چوراہے پر اتر گئی تھی۔ میں اپنا کرایہ وصول کرنے کے بعد دوسری سواری اٹھا کر وہاں سے چلا گیا۔''

میرے آلۂ کار نے پوچھا ''وہ گاندھی روڈ کے قریب کہیں کسی مکان میں گئی ہوگی۔ تم نے کسی مکان کے سامنے اسے پہنچایا ہوگا۔''

''میں نے اسے چوراہے پر اتارا تھا۔ اور چوراہے کے آس پاس دکانیں ہیں۔ کوئی مکان نہیں ہے۔''

وہ ڈرائیور نہیں جانتا تھا کہ وہ عورت عدنان کو لے کر اس چوراہے پر کیوں اتر گئی تھی؟ اسے تو اپنے سامان کے ساتھ کسی مکان میں جانا چاہیے تھے۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ تاشا بڑی ہوشیاری سے عدنان کی مدد کر رہی تھی۔ اس عورت کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھی اور وہ اس کی مرضی کے مطابق ایک چوراہے کے پاس اتر گئی تھی۔ جب وہ ٹیکسی ڈرائیور وہاں سے چلا گیا تو وہ دوسری ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے مکان کی طرف چلی گئی تھی۔

میں نے اپنے فون پر پھر ایک بار وردان کے نمبر پنچ کیے۔ اس بار اس سے رابطہ ہوگیا۔ میں نے کہا ''تم میرے پوتے کو اغوا کر کے مجھ سے دشمنی کر رہے ہو۔''

''مسٹر فرہاد! تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ بے شک میں نے تمہارے پوتے کو اغوا کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا ہوں اور یہ معلوم ہوا ہے کہ اسے کوئی دوسرا لے گیا ہے۔ اور جو بھی اسے لے گیا ہے وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔''

میں نے کہا ''دوسرا اور کوئی ایسا ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ جو میرے پوتے سے دشمنی رکھتا ہو۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ دشمن صرف ایک ہے اور وہ ہے نومی۔ نومی نے اسے اغوا کیا ہے۔''

''نومی مجھ سے الگ نہیں ہے۔ یہ تو جانتے ہو کہ ہمارے درمیان گہری دوستی ہے اور ہم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔ عدنان کو بھی ہم نے ایک دوسرے کے تعاون سے اغوا کرنا چاہا تھا۔ اگر نومی کامیاب ہوتی تو گویا وہ میری کامیابی ہوتی۔''

''تم بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہو۔ اس سے پہلے بھی وہ تمہیں دھوکا دے چکی ہے۔ جب میں نے ارنا کوف کو موت کے گھاٹ اتارا تو اس کے خیالات نے بتایا تھا کہ نومی اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی تابعدار بنانا چاہتی تھی۔ تمہیں اس پر شبہ بھی ہوا تھا لیکن تم اس کی دوستی میں اندھے ہوتے جا رہے ہو۔ اس وقت بھی اس نے میرے پوتے کو اغوا کیا ہے اور یہ بات وہ تم سے چھپا رہی ہے۔''

''میں نہیں مانتا کہ وہ مجھے دھوکا دے رہی ہے۔ تم خواہ مخواہ مجھے اس کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کر رہے ہو۔ بہتر ہے، ہماری دوستی کو ختم کرنے کی فکر نہ کرو۔ اپنے پوتے کی فکر کرو۔''

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ بظاہر میری باتوں سے انکار کیا لیکن وہ دل ہی دل میں یہ بات اچھی طرح سمجھتا تھا کہ نومی ناقابلِ اعتماد ہے۔ وہ اس پر بھروسا نہیں کرتا تھا اس کے باوجود اس سے دوستی قائم رکھنا چاہتا تھا۔ اس وقت میں نے اسے یہ سوچنے پر مجبور کیا تھا کہ نومی ہی عدنان کو اغوا کر سکتی ہے۔ ورنہ ہمارے درمیان اور کوئی ایسا خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے جسے عدنان کی ضرورت ہو۔

دشمنی کے حوالے سے وردان کے لیے عدنان بہت ضروری تھا اور نومی کے لیے بھی اتنا ہی ضروری تھا وہ میرے پوتے کے ذریعے بھی مجھے بلیک میل کرنا چاہتی تھی۔ یہ باتیں وردان اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ میری بات سے انکار کرنے کے باوجود دل ہی دل میں قائل ہو رہا تھا کہ نومی اپنے مقصد کے لیے عدنان کو اغوا کر چکی ہے اور یہ بات اس سے چھپا رہی ہے۔

دشمنوں کے اتحاد کو کمزور بنانے کے لیے زہر گھولنا

لازمی ہوتا ہے۔ وہ خود ہی زہریلے تھے اور میں ان کے درمیان مزید زہر گھول رہا تھا۔ اپنی الجھنوں اور پریشانیوں کے باوجود دشمنوں پر نظر رکھنا اور انہیں دوڑاتے رہنا لازمی ہوتا ہے۔

میں انہیں الجھانے کی کوششیں کر رہا تھا اور میرا پوتا مجھے بری طرح الجھا رہا تھا۔ میں نے پورس سے کہا ''وہ نادان بچہ ہے، ہم سے بچھڑ گیا ہے۔ اسے اور کسی طرح تلاش کرنا ہی ہوگا۔''

وہ جھنجلا کر بولا ''میں پہلے ہی اعتراض کر رہا تھا۔ اسے بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے تھی۔ پچھلی بار اس نے ہم سب کو اسی طرح تھکا مارا تھا۔ اپنے پیچھے دوڑاتا رہا تھا۔ اب پھر وہی حرکتیں کر رہا ہے۔''

''تمہارے جھنجلانے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ وہ پیدائشی طور پر ہی عجیب و غریب ہے اگر وہ عادتاً بھٹک رہا ہے تو اسے اپنی طرف لانا ہمارا فرض ہے۔ ابھی تم اعلیٰ بی بی کی موجودہ رہائش گاہ میں جاؤ وہاں شیوانی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔''

اس نے کہا ''عدنان ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اگر وہ وردان اور نومی کے ہاتھ بھی نہیں آیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نومی اور وردان مجھ پر نظر رکھیں گے اور یہ دیکھتے رہیں گے کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور کس سے ملاقات کر رہا ہوں؟''

''تم ان سب کو ڈاج دے کر اعلیٰ بی بی کی رہائش گاہ میں جاؤ وہ تمہارے دماغ میں آ رہی ہے۔ تمہیں اپنے مکان تک گائیڈ کرے گی۔''

تھوڑی دیر بعد اعلیٰ بی بی اس کے پاس آ کر بولی۔ ''برادر! آپ ٹیکسی میں بیٹھ کر کسی طرف بھی روانہ ہو جائیں۔ میں اپنی کار میں آپ کا تعاقب کروں گی۔ ایک علاقے میں پنچ در پنچ گلیاں ہیں۔ وہاں ٹیکسی سے اتر کر ان گلیوں میں ادھر سے ادھر جاتے رہیں گے۔ پھر میں جہاں کہوں گی آپ وہاں پہنچ کر میری کار میں بیٹھ جائیں گے۔''

اس نے یہی کیا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگیا۔ اعلیٰ بی بی اپنے مکان کے ایک کمرے میں بیٹھی خیال خوانی میں مصروف تھی۔ دوسرے بیڈ روم میں شیوانی تنہا تھی اور بیٹے کے لیے پریشان ہو رہی تھی۔

عدنان جس عورت کے ساتھ گیا تھا اس کا نام ارچنا تھا۔ وہ لندن میں اپنے ماں باپ اور دوسرے رشتے داروں کے ساتھ رہتی تھی۔ وہ سب بہت دولت مند تھے لیکن وہ تمام رشتے داروں کو اور دولت کو ٹھکرا کر اپنے عاشق سے ملنے ہندوستان چلی آئی تھی۔

اس کے پریمی کا نام کمار سہگل تھا۔ فون پر اس سے یہ طے ہوا تھا کہ جیسے ہی وہ دہلی ایئر پورٹ پہنچے گی تو وہ اسے ریسیو کرنے کے لیے وہاں آئے گا۔ پھر اپنے ساتھ اپنے بنگلے میں لے جائے گا۔ ارچنا نے احتیاطاً اس کا فون نمبر اور بنگلے کا پتا نوٹ کر لیا تھا۔ دہلی پہنچنے سے پہلے اس نے فون پر رابطہ کرنا چاہا تو پتا چلا کہ فون میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے اس سے رابطہ نہیں ہو سکے گا۔ جب وہ دہلی پہنچی تو پتا چلا کہ جس پاسپورٹ پر وہ آئی ہے وہ جعلی ہے۔ اور اب وہ قانون کی گرفت میں آنے والی ہے۔

اس نے پولیس افسران کو کمار سہگل کا پتا بتایا، فون نمبر بتایا لیکن اس نمبر پر کمار سہگل سے رابطہ نہ ہو سکا۔ اور جو ایڈریس اس نے نوٹ کرایا تھا وہ غلط ثابت ہوا۔ جب وہ عدنان کو ساتھ لے کر اس بنگلے پر پہنچی تو پتا چلا کہ وہ بنگلا کمار سہگل کا نہیں کسی اور کا ہے۔ اس نام کا کوئی شخص اس علاقے میں نہیں رہتا ہے۔

ارچنا نے عدنان کو دیکھا پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''میں تو بری طرح پھنس گئی ہوں۔ کمار سہگل نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ فون نمبر بھی غلط تھا اور یہ ایڈریس بھی غلط ہے۔ اب ہم کہاں جائیں گے؟''

تاشا اس کے دماغ میں تھی۔ اس کے ذریعے عدنان کی نگرانی کر رہی تھی۔ اس نے کہا ''میں دیوی ماں بول رہی ہوں۔ تم جب تک اس بچے کے ساتھ رہو گی تمہیں کسی مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ میں تمہاری سہائتا کرتی رہوں گی۔''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی ''دیوی ماتا کی جے ہو۔ میں اپنی آخری سانس تک اس بچے کے ساتھ رہوں گی۔''

''تو پھر ابھی کوئی اخبار خرید و اور اس کے اشتہاری صفحات میں ایسے مکانوں کا پتا نوٹ کرو جہاں تم پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے رہ سکو۔''

''میں ابھی اخبار خرید کر معلوم کرتی ہوں کہ مجھے پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے کہاں رہنا چاہیے۔''

''جب تم وہاں اپنا ٹھکانا بنا لو گی تو تمہیں ہمیشہ ضرورت کے وقت لاکھوں روپے ملتے رہیں گے۔ اور کمار سہگل کے سلسلے میں بھی جو پریشانیاں ہیں وہ میں دور کر دوں گی۔''

تاشا خیال خوانی کے ذریعے ارچنا کے کام آنے والی

تھی۔ اور اس طرح ارچنا عدنان کے کام آتی رہتی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میرا پوتا اس وقت کہاں ہے؟ لیکن اتنا یقین تھا کہ جس عورت کے ساتھ بھی گیا ہے۔ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی آلۂ کار ہے اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کسی مقصد کے تحت میرے پوتے کو اغوا کیا ہے۔

یہ بات ابھی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ کون ہے اور مجھ سے کیا دشمنی رکھتا ہے۔ اور عدنان کے ذریعے کس طرح مجھے بلیک میل کرنے والا ہے؟ میں انتظار کر رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنا کوئی بڑا مقصد حاصل کرنے کے لیے مجھ سے ضرور رابطہ کرے گا۔

پورس اعلیٰ بی بی کے اس مکان میں پہنچ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''آپ اس دوسرے کمرے میں جائیں۔ شیوانی انتظار کر رہی ہے۔''

پورس اب سے پہلے شیوانی کو آئینے کی سطح پر دیکھتا تھا۔ جب وہ آئینے کے سامنے آ کر اسے یاد کرتی تھی تو دوسری طرف وہ اسے آئینے میں دیکھنے لگتا تھا اور اس سے باتیں کرتا تھا۔ اس وقت آئینے کی سطح پر اسے اپنی وہی شیوانی دکھائی دیتی تھی۔

وہ اس سے ملنے کے لیے دوسرے کمرے میں پہنچا تو الکا اگنی ہوتری کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ ایک حسین و جمیل دوشیزہ اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی لیکن اس کی شیوانی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ الکا اگنی ہوتری کو نہیں پہچانتا تھا لیکن اس کے اندر رہنے والی شیوانی نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی پھر بولی ''میں ہوں تمہاری شیوانی' یہ میرا نیا جسم ہے۔''

یہ کہتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس وقت وہ دُہرے جذبات سے گزر رہی تھی۔ ایک تو اسے بچھڑا ہوا شوہر مل رہا تھا لیکن دوسری طرف اس کا بیٹا ملتے ملتے بچھڑ گیا تھا۔

وہ جگر کا ٹکڑا کہاں ہوگا؟ کس حال میں ہوگا؟ یہ سوچ سوچ کر دل گھبرا رہا تھا۔ وہ روتے ہوئے بولی ''مجھے تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔ بہت خوشی ہو رہی ہے لیکن میری مامتا ماتم کر رہی ہے۔ مجھ سے پوچھ رہی ہے کہ بیٹا کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ میں اسے کہاں ڈھونڈنے جاؤں؟''

وہ اسے تھپکتے ہوئے بولا ''آنسو بہانے سے بیٹا نہیں ملے گا۔ صبر کرو' حوصلہ کرو ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے تلاش کر رہے ہیں۔ تم جلد ہی اسے اپنی آغوش میں لے کر پیار کر سکو گی۔''

وہ اسے تھپک رہا تھا۔ سمجھا رہا تھا' صبر کی تلقین کر رہا تھا۔

صبر تو کرنا ہی تھا۔ پتا نہیں وہ ننھا فتنہ کب تک ان کے صبر کا آزمانے والا تھا؟ تاشا نے اس کے ننھے سے دماغ میں یہ بہت بڑی بات بھر دی تھی کہ ماں کو زندہ رکھنے کے لیے اس کی ممتا کو رلاتے رہنا ہوگا۔ ایک نہ ایک دن تو اسے صبر آ ہی جائے گا۔ پھر اس کی ماں ہنستے کھیلتے ایک طویل زندگی گزارتی رہے گی۔ اور وہ اسے دور سے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہے گا۔

☆☆☆

سونیا پر طویل بے ہوشی طاری تھی۔ ڈاکٹروں نے اس کے جسم سے سانپ کے زہر کو نکال ڈالا تھا۔ وہ خطرے سے باہر ہو گئی تھی ڈاکٹروں نے یقین سے کہا تھا کہ اب یہ زندہ رہے گی۔

بے شک وہ زندہ تھی۔ سانسیں لے رہی تھی لیکن ہوش میں نہیں آ رہی تھی۔ کاشف جمال نے پریشان ہو کر پوچھا ''ڈاکٹر! کل کا دن گزر گیا۔ رات گزر گئی اور آج کا دن گزرنے والا ہے یہ ہوش میں کیوں نہیں آ رہی ہے؟''

ڈاکٹر نے کہا ''سانپ کا زہر ایسا ہی ہوتا ہے جسے مار نہیں ہے اسے نشے میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس وقت یہ گہرے نشے میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ یہ زہریلا نشہ بہت ہی سست رفتار سے کم ہوگا۔ پھر یہ ہوش میں آنے لگیں گی۔''

نومی کو فکر لاحق ہو گئی تھی کہ اس دوران میں اگر یہ سونیا کے دماغ میں آنا چاہوں گا تو مجھے پتا چل جائے گا کہ یہ بے ہوش پڑی ہے اور ہوش میں آنے کے بعد میری گرفت میں آ سکتی ہے۔ اس نے کاشف جمال سے کہا۔ ''ہمیں کسی طرح فرہاد کا راستہ روکنا چاہیے۔ اسے سونیا کے دماغ میں نہیں پہنچنا چاہیے۔''

وہ بولا ''اسے روکنا ممکن نہیں ہے۔ وہ ضرور دستک دے کر سونیا کے دماغ میں آئے گا ہوگا۔ اس بار بھی آئے گا تو اس حقیقت معلوم ہو جائے گی۔''

''جب یہ ہوش میں آئے گی اور فرہاد اس کے دماغ میں پہنچے گا تو تم اسے کوئی ایسا انجیکشن لگاؤ گے جس سے اس کا دماغ سن ہو جائے۔ کسی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکے۔ اس طرح فرہاد اس کے دماغ میں یا تو پہنچ نہیں پائے گا۔ اگر پہنچے تو دماغ سُن ہو چکا ہوگا۔ وہ اس کے ذریعے سمجھ نہیں کر سکے گا کہ ہم نے اسے کس شہر کے کس اسپتال میں رکھا ہے؟''

''تم فرہاد کا دل جیتنا چاہتی ہو۔ لیکن اس طرح دوستی کم ہوتی جائے گی اور دشمنی بڑھتی جائے گی۔''

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی۔ پھر بولی ''اس بار ایک نیا ڈراما پلے کروں گی۔''

''اب کیا کرنا چاہتی ہو؟''

''جب تک ایک سونیا زندہ رہے گی۔ تب تک وہ دوسری سونیا کو کبھی قبول نہیں کرے گا۔''

کاشف جمال نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''کیا تم اسے مار ڈالنا چاہتی ہو؟''

''میں ایسی حماقت نہیں کروں گی۔ سونیا فرہاد کی جان ہے۔ میں اس کی جان لے کر زیادہ عرصے تک اسے دھوکا نہیں دے سکوں گی۔ اسے جب بھی حقیقت معلوم ہوگی تو وہ مجھے اذیت ناک سزائیں دے کر مار ڈالے گا۔''

''ابھی تم نے کہا ہے کہ ایک سونیا کو مرنا چاہیے؟''

''ہاں اور وہ میں ہوں۔ مجھے مرنا چاہیے۔''

''میں سمجھ گیا تم سونیا کی حیثیت سے مرنا اور نومی کرشنل کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتی ہو۔''

''ہاں۔ میں کچھ ایسا ہی کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن اسے یہ یقین دلاؤں گی کہ نومی کرشنل مر چکی ہے۔ لہٰذا اب کوئی دوسری سونیا اس کے راستے میں نہیں آئے گی۔''

''اور تم اسے اس کی سونیا تک بھی نہیں پہنچنے دو گی۔ اس کے دماغ کو ناکارہ بنا کر رکھو گی۔''

''ہاں۔ میں یہی کروں گی پھر کبھی موقع پا کر وہی ناکارہ دماغ والی سونیا بن جاؤں گی۔ اور اس سونیا کو پھر کہیں غائب کر دوں گی۔''

''فرہاد تمہارے لب و لہجے کو اچھی طرح پہچانتا ہے۔ اپنے آپ کو مردہ ثابت کرنے کے لیے تمہیں اپنے لب و لہجے کو ذہن سے مٹانا ہوگا۔''

''ہاں۔ اس مقصد کے لیے تم مجھ پر تنویمی عمل کرو گے اور میرے موجودہ لب و لہجے کو میرے ذہن سے بالکل مٹا دو گے۔ اس کے بعد فرہاد کی سوچ کی لہریں میرے دماغ میں نہیں پہنچ سکیں گی۔ بھٹکتی رہ جائیں گی اور وہ یہی سمجھے گا کہ میں مر چکی ہوں۔''

''جب تم عدنان کے معاملے میں کامیابی حاصل کرو گی اس کے بعد ہی خود پر تنویمی عمل کراؤ گی؟''

''نہیں عدنان کا معاملہ کھٹائی میں پڑ رہا ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں گم ہو گیا ہے؟ اسے تلاش کرنا ہوگا۔ پہلے وہ سونیا سے اہم تھا۔ اب سونیا پھر اس سے زیادہ اہم ہو گئی ہے۔ اسے اپنی مٹھی میں رکھنے کے لیے جلد سے جلد ہمیں نئی تدبیر پر عمل کرنا ہوگا۔''

''میں یہ سن کر حیران ہوں کہ وہ ننھا سا بچہ تمہارے قابو میں نہیں آیا۔''

''میں اس کے متعلق بعد میں باتیں کروں گی۔ سونیا ابھی بے ہوش پڑی ہے تم اسپتال سے نکل کر فوراً گھر پہنچو اور اپنے بیڈ روم میں آ کر لیٹ جاؤ۔ پہلے میں تم پر ایک مختصر سا تنویمی عمل کروں گی۔ جب تم تنویمی نیند سے بیدار ہو جاؤ گے تو پھر میری مرضی کے مطابق مجھ پر عمل کر سکو گے۔''

اس نے اسپتال کی ایک نرس کو دس ہزار روپے دیے۔ پھر اسے کہا ''اس مریضہ پر خاص توجہ رکھو۔ زیادہ سے زیادہ اس کے قریب رہو۔ جب بھی یہ ہوش میں آئے یا کوئی پرابلم ہو تو مجھے فون پر اطلاع دو میں چلا آؤں گا۔''

وہ اسی بنگلے میں آ گیا جہاں سونیا کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ بیڈ روم میں پہنچ کر بستر پر لیٹ گیا۔ چاروں شانے چت ہو کر اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے۔ نومی اس کے اندر موجود تھی اس نے صرف ایک منٹ کے اندر اسے گہری نیند سلا دیا۔ وہ پہلے بھی اس کا معمول اور تابعدار تھا۔ اس پر پھر اس نے ایسا ہی عمل کیا اور خاص طور پر یہ تاکید کی کہ وہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد جب نومی پر تنویمی عمل کرے گا تو اس کی نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہوگا۔ وہ نومی کا وفادار غلام ہوگا اور اس کی مرضی کے بغیر اسے اپنی معمولہ اور تابعدار نہیں بنائے گا۔

وہ اپنے اطمینان کے مطابق اس پر تنویمی عمل کرنے کے بعد سونیا کے اندر پہنچی۔ اس کے دماغ میں گہری خاموشی تھی۔ سوچ کی کوئی لہر نہیں تھی۔ وہ بدستور بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ کاشف جمال نے ایک نرس کو اچھی خاصی رقم دی تھی تاکہ وہ اس کے قریب رہے اور وہ سونیا کے پاس موجود تھی۔

اس نرس کے اور ڈاکٹر کے خیالات نے بتایا کہ سونیا ابھی اسی طرح بے ہوش رہے گی اور یہ یقین سے کہا نہیں جا سکتا تھا کہ وہ کب ہوش میں آئے گی؟

نومی کو اطمینان ہو رہا تھا کہ میں اس کے دماغ میں آ کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکوں گا۔ یہ بھی معلوم نہیں کر سکوں گا کہ وہ اس حالت میں کہاں بے ہوش پڑی ہوئی ہے؟

اطمینان ہونے کے باوجود یہ بے چینی تھی کہ آیندہ بھی وہ سونیا کو مجھ سے دور رکھنے میں کامیاب ہو سکے گی یا نہیں؟ وہ تھوڑی دیر بعد سونیا کے دماغ میں آئی۔ ایسے ہی وقت اسے اعلیٰ بی بی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی ''اوہ خدایا! ماما تو بے ہوش پڑی ہوئی ہیں۔ مجھے فوراً پاپا کو اطلاع دینی چاہیے۔''

نومی نے سمجھ لیا کہ اب وہ مجھے بلا کر لانے والی ہے اسے وہاں چپ چاپ رہنا چاہیے اور ہماری باتیں سن کر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ سونیا کی بے ہوشی کے سلسلے میں ہم آئندہ کیا کرنے والے ہیں؟

تھوڑی دیر بعد اس نے میری آواز سنی۔ میں کہہ رہا تھا۔ ''پتا نہیں یہ کب سے بے ہوش ہے؟ اس کا دماغ بالکل سُن ہو چکا ہے۔ نہ سوچ کی کوئی لہر اُبھر رہی ہے اور نہ ہی یہ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی ہے۔''

کبریا کی آواز سنائی دی۔ ''پاپا! ہمیں کسی نہ کسی طرح معلوم کرنا چاہیے کہ ماما اس حالت میں کہاں پڑی ہوئی ہیں؟''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''اسی چڑیل نے کہیں چھپا رکھا ہے۔ ہمیں کبھی معلوم نہیں ہونے دے گی کہ یہ اس وقت کہاں ہیں؟''

میں نے کہا ''اب وہ زیادہ دیر تک تمہاری ماما کو ہم سے چھپا کر نہیں رکھ سکے گی۔ جیسے ہی یہ ہوش میں آئے گی ہم بہت کچھ معلوم کر لیں گے۔ پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر تمہاری ماما کے پاس پہنچ جائیں گے۔''

''سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ ماما بے ہوش کیسے ہو گئیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی حادثے سے دوچار ہو گئی ہوں؟''

''پاپا! آپ نومی سے رابطہ کریں۔ اس سے کچھ تو معلوم کریں۔''

میں نے کہا ''میں ابھی اس کے پاس جا رہا ہوں۔''

نومی بالکل سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اپنے سامنے رکھے ہوئے موبائل فون کو دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی بزر کی آواز سنائی دی۔ اس نے فوراً اسے اٹھا کر نمبر پڑھے۔ مسکرائی پھر بٹن دبا کر اسے کان سے لگاتے ہوئے بولی ''ہیلو! میں بول رہی ہوں۔''

میں نے سخت لہجے میں پوچھا ''سونیا کہاں ہے؟''

''وہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہے۔''

''تم جھوٹ بول رہی ہو، وہ جہاں بھی ہے وہاں خیریت سے نہیں ہے۔ بے ہوش پڑی ہوئی ہے۔''

''اچھا۔ تو تم اس کے دماغ میں جا چکے ہو۔ اور اب یہ معلوم کرنے آئے ہو کہ وہ بے ہوش کیوں ہو گئی ہے؟''

''ظاہر ہے وہ بیٹھے بیٹھے تو بے ہوش نہیں ہو گئی ہو گی۔ تم نے یقیناً اس کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کیا ہے جس کے نتیجے میں اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہے۔''

''میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ سونیا کو کبھی ذہنی اور جسمانی طور پر نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ یقین کر سکتے ہو تو کر لو میں نے اس کے ساتھ کچھ نہیں کیا تھا۔ میں اور میرے مسلح گارڈز ہر وقت اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ لیکن.....''

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ میں نے پوچھا ''لیکن کیا؟''

''جو ہونی ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔ ایک سانپ نے اسے ڈس لیا تھا۔''

میں نے پریشان ہو کر پوچھا ''کیا بکواس کر رہی ہو؟''

''تمہیں یقین نہیں آ رہا؟ سانپ بہت زہریلا تھا۔ بڑی مشکلوں سے اس کی جان بچائی گئی ہے۔ ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ وہ خطرے سے باہر ہے لیکن چوبیس گھنٹے ہو چکے ہیں اسے ہوش نہیں آ رہا ہے۔''

''مجھے اس ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچاؤ میں معلوم کروں گا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

''سوری فرہاد! میں جو کہہ رہی ہوں اس کا یقین کرو۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اسے رفتہ رفتہ ہوش آئے گا۔ زہر سے تو اسے بچا لیا گیا ہے لیکن وہ شاید اس کے لیے نشہ بن گیا ہے یہ نشہ رفتہ رفتہ کم ہو گا۔ تب ہی وہ ہوش میں آئے گی۔''

میں نے غصے سے کہا ''نومی! تم نے اپنی عمر بہت کم کر لی ہے۔ اگر خدانخواستہ میری سونیا کو کچھ ہوا تو میں اپنے تمام تجربے اور ہتھکنڈے آزما کر تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔ تمہیں ایک کے بعد دوسری سانس لینے نہیں دوں گا۔''

''میں جانتی ہوں، تمہارے ہاتھوں میرا انجام بہت ہی عبرت ناک ہو گا۔ لیکن میں ایسا کوئی موقع نہیں آنے دوں گی۔ سونیا کو میں نے بہت ہی خطرناک زہر سے بچا لیا ہے اور آئندہ بھی اس کی سلامتی کے لیے کوششیں کرتی رہوں گی۔''

''آئندہ تم کچھ نہیں کر سکو گی۔ ہوش میں آتے ہی ہم اس کے خیالات پڑھ کر فوراً اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور تم اسے قیدی بنا کر نہیں رکھ سکو گی۔''

''اس کے ہوش میں آنے کے بعد کیا ہونے والا ہے یہ نہ میں کہہ سکتی ہوں اور نہ ہی یقین سے تم کوئی دعویٰ کر سکتے ہو۔''

میں سوچنے لگا۔ ''نومی مطمئن اور پُراعتماد کیوں ہے؟ وہ آئندہ ہمیں سونیا تک پہنچنے سے کیسے روک سکتی ہے؟''

یہ بات ذہن میں آئی کہ وہ سونیا کو ہوش میں نہیں آنے دے گی۔ جب بھی وہ ہوش میں آتی رہے گی تو اسے کسی طرح پھر بے ہوش کر دے گی۔ اگر اس نے ایسا کیا تو اس پر بہت ظلم کرے گی اور میں اسے ایسا کرنے نہیں دوں گا۔

میں نے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو تاکید کی کہ وہ سونیا کے دماغ میں مسلسل رہا کریں اور نومی کو خیال خوانی کے ذریعے کسی طرح کی بھی سازش کرنے نہ دیں۔ موجودہ حالات کا تقاضا تھا کہ نومی کسی طرح سونیا سے چند گھنٹوں کے لیے غافل ہو جائے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ وہ اس سے دور ہو جائے۔

وہ سونیا پر پوری توجہ دے رہی تھی۔ کبھی کبھی اپنے دماغی آلۂ کاروں کے اندر جا کر معلوم کرتی تھی کہ انہوں نے عدنان کا سراغ لگایا ہے یا نہیں۔ ایسے ہی وقت ایک آلۂ کار کی سوچ نے اسے بتایا کہ ایک عورت ایک لڑکے کے ساتھ تاج محل ہوٹل کی لابی میں دیکھی گئی ہے۔ وہ آلہ کار اس کی نگرانی کر رہا ہے۔

نومی نے پوچھا ''وہ عورت اور بچہ کہاں ہے؟''

''وہ ابھی ریسٹ اے کار سے ایک گاڑی لے کر کہیں گئی ہوئی ہے۔''

''ریسٹ اے کار والوں سے پوچھو وہ عورت کون ہے اس کا نام کیا ہے اور وہ ابھی کہاں گئی ہے؟''

میں چاہتا تھا کہ نومی سونیا کی طرف سے چند گھنٹوں کے لیے غافل ہو جائے۔ کسی طرح اس سے دور ہو جائے۔ اور قدرت نے یہ موقع پیدا کر دیا تھا۔ وہ ادھر عدنان کے معاملے میں مصروف ہو گئی تھی۔ اسے پتا چلا کہ وہ عورت عدنان کو ریفلڈ کار میں بیٹھا کر کہیں شاپنگ کے لیے گئی ہے۔ اس نے تین گھنٹوں کے لیے وہ کار کرائے پر حاصل کی ہے۔ اس نے اپنے کئی آلۂ کاروں سے کہا کہ وہ دہلی کے مختلف شاپنگ سینٹرز میں جائیں۔ اس عورت اور بچے کو جگہ جگہ تلاش کرتے رہیں۔

وہ تین گھنٹوں کے لیے کار کرائے پر لے کر گئی تھی اور نومی تین گھنٹوں تک انتظار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ دردان کو بھی معلوم ہو گا تو اس کے آلۂ کار بھی اس عورت اور بچے کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ عدنان دردان کے ہاتھ لگ جائے۔

میں نہیں جانتا تھا کہ وہ اچانک ہی عدنان کے معاملے میں مصروف ہو گئی ہے۔ اور یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کا دستِ راست کاشف جمال ایک گھنٹے کی تنویمی نیند سو رہا ہے۔ ایسے ہی وقت سونیا ہوش میں آ گئی۔

اعلیٰ بی بی نے مجھے پکارا ''پاپا! فوراً آ جائیں ماما ہوش میں آ گئی ہیں۔''

میں دوسرے ہی لمحے میں سونیا کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ہوش میں آتے وقت آہستہ آہستہ کسمسا رہی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہوش میں آنے سے پہلے دوسرے حواس بیدار ہوتے ہیں۔ کان دھیمی دھیمی سی آوازیں سننے لگتے ہیں۔ ذہن جاگنے لگتا ہے اور سوچنے لگتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں تھی اس وقت بھی اس کے دماغ میں سناٹا تھا۔ ہمیں اس کے آس پاس کی آوازیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔

پھر اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں تو ہم نے اس کے دماغ سے یہ معلوم کیا کہ اسے صاف طور سے دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ ہر چیز دھندلی دھندلی سی ہے۔ کوئی شخص اس پر جھکا ہوا ہے ایک عورت بھی اس پر جھکی ہوئی ہے۔

ہم نے اندازہ لگایا کہ ڈاکٹر وغیرہ اس کا معائنہ کر رہے ہیں۔ جلد ہی اسے صاف طور سے دکھائی دینے لگے گا۔

ہمارا خیال درست نکلا۔ اسے واضح طور پر دکھائی دینے لگا۔ اس کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں اور ذہن کہہ رہا تھا کہ کوئی شخص اس پر جھکا ہوا ہے اسے ادھر ادھر سے چھو رہا ہے۔ ان لمحات میں اس کا ذہن یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ ایک ڈاکٹر ہے اور اس کا معائنہ کر رہا ہے۔

پھر وہ شخص اس سے کچھ کہنے لگا۔ وہ اسے چپ چاپ دیکھ رہی تھی لیکن کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ ڈاکٹر کے ہونٹ خاموشی سے ہلتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

کبریا نے کہا ''مائی گاڈ! ایسا لگتا ہے ماما بہری ہو گئی ہیں۔ انہیں کچھ سنائی نہیں دے رہا ہے۔''

میں جلد سے جلد معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ میں نے اس کے دماغ میں یہ سوچ پیدا کی کہ اسے کچھ بولنا چاہیے۔ ڈاکٹر سے پوچھنا چاہیے کہ وہ کس شہر کے کس اسپتال میں ہے؟

میں اس کے اندر بار بار بولنے کی تحریک پیدا کر رہا تھا۔ تب اس کے ہونٹوں میں جنبش پیدا ہوئی۔ وہ کچھ بولنا چاہتی تھی۔ ڈاکٹر اسے دیکھ رہا تھا سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ''پاپا! ماما کچھ بول نہیں پا رہی ہیں۔ کیا یہ گونگی ہو گئی ہیں؟''

میں نے کہا ''میرے خدا! نہ یہ سوچ سکتی ہے نہ بول سکتی ہے۔ زہر نے اس کے دماغ کو بُری طرح متاثر کیا ہے۔ ہمیں جلد از جلد تمہاری ماما کے پاس پہنچنا چاہیے۔''

ہم سب نے اس کے اندر یہ تحریک پیدا کی کہ وہ

اشارے سے کاغذ اور قلم کا مطالبہ کرے اور پھر کاغذ پر یہ لکھ کر پوچھے کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟

ہم سب اس کے ذہن پر زور ڈال رہے تھے اور وہ کسمسا رہی تھی۔ مٹھیاں بھینچ رہی تھی۔ ڈاکٹر پریشان ہو کر دیکھ رہا تھا وہ ایڑیاں رگڑ رہی تھی اور غصے میں آ رہی تھی۔

جیسا کہ میری داستان میں ذکر ہو چکا ہے۔ میں اور میرے دو بیٹے زہریلے ہیں ہمارے جسم میں بہت پہلے سانپوں کا زہر اتر چکا ہے۔ منجالی نامی ایک زہریلی دوشیزہ میری زندگی میں آئی تھی اس کی وجہ سے میری رگوں میں بھی زہر دوڑنے لگا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ زہر کے عمل اور ردِعمل کو برداشت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور جب برداشت ہو جائے دوبارہ زندگی مل جائے تو انسان اس زہر کے زیرِ اثر رہتا ہے۔

میں اور میرے بیٹے کچھ عرصے کے لیے زہریلے ہو گئے تھے اور ہمیشہ غصے اور جنون میں رہتے تھے۔ یہی حالت اس وقت سونیا کی ہو گئی تھی۔

ایسے وقت نومی بھی اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ میں آ گئی تھی۔ اور اسے زہریلے حالات سے دوچار ہوتے دیکھ رہی تھی۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ نہ وہ بول سکتی ہے نہ ابھی سُن سکتی ہے۔ خیال خوانی کی لہروں کو برداشت نہیں کر رہی ہے۔ سوچ کی لہروں کے ذریعے اس کے ذہن پر زور ڈالا جا رہا تھا۔ اس لیے وہ طیش میں آ رہی تھی۔

ہم نے ڈاکٹر اور نرس وغیرہ کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔ ان کے دماغوں میں نہیں جا سکتے تھے لیکن نومی ان کے اندر موجود تھی۔ ڈاکٹر کے ذریعے معلوم کر رہی تھی کہ زہر نے اس کے ذہن پر بُری طرح اثر کیا ہے۔ وہ فی الحال سننے اور بولنے سے معذور ہو گئی ہے اور کسی وجہ سے جنون میں مبتلا ہو رہی ہے۔

نومی اس کے دماغ میں مجھے مخاطب کر کے کہنا چاہتی تھی کہ میں اس کے اندر پہنچنے کے باوجود اسے حاصل نہیں کر پاؤں گا۔ اس نے مجھے مخاطب کیا ”فرہاد!“

سونیا کے دماغ میں اس کی سوچ کی لہر ابھرتے ہی اس نے ایک چیخ ماری پھر یک بارگی سانس روک لی۔ ہم سب اس کے دماغ سے باہر نکل گئے۔ وہ طویل بے ہوشی کے بعد کمزور ہو گئی تھی۔ یوگا میں مہارت کا اظہار نہیں کر سکتی تھی۔ ایک بار سانس روکنے کے بعد بار بار نہیں روک سکتی تھی۔ یہ بات نومی بھی سمجھ رہی تھی۔ ہم سب پھر اس کے دماغ میں پہنچے تو اس نے پھر ایک چیخ ماری اور سانس روک لی۔ ہماری سوچ کی لہریں پھر باہر نکل گئی۔

نومی نے ڈاکٹر کے خیالات پڑھے۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے۔ ”زہر کا اثر ہے۔ اس کا ذہن کسی وجہ سے بُری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ وجہ میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اس کا جسم بار بار ایسے اکڑ جاتا ہے جیسے سانسیں روک رہی ہو۔ فی الحال اسے گہری نیند سلانا ضروری ہے۔“

ڈاکٹر نے اسے نیند کا انجکشن لگایا۔ بھلا نیند کی دوا زہریلے دماغ پر کیا اثر کرتی؟ لیکن وہ تھک ہار کر سو گئی۔

نومی ڈاکٹر کے اندر پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر رہی تھی لیکن ہم کچھ معلوم نہیں کر سکتے تھے۔ جب سونیا گہری نیند میں ڈوبنے لگی تو میں نے اندازہ کیا کہ ڈاکٹر اسے جنون اور غصے سے باز رکھنے کے لیے سُلانا چاہتا ہے۔ شاید اس نے کوئی دوا آزمائی ہے۔ تب ہی وہ گہری نیند میں ڈوبتی جا رہی ہے۔

میں نے اعلیٰ بی بی اور کبریا سے کہا ”اس کے دماغ میں رہ کر کوئی بات نہ کریں۔ اسے گہری نیند سونے دیں۔ جب وہ بیدار ہو گی تو شاید سننے اور بولنے کے قابل ہو جائے گی۔“

اعلیٰ بی بی نے میرے پاس آ کر کہا ”اس دشمن عورت کو موقع مل رہا ہے۔ وہ ماما کے خلاف کوئی سازش کر رہی ہو گی ان کے ہوش میں آتے ہی پھر کوئی چال چلے گی۔ انہیں ہم سے دور کر دے گی۔“

کبریا نے کہا ”یہ کیسی مجبوری ہے کہ ہم اپنی ماما کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکتے اور وہ کم بخت دشمن ان کے پاس پہنچی ہوئی ہو گی۔“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”وہ ڈاکٹر تبدیل کر دے گی۔ جگہ تبدیل کر دے گی پھر ہم کچھ نہیں کر پائیں گے۔“

میں نے کہا ”بیٹے! اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھو اور دعائیں مانگتی رہو کہ زہر کے اثرات جلد سے جلد ختم ہوتے رہیں۔ پتا نہیں وہ کتنا زہریلا سانپ تھا اس کے اثر سے خدانخواستہ وہ دماغی مریضہ بن سکتی ہیں۔“

کاشف جمال ایک گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ نومی نے اسے سونیا کے موجودہ حالات بتائے۔ پھر کہا ”مجھے عدنان کا بھی سراغ مل رہا ہے۔ میں دہلی والے آلۂ کاروں کے پاس جا رہی ہوں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے اندر جاتے رہو۔ ابھی غسل کر کے فریش ہو جاؤ پھر سیدھے اسپتال پہنچو اور وہیں سونیا کے قریب رہا کرو۔ میں تمہارے پاس آتی جاتی رہوں گی۔“

وہ پھر دہلی کے آلۂ کاروں کے اندر پہنچنے لگی۔ تمام آلۂ کار عدنان اور اس عورت کو شہر کے تمام شاپنگ سینٹرز میں ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ ایک آلۂ کار نے اس بچے کو ایک شاپنگ سنٹر کے سامنے دیکھ لیا۔ نومی نے کہا ”فوراً اپنے کسی ساتھی کو مدد کے لیے بلاؤ۔ اس بچے کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالو اور ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے یہاں سے لے چلو۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا اس عورت ارچنا کے پاس آیا پھر اسے ریوالور دکھاتے ہوئے بولا۔ ”خبردار! اپنی زندگی چاہتی ہو تو بچے کو ہمارے حوالے کر دو۔“

یہ کہہ کر اس نے عدنان کی طرف دیکھا۔ لیکن نظریں ملتے ہی اسے دیکھتا کا دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس کے چہرے سے شیطانی کی آنکھیں گھور رہی تھیں۔ وہ آنکھیں اتنی پُرکشش تھیں کہ وہ وہاں سے نظریں ہٹانا بھول گیا۔ وہ اپنے اندر کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ نومی نے پوچھا ”یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اس بچے کو اٹھاؤ۔“

پھر نومی نے محسوس کیا کہ اس بچے کی آنکھیں اس آلۂ کار کے ذہن میں چُبھ رہی ہیں۔ ایک خنجر کی طرح پیوست ہو رہی ہیں اور اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑتے جا رہے ہیں۔ ادھر ارچنا کے دماغ میں تاشا موجود تھی۔ اس نے تاشا کے مرضی کے مطابق آگے بڑھ کر اس سے ریوالور چھین لیا۔ وہ کچھ نہ بولا۔ کچھ نہ کر سکا۔ گم صُم کھڑا رہا۔

ایسے ہی وقت ایک اور شخص کہیں سے دوڑتا ہوا آیا پھر اس نے ارچنا سے کہا۔ ”ریوالور پھینک دو ورنہ میں اس بچے کو گولی مار دوں گا۔“

عدنان نے آگے بڑھ کر اس سے کہا ”مجھے دیکھو۔“

اس نے سر جھکا کر اسے دیکھا تو پھر دیکھتا ہی چلا گیا۔ اس کی نظروں سے اپنی نظریں نہ ہٹا سکا۔ اسی وقت ارچنا نے اس کے ہاتھ پر گولی ماری۔ ریوالور ہاتھ سے گر کر دور چلا گیا۔ عدنان نے دوڑ کر اس ریوالور کو اٹھا لیا۔ وہ دونوں جیسے پتھر کے ہو گئے تھے۔ عدنان ارچنا کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل کی اس ریسٹورنٹ کار میں جا کر بیٹھ گیا۔

نومی یہ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی کہ ایک بچے کی آنکھوں میں ایسی مقناطیسی قوت ہے جو اس کے منصوبے کو ناکام بنا رہی ہے۔ اس کے آلۂ کار کے ہاتھ پاؤں ایسے ڈھیلے پڑ گئے تھے کہ وہ اس بچے کے پیچھے جانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ دونوں کار میں بیٹھ کر جا رہے تھے اور نظروں سے دور ہوتے جا رہے تھے۔

نومی نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے اس شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں گولی لگی تھی۔ اس کے آلۂ کار نے پوچھا ”تم کون ہو؟“

اس کا ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا ”میں کوئی بھی ہوں تمہیں اس بچے کے پیچھے جانا چاہیے تھا۔ تم ریوالور رکھ کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔“

نومی کے آلۂ کار نے کہا ”تم نے ریوالور رکھ کر اس کا کیا بگاڑ لیا تھا۔ کیوں مجھے طعنے دے رہے ہو؟“

نومی نے اس زخمی شخص کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ اس کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آتا ہے۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق اس کا کام کرتا رہتا ہے۔

ادھر وردان نے نومی کے آلۂ کار کی آواز سنی تھی اس کے اندر اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ اس آلۂ کار کے اندر کوئی عورت آتی ہے۔ اسے حکم دیتی ہے تو وہ اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہتا ہے۔ وردان نے سمجھ لیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی نومی ہی ہے۔

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر زیرِ لب بڑبڑانے لگا ”سوڑ کی بچی مجھ سے دوستی کر رہی ہے اور در پردہ دھوکا دے رہی ہے۔ اپنے خاص آلۂ کاروں کے ذریعے اس بچے کو اغوا کرا رہی ہے۔ اسے صرف فرہاد سے ہی نہیں مجھ سے بھی دور کر دینا چاہتی ہے۔ جبکہ جانتی ہے کہ وہ بچہ میرے لیے بہت اہم ہے۔“

وہ عدنان کے بارے میں سوچنے لگا۔ ”بے شک یہ بچہ اب میرے لیے اور زیادہ اہم ہو گیا ہے۔ اس کی آنکھوں میں پتا نہیں کیسی پُراسراریت ہے کہ میرا آلۂ کار ریوالور رکھ کر بھی اس کا اور اس عورت کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہ گیا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے حکم دے رہا تھا اور وہ میری بات نہیں سن رہا تھا۔“

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا۔ ”اوہ گاڈ! اس کتاب میں درست ہی لکھا تھا کہ وہ ننھا فتنہ ہے۔ مگر وضاحت سے نہیں لکھا گیا تھا۔ اب اس کی پُراسراریت سے پتا چل رہا ہے کہ وہ بچہ غیر معمولی ہے اور عجیب و غریب ہے۔ واقعی میرے لیے قدم قدم پر مصیبتیں پیدا کرتا رہے گا۔ مجھے ہر حال میں اس بچے کو حاصل کرنا ہے۔“

اس نے فون پر نومی کے نمبر پنچ کیے۔ پھر رابطہ ہونے پر کہا ”ہمارے آلۂ کار کے دماغ میں آؤ۔ میں بات کرنا چاہتا ہوں۔“

اس نے فون بند کردیا۔ وہ دونوں اپنے ایک آلۂ کار کے اندر پہنچ گئے۔ وردان نے کہا ''ابھی تمہارا آلۂ کار تقریباً عدنان کے قریب پہنچ گیا تھا لیکن تم اس کے ذریعے اس بچے کو اغوا کرنے میں ناکام رہی ہو۔''

''تمہارا آلۂ کار بھی وہاں پہنچ کر ناکام رہا ہے۔ وہ عورت اسے زخمی کرکے عدنان کو وہاں سے لے گئی ہے۔''

''تم مجھے پہلے بتا سکتی تھیں کہ اپنے آلۂ کار کے ذریعے اسے اغوا کرنے والی ہو۔''

''کیا بتانا ضروری تھا؟ یہ ہم دونوں ہی جانتے ہیں کہ اپنے اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے اس بچے کو گھیرنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں اور ناکام ہوتے رہتے ہیں۔''

''یہ درست ہے لیکن اس سے پہلے مجھے تم یہ اطلاع دیتیں کہ اس وقت اپنے آلۂ کار کے ذریعے عدنان کو دیکھ چکی ہو اور اسے اغوا کرنے والی ہو تو میں بھی اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے تمہاری مدد کرتا۔''

''دیکھو مسٹر وردان! تم بھی اپنے ذرائع سے اس بچے کو دیکھ چکے تھے اور اس کے تعاقب میں تھے لیکن تم نے مجھے اطلاع نہیں دی۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا ''ٹھیک ہے' میں نے تمہیں اطلاع نہیں دی۔ تم نے بھی میرے ساتھ یہی کیا ہے۔ ہم دونوں جب تک ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کریں گے۔ ایک دوسرے کے لیے معلومات کا ذریعہ نہیں بنیں گے اور متحد ہوکر اس بچے کو گھیرنے کی کوششیں نہیں کریں گے تب تک ہمیں کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔''

لومی نے کہا ''ابھی اس بچے کے بارے میں ایک نیا انکشاف ہوا ہے۔ اس کی آنکھیں غیر معمولی ہیں وہ جسے دیکھتا ہے اسے سحر زدہ کردیتا ہے۔''

''ہاں۔ میں نے بھی اپنے آلۂ کار کے اندر رہ کر یہی محسوس کیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا لیکن وہ گولی نہ چلا سکا۔ اس بچے کی آنکھوں میں دیکھتا ہی رہ گیا۔''

لومی نے کہا ''میرے آلۂ کار کے ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے پڑ گئے تھے اور اس عورت نے اس سے ریوالور چھین لیا تھا۔ اب ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ ہم کسی معمولی بچے کو اغوا کرنے کی کوشش نہیں کررہے ہیں۔ وہ بچہ ہمیں لوہے کے چنے چبوائے گا۔''

''وہ عورت تاج محل ہوٹل سے ریڈ کار لے کر گئی تھی یقیناً وہ کار واپس کرنے کے لیے ضرور جائے گی۔ ہمیں اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے اس سے پہلے ہی وہاں پہنچنا چاہیے۔''

''امید تو نہیں ہے کہ وہ وہاں جاکر کار واپس کرنے کی حماقت کرے گی۔ پھر بھی ہمیں اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے وہاں پہنچ کر دیکھنا چاہیے کہ کیا ہو رہا ہے؟''

وہ اس ایجنسی میں پہنچے جہاں سے وہ ریڈ کار لے کر گئی تھی۔ اس ایجنسی کے مالک کے خیالات پڑھے گئے۔ پتا چلا ''تھوڑی دیر پہلے اس عورت نے فون کیا تھا کہ ان کی کار ایئرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں کھڑی ہوئی ہے وہ وہاں جاکر اسے وصول کرلیں۔''

لومی اور وردان پھر اپنے اس ایک آلۂ کار کے دماغ میں آگئے۔ لومی نے کہا ''عدنان ابھی پانچ برس کا ہے۔ بے شک قدرتی طور پر غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہے لیکن اتنا ذہین نہیں ہے کہ حالات کے مطابق کامیاب چالاکی کرتا رہے اور اس پر عمل کرتا رہے۔''

وردان نے کہا ''اس کے ساتھ جو عورت ہے وہ یقیناً بہت ذہین ہے اور شاید وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ یا پھر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آلۂ کار بنی ہوئی ہے۔ اور عدنان کو ہم سب سے چھپانے کی کوششیں کررہی ہے۔''

''اس نے وہ ریڈ کار ایئرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں چھوڑی ہے۔ کیا وہ عدنان کو لے کر اس شہر سے کہیں دوسری جگہ جارہی ہے؟''

''ہوسکتا ہے' وہ اندرونِ ملک ایک شہر سے دوسرے شہر جارہی ہو۔ دہلی میں عدنان کے لیے خطرہ محسوس کرتے ہوئے یہ شہر چھوڑ رہی ہو۔''

وہ ایئرپورٹ کے متعلقہ افراد کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرنے لگے کہ ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ کس فلائٹ کے ذریعے کس شہر کی طرف جارہی ہے؟

وہ کئی گھنٹے تک معلومات حاصل کرتے رہے اور دھوکا کھاتے رہے۔ کیونکہ ایئرپورٹ میں کتنی عورتیں تھیں جو اپنے بچوں کے ساتھ سفر کررہی تھیں۔ کچھ عورتیں تنہا تھیں' کچھ اپنے خاندان والوں کے ساتھ تھیں۔ اس طرح وہ معلومات حاصل کرنے کے سلسلے میں الجھتے رہے۔

تاشا چاہتی تھی کہ عدنان اس عورت ارچنا کے ساتھ دہلی شہر چھوڑ دے اور کسی دوسری جگہ چلا جائے۔ لیکن اس نے کہا ''میری ماما جہاں رہیں گی' وہیں میں بھی رہوں گا۔ جب بھی موقع ملے گا انہیں دور ہی دور سے دیکھتا رہوں گا۔''

تاشا نے کہا ''یہاں تمہارے لیے قدم قدم پر خطرہ ہے۔ اپنے اور پرائے بھی جانتے ہیں کہ تم ایک عورت کے ساتھ ہو لہٰذا تمہیں ڈھونڈ لینا ان کے لیے آسان ہوگا۔ تمہیں

ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس شہر سے نکل جانا چاہیے۔''

ارچنا نے بھی اس سے کہا ''میں نے دیوی ماں سے تمہاری حفاظت کی ذمے داری لی ہے۔ تم سے التجا کرتی ہوں' یہ شہر چھوڑ دو۔ ابھی ہم ٹرین کے ذریعے ممبئی جائیں گے۔''

تاشا نے کہا ''عدنان! ہماری بات مان لو۔ میں وعدہ کرتی ہوں' تم جہاں جاؤ گے تمہاری ماما بھی وہیں پہنچیں گی۔ جب انہیں معلوم ہوگا کہ تم اس شہر میں نہیں ہو' ممبئی گئے ہوئے ہو تو وہ ضرور تمہارے پیچھے وہاں پہنچیں گی۔''

وہ بولا ''تم کہتی ہو تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا لیکن میری ماما اگر میرے پیچھے نہیں آئیں گی تو میں تم سے ناراض ہوجاؤں گا تم سے دوستی نہیں کروں گا۔''

''میں تمہیں ناراض نہیں ہونے دوں گی۔ اگر تمہاری ماما وہاں نہیں آئیں گی تو پھر وہ جہاں بھی ہوں گی میں تمہیں وہاں پہنچا دوں گی۔''

وہ راضی ہوگیا۔ ارچنا کے ساتھ ایک ٹرین میں سوار ہو گیا۔ دوسری طرف شیوانی اپنے بیٹے کے لیے پریشان ہو رہی تھی۔ پورس کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ کر دہلی کی سڑکوں پر اور وہاں کی تنگ اور کشادہ گلیوں میں گھومتی پھر رہی تھی۔ ہر بچے کو توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ خیال خوانی کرنے والے ہوٹلوں میں اور ایسے مکانوں میں اسے تلاش کررہے تھے۔ جہاں پے انگ گیسٹ کے طور پر رہا جاتا ہے۔

رات ہوئی تو شیوانی نے کھانا نہیں کھایا۔ کہنے لگی ''نہ جانے میرے بچے نے کھایا ہے یا نہیں؟ پتا نہیں بھوکا پیاسا کہاں بھٹک رہا ہوگا؟''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''کبھی کبھی اس کے دماغ میں ہمیں جگہ ملتی ہے تو ہم اس کے خیالات پڑھنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ ایسے وقت پھر اس کے کئی خیالات آپس میں گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ ہمیں بس اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہے اور کسی دشمن کے زیر اثر نہیں ہے۔''

پورس نے اعلیٰ بی بی سے کہا ''عالی! اسے زبردستی کھانا کھلاؤ ورنہ یہ بھوکی بھی رہے گی اور تمام رات جاگتی بھی رہے گی۔''

اعلیٰ بی بی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے لگی۔ اس نے کھانے کے دوران کہا ''میں خوب سمجھ رہی ہوں عالی میرے اندر رہ کر مجھے کھانے کی طرف مائل کررہی ہے اور میں بے اختیار کھاتی جارہی ہوں۔ لیکن میں آج رات جاگتی رہوں گی۔ تم وعدہ کرو میرے دماغ میں نہیں آؤ گی مجھے جبراً نہیں سلاؤ گی۔''

پورس نے کہا ''تم رات کے وقت میرے ساتھ رہو گی تو میری بہن تمہارے پاس نہیں آئے گی۔ تم اطمینان رکھو۔''

کھانے کے بعد پورس نے چپکے سے اعلیٰ بی بی کو سمجھایا کہ وہ اس کے دماغ میں آکر اسے تھپک تھپک کر سلا دے۔

وہ بولی ''میں ایسا ہی کروں گی لیکن ہم کب تک ایک ماں کو بہلاتے رہیں گے؟''

''کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ جب یہ سو جائے تو تم خیال خوانی کے ذریعے عدنان کو اس کے خواب میں پہنچاؤ۔ ماں بیٹے کو ایک دوسرے سے ملاؤ۔ اس طرح اس کے دل کو کچھ تو تسکین حاصل ہوگی۔''

ادھر بیٹا ماں کے لیے پریشان ہوتا تھا۔ اس کے قریب نہیں جانا چاہتا تھا لیکن دور ہی دور سے اسے دیکھنا اور اپنے دل کو تسلی دینا چاہتا تھا۔ ادھر ماں اپنی ممتا سے مجبور تھی اس کے لیے تڑپ رہی تھی۔ وہ سونا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے لیے سوچتے رہنا چاہتی تھی کہ پتا نہیں وہ کہاں ہوگا اور کس حال میں ہوگا؟

لیکن اعلیٰ بی بی نے اسے بڑے غیر محسوس طریقے سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ اس کے خوابیدہ ذہن میں بیٹے کا تصور پیش کیا تو وہ اسے خواب میں دکھائی دینے لگا۔ وہ تڑپ کر بولی ''بیٹے! مجھ سے دور کیوں ہو گئے ہو؟''

وہ بولا ''ماما! میں مجبور ہوں دشمنوں نے ہمارے درمیان دیواریں کھڑی کردی ہیں۔ اگر میں آپ سے آکر ملوں گا تو میرے پیچھے دشمن بھی آپ تک پہنچ جائیں گے اور میں یہ نہیں چاہتا۔''

شیوانی نے اپنے آس پاس دیکھتے ہوئے کہا ''یہاں مجھے دور یا نزدیک کوئی دشمن دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ اب تو آجاؤ بیٹے! ماں کے کلیجے سے لگ جاؤ۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔''

عدنان دوڑتا ہوا آیا پھر ماں سے لپٹ گیا اپنی ننھی ننھی بانہیں اس کی گردن میں حمائل کردیں۔ ماں کی دھڑکنوں سے لگ کر بولا ''میں آپ کی سلامتی اور خوشحالی چاہتا ہوں۔ جب تک ہمارا دشمن وردان وشوانا تھ زندہ ہے اس وقت تک میں آپ سے دور رہوں گا۔ اپنے ذریعے اسے کبھی آپ کے قریب نہیں پہنچنے دوں گا۔''

وہ بیٹے کے چہرے کو اور گردن کو جگہ جگہ سے چومنے لگی' اسے بار بار دھڑکنوں سے لگانے لگی' روتے ہوئے کہنے لگی ''پتا نہیں وہ دشمن کب مرے گا' کب ہم ہمیشہ کے لیے

ایک ہو جائیں گے اور دن رات ساتھ رہا کریں گے؟''

ایسے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ بیٹے نے ماں کی طویل زندگی کے لیے یہ طے کرلیا تھا کہ کبھی اس کے سامنے نہیں آئے گا۔ کبھی اس کی دھڑکنوں سے نہیں لگے گا۔ ادھر وہ ارچنا کے ساتھ ٹرین میں سفر کرنے کے دوران سو رہا تھا اور تاشا اس کے خواب میں اس کی ماں شیوانی کو پیش کررہی تھی۔

اس کی طرف سے پیش ہونے والی شیوانی کہہ رہی تھی ''بیٹے: تم جہاں جاؤ گے' وہاں میں تمہارے پیچھے آؤں گی۔ تم نے دہلی شہر چھوڑ کر دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ تاشا تمہاری سچی دوست ہے۔ وہ ساری زندگی تمہاری وفادار رہے گی۔ تم اس کے مشوروں پر عمل کرتے رہا کرو۔''

ادھر اعلیٰ بی بی ماں بیٹے کو خواب میں ملا رہی تھی اور ایک ماں کی ممتا کو تسکین پہنچا رہی تھی۔ ادھر تاشا بھی یہی کررہی تھی۔ خواب میں ماں بیٹے کو ملا کر عدنان کے دماغ میں یہ بات نقش کررہی تھی کہ اسے اپنی تاشا پر اندھا اعتماد کرنا چاہیے اور اس کے مشوروں پر عمل کرتے رہنا چاہیے۔

میرا پانچ برس کا پوتا ایسا دل والا تھا' ایسی محبت کرنے والا تھا کہ ماں سے دور رہ کر اپنے پیار کی قربانی دے رہا تھا۔ اتنا سا بچہ جیسی قربانی پیش کررہا تھا' ایسی مثال شاید دنیا میں کہیں نہیں ملے گی۔

☆☆☆

سونیا گہری نیند میں تھی۔ ہم سب کی توجہ اسی کی طرف تھی۔ نیند کی دوا کھانے والے یا انجیکشن لگوانے والے ایک اندازے کے مطابق ساری رات سوتے رہتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر دوا زیادہ دیر تک اثر نہیں کرتی اور وہ آدھی رات کو بھی اٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ مجھے سونیا سے بھی یہی توقع تھی۔

میرا ذاتی تجربہ کہہ رہا تھا کہ میں زہریلا ہوں۔ مجھ پر نہ تو زہر اثر کرتا ہے اور نہ ہی کوئی نشہ آور دوا مجھے متاثر کرتی ہے۔ سونیا پر بھی زہر حاوی تھا۔ جو خواب آور انجیکشن لگایا گیا تھا' اس کا اثر دیر پا نہیں ہوسکتا تھا۔

نومی بھی اس کے دماغ میں بار بار آرہی تھی اور جارہی تھی۔ ہمارے مقابلے میں اسے یہ سہولت حاصل تھی کہ وہ ڈاکٹر کے اور اسپتال کے دوسرے اہم افراد کے دماغوں میں جاسکتی تھی اور بہت کچھ معلوم کرسکتی تھی۔ پھر یہ کہ کاشف جمال بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ ''آخر یہ کب تک گہری نیند سوتی رہے گی؟''

''کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ مریضہ کو بیدار ہوجانا چاہیے لیکن زہر بہت خطرناک تھا وہ ابھی تک ان کے ذہن پر مسلط ہے یہ اس وقت نشے کی حالت میں سو رہی ہے۔''

''کیا ایسی مسلسل بے ہوشی اور ایسی مسلسل نیند نقصان نہیں پہنچائے گی؟''

''بالکل نہیں۔ ہم نیند کے دوران میں زہریلا خون نکال رہے ہیں اور انہیں نیا خون دے رہے ہیں۔ امید ہے کہ زہر کا اثر کم سے کم ہوتا رہے گا۔ جب یہ بیدار ہوں گی تو پہلے کی طرح جنون میں مبتلا نہیں رہیں گی۔ کچھ نارمل ہو جائیں گی۔''

میں نے فون کے ذریعے نومی سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ ''اپنی ضد اور دشمنی سے باز آجاؤ۔ ڈاکٹروں نے تمہیں کہا ہوگا کہ سونیا خطرے سے باہر ہے۔ لیکن ہم چونکہ خود زہریلے رہ چکے ہیں اس لیے جانتے ہیں کہ وہ ابھی خطرے سے باہر نہیں ہے۔ اسے فوراً میرے پاس بھیج دو۔ بابا صاحب کے ادارے میں اس کا بڑی کامیابی سے علاج ہوگا۔''

''سوری فرہاد! میں بھی اس کا کامیابی سے علاج کرنے اور اسے صحیح سلامت رکھنے کے سلسلے میں کوئی کمی نہیں کررہی ہوں۔ اور تم دیکھ رہے ہو کہ وہ زندہ سلامت ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ یہ میرے پاس تمہاری امانت ہے اور میں امانت میں خیانت نہیں کروں گی۔ تم اسے اپنی محبت کہتے ہو میں تمہیں اپنی محبت کہتی ہوں اور یہ میرا وعدہ ہے کہ تمہاری محبت کو بڑی محبت سے سنبھالتی رہوں گی۔''

اس سے بحث کرنا فضول تھا۔ اس نے یہ طے کرلیا تھا کہ سونیا کو یرغمال بنا کر ہمیشہ مجھے بلیک میل کرتی رہے گی اور تنہائی میں اس کی جگہ حاصل کرتی رہے گی۔ میرے سامنے اب یہی ایک راستہ تھا کہ جلد از جلد اس سے تنہائی میں ملاقات کروں پھر اس کی ایسی کی تیسی کردوں۔

میں نے کہا ''تم مجھ سے تنہائی میں ملنا چاہتی ہو۔ کیا ابھی ہماری ملاقات نہیں ہوسکتی؟''

وہ ہنسنے لگی میں نے پوچھا ''کیوں ہنس رہی ہو؟''

وہ بہ دستور ہنستے ہوئے بولی ''کیا مجھے نادان بچی سمجھتے ہو۔ تمہاری سونیا زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے اور تم میرے ساتھ رنگین و سنگین لمحات گزارنے کی آرزو کررہے ہو۔ کوئی نادان بچی بھی تمہارے ارادوں کو سمجھ لے گی۔ میں بھی نادان ہوں۔ مگر سمجھ رہی ہوں۔ تم میرے قریب آکر مجھ جیسی دشمن محبوبہ کو اپنے شکنجے میں لینا چاہتے ہو۔''

''میں پہلے بھی تم سے وعدہ کرچکا ہوں۔ اب بھی کرتا ہوں۔ تنہائی میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ بلکہ ہم

دونوں مل کر سونیا کی حفاظت کریں گے۔ اسے جلد سے جلد نارمل حالت میں لانے کی کوششیں کریں گے۔''

''ذرا صبر کرو فرہاد! ابھی یہ طویل نیند سے بیدار ہوگی۔ تو اس کی حالت پہلے سے بہتر ہوگی یہ بڑی حد تک سنبھل چکی ہوگی۔ تمہیں بھی اطمینان ہوگا اور مجھے بھی اطمینان حاصل ہوگا کہ میں تمہاری امانت کو اچھی طرح سنبھال رہی ہوں۔''

میں نے غصے سے کہا ''تم محبت کی زبان بھی نہیں سمجھو گی۔ شروع سے ہی دشمنی کرتے رہنے پر تلی ہوئی ہو۔ تو پھر یہی سہی۔ اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ میری دشمنی تمہیں کتنی مہنگی پڑے گی۔''

میں نے رابطہ ختم کردیا۔ میں اسے سخت سے سخت سزا دینا چاہتا تھا۔ اسے بدترین حالات سے گزارتے ہوئے بدترین عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا تھا لیکن ابھی مجھے کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایک آسرا تھا کہ سونیا پھر گہری نیند سے بیدار ہوگی تو شاید اس کے ذریعے میں اس کم بخت دشمن عورت تک پہنچ سکوں گا۔

دوپہر سے شام ہوگئی۔ شام سے رات گزرنے لگی لیکن وہ گہری نیند سے بیدار نہیں ہورہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ ابدی نیند سو رہی ہے۔ اس کی سانسوں سے اور دل کی دھڑکنوں سے زندگی کا سراغ مل رہا تھا۔

ہم سب وقتاً فوقتاً اس کے دماغ میں جاتے تھے۔ پھر اپنی جگہ حاضر ہوکر اس کے بارے میں سوچنے لگتے تھے کہ کس طرح اس کے قریب پہنچا جائے۔ اس بار پوری امید تھی کہ وہ نیند سے بیدار ہوگی تو بڑی حد تک نارمل ہوگی۔ آس پاس کی آوازیں بھی سننے لگے گی اور کچھ بولنے بھی لگے گی اور ہمارے سوچ کی لہروں کے مطابق ہمیں مثبت جوابات دے سکے گی۔

وہ جہاں تھی وہاں رات کے دو بجے تھے۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ کبھی سو رہے تھے کبھی جاگ رہے تھے۔ کبھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچتے تھے اور کبھی اپنی جگہ تھوڑی سی نیند پوری کرلیتے تھے۔ اس اسپتال میں کاشف جمال اس کی نگرانی کے لیے موجود تھا۔ وہ ایک کمرے میں آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ اسے بھی نیند آرہی تھی۔ اس نے سوچا سونے سے پہلے پھر ایک بار سونیا کی خیریت معلوم کرنی چاہیے۔

وہ اپنے کمرے سے نکل کر کوریڈور سے گزرتا ہوا سونیا کے کمرے میں پہنچا۔ آہستگی سے دروازے کو کھول کر دیکھا تو وہ بیڈ پر نہیں تھی۔ اس بات نے اسے چونکا دیا۔ ''کیا وہ بیدار ہوئی ہے؟''

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ سونیا کے دماغ میں پہنچا تو اس نے غصے سے چیختے ہوئے سانس روک لی۔ اس کی سوچ کی لہریں باہر آگئی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔

اس نے نومی کو مخاطب کیا پھر کہا ''فوراً ہی سونیا کے دماغ میں پہنچو وہ نیند سے بیدار ہوگئی ہے۔ اسپتال سے باہر کہیں گئی ہے۔''

''کیا تم اس کے دماغ میں گئے تھے؟''

''ہاں۔ اس نے چیخ مار کر سانس روک لی۔ مجھے اپنے دماغ سے بھگا دیا ہے۔ تم بھی جاؤ گی تو شاید وہ یہی کرے گی۔''

نومی نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ سونیا کے اندر پہنچی تو اس کے ساتھ بھی یہی ہوا اس نے ایک ہلکی سی چیخ مار کر سانس روک لی۔ نومی نے پھر اس کے اندر پہنچنا چاہا اس نے پھر سانس روک لی۔ وہ ایسا تین چار بار کرتی رہی اور یہ آزماتی رہی کہ سونیا نے یا تو حیرت انگیز طور پر توانائی حاصل کرلی ہے۔ یا غصے اور جنون میں اپنی کمزوری کا بھی خیال نہیں کررہی ہے اور برابر سانس روکتی جارہی ہے۔''

وہ پھر ایک بار اس کے دماغ میں گئی تو وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ بار بار سانس روکنے کے باعث ہانپنے لگی تھی۔ نومی جلد سے جلد اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟''

لیکن وہ معلومات حاصل کرنے کے سلسلے میں ناکام ہورہی تھی۔ پتا چلا وہ پہلے کی طرح نہ آس پاس کی کوئی آواز سن رہی ہے اور نہ ہی کچھ بولنے کے قابل ہے۔ چونکہ بول نہیں سکتی اس لیے اس کی سوچ کی لہریں بھی کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی تھیں۔ اس وقت اس کے دماغ میں بس ایک ہی بات تھی کہ اسے کہیں جانا ہے۔ مگر کہاں جانا ہے' وہ خود نہیں جانتی تھی۔ بس کہیں بھٹکنے کے لیے نکل گئی تھی۔

کاشف جمال نے اسپتال کے باہر آکر چاروں طرف اسے تلاش کیا۔ پھر گاڑی میں بیٹھ کر سڑکوں پر اور گلیوں میں اسے تلاش کرنے لگا۔ ایسے وقت میں بھی سونیا کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اسے بھٹکتے ہوئے دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟

اس کی سوچ کی لہریں کمزور تھیں۔ اس کے ذریعے آس پاس کے علاقے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ ننگے پاؤں تھی۔ چلتے وقت تکلیف محسوس کررہی تھی۔ اس سے اندازہ ہورہا تھا کہ وہ پتھروں پر چل رہی ہے۔

نومی نے بھی یہی محسوس کیا پھر کاشف جمال سے

کہا ''تم اسے سڑکوں پر تلاش کررہے ہو۔ وہ ہموار زمین پر نہیں' پتھروں پر چل رہی ہے۔ تم پہاڑی علاقے کی طرف جاؤ۔''

ہم دوست اور دشمن بھی اس کے دماغ میں گھسے ہوئے تھے۔ معلوم کرنے کی کوششیں کررہے تھے کہ آخر وہ کہاں ہے۔ ایک امید سی تھی کہ شاید اس کی سوچ کی لہریں واضح ہوں گی تو ہمیں بہت کچھ معلوم ہوسکے گا۔

پھر پتا چلا' وہ پتھروں پر نہیں چل رہی ہے۔ اب ہموار راستے پر ہے۔ وہ ہانپتی جارہی ہے اور لڑکھڑاتی جارہی ہے۔ ایسے ہی وقت ایک تیز رفتار گاڑی دور سے آنے لگی۔ اس کے ڈرائیور نے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں اسے دیکھا ہوگا۔ اس نے قریب پہنچ کر گاڑی روک دی۔ گاڑی سے باہر آکر اسے تھام کر کچھ کہنے لگا..... کیا کہنے لگا؟

عجیب مشکل تھی۔ وہ سننے اور بولنے کی صلاحیتوں سے محروم ہوگئی تھی۔ اسے سہارا دینے والا کیا کہہ رہا تھا' یہ ہم سن نہیں پارہے تھے۔ اس شخص نے اسے سہارا دے کر پچھلی سیٹ پر پہنچادیا۔

پچھلی سیٹ پر ایک عورت ایک مرد کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ مرد اگلی سیٹ پر آگیا۔ سونیا پیچھے پہنچتے ہی وہاں تھکے ہوئے انداز میں گر پڑی۔ اس عورت نے اسے آرام سے وہاں لٹادیا۔

وہ لوگ کون تھے؟ کہاں سے آئے تھے اور کہاں جارہے تھے؟ یہ ہم میں سے کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ وہ گاڑی اشارٹ ہوکر وہاں سے جاچکی تھی اور سونیا پھر گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی تھی۔

پارس نے اپنا آخری فیصلہ سنادیا تھا کہ دونوں بہنوں کو بہ یک وقت اپنی شریکِ حیات نہیں بنائے گا۔ نکاح کسی ایک سے پڑھایا جاسکتا ہے اور اس کے لیے یہ بہت مشکل ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کرے اور دوسری کو نظر انداز کردے۔

اس کا آخری فیصلہ یہی تھا کہ کسی سے بھی نکاح نہیں پڑھایا جائے گا۔ وہ دونوں سے محبت کرے گا۔ وہ دونوں بھی اس سے محبت کرتی رہیں گی۔ اس طرح ان تینوں کے درمیان پیار کا ایک مثلث قائم رہے گا۔ ان حالات میں ایک ہی محرومی رہے گی۔ اور وہ محرومی یہ ہوگی کہ وہ کبھی میاں بیوی نہیں بن سکیں گے اور ازدواجی رشتہ قائم نہیں کرسکیں گے۔

پارس کا یہ فیصلہ مناسب تھا۔ اس طرح وہ تینوں آپس میں ایک دوسرے کے قریب رہ سکتے تھے۔ ایک دوسرے کو بھرپور محبتیں دے سکتے تھے اور وہ دونوں بہنیں پارس کی قربت سے خود کو بہلا سکتی تھیں۔

اگر محبت کرتے وقت گناہ کا تصور نہ ہو اور ایک دوسرے کے جسم کی طلب نہ ہو تو ایسی محبت ساری زندگی کی جا سکتی ہے' جیسی کہ وہ تینوں ایک دوسرے سے کرنا چاہتے تھے اور ایسی محبت کرنے کے لیے ہمیشہ ایک دوسرے کے قریب رہنا چاہتے تھے۔

لیکن دنیا والے ایسی محبت کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان جوان بیٹیوں کے باپ عبدالرحمٰن کو بھی یہ گوارا نہیں تھا۔ وہ تینوں رات گئے تک ایک کمرے میں ہنستے بولتے رہتے تھے کبھی کبھی خاموشی چھا جاتی تھی اور وہ خاموشی بڑی دیر تک رہتی تھی۔ بوڑھا باپ اندر ہی اندر تلملانے لگتا تھا۔ سوچنے لگتا تھا۔ ''خاموشی کیوں ہے؟ بند کمرے میں کیا ہورہا ہے؟''

باپ ہو یا کوئی بھی ہو۔ بند کمرے کے باہر اسی تجسس میں مبتلا رہے گا کہ اندر اگر جوان مرد اور عورتیں ہیں تو وہاں گہری خاموشی کے دوران میں کیا ہورہا ہے؟

بند کمرے والے یقین نہیں دلا سکتے کہ ان کی نیت میں کھوٹ نہیں ہے اور کوئی ایسی حرکت نہیں کررہے ہیں' جو قابلِ گرفت ہو پھر بھی یہ جائز سوال پیدا ہوگا کہ ایک جوان لڑکا دو جوان لڑکیوں کے ساتھ بند کمرے میں کیوں ہے؟ ان لڑکیوں کے ساتھ اس کا کیا رشتہ ہے؟ اور اگر کوئی رشتہ نہیں ہے تو کمرا اندر سے بند کیوں رہتا ہے؟ اور اگر کمرا بند نہ بھی رہے تو وہ تینوں ساری رات ایک چھت کے نیچے چار دیواری کے اندر صبح تک کیا کرتے رہتے ہیں؟

عبدالرحمٰن نے دوسرے دن پارس سے کہا ''بیٹے میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ باہر چلو۔''

وہ اس مکان سے باہر جانے لگے۔ دونوں بہنیں سوالیہ نظروں سے انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ نبیلہ نے کہا ''جمیلہ! یہ ابا پھر ضرور کوئی گڑبڑ کریں گے۔ پھر کوئی اعتراض اٹھائیں گے۔''

جمیلہ نے ناگواری سے کہا ''نہ یہاں ہمارا کوئی رشتے دار ہے۔ نہ کوئی جان پہچان والا ہے اور نہ ہی کوئی ہمارے رشتوں کو جانتا ہے۔ ہم بستی سے بہت دور ہیں اور بستی والوں میں سے کوئی کبھی یہ پوچھنے نہیں آیا کہ ہم کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں اور یہاں کب تک رہیں گے؟''

ایسے ہی وقت پولیس کی ایک جیپ وہاں آکر رکی۔ پارس اور عبدالرحمٰن مکان کے احاطے کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔ پولیس انسپکٹر ان سے باتیں کرنے لگا۔ جمیلہ نے کہا ''ابھی میں کہہ رہی تھی کہ یہاں ہمیں کوئی پوچھنے نہیں آتا اور بات ختم ہوتے ہی پولیس والے شیطان کی طرح آدھمکے۔''

نبیلہ نے کہا ''یہ تو اپنی ڈیوٹی کرنے آئے ہیں۔ انہیں اب پتا چلا ہوگا کہ بستی سے دور ہم نے یہاں رہائش اختیار کی ہے۔ اسی لیے شاید ہمارے بارے میں انکوائری کررہے ہیں۔''

ادھر پولیس انسپکٹر عبدالرحمٰن سے کہہ رہا تھا۔ ''شملہ یہاں سے تیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ مجھے معلوم ہوا کہ اتنے فاصلے سے روز ایک ڈاکٹر دو مریض بہنوں کو اٹینڈ کرنے آتا ہے اور ان کا علاج کرتا ہے۔''

عبدالرحمٰن نے کہا ''جی ہاں اس ڈاکٹر نے آپ کو یہ بھی بتایا ہوگا کہ حال ہی میں ان کا آپریشن ہوا ہے۔ لہٰذا انہیں روز اٹینڈ کرنا اور روز ہی ان کی مرہم پٹی کرنا بہت ضروری ہے۔''

انسپکٹر نے پوچھا ''جب اتنا بڑا آپریشن ہوا تھا تو انہیں شہر سے اتنی دور کیوں لایا گیا ہے؟''

''ڈاکٹروں کے مشورے کے مطابق لایا گیا ہے۔ ورنہ میں دو مریض بیٹیوں کا بوجھ اٹھا کر یہاں نہ آتا۔''

انسپکٹر طرح طرح سے گھما پھرا کر سوالات کررہا تھا۔ پارس اور عبدالرحمٰن مناسب جواب دیتے جارہے تھے۔ پھر وہ ان سے مصافحہ کرکے وہاں سے چلا گیا۔

عبدالرحمٰن نے کہا ''بیٹے! اب انکوائری شروع ہوگئی ہے۔ پہلے ڈاکٹر آتا تھا اب پولیس والے آرہے ہیں۔ پھر بستی کے کچھ لوگ آنے جانے لگیں گے۔ سبھی یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ میری دونوں بیٹیوں سے تمہارا رشتہ کیا ہے؟''

پارس نے کہا ''ابھی میں نے انسپکٹر سے کہا ہے کہ میں ان لڑکیوں کا کزن ہوں اور آپ کا بھتیجا ہوں۔ آپ کے سگے بھائی کا بیٹا ہوں۔ اپنی دونوں کزنز کے علاج کے سلسلے میں آپ کی مدد کرنے کے لیے یہاں آیا ہوا ہوں۔''

''لیکن ہم کب تک جھوٹ بولتے رہیں گے۔ حقیقت میں جانتا ہوں۔ میں ان بیٹیوں کا باپ ہوں۔ اور مجھے یہ سوچ کر شرم آتی ہے کہ ان کے ساتھ ایک اجنبی نوجوان دن رات رہتا ہے۔ بے شک تم میرے ہونے والے داماد ہو لیکن کس بیٹی سے منسوب کیے جاؤ گے۔ کب میرے داماد بنو گے؟''

پارس نے سر گھما کر دور برآمدے میں کھڑی ہوئی بہنوں کو دیکھا۔ عبدالرحمٰن نے کہا ''جب تک خصوص اور جائز رشتہ نہیں ہوگا۔ اس وقت تک یہ غیرت مند باپ شرم سے اندر ہی اندر مرتا رہے گا۔''

''میں آپ کی شرم اور آپ کی غیرت کو سمجھتا ہوں لیکن میں کیا کروں؟ ان میں سے کوئی ایک مجھ سے منسوب ہونے کے لیے راضی نہیں ہوگی۔ دونوں ہی میری شریکِ حیات بننا چاہتی ہیں۔''

''میری بات مانو۔ اس بوڑھے کے تجربے سے کام لو۔ کسی ایک سے نکاح پڑھالو۔ پھر دیکھو گے کہ رفتہ رفتہ دوسری کو صبر آجائے گا۔''

''مجھے کوئی انکار نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کس سے نکاح پڑھاؤں؟ کون مجھ سے منسوب ہونا چاہے گی اور کون محرومِ رہنا پسند کرے گی؟''

''یہ ہم ان دونوں پر چھوڑتے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ کوئی ایک شادی کا فیصلہ کرے ورنہ میں اپنی جان دے دوں گا۔ یا پھر یہاں سے منہ چھپا کر چلا جاؤں گا۔''

وہ باتیں کرتے ہوئے احاطے میں داخل ہوئے۔ پھر برآمدے کی طرف آنے لگے۔ وہ دونوں دیکھ رہی تھیں کہ پارس کا سر جھکا ہوا ہے اور وہ جھکا ہوا سر کہہ رہا تھا کہ وہ ان کے ابو کے سامنے سرِ تسلیم خم کررہا ہے۔

وہ دونوں برآمدے میں آکر بیٹھ گئے۔ جمیلہ نے پوچھا ''کیا بات ہے' وہ انسپکٹر کیا کہہ رہا تھا؟''

عبدالرحمٰن نے کہا ''وہ تو بہت کچھ پوچھ رہا تھا۔ اور ہم نے اس کا مناسب جواب دیا ہے۔ لیکن اس کا ایک سوال کھٹکنے والا تھا اور وہ یہ کہ ہمارا آپس میں کیا رشتہ ہے؟''

پارس نے کہا ''انسپکٹر کو یہ کہہ کر ٹال دیا گیا ہے کہ میں تم دونوں کا کزن ہوں لیکن یہ بات دوسروں کو کھٹکتی رہے گی۔ ابھی ایک کے بعد دیگرے اور دوسرے کے بعد تیسرا یہاں آتا رہے گا۔ بستی والے تجسس میں مبتلا رہیں گے۔ جب تک میرے اور تم دونوں کے درمیان کوئی خصوص رشتہ نہیں ہوگا اس وقت ہم کسی کا منہ بند نہیں کرسکیں گے۔ لوگ ہمارے خلاف طرح طرح کی باتیں بناتے رہیں گے۔''

دونوں نے سر جھکالیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا ''یہ لڑکیاں سمجھتی ہیں' میں نے دھوپ میں بال سفید کیے ہیں۔ دنیاداری کو بالکل نہیں سمجھتا ہوں۔ میں نے پہلے یہ کہہ دیا تھا کہ بات آگے بڑھے گی۔ ابھی تو کچھ نہیں ہوا ہے اگر یہ لڑکیاں ایسے ہی اپنی ضد منواتی رہیں گی تو ہم دین سے بھی جائیں گے اور دنیا سے بھی..... لوگ ہم پر تھوکیں گے۔ ہمیں کہیں منہ

چھپانے کی جگہ بھی نہیں ملے گی۔''

جمیلہ نے کہا'' کیا ہم یہ جگہ چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ نہیں جا سکتے؟''

پارس نے کہا'' ذرا عقل سے سوچو' ہم جہاں بھی جائیں گے وہاں ہمارے رشتے کے بارے میں انکوائری ضرور ہوگی۔ پھر یہ کہ ایک ڈاکٹر پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اسے تابعدار بنا کر اس کے ذریعے تم دونوں کا علاج کرایا جا رہا ہے۔ ہر جگہ ایسا کرنا بہت مشکل ہوگا۔ ہم جگہ بدلتے رہیں گے۔ علاج کرانے میں تاخیر ہوتی رہے گی تو تم دونوں کو بہت نقصان پہنچے گا۔ زخم بھی مندمل نہیں ہو سکیں گے۔''

عبدالرحمن نے کہا'' اب میں اپنا آخری فیصلہ سناتا ہوں۔ ابھی شام ہونے والی ہے۔ آج ایک رات یہاں کسی طرح گزار لو گے۔ اگر کل صبح تک ان دونوں میں سے کسی نے دانشمندی سے فیصلہ نہ کیا اور کسی ایک نے تم سے نکاح نہ پڑھوایا تو میں سمجھوں گا کہ میری بیٹیاں میرے لیے مر چکی ہیں۔ میں یہاں سے منہ چھپا کر چلا جاؤں گا۔''

پارس نے کہا'' اگر آپ چلے گئے تو ان لڑکیوں کے لیے اور زیادہ مصیبتیں پیدا ہو جائیں گی۔ سبھی پوچھیں گے کہ ان کے سر پر کسی بزرگ کا سایہ نہیں ہے۔ پھر مجھ جیسا ایک جوان ان کے ساتھ کیوں رہتا ہے؟ کس رشتے سے رہتا ہے؟ ہم کسی کو کوئی معقول جواب نہیں دے سکیں گے۔''

عبدالرحمن بیٹیوں کی طرف سے منہ پھیر کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ پارس ان دونوں کو بڑی محبت سے سمجھانے لگا'' اب ایک ٹھوس اور جائز رشتہ قائم کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ تمہیں کوئی ایک آخری فیصلہ کرنا ہوگا۔ میں تم دونوں کو ہی دل و جان سے چاہتا ہوں لیکن تمہیں اور تمہارے ابو کو بدنامی سے بچانے کے لیے لازمی ہو گیا ہے کہ شادی کسی ایک سے ہو۔ اور شادی کس سے ہوگی اس کا فیصلہ تم دونوں ہی کر سکتی ہو۔''

یہ کہہ کر وہ وہاں سے اٹھ گیا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ بھی مکان کے اندر چلا گیا۔ اس نے اور عبدالرحمن نے انہیں تنہا سوچنے کے لیے چھوڑ دیا۔ وہ برآمدے میں بڑی دیر تک خاموش بیٹھی رہیں۔ پھر جمیلہ نے کہا'' خاموش رہنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔''

نبیلہ نے کہا'' اور میں اس مسئلے کا حل بتاؤں گی تو تم اسے قبول نہیں کرو گی۔''

''میں جانتی ہوں' تم میرے لیے قربانی دینا چاہو گی اور یہی کہو گی کہ میں پارس سے شادی کر لوں۔''

''ہم دونوں میں سے کسی ایک کو کرنی ہی ہوگی۔''

''تو پھر تمہیں کرنی چاہیے۔ میں تمہیں دلہن بناؤں گی۔''

''میں بھی تمہیں دلہن بنا سکتی ہوں۔''

''تم خواہ مخواہ ضد کر رہی ہو۔ ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے مشورے کے مطابق زندگی گزارتی آئی ہیں۔ یہ اہم فیصلہ بھی ایک دوسرے کے مشورے سے راضی خوشی ہونا چاہیے اور خدا کے لیے تم راضی ہو جاؤ۔''

ان میں سے کوئی ایک خدا کے نام سے بھی راضی نہیں ہو سکتی تھی۔ دونوں ہی ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہتی تھیں۔ پیدائش کے پہلے لمحے سے ایک دوسرے کے لیے سوچتی اور ایک دوسرے کے لیے بہت کچھ کرتی آئی تھیں۔ اب زندگی کا سب سے اہم فیصلہ کرتے وقت ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایک دوسرے کو کیسے خوشیاں دے سکتی ہیں؟ انہوں نے بچپن میں بھی ایک دوسری سے ایک معمولی سا کھلونا بھی نہیں چھینا تھا۔ پھر جوانی میں پارس کو ایک دوسرے سے کیسی چھین سکتی تھیں؟

وہ ان کے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ دونوں کا دل اسے مانگتا تھا اور وہ زندگی کے ایسے موڑ پر آ گئی تھیں جہاں وہ کسی ایک کو مل سکتا تھا۔ لہٰذا وہ اپنی پیدائشی فطرت کے مطابق ایک دوسرے کی خاطر اپنے دل کا خون کرنا چاہتی تھیں۔ ایک دوسرے کے لیے قربانی دینا چاہتی تھیں۔

وہ کبھی برآمدے میں بیٹھ کر سوچتی رہیں' کبھی کمرے میں۔ کھانے کے وقت پارس نے بڑی محبت سے سمجھا منا کر انہیں کھلایا۔ پھر کہا'' آج رات میں دیر تک تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا۔ تمہیں تنہا رہنا چاہیے اور کوئی دانشمندانہ فیصلہ کرنا چاہیے۔''

رات سونے کے لیے ہوتی ہے لیکن زندگی چلتے چلتے کسی دوراہے پر رک جائے اور سمجھ میں نہ آئے کہ دو میں سے کس راستے پر چلنا ہے تو نیند اُڑ جاتی ہے۔ پارس اور عبدالرحمن اپنے اپنے کمرے میں جا کر سو گئے تھے۔

وہ دونوں بڑی دیر تک جاگتی رہیں پھر جمیلہ اٹھ کر باہر گئی۔ نبیلہ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا وہ بیڈ سے اترتے ہوئے بولی'' میری طبیعت گھبرا رہی ہے۔ میں تھوڑی دیر تک برآمدے میں تنہا بیٹھ کر سوچنا چاہتی ہوں۔ ہمیں صبح تک کسی ایک نتیجے پر پہنچنا ہی ہوگا۔''

وہ بیڈ سے اتر کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ باہر پورے چاند کی رات تھی، چاندنی دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اونچا نیچا پہاڑی علاقہ' جنگل جھاڑیاں اور سیاہ منڈلاتے ہوئے بادل دکھائی دے رہے تھے۔

وہ برآمدے میں ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ پورا چاند سیاہ بادلوں میں کبھی چھپ رہا تھا' کبھی ابھر رہا تھا۔ آثار بتا رہے تھے کہ بارش ہونے والی ہے۔ تیز ہوائیں چلنے والی ہیں۔ پہاڑی علاقے کا موسم بدلنے والا ہے۔ صرف ایک پیار کا موسم ہوتا ہے جو کبھی نہیں بدلتا۔

اس کے اندر اپنی بہن نبیلہ کے لیے پیار امڈ رہا تھا۔ ایک بہن کا دل چیخ چیخ کر تقاضا کر رہا تھا کہ اسے دوسری بہن کے لیے قربانی دینی چاہیے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی تھی کہ بہن کے روبرو کبھی کوئی دانشمندانہ فیصلہ نہیں ہو سکے گا اور اپنے محبوب پارس کے سامنے وہ کمزور پڑ جائے گی۔ اس کا دل اپنے محبوب کے لیے مچلتا ہی رہے گا۔

دانشمندی یہی تھی کہ وہ ان سب سے دور ہو جائے۔ جتنی دور جائے گی' اتنا ہی فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ اپنے لیے بھی' نبیلہ کے لیے بھی اور پارس کے لیے بھی فیصلہ کرنا رفتہ رفتہ آسان ہوتا جائے گا۔

رات کے دو بجے تھے۔ مکان کے اندر گہری خاموشی تھی۔ یہ خاموشی بتا رہی تھی کہ کروٹیں بدل بدل کر جاگنے والے سو گئے ہیں۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی برآمدے سے اتر کر مکان کے احاطے سے باہر آ گئی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے کہاں جانا ہے؟ کبھی کبھی گھر سے نکلنے والوں کو اپنی منزل کا پتا نہیں ہوتا۔ سیاہ بادل چاند کو اور اس کی چاندنی کو چھپا رہے تھے۔ تاریکی پھیلا رہے تھے اور وہ سوچ رہی تھی۔ اس تاریکی میں بھٹکتی ہوئی کسی پہاڑ کی بلندی سے گر کر مر بھی سکتی ہے اور اگر ایسا ہو جائے تو یہ خودکشی نہیں کہلائے گی۔ حادثہ کہلائے گا اور یہ حادثہ اس کی بہن نبیلہ کی زندگی میں خوشیاں لے آئے گا۔

وہ دھیرے دھیرے چل رہی تھی۔ کبھی لڑکھڑا رہی تھی۔ کبھی سنبھل رہی تھی۔ اس کے جسم کے ایک بڑے حصے کو کاٹ کر بہن کو اس سے الگ کیا گیا تھا۔ آپریشن بہت بڑا تھا۔ زخم اتنی جلدی بھر نہیں سکتا تھا اور نہ ہی تکلیف کم ہو سکتی تھی۔

ڈاکٹر نے سمجھایا تھا کہ یہ دونوں جس قدر بیڈ پر پڑی رہیں گی۔ آرام کرتی رہیں گی تو زخم جلد سے جلد بھرتا رہے گا۔

وہ دونوں اپنے کمرے سے باتھ روم تک یا برآمدے تک چلتی پھرتی تھیں پھر تھک کر لیٹ جایا کرتی تھیں۔ اس وقت وہ مکان سے بہت دور چلی آئی تھی۔ اب اس سے آگے چلا نہیں جا رہا تھا۔ دعا مانگ رہی تھی کہ وہاں سے کوئی گاڑی گزرے اور اسے کہیں دور جانے کے لیے لفٹ مل جائے۔

وہ اپنے زخم کی بڑھتی ہوئی تکلیف سے پریشان نہیں تھی۔ بس ایک اندیشہ تھا کہ پارس کی یا اس کی ابو کی آنکھ کھل جائے گی تو وہ اسے تلاش کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ پھر اسے جبراً گھر واپس لے جائیں گے اور وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔

وہ سڑک کے کنارے چلتے چلتے ایک درخت سے ٹیک لگا کر رُک گئی بری طرح ہانپنے لگی۔ زخم سے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اس نے اپنا ہاتھ پسلی کی طرف لے جا کر محسوس کیا تو اسے گاڑھی گاڑھی رطوبت سی محسوس ہوئی۔ چاند چھپ گیا تھا۔ چاندنی بجھ گئی تھی۔ اندھیرے میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ لیکن یہ سمجھ میں آ گیا کہ زخم کے ٹانکے ٹوٹ گئے ہیں اور وہاں سے خون رسنے لگا ہے۔

اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ وہیں درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ اب اس میں اٹھنے اور آگے چلنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ رونے لگی'' یا خدا! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے زندگی کی خوشیاں نہیں مل سکتیں' موت تو مل سکتی ہے۔ پھر یہ بھی کیوں نہیں مل رہی ہے؟''

وہ سسکتی رہی روتی رہی۔ اللہ تعالیٰ سے اپنی موت کی دعائیں مانگتی رہی پھر اسے تاریکی میں قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی آ رہا تھا۔ ٹارچ کی روشنی اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھی۔ پھر وہ روشنی اس پر آ کر ٹھہر گئی۔

وہ روشنی سے بچنے کے لیے منہ چھپانے لگی۔ اسے پارس کی آواز سنائی دی۔'' جمیلہ تم یہاں ہو؟''

اس نے ایک گہری سانس لی۔ مصیبت کے اندھیروں میں محبوب کی آواز ایسی سنائی دی جیسے دھڑکتے ہوئے دل پر مسیحا کا ہاتھ آ گیا ہو۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کہنے لگی'' کیوں آئے ہیں؟ چلے جائیں۔ یہاں سے چلے جائیں۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔''

پارس نے اس کے قریب آ کر اس کے بازو کو تھام کر کہا'' پاگل ہوئی ہو۔ کیا کسی مسئلے کا حل یہ ہوتا ہے کہ جوان لڑکی گھر چھوڑ کر چلی جائے اور اس کے پیچھے جوان بہن اور بوڑھا باپ بدنام ہوتا رہے۔''

وہ ٹارچ کی روشنی میں دیکھتے ہوئے بولا'' اوہ گاڈ! تمہارے زخم کے ٹانکے ٹوٹ گئے ہیں۔ خون رسنے لگا ہے یہ کیا پاگل پن ہے جمیلہ! چلو اٹھو یہاں سے.....''

وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ اس نے اسے دونوں

بازوؤں میں اٹھالیا پھر وہاں سے گھر کی طرف جانے لگا۔ وہ اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ کچھ تو تکلیف کی شدت رُلا رہی تھی اور کچھ یہ خوشی بھی تھی کہ اس کے محبوب نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھالیا ہے۔ وہ گھر جانے سے انکار بھی کررہی تھی اور اس کی آغوش میں منہ بھی چھپا رہی تھی۔

وہ اسے بازوؤں میں اٹھائے چلا جارہا تھا اور کہہ رہا تھا ''پتا ہے تمہاری اس حرکت سے ہم سب کتنے پریشان ہوتے رہے ہیں؟ ادھر نبیلہ رو رہی تھی اور تمہارے ابو پریشان ہوکر اس اندھیرے میں گھر سے باہر آنا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے انہیں روک دیا۔ انہیں سمجھایا کہ نبیلہ کو تنہا چھوڑ کر باہر جانا مناسب نہیں ہے میں ابھی جمیلہ کو تلاش کرکے لے آؤں گا۔ خدا کا شکر ہے تم مل گئیں۔ زیادہ بھٹکنا نہیں پڑا۔''

بادل گرج رہے تھے۔ چاند پوری طرح چھپ گیا تھا۔ تیز ہوائیں چلنے لگی تھیں۔ کبھی کبھی بجلی چمک رہی تھی۔ جب وہ اسے اٹھائے ہوئے مکان کے احاطے کے اندر پہنچا تو برآمدے میں آتے ہی بجلی زور سے چمکی۔ اس روشنی میں وہ دونوں عبدالرحمٰن کو دیکھ کر چونک گئے۔ وہ بوڑھا برآمدے کے فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ بجلی کی لحاتی روشنی میں بس اتنا ہی دکھائی دیا۔

پارس نے فوراً ہی جمیلہ کو برآمدے کے فرش پر لٹا کر عبدالرحمٰن کی طرف توجہ دی۔ وہ اوندھے منہ فرش پر پڑا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ پارس نے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا اس کے سر سے خون بہ رہا تھا۔ اس نے اسے سہارا دے کر اٹھایا وہ اس کے سہارے بیٹھتے ہوئے بولا ''نبیلہ! میری بچی!''

پارس نے جلدی سے پوچھا ''نبیلہ کمرے میں ہے؟ وہ خیریت سے تو ہے؟''

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''وہ۔۔۔ وہ لوگ گن لے کر آئے تھے۔ انہوں نے نبیلہ کو زبردستی اٹھالیا۔ میں روکنا چاہتا تھا انہوں نے مجھے زخمی کرکے یہاں گرادیا۔ پھر اسے ایک گاڑی میں لے کر چلے گئے۔ وہ۔۔۔ وہ ادھر گئے ہیں۔''

وہ ہاتھ اٹھا کر ایک طرف اشارہ کرنے لگا۔ پارس برآمدے کے فرش پر سے اٹھتے ہوئے بولا۔ ''آپ بھی زخمی ہیں' جمیلہ زخمی ہے۔ پلیز۔ ایک دوسرے کو کسی طرح سنبھالیں۔ میں نبیلہ کو تلاش کرنے جارہا ہوں۔''

وہ دوڑتا ہوا احاطے میں کھڑی ہوئی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرتا ہوا اس سمت جانے لگا جدھر عبدالرحمٰن نے اشارہ کیا تھا۔ رات تاریک تھی۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور تک دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کررہا تھا اور مختلف راستے بدل بدل کر دور تک جاتے ہوئے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر وہ کس سمت نبیلہ کو لے گئے ہیں؟

وہ کئی گھنٹوں تک مختلف راستوں پر بھٹکتا رہا۔ پھر تھک ہار کر ایک جگہ رک گیا فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کرتے ہوئے بولا ''پاپا! معلوم ہوتا ہے وردان ہم تک پہنچ گیا ہے۔ ان جڑواں بہنوں میں سے ایک کو اغوا کرلیا گیا ہے۔''

وہ مجھے اپنے اور ان بہنوں کے حالات بتانے لگا۔ میں نے تمام واقعات سننے کے بعد کہا۔ ''بیٹے تم نہیں جانتے۔ یہاں میں کس بُری طرح تمہاری ماما کے معاملے میں الجھا ہوا ہوں۔ دشمن ہر سمت سے ہم پر زبردست حملہ کررہے ہیں۔ ادھر وردان نے نبیلہ کو اغوا کرایا ہے۔ دوسری طرف عدنان لاپتا ہے۔ یہ اب تک معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے جس نے ہمارے پوتے کو اپنے قابو میں کررکھا ہے۔ ویسے تو ہر طرف سے الجھنیں اور پریشانیاں ہیں۔ لیکن سب سے اہم معاملہ تمہاری ماما کا ہے۔ وہ اسپتال سے نکل کر پتا نہیں کن جنجیوں کے ہتھے چڑھ گئی ہے؟ کچھ معلوم نہیں ہورہا ہے۔ زندگی میں پہلی بار میں تاریکیوں میں بھٹک رہا ہوں اور مجھے روشنی نہیں مل رہی ہے۔''

''پاپا! میں نہیں جانتا تھا کہ آپ اس قدر پریشان ہوں گے۔ آپ میری اور ان جڑواں بہنوں کی فکر نہ کریں۔ ماما کو کسی طرح بھی تلاش کریں۔''

میں نے بڑے عزم و حوصلے سے کہا ''نومی کو جتنی مکاریاں دکھانی تھیں وہ دکھا چکی۔ اب انتہا ہوچکی ہے۔ اب میں تمہاری ماما کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے انتہا سے گزر جاؤں گا۔''

میں نے فون بند کردیا۔ اب سے پہلے میں کبھی اس طرح بے دست و پا نہیں ہوا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے میرے ہاتھ ہیں' نہ پاؤں ہیں۔ میں اپاہج ہوگیا ہوں اور اپنی سونیا کے لیے کچھ کرنے کے قابل نہیں رہا ہوں۔

میں جھنجلا کر دیوار پر گھونسے مارنے لگا۔

ہائے رے فرہاد علی تیمور! تو ناقابلِ شکست تھا اور ناممکن کو ممکن بنا دیا کرتا تھا۔

ہائے رے تیری یہ بے بسی۔۔۔

ہم تین اطراف سے مسائل میں گھرے ہوئے تھے۔ ایک طرف پارس پریشان تھا۔ نبیلہ اغوا ہوچکی تھی۔ اگر چہ یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ کون اسے جبراً لے گیا ہے۔ لیکن حالات کہہ رہے تھے اور عقل سمجھا رہی تھی کہ اسے وردان نے اغوا کرایا ہے۔

دوسری طرف پورس پریشان تھا۔ شیوانی کا رو رو کر بُرا حال تھا۔ ان کا بیٹا اور میرا پوتا عدنان پھر اپنی پرانی روش پر چل پڑا تھا۔ راہ سے بے راہ ہوکر ہم سب کو اپنے پیچھے دوڑا رہا تھا۔

ان سب سے بڑھ کر سب سے اہم اور پریشان کن مسئلہ سونیا کا تھا۔ اسے سانپ کے زہر سے بچا لیا گیا تھا لیکن وہ زہریلی ہوچکی تھی۔ دماغ میں گرمی اور غصہ بھر گیا تھا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں آنا چاہتا تو وہ غصے سے چیخ پڑتی تھی۔ بے اختیار سانس روک لیتی تھی۔ سوچ کی لہریں اس کی اندر آتی تو اسے یوں لگتا جیسے مزاج کے خلاف کوئی جبراً اس کے گھر میں گھس آیا ہے۔

اس کا زہریلا ذہن اپنے مزاج کے خلاف کسی کو برداشت نہیں کرتا تھا وہ ایک غضب ناک ناگن بن گئی تھی۔ ہم مجبور ہوگئے تھے اس کے ذریعے یہ معلوم نہیں کرسکتے تھے کہ وہ کہاں ہے؟

وہ نومی کرسٹل کے شکنجے سے بھی نکل گئی تھی۔ اسپتال میں زیرِ علاج تھی وہیں سے فرار ہوگئی تھی۔ اب نہ تو دوست نہ ہی دشمن اس کے بارے میں یہ معلوم کرسکتے کہ آئندہ بھٹکتے رہنے کے لیے وہ کہاں پہنچ گئی ہے؟

آخری بار یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ اندھا دھند کہیں جارہی تھی کہ ایک گاڑی اس کے پاس آکر رک گئی تھی۔ اس کے نہ چاہنے کے باوجود ہم جبراً اس کے دماغ میں تھے۔ یہ دیکھ رہے تھے کہ اس گاڑی میں ایک عورت اور دو مرد تھے۔ وہ کون تھے اس سے کیا کہہ رہے تھے؟ ہمیں اس کے ذریعے نہ تو کچھ سنائی دیتا تھا اور نہ ہی وہ بول پاتی تھی۔ زہر کے اثر سے وہ عارضی طور پر گونگی اور بہری ہوگئی تھی۔ ان کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر جا کر لیٹ گئی تھی پھر وہ اسے کہیں لے گئے تھے۔

اس سے پہلے بھی وہ ایک بار دواؤں کے اثر سے اپنی یادداشت کھو چکی تھی اور ہم سے دور جگہ جگہ بھٹکتی رہی تھی۔ ایسے وقت ہمارا پوتا عدنان اسے مل گیا تھا پھر وہ اپنے پوتے کے ساتھ مخالف حالات سے نمٹتی آئی تھی۔

اس بار یہ معاملہ اس لیے تشویش ناک تھا کہ وہ زہریلی ہو گئی تھی۔ پہلے تو وہ قدرتی طور پر اپنی غیر معمولی ذہانت سے کام لے کر اچھے برے حالات کا سامنا کرتی رہی تھی لیکن اس بار اس کے دماغ میں زہر بھر گیا تھا' وہ غصے اور بدمزاجی کے باعث پتا نہیں مخالف حالات کا کس طرح سامنا کرے گی اور نہ جانے کیسے کیسے مسائل میں گرفتار ہوتی رہے گی؟

مجھے اپنی بے بسی پر ندامت بھی ہورہی تھی اور غصہ بھی آرہا تھا۔ اتنے عرصے سے وہ نومی کرسٹل کے شکنجے میں تھی اور میں اسے وہاں سے رہائی دلانے میں ناکام ہوتا رہا تھا۔ وہ خود ہی گردشِ حالات سے چکراتی ہوئی اس کی قید سے نکل گئی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ مہربان اور فرشتہ صفت لوگوں میں پہنچ گئی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ آسمان سے گرنے کے بعد کھجور میں اٹک گئی ہو۔

میرے لیے شرم کی بات یہ تھی کہ میں اس کے ایک ذرا بھی کام نہیں آرہا تھا۔ میں جو خیال خوانی کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتا ہوں۔ راستے میں پہاڑ آجائے تو اسے کاٹ کر گزر جاتا ہوں۔ سب سے زیادہ خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والا مانا جاتا ہوں۔ وہ میں' میں نہیں رہا تھا۔ موجودہ حالات میں بالکل ہی صفر ہوکر رہ گیا تھا۔ اپنی جان سے زیادہ عزیز سونیا تک پہنچ نہیں پارہا تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لی' بڑے عزم اور حوصلے سے سیدھا ہوکر تن کر بیٹھ گیا۔ اب کچھ کرنا ہی تھا۔ ایسے وقت اعلیٰ بی بی نے میرے پاس آکر کہا ''پاپا! ہماری مما کا کیا ہوگا؟ وہ کہاں ہیں؟ ہم انہیں کیسے تلاش کریں؟''

پھر میرے اندر کبریا کی سوچ ابھری۔ وہ کہہ رہا تھا ''پاپا! میں پچھلے دو گھنٹوں سے خیال خوانی کررہا تھا اور فرانس کے تمام بڑے شہروں اور چھوٹے قصبوں کے اسپتالوں میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہاں کوئی ایسی مریضہ آئی ہے جسے سانپ نے کاٹا ہو؟ لیکن سانپ کی ڈسی ہوئی عورت کو یا کسی مرد کو کسی اسپتال میں نہیں پہنچایا گیا ہے۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''فرانس بہت بڑا ملک ہے۔ تم آخر کتنے شہروں اور کتنے قصبوں کے اسپتالوں میں خیال خوانی کے ذریعے جاتے رہو گے۔ یوں معلومات حاصل کرنے میں کئی دن' کئی مہینے لگ سکتے ہیں۔''

میں نے کہا ''بیٹی! ابھی میرے ذہن میں یہی تدبیر آئی تھی کہ ہم خیال خوانی کے ذریعے فرانس اور آس پاس کے ملکوں کے تمام اسپتالوں میں جا سکتے ہیں۔ بے شک اس میں اچھا خاصا وقت لگے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم خیال خوانی کرنے والے ایک دو نہیں بیس اچھی خاصی تعداد میں ہیں۔ تم بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ابھی یہاں بلاؤ۔''

پندرہ منٹ کے اندر چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں آ گئے۔ کچھ اور بھی تھے لیکن وہ بابا صاحب کے ادارے کے اہم معاملات میں مصروف تھے۔ میں نے کہا ''یورپ کے تمام شہروں میں سانپوں کے ڈسنے کی خبریں شاید ہی کہیں شائع کی جاتی ہیں' پڑھی جاتی ہیں یا سنی جاتی ہیں۔ چھوٹے علاقوں میں' خاص طور پر پہاڑی علاقوں میں ایسا ہوتا ہے۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''پاپا! جب مما اس اسپتال سے نکل کر کہیں جا رہی تھیں تو وہ اونچی نیچی پتھریلی جگہ سے گزر رہی تھیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ پہاڑی علاقہ تھا۔''

میں نے کہا ''بے شک ہمیں پہلے پہاڑی علاقوں کی طرف توجہ دینی چاہیے۔''

کبریا نے کہا ''نومی کرسٹل بہت ہی مکار عورت ہے۔ فرانس کے اسپتالوں میں بھٹکنے کے بعد یہ بات سمجھ میں آئی کہ وہ مما کو فرانس کے باہر کہیں لے گئی ہے۔''

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پوچھا ''سر! آپ اس اسپتال کے بارے میں کچھ اور معلومات فراہم کر سکتے ہیں؟''

میں نے کہا ''تمہاری میڈم زہر کے اثر سے کچھ سننے اور بولنے کے قابل نہیں رہی تھیں۔ ہم ان کے ذریعے اس اسپتال کے کسی فرد تک نہیں پہنچ سکے اور نہ ہی کسی کی باتیں سن کر دماغ میں جگہ بنا سکے۔''

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پوچھا ''کیا میڈم کے دماغ میں کسی طرح جگہ نہیں مل سکے گی؟''

''نہیں۔ تمہاری میڈم کا دماغ زہریلا ہو گیا ہے وہ کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر برداشت نہیں کرتی ہیں۔ غصے سے چیخنے لگتی ہیں اور سانس روک کر بھاگ دیتی ہیں۔''

کبریا نے کہا ''پاپا! بہت وقت گزر گیا ہے۔ ہو سکتا ہے مما کا غصہ کچھ کم ہو گیا ہو۔ ہمیں پھر ایک بار ان کے پاس جانا چاہیے۔''

''تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر موجود تھے میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے اندر پہنچ کر دیکھا تو وہ گہری نیند میں تھی۔ اس کے خوابیدہ خیالات ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہے تھے اور وہ الٹے سیدھے بے ترتیب خواب دیکھ رہی تھی۔ میں نے بڑے پیار سے مخاطب کیا۔ ''سونیا! میری جان! میں آیا ہوں۔ میں تمہارا فرہاد ہوں۔ مجھے پہچانو.....''

وہ خواب کی اسکرین پر کسی دھندلے دھندلے سے شخص کو دیکھ رہی تھی۔ وہ میں تھا۔ میری بات ختم ہوتے ہی میں خواب کی اسکرین سے گم ہو گیا۔ کبریا نے کہا ''مما! میں آپ کا لاڈلا بیٹا بول رہا ہوں۔ مجھے دیکھئے مجھے پہچانیے۔ میں آپ کے سامنے ہوں۔''

وہ پھر خواب کی اسکرین پر ایک دھندلے دھندلے سے جوان کو دیکھ رہی تھی۔ کبریا کی بات ختم ہوتے ہی وہ نوجوان بھی اس کے سامنے سے گم ہو گیا۔ ہم اس کے خوابیدہ خیالات پڑھ کر اس کی ذہنی حالت کو سمجھ رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ''یہ ہمیں بھول گئی ہیں۔ ہمارے چہرے پہچان نہیں رہی ہیں۔''

''خدا کا شکر ہے کہ خواب کی حالت میں ہماری سوچ کی لہروں کو برداشت کر رہی ہے۔ شاید بیداری کی حالت میں نہیں کرے گی۔ پہلے کی طرح غصہ دکھائے گی اور سانس روکے گی۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''یہ ہماری باتوں کے جواب میں کچھ نہیں بول رہی ہیں۔ جب تک ہماری گفتگو جاری رہتی ہے یہ ہمیں خواب کی اسکرین پر دیکھتی ہیں پھر ہماری باتیں ختم ہوتی ہیں تو ہم بھی گم ہو جاتے ہیں۔''

میں نے کہا ''یہ ہماری باتوں سے متاثر نہیں ہو رہی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری سوچ کی لہریں اس پر اثر انداز نہیں ہوں گی۔ میں تمہاری مما کے دماغ پر قبضہ جمانے کی کوششیں کر رہا ہوں اور نا کام ہو رہا ہوں۔''

ایسے وقت نومی کرسٹل کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی ''میں بھی بڑی دیر سے یہی کوشش کر رہی ہوں۔ یہ بات یقینی ہے کہ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ پر قبضہ نہیں جما سکے گا۔''

اعلیٰ بی بی نے غصے سے کہا ''چڑیل کی بچی! تم مما کے دماغ میں گھسی رہتی ہو۔ اب بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہو۔ یاد رکھو اگر انہیں کچھ ہو گیا تو ہم تمہیں تڑپا تڑپا کر کبھی زندگی دیتے رہیں گے کبھی موت دیتے رہیں گے۔''

''یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، میں جانتی ہوں اگر سونیا کو کچھ ہو گیا تو میرا بہت ہی برا عبرت ناک انجام ہو گا۔''

پھر وہ مجھے مخاطب کرتے ہوئے بولی ''فرہاد! تمہیں یہ تو ماننا چاہیے کہ میں نے سونیا کو بہت ہی خطرناک سانپ کے زہر سے بچایا ہے۔''

میں نے کہا ''تم نے نہیں اسپتال کے ڈاکٹر نے بچایا ہے۔ اگر وہ سانپوں کے زہر کا توڑ کرنا نہ جانتا تو سونیا کو کوئی دوسرا ڈاکٹر بچا نہیں پاتا۔''

وہ چپ رہی۔ میں نے کہا ''وہ یقیناً زہروں کا ماہر اور معالج ہو گا۔ جن علاقوں میں سانپوں کی بہتات ہوتی ہے وہاں زہروں کے ایسے ماہر ڈاکٹر موجود رہتے ہیں۔''

وہ بولی ''بے شک وہ زہروں کا ماہر بھی ہے اور معالج بھی ہے۔''

''تم خود کو بے قصور ظاہر کر رہی ہو۔ تمہاری سب سے بڑی غلطی یہی ہے تم نے سونیا کو ایسے علاقے میں لے جا کر رکھا تھا جہاں کثرت سے زہریلے سانپ پائے جاتے ہیں۔''

''بے شک میں نے اسے ایسی جگہ رکھا تھا' لیکن انسانی آبادی میں شاذ و نادر ہی سانپ دیکھے جاتے ہیں۔ یہ میرے مقدر کی خرابی تھی کہ ایک سانپ نے اسے ڈس لیا اور وہ میری گرفت سے نکل گئی۔''

میں نے سخت لہجے میں کہا ''اب اسے بھول جاؤ۔ اس کے دماغ سے چلی جاؤ۔ ہم اسے تلاش کر رہے ہیں۔ آئندہ اسے تمہاری گرفت میں نہیں آنے دیں گے۔''

پھر میں نے اپنے بیٹے سے کہا ''کبریا! میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں تم اپنی مما کے دماغ میں موجود رہو اور اس مکار عورت کو کچھ بولنے کا بھی موقع نہ دو۔ یہ تمہاری مما سے بات کرے تو بات نہ کرنے دو۔ میں ابھی تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔''

یہ کہہ کر میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ سمجھتے تھے کہ ابھی میرے اندر آ کر باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ ایسے وقت وہ بھی چپکے سے آ جائے گی تو میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکوں گا۔ میں نے تقریباً آدھے گھنٹے تک کسی سے رابطہ نہیں کیا۔ چپ چاپ سونیا کے دماغ میں جا کر دیکھتا رہا کہ نومی وہاں رہ کر کیا کرنا چاہتی ہے؟ اس کے دماغ میں خاموشی تھی۔ نومی کچھ نہیں بول رہی تھی شاید وہاں سے جا چکی تھی۔

اور یہی بات تھی وہ اپنے دستِ راست کاشف جمال کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اب وہ میری قربت حاصل کرنے کے لیے دوسری چال چلنے والی تھی اس نے کاشف جمال سے کہا تھا ''آئندہ میں ایسا ڈراما پلے کروں گی کہ فرہاد کو میری موت کا یقین ہو جائے گا اس طرح مجھے دو فائدے حاصل ہوں گے، ایک تو یہ کہ وہ سونیا کے معاملے میں مجھ سے انتقام لینے کے لیے مجھے تلاش نہیں کرے گا۔ صبر کر کے بیٹھ جائے گا کہ میں تو مر چکی ہوں۔ دوسرا فائدہ یہ ہو گا کہ میں سونیا کی گمشدگی سے فائدہ اٹھاؤں گی۔ اسے کبھی فرہاد تک پہنچنے نہیں دوں گی۔ اسے یہ یقین دلاؤں گی کہ اس کی گمشدہ سونیا اس کے پاس آ چکی ہے اور اس طرح میں مکمل سونیا بن کر اس کے ساتھ رہا کروں گی۔''

اس نے اپنے طور پر بڑی اچھی پلاننگ کی تھی۔ اگر وہ مجھے اپنی موت کا یقین دلا دیتی تو اس کے بعد میں کبھی یہ شبہ نہ کرتا کہ وہ پھر سونیا بن کر میرے قریب آ گئی ہے۔

اپنی اس پلاننگ پر عمل کرنے کے لیے یہ لازمی تھا کہ وہ خود پر تنویمی عمل کراتی اور اپنے ذہن سے نومی کرسٹل کی شخصیت کو مٹا دیتی۔ اس طرح میں اس کے چور خیالات پڑھتا تو کبھی مجھے معلوم نہ ہوتا کہ وہ مجھے سونیا بن کر دھوکا دے رہی ہے۔

نومی اس وقت سونیا کے دماغ سے نکل کر کاشف جمال کے پاس آ گئی۔ اس سے بولی ''فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے سونیا کے دماغ میں چوبیس گھنٹے رہیں گے۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ مجھے وہاں کسی طرح کی چال چلنے کا موقع نہیں دیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ پہلے میں اپنا تحفظ کروں۔ فرہاد کو یہ پوری طرح یقین دلا دوں کہ میں مر چکی ہوں۔''

کاشف جمال نے پوچھا ''کیا ابھی تم پر تنویمی عمل کیا جائے گا؟''

''ہاں۔ ابھی تم مجھ پر عمل کرو گے۔ اس سے پہلے میں تم پر عمل کر چکی ہوں۔ تمہارے ذہن میں یہ بات نقش کر چکی ہوں کہ تم میرے دماغ میں کون کون سی اہم باتیں نقش کرو گے۔ ان طے شدہ باتوں کے علاوہ ایک لفظ بھی زیادہ نہیں بولو گے۔ نہ ہی مجھے دھوکا دو گے اور نہ اپنے تنویمی عمل کے ذریعے مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بناؤ گے۔''

''میں تمہارا معمول اور تابعدار ہوں۔ تمہاری نافرمانی کبھی نہیں کرتا۔ مجھ پر بھروسا نہ کرو لیکن اپنے تنویمی عمل پر کرو۔ تم میرے ذہن میں یہ باتیں نقش کر چکی ہو کہ میں تم سے غداری نہیں کروں گا' تمہیں دھوکا نہیں دوں گا تو پھر ایسا نہیں کروں گا۔''

''بے شک مجھے اپنے تنویمی عمل پر بھروسا ہے۔ تم مجھے دھوکا نہیں دے سکو گے۔ پھر بھی میں زیادہ محتاط رہنا چاہتی ہوں۔ ابھی تمہارے پاس ایک شخص آئے گا۔ وہ میرا معمول اور تابعدار ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی ہے کہ جب تم مجھ پر تنویمی عمل کرتے رہو گے تو وہ تمہیں گن پوائنٹ پر رکھے گا۔ تم عمل کرنے کے دوران میں مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے والی کوئی بھی بات کرو گے تو وہ تمہیں گولی مار دے گا۔''

''تم میری مالکہ ہو مجھ پر تمہارا اختیار ہے۔ تم اپنے اطمینان کے لیے جو کرنا چاہتی ہو کرو۔ میں تمہارے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔''

تھوڑی دیر بعد ایک شخص اس بنگلے میں آیا۔ نومی نے کاشف جمال سے کہا ''میں اسے اپنے ساتھ لائی ہوں۔ اس

کے ساتھ کسی کمرے میں جاؤ اور دروازے کو اندر سے بند کرلو۔''

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اس شخص کے ساتھ چلتا ہوا ایک کمرے میں آیا پھر دروازے کو بند کرتے ہوئے بولا ''اب کیا حکم ہے؟''

''میں یہاں اپنے بیڈ پر آرام سے لیٹ گئی ہوں۔ آنکھیں بند کررہی ہوں۔ تم میرے اندر آؤ اور تنویمی عمل شروع کرو۔''

پھر وہ اپنے دوسرے معمول اور تابعدار سے بولی ''تم کاشف جمال کو گن پوائنٹ پر رکھو۔ تمہیں جو ہدایات دی گئی ہیں اس کے مطابق عمل کرو گے۔ اگر یہ مجھے معمولہ اور تابعدار بنانے والی کوئی بھی بات کرے گا تو فوراً اسے گولی مار دو گے ورنہ اس کے دوست رہو گے اور اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔''

کاشف جمال اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر چاروں شانے چت لیٹی ہوئی تھی۔ اور آنکھیں بند کرچکی تھی وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرنے لگا۔ جب وہ اس کے زیر اثر آ گئی تو اس نے کہا ''نومی کرسٹل! تم میرے حکم سے اپنی زندگی میں اہم تبدیلیاں لاؤ گی۔''

وہ ایک معمولہ کی حیثیت سے سحر زدہ ہو کر بولی ''میں تمہارے حکم کے مطابق اپنی زندگی میں اہم تبدیلیاں لاؤں گی۔''

''تم اپنی آواز اور اپنا لب و لہجہ ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ گی۔ تمہارے ذہن میں صرف سونیا کی آواز اور لب و لہجہ نقش رہے گا۔''

وہ تابعداری سے اس کے احکامات کو دہرانے لگی۔

کاشف جمال نے ایک عامل کی حیثیت سے کہا ''نومی کرسٹل اور سونیا کی آواز اور لب و لہجے کی تبدیلی کا ایک وقت مقرر ہوگا۔ تم اس تنویمی عمل کے چھ گھنٹے بعد فرہاد سے رابطہ کرو گی اور اپنی موت کا ڈراما پلے کروگی۔''

وہ بولی ''میں تنویمی عمل کے چھ گھنٹے بعد فرہاد سے رابطہ کروں گی اور اپنی موت کا ڈراما پلے کروں گی۔''

ایسے وقت میں خاموشی سے تمہارے اندر موجود رہوں گا۔ جیسے ہی تم آخری پچکی لوگی' میں بڑی آہستگی سے تمہارے اندر ''ٹک'' کا لفظ ادا کروں گا۔ یہ لفظ 'ٹک' ایک حکم ہوگا کہ نومی کرسٹل کی آواز اور لب و لہجہ ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ اور تم بھول جاؤ گی۔''

وہ اپنی نمایشی موت کی بڑی زبردست پلاننگ کرچکی تھی۔

جب کاشف جمال اس کے دماغ میں 'ٹک' کا لفظ استعمال کرتا اور وہ تنویمی عمل کے مطابق اپنی آواز اور لب و لہجہ ہمیشہ کے لیے بھول جاتی تو میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے ٹکرا جاتیں۔ کیونکہ اس کی آواز اور لب و لہجے کے ختم ہونے کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ مرچکی ہے۔

خیال خوانی کی لہریں ہمیشہ اپنے معمول کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لیتی ہیں۔ تبھی اس کے دماغ میں رہتی ہیں۔ جب وہ لب و لہجہ نہیں رہتا تو پھر کسی کی سوچ کی لہریں بھی دہار نہیں رہ پاتیں۔ یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ معمول مرچکا ہے' مرچکی ہے۔

اس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ وہ ایسے معاملات میں مصروف ہے۔ میں اپنے معاملے میں مصروف ہوگیا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی، کبریا اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا کر کہا ''جب میں سونیا کے دماغ میں نومی سے باتیں کررہا تھا تو تم سب سن رہے تھے۔ اس نے روانی میں ایسی گفتگو کی ہے جس سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوگیا ہے۔ کیا تم لوگوں نے توجہ سے اس کی گفتگو سنی تھی؟''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''ہاں۔ اس کی باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ مما کو ایسے علاقے میں لے جایا گیا ہے جہاں کثرت سے سانپ پائے جاتے ہیں۔''

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا ''یورپ کے کئی ملکوں میں سانپ پائے جاتے ہیں لیکن وہ قابلِ ذکر نہیں ہوتے۔ افریقا کے تمام ملکوں میں سانپوں کی بہتات ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم افریقا کے شمالی حصوں کے ملکوں کے شہروں میں پہنچ کر معلومات حاصل کریں۔''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا ''یہی کرنا چاہیے۔''

کبریا نے کہا ''نومی کی گفتگو سے ایک اور اہم بات معلوم ہورہی ہے اور وہ یہ کہ سانپوں کے زہر کو سمجھنے والا اور مہارت رکھنے والا تجربے کار ڈاکٹر کسی چھوٹے قصبے کے اسپتال میں نہیں رہے گا۔ جس ڈاکٹر نے مما کا علاج کیا ہے وہ کسی بڑے چھوٹے شہر میں ہوگا۔ پہلے ہمیں ان شہروں کے اسپتالوں سے معلومات حاصل کرنی ہوگی۔''

میں نے کہا ''کبریا درست کہہ رہا ہے۔ تم سب شمالی افریقا کے تمام چھوٹے بڑے شہروں کے اسپتالوں میں جاؤ۔''

وہ سب چلے گئے۔ ایک ملک کی ٹریولنگ ایجنسیوں کے تعلقات دوسرے ملکوں کی ٹریولنگ ایجنسیوں سے رہتے ہیں۔ وہ سب ان ایجنسیوں کے کارکنوں کے اندر پہنچنے لگے۔ ان کے ذریعے شمالی افریقا کے ملکوں کی ٹریولنگ ایجنسیوں تک پہنچ کر

مختلف اسپتالوں کے فون نمبر معلوم کرنے لگے۔ پھر فون کے ذریعے وہاں کے ڈاکٹروں اور نرسوں تک پہنچ کر یہ معلوم کرنے لگے کہ سانپوں کی ڈسی ہوئی کتنی عورتوں کو وہاں پہنچایا گیا ہے؟

یہ بڑا مشکل کام تھا۔ براعظم افریقا میں کئی ممالک ہیں اور ہر ملک اپنے رقبے کے لحاظ سے بہت ہی وسیع و عریض ہے۔ ان ممالک میں ہزاروں نہیں' لاکھوں اسپتال ہیں۔ ویسے کروڑوں اسپتال ہوتے تب بھی سونیا کا سراغ لگانا تھا۔ اور اس وقت سب ہی بڑی تن دہی سے خیال خوانی کررہے تھے اور ایک اسپتال سے دوسرے اسپتال کی طرف جارہے تھے۔

یہ معلوم ہو رہا تھا کہ کتنی ہی جوان اور بوڑھی عورتوں کو کتنے ہی اسپتالوں میں لایا گیا تھا' جنہیں سانپوں نے ڈس لیا تھا۔ ان میں سے کچھ عورتیں مرچکی تھیں۔ کچھ زندہ تھیں لیکن ایسی کوئی نہیں تھی' جو اسپتال سے فرار ہوگئی ہو۔

تقریباً تین گھنٹے بعد ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا ''سر! میں نے ایک ایسے اسپتال کے ڈاکٹر کے خیالات پڑھے ہیں' جو مختلف سانپوں کی نسلوں اور ان کے زہروں کے سلسلے میں حیرت انگیز معلومات رکھتا ہے۔ وہ لبنان کے ایک شہر الحقیلہ کے اسپتال کا سب سے سینئر ڈاکٹر ہے۔ اس نے ایک ایسی خاتون کا علاج کیا ہے جو زہر کے اثر سے ایپ نارمل ہوگئی تھی اور اس کے سننے اور بولنے کی صلاحیتیں ختم ہوگئی تھیں۔''

میں نے تڑپ کر کہا ''خدا کرے وہ سونیا ہو۔''

''یس سر! وہ ہماری میڈم ہے۔ ڈاکٹر کی سوچ نے بتایا ہے کہ وہ پچھلی رات اسپتال سے فرار ہوگئی ہیں۔'' میں اپنی بیٹی اور بیٹے کے ساتھ فوراً ہی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں آیا اس نے ہمیں اس ڈاکٹر کے پاس پہنچا دیا۔ ہم سب اس ڈاکٹر کے اور اسپتال کے ان تمام ملازمین کے دماغوں میں پہنچنے لگے جو علاج کے دوران سونیا کو اٹینڈ کرتے رہے تھے۔

ان سب کے مشترکہ خیالات یہی تھے کہ ہماری سونیا وہاں زیرِ علاج تھی اور وہ اسی علاقے کے ایک بنگلے میں رہتی تھی۔ جب اسے اسپتال میں ایڈمٹ کیا گیا تھا تو اس کا رہائشی پتا بھی لکھوایا گیا تھا۔ اسے اسپتال میں داخل کرانے والے کاشف جمال کا فرضی نام عاصم بن زید لکھایا گیا تھا۔

میں یہ بیان کرچکا ہوں کہ کاشف جمال نے ایک بار ایک نرس کو دس ہزار روپے رشوت کے طور پر دیے تھے اور اسے کہا تھا ''میں چند گھنٹوں کے لیے جارہا ہوں۔ میری عدم موجودگی میں میڈم کے پاس رہا کرو۔ کوئی بھی پرابلم ہو تو فوراً فون پر مجھے اطلاع دو۔''

میں نے اس نرس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا وہ کاشف جمال پر مرمٹی تھی۔ اس کے ساتھ جذباتی لمحات گزارنا چاہتی تھی لیکن وہ اسے نظر انداز کرتا رہتا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ لبنان کے شمالی ساحلی شہر بن غازی سے تقریباً ساڑھے تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر شہر الحقیلہ ہے۔ وہاں دریا کے ساحل پر دور تک چھوٹے چھوٹے خوبصورت بنگلے ہیں۔ ایسے ہی ایک بنگلے میں عاصم بن زید (کاشف جمال) رہتا ہے۔ وہ اس سے ملنے کے لیے وہاں بنگلے میں جاچکی ہے۔

میں اس کے خیالات پڑھنے کے بعد اسے اس بنگلے میں پہنچانا چاہتا تھا۔ وہاں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ عاصم بن زید کون ہے۔ یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ سونیا کو اسی بنگلے میں چھپا کر رکھا جاتا تھا۔ میں اس عاصم نام کے شخص کو دیوچ کر بہت کچھ معلوم کرسکتا تھا۔

جب اس نرس کے ذریعے وہاں پہنچا تو بنگلا خالی تھا۔ اس بنگلے کے مالک نے کہا۔ ''جو کرائے دار ایک خاتون کے ساتھ رہتا تھا وہ یہاں کی چابیاں دے کر چلا گیا ہے اب شاید نہیں آئے گا۔''

نومی غیر معمولی ذہانت کی حامل تھی۔ بہت ہی چالاک تھی۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ سونیا ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ پتا نہیں اس کے ہاتھ لگے گی یا ہمارے پاس پہنچ جائے گی؟ اسے یہ اندیشہ بھی تھا کہ ہم کسی طرح سراغ لگاتے ہوئے اس اسپتال تک پہنچ سکتے ہیں۔ لہٰذا اس نے کاشف جمال کو وہ علاقہ چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا۔ وہ حکم کا بندہ تھا وہاں سے جاچکا تھا۔

اعلیٰ بی بی، کبریا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ معلوم کرنے کی کوششیں کررہے تھے کہ سونیا اسپتال سے نکلنے کے بعد رات کو کہاں بھٹکتی رہی۔ شہر الحقیلہ کا وہ کون سا علاقہ تھا جو پتھریلا تھا اور جہاں ایک سڑک بھی تھی۔ اسی سڑک پر ایک گاڑی آئی تھی اور سونیا اس میں بیٹھ کر چلی گئی تھی۔

اس سڑک کے بارے میں کچھ معلوم ہوا۔ وہ ایک ویران علاقے سے گزرتی تھی لیکن ایئرپورٹ کی طرف جاتی تھی۔ اب یہی اندازہ کیا جاسکتا تھا کہ وہ لوگ سونیا کو اسی ایئرپورٹ لے گئے تھے۔

کیا وہ اسے اپنے ساتھ کسی دوسرے ملک لے گئے تھے؟ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ سونیا جیسی کسی اجنبی اور بیمار عورت کو اپنے ساتھ کیوں لے جائیں گے؟

جس طرح انہوں نے سونیا جیسی بیمار عورت سے ہمدردی کی تھی اور اسے اپنی گاڑی میں لے گئے تھے تو ان کا فرض یہ تھا کہ وہ اسے کسی اسپتال میں پہنچا دیتے۔ ہم سب نے ایئرپورٹ کے آس پاس کے اسپتالوں میں اور پورے شہر کے اسپتالوں

میں معلوم کیا۔ ''کیا کسی بیمار اور ایب نارمل عورت کو ایڈمٹ کیا گیا ہے؟''

کسی اسپتال میں داخل نہیں کیا گیا تھا۔ پتا نہیں وہ کون لوگ تھے اور سونیا کو اپنے ساتھ کیوں لے گئے تھے؟ کہاں لے گئے تھے؟

فی الحال وہ زہر اس کے لیے نشہ بن گیا تھا۔ پچھلی بار وہ نشے کی حالت میں کئی گھنٹوں تک سوتی رہی تھی۔ اب بھی وہ پچھلے چار گھنٹوں سے سو رہی تھی۔ امید تھی کہ بیدار ہونے کے بعد شاید کچھ نارمل ہو جائے گی۔ کچھ غصہ کم ہوگا تو خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کر کے نہیں جھنجلائے گی۔ سانس نہیں روکے گی۔ ہمیں اپنے خیالات پڑھنے اور اس کے موجودہ حالات معلوم کرنے کا موقع دے گی۔

☆☆☆

جمیلہ رہ گئی تھی۔ نبیلہ کو اغوا کرلیا گیا تھا۔ عبدالرحمٰن جُدا ہونے والی بیٹی کے لیے پریشان تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اسے کہاں تلاش کرنے جائے؟ کس کی مدد حاصل کرے؟

پارس کہہ گیا تھا۔ ''یہاں میرے لیے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ وردان کے آدمی نبیلہ کو اغوا کرتے وقت اگر مجھے یہاں دیکھ لیتے تو گولی مار دیتے اور جمیلہ کو بھی ساتھ لے جاتے۔''

وردان نے شمالی ہندوستان کے بعض اہم حکمرانوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا تھا۔ اس نے ان کے ذریعے تمام پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو جڑواں بہنوں کی تلاش پر مامور کرایا تھا۔ وہ سب انہیں ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ آخر اس پہاڑی علاقے میں پہنچ گئے تھے۔ دونوں بہنوں کو اغوا کرنے والے تھے لیکن نبیلہ کو اغوا کرتے وقت جمیلہ وہاں موجود نہیں تھی۔ پارس بھی نہیں تھا۔

جب وہ جمیلہ کے ساتھ کاٹیج میں واپس آیا تو عبدالرحمٰن زخمی حالت میں برآمدے میں پڑا تھا اور وہ لوگ نبیلہ کو لے جا چکے تھے۔ عبدالرحمٰن کی مرہم پٹی کی گئی تھی۔ پھر پارس فوراً ہی یہ کہہ کر چلا گیا۔ ''مجھے ابھی روپوش ہو جانا چاہیے۔ اگر میں یہاں رہوں گا تو ہم سب مارے جائیں گے۔''

جمیلہ اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی تھی لیکن اب تو اس بہن کی بھی جدائی برداشت کر رہی تھی جو جڑواں تھی اور جس کے بغیر وہ رہ نہیں سکتی تھی۔ اس نے پارس سے کہا ''میں تمہاری جدائی برداشت کر لوں گی۔ لیکن تمہیں نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکوں گی۔ فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ ہماری فکر نہ کرو۔''

''فکر تو ضرور کروں گا۔ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری اور انکل کی نگرانی کرتے رہیں گے۔''

رخصت ہونے سے پہلے جمیلہ قریب آ کر اس کے گلے لگ گئی۔ اگر نبیلہ ہوتی تو وہ بھی اسی طرح گلے لگ جاتی۔ اس وقت ایک ہی کا دل پارس کے دل سے لگ کر دھڑک رہا تھا۔ پارس نے کہا ''تم دونوں بہنیں ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کو بہ یک وقت محسوس کرتی ہو جو تم پر گزرتی ہے وہ اس پر گزرتی ہے۔ کیا اس وقت اس کا دل بھی اسی طرح دھڑک رہا ہوگا؟ کیا ان لمحات میں وہ بھی تمہاری طرح جذباتی ہو رہی ہوگی؟''

وہ بولی ''ہاں اس وقت میں اسے اپنے اندر محسوس کر رہی ہوں۔ وہ بھی مجھے اور میرے جذبات کو محسوس کر رہی ہوگی۔ خدا جانے وہ کہاں ہوگی؟ اور کس حال میں ہوگی؟''

پارس نے کہا ''خدا کرے وہ خیریت سے ہو۔ ویسے وہ پریشان ہوتی اور کسی تکلیف میں ہوتی تو وہی پریشانی اور مصیبت تم اپنے اندر محسوس کرتیں۔''

''ہاں۔ ابھی میں پریشانی محسوس تو کر رہی ہوں' لیکن کوئی تکلیف محسوس نہیں کر رہی ہوں۔''

پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ''تمہارے بازوؤں میں آ کر میں یہ سمجھ رہی ہوں کہ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا ہے۔ وہ میری طرح جذباتی ہو رہی ہے' بہت بے چین ہے۔''

وہ فوراً ہی پارس سے الگ ہو کر بولی ''مجھے تم سے دور رہنا چاہیے۔ اپنی بہن کو بے چینی میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔''

پارس نے اسے بڑی محبت سے دیکھا پھر کہا ''تم دونوں بہنیں ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا بہت خیال رکھتی ہو۔ تم دونوں غیر معمولی ہو اور تمہاری محبتیں بے مثال ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔ جمیلہ نے عبدالرحمٰن کے پاس آ کر پوچھا۔ ''آپ کے زخم کیسے ہیں؟''

''میں ٹھیک ہوں۔ مگر اپنی نبیلہ کے لیے پریشان ہوں۔ تم اس علاقے کے تھانے میں فون کرو۔ پولیس والوں کو بتاؤ کہ ہم پر کیا گزر رہی ہے۔''

اس نے اپنے کمرے میں آ کر فون کو اٹھایا لیکن نمبر پنچ کرنے سے پہلے ہی باہر گاڑیوں کی آواز سنائی دی۔ ان کی ہیڈ لائیٹس کے باعث وہ کاٹیج روشنی میں نہا گیا تھا۔ دونوں باپ بیٹی نے دروازے پر آ کر دیکھا تو دو گاڑیاں تھیں۔ پولیس والے ان گاڑیوں سے اُتر کر آ رہے تھے۔ مسلح سپاہی دوڑتے ہوئے اس کاٹیج کو چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔

انسپکٹر تیزی سے چلتا ہوا برآمدے میں آیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا ''ابھی ہم آپ کو فون کرنے والے تھے۔ یہ میری حالت

دیکھیں' ابھی کچھ نامعلوم افراد آئے تھے۔ انہوں نے مجھے زخمی کیا اور پھر میری بیٹی کو اٹھا کر لے گئے۔''

انسپکٹر نے کہا ''ہم آپ کا یہ دُکھڑا بعد میں سنیں گے۔ پہلے یہ بتائیں کہ وہ نوجوان کہاں ہے جو آپ کے ساتھ یہاں رہتا ہے؟''

''وہ نہیں ہے۔ یہاں سے جا چکا ہے۔''

وہ طنزیہ انداز میں بولا ''اوہ۔ اچھا۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ وہ بہت چالاک ہے اور خطرناک بھی ہے۔ اسی لیے میں اتنے سپاہی لایا ہوں۔''

اس کے پیچھے آنے والے دو سپاہی کاٹیج کے اندر گھس کر تلاشی لینے لگے۔ عبدالرحمٰن نے پریشان ہو کر پوچھا ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم پر ظلم ہوا ہے۔ میری بیٹی کو اغوا کیا گیا ہے۔ لیکن آپ میرے بھتیجے اور ہونے والے داماد کو تلاش کر رہے ہیں۔ شاید اسے گرفتار کرنے آئے ہیں۔''

''ہم گرفتار کرنے نہیں' گولی مارنے آئے ہیں اور اس لڑکی کو بھی.....''

اس نے جمیلہ کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا' پھر کہا۔ ''اپنے ساتھ لے جائیں گے۔''

جمیلہ نے پیچھے ہٹ کر حیرانی سے پوچھا۔ ''مجھے ساتھ کیوں لے جائیں گے؟ کہاں لے جائیں گے؟''

انسپکٹر نے کہا۔ ''یہ ہم نہیں جانتے۔ ہم تمہیں ایک گاڑی میں بٹھا دیں گے۔ وہ گاڑی والے تمہیں وہاں لے جائیں گے' جہاں تمہاری دوسری بہن کو لے جایا گیا ہے۔''

باپ بیٹی نے ایک دوسرے کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھا۔ پھر عبدالرحمٰن نے پوچھا۔ ''کیا آپ جانتے ہیں کہ میری بیٹی نبیلہ کو کہاں لے جایا گیا ہے؟''

''میں نے کہا نا میں کچھ نہیں جانتا۔ تمہاری اس بیٹی کو بھی ایک گاڑی میں بٹھا دیا گیا تھا۔ اسے اغوا کرنے والے ہمارے ہی آدمی تھے۔ کیا کریں ہم پولیس والے مجبور ہو جاتے ہیں۔ قانونی ڈیوٹی سے ہٹ کر غیر قانونی ڈیوٹی بھی کرتے ہیں۔ وہ جو اوپر والے حکومت کرنے کے لیے بیٹھے ہیں' ان کا آرڈر ہمیں ماننا پڑتا ہے۔ نہیں مانیں گے تو پولیس کی مال کمانے والی نوکری سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔''

دونوں مسلح سپاہیوں نے اندر سے نکلتے ہوئے کہا ''سر! وہ یہاں نہیں ہے۔''

انسپکٹر نے بڑی خباثت سے مسکراتے ہوئے جمیلہ کو دیکھا پھر کہا۔ ''کوئی بات نہیں ہم اس لڑکی کو لے جائیں گے تو لڑکا اس کے پیچھے خود ہی لُوھکتا ہوا چلا آئے گا۔''

پھر اس نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ ''اسے اٹھا کر لے چلو۔''

حکم کی تعمیل کرنے کے لیے دو میں سے ایک سپاہی جمیلہ کی طرف بڑھا۔ دوسرے سپاہی نے اپنی گن سیدھی کی پھر اپنے ساتھی سپاہی کو گولی مار دی۔ انسپکٹر نے غصے سے دہاڑتے ہوئے پوچھا۔ ''کتے کے بچے! تو نے یہ کیا کیا؟ اسے گولی کیوں ماری؟''

سپاہی نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''اس لڑکی کو جو بھی ہاتھ لگائے گا۔ میں اسے گولی مار دوں گا۔''

انسپکٹر نے سہم کر ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے پوچھا ''ابے! کیا تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے؟''

اس سپاہی نے کہا۔ ''میرا نہیں' اس وردان کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ جس نے تم لوگوں کو یہ نہیں بتایا کہ ہم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ کسی کے بھی دماغ میں گھس کر اس کی ایسی کی تیسی کر دیتے ہیں۔''

پارس نے اس کاٹیج سے نکلتے ہی فون کے ذریعے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اطلاع دی تھی اور ان سے کہا تھا کہ دونوں باپ بیٹی کے دماغوں میں موجود رہیں۔ ان کے ساتھ ابھی کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

اور اب ان کے ساتھ بہت کچھ ہونے والا تھا لیکن ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود تھے۔ اس سپاہی نے انسپکٹر سے کہا ''وردان تمہارے اندر موجود ہے میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

انسپکٹر نے پریشان ہو کر پوچھا ''یہ وردان کون ہے؟ اگر تم مہاگیانی وردان دشوانا تھ کی بات کر رہے ہو تو ان کے بارے میں سنا ہے وہ دوسرے انسانوں کے اندر پہنچ جاتے ہیں لیکن ابھی میرے اندر تو کوئی نہیں ہے۔''

سپاہی نے کہا ''اس کا مطلب ہے' وہ خبیث یہاں لڑکیوں کو اٹھوانے کا حکم دے کر کسی دوسرے معاملے میں مصروف ہو گیا ہے۔ کوئی بات نہیں تم ان کے ساتھ رہنے والے نوجوان کو گولی مارنے آئے تھے۔ میں تمہیں گولی مار کر زخمی کرتا ہوں۔''

یہ کہتے ہی اس نے ایک فائر کیا اس کی ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ ایک دم سے اچھل کر برآمدے میں گرتے ہوئے وہاں سے لڑھکتے ہوئے نیچے گھاس پر چلا گیا۔ اس کی ٹانگ میں گولی لگی تھی۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ سپاہی نے کہا۔ ''سر! مجھے افسوس ہے میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے لیکن آپ زخمی ہونے کے بعد اپنے اوپر والوں کو کہہ سکیں گے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی غفلت سے ایک لڑکی کو اغوا کیا گیا ہے

لیکن اس دوسری کو ہاتھ لگانا گویا موت کو دعوت دینا ہے۔ وہ لوگ اس دوسری تک بھی پہنچ جائیں گے۔ اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔''

وہ سپاہی برآمدے سے اتر کر نیچے آیا۔ پھر اپنے افسر کو گھاس پر سے اٹھانے لگا۔ دوسرے سپاہی بھی آ گئے تھے۔ انہوں نے اس گولی چلانے والے سپاہی کو گرفتار کرلیا تھا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے انسپکٹر کے اندر آ کر کہا۔ ''اگر اس سپاہی کو نقصان پہنچایا تو تم بھی جان سے جاؤ گے۔ اب یہاں سے جاؤ۔ دوبارہ ادھر کا رخ نہ کرنا۔''

انسپکٹر نے کہا ''اس سپاہی کو گرفتار نہ کرو۔ یہ بے قصور ہے۔ اس کا فیصلہ ہمارے اوپر والے کریں گے۔''

وہ سب اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔ جمیلہ باپ سے لپٹ کر رونے لگی۔ کہنے لگی ''پارس نے اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمیں بچایا ہے۔ ورنہ یہ لوگ مجھے بھی یہاں سے لے جاتے۔''

عبدالرحمن نے بیٹی کو تھپکتے ہوئے کہا ''بیٹی صبر کرو جس طرح پارس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری مدد کر رہے ہیں۔ اسی طرح وہ نبیلہ کی بھی مدد کریں گے۔''

وردان دوسرے معاملات میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔ عدنان نے اسے الجھایا تھا۔ پچھلی بار اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ کسی عورت کے ساتھ شاپنگ سینٹر کی طرف گیا ہے۔ وردان کے آلۂ کار نے وہاں اسے اغوا کرنا چاہا۔ وہاں وردان کو پتا چلا کہ اس بچے کی آنکھیں بہت خطرناک ہیں غیر معمولی کشش رکھتی ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں کے ذریعے اس کے آلۂ کار کو سحر زدہ کر کے اس عورت کے ساتھ چلا گیا تھا۔

وردان کے اور نومی کے آلۂ کاروں نے پھر اسے تلاش کیا تو پتا چلا وہ اس عورت کے ساتھ ایئرپورٹ کی طرف گیا ہے لیکن عدنان کے ساتھ رہنے والی ارچنا نے انہیں ڈاج دیا تھا۔ ایئرپورٹ کے بجائے ریلوے اسٹیشن پہنچی تھی۔ اور وہاں سے عدنان کے ساتھ ممبئی جا رہی تھی۔ یہ بات دشمنوں کو معلوم نہ ہو سکی۔ وہ اسے دہلی میں ہی تلاش کرتے رہ گئے۔

اس کے بعد ہی نومی نے وردان سے رابطہ ختم کر دیا۔ کیونکہ اس وقت سونیا اسپتال سے فرار ہو گئی تھی۔ اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اور اب نومی کے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ ایک تو سونیا کو مجھ تک پہنچنے سے روکے اور دوسرا یہ کہ میں بھی نومی تک نہ پہنچ سکوں اور اسے عبرتناک سزا نہ دے سکوں لہٰذا وہ اپنی موت کا ڈراما پلے کرنے کے لیے دوسرے تمام معاملات سے الگ ہو گئی تھی۔ وردان سے بھی رابطہ ختم کر دیا تھا۔

یہ بات وردان کے لیے تشویشناک تھی۔ اس نے فون کے ذریعے نومی سے رابطہ کرنا چاہا۔ خیال خوانی کے ذریعے بھی اسے مخاطب کرنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ صرف اتنا کہا ''اگلے بارہ گھنٹوں تک مجھ سے کوئی رابطہ نہ کرنا۔ میں بہت پریشان ہوں اور خطرات میں گھری ہوئی ہوں۔''

اس نے وردان سے جھوٹ کہا۔ اسے بھی تشویش میں مبتلا کر دیا۔ اب وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ ''معاملہ کیا ہے؟ نومی کو کیسے خطرات پیش آ رہے ہیں؟ فرہاد کیسی چالیں چل رہا ہے؟ مجھے بہت محتاط رہنا ہوگا۔''

ادھر پارس نے فون کے ذریعے مجھ سے کہا۔ ''پاپا! یہ تو میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ انہوں نے نبیلہ کو اغوا کیا ہے۔ اب وہ جمیلہ کو بھی اغوا کرنے آئے تھے اور مجھے گولی مارنا چاہتے تھے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کی کوششوں کو ناکام بنا دیا ہے۔''

میں نے کہا ''جمیلہ اور اس کے باپ کی فکر نہ کرو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے پاپا! مگر نبیلہ کو جہاں پہنچایا گیا ہے۔ وہاں وردان پہنچ کر اس کی عزت آبرو کا دشمن بن سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ نبیلہ تک نہ پہنچے۔ آپ کوئی تدبیر کریں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں کچھ کرتا ہوں ہم نبیلہ کی بھی بھرپور حفاظت کریں گے۔''

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا پھر سوچنے لگا۔ اب سے پہلے وردان نے شیوانی کو نیپال کے ایک علاقے میں آنے پر مجبور کیا تھا۔ وہاں اس بنگلے میں اس کی عزت لوٹنا چاہتا تھا ایسے وقت میں اس کی موت بن کر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس کے مقدر میں ابھی زندگی لکھی ہوئی تھی۔ اس لیے بچ کر نکل گیا لیکن تب سے اب تک دہشت زدہ تھا۔

وہ ارنا کوف کو بھی تنہائی میں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اسے دارجلنگ کے ایک بنگلے میں بلایا تھا۔ لیکن اس کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا کہ وہاں جا کر اس سے تنہائی میں ملے اور عیش و عشرت کے لمحات گزارے۔ وہ میری حکمتِ عملی یا مکاری سے بری طرح خوف زدہ تھا۔ یہ اندیشہ دل میں رہتا تھا کہ میں کسی بھی چالاکی سے کسی وقت بھی اس کی شہ رگ تک پہنچ سکتا ہوں۔

بہرحال اسے ارنا کوف تک بھی پہنچنے کی حسرت رہ گئی۔ وہ اسے تنہائی میں خوش نہ کر سکی اس سے پہلے ہی میں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس طرح وردان دوسری بار بھی یہ سوچ کر دہشت زدہ

ہوا کہ میں دارجلنگ میں اس کے دوسرے خفیہ بنگلے کے بارے میں بھی جانتا تھا اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اس نے ارنا کوف کو وہاں چھپا رکھا ہے۔ اگر وہ اس کے ساتھ رنگین لمحات گزارنے کے لیے جاتا تو بے موت مارا جاتا۔

اب تک اس کے ساتھ یہ ہو رہا تھا کہ شیوانی اس کے ہاتھ آتے آتے نکل گئی تھی۔ اور اب پورس کی پناہ میں پہنچ گئی تھی۔ ارنا کوف کو میں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اب ان دو جڑواں بہنوں میں سے ایک نبیلہ اس کے ہاتھ آئی تھی۔ اس بار اس نے بڑی احتیاط سے کام لینے کی کوششیں کیں۔ اپنے یوگا جاننے والے آلۂ کاروں کے ذریعے نبیلہ کو ایک خفیہ اڈے میں پہنچایا۔ تاکہ ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان آلۂ کاروں کے دماغوں تک نہ پہنچے اور نہ ہی نبیلہ کا سراغ لگا سکے کہ وہ کہاں پہنچائی گئی ہے؟

میں اس کی پے در پے ناکامیوں سے اچھی طرح واقف تھا۔ اب اس پر ایک نفسیاتی حربہ استعمال کر سکتا تھا۔ میں نے اپنے فون پر اس کے نمبر پنچ کیے پھر اسے کان سے لگا کر انتظار کیا۔ تھوڑی دیر میں اس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''مسٹر فرہاد! آپ نے مجھے کیسے یاد کیا؟''

میں نے کہا ''یاد نہ کروں تو اور کیا کروں؟ کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ آخر تم کب آؤ گے؟''

اس نے حیرانی سے پوچھا ''میں کب آؤں گا؟ کہاں آؤں گا؟ تم میرا کہاں انتظار کر رہے ہو؟''

''بھئی سمجھ لیا کرو۔ پہلی بار میں نے اس کمین گاہ میں تمہارا انتظار کیا جہاں تم شیوانی کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ وہاں تو خوش قسمتی سے بچ نکلے۔ دوسری بار دارجلنگ والے بنگلے میں جہاں ارنا کوف تھی۔ وہاں تمہارا انتظار کرتا رہا۔ تمہیں بڑی خوش فہمی ہے کہ جہاں بھی اپنی کسی معشوقہ کو چھپا کر رکھو گے وہاں میں پہنچ نہیں پاؤں گا۔''

وہ بولا ''ہاں۔ مانتا ہوں تم میری دونوں شکار گاہوں تک پہنچ گئے تھے۔ لیکن اب نہیں پہنچ پاؤ گے۔''

میں طنزیہ ہنسی ہنسنے لگا۔ وہ پریشان ہو کر بولا ''کیوں ہنس رہے ہو؟''

''کچھ نہیں بس تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ نبیلہ کے پاس آ جاؤ میری اور بھی مصروفیات ہیں۔ وہاں آؤ گے تو خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو.....''

یہ کہہ کر میں نے فون بند کر دیا۔ اس نے ہیلو ہیلو کہہ کر مجھے پکارا پھر دیدے پھاڑ کر اپنے فون کو تکنے لگا۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجا کرتی ہیں اس کے اندر گھنٹے بجنے لگے۔ وہ تین غیر معمولی عورتوں کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ان میں سے شیوانی ہاتھ سے نکل گئی پھر ارنا کوف ہاتھ سے نکل گئی۔ اس کی ان ناکامیوں کے پیچھے میں موجود رہا تھا۔ ہمیشہ اس کے خفیہ اڈے تک پہنچتا رہا تھا۔ اس بار بھی دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ لمبی عمر تک سانسیں لینا چاہتے ہو تو نبیلہ کے پاس فی الحال نہ جاؤ۔ اس سے دور رہنے میں تمہاری بھلائی ہے۔

وہ ایک دم سے لیے کرسی پر بیٹھ گیا' جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔ یہ بات سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیسی گردش میں ہے۔ کامیاب ہوتے ہوتے ناکام ہو جاتا ہے۔ شیوانی اور ارنا کوف کی مثالیں سامنے تھیں۔ اب وہ نبیلہ کو بھی اغوا کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن ناکامی پہلے سے سرخ جھنڈی دکھا رہی تھی کہ خیریت چاہتے ہو تو رک جاؤ۔ کامیابی کی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر نبیلہ کے قریب نہ جاؤ۔

وہ سنجیدگی سے سوچنے لگا۔ دانش مندی یہی ہے کہ میں جلد بازی نہ کروں۔ پہلے مختلف ذرائع سے یہ معلوم کرتا رہوں کہ فرہاد کس طرح اس خفیہ اڈے تک پہنچنے والا ہے۔ پہلے میں اس کی چالبازیوں کو سمجھوں گا۔ پھر نبیلہ کی آرزو کروں گا۔

ایسے وقت اسے سنتوش کے ذریعے اطلاع ملی کہ اس علاقے کا تھانے دار جمیلہ کو بھی اغوا کرنے گیا تھا۔ لیکن وہاں ان کا ایک سپاہی مارا گیا ہے اور تھانے دار زخمی ہو گیا ہے۔

وردان نے پوچھا ''کیا وہاں مقابلہ کرنے والے موجود تھے۔''

جواب ملا ''وہاں کوئی دشمن موجود نہیں تھا۔ کوئی تھانے دار کے دماغ میں کہہ رہا تھا۔ عدنان سے کہہ دو کہ ان کی غفلت کی وجہ سے وہ نبیلہ کو اغوا کرنے میں کامیاب ہوا ہے، لیکن جمیلہ کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکے گا اور وہ جلد ہی نبیلہ کو بھی واپس لے آئیں گے۔''

وردان نے جھنجلا کر فون بند کر دیا۔ اب وہ دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا کہ ہم لوہے کے چنے ہیں۔ ہمیں چبا نہیں سکے گا۔ اگر اسی طرح تنہا ہمارا مقابلہ کرتا رہا تو جلد ہی ہمارے شکنجے میں آ جائے گا۔ بے موت مارا جائے گا۔

فی الحال یہ مجبوری بھی تھی کہ وہ بالکل تنہا ہو گیا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی ارنا کوف ماری گئی تھی اور نومی کرشنل نے عارضی طور پر ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ فرہاد علی تیمور کا میدانِ جنگ بہت وسیع و عریض ہے۔ اس میدان جنگ میں کئی بھول بھلیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ دانشمندی یہ ہے کہ وہ تنہا مقابلہ نہ کرے یا تو پیچھے ہٹ جائے یا پھر کوئی اور مضبوط سہارا حاصل کرے۔

تب اس نے اپنے گرو دیو پربھو دیال شنکر کو یاد کیا۔ وہ گرو دیو مہا گیانی تھے۔ کچھ پراسرار علوم بھی جانتے تھے۔ وردان دشوانا تھ نے ابتدائی تعلیم انہی سے حاصل کی تھی وہ دس برس تک ان کی سیوا کرتا رہا تھا۔ ان کا سب سے ہونہار شاگرد سمجھا جاتا رہا تھا۔

وہ اپنے گرو دیو کے اندر کی شکتی کو خوب سمجھتا تھا۔ دھوے سے کہتا تھا کہ ''وہ مہا شکتی مان ہیں۔ دوسرے تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے صرف دماغوں تک پہنچتے ہیں۔ گرو دیو پربھو دیال شنکر دلوں تک پہنچ جاتے تھے۔ روح کی گہرائیوں میں اتر جاتے تھے اور جس کے اندر پہنچتے تھے اسے نچوڑ کر رکھ دیتے تھے۔''

وردان کو اب تک یہ گمان تھا کہ وہ تنہا میرے مقابلے پر ثابت قدم رہے گا اور مجھے ہندوستان سے واپس بھاگنے پر مجبور کر دے گا۔ اب اس کی مسلسل ناکامیاں سمجھا رہی تھیں کہ اسے اپنے گرو دیو کے چرنوں میں جانا ہی ہوگا۔

اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ گرو دیو کے سیکریٹری نے سی ایل آئی پر وردان کے نمبر پڑھ کر بڑی عقیدت سے کہا ''سوامی جی نمسکار! آپ نے بڑے دنوں بعد یاد کیا ہے۔''

وہ بولا۔ ''کسی کٹھن سے میں ہی پربھو کی یاد آتی ہے۔ میں براہِ راست ان سے رابطہ کر سکتا ہوں لیکن یہ معلوم کرنے کے لیے فون کیا ہے کہ وہ کہیں گیان دھیان میں مصروف تو نہیں ہیں؟''

''نہیں۔ انہوں نے ابھی بھوجن کیا ہے اور اپنی بیٹھک میں اکیلے ہیں۔''

''ٹھیک ہے میں ان کے پاس جاتا ہوں۔''

وردان نے فون کا رابطہ ختم کیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے گرو دیو کے پاس پہنچ کر کہا ''جے ہو گرو دیو کی! آپ کا سیوک سوامی وردان دشوانا تھ آپ کے سامنے ڈنڈوت کرتا ہے۔''

وہ جہاں تھا' وہاں دونوں ہاتھ جوڑ کر فرش پر اوندھے منہ لیٹ گیا۔ پیشانی کو اور ناک کو زمین سے لگا لیا۔ دیوی دیوتاؤں کے سامنے یا گرو دیو جیسی بڑی ہستیوں کے سامنے اسی طرح اوندھے منہ لیٹ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر ڈنڈوت کیا جاتا ہے۔

گرو دیو سوامی پربھو دیال شنکر خیال خوانی کے ذریعے اسے دیکھ رہے تھے اور بھاری بھرکم آواز میں کہہ رہے تھے۔ ''وردان! سواگتم..... جب تو آخری بار یہاں سے گیا تو میں نے تجھے آشیرباد دی تھی۔ تجھ سے کہا تھا۔ دُکھی لوگوں کی سیوا کرتا رہے گا' بے بس اور مجبور لوگوں کی دعائیں لیتا رہے گا تو تجھے عزت شہرت اور دولت ملتی رہے گی۔ اور تو آسمان کی بلندیوں کو چھوتا رہے گا۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولے۔ ''مگر تو نے اپنے گرو دیو کو نراش کیا ہے۔ آسمان تو بہت دور ہے تو ابھی تک زمین سے چمٹا ہوا ہے۔ مٹی کے کیڑے! تو پاؤں تلے روندا جانے والا ہے۔''

وہ عاجزی سے گڑگڑاتے ہوئے بولا۔ ''گرو دیو! مجھ سے جانے ان جانے میں جو بھی بھول ہوئی ہے اس کے لیے مجھے شما کرو۔ آپ کی دیا سے مجھے ٹیلی پیتھی جیسی شکتی ملی۔ میں سمجھنے لگا اس شکتی سے ساری دنیا کو جیت لوں گا مگر.....''

''مگر یہ بھول گیا تھا کہ ہماری دنیا میں سیر پر سوا سیر ہیں۔ تو ایک ایسی شکتی سے ٹکرا گیا ہے جس کو چلانا تیرے بس کی بات نہیں ہے۔''

''میرے بس میں نہیں ہے اسی لیے آپ کے چرنوں میں آیا ہوں۔ پتا نہیں کیا بات ہے' جب بھی کوئی قدم اٹھاتا ہوں' لڑکھڑا جاتا ہوں۔ دشمن سچ مچ مہا شکتی مان ہے۔ میں اسے ایک طرف سے مارنا چاہتا ہوں۔ وہ دس طرف سے مارتا ہے۔ بھگوان کے لیے آپ میری سہایتا کریں۔''

وہ اپنی گونجتی اور گرجتی ہوئی آواز میں بولے۔ ''بھاوُنا سے کرتو اونچا ہے۔ (عمل' جذبات سے برتر ہوا کرتا ہے) تو اپنے کرتو کو بھول گیا اور بھاوُنا میں پھنسنے لگا۔ میں نے گیان دھیان کے سے تجھے عورتوں سے دور رہنے کی شکشا دی تھی۔''

گرو دیو نے ایک ذرا چپ رہنے کے بعد کہا ''میں نے سمجھایا تھا۔ تو بس ایک شادی کرے گا اور دوسری عورتوں کو ماں' بہن اور بیٹی سمجھتا رہے گا تو تیرا مان بڑھتا رہے گا۔ مگر تو سندر ناریوں کے پیچھے اپنا کرتو بھول گیا۔''

وہ ندامت سے بولا ''میں بہت مجبور ہو گیا تھا۔ آپ میرے اندر کی بات جانتے ہیں جو لوگ غیر معمولی ہوتے ہیں' میں ان کے لیے تجسس میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔''

وہ زمین پر سے اٹھ گیا۔ دوز انو ہو کر دونوں ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گیا پھر سر جھکاتے ہوئے بولا۔ ''نومی کرشل' الپا اور فرہاد علی تیمور بھی ٹیلی پیتھی جیسی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ میں ان سب کے خلاف تجسس میں مبتلا ہو گیا۔''

''اگر تو تین غیر معمولی عورتوں کے پھیر میں نہ آتا تو اُن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمنی نہ ہوتی۔ ان کے ساتھ دوستی کر کے اپنی شکتی بڑھاتا رہتا۔ لیکن اُن عورتوں کے بارے میں تیرے اندر کھد بُد پیدا ہو گئی تھی۔''

اس نے گرو دیو کو اپنے حالات نہیں بتائے تھے' لیکن وہ انتریامی تھے۔ اسے کہہ رہے تھے۔ ''تو بھاوُنا میں بہتے ہوئے

سوچنے لگا کہ جڑواں بہنوں کو حاصل کرے گا۔ یا ایسی عورت کو حاصل کرے گا' جس کا شریر (جسم) کسی کا ہے اور آتما کسی کی ہے۔ تُو ایسی عورت کے پھیر میں بھی پڑ گیا تھا' جو عمر میں بہت بوڑھی تھی' لیکن کالے جادو کی شکتی سے جوان چھوکری بن گئی تھی۔ ان تمام عجیب و غریب عورتوں نے تجھ کو کہیں کا نہ رکھا۔ تُو ان کی خاطر فرہاد علی تیمور جیسے مہا شکتی مان سے ٹکرا رہا ہے اور مات پر مات کھا رہا ہے۔''

''گرو دیو! آپ مہا گیانی ہیں۔ فرہاد کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہوں گے۔ اس کی کمزوریوں کو بھی خوب سمجھتے ہوں گے۔ آپ کا یہ سیوک آپ سے بس ایک بھیک مانگتا ہے۔ فرہاد کی کوئی ایک ایسی کمزوری بتا دیں' جسے میں ذریعہ بنا کر اسے اپنی مٹھی میں رکھوں اور اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا سکوں۔''

''بھگوان نے مجھے مہا شکتی مان بنایا ہے۔ پھر بھی میں کسی کو اپنا سیوک اپنا غلام نہیں بناتا۔ تو فرہاد کو کیوں غلام بنانا چاہتا ہے اس نے تیرا کیا بگاڑا ہے؟ کیا تجھے اس نے کبھی نقصان پہنچایا ہے؟''

''اس سے بڑا اور کیا نقصان پہنچا سکتا ہے کہ جہاں میں کامیابی حاصل کرتا ہوں' وہ وہاں پہنچ کر مجھے ناکام بنا دیتا ہے۔''

''وہ خود تجھے نقصان پہنچانے نہیں آیا تو نے اسے مجبور کیا۔ فرہاد نے اپنی زندگی میں کبھی پہلا پتھر کسی کو نہیں مارا۔ جب کوئی اس سے چھیڑ کرتا ہے تب ہی وہ اینٹ کے جواب میں پتھر مارتا ہے۔''

وہ حیرانی سے بولا ''گرو دیو! وہ مسلمان ہے۔ ہمارا دشمن ہے اور آپ اس کی حمایت میں بول رہے ہیں۔''

''وہ مسلمان ہے تو کیا انسان نہیں ہے۔ اور اگر ہم ہندو ہیں تو کیا بہت بڑے انسان ہیں۔ دین دھرم اور ذات پات کا فرق کرتے ہو تو بتاؤ فرہاد دشمن کیوں ہے؟ اس نے کیا دشمنی کی ہے؟ اس نے اب تک تمہیں اور تمہارے بھارت دیش کو کیا نقصان پہنچایا ہے؟''

''میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا ہے وہ ہماری حکومت کے اور ملٹری انٹیلی جنس کے راز چرانے کے لیے اپنی ٹیلی پیتھی سے کام لیتا رہتا ہے۔''

''دنیا کے ہر ملک کے جاسوس ٹیلی پیتھی نہ جاننے کے باوجود دوسرے ملکوں کے راز چراتے ہیں۔ ہماری خفیہ ایجنسی را کے جاسوس پاکستان میں تخریبی کارروائیاں کرتے ہیں۔ وہاں کے راز چرا کر لاتے ہیں۔ کیا ہم ان مسلمانوں سے دشمنی نہیں کرتے ہیں؟''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا ''جب ہم اپنی بہتری کے لیے ترقی اور مسلمانوں سے اونچا ہونے کے لیے کوئی بھی جائز و ناجائز کام کرتے ہیں تو وہ نہ جرم ہوتا ہے نہ دشمنی ہوتی ہے لیکن یہی کام مسلمان کریں تو ہم انہیں مکار دشمن کہتے ہیں۔''

وہ چپ رہا۔ سوامی پربھو دیال شنکر نے کہا۔ ''دو بھائی اپنے باپ کی دولت اور جائداد حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ ایک دوسرے سے دشمنی کرتے ہیں اور دونوں ہی اپنی اپنی جگہ خود کو جائز اور دوسرے کو ناجائز کہتے ہیں۔ یہ دشمنی دین دھرم سے پیدا نہیں ہوتی۔ اپنے اندر کی بدنیتی سے پیدا ہوتی ہے۔''

''گرو دیو! آپ نے کہا تھا۔ تمام لوگ ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں۔ سب کا مزاج سب کے ارادے سب کی نیتیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ اس لیے کہیں دوستی ہے کہیں دشمنی۔ کہیں نفرتیں ہیں۔ کہیں محبتیں.....''

''ہاں۔ میں نے کہا تھا اگر صرف پُن (نیک عمل) ہو اور پاپ نہ ہو تو یہ ساری دنیا جنت بن جائے گی اور اگر پاپ ہو اور پن نہ ہو تو یہ دنیا جہنم بن جائے گی۔ بھگوان نے اس دنیا کو ہمارے کرتو (اعمال) پر چھوڑ دیا ہے۔ ہم میں سے کوئی نفرت' دشمنی اور پاپ سے اس دنیا کو نرک بناتا ہے اور کوئی محبت' دوستی اور پن سے اسے سورگ بنا دیتا ہے۔''

وہ پریشان ہو کر بولا ''میں بہت برے حالات سے گزر رہا ہوں۔ آپ کی یہ اچھی باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ مجھے شکتی دو۔ ایسا راستہ دکھاؤ' جس پر چلتے چلتے میں فرہاد کو اپنے قدموں تلے لے آؤں۔''

''میں اپنی شکتی سے پہاڑ کو جھکا سکتا ہوں۔ آسمان سے تارے توڑ کر لا سکتا ہوں لیکن مجھے ہوا کو مٹھی میں بند کرنے کا منتر نہیں آتا۔ جس سے تم ٹکرا رہے ہو' وہ ہوا کا جھونکا ہے۔ کبھی مٹھی میں نہیں آئے گا۔''

''کیا آپ بھی اپنی مہا شکتی سے فرہاد کو اپنے بس میں نہیں کر سکیں گے؟''

''کہہ تو دیا۔ میں تو کیا ہمارے دیوتا بھی ہوا کو مٹھی میں بند نہیں کر سکتے۔ جو ناممکن ہے اسے ممکن بنانے کی بات کیوں کرتے ہو؟''

''اس طرح آپ یہ مان رہے ہیں کہ فرہاد کے مقابلے میں آپ کمزور ہیں۔''

''میری کسی بات سے کمزوری ظاہر نہیں ہو رہی ہے۔ یہ سمجھ لو کہ فرہاد مجھ سے ٹکرائے گا اور مجھے اپنے بس میں کرنا چاہے

گا تو کبھی نہیں کر سکے گا۔ وہ بھی میرے مقابلے میں کمزور پڑ جائے گا۔''

''پھر تو آپ ضرور اسے کمزور بنائیں۔ اسے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیں۔''

''ہم دونوں نادان بچے نہیں ہیں۔ نہ وہ مجھ سے ٹکرائے گا' نہ میں اس سے ٹکراؤں گا۔ اس کا راستہ الگ ہے۔ میری ڈگر الگ ہے۔ نہ اس کے دل میں نفرت اور دشمنی ہے اور نہ ہی میرے دل میں ایسا کچھ ہے۔''

''آپ مجھے مایوس کر رہے ہیں۔ میں کسی بھی طرح آپ کی سہائتا چاہتا ہوں۔''

''میں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں۔ میرے پاس آؤ تو اپنے دل اور دماغ کو پوتر (پاک صاف) کر کے آؤ۔ جب تمہاری نفرت اور دشمنی سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا' تب میں تمہارے کسی کام آؤں گا۔''

''ٹھیک ہے' آپ کسی طرح کی شکتی نہ دیں۔ میری سہائتا نہ کریں' لیکن میں جن لوگوں کو تلاش کر رہا ہوں' وہ مجھے کہاں ملیں گے' اتنا تو بتا دیں۔''

''وہ سب تمہیں ممبئی میں ملیں گے۔ یہ بات میں اس لیے بتا رہا ہوں کہ تم ڈھونڈ لینے کے بعد بھی انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔''

''میں آپ کے سامنے آ کر ڈنڈوت کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں بھی اسی شہر میں ہوں' جہاں تم انہیں ڈھونڈنے آؤ گے۔ یہاں جب چاہو میرے پاس آ سکتے ہو۔ بس اب جاؤ۔ میں ابھی مصروف رہوں گا۔''

وہ ایک طرف فرش پر سر جھکائے دوزانو بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت تک خیال خوانی کے ذریعے اپنے گرو دیو کے سامنے حاضر تھا۔ اب دماغی طور پر اپنی ایک خفیہ پناہ گاہ میں حاضر ہو گیا تھا۔

وہ شیوانی اور عدنان کی تلاش میں بھٹک رہا تھا۔ پریشان ہو رہا تھا۔ گرو دیو کے پاس جانے کا یہ فائدہ ہوا کہ ان کا سراغ مل گیا۔ یہ معلوم ہو گیا کہ ممبئی شہر میں انہیں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی وقت وہاں جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔

☆☆☆

شیوانی نے اپنی موت کے بعد ارنا میریا کے جسم میں نئی زندگی حاصل کی تھی پھر اس کے ذریعے اس نے اپنے ساتھی شوہر پورس کو حاصل کیا تھا۔ اغوا کاروں عدنان بھی اس کے ساتھ تھا۔ کبھی اس کے ساتھ رہتا تھا' کبھی بچھڑ جاتا تھا۔

پھر ارنا میریا کا جسم بھی فنا ہو گیا۔ اس کے بعد ایک دوسری دوشیزہ الکا اگنی ہوتری کے جسم میں اسے پھر ایک بار نئی زندگی ملی۔ اب ایک طویل عرصے کے بعد اسے پھر پورس کی پیار بھری آغوش مل رہی تھی' لیکن پیار بھری خوشیاں ملنے کے باوجود وہ خوش نہیں تھی۔ اپنے بیٹے عدنان کی جدائی میں تڑپ رہی تھی۔ پورس نے اسے سمجھایا۔ ''خوشی اور غم' ملنا اور بچھڑنا' انسان کی زندگی میں لگا ہی رہتا ہے۔ میں کتنی بار تم سے بچھڑتا رہا۔ دیکھو ہم پھر مل رہے ہیں۔ اسی طرح ہمارا بیٹا بھی ایک دن ہمیں مل جائے گا۔''

''وہ ایک دن کب آئے گا' جب میں بیٹے کی صورت دیکھوں گی اور اسے کلیجے سے لگا کر پیار کروں گی؟''

''تم دیکھ رہی ہو کہ کبھی خیال خوانی کے ذریعے اسے تلاش کر رہے ہیں۔''

''اسے صرف اسی شہر میں تلاش کیا جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ یہاں سے کسی دوسری جگہ چلا گیا ہو۔''

پورس نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا۔ ''آخری بار جب خیال خوانی کے ذریعے عدنان کے دماغ میں جگہ ملی تھی تو وہ کسی اجنبی عورت کے ساتھ تھا اور اسی شہر میں تھا۔''

''یہ بات تم نے کل شام کو کہی تھی۔ اب پندرہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس عرصے میں پتا نہیں' وہ شہر چھوڑ کر کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہو گا؟''

وہ بیزار ہو کر بولا' ''پتا نہیں تم نے کیسا بیٹا پیدا کیا ہے۔ کبھی ایک جگہ ٹک کر نہیں رہتا۔ خود بھٹکتا ہے اور ہمیں بھی اپنے پیچھے بھٹکاتا رہتا ہے۔ اس کے ایب نارمل ہونے میں اب کوئی شبہ نہیں رہا۔''

وہ ناراض ہو کر بولی ''میرے بیٹے کو ایب نارمل نہ کہو؟''

''اور کیا کہوں؟ وہاں بابا صاحب کے ادارے میں اس نے ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا کہ تمہارے پاس جائے گا۔ تم سے ملے گا۔ وہ ملنے کے لیے میرے ساتھ یہاں دہلی تک آیا' پھر یہاں آتے ہی اس کی کھوپڑی گھوم گئی۔ اچانک ہی تم سے دور ہو گیا۔ کیا اس طرح یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ نیم پاگل ہے' سر پھرا ہے۔''

''پلیز پورس! میرے بیٹے کو پاگل اور سر پھرا نہ کہو۔ اس کا یہ کمال دیکھو کہ دوست ہو یا دشمن' تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے پیچھے دوڑا رہا ہے اور کسی کو اپنے سائے تک پہنچنے بھی نہیں دے رہا ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اس کے گرینڈ پا نا قابل شکست ہیں اور خیال خوانی کے شہنشاہ کہلاتے ہیں۔ ان کا پوتا انہیں بھی نچنی کا ناچ نچا رہا ہے۔''

''بیٹے کے ایسے کمالات بڑے فخر سے بیان کر رہی ہو اور اس کی بے تکی حرکتوں کے باعث پریشان بھی ہوتی ہو۔ روتی بھی ہو۔ اس کی جدائی میں تڑپتی بھی ہو۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''بس اس کی یہی حرکت سمجھ میں نہیں آ رہی ہے' وہ ایسا کیوں کرتا رہتا ہے۔''

دروازے پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔ وہ دونوں الگ ہو کر بیٹھ گئے پھر پورس نے کہا۔ ''آ جاؤ۔''

اعلیٰ بی بی دروازہ کھول کر اندر آئی۔ شیوانی نے جلدی سے اٹھ کر بے چینی سے پوچھا۔ ''کیا اس کی کوئی خبر ملی؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ''کل رات اس کے دماغ میں جگہ ملی تھی۔ پتا چلا وہ اس عورت کے ساتھ ٹرین میں سفر کر رہا ہے۔''

شیوانی نے پورس کے بازو کو تھام کر کہا ''دیکھو میں نہ کہتی تھی کہ وہ اب اس شہر میں نہیں ہے۔ کہیں دوسری جگہ جا چکا ہے۔ اور وہ جا رہا ہے۔''

پورس نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا ''تم نے اس کے خیالات پڑھے ہوں گے۔ وہ کہاں جا رہا ہے؟''

''بھائی! میں کیا کہوں۔ یہ لڑکا کیسا ہے' آپ سب جانتے ہیں۔ کچھ معلوم کرنے سے پہلے ہی اس کے خیالات پھر گڈمڈ ہو گئے۔ تب سے اب تک میں کئی بار اس کے اندر جا چکی ہوں لیکن اس کی سوچ کی مختلف لہریں کسی ایک خیال پر مرکوز نہیں ہیں۔''

''اس کے ساتھ جو عورت ہے' کیا اس کے خیالات پڑھے نہیں جا سکتے؟''

''وہ سانس روک لیتی ہے یا تو یوگا جانتی ہے یا شاید ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے۔ عدنان کو اپنے ساتھ لیے پھر رہی ہے۔ پتا نہیں اس کے مقاصد کیا ہیں؟''

شیوانی نے اعلیٰ بی بی سے کہا ''عالی! کچھ کرو کسی طرح معلوم کرو کہ وہ ٹرین کے ذریعے کہاں گیا ہے؟''

''ہماری معلومات کا ذریعہ صرف عدنان ہے۔ جب وہ اپنے دماغ میں خیالات پڑھنے کا موقع دیتا ہے تو ہمیں کچھ معلوم ہوتا ہے۔ یہ لڑکا تو ہمارے لیے چیلنج بن گیا ہے۔ اگر ابھی مما ہوتیں تو ضرور اسے قابو میں کر لیتیں۔''

عدنان دہلی سے جانا نہیں چاہتا تھا۔ جہاں اس کی ماں تھی' وہیں رہ کر اسے دور ہی دور سے دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن وہاں اس کے لیے خطرات پیدا ہو گئے تھے۔ نومی اور وردان نے اسے اس کی ساتھی ارچنا کے ساتھ ایک شاپنگ سینٹر میں ٹریپ کرنا چاہا تھا۔ ایسے وقت تاشا اسے وہاں سے بچا کر لے گئی تھی۔ پھر اسے سمجھایا تھا کہ فوراً ہی یہ شہر چھوڑ دینا چاہیے۔

وہ اسی شرط پر راضی ہوا کہ وہ جہاں بھی جائے گا' وہاں اس کی ماں شیوانی کو بھی پہنچنا چاہیے اور تاشا نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ شیوانی بھی جلد ہی ممبئی آئے گی۔

اب اگر وہ ممبئی نہ جاتی تو عدنان تاشا سے ناراض ہو جاتا اور وہ کسی صورت میں اسے ناراض نہیں ہونے دیتی تھی۔ وہ اس کا ہونے والا مجازی خدا تھا لیکن ابھی بہت چھوٹا تھا۔ وہ اسے بہلا پھسلا کر راضی رکھتی تھی۔

چھوٹا سا بلما مورا
روٹھ جاتا ہے
نہ جانے یہ کب
جوان ہو گا
موری باتنہوں میں
آندھی اور طوفان ہو گا؟

اب اسے راضی رکھنے کے لیے تاشا کو اپنا وعدہ پورا کرنا تھا۔ شیوانی کو کسی طرح ممبئی کا راستہ دکھانا تھا۔ اس نے ارچنا کو مخاطب کیا۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی ''جے ہو دیوی کی.....!''

تاشا نے ارچنا کو یہ تاثر دیا تھا کہ وہ اس کی دیوی ماں ہے' جو برے وقت میں اس کی مدد کے لیے آئی ہے۔ وہ عدنان کے سر پر سایہ بن کر رہے گی تو دیوی ماں اس کی ہر مصیبت میں کام آتی رہے گی اور اسے ضرورت کے وقت لاکھوں روپے ملتے رہیں گے۔

اور وہ دیکھ رہی تھی کہ دیوی جو کہتی تھی' وہی ہو جاتا تھا۔ وہ اپنی ضرورت بیان کر کے رات کو سوتی تھی' اس کی غفلت کے دوران تاشا کسی کو آلۂ کار بنا کر اچھی خاصی رقم اس کے کمرے میں پہنچا دیتی تھی۔ اسے پورا یقین ہو گیا تھا کہ دیوی ماں اس پر مہربان ہے۔ اور جب تک وہ اس بچے کی حفاظت کرتی رہے گی' تب تک ماتا جی اس کی مشکلیں آسان کرتی رہے گی۔

ارچنا کے بارے میں پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ وہ کسی کمار سہگل نامی شخص سے محبت کرتی تھی۔ اس نے اسے دھوکا دیا تھا۔ ارچنا کو لندن سے یہاں بلا کر خود کہیں غائب ہو گیا تھا۔ وہ کمار سہگل کے بتائے ہوئے پتے پر گئی تھی۔ پتا چلا اس کوٹھی میں کوئی دوسری فیملی رہتی ہے اور کمار سہگل کا دیا ہوا فون نمبر بھی غلط تھا۔ اس نمبر پر رابطہ کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ فون کسی دوسرے شخص کا تھا اور وہ شخص اس کمار سہگل کو نہیں جانتا تھا۔

تاشا نے دیوی کی حیثیت سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ارچنا کے فراڈ محبوب کو تلاش کر لے گی اور اسے اس فراڈ سے انتقام لینے کا پورا پورا موقع دے گی۔ فی الحال وہ اپنے عدنان کے

معاملے میں الجھی ہوئی تھی۔

اس نے ارچنا کا لب و لہجہ اور آواز اختیار کر کے خیال خوانی کے ذریعے پورس کے پاس پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ سامنے اعلیٰ بی بی شیوانی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اس نے کہا ''کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے تم فوراً میرے اندر آؤ۔''

اِدھر اعلیٰ بی بی اس کے اندر آئی اُدھر تاشا نے دوسری بار ارچنا کی آواز اور لب و لہجے میں اس کے پاس آ کر کہا ''سانس نہ روکنا۔ میں تمہارے بیٹے کی ہاڈی گارڈ ہوں۔ میرا فون نمبر نوٹ کرو۔''

پورس نے وہ نمبر نوٹ کیے۔ اسی وقت وہ واپس چلی گئی۔ اعلیٰ بی بی نے پورس کے دماغ سے نکل کر اسے دیکھا پھر پوچھا۔ ''کیا وہ موجود ہے؟''

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ اعلیٰ بی بی نے خیال خوانی کی پرواز کی' پھر ارچنا کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچی تو اس نے سانس روک لی۔ وہ پورس کے پاس واپس آ کر بولی۔ ''میں اس کے اندر پہلے بھی جا چکی ہوں' وہ سانس روک لیتی ہے۔ اس بار خود ہی ظاہر کر دیا کہ ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ کوئی اس کے دماغ میں آئے۔ اسی لیے اپنا فون نمبر دیا ہے۔''

تاشا نے ارچنا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے دماغ کو حساس بنا دیا تھا۔ وہ کسی بھی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی تھی۔ پھر تاشا نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ عدنان کیوں اپنوں سے چھپتا پھر رہا ہے اور وہ اپنی ماں کی طویل زندگی کے لیے کس طرح اس سے آنکھ مچولی کھیل رہا ہے؟

وہ عدنان کے ساتھ ممبئی کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں تھی۔ اس نے بزرگ کی آواز سنتے ہی موبائل فون کی طرف دیکھا۔ تاشا اس کے اندر موجود تھی۔ اس نے فون اٹینڈ کرنے پر اسے مائل کیا۔ وہ اسے اٹھا کر اس کا بٹن دبا کر کان سے لگاتے ہوئے بولی۔ ''ہیلو!''

دوسری طرف سے پورس نے کہا۔ ''ابھی تم خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آئی تھیں۔ تم نے یہ فون نمبر دیا تھا۔ پلیز مجھے بتاؤ' میرا بیٹا کہاں ہے؟ اور تم اسے کیوں اپنوں سے الگ کر رہی ہو؟''

ارچنا نے تاشا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''اگر میں ایسا نہ کرتی تو دشمن اسے الگ کر دیتے۔''

''کیا یہ دشمنی نہیں ہے کہ تم پچھلے تیس گھنٹوں سے اسے اپنے ساتھ لیے پھر رہی ہو۔ تم دوست ہو یا دشمن ہو؟ اگر دوست ہو تو اسے ہمارے پاس کیوں نہیں لاتیں؟ اور اگر دشمن ہو تو دشمنی کی وجہ بتاؤ۔ کیا اس کی واپسی کے لیے کوئی بڑا مطالبہ کرنے والی ہو؟''

''مجھے مطالبہ کرنا ہوتا تو اب تک کر چکی ہوتی۔ مجھے کسی طرح کا لالچ نہیں ہے۔ میں نے اس بچے کو اغوا نہیں کیا ہے یہ خود میرے پاس آیا ہے۔''

''تم چاہو تو اسے ہمارے پاس لا سکتی ہو۔''

''میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ یہ چاہے گا تو میں اسے آپ کے پاس پہنچا دوں گی۔ ورنہ اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکوں گی۔''

''تم اپنا مکمل پتا بتاؤ۔ ہم ابھی وہاں پہنچیں گے۔''

''میں بتا چکی ہوں کہ عدنان کے ساتھ ممبئی میں ہوں۔ میں اس بچے کے حکم کی پابند ہوں۔ یہ مجھے حکم دے گا تو میں مکمل پتا بتا دوں گی۔''

ریسیور پورس کے کان سے لگا ہوا تھا' لیکن اعلیٰ بی بی اور شیوانی وائیڈ اسپیکر کے ذریعے دوسری طرف کی باتیں سن رہے تھے۔ ان تینوں نے ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھا۔ پھر پورس نے پوچھا ''کیا تم اس بچے کے احکامات کی پابند ہو؟ ایسی کیا بات ہے؟ کیا معاملہ ہے کہ تم اس کی تابعدار بن گئی ہو؟''

''میں نہیں جانتی کہ عدنان کے زیر اثر کیسے آ گئی ہوں۔ دو پیسے میں اس کی داسی یا نوکرانی نہیں ہوں۔ اپنی مرضی سے راضی خوشی اس کی ہر بات مانتی رہتی ہوں۔ اس کی مرضی کے خلاف ایسی کوئی بات نہیں کرنا چاہتی جس سے یہ ناراض ہو جائے۔ یہ ناراض ہوگا تو دیوی ماں مجھ سے ناراض ہو جائیں گی۔''

ان تینوں نے وائیڈ اسپیکر کو گھور کر دیکھا پھر ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ شیوانی نے کہا۔ ''دیوی ماں یہ کوئی ہندو عورت ہے' میرے بیٹے کی محافظ بنی ہوئی ہے۔ اس کی تابعداری کر رہی ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے؟''

وہ جلدی سے ٹیلی فون سیٹ کے قریب آ کر جھکتے ہوئے بولی۔ ''میں اپنے بیٹے سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ میں اس کی ماں ہوں اسے فون پر بلاؤ۔''

''جسٹ اے منٹ ----'' ارچنا نے آواز دی۔ ''عدنان یہاں آؤ۔ تمہاری ممی تم سے بات کرنا چاہتی ہیں۔''

عدنان واش روم سے باہر آ رہا تھا۔ اس نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔ ایسے وقت تاشا نے اس کے اندر کہا۔ ''میں نے تم سے وعدہ کیا تھا' ممبئی پہنچو گے تو تمہاری ماں بھی وہاں پہنچے گی۔ فی الحال تو وہ دہلی میں ہے ابھی فون پر اس سے بات کر سکتے ہو۔''

وہ پریشان ہو کر بولا ''تم جانتی ہو مجھے ممی کے قریب نہیں جانا چاہیے۔''

''میں جانتی ہوں تم ان کے قریب نہیں جا رہے ہو۔ صرف ان کی آواز سنو گے اور اپنی آواز سناؤ گے۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''میری ممی پر کوئی مصیبت تو نہیں آئے گی۔ اگر وہ میری آواز سنتے ہی مر جائیں گی یا ان کی زندگی کم ہو جائے گی تو میں کبھی تم سے بات نہیں کروں گا۔''

تاشا نے کہا ''تم نے جناب تبریزی کی یہ پیش گوئی بتائی تھی کہ تم جب بھی اپنی ماں کے پاس جاؤ گے اس کے گلے لگو گے تو اس کے چالیس دنوں کے بعد ان کی موت واقع ہوگی۔ یاد رکھو تم ان کے گلے نہیں لگنے جا رہے ہو صرف آواز کے ذریعے ملاقات ہوگی۔ تمہاری ممی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ جاؤ فون اٹینڈ کرو۔''

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ارچنا کے پاس آیا پھر اس سے فون لے کر اپنے کان سے لگا کر بولا۔ ''ہیلو! میں عدنان بول رہا ہوں۔''

دوسری طرف شیوانی ایک دم سے تڑپ گئی۔ بیٹے کی آواز سن کر بولی۔ ''میری جان! تم کہاں ہو؟ کیوں ماں کو تڑپا رہے ہو؟ یہ عورت کون ہے؟ اس نے کیوں تمہیں مجھ سے دور کر دیا ہے؟''

''انہوں نے مجھے کسی سے دور نہیں کیا ہے۔ یہ میری سسٹر ہیں۔ یہ مجھے دشمنوں سے بچاتی رہتی ہیں۔ مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں۔''

''تمہیں اتنا پیار کرتی ہے تو اس سے کہو' ہمیں مکمل پتا بتائے۔ ہم ابھی تمہارے پاس آ جائیں گے۔''

''سوری ممی! میں لاپتا رہنا چاہتا ہوں۔''

ان تینوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر پورس نے پوچھا۔ ''بیٹے تم کیوں لاپتا رہنا چاہتے ہو؟ اس طرح ہم سے دور کیوں بھاگ رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''میں دور رہوں گا تو میری ممی زندہ سلامت رہیں گی۔''

شیوانی ممتا کے جذبوں سے بھر گئی روتے ہوئے بولی۔ ''بیٹے اور تم نزدیک نہیں آؤ گے۔ میرے کلیجے سے نہیں لگو گے تو میں مر جاؤں گی۔''

''دشمن مریں گے۔ آپ نہیں مریں گی۔ آپ دیکھتی رہیں گی کہ جب تک میں دور رہوں گا' آپ زندہ سلامت رہیں گی اور خوش رہا کریں گی۔ میں آپ کی لمبی عمر چاہتا ہوں۔''

''میں اپنے بیٹے کے بغیر لمبی عمر جی کر کیا کروں گی۔ تمہارے بغیر دنیا کی کوئی خوشی مجھے خوشی نہیں لگتی۔ میں تمہارے ڈیڈی سے مل کر بھی اداس رہتی ہوں۔ تمہارے لیے روتی رہتی ہوں۔ اپنی ماں کے آنسوؤں کا خیال کرو اور ہمیں اس طرح اپنے پیچھے نہ دوڑاؤ۔ بیٹے! فوراً اپنا پتا بتاؤ۔ میں ابھی تمہارے ڈیڈی کے ساتھ آؤں گی۔''

''آپ ضرور آئیں۔ میں ممبئی شہر میں ہوں لیکن ہم کبھی ایک دوسرے کے سامنے نہیں آئیں گے، میں دور ہی دور سے آپ کو دیکھ کر خوش ہوتا رہوں گا۔''

''کیسی باتیں کرتے ہو بیٹے! تم مجھے دور ہی دور سے دیکھتے رہو گے اور میں تمہیں نہ دیکھوں؟''

عدنان اس وقت تاشا کی مرضی کے مطابق بول رہا تھا۔ ''آپ مجھے دیکھیں گی تو دوری برداشت نہیں کریں گی۔ فوراً یہاں آ کر مجھے گود میں لے کر پیار کرنے لگیں گی اور یہ میں نہیں چاہتا۔''

وہ حیرانی سے بولی ''کیا تم نہیں چاہتے کہ ماں تمہیں کلیجے سے لگا کر پیار کرے؟''

''میں کیا بتاؤں ممی! ہم ماں بیٹے کا مقدر عجیب ہے میں آپ کی آواز تو سن سکتا ہوں۔ دور سے دیکھ بھی سکتا ہوں لیکن قریب نہیں آ سکتا۔''

پورس نے کہا ''ایسی کیا بات ہے؟ تم صاف صاف بتاؤ۔ قریب کیوں نہیں آ سکتے؟ آنے سے کیا ہوگا؟ کس نے تمہارے دماغ میں یہ بات بھر دی ہے کہ تمہیں ماں سے دور رہنا چاہیے؟''

وہ بولا ''پاپا! پوری طرح یقین کرنے کے بعد ہی میں دور رہنے لگا ہوں۔ نزدیک آؤں گا تو ممی مجھے اپنے سینے سے لگا کر پیار کریں گی تو ان کا پیار مجھے صرف چالیس دنوں تک ملتا رہے گا۔ چالیس دن بعد وہ مر جائیں گی۔''

شیوانی، پورس اور اعلیٰ بی بی تینوں ایک دوسرے کو شدید حیرانی سے دیکھنے لگے۔ پھر اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ ''بیٹے! یہ بات تم سے کس نے کہہ دی ہے؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ماں اپنے بیٹے کو گود میں لے کر پیار کرے اور اس کے چالیس دن بعد مر جائے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا۔''

عدنان نے تاشا کی مرضی کے مطابق پوچھا ''کیا جناب اسد اللہ تبریزی پیش گوئی کریں گے تب بھی ایسا نہیں ہوگا؟''

ان تینوں کو چپ لگ گئی انہوں نے ایک دوسرے کو بے یقینی سے دیکھا۔ تاہم دلوں میں یہ یقین تھا کہ اگر یہ بات جناب تبریزی نے کہی ہے تو پھر درست ہوگی۔

پورس نے پوچھا ''بیٹے! کیا یہ بات جناب تبریزی نے تم سے کی ہے؟''

''ہاں۔ انہوں نے میری گرینڈ ماما سے یہ بات کہی ہے۔''

اعلیٰ بی بی نے ان دونوں سے کہا۔ ''تم فون پر اس سے باتیں کرتے رہو۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔''

یہ کہتے ہی وہ خیال خوانی کے ذریعے آمنہ کے پاس پہنچی۔ اس سے کہا ''ماما! میں آپ کی بیٹی اعلیٰ بی بی ہوں۔ ایک ضروری بات پوچھنے آئی ہوں۔''

''ہاں بیٹی پوچھو۔''

''کیا جناب تبریزی نے آپ سے کہا ہے کہ شیوانی اپنے بیٹے سے ملے گی تو ان ماں بیٹے کا ملاپ صرف چالیس دنوں تک رہے گا اس کے بعد اس کی موت واقع ہو جائے گی۔

آمنہ ذرا دیر چپ رہی۔ سر جھکائے بیٹھی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ ''ہاں شیوانی قدرت کے خلاف زندگی گزار رہی ہے۔ وہ بہت پہلے مر چکی ہے لیکن اس کی روح کو نجات نہیں مل رہی ہے۔ بہ ظاہر یہ دیکھنے میں آ رہا ہے کہ کالے جادو کے عمل سے اسے بھٹکایا جا رہا ہے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی ''جناب تبریزی فرماتے ہیں کہ لوحِ مقدر پر جو لکھا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس کے مقدر میں یہ لکھا ہے کہ جب تک وہ بیٹے سے نہیں ملے گی اس کی روح بھٹکتی رہے گی۔ جب بھی وہ دونوں ملیں گے تو ماں کی زندگی مختصر ہو جائے گی۔ روح کے بھٹکنے کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ وہ عالمِ ارواح میں چلی جائے گی۔''

''ماما! آپ اپنے پوتے کے بارے میں کچھ جانتی ہیں؟''

''بہت کچھ جانتی ہوں۔ اس کے ننھے سے دماغ میں اتنی بڑی بات سما گئی ہے کہ وہ ماں سے ملے گا تو ماں چالیس دنوں بعد اس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے گی۔ اس لیے وہ شیوانی سے دور بھاگ رہا ہے۔''

''کیا ایسا ممکن ہے کہ وہ ماں سے دور بھاگتا رہے۔ اس کے روبرو نہ آئے تو شیوانی کی زندگی طویل ہو جائے گی۔''

''ہاں صرف ماں بیٹے کے ملن سے ہی اس کی روح کو نجات ملے گی لیکن میرا پوتا قدرت کے خلاف جنگ لڑ رہا ہے۔''

''ماما! اس جنگ کا انجام کیا ہوگا؟''

''یہ مجھ سے نہ پوچھو۔ آگے جو ہونے والا ہے چپ چاپ دیکھتی رہو۔ اب تم جا سکتی ہو۔''

وہ پورس اور شیوانی کے پاس دماغی طور پر حاضر ہو گئی فون کا رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ شیوانی رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی ''ابھی کسی پہلی فلائٹ سے ممبئی جائیں گے۔''

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ ''کیا اس نے اپنا پتا بتایا ہے؟''

پورس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں۔ خدا جانے کے دماغ میں یہ بات کیوں سما گئی ہے کہ وہ ماں سے ملے گا چالیس دنوں کے بعد مر جائے گی۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''وہ درست کہہ رہا ہے۔ یہ جناب تبریزی کی پیش گوئی ہے۔''

دونوں نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ آمنہ سے جو باتیں معلوم کر کے آئی تھی' وہ ان کے سامنے بیان کرنے لگی۔ وہ باتیں سننے کے بعد شیوانی نے اپنے سینے پر دونوں ہاتھوں کو بھینچی یوں بنا لی جیسے بیٹے کو خیال ہی خیال میں سینے سے لگا دبوچ رہی ہو۔ پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کہنے لگی ''بچہ مجھ سے کتنی محبت کرتا ہے۔ میری لمبی عمر کے لیے مجھ سے دور رہنا چاہتا ہے لیکن میں ایسی عمر لے کر کیا کروں گی۔ اس سے ملنے کے بعد چالیس دن کی زندگی منظور ہے۔ مجھے بھی زندگی ملے گی وہ میں اپنے بچے کے ساتھ گزاروں گی۔''

پورس نے اسے تھپک کر کہا۔ ''آنسو پونچھ لو۔ ہم جا رہے ہیں۔''

☆☆☆

نومی کرشل نے آنکھیں کھول کر دیکھا وہ اپنے بیڈ چاروں شانے چت لیٹی ہوئی تھی۔ آنکھیں کھلتے ہی اسے آ گیا کہ اس نے خود پر تنویمی عمل کرایا تھا۔ کاشف جمال اس عمل کرتا رہا تھا۔ پھر اس نے دو گھنٹے تک تنویمی نیند سونے دیا تھا۔ اور وہ اس کے حکم کے مطابق دو گھنٹے کی نیند پوری کر کے بعد بیدار ہو گئی تھی۔

یہ سب کچھ اس طرح ہوا تھا کہ نومی کے ایک اور م اور تابعدار نے کاشف جمال کو اس وقت تک گن پوائنٹ تھا جب تک دونومی پر عمل کرتا رہا تھا۔

ایسے وقت نومی ان دونوں سے سیکڑوں میل دور کاشف جمال کو بھی حکم دیا تھا کہ وہ اس بنگلے کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جائے۔ دوسرے مکان میں وہ گن مین کا جمال کے ساتھ تھا۔ نومی کرشل ان دونوں کے خیالات رہی تھی۔ پھر اس نے گن مین سے کہا ''میں تنویمی نیند چکی ہوں اور اب اپنے ہوش و حواس میں ہوں۔ تم کا

جمال کو اب گن پوائنٹ پر نہیں رکھو گے۔''

اس نے کاشف جمال سے کہا ''میں شاور لینے جا رہی ہوں اس کے بعد تم سے رابطہ کروں گی۔''

وہ شاور لینے کے دوران میں سوچتی رہی کہ کاشف نے اس کے دماغ میں کیسی کیسی باتیں نقش کی ہیں۔ اسے سب کچھ یاد آ رہا تھا۔ عمل کے آخر میں اسے حکم دیا گیا تھا کہ اس پر جو بھی عمل کیا گیا ہے۔ اس کی ایک ایک تفصیل بعد میں یاد رہے گی۔

اس نے آدھے گھنٹے بعد کاشف جمال کو مخاطب کیا۔ پھر اس سے کہا۔ ''میں بہت اہم تبدیلیوں سے گزرنے والی ہوں۔ تم نے میرے دماغ میں یہ بات نقش کی ہے کہ چھ گھنٹے بعد میں فرہاد کے سامنے اپنی موت کا ڈراما پیش کروں گی۔ ان چھ گھنٹوں میں سے دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔ نومی کی حیثیت سے میری زندگی صرف چار گھنٹوں کی رہ گئی ہے اس مختصر سے وقت میں مجھے اہم کام نمٹانے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''تم اپنے معاملات خوب سمجھتی ہو۔ پھر بھی میں تمہیں یہ یاد دلا دوں کہ میڈم سونیا کے بعد الپا تمہارے لیے بہت اہم ہے۔ تمہاری معمولہ اور تابعدار ہے اور تم نے اسے اسرائیل پہنچا دیا ہے۔''

''ہاں مجھے الپا کے سر پر سوار رہ کر اسرائیلی اکابرین پر حکومت کرنا ہے۔ یہ بہت بڑا ٹیم ہے اور بہت ہی منافع بخش ہے۔ میں نومی کی حیثیت سے مرنے کے بعد بھی یہ گیم جاری رکھوں گی۔''

''میڈم سونیا کی حیثیت سے زندہ رہ کر بھی تمہیں یہ سب کچھ یاد رہے گا کہ کس کے ساتھ کیسا کیسا گیم کھیل رہی ہو۔''

''میں نے یہ طے کیا تھا کہ ہر تین چار دنوں کے بعد سونیا پر تنویمی عمل کیا کروں گی۔ تاکہ میرا عمل مستحکم رہے اور وہ کبھی میرے اثر سے نہ نکل سکے۔ ابھی میں اس مقصد کے لیے اس کے پاس جاؤں گی۔''

''میڈم سونیا کے سلسلے میں کیا کیا جائے؟ انہیں کہاں تلاش کیا جائے؟''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''یہ میرا سب سے اہم مشورہ ہے۔ اگر وہ فرہاد کے ہاتھ لگ جائے گی تو میری ساری پلاننگ چوپٹ ہو جائے گی۔ تم اس ہاسپٹل کے ڈاکٹر اور نرسوں کے پاس جاؤ' جہاں سونیا پر علاج تھی۔ اسے تلاش کرنے کے اور بھی ذرائع پیدا کرو اور اسے ڈھونڈتے رہو۔ میں الپا سے فارغ ہو کر تمہیں مخاطب کروں گی۔''

الپا نے پہلے کی طرح اسرائیلی اکابرین کا بھرپور اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ ان سے یہ صاف صاف کہہ دیا تھا کہ فی الحال وہ فلسطینی مجاہدین کے خلاف خیال خوانی سے کام نہیں لے گی۔ اس نے کہا۔ ''میں فی الحال فرہاد اور پارس کو ناراض نہیں کرنا چاہتی۔ ان سے بنائے رکھنا چاہتی ہوں کیونکہ میری بیٹی الوشے ہاہا صاحب کے ادارے میں زیرِ تعلیم ہے۔''

ایک حاکم نے کہا۔ ''آپ کی بیٹی یہاں بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتی ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے تعلیمی ادارے ہیں' جہاں وہ طرح طرح کے علوم حاصل کر سکتی ہیں۔''

وہ بولی ''بے شک بڑے بڑے تعلیمی ادارے اس دنیا میں ہیں لیکن کوئی ادارہ اسے ٹیلی پیتھی نہیں سکھائے گا اور اس کے اندر غیر معمولی صلاحیتیں پیدا نہیں کر سکے گا۔ یہ صرف ہاہا صاحب کے ادارے میں ہی ممکن ہے۔ اسی لیے میں نے اسے وہاں تعلیم حاصل کرنے تک چھوڑ دیا ہے۔ جب تعلیم مکمل ہو جائے گی تو میں کسی حیلے بہانے سے اسے یہاں لے آؤں گی۔''

ایک فوجی آفیسر نے کہا ''فلسطینی مسلمان روزِ اوّل سے ہمارے لیے مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔ ہم آپ کی خیال خوانی کے ذریعے انہیں ہاآسانی کچل سکتے ہیں لیکن آپ اپنی ایک بیٹی کو وہاں چھوڑ کر اس مسئلے کو اور پیچیدہ اور طویل بنا رہی ہیں۔''

''بہت عرصہ پہلے میں خیال خوانی کے ذریعے ان فلسطینی مسلمانوں کے خلاف کئی طرح کے اقدامات کر چکی ہوں لیکن نتیجہ آپ سب کے سامنے ہے۔ پہلے فرہاد کے چند ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے جو فلسطینی مسلمانوں کی مدد کرتے تھے۔ اب تو ہاہا صاحب کے ادارے میں نہ جانے کتنے خیال خوانی کرنے والے پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ سب فلسطینی مسلمانوں کی حمایت کے لیے یہاں آئیں گے تو میں تنہا ان کا مقابلہ نہیں کر سکوں گی۔ بہتر یہی ہے کہ ہم ابھی دوستانہ انداز اختیار کریں۔''

ایک آرمی افسر نے کہا ''آپ کھل کر خیال خوانی کے ذریعے فلسطینی مجاہدوں کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں۔ درپردہ ہمارا ساتھ دیں۔ اس طرح فرہاد اور پارس کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔''

وہ بولی ''آپ ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈوں کو نہیں سمجھتے ہیں۔ فرہاد اتنا نادان نہیں ہے کہ میں درپردہ خیال خوانی کے ذریعے کسی بھی فلسطینی مجاہد کو نقصان پہنچاؤں اور اسے معلوم نہ ہو سکے۔ بہتر ہے آپ حضرات ٹیلی پیتھی کے معاملے میں مجھ سے بحث نہ کریں۔ میں حکومت کے اور فوج کے ہر پیچیدہ معاملے میں کام آؤں گی۔ صرف فلسطینی مجاہدین کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گی۔''

ایک نے کہا ''ہم فوج کے اعلیٰ افسران ہیں۔ اپنی حکمتِ

عملی سے کام لیتے ہیں۔ اگر آپ خیال خوانی کے ذریعے ہماری مدد نہیں کریں گی تو پھر ہم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعاون حاصل کریں گے۔''

''میں اس کی اجازت نہیں دوں گی۔''

''آپ کیوں اعتراض کررہی ہیں؟''

''اس لیے کہ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے فلسطینی مجاہدین کو نقصان پہنچائیں گے تو فرہاد اور پارس کو یہی شبہ ہوگا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے ایسا کررہی ہوں۔ جبکہ میں انہیں کسی شبہے میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی۔''

وہ اعلیٰ افسر چپ رہا۔ الپا نے اس کے خیالات پڑھے پھر کہا۔ ''میں تمہاری سوچ پڑھ رہی ہوں اور یہ سمجھ رہی ہوں کہ تم مصلحتاً ابھی خاموش ہوگئے ہو۔ لیکن تم نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ میں نے خیال خوانی کے ذریعے فلسطینی مجاہدین کے سلسلے میں اپنی فوج کا ساتھ نہ دیا تو پھر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعاون حاصل کیا جائے گا۔''

وہ افسر انکار نہ کرسکا۔ خاموش بیٹھا رہا۔ وہ بولی۔ ''یاد رکھو اگر ایسا ہوگیا تو سمجھو تم سب مجھ سے محاذ آرائی کرو گے۔ اگر میری مرضی کے خلاف امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعاون حاصل کرو گے تو میں فرہاد اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں بلالوں گی، پھر اس کا نتیجہ کتنا بھیانک ہوگا۔ یہ تم سب اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔''

یہ بات سن کر سبھی کو چپ لگ گئی۔ سب اپنی اپنی جگہ سوچنے لگے۔ پھر ایک حاکم نے کہا ''میڈم اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جو بات آپ کو ناگوار گزرے گی اور کسی معاملے پر ہم سے اختلاف ہوگا تو آپ ہمارے خلاف محاذ آرائی کے لیے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلالیں گی۔ یہ تو کوئی حُبّ الوطنی نہ ہوئی۔''

الپا نے کہا۔ ''کیا یہ حُبّ الوطنی نہیں ہے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے آپ کا ہر کام کررہی ہوں؟ کسی بات سے انکار نہیں کرتی ہوں۔ مسلمانوں کے سلسلے میں بھی مصلحت سے کام لے رہی ہوں۔ اگر ہم ان سے دوستی کرکے امن و امان سے رہ سکتے ہیں تو کیوں خواہ مخواہ جھگڑا مول لیں۔ اگر فلسطینی مسلمانوں کے خلاف خیال خوانی کا ہتھیار استعمال نہ کیا گیا تو فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی آپ لوگوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ کیا اتنی سی بات آپ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے؟''

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ پھر بولی ''میں تھوڑی دیر آرام کرنے جارہی ہوں۔ آپ موجودہ حالات پر غور کریں اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ اس ملک میں میرے مقابلے پر کسی بھی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو لایا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میرے خلاف محاذ آرائی ہورہی ہے۔ اس سے پہلے بھی ایسا ہوا تھا اور میں یہ ملک چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ لیکن اس بار میں ملک نہیں چھوڑوں گی۔ آپ اپنی اپنی کرسیاں چھوڑیں گے۔''

وہ ان سے منہ پھیر کر جانے لگی پھر دروازے کے پاس رک کر پلٹ گئی۔ ایک آرمی آفیسر کو دیکھتے ہوئے بولی ''تمہارے دماغ میں یہ بات پک رہی ہے کہ اب تو میں تم سب کی نظروں کے سامنے آنے لگی ہوں۔ کسی وقت بھی مجھے گولی ماری جاسکتی ہے۔ تم اپنی یہ حسرت کسی وقت بھی پوری کرکے دیکھ لو۔ میرے مرتے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی پوری فوج یہاں آئے گی اور تم سب کو تہس نہس کرکے رکھ دے گی۔''

وہ ان سب پر نظر ڈالتی ہوئی بولی ''جب تک میری بیٹی الونشے بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ تب تک ان سب کی ہمدردیاں الونشے کی اس ماں کے ساتھ بھی رہیں گی۔ مختصر یہ کہ میرے خلاف محاذ آرائی بہت مہنگی پڑے گی۔''

وہ باہر آکر اپنی کار میں بیٹھ گئی پھر مکمل پروٹوکول کے ساتھ اپنے شاہی محل میں پہنچ گئی۔ وہاں اس نے آرام سے بیٹھ کر پارس کو مخاطب کیا۔ ''ہائے پارس! میں الپا بول رہی ہوں۔''

''یولو الپا! کیسی ہو؟''

وہ بولی۔ ''تمہاری اور الونشے کی محبت کے سہارے جی رہی ہوں۔ لیکن جب سے یہاں حمل ابیب پہنچی ہوں تب سے میری بیٹی مجھے اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتی۔ جیسے ہی میں اس کے اندر پہنچتی ہوں، وہ سانس روک لیتی ہے۔''

''یہ بات تمہیں سمجھنا چاہیے کہ اسرائیل پہنچنے کے بعد تم مملوک ہوگئی ہو۔ وہاں تمہیں پہلے کی طرح اقتدار حاصل ہوگیا ہے۔ ایک طرح سے وہاں کی حکمران ہو۔''

''بے شک میں پہلے کی طرح یہاں حکومت کررہی ہوں۔ لیکن تمہاری اور الونشے کی محبت نے میری سوچ اور میرے ارادے بدل دیے ہیں۔ مجھ میں یہ اہم تبدیلی آئی ہے کہ میں مسلمانوں کے خلاف خیال خوانی کا ہتھیار استعمال نہیں کرتی ہوں۔''

وہ بولا ''الپا! تم یہ جانتی ہو کہ میں جمیلہ اور نبیلہ کے معاملے میں بری طرح الجھا ہوا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ الونشے اپنی ماں کو اپنے دماغ میں کیوں نہیں آنے دیتی؟ سانس کیوں روک لیتی ہے؟ بہتر یہ ہوگا کہ تم پاپا سے بات کرو۔ وہ شاید اس سلسلے

میں تمہاری مدد کرسکیں گے اور بہترین مشورے دے سکیں گے۔''

اس نے میرے پاس آکر مخاطب کیا ''پاپا! میں الپا بول رہی ہوں۔''

''ہاں بیٹی! بولو جب سے نومی نے تمہیں ٹریپ کیا ہے تم بالکل ہی ہم سے دور ہوگئی ہو۔ سنا ہے اسرائیل میں ہو اور پہلے کی طرح وہاں اقتدار سنبھال لیا ہے۔''

''آپ نے درست سنا ہے۔ لیکن مجھے کسی ملک پر حکومت کرنے کا شوق نہیں ہے۔ میں صرف اپنی بیٹی الونشے کا دل جیتنا چاہتی ہوں۔ پتا نہیں وہ کیوں مجھ سے ناراض ہوگئی ہے۔ جب بھی اس کے پاس جاتی ہوں، وہ سانس روک لیتی ہے۔''

میں نے پوچھا ''کیا اس کی وجہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئی؟''

''اگر سمجھ میں آتی تو آپ کے پاس بیٹی کی شکایت کرنے نہ آتی۔''

''میری پوتی الونشے تم سے ناراض نہیں ہے۔ ہم سب یہ جانتے ہیں کہ تمہارے پیچھے نومی کرسٹل چھپی ہوئی ہے۔ تم اگر الونشے کے اندر جاؤ گی تو اس کا مطلب ہوگا کہ تمہارے پیچھے نومی کرسٹل، الونشے کے اندر پہنچے گی۔ گویا وہ بابا صاحب کے ادارے کے اندر پہنچ جائے گی۔''

الپا سوچ میں پڑ گئی۔ میں نے کہا ''تمہاری بیٹی دراصل تمہارا راستہ نہیں، نومی کرسٹل کا راستہ روکتی رہتی ہے۔''

وہ پریشان ہوکر اپنی پیشانی کو ایک انگلی سے رگڑتے ہوئے بولی ''مگر پاپا! مجھے ایسا نہیں لگتا کہ نومی نے میرے دماغ پر قبضہ جمارکھا ہے۔ میں تو خود کو بہت ہی آزاد اور خودمختار محسوس کررہی ہوں۔''

''الپا! تم نے اپنی زندگی میں کتنی ہی بار کتنوں پر تنویمی عمل کیے ہیں۔ یہ جانتی ہو کہ اگر اپنے معمول کے دماغ میں یہ بات نقش کردی جائے کہ اسے تنویمی عمل کے زیر اثر آنے کا احساس نہ ہو اور وہ خود کو آزاد اور خودمختار سمجھتا رہے تو پھر وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد خود کو آزاد اور خودمختار سمجھنے لگتا ہے۔ جیسا کہ تم سمجھ رہی ہو۔''

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی۔ ''ہاں پاپا! آخری بار نومی کرسٹل نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ اس کے بعد میں خود سے غافل ہو گئی تھی۔ اتنے دنوں تک اسرائیلی اکابرین سے مختلف معاملات میں مصروف رہی اور آپ سب سے رابطہ کرنا ہی بھول گئی۔ اس طرح مجھے معلوم ہورہا ہے کہ نومی کرسٹل نے مجھے اسرائیلی اکابرین کی طرف لگا دیا ہے اور مجھے آپ لوگوں سے دور کرچکی ہے۔''

وہ پریشان ہوکر بولی۔ ''اوہ گاڈ! میں کیا کروں۔ کس طرح اس سے نجات حاصل کروں؟''

''اگر تم مجھے دماغ میں آنے دو گی تو میں تمہیں نجات دلا سکوں گا لیکن شاید تم ایسا نہ کرسکو۔ تم اس کے زیر اثر ہو۔''

''آپ میرے دماغ میں آکر دیکھیں، شاید میں سانس نہ روکوں اور آپ کو دل سے خوش آمدید کہہ سکوں۔''

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے اندر جیسے ہی پہنچا، اس نے ایک دم سے سانس روک لی۔ اس وقت نومی کرسٹل اس کے اندر تھی، اس پر تنویمی عمل کرنے آئی تھی اور ہماری باتیں سن رہی تھی۔ اگر الپا دو چار سیکنڈ کے لیے بھی مجھے اپنے اندر آنے دیتی تو میں اس کے دماغ کو کمزور بنا کر اس پر چھا جاتا لیکن نومی نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ جیسے ہی میری سوچ کی لہریں اس کے اندر پہنچیں، اس نے اسے سانس روکنے پر مجبور کردیا وہ میرے اندر آکر بولی ''سوری پاپا! میں نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار سانس روک لیتی ہوں اور آپ کو واپس جانا پڑتا ہے۔''

''اس طرح تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ تم اپنے اختیار میں نہیں ہو۔ تنویمی عمل کے زیر اثر ہو۔''

''بے شک یہ ثابت ہوچکا ہے۔ میں مانتی ہوں کہ نومی نے مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا ہے۔ اور یہ سمجھ لینے کے بعد مجھے بہت صدمہ پہنچ رہا ہے۔ کل کی چھوکری نے آکر مجھ جیسی تجربے کار عورت کو اسیر بنالیا ہے۔''

''تم سونیا سے زیادہ ذہین اور تجربے کار نہیں ہو۔ اس نے تو سونیا کو بھی اسیر بنالیا تھا، اب وہ اس کے شکنجے سے نکل گئی ہے۔''

''یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ مما کو اس سے رہائی مل گئی ہے۔''

''لیکن ہم خوش نہیں ہیں، پریشان ہیں۔ وہ اس کے شکنجے سے نکل کر پتا نہیں کہاں بھٹکتی پھر رہی ہے۔''

''کیا آپ کو ان کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے؟''

''اسے ایک زہریلے سانپ نے کاٹا تھا۔ اس کا دماغ زہریلا ہوگیا ہے۔ وہ بہت فاصلہ دور ہوگئی ہے۔ کسی کو اپنے اندر آنے نہیں دیتی۔ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے۔ فاصلہ دکھاتی ہے پہنچنے لگتی ہے۔''

''اوہ گاڈ! یہ مما کے ساتھ کیا ہورہا ہے۔ آپ کے جسم میں بھی زہر بھر گیا تھا۔ آپ بھی زہریلے ہوگئے تھے کیا مما رفتہ رفتہ

آپ کی طرح نارمل ہو جائیں گی؟"

"انشا اللہ ضرور نارمل ہوں گی' پھر ہمیں اپنے دماغ میں جگہ دے گی تو معلوم ہو سکے گا کہ وہ کہاں ہے؟ میں تو دعا مانگ رہا ہوں کہ وہ نارمل ہوتے ہی خود میرے پاس چلی آئے۔"

"خدا نے چاہا تو ایسا ہی ہوگا۔"

نومی نے اس کے اندر خیال پیدا کیا کہ اب اسے واپس جانا چاہیے اور کچھ دیر آرام کرنا چاہیے۔"

وہ اس کی مرضی کے مطابق مجھ سے اجازت لے کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ پھر ذرا تھکے ہوئے انداز میں بولی "نومی! کیا تم میرے اندر ہو؟"

اس کے اندر خاموشی رہی۔ اس نے کہا "دیکھو میں ابھی پاپا سے باتیں کر رہی تھی اچانک میرے اندر تم نے یہ خیال پیدا کیا کہ مجھے زیادہ باتیں نہیں کرنا چاہیے۔ واپس اپنی جگہ حاضر ہو جانا چاہیے۔ یہ تمہارا مشورہ بھی تھا اور تمہارا حکم بھی تھا جسے مان کر میں چلی آئی ہوں۔ میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ اس وقت تم موجود ہو مجھ سے باتیں کرو۔"

نومی نے پوچھا "کیا باتیں کرنا چاہتی ہو۔ میں جو چاہتی ہوں وہ تم سے منوا لیتی ہوں۔ پھر کیا بات کروں؟"

"تم ٹیلی پیتھی کا استعمال غلط کر رہی ہو۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ دوست بنانے چاہئیں لیکن تم دشمن بناتی جا رہی ہو۔ میں تمہاری معمولہ اور تابعدار ہوں تمہارے خلاف کچھ بول نہیں سکوں گی۔ اتنا ضرور کہوں گی کہ تم پاپا کو دشمن بنا کر بہت بڑی غلطی کر رہی ہو۔"

"وہ غلطی تو میں کر چکی ہوں۔ اب اس کی تلافی ممکن نہیں ہے کیونکہ سونیا بھی میرے ہاتھوں سے نکل چکی ہے۔ میں اسے فرہاد کے حوالے کر کے اس سے معافی مانگ کر دوستی نہیں کر سکتی۔ اب دشمنی ہی جاری رہے گی۔"

"ایسا نہ کہو' تم اب بھی دوستی کر سکتی ہو۔ میں دوستی کرا سکتی ہوں۔ تم پاپا کے ساتھ مل کر مما کو تلاش کرو گی تو وہ تمہیں معاف کر دیں گے۔"

"ایک تو اسے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ پتا نہیں اس کا زہر کیا رنگ لائے گا۔ آگے جا کر وہ نارمل ہو گی یا دماغی مریضہ بن جائے گی یا مر جائے گی۔ ایسے میں کیا فرہاد کبھی مجھے معاف کرے گا؟ یقیناً کبھی نہیں۔ میں کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر فرہاد کے قریب جانے کا خطرہ مول لینا نہیں چاہوں گی۔"

الپا مجھ سے گفتگو کرتے کرتے اچانک اجازت لے کر چلی گئی تھی۔ اس سے مجھے شبہ ہوا کہ نومی اس کے اندر موجود ہے اور نہیں چاہتی کہ الپا مجھ سے زیادہ باتیں کرے۔ اسی لیے اسے مجھ سے دور لے گئی ہے۔ شاید اپنے طور پر اس سے کچھ باتیں کرنے والی ہے۔

میں دو چار منٹ کے بعد الپا کے اندر گیا تو میرا خیال درست ثابت ہوا۔ نومی اس سے کہہ رہی تھی کہ وہ بہت زیادہ تھکی ہوئی ہے۔ لہٰذا اسے بیڈ پر لیٹنا چاہیے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔ پھر بولی "میں تمہارے ارادوں کو سمجھ رہی ہوں۔ تم پھر مجھ پر تنویمی عمل کرنا چاہتی ہو۔"

نومی نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں تمہیں حکم دیتی ہوں' بالکل خاموش رہو خبردار! ایک لفظ منہ سے نہ نکالنا۔ اب میں احکام دیتی رہوں گی اور تم ان کی تعمیل کرتی رہو گی۔"

میں فوراً ہی الپا کے دماغ سے نکل آیا۔ یہ جاننا تھا کہ نومی تنویمی عمل کرنے سے پہلے اس کے دماغ سے جائے گی اور پھر آ کر دیکھے گی کہ میں الپا کے دماغ میں آیا تھا یا نہیں؟ وہ پہلے پوری طرح اطمینان حاصل کرے گی پھر اس پر تنویمی عمل کرے گی۔

میں اطمینان سے اپنی جگہ آرام کرتا رہا۔ تنویمی عمل دس پندرہ منٹ میں نہیں ہوتا۔ اس کے لیے کچھ وقت لگتا ہے۔ میں تقریباً پندرہ منٹ گزارنے کے بعد پھر الپا کے دماغ میں پہنچا تو اس وقت تک نومی مطمئن ہو چکی تھی، اور الپا پر تنویمی عمل کر رہی تھی۔ میں اس کے اندر خاموش تماشائی بنا رہا۔ نومی اس کے ذہن میں اپنے طرح طرح کے احکامات نقش کرتی رہی۔ خاص طور پر میرے متعلق یہ حکم دیا کہ آئندہ وہ مجھ سے رابطہ نہیں کرے گی اور نہ ہی مجھے اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دے گی۔"

کیونکہ نومی اس کے اندر رہ کر تنویمی عمل کر رہی تھی اس لیے الپا میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔ اگر نومی وہاں نہ رہتی تو وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی مجھے اپنے اندر سے بھگا دیتی۔ وہ بے چاری مجبور تھی۔

اس نے ابھی الپا کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ مجھے اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دے گی۔ ایسے ہی وقت رنگ میں بھنگ پڑ گیا۔ میں نے اچانک ہی اس کے تنویمی عمل کو توڑ دیا' اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم مجھے اس کے اندر آنے سے کیا روک سکو گی۔ تمہیں کیا پتا ہے کہ میں کب سے یہاں بیٹھا تمہارے تنویمی عمل کا تماشا دیکھ رہا ہوں۔ بس یہ تماشا بند کرو۔"

یہ کہتے ہی میں نے الپا کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی۔ نومی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہا۔ میں نے کہا "اب تم کسی بھی طرح اسے اپنے شکنجے میں نہیں لے سکو گی۔ زلزلے کے جھٹکے نے اس کے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔ میں نے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلایا پھر نومی سے کہا "اس لمحے سے اس کے اندر میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج رہا کرے گی۔ تم اسے دوبارہ اپنی معمولہ اور تابعدار نہیں بنا سکو گی۔ اب کوششیں کرتی رہو اور ناکام ہوتی رہو۔"

الپا کی دماغی تکلیف کچھ کم ہو رہی تھی۔ میں نے کہا "سوری الپا! تمہیں اس چڑیل سے نجات دلانے کے لیے یہ ضروری تھا۔ اس لیے میں نے تھوڑا سا ظلم کیا ہے۔"

وہ تکلیف اور کمزوری کے باوجود مسکرا کر بولی "لو پاپا! آپ نے تو مجھ پر احسان کیا ہے۔ آئی لو یو پاپا!"

میں نے کہا۔ "اب تمہارے اندر ہمارے خیال خوانی کرنے والے موجود رہیں گے۔ اس وقت بھی موجود ہیں۔"

پھر میں نے نومی سے کہا "تم ایسی ذلیل عورت ہو جس نے میری سونیا کو دربدر کر دیا ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو' میں تمہیں سکون سے رہنے دوں گا؟ تم نے اب تک جہاں جہاں کامیابیاں حاصل کی ہیں' میں وہاں تمہیں ناکام بناتا رہوں گا۔ اتنا کچھ ہونے کے باوجود تمہارے لیے ابھی معافی کی گنجائش ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے سونیا کو تلاش کر کے میرے پاس پہنچا دو۔ میں تم سے دشمنی بھول جاؤں گا۔"

پھر میں نے الپا سے کہا "بیٹی! میں ابھی ضروری کام سے جا رہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔ تم اب فکر نہ کرنا۔"

میں وہاں سے چلا گیا۔ نومی تھوڑی دیر تک چپ رہی' سوچتی رہی۔ پھر الپا کے خیالات پڑھنے لگی وہ خوش تھی۔ بستر پر لیٹ کر مسکراتے ہوئے انگڑائیاں لے رہی تھی۔ اس نے کہا "الپا! بہت خوش ہو رہی ہو۔ میں نومی بول رہی ہوں۔ اس وقت فرہاد جا چکا ہے میں تنہا ہوں تمہیں پھر اپنے زیر اثر لا سکتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے الپا کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی' مسکرا کر بولی "میرا ذہن اگرچہ کمزور ہے لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والے محسن میرے اندر موجود ہیں۔ اور مجھے تحفظ فراہم کر رہے ہیں۔ تم جتنی کوششیں کرنا چاہو کر لو' کامیابی کبھی نہ ملے گی۔ بہتر ہے تم یہاں سے چلی جاؤ۔"

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ الپا اچانک ہی اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ وہ تو اس کے ذریعے اسرائیل میں بہت بڑا گیم کھیلنا چاہتی تھی۔ اس کے سر پر سوار رہ کر وہاں کی حکمران بن جانا چاہتی تھی لیکن اس کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

وہ مایوس ہو کر اپنے معمول اور تابعدار کاشف جمال کے پاس آئی پھر اس سے پوچھا "سونیا کا کوئی سراغ ملا؟"

"لو میڈم! میں جس نرس کو رشوت دے کر سونیا کی نگرانی کروا رہا تھا' اس نرس کے خیالات نے بتایا ہے کہ وہ بے اختیار مجھ سے ملنے کے لیے اس بنگلے میں آئی تھی' جہاں میں میڈم سونیا کے ساتھ رہتا تھا۔ تم نے صبح وقت پر مجھے وہ بنگلا چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا اور میں وہاں سے چلا آیا تھا۔ اگر وہاں رہتا تو فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ تک پہنچ جاتے۔"

وہ بولی "فرہاد اب تیزی دکھا رہا ہے۔ اس اسپتال تک پہنچ گیا ہے' جہاں سونیا زیر علاج تھی۔ وہ جلد ہی اسے ڈھونڈ نکالے گا۔ ادھر اس نے اچانک ہی مجھ پر ایک حملہ کیا ہے۔ کمبخت نے الپا کو مجھ سے چھین لیا ہے۔"

کاشف جمال نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو۔ الپا تمہارے ہاتھ سے کیسے نکل گئی؟"

"جیسے بھی نکل گئی۔ اپنی ناکامی کا ذکر کرنا اچھا نہیں لگتا۔"

"کیا فرہاد کی چالبازی تمہاری سمجھ میں آ رہی ہے؟"

"میں نادان نہیں ہوں۔ یہ دیکھ رہی ہوں کہ پہلے وہ مجھے ہر طرف سے ناکام بنا رہا ہے۔ مجھے کمزور کر رہا ہے پھر اچانک ہی کہیں سے آ کر مجھے دبوچ لے گا۔"

"تمہاری یہی تدبیر بہتر ہے کہ نومی کرسٹل کی جو پرسنالٹی ہے' جو وجود ہے' اسے عارضی طور پر گم کر دو۔ میڈم سونیا کی حیثیت سے زندہ رہو' اس طرح کامیابی سے روپوش رہ کر دیکھتی رہو گی کہ فرہاد تمہاری موت کا یقین کر رہا ہے یا نہیں اور اگر یقین ہو چکا ہے تو آئندہ کیا کرنے والا ہے اور کس طرح سونیا تک پہنچنے والا ہے؟"

دو گھنٹے بعد مجھے فرہاد کے سامنے اپنی موت کا ڈراما چلے کرنا ہے۔ اس سے پہلے میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ دوران کیا کر رہا ہے۔ اور وہ اپنے معاملات میں کس طرح فرہاد سے نمٹ رہا ہے؟"

کاشف جمال نے کہا "وہ بچہ تو بہت ہی عجیب و غریب ثابت ہو رہا ہے اب تک کسی کے ہاتھ نہیں آ رہا ہے۔ پتا نہیں کہاں گم ہو گیا ہے؟"

"میں سونیا کے معاملات میں الجھی ہوئی تھی۔ پھر ایک نیا صدمہ پہنچا ہے کہ الپا ہاتھ سے نکل گئی ہے اس لیے میں صحت کی طرف توجہ نہیں دے پا رہی ہوں۔"

اس نے فون کے ذریعے وردان کے آلۂ کار سے کہا "اپنے پاس کو فون کرو اور اسے اپنے دماغ میں بلاؤ۔ میں ایک منٹ بعد آؤں گی۔"

وہ ایک منٹ بعد وہاں پہنچی تو وردان موجود تھا۔ اس نے پوچھا۔ ”تم پچھلے کئی گھنٹوں سے لاپتا ہی ہو۔ فون کے ذریعے یا کسی آلۂ کار کے ذریعے رابطہ نہیں کیا۔ آخر کیا کرتی پھر رہی ہو؟“

”میں اپنی ناکامیوں کا ماتم کرتی پھر رہی ہوں۔ پہلے سونیا میرے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور اب الپا بھی نکل گئی ہے۔ پہلے والا فرہاد ایکشن میں آ گیا ہے۔“

”تم میرے پاس چلی آؤ۔ میرے پاس خفیہ پناہ گاہیں بہت ہیں۔ تم جہاں کہو گی‘ میں اس بنگلے کی چابیاں تمہیں دے دوں گا۔ وہاں رازداری سے ہماری ملاقاتیں ہو سکیں گی۔“

نومی ہنسنے لگی۔ اس نے پوچھا ”کیوں ہنس رہی ہو؟“

”تمہاری خفیہ پناہ گاہ بھی خوب ہے کہ تم سے پہلے فرہاد وہاں پہنچ جاتا ہے۔ تم نے یہ بتایا تھا کہ شیوانی کو نیپال والے کسی بنگلے میں لے گئے تھے۔ وہاں فرہاد اچانک ہی تمہاری موت بن کر پہنچ گیا تھا۔ بس قسمت اچھی تھی کہ بچ نکلے۔“

وہ ہنستے ہوئے بولی ”دوسری بار تم نے ارنا کوف کو دارجلنگ والے خفیہ بنگلے میں بھیجا۔ فرہاد نے وہاں پہنچ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ اگر تم وہاں ہوتے تو کیا اب تک یوں سانسیں لیتے رہتے؟“

”تم درست کہہ رہی ہو۔ فرہاد کچھ زیادہ ہی تیزی دکھا رہا ہے۔ میں نے ان جڑواں بہنوں میں سے ایک کو اغوا کیا ہے اسے بھی ایک خفیہ بنگلے میں پہنچایا ہے لیکن میں وہاں نہیں جا سکتا۔“

”کیوں نہیں جا سکتے؟“

”شاید فرہاد کو میری اس خفیہ پناہ گاہ کا بھی پتا چل گیا ہے۔ وہ وہیں کہیں آس پاس ہے۔ میرا انتظار کر رہا ہے۔ میں نبیلہ کے پاس جاؤں گا تو وہ مجھ پر ضرور جان لیوا حملہ کرے گا۔“

”تمہاری پسند کی تمام غیر معمولی عورتیں ہاتھ سے نکل چکی ہیں۔ اب وہ جڑواں بہنیں رہ گئی ہیں۔ میرا مشورہ ہے جس بہن کو بھی تم نے اغوا کیا ہے اس کے قریب ابھی نہ جاؤ بلکہ کبھی نہ جاؤ۔ ہو سکے تو اپنی رہائش گاہ بدل لو رہو۔ تمہارے لیے وہ بچہ اہم ہے اسے تلاش کرو۔“

”مجھے اس کا سراغ مل گیا ہے۔ میرے ایک گرو دیو پربھو دیال شنکر نے بتایا ہے کہ وہ ایک عورت کے ساتھ ممبئی میں ہے۔ میں کل صبح تک وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اسے ضرور کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ نکالوں گا۔ تم بھی وہیں اسے تلاش کرو۔ شاید ہمیں کامیابی نصیب ہو جائے۔“

”میں فی الحال نہ اسے تلاش کروں گی اور نہ ہی کسی دوسرے معاملے میں مصروف رہوں گی۔“

”کیا تم مایوس ہو رہی ہو؟“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ میں کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ اس لیے خیال خوانی کے موڈ میں نہیں ہوں۔“

”کیا تم بیمار ہو؟“

نومی نے کچھ سوچا۔ مکاری سے مسکرائی‘ پھر بولی۔ ”بیمار ہی سمجھو۔ دراصل میں بہت اونچی سیڑھیوں سے گر پڑی تھی۔ سخت چوٹیں آئی ہیں۔ ڈاکٹر نے مرہم پٹی کی ہے۔ اب ذرا آرام کر رہی ہوں۔“

یہ سنتے ہی وردان نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ پھر ہنسنے لگی۔ وردان نے جھینپ کر پوچھا ”کیوں ہنس رہی ہو؟“

”یہ معلوم ہوتے ہی کہ میں زخمی ہوں۔ خیال خوانی کی لہروں کو اپنے اندر روک نہیں پاؤں گی۔ تم فوراً کھچے کر چلے آئے۔ ہائے! مجھے ٹریپ کرنے کا کیا خوب سنہری موقع تھا۔“

”تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔ میں تو تم سے فون پر باتیں کر رہا ہوں۔ کیا ابھی کسی نے تمہارے اندر آنے کی کوشش کی تھی؟“

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ”چھوڑو اس بات کو‘ تم نے کوشش کی ہو یا کسی اور نے کی ہو‘ اس کے منہ پر جوتا پڑ چکا ہے۔ جو میرے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلانا چاہتے ہیں میں ایسے دوستوں کو خوب پہچانتی ہوں۔ اوکے۔۔۔ سو فار۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وردان نے ناگواری سے اپنے فون کو دیکھ کر اسے آف کیا پھر سوچنے لگا۔ اس کم بخت ٹیلی پیتھی جاننے والی سے مجھے کیا فائدہ پہنچ رہا ہے؟ یہ بہت چالاک ہے۔ مجھے اپنے اندر پہنچنے کا بھی موقع نہیں دے گی۔

اس نے جب سے نومی کو دوست بنایا تھا‘ تب سے اپنے نفع نقصان کے بارے میں سوچنے لگا۔ ”میرا نقصان یہ ہے کہ وہ باتوں ہی باتوں میں میرے بہت سے معاملات کو اندر تک سمجھ لیتی ہے۔ میرا فائدہ یہ ہے کہ وہ میرے دشمنوں کے بارے میں بعض اوقات اہم معلومات فراہم کرتی ہے۔ دوست بنائے رکھنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس نے اب تک مجھ سے کسی طرح کی دشمنی نہیں کی ہے۔“

کبھی کبھی نومی کی ذہانت اور چالبازی اسے غصہ دلاتی تھی اور اندیشوں میں مبتلا کر دیتی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے بڑی چالاکی سے اسے اُلو بنایا تھا اور اپنے دماغ میں پہنچنے کا موقع دیا تھا۔ اس طرح وہ سمجھ گئی تھی کہ جب بھی زخمی ہو گی یا کسی وجہ سے دماغی طور پر کمزور ہو گی تو وہ فوراً اس پر قبضہ جمانے کے

لیے پہنچ جائے گا۔

یہ بات تو سبھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معلوم ہے کہ وہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ دوستی نباہتے ہیں لیکن جب بھی کسی کے دماغ میں پہنچ کر اس پر قبضہ جمانے کا موقع ملتا ہے تو وہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

اس نے جھنجلا کر سوچا ”میں کیوں خواہ مخواہ نومی کے بارے میں سوچ رہا ہوں؟ مجھے عدنان کے بارے میں سوچنا چاہیے کہ ممبئی میں وہ کہاں ہو گا؟“

وردان ممبئی پہنچ گیا تھا۔ یہ بات موٹی سی عقل سے بھی سمجھ میں آتی تھی کہ وہ جس عورت کے ساتھ بھٹک رہا ہے‘ وہ کسی شہر میں مکان خرید کر نہیں رہے گی یا تو کسی چھوٹے بڑے ہوٹل میں رہے گی یا اس نے کوئی چھوٹا بڑا مکان کرائے پر لیا ہو گا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ عدنان کو تحفظ دینے والی ارچنا دولت مند ہے یا غریب ہے‘ اسے کسی بڑے ہوٹل میں لے جائے گی یا اس کے ساتھ کسی چھوٹے سے ہوٹل میں ہو گی۔

وہ پہلے مہنگے ہوٹلوں میں انہیں تلاش کرنے لگا۔ کئی گھنٹوں تک تلاش کرتے رہنے کے بعد عدنان تو نظر نہیں آیا لیکن ایک خوبصورت سے پارک میں شیوانی نظر آ گئی۔

وہ پورس کے ساتھ ممبئی آ گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ بیٹا کہیں بچوں کے پارک میں بھی کھیلتا کودتا نظر آ سکتا ہے۔ لہٰذا وہ اسے وہاں تلاش کر رہی تھی۔ وردان نے اسے دور ہی سے پہچان لیا۔ اس نے ایک بار اسے نیپال میں بلایا تھا وہاں اپنے ایک خفیہ بنگلے میں اسے بہت قریب سے دیکھ چکا تھا۔ اس لیے دیکھتے ہی پہچان گیا۔

لیکن شیوانی اسے نہ پہچان سکی۔ وردان اس وقت ایک عالم فاضل پنڈت کے بھیس میں تھا۔ گیروے رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ چہرے پر داڑھی مونچھیں تھیں۔ آنکھوں پر عینک لگائے ہوئے تھا۔ عارضی میک اپ کے ذریعے چہرے پر معمولی سی تبدیلیاں کی تھیں۔ وہ اسے دیکھتے ہی پہچان نہ سکی۔ سامنا ہوتے ہی ٹھٹک گئی۔ کیونکہ وہ اچانک اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے ناگواری کا اظہار نہیں کیا۔ کیونکہ وہ طمطراق سے پنڈت دکھائی دیتا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر سر کو جھکا لیا۔ وردان نے آشیرباد دینے کے لیے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ پھر آواز بدل کر بھاری بھرکم لہجے میں کہا۔ ”تو بہت پریشان ہے اپنی کھوئی ہوئی چیز تلاش کر رہی ہے۔“

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ اسے دیکھا پھر کہا ”جی ہاں۔ پنڈت جی! آپ انتریامی ہیں۔ میری کوئی سہائتا کریں۔“

”ہم تیری پریشانی کو جانتے ہیں۔ کوئی ایسی ویسی معمولی چیز گم نہیں ہوئی ہے۔ تیرے کلیجے کا ٹکڑا تجھ سے الگ ہو گیا ہے اور تو ممتا کی ماری دن رات روتی رہتی ہے اسے ڈھونڈتی رہتی ہے۔“

وہ متاثر ہو کر جھک گئی۔ اس کے پاؤں چھونے لگی وہ دونوں بازو پکڑ کر اسے اٹھاتے ہوئے سوچنے لگا۔ کیا بھرے بھرے بازو ہیں۔ کیسا گدرایا ہوا بدن ہے۔ سالی ہاتھ نہیں آتی ہے۔ دیکھتا ہوں کیسے نہیں آئے گی؟

اس نے تسلیاں دینے کے انداز میں اس کی پشت کو سہلاتے ہوئے کہا۔ ”تو بہت ہی کٹھن دور سے گزر رہی ہے۔ تجھے کوئی ایک چیز ملتی ہے تو دوسری گم ہو جاتی ہے۔“

شیوانی نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولا۔ ”تیرا پتی تجھے ملا تو بیٹا گم ہو گیا۔“

وہ جلدی سے اثبات میں سر ہلانے لگی۔ اس نے کہا ”دونوں رشتے اہم ہیں۔ تیرا پتی دیو بھی اور تیرا بیٹا بھی۔ لیکن تیرے بھاگ میں لکھا ہے‘ پتا تو بیٹا ملے گا پتی دیو.....“

وہ پریشان ہو کر بولی ”یہ میرے نصیب کیسے ہیں؟ میں کیا کروں؟“

”تو خود ہی دیکھ لے‘ پتی مل گیا ہے تو بیٹا نہیں مل رہا ہے۔ اگر بیٹے کو حاصل کرنا چاہتی ہے تو اپنے پتی سے دور ہونا پڑے گا۔“

وہ نفی میں سر ہلا کر بولی ”آپ ایسا نہ کہیں‘ میں ان سے الگ نہیں ہو سکتی۔“

”تو پھر بیٹا بھی نہیں ملے گا۔ آزما کر دیکھ لے۔ دو دنوں تک اور دو راتوں تک اپنے پتی سے دور ہو جا‘ پھر دیکھ بیٹا خود ہی تیرے پاس چلا آئے گا۔“

وہ پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی۔ اس نے پوچھا ”کیا بیٹے کو پانے کے لیے پتی سے الگ نہیں ہو سکتی؟ صرف دو دنوں اور دو راتوں کی بات ہے۔“

”کیا دو دنوں اور دو راتوں کے بعد میرا بیٹا خود ہی میرے پاس آ جائے گا۔“

”بالکل وہ خود چل کر تمہارے پاس آئے گا۔ دو دنوں تک روز صبح سورج نکلنے سے پہلے تو مہاکالی کے مندر میں جائے گی وہاں پوجا کرے گی‘ پھر پجاری جو پرشاد دے گا‘ اسے کھائے گی۔ تیرا کلیان ہو گا۔“

پھر وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”میں جا رہا ہوں۔“

میری پوجا کا سے ہو رہا ہے۔"

وہ وہاں سے پلٹ کر ذرا دور گیا پھر گھوم کر بولا "یاد رکھ بیٹے کو پانا ہے تو پتی سے دور ہونا ہے اور ہر صبح سورج نکلنے سے پہلے مہا لکشمی کے مندر میں جانا ہے۔ بیٹے کو پانے کا یہ بھید کسی کو نہیں بتانا ہے۔ کسی سے بولے گی تو سدا کے لیے بیٹے سے ہاتھ دھو لے گی۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا آیا۔ کچھ دور جا کر ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ دور ہی دور سے اسے دیکھنے لگا۔ اس نے یہ بات اس کے ذہن میں نقش کر دی تھی کہ بیٹے کو پانا چاہتی ہے تو شوہر سے دور ہونا پڑے گا اور ایسا کرنے کے لیے وہ کسی سے کچھ نہیں بولے گی۔ چپ چاپ وہی کرے گی جو اسے سمجھایا جا رہا ہے۔

اسے پورا یقین تھا کہ وہ بیٹے کو حاصل کرنے کے لیے پاپیوں سے اور اپنے تمام مسلمان مددگاروں سے دور ہو جائے گی۔

شیوانی وہاں کھڑی سوچ میں گم تھی۔ اس وقت پورس نے آ کر پوچھا "تم یہاں کھڑی ہو، بیٹے کو تلاش نہیں کر رہی ہو؟ میں تو دور دور تک دیکھ آیا ہوں۔ کیا تم نے ادھر جا کر دیکھا ہے؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "تم ادھر چلے جاؤ۔ میں پارک کے باہر جا کر دیکھتی ہوں۔"

وہ بولا "تمہاری صورت بتا رہی ہے کہ تم پھر بیٹے کے لیے رونے والی ہو۔ دیکھو صبر اور حوصلے سے کام لو۔ وہ ملے گا، انشاء اللہ ضرور ملے گا۔ ٹھیک ہے میں ادھر جا رہا ہوں۔ تم پارک کے باہر جاؤ اور وہیں میرا انتظار کرو۔"

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بیٹے کو حاصل کرنے کے لیے اس کا ارادہ بدل رہا ہے اور وہ اسے چھوڑ کر کہیں جانے والی ہے۔

وہ پارک کے دوسرے حصے میں عدنان کو تلاش کرنے کے لیے چلا گیا۔ یہ پارک کے بیرونی گیٹ کی طرف جاتے ہوئے دل ہی دل میں کہنے لگی "پورس! مجھے معاف کرنا میں دو دنوں کے لیے اور صرف دو راتوں کے لیے تم سے الگ ہو رہی ہوں۔ جیسے ہی میرا عدنان مجھے ملے گا میں اسے لے کر تمہارے پاس آ جاؤں گی۔"

اس نے پارک کے گیٹ کے پاس آ کر وہاں سے پلٹ کر دیکھا۔ اب پورس دور دور تک دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ جلدی سے گھوم کر گیٹ کے باہر آ گئی۔ فٹ پاتھ پر آ کر کسی رکشے یا ٹیکسی کا انتظار کرنے لگی۔ ایسے ہی وقت وردان نے اس کے پاس آ کر پوچھا "تو یہاں کیوں کھڑی ہے؟"

"میں آپ کے مشورے پر عمل کرنا چاہتی ہوں۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ اپنے شوہر سے دور ہونے کے بعد بیٹے کو پا سکوں گی یا نہیں؟"

وہ مسکرا کر بولا "جب تو اسے پانے کے راستے پر چل پڑی ہے تو پھر سمجھ لے کہ دو دنوں سے پہلے ہی وہ صبح مہا لکشمی کے مندر میں مل جائے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

وہ بولا "ایک ہی دن اور ایک ہی صبح کی بات ہے، آں! دیکھ لے۔ ویسے تو بھی کہاں جانا چاہتی ہے؟ میں اپنی کار میں تجھے پہنچا دوں گا۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولی "آپ۔ آپ کے پاس کار ہے؟"

"ہاں میں تیرانی کی کیا بات ہے۔ کیا ہمارے بھائی چنڈتوں کے پاس اے سی کار نہیں ہوتی ہے؟ میں غریب و کنگال نہیں ہوں۔"

"میں آپ کو غریب یا کنگال نہیں کہہ رہی ہوں۔ میرا یہ ہے کہ آپ مجھے کہیں بھی پہنچانے کا کشٹ اٹھائیں گے۔"

"میں تیرا بوجھ اٹھا کر کہیں لے جاؤں گا۔ گاڑی جائے گی۔ پھر مجھے کشٹ کیسے پہنچے گا؟ آ۔ وہ میری گاڑی کھڑی ہے۔"

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی کار کے اگلے دروازے کے پاس آئی اس نے دروازہ کھولا۔ وہ اندر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ دوسری طرف سے گھوم کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گیا۔ پھر اس نے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "دراصل میری فیملی نہیں ہے میں یہاں نہیں رہتا ہوں۔ کچھ دنوں کے لیے ہوں۔ ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ ویسے ابھی تو اپنے پتی کو چھوڑ آئی ہے۔ تیرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے اب کہاں جا کر رہے گی؟"

وہ بولی "شام ہو رہی ہے۔ ایک ہی رات کی بات ہے آپ نے کہا ہے کل صبح مہا لکشمی کے مندر میں میرا بیٹا مجھے مل سکتا ہے۔ میں آج کی رات کسی آشرم میں گزار لوں گی۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "آشرم بوڑھی عورتوں کے مناسب ہوتا ہے۔ جوان عورتوں پر وہاں کے پنڈتوں، پجاریوں کی نیتیں خراب ہوتی رہتی ہیں۔"

"سارے آشرم ایسے نہیں ہوتے۔"

"کون سی جگہ ایسی ہوتی ہے اور کون سی ایسی نہیں ہوتی، کیسے سمجھ پائے گی؟"

"میں سوچ سمجھ کر کسی آشرم میں جاؤں گی۔"

"تو چاہے تو آج کی رات میرے ساتھ ہوٹل میں گزار لے۔"

ان لمحات میں بھی شیوانی جسمانی اور ذہنی تکالیف سے گزر رہی تھی۔ اور بیٹا اندر ہی اندر تڑپ رہا تھا۔ ایک کشش اسے کھینچ رہی تھی کہ ماں کی طرف کس سمت جانا چاہیے۔ اور وہ ارچنا کو اسی سمت لے جا رہا تھا۔

وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی ایک ویران سڑک پر آ گئی تھی۔ دور اسے ایک کار کھڑی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ عدنان نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''وہاں گاڑی روکو۔''

اس نے ٹھیک اس گاڑی کے سامنے پہنچ کر اپنی کار روک دی۔ وردان اپنے سامنے ایک گاڑی کو رُکتے دیکھ کر کچھ پریشان سا ہوا۔ سوچنے لگا ''یہ کون ہو سکتے ہیں؟ کیا اعلیٰ بی بی اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پہنچ گئے ہیں؟''

اس نے سیٹ کے نیچے آڑی ترچھی پڑی شیوانی کو دیکھا۔ وہ خود سے غافل ہو چکی تھی۔ پتا نہیں کب ہوش میں آنے والی تھی۔ ابھی وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے آلۂ کاروں کو بلا کر شیوانی کو ان کے حوالے کرنے والا تھا۔ ایسے ہی وقت سامنے ایک رُکاوٹ آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

سامنے ڈیش بورڈ پر ریوالور رکھا ہوا تھا۔ وہ اسے لے کر کار سے باہر نکلتے ہوئے بولا ''کون ہو تم؟''

کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں ارچنا اسٹیئرنگ سیٹ پر دکھائی دے رہی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اعلیٰ بی بی بیٹھی ہوئی ہے۔

وہ اسی طرح چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی۔ دوسری طرف کا دروازہ کھول کر عدنان باہر آیا تو وردان اسے دیکھ کر چونک گیا۔ وہ اسے چہرے سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ لیکن اس پر نظر پڑتے ہی دماغ نے چیخ کر کہا ''یہی وہ بچہ ہے جس کی تلاش میں اپنے پرائے سب ہی بھٹک رہے ہیں۔ اس نے ڈپٹ کر پوچھا ''کون ہو تم؟''

وہ کار سے باہر آ کر اپنے ننھے قدموں سے آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کی طرف آ رہا تھا۔ وردان نے دور بیٹھی ہوئی ارچنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''اگر تم اعلیٰ بی بی ہو تو پھر یہ تمہارے بھائی کا بیٹا عدنان ہے۔ اور اگر تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے یہاں گھیرنے آ رہے ہیں تو اس سے پہلے ہی میں اس بچے کو گولی مار دوں گا۔''

عدنان نے کار سے اترتے وقت ارچنا سے کہا تھا کہ وہ چپ چاپ بیٹھی رہے۔ اس لیے وہ کوئی جواب نہیں دے رہی تھی۔ گم صم بیٹھی اس ریوالور والے کو دیکھ رہی تھی۔ وردان سوچ رہا تھا اگر یہ عدنان ہے تو پھر ماں کے ساتھ بیٹا بھی مل رہا ہے۔ ابھی اپنے آلۂ کاروں کو بلا کر ان دونوں کو ان کے حوالے کر دے گا۔

اس نے گولی مارنے کی دھمکی دیتے ہوئے ریوالور کا رُخ عدنان کی طرف کیا۔ عدنان اس کے قریب آ چکا تھا۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں تھا۔ اس نے نظریں اٹھا کر وردان کی طرف دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ پھر ایسا لگا جیسے اس بچے کی آنکھیں اپنی عمر سے زیادہ بڑی ہو گئی ہیں۔ وہ شیوانی کی آنکھیں تھیں۔ وہ آنکھیں وردان کی آنکھوں میں اُتر گئی تھیں۔ اور آنکھوں کے راستے سیدھی دماغ میں گھس رہی تھیں۔

وہ گھبرا کر سوچنے لگا ''یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میرے ہاتھ پاؤں کیوں ڈھیلے پڑ رہے ہیں۔''

اسے اپنے کسی سوال کا جواب نہیں مل رہا تھا۔ واقعی ہاتھ پاؤں ایسے ڈھیلے پڑ گئے تھے کہ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑا تھا۔ ایسے ہی وقت تاشا عدنان کے پاس پہنچ گئی۔ وہاں کی پوزیشن دیکھنے لگی۔ پھر عدنان سے بولی ''تمہارے خیالات بتا رہے ہیں کہ تم اپنی ممی کی تلاش میں یہاں تک آئے ہو۔''

وہ بولا ''ہاں۔ اس گاڑی کے اندر میری ممی ہیں۔''

وہ حیرانی سے بولی ''اوہ گاڈ! کیا تم اپنی ممی تک پہنچ گئے ہو؟''

''ہاں۔ یہ آدمی ہمارا دشمن ہے۔ تم اسے سنبھالو۔ میں ممی کے پاس جاؤں گا۔''

وہ دوڑتا ہوا اگلی سیٹ کے دروازے کے پاس آیا۔ پھر اسے ایک جھٹکے سے کھولا۔ وہاں سیٹ کے نیچے شیوانی آڑی ترچھی پڑی ہوئی تھی۔ وہ اسے دیکھتے ہی ٹھٹک گیا۔ اس سے پہلے اس نے اپنی ماں کو انامیریا کے روپ میں دیکھا تھا۔ اب اس کی آتما الکا آئی ہوتری کے اندر سمائی ہوئی تھی۔ یہ چہرہ بیٹے کے لیے نیا تھا۔

وہ ذرا دیکھنے اور سمجھنے کے لیے رُکا تھا۔ دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا کہ یہی میری ممی ہیں۔ اس یقین کے ساتھ ہی ماں کے پاس آ کر اس سے لپٹ کر اسے پیار کرنے کے لیے تڑپ گیا۔

پھر جیسے ہی اس نے ماں کے قریب قدم بڑھایا تاشا نے چیخ کر کہا ''رُک جاؤ۔ یہ کیا حماقت کر رہے ہو۔ تم ممی کی آغوش میں جاؤ گے تو جناب تبریزی کی پیش گوئی پوری ہونے لگے گی۔ ماں کا پیار تو تمہیں مل جائے گا لیکن اب سے چالیس دن بعد تم اس پیار کرنے والی ماں سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاؤ گے۔''

وہ رُک گیا۔ دل ماں کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ لیکن ایک قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ماں کے پاس نہیں جائے گا تو دل سینے سے نکل کر وہاں چلا جائے گا۔ تاشا نے کہا ''میں تمہارے جذبات سمجھ رہی ہوں۔ تم ماں کے پاس

جانے کے لیے تڑپ رہے ہو۔ لیکن تمہیں صبر کرنا ہوگا۔ تم نے سنا تھا کہ اپنی ممی کو دور ہی دور سے دیکھو گے اور ان کی لمبی عمر کی دعائیں مانگتے رہو گے۔''

وہ ماں سے چند قدم کے فاصلے پر گم صم سا کھڑا رہ گیا۔ ماں کے چہرے کو پیار سے تکتا رہا۔ اُدھر وردان کی عجیب حالت ہو گئی تھی۔ وہ جہاں تھا وہیں چُپ چاپ کھڑا رہ گیا تھا۔ بڑی دیر بعد اس کا دماغ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ شیوانی کے آنکھیں اس کے دماغ میں نقش ہو گئی تھیں اور جیسے حکم دے رہی تھیں کہ جہاں ہو وہیں کھڑے رہو۔ تاشا نے کہا ''عدنان دشمن کی طرف دھیان دو۔ یہ وہی شخص ہوگا جو تمہیں اغوا کرنا چاہتا ہے۔ دیکھو اس نے تمہاری ماں کا کیا حال کیا ہے۔''

وہ پلٹ کر وردان کی طرف گیا۔ پھر اسے گھور کر دیکھنے لگا۔ تاشا نے کہا ''اسے۔ بولنے پر مجبور کرو۔ میں اسے ٹریپ کروں گی۔''

عدنان نے غصے سے پوچھا ''اے تم کون ہو؟ جواب دو؟''

وہ فوراً ہی تابعداری سے بولا ''میرا نام وردان ہے۔ میں اس بچے کو تلاش کر رہا ہوں جو میرے لیے مصیبتیں لانے والا ہے۔ اور میں سمجھ رہا ہوں کہ تم وہی عدنان ہو۔''

بہت پہلے شیوانی کی خطرناک آنکھوں کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ اس کی نظریں شکنجے کی طرح کسی کے بھی دماغ کو جکڑ لیتی تھیں۔ ان لمحات میں وردان کا دماغ بھی جکڑا ہوا تھا۔ اس وقت وہ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ یوگا کی مہارت کو اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو عارضی طور پر بھول گیا تھا۔

تاشا اس کے اندر پہنچ گئی تھی اور اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ پھر اس نے حکم دیا ''کار کے پاس جاؤ اور عدنان کی ممی کو وہاں سے اٹھا کر ہماری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹا دو۔''

اس نے تابعدار کی طرح فوراً ہی حکم کی تعمیل کی۔ کار کے پاس آ کر شیوانی کو دونوں بازوؤں میں اٹھایا۔ پھر وہاں سے لے جا کر ارچنا کی کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ تاشا نے کہا ''عدنان اپنی ممی کو یہاں سے لے جاؤ۔ اب تمہاری یہ سسٹر ارچنا تمہاری ممی کی دیکھ بھال کریں گی۔ ایسے وقت تم عارضی طور پر اپنی ممی سے اور ارچنا سے دور ہو جاؤ گے۔ قریب رہو گے تو اپنی ممی کے گلے لگنے کو یا انہیں چھونے کو دل چاہے گا جبکہ تمہیں چھونا نہیں چاہیے۔ انہیں دور ہی دور سے دیکھنا چاہیے۔ میری بات سمجھ رہے ہو ناں؟''

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر ارچنا کے پاس آ کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ تاشا نے ارچنا سے کہا ''تم اس خاتون کو فوراً کسی ہاسپٹل میں پہنچاؤ۔ اسے چھوڑنے کے بعد کسی فون کے ذریعے عدنان کے باپ یا ماں کو اطلاع دو کہ وہ انہیں فلاں ہاسپٹل میں مل سکتی ہیں۔''

پھر اس نے عدنان سے کہا ''تم ابھی یہاں سے جاؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گی۔''

وہ اپنی ماں کے ساتھ اس کار میں وہاں سے چلا گیا۔ تاشا وردان کے پاس آ گئی۔ وہ پریشان ہو رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اور کوئی عورت اس کے اندر آ کر اس کی مالکہ کیسے بن گئی ہے۔ کیوں وہ اس کے احکامات کی تعمیل کر رہا ہے۔

تاشا نے کہا ''تم یہی کرو گے۔ میرے معمول اور تابعدار بن کر رہو گے۔ اس کے لیے تمہارے دماغ کو کمزور بنانا اور تنویمی عمل کرنا ضروری ہے۔''

یہ کہتے ہی اس نے اس کے اندر ایک زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ تڑپنے کے باعث اِدھر سے اُدھر کبھی دروازے سے اور کبھی اسٹیئرنگ سے اور کبھی ڈیش بورڈ سے ٹکرانے لگا۔ تاشا نے کہا ''تمہارا دماغ اب پھوڑے کی طرح پکنے لگے گا۔ تم کم از کم گھنٹے دو گھنٹے تک دماغی توانائی حاصل نہیں کر سکو گے۔ میں پھر تمہارے پاس آؤں گی۔''

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ جس وقت شیوانی زلزلے کے جھٹکوں کے باعث بے ہوش ہوئی تھی، اس وقت اعلیٰ بی بی پریشان ہو کر میرے پاس پہنچی تھی۔ اس نے وہاں کے حالات بتائے۔ میں اس کے ساتھ شیوانی کے دماغ میں پہنچا تو اس کا دماغ بالکل ہی بے حس ہو چکا تھا۔ وہ بے ہوش پڑی ہوئی تھی اور ہم عدنان کے اندر نہیں جا سکتے تھے۔ اس لیے دماغی طور پر اپنی اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ اعلیٰ بی بی میرے اندر تھی۔

میں نے کہا۔ ''فی الحال ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔ شیوانی کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔ تم آدھے گھنٹے بعد اس کے اندر جاؤ۔ وہ ہوش میں آئے تو وردان کو اس پر تنویمی عمل نہ کرنے دینا۔''

پارس بھی شیوانی کی تلاش میں بھٹکتا رہ گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی کبھی اس سے رابطہ کر رہی تھی، کبھی عدنان کے دماغ میں جانے کی کوششیں کر رہی تھی۔ وہ جب بھی اس کے اندر پہنچتی تھی تو اس کے خیالات گڈمڈ ہونے لگتے تھے اور ناکام ہو کر چلی آتی تھی۔

وہ آدھے گھنٹے بعد شیوانی کے اندر پہنچی تو وہ بدستور بے ہوش تھی۔ اس کے خیالات پڑھے نہیں جا سکتے تھے۔ اس لیے وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اگر اس وقت اسے معلوم ہوتا کہ

عدنان کے اندر خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے ہیں اور وہ کسی ایک خیال پر مرکوز ہے تو وہ اس کے اندر جا کر یہ معلوم کر سکتی تھی کہ ایک کم سن بچہ کس طرح وردان جیسے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر رہا ہے؟

اعلیٰ بی بی وردان کے اندر بھی نہیں گئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے دماغ کے دروازے بھی کھل چکے ہیں اور اس وقت تاشا وہاں موجود ہے۔ وہ تو یہی سمجھ رہی تھی کہ جب بھی وردان کے اندر جانے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ سانس روک کر خیال خوانی کی لہروں کو بھگا دیتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے' بہترین مواقع نصیب ہوتے ہیں لیکن انسان اپنی لاعلمی کے باعث ان مواقع سے فائدہ نہیں اٹھا پاتا۔

وردان کا دماغ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ وہ سیٹ کے اور اسٹیئرنگ کے نیچے دبکا ہوا نیم بے ہوشی کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ تکلیف برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ ''وہ دشمن عورت کون تھی؟ اس کا لہجہ اعلیٰ بی بی جیسا نہیں تھا۔ وہ کوئی دوسری تھی، دوبارہ آنے کا کہہ کر گئی ہے۔''

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ ''دوبارہ آنے کا مطلب یہی ہے کہ وہ مجھ پر تنویمی عمل کرے گی۔ مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنائے گی۔ نہیں۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ مجھے کسی بھی طرح اپنا بچاؤ کرنا چاہیے۔''

اگر باہر سے اس پر جسمانی حملہ ہوتا تو وہ اپنے آلۂ کاروں کو بلا کر، ان کی پناہ میں رہ کر کسی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچ جاتا۔ لیکن تاشا دماغ کے اندر آ کر حملہ کرنے والی تھی، اسے غلام بنانے والی تھی۔

فی الوقت اس کے ہاتھ پاؤں میں اتنی جان نہیں تھی کہ وہ موبائل فون کو اپنی جیب سے نکال کر نمبر پنچ کرتا اور کسی کو مدد کے لیے پکارتا۔ ایسے وقت یہ اندیشہ بھی تھا کہ نوی کرشل کو کسی طرح اس کی کمزوری کا علم ہو گا تو وہ فوراً آ کر اس کے دماغ پر قبضہ جما لے گی۔ اسے ہمیشہ اپنے قدموں تلے رکھے گی۔ کبھی سر اٹھانے کا موقع نہیں دے گی۔

وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اگر وہ چند سیکنڈ کے لیے بھی خیال خوانی کے قابل ہوتا تو فوراً اپنے گرو دیو سوامی... پربھو دیال شنکر کو مدد کے لیے پکارتا۔ لیکن افسوس! بے بسی نے اسے چاروں طرف سے جکڑ لیا تھا۔ خود کو شہزور سمجھنے والا نہ ہی اپنی مدد آپ کر سکتا تھا اور نہ کسی کو مدد کے لیے پکار سکتا تھا۔

وہ بڑی دیر تک یونہی بیٹھا رہا پھر ہاتھ پاؤں میں توانائی محسوس کرنے لگا۔ آہستہ آہستہ اٹھتا ہوا اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ کار اسی ویران سڑک پر کھڑی ہوئی تھی۔ اِکا دُکا گاڑیاں گزرتی تھیں لیکن کسی نے رک کر اس کی خیریت نہیں پوچھی۔ وہاں سے گزرتے وقت یہ پتا نہیں چل پاتا تھا کہ اس کار میں کوئی پریشان حال بیٹھا ہوا ہے۔

ان لمحات میں اسے جتنی توانائی حاصل ہو رہی تھی۔ ان سب کو یکجا کر کے اس نے موبائل فون کو جیب سے نکالا، پھر گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے ایک ایک نمبر پنچ کرنے لگا۔ تھرتھراتے ہوئے ہاتھوں سے اس موبائل فون کو کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد گرو دیو کے خاص چیلے کی آواز سنائی دی۔

''ہیلو۔ سوامی وردان جی!.....''

''گرو دیو جی کو جلدی سے بولو، میرے دماغ میں آ جائیں۔''

''وہ ابھی نہیں آ سکیں گے۔ دھیان گیان میں مصروف ہیں۔ آپ تو جانتے ہیں، ایسے وقت ان کی جان بھی نکلتی ہو تو دھیان گیان سے باہر نہیں نکلتے۔''

وہ کراہتے ہوئے بولا۔ ''آہ! میری جان نکل رہی ہے' کسی بھی طرح گرو دیو کو میرے دماغ میں بھیج دو۔ تمہاری بڑی مہربانی ہو گی۔''

''آپ تو جانتے ہیں، دھیان گیان کے سے ہم ان کے دروازے پر بھی نہیں جاتے۔ دو گھنٹے بعد ان کا دروازہ کھلے گا۔ آپ تھوڑا صبر کر لیں۔''

دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ ''ہیلو۔ ہیلو'' کہہ کر پکارتا رہ گیا۔ اس کے اندر اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ غصہ دکھاتا، جھنجلاتا اور فون بند کرنے والے کو گالیاں دیتا۔

اس نے ایک بار پھر ہمت کر کے اپنے ایک آلۂ کار سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا۔ ''میں اس وقت ایک ویران سڑک کے کنارے اپنی کار میں ہوں۔ تم فوراً یہاں پہنچو۔''

آلۂ کار نے پوچھا۔ ''آپ کس سڑک پر ہیں؟ وہاں کا پورا ایڈریس بتائیں۔''

وہ ہانپتے ہوئے اس علاقے کی نشاندہی کرنے لگا۔ آلۂ کار نے کہا۔ ''میں اس وقت جُہو کے علاقے میں ہوں۔ اور آپ یہاں سے بہت دور ہیں۔ پھر بھی میں ایک گھنٹے کے اندر پہنچنے کی کوشش کروں گا۔''

''کسی بھی طرح جلدی آنے کی کوشش کرو۔ میں بہت مشکل میں ہوں۔''

پھر وہ دوسرے لمحے میں ہی اچانک تبدیل ہو گیا۔ غصے سے بولا۔ ''اگر میں مشکل میں ہوں تو تمہارے باپ کا کیا جاتا ہے؟ خبردار! میری مدد کے لیے نہ آنا۔ میں نے جو پتا بتایا تھا وہ غلط ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ پھر حیرانی سے سوچنے لگا۔ ''یہ ابھی میں نے کیا کہہ دیا ہے؟ اب تو وہ میری مدد کے لیے نہیں آئے گا۔''

اس نے اپنے فون کو دیکھا۔ پھر یہ بات سمجھ میں آئی کہ ابھی وہ اپنی مرضی سے نہیں بول رہا تھا۔ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کے اندر آ گئی ہے۔

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ ''کیا تم میرے اندر موجود ہو؟''

اسے جواب نہیں ملا۔ لیکن وہ اچانک ہی اپنے اندر توانائی محسوس کرنے لگا۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے اسے آگے بڑھانے لگا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ فون پر کسی کو مخاطب کرتا۔ بڑی مشکل سے رابطہ کر رہا تھا۔ اب اتنی توانائی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ کار چلانے لگا تھا۔

وہ پریشان ہو کر بڑبڑانے لگا۔ ''میں سمجھ رہا ہوں، اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ تم میرے اندر ہو اور میرے اندر اتنی توانائی پیدا کر رہی ہو کہ میں یہاں سے اپنے ہوٹل کے کمرے تک جا سکوں۔''

تاشا خاموش تھی، وہ اس کے اندر صرف توانائی پیدا کر رہی تھی، ابھی کچھ بولنا نہیں چاہتی تھی۔ چپ چاپ اس کے پُر خیالات پڑھ کر اس کی پوری ہسٹری معلوم کر رہی تھی۔ تاشا کا دل اور دماغ صرف عدنان کی طرف لگا رہتا تھا۔ وہ اسی کے حوالے سے بہت سی باتیں معلوم کر رہی تھی۔ وردان نے بے پُر اسرار علوم سے یہ معلوم کیا تھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ اس کے لیے مصیبت بن جائے گا۔

جب اس نے اس بچے کے بارے میں معلوم کیا تو پتا چلا کہ وہ شیوانی کا بیٹا عدنان ہے۔ اسے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ بچہ ایک ننھے سے زہریلے کانٹے کی طرح اس کے پاؤں میں چبھتا رہے گا۔

وہ سمجھنا چاہتا تھا کہ ایک ننھا سا بچہ اس کے لیے وقتاً فوقتاً کس طرح مصیبت بن سکتا ہے؟ پہلے وہ عدنان کو اغوا کر کے اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتا تھا۔ جب اسے خطرہ محسوس ہوتا تو اسے ہلاک بھی کر سکتا تھا۔ اور اب وہ دیکھ رہا تھا کہ واقعی وہ ننھا سا بچہ غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے۔

پہلی بار اسے دہلی میں معلوم ہوا کہ بچے کی آنکھیں غیر معمولی ہیں۔ کسی کو بھی سحر زدہ کر دیتی ہیں اور ابھی وہ بچہ ایسا شہزور ثابت ہوا تھا کہ اپنی ماں شیوانی کو اس کے شکنجے سے نکال کر لے گیا تھا۔ اور اس جیسے یوگا کے ماہر کو اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کر گیا تھا۔

ایک بات اس کے لیے حیران کن تھی کہ وہ پورس کا بیٹا اور فرہاد علی تیمور کا پوتا تھا۔ جب اس نے اپنی آنکھوں سے اسے سحر زدہ کیا اور وہ اتنی دیر سے دماغی کمزوری میں مبتلا ہے تو فرہاد یا اس کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر کیوں نہیں آ رہا ہے؟

اس نے صرف ایک ہی لڑکی کی آواز اپنے اندر سنی تھی۔ وہ کہہ کر گئی تھی کہ تھوڑی دیر بعد واپس آئے گی۔ اور شاید آ چکی تھی۔

اس کے اندر اتنی توانائی پیدا کر رہی تھی کہ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کے احاطے میں پہنچ گیا تھا۔

وہ بری طرح کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ پھر بھی کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں تک چلا آیا تھا۔ وہ گاڑی سے اتر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہوٹل کے اندر آیا پھر لفٹ میں پہنچ کر بولا۔ ''کیا تم میرے اندر موجود ہو؟ میں بے حد کمزوری کے باوجود چلتا ہوا یہاں تک آیا ہوں۔ اب اپنے کمرے کی طرف جا رہا ہوں۔ یقیناً تم میرے اندر رہ کر مجھے توانائی پہنچا رہی ہو۔''

وہ لفٹ سے نکل کر ایک کوریڈور سے گزرتا ہوا اپنے کمرے کے اندر آیا۔ اس کا دماغ بُری طرح دکھ رہا تھا، وہ کمرے میں پہنچتے ہی بستر پر چاروں شانے چت گر پڑا۔ بڑی نقاہت سے سوچ کے ذریعے بولا۔ ''میں سب سمجھ رہا ہوں۔ اب تم مجھ پر تنویمی عمل کرو گی، مجھے اپنا معمول اور تابعدار بناؤ گی۔''

''ہاں۔ تم اس ہستی کو نقصان پہنچانا چاہتے ہو جو میری زندگی میں سب سے اہم ہے۔ میں اس کے بغیر نہ جی سکتی ہوں' نہ مر سکتی ہوں۔''

وہ بولا۔ ''میں تمہیں نہیں جانتا پھر میں تمہیں یا تم سے تعلق رکھنے والی کسی ہستی کو کیوں نقصان پہنچاؤں گا؟ آخر تم ہو کون.....؟''

''میں فرہاد علی تیمور کے پوتے عدنان علی تیمور کی ہونے والی شریکِ حیات ہوں۔''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''تم۔ تم اس کی شریکِ حیات کیسے ہو سکتی ہو؟ اپنی آواز سے اور اپنی باتوں سے ایک بالغ نوجوان لڑکی لگتی ہو۔ اور عدنان ابھی صرف پانچ برس کا ہے۔ کیا یہ بات مذاق میں کہہ رہی ہو؟''

''یہ مذاق نہیں، حقیقت ہے۔ میں پندرہ برس کی ہوں اور وہ پانچ برس کا ہے۔ جب وہ بیس برس کا جوان ہو گا تو میں اس سے شادی کروں گی۔''

"اوہ گاڈ! میں یہاں مصیبت میں مبتلا ہوں۔ میرا سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا ہے۔ کمزوری کے باعث میری حالت خراب ہے اور ایسے میں تم بے تکی باتیں کر رہی ہو۔"

"یہ تمہارے لیے بے تکی باتیں ہیں۔ وہ میرا آج کا محبوب اور کل کا شوہر ہے۔ میں اس کی سلامتی کے لیے تمہاری جان بھی لے سکتی ہوں۔ کیونکہ تم اس کے بدترین دشمن ہو۔"

وہ جلدی سے بولا۔ "نہیں نہیں۔ میں اس کا دشمن نہیں ہوں۔ میں اسے کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"اگر چہ میں پندرہ برس کی ہوں لیکن نادان نہیں ہوں۔ تمہارے چور خیالات پڑھ کر اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ عدنان کے ستارے تم سے نہیں ملتے۔ تم دونوں آگ اور پانی ہو۔ آگ لگنے سے پہلے ہی اسے بجھا دینا چاہو گے۔ اور میں ایسا ہونے نہیں دوں گی۔"

"میں تمہارے خدا کا واسطہ دیتا ہوں، میری جان کی دشمن نہ بنو۔ جلد بازی میں ایسا کوئی قدم نہ اٹھاؤ، جس پر بعد میں پچھتانا پڑے۔ مجھے ایک بار موقع دو، میں ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ عدنان سے کبھی دشمنی نہیں کروں گا۔ تمہاری طرح اس کا محافظ بن کر رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے، تمہیں یہ ثابت کرنے کا موقع ملے گا۔ میں نے اپنی اس چھوٹی سی عمر میں کبھی کسی کی جان نہیں لی۔ اس لیے تمہاری زندگی بھی تم سے چھیننا نہیں چاہوں گی۔ تمہیں اپنے عدنان کا معمول اور تابعدار بنا کر رکھوں گی۔"

وہ ایک دم سے پریشان ہو کر بولا۔ "پلیز! ایسا نہ کرو، مجھے اپنا یا عدنان کا غلام نہ بناؤ۔ دوست بنا لو، دوست بنا کر مجھے آزماؤ۔ میں آخری سانس تک دوستی نباہتا رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے، میں ایسا ہی تنویمی عمل کروں گی جس کے نتیجے میں تم غلام بن کر نہیں، دوست بن کر رہا کرو گے۔"

وہ مجبور ہو کر بولا۔ "عمل کرنے سے پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے سب ہی مجھے عدنان کا دشمن سمجھتے ہیں۔ اب میں تمہارے زیر اثر آ گیا ہوں تو ان میں سے کوئی میرے دماغ میں کیوں نہیں آ رہا ہے؟ فرہاد کو تو سب سے پہلے یہاں آ کر مجھے اپنا غلام بنانا چاہیے تھا۔"

وہ بولی۔ "عدنان کے گریڈ پا اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ نہیں معلوم ہے کہ تم میرے زیر اثر آ چکے ہو۔"

"تم ان سے اتنی بڑی بات کیوں چھپا رہی ہو؟"

"میں اپنے اور عدنان کے معاملات سب ہی سے چھپا رہی ہوں۔ بس اب زیادہ باتیں نہ کرو۔ خاموشی سے آنکھیں

بند کرو اور جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی، وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ ابھی پندرہ برس کی تھی، ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کوئی تجربہ نہیں رکھتی تھی۔ لیکن غیر معمولی ذہانت کی حامل تھی۔ اپنے اور عدنان کے حالات کے مطابق جس حد تک ذہانت سے کام لے سکتی تھی، لے رہی تھی۔

اس کی ماں ارنا کوف اور بھائی آواز ون نے کالے جادو کے ذریعے نہ جانے کتنوں کی جانیں لی تھیں؟ تاشا نے بھی وہ کالا عمل سیکھا تھا لیکن کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ پھر ہارا صاحب کے ادارے میں پہنچتے ہی اس کے ذہن سے وہ سارا کالا عمل مٹ گیا تھا۔

مختصر یہ کہ اس کے سینے میں بہت ہی محبت کرنے والا دل تھا۔ وہ دوست یا دشمن کسی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتی تھی۔ اسی لیے تنویمی عمل کے ذریعے دردان کو نقصان نہیں پہنچا رہی تھی۔ اسے اپنا غلام بنانے کے بجائے دوست بنا رہی تھی۔

اس نے اسے معمول بنا کر حکم دیا کہ وہ ہمیشہ دوست بن کر رہے گا۔ اگر دشمنی کرے گا تو اپنی ذہانت اور چالاکی بھول جائے گا۔ ایسی حماقتیں کرے گا، جس سے خود اس کی ذات کو نقصان پہنچے گا۔

پھر اس نے دوسری بات اس کے دماغ میں نقش کی کہ فرہاد علی تیمور سے دشمنی کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اس کے پوتے عدنان سے دشمنی کر رہا ہے۔ اور عدنان سے دوستی کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اس کے دادا سے دوستی کر رہا ہے۔ لہٰذا عدنان کے خاندان کے کسی فرد سے، کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے وہ دشمنی نہیں کرے گا۔

اس نے وعدہ کیا کہ ہمارے خاندان کے کسی فرد سے دشمنی نہیں کرے گا۔

تاشا نے کہا۔ "تم تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد نبیلہ کو عزت آبرو سے اس کی دوسری بہن کے پاس پہنچاؤ گے۔"

وہ بولا۔ "میں تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کروں گا۔"

تاشا نے اسے دو گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ پھر وہاں سے ارچنا کے پاس آ گئی۔ وہ ایک اسپتال میں شیوانی کے ساتھ تھی۔ ہوش میں آ چکی تھی اور پوچھ رہی تھی۔ "میں کہاں ہوں؟ کیا دردان نے مجھے پھر سے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے؟"

عدنان کمرے کے باہر کھڑکی کے پاس کھڑا اپنی ماں کو

بڑی محبت سے دیکھ رہا تھا۔ ارچنا نے شیوانی کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔ "آپ کسی طرح کی فکر نہ کریں۔ دردان نے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ آپ پوری طرح خیریت سے ہیں۔ میں آپ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اب آپ کے پتی دیو سے فون پر رابطہ کرتی ہوں۔ انہیں یہاں بلاتی ہوں۔"

شیوانی نے پوچھا۔ "تم کون ہو اور اتنی محبت سے کیوں پیش آ رہی ہو؟"

"میں آپ کے بیٹے عدنان کی محافظ ہوں۔"

شیوانی فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی، تڑپ کر پوچھنے لگی۔ "میرا بیٹا کہاں ہے؟ تم اس کی محافظ ہو تو وہ ضرور تمہارے ساتھ ہوگا۔"

ارچنا نے چور نظروں سے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ "وہ میرے ساتھ نہیں ہے۔ اس نے کہا تھا کہ میں آپ کو یہاں اسپتال پہنچا دوں۔ وہ جو کہتا ہے، میں وہی کرتی رہتی ہوں۔"

شیوانی نے اس کی چور نظروں کو دیکھ لیا تھا۔ وہ فوراً ہی بیڈ سے اتر کر دروازے کی طرف جانے لگی۔ ارچنا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "آپ کہاں جا رہی ہیں؟ آرام سے لیٹ جائیں۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آئی، کھڑکی کی طرف دیکھا تو وہاں کوئی دکھائی نہیں دیا۔ اس نے تڑپ کر آواز دی۔ "عدنان! میرے بچے! تم کہاں ہو؟"

وہ کوریڈور میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک گئی پھر اسپتال کے دوسرے حصوں میں اسے تلاش کرنے لگی۔ ارچنا پیچھے پیچھے تھی اور کہہ رہی تھی۔ "آپ خواہ مخواہ اسے پکار رہی ہیں۔ وہ یہاں نہیں ہے۔"

شیوانی کمزوری محسوس کرتے ہوئے ایک بینچ پر بیٹھ گئی۔ ہانپتے ہوئے بولی۔ "یہاں نہیں ہے تو پھر کہاں ہے؟ تم اچھی طرح جانتی ہو، مگر مجھ سے چھپا رہی ہو۔ میں تمہیں بھگوان کا واسطہ دیتی ہوں۔ مجھے میرے بیٹے کے پاس لے چلو۔"

"میں سچ کہتی ہوں، مجھے نہیں معلوم کہ اس وقت وہ کہاں ہے؟ آپ کمرے میں چل کر آرام کریں۔ میں اسے باہر جا کر تلاش کروں گی۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی۔ "میں بہت کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ اس ظالم دشمن نے میرے دماغ کو پھوڑا بنا دیا ہے۔ میں زیادہ چل پھر نہیں سکتی۔ اسے کہاں تلاش کروں؟ کیسے تلاش کروں؟"

ارچنا نے کہا۔ "میں کہہ تو رہی ہوں، آپ آرام کریں میں باہر جا کر دیکھتی ہوں۔"

"اپنا موبائل فون مجھے دو۔ میں ابھی اس کے باپ کو یہاں بلاتی ہوں۔"

وہ اپنا موبائل فون شیوانی کو دے کر وہاں سے چلی گئی۔ وہ پورس کے نمبر پنچ کرنے لگی۔ رابطہ ہونے پر بولی۔ "پورس! میں یہاں ہوں۔ جلدی آؤ....."

"تم کہاں ہو؟ خیریت سے تو ہو نا؟"

"ہاں۔ خیریت سے ہوں۔ جو عورت مجھے دردان سے بچا کر یہاں لائی ہے۔ وہ خود کو ہمارے بیٹے کی محافظ کہہ رہی ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں، ہمارا عدنان بھی یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔ میرے سامنے نہیں آ رہا ہے۔ تم جلدی چلے آؤ۔"

"تم بتاؤ تو سہی، کہاں ہو؟"

اس نے نظریں اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔ پھر ایک شخص سے پوچھا۔ "بھائی! اس اسپتال کا نام کیا ہے؟"

اس نے نام بتایا۔ وہ فون پر بولی۔ "میں اس وقت سجاش چندر بوس اسپتال میں ہوں۔ تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ فوراً چلے آؤ۔"

"ابھی آ رہا ہوں۔ کیا ہمارے بیٹے کی حفاظت کرنے والی وہ عورت تمہارے ساتھ ہے؟"

"ہاں۔ میرے ساتھ ہے۔ ابھی عدنان کو تلاش کرنے کے لیے باہر گئی ہے۔ آتی ہی ہوگی۔"

"اسے کہیں جانے نہ دو۔ وہ ہمارے ساتھ رہے گی تو اس کے ذریعے ہم اپنے بیٹے تک پہنچ سکیں گے۔ میں بس ابھی آ رہا ہوں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ پورس نے فون کے ذریعے اعلیٰ بی بی کو بتایا۔ "شیوانی مل گئی ہے۔ اس وقت ایک اسپتال میں ہے۔ تم اس کے دماغ میں جا سکتی ہو۔ پاپا کو بھی اطلاع دے دو۔"

اعلیٰ بی بی نے مجھے خبر کی۔ ہم دونوں شیوانی کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنے لگے کہ اب تک اس پر کیا گزرتی رہی ہے؟ اس کے خیالات مکمل حالات نہیں بتا سکتے تھے۔ کیونکہ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

بس اتنا پتا چلا کہ دردان اسے ٹریپ کر کے لے جا رہا تھا اور جب وہ قابو میں نہیں آ رہی تھی تو اس نے بڑی سنگدلی سے اس کے اندر ایسا زلزلہ پیدا کیا کہ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

پھر اسے وقت کا پتا نہ چلا کہ کب تک بے ہوش رہی؟ ہوش میں آئی تو خود کو ایک اسپتال کے کمرے میں پایا۔ اس کے پاس ارچنا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے شیوانی کو بتایا کہ وہ عدنان کے حکم سے اسے اسپتال لائی ہے۔ اور اب اس کے شوہر کو اطلاع

دینے والی ہے۔ اطلاع تو شیوانی نے دی تھی۔ اور ارچنا یہ کہہ کر چلی گئی تھی کہ اسپتال کے باہر عدنان کو تلاش کرے گی۔ اسے ماں کے پاس لائے گی۔

پورس اسپتال پہنچ گیا تھا۔ ایک گھنٹا گزر چکا تھا۔ لیکن ارچنا واپس نہیں آئی تھی۔ عدنان کے ساتھ کہیں گم ہوگئی تھی۔ بیٹا ماں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔ لیکن ہم سب کی آنکھوں پر بھی پٹیاں باندھ چکا تھا۔ ہم اندھوں کی طرح اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔

ہمارے ذہن میں یہ سوالات ابھر رہے تھے کہ شیوانی نے وردان سے کس طرح نجات حاصل کی؟ کیا ہمارے پوتے عدنان اور اس کی باڈی گارڈ ارچنا نے شیوانی کو نجات دلائی ہے؟ مگر کیسے؟ ان دونوں نے اس شہزور کا مقابلہ کیسے کیا؟ کیسے اسے زیر کیا اور شیوانی کو اسپتال لے آئے؟

ایسے کسی سوال کا جواب ہمارے پاس نہیں تھا۔ ایک بات عقل میں آرہی تھی کہ وردان کو کسی نہ کسی طرح زیر کیا گیا ہے تب ہی شیوانی کو اس سے نجات ملی ہے۔ اور اگر اسے زیر کیا گیا ہے تو یقیناً وہ جسمانی اور دماغی طور پر کمزور ہوگا۔

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ آئندہ صرف تاشا ہی اپنے مخصوص لب و لہجے اور آواز کے ذریعے اس کے دماغ میں جاسکتی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ در پردہ کیا ہو چکا ہے؟ یہ سوچ کر حیران ہو رہا تھا کہ وردان ابھی شہزور ہے، جسمانی اور دماغی کمزوری میں مبتلا نہیں ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر آنے سے روک رہا ہے۔ پھر اس پر کیسے قابو پایا گیا؟ کس طرح شیوانی کو نجات دلائی گئی؟

میں نے فون کے ذریعے وردان سے رابطہ کیا۔ اس نے موبائل پر میرا نمبر پڑھ لیا تھا۔ جب وہ بولا تو اس کے لہجے میں عاجزی اور انکساری تھی۔ ''مسٹر فرہاد! میں ابھی آپ سے رابطہ کرنے والا تھا۔ آپ کو یہ خوش خبری سنانا چاہتا ہوں کہ میں نے ان جڑواں بہنوں میں سے ایک کو اغوا کیا تھا۔ لیکن اب وہ میری قیدی نہیں ہے۔ میں نے اسے رہا کر دیا ہے۔ میرے آدمی اسے اس کے گھر واپس پہنچانے گئے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''تعجب ہے، جب اسے واپس ہی بھیجنا تھا تو پھر اغوا کیوں کیا تھا؟ اور اب تک ان بہنوں سے دشمنی کیوں کرتے رہے تھے؟''

''میں کیا بتاؤں؟ ایک تناؤ زمین سے اڑ کر پہاڑ کی چوٹی پر آگیا ہے۔ میں پہاڑ ہوں، اس تنے کے بوجھ سے دہا جا رہا ہوں۔ آپ کے ننھے پوتے نے میرا دل، میرا دماغ، میرا مزاج سب کچھ بدل دیا ہے۔''

میں نے شدید حیرانی سے اور بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا کہہ رہے ہو؟''

''وہی کہہ رہا ہوں جو میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ میں دشمنوں کو معاف نہیں کرتا۔ اپنے شکار کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا لیکن شکار کی ہوئی نبیلہ کو جانے دیا ہے۔ جو مجھے نہیں کرنا چاہیے وہ میں اپنے مزاج کے خلاف کر رہا ہوں۔ کیونکہ میرا مزاج بدل چکا ہے۔''

میں نے اعلیٰ بی بی، کبریا اور الپا سب ہی کو اپنے دماغ میں بلا لیا تھا اور وہ ہماری باتیں سن کر حیران ہو رہے تھے۔ میں نے اس سے سوال کیا۔ ''تم میرے پوتے کے زیر اثر کیسے آگئے؟''

''اس کے ساتھ رہنے والی ایک لڑکی نے مجھے تابعدار بنا لیا ہے۔ لیکن غلام نہیں بنایا، دوست بنایا ہے۔''

اس کی باتیں سن کر ہم سب کا ذہن ارچنا کی طرف گیا۔ کیونکہ وہی اس کی باڈی گارڈ تھی اور اسی کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''لیکن پاپا! اگر اس کے ساتھ رہنے والی ٹیلی پیتھی جانتی تو خیال خوانی کے ذریعے پورس کو اطلاع دیتی کہ شیوانی اسپتال میں ہے۔ وہ اپنا فون شیوانی کو دے کر چلی گئی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے کسی سے رابطہ نہیں کیا۔ کسی کو شیوانی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔''

میں نے وردان سے کہا۔ ''ابھی تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔''

میں نے فون بند کر کے اپنی بیٹی سے کہا۔ ''عالی! شیوانی اور پورس سے کہو، وہ فون کے ذریعے عدنان کی باڈی گارڈ سے رابطہ کریں۔ کیا اس عورت نے اپنا کوئی نام نہیں بتایا ہے؟''

''اس کا نام ارچنا ہے۔ عدنان اسے سسٹر کہتا ہے۔ لیکن ابھی فون کے ذریعے اس سے رابطہ نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ وہ فون شیوانی کو دے گئی تھی۔''

میں نے کہا۔ ''کیا مصیبت ہے؟ عدنان کی خیریت معلوم کرنے کا وہ فون ہی واحد ذریعہ تھا۔ ہم اس عورت سے بات کر سکتے تھے۔ لیکن وہ اپنا فون بھی شیوانی کو دے کر چلی گئی ہے۔''

کبریا نے کہا۔ ''پاپا! عالی کی یہ بات درست ہے کہ اس نے ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ اور اگر جانتی ہے تو یہ عورت کون ہے؟ اچانک ہی کہاں سے ٹیلی پیتھی سیکھ کر آگئی ہے؟''

میں نے کہا۔ ''وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی نوعی کرشل کی اچانک کہیں سے آگئی تھی۔ اب تک مجھ سے دوستی کا دعویٰ کر رہی ہے۔ اور دشمنی کرتی جا رہی ہے۔ اسی طرح یہ نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی میرے پوتے سے دوستی کر رہی ہے، پتا نہیں اس دوستی کے پیچھے اس کا کیا مقصد ہے؟ اور کب اپنی دشمنی کا مظاہرہ کرنے والی ہے؟''

کبریا نے کہا۔ ''آثار بتا رہے ہیں، آئندہ وہ دشمنی کرے گی۔ اگر دوست ہوتی تو عدنان کو ہم سے یوں دور نہ رکھتی اور خود بھی پُراسرار بن کر نہ رہتی۔ وہ اپنے بارے میں ہمیں کچھ نہیں بتا رہی ہے۔''

میں نے بیٹی اور بیٹے سے کہا۔ ''آؤ، ہم پورس اور شیوانی کے پاس چلتے ہیں۔''

ہم نے پورس کے پاس آکر پوچھا۔ ''کیا اس ارچنا نامی عورت نے رابطہ کیا ہے؟''

''پاپا! عدنان حد سے گزر چکا ہے، میرے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا ہے۔ میں تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ لیکن شیوانی کا رو رو کر برا حال ہے۔''

میں نے کہا۔ ''شیوانی کو ارچنا سے فون نہیں لینا چاہیے تھا۔ یہ فون اس کے پاس رہتا تو ہم اس سے رابطہ کر سکتے تھے۔''

پورس نے کہا۔ ''شیوانی کیا جانتی تھی کہ وہ اپنا فون دینے کے بعد جائے گی تو واپس نہیں آئے گی۔''

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ ''ہمیں معلوم کرنا ہی ہوگا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کون ہے؟''

میں نے پھر وردان سے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا۔ ''جس ٹیلی پیتھی جاننے والی نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے اس سے تم نے اچھی خاصی باتیں کی ہوں گی۔''

وہ بولا۔ ''اس سے کچھ زیادہ باتیں تو نہیں ہوئیں۔ ویسے آپ پوچھنا کیا چاہتے ہیں؟''

''تم نے اس سے یہ نہیں پوچھا جب وہ ہمارے پوتے کی اس قدر حفاظت کر رہی ہے تو پھر ہم سے رابطہ کیوں نہیں کر رہی ہے؟ ہمارے پوتے کو ہم سے دور کیوں رکھتی ہے؟ کیوں ہم سے ایسی دشمنی کر رہی ہے؟''

وردان نے کہا۔ ''وہ عدنان کو آپ لوگوں سے دور کیوں رکھتی ہے، یہ میں نہیں جانتا۔ لیکن اتنا جانتا ہوں کہ وہ آپ کی دشمن نہیں ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے اور آپ کے خاندان والوں سے دشمنی نہ کروں اور نبیلہ کو اپنی قید سے رہا کر دوں۔''

میں نے کہا۔ ''تعجب ہے۔ جب وہ تمہارے جیسے دشمن کو ہم سے دوستی کرنے پر مجبور کر رہی ہے تو پھر خود دوست بن کر ہم سے رابطہ کیوں نہیں کر رہی ہے؟ پلیز اس کے بارے میں کچھ بولو۔ کچھ ایسی باتیں بتاؤ جن سے اس کی نشاندہی ہو سکے۔''

وردان سوچنے لگا پھر بولا۔ ''ہاں۔ یاد آرہا ہے۔ مجھے اس کی زبان سے یہ سن کر حیرانی ہوئی تھی کہ وہ آپ کے پوتے کی ہونے والی پتنی ہے۔ اور وہ عدنان کو اپنا محبوب سمجھتی ہے اور اسے اپنا ہونے والا پتی کہتی ہے۔''

اعلیٰ بی بی اور کبریا میرے دماغ میں تھے۔ فون پر ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی نے چیخ کر کہا۔ ''پاپا! یہ تو تاشا ہو سکتی ہے۔''

وردان نے کہا۔ ''میں حیران ہوں، آپ کا پوتا پانچ برس کا ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی خود کو پندرہ برس کا کہتی ہے۔ کیا واقعی آپ بھی اس لڑکی کی طرح اپنے پوتے کے جوان ہونے کا انتظار کر رہے ہیں؟''

میں نے کچھ کہے سنے بغیر فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر تاشا کے پاس پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کے ایک ہوسٹل میں تھی۔ میں نے دوسری بار اس کے اندر پہنچتے ہی کہا۔ ''میں ہوں فرہاد۔ سانس نہ روکو۔''

اس نے مجھے سلام کیا۔ میں نے کہا۔ ''یہ تم کیا حرکتیں کر رہی ہو؟''

وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ ''جی۔ وہ۔ میں۔ میں کیا کر رہی ہوں؟''

''انجان نہ بنو۔ بالشت بھر کی ہو اور ہمیں دھوکا دینے آرہی ہو۔ کیا ہمیں یہ نہیں بتا سکتی تھیں کہ خیال خوانی کے ذریعے عدنان کے پاس جاتی رہتی ہو؟ اس کی حفاظت کرتی رہتی ہو؟''

''وہ پاپا! مجھے عدنان سے ڈر لگتا ہے، اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات کرتی ہوں تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ آپ سب سے دور رہنے والا مجھے اپنے دماغ میں اس لیے آنے دیتا ہے کہ میں اس کی ہر جائز اور ناجائز بات مانتی رہتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ تم اس کی ہر بات مانتی رہتیں لیکن چپکے سے ہمیں بتا سکتی تھیں کہ تم اسے کہاں لیے پھر رہی ہو؟''

''سوری پاپا! جب میں عدنان سے بچ بولتی ہوں اور کوئی وعدہ کرتی ہوں تو اسے ہر حال میں پورا کرتی ہوں۔ پھر میں نے سوچا، اگر آپ لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ عدنان اپنی ممی کی لمبی عمر کی خاطر ان سے دور بھاگ رہا ہے تو آپ سب ماں بیٹے کو ایک دوسرے سے ملانا چاہیں گے، اس کی ممی کی آتما کو بھٹکنے سے نجات دلانا چاہیں گے اور اس طرح جناب تبریزی کی پیش گوئی کو درست ہونے دیں گے۔''

''اور تم نہیں چاہتیں کہ ان کی پیش گوئی درست ہو اور اس کی ممی کی روح کو نجات ملے؟''

''میں وہی چاہوں گی جو میرا عدنان چاہے گا۔ میں اس

کی ہر جائز اور ناجائز خواہش کے سامنے سر جھکاتی رہوں گی۔ پلیز، یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کے پوتے کو آپ کے خلاف بہکا رہی ہوں اور اسے بھٹکا رہی ہوں۔ آپ اس کے دادا ہیں، اس کے دل میں بیٹھ کر دیکھیں۔ وہ اپنی ماں کی زندگی کے لیے کیا چاہتا ہے؟ ایک ننھا سا بچہ اتنی بڑی قربانی دے رہا ہے کہ ماں کے کلیجے سے جا کر لگتا نہیں ہے۔ دور ہی دور سے اسے دیکھ کر تسلی کرتا رہتا ہے۔ اور اس کی لمبی عمر کی دعائیں مانگتا رہتا ہے۔''

وہ بڑے جذبے سے بول رہی تھی، ہم سن رہے تھے اور متاثر ہو رہے تھے۔ متاثر ہونے کی بات ہی تھی کہ ایک کم سن بچہ اپنی ماں کی طویل عمری کے لیے کیسی قربانی دے رہا ہے۔ اس نے ہم سب کو اس لیے بھلا دیا اور دور ہو گیا کہ ہم اسے ماں کے پاس جبراً لے جائیں گے، اس سے ملائیں گے تو ماں کی عمر کم ہو جائے گی۔

اور وہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے تاشا کو بھی تاکید کی تھی اور تاشا اسے ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ جو کہہ رہا تھا وہی کرتی جا رہی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''بے شک، تم عدنان کے جذبات کو خوب سمجھ رہی ہو اور اسے ناراض نہیں کرنا چاہتی ہو۔ لیکن ہمیں یہ بالکل اچھا نہیں لگا کہ تم اب تک ہمیں بے وقوف بناتی رہی ہو۔ خواہ مخواہ دن رات ہمیں دوڑاتی رہی ہو۔''

وہ عاجزی سے بولی۔ ''آپ ناراض نہ ہوں۔ ٹھنڈے دل سے سوچیں گی تو معلوم ہو گا کہ میں نے آپ لوگوں کو پریشان نہیں کیا ہے۔ عدنان جو چاہتا رہا، میں وہی کرتی رہی ہوں۔ اور آیندہ بھی وہی کروں گی۔ وہ میرا ہونے والا مجازی خدا ہے۔ وہی میرا اوّل ہے اور وہی میرا آخر ہے۔''

میں نے کہا۔ ''عالی! ہمیں تاشا سے ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ اگر یہ عدنان کی بات نہ مانتی، اسے خوش رکھنے کے لیے اس کے ہر حکم کی تعمیل نہ کرتی تو عدنان اس سے بھی ناراض ہو جاتا۔ جس طرح ہمیں دھوکا دیتا رہا ہے، ہم سے دور بھاگتا رہتا ہے، اسی طرح تاشا سے بھی دور بھاگتا رہتا۔ اس نے بہت سمجھداری سے کام لیا ہے۔''

تاشا نے خوش ہو کر کہا۔ ''شکریہ پاپا! میں اکثر سوچتی تھی کہ جب بھید کھلے گا تو سب ہی مجھ سے ناراض ہوں گے۔ لیکن آپ ضرور مجھ سے انصاف کریں گے۔ آئی لو یو گرینڈ پا''

''آئی لو یو ٹو! میں تم سے بہت خوش ہوں۔ اب یہ بتاؤ میرا پوتا کہاں ہے؟''

''آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن ذرا یہ تو سوچیں، میں نے آپ کو بتایا اور آپ اس کے پاس پہنچ گئے تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔ اس کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہو گا کہ اب اسے اس کی ممی سے ملایا جائے گا اور اس کی ممی کی عمر کم ہو جائے گی۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔ میں اسے یقین دلاؤں گا کہ اسے اس کی ممی سے نہیں ملایا جائے گا۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہو گا اور اپنی ماں کو دور ہی دور سے دیکھتا رہے گا۔''

وہ بولی۔ ''اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں؟''

''کہو، کیا بات ہے؟''

''میں اپنے مجازی خدا کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرنا چاہتی۔ میں ابھی جا رہی ہوں، اسے آپ کی باتیں سمجھاؤں گی۔ آپ کی ہدایات پر عمل کرنے کے لیے کہوں گی۔ اگر وہ راضی ہو جائے گا تو میں آپ سب کو اس کے پاس پہنچا دوں گی۔''

اعلیٰ بی بی نے ناگواری سے کہا۔ ''تم کچھ ضرورت سے زیادہ ہی شوہر پرست بنتی جا رہی ہو۔''

میں نے سخت لہجے میں کہا۔ ''عالی! فضول باتیں نہ کرو۔ تاشا کے جذبے کو سمجھو، وہ ہمارے عدنان کے لیے کتنے اچھے خیالات اور جذبات رکھتی ہے؟''

کبریا نے کہا۔ ''تاشا درست کہہ رہی ہے۔ اگر یہ عدنان کی مرضی کے خلاف ہماری بات مانے گی تو وہ اس سے ناراض ہو جائے گا۔ اس سے بھی دور ہو جائے گا تو ہم اسے ڈھونڈ نہیں پائیں گے۔ فی الحال ہمارے لیے یہ بہت بڑی بات ہے کہ تاشا اس کی محافظ بنی ہوئی ہے اور آیندہ بھی اس کی نگرانی کرتی رہے گی۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے تاشا! تم جاؤ اور عدنان کو یقین دلاؤ کہ ہم اسے ماں سے ملنے پر مجبور نہیں کریں گے۔ وہ دور ہی سے اپنی ماں کو دیکھتا رہے گا۔''

''اچھی بات ہے پاپا! میں ابھی اسے سمجھاتی ہوں۔''

وہ چلی گئی، میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ ''دیکھو! اس طرح محبت سے اور حکمت عملی سے کام بنتا ہے۔ تم خواہ مخواہ اس پر تنقید کر رہی تھیں۔''

وہ بولی۔ ''مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ عدنان کو ہمارے میں سمجھائے گی۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ ابھی آ کر ہمیں الٹی سیدھی باتیں سمجھائے گی۔''

''وہ جتنی بھی چالاکی دکھائے گی پھر بھی بچی ہی رہے گی۔ تم دیکھتی رہنا کہ میں کس طرح اپنے پوتے کے پاس پہنچوں گا۔''

تاشا ہمارے معاملے میں مصروف تھی۔ اُدھر وردان بے چینی اور گھبراہٹ میں مبتلا تھا۔ وہ کسی کا غلام بن کر نہیں رہنا چاہتا تھا۔ مگر یہ کہ ایک پندرہ برس کی بچی نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔

وہ تیزی سے کار ڈرائیو کرتا ہوا چلا رہا تھا۔ اور زیر لب کہتا جا رہا تھا۔ ''گرُودیو کی جے ہو۔ جے ہو گرُودیو کی.....''

اسے تاشا کے تنویمی عمل سے صرف گرُودیو سوامی پربھو دیال شنکر ہی نجات دلا سکتے تھے۔ وہ ان کے استھان پر پہنچ گیا۔ وہاں کتنے ہی چیلے چپاٹے یوگا میں اور گیان دھیان میں مصروف تھے۔ ان میں سے کچھ اکھاڑوں میں ڈنڈ بیٹھک کر رہے تھے۔ گرُودیو کے خاص چیلے نے وردان کو دیکھا لیکن اسے آگے جانے سے نہیں روکا۔

وہ تمام راستے گرُودیو کی جے جے کار کرتا آیا تھا۔ سوامی جی کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ آ رہا ہے۔ لہٰذا کسی نے اس کا راستہ نہیں روکا۔ وہ ایک چٹائی پر پالتھی مارے بیٹھے ہوئے تھے۔ وردان نے وہاں پہنچتے ہی ڈنڈوت کیا۔ ''جے ہو گرُودیو کی!''

سوامی پربھو دیال شنکر نے آشیرباد دینے کے انداز میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''آدمی سے شیطان بن گیا۔ اب شیطان سے پھر آدمی بننے آیا ہے۔ مگر میں خوب سمجھتا ہوں، برائی دل و دماغ پر چھا جائے تو پھر وہ آدمی کے اندر سے نہیں جاتی۔

اور کیسے جائے؟ ہماری دنیا اچھائی اور برائی کی تکرار کے لیے بنی ہے۔ اندھیرے کو ختم کرنے کے لیے دن کا ہونا اور دن کو ختم کرنے کے لیے اندھیرے کا ہونا بہت ضروری ہے۔ جا! میں تجھے تنویمی عمل سے مکتی دیتا ہوں.....''

شیطان کو زنجیروں میں کبھی جکڑا نہیں گیا۔ وردان کی زنجیریں بھی ٹوٹ گئیں۔ اب پتا نہیں، وہ کیا گل کھلانے والا تھا؟

تاشا ہمیں عدنان کے قریب لے جا سکتی تھی یا نہیں؟ مگر میں نے طے کر لیا تھا، خواہ تاشا کی گردن دبوچنا پڑے، ہم عدنان تک پہنچ کر ہی دم لیں گے۔

اُدھر نیومی مکمل سونیا بننے کے لیے اپنی موت کا ڈراما رچانے والی تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ ان تمام مسائل کے بیچ میں ہمارا اُونٹ کس کروٹ بیٹھنے والا تھا؟

میں، پورس، شیوانی اور اعلیٰ بی بی سب ہی تاشا کا انتظار کر رہے تھے۔ یہ کسی حد تک امید تھی کہ وہ عدنان کو سمجھا منا کر ماں کے پاس لے آئے گی۔

لیکن سیدھی انگلی سے گھی نکلنے والا نہیں تھا۔ نہ وہ سمجھا سکتی تھی، نہ وہ ماننے والا تھا۔ وہ واپس آ کر بڑی پریشانی سے بولی۔ ''پاپا! میں کیا کروں؟ اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئی ہوں۔ وہ مجھے چیلنج کرتا ہے کہ آپ کو اس کا پتا ٹھکانا بتاؤں گی تو وہ مجھے اپنے دماغ میں کبھی نہیں آنے دے گا۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکی تھی، یہ ہمیں اس کے پاس کبھی نہیں پہنچائے گی۔ یہ صرف اپنی مجبوریاں بیان کرتی رہے گی۔''

تاشا نے عاجزی سے کہا۔ ''میری بات کا یقین کریں، میں اسے ہر پہلو سے سمجھاتی رہی ہوں کہ وہ ماں سے دور رہے، کوئی بات نہیں مگر باپ اور دادا سے دور نہیں رہنا چاہیے۔''

وہ ذرا چپ ہوئی، میں نے پوچھا۔ ''کیا ہم سے بھی ملنا نہیں چاہتا؟''

''وہ اپنی عمر سے کچھ زیادہ ہی سمجھدار ہے۔ کہتا ہے، پاپا اور گرینڈ پا سے قریب ہو گا اور ان کے ساتھ رہے گا تو کبھی دھوکے سے ممی قریب آ سکتی ہیں۔ وہ بے اختیار اسے گلے لگا کر پیار کر سکتی ہیں۔''

''اس سے پوچھو، کیا وہ ماں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ سکتا ہے؟ یہ گھنٹے دو گھنٹے یا ایک دو دن کی بات نہیں ہے، وہ جب تک نہیں ملے گا، ماں آنسو بہاتی رہے گی۔ ساری زندگی نہیں ملے گا، وہ ساری زندگی روتی رہے گی۔ کیا وہ ہمیشہ رلاتے رہنے کے لیے اسے لمبی زندگی دینا چاہتا ہے؟''

''پاپا! میں یہ ساری باتیں اسے سمجھا چکی ہوں، وہ کہتا ہے، کوئی ساری زندگی کسی کے لیے نہیں روتا۔ وہ بڑے بوڑھوں کی طرح باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے، ممی کو آہستہ آہستہ صبر آ جائے گا اور وہ پاپا کے ساتھ ہنسی خوشی رہنے لگیں گی۔''

''اس سے کہو، اپنے دماغ میں ایک ہی خیال پر مرکوز رہے۔ میں اس کے پاس آ کر اس سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

وہ بڑی بے بسی سے بولی۔ ''وہ ایسی کوئی بات نہیں مانتا ہے۔ آپ خود ہی اس کے پاس جا کر اسے منا سکتے ہیں تو منا لیں۔''

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچ کر بڑی محبت سے اسے مخاطب کیا۔ ''بیٹے! میں تمہارا گرینڈ پا

ہوں.....''

اسی لمحے اس کے اندر خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ یہ ایسی حرکت تھی کہ مجھے غصہ آنے لگا۔ وہ میرا پوتا تھا' میرا خون تھا اور مجھے اپنے اندر سے یوں بھگا رہا تھا جیسے میں کوئی غیر ہوں یا دشمن ہوں یا اس کا کوئی لگتا ہی نہیں ہوں۔

تاشا میرے اندر تھی۔ وہ بولی۔ ''آپ نے دیکھ لیا' وہ بہت ضدی ہے۔ کسی کی نہیں مانتا ہے۔''

''میں اس کا دادا ہوں' اپنی ضد پر آجاتا ہوں تو پھر میں بھی کسی کی نہیں مانتا۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟''

''تم جانتی ہو' جو بھی نیگیٹو خیال خوانی کرنے والے ہوتے ہیں' ان کی سوچ کی لہریں بابا صاحب کے ادارے کے اندر نہیں پہنچتیں یا کوئی بھی منفی خیالات رکھنے والا یا والی اس ادارے میں بیٹھ کر خیال خوانی نہیں کرسکتی۔''

''جی ہاں۔ یہ بات میں جانتی ہوں۔''

''تو تمہیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ تم وہاں بیٹھ کر جناب تبریزی کی پیش گوئی کے خلاف خیال خوانی کر رہی ہو اور عدنان کی مدد کر رہی ہو۔''

وہ میری یہ بات سن کر پریشان ہو رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''جناب تبریزی کی پیش گوئی کے مطابق بیٹے کو اب تک ماں کی آغوش میں پہنچ جانا چاہیے' لیکن تم اسے پہنچنے نہیں دے رہی ہو۔ اس کی ماں کی روح بھٹک رہی ہے۔ کیا تم نہیں سمجھتیں کہ اسے نجات دلانا ضروری ہے؟''

''بے شک میں چاہتی ہوں۔ ان کی روح کو سکون ملنا چاہیے۔''

''تو پھر ہمیں عدنان کا موجودہ پتا فوراً بتاؤ۔ ورنہ روحانی عمل کے ذریعے تمہاری خیال خوانی کی لہروں کو روک دیا جائے گا۔ تم اس ادارے میں رہ کر نہ خیال خوانی کرسکو گی' نہ کبھی عدنان سے باتیں کرسکو گی۔''

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ ''نہیں میں اپنے عدنان سے دور نہیں ہونا چاہتی۔ اگر میری خیال خوانی پر پابندی لگائی گئی تو میں کبھی عدنان سے دو باتیں بھی نہیں کرسکوں گی۔''

میں نے کہا۔ ''جناب تبریزی تمہارے اور عدنان کے بارے میں سب کچھ جانتے ہوں گے اور مصلحتاً خاموش ہوں گے' لیکن میں اور میری فیملی کے تمام ممبران' ان سے شیوانی کی نجات کے لیے التجا کریں گے تو فوراً ہی تمہاری خیال خوانی پر پابندیاں عائد کردی جائیں گی۔''

وہ عدنان کی جدائی کسی حال میں برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ تڑپ کر بولی۔ ''پاپا! ایسا ظلم نہ کریں۔ میرے ہیرو سے مجھے جدا نہ کریں۔''

''اور تم جو ہمارے خون کو خون کے رشتوں سے کر رہی ہو؟ اس کا کوئی احساس ہے تمہیں؟''

وہ روتے ہوئے بولی۔ ''میں کیا کروں میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں اس کی بات نہیں مانوں گی تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا' پھر جیسے ساری دنیا مجھ سے روٹھ جائے گی۔ کچھ پڑھنے لکھنے میں دل نہیں لگے گا۔ بابا صاحب کے ادارے کی میری پروگریس رپورٹ صفر ہو جائے گی۔''

''ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ اگر یہ چاہتی ہو کہ تمہارا رابطہ عدنان سے رہے تو تم پر کسی طرح کی پابندی عائد نہیں ہو جائے گی۔ اس کا پتا بتا دو۔ عدنان سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ تم نے اس کا پتا ہمیں بتایا ہے۔''

پاشا نے روتے روتے اس کا مکمل موجودہ پتا بتا دیا۔ میں نے کہا۔ ''اب تم جاؤ اور اطمینان رکھو، ہم ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے جس کے نتیجے میں عدنان تم سے ناراض ہو جائے۔''

وہ چلی گئی۔ پورس اسپتال میں شیوانی کے پاس تھا۔ وردان نے اتنی بے رحمی سے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا تھا' وہ بہت ہی کمزور ہو گئی تھی۔ اچھی طرح سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ یادداشت کمزور ہونے کے باوجود بیٹے کو یاد کرتی تھی اور اس سے ملنے کے لیے تڑپتی رہتی تھی۔

اعلیٰ بی بی اور کبریا نے اس کے خیالات پڑھ کر کہا۔ ''اس کے دماغ میں ایک کے بعد دوسرے خیالات غالب آتے رہتے ہیں۔ جب پورس اس کے سامنے رہتا ہے، اسے مخاطب کرتا ہے تو وہ اسے دیکھ کر، اس کی باتیں سن کر اپنے خیال پر مرکوز رہتی ہے اور بیٹے کو بھی یاد کرتی ہے۔''

کبریا نے کہا۔ ''جب پورس بھائی اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں تو اس کے دماغ میں تاریکی سی چھا جاتی ہے۔ عدنان کی طرح اس کے دماغ میں بھی کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہونے لگتے ہیں۔ اسے زیادہ سے زیادہ آرام کرنا چاہیے۔ اور ہمیں اس پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینا چاہیے۔''

میں نے پورس کے پاس آکر کہا۔ ''ہمیں عدنان کا موجودہ پتا معلوم ہو گیا ہے۔ وہ جس مکان میں ہے۔ وہاں کسی وقت بھی جا سکتے ہو۔''

وہ بولا۔ ''پاپا! عدنان بہت ضروری ہو گیا ہے۔ وہ یہاں آئے گا تو شیوانی اسے دیکھ کر ذہنی طور پر نارمل ہونے لگے گی۔ اس کے علاج میں بھی آسانی ہو جائے گی۔ اور یہ جلد ہی روحانی توانائی حاصل کرلے گی۔''

''میں نے تاشا سے وعدہ کیا ہے، عدنان کو اس سے ناراض نہیں ہونے دیا جائے گا۔ لہٰذا عدنان کو اس طرح ترغیب کیا جائے کہ وہ تاشا پر شبہ نہ کرے۔ اور ان دونوں کی دوستی برقرار رہے۔''

''اگر ہم نے اسے فوراً ہی قابو میں نہ کیا تو وہ ہمیشہ کی طرح پھر ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ رہی تاشا کی بات' تو ہم عدنان کو بعد میں پوری طرح یقین دلانے کی کوشش کریں گے کہ ہم نے اسے حاصل کرنے کے لیے تاشا کی ایک ذرا سی بھی مدد حاصل نہیں کی تھی۔ اور تاشا نے اس سے بے وفائی نہیں کی ہے۔''

وہ درست کہہ رہا تھا۔ اپنے پوتے کے سلسلے میں مجھے اچھا خاصا تجربہ ہو چکا تھا۔ وہ بار بار ہاتھ آکر نکل جایا کرتا تھا۔ اس بار آسانی سے ہاتھ آنے والا تھا۔ لہٰذا اس موقع کو ہاتھ سے جانے دینا دانشمندی نہ ہوتی۔

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ تم جو مناسب سمجھتے ہو، وہ کرو۔''

اس نے کہا۔ ''شیوانی کی حالت ایسی نہیں ہے کہ میں اسے یہاں تنہا چھوڑ کر جاؤں۔ یہ بیٹھے بیٹھے اچانک ہی کہیں گم ہو جاتی ہے۔ جب میں اسے جھنجھوڑ کر مخاطب کرتا ہوں تب یہ چونک کر مجھے دیکھتی ہے۔ میں ابھی اسے ساتھ لے جاؤں گا۔''

''یہی بہتر ہوگا۔ شیوانی کے بغیر عدنان کو قابو میں کرنا چاہو گے تو وہ مچل جائے گا پھر کسی طرح کہیں بھاگنے کی کوشش کرے گا۔ اگر شیوانی سے سامنا ہو جائے گا اور وہ ماں بیٹے ایک دوسرے کے گلے لگ جائیں گے تو پھر اس کے دور بھاگنے کا کوئی جواز نہیں رہے گا۔ اسے یقین ہو جائے گا کہ اب ماں کی آغوش میں آنے کے بعد اسے صرف چالیس دنوں تک اس کی ممتا ملتی رہے گی۔ وہ چالیس دن اس کے لیے بہت اہم ہوں گے۔ پھر وہ ماں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا۔''

پورس نے شیوانی کو دیکھا۔ وہ بیڈ کے سرہانے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس نے مخاطب کیا۔ ''شیوانی!''

وہ ایسے گم صم رہی جیسے آواز نہ سنی ہو۔ اس نے اس کے قریب جھک کر پکارا۔ ''شیوانی!''

وہ اسی طرح غافل ہو جایا کرتی تھی۔ اس بار پارس نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے مخاطب کیا۔ ''شیوانی!''

اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ پارس کو دیکھ کر پھر اس سے لپٹ کر بولی۔ ''تم۔ تم کہاں چلے گئے تھے؟''

''کیسی باتیں کرتی ہو؟ میں تو مسلسل اسی اسپتال میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

وہ کمرے کو دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کیا میں اسپتال میں ہوں؟''

''ہاں۔ اب ہم یہاں سے جائیں گے۔ تمہارے لیے ایک خوش خبری ہے۔ ابھی تمہارا بیٹا تمہیں مل جائے گا۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''کیا سچ کہہ رہے ہو؟ میرا بچہ مجھے مل جائے گا؟ کہاں ہے وہ؟ مجھے ابھی اس کے پاس لے چلو۔''

''ہاں۔ ہاں۔ ہم ابھی اس کے پاس جا رہے ہیں۔ چلو' میرے ساتھ آؤ.....''

وہ بیڈ سے اتر کر ایسے کھڑی ہو گئی جیسے بیمار نہ ہو۔ لیکن کمزوری کے باعث ڈگمگا رہی تھی۔ بیٹے سے ملنے کی خوشی ایسی تھی کہ اس میں کسی حد تک توانائی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ پارس کے سہارے چلتی ہوئی اسپتال کے باہر آئی پھر کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

پورس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر اسے آگے بڑھانے لگا۔ اس نے پوچھا۔ ''میرا بیٹا کہاں ہے؟ کیا ہمیں زیادہ دور جانا ہوگا؟''

''ہم آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچ جائیں گے۔ مگر میری ایک بات یاد رکھو۔ اس سے ملنے کی جلدی نہ کرنا۔ پہلے میں اس مکان کے اندر جاؤں گا۔ تم دروازے کے باہر چھپی رہو گی۔ میں اسے قابو میں کرنے کے بعد تمہیں آواز دوں گا تو تم چلی آنا۔ اور آتے ہی اسے اپنی آغوش میں لے لینا۔ اس کے بعد وہ پھر تم سے دور نہیں جانا چاہے گا۔''

''تم جو کہو گے، میں وہی کروں گی۔ بس ایک بار وہ مل جائے۔ اس بار کوئی دھوکا نہ ہو' کوئی بدتصیبی آڑے نہ آئے۔ میرے بھگوان! میرے بچے کے خدا! مجھے اس سے ملا دے بس ایک بار میں اسے اپنے سینے سے لگا لوں۔''

وہ آدھے گھنٹے میں اس مکان کے سامنے پہنچ گئے۔ پورس نے گاڑی کو مکان سے کچھ فاصلے پر روکا تاکہ گاڑی کی آواز مکان کے اندر نہ جا سکے۔

اس نے کار سے اتر کر شیوانی کو سہارا دیا۔ پھر اسے ساتھ لے کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس مکان کے برآمدے میں پہنچا۔ اسے اشارے سے سمجھایا کہ وہ یہیں دروازے کے باہر چپ چاپ کھڑی رہے۔ وہ تھوڑی دیر بعد اسے اندر

بلائے گا۔

میں اپنے بیٹے کے اندر تھا۔ اس نے دروازے کو آہستگی سے کھولنا چاہا تو پتا چلا وہ اندر سے بند ہے۔ میں نے کہا۔ ''تم انتظار کرو۔ میں ابھی دروازہ کھلواتا ہوں۔''

میں نے تاشا کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ ''ارچنا تمہاری معمولہ اور تابعدار ہے۔ اس کے اندر جاؤ اور اسے دروازہ کھولنے پر مائل کرو۔''

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ارچنا کے پاس پہنچ کر اسے دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بیڈ سے اتر کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ پھر اسے کھول دیا۔ وہاں ایک اجنبی کو دیکھ کر بولی۔ ''آپ کون ہیں؟''

''میں عدنان کا باپ ہوں۔ کہاں ہے وہ؟''

وہ بولتا ہوا اندر آیا۔ ارچنا نے تاشا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''وہ دوسرے کمرے میں ہے۔''

پورس تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے کے دروازے پر آیا۔ وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ اس نے آہستگی سے دروازے کو کھولا تو آہٹ سنتے ہی عدنان کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا پھر اپنے باپ کو دیکھتے ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

اس نے فوراً ہی سر گھما کر کمرے کے دوسرے دروازے کو دیکھا۔ وہ بند تھا، وہ اسے کھول کر باہر جا سکتا تھا۔ پارس نے کہا۔ ''تم اپنے باپ سے زیادہ پھرتیلے نہیں ہو۔ یہاں سے فرار نہیں ہو سکو گے۔''

وہ بے بسی سے بولا۔ ''پاپا! مجھے یہاں سے جانے دیں۔ اگر ممی یہاں آگئی ہیں تو انہیں میرے سامنے نہ آنے دیں۔ کیا آپ ممی کو دل سے نہیں چاہتے ہیں؟''

''جان سے بھی زیادہ چاہتا ہوں اسی لیے اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ اس کے آنسو تم ہی پونچھ سکتے ہو۔''

''کیا آپ نہیں جانتے، میں ممی سے ملوں گا تو ان کی عمر کم ہو جائے گی؟ وہ چالیس دنوں کے بعد زندہ نہیں رہیں گی۔ میں اپنی ممی کو کھونا نہیں چاہتا۔''

''تم ابھی بچے ہو اور بچگانہ ذہن سے سوچ رہے ہو۔ کوئی اپنی عمر سے زیادہ اس دنیا میں جی نہیں سکتا۔ تمہاری ممی کو بھی اپنے مقررہ وقت پر اس دنیا سے چلے جانا چاہیے۔ تم اپنی ماں کے لیے ہم سے لڑ سکتے ہو لیکن اس کے مقدر سے نہیں لڑ سکتے۔''

پورس نے سر گھما کر دیکھا۔ پیچھے ارچنا کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے آواز دی۔ ''شیوانی! آجاؤ۔ اپنے بیٹے کو آغوش میں لے کر خوب پیار کرو۔''

یہ سنتے ہی شیوانی کو تیزی سے دوڑتے ہوئے بیٹے کے پاس آنا چاہیے تھا لیکن وہ نہیں آئی۔ پارس نے دور کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے پھر آواز دی۔ ''شیوانی! کیا تم میری آواز سن رہی ہو؟''

پورس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ اپنے آپ سے غافل ہو جاتی ہے، قریب سے پکارا جائے تب بھی کوئی آواز نہیں سنتی ہے۔ شاید اس وقت بھی اس کی یہی حالت ہے۔

پورس نے بیٹے سے کہا۔ ''دیکھو! تمہاری ضد کی وجہ سے تمہاری ممی کی کیا حالت ہو گئی ہے؟ وہ جسمانی اور ذہنی طور پر کمزور ہو گئی ہے۔ کبھی کبھی تو ہماری آواز بہت قریب سے بھی سن نہیں پاتی۔ خدا کے لیے اب اس سے دور جانے کے بارے میں نہ سوچو۔ اس پر رحم کرو۔''

اس نے آگے بڑھ کر بیٹے کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر اسے کھینچتے ہوئے کہا۔ ''چلو میرے ساتھ باہر آؤ۔ میں تمہیں یہاں چھوڑ کر شیوانی کو بلانے باہر نہیں جاؤں گا۔ اُدھر جاؤں گا تو اِدھر ہاتھ سے نکل جاؤ گے۔''

وہ اسے کھینچتا ہوا ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں لایا۔ وہ گڑگڑا رہا تھا۔ ''پاپا! پلیز۔ ایک بار پھر سوچ لیں۔ مجھے ممی سے نہ ملائیں۔''

وہ اسے کھینچتا ہوا برآمدے میں آیا تو وہاں شیوانی نہیں تھی۔ اس نے حیرانی سے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر مکان کے بیرونی دروازے سے باہر آکر دیکھا، وہ دور دور تک کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے چونک کر اپنی گاڑی کو دیکھا۔ وہاں نہ تو شیوانی تھی اور نہ ہی اس کی کار دکھائی دے رہی تھی۔

وہ مجھے مخاطب کرنا چاہتا تھا لیکن اس وقت موبائل فون بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ وہ حیران تھا کہ میں نے اچانک اس کا ساتھ کیوں چھوڑ دیا ہے؟

اس وقت میں مجبور تھا، شیوانی کے اندر رہ کر وردان سے باتیں کر رہا تھا۔ جب پورس شیوانی کو برآمدے میں چھوڑ کر اندر گیا تھا تب ہی مجھے وردان کی آواز اس کے اندر سنائی دی تھی۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں جانتا ہوں، اس کے اندر ضرور کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہے۔ میں اسے مخاطب کر رہا ہوں۔ اس وقت شیوانی میرے نشانے پر ہے۔ اگر کوئی اسے

میرے پاس آنے سے روکے گا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔''

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ''وردان! کیا تم تاشا کے تنویمی عمل سے نجات پا چکے ہو؟''

وہ بولا۔ ''مگر دو دیوی ہے ہو۔ چلو اچھا ہے مسٹر فرہاد! تم سے مگر ہو رہی ہے۔ اگر اس کی بہتری اور اس کی زندگی چاہتے ہو تو اس کے دماغ پر قبضہ نہ جماؤ۔ میں اسے اپنی طرف بلا رہا ہوں۔ اور یہ میری مرضی کے مطابق نہیں آئے گی تو میں بار بار یہیں کہوں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں؟''

میں خاموش رہا۔ شیوانی بے اختیار مکان سے نکل کر اس کار کی طرف جا رہی تھی جس میں وہ پارس کے ساتھ آئی تھی۔ اس کی اسٹیئرنگ سیٹ پر وردان کا ایک آلۂ کار بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس کے برابر والی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔

وردان نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد! تم دیکھ رہے ہو، میرے اس آلۂ کار کے ہاتھ میں ریوالور ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ جو ہو رہا ہے اسے چپ چاپ دیکھتے رہو۔''

اس کے آلۂ کار نے شیوانی کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے جانے لگا۔ اب میں شیوانی کے اندر رہ تو سکتا تھا لیکن اس کے ذریعے یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟

پورس اپنے بیٹے عدنان کا ہاتھ پکڑ کر اس کے ساتھ دوڑتا ہوا اس جگہ آیا تھا جہاں اس نے کار کھڑی کی تھی۔ دور دور تک وہ کار دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ ایسے وقت میں نے اس کے پاس آکر کہا۔ ''سوری بیٹے! میں شیوانی کو اغوا ہونے سے نہ بچا سکا۔ اگر اسے بچانے کے لیے کوئی بھی چالاکی دکھاتا تو اسے فوراً گولی مار دی جاتی۔''

میں نے اسے بتایا کہ وردان نے اچانک ہی حیرت انگیز طور پر دماغی توانائی حاصل کر لی ہے۔ وہ تاشا کے تنویمی عمل سے بھی نجات پا چکا ہے۔ اور اب جوابی کارروائی کے سلسلے میں بڑی تیزی دکھا رہا ہے۔ پورس نے کہا۔ ''کیا مصیبت ہے؟ پہلے بیوی ملی تو بیٹا نہیں مل رہا تھا۔ اب بیٹا ملا ہے تو بیوی ہاتھ سے نکل گئی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''میں شیوانی کو روکنے کے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا لیکن اس کی دماغی حالت درست نہیں ہے۔ وہ بہت کمزور ہو گئی ہے۔ اگر وہ ظالم پھر اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتا تو وہ مکمل طور پر دماغی مریضہ بن جاتی یا مر جاتی۔ میں جا رہا ہوں، دیکھتا ہوں، وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہے؟''

میں پھر شیوانی کے دماغ میں آیا۔ وہاں خاموشی تھی۔ اس کے خیالات تبدیل ہو رہے تھے کہ وہ اسی طرح گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی ہے۔ اور وہ گاڑی کہیں تیزی سے چلی جا رہی ہے۔

یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وردان ابھی شیوانی کے دماغ میں نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ اس کے ذریعے یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ گاڑی کہاں جا رہی ہے؟ اور آگے کیسی رکاوٹیں آنے والی ہیں؟ اس لیے وہ اپنے آلۂ کار کے دماغ میں تھا۔ اس کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ ''مسٹر فرہاد! میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں، تم شیوانی کے اندر موجود ہو۔ لیکن بالکل خاموش ہو۔ کسی مناسب موقع کی تاک میں ہو۔ لیکن یاد رکھو، میں تمہیں کوئی موقع نہیں دوں گا۔ اگر دیکھوں گا کہ شیوانی ہاتھوں سے نکل رہی ہے تو میں اسے جان سے مار ڈالوں گا۔''

میں نے اعلیٰ بی بی اور کبریا کو اپنے پاس بلایا۔ پھر کہا۔ ''تم دونوں شیوانی کے دماغ میں رہو گے۔ جیسے ہی موقع ملے گا اس کے دماغ پر مضبوطی سے قبضہ جما لینا تاکہ وردان اسے نقصان نہ پہنچا سکے۔''

کبریا نے پوچھا۔ ''کیا یہ کار ڈرائیو کرنے والا وردان ہے؟''

''نہیں۔ اس کا ایک آلۂ کار ہے۔ اس کے پاس ریوالور ہے۔ وردان دھمکی دے رہا ہے کہ اس آلۂ کار کے ذریعے شیوانی کو کسی وقت بھی گولی ماری جا سکتی ہے۔ میں اس سے نمٹنے کے لیے کسی موقع کی تاک میں ہوں۔''

وہ دونوں شیوانی کے اندر موجود رہے۔ اُدھر وردان مجھ سے کچھ نہ کچھ کہتا رہا۔ اور یہ سمجھتا رہا کہ میں جواباً کچھ نہ کچھ کہوں گا۔ پھر شاید اسے یقین ہونے لگا کہ میں موجود نہیں ہوں۔

ہم نے شیوانی کے ذریعے محسوس کیا کہ کار کی رفتار سست ہو رہی ہے۔ شاید وردان کی منزل آگئی تھی۔ وہ شیوانی کو کہیں چھپانا چاہتا تھا۔ لیکن بات کچھ اور تھی۔ اس آلۂ کار نے فوراً ہی شیوانی کی آنکھوں سے پٹی کھول دی۔ وردان کی آواز سنائی دی۔ ''تم خاموش بیٹھی رہو گی۔ اور خود کو بیمار ظاہر کرتی رہو گی۔ یہاں چیکنگ ہو رہی ہے۔''

میں نے اعلیٰ بی بی اور کبریا سے کہا۔ ''اب شیوانی کے دماغ پر مضبوطی سے قبضہ جما لو۔ تاکہ یہ زلزلہ نہ پیدا کر سکے۔''

اس کی آنکھوں سے پٹی کھل چکی تھی۔ میں نے دیکھا۔ ایک پولیس افسر گاڑی کے پاس آکر اس آلۂ کار سے پوچھ رہا

تھا۔ ''تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''یہ میری دھرم پتنی ہے۔ بیمار ہے، میں اسے اسپتال لے گیا تھا۔ اب گھر واپس جا رہا ہوں۔''

اس افسر کی آواز سنتے ہی میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اس سے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ فوراً ہی اپنا ریوالور نکال کر اس کے بازو پر ایک گولی ماری۔ وہ تکلیف سے چیخ پڑا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا میرے حکم پر اس نے ریوالور کو ہاہر نکالا اور اس افسر کا نشانہ لینا چاہا، تو افسر نے اس کے دوسرے ہاتھ پر بھی ایک فائر کیا۔ ریوالور چھوٹ کر گر پڑا۔ افسر نے دروازہ کھول کر اسے گریبان سے پکڑ کر باہر کھینچ لیا۔

ادھر وردان سمجھ گیا تھا کہ مجھے اپنا کام دکھانے کا موقع مل گیا ہے۔ وہ فوراً ہی شیوانی کے دماغ میں آ کر اس کے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اسے ناکامی ہوئی۔ یہ معلوم ہو گیا کہ وہاں مضبوطی سے قبضہ جمایا جا چکا ہے۔ اور اس کی سوچ کی لہریں بے اثر ہو رہی ہیں۔

میں نے اس افسر کے خیالات سے معلوم کیا کہ وہ کون سی جگہ ہے؟

پورس عدنان کے ساتھ اس مکان کے باہر کھڑا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ ''فوراً ہی کسی گاڑی میں بیٹھ کر ناگ پور جانے والی ہائی وے کی طرف بڑھتے چلے جاؤ۔ تمہیں دس بارہ میل کے فاصلے تک جانا ہے۔ وہاں ایک پولیس چوکی کے پاس گاڑی رکی ہوئی ہے۔ شیوانی وہاں بیٹھی ہے۔''

وہاں اس زخمی آئی کار کو گرفتار کر لیا گیا تھا اور افسر شیوانی سے پوچھ رہا تھا کہ وہ کون ہے اور اس شخص کے ساتھ کہاں جا رہی تھی؟

شیوانی کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ واقعی بیمار اور کمزور ہے۔ اسے سہارا دے کر پولیس چوکی کے ایک کمرے میں لایا گیا تھا۔ اور ایک چارپائی پر لٹا دیا گیا تھا۔ وہاں وہ افسر کو اپنی روداد سنا رہی تھی۔ اور اس کا بیان نوٹ کیا جا رہا تھا۔

اس کا بیان ختم ہونے تک پورس وہاں پہنچ گیا۔ عدنان نے ماں کو دیکھتے ہی آواز دی۔ ''ممی!''

بچے کی آواز سنتے ہی وہ پھڑ پڑا کر اٹھ بیٹھی۔ تڑپ کر دونوں باہیں پھیلا کر اسے دیکھنے لگی۔ بیٹا دوڑتا ہوا آ کر اچھل کر چارپائی پر پہنچ گیا پھر ماں سے لپٹ گیا۔ اس بچے کے ذہن نے یہ سمجھا دیا تھا کہ اگر وہ ماں کی طویل عمری کے لیے اسی طرح اس سے دور رہے گا تو ماں مصائب میں مبتلا ہوتی رہے گی۔ جب سب ہی یہ چاہتے ہیں کہ زندگی مختصر ہو لیکن بہتر ہو تو پھر وہ ماں کی آغوش میں رہ کر چالیس دن تک کی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دے گا۔

☆☆☆

نوی نے خود پر تنویمی عمل کرایا تھا۔ اس کے مطابق گھنٹے بعد مجھے فون پر مخاطب کر کے اپنی موت کا ڈرامہ کرنے والی تھی۔ اس نے وقتِ مقررہ پر میرے فون پر پیغام پیغ کیے۔ میں نے سی ایل آئی پر اس کے نمبر پڑھتے ہی فون کو بند کر دیا۔ وہ بار بار مجھے بیل دینے لگی۔ میں نے آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''کیا بات ہے کیوں مجھے ڈسٹرب کر رہی ہو؟''

''میں تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

''اس وقت میرے لیے سونیا سے زیادہ ضروری اور کوئی بات نہیں ہے۔ اگر تم اسے واپس لا رہی ہو تو بولو۔ ورنہ فون بند کر رہا ہوں۔''

''میں ایک دوسری اہم بات کرنا چاہتی ہوں۔ پہلے میری بات سن لو۔''

میں نے کہا۔ ''میں ابھی بہت مصروف ہوں۔ دو گھنٹے ایک بار زبان سے ٹک کا لفظ ادا کرے گا۔ اگر اس سے زیادہ چار گھنٹے بعد ہی تمہاری کوئی بات سن سکتا ہوں۔''

میں نے فون بند کر دیا۔ اس نے دوبارہ میرے نمبر کر ہو گے۔ کچھ بولے گا تو تم اسے گولی مار دو گے۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔''

رابطہ کرنا چاہا تو پتا چلا کہ میں نے اپنے فون کو آف کر دیا اس آلۂ کار نے کاشف جمال کو گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ وہ اب وہ مجھے کال نہیں کر سکے گی۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی تھی۔ اس نے سوچ کے ذریعے نوی سے کہا۔ ''اب اس کی عقل نے سمجھایا کہ واقعی فرہاد مصروف ہے، اسی لیے اس کیا ضرورت ہے؟ جبکہ میں تم پر تنویمی عمل نہیں کروں گا۔ کترا رہا ہے۔ اسے دو چار گھنٹوں تک انتظار کرنا چاہیے۔ صرف ایک بار اس عمل کے مطابق ٹک کا لفظ ادا کروں گا۔''

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے دستِ راست کاشف جمال کو مخاطب کیا پھر پوچھا۔ ''سونیا کا کچھ پتا چلا؟''

''میں کتنے ہی محکم ذرائع اختیار کر چکا ہوں لیکن ابھی کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ اچانک کہاں گم ہو گئی ہے؟ اس کے دماغ میں بھی جگہ نہیں مل رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ مر چکی ہے۔''

''اگر وہ مر چکی ہو گی تو میں تمہارا منہ موتیوں سے بھر دوں گی۔ جو خواہش کرو گے اسے پورا کروں گی۔''

وہ بولا۔ ''اب اس کا مر جانا لازمی ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس کی جگہ لینے والی ہو۔ لیکن دو گھنٹے تو پورے ہو چکے ہیں۔ اپنی موت کا ڈراما پلے کیوں نہیں کر رہی ہو؟''

''میں ابھی وہی کرنا چاہتی تھی۔ لیکن فرہاد اہم معاملات میں بہت مصروف ہے۔ میرا فون بھی اٹینڈ نہیں کر رہا ہے۔ شاید دو چار گھنٹے بعد اس سے باتیں ہو سکیں گی؟''

''جیسا کہ میں نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے۔ اس کے مطابق اب تمہیں ڈراما پلے کرنا چاہیے۔ تم وقت ضائع نہ کرو۔ اسے کسی بھی طرح مخاطب کرو۔''

''بڑی مشکل ہے۔ وہ فون اٹینڈ نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ اس نے اپنا فون ہی بند کر دیا ہے۔''

''تم خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس جاؤ۔ اور اس کے اندر سونیا کا نام لو۔ وہ تڑپ کر تمہاری طرف آئے گا۔ پھر اس سے سونیا کے سلسلے میں الٹی سیدھی باتیں کرنے کے دوران اپنی موت کا ڈراما پلے کر دینا۔''

وہ قائل ہو کر بولی۔ ''بے شک۔ مجھے یہی کرنا چاہیے۔ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ تم میرے اندر آ جاؤ۔ میں اسے مخاطب کر رہی ہوں۔''

کاشف جمال اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے دستِ راست سے بہت دور ایک دوسرے شہر میں تھی۔ اور کاشف جمال اس کے ایک آلۂ کار کے ساتھ تھا۔ وہ اپنے دوسرے آلۂ کار کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔ ''اب کاشف جمال میرے دماغ میں رہے گا اور میری پلاننگ کے مطابق

پھر وہ ایسے بولی جیسے کاشف جمال سامنے کھڑا ہو۔ اس نے پوچھا۔ ''گولی چل جائے گی، اسے پیچھے ہٹاؤ۔ آخر تم کیا چاہتے ہو؟''

کاشف جمال کی آواز سنائی دی۔ ''میں تمہارے تنویمی عمل سے نجات پا چکا ہوں۔ اب تمہارا جادو مجھ پر نہیں چلے گا۔''

حالانکہ وہ اس کے دماغ میں بول رہا تھا لیکن مجھے ایسے ہی لگا جیسے وہ نومی کے سامنے کھڑا ہوا بول رہا ہو۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''تم نے مجھے غلام بنانے کے لیے میری محبوبہ کو مار ڈالا۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی نومی نے اپنے دوسرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور سے ایک فائر کیا۔ مجھے فون کے ذریعے گولی کی آواز، ساتھ ہی نومی کی درد بھری کراہ سنائی دی۔ پھر دوسری گولی چلنے کی آواز آئی۔ میں فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اس کے دماغ میں پہنچا تو اس سے پہلے ہی کاشف جمال اس کے اندر پہنچ کا لفظ ادا کر چکا تھا۔ اس لفظ کی ادائیگی کے ساتھ ہی تنویمی عمل کے مطابق اس کے ذہن سے اس کی آواز اور لب و لہجہ ہمیشہ کے لیے مٹ گیا۔

میری خیال خوانی کی لہریں اس کے اندر پہنچیں تو مجھے اس کا دماغ نہیں ملا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا، جیسے وہ ابدی نیند سو چکی ہے۔

میں حیرانی اور بے یقینی سے سوچنے لگا۔ ''کیا واقعی وہ مر چکی ہے؟ یہ اچانک کیسے ہو گیا؟ کیا واقعی اس کے دست راست نے اس کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرنے کے بعد اسے گولی ماری ہے؟''

میرا دل نہیں مان رہا تھا۔ عقل تسلیم نہیں کر رہی تھی کہ وہ سونیا کی طرح مکاریاں دکھانے والی اور بہت کم عرصے میں اپنی چالاکیوں اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا سکہ جمانے والی یوں اچانک پٹ سے مر جائے گی۔

ایسے وقت الپا نے مجھے مخاطب کیا۔ ''پاپا! عدنان کا کچھ پتا چلا؟''

''ہاں وہ ماں بیٹے ایک دوسرے سے مل چکے ہیں۔ اب اللہ نے چاہا تو میرا پوتا کہیں گم نہیں ہوگا۔ کم از کم اپنی ماں کو چھوڑ کر تو کہیں نہیں جائے گا۔''

''میں مما کو دن رات تلاش کرتی رہتی ہوں۔ اب نئی بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ ان کی آواز اور لہجہ بھی گم ہو گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے ان کا بریں واش کر دیا ہے۔''

''میں بھی یہی سمجھ رہا ہوں۔ اب نہ جانے ہم کب تک اس کے دماغ میں نہیں جا سکیں گے؟ اور اس کا سراغ کیسے لگا سکیں گے۔ ایک نئی اور ناقابل یقین بات سنو گی؟''

''کیا آپ کوئی چونکا دینے والی بات کہنے والے ہیں؟''

''ہاں۔ نومی کرشل مر چکی ہے۔''

وہ بے یقینی سے بولی۔ ''اوہ نو..... وہ اچانک کیسے مر گئی؟''

''ابھی دس منٹ پہلے وہ مجھ سے فون پر باتیں کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اس کے ایک معمول اور تابعدار نے اسے گولی مار دی۔''

''جب وہ اس کا تابعدار تھا تو اسے گولی کیسے مار سکتا ہے؟''

''میں نے فون کے ذریعے اس کی آواز سنی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ وہ اس کے تنویمی عمل سے نجات پا چکا ہے۔ اس نے اپنا غلام بنانے سے پہلے اس کی محبوبہ کو ہلاک کیا تھا۔ اب اس نے انتقام لینے کے لیے نومی کو گولی مار دی۔''

''پھر تو اس کی موت بڑے ہی ڈرامائی انداز میں ہوئی ہے۔''

''تم کیا سمجھتی ہو؟ کیا واقعی وہ مر چکی ہے؟''

''کیا آپ کو اس کے دماغ میں جگہ مل رہی ہے؟''

''نہیں۔ دو گولیاں چلی تھیں۔ میں جیسے ہی اس کے دماغ میں پہنچا تو میری خیال خوانی کی لہریں بھٹک گئیں۔ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ وہ مر چکی ہے۔ لیکن یقین نہیں آتا ہے کہ اتنی زبردست عورت اتنی آسانی سے کیسے مر گئی؟''

وہ بولی۔ ''پاپا! کبھی کبھی توقع کے خلاف ایسا ہو جاتا ہے کہ یقین نہیں آتا۔ جب وہ فون پر بات کر رہی تھی اور اسی وقت اس کی موت واقع ہوئی ہے تو یقیناً وہ مر چکی ہے۔ ایسے حالات میں وہ کوئی ڈراما پلے نہیں کر سکتی تھی۔''

''بے شک وہ فون پر باتیں کرتے وقت اپنے دماغ سے، اپنی آواز اور لب و لہجے کو مٹا نہیں سکتی تھی۔ اگر ایسا کرتی تو مجھے پتا چل جاتا۔ بہرحال اگر وہ کوئی ڈراما کر رہی ہے تو فی الوقت اس کی مکاری ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ ہم فوراً فوراً اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ دیکھتے ہیں، آگے کیا ہوتا ہے؟''

دوسری طرف نومی کرشل اپنی کامیابی پر کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔ اور کہہ رہی تھی۔ ''ویل ڈن۔ کاشف جمال! تم نے میرے ساتھ بہت اچھا ڈراما پلے کیا ہے۔ اب فرہاد یا اس

کرنا ہی ہوگا کہ میں مر چکی ہوں۔ آئندہ اسے سونیا ملے یا نہ ملے وہ اس کا انتقام مجھ سے نہیں لے سکے گا۔ میں نومی کرشل کی حیثیت سے ہمیشہ کے لیے مر چکی ہوں۔''

وہ پھر ہنسنے لگی۔ کاشف نے کہا۔ ''میں تمہیں اس کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ لیکن یہ نہ بھولو، یہ کامیابی ادھوری ہے۔''

''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فرہاد کو میری موت کا یقین نہیں ہوگا؟''

''یہ بات نہیں ہے۔ وہ بار بار تمہارے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کرے گا اور بھٹکتا رہے گا۔ پھر اسے یقین ہو جائے گا۔ لیکن جب تک سونیا زندہ ہے، تب تک تم اس کی زندگی میں سونیا بن کر نہیں رہ سکو گی۔''

وہ تلملا کر بولی۔ ''بے شک۔ اب وہ مجھے مجرمی طرح کھٹک رہی ہے۔ پتا نہیں کہاں گم ہو گئی ہے؟ زندہ بھی ہے یا مر چکی ہے؟ جب تک اس کی موت کا یقین نہیں ہوگا۔ تب تک میں سونیا بن کر فرہاد کے سامنے جانے کا خطرہ مول لینا نہیں چاہوں گی۔''

''جس طرح فرہاد اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کبھی تمہارا دماغ نہیں ملے گا، اور وہ تمہیں مردہ سمجھتے رہیں گے، کیا اسی طرح ہم سونیا کو بھی مردہ سمجھ لیں گے؟ کیونکہ اس کا دماغ بھی ہمیں نہیں مل رہا ہے۔''

''کچھ عرصے تک دیکھنا ہوگا۔ اسے تلاش کرنا ہوگا۔ جب اس کی آواز اور لب و لہجہ نہیں ملے گا، اس کی زندگی کے کوئی آثار نظر نہیں آئیں گے تب سمجھنا ہوگا کہ واقعی وہ مر چکی ہے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ''میں بہت بڑا گیم کھیلنے جا رہی ہوں۔ سونیا بن کر ساری زندگی فرہاد کے ساتھ رہنا چاہوں گی۔ آج نہیں تو کل اس کا سراغ ضرور ملے گا۔ اگر وہ زندہ ہوگی تو میں اسے زندہ نہیں رہنے دوں گی۔ لیکن.....''

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ اس نے پوچھا۔ ''چپ کیوں ہو گئیں؟''

''میں یہ نہیں چاہتی کہ میرے اس گیم کا کوئی بھی راز دار زندہ رہے۔ تمہارے سامنے میرا آئینہ کار بیٹھا ہوا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آج ہم نے کیسا ڈراما پلے کیا ہے؟ یہ شخص فرہاد یا اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ہتھے چڑھ سکتا ہے۔ اور وہ اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتے ہیں کہ میں کس طرح نومی کرشل کی شخصیت کو ختم کر کے سونیا بن رہی ہوں۔''

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا۔ ''بے شک۔ کبھی اتفاقاً ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ فرہاد وغیرہ کے ہتھے چڑھ سکتا ہے۔''

''اس سے گن لے لو۔''

کاشف نے فوراً ہی اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے ہاتھوں سے گن لے لی۔ نومی اس آئینہ کار کے اندر تھی۔ اس لیے اس نے انکار نہیں کیا۔ چپ چاپ اسے اپنی گن دے دی۔ پھر نومی نے اس سے کہا۔ ''میں نے بہت مختصر سے عرصے کے لیے تمہیں اپنا تابعدار بنایا تھا۔ اب مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔''

وہ بولا۔ ''جیسے آپ کی مرضی۔ کیا میں یہاں سے چلا جاؤں؟''

''ہاں۔ مگر یہاں سے سیدھے اوپر جاؤ۔ اب تمہیں مر جانا چاہیے۔ تمہارے زندہ رہنے سے میری موجودہ پلاننگ کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔''

وہ گھبرا کر بولا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ میں نے آپ کی خدمت کی ہے۔ آپ کی تابعداری کرتا رہا ہوں۔ اب بھی نہیں گی تو ساری زندگی تابعداری کرتا رہوں گا لیکن مجھے جان سے نہ ماریں۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔''

''سب ہی زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ کوئی موت نہیں چاہتا۔ لیکن کیا کیا جائے؟ کبھی کبھی ایک زندہ انسان دوسرے زندہ انسان کے لیے خطرہ بن جاتا ہے۔ تم بھی میرے لیے خطرہ بن گئے ہو۔''

وہ کاشف جمال کے دماغ میں آ گئی۔ اس نے اشارہ ملتے ہی اس تابعدار کو گولی مار دی۔ وہ جو تابعدار تھا، اس کی غلامی کر رہا تھا، اس نے کبھی بے وفائی نہیں کی تھی۔ نہ کرنے سے بھی کیا ہوتا ہے؟ لوگ وفا کے صلے میں بھی مارے جاتے ہیں۔

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ کاشف سامنے پڑی ہوئی لاش کو دیکھتا رہا۔ نومی نے اس کے ذریعے اس آئینہ کار کی موت کا یقین کیا۔ پھر کہا۔ ''ایک راز دار ختم ہو چکا ہے۔ اب ایک اور رہ گیا ہے۔''

اس نے تعجب سے پوچھا۔ ''اور کون رہ گیا ہے؟''

وہ ایک ذرا چپ رہی پھر بولی۔ ''میں بڑے دکھ کے ساتھ اور افسوس کے ساتھ کہہ رہی ہوں۔ وہ تم ہو.....''

اس نے ایک دم سے چونک کر خلا میں تکتے ہوئے کہا۔ ''میں؟ میں تو تمہارا پرانا تابعدار ہوں؟ کیا میری فرمانبرداری اور تابعداری پر تمہیں کوئی شبہ ہے؟''

''شبہ تو کسی پر نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن تم بھی فرہاد یا اس

کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ہتھے چڑھ سکتے ہو۔ وہ تمہارے چور خیالات پڑھ کر میرے بارے میں سب کچھ معلوم کرلیں گے۔ یہ بھید کھل جائے گا کہ میں اصل سونیا نہیں ہوں۔ بلکہ سونیا کا رول ادا کررہی ہوں۔''

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''لیکن۔ میں۔ میں تو بہت محتاط رہتا ہوں۔ اور تم بھی میری حفاظت کرتی رہتی ہو۔ پھر بھلا میں دشمنوں کے ہتھے کیسے چڑھ سکتا ہوں؟''

''جو ہم کبھی نہیں سوچتے وہ ہو جاتا ہے۔ اتفاقاً کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ تم زندہ رہنے کے لیے خواہ مخواہ بحث نہ کرو۔ مر جاؤ۔''

''تمہیں میرے جیسا مددگار ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرا کوئی نہیں ملے گا۔ اچھی طرح سوچ لو۔''

''سوچ لیا ہے۔ میں فرہاد کی قربت حاصل کرنے کے لیے جب اپنے آپ کو مار سکتی ہوں تو پھر تمہاری کیا حیثیت ہے؟ مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والے تابعدار اور بہت مل جائیں گے۔ چلو اس گن کا رُخ اپنی طرف کرو۔''

وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن بے اختیار کرتا چلا جارہا تھا۔ نومی نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمارکھا تھا۔ اس کے اندر انکار کی ایک ذرا سی گنجائش نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اس نے پستول کی نال کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے حلق کے پاس رکھا۔ پھر ٹریگر کو دبادیا۔

خیال خوانی کی لہریں ایک جھٹکے سے واپس آگئیں۔ نومی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ جب اس نے ٹیلی پیتھی سیکھی تھی، تب سے کاشف جمال ہی اس کا پہلا معمول اور تابعدار رہا تھا۔ وہ ایک طویل عرصے سے دن رات اس کا وفادار رہا تھا۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا آیا تھا۔ لیکن کیا کیا جائے؟ اپنے بدن کے کسی ایک حصے میں زہر پھیلنے کا شبہ ہو جائے تو اسے کاٹ کر پھینک دینا پڑتا ہے۔ ورنہ پورا وجود خاک ہوجاتا ہے۔

اس نے کاشف جمال کو کاٹ کر پھینک دیا تھا اور اپنے باقی وجود کو بچالیا تھا۔

☆☆☆

وہ بچپن ہی سے عجیب وغریب لڑکی سمجھی جاتی تھی۔ کبھی کبھی ایسی باتیں کرتی تھی جو محض بکواس لگتی تھیں۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی وہ باتیں درست ثابت ہوتی تھیں۔ رفتہ رفتہ یہ حقیقت واضح ہونے لگی کہ اسے پیش آنے والے واقعات کا علم پہلے سے ہوجاتا ہے۔

اس کی عادتیں عجیب سی تھیں۔ سردی کا موسم ہو یا گرمی کا۔ وہ روز صبح گھر سے نکل جایا کرتی تھی۔ یا گھر کے باہر ہی بھی رات گزارتی تھی وہاں سے سیدھی مسجد کے سامنے جاتی تھی۔ اور اس کے ایک زینے پر سر جھکا کر بیٹھ جاتی تھی۔ صبح سے لے کر سورج غروب ہونے تک وہ نماز میں مشغول رہتی تھی۔ اور دکھی انسانوں کے کام آتی رہتی تھی۔ پھر شام کے اندھیرا پھیلتے پھیلتے وہ شہر سے دور چلی جاتی تھی۔ اور کسی ابوالہول کے مجسمے کے پاس جاکر کھڑی ہوجاتی تھی۔ اور اس کا طواف کرتی تھی۔ اور رفتہ رفتہ ایسی خطرناک ہوجاتی تھی جیسے کوئی چڑیل ابھی قبرستان سے اٹھ کر چلی آرہی ہو۔

جب وہ بچی تھی تو قاہرہ شہر سے ابوالہول کے مجسمے تک میلوں دور کیسے چلی جایا کرتی تھی، یہ کبھی معلوم نہ ہوسکا۔ جوانی میں بڑی تیز طرار ہوگئی تھی۔ موٹر سائیکل اور کار آندھی طوفان کی طرح ڈرائیو کرتی تھی۔ اور ابوالہول کے مجسمے تک پہنچ جایا کرتی تھی۔

میری داستان میں کبھی ضرورت ہوئی تو میں اس کے بچپن کے چند اہم واقعات پیش کروں گا۔ فی الحال جوانی کی بھری بہاروں سے اس کی روداد پیش کررہا ہوں۔

اس کا نام جمائلہ حقانی تھا۔ بچپن سے جوان ہونے تک وہ اس کی اتنی شہرت ہوگئی تھی کہ قاہرہ شہر کے باہر پورے مصر میں اس کے متعلق طرح طرح کی باتیں ہونے لگی تھیں۔ اور اس کی ذات سے عجیب وغریب واقعات منسوب کیے جانے لگے تھے۔

اُس بچی کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ آنے والی مصیبتوں کے بارے میں ہمیشہ سچ بولتی ہے۔ جو کہہ دیتی ہے وہ واقعہ ضرور پیش آتا ہے۔

اس کے بارے میں یہ بھی مشہور تھا کہ وہ سامنے والے کا چہرہ دیکھ کر بتادیتی ہے کہ وہ دوست ہے یا دشمن ہے، یار ہے، عیار ہے۔ ایک بار پولیس کے ایک بہت بڑے افسر نے اسے آزمایا تھا۔ اس سے پوچھا تھا کہ جو خطرناک مجرم پچھلے چار برس سے گرفت میں نہیں آرہا ہے، نہ جانے کہاں روپوش رہتا ہے؟ کیا وہ اس کا پتا ٹھکانا بتاسکتی ہے؟

اس گیارہ برس کی بچی نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ کل شام بہرام کے اس جگہ میں گرفتار ہوگا، جہاں فرعون ثانی کی ممی رکھی ہوئی ہے۔''

دوسرے دن شام کو وہی ہوا جو اس نے کہا تھا۔ وہ خطرناک مجرم چار برس کے بعد اچانک ہی ڈرامائی انداز میں گرفتار کرلیا گیا تھا۔ اس پیش گوئی کے بعد جمائلہ حقانی کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔

جب وہ چودہ برس کی ہوئی تو محکمۂ موسمیات کے ایک عہدیدار نے کہا۔ ''ہمارے بارے میں بھی کوئی اچھی پیش گوئی کرو۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''کوئی اچھی پیش گوئی نہیں ہے۔ دریائے نیل میں بلا کی طغیانی آنے والی ہے۔''

اس پیش گوئی کے دو دن بعد ہی دریائے نیل میں ایسا سیلاب آیا کہ اس کے کنارے کی کئی بستیاں زیرِ آب آگئیں۔

وہ بڑی معصومیت سے کہتی تھی۔ ''میں کوئی جادو نہیں جانتی ہوں۔ مجھے کوئی پُراسرار علم نہیں آتا ہے۔ بس میں آنکھوں کے سامنے ایسے مناظر دیکھتی ہوں جو مجھ سے کہتے ہیں کہ یہ ضرور ہونے والا ہے، ضرور ہونے والا ہے۔ اور میں دیکھتی ہوں، آپ سب بھی دیکھتے ہیں کہ ایسا ضرور ہوتا ہے۔''

جب وہ سولہ برس کی ہوئی تو وہاں کی وزارتِ داخلہ کے سیکریٹری نے اس کے والدین سے کہا۔ ''تمہاری بیٹی بہت خوش نصیب ہے اسے پولیس کے محکمے میں ایک بہت بڑا عہدہ دیا جارہا ہے۔ وہ مجرموں کی تصاویر دیکھا کرے گی اور ان کے گھر والوں سے ملا کرے گی۔ اس طرح قانون کی بالادستی قائم رکھے گی۔''

اس کے والدین بہت خوش ہوئے۔ لیکن جمائلہ نے صاف انکار کردیا۔ وزارتِ داخلہ کے سیکریٹری کے پاس پہنچ کر کہا۔ ''میرے آگے اندھیرا ہی اندھیرا ہے، اس تاریکی میں جو بھی میرے پاس آئے گا یا مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہے گا تو بہت نقصان اٹھائے گا۔''

پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''تم قانون کے محافظوں کا ساتھ نہیں دینا چاہتیں اس لیے باتیں بنارہی ہو۔ کچھ معلوم بھی تو ہو کہ ہمیں کس طرح کا نقصان پہنچ سکتا ہے؟''

جمائلہ نے کہا۔ ''جس دن میں تمہارے ڈیپارٹمنٹ میں قدم رکھوں گی، اس دن کے بعد ہر ہفتے پولیس کا اعلیٰ افسر مارا جائے گا۔ تین ہفتوں میں تین اعلیٰ افسر بے موت مارے جائیں گے۔ ان کی موت کا کوئی سراغ بھی نہیں ملے گا۔ اور نہ ہی ان کے قاتل کو گرفتار کیا جاسکے گا۔''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں سب ناکارہ ہیں، نااہل ہیں؟ تمہاری پیش گوئی کے بعد ہم محتاط نہیں رہ سکیں گے اور اس قاتل کو گرفتار نہیں کرسکیں گے؟ یہ تو ہمارے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''تم کل سے ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں آکر اپنی ڈیوٹی سنبھالو گی۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ کون ایسا جی دار قاتل ہے جو ہم میں سے تین افسران کو قتل کرکے چلا جائے گا اور ہم اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے؟''

وہ دوسرے دن اس ڈیپارٹمنٹ میں اپنی ڈیوٹی ادا کرنے کے لیے گئی۔ اس سے پہلے ہی پورا پولیس ڈیپارٹمنٹ الرٹ ہوگیا تھا۔ اعلیٰ افسران اپنے سائے کو دیکھ کر یوں چونک جاتے تھے جیسے وہ اجنبی قاتل آگیا ہو۔

پورے سات دنوں تک تمام افسران سہمے ہوئے ٹینشن میں مبتلا رہے۔ ساتویں دن اعلیٰ افسران نے جمائلہ کو طلب کیا پھر کہا۔ ''تمہاری پیش گوئی اس بار غلط ثابت ہوئی ہے۔ ہماری تربیت، ہمارے تجربات ایسے ہیں کہ ہم نے تمہاری پیش گوئی کو درست ہونے نہیں دیا ہے۔''

جمائلہ حقانی نے کہا۔ ''میری پیش گوئی کبھی غلط نہیں ہوتی۔ آپ میں سے ایک اعلیٰ افسر کم ہے۔''

ایک نے کہا۔ ''ہم جانتے ہیں۔ وہ چھٹی پر گیا ہوا ہے۔''

وہ بولی۔ ''وہ ہمیشہ کے لیے چھٹی پر جاچکا ہے۔''

سب نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر کہا۔ ''تم جھوٹ بولتی ہو۔''

''اس سے رابطہ کرکے دیکھ لیں، حقیقت کیا ہے؟ وہ یہاں سے اسی لیے چھٹی پر گیا تھا کہ موت وہاں اسے گلے لگانے کے لیے بلارہی تھی۔''

انہوں نے رابطہ کیا۔ دوسرے شہر سے اس کے ایک رشتے دار نے کہا۔ ''ابھی ہم آپ کو اطلاع دینے ہی والے تھے۔ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس جبار ایک مجرم کے تعاقب میں گیا تھا۔ واپسی پر اس کی لاش آئی ہے۔''

یہ سنتے ہی تمام افسران جمائلہ کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''جب تمہیں یہ معلوم ہے کہ ہم میں سے تین افسران یکے بعد دیگرے مارے جائیں گے تو تم یہ بھی جانتی ہوگی کہ ان میں سے ایک کو کس نے قتل کیا ہے؟ اور باقی دو کو کون قتل کرنے والا ہے؟''

''اگر میں جانتی تو بتادیتی۔ نہیں جانتی اس لیے خاموش ہوں۔''

ایک اعلیٰ افسر نے سخت لہجے میں کہا۔ ''جھوٹ مت بولو۔ تم اس ڈیپارٹمنٹ میں رہ کر اپنے ملک وقوم کی خدمت نہیں کرنا چاہتی ہو۔ اس لیے اس قاتل کی نشان دہی نہیں کررہی ہو۔''

اُن تمام افسران نے متفقہ طور پر فیصلہ سنایا کہ اگلے ہفتے پھر دیکھا جائے گا کہ اس کی دوسری پیش گوئی درست ہوتی ہے یا غلط؟

اگر اس کی دوسری پیش گوئی بھی درست ثابت ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جمائلہ قاتل سے ملی ہوئی ہے۔ اسے قتل کرنے کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ یا پھر کسی پُراسرار علم کے ذریعے ان کے افسران کو موت کے گھاٹ اتار رہی ہے۔

یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ اگلے دو ہفتوں تک جمائلہ کو پولیس کسٹڈی میں رکھا جائے گا۔ وہ پولیس کی نگرانی میں اپنے گھر سے ڈیوٹی پر آیا کرے گی۔ اور ڈیوٹی سے گھر جایا کرے گی۔ اس کے گھر میں بھی پولیس کا پہرا رہا کرے گا۔

اس نے ان کے فیصلے کے آگے سر جھکا لیا۔ اس کی ایک بہت بڑی اصلیت کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ دن کے وقت سیدھی سادی، پُرامن شریف زادی بن کر رہتی ہے، پھر سورج کے غروب ہوتے ہی اس کا مزاج اور اس کی فطرت بدل جاتی ہے۔ وہ خیر سے شر بن جاتی ہے۔

اس روز سے وہ پولیس کی نگرانی میں رہنے لگی۔ پولیس کی وین اسے گھر لے کر آئی، اس وقت شام ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اندھیرا پھیلنے والا تھا۔ سورج کے ڈوبتے ہی اس کی فطرت بدلنے والی تھی۔

اس نے اپنے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر باتھ روم میں جا کر شاور لیا۔ اس کے بعد لباس تبدیل کر کے ایک الماری کو کھولا۔ اس کے ایک حصے میں ناک کٹے ابوالہول کی ایک بڑی سی تصویر رکھی ہوئی تھی۔

اس وقت سورج ڈوب رہا تھا۔ اس نے تصویر کو نکال کر ایک میز پر رکھا۔ پھر اس کے سامنے سر جھکا کر کہا۔ ”اے اندھیرے کے خدا! میری راتوں کے رہبر! آج میں تیرے حضور حاضر نہ ہو سکی۔ میری مجبوری تو جانتا ہے۔ مگر میں آؤں گی۔ دیر سے آؤں گی لیکن ضرور آؤں گی۔ ابھی میرا شکار آنے ہی والا ہے۔“

ایسا کہتے وقت اس کی آنکھوں کے سامنے بڑا سا نمبر سیون دکھائی دیا۔ کچھ انگریز اور کچھ ایشیائی باشندے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بھی ان کے درمیان بیٹھی باتوں میں مصروف تھی۔ اور اس کے کانوں میں ایک ہی سرگوشی گونج رہی تھی۔ ”سیون۔ لکی سیون۔ سیون۔ لکی سیون۔“

ساری دنیا میں نمبر سات خوش قسمتی کا عدد سمجھا جاتا ہے۔ وہ عدد اس کی آنکھوں کے سامنے دکھائی دے رہا تھا۔ اور دماغ میں گونج رہا تھا۔ ایسے وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے پوچھا۔ ”کون ہے؟“

ماں کی آواز سنائی دی۔ ”بیٹی! میں ہوں، ایک صاحب آئے ہیں۔ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔“

اس نے معنی خیز انداز میں سامنے رکھی ہوئی تصویر دیکھا پھر کہا۔ ”آپ انہیں قہوہ پلائیں۔ میں ابھی پہنچ آتی ہوں۔“

وہ گہری نظروں سے تصویر کو دیکھنے لگی، تصویر اسے دیکھ رہی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے اندر جھانک رہے تھے۔ جمائلہ کی بھنویں تن کر کمان ہو گئی تھیں۔ آنکھوں میں گہری چمک پیدا ہو گئی تھی۔ چہرے کی معصومیت پر سائے گہرے ہو گئے تھے۔ اس نے الماری کے بالائی حصے سے مختصر سا سیکسی لباس نکالا۔

وہ پولیس کے آئی جی کی نیت کو خوب سمجھتی تھی۔ اس نے اسے بیڈروم میں بلایا۔ وہ کمرے میں آتے ہی نکلے ہوئے عریاں لباس سے جھلکتے ہوئے بدن کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ دن کے وقت جتنی سیدھی سادی دکھائی دیتی تھی، اب اس کے برعکس نظر آ رہی تھی۔

وہ بیڈ کے سرے پر ایک ادائے ناز سے لیٹتے ہوئے بولی۔ ”کیا خیال ہے؟ میں پورے سولہ برس کی ہوں۔“

وہ افسر ادھیڑ عمر کا تھا۔ جوانی سے بڑھاپے کی طرف جا رہا تھا۔ اب اس کی طرف آتے وقت کچھ جذبات بڑھاپے سے اپنے لگا تھا۔

اس نے قریب آکر اسے چھونا چاہا تو وہ کروٹ بدل کر بیڈ پر دور چلی گئی۔ پھر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ”مجھے شرم آتی ہے۔ کہیں باہر لے چلو۔“

وہ کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے بولا۔ ”ہاں، کیوں نہیں؟ ابھی چلو، میرے پاس گاڑی ہے۔“

”میں پولیس کی گاڑی میں نہیں جاؤں گی۔ شرط ہے کہ میری کار میں مجھے لے چلو گے۔ اور ہمارے ساتھ سپاہی بھی نہیں ہوگا۔“

وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ ”تم جو کہو گی ہوگا۔ مگر مجھے چھونے تو دو۔“

وہ ایک ادا سے پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔ ”نہیں، دور نیل کے ویران ساحل پر چلو۔ وہاں چھونے کا مزا آئے گا۔“

وہ اس کے لیے بُری طرح للچا رہا تھا۔ اس کی ہر ادا پر سر جھکا رہا تھا۔ وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی مکان سے باہر آئی وہاں کھڑے ہوئے جونیئر آفیسر اور سپاہی الیکشن

سیلوٹ کرنے لگے۔ آئی جی نے کہا۔ ”میں اسے لے کر باہر جا رہا ہوں۔ صبح سے پہلے واپس لے آؤں گا۔“

وہ جمائلہ کے ساتھ اس کی کار میں بیٹھ گیا۔ خود ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ ایک افسر نے کہا۔ ”جب ہم یہاں آئے تو آئی جی صاحب کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اب ان کے انداز سے پتا چل رہا ہے کہ وہ اس پر ہزار جان سے عاشق ہو رہے ہیں۔“

دوسرے افسر نے کہا۔ ”ہمیں ان کا تعاقب کرنا چاہیے۔“

اس خطرناک کم سن حسینہ کی نگرانی کرتے رہنا چاہیے۔“

دوسری طرف جمائلہ نے کہا۔ ”میں ڈرائیو کرنا چاہتی ہوں۔“

وہ بولا۔ ”تم ابھی قانون کے مطابق کم عمر ہو۔ تمہیں ڈرائیونگ کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔“

”قانون تو تمہارے ہاتھوں کا کھلونا ہے۔ کیا تم میری یہ چھوٹی سی خواہش پوری نہیں کرو گے؟“

اس نے گاڑی کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ پھر سیٹوں کا تبادلہ کیا۔ وہ اس کی سیٹ پر آ گیا۔ اور وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی ڈرائیو کرنے لگی۔ اسے ایسے علاقے میں لے آئی جہاں گاڑیوں کا اور پیدل چلنے والوں کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ آئی جی نے پریشان ہو کر کہا۔ ”یہ تم کہاں چلی آئی ہو؟ گاڑی ہجوم میں پھنسے گی تو ہم یہاں سے نکل نہیں پائیں گے۔ گھنٹوں لگ جائیں گے۔“

وہ مسکرا کر بولی۔ ”مجھے بھیڑ میں بہت اچھا لگتا ہے۔ گاڑیوں کے ہارن کا شور، دوڑتے بھاگتے ہوئے لوگ، بہت اچھے لگتے ہیں۔ میں ذرا انجوائے کرنا چاہتی ہوں۔ کیا تمہیں اعتراض ہے؟“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تو تمہاری ہر خوشی پوری کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن ذرا میرے بھی جذبات کا خیال کرو۔ اور جلد سے جلد مجھے تنہائی کا موقع دو۔“

”میں ضرور موقع دوں گی۔ دیر آید..... درست آید..... فی الحال تم مجھ سے باتیں کرتے رہو، دیکھتے رہو اور للچاتے رہو۔“

وہ گاڑیوں کے اور لوگوں کے ہجوم میں تنگ راستوں اور گلیوں سے گزرنے کے لیے آئی تھی۔ وہاں سے وہ اپنا تعاقب کرنے والوں کو آسانی سے ڈاج دے سکتی تھی اور وہ یہی کر رہی تھی۔ پولیس افسران اور سپاہی اِدھر اُدھر مختلف راستوں اور گلیوں میں بکھر گئے تھے۔ تعاقب کے دوران جمائلہ سے دور نہیں رہنا چاہتے تھے۔ لیکن ہجوم میں اس کی گاڑی کبھی نظر آتی تھی اور کبھی نظروں سے اوجھل ہو جاتی تھی۔

پھر وہ اوجھل ہو گئی۔ وہ اسے تلاش کرتے ہی رہ گئے۔ آئی جی نے حیرانی سے کہا۔ ”تم اتنی سی ہو۔ لیکن کتنی مشاقی سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی ہجوم سے نکل آئی ہو۔ آخر تم ہو کیا چیز؟“

”میں ابھی چھوٹی ہوں۔ مگر عادتاً کھوٹی ہوں۔ کیا میرے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہو گے؟“

”ہاں۔ ہم سب تجسس میں مبتلا رہتے ہیں کہ آخر تمہارے اندر کیسی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں؟ ہمارے جاسوسوں نے معلومات حاصل کی ہیں۔ تم کالا جادو نہیں جانتی ہو۔ اور نہ ہی کبھی بلیک میجک کے سلسلے میں تمہاری کوئی مصروفیت دیکھی گئی ہے۔ پھر بھی تم غیب کی باتیں جان لیتی ہو۔“

”مجھے آگہی ملتی ہے۔ میں پیش آنے والے واقعات کو پہلے سے ہی اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیتی ہوں۔“

وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولا۔ ”یہ تو ہم شہر سے باہر نکل آئے ہیں۔ تم کہاں جا رہی ہو؟“

”میں تمہیں ایسی جگہ لے جا رہی ہوں، جہاں ہم دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں ہوگا۔ اور میں وہاں تمہیں اپنے بارے میں بہت اہم باتیں بتانے والی ہوں۔ کیا تم معلوم نہیں کرنا چاہو گے؟“

وہ تجسس میں مبتلا تھا۔ جلدی سے سر ہلا کر بولا۔ ”ہاں۔ ہاں۔ میں ضرور معلوم کرنا چاہوں گا۔“

وہ ہائی وے پر طوفانی رفتار سے کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس نے پریشان ہو کر کہا۔ ”تم اتنی خطرناک ڈرائیونگ کیوں کر رہی ہو؟ آرام سے چلو۔“

”تمہاری قربت مجھے بھڑکا رہی ہے۔ اب مجھ سے بھی برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ میں جلد سے جلد اپنی منزل تک پہنچنا چاہتی ہوں۔“

ایک گھنٹے بعد دور ہی سے ابوالہول کا مجسمہ دکھائی دینے لگا۔ وہ بولا۔ ”چاندنی رات میں یہ مجسمہ دور ہی سے بڑا ہیبت ناک لگتا ہے۔“

وہ بولی۔ ”اسے ہیبت ناک نہ کہو۔ یہ دنیا کا سب سے خوبصورت مجسمہ ہے۔ میں اس سے پیار کرتی ہوں۔“

وہ بڑی حیرانی سے بولا۔ ”تم اس سے پیار کرتی ہو؟ عقل والوں کے لیے یہ ایک عبرت ناک مجسمہ ہے۔ یہ ابوالہول شیطانی صفات کا حامل تھا۔ اس کی کٹی ہوئی ناک

بتاتی ہے کہ جو بُرے اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں وہ موت کے بعد بھی ایسے ہی بدصورت، بدنما اور بدنام رہتے ہیں۔''

اس نے مجسمے کے سامنے پہنچ کر گاڑی کو ایک جھٹکے سے روک دیا۔ دروازہ کھول کر باہر آئی، وہ بھی باہر آتے ہوئے بولا۔ ''یہاں ایک چھوٹا سا، خوبصورت سا ہوٹل ہے۔ ہم وہاں کئی گھنٹے عیش وعشرت میں گزار سکتے ہیں۔''

وہ اس کے قریب آکر بولی۔ ''اگر یہ ابوالہول بُرے اعمال کا مرتکب تھا تو تم اس وقت کیا ہو؟ میرے ساتھ کس نیت سے آئے ہو؟ اگر نیت اچھی ہے تو مجھے بیٹی کہو۔ اور اگر بُری ہے تو میں تمہاری بھی ناک کاٹ کر پھینک دوں گی۔''

''تم اپنی عمر سے زیادہ بول رہی ہو۔ تمہارے لہجے میں سراسر بدتمیزی ہے۔''

''مجھے ہاتھ لگاؤ گے تو اس سے بھی زیادہ بدتمیزی..... دکھاؤں گی۔''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''کیا بکواس کر رہی ہو؟ میں یہاں صرف ہاتھ لگانے نہیں آیا ہوں۔ تمہیں پکڑنے، جکڑنے اور پیس ڈالنے کے لیے آیا ہوں۔ اور تم مجھے چیلنج کر رہی ہو۔''

وہ قہقہہ لگاتی ہوئی دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے لپک کر اسے پکڑ لیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ اسے اپنی پسلی میں تکلیف کا احساس ہوا تھا۔

اس نے جمائلہ کو دھکا دے کر پیچھے ہٹتے ہوئے اپنی پسلی کی طرف دیکھا، تو وہاں سے لہو رس رہا تھا۔ اور جمائلہ کی پانچوں انگلیاں اس کے لہو میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ وہ جیسے انگلیاں نہیں تھیں۔ نوکیلی چھریاں تھیں۔ اس کی پسلی میں گھس کر تھوڑا سا گوشت نکال کر لے آئی تھیں۔

آئی جی کا سر چکرانے لگا۔ اس نے فوراً ہی اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالا۔ جمائلہ نے گھوم کر قریب آتے ہوئے اس کی کلائی پر کرائے کا ایک وار کیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا، ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔

پسلیوں کی اور کلائی کی تکلیف ناقابل برداشت تھی۔ وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ ایسے ہی وقت جمائلہ نے پیچھے سے آکر اس کی گردن کو ایک بازو میں دبوچ لیا۔ دوسرے ہی لمحے میں آئی جی کے حلق سے ایک چیخ نکلی، اس نے ایک تیز دھاری آلے سے اس کی ناک کاٹ دی۔ اسے ابوالہول بنا دیا۔

وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔ جمائلہ نے اسے زمین پر پٹخ دیا اور اپنے ہاتھوں کو اور اس آلے کو اس کے کپڑوں سے اچھی طرح پونچھنے لگی۔ پھر ابوالہول کے مجسمے کی طرف گھوم کر کریہ لی۔ ''اس نے مجھے تیرے پاس آنے سے روکا تھا، نے اسے سزا دے دی۔ کیا تو مجھ سے خوش ہوا؟''

اسے اپنے اندر ''ہاں.....'' کی ایک لمبی سی آواز سنائی دی جیسے ابوالہول اس کے اندر دھڑک دھڑک کر کہہ رہا ہے۔ ''ہاں میں تجھ سے خوش ہوا۔ اور ہمیشہ خوش رہتا ہوں۔''

اسے ایسی کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی، لیکن آگر طور پر چشم تصور میں یہی دکھائی دے رہا تھا کہ ابوالہول سے بہت خوش ہے۔ یہ اس کی خوش فہمی نہیں تھی۔ اسے آکر جیسی پُراسرار قوتیں حاصل ہوتی رہتی تھیں اس سے ہو جاتا تھا کہ ابوالہول اس پر مہربان رہتا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک مجسمے کے سامنے سر جھکائے کھڑی اپنے انداز میں اس کی پرستش کرتی رہی۔ پھر اس نے کر آئی جی کی طرف دیکھا۔ وہ خون میں لتھڑا ہوا تھا۔ اور رفتہ رفتہ ہوش میں آرہا تھا۔ اسی وقت اس کے لباس رکھے ہوئے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔

جمائلہ نے اس کا فون نکال کر اسے آن کیا۔ اسی وقت آئی جی کی آنکھ کھل گئی۔ وہ دوسری طرف کی آواز سننے کوشش کرنے لگا۔ اس کے ماتحت افسران پوچھ رہے وہ کہاں ہے؟ اور اس سے رابطہ کیوں نہیں ہو رہا ہے؟

جمائلہ نے فون کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا افسر ابوالہول کے سامنے آدھا مُردہ اور آدھا زندہ پڑا ہوا ہے آکر اسے لے جاؤ۔''

اس نے فون کو آف کر کے آئی جی کے سینے پر رکھا، وہاں سے اٹھ کر اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کر کے وہاں سے جانے لگی۔ اب وہ گھر واپس نہیں جانا تھی۔ اپنے والدین سے نہیں مل سکتی تھی۔ یہ یقینی بات تھی پولیس والے اسے تلاش کریں گے پھر اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

اس نے شہر میں آکر میک اپ کا سامان اور کچھ ضروری چیزیں خریدیں۔ پھر وہاں سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی نیل کے ایک ویران ساحل پر آکر رُک گئی۔

اس نے ہیڈ لائٹس کو آن رکھا۔ پھر میک اپ کا سامان اور آئینہ لے کر اس لائٹ کے سامنے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔ میک اپ کے ذریعے چہرے کو تبدیل کرنے لگی۔ ابھی وہ سن تھی، اس نے کہیں سے مجرمانہ زندگی گزارنے کی تربیت حاصل نہیں کی تھی۔ لیکن جب کچھ کرنے جاتی تھی تو ناکامیابی سے گزرتی تھی، جیسے جرائم کی دنیا میں گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکی ہو۔

اس نے میک اپ کرنا بھی کسی سے نہیں سیکھا تھا۔ لیکن اس نے آئینے کے سامنے بیٹھی تو اپنا چہرہ بڑی کامیابی سے تبدیل کرتی چلی گئی۔

وہ جانتی تھی کہ شہر میں ایک سولہ برس کی کم سن دوشیزہ کو تلاش کیا جائے گا۔ وہ کسی بھی میک اپ میں رہتی تو اس پر شبہ کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے خود کو میک اپ کے ذریعے ایک بوڑھی خاتون بنا لیا۔ اس نے ٹیک لگا کر چلنے کے لیے ایک ایسی چھڑی خریدی تھی جس کے اندر نوک دار چاقو چھپا ہوا تھا۔ اس چھڑی کے دستے کے ایک بٹن کو دبایا جاتا تو اس کے نچلے سرے سے نوکدار ایک چاقو باہر نکل آتا تھا۔

اس نے موبائل فون اور کچھ ضروری سامان بھی خرید لیا تھا۔ پھر وہ سب ایک بیگ میں رکھ کر چھڑی ٹیکتی ہوئی اپنی کار کو وہیں چھوڑ کر جانے لگی۔

وہ نیل کے ساحل پر کئی میل تک پیدل چلتی رہی۔ اسے آنکھوں کے سامنے ایک چھوٹا سا خالی بنگلا دکھائی دے رہا تھا۔ آنکھ لگ رہی تھی کہ وہ بنگلا باہر سے مقفل ہے، لیکن وہ اسے کھول سکتی ہے۔ اور وہاں پناہ لے سکتی ہے۔

وہ چلتے چلتے شہری آبادی میں پہنچ گئی۔ وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ٹھیک اسی بنگلے کے سامنے پہنچ گئی۔ اس نے ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر رخصت کیا۔ پھر ایک تار کے ذریعے اس مقفل دروازے کو کھولا تو وہ بڑی آسانی سے کھلتا چلا گیا۔

اس نے اندر آکر اس بنگلے کا جائزہ لیا۔ وہ بہت ہی خوبصورت اور آرام دہ تھا۔ اس نے ایک صوفے پر بیٹھ کر موبائل فون کے ذریعے اپنے ڈیڈی سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ ''میں جمائلہ بول رہی ہوں۔ آپ اور ممی خیریت سے تو ہیں نا؟''

''بیٹی! تم کہاں چلی گئی ہو؟ پتا چلا ہے کہ وہ آئی جی زخمی حالت میں ملا ہے۔ اس کی ناک کاٹ دی گئی ہے۔ اسے اسپتال پہنچایا گیا ہے، پولیس والے تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ ہم پر نگرانی کی جا رہی ہے۔ تمہارا پتا پوچھا جا رہا ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آرہا۔ تم یہ سب کیا کرتی پھر رہی ہو؟''

''ڈیڈ! بچپن سے میں اب تک عجیب وغریب ضرور رہی ہوں لیکن آپ کے لیے اور ممی کے لیے کبھی پرابلم نہیں بنی۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے مصیبتیں آتی ہیں تو وہ ٹل جاتی ہیں۔ آج بھی آپ کو مصائب کا سامنا کرنا ہوگا۔ میں جلد ہی ان پولیس والوں سے آپ دونوں کو نجات دلا دوں گی۔''

اس نے اپنے ماں باپ کو تسلیاں دے کر فون بند کر دیا۔ اس کے والدین بھی اپنی بیٹی کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ وہ اتنی سی عمر میں ناقابل شکست ہے۔ کوئی اس پر غالب نہیں آسکے گا۔ اگرچہ مصیبتیں آئیں گی لیکن وہ عارضی ہوں گی۔ بیٹی انہیں ضرور نجات دلائے گی۔

وہ بچپن میں اپنی راتیں ابوالہول کے سائے میں گزارا کرتی تھی۔ جوان ہونے لگی تو کبھی ابوالہول کے سائے میں رہنے لگی اور کبھی شہر کے نائٹ کلب اور تفریح گاہوں میں راتیں گزارنے لگی تھی۔ اس رات وہ ایک بوڑھی خاتون کے روپ میں تفریح کرنے کے لیے نکلی، ایک نائٹ کلب میں پہنچی جہاں وہ جوان لڑکی کے روپ میں پہلے کئی بار آچکی تھی وہ پورے شہر میں شیطان کی طرح مشہور ہوگئی تھی۔ کوئی اس کے ساتھ بیٹھ کر تاش نہیں کھیلتا تھا۔ سب جانتے تھے کہ جو بھی بیٹھے گا اس کے سامنے ہزاروں لاکھوں ڈالرز ہار کر ہی اٹھے گا۔

اس رات وہ ایک میز کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ وہاں دو جواری کھیلنے میں مصروف تھے۔ ایک نے اسے دیکھ کر پوچھا۔ ''بوڑھی نانا! یہ تمہارے اللہ کرنے کی عمر ہے، کیا یہاں دو کے چار اور پانچ کے دس بنانے آئی ہو؟''

وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''ہاں۔ میری حالت بہت خراب ہے۔ مالی طور پر بہت کمزور ہوں۔ سوچا، شاید یہاں سے کچھ حاصل کر کے جا سکوں؟''

دوسرے جواری نے کہا۔ ''بھئی میں تو خالی ہوگیا۔ تم اس بوڑھی نانا کے ساتھ کھیلنا چاہو تو کھیل لو۔ میں تو چلا.....''

وہ جواری ادھیڑ عمر کا ایک شخص تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا واقعی کھیلو گی؟''

وہ بولی۔ ''ہاں۔ میں کاؤنٹر پر پچاس ہزار ڈالر دے کر آئی ہوں۔ اور یہ دس ہزار ڈالر کے ٹوکن ہیں۔ کھیل شروع کرو۔''

کھیل شروع ہوگیا۔ پہلی ہی بازی میں جمائلہ نے دو ہزار ڈالر داؤ پر لگا کر دس ہزار جیت لیے۔ وہ حیرانی سے بولا۔ ''اولڈ ماما! تم تو بڑی لکی ہو۔ کوئی بات نہیں۔ اگلی بازی میں جیت لوں گا۔''

پھر سے پتے پھینکے گئے۔ اور بانٹے گئے۔ ایسے وقت اس نے دیکھا، پولیس کا ایک اعلیٰ افسر سپاہیوں کے ساتھ وہاں آگیا تھا۔ کلب کے منیجر کے ساتھ گھومتا پھر رہا تھا۔ اسے تلاش کر رہا تھا۔ اگلی بار جمائلہ نے دس ہزار ڈالر داؤ پر لگائے تھے۔ اور اس کے پاس خاصے بڑے پتے آئے تھے۔

وہ دس ہزار کے بیس ہزار جیت سکتی تھی۔ اور وہ ہر بار جیتنے کے باعث اس کلب میں بدنام ہو چکی تھی۔ سب ہی جانتے تھے کہ جمائلہ سے کوئی بازی نہیں لے جا سکتا۔

اب پولیس والوں کی موجودگی میں ہار جانا ضروری ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے پتے تاش کی گڈی میں واپس رکھ دیے۔ جواری نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ تم نے پتے کیوں رکھ دیے؟''

وہ بولی۔ ''پتے اتنے چھوٹے تھے کہ شو کرتے ہوئے شرم آ رہی تھی۔ تم مجھ سے زیادہ لگی ہو۔ میں نے تم سے دس ہزار جیتے اور تم بیس ہزار جیت رہے ہو۔''

پولیس افسر نے کلب کے منیجر کے ساتھ وہاں آ کر جمائلہ کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ''کیا یہاں بوڑھی خواتین بھی کھیلنے آتی ہیں؟''

منیجر نے کہا۔ ''آج پہلی بار یہ خاتون آئی ہیں۔''

پھر اس نے جمائلہ سے پوچھا۔ ''ویل میڈم! کیا تمہاری لک کام کر رہی ہے؟''

وہ کانپتی ہوئی آواز میں مایوس ہو کر بولی۔ ''میں قسمت آزمانے آئی تھی۔ لیکن یہاں بھی بدنصیبی رنگ دکھا رہی ہے۔ مجھے یہاں سے جانا ہی ہوگا۔''

پولیس افسر ہنستا ہوا منیجر کے ساتھ وہاں سے دوسری طرف چلا گیا۔ جواری نے کہا۔ ''اولڈ ماما! اتنی جلدی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اور ایک آدھ بازی لگاؤ۔ شاید تمہاری لک کام کر جائے؟''

وہ پھر کھیلنے لگی۔ کبھی جیتنے لگتی۔ کبھی ہارنے لگتی۔ دوسری طرف پولیس والے اس کے گھر میں گھسے ہوئے تھے۔ اس کے ماں باپ کو پریشان کر رہے تھے۔ باپ کو ایک کمرے میں اور ماں کو دوسرے کمرے میں بند کیا گیا تھا۔ انہیں ٹارچر کیا جا رہا تھا اور پوچھا جا رہا تھا۔ ''سچ سچ بتاؤ، وہ راتوں کو کہاں جاتی ہے اور صبح تک یہاں کیوں نہیں آتی؟''

بوڑھی ماں نے روتے ہوئے کہا۔ ''اس طرح ظلم نہ کرو، تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔ میری بیٹی بہت سیدھی سادی ہے۔ میں یہ تو نہیں جانتی کہ وہ ساری رات کہاں رہتی ہے؟ لیکن صبح ہوتے ہی وہ مسجد کے زینے پر جا کر سر جھکا کر بیٹھ جاتی ہے۔ میں جانتی ہوں، وہ بہت نیک ہے۔ پارسا ہے، کوئی غلط کام نہیں کرتی ہے۔''

اس سے پوچھا گیا۔ ''وہ کس مسجد کے زینے پر جا کر بیٹھتی ہے؟''

''اسی علاقے کی پچھلی سڑک پر جو بڑی مسجد ہے، وہ وہیں صبح کے وقت ملے گی۔''

اس اعلیٰ افسر نے اپنے ماتحت افسر کو حکم دیا۔ سپاہیوں کے ساتھ اس مسجد کے پاس جاؤ۔ اور وہاں رہو۔ رات کے تین بج رہے ہیں۔ وہ اذان کے وقت مسجد کی سیڑھیوں پر ضرور آئے گی۔''

کلب میں رات کے تین بجے کھیل ختم ہو گیا۔ ہزار ڈالر ہار گئی اور جان بوجھ کر ہار گئی۔ یہ جانتی تھی کہ والوں نے کلب کے منیجر کو حکم دیا ہے کہ جمائلہ کا سراغ ملے تو فوراً انہیں اطلاع دی جائے۔ اگر اس معلوم ہوتا کہ ایک بوڑھی خاتون پچاس ہزار ڈالر جیتے ہے تو ایک نئی آنے والی خاتون کے سلسلے میں وہ سوچتا اور پولیس والوں کو ضرور اطلاع دیتا۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ پولیس والے آئیں اور اسے کر کے لے جائیں۔ وہ اپنی چھڑی کو تھام کر اٹھ گئی۔ نے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے، تم اپنی تمام رقم ہار کر جا رہی ہو گھر جانے کے لیے کرائے کی ضرورت ہے تو میں تمہیں رقم دے سکتا ہوں۔''

''جو رقم ہار چکی ہوں، اس میں سے ایک بھی ڈالر بھیک کے طور پر لینا چاہوں گی اور نہ ہی قرض کے طور پر۔ اگر مجھے لفٹ دینا چاہو اور گھر تک پہنچانا چاہو تو مجھے خ گی۔''

وہ دونوں وہاں سے جانے لگے۔ کاؤنٹر پر منیجر نے سے رسمی مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں خبر ملی ہے کہ تمام رقم ہار چکی ہیں۔ ہمیں بہت افسوس ہے۔ ہم پچاس ڈالر نیک ہارنے والوں کو پانچ سو ڈالرز واپسی کے لیے ہیں۔''

اس نے ایک لفافہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''اس میں پانچ سو ڈالر ہیں۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''نہیں۔ میں یہاں بھیک لے کر نہیں جاؤں گی۔ دوسری بار آؤں گی اور ہزار کی جگہ ایک لاکھ ڈالر جیت کر لے جاؤں گی۔''

وہ اس جواری کے ساتھ وہاں سے جانے لگی۔ اسے طنزیہ نظروں سے دیکھا۔ اور زیر لب کہا۔ والے ایسے ہی خواب دیکھتے ہوئے یہاں سے جاتے

وہ باہر آ کر جواری کے ساتھ کار کی اگلی سیٹ پر پھر وہ کار وہاں سے چل پڑی۔ جواری نے کار ڈرائیو ہوئے پوچھا۔ ''کیا تمہاری کوئی اولاد بھی ہے؟''

''ہاں۔ جوان بیٹا ہے، بہو ہے۔ وہ میرے اخ

پہ نہیں کرتے ہیں۔ میرے پاس اپنے خاوند کی چھوڑی ہوئی ایک خاصی رقم ہے۔ میں اسی کو ڈاؤن پر لگا کر دو کے دس اور دس کے بیس بنانا چاہتی ہوں۔ مگر آج قسمت نے میرا ساتھ نہیں دیا۔ کل دیکھوں گی۔''

وہ ایک علاقے سے گزرتے ہوئے بولی۔ ''بس اس بنگلے کے سامنے گاڑی روک دو۔''

گاڑی رُک گئی۔ وہ اترتے ہوئے بولی۔ ''کیا تم مجھے دروازے تک چھوڑنا نہیں چاہو گے؟''

وہ کار سے اتر کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی چھڑی کو اٹھا کر اس کے نچلے سرے کو جواری کے سینے پر رکھا۔ پھر کہا۔ ''یہ میرا بنگلا نہیں ہے۔ میں دوسرے علاقے میں رہتی ہوں۔ تمہاری آخری سانسوں میں یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ تم سے جان بوجھ کر ہارتی رہی ہوں۔ اگر جیت جاتی تب بھی میری ہار ہوتی۔ پولیس والے مجھے گرفتار کر لیتے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''اولڈ ماما! تم نے تو یہ چھڑی میرے سینے پر اس طرح رکھی ہے جیسے رائفل سے گولی مارنے والی ہو۔''

اس نے ہنسنے کے لیے منہ کھولا تو منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی اور چھڑی کے اندر سے نکلا ہوا چاقو اس کے سینے میں پیوست ہو گیا۔

اس نے چھڑی کو اپنی طرف کھینچا پھر دوبارہ اس کے جسم میں پیوست کر دیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ذرا سی دیر میں ہی ٹھنڈا پڑ گیا۔ جمائلہ اس کے لباس سے اپنے چاقو کو صاف کرتے ہوئے بڑبڑانے لگی۔ ''یہ رات بڑی مہربان ہوتی ہے۔ تمام گناہوں کو اور تمام جرائم کو چھپا لیتی ہے۔''

اس نے بٹن دبا کر چاقو کو چھڑی کے اندر کیا پھر گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگی۔ کچھ دور جانے کے بعد روپوں سے بھرا ہوا بریف کیس اٹھا کر گاڑی سے اتر گئی۔ وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے بنگلے میں پہنچی۔ صبح کے چار بجنے والے تھے۔ اس نے فوراً ہی غسل کیا، لباس تبدیل کیا۔ اس بار اس نے ایک شریف زادی کی طرح مکمل لباس پہنا، چہرے اور سر کو اسکارف سے ڈھانپ لیا۔ پھر اس بنگلے سے نکل کر مسجد کی طرف جانے لگی۔

پولیس افسر اور کئی سپاہی اس مسجد کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ اور اس کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن وہ اپنے علاقے کی مسجد سے تقریباً چھ میل کے فاصلے پر تھی۔ وہاں جو قریبی مسجد تھی، وہ اس کے ایک زینے پر آ کر بیٹھ گئی۔ اذان ہو رہی تھی۔ اور اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس کے ذہن سے ساری خباثتیں نکل رہی تھیں۔ ابوالہول کا نام اور اس کا مجسمہ اس کے ذہن سے اور یادداشت سے گم ہو چکا تھا۔

ان لمحات میں اس کے دل اور دماغ کے اندر اللہ تعالیٰ کی تکبیر گونج رہی تھی۔ ''یا اللہ تعالیٰ! تو بڑا ہے۔ بے شک بڑا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ! تو قوی ہے۔ قادرِ مطلق ہے۔ بے شک قدرت والا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ! تو بڑا ہے۔ بے شک بڑا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ! مجھ پر رحم فرما، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ تو ہمیشہ زندہ رہنے والا اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ نہ تجھے اُونگھ آتی ہے، نہ نیند آتی ہے۔ تو زمین اور آسمان پر حکمرانی کرنے والا واحد معبود ہے۔ تیرے سامنے شیطان ننگا ہے۔ کمینہ ہے۔ میں شیطان مردود سے تیری پناہ مانگتی ہوں۔''

وہاں آنے والے نمازی اسے دیکھ رہے تھے۔ اور سیڑھیاں چڑھتے ہوئے مسجد کے اندر جا رہے تھے۔ وہ تمام عبادت گزار مسجد کے اندر نماز ادا کر رہے تھے اور وہ سیڑھی پر بیٹھی سر جھکائے کلام پاک کی آیتیں پڑھ رہی تھی۔ پھر وہاں سے اٹھ کر، چھڑی ٹیکتی ہوئی مسجد کے باہر آئی۔ سڑک کے کنارے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے بنگلے میں پہنچ گئی۔ وہاں اس نے موبائل فون کے ذریعے اپنی ماں سے رابطہ کیا۔ ''ہیلو ممی! میں بول رہی ہوں۔''

وہ روتے ہوئے بولی۔ ''بیٹی! تم کہاں ہو؟ پولیس والے اس مسجد کے پاس گئے تھے جہاں تم ہر صبح جاتی ہو۔ لیکن تم وہاں نہیں تھیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''وہ آپ کے ساتھ کیسا سلوک کر رہے ہیں؟''

''بہت ہی بے رحمانہ سلوک کر رہے ہیں۔ انہوں نے تمہارے ڈیڈی کو گرفتار کر لیا ہے۔ اس وقت وہ حوالات میں ہیں۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''آپ فکر نہ کریں۔ میں انہیں جلد ہی رہائی دلانے کی کوشش کروں گی۔''

ماں نے کہا۔ ''بیٹی! تم کیسے رہائی دلاؤ گی؟ ہم تمہاری عادت کو بچپن سے جانتے ہیں۔ دن کے وقت تم ایک سیدھی سادی اور نیک سیرت لڑکی بن جاتی ہو۔ ایسے میں تم سے کوئی غیر قانونی اور غیر اخلاقی فعل سرزد نہیں ہوتا۔''

''بے شک۔ میں قانون کو اپنے ہاتھوں میں نہیں لوں گی اور نہ ہی کوئی ایسا قدم اٹھاؤں گی جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل نہ ہو۔ آپ ذرا صبر کریں۔ میں پھر کسی وقت رابطہ

کروں گی۔''

اس نے فون بند کردیا۔ پریشان ہوکر ادھر سے ادھر ٹہلنے لگی۔ شام ہونے تک اس کے دل و دماغ میں نیکی اور پاکیزگی رہتی۔ وہ کسی حال میں بھی مجبور ہوکر منفی حرکتوں کی مرتکب نہ ہوتی۔

وہ نہیں رہی تھی، اللہ تعالیٰ کو یاد کررہی تھی۔ اور کہہ رہی تھی۔

''یا میرے معبود! یہ تیری دنیا کیسی ہے؟ یہاں نیکی اور شرافت سے کوئی بات نہیں بنتی۔ مزید بگڑتی ہی چلی جاتی ہے۔ اس کے برعکس بدمعاشی اور شیطانی حرکتوں سے بگڑا ہوا کام بن جاتا ہے۔ لیکن میں شیطان مردود پر لعنت بھیجتی ہوں۔ ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گی جو تیری منشا کے اور قانون کے خلاف ہو۔''

اس نے فون کے ذریعے ڈی آئی جی کو مخاطب کیا۔ وہ اس کی آواز اور اس کا نام سنتے ہی چیخ کر بولا۔ ''تم؟ چڑیل کی بچی! کہاں چھپی ہوئی ہو؟ فوراً یہاں آجاؤ۔ تم نے ہمارے آئی جی کی ناک نہیں کاٹی پورے پولیس ڈیپارٹمنٹ کی ناک کاٹ کر رکھ دی ہے۔ ہم تمہاری گردن اڑا دیں گے۔''

وہ بڑی نرمی سے بولی۔ ''تمہارا وہ اعلیٰ افسر میری آبرو لوٹنا چاہتا تھا، اسی لیے مجھے اس ویرانے میں لے گیا تھا۔ اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو میری ناک کٹ جاتی۔ کیا اس وقت تم میری محبت میں اور ہمدردی میں اسی طرح چیختے چلاتے؟''

''بکواس مت کرو۔ فوراً یہاں چلی آؤ۔ یاد رکھو، تم ہماری نظروں سے چھپ نہیں سکو گی۔ کب تک چوہے کی طرح بل میں گھسی رہو گی؟''

''کیا تمہارا وہ افسر ہوش میں آگیا ہے؟ میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

''آئی جی صاحب کی ناک کی اور پسلیوں کی مرہم پٹی کی گئی ہے۔ ان کی ناک میں نلکیاں لگائی گئی ہیں۔ جن کے ذریعے وہ سانس لے رہے ہیں۔ فی الحال وہ کسی سے بات کرنے کے قابل نہیں ہیں۔''

وہ بولی۔ ''ڈی آئی جی صاحب! میں آپ کو سمجھاتی ہوں۔ اپنے اس افسر کی حالت دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ میں قانون کو ہاتھ میں لینا نہیں چاہتی۔ اور نہ ہی کبھی لوں گی۔ لیکن وہ جو جمائلہ حقانی ہے۔ وہ موت سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ موت ایک ہی بار آتی ہے۔ اور جمائلہ بار بار آکر جینا حرام کردیتی ہے۔''

''تم دھمکی دے رہی ہو کہ ہمارا جینا حرام کردو گی۔ جبکہ ہم تمہیں ایک خارش زدہ کتیا کی موت مارنے والے ہیں۔''

''بے شک۔ آپ میری جان لے سکتے ہیں۔ لیکن وہ جمائلہ کی بات کررہی ہوں۔''

وہ غصے سے بولا۔ ''کیا بکواس کررہی ہو؟ کیا تم انسان نہیں ہو؟''

''میں جمائلہ ہوں۔ لیکن وہ جمائلہ نہیں ہوں، جس کو تمہارے اس افسر کی ناک کاٹی ہے۔''

''یو شٹ اپ! ہم سے مذاق کررہی ہو۔ خود بول رہی ہو اور خود کو جمائلہ کی حیثیت سے چھپا بھی رہی ہو۔''

وہ پھر نرمی سے بولی۔ ''پلیز، آپ میری ایک بات کا جواب دیں۔ آپ نے میرے ڈیڈی کو کس جرم میں گرفتار کیا ہے؟''

''ابھی تو تمہارے باپ کو صرف گرفتار کیا ہے۔ تم آؤ گی تو اسے رہا کردیا جائے گا۔ اور ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے، اگر چوبیس گھنٹوں کے اندر ہمارے سامنے حاضر نہ ہوئیں تو تمہارے باپ کو گولی مار دیں گے۔''

''تم کس قانون کے تحت انہیں موت کی سزا دو گے؟''

''جب کوئی مجرم ہمارے قابو میں نہیں آتا تو ہم اسے عدالت میں پہنچنے سے پہلے ہی اس طرح ٹھکانے لگا دیتے ہیں کہ ہم پر کوئی الزام نہیں آتا۔ اگر چاہتی ہو کہ تمہارا باپ موت نہ مارا جائے تو کل ٹھیک دس بجے میرے آفس میں حاضر ہو جاؤ۔''

''آفیسر! میں نے ایک پیش گوئی کی تھی۔ تمہارے ڈیپارٹمنٹ میں جب بھی قدم رکھوں گی تو تمہارا کوئی ایک اعلیٰ افسر ایک ہفتے کے اندر اندر بے موت مارا جائے گا۔ اس طرح تین اعلیٰ افسر تین ہفتوں میں مارے جائیں گے۔ جس میں سے میری ایک پیش گوئی درست ہو چکی ہے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ''اب تم مجھے اپنے ڈیپارٹمنٹ میں حاضر ہونے کے لیے کہہ رہے ہو۔ میں وہاں قدم رکھوں گی تو میری پیش گوئی کے مطابق تمہارا کوئی دوسرا افسر ضرور مارا جائے گا۔ کیا تم کسی کی موت چاہتے ہو؟''

''ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ تمہاری کوئی پیش گوئی سچی نہیں ہوتی ہے۔ تم نے ہی ہمارے اس افسر کا مرڈر کیا تھا۔ اب یہاں آکر گرفتار ہو جاؤ گی اور اپنی سلاخوں کے پیچھے رہو گی تو ہمارا کوئی افسر بے موت مارا نہیں جائے گا۔''

''میں خواہ مخواہ تم سے بحث کررہی ہوں۔ نہ میں تمہیں سمجھا سکوں گی، نہ تم سمجھ سکو گے۔ آخری بار کہتی ہوں۔ جمائلہ حقانی سے ہوشیار رہو۔ تم مجھے حاضر ہونے کے لیے چوبیس

گھنٹوں کی مہلت دے رہے ہو۔ وہ انتقام لینے پر آئے گی تو چوبیس گھنٹے بھی نہیں لگیں گے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہوں۔ کسی کا نقصان نہیں چاہتی۔ تم میں سے کسی افسر کو بے موت مرتے نہیں دیکھنا چاہتی۔ اس لیے تمہیں سمجھا رہی ہوں۔ نہیں سمجھو گے تو بُری طرح پچھتاؤ گے۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔ پریشان ہوکر پھر ٹہلنے لگی۔ اسے اپنی کمزوری اور بے بسی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ پتا نہیں، حوالات میں اس کے باپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا جارہا تھا؟ اور وہ اس کے تحفظ کے لیے کچھ کر نہیں پارہی تھی۔

ایسے وقت قانون کا سہارا لیا جاتا ہے۔ لیکن وہ خود ایک مجرم کی حیثیت سے روپوش تھی۔ قانون کا سہارا انہیں لے سکتی تھی۔ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ پولیس والے اسے گرفتاری پیش کرنے کے لیے ہر جائز اور ناجائز طریقے سے مجبور کریں گے۔ اس کے باپ کو بھی حوالات سے باہر نکال کر گولی مار دیں گے اور یہ رپورٹ درج کریں گے کہ مجرم فرار ہو رہا تھا۔ ان پر فائرنگ کررہا تھا لہٰذا مجبوراً اسے گولی مارنی پڑی ہے۔

باپ کی رہائی کے لیے کوئی قانونی اور جائز راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ دن کی روشنی تھی۔ اس کا دل اور دماغ روشن تھا۔ وہ اس روشنی میں اندھیر مچانا نہیں چاہتی تھی۔ اگر چاہتی تب بھی وہ جسمانی طور پر کمزور تھی۔ ذہنی طور پر کوئی تدبیر سجھائی نہیں دے رہی تھی۔ جو بھی تدبیر دماغ میں آتی تھی، وہ غیر قانونی اور شیطانی ہوتی تھی۔ اور اس وقت وہ ایک سیدھی سادی سی شیطانی عمل سے توبہ کرنے والی لڑکی تھی۔

وہ تھک ہار کر بستر پر لیٹ گئی۔ ایسے وقت اس کی آنکھوں کے سامنے پھر ایک بڑا سا نمبر سیون دکھائی دیا۔ اس کے ذہن میں سرگوشی سی ابھرنے لگی۔ ''لکی سیون۔ نمبر سیون۔ لکی سیون.....''

وہ خود کو بڑے ہی شاہانہ انداز میں چلتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس کے پیچھے چند انگریز اور ایشیائی باشندے تھے۔ وہ سب بہت ہی خوش پوش، مہذب اور باوقار دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے اس کے لیے ایک بہت ہی قیمتی کار کا دروازہ کھولا۔ وہ اس میں بیٹھ گئی۔ پھر ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ ذہن میں سرگوشی ابھرنے لگی۔ ''لکی سیون۔ نمبر سیون.....''

اگلی آنکھ کھلی تو شام کے چار بج چکے تھے۔ ایک گھنٹے بعد شام کے سائے پھیلنے والے تھے۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ باتھ روم میں جاکر شاور لینے لگی۔ اس کے بعد لباس تبدیل کرکے باہر آگئی۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر کے باہر ہائی وے کی طرف جانے لگی۔

تمام دنیا کے سیاح ہر روز اچھی خاصی تعداد میں اہرام مصر اور ابوالہول کا ناک کٹا چہرہ دیکھنے کے لیے وہاں آیا کرتے ہیں۔ جب وہ وہاں پہنچی تو اچھی خاصی چہل پہل تھی۔ شام کے سائے تاریکی میں بدل رہے تھے۔ اور وہ اس مجسمے کے سامنے سر جھکا کر کھڑی ہوگئی تھی۔ زیر لب کہہ رہی تھی۔

''اے اندھیرے کے خدا! اے میری راتوں کے رہبر! میں آگئی ہوں۔ اپنے ماں باپ کی سلامتی کے لیے بہت پریشان ہوں۔ مجھے وہ غیر معمولی اور منفی قوتیں دے جن سے میں اپنے دشمنوں کو خاک میں ملا سکوں۔''

ایسے وقت اس کی آنکھوں کے سامنے بڑا سا نمبر سیون دکھائی دے رہا تھا۔ اور وہ ہوائی جہاز میں سفر کررہی تھی۔ یہ آگہی مل رہی تھی کہ وہ اپنا یہ ملک چھوڑ کر کہیں دور جانے والی ہے۔

رات کے آٹھ بجے ڈی آئی جی اپنے گھر سے باہر تفریح کے لیے جارہا تھا۔ اس وقت وہ وردی میں نہیں تھا۔ وہ باہر آکر اپنی کار میں بیٹھنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت اس نے دیکھا، کچھ فاصلے سے ایک بوڑھی عورت چھڑی ٹیکتی چلی آرہی تھی۔ چلتے چلتے ٹھوکر کھا کر وہ اوندھے منہ گر پڑی۔

وہ جلدی سے دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔ پھر اسے سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے بولا۔ ''تم کون ہو؟ پیدل کہاں جارہی ہو؟''

وہ ہانپتے ہوئے بولی۔ ''کیا بتاؤں بیٹا! ادھر کوئی ٹیکسی نہیں مل رہی ہے۔ ہو سکے تو مجھے کسی ٹیکسی اسٹینڈ تک پہنچا دو۔''

''کوئی بات نہیں۔ میری گاڑی میں بیٹھو۔ میں تمہیں پہنچا دوں گا۔''

وہ ایک ہاتھ سے چھڑی ٹیکتی ہوئی اور دوسرے ہاتھ سے کمر کو پکڑ کر کراہتی ہوئی بولی۔ ''ہائے میری کمر..... میں تو بیٹھ بھی نہیں سکوں گی۔ مجھے پچھلی سیٹ پر لٹا دو۔''

اس نے اسے پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ پھر خود اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔ ''تم کہاں رہتی ہو؟ کہو تو میں تمہیں گھر تک پہنچا دوں؟''

وہ کار اسٹارٹ کرنا چاہتا تھا ایسے ہی وقت شدید تکلیف میں مبتلا ہوگیا۔ اس کی گردن جمائلہ کے شکنجے میں آگئی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی پانچوں انگلیاں نوکیلی

چھریوں کی طرح ہیں۔ جو اس کی گردن میں پیوست ہو گئی ہیں۔

اس نے فوراً ہی لباس سے ریوالور نکالنا چاہا۔ جمائلہ کے دوسرے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں اس کے بازو میں پیوست ہو گئیں۔ پھر ایک جھٹکے سے بازو کا گوشت نکل کر اس کی ہتھیلی پر آ گیا۔ وہ بولی۔ ''اب دوسرا ہاتھ استعمال کرو گے تو وہاں کا گوشت بھی نوچ لوں گی۔''

وہ شدید تکلیف میں مبتلا تھا۔ ایک طرف بازو کا تھوڑا سا گوشت نکل گیا تھا، وہاں سے لہو رس رہا تھا۔ دوسری طرف اس کی گردن میں پانچ انگلیاں پیوست ہو چکی تھیں۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''تم میرے ڈیڈی کو حوالات سے گھر نہ پہنچا سکے، مجھے کیا میرے گھر پہنچاؤ گے؟ اب اپنی جیب سے ریوالور نہیں، موبائل فون نکالو۔ اپنے ساتھی افسران میں سے کسی کو مخاطب کرو۔''

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ تکلیف سے نجات پانے کے لیے فوراً ہی فون نکال کر نمبر پنچ کرنے لگا۔ پھر رابطہ ہوتے ہی تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ''میں ڈی آئی جی بول رہا ہوں۔ اس وقت بہت تکلیف میں مبتلا ہوں۔ جمائلہ نے مجھے اپنے شکنجے میں لے رکھا ہے۔ اور میں اس سے رہائی پانے کے قابل نہیں ہوں۔ پلیز میری مدد کرو۔ جلدی آؤ۔ میں اپنے گھر کے سامنے ہوں۔''

جمائلہ نے اس سے فون چھین کر اپنے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''تم لوگ جتنی بھی جلدی آ جاؤ گے، پھر بھی موت سے پہلے نہیں آ سکو گے۔ تم لوگ چوبیس گھنٹوں بعد میرے ڈیڈی کو گولی مارنے والے تھے۔ اور میں کہتی ہوں، صبح تک انہیں رہا نہ کیا گیا تو اس افسر کے بعد تم سب کی شامتیں آتی رہیں گی۔ بیڈ لک فار یو آل.....''

اس نے فون بند کیا پھر اس کی گردن میں پوری طرح پانچوں انگلیوں کو پیوست کر کے ایک جھٹکے سے باہر کھینچا تو آدھی گردن کا گوشت باہر آ گیا۔ باقی آدھی گردن دوسرے شانے کی طرف ڈھلک گئی۔

پولیس کی گاڑیوں کے سائرن چیخ رہے تھے۔ وہ دوڑتی ہوئی آ رہی تھیں۔ جب ڈی آئی جی کے بنگلے کے سامنے پہنچیں تو وہاں گاڑی میں اس کی لاش ملی۔ ایک افسر نے فون پر جمائلہ کا چیخنا سنا تھا۔ اور ڈی آئی جی کی لاش کہہ رہی تھی کہ وہ اپنا چیخنا ضرور پورا کرے گی۔ اب اس ڈی آئی جی کے بعد کسی دوسرے افسر کی شامت آنے والی ہے۔

تمام افسران نے ہنگامی اجلاس طلب کیا۔ وہاں مل بیٹھ کر سوچنے لگے، پریشان ہونے لگے۔ چند افسران بڑے افسر اور حوصلے سے کہہ رہے تھے کہ وہ جمائلہ کو مزید گرفتار کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس بار وہ جس افسر کی طرف بھی حملہ کرنے آئے گی اسے گرفتار کر لیا جائے گی۔

چند افسران خوفزدہ تھے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''ہم نے ایک نہیں کئی بار اس کی غیر معمولی شیطانی قوتوں کا تماشا دیکھا ہے۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''وہ کم بخت کہتی ہے کہ جادو جو جانتی جبکہ شیطان کی خالہ ہے۔ خطرناک جادو گرنی جب تک روپوش رہے گی، تب تک نہ ہم اسے گرفتار کر سکیں گے اور نہ ہی جادو کرنے سے اسے باز رکھ سکیں گے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اسے ایسی شیطانی حرکتوں سے باز رکھنے کے لیے ہی ہم کہہ رہے ہیں کہ اس کے چیلنج سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ وہ ہم میں سے کسی دوسرے افسر پر حملہ کرے گی۔ ہم سب محتاط رہیں گے۔ اور صبح ہونے سے پہلے اسے ضرور گرفتار کر لیں گے۔''

جو افسران اجلاس میں شریک نہیں ہو سکے تھے، انہیں بھی فون کے ذریعے خبردار کیا گیا کہ وہ محتاط رہیں۔ اور اپنے سپاہیوں کو اپنے ساتھ رکھیں۔

ان کا ناک کٹا آئی جی اسپتال میں پڑا ہوا تھا۔ اس کی جگہ ایک دوسرے اعلیٰ افسر کو قائم مقام آئی جی بنایا گیا تھا۔ اس وقت وہ ایک میٹرنٹی ہوم میں تھا۔ وہاں اس کی بیوی بچے کو جنم دینے والی تھی۔ لیکن بڑی تکلیف میں مبتلا تھی۔ کتنے ہی ڈاکٹر اسے اٹینڈ کر رہے تھے۔ لیکن اس کی تکلیف سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ سب ہی کہہ رہے تھے کہ ڈلیوری بہت مشکل ہو گی۔ یہ بچے کو جنم نہیں دے سکے گی۔

تمام ڈاکٹروں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ اسے بے ہوش کر کے آپریشن کیا جائے۔ تب ہی اس ماں بننے والی کی جان بچ سکے گی۔

ایسے وقت جمائلہ چھڑی ٹیکتی ہوئی کمر جھکائے وہاں پہنچی۔ قائم مقام آئی جی کو دیکھ کر بولی۔ ''میں یہاں اپنی ایک عزیز سے ملنے آئی تھی۔ پتا چلا تمہاری وائف بہت تکلیف میں مبتلا ہے۔ میں تکلیف سے نجات دلانے کا ایک عمل جانتی ہوں۔ ابھی اسے آرام آ جائے گا۔''

وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی، اس کی بیوی کے پاس آئی۔ وہ تکلیف سے دہری ہوئی جا رہی تھی۔ جمائلہ نے اپنا ایک ہاتھ اس کے پیٹ پر رکھ دیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس کی تکلیف کم ہونے لگی۔ اسے آرام پہنچنے لگا۔

وہاں کھڑی ہوئی ایک لیڈی ڈاکٹر اور ایک ڈاکٹر دونوں ہی بڑی حیرانی سے اس بوڑھی عورت کو دیکھنے لگے۔ وہ بولی۔ ''جتنے مرد ہیں انہیں اس لیبر روم سے باہر چلے جانا چاہیے۔ کسی مرد کی موجودگی میں نہیں ہو گی۔''

اس کی زبردست شخصیت کا کرشمہ دکھایا تھا کہ سب نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ قائم مقام آئی جی ڈاکٹر کے ساتھ باہر چلا گیا۔ صرف لیڈی ڈاکٹر ایک نرس کے ساتھ رہ گئی۔

لیبر روم سے باہر آنے والوں کو پندرہ منٹ کے بعد ہی بچے کی ننھی سی آواز سنائی دی۔ آئی جی خوشی سے دوڑتا ہوا وہاں آیا تو پتا چلا کہ اس کی وائف کو لیبر روم سے اس کے کمرے میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ وہ ڈاکٹر کے ساتھ اس کمرے میں آیا۔ اپنے نومولود بچے کو دیکھ کر خوشی سے کھل گیا۔ اسے بازوؤں میں اٹھا کر چومنے لگا۔ ڈاکٹر نے لیڈی ڈاکٹر سے کہا۔ ''یہ تو کوئی معجزہ سا ہو گیا ہے۔ ہمارا تجربہ کہہ رہا تھا کہ ڈلیوری آپریشن کے ذریعے ہی ممکن ہو گی۔''

لیڈی ڈاکٹر نے کہا۔ ''میں بھی حیران ہوں۔ یہ سب کیسے ہو گیا؟ اس بوڑھی عورت نے تو کمال ہی کر دکھایا ہے۔''

ڈاکٹر نے پوچھا۔ ''وہ عورت ہے کہاں؟''

لیڈی ڈاکٹر اور نرس سر گھما کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔ پھر نرس نے کہا۔ ''وہ لیبر روم میں ہمارے ساتھ تھی۔ ہم نے سمجھا وہ ہمارے ساتھ اس کمرے میں آ رہی ہے۔''

لیڈی ڈاکٹر نے کہا۔ ''ہماری ساری توجہ زچہ اور بچہ کی طرف تھی۔ شاید وہ کمرے کے باہر ہو گی۔''

آئی جی تیزی سے چلتا ہوا کمرے کے باہر گیا پھر دور تک ادھر ادھر دیکھنے کے بعد واپس آ کر بولا۔ ''وہ تو کہیں دکھائی نہیں دے رہی ہے۔''

اس نے بچے کو اپنی بیوی کے پہلو میں لٹاتے ہوئے کہا۔ ''میں جا رہا ہوں۔ اسپتال کے اندر اور باہر اسے تلاش کروں گا۔ وہ ہمارے لیے اور اس ننھی سی جان کے لیے مسیحا بن کر آئی ہے۔ میں اسے منہ مانگا انعام دوں گا۔''

وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا پھر اسپتال کے مختلف حصوں میں اسے تلاش کرنے لگا۔

وہاں کا ڈنر کلرک نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''آئی جی صاحب! آپ کا فون ہے۔''

اس نے ریسیور لے کر اسے کان سے لگا کر کہا۔ ''ہیلو! کون.....؟''

دوسری طرف سے جمائلہ نے کہا۔ ''میں وہی بوڑھی عورت بول رہی ہوں۔''

اس نے جلدی سے پوچھا۔ ''تم کہاں ہو؟ تمہیں یہاں رہنا چاہیے تھا۔ کیا تم اسپتال میں نہیں ہو؟''

''ہاں۔ میں اسپتال سے بہت دور آ گئی ہوں۔ تم سے پوچھنا چاہتی ہوں، میری نیکی کے صلے میں کیا کوئی نیکی کر سکتے ہو؟''

''یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ تمہارے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک چاند سا بیٹا دیا ہے۔ تم جو مانگو گی، میں دوں گا۔''

''میرے ڈیڈی جمال حقانی کو رہا کر دو۔ میں جمائلہ حقانی بول رہی ہوں۔''

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ بے یقینی سے بولا۔ ''کیا واقعی تم جمائلہ بول رہی ہو؟ اگر تم جمائلہ ہو تو وہ بوڑھی عورت کون تھی؟''

''وہ میں ہی تھی۔ میری بات کا جواب دو، میرے ڈیڈی کو رہا کرو گے؟''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ ''تم نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، تمہاری نیکی کے بدلے کیسے نیکی کروں؟''

''نہیں کرو گے تو میں بدی کے بدلے بدی کروں گی۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''تم۔ تم۔ میرا مطلب ہے، اگر تمہارا مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو تم کیا کرو گی؟''

''صبح چھ بجے تک میرے ڈیڈی کو رہا نہ کیا گیا تو ابھی گود میں آنے والا تمہارا وہ بچہ بے موت مارا جائے گا۔''

وہ گھبرا کر بولا۔ ''نہیں۔ نہیں تم ایسا نہیں کرو گی۔''

''اب تک دیکھ چکے ہو، جو کہتی آئی ہوں، وہ کرتی آئی ہوں۔''

وہ بولا۔ ''ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے، میں کوشش کرتا ہوں۔ صبح چھ بجے سے پہلے تمہارے ڈیڈی کو رہا کرانے کی کوشش کروں گا۔''

وہ بولی۔ ''ایک بات اور تم یہ کسی سے نہیں کہو گے کہ تمہاری بیوی کی مسیحائی کرنے والی جو بوڑھی عورت اسپتال میں آئی تھی وہ جمائلہ حقانی تھی۔ یہ راز تمہارے سینے میں دفن رہے گا۔''

''ٹھیک ہے۔ میں یہ بات کسی کو نہیں بتاؤں گا۔''

''یاد رکھو، اگر پولیس والے اس مسیحائی کرنے والی بوڑھی عورت کے پیچھے پڑ گئے تو پھر تمہاری اور تمہارے بچے کی خیر نہیں ہو گی۔''

جمائلہ نے رابطہ ختم کر دیا۔ قائم مقام آئی جی کو بُری

طرح اضطراب میں مبتلا کر دیا۔ جو بچہ ابھی پیدا ہوا تھا اور اس کے بازوؤں میں آیا تھا، جسے وہ چومتا رہا تھا اب وہی صبح چھ بجے تک مر بھی سکتا تھا اور اس کی عمر طویل بھی ہو سکتی تھی۔

وہ فون کے ذریعے دوسرے افسران سے رابطہ کرنے لگا۔ انہیں اس بات پر قائل کرنے لگا جمال حقانی کو رہا کر دیا جائے۔ ورنہ جمائلہ کی شیطانی قوتیں ان سب کو ہلاک کرتی رہیں گی۔

چند افسران اس کی باتوں سے قائل ہو رہے تھے۔ اور کچھ ایسے تھے جو مخالفت کر رہے تھے۔ یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ صبح ہونے سے پہلے جمائلہ کو ضرور گرفتار کر لیں گے۔ قائم مقام آئی جی نے کہا۔ ''میں صبح چار بجے تک انتظار کروں گا۔ اگر تم میں سے کسی نے جمائلہ کو گرفتار کر لیا تو اسے انعام بھی دیا جائے گا اور اس کی ترقی بھی ہو گی۔ اور اگر مقررہ وقت تک وہ گرفتار نہ ہوئی تو میں جمال حقانی کو رہا کر دوں گا۔''

آدھی رات سے پہلے ایک سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کو فون موصول ہوا۔ اس نے پوچھا۔ ''ہیلو! کون بول رہا ہے؟''

دوسری طرف سے ایک خاتون کی آواز سنائی دی۔ ''بیٹے! میں تمہاری ممی بول رہی ہوں۔''

اس نے ماں کی آواز پہچانتے ہوئے پوچھا۔ ''ممی! آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں؟ آپ کو سو جانا چاہیے تھا۔''

''بیٹے! کیسے سو جاؤں؟ میرے سر پر ننگی تلوار لٹک رہی ہے۔ وہ حیران ہو کر بولا۔ ''آپ کیا کہہ رہی ہیں؟''

''موت میرے سامنے کھڑی ہے۔ لو! تم اس سے بات کرو۔''

تھوڑی دیر بعد اسے جمائلہ کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو! میں بول رہی ہوں۔ کیا مجھے آواز سے پہچان رہے ہو؟ یا اس وقت پہچانو گے جب تمہاری ماں کا دل نکل چکا ہو گا؟''

وہ تڑپ کر بولا۔ ''خبردار! میری ممی کو کوئی نقصان نہ پہنچانا۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔''

''جب تمہاری ماں کو جانی نقصان پہنچ چکا ہو گا تو تمہارے برے ہونے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

وہ بولا۔ ''تم کیا چاہتی ہو؟''

''میں باپ کی رہائی چاہتی ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتی۔ تم تمام افسران نے یہ سوچ لیا تھا کہ اپنی اپنی حفاظت خوب کر سکو گے، چاروں طرف مسلح سپاہیوں کے پہرے بٹھا دو گے۔ لیکن یہ بھول گئے کہ اپنی فیملیوں کی حفاظت کیسے کر سکو گے؟ اگر کر سکتے ہو تو میرے باپ کو رہا نہ کرو۔ اور اپنی فیملیوں کی موت کا تماشا دیکھتے رہو۔''

وہ جلدی سے بولا۔ ''نہیں۔ نہیں۔ تم وہاں سے چلی جاؤ، میری ماں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ تمہارا مطالبہ ابھی پورا کیا جائے گا۔ آئی جی صاحب نے تمہارے باپ کی رہائی کا حکم دیا ہے۔ اب ہم اس حکم کی تعمیل کریں گے۔''

پھر صبح چھ بجے سے پہلے ہی حکم کی تعمیل ہو گئی۔ وہ ایک مسجد کی سیڑھیوں پر سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ ابوالہول کو بھول رہی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کے آگے سر جھکا رہی تھی۔

ایسے ہی وقت اس کا باپ جمال حقانی رہا ہو کر گھر پہنچ گیا۔ شہر کے تمام پولیس افسران ٹھنڈے پڑ گئے۔ پھر کسی نے جمائلہ کو چیلنج نہیں کیا۔

اس نے فون کے ذریعے اپنے باپ سے کہا۔ ''ڈیڈ! اب میں آپ لوگوں سے مل نہیں سکوں گی۔ اس شہر میں بلکہ اس ملک میں ہمارا ملنا مناسب نہیں ہے۔ پولیس والوں نے اگر چہ میرے آگے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ لیکن میں کبھی ان کے روبرو آؤں گی تو وہ مجھے ضرور شکنجے میں لیں گے۔ بلکہ مجھے دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔''

باپ نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''بیٹی! تم کب تک روپوش رہو گی؟''

''میں نے فیصلہ کیا ہے، ہم یہ ملک چھوڑ دیں گے۔ سب سے پہلے آپ ممی کو لے کر یہاں سے چلے جائیں۔ یورپ کے کسی شہر میں منتقل ہو جائیں۔ میں کسی وقت آپ کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ وہاں ہم آزادی سے ایک ساتھ رہ سکیں گے۔''

''بیٹی! ایک بات میں پہلے سے کہہ دوں کہ ہم دنیا کے کسی بھی ملک میں، کسی بھی شہر میں آزادی سے اور سکون سے نہیں رہ سکیں گے۔ تم اتنی عجیب و غریب ہو کہ اپنے آپ کو کہیں بھی چھپا نہیں سکو گی۔ دن کی روشنی میں کوئی تمہیں پہچان نہیں سکے گا، سب تمہاری عزت کریں گے لیکن رات ہوتے ہی تمہارے منفی خیالات اور تمہاری شیطانی حرکتیں کسی سے چھپی نہیں رہیں گی۔''

''ڈیڈ! میں ہمیشہ ایسا نہیں کرتی ہوں۔ جب کوئی مجھے مجبور کرتا ہے، مجھے غصہ دلاتا ہے تب ہی میں ایکٹیو ہو جاتی ہوں ورنہ ہمیشہ نارمل رہنے کی کوشش کرتی ہوں۔''

وہ اچھی سوچ رکھتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اگر کوشش کرتی رہے گی تو رفتہ رفتہ مکمل طور پر نارمل ہو جائے گی۔ ایک ہفتے بعد اس کے ڈیڈی نے فون پر کہا۔ ''کچھ لوگ مجھ سے ملنے آئے تھے۔ ان میں دو انگریز تھے اور تین ایشیائی باشندے تھے۔ وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔''

یہ سنتے ہی جمائلہ کو یاد آیا کہ اس نے جب بھی نمبر سیون کو نگاہوں کے سامنے دیکھا ہے تو اس کے ساتھ ہی چند انگریزوں اور ایشیائی باشندوں کو اپنے ساتھ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے دیکھا ہے۔ اس نے اپنے باپ سے پوچھا۔ ''وہ لوگ کیا کہہ رہے تھے؟''

''وہ تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ تمہیں پوری طرح قانونی تحفظ دیں گے۔ اور تم دنیا کے جس ملک، جس شہر میں رہنا چاہو گی۔ ہم سب کو وہاں کی شہریت مل جائے گی۔ اور ہم اتنے دولت مند ہو جائیں گے، جس کی ابھی تو قع بھی نہیں کر سکتے۔''

وہ بولی۔ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میری غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔''

''یہی بات ہے بیٹی! اس دنیا میں کوئی کچھ لیتا ہے، تب ہی کچھ دیتا ہے۔ انہوں نے اپنا فون نمبر دیا ہے۔ اگر تم ان سے رابطہ کرنا چاہو تو پھر یہ نمبر نوٹ کر لو۔''

اس نے ان نمبروں کو اپنے موبائل فون میں فیڈ کیا پھر ان سے رابطہ کر کے کہا۔ ''ہیں، جمائلہ حقانی بول رہی ہوں۔''

دوسری طرف سے کسی شخص نے گرم جوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''او مس حقانی! تمہاری آواز سن کر تو مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے کرسمس کی خوشیاں نصیب ہو رہی ہوں۔''

وہ بولی۔ ''میں بہت زیادہ خوبصورت نہیں ہوں۔ لہٰذا یہ سمجھ رہی ہوں کہ میری غیر معمولی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے آپ مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ اور مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔''

''ویری انٹیلی جنٹ۔ بے شک، ہم تمہارے کام آئیں گے۔ تم ہمارے کام آؤ گی۔ تمہیں ہر طرح کا تحفظ دیا جائے گا۔''

''کچھ معلوم تو ہو کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟''

''ہم سیون بلڈرز کہلاتے ہیں۔''

یہ سنتے ہی نمبر سیون کا بڑا سا عدد جمائلہ کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ دماغ میں سرگوشی ابھرنے لگی۔ ''نمبر سیون۔ لکی سیون۔''

وہ کہہ رہا تھا۔ ''ہماری ایک خفیہ تنظیم ہے۔ یہ تنظیم اتنی طاقتور ہے کہ امریکا کی ایف بی آئی ہمارے زیر اثر رہتی ہے اور دنیا کے تمام حصوں میں امریکی سی آئی اے والے ہماری مدد کے محتاج رہتے ہیں۔ وہ ہمارے کام آتے ہیں، ہم ان کے کام آتے ہیں۔ قاہرہ میں امریکی سی آئی اے کا جو دفتر ہے، ہم نے اس کے انچارج سے کہہ دیا ہے کہ جمائلہ حقانی اور اس کے والدین پر کسی قسم کی بھی قانونی گرفت نہیں ہونی چاہیے۔''

وہ بولی۔ ''آپ نے تو امریکی سی آئی اے سے یہ بات کی ہے۔ کیا یہاں کے پولیس ڈیپارٹمنٹ والے آپ کی اس بات کو تسلیم کریں گے؟''

''ان کے باپ بھی تسلیم کریں گے۔ اب تمہیں روپوش نہیں رہنا چاہیے۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ ہماری دوستی تمہیں کہاں سے کہاں پہنچا سکتی ہے؟ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کسی ملک کا قانون تمہاری کلائی نہیں پکڑ سکے گا۔''

اسے آگہی مل چکی تھی کہ اسے ایسے لوگوں کے ساتھ ملنا ہے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے اور کہیں جانا بھی ہے لہٰذا اس نے پوچھا۔ ''ہماری ملاقات کہاں ہو سکتی ہے؟''

''ابھی پی سی کی وزیٹرز لابی میں چلی آؤ۔ ہم انتظار کر رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں ایک گھنٹے میں پہنچ رہی ہوں۔''

وہ کسی پر بھروسا نہیں کرتی تھی۔ لیکن جو آگہی ملتی تھی اس پر مکمل بھروسا کرتی تھی۔ اس آگہی نے یقین دلایا تھا کہ نمبر سیون سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ لہٰذا وہ پورے یقین کے ساتھ ایک گھنٹے بعد چھڑی ٹیکتی ہوئی ہوٹل پرل کی وزیٹرز لابی میں پہنچ گئی۔ وہاں ہوٹل میں آنے جانے والے اور لابی میں بیٹھنے والے کتنے ہی لوگ تھے۔ لیکن ان میں دو انگریز اور تین ایشیائی باشندے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی آگہی کی اسکرین پر دکھائی دینے والا... ایک ایک چہرہ... یاد آ گیا۔ وہ وہی افراد تھے، وہ ان کے درمیان آ کر بیٹھ گئی۔

انہوں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولی۔ ''میں جمائلہ حقانی ہوں۔''

وہ سب چونک گئے۔ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ ''ہماری معلومات کے مطابق جمائلہ حقانی سولہ یا سترہ برس کی دوشیزہ ہے۔''

''بے شک۔ میں سولہ برس کی ہو چکی ہوں۔ اب سترہویں میں ہوں۔ یہ میرے میک اپ اور گیٹ اپ کا کمال ہے کہ مکمل بوڑھی دکھائی دے رہی ہوں۔''

دوسرے نے کہا۔ ''ہماری معلومات کے مطابق تم سامنے والوں کی آنکھیں اور چہرے پڑھ لیتی ہو۔ کیا اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرو گی؟''

جمائلہ نے ایک انگریز سے پوچھا۔ ''آپ کا نام کیا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''میرا نام بیری ہنٹ ہے۔''

وہ بولی۔ ''مسٹر ہنٹ! آپ کی آنکھیں کہہ رہی ہیں کہ آپ بہت ہی شاطر ہیں۔ بڑی زبردست منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ اور آپ کی آنکھوں کا اطمینان کہہ رہا ہے کہ آپ کو بہت کم ناکامی کا سامنا ہوتا ہے۔ ورنہ کامیابیاں آپ کا مقدر بنتی رہتی ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''اور کچھ.....؟''

''آپ کا چہرہ اور یہ دونوں جبڑے بتا رہے ہیں کہ آپ بہت ہی سفاک اور بے رحم ہیں۔ اپنے کام کے لوگوں کی قدر کرتے ہیں۔ اور جو کام آتے آتے ناکارہ ہو جائیں تو آپ ان کے پچھلے تمام کارناموں کو بھلا کر انہیں دودھ کی مکھی کی طرح اپنی زندگی سے نکال پھینکتے ہیں۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''آپ کا پورا چہرہ، آپ کی آنکھیں اور دیکھنے کا انداز، پیشانی کی شکنیں بالکل مکڑی کی طرح ہیں۔ اور آپ ہمیشہ جال بنتے رہتے ہیں۔''

وہ مسکرا کر بولا۔ ''رائٹ یو آر۔ میں جال بنتا ہوں اور جال بچھاتا رہتا ہوں۔ اپنی تنظیم میں میرا عہدہ ایک بہت بڑے پلانر کا ہے۔ اور میرے پانچ معاون پلانرز ہیں۔''

وہ دوسرے انگریز کی طرف دیکھ کر بولی۔ ''مسٹر جاسوس!.... آپ کا نام کیا ہے؟''

''میرا نام ماؤس مرکر ہے۔ ہائی داوے۔ تم نے مجھے جاسوس کیوں کہا؟''

''میں جب سے یہاں آئی ہوں، آپ کی آنکھیں میرے اندر بہت کچھ ڈھونڈ رہی ہیں۔ آپ کی آنکھوں کے پیچھے بھی آنکھیں ہیں۔ وہ بڑی رازداری سے اپنے مطلوبہ افراد کو تاڑتی رہتی ہیں۔ میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ آپ نے یہاں آ کر میرے متعلق اچھی خاصی معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ یقین کیا ہے کہ میرے اندر عجیب و غریب صلاحیتیں ہیں۔ اور میں آپ کے بہت کام آ سکتی ہوں۔ اسی لیے آپ حضرات نے مجھ سے ملنے کی زحمت گوارا کی ہے۔''

پھر وہ تیسرے شخص کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''آپ صورت شکل سے ایشیائی دکھائی دیتے ہیں۔ مشرقِ بعید کے ملک چائنا سے آپ کا تعلق ہوگا۔''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ ''تم درست کہہ رہی ہو۔ میرا نام ژاؤ کوم ہے۔ میں ہانگ لانگ کے شمالی پہاڑی علاقے کا باشندہ ہوں۔ آج کل یورپ کے ایک شہر میں رہتا ہوں۔''

میری داستان میں ژاؤ کوم کو برا کا ذکر اچھا خاصا ہو چکا ہے۔ وہ اپنی بیوی ایچی سے بہت محبت کرتا تھا۔ اس سے وعدہ کیا تھا کہ کبھی فرہاد علی تیمور کے خلاف محاذ آرا کرے گا۔ تب سے وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا سے بالکل ہی کٹ تھا۔ اور خاموشی سے زندگی گزار رہا تھا۔ اب سیون بلڈر تنظیم میں اچانک نمودار ہو گیا تھا۔

جمائلہ اس کی آنکھوں اور چہرے کو پڑھتے ہوئے اہم باتیں بتا رہی تھی۔ پھر اس نے چوتھے شخص کو دیکھتے کہا۔ ''آپ بھی ایشیائی ہیں۔ آپ کا تعلق یقیناً تھائی فلپائن یا انڈونیشیا سے ہے۔''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ ''میں انڈونیشیا کا ہوں۔ اور میرا نام مہادھابی ہے۔''

میری داستان میں مہادھابی کا بھی اچھا خاصا ذکر ہے۔ کبھی وہ میئر سپلائر تنظیم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس تنظیم اور روڈ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ جو ہمارے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ اس کے بعد مہادھابی ہمارے خوف سے روپوش ہو گیا تھا۔

جمائلہ اس کی آنکھوں اور چہرے کو پڑھ کر کچھ اہم باتیں بتا رہی تھی۔ اور اسے یہ بتایا جا رہا تھا کہ ژاؤ کوم کو برا اور مہادھابی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔

پانچواں شخص بھی ایشیائی تھا۔ وہ انڈیا کا رہنے والا تھا۔ اور سب اسے گوتم نارائن کہتے تھے۔ اس کی آنکھوں میں کشش تھی۔ جمائلہ نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ ''آپ ہپناٹزم کے ماہر ہیں۔ اپنی باتوں سے اور اپنے حسنِ سلوک سے بھی اپنی طرف مائل کر لیتے ہیں۔ پھر اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیتے ہیں۔''

گوتم نارائن نے کہا۔ ''مجھے اس بات کا ہمیشہ دکھ رہا ہے کہ میں ایک ہی نظر میں اپنے سامنے والوں کو تسخیر کر لیتا ہوں۔ کم از کم انہیں اپنی شخصیت سے متاثر کر دیتا ہوں۔ بڑی دیر سے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تم نے کئی بار مجھ سے آنکھیں بھی ملائیں، مجھے کہنا پڑتا ہے کہ میری زندگی میں تم پہلی ہو جسے میں متاثر کرنے میں ناکام رہا ہوں۔''

جمائلہ نے ان سب کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا آپ لوگ مطمئن ہیں کہ میں جمائلہ حقانی ہوں؟''

بیری ہنٹ نے کہا۔ ''بے شک۔ تم جمائلہ ہو۔ اب ہم سب کے بارے میں درست باتیں بتاتی رہو۔ اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم عجیب و غریب کیوں ہو؟ کیسے؟ کیا تم نے پُراسرار علوم سیکھے ہیں؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''میں نے کوئی پُراسرار

علم نہیں سیکھا ہے۔ نہ ہی کالا جادو جانتی ہوں۔ بچپن میں میرے والدین، محلے پڑوس والے، اسکول کے بچے اور اساتذہ وغیرہ سب ہی مجھے عجیب و غریب کہا کرتے تھے۔ اسکول میں کسی کی کتاب، کاپی یا پینسل گم ہو جاتی تھی تو میں کسی نہ کسی طالب علم کا چہرہ پڑھ کر بتا دیتی تھی کہ چوری اس نے کی ہے۔''

وہ ذرا چپ ہوئی، پھر بولی۔ ''یہ میک اپ اور گیٹ اپ کا ہنر بھی میں نے کسی سے نہیں سیکھا ہے۔ پہلی بار ایسا میک اپ کیا ہے۔ اور کامیاب رہی ہوں۔ اگر میں کسی شخص تک پہنچنا چاہوں اور مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ مطلوبہ شخص کہاں ملے گا تو بھی میں وہاں خود بہ خود پہنچ جاتی ہوں۔ مجھے بچپن میں ایک سانپ نے کاٹا تھا۔''

یہ کہہ کر وہ چپ ہو گئی۔ گوتم نارائن نے پوچھا۔ ''پھر کیا ہوا؟''

''وہ سانپ بہت زہریلا تھا۔ مجھے مر جانا چاہیے تھا۔ لیکن وہ ڈسنے والا مر گیا۔''

سب ہی چونک کر اسے یوں تکنے لگے۔ جیسے اندر سے خفا ہو گئے ہوں۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ میں بہت خطرناک ہوں ناں؟ ویسے آپ یہ کہہ چکے ہیں کہ آپ کی تنظیم بھی بہت خطرناک ہے۔ مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا لیکن مجھے آگہی مل چکی ہے کہ یہاں مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ بلکہ توقع سے زیادہ ترقی اور خوشحالی ملے گی۔''

بیری ہنٹ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا یہ آگہی غلط نہیں ہو سکتی؟ کیا ہم سے دھوکا نہیں ہوگا؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''نہیں۔ اگر دھوکا ہوا تو نقصان آپ سب اٹھائیں گے۔ اور میں مکھن کے بال کی طرح یہاں سے نکل جاؤں گی۔ آزمایش شرط ہے۔''

''ہم تمہیں آزمائیں گے۔ ذرا مختلف انداز میں آزمائیں گے۔ تم نے ابھی کہا ہے کہ تم کسی بھی مطلوبہ شخص کو نہ جاننے کے باوجود اس کے پاس پہنچ جاتی ہو؟''

''آگے نہ بولو۔ میں سمجھ گئی، تم چاہتے ہو، میں تمہاری کسی مطلوبہ ہستی تک پہنچ کر دکھاؤں۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''ویری جینئس۔ ہماری ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے۔ وہ ہمارے ساتھ نہیں آئی۔ کہیں چلی گئی ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ تم اس کے پاس پہنچو۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''اگر وہ دوست ہے تو ابھی دن کی روشنی میں اسے ڈھونڈ لاؤں گی اور اگر دشمن ہے تو رات کی تاریکی میں اس کا کلیجہ نوچ کر آپ کے سامنے رکھ دوں گی۔''

وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''نو نو۔ وہ دشمن نہیں ہے۔ دوست ہے۔''

''تو پھر اس کی کوئی تصویر دکھاؤ۔ تصویر نہ ہو تو یہ بتاؤ، وہ کون سی خوشبو استعمال کرتی ہے؟ یا پھر فون پر یا کسی ریکارڈر پر مجھے اس کی آواز سنا دو۔ اس سے تعلق رکھنے والا کوئی اشارہ ملے گا تو میں وہاں پہنچ جاؤں گی۔''

''اگر کوئی دشمن تم پر حملہ کرنا چاہے اور تم اسے نہیں جانتی ہو تو کیا تم بے خبری میں ماری جاؤ گی؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''ایسے وقت میرے دماغ میں خطرے کا الارم بجنے لگتا ہے۔ میں آگہی کی اسکرین پر اس انجانے دشمن کو دیکھ لیتی ہوں۔''

بیری ہنٹ نے ایک تصویر نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔ پھر کہا۔ ''یہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس کا نام کرونا ہے۔''

کرونا کا ذکر بھی میری داستان میں ایک عرصے تک ہوتا رہا ہے۔ وہ بھی پارس کے ساتھ رہی۔ بھی راسپوٹین کے ساتھ رہی۔ وہ الپا کی طرح کسی ملک کی حکمران بن کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت کرنا چاہتی تھی۔ لیکن ناکام ہونے کے بعد اچانک کہیں گم ہو گئی تھی۔ اور گمنامی کی زندگی گزارنے لگی تھی۔

ژاؤ کوم کو برا، مہادھابی اور کرونا۔ تینوں ہی ناکام ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ وہ غلط فیصلے کرتے تھے۔ اور غلط منصوبے بناتے تھے اب وہ تینوں ایک ایسی مستحکم اور منصوبہ ساز تنظیم میں پہنچ گئے تھے، جہاں بیری ہنٹ جیسے زبردست منصوبہ ساز تھے۔ وہاں وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سے صحیح پلاننگ کے زاویے اور اصول سیکھ رہے تھے۔

جمائلہ نے کرونا کی تصویر پر ایک نظر ڈالی۔ اسے دیکھا چشمِ زدن میں دماغ کی اسکرین پر ایک بند کمرا دکھائی دیا۔ پھر اس کمرے کا دروازہ دکھائی دیا۔ وہ بیری ہنٹ کو تصویر واپس کرتے ہوئے بولی۔ ''میں ابھی اسے لے کر آتی ہوں۔''

وہ بیرونی دروازے کی طرف جانے لگی۔ سیون بلڈر کے جاسوس ماؤس مرکر نے پوچھا۔ ''ہمیں کتنی دیر انتظار کرنا ہوگا؟''

وہ بولی۔ ''کچھ زیادہ نہیں۔ میں آدھے گھنٹے کے اندر آ جاؤں گی۔''

وہ ان کے درمیان سے گزرتی ہوئی ہوٹل کے باہر چلی گئی۔ بیری ہنٹ اور ماؤس مرکر نے مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ تینوں ایشیائی بھی طنزیہ انداز میں مسکرا رہے تھے۔

پھر ایک نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''کرونا ہوٹل میں اپنے کمرے کے اندر ہے اور وہ ہوٹل کے باہر اسے تلاش کرنے گئی ہے۔''

بیری ہنٹ نے کہا۔ ''اب تک تو وہ اپنی باتوں سے اور اپنے عمل سے متاثر کرتی رہی تھی، ہماری آنکھیں اور چہرے پڑھ کر بالکل درست باتیں بتاتی رہی تھی لیکن ہماری پہلی آزمائش میں ہی مات کھانے والی ہے۔''

جمائلہ ہوٹل سے باہر آکر دوسری طرف سے گھوم کر اس پچھلے دروازے پر پہنچی جو ایمرجنسی ایگزٹ کے لیے کھلتا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر سیڑھیاں چڑھتی ہوئی چوتھے فلور کے روم نمبر ٹو زیرو فور کے دروازے پر پہنچی۔ وہاں کال بیل کا بٹن دبایا۔ اندر سے کرونا کی آواز سنائی دی۔ ''کون.....؟''

اس نے جواب نہیں دیا۔ کرونا نے پھر پوچھا۔ ''کون ہے؟''

وہ اس بار بھی چپ رہی۔ دروازے سے دور چلی گئی۔ کرونا نے دروازے پر لگی فش آئی کے ذریعے باہر دیکھا، کوئی دکھائی نہیں دیا۔ وہ ناگواری سے پیچھے ہٹ گئی۔ واپس اپنے بیڈ کی طرف جانے لگی۔ کال بیل کی آواز پھر سنائی دی۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے بیری ہنٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ دروازے پر کوئی آیا ہے۔ لیکن اس کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ اور میں نے فش آئی کے ذریعے دیکھا ہے، باہر کوئی دکھائی بھی نہیں دے رہا ہے۔''

بیری ہنٹ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ''کرونا اپنے روم میں ہے، لیکن باہر خطرہ محسوس کر رہی ہے۔''

گوتم نارائن نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا جمائلہ وہاں پہنچ گئی ہے؟''

مہا دھابی نے کہا۔ ''اگر وہ وہاں پہنچتی تو کرونا سے ملاقات کرتی۔ اور بڑے فخر سے اسے ہمارے پاس لے کر آتی۔''

ادھر جمائلہ نے دروازے کو ایک مرتبہ پھر زور زور سے پیٹا اور ایک طرف ہٹ گئی۔ کرونا نے سہم کر خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''مسٹر ہنٹ! آپ لوگ آپس میں باتیں کر رہے ہیں، یہاں ایسا لگتا ہے، جیسے کوئی دروازہ توڑنا چاہتا ہے۔ پلیز۔ فوراً آئیں۔''

وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے لفٹ کے پاس آئے۔ جمائلہ تیزی سے چلتی ہوئی زینے کے پاس آکر چھپ گئی۔ وہ پانچوں لفٹ کے ذریعے کوریڈور میں پہنچے۔ بیری ہنٹ نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا۔ ''کرونا! ہم آگئے ہیں۔ دروازہ کھولو۔''

اس نے دروازہ کھول دیا۔ پھر باہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا یہاں کوئی نہیں ہے؟''

جمائلہ زینے کے پاس سے چلتی ہوئی ان کے سامنے آکر بولی۔ ''میں ہوں۔ آپ نے کرونا کو لانے کے لیے کہا تھا۔ میں نے آپ سب کو اس کے پاس پہنچا دیا۔''

ان تینوں نے خوش ہو کر اسے دیکھا۔ ماؤس مرکر نے کہا۔ ''کرونا! یہ مس جمائلہ ہے۔''

اس نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ پھر کہا۔ ''آپ سب اندر آجائیں۔''

وہ سب کمرے کے اندر آکر صوفوں پر اور بیڈ پر بیٹھ گئے۔ کرونا نے کہا۔ ''جمائلہ! میں خیال خوانی کے ذریعے تم کی باتیں سن رہی تھی۔ تم واقعی باکمال ہو۔ تم سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ اور تم نے یہ گیٹ اپ بھی غضب کا ہے۔''

بیری نے کہا۔ ''تم واقعی عجیب ہو۔ تمہاری شمولیت ہماری تنظیم اور زیادہ مستحکم ہو جائے گی۔ اب ہم پُراسرار اور خطرناک بن کر رہنے والے دشمنوں تک تمہارے ذریعے آسانی پہنچ سکیں گے۔''

ماؤس مرکر نے کہا۔ ''صرف اتنا ہی نہیں۔ ہم دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے راز بھی تمہارے ذریعے با آسانی معلوم کر سکیں گے۔ اور پھر جب چاہیں گے، انہیں بلیک میل کرنے کے لیے بھی استعمال کر سکیں گے۔''

گوتم نارائن نے کہا۔ ''ہم آج بھی یہی کر رہے ہیں۔ لیکن ان کے راز چرانے اور انہیں بلیک میل کرنے کے لیے ہمیں کبھی کبھی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ لیکن اب وہ تمہارے چھوڑنے کے بعد پریشان ہونے سے پیش نہیں آئیں گی۔ ہمیں کتنے ہی معاملات میں آسانیاں فراہم ہوتی رہیں گی۔''

انہوں نے اسی وقت اپنے ہیڈ کوارٹر کے ایک اعلیٰ الاہلکار سے رابطہ کر کے کہا۔ ''جمائلہ حقانی ہماری معلومات سے بھی عجیب و غریب ہے۔ اور ہماری توقع سے زیادہ ہمیں کامیابیوں سے ہمکنار کرتی رہے گی جو ہمارے لیے ہوتی ہیں۔ یہ لڑکی ناممکن کو ممکن بنانا جانتی ہے۔''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''فوراً اس سے معاملات طے کرو اور اس کی ہر خواہش، ہر مطالبہ پورا کرو۔''

بیری ہنٹ نے کہا۔ ''جمائلہ حقانی! تمہیں مبارک ہو۔ ہیڈ کوارٹر نے منظوری دے دی ہے۔ تم ہماری تنظیم کی اہم رکن کی حیثیت سے ہمارے ساتھ کام کرو گی۔''

اس نے اٹھ کر مصافحے کے لیے جمائلہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ اس کے ہاتھ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''پہلے میری ایک اہم شرط سن لیں۔''

وہ اپنا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے بولا۔ ''تمہاری ہر شرط، ہر مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ بولو! کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''میری پہلی شرط یہ ہے کہ میں صرف دن کے وقت تم لوگوں سے ملاقات کیا کروں گی۔ تمہارا ہر کام کروں گی۔ لیکن رات کو کسی سے ملاقات نہیں ہوگی۔ اگر کبھی اتفاق سے سامنا ہو جائے تو آپ سب مجھ سے کترائیں گے۔ دور چلے جائیں گے۔ مجھ سے بات تک نہیں کریں گے۔''

''عجیب شرط ہے، اگر ہمیں رات کو کسی وقت ایمرجنسی پیش آئی، تمہیں کوئی ضروری اطلاع دینی ہوئی، تم سے کوئی ضروری کام لینا ہوا تو ہم کیا کریں گے؟''

''صرف فون کے ذریعے رابطہ کریں گے۔ مجھے بتائیں گے کہ کیا چاہتے ہیں؟ اور جو چاہیں گے، وہ ہو جایا کرے گا۔''

''پھر تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہمیں تمہاری یہ شرط منظور ہے۔''

''یاد رکھیں، یہ خاص طور پر نوٹ کر لیں کہ شام چھ بجے سے صبح چھ بجے تک کوئی مجھ سے روبرو ملاقات کی بات نہیں کرے گا۔ اور میری دوسری شرط یہ ہے کہ میرے مزاج کے خلاف کوئی مجھے ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اگر کسی نے مجھ پر زیادتی معلوم کر سکیں گے۔ اور پھر جب چاہیں گے، انہیں بلیک میل کر سکیں گے۔''

جو مجھ سے محبت کرے گا، اچھی نیت سے دوستی کرے گا، اسے میری ذات سے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

اس کی شرائط مان لی گئیں۔ اس کے والدین قاہرہ سے ہجرت کے بعد پہلے نقل مکانی کے دوران کبھی کبھی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ لیکن اب وہ تمہارے چھوڑنے کے بعد پریشان ہونے سے پیش نہیں آئیں گی۔ ہمیں کتنے ہی معاملات میں آسانیاں فراہم ہوتی رہیں گی۔''

انہوں نے اسی وقت اپنے ہیڈ کوارٹر کے ایک اعلیٰ الاہلکار سے رابطہ کر کے کہا۔ ''جمائلہ حقانی ہماری معلومات سے بھی عجیب و غریب ہے۔ اور ہماری توقع سے زیادہ ہمیں کامیابیوں سے ہمکنار کرتی رہے گی جو ہمارے لیے ہوتی ہیں۔ یہ لڑکی ناممکن کو ممکن بنانا جانتی ہے۔''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''فوراً اس سے معاملات طے کرو اور اس کی ہر خواہش، ہر مطالبہ پورا کرو۔''

بیری ہنٹ نے کہا۔ ''جمائلہ حقانی! تمہیں مبارک ہو۔ ہیڈ کوارٹر نے منظوری دے دی ہے۔ تم ہماری تنظیم کی اہم رکن کی حیثیت سے ہمارے ساتھ کام کرو گی۔''

اس نے اٹھ کر مصافحے کے لیے جمائلہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ اس کے ہاتھ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''پہلے میری ایک اہم شرط سن لیں۔''

وہ اپنا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے بولا۔ ''تمہاری ہر شرط، ہر مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ بولو! کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''میری پہلی شرط یہ ہے کہ میں صرف دن کے وقت تم لوگوں سے ملاقات کیا کروں گی۔ تمہارا ہر کام کروں گی۔ لیکن رات کو کسی سے ملاقات نہیں ہوگی۔ اگر کبھی اتفاق سے سامنا ہو جائے تو آپ سب مجھ سے کترائیں گے۔ دور چلے جائیں گے۔ مجھ سے بات تک نہیں کریں گے۔''

''عجیب شرط ہے، اگر ہمیں رات کو کسی وقت ایمرجنسی پیش آئی، تمہیں کوئی ضروری اطلاع دینی ہوئی، تم سے کوئی ضروری کام لینا ہوا تو ہم کیا کریں گے؟''

''صرف فون کے ذریعے رابطہ کریں گے۔ مجھے بتائیں گے کہ کیا چاہتے ہیں؟ اور جو چاہیں گے، وہ ہو جایا کرے گا۔''

''پھر تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہمیں تمہاری یہ شرط منظور ہے۔''

''یاد رکھیں، یہ خاص طور پر نوٹ کر لیں کہ شام چھ بجے سے صبح چھ بجے تک کوئی مجھ سے روبرو ملاقات کی بات نہیں کرے گا۔ اور میری دوسری شرط یہ ہے کہ میرے مزاج کے خلاف کوئی مجھے ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اگر کسی نے مجھ پر زیادتی معلوم کر سکیں گے۔ اور پھر جب چاہیں گے، انہیں بلیک میل کر سکیں گے۔''

جو مجھ سے محبت کرے گا، اچھی نیت سے دوستی کرے گا، اسے میری ذات سے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

اس کی شرائط مان لی گئیں۔ اس کے والدین قاہرہ میں کبھی کبھی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ لیکن اب وہ تمہارے چھوڑنے کے بعد پریشان ہونے سے پیش نہیں آئیں گی۔ ہمیں کتنے ہی معاملات میں آسانیاں فراہم ہوتی رہیں گی۔''

انہوں نے اسی وقت اپنے ہیڈ کوارٹر کے ایک اعلیٰ الاہلکار سے رابطہ کر کے کہا۔ ''جمائلہ حقانی ہماری معلومات سے بھی عجیب و غریب ہے۔ اور ہماری توقع سے زیادہ ہمیں کامیابیوں سے ہمکنار کرتی رہے گی جو ہمارے لیے ہوتی ہیں۔ یہ لڑکی ناممکن کو ممکن بنانا جانتی ہے۔''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''فوراً اس سے معاملات طے کرو اور اس کی ہر خواہش، ہر مطالبہ پورا کرو۔''

بیری ہنٹ نے کہا۔ ''جمائلہ حقانی! تمہیں مبارک ہو۔ ہیڈ کوارٹر نے منظوری دے دی ہے۔ تم ہماری تنظیم کی اہم رکن کی حیثیت سے ہمارے ساتھ کام کرو گی۔''

اس نے اٹھ کر مصافحے کے لیے جمائلہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ اس کے ہاتھ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''پہلے میری ایک اہم شرط سن لیں۔''

وہ اپنا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے بولا۔ ''تمہاری ہر شرط، ہر مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ بولو! کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''میری پہلی شرط یہ ہے کہ میں صرف دن کے وقت تم لوگوں سے ملاقات کیا کروں گی۔ تمہارا ہر کام کروں گی۔ لیکن رات کو کسی سے ملاقات نہیں ہوگی۔ اگر کبھی اتفاق سے سامنا ہو جائے تو آپ سب مجھ سے کترائیں گے۔ دور چلے جائیں گے۔ مجھ سے بات تک نہیں کریں گے۔''

''عجیب شرط ہے، اگر ہمیں رات کو کسی وقت ایمرجنسی پیش آئی، تمہیں کوئی ضروری اطلاع دینی ہوئی، تم سے کوئی ضروری کام لینا ہوا تو ہم کیا کریں گے؟''

''صرف فون کے ذریعے رابطہ کریں گے۔ مجھے بتائیں گے کہ کیا چاہتے ہیں؟ اور جو چاہیں گے، وہ ہو جایا کرے گا۔''

''پھر تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہمیں تمہاری یہ شرط منظور ہے۔''

''یاد رکھیں، یہ خاص طور پر نوٹ کر لیں کہ شام چھ بجے سے صبح چھ بجے تک کوئی مجھ سے روبرو ملاقات کی بات نہیں کرے گا۔ اور میری دوسری شرط یہ ہے کہ میرے مزاج کے خلاف کوئی مجھے ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اگر کسی نے مجھ پر زیادتی

وہاں اسے ایک وسیع و عریض شاہی طرز کا بنگلا رہائش کے لیے دیا گیا۔ اور یہ کہا گیا کہ ایک ہفتے کے اندر وہ بنگلا اس کے نام کر دیا جائے گا۔ وہاں کتنی ہی قیمتی گاڑیاں تھیں۔ پچاس لاکھ ڈالر جمع کر دیے گئے تھے۔ وہ اپنی نئی زندگی کا آغاز ایک شہزادی کی حیثیت سے کر رہی تھی۔

وہاں بھی اس کی زندگی کا معمول یہی تھا۔ وہ دن کے وقت پازیٹو اور رات کے وقت نیگیٹو ہو جایا کرتی تھی۔ وہ قدرتی طور پر اپنی پیدائش کے وقت سے ایسی ہی تھی۔ اس کے حالات، اس کا مزاج اور اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ ہمیشہ ایسی ہی رہے گی۔

پہلی بار سیون بلڈرز کے ایک اعلیٰ عہدے دار نے فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر اس سے کہا۔ ''ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ افغانستان میں امریکی پالیسی کیا ہے اور امریکا فوجی نکتہ نظر سے ہندوستان، پاکستان اور افغانستان میں کس طرح کامیابیاں حاصل کرنا چاہتا ہے؟ ان ممالک کی افواج کو اپنے زیر اثر لا کر کس طرح چین کے خلاف محاذ آرائی کرنے والا ہے؟''

جمائلہ نے کہا۔ ''پاکستان، افغانستان اور ہندوستان کے معاملات میں جتنے امریکی سیاستدان اور ان کے منصوبہ ساز ملوث ہیں، مجھے ان کے روبرو جانا ہوگا۔ ان کی آنکھوں اور چہروں کو پڑھنا ہوگا۔''

اسے دوسرے دن کی فلائٹ سے ہی واشنگٹن بھیج دیا گیا۔ سیون بلڈرز کے اراکین کی پہنچ بہت دور دور تک تھی۔ جمائلہ کے لیے ایسے انتظامات کیے گئے کہ وہ بڑے سیاستدانوں کی ذاتی تقریبات میں شریک ہونے لگی۔ مطلوبہ افراد کی آنکھوں اور چہروں کو پڑھنے لگی۔ اس دوران میں اسے ان افراد کے متعلق آگہی ملتی رہی۔

اس نے دو ہفتوں کے اندر ہی ساؤتھ ایسٹ ایشیا میں امریکی پالیسیوں کی پوری تفصیلات سیون بلڈرز کے آگے پیش کر دیں۔ اس کی رپورٹ کے مطابق حالیہ بہت سی باتیں درست تھیں اور باقی باتیں مستقبل میں درست ثابت ہونے والی تھیں۔

واشنگٹن میں ایک سیاستدان اس پر عاشق ہوگیا تھا۔ اگر دن کے وقت اس پر نیت خراب کرتا تو وہ بڑی سادگی سے اور شرافت سے اسے سمجھا دیتی کہ کسی بھی شریف زادی کو بُری نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ لیکن اس سیاستدان کی شامت آئی تھی۔ اس نے رات کے وقت نشے کی حالت میں اسے چھیڑا پھر ایک گھنٹے بعد ہی حرام موت مارا گیا۔

اس کی موت نے اونچی سوسائٹی کے سیاستدانوں کو چونکا دیا۔ وہاں کے جاسوس الرٹ ہو گئے۔ معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ ایسی عجیب و غریب واردات کس نے کی ہے؟ نہ ریوالور استعمال کیا گیا تھا اور نہ چاقو چھری استعمال کی گئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی چڑیل نے اپنے پنجے اس کے سینے میں گاڑ کر اس کا دل نکال لیا ہو۔

جمائلہ حقانی میک اپ کے ذریعے چہرہ بدل کر واشنگٹن گئی تھی۔ امریکی سی آئی اے نے رپورٹ دی کہ ایک اجنبی دوشیزہ وہاں کے سیاستدانوں سے ربط ضبط بڑھاتی رہی ہے اور اس مڑدر کے بعد کہیں گم ہوگئی ہے۔

وہ واشنگٹن سے واپس پُر نکال آگئی تھی۔ سی آئی اے نے دور تک معلومات حاصل کیں کہ موجودہ دور میں ایسا وحشیانہ قتل دنیا کے کسی اور ملک یا شہر میں بھی ہوتا رہا ہے یا نہیں؟

قاہرہ کے سی آئی اے نے اپنی رپورٹ پیش کی کہ وہاں ایک جمائلہ حقانی نام کی ایک حسین دوشیزہ رہتی تھی۔ اس کے متعلق عجیب وغریب قصے مشہور ہیں۔ اور وہ اسی قسم کی واردات کرتی تھی۔ اس نے قاہرہ کے آئی جی کی پسلی سے گوشت نوچ لیا تھا اور ڈی آئی جی کی گردن سے اس طرح گوشت نوچا تھا کہ اس کی آدھی گردن شانے پر ڈھلک گئی تھی۔

سیون بلڈرز والوں نے سی آئی والوں کی یہ رپورٹ سنی تو ایک دم سے محتاط ہوگئے۔ ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا اور وہاں جمائلہ حقانی کو بلایا گیا۔ اس سے طرح طرح کے سوالات کیے گئے۔ یہ پوچھا گیا۔ ''تم نے ہمیں پہلے یہ کیوں نہیں بتایا کہ تم دن کو پازیٹو اور رات کو نیگیٹو ہو جاتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''میں نے وضاحت نہیں کی تھی۔ لیکن یہ تاکید کی تھی کہ شام چھ بجے سے صبح چھ بجے تک میں سیون بلڈرز کے کسی بھی رکن سے ملاقات نہیں کروں گی۔ رات کے وقت کوئی ایمرجنسی ہو تو فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔''

ایک عہدے دار نے کہا۔ ''تم نے وضاحت سے اپنے متعلق یہ بات نہیں بتائی لیکن سی آئی اے کی رپورٹ یہاں سے امریکا تک پہنچ گئی ہے۔''

ایک اور عہدیدار نے کہا۔ ''بے شک۔ تم نے ہمارے کام کرنے کے دوران میں مجبور ہو کر یہ مرڈر کیا ہے۔ لیکن تمہارا یہ طریقہ کار آئندہ تمہارے لیے مصیبتیں پیدا کرے گا۔''

وہ بولی۔ ''میں چہرے بدلتی رہوں گی تو مجھ پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔ اور اگر آنے والی ہوگی تو مجھے پہلے سے آگہی مل جائے گی۔ میں اپنی حفاظت کرنا خوب جانتی ہوں۔''

''آئندہ تمہیں عراق کے متعلق امریکی ایجنسیوں کی رپورٹ حاصل کرنی ہے۔ یہ تم کس طرح کرو گی؟ کیا پھر ایک نئے روپ میں واشنگٹن جاؤ گی؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں۔ میں سی ایک ایک سیاستدان کے چہرے کو اچھی طرح پڑھ چکی ہوں ان کی آواز اور لہجہ بھی سنا ہے۔ ان کے چہرے میرے ذہن میں نقش ہیں۔ اب وہاں جانا اور ان ضروری نہیں ہے۔ میں یہاں بیٹھے بیٹھے ان کے تمام اور فوجی رازوں تک پہنچ سکتی ہوں۔''

انہوں نے خوش ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ افسر نے کہا۔ ''تمہارے اکاؤنٹ میں دو کروڑ ڈالر جمع رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی جو خواہش ہو، جو ضرورت بیان کرو گی تو اسے فوراً پورا کیا جائے گا۔''

جمائلہ نے پہلے ساؤتھ ایسٹ ایشیا کے بارے میں عراق کے بارے میں جو رپورٹ پیش کی تھی وہ دو چار سال بعد درست ثابت ہو رہی تھی۔ سیون بلڈرز نے امریکی حکام کو خوب اچھی طرح بلیک میل کیا تھا۔ اربوں کروڑوں ڈالرز بھی وصول کیے تھے اور دنیا کے مختلف ممالک میں اپنی ضرورت کے مطابق کئی طرح کی مراعات حاصل کی تھیں۔ انہیں مجبور کیا تھا کہ امریکی ایف بی آئی اور امریکی سی آئی اے دنیا کے کسی حصے میں بھی ان سے بھرپور تعاون کریں گے۔ اگر کسی معاملے میں دھوکا کریں گے تو سیون بلڈرز اور امریکا کے درمیان جو خفیہ معاہدہ ہے اسے ختم کر دیا جائے گا۔

جمائلہ حقانی نے سیون بلڈرز میں چار برس گزارے تھے اور وہ ان کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہی تھی۔ تمام اعلیٰ عہدیدار اس سے بہت خوش تھے۔ اور اسے ہر طرح سے خوش رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن ایک بات وہ بھول رہے تھے اور وہ یہ کہ جمائلہ ان سے بھی روبرو ہوتی رہی تھی۔ ان کی آنکھوں اور چہروں کو بھی اچھی طرح پڑھتی رہتی تھی۔ ان کی کتنی ہی کمزوریوں سے واقف ہو چکی تھی۔

وہ بہت گہری، بہت پُراسرار تھی۔ اپنے اندر کی باتیں کسی کو نہیں بتاتی تھی۔ کسی پر بھروسا نہیں کرتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بڑے بڑے ممالک کو بلیک میل کرتے تھے۔ امریکا کی کمزوری سپر پاور کی جڑوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ ان کی کمزوریوں سے بھی کھیلتے تھے۔ اب یہ ناکامی کھٹک رہی تھی کہ صاحب کے ادارے کے اندر کیوں پہنچ نہیں پاتے ہیں۔

وہ پچھلے کئی برسوں سے کوششیں کرتے رہے تھے کہ جاسوس نام نہاد مسلمان بن کر، بھیس بدل کر اس کے اندر جانے کی کوششیں کر چکے تھے اور ناکام ہوتے رہے تھے۔ اب جمائلہ حقانی کے کارنامے دیکھ کر یہ یقین ہو رہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کا صدر دروازہ ان کے لیے کھلنے ہی والا ہے۔

انہوں نے جمائلہ کو اپنے اجلاس میں طلب کیا۔ پھر کہا۔ ''اب ہمارا سب سے بڑا اور اہم ٹارگٹ بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ کیا تم اس ادارے کے بارے میں کچھ جانتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''میں نے اس ادارے کا نام سنا ہے لیکن میں کسی شخص میں یا کسی ادارے میں اسی وقت دلچسپی لیتی ہوں جب مجھے اس سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ یا اس سے کوئی نقصان پہنچنے والا ہوتا ہے۔''

وہ بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں اسے تفصیل سے بہت کچھ بتانے لگے۔ وہ بڑی توجہ سے سنتی رہی پھر بولی۔ ''آپ کیا چاہتے ہیں؟''

''تم دیکھ رہی ہو، ہم بڑے بڑے ممالک کے ریکارڈ روم کے اندر پہنچ جاتے ہیں۔ امریکا جیسے سپر پاور کی کمزوریوں سے کھیلتے ہیں۔ لہٰذا بابا صاحب کے ادارے کی بھی کمزوریوں سے کھیلنا چاہتے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''وہ ادارہ کسی کو نقصان پہنچائے بغیر اپنے دینِ اسلام کی تبلیغ کر رہا ہے۔ آپ کی باتیں سن کر یہ سمجھ میں آیا ہے کہ وہ ادارہ ہمارے دین کو استحکام پہنچا رہا ہے۔ میں مسلمان ہوں، میرا ایمان ہے کہ ایسے ادارے میں کوئی کمزوری نہیں ہو سکتی۔ اگر ہو گی تو میں اسے دور کروں گی۔ لیکن اس ادارے کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گی۔''

اس کے انکار نے سیون بلڈرز کے تمام عہدے داروں کو چونکا دیا۔ ایک نے ناراض ہو کر کہا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ سیون بلڈرز تمہاری تنظیم ہے۔ تم اس کے لیے ایک اہم فرض ادا کرنے سے انکار کر رہی ہو۔''

وہ اپنی سیٹ پر سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ پھر بولی۔ ''سوری۔ میں اپنی زندگی میں دو کام کبھی نہیں کروں گی۔ ایک تو اپنے والدین کی نافرمانی اور دوسرا اپنے دین کے خلاف کبھی کچھ سوچنا بھی گوارا نہیں کروں گی۔ بہتر ہے، آپ حضرات اس ادارے کے خلاف سوچنا چھوڑ دیں۔ ورنہ میری مخالفت مول لینی ہوگی۔''

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ پھر دروازے کے پاس رک کر بولی۔ ''میں سیون بلڈرز کی وفادار ہوں، اس تنظیم کے لیے ناممکن کو ممکن بنا دیا کرتی ہوں۔ آئندہ بھی یہی کروں گی۔ آپ حضرات میرے انکار کو نہیں، میری وفاداری کو سمجھنے کی کوشش کریں۔''

یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ اس کے پیچھے دروازہ بند ہوگیا۔ اجلاس میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر ایک عہدیدار نے ناگواری سے کہا۔ ''یہ بہت سر پر چڑھ گئی ہے۔ اسے سر سے اتار کر قدموں میں لانا ہوگا۔''

دوسرے عہدیدار نے کہا۔ ''اس کے خلاف کچھ بھی سوچنے یا کوئی قدم اٹھانے سے پہلے یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اسے آگہی ملتی ہے۔''

تیسرے عہدیدار نے کہا۔ ''بے شک۔ ہم اس کے خلاف کوئی منصوبہ بنائیں گے اور اس سے دشمنی کرنا چاہیں گے تو اسے پہلے سے خبر ہو جائے گی پھر یہ ہمارے لیے مصیبت بن جائے گی۔''

ایک اور عہدیدار نے کہا۔ ''نہ ہم اسے مصیبت بنانا چاہتے ہیں نہ اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہتے ہیں۔ اسے دوست بنائے رکھنے میں ہم سب کی بہتری ہے۔''

ایک نے پوچھا۔ ''کیا ہم بابا صاحب کے ادارے کو ٹارگٹ نہ بنائیں؟ اس کے اندر پہنچنے کی کوشش نہ کریں؟ وہ ادارہ ہم سب کے لیے چیلنج بنا ہوا ہے۔''

سیون بلڈرز کے سات اعلیٰ عہدیدار تھے۔ وہ ساتوں اس تنظیم کے سیاہ وسفید کے مالک تھے۔ وہ اپنے اپنے عہدے کے مطابق ون، ٹو، تھری، فور، فائیو، سکس اور سیون کہلاتے تھے۔ اس وقت جمائلہ حقانی کے انکار نے انہیں بری طرح الجھا دیا تھا۔

بلڈرون نے کہا۔ ''اس سلسلے میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم سب سے ایک بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔''

سب نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ ایک نے پوچھا۔ ''کیسی غلطی؟''

''وہ یہ کہ ہم نے دن کے وقت جمائلہ سے یہ بات کی ہے۔ ایسے وقت ہم بھول گئے تھے کہ وہ مسلمان ہے اور دن کے وقت بہت سیدھی سادی اور شریفانہ زندگی گزارتی ہے۔ ہمیں اپنی ذہانت سے کام لینا چاہیے۔ ہم اس کے انکار کو اقرار میں بدل دیں گے۔ رات ہونے کا انتظار کریں۔ پھر دیکھیں کہ اس کا انکار کس طرح اقرار میں بدلتا ہے؟''

ان سب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ انہوں نے خوش ہو کر بلڈرون کا شکریہ ادا کیا۔ اس کی ذہانت واقعی کام آئی۔

انہوں نے رات کے آٹھ بجے فون کے ذریعے جمائلہ سے رابطہ کر کے کہا۔ ''تم ہماری بڑی سے بڑی مشکل آسان کر دیتی ہو۔ کیا اپنے سیون بلڈرز کی خاطر بابا صاحب کے

ادارے کی کمزوریاں معلوم نہیں کر دگی؟''

وہ بولی۔''ضرور کروں گی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے دن کے وقت آپ کی بات نہیں مانی تھی۔ مگر کیا کروں؟ میں مجبور ہو جاتی ہوں۔ لیکن ابھی مجبور نہیں ہوں۔ جو کہو گے، وہ کروں گی۔''

بلڈرون نے خوش ہو کر کہا۔''ہم جانتے ہیں، تم سیون بلڈرز کی وفادار ہو۔ ہمارا یہ کام ضرور کرو گی۔''

وہ بولی۔''آپ مشورہ دیں۔ ابھی مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ تم اپنی ذہانت سے اور عجیب و غریب پُراسرار صلاحیتوں کے ذریعے کس طرح اس ادارے میں داخل ہو سکتی ہو؟ تم مسلمان ہو۔ وہاں تمہارے جانے پر کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ ہم وہاں کے چند فون نمبر بتا رہے ہیں۔ انہیں نوٹ کرو۔''

بلڈرون نے چار فون نمبرز بتائے۔ جمائلہ نے انہیں نوٹ کرنے کے بعد کہا۔''ٹھیک ہے۔ میں ابھی معلومات حاصل کرتی ہوں۔ پھر آپ سے رابطہ کروں گی۔''

اس نے بلڈرون سے رابطہ ختم کیا۔ پھر اس کے بتائے ہوئے نمبروں کو پنچ کرنے لگی۔ پہلے پہلا فون نمبر، دوسرا فون نمبر، تیسرا فون نمبر پھر چوتھا فون نمبر پنچ کیا۔ ہر نمبر پر رابطہ ہوتا رہا اور ایک ہی جواب ملتا رہا۔''سوری اس ادارے میں انٹری بند ہے۔''

وہ جھنجلا گئی، اس نے غصے سے فون کو دیکھا پھر اسے آف کر دیا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے میں رہنے والے چند بزرگ روحانیت کے حامل ہیں۔ اور وہاں روحانیت کا کچھ ایسا عمل دخل ہے جو عام انسانوں کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ فی الوقت جمائلہ کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ اس وقت وہ دیکھتے ہے، شر کے سائے میں ہے۔ اسی لیے رابطہ کرتے ہی وہاں معلوم ہو گیا کہ کوئی شر پسند اس ادارے میں اپنی انٹری چاہتا ہے۔ یا چاہتی ہے۔

وہ بابا صاحب کے ادارے کا تصور کرنے لگی۔ اس نے وہاں کے میڈیکل کالج، یونیورسٹی، سائنس لیبارٹری اور دوسری اہم عمارتوں کو نہیں دیکھا تھا۔ آگہی حاصل کرنا چاہتی تھی کہ وہ کیسا ادارہ ہے؟ وہاں داخل ہونے کا راستہ کس طرح مل سکتا ہے؟

اسے آگہی کی اسکرین پر فولادی قلعہ دکھائی دینے لگا۔ وہ جدھر جا رہی تھی، ادھر فولادی دیواریں تھیں۔ نہ کوئی کھڑکی تھی، نہ کوئی دروازہ تھا۔

اس آگہی نے سمجھا دیا کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں جانے کا راستہ نہیں ملے گا۔ فولادی دیواروں کو کسی بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی کوئی تدبیر، کوئی حکمت عملی کام نہیں آ سکے گی۔

جب سے وہ پیدا ہوئی تھی اور ہوش سنبھالا تھا، تب سے اس نے اپنے سامنے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں دیکھی تھی۔ کبھی بھی کوئی رکاوٹ آتی تھی تو کبھی آگہی کے ذریعے، کبھی شناسی کے ذریعے اور کبھی پُراسرار طور پر یا حیرت انگیز طور وہ رکاوٹ دور ہو جاتی تھی۔ اب اسے یہ ضد ہو گئی تھی کہ رکاوٹ کس طرح دور ہو گی؟ وہ کس طرح اس ادارے میں اندر جا سکے گی؟

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ایک بڑے سے صندوق کے پاس آ کر اسے کھولا۔ پھر اس میں ابوالہول کا بڑا سا مجسمہ گرا ایک میز پر رکھ دیا۔

وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگی۔ لگ رہا تھا، جیسے وہ مجسمہ بھی اسے دیکھ رہا ہے۔ وہ ایک پیچھے ہٹ گئی۔ ہاتھ باندھ کر سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔ عرض کرنے لگی۔''اے اندھیروں کے خدا! اے میرے رہبر! آج تک میرے راستے میں کبھی کوئی رکاوٹ آئی۔ پھر یہ کیسی رکاوٹ ہے؟ کیا میں بابا صاحب کے ادارے میں کبھی نہیں جا سکوں گی؟ وہاں کے متعلق معلومات حاصل نہیں کر سکوں گی؟ اے ہول پیدا کرنے والے ابوالہول میں اس ادارے کے اندر گھسنا چاہتی ہوں، ان کی کمزوریاں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے شکتی دے، راستہ دے مجھے ایسی غیر معمولی صلاحیتیں دے کہ میں اس فولادی دیوار کو توڑ کر اندر پہنچ جاؤں۔''

اس کی باتوں اور التجاؤں کے ساتھ ہی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ جیسے بادل گرج رہے ہوں۔ وہ بولی۔''اے ابوالہول! مجھے راستہ دکھا۔ اگر کوئی ایسا راستہ نہ ہو جو چل کر نہ جا سکوں تو کوئی وسیلہ پیدا کر دے۔''

بادلوں کی گرج کے ساتھ یک بہ یک بجلی کڑکی۔ لمحاتی روشنی ابوالہول کے چہرے پر سے گزرتی چلی گئی۔ چہرہ بہت گہرا، پُراسرار اور ہیبت ناک لگ رہا تھا۔

پتھر کے مُنہ بولتے نہیں ہیں۔ لیکن جمائلہ کو یہ لگ رہا تھا، جیسے وہ بول رہا ہے۔ اسے اپنے اندر بھاری گونج سنائی دے رہی تھی۔''ایس فار سیون۔ جس طرح سات تمہارے لیے لکی ہے اسی طرح انگریزی کا لفظ ایس تمہارے لیے لکی ہے۔ وہ دیکھو!.....''

وہ دوسرے ہی لمحے میں آگہی کی دنیا میں پہنچ گئی۔ اسے کسی عورت کے پاؤں دکھائی دے رہے تھے۔ وہ جوگرز پہنے ہوئی تھی۔ دوڑ رہی تھی، دوڑتے دوڑتے اس نے اچھل کر ایک فلائنگ کِک ماری۔ اس کی لات ایک بھاری بھرکم پہاڑ ایک فلائنگ کِک منہ پر پڑی، وہ الٹ کر زمین پر گرا تو پھر پہلوان کے اٹھ نہ سکا۔ آگہی کی اسکرین پر سونیا کا چہرہ دکھائی دینے لگا تھا۔ وہ بڑے فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

جمائلہ کے اندر سوال ابھرا۔''یہ کون ہے جس نے ایسے شہ زور کو مات دے دی ہے؟''

اس عورت کے دو ہاتھ دکھائی دیے۔ جو اونچے ہوتے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ وہ ہاتھ آسمان تک پہنچ گئے۔ اور وہ تارے توڑ کر لے آئی۔

جمائلہ کے اندر پھر سوال ابھرا۔''یہ کون ہے جو آسمان سے تارے توڑ کر لا سکتی ہے؟''

آگہی کی اسکرین پر اس عورت کی پانچ انگلیاں نظر آئیں۔ وہ انگلیاں مُڑ کر مٹھی بن گئیں۔ پھر وہ مٹھی جب ایک گھونسے کی طرح فولادی دیوار پر پڑی تو اس دیوار میں شگاف پڑ گیا۔

جمائلہ چونک کر آگہی کی دنیا سے نکل آئی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ابوالہول کے مجسمے کو دیکھنے لگی۔''یہ کون ہے؟ اے ہول پیدا کرنے والے ابوالہول! یہ خطرناک شہ زور عورت کون ہے؟''

اس کے اندر ایک بار پھر وہی بھاری بھرکم سرگوشی ابھرنے لگی۔''ایس فار لکی سیون۔ ایس فار لکی سونیا.....''

سن سے لکی نمبر سات اور سن سے لکی سونیا۔ دی بولٹ فرام دی بلیو۔ آسمان کی کڑکتی ہوئی بجلی.....

اس نے ابھی چند لمحے پہلے آگہی کی اسکرین پر سونیا کو دیکھا تھا۔ ابھی اس نے ابوالہول سے التجا کی تھی کہ اسے اس ادارے کے اندر پہنچنے کی شکتی اور صلاحیت دی جائے۔ یا پھر ایسا وسیلہ بتایا جائے، جس کے ذریعے وہ وہاں تک پہنچ سکے۔ اور اب سونیا کو وہ وسیلے کے طور پر آگہی کی اسکرین پر دیکھ چکی تھی۔ وہی شہ زور اور خطرناک عورت اسے اس ادارے میں لے جا سکتی تھی۔

اس نے سر جھکا کر کہا۔''تیرا شکریہ۔ ابوالہول! تیرا بول بالا ہو۔''

اس نے ناک کٹے ابوالہول کو اٹھا کر دوبارہ صندوق میں بند کر دیا۔ پھر فون کے ذریعے بلڈرون سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا۔''میں ایک بہت ہی باکمال اور شہ زور عورت سونیا کے ذریعے اس ادارے میں پہنچ سکتی ہوں۔''

''کیا تم مسز سونیا فرہاد کی بات کر رہی ہو؟''

''میں نہیں جانتی کہ وہ مسز سونیا فرہاد ہے یا کون ہے؟ اور کہاں رہتی ہے؟ آگہی کے ذریعے مجھے اس کا نام سونیا معلوم ہوا ہے۔ اور میں نے اس کا چہرہ بھی دیکھ لیا ہے، میں اسے با آسانی پہچان سکتی ہوں۔''

''فرہاد کی فیملی میں سب سے زیادہ خطرناک عورت سونیا ہے۔ وہ اپنی ذہانت اور مکاریوں سے ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے۔''

''پھر تو یہ وہی عورت ہو گی، میں اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ اس سے ملنا چاہتی ہوں۔''

وہ اسے سونیا کے بارے میں بہت کچھ بتانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔''اگر تم مزید معلومات حاصل کرنا چاہتی ہو تو سیون بلڈرز کے ریکارڈ روم میں جاؤ، وہاں فرہاد علی تیمور کے تمام فیملی ممبران کی فائلیں، آڈیو اور ویڈیو سی ڈیز موجود ہیں۔''

''آل رائٹ! میں ابھی جا رہی ہوں۔ یہ اس کے بارے میں میرے اندر آگ کے شعلوں کی طرح تجسس بھڑک رہا ہے۔''

وہ بولا۔''میں نے اس کے بارے میں اب تک جو بتایا ہے، کیا اس سے اندازہ نہیں ہوتا کہ تم اسے ٹریپ نہیں کر سکو گی؟''

''تم نے بتایا ہے کہ بڑے بڑے شہ زور اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے بھی اس سے مات کھا جاتے ہیں۔ اسے اپنے قابو میں کرنے والے خود اس کے شکنجے میں پھنس جاتے ہیں۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔''میں نے اب تک یہی دیکھا ہے کہ میں جسے اپنے شکنجے میں لینا چاہتی ہوں، وہ مجھ سے بچ نہیں پاتا۔''

''سونیا کے مقابلے میں تم بہت کم عمر ہو۔ اس کے تجربات تمہاری عمر سے کئی گنا زیادہ ہیں۔''

''نہ میں عمر کا حساب کرتی ہوں اور نہ تجربات کا۔ مجھے جو پُراسرار قوتیں ملتی ہیں، ان کے سامنے سونیا کے صدیوں کے تجربات خاک ہو جائیں گے۔''

وہ اسی وقت گھر سے نکل کر اپنی تنظیم کے ریکارڈ روم میں پہنچ گئی۔ وہاں وہ سونیا سے متعلق رکھنے والی فائلیں نکال کر پڑھنے لگی اور ویڈیو فلمیں وغیرہ ٹی وی اسکرین پر دیکھنے لگی۔

حیرانی سے سوچنے لگی۔ ''کیا ہماری دنیا میں ایسی ہستیاں بھی ہیں جو کبھی کسی سے شکست نہیں کھاتیں؟ اپنے مخالفین کو مات دیتی چلی جاتی ہیں۔''

وہ سوچ رہی تھی۔ ''مجھ جیسی لڑکیاں تو غیر معمولی ہوتی ہیں، قدرتی طور پر ایسی قوتیں حاصل ہو جاتی ہیں کہ نا قابل شکست بن جاتی ہیں۔ لیکن سونیا کے پاس تو کوئی غیر معمولی قوت یا صلاحیت نہیں ہے، وہ اپنے شوہر اور اپنے بچوں کی طرح نیلی پیتھی بھی نہیں جانتی ہے۔ مائی گاڈ! اس کے باوجود جرائم کی اور نیلی پیتھ کی دنیا میں اس کے نام کی دہشت طاری رہتی ہے۔''

وہ اسکرین پر سونیا کی ذہانت کو اور اس کے بھرپور ایکشن کو دیکھ رہی تھی۔ دیکھتے دیکھتے اچانک آگہی کی دنیا میں پہنچ گئی۔ وہاں وہ سونیا کے مقابلے پر تھی۔ پہلی بار اسے روبرو دیکھ رہی تھی۔ رات کا وقت تھا۔ اسے شیطانی قوتیں حاصل ہو گئی تھیں۔ اس کے دونوں ہاتھوں کے ناخن یوں بڑھ گئے تھے جیسے وہ انگلیاں نہ ہوں، تیز چھریاں ہوں۔ سونیا کہہ رہی تھی۔ ''میں نے تمہیں پیار سے سمجھایا، منایا۔ لیکن تم ماننا نہیں چاہتیں۔ جو بھوت باتوں سے نہیں مانتے، وہ لاتوں سے مانتے ہیں۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''میری ایک لات پڑے گی تو تم بولنے کے قابل نہیں رہو گی۔ جو دل فرہاد کے لیے دھڑکتا رہتا ہے، اسے میں پلک جھپکتے ہی تمہارے سینے سے نوچ کر نکال لوں گی۔''

یہ کہتے ہی اس نے سونیا پر حملہ کیا۔ اس کا پہلا حملہ ہی آخری حملہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کا کوئی مخالف زندہ نہیں بچتا۔ بچ بھی جائے تو مہینوں اسپتال میں پڑا رہتا ہے۔ جمائلہ نے دیکھا، پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ اس کے حملے سے سونیا بچ گئی تھی۔

اس نے دوسرا حملہ کیا پھر تیسرا حملہ کیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے ذہانت سے کام لیتے ہوئے اس کے ہر حملے کو ناکام بنا رہی ہے؟ اور اس پر جوابی حملے بھی کر رہی ہے؟

وہ اس کے جسم میں پنجے گاڑ کر گوشت نوچ سکتی تھی۔ کلیجہ نکال سکتی تھی لیکن ایسا نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ سر سے ٹکر مار کر دروازے توڑ دیا کرتی تھی، اس کی ٹکر سے دیواروں میں دراڑیں پڑ جایا کرتی تھیں۔ ٹکر اسے موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ کہ وہ سونیا سے ایک بار بھی ٹکرا سکے۔

پھر جمائلہ نے ادھر اُدھر دیکھا۔ وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''ابھی تم بچی ہو، جاؤ آرام کرو۔ کل دن کی روشنی میں سمجھاؤں گی۔''

آگہی کی اسکرین بجھ گئی۔ جمائلہ نے چونک کر دیکھا وہ ریکارڈ روم کے ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے ٹی وی آن تھا۔ جہاں سونیا کی ویڈیو فلم چل رہی تھی۔ وہ فلم ختم ہو چکی تھی۔ آگہی کے اسکرین کی طرح ٹی وی بھی بجھ گیا تھا۔

وہ ریکارڈ روم سے نکل کر اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ گئی۔ گھر کی طرف جانے لگی۔ آگہی نے اسے سمجھا دیا تھا کہ ہمیشہ اپنی پُر اسرار قوتوں سے کامیاب ہونے والی اور روشنی پر غالب آنے والی سونیا کو قابو نہیں کر پائے گی۔

ایسی شکست، ایسی توہین کے خیال سے ہی اسے غصہ آرہا تھا۔

یہ بات بھی سمجھ میں آرہی تھی کہ غصہ کرنے سے جھنجلانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ آگہی کے ذریعے پتا چلنے والے واقعات کا علم ہو چکا تھا۔ اور اب آئندہ جو ہونا تھا وہ ضرور ہونے والا تھا۔

وہ گھر پہنچتے ہی ابوالہول کے مجسمے کے سامنے گھٹنے ٹیکنے والی تھی۔ سر جھکا کر گڑگڑا کر کہنے والی تھی کہ اسے سونیا پر غالب آنے والی شکتی حاصل ہو جائے۔ لیکن وہ آگے نہ جا سکی۔ اس نے فوراً ہی بریک لگا کر گاڑی روک دی۔

وقت بہت گزر چکا تھا۔ رات کی عمر ختم ہو گئی تھی۔ اس کے کانوں میں اذان کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ جبکہ آس پاس دور دور تک کوئی مسجد نہیں تھی۔ لیکن یہ آواز وہ بچپن سے بلا ناغہ سنتی آئی تھی۔ صبح ہونے سے پہلے فجر کی اذان اس کی رگوں میں لہو کی طرح دوڑنے لگتی تھی۔

وہ گاڑی سے اتر کر بے اختیار دوڑتی ہوئی سمندر کی طرف جانے لگی۔ پھر ریت پر چلتی ہوئی ایک جگہ گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئی۔

جب وہ پُر نکال آئی تھی اور جب وہ واشنگٹن گئی تھی، تب بھی اس کے ساتھ یہی ہوتا رہا تھا۔ ٹھیک اذان کے وقت آس پاس کہیں مسجد ہو یا نہ ہو، لیکن وہ خیالی مسجد کے زینے چڑھ جاتی تھی۔ پوری ایک مسجد اس کے سامنے تعمیر ہو جاتی تھی اور وہ سر جھکا کر پہلے اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی تکبیر سنتی رہتی تھی پھر خود آیتیں پڑھنے لگتی تھی۔

اس وقت بھی وہ ایک مسجد کے زینے پر سر جھکائے بیٹھی زیر لب کہہ رہی تھی۔ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ زمین و آسمان پر اسی کی حکمرانی ہے۔''

وہ پڑھتی جا رہی تھی اور پاکیزگی میں نہاتی جا رہی تھی۔

وہ پڑھ رہی تھی۔ ''اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہی شر سے نجات دلاتا ہے۔''

وہ سر جھکا کر زیر لب اس کی باتوں کو دہرانے لگی۔ ایسے وقت اسے محسوس ہوا، جیسے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا لگا ہو۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا، وہاں نہ مسجد تھی، نہ مسجد کی سیڑھیاں تھیں اور نہ ہی سونیا تھی۔ وہ سمندر کی ساحلی ریت پر دوزانو بیٹھی ہوئی تھی۔

اس نے ایک گہری سانس لی۔ اس کے ذہن سے منفی خیالات نکل چکے تھے۔ وہ شرمندگی سے سوچ رہی تھی کہ وہ سونیا سے کیوں دشمنی کرے گی؟ کیوں اس پر جان لیوا حملے کرے گی؟

ایک آگہی سے معلوم ہوا تھا کہ وہ سونیا کی دشمن ہے، اور دوسری آگہی کہہ رہی تھی کہ وہ دوست ہے، صرف دوست نہیں ہے، سونیا نے تو خود کو اس کی ماں کہا ہے۔ یعنی اسے بیٹی بنا چکی ہے؟

کیا وہ بیٹی بننے کے بعد اس ماں کی موت بھی بنتی رہے گی؟

وہ گھر واپس آگئی۔ رات کو جس بیڈ روم میں رہتی تھی، دن کے وقت اس کی طرف نہیں جاتی تھی۔ کیونکہ وہاں ایک صندوق میں ابوالہول کا مجسمہ رکھا ہوا تھا۔ دن کے لیے دوسرا کمرا تھا۔ وہاں اس کے دوسرے ڈھنگ کے ملبوسات تھے۔ چائے نماز اور کلام پاک رکھا ہوا تھا۔ وہ پانچوں وقت کی نمازی نہیں تھی۔ لیکن جب بھی گھر میں ہوتی تھی اور نماز کا وقت ہوتا تھا تو وہ ضرور نماز ادا کرتی تھی۔ اور دن میں ایک بار کلام پاک کی تلاوت کیا کرتی تھی۔

اس نے پہلے کبھی نیکی اور بدی کی تمیز نہیں کی تھی، دن کی روشنی میں نیک اور پارسا بن کر رہتی تھی اور شام ہوتے ہی اس زندگی کو بھول کر بدی کی طرف مائل ہو جاتی تھی۔ تمام رات گزارنے کے بعد جب صبح ہوتی تو وہ بدی کو بھول جاتی تھی۔ اسے گزری ہوئی تمام باتیں، تمام واقعات یاد رہتے تھے لیکن وہ نیکی اور بدی کے کسی بھی معاملے کو اہمیت نہیں دیتی تھی۔ آج پہلی بار وہ سونیا سے دشمنی اور دوستی کے درمیان الجھ کر رہ گئی تھی۔

سونیا صرف ایک منٹ کے لیے اس کی آگہی یا تصور میں اس کے سامنے آئی تھی۔ چند فقرے ادا کیے تھے۔ اس کے بعد گم ہو گئی تھی۔ لیکن دل اور دماغ میں جیسے نقش ہو گئی تھی۔ وہ اس سے اس قدر متاثر ہوئی تھی کہ وہاں سے گھر آنے کے بعد صرف اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اور اس بات سے پریشان ہو رہی تھی کہ تاریکی میں جب اس کا مزاج، اس کی فطرت بدلے گی تو کیا وہ اس سے دشمنی کرے گی؟

نہیں۔ نہیں..... بڑی عقیدت سے، بڑی محبت سے اس کا دل سونیا کی طرف اس طرح کھنچا جا رہا تھا کہ اسے ابوالہول سے اور رات کے اندھیرے سے نفرت ہونے لگی تھی۔ اس کا دل ایک ہی ضد کر رہا تھا کہ اسے ماں کی ممتا دینے والی اس ہستی کے پاس ضرور جانا ہے۔ ہر حال میں جانا ہے۔

اس نے فون کے ذریعے بلڈ رون سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''کل میں نے بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے انکار کیا تھا۔ سوسوری۔ اب مجھے کوئی انکار نہیں ہے۔ جب مجھے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میں میڈم سونیا کو وسیلہ بنا کر وہاں جا سکتی ہوں تو مجھے ایسا ضرور کرنا چاہیے۔''

اس نے خوش ہو کر کہا۔ ''مس جمائلہ! تم نے تو ہمارا دل خوش کر دیا ہے۔ بولو! ہم اس سلسلے میں تمہاری کیسے مدد کر سکتے

ہیں؟''

''شاید میں کسی کی مدد کے بغیر میڈم سونیا تک پہنچ سکوں گی۔ لیکن مجھے انتظار ہے، اس کے سلسلے میں آگہی ضرور ملے گی۔ مگر تب تک آپ یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ آج کل میڈم کس ملک میں ہیں؟ اور ان کی مصروفیات کیا ہیں؟''

''یہ معلومات ہم ایک گھنٹے کے اندر حاصل کر کے تمہیں بتا دیں گے۔''

سیون بلڈرز کے وہ سات افراد بہت ہی وسیع ذرائع کے مالک تھے۔ لیکن سونیا کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ پہلے انہوں نے معلوم کیا کہ میں اور میرے بچے اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کس ملک میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

یہ تو معلوم نہ ہو سکا کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ لیکن اتنا معلوم ہو گیا کہ میں دہلی سے پیرس آ گیا ہوں۔ اعلیٰ بی بی دہلی میں موجود ہے، پورس ممبئی میں ہے، پارس کہیں رد پوش ہے اور الپا ان۔ نوں اسرائیل پہنچی ہوئی ہے۔ اور وہاں پہلے کی طرح اس نے اقتدار کی کرسی سنبھال لی ہے۔

کئی گھنٹوں تک اپنے ذرائع استعمال کرنے کے بعد پتا چلا کہ سونیا لاپتا ہے۔ فرہاد علی تیمور اور اس کی فیملی کے تمام ممبران اسے تلاش کر رہے ہیں۔ لیکن اس کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔

یہ ساری رپورٹ جمائلہ کو فراہم کی گئی۔ اس نے کہا۔ ''اگر میں اسے تلاش کرنے نکلوں گی تو ضرور بھٹکتی ہوئی اس کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ لیکن میں انتظار کر رہی ہوں۔ مجھے آگہی کے ذریعے ضرور رہنمائی ملے گی۔''

وہ لنچ کے بعد بیڈ پر آ کر لیٹی تو ایسے وقت آگہی کی اسکرین پر دیکھنے لگی۔ شمالی افریقا کے ایک شہر العقیلہ کا ایئر پورٹ دکھائی دے رہا تھا۔ اسی شہر کے ایک اسپتال میں سونیا دکھائی دی۔ وہ اس اسپتال سے چپ چاپ نکل کر کہیں جا رہی تھی۔ عمارت سے باہر نکلنے کے بعد رات کی تاریکی میں بھٹک رہی تھی۔ پہاڑی علاقے کے اونچے نیچے راستوں پر چل رہی تھی۔ پھر وہ ایک پختہ سڑک پر پہنچ گئی۔

ایسے وقت دور سے کوئی گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی۔ جب وہ گاڑی سونیا کے قریب آ کر رکی تو اس کے اندر جمائلہ نے خود کو پچھلی سیٹ پر دیکھا۔ اور گاڑی کی اگلی سیٹوں پر بیری ہنٹ اور ماؤس مر کر بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔ جمائلہ نے کہا۔ ''یہی سونیا ہے۔ اسے سہارا دو اور یہاں لے آؤ۔''

سونیا کو سہارا دے کر پچھلی سیٹ پر پہنچایا گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ وہ گاڑی ایک ٹرن لے کر واپس جا رہی تھی۔ جمائلہ نے کہا۔ ''سونیا کے اپنے اور پرائے سب ہی اسے تلاش کر رہے ہیں۔ وہ سب ایئر پورٹ کی طرف ضرور جائیں گے۔ لہٰذا ہم یہاں سے نہیں بن غازی ایئر پورٹ سے فلائٹ کریں گے۔''

منظر بدل گیا۔ وہ بن غازی ایئر پورٹ پر تھے۔ وہاں ایک بڑے سے کیلنڈر پر دن اور تاریخ واضح طور پر دکھائی دے رہے تھے۔

آگہی کی اسکرین تاریک ہو گئی۔ وہ ایکدم سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ فوراً ہی بلڈرز سے رابطہ کر کے بولی۔ ''میڈم سونیا کا سراغ مل گیا ہے۔ وہ بارہ تاریخ اتوار کو آدھی رات کے بعد مجھے ملے گی۔''

اس نے خوش ہو کر کہا۔ ''بس جمائلہ! تم واقعی باکمال ہو۔ ہمیں بتاؤ، وہ کہاں ملے گی؟ تمہیں کہاں جانا ہوگا؟''

''مجھے کل رات سے پہلے شمالی افریقا کے ایک شہر العقیلہ پہنچنا ہے۔ میرے ساتھ بیری ہنٹ اور ماؤس مر کر بھی جائیں گے۔''

''کیا سونیا العقیلہ میں ہے؟ کیا وہاں تک پہنچ کر تم اسے ٹریپ کر سکو گی؟ تمہارے لیے کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟''

''میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ نہ میں اس کے پاس جاؤں گی، نہ کوئی خطرہ پیش آئے گا۔ وہ خود ہی دوڑتی ہوئی ہمارے پاس آئے گی۔ ہم اسے وہاں سے یہاں لے آئیں گے۔''

ہم سب ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور دوسرے ذرائع سے سونیا کو تلاش کرتے کرتے ہلکان ہو رہے تھے، اور مایوس ہو رہے تھے۔ ادھر جمائلہ حقانی بیٹھے بیٹھے سونیا تک پہنچ گئی تھی۔

اب وہ اسے کس طرح وہاں سے لانے والی تھی؟ اور دہری زندگی گزارنے والی جمائلہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنے والی تھی؟ دوست بن کر یا دشمن بن کر، خون آشام چڑیل بن کر یا ایک بیٹی بن کر.....؟

جمائلہ خود نہیں جانتی تھی، آیندہ ملنے والی آگہی اسے بتا سکتی تھی کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟

سیون بلڈرز کے ساتوں عہدے داروں نے ہنگامی اجلاس طلب کیا۔ اس اجلاس میں جمائلہ حقانی کے علاوہ بیری ہنٹ، ماؤس مر کر، ڈاؤ کوم کو برا، مہا دھابی، گوتم نارائن اور کرونا سب ہی کو طلب کیا گیا تھا۔ ان سب سے کہا گیا تھا کہ جمائلہ ایک بہت بڑی مہم سر کرنے جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں ایک اہم پلاننگ پر بحث کرنا اور ایک دوسرے سے مشورے کرنا بہت ضروری ہے۔

ابتدا میں بلڈرز نے اختصار سے بتایا کہ ہم سیون بلڈرز والے بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کی پلاننگ کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں جمائلہ حقانی آج رات کی فلائٹ سے میڈم سونیا کو ٹریپ کرنے جا رہی ہے۔

بیری ہنٹ نے کہا۔ ''ہم اب تک فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور ہی دور رہتے آئے ہیں اور اپنے ہر مشن میں کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ ہماری کامیابی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے فرہاد علی تیمور کو اپنا دشمن نہیں بنایا ہے۔''

ڈاؤ کوم کو برا نے کہا۔ ''فرہاد کے متعلق ایک بات تو طے ہے کہ وہ خود کبھی کسی سے دشمنی مول نہیں لیتا، جب کوئی دشمنی کرتا ہے تو پھر وہ اس کے لیے عذاب بن جاتا ہے۔''

کرونا نے کہا۔ ''یہاں ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میں ہوں، ڈاؤ کوم کو برا ہے اور مہا دھابی ہے۔ ہم تینوں سونیا جیسی ناگن اور اس کے سنپولوں کے ڈسے ہوئے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ کیسی خطرناک بلا ہے۔''

کرونا نے جمائلہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''جمائلہ! میری بات کا برا مت ماننا۔ بے شک۔ تم عجیب و غریب صلاحیتوں کی مالک ہو لیکن ہم نے فرہاد اور سونیا کو ایسے شہ زوروں پر بھی غالب آتے دیکھا ہے جو پُراسرار قوتوں کے مالک ہوا کرتے تھے۔ تم اپنی پُراسرار قوتوں کے ذریعے چاند پر پہنچ سکتی ہو، ستاروں پر کمند ڈال سکتی ہو لیکن سونیا کے گلے میں پھندا ڈالنا چاہو گی تو وہ پھندا تمہارے گلے میں پڑ جائے گا۔''

بلڈر فور نے سخت لہجے میں کہا۔ ''کرونا! تم جمائلہ کو..... خوامخواہ خوف زدہ کر رہی ہو۔ یہ تنہا نہیں ہے، اس کے پیچھے ہماری قوتیں ہیں۔ بیری ہنٹ جیسا پلاننگ ماسٹر ہے۔ تم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔ پہلے الگ الگ اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کامیاب ہونے کی کوششیں کرتے رہے اور ناکام ہوتے رہے، اب تم تینوں متحد ہو اور ہماری پناہ میں ہو۔ ہمارے وسیع ذرائع تمہارے لیے ہیں۔''

بلڈر تھری نے کہا۔ ''ہم نے فرہاد اور سونیا کے تمام ریکارڈز پڑھے ہیں، ہم ان کے بارے میں ذرا ذرا سی معلومات رکھتے ہیں۔ ان کی کمزوریوں کو بھی سمجھتے ہیں اور ان کی قوتوں کا استعمال بھی جانتے ہیں۔''

بلڈر ٹو نے کہا۔ ''لیکن وہ ہمارے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں اور یہ ہمارے لیے ایک پلس پوائنٹ ہے۔ ہم ان کی لاعلمی میں ان کے خلاف بہت کچھ کر سکتے ہیں۔''

بلڈر ون نے کہا۔ ''ہمارا دوسرا پلس پوائنٹ یہ ہے کہ سونیا لاپتا ہے۔ فرہاد علی تیمور اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اسے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ اگر ہم نے سونیا کو حاصل کر لیا تو وہ کبھی یہ معلوم نہیں کر سکیں گے کہ ان کی سب سے اہم ہستی ہمارے قبضے میں ہے۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''ایک اور پلس پوائنٹ ہے اور وہ یہ کہ سونیا بہت بیمار ہے۔ میں نے آگہی کی اسکرین پر اسے دیکھا ہے۔ میں اسے بڑی آسانی سے اس تنظیم میں لا سکتی ہوں۔''

بلڈر فائیو نے کہا۔ ''جمائلہ ایک ناممکن مرحلے سے گزر کر اسے ممکن بنانے والی ہے۔ ہمیں اسے حوصلہ دینا چاہیے اور اس سے بھرپور تعاون کرنا چاہیے نا یہ کہ اسے خواہ مخواہ سونیا کے نام سے دہشت زدہ کیا جائے۔ جب اس نے خود ہی دیکھا ہے کہ سونیا بیمار ہے اور آسانی سے قابو میں آ سکتی ہے تو ہمیں رکاوٹیں پیدا کرنے والی کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔''

بلڈر ون نے کہا۔ ''یہ تو ہمیں پورا یقین ہے کہ جمائلہ اس خطرناک بلا کو ہمارے پاس لے آئے گی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم اسے یہاں کس طرح رکھیں گے؟ اگر ہم دوست بنانا چاہیں گے تو بے شک وہ دوست بن جائے گی لیکن ہمارے لیے بابا صاحب کے ادارے کے اندر پہنچنے کا وسیلہ نہیں بن سکے گی۔ ہمارے کسی جاسوس کو وہاں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔''

بلڈر ون نے کہا۔ ''مسٹر گوتم نارائن! تم ہپناٹزم کے ماہر ہو، اس سلسلے میں تم کیا کہتے ہو؟''

گوتم نارائن نے کہا۔ ''صرف تنویمی عمل کیا جائے تو وہ عارضی ہوتا ہے، سونیا پر آج تنویمی عمل کیا جائے گا، وہ دو چار دنوں بعد یا ایک آدھ ہفتے میں پھر اس عمل سے نجات حاصل کر لے گی۔ لہٰذا اس پر بار بار تنویمی عمل کرنا ہوگا۔''

''کیا ایسا کوئی عمل نہیں ہے جس کے ذریعے اسے ہمیشہ کے لیے معمولہ اور تابعدار بنا لیا جائے؟''

گوتم نارائن نے کہا۔ ''ایسا عمل ہے۔ میں اس پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اس کا برین واش کر سکتا ہوں۔ اس کے دماغ سے پچھلی تمام زندگی بھلا سکتا ہوں۔ جب وہ بھول

جائے گی تو پھر کبھی یاد نہیں کر سکے گی، جب تک کہ اس پر کوئی دوسرا تنویمی عمل نہ کرے اور اسے اس کی پچھلی زندگی یاد نہ دلائے۔"

"مسٹر گوتم نارائن! اگر تم ایسا کرو گے، تو یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ وہ اپنی پچھلی تمام زندگی بھول کر، اپنے شوہر اور بچوں کو بھول کر صرف ہماری دوست اور وفادار رہے گی اور آسمانوں پر کڑکنے والی وہ بجلی ہمارے دشمنوں پر بلکہ اپنوں پر بھی بجلی بن کر گرتی رہے گی۔"

جمائلہ حقانی ان سب کی باتیں سن رہی تھی۔ بلڈرون کی یہ بات اسے بہت اچھی لگی کیونکہ وہ سونیا سے اس قدر متاثر ہو گئی تھی کہ ہمیشہ اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھی۔ اس نے ایک منٹ کی آگہی میں دیکھا تھا کہ سونیا اسے بھرپور ممتا دے رہی ہے۔ اگر اس کا برین واش ہو جائے گا تو وہ پچھلی تمام زندگی اور اپنے تمام خون کے رشتوں کو بھول جائے گی اور اس کی ماں بن کر زندگی بھر اسے ممتا دیتی رہے گی۔ اس کے برے وقت میں بھی کام آئے گی اور سیون بلڈرز کے لیے بھی کام کرتی رہے گی۔

یہ سب کچھ سوچتے وقت اس کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ وہ سونیا سے دشمنی کر رہی ہے۔ اسے اس کے شوہر سے، اس کی اولاد سے چھین رہی ہے۔ اس وقت تو یہ جذبہ تھا کہ سونیا کو اپنی ماں بنانا ہے اور جب دو چار اولادیں ہوتی ہیں تو ہر اولاد اپنے اپنے طور پر ماں کے دل و دماغ پر قبضہ جمانا چاہتی ہے اور اسے اپنے پاس رکھنا چاہتی ہے۔ ماں ہو، زمین ہو، جائداد ہو سب ہی کے لیے اولادیں ایک دوسرے سے لڑتی ہیں۔ ایک دوسرے سے یہ چیزیں چھینتی رہتی ہیں۔ جمائلہ بھی صرف اپنے لیے سونیا کو چھین لینے کا جذبہ رکھتی تھی۔

اسی رات وہ بیری ہنٹ اور ماؤس مرکر کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئی۔ صبح چھ بجے افریقا کے شمالی شہر بن غازی پہنچی۔ وہاں ان کے لیے ایک بڑی سی وین موجود تھی۔ وہ اس گاڑی میں بیٹھ کر شام چھ بجے تک الحفیلہ پہنچ گئے۔

سونیا اس شہر کے بہت بڑے اسپتال میں زیر علاج تھی۔ ڈاکٹروں کے لیے اور ہم سب کے لیے مسئلہ بنی ہوئی تھی۔ اس کے اندر سے سانپ کا زہر نکال دیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود زہریلے اثرات اس کے اندر موجود تھے' اب وہ زہر اسے مار تو نہیں سکتا تھا لیکن تیز و تند نشہ بن کر اس کے ذہن پر حاوی ہو گیا تھا۔

اس زہر نے اسے عارضی طور گونگا اور بہرا بنا دیا تھا۔ نہ وہ کسی سے کچھ بولتی تھی، نہ کسی کی بات سنتی تھی۔ اس وجہ سے ہم اس کے ذریعے کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے تھے اور معلوم کر سکتے تھے کہ وہ کس ملک کے کس شہر میں ہے؟

وہ اپنے مزاج کے برخلاف بہت ہی بدمزاج ہو گئی تھی۔ اپنے اندر سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے غصے سے چیخنے لگتی تھی پھر سانس روک لیتی تھی۔ دوا کے ذریعے زہریلے اثرات کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی جا رہی تھیں۔ ہمیں امید تھی کہ وہ صبح تک کچھ نارمل ہو سکے گی۔

زہریلا نشہ اتنا تیز تھا کہ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ رات آٹھ بجے بیری ہانٹ اور ماؤس مرکر کے ساتھ اسپتال میں آئی، اسپیشل وارڈ کے اسپیشل کمرے کے باہر کراس نے کھڑکی سے جھانک کر اندر دیکھا۔ سونیا گہری نیند میں تھی۔ اس سے پہلے اس نے اسے آگہی کی اسکرین پر دیکھا تھا، آج پہلی بار روبرو دیکھ رہی تھی۔

اسے دیکھ کر یوں لگ رہا تھا جیسے وہ پیدائش کے دن سے سونیا کو جانتی ہے۔ بچہ پیدا ہوتے ہی دیکھنا ضروری لیکن دیکھنے والوں کو نہ جانتا ہے نہ پہچانتا ہے، نہ کچھ سمجھتا ہے لیکن اس کا دل کہہ رہا تھا کہ جب اس نے دنیا میں آنکھ ہی پہلی سانس لی تو سونیا اس پہلی سانس کے ساتھ ہی اس کے اندر آ بسی تھی۔

ماؤس مرکر نے کہا "اسپیشل وارڈ کی طرف کم لوگ آتے ہیں۔ پھر اس کمرے کا ایک پچھلا دروازہ ہے، اگر میں اسپتال کے پچھلے حصے میں لے آؤں تو ہم پچھلے دروازے سے اسے کڈنیپ کر سکتے ہیں۔"

جمائلہ نے کہا "نہیں۔ یہاں سے چلو۔"

وہ پلٹ کر اسپتال سے باہر جانے لگی۔ بیری ہنٹ نے کہا "تم انکار کیوں کر رہی ہو؟ جب کہ اسے کڈنیپ کرنے میں بڑی سہولتیں ہیں۔ ماؤس مرکر کو ایسے معاملات میں برسوں کا تجربہ ہے۔"

وہ باہر آ کر گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولی "بے شک تجربہ ہوگا لیکن ابھی کڈنیپ کرنے سے ناکامی ہو سکتی ہے۔"

ماؤس مرکر نے ناگواری سے کہا "تم مجھے اناڑی سمجھ رہی ہو جبکہ میں سیون بلڈرز کا بہت ہی خطرناک، تجربے کار جاسوس اور سیکرٹ ایجنٹ کہلاتا ہوں۔ میں نے قتل اور اغوا کی ایسی ایسی وارداتیں کی ہیں کہ تم سنو گی تو لرز جاؤ گی۔"

"میں لرزنا نہیں چاہتی۔ پلیز اپنے تجربات اور ماضی میں کی جانے والی وارداتوں کو اپنے ریکارڈ ہی میں محفوظ رکھو۔ میڈم کو یہاں سے بڑنگال پہنچانے تک تم دونوں دو کرتے رہو گے جو میں کہوں گی۔"

بیری ہنٹ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی "نو مور آرگیومنٹس۔"

وہ دونوں چپ رہے۔ یہ جانتے تھے کہ رات کا وقت ہے، وہ صبح تک بہت ہی ضدی اور بدمزاج رہے گی۔ اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرے گی پھر سیون بلڈرز کے ساتوں اعلیٰ عہدیدار یہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ وہ جمائلہ کے حکم کے خلاف کوئی کام کریں۔ اس لیے دونوں نے چپ سادھ لی۔

دوسری طرف سیون بلڈرز میں وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے سونیا کے متعلق اپنے اپنے دماغ میں کھچڑی پکا رہے تھے۔ یہ طے پایا تھا کہ سونیا کو بڑنگال کے سب سے بڑے شہر لوبن پہنچانے کے بعد تنویمی عمل کے ذریعے اس کا برین واش کیا جائے گا۔ کرونا، ڈاؤ کوم کوبرا اور مہا دھابی تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی یہ خواہش تھی کہ انہیں سونیا پر تنویمی عمل کرنے کا موقع دیا جائے۔

لیکن سیون بلڈرز نے پہلے ہی فیصلہ سنا دیا تھا کہ گوتم نارائن ہپناٹزم کا ماہر ہے، وہی سونیا کا برین واش کرے گا۔ اس کے اندر سے ماضی کی تمام یادیں مٹا دے گا۔ پھر خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے نیا نام دیں گے، اس کی نئی شخصیت بنائیں گے۔

وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اپنے طور پر مختلف سوچ رہے تھے کہ سونیا جیسی زبردست عورت کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنائیں گے۔ جب گوتم نارائن تنویمی عمل کے ذریعے اس کا برین واش کر دے گا تو وہ چونکہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے اس لیے سونیا کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا۔ صرف اپنے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں اہم باتیں نقش کرے گا۔ ایسے وقت وہ تینوں چپ چاپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سونیا کے اندر رہ کر بہت کچھ کر سکتے تھے۔ اسے اپنی طرف مائل کر سکتے تھے۔

کرونا نے بلڈرون سے رابطہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر گوتم نارائن باہر سے ہی اس پر تنویمی عمل کر سکیں گے لیکن میں سونیا کے اندر پہنچ کر اس کے دماغ میں آپ کے احکامات کے مطابق اہم باتیں نقش کر سکتی ہوں۔ اسے اتنے استحکام سے آپ کی معمولہ اور تابعدار بنا سکتی ہوں کہ کبھی آپ سے بغاوت نہیں کرے گی اور نہ ہی ہمارے تنویمی عمل سے نجات حاصل کر سکے گی۔

بلڈرون نے کہا "ہم ساتوں بلڈرز یہ نہیں چاہتے کہ تم تینوں میں سے کوئی بھی تنویمی عمل کرنے والا سونیا کے دماغ

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی
مشہور ماہرین نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب

اسباب — تدارک — علاج
اس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ
- احساس کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔
- کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
- کیا آپ واقعی احساس کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔
- ہو سکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے۔
اصلاح حسین
قیمت 30 روپے
ڈاک خرچ 26 روپے
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی
SAI-۱۳-۹۲

میں جا کر اسے اپنے طور پر پٹاخا ئز کرے۔ ہم یہ نہیں جان سکیں گے کہ تم تینوں سونیا کے اندر جا کر کیا بول رہے ہو اور کیسی کیسی باتیں اس کے اندر نقش کر رہے ہو؟ لہٰذا تم میں سے کسی کو اس کے دماغ میں جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔''

ژاؤ کوم کو برا اور مہادھابی نے بھی اپنے اپنے طور پر ان سیون بلڈرز سے رابطہ کیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ انہیں سونیا پر تنویمی عمل کرنے کی اجازت دی جائے۔ ان دونوں کو بھی یہی ٹکا سا جواب دیا گیا۔

مہادھابی نے کہا ''ہم آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے وفادار ہیں۔ آپ کو ہم پر بھروسا کرنا چاہیے۔''

بلڈرون نے کہا ''تم میں سے کوئی بھی خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے دماغ میں جائے گا تو ہم کبھی یہ معلوم نہیں کر سکیں گے کہ اس کے اندر تم کیا بول رہے ہو اور ہمارے حق میں اسے صحیح طور پر ہماری معمولہ اور تابعدار بنا رہے ہو یا بہ ظاہر ہماری اور درپردہ اپنی تابعدار بنا لینا چاہتے ہو۔ بے شک تم تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے وفادار ہو لیکن ہم آنکھیں بند کر کے کسی پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔''

ان تینوں کو اپنے آقا یعنی سیون بلڈرز سے مایوسی ہوئی۔ کرونا نے ژاؤ کوم کو برا اور مہادھابی سے کہا ''میں جانتی ہوں کہ جب گوتم نارائن سونیا پر تنویمی عمل کر رہا ہوگا، میں چپکے سے اس کے اندر جا کر اپنے طور پر سونیا کو مائل کروں گی۔ تم دونوں بھی وہاں موجود رہو گے اور تمہاری بھی یہی خواہش ہوگی کہ سونیا کو اپنی تابعدار بنا لو۔''

انہوں نے کہا ''بے شک۔ ہم یہی چاہتے ہیں، لیکن سیون بلڈرز کے ہمارے ساتھوں آقا ہمیں اس پر تنویمی عمل کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔''

مہادھابی نے کہا ''ہم چپ چاپ سونیا پر عمل کر سکتے ہیں لیکن ہم تینوں میں سے کون اسے تابعدار بنائے گا؟''

ژاؤ کوم کو برا نے کہا ''اگر ہم تینوں جھگڑا کریں گے تو تینوں میں سے کوئی بھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ ہم تینوں ایک دوسرے کا راستہ کاٹنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔ نتیجتاً سونیا کسی کے قابو میں نہیں رہے گی۔''

کرونا نے کہا ''ہم تینوں متحد ہو جائیں تو بات بن سکتی ہے۔ ہم سونیا کے دماغ میں ایک مخصوص آواز اور لب و لہجہ نقش کر دیں گے اور اسی مخصوص لب و لہجے کے ذریعے جب چاہیں گے اس کے اندر جا کر اپنی بات منوا سکیں گے۔ اس خطرناک عورت کو اپنے طور پر استعمال کر سکیں گے۔''

جمائلہ نے آگہی کی اسکرین پر جو دیکھا ہوا رات کے بعد ہونے لگا۔ اس نے میری مدد سے کہا گاڑی اسٹارٹ کرو اور آہستہ آہستہ ڈرائیو کرتے ایئرپورٹ کی سڑک پر چلتے رہو۔''

وہ اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگا، دل ہی دل میں لگا ''ایک وقت تھا جب میرے احکامات کی تعمیل کی تھی۔ جب سے یہ لڑکی آئی ہے ہمارے سروں پر ہے۔ مختصر سے عرصے میں ہم سب سے آگے نکل گئی سیون بلڈرز نے ہم سب کو اس کا ماتحت بنا ڈالا ہے۔''

اس کے برابر فرنٹ سیٹ پر ماؤس مرکر بیٹھا ہوا اس نے فرانسیسی زبان میں کہا ''یہ فرنچ لینگویج کیوں ہے۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کیا ہم ہمیشہ اس کے تابع کرتے رہیں گے؟ ہماری عمر اور ہمارے تجربات کے سامنے لڑکی ابھی طفلِ مکتب ہے۔ صرف اپنی پُراسرار صلاحیتوں باعث ہم پر حاوی ہو رہی ہے۔''

''ہاں۔ یہی دیکھو! اسے اپنی آگہی پر کتنا ہے۔ ہمیں میڈم کو کڈنیپ کرنے کی اجازت نہیں دی ایسے جا رہی ہے جیسے میڈم خود اس کی جھولی میں آ گر گی۔''

''میں تو اپنے طور پر دعا کر رہا ہوں کہ اس کی آ درست نہ ہو۔ یہ میڈم کو حاصل کرنے میں ناکام ہو ایک بار ناکام ہو گئی تو سیون بلڈرز کے آقاؤں کی نظر سے گر جائے گی۔ اس کی اہمیت کم ہو جائے گی۔''

جمائلہ پچھلی سیٹ پر آرام سے بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے بات کی پروا نہیں تھی کہ وہ فرانسیسی زبان میں ایک دوسرے سے کیا بول رہے ہیں؟ وہ نہ تو کسی کی باتوں پر توجہ دیتی نہ ہی اسے اس بات کی پروا ہوتی تھی کہ کوئی اس کے خلاف بول رہا ہے؟ جب کوئی اس سے دشمنی کرتا تھا اور عملی طور پر قدم اٹھانا چاہتا تھا تب اسے فوراً ہی آگہی ملتی تھی اور وہ ان مخالفین سے ہوشیار ہو جاتی تھی۔

اس وقت وہ دونوں اس کی مخالفت میں بول رہے لیکن اس کے خلاف کوئی عملی قدم اٹھانا نہیں چاہتے ان سے متعلق اسے کوئی آگہی نہیں مل رہی تھی۔

وہ دونوں دعا مانگ رہے تھے کہ سونیا کے متعلق اسے آگہی مل چکی ہے وہ درست نہ ہو۔ کسی کے خلاف دعا جائے یا بددعا دی جائے تو وہ پوری نہیں ہوتی۔ بیری ہنٹ ماؤس مرکر نے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دیکھا، دور ایک عورت سڑک پر دکھائی دے رہی تھی، وہ لڑکھڑاتی ہوئی چلی آ

تھی۔ جمائلہ نے کہا ''اس کے قریب پہنچ کر گاڑی روکو۔ یہی میڈم سونیا ہے۔''

انہوں نے قریب پہنچ کر گاڑی روک دی۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دیدے پھیلا کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ وہی دکھائی دے رہی تھی، جسے وہ اسپتال میں دیکھ چکے تھے۔ ماؤس مرکر نے اتر کر سونیا کو سہارا دیا پھر اسے پچھلی سیٹ پر گاڑی سے اتر کر سونیا کو سہارا دیا پھر اسے پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا۔ جمائلہ اس کی کمزوری اور پریشانیوں کو سمجھ رہی تھی، اس نے پچھلی سیٹ پر لیٹنے کی جگہ بنا دی، وہ آرام سے وہاں لیٹ گئی۔ گاڑی وہاں سے گھوم کر ہائی وے کی طرف جانے لگی۔ تمام رات سفر کرنے کے بعد وہ بن غازی ایئرپورٹ پہنچ گئے۔

سیون بلڈرز کے ایک ماتحت نے ان کے لیے چار سیٹیں ایک فلائٹ میں ادھر کے کرا لی تھیں۔ جمائلہ نے بورڈنگ کارڈ لیتے وقت ایک کیلنڈر میں بارہ تاریخ لکھی، اس نے آگہی کے منظر میں یہی سب کچھ دیکھا تھا۔

وہ شام تک پُرتگال کے مغربی ساحلی شہر لبون پہنچ گئے۔ وہاں ردیبونا نامی ایک علاقے میں جمائلہ اپنے والدین کے ساتھ رہائش پذیر تھی۔

جمائلہ یہ بتا چکی تھی کہ سونیا کو کسی زہریلے سانپ نے ڈسا ہے اور اسے بڑی مشکلوں سے اس سانپ کے زہر سے بچایا گیا ہے۔ سیون بلڈرز کے ڈاکٹروں نے اس کا معائنہ کیا پھر کہا ''اس پر کوئی دوا اثر نہیں کرے گی، صرف وہی دوائیں جو زہر کا توڑ کر سکتی ہیں وہی سست رفتاری سے اس پر اثر کرتی ہیں گی اور یہ رفتہ رفتہ نارمل ہوگی۔''

ڈاکٹر نے اسے انجکشن لگایا، کھانے کے لیے دوائی دی پھر وہ دونوں ڈاکٹر چلے گئے۔ ایک نرس اور دو خادمائیں اس کی خدمت کے لیے وہاں رہ گئیں۔ گوتم نارائن نے کہا ''یہ جسمانی اور ذہنی طور پر کمزور ہے، میں بڑی کامیابی سے اس پر تنویمی عمل کر سکوں گا۔''

بلڈر تھری نے کہا ''تم وہاں میڈم سونیا کے بیڈ اور ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر ہمارے دوسرے حکم کا انتظار کرو۔''

جمائلہ سے پوچھا گیا۔ ''گوتم نارائن وہاں آ رہا ہے۔ کیا میڈم سونیا جاگ رہی ہیں؟''

''ابھی سو رہی ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ جب تک وہ سوتی رہے، گوتم نارائن ڈرائنگ روم میں بیٹھا رہے گا۔ اس کے بیدار ہونے پر تنویمی عمل کرے گا۔''

بلڈرون کے حکم کے مطابق دو دو مسلح گارڈز کرونا، ژاؤ کوم کو برا اور مہادھابی کے بنگلے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے ان تینوں کو گن پوائنٹ پر رکھ کر کہا ''باس کا حکم ہے کہ ایک گلاس پانی پیئو۔''

انہوں نے فریج سے پانی نکالا، اپنے اپنے گلاس میں ڈالا، مسلح گارڈز نے جیب سے گولیاں نکال کر پانی سے بھرے ہوئے گلاس میں چار قطرے ٹپکا دیے پھر کہا ''اسے پی لو۔''

وہ تینوں خیال خوانی کے ذریعے ان مسلح گارڈز کے اندر نہیں جا سکتے تھے۔ وہ سانس روک لیتے تھے۔ انہوں نے پوچھا ''یہ کیسی دوا ہے؟''

جواب ملا ''ہم نہیں جانتے۔ جو حکم دیا گیا ہے، اس پر عمل کرو۔''

''کیا ہمیں زبردستی پینا ہوگا؟''

انہوں نے انہیں گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا ''بے شک! پیئو یا پھر مرو۔''

کوئی مرنا نہیں چاہتا۔ انہوں نے مجبور ہو کر گلاس اٹھایا اور غٹ غٹ پی کر خالی کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی دوا نے اثر دکھایا۔ وہ دماغی اور جسمانی طور پر کمزوری محسوس کرنے لگے۔ اپنے اپنے بستر پر جا کر لیٹ گئے۔ یہ سمجھ گئے کہ ان کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہوگا۔

وہ تینوں اپنی اپنی رہائش گاہ میں کمزوری کے باعث گہری نیند سو گئے۔ ان کے پاس کھڑے ہوئے مسلح گارڈز اپنی ڈیوٹی پر موجود رہے۔ انہیں تاکید کی گئی تھی کہ وہ وہاں مسلسل موجود رہیں۔ اگر وہ آٹھ دس گھنٹے بعد نیند سے بیدار ہو جائیں تو انہیں پھر دوا پلا کر سلا دیا جائے تاکہ وہ گوتم نارائن کے تنویمی عمل کے وقت یا تنویمی عمل کے بعد میڈم سونیا کے اندر خیال خوانی کے ذریعے نہ جا سکیں اور کوئی مداخلت نہ دکھا سکیں۔

سونیا نیند سے بیدار ہو گئی تھی۔ جمائلہ نے گوتم نارائن سے کہا ''میرے ساتھ میڈم کے بیڈ روم میں چلو اور انہیں پٹاخا ئز کرو۔''

وہ بولا ''پٹاخا ئز کرنے کے لیے ہمیشہ تنہائی اور خاموشی ضروری ہوتی ہے۔ وہاں میں ہوتا ہوں یا میرا معمول یا معمولہ ہوتی ہے، کوئی تیسرا نہیں ہوتا۔''

وہ بولی ''آج تمہیں اپنا یہ اصول توڑنا ہوگا۔ میں موجود رہوں گی۔ اگر انکار کرو گے تو میں پٹاخا ئز کرنے کی اجازت نہیں دوں گی۔''

وہ بولا ''سیون بلڈرز کے ساتوں آقا مجھ پر اعتماد کرتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر اتنا بھروسا نہیں کرتے جتنا کہ مجھ پر کرتے ہیں۔ تمہیں بھی مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔''

''سوری۔ میں میڈم کے معاملے میں اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کروں گی۔ جو کہہ رہی ہوں تم وہی کرو۔ ورنہ اس دنیا میں ہپناٹائز کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ میں کسی دوسرے کی خدمات حاصل کرلوں گی۔''

''یہاں تمہارا نہیں سیون بلڈرز کا حکم چلتا ہے۔ تم اپنی مرضی سے کسی دوسرے ہپناٹائز کرنے والے کی خدمات حاصل نہیں کرسکو گی۔''

''اتنا تو کرسکوں گی کہ تمہیں یہاں سے باہر نکال دوں؟''

''تم میری توہین کررہی ہو۔''

''میرے مزاج کے خلاف کوئی بات کرو گے یا کوئی کام کرو گے تو اس سے بھی زیادہ توہین ہوگی۔''

اس نے فون کے ذریعے بلڈروَن سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''مس جمائلہ میرے کام میں مداخلت کررہی ہیں۔ میں ہپناٹائز نہیں کرسکوں گا۔''

بلڈروَن نے پوچھا ''وہ کس قسم کی مداخلت کررہی ہے؟''

''میں ہمیشہ تنہائی میں بند کمرے کے اندر ہپناٹائز کرتا ہوں لیکن یہ اس بند کمرے میں میرے اور معمولہ کے درمیان موجود رہنا چاہتی ہے جو کہ خلاف اصول ہے۔''

بلڈروَن نے کہا ''آج یہ اصول توڑ دو۔ جمائلہ کی موجودگی میں تنویمی عمل کرو۔''

اس نے گھور کر جمائلہ کو دیکھا پھر فون پر کہا ''آل رائٹ باس.....!''

اس نے فون بند کردیا پھر کہا ''ٹھیک ہے۔ میڈم کے کمرے میں چلو۔''

سونیا اپنے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ آنکھیں کھول کر اپنے حالات پر غور کررہی تھی۔ سمجھنا چاہتی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے۔ وہ گونگی اور بہری کیوں بن گئی ہے؟ جمائلہ نے اس کے کمرے کے دروازے پر آکر اسے دیکھا۔ پہلی بار سونیا سے سامنا ہورہا تھا۔ اب تک وہ کبھی سورہی تھی تو کبھی جاگ رہی تھی۔ جاگنے کے دوران اس پر عجیب بے خودی سی طاری رہتی تھی۔ کسی کو اچھی طرح پہچان نہیں پاتی تھی۔ اس بار اس نے دیکھا کہ کمرے کے دروازے پر ایک خوبصورت سی نوجوان لڑکی کھڑی ہوئی ہے۔ جمائلہ نے اس کی طرف

بڑھتے ہوئے، اپنا ایک ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھاتے ہوئے کہا ''میرا نام جمائلہ حقانی ہے۔ کیا آپ میری آواز سن سکتی ہیں؟''

وہ خوش ہوکر اثبات میں سر ہلانے لگی۔ اس وقت اسے آواز سنائی دے رہی تھی۔ عارضی بہرا پن ختم ہوگیا تھا۔

جمائلہ نے پوچھا ''کیا آپ اپنا نام اور اپنی کچھ معلومات بیان کرسکیں گی؟ کیونکہ آپ ہمارے لیے بالکل اجنبی ہیں۔''

وہ دھیرے دھیرے لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''ہاں۔ مجھے کچھ کچھ یاد آرہا ہے۔ میرا نام سونیا ہے۔ میں اپنی تنہائی میں اپنے بارے میں سوچوں گی۔ اپنی پچھلی زندگی کو یاد کروں گی پھر تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گی۔''

جمائلہ نے کہا ''ہمارے ایک اور معالج ہیں۔ وہ آپ کا معائنہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ ابھی ان سے ملنا پسند کریں گی؟''

''بے شک۔ تم انہیں یہاں بلاسکتی ہو۔''

سونیا بیڈ سے اتر کر ایک صوفے پر آکر آرام سے بیٹھ گئی۔ جمائلہ باہر جاکر گوتم نارائن کو اپنے ساتھ لے آئی۔ اس نے کمرے میں آکر سونیا کو دیکھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ ان لمحات میں اس پر زہریلے اثرات غالب آرہے تھے۔ ایسے ہی وقت میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے ایک چیخ ماری پھر سانس روک لی۔ اس کی چیخ سن کر گوتم نارائن سہم گیا، ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ جمائلہ نے آگے بڑھ کر پوچھا ''کیا بات ہے میڈم؟ آپ کوئی تکلیف محسوس کررہی ہیں؟''

سونیا نے ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام کر کہا ''میرے سر میں عجیب سی بے چینی پیدا ہوگئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی بلا مجھ میں آئی ہو۔ میرے ساتھ جب بھی ایسا ہوتا ہے تو میں غصے سے چیخنے لگتی ہوں، سانس روک لیتی ہوں تو وہ میرے اندر سے باہر نکل جاتی ہے۔''

گوتم نارائن نے کہا ''اس کا مطلب یہ ہے، کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا آپ کے دماغ میں آتا ہے اور آپ پر ایسی سوچ کی لہروں کو برداشت نہیں کرپاتیں۔ تکلیف محسوس کرتی ہیں یا غصے میں آکر سانس روک لیتی ہیں۔''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی ''شاید ایسی ہی کوئی بات ہے۔''

میں پھر اس کے دماغ میں پہنچنے کے بعد ناکام رہا تھا۔ اس کے سانس روکنے کے باعث واپس آگیا تھا۔ بار بار اس کے پاس آکر اسے غصہ نہیں دلانا چاہتا تھا۔ زہر کے زیر اثر اس کے تند مزاج کے پیش نظر عقل یہی سمجھا رہی تھی کہ مجھے صبر کرنا چاہیے۔ وہ رفتہ رفتہ نارمل ہوگی، اس کے اندر سے بدگمانی اور غصہ کم ہوگا تو وہ میری سوچ کی لہروں کو برداشت کرلے گی۔ پھر مجھ سے بات ضرور کرے گی۔

میں، میرے بچے اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے موجودہ حالات سے بے خبر تھے۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔ ایک طرح سے ہم اسے خدا کے حوالے کرچکے تھے۔ صبر کررہے تھے کہ اگر خدا چاہے گا تو اسے ہم سے کبھی نہ کبھی ضرور ملائے گا۔

گوتم نارائن نے کہا ''میڈم! میں آپ کا معائنہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کو اعتراض نہ ہو تو پلیز، بیڈ پر آکر لیٹ جائیں۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر نظریں اٹھا کر گوتم نارائن کو دیکھتے ہوئے بولی ''پہلے ہی دو ڈاکٹر مجھے دیکھ کر جا چکے ہیں۔ دوائیں بھی دے چکے ہیں۔ اب آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟''

سونیا نے پہلی بار نظریں اٹھا کر گوتم نارائن کی طرف دیکھا تھا۔ اس ہپناٹائز کرنے والے نے جب اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تو وہ سہم گیا، اسے جھٹکا سا لگا وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

وہ تنویمی عمل کے سلسلے میں برسوں کا تجربہ رکھتا تھا۔ بے شمار افراد پر تنویمی عمل کرچکا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور اتنی پُرکشش تھیں کہ دیکھنے والے پہلی ہی نظر میں اس کی طرف بلا کھنچ آتی ہو۔ میرے ساتھ جب بھی ایسا ہوتا ہے تو وہ ہپناٹائز کرنے والا وہی عامل کامیاب ہوتا ہے، جس کی آنکھیں بہت ہی پُراسرار اور پُرکشش ہوں اور آواز میں بلا کی گھن گرج، رعب اور دبدبہ ہو۔

گوتم نارائن کی آواز میں اور آنکھوں میں ایسی ہی کشش اور ایسا ہی دبدبہ تھا لیکن سونیا کی آنکھوں میں دیکھتے ہی اسے لگا جیسے کسی ناگن کی آنکھیں اسے ڈس رہی ہوں۔ سانپ کے زہر نے صرف اس کے دماغ کو ہی متاثر نہیں کیا تھا، اس کی آنکھوں کو بھی زہریلی چمک اور کشش پیدا کردی تھی۔ سونیا نے اسے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا ''آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ آپ کس طرح میرا علاج کرنا چاہتے ہیں؟''

وہ اس کی طرف دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ نظریں چرا رہا تھا۔ پہلی ہی نظر میں اس نے اس کے ذہن کو جھٹکا پہنچایا تھا۔ اس سے نظریں تو چرا رہا تھا لیکن اپنی انسلٹ بھی محسوس کررہا تھا۔ جو بھی اس سے نظریں ملاتا تھا، اس کی نظریں فوراً جھک جاتی تھیں۔ آج اس کی نظریں سونیا کے سامنے جھک گئی تھیں۔

اس نے سوچا ''شاید یہ ایک اتفاق ہے۔ میری نظریں اس سے کمزور نہیں ہوسکتیں۔ مجھے پھر آزمانا چاہیے۔ اس بار میں اس سے نظریں ملاؤں گا تو اس کی آنکھیں جھک جائیں گی۔''

یہ سوچ کر اس نے آہستہ آہستہ نظریں اٹھائیں۔ اس کی طرف دیکھا۔ اس وقت وہ جمائلہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس سے پوچھ رہی تھی ''یہ تم کسے پکڑ کرلے آئی ہو؟''

وہ بولا ''میں کوئی ایسا ویسا شخص نہیں ہوں۔ بہت بڑا عامل ہوں۔ ہپناٹائز کرتا ہوں۔ میری آنکھوں میں دیکھو اور بیڈ پر جاکر لیٹ جاؤ۔''

سونیا نے سر گھما کر اسے دیکھا تو پھر اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس بار وہ نظریں نہ ہٹا سکا، اس کی آنکھوں نے اسے گرفتار کرلیا تھا۔ وہ پریشان ہوکر، گھبرا کر بولا ''جمائلہ! میں۔ میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔''

جمائلہ نے پوچھا ''کیا بات ہے؟ تم پریشان کیوں ہو؟ کیا میڈم پر تنویمی عمل نہیں کرو گے؟''

سونیا نے اس سے نظریں ہٹا کر جمائلہ کو دیکھتے ہوئے کہا ''اس کا باپ بھی مجھ پر کوئی عمل نہیں کرسکے گا۔ تم اسے کہاں سے پکڑ کرلائی ہو، بھگاؤ یہاں سے.....''

جمائلہ کیا بھگاتی۔ سونیا کی نظریں ہٹتے ہی، اس کی گرفت سے لمحات ملتے ہی وہ پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے سے باہر چلا گیا۔ یوں لگ رہا تھا کہ گردن نہیں پھنسی ہوئی تھی اور سانسیں لینا دشوار ہورہا تھا۔

وہ دوڑنے کے انداز میں تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا پھر وہاں سے دوڑتا ہوا اس بنگلے کے باہر پہنچ کر موبائل فون کے ذریعے بلڈروَن سے بولا ''وہ گاڈ! آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کی آنکھوں میں زہریلی کشش ہے۔ ایسی آنکھوں والی کو کوئی زیر نہیں کرسکے گا کیونکہ ہم ہپناٹائز کرنے والے اپنی آواز اور اپنی آنکھوں کے ذریعے ہی کسی کو زیر کرتے ہیں اور اسے اپنا معمول اور تابعدار بناتے ہیں۔''

بلڈروَن نے پوچھا ''یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ کوئی بھی اسے تنویمی عمل کے ذریعے زیر نہیں کرسکے گا اور ہم اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے میں ناکام رہیں گے؟''

وہ بولا ''فی الحال تو یہی کہا جاسکتا ہے۔ جب میں اس کے سامنے تھا تو کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ اس نے

غصے سے چیخ مار کر سانس روک لی۔ آنے والا واپس چلا گیا۔ اس طرح آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔ نہ کوئی اس کے اندر جائے گا، نہ اس پر عمل کر سکے گا۔ فی الحال آپ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنائے رکھنے کا خیال دل سے نکال دیں۔ وہ بہت خطرناک ہے ایک ناگن کو کبھی دودھ نہیں پلانا چاہیے۔ اس سے پہلے کہ وہ ڈس لے، اسے ختم کر دینا چاہیے۔ میں آپ ساتوں کا وفادار ہوں۔ آپ سب کی بہتری کے لیے یہی بہتر مشورہ دے سکتا ہوں۔ اوکے سو فار۔''

بلڈرز ڈن نے اپنے فون کو دیکھا وہ بند ہو چکا تھا، سونیا نے آتے ہی ان سب کو تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ اب انہیں اپنی سلامتی کے لیے سوچنا تھا۔ کیا سونیا کو زنجیریں پہنا کر کسی کال کوٹھری میں بند کر دیا جائے اور آئندہ اسے تابعدار بنائے رکھنے کی کوئی اچھی سی تدبیر کی جائے یا پھر اپنی بقا کے لیے سونیا کی باقی سانسیں چھین لی جائیں؟

☆☆☆☆

میری داستان کئی سمتوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہر سمت کا احاطہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جمائلہ حقانی کا ذکر بڑی طوالت اختیار کر چکا ہے اور یہ ضروری بھی تھا کیونکہ بے یار و مددگار بھٹکنے والی سونیا کو کسی ایک منزل تک پہنچانا تھا۔ وہ جمائلہ حقانی اور سیون بلڈرز کے سائے میں پہنچ چکی تھی۔

سونیا کہیں پہنچے اور وہاں دھماکے نہ ہوں، یہ ناممکن سی بات ہے۔ اسے ٹیلی پیتھی جاننے والے زیر نہیں کر سکتے تھے۔ گوئم نارائن جیسا ہپناٹائز کرنے والا تجربے کار شخص بھی ناکام ہو گیا تھا۔ سیون بلڈرز کے ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ انہوں نے اپنی موت کو خود ہی اپنے پاس بلا لیا ہے۔

وہ سب سونیا کے سلسلے میں کوئی اہم فیصلہ کرنے والے تھے۔ اور جب تک وہ فیصلہ کر رہے ہیں، میں اپنی داستان کو اس سمت لے جا رہا ہوں۔ جہاں جمیلہ اور نبیلہ کے قصے کو اب تمام ہونا ہے۔

وردان کے ستارے گردش میں تھے۔ وہ قدم قدم پر مات کھا رہا تھا۔ یہ اثر کی بدنصیبی تھی کہ پندرہ برس کی تاشا نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔ عدنان اور شیوانی کو اس کے چنگل سے نجات دلائی تھی پھر اسے حکم دیا تھا کہ وہ نبیلہ کو اپنی قید سے رہا کر دے اور اسے اس کے گھر تک پہنچا دے۔

وردان اس وقت مجبور تھا، تاشا نے جو کہا، اس نے کر دیا۔ اپنے ہی ایک آلۂ کار کو حکم دیا کہ نبیلہ کو اس کے گھر پہنچا دیا جائے۔

بعد میں وردان کو یہ یقین ہوا کہ تاشا کہیں دور کی معروف ہے اور ابھی اس کے دماغ میں نہیں آئے گی، وہ سیدھا دوڑتا ہوا اپنے گرودیو سوامی پربھو دیال شنکر کے پاس پہنچ گیا۔ ان کے قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا، گرو نے لگا کہ اسے تاشا کے تنویمی عمل سے نجات دلائی جائے۔

سوامی پربھو دیال شنکر کو نہ کسی سے دشمنی تھی، نہ ہی کا برا چاہتے تھے، نہ تاشا کے خلاف کچھ کرنا چاہتے تھے ہی وردان جیسے چیلے کو پریشان دیکھ سکتے تھے۔ وہ مہا تھے، یہ جانتے تھے کہ شیطان کبھی نہیں مرتا۔ شر کسی صورت سے دور تک پھیلتا رہتا ہے، وردان کو بھی پھیلنا آگے جا کر اسے اپنی موت آپ مرنا تھا۔ یہ جانتے ہو انہوں نے اسے تاشا کے تنویمی عمل سے نجات دلا دی۔

وردان کو اپنے گرودیو پربھو دیال کی پیش گوئی یاد وہ کبھی فرہاد علی تیمور کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو اسے عارضی کامیابی حاصل ہوتی رہے گی۔ پھر وہ ناکام جایا کرے گا۔

اور پھر شیوانی کے سلسلے میں ناکام ہو کر وہ نبیلہ کی طر آیا۔ چاہتا تھا کہ پھر اس پر قبضہ جمائے اور واپس اسے خفیہ پناہ گاہ میں پہنچا دے۔ لیکن اس کے دماغ میں پہنچ اس نے سانس روک لی۔ یہ پتا چلا کہ اس کے دماغ کو لاک دیا گیا ہے۔ وہ اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔ پے در پے ملی ناکامی اسے سمجھا رہی تھی کہ اب محتاط رہنا چاہیے۔ میر خاندان میں فی الوقت اعلیٰ پی پی اور کبیریا ٹیلی پیتھی جاننے الے ابھی میرے خاندان کا ایک حصہ تھی۔

اس کے بعد یہ انکشاف ہوا تھا کہ کوئی پندرہ برس کی تاشا ہے۔ جو آئندہ کبھی میرے پانچ برس کے پوتے منسوب ہونے والی ہے۔ جب ایک پندرہ برس کی لڑکی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے معمول اور تابعدار بنا سکتی اعلیٰ پی پی اور کبریا بھی اسے بخشنے والے نہیں ہیں۔ وہ کبھی ان کے ہاتھ لگ سکتا ہے۔

وہ پھر اپنے گرودیو سوامی پربھو دیال شنکر کے پاس ان کے سامنے ڈنڈوت کرتے ہوئے بولا۔ ''مجھے کا کے راستے دکھائیں، میں بُری طرح مات پر مات کھا رہا

گرودیو نے کہا۔ ''میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ علی تیمور کے مقابلے میں ہمیشہ ناکام رہو گے۔ بہتر ہے

نبیلہ اس سے رہائی پا کر اپنے دہلی والے مکان میں پہنچ گئی تھی۔ جمیلہ اور عبدالرحمٰن پہاڑی علاقے سے نکل کر پہلے وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ بچھڑی ہوئی بہنیں ایک دوسرے سے لپٹ کر روتی رہیں۔ اور اپنے اپنے دُکھڑے سناتی رہیں۔ باپ نے ان کے سروں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''خدا جانے اس وردان نامی شیطان سے کب پوری طرح نجات ملے گی؟ ہم پر پارس کے بڑے احسانات ہیں۔ اگر اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو وہ شیطان نہ جانے تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتا؟ میں تو شرم سے مر ہی جاتا۔''

نبیلہ نے کہا۔ ''اللہ نے چاہا تو وہ شیطان کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔ میں پارس سے ملنا چاہتی ہوں۔ کیا وہ یہاں آتے ہیں؟''

جمیلہ نے کہا۔ ''جب تک وہ کم بخت وردان زندہ ہے پارس آزادی سے ہمارے پاس نہیں آ سکیں گے۔ انہوں نے فون کے ذریعے اطلاع دی تھی کہ تمہیں اس سے نجات مل گئی ہے اور تم یہاں پہنچنے والی ہو۔''

عبدالرحمٰن نے کہا۔ ''وہاں پہاڑی علاقے میں وردان کے آدمی پارس کو گولی مارنے آئے تھے۔ یہ تو خدا کو پارس بچانا مقصود تھا، اس لیے وہ جمیلہ کی تلاش میں باہر چلا گیا تھا۔ وہ لوگ مجھے زخمی کر کے تمہیں لے گئے تھے۔ اگر پارس ہوتا تو خدا کی پناہ! ہم میں سے کوئی اسے بچا نہ سکتا۔ وہ بے موت مارا جاتا۔''

نبیلہ نے بڑے دکھ سے کہا۔ ''دیکھا جائے تو پارس ہمارے لیے بڑے بڑے خطرات سے کھیل رہے ہیں۔ اپنی جان کی بھی پروا نہیں کر رہے ہیں۔ اور ہم ہیں کہ مسلسل انہیں اپنے مسائل میں الجھاتے آ رہے ہیں۔ آخر ایسا کب تک ہوگا؟''

وہ بولا۔ ''پارس تم دونوں کے لیے بڑی قربانیاں دے رہا ہے۔ لیکن جب تک تم دونوں اس کے لیے قربانی نہیں دو گی، اس وقت تک وہ تمہارے لیے خطرات سے کھیلتا رہے گا۔''

دونوں نے باپ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر جمیلہ نے پوچھا۔ ''ہم کس طرح کی قربانی دے سکتے ہیں؟''

''تم دونوں میں سے کسی کی شادی پارس سے ہو جائے گی تو وہ فرہاد علی تیمور کے خاندان کی بہو بن جائے گی۔ ابھی تو ان کے صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری مدد کرتے ہیں، بہو بن جانے کے بعد تم دونوں سے گہرا رشتہ ہو جائے گا۔ ایک بہو بن کر بابا صاحب کے ادارے میں جائے گی تو

دوسری کرو۔ یا دشمنی سے باز آ جاؤ۔ جدھر موت ہو، ادھر تمہیں نہیں جانا چاہیے۔''

''گرودیو! میں اپنی توہین کیسے برداشت کروں؟ آپ کہتے ہیں، میں کیا کروں؟''

''میں کہہ چکا ہوں، اس سے دوستی کرو۔ یا کہیں دور چلے جاؤ۔ دور جاؤ گے تو دشمنی نہیں کرو گے۔ اس طرح فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہو گے۔''

''کیا آگے کبھی میری کامیابی کے راستے کھل سکتے ہیں؟''

''جب تمہیں اچھی طرح ٹھوکریں لگیں گی اور یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ نفرت اور دشمنی سے کبھی کچھ حاصل نہیں کر پاؤ گے تو پھر تم اچھے کرتا دُ (نیک عمل) کی طرف آؤ گے۔''

وہ سر جھکا کر سوچنے لگا پھر بولا۔ ''فرہاد سے دور جانے کا مطلب یہ ہوا کہ میں اپنا دیش چھوڑ کر چلا جاؤں؟''

''میرا یہی مشورہ ہے۔''

''تو پھر راستہ دکھائیں، مجھے کہاں جانا چاہیے؟''

''پُرتگال کے شہر لبو بن جاؤ۔ وہاں بھی تمہیں ٹھوکریں ملیں گی لیکن عقل آ سکتی ہے۔ آنکھیں کھلیں گی تو تمہارا مزاج، تمہارا رویہ سب کچھ بدل جائے گا۔ جس فرہاد کو تم دشمن سمجھتے ہو، وہی دوست بن کر تمہیں سلامتی دے گا۔''

''آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں اپنا دیش چھوڑ کر فرہاد سے ہزاروں میل دور جا کر بھی فرہاد کا ہی محتاج رہوں گا؟''

''مجھ سے اور کوئی سوال نہ کرو۔ میرے دھیان گیان کا وقت ہو رہا ہے۔ اب یہاں سے جاؤ۔''

وہ برسوں سے اپنے گرودیو سوامی پربھو دیال کو اچھی طرح جانتا تھا، ان کی ایک ایک بات درست ہوا کرتی تھی۔ اس وقت بھی انہوں نے جو مشورہ دیا تھا، اس پر عمل کرنا اس کے لیے ضروری ہو گیا تھا۔ ہم سے مسلسل مات کھاتے رہنے کے بعد یہ عقل آ گئی تھی کہ ہمارے مقابلے میں وہ فی الحال کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ اور نہ ہی اپنے ملک میں رہ کر ہم سے برتری حاصل کر سکے گا۔

اس نے چوبیس گھنٹوں کے اندر اپنا ملک چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ پُرتگال کے شہر لبو بن جانے والا تھا۔ سوامی جی اسے جمائلہ حقانی کی ٹھوکروں میں بھیج رہے تھے۔ وہ وردان کے دشمن نہیں تھے، اس کی بہتری کے لیے چاہتے تھے کہ ٹھوکریں لگیں اور اسے عقل آتی رہے۔ فی الحال وردان کا باب یہاں ختم ہو رہا ہے۔ آئندہ وہ کبھی لبو بن میں نظر آئے گا۔

دوسری بہن کو بھی وہاں پناہ مل جائے گی۔ وہاں وردان جیسے دشمن پہنچ نہیں پاتے ہیں۔ تم دونوں ہمیشہ محفوظ رہو گی۔ وہاں کسی نیک اور شریف مسلمان سے دوسری بہن کا بھی رشتہ ہو سکتا ہے۔''

ان دونوں نے گہری سنجیدگی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر کہا۔ ''ابو! ہم نے پہلے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ بہو بن جانے کے بعد ہمیں بابا صاحب کے ادارے میں جانے کی اجازت مل سکتی ہے اور وہاں پناہ بھی مل سکتی ہے۔''

''تم دونوں نے پہلے نہیں سوچا، اب سوچو اور جلد سے جلد فیصلہ کرو کہ تم میں سے کس کا نکاح پارس کے ساتھ پڑھایا جائے؟ یہ کام جتنی جلدی ہو جائے، اتنا ہی ہم سب کے لیے بہتر ہوگا، بلکہ پارس کی بہتری کے لیے تم دونوں کو فوری طور پر کوئی مناسب فیصلہ کرنا ہوگا۔''

وہ دونوں سر جھکا کر اپنے کمرے میں آ گئیں۔ دروازے کو بند کر کے ایک دوسرے کے روبرو بیٹھ گئیں۔

جمیلہ نے کہا۔ ''بہت ہو چکا' ہم اپنے ساتھ ساتھ اپنے چاہنے والے کی زندگی کو بھی خطرات سے دوچار کرتے رہتے ہیں۔ ہم اپنے لیے نہ سہی، پارس کے لیے تو کچھ کر سکتے ہیں۔''

نبیلہ نے کہا۔ ''بے شک۔ یہ ہماری خودغرضی ہے۔ میں تمہاری محبت میں چاہتی ہوں کہ تم اس کی دلہن بن جاؤ۔ تم میرے لیے یہ سوچتی ہو کہ میں اس کی دلہن بن جاؤں۔ لیکن فیصلہ ہو نہیں پاتا۔ اگر جلد ہی کوئی دانشمندانہ فیصلہ نہ ہوا تو ہمیں پچھتانا پڑے گا۔ خدانخواستہ پارس کو کچھ ہو گیا تو کیا ہم اپنے آپ کو کبھی معاف کر سکیں گے؟ ہم تو اپنی نظروں میں گر جائیں گے۔ شرم سے مر جائیں گے۔ ہمارا ضمیر ہی ہمیں مار ڈالے گا۔''

جمیلہ نے کہا۔ ''ایسا ہے تو اب تم مجھ سے بحث نہ کرنا۔ شادی کے لیے راضی ہو جاؤ۔''

وہ بولی۔ ''ہرگز نہیں۔ شادی ہو گی تو تم سے۔ پارس کی دلہن تم بنو گی۔''

''ہمارے درمیان پھر وہی جھگڑا شروع ہو گیا ہے۔ اس طرح تو ہم کسی نتیجے تک پہنچ نہیں پائیں گے۔''

''ایسا کرتے ہیں کہ پہلے پارس سے پہلے فون پر بات کرتے ہیں۔ ان کی پسند معلوم کرتے ہیں۔ وہ ہم میں سے جسے دلہن بنانا چاہیں گے، ہم راضی ہو جائیں گے پھر کوئی بحث نہیں کریں گے۔''

جمیلہ نے موبائل فون پر پارس کے نمبر پنچ کیے، پھر اسے کان سے لگا کر انتظار کرنے لگی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس نے آواز سنائی دی ''ہیلو جمیلہ! کیا نبیلہ وہاں پہنچ گئی؟''

''ہاں۔ خیر خیریت سے واپس آ گئی ہے۔ محبت کرنے والے ایک دوسرے پر احسان نہیں کرتے پھر بھی آپ ہر طرح ہماری جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ایک شیطان سے ہمیں محفوظ رکھنے کے لیے جس طرح خود کو خطرات میں ڈال رہے ہیں' اس کی مثال مشکل ہی سے ملتی ہے۔''

''پلیز! میرے قصیدے نہ پڑھو، نبیلہ سے بات کراؤ۔''

اس نے فون نبیلہ کو دیا، وہ اسے کان سے لگا کر بولی ''ہیلو پارس! میں یہاں خیریت سے پہنچ گئی ہوں، میری سمجھ میں نہیں آتا، کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں؟ بے شک' آپ ہماری محبت میں ایسا کرتے ہیں، پھر بھی احسان کر رہے ہیں کہ کوئی فرشتہ بھی ہمارے لیے اتنی مشکلات سے گزر کر نہ گزرتا۔''

''ابھی جمیلہ میرے قصیدے پڑھ رہی تھی' اب تم پڑھنے لگی ہو۔ کیا کوئی دوسری بات نہیں ہو سکتی؟''

''ہاں۔ ایک دوسری بات کرنے کے لیے ہی ہم نے فون کیا ہے۔''

جمیلہ نے اس سے فون لیتے ہوئے کہا ''لاؤ۔ میں بات کرتی ہوں۔''

اس نے فون کو کان سے لگا کر کہا ''ایک بات پوچھنی ہوں۔ اگر ہم میں سے کوئی آپ کی دلہن بن جائے گی تو کیا فرہاد علی تیمور کے خاندان کی بہو کہلائے گی؟''

پارس نے ہنستے ہوئے کہا ''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے! یقیناً میری بیوی میرے خاندان کی بہو کہلائے گی۔''

''پھر تو اتنا گہرا رشتہ ہونے کے بعد ہمیں بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی۔ وہاں ہم محفوظ رہ سکیں گے؟''

''بے شک۔ ایک بار وہاں پہنچ جاؤ گی تو پھر کوئی شیطان تمہارے پیچھے نہیں آ سکے گا۔''

''اس کے بعد آپ کے لیے بھی کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ وردان پھر آپ پر کبھی قاتلانہ حملہ نہیں کرائے گا۔''

''جب اسے معلوم ہوگا کہ تم دونوں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ چکی ہو تو وہ ہمیشہ کے لیے مایوس ہو جائے گا۔ پھر مجھ سے دشمنی کر کے کچھ حاصل نہیں کر سکے گا۔''

جمیلہ نے کہا ''پارس! ہم دونوں بہنوں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب جلد سے جلد شادی ہو جانی چاہیے۔ آپ ہم میں سے جسے دلہن بنانا چاہیں گے، پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں تم دونوں کو چاہتا ہوں۔ تم دونوں میں سے کسی کا دل توڑنا نہیں چاہتا، کسی ایک کو پسند کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں دونوں میں سے کسی ایک کو مسترد کر رہا ہوں اور میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ یہ فیصلہ تم دونوں کرو گی کہ کسے میری دلہن بننا ہے؟''

''پلیز۔ ہمیں الجھن میں نہ ڈالیں، اپنا فیصلہ سنا دیں، آپ کا فیصلہ آخری ہوگا۔ اس کے بعد کسی بحث کی گنجائش نہیں رہے گی۔''

نبیلہ نے اس سے فون لے کر کہا ''آپ صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ جمیلہ کو اپنی دلہن بنائیں گے۔ میں بھی دل و جان سے یہی چاہتی ہوں۔ پلیز۔ جمیلہ کے حق میں فیصلہ سنا دیں، بات ابھی ختم ہو جائے گی۔''

جمیلہ نے اس کے ہاتھ سے فون چھین کر کہا ''یہ بکواس کر رہی ہے..... آپ نبیلہ کو اپنی دلہن بنائیں گے اور میں دل و جان سے یہی چاہتی ہوں۔''

پارس نے کہا ''تم دونوں پھر شروع ہو گئیں، ایسے تو زندگی بھر فیصلہ نہیں ہو سکے گا۔''

''خدا کے لیے آپ کوئی تدبیر کریں۔ کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ فیصلہ ہو جائے اور ہم میں سے کوئی اس پر اعتراض نہ کرے۔''

''میں طریقہ بتاتا ہوں۔ فیصلہ کرنے کا اب یہی ایک راستہ رہ گیا ہے۔''

''پھر جلدی بتائیں، کیسے فیصلہ ہوگا؟''

''تم فضا میں ایک سکہ اچھالو، اس سکے کی ایک سائیڈ کو اپنے اپنے نام سے منسوب کرو، جس کے نام کی سائیڈ سامنے آئے گی وہی میری دلہن بنے گی۔''

''بے شک۔ یہی ایک طریقہ رہ گیا ہے۔ ہم ابھی سکہ اچھال رہے ہیں، جو فیصلہ ہوگا آپ کو سنا دیا جائے گا۔ یہ نہ کہیں کہ فیصلہ ہوتے ہی شادی کتنی جلدی ہو سکتی ہے؟''

''آج بھی ہو سکتی ہے، کل بھی ہو سکتی ہے۔ میں رات کو مجمع کراؤں گا، نکاح پڑھایا جائے گا۔ اس کے دو چار روز بعد ہی میں تم دونوں کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیجنے کا انتظام کر دوں گا۔''

جو باتیں جمیلہ کے دماغ میں ہوا کرتی تھیں، وہی باتیں نبیلہ بھی کیا کرتی تھی۔ دونوں کا دماغ الگ ہونے کے باوجود ایک تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہوں' جبکہ نہیں جانتی تھیں۔ اپنے جذبات اور احساسات کے ذریعے وہ دوسری بہن کے جذبات اور احساسات کو سمجھ لیا کرتی تھیں۔ ایک بہن کو اگر کوئی تکلیف ہوتی تھی تو دوسری بھی وہی تکلیف محسوس کرتی تھی۔

نبیلہ نے کہا ''میں نے پارس کی بات سن لی ہے۔ یہ اچھی تدبیر ہے، ابھی سکہ نکال کر اچھالو۔''

جمیلہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے پرس میں سے ایک سکہ نکالا پھر نبیلہ کو دکھاتے ہوئے کہا ''اگر یہ سائیڈ آئے گی تو تم پارس کی دلہن بنو گی اور اگر دوسری سائیڈ آئے گی تو میں پارس کی دلہن بنوں گی۔''

دونوں راضی ہو گئیں، جمیلہ نے سکے کو انگوٹھے پر رکھ کر ٹاس کیا، وہ فضا میں اڑتا ہوا بلندی تک گیا پھر واپس آ کر فرش پر گر پڑا۔ سکے کی جو سائیڈ اوپر آئی، وہ تاری تھی کہ جمیلہ جیت گئی ہے۔ وہ پارس کی دلہن بنے گی۔ نبیلہ نے خوش ہو کر کہا۔ ''دیکھا، میں نہ کہتی تھی کہ تمہیں ہی پارس کی دلہن بننا ہے۔ اب قسمت نے یہ فیصلہ سنا دیا ہے۔''

جمیلہ کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، وہ یقیناً اس کی دلہن بننا چاہتی تھی لیکن نبیلہ کی محرومی کا احساس اسے دکھ پہنچا رہا تھا، وہ بجھ سی گئی تھی۔

نبیلہ نے کہا ''تمہارے چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟ تمہیں خوش ہونا چاہیے، مسکرانا چاہیے۔ یاد رکھو، اب تمہارے پاس اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔''

فون اب تک آن تھا۔ اس نے اسے کان سے لگا کر کہا ''پارس! مبارک ہو۔ ٹاس ہو چکا ہے اور اس کے مطابق جمیلہ آپ کی دلہن بنے گی۔ میں اسے فون دے رہی ہوں، آپ سمجھائیں کہ وہ اب اس فیصلے پر اعتراض نہیں کرے گی اور نہ ہی کسی طرح کی بحث چھیڑے گی۔''

یہ کہہ کر اس نے جمیلہ کو فون دیا۔ اس نے فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا ''پارس! ٹاس ہو چکا ہے۔ فیصلہ میرے حق میں ہوا ہے لیکن.....''

پارس نے کہا ''اب لیکن ویکن کی کوئی گنجائش نہیں رہی، مقدر نے فیصلہ سنا دیا ہے۔ اس فیصلے کے بعد بھی اگر تمہیں میری دلہن بننا منظور نہیں ہے، میں تمہیں اچھا نہیں لگتا تو صاف صاف کہہ دو۔''

وہ جلدی سے بولی ''خدا نہ کرے کہ میں آپ کو ناپسند کروں۔ آپ بہت اچھے ہیں، آپ کے لیے تو میں جان بھی دے سکتی ہوں مگر۔ میں کیا بتاؤں کہ اس وقت میرے اندر کیا ہو رہا ہے؟ میرے اندر میری بہن کی محرومی اور محبت ماتم کر رہی ہے۔''

نبیلہ نے اس سے فون چھین کر کہا ''فضول باتیں نہ کرو۔ جو فیصلہ ہو گیا ہے، اب اسی پر عمل ہوگا۔ پارس! مجھے بتائیں، آپ کب نکاح پڑھانے آ رہے ہیں؟''

''میں کل صبح تک بھیس بدل کر آؤں گا۔ اپنے ابو سے کہو کہ وہ قاضی صاحب سے بات طے کر لیں اور کل صبح دس گیارہ بجے تک انہیں گھر پر لے آئیں۔''

''میں ابھی ابو سے کہتی ہوں۔ وہ بہت خوش ہوں گے اور یہ فون بند کر رہی ہوں تاکہ جمیلہ آپ سے باتیں نہ کرے۔ جب تک نکاح نہیں پڑھایا جائے گا، آپ دونوں ایک دوسرے سے پردہ کریں گے اور ایک دوسرے کی آواز بھی نہیں سنیں گے۔''

اس نے فون بند کیا پھر اسے اپنے ساتھ کمرے سے باہر لے گئی۔ اپنے باپ کے پاس آ کر بولی ''ابو! بہت بڑی خوش خبری ہے۔ پارس سے ابھی باتیں ہو رہی تھیں۔ شادی کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ کل صبح جمیلہ دلہن بنے گی۔ اس کا نکاح پڑھایا جائے گا۔ آپ ابھی جائیں، قاضی صاحب سے بات کریں اور اس سلسلے میں ضروری انتظامات کریں۔''

عبدالرحمن نے خوش ہو کر کہا ''بیٹی! یہ تو بہت بڑی خوش خبری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایک بیٹی سہاگن بن جائے گی۔ اللہ نے چاہا تو دوسری کا بھی رشتہ کہیں ہو جائے گا۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ قاضی صاحب سے بھی بات کروں گا اور اپنے رشتے داروں کو بھی یہاں بلاؤں گا۔''

''نہیں ابو! آپ رشتے داروں کی بھیڑ نہ لگائیں، اُس شیطان کو معلوم ہوگا کہ یہاں شادی ہو رہی ہے تو وہ پھر کوئی... گڑبڑ کرے گا۔ یہ شادی بہت رازداری سے ہوگی۔ نکاح پڑھایا جائے گا پھر ہم دو چار دنوں کے بعد یہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اُس کے بعد رشتے داروں کو جمیلہ کے دلہن بننے کی اطلاع دے دی جائے گی۔''

عبدالرحمن نے تائید میں سر ہلا کر کہا ''بے شک۔ اس سے پہلے بھی پارس یہاں دلہا بن کر آیا تھا لیکن اس شیطان نے شادی نہیں ہونے دی۔ اب ہم کوئی خطرہ مول نہیں لیں گے۔ کل رازداری سے نکاح پڑھایا جائے گا۔''

جمیلہ دروازے کے پاس آ کر ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ اس کے دل میں یہ خوشی تھی کہ وہ پارس کی دلہن بننے والی ہے لیکن اس سے زیادہ دکھ نبیلہ کے لیے تھا۔ وہ دونوں جڑواں پیدا ہوئی تھیں۔ پیدائش کے پہلے لمحے سے لے کر اب تک ایک دوسرے کے دکھ درد کا احساس کرتی آئی تھیں اور ایک دوسرے کی تکلیف کو

بڑی شدت سے..... محسوس کرتی تھیں۔

اس وقت وہ سوچ رہی تھی ''یہ اچھا نہیں ہوا۔ [illegible] اچھالنا، کوڑیاں پھینکنا، پانسہ پھینک کر ہار جیت کا فیصلہ [illegible] محض جوا ہے۔ نبیلہ کو پارس کی دلہن بننا چاہیے۔ میں جوا [illegible] کر پارس کو نبیلہ سے چھیننا نہیں چاہوں گی۔ میں اپنی [illegible] خوب سمجھتی ہوں، وہ اوپر سے ہنستی بولتی رہے گی اور اندر [illegible] اس کا دل روتا رہے گا، پارس کے لیے تڑپتا رہے گا۔''

نبیلہ دروازے پر آئی تو وہ اندر سے بند تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے پوچھا ''جمیلہ! تم [illegible] دروازے کو اندر سے کیوں بند کیا ہے؟''

وہ بڑے دکھ سے بولی ''میری بہنا! مجھے تھوڑی دیر [illegible] لیے تنہا چھوڑ دو۔ میں بہت کچھ سوچنا چاہتی ہوں، بہت [illegible] سمجھنا چاہتی ہوں۔''

نبیلہ نے کہا ''تم جو بھی سوچو، جو بھی سمجھو، فیصلہ ہو [illegible] ہے اگر اس فیصلے سے انکار کرو گی تو میں اپنی جان پر [illegible] جاؤں گی۔''

وہ اندر سے بولی ''خدا نہ کرے۔ تمہاری جان کو [illegible] نقصان پہنچے۔ میں فیصلے سے انکار نہیں کر رہی ہوں۔ بس [illegible] تھوڑی دیر کے لیے تنہا چھوڑ دو۔''

نبیلہ نے کہا ''ٹھیک ہے۔ میں ابو سے ضروری با [illegible] کر رہی ہوں۔ کل تمہیں دلہن بنانے کے سلسلے میں بہت [illegible] تیاریاں کرنی ہیں۔''

یہ کہتے ہی اس نے شیشی کو منہ سے لگا لیا اور غٹ غٹ پی گئی۔ شیشی ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔

بند کمرے کے اندر جمیلہ بیڈ کے سرے پر بیٹھ گئی۔ [illegible] اسے دلہن بنانے کی تیاریاں کر رہی تھی اور وہ نبیلہ کو دلہن [illegible] چاہتی تھی لیکن اب یہ ممکن نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسے فیصلے [illegible] سامنے سر جھکانا تھا اور وہ جھکانا نہیں چاہتی تھی۔ اپنی [illegible] ایک ہاتھ گلے اور سینے پر پھیرنے لگی۔ اندر ایسے جلن ہو رہی حال میں بھی پارس کی دلہن بنانا چاہتی تھی۔ پہلے [illegible] جیسے انگارے لگ رہی ہو۔ وہی جلن جمیلہ کے اندر ہو رہی خوشیاں دیکھنا چاہتی تھی۔

اس کی خوشیوں کی خاطر ہی ایک رات وہ گھر سے نکل [illegible] تھی۔ کہیں دور بھٹکتی ہوئی مر جانا چاہتی تھی۔ دل میں یہ خیال مستحکم ہوتا رہا تھا کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہے گی تب [illegible] نبیلہ رہ جائے گی پھر وہ کسی روک ٹوک کے بغیر پارس کی دلہن [illegible] بن سکے گی۔

اب پھر وہی خیال دماغ میں پکنے لگا ''اگر میں اس [illegible] میں نہ رہی تو کیا ہوگا؟''

''کچھ نہیں ہوگا۔ اپنا کوئی سگا مر جاتا ہے تو اس کے [illegible] کتنے دنوں تک آنسو بہائے جاتے ہیں اور ماتم کیا [illegible] ہے؟ زیادہ دنوں تک نہیں، رفتہ رفتہ صبر آ جاتا ہے۔ اسی طرح [illegible] ہے؟''

جمیلہ فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا، بند دروازے کی طرف دیکھا۔ ان لمحات میں اسے یاد آیا کہ جو اس کی حالت ہوگی، وہی بہن کی حالت ہوگی۔ جو تکلیف اسے پہنچے گی، وہی تکلیف بہن کو پہنچے گی۔ ذہن میں سوال پیدا ہوا ''کیا زہر کا اثر میری نبیلہ کو بھی ہوگا؟''

یہ سوچتے ہی وہ گھبرا کر فرش پر گھسٹتی ہوئی دروازے تک آئی پھر دیوار کا سہارا لے کر کھڑی ہونے لگی۔

دوسری طرف نبیلہ بھی فرش پر گھسٹتی ہوئی دروازے تک آ گئی تھی اور باپ کا سہارا لے کر کھڑی ہو رہی تھی۔ جمیلہ نے ہاتھ بڑھا کر چٹخنی نیچے گرائی۔ دروازے کا ایک پٹ کھل گیا۔ نبیلہ نے اندر آ کر جمیلہ کو دیکھا پھر اس سے لپٹ کر کہا ''یہ۔ یہ بند کمرے میں تم کیا کر رہی تھیں؟ سچ سچ بولو۔ میری حالت کیوں ایسی ہو رہی ہے؟ میرے اندر جیسے آگ لگی ہوئی ہے۔ تمہارے اندر بھی یہی ہو رہا ہوگا؟''

زہر اپنا اثر دکھا رہا تھا۔ دونوں بہنیں ایک دوسرے سے لپٹی ہوئی فرش پر گر پڑیں۔ باپ پریشان تھا۔ چیختے ہوئے بولا ''یہ تم دونوں کو کیا ہو رہا ہے؟ مجھے کچھ بتاؤ تو سہی؟''

ان دونوں نے پہلی ہچکی لی، ایک دوسرے کی طرف دیکھا، کچھ بولنا چاہتی تھیں مگر اب بولنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ دونوں نے دوسری ہچکی لی۔ باپ دور تک کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ کچھ فاصلے پر ایک شیشی فرش پر گری ہوئی دکھائی دی۔ اس نے لپک کر اسے اٹھایا۔ شیشی پر کچھ لکھا ہوا نہیں تھا۔ اسے سونگھ کر دیکھا پھر اندازہ ہو گیا کہ اس میں کوئی زہریلا رقیق مادہ تھا، جسے جمیلہ نے پی لیا ہے۔

وہ روتا ہوا، دوڑتا ہوا بیٹیوں کے پاس آیا۔ اُنہوں نے ایک ساتھ آخری ہچکی لی پھر ایک دم سے ساکت ہو گئیں۔ بوڑھا باپ دونوں سے لپٹ کر دہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ اُن جڑواں بیٹیوں نے بوڑھے باپ کو بہت رُلایا تھا۔ گھر سے باہر دربدر بھٹکایا تھا۔ ماں کی جان بھی ان بیٹیوں کی وجہ سے گئی تھی۔ آج یہ خود چلی گئی تھیں۔

اس نے روتے روتے دیکھا۔ کمرے کے باہر فرش پر موبائل فون پڑا ہوا تھا۔ اس نے آ کر فون اٹھایا، نمبر چیک کیے پھر رابطہ ہونے پر روتے ہوئے کہا ''بیٹے پارس!''

پارس نے چونک کر پوچھا ''آپ کیوں رو رہے ہیں؟''

''بیٹے! اپنی بدنصیبی پر رو رہا ہوں۔ پہلی بار تم میری دونوں بیٹیوں سے نکاح پڑھوانے آئے تو شادی نہ ہو سکی۔ دشمن نے تمہیں ان سے الگ کر دیا۔''

باپ نے اٹھ کر دروازے کے پاس آ کر اسے پیٹتے ہوئے کہا ''جمیلہ! دروازہ کھولو۔ کیا تم کسی تکلیف میں مبتلا ہو؟ جلدی کھولو دیکھو۔ یہاں تمہاری بہن کی کیا حالت ہو رہی

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا ''بیٹے! کل دلہا بن کر نہ آؤ۔ میری ایک بیٹی کے لیے سہاگ کا جوڑا نہ لاؤ۔ ہو سکے تو ابھی میری دونوں بیٹیوں کے لیے کفن لے آؤ۔ میں بوڑھا بہت تھک گیا ہوں۔ ان کے لیے کفن دفن کا بھی انتظام نہیں کر پاؤں گا۔''

وہ رو رہا تھا اور اسے بتا رہا تھا کہ کس طرح ایک بیٹی نے موت کو گلے لگایا ہے دوسری بیٹی خود ہی موت کے گلے لگ گئی۔ دونوں بیٹیوں نے ایک ساتھ جنم لیا تھا، آج ایک ساتھ موت کی آغوش میں چلی گئی تھیں۔

وہ بولتا جا رہا تھا اور روتا جا رہا تھا۔

☆☆☆☆

نومی کرسٹل اپنے نام کو اور اپنی ہستی کو ہمیشہ کے لیے مٹا چکی تھی۔ ہمارے لیے بلکہ ساری دنیا کے لیے مر چکی تھی۔ مجھے، اعلیٰ بی بی کو، کبریا اور الپا کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اچانک یوں بے موت مر جائے گی۔

الپا نے کہا ''پاپا! وہ بہت ہی مکار ہے، کوئی ڈراما چلے کر رہی ہے۔ جلد ہی پتا چل جائے گا کہ وہ زندہ ہے اور... خوامخواہ پُراسرار بننے کی کوشش کر رہی ہے۔''

ہم سب نے یہ طے کیا تھا کہ اس کی آواز اور اس کے لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے پاس جاتے رہیں گے، کئی روز تک ایسا کرتے رہیں گے۔ اگر اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اپنے لب و لہجے اور اپنی آواز کو ختم کیا ہے تو اس تنویمی عمل کے زائل ہونے کے بعد پھر اس کی آواز اور لب و لہجہ اس کے اندر پیدا ہو جائے گا۔

ہم سب اپنے اپنے طور پر کئی بار اس کے دماغ میں جانے کی کوششیں کر چکے تھے لیکن اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔

میں نے ناگواری سے کہا ''اگر وہ واقعی مر چکی ہے تو مجھے بہت افسوس ہوگا۔ میں سونیا کا انتقام اس سے لینا چاہتا تھا۔ اُسے ایسی سزا دینا چاہتا تھا، جسے دیکھ کر دوسرے بھی عبرت حاصل کرتے۔''

الپا نے کہا ''بے شک۔ یہ حسرت آپ کے دل میں رہ گئی ہے مگر آپ اسے جتنی بھی سزا دیتے، وہ کم ہوتی۔ وہ آپ کو تو پریشان کرتی رہی لیکن مما تو اب تک پریشان ہو رہی ہیں۔ اس کی دشمنی کے باعث پتا نہیں کہاں بھٹک رہی ہیں۔ خود کو پہچان نہیں رہی ہیں۔ ہمیں اپنے پاس آنے بھی نہیں دیتی ہیں۔ پتا نہیں یہ دوری کا سلسلہ کب تک رہے گا؟''

میں نے پوچھا ''تم اپنے حالات بتاؤ۔ اسرائیل میں کیا ہو رہا ہے؟''

''میں تو اسرائیل کبھی واپس جانا نہیں چاہتی تھی مجھے وہاں حکومت کرنے کا شوق ہے لیکن نومی نے مفادات کی خاطر مجھے وہاں لے جا کر الجھا دیا ہے۔ چاہوں تو سب کچھ چھوڑ کر آ سکتی ہوں لیکن ایک بہن کے ناتے میرا فرض بنتا ہے کہ اپنے ملک اور اپنی قوم کے لیے کچھ نہ کچھ کرتی رہوں۔''

''بے شک۔ تمہیں وہاں اپنے ملک اور اپنی قوم کے لیے بہت کچھ کرنا ہے اور تمہارے وہاں رہنے سے ہوگا کہ وہاں کے اکابرین خواہ مجبور ہو کر ہی سہی، ہمارے دوستی کا جذبہ رکھیں گے۔''

''سب سے بڑی بات یہ ہے پاپا کہ میری موجودگی میں یہاں فلسطینی مجاہدین پر بے انتہا مظالم نہیں ڈھائے جا رہے ہیں۔ یہاں ایک ایسی لابی ہے جو میرے خلاف ہے وہ درپردہ فلسطینی مسلمانوں کے خلاف کچھ نہ کچھ کرتی رہتی ہے۔ میں یہاں رہ کر ان کی سازشوں کا توڑ کرتی رہتی ہوں۔''

پھر اس نے کہا ''میری بات چھوڑیں پاپا! اپنا کیا کریں۔ کیا ہم اسی طرح مجبور رہیں گے اور مما تک کبھی پائیں گے؟''

''میں نے یہ بات آمنہ سے کہی تھی۔ میں چاہتا تھا اپنی روحانی صلاحیتوں کے ذریعے ہم سے کچھ تعاون کرے لیکن اس نے کہا کہ ہمیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ قدرت جو منظور ہوگا وہی پیش آتا رہے گا۔ سونیا ہمیں ملے گی ہی ملے گی لیکن بڑے صبر و تحمل سے ہمیں اس وقت کا انتظار ہوگا۔''

''پاپا! اگر نومی ہم سے فراڈ کر رہی ہے اور وہ کہیں دوسرے روپ میں زندہ ہے تو یقیناً ہماری تمنا کو وہ بھی کر رہی ہوگی۔ یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوتا ہے کہ خدانخواستہ کہ وہ ہم سے پہلے تمنا تک پہنچ جائے اور پھر انہیں نقصان پہنچانا شروع کر دے۔''

''طرح طرح کے وسوسے اور اندیشے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ انہیں دل سے نکالنا پڑتا ہے۔ زندگی گزارنے کے لیے پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا نہایت ضروری ہے۔ صرف اپنی صلاحیتوں کے بل پر کسی کے مسائل کبھی حل نہیں ہوتے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے ہی وقت قائل ہوتا ہے، جب وہ چاروں طرف سے پریشانیوں میں گھر جاتا ہے اور تاریکی میں اسے کوئی راہ سجھائی نہیں دیتا۔ تب اسے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ

بھروسا کرنا پڑتا ہے کہ وہی معبود تاریکی میں روشنی دکھائے گا اور انجانے شکنجوں سے اور الجھنوں سے نجات دلائے گا۔''

نومی کی ایک نئی زندگی کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہ قدِ آدم آئینے کے سامنے کھڑی اپنے سراپے کو دیکھ رہی تھی۔ قدرتی طور پر سونیا کی ہم شکل تھی۔ اس کے باوجود اس نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے ایسا گیٹ اپ کرایا تھا کہ اب سونیا کی طرح چہرے سے کچھ عمر رسیدہ دکھائی دینے لگی تھی۔ اسے دیکھ کر یقین ہو جاتا تھا کہ وہ واقعی فرہاد کی بیوی اور اس کے دو جوان بچوں کی ماں سونیا ہے۔

اس نے سونیا کو قید میں رکھ کر اس کی ایک ایک حرکت کا اچھی طرح مطالعہ کیا تھا اور اس کی نقل کرتی رہی تھی۔ اس کے مزاج کو سمجھتی رہی تھی۔

مختصر یہ کہ وہ مزاج عادتوں اور شکل کے اعتبار سے، میک اپ اور گیٹ اپ کے لحاظ سے مکمل سونیا بن چکی تھی۔ اسے اس بات کا اطمینان تھا کہ اس نئی زندگی کا راز دار کوئی نہیں ہے۔ جو اس کا سب سے وفادار دستِ راست کا شف جمال تھا، اسے وہ پہلے ہی ہلاک کر چکی تھی۔

اس نے نئی زندگی میں سونیا بن کر آنے کے لیے ہر پہلو سے جائزہ لیا تھا۔ ہر چھوٹی بڑی بات کا پوری طرح خیال رکھا تھا کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہونے پائے۔

اس قدر کامیابی سے سونیا بن جانے کے باوجود اصل سونیا اس کی راہ میں حائل تھی۔ جب تک وہ زندہ رہتی، تب تک وہ نئی زندگی میں نہیں آسکتی تھی اگر آتی تو کبھی سونیا کی واپسی پر اس کا بھید کھل جاتا۔

فی الوقت اس کا سب سے اہم مسئلہ یہی تھا کہ سونیا کو کہاں تلاش کرے؟ کس طرح معلوم کرے کہ وہ کہاں بھٹک رہی ہے یا کہاں مرکھپ گئی ہے؟

وہ کہیں ایک جگہ سکون سے نہیں رہ سکتی تھی۔ سب سے پہلے سونیا کے بارے میں معلومات حاصل کرنا بہت ضروری تھا۔ اس لیے وہ العقیلہ شہر میں آئی تھی۔ اس اسپتال کو دور سے دیکھا، جہاں سونیا زیرِ علاج تھی۔ اب وہاں جانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ جب اس کا دستِ راست کا شف جمال زندہ تھا تب وہ اس کے ذریعے اسپتال کے ایک ایک فرد کے دماغ میں گئی تھی۔ بہت سی معلومات حاصل کرتی رہی تھی اور وہ اسپتال والے بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ مریضہ آدھی رات کے بعد وہاں سے فرار ہو کر کہاں چلی گئی ہے؟

نومی نے وہاں کے ایئر پورٹ پر جا کر معلومات حاصل کیں وہ ایئر پورٹ بہت ہی چھوٹا تھا۔ وہاں سے صرف ڈومیسٹک فلائٹیں مختلف شہروں میں جایا کرتی تھیں۔ کچھ الاقوامی پرواز نہیں تھی۔ اس نے اندازہ لگایا کہ جو لوگ اپنے ساتھ لے گئے ہیں، انہوں نے یہاں سے کسی دوسرے شہر کی طرف پرواز کی ہوگی پھر وہاں سے کسی دوسرے ملک گئے ہوں گے۔

اس نے سوچا ''ساحلی شہروں میں بن غازی سب سے بڑا شہر ہے۔ وہاں مختلف ملکوں کے طیارے آتے جاتے رہتے ہیں۔ مجھے وہاں جانا چاہیے۔ ناکامی ہوگی تو پھر میں دوسرے ایسے شہروں میں جاؤں گی، جہاں سے مختلف ملکوں کے طیارے پرواز کرتے ہیں۔''

سونیا بیمار تھی، کمزور تھی۔ نومی کو پورا یقین تھا کہ وہ آرام سے کسی ہوائی جہاز کے ذریعے کہیں لے جائی نہیں ہے۔ وہ اسے تلاش کرنے کے دوران میں الپا کے بارے میں بھی معلومات حاصل کر رہی تھی۔ کچھ عرصے پہلے اس نے الپا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا تھا پھر اسے اسرائیل کی طرف روانہ کر دیا تھا تاکہ وہ الپا کے ذریعے اسرائیلی اکابرین کی حکومت کرتی رہے۔

الپا اس کی مرضی کے مطابق وہاں پہنچ گئی تھی۔ وہ کے اکابرین کا اعتماد بھی حاصل کیا تھا اور اقتدار بھی حاصل کر چکی تھی لیکن اب نومی الپا کے ذریعے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی تھی کیونکہ وہ اس کے تنویمی عمل سے نکل چکی تھی۔

وہ پھر کسی حکمتِ عملی کے ذریعے الپا کو اپنی معمولہ تابعدار بنا سکتی تھی۔ اگر ناکام ہوتی تو اسے اسرائیل سے نہ کسی طرح ہٹا سکتی تھی۔ اگر اس پہلو سے بھی ناکامی ہوتی تو الپا کی اقتدار کی کرسی کو کانٹوں بھری کرسی بنا سکتی تھی۔ کسی طرح الپا کو وہاں سے بھگانے کے بعد وہ ایک پرانی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے وہاں کے اکابرین پر جبراً حکومت کر سکتی تھی۔

الپا خود یہی سوچ رہی تھی کہ اس نے قتل ابیب آکر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اُسے اسرائیل سے فوراً چلے جانا چاہیے ورنہ کسی وقت بھی وہ اچانک کسی مصیبت میں گرفتار ہو سکتی ہے۔

اسے نومی کی طرف سے خطرہ نہیں تھا، ایک تو اس کی موت کا یقین نہیں ہوا تھا، وہ جانتی تھی کہ اگر وہ کوئی چال چل کر رہی ہے تو اپنی موت کا یقین دلانے کے لیے اسے کچھ عرصے تک خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کرے گی اور نہ ہی اس کے کسی معاملے میں مداخلت کرے گی۔

اسے نومی سے نہیں، اپنے ہی اسرائیلی یہودی اکابرین سے خطرہ تھا۔ وہاں کی آرمی کے کتنے ہی اعلیٰ افسر اور چند اعلیٰ حکام اس کی مخالفت کر رہے تھے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ الپا کو خیال خوانی کے ذریعے فلسطینی مجاہدین کے خلاف اقدامات کرنے چاہئیں۔ اور وہ صاف کہہ چکی تھی کہ مسلمانوں کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھائے گی۔

یوں صاف طور سے انکار کرنے کے باعث اس کے خلاف سازشیں شروع ہو گئی تھیں۔ کوئی اس کے منہ پر نہیں کہہ سکتا تھا، سب اس کی ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے ڈرتے تھے لیکن وہ ان کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر رہی تھی کہ انہیں اپنی یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والی پر بھروسا نہیں رہا ہے۔ انہیں پورا یقین ہو گیا ہے کہ وہ پوری نہ سہی، آدھی مسلمان ہو چکی ہے اور ہمیشہ مسلمانوں کی حمایت کرتی رہے گی۔

ایسے آرمی افسران بھی تھے جو یوگا کے ماہر تھے اور الپا ان کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔ وہ آرمی افسران بڑی رازداری سے اس کے مقابلے پر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو لانا چاہتے تھے اور وہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی تھے۔

ابھی انہوں نے کسی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے معاملات طے نہیں کیے تھے۔ انہیں یہ بھی اندیشہ تھا کہ الپا کو بھگانے کے لیے باہر سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بلائیں گے تو وہ ان کے دماغوں پر مسلط ہو جائے گا اور ان کی حکومت اور فوج کے اندرونی راز معلوم کرتا رہے گا۔ وہ کوئی ایسی لاٹھی استعمال کرنا چاہتے تھے، جس سے الپا جیسی ناگن بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے اور اس لاٹھی سے خود کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔

نومی العقیلہ سے بن غازی کی طرف پرواز کرنے کے دوران میں خیال خوانی کر رہی تھی اور مختلف اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر وہاں کے حالات معلوم کر رہی تھی۔ اسرائیلی آرمی کے وہ فوجی افسران جو یوگا کے ماہر تھے، ان میں سے دو یوگا جاننے والے بہت پہلے ہی نومی کے معمول اور تابعدار بن چکے تھے۔ لیکن یہ بات وہ خود نہیں جانتے تھے۔ نومی ان کے اندر پہنچ کر معلوم کر رہی تھی کہ وہ کس طرح باہر سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی مدد حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں اور خوفزدہ بھی ہیں؟

اس نے بن غازی پہنچ کر سوچا۔ پہلے سونیا کا سراغ لگانا چاہیے۔ اس کے بعد الپا اور ان اکابرین کے معاملات سے نمٹے گی۔ اسے یقین تھا کہ وہ سازشیں کرنے والے چند آرمی افسران کی خواہش کے مطابق ایک پُراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والی بن کر ان کا اعتماد حاصل کرے گی اور اس طرح بڑی کامیابی سے الپا کے خلاف محاذ آرائی کر سکے گی۔

اس نے بن غازی پہنچ کر ایئر پورٹ کے ایک قریبی ہوٹل میں رہائش اختیار کی۔ پھر ایئر پورٹ کے چند اعلیٰ عہدیداروں کے دماغوں میں جگہ بنانے کی اس طرح وہ ایک ایسے عہدیدار کے دماغ میں پہنچی جو وہاں ہر طیارے سے سفر کرنے والے مسافروں کا ریکارڈ رکھتا تھا۔

سونیا گیارہ تاریخ کو آدھی رات کے بعد اسپتال سے فرار ہوئی تھی۔ اسے ایک عورت اور دو مرد گاڑی میں بٹھا کر کہیں لے گئے تھے۔ اگر انہوں نے بن غازی سے پرواز کی ہوگی تو پھر وہ بارہ تاریخ کی پرواز ہوگی۔ نومی نے جس عہدیدار کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا، وہ کمپیوٹر کے ذریعہ پچھلا ریکارڈ دیکھ رہا تھا۔ بارہ تاریخ کو جتنے جہاز مختلف ممالک کی طرف روانہ ہوئے تھے، ان کے مسافروں کی فہرست اس کمپیوٹر میں محفوظ تھی۔

اس روز چھ طیارے مختلف ممالک کی طرف گئے تھے۔ ان میں کئی خاندانوں کے کئی افراد تھے۔ لیکن ایسے چار افراد نہیں تھے جن میں دو عورتیں اور دو مرد ہوتے۔ نومی اپنے اس آلۂ کار عہدیدار کے دماغ میں رہ کر ہر طیارے کی فہرست کا مطالعہ کر رہی تھی۔ پرتگال جانے والے ایک طیارے کی فہرست کو پڑھتے ہی وہ رُک گئی۔ اس میں دو عورتوں اور دو مردوں کے ایسے نام تھے، جنہوں نے ایک ساتھ بورڈنگ کارڈ حاصل کیا تھا۔ اور ان کے نمبر بھی ترتیب وار تھے۔ نومی نے اس عہدیدار کے دماغ میں سوال پیدا کیا۔ ''کیا یہ چاروں ایک ہی فیملی کے ممبران ہیں؟''

اس کے دماغ سے جواب ملا۔ ''ہاں۔ شاید یہ چاروں ایک ہی فیملی سے تعلق رکھتے ہیں؟ ان میں سے ایک لڑکی اور دو مرد پرتگال کے شہر لزبن سے آئے تھے۔ وہیں سے انہوں نے واپسی کا ٹکٹ بھی کنفرم کرایا تھا کہ بارہ تاریخ کی فلائٹ سے ان کی واپسی ہوگی۔ لیکن واپسی کے وقت انہوں نے چار سیٹیں کنفرم کروائی تھیں۔''

نومی نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ سونیا کا سراغ مل رہا تھا۔ اس نے پھر سوال پیدا کیا۔ ''جس عورت کے ٹکٹ کا اضافہ ہوا تھا، کیا وہ بن غازی کی رہنے والی تھی؟''

عہدیدار کی سوچ نے کہا۔ ''میں نہیں جانتا کہ وہ عورت کون تھی اور کس شہر سے تعلق رکھتی تھی!''

''کیا تم نے اس عورت کو دیکھا تھا؟''

''ہاں۔ دور سے دیکھا تھا۔ وہ کچھ بیماری دکھائی دے

رہی تھی۔''

بڑی حد تک تصدیق ہوتی جارہی تھی کہ وہ سونیا ہی ہوگی۔ اب وہ لزبن پہنچ کر بہت سی معلومات حاصل کرسکتی تھی اور سونیا تک پہنچ سکتی تھی۔ اس نے اسی وقت روانگی کا ارادہ کیا۔ اپنے آئیکار کے دماغ سے معلوم کیا کہ اسے لزبن جانے کے لیے پہلی فلائٹ کس وقت مل سکتی ہے؟

اس عہدیدار کے خیالات نے بتایا کہ آج پُرتگال کی طرف جانے والی کوئی فلائٹ نہیں ہے۔ ایک نیویارک جا رہی ہے۔ دوسری قاہرہ اور تیسری دو گھنٹے بعد یونان کے شہر ایتھنز جانے والی ہے۔ اگر وہ ایتھنز جائے گی تو وہاں ایک گھنٹے بعد ہی لزبن جانے کے لیے ایک کنیکٹڈ فلائٹ مل جائے گی۔

وہ فوراً ہی ایک ٹکٹ او کے کرانے کے بعد ایئرپورٹ پہنچ گئی۔ وہ اپنے طور پر مکمل سونیا بن چکی تھی۔ وہاں سونیا کو تلاش کرنے آئی تھی۔ لہٰذا اس نے عارضی طور پر اپنے چہرے پر دوسرا چہرہ چڑھا لیا تھا تاکہ کوئی اسے سونیا کی حیثیت سے نہ پہچان سکے۔ اب وہ سونیا کو ہمیشہ کے لیے ختم کردینے کا فیصلہ کرچکی تھی۔ اس کے خاتمے کے بعد ہی وہ کسی روک ٹوک کے بغیر میرے ساتھ ہمیشہ زندگی گزارنے کا خواب پورا کرسکتی تھی۔

وہ اسی دن بن غازی سے روانہ ہوکر ایتھنز پہنچ گئی۔ وہاں ایک ٹرن وے پر انڈین ایئرلائن کا ایک بڑا سا طیارہ کھڑا ہوا تھا۔ جو اٹلی سے آیا تھا۔ اور ایک گھنٹے بعد وہاں سے نیویارک جانے والا تھا۔ لیکن راستے میں پُرتگال کے شہر لزبن میں بھی اترنے والا تھا۔

نومی اسی انڈین ایئرلائن کی کنیکٹڈ فلائٹ سے سفر کرنے والی تھی۔ اس فلائٹ کے چند مسافر ایئرپورٹ کے ریسٹورنٹ میں کچھ کھا پی رہے تھے۔ نومی بھی وہاں چائے پینے بیٹھ گئی تھی۔ ایک قدآور صحت مند شخص ایک ٹرے میں اسٹیکس اور ایک چائے کی پیالی لے کر آیا اور قریب ہی سامنے والی میز پر بیٹھ گیا۔ وہ کھانے کی چیزوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے دونوں ہاتھ جوڑ کر زیرلب کچھ پڑھنے لگا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ کوئی ہندوستانی ہے۔ کوئی کام شروع کرنے سے پہلے دونوں ہاتھ جوڑ کر پوجا کرنے کے انداز میں بھگوان کا شکر ادا کررہا ہے۔

وہ سینڈوچ کھانے اور چائے پینے کے دوران کبھی کبھی نومی کی طرف دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

وہ جینز اور ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھی۔ ایک تو وہ بہت حسین تھی پھر اس لباس میں اس کا بدن چیخ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا میں تمہاری ٹیبل پر آسکتا ہوں؟''

نومی نے مسکرا کر کہا۔ ''ہاں۔ کیوں نہیں؟''

دوسرے ہی لمحے میں نومی نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پھر فوراً ہی سانس روک لی۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے اس کی آواز سنتے ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی تھی اور اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تھا۔

اس نے حیرانی ظاہر نہیں کی۔ اپنے ایک ہاتھ سے سر کو سہلانے لگی۔ وہ اپنے کھانے کی ٹرے اٹھا کر اس کے پاس آگیا۔ میز کی دوسری طرف ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا ''تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟''

وہ بولی۔ ''ہاں۔ ابھی اچانک میں نے اپنے سر میں تکلیف محسوس کی تھی اور ایک دم سے سانس روک لی تھی۔''

وہ بولا۔ ''اس کا مطلب ہے، تمہیں یوگا میں مہارت حاصل ہے؟''

''ہاں۔ تم میرے فگر کو دیکھ کر اندازہ لگا سکتے ہو۔ میں یوگا اور جمناسٹک کی مشقیں کرتی رہتی ہوں۔ اب سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ابھی اچانک ہی پتا نہیں کیوں میرے دماغ میں بے چینی سی پیدا ہوگئی تھی؟''

وہ اس سے باتیں کررہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ ''یہ کون ہوسکتا ہے؟ ذات کا ہندو ہے اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے ہندوستان میں فی الوقت ایک ہی ہندو ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اور وہ ہے، وردان دشوانا تھ۔''

وہ اپنے اندازے کے مطابق درست سوچ رہی تھی۔ وردان اپنے گرو دیو کی ہدایت کے مطابق ہندوستان چھوڑ چکا تھا اور اب پُرتگال کے شہر لزبن کی طرف جارہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

وہ بولی۔ ''کنیز فاطمہ۔ اور تمہارا نام کیا ہے؟''

وہ اپنی اصلیت چھپا کر سفر نہیں کررہا تھا۔ خود کو چھپانے کی ضرورت اس لیے نہیں تھی کہ وہ ہم سے دشمنی نہیں کررہا تھا، بلکہ ہم سے دور جارہا تھا۔ آئندہ میرے کسی معاملے میں مداخلت کرنے والا نہیں تھا۔ لہٰذا اپنے اصلی نام سے ہی سفر کررہا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ ''مجھے سوامی وردان دشوانا تھ کہتے ہیں۔ کیا تم تنہا ہو؟''

''میں اکیلی پیدا ہوئی، اکیلی رہتی ہوں اور اکیلی ہی اس دنیا سے جاؤں گی۔''

''تم بھرپور جوان ہو، تمہارا کوئی ساتھی تو ضرور ہوگا؟''

''میں نے ابھی کہا ہے کہ میں تنہا رہنے کی عادی ہوں۔''

''کہاں جارہی ہو؟''

''میں دنیا گھومنے نکلی ہوں۔ جہاں جی چاہتا ہے، چل پڑتی ہوں۔ فی الوقت انڈین ایئرلائن سے لزبن جارہی ہوں۔''

وہ خوشی سے چہکتے ہوئے بولا۔ ''پھر تو تم تنہا نہیں رہوگی۔ میرا ساتھ رہے گا۔ میری منزل بھی وہی ہے جو تمہاری ہے۔''

اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ''ہاں بچو! میں تو یہ ظاہر کررہی ہوں۔ ورنہ اب تمہارا پیچھا چھوڑنے والی نہیں ہوں۔ بڑے انتظار کے بعد میرے روبرو آئے ہو۔ یہ میری بدنصیبی تھی کہ الپا میرے تنویمی عمل کی گرفت سے نکل گئی۔ اور پیری خوش نصیبی ہے کہ تم الپا اور کاشف جمال جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی پوری کردگے۔ میرے تابعدار بن کر.....''

وہ ایک ادائے ناز سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ وردان نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ چائے نہیں پیوگی کیا؟''

وہ اسے دیکھتے ہوئے بڑے ہی جذباتی انداز میں بولی۔ ''پتا نہیں کیا بات ہے، تمہارے یہاں آکر بیٹھتے ہی مجھے گرمی سی لگنے لگی ہے۔ اور گرم چائے پیوں گی تو جل جاؤں گی۔''

یہ کہہ کر وہ پلٹ گئی۔ کسی حسینہ عالم کی طرح کیٹ واک کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ جب کوئی حسینہ بلی کی چال چلتی ہے تو اس کا انگ انگ ادھر سے ادھر ڈولتے اور لگاتے ہوئے کہتا ہے۔ ''میں اب گری کہ تب گری۔ آؤ لے سنبھال لو۔''

وردان کے اندر سے ایک ہائے نکلی۔ ''ہائے کیا چیز ہے؟ کم بخت کے اندر بارود بھرا ہے۔ تیلی دکھائے بغیر دھماکے کررہی ہے۔''

وہ کھانا پینا بھول گیا۔ اس کے پیچھے چلتا ہوا جہاز کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے ساتھ ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے قریب آکر اس بوڑھے سے کہا۔ ''سر! کیا آپ میری سیٹ پر سفر کرنا پسند کریں گے؟''

بوڑھے نے نومی کو دیکھا پھر کہا۔ ''میں یہاں بڑے مزے سے سفر کررہا ہوں۔ سوری، تم کسی دوسرے مسافر سے سیٹوں کا تبادلہ کرلو۔''

وردان مایوسی کا اظہار کرتا ہوا وہاں سے اپنی سیٹ پر آگیا۔ نومی زیرلب مسکرا رہی تھی۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ اب وہ اپنی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرے گا۔ جب پروانے کی موت آتی ہے تو وہ ہر حال میں شعلوں سے لپٹنے ضرور آتا ہے۔

پھر یہی ہوا۔ وردان نے اپنی سیٹ پر بیٹھنے کے بعد خیال خوانی کی پرواز کی اور اس بوڑھے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ بوڑھا اپنی سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا وردان کے پاس آکر بولا۔ ''ویل بیگ مین! لڑکی بہت حسین ہے، بہت آنچ دے رہی ہے۔ تمہارے جیسے جوان کو ہی اس کے پاس بیٹھنا چاہیے۔ کم آن، میں تمہارا دل دکھانا نہیں چاہتا۔ جاؤ، اس سفر کو انجوائے کرو۔''

وردان اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا شکریہ ادا کرتا ہوا نومی کے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ نومی نے بڑی معصومیت سے حیرانی کا اظہار کیا۔ اس سے پوچھا۔ ''تم پھر آگئے؟ وہ بوڑھا ابھی آکر تمہیں اٹھا دے گا۔''

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اس کی فکر نہ کرو، جوان دھڑکنوں کو سنتی رہو۔ تقدیر چاہتی ہے کہ تم میری ہم سفر بن جاؤ۔ میں یقین دلاتا ہوں، تمہیں میری کمپنی سے مایوسی نہیں ہوگی۔''

نومی نے دل ہی دل میں کہا۔ ''مایوسی تو تمہیں تب ہوگی، جب میرے تابعدار بن جاؤ گے۔ افسوس! اس وقت میرے پاس اعصابی کمزوری کی کوئی دوا نہیں ہے۔ ورنہ کھانے پینے کی کسی چیز میں وہ دوا ملا کر تمہارا کباڑا کردیتی۔''

دوسری طرف وردان بھی یہی سوچ رہا تھا۔ ''مجھ سے بڑی بھول ہوئی، میں نے سفری بیگ میں تمام ضرورت کی چیزیں رکھیں، صرف اعصابی کمزوری کی دوا نہیں رکھی۔ ورنہ اسے یہیں اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیتا۔ کوئی بات نہیں، لزبن پہنچ کر اسے ٹریپ کروں گا۔''

وہ بھی یہی سوچ رہی تھی۔ ''ہاں۔ کوئی بات نہیں، لزبن پہنچ کر اس سے نمٹ لوں گی۔''

مقدر کے تماشے کیا خوب ہوتے ہیں؟ وہ سونیا کا سراغ لگاتی ہوئی لزبن جارہی تھی اور وردان ایک میدان سے شکست کھا کر دوسرے میدان کی طرف جارہا تھا۔ وہ مقدر کے اس کھیل سے بے خبر تھے کہ دونوں ہی ایک خطرناک مجوبے سے ٹکرانے والے ہیں۔ جو دن کو جہنم اور رات کو شعلہ، کبھی رتی کبھی ماشہ اور کبھی تولا ہوجاتی ہے۔

☆☆☆

سیون بلڈرز کے ساتوں عہدیدار تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ان کی تنظیم کا بہت ہی تجربے کار ہپناٹائز کرنے والا گوتم نارائن سونیا کے روبرو جانے کے بعد سہم سا گیا تھا۔ یہ تو سب ہی کو معلوم ہو چکا تھا کہ سونیا کو بہت ہی زہریلے سانپ نے ڈسا تھا۔ اسے اس زہر سے بچا تو لیا گیا تھا لیکن اس کا ذہن، اس کی سوچ، اس کا مزاج سب کچھ زہریلا ہو چکا تھا۔ پھر گوتم نارائن اس پر تنویمی عمل کرنے گیا تو یہ انکشاف ہوا کہ اس کی آنکھوں میں بھی زہریلی کشش پیدا ہو گئی ہے۔ اور کوئی بھی ہپناٹائز کرنے والا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے اپنی معمولہ اور تابعدار نہیں بنا سکے گا۔

بلڈروَن نے کہا۔ ”اگر سونیا کو اپنی معمولہ اور تابعدار نہ بنایا گیا تو وہ ہمارے قابو میں نہیں رہے گی۔ جب بھی اسے موقع ملے گا وہ زنجیریں توڑ کر نکل جائے گی۔“

گوتم نارائن نے کہا ”دنیا کے تمام ہپناٹائز کرنے والے اپنی آنکھوں سے اور اپنی آواز سے کسی کو بھی متاثر کر کے اپنا معمول بناتے ہیں۔ عامل کی آنکھوں میں اتنی کشش ہوتی ہے کہ سامنے والا نظریں ملانے کے بعد اپنی نظر اِدھر سے اُدھر نہیں کر پاتا۔ عامل سے چپک کر رہ جاتا ہے پھر عامل آواز اس کے کانوں کے ذریعے اس کے دل تک پہنچتی ہے۔ اس پر اثر کرتی رہتی ہے۔ اس کے ذہن کو متاثر کرتی ہے۔ اس طرح وہ رفتہ رفتہ عامل کا معمول بن جاتا ہے۔ لیکن سونیا کی آنکھیں اتنی زہریلی کشش رکھتی ہیں کہ میں خود اس کی آنکھوں کی طرف کھنچتا چلا گیا تھا۔ میرا دعویٰ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی ہپناٹائز کرنے والا اسے اپنی آنکھوں سے متاثر نہیں کر سکے گا۔“

بلڈروَن نے کہا ”تم یہ بھی کہتے ہو کہ خیال خوانی کرنے والے بھی اس کے دماغ میں نہیں جا سکتے۔ کیا واقعی ہمارے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کوئی بھی اس کے دماغ کے اندر نہیں جا سکے گا؟“

”نہیں جا سکے گا۔ آپ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہیں کہ وہ اس کے دماغ میں جا کر اپنی اپنی صلاحیتوں کو آزمائیں۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ وہ تینوں ہی ناکام رہیں گے۔ وہ چیخیں مار کر انہیں اپنے اندر سے بھگا دے گی۔“

وہ اپنے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اعصابی کمزوری کی دوائیں پلا کر سلا چکے تھے۔ ان سے فی الحال کوئی کام نہیں لے سکتے تھے۔ بلڈر تھری نے کہا ”ہمیں جمائلہ سے پوچھنا چاہیے شاید وہ اپنی پُراسرار صلاحیتوں کے ذریعے سونیا کو اپنے قابو میں کر سکے۔“

سونیا کو جس بنگلے میں رکھا گیا تھا وہاں جمائلہ موجود تھی۔ اس نے دیکھا تھا کہ بہت ہی تجربے کار ماہر گوتم نارائن تنویمی عمل کے لیے آیا تھا لیکن سونیا سے سامنا ہوتے ہی اس سے کچھ خوفزدہ ہو گیا تھا اور کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے چلا گیا تھا۔

وہ سونیا سے بولی ”میڈم! میں سمجھ رہی ہوں کہ آپ کی آنکھیں بڑی خطرناک ہیں۔ میں بھی آپ سے نظریں ملا کے باتیں نہیں کر رہی ہوں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ اپنی نگاہوں میں نرمی پیدا کر لیں تاکہ وہ آپ پر تنویمی عمل کر سکے؟“

”میں اسے تنویمی عمل کرنے کی اجازت کیوں دوں؟ کیا میں اس کی معمولہ اور تابعدار بن جاؤں؟ کیا تم مجھے نادان بچی سمجھ کر یہ مشورہ دے رہی ہو؟“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ”یہ بات نہیں ہے، آپ اپنے ماضی کو بھول چکی ہیں، اپنا نام تک بھول چکی ہیں۔ اپنے شوہر اور بچوں کو نہ یاد کرتی ہیں اور نہ ان کی تصویریں دیکھ کر انہیں پہچان سکیں گی۔ کیا آپ انہیں یاد کرنا، جاننا پہچاننا اور ان کے پاس جانا نہیں چاہیں گی؟“

سونیا نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر اثبات میں سر ہلا کر کہا ”بے شک! میں جاننا چاہتی ہوں کہ کون ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں؟ میرا شوہر کون ہے؟ میرے بچے کتنے ہیں اور وہ کیسے ہیں؟ میں انہیں پیار کرنا چاہتی ہوں۔“

”میڈم! یہ بھی ممکن ہے جب آپ خود پر تنویمی عمل کرنے کی اجازت دیں گی۔ اس عمل کے ذریعے آپ کی یادداشت واپس لائی جا سکے گی۔“

وہ قائل ہو کر بولی ”تم درست کہہ رہی ہو لیکن وہ ہپناٹائز کرنے والا مجھے اپنی معمولہ اور کنیز بھی بنا سکتا ہے۔“

وہ آگے بڑھ کر بولی ”میں اس بات کی ضمانت دیتی ہوں اور وعدہ کرتی ہوں کہ وہ سیدھا سادا سا عمل کرے گا۔ آپ کو اپنی کنیز نہیں بنائے گا۔“

”میں تمہیں نہیں جانتی۔ تم پر بھروسا کیسے کروں؟“

”اپنی یادداشت واپس لانے کے لیے بھی نہ کبھی تو آپ کو خود پر تنویمی عمل کرانا ہوگا۔ کسی کے بھی زیر علاج آنا ہوگا، کسی نہ کسی پر تو بھروسا کرنا ہی ہوگا۔ میں آپ کی بیٹی جیسی ہوں۔ آپ مجھے ماں کا پیار دیں، میں ایک بیٹی کی زبان سے وعدہ کرتی ہوں کہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“

سونیا راضی ہو گئی۔ اسی وقت بلڈروَن نے فون کے ذریعے جمائلہ سے کہا ”ہم بڑی مشکل میں پڑ گئے ہیں۔ تم

نے دیکھا ہوگا کہ گوتم نارائن سونیا پر تنویمی عمل کرنے سے گریز کر رہا ہے اور وہاں سے چلا آیا ہے۔“

”میں سب دیکھ رہی ہوں اور سمجھ رہی ہوں۔ آپ فکر نہ کریں، میں نے ابھی میڈم کو راضی کیا ہے کہ وہ گوتم نارائن کو تنویمی عمل کرنے کی اجازت دیں۔ ان کی آنکھوں میں جو زہریلی کشش ہے، اس میں نرمی پیدا کر لیں۔ میڈم میری بات مان گئی ہیں۔ تنویمی عمل کرانے پر راضی ہو گئی ہیں۔“

بلڈروَن نے حیرانی سے پوچھا ”وہ اتنی آسانی سے کیسے راضی ہو گئیں؟“

”میں نے انہیں یقین دلایا ہے کہ تنویمی عمل کے ذریعے ان کی یادداشت واپس لائی جائے گی۔ اس طرح وہ اپنے بھولے ہوئے شوہر اور بچوں کو پہچان سکیں گی۔ ان کے پاس جا سکیں گی۔ بہرحال یہ راضی ہو گئی ہیں۔“

بلڈروَن نے خوش ہو کر کہا ”جمائلہ! تم واقعی باکمال ہو، ہمارے بہت کام آ رہی ہو۔ جو کام ہمارے لیے ناممکن ہوتا ہے، تم اسے ممکن بنا دیتی ہو۔ میں ابھی گوتم نارائن کو وہاں بھیج رہا ہوں۔“

گوتم نارائن دوبارہ سونیا کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن سیون بلڈرز کا وفادار تھا۔ ان کے کسی حکم سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا پھر سونیا کے پاس آ گیا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا ”تنویمی عمل کے لیے ضروری ہے کہ تم اپنے اندر نرمی پیدا کرو۔ پہلے اسی طرح نظریں جھکائے رکھو اور کوشش کرو کہ تمہاری آنکھوں میں جو خطرناک کشش ہے، اس میں کمی آ جائے اور میں تمہیں اپنی آنکھوں سے متاثر کر سکوں۔“

سونیا اس کی ہدایت کے مطابق کوشش کرنے لگی کہ اس کی آنکھوں میں زہریلی کشش نہ رہے۔ وہ جب بھی نظر اٹھا کر دیکھے تو نہایت محبت اور نرمی سے دیکھے۔

وہ بولی ”ٹھیک ہے۔ میں اپنے دل میں تمہارے لیے محبت اور دوستی کے جذبات پیدا کر رہی ہوں۔ بڑے ہی دوستانہ انداز میں بڑی ہی نرمی سے سوچ رہی ہوں۔ کیا اب نظریں اٹھا کر دیکھوں؟“

”ہاں۔ اسی جذبے سے سوچتی رہو اور بڑی محبت سے مجھے دیکھو۔“

اس نے آہستہ آہستہ پلکیں اٹھائیں، اس کی طرف نظر بھر کر بڑی محبت سے دیکھا لیکن محبت اور نرمی کے باوجود اس کی آنکھوں میں ایسی کشش تھی کہ گوتم نارائن کی نظریں فوراً ہی جھک گئیں۔ وہ پریشان ہو کر بولا ”تم میری ہدایت پر عمل نہیں کر رہی ہو۔ پلیز۔ اس طرح نہیں، محبت سے اور نرمی سے دیکھو۔“

وہ ناگواری سے بولی ”بار بار محبت کی باتیں کیے جا رہے ہو۔ تم تنویمی عمل کرنے آئے ہو یا عشق کرنے کا ارادہ ہے۔ میں نے ابھی بھرپور محبت سے دیکھا تھا، اس سے زیادہ محبت کی نگاہ نہیں ہو سکتی۔“

وہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ جمائلہ نے پوچھا ”کیا ہوا؟ تم تو خود کو بہت ہی تجربے کار ہپناٹزم کا ماہر کہتے رہتے ہو۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ میڈم تم سے تعاون کر رہی ہیں پھر پریشانی کیا ہے؟“

اس نے بے بسی سے سونیا کی طرف دیکھا پھر جمائلہ سے کہا ”سیون بلڈرز کے ساتوں آقا جانتے ہیں کہ میں ان کا وفادار ہوں۔ ان کے کسی کام سے انکار نہیں کرتا، لیکن پہلی بار دیکھ رہا ہوں کہ شاید یہ کام نہیں کر سکوں گا۔ بے شک یہ اپنے طور پر تعاون کر رہی ہیں، لیکن محبت سے دیکھنے کے باوجود ان کی نگاہوں میں نرمی نہیں ہے۔ یہ دیکھتی ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ دماغ میں خنجر کی نوک اتر گئی ہے۔“

”مسٹر نارائن! تم بہت ہی ماہر سمجھے جاتے ہو، کوئی ایسی تدبیر کرو کہ ناکامی نہ ہو۔ ہمارے تمام سیون بلڈرز بہت پریشان ہیں، کسی طرح ان کی پریشانی دور کرو۔“

وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا پھر اس نے سونیا سے کہا ”کیا ایسا ممکن ہے کہ تم بیڈ پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لو۔ میری طرف نہ دیکھو، اپنے تصور میں میری متاثر کرنے والی آنکھوں کو دیکھو اور اپنے ذہن کو مائل کرو کہ تم میری آنکھوں سے متاثر ہوتی جا رہی ہو۔ ایسے ہی وقت میں اپنی آواز کے ذریعے تمہارے کانوں سے دل میں اترتا رہوں گا۔ تمہارے دماغ کو متاثر کرتا رہوں گا۔ شاید اس طرح مجھے کامیابی حاصل ہو جائے اور تم معمولہ بن سکو؟“

سونیا اس کی بات پر غور کرنے لگی۔ جمائلہ نے کہا ”میڈم! اگر آپ اس طرح تعاون کریں گی تو آپ ہی کا بھلا ہوگا۔ یہ ابھی آپ کی کھوئی ہوئی یادداشت واپس لے آئیں گے۔ آپ اپنے شوہر کو اور بچوں کو پہچان سکیں گی۔ یہ معلوم ہوتے ہی کہ آپ کہاں سے آئی ہیں اور آپ کے تمام رشتے دار کہاں رہتے ہیں، ہم فوراً ہی آپ کو وہاں پہنچا دیں گے۔“

سونیا اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی ”ٹھیک ہے۔ میں ہر طرح سے تعاون کرنے کو تیار ہوں۔ بس میری یادداشت واپس آ جائے۔“

وہ وہاں سے چلتی ہوئی بیڈ پر آئی پھر آرام سے چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ وہ اپنی آنکھیں بند کرنے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموش پڑی رہی۔ گوتم نارائن اس کے بیڈ کے بالکل قریب آکر کھڑا ہوگیا۔ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا پھر اس نے پوچھا ''کیا تم تصور میں میری آنکھیں دیکھ رہی ہو؟''

سونیا نے کہا ''ہاں۔ میں اپنی بند آنکھوں کے پیچھے تمہیں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے دو چار سیکنڈ کے لیے تم سے نظریں ملائی ہیں، اس کے باوجود تمہاری آنکھیں، تمہاری نظریں میرے ذہن میں نقش ہیں اور میں انہیں دیکھ رہی ہوں۔''

اس نے حکم دینے کے انداز میں کہا ''اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دو اور ذہن کو میری طرف مائل کرتی رہو۔ سوچتی رہو کہ میری آواز تمہارے دل میں اتر رہی ہے اور تم ذہنی طور پر میری آواز سے متاثر ہوتی جارہی ہو۔''

وہ بولی ''بے شک۔ تمہاری آواز میں گھن گرج اور رعب و دبدبہ ہے۔ میں تم سے متاثر ہوتی جارہی ہوں۔''

''اپنے دماغ میں میرے متعلق کوئی منفی خیال نہ آنے دو۔ بڑے جذبے سے سوچتی رہو کہ تمہیں اپنے شوہر اور اپنے بچوں تک پہنچنا ہے اور وہاں تک پہنچنے کے لیے صرف میرا ہی سہارا لینا ہوگا۔ اس لیے میری معمولہ اور تابعدار بننا بہت ضروری ہے۔''

وہ دل کی گہرائیوں سے چاہتی تھی کہ مجھ تک پہنچے۔ اپنے بچوں کو گلے سے لگائے، پیار کرے لیکن سانپ کے زہر نے اس کے ذہن سے ہم سب کو بھلا دیا تھا۔ وہ ہماری مٹی ہوئی تصویروں کو ذہن کے پردے پر دیکھنے کے لیے کچھ بھی کرسکتی تھی۔ اسی لیے گوتم نارائن سے تعاون کررہی تھی۔

وہ اپنے طور پر کوششیں کررہا تھا۔ اپنی بھاری بھرکم متاثر کرنے والی آواز کے ذریعے اس کی بند آنکھوں کے پیچھے پہنچ رہا تھا۔ سونیا کی باتوں سے اور اس کی تابعداری کے انداز سے یقین ہورہا تھا کہ کامیابی ہورہی ہے۔

جب گوتم نارائن کو پوری طرح یقین ہوگیا کہ وہ ٹرانس میں آچکی ہے تو وہ اسے آزمانے لگا۔ اس نے کہا ''تمہارا نام سونیا ہے۔''

وہ بولی ''میرا نام سونیا ہے۔''

اس نے کہا ''نہیں۔ تمہارا نام سونیا نہیں ہے۔''

وہ بولی ''نہیں۔ میرا نام سونیا نہیں ہے۔''

''تم مجھ سے متاثر ہوچکی ہو، میری محکوم بن چکی ہو۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہی کہتی جارہی ہو۔''

وہ خوابیدہ سے لہجے میں بولی ''تم جو کہہ رہے ہو، میں کہتی جارہی ہوں۔''

''میں جو کہوں گا، وہی تم کرو گی۔''

''تم جو کہو گے وہی میں کروں گی۔''

جمائلہ حقانی ایک طرف کھڑی ہوئی تھی۔ گوتم نارائن نے فاتحانہ انداز میں اسے مسکرا کر دیکھا۔ جمائلہ نے کاغذ پر کچھ لکھ کر اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے پڑھا، لکھا تھا ''میڈم کے مزاج کے خلاف کوئی بات کہو، وہ چلے گا کہ وہ اپنے مزاج کے خلاف تمہارا حکم مانی نہیں۔ اگر مان لیں گی تو یقین ہوجائے گا کہ وہ تمہاری بن چکی ہیں۔''

گوتم نارائن نے پڑھنے کے بعد جمائلہ کو دیکھا، میں سر ہلایا پھر سونیا کی طرف متوجہ ہوگیا۔

وہ بے حس و حرکت چاروں شانے چت بیڈ پر پڑی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اپنے اختیار سے باہر ہوچکا ہو دل، اپنا دماغ، اپنا پورا وجود اپنے عامل کے حوالے ہو۔

عامل نے کہا ''میں تمہارے مزاج کے خلاف کوئی کروں گا تو کیا تم مان لوگی؟''

''تم میرے مزاج کے خلاف کوئی بھی بات کہو، میں اسے مان لوں گی۔''

''تمہارا نام سونیا نہیں ہے، تم زہریلی ناگن ہو۔''

''میرا نام سونیا نہیں ہے۔ میں زہریلی ناگن ہوں۔''

وہ بولا ''تم ناگن نہیں ہو۔ ایک کیتا ہو۔''

اس کے جسم میں ہلکی سی جنبش ہوئی، ماتھے پر شکنیں پھر اس نے کہا ''تیری ماں کتیا ہے۔ آگے بول؟''

گوتم نارائن نے چونک کر اسے دیکھا۔ جمائلہ سوالیہ نظروں سے سونیا کو دیکھ رہی تھی۔ پھر گوتم نے کہا ''میری معمولہ نہیں ہو؟ ایک کتیر کی طرح میرے حکم کی تعمیل کروگی؟''

سونیا نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں دیکھا تو وہ ایک دم سے لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ وہ اٹھ کر پھر جمائلہ کو غصے سے دیکھ کر بولی ''تم نے کہا تھا، یہ میرے کے ذریعے میری یادداشت واپس لائے گا لیکن یہ مجھے کتیا کہہ رہا ہے۔ مجھے اپنی کتیر بنا رہا ہے۔ کیا اس سے پہلے مرنا چاہتا ہے؟''

وہ اس سے نظریں نہیں ملا رہا تھا۔ اِدھر اُدھر

تھا اور کہہ رہا تھا ''تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں تمہیں کنیز نہیں بنا رہا تھا اور نہ ہی سچ مچ تمہیں کتیا کہہ رہا تھا۔ میں تو صرف دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میری معمولہ اور تابعدار بن چکی ہو یا نہیں۔ اگر تابعدار بن جاتیں اور میں تمہیں گالی دیتا تو تم اس گالی کو بھی قبول کر لیتیں۔''

وہ پھر سیدھی ہو کر کھڑی ہو گئی، غصے سے بولی ''یعنی میں معمولہ اور تابعدار بن جاتی اور تم مجھے ہمیشہ کے لیے اپنی کنیز بنا لیتے تو کنیز بننا بھی قبول کر لیتی۔ تم یہی چاہتے تھے ناں؟''

''تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی سونیا کا ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہو گیا۔ اسے یوں لگا جیسے ایک طرف کے کئی دانت ہلنے لگے ہیں۔ اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر ہٹایا تو اس کی ہتھیلی پر تھوڑا سا لہو دکھائی دیا۔ اس کی باچھوں سے اور ناک سے لہو بہنے لگا تھا۔ وہ صحت مند، قد آور اور ایک اچھا فائٹر بھی تھا۔ ایک عورت سے مار کھا کر چپ نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے غصے سے کہا ''یو بلڈی بچ! آئی ول کل یو۔''

وہ حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا، اس سے پہلے ہی سونیا نے گھوم کر ایک لات اس کے منہ پر ماری۔ وہ پھر لڑکھڑا کر پیچھے گیا اور صوفے سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا۔ وہ اچھا فائٹر تھا، فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا لیکن جمائلہ ان کے درمیان آ گئی پھر گوتم سے بولی ''رک جاؤ۔ میں تمہیں لڑنے کی اجازت نہیں دوں گی۔ جس کام سے آئے تھے، اس میں ناکام رہے ہو اس لیے فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔''

وہ غصے سے بولا ''یو شٹ اپ! میں ابھی تم دونوں کی گردن توڑ دوں گا۔''

اس نے حملہ کرنے کے لیے ہاتھ چلایا تو جمائلہ نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ اس نے دوسرا ہاتھ چلایا تو دوسری کلائی پکڑ لی۔ اسے ایسا لگا جیسے دونوں کلائیاں لوہے کے شکنجے میں آ گئی ہوں۔ تب اسے یاد آیا کہ رات کا وقت ہے اور جمائلہ صبح تک نگیٹو رہتی ہے۔ عجیب پُراسرار قوتوں کی مالکہ بن جاتی ہے۔ اگر اس نے شکست تسلیم نہ کی تو بے موت مارا جائے گا۔

سونیا بڑی توجہ سے جمائلہ کو دیکھ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ یہ لڑکی کتنی طاقتور ہے کہ یہ لمبا چوڑا صحت مند شخص اپنی کلائیاں چھڑا نہیں پا رہا ہے۔

گوتم نارائن نے جمائلہ کو دیکھتے ہوئے عاجزی سے کہا ''سوری۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ میں تمہارے حکم کے مطابق ابھی چپ چاپ چلا جاؤں گا۔ پلیز مجھے چھوڑ دو۔''

جمائلہ نے اسے چھوڑتے ہوئے ایک دھکا دیا۔ وہ ایسی تیزی سے جا کر پچھلی دیوار سے ٹکرایا جیسے کسی بڑی طاقت نے اسے اٹھا کر دیوار سے دے مارا ہو۔ وہ دیوار سے ٹکرا کر فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ سونیا حیرانی سے جمائلہ کو تک رہی تھی اور وہ گونج رہی تھی ''چلے۔ اٹھ اور چپ چاپ یہاں سے چلا جا۔''

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا پھر کھڑا ہو گیا۔ اس نے زندگی میں پہلی بار ایک نہیں دو عورتوں سے مار کھائی تھی۔ شرم سے پانی پانی ہو رہا تھا۔ اپنے آپ کو سنبھالتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اگر صرف اس میڈم سے مقابلہ ہوتا تو میں اس کی پسلی توڑ دیتا لیکن یہ کم بخت جمائلہ شیطانی قوتوں کی مالکہ ہے۔ مجھے صرف اس لیے معاف کر رہی ہے کہ میں سپر بلڈرز کا وفادار ہوں۔ مجھے چپ چاپ یہاں سے چلے جانا چاہیے۔''

وہ سر جھکا کر وہاں سے چلا گیا۔ سونیا نے اسے گیٹ کی طرف جاتے دیکھتے ہوئے پوچھا ''کیا تم کسی سپر مین کی اولاد ہو؟ میں نے سنا تھا کہ تم سپر مین کی اولاد ہو، وہ تم سے کلائی چھڑا نہیں پا رہا تھا پھر تم نے معمولی سا دھکا دیا، وہ دیوار سے ایسے جا کر ٹکرایا، جیسے کسی جن نے اسے اٹھا کر دیوار پر دے مارا ہو۔''

جب تک رات کی تاریکی رہتی تھی، تب تک جمائلہ کا ذہن بھی شاطرانہ انداز میں سوچتا تھا۔ جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا اس کے لیے معمولی سی بات ہوتی تھی۔ وہ مسکرا کر بولی ''ابھی آپ نے پوچھا ہے، کیا میں کسی سپر مین کی اولاد ہوں؟ اب میں آپ سے کیا کہوں، آپ اپنی یادداشت کھو چکی ہیں۔ اگر میں کہوں گی کہ آپ سے خون کا رشتہ ہے تو یقین نہیں کریں گی۔''

سونیا نے اسے سوچتی ہوئی سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ جمائلہ بولی ''میں کسی سپر مین کی نہیں، کسی سپر وومن کی اولاد ہوں۔ میری مما ناقابلِ شکست خاتون ہیں اور وہ آپ ہیں۔''

سونیا نے شدید حیرانی سے پوچھا ''کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟ کیا تم میری بیٹی ہو؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی ''میں ابھی آپ سے کچھ نہیں چاہتی تھی۔ میری دلی خواہش تھی کہ تنویمی عمل کے ذریعے آپ کی یادداشت واپس آ جائے پھر آپ خود ہی مجھے پہچان کر گلے سے لگا لیں گی۔''

سونیا تیزی سے اس کی طرف کھنچی چلی آئی۔ اس کے چہرے کو، اس کے بدن کو چھو کر کہنے لگی ''پتا نہیں کیوں، مجھے ایسا لگا تھا جیسے تم میری کوئی سگی ہو۔ میری اپنی ہو، اسی لیے میں اب تک تمہاری ہر بات مانتی آئی تھی۔ تنویمی عمل کرانا مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ یہ میرے مزاج کے خلاف تھا پھر بھی میں تمہاری بات مان رہی تھی۔ پھر ایک بار بولو، کیا تم میری بیٹی ہو؟''

''ہاں مما! آپ مجھے دل کی دھڑکنوں سے لگا کر دیکھیں، آپ کا دل گواہی دے گا۔''

اس نے جمائلہ کو گلے سے لگا لیا۔ اسے چومنے لگی، محسوس کرنے لگی جیسے واقعی اپنی بیٹی کو، گلے لگا رہی ہو اور اسے چوم رہی ہو۔ اسے بڑی مسرت حاصل ہو رہی تھی پھر اس نے پوچھا ''تمہارے ڈیڈی کہاں ہیں؟''

''میں اپنے ڈیڈی کو پایا کہا کرتی تھی۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ آپ بیوہ ہو چکی ہیں۔''

وہ بڑے دکھ سے بولی ''اوہ خدایا! میری شادی کب ہوئی؟ میں بیوی کب بنی؟ اور بیوہ کب بنی؟ کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔ یہ بتاؤ۔ کیا میری اور بھی اولاد ہے؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ''نہیں۔ میں ہی ایک آپ کی بیٹی ہوں۔ ہم ماں بیٹی کا اس دنیا میں کوئی نہیں رہا ہے۔''

''میں اب سے پہلے کسی دوسرے ملک میں تھی۔ اتنا یاد ہے کہ ایک اسپتال میں پڑی ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کی باتیں مجھے یاد نہیں آ رہی ہیں۔''

''آپ کو سب کچھ یاد آ جائے گا۔ میں آپ کی یادداشت واپس لاؤں گی۔''

''تمہارے پاپا مر گئے، میری یادداشت گم ہو گئی۔ تم تنہا کیسے زندگی گزار رہی ہو؟ یہ بنگلا کس کا ہے؟''

''یہ ہمارا ہے۔ میں سیون بلڈرز کے ارکان میں سب سے اہم رکن سمجھی جاتی ہوں۔ میرے پاس دولت اور جائداد کی کمی نہیں ہے۔ صرف آپ کی کمی ہے۔ آپ کے ملنے کے بعد بھی جب تک یادداشت واپس نہیں آئے گی میں آپ کی کمی محسوس کرتی رہوں گی۔''

سونیا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ''میں تمہارے جذبات کو سمجھ رہی ہوں۔ تم چاہتی ہو، میں تمہاری پیدائش کے پہلے لمحے سے اب تک کی ساری باتیں یاد کروں۔ اس طرح میری ممتا میں اور شدت پیدا ہو جائے گی۔''

''وعدہ کریں، جب بھی آپ کی یادداشت واپس لانے کے لیے کوششیں کی جائیں گی اور کسی تدبیر پر عمل کیا جائے گا تو آپ میری ہر بات مان لیا کریں گی۔''

''ہاں۔ بیٹی! تم جو کہو گی، میں وہ کروں گی۔ آؤ بہت رات ہو گئی ہے، ہم سو جائیں۔''

وہ بیڈ کی طرف جاتے ہوئے بولی ''آپ یہاں آرام سے لیٹ جائیں۔ اور سونے کی کوشش کریں۔''

''ہم ماں بیٹی بہت عرصے بعد مل رہی ہیں۔ کیا تم میرے ساتھ سونا نہیں چاہو گی؟''

''میں تو دن رات آپ کے سینے سے لگ کر رہنا چاہتی ہوں۔ لیکن ابھی آپ کو بہت سی باتیں یاد دلانی ہیں۔ آپ نہیں جانتیں کہ میں رات کو کبھی کبھار ہی سوتی ہوں۔ کبھی رات کو کبھی دن کو دو چار گھنٹے سو کر نیند پوری کر لیتی ہوں۔ ورنہ جاگتی ہی رہتی ہوں۔''

''تعجب ہے، تم کم سے کم کیوں سوتی ہو؟''

''اب میں آپ کو کیا بتاؤں؟ ہم دونوں ماں بیٹی عجوبہ سمجھی جاتی ہیں۔ ہمارے اندر پُراسرار قوتیں ہیں۔ میرے اندر صرف رات کی تاریکی میں یہ پُراسرار قوتیں اپنا کام دکھاتی ہیں۔ ورنہ آپ تو دن رات پُراسرار اور طاقتور بنی رہتی ہیں۔''

وہ کچھ پریشان سی ہو کر بولی ''تمہاری باتیں مجھے الجھا رہی ہیں۔ ہم دونوں پُراسرار اور عجیب و غریب کیوں سمجھی جاتی ہیں؟ اور ہمارے اندر ایسی قوتیں کہاں سے آ جاتی ہیں؟''

''ہم مسلمان ہیں، لیکن جب شام کا اندھیرا پھیلتا ہے تو میرے اندر عجیب سی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس وقت بھی میں تبدیل ہو چکی ہوں اور شام سے لے کر صبح چھ بجے تک ابوالہول کی عقیدت مند ہوں۔ رات بھر اس کی پوجا کرتی ہوں اور وہ مجھے پُراسرار قوتیں دیتا رہتا ہے۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا ''بیٹی! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم مسلمان ہو کر ایک بُت کی پوجا کرتی ہو اور یہ عقیدہ رکھتی ہو کہ وہ تمہیں پُراسرار قوتیں دیتا ہے؟''

''میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔ آپ نے ابھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ میرے اندر کتنی قوت آ گئی تھی؟ جب صبح ہو گی تو آپ دیکھیں گی کہ میرے اندر ایسی کوئی طاقت نہیں رہے گی۔ میں ایک سیدھی سادی سی مسلمان لڑکی بن کر بڑی سادگی سے رہوں گی۔ کبھی وقت ملتا ہے تو میں نمازیں پڑھتی ہوں۔ کلام پاک کی تلاوت کرتی ہوں۔ کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ کسی کو دھوکا نہیں دیتی۔''

''جب ابوالہول کی پوجا کرنے سے تمہیں پُراسرار قوتیں حاصل ہوتی ہیں تو پھر ایسی قوتیں مجھے کیوں

حاصل نہیں ہو رہی ہیں؟''

''آپ کے اندر تو دن رات پُر اَسرار قوتیں موجود رہتی ہیں۔ ابھی آپ نے دیکھا ہے کہ آپ کا ایک ہاتھ پڑتے ہی اس کے منہ سے اور ناک سے لہو رسنے لگا تھا۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ آپ کے اندر زہریلی قوت ہے؟''

سونیا نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ ''میں کچھ نہیں جانتی۔ اسپتال میں کوما کی اور بہری تھی۔ ڈاکٹر کیا کہا کرتے تھے، میں سن نہیں پاتی تھی۔ اور نہ ہی کچھ بول پاتی تھی۔''

وہ بولی۔ ''ڈاکٹر وغیرہ یہی سمجھتے ہیں کہ کسی زہریلے سانپ نے آپ کو ڈس لیا تھا۔ اس لیے زہریلی ہو گئی ہیں۔ جبکہ آپ کو کسی سانپ نے نہیں ڈسا تھا۔ ابوالہول نے آپ کو زہریلی بنایا ہے۔ آپ پر دنیا کا کوئی زہر اثر نہیں کرے گا۔ اگر آپ کسی کو کاٹ لیں گی تو وہ اسی وقت تڑپ تڑپ کر مر جائے گا۔ ابھی آپ مجھے چوم رہی تھیں تو میں خوفزدہ تھی۔''

سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تم مجھ سے کیوں خوفزدہ تھیں؟''

''اگر چومتے وقت آپ کا دانت میرے چہرے پر لگ جاتا تو آپ کا زہر میرے اندر پہنچ جاتا۔''

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ ''اوہ گاڈ! آیندہ میں خیال رکھوں گی۔''

''ابھی آپ کو بتانے کی، سمجھانے کی بہت سی باتیں ہیں۔ لیکن بہت رات ہو چکی ہے۔ آپ اپنی بیٹی کی بات مان کر یہاں سو جائیں۔ میں سیون بلڈرز کے ایک معاملے میں مصروف رہوں گی۔ صبح آپ کے پاس آجاؤں گی۔''

سونیا نیند کا غلبہ محسوس کر رہی تھی۔ اس کی بات مان کر بستر پر لیٹ گئی۔ جمائلہ پائنتی بیٹھ کر اس کے پاؤں دابنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

جمائلہ بیڈ روم کی لائٹس آف کر کے ڈرائنگ روم میں آئی۔ فون کا بزر سنائی دیا۔ وہ اسے آن کر کے کان سے لگا کر بولی۔ ''یس باس!''

دوسری طرف سے بلڈر ڈون نے کہا۔ ''کیا تم نہیں سمجھتیں کہ میڈم سونیا پرابلم بن گئی ہے؟''

''یقیناً گوتم نے آپ سے شکایت کی ہوگی؟ جبکہ غلطی اس کی ہے۔ ایک تو وہ تنویمی عمل کرنے میں ناکام رہا دوسری بات یہ کہ عمل کرنے کے دوران میں اس نے میڈم کو کتیا کہا' اس کی سزا تو اسے ملنی ہی تھی۔''

''وہ کہہ رہا تھا کہ تم نے بھی اس کی پٹائی کی ہے۔''

''میں اپنی تنظیم کے بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے فرد کی عزت کرتی ہوں۔ یہی کوشش ہوتی ہے کہ میری ذات سے کسی کو نقصان نہ پہنچے، لیکن اس نے مردانہ غیرت اور جوش میں آکر مجھ پر بھی حملہ کیا تھا۔ اگر وہ ہماری تنظیم کا اہم رُکن نہ ہوتا تو اس وقت آپ کے پاس اس کی لاش پہنچتی۔''

''جسٹ اے منٹ۔ ابھی فون بند نہ کرنا۔''

بلڈر ڈون نے سامنے بیٹھے ہوئے گوتم نارائن سے کہا۔ ''ہم سونیا کا ریکارڈ اچھی طرح پڑھ چکے ہیں، اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں۔ وہ کبھی کسی پر حملہ کرنے میں پہل نہیں کرتی۔ جب اسے چھیڑا جاتا ہے، مجبور کیا جاتا ہے تب وہ یہی کرتی ہے جو تمہارے ساتھ ہوا ہے۔ تم نے یہ بات چھپائی ہے کہ اسے گالی دی تھی۔''

اس نے جواب دیا۔ ''میں تنویمی عمل کے دوران میں آزما رہا تھا کہ وہ اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات سن کر ایک معمولہ اور تابعدار کی حیثیت سے اسے تسلیم کرے گی یا نہیں؟''

''جب تم تنویمی عمل کر ہی نہ سکے تو پھر اسے کیا آزما رہے تھے؟ وہ تمہاری معمولہ اور تابعدار نہیں تھی۔ اسی لیے تمہاری گالی برداشت نہ کر پائی۔ اس نے وہی کیا جو اسے کرنا چاہیے تھا۔''

''ٹھیک ہے، میں تسلیم کرتا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی مجھے گالی نہیں دینی چاہیے تھی۔ لیکن آپ جمائلہ کا محاسبہ کریں اس نے مجھے تو مار ہی ڈالا تھا۔''

''یہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ رات کے وقت بہت ہی غضب ناک ہو جاتی ہے۔ تمہاری ناکامی نے اور تمہاری گالی نے اسے بھی غصہ دلایا۔ وہ کہہ رہی ہے کہ حملہ کرنے میں تم نے پہل کی تھی۔''

''وہ جھوٹ بول رہی ہے۔''

''تم کتنا سچ بول رہے تھے؟ تم نے یہاں آکر شکایت کی۔ لیکن اپنی غلطی نہیں بتائی تھی۔ تم پینا ٹائز کرنے میں ناکام رہے ہو۔ اور ناکام ہونے والوں کی داد و فریاد نہیں سنی جاتی یہاں سے جاؤ۔''

پھر اس نے فون پر کہا۔ ''میں تم سے پھر وہی سوال کر رہا ہوں۔ کیا میڈم ہمارے لیے پرابلم نہیں بن رہی ہے؟''

''وہ پرابلم نہیں بنیں گی۔ میں نے ماں بیٹی کا رشتہ قائم کیا ہے۔ ان کا غصہ ٹھنڈا کر دیا ہے۔ انہیں یہ سمجھا یا ہے کہ وہ یادداشت کھو چکی ہیں۔ اس لیے مجھے اپنی بیٹی کی حیثیت سے

نہیں پہچان رہی ہیں۔ میرے ممی ڈیڈی سوئٹزرلینڈ گئے ہوئے ہیں۔ میں ان سے کہوں گی کہ وہ مزید کچھ عرصہ وہیں گزاریں۔ تب تک میں میڈم کے ساتھ ماں بیٹی کا کھیل کھیلتی رہوں گی۔''

''بے شک تم نے بڑی حکمت عملی سے میڈم کو اپنے قابو میں کیا ہے۔ لیکن ایسا کب تک ہوگا؟ فرہاد اور اس کے نیلی پہنچی جاننے والے کسی وقت بھی اس کے دماغ میں جگہ بنا سکتے ہیں۔ اسے ہم سے چھین کر لے جا سکتے ہیں پھر ہم ہابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے کا خواب دیکھتے ہی رہ جائیں گے۔''

''ایسا نہیں ہوگا۔ میں اپنی پُر اَسرار قوتوں سے میڈم کو اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش کرتی رہوں گی۔ اور دیکھوں گی کہ کس طرح ان کا برین واش کیا جا سکتا ہے؟''

''ہو سکے تو اپنی قوتوں کے ذریعے میڈم کا برین واش کر دو۔''

''میں ایسا ہی کروں گی لیکن اب صبح کے چار بجنے والے ہیں۔ ایک گھنٹے بعد اذان ہو جائے گی۔ مجھے تبدیل ہونا ہے۔ اب کل رات کو ہی کچھ ہو سکے گا۔ فی الحال صبر کریں۔''

سونیا کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ وہ کسی سے مقابلہ نہیں کر رہی تھی۔ اپنے گھر سے بے گھر ہو گئی تھی۔ بے یار و مددگار تھی۔ اسے کوئی بھی دبوچ کر مار سکتا تھا۔ لیکن اسے دبوچنے والے اور قیدی بنا کر رکھنے والے خود پریشان ہو رہے تھے۔ وہ اپنے بیڈ پر آرام سے سو رہی تھی۔ اور اسے معمولہ اور تابعدار بنانے والے جاگ رہے تھے۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ جلد ہی اسے قابو میں نہ کیا گیا تو وہ ہمیشہ ان کی نیندیں حرام کرتی رہے گی۔

☆☆☆

نومی اور وردان لوبن پہنچ گئے۔ وردان اس بات سے بے خبر تھا کہ اس خوبصورت سے ساحلی شہر میں سونیا کہیں موجود ہے۔ اور صرف سونیا ہی نہیں، اس کی بیٹی بن کر رہنے والی دن کو شریف زادی اور رات کو چڑیل بن جانے والی بھی ان کے ہوش اڑانے کے لیے وہاں موجود ہے۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ فی الوقت سب ہی ایک دوسرے سے بے خبر تھے۔ وردان نومی کرسٹل کے ساتھ سفر کرتے رہنے کے باوجود اسے پہچان نہیں سکا تھا۔ بس اتنا سمجھ رہا تھا کہ وہ حسین ہے۔ جوان ہے اور کچھ پُر اَسرار سی لڑکی ہے۔ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے کے بعد ہی اس کی اصلیت معلوم ہو سکے گی۔

نومی نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ بھی اس کی طرح موقع کی تاک میں تھی کہ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گی اور اپنا تابعدار بنائے گی۔

وردان نے وہاں کے خوبصورت مناظر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں یہاں دو چار مہینے ضرور رہوں گا۔ لہٰذا ہوٹل میں قیام کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ میں کرائے پر کوئی بنگلا حاصل کروں گا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم بھی اس بنگلے میں میرے ساتھ شیئر کرو؟''

وہ ساتھ رہنے پر راضی ہو گئی۔ راضی تو ہونا ہی تھا۔ دونوں کے ارادے ایک دوسرے کے لیے خطرناک تھے۔ انہوں نے معلومات حاصل کیں۔ ایک اسٹیٹ ایجنٹ کے ذریعہ الوامہ کے علاقے میں ایک چھوٹا سا بنگلا کرائے پر حاصل کر لیا۔ اس علاقے میں زلزلے سے محفوظ رکھنے کے لیے بھاری بھرکم پتھروں کو تراش کر مکانات بنائے گئے تھے۔ نومی نے کہا۔ ''یہ قدیم طرز کا مکان ہے۔ لیکن گزارا ہو جائے گا۔''

انہوں نے مقامی میاں بیوی کو ملازم کے طور پر رکھ لیا۔ پھر انہیں رات کا کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ دونوں کے دماغ میں یہی بات تھی کہ رات کو کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی جائے گی۔

ملازمہ کچن سنبھالنے چلی گئی تھی اور ملازم مکان کی صفائی کر رہا تھا۔ وردان نے کہا۔ ''میں ایک ضروری کام سے باہر جا رہا ہوں۔ کیا میرے ساتھ چلنا چاہو گی؟''

''نہیں۔ تم جاؤ۔ میں ذرا ساحل سمندر پر ہوا خوری کے لیے جاؤں گی۔''

وردان چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی وہ بھی گھر سے نکل گئی۔ ان دونوں نے الگ الگ راستہ اختیار کیا۔ اور کیسٹ کی دکان پر جا کر اعصابی کمزوری کی دوا خرید لی۔ جب وہ اچھا خاصا وقت گزار کر مکان میں واپس آئے تو رات کے کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ نومی نے کہا۔ ''اگر بھوک لگی ہو تو کھانا لگوایا جائے؟''

وہ بولا۔ ''ہاں۔ بہت زور کی بھوک لگی ہے۔''

اس نے ملازمہ کو حکم دیا کہ کھانا لگایا جائے۔ پھر نومی سے کہا۔ ''میں ذرا واش روم سے آتا ہوں۔''

وہ اپنے واش روم کی طرف گیا۔ نومی اپنے کمرے میں آگئی۔ وردان نے ملازمہ کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنے پاس بلایا۔ پھر اسے دوا کی وہ شیشی تھما دی۔ اسے غائب دماغ رکھا۔ وہ بے چاری اسی طرح چلتی ہوئی واپس کچن میں آگئی۔

پھر اس دوا کے چند قطرے چکن سوپ میں ملانے لگی۔

اس نے نومی سے کہا تھا۔ ”میں ذات کا برہمن ہوں۔ گوشت نہیں کھاتا۔ اس لیے وجیٹیبل سوپ پیوں گا۔“

لہٰذا دونوں کے لیے الگ الگ سوپ تیار کیے گئے۔

نومی نے ملازم کو غائب دماغ بنا کر اپنے پاس بلایا۔ پھر اسے دوا کی شیشی تھما دی۔ وہ اس طرح کچن میں گئی اور وجیٹیبل سوپ میں دوا کے چند قطرے ٹپکا دیے۔

وردان یہ نہیں جانتا تھا کہ نومی ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس کے متعلق جاننے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا اور نومی بہت پہلے ہی وردان کی اصلیت جان چکی تھی۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ وردان اسے فریب کرنے کے لیے ضرور اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گا۔ لہٰذا اسے کھاتے پیتے وقت محتاط رہنا چاہیے۔

نومی کا ماتھا اسی وقت ٹھنکا تھا جب دو الگ الگ سوپ تیار کیے جا رہے تھے۔ کھانے سے پہلے وردان واش روم کی طرف چلا گیا تھا۔ اور یہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ پہلے تو اس نے ملازم کو غائب دماغ بنا کر اسے اپنے پاس بلایا پھر دوا کی شیشی تھما کر روانہ کر دیا۔ جب ملازم نے دوا کے چند قطرے وجیٹیبل سوپ میں ٹپکا دیے تو پھر اس نے مطمئن ہو کر ملازمہ کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ کچھ پریشان سی ہے اور سوچ رہی ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے غائب دماغ کیسے ہو گئی تھی؟

نومی نے اس کے ذہن کو کریدنے کی کوششیں کیں لیکن اس یاد نہیں آ رہا تھا کہ غائب دماغ رہنے کے دوران وہ کہاں گئی تھی اور کیا کرتی رہی تھی؟ نومی یہی معلوم کر کے ہوشیار ہو گئی کہ اسے غائب دماغ بنایا گیا تھا۔ جب وہ میز پر کھانا لگانے کے لیے سوپ کا پیالہ اٹھا کر لانے لگی تو ایسے ہی وقت نومی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ہاتھ سے وہ پیالہ گرا دیا۔

وردان نے ایک دم سے غصے میں آ کر کہا۔ ”یہ تم نے کیا کیا؟ کیا تمہارے ہاتھوں میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ ایک پیالہ اٹھا کر لا سکو؟“

وہ بے چاری سہم کر کبھی نومی کو اور کبھی وردان کو دیکھ رہی تھی۔ نومی نے کہا۔ ”کوئی بات نہیں۔ میں سوپ کے بغیر گزارا کر لوں گی۔ کھانے کی دوسری ڈشیں لے آؤ۔“

وردان نے چبھتی ہوئی نظروں سے نومی کو دیکھا وہ شروع سے یہ طعنہ کرتا آ رہا تھا کہ ایجنسز کے ایئر پورٹ پر ملنے والی یہ لڑکی اندر سے پُراسرار ہے۔ یوگا میں مہارت رکھتی ہے۔ خیال خوانی کی لہروں کو اپنے اندر آنے سے روک دیتی ہے۔ اس کی اصلیت معلوم کرنی ہی ہو گی۔

اس نے معلوم کرنے کے لیے جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ طریقے کو نومی نے ناکام بنا دیا تھا۔ یوں اس کے خلاف جو شبہ تھا، اسے اور تقویت ملی۔ دماغ میں یہ سوال چبھنے لگا۔ ”کیا یہ لڑکی ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟ کیا اس نے خیال خوانی کے ذریعے ملازمہ کے ہاتھ سے سوپ کا پیالہ گرایا ہے؟“

اس نے ملازمہ اور ملازم کو دیکھا۔ پھر کہا۔ ”ٹھیک ہے تم سے غلطی ہو گئی۔ میں ناراض نہیں ہوں لیکن ابھی یہاں سے جاؤ۔ چھٹی کر دو کل صبح آنا۔“

ملازم نے ملازمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”سر! غلطی اس سے ہوئی ہے، آپ مجھے کیوں جانے کو کہہ رہے ہیں؟“

”میں غصے سے نہیں کہہ رہا ہوں۔ چھٹی دے رہا ہوں۔ تم دونوں فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔“

وہ دونوں سر جھکا کر وہاں سے چلے گئے۔ یہ دونوں میز کے اطراف خاموش بیٹھے رہے۔ ایک دوسرے کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر نومی نے مسکرا کر پوچھا۔ ”تمہارے سامنے وجیٹیبل سوپ رکھا ہوا ہے، کیا اسے نہیں پیو گے؟“

وردان نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ”ملازمہ کے ہاتھ سے سوپ کا پیالہ کیسے گر گیا؟“

وہ بدستور مسکرا رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ”تمہارا کیا خیال ہے؟“

”میرا خیال ہے، بلکہ مجھے یقین ہے، تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ خواہ مخواہ شبہ نہ کرو۔ سوپ پیو۔“

اس نے سوپ کے پیالے کو دیکھا پھر ناگواری سے کہا۔ ”میں بھی ملازم کے ہاتھوں سے یہ پیالہ گرا سکتا تھا۔ کوئی بات نہیں، اب اسے خود اٹھا کر پھینک سکتا ہوں۔“

اس نے دونوں ہاتھوں سے پیالے کو اٹھایا۔ اسی لمحے میں نومی نے اپنا ایک ہاتھ میز پر رکھا۔ اس ہاتھ میں ریوالور تھا۔

وہ کہہ رہی تھی۔ ”سوپ پیو یا گولی کھاؤ۔ زندگی میں کھانا پینا تو پڑتا ہی ہے۔ گولی کھاؤ گے تو ہمیشہ کے لیے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ سوپ پیو گے تو اعصابی کمزوری میں مبتلا ہونے کے باوجود زندہ رہو گے۔“

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ریوالور کی طرف دیکھا

وہ ایک الماری کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ جب تک اس کی کوئی آہٹ سنائی نہ دیتی، وہ باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ کہیں سے بھی کوئی اندھی گولی آ کر اس کا کام تمام کر سکتی تھی۔ نہ وہ کچھ بول رہی تھی اور نہ ہی جوابی فائر کر رہی تھی۔ اس کی اس خاموشی نے اسے تجسس اور خوف میں مبتلا کر دیا تھا۔

پھر اسے باہر ایک گاڑی کے اسٹارٹ ہونے اور وہاں سے جانے کی آواز سنائی دی۔ وہ فوراً ہی الماری کے پیچھے سے نکل آیا۔ دوڑتا ہوا دروازے پر پہنچا۔ اسے کھول کر دیکھا تو کمرا خالی تھا۔ ایک بیرونی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ اسی کھڑکی سے فرار ہو گئی ہے۔

وہ دوڑتا ہوا مکان سے باہر آیا۔ اندھیری رات تھی لیکن وہ علاقہ روشن تھا۔ ان کے پاس ایک ہی گاڑی تھی جسے نومی لے گئی تھی۔ وہ اسے دل ہی دل میں گالیاں دینے لگا۔ اب اس مکان میں تنہا نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ اندیشہ رہتا کہ وہ رات کے کسی پہر چھپ کر آ سکتی ہے اور اسے کوئی مار کر زخمی کر سکتی ہے۔

یہی اندیشہ نومی کو بھی تھا۔ اس لیے وہ مکان چھوڑ کر فرار ہو گئی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو چہرے سے پہچاننے لگے تھے۔ اب بچاؤ کا راستہ یہی تھا کہ اپنے چہرے تبدیل کرتے یا پھر ان میں سے جو گولی چلانے میں پہل کرتا اس کی جیت ہوتی اور گولی کھانے والا تو یقینی عمل کے بستر پر پہنچ جاتا۔

وہ شہر ان دونوں کے لیے آسیب زدہ بن گیا۔ وہ نہ تو اس مکان میں واپس جا سکتے تھے اور نہ ہی کسی ہوٹل کے کمرے میں قیام کر سکتے تھے۔ یہی اندیشہ رہتا کہ کوئی بھی کسی بھی طرح چالاکی سے شامت بن کر اچانک ہی روبرو آ سکتا ہے۔

رات کے گیارہ بج چکے تھے، دکانیں بند ہو گئی تھیں۔ وہ کہیں سے میک اپ کا سامان نہیں خرید سکتے تھے۔ اپنے چہرے نہیں تبدیل کر سکتے تھے۔ بس یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ دوسرے دن، دکانیں کھلنے تک آنکھ مچولی کھیلتے رہیں۔

وہ اس مکان سے نکل کر دوڑتا ہوا، مختلف گلیوں سے گزرتا ہوا مین روڈ پر آ گیا تھا۔ ہر گلی، ہر موڑ پر یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ وہ کہیں سے بھی فائر کر کے اسے زخمی کر سکتی ہے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ لوبن پہنچتے ہی موت اس کے پیچھے پڑ جائے گی۔

اس نے مین روڈ پر پہنچ کر ایک ٹیکسی حاصل کی پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر کہا۔ ”ایسے علاقے میں لے چلو جو تمام رات جوان رہتا ہے۔ اور جاگتا رہتا ہے۔“

ٹیکسی وہاں سے چل پڑی۔ وردان کو یہ یقین تھا کہ صرف وہ ہی سہما ہوا نہیں ہے، نوی بھی سہمی ہوئی ہوگی۔ اسے بھی یہ دھڑکا لگا ہوگا کہ وردان کہیں سے بھی آکر اسے گولی مار سکتا ہے۔

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا کبھی اس کھڑکی کے باہر اور کبھی اس کھڑکی کے باہر محتاط نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا ''میں اس سے چھپتا پھر رہا ہوں۔ وہ مجھ سے چھپتی پھر رہی ہو گی۔ لیکن اچانک ہی کہیں سے آکر ضرور حملہ کرے گی۔ بہت ہی شاطر ہے۔ میں کیا کروں؟ چہرہ چھپانے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔ کہیں بھی اچانک ہی میں اس کی نظروں میں آسکتا ہوں۔''

ٹیکسی کتنے ہی علاقوں سے گزرتی جارہی تھی۔ ہر علاقہ تقریباً ویران دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن سڑکوں پر گاڑیاں آجا رہی تھیں۔ کوئی گاڑی قریب سے گزرتی تھی تو وہ پچھلی سیٹ پر دبک جاتا تھا۔ یہ اندیشہ رہتا تھا کہ نوی اس کے قریب سے گزرتے ہوئے اس پر فائر کرسکتی ہے۔ وہ ٹیکسی ہیرو وآلٹو کے علاقے میں پہنچ گئی۔ وہاں دور تک روشنی ہی روشنی تھی، گاڑیاں ہی گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ مہنگے ریسٹورنٹ، پُررنگا شراب کے علاوہ امپورٹڈ وسکی اور وائن کے کاؤنٹر اور شراب خانے کھلے ہوئے تھے۔ ڈسکو کلب، عُریاں اور نیم عریاں رقص پیش کرنے والے کلبوں میں کتنے ہی ممالک کی حسینائیں جلوے دکھاتی پھر رہی تھیں۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور موت سے پہلے اس دنیا کا حُسن دکھانے اسے وہاں لے آیا تھا۔

پھر وہ بیٹھے بیٹھے یکدم سے چونک گیا۔ فون کا بزر سنائی دیا تھا۔ اسے ایسے ہی لگا تھا جیسے ریوالور کی گولی شور مچاتی ہوئی آئی ہو۔ اس نے موبائل نکال کر نمبر دیکھے۔ اس پر خوف اس قدر طاری ہوگیا تھا کہ موبائل فون کو بھولا بیٹھا تھا۔ ورنہ وہ اس فون کے ذریعے نوی سے رابطہ کرسکتا تھا۔

انتظر سے یہاں تک سفر کے دوران میں دونوں نے ایک دوسرے کا فون نمبر لیا تھا۔ اتنی دیر بعد نوی اسے کال کر رہی تھی۔ اس نے فون کو کان سے لگا کر کہا۔ ''تم کیا سمجھتی ہو؟ مجھ سے چھپ کر یہاں سے زندہ سلامت چلی جاؤ گی؟''

وہ بولی۔ ''میں یہاں سے جانے کے لیے نہیں آئی ہوں۔ سونیا کی تلاش میں آئی ہوں۔ اتفاق سے تم مل گئے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی مشکل سے روبرو آتے ہیں۔ جب تم آہی گئے ہو تو میں تمہیں اپنا غلام ضرور بناؤں گی۔''

''تم کیا غلام بناؤ گی؟ میں تمہیں کنیز بناؤں گا اور تمہارے وجود کی دھجیاں اڑاتا رہوں گا۔''

''ڈینگیں نہ مارو۔ اتنا تو سمجھ رہی ہوں کہ میں تم سے سہمی ہوئی ہوں، اسی طرح تم بھی مجھ سے ہوئے ہو۔ آج صبح ہونے تک ہم اپنی قسمت کو آزما کر دیکھیں گے، کس کے مقدر میں خوش نصیبی لکھی ہے۔ پہلے اپنے شکار کو دیکھے گا اور ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر زخمی کرے گا؟''

پھر وہ ایک ذرا توقف کے بعد بولی۔ ''میرا خیال ہے ہم ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئے ہیں۔''

اس کی بات نے اسے چونکا دیا۔ وہ توجہ سے فون سے ایسی آوازیں ابھر رہی تھیں جیسے گاڑیاں جا رہی ہوں یا عورتوں اور مردوں کے قہقہے سنائی دے رہے ہوں۔ وہ بول رہی تھی۔ ''مجھے تمہاری طرف سے ایسی ہی آوازیں سنائی دے رہی ہیں، جیسی کہ میں یہاں سن رہی ہوں۔ کا یہی ایک علاقہ ہے جو رات بھر جاگتا رہتا ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ بھی اسی علاقے میں ہوئی ہے۔ اس نے ڈرائیور سے کہا۔ ''یہاں سے چلو۔''

ڈرائیور نے پوچھا۔ ''کہاں چلوں؟''

''گاڑی اسٹارٹ کرو اور چلتے رہو۔''

وہ ٹیکسی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔ ''ہمارا بھانت کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ہم گھاٹ کا پانی پیے ہوئے ہیں۔ میں آپ کی پریشانی سمجھ رہا ہوں۔ دشمن سے آپ کو خطرہ ہے۔ اگر آپ اس سے نقصان چاہتے ہیں تو میرے ذریعہ پھیلے ہوئے بدمعاشوں کی مدد حاصل کرسکتے ہیں۔ اور اگر دشمن سے کترانا چاہتے ہیں تو آپ کو ایسی پناہ گاہ میں پہنچا دوں گا، جہاں کوئی دشمن کے قریب نہیں آسکے گا۔''

ایک نائٹ کلب کے سامنے سے گزرتے ہوئے وردان نے کہا۔ ''گاڑی روکو۔''

اس نے فوراً ہی بریک لگا کر ٹیکسی روک دی۔ کلب کے دوسری طرف کچھ فاصلے پر وہ گاڑی دکھائی دے رہی تھی جس میں نوی بیٹھ کر فرار ہوئی تھی۔ وردان نے کہا۔ ''تاریکی میں لے جا کر ٹیکسی کو روکو۔ مجھے دشمن کا سراغ مل گیا ہے۔ میں اس سے خود ہی نمٹ لوں گا۔''

ڈرائیور نے اس کی ہدایت کے مطابق ٹیکسی کو تاریک حصے میں لے جا کر روک دیا۔ وردان کھڑکی سے کلب کی گاڑی کو صاف طور سے دیکھ سکتا تھا۔ یہ اندازہ ہوگیا کہ وہ نائٹ کلب میں یا اس کے ساتھ والے ریسٹورنٹ

کسی وقت بھی واپس آسکتی ہے، جب وہ اپنی گاڑی کی طرف آئے گی تو ٹھیک اس کے نشانے پر رہے گی۔

ڈرائیور نے کہا۔ ''آپ مجھے اس دشمن کا حلیہ بتائیں۔ اور یہیں بیٹھے رہیں۔ میں وہاں جا کر اسے تلاش کرتا ہوں۔''

وردان نے جیب سے ایک ہزار ڈالر کا نوٹ نکال کر دیتے ہوئے کہا۔ ''کہیں جا کر ایک گھنٹے تک عیش کرنے کے لیے یہ رقم بہت ہے۔ تم یہاں سے جاؤ اور کسی بھی بار میں کھاتے پیتے رہو۔ اور ایک گھنٹے سے پہلے نہ آؤ۔ میں اپنے معاملے میں کسی کی مداخلت نہیں چاہتا۔''

وہ ایک ہزار ڈالر لے کر خوش ہوگیا۔ وہاں سے چلا گیا۔ وردان پچھلی سیٹ سے نکل کر اگلی ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا۔ سوچ رہا تھا کہ اگر وہاں فائر کرنے کا موقع نہ ملا تو وہ پیچھا کرکے گاڑی میں بیٹھ کر کہاں جائے گی؟ اس کا تعاقب کرے گا پھر جہاں بھی موقع ملے گا۔ اسے نشانے پر لے لے گا۔

اس کی نظر گاڑی کی طرف تھی، اور خیال خوانی کی لہریں ڈرائیور کے اندر پہنچی ہوئی تھیں۔ اس نے اسی لیے اسے ہزار کا نوٹ دے کر بھیج دیا تھا تاکہ اس کے ذریعے اسے تلاش کرے اور دیکھے کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے؟ وہ اس ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر کے مختلف علاقوں میں گھومتا پھرتا رہا تھا۔ رات کے دو بجے اس پُررونق علاقے میں آیا تھا۔ وہاں دو گھنٹے تک اس ٹیکسی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا رہا تھا اس ڈرائیور کو جگہ جگہ بھٹکاتا رہا۔ پتا نہیں نوی کہاں مصروف تھی؟ اسے کہاں تلاش کر رہی تھی کہ اپنی گاڑی کی طرف نہیں آرہی تھی؟

پھر وہ انتظار کرتے کرتے ایک دم سے چونک گیا۔ دوسری طرف سے ایک خوبصورت اور جوان لڑکی ٹیکسی کا دروازہ کھول کر اندر آکر بیٹھ گئی تھی۔ وہ جمائلہ حقانی تھی۔ اس رات وہ سونیا کے ساتھ مصروف رہی تھی۔ گوتم وائن سونیا کو پہچاننے میں ناکام رہا تھا۔ اس کے بعد جمائلہ نے اسے اپنے قابو میں رکھنے کے لیے ماں بیٹی کا ڈراما کیا تھا۔ اسے ایک جھوٹی کہانی سنائی تھی کہ سونیا بیوہ ہوچکی ہے، اس کی ایک ہی اولاد ہے اور وہ ہے جمائلہ حقانی۔

بہرحال وہ سونیا کو گہری نیند سلانے کے بعد اپنے بنگلے پر جانا چاہتی تھی پھر اس نے سوچا، ابھی اذان ہونے میں ڈیڑھ گھنٹا باقی ہے۔ وہ ایک گھنٹے تک کسی کلب میں تفریح کرنے کے بعد مسجد کی سیڑھیوں پر جائے گی۔ لہٰذا وہ تفریح کی غرض سے وہاں آئی تھی۔

وہاں آتے ہی گاڑی خراب ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی موڈ بھی خراب ہوگیا۔ تمام رات سونیا کو معمول اور تابعدار بنانے کے سلسلے میں الجھتی رہی تھی۔ اس نے سوچا تھا، ذرا تفریح کرے گی تو ذہنی تھکن دور ہوجائے گی۔ لیکن آخری ایک ڈیڑھ گھنٹے میں گاڑی نے اس کا موڈ خراب کردیا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ اذان سے پہلے ہی مسجد کی سیڑھیوں پر جا کر بیٹھ جایا کرتی تھی۔ آج بھی اس نے سوچا ''میں خواہ مخواہ یہاں چلی آئی۔ مجھے اپنی تبدیلی کی طرف جانا چاہیے۔''

اس نے فون کے ذریعے ایک گیرج کے مالک کو اطلاع دی کہ اس کی گاڑی ایک نائٹ کلب کے سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ اسے گیرج لے جایا جائے اور خرابی دور کرکے اسے اس کے بنگلے میں پہنچایا جائے۔

پھر وہ وہاں سے چلتی ہوئی اس ٹیکسی کے پاس آکر دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وردان نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ''کون ہو تم؟''

''میں کوئی بھی ہوں، تمہاری روزی ہوں۔ چلو۔''

وہ بولا۔ ''میں ڈرائیور نہیں ہوں اور نہ ہی یہ میری ٹیکسی ہے۔''

جمائلہ نے اسٹیئرنگ کی طرف دیکھا وہاں گاڑی کی چابی لگی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ ''اگر تم ڈرائیور نہیں ہو اور یہ ٹیکسی تمہاری نہیں ہے تو پھر باہر نکلو۔ مجھے جانے دو۔''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''یہ کیا زبردستی ہے؟ تم کسی کی ٹیکسی کیوں لے جاؤ گی؟ کہاں لے جاؤ گی؟''

ایسے ہی وقت اسے نوی دکھائی دی۔ وہ ایک ریسٹورنٹ سے باہر آرہی تھی۔ وردان نے فوراً ہی لباس کے اندر سے ریوالور نکال لیا۔ جمائلہ نے گھور کر پوچھا۔ ''کیا تم مجھے ریوالور سے دھمکی دینا چاہتے ہو؟''

اس نے دور نوی کی طرف دیکھا۔ وہ گاڑی کی طرف آرہی تھی۔ پھر جھنجلا کر بولا۔ ''اگر تم یہاں سے نہیں جاؤ گی تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ فوراً گاڑی سے اترو۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی جمائلہ نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ ایک نوخیز دوشیزہ کی گرفت اس قدر مضبوط ہوگی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کلائی لوہے کے شکنجے میں آگئی ہے۔ اگر وہ چھڑانے کی کوشش کرے گا تو اس کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔

دوسری طرف یہ پریشانی تھی کہ نوی وہاں سے نکلی

جارہی تھی۔ وہ تقریباً چیختے ہوئے بولا۔ ''چھوڑو مجھے۔ میں تمہیں نہیں، اس عورت کو مارنا چاہتا ہوں جو ریڈ کلر کی کار کی طرف جارہی ہے۔ پلیز مجھے چھوڑ دو۔''

ایسے وقت وہ خیال خوانی بھی بھول گیا تھا۔ اگر اس کے دماغ میں پہنچتا تب بھی ناکامی ہوتی۔ خیال خوانی کی لہریں واپس آجاتیں۔ پھر ایسی شدید تکلیف کا احساس ہورہا تھا کہ وہ خیال خوانی کی چھلانگ لگا ہی نہیں سکتا تھا۔

نومی گاڑی کی طرف آتے آتے رُک گئی تھی۔ اپنے بیگ میں سے موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کررہی تھی۔ وردان صحت مند اور طاقتور تھا۔ یہ دیکھ کر پریشان ہورہا تھا کہ وہ ایک لڑکی کی گرفت سے نکل نہیں پارہا ہے۔ کلائی تو جیسے ٹوٹنے ہی والی تھی، تکلیف برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا تھا۔

ایسے ہی وقت اس کے موبائل کا بزر بولنے لگا۔ جمائلہ نے اس کی کلائی چھوڑ دی۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اپنی کلائی کو سہلانے لگا۔ اور تکلیف سے کراہتے ہوئے دور کھڑی ہوئی نومی کو دیکھنے لگا۔

یہ سمجھ رہا تھا کہ وہی موبائل پر اسے مخاطب کررہی ہے۔ اس نے سوچا۔ ''مجھے فون اٹینڈ نہیں کرنا چاہیے۔ ورنہ وہ سمجھ لے گی کہ میں زخمی ہوں، یا تکلیف میں مبتلا ہوں۔ میرے دماغ کا دروازہ کھلا ہوگا اور وہ میرے اندر چلی آئے گی تو میں سانس روک کر اسے ہمگا نہیں پاؤں گا۔

جمائلہ نے کہا۔ ''اے! تمہارا فون چیخ رہا ہے۔ اٹینڈ کیوں نہیں کرتے؟''

اس نے دوسرے ہاتھ سے فون کو جیب سے نکالا پھر اسے بند کردیا۔ سر گھما کر دور کھڑی ہوئی نومی کی طرف دیکھنے لگا۔ جمائلہ نے پوچھا۔ ''وہ کون ہے؟ ابھی تم کہہ رہے تھے کہ مجھے نہیں، اسے شوٹ کرنا چاہتے ہو۔ کیا اس سے دشمنی ہے؟''

اس نے اثبات میں سر ہلایا پھر نیچے جھک کر ریوالور کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''تم نے مجھے ناکارہ بنادیا ہے۔ میں الٹے ہاتھ سے صحیح نشانہ نہیں لے سکوں گا۔''

''تم ایک مرد ہو کر عورت سے دشمنی کررہے ہو۔ اسے گولی مارنا چاہتے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی؟''

وہ بری طرح جھنجلا کر بولا۔ ''بکواس مت کر۔ کتے کی بچی! کہاں سے مرنے آگئی ہے؟''

اس کا ایک الٹا ہاتھ منہ پر پڑا تو آنکھوں کے سامنے بے شمار قمقمے جلنے بجھنے لگے۔ سر چکرانے لگا۔ جمائلہ نے اس کی گردن دبوچ لی۔ اس کی پانچوں انگلیاں [illegible] طرح اس کی گردن میں پیوست ہونا چاہتی تھیں۔ جمائلہ جلدی سے دونوں ہاتھ جوڑ لیے، زندگی کی بھیک مانگنے لگا۔ ایسے ہی وقت موبائل کا بزر پھر سنائی دیا۔ جمائلہ نے گردن چھوڑ دی۔ جہاں جہاں اس کی انگلیاں پیوست تھیں، وہاں سے ذرا ذرا سا خون ابھرنے لگا تھا۔

وہ اسی طرح دونوں ہاتھ جوڑے بیٹھا تھا۔ جمائلہ نے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''پلیز فون اٹینڈ نہ کرو۔ ادھر [illegible] کے پاس کھڑی ہوئی ہے۔ اسے ادھر نہ آنے دو۔ [illegible] تو میرے دماغ پر قبضہ جمالے گی۔''

جمائلہ نے حیرانی سے پوچھا۔ ''دماغ پر قبضہ [illegible] مطلب کیا ہوا؟ کیا وہ عورت ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟''

وہ عاجزی سے بولا۔ ''ہاں۔ پلیز میری [illegible] گاڑی فوراً یہاں سے لے چلو۔ میں تو ڈرائیو کرنے [illegible] قابل نہیں رہا ہوں۔ پتا نہیں تم کیا بلا ہو؟''

''تم دیکھ چکے ہو کہ میں کیا ہوں؟ کیا مرو [illegible] گے؟''

وہ جلدی سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''[illegible] نہیں۔ فار گاڈ سیک! پہلے مجھے اس عورت سے دور [illegible]

''میں وعدہ کرتی ہوں، یہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے [illegible] میری بات کا جواب دو، کیا تم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟''

اس نے بے اختیار اثبات میں سر ہلاتے ہوئے [illegible]

''ہاں.....''

پھر جلدی سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ [illegible] میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔''

جمائلہ نے اپنا ایک پنجہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''کیا مرنا چاہتے ہو؟ سچ بولو گے یا نہیں؟''

وہ بولا۔ ''ہاں۔ میں جانتا ہوں، میں ٹیلی پیتھی [illegible] ہوں۔ اسے ذرا سا بھی شبہ ہوگا کہ میں دماغی کمزور [illegible] ہوگیا ہوں تو وہ فوراً میرے اندر چلی آئے گی۔ مجھے [illegible] بنالے گی۔''

فون کا بزر چیخ رہا تھا جمائلہ نے اسے آن [illegible] سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو! کون ہو تم؟''

نومی نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ یہ فو [illegible] اور کا ہے؟''

''ہاں۔ یہ فون اسی کا ہے۔ جسے تم تلاش [illegible] اور جسے تلاش کررہی ہو وہ اس وقت میرے پاس [illegible]

''اے فون دو میں بات کرنا چاہتی ہوں۔''

''بات کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ سیدھی یہاں چلی آؤ۔ سر گھما کر دیکھو۔ سامنے سڑک کے دوسری طرف ایک ٹیکسی دکھائی دے گی۔ تمہارا شکار اسی ٹیکسی میں بیٹھا ہوا ہے اور میرے گن پوائنٹ پر ہے۔''

اس نے فوراً ہی سر گھما کر ٹیکسی کی طرف دیکھا۔ پھر اپنی گاڑی کی آڑ میں ہوگئی۔ یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ ٹیکسی کی طرف سے فائر ہوسکتا ہے۔ وہ بولی۔ ''میں اتنی نادان نہیں ہوں کہ دشمن کے نشانے پر چلی آؤں۔ اس سے کہو، ٹیکسی سے باہر نکلے۔''

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ نومی اس ٹیکسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کا اگلا ایک دروازہ کھل رہا تھا۔ لیکن اس دروازے سے وردان کے بجائے ایک لڑکی باہر آئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اسی کی طرف آرہی تھی اور فون کو کان سے لگائے کہہ رہی تھی۔ ''تمہارے پاس بھی ریوالور ہے اور میرے پاس بھی ہے لیکن ہم ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہیں۔ اس لیے میں اپنا ریوالور تمہاری طرف پھینک رہی ہوں۔''

اس نے قریب پہنچتے ہی ریوالور کو اس کے قدموں کی طرف پھینک دیا۔ پھر کہا۔ ''اسے اٹھا کر دیکھ لو۔ یہ بھرا ہوا ہے۔''

نومی نے دور ٹیکسی کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔ ''وہ کہاں ہے؟''

''تم اس کا ریوالور پہچانتی ہو، اسے اٹھاؤ اور پھر میرے ساتھ وہاں چلو۔''

نومی نے زمین پر پڑے ہوئے ریوالور کو دیکھا۔ پھر اسے اٹھانے کے لیے جیسے ہی جھکی، ویسے ہی اس کے منہ پر ایک لات پڑی، اس کے حلق سے چیخ نکلی، ایسا لگا جیسے لات نہ پڑی ہو، ہتھوڑا پڑا ہو۔ وہ الٹ کر دوسری طرف گر پڑی تھی اور تکلیف کی شدت سے تڑپ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ٹانگ کی، رخساروں کی اور جبڑوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں۔ کئی عورتیں دور سہم کر کھڑی ہوگئی تھیں۔ مرد حضرات تیزی سے چلتے ہوئے ادھر آرہے تھے۔

جمائلہ نے دونوں ریوالوروں کو اٹھالیا۔ وردان دور سے دیکھ رہا تھا۔ جب نومی زمین پر گر کر تڑپنے لگی تو اسے اطمینان ہوا۔ وہ ٹیکسی سے باہر نکلا اور لڑکھڑاتا ہوا ادھر آنے لگا۔ آس پاس لوگ جمع ہورہے تھے۔ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔ ''یہ جھگڑا کیوں ہورہا ہے؟''

ایسے ہی وقت جمائلہ کو خیال آیا کہ بہت وقت گزر چکا ہے۔ اب اذان ہونے والی ہے۔ اسے فوراً مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچنا چاہیے۔ اس نے دونوں ریوالوروں کو لوگوں کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ ''دور رہو۔ سب دور ہٹ جاؤ۔ کوئی میرا راستہ نہ روکے۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی نومی کی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آگئی۔ پھر اسے اسٹارٹ کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ وردان کی کلائی بُری طرح دکھ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ٹوٹنے ہی والی ہو۔ گردن کے اطراف لہو پھیل رہا تھا۔ ادھر نومی کرسٹل زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ وہ سونیا کی طرح بہت ہی زبردست فائٹر تھی۔ لیکن شیطانی قوت کے آگے بے بس ہوگئی تھی۔ ایک ہی لات ایسی پڑی تھی کہ زمین پر گرنے کے بعد اٹھ نہ سکی تھی۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے اپنے چہرے کو ٹٹول کر دیکھ رہی تھی کہ وہ خوبصورت چہرہ کہاں کہاں سے ٹوٹ پھوٹ گیا ہے؟

وردان میں اب اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا رہتا۔ وہ لڑکھڑا کر زمین پر نومی کے قریب ہی گر پڑا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو ریوالور کا نشانہ بنانا چاہتے تھے اور زخمی کرنے کے بعد ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دوسرے کو اپنا غلام بنالینا چاہتے تھے۔ لیکن وہ دونوں ریوالوران کے پاس نہیں رہے تھے۔ فی الوقت وہ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے بھی خالی ہوگئے تھے۔ ایک دوسرے کے قریب زمین پر پڑے ہوئے تھے لیکن کسی کے دماغ میں نہ پہنچ سکتے تھے، نہ ہی اسے اپنا تابعدار بنا سکتے تھے۔

وہ تماشائے عبرت بنے ہوئے تھے۔ دنیا کے بڑے بڑے شہ زوروں کو جب زوال آتا ہے تو وہ اسی طرح خاک کے کیڑے کی طرح بے بسی سے زمین پر پڑے رہتے ہیں۔

جمائلہ تیزی سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی سمندر کے ساحل پر پہنچ گئی تھی۔ پھر گاڑی سے اتر کر تقریباً دوڑتی ہوئی ریت پر دوزانو ہوگئی۔ اس شہر میں کہیں مسجد نہیں تھی۔ لیکن وہ پیدائش کے پہلے دن سے اپنے کانوں میں اذان کی آواز سنتی آئی تھی۔

وہ اذان اس کے کانوں میں، اس کے دل میں، اس کے دماغ میں اور اس کی روح میں گونج رہی تھی اور وہ چشم تصور میں ایک بہت بڑی مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچ گئی تھی اور وہاں سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔

مسجد کی سیڑھیوں کو دہلیز کہا جا سکتا ہے۔ وہ رب جلیل کی دہلیز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ زیر لب آیتیں پڑھ رہی تھی اور یوں بیٹھے بیٹھے تبدیل ہو رہی تھی۔

وہ ایک گھنٹے بعد اپنے گھر پہنچی۔ اس نے شاور لے کر لباس تبدیل کیا، سر پہ اسکارف باندھا۔ پھر کلام پاک کی تلاوت کرنے بیٹھ گئی۔ وہ ہر رات شر کی تاریکیوں سے گزرتی تھی۔ اور ہر صبح خیر کے اجالے میں دلی اور روحانی سکون حاصل کرتی تھی۔

تلاوت کے بعد اس نے موجودہ حالات پر غور کیا، اسے یاد آیا کہ پچھلی رات عجیب ڈرامائی انداز میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے سامنا ہوا تھا۔ اس نے ان دونوں کو زخمی کیا تھا۔ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کی جان کے دشمن بنے ہوئے تھے وہ ان کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہ کر سکی تھی۔ پہلے تو اس نے انہیں باری باری زخمی کیا تھا پھر اسے فوراً ہی وہاں سے جانا پڑا تھا۔ کیونکہ اذان کا وقت ہو رہا تھا۔

یہ اس کا فرض تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں سیون بلڈرز کو اطلاع دیتی۔ لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ وہ اپنے بنگلے سے نکل کر سامنے سونیا کے بنگلے کی طرف جانے لگی۔ بلڈرز ڈن کو فون کے ذریعے مخاطب کر کے ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں رپورٹ دینے لگی۔

بلڈرز ڈن نے تمام رپورٹ سننے کے بعد کہا۔ ''جمائلہ! تم نے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔ وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے لیے بہت اہم تھے۔ تمہیں فوراً ہی ہمیں اطلاع دینی چاہیے تھی۔''

''سوری۔ اس وقت اذان ہونے والی تھی، میری تبدیلی کا وقت تھا۔ اس لیے میں اپنے آپ میں نہیں تھی۔''

''ہم ایسے بہانے نہیں سنتے، صرف اور صرف فرض کی ادائیگی چاہتے ہیں۔ جاؤ۔ اور فوراً انہیں تلاش کر کے ہمارے پاس پہنچاؤ۔''

''پلیز۔ جابر حکمران بن کر حکم نہ دیں۔ ورنہ میں وفاداری بھول جاؤں گی۔ رات کو نیگیٹو ہونے کے بعد بہت مہنگی پڑوں گی۔''

وہ جلدی سے بات بدلتے ہوئے بولا۔ ''میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میں تمہیں حکم نہیں دے رہا تھا۔ وہ..... بات یہ ہے کہ تم نے بتایا تھا کہ جس دشمن کو آگہی کی اسکرین پر دیکھ لیتی ہو اس کا پتا ٹھکانا معلوم نہ ہونے کے باوجود اس کے پاس پہنچ جاتی ہو۔ اور یہاں تو تم نے آگہی کے پردے پر نہیں روبرو انہیں دیکھا ہے۔ تم ان کے پاس پہنچ سکتی ہو۔''

''آپ بھول رہے ہیں۔ مجھے ایسی پُراسرار قوتیں حاصل ہوتی ہیں۔ وہ اس شہر میں کہیں بھی ہوں گی، رات کو ان کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ ابھی مجبور ہوں۔ اپنے سراغ رسانوں سے کام لیں۔ انہیں تلاش کریں۔ دونوں بُری طرح زخمی تھے، کسی اسپتال میں پڑے ہوں گے۔''

اس نے فون کو بند کیا۔ بنگلے کے اندر آ کر دیکھا تو اپنے بیڈ روم میں سو رہی تھی۔ وہ اس کے پاس بیٹھ کر محبت سے اسے دیکھنے لگی۔

اس وقت مثبت اور منفی دونوں ہی طرح کے خیالات اس کے دماغ میں آ رہے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی۔ ''میں مسلمان ہوں۔ مجھے ایک بار ضرور بابا صاحب کے ادارے میں جانا چاہیے۔ اور وہاں کے ایمان افروز ماحول میں رہنا چاہیے۔ میری یہ ماں ہی مجھے وہاں تک پہنچا سکتی ہے۔''

پھر اس کے اندر دوسری سوچ پیدا ہوئی۔ ''بے شک ایک مسلمان کی حیثیت سے مجھے وہاں جانا چاہیے۔ لیکن میرے وہاں جانے سے غیر مسلموں کو فائدہ پہنچے گا۔ سیون بلڈرز میرے ذریعے جاسوسی کرائیں گے۔ وہاں کے حالات معلوم کریں گے۔ اور وہاں جو بزرگ ہیں، غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے قابل احترام افراد ہیں، ان کی کمزوریاں بھی معلوم کرنا چاہیں گے۔ مجھے ان کی معلومات کا ذریعہ نہیں بننا چاہیے۔''

اس کی منفی سوچ نے کہا۔ ''میں سیون بلڈرز سے غداری نہیں کروں گی۔ ہمیشہ ان کی وفادار بن کر رہوں گی۔ کیونکہ برے وقت میں انہوں نے میرا ساتھ دیا ہے۔ صرف مجھے ہی نہیں، میرے والدین کو بھی قاہرہ کی پولیس سے اور دوسرے دشمنوں سے نجات دلائی ہے۔''

یوں حساب کیا جائے تو سیون بلڈرز کے اس پر بہت سے احسانات تھے۔ وہ چند مہینوں میں دولت مند بن گئی تھی۔ بینک میں کروڑوں ڈالر جمع کیے گئے تھے۔ بلو بن میں شاندار کوٹھی تھی۔ استعمال کے لیے کئی طرح کی گاڑیاں تھیں۔ پھر ایک ملک سے دوسرے ملک اور دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جہاں جانا چاہتی، اس کے لیے کسی بھی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کرا دی جاتی تھی۔

اس کی دوسری سوچ نے کہا۔ ''بے شک۔ میں سیون بلڈرز کی وفادار رہوں گی، لیکن اپنے دین کے خلاف کوئی

کام نہیں کروں گی۔ میڈم سے مجھے ممتا ملتی رہے گی۔ میں میڈم کو دھوکا نہیں دوں گی۔''

ایسا سوچتے وقت وہ ایک حقیقت کے سامنے مجبور ہو گئی۔ یہ خیال پیدا ہوا کہ شام کے بعد جب وہ منفی ہو جاتی ہے تو اپنے دین کو بھول جاتی ہے۔ ایسے وقت کیا ہوگا؟ کیا وہ تو اپنے دین کے خلاف کام نہیں کرے گی؟ کیا وہ سونیا سے ممتا ملنے کے باوجود اس ماں کو دھوکا نہیں دے گی؟

جب وہ صبح سے شام تک اچھی باتیں سوچتی رہتی تھی، اچھے کام کرتی رہتی تھی تو ایسے خیالات اسے پریشان کرتے رہتے تھے کہ شام کے بعد صبح تک کیا ہوگا؟

سیون بلڈرز یہ سن کر بے چین ہو گئے تھے کہ بلو بن میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے پہنچے ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کہیں روپوش ہو جائیں، انہیں اپنے قابو میں کر لینا چاہیے۔

انہوں نے اپنے جاسوسوں کو ان کی تلاش میں روانہ کر دیا۔ اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا کہ وہ شہر کے چھوٹے بڑے ڈاکٹروں کے دماغوں میں جائیں اور معلوم کریں کہ صبح پانچ بجے کے بعد دو زخمی کسی کے پاس مرہم پٹی کے لیے آئے تھے یا نہیں؟ ان زخمیوں میں ایک عورت ہے اور ایک مرد ہے۔

ان زخمیوں کو یقیناً کسی اسپتال میں یا کسی پرائیویٹ کلینک میں ہونا چاہیے تھا۔ لیکن تلاش بسیار کے باوجود ان کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔ نہ جانے وہ اچانک کہاں گم ہو گئے تھے؟ سیون بلڈرز جمائلہ پر جھنجلا رہے تھے۔ اگر وہ ان دونوں کو زخمی کرتے ہی فون پر انہیں مطلع کر دیتی تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی ان کی گرفت میں ہوتے۔

بلڈرفورنے جھنجلا کر کہا۔ ''یہ جمائلہ اگرچہ ہمارے بہت کام آئی ہے، لیکن یہ ہمارے کنٹرول میں نہیں ہے۔''

بلڈرسکس نے کہا۔ ''ہم اپنی مرضی سے جس وقت اس سے کام لینا چاہتے ہیں اس وقت وہ ہمارے کام نہیں آتی۔ اس نے سراسر جھوٹ کہا ہے۔ یہ بات بنائی ہے کہ اذان کا وقت ہو رہا تھا اس لیے ہمیں اطلاع دیے بغیر کہیں چلی گئی۔''

بلڈرڈن نے کہا۔ ''اسے جھوٹی اور دھوکے باز نہ کہو۔ وہ ہماری مخلص اور وفادار ہے۔ ہمیں اس کی مجبوریوں کو سمجھنا چاہیے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ وہ صبح اذان ہوتے ہی تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایسے وقت وہ اپنے آپ میں نہیں رہتی۔ پھر ہمارے کیا کام آئے گی؟''

بلڈرسیون نے کہا۔ ''اور اس کے متعلق یہ رائے بھی قائم کی جائے کہ وہ ہماری مرضی کے مطابق اپنی ڈیوٹی انجام نہیں دیتی ہے۔ شام سے، صبح تک ہم جو کہتے ہیں، وہ اس پر عمل کرتی رہتی ہے۔ اب دن کا وقت ہے، ہم اس سے کوئی بات منوانا چاہیں گے، کوئی کام لینا چاہیں گے تو وہ نہیں کرے گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہماری وفادار نہیں ہے۔''

بلڈرڈن نے کہا۔ ''میں کئی بار کہہ چکا ہوں، دن کے وقت اس سے کوئی کام نہ لیا جائے۔ صبح سے شام تک وہ دو کام کبھی نہیں کرتی۔ ایک تو اس کے دین کے خلاف کوئی کام ہو تو وہ انکار کر دیتی ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ شعبدہ نہیں رہتی۔ جسمانی اور دماغی طور پر کمزور ہو جاتی ہے۔ اگر اس سے کوئی مشکل کام لیا جائے تو وہ ناکام ہو جائے گی۔''

''بے شک۔ ہم نے یہ طے کیا تھا کہ اس سے دن کے وقت کوئی اہم کام نہیں لیا جائے گا۔ یہ خیال دل و دماغ سے نکال دیا جائے کہ وہ ہماری وفادار نہیں ہے۔ وہ ہماری سب سے اہم کارکن ہے۔ حیرت انگیز طور پر ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے۔ ہمارے لیے ایسے ایسے کام کرتی ہے جسے کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ اسے تو یہاں ہماری کرسیوں پر آ کر بیٹھنا چاہیے۔ لیکن وہ اپنے حال میں مست رہتی ہے۔ ہم اسے جتنا دیتے ہیں، اُتنا ہی لے کر خوش ہو جاتی ہے۔''

ادھر سیون بلڈرز اپنے اجلاس میں جمائلہ کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ اُدھر ژاؤ کوم کو برا، کرونا، مہادھالی اور گوتم نارائن چنڈال چوکڑی جمی ہوئی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان انجان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تلاش کر رہے تھے۔ اور دماغی طور پر حاضر ہو کر باتیں بھی کر رہے تھے۔ وہ چاروں سیون بلڈرز سے اور جمائلہ سے زخم کھائے ہوئے تھے۔ یہ ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی توہین تھی کہ سیون بلڈرز نے انہیں اعصابی کمزوری کی دوائیں پلا کر گہری نیند سلا دیا تھا۔ ان پر اعتماد نہیں کیا تھا۔ انہیں سونیا پر تنویمی عمل کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

گوتم نارائن تنویمی عمل کے سلسلے میں ناکام ہو کر پہلے سونیا سے اور پھر جمائلہ سے مات کھا کر آیا تھا۔ چونکہ وہ سونیا پر تنویمی عمل کرنے کے سلسلے میں ناکام رہا تھا اس لیے سیون بلڈرز نے اس کی حمایت نہیں کی۔ سونیا اور جمائلہ کو اس پر ترجیح دی۔ سیون بلڈرز کا یہ رویہ ان چاروں کو ذہنی طور پر زخمی کر رہا تھا۔

ژاؤ کوم کو برا نے کہا۔ ''آج جس طرح جمائلہ کو سر پر بٹھایا جا رہا ہے، پہلے اسی طرح ہماری بھی واہ واہ ہوتی رہی تھی۔ جمائلہ کے آنے کے بعد سے ہماری اہمیت روز بہ روز کم ہوتی جا رہی ہے۔''

کرونا نے کہا۔ ''سونے پر سہاگا یہ کہ سونیا آگئی ہے اب اس کی موجودگی میں ہم دو کوڑی کے ہو کر رہ جائیں گے۔''

مہادھابی نے گوتم نارائن کو دیکھتے ہوئے بڑے دکھ سے کہا۔ ''کل رات ہمارے گوتم جی کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کے بارے میں ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ شہزوریا کمزور سی عورت ہمیں جوتے مار کر چلی جائے گی، تب سیون بلڈرز اس کے خلاف کچھ اس لیے نہیں کہیں گے کہ وہ سب اس سے مفادات حاصل کرتے رہتے ہیں۔''

گوتم نارائن نے کہا۔ ''ایک بات میرے ذہن میں بیٹھ گئی ہے اور وہ یہ کہ جب تک جمائلہ اور میڈم سونیا اس تنظیم میں رہیں گے تب تک ہماری عزت اسی طرح دو کوڑی کی ہوتی رہے گی۔ ہم اسی طرح بے عزتی کے جوتے کھاتے رہیں گے اور سیون بلڈرز کے آگے سر جھکاتے رہیں گے۔''

ژاؤ کوم کو برا نے کہا۔ ''جانے کچھ ہو جائے، سیون بلڈرز کے آگے تو سر جھکائے رکھنا ہوگا۔ انہوں نے ہمیں پناہ دی ہے۔ ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے اگر ان کی پناہ میں نہ آتے اور ان کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اپنی خیال خوانی کو محدود نہ کرتے تو اب تک فرہاد یا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ہاتھوں ابدی نیند سو چکے ہوتے۔''

کرونا نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ درست ہے۔ یہاں ہم محفوظ بھی ہیں اور عیش بھی کر رہے ہیں۔''

مہادھابی نے کہا۔ ''میں ٹیرسیلائز تنظیم میں تھا، وہاں میرے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی تھے۔ وہ سونیا اور اس کے ننھے سے پوتے کے ذریعے مارے گئے۔ اگر میں فوراً ہی روپوش نہ ہوتا اور یوں گمنامی کی زندگی نہ گزارتا تو اب تک میں بھی نرک میں پہنچ چکا ہوتا۔''

کرونا، ژاؤ کوم کو برا اور مہادھابی۔ تینوں نے سیون بلڈرز کے سامنے پہنچ کر سر جھکا کر قسمیں کھائی تھیں کہ وہ ان کی مرضی کے خلاف کبھی خیال خوانی نہیں کریں گے۔ جب وہ حکم دیں گے، تب خیال خوانی کے ذریعے وہ ان کا کام کریں گے، ورنہ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو کبھی اپنی مرضی سے استعمال نہیں کریں گے۔

اور وہ تینوں یہی کر رہے تھے۔ مجھ سے اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اس قدر خوف زدہ تھے کہ بے لگام ہو کر خیال خوانی کے ذریعے کسی کے دماغ میں نہیں جاتے تھے یہ الگ بیزار رہتا تھا کہ دوسروں کے دماغوں میں بھٹکتے رہنے سے کبھی نہ کبھی ہم سے سامنا ہو سکتا ہے۔

یہ بات ان کے دماغ میں اچھی طرح بیٹھ گئی تھی کہ وہ ان سے ہمیشہ دور رہیں گے اور صرف سیون بلڈرز کی ضرورت کے وقت خیال خوانی کریں گے تو زندہ سلامت رہیں گے۔ اور عیش و عشرت کی زندگی گزارتے رہیں گے۔

گوتم نارائن نے کہا۔ ''بے شک۔ سیون بلڈرز کے ہم پر بہت سے احسانات ہیں۔ میں نے ماضی میں تین قتل کیے تھے، انڈین پولیس اور انٹیلی جینس والے میرے پیچھے پڑے تھے۔ مجھے اس تنظیم میں پناہ نہ ملتی تو اب تک میں پھانسی پر لٹک چکا ہوتا۔''

مہادھابی نے کہا۔ ''ہمیں یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ہم اس تنظیم میں ہی محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ہمیں ہر حال میں سیون بلڈرز کا وفادار بن کر رہنا ہے۔ خواہ کتنی ہی بے عزتی کیوں نہ اٹھانی پڑے۔''

گوتم نارائن نے کہا۔ ''ہم کیوں بے عزتی اٹھائیں گے اگر عقل سے کام لیں گے تو ان وجوہات کو ختم کر سکیں گے جن سے بے عزتی ہوتی ہے۔''

سب نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولا۔ ''ان دو عورتوں سے مات کھانے کے بعد میں اندر ہی اندر سلگ رہا ہوں۔ اگر تم تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے میری مدد نہ کی تو میں تنہا ان دونوں سے انتقام لوں گا۔ یا پھر ناکام ہو کر خود کو ختم کر لوں گا۔''

ژاؤ کوم کو برا نے کہا۔ ''ایسی باتیں نہ کرو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ وہ دو عورتیں ہمارے لیے بھی تعصبیتیں بنتی رہیں گی۔ اگر یہ دونوں کانٹے نکل جائیں تو ہم ایک بار پھر پہلے کی طرح سیون بلڈرز کی آنکھوں کا تارا بن کر رہیں گے۔''

گوتم نارائن نے کہا۔ ''بس میں یہی چاہتا ہوں۔ سونیا اور جمائلہ کو اس طرح راز داری سے ختم کیا جائے کہ سیون بلڈرز کو ہم میں سے کسی پر شبہ نہ ہو۔''

کرونا نے کہا۔ ''ایسا ہو سکتا ہے۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے انہیں موت کی کسی کھائی میں دھکیل سکتے ہیں۔ لیکن.....''

گوتم نارائن نے پوچھا۔ ''لیکن کیا؟''

''ہم نے سیون بلڈرز کے سامنے قسم کھائی ہے کہ ہم ان کے حکم کے خلاف کبھی خیال خوانی نہیں کریں گے۔ صرف ان کے کسی کام کے سلسلے میں اپنے اس ہتھیار کو استعمال کریں گے۔''

''کیا اپنی جان پر بن آئے گی، تب بھی خیال خوانی نہیں کرو گی؟''

''ہاں۔ وہ تو ایک مجبوری ہوگی۔''

گوتم نے کہا۔ ''اور ابھی ہماری عزت پر بات آرہی ہے۔ ہماری ذلت ہو رہی ہے۔ ہم ان دو عورتوں کے سامنے کمتر سے کمتر ہوتے جا رہے ہیں۔ کیا یہ زندگی تمہیں گوارا ہے؟''

ژاؤ کوم کو برا نے کہا۔ ''تم درست کہتے ہو۔ ہم نے اب تک سیون بلڈرز کی مرضی کے خلاف خیال خوانی نہیں کی، کبھی بے لگام نہیں ہوئے۔ اب ہماری عزت کا اور یہاں اپنی برتری قائم رکھنے کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ ہم رازداری سے خیال خوانی کریں گے تو سیون بلڈرز بھی ہماری چوری نہیں پکڑ سکیں گے۔''

''ہم چاروں ہمیشہ ایک دوسرے کے رازدار بن کر رہیں گے۔ یہ بھی کسی پر ظاہر نہیں ہوگا کہ ہم نے اپنی عزت کے لیے اور اپنی بقا کے لیے ان دو عورتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔''

مہادھابی نے کہا۔ ''ہم دودھ کے جلے ہیں۔ چھاچھ پھونک پھونک کر پئیں گے۔ سونیا سے پہلے بھی کئی بار مات کھا چکے ہیں۔ اس بار خوب سوچ سمجھ کر حملہ کرنا ہوگا۔''

''فی الحال ہم میڈم سونیا پر نہیں، جمائلہ پر حملہ کریں گے۔ پہلے جمائلہ کو راستے سے ہٹانا چاہیے۔''

کرونا نے کہا۔ ''ابھی دن کا وقت ہے، وہ زمین پر رینگنے والے کسی حقیر کیڑے کی طرح کمزور اور بے ضرر ہوگی۔ ہمارے کسی آئٹم کار پر جوابی حملہ نہیں کر سکے گی۔ شام سے پہلے اس چڑیل کو ختم کیا جا سکتا ہے۔''

گوتم نارائن نے کہا۔ ''حالات سازگار ہیں، یہ سیون بلڈرز جانتے ہیں کہ دو اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس شہر میں پہنچے ہوئے ہیں۔ تم سب خیال خوانی کے ذریعے اس پر حملہ کرو گے تو وہ تم میں سے کسی پر شبہ نہیں کریں گے، یہی سمجھا جائے گا کہ وہ دو اجنبی دشمن جمائلہ کو مار ڈالنا چاہتے ہیں۔''

وہ چاروں اپنی اپنی جگہ سر جھکا کر سوچنے لگے۔ اس منصوبے کے ہر پہلو پر غور کرنے لگے۔ پھر مہادھابی نے کہا۔ ''ہم ایک بات بھول رہے ہیں۔ اگر جمائلہ ہمارے حملوں سے بچ جائے گی تو رات ہوتے ہی اسے پُراسرار قوتوں کے ذریعے معلوم ہو جائے گا کہ ہم اس سے دشمنی کر رہے تھے۔''

ژاؤ کوم نے کہا۔ ''وہ ہمارے آئٹم کار کو دیکھنے کے بعد اس کے ذریعے ہم تک پہنچے گی۔ لیکن حملے کی ناکامی کے بعد ہم اپنے آئٹم کار کو زندہ ہی نہیں چھوڑیں گے۔ وہ مر جائے گا تو جمائلہ بھی ہم تک نہیں پہنچ سکے گی۔''

وہ چاروں پھر سر جھکا کر سوچنے لگے۔ نہ تو جمائلہ ہی کوئی معمولی لڑکی تھی، وہ کتنی خطرناک تھی؟ یہ سب جانتے تھے۔ پھر یہ کہ سونیا جیسی ناقابلِ شکست اور مکار عورت اس کے ساتھ تھی۔ انہیں ہر پہلو پر غور کرنا تھا۔ ابھی دن کے بارہ بجے تھے۔ شام ہونے سے پہلے ہی وہ حملہ کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ ورنہ پھر موقع ہاتھ سے نکل جاتا۔

گوتم نارائن نے کہا۔ ''اگر آج ہم نے اسے ختم نہ کیا تو شاید کل نہ کر سکیں۔ رات کو جمائلہ اپنی پُراسرار قوتوں سے کام لے کر ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ جائے گی۔ انہیں سیون بلڈرز تک پہنچا دے گی۔ پھر تم میں سے کوئی یہ بات نہیں بنا سکے گا کہ وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے، جمائلہ پر حملہ کر رہے تھے۔''

ان کے لیے آج ہی کا دن اہم تھا۔ جو کرنا تھا وہ آج ہی کر گزرنا تھا۔ سونیا بیدار ہو گئی تھی۔ شاور لینے کے بعد ڈائننگ روم میں آگئی تھی۔ وہاں جمائلہ کے ساتھ بیٹھ کر کچھ کھا رہی تھی اور اس سے باتیں کر رہی تھی۔ اسے اپنے بارے میں تجسس تھا کہ وہ کون ہے؟ اور اپنوں کے بغیر کہاں بھٹک رہی ہے؟

پچھلی رات جمائلہ نے اسے یہ سمجھا دیا تھا کہ وہ بیوہ ہے اور اس کی ایک ہی اولاد ہے اور وہ جمائلہ ہے۔ سونیا کو وہ بہت اچھی لگی تھی۔ یہ کہنا چاہیے کہ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں اعلیٰ بی بی چھپی ہوئی تھی۔ وہ اپنی اس بیٹی کی جھلک جمائلہ میں دیکھ رہی تھی اور اس سے متاثر ہو رہی تھی۔

جمائلہ نے اسے جو سمجھایا تھا، اس نے وہی سمجھ لیا تھا۔ اور وہ اسی پر یقین کرتے ہوئے اسے اپنی بیٹی سمجھ رہی تھی۔ اس سے اپنی پچھلی زندگی کے متعلق طرح طرح کے سوالات کر رہی تھی اور جمائلہ کی سمجھ میں جو آرہا تھا، وہ جواب دیتی جا رہی تھی۔

سونیا نے کھانے کے بعد کہا۔ ''میں یہ شہر دیکھنا چاہتی ہوں۔ کیا تمہارے پاس اتنا وقت ہے؟''

''مما! آپ کے لیے میرے پاس وقت ہی وقت ہے۔ آپ چینج کریں۔ ہم ابھی چلتے ہیں۔''

سونیا اپنے بیڈروم میں چلی گئی۔ وہ باہر آکر گاڑی چیک کرنے لگی۔ اس نے سونیا کا مکمل ریکارڈ پڑھا تھا۔ یہ جانتی تھی کہ اس کے بچے اسے مما کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی اسے مما کہنے لگی تھی۔

وہ لباس بدل کر آگئی۔ جمائلہ نے کہا۔ ''مما! آپ کو زندگی کے کتنے ہی شعبوں میں مہارت حاصل ہے۔ آپ بہت ہی خطرناک حد تک فاسٹ ڈرائیونگ کی عادی ہیں۔ کیا

آج گاڑی ڈرائیو کرسکیں گی؟''

وہ دوسری طرف سے گھوم کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''کیوں نہیں؟ ضرور ڈرائیو کروں گی۔ لیکن فاسٹ نہیں۔ خود کو بھولی ہوئی ہوں تو پتا نہیں ڈرائیونگ میں کتنی مہارت رہ گئی ہوگی؟ پھر یہ میرے لیے انجانی جگہ ہے مجھ سے فاسٹ ڈرائیونگ کی توقع نہ کرو۔''

وہ سہولت سے کار ڈرائیو کرنے لگی۔ اس کے لیے تمام راستے انجانے تھے۔ جمائلہ گائیڈ کررہی تھی کہ اسے کس طرف جانا ہے؟ اس نے پیرو آلٹو کے علاقے میں آ کر رُکنے کو کہا سونیا نے کار کو ایک طرف روکتے ہوئے پوچھا۔ ''یہاں کوئی کام ہے؟''

وہ کار کے باہر دور تک دیکھتے ہوئے بولی۔ ''مما! پچھلی رات یہاں مجھے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ملے تھے۔ میں نے دونوں کو زخمی کیا تھا۔ میرے پاس وقت ہوتا تو میں انہیں سیون بلڈرز کے پاس پہنچا دیتی۔ چونکہ اذان کا وقت ہورہا تھا اس لیے میں انہیں چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ پتا نہیں، وہ کہاں گم ہوگئے ہیں؟''

''جب وہ زخمی تھے تو یقیناً کسی اسپتال میں ہوں گے۔''

''سیون بلڈرز کے جاسوس اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان دونوں کو ہر جگہ تلاش کررہے ہیں۔ نہ جانے وہ کس بل میں جا گھسے ہیں؟ ان کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔''

''تم کہہ رہی ہو کہ یہ واقعہ کل رات یا صبح کے وقت ہوا تھا اور اب آدھا دن گزر چکا ہے۔ اتنی دیر میں تو وہ زخمی اپنی مرہم پٹی کرا کے کہیں سے کہیں پہنچ گئے ہوں گے۔ ہوسکتا ہے انہوں نے یہ شہر ہی چھوڑ دیا ہو۔''

''کوئی بات نہیں۔ میں رات کے وقت انہیں کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ نکالوں گی۔''

سونیا نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ ''پچھلی رات تم نے کہا تھا کہ تمہارے اندر غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ کچھ پُراسرار قوتیں ہیں۔ مجھے ان کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔''

وہ کہنے لگی۔ ''جب میں پیدا ہوئی تو نہیں جانتی تھی کہ کون ہوں؟ کیا ہوں اور کس دنیا میں پہنچی ہوئی ہوں؟ آپ اور پاپا میری وجہ سے بہت پریشان رہتے تھے۔ کیونکہ میری حرکتیں عجیب وغریب تھیں۔ جب میں کچھ چلنے پھرنے لگی، بولنے لگی، اسکول جانے لگی تو یہ انکشاف ہوا کہ میں دن کو پوزیٹو رہتی ہوں اور رات کو نیگیٹو رہتی ہوں۔ دن کے وقت دینِ اسلام کو مانتی ہوں اور رات کو ابوالہول کے مجسمے کے پاس جا کر اس کی پوجا کرتی ہوں۔ اس طرح مجھ میں شیطانی قوتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''کیا ہم تمہیں ابوالہول کے مجسمے کے پاس جانے کی اجازت دیتے تھے؟''

''آپ لوگوں کو خبر نہیں ہوتی تھی، میں شام ہوتے ہی غائب ہوجاتی تھی۔ آپ سب مجھے تلاش کرتے رہتے تھے اور میں اس مجسمے کے پاس پہنچ جاتی تھی۔ جب واپس آتی تھی تو میرے اندر ایسی تبدیلیاں ہوتی تھیں، جنہیں دیکھ کر آپ اور پاپا پریشان ہوجاتے تھے۔''

جمائلہ نے اپنے والدین سے اپنے بچپن کے بارے میں جو کچھ سنا تھا وہ سونیا کو بتانے لگی۔ ''آپ اور پاپا میری اس بدلتی ہوئی فطرت اور مزاج کو اچھی طرح سمجھ گئے تھے۔ آپ دونوں کو یقین ہوگیا کہ رات کا اندھیرا پھیلنے کے بعد جب میں تبدیل ہوتی ہوں اور نیگیٹو بن جاتی ہوں تو میرا کوئی علاج نہیں ہوسکتا۔ صبح تک میں خود ہی نارمل ہوجاتی ہوں۔ پوزیٹو ہوکر ایک سیدھی سادی سی زندگی گزارنے لگتی ہوں۔ جیسا کہ ابھی دن کے وقت ہوں۔ ابھی میں ایک عام سی لڑکی ہوں کوئی میرا ہاتھ پکڑ لے تو اس سے ہاتھ نہیں چھڑا سکوں گی، رونے لگوں گی اور میری یہی کمزوری کوئی رات کے وقت پکڑ لے تو میں اس کی کلائیاں توڑ کر رکھ دوں گی۔''

سونیا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''کل رات میں نے دیکھا تھا، تم نے گوتم نارائن کو اٹھا کر اس طرح دیوار پر دے مارا تھا، جیسے وہ موم کا بنا ہوا ہو۔ جبکہ اچھا خاصا بھاری بھرکم شخص تھا۔''

''میں سر سے ٹکر مار کر دروازے توڑ دیتی ہوں، دیواروں میں دراڑیں ڈال دیتی ہوں۔''

سونیا نے حیرانی سے کہا۔ ''یاخدا! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ میں نے ایسی عجیب وغریب بیٹی کو جنم دیا ہے۔''

اس نے جمائلہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا ''کیا دن کے وقت تمہارے اندر کوئی غیر معمولی صلاحیت نہیں رہتی؟''

وہ سر کو اثبات میں ہلا کر بولی۔ ''مجھے آگہی ملتی رہتی ہے کوئی اہم واقعہ ہو یا کوئی خطرہ پیش آنے والا ہو تو وہ فلمی منظر کی طرح میری نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔ مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ دن کے وقت میرے اندر یہ صلاحیت بھی ہوتی ہے کہ میں آنکھیں اور چہرہ پڑھ کر اپنے سامنے والے کے بارے میں بہت کچھ جان لیتی ہوں۔''

''تم نے کہا تھا، مجھے کسی سانپ نے نہیں ڈسا ہے۔ بلکہ میرے اندر کوئی پُراسرار زہریلی قوت ہے۔''

وہ بولی۔ ''جی ہاں۔ آپ جس کے جسم میں دانت پیوست کریں گی، وہ آپ کے زہر سے مرجائے گا۔ آپ کے اندر کوئی نیلی پیتھی جاننے والا نہیں آسکتا۔ آپ کا زہریلا دماغ آنے والوں کو بھگا دیتا ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''صرف یہ ایک زہریلی پُراسرار قوت ہے؟''

''آپ کے دماغ میں بڑی پُراسرار مکاریاں بھری ہوئی ہیں۔ ایسی حاضر دماغی ہے کہ جو کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ آپ چشم زدن میں فیصلہ کرلیتی ہیں کہ تخت حاصل کرنا ہے یا تخت کردینا ہے؟''

''کیا گاڑی یہیں رُکی رہے گی؟ کہیں آگے نہیں جانا ہے؟''

''ہم رسیو کے شاپنگ سینٹر چلیں گے۔ وہ ایک بہت بڑا شاپنگ ایریا ہے۔ شاپنگ کرنے جاؤ تو صبح سے شام ہوجاتی ہے۔''

سونیا نے گاڑی اسٹارٹ کی، پھر کہا۔ ''بہت خوبصورت شہر ہے۔ مجھے یاد نہیں آرہا ہے کہ میں پہلے کبھی یہاں آئی تھی؟ بھولے ہوئے لوگ نہ سہی، بھولی ہوئی جگہ تو یاد آنی چاہیے۔''

''آپ یہاں پہلے کبھی نہیں آئی ہیں۔ اس لیے کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔ پاپا کے انتقال کے بعد آپ بُری طرح بیمار پڑ گئی تھیں۔ العتیقہ کے اسپتال میں تھیں۔ میں یہاں سیون بلڈرز کے معاملات میں مصروف رہتی تھی۔ اس لیے آپ کو العتیقہ سے یہاں لے آئی۔''

''تم میرے پاس نہیں آئی تھیں، میں اسپتال سے نکل کر بھٹکتی ہوئی تمہارے پاس پہنچی تھی۔''

''بات ایک ہی ہے۔ میں آپ کو لینے کے لیے اسپتال ہی جارہی تھی۔ لیکن آپ راستے میں مل گئی تھیں۔''

وہ ڈرائیو کررہی تھی۔ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولی۔ ''میں زندگی کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہی ہوں۔ یہ سوچ کر عجیب سا لگتا ہے کہ اتنی بڑی دنیا میں میری صرف ایک ہی بیٹی ہے۔ خدا کے بعد ایک تمہارا ہی آسرا ہے۔ تم میری یادداشت واپس لاسکو گی۔''

''انشاءاللہ! ایک نہ ایک دن آپ کو اپنی پچھلی زندگی کی ہر بات یاد آجائے گی۔''

وہ شاپنگ سینٹر کے سامنے پہنچ گئیں۔ کار سے اتر کر وہاں سے چلتی ہوئی شاپنگ سینٹر کی بڑی سی عمارت میں داخل ہوگئیں۔ چاروں طرف خوبصورت جگمگاتی ہوئی دکانیں تھیں۔ وہاں دنیا کی ہر چیز دستیاب تھی۔ زندگی کی ہر ضرورت وہاں سے خریدی جاسکتی تھی۔ جمائلہ نے کہا۔ ''یہاں آپ کا کوئی دوسرا لباس نہیں ہے۔ ضرورت کی اور بہت سی چیزیں آپ کو خریدنی ہیں۔ آپ دل کھول کر شاپنگ کریں۔ جس دکان میں جائیں گی، وہاں ہمارا کریڈٹ کارڈ کیش ہوتا رہے گا۔''

سونیا ملبوسات کے علاوہ ضرورت کی دوسری چیزیں بھی خریدنے لگی۔ جمائلہ سے بھی ضد کرنے لگی کہ وہ بھی کچھ خریدتی رہے۔ وہ تقریباً دو گھنٹے تک شاپنگ کرتی رہیں پھر وہاں کے ایک سیکورٹی گارڈ کو کار کی چابی دیتے ہوئے کہا کہ وہ خریدی ہوئی تمام چیزیں لے جا کر ڈکی میں رکھے۔

دکانوں کی درمیانی راہداری سے گزرتے وقت جمائلہ ایک شوکیس کے پاس رُک گئی تھی۔ اسی لمحے میں وہ شیشے کا شوکیس ایک چھناکے سے ٹوٹ گیا۔ وہ چیخ مار کر سونیا سے لپٹ گئی۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ کسی نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گولی چلائی ہے۔

سونیا اس کے آگے ڈھال بن کر اس کے ساتھ چلتی ہوئی ایک دکان کے اندر گھس گئی۔ کاؤنٹر کے پیچھے پہنچ کر دور تک ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اس شاپنگ سینٹر کے مختلف حصوں میں کھڑے ہوئے مسلح گارڈ الرٹ ہوگئے تھے۔ جدھر فائر کیا گیا تھا، ادھر دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ انہوں نے سونیا سے کہا۔ ''میڈم! آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ ہم آپ کو بہ حفاظت باہر تک لے جائیں گے۔''

وہ چھ سات مسلح گارڈ تھے۔ وہ دونوں چار مسلح گارڈز کے درمیان آگئیں۔ پھر چاروں طرف دیکھتے ہوئے وہاں سے جانے لگیں۔ باقی گارڈز فائر کرنے والے کو تلاش کر رہے تھے۔ اس وقت سونیا اپنی فطرت کے مطابق اندر سے خونخوار بن گئی تھی۔ شیرنی کی طرح غراتے ہوئے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ حملہ کرنے والے کو تاڑ رہی تھی۔

دائیں بائیں کئی کوریڈورز تھے۔ گزرنے کے دوران یک بیک وہ غرائی۔ ایک شخص کسی دکان کے سائن بورڈ کے پیچھے دبکا بیٹھا تھا۔ اور ہاتھ نکال کر ریوالور سے نشانہ لے رہا تھا۔ اچانک ہی سونیا نے اپنے ساتھ چلنے والے مسلح گارڈ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ وہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ سونیا نے اس سے گن چھین کر اس طرف فائر کیا۔ وہ شخص فائر کرنے کے لیے سائن بورڈ کے پیچھے سے ذرا باہر آگیا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے گولی لگی۔ وہ چیخ مار کر لڑھکتا ہوا، دکان

کے اوپر سے گرتا ہوا نیچے فرش پر آ گیا۔

پہلے اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا تھا۔ تمام مسلح گارڈز نے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ سونیا نے مجرم کو تاڑنے کے بعد ایسا کیا ہے۔ وہ سب دوڑتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئے۔ اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

جواب دینے سے پہلے ہی اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی پھر وہ فرش پر تڑپنے لگا۔ سونیا نے تعجب سے پوچھا۔ ''اسے کیا ہوا ہے؟ یہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟''

جمائلہ نے کہا۔ ''یقیناً کوئی نیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر زلزلہ پیدا کر رہا ہے۔''

وہ درست کہہ رہی تھی۔ کرونا، ٹراؤکوم کو برا اور مہادھابی نے اپنے اپنے طور پر مجرمانہ ذہن رکھنے والے تین افراد کو اپنا اپنا آئینہ کار بنایا تھا۔ اس وقت ٹراؤکوم کا آئینہ کار نظروں میں آ گیا تھا۔ گرفتار ہونے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی کو برا اسے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اس نے یکے بعد دیگرے زلزلے کے کئی جھٹکے پیدا کیے۔ جس کے نتیجے میں اس آئینہ کار کا دماغ موت کی تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

کرونا کا آئینہ کار اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ وہاں آیا تھا تاکہ ان کے درمیان چھپا رہے اور فائر کرتے وقت دکھائی نہ دے۔ سونیا اور جمائلہ پھر مسلح گارڈز کے گھیرے میں چلتی ہوئی اس عمارت سے باہر نکلنے لگیں۔ ایسے ہی وقت کرونا کے آئینہ کار نے گولی چلائی۔ وہ سنسناتی ہوئی گولی آ کر ایک مسلح گارڈ کے بازو میں پیوست ہو گئی۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ گن ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ سونیا نے فوراً ہی اپنے ساتھ جمائلہ کو نیچے گرایا پھر وہ گن اٹھا کر فائرنگ کی سمت کا اندازہ کرنے لگی۔

کچھ فاصلے پر تقریباً چھ افراد ایک دوسرے سے الگ ہو کر ادھر ادھر جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص ریوالور کو لباس میں چھپا رہا تھا۔ سونیا نے نشانہ لے کر اس کی ٹانگ پر گولی چلائی۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔

سب نے چونک کر اس گرنے والے کو دیکھا۔ سونیا نے کہا۔ ''اسے حراست میں لو۔ اسی نے فائر کیا تھا۔''

ان سب نے دوڑتے ہوئے آ کر اسے گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ کرونا پریشان ہو گئی تھی۔ اس کا آئینہ کار بھی ناکام ہو رہا تھا۔ اور یہ بھید کھلنے والا تھا کہ اس کے دماغ میں کوئی ہے۔ اور وہ کسی کا آئینہ کار بن کر ان دونوں کو نقصان پہنچانے والا تھا۔

کرونا نے اس آئینہ کار کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اپنے لباس میں سے ریوالور نکال کر اسے اپنی کنپٹی سے لگایا پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس سے ریوالور چھینتا اس نے گولی چلا دی۔ کرونا نے بھی بھید کھلنے سے پہلے اپنے اس آئینہ کار کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

فائرنگ کے باعث شاپنگ سینٹر میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ پولیس والے آ گئے تھے۔ اب سکیورٹی اتنی ہو گئی تھی کہ مہادھابی نے اپنے آئینہ کار کو وہاں سے بھگا کر پارکنگ ایریے میں پہنچا دیا تھا۔ کرونا اور کوبرا سے کہا۔ ''وہاں سکیورٹی بڑھ گئی ہے۔ انہیں بڑی حفاظت سے گاڑی کی طرف پہنچایا جا رہا ہے۔ اگر وہاں میرا آئینہ کار بھی ناکام رہا تو یہ ہماری بڑی شکست ہو گی۔''

گوتم نارائن نے پریشان ہو کر کہا۔ ''کچھ کرو۔ بڑی ذہانت سے، بڑی سہولت سے اور توجہ سے جمائلہ کا نشانہ لو پھر گولی چلاؤ۔''

مہادھابی نے کہا۔ ''شاپنگ سینٹر میں اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ صحیح نشانہ نہیں لیا جا سکتا۔ اور اب تو بھگدڑ مچ گئی ہے پولیس والے بھی آ گئے ہیں۔ پھر بھی میں کوشش کرتا ہوں۔''

وہ پھر اپنے آئینہ کار کے دماغ میں آ گیا۔ وہ پارکنگ ایریے میں گاڑیوں کے درمیان چھپا ہوا تھا۔ جمائلہ کی کار کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ سونیا کے ساتھ چلتی ہوئی سپاہیوں کے گھیرے میں اپنی گاڑی تک پہنچ گئی تھی۔ مہادھابی پریشان ہو کر اپنے آئینہ کار کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ موقع تلاش کر رہا تھا لیکن وہاں پولیس والوں کے علاوہ اتنے لوگ جمع ہو گئے تھے کہ سونیا یا جمائلہ میں سے کسی کو بھی نشانے پر نہیں رکھا جا سکتا تھا اگر گولی چلائی جاتی تو سراسر ناکامی ہوتی۔

اس نے اس آئینہ کار سے کہا۔ ''اپنی گاڑی میں بیٹھ کر جاؤ۔ میں تمہیں جمائلہ کے بنگلے تک پہنچاؤں گا۔''

اس نے اپنے عامل کی ہدایت پر عمل کیا۔ وہاں سے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر جانے لگا۔ ادھر سونیا اور جمائلہ اپنی گاڑی میں بیٹھ گئی تھیں۔ ایک پولیس افسر کہہ رہا تھا۔ ''اگر آپ کو ڈر لگ رہا ہے تو ہمارے دو مسلح سپاہی آپ کے ساتھ گھر تک جائیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہم خوفزدہ نہیں ہیں، البتہ نہتے ہیں۔ لہٰذا مسلح گارڈز کا ہمارے ساتھ رہنا ضروری ہے۔''

پولیس افسر نے دو گارڈز کو پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا۔ وہ دونوں وہاں سے چل پڑیں۔ جمائلہ نے موبائل فون کے ذریعے بلڈرز سے رابطہ کر کے اسے اپنے حالات سے آگاہ کیا۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''یہ کون دشمن ہیں جو تم پر مسلسل حملے کر رہے ہیں؟ تم نے ہمیں پہلے اطلاع کیوں نہیں

دی تھی کہ تم کہاں ہو؟ ہمارے آدمی چشم زدن میں تمہارے پاس پہنچ جاتے۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''میں اپنی اور مما کی جان بچانے کے لیے ادھر ادھر بھاگ رہی تھی۔ آپ کو اطلاع دینے کا موقع نہیں ملا۔ پھر بھی میں سیدھی آپ کے پاس آ رہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے، چلی آؤ۔ میں اپنے دوسرے بلڈرز کو بلا رہا ہوں۔''

جمائلہ نے فون بند کر کے کہا۔ ''مما! میں آپ کو گائیڈ کر رہی ہوں۔ ہم سیون بلڈرز سے ملنے جا رہے ہیں۔ آپ نے ہمیں ہولیے۔ ہم سیون بلڈرز سے ملنے کے بعد اب تک ان سے ملاقات نہیں کی ہے۔ شاید ان سب سے مل سکیں گی۔''

اس نے سیون بلڈرز کو بتا دیا تھا کہ اس نے کس طرح اپنے ماں باپ کا رشتہ قائم کیا ہے؟ اور اسے یہ سمجھایا ہے کہ کس طرح ماں بھی سیون بلڈرز سے تعلق رکھتی تھی اور انہوں نے یہاں رہ کر بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔

جب وہ سونیا کو لے کر بلڈرز کے بنگلے میں پہنچی تو سیون بلڈرز بھی پہنچ چکے تھے۔ ان ساتوں نے بڑی گرمجوشی سے سونیا کا استقبال کیا۔ وہ سب مختلف صوفوں پر بیٹھ گئے تھے اور باری باری سونیا کی ایسی تعریفیں کر رہے تھے جیسے سیون بلڈرز کی تنظیم سے اس کا بہت پرانا تعلق رہا ہو۔

جمائلہ نے بتایا کہ آج اس کی مما نے کس طرح اپنی ذہانت کے مطابق پھرتی دکھائی ہے اور وہاں حملہ کرنے والے دو دشمنوں کو اپنی ذہانت سے تاڑ لیا تھا اور انہیں گولی مار کر زخمی کر دیا تھا۔

وہ ساتوں بلڈرز تعریفی نظروں سے سونیا کو دیکھ رہے تھے اور اس بات پر فخر کر رہے تھے کہ میڈم کا تعلق ان کی تنظیم سے ہے۔ جمائلہ نے کہا۔ ''آج تک مجھ پر کبھی ایسا جارحانہ حملہ نہیں ہوا تھا۔ حملہ کرنے والوں کو جب گرفت میں لینے کی کوشش کی گئی تو ان کی موت سے پتا چل گیا کہ ان کے اندر نیلی پیتھی جاننے والا گھسا ہوا تھا۔''

یہ بات سنتے ہی انہوں نے اپنے تینوں نیلی پیتھی جاننے والوں کو فوراً حاضر ہونے کا حکم دیا۔ پھر جمائلہ سے کہا۔ ''میڈم! اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہیں۔ اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتی ہیں۔ اس لیے یہ نہیں سمجھ سکتیں کہ کون نیلی پیتھی جاننے والا ان کا اور تمہارا دشمن ہے؟''

جمائلہ نے کہا۔ ''آج سے پہلے تو کوئی نیلی پیتھی جاننے والا میرا دشمن نہیں تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا ہے۔''

وہ ساتوں بلڈرز ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اور آپس میں کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ ''ہمیں اس پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ ہم نے اپنے تین نیلی پیتھی جاننے والوں کو جبراً اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا اور انہیں گہری نیند سلا دیا تاکہ وہ میڈم پر راز داری سے کوئی عمل نہ کر سکیں۔ ہماری اس حرکت سے ان کی انا کو ٹھیس پہنچی ہو گی۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''کل میں نے اور مما نے گوتم نارائن کی پٹائی کی تھی۔ وہ بھی اپنی بے عزتی محسوس کر رہا ہو گا۔ آپ لوگوں کے سامنے ان میں سے کوئی زبان تک نہیں ہلا سکتا' سب سر جھکا لیتے ہیں لیکن در پردہ وہ مجھ سے اور مما سے دشمنی کر سکتے ہیں۔''

ایک بلڈر نے کہا۔ ''تمہاری یہ بات درست بھی ہو سکتی ہے اور محض شبہ بھی ہو سکتا ہے۔ ہم ابھی انکوائری کرتے ہیں۔ جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ دشمنی کرنے والے اپنے ہیں یا پرائے؟''

وہ تینوں نیلی پیتھی جاننے والے آدھے گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ گئے۔ انہیں بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ پھر ایک نے کہا۔ ''آج روسیو کے شاپنگ سینٹر میں جمائلہ اور میڈم پر زبردست حملے کیے گئے ہیں۔''

ٹراؤکوم کو برا نے کہا۔ ''یہ اطلاع ہمارے لیے بڑی تشویشناک ہے۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی اسی وقت ہمیں فون پر اطلاع دیتا تو ہم خیال خوانی کے ذریعے فوراً ہی وہاں پہنچ جاتے۔''

سونیا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''تم وہاں کیسے پہنچتے؟ جبکہ خیال خوانی کے ذریعے ہم پر حملے کرا رہے تھے۔''

کرونا نے انجان بن کر پوچھا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ کیا واقعی خیال خوانی کے ذریعے حملے کیے جا رہے تھے۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''مما جھوٹ نہیں بول رہی ہیں۔ وہاں ہمیں ثبوت مل چکا ہے کہ ہم پر حملہ کرنے والے کسی نیلی پیتھی جاننے والے کے آئینہ کار تھے اور وہ خیال خوانی کرنے والا کوئی ایک نہیں تھا ایک سے زیادہ تھے۔''

''یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ ایک سے زیادہ تھے؟''

''اس لیے کہہ سکتی ہوں کہ ایک ہی وقت میں کئی حملہ آور شاپنگ سینٹر کے مختلف حصوں میں چھپے ہوئے تھے۔ ہم جس طرف جا رہے تھے۔ اس طرف فائرنگ ہو رہی تھی۔ اگر بھگدڑ نہ مچتی۔ پولیس والے ہمارے اطراف نہ ہوتے تو پتا نہیں اور کتنی سمتوں سے ہم پر گولیاں چلائی جاتیں؟ کیا ایک نیلی پیتھی جاننے والا بیک وقت اتنے آئینہ کاروں کے دماغوں

میں پہنچ سکتا ہے؟''

بلڈرڈن نے کہا۔ ''تمہاری یہ بات واقعی چونکا دینے والی ہے۔ قابلِ غور ہے۔ وہاں ایک نہیں ایک سے زیادہ خیال خوانی کرنے والے موجود تھے۔''

مہادھابی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اب بات سمجھ میں آرہی ہے۔ یہ وہی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں جنہیں پچھلی رات جمائلہ نے زخمی کیا تھا۔ اب وہ انتقام لینے کے لیے ان دونوں پر حملہ کررہے ہیں۔''

بلڈرسیون نے کہا۔ ''واقعی، ہم ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نظرانداز کررہے تھے۔ یقیناً انہوں نے ہی جمائلہ پر حملہ کرایا ہے۔''

وہ بولی۔ ''میں نہیں مانتی، آپ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے پوچھیں، کیا شدید زخمی ہونے کے بعد کوئی خیال خوانی کے قابل رہتا ہے؟''

کرونا نے کہا۔ ''بے شک ایسی حالت میں کوئی خیال خوانی نہیں کرسکتا۔ لیکن مرہم پٹی ہوجائے، زخموں کی تکلیف کم ہوجائے تو خیال خوانی کی جاسکتی ہے۔ صبح پانچ بجے سے اب تک دس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس عرصے میں کوئی بھی زخمی مرہم پٹی کرا کر توانائی حاصل کرسکتا ہے۔ خاص طور پر ٹیلی پیتھی جاننے والے اتنی دیر میں خیال خوانی کے قابل ہوسکتے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''میں نے ان دونوں کو اس بری طرح زخمی کیا ہے کہ وہ کم از کم دو دنوں تک بستر پر پڑے رہیں گے۔ میں یہ کبھی نہیں مانوں گی کہ انہوں نے ہم پر حملہ کیا ہے۔''

مہادھابی نے کہا۔ ''آپ نہیں مانیں گی تو کوئی زبردستی منوا نہیں سکے گا۔ ورنہ ان کی گمشدگی یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ توانائی حاصل کرچکے ہیں۔ اسی لیے اس شہر میں ان کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔ وہ کہیں دور جاچکے ہیں۔''

وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی تیاریوں کے ساتھ آئے تھے۔ یہ پلاننگ ہوچکی تھی کہ انہیں کس طرح سیون بلڈرز کے سامنے اپنی سچائی اور وفاداری ثابت کرنی ہے؟

کرونا اور ڈاؤکوم کو برا انہیں ہاتوں میں الجھاتے رہے مہادھابی خاموش رہ کر اپنے آئرکار کے دماغ میں پہنچ گیا اس آئرکار نے اس کی مرضی کے مطابق بلڈرڈن سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ ''میں جانتا ہوں، تم ساتوں بلڈرز یوگا کے ماہر ہو۔ میں تمہارے دماغوں میں نہیں پہنچ سکوں گا۔ لیکن یاد رکھو، وہ راتوں کو چڑیل بننے والی لڑکی آج ہمارے حملے سے بچ گئی ہے، کل نہیں بچ پائے گی۔''

یہ کہہ کر فون بند کردیا گیا۔ بلڈرڈن نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ابھی کوئی فون پر کہہ رہا تھا، یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ ہمارے دماغ میں نہیں آرہا ہے۔ فون پر بول رہا ہے۔ اس نے دھمکی دی ہے اور کہا ہے کہ آج جمائلہ ہمارے حملے سے بچ گئی ہے، آئندہ نہیں بچ پائے گی۔''

مہادھابی دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ اس نے بلڈرڈن سے کہا۔ ''آپ نے غلطی کی، اس کا فون منقطع کرنے کا اشارہ کرتے تو میں آپ کے دماغ میں آکر اس کی آواز سن لیتا۔ پھر معلوم کرنے کی کوشش کرتا کہ آخر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟ یہ اچانک ہمارے شہر میں کہاں سے آگیا؟''

کرونا نے کہا۔ ''آپ کے سی ایل آئی پر اس کا نمبر ہوگا، پلیز، ہمیں بتائیں۔ ہم اس سے بات کرتے ہیں۔''

بلڈرڈن نے اس کے فون کا نمبر بتایا۔ کرونا نے اپنے فون کو اپنے فون پر پنچ کیا پھر رابطے کا انتظار کرنے لگی۔ خود ہی بعد مایوس ہوکر بولی۔ ''اس نے اپنے فون کو آف کردیا ہے۔ کمبخت کو برا نے کہا۔ ''دھینکس گاڈ! اس نے ایسے وقت فون آف کرکے یہ ثابت کردیا ہے کہ ہم تینوں پر خواہ مخواہ الزام لگا رہا تھا۔ ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ وہی دو اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے جمائلہ سے انتقام لے رہے ہیں۔ لیکن ہماری بات کا یقین نہیں کیا جارہا تھا۔ مگر اب تو یقین کرلینا چاہیے۔''

بلڈر تھری نے کہا۔ ''بے شک ہم نے غلط سمجھا، افسوس ہے۔ تمہیں اس بات کا برا نہیں ماننا چاہیے۔''

مہادھابی نے کہا۔ ''نہیں نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ مالک ہیں، ہم ماتحت ہیں، آپ کے تابعدار ہیں۔ بھی طرح آپ کا اعتماد حاصل کرنا ہمارا فرض ہے۔''

سونیا اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''آپ سیون بلڈرز بہت ذہین ہیں۔ بہت بڑی شخصیت روحِ رواں ہیں۔ لیکن بعض اوقات بڑے بڑے کام والے چھوٹی چھوٹی باتوں پر دھیان نہیں دیتے۔''

ایک بلڈر نے پوچھا۔ ''میڈم! آپ کیا کہنا ہیں؟''

سونیا نے کہا۔ ''جس وقت بلڈرڈن فون اٹینڈ کررہے تھے اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آواز سن رہے تھے، وقت مہادھابی خاموش اور گم صم بیٹھا ہوا تھا۔ صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ سے اور ایک دوسرے سے

اگر اس وقت مہادھابی بھی بول رہا ہوتا تو کسی بھی جاننے والے کا فون آپ کے پاس نہ آتا۔''

بلڈر ون کربولا۔ ''میڈم! کیا آپ مجھے مکار اور دھوکے باز کہہ رہی ہیں؟ کیا آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ میں اپنے سیون بلڈرز کا وفادار نہیں ہوں؟ انہیں دھوکا دے رہا ہوں؟''

وہ بولی۔ ''جو بات میرے دماغ کو لگتی ہے، وہ میں صاف صاف کہہ دیتی ہوں۔ اور صرف کہتی نہیں ہوں۔ اسے ثابت بھی کرکے دکھاتی ہوں۔ آج نہیں تو کل یہ ثابت کر دوں گی کہ آج تم تینوں کی طرف سے ہی ہم پر حملے ہوئے تھے۔''

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر بولی۔ ''جمائلہ! چلو یہاں سے ان تینوں نے اپنی موت کو للکارا ہے۔''

جمائلہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ بلڈرڈن نے کہا۔ ''جسٹ ویٹ میڈم! ذرا ہماری بات سن لیں۔ اس طرح آپس میں دشمنی ہوگی تو ہم سب کا نقصان ہوگا۔ یہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے وفادار ہیں۔ آپ سے بھول چوک بھی ہوسکتی ہے۔''

وہ بولی۔ ''میں پہلے ان کا جرم ثابت کروں گی۔ پھر ان کی موت کے گھاٹ اتاروں گی۔ اور اس وقت آپ میں سے کوئی مجھے روک نہیں پائے گا۔''

وہ جمائلہ کا ہاتھ پکڑ کر جانے لگی۔ کئی بلڈرز ان کے پیچھے چل رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ ''میڈم! جیسے ہی ہمیں اطلاع ملی کہ آپ دونوں پر حملہ کیا گیا ہے۔ ہم نے کئی سکیورٹی گارڈز آپ کے بنگلے میں بھیج دیے ہیں۔ وہ بنگلے کے اندر اور باہر اپنی ڈیوٹی انجام دیتے رہیں گے۔''

دوسرے بلڈر نے کہا۔ ''آپ سے یہی امید ہے کہ پہلے آپ ان تینوں کا جرم ثابت کریں گی پھر انہیں سزا دیں گی اس وقت ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جمائلہ کے ساتھ کار میں بیٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد ایک بلڈر نے بیسبہ پوچھتے ہوئے کہا۔ ''یہ بہت خطرناک عورت ہے بے شک جمائلہ اسے ماں بنا کر اپنے قابو میں رکھے گی، پھر بھی ہمیں بہت محتاط رہنا ہوگا۔''

وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ان کے پیچھے باہر آگئے تھے۔ ایک بلڈر نے ان سے کہا۔ ''ہم نہیں جانتے کہ ان پر کسی نے حملہ کیا ہے یا نہیں؟ لیکن ماضی میں اس میڈم سے غداری کرچکے ہو۔ یہ جانتے ہو، جب یہ چیلنج کرتی ہے تو اسے ضرور پورا کرتی ہے۔ اس نے کہا ہے، تمہارا جرم ثابت کرے گی تو پھر ثابت کیے بغیر تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔''

دوسرے بلڈر نے کہا۔ ''اور جب تمہیں جانی نقصان پہنچے گا تو ہم اسے الزام نہیں دیں گے۔ کیونکہ وہ تمہیں مجرم ثابت کرچکی ہوگی۔''

ایک اور بلڈر نے کہا۔ ''اب بھی وقت ہے۔ اگر تم لوگوں نے جمائلہ پر حملہ کرایا تھا تو ابھی اقرار کرلو۔ ہم تمہیں معاف کرسکتے ہیں اور میڈم سے بھی معافی دلا سکتے ہیں۔''

ان تینوں کو یقین تھا کہ سونیا کبھی ان کا جرم ثابت نہیں کرسکے گی۔ وہ ہوا میں تیر چلا کر گئی ہے۔ وہ تیر ان کے نشانے پر کبھی نہیں آئے گا۔ ڈاؤکوم کو برا نے کہا۔ ''سر! ہم برسوں سے آپ کے تابعدار ہیں۔ نہ آپ سے جھوٹ بولیں گے، نہ آپ کو دھوکا دیں گے۔ میڈم کو خواہ مخواہ ہم پر شبہ ہوگیا ہے۔ اچھا ہے کہ وہ ہمارے خلاف انکوائری کریں اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کریں۔ آخر میں ثابت ہوجائے گا کہ ہم پانی نہیں ہیں۔ خالص دودھ ہیں۔''

سونیا اور جمائلہ اپنے بنگلے میں پہنچ گئی تھیں۔ وہاں اندر اور باہر چھ سکیورٹی گارڈز موجود تھے۔ ان کے سکیورٹی افسر نے کہا۔ ''میڈم! گارڈز کی ڈیوٹی بدلتی رہے گی۔ یہاں دن رات آپ دونوں کی حفاظت کی جائے گی۔''

وہ دونوں بیڈروم میں آگئیں۔ جمائلہ نے پوچھا۔ ''مما! ہم کس طرح ثابت کریں گے کہ ان تینوں نے ہم پر حملہ کرایا ہے؟''

سونیا نے اسے بڑی گہری نظروں سے دیکھا پھر کہا ''رات ہونے دو۔ تم تبدیل ہوجاؤ گی۔ پھر میں جو کہوں گی، تم وہ کرو گی۔''

جمائلہ سراتی ہوئی اس کے قریب آئی پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ ''میں اب بھی آپ کی بیٹی ہوں اور تبدیل ہونے کے بعد بھی ایک فرمانبردار بیٹی رہوں گی۔ آپ جو حکم دیں گی، وہ کروں گی۔''

وہ سونیا سے پہلے ہی متاثر تھی۔ یوں کہنا چاہیے کہ وہ ماں بننے سے پہلے ہی اس کے حواس پر چھا گئی تھی اور آج اس نے جس چالاکی اور پھرتی سے دو حملہ آوروں کو ناکام بنایا تھا یہ صرف اسی کا کام تھا۔ ورنہ وہاں کتنے ہی مسلح گارڈز اور پولیس والے تھے۔ ان میں سے کوئی گولی چلانے والوں کو تلاش نہیں کرسکا تھا۔

وہ سونیا کے گلے لگی ہوئی تھی۔ اور یہ سوچ کر خوش ہورہی تھی کہ اس نے اسے ماں بنا کر دانشمندی کا ثبوت دیا ہے

دن کے وقت جب وہ کمزور ہو جاتی ہے تب یہ ماں ہی اس کی محافظ بن کر رہ سکتی ہے۔ وہ دل ہی دل میں کہہ رہی تھی ''اب تو میں کبھی اپنی اس مما کو نہیں چھوڑوں گی۔ یہ اپنوں میں کبھی نہیں جائیں گی۔ صرف مجھے اپنا بنا کر ہمیشہ میرے ساتھ رہا کریں گی۔''

☆☆☆

اعلیٰ بی بی کو ہم سب عالی کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے وہ دہلی میں تنہا رہ گئی تھی۔ پورس، شیوانی اور عدنان کے ساتھ ممبئی میں تھا۔ جمیلہ اور نبیلہ کی المناک موت کے بعد پارس بھی دہلی چھوڑ چکا تھا۔

عالی نے خیال خوانی کے ذریعے پورس سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا۔ ''اب وہ ماں بیٹے کیسے ہیں؟ عدنان پریشان تو نہیں کر رہا ہے؟''

پورس نے کہا۔ ''دونوں بہت خوش ہیں۔ دن رات ایک ساتھ رہتے ہیں۔ نہ بیٹا ماں کو چھوڑتا ہے، نہ ماں بیٹے سے الگ ہونا چاہتی ہے۔ تم وہاں اکیلی کیا کر رہی ہو؟ یہاں چلی آؤ۔''

''میں یہی سوچ رہی ہوں۔ کل ممبئی جانے والی کسی فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کروں گی۔ اور تمہارے شریر بیٹے کے پاس پہنچ جاؤں گی۔''

''مما کا کچھ پتا چلا؟''

''نہیں۔ ہم سب اب تک اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں۔ مما تک پہنچنے کا کوئی راستہ، کوئی اشارہ نہیں مل رہا ہے۔''

پورس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''ہماری ماما روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے سب کچھ معلوم کر سکتی ہیں۔ لیکن وہ ایسا نہیں کر رہی ہیں۔ صاف کہتی ہیں کہ وہ قدرتی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گی۔ بس یہ کہہ کر تسلی دی ہے کہ ہماری مما ایک دن ضرور ہمارے پاس آئیں گی۔''

''اب تو ہمیں اسی دن کا انتظار کرنا ہے۔ آج سے پہلے ہم کبھی اس طرح بے بس اور مجبور نہیں ہوئے تھے۔ بہر حال میں کل تمہارے پاس پہنچ رہی ہوں۔''

دوسرے دن وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ایئر پورٹ پہنچ گئی اس کی سیٹ کنفرم ہو چکی تھی۔ وہ بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے کے لیے کاؤنٹر کی طرف گئی تو ایک جوان کو دیکھ کر ذرا رُک گئی کتنے ہی خوبرو اور اسمارٹ نوجوان دن رات اس کی نگاہوں کے سامنے سے گزرتے رہتے تھے۔ وہ کبھی کسی کو نظر بھر کے نہیں دیکھتی تھی۔ پہلی بار اس جوان کو دیکھ کر دل نے کہا ''رُک جاؤ۔'' وہ رُک گئی۔

ہماری دنیا میں جگہ جگہ بے شمار حسین بکھرے پڑے ہیں ضروری نہیں ہے کہ دل کسی حسینہ پر یا خوبرو پر آ جائے۔ یہ دل کے معاملات بڑے عجیب ہوتے ہیں خوبصورت ہو یا نہ ہو لیکن جو دل کو بھا جاتا ہے تو اس سے خوبرو جوان لگتا ہے اور قدرتی طور پر پہلی ہی نظر اس کی طرف کھنچنے لگتا ہے۔

عالی نے بھی پہلی بار محسوس کیا کہ دل اجنبی کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔ تمام مسافر بورڈنگ حاصل کرنے کے لیے ایک قطار میں کھڑے ہوئے تھے بھی اس کے پیچھے آ کر کھڑی ہو گئی۔

اس نے سر گھما کر اسے دیکھا پھر ایک طرف ہٹ ''تم پیچھے کیوں ہو؟ آگے آ جاؤ۔''

وہ بولی۔ ''اصول کے مطابق تم پہلے آئے ہو پہلے بورڈنگ کارڈ حاصل کرنا چاہیے۔''

''کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارے بعد حاصل

پھر اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''ایسا بھی ہو سکتا وہاں جا کر آرام سے بیٹھو، اور اپنا ٹکٹ مجھے دے یہاں لائن میں کھڑا رہوں گا اور تمہارا بورڈنگ حاصل کر لوں گا۔''

اسے دیکھنے کے بعد عالی کے ذہن کے کسی گوشے بات آئی تھی کہ ہمسفر اسی جوان کو ہونا چاہیے۔ اس ٹکٹ اسے دے دیا۔ اب ایک ساتھ بورڈنگ کارڈ کرنے کا مطلب یہی ہوتا کہ دونوں کو ایک دوسرے سیٹیں ملتیں۔

وہ وہاں سے چلتی ہوئی ذرا فاصلے پر ایک نشست گئی۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے تھی۔ یہ خیال تھا کہ وہ قد آور صحت مند جوان ہے۔ ہو سکتا ہے۔ اور اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر روک سکتا ہے۔

پھر بھی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس میں پہنچی تو فوراً ہی جگہ مل گئی۔ اس نے عالی کی سوچ محسوس نہیں کیا۔ جو افراد جسمانی طور پر صحت مند ہوتے وہ ذہنی طور پر بھی صحت مند ہوا کرتے ہیں۔ کوئی معمولی بات ہوتی ہے تو اپنے اندر اسے محسوس کرتے ہیں بات سمجھ میں نہ آئے تو ایک ذرا سی بے چینی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس کے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ

کی بے چینی میں مبتلا نہیں تھا۔ آرام سے قطار میں کھڑا ہوا اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا نام مراد علی بابا ہے۔ وہ پاکستان کے شمال مغربی علاقے سوات سے آیا ہے۔ وہاں اس کی اچھی خاصی زمین جائداد تھی۔ دل میں جوانی کا جوش اور جذبہ تھا۔ ایک جگہ سکون سے رہنا نہیں چاہتا تھا۔ دنیا گھوم کر دیکھنا چاہتا تھا۔ ٹی وی اور بے شمار چینلز کے ذریعے انڈین فلمیں، انڈین ڈرامے، ناچ گانے وغیرہ دیکھنے میں آتے تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستانی اپنی تہذیب، کلچر، ثقافت، رسم و رواج اور زبان مختلف چینلز کے ذریعے دنیا کے ہر کونے میں پہنچا رہے ہیں۔ سرحدی علاقوں میں پشتو زبان بولی جاتی ہے۔ وہاں اردو زبان پچاس فی صد لوگ سمجھ پاتے ہیں اور بول پاتے ہیں۔ ان پچاس فی صد میں زیادہ ایسے افراد ہیں جو ہندوستانی چینلز دیکھتے دیکھتے ہندی زبان سمجھنے اور بولنے لگے ہیں۔ نمستے آشیرواد، مان مریادا، پرم پرا اور اسمجھو جیسے مشکل الفاظ کے معنی سمجھ لیتے ہیں۔ ہنسی مذاق کے طور پر ایک دوسرے سے بولتے بھی ہیں۔

کتنے ہی ممالک میں مسلمان لڑکیاں ساڑھی پہننے کا شوق رکھتی ہیں۔ ماتھے پر بندیا لگاتی ہیں۔ یہ مسلمانوں کے سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے کہ ان کی جوان نسل ہندوستانی کلچر سے اتنی متاثر کیوں ہو رہی ہے؟ لیکن یہ حقیقت ناقابلِ تردید ہے کہ ہندوستانی چینلز دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک شوق سے دیکھے جا رہے ہیں۔ اور ہر مذہب اور ہر فرقے والوں کے دماغ میں جگہ بنا رہے ہیں۔ اس پہلو سے انڈین پالیسی بہت کامیاب ہو رہی ہے۔

مُراد علی بابا بھی ہندوستانی رسم و رواج اور ناچ گانوں سے متاثر ہو کر ہندوستان آیا تھا۔ پشاور سے اسلام آباد اور اسلام آباد سے پھر دہلی پہنچا تھا۔ اب دہلی سے ممبئی کی فلم نگری دیکھنے جا رہا تھا۔

وہ فطرتاً ایک سیدھا سادا سا جوان تھا۔ دور دراز کے ایک علاقے سے آیا تھا۔ اس لیے دنیاوی ہیرا پھیریوں اور چالبازیوں کو نہیں سمجھتا تھا۔ انڈین فلمیں دیکھ دیکھ کر اسے سماجی اور سیاسی چالبازیوں کا علم ہوتا رہا تھا۔ وہ بالکل اناڑی بھی نہیں تھا۔ اوپر سے سیدھا سادا سا دکھائی دیتا تھا لیکن اندر سے بہت گہرا اور محتاط رہنے والا جوان تھا۔

عالی اس کے خیالات پڑھتے پڑھتے چونک گئی۔ وہ کاؤنٹر پر پہنچ کر کہہ رہا تھا۔ ''مجھے کوئی ایسی سیٹ دیں، جو لیڈیز کے ساتھ نہ ہو۔''

کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی ہوئی خاتون نے کہا۔ ''لیکن آپ کے ساتھ تو آل ریڈی بس کشش ہیں۔''

''یہ میرے ساتھ نہیں ہیں۔ آپ ان کی سیٹ الگ رکھیں۔''

عالی وہاں کشش کے فرضی نام سے رہتی تھی۔ اسے یہ سن کر حیرانی ہوئی کہ وہ عورتوں سے کتراتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ سفر نہیں کرنا چاہتا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس خاتون کے اندر پہنچ گئی۔ جو بورڈنگ کارڈ میں سیٹ نمبر درج کر رہی تھی۔ اس نے عالی کی مرضی کے مطابق مُراد کے لیے اس کے برابر والی سیٹ کنفرم کر دی۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر عالی کے پاس آیا۔ اس نے اسے وہ کارڈ پڑھنے کا موقع نہیں دیا۔ اس سے اپنا کارڈ لے کر اس کا شکریہ ادا کیا پھر کہا۔ ''تم بہت اچھے ہو۔ تم نے مجھے قطار میں کھڑے رہنے کی زحمت سے بچا لیا۔''

اس نے کہا۔ ''بات اصل میں یہ ہے کہ میں کسی عورت یا لڑکی کو اپنے پیچھے نہ آنے دیتا ہوں، نہ کھڑے رہنے دیتا ہوں۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''تو پھر میں تمہارے آگے کھڑی ہو سکتی تھی۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''تم نہیں سمجھیں۔ صرف پیچھے رہنے کی بات نہیں ہے۔ میں پٹھان ہوں، کسی عورت کو اپنے آگے نہیں دیکھ سکتا۔ ویسے بھی میں کسی بھی لڑکی کو آگے، پیچھے دائیں، بائیں اپنے قریب دیکھتا ہوں تو میری حالت کچھ عجیب سی ہو جاتی ہے۔''

''کیا تم لڑکیوں سے گھبراتے ہو؟''

''میں اپنے باپ دادا سے یہ سنتا آ رہا ہوں کہ عورت بہ ظاہر کم عقل ہوتی ہے، لیکن اندر سے بڑی چالاک ہوتی ہے مرد کو اُلو بنا دیتی ہے۔ اس لیے عورتوں سے دور رہنا چاہیے۔''

''تو پھر تم پیدا ہوتے ہی اپنی ماں سے دور ہو گئے ہو گے؟''

وہ بولا۔ ''ماں کی بات الگ ہے۔''

''تو پھر اپنی بہن سے دور رہتے ہو گے؟''

''بہن کی بات بھی الگ ہے۔ تم نہیں سمجھو گی۔ ماں اور بہنیں اس انداز میں نقصان نہیں پہنچاتیں، جس انداز میں دوسری لڑکیاں پہنچاتی ہیں۔''

عالی نے مسکراتے ہوئے معنی خیز انداز میں پوچھا۔ ''اور لڑکیوں کا وہ دوسرا انداز کیا ہوتا ہے؟''

اس نے جھینپ کر دوسری طرف دیکھا۔ پھر پلٹ کر کہا۔ ''اچھا۔ میں چلتا ہوں۔''

وہ تیزی سے چلتا ہوا اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ اس پہلو سے اس کے خیالات پڑھنے لگی کہ وہ لڑکیوں سے کیوں کتراتا ہے؟ جبکہ انڈین فلمیں دیکھتا ہے۔ کئی ہیروئنوں کو پسند کرتا ہے۔ انہیں قریب سے دیکھنے کے لیے ممبئی جا رہا ہے۔ پھر اس سے کیوں کترا رہا ہے؟

عالی نے اس کے اندر سوچ پیدا کی۔ ''ابھی میں نے کشش نامی جس لڑکی کا بورڈنگ کارڈ حاصل کیا ہے، کیا وہ اچھی نہیں ہے؟ خوبصورت نہیں ہے؟ پُرکشش نہیں ہے؟''

اس نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ ''اپنے نام کی طرح بہت ہی پُرکشش ہے۔ انڈین چینل کے ایک ڈرامے کی ہیروئن کا نام کشش ہے۔ جب سے میں نے وہ ڈراما دیکھا ہے، تب سے یہ نام مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔''

وہ سوچ رہا تھا۔ ایسے وقت عالی اس کے تصور میں تھی۔ جبکہ وہ اسے پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ لیکن اندر ہی اندر اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ عالی نے پھر اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی۔ ''جس لڑکی کو پیچھے چھوڑ آئے ہو، وہ حسین بھی ہے اور پُرکشش بھی ہے۔ پھر تم کیوں بھاگ رہے ہو؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر سوچنے لگا۔ ''آہ! کیا بتاؤں کتنی حسین ہے؟ اپنے نام کی طرح اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ جینز اور ٹی شرٹ میں ایشوریا رائے لگ رہی ہے۔ جب دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے مسکراتی ہے تو مادھوری ڈکشٹ دکھائی دیتی ہے۔ جب وہ میرے پاس سے چلتی ہوئی دور کرسی کی طرف گئی تھی تو مجھے ایسا لگ رہا تھا، جیسے سشمیتا سین حسینۂ عالم کے اسٹیج پر کیٹ واک کرتی جا رہی ہو۔ اس کی آنکھیں اور کمان جیسی تنی ہوئی بھنویں شلپا شیٹھی جیسی ہیں۔ جب وہ بولتی ہے تو کاجل کی طرح کوئل کوکتی ہے۔ جب ہنستی ہے تو لگتا ہے اس کے ساتھ ساری دنیا ہنس رہی ہے۔''

اس نے بہت دور جا کر سر گھما کر اسے دیکھا۔ پھر پلٹ کر جاتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''اس لڑکی کشش میں کس قدر کشش ہے اس کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ انڈین فلم انڈسٹری کی تمام نامور حسینائیں اس کے اندر جمع ہو گئی ہیں۔ اسے جس زاویے سے بھی دیکھو، کوئی نہ کوئی انڈین دکھائی دیتا ہے۔''

عالی اس کے خیالات پڑھ رہی تھی اور یہ سوچ کر بور ہو رہی تھی کہ عجیب شخص ہے۔ اسے مجھ میں میری اپنی ذات دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ میرے اندر تمام فلمی ہیروئنوں کو دیکھ رہا ہے۔

اس نے سوال پیدا کیا۔ ''جب میں اتنی ہیروئنوں کو پیش کرتا ہوں اور وہ تمام ہیروئنیں مجھے اس لڑکی میں دکھائی دے رہی ہیں تو پھر میں اس سے دور کیوں بھاگ رہا ہوں؟''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ ''آہ! میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ جب سے ہندوستان آیا ہوں تب سے یوں لگ رہا ہے، جیسے کسی نے مجھ پر جادو کر دیا ہو۔ کبھی کبھی میں اپنے اختیار میں نہیں رہتا ہوں۔ بے اختیار کوئی ایسی حرکت کر بیٹھتا ہوں، جو میرے مزاج کے خلاف ہوتی ہے۔ اب یہی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ یہ لڑکی کشش مجھے بہت اچھی لگ رہی ہے۔ میں اس کے قریب جانا چاہتا ہوں لیکن اس سے اس لیے کترانا چاہتا ہوں کہ زیادہ دیر قریب رہوں گا تو میرے اندر زنانہ پن پیدا ہو جائے گا۔ اور میں کسی دلہن کی طرح حرکتیں کرنے لگوں گا۔''

ایسی عجیب اور بے تکی بات سن کر عالی چونک گئی۔ اس نے اس کے اندر سوچ پیدا کی۔ ''کیا میں کشش کے قریب رہوں گا تو میرے اندر زنانہ پن پیدا ہو جائے گا؟''

''صرف کشش کی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔ یہاں آنے کے بعد مجھے ایک ہندوستانی لڑکی بہت اچھی لگ رہی تھی۔ میں اس سے دوستی کرنا چاہتا تھا لیکن جب بھی اس کے قریب جاتا تھا تو عورتوں کی طرح ہاتھ نچا نچا کر اور مٹک مٹک کر باتیں کرنے لگتا تھا۔ میں اس سے کہنا چاہتا تھا، تم سے محبت کرتا ہوں۔ لیکن منہ سے یہ نکلتا تھا کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمہاری پریمیکا بن کر رہنا چاہتی ہوں۔''

مُراد نے ایسا سوچتے سوچتے ایک گہری سانس لی پھر سوچا۔ ''جب میں نے دیکھا کہ میری جنس بدل رہی ہے اور میرے اندر کی مردانگی کو ٹھیس پہنچ رہی ہے تو میں فوراً ہی اس لڑکی سے دور ہو گیا۔ اس سے دور ہوتے ہی میرے اندر پھر پہلے جیسی مردانگی پیدا ہو گئی۔''

یہ ایسی بے تکی اور ناقابلِ یقین بات تھی، جسے ذہن تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ لیکن اس کے چور خیالات جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ اور یہ بات قابلِ غور تھی کہ ہندوستان آنے کے بعد اس کے ساتھ ایسا ہو رہا تھا۔

یہ سوال نہایت ہی اہم تھا کہ یہاں آنے کے بعد اس کے اندر ایسی تبدیلی کیوں آئی ہے کہ وہ عورتوں کے قریب جاتے ہی تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے اندر آپ ہی آپ زنانہ پن پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ کیا راز تھا؟ عالی اس راز کی

تک پہنچنے کے لیے بے چین ہوگئی۔

وہ جہاز میں اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ دو چار منٹ کے بعد مُراد وہاں آیا تو اسے اپنی برابر والی سیٹ پر دیکھ کر حیرانی سے بولا۔ ''تمہاری سیٹ یہاں نہیں ہے، کسی دوسری جگہ ہے۔ یہ تو میری سیٹ ہے۔''

وہ بولی۔ ''تمہاری سیٹ یہاں میرے برابر ہے۔ بیٹھ جاؤ۔''

وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ایئر ہوسٹس نے آ کر پوچھا۔ ''اینی پرابلم؟ مے آئی ہیلپ یو؟''

اس نے عالی کو دیکھا پھر جھجکتے ہوئے ایئر ہوسٹس سے کہا۔ ''وہ..... بات یہ ہے کہ میں کسی دوسری سیٹ پر بیٹھنا چاہتا ہوں۔''

ایئر ہوسٹس نے آگے پیچھے دور تک دیکھتے ہوئے کہا۔ ''سوری سر! یہاں تو کوئی سیٹ خالی نہیں ہے۔ پیچھے ایک لیڈی کے پاس خالی سیٹ ہے۔ کیا وہاں بیٹھنا پسند کریں گے؟''

اس نے دل میں سوچا۔ ''یہاں بھی لڑکی۔ وہاں بھی خاتون۔ میں کیا کروں؟''

عالی زیرِلب مسکرا رہی تھی۔ ایئر ہوسٹس نے پوچھا۔ ''آخر آپ کی پرابلم کیا ہے؟''

''میں اپنی پرابلم خود نہیں سمجھ پا رہا ہوں۔ بہرحال مجھے بیٹھنا ہی پڑے گا۔''

وہ عالی کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ بولی۔ ''تم تو مجھ سے ایسے کترا رہے ہو، جیسے مجھے کوئی متعدی مرض لاحق ہو میرے ساتھ بیٹھو گے تو تمہیں بھی بیماری لگ جائے گی۔''

وہ بولا۔ ''نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پلیز مائنڈ نہ کرو۔ میں یہاں کیوں نہیں بیٹھنا چاہ رہا تھا، یہ سمجھا نہیں سکوں گا۔''

''اب تو بیٹھ گئے ہو۔ کہیں کانٹے تو نہیں چبھ رہے ہیں؟''

''پلیز مجھے طعنے نہ دو۔ کوشش کرو کہ خاموشی سے سفر کٹ جائے۔''

اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ ''کشش خاموش ہی رہے تو اچھا ہے۔ یہ بولے گی یا اپنی طرف سے محبوبانہ رویہ اختیار کرے گی اور میں بھی مجبور ہو جاؤں گا تو پھر میرے ساتھ وہی ہوگا جو اب تک ہوتا آیا ہے اور میں اپنے اندر زنانہ پن پیدا کر کے تماشا نہیں بننا چاہتا۔''

عالی نے دل میں سوچا۔ ''اسے چھیڑنا ہی ہوگا۔ یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کے اندر کیسے تبدیلی آتی ہے؟''

جہاز کی پرواز کا وقت ہو چکا تھا۔ ہدایت کے مطابق سب اپنی اپنی سیٹ بیلٹ باندھ رہے تھے۔ وہ اپنی بیلٹ باندھتے ہوئے بولی۔ ''پتا نہیں۔ میرے اندر کچھ عجیب سا ہو رہا ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا تم پہلی بار جہاز میں سفر کر رہی ہو؟''

''ایسی بات نہیں ہے۔ میں تو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرتی رہتی ہوں..... مگر.....''

اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس نے پوچھا۔ ''مگر کیا؟''

''وہ بات اصل میں یہ ہے کہ جب سے تمہیں دیکھا ہے، میرے دل میں کچھ کچھ ہونے لگا ہے۔''

وہ ایکدم سے چونک گیا۔ پھر گھبرا کر بولا۔ ''یہ۔ یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''جو ہو رہا ہے۔ وہی کہہ رہی ہوں۔''

وہ بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا، دوسری طرف منہ پھیر کر بولا۔ ''یہ سراسر بے حیائی ہے۔ لڑکیوں کو ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔''

وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کی سوچ میں بولی۔ ''میں کیوں اس سے کترا رہا ہوں؟ مجھے مرد بننا چاہیے۔ یہ محبت کا اظہار کر رہی ہے تو مجھے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔''

اس کی سوچ نے کہا۔ ''میرا دل اس کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔ واقعی یہ کشش ہے۔ لیکن میں تماشا نہیں بننا چاہتا۔''

عالی نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''میں خواہ مخواہ گھبرا رہا ہوں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی ہو۔ مجھے ایک بار اپنے آپ کو آزمانا چاہیے۔''

''میں ایک نہیں، دو بار آزما چکا ہوں اور دونوں بار میرے ساتھ یہی ہوا ہے۔''

عالی کی سوچ نے کہا۔ ''تیسری بار ایسا نہیں ہوگا۔ مجھے اللہ کا نام لے کر محبت کا جواب محبت سے دینا چاہیے، حوصلہ کرنا چاہیے۔ میں مرد ہوں، بزدل نہیں ہوں۔ پٹھان بچہ ہوں۔ جب اپنی ضد پر آتا ہوں تو وہ ضد ضرور پوری کرتا ہوں۔''

عالی اس کے اندر تحریک پیدا کر رہی تھی اور وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کے اندر مردانہ غیرت اسے للکار رہی ہے۔ آخر وہ اس بات پر مائل ہو گیا کہ ایک بار اور آزمانا چاہیے۔ یہ مجھے بہت اچھی لگ رہی ہے، مجھے بھی اس سے محبت کا اظہار کرنا چاہیے۔

جہاز زن دے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ اس نے عالی کی طرف گھوم کر اسے دیکھا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ وہ بھی مسکرانے لگا۔ وہ بولی۔ ''چپ کیوں ہو؟ اپنے دل کی بات کیوں نہیں کہتے؟''

تبھی اس میں تبدیلی آ گئی۔ اس نے بڑے ہی نازو انداز سے ہاتھ نچا کر کہا۔ ''ہائے سکھی ری! تو مجھے بہت اچھی، بہت پیاری لگتی ہے۔ کیا میں تیری سہیلی بن سکتی ہوں؟''

عالی شدید حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہی تھی اور اس کے اندر پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ یہ معلوم کر رہی تھی کہ وہ سچ مچ تبدیل ہو گیا ہے؟ اس کے اندر سے یہ بات پیدا ہو رہی ہے کہ وہ عورت ہے اور عورتوں کے انداز میں ہی بولنا چاہیے۔

عالی پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ ایسے وقت اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس وقت جہاز کی پرواز ہموار تھی۔ دو ایئر ہوسٹس ادھر سے ادھر آ جا رہی تھیں۔ اور ضروری خدمات انجام دے رہی تھیں۔ مُراد نے عالی کا ہاتھ تھام کر کہا۔ ''ہم دونوں سہیلیاں ایک دوسرے سے اتنی محبت کریں گی کہ کبھی جدا نہیں ہوں گی۔ شادی کا وقت آئے گا تو ایک ہی مرد سے شادی کریں گی۔ سوکنیں بن کر رہیں گی مگر ایک ساتھ رہا کریں گی۔ بولو! تمہیں منظور ہے؟''

عالی نے کہا۔ ''مسٹر مُراد! ہوش میں آؤ۔ دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''میں سب سمجھ رہی ہوں۔ میں مُراد نہیں ہوں۔ راجدلن ہوں۔ جب ہمارا دولہا بارات لے کر آئے گا تو پھر نہ جانے کیا ہوں گی، گاؤں گی۔ ایسے.....''

وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ہاتھ نچا کر، کمر ہلا کر گانے لگا۔ ''راجا جی آئے گی بارات، رنگیلی ہوگی رات۔ مگن میں ناچوں گی۔''

تمام مسافر سر گھما گھما کر اسے دیکھنے لگے۔ ہنسنے لگے۔ کسی نے اسے پکڑ کر زبردستی سیٹ پر بٹھایا پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ کر سخت لہجے میں کہا۔ ''میں عورت نہیں ہوں، مرد ہوں۔ مجھے مرد کی طرح رہنا چاہیے۔ اپنی اس تبدیلی کے خلاف فائٹ کرنی چاہیے۔ میں ایسی تبدیلی پر لعنت بھیجتا ہوں۔ لعنت بھیجتا ہوں۔ اگر میرے اندر کوئی شیطان گھسا ہوا ہے اور وہ میرے ساتھ ایسی زیادتی کر رہا ہے تو میں اس شیطان پر لعنت بھیجتا ہوں۔ لاحول پڑھتا ہوں۔ لاحول ولاقوۃ.....''

عالی اس کی تبدیلی کے خلاف اس کے اندر مردانگی پیدا کر رہی تھی۔ وہ ذرا سی دیر میں پُرسکون ہو گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ ''میں کیسے آنکھیں کھولوں؟ مجھے شرم آ رہی ہے۔ میں نے ایسی حرکت کی ہے کہ تمام مسافر مجھ پر ہنس رہے تھے۔''

عالی کی سوچ نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ میں یہ ظاہر کروں گا کہ ذہنی مریض ہوں۔ کبھی کبھی مجھ پر دورہ پڑ جاتا ہے۔ ویسے اب میں نارمل ہوں۔''

اسے عالی کے ذریعے حوصلہ مل رہا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ وہ اس کے ہاتھ کو تھپک کر بولی۔ ''کوئی بات نہیں۔ مجھ سے محبت کا اظہار نہ کرو۔ میں بھی تم سے محبت نہیں کرتی ہوں۔ تم بھی نہ کرو اور ابھی یہ جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ۔ ہماری دنیا میں، ہماری زندگی میں بہت کچھ عجیب ہوتا رہتا ہے۔ جو بات ناگوار ہوتی ہے۔ اسے بھول جانا چاہیے۔''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ عالی نے اس کی سوچ کے ذریعے سوال پیدا کیا۔ ''کیا یہ بات میری سمجھ میں آتی ہے کہ میں اپنے اختیار میں کیوں نہیں رہتا؟ اچانک کیوں تبدیل ہو جاتا ہوں؟''

اس کی سوچ نے کہا۔ ''یہ بات میری سمجھ میں کبھی نہیں آئی۔ میں انڈیا آ کر بہت خوش ہوں کہ یہاں کی فلم نگری میں جاؤں گا اور جنہیں اسکرین پر دیکھتا ہوں، انہیں روبرو دیکھوں گا۔ لیکن یہاں آنے کے بعد پچھتا رہا ہوں، مجھے کیا معلوم تھا کہ میرے اندر ایسی کوئی قدرتی تبدیلی پیدا ہو جائے گی کہ میں اپنے اختیار سے باہر ہو جایا کروں گا؟ جو بات میرے مزاج کے خلاف ہوتی ہے، وہی کرنے لگوں گا۔''

عالی نے اس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں مایوس اور شرمندہ نہیں ہونا چاہیے۔ ایک بات پوچھتی ہوں، یہ بتاؤ۔ کیا انڈیا آنے کے بعد تم نے اپنے مزاج کے خلاف کوئی مجرمانہ حرکت بھی کی ہے؟''

اس نے سر جھکا کر کہا۔ ''ہاں۔ مجھ سے مجرمانہ حرکتیں بھی سرزد ہوئی ہیں۔ اسی لیے میں بہت پریشان ہو گیا ہوں۔ اپنے وطن واپس جانا چاہتا تھا۔ فلم نگری جانے کی خواہش مر گئی تھی۔ لیکن میں اپنی مرضی کے مطابق وطن واپس نہ جا سکا۔ اور مرضی کے خلاف ممبئی جا رہا ہوں۔ پلیز، مجھ سے ایسی باتیں نہ پوچھو۔ میں جواب نہیں دے سکوں گا۔''

وہ بولی۔ ''کوئی بات نہیں۔ تم خاموش رہو اور اپنے آپ کو پُرسکون رکھو۔''

وہ چپ چاپ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ عالی اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ جب وہ ہندوستان کے دہلی شہر میں آیا تو دو دن بعد ایک ہندوستانی لڑکی سے سامنا ہوا۔ وہ اسے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ اس نے اس سے محبت کا اظہار کرنا چاہا تو اچانک ہی اس کے اندر زنانہ پن پیدا ہوگیا۔ اور وہ عورتوں جیسی حرکتیں کرنے لگا۔

یہ باتیں وہ عالی کو بتا چکا تھا۔ اس کے آگے اس کے دوسرے خیالات نے بتایا۔ ''اس واقعے کے دو دن بعد ایک بھرپور جوان عورت اس کے پاس ہوٹل میں آئی۔ اس نے مُراد سے کہا۔ ''میں ضرورت مند ہوں، تم بھی ضرورت مند ہو میرا پرس خالی ہے اور تمہاری جیب خالی ہے۔''

مُراد اپنے وطن سے ایک لاکھ روپے لے کر آیا تھا۔ یہی اس کا کل اثاثہ تھا۔

اس نے کہا۔ ''میری جیب خالی نہیں ہے۔ میں کنگال نہیں ہوں اور نہ ہی ضرورت مند ہوں۔ تم کہنا کیا چاہتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''پہلے تو یہ یقین کرلو کہ تم کنگال ہو۔ تمہیں اچھی خاصی رقم کی ضرورت ہے۔ تم دوسرے ملک سے آئے ہو اور میں اسی ملک کے دوسرے شہر سے آئی ہوں۔ آتے وقت میرے بیگ میں پچاس ہزار روپے تھے۔ لیکن جب یہاں آکر دیکھا تو میرا بیگ خالی تھا۔ تم بھی اپنے بیگ وغیرہ کی تلاشی لو۔ اگر تمہارے پاس رقم ہوگی تو پھر میں تم سے کوئی بحث نہیں کروں گی۔ چپ چاپ چلی جاؤں گی۔''

مُراد نے اپنے بیگ کی تلاشی لی۔ اس نے اس بیگ میں کپڑوں کے نیچے تو بے ہزار روپے چھپا کر رکھے تھے۔ لیکن اب وہ رقم وہاں نہیں تھی۔ اس نے حیران ہوکر اس عورت کو دیکھا۔ پھر اپنے دوسرے سامان کی تلاشی لی۔ وہ رقم کہیں نہیں تھی۔

اس عورت نے کہا۔ ''میرا نام لاج ونتی ہے۔ مجھ سے یہ نہ کہنا کہ رقم میں نے چرائی ہے۔ اب سے پہلے نہ میں نے تمہیں دیکھا تھا، نہ تم نے مجھے دیکھا تھا۔ نہ ہماری کہیں ملاقات ہوئی۔ اور نہ ہی میں کبھی تمہارے اس کمرے میں آئی۔''

وہ غصے سے بولا۔ ''تو پھر میری رقم کہاں گئی؟''

''میں کیا بتاؤں کہ کہاں گئی؟ تم پولیس والوں کو بلاؤ۔ مجھ پر الزام لگاؤ، لیکن مجھ پر چوری کا الزام ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ میں نے وہ رقم نہیں چرائی ہے۔ میں تو تمہارا نام بھی نہیں جانتی تھی۔ کبھی تمہاری صورت بھی نہیں دیکھی تھی۔''

''تم کوئی فراڈ کر رہی ہو۔ تم نے کوئی جادو کیا ہے۔''

وہ بولی۔ ''مجھے شیو شنکر! بھولے ناتھ کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ میں کوئی جادو نہیں جانتی ہوں اور تم سے کوئی فراڈ کرنے آئی ہوں۔''

''پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں کنگال ہوگیا ہوں؟''

وہ پریشان ہوکر بولی۔ ''میں تمہیں سمجھا نہیں سکوں گی۔ اس شہر میں آنے کے بعد میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا میرے اختیار میں نہیں رہی ہوں۔ جو کرنا چاہتی ہوں، وہ نہیں کر پاتی اور جو نہیں کرنا چاہیے، وہ کر گزرتی ہوں۔''

مُراد نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ کیونکہ اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''جب میری رقم چوری ہوگئی، یا اچانک ہی گم ہوگئی تو میرے اندر یہ بات پیدا ہوئی کہ اس ہوٹل کے کمرا نمبر پانچ سو پانچ میں جانا چاہیے۔ وہاں جو شخص ہے وہ بھی میری طرح کنگال ہوگیا ہے۔ اگر میرا ساتھ دے گا تو ہماری گم ہونے والی رقم سے کئی گنا زیادہ دولت ہمیں ملے گی۔''

مُراد نے کہا۔ ''میں تو واقعی کنگال ہوگیا ہوں۔ ہوٹل کا بل بھی ادا نہیں کرسکوں گا۔ میری بڑی بے عزتی ہوگی، واپس جانے کے لیے بھی رقم نہیں ہے۔ تم کیا چاہتی ہو؟ مجھ سے کس طرح کا تعاون چاہتی ہو؟ صاف صاف بولو۔''

''سیدھی سی بات ہے۔ دولت کبھی سیدھے راستے سے حاصل نہیں ہوتی۔ زیادہ دولت حاصل کرنے کے لیے چور راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ ہم کہیں ہاتھ کی صفائی دکھائیں گے۔''

''یعنی چوری کریں گے؟ کسی کو مار پیٹ کر اس سے چھینیں گے؟ لیکن آج تک میں نے کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا ہے۔''

''بھگوان جانتا ہے، میں نے بھی کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا۔ نہ چوری کی، نہ بے حیائی کے راستے دولت کمائی۔ آدمی جب مجبور ہوتا ہے تو پھر انسان سے شیطان بن جاتا ہے۔''

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ پھر بولی۔ ''تم کوئی واردات نہیں کرنا چاہتے، نہ کرو۔ باہر جاؤ اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر کوئی تمہیں بھیک میں کتنا دے گا؟ دو روپے، چار روپے، پانچ روپے؟ کیا تم بھیک مانگ کر ہوٹل کا بل ادا کرسکو گے؟ اپنے وطن واپس جاسکو گے؟''

ایسے وقت اچانک ہی مُراد نے اپنے اندر تبدیلی محسوس کی۔ وہ جو کبھی غلط کاموں کے بارے میں سوچتا بھی نہیں تھا، فوراً ہی راضی ہوگیا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا تمہارے پاس کوئی پلان ہے؟ ہم کس طرح رقم حاصل کرسکتے ہیں؟''

وہ بولی۔ ''آج دیوالی کی رات ہے۔ اس ہوٹل میں بڑے بڑے رئیس اپنی داشتاؤں یا گرل فرینڈز کے ساتھ آئیں گے۔ اور یہاں کے قمار خانے میں صبح تک لاکھوں روپوں کا جوا کھیلتے رہیں گے۔ ہر سال دیوالی میں اس ہوٹل کا مالک ایک رات میں لاکھوں کروڑوں روپے کما لیتا ہے۔ ہم ان سے اچھی خاصی رقم چھین کر اپنی ضرورتیں پوری کرسکتے ہیں۔''

ایسے کاموں میں بڑی مہارت اور ہوشیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ لاج ونتی اور مُراد نے پہلے کبھی چوری نہیں کی تھی، کوئی غلط کام بھی نہیں کیا تھا۔ پھر بھی انہیں یہ معلوم ہوگیا کہ قمار خانے کے اوپر ہوٹل کے مالک کا کمرا ہے۔ جوئے میں ہارنے والوں کی رقمیں اس کمرے میں پہنچائی جاتی ہیں۔ ہر ایک گھنٹے بعد بڑی بڑی رقمیں آتی رہتی ہیں۔ پھر انہیں گن کر بیگ میں رکھا جاتا ہے۔ صبح چار بجے جوا ختم ہوجاتا ہے۔ قمار خانے کو بند کردیا جاتا ہے۔ پھر آخری رقم اس کمرے میں آتی ہے تو مالک دروازہ بند کرلیتا ہے۔ پھر کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ تمام رقم لے کر دوسرے دروازے سے ہوٹل کے پیچھے آتا ہے اور اپنی کار میں بیٹھ کر چلا جاتا ہے۔

دیوالی کی اس رات بھی یہی ہوا۔ تین بجے ہوٹل کے مالک نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کردیا۔ لاج ونتی اور مُراد کو جیسے آگاہی مل رہی تھی کہ ایسے وقت انہیں کیا کرنا چاہیے؟ وہ کمرے کے اس پچھلے دروازے کے پاس آگئے۔ جہاں سے ہوٹل کا مالک باہر نکلتا تھا۔ وہ بڑے بڑے نوٹوں سے بھرے ہوئے دو بیگ اٹھا کر دروازہ کھول کر باہر جانا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت ٹھٹک گیا۔ دروازے کے پاس وہ دونوں کھڑے ہوئے تھے۔ دروازہ کھولتے ہی مُراد نے اس کے سر پر ایک زبردست گھونسا جڑ دیا۔

وہ ایک گھونسا ہی اس کے لیے کافی تھا۔ وہ زمین پر گرنے کے بعد پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ اور وہ اس کے اٹھنے کا انتظار بھی کرنے والے نہیں تھے۔ دو میں سے ایک بیگ کو وہ وہاں سے چلے آئے۔

ایسے وقت لاج ونتی اور مُراد نے منہ پر ڈھاٹا باندھا ہوا تھا۔ کہ پہچانے نہ جاسکیں۔ لاج ونتی کا کمرا دوسرے ہوٹل میں تھا۔ اس نے کہا۔ ''رقم میں لے جاتی ہوں۔ ابھی تمہارے پاس یہ رقم ہوگی تو تم پر شبہ کیا جائے گا۔ تھوڑی دیر میں پولیس آنے والی ہے۔ تم اپنے کمرے میں جاکر سو جاؤ۔''

وہ اپنے کمرے میں آگیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ہوٹل میں پولیس والے پہنچ گئے تھے۔ اور وہاں ایسے دو مجرموں کو تلاش کر رہے تھے جس نے ہوٹل کے مالک پر حملہ کیا تھا اور اسے بے ہوش کرنے کے بعد اس سے رقم چھین کر لے گئے تھے۔

پولیس والے ان مجرموں کو تلاش کرتے ہی رہے۔ دوسرے دن مُراد نے اس ہوٹل کو چھوڑ دیا۔ لاج ونتی کے پاس آگیا۔ اس بیگ میں پچاس لاکھ روپے تھے۔ نے اسے پچیس لاکھ دے دیے۔ مُراد نے کہا۔ ''تم تو بہت ہی کام کی عورت ہو۔ کل رات میں کنگال ہوگیا تھا۔ آج تم نے مجھے لکھ پتی بنا دیا ہے۔''

وہ بولی۔ ''اگر تم مجھ سے محبت کرو گے، اور ہم ساری زندگی ساتھ رہیں گے تو اسی طرح لکھ پتی اور کروڑ پتی بنتے رہیں گے۔''

مُراد عاشق مزاج نہیں تھا۔ اس عورت پر اس کا دل نہیں آرہا تھا۔ لیکن پتا نہیں کیوں اس کے اندر تبدیلی پیدا ہوئی۔ اس نے محبت کا اظہار کیا تو اچانک ہی اس کے اندر زنانہ پن پیدا ہوگیا۔ دوسری طرف لاج ونتی کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اس نے محبت کا اظہار کیا اور مُراد کے قریب آنا چاہا تو اس کے اندر مردانہ پن پیدا ہوگیا۔ وہ مُراد کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ ''ہائے میری چھیا! تُو تو بڑی سُندر لگ رہی ہے۔''

مُراد نے اسے پرے دھکیلتے ہوئے کہا۔ ''چل ہٹ یہاں سے موئے! تجھے شرم نہیں آتی؟ پچیس لاکھ میں میری آبرو لوٹنا چاہتا ہے۔''

یہ کہہ کر وہ اپنے حصے کی رقم لے کر وہاں سے بھاگتا ہوا کمرے سے باہر آیا تو پھر اس میں تبدیلی آگئی۔ مردانہ پن واپس آگیا۔ وہ حیران پریشان ہوکر سوچنے لگا کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو جاتا ہے؟

اسے اپنے اس سوال کا جواب نہیں مل سکتا تھا۔ اس سے پہلے بھی اس کے ساتھ ایسا ہی ہو چکا تھا۔ اس نے ایرپورٹ کے قریب آکر ایک ہوٹل میں کمرا لیا۔ پھر وہاں بیٹھ کر سنجیدگی سے سوچنے لگا۔ ''کیا میں کبھی کسی عورت کے قریب نہیں جا سکوں گا؟ کبھی میری شادی نہیں ہوگی؟ میں اپنی دلہن کے قریب جاؤں گا تو کیا مجھ میں ایسی ہی تبدیلی آجائے گی؟ یہ تو بڑی شرم کی بات ہے۔''

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اس کے ذہن میں یہی بات آرہی تھی کہ ہندوستان آنے کے بعد اس کے اندر ایسی تبدیلی آئی ہے۔ وہ اپنے وطن میں بالکل نارمل تھا۔ وہاں اپنی ایک زن

کے ساتھ اس کا رومانس چلتا رہا تھا۔ اس کی قربت بھی حاصل ہوئی تھی۔ لیکن اس کے اندر ایسی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

اس نے سوچا۔ ''میں فلم نگری دیکھنے آیا تھا، پتا نہیں کس جادو نگری میں پہنچ گیا ہوں؟ مجھے یہاں سے واپس جانا چاہیے۔''

لیکن وہ اپنی مرضی کے مطابق واپس نہ جا سکا۔ اس نے بے اختیار ممبئی جانے کے لیے ایک سیٹ ریزرو کرائی اور اب اس جہاز میں عالی کے ساتھ سفر کرتا ہوا ممبئی کی طرف جا رہا تھا۔

عالی اس کے خیالات پڑھ کر گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ جو کچھ معلوم ہوا۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کے دماغ پر کسی نے قبضہ جمایا ہوا ہے۔ اور اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرتا رہتا ہے۔

اس نے کن انکھیوں سے مُراد کی طرف دیکھا۔ پھر سوچا۔ ''ضرور کوئی اس کے دماغ میں چھپا رہتا ہے۔ اور اسے ٹینشن میں مبتلا کرنے کے لیے ایسے وقت زنانہ پن پیدا کرتا ہے، جب یہ کسی لڑکی سے دلچسپی لینے لگتا ہے۔ پھر اس کے خیالات نے بتایا ہے کہ لاج ونتی کے ساتھ بھی ایسا ہوتا رہا۔ جب اس نے مُراد کے قریب آنا چاہا تو اس کے اندر مردانہ پن پیدا ہو گیا تھا۔''

اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ جہاز سفید بادلوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ ''جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان دونوں کے دماغوں میں آتا ہے۔ وہ ایسا مذاق ان سے کیوں کر رہا ہے؟ انہیں ایسے وقت تماشا کیوں بنا دیتا ہے، جب یہ کسی عورت کے قریب یا وہ کسی مرد کے قریب جاتی ہے؟ اگر صرف مُراد کے ساتھ ایسا ہوتا تو یہ سوچا جا سکتا تھا کہ شاید اس کے اندر کوئی قدرتی تبدیلی آ گئی ہے۔ لیکن نہیں دونوں کے ساتھ ایسا ہو رہا ہے۔ یہ بات ماننے والی نہیں ہے کہ دونوں کے اندر قدرتی تبدیلی آ گئی ہے۔''

اس نے مجھے مخاطب کیا۔ ''پاپا! کیا آپ کہیں مصروف ہیں؟''

''بیٹی! ایک ہی اہم مصروفیت رہ گئی ہے۔ دن رات تمہاری مما کو تلاش کرنا۔ اب اس کے سوا اور کوئی دوسرا کام نہیں رہا ہے۔ تم اپنی سناؤ، کہاں ہو اور کیا کر رہی ہو؟''

''میں دہلی سے ممبئی جا رہی ہوں تاکہ عدنان اور پورس بھائی کے ساتھ وقت گزاروں۔ دہلی ایئر پورٹ میں ایک عجیب و غریب نوجوان سے سامنا ہوا ہے۔ وہ اس وقت میرا ہم سفر ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ کن معاملات میں عجیب و غریب ہے؟''

وہ مجھے مُراد علی بابا کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگی۔ میں توجہ سے سنتا رہا۔ اس نے پورے حالات بتانے کے بعد پوچھا۔ ''کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کسی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے؟ اسی طرح لاج ونتی کو بھی کسی نے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے۔ اور ان دونوں کو اپنے پر استعمال کر رہا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''اگر ایسا صرف مُراد کے ساتھ ہوتا سمجھا جاتا کہ شاید اس کے اندر قدرتی تبدیلی ہوئی ہے۔ لیکن ایسا لاج ونتی کے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔ پھر یہ کہ مُراد نے اس سے پہلے کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا، چوری جیسی واردات کی۔ جبکہ لاکھوں روپے جبراً ہوٹل کے مالک سے چھین لیے۔ اس کے اندر خود بہ خود مجرمانہ خیالات پیدا نہیں ہوئے۔ اس کے اندر ایسی تحریک پیدا کی گئی۔ ان سب باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کسی نے اس کے اور لاج ونتی کے دماغ پر قبضہ جمایا ہے۔ انہیں اپنا تابعدار بنایا ہے۔ لیکن.....''

''لیکن کیا پاپا؟''

''ان دونوں نے تقریباً پچاس لاکھ روپے حاصل کیے اور پھر آدھی آدھی رقم آپس میں تقسیم کر لی۔ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان سے ایسے کام کرا رہا ہے تو اس سے اس کو فائدہ حاصل ہو رہا ہے؟''

عالی نے کہا۔ ''یہی میں سوچ رہی ہوں۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ایک پیسے کا فائدہ نہیں ہے تو وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ کیا وہ کچھ ایب نارمل ہے؟ خیال خوانی کے ذریعے دوسروں کے دماغوں میں جا کر ایسے تماشے کرتا رہتا ہے؟''

''وردان پچھلے تین دنوں سے بالکل خاموش ہے۔ اس نے ہمارے خلاف خیال خوانی نہیں کی ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی نئی چال چل رہا ہو؟ مُراد علی کو آلۂ کار بنا کر اس کے ذریعے تمہارے قریب رہنا چاہتا ہو۔ تم پورس، عدنان اور شیوانی کے پاس جا رہی ہو۔ اس طرح وہ تمہارے ذریعے پھر شیوانی کے قریب پہنچے گا اور اسے حاصل کرنا چاہے گا۔''

''یس پاپا! ہمارا عدنان بھی اسے کاٹنے کی طرح دوڑتا ہے۔ وہ اسے نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔''

''جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ مُراد کے دماغ پر کس نے قبضہ جمایا ہے؟ وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟ کیا وہ واقعی دردان کے قریب کوئی اور ہے؟ تب تک تم عدنان اور شیوانی کے قریب

جاؤ گی۔''

''آل رائٹ پاپا! میں ان سے دور رہوں گی۔ لیکن یہ بھی شاید میرے قریب خود بہ خود نہیں آئے گا۔ نہ ہی مجھ سے دوستی کرے گا۔ دوستی کرنے سے اس کے اندر تبدیلی آ جاتی ہے۔''

''تم نے غور نہیں کیا۔ دوستی کرنے سے تبدیلی نہیں آئے گی۔ جس طرح کہ وہ ابھی تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا ہے، ایک ''دست'' ایک ہمسفر کی حیثیت سے ہے۔ لیکن اس کے اندر کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ جب یہ محبت کا اظہار کرے گا تمہارے قریب آنا چاہے گا، تب اس میں تبدیلی آئے گی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مرضی کے مطابق تم سے دوستی ضرور کرے گا۔''

''اور اگر دوستی نہ کی تو؟''

''تو پھر تم اس سے دوستی کرو گی۔ اس کے ساتھ رہو گی پھر موقع پا کر تنویمی عمل کے ذریعے یہ معلوم کرو گی کہ کیا پہلے کسی نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو تم اس عمل کو مٹا دو گی۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو گی کہ وہ عامل کون ہے؟''

''آل رائٹ پاپا! میں یہی کروں گی۔''

میں تھوڑی دیر مُراد علی کے دماغ میں موجود رہا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ ایک سیدھا سادا سا بے ضرر سا نوجوان ہے۔ اس کی طرف سے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچتا ہے۔ بلکہ وہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتے پہنچاتے خود نقصان اٹھا لیتا ہے۔ اب یہ خیالات اور اس کی یہ ہسٹری کہاں تک درست تھی؟ یہ اسی وقت معلوم ہو سکتا تھا جب عالی اس پر تنویمی عمل کرتی اور اس کی ہسٹری معلوم کرتی۔

☆☆☆

شام ہونے کو تھی، تھوڑی دیر بعد اندھیرا پھیلنے والا تھا اس سے پہلے ہی جمائلہ نے سونیا سے کہا۔ ''مما! میں ابھی جا رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ جاؤں گی۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''کہاں جا رہی ہو؟''

''آپ جانتی ہیں، میری تبدیلی کا وقت ہو چکا ہے اندھیرا پھیلنے سے پہلے میں سامنے والے بنگلے میں جاؤں گی پھر واپس آ جاؤں گی۔''

وہ جمائلہ کے ساتھ بنگلے کے برآمدے میں کھڑی ہوئی تھی۔ سامنے دور ایک بنگلا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے پوچھا ''وہاں کیا ہے؟''

وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ ''مما! آپ سب جانتی تھیں۔ مگر بھول چکی ہیں۔ مجھے پھر بتانا ہوگا کہ میں اندھیرا ہوتے ہی ابوالہول کے سامنے پہنچ جاتی ہوں۔ اس کی پوجا کرتی ہوں اس کی عظمت کے گن گاتی ہوں تو میرے اندر پُراسرار قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ میں اس سلسلے میں آپ سے بہت کچھ کہہ چکی ہوں۔''

''مگر بیٹی! تمہاری یہ حرکتیں دینِ اسلام کے خلاف ہیں تمہیں کسی بُت کی پوجا نہیں کرنی چاہیے اور وہ بھی ابوالہول کی! جبکہ مصر کے بُت پرست بھی اسے اپنا معبود تسلیم نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اس کی پرستش کرتے تھے۔''

وہ حیرانی سے بولی۔ ''مما! آپ اپنے آپ کو بھول گئی ہیں۔ آپ کو اپنا ماضی یاد نہیں ہے، پھر مصر کی قدیم تاریخ کے بارے میں کیسے جانتی ہیں کہ ماضی میں بتوں کی پوجا کرنے والے ابوالہول کی پوجا نہیں کرتے تھے؟''

سونیا نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا پھر اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''پتا نہیں۔ میری زبان سے یہ باتیں کیسے نکل گئیں؟ میں سمجھتی ہوں، میرے اندر کے ایمان نے میرے اندر یہ خیال پیدا کیا ہے کہ ابوالہول کون تھا اور اس کی پرستش نہیں کرنی چاہیے۔ اسی لیے میرے منہ سے ایسی باتیں نکل گئیں۔''

''بہرحال میں بائیس برس کی ہو چکی ہوں۔ یہ ایک دو دن کی بات نہیں ہے۔ میں نے جب سے چلنا شروع کیا ہے بولنا شروع کیا ہے، تب سے ہر شام ابوالہول کے پاس پہنچ جاتی ہوں اور صبح تک اس کے زیرِ اثر رہتی ہوں۔ آپ اس بات سے انکار نہ کریں اور نہ ہی اس معاملے میں مداخلت کریں۔ اس سے پہلے بھی آپ اور پاپا مداخلت کر چکے ہیں اور نقصان اٹھا چکے ہیں۔''

''مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ کہ ہمیں کس طرح کا نقصان پہنچا تھا؟''

''ایک رات جب میں ابوالہول کی پرستش کر کے واپس آئی تو پاپا بہت ناراض تھے۔ مجھے باتیں سنا رہے تھے۔ رات کے وقت میں اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتی۔ لیکن باپ کے رشتے کو پیشِ نظر رکھ کر میں نے ان کی باتیں برداشت کیں۔ لیکن جب انہوں نے ابوالہول کو گالیاں دیں تو میں ان پر جھپٹ پڑی۔ انہیں دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر ایک دیوار پر دے مارا۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''اس وقت میں کہاں تھی؟''

''آپ وہاں موجود تھیں۔ مجھے روک سکتی تھیں۔ مجھ سے مقابلہ کر سکتی تھیں کیونکہ آپ ایک ناقابلِ شکست فائٹر ہیں لیکن یہ جانتی ہیں کہ اس وقت میرے اندر ایسی شیطانی

قوتیں ہوتی ہیں کہ میں انسانی گوشت نوچ کر باہر نکال لیتی ہوں۔ اپنی ٹکر سے در و دیوار کو توڑ ڈالتی ہوں۔ اس لیے آپ نے میرا مقابلہ نہیں کیا۔ فوراً ہی پاپا کے پاس جا کر ان سے لپٹ گئیں۔ پھر مجھے اپنے دودھ کا واسطہ دے کر بولیں، بیٹی! خبردار اپنے پاپا کو ہاتھ نہ لگانا۔ یہ ابوالہول کے خلاف کچھ نہیں بولیں گے۔''

سونیا نے بڑی پریشانی اور محبت سے اسے دیکھا پھر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا۔ ''میری جان! تجھے کیا ہو جاتا ہے؟ کیا تیرا کوئی علاج نہیں ہو سکتا؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''آپ لوگوں نے بہت کوششیں کیں، لیکن جو بات قدرتی طور پر پیدائش کے وقت سے ہو رہی ہے، وہ ہوتی ہی رہے گی۔ اس لیے کہتی ہوں کہ شام ہونے کے بعد آپ میرے معاملات میں مداخلت نہ کیا کریں۔ میں ابھی اس بنگلے میں جا رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ جاؤں گی۔''

اس نے قریب آ کر سونیا کے رخسار کو چوما۔ پھر وہاں سے پلٹ کر جانے لگی۔ سونیا برآمدے میں کھڑی اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ دل ہی دل میں دعائیں مانگتی رہی۔ ''یا اللہ! تُو بڑا رحمان ہے، رحیم ہے۔ میری بچی پر رحم فرما۔ یہ گمراہی کی طرف جا رہی ہے۔ اسے تُو ہی صراطِ مستقیم پر لا سکتا ہے۔''

وہ اس کے لیے دعائیں مانگتی رہی۔ وہ بنگلے کے اندر جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ کوئی ماں یہ نہیں چاہتی کہ اس کی بیٹی غلط راستے پر چلے۔ اگرچہ یہ اطمینان تھا کہ وہ شام کے بعد تبدیل ہو کر بھی بے حیائی اور بدکاری کی طرف مائل نہیں ہوتی ہے۔ لیکن اس سے بڑا گناہ یہ کرتی ہے کہ اپنے دین سے جاتی ہے، اپنے ربّ کو بھول جاتی ہے۔

''یا اللہ تعالیٰ! کچھ ایسا ہو جائے کہ وہ تجھے نہ بھولے۔ چاہے ساری دنیا کو بھول جائے۔''

وہ کمرے میں آ کر ایک ایزی چیئر پر نیم دراز ہو گئی۔ تنہائی میں اسے ایسا لگتا تھا جیسے وہ اندر سے بالکل خالی خالی سی ہے۔ اس کے اندر جو بیش بہا خزانہ تھا، وہ باہر نکل کر کہیں گم ہو گیا ہے۔ اور وہ کنگال ہو گئی ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں رشتوں اور محبتوں کے بغیر زندگی گزار رہی ہے۔ جو ایک بیٹی ملی ہے اس کے حوالے سے بھی کوئی بات یاد نہیں آتی ہے۔

اس نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ ''بس یہی ایک بیٹی ہے، یہ مجھے ماضی کی باتیں یاد دلاتی ہے۔ مگر مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔ پھر بھی بیٹی ہے۔ جو کہتی ہے اسے میں مان لیتی ہوں۔''

پھر وہ سیون بلڈرز کے ان تین نیلی پیتی جانے کے بارے میں سوچنے لگی۔ اسے پورا یقین تھا کہ پر یا اس پر جو حملے کیے گئے ہیں، وہ ان ہی تین جاننے والوں نے کیے ہیں۔ جب وہ تینوں سیون سامنے حاضر ہوئے تھے تب وہ ان تینوں کو غور تھی۔ ان کی اسٹڈی کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت دھابی کو دیکھا، اس کے دونوں ساتھی باتوں میں اور وہ چپ ہو گیا تھا۔ سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ چہرے کے تاثرات سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ دل یا اپنے دماغ کے اندر کسی سے بول رہا تھا۔

سونیا کی نظریں تیر کی طرح کسی کے بھی اندر تھیں۔ وہ درست سمجھ رہی تھی۔ اس وقت وہ خیال ذریعے اپنے آئی کار کو فون کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ آئی کار فون کے ذریعہ بلڈرز سے باتیں کر رہا تھا۔

اس نے اسی وقت مہادھابی کی چوری پکڑ لی تھی۔ چور بننے کو تیار نہیں تھا۔ یہی کہتا رہا تھا کہ میڈم اس پر شبہ کر رہی ہے۔ اور سونیا نے چیلنج کیا تھا کہ وہ جلد ہی ثابت کر دے گی۔ اس چیلنج کے بعد اس کے دماغ منصوبہ پکتا رہا تھا کہ کس طرح انہیں بے نقاب کرنا چاہیے۔

وہ آہٹ سن کر چونک گئی۔ جمائلہ کی آواز سنائی دی۔

''ہیلو مما!''

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ کھلے ہوئے دروازے پر ہولی تھی۔ دن کے وقت پورا لباس پہننے والی اس وقت میں تھی۔ اس نے منی اسکرٹ پہنا ہوا تھا۔ اسکرٹ پیٹ ننگا تھا۔ اس سے اوپر بہترین تراش کا بلاؤز پہنے ہوئے ایسے مختصر سے لباس میں اس کے خوبصورت بدن دفراز نگاہوں کو پکار رہے تھے۔ سونیا نے کہا۔ ''مالی گاڈ اس لباس میں دیکھ کر مرد پاگل ہو جاتے ہوں گے۔''

وہ کمرے میں آتے ہوئے بولی۔ ''جو پاگل ہو ہیں، میں انہیں سمجھاتی ہوں۔ وہ واپس چلے جاتے ہیں سمجھ نہیں پاتے وہ واپس جانے کے قابل نہیں رہتے۔''

''تم صبح تک اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں کرتی ہو۔ میں تمہاری ماں ہوں۔ اگر تم برداشت کرو گی؟''

''آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟ اگر کوئی خواہش ہے اسے اپنے مزاج کے خلاف نہیں سمجھوں گی۔''

''ہاں۔ میری یہ خواہش ہے کہ یہ لباس تبدیل کر

ہوں۔''

گھٹنوں پر رکھ لیے اور آنکھیں بند کر لیں۔ سونیا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسی طرح گم صم بیٹھی رہی۔ سونیا اسے بڑی توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے پتا چل رہا تھا کہ وہ خیالوں کی دنیا میں کہیں پہنچی ہوئی ہے۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ اسے آگہی حاصل ہو رہی ہے۔

وہ اس کے سامنے سے اٹھ گئی۔ ایک بار البم کو کھول کر بڑے پیار سے تصویروں کو دیکھا۔ پھر انہیں چوم کر البم کو بند کر کے الماری میں رکھ دیا۔ اُن تصاویر کو دیکھ کر یقین ہو رہا تھا کہ واقعی جمائلہ اس کی اپنی بیٹی ہے۔

اس نے الماری کے پاس سے پلٹ کر دیکھا۔ وہ آہستہ آہستہ آنکھیں کھول رہی تھی۔ وہ اس کے سامنے آ کر بیٹھ گئی پھر بولی۔ ''بیٹی! خیریت تو ہے؟''

''جی ہاں۔ خیریت ہے مگر کچھ پریشانیاں بھی ہیں۔ مجھے آگہی مل رہی تھی کہ آپ ان تینوں نیلی پیتی جاننے والوں کو مجرم ثابت کر چکی ہیں۔ ان میں سے ایک مر چکا ہے۔ لیکن سیون بلڈرز آپ سے بہت زیادہ خوفزدہ ہیں۔ وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ مجھے جلد سے جلد آپ کے ذریعے ہاپا صاحب کے ادارے میں پہنچنا چاہیے۔ اگر وہاں پہنچنا ناممکن ہوا تو پھر آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔''

''وہ ایسا کیوں سمجھ رہے ہیں کہ تم میرے ذریعے کسی ہاپا صاحب کے ادارے میں پہنچ سکتی ہو؟ اور یہ ادارہ ہے کہاں؟''

پیرس کے ایک نواحی علاقے میں ہے۔ یہ ادارہ میلوں دور تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے چاروں طرف اتنی مضبوط حد بندی ہے کہ کوئی اجازت کے بغیر اندر داخل نہیں ہو سکتا بڑے بڑے ممالک کے حکمرانوں کو بھی وہاں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔''

''اگر اس قدر سختی ہے تو پھر میں تمہیں وہاں کیسے لے جا سکتی ہوں؟''

''یہ میں نہیں جانتی۔ مجھے ایک بار آگہی حاصل ہوئی تھی کہ میں آپ کے ذریعے اس ادارے کے اندر گئی ہوں۔ مجھے آگہی کی اسکرین پر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ مجھے کس طرح وہاں لے گئی تھیں؟''

اس وقت جمائلہ اصل حقیقت چھپا رہی تھی کہ ہاپا صاحب کے ادارے سے سونیا کا بہت گہرا تعلق ہے۔ ہاپا فرید واسطی مرحوم نے اس ادارے کی بنیاد ڈالی تھی۔ وہ اس

جو پہنا ہوا ہے اسے کہیں پھینک دو۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''بس۔ اتنی سی بات ہے؟ یہ تو میری مما نے ابوالہول کے مجسمے کو صندوق میں رکھ دیا ہے۔ اب وہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ آپ میرے ساتھ بنگلے میں آ سکتی ہیں۔''

سونیا اس کے ساتھ کمرے سے باہر آئی۔ دروازے کو بند کر کے اس کے ساتھ چلتی ہوئی سامنے والے بنگلے میں آ گئی۔ جمائلہ نے کہا۔ ''میں لباس بدلنے جا رہی ہوں۔ آپ یہاں میری تمام چیزوں کو دیکھیں۔ صرف صندوق نہ کھولیں کہ میں ابھی آئی اور ابھی آئی۔''

وہ الماری سے ایک جینز اور ٹی شرٹ نکال کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ سونیا چاروں طرف گھوم کر کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی کہ شاید کسی چیز کو دیکھ کر اس کی کوئی بات یاد آ جائے۔ اس نے الماری کو کھول کر اس کے ملبوسات کو دیکھا۔ دراز کھول کر کتنی ہی چیزوں کو الٹ پلٹ کرتی رہی۔ پھر اس نے ایک البم کو نکال کر کھولا۔ اس میں جمائلہ کی تصویریں تھیں۔ البم کے درمیان خود اس کی اپنی تصویریں بھی تھیں۔ کتنی ہی تصویروں میں وہ جمائلہ کے ساتھ دکھائی دے رہی تھی۔

وہ بڑے پیار سے ان تصویروں کو دیکھتی رہی۔ جمائلہ کو دیکھتی رہی۔ اس وقت اس کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ یہ بیٹی بنا کر پھر دھوکا کر رہی ہے، وہ اس سے جھوٹ بول رہی ہے۔ اسے دھوکا دے رہی ہے۔ وہ تمام تصویریں کمپیوٹر کے ذریعے تیار کی گئی تھیں۔ اس وقت سونیا پر ممتا کے جذبات حاوی تھے۔ اس نے اس پہلو پر توجہ نہیں دی کہ وہ تصویریں بھی ہو سکتی ہیں۔

وہ لباس بدل کر آ گئی۔ اس نے جینز اور ٹی شرٹ کے اوپر ہلکی سی جوگرز شوز پہنے تھے۔ بہت ہی خوبصورت اور اسمارٹ لگ رہی تھی۔ وہ اس کے قریب آتے ہوئے بانہیں پھیلا کر بولی۔ ''ہائے مما! کیسی لگ رہی ہوں؟''

سونیا نے اسے گلے لگا کر پیار کیا پھر کہا۔ ''میری بیٹی کو تو دنیا میں کوئی نہیں ہوگی۔ آؤ۔ بیٹھو۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔''

دونوں آمنے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ جمائلہ کچھ گھبرائی ہوئی سی خاموش ہو گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ اپنے

ادارے کے پہلے روحانی علوم کے عامل تھے۔ وہ سونیا کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ سونیا نے ان کی آخری سانس تک ان کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا، ان کی خدمت کرتی رہی تھی۔

جمائلہ یہ سب کچھ اس کے ریکارڈ میں پڑھتی رہی تھی اگر یہ حقیقت بیان کرتی تو پھر سونیا کو معلوم ہو جاتا کہ اس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ وہ وہاں جانے اور اپنے ماضی کو یاد کرنے کی ضد کرتی۔ پھر جمائلہ اور سیون بلڈرز تو کیا دنیا کی کوئی طاقت اسے وہاں جانے سے روک نہ پاتی۔

سونیا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''تم پریشان کیوں ہوتی ہو؟ تم نے کہا تھا کہ تمہاری آگہی کبھی غلط نہیں ہوتی ہے۔ ہمیشہ درست ثابت ہوتی ہے۔ اگر تم نے یہ دیکھا ہے کہ میں نے تمہیں اس ادارے کے اندر پہنچایا ہے تو پھر میں کسی نہ کسی طرح ضرور پہنچاؤں گی۔ مجھے اس ادارے کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔ پھر ہم پلاننگ کریں گے کہ وہاں کس طرح جانا چاہیے؟''

''میں آپ کو اس ادارے کے بارے میں سب کچھ بتاؤں گی۔ مگر یہ بات پریشان کر رہی ہے کہ وہ ساتوں لیڈرز آپ سے خوفزدہ ہیں۔ جب آپ مجھے وہاں پہنچا دیں گی تو ان کے بہت سے مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ اس کے بعد وہ آپ کو اہمیت نہیں دیں گے۔ اور پہلی فرصت میں آپ کو ہلاک کر دینا چاہیں گے۔''

سونیا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر سر ہلا کر بولی ''میں تمہاری پریشانیوں کو سمجھ رہی ہوں۔ اگر تم مجھے اس ادارے تک پہنچانے میں ناکام رہو گی تو وہ مجھے موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور اگر وہاں پہنچانے میں کامیاب ہو جاؤ گی تب بھی وہ مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہیں گے۔ دونوں صورتوں میں یہ سیون بلڈرز میرے جانی دشمن ہیں۔''

''ہاں۔ میں یہی سوچ رہی ہوں۔ جب دونوں ہی صورتوں میں وہ جانی دشمن ہیں تو پھر آپ مجھے وہاں نہیں پہنچائیں گی۔ ہم سیون بلڈرز کو جھوٹی تسلیاں دیتے رہیں گے کہ وہاں پہنچنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔''

''انہیں کب تک تسلیاں دیتے رہیں گے؟ وہ جلد ہی سمجھ جائیں گے کہ میں تمہیں وہاں پہنچانے میں ناکام ہو رہی ہوں پھر وہ میری جان کے دشمن ہو جائیں گے۔''

''جب ایسا ہو گا تو دیکھا جائے گا۔ فی الحال ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں پلاننگ کریں۔ آپ نے پیشگی کہا ہے کہ ان کا جرم ثابت کر کے رہیں گی۔''

''وہ تو کرنا ہی ہو گا۔ وہ سیدھی طرح اپنے جرم کا اقرار نہیں کریں گے۔ لاتوں کے بھوت ہیں۔ باتوں سے نہیں مانیں گے۔''

''یہ بات سمجھ میں آتی ہے، میں ان تینوں کی پٹائی کر گی تو وہ سچ اگل دیں گے۔ لیکن سیون بلڈرز یہی کہیں گے کہ وہ مار کے ڈر سے ناکردہ جرم کو قبول کر رہے ہیں۔''

''بڑی حکمت عملی سے کام لینا ہو گا۔ تینوں سے سب سے کمزور ہے، ہم پہلے اسے اپنے قابو میں کریں اور میں سمجھتی ہوں، کرونا کو بڑی آسانی سے قابو میں کیا جا سکتا ہے۔''

''ٹھیک ہے پہلے اسی کے بنگلے میں چلتے ہیں۔''

وہ دونوں بنگلے سے باہر آئیں۔ اسے مقفل کیا پھر کار میں بیٹھ کر کرونا کی طرف جانے لگیں۔ سونیا نے کہا۔ ''یہ بات یاد رکھو۔ وہاں پہنچتے ہی کرونا کو اس طرح قابو میں کرنا ہو گا کہ اسے خیال خوانی کرنے کا موقع نہ ملے۔ ورنہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے دونوں ساتھیوں کو خطرے سے آگاہ کر دے گی۔ ہم اسے ایسا کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔''

''پتا نہیں، وہ اپنے بنگلے میں ہے یا باہر کہیں تفریح لے گئی ہے؟ اگر بنگلے میں ہو گی تو دروازہ اندر سے مقفل ہو گا۔''

''آپ فکر نہ کریں۔ کار کی ڈکی میں ایک تار رکھا ہوا ہے میں اس کے ذریعے کسی بھی مقفل دروازے کو کھول لیا کرتا ہوں۔''

وہ بنگلے کے سامنے پہنچ گئیں۔ احاطے کے اندر سے کتے کے بھونکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ سونیا نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ ''یہ کم بخت تو پہلے ہی اسے خطرے سے آگاہ کر دے گا۔ ہمیں احاطے میں داخل نہیں ہونے دے گا۔''

''ہم ابھی داخل ہوں گے فی الحال اس دیوار پر چڑھ جائیں۔''

وہ دیوار بہت اونچی تھی۔ لیکن ان کے لیے کچھ نہیں تھا۔ رات کے وقت جمائلہ بھی سونیا کی طرح تیز طرار اور پھرتیلی بن جاتی تھی۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے دیوار پر چڑھ گئی۔ اندر احاطے میں ایک بلڈ ہاؤنڈ بھونک رہا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی تیزی سے دوڑتا ہوا دیوار کی طرف آنے لگا۔ جمائلہ نے ایک چھلانگ لگائی پھر لان میں پہنچ کر قلابازی کھائی ہوا بلڈ ہاؤنڈ کے قریب پہنچی۔ اس سے پہلے کہ وہ حملہ کرتا اس نے اس کی گردن دبوچ لی۔ پھر اس کے منہ سے آواز تک نہ نکلی پانچوں انگلیاں نوکیلی چھریوں کی طرح اس کی گردن میں پیوست ہو گئی تھیں۔

بنگلے کے اندر تاریکی تھی۔ کسی کمرے میں روشنی نہیں تھی اور احاطے میں اس کی کار بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ کہیں باہر گئی ہوئی تھی۔

وہ دونوں تیزی سے چلتی ہوئی دروازے پر آئیں، ایک ہیئر کے ذریعے اسے کھولا پھر اندر آ کر ٹارچ کی مدد سے دیکھنے لگیں سونیا کی آنکھیں سانپ کی طرح زہریلی تھیں اور جمائلہ تو اس وقت پُراسرار قوتوں کی حامل تھی۔ ٹارچ کی مدد سے دونوں ہی دیکھ سکتی تھیں۔ وہ مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی کرونا کے بیڈروم میں پہنچیں۔ جمائلہ نے کہا۔ ''مما! ہمیں یہاں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ یہ معلوم کرنا ہو گا کہ کرونا کہاں گئی ہے؟''

''یہاں ایسی کوئی چیز مل سکتی ہے جس کے ذریعے ہم یہ ثابت کر سکیں گے کہ وہ ہمارے مخالف ہیں۔ اور انہوں نے ہی ہم پر حملہ کرایا تھا۔''

وہ الماری وغیرہ کھول کر تلاشی لینے لگیں۔ پھر اس نے ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔ اس فون سے ایک ریکارڈر اٹیچ تھا اس نے کہا۔ ''ہمیں کا مطلب یہ ہے کہ کرونا کی کالز باہر سے آتی ہیں اور اس کی غیر موجودگی میں ریکارڈ ہوتی رہتی ہیں۔ بہتر ہے وہ یہاں آ کر ان کالوں کو سنتی ہے۔''

وہ دونوں اس فون کے پاس آ کر بیٹھ گئیں۔ ریکارڈر کی کیسٹ کو ریوائنڈ کیا پھر اسے آن کر کے انتظار کرنے لگیں تھوڑی دیر بعد ریکارڈر سے آواز ابھری۔ ''ہیلو کرونا! تم کہاں ہو؟ پچھلے بارہ گھنٹوں سے تم نے رابطہ نہیں کیا ہے انجان فون پر معلوم ہو رہا ہے کہ تم یہاں موجود نہیں ہو۔ اس لیے میں اپنا یہ پیغام ریکارڈ کرا رہا ہوں۔ تم نے بتایا تھا کہ جمائلہ میڈم سونیا کو سیون بلڈرز کے پاس لے آئی ہے اور اس کی موجودگی سے تم خطرہ محسوس کر رہی ہو۔ اپنے پچھلے تجربات سے سبق حاصل کرو۔ فرہاد کی فیملی نے ماضی میں تمہیں بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ اگر تم ہماری پناہ میں نہیں آؤ گی تو یہ سیون بلڈرز تمہاری حفاظت نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ سونیا تمہاری شکل کے قریب پہنچ چکی ہے۔ تم میری یہ کال سنتے ہی خیال رسانی کے ذریعے رابطہ کرو۔ تمہارے مطالبے کے مطابق لو بن بینک اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ ڈالرز پہنچا دیے گئے ہیں تم چیک کر سکتی ہو۔ او کے، میں اپنے دماغ میں تمہارا انتظار کرتا رہوں گا۔''

آواز ختم ہو گئی۔ اس کے بعد وہ کیسٹ ریکارڈر خاموش ہو گیا۔ دوسری کوئی کال نہیں تھی۔ سونیا نے اسے آف کیا پھر کیسٹ نکال کر کہا۔ ''بس۔ یہی ثبوت کافی ہے۔ اب ہم براہ راست ان تینوں سے نہیں نمٹیں گے۔ ان ساتوں بلڈرز سے کہو، ابھی بلڈرز ون کے بنگلے میں چلے آئیں۔ تم ایک اہم انکشاف کرنے والی ہو۔''

وہ اس بنگلے سے نکل کر اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھ گئیں سونیا ڈرائیو کر رہی تھی اور جمائلہ فون کے ذریعہ بلڈرز ون سے کہہ رہی تھی۔ ''میں اپنی مما کے ساتھ ابھی آپ کے پاس آ رہی ہوں۔ آپ باقی چھ بلڈرز کو فوراً اپنے پاس بلا لیں۔ بہت اہم معاملہ ہے۔ میں فون پر نہیں بتا سکوں گی۔''

اس نے فون کو بند کر دیا۔ پھر کہا۔ ''مما! کرونا کے خلاف یہ بہت بڑا ثبوت ملا ہے۔ اس کے ذریعہ اس کی غداری ظاہر ہو جائے گی، لیکن وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ ہیں گے۔''

''وہ محفوظ نہیں رہیں گے۔ تم دیکھتی جاؤ۔ میں کیا کرتی ہوں؟''

وہ بلڈرز ون کے بنگلے میں پہنچ گئیں۔ اس نے انہیں دیکھتے ہی کہا۔ ''جمائلہ! جب سے تم ہماری تنظیم میں آئی ہو ہم نے راتوں کو جاگنا سیکھ لیا ہے۔ کیونکہ تم رات ہی کے وقت ہمارے اہم معاملات نمٹاتی ہو۔ اس وقت بھی کسی اہم معاملے پر گفتگو کرنے آئی ہو۔ آؤ، بیٹھو۔''

وہ دونوں بیٹھ گئیں۔ وہاں اور تین بلڈرز بھی موجود تھے سونیا نے کہا۔ ''میں ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کے لیے کرونا کے گھر گئی تھی۔ وہ وہاں موجود نہیں تھی۔ میں نے اس کے بیڈروم کی تلاشی لی تو اس کے فون سے ایک ریکارڈر اٹیچ تھا۔ اس میں کیسٹ موجود تھی۔ آپ پہلے یہ کیسٹ سن لیں۔''

اسی وقت باقی تین بلڈرز بھی آ گئے۔ ان سب نے بیٹھ کر اس کیسٹ کو سنا تو حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

ایک نے کہا۔ ''یہ تو اس بات کا ثبوت ہے کہ کرونا ہم سے غداری کر رہی ہے اور راز داری سے کسی دوسری تنظیم سے یا کسی دوسرے بڑے ملک سے رابطہ رکھتی ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''آپ اس بات پر غور کریں کہ میری آمد کی اطلاع کرونا نے کہیں دور تک پہنچائی ہے۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''اور یہ بات اب راز میں نہیں رہے گی کہ میڈم ہماری تنظیم میں پہنچ گئی ہیں اور اپنی بیٹی جمائلہ کے ساتھ رہنے لگی ہیں۔''

بلڈر فور نے کہا۔ ''میڈم! آپ ہماری بات کا برا نہ مانیں۔ ہم اس کیسٹ پر شبہ کر سکتے ہیں۔ کیا ثبوت ہے کہ کسی نے کرونا کو فون پر یہ باتیں کہی ہیں؟ وہ تو صاف انکار کر دے گی کہ یہ کیسٹ اس کے گھر سے نہیں لائی گئی ہے۔ سراسر فراڈ

ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "آپ نے اس کیسٹ کو توجہ سے نہیں سنا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ کرونا کے مطالبے کے مطابق پچاس لاکھ ڈالرز لوبن کے بینک اکاؤنٹ میں جمع کر دیے گئے ہیں۔ رات کو بینک بند رہتا ہے۔ پھر بھی آپ اپنے ذرائع استعمال کر کے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ کرونا کے اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ ڈالرز کا اضافہ ہوا ہے یا نہیں؟ اور ہوا ہے تو اتنی بڑی رقم کہاں سے آئی ہے؟"

بلڈرون نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے اس بینک کے منیجر سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا کہ وہ ابھی جا کر بس کرونا کا اکاؤنٹ چیک کرے اور یہ بتائے کہ حال ہی میں پچاس لاکھ ڈالرز اس کے اکاؤنٹ میں کس نے جمع کیے ہیں؟ کیش جمع کیا گیا ہے یا چیک کے ذریعہ اس کے اکاؤنٹ میں اضافہ کیا گیا ہے؟ وہ ابھی جائے اور اسے فون پر یہ تمام معلومات مہیا کرے۔

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ سونیا نے کہا۔ "اس منیجر کی کال آنے تک کرونا سے حقیقت اگلوائی جا سکتی ہے۔ طریقہ کار یہ ہوگا کہ اسے فون پر یہ کیسٹ سنائی جائے گی، وہ دھوکا کھا سکتی ہے کہ کوئی اس سے رابطہ رکھنے والا اسے بھاری پے منٹ کرنے والا ہے اور راست فون پر بول رہا ہے۔"

ایک بلڈر نے کہا۔ "ہم میں سے جو بھی فون پر اسے یہ کیسٹ سنائے گا۔ وہ سی ایل آئی پر ہمارا نمبر پڑھ لے گی۔"

بلڈرون نے کہا۔ "میں نے آج ہی ایک نیا موبائل فون خریدا ہے۔ اس کا نمبر کسی کو معلوم نہیں ہے۔"

ایک بلڈر نے کہا۔ "اس کیسٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ گھر میں موجود نہیں ہے۔ اس لیے پیغام ریکارڈ کرایا جا رہا ہے۔ اس طرح وہ دھوکا نہیں کھائے گی۔"

سونیا نے کہا۔ "بے شک۔ وہ دھوکا نہیں کھائے گی، یہ سمجھے گی کہ کہیں سے اس کو یہ ٹیپ سنایا جا رہا ہے۔ لیکن یہ نہیں سمجھ پائے گی کہ بات آپ میں سے کسی کو معلوم ہو گئی ہے ایسے وقت میں اس سے فون پر بات کروں گی۔ آپ اپنا وہ فون لے آئیں۔"

بلڈرون اپنا نیا موبائل فون وہاں لے آیا۔ پھر اس پر کرونا کے نمبر پنچ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی کرونا کی آواز سنائی دی۔ اس نے موبائل فون کا وائڈ اسپیکر آن کر دیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ہیلو کون؟"

بلڈرون نے کیسٹ ریکارڈر کو آن کر دیا۔ کرونا چپ رہی۔ کیسٹ ریکارڈر سے ابھرنے والی آواز سنتی رہی۔ جب وہ ریکارڈر خاموش ہو گیا تو اس نے ذرا سہمے ہوئے انداز میں پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟ یہ ٹیپ کون چلا رہا ہے؟"

سونیا نے کہا۔ "میں بول رہی ہوں۔ کیا تم مجھے آواز سے پہچان رہی ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "میڈم سونیا؟ یہ آپ ہیں؟"

"ہاں۔ میں ہوں۔ جب تم اپنے بنگلے میں واپس جاؤ گی تو احاطے میں اپنے بلڈ ہاؤنڈ کو مردہ پاؤ گی۔ تمہارے روم کی تلاشی لی گئی ہے۔ تم نے اپنے فون سے ریکارڈ رابطے تھا۔ میں نے اس میں سے یہ کیسٹ نکال لی ہے اور اب تمہیں سنا رہی ہوں۔ کیا میں اس کیسٹ کو سیون بلڈرز کے پاس لے جاؤں؟"

وہ گھبرا کر جلدی سے بولی۔ "نہیں۔ نہیں میڈم! پلیز ایسا نہ کریں۔ میں آپ کی کنیز ہوں۔ اس کیسٹ کو اپنے پاس رکھیں۔ میں ابھی آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"مجھ سے مل کر کیا کرو گی؟ کیا مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکو گی؟"

"آپ جو کہیں گی، میں وہ کروں گی۔ اگر میری ذات سے آپ کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو ضرور فائدہ پہنچاؤں گی۔"

"تم میرے لیے ایک ہی کام کر سکتی ہو اور وہ یہ کہ سچ بول سکتی ہو۔"

"میں سچ بولوں گی۔ یہ سمجھ رہی ہوں کہ آپ کیا جاننا چاہتی ہیں؟ آپ یہ معلوم کرنا چاہتی ہیں کہ آج صبح جمائلہ پر کس نے حملہ کرایا تھا؟"

"بے شک میں یہی معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ اگر تم سچ بولو گی تو میں یہ کیسٹ تمہیں واپس کر دوں گی۔"

"میں سچ بولوں گی۔ ٹراؤ کوم کوبرا اور مہادھابی نے وہ حملے کرائے تھے۔"

تمام بلڈرز نے ایک دوسرے کو دیکھا سونیا نے فون پر کہا۔

"تم آدھا جھوٹ اور آدھا سچ بول رہی ہو۔ خود کو بچانے کی کوشش کر رہی ہو۔ ابھی یہ بات میرے اور تمہارے درمیان ہے کوئی تیسرا نہیں سن رہا۔ لہٰذا سچ بول دو۔ میں کوئی نادان بچی نہیں ہوں۔ وہاں اس طرح متواتر حملے ہو رہے تھے کہ جگہ جگہ سے ہم پر گولیاں چلائی جا رہی تھیں۔ یہ ایک سے زیادہ حملہ آور کرانے جاننے والوں کا کمال تھا۔ تم تینوں پتا نہیں کتنے آدمیوں سے کام لے رہے تھے؟ اگر تم سچ نہیں بولو گی تو بُری طرح پچھتاؤ گی۔ بلکہ پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ بلڈرز تمہیں کتے کی موت ماریں گے۔"

وہ ذرا دیر تک چپ رہی۔ سونیا نے پوچھا۔ "کچھ بولو گی یا میں فون بند کروں؟"

وہ جلدی سے بولی۔ "نہیں۔ میں بول رہی ہوں۔ سچ بول رہی ہوں۔ ہم تینوں نے آپ پر اور جمائلہ پر حملے کرائے تھے۔"

اس نے تمام بلڈرز کی طرف دیکھا پھر فون پر پوچھا۔ "اس دشمنی کی وجہ بتاؤ۔"

"گرتم نارائن آپ دونوں سے مار کھانے کے بعد بُری طرح جھلا رہا تھا۔ اپنی توہین محسوس کر رہا تھا۔ اس نے ہم سب کو اکٹھا کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم سب آپ کی یہاں آمد سے فوائد حاصل کر رہے ہیں اور جمائلہ کی وجہ سے اس تنظیم میں ہماری اہمیت بہت کم ہوتی جا رہی ہے۔ اس لیے ہم نے سوچا کہ آپ دونوں کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔"

"اب آخری سوال کا جواب دو۔ تمہارے اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ ڈالرز کس تاریخ کو جمع کیے گئے ہیں اور کس نے جمع کیے ہیں؟"

"آپ یہ پوچھ کر کیا کریں گی؟"

"میں اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں کہ تم نے سیون بلڈرز کے علاوہ کس تنظیم سے یا کس ملک سے رابطہ کھا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "پلیز، آپ یہ سوال نہ کریں بڑی مہربانی ہوگی۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں بینک منیجر کو ٹریپ کر کے اس سے سب کچھ اگلوا لوں گی۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میڈم! میں جانتی ہوں، آپ بہت خطرناک ہیں۔ میرے پیچھے پڑ گئی ہیں تو میری جڑ تک پہنچ کر ہی دم لیں گی۔"

"تو پھر مجھے وہاں تک پہنچنے نہ دو۔ میرے سوال کا جواب دے دو کہ تمہارا کس تنظیم سے رابطہ ہے؟ اور ابھی کس نے تمہیں فون کیا تھا؟"

وہ ذرا چپ رہی پھر بولی۔ "میرا رابطہ امریکی اکابرین سے رہتا ہے۔ وہ مجھے اپنی پناہ میں بلا رہے ہیں۔ لیکن میں جانا نہیں چاہتی۔"

"تم وہاں کیوں نہیں جانا چاہتیں؟"

"اس لیے کہ سیون بلڈرز میں بہت زیادہ آزادی ہے وہاں یہ آزادی سلب ہو جائے گی۔ وہاں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ مجھے ٹریپ کریں گے۔ تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیں گے۔"

"جب تم جانتی ہو کہ سیون بلڈرز کی تنظیم تمہارے لیے محفوظ پناہ گاہ ہے تو پھر تم نے ان سے رابطہ کیوں کیا؟"

"صرف حفاظتی تدبیر کے طور پر ایک بہت بڑا دروازہ کھلا رکھا ہے تاکہ کبھی یہاں سے دھوکا ہو یا کسی طرح جان کو خطرہ ہو تو میں یہاں سے فرار ہو کر ان کی پناہ میں پہنچ سکوں۔"

"کیا ٹراؤ کوم کوبرا اور مہادھابی نے بھی امریکا والوں سے رابطہ کر رکھا ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ وہ دونوں بہت گہرے ہیں۔ اپنے اندر کی باتیں مجھے نہیں بتاتے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں رابطہ ختم کر رہی ہوں۔ تمہاری یہ کیسٹ میرے پاس محفوظ رہے گی۔ اس سلسلے میں اگر کچھ کہنا ہو تو میرے دماغ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ تم کسی وقت بھی رابطہ کر سکتی ہو۔ وِدیس آل....."

اس نے فون بند کر دیا۔ بلڈرز فوراً کہنے لگے۔ "میڈم! آپ نے بہت اہم سوالات کیے ہیں۔ اور اس سے بہت کچھ اگلوا لیا ہے۔ وہ ذلیل عورت ہمارا نمک کھاتی ہے اور ہم سے ہی غداری کر رہی ہے؟ یہاں کے بھید وہاں پہنچاتی رہتی ہے اسے یہاں بلا کر فوراً گولی مار دینی چاہیے۔"

بلڈرون نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "جلدی نہ کرو۔ غصے میں نہ آؤ۔ وہ ہمارے سامنے بے نقاب ہو چکی ہے۔ ہم ابھی انجان بنے رہیں گے۔ یہ ظاہر نہیں کریں گے کہ اس کی اصلیت ہم پر کھل چکی ہے۔ اب ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا بھی محاسبہ کیا جائے گا۔"

جمائلہ نے کہا۔ "کرونا کی یہ کیسٹ ہمارے ہاتھ آ گئی تھی۔ اس لیے وہ کمزور پڑ گئی۔ لیکن کوبرا اور مہادھابی کی کوئی کمزوری ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ وہ کبھی ہمارے سامنے اپنے راز نہیں اگلیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "وہ اقبالِ جرم کریں یا نہ کریں۔ کرونا کی باتوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ ان تینوں نے ہی ہم پر حملے کرائے ہیں۔ آئندہ بھی ہمیں ان کی طرف سے جان کا خطرہ ہے۔ اس لیے میں انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

بلڈرون نے کہا۔ "نو میڈم! سیون بلڈرز کے کسی بھی کارکن کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرنا صرف ہم سات بلڈرز کا کام ہے۔ ہم انہیں سزا دیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "اور جو میری جان کا دشمن بنتا ہے، میں اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ اپنی عدالت میں کرتی ہوں لہٰذا بارہ گھنٹوں کے اندر آپ لوگوں نے انہیں موت کے گھاٹ نہ اتارا تو وہ مجھ سے بچ نہیں پائیں گے۔"

ساتوں بلڈرز نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ان کے مزاج اور ان کے فیصلوں کے خلاف کوئی بولنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا، لیکن وہ بولنے والی اور چیلنج کرنے والی سونیا تھی۔ اس لیے سب کو چپ لگ گئی تھی۔ مگر وہ دل ہی دل میں غصے سے پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ ان میں سے ایک بلڈر وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جمائلہ کے فون کا بزر بولنے لگا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر کہا۔ ''ہیلو.....؟''

اس بلڈر نے کہا۔ ''تم سونیا کے ساتھ بیٹھی ہو اس لیے ہم تم سے کھل کر باتیں نہیں کر سکتے۔ تم دیکھ رہی ہو کہ میڈم کس طرح ہمارے منہ پر چیلنج کرتی ہیں اور ہمارے فیصلے کے خلاف اپنا فیصلہ سناتی ہیں؟ سیدھی سی بات ہے، جب تک انہیں تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ اور تابعدار نہیں بنایا جائے گا تب تک یہ ہمارے کنٹرول میں نہیں رہیں گی۔''

جمائلہ نے چند لمحوں سے سونیا کی طرف دیکھا۔ پھر کہا ''ٹھیک ہے، میں سمجھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپ سے رابطہ کروں گی۔''

اس وقت سونیا کا دھیان بلڈرز کی طرف تھا۔ وہ چیک نمبر سے باتیں کر رہا تھا۔ ''آج صبح ہی مس کرونا کے اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ امریکی ڈالرز جمع کیے گئے ہیں۔''

بلڈرز نے پوچھا۔ ''کیا پچاس لاکھ کا چیک جمع کیا گیا تھا؟''

''نہیں۔ کوئی شخص آیا تھا۔ رقم جمع کرانے کے بعد چلا گیا تھا۔ ہمارے کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا شخص یہ نہیں بتا سکے گا کہ وہ کون تھا؟ کیونکہ بے شمار افراد آتے جاتے رہتے ہیں۔''

''کوئی بات نہیں۔ اتنی ہی معلومات کافی ہے۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔ تمہارے حصے کی رقم پہنچ جائے گی۔''

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ جمائلہ نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''مما! میں واش روم جا رہی ہوں۔ ابھی آتی ہوں۔''

وہ دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی۔ وہاں بلڈر فور اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی بولا۔ ''جمائلہ! کچھ کرو۔ میڈم ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو رہی ہیں۔''

وہ بولی۔ ''آپ پریشان نہ ہوں۔ وہ پوری طرح میرے کنٹرول میں ہیں۔ آج صبح ہونے سے پہلے میں کوشش کروں گی کہ کسی بھی طرح انہیں آپ لوگوں کی معمولہ اور تابعدار بنا دوں۔''

''انہوں نے چیلنج کیا ہے کہ بارہ گھنٹے کے اندر ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ نہ اتارا تو وہ زندہ نہیں چھوڑیں گی۔''

''بارہ گھنٹے بہت ہوتے ہیں۔ میں اس سے پہلے انہیں پوری طرح اپنے قابو میں کر لوں گی۔ وہ آپ لوگوں کی مرضی اور مزاج کے خلاف کچھ نہیں کر سکیں گی۔''

''کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ تمہاری آمد کی خبر تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیں گی؟''

''ہاں۔ مجھے پورا یقین ہے۔ لیکن میں یہ سوچ کر پریشان ہو جاتی ہوں کہ جب وہ مجھے اس ادارے میں لے جائیں گی تو وہاں سب ہی انہیں پہچان لیں گے۔ انکل لگائیں گے، پھر یہاں نہیں آنے دیں گے۔''

''بلا سے۔ نہ آنے دیں۔ وہ تمہیں ایک بار کم از کم ایک بار اس ادارے میں لے جائیں۔ پھر ہمارا کام ہو جائے گا۔ ہم تمہارے ذریعے وہاں کی بہت سی کرتوتیں جان سکیں گے۔''

وہ بولی۔ ''آپ یہ بھول رہے ہیں، جب میڈم کو پتہ چلے گا کہ وہ فرہاد علی تیمور کی بیوی اور اس کے بچے کی ماں ہے تو میرا جھوٹ کھل جائے گا۔ وہ میری دھجیاں اڑا دیں گی۔ اور وہ دشمنوں کے ساتھ کیسی بے رحمی سے پیش آتی ہیں یہ آپ سب دیکھ ہی رہے ہیں؟ وہ آپ جیسے بلڈرز کا لحاظ نہیں کرتی ہیں تو پھر میں کیا چیز ہوں؟''

''تم کسی بھی طرح میڈم کو ہماری معمولہ اور تابعدار بنا دو۔ اس کے بعد ہم ان سے اچھی طرح نمٹ لیں گے۔''

''اچھا۔ میں چلتی ہوں۔ مما سے واش روم جانے کا بہانہ کر کے آئی ہوں۔''

''ایک بات بتاؤ، کیا سچ مچ تم نے اسے ماں بلایا ہے یا خود کو اس کی بیٹی سمجھنے لگی ہو؟''

اس وقت جمائلہ کے اندر جھوٹ، فریب اور شیطانیت بھری ہوئی تھی۔ وہ مکاری سے مسکراتے ہوئے بولی۔ ''کسی رشتے کو نہیں مانتی۔ صرف اپنے ماں باپ کا احسان مانتی ہوں کہ انہوں نے مجھے پیدا کیا۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتی۔ آپ اطمینان رکھیں۔ وہ جلد ہی آپ کی معمولہ اور تابعدار بن جائیں گی۔''

یہ کہہ کر وہ بلڈرز کے بیڈ روم کی طرف چلی گئی۔ وہاں سونیا دوسرے بلڈرز کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بلڈرز یہ فیصلہ کر رہے تھے کہ آئندہ ان تین ٹیلی پیتھی والوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے؟ کرونا کو

زیر دست خدمت گزاری کی ہے۔ یہاں کے بھید امریکی اکابرین کو بتاتی رہی ہے۔ اسے سب سے پہلے موت کے گھاٹ اتارا جائے گا۔''

ایسے وقت کرونا سونیا کے دماغ میں آ کر بول رہی تھی ''میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ یوں سمجھ لیں کہ میں آپ کی کنیز بننا چاہتی ہوں۔ پلیز مجھے تھوڑا سا وقت دیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''میرے پاس آ کر باتیں کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ اگر اپنی سلامتی چاہتی ہو تو جہاں ہو وہیں سے سیدھی ایئر پورٹ چلی جاؤ۔ جو بھی پہلی فلائٹ ملتی ہے اس میں سیٹ حاصل کر کے یہ شہر، یہ ملک چھوڑ دو۔ میں نے تمہیں سیون بلڈرز کے سامنے بے نقاب کر دیا ہے۔ یہ تمہاری اصلیت جان چکے ہیں۔''

وہ ایکدم سے پریشان ہو گئی۔ گھبرا کر بولی۔ ''یہ آپ نے کیا کیا؟ وہ بلڈرز مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

''اسی لیے تو کہہ رہی ہوں۔ وقت ضائع کیے بغیر یہاں سے نکل جاؤ۔''

''میں ایئر پورٹ جاؤں گی یا کسی طرح فرار ہونا چاہوں گی تو آپ انہیں میرے پیچھے لگا دیں گی۔''

''اگر پیچھے لگانا ہوتا تو تمہیں فرار ہونے کا مشورہ نہ دیتی اس وقت میں تمہارا ساتھ دے رہی ہوں۔ کیونکہ تمہاری وجہ سے میں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آج مجھ پر اور جمائلہ پر جو قاتلانہ حملہ ہوا تھا، وہ تم تینوں نے کرایا تھا۔ سیون بلڈرز کے سامنے میری سچائی ثابت ہو گئی ہے۔ اس لیے اب میں تمہارا ساتھ دے رہی ہوں۔ جتنی جلدی ہو سکے، یہاں سے چلی جاؤ۔ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔''

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ جمائلہ نے آ کر کہا۔ ''مما! کیا ہم یہاں سے چلیں؟''

سونیا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''ہاں۔ چلو۔''

وہ دونوں سیون بلڈرز سے اجازت لے کر باہر آئیں اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگیں۔ اس بار جمائلہ کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ سونیا نے اس کی طرف کن انکھیوں سے دیکھا۔ پھر کہا۔ ''میں نادان بچی نہیں ہوں۔''

جمائلہ نے ایک نظر اس پر ڈالی پھر مسکرا کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اس بات کا کیا مطلب ہوا؟''

''تم اس وقت واش روم نہیں گئی تھیں۔ میں یہ ظاہر انجان بنی ہوئی تھی۔ پہلے بلڈر فور وہاں سے اٹھ کر کسی دوسرے کمرے میں گیا، پھر اس نے فون کے ذریعہ تمہیں مخاطب کیا اور تم واش روم کا بہانہ کر کے اس کے پاس چلی گئیں۔''

وہ اس کی باتیں سن رہی تھی، اندر سے پریشان ہو رہی تھی۔ پھر فوراً ہی سنبھل کر ہنستے ہوئے بولی۔ ''مما! ان کے سامنے ایسی حرکت کرنی ہی ہو گی۔ جس سے یہ ظاہر ہو کہ میں آپ سے زیادہ ان کی وفادار ہوں۔ آپ خود ہی سمجھ سکتی ہیں نہ میرے کون سے سگے ہیں کہ ان کے سامنے میں اپنی سگی ماں کی اہمیت کم کر دوں گی۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''دیٹس لائیک اے گڈ ڈاٹر۔ کسی ریسٹورنٹ میں چلو۔ بھوک لگ رہی ہے۔''

وہ ایک ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں آ گئیں۔ وہاں ایک گھنٹے تک بیٹھی رہیں۔ کھاتی پیتی رہیں اور باتیں کرتی رہیں جمائلہ کے اندر یہ بات پک رہی تھی کہ جلد سے جلد کسی بھی طرح سونیا کو اپنے قابو میں کرنا ہو گا۔ میڈم بہت چالاک ہیں۔ ابھی ان کے تیور بتا رہے تھے کہ یہ کسی بھی وقت میری دوغلی حرکتوں کو سمجھ لیں گی۔ دن کے وقت میں ایک ایسی بلی ہوتی ہوں، جس کے ناخن کاٹ لیے گئے ہوں۔ ایسے وقت یہ میرے ہاتھ پاؤں توڑ کر مجھے اپاہج بنا دیں گی۔ سیون بلڈرز بھی ان سے خوفزدہ ہیں۔ ان کے اندیشے درست ہیں۔ یہ کسی وقت بھی بہت بڑی مصیبت بن سکتی ہیں۔

سونیا نے کھانے کے بعد کہا۔ ''میں بہت تھک گئی ہوں۔ اب گھر جا کر سونا چاہتی ہوں۔''

وہ کھانے کے بعد ہوٹل سے گھر آ گئیں۔ وہاں تھوڑی دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ جب سونیا سلیپنگ ڈریس پہن کر بیڈ پر آ گئی تو جمائلہ نے کہا۔ ''میں اپنے بنگلے میں جا رہی ہوں صبح آپ کے پاس آ جاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے، تمہیں تو جانا ہی ہو گا۔ صبح تک تمہاری مجبوری ہے۔ تبدیل ہونے کے بعد میرے پاس آؤ گی۔'' اس نے بیٹی کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ ''شب بخیر۔''

جمائلہ نے اس بنگلے سے نکل کر اپنے بنگلے کی طرف آتے ہوئے بلڈرز میں سے فون پر رابطہ کیا۔ اس نے کہا۔ ''جمائلہ! تم کہاں ہو؟ ہم اتنی دیر سے تمہاری کال کا انتظار کر رہے ہیں ہماری مجبوری یہ ہے کہ میڈم تمہارے ساتھ رہتی ہیں۔ ہم تم سے کسی اہم معاملے پر رازداری سے گفتگو نہیں کر سکتے۔''

''میں ابھی میڈم کو سلا کر اپنے بنگلے میں آئی ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کی طرح میں بھی میڈم سے خوفزدہ ہوں۔''

''ہم سیون بلڈرز والے بڑی خوں خوار پلاننگ کرتے ہیں۔ ہم سے کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ لیکن اس بار میڈم کے معاملے میں غلطی ہو گئی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں داخل

ہونے کے لیے میڈم سے کسی بہتری کی توقع نہیں کرنی چاہیے۔"

جمائلہ نے کہا۔ "جو ہونی ہوتی ہے، وہ ہو کر رہتی ہے۔ جب مجھے آگہی مل چکی ہے کہ میں ان کے ذریعہ اس ادارے میں جانے والی ہوں تو پھر ضرور جاؤں گی۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "مگر یہ کیسے ہوگا؟ کیا تم ہماری لاشوں پر سے گزر کر اس ادارے میں جاؤ گی؟"

"یہ تو میں نہیں جانتی۔ لیکن جو میں آگہی کی اسکرین پر دیکھ چکی ہوں، وہ ضرور ہوگا۔"

"یعنی جب تک تم بابا صاحب کے ادارے میں قدم نہیں رکھو گی اس وقت تک سونیا تمہارے ساتھ رہے گی؟ یعنی اس وقت تک وہ زندہ رہے گی اور ہم کسی بھی تدبیر سے اسے ہلاک نہیں کر سکیں گے؟"

"یہی بات سمجھ میں آتی ہے اور یہی ہوگا۔"

"پھر تو ایک بات اچھی طرح سن لو، ہم تمہاری آگہی کو نہیں مانیں گے۔ میڈم نے ہمیں بارہ گھنٹے کی مہلت دی ہے اگر ہم نے صبح آٹھ بجے تک اپنے نیلی پیتھی جاننے والوں کا خاتمہ نہ کیا تو وہ انہیں ختم کر دے گی۔ ہم تم سے کہتے ہیں کہ صبح ہونے سے پہلے اسے اس طرح اپنے قابو میں کر لو کہ وہ اپنی ضد اور من مانی بھول جائے۔ ہماری تابعدار بنی رہے۔ اگر صبح تک ایسا نہ ہوا تو وہ اپنے بستر سے زندہ نہیں اٹھے گی۔"

"میں کوشش کرتی ہوں۔ کسی نہ کسی طرح انہیں تابعدار بنا ہی لوں گی۔ آپ میری اگلی کال کا انتظار کریں۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ اپنے بنگلے میں آگئی تھی۔ وہاں سے سامنے والے بنگلے کو دیکھ رہی تھی۔ اگرچہ اس وقت تیکھے نقوش والی میڈم سیون بلڈرز کی وفادار تھی اور ان کے لیے سونیا کے خلاف کچھ بھی کر سکتی تھی لیکن اس کی ہلاکت اسے منظور نہیں تھی۔

شیطانیت کے سائے میں رہنے کے باوجود سونیا سگی ماں سے بھی زیادہ اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ وہ اس سے جھوٹ بول سکتی تھی، طرح طرح سے دھوکا دے سکتی تھی مگر اپنی اس مما سے ہمیشہ کی جدائی منظور نہیں تھی۔

وہ اپنے بیڈ روم میں آگئی۔ بڑے سے صندوق کو کھول کر اس میں سے ابوالہول کا مجسمہ نکالنے لگی۔ پھر اسے ایک میز پر لا کر رکھ دیا۔ وہ مجسمہ سر سے پاؤں تک نہیں تھا۔ اس کا ناک کٹا چہرہ صرف گردن تک تھا۔ نہ وہ مجسم تھا۔ نہ اسے مجسمہ کہا جا سکتا تھا۔ جب وہ خود ہی مکمل نہیں تھا تو کسی اور کو کیا مکمل کر سکتا تھا؟ بہرحال جمائلہ نے جھک کر اس کی ناک کو چوم لیا پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر اس کی پوجا کرنے لگی۔

جب وہ کچھ مانگتی تھی اور وہ اسے شیطانی قوتیں دیتا تھا تب اندر سے ایسا لگتا تھا جیسے تیز ہوائیں چل رہی ہیں، بادل گرج رہے ہیں، اور رہ رہ کر بجلیاں کڑک رہی ہیں۔ یہ سب دلوں میں ہول پیدا کرنے والے ابوالہول! میں جب بھی کچھ مانگتی ہوں تو تُو مجھے دیتا ہے۔ اور جو نہیں مانگتی، وہ بھی مجھے دیتا ہے۔ آج میں تیرے سامنے ایک نئی قوت مانگتی ہوں۔"

بادل ایسے گڑگڑانے لگے جیسے وہ ابوالہول کے سامنے گڑگڑا رہی ہو۔ "اے میری بگڑی بنانے والے! مجھے وہ معمولی قوت دے، جس سے میں سونیا کے دماغ میں گھس سکوں۔ تُو اپنی پُراسرار قوت سے اسے میرے پاس بلا۔ اسے اتنا کمزور اور بے بس بنا دے کہ وہ میرے بیڈ پر آ کر خاموشی سے لیٹ جائے اور میرے تنویمی عمل کا اثر قبول کرتا رہے۔"

موسم واقعی بدل رہا تھا۔ تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ دروازے اور کھڑکیوں کے پٹ کبھی کھل رہے تھے اور تیز آواز کے ساتھ بند ہو رہے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "طوفانی ہوائیں، بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک تاروں کو ٹوٹ میری ضرورت پوری کر رہا ہے۔ مجھے ایسی پُراسرار قوت دے رہا ہے کہ سونیا کا زہریلا دماغ میرے تنویمی عمل کو منکر نہیں ہوگا۔ اسے قبول کرتا رہے گا۔"

اسے اشارہ مل رہا تھا کہ اس کے شیطانی مطالبات پورے ہو رہے ہیں۔ اچانک ہی تاریکی چھا گئی تھی۔ بنگلے کے اندر اور باہر ایسی سیاہی پھیل گئی تھی کہ کچھ اپنے آپ کو بھی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ابوالہول کے پیچھے ایک بڑا سا آئینہ رکھا ہوا تھا۔ اس آئینے میں وہ خود کو دیکھ رہی تھی۔ تاریکی میں اس کی آنکھیں بلی کے دیدوں کی طرح چمک رہی تھیں۔

وہ وہاں سے پلٹ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے تک آگئی۔ اسے کھول کر دیکھا، باہر تاریکی میں سامنے والا بنگلہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسی وقت بجلی ایک زور سے چمکی اور اس کی کڑک دار آواز کے ساتھ ہی سونیا اپنے برآمدے میں آگئی۔ اس کا لباس اور اس کی زلفیں تیز ہوا کے باعث لہرا رہی تھیں۔

بجلی کی لمحاتی روشنی ختم ہو چکی تھی۔ سونیا برآمدے سے کراہتے ہوئے آہستہ آہستہ چلتی ہوئی جمائلہ کے بنگلے کی طرف آ رہی تھی۔ جیسے سحرزدہ ہو کر چلی آ رہی ہو۔

جمائلہ نے بڑے جوش اور جذبے سے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابوالہول! تیرا بول بالا ہو۔ تُو میری مرادیں پوری کر رہا ہے۔ میرے دل کو، میرے دماغ کو میرے پورے وجود کو پُراسرار قوتوں کا مسکن بنا رہا ہے۔"

سونیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے برآمدے میں آگئی۔ بجلی پھر کڑک دار آواز کے ساتھ لہرائی۔ وہ دونوں اس کی نیلی روشنی میں نہا گئی تھیں۔ پھر چاروں طرف گھپ اندھیرا چھا گیا۔ جمائلہ نے کہا۔ "دیکھو میڈم! مجھے پُراسرار قوتیں دینے والا کتنا عظیم اور باکمال ہے؟ وہ تمہیں یہاں کھینچ لایا ہے اب تم میرے بیڈ پر آرام سے لیٹ جاؤ گی۔ میں تم پر تنویمی عمل کروں گی۔ آؤ۔ میرے بیڈ پر آ جاؤ۔"

سونیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بیڈ روم میں آئی۔ پھر اس کے بستر پر بدن کو ڈھیلا چھوڑ کر چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے مل رہی تھیں۔ جمائلہ نے کہا۔ "اے ابوالہول! میں تجھ پر بھروسا کرتی ہوں اور تیرا نام لے کر عمل شروع کرتی ہوں۔"

پھر اس نے سونیا کو مخاطب کیا۔ "میڈم! تم میری آنکھوں میں دیکھ رہی ہو۔ میری آنکھیں تمہارے دل و دماغ میں نقش ہو رہی ہیں۔ تم اسی طرح دیکھتی رہو گی اور مجھ سے سحرزدہ ہوتی رہو گی۔ سحرزدہ ہوتی رہو گی۔ ہوتی رہو گی۔ ہوتی رہو گی....."

سونیا کے ہونٹوں میں ہلکی سی لرزش پیدا ہوئی۔ پھر اس کی کمزور خوابیدہ سی آواز سنائی دی۔ "میں ڈوب رہی ہوں۔ مجھے بچاؤ۔ میرا ہاتھ پکڑ لو۔ مجھے اپنی طرف کھینچ لو۔"

جمائلہ نے کہا۔ "میں تمہیں اپنی ہی طرف لا رہی ہوں۔ جو کہہ رہی ہوں، وہ کرتی رہو۔ اپنی نظریں میری آنکھوں سے نہ ہٹاؤ۔ ان لمحات میں تم ڈوب نہیں رہی ہو۔ بلکہ سحرزدہ ہو رہی ہو۔"

وہ آہستہ آہستہ سانسیں لینے لگی۔ اس کی پلکیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ آنکھیں بند ہونا چاہتی تھیں۔ جمائلہ نے کہا۔ "دیکھو! تمہاری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔ اس کے بعد تم بند آنکھوں کے پیچھے میری ان نگاہوں کو دیکھتی رہو گی۔ تمہارے کانوں تک دنیا کی کوئی آواز نہیں پہنچ رہی ہے۔ تم صرف میری آواز سن رہی ہو۔"

اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ وہ ٹرانس میں آ گئی تھی۔ اس سے سحرزدہ ہو چکی تھی۔ جمائلہ نے کہا۔ "بولو! تم میری معمولہ ہو۔"

وہ خوابیدہ سے لہجے میں بولی۔ "میں تمہاری معمولہ ہوں۔"

"تم تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد میری تابعدار بن کر رہو گی۔"

"میں تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد تمہاری تابعدار بن کر رہوں گی۔"

"میں تمہارے مزاج کے خلاف جو بھی کہوں گی، تم اسے برداشت کرو گی۔"

"تم میرے مزاج کے خلاف جو بھی کہو گی میں اسے برداشت کروں گی۔"

"میں کہتی ہوں، تم ایک ذلیل عورت ہو۔ تم بھی یہی کہو۔"

"میں ایک ذلیل عورت ہوں۔"

"میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ تم اپنی پچھلی زندگی کو کبھی یاد نہیں کرو گی۔ نہ ہی یہ سوچو گی کہ تمہارا ماضی کیا تھا اور تم کہاں سے آئی ہو؟"

سونیا اس کی باتیں دہرانے لگی۔ وہ بولی۔ "کبھی تمہیں کچھ لوگ ملیں اور اُن میں سے کوئی کہے کہ میں تمہارا شوہر ہوں اور کوئی کہے کہ میں تمہاری بیٹی ہوں، کوئی کہے کہ میں تمہارا بیٹا ہوں تو تم کبھی یقین نہیں کرو گی۔"

اس نے کہا۔ "میں کبھی یقین نہیں کروں گی۔"

"میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے، وہ ساری باتیں تمہارے دماغ میں نقش رہیں گی۔ یعنی تمہارا شوہر مر چکا ہے، اور میں ہی تمہاری واحد اولاد ہوں۔"

وہ بولی۔ "میرا شوہر مر چکا ہے اور تم ہی میری واحد اولاد ہو۔"

"تم سیون بلڈرز کو یقین دلاؤ گی کہ ان کی تابعدار ہو لیکن حقیقتاً صرف میری معمولہ اور تابعدار بن کر رہا کرو گی۔"

وہ جو کہہ رہی تھی، سونیا ان باتوں کو دہرا رہی تھی۔ جمائلہ نے یہ بھی حکم دیا کہ وہ سیون بلڈرز کے نیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک نہیں کرے گی۔ بارہ گھنٹوں کی جو مہلت اس نے سیون بلڈرز کو دی ہے، اس مہلت کو بھول جائے گی۔

اس نے آخر میں کہا۔ "تم ہر رات میرے اس بیڈ پر آ کر لیٹ جایا کرو گی اور میں تم پر عمل کیا کروں گی۔"

اس نے کہا۔ "میں ہر رات تمہارے اس بیڈ پر آ کر لیٹ جایا کروں گی اور تم مجھ پر عمل کیا کرو گی۔"

"بیدار ہونے کے بعد اور خاص طور پر دن کے وقت تم یہ بھول جاؤ گی کہ میں نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے اور تمہیں اپنی معمولہ بنایا ہے۔ ہم دن رات پہلے کی طرح ماں بیٹی بن کر رہا ہوں۔"

کریں گے۔"

سونیا اس کی باتیں دہرانے لگی۔ پھر اس نے کہا۔ "اب تم گہری نیند سو جاؤ۔ صبح چھ بجے کے بعد تمہاری آنکھ کھلے گی تم سو جاؤ۔ سو جاؤ....."

وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ جمائلہ خوشی سے کھل رہی تھی دوڑتے ہوئے آکر ابوالہول کے مجسمے کو چوم لیا۔ اس کا احسان ماننے لگی۔ اس کا شکریہ ادا کرنے لگی۔ تھوڑی دیر تک اس کی پرستش کرتی رہی پھر اسے اٹھا کر صندوق کے اندر رکھ دیا۔

اس وقت آدھی رات ہونے والی تھی۔ وہ اپنی عادت کے مطابق باہر تفریح کے لیے جانا چاہتی تھی۔ اس نے جینز اور ٹی شرٹ کو اتار کر پھینک دیا۔ الماری سے ایک مختصر سا لباس نکال کر پہنا پھر دروازے بند کرتی ہوئی باہر آگئی۔ کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگی۔

اس نے کار ڈرائیو کرنے کے دوران میں بلڈرون سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ "بہت بڑی خوش خبری ہے۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ میں نے سونیا پر تنویمی عمل کیا ہے اور اسے آپ لوگوں کی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے؟"

"ہم تمہاری ہر بات کا یقین کرتے ہیں۔ لیکن یہ تو بتاؤ تم نے تنویمی عمل کیسے کیا؟ جبکہ یہ عمل جانتی نہیں ہو۔"

"کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ میں جب چاہتی ہوں اپنے اندر کوئی سی بھی پُراسرار قوت پیدا کر سکتی ہوں؟ آج میں نے ابوالہول سے تنویمی عمل کرنے کی صلاحیت مانگی تھی۔ ایسا عمل جو سونیا جیسی زہریلی عورت پر پوری طرح اثر انداز ہو سکے اور وہ ہماری تابعدار بن جائے۔ اس وقت وہ گہری نیند میں ہے صبح چھ بجے کے بعد آپ جب بھی اس سے رابطہ کریں گے تو ایک تابعدار کی حیثیت سے گفتگو کرے گی۔ اب کبھی اس کے اندر سرکشی کرنے کا خیال بھی پیدا نہیں ہوگا۔"

"پھر تو واقعی تم نے بہت بڑی خوش خبری سنائی ہے۔"

"اس نے آپ لوگوں کو بارہ گھنٹے کی مہلت دی تھی کہ اگر آپ لوگوں نے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک نہ کیا تو وہ انہیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔ اب آپ اس مہلت کو بھول جائیں۔ کیونکہ میرے تنویمی عمل کے مطابق وہ بھی اس مہلت کو بھول چکی ہے۔ آئندہ آپ لوگوں کو کبھی دھمکی نہیں کرے گی۔"

"شاباش جمائلہ! کل بینک کھلتے ہی تمہارے اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ ڈالرز جمع کر دیے جائیں گے۔"

"شکریہ۔ یہ بتائیں، وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں ہیں؟ کیا آپ لوگوں نے ان کا محاسبہ کیا ہے؟"

"ہم نے ژاؤ کوم کو برا اور مہادھابی کو یہاں بلا کر رونا سے فون پر رابطہ کیا گیا تو اس نے اپنا فون بند کر دیا مہادھابی نے خیال خوانی کے ذریعہ اسے مخاطب کرنا چاہا اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ معلوم ہوتا ہے نے خطرے کی بو سونگھ لی ہے؟ یہ سمجھ گئی ہے کہ ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔ اسی لیے کہیں فرار ہونا چاہتی ہے۔ ہمارے جاسوس بندرگاہ ایئر پورٹ اور ہائی وے کو بند کر چکے ہیں۔ اسے فرار ہونے نہیں دیں گے۔"

"وہ بہت چالاک بن رہی ہے۔ میں ابھی اپنی روحانی قوت سے معلوم کرتی ہوں کہ وہ کہاں ہے؟"

جمائلہ نے کار کو ایک طرف روک کر رونا کا تصور کیا۔ اسے سفید بادل دکھائی دینے لگے۔ ان بادلوں کے درمیان سے ہوائی جہاز گزر رہا تھا اور اس کی ایک سیٹ پر رونا بیٹھی ہوئی تھی۔

جمائلہ نے آنکھیں کھول کر فون پر کہا۔ "آپ نے اس کا محاسبہ کرنے میں دیر کر دی۔ وہ ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ ملک میں نہیں ہے، کسی طیارے میں سفر کرتی ہوئی کہیں جا رہی ہے۔"

بلڈرون نے پوچھا۔ "کیا تمہیں بعد میں معلوم ہو سکے گا کہ وہ کہاں گئی ہے؟"

"نہیں۔ میں جس ملک میں رہتی ہوں، اسی ملک کے اندر کسی بھی دشمن تک پہنچ سکتی ہوں۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کس ملک میں پہنچی ہوئی ہے تو میں وہاں جا کر اس کی شہ رگ تک پہنچ سکتی ہوں۔"

"پھر تو واقعی وہ ہمارے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ کوئی بات نہیں، ہم اس سے بعد میں نمٹ لیں گے۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولی "آپ نے یہ نہیں بتایا کہ ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے؟"

"ہم نے سختی سے محاسبہ کیا ہے اور انہیں سمجھایا ہے کہ اگر وہ کل صبح تک اپنا جرم قبول کر لیں گے تو انہیں معافی مل جائے گی۔ ورنہ وہ سزا سے بچ نہیں پائیں گے۔"

"جب وہ جرم قبول کر لیں گے تو آپ انہیں سزا کیا نہیں دیں گے؟"

"سمجھا کرو، ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہونا چاہیے۔ یہ ہمارے بہت کام آتے ہیں۔ اگر آئندہ پھر ایسی غلطی کریں گے تو ہمیں انہیں سزائے موت دی جائے گی۔"

''ہم ان دو زخمی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ جسٹ اے منٹ، میں ابھی ان کا سراغ لگاتی ہوں۔''

اس نے ایک بار پھر کار کو روک کر آنکھیں بند کر لیں اسے وردان دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک پختہ سڑک پر جا رہا تھا۔ وہ سڑک دور تک ویران تھی۔ پھر اس کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں سنگِ میل دکھائی دیا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ ''اسپین پچاس کلومیٹر۔''

وہ نومی کرسٹل کو تلاش کرنے لگی۔ اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر فون پر کہا۔ ''وہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت ہے، کہیں نظر نہیں آ رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اس ملک سے جا چکی ہے اور وہ خیال خوانی کرنے والا شخص اسپین سے پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر رہ گیا ہے۔ میں ہیلی کاپٹر میں بھی جاؤں گی تو وہاں پہنچنے تک وہ بارڈر کراس کر چکا ہوگا۔ مجھے اسے گرفت میں لینے کے لیے اسپین جانا ہوگا۔''

''ابھی میڈم سونیا کو چھوڑ کر جانا مناسب نہیں ہے۔ تم اس خطرناک عورت کو بہت اچھی طرح کنٹرول کر رہی ہو۔ ہم کل شام تک دیکھیں گے۔ اگر سونیا واقعی ہماری تابعدار بن کر رہے گی تو تمہارے لیے ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا جائے گا پھر تم اسپین جا سکو گی۔''

''آل رائٹ۔ اب میں صبح رابطہ کروں گی۔''

اس نے فون بند کیا پھر کار ڈرائیو کرتی ہوئی بیرو آلٹو کے اس رنگین علاقے میں پہنچ گئی، جہاں بڑے بڑے دولت مند قمار بازی اور عیش و عشرت کے لیے آتے رہتے تھے۔

کرونا ایک طیارے میں آرام سے سفر کر رہی تھی۔ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ وہ پُر اسرار قوتوں سے نکل چکی ہے اور اب سیون بلڈرز اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے تو اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور سونیا کے اندر پہنچ گئی۔ اس نے سانس روک لی۔ اس نے تھوڑی دیر بعد پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ ''میں کرونا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''ہیلو کرونا! تم کہاں ہو؟''

''آپ کی مہربانی سے میں خیریت سے ہوں اور اس وقت ایک فلائٹ کے ذریعہ نیویارک جا رہی ہوں۔''

''تمہیں نئی زندگی مبارک ہو۔''

''میڈم! یہ آپ کی مہربانی ہے۔ آج پتا چلا کہ آپ جتنی بے رحم اور سنگدل ہیں اُتنی ہی مہربان بھی ہیں۔ آپ نے مجھ پر جو احسان کیا ہے، اس کے بدلے میں آپ کے کام آنا چاہتی ہوں۔''

''تم تو بہت دور جا رہی ہو۔ میرے کام کس طرح آ سکو گی؟''

''میں آپ کے ماضی کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ سب سے پہلے تو یہ سن لیں کہ جمائلہ حقانی آپ کی بیٹی نہیں ہے۔ آپ نے اسے جنم نہیں دیا ہے۔''

وہ سنجیدگی سے سن رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''آگے بولو۔''

''آپ کے شوہر ٹیلی پیتھی کی دنیا کے شہنشاہ ہیں۔ آپ بھی اپنے شوہر فرہاد علی تیمور کی طرح جرائم اور سیاست کی دنیا میں بہت مقبول اور ناقابلِ شکست ہیں۔ آپ کا ایک جوان بیٹا اور ایک جوان بیٹی ہے۔''

وہ حیرانی سے یہ انکشافات سن رہی تھی۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟''

''میں اپنا سچ ثابت کر دوں گی۔ دنیا کے ہر بڑے ملک کے ریکارڈ روم میں آپ کی ہسٹری موجود ہے۔ تحریری طور پر بھی ہے اور ویڈیو، آڈیو کی صورت میں بھی ہے۔ آپ وہاں سیون بلڈرز کے ریکارڈ روم میں جا کر اپنے بارے سب کچھ معلوم کر سکتی ہیں۔ وہاں جو آپ کی فائل رکھی ہے، اس میں آپ کی بے شمار تصویریں ہیں۔ پھر ویڈیو فلموں میں بھی آپ خود کو دیکھ سکیں گی۔''

''کرونا! تم واقعی میرے احسان کا بدلہ چکا رہی ہو۔ اگر تمہاری باتیں سچ ہوئیں اور میرا ماضی مجھے معلوم ہو گیا تو تم تمہیں اپنی بیٹی بنا کر رکھوں گی۔ ایک مشورہ دیتی ہوں، مانو گی؟''

''میں آپ کی ہر بات مانوں گی۔''

''تم سیون بلڈرز کے شکنجے سے نکل کر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے چنگل میں پھنسنے جا رہی ہو۔ ان میں سے کوئی نہ کوئی ضرور تمہیں اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لے گا۔ تم نیویارک پہنچتے ہی کہیں گم ہو جاؤ۔ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ملاقات نہ کرو اور انہیں اپنی آمد کی اطلاع بھی نہ دو۔''

''میں آپ کے اس مشورے پر عمل کروں گی۔''

''جیسے ہی مجھ پر میری حقیقت واضح ہو گی۔ میرا ماضی میرے سامنے آئینے کی طرح صاف ہو جائے گا تو سب سے پہلے میں تمہیں تحفظ دوں گی۔''

''میں گاڈ سے دعا کروں گی کہ آپ کو اپنا ماضی پوری طرح سے یاد آ جائے۔ اب آپ ویڈیو فلم میں خود کو دیکھیں گی تو حقیقت ایسے آشکار ہو گی کہ پھر کوئی آپ کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔''

''تم میرا ایک اور کام کرو۔''

''آپ حکم کریں۔''

''مجھے ڈاؤ کوم کوبرا اور مہادھابی کے بنگلے کا پتا بتاؤ۔''

اس نے ایڈریس بتایا۔ سونیا نے اسے ذہن نشین کرتے ہوئے کہا۔ ''ابھی میرے اندر موجود رہو۔ ایک اور ضروری کام ہے۔''

اس وقت وہ جمائلہ کے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ بہ ظاہر تو یہی نیند پوری کر رہی تھی، جبکہ ایسا کچھ نہیں تھا۔ کرونا سے بات کرتے کرتے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بولی۔ ''میرے خیالات پڑھتی رہو۔ تمہیں معلوم ہوگا ابھی جمائلہ میرے ساتھ کیا کرتی رہی ہے؟''

حقیقت یہ تھی کہ سونیا اس سے اور اس کے ابوالہول سے سحر زدہ نہیں ہوئی تھی۔ اسے پہلے سے ہی شُبہ تھا کہ جمائلہ اس کے ساتھ ڈبل گیم کھیل رہی ہے۔ جب وہ ابوالہول کی پرستش کر رہی تھی، تب بجلی چلی گئی تھی۔ سونیا نے سوچا۔ ''یقیناً جمائلہ اس بُت کے آگے سر جھکائے اس کی پوجا کر رہی ہوگی۔ اب دیکھنا چاہیے کہ وہ تاریکی میں کیا کر رہی ہے؟''

یہ سوچ کر وہ اپنے بنگلے سے نکلی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کی طرف جانے لگی۔ اس نے سوچا کہ ابوالہول کی پُر اسرار قوت سونیا کو سحر زدہ کر کے اس کے پاس پہنچا رہی ہے۔ جب وہ اس کے بنگلے کے برآمدے میں پہنچی تو جمائلہ نے ابوالہول کی تعریف کرتے ہوئے ایسی بات کہی جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ وہ بیٹی بن کر رہنے والی پُر اسرار قوت کے ذریعے اس ماں کو اپنے قابو میں کرنا چاہتی ہے اور اس پر عمل کرنا چاہتی ہے۔ تب سونیا نے ایسا ہی ظاہر کیا کہ وہ سحر زدہ ہو چکی ہے۔

بابا صاحب کے ادارے کے بانی بابا فرید واسطی مرحوم کی دعا میں اس کے ساتھ تھیں۔ کوئی بے جان بُت یا کوئی بُت پرست اسے سحر زدہ نہیں کر سکتا تھا اور حقیقتاً جمائلہ حقانی کوئی جادوگرنی نہیں تھی۔ وہ قدرتی طور پر کچھ ایسی عجیب و غریب تھی کہ اسے پُر اسرار قوتیں حاصل ہوتی رہتی تھیں۔ یہ رات کی تاریکی شیطانیت کی طرح اس پر حاوی ہو جاتی تھی اور دن کا اجالا اسے ایمان کی طرف لے جاتا تھا۔

بہر حال سونیا جان بوجھ کر اس کی معمولہ اور تابعدار بن گئی تھی۔ یوں جمائلہ کو دھوکا دے کر اسے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ بیٹی بن کر فراڈ کر رہی ہے اور اس کے اصل ماضی کو اس سے چھپا رہی ہے۔ پھر کرونا نے بھی یہ تصدیق کی کہ وہ فرہاد علی تیمور کی بیوی اور اس کے دو بچوں کی ماں ہے۔ وہ سیون بلڈرز کے ریکارڈ روم میں جا کر اپنے ماضی کی پوری ہسٹری معلوم کر سکتی ہے۔

سونیا اس بیڈ سے اتر گئی جہاں اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا کرونا اب تک اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس نے حیرانی سے کہا۔ ''میڈم! آپ جمائلہ سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہیں۔ وہ اپنی پُر اسرار قوتوں کے ذریعے آپ کو زیر کرتی رہی، آپ پر عمل کرتی رہی اور آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا؟''

''میں نہیں جانتی کہ شیطانی عمل کا اثر مجھ پر کیوں نہیں ہوا؟ شاید اس لیے کہ میرا دماغ زہریلا ہو گیا ہے اور کسی عمل کو قبول نہیں کرتا ہے۔ بنیادی بات یہی ہے کہ جسے اللہ رکھے، اسے کون چکھے؟ میں پُر اسرار قوتوں کے زیرِ اثر کیوں نہیں آئی یہ صرف اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔''

''اب آپ کیا کریں گی؟''

''جمائلہ کو اور سیون بلڈرز کو نگنی کا ناچ نچاؤں گی۔ تم میرے پاس آتی جاتی رہا کرو میرا ایک اور کام کرو۔''

''آپ حکم کریں؟''

''دن کے وقت جب جمائلہ اپنے اس بنگلے میں نہ رہے تو تم کسی کو آگہ کار بنا کر یہاں بھیجو گی، وہ اس کمرے میں آ کر اس صندوق کو کھول کر اس میں سے ابوالہول کے مجسمے کو نکالے گا۔ پھر اسے توڑ کر چکنا چور کر دے گا۔ اور یہاں سے چلا جائے گا۔''

''او گاڈ! دوسری رات اسے اپنی پُر اسرار قوتوں کے ذریعہ معلوم ہو جائے گا کہ ایسا میں نے کرایا ہے۔''

''تم کس ملک میں ہو، اسے یہ معلوم نہیں ہو سکے گا۔ اور معلوم ہو بھی جائے گا تو میں اسے اتنا موقع نہیں دوں گی کہ وہ تمہارے پیچھے آ سکے۔''

وہ اس بنگلے سے نکل کر اپنے بنگلے کی طرف جاتے ہوئے بولی۔ ''میں خود اس بُت کو توڑ سکتی ہوں لیکن فی الحال جمائلہ کو دشمن نہیں بنانا چاہتی۔ وہ اب تک بیٹی بن کر مجھے دھوکا دیتی رہی، اب میں ماں بن کر اسے دھوکا دوں گی۔ اس بُت کو تم توڑو یا تمہارا آگہ کار توڑے، یہ نیک کام میں ہی کرا رہی ہوں۔''

وہ اپنے بنگلے میں پہنچ گئی، پلٹ کر جمائلہ کے بنگلے کی طرف دیکھنے لگی پھر دونوں ہاتھ کولہوں پر رکھ کر سینہ تان کر بولی۔ ''حضرت علی نے خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بُتوں کو توڑا تھا۔ میں بھی بُت شکن کہلانا چاہتی ہوں۔''

ہم سب اپنے ہو کر بھی سونیا کے کسی کام نہیں آ رہے تھے۔ ادھر جمائلہ سگی بیٹی بن کر اسے فریب دے رہی تھی۔ ایسے ہی وقت کرونا اس کی ساتھی اور مددگار بن گئی تھی۔ سونیا نے اس کے ساتھ نیکی کی تھی، اب وہ سونیا کے ساتھ نیکی کر رہی تھی۔

اس سے بڑی نیکی اور کیا ہو سکتی تھی کہ کرونا اسے اس کا کھویا ہوا ماضی یاد دلا رہی تھی۔ جمائلہ اور سیون بلڈرز کے جھوٹ اور فریب سے آگاہ کر رہی تھی۔ سونیا سے اب تک سب ہی جھوٹ بولتے آ رہے تھے۔ اب وہ یقین کرنا چاہتی تھی کہ کرونا اس سے کس حد تک سچ بول رہی ہے؟

کرونا نے اپنی سچائی کا ثبوت دینے کے لیے کہا تھا کہ سیون بلڈرز کے ریکارڈ روم میں اس کی پوری ہسٹری موجود ہے۔ وہاں جا کر وہ اپنی فائلیں پڑھ سکتی ہے اور ویڈیو فلم پر خود کو متحرک دیکھ سکتی ہے۔

سونیا نے کہا۔ ”میں سب سے پہلے اپنے ماضی کی روشنی میں اپنے حال کو سمجھنا چاہوں گی۔ لہٰذا یہ بتاؤ۔ وہ ریکارڈ روم کہاں ہے؟“

”بلڈرون کے بنگلے میں ایک تہ خانہ ہے۔ وہاں اُن کے تمام سیکریٹس موجود ہیں۔ وہیں آپ کے اور فرہاد صاحب کے اور آپ کی پوری فیملی کے ریکارڈ موجود ہیں۔“

”وہاں سیکورٹی کا نظام کیسا ہے؟“

”سیکیورٹی کے سلسلے میں جدید ترین آلات نصب کیے گئے ہیں۔ گیٹ پر صرف ایک مسلح پہرے دار ہوتا ہے۔ بنگلے کے اندر اور باہر اس کے سوا کوئی اور مسلح گارڈ نہیں ہوتا پھر بھی اس بنگلے کے احاطے میں کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔“

”کیا میں وہاں قدم رکھوں گی تو خطرے کا الارم بجنے لگے گا؟“

”ہاں۔ خطرے کا الارم بھی بجتا ہے پھر وہاں کئی ٹی وی سیٹ رکھے ہوئے ہیں، جن کی اسکرین پر بنگلے کے چاروں طرف کے مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ اس لیے کسی بھی آنے والے مشکوک فرد کو بہ آسانی دیکھا جا سکتا ہے۔ وہاں کی کھڑکیوں اور دروازوں کو اندر سے بند کر دیا جائے تو دنیا کا کوئی بھی لاک میکر دروازوں کے لاک نہیں کھول سکتا۔“

وہ بتا رہی تھی کہ سیکورٹی کے کتنے سخت انتظامات ہیں۔

”بلڈرون اندر بیٹھائی دی اسکرین پر دیکھتا ہے باہر کوئی بھی دشمن نظر آتا ہے تو اسکرین کے ذریعے اس کا نشانہ لے کر اس پر فائر کرتا ہے۔ بنگلے کے باہر کئی جگہ خفیہ گنیں نصب کی گئی ہیں۔ اسے فائرنگ کرنے کے لیے بنگلے سے باہر نکلنا نہیں پڑتا۔“

”کیا وہ بنگلے میں تنہا رہتا ہے؟“

”اس کا ایک بہت ہی قابلِ اعتماد ملازم اس کے ساتھ رہتا ہے۔ ایک طرح سے وہ بنگلے کے اندر اس کا سیکورٹی گارڈ بھی ہے۔“

”سیکورٹی کا نظام خواہ کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو۔ میں اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرنے کے لیے وہاں سرنگ بنا کر بھی جا سکتی ہوں۔ اس کے لیے بہت وقت لگے گا اور میں نہیں چاہتی کہ دشمنوں کو یہ معلوم ہو کہ میں کبھی ان کے ریکارڈ روم میں جا چکی ہوں۔“

وہ بولی ”میڈم! آپ کو کسی طرح کی سرنگ بنانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں بلڈرون کے سیکورٹی کے نظام کو بہت پہلے ہی توڑ چکی ہوں اور میں نے بہت زبردست کامیابی حاصل کی ہے۔ اسی لیے تو امریکی اکابرین مجھے ہاتھوں ہاتھ لینا چاہتے ہیں۔“

”اگر تم مجھے اس ریکارڈ روم میں پہنچا دو گی تو بہت بڑا کارنامہ انجام دو گی۔ میں پہلے ہی تمہیں نصیحت کر چکی ہوں کہ امریکی آقاؤں کی گود میں کبھی نہ جانا ورنہ زندگی بھر پچھتاتی رہو گی۔“

”میڈم...! میں نے آپ کی بات مان لی ہے۔ آپ نے وعدہ کیا ہے کہ مجھے تحفظ دیتی رہیں گی اور آپ دیکھیں گی کہ میں آپ کے مقابلے میں کسی بھی سپر پاور کو خاطر میں نہیں لاؤں گی۔“

”تمہارے دل میں میرے لیے جو جذبات ہیں وہ تمہیں سلامتی کی طرف لا رہے ہیں۔ یہ بتاؤ مجھے اس ریکارڈ روم تک پہنچا سکتی ہو؟“

”جیسا کہ میں نے بتایا ہے، اس بنگلے میں اس کا ایک ملازم ہے جو اس کا سیکورٹی گارڈ بھی ہے اور قابلِ اعتماد بھی ہے۔ وہ یوگا میں مہارت رکھتا ہے۔ اس کے اندر کوئی خلیہ بیٹھی جاننے والا پہنچ نہیں پاتا۔ لیکن میں اسے بہت پہلے ٹریپ کر چکی ہوں۔ وہ میرا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ اس کے ذریعے میں کتنے ہی بڑے ممالک کے اہم راز چرا کر اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں۔“

”جب تم نے بلڈرون کے اہم اور راز دار ملازم کو تابعدار بنا لیا ہے تو پھر تم نے اس کے ذریعے بلڈرون کو بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہوگا؟“

”نہیں۔ میں نے ابتدا میں یہ ضروری نہیں سمجھا۔ میں جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ وہاں کے راز چرا لینا چاہتی

تھی۔ کیونکہ میں اس کے ملازم کو ہر وقت اپنے مقصد کے لیے استعمال نہیں کر سکتی تھی۔ اسے شبہ ہو جاتا اس لیے بہت تھوڑے تھوڑے آرام سے میں نے کئی راز چرائے ہیں پھر سوچا کہ بلڈرون کو بھی اپنا معمول اور تابعدار بنایا جائے۔ ایسے ہی وقت مجھ پر یہ افتاد آ پڑی۔“

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ ”میں نے تمہیں یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔“

”کوئی بات نہیں میڈم! آپ نے میرے لیے اچھا ہی کیا ہے۔ ویسے میں کہیں بھی چلی جاؤں۔ اس وفادار ملازم کے اندر رہ کر اس کے آقا کو اپنا معمول اور تابعدار بنا سکوں گی۔“

”یہ بتاؤ ابھی میرے لیے کیا کر رہی ہو؟“

”میڈم! دو راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بلڈرون اس وقت گہری نیند میں ہے۔ میرا وہ تابعدار میری مرضی کے مطابق ریکارڈ روم میں جا کر آپ کی فائلیں اور ویڈیو فلمیں چرا کر باہر لا سکتا ہے اور آپ کے حوالے کر سکتا ہے۔“

”اور دوسرا راستہ کیا ہے؟“

”دوسرا راستہ یہ ہے کہ میں اپنے اس تابعدار کے ذریعے اس کے آقا کو زخمی کروں یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کروں پھر اسے بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا لوں اور اسے گہری نیند سلا دوں پھر آپ آسانی سے اس بنگلے میں داخل ہو کر تہ خانے میں پہنچ کر اپنے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکیں گی۔“

”دوسرا راستہ مناسب ہے۔ میں اس ریکارڈ روم میں خود جانا چاہوں گی۔ اس کے لیے تمہیں بلڈرون کو ٹریپ کرنا ہوگا۔ اسے اپنا تابعدار بنانا ہوگا۔ اس کام میں اچھا خاصا وقت لگے گا۔“

”کچھ زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے میں اسے ٹریپ کر لوں گی اور اس پر تنویمی عمل کر کے گہری نیند سلا دوں گی۔“

”بعد میں بلڈرون کو اپنے وفادار ملازم پر شک ہو سکتا ہے۔ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کوئی ریکارڈ روم میں گیا تھا اور اُس نے اس کے کئی راز چرائے ہیں۔ یہ سارا بھید کھل جائے گا۔“

”جب تک وہ میرا معمول اور تابعدار رہے گا میں اسے کبھی یہ سمجھنے کا موقع ہی نہیں دوں گی کہ اس پر تنویمی عمل کس طرح کیا گیا ہے؟“

”تمہارا کیا یہ معلوم تو ہو کہ تم اسے کس طرح اعصابی کمزوری میں مبتلا کرو گی یا زخمی کرو گی؟“

”فی الحال تو ایک ہی تدبیر ہے کہ اس کا وفادار ملازم میری مرضی کے مطابق اپنا چہرہ چھپا کر اس کے بیڈ روم میں جائے۔ وہ گہری نیند میں ہے، وہاں جاتے ہی وہ اس کا گلا دبوچے گا۔ اسے سانس لینے میں تکلیف ہوگی۔ اسی وقت میں اس کے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کروں گی اسے یہ سمجھنے کا موقع ہی نہیں دوں گی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟“

”دیکھو کرونا! اس وقت آدھی رات ہو رہی ہے۔ مجھے صبح چھ بجے تک بہت سے کام نمٹانے ہیں۔ سب سے پہلے تو میں اس ریکارڈ روم میں جاؤں گی۔ پھر ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتاروں گی۔ صبح چھ بجے سے پہلے یہاں آ کر پھر بستر پر لیٹ جاؤں گی تاکہ جمائلہ کو کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔ وہ یہی سمجھتی رہے کہ اس کا تنویمی عمل کامیاب رہا ہے اور میں اس کی معمولہ اور تابعدار بن گئی ہوں۔“

”اچھی بات ہے۔ آپ ذرا انتظار کریں۔ میں تھوڑی دیر بعد آ کر بتاؤں گی کہ مجھے کتنی دیر میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے؟“

کرونا اس کے دماغ سے چلی گئی اور وہ بے چینی سے

انتظار کرنے لگی۔ وہ صبح چھ بجے سے پہلے اپنے تمام اہم کام نمٹا لینا چاہتی تھی۔

اس نے سیون بلڈرز سے کہا تھا کہ وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈاؤکوم کو برا اور مہا دھابی مجرم ثابت ہو چکے ہیں اگر کل صبح تک انہیں موت کی سزا نہ دی گئی تو وہ خود ہی انہیں موت کے گھاٹ اتار دے گی۔

جمائلہ نے سونیا پر تنویمی عمل کرنے کے دوران میں کہا تھا کہ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مجرمانہ غلطیوں کو بھول جائے گی اور ان سے انتقام نہیں لے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ جمائلہ اور سیون بلڈرز ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مارنا نہیں چاہتے۔ اپنے مقصد کے لیے زندہ سلامت رکھنا چاہتے ہیں۔

سونیا سوچتے سوچتے چونک گئی۔ اپنے اندر خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کرنے لگی۔ کرونا نے کہا ''میں بول رہی ہوں۔''

''میں بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔''

''میڈم! یہاں تو وہ ہو گیا جس کی میں توقع بھی نہیں کر سکتی تھی۔''

سونیا نے تعجب سے پوچھا۔ ''کیا ہو گیا؟''

''میں نے اپنے تابعدار کے دماغ پر قبضہ جما کر بلڈر ذن کے بیڈروم میں بھیجا۔ وہاں زیرو پاور کا بلب آن تھا۔ اس نے اس بلب کو بھی بجھا دیا۔ کمرے میں گہرا اندھیرا چھا گیا۔ اس طرح بلڈرذن جاگنے کے بعد بھی اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔''

سونیا نے بے چینی سے پوچھا۔ ''کیا تمہارے تابعدار نے اندھیرے میں کوئی غلطی کی ہے؟''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ تو وہاں پہنچتے ہی اس کا گلا دبوچ رہا تھا اور میں اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ میں نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے تھوڑی دیر تک تڑپتا رہا پھر ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل آئیں۔ آپ سمجھ گئی ہوں گی کہ وہ مر چکا ہے۔''

سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا کہہ رہی ہو؟ اتنے مضبوط اعصاب رکھنے والا شخص اچانک کیسے مر گیا؟''

''پہلے تو میں خود حیران ہوئی کہ یہ کیسے ہو گیا؟ پھر میں نے اس کے وفادار ملازم کے چور خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ دل کا مریض تھا۔ کسی پر اپنی بیماری ظاہر نہیں کرتا تھا۔ چپ چاپ اپنا علاج کروا رہا تھا۔''

''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم اسے گہری تنویمی نیند سلا چاہتی تھیں۔ وہ اب ہمیشہ کی نیند سو چکا ہے۔ میرے لیے وہاں کا راستہ صاف ہے؟''

''جی ہاں۔ آپ وہاں سے فوراً نکلیں اور بلڈرذن کے بنگلے پر پہنچیں۔ میرا تابعدار آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ جیسے ہی آپ آئیں گی تو وہ وہاں کے تمام سیکورٹی نظام کو بے کار کر دے گا۔''

سونیا فوراً ہی وہاں سے روانہ ہو گئی۔ اپنی کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی بلڈرذن کے بنگلے کے سامنے پہنچی۔ اس کا گیٹ کھلا ہوا تھا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی اندر آئی۔ کرونا کا تابعدار ملازم وہاں کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی اس نے سلام کیا پھر اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی بلڈرذن کے بیڈروم میں پہنچی۔

وہاں وہ بیڈ پر مردہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے سرہانے ایک بڑی سی الماری تھی۔ اس ملازم نے ایک طرف جا کر بٹن دبایا تو وہ الماری دو حصوں میں تقسیم ہونے لگی اور وہاں ایک چور دروازہ کھل گیا۔

سونیا اس کے ساتھ اس چور دروازے کی سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے تہ خانے میں آئی۔ ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں چاروں طرف الماریاں ہی الماریاں تھیں۔ جن کے اندر بے شمار فائلیں، ویڈیو فلمیں اور تصاویر کے بے شمار البم رکھے ہوئے تھے۔

کرونا اس تابعدار کے دماغ میں تھی۔ اس نے کرونا کی مرضی کے مطابق اس الماری کو کھولا، جس میں سونیا کی فائلیں اور ویڈیو فلمیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے وہ سب لا کر اس کے سامنے رکھ دیں۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر ایک ایک فائل کو کھول کر پڑھنے لگی۔ وہ فائلیں اس کی پچھلی زندگی کی پوری ہسٹری پیش کر رہی تھیں۔ ان میں اس کی کئی اہم تصاویر بھی تھیں۔ ان تصاویر میں سونیا کے ساتھ تھا۔ اعلیٰ پی پی اور کبریا کے ساتھ بھی تصویریں تھیں۔ پارس اور پورس بھی تھے۔ ان سب کے بارے میں بھی بہت کچھ لکھا ہوا تھا۔

اس نے سر اٹھا کر سامنے کھڑے ہوئے تابعدار کو دیکھا پھر کہا۔ ''میں یہ ویڈیو فلم دیکھنا چاہتی ہوں۔''

اس نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی۔ اسے ایک وی سی آر میں لگایا پھر ٹی وی کو آن کر کے ایک ریموٹ کنٹرولر اس کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

وہ اسے آن کر کے انتظار کرنے لگی۔ چند سیکنڈ کے بعد

ہی اسکرین پر خود کو دیکھنے لگی۔ پس پردہ کوئی کہہ رہا تھا۔ ''یہ سونیا فرہاد ہے۔ دنیا کی سب سے مکار اور خطرناک عورت۔ دیکھنے میں موم کی مورت اور چھونے میں فولاد کی صورت ہے۔ یہ سن دو ہزار کی آخری رات ہے۔ اکیسویں صدی شروع ہونے والی ہے۔ پچھلی صدی گواہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے شہ زور اس سے مات کھاتے رہے ہیں۔ سپر پاور اور دوسرے بڑے بڑے ممالک کی خفیہ ایجنسیاں ہمیشہ الرٹ رہتی ہیں، کیونکہ یہ جس ملک میں قدم رکھتی ہے۔ وہاں کے فوجیوں کو اور حکومت کی مشنری کو ضرور کچھ نہ کچھ نقصان پہنچتا ہے۔ ہنگامہ آرائی ضرور ہوتی ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ اس ملک میں زلزلے آتے رہتے ہیں۔''

اس ویڈیو فلم میں آگے ایسے مناظر دکھائے گئے تھے۔ جن میں سونیا بڑے بڑے شہ زوروں سے لڑتی نظر آ رہی تھی۔ اور بڑے ہی خطرناک انداز میں فائٹ کر کے انہیں شکست دے رہی تھی۔

دوسرے مناظر میں اس کی ذہانت' حاضر دماغی اور مکاریوں کی مثالیں پیش کی جا رہی تھیں۔

اسے ایسی حیرت انگیز خطرناک چالیں چلتے ہوئے دکھایا گیا تھا جو ابتدا میں کسی کی سمجھ میں نہیں آتیں بعد میں پتا چلتا تھا کہ وہ کیا سے کیا کر گزری ہے۔

اس وقت وہ اس ریکارڈ روم میں بیٹھی ہوئی بڑی رازداری سے اپنے ماضی کو پہچان رہی تھی۔ اپنے آپ کو پہچان رہی تھی۔ وہ کس طرح اس ریکارڈ روم میں پہنچی تھی۔ یہ بات جمائلہ اور سیون بلڈرز معلوم نہیں کر سکتے تھے۔ وہ تو ان کے سامنے ایک بے ضرر معمولہ اور تابعدار بن کر رہنے والی تھی۔

اس نے وہ تمام فائلیں اور ویڈیو فلمیں پہلے کی طرح ان کی جگہ رکھوا دیں۔ وہ سیون بلڈرز کے اور بہت سے راز چرا کر لے جا سکتی تھی۔ لیکن اس نے وہاں سے ایک تنکا بھی نہیں لیا۔

کرونا نے پوچھا۔ ''ان رازوں کے ذریعے آپ انہیں سچی کا ناچ نچا سکتی ہیں۔''

وہ بولی۔ ''میں ان کے بغیر بھی انہیں ایسا ناچ نچاؤں گی کہ یہ توبہ توبہ کریں گے۔''

وہ اس بنگلے سے باہر آ کر اپنی کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولی۔ ''میں یہاں سے کچھ بھی چرا کر لے جاؤں گی تو جمائلہ کو الٹا شیطانی پراسرار قوتوں سے معلوم ہو جائے گا کہ میں نے چوری کی ہے۔ تمہیں محتاط رہنا ہو گا۔ اپنے اس تابعدار کے دماغ میں آتی جاتی رہو، یہ بھید کبھی نہ کھلے کہ بلڈرذن کے مرتے ہی کوئی اس کے تہ خانے میں گیا تھا اور اس سلسلے میں اس کا وفادار ملازم کس کا ساتھ دیتا رہا تھا۔''

''میڈم! آپ فکر نہ کریں۔ میں اس تابعدار کے ذریعے راز کھلنے نہیں دوں گی۔ ایسا کوئی وقت آنے سے پہلے ہی اس تابعدار کو ختم کر دوں گی۔''

اس نے کار کی گھڑی میں وقت دیکھا پھر کہا۔ ''چار بج رہے ہیں۔ اپنی پچھلی زندگی کی تفصیلات معلوم کرتے کرتے اچھا خاصا وقت گزر گیا ہے۔''

''میڈم! میں ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔''

''آج سے مجھے میڈم نہیں۔ مما کہو۔ میں تمہاری ماں ہوں اور تم میری بیٹی ہو۔''

اس نے خوش ہو کر کہا۔ ''اوہ مما! آپ مجھے دنیا کی سب سے خوش نصیب بیٹی بنا رہی ہیں۔''

''تم نے میری پچھلی زندگی کو روشن کیا ہے، میرے شوہر سے' میرے بچوں سے پہچان کرائی ہے۔ یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ اس کے عوض میں ساری زندگی ماں بن کر تمہیں تحفظ دیتی رہوں گی۔ ہائی داوے۔ تم کچھ کہنا چاہتی تھیں؟''

''میں یہ کہہ رہی تھی کہ ڈاؤکوم کو برا اور مہا دھابی سے نمٹنے اور انہیں ان کے برے انجام تک پہنچانے میں اچھا خاصا

جاسوسی ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ
صدیوں کا بیٹا
مصنفہ: ایم اے راحت
5 حصے مکمل
قیمت فی سیٹ -/330 روپے
سنسنی خیز و ماورائی کہانیوں کے پرستاروں کیلئے
کتابیات پبلی کیشنز
فون: 021-5804300
فیکس: 23
کراچی: 74200
kitabiat1970@yahoo.com
263-C

وقت لگے گا۔ صبح ہو جائے گی اور آپ چاہتی ہیں کہ چھ بجے سے پہلے سارے کام نمٹ جائیں۔''

''ہاں۔ صبح چھ بجے سے پہلے سارے کام نمٹ بھی سکتے ہیں اور ناکامی بھی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا میں بھی جلد بازی سے کام نہیں لوں گی۔ آج نہ سہی، کل ان دونوں سے نمٹ لوں گی۔''

''میں بھی یہی کہنا چاہتی تھی کہ بلڈرز دن کی موت سے باقی چھ بلڈرز کو بہت شاک پہنچے گا۔ ادھر میں جمائلہ کے اس ابوالہول والے مجسمے کو توڑوں گی، چکنا چور کروں گی تو جمائلہ کو بھی شاک پہنچے گا۔ آج کے لیے اتنا ہی کافی ہوگا۔''

سونیا جمائلہ کے بنگلے میں پہنچی تو صبح کے پانچ بجنے والے تھے۔ وہ اسی بیڈ پر آ کر لیٹ گئی، جہاں اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ اس نے کرونا سے کہا۔ ''تم وقت کا حساب رکھو، یہاں کے وقت کے مطابق چھ بجے دن نکل آتا ہے۔ پانچ بجنے والے ہیں۔ ابھی جمائلہ جاگ رہی ہوگی اور وہ آہستہ آہستہ تبدیل ہو رہی ہوگی۔ تم خیال خوانی کے ذریعے مجھے گہری نیند سلا دو تاکہ تمہارا کوئی آلہ کار یہاں آ کر اس مجسمے کو چکنا چور کرے تو مجھے خبر نہ ہو۔''

کرونا نے یہی کیا۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے گہری نیند سلا دیا۔ وہ اس شہر کے بہت سے مجرموں کو جانتی تھی۔ اس نے ایک مجرم کو اپنا آلہ کار بنا کر اسے اس بنگلے میں پہنچایا۔ وہ اپنے ساتھ ایک ہتھوڑا لے کر آیا تھا، بیڈ روم میں سونیا گہری نیند سو رہی تھی۔ اس نے صندوق کو کھول کر اس مجسمے کو دیکھا پھر اسی کے اندر ہتھوڑے مار مار کر اسے توڑ دیا۔ اس کے کئی ٹکڑے کر دیے پھر صندوق کو بند کر کے چلا گیا۔

جمائلہ ان لمحات میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اگر اس میں ذرا سا بھی شیطانی اثر ہوتا تو اسے خبر ہو جاتی کہ اس کے ابوالہول کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ لیکن وہ بت پرست نہیں رہی تھی، ایک سیدھی سادی مسلمان شریف زادی بن گئی تھی۔

وہ اپنی کار ڈرائیو کرتی ہوئی بنگلے میں آئی تو سب سے پہلے بیڈ روم میں سونیا کو دیکھا، وہ گہری نیند میں تھی۔ بنگلے کے اندر ایسے کوئی آثار دکھائی نہیں دیے جس سے یہ شبہ ہوتا کہ وہاں کوئی آیا تھا یا سونیا اٹھ کر وہاں سے کہیں گئی تھی اور پھر آ کر سو گئی تھی۔

وہ تبدیل ہونے کے بعد اس بیڈ روم میں نہیں سوتی تھی جہاں صندوق کے اندر ابوالہول پڑا رہتا تھا۔ وہ دوسرے کمرے میں آ کر ایک بیڈ پر لیٹ گئی۔ ایسے وقت وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا سا محسوس کرتی تھی۔ ساری رات شیطان کا بوجھ دل و دماغ پر اٹھائے پھرتی تھی۔ اذان ہوتے ہی اسے اس بوجھ سے نجات ملا کرتی تھی۔

اس روز اس کی سب سے بڑی خوشی اور سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ وہ اپنی دانست میں سونیا کو اپنی معمول اور تابعدار بنا چکی تھی، اس کے ذہن میں یہ باتیں نقش کر چکی تھی کہ وہ کبھی اپنے ماضی کے متعلق نہیں سوچے گی۔ اپنی مکاری، اپنا غرور بھول کر اس کے احکامات کے آگے سر جھکاتی رہے گی۔

اس نے سیون بلڈرز کو بھی یہ کہہ کر مطمئن کیا تھا کہ سونیا ان ساتوں بلڈرز کی معمول اور تابعدار بن چکی ہے۔ آئندہ ان کے ہر حکم کی تعمیل کرتی رہے گی۔

یوں سوچتے سوچتے وہ اچانک ہی ساکت ہو گئی۔ بالکل بے حس و حرکت بیڈ پر پڑی رہی۔ آہستہ آہستہ سانسیں لینے لگی۔ وہ آگہی کی پراسرار دنیا میں پہنچ رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ بجلی چمک رہی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی ابوالہول کے بت کی طرف جا رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک زوردار دھماکا ہوا وہ بت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضا میں اڑنے لگا، بکھرنے لگا۔

اگر رات کا وقت ہوتا تو آگہی کی اسکرین پر یہ منظر دیکھتے ہی وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھتی، اپنے ابوالہول کی تباہی کبھی برداشت نہ کرتی۔ اس کے تباہ ہوتے ہی موسم بدل گیا تھا۔ نہ بجلی چمک رہی تھی اور نہ بادل گرج رہے تھے۔ ماحول پرسکون تھا۔ وہ ایک اسکارف کو سر سے باندھے دوزانو ہو کر مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔ خدا کا شکر ادا کر رہی تھی کہ شیطان نابود ہو گیا ہے اور وہ ربِ جلیل کی دہلیز پر آ کر بیٹھ گئی ہے۔

پھر منظر بدل گیا۔ اس نے بلڈرز دن کو دیکھا کہ وہ اپنے بیڈ روم کی تاریکی میں گہری نیند سو رہا تھا۔ اچانک ہی اس کی سانسیں رکنے لگی تھیں۔ پھر ذہن کو ایک جھٹکا پہنچا تھا اور اس کا دم نکل گیا تھا۔ آگہی کی اسکرین پر وہ مردہ پڑا ہوا تھا۔ پھر وہ سکتے کی سی حالت سے نکل آئی۔ اس نے سر گھما کر دائیں طرف دیکھا تو دیوار پر اللہ تعالیٰ اور حضرت محمدؐ کے اسمائے مبارک خوبصورت سے فریم میں جڑے ہوئے تھے۔ یہ اس کے ماں باپ کا کمرا تھا۔ اس بنگلے میں کمروں کے درمیان بڑا تضاد تھا۔ ایک کمرے میں ابوالہول کا بت رکھا ہوا تھا اور دوسرے کمرے میں اللہ اور رسول کا نام تھا۔ وہاں عبادت ہوتی تھی۔ اس کے ماں باپ بھی نمازیں ادا کرتے تھے، وہ بھی دن کے وقت وہاں آ کر کلام پاک کی تلاوت کیا کرتی تھی اور نماز پڑھا کرتی تھی۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ان لمحات میں یہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ ابوالہول کی تباہی پر اسے خوش ہونا چاہیے یا ماتم کرنا چاہیے؟

اس وقت نہ تو اسے خوشی ہو رہی تھی اور نہ کوئی صدمہ پہنچ رہا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی کہ اس کی آگہی کبھی غلط نہیں ہوتی۔ وہ جو کچھ دیکھتی ہے وہ یا تو پیش آ چکا ہوتا ہے یا پیش آنے والا ہوتا ہے، وہ پچھلی رات ابوالہول کے بت کو دیکھ چکی تھی۔ اس کی رسائی کر چکی تھی۔ وہ بالکل صحیح سلامت تھا۔ اس طرح یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ ابھی وہ تباہ نہیں ہوا ہے، ہونے والا ہے۔

وہ ایک دین دار مسلمان لڑکی ہو کر ابوالہول کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ لاشعور میں یہ بات تھی کہ جب رات ہو گی تب ابوالہول کے بارے میں سوچا جائے گا، کوئی تدبیر کی جائے گی کہ یہ آگہی درست نہ ہو اور ابوالہول سلامت رہے۔

وہ آگہی کے دوسرے حصے پر غور کرنے لگی۔ اس نے بلڈرز دن کو مردہ دیکھا تھا۔ اب یہ معلوم کرنا تھا کہ آگہی کے مطابق بلڈرز دن کی موت واقع ہو چکی ہے یا ہونے والی ہے؟

وہ بیڈ سے اتر کر ٹیلیفون کے پاس آئی پھر ریسیور اٹھا کر اس کی رہائش گاہ کے نمبر پنچ کرنے لگی۔ وہ ریسیور کان سے لگائے سن رہی تھی۔ دوسری طرف بیل کی آواز ابھر رہی تھی۔ کوئی فون اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی پھر بلڈرز دن کے خاص ملازم کی آواز سنائی دی۔ دوسری بیل آئی میں جمائلہ کے نمبر پڑھنے کے بعد کہہ رہا تھا۔ ''ہیلو مس جمائلہ! آپ نے اس وقت فون کیا ہے؟''

''میں تمہارے صاحب کی خیریت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ کیا وہ بیدار ہو چکے ہیں؟ ان سے بات کراؤ۔''

''ہولڈ آن۔ میں ابھی بات کراتا ہوں۔''

اس ملازم نے ریسیور ایک طرف رکھ کر بلڈرز دن کے بیڈ روم کے پاس آ کر دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ پچھلی رات کیا ہو چکا ہے؟ کیوں کہ کرونا نے اسے غائب دماغ رکھا تھا اور سونیا کا کام ہو جانے کے بعد اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ پچھلی رات کی تمام باتیں بھول جائے گا۔ اس نے دوسری بار دروازے پر دستک دی۔ جب کوئی جواب نہ ملا تو دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ بلڈرز دن اپنے بیڈ پر بڑی بے ترتیبی سے پڑا ہوا تھا۔ چادر کی شکنیں بتا رہی تھیں کہ وہ رات کو بے چینی سے کروٹیں بدلتا رہا ہے۔ جب کہ اس نے تڑپ تڑپ کر جان دی تھی۔

اس نے قریب آ کر اسے دیکھا۔ اب سے پہلے اس نے اپنے آقا کو اس بے ترتیبی سے سوتے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے آواز دی۔ ''سر! کیا آپ بیدار ہونا چاہیں گے؟''

ساتوں بلڈرز بہت ہی ذہین اور حساس تھے۔ ہلکی سی آہٹ پر ان کی آنکھ کھل جاتی تھی۔ ذرا سی بات پر وہ چوکنے ہو جاتے تھے۔ ملازم یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ اس کا آقا اس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے اس کی کلائی پر ہاتھ رکھا تو اسے کچھ خٹک محسوس ہوئی۔ اس نے نبض ٹٹولی، نبض نہیں ملی۔ سینے پر ہاتھ رکھا۔ وہاں بھی دل کی دھڑکنیں گم ہو چکی تھیں۔

وہ کمرے سے ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ بے یقینی سے اپنے آقا کو دیکھے گیا۔ اسے آج تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کرونا نے اسے کیا معمول اور تابعدار بنا رکھا ہے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا اس کی تابعداری ہی یہ گل کھلا رہی ہے۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا پھر ریسیور اٹھا کر بولا۔ ''مس جمائلہ! بہت ہی شاکنگ نیوز ہے۔ مائی باس از نو مور۔ میری سمجھ میں نہیں آتا اچانک ان کی موت کیسے واقع ہو گئی ہے؟ میں باقی بلڈرز کو بھی انفارم کر رہا ہوں۔''

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ جمائلہ کان سے ریسیور لگائے گم صم سی بیٹھی تھی۔ یہ واضح ہو چکا تھا کہ اس کی موت کے بعد ہی اسے آگہی حاصل ہوئی تھی۔ پھر اس نے فوراً ہی کریڈل پر ہاتھ رکھا اور دوسرے بلڈرز کو اس کی موت کی اطلاع دینے لگی۔ ادھر اس کا وفادار ملازم بھی انہیں اطلاع دے رہا تھا اور تمام بلڈرز بھی ایک دوسرے سے فون کے ذریعے مربوط تھے۔ ٹیک کھنٹے کے اندر سب ہی بلڈرز دن کے بنگلے میں پہنچ گئے۔ جمائلہ بھی آ گئی۔ ان میں سے ٹیک بلڈر ماہر ڈاکٹر تھا۔ اس نے بلڈرز دن کا معائنہ کر کے اس کی موت کی تصدیق کر دی۔

سب حیران اور غم زدہ تھے۔ ایک نے کہا۔ ''اچانک موت کیسے واقع ہو گئی، اس پر شبہ کرنے پر مجبور ہوں۔ ان کی لاش کا پوسٹ مارٹم کروا لیا جائے۔''

سب نے تائید کی۔ چند لمحوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دیا گیا۔ پھر اس وفادار ملازم کا محاسبہ کیا گیا۔ اس سے پوچھا گیا ''تم رات کو کہاں تھے؟ کیا اس بنگلے میں کوئی داخل ہوا تھا؟''

وہ بولا۔ ''آپ سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ سیکورٹی کا نظام کتنا سخت ہے۔ یہاں ایک کیڑا بھی رینگتا ہوا آئے تو خطرے کا الارم بجنے لگتا ہے اور ٹی وی اسکرین پر باہر کے تمام مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ مارنے والا چھپا نہیں رہ سکتا۔ کل ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ باس رات گیارہ بجے تک جاگتے رہے تھے۔ کام کرتے رہے تھے۔ اس کے بعد اپنے بیڈ پر جا کر لیٹ گئے تھے۔ وہ صبح روز پانچ بجے بیدار ہوتے ہیں۔ اس وقت تک میں انہیں ڈسٹرب نہیں کرتا۔ جب وہ

کال کرتے ہیں تب ہی میں ان کے پاس جاتا ہوں۔''

جمائلہ نے بڑے دکھ سے کہا۔ ''مجھے بہت افسوس ہے بلڈرون کی موت کے بعد مجھے آنکھیں ملی اگر یہ آنکھیں پہلے ہی مل جاتی تو ہم انہیں بچانے کی کوئی نہ کوئی تدبیر کرتے۔''

اس تنظیم کے جاسوس بھی وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ وہ بنگلے کے اندر اور باہر یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہاں پچھلی رات کوئی آیا تھا یا نہیں؟

وہ سب تہ خانے میں بھی گئے۔ وہاں ریکارڈ روم کی تمام فائلیں، ڈیڈ یو فلمیں اور تصاویر کے البم جیسے رکھے تھے ویسے ہی اپنی اپنی جگہ محفوظ تھے۔ کسی نے انہیں چھیڑا نہیں تھا۔

پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آگئی کہ حرکت قلب بند ہونے کے باعث موت واقع ہوئی ہے۔ اس رپورٹ کے بعد تمام شبہات دل سے نکل گئے۔ وہاں کی سیکورٹی کا نظام بہت ہی سخت تھا کوئی آنہیں سکتا اور وفادار ملازم پر بھی شبہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس طرح سونیا کا یہ راز، راز ہی رہا کہ وہ ریکارڈ روم میں پہنچ کر اپنے ماضی کی پوری ہسٹری معلوم کر چکی ہے۔

وہ دن چھ بلڈرز کے لیے بہت ہی سوگوار تھا۔ ان کا ایک بہت اہم ساتھی مر چکا تھا۔ اس تنظیم کے اصولوں کے مطابق بیات بلڈرز کا رہنا لازمی تھا، اب ایک بلڈر کی موت ہو گئی تھی۔ وہ جلد از جلد کسی بہت ہی قابل اعتماد اور تجربے کار شخص کو ساتواں بلڈر بنانے والے تھے۔

☆☆☆

نومی کرسٹل اور وردان لبو بن آکر بڑے پہنچے تھے۔ اگر قسمت ان کا ساتھ نہ دیتی تو نومی یا تو وردان کے ہاتھوں ماری جاتی یا وردان نومی کے ہاتھوں مارا جاتا یا پھر دونوں ہی جمائلہ کے ہاتھوں جہنم رسید ہو جاتے۔

وہ دونوں یہ نہیں جانتے تھے کہ جمائلہ کیسی پراسرار قوتوں کی حامل ہے۔ روپوش رہنے والے دشمنوں تک پہنچ جایا کرتی ہے۔ وہ دونوں اس شہر میں جہاں بھی روپوش رہتے یا جس اسپتال میں زیر علاج رہتے، وہ وہاں بھی پہنچ جاتی لیکن وہ دونوں ہی سمجھ گئے تھے کہ اس شہر میں ان کے لیے خطرہ ہے۔ وہ جو انہیں زخمی کرنے کے بعد روپوش ہو گئی ہے پھر کسی وقت ان تک پہنچ سکتی ہے۔

وہ عجب مشکل میں پڑ گئے تھے۔ زخمی ہونے کے بعد دونوں کو ایک دوسرے سے خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اگر وردان نے پہلے مافی توانائی حاصل کی تو وہ نومی کے دماغ میں آکر اسے ٹریپ کرے گا اور اگر نومی نے پہلے توانائی حاصل کی تو وہ وردان کو ٹریپ کر لے گی۔

نومی کے لیے تین طرف سے خطرہ تھا۔ ایک تو وہ سے، دوسرا اس اجنبی لڑکی جمائلہ سے اور پھر وہ جانی تھی کہ اسی لبو بن شہر میں کہیں ہے۔ وہ بھی اس کے لیے مصیبت بن سکتی ہے۔ اس لیے بری طرح زخمی ہونے کے باوجود وہ ڈاکٹر کے پاس نہیں گئی۔ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے ڈرائیو کرتی ہوئی شہر سے باہر جانے لگی۔

اس کے پاس فرسٹ ایڈ کا سامان موجود تھا۔ جمائلہ نے اسے صرف ایک بھرپور کک ماری تھی اور وہ لات اس کے سر پر ایسے لگی تھی، جیسے لوہے کے راڈ سے اسے مارا گیا ہو۔ اس کی ناک اور رخساروں کی ہڈیاں تڑخ گئی تھیں۔ اس نے چہرہ کھائی تھی پھر بھی یوں لگ رہا تھا، جیسے چہرہ جگہ جگہ سے ٹوٹ گیا ہے۔

اس نے عقب نما آئینے میں خود کو دیکھا تھا۔ چہرہ سوج گیا تھا کہ خود کو پہچان نہیں پا رہی تھی۔ حیرانی سے سوچ رہی تھی۔ ''وہ لڑکی کیا بلا تھی؟ مجھے تو یہی لگتا ہے کہ وہ انسان نہیں تھی کسی چڑیل کی اولاد تھی۔''

وہ سوچنے لگی۔ ''وہ جو کوئی بھی تھی مجھے اس سے بہت دور چلے جانا چاہیے۔ دور رہ کر ہی اس کے بارے میں معلوم کرنا چاہیے کہ آخر وہ ہے کون.....؟''

وہ جمائلہ سے دور بھاگ رہی تھی مگر سوچ رہی تھی کہ وردان سے کیسے دور بھاگے؟ اگرچہ وہ بھی زخمی ہو گیا تھا اور ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں تھا۔ لیکن جب بھی قابل ہوگا وہ سب سے پہلے میرے دماغ میں آئے گا اور مجھے ٹریپ کرے گا۔

وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتی ہوئی جا رہی تھی اور پریشان ہو کر سوچ رہی تھی۔ ''میں سانس روکنے کے قابل نہیں ہوں اسے اپنے اندر سے نہیں بھگا سکوں گی۔ پتا نہیں میرا کمزوری کب دور ہوگی؟ اوہ گاڈ! وردان سے پہلے مجھے توانائی حاصل ہو جائے تاکہ میں اپنا بچاؤ کر سکوں اور اس کے اندر جا کر اسے ٹریپ کر سکوں۔''

پہلے تو وہ سونیا کو ٹریپ کرنے لبو بن آئی تھی۔ راستے میں وردان مل گیا تھا۔ فی الحال سونیا سے کوئی خطرہ نہیں تھا، کیونکہ وہ اس شہر سے دور پرتگال کے پڑوسی ملک اسپین جا رہی تھی۔ چھ گھنٹے کی طویل ڈرائیونگ کے بعد وہ سرحدی چوکی پر پہنچی۔ وہاں اپنے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات دکھانے کے بعد اسپین میں داخل ہو گئی۔ وہاں سے ایک قریبی شہر سلما لانکا پہنچ کر ہی اس نے سب سے پہلے وہاں کے معروف ڈاکٹر سے رجوع کیا۔ اس سے کہا۔ ''آپ زیادہ سے زیادہ معاوضہ لیں

لیکن کوئی ایسی دوا دیں کہ میری تکلیف ختم ہو جائے اور مجھے جانی توانائی حاصل ہو جائے۔''

ڈاکٹر نے کہا۔ ''تمہارا چہرہ تو پھول کر تربوز ہو گیا ہے، اس کی سوجن اور تکلیف تو رفتہ رفتہ ہی ختم ہوگی۔''

''مجھے اپنے چہرے اور تکلیف کی پروا نہیں ہے۔ میں صرف دماغی توانائی حاصل کرنا چاہتی ہوں۔''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''تم تو بالکل نارمل ہو۔ اچھی خاصی گفتگو کر رہی ہو۔ پتا نہیں کہاں سے ڈرائیو کرتی ہوئی آئی ہو، دماغی طور پر تو بالکل درست ہو پھر اور کیسی توانائی چاہتی ہو؟''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ''میں آپ کو کیا بتاؤں میں خود کو ذہنی طور پر بہت ہی کمزور محسوس کر رہی ہوں۔ کوئی بات بھی اچھی طرح یاد نہیں رہتی۔ مجھے صبح و شام یوگا کی مشقیں کرنے کی عادت ہے۔ میں ایک ذرا بھی سانس روکنے کے قابل نہیں ہوں۔''

''جب تک یہ تکلیف دور نہ ہو جائے آپ یوگا کی مشقیں نہ کریں۔ خواہ مخواہ سانس روکنا ضروری تو نہیں ہے۔''

وہ جھنجلا کر بولی۔ ''آپ بحث کر رہے ہیں۔ میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ دماغی توانائی کے لیے مجھے انجکشن لگا دیں۔ دوائیں دیں کچھ ایسا کریں کہ میرا دماغ پہلے کی طرح بہت زیادہ حساس ہو جائے اور میرے اندر کوئی غیر معمولی بات ہو تو میں اسے فوراً ہی محسوس کر سکوں۔''

اس نے نومی کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ ''میرے پاس ایک زود اثر دوا ہے۔ انجکشن لگاتے ہی تکلیف بہت کم ہو جائے گی اور تم دماغی توانائی بھی محسوس کر سکو گی۔ میرا خیال ہے کہ سانس روک کر یوگا کی مشق کر سکو گی لیکن قیمت بہت زیادہ ہے۔''

وہ پرس کھول کر دو ہزار ڈالر نکال کر اس کے آگے رکھتے ہوئے بولی۔ ''یہ دو ہزار امریکی ڈالرز ہیں۔ کیا قیمت اس سے بھی زیادہ ہے؟''

اس نے مسکرا کر کہا۔ ''نہیں آرام سے لیٹی رہو۔ میں ابھی انجکشن لگاتا ہوں۔''

وہ چلا گیا۔ وہ ایزی چیئر پر آدھی لیٹی آدھی بیٹھی رہی۔ اپنے حالات پر غور کرنے لگی۔ اس نے سونیا کی جگہ حاصل کرنے اور میری شریک حیات بن کر رہنے کے لیے بڑے بڑے پاپڑ بیلے تھے۔ ایک بہت زبردست منصوبے پر عمل کیا تھا میری قربت حاصل کرنے کے لیے اس نے اپنے وفادار اور جاں نثار دستِ راست کاشف جمال کو بھی ہلاک کر دیا تھا۔ وہ اپنی پیدائشی نومی کرسٹل کی حیثیت کھو چکی تھی اور مکمل سونیا بن چکی تھی۔

اس حد تک کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد پھر ناکامی کا منہ دیکھ رہی تھی۔ اسے پتا چلا تھا کہ سونیا زندہ ہے اور جب تک وہ نہیں مرے گی اس وقت تک اس کی جگہ حاصل نہیں کر سکے گی۔ اسی مقصد کے لیے وہ لبو بن آئی تھی۔ سونیا کی لاعلمی میں اس پر حملہ کر سکتی تھی۔ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتی تھی لیکن ایسے وقت تقدیر کو ماننا ہی پڑتا ہے۔ وہ اپنی تدابیر سے کامیابیاں حاصل کرتے کرتے ناکام ہو جاتی تھی۔ اس وقت بھی اسے بری طرح ناکام ہو کر لبو بن شہر ہی نہیں، اس ملک کو بھی چھوڑ کر اسپین آنا پڑا۔

ڈاکٹر نے انجکشن لگانے کے بعد کہا۔ ''یہاں دس منٹ آرام کرو پھر بتاؤ کہ تمہاری ذہنی حالت کیسی ہے؟ کیا توانائی محسوس کر رہی ہو یا نہیں؟''

وہ تھوڑی دیر تک وہاں لیٹی رہی اور محسوس کرتی رہی کہ واقعی وہ دماغی توانائی محسوس کر رہی ہے۔ اس نے ایک بار سانس روکی تو بڑی دیر تک روکنے میں کامیاب رہی۔ خوش ہو کر بولی۔ ''ڈاکٹر...! آپ نے تو کمال کر دیا ہے۔ میں توانائی محسوس کر رہی ہوں۔''

ڈاکٹر مسکرانے لگا۔ اس نے پھر خود کو آزمایا۔ خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہی تو ناکام رہی۔ اس حد تک کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے سب سے پہلے دشمن وردان تک پہنچتی۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ کہاں ہے اور وہ بھی دماغی توانائی حاصل کر رہا ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر نے پوچھا۔ ''کیا سوچ رہی ہو؟''

اس نے پوچھا۔ ''توانائی کا دوسرا انجکشن کب لگایا جا سکتا ہے؟''

''یہ بہت با اثر فل دوا ہے۔ ری ایکٹ بھی کر سکتی ہے۔ اس لیے دوسرا انجکشن بارہ گھنٹے بعد لگنا چاہیے۔ تم یہاں بارہ گھنٹے کے بعد آجاؤ۔''

''میں یہاں سے میڈرڈ جا رہی ہوں۔ آپ وہ انجکشن پیک کر کے مجھے دے دیں۔ میں اس کی قیمت ادا کر رہی ہوں۔''

ڈاکٹر تھوڑی دیر کے بعد دوسرا انجکشن لے آیا۔ اس نے اپنے پرس کو کھول کر دیکھا تو پچیس ہزار ڈالر رکھے ہوئے تھے۔ وہ اپنے پاس زیادہ رقم نہیں رکھتی تھی۔ ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ جب بھی ضرورت ہوتی تھی تو وہ خیال خوانی کے ذریعے بڑی بڑی رقمیں حاصل کر لیتی تھی۔

اس نے سوچا کہ پتا نہیں کب میں خیال خوانی کے قابل ہوسکوں گی تب تک مجھے اسی پچیس ہزار ڈالرز سے گزارا کرنا ہوگا۔

اس نے ڈاکٹر سے کہا ''میری ہنڈا سوک باہر کھڑی ہے۔ آپ تو سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کتنی مہنگی گاڑی ہے لیکن میں اس انجکشن کے عوض آپ کو دے دوں گی۔ کیا یہ سودا منظور ہے؟''

''میں نے وہ گاڑی دیکھی ہے۔ واقعی مہنگی ہے اور مجھے کوڑیوں کے مول مل رہی ہے لیکن اس کے کاغذات.....؟''

''بارڈر سے گاڑیاں جہاز سے اِدھر اُدھر آتی جاتی ہیں۔ اسمگل ہوتی ہیں۔ چرائی ہوئی گاڑیاں فروخت ہوتی ہیں۔ ایسی گاڑیوں کے کاغذات نہیں ہوتے۔''

اس نے انجکشن اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ''مجھے سودا منظور ہے۔ گاڑی میری ہوگئی۔ اس کی چابی مجھے دے دو۔''

وہ اسے چابی دے کر باہر آگئی۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ریلوے اسٹیشن پہنچی۔ ایک ٹرین آدھے گھنٹے کے بعد میڈرڈ جانے والی تھی۔ وہ ٹکٹ لے کر اس میں سوار ہوگئی۔ اس کا سارا دھیان وردان کی طرف لگا ہوا تھا۔ اسے یہ پریشانی تھی کہ وہ دماغی توانائی حاصل کررہا ہوگا۔

دوسری طرف وہ اس سے پہلے ہی میڈرڈ پہنچ چکا تھا اور ایک بہت تجربے کار ڈاکٹر سے علاج کروا رہا تھا۔ وہ دونوں میرے اور میری فیملی کے دشمن تھے لیکن ہم میں سے کسی کے بھی قریب پہنچ نہیں پا رہے تھے۔ پہنچنے سے پہلے ایک دوسرے سے ہی ٹکرا رہے تھے۔

میڈرڈ ساری دنیا میں بُل فائٹنگ کی وجہ سے مشہور ہے۔ وہاں جان کی بازی لگانے والے کھلاڑی بپھرے ہوئے سانڈ سے ٹکراتے ہیں۔ وہ ہیں نومی اور وردان کا بھی ٹکراؤ ہونے والا تھا۔

وردان نے میڈرڈ پہنچ کر ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لیا تھا اور وہاں بڑی راز داری سے ایک ڈاکٹر کی خدمات حاصل کررہا تھا۔ جلد سے جلد دماغی توانائی حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر کو اچھی خاصی رقم دے رہا تھا۔ پہلے انسان اپنے خدا سے ڈرتا ہے لیکن وہ جس حالت میں نومی کرسٹل سے خوف کھا رہا تھا کہ کہیں وہ اچانک ہی اس کے دماغ میں نہ چلی آئے۔

وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ واقعی وہ نومی کرسٹل ہے یا نہیں؟ اسے شبہ تھا کہ وہ عورت نومی ہی ہوسکتی ہے۔ وہ دل ہی دل میں بھگوان سے پرارتھنا کررہا تھا کہ اسے جلد سے جلد خاطر خواہ توانائی حاصل ہوجائے تاکہ وہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کے اندر پہنچ کر اس کی حقیقت معلوم کرسکے۔

میں اپنے طور پر سوچ رہا تھا کہ یہ وردان اچانک کہاں گم ہوگیا ہے؟ میں نے پچھلے باب میں بیان کیا ہے کہ اعلیٰ بی بی سے ایک جوان مراد علی باجا کی ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اعلیٰ بی بی کے ساتھ دہلی سے ممبئی تک جہاز میں سفر کررہا تھا۔ مجھے شبہ ہوا کہ وردان نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ اسے اپنا تابعدار بنا کر اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچایا ہے۔ اعلیٰ بی بی مہرو پہنچ کر کسی وقت میں مراد علی پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی۔ اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے میں نے سوچا کہ وردان سے رابطہ کیا جائے۔ کسی طرح ٹوہ لینا چاہیے کہ وہ خاموش رہ کر کیا کرتا پھر رہا ہے؟

پہلے میں نے اس کے موبائل نمبر پر رابطہ کرنا چاہا تو رابطہ نہ ہوسکا۔ اس نے اس فون کو عارضی طور پر بند کردیا تھا اور نیا فون خرید لیا تھا۔ جس کے نمبر میں نہیں جانتا تھا۔

اب ایک ہی صورت رہ گئی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ کیا جائے۔ یہ بات یقینی تھی کہ وہ مجھے دماغ میں آنے نہیں دے گا اور یہ معلوم کرنا چاہے گا کہ میں اس سے رابطہ کیوں کرنا چاہتا ہوں؟ لہٰذا وہ اپنا موبائل آن کرے گا یا کسی نئے فون کا نمبر بتائے گا۔

یہ سوچ کر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ میں نے بھی اسے مخاطب نہیں کیا۔ خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ ہندوستان چھوڑ کر پُرتگال کے شہر لِزبن گیا تھا۔ دورانِ سفر اس کی ملاقات ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی حسینہ سے ہوئی تھی۔ وہ شبہ کررہا تھا کہ وہ نومی کرسٹل ہوگی۔

مجھے ان دونوں کے ٹکراؤ کی تفصیل معلوم ہوئی کہ کس طرح وہ وردان کے دماغ میں آنا چاہتی تھی اور وردان اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک بلا ان پر نازل ہوگئی۔ پتا نہیں وہ لڑکی کون تھی اور کیسی شیطانی قوت کی مالک تھی کہ اس نے ان دونوں کو جسمانی اور دماغی طور پر گزند پہنچایا تھا پھر انہیں چھوڑ کر اچانک ہی کہیں چلی گئی تھی۔

وردان کے خیالات نے بتایا کہ وہ بری طرح زخمی ہونے کے بعد پُرتگال سے اِسپین کے شہر میڈرڈ آگیا ہے۔ اب وہاں ایک ڈاکٹر سے علاج کروا رہا ہے۔ جلد از جلد دماغی توانائی حاصل کرکے خیال خوانی کرنا چاہتا ہے اور اس لڑکی کے دماغ میں پہنچنا چاہتا ہے، جو بری طرح زخمی ہوگئی تھی

جہاں کہیں بھی ہوگی، دماغی طور پر کمزور ہوگی۔

اس کے اس خیال کو پڑھ کر میرے اندر تجسس پیدا ہوا کہ وہ خیال خوانی کرنے والی کون ہے؟ وردان کا خیال تھا وہ نومی کرسٹل ہوسکتی ہے۔ جب کہ نومی نے ہمیں اپنی موت کا یقین دلایا تھا، اس کے باوجود میں نے پھر ایک بار اس کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر جھانکا لیکن وہ نومی نہیں ملا۔ اس نے اپنی موت کا جو تاثر دلانا چاہا تو اس کا دماغ مجھے نہیں ملا۔ اس نے اپنی موت کا یہ خیال خوانی کے قابل ہوجائے گا تو میں اسے پھر پُرتگال کے شہر لِزبن لے جاؤں گا اور اس غیر معمولی قوت رکھنے والی لڑکی کے متعلق معلومات حاصل کروں گا۔

الپا نے مجھے مخاطب کیا۔ وہ جب بھی آتی تھی تو سب سے پہلے سونیا کے متعلق دریافت کرتی تھی ''ممّا کے بارے میں کوئی سراغ ملا؟''

میں نے پوچھا ''کیا تمہیں کوئی سراغ مل رہا ہے؟''

''لو پاپا! میں بہت مایوس ہورہی ہوں۔''

''بیٹے! مایوسی گناہ ہے، وہ ہمیں جلد ہی ملے گی۔ یہ میرا دل کہتا ہے اور آمنہ نے بھی یقین دلایا ہے۔ یہ بتاؤ، کیا تم میری ہدایات پر عمل کررہی ہو؟''

''پاپا! آپ کی محبت بھری ہدایات میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہیں۔ میں نے ان پر عمل کیا ہے اور اسرائیل چھوڑ چکی ہوں۔''

''وہاں اپنی جگہ کسے الپا بنایا ہے؟''

''وہاں اسرائیلی اکابرین میں ایک عورت جوابجوکیشن منسٹر ہے۔ اس کا نام کرسٹی وزڈم ہے۔ میری مخالفت کرنے والوں میں وہ پیش پیش رہتی تھی۔ میں نے سوچا، اسے ہی میری جگہ آکر میرا رول پلے کرنا چاہیے۔''

بہت عرصہ پہلے جب الپا اسرائیل پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت کررہی تھی تو اس کے بہت سے مخالف پیدا ہوگئے تھے۔ آرمی کے بیشتر افسران اسے کسی نہ کسی طرح ہلاک کردینے کی کوششیں کرتے رہتے تھے۔ الپا نے اپنی یہودی حکومت سے بدظن ہوکر اسرائیل چھوڑ دیا تھا اور ہماری پناہ میں آگئی تھی۔

اس بار بھی اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوا تھا۔ اس پر الزام لگایا جارہا تھا کہ وہ مسلمانوں کی زبردست حمایتی ہے اور یہودی مفادات کے لیے کبھی صدقِ دل سے کام نہیں کرے گی۔

الپا نے ان سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ فلسطینی مسلمانوں کے خلاف کبھی خیال خوانی نہیں کرے گی۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے۔ فلسطینی علاقہ یوں بھی مسلمانوں کے پاس تھی اور عجوبہ بھی تھی۔

یہ معلوم کرکے حیرانی بھی ہوئی اور تجسس بھی پیدا ہوا کہ وہ لڑکی آخر کیا بلا ہے کہ اس نے ان دونوں کو زخمی کیا اور انہیں زخمی کرنے کا انداز ایسا تھا جیسے کہ وہ غیر معمولی قوتوں کی حامل ہے۔ وردان کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ سونیا بھی اس شہر میں موجود ہے اور جمائلہ کے ساتھ ہی رہتی ہے۔

میں نے سوچا کہ جب وردان کے زخم بھر جائیں گے اور یہ خیال خوانی کے قابل ہوجائے گا تو میں اسے پھر پُرتگال کے شہر لِزبن لے جاؤں گا اور اس غیر معمولی قوت رکھنے والی لڑکی کے متعلق معلومات حاصل کروں گا۔

الپا نے مجھے مخاطب کیا۔ وہ جب بھی آتی تھی تو سب سے پہلے سونیا کے متعلق دریافت کرتی تھی ''ممّا کے بارے میں کوئی سراغ ملا؟''

میں نے پوچھا ''کیا تمہیں کوئی سراغ مل رہا ہے؟''

''لو پاپا! میں بہت مایوس ہورہی ہوں۔''

''بیٹے! مایوسی گناہ ہے، وہ ہمیں جلد ہی ملے گی۔ یہ میرا دل کہتا ہے اور آمنہ نے بھی یقین دلایا ہے۔ یہ بتاؤ، کیا تم میری ہدایات پر عمل کررہی ہو؟''

''پاپا! آپ کی محبت بھری ہدایات میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہیں۔ میں نے ان پر عمل کیا ہے اور اسرائیل چھوڑ چکی ہوں۔''

''وہاں اپنی جگہ کسے الپا بنایا ہے؟''

''وہاں اسرائیلی اکابرین میں ایک عورت جوابجوکیشن منسٹر ہے۔ اس کا نام کرسٹی وزڈم ہے۔ میری مخالفت کرنے والوں میں وہ پیش پیش رہتی تھی۔ میں نے سوچا، اسے ہی میری جگہ آکر میرا رول پلے کرنا چاہیے۔''

بہت عرصہ پہلے جب الپا اسرائیل پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت کررہی تھی تو اس کے بہت سے مخالف پیدا ہوگئے تھے۔ آرمی کے بیشتر افسران اسے کسی نہ کسی طرح ہلاک کردینے کی کوششیں کرتے رہتے تھے۔ الپا نے اپنی یہودی حکومت سے بدظن ہوکر اسرائیل چھوڑ دیا تھا اور ہماری پناہ میں آگئی تھی۔

اس بار بھی اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوا تھا۔ اس پر الزام لگایا جارہا تھا کہ وہ مسلمانوں کی زبردست حمایتی ہے اور یہودی مفادات کے لیے کبھی صدقِ دل سے کام نہیں کرے گی۔

الپا نے ان سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ فلسطینی مسلمانوں کے خلاف کبھی خیال خوانی نہیں کرے گی۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے۔ فلسطینی علاقہ یوں بھی مسلمانوں کے پاس

رہ گیا ہے۔ وہ انہیں دے دیا جائے۔

اس پر تمام اسرائیلی اکابرین نے اعتراض کیا۔ جو لوگ اس کی خیال خوانی سے خوف زدہ تھے۔ انہوں نے اس کے منہ پر تو کچھ نہیں کہا لیکن سب ہی الپا سے بدظن ہو گئے۔ وہ ان کے درمیان بیٹھ کر کہہ رہی تھی کہ اسرائیل میں دو ریاستیں قائم ہونی چاہئیں۔ جب تک فلسطینیوں کو ان کے حقوق نہیں دیے جائیں گے تب تک یہودی اکابرین بھی سکون سے حکومت نہیں کر سکیں گے۔

کرسٹی وزڈم بڑھ چڑھ کر الپا کی مخالفت کر رہی تھی۔ اسرائیلی آرمی کے ان اعلیٰ افسران کے گروہ میں تھی جو کھل کر الپا کی مخالفت کر رہے تھے۔

الپا نے کرسٹی سے کہا تھا "دیکھو! میں تمہیں وارننگ دے رہی ہوں۔ اپنی حد میں رہو۔ مجھے یہ جھوٹا الزام نہ دو کہ میں درپردہ مسلمان ہو گئی ہوں اور یہاں یہودیوں کو نقصان پہنچانے آئی ہوں۔"

کرسٹی وزڈم نے کہا۔ "حقیقت یہی ہے۔ تم اپنی خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر زلزلہ پیدا کر سکتی ہو۔ مجھے مار سکتی ہو لیکن مجھے مارنے کے بعد تم اور زیادہ بدنام ہو جاؤ گی۔ سب یہی کہیں گے کہ اپنی اصلیت چھپانے کے لیے تم سچ بولنے والوں کو ہلاک کر رہی ہو۔"

الپا نے کہا۔ "میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گی۔ ایسی سزا دوں گی جس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔"

کرسٹی نے کہا۔ "الپا! تمہارے اندر کیا صلاحیت ہے؟ کیا طاقت ہے؟ صرف یہی ناں کہ ٹیلی پیتھی جانتی ہو، ورنہ ذہانت میں تو مجھ سے برتر نہیں ہو۔ اگر مجھے بھی ٹیلی پیتھی آتی اور میں تمہاری جگہ ہوتی تو یہ سچ تسلیم کر لیتی کہ میں درپردہ مسلمان ہو چکی ہوں۔ فرہاد کے فریب میں آ چکی ہوں لہٰذا مجھے اسرائیل میں نہیں رہنا چاہیے۔ یہ ملک چھوڑ کر چلے جانا چاہیے۔"

الپا نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں تمہاری یہ حسرت پوری کروں گی۔ تم میری جگہ آؤ گی اور الپا بن کر اپنے ہی اکابرین سے لڑتی رہو گی۔"

الپا نے اسی رات کرسٹی وزڈم کو غائب دماغ بنا کر اسے اپنے بنگلے سے باہر آنے پر مجبور کیا۔ وہ دوسروں کی نظروں سے چھپتی چھپاتی چور دروازے سے الپا کے محل میں آ گئی۔

پھر وہاں ایک بیڈ پر آرام سے لیٹ کر تنویمی عمل کے ذریعے الپا کی معمولہ اور تابعدار بن گئی۔

جب وہ تنویمی نیند سونے لگی تب الپا نے اس کے چہرے پر میک اَپ کرنا شروع کیا۔ وہ صبح چھ بجے سے پہلے بیدار ہونے والی نہیں تھی۔ اسے پتا بھی نہ چلا کہ وہ تبدیل ہو رہی ہے۔ صرف ذہنی طور پر ہی نہیں، چہرے کے اعتبار سے بھی الپا بن رہی ہے۔

اسے مکمل طور پر اپنی ڈمی بنانے کے بعد الپا خیال خوانی کے ذریعے اس محل کے باہر مسلح پہرے داروں کے دماغوں میں بھی پہنچتی رہی اور انہیں بھی پندرہ منٹ کے لیے گہری نیند سلاتی رہی۔ صرف مین گیٹ پر ایک مسلح گارڈ جاگتا رہا۔ جب وہ محل سے باہر آ کر اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگی تو اس نے گیٹ کھول دیا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ کیا کر رہا ہے اور اس کھلے ہوئے گیٹ سے الپا جا رہی ہے۔ وہ اگرچہ جاگ رہا تھا لیکن غائب دماغ ہو چکا تھا۔

وہ وہاں سے ایئرپورٹ پہنچ گئی۔ اس نے صبح سات بجے کی فلائٹ سے پہلے ہی سیٹ ریزرو کرا لی تھی۔ چھ بجتے ہی اس نے کرسٹی وزڈم کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ بیدار ہو گئی تھی اور خود کو الپا سمجھ رہی تھی اور اس کی مرضی کے مطابق اس بیڈ روم اور محل کے دوسرے حصوں کو گھوم گھوم کر دیکھ رہی تھی اور ہر ایک چیز کو سمجھتی جا رہی تھی کہ الپا کہاں جاتی ہے اور کون سی چیز کو کس طرح استعمال کرتی ہے؟

الپا نے اس محل کے دس مسلح گارڈز کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا تھا اور ان کے ذہنوں میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ اسرائیلی اکابرین کو اور فوجی افسران کو محل کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ کوئی جبراً داخل ہونا چاہے گا تو اسے گولی مار دیں گے۔

وہ صبح سات بجے کی فلائٹ سے روانہ ہو گئی۔ ایک گھنٹے کے اندر مصر کے شہر اسکندریہ پہنچ گئی۔ ادھر کرسٹی وزڈم کی ملازمہ صبح ہوتے ہی اس کے بیڈ روم میں بیڈ ٹی پہنچایا کرتی تھی۔ اس نے کرسٹی کے شوہر کو اطلاع دی کہ اس کی بیوی بیڈ روم میں نہیں ہے۔ اس کے بستر پر ایک تہ شدہ کاغذ پڑا ہوا تھا۔

اس کے شوہر نے وہ کاغذ کھول کر پڑھا۔ اس میں کرسٹی وزڈم نے لکھا تھا۔ "مجھے الپا کی طرف سے خطرہ ہے۔ اس لیے میں بڑی رازداری سے جا رہی ہوں۔ اس ملک سے کہیں دور جا کر یوگا کی مشقیں کروں گی۔ جب مہارت حاصل ہو جائے گی تو واپس آؤں گی پھر الپا میرے دماغ میں نہیں آ سکے گی۔"

آرمی کے افسران نے یہ خط پڑھا تو کہا۔ "یہ سراسر حماقت ہے۔ میڈم کرسٹی نے کیسے سمجھ لیا کہ وہ یہاں سے چلی

گئی تو الپا ان کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گی؟"

دوسرے افسر نے کہا۔ "وہ یہاں رہ کر بھی یوگا کی مشقیں کر سکتی تھیں اور مہارت حاصل کر سکتی تھیں۔"

ان کے جاسوس کرسٹی کو تلاش کرنے لگے۔ ایک جاسوس نے فون پر کہا۔ "میں ائیرپورٹ سے بول رہا ہوں۔ صبح سات بجے یہاں سے ایک فلائٹ اسکندریہ گئی ہے، ان کے مسافروں میں کرسٹی وزڈم کا نام موجود ہے۔ میڈم کرسٹی اسکندریہ گئی ہیں۔"

انہوں نے اسکندریہ میں اپنے سراغ رسانوں کو حکم دیا کہ وہاں کرسٹی وزڈم پہنچی ہوئی ہے۔ اسے تلاش کیا جائے کہ کس ہوٹل یا گیسٹ روم میں ٹھہری ہوئی ہے؟

وہ سب اسے تلاش کرنے لگے۔ وہ ہوتی تو انہیں ملتی۔ انہوں نے مایوس ہو کر آرمی کے افسران کو اطلاع دی کہ یہاں میڈم کرسٹی موجود نہیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے، وہ یہاں سے کسی دوسری فلائٹ میں کسی دوسرے ملک کی طرف چلی گئی ہیں۔

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے جھنجلا کر کہا۔ "یہ سراسر الپا کی سازش ہوگی۔ اس نے ہی میڈم کرسٹی کو کہیں غائب کر دیا ہے یا ہلاک کر دیا ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر الپا کے فون نمبر پنچ کیے۔ دوسری طرف محل میں گھنٹی بجنے لگی۔ کرسٹی وزڈم نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا۔ "ہیلو! میں الپا بول رہی ہوں۔"

آرمی افسر نے کہا۔ "ہم ابھی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

وہ بولی۔ "سوری۔ میں کسی سے ملنا نہیں چاہتی۔"

"میڈم! معاملے کی نزاکت کو سمجھیں۔ ہماری میڈم کرسٹی کہیں گم ہو گئی ہیں۔ آپ کی کھلی مخالفت کرنے والوں میں میڈم کا بھی نام تھا اور اب یہ شبہ کیا جا رہا ہے کہ آپ نے اسے ہلاک کر دیا ہے یا کہیں گم کر دیا ہے۔"

"مجھ پر شبہ کرتے رہنے سے میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میں کچھ عرصے تک اپنے محل میں گوشہ نشیں رہوں گی۔ یہاں سے باہر نہیں نکلوں گی، جب ضروری سمجھوں گی تو باہر آؤں گی اور آپ لوگوں سے ضرور ملاقات کروں گی.... فی الحال مجھ سے ملاقات کرنے کی توقع نہ رکھیں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دوسرے اعلیٰ افسر نے اس سے پھر رابطہ کیا اور کہا۔ "تمہیں اس بات کا احساس کیوں نہیں ہے کہ تم اپنے ملک اور قوم کی خدمت گار بننے کے بجائے یہاں آ کر غدار بن رہی ہو۔"

"دیکھئے تو تم فوجی افسران بن رہے ہو۔ میں نے کہا تھا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ نہ کیا جائے لیکن تم سب ان خیال خوانی کرنے والوں کو میرے مقابلے پر لانا چاہتے ہو اور مجھے پاؤں میں چبھے ہوئے کانٹے کی طرح نکال کر پھینک دینا چاہتے ہو۔"

"تم بڑی عقلمند بنتی ہو۔ خود ہی سمجھو کہ تم کیوں ہمارے پاؤں کا کانٹا بنی ہوئی ہو۔ جب سے ہم نے فلسطین کے بڑے حصے کو اسرائیلی مملکت بنایا تب سے ہم نے قسم کھائی ہے کہ کسی بھی فلسطینی کے قدم جمنے نہیں دیں گے اور تم ہو کہ ایک الگ فلسطینی ریاست قائم کرنے والوں کی حمایت میں بول رہی ہو یہ ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ تم راز داری سے خیال خوانی کے ذریعے ان فلسطینیوں کی حمایت کرتی رہو گی اور ہمیں خبر بھی نہ ہوگی۔ اسی لیے ہم نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں بلایا ہے۔ تم ہمارے خلاف جو سازشیں کرو گی وہ ہمیں ان کے ذریعے معلوم ہوتی رہیں گی۔"

کرسٹی نے الپا کی مرضی کے مطابق کہا۔ "یہ بات تو گرہ میں باندھ لو کہ جس روز بھی کوئی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا خیال خوانی کے ذریعے کسی بھی فلسطینی مسلمان کو ہلاک کرے گا یا نقصان پہنچائے گا تو میں جوابی کارروائی پر مجبور ہو جاؤں گی۔ اس سے پہلے بھی میں نے امریکی اکابرین کو وارننگ دی ہے کہ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہمارے معاملات میں مداخلت کے لیے یہاں نہ بھیجیں، اگر انہوں نے میری بات مان لی تو اچھی بات ہوگی ورنہ ان امریکیوں کا بھی بھلا نہیں ہوگا۔ وہ بری طرح پچھتائیں گے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس وقت اس کی عجیب حالت تھی۔ وہ اندر سے سمجھ رہی تھی کہ میں کرسٹی وزڈم ہوں، لیکن الپا بن کر بول رہی ہوں۔ یہ بات مجھے اپنے فوجی افسران کو بتانی چاہیے۔

وہ فون پر بڑی دیر تک بات کرنے کے باوجود یہ حقیقت کسی سے بیان نہ کر سکی۔ وہ ابھی کئی دنوں تک تنویمی عمل کے زیر اثر رہنے والی تھی اور اس عمل کے مطابق خود کو پہچاننے کے باوجود کسی پر ظاہر نہیں کر سکتی تھی۔

وہ پریشان ہو کر ادھر سے ادھر ٹہلتی رہی پھر اس نے دونوں مٹھیوں کو بھینچ کر سوچا۔ "میں یہاں الپا بن کر نہیں رہوں گی۔ ابھی اعلیٰ افسران اور حکام کے سامنے یہ بھید کھول دوں گی کہ الپا نے مجھے ٹریپ کیا ہے اور یہاں اپنے محل میں قید کر رکھا ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی بیڈ کے پاس آئی۔ تکیے کے نیچے

رکھے ہوئے اپنے ذاتی موبائل فون کو اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگی۔ الپا نے کہا۔ ''ہاں ہاں! میرے ایک نہیں تمام دشمنوں سے کہہ دو کہ میں نے تمہیں کہاں چھپا کر رکھا ہے۔ یہ دیکھو! رابطہ ہو گیا۔ چلو۔ بولنا شروع کرو۔''

دوسری طرف سے لیک ایلی فنسر پوچھ رہا تھا۔ ''میڈم! آپ اپنے گھر سے اچانک کہاں چلی گئی ہیں؟ کیا جو خطا ہوا ہے۔ وہ آپ ہی کا کیا دھرا ہے؟''

''ہاں۔ میں اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہی تھی۔ اس لیے اس گھر سے نکل گئی ہوں اور ایک جگہ چھپی ہوئی ہوں۔ میری فکر نہ کرو۔ جتنی جلدی ہو سکے۔ الپا پر کوئی بہت بڑا الزام لگا کر اسے گرفتار کر دیا راز داری سے قتل کر دو۔ اس پر یہ الزام بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے مجھے اغوا کر کے کہیں قیدی بنا کر رکھا ہے۔''

''یس میڈم! ہم اس پر یہی الزام عائد کرنے والے ہیں۔''

''یہ بتاؤ کہ کوئی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں پہنچا ہے؟''

''ہاں پہنچ تو گیا ہے۔ لیکن ہم نہیں جانتے کہ اس کا قیام کہاں ہے؟ یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی کسی کے روبرو نہیں آتے ہمیشہ روپوش رہ کر زندگی گزارتے ہیں۔''

''ہاں۔ یہ تو میں جانتی ہوں۔ تم اس کا ٹیکنیکل نمبر مجھے دو۔''

اس نے اس کے موبائل فون کے نمبر بتائے۔ الپا نے فوراً ہی ان نمبروں کو ذہن نشین کر لیا۔ ایلی فنسر نے پوچھا۔ ''میڈم! اس وقت آپ کہاں چھپی ہوئی ہیں؟ کم از کم ہمیں بتا دیں ہم راز داری سے آپ کی حفاظت کرتے رہیں گے۔''

''مجھے افسوس ہے کہ اپنے شوہر کو اور اپنے باپ کو بھی یہ جگہ نہیں بتاؤں گی۔ الپا کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لے گی۔''

''میڈم! وہ تو آپ کے دماغ میں بھی پہنچ جاتی ہے۔''

''یہی تو۔ تم سب نہیں جانتے میں نے ایک عامل کی خدمات حاصل کی تھیں۔ بڑی راز داری سے اپنے اوپر تنویمی عمل کروایا تھا اور اپنے دماغ کو لاک کروا لیا تھا۔ الپا کبھی میرے اندر نہیں آ سکے گی۔''

''یہ تو آپ نے کمال کر دیا پھر تو وہ بھی آپ کو تلاش کر رہی ہو گی۔''

''یقیناً۔ وہ کئی بار میرے دماغ میں آنے کی کوشش کر چکی ہے۔ میں نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ اب امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہو کہ مجھے اس کا نمبر دے۔ میں اس بات کرنا چاہتی ہوں۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا پھر پریشان ہو کر بڑبڑائی۔ ''کیا معاملہ ہے؟ میں تو الپا کے خلاف بولنے والی تھی کہ اس نے مجھے اپنے محل میں قیدی بنا کر رکھا ہے لیکن میں تو خود ہی کہہ رہی ہوں کہ آزاد ہوں اور اپنے دماغ کو لاک کروا لیا ہے۔ الپا میرے لیے خطرہ نہیں آ سکے گی۔ اس طرح تو میرے آدمی جنہوں نے کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ میں اس کی قید ہوں۔''

الپا نے کہا۔ ''تم نے مجھے ملنے دیے تھے کہ میں ذہانت نہیں ہے۔ میں صرف ٹیلی پیتھی کی وجہ سے اپنا مقام رکھتی ہوں، اگر تم میری جگہ ہوتیں تو یہودی قوم کے لیے مجھ سے زیادہ کارنامے انجام دیتیں۔''

''ہاں۔ میں نے ایسا کہا تھا۔ کیا تم نے اسی لیے اپنی جگہ چھپایا ہے؟''

''ہاں۔ میں نے تمہاری یہ حسرت پوری کی ہے۔ الپا بن کر رہو۔ تمہارے تمام حامی مجھ سے دشمنی کریں گے گویا تم سے دشمنی کریں گے۔ مجھے نقصان پہنچانا چاہیں گے انجانے میں تمہیں نقصان پہنچاتے رہیں گے۔''

وہ غصے سے بولی۔ ''میں ایک بار تمہاری گردن مروڑ جاؤں۔ پھر تم سے نمٹ لوں گی۔''

''جب وہ وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ فی الحال امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا تم سے باتیں کرنے والا ہے۔ میں تمہارے اندر سے جا رہی ہوں۔ اس سے باتیں کرو۔ کچھ دیر میں تم خود کو اکیلی محسوس نہیں کرو گی۔ کرسٹی ڈارلنگ! جب تک وہ اور اس سے ملاقات کی خواہش ظاہر کرے گا۔ رازداری سے سننا چاہو گی، کسی بھی طرح اسے ملاقات کے لیے راضی کر لو گی۔ یہ میرا حکم ہے۔''

وہ ملیک تابعدار کی حیثیت سے بولی۔ ''میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں گی۔ اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹریپ کرنے کی پوری کوشش کروں گی۔''

الپا اس کے دماغ سے چلی آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد موبائل کا بزر سنائی دیا۔ اس نے نمبر پڑھے تو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے کال کر رہا تھا۔ وہ بولی۔ ''ہیلو۔ میں نے ایلی آئی پر تمہارے نمبر پڑھے ہیں۔ میں کرسٹی وزڈم بول رہی ہوں۔ کیا اپنا نام بتانا چاہو گے؟''

''میرا نام سلومن وکٹر ہے۔ اگرچہ میں امریکی ہوں لیکن نسلاً یہودی ہوں۔''

''پھر تو تم اپنے ہی ہو اور یہاں آ کر یہودی قوم کی دل و جان سے خدمت کرو گے اور ہمیں دشمنوں سے محفوظ رکھو گے۔''

''میں یہی کرنے آیا ہوں اور یہی کروں گا۔ چند گھنٹوں کے اندر الپا کے قدم یہاں سے اکھاڑ دوں گا۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی کرسٹی نے خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی پھر فون پر بولی۔ ''کیا تم میرے دماغ میں آنا چاہتے ہو؟''

''ہاں مجھ سے کہا گیا تھا کہ تم نے اپنے دماغ کو لاک کروایا ہے۔ میں آزما رہا ہوں کہ واقعی تمہارا دماغ لاک ہے یا نہیں؟ اب یقین ہو گیا ہے کہ الپا تمہارے اندر موجود نہیں ہے اور ہم راز داری سے بہت سی باتیں کر سکتے ہیں۔''

''ہاں۔ راز داری سے باتیں بھی کر سکتے ہیں اور بڑی راز داری سے ملاقات بھی کر سکتے ہیں۔ کیا مجھ سے ملاقات کرنا پسند کرو گے؟''

''پہلے میں الپا کو یہاں سے بھگانا چاہوں گا۔ نہ بھگا سکا تو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ اس کے بعد کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ ہم کہیں بھی مل سکیں گے۔''

''ہم سب کی بہتری اسی میں ہے کہ اسے بھگانے کی نہیں مار ڈالنے کی کوشش کرو تاکہ ہمیشہ کے لیے اس سے پیچھا چھوٹ جائے۔''

''میں یہی کروں گا۔''

وہ پھر اس کے دماغ میں آیا۔ اس نے پھر سانس روک لی۔ اس سے پوچھا۔ ''کیا ابھی تم آئے تھے؟''

''ہاں۔ میں ٹھہر ٹھہر کر آزمانا چاہتا ہوں۔ یہ یقین کرنا چاہتا ہوں کہ الپا نے کہیں تم پر تنویمی عمل تو نہیں کیا ہے؟ اور فی الحال اس وقت تمہارے اندر نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آئے گی اس لیے میں اپنے طریقہ کار کے مطابق حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔''

''یہ اچھی بات ہے کہ تم مجھ پر بھی بھروسا نہیں کر رہے اور اپنے طریقہ کار کے مطابق حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو۔ بہرحال تمہیں جلد ہی یقین ہو جائے گا کہ الپا نے مجھ پر کوئی عمل نہیں کیا ہے۔ میں نے ایک عامل کی خدمات حاصل کی تھیں۔ بڑی راز داری سے اپنے دماغ کو لاک کرایا ہے۔ آنا دا سے۔ ابھی تم کس معاملے میں مصروف ہو؟''

''میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ الپا اپنے محل کے اندر کیورٹین کیوں ہو گئی ہے؟ وہ باہر کیوں نہیں آ رہی ہے؟''

''کیا اسے باہر آنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟''

''ہاں۔ اس کے محل کا سرچ وارنٹ حاصل کیا گیا ہے۔ ابھی آرمی کے جوان اس کے محل کی طرف جا رہے ہیں۔''

''اگر اس نے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا تو اس کے خلاف جوابی کارروائی کس طرح کی جائے گی؟''

''اگر سرچ وارنٹ کے مطابق وہ اندر آنے کی اجازت نہیں دے گی تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ وہ قانون کی خلاف ورزی کر رہی ہے۔ ایسے میں ہم اس کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھا سکتے ہیں۔ اسے گرفتار بھی کر سکتے ہیں۔''

الپا ان کی گفتگو کے دوران میں ایک بار کرسٹی کے اندر آئی تھی۔ اس کے خیالات سے معلوم ہوا کہ سلومن وکٹر کبھی کبھی اس کے دماغ میں آ کر اسے آزماتا ہے کہ واقعی اس کا دماغ لاک ہو چکا ہے یا نہیں؟

یہ معلوم کرتے ہی الپا اس کے دماغ سے نکل آئی۔ سلومن وکٹر نے کہا۔ ''اب میں رابطہ ختم کر رہا ہوں۔ آرمی کے نوجوان اس محل میں پہنچنے ہی والے ہیں۔ تمہیں بہت جلد خوشخبری ملے گی کہ ہم نے الپا کا صفایا کر دیا ہے اور اسے صفحہ ہستی مٹا دیا ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ کرسٹی نے اپنا فون بند کر دیا پھر پریشان ہو کر سوچا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ آرمی کے جوان یہاں آ رہے ہیں۔ وہ مجھے الپا سمجھ کر گرفتار کر لیں گے اور میں انہیں حقیقت نہیں بتا سکوں گی۔''

اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ابھی الپا اس کے اندر نہیں ہے وہ ایک کاغذ پر اپنی حقیقت لکھ کر اسے اپنے پرس میں رکھ سکتی ہے۔ جب آنے والے اس کے پرس کی تلاشی لیں گے تو وہ کاغذ برآمد ہو گا۔ وہ اسے پڑھ کر اس کی حقیقت معلوم کر لیں گے۔

وہ فوراً ہی ایک کاغذ اور قلم لے کر بیٹھ گئی۔ جلدی جلدی اپنی حقیقت لکھنے لگی۔ وہ اپنی دھن میں لکھتی جا رہی تھی، تقریباً آدھا صفحہ لکھنے کے بعد اس نے اسے پڑھا تو وہاں لکھا ہوا تھا۔

''آج کل میری یادداشت کچھ کمزور ہونے لگی ہے۔ اس لیے میں ضروری باتیں نوٹ کر لیا کرتی ہوں تاکہ بھول جاؤں تو اسے پڑھ کر یاد کر سکوں۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے پاپا میرے دماغ میں آئے تھے۔ میں فرہاد علی تیمور کو پاپا کہتی ہوں۔ وہ بھی مجھے اپنی بیٹی مانتے ہیں۔ انہوں نے مجھے خطرے سے آگاہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا تل ابیب پہنچ چکا ہے۔ اس کا نام سلومن وکٹر ہے۔

میرے پاپا بڑے ہی باکمال ہیں۔ اندر کی باتیں پتا نہیں کیسے معلوم کر لیتے ہیں؟ انہوں نے تو مجھے سلومن کا موبائل فون نمبر بھی بتایا ہے۔''

کرسٹی نے وہ فون نمبر لکھا تھا۔ یہ تحریر پڑھ کر وہ جھنجلا گئی۔ لکھنا کچھ چاہتی تھی اور لکھ کچھ رہی تھی۔ اس تحریر کو پڑھ کر تو سب ہی کو یقین ہو جاتا کہ وہی الپا ہے۔

وہ غصے میں اس کاغذ کو پھاڑنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک مسلح باڈی گارڈ نے کمرے میں آ کر کہا۔ ''میڈم! آرمی والوں نے محل کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ اب وہ اندر آنا چاہتے ہیں۔''

اس نے کہا۔ ''دروازے اور کھڑکیاں بند رکھو۔ کسی کو اندر نہ آنے دو۔''

''ہم نے یہی کیا ہے۔ باہر آرمی کا ایک افسر کھڑا ہوا ہے۔ دروازے پر دستک دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اسے اندر آنے دیا جائے۔''

کرسٹی وہاں سے چلتی ہوئی محل کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی اس دروازے کے پاس آئی جس کے باہر وہ افسر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے بلند آواز میں پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟''

وہ بولا۔ ''میڈم! ہم سرچ وارنٹ لے کر آئے ہیں۔ آپ دروازہ کھولیں اور ہمیں اپنے فرائض انجام دینے کا موقع دیں۔''

وہ بولی۔ ''دروازہ نہیں کھلے گا۔ یہاں سے چلے جاؤ۔''

وہ ایک تابعدار کی حیثیت سے بول رہی تھی۔ ایسے وقت الپا اس افسر کے اندر گئی تو اس نے سانس روک لی، پھر دروازے کو لات مارتے ہوئے کہا۔ ''میڈم! آپ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے ہمیں زیر نہیں کر سکیں گی۔ بہتر ہے کہ دروازہ کھول دیں۔ ورنہ اسے توڑا بھی جا سکتا ہے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی الپا کے تابعدار مسلح گارڈ نے محل کے ایک حصے سے اس کا نشانہ لیا اور اسے گولی مار دی۔ اپنے افسر کی ہلاکت پر آرمی کے تمام جوان بپھر گئے۔ دوسرے افسر نے حکم دیا۔ ''فائر کرو۔ دروازے کا لاک توڑ دو۔''

محل کے چاروں طرف فائرنگ ہونے لگی۔ کئی دروازوں کے لاک ٹوٹ گئے۔ وہ سب دندناتے ہوئے اندر آ گئے۔ الپا نہیں چاہتی تھی کہ اس کے تابعدار خواہ مخواہ مارے جائیں۔ انہوں نے اس کی مرضی کے مطابق ہتھیار ڈال دیے۔

ان سب نے ایک بڑے سے ہال میں آ کر کرسٹی وزڈم کو گھیر لیا۔ ایک افسر نے اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''ہم تمہیں زخمی کر رہے ہیں تاکہ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر آ کر زلزلہ پیدا کرے اور تمہیں آخری تابعدار بنا لے۔''

کرسٹی نے اس کی باتوں کے دوران میں اپنے پوشاک ریوالور نکال لیا، پھر اس کی طرف گولی چلا دی۔ وہ زخمی ہوا لیکن اس نے بھی جوابی فائرنگ کی۔ اپنے افسر کو زخمی دیکھ کر آرمی کے جوانوں نے سوچا کہ اگر الپا کو ہلاک نہ کیا گیا تو یہ سب کو ریوالور اور ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے ہلاک کر دے گی۔ ان سب نے بیک وقت فائرنگ کی اور کرسٹی کے وجود کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ وہ بے جان ہو کر فرش پر گر پڑی اس کے دل میں الپا کی جگہ لینے کی حسرت تھی۔ وہ حسرت اس کی زندگی کے ساتھ تمام ہو چکی تھی۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سلومن وکٹر نے کہا۔ ''آپ لوگوں نے اسے گولی مارنے میں بڑی جلدی کی۔ میں نے کہا تھا کہ اسے صرف زخمی کیا جائے گا۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ ملتی تو میں اس کے اور فرہاد علی تیمور وغیرہ کے اہم راز معلوم کر سکتا تھا۔''

فوجی افسر نے کہا۔ ''ہمیں افسوس ہے۔ وہ ایک افسر کے بعد دوسرے افسر کو گولی مار رہی تھی۔ اس طرح تو وہ ہم سب کو ختم کر سکتی تھی۔ اسی لیے اسے زندہ رہنے کا موقع نہیں دیا گیا۔''

اس پر بیک وقت کئی گولیاں چلائی گئی تھیں اور کئی گولیاں اس کے چہرے پر بھی لگی تھیں۔ پہلے تو کسی نے اس کے چہرے کی طرف توجہ نہیں دی۔ یہی سوچ کر خوش ہوتے رہے کہ ایک بہت بڑی بلا سے پیچھا چھوٹ گیا ہے۔

اب اس کے پیچھے چھپے ہوئے فرہاد علی تیمور اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے کسی معاملے میں مداخلت کرنے یہاں نہیں آ سکیں گے۔

آرمی کے ایک جوان نے کہا۔ ''اس کا چہرہ تو دیکھیں۔ کچھ تبدیل ہو رہا ہے۔''

سب نے ادھر توجہ دی۔ چہرے پر تین گولیاں لگی تھیں۔ لہو رس رہا تھا اور وہ بہتا ہوا اس کے عارضی میک اپ کو دھو رہا تھا۔ ایک افسر نے حکم دیا۔ ''فوراً وینشنگ کریم لاؤ اور اس کے چہرے پر لگا کر میک اپ صاف کرو، جلدی کرو۔''

فوراً ہی حکم کی تعمیل کی گئی۔ جب چہرے کا میک اپ واش ہو گیا تو سب ہی اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ دماغوں کو شدید جھٹکا پہنچا۔ سلومن وکٹر نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔

''کیا ہوا؟''

ایک فوجی افسر نے بڑے دکھ سے کہا۔ ''ہم نے بڑی جلد بازی کی' پہلے اسے گرفتار کرنا چاہیے تھا پھر اس کا محاسبہ کرتے تو ہمیں معلوم ہو جاتا کہ یہ الپا نہیں تھی، ہماری میڈم کرسٹی وزڈم تھیں۔ افسوس! یہ ہمارے ہی ہاتھوں ماری گئیں۔''

سلومن نے کہا۔ ''آپ لوگوں نے میرے مشوروں پر عمل نہیں کیا۔ میں پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ اسے صرف زخمی کیا جائے' اگر یہ صرف زخمی ہوتیں تو میں ان کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا تھا، کہ الپا ہمیں دھوکا دے رہی ہے اور ہم میڈم کرسٹی کو الپا سمجھ رہے ہیں۔''

''ہاں۔ افسوس ہے کہ ہمارے جوانوں کی جلد بازی نے میڈم کی جان لے لی۔''

سلومن نے کہا۔ ''صرف یہ نقصان نہیں ہوا کہ میڈم کرسٹی ماری گئیں۔ اس سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ الپا ابھی تک زندہ ہے، وہ یہاں ہمارے درمیان موجود ہے، اور آئندہ بھی ہم سب کے حواسوں پر چھائی رہے گی۔ اب تو تمہارے ہر معاملے میں مداخلت کرتی رہے گی۔''

انہیں چند منٹ کے لیے یہ خوشی حاصل ہوئی تھی کہ انہوں نے الپا سے نجات حاصل کر لی ہے۔ اب یہ خوش فہمی ختم ہو چکی تھی۔ پہلے تو یہ سہولت میسر تھی کہ وہ تل ابیب میں ہے اور ان کی دسترس میں ہے۔ وہ کسی بھی مناسب موقع پر اسے گرفتار کر لیں گے اس کا محاسبہ کریں گے۔ اس کے اندرونی راز معلوم کریں گے پھر اسے ہلاک کریں گے لیکن ایسا کچھ نہ ہو سکا۔ ان کے خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔ آئندہ وہ خوف اور دہشت بن کر ان اعصاب پر مسلط رہنے والی تھی۔

☆☆☆

سونیا کو بڑی حد تک اپنا ماضی یاد آ گیا تھا۔ وہ مجھ سے اور اپنے بچوں سے ملنے کے لیے بے چین ہو رہی تھی۔ ہم سے ملنے کے بعد اسے اور بہت کچھ یاد آ سکتا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ایک طویل عرصے کے بعد اسے اپنوں سے اپنائیت اور ڈھیر ساری محبتیں ملنے والی تھیں۔

جمائلہ اسے تنویمی نیند سلا کر چلی گئی تھی۔ واپس آ کر اس نے سونیا کو سوتے ہوئے دیکھا تھا اور مطمئن ہو گئی تھی کہ تنویمی عمل کامیاب رہا ہے اور سونیا تنویمی نیند پوری کر رہی ہے۔ پھر وہ بلڈرون کی موت کے سلسلے میں مصروف ہو گئی تھی۔ ان کی طرف چلی گئی تھی۔ بلڈرون کی آخری رسومات ادا ہونے کے بعد ہی واپس آنے والی تھی۔

سونیا نے کرونا سے کہا۔ ''میرے دل میں ہلچل سی مچ رہی ہے۔ اپنوں سے ملنے اور بات کرنے کی بے چینی ہے پلیز! فرہاد سے رابطہ کرو۔ میرے بچوں کو بتاؤ کہ میں یہاں ہوں۔ وہ سب خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آ سکتے ہیں۔''

کرونا نے کہا۔ ''آج میں بہت خوش ہوں۔ مجھے سیفر حاصل ہو رہا ہے کہ میں فرہاد علی تیمور کو ان کی بچھڑی ہوئی شریکِ حیات سے ملا رہی ہوں۔ میاں بیوی اور تمام بچے جو ایک دوسرے سے بچھڑ گئے تھے' سب یکجا ہو جائیں گے۔''

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی میرے پاس آئی تو میں نے سانس روک لی۔ ناکام ہو کر جانے والے دوبارہ آتے ہیں۔ میں انتظار کرنے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد اس نے میرے اندر آتے ہی کہا۔ ''میڈم سونیا.....''

یہ ایسا نام تھا کہ میں یہ نام لینے والے بدترین دشمن کو بھی اپنے دماغ میں آنے سے نہ روکتا۔ میں نے پوچھا۔ ''کون ہو تم؟''

''میں کرونا ہوں۔ بہت عرصہ پہلے میں آپ کے بیٹے پورس کی زندگی میں آ چکی ہوں۔ آپ شاید مجھے بھول گئے ہوں گے؟''

''خدا کا شکر ہے۔ میری یادداشت ابھی کمزور نہیں ہوئی ہے۔ میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔ یہ بتاؤ تم نے سونیا کا نام کیوں لیا؟''

''آپ کو ایک بہت بڑی خوش خبری سنانے آئی ہوں۔ آپ سب میڈم کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ میں ابھی آپ کو ان کے پاس پہنچا سکتی ہوں۔''

میں نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟ کیا تم نے سونیا کو کہیں دیکھا ہے یا وہ تمہارے ہی پاس ہے؟''

''اب آپ کوئی سوال نہ کریں۔ میرے دماغ میں آ جائیں۔ میں ابھی آپ کو ان کے دماغ میں پہنچا دوں گی۔''

میں دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ مجھے اپنے دماغ میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی سونیا کے اندر پہنچی پھر بولی۔ ''میڈم! آپ کو اپنا جیون ساتھی مبارک ہو۔ آپ باتیں کریں۔ میں جا رہی ہوں۔''

سونیا ایک دم سے خوش ہو کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی میں نے کہا۔ ''میری جان! میری زندگی! تم کہاں گم ہو گئی تھیں؟''

اس نے ایک گہری سانس لی۔ جیسے سانسوں کے ذریعے مجھے کھینچ کر اپنے دل میں اتار رہی ہو۔ پھر اس نے پوچھا۔

''تم میرے فرہاد ہی ہو ناں؟''

''ہاں میری جان! میں ہی تمہارا فرہاد ہوں۔ کیا مجھے آواز اور لب و لہجے سے نہیں پہچان رہی ہو؟''

''ہاں۔ میں نے ریکارڈ روم میں اپنی اور تمہاری ویڈیو فلم دیکھی ہے۔ اس میں تمہاری آواز بھی سنی ہے۔ لب و لہجہ اپنے ذہن میں نقش کیا ہے۔ تم بالکل وہی ہو لیکن اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ اپنے ماضی کو یاد کرنے اور اپنوں تک پہنچنے کے سلسلے میں اب تک دھوکا کھاتی رہی ہوں۔''

''اللہ پر بھروسا رکھو۔ اس معبود کے بعد مجھ پر اور کرونا پر بھروسا کرو۔ اس بار تم دھوکا نہیں کھا رہی ہو۔ یہ بتاؤ ابھی کس ملک میں ہو؟''

''پُرتگال کے شہر لِبن میں ہوں۔''

وہ اپنی روداد سنانے لگی۔ مجھے جمائلہ' سیون بلڈرز، کرونا، ڈراؤکوم کوبرا، مہادھابی اور گوتم نارائن کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہونے لگا۔

میں نے کہا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ تم اب پہلے کی طرح زہریلی نہیں ہو، اور اپنے دماغ میں آنے والوں کو برداشت کر رہی ہو۔ اس سے پہلے ہم جب بھی آتے تھے تو تم غصے سے جھنجلا جاتی تھیں۔ چیخیں مارتی تھیں اور سانس روک لیا کرتی تھیں۔''

''بے شک۔ اللہ تعالیٰ بڑا کارساز ہے۔ میں پھر سے نارمل ہو گئی ہوں، لیکن زہریلی اب بھی ہوں۔ دودھ پیتی ہوں تو اس کا رنگ ہلکا سبز ہو جاتا ہے۔ تیز مرچ مسالوں کا سالن نہیں کھا سکتی۔ میٹھے سے رغبت ہے۔''

''میں اور میرے بیٹے پارس، پورس بھی زہریلے بن گئے تھے پھر رفتہ رفتہ نارمل ہو گئے اور اب سب کچھ کھا لیتے ہیں لیکن اب بھی ہمارے اندر زہریلی خصوصیات ہیں۔ بہرحال یہ بتاؤ تم ہمارے پاس آ رہی ہو یا ہم ابھی تمہارے پاس آئیں؟''

''یہاں جمائلہ اور سیون بلڈرز مجھے دھوکا دے رہے ہیں۔ اب بھی انہیں خوش فہمی ہے کہ میں ان سے فریب کھا رہی ہوں۔ ان کی تابعدار بن چکی ہوں۔ لہٰذا میں انہیں فریب میں مبتلا رکھ کر ایک اچھا سبق سکھانا چاہتی ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''

''ہاں۔ جو ہم سے دشمنی کی ابتدا کرتے ہیں۔ ہم جوابی کارروائی میں انتہا کر دیتے ہیں۔ تم وہیں رہو۔ میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔''

''میں تم سے اور بچوں سے ملنے کے لیے بے چین ہوں۔ انہیں بھی میرے پاس لے آؤ۔''

''میں ابھی انہیں تمہارے پاس پہنچا رہا ہوں۔''

پھر میں نے اعلیٰ بی بی اور کبریا سے کہا۔ ''فوراً میرے پاس آؤ۔''

وہ دونوں آ گئے، میں نے کہا۔ ''بہت بڑی خوش خبری ہے۔ تمہاری مما مل گئی ہیں۔''

ان دونوں نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''کیا واقعی پاپا! کہاں ہیں مما؟''

میں نے انہیں سونیا کے پاس پہنچا دیا، اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''مما! میں آپ کی بیٹی اعلیٰ بی بی ہوں۔''

کبریا نے کہا۔ ''مما! میں آپ کا بیٹا کبریا فرہاد بول رہا ہوں۔''

عالی نے کہا۔ ''مما! آپ کو ساری باتیں یاد آ گئیں؟ آپ کو یاد ہے ناں آپ مجھے بہت زیادہ چاہتی ہیں؟''

کبریا نے کہا۔ ''نہیں مما! یہ جھوٹ بول رہی ہے۔ آپ مجھے زیادہ چاہتی ہیں۔ یہ تو پاپا کی لاڈلی ہے۔ میں تو آپ کا لاڈلا بیٹا ہوں۔''

سونیا ان کی پیار بھری نوک جھوک سن رہی تھی۔ دل میں اتنی خوشیاں بھر گئی تھیں کہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

اس نے روتے ہوئے کہا۔ ''میرے بچو! کہاں ہو تم؟ تمہاری آوازیں آ رہی ہیں مگر تم نہیں ہو۔ میرے پاس ہوتے تو تمہیں کلیجے سے لگا کر خوب پیار کرتی۔''

پورس اپنے بیٹے عدنان اور شیوانی کے ساتھ ممبئی میں تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر کہا۔ ''بیٹے! تمہاری مما مل گئی ہیں۔''

وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ ''کہاں ہیں؟ خیریت سے تو ہیں ناں؟''

''ہاں بیٹے! بالکل خیریت سے ہیں اور بالکل نارمل ہیں۔ پہلے جیسا زہریلا مزاج نہیں ہے۔''

''خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ابھی اڑ کر مما کے پاس پہنچ جاؤں۔''

''کبریا اور اعلیٰ بی بی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ اس لیے وہ آسانی سے وہاں پہنچ گئے ہیں۔''

''مما کہاں ہیں؟ کس ملک میں ہیں؟''

''وہ پُرتگال کے شہر لِبن میں ہیں۔ وہاں کتنے عرصے تک رہیں گی اور تم لوگوں سے آ کر کب ملیں گی؟ یہ ابھی کہا نہیں جا سکتا۔ لِبن میں کچھ نئے مخالفین ہیں۔ تمہاری مما ان سے نمٹ کر ہی آئیں گی۔''

''آپ ان حالات کا جائزہ لے کر مجھے بتائیں کہ وہ پرتگال سے کب واپس آئیں گی اور کہاں جائیں گی؟ پھر ہم وہیں پہنچ کر ان سے ملاقات کریں گے۔''

''میرے پوتے کا کیا حال ہے؟ آرام سے رہتا ہے یا پریشان کرتا ہے؟''

''پاپا! اس کے اندر تو جیسے پارا بھرا ہوا ہے۔ ایک جگہ سکون سے بیٹھتا ہی نہیں ہے۔ وہ تو شیوانی کی ممتا نے اسے روک رکھا ہے۔ ورنہ میرے ہاتھ سے تو وہ نکل چکا ہوتا۔''

وہ درست کہہ رہا تھا، عدنان کو ممتا مل رہی تھی اور وہ یہ حساب کر رہا تھا کہ یہ ممتا اور کتنے دنوں تک ملتی رہے گی؟ جیسے کہ وہ جانتا تھا، ماں سے ملنے کے چالیس دن کے بعد وہ اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جائے گی۔ ماں کا سایہ سر سے اٹھ جائے گا۔ اس لیے وہ دن رات شیوانی سے لگا رہتا تھا۔

وہ بھی اسے ایک پل کے لیے نہیں چھوڑتی تھی۔ جب وہ سو جاتا تھا، تب ہی وہ پورس کے پاس آ کر اسے اس کے حصے کی محبتیں دیا کرتی تھی۔ تاشا اور عدنان کے درمیان برابر رابطہ رہتا تھا اور وہ عدنان کو ایک ایک دن کا حساب بتایا کرتی تھی۔

اسے ماں کی آغوش میں پہنچ کر چار دن ہو چکے تھے۔ تاشا نے کہا۔ ''اب چھتیس دن رہ گئے ہیں۔ یہ سوچ کر عجیب سا لگتا ہے کہ تمہاری ممی دیکھنے میں اچھی خاصی صحت مند ہیں۔ تمہیں بھرپور محبتیں دے رہی ہیں اور یوں محبتیں دینے کا ایک ایک دن کم ہوتا جا رہا ہے۔''

عدنان نے کہا۔ ''تاشا! مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ جب چالیس دن گزر جائیں گے تو اتنی محبتیں دینے والی ممی مجھے چھوڑ کر چلی جائیں گی۔ کیا جناب تیمرزی نے جو کچھ کہا ہے، وہ غلط نہیں ہو سکتا؟''

''نہیں عدنان! وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ بہت پہنچے ہوئے ہیں۔ انہیں غیب کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ وہ روحانیت کے بہت بڑے عامل ہیں۔ ان کی پیش گوئی کبھی غلط نہیں ہوتی۔ ٹھیک چالیس دن کے بعد وہی ہوگا جو وہ کہہ چکے ہیں۔''

ابھی چھتیس دن باقی تھے۔ ہم سب کو اطمینان تھا کہ ان چھتیس دنوں میں عدنان کہیں نہیں جائے گا، ماں کے پاس ہی رہے گا، وردان جیسا کوئی دشمن بھی نہیں رہا تھا، لہٰذا اس کے لیے کہیں سے کوئی خطرہ بھی نہیں رہا تھا۔

میں نے پارس کے پاس آ کر سونیا کے بارے میں خوش خبری سنائی تو وہ خوش ہو کر بولا۔ ''پاپا! میں انڈیا سے جانا چاہتا ہوں۔ کیوں نہ مما کے پاس پرتگال چلا جاؤں؟''

''پہلے میں وہاں تنہا جاؤں گا۔ حالات کا جائزہ لوں گا۔ ہو سکتا ہے تمہاری مما کے ساتھ جلد واپس آ جاؤں پھر ہم سب کسی ملک یا کسی شہر میں یکجا ہوں گے اور تمہاری مما کے ساتھ خوب جشن منائیں گے۔''

پھر میں نے الپا کو خوش خبری سنائی۔ اس نے سنتے ہی کہا۔ ''پاپا! آپ مائنڈ نہ کریں، اب میں ایک منٹ بھی صبر نہیں کر سکوں گی۔ مما کے پاس جا رہی ہوں۔''

یہ کہتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے پاس پہنچتے ہی بولی۔ ''ہائے مما! میں الپا بول رہی ہوں۔ کیا آپ اس نام سے مجھے پہچان رہی ہیں؟''

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ ''ہاں۔ میں نے ریکارڈ روم میں تمہاری فائل پر بھی ایک نظر ڈالی ہے۔ اپنی ویڈیو فلم میں تمہیں پارس اور انوشے کے ساتھ دیکھا ہے۔''

اس وقت اس کے دماغ میں الپا، اعلیٰ بی بی اور کبرا سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رشتے دار موجود تھے۔ وہ خوشی سے نہال ہو رہی تھی۔ ایسے ہی وقت بنگلے کے سامنے ایک کار آ کر رکی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی۔ ''تم سب میرے اندر سے چلے جاؤ۔ جمائلہ آئی ہے۔ میں اس کے ساتھ مصروف رہوں گی۔ تم سب آتے جاتے رہو۔ جب میرے آس پاس کوئی نہ ہو، تو پھر مجھ سے باتیں کرتے رہو۔''

میں نے کہا۔ ''جب تک سیون بلڈرز میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈراکوم کو برا اور مہا دھاتی ہیں۔ اس وقت تک ہم میں سے کسی کو تمہارے اندر نہیں آنا چاہیے۔ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی وقت بھی تمہارے اندر آئیں گے تو یہ بھید کھل جائے گا کہ تم اپنے تمام رشتے داروں سے مل رہی ہو اور تمہیں اپنا ماضی یاد آ گیا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''میں جلد ہی ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تھکانے لگا دوں گی۔ اس کے بعد پھر کوئی اندیشہ نہیں رہے گا۔''

میں نے کہا۔ ''تم آج ہی سے ایک ملازمہ یا باڈی گارڈ اپنے ساتھ رکھو تاکہ میں اس کے اندر رہ کر معلوم کرتا رہوں کہ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

''میں اب یہی کروں گی۔''

میں اس کے دماغ سے چلا گیا۔ جمائلہ نے کمرے میں آ کر اسے دیکھا پھر کہا۔ ''ہائے مما! آپ اکیلی ہیں؟ میں کیا بتاؤں صبح سے کیسی مصروفیت رہی۔ کیا آپ نے صبح ناشتا کیا تھا؟ ابھی لنچ کیا ہے؟''

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ ''میری بیٹی میرے لیے بہت پریشان رہتی ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم اب تک کہاں تھیں؟''

''بلڈرون مر گیا ہے۔ پچھلی رات اس کی حرکت قلب بند ہو گئی تھی۔ اس کی آخری رسومات ادا ہونے تک مجھے باقی تمام بلڈرز کے ساتھ رہنا تھا۔''

سونیا نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر کہا۔ ''میری بیٹی میرے لیے کتنا سوچتی ہے۔ فکر نہ کرو۔ میں نے ناشتا کیا تھا۔ کیا تم نے لنچ کیا ہے؟''

جمائلہ نے انکار میں سر ہلایا پھر اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ ان لمحات میں سوچ یہ تھی کہ اس نے پچھلی رات سونیا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے آزمانا چاہیے کہ واقعی میری معمولہ اور تابعدار بن چکی ہے یا نہیں؟

اس نے اچانک ہی حکم دینے کے انداز میں کہا۔ ''اٹھ کر کھڑی ہو جاؤ۔'' سونیا فوراً ہی ایک تابعدار کی حیثیت سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے پھر حکم دیا۔ ''بیٹھ جاؤ۔ اپنے سر پر ایک چپت مارو۔''

سونیا فوراً ہی بیٹھ گئی۔ پھر اپنے سر پر ایک چپت مارتے ہوئے بولی۔ ''تم مجھے ایسا کرنے کے لیے کیوں کہہ رہی ہو؟ میں بھی محسوس کر رہی ہوں کہ بے اختیار تمہاری بات مانتی جا رہی ہوں۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''مما! آپ ہی نے تو کہا تھا کہ میں بچپن میں آپ کے ساتھ ایسی ہی حرکتیں کرتی تھی۔ خواہ مخواہ اپنی باتیں منواتی رہتی تھی۔ بہرحال آپ ابھی یہاں سے اٹھیں اور میرے لیے لنچ تیار کریں۔''

وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور کچن کی طرف جانے لگی۔ جمائلہ اسے دیکھ رہی تھی، خوش ہو رہی تھی کہ وہ سچ مچ اس کی تابعدار بن چکی ہے۔ خوشی اس بات کی تھی کہ زندگی میں پہلی بار شیطانی قوتوں کے زیر اثر رہ کر اس نے تنویمی عمل کیا تھا اور وہ عمل کامیاب رہا تھا۔

پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ سر جھکا کر سنجیدگی سے سوچنے لگی۔ ''کیا میں اپنی مما کے ساتھ یہ ٹھیک کر رہی ہوں؟ یہ مجھے کسی ماں کی طرح دل سے چاہتی ہیں۔ میرا دل بھی ان کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ لیکن میں کیا کر رہی ہوں؟''

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ سوچتی ہوئی کچن کی طرف جانے لگی۔ ''میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ دھوکا دے رہی ہوں۔ مگر کیا کروں؟ ایسا نہیں کروں گی تو یہ میری مما بن کر نہیں رہیں گی۔ انہیں اپنا ماضی یاد آ جائے گا تو یہ اپنے شوہر اور بچوں کے پاس چلی جائیں گی۔ یہ میرے لیے اور سیون بلڈرز کے لیے بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ ہم اس سرمائے کو کھونے کی غلطی نہیں کریں گے۔''

وہ کچن میں آ کر اس کا ہاتھ بٹانے لگی۔ سونیا نے کہا۔ ''تم کیوں آ گئیں؟ آرام کرو۔ تھکی ہوئی ہو۔ میں ابھی لنچ تیار کرتی ہوں۔''

''نہیں مما! ابھی میں نے بہت ہی بچپنا دکھایا ہے۔ آپ کو حکم دے رہی تھی۔ اٹھنے بیٹھنے کو کہہ رہی تھی اور اب کچن میں لنچ تیار کرنے کا حکم دے دیا، میں اچھی نہیں ہوں۔ بہت بری ہوں۔ کیا آپ کو مجھ پر غصہ نہیں آتا؟''

سونیا نے قریب آ کر اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔ ''تم بچپن سے ہی ایسی ہو۔ ماں سے بہتر تمہیں کون جانتا ہوگا۔ رات کو گفتگو ہو جاتی ہو اور دن کو پوزیٹو، جو غلطیاں رات کو کرتی ہو، دن کو ان پر پچھتاتی رہتی ہو۔ کوئی بات نہیں، اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میری بیٹی رات کو بھی نارمل رہا کرے گی۔''

وہ مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ ''میں صبح چھ بجے سے پہلے یہاں آئی تھی، آپ گہری نیند میں تھیں۔ میں نے آپ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ پھر اطلاع ملی کہ بلڈرون مر چکا ہے۔ ہائے مما! ہم سب کی کیا زندگی ہے۔ پانی کا بلبلا ہے۔ بس پھولا اور پھوٹا۔''

''انسان اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی غلطیاں کرنے سے باز نہیں آتا۔ جان بوجھ کر مجرمانہ حرکتیں کرتا رہتا ہے۔ مختصر سی زندگی میں وہ کچھ اپنا بھلا کرے کچھ دوسروں کا بھلا کرے تو اسے فائدہ ہی پہنچتا ہے مگر نقصان کبھی نہیں پہنچتا۔''

''آپ درست کہہ رہی ہیں۔ ہم سب عجیب ہیں۔ دوسروں کو غیر انسانی زندگی گزارتے، نقصان اٹھاتے اور بے موت مرتے دیکھتے ہیں پھر بھی ان کی زندگی اور موت سے سبق حاصل نہیں کرتے۔''

سونیا نے ہانڈی میں چمچہ چلاتے ہوئے اسے دیکھا پھر زیر لب مسکراتے ہوئے دل ہی دل میں کہا۔ ''تم ہر رات غیر انسانی زندگی گزارتی ہو۔ دوسری صبح نیک اور پارسا بن جاتی ہو۔ اس وقت بھی تم نیک اور پارسا ہو کیا تمہیں احساس ہو رہا ہے کہ مجھے ماں کہہ کر مجھ سے جھوٹ بول رہی ہو۔ مجھے دھوکا دے رہی ہو؟''

انسان دوسروں کا محاسبہ کرتا ہے۔ دوسروں پر کیچڑ اچھالتا ہے، لیکن کبھی اپنے گریبان میں جھانک کر اپنے اوپر تنقید نہیں کرتا۔ اپنی کوئی غلطی اسے کبھی نظر ہی نہیں آتی۔

سونیا نے کھانا تیار ہونے کے بعد کہا۔ ''جاؤ شاور لو۔

لباس تبدیل کرو، میں آدھے گھنٹے میں کھانا لگا رہی ہوں۔"

وہ واش روم میں آ گئی۔ لباس اتارنے کے بعد شاور کھول کر کھڑی ہو گئی۔ پانی کی پھوار اس کے سر اور اس کے بدن پر پڑ رہی تھی اور وہ ٹھنڈک اور سکون محسوس کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت وہ اچانک ساکت ہو کر خلا میں تکنے لگی۔ وہ دیکھ رہی تھی۔ ایک کمرے میں خالی بوتل پڑی ہوئی ہے۔ شیشے کا گلاس ٹوٹ کر دور تک بکھر گیا ہے اور قریب ہی مہادھابی کی لاش پڑی ہوئی ہے۔

منظر بدل گیا۔ اب وہ دیکھ رہی تھی کہ ژاؤ کوم کو برا چھ بلڈرز کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک گن ہے اور وہ ان کا نشانہ لے کر کہہ رہا ہے۔ "ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے پاس تھے۔ کرونا تم لوگوں کے خوف سے فرار ہو گئی۔ مہادھابی بھی شراب نہیں پیتا تھا۔ کوئی نشہ نہیں کرتا تھا لیکن تم لوگوں نے اسے شراب پلا پلا کر مار ڈالا۔ میں آسانی سے مرنے والا نہیں ہوں۔ مرتے مرتے بھی تم سب لوگوں کو لے کر مروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ فائر کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی کئی طرف سے گولیاں چلیں اور ژاؤ کوم کو برا کا چھلنی جسم فرش پر گرا اور پھر ساکت ہو گیا۔

جمائلہ کے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ آگہی کی اسکرین بجھ گئی۔ وہ اپنے ماحول میں واپس آ گئی تھی۔ شاور کے نیچے بھیگ رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی شاور کو بند کیا۔ تولیے سے اپنے بدن کو لپیٹا۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی باتھ روم سے باہر آ گئی۔

سونیا اس کے بیڈ روم میں آ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر بولی۔ "کیا ہوا؟ کیا اتنی جلدی غسل کر لیا؟"

"نہیں مما!"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اپنے موبائل فون کے پاس آئی اسے اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگی۔ سونیا نے پوچھا۔ "بات کیا ہے؟"

وہ فون کو کان سے لگا کر بولی۔ "جسٹ اے منٹ۔ میں ابھی بتاتی ہوں۔"

دوسری طرف سے بلڈرٹو کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا۔ "ہیلو جمائلہ! کیا بات ہے؟"

اس نے کہا۔ "ابھی مجھے آگہی حاصل ہوئی ہے۔ بہت گڑبڑ ہونے والی ہے۔ آپ فوراً معلوم کریں ہمارے وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے زندہ ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہیں تو ان کی زندگیاں تمام ہونے والی ہیں۔ وہ بہت جلد مرنے والے ہیں۔"

سونیا حیرانی سے اس کی باتیں سن رہی تھی اور اس تشویش میں مبتلا ہو رہی تھی کہ ان دونوں کو قتل کرنے سے پہلے ہی بھید کھل رہا ہے۔

دوسری طرف سے بلڈرٹو نے کہا۔ "میں ابھی فون کے ذریعے ان دونوں کی خیریت معلوم کرتا ہوں۔"

"آپ تمام بلڈرز کو اپنے پاس بلائیں۔ میں ایک گھنٹے کے اندر آ رہی ہوں۔"

اس نے فون بند کیا پھر الماری کھول کر لباس نکال کر پہننے لگی۔ سونیا نے کہا۔ "تمہاری آگہی ہمیشہ درست ثابت ہوتی ہے۔ کیا وہ دونوں قدرتی موت مریں گے؟ یا انہیں کوئی ہلاک کرے گا؟"

وہ بولی۔ "ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی کوئی نشہ نہیں کرتے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ مہادھابی نے شراب پی ہے اور خالی بوتل اور ٹوٹے ہوئے گلاس کے پاس مردہ پڑا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کوئی اسے زبردستی شراب پلا کر مارے گا۔"

"کوئی کسی کو زبردستی شراب کیسے پلا سکتا ہے؟ مہادھابی جسمانی طور پر کمزور نہیں ہے کہ کسی کی گرفت میں آ جائے گا اور نہ ہی کوئی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے مجبور کر سکتا ہے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "اور وہ دوسرا؟ ژاؤ کوم کو برا کیسے مرے گا؟"

"میں نے دیکھا ہے۔ وہ پاگل بن کر چھ بلڈرز کے پاس آیا تھا اور انہیں گولی مارنا چاہتا تھا، اس سے پہلے ہی سیون بلڈرز کے باڈی گارڈز نے اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا۔"

"میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے بھروسے کے قابل نہیں ہیں۔ کرونا نے غداری کی یہاں کے راز چرا کر کہیں فرار ہو گئی۔ مہادھابی کی موت سمجھ میں نہیں آ رہی ہے لیکن ژاؤ کوم کو برا کی بغاوت صاف ظاہر کر رہی ہے کہ وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پہلے ہی اندر سے باغی تھے۔ مجبوراً سیون بلڈرز کے سائے میں اب تک آرام فرما رہے تھے۔"

وہ دونوں میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئیں۔ جمائلہ نے جلدی جلدی کھاتے ہوئے کہا۔ "آپ بھی ذرا جلدی کریں۔ ہمیں بلڈرز کے پاس جانا ہے اور آپ کو بلڈرز کی موت کے سلسلے میں تعزیت کرنی ہے۔"

سونیا نے لقمہ چباتے ہوئے سوچا۔ "اب ایک ڈراما پلے کرنا چاہیے۔"

سونیا نے لقمہ چباتے ہوئے ایک دم سے چونک گئی۔ ایکٹنگ کرنے لگی جیسے گلا رکھنا لگا ہو۔ جمائلہ نے فوراً ہی گلاس آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "یہ اچانک کیا ہو گیا؟"

وہ گھونٹ پانی پی کر بولی۔ "ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا لقمہ میرے حلق سے اتر رہا تھا۔ اس لیے پھنس گیا۔ آنے والا واپس چلا گیا ہے۔"

جمائلہ نے سوچتے ہوئے کہا۔ "کرونا کی آئی ہو گی۔"

"کرونا کیوں آئے گی؟ وہ تو یہاں سے فرار ہو چکی ہے اس کا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ اب ہم سے اس کا کوئی واسطہ نہیں رہا۔ وہ میرے پاس آ کر کیا کرے گی؟"

"آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا کوبرا یا مہادھابی میں سے کوئی آپ کے پاس آیا تھا؟"

"ہاں۔ اور کون آ سکتا ہے؟ ان دونوں میں سے ہی کوئی میرے اندر آنا چاہتا ہے۔ ان کے ذہن میں یہ بات ہو گی کہ چیکنگ کے لیے بھی میرے دماغ میں جگہ ملے گی تو وہ میرے اندر زلزلہ پیدا کر دیں گے۔"

وہ قائل ہو کر بولی۔ "وہ دونوں واقعی باغی ہو چکے ہیں۔ ہماری اداکاری سے ہمارے دماغوں میں سرنگ بنانا چاہتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ مجھ پر قابو نہیں پا سکیں گے۔ اگر ابھی مجھے ہلاک کریں گے تو اندھیرا ہوتے ہی میں ان کے قابو سے نکل جاؤں گی۔ پھر ان کی جان کے لالے پڑ جائیں گے۔ اس لیے آپ کو کسی طرح زیر اثر لانا چاہتے ہیں۔"

"بیٹی! تم پراسرار قوتوں کے ذریعے بہت کچھ کر لیتی ہو۔ کیا تم مجھ پر عمل کر کے میرے دماغ کو اس قدر مضبوط نہیں کر سکتیں کہ خیال خوانی کے ذریعے جو زلزلہ پیدا کیا جائے اس کا مجھ پر کوئی اثر نہ ہو؟"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے سونیا کو دیکھنے لگی۔ اس نے واقعی اس پر عمل کیا تھا اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔ اب بھی وہ اس کے دماغ پر عمل کر کے اسے مضبوط اور زلزلہ پروف بنا سکتی تھی۔

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ "میں آج رات آپ پر [illegible] کروں گی اور آپ کے دماغ کو فولاد کی طرح مضبوط [illegible] کر دوں گی۔"

سونیا نے کہا۔ "لیکن بیٹی! ایک قباحت ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ رات کے وقت میرے راستے میں [illegible] رکاوٹ نہیں بن سکتا۔"

"بیٹی! بن سکتا ہے۔ تم جس وقت مجھ پر عمل کرو اس وقت مہادھابی یا کوبرا میرے دماغ میں آ کر تمہارے عمل کو ناکام بنا سکتے ہیں۔ تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا۔ تم اس خوش فہمی میں ہی مبتلا رہو گی کہ تم نے میرے دماغ کو بہت مضبوط بنا دیا ہے۔"

"ڈونٹ وری مما! اب سے پہلے گو تم نارائن آپ پر تنویمی عمل کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے سیون بلڈرز نے کوبرا اور مہادھابی کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کر دیا تھا۔ آج رات بھی یہی ہو گا۔ ان دونوں کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیا جائے گا تو وہ آپ کے دماغ میں نہیں آ سکیں گے۔ میں کامیابی سے آپ پر عمل کر سکوں گی۔"

سونیا نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہ جانتی تھی ہر رات جمائلہ اس پر عمل کیا کرے گی۔ وہ ساری عمر بھی عمل کرتی رہتی تو اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ اس نے یہ ڈراما اس لیے پلے کیا تھا کہ خاص طور پر آج مہادھابی اور کوبرا کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا جائے تاکہ میں ان کے دماغوں میں پہنچ سکوں۔

وہ دونوں کھانے کے بعد بلڈرٹو کے بنگلے میں آئیں۔ وہاں دوسرے بلڈرز بھی موجود تھے۔ جمائلہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ تمام بلڈرز سونیا کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ واقعی ان کی معمولہ اور تابعدار بن چکی ہے یا نہیں؟

وہ بلا کی مکار تھی، دونوں ہاتھ باندھے ان کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ جمائلہ نے پوچھا۔ "آپ بیٹھتی کیوں نہیں؟"

سونیا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ان بلڈرز کو باری باری دیکھنے لگی۔ ایک بلڈر نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ سر جھکا کر ادب سے بولی۔ "میں آپ سب کی تابعدار ہوں۔ آپ کے برابر کیسے بیٹھ سکتی ہوں؟"

وہ سب خوشی سے کھل گئے۔ جمائلہ نے فخریہ انداز میں کہا۔ "آپ لوگوں نے دیکھا! میری مما کتنی اچھی ہیں؟ آپ انہیں بیٹھنے کا حکم دیں۔"

ایک بلڈر نے کہا۔ "میڈم! آپ تابعدار ضرور ہیں لیکن ہمارے ساتھ برابر کا درجہ رکھتی ہیں۔ پلیز۔ بیٹھ جائیں۔"

وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ ایک بلڈر نے جمائلہ سے کہا۔ "تمہاری موجودہ آگہی نے ہمیں الجھا کر رکھ دیا ہے۔ فی الحال وہ دونوں بہ خیریت ہیں لیکن تمہاری آگہی ضرور درست ہو گی۔"

بلڈر تھری نے پوچھا۔ "کیا تم بتا سکتی ہو کہ ان دونوں کی موت کس دن کس وقت واقع ہو گی؟"

جمائلہ نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ”اگر آگہی کے دوران میں کہیں مجھے کوئی گھڑی دکھائی دیتی اور کیلنڈر نظر آتا تو میں دن اور وقت کا حساب بھی بتا دیتی۔ مجھے جتنا معلوم ہوتا ہے۔ اتنا ہی بتا دیتی ہوں۔“

بلڈر فائیو نے کہا۔ ”ہمارے ذہنوں میں ایک تدبیر ہے کہ ہم ڈاؤ کوم کو برا کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کریں اور مہا دھابی کو اپنے اعتماد میں لے کر اسے اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ اس کے چور خیالات پڑھ کر ہمیں بتائے کہ اس کے اندر بغاوت پک رہی ہے یا نہیں؟“

جمائلہ نے کہا۔ ”جب میں نے آگہی میں یہ دیکھ لیا ہے کہ وہ باغی بن چکا ہے اور وہ خود اپنی زبان سے اعتراف کر رہا ہے تو پھر آپ لوگوں کو مہا دھابی پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس کے دماغ میں جا کر سچ معلوم کرے لیکن آپ لوگوں کو وہ سچ نہ بتائے، اگر وہ دونوں ہی باغی ہوں گے۔ تو ان میں بغاوت کے سلسلے میں گٹھ جوڑ ہوگا، ان دونوں میں سے کوئی آپ سے سچ نہیں بولے گا۔“

سونیا نے کہا۔ ”اگر اجازت ہو تو میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“

ایک نے کہا۔ ”میڈم! آپ تو کچھ زیادہ ہی تابعدار بن گئی ہیں۔ آپ کو بولنے سے کسی نے نہیں روکا ہے۔ جو بھی دل و دماغ میں آتا ہے آپ کھل کر ہمارے سامنے کہہ دیا کریں۔“

سونیا نے کہا۔ ”شکریہ۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ ان دونوں کو اعصابی کمزوری میں ضرور مبتلا کریں اور گوتم نارائن کے ذریعے ان پر تنویمی عمل کرائیں۔ جب وہ عمل کرتا رہے گا تو آپ سب چھپ کر سنتے رہیں گے۔“

وہ اس کی بات سے قائل ہونے لگے۔ وہ بولی۔ ”خیال خوانی کرنے والے خاموشی سے تنویمی عمل کرتے ہیں۔ ہم اور آپ نہیں جان سکتے کہ ان کا عمل ہمارے مفاد میں ہے یا نہیں؟ لیکن گوتم نارائن خیال خوانی نہیں جانتا ہے۔ وہ بہ آواز بلند تنویمی عمل کرے گا اور ہم سب چھپ کر سنتے رہیں گے۔“

ایک بلڈر نے اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ”یہ ہوئی ناں بات۔ عامل بلند آواز سے عمل کرتا رہے گا اور معمول بھی بلند آواز سے جواب دیتا رہے گا اور سب کچھ ہم سنتے رہیں گے۔ ہم سے کچھ بھی چھپا نہیں رہے گا۔“

دوسرے بلڈر نے کہا۔ ”ہمارے مسلح گارڈز ابھی ان دونوں کے بنگلے میں جائیں گے اور انہیں گن پوائنٹ پر رکھ کر اعصابی کمزوری کی دوا کھلائیں گے یا انجکشن لگائیں گے۔“

سونیا چاہتی تھی کہ یہ سب کچھ اتنی جلدی نہ ہو۔ پہلے میں اس کے دماغ میں پہنچوں گا۔ تب کرونا آئے گی اور ہم موجودہ حالات سے آگاہ کرے گی تاکہ ان دونوں کو اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوتے ہی ہم ان پر قابو پا لیں۔

ایک بلڈر سیکورٹی افسر کو بلا کر حکم دینا چاہتا تھا کہ کیا مہا دھابی اور کوبرا کو گرفتار کر لیا جائے۔ پھر انہیں گن پوائنٹ پر اعصابی کمزوری کا انجکشن لگایا جائے۔

سونیا نے کہا۔ ”جسٹ اے منٹ۔ میں ایک مشورہ دینا چاہتی ہوں۔“

انہوں نے کہا۔ ”یس میڈم! آپ کا مشورہ ہمارے لیے قیمتی ہوگا۔ آپ ہمیشہ پہلے تولتی ہیں پھر بولتی ہیں۔“

”میں یہ چاہتی ہوں کہ ان دونوں کو شام چھ بجے کے بعد اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جائے۔“

ایک نے پوچھا۔ ”آپ ایسا کیوں چاہتی ہیں؟“

”اس لیے کہ چھ بجے کے بعد جمائلہ تبدیل ہو جاتی ہے۔ پراسرار قوتوں کی مالک بن جاتی ہے۔ اگر ان دونوں کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوگی یا وہ دونوں کسی وجہ سے گوتم نارائن کے تابعدار نہ بن سکیں گے تو ہم جمائلہ سے کام لے سکیں گے۔ یہ ان پر عمل کر کے ان کے اندر کا بھید باہر نکال لائے گی۔“

سب ہی قائل ہوگئے۔ ایک نے کہا۔ ”واقعی قابل غور مشورہ ہے۔ شام چھ بجے کے بعد اگر ایک طرف سے ضرور کامیابی حاصل ہوگی تو جمائلہ کی طرف سے ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔ میڈم! آپ کی ذہانت کا تو جواب نہیں۔“

جمائلہ نے کہا۔ ”اس وقت تین بج رہے ہیں۔ ہم رات سے جاگ رہی ہوں۔ اب کچھ دیر سونا چاہتی ہوں۔ مجھے اجازت ہے؟“

”بے شک۔ تمہیں اور میڈم کو جا کر آرام کرنا چاہیے۔ کچھ بھی ہوگا اب شام چھ بجے کے بعد ہی ہوگا۔“

وہ دونوں اپنے بنگلے میں واپس آگئیں۔ سونیا نے کہا۔ ”اب آرام سے سو جاؤ۔ میں دوسرے بیڈ روم میں جا کر آرام کروں گی۔“

جمائلہ نے سامنے اپنے بنگلے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میں وہاں جا کر سونا چاہتی ہوں۔ شام تک آگہی کہتی ہے تو اس وقت تبدیلی کا وقت ہو چکا ہوگا، مجھے اسی بنگلے کے روم میں سونا چاہیے۔“

”اگر تم وہاں آرام اور اطمینان سے سو سکتی ہو تو وہیں جاؤ۔“

وہ سونیا کے قریب آئی۔ اس نے اس کے چہرے کو ہاتھ میں لے کر پیشانی کو چوما پھر کہا۔ ”اللہ حافظ۔“

”اللہ حافظ کہہ کر وہ وہاں سے جانے لگی۔ سونیا دروازے سے اسے دیکھتی رہی۔ جب وہ سامنے والے بنگلے میں جا کر اندھیرے سے اوجھل ہوگئی تو اس نے دروازے کو بند کر لیا۔ پھر آرام سے لیٹ گئی۔ اسے یقین تھا کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کے پاس ضرور آئے گا۔

تھوڑی دیر کے بعد کرونا سب سے پہلے آئی۔ سونیا نے ”میں بڑی بے چینی سے تم لوگوں کا انتظار کر رہی ”ابھی فرہاد کو بلاؤ اور تم بھی میرے اندر ہی رہو۔ مجھے کچھ کہنا ہے۔“

کرونا نے میرے پاس آ کر کہا۔ ”میں کرونا بول رہی ”

میں نے بڑی محبت سے کہا۔ ”آؤ بیٹی! تم نے ہمارے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ تم مجھ سے جو انعام چاہو میں تمہیں دوں گا۔“

وہ بولی۔ ”مجھے مما نے بہت بڑا انعام دیا ہے۔ وہی آپ سے چاہتی ہوں۔“

”انہوں نے کیا انعام دیا ہے؟“

”انہوں نے مجھے اپنی بیٹی بنا لیا ہے۔ میں انہیں مما کہا ہوں۔ کیا آپ کو پاپا کہہ سکتی ہوں؟“

”ہاں بیٹی! دل و جان سے کہہ سکتی ہو اور میں دل و جان سے بیٹی کہتا ہوں۔ آؤ! تمہاری مما کے پاس چلیں.....“

ہم دونوں سونیا کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے خیال خوانی کروں کو محسوس کر لیا۔ میں نے کہا۔ ”میں کرونا کے ساتھ آیا

”تم کہاں رہ گئے تھے؟ میں بڑی دیر سے انتظار کر رہی

”سوری مائی سویٹ ہارٹ! پچھلی رات سے جاگ رہا تھکن کے باعث سو گیا تھا۔ پھر ایک پارسوری۔“

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”اب بار بار سوری کہہ کر مجھے شرمندہ نہ کرو۔ میں نے کوبرا اور مہا دھابی کو ختم کر دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں انہیں ختم کرتی۔ جمائلہ کو خیال آگیا ہے کہ وہ دونوں مرنے والے ہیں۔“

سونیا ہمیں بتانے لگی کہ جمائلہ نے آگہی کی اسکرین پر مہا دھابی اور کوبرا کو کس طرح مرتے دیکھا ہے اور اب سیون بلڈرز ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں۔

میں نے کہا۔ ”یہ تو اچھی بات ہے کہ وہ اپنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کریں گے۔ اس طرح ہم ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔“

کرونا نے کہا۔ ”میں نے مما کو پہلے ہی بتایا ہے کہ گوتم نارائن میرا معمول اور تابعدار بنا ہوا ہے ہم اس کے ذریعے بھی ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کر سکتے تھے۔ اچھا ہے کہ سیون بلڈرز خود ہی ہمارے لیے راستہ ہموار کر رہے ہیں۔“

سونیا نے مجھ سے کہا۔ ”میں نے تمہیں جمائلہ کی بہت سی پراسرار صلاحیتوں کے بارے میں بتایا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ کوئی دشمن اس کا سامنا نہ کرے اور چھپ کر رہنا چاہے تب بھی وہ اس دشمن تک پہنچ جاتی ہے۔“

میں نے کہا۔ ”تم اس کے خلاف بہت کچھ کر رہی ہو پھر وہ تمہاری مخالفانہ حرکتوں کو کیوں نہیں سمجھ پا رہی ہے؟ تمہیں دشمن کیوں نہیں سمجھ رہی ہے؟“

”اس لیے کہ میں اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑ رہی ہوں۔“

کرونا نے کہا۔ ”یہ بات تو ہے۔ ہم اس کے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں، اگر دشمنوں کے خلاف اسے کوئی ثبوت مل جائے تو وہ آواز یا ثبوت کے ذریعے ان تک پہنچ جاتی ہے۔“

سونیا نے کہا۔ ”یہی تو میں کہنا چاہتی ہوں۔ پہلے سوچ رہی تھی کہ کوبرا اور مہا دھابی کو خود ہلاک کروں گی اور اپنے پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑوں گی۔ اب جب کہ کرونا بھی ہے تم بھی ہو تو تم دونوں ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں موت کے گھاٹ اتار سکتے ہو۔ ایک تو تم دونوں اس سے ہزاروں میل دور ہو۔ وہ کبھی معلوم نہیں کر سکے گی کہ خیال خوانی کے ذریعے انہیں جہنم میں پہنچایا گیا ہے۔“

”اسے جو آگہی ملی ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مہا دھابی اور کوبرا کی موت کس طرح ہوگی ہے۔ یہ کسی کو معلوم نہیں ہو سکے گا۔“

سونیا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”فرہاد! تمہیں یہاں میرے پاس نہیں آنا چاہیے۔“

”یہ کیا کہہ رہی ہو؟“

ہم یہ جانتے ہیں کہ جمائلہ رات کے وقت اپنے دشمنوں تک پہنچ جاتی ہے۔ تم یہاں اس ملک میں، اس شہر میں رہو گے تو اس سے چھپ کر نہیں رہ سکو گے۔“

کرونا نے کہا۔ ”پاپا! آپ اس پہلو پر غور کریں اسے آگہی ملتی رہتی ہے۔ یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ آپ اس سے دشمنی کرنے کے لیے یہاں آگئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ

مما کسی سے چھپ کر ملتی ہیں۔ اس قسم کی کوئی آگہی اسے ملے گی تو وہ مما پر بھی شبہ کرنے لگے گی۔"

سونیا نے کہا۔ "تم سے اور بچوں سے ملنے کے لیے میرا دل تڑپ رہا ہے لیکن تم سے ملنے کے لیے میں تمہیں کسی بھی خطرے سے دوچار کرنا نہیں چاہتی۔"

میں نے کہا۔ "میں بھی جمائلہ کو ایک کمزور اور کم سن لڑکی نہیں سمجھ رہا ہوں۔ مجھے اندازہ ہو چکا ہے کہ وہ رات کے وقت کیسی غضب ناک اور ناقابلِ شکست ہو جاتی ہے۔ ہم اپنی قوت سے یا ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے اسے شکست نہیں دے سکیں گے۔ ذہانت سے کام لے کر شاید اسے کمزور بنا سکیں یا مجبور بنا سکیں۔ یہ بعد کی بات ہے۔ سوچنا یہ ہوگا کہ اس کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ میں اس پہلو پر غور کر رہا ہوں پھر فیصلہ کروں گا کہ مجھے تمہارے پاس آنا چاہیے یا نہیں؟"

"میں تو یہی مشورہ دوں گی کہ کنسڈر کرو۔ تمہارے نہ آنے سے بھی کوئی فرق اس لیے نہیں پڑے گا کہ یہاں نہ ہوتے ہوئے بھی تم اس وقت میرے پاس ہو بالکل قریب ہو، جب چاہو گے میرے اندر پہنچتے رہو گے۔"

کرونا نے کہا۔ "مما! میں جارہی ہوں۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ بھی ذرا آرام کریں۔ شام چھ بجے کے بعد جمائلہ تبدیل ہوگی۔ ادھر دو خیال خوانی کرنے والوں کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جائے گا۔ ادھر ہم اپنے طور پر کارروائی کریں گے۔ شام کا اندھیرا پھیلتے ہی بہت کچھ ہونے والا ہے۔ پاپا! آپ بھی مما کو آرام کا مشورہ دیں۔ اچھا گڈ بائے۔ سی یو سوفار۔"

وہ چلی گئی۔ ہم دونوں کے آنے سے سونیا اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ میں نے کہا۔ "کرونا کا مشورہ مناسب ہے۔ تم کم از کم ایک آدھ گھنٹے کی نیند لے لو۔ جاگنے کے بعد فریش ہو جاؤ گی۔ میں ایک گھنٹے کے بعد آؤں گا۔"

پھر میں دماغی طور پر اپنی جگہ پر حاضر ہو گیا۔ میں نے پچھلے باب میں ذکر کیا تھا کہ اعلیٰ بی بی دہلی سے ممبئی تک ایک جوان مراد علی باچا کے ساتھ سفر کرتی رہی تھی۔ مراد کے بارے میں بھی بہت کچھ بیان ہو چکا ہے۔ میں دوبارہ سونیا کے پاس جانے سے پہلے مراد کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ مراد کی وجہ سے اعلیٰ بی بی آیندہ سنگین حالات سے گزرنے والی ہے۔

مجھے اور میری بیٹی عالی کو یہ شبہ تھا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مراد کو ٹریپ کیا ہے۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر رکھا ہے اور اب اس کے ذریعے عالی کو ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔

پہلے شبہ تھا کہ دردان ایسا کر رہا ہے۔ اب وہ شبہ رفع ہو چکا تھا۔ میں نے دردان کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تو میرے مطالعے اور خیالات نے بتایا تھا کہ وہ اپنے مہاگرو دیوکی کے مطابق انڈیا چھوڑ چکا ہے اور وہ کسی مراد علی باچا کو نہیں جانتا ہے۔

مراد علی باچا پاکستان کے ایک سرحدی علاقے سے آیا تھا۔ بہت ہی سیدھا سادا سا جوان تھا۔ لیکن دہلی پہنچتے ہی اس کے اندر اچانک تبدیلیاں آ گئی تھیں۔

اس نے اپنی زندگی میں کبھی ایک چھوٹی سی چوری بھی نہیں کی تھی لیکن دہلی پہنچنے کے بعد اس نے ایک عورت کے تعاون سے ہوٹل کے مالک کو لوٹ لیا تھا۔ لاکھوں روپے حاصل کیے تھے۔ بہت تجربے کار مجرم ہی لاکھوں روپے ڈکیتی کرتے ہیں۔ جب کہ وہ تو بالکل اناڑی تھا۔

عالی نے اس سے پوچھا تھا۔ "جب تم اتنے سیدھے سادے بھولے بھالے ہو تو تم نے اتنی بڑی ڈکیتی کیسے کی؟"

اس نے بے بسی سے سر ہلا کر کہا۔ "میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ میں نے اتنا بڑا کام کیسے کر لیا؟"

مراد کے اندر دوسری مضحکہ خیز تبدیلی یہ آئی تھی کہ وہ لڑکی سے محبت نہیں کر سکتا تھا۔ جب بھی محبت کرنے اس کے قریب جاتا تھا تو اس کے اندر زنانہ پن پیدا ہو جاتا تھا اور وہ ہٹا کٹا جوان مرد ہو کر عورتوں کی طرح مٹک مٹک کر اٹھنے لگتا تھا۔

اس تبدیلی نے مراد کو بہت پریشان کیا ہوا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ اپنے وطن واپس چلا جائے گا۔ ہمیشہ کے لیے انڈیا چھوڑ دے گا لیکن وہ اپنی مرضی اور مزاج کے خلاف واپس جانے کے بجائے دہلی سے ممبئی جا رہا تھا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ جبراً ممبئی کیوں جا رہا ہے۔

اگر چودہ سوات میں دن رات انڈین فلمیں دیکھتا تھا۔ وہاں کی ہیروئینوں کو بہت پسند کرتا تھا۔ ان سے ملاقات کرنا چاہتا تھا، یہی جذبہ لے کر وہ انڈیا آیا تھا اور آ کر پھنس گیا تھا۔

میں دیکھ رہا تھا کہ عالی اس کی طرف مائل ہو گئی ہے۔ اسے پسند کر رہی ہے۔ وہ یقین سے کہہ رہی تھی کہ ضرور اس کسی نے ٹریپ کیا ہے۔ جب وہ اپنے مزاج کے خلاف مجرمانہ حرکتیں کرتا ہے یا مرد سے محبت نہیں کر پاتا ہے تو یقیناً کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں چھپا ہوا ہے اور اس سے ایسی حرکتیں کرواتا ہے۔

عالی نے کہا۔ "پاپا! ہم کسی بھی طرح اس جوان کو اس پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والے سے نجات دلائیں گے۔ پتا نہیں، کس نے اسے اپنے زیر اثر رکھا ہے۔"

میں نے مشورہ دیا "تم اس کے ساتھ ممبئی جا رہی ہو۔ وہاں اس کے قریب رہ کر دوستی کرو۔ پھر موقع پا کر اس پر تنویمی عمل کرو۔ ایسے وقت میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا، ہم سب سے پہلے اسے کسی کے تنویمی عمل سے نجات دلائیں گے اور معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ کس نے اسے تابعدار بنا رکھا تھا؟"

عالی اس کے ساتھ ممبئی پہنچ گئی تھی۔ ایک ہوٹل میں انہوں نے الگ الگ کمرے کرائے پر حاصل کیے تھے۔ وہاں وہ اس پر کسی وقت بھی تنویمی عمل کر سکتی تھی۔ اسے صرف میرا انتظار تھا۔

میں نے اس کے پاس پہنچ کر کہا۔ "بیٹی! میں آ گیا ہوں، تم اس کے دماغ میں پہنچو۔"

وہ بے چارہ یوگا کا ماہر نہیں تھا، حالانکہ اچھا تگڑا جوان تھا لیکن سگریٹ نوشی کی عادت تھی۔ جو اس سے چھوٹتی نہیں تھی۔ اسی لیے وہ یوگا کی مشقیں نہیں کرتا تھا۔

ہم باپ بیٹی اس کے اندر پہنچ گئے۔ بڑی دیر تک خاموش رہ کر معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ شاید کوئی اس کے اندر چھپا ہوا اور کسی ضرورت کے تحت اس سے بولتا بھی ہو لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ہمیں وہاں کسی کی موجودگی کا علم نہیں ہو سکا۔

عالی نے تھپک تھپک کر اسے سلا دیا۔ اسے اپنی طرف مائل کرتے کرتے تنویمی عمل کرنے لگی۔ ایسے وقت دماغ کے چور دروازے کھل جاتے ہیں۔ کوئی بات اندر چھپی نہیں رہتی۔

میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ چپ چاپ معلوم کر رہا تھا کہ پہلے اس پر کسی نے تنویمی عمل کیا ہے یا نہیں؟

عالی یہی سوال اپنے عمل کے دوران میں کر رہی تھی۔ اس نے جواب دیا۔ "مجھ پر کسی نے تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔"

"پھر اپنے مزاج کے خلاف حرکتیں کیوں کرتے ہو؟"

"میں نہیں جانتا۔ بہت پریشان ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیوں کرتا ہوں؟"

"کیا ایسے وقت تمہیں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی تمہارے اندر ہے اور تمہیں ایسا کرنے پر مجبور کرتا ہے؟"

"ہاں۔ مجھے ایسا لگتا ہے، جیسے میری ذہنی رَو بہک رہی ہے اور میں بے بس ہو رہا ہوں۔"

جو لوگ ایب نارمل ہوتے ہیں۔ ان کی ذہنی رَو کبھی کبھی بہکتی ہے اور آپ ہی آپ ایسا ہوتا ہے۔ اس کی وجوہات سمجھ میں نہیں آتیں۔

عالی نے طرح طرح سے گھما پھرا کر سوالات کیے، جواب ایک ہی ملا کہ اس پر کسی نے تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔ وہ کسی کے زیر اثر نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کے دماغ میں آ کر کبھی کچھ بولتا ہے۔

ان حالات میں ہمیں یقین کرنا پڑا کہ اس کے اندر کوئی نہیں بولتا ہے اور نہ ہی اس پر کسی نے تنویمی عمل کیا تھا۔ عالی نے ایک مخصوص لب و لہجہ اس کے دماغ میں نقش کرنے کے بعد کہا۔ "صرف اس لب و لہجے سے کوئی تمہارے اندر آئے گا تو تم اسے محسوس نہیں کرو گے۔ ورنہ تمہارا دماغ حساس رہے گا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی تم سانس روک لیا کرو گے اور آنے والوں کو بھگا دیا کرو گے۔"

عالی نے اسے تنویمی نیند سلا دیا۔ آیندہ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ جب اس کا دماغ لاک رہے گا اور کسی کے لیے اس کے اندر آنے کی گنجایش نہیں رہے گی تب وہ ہمیشہ نارمل رہے گا یا پہلے کی طرح کبھی کبھی ایب نارمل ہو جایا کرے گا؟

اس مقام پر میں یہ واضح کر دوں کہ ہم باپ بیٹی دھوکا کھا رہے تھے۔

☆☆☆

سورج ڈوب رہا تھا۔ شام کے سائے گہرے ہوتے ہوتے تاریک ہو چکے تھے۔ دن کی آنکھیں بند ہوئیں۔ تاریکی کے ساتھ ہی جمائلہ نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھی۔

دو رات ہوتے ہی ایک بار شاور لیتی تھی اور لباس تبدیل کر لیتی تھی۔ کم سے کم لباس میں ہی رہا کرتی تھی۔ وہ باتھ روم میں آ گئی۔ نہانے کے دوران سوچنے لگی۔ "میڈم سونیا میرے لیے بہت اہم ہیں۔ مجھے ہر رات سب سے پہلے ان پر تنویمی عمل کرنا چاہیے۔ میں بلا ناغہ ہر رات یہ کرتی رہوں گی تو وہ ہمیشہ میری ہی گرفت میں رہا کریں گی۔"

پھر اسے یاد آیا کہ ابھی ژاؤ کوم کو برا اور مہادھابی کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جائے گا۔ ایسے وقت مجھے ان دونوں کی طرف توجہ دینی ہوگی۔

وہ غسل کر کے کمرے میں آئی۔ الماری کھول کر ایک مختصر سے لباس کو نکالا پھر اسے پہن کر صندوق کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے اندر ابوالہول اس کا منتظر تھا کہ وہ اسے کھولے گی اور

اپنے دیوتا کا دیدار کرے گی اور اس کی پرستش کرے گی۔

ابھی وہ نہیں جانتی تھی کہ صندوق کے اندر اس کے دیوتا کا کیا حشر ہو چکا ہے؟

وہ لباس پہن کر آئینے کے سامنے آئی، بالوں کو برش کیا۔ چہرے کو ہلکے سے میک اپ کے ذریعے نکھارا پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی صندوق کے پاس آئی۔

اب اسے حقیقت معلوم ہونے والی تھی، اسے بہت زبردست شاک پہنچنے والا تھا اور وہ نہ جانے کیسے غیظ و غضب میں مبتلا ہونے والے تھی اور کیسی قیامت ڈھانے والی تھی؟

اس نے صندوق کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ اسے کھولنے سے پہلے سر کو جھکا کر اپنی پیشانی صندوق سے لگائی۔ وہ بڑی عقیدت مندی سے ایسا کرتی تھی۔ پھر اس نے صندوق کی کنڈی کو ہاتھ لگایا۔ اسے کھولنا چاہا۔ اسی وقت فون کا بزر بولنے لگا۔

اس کا ہاتھ رک گیا۔ اس نے پلٹ کر بیڈ کی طرف دیکھا۔ وہاں رکھا ہوا موبائل فون اسے پکار رہا تھا۔ اس نے ناگواری سے سوچا۔ پھر صندوق کو چوم کر وہاں سے اٹھ گئی۔

اس وقت کوئی ضروری فون ہی ہو سکتا تھا۔ یا تو میڈم سونیا اسے مخاطب کر رہی تھیں یا سیون بلڈرز میں سے کسی کا فون ہو سکتا تھا۔

اس نے موبائل کو اٹھا کر نمبر پڑھے۔ بلڈر ٹو اسے مخاطب کر رہا تھا۔ اس نے فون کو آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''یس باس! میں جمائلہ بول رہی ہوں۔''

بلڈر ٹو نے کہا۔ ''ہم تمہارے تبدیل ہونے کا ہی انتظار کر رہے تھے۔ اب ہمارے آدمی مہادھابی اور کوبرا کے بنگلوں کو چاروں طرف سے گھیرنے جا رہے ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔ میں بالکل الرٹ رہوں گی۔ کوئی گڑبڑ ہو گی تو فوراً ہی ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس پہنچ جاؤں گی۔''

''نہیں جمائلہ! ہم کوئی رسک لینا نہیں چاہتے۔ ہم تمام بلڈرز کا فیصلہ یہ ہے کہ تم ابھی مہادھابی کے بنگلے میں جاؤ اور میڈم سونیا کو ژاؤ کوم کوبرا کے بنگلے میں بھیج دو۔ تم دونوں وہاں رہو گی تو انہیں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنے کا موقع نہیں دو گی۔''

اس نے سر گھما کر صندوق کی طرف دیکھا پھر کہا۔ ''اوہ باس! سونیا پر دوبارہ تنویمی عمل کرنا ضروری ہے۔ میں ابھی اس پر عمل کرنے ہی جا رہی تھی۔''

''پلیز جمائلہ۔! تم ہمیشہ ہماری وفادار رہی ہو۔ ہر بات مانتی رہی ہو۔ ابھی بحث نہ کرو۔ ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے قابو میں لانے کے بعد سونیا پر تنویمی عمل کر سکتی ہو۔ اس کام کے لیے ابھی بہت رات پڑی ہے۔''

''اچھی بات ہے۔ میں ابھی میڈم سونیا سے کہتی ہوں کہ ہم ایک گھنٹے کے اندر تیار ہو کر مہادھابی اور کوبرا کے بنگلوں پر پہنچیں گے۔''

اس نے فون کو بند کرتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں سونیا دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر چونک گئی۔ سونیا نے مسکرا کر کہا۔ ''تم منہ پر تو مما کہتی ہو اور پیٹھ پیچھے میڈم سونیا؟''

اس نے ہکلا کر کہا۔ ''نو میڈم.....!''

پھر سنبھل کر بولی۔ ''میرا مطلب ہے۔ نہیں مما! میں تو آپ کو ہر جگہ مما ہی سمجھتی ہوں۔ مما ہی کہتی ہوں۔ وہ تو تمام بلڈرز آپ کو میڈم سونیا کہتے ہیں۔ اس لیے روانی میں بھی کہہ جاتی ہوں۔''

وہ قریب آ کر اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے بولی۔ ''تم تو پریشان ہو گئیں؟ میں تو مذاق کر رہی تھی۔ تم دنیا والوں کے سامنے میڈم سونیا کہہ سکتی ہو۔ میں یہ اچھی طرح جانتی ہوں کہ تم مجھے دل سے تو مما ہی سمجھتی ہو۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''مما۔! آپ بہت اچھی ہیں۔''

''تم بھی تو بہت اچھی ہو۔ میری ہر بات مان لیتی ہو۔ میں نے کہا تھا نا کہ مجھے یہ مختصر سا لباس بالکل پسند نہیں ہے۔ کوئی دوسرا لباس پہن لو میری جان!''

اس نے بے چون و چرا اس کی بات مان لی۔ الماری کھول کر دوسرا لباس نکال کر پہن لیا۔ ژاؤ کوم کوبرا اور مہادھابی کی رہائش گاہیں مختلف علاقوں میں تھیں۔ وہ دونوں اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر ان کے بنگلوں میں پہنچ گئیں۔

ان بنگلوں کے اطراف مسلح گارڈز موجود تھے۔ انہوں نے سونیا کو دیکھ کر سیلوٹ کیا۔ وہ بولی۔ ''آؤ اندر چلو۔''

ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کال بیل کے بٹن کو دبایا پھر انتظار کرنے لگا۔ سونیا نے دروازے پر ایک لات ماری تو پتا چلا کہ وہ اندر سے بند نہیں تھا، کھلتا چلا گیا۔ وہ سب اپنی اپنی گن سنبھال کر اندر آئے پھر اس بنگلے کے ہر حصے میں پہنچ کر ژاؤ کوم کو برا کو پکارنے لگے۔ کہیں سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ بنگلا اس کے وجود سے خالی تھا۔

سونیا نے موبائل فون کے ذریعے جمائلہ سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''کوبرا یہاں نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے، اسے پہلے سے

بھنک پڑ گئی تھی کہ اسے اعصابی طور پر کمزور کیا جائے گا۔ اسی لیے وہ فرار ہو گیا ہے۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''مجھ سے بچ کر کہاں جائے گا؟ میں اس کے پیچھے جاتی ہوں۔ مما! مہادھابی کے بنگلے میں چلی آئیں۔''

وہ اپنی کار میں بیٹھ کر ادھر چلنے لگی۔ میں نے اس کے پاس آ کر پوچھا۔ ''کیا ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خلاف آپریشن شروع ہو چکا ہے؟''

''ہاں۔ لیکن کوبرا کہیں فرار ہو گیا ہے۔ ویسے جمائلہ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکے گا۔ وہ اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعے اسے ڈھونڈ ہی نکالے گی۔''

کرونا بھی سونیا کے پاس آ گئی۔ اس نے کہا۔ ''مما! کیا آپ جانتی ہیں کہ ژاؤ کوم کو برا اپنے بنگلے سے فرار ہو چکا ہے؟''

''ہاں۔ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے۔ اس نے فرار ہو کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ رات کے وقت جمائلہ شیطانی قوتوں کے ذریعے کسی کے پاس بھی پہنچ جاتی ہے۔''

کرونا نے کہا۔ ''جمائلہ سے پہلے میں اس کے پاس پہنچی ہوئی ہوں۔''

سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا واقعی؟''

''ہاں۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ گوتم نارائن میرا معمول اور تابعدار ہے۔ میں نے گوتم کو اس کے پیچھے لگا دیا ہے۔ وہ دونوں لوبو بن شہر سے دور بلکہ اس ملک سے دور نکل جانا چاہتے ہیں۔ وہ دونوں ہی جمائلہ کی پراسرار قوتوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔''

''کوبرا کو اس ملک سے باہر جانے کا موقع نہ دو۔ فرہاد! تم کرونا کے ساتھ گوتم نارائن کے دماغ میں جاؤ پھر اس کے ذریعے کوبرا کو ٹریپ کرو۔''

''ٹھیک ہے۔ میں اس کے پاس جاتا ہوں۔''

''جسٹ اے منٹ۔ جمائلہ کو آگہی کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ کوبرا باغی ہو کر ان چھ بلڈرز کے سامنے آئے گا اور انہیں گولی مارنا چاہے گا۔ ایسے میں خود موت کو گلے لگا لے گا۔ تم دونوں یہی کرو۔ اسے کسی طرح ان چھ بلڈرز کے سامنے پہنچا دو تاکہ جمائلہ کی آگہی درست ہو جائے۔''

''ہاں۔ یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ جمائلہ کو شبہ بھی نہیں ہو گا کہ کوبرا کو ہم نے اس کی موت کی طرف بھیجا تھا۔ او کے۔ ہم جا رہے ہیں۔''

میں کرونا کے ساتھ گوتم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دونوں کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور کوبرا تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔

گوتم کی سوچ نے بتایا کہ پہلے وہ ایرپورٹ گئے تھے لیکن پتا چلا کہ اس ملک سے باہر جانے کے لیے اگلی فلائٹ چار گھنٹے بعد ملے گی۔

انہیں یہ اندیشہ تھا کہ چار گھنٹے کے اندر ان کے فرار ہونے کا علم سیون بلڈرز کو ہو جائے گا۔ وہ جمائلہ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے۔ پھر وہ اس کی شیطانی نظروں سے بچ کر نہیں جا سکیں گے۔

اب وہ اس ملک کے بارڈر کی طرف جا رہے تھے، دو گھنٹے کے اندر وہ سرحد پار جا سکتے تھے اور اس طرح جمائلہ کی شیطانی قوتوں سے پیچھا چھڑا سکتے تھے۔

گوتم نارائن نے میری مرضی کے مطابق اپنے لباس کے اندر سے ریوالور نکالا پھر کوبرا کا نشانہ لے کر کہا۔ ''گاڑی روک دو۔''

اس نے فوراً ہی گاڑی روکی، حیرانی سے گوتم کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ کیا حرکت ہے؟ تم مجھے گولی مارو گے؟ میں تمہارا ساتھ دے رہا ہوں۔ اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے آئندہ بھی تمہارے کام آؤں گا۔''

اس نے کہا۔ ''میرے نہیں کسی اور کے کام آؤ۔ اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔''

''گوتم! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کس کی بات کر رہے ہو؟ کون میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے؟''

''میں نہیں جانتا، وہ کون ہے؟ تم اسے اندر آنے دو۔ پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''نہیں۔ میں کسی کو اپنے اندر آنے نہیں دوں گا۔ وہ مجھے اپنا تابعدار بنا لے گا۔ پلیز۔ یہ مذاق مت کرو۔ یہ ریوالور سامنے سے ہٹاؤ۔ گولی چل جائے گی۔''

''ہاں۔ گولی چلے گی۔ تم زخمی ہو جاؤ گے۔ پھر وہ آسانی سے تمہارے اندر آ جائے گا۔ کیا یہ دانش مندی نہیں ہے کہ مجھ سے کوئی زخم نہ کھاؤ اور دوستانہ انداز میں اسے اپنے اندر آنے دو؟''

وہ گھور کر ریوالور کی طرف دیکھ رہا تھا۔ گوتم نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''اگر تم ہیرو بننے کی کوشش کرو گے میرے ریوالور پر جھپٹنا چاہو گے تو اس سے پہلے ہی گولی چل جائے گی۔ ہو سکتا ہے، وہ گولی تمہارے بازو میں نہ لگے سینے میں اتر جائے۔ تب کیا ہو گا؟''

"پلیز گوتم! مجھے مشکل میں نہ ڈالو۔ ایسا نہ کرو۔"

"میں آخری بار کہہ رہا ہوں۔ اسے دماغ میں آنے دو گے یا نہیں؟ میں تین تک گنتا ہوں۔ تین کہتے ہی گولی چلا دوں گا۔"

اس نے چند سیکنڈ کے بعد ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی، اور اس کے قریب سے گزرتی ہوئی کھڑکی سے باہر چلی گئی۔ وہ خوف سے لرز گیا۔

گوتم نے کہا۔ "میں تین کہنے کے بعد تمہیں گولی ماروں گا اس سے پہلے تمہیں یقین دلانے کے لیے فائر کرتا رہوں گا۔"

اس کے تین کہنے سے پہلے ہی وہ لرزتے ہوئے بولا۔ "گولی نہ چلاؤ۔ اسے میرے پاس آنے دو۔ میں اس سے بات کروں گا۔"

میں فوراً ہی اس کے اندر گھس گیا۔ اس نے ایک گہری سانس لی۔ اس سے پہلے کہ گھبرا کر سانس روک لیتا اور مجھے باہر جانے پر مجبور کرتا۔ میں نے ایک ہلکا سا جھٹکا اس کے اندر دیا، وہ چیخ مار کر تڑپتا ہوا سیٹ اور اسٹیئرنگ کے درمیان نیچے گر پڑا۔

میں نے کہا۔ "میں تمہیں زیادہ تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم سانس روکنے اور خیال خوانی کرنے کے قابل نہ رہو۔"

اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "تم آہستہ سے اٹھو اور گوتم کی سیٹ پر جا کر بیٹھو۔ وہ تمہاری سیٹ پر آ کر ڈرائیو کرے گا۔"

دونوں نے میرے احکامات کی تعمیل کی۔ وہ گوتم کی سیٹ پر آ کر پشت سے ٹیک لگا کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ کرونا گوتم کو کنٹرول کرنے لگی۔ وہ ہماری مرضی کے مطابق گاڑی کو واپسی کے راستے پر موڑ کر لوبن کی طرف جانے لگا۔

جب اس کے دماغ کی تکلیف کچھ کم ہوئی تو اس نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "تم ان بسکس بلڈرز کے پاس جا رہے ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "میں موت کے منہ میں جانا نہیں چاہتا۔ تم خواہ مخواہ مجھ سے دشمنی کیوں کر رہے ہو؟"

"تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ یہاں سے دور نہ جاؤ۔ ورنہ جمائلہ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔"

"میں لوبن جاؤں گا تو وہ فوراً ہی میری شہ رگ تک پہنچ جائے گی۔"

"تمہارے پاس بھرا ہوا ریوالور ہے۔ تم بھی اسے گولی مار سکتے ہو۔ وہ شیطانی قوتیں رکھنے والی تمہیں فائرنگ سے نہیں روک سکے گی۔"

"یہ تو ٹھیک ہے، لیکن سیون بلڈرز کے جاسوس مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے۔ وہ مجھے پکڑ لیں گے اور فوراً ہی گولی مار دیں گے۔"

"تم یہاں سے سیدھے بلڈرٹو کے بنگلے میں جاؤ۔ وہاں جتنے بھی بلڈرز ہوں، ان سے کہو کہ وہ تمہارے ساتھ ناانصافی کرتے رہے ہیں۔ تم ان کے وفادار ہے لیکن انہوں نے تمہیں ایک بار اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا۔ دوسری بار پھر کرنا چاہتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ لوبن میں دو اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے پہنچے ہوئے ہیں۔ وہ کسی وقت بھی تمہیں اپنی گرفت میں لے کر اپنا تابعدار بنا سکتے ہیں۔"

"وہ میری کوئی بات نہیں سنیں گے۔ مجھے گولی مار دیں گے۔"

"تمہارے ہاتھ میں بھی ریوالور ہوگا۔ تم مرتے مرتے ان میں سے دو چار کو مار سکتے ہو۔ جب تمہیں ایسے بھی مرنا ہے اور ویسے بھی مرنا ہے تو اپنے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے مرو۔"

وہ دشمنوں کے درمیان جانا نہیں چاہتا تھا۔ مرنا نہیں چاہتا تھا، کوئی تدبیر سوچ رہا تھا کہ کسی طرح میری گرفت سے نکل بھاگے؟

میں نے کہا۔ "سوچو۔ تمہارا ذہن جتنی دور تک سوچ سکتا ہے۔ جتنی مکاریاں تم رکھا سکتے ہو دکھاؤ۔ میں صرف ایک ہی کام کروں گا اور وہ یہ کہ تمہیں دماغی توانائی حاصل کرنے نہیں دوں گا۔ تم جیسے ہی سانس روکنے اور توانائی حاصل کرنے کے قابل ہو گے تو پھر زلزلہ پیدا کروں گا۔"

وہ لوبن شہر میں داخل ہو گئے تھے۔ جمائلہ کو جب معلوم ہوا کہ کوبرا فرار ہو گیا ہے تو وہ ایک جگہ شانت ہو کر بیٹھ گئی۔ خلا میں تکنے لگی۔ کوبرا کا تصور کرتے ہوئے یہ دیکھنے لگی کہ وہ کہاں ہے اور کن راستوں سے گزر رہا ہے؟

اس کی نگاہوں کے سامنے دھندسی چھانے لگی۔ اس دھند میں کوبرا اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا کار ڈرائیو کر رہا تھا اور اس کے ساتھ والی سیٹ پر گوتم بجھی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دونوں ہائی وے پر جا رہے تھے۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ ہارڈر کراس کر کے اسپین جانا چاہتے ہیں۔

وہ فوراً ہی اپنی کار میں بیٹھ کر ادھر جانے لگی۔ شہر سے باہر

ہائی وے پر کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے دور تک دیکھا پھر ایک طرف گاڑی روک کر دوبارہ کوبرا کو تصور میں دیکھنے لگی۔

اس بار گوتم اسٹیئرنگ سیٹ پر نظر آیا اور اس کے ساتھ والی سیٹ پر کوبرا یوں بیٹھا ہوا تھا، جیسے بیمار ہو گیا ہو۔

جمائلہ اس کے دماغ کے اندر گھس کر یہ معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ میں اسے ٹریپ کر رہا ہوں اور شہر واپس لے جانے کے لیے دوسرا راستہ اختیار کر رہا ہوں۔ اگر ہائی وے پر اسے واپس لے جاتا تو جمائلہ سے ضرور ٹکراؤ ہوتا۔ میں نے ایسا ہونے نہیں دیا تھا۔

جمائلہ ہائی وے پر بہت دور نکل آئی تھی۔ جھنجلا رہی تھی۔ اس نے اپنی کار کو واپسی کے لیے موڑ لیا۔ راستہ بدل کر اسی سڑک پر جانے لگی۔ جس پر میں کوبرا کو شہر کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس سے بہت پہلے ہی بلڈرٹو کے بنگلے کے سامنے پہنچ گیا تھا۔

احاطے کے بڑے گیٹ پر مسلح گارڈز تھے۔ وہ کوبرا کو پہچانتے تھے، انہوں نے اسے دیکھ کر سیلوٹ کیا۔ پھر گیٹ کھول دیا۔ گوتم ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے کے دروازے کے سامنے پہنچا۔ کرونا نے گوتم کو کار میں ہی بٹھائے رکھا۔ کوبرا میری مرضی کے مطابق کار سے نکل کر ہاتھ میں ریوالور لیے دروازے پر آیا۔ مسلح گارڈ نے اسے روکتے ہوئے کہا۔ "جسٹ اے منٹ۔ میں باس کو انفارم کرتا ہوں۔"

وہ دروازے پر لگے ہوئے مائیک کا بٹن دبا کر اندر بیٹھے ہوئے تمام بلڈرز کو اطلاع دینا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی کوبرا نے میری مرضی کے مطابق اسے گولی ماردی۔ پھر ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ اندر کوریڈور میں دو مسلح گارڈز تھے۔ انہوں نے یہی سمجھا کہ اسے اندر آنے کی اجازت مل گئی ہے، تب ہی باہر کے گارڈ نے تالا کھولا ہے۔

وہ کوریڈور سے گزرتا ہوا ایک دروازے کو کھول کر اندر آیا تو بڑے سے ہال میں چھ بلڈرز بیٹھے ہوئے تھے۔ اس ہال کے ایک ایک گوشے میں ایک ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔

تمام بلڈرز اسے دیکھتے ہی چونک گئے۔ ایک دم سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ کوبرا نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور کو پکڑ کر ان کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "خبردار! کوئی مجھ پر گولی چلائے گا تو میں ان بلڈرز پر فائر کھول دوں گا۔"

ایک بلڈر نے حیرانی سے کہا۔ "اوہ گاڈ! جمائلہ کی آگہی بالکل درست ہوا کرتی ہے۔ اس وقت بھی وہی ہو رہا ہے جو اس نے ہم سے کہا تھا۔"

بے شک جمائلہ نے یہی کہا تھا۔ لیکن وہ خود یہ نہیں جان سکی تھی کہ کوبرا باغی بن کر نہیں آئے گا بلکہ میں اس کے اندر چھپ کر اسے وہاں پہنچاؤں گا۔ وہ آگہی کے وقت لوگوں کو ظاہری حالت میں تو دیکھ سکتی تھی لیکن ان کے اندر پہنچ کر یہ معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ خیال خوانی کرنے والے ان کے اندر پہنچ کر کیا کر سکتے ہیں؟

ایک بلڈر نے کہا۔ "کوبرا! تم بہت ہی احمقانہ حرکت کر رہے ہو۔ جب کہ دیکھ رہے ہو کہ چاروں طرف سے گن پوائنٹ پر ہو۔ ہم میں سے کسی ایک پر ہی گولی چلا سکو گے۔ اس کے بعد حرام موت مرو گے۔"

دوسرے بلڈر نے کہا۔ "ہم نے ہمیشہ تمہاری قدر کی ہے اب بھی کریں گے۔ گن پھینک دو اور سہولت سے بات کرو۔"

وہ غصے سے بولا۔ "میں سہولت سے کیا بات کروں؟ تم لوگ ابھی مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتے تھے۔ یہ بھول گئے تھے کہ یہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے، اب وہ کہیں گم ہو گئے ہیں۔ لیکن میری دماغی کمزوری ظاہر ہوتے ہی وہ میرے اندر چلے آتے اور مجھے اپنا تابعدار بنا لیتے۔ مجھے تم لوگوں سے چھین لیتے۔ ایسے میں تم لوگوں کا بھی نقصان ہوتا اور میں بھی ان کا غلام بن جاتا۔ کیا اتنی سی بات تمہاری عقل میں نہیں آئی تھی؟"

ایک بلڈر نے کہا۔ "واقعی ہم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس شہر میں آ کر کہیں گم ہو گئے ہیں۔ وہ تمہارے دماغ پر قبضہ جما سکتے ہیں۔"

اس نے غصے سے کہا۔ "میرے ہاتھ میں ہتھیار دیکھ کر اپنی غلطی کا اعتراف کر رہے ہو۔ ابھی میں ہنکا ہوتا تو مجھے گرفتار کر لیتے اور اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے یہاں زنجیروں میں جکڑ لیتے اور جبراً میری خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے کام لیتے رہتے۔"

بلڈرز کے سامنے سینٹر ٹیبل پر ایک انٹرکام رکھا ہوا تھا۔ اس کا بزر سنائی دیا۔ ایک نے آگے بڑھ کر اسے آن کیا۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "باس! مس جمائلہ آ گئی ہیں۔ انہوں نے گوتم کو اٹھا کر دیوار پر دے مارا ہے۔ وہ تکلیف سے تڑپ رہا ہے۔"

بلڈرٹو نے کوبرا سے پوچھا۔ "کیا تمہارے ساتھ گوتم بھی آیا ہوا تھا؟"

"ہاں۔ آیا تھا۔ میں بھی انٹرکام کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ چڑیل یہاں آ پہنچی ہے۔"

انٹرکام سے آواز ابھری۔ "اوہ باس! مس جمائلہ نے

گوتم کی گردن کی ہڈی توڑ دی ہے۔ وہ مر چکا ہے اور وہ اب بنگلے کے اندر آ رہی ہیں۔''

یہ سنتے ہی کوبرا نے اپنی گن کو مضبوطی سے پکڑ کر کہا۔ ''اس میں آٹھ گولیاں ہیں۔ چھ تم لوگوں کے لیے ہیں اور دو اس چڑیل کے لیے۔ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

اس سے پہلے کہ وہ ٹریگر دباتا۔ چاروں طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ وہ زمین پر گر کر تڑپ رہا تھا۔

جمائلہ نے اندر آ کر دیکھا۔ آنکھی کی اسکرین پر جو کچھ نظر آیا تھا۔ اب وہی آنکھوں کے سامنے دکھائی دے رہا تھا۔

ژاؤ کوم کو برادم توڑ رہا تھا۔ ان آخری لمحات میں وہ اپنی پیاری محبوب بیوی اینجی کو دیکھ رہا تھا۔ بہت عرصہ پہلے میری داستان میں اینجی کا ذکر ہو چکا تھا۔ وہ کوبرا کی بیوی اور اس کے بچے کی ماں تھی۔ دونوں میاں بیوی میں بہت محبت تھی، اس نے کہا تھا۔ ''کوبرا! جو چاہے کچھ ہو جائے کبھی فرہاد علی تیمور سے دشمنی نہ کرنا۔ میں نے ایک نہیں دو بار خواب میں دیکھا ہے کہ تم اس کے ہاتھوں مارے گئے ہو۔''

کوبرا نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔ ''خواب صرف خواب ہوتا ہے۔ تم فرہاد سے بہت زیادہ دہشت زدہ ہو۔ اس لیے تم نے ایسا خواب دیکھا ہے۔ حقیقتاً ایسا کچھ نہیں ہوگا۔''

اس نے کہا تھا۔ ''میں کچھ نہیں جانتی۔ میرے بچے کی قسم کھا کر وعدہ کرو کہ کبھی فرہاد سے دشمنی مول نہیں لو گے۔''

اس نے قسم کھا کر یقین دلایا تھا اور بہت عرصے تک وہ مجھ سے دور رہا تھا۔ کبھی اس نے مجھ سے دشمنی نہیں کی تھی۔

پھر اس کی بیوی اور بچہ ایک حادثے میں ہلاک ہو گئے۔ دم توڑتے ہوئے بھی اینجی نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ مجھ سے کبھی دشمنی نہ کرے۔

لیکن اس کی اور بچے کی موت کے بعد وہ سیون بلڈرز کی پناہ میں آ گیا تھا۔ یہاں رہ کر وہ ان کے لیے خدمات انجام دیتا رہتا اور مجھ سے دور رہتا تو میں کبھی اسے توجہ کے قابل نہ سمجھتا۔ لیکن یہاں اس نے اور مہادھابی نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا پر حملہ کرایا تھا۔ اور آئندہ بھی اسے مارنے کی پلاننگ کر رہا تھا۔

ان حالات میں یہ کہنا چاہیے کہ اس کی محبوب بیوی اینجی کا خواب درست ہو رہا تھا۔ اس نے سونیا کے حوالے سے مجھ سے دشمنی کا آغاز کیا تھا اور میں اس کے اندر رہ کر اس مرحلے پر اسے لے آیا تھا جس کی پیش گوئی جمائلہ نے کی تھی۔

جمائلہ نے قریب آ کر کوبرا کو ایک ٹھوکر ماری۔ وہ ہمیشہ کے لیے ساکت ہو چکا تھا۔ اب کسی کی ٹھوکر اس پر اثر نہیں کر سکتی تھی۔ تمام بلڈرز جمائلہ کو تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے جو کہا تھا وہی سامنے آیا تھا۔ اس کی آنکھی کے مطابق کوبرا باغی بن کر ان کے پاس آ کر بے موت مرنے والا تھا۔ چونکہ آنکھوں کے سامنے یہی ہوا تھا۔ اس لیے وہ سونیا پر اور مجھ پر شبہ نہیں کر سکتے تھے۔

ہم نے اپنی انتقامی کارروائی کے ذریعے جمائلہ کی پیش گوئی کو درست ثابت کیا تھا۔

جمائلہ نے بلڈر ٹو سے پوچھا۔ ''باس! کیا مہادھابی قابو میں آ چکا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''ہاں۔ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جا چکا ہے۔ میڈم سونیا یہاں آ رہی ہیں۔''

جمائلہ نے اس بنگلے کے باہر گوتم نارائن کی گردن کی ہڈی توڑ دی تھی۔ وہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ کرونا یہی چاہتی تھی۔ اس کے مرتے ہی وہ سونیا کے پاس پہنچ گئی۔ سونیا نے کہا۔ ''یہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہے۔ کمزوری کے باعث ایک آدھ گھنٹے میں سو جائے گا۔''

اس نے پوچھا۔ ''مما! آپ کیا چاہتی ہیں؟''

''جمائلہ نے اپنی آنکھی کے مطابق ان تمام بلڈرز سے کہا ہے کہ کوئی اس کے ساتھ ہونا چاہیے اور اس کی لاش کے پاس ایک ٹوٹا ہوا گلاس اور شراب کی خالی بوتل ہونی چاہیے۔''

وہ بولی۔ ''او پرابلم مما! یہ سب کچھ ہو جائے گا۔''

''لیکن مہادھابی شراب نہیں پیتا تھا۔ یہاں شراب کی بوتل نہیں ہوگی۔ یہ کہیں سے لانی ہوگی۔''

''آپ بالکل فکر نہ کریں۔ یہاں سے جائیں۔ گوتم نارائن اس کے پاس آ کر رات کو شراب پیا کرتا تھا۔ صرف مہادھابی اور کوبرا نشہ نہیں کرتے تھے۔ گوتم ان دونوں کے بنگلوں میں بوتل لا کر رکھتا تھا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر گپیں ہانکتا تھا۔ وہ تینوں کسی نہ کسی کے ساتھ رنگ رلیاں منایا کرتے تھے اور گوتم پٹتا رہتا تھا۔''

''تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ اس کی رہائش گاہ میں شراب کی بوتل موجود ہے؟''

''جی ہاں۔ اب آپ جائیں، میں اس نے نمٹتی ہوں۔''

سونیا نے کمرے سے باہر آ کر مسلح گارڈ سے کہا۔ ''مہادھابی سو رہا ہے۔ اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ تم سب اپنی ڈیوٹی پر مستعد رہو۔''

وہ انہیں تاکید کرنے کے بعد اپنی کار میں بیٹھ کر بلڈرز کے پاس جانے لگی۔ جمائلہ بھی اس کا وہاں انتظار کر رہی تھی۔

میں نے اس کے پاس آ کر کہا۔ ''ہیلو میری جان!...''

مہادھابی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اور کیا ہونے والا ہے؟''

''میں نے مہادھابی کو کرونا کے حوالے کر دیا ہے۔ جمائلہ کو جو آنکھی حاصل ہوئی تھی۔ اسی کے مطابق کرونا اسے موت کے گھاٹ اتارے گی۔''

''میں نے بھی کوبرا کو اسی طرح ہلاک کرایا ہے جس طرح جمائلہ نے پیش گوئی کی تھی۔''

''میں آدھے گھنٹے میں بلڈرز کے پاس پہنچوں گی۔ تم کرونا کے پاس جاؤ اور اس کی مدد کرو۔''

میں نے کرونا کے پاس آ کر کہا۔ ''بیٹی! میں ہوں۔ مانس نہ روکنا۔''

وہ خوش ہو کر بولی ''پاپا! آپ میرے پاس آئے ہیں۔ بہت اچھا لگ رہا ہے۔ دیکھیں میں کیا کر رہی ہوں؟''

اس وقت وہ مہادھابی کے دماغ میں تھی۔ وہ کمزوری کے باوجود آہستہ آہستہ فرش پر رینگتا ہوا۔ دوسرے کمرے میں آیا تھا۔ وہاں اس نے ایک الماری سے خالی گلاس اور شراب کی بوتل نکالی تھی۔

وہ کرونا کی مرضی کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ اس نے بوتل کھول کر تھوڑی سی شراب گلاس میں ڈالی پھر اس بوتل کو منہ سے لگا کر پینے لگا۔ چند گھونٹ پینے کے بعد ہی اس کا سر چکرانے لگا تھا۔ ایک تو پہلے ہی اعصابی کمزوری میں مبتلا تھا۔ شراب کو ہضم کرنے کا اس میں حوصلہ نہیں تھا۔

لیکن اسے وہی کرنا تھا جو کرونا چاہتی تھی۔ میں چپ چاپ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس نے کرونا کی مرضی کے مطابق گلاس کو اٹھا کر فرش پر دے مارا۔ وہ ٹوٹ کر دور تک بکھر گیا۔ پھر اس نے بوتل کو دوبارہ منہ سے لگایا۔

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے پلاؤ، اسے جبراً پلاؤ۔''

وہ پی نہیں پا رہا تھا۔ کچھ شراب اس کے حلق سے اتر رہی تھی۔ اس سے زیادہ منہ اور ناک سے باہر نکل رہی تھی۔ لیکن اس بوتل کو منہ سے ہٹا نہیں سکتا تھا۔ پھر ہم نے محسوس کیا کہ اب وہ شراب نگلنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ ساری شراب منہ کے اندر جا کر باہر نکل رہی ہے۔

میں نے کرونا سے کہا۔ ''اسے چھوڑ دو۔''

اس نے اس کے دماغ کو آزاد کر دیا، بوتل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر گئی۔ میں نے اس کے اندر ذرا سا زلزلہ بپا کیا تو جیسے قیامت آ گئی۔ دماغی تکلیف ناقابل برداشت ہوئی۔ ایک تو پہلے ہی اعصابی کمزوری تھی اوپر سے شراب کی زیادتی تھی۔ وہ سانس لینا چاہتا تھا۔ لیکن شراب اس کے منہ، ناک، آنکھوں اور کانوں سے نکل کر بہنے لگی۔ وہ ایک ذرا تڑپنے کے بعد ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا۔ ہماری سوچ کی لہریں اس کے مردہ دماغ سے نکل آئیں۔

سونیا ان بلڈرز کے پاس پہنچ گئی۔ جمائلہ نے پوچھا۔ ''مما! کیا مہادھابی سو گیا ہے؟''

''ہاں۔ جب میں وہاں سے نکلی تو وہ سو چکا تھا۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ میری آنکھی کے مطابق ابھی اس کی موت کا وقت نہیں آیا ہے۔ وہ کسی اور دن شراب پی کر مرے گا۔''

بلڈر نے کہا۔ ''ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ کسی بہترین تنویمی عمل جاننے والے کی خدمات حاصل کریں گے۔ اس کے ذریعے مہادھابی پر تنویمی عمل کرائیں گے اور اسے اپنا معمول اور تابعدار بنائیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''یہی مناسب ہوگا۔ اب مہادھابی پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ اسے پوری طرح تنویمی عمل میں جکڑ کر رکھنا چاہیے۔''

میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ ''ہمارا کام ہو چکا ہے۔ تم کسی طرح انہیں مہادھابی کے پاس بھیجو۔''

سونیا نے ان بلڈرز کو دیکھ کر کہا۔ ''میں مہادھابی کے بنگلے سے مطمئن ہو کر آئی ہوں۔ مسلح گارڈز بنگلے کے باہر ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ بنگلے کے اندر بھی دو چار گارڈز رہیں اور آپ لوگوں کو اس کی خیریت کی اطلاع دیتے رہیں۔''

ایک بلڈر نے فون کے ذریعے اس سیکورٹی افسر سے رابطہ کیا جو مہادھابی کے بنگلے میں اپنے سیکورٹی گارڈز کے ساتھ تھا۔ اس نے کہا۔ ''تم اپنے دو مسلح گارڈز کے ساتھ بنگلے کے اندر رہو اور ہمیں مہادھابی کی خیریت کی اطلاع دیتے رہو۔''

اس نے کہا۔ ''یس سر! میں ابھی اندر جا رہا ہوں اور آپ کو فون پر بتاتا ہوں۔''

وہ بلڈر ریسیور کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی اسے یہ دھماکا خیز خبر ملی کہ مہادھابی مر چکا ہے۔ اس کے پاس شراب کی بوتل اور ایک ٹوٹا ہوا گلاس پڑا ہوا ہے۔

وہ بلڈر یہ سنتے ہی حیرت سے منہ کھول کر جمائلہ کی طرف دیکھنے لگا۔ جمائلہ نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

''تمہاری وہ پیش گوئی بھی پوری ہو گئی ہے۔ مہادھابی مر چکا ہے۔ اس کے پاس اسی طرح ایک شراب کی بوتل پڑی

ہوئی ہے اور ایک گلاس ٹوٹا ہوا ہے۔''

سونیا نے حیرانی ظاہر کی۔ ''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مہادھابی تو سو رہا تھا۔ پھر وہ شراب کیسے پی سکتا ہے؟ اور اس کے پاس شراب کی بوتل کہاں سے آگئی؟''

وہ سب کے سب اس بنگلے سے نکلے اور گاڑیوں میں بیٹھ کر مہادھابی کے بنگلے میں پہنچ گئے، وہاں جا کر دیکھا تو بالکل وہی آگہی والا منظر تھا۔ سب کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ جب مہادھابی سو چکا تھا تو پھر اس نے شراب کیسے اور کیوں پی؟ جب کہ وہ پینے کا عادی نہیں تھا۔

جمائلہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے مہادھابی کی لاش کو گھور رہی تھی۔ شام سے صبح تک اس کی آنکھوں میں بلا کی کشش پیدا ہو جاتی تھی۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ دھابی کی لاش کے اندر گھس کر حقیقت معلوم کرنا چاہتی ہو۔ پھر وہ غصے سے بولی۔ ''کسی نیلی پیتھی جاننے والے نے اسے شراب پینے پر مجبور کیا ہے۔ وہ نیلی پیتھی جاننے والی کرونا ہماری بدترین دشمن ہے۔ وہ یہاں سے کئی راز چرا کر لے گئی ہے۔ اسی نے مہادھابی کو بھی ہلاک کیا ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔''

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ ایک بلڈر نے پوچھا۔ ''تم کہاں جا رہی ہو؟''

''میں اپنے ابوالہول کے پاس جاؤں گی۔ اس سے ایسی پراسرار قوت حاصل کروں گی کہ جلد سے جلد کرونا تک پہنچ سکوں۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی باہر آئی پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اپنے بنگلے کی طرف جانے لگی۔ ایسے وقت وہ سونیا کو بھی بھول گئی تھی۔ اس نے پلٹ کر اسے بھی نہیں دیکھا تھا۔ نہ ہی پوچھا تھا کہ مما آپ میرے ساتھ چلیں گی؟

اس وقت اس کے سر پر جنون سوار تھا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی آدھے گھنٹے کے اندر اپنے بنگلے کے سامنے پہنچ گئی۔ کار سے اتر کر بنگلے کے اندر جانے لگی۔ سونیا اپنی کار میں آ رہی تھی۔ دور ہی دور سے اس کا تعاقب کر رہی تھی۔

میں اور کرونا اس کے اندر موجود تھے۔ کرونا نے کہا۔ ''پاپا! میں اندر سے بہت سہمی ہوئی ہوں۔ پتا نہیں وہ چڑیل کیسی قوتیں حاصل کرے گی؟ وہ اچانک ہی موت بن کر میرے سامنے آسکتی ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''تمہیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ تم ہماری بیٹی بن چکی ہو۔ ہم تم پر کوئی آفت نہیں آنے دیں گے۔''

وہ اپنے بنگلے کے اندر پہنچ گئی تھی۔ اس نے بیڈ روم میں آ کر اس صندوق کی طرف دیکھا۔ جس میں ابوالہول کا بت رکھا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کے پاس آئی پھر دونوں گھٹنے ٹیک کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ سر جھکا کر اس صندوق سے اپنی پیشانی لگائی پھر اس کی کنڈی کو کھول کر اس کے اوپری حصے کو اٹھایا۔ بیڈ روم کی روشنی صندوق کے اندر پہنچ رہی تھی۔

وہ اندر کا منظر دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ اس کے ذہن کو زبردست جھٹکا پہنچا تھا۔ پھر اس کے حلق سے ایک فلک شگاف چیخ نکلی۔ ''نہیں۔ نہیں.....''

وہ بت کے ٹکڑوں کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا کر رونے لگی۔ چیخ چیخ کر کہنے لگی۔ ''یہ نہیں ہو سکتا، یہ اپنے آپ ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو سکتا۔''

وہ ایسے چیخیں مار رہی تھی جیسے پاگل ہو گئی ہو۔ کمرے کی ایک ایک چیز کو اٹھا کر پھینک رہی تھی۔ بھاری بھرکم بیڈ کو اٹھا کر اس نے دوسری طرف پلٹ دیا۔ اس کی چیخیں تھیں کہ رک نہیں رہی تھیں۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر کہہ رہی تھی۔ ''اے ہول پیدا کرنے والے ابوالہول! کس نے تیرے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے؟ مجھے بتا میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ میں ساری دنیا کو آگ لگا دوں گی۔''

وہ دوڑتی ہوئی باہر آئی پھر کار کی ڈکی میں سے پیٹرول کا گیلن نکال کر بنگلے کے اندر آئی۔ اندر سے پیٹرول چھڑکتی ہوئی باہر پہنچی پھر باہر پیٹرول چھڑکنے لگی۔ چیخ چیخ کر گالیاں دینے لگی۔ پھر اس نے اس بنگلے کو ماچس کی ایک تیلی دکھا دی۔

یکبارگی آگ باہر سے اندر کی طرف پھیلنے لگی۔ چاروں طرف شعلے بھڑکنے لگے۔ وہ باہر ادھر سے ادھر دوڑ رہی تھی۔ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔ ''اے ہول پیدا کرنے والوں کے باپ! اے ابوالہول! میں آ رہی ہوں۔ تیرے پاس پہنچ رہی ہوں۔ تو نے مجھے دشمن تک نہ پہنچایا تو میں ساری دنیا کو آگ لگا دوں گی۔''

سونیا نے اپنی کار اس بنگلے سے بہت دور روک دی تھی۔ وہاں سے دیکھ رہی تھی۔ جمائلہ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہی تھی۔ اس کا وجود وارننگ دے رہا تھا کہ اس وقت اس کے قریب نہیں جانا چاہیے۔

ابوالہول کا بت ٹکڑے ٹکڑے ہوا تھا اور جمائلہ کا جیسے دماغ پھٹ گیا تھا، وہ پاگل ہوگئی تھی، حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہی تھی۔ اس نے جنون میں آکر اپنے بنگلے کو آگ لگا دی تھی، شعلے اس بنگلے کے اندر اور باہر ایسے بھڑک رہے تھے، ایسے بلندی کی طرف لپک رہے تھے، جیسے آسمان کو چھو لینا چاہتے ہوں۔

وہ ان شعلوں سے ذرا دور جنون میں آکر ناچ رہی تھی، کبھی اچھل اچھل کر زمین پر گر رہی تھی اور اپنا سر پٹخ رہی تھی، وہاں دوسرے بنگلے ایک دوسرے سے بہت فاصلے پر بنے ہوئے تھے، پھر بھی آس پاس والے گھبرا گئے تھے، سبھی دوڑتے ہوئے وہاں آئے تھے، وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آگ کیسے لگی ہے؟ کیا وہ آگ ان کے بنگلوں تک بھی پہنچے گی؟

ان میں سے کئی افراد نے فون کے ذریعے فائر بریگیڈ والوں کو طلب کیا تھا، سونیا دور کار میں بیٹھی ہوئی کھڑکی سے باہر یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ جمائلہ کی حالت دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی، میں اور کرونا اس کے دماغ میں تھے، اعلیٰ بی بی اور کبریا بھی آگئے تھے۔

کرونا نے کہا۔ ''مما.....! میں آپ کے جذبات کو سمجھ رہی ہوں۔ آپ جمائلہ کو بیٹی کہتی ہیں، اس کے پاس جانا چاہتی ہیں۔ لیکن ابھی اس کے پاس جانا مناسب نہیں ہے۔ وہ ایسے وقت سگے ماں باپ کو بھی نہیں پہچانے گی۔ آپ کا بھی لحاظ نہیں کرے گی۔''

فائر بریگیڈ والے آگئے تھے۔ وہ آگ پر قابو پانے کی کوششیں کر رہے تھے، کچھ لوگوں نے جمائلہ کو پکڑ کر اس سے پوچھنا چاہا کہ اسے کیا ہوگیا ہے؟ اور یہ آگ کیسے لگی ہے؟

وہ اپنے قریب آنے والوں کو ایک ہی دھکے میں کئی کئی گز دور پھینک رہی تھی۔ سب اس خوفزدہ ہو کر دور ہٹ رہے تھے۔ سمجھنے کی کوششیں کر رہے تھے کہ آخر وہ کیا بلا ہے؟

پولیس والے بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ ایسے وقت وہ چھ بلڈرز بھی آگئے تھے۔ انہوں نے فوراً ہی پولیس والوں کے پاس پہنچ کر انہیں جمائلہ کے قریب جانے سے روکا مایک بلڈر نے پولیس افسر سے کہا۔ ''یہ لڑکی میری پرسنل سیکرٹری ہے، صدمے سے پاگل ہو رہی ہے، آپ لوگ اس کے قریب نہ جائیں، ہم اسے سمجھاتے ہیں۔''

وہ چھ بلڈرز اس کے قریب جانے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے، اسے دور ہی دور سے سمجھانے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''جمائلہ پلیز! ایک ذرا شانت ہو جاؤ، ہمیں بتاؤ کہ تمہارے بنگلے میں کس نے آگ لگائی ہے؟''

وہ مٹھیاں بھینچ کر چیختے ہوئے بولی۔ ''میرے ابوالہول کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں۔ میں ایسا کرنے والوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔''

وہ حیرانی اور بے یقینی سے اس کا منہ تکنے لگے۔ وہ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولی۔ ''اے ابوالہول! میں تجھے تیری پُراسرار قوتوں کی قسم دیتی ہوں۔ مجھے ایک بار بتا دے کس نے ایسا کیا ہے؟ میں جب تک ان دشمنوں کا لہو نہیں نچوڑوں گی، ان کی ہڈیاں نہیں توڑوں گی، مجھے سکون نہیں ملے گا۔''

وہ چیختی چاری تھی۔ اِدھر سے اُدھر جاتے ہوئے بولتی جا رہی تھی۔ تمام بلڈرز نے سوچا کہ اسے ابوالہول کے بارے میں زیادہ نہیں بولنا چاہیے، لوگوں کی بھیڑ بڑھتی جا رہی ہے۔ انہیں معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ یہ کسی بت کی پوجا کرتی ہے۔ اور اس سے پُراسرار قوتیں حاصل کرتی ہے۔ اگر معلوم ہوگا تو یہاں سب ہی دہشت زدہ ہو جائیں گے۔ پھر اس علاقے کے لوگ اس کے خلاف قانونی کارروائی بھی کر سکتے ہیں۔

انہوں نے بڑی محبت سے کہا۔ ''دیکھو جمائلہ! تم ہماری بہت عزت کرتی ہو۔ ہم بھی تمہاری عزت کرتے ہیں۔ ہم تمہارے قریب آرہے ہیں۔''

وہ اس کے قریب جاتے ہوئے بار بار کہنے لگے ''ہم تمہارے قریب آرہے ہیں ..... ہم تمہارے قریب آرہے ہیں۔''

وہ ذرا چپ ہوگئی تھی، انہیں اپنے قریب آتے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے قریب آنے والوں سے کہا۔ ''میں آپ سب کی باتیں مانتی ہوں۔ کیا آپ میری بات مانیں گے؟''

''تم جو کہو گی وہ ہم مانیں گے۔ تمہاری ہر خواہش پوری ہوگی، بولو کیا چاہتی ہو؟''

''ابھی کسی بھی پہلی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کرائیں۔ میں قاہرہ جاؤں گی۔ ابھی اپنے ابوالہول کے پاس جاؤں گی۔ اس سے پوچھوں گی اس بت کو توڑنے کی ہمت کس میں ہوگی؟ کس نے ایسا کیا ہے؟''

ایک بلڈر نے پولیس والوں سے کہا۔ ''آپ ان لوگوں کو ذرا دور کر دیں۔ ہم اسے سمجھا رہے ہیں۔''

وہ نہیں چاہتا تھا کہ جمائلہ سے ہونے والی گفتگو دوسرے لوگ سن سکیں۔ ایک بلڈر نے جمائلہ سے کہا۔ ''بے شک تم قاہرہ جا سکو گی، لیکن قاہرہ جانے والی فلائٹ کل شام کو یہاں سے روانہ ہوگی۔''

وہ چیخ کر بولی۔ ''میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے قاہرہ جانا

ہے۔ اگر کوئی فلائٹ نہیں ہے تو کسی طرح کوئی طیارہ چارٹر کراؤ۔ ٹو سیٹر جہاز یا ہیلی کاپٹر خرید لو، میں ابھی جاؤں گی۔ ورنہ میں خود چلی جاؤں گی۔''

''پلیز جمائلہ۔! تم غصے اور جنون میں سمجھ نہیں رہی ہو۔ تمہارے لیے ایک نہیں دس طیارے اور ہیلی کاپٹر خرید سکتے ہیں لیکن خریدنے میں بہت وقت لگتا ہے۔ اس شہر اور اس ملک میں کوئی قابلِ فروخت طیارہ یا ہیلی کاپٹر نہیں ہے۔ ہمیں متعلقہ کمپنی سے رابطہ کرنا ہوگا، گفت وشنید میں رات سے ہو جائے گی۔ خریداری میں صبح سے شام ہو جائے گی۔''

دوسرے بلڈر نے کہا۔ ''تمہارے مسئلے کا ایک حل ہے، تم ثابت ہوگی تو ہم تمہیں بتائیں گے۔''

وہ اس کی طرف گھوم کر بولی۔ ''بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''ہم ابھی فون کے ذریعے قاہرہ میں اپنے ایجنٹ سے رابطہ کرتے ہیں۔ وہ ابوالہول کے ایک نہیں دس بت خریدے گا پھر وہاں سے کسی بھی فلائٹ سے یہاں بھیج دے گا، وہ بت صبح یا شام تک تمہارے پاس ضرور پہنچ جائے گا۔''

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے بولی۔ ''تب تک میں کیا کروں.....؟''

ایک نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ ''صبر کرو۔ صرف کل حالات سے سمجھوتا کرو۔ ہم یہاں ابوالہول کا بت بھی لائیں گے اور اس دشمن کا بھی سراغ لگائیں گے، جس نے بت کو توڑا ہے اور اس گھر کو آگ لگائی ہے۔''

وہ غصے سے دانت پیستے ہوئے بولی۔ ''اپنے گھر کو میں خود آگ لگائی ہے۔ اگر وہ بت نہ ملا اور وہ دشمن میری دسترس میں نہ آیا۔ تو میں تم سب کے گھروں کو بھی آگ لگا دوں گی۔ ساری دنیا کو آگ لگا دوں گی۔''

سونیا نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ ''فرہاد۔! وہ بلڈرز کیا باتیں کر رہے ہیں۔ مجھے بھی اس کے پاس جانا چاہیے۔''

میں نے کہا۔ ''ہاں۔ اب تم جا سکتی ہو۔ ہمیں بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ اور آئندہ کیا کرنے والے ہیں؟''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی جمائلہ کے پاس آئی۔ اس نے کہا۔ ''ممی! آپ کہاں چلی گئی تھیں؟''

''بیٹی! میں دور سے ہی تمہیں دیکھ رہی تھی۔ تم نے ہی محسوس کیا ہے کہ ایسے جنون کے وقت میں تمہارے پاس نہ آیا۔''

ایک بلڈر نے کہا۔ ''یہ تم نے اچھا ہی کیا کہ اب تک اپنی جگہ سے دور ہی رہیں۔''

دوسرے بلڈر نے دور اس کی کار کی طرف دیکھ کر پوچھا ''تم اپنے بنگلے میں نہیں تھیں؟ کار میں تھیں؟''

''ہاں۔ میں کار میں آتے ہی وہاں رک گئی تھی۔ اس وقت دیکھا تو یہ پیٹرول چھڑک کر آگ لگا رہی تھی۔ میں سمجھ گئی کہ یہ کسی وجہ سے جنون میں مبتلا ہوگئی ہے۔''

ان میں سے تین بلڈرز علاقے کے لوگوں کو بتا رہے تھے کہ کسی دشمن نے اس بنگلے میں آگ لگائی ہے۔ ان کا سراغ لگایا جائے گا۔

اس علاقے کے ایک شخص نے غصے سے کہا۔ ''ہم اس لڑکی کو ہمیشہ اس بنگلے میں آتے جاتے دیکھتے رہے ہیں لیکن ہم نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ یہ شیطانی طاقت رکھتی ہوگی۔ ہمیں یقین نہیں آرہا ہے۔ یہ ہمیں اٹھا اٹھا کر دور پھینک رہی تھی۔''

پھر ایک بلڈر نے کہا۔ ''یہ کوئی انوکھی یا حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ دراصل یہ لڑکی بل فائٹر ہے۔ اکثر بل فائٹنگ کے لیے میڈرڈ جایا کرتی ہے۔''

دوسرے بلڈر نے کہا۔ ''پلیز۔ آپ لوگ اپنے اپنے گھر جائیں۔ پولیس والوں کو اپنا کام کرنے دیں۔''

وہاں سے بھیڑ چھٹنے لگی۔ ایک بلڈر نے ایک پولیس افسر کو نوٹوں کی گڈی دیتے ہوئے کہا۔ ''آپ معاملے کو ہم پر چھوڑ دیں۔ اور صرف دکھاوے کی کارروائی کریں۔''

فائر بریگیڈ والوں نے آگ بجھا دی تھی۔ بنگلے کے اندر باہر کہیں کہیں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ ایک بلڈر نے ان کی بھی جیبیں گرم کیں۔ وہ اور پولیس والے وہاں سے چلے گئے۔

دوسرے بلڈر سونیا کو بتا رہے تھے کہ جمائلہ جس ابوالہول کو پوجتی ہے۔ اس بت کو کسی نے توڑ دیا ہے۔ اسی لیے یہ جنونی ہو رہی ہے۔

ایک بلڈر نے کہا۔ ''تھینکس گاڈ! جمائلہ خود کو کنٹرول کر رہی ہے۔ اور یہ ہمارے لیے خوشی اور اطمینان کی بات ہے۔ میں ابھی قاہرہ کے ایجنٹ کو فون کرتا ہوں۔''

جمائلہ نے پریشان ہو کر کہا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میرا ابوالہول مجھے جلد سے جلد کیسے ملے گا؟ یہاں آدھی رات ہے تو قاہرہ میں رات کے دو بجے ہوں گے۔ ساری دکانیں بند ہوں گی۔ آپ کا ایجنٹ کل صبح دس بجے سے پہلے ابوالہول کا بت خرید نہیں سکے گا۔ فار گاڈ سیک۔ مجھے کسی طرح قاہرہ پہنچا دو۔''

سونیا نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ ''موجودہ حالات میں اسی طرح خود پر قابو رکھو۔ اور صبر کرتی رہو۔ کل شام سے پہلے تم یہاں سے نہیں جا سکو گی۔ اور ہمارے ایجنٹ قاہرہ سے اس بت کو کل دس بجے کے بعد ہی روانہ کر سکیں گے۔''

''پتا نہیں۔کل دس بجے کے بعد وہاں سے کوئی آنے والی فلائٹ انہیں ملے گی یا نہیں؟ اور اگر نہیں ملے گی تو وہ بہت رات تک بھی میرے پاس نہیں پہنچ سکے گا۔''

سونیا نے کہا۔''میں ایک تدبیر بتا رہی ہوں۔اس پر عمل کرو، جب تک تمہارے پاس اس کا بت نہ آئے تب تک تم اس کی تصویر کی پوجا کر سکتی ہو۔''

جمائلہ نے سوچتی ہوئی نظروں سے سونیا کو دیکھا پھر کہا۔''ہاں مما! کم از کم تصویر ہی مجھے مل جائے، لیکن کہاں ملے گی؟ میں نے اس شہر میں کہیں بھی ابوالہول کی تصویر نہیں دیکھی ہے۔''

سونیا نے ایک بلڈر سے کہا۔''ایک بڑی سی ڈرائنگ شیٹ اور ایک بلیک مارکر منگوایا جائے۔ جمائلہ خود اپنے ہاتھ سے ابوالہول کی تصویر بنائے گی۔''

اس نے کہا۔''مما! مجھے تصویر بنانی نہیں آتی۔''

تم رات کے وقت ابوالہول سے جب بھی کوئی پُراسرار قوت مانگو تو وہ تمہیں مل جاتی ہے۔آج تم اس سے اسی کی تصویر بنانے کی صلاحیت مانگو۔دیکھو۔وہ تمہارے اندر یہ ہنر پیدا کرتا ہے یا نہیں؟''

وہ سب سونیا کے بنگلے پر آ گئے۔ایک بلڈر نے فون کے ذریعے ماتحت کو حکم دیا کہ فوراً ایک بڑی سی ڈرائنگ شیٹ اور ایک بلیک مارکر لایا جائے۔

اظلی بی بی نے کہا۔''مما! آپ نے اس کے بت کو چکنا چور کرا دیا۔تاکہ وہ اس کی پرستش نہ کر سکے۔اب آپ خود ہی اسے اس کی تصویر بنانے کو کہہ رہی ہیں۔کیا آپ اسے بت پرستی کی طرف نہیں لے جا رہی ہیں؟''

کمبریا نے پوچھا۔''مما! کیا آپ بھی مانتی ہیں کہ ابوالہول کوئی نادیدہ شیطانی قوت ہے، جو اسے پُراسرار قوتیں دیتا رہتا ہے؟''

سونیا نے کہا۔''میں یہ سب نہیں مانتی۔ابوالہول کا دیو یا نادیدہ وجود نہیں ہے۔اور جب نہیں ہے تو اس کی طرف سے کوئی شیطانی قوت جمائلہ کو نہیں ملتی ہے۔''

''پھر وہ رات کے وقت ایسی پُراسرار قوتیں کیسے حاصل کرتی ہے؟ کس سے حاصل کرتی ہے؟''

سونیا نے کہا۔''یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔میں تو اتنا ہی سمجھتی ہوں کہ یہ پیدائشی طور ایسی پُراسرار لڑکی ہے۔دن میں کچھ ہوتی ہے اور رات میں کچھ ہو جاتی ہے۔قدرت کا یہ بھید میں نہیں جانتی۔میرا ایمان ہے کہ علم و ہنر غیر معمولی صلاحیتیں اور قوتیں صرف اللہ تعالیٰ ہی عطا کر سکتا ہے۔ہماری دنیا میں کچھ ایسے کردار اور واقعات رونما ہوتے ہیں، جو ہمارے لیے ناقابلِ فہم ہوتے ہیں۔ہم ان پر حیران ہوتے ہیں اور کبھی ان کے بارے میں سمجھ نہیں پاتے۔''

میں نے کہا۔''سونیا! میں نے تم سے کہا تھا کہ اپنے لیے ایک ملازمہ یا ایسا باڈی گارڈ رکھو، جو دن رات تمہارے ساتھ رہے۔اس طرح میں اس ملازمہ یا باڈی گارڈ کو اپنا کار بنا کر اس کے ذریعے تمہاری نگرانی بھی کرتا رہوں گا اور اس کے دماغ میں رہ کر جمائلہ اور بلڈرز وغیرہ کی باتیں بھی سن سکوں گا۔''

سونیا نے کہا۔''اب خیال خوانی کرنے والے زاؤ کم کو برا اور مہا دھابی نہیں رہے۔یہ اندیشہ نہیں رہا کہ وہ کسی وقت اچانک آ کر میرے دماغ میں تمہاری باتیں سن سکے ہیں۔اب تو تم آسانی سے میرے دماغ میں آ کر گھنٹوں رہ سکتے ہو۔''

میں نے کہا۔''ابھی ایک اور خیال خوانی کرنے والی کی طرف سے خطرہ ہے۔تم اسے نہیں جانتی ہو۔لیکن اتنا تو معلوم ہے کہ جمائلہ نے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بری طرح سے زخمی کیا تھا۔ان میں سے ایک عورت اور دوسرا مرد ہے۔''

میں اسے وردان اور نومی کرسٹل کے بارے میں بتانے لگا۔میں نے کہا۔''وردان کو تو میں نے اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔وہ شبہ کر رہا ہے کہ وہ خیال خوانی کرنے والی نومی کرسٹل ہے لیکن میں یقین نہیں کروں گا، کیونکہ میں نے نومی کے دماغ میں رہ کر اسے دم توڑتے دیکھا ہے؟''

سونیا نے کہا۔''بہرحال۔وہ جو کوئی بھی ہے۔واقعی اس کی طرف سے اندیشہ رہے گا۔وہ اس شہر سے بھاگنے والا واپس آ سکتی ہے۔تم کسی بھی طرح وردان کے ذریعے اسے ٹریپ کرو۔میں تمہارے مشورے کے مطابق دو باڈی گارڈز کی خدمات حاصل کروں گی۔ایک دن کو اور دوسرا رات کو میرے ساتھ رہا کرے گا۔''

ان بلڈرز کا ایک ماتحت بڑی سی ڈرائنگ شیٹ اور بلیک مارکر لے آیا۔سونیا نے اس ڈرائنگ شیٹ کو ایک میز پر بچھا کر کہا۔''جمائلہ! یہ شیٹ ہے اور یہ مارکر ہے۔اب تم اپنے ابوالہول کو مخاطب کرو۔اور اس سے تصویر بنانے کی صلاحیت طلب کرو..... دیکھو! وہ تمہیں یہ صلاحیت دیتا ہے یا نہیں؟''

اس نے مارکر کو ہاتھ میں لے کر میز پر بچھے ہوئے سفید کاغذ کو دیکھا پھر زیرِ لب کہنے لگی۔''اے ہول پیدا کرنے والے ابوالہول! تو مجھ سے بچھڑ گیا ہے۔کسی نے تیرا بت توڑ کر تیری توہین کی ہے۔میں اس دشمن کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔تو

ہی مجھے اس دشمن تک پہنچائے گا۔بول..... مجھے اس دشمن تک پہنچائے گا؟''

پھر وہ ڈرائنگ شیٹ کو گھورتے ہوئے بولی۔''میں تجھ سے محروم ہو گئی ہوں۔تجھے دیکھنا چاہتی ہوں۔اس کاغذ پر تجھے دیکھ کر تیری تصویر بنانا چاہتی ہوں۔آ جا..... میری نگاہوں کے سامنے آ جا..... میں تجھے دیکھنا چاہتی ہوں۔میری یہ آرزو پوری کر دے۔میں تیرے بغیر نہیں رہ سکتی۔آ جا..... میری نگاہوں کے سامنے آ جا.....''

اسے اپنی سماعت میں بادلوں کی گڑگڑاہٹ اور بجلی کے کوندنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔جبکہ اس وقت موسم ایسا نہیں تھا۔میں سونیا کے اندر رہ کر دیکھ رہا تھا۔وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ابوالہول کو مخاطب کر رہی تھی اور اسے اپنی نگاہوں کے سامنے آنے کے لیے بار بار کہہ رہی تھی۔

پھر وہ ایک دم سے خوش ہو کر کاغذ کو دیکھنے لگی۔''وہ نظر آ رہا ہے، مجھے نظر آ رہا ہے۔''

اس نے سونیا کی طرف پلٹ کر کہا۔''مما! اس کاغذ پر دیکھو۔''

اس نے بلڈرز کو بھی مخاطب کر کے کہا۔''آپ سب دیکھیں۔وہ نظر آ رہا ہے۔''

سب اس شیٹ کی طرف دیکھنے لگے۔وہ پہلے ہی کی طرح سادہ تھا، وہاں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔لیکن وہ مارکر ہاتھ میں لیے خطوط کھینچتی جا رہی تھی۔سب حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔رفتہ رفتہ ابوالہول کا چہرہ بنتا جا رہا تھا۔

یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ واقعی اسے اس شیٹ پر ابوالہول کی صورت نظر آ رہی ہوگی، جس پر وہ مارکر پھیر رہی تھی۔پندرہ منٹ کے اندر ہی ابوالہول کا مکمل چہرہ اس شیٹ پر ابھر آیا۔

وہ خوشی سے چیخ پڑی۔میز پر جھک کر اس سے لپٹ گئی۔ہم سب ابوالہول کے لیے اس کی دیوانگی دیکھ رہے تھے۔وہ اس تصویر کو سینے سے لگا رہی تھی۔چوم رہی تھی۔اس کی چاہت میں دیوانی ہو رہی تھی۔

میں نے کہا۔''سونیا! اگر کبھی یہ بھید کھل جائے کہ تم نے اس بت کو تڑوایا ہے اور تم اس کی معمولہ اور تابعدار بننے کا ڈھونگ رچا رہی ہو اور اسے دھوکا دیتی آ رہی ہو۔تب کیا ہو گا؟''

وہ بولی۔''ہاں۔یہ ایسی بلا ہے۔جس سے کوئی انسان بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ہم جسمانی قوتوں اور غیر معمولی ذہانتوں سے بھی اسے قابو میں نہیں کر سکیں گے۔''

''انسان اپنی ذہانت سے تو پہاڑوں کو جھکا دیتا ہے۔چاند اور ستاروں پر کمند ڈالتا ہے۔تم بھی ذہانت سے کام لے کر وقت سے پہلے ہی اپنا بچاؤ کر سکتی ہو۔''

''تم کیا چاہتے ہو؟''

''تین چیزوں سے ہمیشہ دور رہنا چاہیے۔سانپ سے شیطان سے اور دشمنِ ایمان سے..... سانپ کو دودھ پلاؤ تب بھی وہ ڈس لیتا ہے، اور ایمان کے جو دشمن ہوتے ہیں وہ دراصل شیطان ہی ہوتے ہیں۔تمہارے سامنے جمائلہ کی مثال ہے۔اس وقت یہ ایمان کی دشمن ہے۔صبح اذان کے بعد تبدیل ہو گی تو مسلمان ہو گی۔رات کا اندھیرا پھیلتے ہی پھر شیطان کے زیرِ اثر آ جائے گی۔لہٰذا شیطان سے دور ہو جاؤ۔''

الپا نے کہا۔''ہاں مما! پاپا نے درست کہا ہے۔آپ کو اس چڑیل سے دور رہنا چاہیے۔''

سونیا نے بڑی محبت سے جمائلہ کی طرف دیکھ کر کہا۔''بیشک۔یہ کسی وقت بھی جانی دشمن بن سکتی ہے۔لیکن مجھے اس پر پیار آتا ہے۔اس میں اس کا کیا قصور ہے؟ یہ اپنی مرضی سے تو تبدیل نہیں ہوتی ہے۔یہ قدرتی حالات ہیں، جو اسے رات کی تاریکی میں چڑیل بنا دیتے ہیں۔''

اظلی بی بی نے کہا۔''پلیز مما! آپ اس سے ہمدردی نہ کریں، یہ محبت اور ہمدردی آپ کو بہت مہنگی پڑے گی۔''

کمبریا نے کہا۔''مجھے مما کے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔یہ چاہتی ہیں کہ کسی بھی طرح جمائلہ تبدیل ہو جائے دلت کی طرح رات کو بھی ایمان اس پر حاوی رہے۔اور شیطان ہمیشہ کے لیے اس کے اندر سے بھاگ جائے۔''

''بیٹے۔میں یہی چاہتی ہوں۔فرہاد! کیا اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جا کر بھی اس کے اندر تبدیلیاں نہیں لائی جا سکیں گی؟''

''میں آمنہ سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔''

کمبریا نے کہا۔''یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی۔ابھی تو آپ پاپا کے مشورے پر عمل کریں۔اس شہر اور اس ملک سے نکل جائیں۔ہمارے پاس چلی آئیں۔''

سونیا یاد داشت واپس آنے کے بعد پہلی بار دیکھ رہی تھی کہ ہم سب اس کے اپنے ہیں۔اس کے لیے کتنی محبتیں رکھتے ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ وہ کسی بھی خطرے سے دوچار ہوتی رہے۔

وہ خوش ہو کر بولی۔''تم سب یہی چاہتے ہو تو یہی ہوگا۔لیکن ذرا صبر کرو۔جمائلہ کے لیے میری محبتوں اور جذبوں کو سمجھو۔میں نے اسے بیٹی کہا۔اور یہ مجھے بیٹی ہی لگتی

ہے۔ اس لیے میں اسے شیطانی دلدل میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔''

میں نے کہا۔ ''تم یہی چاہتی ہو ناں! کہ جمائلہ کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جایا جائے۔ شاید وہاں اس کے اندر تبدیلیاں آجائیں۔ بے شک ہمارا دل کہتا ہے۔ جب یہ اس ادارے میں قدم رکھے گی تو شیطان وہاں نہیں آسکے گا، اس کے قریب پھٹک نہیں سکے گا۔''

''ہاں فرہاد! ابھی آمنہ سے معلوم کرو کہ ہم جمائلہ کی بہتری کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟''

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''مما۔! ہم سب ابھی جا کر معلوم کرتے ہیں۔ لیکن آپ کے لیے بہتر یہی ہوگا کہ ابھی یہ جگہ چھوڑ دیں۔ جمائلہ سے دور ہو جائیں۔''

''نہیں بیٹی! ایسی کوئی بات نہ کہو جو میرے مزاج کے خلاف ہو۔ جب میں کہہ چکی ہوں کہ جمائلہ کو دلدل میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی تو پھر نہیں جاؤں گی۔ اسے ساتھ لے کر ہی یہاں سے نکلوں گی۔''

الپا نے کہا۔ ''آپ جو کہتی ہیں وہی ہوگا۔ لیکن ہماری بھی ایک بات مان لیں۔''

''تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''

الپا نے کہا۔ ''میں وہاں سے روانہ ہونے والی تمام بین الاقوامی فلائٹس میں ہمیشہ ایک سیٹ ریزرو رکھوں گی۔ اپنی خیال خوانی کے ذریعے تمام فلائٹس کے متعلقہ افسران کو مجبور کر دوں گی کہ وہ ہر فلائٹ میں ایک سیٹ خالی رکھیں۔ آپ کو ہی غازی سے جس پاسپورٹ پر لایا گیا ہے۔ آپ اسے ہمیشہ اپنے ہینڈ بیگ میں ہی رکھیں۔ جب بھی کوئی خطرہ پیش آئے گا، آپ فوراً ایئر پورٹ پہنچ جائیں گی۔ وہاں آپ کو کسی بھی پہلی فلائٹ میں سیٹ مل جائے گی یوں آپ یہاں سے کسی روکاوٹ کے بغیر جا سکیں گی۔ اس طرح جمائلہ کے شیطانی اور جان لیوا ارادوں سے محفوظ رہیں گی۔''

''ٹھیک ہے۔ تمہاری یہ بات ماننے والی ہے اس لیے مان لیتی ہوں۔ خطرہ محسوس ہوتے ہی مجبوراً جمائلہ کو چھوڑ کر چلی جاؤں گی لیکن اسے کسی وقت بابا صاحب کے ادارے میں ضرور لے جاؤں گی۔''

اس وقت سونیا ان سب سے دور بیٹھی ہوئی تھی۔ اور وہ تمام بلڈرز جمائلہ سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ ''ابوالہول کی تصویر تمہارے پاس ہے۔ تمہیں کسی حد تک اطمینان ہو چکا ہے۔ اب تمہیں جلد سے جلد سونیا پر تنویمی عمل کرنا چاہیے۔''

اس نے کہا۔ ''ہاں۔ میں نے یہ طے کیا ہے کہ ہر رات اس پر عمل کیا کروں گی۔ اس طرح وہ ہمیشہ میری تابعدار بن کر رہ سکے گی۔''

ایک بلڈر نے کہا۔ ''رات کے دو بج رہے ہیں۔ ہمیں یہاں سے جانا چاہیے۔ کچھ نیند پوری کرنا چاہیے۔ کیا ہم مطمئن رہیں کہ تم ابھی سونیا پر عمل کر دو گی؟''

''بے شک۔ میں ابھی تم لوگوں کے جاتے ہی ان پر عمل کروں گی۔ میڈم کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ یہ مجھ سے بہت تعاون کر رہی ہیں۔ بے شک۔ یہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں۔''

پھر وہ مسکرا کر بولی۔ ''بیچاری مما!.....''

وہ تمام بلڈرز سونیا کے پاس آئے۔ پھر ایک نے کہا۔ ''اب ہم جا رہے ہیں۔ کل دن کے گیارہ بجے ملاقات ہوگی۔''

سونیا اور جمائلہ ان کے ساتھ باہر تک آئیں۔ پھر وہ اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر چلے گئے، جمائلہ نے سونیا کو دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولی۔ ''اب میری بیٹی مجھ پر تنویمی عمل کرنا چاہے گی۔''

''مما.....! آپ کچھ کہنے سے پہلے ہی سمجھ لیتی ہیں۔''

''تو پھر آؤ! میں اپنی بیٹی کی ہر خواہش پوری کرنے کو تیار ہوں۔''

وہ دونوں اندر آگئیں۔ سونیا بیڈ پر آکر چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا، میں الپا، اعلیٰ بی بی، کرونا اور کبیر یا اس کے اندر موجود تھے۔ وہ بھلا کیا تنویمی عمل کرتی..... پچھلی رات ہم جب اس کے اندر نہیں تھے۔ صرف کرونا تھی۔ تب بھی جمائلہ اس پر شیطانی عمل کرنے میں ناکام رہی تھی۔

اس وقت بھی وہ اپنے طور پر اسے ہپناٹائز کرتی رہی اور سونیا یہی تاثر دیتی رہی کہ اس کے زیر اثر آرہی ہے۔ پچھلی رات کی طرح اس کی تابعدار بنتی جا رہی ہے۔ ہم نے اس کے اندر رہ کر کچھ نہیں کیا، چپ چاپ تماشا دیکھتے رہے۔

کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اگر سونیا اس سے متاثر ہوتی تو اس کے زیر اثر آتی۔ تب ہم مداخلت کرتے۔ ہمیں ایسا کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ جمائلہ نے مطمئن ہو کر اسے صبح چھ بجے تک کے لیے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

میں نے کہا۔ ''بہتر ہے اب تم سوتی رہو۔ جمائلہ مطمئن ہو کر جا رہی ہے۔ یہاں اب تمہارے پاس کوئی نہیں آئے

گا۔''

الپا نے کہا۔ ''میں ایک گھنٹے بعد آپ کی خیریت معلوم کرنے آؤں گی۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''اور میں دو گھنٹے بعد آؤں گی۔ آپ اس بنگلے میں تنہا ہیں۔ ہم سب کو باری باری آتے جاتے رہنا چاہیے۔''

ہم سب اس کے دماغ سے نکل آئے۔ تاکہ وہ سکون سے سو سکے۔ ہم اسے تنہا چھوڑنے والے نہیں تھے۔ ہر گھنٹے کے بعد اس کے پاس باری باری پہنچ کر اس کی خیریت معلوم کرنے والے تھے۔

ادھر چھ بلڈرز کے دماغوں میں یہ سوال چیخ رہا تھا کہ کس نے جمائلہ کے بنگلے میں گھس کر اس کے صندوق کو کھول کر ابوالہول کے بت کو چھکنا چور کیا ہے؟

یہ بہت اہم سوال تھا۔ اس کے جواب کے پیچھے یہ حقیقت چھپی ہوئی تھی کہ کوئی دشمن در پردہ جمائلہ سے دشمنی کر رہا ہے۔ اگر جمائلہ سے کر رہا ہے تو پھر ان چھ بلڈرز کا بھی وہ دشمن ہوگا۔

ادھر پے در پے انہیں نقصان پہنچ رہا تھا۔ پہلے تو ان کا بلڈرون اچانک ہی مر گیا تھا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے بتایا تھا کہ حرکت قلب بند ہونے کے باعث اس کی موت واقع ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ تمام بلڈرز اسے اس کی طبعی موت سمجھ رہے تھے۔ اور کسی طرح کا شبہ نہیں کر رہے تھے۔

ٹراؤ کوم کو برا اور مہادھابی کی موت نے انہیں چونکا دیا تھا۔ جمائلہ اور تمام بلڈرز کو شبہ تھا کہ کرونا ایسا کر رہی ہے۔

ایک بلڈر نے کہا۔ ''وہ در پردہ بہت پہلے سے دشمنی کرتی رہی ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے یا امریکی اکابرین سے بڑی رازداری کے ساتھ رابطہ کرتی رہی ہے۔''

دوسرے بلڈر نے کہا۔ ''وہ سپر پاور کی پناہ میں گئی ہے۔ اپنے آپ کو بہت محفوظ سمجھ رہی ہے۔ اگر ہم اپنے معاملات میں الجھے نہ ہوتے تو جمائلہ کو اس کے پیچھے لگا دیتے۔ وہ دنیا کے آخری سرے تک اس کا پیچھا کرتی ہوئی اسے موت کے گھاٹ اتار دیتی۔''

بلڈر فائیو نے کہا۔ ''ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ کرونا یہاں سے خالی ہاتھ نہیں گئی ہوگی۔ ہو سکتا ہے اس نے ہمارے بہت سے راز چرائے ہوں؟ وہ وہاں جا کر امریکی اکابرین کو خوش کرنے کے لیے وہ راز ان کے حوالے کر سکتی ہے۔''

تمام بلڈرز اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے، ایک نے کہا۔ ''تمہاری بات دل کو لگ رہی ہے۔ ہم نے اس پہلو پر غور ہی نہیں کیا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ہمارے ریکارڈ روم میں پہنچ سکتی ہے اور وہاں سے کچھ چرا کر لے جا سکتی ہے۔''

بلڈر سکس نے کہا۔ ''ویسے یہ ممکن نہیں ہے۔ ہمارا ریکارڈ روم بلڈر ڈن کے تہ خانے میں ہے۔ وہاں ایسے حفاظتی الیکٹرونک آلات نصب کیے گئے ہیں کہ کوئی چوری چھپے وہاں تک جا ہی نہیں سکتا۔''

بلڈر فائیو نے کہا۔ ''ہمیں خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے، دھابی کے بنگلے میں بھی ہمارے مسلح گارڈز تھے۔ اندر کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن کرونا نے خیال خوانی کے ذریعے اسے شراب پلا کر مارڈالا تھا۔''

بلڈر تھری نے کہا۔ ''کرونا بہت مکار ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کسی طرح بھی سرنگ بنا کر ہمارے ریکارڈ روم تک پہنچ سکتی ہے۔''

بلڈر فائیو نے کہا۔ ''کیا حرج ہے اگر ہم اس ریکارڈ روم میں جا کر وہاں کا جائزہ لیں۔ اور یہ حساب کریں کہ ہمارے جتنے بھی راز وہاں پوشیدہ رکھے گئے ہیں وہ جوں کے توں موجود ہیں یا نہیں؟''

سب نے تائید کی کہ اس طرح ہمیں اپنا شبہ دور کرنا چاہیے۔ ماؤس مرکر نامی ان کا ایک بہت ہی تجربے کار جاسوس تھا۔ جو اُن کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دیا کرتا تھا۔ انہوں نے فوراً ہی فون پر اس سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ ''بلڈر ڈن کے بنگلے میں پہنچو۔ ہم میں سے کوئی ایک وہاں پہنچ رہا ہے۔ تمہیں تہ خانے کے ریکارڈ روم میں جا کر وہاں رکھی ہوئی فائلوں، مائیکرو فلموں، ویڈیو فلموں اور بے شمار اہم تصاویر کا حساب کرنا ہے، اور دیکھنا ہے کہ ہماری ہر چیز وہاں موجود ہے یا نہیں؟''

انہوں نے اب تک اس تہ خانے میں جا کر ریکارڈ روم کی ہر چیز کو چیک کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ سب ہی خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ وہاں تک کوئی پہنچ ہی نہیں سکے گا۔ اب ان کا جاسوس ماؤس مرکر یہ بھید کھولنے والا تھا کہ اس تہ خانے میں بہت کچھ ہو چکا ہے۔

☆☆☆

نومی نے ایک ڈاکٹر سے بھاری قیمت کے عوض ایک ایسا انجکشن لگوایا تھا۔ جس کے نتیجے میں اس کی دماغی توانائی کسی حد تک بحال ہو گئی تھی۔ وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روکنے لگی تھی۔

میں نے وردان کو معمول اور تابعدار بنانے کے بعد نومی

کے نئے لب ولہجے کو سنا تھا۔ پھر اس کے ذریعے اس کے دماغ میں جانے کی کوششیں کیں تو اس نے سانس روک لی تھی۔ ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ وہ نومی کرسٹل ہی ہے۔ اس تجسس میں مبتلا تھا کہ یہ نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کون ہے؟ اور کہاں سے آ گئی ہے؟

میں لبِ بن میں سونیا کے معاملات میں مصروف تھا۔ یہ سوچ کر فی الحال نومی کو نظر انداز کیا تھا کہ آئندہ وردان کے ذریعے اس نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی تک پہنچنے کی کوششیں کروں گا۔

اب ذرا فرصت ملی تھی۔ سونیا اپنے بیڈروم میں گہری نیند سو گئی تھی۔ الپا، اعلیٰ بی بی، کرونا اور کبریا باری باری اس کے دماغ میں جا کر اس کی خیریت معلوم کرنے والے تھے۔ اس لیے میں اس کی طرف سے مطمئن ہو گیا تھا۔ وردان کے پاس چلا آیا تھا تاکہ اس نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے بارے میں کچھ معلوم کر سکوں۔

ڈاکٹر نے نومی سے کہا تھا کہ دماغی توانائی حاصل کرنے والا انجکشن زود اثر ضرور ہے لیکن ردِعمل کے طور پر نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ لہٰذا بہت ضروری ہو تو بارہ گھنٹے کے بعد دوبارہ انجکشن لینا چاہیے، ورنہ اس سے بھی زیادہ وقفہ رکھا جائے اور جب تیس گھنٹے کے بعد وہ انجکشن لیا جائے۔

نومی کو اس حد تک توانائی حاصل کر کے اطمینان حاصل ہو گیا تھا کہ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا۔ اس لیے اس نے بیل گھنٹے تک انتظار کیا اور اس دوران یہی سوچتی رہی کہ آپ ہی آپ قدرتی طور پر اسے مزید دماغی توانائی حاصل ہو جائے گی۔ اسے اپنی زندگی سے بہت پیار تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ دوسرا انجکشن ردِعمل کے طور پر اسے نقصان پہنچائے۔

یہ صبر اس کے کام آیا۔ اس نے بیس گھنٹے بعد سوچا کہ پہلے خیال خوانی کے سلسلے میں اپنی دماغی توانائی کو آزمانا چاہیے اس نے بڑی خود اعتمادی سے پرواز کی تو سوچ کی لہریں اس کی منزلِ مقصود تک پہنچ گئیں۔

وہ خود کو وردان کے اندر پاتے ہی خوشی سے کھل گئی۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے وردان کو اپنا تابعدار بنایا تھا، اور اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ کوئی دوسری سوچ کی لہر اس کے اندر نہیں آ سکتی تھی۔ اس وقت نومی اس لیے آ گئی کہ میں وردان کے اندر موجود تھا۔ وہ نومی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکا۔

وہ خوشی کے مارے قہقہہ لگانے لگی وردان کے ساتھ ساتھ میں بھی چونک گیا۔ میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ اچانک اس طرح اس کے اندر پہنچ سکے گی۔

وہ بڑے ہی فاتحانہ انداز میں بولی۔ ”ہائے وردان! دیکھو میں تم سے پہلے دماغی توانائی حاصل کر چکی ہوں۔ اب تمہارا کیا بنے گا؟ کیا مجھے دماغ سے نکال سکو گے؟“

میں خاموش ہی رہا۔ وردان نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ”ہے بھگوان! اب میں کیا کروں؟ یہ تو میرے اندر پہنچ گئی ہے۔“

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ”نہ تم کچھ کر سکو گے نہ ہی تمہارا بھگوان کچھ کر سکے گا، ہوگا وہی جو میں چاہتی ہوں۔ اور میں چاہتی ہوں کہ تم میرے غلام بن جاؤ۔ ہمیشہ کے لیے.....“

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ”نہیں۔ تم ایسا نہیں کرو گی۔ دیکھو مجھے توانائی حاصل کرنے دو۔ ہم دونوں دوست بن کے رہیں گے۔“

”دوست سے زیادہ غلام قابلِ اعتماد ہوتا ہے۔“

وردان نے میری مرضی کے مطابق پوچھا۔ ”آخر کچھ بتاؤ تو سہی۔ تم کون ہو؟“

”ہاں۔ آئندہ مجھے مخاطب کرنے کے لیے ضروری ہے کہ میرا نام تمہیں معلوم ہو۔ میرا نام اروناد یسائی ہے۔“

”تم جھوٹ بول رہی ہو۔ جب ایجنسز کے ایمرپورٹ پر ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی تو تم نے کوئی اور نام بتایا تھا۔“

”اس وقت میں تم سے خود کو چھپا رہی تھی۔ اپنے بارے میں سچ بولنا نہیں چاہتی تھی، اب تو تم میرے غلام بننے والے ہو۔ اس لیے پیدائشی نام بتا رہی ہوں۔“

”یہ میں سمجھ گیا ہوں کہ تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا رہوں گا، گڑگڑاتا رہوں گا تب بھی تم مجھے اپنا غلام بنانے سے باز نہیں آؤ گی۔ جب ایسا کرنا ہی ہے تو کم از کم مجھے اپنے بارے میں سچ سچ بتاؤ، تم کون ہو؟ کہاں کی رہنے والی ہو؟ اور تم نے ٹیلی پیتھی کیسے سیکھی ہے؟ کہاں سے سیکھی ہے؟“

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”جب میں تم پر عمل کروں گی۔ تمہیں اپنا تابعدار بنا لوں گی تو یہ سارے سوالات کرنا بھول جاؤ گے۔ صرف میری تابعداری کرتے رہو گے۔“

”بے شک۔ مجھے غلام بناؤ مگر ایک بات مان لو۔ تھوڑی دیر کے لیے مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میں اپنے بھگوان کی تصویر کے سامنے بیٹھ کر پوجا کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں تم سے صرف تمہاری آزادی چھین رہی ہوں۔ تمہارا دھرم نہیں چھینوں گی۔ میرا غلام بننے کے بعد بھی تم بھگوان کی پوجا کر سکو گے۔“

وہ میری مرضی کے مطابق جواباً کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس

نے اچانک کر کہا۔ ”بس۔ اب زیادہ نہ بولو۔ اپنی جگہ سے اٹھو
بستر پر جا کر لیٹ جاؤ۔“

میں نے اسے اٹھنے پر مجبور کیا۔ وہ جبراً ایسے اٹھ رہا
جیسے ابھی سے اس کی گرفت میں آ گیا ہو۔ وہ سوچ بھی نہیں
سکتی کہ اس کے اندر کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا موجود
ہے۔

وہ ایک دور دراز علاقے میں کسی دوسرے خیال خوانی
کرنے والے کی توقع نہیں کر سکتی تھی۔ وردان نے میری مرضی
کے مطابق اس کے حکم کی تعمیل کی اور بستر پر جا کر چاروں
خانے چت لیٹ گیا۔

وہ کہہ رہی تھی۔ ”میں ایک ذرا وقت ضائع نہیں کروں
گی۔ جس کسی بھی وقت کسی بھی لمحے دماغی توانائی حاصل کر سکتے
ہیں لہٰذا میں تمہارے دماغ کو تھپک رہی ہوں۔ چلو سو جاؤ۔“

وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپکنے لگی۔ اس نے آہستہ
آہستہ آنکھیں بند کیں، پھر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

وہ اس پر عمل کرنے لگی۔ میں چپ چاپ تماشا دیکھنے
لگا۔ پہلے تو وہ طرح طرح کے سوالات کرتے ہوئے اس کی
ذہنی ہسٹری معلوم کرنے لگی کہ اس نے کس طرح ٹیلی پیتھی کا
علم حاصل کیا ہے؟ اسے معلوم ہوا کہ وہ ایک بہت بڑے گرو
کا پرجوش دیال شنکر کا چیلا بن کر برسوں اس کی خدمت کرتا رہا
ہے اور اسی کے زیرِ سایہ رہ کر اس نے ٹیلی پیتھی سیکھی تھی۔

پھر اس نے بتایا کہ انڈیا میں رہ کر وہاں کے چند
علاقوں کے دماغوں پر قبضہ جما چکا تھا۔ انہیں اپنا تابعدار بنا
کر شمالی ہندوستان کی پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو اپنے
اشاروں پر چلایا کرتا تھا۔

وہ میری مرضی کے مطابق اپنے بارے میں بولتا جا رہا تھا
اور وہ سنتی جا رہی تھی۔ پھر اس نے حکم دیا کہ وہ آئندہ اس کا
مطیع اور تابعدار بن کر رہا کرے گا۔

وہ جو کہہ رہی تھی۔ وہ اسے تسلیم کر رہا تھا۔ اور یہ یقین دلا
رہا تھا کہ اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ آخر میں اس
نے اپنی آواز اور مخصوص لب ولہجے کے ذریعے اس کے دماغ
کو لاک کیا۔ پھر اسے چار گھنٹوں تک تنویمی نیند سونے کے لیے
کہہ دیا۔

پھر اس کے بعد اس کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ وہ جا
چکی تھی۔ میں بھی اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر ہر پندرہ بیس
منٹ کے بعد اس کے اندر جھانکنے لگا۔ نومی اپنے عمل کی
کامیابی کا یقین کرنے کے لیے اس کے دماغ میں آ سکتی
تھی۔ اس نے چار گھنٹے تک اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دیا
تھا۔ میں دو گھنٹے کے بعد اس پر اپنا تنویمی عمل کرنے لگا۔

اس سے کہنے لگا۔ ”اروناد یسائی نے تم پر جو عمل کیا ہے،
اس کے مطابق تم اس کی آواز اور لب ولہجے کے اسیر رہو گے،
جب بھی وہ تمہارے اندر آئے گی تو اس کی سوچ کی لہروں کو
محسوس نہیں کرو گے۔ یہی تاثر دو گے کہ تمہارا دماغ لاک ہے۔
تم صرف اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتے ہو۔“

پھر میں نے یہ بات اس کے ذہن میں نقش کی کہ میری
آواز، میرا مخصوص لب ولہجہ بھی اس کے دماغ کے چور خانے
میں محفوظ رہے گا۔ میں جب بھی اس لب ولہجے کے ساتھ اس
کے اندر آؤں گا تو وہ مجھے محسوس نہیں کرے گا، اور ایسے وقت
میرے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہے گا۔

میں نے ایسے طریقے سے تنویمی عمل کیا کہ وہ بنیادی طور
پر تو میرا ہی محکوم اور تابعدار بن کر رہے مگر بظاہر اروناد یسائی کی
بھی تابعداری کرتے ہوئے اسے اس خوش فہمی میں مبتلا رکھے
کہ وہ اس کا بھی تابعدار بن چکا ہے۔ میں نے اپنا عمل مکمل
کرنے کے بعد اسے دو گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سلا دیا۔

نومی بہت خوش تھی۔ وردان جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے
کو اپنا معمول اور تابعدار بنا چکی تھی۔ اسے یہ شبہ نہیں تھا کہ کوئی
دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا وردان کے دماغ میں آئے گا، پھر
بھی اس نے تنویمی عمل کرنے کے بعد احتیاطاً آدھے آدھے
گھنٹے کے بعد دو بار اس کے اندر جا کر خاموش رہ کر کسی طرح
کی آواز سننے کی کوشش کی تھی پھر مطمئن ہو گئی تھی کہ اس کے
دماغ میں کوئی نہیں ہے۔ آئندہ اس کے سوا کوئی اس کے دماغ
میں نہیں آ سکے گا۔

اس نے ہمیشہ سونیا بن کر میری زندگی میں رہنے کے لیے
بہت بڑی چال چلی تھی۔ مجھے یقین دلایا تھا کہ نومی کرسٹل مر
چکی ہے، آئندہ وہ سونیا کو تلاش کر کے اسے بلاک کر کے میری
زندگی میں آئی تو میں کبھی شبہ نہ کرتا کہ نومی روپ بدل کر سونیا
کی طرح زہریلی اور ایٹمارفل بن کر میرے پاس آ گئی ہے۔
میں بڑی آسانی سے دھوکا کھاتا رہتا۔

اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے سونیا کی ہلاکت ضروری
تھی۔ وہ اسے تلاش کرتی رہی تھی، پھر اسے معلوم ہوا کہ
پرتگال کے ایک شہر لبِ بن میں سونیا اسے مل سکتی ہے۔

وہ اسے ڈھونڈنے کے لیے لبِ بن آئی تھی، لیکن جمائلہ
نے ایسا زبردست حملہ کیا تھا کہ اسے بھاگ کر اسپین کے شہر
میڈرڈ آنا پڑا تھا۔ اب سونیا کے ساتھ ساتھ جمائلہ بھی اس کے
لیے اہم ہو گئی تھی۔

وہ اس کے بارے میں سوچتی رہتی تھی، آخر وہ شیطانی

قوت رکھنے والی لڑکی ہے کون؟ جس کے ایک ہی حملے سے اس کے چہرے کی ہڈیاں چٹخ گئی تھیں۔

وہ اس کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اسے اس بات کا غصہ تھا کہ اس لڑکی نے اس کا چہرہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ اس سے انتقام لینا چاہتی تھی۔ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ کسی طرح اس کے دماغ میں جگہ مل جائے تو وہ اسے اپنی تابعدار بنا لے گی۔ ایسی غیر معمولی قوت رکھنے والی لڑکی آئندہ اس کے بہت کام آسکتی تھی۔

اس کے دو ٹارگٹ تھے۔ ایک سونیا دوسری جمائلہ..... وہ ابھی فی الحال اس خطرناک لڑکی سے دور رہ کر اس کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ پھر اس بات کی بھی تصدیق کرنا چاہتی تھی کہ واقعی سونیا لوبن میں موجود ہے یا نہیں؟

نومی نے لوبن میں ایک کار کرائے پر حاصل کی تھی۔ جسے اسپین کے شہر سلیمانکا میں لا کر فروخت کر دیا تھا۔ اس کمپنی کے مالک کی آواز اور لب و لہجہ اسے یاد تھا، اس نے اس لب و لہجے کو ذہن میں لا کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے اندر پہنچ کر سوال پیدا کیا۔ ''کیا کوئی ایسی غیر معمولی قوت رکھنے والی لڑکی ہے' جو اس شہر میں اچھی طرح جانی پہچانی جاتی ہے؟''

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ ''ہاں۔ ایک لڑکی کا چرچا ہوتا رہتا ہے۔ وہ راتوں کو تنہا آوارہ گھومتی رہتی ہے اگر اسے کوئی چھیڑتا ہے تو وہ بڑی درندگی سے اسے زخمی کرتی ہے یا مار ڈالتی ہے۔''

نومی نے سوال پیدا کیا۔ ''ایسی خطرناک لڑکی قانون کی گرفت میں کیوں نہیں آتی؟''

اس شخص کی سوچ نے کہا۔ ''یہاں سیون بلڈرز نامی ایک بہت بڑا کاروباری ادارہ ہے۔ اس کے مالکان اتنے اثر ورسوخ کے مالک ہیں کہ یہاں کے حکمران' پولیس اور انٹیلی جنس والے ان کے غلام بن کر رہتے ہیں، شاید اسی لیے کوئی پولیس والا اس لڑکی کے قریب نہیں جاتا ہے۔''

نومی نے اس کے اندر سوال پیدا کیا۔ ''کیا وہ لڑکی پُراسرار قوتوں کی حامل ہے؟''

''پتا نہیں۔ وہ کیا بلا ہے؟ اس کی حقیقت تو سیون بلڈرز والے ہی جانتے ہوں گے۔ ہوسکتا ہے' یہاں کے پولیس والے بھی جانتے ہوں۔''

اس نے وہاں کے ایک بڑے پولیس افسر کا فون نمبر معلوم کیا، پھر اپنے موبائل کے ذریعے رابطہ کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو۔ کون.....؟''

اس نے آواز سنتے ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اس کے دماغ میں پہنچ کر جمائلہ کے بارے میں طرح طرح کے سوالات پیدا کرنے لگی۔ اس کا جواب سننے لگی۔ وہاں بھی مایوسی ہوئی۔ وہ اعلیٰ افسر بھی جمائلہ کے بارے میں اتنا ہی جانتا تھا کہ وہ ایک پُراسرار لڑکی ہے' جو سیون بلڈرز کے سائے میں رہ کر قانون کی گرفت سے بچتی رہتی ہے۔

نومی نے اس سے مایوس ہو کر تمام سیون بلڈرز کے فون نمبر معلوم کیے پھر ان میں سے ایک بلڈر سے رابطہ کیا۔ وہ نائٹ کلب میں تھا۔ فون اٹینڈ کرتے ہوئے بے زاری سے بولا۔ ''ہیلو۔ کون ہے؟''

نومی نے آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں بھی چھلانگ لگائی لیکن اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ چند سیکنڈ کے بعد غصے سے فون پر بولا۔ ''یو بچ۔ تم ہمارا کھاتی رہیں ہمارے سائے میں محفوظ رہ کر آرام سے زندگی گزارتی رہیں اور اچانک دھوکا دے کر سپر پاور کی گود میں چلی گئیں۔ اب میرے پاس کیوں آئی ہو؟''

وہ اسے کرنا سمجھ رہا تھا۔ نومی نے کہا۔ ''مسٹر بلڈر..... آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں نے نہ تو آپ کا کبھی نمک کھایا ہے اور نہ ہی آپ کے زیر سایہ رہ چکی ہوں۔ میں ادارہ دیبائی ہوں۔''

اس نے پوچھا۔ ''کون اردنا؟''

''میں وہی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہوں' جسے آپ کے سائے میں رہنے والی ایک لڑکی نے بری طرح زخمی کیا تھا۔ میں نے معلوم کیا ہے' اس کا نام جمائلہ ہے۔ اور وہ پُراسرار قوتوں کی حامل ہے۔''

اس نے کہا۔ ''اوہ آئی سی۔ تمہارے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی تھا؟''

''ہاں۔ وہ میرے ساتھ ہے۔ اگر آپ دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے تو ہم دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''ہم پہلے ہی اپنے تئیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دھوکا کھا چکے ہیں۔ اب کسی پر بھروسا نہیں کریں گے۔''

''پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ سب ہی جھوٹے اور دغاباز نہیں ہوتے۔ آپ دوستی نہیں کریں گے تو ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم جمائلہ جیسی بلا سے دور رہ کر خیال خوانی کے ذریعے پرتگال کے حکمرانوں سے اور پولیس اور انٹیلی جنس والوں کے دماغوں پر قبضہ جماتے رہیں گے۔

لیے مسائل پیدا کرتے رہیں گے۔''

تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ ''جب تم دونوں لیے مسائل پیدا کر سکتے ہو تو پھر دوستی کا ہاتھ کیوں بڑھا

''

ہمیں پرتگال کے حکمرانوں کو اور وہاں کی انتظامیہ کو پر اثر لانے کا شوق نہیں ہے۔ ہمیں لوبن میں ایک اہم کام دینا ہے۔ اس کے بعد ہم کبھی پرتگال کا رخ نہیں گے۔ ہاں۔ اگر تم سے دوستی ہوئی تو یقیناً تمہارے کام آئیں گے۔''

تم دونوں لوبن میں ایسا کون سا کام انجام دینا چاہتے کی خاطر ہم سے دوستی کی جا رہی ہے؟''

یہ ہمارا راز ہے اور یہ راز ہی رہے گا۔ تم ہمارے اس نہ ہی مداخلت کرو گے اور نہ کچھ معلوم کرنا چاہو گے۔ تمہارے کسی کام میں مداخلت نہیں کریں گے۔ بلکہ انداز میں تمہارے کام آتے رہیں گے۔''

کل میں بلڈرز کی میٹنگ میں تمہارا ذکر کروں گا۔ ہم پیش کش کے بارے میں سوچیں گے کہ تم سے کن پر دوستی کی جا سکتی ہے۔ تم کل شام تک ہم سے رابطہ

''آل رائٹ۔ میں کل کسی وقت فون پر رابطہ کروں

اس نے فون بند کر دیا۔ خیال خوانی اور فون کے ذریعے لاگ دوڑ کے بعد وہ سیون بلڈرز کی تنظیم تک پہنچ سکی ایک بلڈر سے بات کر کے ہی پتا چل گیا کہ باقی تمام بھی اس کی طرح یوگا کے ماہر ہیں، اور وہ خیال خوانی کے لیے ان کے اندر جگہ نہیں بنا سکے گی۔

''سونیا اور جمائلہ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ ات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اور اس سلسلے میں کوئی خاص یابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ سونیا کے بارے میں تو کچھ بھی نہ ہو سکا۔ وہ کوئی معمولی ہستی نہیں تھی۔ اس کا خیال تھا سیون بلڈرز کے سائے میں موجود ہوگی۔ چونکہ وہ اپنے بھول چکی ہے اور زہریلی بھی ہو چکی ہے۔ اس لیے سونیا محبت سے شاید سیون بلڈرز بھی اسے نہیں جانتے ہوں

فی الوقت اس کی سمجھ میں دو ہی باتیں آ رہی تھیں۔ ایک تو بھی بلڈر کے دماغ میں جگہ بنانے کے بعد ہی وہ سونیا پائے گی۔ یا پھر اس شہر میں دو چار ہوشیار بندروں کو اپنا اور تابعدار بنانا ہوگا۔ وہ سب اسے ڈھونڈتے پھریں گے تو کہیں نہ کہیں اس کا سراغ مل ہی جائے گا۔

نومی کی بے چینی جمائلہ کے لیے تھی۔ وہ ایک خطرناک لڑکی کی حیثیت سے پورے لوبن میں جانی پہچانی جاتی تھی۔ پھر بھی نومی اس کے بارے میں کچھ خاص معلومات حاصل نہیں کر پائی تھی۔

وہ سوچنے لگی۔ ''میں اتنا تو معلوم کر سکتی ہوں کہ وہ لوبن میں کہاں رہتی ہے؟ جہاں بھی رہتی ہے، وہاں کے کسی شخص کو اپنا آلۂ کار بنا کر اسے قریب سے دیکھ سکتی ہوں، اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتی ہوں۔''

وہ پھر وہاں کے اس پولیس افسر کے پاس پہنچ گئی، جس کے دماغ میں جگہ بنا چکی تھی۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ جس بنگلے میں رہتی ہے۔ آج وہاں آگ لگ گئی ہے۔

نومی نے اس کے ذہن میں سوال پیدا کیا۔ ''کیا کسی دشمن نے آگ لگائی ہے؟''

اعلیٰ افسر کی سوچ نے کہا۔ ''یہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ ہم انکوائری کرنا چاہتے تھے لیکن وہ تمام بلڈرز وہاں آ گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم یونہی معمولی سی کارروائی کریں اور چپ چاپ چلیں جائیں۔ یہ جمائلہ اور ان کا اپنا معاملہ ہے اسے وہ خود ہی نمٹ لیں گے۔''

نومی نے سوال پیدا کیا۔ ''کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کوئی خاص بات ہے، جو پولیس والوں سے بھی چھپائی جا رہی ہے؟''

''ہاں یہ تو صاف ظاہر ہے، لیکن ہم زیادہ کھوج نہیں لگاتے ہیں۔ ہمیں بڑی بڑی رقمیں مل جاتی ہیں۔ اس لیے ہم چپ ہو جاتے ہیں۔''

نومی نے کہا۔ ''انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ میں ایسے ہوشیار اور کسی کی ٹوہ میں رہنے والے جاسوس تو یقیناً ہوں گے؟''

''بے شک۔ ایسا ایک جاسوس ہے، جو جمائلہ کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے۔ پتا نہیں کیا معلومات حاصل کرتا ہے؟ کسی سے کچھ کہتا نہیں ہے۔''

نومی نے اس افسر کو مجبور کیا کہ وہ فون کے ذریعے اس جاسوس سے رابطہ کرے۔

اس نے ریسیور اٹھا کر اس کے نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا۔ ''ہیلو جیکی نارمن! میں انسپکٹر جنرل آف پولیس بول رہا ہوں۔''

جیکی نارمن نے کہا۔ ''ہیلو آفیسر! مجھے کیسے یاد کیا؟''

''وہ لڑکی جمائلہ اس قدر پُراسرار ہے کہ دن رات میرے دماغ میں کھٹکتی رہتی ہے۔ میں اپنے اوپر والوں سے

مجبور ہوں یہ وہاں سے حکم ملا ہے کہ سیون بلڈرز کے تمام احکامات کی تعمیل کی جائے۔ اس لیے میں ان کی پناہ میں رہنے والی جمائلہ کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا، اور نہ ہی اس کی حقیقت جان سکتا ہوں۔ آخر وہ کیا بلا ہے؟''

''آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟''

''اس کے بارے میں کچھ معلومات ہو تو بتاؤ؟ تمہارا بڑا احسان ہوگا۔ میرے دماغ میں جمائلہ نام کی ایک پھانس چبھی ہوئی ہے۔ وہ نکل جائے گی۔''

اس نے کہا ''آفیسر! وہ بہت ہی پُراسرار اور خطرناک بلا ہے۔ میں پچھلے کئی ہفتوں سے اس کی اسٹڈی کر رہا ہوں۔ وہ ٹھہری شخصیت کی مالک ہے۔ رات کو بہت ہی خطرناک ہو جاتی ہے۔ ایسی خطرناک اور ایسی طاقتور کہ بڑے بڑے پہلوانوں کی ہڈی پسلیاں توڑ دیتی ہے۔''

افسر نے نومی کی مرضی کے مطابق پھر سوال کیا۔ ''اگر ابوالہول کے بت کے سامنے جمائلہ نارمل رہتی ہے تو وہ اب تک اس کے پاس کیوں نہیں تھا؟ اور آج ہی فون کے ذریعے قاہرہ سے کیوں منگوایا جا رہا ہے؟''

جیکی نے کہا۔ ''قاہرہ سے فون پر بات کرنے والے ایجنٹ نے بھی پوچھا تھا کہ یہ بت کیوں منگوایا جا رہا ہے؟ مجھے کہ جمائلہ اپنے ساتھ یہ بت یہاں سے لے گئی تھی؟ سیون بلڈرز نے اس ایجنٹ کو جواب دیا کہ جو بت جمائلہ کے پاس تھا اسے کسی نے توڑ ڈالا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ جنون میں مبتلا ہو گئی ہے۔ اس نے اپنے بنگلے کو آگ لگا دی ہے۔ اس لڑکی کو تلاش کر کے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی ہے۔ جس نے بت کو توڑا ہے۔ بلڈرز نے بڑی مشکل سے اس قصے کو نمٹایا ہے۔''

نومی یہ سن رہی تھی۔ اور پریشان ہو کر سوچ رہی تھی کہ وہ لڑکی کس قدر خطرے والی ہے کہ اس نے اپنے ہی گھر کو آگ لگا دی۔ اور سیون بلڈرز جیسی عظیم کے طاقتور لوگ بھی اس سے خوفزدہ رہتے ہیں۔

یہ معلومات نومی کو سمجھا رہی تھیں کہ اس خطرناک لڑکی سے دور رہنے میں ہی اس کی عافیت ہے۔ وہ اس بلا کو اپنے قابو میں لانا چاہتی تھی۔ اپنی تابعدار بنا کر رکھنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے سوچ رہی تھی کہ دور ہی دور سے اسے ٹریپ کرنا ہوگا۔

اس نے اس افسر کو اس حد تک آگے کار بڑھانے کے بعد آزاد چھوڑ دیا اور خیال خوانی کے ذریعے جیکی نارمن کے اندر پہنچ گئی اس کے ذہن میں سوال پیدا کیا کہ جمائلہ اس وقت کہاں ہو سکتی ہے؟

اس کی سوچ نے کہا۔ ''پتا نہیں۔ وہ کہاں بھٹک رہی ہوگی۔ ویسے وہ اکثر کسی نائٹ کلب میں یا پھر کسی کیسینو میں ہوتی ہے۔ بڑی بڑی رقمیں داؤ پر لگا کر وہاں کھیلتی رہتی ہے۔''

نومی نے اس کے دماغ میں سوال پیدا کیا۔ ''کیا وہ لبنان میں بالکل تنہا رہتی ہے؟ یا فیملی لائف گزارتی ہے؟''

جیکی کی سوچ نے کہا۔ ''جب وہ لبنان میں آئی تو اس کے ماں باپ اس کے ساتھ تھے۔ وہ اس بنگلے میں ان کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ جسے آج اس نے آگ لگائی ہے۔''

''اب اس کے ماں باپ کہاں رہتے ہیں؟''

''کوئی تین ہفتے پہلے اس کے ماں باپ سوئٹزرلینڈ جا چکے ہیں۔ آج کل وہ ایک ایسی عورت کے ساتھ رہتی ہے جو بہت ہی صحت مند اور بہت ہی اسمارٹ ہے۔ اس کا بنگلا جو جل چکا ہے۔ اس کے سامنے والے بنگلے میں رہتی ہے۔ جمائلہ اور سیون بلڈرز سب ہی اس عورت کو میڈم کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔''

نومی نے سوال پیدا کیا۔ ''اس میڈم کا کوئی نام بھی ہوگا؟''

جیکی کی سوچ نے کہا۔ ''میں نے کبھی اس کا نام نہیں سنا۔ جمائلہ تو اسے مما کہتی ہے۔ اور تمام بلڈرز اسے میڈم کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔''

وہ واقعی سونیا کا نام نہیں جانتا تھا، سیون بلڈرز تنہائی میں سونیا کو میڈم سونیا کہتے تھے۔ لیکن دوسروں کے سامنے صرف میڈم کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

اس نے سوال پیدا کیا۔ ''یہ میڈم کون ہے؟ اور اچانک کہاں سے آئی ہے؟ پھر یہ کہ جمائلہ اس عورت کو مما کیوں کہتی ہے؟''

جیکی اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس لیے کوئی معقول جواب نہ دے سکا۔ لیکن یہ معلومات نومی کے ذہن میں چھپ رہی تھی۔ ایک سوال یہ پیدا ہو رہا تھا کہ کسی میڈم کو جمائلہ مما کیوں کہتی ہے؟ دوسرا سوال یہ پیدا ہو رہا تھا کہ اس عورت میں ایسی کیا خاص بات ہے کہ بلڈرز جیسے طاقتور لوگ بھی اسے میڈم کہتے ہیں؟

نومی کے ذہن میں اچانک یہ سوال بجلی کی طرح کوندا کہ یہ میڈم کہلانے والی کہیں سونیا تو نہیں ہے؟

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ بے چینی سے ٹہلتے ہوئے سوچنے لگی کہ کسی کے اندر کوئی غیر معمولی بات ہوتی ہے، کچھ غیر معمولی صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ تب ہی کسی تنظیم میں اسے میڈم، باس کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے۔

نومی کے اندر اس میڈم کہلانے والی عورت کے سلسلے میں تجسس پیدا ہونے لگا۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ جمائلہ کے ذریعے ہی اس میڈم کہلانے والی کی حقیقت معلوم کی جا سکتی ہے۔

وہ بے چینی سے ٹہلتے ہوئے سوچنے لگی کہ کیا کیا جائے، کس طرح جمائلہ کے قریب رہ کر اسے ٹریپ بھی کیا جائے اور اس کے ساتھ رہنے والی میڈم کی حقیقت بھی معلوم کی جائے؟

وہ سوچتے سوچتے رک گئی۔ اچانک ہی ایک تدبیر اس کے ذہن میں آئی۔ یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ابوالہول کی پرستش کرتی ہے۔ اور اس کا بت ٹوٹ جانے کے باعث اس قدر جنونی ہو گئی ہے کہ اس نے اپنے ہی گھر کو آگ لگا دی ہے۔

اس جنون نے نومی کو سمجھایا کہ وہ ابوالہول کی پجارن اور دیوانی ہے۔ لہٰذا ابوالہول کے ذریعے ہی اس جنونی لڑکی سے دوستی کی جا سکتی ہے۔ اور اسے اپنے قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔

ابھی جیکی کے ذریعے پتا چلا تھا کہ سیون بلڈرز قاہرہ سے اس کے لیے ابوالہول کا بت منگوا رہے ہیں۔ وہ بت کل شام تک یہاں پہنچ جائے گا یا دیر بھی ہو سکتی ہے۔

نومی نے سوچا۔ ''اگر اس سے پہلے میں وہ بت جمائلہ تک پہنچا دوں تو وہ میری احسان مند ہو گی۔ پھر میں اس سے معلوم کر سکوں گی کہ اس کے ساتھ رہنے والی وہ میڈم کون ہے؟''

یہ تدبیر ذہن میں آتے ہی اس نے سوچا کہ کیا میڈرڈ کے شہر میں ابوالہول کا بت مل سکتا ہے؟

وہ میڈرڈ میں تھی۔ اور فوری طور پر وہیں سے بت حاصل کر سکتی تھی۔ اس کے ذہن میں دو باتیں آئیں۔ ایک تو یہ کہ وہاں کی مارکیٹ میں ایسی دکانیں بھی تھیں۔ جہاں تاریخی نوادرات رکھے جاتے تھے۔ ان میں کچھ نوادرات نقلی بھی ہوتے تھے اور اصلی بھی۔ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے گاہک وہاں سے اپنے پسند کی کوئی چیز خرید کر لے جاتے تھے۔ ایسی ہی کسی دکان میں ابوالہول کا بت ہو سکتا تھا۔

ایک بات کا تو اچھی طرح یقین تھا کہ وہاں کے میوزیم میں وہ بت ضرور رکھا ہوگا۔ وہاں سے اسے چرایا جا سکتا تھا۔

اس وقت وہاں صبح کے چار بج رہے تھے۔ اس وقت نہ تو کوئی دکان کھلی تھی اور نہ ہی میوزیم کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ وہ ٹیلی فون ڈائریکٹری کھول کر بیٹھ گئی۔ میوزیم کے انچارج کے نمبر تلاش کرنے لگی۔ جلد ہی وہ فون نمبر مل گیا۔

اس نے اس نمبر پر رابطہ کیا تو انچارج بے چارہ سو رہا تھا۔ نیند بھری آواز میں بولا۔ ''کون ہے؟ اتنی صبح کیوں فون کیا ہے؟''

اس نے دماغ میں پہنچ کر فون بند کر دیا۔ اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ میوزیم میں جو تاریخی بت رکھے ہوئے ہیں کیا ان میں ابوالہول کا بت بھی ہے؟

وہ بے زار ہو کر سوتے میں بولا۔ ''پتا نہیں کیوں اس وقت ان بتوں کا خیال آرہا ہے؟ ویسے ابوالہول کا بت میوزیم میں موجود ہے۔''

وہ سونا چاہتا تھا۔ نومی نے خیال خوانی کے ذریعے اسے فوراً ہی سلا دیا۔ بہت ہی مختصر سا تنویمی عمل کر کے اسے اپنا تابعدار بنایا پھر اسے حکم دیا۔ ''اس بت کے سائز کا ایک بڑا سا بکس لے کر میوزیم جاؤ اور اس بت کو بکس میں رکھ کر اسے باہر لے آؤ۔''

دوسری طرف اس نے وردان کے اندر پہنچ کر حکم دیا۔ ''فوراً بستر سے اٹھو اور اپنی کار میں بیٹھ کر میوزیم کے سامنے پہنچو۔''

میں نے وردان پر تنویمی عمل کر کے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ ارونا دیسائی (نومی) کا بھی تابعدار بن کر رہے گا۔ اور اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔ جب میں اپنے مخصوص لب و لہجے میں اسے مخاطب کروں گا تو وہ پھر میرا ہی تابعدار رہے گا اور ارونا کو بھول جائے گا۔

اس وقت اس نے نومی کے حکم کی تعمیل کی۔ فوراً ہی بستر چھوڑ کر لباس تبدیل کر کے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر میوزیم کی طرف جانے لگا۔

میوزیم کا انچارج اپنی کار میں وہاں پہنچ چکا تھا۔ چوکیدار نے اسے دیکھ کر بڑے گیٹ کو کھول دیا، وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا میوزیم کے بیرونی دروازے تک آیا۔ وہاں کھڑے ہوئے مسلح سنتری نے اسے سلیوٹ کیا۔ پھر اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔ وہ اپنا بڑا بکس اٹھائے اندر چلا گیا۔ بیس منٹ کے بعد ہی وہ واپس آیا تو سنتری نے یہ پوچھنے کی جرأت نہیں کی کہ وہ بکس اندر کیوں لے گیا تھا؟ اور جب لے گیا تھا تو فوراً ہی واپس کیوں لے جا رہا ہے؟

وہ اس بکس کو اپنی کار میں رکھ کر وہاں سے جانے لگا۔ بڑے گیٹ سے باہر آ کر نومی کی مرضی کے مطابق کچھ فاصلے پر رک گیا۔ وہاں وردان اپنی کار کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس انچارج نے اس بکس کو اپنی کار سے نکال کر اس کے حوالے کیا۔ وردان اسے اپنی کار میں رکھ کر وہاں سے جانے لگا۔

نومی نے کہا۔ ''اب تم یہاں سے سیدھے پرتگال کے شہر لزبن جاؤ گے۔ میں تمہارے دماغ میں آتی جاتی رہوں گی۔''

وہ حکم کا بندہ تھا۔ کوئی سوال، کوئی بحث کیے بغیر کار ڈرائیو کرتا ہوا پرتگال کی طرف جانے لگا۔ نومی اس میوزیم کے انچارج کے دماغ سے نکل آئی تھی۔ وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میں تو اپنے گھر میں تھا پھر یہاں کیسے آ گیا؟ اور اس میوزیم کے قریب کیا کر رہا ہوں؟

وہ بھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو چکا ہے۔ جب بت کی چوری کا پتا چلتا تب اس پر الزام آنے والا تھا۔ آئندہ وہ بے چارہ ایک بت کو چرانے کے الزام میں گرفتار ہونے والا تھا۔

نومی پھر اس جاسوس جیکی نارمن کے اندر پہنچ گئی۔ یہ معلوم کرنے لگی کہ کیا وہ جمائلہ کا فون نمبر جانتا ہے؟

اس نے بڑی حد تک جمائلہ کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ پھر کسی کا فون نمبر معلوم کرنا تو ایک جاسوس کے لیے معمولی سی بات ہوتی ہے۔ نومی نے اس کے ذہن سے وہ نمبر معلوم کیے پھر اپنے موبائل فون پر نمبر پنچ کرنے کے بعد اسے کان سے لگایا چند سیکنڈ کے بعد ہی جمائلہ کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو کون.....؟''

نومی نے کہا۔ ''تم مجھے نہیں جانتی ہو۔ اور نہ ہی میں تمہیں پہلے جانتی تھی۔ ابھی میں نیند میں تھی تو میں نے ابوالہول کو خواب میں دیکھا۔''

جمائلہ اس وقت ایک کیسینو میں تاش کے پتوں سے بازیاں جیت رہی تھی۔ اس کے ہاتھ سے وہ پتے چھوٹ گئے وہ فوراً ہی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ بڑی دلچسپی سے بولی۔ ''تم نے میرے ابوالہول کو خواب میں دیکھا؟''

نومی نے کہا۔ ''ہاں۔ اس نے مجھ سے کہا ہے کہ اس کے بت کو کسی نے توڑ ڈالا ہے۔ اور اس کی جمائلہ بہت پریشان ہے۔ میں کسی بھی طرح جلد سے جلد اس کے ابوالہول کو اس کے پاس پہنچا دوں۔''

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''کیا تم میرے ابوالہول کے بت کو میرے پاس پہنچا رہی ہو؟ اگر ایسی بات ہے تو یہاں کب تک آ رہی ہو؟''

''میں تمہارے سامنے نہیں آؤں گی۔ مجھے اس بت نے منع کیا ہے۔ میں اس کی کنیز ہوں۔ اس کے حکم پر سر جھکاتی رہتی ہوں۔ اس لیے مجبور ہوں۔ تمہارے پاس نہیں آ سکوں گی۔ لیکن ایک شخص اس بت کو لے کر یہاں سے روانہ ہو چکا ہے۔ وہ پانچ گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ جائے گا۔''

''اوہ۔ تم جو کوئی بھی ہو۔ بہت اچھی ہو، وہ شخص کون ہے؟ اور اس بت کو لے کر کہاں آئے گا؟ کیا وہ میرا ایڈریس جانتا ہے؟''

''میں تمہارا ایڈریس نہیں جانتی۔ اس لیے میں نے اسے کچھ نہیں بتایا ہے۔ ابوالہول نے کہا ہے کہ وہ اسے تمہارے پاس پہنچا دے گا۔''

وہ خوشی سے کھل گئی تھی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر کیسینو کے باہر جاتے ہوئے بولی۔ ''میرا ابوالہول مجھے کتنا چاہتا ہے، میرا کتنا خیال رکھتا ہے؟''

وہ چلتے چلتے یکدم سے رُک گئی، چونک کر بولی۔ ''اوہ..... ایک گڑبڑ ہو سکتی ہے۔''

نومی نے پوچھا۔ ''کیسی گڑبڑ.....؟''

''ابھی تھوڑی دیر میں صبح ہونے والی ہے۔ میں بالکل تبدیل ہو جاؤں گی۔ ابوالہول کا بت میرے پاس آئے گا تو میں اسے عزت اور احترام سے اپنے پاس نہیں رکھ پاؤں گی۔ اس وقت میں مسلمان ہوتی ہوں۔ اور مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ بتوں کی پوجا نہ کریں۔ انہیں توڑ دیا کریں۔''

نومی نے کہا۔ ''پھر تو واقعی گڑبڑ ہو جائے گی۔ تم بتاؤ، اب کیا کرنا چاہیے؟''

''میں ابھی بلڈرز کو فون کرتی ہوں۔ وہ شخص بت کو لے کر یہاں آئے گا تو بلڈرز اس کا استقبال کریں گے۔ اسے عزت دیں گے اور اس بت کو اپنے پاس رکھ لیں گے۔ پھر رات ہو گی تو اسے میرے پاس پہنچا دیں گے۔''

نومی نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ وہ شخص تمہارے بلڈرز تک پہنچے گا۔ اس کی کار کا نمبر ذہن نشین کر کے ان بلڈرز کو بتا دو۔ وہ اپنی کار میں تمہارے جلے ہوئے بنگلے کے سامنے پہنچے گا۔''

''میں ابھی اس کے بارے میں بلڈرز کو مطلع کروں گی۔''

''ایک بات اور ہے۔ وہ یہ کہ جو شخص وہ بت لے کر آ رہا ہے وہ بھی اس بت کا غلام ہے۔ تم اسے اپنے ساتھ رکھو۔ وہ تمہارے بہت کام آیا کرے گا۔''

اس نے کہا۔ ''میں اس شخص کو ابوالہول کا تحفہ سمجھ کر اس کی عزت کروں گی۔ اسے اپنے ساتھ رکھوں گی۔''

''ایک اور ضروری بات ہے۔ ابوالہول نے کہا ہے کہ میں تم سے فون کے ذریعے برابر رابطہ رکھوں۔ اور تمہارے مشکل وقت میں کام آتی رہوں۔''

''میں ہمیشہ فون کے ذریعے تمہارے رابطے میں رہوں گی۔ میرے فون پر تمہارا نمبر بھی آ گیا ہے۔ اسے میں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔''

''ایک اور آخری بات رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ تم کسی سے میرا ذکر نہیں کرو گی۔ وہ تمہارے بلڈرز ہوں یا تمہارے ماں باپ..... سب سے یہی کہو گی کہ ابوالہول کا بت لانے والے اس شخص کو تم نہیں جانتی ہو۔ ابوالہول نے اسے یہاں بھیجا ہے اور وہ ہمیشہ ساتھ رہا کرے گا۔ اب میں فون بند کرتی ہوں تم بلڈرز سے رابطہ کرو۔ اور انہیں اس شخص کے بارے اچھی طرح سمجھا دو۔''

نومی نے فون بند کر دیا۔ بڑے ہی فاتحانہ انداز میں مسکرانے لگی۔ اسے اس طرح فتح مندی سے مسکرانے کا حق تھا۔ کیوں کہ وہ بڑی زبردست چال چلتی ہوئی جمائلہ کے بہت قریب ہو رہی تھی۔ اور وردان کو اس کے پاس پہنچا کر اس کے ساتھ رہنے والی میڈم کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتی تھی۔

جمائلہ نے فون کے ذریعے بلڈرز ٹو سے رابطہ کیا۔ بلڈرز ٹو نے کہا۔ ''جمائلہ! خیریت تو ہے؟ صبح کے ساڑھے چار بج رہے ہیں اور اس وقت تم نے فون کیا ہے؟''

''ہاں۔ میں خیریت سے ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد تبدیل ہونے والی ہوں۔ اس سے پہلے ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہوں اور یہ کہ ایک شخص ابوالہول کا بت لے کر میرے جلے ہوئے بنگلے کے سامنے پہنچنے والا ہے۔ وہ اب سے پانچ گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ سکتا ہے۔''

''وہ کون شخص ہے جو بت لے کر آ رہا ہے؟''

''ابھی کوئی سوال نہ کرو۔ یہ دیکھو کہ میرا ابوالہول مجھ پر کتنا مہربان ہے۔ میری پریشانیوں کا کتنا خیال رکھتا ہے۔ پتا نہیں تمہارے ایجنٹ کب اس کا بت یہاں بھیجتے، پتا نہیں اور کتنے دن لگ جاتے میرا ابوالہول صرف پانچ گھنٹے کے اندر اسے یہاں پہنچا رہا ہے۔''

''جمائلہ! یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔ ہم سب اس بت کو دیکھنے ضرور آئیں گے۔''

''صرف اسے دیکھنے نہیں۔ اسے لینے بھی آؤ گے۔ ایک شخص اپنی کار میں اسے لے کر میرے جلے ہوئے بنگلے کے سامنے آئے گا۔ وہ دن کا وقت ہو گا۔ میں ابوالہول کی طرف جا سکوں گی اور نہ ہی اسے دیکھ سکوں گی۔ میں نے اسی لیے فون کیا ہے۔ چار گھنٹے کے بعد اپنے دوسرے بلڈرز کے ساتھ میرے جلے ہوئے بنگلے کے سامنے پہنچ جاؤ۔ وہ شخص جب بھی آئے اس سے وہ بت لے لو۔ اور اسے ایک معزز مہمان کی طرح اپنے ساتھ رکھو۔ وہ ابوالہول کا غلام ہے آئندہ میرے ساتھ رہا کرے گا۔ اب میں فون بند کر رہی ہوں۔ مجھے جانا ہے۔ میری تبدیلی کا وقت ہو رہا ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ نومی وردان کے دماغ میں آ گئی تھی۔ اسے اس وقت تک وردان کے ساتھ رہنا تھا جب تک کہ وہ لزبن نہ پہنچ جاتا۔ وہاں وہ اس بت کو بلڈرز کے حوالے کرتا اور ان کا مہمان بن جاتا۔ تب ہی نومی کو سکون مل

سکتا تھا۔

سونیا اپنے بیڈ پر گہری نیند سو رہی تھی۔ یوں بھی اسے جمائلہ کے تنویمی عمل کے مطابق چھ بجے تک نیند پوری کر کے اسے اس خوش فہمی میں مبتلا رکھنا تھا کہ اس کا عمل کامیاب ہو چکا ہے۔ اور سونیا بدستور اس کی تابعدار بنی ہوئی ہے۔

اس کی نیند کے دوران میں الپا، اعلیٰ بی بی، کرونا اور کبیریا آتے جاتے رہے تھے، اور اس کی نگرانی کرتے رہے تھے۔ وہ صبح چھ بجے بیدار ہو گئی۔ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی جمائلہ اذان کے بعد تبدیل ہو کر وہاں واپس آ گئی تھی۔

سونیا نے باتھ روم کی طرف دیکھا۔ وہاں سے شاور کی آواز آ رہی تھی۔ جمائلہ غسل میں مصروف تھی۔ سونیا دوسرے کمرے کے باتھ روم میں چلی گئی، جب وہ دونوں غسل سے فارغ ہو کر کچن میں آئیں تو جمائلہ کے بدن پر پورا لباس تھا۔ وہ بہت سیدھی، سادی اور معصوم سی لگ رہی تھی۔

سونیا نے کچن میں ناشتا تیار کرتے ہوئے پوچھا۔ ''ناشتا کرنے کے بعد کیا ارادہ ہے؟''

وہ بولی۔ ''مما! میں بہت تھک گئی ہوں۔ بس ایک ٹوسٹ کھاؤں گی۔ چائے پیوں گی اور سو جاؤں گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''پتا نہیں۔ تم تمام رات کہاں بھٹکتی رہتی ہو؟ بہتر ہے کہ سو ہی جاؤ۔''

''آپ ناشتا کرنے کے بعد ان بلڈرز کے پاس جائیں گی۔ ہو سکتا ہے انہیں آپ کی ضرورت ہو۔''

اس نے بڑی تابعداری سے کہا۔ ''میں تو تمہاری ہر بات مانتی ہوں۔ تم کہہ رہی ہو تو بس ناشتا کرتے ہی چلی جاؤں گی۔''

جمائلہ خوش ہو گئی، اگرچہ وہ دن کے وقت ایک بیٹی کی طرح اسے ماں سمجھتی تھی۔ اس کی عزت کرتی تھی۔ لیکن دماغ میں یہ خیال بھی رہتا تھا کہ شام کے بعد تبدیل ہونا ہے اور اپنے عمل کے مطابق سونیا کو استعمال کرنا ہے۔

جمائلہ ناشتے کے بعد ایک بیڈ روم میں سونے کے لیے چلی گئی۔ سونیا بلڈرز کے پاس جانے کی تیاری کرنے لگی۔ ایسے ہی وقت ایک بلڈر نے فون پر کہا۔ ''میڈم! ابھی آپ دس بجے تک اپنے بنگلے میں ہی رہیں گی۔ ایک شخص اپنی کار میں اس جلے ہوئے بنگلے کے سامنے آنے والا ہے۔ وہ اپنے ساتھ ابوالہول کا بت لا رہا ہے۔ ہمیں وہ بت اس سے وصول کرنا ہے۔ اور اس شخص کو ایک معزز مہمان کی طرح اپنے ساتھ رکھنا ہے۔''

سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔ ''اتنی جلدی یہ بت کہاں سے مل گیا؟ اسے کون لا رہا ہے؟''

''یہی سوال ہم نے جمائلہ سے کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ بعد میں جواب دے گی۔ اس کے پاس وقت نہیں تھا۔ کیوں کہ وہ تھوڑی دیر کے بعد تبدیل ہونے والی تھی۔ ایسے میں وہ خود اس بت کو وصول نہیں کر سکتی تھی۔ نہ ہی اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ اس لیے یہ ڈیوٹی ہمیں انجام دینی ہو گی۔ اس بت کے آنے سے ہماری پریشانیاں دور ہو رہی ہیں۔ کل تو وہ بہت ہی جنونی ہو گئی تھی۔ ہم سب نے اسے بڑی مشکلوں سے سنبھالا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''آپ لوگ تو قاہرہ سے اس کا بت منگوانے والے تھے؟ تعجب ہے کہ یہ اتنی جلدی کہاں سے آ رہا ہے؟''

''جمائلہ نے صرف اتنا ہی کہا ہے کہ ابوالہول اس پر بہت مہربان ہے۔ اس کی پریشانیوں کو سمجھتا ہے۔ اس لیے اپنا بت خود اس کے پاس بھیج رہا ہے۔ اور جو شخص اسے لا رہا ہے وہ اس بت کا غلام ہے۔''

سونیا کی عقل یہ تسلیم نہیں کر سکتی تھی کہ ابوالہول خود اپنا بت جمائلہ کے پاس بھیج رہا ہے۔ لیکن اس نے خاموشی سے یہ بات تسلیم کر لی کیونکہ وہ ان سب کی تابعدار بنی ہوئی تھی۔

ایسے وقت الپا نے آ کر پوچھا۔ ''مما.....! آپ کیسی ہیں؟''

اس نے مسکرا کر کہا۔ ''تمہارے جیسی بیٹیاں ہوں تو میں اور کیسی ہو سکتی ہوں؟ مجھ پر کہیں سے کوئی آنچ نہیں آ سکتی۔ تم سب میرے سونے کے دوران میں باری باری آتے رہے اور میری خیریت معلوم کرتے رہے۔''

''ہمارے آنے کی وجہ سے آپ کی نیند ٹوٹ جایا کرتی تھی۔''

''ہاں۔ تھوڑی دیر کے لیے میں ڈسٹرب ہوتی تھی۔ پھر مطمئن ہو کر سو جاتی تھی۔''

کرونا، اعلیٰ بی بی اور کبیریا کے بعد دیگرے سونیا کے پاس آنے لگے اس کی خیریت معلوم کرنے لگے۔ وہ اپنوں کی محبتیں پا کر خوش ہو رہی تھی۔

کبیریا نے کہا۔ ''مما! کل رات جمائلہ بہت زیادہ جنونی ہو گئی تھی۔ اب اس کا کیا حال ہے؟''

''وہ دن کی روشنی میں تو بالکل ہی بدل جاتی ہے۔ ابھی بڑے آرام اور سکون سے سو رہی ہے۔''

پھر اس نے کرونا سے کہا۔ ''تم بہت عرصے سے اور بہت قریب سے جمائلہ کو دیکھتی آ رہی ہو۔ اور اس کے تمام حالات

سے اچھی طرح واقف ہو۔ کیا ایسا پہلے کبھی ہوا ہے کہ ابوالہول نے اس کے لیے کوئی تحفہ یا کوئی چیز بھیجی ہو؟''

کرونا نے کہا۔ ''نہیں۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ رات کے وقت وہ جب بھی اس کی پرستش کرتی ہے کچھ مانگتی ہے تو اسے پُراسرار قوتیں حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن کبھی کوئی چیز ابوالہول کے پاس سے نہیں آئی۔''

سونیا نے کہا۔ ''پہلے تو میں یہ بات ہی نہیں جانتی کہ اس کو پُراسرار قوتیں اس بت کی طرف سے ملتی ہیں۔ پتا نہیں کیوں وہ بچپن سے ہی اس مٹی کے بت سے متاثر ہو گئی۔ اس کا دن کو پوزیشن ہونا اور رات کو ٹیکٹیو ہو جانا قدرت کا بنایا ہوا نوکھا تماشا ہے جسے انسانی عقل سمجھنے سے قاصر ہے۔''

وہ ایک ذرا چپ ہونے کے بعد بولی۔ ''آج ایک نئی بات سامنے آئی ہے اور یہ کہ ابوالہول اپنا بت خود اس کے پاس بھیج رہا ہے۔ اور وہ بت ابھی دس بجے تک یہاں پہنچنے والا ہے۔''

کرونا نے پوچھا۔ ''کیا جمائلہ نے یہ بتایا ہے کہ ابوالہول خود اپنا بت اس کے پاس بھیج رہا ہے؟''

''ہاں۔ اس نے یہی کہا ہے۔ لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔''

''واقعی۔ یہ کوئی یقین کرنے والی بات نہیں ہے۔ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ابوالہول نے کبھی ایک ٹکا بھی اس کے پاس نہیں بھیجا۔ اسے جو پُراسرار قوت حاصل ہوتی ہے تو وہ ہماری سمجھ سے باہر ہوتی ہے۔ اس نے اس بت کو خود سے منسوب کر رکھا ہے، اس لیے ہم مان لیتے ہیں کہ یہ سب کچھ اسی بت سے ملتا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''جمائلہ نے بلڈرز کو یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص اس بت کو لا رہا ہے۔ وہ اس بت کا ہی غلام ہے۔ اور وہ یہاں معزز مہمان کی طرح رہے گا۔ میں بے چینی سے انتظار کر رہی ہوں۔ یہ دیکھنا ہے کہ آخر ابوالہول کا وہ غلام کون ہے؟''

اعلیٰ بی بی اور کبیریا یہ کہہ کر چلے گئے کہ وہ دس بجے کے بعد آ کر اس شخص کے بارے میں معلوم کریں گے۔ الپا نے کہا۔ ''مما! میرے ہی وطن اسرائیل میں میرے بے شمار دشمن ہیں۔ مجھے ان سے نمٹنا ہے۔ انہوں نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے مقابل بلایا ہے۔ پاپا میرا ساتھ دے رہے ہیں۔ پھر بھی میں چاہتی ہوں کہ پاپا کو زیادہ زحمت نہ دوں۔ اور تنہا ہی ان سب سے نمٹ لوں۔''

''بے شک۔ تمہیں خود اعتمادی سے اپنے دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹ کر رہنا چاہیے۔ تم جاؤ۔ اپنی جگہ مصروف رہو۔''

الپا نے کہا۔ ''میں نے یہاں سے بیرونی ممالک جانے والے تمام جہازوں میں آپ کے لیے ایک سیٹ ریزرو کرا دی ہے۔ آپ اپنا پاسپورٹ ہر وقت اپنے پاس رکھیں۔ جمائلہ بہت خطرناک ہے۔ کسی دن کسی وقت بھی اسے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ پر اس کا تنویمی عمل ناکام ہو رہا ہے اور آپ اسے دھوکا دے رہی ہیں پھر وہ آپ کی جانی دشمن بن جائے گی۔ ایسے وقت تو آپ کو یہاں سے کسی دوسرے ملک جانا ہی ہو گا۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''تم سب کو میری بہت فکر ہے۔ اور یہ دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے اور الپا تمہیں تو کچھ زیادہ ہی میری فکر ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ جاؤ اپنا کام کرو۔''

الپا چلی گئی۔ کرونا نے کہا۔ ''مما! یہ کیسا عجیب اتفاق ہے کہ الپا جیسی کٹر یہودی آپ کی بیٹی بن گئی ہے؟''

سونیا نے کہا۔ ''تمہارے پاپا نے اسے اتنی محبتیں دی ہیں۔ اس کے اندر اتنا اعتماد پیدا کیا ہے کہ وہ سچ مچ ہماری بیٹی بن گئی ہے۔''

کرونا نے کہا۔ ''آپ کو شاید معلوم نہیں ہے۔ میں بھی یہودی ہوں یہ کیسا اتفاق ہے کہ دو یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والیاں آپ کی بیٹیاں بن گئی ہیں۔ میں بھی الپا کی طرح آپ کی اور پاپا کی محبتیں اور سب کا اعتماد حاصل کرتی رہوں گی۔''

''خدا کرے، ایسا ہی ہو۔ میں تم سے یہ کہنا تو بھول ہی گئی کہ سیون بلڈرز کی تنظیم سے تعلق رکھنے والا جاسوس ماؤس مرکر اس تہ خانے کے ریکارڈ روم میں گیا ہے۔''

کرونا نے پوچھا۔ ''کیا انہیں کسی طرح کا شبہ ہوا ہے؟''

''ہاں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ تم یہاں سے جاتے وقت ان کے کئی راز چرا کر لے گئی ہو۔ میں سوچ رہی ہوں کہ کہیں ماؤس مرکر کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ کبھی میں اس ریکارڈ روم میں گئی تھی۔''

''آپ اطمینان رکھیں۔ اسے کبھی معلوم نہیں ہو گا۔''

''کیا ماؤس مرکر یوگا کا ماہر ہے؟ کیا تم اس کے دماغ میں نہیں جا سکتیں؟''

''اگرچہ وہ اچھا خاصا صحت مند ہے اور خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک سکتا ہے، لیکن رات کو شراب پینے کا عادی ہے۔ اس لیے اس وقت اس کا ذہن حساس نہیں ہو گا۔ میں کسی وقت بھی اس کے اندر جا سکتی ہوں۔''

''تو پھر جا کر معلوم کرو کہ اس نے ریکارڈ روم میں جا کر کیا معلومات حاصل کی ہیں؟''

"میں ابھی معلوم کر کے بتاتی ہوں۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ماؤس مرکر کے دماغ میں پہنچ گئی، لیکن دیر سے پہنچی۔ وہ سیون بلڈرز کو اپنی پوری رپورٹ پیش کر چکا تھا۔ اس وقت ان کے پاس بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا۔ "میں نے یہ رپورٹ لکھ دی ہے۔ اور اس کی تفصیل بھی موجود ہے کہ کرونا یہاں سے کون کون سے راز چرا کر لے گئی ہے؟"

ایک بلڈر نے کہا۔ "ہاں۔ ہم نے یہ رپورٹ پڑھی ہے لیکن اس کا یہ حصہ پڑھ کر حیرانی ہو رہی ہے کہ کرونا نے اس الماری کو بھی کھولا تھا۔ جس میں فرہاد علی تیمور کی فیملی کے تمام ریکارڈز محفوظ ہیں۔"

بلڈر ٹو نے کہا۔ "یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ کرونا نے وہاں کیا تلاش کیا ہوگا؟ جبکہ وہ وہاں سے کوئی چیز نہیں لے گئی ہے۔ تمام ریکارڈز جوں کے توں موجود ہیں۔"

ماؤس مرکر نے کہا۔ "ہاں۔ موجود تو ہیں۔ لیکن جس ترتیب سے وہ ریکارڈ رکھے گئے تھے۔ وہ ترتیب بدل چکی ہے۔ چیزیں اِدھر سے اُدھر ہو گئی ہیں۔"

بلڈر سکس نے کہا۔ "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کرونا اس تہ خانے میں کیسے پہنچی؟ ایک تو وہاں حفاظتی انتظامات کے طور پر الیکٹرانک آلات لگائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے بلڈرون کا ملازم اور باڈی گارڈ دن رات وہاں موجود رہتا تھا۔ پھر کرونا وہاں کیسے پہنچ گئی؟"

ماؤس نے کہا۔ "ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اس نے بلڈرون کے ملازم اور باڈی گارڈ کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اپنا تابعدار بنایا ہوگا۔ انہیں اپنے زیر اثر لانے کے بعد وہاں کے حفاظتی انتظامات کو ناکارہ بنا دیا ہوگا اس طرح اس کے لیے آسانی ہو گئی ہوگی۔"

بلڈر فائیو نے ماؤس مرکر کی رپورٹ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "تم نے یہاں لکھا ہے کہ ریکارڈ روم کے رجسٹر کے مطابق سونیا کی ویڈیو فلم تین نمبر کے خانے میں رکھی ہوئی تھی۔ لیکن جب تم نے الماری کو کھول کر دیکھا تو وہ ویڈیو فلم خانے سے باہر رکھی ہوئی تھی۔ ہمیں اس سوال کا جواب معلوم کرنا ہوگا کہ وہ ویڈیو فلم اس الماری سے باہر کیسے آ گئی؟"

بلڈر فور نے کہا۔ "ہاں۔ کئی طرح کے سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ کیا کرونا نے وہ ویڈیو فلم وہاں دیکھی تھی؟ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں دیکھی تھی؟ وہ سونیا کی ویڈیو فلم سے کیا حاصل کرنا چاہتی تھی؟ کیا وہ اس فلم کی دوسری کاپی بنا کر لے گئی ہے؟"

بلڈر ٹو نے کہا۔ "وہ اس ویڈیو فلم کی کاپی بنا کر کیوں لے جائے گی؟ جبکہ دنیا کے تمام بڑے ممالک کے ریکارڈ روم میں وہ ویڈیو فلم موجود ہے؟"

ماؤس نے کہا۔ "ایک خیال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کرونا اس فلم کی کاپی لے کر اس لیے گئی ہے کہ سونیا کو بھی دکھا سکے۔ اور اسے بتا سکے کہ اس کی اصلیت کیا ہے اور یہاں اسے کس طرح دھوکا دیا جا رہا ہے؟"

ماؤس کی یہ بات سن کر سب ہی چونک گئے۔ سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔ پھر بلڈر ٹو نے کہا۔ "ہمیں میڈم سونیا کے بنگلے کی تلاشی لینی چاہیے۔ ہو سکتا ہے، کرونا نے کسی کو آلۂ کار بنا کر وہ ویڈیو فلم سونیا کے پاس پہنچا دی ہو اور سونیا وہ فلم دیکھ کر اپنی حقیقت معلوم کر چکی ہو؟"

تمام بلڈرز اپنے اپنے طور پر کہنے لگے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے اگر سونیا کو اپنی اصلیت معلوم ہو جاتی تو وہ فوراً ہی یہاں سے زنجیریں توڑ کر فرہاد کے پاس پہنچ جاتی۔

دوسرے بلڈر نے کہا۔ "جمائلہ نے بڑی کامیابی سے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے۔"

ایک اور بلڈر نے کہا۔ "کرونا اتنی عجلت میں یہاں سے فرار ہوئی تھی کہ اسے وہ ویڈیو فلم سونیا کے حوالے کرنے کا موقع نہیں ملا ہوگا۔"

ایک اور بلڈر نے کہا۔ "ہمیں یقین ہے کہ سونیا نے وہ ویڈیو فلم نہیں دیکھی ہے۔ پھر بھی احتیاطاً ہم اس کے بنگلے کی تلاشی لیں گے۔"

بلڈر ٹو نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "تو بج رہے ہیں۔ یوں بھی ہمیں اس بنگلے کی طرف جانا ہی ہے۔ وہ شخص بت لے کر آ رہا ہوگا۔"

کرونا ماؤس مرکر کے دماغ سے نکل کر سونیا کے پاس آ گئی۔ اس وقت میں بھی سونیا کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ اس سے باتیں کر رہا تھا۔ کرونا نے آ کر کہا۔ "مما! آپ نے ماؤس مرکر کے بارے میں مجھے بتانے میں دیر کر دی۔ وہ کم بخت ریکارڈ روم میں جا کر بہت کچھ معلوم کر چکا ہے۔ آپ نے اپنی ویڈیو فلم نکال کر دیکھی تھی لیکن اسے واپس رکھتے وقت تین نمبر کے خانے میں نہیں رکھا تھا، باہر ہی چھوڑ کر آ گئی تھیں۔"

وہ بتانے لگی کہ اس ویڈیو فلم کی وجہ سے بلڈرز کیسی کیسی رائے قائم کر رہے ہیں۔ اور وہ یہاں آ کر اس بنگلے کی تلاشی لینے والے ہیں۔

سونیا نے کہا۔ "لینے دو تلاشی۔ یہاں ایسی کوئی ویڈیو فلم

نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔ "انہیں یہ بڑی خوش فہمی ہے کہ تمہاری مما جمائلہ کی تابعدار بن گئی ہیں۔ اس لیے وہ ان پر کبھی شبہ نہیں کریں گے۔"

آدھے گھنٹے کے بعد وہ تمام بلڈرز وہاں پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ ماؤس مرکر اور دو ماتحت تھے۔

بلڈر ٹو نے کہا۔ "میڈم.....! آپ مائنڈ نہ کریں۔ ہم اس بنگلے کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔ آپ اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کریں گی۔"

سونیا نے بنگلے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "میں باہر جا رہی ہوں۔ آپ سے کوئی سوال نہیں کروں گی۔ آپ اطمینان سے تلاشی لے سکتے ہیں۔"

دوسرے بلڈرز بھی بنگلے سے باہر آ گئے۔ ان کے ماتحت اندر تلاشی لینے لگے۔ پندرہ منٹ کے بعد ہی دروان کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔

نومی اس کے اندر موجود تھی۔ اسے گائیڈ کرتی ہوئی وہاں تک لے آئی تھی۔ اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ ان بلڈرز کے پاس پہنچ کر اسے خود کو ابوالہول کا پجاری اور غلام ظاہر کرنا ہے۔

تمام بلڈرز نے دروان کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ سونیا نے بھی اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارا بہت بہت شکریہ تم ابوالہول کا بت یہاں لا کر میری بیٹی کو ذہنی سکون پہنچانے والے ہو۔"

دروان نے نومی کی مرضی کے مطابق کہا۔ "میرا نہیں ابوالہول کا شکریہ ادا کریں۔ میں تو اس کا غلام ہوں۔ اس کے حکم کے مطابق اس کا بت یہاں لے آیا ہوں۔"

میں سونیا کے اندر تھا۔ دروان کی آواز اور لب ولہجہ سنتے ہی چونک گیا۔ فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے اندر پہنچا تو وہی کم بخت وہاں ابوالہول کا غلام بن کر پہنچا ہوا تھا۔

پلک جھپکتے ہی یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ ارونا دیبائی (نومی) اسے اپنا آلۂ کار بنا کر وہاں لائی ہے۔ ایسے وقت مجھے اس کے اندر خاموش رہ کر تماشا دیکھنا چاہیے۔

دوسری طرف نومی سونیا کی آواز اور لب ولہجے کو سن کر سوچ میں پڑ گئی تھی۔ جب سے سونیا زہریلی بن گئی تھی تب سے اس کی آواز میں کچھ تبدیلی سی آ گئی تھی۔ پھر بھی اس کی گفتگو کے انداز سے سونیا کی جھلک ملتی تھی۔

نومی کا شبہ یقین میں بدلنے لگا۔ اس نے سوچا کہ مجھے ذرا صبر اور تحمل سے کام لینا ہوگا۔ دروان یہاں رہے گا تو اس کے ذریعے یہ میڈم پوری طرح بے نقاب ہو جائے گی۔

میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ "سونیا! اور کرونا! تم دونوں الرٹ ہو جاؤ۔ یہ شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس کا نام دروان دشوانا تھ ہے۔"

کرونا نے کہا۔ "پاپا! کیا آپ نے اس کی آواز سن کر اسے پہچانا ہے؟"

"نہیں۔ یہ میرا معمول اور تابعدار ہے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی نے بھی اسے اپنا تابعدار بنا رکھا ہے۔ اور میں نے دروان کو ڈھیل دے رکھی ہے کہ وہ اس کی تابعداری کرتا رہے۔"

سونیا نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "اس کا مطلب تو یہ ہے کہ یہ دروان محکوم ہے، خود نہیں آیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی اسے یہاں لائی ہے؟"

کرونا نے کہا۔ "پاپا! مما بہت شارپ ذہن رکھتی ہیں۔ انہوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ابوالہول خود اپنا بت یہاں نہیں بھیج رہا ہے، اب یہی بات درست ہو رہی ہے۔ یہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی سازش ہے۔ اس نے کسی خاص مقصد سے دروان کو یہاں پہنچایا ہے۔"

سونیا نے مجھ سے کہا۔ "میں سمجھتی ہوں۔ تم نے اس اجنبی عورت کو بے نقاب کرنے کے لیے اسے ڈھیل دی ہے۔ اور دروان کو اس کا تابعدار بننے کا موقع دیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہی بات ہے۔ میں الجھن میں ہوں کہ آخر یہ نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کون ہو سکتی ہے؟ وہ یہاں جو کھیل کھیلنے آئی ہے تو شاید میں اسے یہیں بے نقاب کر سکوں۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہاں اس کے مقاصد کیا ہیں؟"

سونیا نے کہا۔ "تم دونوں میرے دماغ سے فوراً نکل جاؤ وہ کم بخت کسی وقت بھی میرے اندر آ سکتی ہے۔"

ہم دونوں فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل گئے۔ میں نے کرونا سے کہا۔ "تم میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمہیں دروان کے اندر پہنچاتا ہوں۔ وہاں رہ کر تم ٹیلی پیتھی جاننے والی کی باتیں بھی سن سکو گی۔"

کرونا میرے ذریعے دروان کے اندر پہنچ گئی۔ ان ہکس بلڈرز نے اس سے ابوالہول کا بت لے لیا تھا۔ بلڈر ٹو کہہ رہا تھا۔ "اس بت کو میں اپنے بنگلے میں لے جا کر ایک کمرے میں رکھوں گا۔ رات کو جمائلہ آ کر اسے دیکھے گی۔ اور فیصلہ کرے گی کہ اسے مستقل طور پر کہاں رکھنا ہے۔"

ان کے ساتھ آنے والے ماتحتوں نے بنگلے کی تلاشی لی

تھی۔ بلڈرز کے حکم کے مطابق صرف اس کمرے کی تلاشی نہیں لی گئی، جہاں جمائلہ سو رہی تھی۔

وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس کی نیند میں مداخلت کی جائے۔

وردان نے ان بلڈرز کو اپنا نام بتایا تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ ''مسٹر وردان! آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ ہمارے مہمان بن کر رہیں۔ مس جمائلہ ابھی سو رہی ہیں۔ وہ بعد میں آ کر آپ سے ملیں گی۔''

دوسرے بلڈر نے سونیا سے کہا۔ ''میڈم! آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔ ہم نے بہت سے اہم مسائل پر گفتگو کرنی ہے۔''

وہ ان کی تابعدار بنی ہوئی تھی۔ فوراً ہی ان کے ساتھ جانے کے لیے راضی ہوگئی۔ جمائلہ اپنے بیڈ روم میں سو رہی تھی۔ اس لیے بلڈرز نے دو مسلح گارڈز کو اس کی نگرانی کے لیے وہاں چھوڑ دیا۔

ایک بلڈر سونیا کے ساتھ اور دوسرا بلڈر وردان کے ساتھ ان کی کاروں میں بیٹھ گیا۔ اس طرح وہ قافلہ ابوالہول کا بت لے کر بلڈر ٹو کے بنگلے میں پہنچ گیا۔

اس بنگلے کی ایکسی خالی رہتی تھی۔ وہاں کے ایک سجے سجائے کمرے میں اس بت کو بھی سجاوٹ کے طور پر رکھ دیا گیا۔ اس دوران میں نومی نے دو بار سونیا کے اندر آنے کی کوشش کی مگر اس نے سانس روک لی۔ وہ پوری طرح یقین کرنا چاہتی تھی کہ سونیا کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اس کا رکھ رکھاؤ اس کی باتیں اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ سونیا ہی ہے۔ جلد ہی اس بات کی تصدیق ہونے والی تھی۔ اس لیے نومی مطمئن تھی۔

کرونا نے مجھ سے پوچھا۔ ''پاپا! یہ وردان کے دماغ میں آنے والی کون ہو سکتی ہے؟ آپ تو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اچھی طرح جانتے ہیں؟''

''ہاں۔ میں پہلی بار الجھ رہا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ یہ نئی خیال خوانی کرنے والی کہاں سے پیدا ہوگئی ہے؟ کھوم پھر کر نوی کرسٹل کی طرف ہی دھیان جاتا ہے۔ لیکن دل نہیں مانتا۔ دماغ تسلیم نہیں کرتا۔ کیوں کہ اس نے ایسے وقت دم توڑا ہے جب میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ اس کے مردہ دماغ سے مجھے نکلنا پڑا تھا۔ اس کے بعد مجھے شبہ نہیں کرنا چاہیے کہ نومی کرسٹل زندہ ہو سکتی ہے۔''

کرونا نے کہا۔ ''وہ وردان کو آلۂ کار بنا کر یہاں لائی ہے۔ اس کا مقصد معلوم ہوگا تو کچھ اس کے بارے میں بھی معلوم ہو سکے گا کہ وہ کون ہے یہاں کیا کرنے آئی ہے؟''

سونیا تمام بلڈرز کے ساتھ ایک بڑے ہال میں آ کر بیٹھ گئی تھی۔ وہ لوگ ریکارڈ روم میں ہونے والی چوری کے سلسلے میں باتیں کر رہے تھے۔ لیکن سونیا کے سامنے نہیں کہہ رہے تھے کہ کوئی کیسٹ اِدھر سے اُدھر ہو گیا ہے۔

بلڈر ٹو نے کہا۔ ''کرونا سپر پاور کی چھاؤں میں پہنچ گئی ہے۔ خود کو بہت محفوظ سمجھ رہی ہے۔ وہاں سے ہمیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اب ہر حال میں اس کی موت لازمی ہوگئی ہے۔''

ایک بلڈر نے کہا۔ ''امریکی حکام نے اس کی حفاظت کے لیے بہت سخت انتظامات کیے ہوں گے۔''

ایک اور بلڈر نے کہا۔ ''جتنے بھی سخت انتظامات کیے ہوں۔ جمائلہ رات کے وقت سارے انتظامات کو توڑ کر اس کی شہ رگ تک پہنچ جائے گی۔''

بلڈر تھری نے پوچھا۔ ''کیا آپ سب اس بات سے متفق ہیں کہ جمائلہ کو اس مقصد کے لیے امریکا جانا چاہیے؟''

ایک نے کہا۔ ''یہ لازمی ہو گیا ہے۔ ایک جرم اس کا یہ ہے کہ وہ ہمارے راز چرا کر لے گئی ہے۔ دوسرا جرم یہ ہے کہ اس نے ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کیا ہے۔ اب وہ ایک محفوظ پناہ گاہ میں رہ کر ہمیں اور بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔''

بلڈر ٹو نے سونیا کی طرف دیکھا۔ پھر دوسرے بلڈرز سے معنی خیز انداز میں کہا۔ ''وہ ہماری ایک اہم ویڈیو فلم کی کاپی بنا کر لے گئی ہے۔ وہ اس ویڈیو فلم کو متعلقہ ہستی تک پہنچا سکتی ہے، اس سے پہلے ہی اس دشمن عورت کو ختم کر دینا چاہیے۔''

بلڈر فور نے کہا۔ ''بات صرف اتنی ہی نہیں ہے۔ امریکی اکابرین نے کرونا کے ذریعے ہمارے راز چرائے ہیں، اور اسے اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ وہ ہمیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ہم جمائلہ اور میڈم سونیا کے ذریعے انہیں دن میں تارے دکھا دیں گے۔''

وہ سب سونیا کا نام اپنی پرائیویٹ میٹنگ میں یا آپس میں لیا کرتے تھے۔ بلڈر فور اپنی گفتگو کی روانی میں یہ بھول گیا کہ وہاں ایک مہمان وردان بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے سامنے محتاط رہنا چاہیے۔

وردان کے اندر بیٹھی ہوئی نومی چونک گئی۔ اچانک ہی اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ جسے میڈم کہا جاتا ہے۔ وہ دراصل میڈم سونیا ہے۔

اس کی بے چینی بڑھ گئی۔ وہ اب تک سونیا کی ہی تلاش میں بھٹک رہی تھی۔ اس کی خاطر بڑے نقصانات اٹھاتی رہی

تھی۔ اس نے اپنے وفادار دستِ راست کا شف جمال کو مار ڈالا تھا۔ اس کی تلاش میں بھٹکتی ہوئی لیزبن آئی تو جمائلہ نے اسے ایسی ٹھوکر ماری تھی کہ اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ اب بھی اس کے چہرے کی تمام ہڈیاں دکھتی رہتی تھیں۔ ان حالات میں وہ دماغی توانائی کھو چکی تھی۔ اس اندیشے میں مبتلا رہتی تھی کہ کہیں وردان اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنی تابعدار نہ بنا لے۔

بہرحال کتنے ہی اندیشوں اور تجربوں سے گزرنے کے بعد اب وہ سونیا کے قریب پہنچ چکی تھی۔

بلڈر ٹو نے وردان سے کہا۔ ''مسٹر وردان! آپ نے ایک لمبا سفر کیا ہے۔ تھک گئے ہوں گے۔ بہتر ہے بیڈ روم میں جا کر آرام کریں۔''

نومی وہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی۔ وردان کے ذریعے سونیا کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ اسے ہلاک کرنے کے سلسلے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ آرام سے اسے ٹھکانے لگایا جا سکتا ہے۔ فی الحال اس بلڈر کی بات مان کر وردان کو وہاں سے اٹھ جانا چاہیے۔

ایک بلڈر نے ملازم سے کہا۔ ''مسٹر وردان کو گیسٹ ہاؤس میں لے جاؤ۔''

وہ اس ملازم کے ساتھ جانے لگا۔ نومی نے وہاں ماؤس مرکر کو دیکھا تھا۔ وہ سگریٹ پی رہا تھا۔ کسی بھی قسم کا نشہ کرنے والے یوگا کے ماہر نہیں ہوتے۔ وہ ماؤس مرکر کے اندر پہنچ گئی۔ اسے پھر اس میٹنگ میں رہنے کا موقع مل گیا۔ وردان کے جاتے ہی بلڈر ٹو نے بلڈر فور سے کہا۔ ''ہم کبھی کسی کے سامنے میڈم کا نام نہیں لیتے لیکن تم نے بے خیالی میں وردان کے سامنے ان کا نام لیا ہے۔''

بلڈر فور نے کہا۔ ''ہاں۔ مجھ سے یہ غلطی ہوگئی ہے۔ ویسے وردان ایک بے ضرر سا شخص ہے۔ اس کا تعلق نہ کسی تنظیم سے ہے اور نہ ہی اسے ہمارے کسی معاملے سے دلچسپی ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود میں اپنی غلطی کو تسلیم کرتا ہوں۔''

نومی ان کی باتیں سن رہی تھی۔ ان کی گفتگو سے اس بات کی مزید تصدیق ہوگئی کہ وہ سونیا کے بالکل قریب پہنچ چکی ہے، اب اس کے اور سونیا کے درمیان بس اتنا ہی فاصلہ رہ گیا ہے جتنا موت اور زندگی کے درمیان ہوتا ہے۔

وہ سب بڑی دیر تک اہم مسائل پر بحث کرتے رہے۔ ٹھیک بارہ بجے جمائلہ نے فون پر بلڈر ٹو سے کہا۔ ''میں بیدار ہو چکی ہوں۔ کوئی اہم خبر ہو تو مجھے سنائی جائے۔''

بلڈر ٹو نے سمجھ لیا کہ وہ ابوالہول کے بت کے سلسلے میں اہم خبر سننا چاہتی ہے۔ اس نے کہا۔ ''جمائلہ! تم نے درست کہا تھا۔ تمہارے ابوالہول نے اپنا بت خود تمہارے پاس بھیجا ہے۔ وہ ہمارے پاس امانت کے طور پر موجود ہے۔ تم رات کے وقت آ کر اسے لے جا سکتی ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''ابوالہول کا وہ غلام کہاں ہے؟''

''وہ ہمارا معزز مہمان ہے۔ اور یہاں ایک کمرے میں آرام کر رہا ہے۔''

''اگر وہ جاگ رہا ہے تو میں ابھی اس سے ملنا چاہوں گی؟''

''ہم چاہتے ہیں کہ تم یہاں چلی آؤ۔ تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔ میں ایک گھنٹے کے اندر پہنچ رہی ہوں۔''

فون کا رابطہ ختم ہو گیا، کرونا میری ہدایت کے مطابق وردان کے دماغ میں تھی۔ میں ان بلڈرز کی باتیں سننے اور سونیا کی نگرانی کرنے کے لیے ماؤس مرکر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔

اور بالکل صحیح وقت پر پہنچا تھا۔ یہ کہاوت کسی بھی شک و شبہے سے بالاتر ہے کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے؟

ابھی سونیا کے مقدر میں زندگی تھی۔ اسے کوئی مار نہیں سکتا تھا۔ جب کہ ملک الموت قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔

ماؤس مرکر کے اندر بے چینی پیدا ہو رہی تھی۔ میں اس کے اندر خاموش رہ کر دیکھ رہا تھا، اس کے اندر یہ بات پیدا ہو رہی تھی کہ اسے اپنا ریوالور نکال لینا چاہیے۔ اسے اچھی طرح گرفت میں لینا چاہیے۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ ''نہیں میں یہاں بلڈرز کی موجودگی میں ریوالور کیوں نکالوں؟ یہاں میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔ پھر یہ کہ میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر بلڈرز میرے بارے کیا رائے قائم کریں گے؟''

وہ انکار کر رہا تھا۔ ''نہیں۔ میں ریوالور کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔''

اس کے باوجود اس کا ہاتھ آہستہ آہستہ اس کی مرضی کے خلاف ریوالور کی طرف جا رہا تھا۔ ایسے وقت یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہاں ایک ہی خیال خوانی کرنے والی ایسی ہے جس نے وردان کے بعد ماؤس کے اندر جگہ بنائی ہوگی۔ اور وہی ایسا کر رہی ہوگی۔ اس کے ریوالور سے کسی کا نشانہ لینا چاہتی ہوگی۔

نشانہ بننے والا کون تھا؟ یہ ابھی مجھے معلوم نہ تھا۔ نومی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ مجبوری انسان سے کچھ بھی

کرا سکتی ہے۔ ماؤس مرکر نے ریوالور کے دستے کو گرفت میں لے لیا۔ پھر اسے جیب سے باہر نکال لیا۔

میں نے دوسرے ہی لمحے میں دیکھا کہ وہ سونیا کا نشانہ لے رہا ہے۔ پھر نشانہ لیتے ہی اس نے ٹریگر کو دبایا۔ اسی لمحے میں نے اس کے ہاتھ کو بہکا دیا۔ گولی سونیا کے قریب سے سنسناتی ہوئی گزر گئی۔ سب ہی ہڑبڑا کر اپنی اپنی جگہ سے اٹھے کوئی اٹھتے اٹھتے سنبھلا۔ کوئی کرسی سمیت پیچھے گر پڑا۔ سونیا نے میز کے نیچے گرتے ہی وہ میز دونوں ہاتھوں سے اٹھاتے ہوئے ماؤس مرکر پر الٹ دی۔

وہ نشانہ خطا ہونے کے بعد میز کے نیچے ہاتھ لے جا کر سونیا پر فائر کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی وہ میز کے نیچے آ کر دب گیا۔

نومی اس کے بعد اسے استعمال نہ کر سکی کتنے ہی مسلح گارڈز نے آ کر ماؤس مرکر کو میز کے نیچے سے کھینچ کر اس کے ہاتھوں کو پیچھے لے جا کر ہتھکڑی پہنا دی۔

تمام بلڈرز حیران تھے کہ اتنے قابلِ اعتماد جاسوس نے سونیا پر گولی کیوں چلائی؟ اچانک اس کا دشمن کیوں ہو گیا؟

ماؤس مرکر اس وقت مسلح گارڈز کی گرفت میں کہہ رہا تھا۔ ''میں نہیں جانتا مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میرے جی میں آ رہا تھا کہ میں ریوالور نکال کر میڈم کو گولی مار دوں۔ میں ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن بہت مجبور ہو گیا تھا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر موجود ہے۔''

سونیا نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں۔ جاننے والی تمہارے اندر آئی تھی۔''

بلڈر ٹو نے حیرانی اور پریشانی سے کہا۔ ''اوہ گاڈ! کیا کرونا ہمارے ماؤس مرکر کے اندر پہنچ جاتی ہے؟''

سونیا نے کہا۔ ''کیوں نہیں پہنچے گی؟ آپ لوگوں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے تھا کہ ماؤس مرکر نشے کا عادی ہے۔ کوئی بھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے ذریعے ہم تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر اس کا نشانہ خطا نہ ہوتا تو میں تو اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھی۔''

بلڈر فور نے کہا۔ ''یہ کرونا دشمنی کی انتہا کر رہی ہے۔ ہمیں ہر بار ایک نیا شاک پہنچاتی ہے۔''

بلڈر تھری نے حکم دیا۔ ''ماؤس مرکر کو باہر لے جاؤ۔ اور جو باڈی گارڈز یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ وہ بھی باہر رہیں گے۔ چلو فوراً یہاں سے نکلو۔''

انہوں نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی ماؤس مرکر کو وہاں سے باہر لے گئے۔ خود بھی چلے گئے۔ اس ہال میں صرف دو باڈی گارڈز رہ گئے۔ وہ دونوں یوگا میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

وہ سب کرونا پر ہی شبہ کر سکتے تھے۔ اس نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو بھول گئے تھے جو جمائلہ سے مار کھا کر لوبن سے فرار ہوئی تھی۔ اس نے پچھلی رات بلڈر ٹو سے فون پر رابطہ کیا تھا۔ اور دوستی کی پیش کش کی تھی۔ ایسے وقت بلڈر ٹو کو اس کا خیال آیا۔ اس نے کہا۔ ''میں تو یہ بتانا ہی بھول گیا کہ وہ نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی جو یہاں سے فرار ہوئی تھی۔ اس نے پچھلی رات مجھے فون کیا تھا۔''

ایک بلڈر نے پوچھا۔ ''کیا تم اس پر شبہ کر رہے ہو؟''

''نہیں۔ دشمن تو کرونا ہی ہے۔ ابھی کسی اور پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اس نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی نے دوستی کی پیش کش کی ہے۔ وہ ہمارے کام آنا چاہتی ہے۔''

وہ سب دودھ کے جلے تھے۔ چھاچھ بھی بغیر پھونک مارے پینا نہیں چاہتے تھے۔ ایک بلڈر نے کہا۔ ''خیال خوانی کرنے والوں پر لعنت بھیجو۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتوں پر تو بالکل ہی بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ کرونا ہمیں بہت بڑا نقصان پہنچا کر گئی ہے۔ اور اب بھی پہنچانا چاہتی ہے۔ ہم ایک کو بھگت رہے ہیں۔ اب اس نئی خیال خوانی کرنے والی کو دور سے سلام کرتے ہیں۔''

نومی کو پورا یقین تھا کہ سونیا کے بالکل قریب آنے کے بعد اور ماؤس مرکر کو آلۂ کار بنانے کے بعد کامیابی سے حملہ کرے گی۔ ایک ہی حملے میں سونیا کا کام تمام کر دے گی۔

لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گئی تھی کہ اپنے آلۂ کار کے دماغ میں مضبوطی سے جم کر رہنے کے باوجود اس کا نشانہ چوک گیا تھا۔

وہ غصے سے سوچنے لگی۔ ''یہ ماننا پڑتا ہے کہ فرہاد اور سونیا قسمت کے دھنی ہیں۔ اس دنیا میں شاید لمبی عمر لے کر آئے ہیں۔ شیطان کی طرح قیامت تک زندہ رہیں گے۔''

وردان ایک کمرے میں آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ وہ اس کے اندر آ کر غصے سے بولی۔ ''تم اٹھو۔ بڑے ہال میں چلو۔ میں ان لوگوں کے درمیان رہنا چاہتی ہوں۔''

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کمرے سے نکل کر بڑے ہال میں آ گیا۔ ایک بلڈر نے پوچھا۔ ''آپ یہاں کیوں آ گئے؟ ہم نے آپ کو آرام کرنے کے لیے کہا تھا۔''

وہ بولا۔ ''میں نے یہاں فائرنگ کی آواز سنی تو چلا آیا۔''

دو مسلح گارڈز اس الٹی ہوئی ٹیبل کو سیدھا کر کے ہر چیز ترتیب سے رکھ رہے تھے۔ ایک بلڈر نے کہا۔ ''مسٹر وردان!

ہم یہاں ایک اہم میٹنگ میں مصروف ہیں۔ چونکہ آپ کا اس میٹنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ آپ دوسرے کمرے میں آرام کریں۔ ابھی مس جمائلہ آپ سے ملنے آرہی ہیں۔''

وہ ان کی مرضی کے خلاف وہاں بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ اور نومی اسے بیٹھنے پر مجبور نہیں کر سکتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وردان پر کسی طرح کا شبہ کیا جائے۔ لہٰذا وہ پھر دوسرے کمرے میں واپس چلا آیا۔

اس نے کمرے میں آتے ہی کہا۔ ''میں تمہارا تابعدار ہوں مگر اتنا تو بتا دو کہ یہ تم کیا کرتی پھر رہی ہو؟''

''میں یہاں سونیا کو تلاش کرنے آئی تھی۔ بڑی مشکل سے اسے پہچانا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، میں کیا کروں؟ میں نے بڑے اعتماد سے اس پر حملہ کرایا تھا۔ میرا پہلا ہی حملہ ناکام ہو گیا۔ اب تو وہ اپنے سائے سے بھی محتاط رہے گی۔''

وردان نے حیرانی سے کہا۔ ''اوہ گاڈ! وہ جو بڑے ہال میں میڈم بیٹھی ہوئی ہے۔ وہ سونیا ہے؟ یعنی کہ مسز فرہاد ہے؟''

''ہاں۔ یہ وہی مصیبت ہے جس سے میں جان نہیں چھڑا پا رہی ہوں۔''

وردان نے کرونا کی مرضی کے مطابق پوچھا۔ ''آخر اس سے تمہاری دشمنی کیا ہے؟''

وہ غصے سے بولی۔ ''تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟ تمہیں میرے ذاتی معاملات سے کیا لینا ہے؟ اپنی اوقات میں رہا کرو۔''

میں اور کرونا اس کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ دشمنی کا سبب نہیں بتا رہی تھی۔ میں کچھ اور الجھ گیا تھا کہ آخر یہ ہے کون جو سونیا سے دشمنی رکھتی ہے؟

میں نے الپا، اعلیٰ بی بی اور کبریا کو بلایا پھر انہیں بتایا کہ ابھی کس طرح سونیا پر جان لیوا حملہ کیا گیا تھا۔ اور یہ حملہ وہی پُراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والی کرا رہی ہے۔ جو وردان کو یہاں آلۂ کار بنا کر لائی ہے۔

کبریا نے کہا۔ ''پاپا! وردان کو پہلی فرصت میں ہی ختم کر دینا چاہیے۔ ورنہ وہ چڑیل اسے پھر آلۂ کار بنا کر ممی پر حملہ کرے گی۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''یس پاپا۔ اگر وردان نہیں رہے گا تو اسے یہاں کسی اور کے دماغ میں جگہ بنانے کا موقع نہیں ملے گا۔ وہ کسی دوسرے کو آلۂ کار بنا کر ممی کے قریب نہیں آسکے گی۔''

میں نے کہا۔ ''وردان کو ہلاک نہیں کرنا چاہیے۔ ہم اس کے ذریعے اس پُراسرار خیال خوانی کرنے والی تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ معلوم کرنا بھی بہت ضروری ہو گیا ہے کہ آخر وہ تمہاری ممی سے دشمنی کیوں رکھتی ہے؟''

الپا نے کہا۔ ''ممی کے آس پاس ہمارا کوئی آلۂ کار ہونا چاہیے۔ جس کے ذریعے ہم چوبیس گھنٹے اُن کی نگرانی کر سکیں۔''

''ہاں۔ میں نے سونیا سے کہا تھا کہ وہ اپنے لیے کوئی باڈی گارڈ یا کوئی ملازم رکھے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہے۔ لیکن وہ میری اس بات کو اہمیت نہیں دے رہی ہے۔ میں اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا کیونکہ وہ معروف بہت رہتی ہے۔ ویسے ہم آج ہی اس کے لیے کسی باڈی گارڈ کا انتظام کریں گے۔''

اسی وقت جمائلہ کمرے کا دروازہ کھول کر ایک بلڈر کے ساتھ باہر آئی۔ بلڈر نے اس سے کہا۔ ''یہی مسٹر وردان ہیں، جو تمہارے لیے اندھیری رات کا ایک تحفہ لے کر آئے ہیں۔''

دن کے وقت کوئی بھی جمائلہ کے سامنے ابوالہول کا نام نہیں لیتا تھا۔ اس نے سختی سے منع کیا تھا۔ وہ خود بھی اس کے ذکر سے پرہیز کرتی تھی۔

اس نے آگے بڑھ کر وردان سے مصافحہ کیا۔ پھر کہا۔ ''مجھے تم سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ کیا تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے؟''

پچھلی رات نومی نے ایک اجنبی عورت بن کر فون پر جمائلہ سے کہا تھا کہ ابوالہول کا غلام اس کا بت لے کر آرہا ہے اور اس بت نے کہا ہے کہ جو شخص بھی آرہا ہے اسے جمائلہ کے ساتھ رہنا چاہیے۔

وردان نے نومی کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ آپ مجھے اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہیں۔''

وہ بولی۔ ''ٹھیک ہے مسٹر وردان! آپ کچھ دیر یہاں آرام کریں۔ میں اپنے تمام بلڈرز سے کچھ ضروری باتیں کر رہی ہوں۔ اس کے بعد آپ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔''

جمائلہ پھر ہال میں بلڈرز کے درمیان آگئی۔ سونیا وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔ بلڈر ٹو نے کہا۔ ''مس جمائلہ! وہ کرونا بہت سر پر چڑھ گئی ہے۔ ہمیں یکے بعد دیگرے نقصان پہنچا رہی ہے۔ ابھی اس نے باؤس مر کر کے دماغ میں گھس کر میڈم سونیا پر حملہ کرایا تھا۔ کیا تم نہیں چاہو گی کہ میڈم کی اس دشمن کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دو؟''

اس نے کہا۔ ''مجھے یہ سن کر غصہ آرہا ہے کہ اس نے ابھی ممی پر جان لیوا حملہ کرایا تھا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں

گی۔ آپ بتائیں مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''تمہیں جلد سے جلد امریکا جانا چاہیے۔ وہاں پہنچ کر تم معلوم کر سکو گی کہ وہ کس شہر میں ہے اور کہاں رہتی ہے؟ کس کی پناہ میں رہتی ہے؟ رات کے وقت تم اپنی پُراسرار صلاحیتوں کے ذریعے اس کی شہ رگ تک پہنچ سکو گی۔''

''ٹھیک ہے۔ مجھے کب وہاں جانا چاہیے؟''

''ہم کل کسی فلائٹ میں تمہارے لیے ایک سیٹ ریزرو کرا دیں گے۔ آج رات تمہیں بہت ضروری کام انجام دینا ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔ تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک طرف جانے لگا۔ جمائلہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی ایک کمرے میں آگئی۔ بلڈر ٹو نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔ ''ہم سونیا سے اس کی حقیقت چھپا کر بہت بڑی غلطی کر رہے ہیں۔ جب تک اسے اپنی حقیقت معلوم نہیں ہو گی، تب تک وہ تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں کیسے لے جائے گی؟ تمہارا اس ادارے کے اندر پہنچنا بہت ضروری ہے۔''

''آپ کیا چاہتے ہیں؟''

''ہم چاہتے ہیں کہ آج رات تم سونیا پر ایک بار پھر تنویمی عمل کرو، اس کے دماغ سے موجودہ تمام باتیں بھلا دو اور اسے اس کی پچھلی زندگی یاد کراؤ۔''

''کیا وہ بعد میں یہ نہیں سوچیں گی کہ ان کے ساتھ فراڈ کیا جا رہا تھا؟ پہلے انہیں میں نے اپنی ماں بنایا اور اب انہیں ایک پرانی سونیا بنا رہی ہوں؟''

''ہرگز نہیں۔ اسے کچھ یاد نہیں رہے گا۔ تمہارے تنویمی عمل کے نتیجے میں وہ یہ بھول جائے گی کہ تم اب تک اسے ماں بنا کر ممی کہتی رہی ہو۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر لی ہو گی کہ تم آج رات ہی العقیلہ کے اسپتال سے لے کر آئی ہو۔ اس کی یادداشت گم ہو گئی تھی اور تم اپنے عمل کے ذریعے اس کی یادداشت واپس لائی ہو۔''

''ٹھیک ہے۔ آج رات میں ایسا ہی تنویمی عمل کروں گی۔ فی الحال میں مسٹر وردان کی مستقل رہائش کا انتظام چاہتی ہوں۔ دن کے وقت اس سے دور رہوں گی، لیکن رات کے وقت ملتی رہوں گی۔''

''ٹھیک ہے۔ میرے بنگلے کی اینکسی خالی ہے۔ مسٹر وردان وہاں رہا کریں گے۔''

وہ بولی۔ ''ابھی مجھے وردان کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے، لیکن وہ میرا مہمان ہے۔ میرے لیے بڑی دور سے آیا ہے۔ اس لیے میں کچھ وقت گزارنے کے بعد اسے یہاں چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔''

بلڈر ٹو نے کہا۔ ''تمہارا ابا صاحب کے ادارے میں جانا بھی ضروری ہے اور امریکا جانا بھی ضروری ہے۔ لیکن ہم پہلے بابا صاحب کے ادارے کو ترجیح دیں گے۔''

''کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ پہلے میں امریکا جا کر کرونا کا کام تمام کروں اس کے بعد اس ادارے میں جاؤں؟''

''نہیں۔ ہمیں ہمیشہ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ فرہاد علی تیمور یا اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا سونیا تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو یہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اس سے پہلے ہی تمہیں اس کی یادداشت واپس لا کر اس کا دل جیت لینا ہے۔ اسے اپنی احسان مند بنانا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ آپ جیسا کہیں گے میں ویسا ہی کروں گی۔''

وہ دونوں کمرے سے باہر آگئے۔ وہ سونیا سے بولی۔ ''ممی! میں مسٹر وردان کے ساتھ ذرا باہر جا رہی ہوں۔ دو گھنٹے بعد بنگلے میں آؤں گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ میں وہیں تمہارا انتظار کروں گی۔''

جمائلہ وردان کے پاس آئی پھر اس کے ساتھ بنگلے سے باہر آکر بولی۔ ''تم میرے مہمان ہو، میں تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتی ہوں۔ اگر یہ شہر تمہارے لیے نیا ہے تو کیا اسے دیکھنا پسند کرو گے؟''

وہ بولا۔ ''مجھے آپ کے ساتھ وقت گزار کر بڑی خوشی ہو گی۔''

وہ دونوں کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ نومی نے وردان کے دماغ میں کہا۔ ''تم کسی کیمسٹ کی دکان کے سامنے گاڑی روکنے کو کہو جمائلہ پر یہ ظاہر کرو کہ تم ایک مریض ہو اور ایک خاص دوا ہمیشہ استعمال کرتے رہتے ہو۔''

اس نے پوچھا۔ ''مجھے ایسا کیوں کہنا چاہیے؟''

''تم یہ کہہ کر کسی کیمسٹ کی دکان میں جاؤ گے۔ اور اعصابی کمزوری کی ایسی دوا خریدو گے جو زود اثر ہو۔''

''کیا تم جمائلہ پر یہ دوا آزمانا چاہتی ہو؟''

''ہاں۔ میں اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بناؤں گی۔ اس چڑیل کی بچی نے میرا چہرہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ میں اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنا کر رکھوں گی۔''

وردان نے حکم کی تعمیل کی۔ جمائلہ سے کہا کہ وہ ایک کیمسٹ کی دکان کے سامنے گاڑی روکے۔ وہ روٹین کے مطابق ایک دوا استعمال کرتا ہے۔ اسے ابھی خریدنا ہے۔

جمائلہ نے ایک کیمسٹ کی دکان کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہ گاڑی سے اتر کر اس دکان میں گیا۔ پھر وہاں سے اعصابی کمزوری کی دوا کے علاوہ فاضل دوائیں خرید کر واپس آ گیا۔

جمائلہ نے پوچھا۔ ''کون سی دوائیں خریدی ہیں؟''

اس نے دوسری خریدی ہوئی فاضل دوائیں اسے دکھا دیں۔ وہ کار کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''پہلے میں تمہیں ساحلِ سمندر کی طرف لے چلتی ہوں۔''

وہ بولا۔ ''نہیں۔ میری کچھ طبیعت گھبرا رہی ہے۔ پھر کسی وقت تفریح کریں گے۔ ابھی جہاں میری رہائش کا بندوبست کیا گیا ہے، مجھے وہاں لے چلیں۔''

اس کی رہائش کا انتظام بلڈرٹو کے بنگلے کی انیکسی میں کیا گیا تھا۔ جمائلہ نے وہاں جانے سے پہلے کھانے پینے کی چیزیں خریدیں۔ پھر اس کے ساتھ اس انیکسی میں آ گئی۔ اس نے فون پر بلڈرٹو سے کہہ دیا کہ وہ وہاں مسٹر وردان کے ساتھ کچھ وقت گزار رہی ہے۔ اس کی ضرورت ہو تو اسے بلا لیا جائے۔

سونیا اپنے بنگلے میں آ گئی تھی۔ میں اور کرونا وردان کے دماغ میں تھے۔ کرونا سونیا کے پاس جا کر اسے بتا رہی تھی کہ وہ انجینی ٹیلی پیتھی جاننے والی وردان کے اندر رہ کر کس طرح جمائلہ کو ٹریپ کرنے والی ہے؟

وہ انیکسی کے ایک کمرے میں وردان کے ساتھ بیٹھی کھا رہی تھی اور سافٹ ڈرنک پی رہی تھی۔ وہ کھانے سے پہلے منہ ہاتھ دھونے کے لیے واش روم میں گئی تھی۔ ایسے ہی وقت وردان نے اس کی سافٹ ڈرنک میں وہ دوا ملا دی تھی۔

وہ کھا رہی تھی۔ اور کھانے پینے کے دوران میں سافٹ ڈرنک سے لطف اٹھا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ کمزوری محسوس کرنے لگی۔ پریشان ہو کر بولی۔ ''پتا نہیں مجھے کیا ہو رہا ہے؟''

وہ بولا۔ ''اگر آپ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے تو دوسرے کمرے میں بیڈ پر جا کر لیٹ جائیں۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر بڑی مشکل سے چلتی ہوئی بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ نومی خوش ہو رہی تھی۔ وہ ایک بہت خطرناک پراسرار لڑکی کو اپنی مٹھی میں بند کرنے والی تھی۔ میں نے اور کرونا نے جمائلہ کے اندر پہنچ کر دیکھا تو وہ دماغی طور پر کمزور ہو چکی تھی۔ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔ نومی ہم سے پہلے اس کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اور اسے تھپک تھپک کر سلا چکی تھی۔

پھر وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ ہم چپ چاپ تماشا دیکھتے رہے۔ ہمیں مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے تنویمی عمل کے جو نتائج سامنے آنے والے تھے، وہ انہیں بھگتنے والی تھی۔

اس نے عمل کے دوران میں جمائلہ سے کہا۔ ''اب تم مجھے سونیا کے بارے میں بتاؤ، یہ سیون بلڈرز کے پاس کیسے پہنچ گئی؟''

اس نے جواب دیا۔ ''میں اسے العقیلہ سے لے کر آئی ہوں۔''

اس نے تفصیل بتائی کہ کس طرح اسے آگہی حاصل ہوئی تھی کہ سونیا العقیلہ کے ویران راستے میں اسے بھٹکتی ہوئی مل گئی۔ وہ آگہی کے مطابق وہاں گئی تھی اور اسے یہاں لے آئی تھی۔

اس نے پوچھا۔ ''اسے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟''

''سیون بلڈرز چاہتے ہیں کہ میں سونیا کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں جاؤں، وہاں کی کمزوریاں معلوم کروں اور وہاں کے اہم راز چرا کر لے آؤں۔''

''سونیا زہریلی اور بدمزاج تھی۔ تم نے اسے کس طرح قابو کیا ہے؟''

''محبت سے قابو میں کیا ہے۔ میں نے اسے ماں بنایا ہے۔ وہ اپنی پچھلی زندگی بھول چکی ہے، اس لیے مجھے سگی بیٹی سمجھتی ہے۔ یہ نہیں جانتی کہ وہ فرہاد علی تیمور کی شریکِ حیات ہے۔''

''جب وہ خود کو فرہاد کی بیوی کی حیثیت سے نہیں پہچانتی ہے تو تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں کس طرح لے جائے گی؟''

''آج رات میں سونیا پر تنویمی عمل کروں گی اور اسے اس کا ماضی یاد دلاؤں گی۔ اس کے ذہن سے یہ پچھلی تمام باتیں مٹا دوں گی کہ میں نے اسے ماں بنایا تھا۔ اسے یہ یقین دلاؤں گی کہ میں آج رات ہی اسے العقیلہ سے لے کر آئی ہوں اور اس کی یادداشت واپس لائی ہوں۔''

نومی نے کہا۔ ''تم اس پر ایسا عمل نہیں کرو گی۔ اسے اس کا ماضی یاد نہیں دلاؤ گی۔''

جمائلہ نے میری مرضی کے مطابق سوال کیا۔ ''کیا تم نہیں چاہتیں کہ وہ اپنے شوہر فرہاد علی تیمور کے پاس جائے؟''

نومی نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کوئی بھی معمول اور تابعدار بننے والا پلٹ کر اپنے عامل سے سوال نہیں کرتا۔ تم کیسے سوال کر رہی ہو؟''

جمائلہ نے کہا۔ ''میں دوسروں سے مختلف ہوں۔ اپنے ابوالہول کی مرضی کے مطابق سوال کر رہی ہوں۔''

نومی نے کہا۔ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میرے زیرِ اثر نہیں ہو اور اس وقت مجھ سے زیادہ اپنے ابوالہول سے متاثر ہو۔''

''میں بیک وقت دونوں سے متاثر ہوں۔ اگر تم ابوالہول کی مرضی کے مطابق مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بناتی رہو گی تو میرا ابوالہول تمہارا دوست بن کر رہے گا۔ اور میں تمہاری وفادار بن کر رہوں گی۔''

''میں نے کبھی ایسا تنویمی عمل نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں سنا ہے کہ ایک معمولہ بیک وقت دو عامل کے زیرِ اثر رہتی ہو۔''

وہ بولی۔ ''ابوالہول بہت بڑا عامل ہے۔ اگر تم اس کی مرضی کے مطابق عمل کرو گی تو مجھ سے طرح طرح کے فائدے حاصل کرتی رہو گی۔''

''اچھی بات ہے، میں اس تنویمی عمل کو جاری رکھتی ہوں آئندہ دیکھوں گی کہ تم میری تابعدار بن کر رہو گی یا نہیں؟''

جمائلہ نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''فی الحال تو تم میرے دل و دماغ پر چھائی ہوئی ہو۔ اور میں تمہاری معمولہ بنتی جا رہی ہوں۔ ابوالہول تمہارے اس عمل کے دوران میں مداخلت نہیں کرے گا۔ صرف اس کے دو سوالوں کا جواب دینا۔ تم سونیا کو فرہاد سے دور کیوں رکھنا چاہتی ہو اور چند گھنٹے پہلے تم نے اس پر قاتلانہ حملہ کیوں کرایا تھا؟''

نومی نے کہا۔ ''وہ میرے راستے کی دیوار ہے۔ میں اس دیوار کو ہمیشہ کے لیے گرا کر فرہاد علی تیمور کی شریکِ حیات بن گئی ہوں۔ وہ مجھے اپنی سونیا سمجھ کر قبول کرتا رہے گا۔ اور ساری زندگی دھوکا کھاتا رہے گا۔''

میں یہ سنتے ہی چونک گیا۔ جمائلہ نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''ابوالہول تم سے بہت خوش ہے۔ تم اس سے تعاون کر رہی ہو۔ وہ تم سے تعاون کرے گا۔ بلڈرٹو نے مجھ سے کہا ہے کہ میں سونیا کو اس کا ماضی یاد دلاؤں۔ لیکن میں تمہارے حکم کے مطابق ایسا نہیں کروں گی۔ اسے اس کا ماضی یاد نہیں دلاؤں گی۔ تم میرے دماغ میں رہ کر خود دیکھ سکو گی کہ میں تمہارے حکم کی تعمیل کر رہی ہوں یا نہیں؟''

وہ بولی۔ ''اچھی بات ہے۔ یہ نیا تجربہ کر کے بھی دیکھ لیتی ہوں۔''

اس نے اپنا تنویمی عمل جاری رکھا۔ میں خاموشی سے اس کی تقویت دے رہا تھا تاکہ جمائلہ واقعی اس سے متاثر ہو کر اس کی تابعدار بن جائے۔ اور تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اس کے احکامات کی تعمیل کرتی رہے۔

تنویمی عمل کے اختتام کے بعد نومی نے اسے ایک گھنٹے تک سونے کے لیے چھوڑ دیا اور بڑی بے چینی سے اس کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ اس نے پہلی بار نئے طریقے سے اسے ہپناٹائز کیا تھا۔ وہ اس کا نتیجہ دیکھنے کے لیے بے چین تھی۔

میں نے الپا، اعلیٰ بی بی، کرونا اور کمبریا کو پھر ایک بار بلایا اور کہا۔ ''میں نے اپنی اس طویل زندگی میں پہلی بار ایک خیال خوانی کرنے والی عورت سے زبردست دھوکا کھایا ہے۔''

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ ''کیا آپ اس نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے بارے میں کہہ رہے ہیں؟''

''ہاں بیٹی! وہ کوئی نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی نہیں ہے۔ نومی کرسٹل ہے۔''

سب نے حیران ہو کر پوچھا۔ ''کیا واقعی۔۔۔!''

میں نے کہا۔ ''ہاں۔ اب حقیقت معلوم ہونے کے بعد یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ نومی کرسٹل نے کتنی مکاری سے اپنی موت کا ڈراما پلے کیا تھا۔ وہ مجھے پوری طرح یقین دلانا چاہتی تھی کہ مر چکی ہے۔ تاکہ بعد میں وہ سونیا بن کر آئے تو میں کبھی اس پر شبہ نہ کر سکوں۔''

کمبریا نے کہا۔ ''اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ نومی کرسٹل ہماری مما کی طرح بڑی مکاری سے چالیں چلتی ہے۔ وہ اپنی چال میں کامیاب ہو رہی تھی۔ لیکن یہاں آ کر مات کھا رہی ہے۔''

کرونا نے پوچھا۔ ''پاپا! کیا اس کا یہ عمل کامیاب رہے گا؟''

''کامیاب تو ہونا چاہیے۔ کیونکہ میں بھی جمائلہ کو نومی کے تنویمی عمل کی طرف مائل کرتا رہا ہوں۔ اب دیکھتے ہیں، نتیجہ کیا نکلتا ہے؟''

ایک گھنٹے کے بعد وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گئی۔ اعصابی دوا کی کمزوری کا اثر ابھی تک باقی تھا۔ وہ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ لیکن تنویمی عمل کے باعث اچھی توانائی آ گئی تھی۔ وردان اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''پتا نہیں۔ میری طبیعت اچانک ہی خراب کیسے ہو گئی تھی؟ اب مجھے جانا چاہیے۔''

نومی وردان کے دماغ سے نکل کر جمائلہ کے دماغ میں آئی تو اس نے سانس نہیں روکی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ یہ دیکھ کر وہ خوش ہو گئی۔ اس کا مطلب یہی تھا

کہ تنویمی عمل کامیاب ہو چکا ہے۔

اس نے کہا۔ ''تم ابھی کہیں نہیں جاؤ گی۔ آرام سے لیٹی رہو تاکہ تو انائی پوری طرح بحال ہو سکے۔''

جمائلہ نے حکم کی تعمیل کی اور بستر پر لیٹ گئی۔ نومی نے وردان کے پاس آ کر کہا۔ ''میں بہت خوش ہوں۔ یہ تنویمی عمل کامیاب رہا ہے۔ میں نے ایسی خطرناک لڑکی کو قابو میں کیا ہے جو کبھی کسی کے زیر اثر نہیں آ سکی تھی۔ آج وہ میری تابعدار بن گئی ہے۔''

وردان نے کہا۔ ''بے شک۔ تم نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ اب اس کے ذریعے تم اُن بلڈرز کے درمیان رہ کر ان کی ایک ایک پلاننگ کو سمجھ سکو گی۔ اور ان کی تمام کمزوریوں سے واقف ہو لی رہو گی۔''

وہ بولی۔ ''وہ بلڈرز اور ان کی تنظیم میرے لیے بڑی ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ میری ساری دلچسپی سونیا سے ہے۔ جمائلہ نے اسے ماں بنا کر رکھا ہے۔ آج رات نیگیٹو بننے کے بعد یہی بیٹی اپنی ماں کو قتل کرے گی۔''

کبریا نے کہا۔ ''پاپا! یہ کم بخت مما کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی ہے۔ یہ آپ کو بڑی کامیابی سے اب تک دھوکا دیتی رہی ہے۔ کیا آپ کو غصہ نہیں آ رہا ہے؟''

''میں غصہ کر کے کیا کروں گا؟ جب تک یہ روبرو نہ آئے۔ اس کا پتا ٹھکانا معلوم نہ ہو۔ ہم انتقامی کارروائی نہیں کر سکتے۔ کریں گے تو خواہ مخواہ ناکامی ہو گی۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''اتنا تو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ میڈرڈ میں کہیں ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس وہاں ضرور ہوں گے۔ کیا وہ اسے تلاش نہیں کر سکیں گے؟''

''تم بابا صاحب کے ادارے میں جاؤ۔ ان سے معلوم کرو کہ میڈرڈ میں ہمارے جاسوس کہاں ہیں اور ان سے کن نمبروں پر رابطہ ہو سکتا ہے؟ جب رابطہ ہو جائے تو نومی کی سب سے بڑی پہچان یہی بتانا کہ اس کا چہرہ زخمی ہے اور بری طرح بگڑا ہوا ہے۔ اسے اسی طرح پہچانا جا سکے گا۔''

الپا نے کہا۔ ''اچھا ہے۔ اس طرح اس کا سراغ مل جائے تو ہم فوراً ہی وہاں جا کر اس کی گردن دبوچ لیں گے۔''

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ پھر اس نے سانس روک لی۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا یا والی اس کے اندر آنا چاہتا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ اسرائیل میں اس کے مقابلے پر آنے والا ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا سلومن وکٹر ہو سکتا ہے۔

میں نے پوچھا۔ ''الپا! کیا بات ہے؟ تم بولتے بولتے اچانک ہی چپ کیوں ہو گئیں؟''

''وہ پاپا! سلومن وکٹر میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ میں اس سے نمٹنے جا رہی ہوں۔''

''میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا۔ انہوں نے تمہیں وہاں مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اگر تم وہاں سے جلدی نہ نکلتیں تو وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جاتے۔''

کرونا نے کہا۔ ''پاپا! آپ الپا کے ساتھ جائیں۔ جب شام کے سائے گہرے ہوں گے۔ رات ہونے لگے گی اور جمائلہ تبدیل ہو گی تب ہی یہاں کچھ نئے تماشے ہوں گے۔ آپ ابھی الپا کے دشمن سے نمٹ کر آرام کریں۔ میں مما کے پاس آتی جاتی رہوں گی۔''

میں نے کہا۔ ''سونیا کے دماغ میں زیادہ دیر نہ رہنا۔ ورنہ نومی کو وہاں پہنچ کر کچھ گڑبڑ کرنے کا موقع مل جائے گا۔''

''میں محتاط رہوں گی پاپا!''

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے اسرائیلی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ پھر پوچھا۔ ''کیا ہو رہا ہے آفیسر.....؟''

وہ اس کی آواز سن کر پریشان ہو گیا۔ وہ بولی۔ ''کیا گھبرا گئے؟ جب مجھ سے دشمنی مول لی ہے تو پریشانیاں اٹھانی ہی پڑیں گی۔ اپنے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مدد کے لیے بلاؤ۔''

اس نے کہا۔ ''دیکھو الپا! مجھے نقصان پہنچا کر تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔ تمہارے اصل دشمن تو ہمارے وہ آرمی افسر ہیں جو یوگا کے ماہر ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے خلاف کبھی کوئی کارروائی نہیں کر سکو گی۔''

''میں یہی کرنے آئی ہوں۔ اب سے آدھے گھنٹے کے بعد تمہاری موت ہے۔ ان سے کہو کہ وہ میرے انتقام سے تمہیں بچا لیں۔''

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا۔ ''پھر تو یہ انتقام ان سے نہ ہوا مجھ سے ہوا؟ تم تو مجھے مار ڈالنا چاہتی ہو؟''

''میرے خلاف یہاں ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بلانے والوں میں تم بھی پیش پیش تھے۔ تم سب نے مل کر سلومن وکٹر کو میرے مقابلے پر یہاں کہیں چھپا رکھا ہے۔ اس سے مدد حاصل کرو، وہ تمہیں بچا لے گا۔''

الپا نے پھر اس کی کوئی بات نہ سنی۔ ایک اعلیٰ حاکم کے پاس پہنچ گئی۔ اس سے بولی۔ ''ہیلو منسٹر! کیا سانسیں لے رہے ہو؟''

وہ بھی اپنے اندر الپا کی آواز سن کر سہم گیا۔ فوراً ہی اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے بولا۔ ''تم مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں تمہارے دشمنوں سے تمام تعلقات توڑ چکا ہوں۔ ان کے خلاف ہوں۔''

الپا نے کہا۔ ''میں نے کچھ کہا نہیں ہے۔ اور تم بولتے جا رہے ہو۔''

''میں جانتا ہوں، تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ یقین کرو میں نے اس بات کی مخالفت کی تھی کہ تمہارے محل کو چاروں طرف سے گھیرا جائے۔ لیکن آرمی افسران نے میری بات نہیں مانی۔ تمہارے محل میں زبردستی گھس آئے اور انہوں نے تمہارے دھوکے میں کرسٹی کو قتل کر دیا۔''

''اگر میں بہت پہلے ہی اس محل سے فرار نہ ہوتی اور کرسٹی کی جگہ ہوتی تو کیا تم اسی طرح میرے سامنے اپنی صفائی پیش کر رہے ہوتے؟ یقیناً نہیں بلکہ تم سب میری موت کا جشن منا رہے ہوتے۔''

''میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟ میں جشن منانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ تم اپنا وطن چھوڑ کر چلی گئی ہو۔ اس بات پر میرا دل کتنا دکھ رہا ہے۔ میں تمہیں بتا نہیں سکتا۔''

''نہ بتاؤ۔ میں چور خیالات پڑھ کر تم لوگوں کی کمینگی کو سمجھ لیتی ہوں۔ اب سے آدھے گھنٹے کے بعد تمہیں مرنا ہے۔''

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا۔ ''نہیں۔ ایسی باتیں نہ کرو، میری جان لے کر تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔''

''میری جان لے کر تمہیں کیا حاصل ہونے والا تھا؟ خواہ مخواہ مجھ سے دشمنی کر رہے تھے۔ اب خواہ مخواہ مرنا بھی پڑے گا۔ جاؤ۔ جس سلومن وکٹر کو میری موت بنا کر لائے ہو، اس سے کہو کہ وہ تمہیں بچا لے۔''

وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ مجھ سے بولی۔ ''پاپا! میں آپ کے مشورے پر عمل نہ کرتی تو یہ کمینے دشمن مجھے گولیوں سے اس طرح چھلنی کر دیتے جیسے کرسٹی کو الپا سمجھ کر کیا تھا۔''

میں نے کہا۔ ''ہاں۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ یہ تمہاری ہی قوم کے لوگ ہیں۔ تم سے محض اس لیے دشمنی کر رہے ہیں کہ تم نے مسلمانوں سے دوستی اور رشتے داری کی ہے۔ وہ تمہارے بڑے بڑے کارنامے بھول گئے۔ تم برسوں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے وطن اور اپنی یہودی قوم کی خدمت کرتی رہی ہو۔''

ہم پندرہ منٹ کے بعد اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں پہنچے تو وہ سب کانفرنس ہال میں جمع ہو کر اس بات پر تشویش کا اظہار کر رہے تھے کہ الپا آج ان اکابرین میں سے ایک منسٹر کو اور دوسرے آرمی کے اعلیٰ افسر کو ہلاک کرنے والی ہے۔

ان کا ٹیلی پیتھی جاننے والا سلومن وکٹر اپنے ایک آئیڈیا کار کے دماغ میں وہاں موجود تھا۔ اس سے پوچھا جا رہا تھا کہ وہ کس طرح منسٹر اور اس آرمی افسر کو الپا کی انتقامی کارروائی سے بچا سکتا ہے؟

سلومن نے کہا۔ ''ان کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ہم نے الپا کو دھوکے سے مار ڈالنے کی کوششیں کی تھیں۔ وہ اسی بات پر غضب ناک ہو گئی ہے۔ ہم سے کوئی سمجھوتا بھی نہیں کرے گی۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''اگر وہ اسی طرح ہم اکابرین میں سے ایک ایک دو دو کو ہلاک کرے گی تو کوئی افسر نہیں بچے گا۔ مسٹر سلومن! کچھ تو کریں۔''

''میں نے اپنے ساتھیوں کو بلایا ہے۔ ہم سب مل کر الپا کا مقابلہ کریں گے۔ منسٹر کو اور آرمی افسر کو کسی نہ کسی طرح بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔''

الپا نے وہاں ایک آئیڈیا کار کے ذریعے کہا۔ ''میں الپا ہوں۔ یہاں پہنچ گئی ہوں۔ تم سب کی باتیں سن رہی ہوں۔ تم اکابرین اس قابل نہیں ہو کہ یہاں کی حکومت سنبھال سکو۔ میں یہاں نئے ایمان دار اور وطن پرست سیاست دانوں کی نئی حکومت قائم کرنا چاہتی ہوں۔ لہٰذا یہاں جتنے پرانے ہیں۔ انہیں ہمیشہ کے لیے یہ ملک چھوڑ کر چلے جانا چاہیے۔ جو نہیں جائے گا وہ میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔''

یوگا جاننے والے ایک آرمی افسر نے کہا۔ ''ہم جانتے تھے، تم انتقامی کارروائی ضرور کرو گی لیکن تمہیں اس قدر انتہا پسند نہیں ہونا چاہیے۔ سمجھوتے سے کام لینا چاہیے۔''

دوسرے یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''بے شک۔ ہم نے تمہاری موت کا پلان بنایا تھا۔ تم ہمیں ہلاک نہیں کر سکو گی۔ ہمارے خلاف ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہیں کر سکو گی۔''

''میں اپنا ہتھیار کس طرح استعمال کروں گی۔ تم لوگوں کو جب یہ معلوم ہو گا تو تمہیں اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔ ابھی تو میں ان لوگوں سے نمٹ رہی ہوں جو تمہاری طرح یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔''

ایک حاکم نے کہا۔ ''ہم تمام اکابرین تعداد میں پندرہ ہیں۔ اتنی تعداد میں اہم اکابرین کو ہلاک کر دو گی تو عدالت اور تمام بڑے ممالک تمہارے خلاف ہو جائیں گے۔''

ایک اور حاکم نے کہا۔ ”اگر ہم نے تمہیں قتل کرنے کی سازش کی تھی تو تمہیں عدالت سے رجوع کرنا چاہیے۔ اور سزا کا بھی مطالبہ کرنا چاہیے۔“

”میں اتنے جھمیلے کیوں پالوں؟ جب میرے خلاف سازش کی جارہی تھی اور مجھے موت کے گھاٹ اتارا جانے والا تھا۔ اس وقت نہ تو کوئی عدالت تھی نہ ہی اس دنیا کے بڑے ممالک تھے۔ میں اپنی ذات میں خود عدالت ہوں۔ خود ہی فیصلہ کرچکی ہوں کہ تم لوگوں کے ساتھ کیا ہونا چاہیے؟“

”تم اگر تنہا ہوتیں تو اس طرح ہمیں چیلنج نہ کرتیں۔ ان مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بَل پر اچھل رہی ہو۔ تمہیں شرم آنی چاہیے۔ ایک یہودی ہوکر مسلمانوں کی مدد سے ہمیں ہلاک کرنا چاہتی ہو۔“

الپا نے کہا۔ ”شرم تم لوگوں کو آنی چاہیے، میں تو محبِ وطن تھی۔ پوری دیانت داری سے اپنے ملک اور قوم کی خدمت کررہی تھی۔ لیکن تم لوگوں سے اپنی یہودی عورت کا عروج دیکھا نہ گیا۔ میری حکمرانی کانٹے کی طرح چبھنے لگی، اور تم لوگوں نے مجھے اس ملک سے فرار ہونے پر مجبور کردیا۔ شرم تو تمہیں آنی چاہیے کہ میں اپنی ہی یہودی قوم کے لوگوں سے دل برداشتہ ہوکر مسلمانوں کی پناہ میں زندہ وسلامت ہوں۔“

سلومن وَلٹر نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ ”الپا! تم یہاں سے بچ کر چلی گئی ہو تو اپنی خیر مناؤ اور جہاں ہو، وہیں امن وامان سے رہو۔ ہمارے معاملے میں مداخلت نہ کرو۔ یہاں آکر انتقامی کارروائی کرنا چاہو گی تو بری طرح ناکام رہو گی۔“

الپا نے پوچھا۔ ”کیا تم ان دونوں کو آج مجھ سے بچا سکو گے؟“

”میں نے پورے انتظامات کیے ہیں۔ تم ان کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکو گی۔ انہیں بڑی حفاظت سے ایسی جگہ چھپایا گیا ہے کہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار بھی تمہارے کام نہیں آئے گا۔ تم نے آدھے گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے ان دونوں پر مختصر سا تنویمی عمل کرکے ان کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔ اب وہ خفیہ پناہ گاہ میں ہیں۔ تم کبھی ان کا سراغ نہیں لگا سکو گی۔ ایک مفسٹر اور ایک آرمی اعلیٰ افسر کو مارنے کا جو چیلنج تھا وہ آج پورا نہیں ہوسکے گا۔“

اس بار میں نے الپا کو کچھ نہیں کہنے دیا۔ ان سے مخاطب ہوکر بولا۔ ”میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔“

میری آواز اور میرا نام سنتے ہی جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا۔ سب ہی پریشان ہوکر ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ میں نے کہا۔ ”الپا میری بیٹی ہے، اور میری بیٹی کو ہلاک کرنے کی جو ناپاک سازشیں کی گئیں اس کے بعد تم کیا سمجھتے ہو آرام اور سکون سے رہ سکو گے؟“

سب کو چپ لگ گئی تھی۔ کوئی بول نہیں پارہا تھا۔ میں نے کہا۔ ”میں اپنے بچوں کی تمام خواہشیں پوری کرتا ہوں۔ میری بیٹی الپا کی خواہش ہے کہ یہاں کے تمام پرانے اکابرین یا تو یہ ملک ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلے جائیں یا ردزِ ایک یا دو کی تعداد میں مرنے کے لیے تیار ہوجائیں۔“

میں ایک ایک بات کہتا تھا اور رک جاتا تھا۔ ان کا ردِعمل دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ”اگر تم سب چاہتے ہو کہ تمہارے معاملات میں مداخلت نہ کروں تو میری بیٹی کی خواہش کے مطابق اس مفسٹر اور آرمی افسر کو فوراً یہاں لے آؤ۔ ان کی موت کا وقت ہوچکا ہے۔“

یوگا جاننے والے ایک آرمی افسر نے کہا۔ ”مسٹر فرہاد علی تیمور! یہ سراسر ظلم ہے۔ وہ مفسٹر اور وہ افسر کسی بھی سزا کے مستحق نہیں ہیں۔ انہوں نے کوئی قصور نہیں کیا ہے۔“

میں نے گرجتے ہوئے کہا۔ ”میری بیٹی الپا نے بھی کوئی قصور نہیں کیا تھا۔ یہاں جھوٹے الزامات تراشے گئے اور اس کی موت کا سامان کیا گیا۔ مجھ سے بحث نہ کی جائے ان دونوں کو ابھی یہاں حاضر کرو۔ ورنہ ان دو کی جگہ یہاں کے اکابرین میں سے دوسرے دو مارے جائیں گے۔“

تمام اکابرین کے اندر کھلبلی مچ گئی۔ اب پتا نہیں ان میں سے کن دو کی شامت آنے والی تھی؟ کوئی مرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ چیخ چیخ کر یوگا جاننے والے آرمی افسران سے کہنے لگے کہ دیکھو ہم بے موت مرنا نہیں چاہتے۔ اس مفسٹر اور اس افسر کو یہاں فوراً لے آؤ۔

میں جس آلۂ کار کے ذریعے بول رہا تھا۔ انہوں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”مسٹر فرہاد علی تیمور! اگر یہ دونوں اس مفسٹر اور اس افسر کو حاضر نہیں کریں گے تو ہم الپا کی دوسری شرط کے مطابق یہ ملک چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے کہیں چلے جائیں گے۔“

میں نے سخت لہجے میں کہا۔ ”تم میں سے جو بچیں گے، وہی یہ ملک چھوڑ کر جائیں گے۔ ابھی تو دو کو مرنا ہے، اور اگر نہیں مرنا ہے تو الپا کے مطلوبہ افراد کو یہاں حاضر کیا جائے۔ میں صرف پندرہ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔“

اس مہلت نے وہاں قیامت برپا کردی۔ کتنے ہی اکابرین وہاں سے اٹھ کر کہنے لگے۔ ”ہم پندرہ منٹ کے اندر یہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے۔“

وہ موبائل فونز کے ذریعے کتنی ہی ایمرجنسی سے رابطے کرنے لگے۔ اسرائیلی حکام کی حیثیت سے حکم دینے لگے کہ جن کی سیٹیں کنفرم ہیں وہ کینسل کی جائیں۔ اور ان کی سیٹیں ریزرو رکھی جائیں۔

میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ ”جاؤ۔ جاؤ۔ تم لوگوں نے اپنی کمینگی کے باعث میری بیٹی کو یہ ملک چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ اب اپنا ملک چھوڑ کر جاؤ۔ لیکن یاد رکھو۔ پندرہ منٹ کے بعد الپا کے مطلوبہ افراد کو پیش نہ کیا گیا تو تم میں سے جو جہاں بھی ہوگا خواہ وہ اسرائیل میں ہو یا اس ملک سے باہر ہو۔ دردناک ضرور مارے جائیں گے۔“

وہاں آرمی کے چار اعلیٰ افسران ایسے تھے۔ جو یوگا کے ماہر تھے۔ میں نے گرج کر کہا۔ ”خبردار! تم چاروں میں سے کوئی نہیں جائے گا۔ جہاں ہو وہیں بیٹھے رہو۔ ورنہ حرام موت مارے جاؤ گے۔“

ایک افسر نے کہا۔ ”ہم یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔ کیا تم ہمارے اندر آسکو گے؟“

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے ایک مسلح گارڈ کو اپنا آلۂ کار بنایا اس نے دوسرے ہی لمحے میں اپنی گن سیدھی کی پھر اس یوگا جاننے والے آرمی افسر کو گولی ماردی۔

میری اس کارروائی سے اور زیادہ دہشت پھیل گئی۔ میں نے کہا۔ ”تم لوگوں کو پندرہ منٹ کی مہلت راس نہیں آئی۔ یوگا میں مہارت کا اتنا غرور تھا کہ مجھے چیلنج کرنے لگے۔ اب دیکھو مہلت ختم ہوچکی ہے۔ تمہارا سلومن وکٹر اور دوسرے اس کے ساتھی جو یہاں آئے ہوئے ہیں ان میں سے کوئی تمہیں نہیں بچاسکے گا۔“

یہ کہتے ہی اس مسلح گارڈ نے تڑاتڑ فائرنگ شروع کردی۔ ایک تو یوگا جاننے والا مرچکا تھا۔ باقی تین رہ گئے تھے۔ وہ بھی گولیوں کی زد میں آکر ہلاک ہوگئے۔

میں نے الپا سے کہا۔ ”ان لوگوں کو ان چار یوگا جاننے والوں پر بڑا ناز تھا۔ اور یہی چاروں تمہارے خلاف سازش کرتے رہتے تھے تاکہ تم یا تمہارا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر آکر ان کی پلاننگ کو سمجھ نہ سکے۔ اب ان اکابرین اور آرمی افسران میں سے کوئی خفیہ سازش کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔“

”پاپا! آپ نے بہت اچھا کیا۔ میری موت کا منصوبہ بنانے والوں کو آج کی انتقامی کارروائی ساری عمر یاد رہے گی۔ اور اکابرین میں سے کوئی دشمن اس ملک میں نہیں رہے گا۔ سب ہی یہاں سے بھاگ رہے ہیں۔“

آج کے لیے اتنا ہی سبق کافی تھا۔ آئندہ وہاں نئے حکمران آنے والے تھے۔ نئی حکومت قائم ہونے والی تھی۔ اور نئے آنے والے حکمرانوں کو پرانے حکمرانوں کا انجام یاد رہے گا۔ وہ کبھی الپا کے خلاف کوئی سازش نہیں کریں گے۔

☆☆☆

نومی نے وردان کو دو مقاصد حاصل کرنے کے لیے جمائلہ کے پاس پہنچایا تھا۔ ایک مقصد تو یہی تھا کہ جمائلہ جیسی خطرناک لڑکی کو اپنے قابو میں کرے گی۔ اور اسے اپنی تابعدار بنا کر رکھے گی۔

دوسرا مقصد یہ تھا کہ سونیا کا سراغ لگائے گی۔ وہ اپنے تمام ارادوں میں کامیاب ہورہی تھی۔ وہاں جمائلہ اور تمام بلڈرز کے ساتھ رہنے والی میڈم کو سونیا کی حیثیت سے پہچان گئی تھی۔ اسے پہچانتے ہی اس نے ماؤس مرکر کے ذریعے اس پر بھرپور حملہ کیا تھا۔ ایسا حملہ کہ ناکامی ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ لیکن میں نے اسے ناکام بنادیا تھا۔

پھر اس نے بڑی کامیابی سے جمائلہ کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا۔ اس کے بعد سونیا کے لیے اور زیادہ خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔

وردان نے میری مرضی کے مطابق نومی سے کہا۔ ”تم نے سونیا پر بھرپور حملہ کرایا تھا۔ لیکن ناکام رہیں۔ کیا اب جمائلہ کے ذریعے حملہ کروگی؟“

”بے شک۔ میں اسی مقصد کے لیے تمہیں اپنا آلۂ کار بنا کر یہاں لائی ہوں۔ اور تمہارے ذریعے کامیابیاں حاصل کررہی ہوں۔ اب جمائلہ کے ذریعے جو دوسرا حملہ ہوگا سونیا اس سے بچ نہیں پائے گی۔“

میں نے پچھلے باب میں ذکر کیا ہے کہ ایک بار جمائلہ کو آگہی ملی تھی۔ اس نے آگہی کی اسکرین پر دیکھا تھا کہ وہ سونیا سے فائٹ کررہی ہے۔ اس پر خطرناک حملے کررہی ہے۔ اور سونیا بڑی مکاری سے بچتی جارہی ہے۔ لیکن وہ کب تک بچتی رہے گی۔ یہ آگہی کی اسکرین پر واضح نہیں ہوا تھا۔

نومی اپنے تنویمی عمل کے ذریعے جمائلہ کو اس مقام پر لے آئی تھی جہاں اب وہ دشمن بن کر سونیا پر حملے کرسکتی تھی۔

جمائلہ کو ملنے والی اس آگہی کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ لیکن ہم سب نے سمجھ لیا تھا کہ خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے۔ الپا نے کہا۔ ”مما! میں پھر کہوں گی۔ آپ اس خطرناک لڑکی سے دور ہوجائیں۔ نومی بہت ہی مکار ہے۔ وہ آپ کے خلاف جمائلہ کو اس وقت استعمال کرے گی جب وہ رات کی تاریکی میں شیطانی قوت حاصل کرلے گی۔“

سونیا نے کہا۔ ''جمائلہ پر دُہرا عمل کیا گیا ہے۔ جب نومی اس پر عمل کر رہی تھی تو فرہاد وغیرہ بھی اس کے دماغ میں موجود تھے۔''

میں نے کہا۔ ''ہاں۔ ہم موجود تھے۔ اور آئندہ بھی جب نومی اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہے گی تو ہم موجود رہیں گے۔ جس آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اس نے جمائلہ کے دماغ کو لاک کیا ہے وہ ہمیں معلوم ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''پھر تو میں سمجھتی ہوں کہ کوئی خاص خطرہ نہیں ہے۔ اگر نومی اس کے اندر رہ کر اسے میرے خلاف استعمال کرنا چاہے گی تو تم بھی اس کے اندر رہ کر اسے دشمنی سے باز رکھ سکو گے۔ نومی کے اس دوسرے حملے کو بھی ناکام بنا سکو گے۔''

''بے شک۔ میں ایسا کر سکوں گا۔ لیکن احتیاطی تدابیر لازمی ہوتی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تم فی الحال اس سے دور ہو جاؤ۔ جمائلہ کو چھوڑ کر یہاں سے جانا نہیں چاہتیں تو نہ جاؤ۔ اسی شہر میں رہو۔ مگر عارضی طور پر اس سے دور ہو جاؤ۔''

''ٹھیک ہے۔ میں اس بنگلے سے جا رہی ہوں۔ اور اپنا موبائل فون بند کر رہی ہوں تاکہ کوئی مجھ سے رابطہ نہ کر سکے۔''

اعلیٰ بی بی 'بابا صاحب کے ادارے کے ان جاسوسوں کے پاس پہنچ گئی جو میڈرڈ میں تھے۔ اس نے ان سے کہا۔ ''کسی ایسی جوان عورت کو تلاش کرو جس کا چہرہ اس قدر زخمی ہو کہ صورت بگڑ گئی ہو۔''

ایک جاسوس نے کہا۔ ''میں نے اس بڑے شہر میں تین ایسی عورتوں کو دیکھا ہے جن میں سے ایک کا چہرہ زخمی ہے اور کچھ بگڑا ہوا سا ہے۔ باقی دو بوڑھی عورتیں ہیں۔ جو بہت ہی بد نما دکھائی دیتی ہیں۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''اگر وہ دونوں جسمانی طور پر بھی بوڑھی ہیں تو پھر ان کی صحت بھی بگڑی ہوئی ہو گی۔ ان میں سے کوئی نومی نہیں ہو سکتی۔ اس عورت کو تلاش کرو جس کا چہرہ زخمی ہے اور صورت کچھ بگڑی ہوئی سی ہے۔''

اس نے دونوں جاسوسوں سے کہا۔ ''یاد رکھو۔ وہ اپنا نام ارونا ویسائی بتاتی ہے۔ اور شاید اسی نام سے اس نے کوئی نیا پاسپورٹ بنوالیا ہو گا۔''

دوسرے جاسوس نے کہا۔ ''میں یہاں کے پاسپورٹ آفس میں اور مختلف ممالک کے سفارت خانوں میں معلوم کرتا ہوں کہ اس نام سے کسی نے پاسپورٹ اور ویزا حاصل کیا ہے یا نہیں؟''

اعلیٰ بی بی اس جاسوس کے دماغ میں رہی جو اسے زخمی چہرے والی عورت کے پاس لے جا رہا تھا، اس نے اس عورت کو ایک اسپتال میں دیکھا تھا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ عورت وہاں زیرِ علاج تھی۔ لیکن کل ہی اسپتال سے اس کی چھٹی ہو گئی تھی۔ وہ اپنے گھر چلی گئی ہے۔

اس نے اسپتال کے اس رجسٹر کو چیک کیا جس میں مریضوں کے نام اور پتے لکھے جاتے تھے۔

اس رجسٹر کے ذریعے اس کا موبائل فون نمبر اور گھر کا ایڈریس معلوم ہو گیا، لیکن اس کا نام ارونا ویسائی نہیں تھا۔

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''شاید اس نے اپنا نام تبدیل کر لیا ہو۔ تم فوراً ہی اس موبائل نمبر پر رابطہ کرو۔''

اس نے موبائل پر رابطہ کیا تو پتا چلا کہ وہ بند پڑا ہے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً اس کے گھر پہنچو۔''

وہ اسپتال سے باہر آیا کار میں بیٹھ کر تیز رفتاری سے ادھر جانے لگا۔ آدھے گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ اس گھر کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ ایک چھوٹا سا بنگلا تھا۔ وہ عورت وہیں لان میں ایک بوڑھی عورت کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''محتاط رہو۔ میں اس کی آواز سننے کے بعد اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کروں گی۔ وہ سانس روکے گی تو سمجھ لینا کہ یہی نومی کرسٹل ہے۔ اسے فوراً ہی زخمی کر دینا۔ تاکہ وہ خیال خوانی کے قابل نہ رہے۔''

وہ کار سے اتر کر بنگلے کے احاطے میں داخل ہوا۔ وہ دونوں عورتیں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔ جاسوس نے ان کے قریب پہنچ کر کہا۔ ''معاف چاہتا ہوں۔ میں مسز ڈیسوزا کا بنگلا تلاش کر رہا ہوں۔ کیا آپ مجھے گائیڈ کر سکتی ہیں؟''

اس زخمی چہرے والی نے کہا۔ ''میں پچھلے دو برس سے یہاں رہ رہی ہوں۔ میری معلومات کے مطابق یہاں مسز ڈیسوزا نام کی کوئی عورت نہیں ہے۔''

اس کی آواز سنتے ہی اعلیٰ بی بی خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچ گئی۔ بڑی آسانی سے جگہ مل گئی۔ چند سیکنڈ میں ہی معلوم ہو گیا کہ وہ نومی کرسٹل نہیں ہے۔

وہ اس سے مایوس ہو کر دوسرے جاسوس کے پاس آئی۔ وہ بولا ''یہاں ارونا ویسائی کے نام سے کل ہی کسی نے نیا پاسپورٹ بنوایا ہے۔ اور فرانس کی ایمبیسی سے ویزا حاصل کیا ہے۔''

''ٹریول ایجنسیوں میں چلو۔ میں تمہارے ذریعے ان لوگوں کی آوازیں سنوں گی اور ان کے اندر پہنچ کر اپنے طور پر

معلومات حاصل کروں گی۔''

وہ دونوں ماتحت جاسوس کتنی ہی ٹریول ایجنسیوں میں جانے لگے۔ وہ ان کے ذریعے ان کے اندر پہنچ رہی تھی اور معلوم کر رہی تھی کہ ارونا ویسائی نے کہیں باہر جانے کے لیے کسی فلائٹ میں سیٹ کنفرم کرائی ہے یا نہیں؟

جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اس نے پیرس جانے والی ایک فلائٹ میں سیٹ کنفرم کرائی ہے۔ لیکن اتنی ساری معلومات حاصل کرنے میں بہت دیر ہو چکی تھی۔ وہ فلائٹ وہاں سے روانہ ہو چکی تھی۔ چڑیا پھُر ہو گئی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے میرے پاس آ کر کہا۔ ''پاپا! یہ نومی بہت ہی مکار ہے۔ اس نے وردان کو آلہ کار بنا کر یہاں بھیجا اور فوراً ہی ایک پاسپورٹ حاصل کر کے میڈرڈ سے پیرس چلی گئی ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ پیرس میں ہمارے جتنے جاسوس ہیں میں ان کے ذریعے اسے تلاش کروں گی۔''

اعلیٰ بی بی مجھے رپورٹ دینے کے بعد چلی گئی۔ نومی ہماری پہنچ سے دور ہو گئی تھی۔ لیکن یہ امید تھی کہ اپنے بگڑے ہوئے چہرے کے باعث کہیں نہ کہیں پکڑی جائے گی۔

وہ جہاں بھی جا رہی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے جمائلہ کے اندر موجود تھی۔ یہ یقین ہو چکا تھا کہ اس نے اس خطرناک لڑکی کو اپنی معصوم اور تابعدار بنا لیا ہے۔ اب وہ اس کے ذریعے سیون بلڈرز کے درمیان رہ کر ان کے تمام راز معلوم کر سکتی تھی۔ اور پھر رفتہ رفتہ یکے بعد دیگرے ایک ایک بلڈر کو ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بھی بنا سکتی تھی۔

لیکن یہ سب تو بعد کی باتیں تھیں۔ فی الوقت سب سے زیادہ اہمیت سونیا کی تھی۔ اس نے جمائلہ سے کہا۔ ''تمہیں یہاں سے نکل کر سونیا کے پاس جانا چاہیے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم زیادہ سے زیادہ اس کے قریب رہو۔''

اس نے کہا۔ ''میں خود مما کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ آج ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنے کا بھی موقع نہیں ملا ہے۔''

وہ بولی۔ ''میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہی ہوں اور یہ سمجھ رہی ہوں کہ تم نے سونیا کو تنویمی عمل کے ذریعے ٹریپ کیا ہوا ہے، لیکن دل سے اسے ماں تسلیم کرتی ہو۔ اور اس کی بہت عزت کرتی ہو۔''

''ہاں۔ مما بہت اچھی ہیں۔ میں دن کی روشنی میں ہمیشہ سچے دل سے ایک بیٹی کی طرح انہیں چاہتی ہوں۔''

نومی نے پوچھا۔ ''اور رات کو.....؟''

''رات کو میرا ارادہ بدل جاتا ہے۔ جو میرے تمام بلڈرز چاہتے ہیں میں وہی کرتی ہوں۔''

''آج سے تم وہ کرو گی جو میں چاہوں گی۔''

جمائلہ نے پوچھا۔ ''تم کیا چاہتی ہو..؟''

وہ بڑی سفاکی سے بولی۔ ''اس کی موت.....''

جمائلہ چونک کر خلا میں تکنے لگی۔ اپنے اندر بولنے والی کو تصور میں دیکھنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا۔ ''تم اتنی دیر سے میرے اندر بول رہی ہو۔ میں کچھ نہیں پا رہی ہوں کہ کچھ پوچھے بغیر کیوں تم سے باتیں کر رہی ہوں اور تمہاری ہر بات مان رہی ہوں؟''

''اب تم ساری زندگی یہی کرتی رہو گی، میری معصومہ اور تابعدار بن کر رہو گی۔ اور یہ بات کبھی کسی بلڈر کو نہیں بتاؤ گی۔''

''نہیں بتاؤں گی.....''

پھر جمائلہ نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا تم کرونا ہو؟''

''نہیں۔ میرا نام ارونا ویسائی ہے۔ تمہارے پاس آ کر مہمان بننے والا وردان بھی میرا تابعدار ہے۔ میں نے تم تک پہنچنے کے لیے ابو طبول کا وہ بہت تمہارے پاس بھیجا تھا۔ شام کا اندھیرا پھیلنے کے بعد جب تم تبدیل ہونے لگو گی تو اس بت کو یہاں بھیجنے کے باعث تم میری احسان مند رہو گی۔ تمہارے دل میں یہ یقین پیدا ہو گا کہ میں تمہاری دوست ہوں۔ اور تمہاری بہتری چاہتی ہوں۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن تم مما کی موت کیوں چاہتی ہو؟''

''تم میری تابعدار ہو، تمہیں کوئی سوال کرنے کا حق نہیں ہے۔ جو میں چاہتی ہوں تم وہی کرتی رہو گی۔''

''تم مما کی موت کے سلسلے میں مجھ سے کیا چاہتی ہو؟''

''رات کو جب تبدیل ہو جاؤ گی تب میں تمہیں بتاؤں گی۔ تم میرے سامنے اسے بار بار ماں نہ کہو۔''

''تم میری مالک ہو۔ میں تمہاری تابعدار بن چکی ہوں۔ پھر میرے سامنے کیوں نہیں آتی ہو؟''

''میں بھی تمہارے سامنے نہیں آؤں گی۔ تم بہت ہی خطرناک لڑکی ہو۔ میں تمہیں مختلف حالات میں آزماتی رہوں گی۔ چلو۔ اب سونیا سے رابطہ کرو۔''

جمائلہ نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے نمبر پنچ کیے پھر فون کو کان سے لگا کر سنا۔ نومی بھی سن رہی تھی۔ پتا چلا کہ سونیا کا فون بند ہے۔

اس نے جمائلہ سے کہا۔ ''اب یہاں سے اٹھو اور وردان

کے ساتھ اس بنگلے میں جاؤ۔"

وہ تابعدار بن چکی تھی۔ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر وردان کے ساتھ انیکسی سے باہر آ گئی۔ بلڈرٹو بھی اپنے بنگلے سے باہر آ رہا تھا۔ اس نے جمائلہ کو دیکھ کر پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہو؟"

"میں مما کے پاس جا رہی ہوں۔ انہیں فون کیا تو وہ بند تھا۔"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے میڈم نے کسی پی سی او سے فون کیا تھا اور کہا تھا کہ فون میں کچھ خرابی ہو گئی ہے، اگر کوئی ضروری کام نہ ہو تو وہ ساحلِ سمندر کی طرف جا رہی ہے۔ شام کا وقت ہے۔ کچھ دیر وہاں رہے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں بھی سی سائیڈ کی طرف جا رہی ہوں۔ وہاں مما کے ساتھ وقت گزاروں گی۔"

بلڈرٹو نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ساڑھے پانچ ہو چکے ہیں۔ آدھے گھنٹے کے بعد شام کے سائے گہرے ہوتے جائیں گے۔ تمہاری تبدیلی کا وقت ہو جائے گا۔ ایسے وقت تمہیں اسی انیکسی میں رہنا چاہیے۔ کیونکہ ابوالہول کا بت بھی یہیں ہے۔"

میں جمائلہ کے اندر یہ سب کچھ چپ چاپ دیکھ رہا تھا اور سن رہا تھا۔ اس وقت جمائلہ نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "بلڈرٹو درست کہہ رہا ہے۔ مجھے اس انیکسی سے زیادہ دور نہیں رہنا چاہیے۔"

نومی نے کہا۔ "ہوں۔ میں بھی تمہاری تبدیلی کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہوں۔ ٹھیک ہے۔ تم اسی انیکسی میں رہو۔"

جمائلہ نے مسکرا کر بلڈرٹو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تھینک یو مسٹر بلڈر! تم نے اچھا مشورہ دیا ہے۔ میں ابھی کہیں نہیں جاؤں گی۔"

وہ انیکسی میں واپس آ گئی۔ نومی نے وردان سے کہا۔ "اسے یہیں رہنے دو۔ تم ساحلِ سمندر کی طرف جاؤ، وہاں دیکھو کہ سونیا کہاں ہے؟ تم اس کے قریب رہو گے۔ میں تمہارے ذریعے اس پر نظر رکھوں گی۔ جب جمائلہ یہاں تبدیل ہو گی تو میں ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے سونیا کے پاس پہنچا دوں گی۔"

وردان اس کے حکم کے مطابق کار ڈرائیو کرتا ہوا سی سائیڈ کی طرف جانے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "وردان تمہیں تلاش کرتا ہوا سی سائیڈ جا رہا ہے۔ نومی تمہیں نظروں میں رکھنا چاہتی ہے تاکہ جمائلہ کے تبدیل ہوتے ہی اسے موت بنا کر تمہاری شہ رگ تک پہنچا دے۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "نومی بہت ہی جوان اور خوبصورت ہے ناں؟"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "تم یہ سوال کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ ایک بار وہ تمہاری تنہائی میں میری جگہ لے چکی ہے۔"

"اب میں کیا بتاؤں کہ وہ کس قدر مکار ہے؟ اس نے کیسی چالاکی سے مجھے دھوکا دیا تھا۔ اور میرے ساتھ وقت گزار کر چلی گئی تھی۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "بے چاری کو صرف ایک ہی موقع ملا تم بڑے ہر جائی ہو۔ اس سے دور بھاگتے پھر رہے ہو۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "تمہارا ارادہ کیا ہے؟ کیا اسے تمہاری سوکن بنا لوں؟"

"ہاں۔ اسے اپنی گرفت میں لانے کا ایک راستہ یہ بھی ہے وہ میڈرڈ سے فرار ہو گئی ہے۔ پیرس کی طرف گئی ہے۔ بعد میں پتا چلے گا کہ پیرس سے بھی کہیں دوسری جگہ چلی گئی ہے۔ وہ کوئی نادان نہیں ہے۔ بہت ہی مکار ہے، دھوکا دیتی رہے گی اور اپنے بگڑے ہوئے چہرے کو پھر سے مکمل کر لے گی۔"

میں نے کہا۔ "ہوں۔ ایک مکار وہ ہے۔ اور تم اس پر سوا سیر ہو۔ یقیناً مکاری سے ہی کوئی راستہ نکال کر اس کے کس بل ڈھیلے کرو گی۔"

شام ہو رہی تھی۔ اب مجھے جمائلہ کے پاس رہنا تھا۔ سونیا سے دو چار باتیں کرنے کے بعد میں اس کے اندر چلا آیا۔ یہ تو سمجھنے والی بات تھی کہ نومی بھی اس کے اندر اس وقت موجود ہو گی۔ اس لیے میں بالکل خاموش رہا۔

انیکسی کے باہر شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ اور اندر تاریکی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ جھوم جھوم کر گنگنانے لگی تھی۔ دن کے وقت اس نے کسی سے نہیں پوچھا تھا کہ ابوالہول کا بت انیکسی میں کہاں رکھا گیا ہے؟ وہ خود ہی اس الماری کے پاس چلی آئی جہاں اسے رکھا گیا تھا۔ اس نے اس بت کو الماری سے نکال کر اپنے سینے سے لگا لیا۔

وہ تبدیل ہو رہی تھی۔ اور اپنے دماغ میں کچھ بے چینی سی محسوس کر رہی تھی۔ غیر محسوس طریقے پر پرائی سوچ کی لہریں اسے ڈسٹرب کر رہی تھیں۔

اس نے اس بت کو ایک اونچی جگہ رکھ دیا۔ پھر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔ کہنے لگی۔ "اے ابوالہول! پچھلی رات میں تیری تصویر سے بہلتی رہی۔ آج تیرا شکر یہ کہ تو خود ہی میرے پاس چلا آیا۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر پریشان ہو کر بولی۔ "اے

ابوالہول! مجھے بتا میں اپنے اندر بے چینی کیوں محسوس کر رہی ہوں؟"

اس نے آگے بڑھ کر سر کو جھکا کر اپنی پیشانی اس کی کٹی ہوئی ناک پر رکھ دی۔ اس کی بند آنکھوں کے پیچھے گزرے ہوئے مناظر دکھائی دینے لگے۔ پہلے تو اس نے دیکھا کہ وہ وردان کے ساتھ بیٹھی کچھ کھا پی رہی ہے۔ ایسے وقت اس نے کمزوری محسوس کی تب اسے یاد آیا کہ سافٹ ڈرنک پینے کے بعد ہی وہ کمزوری محسوس کرنے لگی تھی۔

پھر اسے یاد آیا کہ وہ کچھ دیر سوتی رہی تھی۔ جب بیدار ہوئی تو اپنے اندر کسی خیال خوانی کرنے والی کی باتیں سننے لگی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اس نے وردان کی طرح اسے بھی اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے اور اس کے قریب پہنچنے کے لیے اسی نے ابوالہول کا بت وردان کے ذریعے اس کے پاس بھیجا تھا۔

تب اس نے بت سے ذرا دور ہو کر ایک چیخ ماری پھر کہا۔ "وہ میرے دماغ میں آ کر بول رہی تھی۔ اب میرے اندر موجود ہے۔ اسی لیے میں بے چینی محسوس کر رہی ہوں۔"

اس نے خلا میں تکتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہے تو؟ بول کون ہے؟ تو مجھ سے چھپ نہیں رہ سکے گی....."

اس نے چند سیکنڈ تک جواب کا انتظار کیا پھر کہا۔ "تو چھپی رہے گی۔ ٹھیک ہے۔ میں بھی تجھے ڈھونڈ ہی نکالوں گی۔ ابھی تو اس کتے وردان کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اس نے مجھے کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ دھوکا دیا تھا۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روکی تو نومی کے ساتھ میں بھی اس کے دماغ سے باہر نکل گیا۔ جمائلہ کے تبدیل ہوتے ہی شیطانی قوتیں حاصل کرتے ہی نومی کا تنویمی عمل خاک ہو گیا تھا۔

وہ فوراً ہی وردان کے اندر پہنچ کر بولی۔ "یہاں سے بھاگو۔ اس شہر سے دور نکل جاؤ۔ وہ شیطان کی بچی تمہیں ہلاک کرنے آ رہی ہے۔"

وردان ساحلِ سمندر پر تھا فوراً ہی اپنی کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ جمائلہ رات کی تاریکی میں عجیب پُراسرار قوتوں کی مالک بن جاتی تھی۔ اس وقت وہ ڈرائیو کر رہی تھی اور وڈ اسکرین کے پار وردان سمندر کے ساحل پر دکھائی دے رہا تھا۔ اور کار میں بیٹھ کر کہیں جا رہا تھا۔

وہ جہاں بھی جا رہا تھا۔ جمائلہ کو اس راستے کا علم ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے متعلق پہلے ہی یہ بتایا جا چکا ہے کہ اگر اس کا مطلوبہ شکار ایک ہی شہر یا ایک ہی ملک ہو تو وہ اپنی پُراسرار صلاحیتوں کے ذریعے اسے ڈھونڈ نکالتی ہے۔

اس وقت بھی وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ اور اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ آندھی طوفان کی رفتار سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی ہائی وے پر جا رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے وردان کی کار کو اوورٹیک کیا پھر آگے جا کر اس کا راستہ روک دیا۔

وردان نے کار روکتے ہوئے نومی سے کہا۔ "اروتا! یہ چڑیل کی بچی تو یہاں پہنچ گئی ہے۔ اب میں کیا کروں؟"

نومی نے کہا۔ "گاڑی کو ریورس کرو۔ واپسی کے لیے موڑو۔"

وہ اسے ریورس کر کے واپسی کے لیے موڑنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی جمائلہ اس کی کار کے قریب پہنچ گئی۔ گاڑی کی پچھلی طرف سے اسے پکڑ لیا۔ صرف ایک ہاتھ سے پکڑ کر اسے یوں روکا کہ رفتار بڑھانے کے باوجود کار آگے نہ بڑھ سکی۔

میں اور نومی وردان کے دماغ میں رہ کر اس کی شیطانی قوت کا مظاہرہ دیکھ رہے تھے۔

وردان نے کار کے انجن کو بند کیا۔ پھر دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہی وہاں سے بھاگنے لگا۔ جمائلہ جیسے فضا میں اڑتی ہوئی آئی پھر اسے پیچھے سے ایک لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دور جا کر اوندھے منہ گر پڑا۔

جہاں پشت پر اس کی لات لگی تھی۔ وہاں ایسا لگ رہا تھا۔ جیسے ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ رہی ہو۔ ہم اس کے اندر رہ کر اس کی تکلیف کو سمجھ رہے تھے۔ وہ وہاں سے اٹھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ جمائلہ اس کے سر پر پہنچ گئی تھی۔ اس کی گردن کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لے کر کہہ رہی تھی۔ "کتے! تو نے مجھے کمزور بنانا چاہا تھا۔ اب آخری بار دیکھ کہ میں کتنی کمزور ہوں؟"

یہ کہتے ہی اس نے اس کے سر کو ایک ہاتھ سے پکڑا پھر ٹھوڑی کے نیچے ایک ہاتھ لے جا کر گردن کو جھٹکا دیا تو گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اسی لمحے میں ہم اس کے مردہ دماغ سے نکل آئے۔

میں سونیا کے دماغ میں آ گیا، شدید حیرانی کے باعث کچھ دیر تک بول نہ سکا۔ سونیا نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

میں نے کہا۔ "تم سونیا ہو۔ میں فرہاد ہوں۔ ہم اپنی غیر معمولی صلاحیتوں، ذہانت اور قوتِ ارادی کے ذریعے پہاڑ سمجھے جاتے ہیں۔ مگر وہ انسان نہیں کوئی بلا ہے۔ ہم دونوں اس کے سامنے تنکوں کی طرح اڑ جائیں گے....."

سونیا شدید حیرانی سے سن رہی تھی کہ جمائلہ نے وردان کو کیسی درندگی سے ہلاک کر ڈالا ہے۔ سونیا تو مجھ سے سن رہی تھی اور حیران ہو رہی تھی لیکن میں نے تو وردان کے اندر رہ کر جمائلہ کی شیطانی قوت کا مظاہرہ دیکھا تھا۔ اس نے ایک معمولی جھٹکے کے ساتھ ہی اس کی گردن کی ہڈی توڑ ڈالی تھی۔

سونیا نے کہا۔ ''ہم نے خطرناک اور شہ زور دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے ایک طویل زندگی گزاری ہے لیکن کبھی یہ دیکھا نہ سنا کہ ایک بیس بائیس برس کی لڑکی شہزوروں کی ہڈی پسلیاں توڑ دیتی ہے۔ میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ وہ دیوار سے سر ٹکراتی ہے تو وہاں شگاف پڑ جاتا ہے۔''

''وہ بے شک وشبہ خطرناک ہے۔ آج تمہاری بنی بنی ہوئی ہے۔ کل کسی وقت بھی جنون میں مبتلا ہو کر تمہاری دشمن بن سکتی ہے۔''

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ اسے بہت سی باتیں آنکھ کے ذریعے معلوم ہو جاتی ہیں۔ کبھی یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ میں نے ہی کرونا سے کہا تھا کہ وہ ابوالہول کا بت اپنے آلہ کار کے ذریعے تڑوا دے۔ یہ بھید کھلے گا تو وہ میری جانی دشمن بن جائے گی۔''

''ہم نے دیکھا ہے کہ جب وہ دشمن بنتی ہے تو پھر اپنے شکار کو بچ کر جانے نہیں دیتی۔ اسے پُراسرار علم کے ذریعے معلوم ہو جاتا ہے کہ دشمن کہاں ہے؟ وہ بڑی برق رفتاری سے وردان تک پہنچ گئی تھی۔ خدانخواستہ تمہارے ساتھ ایسا ہوا تو تم اس سے بچ کر کتنی دور جا سکو گی؟ وہ ایسی ہی برق رفتاری سے آ کر تمہیں بھی دبوچ لے گی۔''

وہ بولی۔ ''ہم نے دشمنوں کے خوف سے فرار ہونا نہیں سیکھا ہے۔ ہمیشہ خطرناک اور شہزور دشمنوں کو بڑی ذہانت سے قابو میں کیا ہے۔ اسے بھی کر سکتے ہیں۔''

''کبھی وہ تمہارے خلاف جنون میں مبتلا ہو گئی تو ہم کچھ نہیں کر پائیں گے۔''

''ایک صورت ہے۔ ہم اسے جلد سے جلد بابا صاحب کے ادارے میں لے جائیں تمام بلڈرز بھی یہی چاہتے ہیں۔ وہ اس کے ذریعے جاسوسی کرانا چاہتے ہیں لیکن ہم نیک مقصد سے اسے لے جائیں گے اور ہو سکتا ہے وہاں اس کا روحانی طور پر علاج ہو جائے۔''

''درست کہتی ہو۔ اگر اس کے اندر سے شیطان کو مار دیا جائے تو پھر وہ کبھی ہماری دشمن نہیں بنے گی۔ میں ابھی جاتا ہوں اور براہِ راست جناب اسد اللہ تبریزی سے بات کرتا ہوں۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہم سے بات کرنے کے دوران میں اپنی کار ڈرائیو کرتی جا رہی تھی۔ پھر وہ بلڈرٹو کے بنگلے میں پہنچ گئی۔ اس کے احاطے میں گاڑی روک کر بڑے ہال میں پہنچی وہاں تمام بلڈرز موجود تھے۔ بہت پریشان دکھائی دے رہے تھے۔

بلڈرٹو نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ ''میڈم! آپ کہاں رہ گئی تھیں؟ وہ وردان جو بت لے کر یہاں آیا تھا۔ جمائلہ نے اسے مار ڈالا ہے۔''

سونیا نے انجان بن کر پریشانی ظاہر کی۔ ''اوہ گاڈ! اس نے ایسا کیوں کیا؟ جبکہ مسٹر وردان کو ایک معزز مہمان بنا کر رکھا گیا تھا؟''

ایک بلڈر نے کہا۔ ''جمائلہ نے ابھی وضاحت نہیں کی ہے۔ صرف اتنا کہا ہے کہ وردان ایک بہروپیا تھا۔ اسے نقصان پہنچانے آیا تھا۔''

بلڈر تھری نے کہا۔ ''یہ تو ہم سب مانتے ہیں کہ وہ پُراسرار قوتوں کے ذریعے دوستوں کے درمیان چھپے ہوئے دشمنوں کو پہچان لیتی ہے۔''

سونیا بھی ایک دوست اور ماں بن کر اس سے دشمنی کر رہی تھی۔ اس نے اس کے بت کو تڑوا دیا تھا۔ اور اس کی تابعدار بننے کا ڈھونگ رچا رہی تھی، اسے دھوکا دیتی آ رہی تھی۔ اور جمائلہ اسے ابھی تک پہچان نہیں پائی تھی۔ اگر اس کا ابوالہول پراسرار قوتوں کا مالک ہوتا تو اسے اب تک سونیا کی حقیقت بتا چکا ہوتا۔

اسی لیے سونیا کہتی رہتی تھی کہ جمائلہ کے پیچھے نہ کوئی ابوالہول ہے، نہ کوئی شیطان ہے، وہ قدرتی طور پر ہی کچھ ایسی ہے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ لہٰذا اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جا کر ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

جمائلہ وہاں آ گئی اسے دیکھتے ہی سارے بلڈرز اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ ''تم نے جہاں اس کو قتل کیا ہے، وہاں اپنے خلاف کوئی ثبوت تو نہیں چھوڑا ہے؟''

وہ بولی۔ ''نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے ہیران ہائی دے پر اسے روکا تھا، صرف چند منٹ میں اسے ہلاک کیا تھا اور چلی آئی ہوں۔''

''تم نے اسے کس طرح ہلاک کیا ہے؟''

''میں نے اس کی گردن کی ہڈی توڑ دی ہے۔''

''اوہ گاڈ! پولس اور انٹیلی جنس والے سمجھ جائیں گے کہ

یا تم ہی کر سکتی ہو۔''

دوسرے بلڈر نے کہا۔ ''آؤ یہاں آرام سے بیٹھو۔ تم پر زام آئے گا تو ہم نمٹ لیں گے۔''

وہ سونیا کے پاس آ کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''میں نے آپ سے فون پر رابطہ کرنا چاہا تھا۔ پتا چلا کہ فون بند ہے۔''

''ہاں۔ بیٹری ڈاؤن ہو گئی تھی۔ میں نے اسے چارج کر لیا ہے۔ ہمیں وردان کے متعلق بتاؤ۔ تم تو اس کی بہت تعریف کر رہی تھیں۔ پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ دشمن ہے؟''

اس نے آس پاس اور سامنے بیٹھے ہوئے بلڈرز کو دیکھا پھر کہا۔ ''وردان کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی چھپی رہتی تھی۔''

''یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ کوئی اس کے اندر چھپی رہتی تھی؟''

وہ بولی۔ ''وردان نے مجھے دھوکے سے اعصابی کمزوری کی دوا پلائی تھی۔ میں بے حد کمزور ہو گئی تھی۔ تب اس نے اس خیال خوانی کرنے والی کو اپنے اندر بولتے ہوئے سنا۔ اس مکار عورت نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ مجھے اپنی تابعدار بنا لیا تھا۔''

تمام بلڈرز حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''اس نے تمہیں تابعدار بنایا اتنی بڑی کامیابی حاصل کی اور ہمیں خبر بھی نہ ہو سکی؟''

''میں تنویمی عمل کے بعد خود ہی نہ جان سکی کہ میرے ساتھ کیا ہو چکا ہے؟ اس نے اسی بنگلے کی انیکسی میں بڑی رازداری سے ایسا کیا تھا۔''

بلڈرٹو نے کہا۔ ''میرے بنگلے کی انیکسی میں، میری ناک کے نیچے ایسا ہوا اور میں بے خبر رہا؟''

جمائلہ نے کہا۔ ''وہ عورت بہت ہی مکار ہے۔ پہلے تو اس نے فون کے ذریعے مجھ سے بات کی۔ یہ کہہ کر میرا اعتماد حاصل کیا کہ اس نے ابھی خواب میں ابوالہول کو دیکھا ہے۔ اور اس کے حکم سے اس کا بت میرے پاس پہنچا رہی ہے۔ اس نے واقعی ایسا کیا تھا، وہ بت اس کے ذریعے میرے پاس پہنچا ہے۔ اس لیے میں دھوکا کھا گئی۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''کیا تم واقعی اس کی تابعدار بن گئی تھیں؟''

''ہاں۔ میں چند گھنٹوں کے لیے اپنے اختیار سے باہر ہو گئی تھی۔ وہ جو حکم دیتی تھی میں اس کی تعمیل کرتی تھی۔ شکر ہے کہ رات ہو گئی، اور پراسرار قوت نے اس کے تنویمی عمل کو میرے دماغ سے مٹا دیا۔''

ایک بلڈر نے کہا۔ ''تم نے ایک رات اسے بری طرح زخمی کیا تھا۔ وہ یہاں تم سے انتقام لینے کے لیے آئی تھی۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ وہ میری دشمن بن گئی تھی لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ مما کو ہلاک کیوں کرنا چاہتی ہے؟''

سب نے چونک کر جمائلہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ ''اس نے مجھے تابعدار بنانے کے بعد حکم دیا تھا کہ میں اپنی مما کو ہلاک کروں گی، اور آج ہی کروں گی۔''

سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔ ''وہ مجھے کیوں ہلاک کرنا چاہتی ہے؟''

''پتا نہیں۔ اسے آپ سے کیا دشمنی ہے؟ اس نے مجھے کوئی وجہ نہیں بتائی۔''

ایک بلڈر نے کہا۔ ''تعجب ہے وہ تمہیں تابعدار بنانا چاہتی تھی، اور میڈم کو ہلاک کر دینا چاہتی تھی۔ آخر وہ ہے کون؟''

سونیا نے کہا۔ ''میری سمجھ میں آ رہا ہے۔ آج یہاں اسی ہال میں مجھ پر حملہ کرایا گیا تھا۔ ماؤس مرکر ہمارا اپنا آدمی ہے لیکن اس نے مجبور ہو کر مجھ پر گولی چلائی۔ ہم اب تک سمجھ رہے تھے کہ کرونا ہم سے دشمنی کر رہی ہے لیکن وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والی مجھے مار ڈالنے کا عزم کر کے یہاں آئی ہے۔''

بلڈرٹو نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''یہی بات ہے پہلے وہ ماؤس مرکر کے ذریعے آپ کو ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ پھر ناکامی کی صورت میں اس نے جمائلہ کو اپنی تابعدار بنا لیا اور اس کے ذریعے آپ کو مارڈالنا چاہتی ہے۔''

ایک اور بلڈر نے کہا۔ ''ہمیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہم پر بُرا وقت آ گیا ہے۔ پہلے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کرونا ہماری دشمن تھی۔ اب یہ دوسری دشمن پیدا ہو گئی ہے۔''

بلڈر فور نے کہا۔ ''وہ وردان کو آلہ کار بنا کر یہاں آئی تھی۔ وہ مر چکا ہے۔ سوال اب یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس کی موت کے بعد وہ دشمن یہاں سے چلی گئی ہے یا ابھی یہاں موجود ہے؟''

بلڈر سکس نے کہا۔ ''وہ یہاں موجود ہے۔ اس نے ماؤس مرکر کو بھی آلہ کار بنایا تھا۔ اب اس کے ذریعے پتا نہیں کتنے آلہ کار بنا لے گی؟ اور ہمارے قریب سے قریب رہ کر ہمیں نقصان پہنچاتی رہے گی۔''

وہ سب بول رہے تھے۔ اور یہ سوچ کر پریشان ہو رہے تھے کہ پتا نہیں اس نے ان کے آس پاس کتنے لوگوں کو آلہ کار بنالیا ہے؟

بلڈر ٹو نے کہا۔ ''ہمیں اپنے اپنے بنگلے سے ایسے تمام سیکورٹی گارڈز کو ہٹا دینا چاہیے۔ جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔''

ایک بلڈر نے فون کے ذریعے ماؤس مرکر سے رابطہ کیا اور کہا۔ ''ہم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ کسی بھی پہلی فلائٹ سے یہ ملک چھوڑ دو، اگر کسی فلائٹ میں جگہ نہ ملے تو بحری جہاز سے چلے جاؤ یا پھر ہائی وے کے راستے اس ملک سے باہر نکل جاؤ۔ جتنی جلدی ہو سکے ہم سے دور چلے جاؤ۔''

بلڈر ٹو نے اپنے سیکورٹی افسر کو بلا کر کہا۔ ''تم سب یوگا کے ماہر یہاں رہو گے۔ باقی سیکورٹی گارڈز کو چھٹی دے دو۔ انہیں کسی دوسری جگہ ڈیوٹی پر لگا دیا جائے گا لیکن وہ ہمارے بنگلے کے قریب نہیں آئیں گے۔ اور نہ ہی باہر ہم سے کہیں ملاقات کریں گے۔''

دوسرے تمام بلڈرز بھی فون کے ذریعے اپنے اپنے بنگلوں کے سیکورٹی افسر کو یہی حکم دینے لگے۔

نومی نے سب کے دلوں میں دہشت پیدا کر دی تھی۔ وہ سوچ رہے تھے کہ جب وہ جمائلہ جیسی پراسرار قوتیں رکھنے والی کو اپنی تابعدار بنا سکتی ہے تو بڑی مکاری سے ان تمام بلڈرز کو بھی ٹریپ کر سکتی ہے۔

وہ اپنی سلامتی کے لیے بڑے سخت حفاظتی اقدامات کر رہے تھے۔ اور یہ طے کر رہے تھے کہ ابھی دو چار روز تک اپنے اپنے بنگلے سے باہر نہیں نکلیں گے۔ اور کسی جان پہچان والے سے بھی روبرو ملاقات نہیں کریں گے۔

جمائلہ نے کہا۔ ''آپ سب اپنے طور پر حفاظتی انتظامات کریں۔ میں مما کے ساتھ اپنے بنگلے میں جا رہی ہوں۔ وہاں ان پر تنویمی عمل کروں گی۔''

وہ دونوں وہاں سے اٹھ گئیں۔ پھر باہر آ کر اپنی اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگیں۔

ایک بلڈر نے جمائلہ کو فون پر مخاطب کیا اور بڑی راز داری سے کہا۔ ''تمہیں یاد ہے ناں! آج تم میڈم پر کس طرح کا تنویمی عمل کرو گی؟''

''ہاں مجھے یاد ہے۔ آج رات ان کا برین واش ہو جائے گا۔ ان کے ساتھ اب تک جو ہوتا رہا ہے، اسے مٹا کر میں انہیں ان کا ماضی یاد دلاؤں گی۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ وہ اپنی کار میں تھی۔ سونیا اپنی کار ڈرائیو کرتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

نومی سر پکڑ کر رہ گئی تھی۔ بڑی زبردست کامیابی حاصل کرنے کے بعد وہ بُری طرح ناکام ہو گئی تھی۔ زبردست کامیابی یہ تھی کہ اس نے جمائلہ جیسی خطرناک لڑکی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔ لیکن یہ خوش فہمی چند گھنٹوں تک رہی۔ پھر رات ہوتے ہی اس نے نومی کے تنویمی عمل کی ایسی کی تیسی کر دی تھی۔

پہلے وہ وردان کو اپنا تابعدار بنا کر خوش ہو رہی تھی کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا غلام بن گیا ہے۔ اب اس کی یہ خوش فہمی بھی ختم ہو گئی تھی۔ جمائلہ نے اچانک ہی وردان پر ایسا حملہ کیا تھا کہ نہ وہ کوئی تدبیر سوچ کر اس پر عمل کر سکی۔ اور نہ ہی خیال خوانی کے ذریعے اپنے اس غلام کو بچا سکی۔ یہ اس کا دوسرا نقصان تھا۔

تیسرا نقصان یہ تھا کہ سونیا سے دور ہو گئی تھی۔ دوبارہ اس کے قریب ہونے کے لیے تمام بلڈرز کے سیکورٹی گارڈز کو اپنا آلہ کار بنانا چاہتی تھی۔ اور ماؤس مرکر کے ذریعے ان تمام سیکورٹی گارڈز تک پہنچنا چاہتی تھی لیکن جلد ہی پتا چل گیا کہ ایسے تمام سیکورٹی گارڈز ان بلڈرز کے بنگلوں سے ہٹا دیے گئے ہیں۔ جو یوگا کے ماہر نہیں تھے۔

یہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ سونیا جمائلہ اور تمام بلڈرز محتاط ہو گئے ہیں۔ اور بڑی تیزی سے حفاظتی انتظامات کر رہے ہیں۔ پہلے وہ جتنی آسانی سے ان کے درمیان گھس رہی تھی۔ اب اسے وہ آسانی میسر نہیں ہو سکے گی۔

نومی نے اب سے پہلے بلڈر ٹو کے فون پر رابطہ کیا تھا اور ایسے دوستی کی پیش کش کی تھی۔ اس کی وہ پیش کش ٹھکرا دی گئی تھی۔ اس کا فون نمبر ہی ایل آئی پر آ گیا تھا پھر اس نے جمائلہ سے کہا تھا کہ ابوالہول کا بت اس کے پاس بھیجا جا رہا ہے۔ ایسے وقت جمائلہ کے فون پر بھی اس کا نمبر آ چکا تھا۔ وہ ناکام اور نامراد ہو کر سوچ رہی تھی کہ آئندہ اسے کیا کرنا چاہیے؟

ایسے ہی وقت اس کے موبائل فون کا بزر بولنے لگا۔ اس نے اسے اٹھا کر نمبر پڑھے تو یہ معلوم ہوا کہ بلڈر ٹو کال کر رہا ہے۔ اس نے فون کو کان سے لگا کر کہا۔ ''ہیلو.....؟''

بلڈر ٹو نے کہا۔ ''تم نے اپنے فون پر میرا نمبر پڑھا ہو گا۔ پھر یہ بھی سمجھ گئی ہو گی کہ میں کون ہوں؟''

''ہاں۔ تم وہی ہو جسے میں نے دوستی کی پیش کش کی تھی اور تم نے اور تمہارے بلڈرز نے مجھے ایک معمولی ٹیلی پیتھی جاننے والی سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔''

''تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں منہ لگایا جائے۔ تم نے

ہماری طرف سے مایوس ہونے کے بعد وردان کو اپنا آلہ کار بنا کر یہاں بھیجا پھر ہمارے جاسوس ماؤس مرکر کو آلہ کار بنا کر میڈم پر جان لیوا حملہ کرایا۔ جمائلہ کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا بنا چاہا لیکن تمہیں حاصل کیا ہوا؟ دیکھو! تم نے کیسی منہ کی کھائی ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ تم ہمارے انتقام سے بچ سکو گی۔''

''کیا مجھے دھمکی دینے کے لیے فون کیا ہے؟''

''نہیں۔ ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم کون ہو؟ تمہارا اصلی نام کیا ہے؟ ہم سے کیوں دشمنی کرنے کے لیے یہاں پہنچی آئی ہو؟''

''میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی۔''

''بات نہیں۔ ہم تمہاری شہ رگ تک پہنچ کر ہی تمام جواب اگلوا لیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔ مجھ تک پہنچنے کے سہانے سپنے دیکھتے رہو۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے پھر اس کا بزر سنائی دیا۔ اس نے نمبر پڑھے اس بار جمائلہ کال کر رہی تھی۔ وہ زیر لب بڑبڑائی۔ ''چڑیل کی بچی! میرے ہاتھ آ کر نکل گئی۔ اب فون کر رہی ہے۔''

اس نے فون آن کر کے کان سے لگایا پھر کہا۔ ''ہاں ہیلو.....''

جمائلہ نے کہا۔ ''میں دھوکا دینے والے دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کرتی۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ تم مجھ سے دشمنی کرنے کیوں آئی تھیں؟''

''اصل بات یہ ہے کہ میں تمہاری دشمن نہیں ہوں صرف تم سے خوفزدہ تھی۔ سوچا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں اپنی تابعدار بنا کر رکھوں گی تو تم سے کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔''

''ٹھیک ہے۔ تم خوفزدہ ہو کر ایسا کر رہی تھیں۔ میری دشمن نہیں ہو۔ مگر میڈم سونیا کی تو ہو۔ اس میڈم سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟''

''میں تمہیں اپنی تابعدار بنانے کے بعد تمہارے تمام دشمنوں کو راستے سے ہٹا دینا چاہتی تھی۔ دراصل میں اس کی دشمن نہیں ہوں۔ وہ تمہاری دشمن ہے۔''

''میڈم سونیا کے اندر کی ممتا کو میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ میری دشمن کبھی نہیں بن سکتیں۔''

''یہی تو تم نہیں جانتی ہو کہ وہ کس طرح تمہیں دھوکا دے رہی ہے۔ وہ دنیا کی سب سے چالاک عورت ہے، تم اسے کبھی سمجھ نہیں پاؤ گی۔''

ہپناٹیزم

مصنف ڈاکٹر جی ایم ناز

ہپناٹیزم کے موضوع پر اردو میں پہلی مستند کتاب

کتاب میں شامل چند عنوانات

- ہپناٹیزم ایک پوشیدہ قوت۔
- ہپناٹیزم کیا ہے؟
- ہپناٹیزم کی ابتدا۔
- ہپناٹیزم کے عملی اصول۔
- ہپناٹیزم اور جرائم۔
- ہپناٹیزم کا استعمال
- ازدواجی زندگی اور ہپناٹیزم
- بچوں پر ہپناٹیزم

قیمت:-/30 روپے

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطے کیلئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی

''تم مجھے سمجھاؤ کہ وہ مجھے کس طرح دھوکا دے رہی ہے؟''

''میری بات کو تم اس طرح سمجھ سکتی ہو کہ تم بھی مسلمان ہو اور سونیا بھی ..... مسلمان بتوں کو گرانا اور توڑنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اسی نے تمہارے ابوالہول کے بت کو توڑا ہے۔''

''میں نہیں مانتی۔ میں نے اس کو تنویمی عمل کر کے گہری نیند سلا دیا تھا۔ اسی دوران وہ بت توڑا گیا ہے۔ کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ اس نے گہری نیند سے اٹھ کر ایسا کیا تھا؟''

''جس طرح میں نے تم پر تنویمی عمل کیا اور خوش فہمی میں مبتلا رہی لیکن تم میرے عمل سے نکل گئیں۔ اسی طرح تم بھی خوش فہمی میں مبتلا ہو۔ وہ تمہاری معمولہ اور تابعدار بننے کا ناٹک کر رہی ہے۔''

جمائلہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس وقت وہ سونیا کے ساتھ بنگلے میں پہنچ چکی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس پر تنویمی عمل کرنے والی تھی۔

اس نے سر گھما کر باتھ روم کی طرف دیکھا۔ سونیا اس وقت باتھ روم کے اندر تھی۔ اور ابھی آ کر بیڈ پر لیٹنے والی تھی۔

اس نے فون پر پوچھا۔ ''کیا تم ثابت کر سکتی ہو کہ وہ ناٹک کر رہی ہے؟''

''تم کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے پوچھ لو۔ جس کا دماغ زہریلا ہوتا ہے۔ اس پر تنویمی عمل کا اثر نہیں ہوتا۔ سونیا زہریلی ہے۔ بہت ہی زہریلی ہے۔ اس کے دماغ میں کوئی بھی بات دیر تک نقش نہیں کی جا سکتی۔ اسے دیر تک اپنی تابعدار بنا کر رکھا نہیں جا سکتا۔''

''میں کیسے مان لوں۔ مجھے پہنا ٹائز کرنے کی صلاحیت ابوالہول نے دی ہے۔ اگر یہ صلاحیت میرے کام نہ آتی اور سونیا مجھے دھوکا دیتی تو ابوالہول مجھے کسی نہ کسی طریقے سے بتا دیتا کہ میں دھوکا کھا رہی ہوں۔''

نومی نے کہا۔ ''میری یہ بات تمہیں بری لگے گی لیکن یہ حقیقت ہے کہ ابوالہول کوئی شکتی دینے والا دیوتا نہیں ہے۔ وہ تاریخ کا ایک ایسا کردار ہے جس کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ میں اتنا جانتی ہوں کہ وہ ایک میگیو کریکٹر رکھنے والا شخص تھا، پتا نہیں تم اس کی پوجا کیوں کرتی ہو؟ وہ تمہیں کسی جھوٹ اور فریب سے نہیں بچا سکتا، اگر بچانا ہوتا تو میں نے تمہیں اس کا بت بھیج کر دھوکا دیا تھا لیکن اس نے تمہیں آگاہ نہیں کیا کہ تم دھوکا کھا رہی ہو۔ وہ تو میری... بدنصیبی تھی کہ میرا تنویمی عمل تمہارے اندر دیر پا نہ رہ سکا۔''

وہ اس کی بات سن کر غصے سے بولی۔ ''تم نہیں سمجھ سکو گی کہ تمہارے تنویمی عمل کو دیر پا نہ کر کے ابوالہول نے مجھے تمہارے فریب سے آگاہ کیا ہے۔''

''یہ تمہارا عقیدہ ہے۔ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کرونا ان بلڈرز کی وفادار تھی پھر بھی دھوکا دے کر فرار ہو گئی۔ میں اندر کی بات تو نہیں جانتی کہ وہ کیوں بلڈرز کی دشمن ہو کر وہاں سے چلی گئی ہے لیکن اتنا جانتی ہوں کہ ان سے دشمنی کرنے کے لیے اس نے سونیا کو اس کے ماضی کی بہت سی باتیں یاد دلائی ہوں گی۔ یہ بھی ضرور کہا ہو گا کہ تم اس کی بیٹی بن کر اسے دھوکا دے رہی ہو۔'' جمائلہ پھر سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے سر گھما کر واش روم کی طرف دیکھا۔ وہاں شاور سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ سونیا غسل کر رہی تھی۔

بلڈرز نے جمائلہ کو بتایا تھا کہ کرونا نے بہت بڑا دھوکا دیا ہے۔ وہ اس تہ خانے والے ریکارڈ روم میں گئی تھی۔ وہاں سے بہت سے راز چرائے اور پھر سونیا کی اس ویڈیو فلم کی کاپی بنا کر لے گئی، جس میں سونیا کی زندگی کی پوری تفصیلات موجود ہیں۔

جمائلہ کے دماغ میں سوالات گونجنے لگے۔ ''کیا کرونا نے اس ویڈیو فلم کو میڈم سونیا کے پاس پہنچا دیا ہے؟ کیا میڈم نے وہ ویڈیو فلم دیکھ لی ہے؟ یا پھر فون کے ذریعے یا خیال خوانی کے ذریعے کرونا نے ان کا ماضی یاد دلا دیا ہے؟''

''اگر ایسی بات ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ میڈم اپنے بارے میں سب کچھ جان چکی ہیں اور جاننے کے باوجود انجان بن کر مجھے اور تمام بلڈرز کو دھوکا دے رہی ہیں۔''

اب یہ بات بھی دل کو لگ رہی تھی، اور دماغ تسلیم کر رہا تھا کہ سونیا زہریلی ہے، اور زہریلا ذہن کسی کے بھی زیر اثر نہیں رہتا۔ وہ بے چین ہو کر سوچنے لگی۔ ''میں کیسے معلوم کروں کہ یہ میرے عمل کے نتیجے میں سحر زدہ رہتی ہیں یا نہیں؟''

نومی نے مسکراتے ہوئے فون پر پوچھا۔ ''کیا ہوا چپ کیوں ہو گئیں؟ عقل سے کام لو۔ اس مکار عورت کو آزمائو۔ وہ تمہاری تابعدار نہیں ہے۔ یہ میں دعوے سے کہتی ہوں۔ آج میری بات تمہاری عقل میں نہیں آئے گی تو کل دھوکا کھانے کے بعد خود ہی سمجھ لو گی۔ جاؤ۔ اسے سمجھتی رہو...''

نومی نے فون بند کر دیا۔ یہ سوچ کر مسکرانے لگی کہ اس نے ابھی جو زہر اگلا ہے۔ وہ جمائلہ کو متاثر کر رہا ہے۔ وہ بس دو پیش میں ہو گی کہ سونیا اس کے ساتھ مخلص ہے یا اسے دھوکا دے رہی ہے؟

وہ مکاری سے سوچنے لگی کہ اگر میں کسی بھی طرح جمائلہ کو سونیا سے بدظن کردوں، اس کے لیے دل میں نفرت پیدا کردوں، تو وہ شیطانی قوتیں رکھنے والی اسے بھی زندہ نہیں چھوڑے گی۔ ہوسکتا ہے، سونیا جیسی ناقابلِ شکست عورت کی موت جمائلہ کے ہاتھوں ہی لکھی ہو۔

موبائل فون نے پھر اس کے خیالات میں مداخلت کی۔ اس نے فون کی طرف دیکھا نمبر پڑھے تو ایک دم سے پریشان ہوگئی۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگا وہ کئی بار مجھ سے فون پر رابطہ کرچکی تھی۔ اسے میرا نمبر اچھی طرح یاد تھا مگر اب وہ سمجھ رہی تھی کہ میں اسے کال کررہا ہوں۔

اس نے اپنی موت کا ناٹک کرنے کے بعد اپنی پچھلی تمام چیزیں بدل دی تھیں۔ موبائل نمبر بھی بدل دیا تھا۔ اب حیرانی سے سوچ رہی تھی کہ مجھے اس کا نیا نمبر کیسے معلوم ہوگیا؟

ایک جگہ رکھا ہوا فون مسلسل بول رہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا کہ سونیا کی جگہ لے کر جس کی تنہائی میں جانا چاہتی ہو وہی تمہیں بلا رہا ہے۔ اور جب بلا رہا ہے تو پھر ہچکچانا کیسا؟ چلو اس کے پاس جاؤ.....

اس نے ہچکچاتے ہوئے فون کو اٹھایا پھر اسے آن کرکے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو.....؟''

میں نے کہا۔ ''بڑی دیر کی مہرباں فون اٹھانے میں.....''

اس نے پھر ہچکچاتے ہوئے انجان بن کر پوچھا۔ ''تم۔ تم کون ہو؟''

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ میرے قہقہے نے اسے سمجھا دیا کہ میں اس کے بارے میں بہت کچھ جان چکا ہوں۔ کم از کم یہ تو معلوم ہوگیا ہے کہ اب وہ مردہ نہیں رہی ہے۔ اس کی زندگی کا سراغ مل گیا ہے۔

اس کے باوجود اس نے ڈھٹائی سے کہا۔ ''کیوں..... خوامخواہ ہنس رہے ہو؟ ٹو دی پوائنٹ بات کرو۔ کون ہو تم.....؟''

''میں وہ ہوں جو تمہارے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک گیا ہوں۔ جسے نہ اگل سکتی ہو۔ نہ نگل سکتی ہو۔''

''تم۔ تم پہیلیاں بجھوا رہے ہو۔ سیدھی طرح بولو.....''

''میں ابھی آواز کے ذریعے تمہارے کانوں میں اتر رہا ہوں۔ کل تمہارے پاس آکر تمہارے وجود میں اتر جاؤں گا۔ میرا پیار حاصل کرلینے کی تڑپ ایسی ہے کہ میری یادیں تمہارے وجود میں لہو کی طرح دوڑتی ہیں۔''

اس نے ایک گہری سانس ایسے لی جیسے سانس کے ذریعے مجھے اپنے اندر اتار رہی ہو۔ وہ بہت ہی سنگدل اور بے رحم تھی لیکن ان لمحات میں رونے لگی۔ روتے روتے کہنے لگی۔ ''فرہاد.....! جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے۔ تب سے ہی سونیا بننے کے خواب و خیال میں گم رہتی آئی ہوں۔ اور میں نے ایسا بن کر دکھا دیا۔ میں سو فی صد نہ سہی ننانوے فی صد سونیا بن چکی ہوں۔ بس ایک فی صد والی کمی یہ رہ گئی ہے کہ میں سونیا بن کر بھی تمہیں متاثر نہ کرسکی۔''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''میں نے تمہیں پانے کے لیے کیا کیا جتن نہیں کیے، سونیا تمہاری بہت ہی محبوب ہستی ہے۔ میں اسے مشکلات میں ڈالتی رہی۔ اسے تم سے دور کرتی رہی۔ اور خود تمہارے قریب آنے کے لیے میں نے کیا کچھ نہیں کیا؟''

وہ دل پکڑ کر کراہتے ہوئے بولی۔ ''ہائے.....! کیا کروں؟ تمہیں پانے کے لیے میں نے اپنی موت کا ڈراما پلے کیا۔ اپنے سب سے وفادار جانثار دستِ راست کا شف جمال کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تمہارے قریب ہونے کے لیے طرح طرح کے خطرات سے کھیلتی رہی۔ مجھے بتاؤ اور میں کیا کروں؟''

وہ بڑے جذبے سے بول رہی تھی۔ ذرا خاموش ہوئی تو میں نے کہا۔ ''جو منزل تک پہنچنے کے لیے شارٹ کٹ یا غلط راستہ اختیار کرتے ہیں وہ ہمیشہ بھٹکتے رہتے ہیں۔ ذلتیں اٹھاتے رہتے ہیں۔ اور آخر کار برے انجام کے ساتھ فنا ہوجاتے ہیں۔''

''بے شک۔ میں نے غلط راستہ اختیار کیا تھا لیکن میں تمہیں پانے کے لیے اب بھی ہر جائز اور ناجائز راستہ اختیار کرسکتی ہوں۔''

''اور جب تک ایسا کرتی رہو گی۔ کبھی میرے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکو گی۔ اور اب تو بالکل ہی ناممکن ہوگیا ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''ناممکن کیوں ہوگیا ہے؟''

''اس لیے کہ میں اب تم سے کوئی انتقام نہیں لوں گا۔ تم میرے پاس آنا چاہو گی تو میں تمہیں قبول کرلوں گا لیکن میرے قریب آؤ گی کیسے؟ اب تو تم سونیا کا شکار ہو۔ وہ تمہیں کسی حال میں زندہ نہیں چھوڑے گی۔ میرے قریب آتے ہی تم اس کے ہاتھوں ماری جاؤ گی۔''

''اگر تم اپنے دل میں میرے لیے تھوڑی سی جگہ بنالو۔ مجھے اپنی لائف پارٹنر بنالو تو میں سونیا سے دشمنی مول نہیں لوں گی۔ میرے اندر پھر کوئی جلا پا نہیں رہے گا۔''

''میں کہہ تو رہا ہوں کہ تمہیں قبول کرسکتا ہوں لیکن سونیا

کو کیسے سمجھاؤ گی؟ وہ تمہاری ایک نہیں سنے گی۔ گن گن کر بدلے لے گی۔''

''کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم سونیا کو کچھ بتاؤ، میں رازداری سے بھی تو تمہاری لائف پارٹنر بن کر رہ سکتی ہوں؟''

میں ہنسنے لگا اس نے پوچھا۔ ''ہنس کیوں رہے ہو؟''

''میں تمہاری تڑپ اور بے چینی کو خوب سمجھ رہا ہوں۔ اگر ابھی راضی ہوجاؤں۔ تمہیں اپنے پاس تنہائی میں بلاؤں اور دوسری طرف سے سونیا کو بھی بلالوں تو تمہارا کیا انجام ہوگا؟''

''میں تمہارے قریب آکر تم پر دل و جان نچھاور کرتی رہوں گی۔ تو کیا پھر بھی مجھے دھوکا دو گے؟''

''نہیں۔ میں ایسا نہیں کرنا چاہتا۔ اگر کرنا چاہوں تو ابھی تمہاری بات مان لوں لیکن میں یہ فیصلہ کرچکا ہوں کہ تم سے خود انتقام نہیں لوں گا۔ میں نے تمہیں سونیا کے حوالے کردیا ہے، اب تمہارا مقدمہ اس کی عدالت میں ہے، اس کے پاس جاؤ، رحم کی اپیل کرو۔ شاید وہ تمہارے حق میں کوئی فیصلہ سنا سکے۔''

''میں جانتی ہوں، وہ انتقام لینے کے لیے مجھے تلاش کر رہی ہے۔''

''صرف وہی نہیں۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس تمہیں ہر ملک ہر شہر میں تلاش کررہے ہیں۔ تم اپنی ذہانت سے کام لے کر جب تک چھپ سکتی ہو چھپو لیکن موت تو پہاڑوں کی چٹانوں کے اندر بھی پہنچ جاتی ہے۔''

وہ ذرا خفگی سے بولی۔ ''ایسی بے نیازی سے تو نہ بولو۔ تم نے میرے بدن کی خوشبو چرائی ہے۔ میں نے اپنا سارا وجود تمہارے نام کردیا تھا، اسی کا کچھ لحاظ کرو۔ مجھے اپنا بنالینے کی بات کرو۔''

''میں کہہ چکا ہوں کہ تمہارا مقدمہ میری عدالت سے خارج ہوچکا ہے۔ جاؤ، سونیا کی عدالت میں جاؤ۔ ڈیٹ از آل۔''

میں نے رابطہ ختم کردیا۔ وہ مایوس ہونا نہیں جانتی تھی۔ میں اس سے جس قدر دور ہوتا جاتا تھا۔ اسی قدر اس کی محبت اور مجھے پانے کا جذبہ شدت اختیار کرتا جاتا تھا۔ میری خاطر وہ جنون میں آکر بہت کچھ کرتی رہی تھی اور نقصان اٹھاتی رہی تھی۔

بہرحال وہ میرے حصول سے باز آنے والی نہیں تھی۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے سونیا کے فون پر رابطہ کیا۔ پتا چلا کہ اس کا فون بند پڑا ہے۔ وہ اس سے فون پر بات کرکے دوستی کرنا چاہتی تھی۔ اس سے معافی مانگ کر میرے پاس آنے کا راستہ ہموار کرنا چاہتی تھی۔

اس نے سوچا کہ خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے، وہ بات کرنے پر راضی ہوجائے؟

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کا خیال تھا کہ پہلے تو وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گی۔ پھر دوسری بار اس کے پاس جانا ہوگا لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ سونیا کے اندر آسانی سے جگہ مل گئی، اور ایسا اس لیے ہوا کہ ان لمحات میں جمائلہ اس پر تنویمی عمل کررہی تھی۔

نومی نے فوراً ہی میرے موبائل پر رابطہ کیا۔ میں نے فون کو کان سے لگا کر پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟''

وہ بولی۔ ''میں نے اب تک سونیا سے دشمنی کی ہے۔ اب دوست بننے کا ثبوت دے رہی ہوں۔ فوراً سونیا کے دماغ میں پہنچو۔ جمائلہ اسے ہپناٹائز کررہی ہے۔ اسے اپنی تابعدار بنالینا چاہتی ہے۔ میں بروقت اطلاع دے رہی ہوں۔ اس سے تم میرے خلوص اور نیک نیتی کو سمجھ سکتے ہو۔ اب آئندہ میں سونیا سے دشمنی نہیں کروں گی۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ تم اسی طرح اپنے خلوص اور نیک نیتی کا ثبوت دیتی رہو۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سونیا کے اندر موجود ہیں۔ میں بھی وہیں موجود تھا۔ فون کاٹ کر رسن کر پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر تم سے بات کر رہا ہوں۔''

وہ گہری سانس لے کر بولی۔ ''میں تو بڑے خلوص سے سونیا کے کام آنے کے لیے تمہیں اطلاع دینے آئی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کہ تم بہت محتاط رہ کر اس کی نگرانی کررہے ہو گے۔''

''مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح نیک نیتی سے سونیا کا خیال رکھو گی۔ اس کے برے وقت میں کام آؤ گی تو شاید وہ تمہیں دوست بنالے۔ اب جاؤ۔ مجھے سونیا کے پاس جانا ہے۔''

میں نے فون بند کیا پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں پہلے ہی کرونا، اعلیٰ بی بی اور کبریا پہنچے ہوئے تھے۔ میری ضرورت نہیں تھی۔ پھر بھی میں وہاں رہنا چاہتا تھا۔ یہ جاننا تھا کہ نومی بھی تجسس میں مبتلا ہوکر وہاں آگئی ہوگی۔ اور یہ دیکھنا چاہتی ہوگی کہ جمائلہ اس پر کس طرح کا تنویمی عمل کررہی ہے۔

اس بار جمائلہ کا تنویمی عمل کچھ زیادہ ہی طویل تھا کیونکہ وہ موجودہ حالات اس کے ذہن سے مٹا رہی تھی۔ اسے یہ بھول جانے کی تاکید کر رہی تھی کہ وہ اب تک جمائلہ کی ماں بن کر رہتی آئی ہے۔ اور اس سے جھوٹ بولا گیا ہے کہ اس کا شوہر مر چکا ہے اور صرف جمائلہ ہی اس کی اکلوتی اولاد ہے۔

وہ اپنے عمل کے ذریعے یہ ساری باتیں اس کے ذہن سے مٹا رہی تھی۔ اور اس کی یادداشت واپس لانے کے لیے اس کا ماضی اسے یاد دلا رہی تھی۔

سونیا بڑی مکاری سے اس کی باتیں مان رہی تھی۔ یہ تاثر دے رہی تھی کہ وہ اپنے عمل کے ذریعے جو حکم دیتی جا رہی ہے۔ وہ اس کی تعمیل کرتی جا رہی ہے۔

سونیا اسے مسلسل دھوکا دیتی جا رہی تھی۔ تالی دونوں ہاتھوں سے ہی بج رہی تھی۔ جمائلہ بھی اسے اپنی ماں بنا کر دھوکا دے رہی تھی۔ جھوٹ زیادہ دور تک نہیں چلتا اور فریب کبھی نہ کبھی کھل ہی جاتا ہے۔ ہمیں یہ اندیشہ تھا کہ کبھی فریب ظاہر ہوگا تو جمائلہ غصے اور جنون میں آکر سونیا کے لیے بہت بڑا مسئلہ بن جائے گی۔

میں دوسری ہی صبح جناب اسد اللہ تبریزی کے پاس خیال خوانی کے ذریعے حاضر ہو گیا۔ انہوں نے کہا۔ ''آؤ فرہاد! بہت عرصے کے بعد آئے ہو؟''

میں نے بڑے ہی مودبانہ انداز میں کہا۔ ''جی حضور! جمائلہ نامی ایک لڑکی کا مسئلہ پیش کرنے آیا ہوں۔ وہ ایک عجوبہ ہے۔ اس کے ساتھ قدرتی حالات کچھ ایسے ہیں جو ہمارے لیے ناقابل فہم ہیں۔''

وہ بولے۔ ''ہوں! تو وہ لڑکی دوہری شخصیت کی حامل ہے؟''

میں نے کہا۔ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو روحانی علوم سے مالا مال کیا ہے۔ آپ ہمارے کہنے سے پہلے ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ ایسی کیوں ہے؟ دن کی روشنی میں نہایت ہی پاک باز اور عبادت گزار بن کر رہتی ہے۔ اور رات کی تاریکی میں بالکل اس کے برعکس ہو جاتی ہے۔ اور شیطانی طرز کی زندگی گزارتی ہے۔''

وہ بولے۔ ''اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ اس دنیا کے اور ساری کائنات کے بھید جانتا ہے۔ اس کی قدرت سے ظہور پذیر ہونے والے بڑے بڑے پراسرار واقعات تو ایک طرف ہیں۔ اس کے معمولی سے اسرار کو بھی انسانی عقل سمجھ نہیں پاتی۔''

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''مجھ سے نہ پوچھو کہ جمائلہ کے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ہر انسان اس دنیا میں آنے کے بعد دوہری زندگی گزارتا ہے۔ وہ اپنے طور پر نیکیاں بھی کرتا ہے اور بدی سے بھی ہمکنار ہوتا رہتا ہے۔ ساری عمر اپنے اندر کے شیطان سے لڑتے لڑتے عاقبت میں یہ اعمال نامہ اپنے ساتھ لے جاتا ہے کہ اس نے شیطان سے لڑتے وقت کتنی جنگیں جیتی ہیں اور کس طرح زندگی کے پل صراط پر سے گزرتے ہوئے اپنے ایمان کو برقرار رکھا ہے؟''

وہ پھر ذرا خاموش ہوئے اس کے بعد بولے۔ ''جمائلہ بھی انسان ہے اور ہر انسان کی طرح وہ بھی دوہری زندگی گزار رہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہر انسان بیک وقت انسان بھی ہوتا ہے اور شیطان بھی لیکن جمائلہ ذرا مختلف ہے۔ وہ دن کو مکمل انسان ہوتی ہے اور رات کو مکمل شیطان....''

انہوں نے سر جھکا کر کہا۔ ''تم قدرت کے کتنے عجائبات پر حیران ہوتے رہو گے؟ ایسے انسان بھی پیدا ہوتے ہیں جن کے دو سر ہوتے ہیں۔ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے ہاتھ پاؤں نہیں ہوتے۔ کچھ لوگ پیدائشی طور پر ابنارمل ہوتے ہیں، کبھی ایسے شیطانی بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جو دودھ پیتے ہوئے ماں کی چھاتی کاٹ کر اسے لہو لہان کر دیتے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''بے شک۔ انڈیا میں جڑواں بہنیں تھیں اچھی خاصی جوان ہونے تک وہ ایک دوسرے سے جڑی رہیں۔ بعد میں کامیاب آپریشن کے ذریعے انہیں الگ کر دیا گیا۔ ابنارمل پیدا ہونے والے بچوں کو علاج کے ذریعے رفتہ رفتہ نارمل بنا دیا جاتا ہے۔ کیا اسی طرح جمائلہ کا علاج نہیں ہو سکتا؟''

''دنیا میں کوئی بات اور کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ شاید علم طب کے ذریعے اور علم روحانیت کے ذریعے اس کا علاج ہو جائے۔ میں ابھی یقین سے کچھ کہہ نہیں سکتا۔ تم اسے یہاں لانا چاہتے ہو۔ جب چاہو لے آؤ۔''

میں نے خوش ہو کر کہا۔ ''شکریہ جناب! آپ نے ہمارے دل کی بات کہہ دی، میں سونیا سے کہوں گا۔ وہ اسے یہاں لے آئے گی۔''

مجھے کچھ یاد آیا میں نے کہا۔ ''ایک اور اہم بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ سیون بلڈرز نامی ایک تنظیم ہے۔ جس کا ہیڈ کوارٹر پرتگال کے شہر لوبن میں ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جمائلہ اس ادارے میں آئے اور یہاں کے اہم راز چرا کر ان کے پاس لے جائے۔''

انہوں نے کامل اطمینان سے کہا۔ ''دشمن تو سازش کرتے ہی رہتے ہیں۔ انہیں کرنے دو۔ جمائلہ کو لے آؤ۔''

میں ان کا شکریہ ادا کر کے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ جمائلہ نے سونیا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اور مطمئن ہو گئی تھی اس نے ان چھ بلڈرز سے فون پر بات کی تھی اور کہا تھا کہ مجھے یقین ہے۔ آج بھی میرا تنویمی عمل کامیاب رہے گا۔

ایک بلڈر نے پوچھا۔ ''کیا اسے اپنی پچھلی زندگی یاد آ جائے گی؟''

''ہاں۔ میں نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ وہ فرہاد علی تیمور کی بیوی ہے اور اس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد جب یہ سب کچھ یاد کرے گی تو یقیناً فرہاد یا بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ قائم کرنا چاہے گی۔ آپ وہاں کے رابطہ نمبر نوٹ کرائیں۔ تاکہ میں وہ تمام نمبرز میڈم کو بتا سکوں۔''

اسے بابا صاحب کے ادارے کے کئی فون نمبرز نوٹ کرائے گئے۔ ایک نے پوچھا۔ ''کیا اسے یہ یاد رہے گا کہ تم اب تک اس کی بیٹی بن کر رہی تھیں؟''

''نہیں۔ وہ ہماری تمام باتیں بھول جائے گی۔ جب تک میں اس کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں نہ جاؤں۔ تب تک آپ میں سے کوئی سونیا کے سامنے نہیں آئے گا۔ اور سامنا بھی ہوگا تو آپ سب اجنبی بن جائیں گے۔''

بلڈر ٹو نے کہا۔ ''جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گی تو اس وقت تمہیں وہاں موجود ہونا چاہیے۔''

''میں نے اسے سات بجے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا ہے۔ اس وقت تک میں تبدیل ہو چکی ہوں گی۔ اور اس کے پاس موجود رہوں گی۔''

وہ بلڈرز کو یہ رپورٹ دینے کے بعد اپنی عادت کے مطابق تفریح کے لیے نائٹ کلب اور کیسینو کی طرف چلی گئی۔

میں سونیا کے پاس پہنچا تو وہ گہری نیند میں تھی۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بیدار ہو گئی۔ میں نے کہا۔ ''سوری۔ میں نے نیند میں مداخلت کی ہے۔''

پرابلم۔ کوئی خاص بات ہے تو مجھے بتاؤ؟''

''ہاں۔ خاص بات یہ ہے کہ جناب تبریزی نے جمائلہ کو ادارے میں لانے کی اجازت دے دی ہے۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''میں جمائلہ کو جلد سے جلد بابا صاحب کے ادارے میں لے جانے کی کوشش کروں گی۔''

''تمہیں کوشش کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ کل صبح تم یہ ظاہر کرو گی کہ تمہیں پچھلی تمام باتیں یاد آ گئی ہیں۔ اور تم بابا صاحب کے ادارے میں جانا چاہتی ہو۔ تو جمائلہ خود ہی تمہارے ساتھ جانا چاہے گی۔''

''ٹھیک ہے۔ صبح اٹھ کر دیکھا جائے گا۔ اب میں سونا چاہتی ہوں۔''

ہاں۔ تمہیں نیند پوری کرنا چاہیے۔ میں جا رہا ہوں۔''

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ دوسرے دن وہی ہونے والا تھا۔ جو تمام بلڈرز چاہتے تھے۔ انہوں نے اب سے پہلے کئی بار بابا صاحب کے ادارے میں چوری چھپے گھسنے کی کوششیں کی تھیں لیکن وہاں کے صدر دروازے کے اندر ایک قدم بھی رکھ نہیں پائے تھے۔

اب ان کی یہ حسرت پوری ہونے والی تھی۔

☆☆☆

پارس، پورس، اعلیٰ بی بی اور کبریا سب ہی انڈیا کے مختلف شہروں میں تھے۔ انٹرنیشنل جنس والے ان سب کا محاسبہ کرنے والے تھے۔ محاسبہ اس لیے نہیں ہو پا رہا تھا۔ کہ میری بیٹی اور تینوں بیٹے مختلف ناموں سے مختلف بہروپ میں تھے۔ پہچانے نہیں جا سکتے تھے۔

انٹرنیشنل جنس میں چھ ایسے سینئر اور جونیئر افسران تھے، جو یوگا کے ماہر تھے۔ ان چھ افسران نے اعلیٰ حکام کے ساتھ ایک میٹنگ میں کہا۔ ''ہمارے دیش میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ لوگ ہمارے حساس اداروں کے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں پہنچ ہوں گے، اور ہمارے بہت سے اہم راز معلوم کر لیتے ہوں گے۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''اگر ہم نے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس ملک سے نکل جانے پر مجبور نہ کیا تو ہماری حکومت کا اور ہماری فوج کا کوئی راز، راز نہیں رہے گا۔''

اعلیٰ حکام میں سے ایک نے پوچھا۔ ''ہمارے دیش میں کل کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟''

ایک یوگا جاننے والے نے جواب دیا۔ ''یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کتنے ہیں۔ تقریباً ایک برس پہلے معلوم ہوا تھا کہ یہاں فرہاد علی تیمور آیا ہوا ہے۔ اس کے آگے پیچھے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت ہوتے ہیں۔ اس کے بیٹے بیٹی بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔''

دوسرے یوگا جاننے والے نے کہا۔ ''جب ہم معلومات حاصل کرنے لگے تو پتا چلا کہ ہمارے دیش میں بھی کتنے ہی

ہندو ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ایک چنڈال جوگیا اور دوسرا تانترک مہاراج دونوں ہی مر چکے ہیں۔ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹوی جے یہاں آیا تھا۔اب اس کا کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔شاید وہ واپس چلا گیا ہے۔''

ایک اور یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔''شمالی ہندوستان میں وردان دشوا ناتھ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔وہ تیز بھاگتا ہے۔فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں سے بھگانے کے سلسلے میں ہماری مدد کرسکتا تھا۔لیکن.....''

ایک حاکم نے پوچھا۔''لیکن کیا؟''

''وردان پچھلے کئی ماہ سے فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مقابلہ کر رہا ہے۔اور پریشان ہو رہا ہے۔اس نے ہمیں ایک مشورہ دیا ہے اگر ہم اس پر عمل کریں تو کامیاب ہوسکتے ہیں۔''

''وہ مشورہ کیا ہے؟''

''وردان نے کہا ہے کہ وہ فرہاد علی تیمور کے سامنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے ظاہر ہو کر غلطی کر چکا ہے اگر ہمارے پاس کوئی ایسا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہو کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی اس کا سراغ نہ لگا سکیں۔یہ معلوم نہ کرسکیں کہ وہ کون ہے؟ان کے خلاف کیا کر رہا ہے؟تو ہمیں کامیابی ہوسکتی ہے۔''

ایک حاکم نے کہا۔''یہ اچھا آئیڈیا ہے لیکن ہمارے پاس ایسا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔جسے ہم چھپا کر رکھیں۔''

''نہیں ہے تو ہوسکتا ہے۔اگر ہم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے معاہدہ کریں اور ان میں سے کوئی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں آکر بڑی رازداری سے ہمارے لیے کام کرے تو فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پریشان ہو جائیں گے۔کبھی یہ معلوم نہیں کر پائیں گے کہ ان کے خلاف کون محاذ آرائی کر رہا ہے اور کہاں سے کر رہا ہے؟''

تمام اعلیٰ حکام نے متفق ہو کر کہا۔''یہ تو بہت ہی زبردست آئیڈیا ہے۔اس پر فوراً عمل کرنا چاہیے۔''

انہوں نے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا۔اس سلسلے میں ان لوگوں کے درمیان دو دنوں تک بحث ہوتی رہی پھر انہوں نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کو خفیہ طور سے خدمات انجام دینے کے لیے انڈیا بھیج دیا۔

وہاں وائس مین کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا گیا۔اس نے ایک خفیہ میٹنگ میں کہا۔''صرف آپ چھ یوگا جاننے والے مجھے جانتے ہیں۔کسی ساتویں کو نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں کوئی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔مجھے یہاں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں ہندوستانی زبان اچھی طرح جانتا ہوں۔''

وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا یہ طے کر کے آیا تھا کہ مجھ سے کبھی مخاطب نہیں ہوگا۔کبھی یہ ظاہر نہیں ہونے دے گا کہ امریکا سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے مقابلے پر آیا ہے۔پہلے وہ بڑی خاموشی سے خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کرتا رہے گا کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کون فرہاد کا رشتے میں کیا ہوتا ہے اور فرہاد کے کتنے ماتحت یہاں کام کر رہے ہیں؟

وہ بڑی زبردست پلاننگ کے ساتھ آیا تھا،اس وقت تک میں انڈیا سے پیرس چلا آیا تھا۔وہاں پارس،پورس اعلیٰ بی بی،کبریا اور عدنان رہ گئے تھے۔ان دنوں وردان ان جڑواں بہنوں کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔اسے ناکامی اس طرح ہوئی تھی کہ دونوں بہنوں نے خودکشی کرلی تھی۔

وردان نے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین سے ملاقات کی تھی۔اور کہا تھا کہ یہ راز میرے سینے میں دفن رہے گا۔میرے دیش کی سیوا کرنے آئے ہو،میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کروں گا۔میرا تعاون تو یہی ہے کہ فرہاد کا بیٹا پارس ان دنوں دہلی شہر میں ہے۔وہ ان جڑواں بہنوں کے باپ عبدالرحمن کے پاس آتا جاتا ہے۔

اس نے عبدالرحمن کا پتا بتا دیا۔انڈین انٹیلی جنس والوں نے اور وائس مین نے خیال خوانی کے ذریعے دور سے پارس کو دیکھ لیا۔وائس مین نے یوگا کے چھ افسران سے کہہ دیا تھا کہ وہ سب اس کی ہدایت پر عمل کرتے رہیں گے۔

اس نے ہدایت کی کہ فی الحال پارس کو بالکل نہ چھیڑا جائے۔دور سے ہی اس کی نگرانی کی جائے۔اس طرح ہم اس کے دوسرے رشتے داروں تک پہنچ سکیں گے۔

پورس اپنے بیٹے عدنان اور شیوانی کے ساتھ ایک فیملی لائف گزار رہا تھا۔وردان نے وائس مین کو اور انٹیلی جنس والوں کو بتایا کہ اس کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اس کا ایک پانچ برس کا بیٹا کچھ ابنارمل سا ہے۔میرے علم کے مطابق وہ میرے لیے بہت اہمیت رکھتا تھا۔میں اسے ڈھونڈ کر قیدی بنالیتا یا مار ڈالتا لیکن میں ایسا کچھ نہیں کرسکا۔

وائس مین نے پوچھا۔''کیا تم اسے یا اس کے باپ کو تلاش نہیں کرسکے؟''

''میں نے اسے ڈھونڈ نکالا تھا۔لیکن ان کے ٹیلی پیتھی

جاننے والے اتنے ہیں کہ ان کی بھیڑ سے اس بچے کو نکال لانا ناممکن ہوگیا۔''

وردان نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔''میں تو شکست تسلیم کر چکا ہوں۔اپنا یہ ملک چھوڑ کر جانے والا ہوں۔''

وائس مین نے پوچھا۔''ایسی مایوسی کیوں طاری ہو گئی؟''

''فرہاد کے خاندان میں صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوتے تو کوئی بات نہ ہوتی۔وہاں تو سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک ذہیل ہیں۔بڑے چالاک ہیں۔اتنے حاضر دماغ ہیں کہ آنکھوں سے سرمہ چرا کر لے جاتے ہیں اور خبر بھی نہیں ہوتی۔''

''تمہارے ساتھ ایسا کیا ہوا ہے کہ تم بری طرح مایوس ہو کر اپنے ہی وطن کو چھوڑ رہے ہو؟''

''ایک آدھ ہارنا کامی ہوتی تو میں مایوس نہ ہوتا لیکن ہر بار جب بھی انہیں مات دینی چاہی تو خود مات کھاتا چلا گیا۔کیا تم یقین کرو گے کہ آخری بار مجھے ایک پندرہ برس کی لڑکی نے بری طرح شکست دی؟''

اس نے بے یقینی سے کہا۔''تمہارے جیسے جہاندیدہ اور تجربہ کار شخص کو ایک پندرہ برس کی لڑکی نے شکست دی.....!نہیں یقین نہیں آتا۔''

''فرہاد کے خاندان میں مجھ جیسے ہیں۔اس کا پوتا عدنان بھی ایسا مجھ جیسا ہے کہ اس کا باپ تو کیا اس کا دادا فرہاد بھی اسے سمجھ نہیں پاتا ہے۔''

''تم کسی پندرہ برس کی لڑکی کا ذکر کر رہے تھے۔''

''ہاں۔وہ بھی فرہاد کے خاندان سے ہی تعلق رکھتی ہے۔اس پانچ برس کے لڑکے کی دلہن بننے والی ہے۔''

اس بار وائس مین نے شدید حیرانی سے پوچھا۔''کیا.....؟لڑکی پندرہ برس کی ہے اور لڑکا پانچ برس کا اور وہ اس کی دلہن بننا چاہتی ہے؟یہ تو بہت ہی عجیب اور یقین نہ کرنے والی بات ہے۔''

''میں نے کہا ناں۔اس کے خاندان میں ایسے ہی عجیب وغریب لوگ ہیں۔کیا یقین کرو گے کہ وہ پندرہ برس کی لڑکی بھی بہت اچھی ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟''

''یہ بھی یقین نہ کرنے والی بات ہے۔کیا تمہارا اس سے سامنا ہوا تھا؟''

وردان نے کہا۔''ہاں۔خیال خوانی کے ذریعے ہی رابطہ ہوا تھا۔اور ایسا کہ اس نے آتے ہی مجھے اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔''

وائس مین نے شدید حیرانی سے کہا۔''اوہ مائی گاڈ!ہم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اکثر فرہاد کے اور اس کی فیملی کے بارے میں باتیں کرتے رہتے ہیں۔یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ آخر وہ پہاڑ جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی سے زیر کیوں نہیں ہوتا؟بات یہی سمجھ میں آتی ہے کہ جس خاندان کا ایک ایک فرد ذہین،حاضر دماغ اور عجیب وغریب ہو بھلا اسے کون شکست دے سکتا ہے؟''

''میرے مہاگرو پربھو دیال شنکر میری مدد نہ کرتے تو میں اس پندرہ برس کی لڑکی اور اس عجوبے عدنان کا معمول اور تابعدار بن کر رہ جاتا۔ساری زندگی ان کی غلامی کرتا رہتا۔''

''یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ وہ سب لوہے کے چنے ہیں۔ہم چبا نہیں سکتے لیکن چپ چاپ ان سے دور رہ کر ان سے چھپ کر ان لوہے کے چنوں کو اپنی تقدیر کی آگ میں پگھلا تو سکتے ہیں۔''

''ابتدا میں میرا بھی یہی خیال تھا کہ ایسا کرسکتا ہوں۔''

''تم بری طرح مایوس ہو گئے ہو،میرا مشورہ ہے کہ یہاں سے نہ جاؤ۔میرے ساتھ رہو گے تو میں تمہاری معلومات سے اور یہاں کے تجربات سے باآسانی ان پر قابو پاسکوں گا۔انہیں یہیں تباہ وبرباد کردوں گا یا فرار ہونے پر مجبور کردوں گا۔''

''سوری۔تم اپنے عزائم کے مطابق کام کرو۔میں اپنے مہاگرو پربھو دیال شنکر کے احکامات کی تعمیل کرتا رہتا ہوں۔انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ملک چھوڑ کر کہیں دور چلا جاؤں۔اگر میں فرہاد اور اس کی فیملی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔کبھی ان کی برائی نہیں سوچوں گا۔تو میری عمر بہت طویل ہوگی۔ورنہ میں بے موت مارا جاؤں گا۔''

وردان نے اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کو ہمارے بارے میں بڑی معلومات فراہم کیں۔پھر وہاں سے چلا گیا۔اس کے مہاگرو پربھو دیال شنکر کی یہ پیش گوئی درست ثابت ہوئی کہ وہ ملک سے باہر جا کر ایک طویل عمر گزار سکتا ہے۔اسے صرف ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہیے لیکن اس کے جانے انجانے میں یہی بات ہوگئی۔وہ نومی کا تابعدار بن کر سونیا کے قریب آگیا۔نومی سونیا کو ہلاک کرنا چاہتی تھی۔اور وردان اس کی ہلاکت کا ذریعہ بن رہا تھا۔

قصہ مختصر یہ کہ وہ اپنے گرو دیو کی پیش گوئی کے مطابق بے موت مارا گیا۔

وردان نے وائس مین کو بتایا تھا کہ پورس اپنے بیٹے عدنان اور شیوانی کے ساتھ ممبئی میں رہتا ہے۔شیوانی ہندو

تھی۔اس کے رہنے کا طریقہ بھی ہندوانہ تھا۔لہٰذا اس کے ساتھ رہنے والے پورس اور عدنان کو پہچاننا بہت ہی مشکل تھا۔پھر بھی انٹیلی جنس والے انہیں تلاش کر رہے تھے۔

دہلی کے ایک افسر نے رپورٹ دی کہ میں نے ایک نہایت ہی خوبصورت اور اسمارٹ لڑکی کو دیکھا ہے میں اس کا دیوانہ ہو گیا تھا۔اس سے لفٹ لینا چاہتا تھا۔

انٹیلی جنس کا وہ افسر دراصل انٹی بی بی کے بارے میں رپورٹ پیش کر رہا تھا۔اس نے عالی کو ایک نائٹ کلب میں دیکھا تھا۔اس نے لفٹ لینی چاہی تھی۔عالی نے کہا کہ میں پامسٹ ہوں۔ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر مستقبل کے بارے میں بہت کچھ جان لیتی ہوں۔جس کے ہاتھ کی لکیر یہ کہے گی کہ وہ میرا لائف پارٹنر بن سکتا ہے تو میں اسی سے محبت کروں گی۔

اس افسر نے اپنا ہاتھ پیش کرتے ہوئے کہا۔''میرا ہاتھ دیکھو اور بتاؤ کہ تم میرے مقدر میں ہو یا نہیں.....؟''

عالی اس کے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھنے لگی اور اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرتے ہوئے کہنے لگی۔''تم ایک سرکاری افسر ہو۔تمہاری تنخواہ زیادہ نہیں ہے۔لیکن اوپری آمدنی کے لیے الٹے سیدھے کام کرتے ہو۔جو مجرم گرفت میں آتا ہے اس سے بڑی بڑی رقمیں لے کر اسے رہا کر دیتے ہو۔''

افسر نے شرمندہ ہو کر کہا۔''یہ جھوٹ ہے۔تم ہاتھ کی لکیریں دیکھنا نہیں جانتیں،غلط کہہ رہی ہو۔''

عالی نے پوچھا۔''کیا یہ بھی غلط ہے کہ تم شادی شدہ ہو؟ میرے سامنے خود کو کنوارہ کہہ رہے ہو؟''

وہ اس کی ہر بات نہیں جھٹلا سکتا تھا۔سر ہلا کر بولا۔''ہاں۔میں نے خود کو کنوارہ کہا ہے۔لیکن ایک طرح سے یہ جھوٹ نہیں ہے۔کیونکہ میری بیوی شادی کے ایک برس بعد ہی پاگل ہو گئی تھی۔اب اسے زنجیروں سے باندھ کر رکھا جاتا ہے۔ہمارے درمیان میاں بیوی کے تعلقات بھی نہیں رہے ہیں۔کیا اس طرح میں خود کو کنوارہ نہیں کہہ سکتا؟''

عالی نے پوچھا۔''میں کیسے یقین کروں کہ تمہاری بیوی پاگل ہے؟''

''تم ابھی میرے ساتھ میرے گھر چل سکتی ہو۔اور اسے دیکھ سکتی ہو۔''

عالی اس کے ارادوں کو سمجھ رہی تھی۔اس کے ساتھ جانے کے لیے راضی ہو گئی۔کلب سے باہر آئی پھر اسے اپنی کار میں بٹھاتے ہوئے بولی۔''اتنے بڑے سرکاری افسر ہو لیکن رشوت لینے کے باوجود اس قابل نہیں ہو کہ اپنے لیے ایک کار خرید سکو؟''

''کسی دن لمبا ہاتھ ماروں گا تو صرف ایک کار ہی نہیں۔بڑا سا بنگلا بھی خریدوں گا۔وہاں تمہیں لے جا کر رکھوں گا۔'' اس نے ہنس کر کہا۔''تم جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھتے رہتے ہو۔''

وہ اس کے گھر پہنچ گئی۔وہاں کوئی نہیں تھا،وہ تو پہلے سے جانتی تھی کہ گھر خالی ہے۔اور اس کے ارادے خطرناک ہیں۔اس نے اندر پہنچتے ہی دروازے کو بند کر لیا۔پھر کہا۔''میں نے اپنی بیوی کو ایک برس بعد ہی طلاق دے دی تھی۔کیا کروں؟ دل بھر گیا تھا۔اب شادی کرنے کی غلطی نہیں کروں گا۔جب حسین لڑکیاں یوں ہی مل جاتی ہیں تو گلے میں ڈھول کیوں لٹکاؤں؟''

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھتے ہوئے بازو پھیلاتے ہوئے بولا۔''آؤ۔میری آغوش میں آ کر مجھے مدہوش کر دو۔''

آگے بڑھتے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔عالی نے گھوم کر ایک کک اس کے منہ پر ماری تھی۔وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ایک لڑکی سے مار کھاتے ہی شرم آئی۔اس نے پلٹ کر حملہ کیا۔وہ اچھا خاصا تربیت یافتہ انٹیلی جنس کا افسر تھا۔مجرموں سے لڑنا اور انہیں قابو میں کرنا جانتا تھا۔لیکن اس وقت وہ مجرم تھا۔اس لیے مار کھا رہا تھا۔

دو چار حملوں کے بعد ہی اس کی ناک اور منہ سے خون رسنے لگا تھا۔اتنی پٹائی کے بعد سمجھ میں آ گیا کہ مقابلے میں جو لڑکی ہے۔وہ ترلقمہ نہیں ہے۔پتھر کا نوالہ ہے۔وہ اسے نگل نہیں سکے گا۔پھر بھی اپنی مردانگی کا بھرم رکھنے کے لیے اس نے پھر اس پر ایک آدھ حملے کیے اور اس بری طرح مار کھاتا رہا کہ نڈھال ہو کر فرش پر گر پڑا۔ہڈیاں پسلیاں دکھنے لگیں۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات (50) ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں، جو کہ مئی 2008ء میں شائع ہو گا۔

آئیڈیل پبلک لائبریری
نزد چمنڈہ گرکالیہ
0301-7283296
0334-9630911

سسپنس ڈائجسٹ کا
مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

50

50واں
حصہ

فرہاد علی تیمور

سنگ مرمر، رنگینیوں اور تحیر
کے اُس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی
جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست
کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں
جھانکتا، جھانک لیتا اور یہی اُس کا مہلک ترین ہتھیار
تھا۔ دو دنیاؤں پر محیط وہ طلسم ہوش رُبا جسے قارئین
کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور
ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے
خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور
بے مثال داستانِ عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ
حریفوں سے برسرِ پیکار ہے۔

اُردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

عالی نے کہا۔ ''میں نہیں مار ڈالوں تو کسی کو معلوم نہیں ہو سکے گا کہ تم مجھے یہاں برے ارادے سے لائے تھے۔ کسی نے دیکھا نہیں ہے۔ میں چپ چاپ یہاں سے جا سکتی ہوں۔ لیکن بجائے میں تمہیں زندگی دے کر جا رہی ہوں۔''

وہ چلی گئی۔ وہ افسر اس بری طرح زخمی ہوا تھا کہ دو دنوں تک گھر سے باہر نہ نکل سکا تھا۔ تیسرے دن ڈیوٹی پر آیا تو اس کی ٹانگیں دکھ رہی تھیں۔

اس رات عالی اسی کلب میں تھی۔ اس افسر نے چار بٹے کے غنڈوں کو اپنے ساتھ لیا پھر دور سے ہی انہیں عالی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ وہ لڑکی جب بھی باہر نکلے تو اس کا تعاقب کیا جائے۔ اور گھیر کر میرے مکان میں لایا جائے۔

ایک غنڈے نے کہا۔ ''یہ کون سی بڑی بات ہے۔ ہم اسے یہیں سے اٹھا کر آپ کے گھر پہنچا سکتے ہیں۔''

''اسے کوئی معمولی لڑکی نہ سمجھو۔ وہ زبردست فائٹر ہے اسے سوچ سمجھ کر قابو میں کرنا ہوگا۔ میں تم لوگوں کے ساتھ رہوں گا۔ ہم اسے گن پوائنٹ پر لے جائیں گے۔ میں اسے اکیلا قابو میں نہ کر سکا۔ ہم پانچ مل کر اس کی عزت کی دھجیاں اڑا دیں گے۔''

عالی اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی کلب سے باہر آ کر اپنی کار میں بیٹھ گئی۔ پھر وہاں سے جانے لگی۔

وہ اپنے دفتر سے لائی ہوئی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ چار غنڈے بیٹھے ہوئے تھے۔ اسکیم بن کے باہر بہت دور عالی کی کار جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ پہلے تو وہ کار دو چار سڑکوں پر اِدھر اُدھر مڑتی رہی۔ پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

اس نے اپنی کار روک کر حیرانی سے کہا۔ ''ابھی تو ہماری آنکھوں کے سامنے تھی۔ پھر کہاں گم ہو گئی؟''

عالی اسے غائب دماغ بنا کر دوسری سڑک پر مڑ گئی تھی۔

ایک غنڈے نے کہا۔ ''وہ دائیں طرف گئی ہے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''نہیں۔ بائیں طرف گئی ہے۔''

تیسرے نے کہا۔ ''ہم میں سے کسی نے نہیں دیکھا کہ وہ کدھر جا رہی تھی۔ میرے خیال سے وہ سیدھی گئی ہے۔''

اس افسر نے پریشان ہو کر زیرِ لب کہا۔ ''مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے وہ جادو جانتی ہے۔ میں صاف طور سے اسے آگے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ پھر ایسا لگا۔ جیسے وہ جاتے جاتے اس سڑک پر سے گم ہو گئی ہے۔''

وہ پھر کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''آخر بچ کر کہاں جائے گی؟ آج نہیں تو کل قابو میں آئے گی۔''

وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگا۔ ایک غنڈے نے کہا۔ ''سر! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ایکسیڈنٹ ہو جائے گا۔''

''میں کوئی نہیں ہوں۔ خاموش بیٹھے رہو۔''

اس نے رفتار اور بڑھا دی۔ وہ اندر سے پریشان ہو رہا تھا، کہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ لیکن اپنی مرضی کے خلاف رفتار بڑھا رہا تھا۔ آخر اس نے اچانک ہی ایسا ٹرن لیا کہ گاڑی مڑ کر ایک بڑی سی دکان کے شوکیس سے ٹکراتی ہوئی اندر گھستی چلی گئی۔ پھر اسے ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے؟

جب ہوش آیا تو اس نے خود کو اسپتال میں پایا۔ اس نے یوگا جاننے والے چھ افسران میں سے ایک کو بلا کر کہا۔ ”وہ لڑکی بہت پراسرار ہے۔ میرا خیال ہے جادو جانتی ہے، یا پھر ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔“

اس نے اپنی روداد سنائی۔ اس یوگا کے افسر نے یہی روداد وائس مین کو سنائی۔ اس نے کہا۔ ”ہمیں بہت محتاط رہ کر اس لڑکی کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔ اگر وہ نوجوان لڑکی ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو یقیناً فرہاد کی بیٹی ہو گی۔“

وائس مین پہلے اچھی طرح یقین کر لینا چاہتا تھا۔ کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس نے ایک منصوبہ بنایا کہ عالی کے سامنے کسی خوبرو جوان کو پیش کیا جائے۔ جو اس سے دوستی کر سکے، اور اسے متاثر کر سکے۔ جب وہ عالی کے ساتھ رہے گا تو وائس مین اس جوان کے دماغ میں رہ کر آسانی سے معلوم کر سکے گا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا نہیں؟

عالی نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اب اٹیلی جنس والے اس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ لہٰذا دہلی شہر چھوڑ دینا چاہیے۔ یوں بھی وہ ممبئی جا کر پورس، عدنان اور شیوانی کے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔

ادھر کچھ روز پہلے وائس مین نے سوات سے آنے والے مراد علی ہاجا کو اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔ جب عالی نے ممبئی جانے کے لیے ایک جہاز کا ٹکٹ لیا تو اٹیلی جنس والوں کو معلوم ہو گیا۔ وائس مین نے مراد کو بھی ممبئی جانے پر مجبور کر دیا۔

اس طرح عالی اور مراد کی ملاقات ایئرپورٹ پر ہوئی۔ وہاں سے ان کا ساتھ ممبئی تک رہا۔ وائس مین نے اس دوران میں مراد سے عجیب غریب حرکتیں کرائیں۔ عالی کو یہ تاثر دیا کہ اگر کوئی لڑکی مراد سے محبت کا اظہار کرتی ہے، اور وہ اس کی طرف مائل ہوتا ہے تو اچانک ہی مرد سے عورت بن جاتا ہے۔

عالی نے اس سے محبت کا اظہار کیا اور وہ بھی اس کی طرف مائل ہوا۔ تو اچانک ہی عورتوں کی طرح بولنے اور ناچنے گانے لگا۔

عالی نے مجھے بلا کر کہا۔ ”آپ ذرا اس کے دماغ میں جا کر دیکھیں۔ یہ کچھ عجیب و غریب سا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کوئی اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھتا ہے۔ اور اس سے ایسی حرکتیں کرواتا ہے۔“

میں اور عالی اس کے اندر جاتے رہے۔ پھر ممبئی پہنچ کر ہم نے ایک مناسب موقع پر تنویمی عمل کے ذریعے معلوم کرنا چاہا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر چھپا ہے یا نہیں؟

وائس مین اس وقت اس کے اندر چھپا ہوا تھا، اس نے ہمارے تنویمی عمل میں مداخلت نہیں کی۔ اس طرح ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ مراد علی کسی کا تابعدار نہیں ہے۔

ایک شبہ سا تھا۔ میں نے عالی سے کہا۔ ”تم اس کے ساتھ ممبئی میں رہ سکتی ہو، لیکن پورس کی طرف نہ جانا۔“

یہ بات کھٹک رہی تھی کہ اگر مراد پر کسی نے تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔ اسے اپنا تابعدار نہیں بنایا ہے تو وہ اچانک ہی ایسا کیوں ہو جاتا ہے؟ کیوں عورتوں جیسی حرکتیں کرتا ہے؟ جبکہ وہ ذہنی مریض بھی نہیں تھا۔ پھر وہ ابنارمل کیوں ہو جاتا ہے؟ جب تک اس کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہ آتی تب تک میں مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔

پھر جلد ہی ایسے حالات پیش آئے کہ میں نے وردان کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ ہندوستان میں ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بلا کر کس طرح اس سے کام لیا جا رہا ہے۔

یہ معلوم ہوا کہ پارس بہت پہلے ہی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کی نظروں میں آ چکا ہے۔ اب اس نے عالی کو بھی مراد کے ساتھ دیکھ لیا تھا اور اس کی نگرانی کر رہا تھا۔

اٹیلی جنس کے چھ یوگا جاننے والے افسران وائس مین سے کہہ رہے تھے کہ فرہاد علی کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی نظروں میں آ چکے ہیں تو اب دیر نہیں کرنی چاہیے۔ ان دونوں کو اس طرح موت کے گھاٹ اتارنا چاہیے کہ فرہاد کو ہم پر شبہ نہ ہو۔

وائس مین نے کہا۔ ”فرہاد کوئی ننھا بچہ نہیں ہے کہ ہم اسے بے وقوف بنا کر نکل جائیں گے۔ اس کی پوری ہسٹری بتاتی ہے کہ کسی بھی دشمن کی کوئی سازش اس سے چھپی نہیں رہتی۔ جب بھی اسے معلوم ہو گا کہ اس کے بچوں کو موت کے گھاٹ اتارنے میں ہمارا ہاتھ ہے تو وہ اس ملک میں ایسی تباہی لائے گا جس کے بارے میں ابھی تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ پھر وہ میرا پیچھا بھی نہیں چھوڑے گا۔ مجھے تابوت میں سُلا کر ہی دم لے گا۔“

یوگا جاننے والے ایک افسر نے کہا۔ ”تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ وہ ہماری نظروں میں آ چکے ہیں۔ کیا ہم انہیں ایسے ہی معاف کر دیں؟ اور انہیں یہاں اپنی من مانی کرنے دیں؟“

وائس مین نے کہا۔ ”آپ سب یہ دیکھیں کہ وہ آپ کے ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا ہے۔ آپ کے کوئی راز نہیں چرا رہا ہے۔ یہاں اس کے ذاتی معاملات ہیں، وہ اپنے معاملوں سے نمٹ رہا ہے۔“

”کچھ بھی ہو۔ ہم فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں برداشت نہیں کریں گے۔“

”میں کب کہتا ہوں کہ انہیں برداشت کرو؟ ہم اعلیٰ بی بی اور پارس کو گن پوائنٹ پر رکھ کر فرہاد کو مجبور کریں گے کہ وہ اپنے پورے خاندان والوں کے ساتھ انڈیا چھوڑ دے۔ اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرے۔“

”کیا وہ ہماری بات مان جائے گا؟“

”بے شک۔ جب وہ دیکھے گا کہ ہم نہایت دوستانہ انداز میں اس سے یہ بات کہہ رہے ہیں، اور اس کی بیٹی اور بیٹے کو گولی نہیں مار رہے ہیں۔ کسی بہانے موت کے گھاٹ نہیں اتار رہے ہیں تو وہ ضرور اپنے تمام بچوں کے ساتھ یہاں سے چلا جائے گا۔“

انہوں نے طے کیا کہ دوسرے دن صبح ہوتے ہی ان کے گھروں میں گھس کر انہیں گن پوائنٹ پر رکھا جائے گا۔ عالی ممبئی میں مراد علی کے ساتھ تھی۔ اور پارس بھی ممبئی کی طرف آ رہا تھا، ان تمام بہن بھائیوں نے سوچا تھا کہ ایک ہی شہر میں دور دور رہیں گے لیکن کبھی کبھی راز داری سے ملاقات کرتے رہیں گے۔

جب میں نے ان سب کو وائس مین کے بارے میں بتایا اور یہ انکشاف کیا کہ وہ سب رفتہ رفتہ اٹیلی جنس والوں کی نظروں میں آ رہے ہیں۔ اور دور ہی دور سے ان کی نگرانی کی جا رہی ہے تو وہ سب الرٹ ہو گئے۔ عالی پانچ منٹ کے اندر ہی مراد علی کو جھانسا دے کر اس سے دور ہو گئی۔

اس ہوٹل میں اس کی طرح کتنی ہی جوان لڑکیاں اور عورتیں تھیں۔ اس نے فوراً ہی ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے چہرے کو تھوڑا سا تبدیل کیا تھا۔ جب وہ ہوٹل سے نکلی تو اس کی نگرانی کرنے والے جاسوس اسے پہچان نہ سکے۔ یہی سمجھتے رہے کہ وہ مراد کے ساتھ اس کے کمرے میں بیٹھی باتیں کر رہی ہو گی۔

وائس مین ان چھ افسران سے گفتگو میں مصروف تھا۔ جب وہ مراد کے پاس آیا تب پتا چلا کہ چڑیا پنجرے سے اڑ

معیاری نفسیاتی و علمی کتابیں

ان کتابوں کا مطالعہ آپ کی شخصیت کے نکھارنے، آپ کو صحت مند رکھنے اور کامیابیاں حاصل کرنے لیے مدد گار ثابت ہوگا۔

ٹیلی پیتھی مستقبل بینی	-/60	دست شناسی کے نئے رخ	-/50
ٹیلی پیتھی کی جدید تکنیکات	-/60	تحریر اور شخصیت	-/30
ہپناٹزم	-/40	مسائل اور حل	-/50
ہپناٹزم کے عملی طریقے	-/60	باتجربہ	-/35
ہپناٹزم کی جدید تحقیقات	-/70	چہ حیرت انگیز علوم	-/30
ذاتی ہپناٹزم	-/40	احساس کمتری	-/45
خوابوں کے اسرار	-/30	سگریٹ نوشی چھوڑیے	-/40
عورتوں کی نفسیات	-/70	کامیابی	-/40
مقناطیسیت	-/50	کرائے	-/70
ازدواجی نفسیات	-/70	مقناطیس اور اسکی مسحر باب	-/70
خوف، شرم اور اسکی مسحر باب	-/50	امتحان میں کامیابی	-/40

اندرون ملک ڈاک خرچ ایک یا دو کتابوں کا 31 روپے

3 یا 4 کتابوں کا ڈاک خرچ 37 روپے ہوگا

رقم صرف منی آرڈر یا ڈرافٹ یا کراس چیک کے ذریعے ارسال کریں

بیرون ملک اخراجات

بیرون ملک ڈاک خرچ: مشرق وسطیٰ -/200 روپے فی کتاب، یورپ و مشرق بعید -/300 روپے فی کتاب آسٹریلیا و امریکا -/400 روپے فی کتاب رقم پیشگی بذریعہ ڈرافٹ ارسال فرمائیں۔ کسی قسم کی نقد رقم لفافے میں نہ بھیجیں۔ ڈرافٹ اس نام پر بنوائیں۔

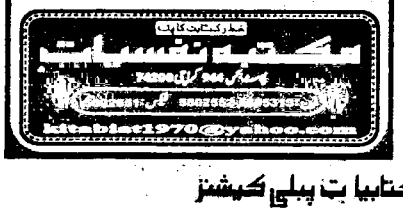

چکی ہے۔

ممبئی کے تمام پولیس اور انٹیلی جنس والے حرکت میں آگئے، اس ایک نوجوان لڑکی کو پورے شہر میں تلاش کرنے لگے۔

کبریا نے عالی سے کہا۔ ''تم میرے پاس چلی آؤ۔ میں یہاں ایک بوڑھے میاں بیوی کے ساتھ رہتا ہوں۔ ان کی دو بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹی سسرال گئی ہوئی ہے۔ تم ان کی دوسری بیٹی بن کر رہ سکو گی۔ میں نے ان سب کو اپنا تابعدار بنایا ہوا ہے۔ ہم دونوں بہن بھائی اس فیملی میں ایڈجسٹ ہو جائیں گے۔ کوئی بھی انٹیلی جنس والا ہم پر شبہ نہیں کر سکے گا۔''

پارس ایک ٹرین کے ذریعے ممبئی کی طرف آرہا تھا۔ میں اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ جس کمپارٹمنٹ میں وہ سفر کر رہا تھا۔ ہم اس کے مسافروں کے اندر پہنچنے لگے۔ پتا چلا کہ ان میں سے ایک انٹیلی جنس سے تعلق رکھتا ہے۔ اور پارس کی نگرانی کر رہا ہے۔

اس نے اپنے موبائل فون کے ذریعے اپنے افسران کو یقین دلایا تھا کہ پارس اسی ٹرین سے ممبئی پہنچ رہا ہے۔

ٹرین ایک اسٹیشن پر رکی، تو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے غائب دماغ بنایا، جب ٹرین چل پڑی تو اس جاسوس نے غائب دماغ رہ کر اپنے موبائل فون کو کھڑکی سے باہر پھینک دیا، تقریباً پچاس میل دور جانے کے بعد اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا گیا۔ تو اس نے چونک کر دیکھا کمپارٹمنٹ میں پارس نہیں تھا۔ اس نے اپنے افسران کو فوراً ہی اطلاع دینا چاہی اپنے موبائل فون کو تلاش کرنے لگا۔ تو وہ اس کے پاس نہیں تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ پارس کب اس کے پاس آیا تھا اور کب اس کا فون لے کر ٹرین سے اتر کر کہیں چلا گیا ہے؟ اب اسے نہ کوئی ڈھونڈ سکتا تھا اور نہ ہی دیکھ سکتا تھا۔

ہم پرانے کھلاڑی ہیں۔ ٹیلی پیتھی کی آنکھ مچولی کھیلنا خوب جانتے ہیں۔

☆☆☆

نومی کو کامیابیاں حاصل کرنے میں ذرا دیر لگی تھی لیکن ناکام ہونے میں ذرا بھی دیر نہ لگی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے پلک جھپکتے ہی وہ بلندی سے پستی میں آگری ہے۔

اس نے اپنی موت کا بڑا زبردست ڈراما چلے کیا تھا۔ مجھے بیوقوف بنایا تھا۔ ایسا چند دنوں کے لیے ہوا تھا۔ پھر طلسم ٹوٹ گیا تھا۔

اسے یہ سوچ کر افسوس ہو رہا تھا کہ آئندہ وہ سونیا کی جگہ لے کر میری زندگی میں نہیں آسکے گی۔ جتنا زبردست فراڈ اس نے کیا تھا، اتنا ہی میرا اعتماد کھو چکی تھی۔

فی الوقت اس کے سامنے سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ خود کو کس طرح چھپائے؟ وہ جانتی تھی کہ میں اور میرے جاسوس اسے تلاش کر رہے ہوں گے۔

سیون بلڈرز کے جاسوس بھی ہر ملک میں رہا کرتے تھے۔ وہ بھی ایک ایسی ہی جوان لڑکی کو تلاش کر رہے ہوں گے۔ جس کا چہرہ بگڑا ہوا ہے۔

وہ میڈرڈ سے پیرس گئی تھی اور پیرس سے استنبول پہنچ گئی تھی۔ وہاں ایک مسلمان عورت کی طرح عبایا پہنتی تھی۔ اور چہرے کو اسکارف کے ذریعے ڈھانپ لیتی تھی۔ صرف دو آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔

وہ یہ خوب سمجھتی تھی کہ ہمیشہ خود کو اس طرح چھپا کر نہیں رکھ سکے گی۔ اسے جلد ہی پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرہ تبدیل کرانا ہوگا لیکن پلاسٹک سرجری سے پہلے اسے چہرے پر لگے زخموں کا علاج کرانا تھا۔ چہرے کی ہڈیاں بھی دھنسی رہتی تھیں۔ جب تک ان سب کا علاج نہ ہوتا تب تک وہ ایک چہرے پر دوسرا چہرا نہیں بنوا سکتی تھی۔

اسے یہ اندیشہ رہتا تھا کہ تلاش کرنے والے شہر کے ہر اسپتال اور کلینک وغیرہ میں اسے ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔ سستے اور مہنگے ڈاکٹروں تک پہنچ کر معلوم کر رہے ہوں گے کہ کوئی زخمی چہرے والی ان کے زیر علاج ہے یا نہیں؟

اس نے استنبول پہنچ کر ایک بہت ہی مشہور اور معروف اور تجربہ کار ڈاکٹر کو ٹریپ کیا تھا۔ اسے ہپناٹائز کر کے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ ایک بہت ہی مہنگے علاقے میں چھوٹا بنگلا کرائے پر لیا تھا۔ وہیں وہ ڈاکٹر رات کو چھپ کر آتا تھا۔ اس کا علاج کرتا تھا، پھر رات کے اندھیرے میں ہی واپس چلا جاتا تھا۔

وہ مجھ سے جتنی محبت کرتی تھی۔ اتنی ہی خونزدہ بھی تھی۔ میں نے اس کا موجودہ لب ولہجہ پہچان لیا تھا۔ یہ اندیشہ رہتا تھا کہ اتفاقاً وہ کبھی دماغی طور پر کمزور ہو گی یا چہرے کی سرجری کراتے وقت جب بہت ہی کمزور ہو جایا کرے گی، تو میں اس کے ذہن پر مسلط ہو جاؤں گا۔ اور اسے اپنی تابعدار بنالوں گا۔

وہ ہر طرف سے الجھی ہوئی تھی۔ ایک تو چہرہ ٹریڈ مارک بن گیا تھا۔ کوئی بھی دشمن اسے دیکھ کر پہچان سکتا تھا۔ لہٰذا وہ اپنے بنگلے میں دن رات چھپ کر رہتی تھی۔ ضرورت کے وقت باہر نکلتی تو نقاب میں رہتی تھی۔ فوراً ہی واپس چلی آتی۔

اس کی دوسری کمزوری یہ تھی کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کی موجودہ آواز اور لب ولہجے کو سن لیا تھا، کسی وقت بھی اس کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔

اس نے سوچا کہ اگر میں اپنی آواز اور لب ولہجے کو بدل ڈالوں تو پھر کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے تلاش نہیں کر سکے گا۔ کسی کو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ اب میرا موجودہ لب ولہجہ کیا ہے؟

اس پہلو سے خود کو چھپانے کے لیے ایسے عامل کی ضرورت تھی جو کامیابی سے اس پر عمل کرتا اور عمل کرنے کے دوران میں اسے دھوکا نہ دیتا۔

ہپناٹائز کرنے والے قابل اعتماد نہیں ہوتے موقع ملتے ہی کسی کو بھی اپنے زیر اثر لے آتے ہیں۔ اسے تابعدار بنا کر اپنے مفاد کے لیے کام لیتے رہتے ہیں۔

کسی ہپناٹائز کرنے والے پر اعتماد کرنے کی ایک ہی صورت تھی کہ پہلے وہ اس عامل کو اپنا تابعدار بنائی اور اس کے بعد وہ عمل کرتا تو پھر اس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں رہتا۔

وہ کسی تجربہ کار عامل کو تلاش کرنے لگی۔ خیال خوانی کے ذریعے ایسے متعلقہ افراد کے دماغوں میں جانے لگی۔ جو عامل حضرات کے بارے میں اچھی خاصی معلومات رکھتے تھے۔ آخر وہ ایک ہپناٹائز کرنے والے کے دماغ میں پہنچ ہی گئی۔

وہ ستر برس کا ایک بوڑھا تھا۔ اس عمر میں بھی اچھا خاصا صحت مند تھا۔ آواز میں گھن گرج تھی۔ اس شعبے میں اس قدر تجربہ کار تھا کہ منٹوں میں کسی کو بھی اپنا تابعدار بنا لیتا تھا۔

نومی نے اس کے خیالات پڑھنے کے بعد اسے تھوڑی دیر کے لیے سو جانے پر مائل کیا۔ وہ اپنے بیڈ پر آکر لیٹ گیا۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ پھر وہ گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

اس کے دماغ میں خاموشی تھی۔ اور بڑی خاموشی سے اسے گہری نیند تک پہنچا دیا گیا تھا۔ پھر وہ بولنے لگی۔ طرح طرح کے سوالات کر کے اطمینان کرنے لگی کہ وہ اس کے زیر اثر آچکا ہے یا نہیں؟

اس نے مطمئن ہو کر اسے حکم دیا۔ ''آج آدھی رات کے بعد میں تمہیں جہاں بلاؤں گی تم وہاں آؤ گے۔''

اس نے تابعداری سے کہا۔ ''آپ مجھے جہاں بلائیں گی۔ میں وہاں آؤں گا۔''

''تم مجھ پر تنویمی عمل کرو گے اور جو باتیں میں تمہارے ذہن میں نقش کر رہی ہوں۔ صرف وہی باتیں تم میرے ذہن میں نقش کرو گے۔ نہ اس سے زیادہ کہو گے، اور نہ اس سے کچھ کم کہو گے۔''

وہ تابعداری سے تمام باتیں دوہرانے لگا۔ نومی کے وہ احکامات اس کے ذہن میں نقش ہو رہے تھے۔

پھر نومی نے کہا۔ ''جب تم میرے پاس آؤ گے تو میں تمہیں ایک آڈیو کیسٹ دوں گی۔ اس میں ایک عورت کی بہت ہی خوبصورت مترنم آواز ہے۔ تم مجھ پر عمل کرنے کے دوران میں وہ کیسٹ سنو گے، اور اس کی آواز اور لب ولہجہ میرے ذہن میں نقش کرو گے۔''

وہ کہہ رہا تھا۔ اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرے گا۔ نومی نے کہا۔ ''ایسا کرنے سے پہلے تم میرے موجودہ لب و لہجے کو میرے ذہن سے مٹا دو گے۔''

وہ بڑی تابعداری سے کہہ رہا تھا کہ اس کے موجودہ لب ولہجے کو مٹا دے گا۔ اور آڈیو کیسٹ سے نیا لب ولہجہ سن کر اسے اس کے ذہن میں نقش کر دے گا۔

آخر میں نومی نے کہا۔ ''مجھ پر تنویمی عمل کرنے کے بعد جب تم واپس جاؤ گے تو مجھے اور میرے بنگلے کو بھول جاؤ گے۔ یہ یاد نہیں رہے گا کہ تم کہاں گئے تھے۔ اور تم نے کیا کیا تھا؟''

اس نے تمام اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کیں، پھر اسے ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

اس وقت رات کے نو بجے تھے۔ وہ دس بجے تنویمی نیند سے بیدار ہو گیا، رات بارہ بجے نومی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ اس کی مرضی کے مطابق اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا اس کے بنگلے کے سامنے پہنچ گیا۔

وہ اسے اپنے بیڈروم میں لے آئی۔ وہاں ایک کیسٹ ریکارڈر دیتے ہوئے بولی۔ ''اس میں وہ کیسٹ ہے جس میں ایک عورت کی بہت ہی مترنم آواز ہے۔ تم عمل کے دوران میں یہ آواز مجھے سنا کر میرے ذہن میں اسے نقش کرو گے۔''

عامل نے وہ کیسٹ ریکارڈر اس سے لے لیا، وہ بولی۔ ''اس سے پہلے تم میرا موجودہ لب ولہجہ میرے ذہن سے بالکل مٹا دو گے۔ کیا تمہیں وہ تمام اہم باتیں یاد ہیں، جنہیں تم تنویمی عمل کے دوران میرے ذہن میں نقش کرو گے؟''

وہ بولا۔ ''مجھے تمہاری ایک ایک بات یاد ہے۔ میں

تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کروں گا۔''

وہ اپنے بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔ ایسے وقت وہ اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اور بار بار اپنے آپ کو اطمینان دلا رہی تھی کہ اس سے کوئی دھوکا نہیں ہوگا۔ وہ پوری طرح اس کا معمول اور تابعدار بنا ہوا ہے۔

اور واقعی وہ تابعدار بن چکا تھا۔ اس نے اس پر عمل کرنا شروع کیا۔ نومی نے جتنی باتیں اس کے ذہن میں نقش کی تھیں۔ وہ تمام باتیں اس کے ذہن میں نقش کرنے لگا۔ پھر اس کے ذہن سے موجودہ لب و لہجے کو مٹانے کے بعد اس نے آڈیو کیسٹ کے ذریعے کسی عورت کی بہت ہی مترنم سی آواز سنائی، اور نومی سے کہا۔ ''اسے سنتی رہو اور اپنے ذہن میں نقش کرتی رہو۔ آیندہ تم اسی آواز میں اور اسی لب و لہجے سے بولا کرو گی۔''

اس نے نومی کی مرضی کے مطابق اس پر ایک کامیاب اور مکمل عمل کیا۔ پھر اسے ایک گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سلا دیا۔ اس کے بنگلے سے باہر آ کر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ اور وہاں سے اپنے گھر کی طرف جانے لگا۔

ایک گھنٹے کے بعد نومی نے تنویمی نیند سے بیدار ہو کر سب سے پہلے آئینے کے سامنے آ کر خود کو دیکھا پھر اپنی آواز کو سنا تو خوش ہوگئی۔ پچھلے لب و لہجے کو یاد کرنا چاہا تو وہ اسے یاد نہیں آیا۔ اس کی مرضی کے مطابق تنویمی عمل کامیاب رہا تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس بوڑھے عامل کے دماغ میں پہنچ کر اسے دیکھا تو وہ گھر پہنچ کر اپنے بیڈ پر سونے جا رہا تھا۔ اس وقت وہ یہ بھول چکا تھا کہ رات بارہ بجے کہاں گیا تھا؟ کس کے گھر گیا تھا؟ کس سے ملاقات کی تھی؟ اور وہاں کیا کرتا رہا تھا؟ وہ یہ تمام باتیں بھول چکا تھا۔

اب کوئی بھی جاسوس اس کے پاس آتا تو اسے کبھی یاد نہ آتا کہ وہ کبھی کسی جلے ہوئے چہرے والی عورت کے پاس گیا تھا۔ اور اس نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ نہ یہ باتیں اسے یاد رہتیں اور نہ وہ کسی سے یہ سب کچھ کہہ پاتا۔ نومی اپنے مقاصد میں کامیاب ہو رہی تھی۔

یہ آزمانا باقی رہ گیا تھا کہ کوئی سابقہ لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ میں آ سکتا ہے یا نہیں؟

وہ مجھے دیوانگی کی حد تک چاہتی تھی لیکن مجھ سے خوفزدہ بھی تھی۔ میری طرف سے یہ اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں کسی وقت میں اس کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کے اندر نہ چلا آؤں۔

وہ اپنا موبائل فون اٹھا کر میرے نام میسج لکھنے لگی۔

''ہیلو۔ فرہاد! میں اپنے دماغ کا دروازہ کھول رہی ہوں۔ کیا تم آنا چاہو گے؟''

اس نے یہ مختصر سا پیغام میرے نام ڈیلیور کیا۔ مجھے اپنے فون پر سگنل ملنے لگا۔ میں نے اسے اٹھا کر دیکھا پھر آپریٹ کر کے میسج پڑھنے لگا۔ میرے ذہن میں پہلا سوال یہی پیدا ہوا کہ اس نے فون پر بات کیوں نہیں کی؟ میسج کیوں بھیجا؟

پھر دوسرا سوال پیدا ہوا کہ یہ اتنی فراخ دل اور حوصلہ مند کیسے ہوگئی کہ میرے لیے دماغ کا دروازہ کھول رہی ہے؟

جب کوئی دروازہ کھول کر خوش آمدید کہے تو ضرور جانا چاہیے۔ میں نے اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لیا اور خیال خوانی کی پرواز کی پھر وہاں پہنچنا چاہا تو میری سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ مجھے اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔

چشم زدن میں یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ اس نے اپنا لب و لہجہ بدل لیا ہے، اور خود پر تنویمی عمل کرانے کے بعد پچھلے لب و لہجے کو مٹا دیا ہے۔ اسی لیے اس نے میسج دیا بات نہیں کی۔ اپنی موجودہ نیا لب و لہجہ مجھے نہیں سنایا۔

میں نے فون پر اس کے نمبر پنچ کیے۔ پھر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔ میں یہ جانتا تھا کہ وہ اپنا لب و لہجہ مجھے نہیں سنائے گی۔ پچھلے لہجے کے ساتھ ہمیشہ کے لیے گم ہو جائے گی۔

دوسری طرف اس کے فون پر بزر کی آواز ابھری۔ دوسری آواز کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔ دوبارہ میسج بھیجا۔

''تم میرے دماغ میں کیوں نہیں آ رہے؟ پلیز۔ فون نہ کرو۔ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرو۔''

میں نے جواباً میسج بھیجا۔ ''تم نے پھر آنکھ مچولی شروع کر دی ہے۔ ایک نامعلوم مدت کے لیے گم ہو رہی ہو۔ بہرحال نیا لب و لہجہ مبارک ہو۔ اگر خدا نے چاہا تو پھر کبھی ٹکراؤ ہوگا۔''

نومی اس میسج کو پڑھ کر مسکرانے لگی۔ اسے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کا پورا یقین ہوگیا۔ آیندہ وہ چہرے کی پلاسٹک سرجری کے مرحلے سے گزرتی۔ اور دماغی طور پر گزر ہوتی تو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میں یا کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر آ سکے گا۔

اس نے کمرے کی کھڑکی کھولی پھر اس موبائل فون کو باہر پھینک دیا۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اگر وہ رہتا تو ایسے لوگ اسے فون پر ڈسٹرب کرتے رہتے۔ جن سے اب وہ رابطہ نہیں رکھنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

جمائلہ نے سونیا پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اسے صبح سات بجے تک سونے کا حکم دیا تھا۔ پھر اس کے بیدار ہونے سے پہلے ہی بنگلے میں آ گئی تھی۔ انتظار کر رہی تھی کہ جاگنے کے بعد اسے اپنی پچھلی زندگی یاد آئے گی یا نہیں؟

وہ تمام بلڈرز بھی رات دیر تک جاگنے کے باوجود صبح جلد ہی بیدار ہو گئے تھے۔ انہیں بھی بے چینی تھی۔ نومی نے صرف جمائلہ کو ہی نہیں ان بلڈرز کو بھی فون کے ذریعے بتایا تھا کہ سونیا ان سے فراڈ کر رہی ہے۔ وہ زہریلی عورت ہے۔ اور جس کا دماغ زہریلا ہوتا ہے، وہ کسی کے تنویمی عمل سے متاثر نہیں ہوتا۔

نومی نے ان کے دلوں میں شک کا بیج بو دیا تھا۔ اس بار جمائلہ نے جو عمل کیا تھا۔ وہ بہت اہم تھا، اس کا نتیجہ دیکھ کر ہی پتا چل سکتا تھا کہ سونیا اب تک ان کی تابعدار بن کر رہی ہے یا فراڈ کرتی رہی ہے۔

اگر وہ جمائلہ کے عمل کے زیر اثر نہ آئی تو آج اسے اپنا ماضی بھی یاد نہیں آئے گا۔ وہ پہلے کی طرح جمائلہ کو اپنی بیٹی اور خود کو اس کی ماں سمجھے گی۔ اسے اپنا شوہر اور بچے یاد نہیں آئیں گے۔

جمائلہ صبح ہوتے ہی تبدیل ہوگئی تھی۔ شاور لے کر لباس تبدیل کر کے بیڈ روم میں آئی تو سات بج چکے تھے۔ سونیا نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ خاموش بیڈ پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اور چھت کو تکتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھی۔

وہ اپنے طور پر ایکٹنگ شروع کر چکی تھی۔ جمائلہ نے ہاتھ روم سے نکل کر اس پر نظر ڈالی پھر وہیں رک کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کی خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ اپنی پچھلی زندگی یاد کر رہی ہے۔ اور گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی ہے۔

جمائلہ نے ہولے سے کھنکارتے ہوئے اسے خیالات سے چونکایا۔ تو وہ چونک گئی۔ سر گھما کر جمائلہ کو بڑی ہی اجنبی نظروں سے دیکھنے لگی۔ پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ جمائلہ نے اس کے قریب آتے ہوئے پوچھا۔ ''اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟''

سونیا نے پوچھا۔ ''بیٹی! تم کون ہو؟''

جمائلہ اندر سے خوش ہوگئی۔ اس کا تنویمی عمل کامیاب ہوا تھا۔ وہ اپنی خوشی کو چھپاتے ہوئے بولی۔ ''معلوم ہوتا ہے، آپ کی یادداشت واپس آ رہی ہے۔ اور یہ بھول رہی ہیں کہ یادداشت گم ہونے کے بعد آپ کے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے؟''

سونیا نے پوچھا۔ ''میرے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے؟''

''آپ بہت بیمار ہوگئی تھیں۔ آپ کو ایک سانپ نے ڈس لیا تھا۔ اس کے زہر نے ایسا اثر کیا تھا کہ آپ اپنے تمام رشتے داروں کو حتیٰ کہ خود کو بھول گئی تھیں۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

''میرا نام جمائلہ ہے۔ آپ الحقیلہ کے ایک اسپتال میں زیر علاج تھیں۔ میں نہیں جانتی کہ وہاں آپ کے ساتھ کیا حالات پیش آئے؟ آپ اسپتال سے فرار ہوگئی تھیں۔ راستے میں میری کار سے ٹکرائیں تو میں آپ کو اپنے گھر لے آئی۔ بہت کچھ پوچھتی رہی لیکن آپ اپنے بارے میں کوئی جواب نہ دے سکیں تب میری سمجھ میں آ گیا کہ آپ کی یادداشت گم ہوگئی ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا اس وقت بھی میں الحقیلہ میں ہوں؟''

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''نہیں۔ آپ اس وقت پرتگال کے شہر لبون میں ہیں۔ یہ میرا بنگلا ہے۔''

''کیا تم مجھے وہاں سے یہاں لائی ہو؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ ''ہاں۔ آپ بالکل تنہا اور بے یار و مددگار تھیں۔ میں آپ کو یہاں لا کر پچھلے ایک ہفتے سے آپ کا علاج کرا رہی ہوں۔ ڈاکٹر بہت اچھا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ رفتہ رفتہ آپ کی یادداشت واپس آ جائے گی۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ آپ اپنے بارے میں بہت کچھ یاد کر رہی ہیں؟''

سونیا نے کہا۔ ''ہاں۔ مجھے اپنے بارے میں بہت کچھ یاد آ رہا ہے۔''

جمائلہ نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''خدا کا شکر ہے۔ اب آپ مجھے بتا سکیں گی کہ آپ کو کیا یاد آ رہا ہے؟ آپ کون ہیں؟ آپ کا اصل نام کیا ہے؟''

وہ بولی۔ ''میرا نام سونیا ہے۔ میں مسز فرہاد ہوں۔ کیا تم نے فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہے؟''

جمائلہ نے ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ''وہ تو بہت ہی مشہور و معروف ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میں نے ان کے اور بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں بہت کچھ پڑھا اور سنا ہے۔ میں اکثر سوچتی رہتی ہوں کہ بابا صاحب کے ادارے میں کیسا ایمان افروز ماحول ہوگا۔ جی چاہتا ہے فوراً ہی اڑ کر وہاں پہنچ جاؤں۔''

پھر وہ بولتے بولتے چپ ہوگئی۔ کہنے لگی۔ ''اوہ سوری۔ میں اپنے ہی جذبات میں بہہ رہی تھی۔ مجھے آپ

کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلوم کرنا چاہیے۔ تاکہ آپ کو آپ کے گھر تک اور رشتے داروں تک پہنچا دوں۔''

''شکریہ۔ تم بہت کم سن ہو۔ اتنی سی عمر میں دوسروں کے لیے کتنے نیک جذبات رکھتی ہو۔ مجھے العقیلہ سے یہاں لاکر میرا علاج کرائی رہیں۔ یہ تمہارا احسان ہے۔ مجھے اپنی پچھلی زندگی یاد آرہی ہے۔ اور اب تم مجھے گھر تک پہنچانے کی بھی بات کررہی ہو۔ میں تمہارا جتنا بھی احسان مانوں کم ہے۔''

وہ سونیا کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''آپ ایسی باتیں کرکے مجھے شرمندہ نہ کریں۔ آپ کو دیکھ کر مجھے ایسا لگتا ہے، جیسے میری کھوئی ہوئی ماں مجھے مل گئی ہے۔ میں آپ سے اسی لیے متاثر ہوئی ہوں اور اپنے دل میں آپ کے لیے بے انتہا محبت محسوس کرتی ہوں۔ آئندہ بھی کرتی رہوں گی۔ جی چاہتا ہے، ساری زندگی آپ کے ساتھ ہی گزار دوں۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''کیا تم اس دنیا میں بالکل تنہا ہو؟ تمہارا کوئی نہیں ہے؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''میرا کوئی نہیں ہے۔ اسی لیے تو محبت سے آپ کی طرف کھنچی چلی آتی ہوں۔''

سونیا نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔ ''پھر تو میں تمہیں اپنی بیٹی بنا کر رکھوں گی۔ کیا تم میری فیملی میں میرے ساتھ چلو گی؟''

''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ آپ ابھی کہیں گی تو ابھی چل پڑوں گی۔''

''تم تنہا کیسے زندگی گزارتی ہو؟ یہاں کیا کرتی رہتی ہو؟''

''یہاں سیون بلڈرز نامی ایک بہت بڑی تنظیم ہے۔ میں ان کی ملازم ہوں۔ انہوں نے مجھے رہنے کے لیے بنگلا دیا ہے اور ماہانہ پچیس ہزار ڈالرز دیتے ہیں۔ جو مجھ جیسی تنہا لڑکی کے لیے کافی ہیں۔''

''آئندہ تمہیں کہیں ملازمت کرنی نہیں پڑے گی۔ تم میرے ساتھ رہو گی۔ اور ساری زندگی عیش کرو گی۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔ میں آپ کے ساتھ بھی رہوں گی۔ مگر ان سیون بلڈرز کے ساتھ بھی رہنا ضروری ہے۔ یہ بہت اچھے لوگ ہیں۔ جب میرا کوئی نہیں تھا۔ میں تنہا تھی تو انہوں نے بزرگ اور سرپرست بن کر مجھے پناہ دی اور عزت و آبرو سے زندگی گزارنے کا موقع دیا۔''

''پھر تو یہ لوگ بہت اچھے ہیں۔ ٹھیک ہے انہیں کبھی نہ چھوڑنا لیکن پہلے میرے ساتھ چلو گی۔ اور میری فیملی سے ملو گی۔''

''کیا میں آپ کو اپنی ممی کہہ سکتی ہوں؟''

''ممی نہیں۔ مجھے مما کہو۔ میرے تمام بچے مجھے یہی کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ جب میں نے تمہیں بیٹی کہہ دیا ہے تم بھی مجھے یہی کہہ کر مخاطب کرو گی۔''

جمائلہ نے ذرا اداس ہو کر سر کو جھکا لیا۔ سونیا نے اسے غور سے دیکھا پھر پوچھا۔ ''کیا بات ہے۔ کیا مما کہنا پسند نہیں ہے؟''

''نہیں مما! یہ بات نہیں ہے۔ وہ..... دراصل بات یہ ہے کہ آپ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہیں۔ میری کچھ میں نہیں آرہا ہے، میں کیسے بتاؤں کہ میں کیا ہوں؟''

وہ سوالیہ نظروں سے جمائلہ کو دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کیا ہوا؟ ایسی کیا پریشانی کی بات ہے جو مجھے بتا نہیں پا رہی ہو؟''

''میں کیا بتاؤں۔ سوچتی ہوں بتاؤں گی تو آپ مجھ سے نفرت کریں گی۔''

وہ اسے دونوں بازوؤں سے تھام کر بولی۔ ''پھر تو تمہیں بتانا ہی ہوگا۔ جب میں نے بیٹی کہا ہے تو تم جیسی بھی ہو میں کبھی تم سے نفرت نہیں کروں گی۔ چلو بولو۔ بات کیا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''دراصل۔ میں دوہری زندگی گزارتی ہوں۔ دن کو کچھ ہوتی ہوں، اور رات کو کچھ ہو جاتی ہوں۔''

وہ اتنا کہہ کر چپ ہوئی تو سونیا نے کہا۔ ''وضاحت کرو۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہ دن کو کچھ ہونا اور رات کو کچھ ہونا کیا ہوتا ہے؟''

''میں دن کو نماز، روزہ کی پابند رہتی ہوں۔ کلام پاک کی تلاوت کرتی ہوں۔ اور میری کوشش ہوتی ہے کہ میری ذات سے کسی دوسرے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اور میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کماتی رہوں۔''

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔''

''لیکن ایسا صرف دن کے وقت ہی ہوتا ہے۔ رات کے وقت میں اس کے بالکل برعکس ہو جاتی ہوں۔ بت پرست بن جاتی ہوں۔ ابوالہول کے بت کی پوجا کرتی ہوں ..... وہ مجھے طرح طرح کی قوتیں اور صلاحیتیں دیتا ہے۔ میں اتنی خطرناک ہو جاتی ہوں کہ لوگ مجھ سے خوف کھاتے ہیں۔ اتنی طاقتور ہو جاتی ہوں کہ اپنا سر کسی دیوار سے ٹکراتی ہوں تو وہاں شگاف ڈال دیتی ہوں۔ بڑے بڑے شہزوروں کی ہڈی پسلیاں توڑ دیتی ہوں۔ کیا آپ یقین کریں گی؟''

سونیا اسے دیکھ رہی تھی۔ سن رہی تھی۔ انکار میں سر ہلا کر

بولی۔ ''یہ یقین کرنے والی بات نہیں ہے۔''

''آج رات آپ میرے ساتھ رہیں گی تو آنکھوں سے دیکھیں گی۔ تب یقین آجائے گا۔''

سونیا نے ذرا بے چینی سے کہا۔ ''آج رات.....؟''

جمائلہ نے پوچھا۔ ''کیوں۔ کیا ہوا؟''

''میں جلد سے جلد اپنے شوہر اور بچوں سے ملنا چاہتی ہوں۔ ان سے رابطہ ہوتے ہی یہاں سے جانا چاہوں گی۔ آج رات یہاں نہیں رہ سکوں گی۔ بلکہ تمہیں بھی ساتھ لے جاؤں گی۔''

''آپ مجھے جہاں بھی ساتھ لے جائیں گی۔ رات کے وقت میں ایسی ہی تبدیل ہو جایا کروں گی۔ ایک بات اور آپ کو سمجھانا چاہتی ہوں۔ پلیز۔ اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔''

''تم مجھے کیا سمجھانا چاہتی ہو؟''

''یہ کہ جب میں رات کو تبدیل ہو جاؤں تو آپ میرے مزاج کے خلاف کبھی کوئی بات نہ بولیں۔ اور نہ ہی مجھے کسی بات پر غصہ دلائیں۔ ہمیشہ محبت سے پیش آتی رہیں گی تو میں صبح تک بالکل بیٹی بن کر رہوں گی۔ ورنہ۔ دشمن بن جاؤں گی۔''

سونیا نے حیرانی سے کہا۔ ''یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تم اتنے جذبوں سے میری بیٹی بن رہی ہو۔ میرے ساتھ یہاں سے جانا چاہتی ہو۔ اور یہ بھی کہتی ہو کہ رات کے وقت اگر میں تمہارے مزاج کے خلاف کچھ بولوں گی تو تم دشمن بن جاؤ گی؟''

''مما! میں اس وقت بہت مجبور ہو جاتی ہوں۔ جب کسی بات پر غصہ دلایا جاتا ہے تو میں جنون میں مبتلا ہو کر کچھ نہیں سوچتی۔ جو مجھے غصہ دلاتا ہے اسے میں بڑی درندگی سے مار ڈالتی ہوں۔''

سونیا نے کہا۔ ''اوہ گاڈ! پھر تو میں تمہیں کبھی غصہ نہیں دلاؤں گی۔ صبح تک پیار اور محبت سے پیش آتی رہوں گی۔''

وہ اس کے گلے لگتے ہوئے بولی۔ ''شکریہ مما! آپ بہت اچھی ہیں۔ میں چاہتی ہوں، صرف رات کے وقت میرے منفی رویوں کو برداشت کرلیں۔ میرے والدین بھی مجھے برداشت کرتے رہتے تھے۔ کیا آپ ایسا نہیں کریں گی؟''

''کیوں نہیں بیٹی! میں ایسا ضرور کروں گی۔ کیا میری یک بات مانو گی؟''

''ایک نہیں ہزار باتیں مانوں گی۔ آپ حکم کریں، میں تعمیل کروں گی۔''

''کیا میرے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں چلو گی؟''

اس نے چونک کر سر اٹھاتے ہوئے سونیا کو دیکھا۔ وہ اس کے دل کی بات کہہ رہی تھی۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔ ''مما! یہ تو آپ میرے دل کی بات کہہ رہی ہیں۔ میں ابھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔''

سونیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا ابھی کوئی فلائٹ یہاں سے پیرس جائے گی؟''

''نہیں۔ فلائٹس کے بارے میں معلوم کرنا ہوگا۔ جو بھی پہلی فلائٹ پیرس جاتی ہوگی ہم اس میں جا سکتے ہیں۔ میں ابھی بلڈرز کے پاس جا رہی ہوں، ان سے کہوں گی تو وہ فوراً ہی ہمارے لیے سیٹیں ریزرو کرا دیں گے۔''

''تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں کیوں لے جانا چاہتی ہوں؟''

''میں تو پہلے ہی آپ کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کر چکی ہوں کہ اس ادارے میں جانے کے لیے بہت بے چین رہتی ہوں۔''

''ہاں۔ تمہارے جذبات اپنی جگہ ہیں لیکن میں تمہیں اس لیے لے جا رہی ہوں کہ وہاں تمہارا روحانی علاج ہو سکتا ہے۔ اللہ نے چاہا تو رات کے وقت شیطانی اعمال کو بھول جاؤ گی۔ دن کی طرح رات کو بھی ایک مسلمان، عبادت گزار لڑکی بن کر رہو گی۔''

وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ ''مما! یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی۔ اب آپ اٹھیں اور واش روم جا کر شاور لیں۔ لباس تبدیل کریں۔ میں ناشتا تیار کر رہی ہوں۔ اس کے بعد اپنی ڈیوٹی پر چلی جاؤں گی۔ پھر دو چار گھنٹوں میں واپس آ کر آپ کے ساتھ وقت گزاروں گی۔''

وہ بیڈ سے اتر کر واش روم کی طرف جانے لگی۔ اس وقت میں، الپا اور کرونا اس کے پاس پہنچے ہوئے تھے۔ جب وہ باتھ میں جانے لگی تو ہم اس کے دماغ سے نکل گئے۔ آدھے گھنٹے بعد آئے تو وہ شاور لے چکی تھی اور لباس تبدیل کرنے کے بعد جمائلہ کے ساتھ بیٹھی ناشتا کر رہی تھی۔

کرونا نے کہا۔ ''مما! آپ بڑی کامیابی سے یہ ڈراما پلے کر رہی ہیں۔ جمائلہ بہت خوش ہے کہ اس کا تنویمی عمل کامیاب رہا ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''میں تو یہ سوچ کر خوش ہو رہی ہوں کہ اب آپ یہاں سے چلی جائیں گی۔ جمائلہ کو اپنے ساتھ بابا

صاحب کے ادارے میں لے جائیں گی تو اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ آپ اس کے جنون سے اور غیظ و غضب سے محفوظ رہیں گی۔''

میں نے کہا۔ ''جمائلہ ابھی بلڈرز کے پاس جا کر تمہارے بارے میں بڑی تفصیلی گفتگو کرے گی۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھو کہ تم اسے رات کے وقت یہاں سے نہیں لے جا سکو گی۔ وہ شیطانی قوتوں کے زیر اثر رہے گی، بابا صاحب کے ایمان پرور ماحول میں جانا نہیں چاہے گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''درست کہتے ہو۔ میں نے اس اہم پہلو پر توجہ نہیں دی تھی۔''

اس نے چائے کا ایک گھونٹ حلق سے اتارتے ہوئے کہا۔ ''جمائلہ! تم اپنے بلڈرز سے کہنا کہ وہ رات کے وقت جانے والی کسی بھی فلائٹ میں ہماری سیٹ او کے نہ کرائیں۔ ہم دن کے وقت ہی یہاں سے روانہ ہوں گے۔''

اس نے پوچھا۔ ''رات کے وقت جانے میں کیا قباحت ہے؟''

سونیا اسے تفصیل بتانا نہیں چاہتی تھی۔ کسی بحث میں نہیں الجھنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا۔ ''رات کے وقت اس ادارے کا صدر دروازہ کسی کے لیے کھولا نہیں جاتا ہے۔ ہم یہاں سے دن کے وقت روانہ ہوں گے۔ پیرس تک دو ڈھائی گھنٹے کا سفر ہوگا۔ پھر وہاں سے ایک گھنٹے کے اندر ہم بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ جائیں گے۔''

وہ بولی۔ ''ٹھیک ہے۔ میں کل دن کی کسی فلائٹ میں دو سیٹیں او کے کراؤں گی۔''

وہ ناشتا کرنے اور چائے پینے کے بعد اس سے رخصت ہو کر بلڈرز کی طرف چلی گئی۔ الپا نے کہا۔ ''ہم نہیں جانتے کہ وہاں بلڈرز کے ساتھ اس کی کیا باتیں ہوں گی؟ وہ تو لومی سے اس قدر خوفزدہ ہیں کہ انہوں نے اپنے اطراف سخت حفاظتی انتظامات کر رکھے ہیں۔ صرف یوگا جاننے والے ہی سکیورٹی گارڈز ان کے قریب آتے ہیں۔ اور ان کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔''

کرونا نے کہا۔ ''فی الوقت ہم مجبور ہیں۔ کسی کو آلہ کار بنا کر وہاں پہنچا نہیں سکتے۔ اور ان کی گفتگو نہیں سن سکتے۔''

میں نے کہا۔ ''ان کی باتیں سننا ضروری نہیں ہے۔ جب جمائلہ یہاں آئے گی تو ساری باتیں سونیا کو بتائے گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''مجھے یہ معلوم ہے کہ جمائلہ نے ادارے میں جانے کا منصوبہ بلڈرز کے ساتھ رات کو بنایا تھا۔ اس وقت اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ آج اگر رات کو جانا ہوا تو واقعی وہ اعتراض کرے گی۔''

میں نے کہا۔ ''ایسے امکانات ہیں۔ آج تم نے اس سے کھل کر یہ بات کہی ہے کہ تم اس کا روحانی علاج کرنے کے لیے اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جا رہی ہو۔ یہ بات شیطانی قوتوں کے منافی ہے۔ وہ قوتیں اسے وہاں نہیں جانے دیں گی۔''

سونیا۔ ''ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ دیکھتے ہیں، آج رات کیا ہوتا ہے؟''

جمائلہ بلڈرز کے درمیان پہنچ گئی تھی۔ وہ سب خوش ہو کر اسے مبارکباد دے رہے تھے کہ اس نے بڑی کامیابی سے سونیا پر تنویمی عمل کیا ہے۔ اور اسے اس کی پچھلی زندگی یاد دلائی ہے۔

جمائلہ نے کہا۔ ''اس سے بھی زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ میڈم سونیا نے خود ہی اپنی زبان سے کہا ہے، وہ مجھے اپنے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں لے جائیں گی۔ اب آپ کل ہی دن کی کسی فلائٹ میں ہمارے لیے دو سیٹیں۔۔ او کے کرا دیں۔''

ایک بلڈر نے فوراً ہی فون کے ذریعے ٹریول ایجنٹ سے رابطہ کیا پھر ان کے لیے سیٹیں کنفرم کرانے لگا۔ دوسرے بلڈر نے خوش ہو کر کہا۔ ''آج ہم بہت بڑی کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ تم کل تک بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہو جاؤ گی۔ اوہ گاڈ! ہم نے وہاں قدم رکھنے کی کتنی کوششیں کیں؟ کیسے کیسے ہتھکنڈے آزمائے؟ لیکن ہمیشہ ناکام ہوتے رہے۔ اس بار کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ اور تمہارے قدم اس ادارے کے اندر پہنچیں گے۔''

بلڈر نور نے کہا۔ ''وہ کم بخت ٹیلی پیتھی جاننے والی جو تمہیں تابعدار بنانا چاہتی تھی اور سونیا کو ہلاک کر دینا چاہتی تھی، وہ کہہ رہی تھی کہ سونیا مکاری دکھا رہی ہے۔ تمہیں اور ہمیں دھوکا دے رہی ہے۔ تمہارے تنویمی عمل کے زیر اثر نہیں آتی ہے۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''وہ بدترین دشمن تھی۔ اس کا جھوٹ کھل چکا ہے۔ میں بابا صاحب کے ادارے سے واپس آتے ہی اسے تلاش کروں گی، اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔''

بلڈر ٹو نے کہا۔ ''جمائلہ! ہم نے جو سمجھایا ہے اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔ اس ادارے میں پہنچتے ہی تمہاری پہلی کوشش یہی ہوگی کہ تم کسی بھی طرح وہاں کے ریکارڈ روم میں پہنچ جاؤ۔ تمہیں ایسے اہم راز ملیں گے جنہیں وہ ادارے

والے تمام بڑے ممالک اور دنیا والوں سے چھپا کر رکھتے ہیں۔''

بلڈرتھری نے کہا۔ ''وہاں تمہیں ٹرانسفارمر مشین کا پورا نقشہ اور اس کی تفصیلات بھی ملیں گی۔ تم ان کی مائیکرو فلم بنا کر لے آؤ گی پھر یہاں ہم ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کر کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کریں گے۔''

بلڈرٹو نے کہا۔ ''پھر تم دوسری توجہ ان کی سائنس لیبارٹری پر دو گی۔ وہاں اس دوا کا فارمولا ہوگا، جسے اسپرے کرنے سے ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کی صلاحیت سے محروم ہو جاتے ہیں۔''

بلڈر سکس نے کہا۔ ''وہاں اس ادارے کا نقشہ موجود ہوگا۔ اندر اور باہر کی ایک ایک تفصیل اس نقشے میں ہو گی وہاں چور دروازے بھی ہوں گے۔ انڈر گراؤنڈ خفیہ راستے بھی ہوں گے۔ تم یہ سب کچھ رات کے وقت اپنی پُراسرار قوتوں کے ذریعے حاصل کر سکو گی۔''

بلڈرٹو نے کہا۔ ''یہ سارے کام تمہیں چوبیس گھنٹوں کے اندر کرنے ہیں۔ اگر زیادہ وقت لو گی، وہاں زیادہ رہو گی تو کسی کو بھی تم پر شبہ ہو سکتا ہے۔ اگر تم نے آدھی کامیابی حاصل کی اور بعد میں پکڑی گئیں تو اس آدھی کامیابی سے بھی محروم ہو جاؤ گی۔ لہٰذا چوبیس گھنٹے پورے ہونے سے پہلے ہی تم اس ادارے سے نکل آؤ گی۔''

''میری یہی کوشش ہو گی۔ آپ سب اطمینان رکھیں۔''

بلڈرٹو نے کہا۔ ''ہم طرح طرح کے منصوبے بنا رہے ہیں لیکن یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ کوئی بچوں کا پلے گراؤنڈ نہیں ہے۔ بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ بڑے ممالک اپنی سرچ لائٹ کے ذریعے بھی وہاں کی کوئی تصویر نہیں اتار سکتے۔ کوئی راز چرا نہیں سکتے۔ پتا نہیں وہ لوگ کیسی روحانی قوتوں کے مالک ہیں؟ تم سے اس لیے امید کی جا رہی ہے کہ تم بھی پُراسرار قوتوں کی مالک ہو۔ دیکھتے ہیں کہ وہاں کیا کر سکو گی؟''

وہ تقریباً دو گھنٹوں تک ان کے درمیان بیٹھی رہی۔ طرح طرح کی پلاننگ ہوتی رہی۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ ''میڈم سونیا وہاں تنہا ہے۔ مجھے اس کے ساتھ رہنا ہے۔ میں آپ سے فون پر رابطہ کرتی رہوں گی۔''

وہ وہاں سے سونیا کے پاس آ گئی۔ سونیا نے کہا۔ ''بچوں کے ساتھ بھی میری باتیں ہو گئی ہیں۔ اور بہت سی باتیں ہوئی ہیں۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ ان کے لیے ڈھیر ساری شاپنگ کرنا چاہتی ہوں۔''

''میں آپ کو خوب شاپنگ کراؤں گی۔ جتنی مہنگی چیزیں خریدنا چاہیں بے فکر ہو کر خریدیں۔ اور انہیں بابا صاحب کے ادارے میں لے جائیں۔''

سونیا نے انکار کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''نہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں ہم باہر سے ایک تنکا بھی نہیں لے جا سکیں گے۔ ہمارے پاس صرف اپنے ہینڈ بیگز ہوں گے۔ ان میں ہمارے ملبوسات اور ضرورت کی چیزیں ہوں گی۔''

اس نے تعجب سے پوچھا۔ ''پھر آپ اتنی ساری شاپنگ کر کے کہاں لے جائیں گی؟''

''پیرس میں ایک جھیل کے کنارے ہمارے کئی کاٹیج ہیں۔ ان میں ایک میرا اور فرہاد کا کاٹیج بھی ہے۔ فرہاد ہمیں ریسیو کرنے ایئر پورٹ آئیں گے۔ وہاں سے ہم اس کاٹیج میں جائیں گے۔ بچوں کے تمام تحائف وہاں رکھیں گے۔ اس کے بعد بابا صاحب کے ادارے کی طرف روانہ ہوں گے۔''

وہ بنگلے سے نکل کر اپنی کار میں بیٹھ کر ایک بہت بڑے شاپنگ پلازا میں آ گئیں۔ اور وہاں کئی گھنٹوں تک شاپنگ کرتی رہیں۔ جب واپس آنے لگیں تو شام ہونے والی تھی۔

جمائلہ نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔ ''اب ہم بلڈرٹو کے بنگلے میں جا رہے ہیں۔ کیونکہ میری تبدیلی کا وقت ہو رہا ہے۔''

اس نے یہ نہیں بتایا کہ تبدیلی کے وقت وہ بلڈرٹو کے بنگلے میں کیوں جا رہی ہے؟ ویسے سونیا جانتی تھی کہ اس بنگلے کی انیکسی میں ابوالہول کا بت رکھا ہوا ہے۔ اسی لیے وہ ادھر جا رہی ہے۔

تمام بلڈرز اس بنگلے میں پہنچ گئے تھے۔ انہیں اطلاع مل گئی تھی کہ وہ میڈم سونیا کو لے کر آ رہی ہے۔ وہاں پہنچنے کے بعد اس نے سونیا سے کہا۔ ''آپ ان تمام بلڈرز سے پہلے مل چکی ہیں۔ کیا آپ کو کچھ یاد آ رہا ہے؟''

سونیا نے ان تمام بلڈرز سے باری باری مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''سوری۔ میں بھول چکی ہوں۔ آپ لوگ مائنڈ نہ کریں۔''

ان میں سے ایک نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ آپ کو اپنی پچھلی زندگی یاد آ گئی ہے اور کل آپ اپنی فیملی سے ملنے جا رہی ہیں۔''

شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے۔ تاریکی پھیل رہی تھی۔ جمائلہ تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی اس ہال سے باہر چلی گئی۔ سب اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ بنگلے سے باہر آ کر دوڑنے کے انداز میں چلنے لگی۔ انیکسی کی سیڑھیاں چڑھ کر دوڑتے ہوئے اوپری حصے میں آئی۔ وہاں ایک کمرے میں ابوالہول کا بت اونچی جگہ پر رکھا ہوا تھا۔ ہر شام اسے دیکھتے ہی ایسا لگتا تھا جیسے صدیوں بچھڑنے کے بعد اس سے مل رہی ہو۔ دل اس کی طرف کھنچا جاتا تھا۔

وہ اس کی طرف کھنچی چلی آئی۔ سر جھکا کر دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر زیر لب کچھ پڑھتی ہوئی اس کی مناجات کرنے لگی۔ پھر کہنے لگی۔ ''میں تیری داسی ہوں۔ تیری پجارن ہوں۔ تیرے بغیر نہیں رہ سکتی لیکن ایک ضروری کام کے لیے کل جاؤں گی۔ پھر پچیس یا تیس گھنٹوں کے اندر واپس تیرے پاس چلی آؤں گی۔''

اس بات کے ساتھ ہی بادل گرجنے لگے۔ بجلیاں کڑکنے لگیں۔ جبکہ باہر کا موسم بالکل ٹھیک تھا۔ لیکن اس کے اندر ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''میں جاؤں گی.....''

پھر وہ چیختی ہوئی آواز میں بولی۔ ''نہیں۔ میں ہرگز نہیں جاؤں گی.....''

ایسا کہتے وقت اس کی آنکھیں سرخ انگارا ہو رہی تھیں وہ اوپر نیچے سر ہلاتے ہوئے کہنے لگی۔ ''ہاں۔ اب میری عقل میں بات آ رہی ہے۔ میں وہاں جا کر بہت بڑی غلطی کروں گی۔''

اس کے اندر بادل گرج رہے تھے۔ بجلیاں کڑک رہی تھیں۔ تیز ہوا کے جھکڑ جیسے اسے اڑا لے جانا چاہتے تھے۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی۔ ''نہیں۔ میں وہاں جاؤں گی تو وہ میرا روحانی علاج کریں گے۔ اور مجھے تجھ سے دور کر دیں گے۔ ہرگز نہیں۔ میں اپنی جان دے سکتی ہوں لیکن تجھ سے دور نہیں ہو سکتی.....''

وہ ایک جھٹکے سے پلٹ گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی انیکسی سے باہر آئی۔ احاطے کے ایک حصے سے گزر کر بنگلے کے ہال میں داخل ہو گئی۔ سونیا اور تمام بلڈرز نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ ان کے قریب آتے ہوئے غصے سے گھور رہی تھی۔ پھر دانت پیستے ہوئے بولی۔ ''تم سب میرے دوست ہو یا دشمن.....؟''

سونیا نے کہا۔ ''بیٹی! یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں صرف دوست ہی نہیں، تمہاری ماں بھی ہوں۔''

وہ تیز لہجے میں بولی۔ ''تم جھوٹ بول رہی ہو۔ مجھے میرے ابوالہول سے دور کرنے والا کوئی بھی میرا دوست نہیں ہو سکتا۔ تم مجھے اس سے دور لے جانا چاہتی ہو۔ تم میری ماں نہیں ہو سکتیں۔''

بلڈرٹو نے کہا۔ ''لیکن جمائلہ! تم خود ہی ابوالہول سے دور ہو کر اس ادارے میں جانے کے لیے راضی ہوئی ہو۔''

''ہاں۔ لیکن اس وقت مجھے وہ سچ معلوم نہ ہو سکا تھا جو اب معلوم ہو رہا ہے۔''

اس نے سونیا کی طرف ایک ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ۔ یہ عورت..... یہ مجھے اس ادارے میں لے جا کر میرا روحانی علاج کرانا چاہتی ہے۔ مجھے میرے ابوالہول سے ہمیشہ کے لیے دور کر دینا چاہتی ہے۔''

پھر وہ سونیا کی طرف پلٹ کر بولی۔ ''یولو! کیا تم ایسا چاہتی ہو؟ کیا تم زندہ نہیں رہنا چاہتیں؟''

سونیا پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔ ''میرے قریب نہ آؤ۔ میں تمہارے ابوالہول سے تمہیں دور نہیں کرنا چاہتی۔ تم اس ادارے میں جانے کے لیے راضی تھیں۔ اسی لیے میں تمہیں لے جانا چاہتی تھی۔''

وہ غصے سے پاؤں پٹخ کر بولی۔ ''ہاں۔ میں راضی تھی۔ وہاں ضرور جاتی لیکن مجھے تمہاری سازش معلوم ہو چکی ہے۔ تم روحانی عمل کے ذریعے وہاں مجھے زیر کرنا چاہو گی۔ اور جب میں زیر ہو جاؤں گی تو پھر مجھے وہاں سے کبھی باہر نہیں آنے دو گی۔ نہ میں وہاں سے نکل سکوں گی، نہ اپنے ابوالہول کی... پرستش کر سکوں گی۔ کبھی اسے دیکھ نہیں پاؤں گی۔''

تمام بلڈرز سونیا کے آس پاس اور سامنے آ گئے تھے۔ ایک نے کہا۔ ''اس جھگڑے کو یہیں ختم کر دو۔ نہ تم بابا صاحب کے ادارے میں جاؤ گی اور نہ کوئی تم پر روحانی عمل کر سکے گا۔ اب غصہ تھوک دو۔''

سونیا نے ان بلڈرز سے کہا۔ ''آپ ہم ماں بیٹی کے بیچ نہ بولیں۔ جب میری بیٹی کو وہاں جانا منظور نہیں ہے تو پھر یہ نہیں جائے گی۔''

تمام بلڈرز دور ہٹ گئے۔ سونیا نے آگے بڑھ کر اپنا ایک ہاتھ مصافحے کے لیے پیش کیا۔ پھر کہا۔ ''میں نے تمہیں اپنی بیٹی بنایا ہے۔ تم سے دشمنی نہیں کروں گی۔ کیا اپنی ماں سے ہاتھ ملاؤ گی؟''

جمائلہ کا غصہ ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر سونیا سے ہاتھ ملایا۔ تمام بلڈرز خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ ایسے وقت وہ اچانک ہی ساکت ہو گئی۔ جس طرف دیکھ رہی تھی، اسی طرف دیکھتی رہ گئی۔ تمام تالیاں بجانے والے خاموش ہو کر اسے تکنے لگے۔ یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ اسے آگہی

مل رہی ہے۔

سونیا نے بڑی آہستگی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ بے شک اسے آگہی مل رہی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ دن کا وقت ہے، اس نے پورا لباس پہنا ہوا ہے۔ اور سونیا کے ساتھ ایک طیارے میں سوار ہو رہی ہے۔

پھر منظر بدل گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایسی جگہ پہنچی ہوئی ہے جہاں ایک بہت ہی خوبصورت سی مسجد ہے، دارالعلوم ہے، سائنس لیبارٹری ہے، ریکارڈ روم ہے۔

منظر ایک بار پھر بدل گیا۔ اس نے دیکھا ایک بہت ہی پُرنور چہرے والے بزرگ ہاتھ میں تسبیح تھامے اس کے سامنے کھڑے ہیں۔ اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دے رہے ہیں۔

وہ اچانک ہی چیخ مار کر ایکدم سے تن گئی۔ آگہی کی... پُراسرار دنیا سے باہر آگئی۔ چیختی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔ ''نہیں چھوڑوں گی..... میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ یہ مجھے اس ادارے میں لے جانے والی ہے۔ مجھے آگہی مل چکی ہے۔ اور میری آگہی کبھی غلط نہیں ہوتی۔''

تمام بلڈرز سہم کر ذرا دور ہو گئے تھے۔ وہ ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کہاں ہے وہ.....؟ کہاں چلی گئی؟ مجھ سے بچ کر کہاں جائے گی؟''

پیچھے سے سونیا کی آواز سنائی دی۔ ''میں بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں۔''

وہ ایک دیوار کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ جمائلہ نے پلٹ کر دیکھا۔ پھر اس پر نظر پڑتے ہی، ایک جمپ لگاتی ہوئی اس کی طرف ایسے آئی جیسے آندھی آتی ہے۔

سونیا بھی کالی آندھی تھی۔ اپنا داؤ کھیلتے وقت دیکھنے والوں کو دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اس نے جیسے ہی جمپ لگائی وہ فرش پر گر کر پھسلتی ہوئی اس کے نیچے سے نکل گئی۔ اس کی شیطانی رفتار جیسے دو سو میل فی منٹ کے حساب سے تھی۔ وہ اتنی تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی دیوار سے ٹکرا گئی۔ ایک دھماکا سا ہوا اور اس دیوار میں شگاف پڑتا چلا گیا۔

تمام بلڈرز ان سے دور کھڑے ہوئے تھے، سہم کر حیرانی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ پہلی بار جمائلہ کو بھی تکلیف کا احساس ہوا۔ اس سے پہلے وہ سوچ سمجھ کر دیوار پر سر مارتی تھی اور شگاف پیدا کر دیتی تھی۔ اس بار توقع کے خلاف انجانے میں ٹکرائی تھی۔ اس لیے تکلیف کا احساس ہو رہا تھا۔

سونیا نے اس پر حملہ نہیں کیا تھا۔ اس کے باوجود وہ مار کھا گئی تھی۔ اس بات نے اسے اور زیادہ جنون میں مبتلا کر دیا۔ اس نے چیخیں مارتے ہوئے پلٹ کر دیکھا۔ سونیا کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ پھر اس کی آواز سنائی دی۔ ''میں یہاں ہوں.....''

اس بار وہ ایک آئرن سیف سے لگی کھڑی تھی۔ لوہے کی وہ الماری چھ فٹ چوڑی اور چھ فٹ اونچی تھی۔ وہ جب بھی جنون میں مبتلا ہوتی تھی تو اس کے سامنے شکار بے بس ہو جایا کرتے تھے۔ ایسا پہلی بار ہو رہا تھا کہ شکار ایک بار ہاتھ سے پھسل گیا تھا۔

وہ کوئی تربیت یافتہ فائٹر نہیں تھی۔ بس جنون میں مبتلا ہو کر بے تکے حملے کرتی تھی۔ اس بار بھی اس نے تیزی سے جمپ لگائی۔ پہلے کی طرح تیزی سے چیختی ہوئی سونیا کی طرف جھپٹی۔ اس کے قریب آنے سے ایک سیکنڈ پہلے ہی سونیا اچھل کر اس کے سر پر سے ہو کر قلابازی کھاتی ہوئی دوسری طرف چلی گئی۔

نتیجہ ظاہر تھا۔ اس بار وہ لوہے کی الماری سے ٹکرائی تھی۔ شیطانی قوتوں کے باوجود آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ سر اور بدن کی ہڈیاں پھوڑے کی طرح دکھنے لگیں۔ وہ کراہتی ہوئی پیچھے کی طرف الٹ کر فرش پر گر پڑی۔

اس بار وہ فوراً ہی اٹھ نہ سکی۔ اسے سونیا کی آواز سنائی دی۔ ''میں نے تمہیں پیار سے سمجھایا، منایا لیکن تم ماننا نہیں چاہتی تھیں۔ جو بھوت باتوں سے نہیں مانتے وہ لاتوں سے مان جاتے ہیں۔''

جمائلہ نے بڑی مشکل سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''میری ایک لات پڑے گی تو تم بولنے کے قابل نہیں رہو گی۔ جوول فرہاد کے لیے دھڑکتا ہے، اسے میں ایک پل میں ہی تمہارے سینے سے نوچ کر نکال لوں گی۔''

سونیا کی ہنسی سنائی دی۔ وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''تم ابھی بچی ہو۔ جاؤ! آرام کرو۔ کل دن کی روشنی میں سمجھاؤں گی۔''

جمائلہ کا سر چکرا رہا تھا۔ اسے یاد آ رہا تھا۔ اسے بہت پہلے یہ آگہی ملی تھی کہ سونیا سے اس کا مقابلہ ہوگا۔ اور وہ پہلی عورت ہوگی جو شیطانی قوتوں کو مات دے گی۔

بلڈرز نے اپنے چھ مسلح گارڈز کو بلا لیا تھا۔ وہ سب دروازے کے پاس آ کر، اپنے ہتھیار تان کر کھڑے ہو گئے تھے۔ جمائلہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ چیخ کر بولی۔ ''کہاں ہے وہ؟ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔''

بلڈر ٹو نے کہا۔ ''تھوڑی دیر کے لیے میڈم سونیا کو بھول

جاؤ۔ پہلے ہماری بات توجہ سے سنو۔ تم ہمیشہ سے دیکھتی آ رہی ہو کہ ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔ ہمیشہ تمہاری بات مانتے آئے ہیں۔ آج تم ہماری بات مان لو۔ صرف ایک بات مان لو۔ سونیا کو اپنے دل و دماغ سے نکال دو۔ کیونکہ وہ اپنی پچھلی زندگی یاد کر چکی ہے۔ اس کا شوہر فرہاد علی تیمور اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بچے سب اس سے رابطہ کر چکے ہیں۔''

بلڈر فائیو نے کہا۔ ''تم جانتی ہو کہ فرہاد کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔ اگر سونیا کو ذرا سا بھی نقصان پہنچاؤ گی تو وہ صرف تمہیں نہیں، ہم سب کو تباہ کر دیں گے۔ کیا تمہاری وفاداری اسی دن کے لیے ہے کہ تم ہم سب کو تباہ کر دو؟''

وہ ذرا نرم پڑتے ہوئے بولی۔ ''میری آگہی کہہ رہی ہے کہ وہ مجھے کسی نہ کسی طرح اس ادارے میں لے جائے گی۔ اگر میں اسے مار ڈالوں تو پھر وہ مجھے نہیں لے جا سکے گی۔''

''تم ہم پر بھروسا کرو، ہم وعدہ کرتے ہیں، وہ کبھی تمہیں یہاں سے نہیں لے جائے گی۔ اور تم بھی اپنے دل میں مصمم ارادہ کر لو گی کہ تمہیں اس کے ساتھ نہیں جانا ہے تو پھر تم کبھی نہیں جاؤ گی۔''

بلڈر ٹو نے کہا۔ ''اور اگر اس کے ساتھ جاؤ گی تو تم خود ہی عقل سے سوچو کہ یہ تمہارا قصور ہوگا۔ اس کی غلطی نہیں ہو گی۔''

وہ دونوں مٹھیاں بھینچے کھڑی ہوئی تھی۔ غصے سے تنی ہوئی تھی لیکن پہلے کی نسبت غصہ کچھ کم ہو گیا تھا۔ اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ اگر میں اس کے ساتھ جاؤں گی تو یہ میری غلطی ہوگی ہاور میں کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گی۔ آج پہلی بار اپنی ہی ملنے والی آگہی کو چیلنج کرتی ہوں کہ جو کچھ دیکھا ہے، اسے پورا نہیں ہونے دوں گی۔''

وہ ایک بلڈر کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''اور اگر وہ مجھے گن پوائنٹ پر لے جانا چاہے گی تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔''

بلڈر ٹو نے کہا۔ ''ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ تم ہماری بات مان رہی ہو۔''

''اس لیے مان رہی ہوں کہ اس ادارے میں جانے کی پلاننگ ہم نے ہی کی تھی۔ اس وقت مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ سونیا کے ساتھ وہاں جاؤں گی تو میرا روحانی علاج کرایا جائے گا۔ میں نے غصے اور جنون میں نہیں سوچا تب سوچ رہی ہوں، سمجھ رہی ہوں کہ جب میں خود وہاں جانا نہیں چاہوں گی تو سونیا مجھے زبردستی نہیں لے جا سکے گی۔ پھر بھی چاہتی ہوں کہ اس خطرناک عورت کو یہاں سے دور بھگا دیا جائے۔''

بلڈر تھری نے کہا۔ ''ہم ابھی اسے حکم دیتے ہیں کہ وہ اس شہر سے چلی جائے۔ بلکہ ہائی وے کے راستے اس ملک سے ہی چلی جائے۔''

بلڈر تھری نے اس کے دماغ کو زیادہ سے زیادہ ٹھنڈا رکھنے کے لیے فوراً ہی فون پر سونیا سے رابطہ کیا اور کہا۔ ''میڈم! ہمیں افسوس ہے کہ ہم آپ کے خلاف ایک فیصلہ کر رہے ہیں۔ آپ کو ابھی اس فیصلے پر عمل کرنا ہوگا۔''

پھر وہ جمائلہ کی طرف دیکھتے ہوئے فون پر بولا۔ ''آپ کو ابھی اسی لمحے ہائی وے کے راستے پُرتگال کا بارڈر کراس کرنا ہوگا۔ اس ملک کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلے جانا ہوگا۔''

اس بلڈر نے خاموش رہ کر دوسری طرف کی باتیں سنیں پھر کہا۔ ''ٹھینک یُو میڈم! اس میں آپ ہی کی بہتری ہے اگر اس ملک میں دوبارہ واپس آئیں گی تو مس جمائلہ آپ کو زندہ نہیں چھوڑیں گی۔''

اس نے دوسری طرف کی کچھ باتیں سننے کے بعد فون کو بند کر دیا۔ پھر جمائلہ سے کہا۔ ''میڈم دوبارہ تم سے مقابلہ کر کے کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتیں۔ وہ خود ہی اپنی سلامتی کے لیے یہاں سے جانا چاہتی ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں تم سے ایک درخواست کر رہی ہیں۔''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''اب وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے؟''

''وہ کہہ رہی ہیں کہ رات کے وقت یہاں سے پُرتگال اور اسپین کے بارڈر تک بہت لمبا تھکا دینے والا سفر ہوگا۔ وہ کل صبح کسی فلائٹ سے جانا چاہتی ہیں۔ اگر تم اجازت دو تو وہ یہاں سے ابھی ایئرپورٹ جا کر سیٹ ریزرو کرائیں گی اور وہیں رات گزاریں گی پھر صبح پہلی فلائٹ سے چلی جائیں گی۔''

وہ انکار کرنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی بلڈر ٹو نے کہا ''مس جمائلہ! وہ پہلے ہی تمہاری احسان مند ہیں کہ تم انہیں الحقیلہ سے یہاں لا کر علاج کرا رہی تھیں۔ اور تمہاری وجہ سے ان کی یادداشت واپس آئی ہے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ ان پر ایک احسان اور کر دو۔ انہیں اس ملک میں رات گزارنے دو۔ وہ صبح ہوتے ہی پیرس چلی جائیں گی۔''

دوسرے بلڈرز نے بھی اسے سمجھایا کہ وہ سونیا پر احسان کرے گی تو فرہاد علی تیمور کی فیملی سے اس کے اچھے تعلقات رہیں گے۔

وہ بولی۔ ''اچھی بات ہے۔ اس سے کہو کہ وہ آدھے گھنٹے کے اندر میرا بنگلا چھوڑ کر ایئر پورٹ چلی جائے۔''

ان سب نے اسے راضی کرلیا۔ سونیا نے اپنے مخالفین سے نہ کوئی معافی مانگی تھی اور نہ کوئی گذارش کی تھی۔ وہ ایک رات اس شہر میں رہنے کے لیے جمائلہ سے اجازت لینے کی محتاج نہیں تھی۔

اس وقت بلڈر تھری اور سونیا کے درمیان فون پر کچھ اور باتیں ہوئی تھیں لیکن بلڈر تھری نے جمائلہ پر یہی ظاہر کیا تھا کہ وہ اس شہر میں ایک رات گزارنے کے لیے اس کی اجازت طلب کررہی ہے۔ اصل بات یہ طے پائی تھی کہ کسی بھی طرح یہ رات گزار لی جائے، صبح ہوتے ہی جمائلہ تبدیل ہو جائے گی۔ اس وقت یہ غصہ اور جنون نہیں رہے گا ابوالہول کی کشش بھی نہیں رہے گی اور سونیا اسے سمجھا بجھا کر بڑی سہولت سے بابا صاحب کے ادارے میں لے جا سکے گی۔

وہ تمام بلڈرز اس سلسلے میں سونیا سے اس لیے تعاون کر رہے تھے کہ جمائلہ کو اس ادارے میں بھیج کر اپنے منصوبوں کے مطابق اس سے کام لے سکیں۔

جمائلہ نے آدھے گھنٹے بعد اپنی پُراَسرار صلاحیتوں کے ذریعے دیکھا۔ سونیا اس بنگلے کو چھوڑ چکی تھی۔ اور ایئر پورٹ کے ویٹنگ روم میں جا کر بیٹھی ہوئی تھی۔

وہ مطمئن ہو کر اپنی عادت کے مطابق رات گزارنے کے لیے نائٹ کلب کی طرف چلی گئی۔

صبح تبدیل ہو کر اپنے بنگلے میں آئی تو وہ بنگلا سونیا کے وجود سے خالی تھا۔ اس وقت چونکہ اس کا من مزاج بدل چکا تھا۔ اس لیے سونیا کی عدم موجودگی سے دل دکھنے لگا، پچھتا کر سوچنے لگی کہ اس نے پچھلی رات کیوں اس سے دشمنی کی تھی اور اسے مار ڈالنا چاہا تھا؟

اس نے غسل کرنے کے بعد لباس تبدیل کیا پھر جائے نماز پر آ کر نماز ادا کرنے لگی۔ آخر میں دعا کے لیے ہاتھ بلند کر کے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر کہنے لگی۔ ''یا خدا! یہ میرے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ ایسا کب تک ہوتا رہے گا؟ میڈم سونیا نے درست کہا تھا، بابا صاحب کے ادارے میں میرا روحانی علاج ہوگا تو میں بالکل ہی تبدیل ہو جاؤں گی۔ رات کے وقت بھی اسی طرح ایک مسلمان اور عبادت گزار بن کر رہوں گی۔''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''مجھے اس ادارے میں جا کر اپنے آپ کو تبدیل کرنے کا بہت اچھا موقع مل رہا تھا۔ افسوس..... میں نے وہ موقع گنوا دیا۔ یا اللہ تعالیٰ! میں کیا کروں؟ میڈم سونیا ابھی ایئر پورٹ میں ہوں گی۔ کیا میں ان کے ساتھ یہاں سے چلی جاؤں؟''

اب اس کے خیالات مثبت تھے۔ اب وہ مسلمان تھی۔ صراطِ مستقیم پر چلنے والی تھی۔ اس لیے سچے اور سیدھے راستے پر چلنے کے سلسلے میں سوچ رہی تھی اور دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ رہی تھی۔

اسی لمحے میں مدد مل گئی۔ پیچھے سے سونیا کی آواز سنائی دی۔ ''اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول کرلی ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔''

اس نے فوراً ہی دعا کو مختصر کیا پھر منہ پر ہاتھ پھیرتی ہوئی وہاں سے اٹھ گئی۔ پلٹ کر سونیا کو دیکھا تو ایکدم سے تڑپ کر مما کہتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔ وہ بھی شعلہ ہوتی تھی، کبھی شبنم ہو جایا کرتی تھی۔ ان لمحات میں ایک ماں سے لپٹ کر شبنم رو رہی تھی۔

تمام بلڈرز جمائلہ کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیجنے کی پلاننگ پر عمل کر رہے تھے۔ لیکن ذہنی طور پر الجھے ہوئے بھی تھے۔ آپس میں بحث کر رہے تھے کہ جمائلہ کا وہاں جانا فائدہ مند ثابت ہوگا یا نہیں.....؟

سونیا کی اس بات نے صرف جمائلہ کو ہی نہیں، ان تمام بلڈرز کو بھی الجھا دیا تھا کہ وہاں اس کا روحانی علاج ہوگا۔

وہ تمام بلڈرز روحانیت کو نہیں مانتے تھے لیکن دل میں ایک اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ اگر اس کا روحانی علاج کامیاب ہو گیا تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟

یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آ رہی تھی کہ علاج کامیاب ہوگا تو جمائلہ تبدیل ہو جائے گی، شر پسندی سے باز آ جائے گی جناب علی اسد اللہ تبریزی سے متاثر ہو جائے گی۔ پھر ان کے ہی احکامات کی تعمیل کرے گی اور تمام بلڈرز کی پلاننگ کو بھول جائے گی۔ ان کے لیے وہاں کے اہم راز چرا کر نہیں لائے گی۔

ایک بلڈر نے کہا۔ ''ہمیں مایوس ہو کر نہیں سوچنا چاہیے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ رات کے وقت وہ بالکل تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایسے وقت اسے دینِ اسلام متاثر نہیں کرتا ہے۔ اگر کرتا تو قاہرہ میں بے شمار مسجدیں تھیں، وہ شام کو ابوالہول کی طرف جانے کے بجائے کسی مسجد میں چلی جاتی تو وہیں اس کا روحانی علاج ہو جاتا۔ پھر وہ شیطانی مزاج کی اور شیطانی قوتوں کی حامل نہ رہتی۔''

وہ روحانیت کو نہیں مانتے تھے۔ اس لیے خود کو یقین دلانے لگے کہ اس کا روحانی علاج کیا جائے گا تو کامیاب نہیں ہوگا۔ وہ پیدائشی طور پر جیسی ہے، ویسی ہی رہے گی۔

وہ سب جمائلہ اور سونیا کو سی آف کرنے ایئر پورٹ آئے۔ وہاں بلڈر ٹو نے جمائلہ کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ ''ہم ایک مدت کے بعد تمہارے ذریعے اس ادارے میں سُرنگ بنا رہے ہیں۔ تم ایک بہت ہی اہم فرض ادا کرنے جا رہی ہو۔''

وہ بولی۔ ''مجھے اپنا یہ اہم فرض یاد رہے گا۔''

''تم یہ بھی مانتی ہو کہ ہم تمہیں جبراً نہیں بھیج رہے ہیں۔ تم ہمارے منصوبے سے متفق ہو کر اپنی مرضی سے وہاں جا رہی ہو۔ رات کو تبدیل ہونے کے بعد ہمارے خلاف بھی یہ نہ سوچنا کہ ہم تمہارا روحانی علاج کرانا چاہتے ہیں۔''

''میں ایسا نہیں سوچوں گی۔ کیونکہ آپ سب تو اس ادارے کی کمزوریاں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ اور مجھے وہاں کے اہم راز چرانے کے لیے بھیج رہے ہیں۔ میں آپ لوگوں سے متفق ہو کر جا رہی ہوں۔''

''تمہارے دل میں کسی طرح کا اندیشہ تو نہیں ہے؟''

وہ بولی۔ ''اندیشہ تو ہے۔ میرے اندر ایک شیطانی خیال پیدا ہوتا رہتا ہے کہ مجھے اس ادارے میں نہیں جانا چاہیے۔ ابھی میڈم کے ساتھ جانے سے انکار کر دینا چاہیے لیکن میں ایک مسلمان ہوں۔ خدا سے ڈرتی ہوں۔ میرے اندر یہ ایمانی جذبہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مجھے صراطِ مستقیم پر چلاتا ہوا اس ادارے تک لے جا رہا ہے تو مجھے ضرور جانا چاہیے۔''

سونیا دوسرے بلڈرز سے باتیں کر رہی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''بلڈر ٹو جمائلہ کو ایک طرف لے جا کر نہ جانے کیا باتیں کر رہا ہے؟ ان لوگوں کے ارادے ڈانواڈول ہو رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ جمائلہ کو جانے سے روک دیں۔''

وہ سوچ کے ذریعے بولی۔ ''ایسا نہیں ہوگا۔ ان لوگوں کو پہلی بار اس ادارے میں سُرنگ بنانے کا موقع مل رہا ہے۔ انہیں پورا یقین ہے کہ جمائلہ وہاں سے کامیاب لوٹے گی۔''

جمائلہ واپس آ گئی۔ فلائٹ کی روانگی کا وقت ہو رہا تھا۔ لہٰذا ۔۔ سے مصافحہ کرنے کے بعد وہ دونوں اندر آئیں۔ وہاں سے بورڈنگ کارڈ حاصل کر کے طیارے میں اپنی سیٹوں پر آ کر بیٹھ گئیں۔ اب ان کے راستے میں کسی طرح کی بھی کوئی رکاوٹ پیدا ہونے والی نہیں تھی۔ اس وقت میں، الپا اور کرونا سونیا کے اندر موجود تھے۔ جب وہ جہاز وہاں سے روانہ ہوا تو میں نے سونیا سے کہا۔ ''میں جا رہا ہوں۔ وہاں دماغی طور پر حاضر رہوں گا۔ دو گھنٹے بعد جہاز وہاں پہنچنے والا ہے۔ اب پیرس کے ایئر پورٹ پر ملاقات ہوگی۔''

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ایئر پورٹ جانے کی تیاری کرنے لگا۔ اس وقت میں جھیل کے کنارے والے کاٹیج میں تھا۔ کچھ دیر بعد ہی لباس تبدیل کر کے باہر آ گیا۔

وہاں جھیل کے کنارے دور تک بے شمار کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے چھ کاٹیج ہمارے تھے۔ ایک میرے اور سونیا کے لیے تھا۔ باقی پارس، پورس، اعلیٰ بی بی اور کبریا کے لیے تھے۔ ایک کاٹیج کو گیسٹ ہاؤس کے طور پر رکھا تھا۔ تاکہ ہم میں سے کسی کا بھی مہمان وہاں آ کر رہ سکے۔

میں کار میں آ کر بیٹھ گیا پھر اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتا ہوا ایئر پورٹ کی طرف جانے لگا۔ جہاز کی آمد کے لیے ایک گھنٹہ رہ گیا تھا۔ اور میں ایک گھنٹے سے پہلے ہی وہاں پہنچنے والا تھا۔

میں نے ابھی کہا ہے کہ سونیا اور جمائلہ کے راستے میں اب کوئی رکاوٹ نہیں رہی تھی۔ وہ سیدھی ادھر آنے والی تھیں لیکن میرے راستے میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ آگے جا کر پتا چلا کہ میری گاڑی کی بریک کام نہیں کر رہی ہے۔ اس وقت میں ایسے راستے پر تھا، جو ڈھلان کی طرف جا رہا تھا۔ ایسے راستے پر کسی بھی صورت سے گاڑی روکنا ممکن نہیں تھا۔ ڈھلان کے باعث رفتار مزید بڑھ گئی تھی۔

میں پریشان ہو کر کبھی ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔ کبھی عقب نما آئینے میں پیچھے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور کبھی کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا۔ آگے پیچھے دائیں بائیں گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ اور مجھے ان گاڑیوں سے کترا کر بڑی احتیاط کے ساتھ آگے بڑھتے رہنا تھا۔ میں ڈرائیونگ میں مہارت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ لیکن کب تک کرتا رہتا؟

آگے جا کر میری کار ایک بھاری بھرکم ٹرک سے ٹکرا گئی۔ ایک دھماکا سا ہوا، ونڈ اسکرین کے شیشے ٹوٹ کر بکھرتے ہوئے میری طرف آئے۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔ میرا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

کسی کو کب کیسا حادثہ پیش آ جائے یہ وقت سے پہلے کوئی نہیں جان سکتا۔ میں بھی انجانے میں ایک ایسے حادثے سے دوچار ہو گیا، جس نے مجھے عارضی طور پر بے دست و پا بنا دیا۔ میں نہیں جانتا کہ کن لوگوں نے مجھے اسپتال پہنچایا؟ اور

میں کب تک بے ہوش پڑا رہا؟

ادھر سونیا جمائلہ کو لے کر پیرس پہنچنے والی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ کون انہیں ایئرپورٹ پر ریسیو کرنے والا تھا؟ سونیا نادان بچی نہیں تھی۔ وہ جمائلہ کو بابا صاحب کے ادارے تک لے جا سکتی تھی لیکن میں بھی تو نادان بچہ نہیں تھا۔ پھر ایئرپورٹ تک کیوں نہ پہنچ سکا؟

ہم سب طاقتور ہونے اور غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہونے کے باوجود تقدیر کے ہاتھوں میں کھلونا بنے رہتے ہیں۔ ابھی میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ تقدیر کو کیا منظور ہے؟ سونیا جمائلہ کو بابا صاحب کے ادارے تک پہنچا سکے گی یا نہیں؟

میں ابھی اپنا، سونیا کا اور جمائلہ کا ذکر کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے نومی کرسٹل کا ذکر کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ کیونکہ میری یہ طویل داستان ایک نئے اور عجیب موڑ پر آ رہی ہے۔

☆☆☆

نومی کرسٹل ہر پہلو سے مطمئن ہو گئی تھی۔ اپنے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرانے کے دوران جب وہ دماغی طور پر کمزور ہوتی تو ہم میں سے کوئی اس کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا۔

اس قدر اطمینان حاصل کرنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ جلد سے جلد چہرے کو تبدیل کیا جائے۔ اس کا بگڑا ہوا چہرہ اس کی پہچان بن گیا تھا۔ وہ اس پہچان کو بھی مٹا دینا چاہتی تھی۔ چہرے کے تمام عیب ختم ہو جاتے، وہ تبدیل ہو جاتی تو ہر پہلو سے مطمئن ہو جاتی۔ پھر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مکمل آزادی کے ساتھ کہیں بھی جا سکتی تھی۔

وہ اس آخری مرحلے سے گزر کر تمام وسوسوں اور اندیشوں کو اپنے دل سے نکال دینا چاہتی تھی۔ اس مقصد کے لیے اس نے ایک ماہر سرجن کو ٹریپ کیا۔ اسے پلاسٹک سرجری میں مہارت حاصل تھی۔ وہ بگڑے ہوئے چہروں کو نہایت حسین بنا دیا کرتا تھا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ چند گھنٹوں کی محنت سے سرجری مکمل ہو جائے گی۔ نومی نے حساب لگایا کہ اگر وہ سرجری کے دوران میں دو گھنٹوں تک بے ہوش رہے گی تو ہوش میں آنے کے بعد شاید چار یا چھ گھنٹے تک دماغی کمزوری میں مبتلا رہے گی۔ خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گی۔ اور نہ ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکے گی۔ یعنی دس گھنٹوں تک دماغی کمزوری میں مبتلا رہنے کے بعد پھر رفتہ رفتہ توانائی حاصل کرے گی۔

اس نے پہلی بار بڑے دکھ سے سوچا۔ ''آہ! کاشف جمال میرا کس قدر وفادار ماتحت تھا۔ اپنی جان قربان کرنے کو تیار رہتا تھا۔ میں نے صرف ایک فائدے کے لیے اس کی جان لے لی۔ اور وہ مفاد بھی حاصل نہ کر سکی۔''

ایسے برے وقت میں کاشف جمال اسے یاد آ رہا تھا۔ آج وہ موجود ہوتا تو دماغی کمزوری کے دوران میں اس کی حفاظت کرتا رہتا۔ اب ایسا کوئی نہیں تھا جس پر وہ بھروسا کرتی۔

بہرحال سرجری تو لازمی تھی۔ اس نے ماہر سرجن کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر حکم دیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے سرجری کے ذریعے اس کے چہرے کو تبدیل کر دیا جائے۔ اور جب تک اس کا کام مکمل نہ کرے، اس وقت تک وہ کسی بھی دوسرے کام میں مصروف نہ رہے۔

اس سرجن نے دوسرے دن اپنا کلینک بند کر دیا۔ بند کلینک میں نومی کو بے ہوش کرنے کے بعد اس کے چہرے کی سرجری کرنے لگا۔ نومی نے اپنی آواز اور لب و لہجہ تبدیل کرانے کے بعد تمام خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روک دیا تھا۔ اس کی بے ہوشی کے دوران میں کوئی اس کے اندر نہیں آ سکتا تھا۔ اور نہ ہی سرجری کے دوران کوئی مداخلت کر کے اس سرجن کو روک سکتا تھا۔

بس ایک تقدیر ہے جو کسی کی بھی ٹھوس اور مستحکم تدبیر کو ناکام بنا دیتی ہے۔ آدمی کرتا کچھ ہے، ہوتا کچھ ہے۔ نومی کے ساتھ بھی کچھ ہونے والا تھا۔ جس سے وہ ابھی بے خبر تھی۔

وہ تقریباً دو گھنٹے تک بے ہوش رہی۔ جب ہوش میں آئی تو بے حد کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔ ''میں نئے چہرے کی مبارکباد دیتا ہوں۔ کیا اپنا چہرہ دیکھنا چاہو گی؟''

اس نے ہولے سے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ ڈاکٹر ایک بڑا سا آئینہ لے کر اس کے سامنے آ گیا۔ اس نے سر گھما کر وہاں دیکھا تو اپنے عکس کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔ بہت ہی خوبصورت دکھائی دے رہی تھی لیکن ایسا لگ رہا تھا، جیسے اپنے آپ کو نہیں کسی اجنبی حسین دوشیزہ کو دیکھ رہی ہو۔

اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''یہ۔ یہ میں ہوں؟''

''ہاں۔ چہرے کو چھو کر دیکھو۔ اور آئینے کو دیکھو۔ یہ تم ہی ہو۔''

وہ آئینے میں اپنے عکس کو دیکھ رہی تھی۔ اور چہرے کو چھو کر یقین کر رہی تھی کہ پہلے خوب تھی، اب خوب تر ہو گئی ہے۔ نیا چہرہ حسین بھی تھا اور نہایت پُرکشش بھی تھا۔ کوئی بھی

سامنے سے گزرنے والا اسے ایک نظر دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

اس نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا۔ پھر فیس سے دوگنی رقم دیتے ہوئے کہا۔ ''میں بہت کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ ڈرائیونگ نہیں کر سکوں گی۔ مجھے گھر تک پہنچا دو۔''

اس ڈاکٹر نے اسے اس کے بنگلے تک پہنچا دیا۔ وہ ایک معمول اور تابعدار کی حیثیت سے اس کا کام کر رہا تھا۔ نومی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ جب پلاسٹک سرجری مکمل ہو جائے گی۔ اور اس سلسلے کا کوئی کام باقی نہیں رہے گا تو وہ اپنے گھر پہنچ کر سو جائے گا نیند پوری ہونے کے بعد جب بیدار ہو گا تو یہ بھول چکا ہو گا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ اور اس نے کسی لڑکی کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی تھی۔

نومی نے اپنے بنگلے میں پہنچ کر پھلوں کا جوس تیار کیا۔ توانائی حاصل کرنے کے سلسلے میں جوس کے ساتھ ڈاکٹر کی دی ہوئی دوائیں استعمال کیں۔ پھر بیڈروم میں آ کر بستر پر لیٹ گئی۔ اسے امید تھی کہ چار چھ گھنٹے بعد توانائی حاصل ہو جائے گی۔ اس نے پچھلا فون پھینک کر ایک نیا موبائل فون خرید لیا تھا۔ ہم میں سے کوئی اس نئے فون کا نمبر نہیں جانتا تھا۔ اس نے اب تک اس نئے نمبر کے ذریعے کسی سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ رابطہ کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

بیڈ پر لیٹتے ہی کمزوری کے باعث نیند آنے لگی۔ ایسے ہی وقت وہ الجھن سے چونک گئی۔ سرہانے رکھے ہوئے فون کا بزر بول رہا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ بڑی حیرانی سے فون کی طرف دیکھنے لگی۔ اس نے کسی کو اپنا نیا نمبر نہیں دیا تھا پھر کون اسے کال کر رہا تھا؟

اس نے فون کو اٹھا کر نمبر پڑھے تو وہ کوئی نیا نمبر تھا۔ کوئی اجنبی کال کر رہا تھا۔ اس نے بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا۔ پھر کہا۔ ''ہیلو.....؟''

دوسری طرف سے جو آواز سنائی دی، اسے سنتے ہی کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ وہ میری آواز تھی، میرا لب و لہجہ تھا۔ ''تم نے میری آواز سے مجھے پہچان لیا ہو گا؟''

وہ شدید حیرانی سے بولی۔ ''تم.....؟''

''ہاں میں ہوں۔ کیا کانوں سے سن کر بھی یقین نہیں ہو رہا ہے؟''

''تمہیں یہ نمبر کہاں سے ملا؟''

''تم نے تو چھپنے کے ہزار جتن کر لیے اور کامیاب بھی رہی ہو لیکن مجھ سے نہ چھپ سکیں۔''

''پلیز۔ مجھے بتاؤ۔ تمہیں میرا نمبر کیسے معلوم ہوا؟''

''جس ڈاکٹر نے تمہارے چہرے کی سرجری کی ہے۔ میں اس سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ تم اس پر تنویمی عمل کر رہی تھیں۔ اس وقت میں بھی اس کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ تمہاری آواز اور لب و لہجہ سن رہا تھا۔ مجھے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ تم اس سے سرجری کرانے والی ہو۔''

یہ سنتے ہی اس کے ہوش اڑ گئے۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپریشن کے دوران میں بے ہوش ہو گئی تھی اور دماغی کمزوری میں تو اب تک مبتلا ہوں۔ تو تم میرے دماغ میں بھی آ سکتے ہو؟''

''بے شک۔ آ سکتا ہوں۔ لیکن آ نہیں رہا ہوں۔ سوچا کہ اچانک آؤں گا تو خوف کے مارے تمہارا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ اسی لیے پہلے فون پر بول رہا ہوں۔''

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ دماغی طور پر کمزور ہے، فرہاد علی تیمور اس کے اندر آ سکتا ہے پھر بھی وہ یقین نہیں کرنا چاہتی تھی۔

بے یقینی سے بولی۔ ''سچ بتاؤ۔ کیا تم میرے اندر آ سکتے ہو؟''

''آ سکتا ہوں۔ لیکن کسی حسینہ کے اندر بغیر اجازت نہیں آنا چاہیے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ کیا اجازت ہے؟''

''تم میری دماغی کمزوری کا مذاق اڑا رہے ہو۔ میں اجازت نہ دوں تب بھی تم جب چاہو گے اندر چلے آؤ گے۔ اور میں تمہیں روک نہیں پاؤں گی۔''

''تم ڈرتی کیوں ہو؟ زندگی میں کسی نہ کسی کو تو اپنا ساتھی بنانا ہی پڑتا ہے۔ اس پر بھروسا کرنا پڑتا ہے۔ اگر تم مجھے چاہتی ہو۔ میری دیوانی ہو تو پھر مجھے دماغ کے اندر آنے دو۔ میں صرف تمہارے دل کا نہیں تمہارے دماغ کا بھی مالک بننا چاہتا ہوں۔''

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولی۔ ''اب تو تم بن کر ہی رہو گے۔ میں لاکھ کوشش کے باوجود بھی تمہیں روک نہیں پاؤں گی۔''

اس کا موبائل فون بند ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس نے میری آواز اپنے اندر سنی۔ ''آخر میں تمہارے اندر پہنچ ہی گیا۔ تم مجھے چاہتی بھی ہو، اور مجھ سے گھبراتی بھی ہو۔ آئندہ گھبرانا چھوڑ دو گی۔ عورت اس دنیا میں مرد کے زیر اثر رہنے کے لیے پیدا ہوتی ہے۔ جب سونیا جیسی ناقابل شکست عورت میری برتری تسلیم کرتی ہے تو تمہیں بھی تسلیم کر لینا چاہیے۔ اور آج سے تم یہی کرو گی۔''

وہ عاجزی سے بولی۔ ”تم مجھے اپنی معصولہ اور تابعدار بیوی سمجھو۔ تو میں سونیا کے سامنے بھی بے بس ہو کر رہوں گی۔ میں نے اس سے بھی دشمنی کی ہے، اس کی جان لینے کی کوشش کی ہے۔ اب وہ انتقام لے گی۔“

”فکر نہ کرو۔ وہ تم سے انتقام نہیں لے گی۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ اور آنکھیں بند کرلو۔“

میں اس کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ وہ میرے کسی بھی حکم سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے مجبوراً آنکھیں بند کر لیں۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ خود کو میرے حوالے کر دیا۔ میں نے ذرا سی دیر میں خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔

میں نے اسے ڈرائنس میں لانے یعنی اپنے زیر اثر لانے کے بعد کہا۔ ”بتاؤ۔ میں کون ہوں؟“

اس نے کہا۔ ”تم فرہاد علی تیمور ہو۔“

میں نے کہا۔ ”بے شک۔ میں فرہاد ہوں۔ لیکن وہ نہیں ہوں، جس سے تم اب تک ملتی رہی تھیں اور بولتی رہی تھیں۔ میں فرہاد کا ہمزاد ہوں۔“

وہ نومی کے ذہن میں ایسی بات نقش کر رہا تھا۔ جو ناقابل یقین تھی۔ چونکہ وہ معصولہ اور تابعدار بن چکی تھی۔ لہٰذا پلٹ کر اپنے عامل سے سوال نہیں کر سکتی تھی۔ سوال نہ کرنے کے باوجود یہ کبھی مان نہیں سکتی تھی۔ کہ فرہاد علی تیمور کا کوئی ہمزاد اس دنیا میں ہے۔ تمام بڑے ممالک اور خطرناک تنظیموں کے ریکارڈ روم جو میری لائف ہسٹری تھی، اس میں کہیں یہ ذکر نہیں تھا کہ فرہاد کے ساتھ کوئی اور فرہاد بھی پیدا ہوا تھا۔

یہ بات نہ ماننے کے باوجود وہ ماننے والی تھی۔ کیوں کہ اس کی معصولہ اور تابعدار بن چکی تھی۔ جو بھی باتیں وہ اس کے ذہن میں نقش کر رہا تھا۔ نومی اسی کو سچ تسلیم کرنے والی تھی۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ”چونکہ ہم ہمزاد ہیں۔ اس لیے دونوں بھائیوں کا مزاج ایک جیسا ہے۔ اسی لیے جو تعلیم اور تربیت اس نے حاصل کی جو ٹیلی پیتھی کا علم اس نے سیکھا ہے۔ وہی سب کچھ میں بھی سیکھتا رہا تھا۔“

اس نے نومی کو حکم دیا۔ ”تم کوئی سوال کیے بغیر، کوئی بحث کیے بغیر تسلیم کرلو کہ میں اس کا ہمزاد ہوں۔“

وہ ایک تابعدار کی حیثیت سے بولی۔ ”میں تسلیم کرتی ہوں کہ تم فرہاد علی تیمور کے ہمزاد ہو۔“

”تم دوسری سونیا ہو۔ فرہاد کی زندگی میں اس کی سونیا کی جگہ لینا چاہتی ہو۔ ویسے لاکھ کوشش کرلو۔ اس کی جگہ نہیں لے سکو گی۔ ہاں۔ یہ ضرور ہوگا کہ یہ فرہاد علی تیمور تمہیں اپنی سونیا بنا کر ایک نئے فرہاد اور سونیا کی داستان کا راوی بنے گا۔ آئندہ تم میری سونیا بن کر زندگی گزارتی رہو گی۔“

وہ تابعداری سے بولی۔ ”میں تمہاری سونیا بن کر تمہارے ساتھ زندگی گزارتی رہوں گی۔“

وہ اس پر تنویمی عمل کرتا رہا، اور اہم باتیں اس کے ذہن میں نقش کرتا رہا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ دو گھنٹے تک وہ تنویمی نیند سوتی رہے۔

جب وہ دو گھنٹے بعد واپس آیا تو نومی نیند پوری کر چکی تھی۔ آنکھیں کھولے بستر پر لیٹی اپنے بارے میں سوچ رہی تھی کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

پھر اسے یاد آیا کہ اس کے دماغ میں فرہاد آیا تھا۔ اور وہ فرہاد خود کو اصل فرہاد کا ہمزاد کہہ رہا تھا۔

وہ ایک تابعدار کی حیثیت سے سوچنے لگی۔ ”بے شک۔ وہ فرہاد کا ہمزاد ہے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے وہ نہ ملا یہ فرہاد تو مل رہا ہے۔ میں سونیا بن کر اُس کے ساتھ رہنا چاہتی تھی، نہ رہ سکی۔ لیکن اِس فرہاد کے ساتھ ایک کامیاب زندگی گزاروں گی۔ وہاں دوسری سوکن سونیا نہیں ہوگی۔“

وہ اپنے عامل فرہاد کے بارے میں سوچنے لگی۔ کہ جب وہ اس کا ہمزاد ہے تو یقیناً اسی فرہاد کی طرح ذہین، حاضر دماغ، شعلہ زدر اور ناقابل شکست بھی ہوگا۔ میں بھی سونیا سے کچھ کم نہیں ہوں۔ اب ہم سونیا اور فرہاد بن کر آج تک شہرت کمانے والے سونیا فرہاد سے زیادہ شہرت کمائیں گے۔ ایسے کارنامے انجام دیں گے کہ دنیا انہیں بھول کر ہمیں یاد کرتی رہے گی۔“

اسے اپنے فرہاد کی آواز سنائی دی۔ ”ہیلو سونیا! میں تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ تم اسی جذبے سے سوچو۔ ہم ضرور ان سونیا فرہاد سے زیادہ شہرت حاصل کریں گے۔“

اس نے پوچھا۔ ”کیا میرا نام سونیا رہے گا؟ کیا ہم کل کران کے مقابلے پر آسکیں گے؟“

”تمہارا نام سونیا ہی رہے گا۔ ہم جہاں بھی خیال خوانی کے ذریعے پہنچیں گے۔ وہاں سونیا اور فرہاد کہلائیں گے۔ جب بھی کوئی کارنامہ انجام دیں گے۔ تو ان ہی ناموں سے پہچانے جائیں گے۔ لیکن عام حالات میں سماجی معاشرتی زندگی گزارتے وقت ہمارا نام فرضی ہوگا۔ جب بھی ضرورت ہوگی ہم اپنا نام بدلتے رہیں گے۔“

”کیا تم یہاں استنبول میں ہو؟“

”یہاں ہوتا تو ابھی تمہارے پاس چلا آتا۔ میں پیرس میں ہوں۔ سونیا بُرکال سے جمائلہ کو ساتھ لے کر پیرس پہنچنے والی ہے۔ آج میں پہلی بار اس کے روبرو جاؤں گا۔ اور فرہاد کو اس کے پاس پہنچنے نہیں دوں گا۔“

”تم بہت بڑا خطرہ مول لینا چاہتے ہو۔ سونیا بہت مکار ہے۔ پہچان لے گی کہ تم اس کے فرہاد نہیں ہو۔“

”سونیا کے فرشتے بھی مجھے نہیں پہچان سکیں گے۔“

”کیا تم تنہائی میں سونیا کے ساتھ وقت گزارو گے؟“

”مجھے ایسا کوئی شوق نہیں ہے۔ میں صرف فرہاد کے لیے چیلنج بنا رہوں گا۔ آج سے وہ جو کرنا چاہے گا۔ وہ نہیں کر پائے گا۔ اس سے پہلے وہی کام میں کر گزروں گا۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ پھر کسی وقت آؤں گا۔“

”تم پہلی بار سونیا کے روبرو جا رہے ہو۔ مجھے بے چینی رہے گی کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ وعدہ کرو کہ تم آتے رہو گے۔ اور اپنے حالات سے آگاہ کرتے رہو گے۔“

”ہاں۔ تم میری سونیا ہو۔ میں تمہیں اپنے حالات نہیں بتاؤں گا تو اور کسے بتاؤں گا؟ ٹھیک ہے میں آتا جاتا رہوں گا۔“

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس نے سونیا اور میرے مقابلے پر آنے کے لیے بہت اچھی اور مضبوط پلاننگ کی تھی۔ وہ یہ جانتا تھا کہ میں سونیا کو ریسیو کرنے کے لیے ایئرپورٹ جاؤں گا۔ لیکن وہ وہاں جانا چاہتا تھا۔ اور وہاں جانے کے لیے مجھے راستے سے ہٹانا ضروری تھا۔

مجھے راستے سے ہٹانا میرے ارادے سے مجھے باز رکھنا اتنا آسان نہیں تھا۔ لیکن اس نے اس معاملے کو آسان بنا لیا تھا۔ میری لاعلمی میں میری گاڑی کے بریک کو ناکارہ بنا کر دور سے تماشا دیکھ رہا تھا۔

جب وہ میری گاڑی تک اور میرے کاٹیج تک پہنچ ہی چکا تھا، تو مجھے چھپ کر گولی بھی مار سکتا تھا۔ لیکن میری زندگی میں ایسے دشمن بھی آتے رہے ہیں، جو مجھے جان سے مارنا نہیں چاہتے تھے۔ مجھے اپاہج بنا کر میری بے بسی کا تماشا دیکھنا چاہتے تھے۔ اس کا خیال تھا کہ کار کے حادثے میں میری جان نہیں جائے گی، لیکن میں اپاہج ضرور ہو جاؤں گا۔

خدا کا شکر ہے کہ میرے ہاتھ پاؤں سلامت رہ گئے۔ وِنڈ اسکرین کے شیشے ٹوٹ کر میرے چہرے اور جسم میں پیوست ہوئے تھے۔ اور میرا سر بری طرح ڈیش بورڈ سے ٹکرا گیا تھا، اسی لیے بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔ اس نے مجھے عارضی طور پر بے دست و پا بنا دیا تھا۔

جہاز رن وے پر اتر چکا تھا۔ سونیا ایک طویل جدائی کے بعد پہلی بار مجھ سے ملنے آ رہی تھی۔ اپنی منزل تک پہنچ رہی تھی۔ لیکن چلتے چلتے کبھی کبھی راستے پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔ منزل بدل جاتی ہے۔ لوگوں کے نام بدل جاتے ہیں۔ کام بدل جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ لوگ بدل جاتے ہیں۔

اس نے ہیتھرو ہال سے باہر آ کر فرہاد علی تیمور کو دیکھا تو خوشی سے کھل گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی آ کر اس کے گلے لگ گئی۔ فرہاد نے اسے بڑی محبت سے بھینچتے ہوئے کہا۔ ”میری جان! تم کہاں بھٹکتی رہی تھیں؟ کتنا تڑپاتی رہی تھیں؟“

وہ ایک دم سے تڑپ کر الگ ہو گئی۔ وہ میلوں دور سے کسی کی بھی بو سونگھ کر اسے پہچان لیتی تھی۔ خواہ وہ کتنے ہی بہروپ میں رہے۔ اگرچہ وہ سونگھنے کی شدید حس اب نہیں رہی تھی۔ لیکن یہ صلاحیت بالکل ختم نہیں ہوئی تھی۔ اس فرہاد کے گلے لگتے ہی اسے پتا چل گیا کہ وہ پسینے کی مہک میری نہیں ہے۔

فرہاد نے حیرانی سے پوچھا۔ ”کیا ہوا۔ تم اس طرح اچانک الگ کیوں ہو گئیں؟“

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔ ”تم کون ہو؟“

وہ اندر سے ذرا گھبرایا پھر فوراً ہی ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے بولا۔ ”اچھا سمجھ گیا۔ تمہیں میری مخصوص مہک نہیں مل رہی ہے؟“

وہ گھور کر بولی۔ ”وضاحت کرو۔ مہک تبدیل کیسے ہو گئی؟“

”تم پچھلی زندگی بھول چکی تھیں۔ رفتہ رفتہ تمہیں بہت ساری باتیں یاد آ رہی ہیں۔ اور بھی یاد آتی رہیں گی۔ کیا کبھی حالات سے مجبور ہو کر ہم اپنے جسم کی مہک عارضی طور پر تبدیل نہیں کر لیتے ہیں؟“

سونیا ایک ذرا نرم پڑ گئی۔ وہ بولا۔ ”ایک دشمن میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اس کی سونگھنے کی حس بہت تیز ہے۔ اسے ڈاج دینے کے لیے میں ایک ایسا پرفیوم استعمال کر رہا ہوں جو انسانی پسینے کے مطابق تیار کیا گیا ہے۔“

سونیا کو یاد آیا کہ نومی نے اس کے پسینے کی مہک آرڈر دے کر تیار کرائی تھی۔ اور اسے اپنے بدن پر اسپرے کرنے کے بعد سونیا بن کر مجھے دھوکا دیا تھا۔

الپا اور کرونا اس کے اندر موجود تھیں۔ الپا نے کہا۔ ”مما! آپ کو الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پاپا درست کہہ رہے ہیں۔ آپ کی تسلی کے لیے میں ان کے دماغ میں جاتی ہوں۔ اگر یہی پاپا ہوں گے تو مجھے ان کے اندر جگہ مل جائے

گی۔"

وہ فرہاد خیال خوانی کی تکنیک کو اچھی طرح سمجھ کر آیا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ دو افراد کا لب ولہجہ بالکل ایک جیسا ہو آواز بھی ایک جیسی ہو۔ تو خیال خوانی کی لہریں پہلے اس کے اندر پہنچیں گی' جو دوسرے کے مقابلے میں قریب ہوگا۔

اس وقت میں دور کسی اسپتال میں تھا۔ اور وہ سونیا اور الپا کے قریب تھا۔ انہوں نے خیال خوانی کی پرواز کی تو اس فرہاد کے اندر جگہ مل گئی۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "میری ایک ہی بیٹی الپا ہے' یا کرونا بیٹی بھی آئی ہے؟"

دونوں نے خوش ہو کر کہا۔ "پاپا! ہم دونوں یہاں موجود ہیں۔"

وہ بولا۔ "اگر اطمینان ہو گیا ہو تو فوراً سونیا کے پاس واپس جاؤ۔ کیونکہ وہ دشمن کبھی بھی میرے دماغ میں آنے کی کوشش کرتا ہے۔ تم دونوں کی وجہ سے اسے میرے اندر جگہ مل جائے گی۔ میں یہ نہیں چاہتا۔"

وہ دونوں سونیا کے پاس آکر بولیں۔ "مما! یہی ہمارے پاپا ہیں۔ آپ سارے شبہات اپنے دل سے نکال دیں۔"

سونیا نے کہا۔ "تم میں سے کسی ایک کو اپنے پاپا کے اندر رہ کر ان کے چور خیالات پڑھنا چاہیے۔"

"مما! دشمن ان کے دماغ میں آنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ ہم میں سے کوئی ان کے اندر موجود رہے گا۔ تو وہ آسانی سے ان کے اندر جگہ پیدا کر سکتا ہے۔"

کرونا نے کہا۔ "پلیز۔ آپ شبہ نہ کریں۔ مطمئن ہو جائیں۔"

سونیا نے مسکرا کر فرہاد کو دیکھا۔ پھر جمائلہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اس سے ملو۔ یہ ہماری بیٹی جمائلہ ہے۔"

فرہاد نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ تو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے ساتھ آنے والی جمائلہ ہی ہو سکتی ہے۔"

پھر اس نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔ "اب تم ہماری بیٹی بن کر ہمیشہ ہمارے ساتھ رہا کرو گی۔"

وہ تینوں وہاں سے چلتے ہوئے پارکنگ ایریا میں آئے۔ پھر کار میں بیٹھ کر کاسچ کی طرف جانے لگے۔ فرہاد نے الپا کے اندر پہنچ کر پوچھا۔ "تمہارے حالات کیا ہیں؟ کیا تم سے دشمنی کرنے والے یہودی اکابرین اب بھی اپنے عہدوں پر فائز ہیں؟"

الپا نے کہا۔ "نہیں۔ ان میں سے کئی عہدے دار ملک چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ وہاں جو رہ گئے ہیں' انہوں نے اپنے عہدوں سے استعفا دے دیا ہے۔ اب وہاں نئی حکومت قائم ہونے والی ہے۔"

الپا سونیا کے اندر تھی۔ وہ بھی اس کے اندر رہ کر الپا سے باتیں کر رہا تھا۔ یہ تاثر دے رہا تھا کہ وہ صرف سونیا ہی کے نہیں الپا اور کرونا وغیرہ کے تمام حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔

اس نے پوچھا۔ "کیا وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا سلومن وکٹر اب بھی تل ابیب میں موجود ہے؟"

"نہیں۔ وہ شاید جا چکا ہے۔"

فرہاد نے کہا۔ "اگر وہ جا چکا ہے' تب بھی ہم اسے معاف نہیں کریں گے۔ وہ تم سے دشمنی کرنے اور تمہارے دشمنوں کی مدد کرنے تل ابیب آیا تھا۔"

وہ بولی۔ "یس پاپا! ہم صرف سلومن وکٹر کا ہی نہیں بلکہ امریکی اکابرین کا بھی محاسبہ کریں گے۔"

وہ بولا۔ "ہاں۔ آج جمائلہ کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیں۔ اس کے بعد ایسے دشمنوں سے نمٹ لیں گے۔"

پھر اس نے کرونا سے پوچھا۔ "تم آج کل کہاں ہو؟"

"پاپا! جب مجھے معلوم ہوا کہ مما جمائلہ کو لے کر یہاں آ رہی ہیں۔ تو میں بھی اسی شہر میں آ گئی ہوں۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ ہم جمائلہ کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے کے بعد تم سے ضرور ملیں گے۔"

وہ سب کاسچ میں پہنچ گئے۔ فرہاد نے کہا۔ "الپا اور کرونا! اب تم دونوں جاؤ۔ کبھی کبھی آتی جاتی رہنا اور ہماری خیریت معلوم کرتی رہنا۔ تمہیں بھی اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہنا چاہیے۔ ورنہ کوئی دشمن انجانے میں نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

وہ دونوں چلی گئیں۔ وہ تینوں کاسچ کے اندر آ گئے۔ فرہاد نے سونیا سے پوچھا۔ "کیا وہ جا چکی ہیں؟"

"ہاں اب وہ میرے اندر نہیں ہیں۔"

یہ سنتے ہی اس نے لباس کے اندر سے ریوالور نکالا اور اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ لیکن میرا مزاج اور میرے ارادے بدل چکے ہیں۔"

سونیا نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "یہ کیا مذاق کر رہے ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں کی آواز کے ساتھ

وہ جھجکتے ہوئے ایک اسٹور روم کی طرف چلی گئی۔ وہ بڑی توجہ سے سونیا کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "میں جانتا ہوں' تم کتنی مکار ہو؟ ایک لمحے کے لیے بھی میں تم سے غافل نہیں رہوں گا۔ اگر اپنی سلامتی چاہتی ہو تو اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "تمہیں جمائلہ سے کیا دلچسپی ہے؟ اسے اپنے ساتھ کیوں لے جانا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارے سوال کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا۔"

جمائلہ مضبوط رسیوں کا ایک بنڈل لے آئی۔ اس نے کہا۔ "اپنی اس مما کو کرسی کے ساتھ مضبوطی سے باندھو۔"

وہ بے بسی سے سونیا کو دیکھنے لگی۔ اس نے کہا۔ "بیٹی! کوئی بات نہیں۔ یہ جو کہتا ہے' وہی کرو۔ مجھے کتنے ہی بے بس اور مجبور بنانے والے آئے پھر خود ہی مجبور ہو کر اس دنیا سے چلے گئے۔"

جمائلہ نے اسے کرسی کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیا۔ اس نے جمائلہ کے بازو کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ "میں نے فرہاد کو حادثے سے دوچار کیا ہے۔ وہ ایک اسپتال میں پڑا ہوا ہے۔"

سونیا نے چونک کر سر اٹھاتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ بولا۔ "میں چاہتا تو اسے گولی مار سکتا تھا۔ اور میں چاہوں تو ابھی تمہیں گولی مار سکتا ہوں لیکن میں نے عہد کیا ہے کہ تم دونوں کو جان سے نہیں ماروں گا۔ آج تک تم نے جتنی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اتنی ہی ناکامیوں کا منہ تمہیں دکھاؤں گا۔ تم میاں بیوی جو بھی مہم سر کرنے نکلو گے۔ میں اس مہم کو تم سے پہلے سر کروں گا۔ اور قدم قدم پر تمہیں یقین دلاؤں گا کہ تم دونوں میرے سامنے کتنے بے بس اور مجبور ہو؟"

پھر اس نے جمائلہ سے کہا۔ "اسے دیکھ لو۔ اس کا میچ کو اچھی طرح یاد کر لو۔ اور میں اس اسپتال میں تمہیں لے جاؤں گا۔ وہاں تم فرہاد کو دیکھ لو۔ شام کا اندھیرا پھیلتے ہی جب تم تبدیل ہو جاؤ گی۔ تو خود ہی آندھی طوفان کی طرح ان کے پاس پہنچو گی۔ اور ان کی ہڈی پسلیاں توڑ کر رکھ دو گی۔ اب چلو یہاں سے....."

وہ اس کا بازو تھام کر اسے کھینچتا ہوا کاسچ سے باہر چلا گیا۔

سونیا کرسی پر بیٹھی رسیوں سے بندھی ہوئی تھی۔ کوئی اسے اس طرح بے بس نہیں کرسکتا تھا۔ اس کی طویل زندگی میں طویل جدوجہد کے دوران ایسا ستمگر کبھی نہیں آیا تھا۔ جس نے اسے بے دست و پا کردیا ہو۔ اس وقت بھی وہ میرے ہم زاد کہلانے والے فرہاد کے قابو میں نہیں آئی تھی۔ اس نے جان بوجھ کر اسے بازی جیت لینے کا جھانسا دیا تھا۔

ایک تو اس لیے کہ اس فرہاد نے آتے ہی گولی چلا کر اس کے بازو کو زخمی کیا تھا۔ وہ کسی کے ہاتھ سے ریوالور گرانے کی ایک سے ایک تکنیک جانتی تھی۔ پھر بھی اس نے کوئی جوابی کارروائی نہیں کی تھی۔

ایک تو یہ اندیشہ تھا کہ اگر وہ بغیر سوچے سمجھے فوراً ہی اس پر گولی چلا سکتا ہے تو جمائلہ کو بھی زخمی یا ہلاک کرسکتا ہے۔ اسے اپنی فکر نہیں تھی، وہ جانتی تھی کہ تھوڑی ہی دیر میں اس کا اپنا کوئی نہ کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر پہنچے گا اور وہ ان رسیوں سے رہائی پالے گی۔

ایک گولی اس کے بازو کے گوشت کو ایک ذرا سا ادھیڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔ زخم بہت گہرا نہیں تھا لیکن لہو بہہ رہا تھا۔ اس کو پروا نہیں تھی کہ لہو بہتا ہے تو بہتا رہے، وہ مرتی ہے تو مرتی رہے۔ وہ جمائلہ کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اور جاتے جاتے یہ پریشان کن خبر سنا گیا تھا کہ میں اسپتال میں پڑا ہوا ہوں۔

اس نے وضاحت نہیں کی تھی، کہ میں اسپتال میں کیوں پڑا ہوں؟ اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ بس یہ تاثر دے گیا تھا کہ ہم جیسے ناقابلِ شکست کہلانے والوں کے لیے بڑے مسائل پیدا کررہا ہے۔ اور آیندہ بھی بہت کچھ کرسکتا ہے۔

وہ جمائلہ کے ساتھ جاچکا تھا۔ اس کے جانے کے بعد پتا نہیں کتنا وقت گزرتا رہا، لہو بہتا رہا، اور وہ کمزوری محسوس کرتی رہی، پھر اچانک اسے اپنے اندر کرونا کی آواز سنائی دی۔ وہ پریشان ہوکر کہہ رہی تھی۔ ''مما! یہ آپ کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟''

''بیٹی! اس بہتے ہوئے لہو کو روکنا ہے۔ فوراً ہی فرسٹ ایڈ کا انتظام کرو۔''

اس نے پلک جھپکتے ہی تمام خیال خوانی کرنے والوں کو اس کے حالات سے آگاہ کیا۔ پیرس میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے کئی جاسوس تھے۔ کبریا نے فوراً ہی انہیں ہدایت کی کہ فوراً مما کے کاتیج میں پہنچو۔ انہیں فرسٹ ایڈ کی ضرورت ہے۔

ان کے پہنچنے تک تمام خیال خوانی کرنے والے اس کے خیالات پڑھتے رہے تو پتا چلا کہ میں بھی کسی اسپتال میں ہوں۔

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''میں سسٹر کے ساتھ پاپا کے پاس جارہی ہوں۔ تم سب مما کا خیال رکھو۔''

وہ اور الپا میرے دماغ میں پہنچ گئیں۔ اس وقت میرا آپریشن تھیٹر سے باہر لایا جارہا تھا۔ میرے چہرے اور جسم کے کئی حصوں میں کانچ کے ٹکڑے پیوست ہوگئے تھے۔ وہ سب کو نکالا گیا تھا۔ چہرے اور جسم کی مرہم پٹی کی گئی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک بے ہوش رہنے کے بعد ہوش میں آگیا تھا۔

الپا اور عالی پریشان ہوکر پوچھ رہی تھیں۔ ''پاپا! آپ کیسے ہیں؟ یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟''

''بیٹی! ہونے والی بات ہوکر ہی رہتی ہے۔ میری گاڑی کا بریک اچانک ہی فیل ہوگیا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ حادثے سے دوچار ہوکر یہاں پہنچا ہوا ہوں۔''

عالی نے کہا۔ ''پاپا! وہ بریک اچانک فیل نہیں ہوا تھا۔ آپ کے خلاف سازش ہوئی ہے۔ ایک دشمن آپ کو بیمار اسپتال پہنچا کر خود فرہاد بن کر ایئرپورٹ پہنچا ہوا تھا۔ اس نے وہاں مما اور جمائلہ کو ریسیو کیا تھا۔''

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

الپا نے کہا۔ ''یہ درست کہہ رہی ہے۔ پتا نہیں وہ کون دشمن ہے؟ خود کو فرہاد علی تیمور کہتا ہے۔ اس نے کاتیج پہنچ کر مما کو گولی ماری ہے۔ ان کا بازو زخمی ہوگیا ہے۔ وہ انہیں ایک کرسی سے باندھ کر جمائلہ کو ساتھ لے گیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''یا خدا! میں سمجھ رہا تھا کہ مجھے اتفاقاً حادثہ پیش آیا ہے لیکن یہاں تو ہمارے خلاف زبردست سازش ہو رہی ہے۔''

مجھے اپنے اندر کبریا کی آواز سنائی دی۔ ''پاپا! آپ کیسے ہیں؟''

''بیٹے! میں ٹھیک ہوں۔ بس ذرا سا زخمی ہوگیا ہوں۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''میں نے تمہیں مما کے پاس رہنے کو کہا تھا۔ یہاں کیوں آگئے؟''

''وہاں کرونا اور ہمارے کئی خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔ مما کی مرہم پٹی ہورہی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''الپا میرے پاس رہے گی۔ تم دونوں جاؤ اور یہ معلوم کرو کہ تمہاری مما کے پاس فرہاد بن کر آنے والا کون تھا؟ اور اس کے متعلق تمہاری مما کی ریڈنگ کیا ہے؟''

وہ دونوں اپنی ماں کے پاس آگئے۔ اس سے سوالات کرنے لگے۔ اس نے کہا۔ ''میں تو ایئرپورٹ میں ہی اس پر شک کررہی تھی۔ مجھے تمہارے پاپا کے پسینے کی مہک اس کے بدن سے نہیں مل رہی تھی۔ اور وہ باتیں، بنا رہا تھا کہ اس نے دوسرے پرفیوم کے ذریعے اپنی قدرتی مہک کو عارضی طور پر ختم کردیا ہے۔ تاکہ دشمن اس کی بُو نہ پہچان سکیں۔''

''اس وضاحت کے باوجود میں اس پر شبہ کررہی تھی۔ الپا کرونا نے اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے تو وہ اندر سے بھی بالکل تمہارے پاپا جیسا ہی تھا۔ وہی آواز اور وہی لب ولہجہ تھا۔ وہی بولنے کا انداز تھا۔ الپا اور کرونا کو یقین کرنا پڑا کہ وہ فرہاد ہی ہے۔ میں نے بھی یقین کرلیا۔''

کبریا نے پوچھا۔ ''جب اس نے کاتیج میں آکر اپنی اصلیت ظاہر کی تو کرونا اور سسٹر آپ کے پاس نہیں تھیں؟''

''نہیں۔ اس بہروپیے فرہاد نے ان سے کہا تھا کہ وہ اب جاسکتی ہیں۔ انہیں بھی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہنا چاہیے۔ وہ بیچاری چلی گئیں۔ ان کے جاتے ہی اس نے اپنی اصلیت دکھائی۔ اس سے پہلے کہ میں اس پر حملہ کرتی اس نے گولی مار کر مجھے زخمی کردیا۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ جمائلہ کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرے۔ حالات کا تقاضا یہی تھا کہ میں جمائلہ کو اس کے ساتھ جانے دیتی اور وہ اسے اپنے ساتھ لے گیا۔''

''وہ اپنے بارے میں کیا کہہ رہا تھا؟''

''بکواس کررہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ تمہارے پاپا کا ہمزاد ہے۔ تمہارے پاپا نے اب تک دنیا والوں کے سامنے اپنی غلط ہسٹری پیش کی ہے۔ اور اپنے اس بھائی کی پوری ہسٹری چھپائی ہے۔ جو ان کے ساتھ پیدا ہوا تھا۔ اب وہ دنیا والوں پر ثابت کرے گا کہ فرہاد کا ہمزاد ہے اور کسی معاملے میں بھی فرہاد سے کم نہیں ہے۔''

کبریا نے میرے پاس آکر اس کے بارے میں بتایا پھر کہا۔ ''مما اس کے متعلق صرف اس حد تک ہی معلومات رکھتی ہیں۔ پتا نہیں وہ اچانک کہاں سے آپ کا ہمزاد بن کر آگیا ہے؟ اس کا یہ پہلا حملہ بتا رہا ہے کہ وہ ہم سب کے متعلق بڑی گہری معلومات رکھتا ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''وہ جمائلہ کے بارے میں بھی یقیناً بہت کچھ جانتا ہے۔ اس لیے اسے اپنے ساتھ لے گیا ہے۔''

میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''الپا! تم ہماری طرح ایک طویل عرصے سے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہو۔ ذرا معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ یہ شخص کون ہوسکتا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی خاموشی سے اپنے ہاتھ پاؤں پھیلا رہے ہیں۔ ایک طرف ان کا ٹیلی پیتھی جاننے والا سلومن وکٹر میرے خلاف محاذ بنانے تل ابیب پہنچ گیا تھا۔ دوسرا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا وائس مین انٹیلی جنس والوں کی مدد کرنے ہندوستان پہنچا ہوا ہے۔ اور وہاں اعلیٰ بی بی، پارس اور پورس کے لیے پرابلم بن رہا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''وہ بڑی رازداری سے ہندوستان آیا ہوا تھا۔ اگر میں دوران کو اپنا تابعدار نہ بناتا اور اس کے چور خیالات نہ پڑھتا تو مجھے اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بارے میں کبھی کچھ معلوم نہ ہوتا۔''

کبریا نے کہا۔ ''ہم سمجھ رہے تھے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک عرصے سے خاموش بیٹھے ہیں۔ اور اب ہمارے کسی بھی معاملے میں دخل اندازی نہیں کررہے ہیں لیکن وہ چوری چھپے بہت کچھ کررہے ہیں۔''

الپا نے کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ اسی طرح کوئی اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کا ہمزاد بن کر ہمیں دھوکا دینے آیا ہے۔''

کبریا نے کہا۔ ''وہ کسی اور طرح بھی خاموشی اور بڑی رازداری سے ہمارے خلاف محاذ قائم کرسکتا تھا لیکن وہ پاپا کا ہمزاد بن کر کیوں آیا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''فی الحال تو میری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ وہ فرہاد علی تیمور بن کر میری جگہ لینا چاہتا ہے، اور اس کے لیے سب سے پہلے میرا ہمزاد بن کر میری لائف ہسٹری کو غلط ثابت کرنا چاہتا ہے۔''

ہم تھوڑی دیر تک خاموشی سے اپنی اپنی جگہ سوچتے رہے پھر میں نے کہا۔ ''فی الحال ہم اس کے متعلق اپنے اپنے طور پر ہی اندازے قائم کرسکتے ہیں۔ آیندہ وہ ہم پر حملے کرے گا یا کسی معاملے میں مداخلت کرے گا تو اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہوتی رہیں گی۔''

الپا نے کہا۔ ''پتا نہیں وہ کم بخت آیندہ کس طرح حملہ کرے گا یوں چھپ کر حملہ کرے گا تو ہم کوئی جوابی کارروائی نہیں کرسکیں گے۔''

''بیٹی! یہ نہ کہو کہ اس نے چھپ کر حملہ کیا۔ ہاں۔ اس نے میرے سامنے آنے کی جرأت نہیں کی۔ میری گاڑی کا بریک فیل کردیا لیکن اس نے سونیا کے روبرو آکر اسے زخمی کیا ہے۔ اگرچہ اس نے دشمنی کی ہے لیکن ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہیے

کہ وہ بہت دلیر ہے۔"

الپا نے کہا۔ "ہاں۔ یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ مما کے مقابلے پر آنے والا بچ کر نہیں جاتا۔ ان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ اس نے پہلی ہی بار مما کے سامنے آنے کا خطرہ مول لیا ہے، آئندہ ایسا نہیں کر سکے گا۔"

ہم اس کے بارے طرح طرح کی باتیں سوچ سکتے تھے۔ اندازے قائم کر سکتے تھے لیکن حقیقتاً یہ نہیں جان سکتے تھے کہ وہ کون ہے اور آئندہ کیا کرنے والا ہے؟

فرہاد کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ جمائلہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "تم مجھے اپنے ساتھ لے جا رہے ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن تم نے مما کو زخمی کر کے اچھا نہیں کیا۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ابھی تم کچھ بھی کہہ لو۔ جب رات ہو گی اور تم تبدیل ہو جاؤ گی تو اس کے برعکس کہو گی کہ میں نے اسے زخمی کر کے اچھا کیا۔ کیونکہ وہ تمہاری دشمن تھی۔ تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں لے جا کر ہمیشہ کے لیے ابوالہول سے دور کر دینا چاہتی تھی۔"

وہ چپ رہی، یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا جواب دے؟ بے چاری نیکی اور بدی، خیر اور شر کے درمیان الجھی رہتی تھی۔ اگر اس وقت سونیا اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جاتی تو وہ بہت خوش ہو کر وہاں جاتی۔ اب فرہاد اسے ادارے سے دور کر رہا تھا۔ تب ہی وہ چپ تھی۔ ایسا کرنے سے خوش تو نہیں تھی لیکن اعتراض بھی نہیں کر رہی تھی۔

اس نے پوچھا۔ "کیا تم واقعی ابوالہول کے غلام ہو؟"

"ہاں۔ میں اسے بڑی پُراسرار قوتوں کا مالک سمجھتا ہوں۔ اور اس کی پرستش کرتا ہوں۔"

"میں کیسے مان لوں کہ تم سچ کہہ رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "تم مجھ پر شبہ کیوں کر رہی ہو؟"

"اب سے پہلے بھی وردان نامی ایک نیلی پیتھی جاننے والا ابوالہول کا غلام بن کر آیا تھا۔ اور مجھے دھوکا دے رہا تھا۔"

"پھر تمہیں کب پتا چلا کہ وہ تمہیں دھوکا دے رہا ہے؟"

وہ بولی۔ "جب میں رات کو تبدیل ہوئی تو سارا بھید کھل گیا۔"

"تو پھر انتظار کرو۔ آج رات کو جب تبدیل ہو گی تو میری حقیقت سامنے آ جائے گی۔ میں نہ جھوٹ بول رہا ہوں، نہ دھوکا دے رہا ہوں۔"

وہ بولی۔ "تم نے مما کو رسیوں سے باندھ دیا۔ انہیں بے بس کر دیا لیکن ان کے تمام نیلی پیتھی جاننے والے ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے۔"

"وہ تلاش کرتے ہی رہ جائیں گے۔ تم فکر نہ کرو۔"

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

اس نے ونڈ اسکرین کے پار اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہاں دیکھ رہی ہو، بہت اونچی دیوار دکھائی دے رہی ہے۔"

"ہاں۔ وہ بہت دور تک گئی ہے۔ کیا یہ کسی قلعے کی دیوار ہے؟"

"نہیں۔ یہ بابا صاحب کا ادارہ ہے۔"

اب وہ کار دیوار کے ساتھ والی شاہراہ پر دوڑ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "یہ دیوار دس میل تک مشرق کی طرف اور وہاں سے گھوم کر دس میل تک شمال کی طرف گئی ہے۔ یعنی ادارہ دس میل کے رقبے تک پھیلا ہوا ہے۔"

وہ کھڑکی سے جھانک رہی تھی، بڑی حیرانی سے دیوار کو دیکھ رہی تھی۔ اور کہہ رہی تھی۔ "اوگاڈ! کتنی اونچی فولادی دیوار ہے؟ دور تک کوئی دروازہ کوئی روشندان نہیں ہے۔"

"ہاں۔ صرف ایک بہت بڑا صدر دروازہ ہے، چاروں طرف دیوار ہی دیوار ہے۔ کوئی چھوٹا سا سوراخ تک نہیں ہے۔"

"کیا یہ لوگ باہر جانے کے لیے صرف ایک ہی دروازہ استعمال کرتے ہیں؟ اگر آٹھ دس میل دور رہنے والوں کو ایمرجنسی ہو اور انہیں دوسری طرف سے باہر نکلنا ہو تو وہ کیا کرتے ہیں؟ کیا وہ اتنی دور سے گھوم کر اس صدر دروازے تک آتے ہیں؟"

"میں یہاں کے اندرونی معاملات سے زیادہ واقف نہیں ہوں۔ بس کسی حد تک جانتا ہوں۔ ان کے پاس کئی ایئر کاپٹرز کے علاوہ ٹوسیٹر اور فور سیٹر طیارے ہیں۔ یقیناً ہنگامی حالات میں انہیں استعمال کیا جاتا ہو گا۔"

وہ کار صدر دروازے کے قریب پہنچ رہی تھی۔ جمائلہ کا دل ادھر کھنچا جا رہا تھا۔ اس کا ایمان اور اس کے نیک جذبات اندر ہی اندر مچل رہے تھے۔ کسی بھی طرح اس ادارے کے اندر پہنچنا چاہتے تھے۔

کار دروازے کے قریب پہنچ رہی تھی اور اسے یوں لگ رہا تھا جیسے فرہاد اسے اس ادارے کے اندر لے جانے والا ہو لیکن وہ قریب پہنچتے پہنچتے دوسری طرف مڑ گیا۔

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "یہ تم کہاں جا رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "اس صدر دروازے کے سامنے ہی کئی خوبصورت بنگلے تمہیں دکھائی دے رہے ہیں۔ ان میں سے

ایک بنگلا ہمارا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "تم سونیا اور فرہاد سے دشمنی کر رہے ہو۔ اور اس ادارے کے ٹھیک سامنے کسی بنگلے میں مجھے رکھنا چاہتے ہو۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "یہی تو ذہانت ہے۔ دشمنوں کی ناک کے نیچے رہو تو وہ ساری دنیا میں تلاش کرتے پھرتے ہیں اور یہ سمجھ نہیں پاتے کہ وہ بال ناک کے اندر ہی ہے جو ان کے لیے وبال بنا ہوا ہے۔"

پھر وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "اور یہ تو پرانی کہاوت ہے کہ چور بغل میں ہوتا ہے اور اسے تلاش کرنے کے لیے شہر بھر میں ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ ہم ان کی بغل میں ہی رہیں گے۔ اور یہ ہمیں تلاش کرتے کرتے تھک جائیں گے۔"

بابا صاحب کے ادارے کے ساتھ ایک بہت چوڑی شاہراہ گزرتی تھی۔ شاہراہ کے اُس پار دو گز کی دوری پر ایک خوبصورت سا علاقہ تھا۔ وہاں دور تک ایک ہی طرز کے بنگلے بنے ہوئے تھے۔ وہ دونوں ان میں سے ایک بنگلے میں آ گئے۔

فرہاد نے کہا۔ "یہاں تمہاری ضرورت کا ہر سامان موجود ہے۔ ویسے تم دیکھ لو، اگر کسی چیز کی کمی ہو گی تو میں ابھی لے آؤں گا۔"

وہ تھکے ہوئے انداز میں ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "اگرچہ سفر لمبا نہیں تھا مگر حالات نے مجھے تھکا دیا ہے۔ یوں کہنا چاہیے۔ آج تم نے مما کے ساتھ جیسی زیادتی کی اس کے بارے میں سوچتی ہوں تو تھک جاتی ہوں سمجھ میں نہیں آتا میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور مجھے جو ابا کیا کرنا چاہیے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "تم فی الحال جو ابا کچھ نہیں کر پاؤ گی۔ البتہ رات ہوتے ہی تمہاری سمجھ میں آ جائے گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے؟"

ایسے وقت وہ سانس روک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ فرہاد نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ اسے گھور کر دیکھتے ہوئے بولی۔ "کیا تم ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتے تھے؟"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں۔ معلوم ہوتا ہے، تمام خیال خوانی کرنے والے مما کے پاس پہنچ گئے ہیں اور انہیں میری واردات کا علم ہو چکا ہے۔ تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی انہیں بھگاتی رہو۔"

وہ بولی۔ "میں مما کی خیریت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ تم نہیں جانتے، میں ان سے کتنی محبت کرتی ہوں۔"

"ہاں۔ نہیں جانتا۔ لیکن سمجھ سکتا ہوں۔ اس نے تمہیں بری طرح متاثر کیا ہے۔ بیٹی بنا کر تمہارے جذبات سے کھیل رہی ہے۔ بہرحال دن کی روشنی تک تو میں اسے برداشت کر لوں گا۔ کیونکہ رات کے بعد تم خود ہی اس سے نفرت کرنے لگو گی۔ جس کے لیے ابھی محبت سے تڑپ رہی ہو۔"

اس نے پھر سانس روک کر اسے دیکھا۔ وہ بولا۔ "میں سمجھ رہا ہوں۔ وہ بار بار آئیں گے، یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ میں تمہیں کہاں لے گیا ہوں اور تمہارے ساتھ کیسا سلوک کر رہا ہوں؟"

وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "وہ تمہارے ذریعے میرے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کرنا چاہیں گے۔"

"میں نہیں جانتی، وہ تمہارے خلاف اور تم ان کے خلاف جو چاہو کرو لیکن میں مما کی خیریت معلوم کروں گی۔ وہ زخمی ہو گئی ہیں۔"

فرہاد نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ "اچھی بات ہے۔ فون کے ذریعے ان سے رابطہ کرو لیکن خبردار! بھول سے بھی اس علاقے کا ذکر نہ کرنا۔"

وہ اپنے بیگ سے موبائل فون نکالتے ہوئے بولی۔ "تمہارا شکریہ۔ میں تو اپنے موبائل فون کو بھول ہی گئی تھی۔"

اس نے سونیا کے نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا۔ "ہیلو مما! میں بول رہی ہوں۔"

سونیا نے پوچھا۔ "بیٹی! تم سانس کیوں روک لیتی ہو؟ میری بچی تمہارے پاس آ کر بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم کہاں ہو؟ ہم تمہیں اس بہروپیے فرہاد سے نجات دلا کر لے آئیں گے۔"

"مما! میں بڑی الجھن میں ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا، ایسے وقت کیا کروں؟"

"جو کہہ رہی ہوں، وہی کرو۔ جہاں جہاں سے گزر رہی ہو۔ وہاں کی خاص باتیں نوٹ کرو۔ دکانوں کے سائن بورڈ پڑھ کر مجھے بتاؤ۔ وہاں اس علاقے کا نام وغیرہ درج ہو گا۔"

"میں پہلی بار پیرس آئی ہوں۔ کسی علاقے کا نام نہیں جانتی۔ آپ کہہ رہی ہیں تو یاد آ رہا ہے کہ مجھے بڑی بڑی دکانوں کے سائن بورڈ پڑھنا چاہئیں۔ اور یہاں کے خاص علاقوں کی کوئی یادگار بھی ذہن میں رکھنا چاہیے۔ تاکہ میں آپ کو بتا سکوں۔"

سونیا نے پوچھا۔ "تم اس وقت کہاں سے گزر رہی ہو؟ توجہ سے دیکھو اور مجھے بتاؤ۔"

''مما! ابھی تو میں ایک بند کمرے میں ہوں۔ پتا نہیں' یہ مجھے کہاں لے آیا ہے؟ یہاں سے نکلوں گی یا یہ مجھے کہیں لے جائے گا تو اب آس پاس کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھوں گی اور انہیں یاد کر کے آپ کو بتاؤں گی۔''

''ابھی تم میری بچی کو اپنے اندر آنے دو۔ سانس نہ روکو۔''

وہ بولی۔ ''سوری مما! یہ میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے اور اس کا حکم ہے کہ میں کسی کو اپنے دماغ میں نہ آنے دوں۔ جس طرح میں آپ سے محبت کر رہی ہوں، آپ کی ہر بات مان رہی ہوں۔ اسی طرح اس کی بات بھی اس لیے مان رہی ہوں کہ یہ میرے ابوالہول کا غلام ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''وہ غلام نہیں ہے۔ تم سے جھوٹ بول رہا ہے۔ تمہیں اُسی طرح دھوکا دے رہا ہے، جس طرح اب سے پہلے دردان دے چکا ہے۔''

''یہ بات میں اس سے کہہ چکی ہوں کہ اگر یہ بھی دردان کی طرح مجھے فریب دے رہا ہے تو رات ہوتے ہی مجھے اس کی اصلیت معلوم ہو جائے گی۔ پھر یہ مجھ سے بچ نہیں پائے گا۔''

''ٹھیک ہے۔ تم ابھی ہوئی ہو۔ ہم سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں رکھنا چاہیں۔ کوئی بات نہیں۔ فون پر تو رابطہ رکھو گی؟''

''ہاں مما! میں فون پر آپ سے باتیں کرتی رہوں گی۔''

فرہاد نے اس سے فون چھین کر اپنے کان سے لگایا۔ پھر کہا۔ ''ہیلو۔ سونیا! میرا دیا ہوا زخم کیسا ہے؟''

سونیا نے کہا۔ ''بہت اچھا ہے۔ پہلی بار زخم کھانے کا مزہ آ رہا ہے۔ میرا وعدہ ہے، میں تمہیں بھی ایسے مزے لوٹنے کے بہت سے مواقع دوں گی۔ اتنے زخم کھاؤ گے کہ مزہ ہی مزہ آتا رہے گا۔''

''بہت بولتی ہو۔ کیا تم نے اپنے فرہاد کی خبر لی؟ وہ شیر تیر بجنے والا کچرے کی طرح کسی اسپتال میں پڑا ہوگا۔''

''تم نے اس کے لیے چیلنج بن کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اب خودی اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھ لو کہ وہ اسپتال میں پڑا ہوا ہے یا سائے کی طرح تمہارے ساتھ ساتھ لگا ہوا ہے؟''

''میں نہیں مانتا کہ وہ اتنی جلدی اسپتال سے اٹھ کر میرے پیچھے چلا آئے گا۔ وہ بری طرح زخمی ہوا تھا۔ اور ابھی کئی دنوں تک یا کئی گھنٹوں تک خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا۔''

''پھر تو تمہارے لیے یہ سنہری موقع ہے۔ وہ دماغی طور پر کمزور ہے۔ فوراً جاؤ اور اس کے دماغ پر قبضہ جما لو۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لو۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''میں ایسا نادان نہیں ہوں، یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ اب تک تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج اس کے دماغ میں پہنچ گئی ہوگی۔ اور اسے ہر طرح کا تحفظ دے رہی ہوگی۔''

وہ ہنسنے لگی۔ اس نے کہا۔ ''تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے، میں جمائلہ کا یہ فون بند کر رہا ہوں۔ اب اس فون پر تم اس سے کبھی بات نہیں کر سکو گی۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ جمائلہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا۔ ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم فون پر مجھے کسی سے باتیں نہیں کرنے دو گے؟''

''میں جو کر رہا ہوں' تمہاری بھلائی کے لیے کر رہا ہوں۔ ابھی میری یہ حرکت تمہیں اچھی نہیں لگے گی۔ بعد میں تم خود ہی قائل ہو جاؤ گی۔''

اس نے سر جھکا لیا۔ اس وقت وہ دوراہے پر تھی۔ فرہاد صاحب کے ادارے کے اتنے قریب آنے کے بعد دل ادھر کھنچا جا رہا تھا لیکن دوسری طرف خود کو ابوالہول کا غلام کہنے والا اس کے بہت ہی قریب تھا۔ دل اس کی طرف بھی مائل تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اسے ان حالات میں کیا کرنا چاہیے؟

جب کچھ سمجھ میں نہ آئے تو انسان حالات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔ اس نے بھی سر کو جھکا لیا تھا۔

☆☆☆

اعلیٰ بی بی میرے پاس تھی اور کبریا اپنی ماں سونیا کے پاس تھا۔ ہم دونوں ہی زخمی تھے۔ مرہم پٹی ہو چکی تھی لیکن جب تک دماغی توانائی حاصل نہ ہوتی تب تک ہمارے خیال خوانی کرنے والوں میں سے کوئی نہ کوئی ہمارے پاس ضرور موجود رہتا۔

الپا نے کہا۔ ''پاپا! میں اسرائیلی اور امریکی اکابرین کا محاسبہ کرنے جا رہی ہوں۔ ہمیں جلد سے جلد معلوم کرنا چاہیے کہ یہ آپ کا نام لے کر وارادات کرنے والا کون پیدا ہو گیا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''بے شک۔ تم جاؤ۔ اعلیٰ بی بی اور کبریا چار گھنٹوں تک ہمارے پاس رہیں گے۔ ان کے بعد تم اور کرونا ہمارے پاس آ کر رہو گی۔ ان چار گھنٹوں میں تم اُن دشمنوں کا محاسبہ کرو۔''

کرونا نے کہا۔ ''پاپا! اگر الپا مناسب سمجھے تو میں اس کے ساتھ رہ کر ان دشمنوں کا محاسبہ کرنا چاہتی ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیوں الپا! تمہارا کیا خیال ہے؟''

وہ بولی۔ ''میں کرونا کو دیکھ کرتی ہوں۔ اس نے ہماری مما کا اس وقت ساتھ دیا ہے، جب ہم ان سے غافل تھے اُن کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ میں کرونا کی بہت عزت کرتی ہوں۔ اور کرتی رہوں گی۔''

کرونا نے کہا۔ ''شکریہ الپا! میں تمہارے دماغ میں آ رہی ہوں۔ تم مجھے اُن اکابرین تک پہنچاتی رہو۔ میں سختی رہوں گی کہ تم ان سے کیا کہہ رہی ہو اور کیا چاہتی ہو؟ پھر اسی کے مطابق میں بھی اُن کے ساتھ وہی سلوک کرتی رہوں گی۔''

وہ الپا کے اندر آ گئی۔ وہ اسے لے کر آرمی افسر کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے یہودی اکابرین کو وارننگ دی تھی کہ جو اپنے عہدوں سے استعفیٰ نہیں دے گا، اقتدار کی کرسی نہیں چھوڑے گا یا یہ ملک چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ وہ اس کا کام تمام کر دے گی۔

وہ دونوں جس اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچیں۔ وہ الپا کا دشمن تھا۔ اس کے علاوہ اور چھ اکابرین ایسے تھے جو الپا کے پیغام کو خاطر میں نہ لا کر وہیں رُکے ہوئے تھے۔ وہ تمام اکابرین پھر سے اس کے خلاف محاذ آرائی کر رہے تھے، وہاں کی عوام کو اس کے خلاف بھڑکا رہے تھے۔

ایک وسیع و عریض میدان میں لوگ لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو رہے تھے۔ اُن اکابرین نے ریڈیو، ٹی وی اور میڈیا کے مختلف ذرائع سے عوام سے التماس کی تھی کہ وہ آج شام چار بجے اس میدان میں جمع ہو جائیں۔ وہ ان کے سامنے ایسے ٹھوس حالات پیش کرنا چاہتے ہیں جن کے بارے میں عام افراد نہیں جانتے۔ کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا درپردہ اپنے وطن اور اپنی یہودی قوم کو بہت زبردست نقصان پہنچا رہی ہے۔

اسرائیلی اکابرین میں سے چھ افسران اور تین آرمی کے افسران الپا کی شدید مخالفت کرتے آ رہے تھے۔ انہوں نے بہت بڑے جلسے کا انتظام کیا تھا۔ اور اس وقت وہ سب وہاں ایک اونچے اسٹیج پر آ کر بیٹھے ہوئے تھے۔

ایک آرمی افسر مائیک کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ ''یہ ہم مانتے ہیں اور ہماری پوری قوم مانتی ہے کہ الپا نے کئی برسوں تک خیال خوانی کے ذریعے اپنے ملک و قوم کی بہت خدمت کی لیکن پھر اچانک ہی اس کے مزاج میں تبدیلی آ گئی۔ وہ مسلمانوں کی حمایت کرنے لگی۔ بلکہ ان سے رشتہ داری بھی کی۔ ایک مسلم سے شادی کر کے اس کی بیٹی پیدا کی۔ تب سے وہ یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان الجھ گئی۔ دوہری پالیسیوں پر عمل کرنے لگی ہے۔''

عوام بڑی توجہ سے سن رہی تھی۔ وہ بولا۔ ''جب ہم نے الپا کا محاسبہ کیا تو وہ ہماری دشمن بن گئی۔ ہمیں دردہ نقصان پہنچانے لگی۔ عوام یہ نہیں جانتی کہ ہم نے اس کے کتنے مظالم برداشت کیے ہیں' آج بھی کر رہے ہیں اور اپنی قوم کی خاطر آئندہ بھی جان پر کھیلتے رہیں گے۔''

تھینکس گاڈ کہ ہم نے ایک برس پہلے اسے یہاں سے فرار ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ مسلمانوں کی گود میں جا کر بیٹھ گئی تھی۔ ہم سے دشمنی کرتی آ رہی تھی اور ہم جواباً اس کا مقابلہ کر رہے تھے۔ وہ اسرائیل کو دو حصوں میں تقسیم کر دینا چاہتی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ یہاں ایک حصے میں ہم یہودی حکمران رہیں گے اور دوسرے حصے میں فلسطینی مسلمانوں کی حکومت رہے گی۔ یہ ہم نے نہ پہلے کبھی تسلیم کیا اور نہ ہی آئندہ کبھی تسلیم کریں گے۔''

اس بات پر لوگ تالیاں بجانے لگے اور الپا کے لیے ''شیم.... شیم....'' کہنے لگے۔

ان مخالف اکابرین نے یہ طے کیا تھا کہ وہ امریکی خیال خوانی کرنے والے سلومن وکٹر کا ذکر نہیں کریں گے، اپنی قوم کو یہ نہیں بتائیں گے کہ وہ الپا کے مقابلے میں ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں لائے ہوئے تھے۔

اگر وہ ایسا کہتے تو پوری قوم اعتراض کرتی کہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کو ہٹا کر ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کیوں لایا گیا ہے؟ وہاں کے دانشور، دوسرے سیاستداں اور اپوزیشن میں رہنے والے سب ہی اعتراض کرتے۔ یہ کہتے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں آ کر ہمارے اہم راز چرا کر امریکا پہنچا سکتا ہے۔

وہ آرمی افسر مائیک کے سامنے کہہ رہا تھا۔ ''یہ ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کسی کے بھی دماغ میں گھس کر اسے ہلاک کر دیتی ہے۔ اس کے باوجود یہ ہمارا ہی حوصلہ ہے کہ اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ خیال خوانی نہ جانتے ہوئے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آپ کی خاطر، اپنے ملک کی خاطر اس کا مقابلہ کر رہے ہیں۔''

ایسے وقت الپا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق کہنے لگا۔ ''آخر ہم کب تک ٹیلی پیتھی کے بغیر الپا کا مقابلہ کر سکتے تھے؟ ہم نے مجبور ہو کر امریکی ٹیلی پیتھی

جاننے والوں کی مدد حاصل کی۔ پھر وہاں سے ایک خیال خوانی کرنے والے سلومن ڈکنز کو یہاں بلایا۔"

اس کی یہ بات سنتے ہی اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تمام دشمن اکابرین چونک گئے۔ پریشان ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے' آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "یہ کیا بکواس کر رہا ہے؟ اسے ایسا کہنے سے روکا جائے۔"

ادھر وہ مائیک کے سامنے کھڑا کہہ رہا تھا۔ "ہم یہ جانتے ہیں کہ امریکا ہمارا دوست ہے، ہمارا سرپرست ہے، ہماری بہت بڑی طاقت ہے۔ اس کے باوجود آج تک ہم نے اپنی کوئی کمزوری امریکی حکمرانوں کے ہاتھوں میں نہیں دی لیکن اب مجبور ہو کر ہم نے وہاں کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں بلایا ہے۔"

مجمع میں بیٹھے ہوئے ایک سیاستدان نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ تو آپ لوگوں نے بہت بڑی حماقت کی ہے۔ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں پہنچتے ہی اعلیٰ عہدیداروں کے دماغوں میں جائے گا۔ اور اُن کے ذریعے ریکارڈ روم میں گھسے گا۔ وہاں سے ہمارے بہت سے راز چرا کر لے جائے گا۔"

دوسری طرف سے ایک اور شخص نے اٹھ کر چیختے ہوئے کہا۔ "اور اس طرح ہماری بہت سی کمزوریاں امریکی حکام کے ہاتھوں میں چلی جائیں گی۔"

کرونا اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولنے لگا۔ "یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ الپا ہماری یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والی تھی۔ تم لوگوں نے اس پر بھروسا نہیں کیا اور ایک دوسرے ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پر ایسے بھروسا کر لیا' جیسے وہ تمہارا باپ ہو۔"

اس بھرے مجمع سے کتنے ہی افراد اس شخص کی حمایت میں بولنے لگے۔ ہونگ ہونے لگی۔ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے یہودی اکابرین پریشان ہو گئے۔ آرمی کے مسلح جوان دور دور تک کھڑے ہوئے تھے۔ لوگوں کو خاموش رہنے کی تلقین کر رہے تھے۔ ایک حاکم نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مائیک کے پاس آتے ہوئے کہا۔ "میں بہنوں اور بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو جائیں۔ میری بات سنیں۔"

الپا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے؟ جب لوگ خاموش ہوئے تو وہ الپا کی مرضی کے مطابق کہنے لگا۔ "آپ نے ہمارے اس آرمی افسر کی پوری بات نہیں سنی۔ دراصل یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں ضرور بلایا اور وہ یہاں رہ کر الپا کا مقابلہ کرتا رہا تھا لیکن جب ہمیں پتا چلا کہ وہ یہاں سے ہمارے کئی اہم راز چرا رہا ہے تو ہم نے اسے واپس جانے کا حکم دے دیا۔"

الپا اس کے دماغ میں تھی۔ کرونا اس کے ساتھ کھڑے ہوئے آرمی افسر کے اندر پہنچ گئی۔ وہ بولا۔ "آپ عوام کو کیسی باتیں سنا رہے ہیں؟ قوم اتنی نادان نہیں ہے۔ یہ تو سمجھ گئی ہوگی کہ ہماری بے وقوفی سے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں کے اہم راز چرا کر لے گیا ہے۔"

وہ حاکم الپا کی مرضی کے مطابق بولا۔ "جو بھی ہے، وہ ہم میں سب کے سامنے کہہ رہا ہوں۔ ہم نے اپنی محب وطن الپا پر بھروسا نہیں کیا، وہ ہماری یہودی قوم سے تھی اور اپنی قوم سے محبت کرتی تھی۔ جب ہم نے اس سے دشمنی کی اور اسے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تو اس کے بعد دوسرے یہاں آ کر یقیناً قبضہ جما لیں گے۔ جیسا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا آ گیا تھا اور یہاں سے بہت کچھ لے گیا ہے۔"

جو اکابرین اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک اعلیٰ حاکم اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ غصے سے چلتا ہوا مائیک کے پاس آیا۔ پھر ان دونوں کو ہٹاتے ہوئے بولا۔ یعنی وہی بولنے لگا جو الپا چاہتی تھی۔

اس نے کہا۔ "میرے معزز سامعین! میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس وقت الپا نے ان دونوں کے دماغوں پر قبضہ جما ہوا ہے۔ اس لیے یہ الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہیں۔ میں آپ سے سیدھی باتیں کرنے آیا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ الپا ہمیں یہاں سے بھگا دینا چاہتی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ ہم یہاں حکمران بن کر رہیں لیکن ہم نے اس کا چیلنج قبول کیا ہے۔ ہم یہاں رہیں گے اور یہیں حکومت کرتے رہیں گے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کے خلاف محاذ بناتے رہیں گے۔ اسے یہاں آ کر کبھی اپنے ملک و قوم کی خدمت کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

وہ بڑے جوشیلے انداز میں دونوں ہاتھ فضا میں لہراتے ہوئے بولا۔ "اگر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے راز چرا کر لے گیا ہے تو ہماری بلا سے..... چرا کر لے جائے لیکن یہ ہم مردوں کے لیے کتنے شان کی اور آن کی بات ہے کہ ہم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت کو اپنے اوپر مسلط نہیں ہونے دے رہے ہیں۔ وہ چاہے جتنی بھی دیانتداری سے یہاں خدمت کرتی رہے لیکن عورت پھر عورت ہے، پاؤں کی جوتی ہے اور ہم اسے جوتی بنا کر پہنتے رہیں گے۔"

ایسی باتیں سنتے ہی عوام غصے سے بھڑک گئی۔ شور مچانے لگی۔ پتھر مارنے لگی۔ کتنے ہی افراد چیخ چیخ کر کہنے لگے۔ "الپا کو بلاؤ..... الپا کو بلاؤ... وہ ہماری آئیڈیل ہے تم سیاستدانوں نے ملک و قوم کی خدمت کرنے والی ایک دیانتدار خاتون کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا ہے۔ ہم تمہیں یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیں گے۔"

لوگ چیخ رہے تھے اور پتھر پھینک پھینک کر مار رہے تھے۔ آرمی کے جوان انہیں روکنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ لوگ ان پر بھی پل پڑے، ان سے ہتھیار چھیننے لگے۔ کتنی ہی جگہ سے فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔ ایک افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ مر رہے تھے اور جان بچانے کے لیے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

وہاں بڑی دیر تک ہنگامہ برپا رہا۔ بپھری ہوئی عوام فوج کے قابو میں نہیں آ رہی تھی۔ الپا اور کرونا ان اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر کہہ رہی تھیں۔ "تمہیں وارننگ دی گئی تھی' یا تو اپنے عہدوں سے استعفیٰ دے دو سیاست چھوڑ دو یا اس ملک سے چلے جاؤ لیکن تم نے یہ بات نہیں مانی۔ اب تم سب سزا کے مستحق ہو گئے ہو۔"

وہ دونوں ان کے دماغوں میں زلزلے پیدا کرنے لگیں وہ چیخیں مار مار کر اسٹیج کے فرش پر گرنے لگے' تڑپنے لگے۔

وہاں بڑی دیر تک قیامت کا منظر رہا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ ان اکابرین میں سے کتنے ہی مر چکے ہیں اور جو بچے ہیں' وہ قریب المرگ ہیں تو سب وہاں سے جاتے ہوئے نعرے لگانے لگے۔ "الپا آئے گی ضرور آئے گی۔ نئے الیکشن ہوں گے۔ نئی حکومت بنے گی۔ اور ہماری الپا آئے گی۔ ضرور آئے گی....."

کرونا نے کہا۔ "الپا! تمہارے مخالفین عوام کے دلوں میں نفرت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس کے برعکس ہو رہا ہے۔ یہاں تمہارے لیے اور زیادہ محبتیں پیدا ہو گئی ہیں۔"

الپا نے کہا۔ "اللہ کا شکر ہے۔ اب یہاں ایسی حکومت قائم ہوگی جو فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ انصاف کرے گی۔"

وہ بولی۔ "یہ تو گزشتہ نصف صدی سے دیکھا جا رہا ہے کہ فلسطینیوں کے ساتھ کبھی انصاف نہیں ہوا۔ امریکی سیاست بڑی مستحکم ہے۔ اسرائیل میں فلسطین کو اور پاکستان میں کشمیر کو مسئلہ بنا کر رکھنا اس کی سیاست کا ایک بہت بڑا اور اہم حصہ ہے۔"

الپا نے قائل ہو کر کہا۔ "ہاں۔ یہ تو ساری دنیا دیکھتی آ رہی ہے اور ہم چند ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام بڑے ممالک کی سیاست کا رُخ نہیں پھیر سکتے۔ وہ سب امریکا کے حمایتی ہیں۔ بہرحال دیکھا جائے گا کہ آئندہ ہم کیا کر سکیں گے؟"

کرونا نے پوچھا۔ "اب کیا ارادہ ہے؟"

"امریکی اکابرین کے اندر پہنچا ہے اور ان کا محاسبہ کرنا ہے۔"

وہ بپھرے دیا فرہاد ہم سب کو کھٹک رہا تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کوئی ہے جو اپنی اصلیت چھپا کر فرہاد علی تیمور بننے کا ڈراما پلے کر رہا ہے۔

کئی اکابرین ایک بڑے سے کمرے میں حساس کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے جو امریکی جاسوس اور نمایندے اسرائیل میں تھے، ان میں سے ایک وہاں کی رپورٹ پیش کر رہا تھا۔

تمام امریکی اکابرین کو یہ امید تھی کہ اس جلسے میں الپا کے مخالف عوام کے دلوں میں بھی الپا کے خلاف نفرتیں پیدا کر دیں گے۔ پھر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی اسرائیل کی زمین پر کبھی قدم نہیں رکھ سکے گی۔

اس طرح امریکی اکابرین کو فائدہ پہنچتا۔ وہ یہودی اکابرین اپنے اہم معاملات میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے محتاج ہو کر رہ جاتے لیکن بڑے سے مانیٹر پر حل ابیب کے جلسے کی رپورٹ پڑھتے جا رہے تھے اور مایوس ہوتے جا رہے تھے۔

آخر انہوں نے کمپیوٹر کو آف کر دیا۔ ایک حاکم نے کہا۔ "سوچا تھا کیا اور کیا ہو گیا؟ وہ کم بخت اسرائیلی اکابرین الپا کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ انہوں نے بڑے بڑے دعوے کیے تھے کہ عوام کے دلوں میں اس کے خلاف نفرتیں بھر دیں گے لیکن اس کے برعکس ہو رہا ہے۔ عوام الپا کی حمایت میں نعرے لگا رہے ہیں۔ اور اسے واپس بلانا چاہتے ہیں۔"

الپا اور کرونا وہاں بیٹھے ہوئے دو افراد کے دماغوں میں پہنچی ہوئی تھیں۔ جب الپا نے انہیں مخاطب کیا تو وہ سب چونک کر اس شخص کو دیکھنے لگے۔ وہ اپنی زبان سے الپا کی بولی بول رہا تھا۔ "میں بول رہی ہوں۔ تمہاری سیاسی چالیں بڑی زبردست ہوا کرتی ہیں۔ بظاہر خاموش رہتے ہو لیکن درپردہ ہماری جڑیں کاٹتے رہتے ہو۔"

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم نے تمہارے خلاف کچھ نہیں کیا ہے۔ ہم تو صرف یہ رپورٹ پڑھ رہے تھے کہ اسرائیل میں تمہارے خلاف کیا ہو رہا ہے؟"

"تم لوگ میرے مخالف نہیں ہو، تب ہی اپنے اس

باپ سلومن وکٹر کو میرے مقابلے میں وہاں بھیجا تھا تاکہ وہ مجھے وہاں سے بھاگنے پر مجبور کردے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "ہماری اپنی کوئی مرضی نہیں تھی۔ تمہارے یہودی اکابرین نے ہم سے درخواست کی کہ انہیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے۔ اس لیے ہم نے دوستانہ انداز میں ان کی مدد کرنے کے لیے اپنا ایک خیال خوانی کرنے والا وہاں بھیج دیا۔"

"تم نے اُن یہودی اکابرین کی حمایت میں اسے بھیجا جو میرے مخالف تھے۔ تم اپنی سازشوں سے انہیں میری دشمنی پر اُکسا رہے ہو۔ انہیں میرا دشمن بنا رہے ہو۔ ایک برس پہلے تم لوگوں نے مجھے اپنا ملک چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اور اب بھی یہی کرتے آرہے ہو۔"

کرونا نے دوسرے شخص کے ذریعے کہا۔ "تم ایک الپا کو وہاں سے بھگانا چاہتے تھے، اب ایک نہیں' دو الپا آگئی ہیں۔ اور یہ دونوں صرف اسرائیل میں ہی نہیں' تمہارے امریکا میں بھی تمہارے اندر آتی رہیں گی۔ اور جوابی کارروائیاں کرتی رہیں گی۔"

ایک حاکم نے پریشان ہو کر کہا۔ "یہ تو سراسر دشمنی ہوگی۔ ہم نے تم سے کوئی دشمنی نہیں کی ہے۔ تم ثابت نہیں کر سکتیں کہ اسرائیل میں اب تک تمہارے خلاف جو کچھ ہوتا رہا ہے، اس میں ہمارا بھی ہاتھ ہے۔"

الپا نے کہا۔ "مجھے یہ ثابت کر کے کسی عدالت میں نہیں جانا ہے۔ میری عدالت کا فیصلہ یہ ہے کہ تم سب میرے مجرم ہو۔"

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "دیکھو الپا! تم جب سے فرہاد علی تیمور کی فیملی میں گئی ہو، تب سے ہماری دشمن بن گئی ہو۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ فرہاد کے بہکانے سے تم یہاں ہماری دشمن بن کر آئی ہو۔"

"یہ بتاؤ کہ میرے پاپا فرہاد علی تیمور تم سے کیوں دشمنی کریں گے؟ ساری دنیا جانتی ہے، دوست، دشمن سب ہی جانتے ہیں کہ جب تک کوئی انہیں چھیڑتا نہیں ہے، اس وقت تک وہ کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتے ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "ہم نے کوئی چھیڑ خانی نہیں کی ہے برسوں سے خاموش ہیں۔ اس کے خلاف کسی طرح کی محاذ آرائی نہیں کرتے ہیں۔"

"تم سب جھوٹے اور' فریبی ہو۔ میں نے ابھی کہا تھا کہ تم لوگ بڑی خاموشی سے چپکے چپکے ہماری جڑیں کاٹتے ہو۔"

کرونا نے اپنے آئے کار کے ذریعے کہا۔ "اس وقت بھی تمہارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا وائس مین انڈیا میں موجود ہے۔ اور وہ میرے پاپا فرہاد علی تیمور کی فیملی کے لیے پرابلم ہوا ہے۔ اس مسئلہ بننے والے کو تو ہم چٹکیوں میں مسئل کر دیں گے لیکن تم لوگوں کا کیا بنے گا؟"

"دیکھو الپا! تم ہمارے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتی ہو کہ ہم نے جن امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہائر کیا ہے۔ ان میں سے کوئی ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ انٹرنیشنل بینکنگ انڈسٹری آرمی کے چند اعلیٰ افسران ہیں۔ جو یوگا کے ماہر ہیں۔ تیسرے اور دوسرے کے بعد اور وہی جانتے ہیں کہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسا ہے، جو اور ہمارے بہت سے راز چرا سکتی ہیں۔ ریکارڈ روم کے اعلیٰ نام وائس مین ہے۔ اور وہ انڈیا میں فرہاد کے خلاف محاذ آرائی کر رہا ہے۔ ہم اس سلسلے میں بالکل ہی انجان ہیں۔ یوں بھی ہمیں چاہیے کہ ہم فرہاد سے کوئی دشمنی نہیں کر رہے ہیں۔"

"تو تم لوگ دشمنی کرنے کا ایک الگ شعبہ بنا کر ریسیور اٹھا کر ریکارڈ روم کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ پھر سے لاتعلق ہو گئے ہو۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمارا دشمن نہیں ہو۔ یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ ہمارے خلاف کام کرنے والے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے۔ آپ تمام ذمے دار عہدیداروں کو بالکل الرٹ رہنا چاہیے۔ ہور ہا ہے؟ لیکن معصوم بن رہے ہو۔"

کرونا نے کہا۔ "بہر حال ہم یہ نہیں جانتے کہ تمہارا دوسری طرف سے کہا گیا۔ "آل رائٹ سر! ہم سب وہ چند یوگا جاننے والے اعلیٰ افسران کون ہیں اور کس اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہمارے خلاف استعمال رہے ہیں؟ مگر یہ بات راز نہیں رہی ہے کہ تم سب پھر ایک جاننے والے عہدیدار ہیں جو وہاں باری باری ڈیوٹی پر آتے ہمارے پاپا کے خلاف محاذ آرائی کرنے لگے ہو۔" ہیں۔ انہیں بھی محتاط رہنے کی تاکید کی جائے۔ ہم بھی کبھی

الپا نے کہا۔ "انتظار کرو اور دیکھو کہ ہم کیا کرتے ہیں؟ تم لوگوں سے پھر کسی وقت رابطہ کیا جائے گا۔" وزٹ کے لیے آتے جاتے رہیں گے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ الپا اور کرونا اس عہدیدار کے وہ دونوں خاموش ہو گئیں۔ وہ سب انتظار کر دماغ میں پہنچ گئیں۔ چند منٹوں میں ہی انہوں نے ریکارڈ لگے۔ پھر ایک نے کہا۔ "وہ جا چکی ہیں۔" روم میں پہنچنے کا راستہ ہموار کر لیا۔ وہاں کے مین دروازے پر

دوسرے نے کہا۔ "نہیں۔ وہ موجود ہیں۔ چپ ایک یوگا جاننے والے عہدیدار کی ڈیوٹی ہوا کرتی تھی۔ اس ہماری باتیں سن رہی ہوں گی۔" وقت بھی وہ وہاں ڈیوٹی پر موجود تھا۔

تیسرے نے کہا۔ "سنتی ہیں تو سننے دو۔ ہم ان کرونا نے کہا۔ "الپا! ہمیں باری باری یہاں موجود خلاف کچھ نہیں بول رہے ہیں لیکن ایک بات ہے کہ وہ ہمیں رہنا ہوگا۔ موقع دیکھ کر اس یوگا جاننے والے عہدیدار کو خوانی کرنے والی ایک نہیں... دو تھیں۔ ان میں سے ایک کو اعصابی طور پر کمزور بنانا ہوگا۔ اس کے بعد ہی ہم اندر پہنچ سکیں گے۔"

الپا ہی تھی۔ دوسری کون ہے؟"

ایک آرمی افسر نے کہا۔ "میں کرونا کی آواز اور لہجہ اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ ابھی وہی بول رہی تھی۔" وہ وہاں پہنچ کر ٹیلی پیتھی جاننے والے سلومن وکٹر اور انڈیا میں ہمارے خلاف محاذ بنانے والے وائس مین کے ریکارڈز سے ان کے فون نمبرز اور ایڈریس وغیرہ معلوم کرنا

"لیکن کرونا تو سیون بلڈرز کے لیے کام کر رہی ہے اور اس نے ہم سے بھی رابطہ کیا تھا۔ ہمارے لیے بہت اہم چاہتی تھیں۔ وہ اسی طرح ان دشمن خیال خوانی کرنے والوں کی شہ رگ تک پہنچ سکتی تھیں۔ فرائض انجام دے کر ہماری پناہ میں آنے والی تھی اچانک ہی کہیں گم ہو گئی۔"

اس آرمی افسر نے کہا۔ "اب وہ الپا کے ساتھ آئی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ فرہاد کی پناہ میں پہنچ چکی ہے اور وہ بھی اسے پاپا کہہ رہی تھی۔"

ایک نے کہا۔ "فرہاد ان ٹیلی پیتھی جاننے والیوں کو پیٹیاں بنا کر خوب فائدے اٹھا رہا ہے اور ان سے ہمارے خلاف کام لے رہا ہے۔"

الپا ایک اعلیٰ حکام کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق سوچنے لگا۔ "الپا اور کرونا ہمارے اندر

انچارج آرمی کے چند اعلیٰ افسران ہیں۔ جو یوگا کے ماہر تیسرے کے دماغ میں گھستی ہوئی ریکارڈ روم تک پہنچ سکتی ہیں اور وہی جانتے ہیں کہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسا ہے، اور ہمارے بہت سے راز چرا سکتی ہیں۔ ریکارڈ روم کے اعلیٰ نام وائس مین ہے۔ اور وہ انڈیا میں فرہاد کے خلاف محاذ آرائی کر رہا ہے۔ ہم اس سلسلے میں بالکل ہی انجان ہیں۔ یوں بھی ہمیں چاہیے کہ ہم فرہاد سے کوئی دشمنی نہیں کر رہے ہیں۔"

اس نے یہ بات دوسرے اکابرین سے کہی۔ سب نے ہی اس بات کی تائید کی۔ آرمی کے ایک افسر نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر ریکارڈ روم کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ "میں آرمی کا ممبر لیکی آرتھر بول رہا ہوں۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے۔ آپ تمام ذمے دار عہدیداروں کو بالکل الرٹ رہنا چاہیے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "آل رائٹ سر! ہم سب اس عہدیدار نے کہا۔ "ریکارڈ روم کے اندر ہمارے دو یوگا جاننے والے عہدیدار ہیں جو وہاں باری باری ڈیوٹی پر آتے ہیں۔ انہیں بھی محتاط رہنے کی تاکید کی جائے۔ ہم بھی کبھی

وہ تمام امریکی اکابرین اسی بڑے کمرے میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا۔ "اب ہمیں صرف الپا اور کرونا سے ہی نہیں، فرہاد علی تیمور کی طرف سے بھی بہت محتاط رہنا ہوگا۔"

ایک آرمی افسر نے کہا۔ "جب ہم نے سلومن وکٹر کو الپا کے خلاف محاذ بنانے کے لیے اسرائیل بھیجا اور وائس مین کو فرہاد کے خلاف محاذ آرائی کے لیے انڈیا روانہ کیا تب ہی ہمیں سمجھ لینا چاہیے تھا کہ یہ بھید کھل سکتا ہے۔ فرہاد کو ہماری سازشوں کا علم ہو سکتا ہے۔"

ایک اور افسر نے کہا۔ "ہم نے بڑے عرصے کے بعد ان پر یہ... حملہ کیا تھا۔ ہمارا یہ راز آخر راز نہ رہ سکا۔"

آرمی کے اعلیٰ افسر کے سامنے رکھے ہوئے فون کا بزر بولنے لگا۔ اس نے اٹھا کر نمبر پڑھے پھر کہا۔ "کوئی نیا نمبر ہے پتا نہیں کون ہے؟"

اس نے فون کو آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو کون...؟"

"میں بول رہا ہوں۔"

میری آواز اور لب و لہجہ سنتے ہی اس کے ہوش اُڑ گئے۔ اس نے دیدے پھاڑ پھاڑ کر آس پاس بیٹھے ہوئے اکابرین کو دیکھا۔ ایک نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ کون ہے؟"

اس نے فون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "فرہاد علی تیمور ہے۔"

دوسری طرف سے فرہاد نے کہا۔ "ہاں۔ میں ہی ہوں۔ تم لوگوں پر میری اتنی دہشت طاری رہتی ہے کہ مجھے میری آواز اور لب و لہجے سے پہچان لیتے ہو۔"

اس اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے الپا اور کرونا آئی تھیں۔ تمہارے سلسلے میں بھی یہی توقع تھی کہ تم بھی آکر ہمیں چیلنج کرو گے۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر بات تمہاری توقع کے مطابق ہی ہو۔ میں چیلنج نہیں کروں گا۔"

"کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے؟ تم فون پر بات کر رہے ہو، جبکہ ہم میں سے کسی کے بھی دماغ میں آکر بول سکتے ہو۔"

"ہاں۔ میں تم سب کے دماغوں میں آسکتا ہوں اور آؤں گا لیکن اس سے پہلے یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں نے تمہارے لیے ایک سی ڈی روانہ کی ہے۔ میرا ایک آئے کار اس عمارت کے باہر سُرخ رنگ کی شرٹ پہنے کھڑا ہوا ہے۔

اس کے ہاتھ میں وہ سی ڈی ہے۔"

اس نے کہا۔ "یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ دماغ میں آنے کے بجائے فون پر مخاطب کر رہے ہو، پھر یہ کہ کوئی سی ڈی بھیج رہے ہو۔ آخر بات کیا ہے؟"

"سی ڈی دیکھ لو ساری بات سمجھ میں آجائے گی۔"

اس افسر نے فوراً ہی انٹرکام کے ذریعے کہا۔ "اس عمارت کے باہر گیٹ کے سامنے ایک شخص سُرخ شرٹ پہنے ہوئے کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک سی ڈی ہے اسے فوراً لے آؤ۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ پانچ منٹ کے بعد ہی ایک مسلح گارڈ وہ سی ڈی لے کر اس کمرے میں آگیا۔ ان سب کو یہ دیکھنے کی بے چینی تھی کہ آخر اس سی ڈی میں کیا ہے؟

ایک منٹ کے بعد ہی مانیٹر پر فرہاد علی تیمور دکھائی دینے لگا۔ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ "کیا خیال ہے؟ میں فرہاد علی تیمور ہوں ناں.....؟"

وہ کبھی اپنے کلوز اپ میں دکھائی دے رہا تھا۔ یعنی کبھی بالکل قریب سے اور کبھی ذرا دور سے زاویے بدل بدل کر کہہ رہا تھا۔ "مجھے ہر پہلو سے، ہر زاویے سے دیکھو۔ وہی قد ہے، وہی جسامت ہے، وہی آواز اور لب و لہجہ ہے۔"

اس نے ایکدم سے اچھل کر فضا میں قلابازی کھائی۔ پھر زمین پر آکر سیدھا کھڑا ہوگیا۔ کہنے لگا۔ "میرے اندر وہی پھرتی اور چالاکی ہے جو جوانی میں فرہاد علی تیمور کے اندر تھی۔ کیا یقین کرو گے کہ میں وہ فرہاد علی تیمور نہیں ہوں؟"

وہ سب حیرانی اور بے یقینی سے کمپیوٹر کے مانیٹر کو دیکھ رہے تھے۔ ایک حاکم نے دوسرے آرمی افسر سے کہا۔ "یہ کیا کہہ رہا ہے کہ یہ فرہاد نہیں ہے جبکہ سر سے پاؤں تک فرہاد ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میں جانتا ہوں۔ تم لوگوں کو یقین نہیں آئے گا۔ جب میں فرہاد کی ہو بہو تصویر ہوں تو پھر یقین کیسے آئے گا؟ لیکن میں حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اسی لیے یہ سی ڈی بھیجی ہے۔ تاکہ مجھے سر سے پاؤں تک اچھی طرح دیکھا جائے اور میں یہ سچائی بیان کرتا رہوں کہ میں فرہاد کا ہمزاد ہوں۔

"یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ نہ میری کوئی سگی بہن تھی، نہ کوئی سگا بھائی تھا۔ میری پیدائش کے بعد ہی میری والدہ چل بسی تھیں۔ اس کے بعد میرے والد بھی زیادہ عرصے تک جی نہ سکے۔ اگر زندگی ہوتی تو شاید دوسری شادی کرتے اور دوسری اولادیں پیدا ہوتیں لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔"

وہ فرہاد کہہ رہا تھا۔ "کوئی مانے یا نہ مانے۔ میں ہمزاد ہوں۔ فرہاد کے ساتھ ہی پیدا ہوا تھا۔ میری پیدائش کے بعد ایسے حالات پیش آئے تھے کہ میں بھائی سے جدا ہوگیا۔"

وہ ایک بڑی سی البم کھول کر دکھاتے ہوئے بولا۔ "یہ میری پھوپھی ہیں۔ بے اولاد تھیں۔ مجھے اپنے ساتھ پاکستان سے دور لندن لے گئیں۔ اور وہیں میری پرورش کی رہیں۔"

وہ دوسری تصویر دکھاتے ہوئے بولا۔ "یہ میرے والد ہیں۔ آج جو فرہاد علی تیمور کہلا رہا ہے، اس کے پاس بھی والد صاحب کی یہ تصویر نہیں ہوگی لیکن میں نے سنبھال کر رکھی ہے۔ میرے والد اور میری پھوپھی کے درمیان شدید اختلافات تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ میرے حصے کی دولت جائیداد مجھے ملے۔ اور وہ سب پھوپھی کے پاس چلی جائے اس لیے انہوں نے شروع ہی سے یہ ظاہر کیا کہ ان کا ایک ہی بیٹا ہے۔ انہوں نے مجھے ہمیشہ کے لیے نظر انداز کر دیا۔ اپنے کے جھگڑوں میں دو سگے بھائیوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا۔"

وہ تصویر دکھاتے ہوئے بولا۔ "یہ میری پھوپھی ہیں لیکن ماں سے بڑھ کر ہیں۔ انہوں نے مجھے بے انتہا محبت دی ہیں۔ بے حساب محنت کی ہے۔ میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ جو نفرتیں ان سے کی گئی ہیں، جو دشمنی کی گئی ہے میں اس کا انتقام ضرور لوں گا۔"

وہ البم کو بند کرتے ہوئے بولا۔ "آپ لوگ میری باتیں سن رہے ہیں لیکن یقین نہیں ہو رہا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں یقین نہ ہونے کے باوجود اس پہلو پر غور کریں کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہ سچ ہو سکتا ہے۔ اور میں ثابت کر کے رہوں گا۔"

وہ ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے بولا۔ "فی الحال تو اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اس فرہاد علی تیمور نے لائف ہسٹری غلط پیش کی ہے۔ اس نے دنیا والوں کو جو وہی اس کے ریکارڈ میں درج ہے لیکن جلد ہی یہ ریکارڈ تبدیل ہو جائے گا۔"

کمپیوٹر کے مانیٹر پر منظر بدل گیا۔ ایک چھوٹا سا پہاڑی دیہاتی علاقہ دکھائی دے رہا تھا۔ فرہاد کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ "یہ شاہ کوٹ ہے۔ پہلے یہ لاہور اور فیصل آباد کے درمیان ایک چھوٹا سا پٹڑ تھا۔ اب اچھا خاصا شہر بن

ہو رہی ہے۔ یہ اپنا ہی ہمزاد بن کر ہماری مخالفت کرتے ہوئے یہ یقین دلانا چاہتا ہے کہ یہ واقعی اس کا ہمزاد ہے۔ اس کا دشمن ہے لہٰذا ہم اُس دشمن کے خلاف اِس فرہاد کی حمایت کریں۔"

دوسرے نے کہا۔ "یعنی فرہاد علی تیمور کے دشمن ہو کر انجانے میں فرہاد کی ہی حمایت کریں۔ اور اسے اپنا دوست مان کر دھوکا کھاتے رہیں۔"

ایک نے پوچھا۔ "کیا فرہاد علی تیمور اتنا نادان ہے کہ ایسا بچگانہ کھیل کھیل رہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کے اس تھیم پر یقین کر لیں گے؟"

ایسے وقت ذرا فاصلے پر کھڑے ہوئے ایک مسلح گارڈ نے کہا۔ "ہائے ایوری باڈی.....! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

سب نے چونک کر اس گارڈ کو دیکھا۔ وہ بولا۔ "میں وہ فرہاد نہیں ہوں جو ابتدا ہی سے آپ لوگوں کا دشمن رہا ہے۔ آج بھی ہے اور کل بھی رہے گا۔"

اس گارڈ نے آگے بڑھ کر اپنی گن ان کے درمیان ایک سینٹر ٹیبل پر رکھ دی۔ پھر کہا۔ "میں آپ کا دشمن نہیں ہوں۔ اس لیے یہ ہتھیار رکھ رہا ہوں۔ اس طرح میں اس گارڈ کو آگہ کار بنا کر آپ میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔"

وہ پیچھے ہٹ کر اپنی جگہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔ "جو سی ڈی آپ نے ابھی دیکھی ہے، وہ میں نے بہت پہلے تیار کی تھی۔ لیکن اسے آج اس لیے بھیجا ہے، کہ آج میں نے سونیا اور فرہاد پر بہت زبردست حملے کیے ہیں۔ جس کے نتیجے میں فرہاد اسپتال میں پڑا ہوا ہے۔ اور سونیا اپنے کاسیج میں زخمی پڑی ہوئی ہے۔"

یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی۔ سب اسے بے یقینی سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ "آپ کو ابھی اپنے جاسوسوں کے ذریعے اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے معلوم کرنا چاہیے کہ میری یہ باتیں کہاں تک درست ہیں۔ سونیا اور فرہاد پیرس میں ہیں۔ ان کے بارے میں بڑی آسانی سے اور بڑی جلدی معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔"

وہ سب اپنے اپنے موبائل فون کے ذریعے ان جاسوسوں سے رابطہ کرنے لگے جو پیرس میں تھے۔ وہ اپنے یوگا جاننے والے اعلیٰ افسران سے بھی رابطہ کرنے لگے جو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے براہِ راست رابطہ رکھتے تھے۔ ان سے بھی کہا گیا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے سونیا اور فرہاد کی موجودہ پوزیشن معلوم کریں۔ اور انہیں جلد سے جلد

ایک بڑی سی حویلی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں اسی حویلی میں پیدا ہوا تھا۔ میرے چچا اپنی فیملی کے ساتھ شہری زندگی گزارتے تھے۔ میری دوسری پھوپھی دریائے راوی کے اُس پار شاہدرہ میں رہتی تھیں۔ فرہاد نے اس پھوپھی کے پاس بھی پرورش پائی ہے لیکن وہ لندن میں رہنے والی پھوپھی کے پاس نہ کبھی آیا اور نہ کبھی مجھ سے ملاقات کی۔ والد صاحب نے بچپن ہی سے اس کے دماغ میں ہمارے خلاف زہر بھر دیا تھا۔"

وہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "یہ زہر پچھلے پچپن برس سے پھیل رہا ہے۔ اب میں اس قدر زہریلا ہو چکا ہوں کہ اسے کبھی ایک سگے بھائی کی محبتیں نہیں دے سکوں گا۔ البتہ نفرتیں ہی نفرتیں دیتا رہوں گا۔ میرے ساتھ اور میری ماں جیسی پھوپھی کے ساتھ جو ناانصافیاں ہوئی ہیں، اس کا انتقام ضرور لوں گا۔ اسی لیے میں اس کے خلاف مظہرِ عام پر آچکا ہوں۔"

وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔ "آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ اگر میں فرہاد کا ہمزاد ہوں تو میرا اپنا نام کیا ہے؟"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "میرا بھی یہی نام ہے۔ آپ رفتہ رفتہ تسلیم کر لیں گے کہ اصل میں فرہاد علی تیمور میرا نام رکھا گیا تھا لیکن پیدائش کی رات ہی میری پھوپھی مجھے اس حویلی سے چپ چاپ اٹھا کر لے گئیں تو میرے والد نے کہا، میرا جو بچہ مجھے واپس نہیں ملے گا، وہ پھر میرا نہیں ہوگا۔ میں ہمیشہ کے لیے فرہاد سے دستبردار ہوتا ہوں۔ اور اپنے اس بیٹے کا نام فرہاد رکھتا ہوں۔ آج فرہاد علی تیمور کہلانے والا میرا نام چرا کر اپنا نام کر رہا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "فی الحال میں اتنا ہی بتا رہا ہوں۔ اگرچہ میری یہ بات بچگانہ لگ رہی ہوگی لیکن جلد ہی یہ معاملہ نہایت ہی سنجیدہ اور بہت ہی گمبھیر ہونے والا ہے۔ جس دن آپ مجھے اس سی ڈی کے ذریعے دیکھیں گے اور میری باتیں سنیں گے تو اس کے بعد میں فون کے ذریعے آپ سے رابطہ کروں گا۔ یا آپ کے کسی آدمی کو آگہ کار بنا کر تفصیلی گفتگو کروں گا۔"

وہ سی ڈی ختم ہوگئی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک نے کہا۔ "فرہاد کوئی نیا ڈراما پلے کر رہا ہے۔ خواہ مخواہ اپنا کوئی ہمزاد پیدا کر رہا ہے۔"

ایک آرمی افسر نے کہا۔ "اس کی مکاری صاف ظاہر

رپورٹ پیش کریں۔

ایک آرمی افسر نے پوچھا۔ ''مسٹر فرہاد! اگر آپ سچ بول رہے ہیں کہ ان کے اغواء ہیں تو پھر اتنے طویل عرصے تک کہاں گم رہے تھے؟''

اس نے کہا۔ ''ابھی آپ سی ڈی کے ذریعے میری باتیں سن چکے ہیں۔ خاندانی دشمنی کے باعث ہم دونوں ایک دوسرے سے بچھڑے رہے۔ وہ فرہاد جو شہرت کی بلندیوں پر پہنچا ہوا ہے۔ اس نے بڑی جلدی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا اور رفتہ رفتہ اونچے مقام تک پہنچ گیا۔ مجھے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے علاوہ دوسری کئی طرح کی تربیت حاصل کرنے میں بہت وقت لگ گیا۔ اس دوران میں بڑی خاموشی سے، بڑی راز داری سے فرہاد کی ایک ایک ناکامی اور ایک ایک کامیابی پر گہری نظر رکھتا رہا۔ اس کے اندر کی تمام باتیں معلوم کرنے کے لیے اس کی جڑوں تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہا۔ کبھی ناکام ہوتا رہا اور کبھی کامیاب ہوتا رہا۔''

''تم پاکستان کے ایک چھوٹے سے ٹاؤن شاہ کوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ کیا اب وہاں کوئی ایسا رشتہ دار، دوست یا کوئی ایسا شناسا ہے جو یہ گواہی دے سکے کہ فرہاد تمہارے ساتھ پیدا ہوا تھا؟''

''فی الحال شاہ کوٹ میں کوئی نہیں ہے۔ لاہور میں ہماری ایک پھوپھی اور ایک چچا تھے۔ ان سب کا انتقال ہو چکا ہے۔ بزرگوں میں کوئی نہیں ہے۔ ان کی نوجوان نسل ہمارے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتی ہے۔''

آدھے گھنٹے کے اندر رپورٹ آ گئی۔ ایک جاسوس نے پریس سے فون پر کہا۔ ''فرہاد علی تیمور واقعی اسپتال میں تھا اور سونیا اپنے کالج میں زخمی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ان دونوں کو گاڑی میں بابا صاحب کے ادارے کی طرف لے جایا گیا ہے۔''

اس سے پوچھا گیا۔ ''کیا یہ معلوم ہو سکا کہ وہ دونوں کس طرح زخمی ہوئے تھے؟''

''جی ہاں۔ فرہاد کی کار کا بریک فیل ہو گیا تھا۔ اس طرح وہ حادثے سے دوچار ہو کر اسپتال پہنچا۔ سونیا کے بازو پر کسی دشمن نے گولی ماری، وہ زخمی ہو گئی۔ یہ پتا نہ چل سکا کہ وہ دشمن کون تھا؟''

فرہاد نے کہا۔ ''وہ دشمن میں تھا۔ اور میں نے ہی فرہاد کی کار کے بریک کو ناکارہ بنایا تھا۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہدایات دیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے یہ حقیقت معلوم کر لیں گے۔''

مزید آدھے گھنٹے بعد اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بہروپیا خود کو فرہاد کا اغواء کہہ رہا ہے۔ اس نے فرہاد کو حادثے سے دوچار کرایا تھا اور سونیا کے بازو میں گولی مار کر اس کے ساتھ آنے والی ایک لڑکی جمائلہ کو اپنے ساتھ لے گیا ہے۔

آرمی کے ایک افسر نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد! یہ ثابت ہو رہا ہے کہ تم نے سونیا اور فرہاد پر زبردست حملے کیے ہیں۔ یہ بات بڑی حیران کن اور ناقابلِ یقین ہے۔ جبکہ گواہ اور ثبوت مل رہے ہیں۔''

ایک حاکم نے کہا۔ ''ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی رپورٹ کے مطابق وہ لوگ تمہیں بہروپیا کہہ رہے ہیں۔ فرہاد کا اغواء تسلیم نہیں کر رہے ہیں۔''

فرہاد نے کہا۔ ''وہ کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔ میں یہ بات ان سے منوا کر رہوں گا۔ اس میں کچھ وقت لگے گا لیکن جو سچ ہے وہی سامنے آئے گا۔ فرہاد علی تیمور کو دنیا والوں کے سامنے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ میں اس کا اغواء ہوں۔''

ایک حاکم نے کہا۔ ''ابھی ہم آپ کے متعلق غور کریں گے۔ ہر پہلو سے آپ کو جانچنا چاہیں گے۔ یہ بتائیں، آپ ہم سے کیا توقع رکھتے ہیں؟''

''دوستی کی توقع رکھتا ہوں۔ اور ایسی دوستی جو ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچائے۔ میں نہیں چاہوں گا کہ آپ آنکھیں بند کر کے مجھ پر بھروسا کریں۔ میرا صرف ایک مطالبہ ہوگا۔''

''وہ مطالبہ کیا ہے؟''

''یہ کہ پہلے مرحلے پر میں نے یہ ثبوت پیش کیے ہیں کہ میں نے سونیا اور فرہاد پر حملے کیے ہیں اور ان سے یہ بات منوا رہا ہوں کہ فرہاد کا اغواء ہوں۔ آپ صرف میری حمایت کرتے رہیں۔ فرہاد کی صحیح ہسٹری معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ اور موجودہ ہسٹری کو بالکل تبدیل کر دیں۔ دنیا والوں کو یہ باور کرائیں کہ فرہاد جھوٹا اور فریبی ہے۔ وہ صرف آپ لوگوں سے ہی نہیں بلکہ اپنے سگے بھائی سے بھی دشمنی کر رہا ہے۔''

''یہ مطالبہ ہمارے حق میں ہے۔ ہم اس سلسلے میں تمہارا بھرپور ساتھ دیں گے۔''

''بس۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتا۔ آئندہ بھی اپنی کارکردگی سے یہ ثابت کروں گا کہ وہ فرہاد سیر ہے تو یہ فرہاد سوا سیر ہے۔ اب میں جا رہا ہوں۔ پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔ او کے سو فار.....''

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر اس سیکورٹی گارڈ سے پوچھا گیا۔ ''کیا مسٹر فرہاد جا چکے ہیں؟''

وہ بولا۔ ''میرا خیال ہے وہ جا چکے ہیں کیونکہ میں اپنے اندر ان کی آواز نہیں سن رہا ہوں۔''

وہ واقعی جا چکا تھا۔ ایک افسر نے اپنے یوگا جاننے والے ایک آرمی افسر سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ ''آپ فوراً انڈیا میں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین سے رابطہ کریں اور اسے خطرے سے آگاہ کریں۔ فرہاد اور اس کے تمام فیملی ممبرز وائس مین کی موجودگی سے آگاہ ہو چکے ہیں۔''

یوگا جاننے والے اس افسر نے کہا۔ ''پتا نہیں فرہاد وغیرہ کو وائس مین کی موجودگی کا علم کیسے ہو گیا؟ وہ تو بڑی راز داری سے کام کر رہا تھا۔ میں ابھی اسے خطرے سے آگاہ کرتا ہوں۔''

اس نے فون کے ذریعے سلومن وکٹر سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''یہ تم نے اچھا ہی کیا کہ فوراً ہی حل ابیب سے واپس آ گئے۔ وہاں الپا اور فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں تلاش کر رہے ہیں اور صرف تمہیں ہی نہیں، انڈیا میں ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا وائس مین ہے۔ اسے بھی تلاش کیا جا رہا ہے۔''

سلومن وکٹر نے کہا۔ ''میں نے تو سنا تھا کہ وائس مین بڑی راز داری سے انڈیا میں ان لوگوں کے خلاف محاذ آرائی کر رہا ہے۔''

''بے شک۔ وہ ایسا کر رہا ہے لیکن پتا نہیں فرہاد وغیرہ کی معلومات کے ذرائع کیا ہیں؟ گہرے رازوں تک بھی وہ لوگ بڑی آسانی سے پہنچ جاتے ہیں۔ بہرحال تم خیال خوانی کے ذریعے وائس مین کے پاس جاؤ۔ اسے اس خطرے سے آگاہ کرو۔''

اس نے فون کا رابطہ ختم ہونے پر خیال خوانی کی پرواز کی پھر وائس مین کے اندر پہنچتے ہی کہا۔ ''میں سلومن وکٹر ہوں۔ سانس نہ روکنا۔''

اس نے کہا۔ ''ہیلو وکٹر...! کیسے آنا ہوا؟''

''تمہیں خطرے سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔ تم وہاں بڑی راز داری سے کام کر رہے ہو۔ اس کے باوجود فرہاد اور اس کی فیملی کو تمہاری موجودگی کا علم ہو چکا ہے۔''

''تم درست کہہ رہے ہو۔ ابھی میں اسی بات پر غور کر رہا تھا۔ میں نے پارس کے پیچھے جاسوس لگائے۔ وہ انہیں ڈاج دے کر کہیں گم ہو گیا۔ میں اعلیٰ بی بی کو ایک نوجوان مُراد علی ہاجا کے ذریعے ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ لڑکی اچانک ہی ہوٹل کے کمرے سے کہیں چلی گئی ہے۔ ان بہن بھائی کا اچانک کہیں گم ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ میری طرف سے محتاط ہو گئے ہیں۔ بہرحال تمہاری انفارمیشن کا شکریہ... میں بھی بہت محتاط ہو گیا ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔ میں جا رہا ہوں۔''

سلومن وکٹر وہاں سے چلا گیا۔ وائس مین کا یہ خیال تھا کہ وہ اپنے طور پر بہت محتاط ہو گیا ہے۔ جبکہ شامت آتی ہے تو ساری احتیاط دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ اس کی شامت اس طرح آنے والی تھی کہ اس نے دہلی میں اعلیٰ بی بی کو دیکھا تھا اور دیکھتے ہی اس پر ہزار جان سے مرمٹا تھا۔

وہ ایسے وقت عاشق ہوا تھا جب اعلیٰ بی بی دہلی سے ممبئی جا رہی تھی۔ وائس مین نے مُراد علی ہاجا کو اس کے قریب لا کر معلوم کرنا چاہا کہ وہ لڑکی کون ہے؟

اسے جلد ہی پتا چل گیا کہ لڑکی غیر معمولی ہے۔ یوگا میں مہارت رکھتی ہے۔ پھر وہ مُراد علی کے ساتھ ممبئی تک سفر کرنے کے دوران اس کے اندر آتی رہی، اس کے خیالات پڑھتی رہی۔ اس طرح وائس مین کو معلوم ہو گیا کہ وہ خیال خوانی کرتی ہے اور یقیناً اس کا تعلق فرہاد علی تیمور کی فیملی سے ہوگا۔

جلد ہی اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ وہ میری بیٹی ہے پہلے تو وہ گھبرایا کہ دل بھی کہاں جا کر اٹکا ہے اور وہ دل تھا کہ بے ایمان ہو گیا تھا۔ اس کی مرضی کے خلاف دھڑک رہا تھا۔ اسی کو مانگ رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی کے لیے ایسی بے چینی، ایسی تڑپ پیدا ہو گئی تھی کہ وہ بھی دوسری فلائٹ سے ممبئی پہنچ گیا۔ جس ہوٹل میں عالی اور مُراد علی نے قیام کیا تھا اسی ہوٹل کے ایک کمرے میں اس نے بھی قیام کیا۔

کبھی خیال خوانی کے ذریعے مُراد علی کے اندر رہ کر اعلیٰ بی بی کو بالکل قریب سے دیکھتا رہا، اس کی باتیں سنتا رہا اور کبھی ڈائننگ ہال میں، کبھی وزیٹرز لابی میں اسے آتے جاتے دیکھ کر آہیں بھرتا رہا۔

وہ مُراد علی کے ذریعے عالی کو بڑی آسانی سے ٹریپ کر سکتا تھا۔ اسے احساسِ کمتری میں مبتلا کر سکتا تھا۔ اس سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا عالی دو چار گھنٹے اس طرح گزارتی ہے کہ اس کے دماغ میں ہم میں سے کوئی نہ آتا ہو؟ اگر ہم میں سے کوئی اس اندر آئے گا تو پتا چل جائے گا کہ کسی نے اسے احساسِ کمتری میں مبتلا کیا ہے۔ اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا رہا ہے۔

واشنگٹن میں وائس مین کے ماں باپ اور بہن بھائی تھے۔ بیوی نہیں تھی۔ اس نے اب تک شادی نہیں کی تھی۔ اس

کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ جب ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک سے بڑھ کر ایک حسینہ کو حاصل کر سکتا ہے، اور ان سے دل بھر جانے کے بعد رُخ پھیر سکتا ہے تو کسی کو بیوی بنا کر اسے گلے میں ڈھول کی طرح لٹکانے کی کیا ضرورت ہے؟

والدین سمجھاتے تھے کہ اپنے لیے نہ سہی، خاندان کا وارث پیدا کرنے کے لیے ہی شادی کر لے لیکن وہ یہ کہہ کر ٹال دیتا تھا۔ ''اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ دو چار برس کے بعد شادی کروں گا، تب بھی ایک بیوی سے وارثوں کی لائن لگا دوں گا۔''

وہ دل پھینک تھا۔ اس بار اس نے اپنا دل عالی کے قدموں میں پھینک دیا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اونچے محل کی کسی شہزادی کو حاصل کرنا بھی اس کے لیے ناممکن نہیں تھا لیکن یہاں عالی کے معاملے میں اٹک گیا تھا۔ میری طرف سے خوفزدہ تھا کہ عالی کو ٹریپ کرنے میں ذرا سی بھی غلطی کرے گا تو بری طرح پھنسے گا۔

ایک طرح سے یہ اس کے لیے چیلنج بھی تھا کہ عالی کو آخر ٹریپ کیوں نہیں کر سکتا؟ یہ ضروری نہیں ہے کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے چوبیس گھنٹے اس کے اندر موجود رہتے ہوں۔ اسے اپنا مقدر آزمانا چاہیے۔ دیکھنا چاہیے کہ اسے ٹریپ کرنے کے دوران میں ہوتا کیا ہے؟

وہ اس وقت ہوٹل کی ویٹرز لابی میں تھا اور دور ہی دور سے مُراد علی کو دیکھ رہا تھا۔ عالی نے اس سے کہا تھا کہ وہ نیچے کسی دکان میں جا کر اس کے لیے ایک شیمپو خرید لائے۔ وائس مین مُراد کے اندر رہ کر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

مُراد علی اس کے لیے شیمپو خرید کر واپس اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ وائس مین نے طے کر لیا کہ اسی وقت مُراد علی کے ذریعے عالی پر حملہ کرے گا۔ اسے زخمی کرے گا اور اس کے اندر پہنچ جائے گا۔

وہ لفٹ کے ذریعے دسویں فلور پر جا رہا تھا۔ وائس مین ایک گوشے میں ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ تاکہ وہاں تنہائی میں آرام سے خیال خوانی کے ذریعے اپنا کام کر سکے۔ مُراد دسویں فلور پر پہنچ کر اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔ ''میں تمہارے لیے شیمپو لے آیا ہوں۔''

اس نے اندر آ کر دیکھا تو وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے واش روم کی طرف دیکھا۔ وہاں کا دروازہ کھلا ہوا تھا وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ میں نے تھوڑی دیر پہلے ہی خیال خوانی کے ذریعے اپنی بیٹی کو خطرے سے آگاہ کیا تھا۔ اور وہ اسی وقت ہوٹل کی سیڑھیاں اترتی ہوئی پچھلے دروازے سے باہر چلی گئی تھی۔ ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے چہرے پر تھوڑا بہت تبدیلی کی گئی تھی۔ ہوٹل کے پچھلے حصے میں انٹرین اس جنس کا کوئی آدمی اسے پہچان نہ سکا۔ وہ احاطے سے باہر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے دور ہوتی چلی گئی۔

وائس مین اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مراد علی ذریعے یہ پتا چل گیا تھا چڑیا وہاں سے اڑ چکی ہے۔ اس فوراً ہی تمام جاسوسوں سے رابطہ کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ سے فرار ہو رہی ہے۔ ہر لڑکی کو توجہ سے دیکھو۔ اور چیک وہ بھیس بدل کر یہاں سے گئی ہو گی۔ اسے فرار ہونے کا نہ دو۔''

پھر وہ مراد علی کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ہوٹل باہر لے آیا۔ مراد اس کی مرضی کے مطابق کار اسٹیرنگ سنبھ بیٹھ گیا۔ پچھلی سیٹ پر وائس مین آ کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ زبان کچھ نہیں بول رہا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے مُراد علی کو کنٹ کر رہا تھا۔ اسے کہہ رہا تھا کہ وہ ہوٹل سے باہر جائے اور کو تلاش کرے۔ وائس مین ابھی یہ نہیں جانتا تھا کہ خطرے سے آگاہ ہونے کے بعد ہوٹل سے باہر گئی ہے کا اپنا خیال یہ تھا کہ شاید کسی کام سے گئی ہے۔ یا پھر کسی بنیاد پر وقتی طور پر مُراد سے دور ہو گئی ہے۔ یا تو واپس گی۔ یا پھر مُراد کو اپنے پاس کہیں بلائے گی۔

وہ اس کی مرضی کے مطابق کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ مین کا ایک خیال یہ بھی تھا کہ راستے میں کہیں عالی مُراد کو گی تو اس کے پاس دوڑی چلی آئے گی۔ پھر وہ ایک ضائع نہیں کرے گا۔ فوراً ہی اسے زخمی کر کے دماغ پر جما لے گا۔

عالی ایک مندر کے سامنے پہنچ کر ٹیکسی سے اتر گئی وہاں بھگوان کی ایک مورتی سے کچھ فاصلے پر جا کر بیٹھ گئی وہاں چند عورتیں دور دور بیٹھی ہوئی پوجا پاٹ میں مص تھیں۔ وہ بھی دوزانو ہو کر یوں سر جھکا کر بیٹھ گئی جیسے دھ گیان میں مصروف ہو گئی ہو۔ اس طرح وہ بڑی خاموشی مُراد علی کے دماغ میں پہنچ گئی۔

اس نے دیکھا، وہ ایک کار ڈرائیو کر رہا ہے۔ پچھلی سیٹ پر کوئی اجنبی بیٹھا ہوا ہے۔ مُراد سر گھما کر چاہتا ہے مگر دیکھ نہیں پا رہا ہے۔ اس سے کچھ کہنا چاہتا ہے کہہ نہیں پا رہا ہے۔ اس کے اندر یہ سوچ پیدا ہو رہی ہے دیکھنا چاہیے، نہ بولنا چاہیے۔ چپ چاپ کار ڈرائیو ہوئے عالی کو تلاش کرنا چاہیے۔

وائس مین کے اس طریقہ کار سے عالی نے فورا

لیا کہ پیچھے بیٹھنے والا شخص یا تو ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کا آلۂ کار بنا بیٹھا ہے۔

عالی نے مُراد کے اندر جھنجلاہٹ پیدا کی۔ وہ سوچنے لگا۔ ''کیا مشکل ہے؟ نہ میں کچھ بول پا رہا ہوں اور نہ ہی پیچھے مڑ کر دیکھ پا رہا ہوں۔ پتا نہیں یہ کون پیچھے آ کر بیٹھ گیا ہے؟''

وائس مین نے اس کے اندر سوچ پیدا کی کہ اُسے یہ سب کچھ نہیں سوچنا چاہیے۔ ڈرائیونگ کی طرف دھیان رکھنا چاہیے اور عالی کو تلاش کرتے رہنا چاہیے۔

وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص بہت اہم ہے۔ اسے کسی بھی طرح بے نقاب کرنا ہوگا۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر اس نے مُراد کو اپنے دائیں طرف دیکھنے پر مجبور کیا۔ ادھر سے ایک کار تیزی سے گزر رہی تھی۔ وہ چونک کر بولا۔ ''عالی.....!''

وائس مین نے اس کی بات سنتے ہی پاس سے گزرنے والی تیز رفتار کار کو دیکھا پھر مُراد کے خیالات پڑھے تو پتا چلا' اس نے اُس گاڑی میں اعلیٰ بی بی کو دیکھا ہے۔

اس نے فوراً ہی مُراد کو اپنی گاڑی کی رفتار تیز کر کے اس کار تک پہنچنے کا حکم دیا۔

وہ رفتار بڑھانے لگا۔ وائس مین پچھلی سیٹ پر آگے کی طرف کھسک آیا تھا۔ جو شیلے انداز میں دور جاتی ہوئی گاڑی کو دیکھ رہا تھا۔ اور خیال خوانی کے ذریعے مُراد کو مجبور کر رہا تھا کہ وہ رفتار بڑھاتا جائے۔ اس وقت وہ بے چارہ دو پاٹن کے بیچ تھا۔ ایک طرف وائس مین اسے مجبور کر رہا تھا دوسری طرف عالی اسے ضرورت کے وقت استعمال کر رہی تھی۔

تھوڑی دیر تک یہی ہوتا رہا۔ وہ کار تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی اگلی گاڑی تک پہنچ رہی تھی۔ ایسے ہی وقت عالی نے مُراد کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا اور اسے بریک لگانے پر مجبور کیا۔ اس نے فوراً ہی بریک لگائی تو کار ایک جھٹکے سے رُک گئی۔ پچھلی سیٹ پر آگے کی طرف کھسک آنے والا وائس مین اس بات کے لیے تیار نہیں تھا۔ کار کے رکتے ہی وہ اچھل کر آگے کی طرف آتے ہوئے ڈیش بورڈ سے ٹکرا گیا۔

کار کی رفتار معمولی نہیں تھی۔ ایک جھٹکے سے رُکنے کے باعث وہ بری طرح ڈیش بورڈ سے ٹکرایا تھا۔ ایسی سخت چوٹ آئی تھی' جیسے کاسہ سر ٹوٹ رہا ہو۔ پیشانی سے خون بہنے لگا تھا۔ سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا ہو گیا ہے؟

عالی کی سمجھ میں آ گیا۔ اس نے اس کے اندر پہنچتے ہی مختصر سے خیالات پڑھے تو فوراً ہی یہ معلوم ہو گیا کہ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا وائس مین ہے۔

مُراد علی ایسے وقت اس کے سحر سے نکل چکا تھا۔ اس نے غصے سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ابے او خانہ خراب! تو ہے کون؟ کتنی دیر سے میرے پیچھے چپ چاپ بیٹھا ہے' کچھ نہیں کیا جادو کر رہا تھا؟ نہ مجھے اپنی طرف دیکھنے دے رہا تھا' نہ کچھ بولنے دے رہا تھا۔ دیکھا میرا کمال! ایک بریک لگائی ہی پیچھے سے اچھل کر آگے پہنچ گیا۔''

وائس مین کا سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ ایسی چوٹ آئی تھی کہ تکلیف ناقابلِ برداشت تھی۔ پھر بھی وہ برداشت کر رہا تھا۔ اس وقت اس کے دل و دماغ پر ایک ہی خوف طاری تھا کہ ایسے وقت کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہ پہنچ جائے۔ کیونکہ اب وہ سانس روکنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

وہ بڑی تکلیف سے کراہتے ہوئے سیٹ پر لیٹ گیا پھر بولا۔ ''مجھے جلد سے جلد کسی ڈاکٹر کے پاس پہنچاؤ۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔ میں بے ہوش ہو سکتا ہوں۔''

مراد اب عالی کے زیرِ اثر تھا۔ اس کی مرضی کے مطابق کار ڈرائیو کرتے ہوئے ایک قریبی کلینک میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی وائس مین پر نیم بے ہوشی طاری ہو گئی۔ عالی خاموش تھی۔ اس کے اندر خود کو ظاہر نہیں کر رہی تھی۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانے کی اتنی جلدی نہیں تھی۔ آرام سے سب کچھ ہو سکتا تھا۔

وائس مین کے دو باڈی گارڈز دور ہی دور سے اس کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ انٹرین انٹیلی جنس والوں نے ان باڈی گارڈز کو وائس مین کے خدمات کے لیے مامور کیا تھا۔ انہوں نے اپنے اعلیٰ افسران کو اطلاع دی کہ وہ ایک حادثے سے دوچار ہو کر کلینک میں پہنچا ہوا ہے۔

انٹیلی جنس کے دو افسران اپنے ماتحتوں کے ساتھ فوراً ہی اس کلینک میں پہنچ گئے۔ بڑی توجہ سے اس کا علاج کرانے لگے۔ وہ جلد ہی ہوش میں آ گیا۔ مُراد علی کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ الزام یہ تھا کہ اس کی غلط ڈرائیونگ کی وجہ سے وائس مین پر یہ مصیبت آئی ہے۔

وائس مین نے عالی کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''اسے گرفتار نہ کیا جائے۔ قصور میرا ہے۔ میں نے اسے فاسٹ ڈرائیونگ کا حکم دیا تھا۔ ایک جگہ اس نے حادثے سے بچنے کے لیے اچانک بریک لگائی تھی۔ تو میں اچھل کر آگے ڈیش بورڈ سے ٹکرا گیا تھا۔''

ایک یوگا جاننے والے افسر کو یہ معلوم تھا کہ وائس مین نے مُراد علی کو اپنا تابعدار بنایا ہوا ہے۔ اس نے مُراد کو رہا کر دیا لیکن اس کے پیچھے جاسوس لگا دیے۔ تاکہ وہ اسے اپنی نگرانی میں رکھے۔ یہ امید تھی کہ عالی کسی وقت بھی آ کر مُراد سے ضرور ملے گی۔

عالی نے میرے پاس آ کر کہا۔ ''پاپا! ایک خوشخبری ہے۔ میں نے وائس مین کو ٹریپ کر لیا ہے۔ ابھی وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ جلد ہی ہوش میں آنے والا ہے۔''

میں نے خوش ہو کر کہا۔ ''شاباش! تم نے تو بہت اچھا کام کیا ہے۔ وہ انٹرین انٹیلی جنس والے تمہارے، پارس اور پورس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ بڑی رازداری سے تم تینوں کو اپنی گرفت میں لینا چاہتے تھے۔ اب وہ کمزور پڑ جائیں گے۔ تمہارے خلاف کچھ نہیں کر سکیں گے۔''

''پاپا! مشورہ دیں، مجھے وائس مین کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے؟''

''ظاہر ہے، پہلی فرصت میں اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا جائے لیکن اس پر یہ ظاہر نہ ہو کہ وہ تمہاری گرفت میں آ چکا ہے۔ اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھو۔ اور دیکھو کہ وہ آئندہ دماغی توانائی حاصل کرنے تک کیسے اپنا بچاؤ کرتا ہے؟''

''بے شک.. جب تک اسے دماغی توانائی حاصل نہیں ہو گی تب تک وہ اسی خوف میں مبتلا رہے گا کہ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر آ کر اسے اپنا غلام بنا سکتا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ تم اپنے طور پر اس سے نمٹتی رہو۔ میں تو دماغی کمزوری میں مبتلا ہوں۔ ابھی خیال خوانی کے ذریعے کچھ نہیں کر سکوں گا۔''

عالی نے پوچھا۔ ''ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے اور مما کے دماغ میں موجود رہتے ہیں ناں؟''

''ہاں۔ یہ تو بہت ضروری ہے۔ ہمیشہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اور تمہاری مما کے دماغ میں موجود رہتے ہیں۔ ہر چار گھنٹے بعد ان کی ڈیوٹی بدلتی رہتی ہے۔ خدا کرے جلد ہم دونوں دماغی توانائی حاصل کر لیں۔''

''اس وقت ہم بابا صاحب کے ادارے میں جا رہے ہیں۔ جب تک دماغی توانائی حاصل نہیں ہو گی، وہاں کوئی دشمن ہمارے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔ اور نہ ہی ہمارے کسی خیال خوانی کرنے والے کو ہماری نگرانی کرنی پڑے گی۔''

''یہ اچھا ہے پاپا! آپ دونوں کو ادارے میں جا کر کچھ روز آرام کرنا چاہیے۔''

وہ میرے دماغ سے چلی گئی۔ ہم سب اپنے طور پ

زیادہ محتاط تھے۔ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ دشمن بہروپیا فرہاد بننے والا کسی وقت بھی ہمارے دماغوں میں آ کر ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکتا ہے۔

اور وہ کوشش کر رہا تھا۔ اس وقت بھی میرے دماغ میں خاموشی سے موجود تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ ایک سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر موجود ہیں۔ اور انہوں نے بڑی مضبوطی سے میرے دماغ کو اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے۔

اگر وہ میرے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہتا تو ناکام رہتا۔ ٹیلی پیتھی کا یہ حملہ بے اثر رہتا۔ اس لیے وہ ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا رہا تھا۔ اس کے باوجود دوسرے پہلوؤں سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔

وہ دوسرا پہلو یہ تھا کہ وہ میرے چور خیالات پڑھ سکتا تھا۔ ایسے وقت میرے اندر نگرانی کرنے والوں کو بھی خبر نہ ہوتی کہ کوئی چپکے چپکے میرے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔ اسے روکنے کا بس ایک ہی راستہ تھا اور وہ یہ کہ میں اور سونیا جلد سے جلد بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ جائیں۔ پھر جس طرح ادارے کا صدر دروازہ دشمنوں کے لیے بند رہتا ہے اسی طرح ہمارے دماغوں کے دروازے بھی اس کے لیے بند ہو جاتے۔

لیکن جس وقت اعلیٰ بی بی میرے پاس آ کر اپنی کامیابی کا مژدہ سنا رہی تھی، اس وقت وہ کم بخت میرے اندر موجود تھا اور سب کچھ سن رہا تھا۔

اس وقت میں اور سونیا ایک گاڑی میں بیٹھ کر بابا صاحب کے ادارے کی طرف جا رہے تھے۔ آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچنے والے تھے۔ اس کے بعد پھر وہ بہروپیا فرہاد ہمارے اندر نہیں آ سکتا تھا لیکن آدھا گھنٹا بھی بہت ہوتا ہے۔

وہ اس وقت میرے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ اور یہ معلوم کر رہا تھا کہ اس وقت اعلیٰ بی بی' پارس اور پورس کہاں ہیں؟ ان کا فون نمبر اور پتا ٹھکانا کیا ہے؟ وہ یہ سب کچھ بڑی آسانی سے معلوم کر رہا تھا۔

پھر معلومات کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ میں اور سونیا بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئے۔ صرف وہ بہروپیا ہی نہیں، ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہمارے دماغوں سے نکل گئے تھے۔ اس ادارے کے اندر دوست ہو یا دشمن کوئی بھی کسی کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر کبھی ضروری ہوتا تو ایک دوسرے کی اجازت سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کی جا سکتی تھی۔

مجھ جیسے زمانہ شناس اور تجربہ کار ٹیلی پیتھی جاننے والے

کو یہ سوچنا اور سمجھنا چاہیے تھا کہ دشمن خاموشی سے دماغ میں آکر چور خیالات پڑھ سکتا ہے۔ میری نگرانی کرنے والے میرے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ اس کے باوجود کسی بھی دشمن کے لیے چور خیالات پڑھنے کی گنجائش رہتی ہے۔ یہ میں نے اس وقت نہیں سوچا۔ بعد میں سوچا۔ ''کیا وہ میرے دماغ میں آیا ہوگا؟ کیا اس نے میرے اندر سے اہم معلومات حاصل کی ہوں گی؟''

جب ہم ذہنی کمزوری میں مبتلا رہتے ہیں، پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر پاتے تو یہ سوچ سوچ کر ذہنی کرب میں مبتلا رہتے ہیں کہ نہ جانے کون کون ہمارے دماغ میں آیا ہوگا اور کیا کیا معلوم کر کے گیا ہوگا؟

میں نے سوچا۔ ''اب اس فکر میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ کون آیا ہوگا اور کون گیا ہوگا؟ جب کوئی نئی مصیبت آئے گی تو اس سے نمٹ لیا جائے گا۔''

اس فرہاد کی مصروفیات بڑھ گئی تھیں۔ اب وہ جلد سے جلد معلوم کرنا چاہتا تھا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آواز اور لب و لہجہ کیسا ہے؟ یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ دماغی کمزوری میں مبتلا ہے اور اس کے دماغ میں بڑی آسانی سے جگہ مل سکتی ہے۔

وہ میرے اور میری فیملی کے بارے میں وسیع معلومات رکھنے کے لیے اڑیا میں بھی رہ چکا تھا۔ اور وہاں کے حکمرانوں، فوجی افسروں، پولیس اور انٹیلی جنس والوں کے اندر پہنچتا رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے ایک اسے اعلیٰ افسر کے دماغ میں جگہ بنائی جو یوگا کا ماہر نہیں تھا لیکن اسے اس حد تک معلومات حاصل تھیں کہ انٹیلی جنس کے دو یوگا جاننے والے اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ ممبئی میں ہیں اور وہ ایک امریکی مہمان کے علاج میں مصروف ہیں۔

اس فرہاد نے اپنے آئیڈیل کار افسر کو مجبور کیا کہ وہ فون کے ذریعے ممبئی والے ماتحت افسر سے رابطہ کرے۔ وہ ماتحت افسر رشتے میں اس کا سالا لگتا تھا۔ رابطہ ہونے پر انہوں نے ایک دوسرے کی خیریت معلوم کی، کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوئیں پھر رابطہ ختم ہو گیا۔

وہ فرہاد اس ماتحت افسر کے ذریعے اس اسپیشل کمرے میں پہنچا جہاں وائس مین زیرِ علاج تھا۔ اس کے سر پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ وہ بستر کے سرہانے ٹیک لگائے بیٹھا تھا اور ایک اعلیٰ افسر سے باتیں کر رہا تھا۔

فرہاد نے اس ماتحت افسر کے ذریعے اس کی آواز اور لب و لہجے کو سنا پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر پہنچ گیا۔

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں پہنچ جانا بہت بڑی کامیابی تھی۔ وہ اسے تابعدار بنا کر، امریکی اکابرین کے اندر بہت دور تک جگہ بنا سکتا تھا۔ اور ان کے بہت سے منصوبوں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ اعلیٰ بی بی کسی وقت بھی اس کے اندر آکر اس پر تنویمی عمل کرے گی۔ اور اسے اپنا تابعدار بنائے گی۔ ایسے وقت وہاں اس کی موجودگی ضروری تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر نومی کرسٹل کے پاس آ گیا۔

وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بنی ہوئی تھی۔ اس نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولی۔ ''تم اب تک کہاں تھے اور اب تک کیا کرتے رہے تھے؟''

''یہ نہ پوچھو۔ میں بہت مصروف ہوں۔ مجھے ایک کے بعد دوسری تیسری کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ ابھی مجھے تمہاری ضرورت ہے۔''

''میں تو تمہارا ہی ہو رہی تھی۔ کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ بولو مجھے کیا کرنا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا دماغی طور پر کمزور ہو گیا ہے۔ اور اعلیٰ بی بی نے اسے کمزور بنایا ہے میں بھی اس کے اندر پہنچ چکا ہوں۔''

''یہ تو واقعی بہت بڑی کامیابی ہے۔ سب سے پہلی اور اہم کامیابی تمہاری یہ رہی کہ سونیا جیسی مگار، زمانہ عورت کو اور پہاڑ جیسے فرہاد کو زخمی کر دیا۔ انہیں بے دست و پا بنا دیا۔ اور اب ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر پہنچ گئے ہو۔''

''صرف اتنا ہی نہیں۔ میں یہ بھی معلوم کر چکا ہوں کہ اعلیٰ بی بی، پارس اور پورس اٹھ پا کے کس شہر اور کس علاقے میں رہتے ہیں؟ مجھے ان کے فون نمبر بھی معلوم ہو چکے ہیں۔''

وہ حیرانی سے اور خوشی سے بولی۔ ''او مائی گاڈ! تم تو آندھی طوفان کی رفتار سے کامیابیاں حاصل کر رہے ہو۔ مجھے یہ فخر حاصل ہو رہا ہے کہ تم میرے آئیڈیل فرہاد علی تیمور ہو۔''

''ابھی تم میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمہیں اس امریکی خیال خوانی کرنے والے وائس مین کے اندر پہنچا رہا ہوں۔ تمہیں مستقل وہاں رہنا ہے۔ اعلیٰ بی بی کسی وقت بھی آ کر اس پر تنویمی عمل کرے گی۔ تم خاموشی سے یہ معلوم کرتی رہو گی کہ اس نے کس آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے؟''

''میں یہی کروں گی۔ اسے یہ معلوم نہیں ہونے دوں گی کہ اس کے دماغ میں چھپی ہوئی ہوں۔ اور اس کے تنویمی عمل

کو ناکام بنانے والی ہوں۔''

وہ بولا۔ ''عالی کے تنویمی عمل کو ناکام نہیں بنانا ہے۔ اسے اس خوش فہمی میں مبتلا رکھنا ہے کہ وائس مین اس کا تابعدار بن چکا ہے۔ ہم خاموشی سے اس کے اندر جاتے رہیں گے۔ اور یہ دیکھتے رہیں گے کہ اعلیٰ بی بی اسے اپنے طور پر کس طرح استعمال کرنے والی ہے؟''

نومی اس کے دماغ میں آ کر بولی۔ ''ٹھیک ہے۔ تم جیسا کہہ رہے ہو، میں ویسا ہی کرتی رہوں گی۔ مجھے وائس مین کے اندر لے چلو۔''

اس نے نومی کو وائس مین کے اندر پہنچا دیا۔ پھر کہا۔ ''پورس میں شام ہونے والی ہے۔ تھوڑی دیر بعد اندھیرا چھا جائے گا تو جمائلہ تبدیل ہو گی۔ مجھے اس کے پاس موجود رہنا ہے۔''

''ذرا ایک منٹ رُک جاؤ۔ تم نے ابھی کہا ہے کہ تمہیں عالی، پارس اور پورس کے ایڈریس اور فون نمبر معلوم ہو چکے ہیں؟''

''ہاں۔ یہ سب کچھ مجھے معلوم ہے۔''

وہ بولی۔ ''پورس کے ساتھ اس کا بیٹا عدنان ضرور ہو گا۔ شاید تم اس کے بارے میں نہیں جانتے؟ وہ بہت ہی عجیب و غریب بچہ ہے۔ میں نے اور وردان نے اسے قابو میں کرنے کی بہت کوششیں کیں لیکن ناکام رہے۔ تم ضرور اسے اپنے قابو میں کر لو گے۔ اگر اس بچے کو اغوا کر کے ہم اپنے پاس لے آئیں تو فرہاد علی تیمور کی ایک بہت بڑی کمزوری ہمارے ہاتھ آ جائے گی۔''

''بے شک۔ ہم ایسا کریں گے۔ میں تمہیں پورس کا فون نمبر اور ایڈریس بتاتا ہوں۔ تم وائس مین کے دماغ میں بھی رہو اور دو چار آگہ کار بنا کر انہیں پورس کے پتے پر پہنچاؤ اور ان کی نگرانی کرو۔ مجھ سے رابطہ کرتی رہو۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ کس کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے؟''

وہ دماغی طور پر اس بنگلے میں حاضر ہو گیا جہاں اس نے جمائلہ کو چھپا کر رکھا تھا۔ اس کی مصروفیات کے دوران جمائلہ لنچ کے بعد سو گئی تھی۔

تین گھنٹے کی نیند کے بعد بیدار ہوئی تو اس کے موبائل فون کا بزر بول رہا تھا۔ فرہاد نے اس کا موبائل فون اپنے پاس رکھا تھا۔ تاکہ ہم میں سے کوئی اس کے فون پر رابطہ نہ کرے۔ جمائلہ بھول چُوک سے یہ کہہ سکتی تھی کہ اس وقت وہ بابا صاحب کے ادارے کے سامنے ایک بنگلے میں موجود ہے۔

جمائلہ نے کہا۔ ''میں نے اب تک سیون بلڈرز سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ وہ میرے سلسلے میں پریشان ہوں گے۔ شاید ان ہی کا فون ہے۔''

فرہاد نے فون کو کان سے لگا کر پوچھا۔ ''ہیلو کون.....؟''

دوسری طرف سے ایک بلڈر کی آواز سنائی دی۔ ''یہ مس جمائلہ کا فون ہے۔ آپ کون بول رہے ہیں؟''

فرہاد نے جمائلہ کو دیکھتے ہوئے فون پر کہا۔ ''میں ابوالہول کا غلام ہوں۔ اور جمائلہ کی مدد کے لیے یہاں آیا ہوں۔ یہ لو۔ اس سے باتیں کرو۔''

اس نے فون جمائلہ کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولی۔ ''ہیلو۔ میں جمائلہ بول رہی ہوں۔''

بلڈر نے پوچھا۔ ''تم خیریت سے ہو ناں.....؟ تم نے کہا تھا، پیرس پہنچ کر ہمیں فون کرو گی۔ ہم نے تمہارے اس فون پر رابطہ کرنا چاہا تو یہ بند پڑا تھا۔''

وہ بولی۔ ''بات اصل میں یہ ہے کہ پیرس پہنچتے ہی حالات بدل گئے ہیں۔ آپ تمام بلڈرز کو معلوم ہونا چاہیے کہ ابوالہول کے غلام کا نام بھی فرہاد علی تیمور ہے۔ یہ فرہاد کا ہمزاد ہے۔''

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ فرہاد کا کوئی ہمزاد کہاں سے آ گیا؟ تم کس چکر میں پڑ گئی ہو؟''

''میں کسی چکر میں نہیں ہوں۔ یہ ابوالہول کا غلام ہے۔ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے روک رہا ہے۔ اسی لیے میں اب تک وہاں نہ جا سکی۔ اس نے سونیا اور فرہاد کو بری طرح زخمی کیا ہے۔''

دوسری طرف سے حیرانی سے پوچھا گیا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ یہ شخص کون ہے جس نے سونیا اور فرہاد پر ہاتھ ڈالا ہے؟ یہ یقین کرنے والی بات نہیں ہے۔''

وہ بولی۔ ''پھر بھی آپ یقین کر لیں۔ اس لیے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے میڈم سونیا کو زخمی ہوتے دیکھا ہے۔ اور یہ سنا ہے کہ فرہاد اسپتال میں زخمی پڑا ہے۔''

''پھر تو وہ کوئی غیر معمولی شخص ہی ہے جو خود کو فرہاد کا ہمزاد کہہ رہا ہے۔ اس سے ہماری بات کراؤ۔''

جمائلہ نے فون اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے کان سے لگاتے ہوئے بولا۔ ''ہیلو۔ میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ یہ تو سن ہی چکے ہو کہ میں اس کا ہمزاد ہوں۔''

''دنیا کے تمام بڑے ممالک میں اور خطرناک قسموں کے ریکارڈز میں فرہاد کی جو لائف ہسٹری ہے، اس میں کہیں

اس کے ہمزاد کا ذکر نہیں ہے۔ کیا تم اپنی سچائی ثابت کر سکتے ہو؟''

''بے شک۔ میں رفتہ رفتہ ثابت کر دوں گا۔ جب میں اس کے ساتھ ایک ہی دن، ایک ہی وقت پیدا ہوا تو ان دنوں ہمارے خاندانی جھگڑے چل رہے تھے۔ میری پھوپھی مجھے وہاں سے لے آئی تھیں۔ یہ باتیں میں بار بار اس لیے دہراتا رہتا ہوں کہ آپ سب فرہاد کی لائف ہسٹری کو ایک نئے سرے سے ترتیب دیں۔ بہت جلد یہ ثابت ہو جائے گا کہ میں اس کا ہمزاد ہوں۔ اور وہ اب تک دنیا والوں سے مجھ جیسے بھائی کے وجود کو چھپاتا رہا ہے۔''

''اگر تم اس کے بھائی ہو تو تمہارا نام بھی فرہاد کیوں ہے؟ دو سگے بھائیوں کے ایک جیسے نام نہیں ہوتے۔''

''میری پرورش میری پھوپھی نے کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ فرہاد علی تیمور میرا نام رکھا گیا تھا۔ اس کا کوئی اور نام تھا۔ میں پیدائش کے دوسرے ہی دن اس سے جدا ہو گیا تھا۔ میری پھوپھی مجھے لندن لے آئی تھیں۔ انہیں بعد میں پتا چلا کہ میرا بھائی بھی خود کو فرہاد علی تیمور کہنے لگا ہے۔ اور اسی نام سے پہچانا جا رہا ہے۔''

''مسٹر فرہاد! فی الحال تو ہم آپ کو فرہاد ٹو کہیں گے۔ آپ کی باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ کو فرہاد ون سے بڑی شکایتیں ہیں۔ اور شاید عداوتیں بھی ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟''

وہ بولا۔ ''بالکل درست ہے۔ اسی لیے تو میں نے آج اسے پہلی بار اسپتال پہنچایا ہے۔ آئندہ آپ سب ہی دیکھیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں؟''

بلڈر نے کہا۔ ''اسے صرف اسپتال کیوں پہنچایا؟ جب زخمی کیا تھا تو گولی بھی مار سکتے تھے۔''

''نہیں۔ میں کبھی اسے جان سے نہیں ماروں گا۔ اور نہ ہی کبھی اس کے بچوں کو جانی نقصان پہنچاؤں گا۔ میں تو اسے ایسی مار مارتا رہوں گا، ہر مرحلے پر ایسی مات دیتا رہوں گا کہ وہ شرم سے ڈوب مرے گا۔ اس کے بچے بھی دنیا والوں کو منہ نہیں دکھا سکیں گے۔ انہوں نے جتنا عروج حاصل کیا ہے اتنی ہی پستی میں جا کر بے موت مریں گے۔''

''اگر تم ان کے دشمن ہو تو پھر ہمارے دوست ہو۔ ہم تم سے دوستی کرنا چاہیں گے۔ کیا ہماری روبرو ملاقات ہو سکتی ہے؟''

''خیال خوانی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ تم کسی فون پر کسی کی آواز سناؤ گے تو میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذریعے تم لوگوں سے تفصیلی گفتگو کر سکوں گا لیکن ابھی نہیں۔ یہاں شام کا اندھیرا پھیلنے والا ہے۔ آج رات کو یا کل کسی وقت ہماری گفتگو ہو سکتی ہے۔''

''ٹھیک ہے لیکن ایک کام تم ہماری پلاننگ کے خلاف کر رہے ہو۔''

''وہ کیا...؟''

''ہم چاہتے ہیں، جمائلہ بابا صاحب کے ادارے کے اندر جائے اور وہاں سے بہت اہم راز اڑا کر لے آئے۔''

اس نے پوچھا۔ ''وہاں ان کے ایسے کیا راز ہوں گے جن سے ہمیں فائدہ پہنچے گا؟''

''بہت سے فائدے پہنچ سکتے ہیں۔ ایک تو ان کی کمزوریاں معلوم ہوں گی۔ اس ادارے میں داخل ہونے کے خفیہ راستے معلوم ہو سکیں گے۔ یہ بھی معلوم ہو گا کہ ان کے روحانی علوم میں کتنی سچائی ہے؟ کیا واقعی کوئی روحانیت ہے یا ڈھونگ رچایا جا رہا ہے؟ پس پردہ ایسی کیا جادوگری ہو رہی ہے کہ بڑے سے بڑا ملک بھی اپنی فوجی قوت کے ساتھ اس ادارے میں داخل نہیں ہو سکتا۔ سب ہی ناکام ہو جاتے ہیں۔ آخر کوئی تو راز ہو گا۔ ان کے پاس ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ اور فارمولا ہے۔ ایک ایسی دوا کا فارمولا بھی ہے جسے اسپرے کرنے سے مصنوعی ٹیلی پیتھی کرنے والے خیال خوانی کی صلاحیت سے محروم ہو جاتے ہیں۔''

فرہاد نے سوچنے کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ میں نے ان باتوں پر توجہ نہیں دی تھی۔ واقعی بابا صاحب کے ادارے سے بہت ہی اہم چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں لیکن ہمیں اس کے تاریک پہلو کو بھی سوچنا چاہیے۔''

''تم یہ سوچ رہے ہو کہ جمائلہ وہاں جا کر تبدیل ہو جائے گی۔ اس پر روحانی عمل کیا جائے گا تو ہمیں یقین نہیں ہے ہم کسی روحانی عمل کو نہیں مانتے۔ وہ رات ہوتے ہی پُراسرار قوتوں کی مالک بن جاتی ہے۔ وہ ہمارے لیے بہت بڑے کارنامے انجام دے کر آئے گی۔''

''تم اسے بابا صاحب کے ادارے میں بھیجنے کا خطرہ مول لینا چاہتے ہو۔''

''میں نے کہا نا۔ ہم سب نے بڑی مغز ماری کی ہے۔ اس بات کو ہر پہلو سے سوچا ہے، سمجھا ہے۔ پھر اسے اس ادارے میں پہنچانے کا فیصلہ کیا ہے۔ تم خود ہی غور کرو، جمائلہ کے ذریعے ہم اس ادارے میں سُرنگ بنا سکتے ہیں اور داخلے کا راستہ نکال سکتے ہیں، جہاں آج تک کوئی نہیں پہنچ پایا ہے۔''

فرہاد نے کھڑکی کے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''شام کے سائے گہرے ہو رہے ہیں۔ مجھے فون بند کرنا چاہیے۔ میں ان پہلوؤں پر غور کروں گا۔ پھر جمائلہ کو اس ادارے میں جانے دوں گا۔ فی الحال گڈ بائے.....''

اس نے فون بند کیا پھر دوسرے کمرے میں آ کر دیکھا۔ جمائلہ دروازہ کھول کر کھڑی ہوئی تھی۔ باہر شام کے سائے کو تاریکی میں تبدیل ہوتے دیکھ رہی تھی۔ آہستہ آہستہ ادھر سے ادھر جھوم رہی تھی۔ سائے لمحہ بہ لمحہ گہرے ہوتے جا رہے تھے۔

☆☆☆

نومی کرسٹل بہت پہلے ہی سونیا بن کر میری داستان میں آ چکی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سونیا کی طرح ذہانت، دلیری اور مکاری دکھانے کے باوجود اس کی جگہ نہ لے سکی۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ کوشش کرنے والوں کے لیے ایک راستہ بند ہوتا ہے تو دوسرے کئی راستے کھلتے رہتے ہیں۔ نومی کے لیے بھی ایک نیا راستہ کھل گیا۔

یہ معلوم کر کے اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ وہ میرا ہمزاد کہلانے والا بڑی کامیابی کے ساتھ مجھ سے ٹکرا رہا ہے۔ اور اس نے پہلی بار جو حملے کیے تو ایک ہی حملے میں ایک طرف مجھے اسپتال پہنچایا، دوسری طرف سونیا کو زخمی کر دیا۔

یہ بہت بڑی بات تھی۔ بہت بڑا کارنامہ تھا۔ صرف نومی کرسٹل ہی نہیں، امریکی اکابرین بھی اس کے اس کارنامے پر انگشت بدنداں تھے۔

میرے ہمزاد نے آتے ہی ایسا بڑا کام کیا تھا کہ اب وہ دیکھتے ہی دیکھتے تمام چھوٹے بڑے ممالک میں مشہور و معروف ہونے والا تھا۔ سب کے لیے سوالیہ نشان بننے والا تھا کہ وہ کون ہے؟ کیا ہے اور آئندہ کیا کرنے والا ہے؟

نومی کی یہ بڑی خواہش تھی کہ میرے ساتھ رہ کر اٹیشن سے بھرپور سونیا کی طرح زندگی گزارے۔ اب وہ خواہش میرے ہمزاد کہلانے والے فرہاد کے ساتھ پوری ہونے والی تھی۔ صرف ایک بات اس کے مزاج کے خلاف ہونے والی تھی اور وہ یہ کہ اس بہروپیے فرہاد نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔ مجھے اور سونیا کو نیچا دکھانے اور ہزاروں فائدے اٹھانے کے لیے وہ یہ ایک نقصان برداشت کر رہی تھی۔

اس کے دماغ میں یہ بات تھی کہ موقع ملے گا تو اس کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کر لے گی۔ لیکن اس کی دوست بن کر رہے گی۔ اس کی دوستی اسے ہم سے برتر بنانے والی تھی۔

فی الحال وہ اس کی تابعدار تھی۔ اس نے حکم دیا تھا یا محبت سے ہدایت دی تھی کہ اسے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کے دماغ میں مسلسل موجود رہنا چاہیے۔ کیونکہ اعلیٰ بی بی نے اسے دماغی طور پر کمزور بنایا ہے۔ اور وہ کسی وقت بھی مناسب موقع دیکھ کر اس پر ضرور تنویمی عمل کرے گی۔

وہ اس کے حکم کے مطابق وائس مین کے اندر موجود رہی۔ جب وہ ہوش میں آ گیا تو اس کے دو گھنٹے بعد ہی اس نے اعلیٰ بی بی کی آواز سنی۔ وہ وائس مین کے اندر آ کر کہہ رہی تھی۔ ''بہت اونچا اڑنے کے لیے ہندوستان آئے تھے۔ بڑی خاموشی سے، بڑی رازداری سے ہمارے خلاف محاذ آرائی کر رہے تھے۔''

وائس مین نے پریشان ہو کر اپنی عادت کے مطابق سانس روکنے اور پرانی سوچ کی لہروں کو بھگانے کی کوشش کی۔ مگر ایسا نہ کر سکا۔ اسے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ دماغی طور پر کمزور ہو چکا ہے۔ اس نے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

''میں وہی ہوں۔ جسے تم مُراد علی کے ذریعے ٹریپ کرنا چاہتے تھے لیکن بازی پلٹ گئی۔ اسی مُراد علی کے ذریعے میں نے تمہیں ٹریپ کر لیا ہے۔''

''اوگاڈ! تم فرہاد علی تیمور کی بیٹی اعلیٰ بی بی ہو؟''

''ہاں۔ اب تم کوئی سوال نہ کرو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں جلد سے جلد تمہیں اپنا تابعدار بنا لینا چاہتی ہوں۔ آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ۔''

اس نے فوراً ہی آنکھیں بند کر لیں۔ عالی نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو تھپک تھپک کر سُلا دیا۔ پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔

نومی خاموش تھی۔ میرے ہمزاد نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ عالی کے تنویمی عمل کے دوران میں مداخلت نہ کرے۔ اسے اپنا کام کرنے دے۔ وہ بڑی خاموشی سے تنویمی عمل کا تماشا دیکھ رہی تھی۔

عالی نے وائس مین کے دماغ میں چند ضروری باتیں نقش کیں پھر ایک مخصوص آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا اور حکم دیا کہ وہ صرف اس مخصوص لب و لہجے کو اپنے دماغ میں محسوس کرے گا۔ باقی جو بھی سوچ کی لہر آئے گی اسے سانس روک کر بھگا دیا کرے گا۔

اس نے اپنا عمل مکمل کرنے کے بعد اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ پھر وہاں سے چلی گئی۔ اس کے ساتھ نومی

بھی وائس مین کے دماغ سے نکل آئی۔ پھر اس مخصوص آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اس کے اندر پہنچی تو وائس مین نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ تو یہی نیند سوتا رہا۔

نومی مطمئن ہو کر اس کے دماغ سے نکل آئی۔ یہ اطمینان ہو گیا کہ آئندہ اسی طرح اس کے اندر آتی جاتی رہے گی۔ اور عالی کو خوش فہمی میں مبتلا رکھے گی کہ اس نے وائس مین کے دماغ کو لاک کر رکھا ہے۔ وہ فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے میرے بارے میں سوچنے لگی۔

اس وقت میں ایک گاڑی میں سونیا کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کی طرف جا رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ میرا دماغ کمزور ہو چکا ہے۔ اور میں پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکوں گا۔ وہ میرے اندر آ کر بولی۔ ''ہائے فرہاد.....!''

اس نے اپنی آواز اور لب و لہجہ بدل لیا تھا۔ اس کے بعد بھی میرے پاس آئی تو لہجے کو مزید تبدیل کر لیا تھا۔ میں پہچان نہ سکا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''تم سمجھ سکتے ہو، میں کون ہوں؟''

میں نے کہا۔ ''ایک ہی خیال خوانی کرنے والی ایسی ہے جو مجھ سے سہمی رہتی ہے۔ اس نے اپنا لب و لہجہ بھی بدل لیا ہے تم وہی ہو۔ نومی کرسٹل.....''

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی۔ ''اس وقت تم کتنے مجبور اور بے بس ہو، مجھے اپنے دماغ سے نہیں بھگا سکو گے۔ آج یہ بات مان لو کہ بڑے سے بڑے شہزور کو بھی شکست کا مزہ چکھنا پڑتا ہے۔''

''موت کا مزہ ہو یا شکست کا مزہ.. ہر انسان کو چکھنا پڑتا ہے۔ اور میں یہ شروع سے مانتا آیا ہوں، تم مجھے کیا منوانے آئی ہو؟ کام کی بات کرو۔''

''کام کی بات یہ ہے کہ ابھی میں زلزلہ پیدا کر کے تمہیں اپنا تابعدار بنا لوں تو کیسا رہے گا؟''

''تم سے پہلے بھی ایک دشمن میرے اندر آ چکا ہے۔ وہ ذرا سمجھدار ہے۔ یہ سمجھ گیا کہ میرے اندر زلزلہ پیدا نہیں کیا جا سکے گا۔ اور نہ ہی مجھے کوئی نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ تم چاہو تو اپنی حسرت پوری کر کے دیکھ لو۔''

''نہیں۔ میں تو یوں ہی کہہ رہی تھی۔ اب ایسی نادان بھی نہیں ہوں۔ یہ سمجھتی ہوں کہ اس وقت کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے دماغ پر قبضہ جمائے بیٹھے ہوں گے اور ہماری ایک نہیں چلنے دیں گے۔''

''پھر کس بات پر ہنس رہی ہو اور خوش ہو رہی ہو؟''

اس بات پر کہ تمہارے ہمزاد نے تمہیں بے دست و پا بنا دیا ہے۔ تم مجھے ٹھکرا رہے تھے۔ سونیا کی جگہ نہیں دے رہے تھے۔ اب دیکھو کہ میں کس طرح تمہارے ہمزاد فرہاد کی سونیا بن کر ساری دنیا کے سامنے وہی اونچا مقام حاصل کروں گی جو تمہاری سونیا نے کیا ہے۔''

''ماں کی گود میں کھیلنے والا بچہ بھی آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور کھیلنے کے لیے چاند مانگتا ہے۔ جب تم چاند تک پہنچ جاؤ تو میرے دماغ میں آنا۔ میں تمہیں دیکھ کہوں گا۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''تم دیکھ کہو یا نہ کہو۔ میں تو تمہارے دماغ میں پہنچی ہوئی ہوں۔''

اس وقت ہماری گاڑی ادارے کے صدر دروازے کے سامنے پہنچی ہوئی تھی۔ وہ بڑا سا آہنی گیٹ کھل رہا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میں سانس نہیں روکوں گا لیکن تم ابھی خود بہ خود میرے اندر سے نکل جاؤ گی۔ ذرا تماشا دیکھو۔''

ہماری گاڑی اپنی مخصوص رفتار سے چلتی ہوئی صدر دروازے سے اندر داخل ہوئی تو یکبارگی اس کی سوچ کی لہریں میرے دماغ سے نکل گئیں۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر حیرانی سے سوچنے لگی۔ ''یہ کیا ہو گیا...؟''

وہ غور کرنے لگی کہ اچانک ہی میرے دماغ کے دروازے کیسے بند ہو گئے اور وہ کیسے باہر نکل آئی؟ پھر اس کی سمجھ میں آیا کہ ان لمحات میں گاڑی بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہو رہی تھی۔ جیسے ہی وہ اندر گئی، وہ ویسے ہی دشمن سوچ کی لہریں باہر نکل گئیں۔ اس ادارے میں دشمنوں کو خیال خوانی کے ذریعے بھی داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ملتا تھا۔

وہ زیر لب بڑبڑانے لگی۔ ''عجیب لوگ ہیں' کسی طرح قابو میں ہی نہیں آتے۔ اس ہمزاد نے فرہاد کو اور سونیا کو زخمی کیا مگر مکمل کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار نہ بنا سکا۔''

اس نے میرے ہمزاد کو مخاطب کیا۔ اس وقت وہ سیون بلڈرز سے گفتگو کرنے کے بعد جمائکہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس نے ان بلڈرز سے مختصر سی گفتگو کی تھی۔ کیونکہ شام ہو رہی تھی۔ نومی نے اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا۔ ''جو کہنا ہے، جلدی کہو۔ تھوڑی دیر بعد جمائکہ تبدیل ہونے والی ہے۔ میں اس کے ساتھ مصروف رہوں گا۔''

وہ بولی۔ ''میں انفارم کرنے آئی ہوں۔ عالی نے وائس مین کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔ ایک مخصوص آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ وہ

لب و لہجہ مجھے معلوم ہے۔ اور میں اس کے ذریعے وائس مین کے اندر پہنچ چکی ہوں۔ اب ہم جب چاہیں، اس کے اندر جا سکیں گے۔ اور اسے اپنے طور پر استعمال کر سکیں گے۔''

وہ بولا۔ ''ٹھیک ہے۔ وائس مین آئندہ ہماری گرفت میں بھی رہے گا۔ میں نے تمہیں پارس اور پورس کے ایڈریس اور فون نمبرز بتائے ہیں۔ وہاں اپنے آلۂ کار بناؤ اور ان کے ذریعے حالات کا جائزہ لو۔ اگر انہیں کامیابی سے ٹریپ کرنے کا موقع مل رہا ہو تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔ میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟''

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگی۔ وائس مین کے آس پاس رہنے والے انٹیلی جنس کے کارندوں کے اندر پہنچنے لگی۔ اس نے دو آلۂ کار بنائے۔ وہ دونوں ممبئی کے تمام علاقوں کے بارے میں اچھی معلومات رکھتے تھے۔ اس نے ایک آلۂ کار کو کلابہ کی ایک گلی میں جانے پر مجبور کیا۔ وہاں پورس نے شیوانی اور عدنان کے ساتھ عارضی طور پر رہائش اختیار کی تھی۔

وہ آلۂ کار محلے پڑوس والوں سے ملنے لگا۔ ان سے باتوں ہی باتوں میں یہ معلوم کرنے لگا کہ اس مکان میں کتنے افراد رہتے ہیں اور کب سے رہتے ہیں؟

یہ معلوم ہوا کہ اس مکان میں ایک بوڑھے میاں بیوی رہتے تھے۔ پھر پچھلے دو ہفتوں سے ان کا بیٹا اور بہو وہاں آ کر رہنے لگے ہیں۔ ان کا ایک پانچ برس کا بچہ بھی ہے۔

نومی سمجھ گئی کہ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں نے ان بوڑھے میاں بیوی پر تنویمی عمل کیا ہے اور ان کے دماغوں میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ ان کا ایک بیٹا، بہو اور پوتا بھی ہے۔ ان دونوں نے محلے والوں کو یہ یقین دلایا تھا کہ بیٹا بہت عرصہ پہلے ناراض ہو کر چلا گیا تھا۔ اب پھر راضی ہو کر واپس آ گیا ہے۔ آئندہ ان کے ساتھ رہا کرے گا۔

نومی نے میرے ہمزاد کو بتایا۔ ''پورس اور شیوانی عدنان کے ساتھ ایک بوڑھے میاں بیوی کے گھر میں رہتے ہیں۔ ان کے رشتہ دار بنے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ میں بتا چکی ہوں۔ عدنان ایک غیر معمولی بچہ ہے۔ اور فرہاد کی کیمیلی میں سب ہی کی آنکھوں کا تارا ہے۔ اگر میں اسے اغوا کرا لوں تو فرہاد کی بہت بڑی کمزوری ہمارے ہاتھ میں آ جائے گی۔''

''ہاں۔ اس بچے کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے وہاں سے نکالا جا سکتا ہے۔ اور کسی خفیہ اڈے میں پہنچایا جا سکتا ہے۔''

وہ ذرا مایوس ہو کر بولی۔ ''یہ مشکل ہے۔ اس کے دماغ پر قبضہ نہیں جمایا جا سکتا۔ میں نے بتایا نا کہ وہ غیر معمولی ذہن رکھتا ہے۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا اپنی مرضی سے اس کے اندر نہیں جا سکتا۔ کوئی جاتا ہے تو اس کے خیالات آپس میں گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ کسی ایک سوچ کی لہریں اس کے دماغ میں مرکوز نہیں رہتیں۔ اس لیے اس کے خیالات پڑھے نہیں جا سکتے۔''

''اور جب پڑھے نہیں جا سکتے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے دماغ پر قبضہ بھی نہیں جمایا جا سکتا۔ پھر تو وہ واقعی عجیب و غریب بچہ ہے۔ اسے اغوا کرانے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔''

وہ بولی۔ ''جتنی بھی دشواریاں پیش آئیں۔ ہمیں اسے ضرور حاصل کرنا ہے۔''

وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا، پھر بولا۔ ''تم شیوانی کو ٹریپ کرو، اسے اپنی تابعدار بناؤ۔ ماں ہمارے قابو میں رہے گی تو بچہ بھی قابو میں آ جائے گا۔ ہم شیوانی کو اغوا کریں گے تو وہ اپنے بچے کو ساتھ لے کر آئے گی۔''

''واقعی ہم ماں کو ٹریپ کریں گے تو بیٹا اس کے ساتھ چلا آئے گا۔ میں ابھی یہی کرتی ہوں۔''

''ایسا کرنے سے پہلے اچھی طرح تصدیق کر لینا کہ وہی پورس، شیوانی اور عدنان ہیں۔''

وہ بولی۔ ''جب شیوانی کا دماغ میرے قابو میں آ جائے گا تو اس کے چور خیالات سے ساری باتیں معلوم ہو جائیں گی۔''

وہ خیال خوانی کے ذریعے پھر اپنے آلۂ کار کے پاس پہنچ گئی۔ شیوانی تک پہنچنے کے لیے مناسب موقع کا انتظار کرنے لگی یہ معلوم ہوا کہ وہ پورس کے ساتھ زندگی گزارنے کے باوجود اپنے ہندو دھرم پر قائم رہتی ہے اور پوجا پاٹ کے لیے مندر جایا کرتی ہے۔

اس علاقے میں ایک چھوٹا سا مندر تھا۔ نومی نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے اس مندر کے پجاری تک پہنچ کر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پھر اس کے پاس اعصابی کمزوری کی دوا پہنچا دی۔

جب وہ پوجا کے لیے مندر گئی تو پجاری نے نومی کی مرضی کے مطابق پرساد کا وہ حصہ کھانے کے لیے دیا جس میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی گئی تھی۔ اسے کھانے کے بعد وہ رفتہ رفتہ کمزوری محسوس کرنے لگی۔ دوا بہت کم مقدار میں ملائی گئی تھی۔ نومی نہیں چاہتی تھی کہ وہ گھر پہنچ کر کمزوری کا اظہار کرے۔ اور بیڈ پر لیٹ جائے تو پورس کو شبہ ہو۔ ایسے میں ہمارے خیال خوانی کرنے والے شیوانی کے اندر پہنچ کر معلوم

کر لیتے کہ اسے احصابی کمزوری کی دوا کھلائی گئی ہے۔

وہ کمزوری محسوس کرتے ہی تیزی سے چلتی ہوئی اپنے گھر آ گئی۔ ہم نے تنویمی عمل کرنے کے بعد اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ کوئی اس کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا لیکن اب نومی پہنچ چکی تھی۔

وہ شیوانی کو کمزوری ظاہر کرنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔ پورس بھی اس پر شبہ نہیں کر رہا تھا۔ اس نے رات کو کھانے کے بعد کہا۔ ''شام سے میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ میں تھوڑی دیر لیٹنا چاہتی ہوں۔ نیند آئے گی تو سو جاؤں گی۔ ورنہ اپنے بیٹے کے ساتھ باتیں کرتی رہوں گی۔''

وہ اپنے کمرے میں آ کر بیڈ پر لیٹ گئی۔ نومی بڑی خاموشی سے اور توجہ سے یہ معلوم کر رہی تھی کہ اس کے اندر کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا موجود ہے یا نہیں؟

جب اسے یقین ہو گیا کہ میدان خالی ہے، کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے تو اس نے فوراً ہی اس پر تنویمی عمل کیا۔ مختصر سے عمل کے ذریعے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا پھر ایک گھنٹے تک اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد بھی وہ اس کے اندر موجود رہی۔ اور اس کے چور خیالات پڑھتی رہی۔

نومی کو دو حیرت انگیز باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ وہ جسمانی طور پر شیوانی نہیں ہے۔ جسم کسی اکالا گنی ہوتری نامی لڑکی کا ہے اور روح شیوانی کی ہے۔ وہ اب تک اپنے بیٹے عدنان سے ملنے کے لیے تڑپتی رہی تھی۔ ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہوتی رہی تھی۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے کہا تھا کہ موت کے بعد انسان کی روح عالمِ برزخ میں پہنچتی ہے۔ جہاں وہ قیامت تک رہتی ہے۔ شیوانی کی روح اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے بے چین ہے۔ اس لیے اس دنیا میں ایک جسم سے دوسرے جسم تک بھٹک رہی ہے اگر عدنان اپنی ماں سے ملے گا تو اس ملاپ کے چالیس دن بعد شیوانی کی موت واقع ہو جائے گی۔

شیوانی کی آتما کو شانتی پہنچانے کے لیے اور اسے اس کے اصل مقام تک پہنچانے کے لیے بیٹے کو ماں سے ملا دیا گیا تھا۔ جس روز ماں بیٹے کی ملاقات ہوئی تھی، اس دن سے اب تک شیوانی کی زندگی کے چالیس دنوں پر محیط ہو گئی تھی۔ اس کے بعد وہ اپنے بیٹے سے جدا ہو کر اس دنیا سے جانے والی تھی۔

نومی نے معلوم کیا۔ ماں بیٹے کی ملاقات کے بعد دس دن گزر چکے ہیں۔ اب شیوانی کی زندگی کے صرف تیس دن رہ گئے ہیں۔ اس مختصر سی زندگی نے ماں بیٹے کی محبت میں شدت پیدا کر دی تھی۔ دن ہو یا رات وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ صرف پوجا کے وقت وہ الگ ہو جاتی تھی۔ پورس اپنے بیٹے عدنان کو اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ ماں کے ساتھ مندر جائے۔

پچھلے دنوں عدنان ہم سب سے جدا ہو کر ہمیں پریشان کرتا رہا تھا۔ سب ہی اس کی تلاش میں بھٹکتے رہے تھے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں آ گئی تھی کہ عدنان سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ اور نہ ہی اسے گھر سے باہر جانے کی اجازت دینی چاہیے۔ ایک تو وہ اچانک ہی کہیں گم ہو جاتا تھا، دوسرا یہ کہ دشمن اس کی تاک میں رہتے تھے۔ اسی لیے پورس اسے نہ تو اپنے ساتھ کہیں لے جاتا تھا اور نہ ہی شیوانی کے ساتھ کہیں جانے دیتا تھا۔

نومی نے میرے ہمزاد سے کہا۔ ''میں شیوانی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا چکی ہوں۔ اور اس کے ذہن سے عجیب وغریب معلومات حاصل کر رہی ہوں۔''

اس نے پوچھا۔ ''وہ عجیب وغریب معلومات کیا ہیں؟''

وہ بولی۔ ''شیوانی تو بہت پہلے ہی مر چکی ہے۔ اس کی آتما بھٹک رہی ہے۔ اس وقت وہ اکالا گنی ہوتری نامی لڑکی کے جسم میں سمائی ہوئی ہے۔''

''یہ تو واقعی بہت ہی عجیب اور ناقابلِ یقین بات ہے۔''

''یہ حقیقت ہے۔ عدنان کی پیدائش کے بعد ہی شیوانی مر گئی تھی۔ تب سے وہ بیٹے کے پاس آنے اور اسے کلیجے سے لگائے رکھنے کے لیے تڑپ رہی ہے۔ ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہوتی رہی ہے۔ اب اسے اکالا گنی ہوتری کے جسم میں سمانے کے بعد بتایا گیا ہے۔''

''پھر تو میں اس عجیب وغریب عورت کو ضرور دیکھوں گا۔ جو جسمانی طور پر کوئی اور ہے اور آتما کے حوالے سے پورس کی سابقہ بیوی شیوانی ہے۔''

نومی نے کہا۔ ''بابا صاحب کے ادارے کے پیشوا اور عالمِ دین جناب علی اسد اللہ تبریزی نے پیش گوئی کی ہے کہ جب وہ ماں بیٹے ایک دوسرے سے ملیں گے تو اس کے ٹھیک چالیس دن بعد شیوانی کی موت واقع ہو گی۔ پھر اس کی آتما کبھی نہیں بھٹکے گی۔ اسے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔''

وہ بولا۔ ''یہ تمام باتیں ایسی ناقابلِ یقین ہیں کہ میں خود شیوانی کے چور خیالات پڑھنا چاہوں گا۔ ذرا فرصت مل جائے تو میں ضرور اس کے اندر جا کر حقیقت معلوم کروں گا۔

ہائی داوے چالیس دن گزرنے کے بعد یہ حقیقت خود بہ خود سامنے آ جائے گی کہ ان بزرگ کی پیش گوئی درست ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر درست ہو گی تو شیوانی مر جائے گی۔''

نومی نے کہا۔ ''ان کی پیش گوئی کے مطابق دس دن گزر چکے ہیں۔ اب شیوانی کی زندگی کے صرف تیس دن باقی رہ گئے ہیں۔''

''اگلے تیس دن بھی دیکھتے ہی دیکھتے گزر جائیں گے اگر واقعی اسے موت آئے گی تو وہ ہمارے لیے زیادہ اہم نہیں ہو گی۔ ہم اس کے بیٹے عدنان کے ذریعے ہی انہیں کمزور بنا سکیں گے۔ وہ بچہ بہت اہم ہے۔''

''یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں، عدنان بہت اہم ہے جب تم اسے اپنے قبضے میں رکھو گے تب تمہیں اس کی اہمیت کا اور زیادہ اندازہ ہو گا۔''

''شیوانی تمہاری معمولہ اور تابعدار بن چکی ہے۔ اب اسے اغوا کرنا آسان ہو گا۔ اس سلسلے میں ہمیں غنڈوں اور... بدمعاشوں کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم خود ہی اسے گھر سے نکل جانے پر مائل کرو گی تو وہ عدنان کے ساتھ باہر آ جائے گی۔ اس کے لیے گاڑی کا انتظام کیا جائے گا۔ وہ راضی خوشی اس گاڑی میں بیٹھ کر جہاں ہم چاہیں گے، وہیں پہنچ جائے گی۔''

وہ جمائلہ کے سلسلے میں مصروف تھا۔ اس نے کہا۔ ''میں تمہارے پاس آتا جاتا رہوں گا۔ تم شیوانی کو اس بات پر مائل کرو کہ وہ پورس سے دور چلی جائے۔ اور عدنان کو بھی اپنے ساتھ لے جائے۔''

نومی اس کی ہدایات پر عمل کرنے کے لیے شیوانی کے پاس آ گئی۔ اس کے اندر یہ سوچ پیدا کرنے لگی۔ ''کیا مجھے جناب تبریزی کی پیش گوئی پر یقین کرنا چاہیے؟ کیا میں واقعی آج سے تیس دنوں کے بعد مر جاؤں گی؟''

شیوانی کی سوچ نے کہا۔ ''جناب اسد اللہ تبریزی بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ ان کی پیش گوئی ہمیشہ درست ثابت ہوتی ہے۔ لیکن....''

نومی نے سوال پیدا کیا۔ ''لیکن کیا؟''

''جب سے میرا بیٹا مجھے ملا ہے، اور میں کلیجے سے لگا کر اسے پیار کرتی ہوں، تو یقین نہیں ہوتا کہ اتنی جلدی مر جاؤں گی اور ان کی پیش گوئی درست ثابت ہو گی۔''

نومی نے یہ خیال پیدا کیا۔ ''تم درست سوچ رہی ہو۔ خواہ مخواہ ایک مسلمان بزرگ کی پیش گوئی پر بھروسا کر رہی ہو۔ کیا تمہارا دھرم کمزور ہے؟ تمہیں اپنے بھگوان پر بھروسا نہیں ہے؟ کیا تمہارا بھگوان تمہیں لمبی عمر نہیں دے سکتا؟''

''مجھے اپنے بھگوان پر بھروسا ہے۔ اسی لیے میں روز مندر جاتی ہوں۔ اور اپنے بیٹے کے ساتھ ایک لمبی عمر جینے کی پرارتھنا کرتی ہوں۔''

نومی نے کہا۔ ''صرف پرارتھنا کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ بھگوان پر جو تمہارا بھروسا ہے۔ وہ کمزور ہے اور اگر کمزور نہیں ہے تو تمہیں اپنے بیٹے کو مسلمان نہیں، ہندو بنانا چاہیے۔''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''اب سے پہلے جب میں انا میریا کے جسم میں تھی تو یہی کوشش کرتی رہی تھی کہ میرا بیٹا بابا صاحب کے ادارے میں نہ جائے۔ میرے پاس چلا آئے۔ میں اپنے دھرم کے مطابق اس کی پرورش کرنا چاہتی تھی لیکن اس مقصد میں ہمیشہ ہی ناکام رہی۔''

''اس بار تم ناکام نہیں رہو گی۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم اپنے بیٹے کے ساتھ ایک لمبی عمر گزارنا چاہتی ہو تو اسے یہاں سے کہیں دور لے چلو۔ میں تمہارا ساتھ دیتی رہوں گی۔ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ بزرگ صاحب اپنی پیش گوئی درست کرنے کے لیے جبراً تمہیں ہلاک کر دیں گے اور یہ ثابت کریں گے کہ جو وہ کہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ اس طرح تم اپنی زندگی بھی ہار جاؤ گی اور اپنے بچے سے بھی محروم رہو گی۔''

شیوانی کے لاشعور میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ اسے اپنے دھرم کے مطابق اپنے بیٹے اور شوہر کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیے لیکن وہ پورس اور عدنان کی محبتوں سے مجبور ہو کر ان کی مرضی کے مطابق زندگی گزار رہی تھی۔ وہ باتیں جو اس کے اندر چھپی ہوئی تھیں، نومی انہیں کرید کرید کر ایسے بھڑکا رہی تھی۔ جیسے چنگاری کو شعلہ بنا رہی ہو۔

اور وہ اس کی مرضی کے مطابق بھڑک رہی تھی۔ اس کی معمولہ اور تابعدار تھی۔ وہ جیسا چاہ رہی تھی، ویسا ہی سوچ رہی تھی اور فیصلہ کر رہی تھی کہ میرے بیٹے کو میرے دھرم کے مطابق پرورش پانی چاہیے۔

نومی نے کہا۔ ''تم ان کے بزرگ کی پیش گوئی پر نہ جاؤ۔ وہ سراسر جھوٹ بول رہے ہیں۔ تم نہیں مرو گی۔ میں اس بات کی ضمانت دیتی ہوں۔ تم اپنے بیٹے کو لے کر یہاں سے دور چلی جاؤ گی تو میں تمہیں تحفظ دوں گی۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''مجھے وردان سے بہت ڈر لگتا ہے۔ وہ صرف میرا ہی نہیں، میرے بیٹے کا بھی دشمن ہے۔''

''تم ایک ایسے شخص سے ڈر رہی ہو، جو اب اس دنیا میں

نہیں ہے۔ یقین کرو، میں اسے نرگ میں پہنچا چکی ہوں۔"

وہ ایک گھنٹے کی تنویمی نیند کے بعد بیدار ہوگئی۔ عدنان پاس ہی بیٹھا ہوا اس کے سر کو سہلا رہا تھا۔ شیوانی نے پورس سے جھوٹ کہا تھا کہ اس کے سر میں درد ہو رہا ہے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے سونا چاہتی ہے۔ پھر جب وہ سو رہی تو بیٹا اس کے پاس بیٹھ کر کبھی سر دباتا رہا اور کبھی بالوں میں انگلیاں پھیرتا رہا۔

وہ ابھی ننھا سا تھا لیکن یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ماں جلد ہی اس سے جدا ہونے والی ہے۔ پھر کبھی نہ وہ اس کی خدمت کر سکے گا، نہ اس کے سینے سے لگ سکے گا، نہ اسے چھو سکے گا اور نہ ہی کبھی اسے دیکھ سکے گا۔

یہ ایسی باتیں تھیں جو اسے ماں کی طرف کھینچتی رہتی تھیں اور وہ دن رات اس سے لگا رہتا تھا۔ اس وقت رات کے گیارہ بجے تھے۔ پورس اس کے جاگنے کا انتظار کرتے کرتے سو گیا تھا۔

شیوانی بیڈ سے اتر کر کمرے سے باہر آگئی۔ برابر والے کمرے میں جھانک کر دیکھا وہاں پورس گہری نیند میں تھا۔ وہ واپس اپنے کمرے آکر عدنان کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

"بیٹے! تم اپنی ماں کو کتنا چاہتے ہو؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی گود میں بیٹھتے ہوئے بولا۔

"دنیا میں سب سے زیادہ آپ کو چاہتا ہوں۔"

"بیٹے! میری تھوڑی سی زندگی رہ گئی ہے۔ میں چاہتی ہوں، ساری دنیا کی سیر کروں۔ ہم دونوں ماں بیٹے جگہ جگہ گھومتے پھرتے رہیں۔ اور کوئی ہمیں روکنے ٹوکنے والا نہ ہو۔"

"ممی! پھر تو حمزہ آجائے گا لیکن ہمیں روکنے ٹوکنے والا کون ہے؟"

"تمہارے پاپا نے بڑی پابندیاں لگائی ہوئی ہیں۔ تمہیں تو گھر سے نکلنے بھی نہیں دیتے۔ اور مجھے بھی صرف مندر تک جانے کی اجازت دیتے ہیں۔ اب میں ان سے آزادی چاہوں گی، گھومنا پھرنا چاہوں گی تو وہ خواہ مخواہ لڑائی جھگڑا کریں گے۔"

وہ بڑی معصومیت سے بولا۔ "ممی! ہم چپ چاپ یہاں سے نکل کر کہیں گھومنے پھرنے چلے جائیں گے۔ پھر صبح اسی طرح آجائیں گے۔ پاپا کو پتا بھی نہیں چلے گا۔ وہ تو سوتے رہیں گے۔"

وہ اسے چومتے ہوئے بولی۔ "تم میرے بہت اچھے بچے ہو۔ میری ہر بات مانتے ہو۔ ٹھیک ہے۔ ہم ابھی باہر چلیں گے اور ساری رات ممبئی کی سیر کرتے رہیں گے۔"

پورس نے اپنے بیٹے کو سمجھایا تھا۔ "تمہاری ممی کی زندگی چند روزہ ہے۔ اسے کسی طرح کا صدمہ نہ پہنچانا۔ وہ جو کہے، مان لیا کرنا۔ خواہ وہ بات تمہارے مزاج کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔"

باپ یہ باتیں نہ سمجھا تب بھی بیٹا ماں کو اتنی شدت سے چاہتا تھا کہ اس کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ایک بیگ میں اپنے اور عدنان کے جوڑے اور کچھ ضروری سامان رکھنے لگی تو بیٹے نے یہ نہیں پوچھا کہ اتنا سامان کیوں رکھا جا رہا ہے؟

وہ ماں کے ساتھ دبے قدموں چلتا ہوا اس مکان سے باہر آگیا۔ نومی شیوانی کے انتظار میں تھا۔ "میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جیسے ہی اس گلی سے نکلو گی تمہیں ایک گاڑی دکھائی دے گی۔ اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ جانا۔ تمہیں ایک محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا دیا جائے گا۔"

شیوانی نے کہا۔ "میں تمہارے بھروسے پر گھر سے نکل آئی ہوں۔ تمہاری اس بات نے مجھے حوصلہ دیا ہے کہ میرا سب سے بدترین دشمن مر گیا ہے۔"

"ہاں۔ تم اس کی طرف سے بے فکر رہو۔ اور بیٹے کے ساتھ اپنے دھرم کے مطابق ایک نئی زندگی شروع کرو۔"

وہ گلی کے نکڑ پر آئے تو وہاں ایک خوبصورت سی کار کھڑی ہوئی تھی۔ نومی نے ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "وہ جو عورت اپنے بچے کے ساتھ آرہی ہے، اسی کو اپنے ساتھ لے جانا ہے۔"

ڈرائیور نے فوراً ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ پھر کہا۔ "دیدی! میں آپ کا نوکر ہوں۔"

وہ عدنان کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر وہاں سے جانے لگی۔ نومی فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

ان کی پہلی کامیابی یہ تھی کہ مجھے اور سونیا کو زخمی کیا گیا تھا دوسری کامیابی یہ تھی کہ جس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کو ہم نے ٹریپ کیا تھا۔ اسے انہوں نے ٹریپ کر لیا تھا۔ تیسری سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ وہ میرے بیٹے عدنان کو اغوا کر رہے تھے۔

ایسی بڑی بڑی شاندار کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد وہ فاتحانہ انداز میں مسکرانے کا حق رکھتی تھی۔

☆☆☆

شام کے گہرے سائے تاریکی میں تبدیل ہو گئے تھے۔

جمائلہ اس تاریکی میں تبدیل ہو رہی تھی۔ اور بے چین ہو کر ادھر سے اُدھر جھومتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "ابوالہول! تم کہاں ہو؟ نہ تم ہو۔ نہ تمہارا بت میرے پاس ہے۔ میں کیا کروں؟ تمہیں ایک نظر دیکھنے کے لیے تڑپنے لگتی ہوں۔ تڑپنے لگتی ہوں۔"

فرہاد نے کہا۔ "جمائلہ! میں تمہیں تڑپنے نہیں دوں گا۔ ادھر دیکھو....."

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ وہاں ایک بڑا سا بیگ رکھا ہوا تھا۔ فرہاد نے اس بیگ کو کھول کر ابوالہول کا ایک چھوٹا سا بت نکالا۔ اسے دیکھتے ہی جمائلہ خوشی سے کھل گئی۔ دوڑتی ہوئی آکر اس بت کو اس سے چھین کر سینے سے لگانے لگی۔ اسے چومنے لگی۔ پھر اس نے فرہاد سے کہا۔ "تم بہت اچھے۔ یہ بت لا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم ابوالہول کے غلام ہو۔ اور میرے سچے دوست ہو۔"

وہ اس بت کو اونچی جگہ رکھ کر اس کی پرستش کرنے لگی۔ فرہاد خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "جمائلہ! تم سونیا کو بھول رہی ہو۔"

جمائلہ نے ایکدم سے چونک کر سر اٹھایا۔ وہ اس بت کے سامنے وقتی طور پر سب کو بھول گئی تھی۔ وہ دونوں مٹھیاں بھینچ کر دانت پیستے ہوئے بولی۔ "سونیا...!"

اس نے پلٹ کر فرہاد کو دیکھا پھر کہا۔ "کل آگہی ملی تھی کہ سونیا مجھے ایک طیارے میں سوار کرائے گی اور اس ادارے میں لے جائے گی۔ میں نے بابا صاحب کے ادارے کو دیکھا تھا۔ وہاں ایک بزرگ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر مجھے دعائیں دے رہے تھے۔"

اس نے بت کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے ابوالہول! مجھے ملنے والی آگہی ہمیشہ درست ہوتی ہے۔ میں سمجھ رہی تھی کہ یہ بھی درست ہوگی۔ سونیا مجھے یہاں لائے گی اور لے آئی تھی لیکن....."

وہ بت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "تیری دی ہوئی... بے شمار طاقت اس کے سامنے کم کیوں پڑ گئی؟ میں نے اس پر جب بھی حملہ کیا تو اس کے بجائے مجھے نقصان پہنچتا رہا۔"

پھر وہ غصے سے پاؤں پٹخ کر ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔ "میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ کل رات تمام بلڈرز نے اسے بچا لیا تھا۔ وہ سب مجھ سے اس کی زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔ میں نے بھیک دے کر بہت بڑی غلطی کی۔"

وہ پلٹ کر فرہاد سے بولی۔ "وہ ایک بار مجھ سے بچ گئی دوسری بار نہیں بچ سکے گی۔ میں ابھی اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گی۔"

اتنا کہتے ہی وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خلا میں تکنے لگی۔ سونیا کو تلاش کرنے لگی۔ اسے پیرس شہر میں نظر آنا چاہیے تھا لیکن وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

اس نے اس بت کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں تو اپنے دشمنوں کو دور تک دیکھ لیتی ہوں۔ پھر وہ اسی ملک میں ہونے کے باوجود مجھے نظر کیوں نہیں آرہی ہے؟"

فرہاد نے کہا۔ "بابا صاحب کا ادارہ ایک طلسم کدہ ہے۔ وہ اس ادارے کے اندر گئی۔ ہے۔ اس لیے تمہیں دکھائی نہیں دے رہی ہے۔"

یہ سنتے ہی وہ تیر کی طرح دوڑتی ہوئی اس بنگلے سے باہر آئی پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی بابا صاحب کے ادارے کی طرف جانے لگی۔ فرہاد نے اسے پکارا۔ "جمائلہ! رُک جاؤ..."

وہ جیسے بہری ہو گئی تھی۔ دور تک دوڑتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اس کے پیچھے جانے لگا کار یا ہوائی جہاز کی رفتار کیا ہوگی جو اس کی تیزی اور طرّاری تھی۔ اس کے بنگلے سے بابا صاحب کے ادارے کا فاصلہ کچھ زیادہ نہیں تھا۔ پندرہ منٹ میں وہاں پہنچا جا سکتا تھا لیکن وہ پندرہ سیکنڈ میں پہنچ گئی تھی۔

اس ادارے کا وسیع و عریض آہنی دروازہ بند تھا۔ باہر کوئی مسلح گارڈ وغیرہ موجود نہیں رہتا تھا۔ کسی کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ دنیا کے بڑے بڑے شہزور اور بڑی بڑی فوجیں بھی بغیر اجازت اس دروازے کو کھول کر اندر نہیں جا سکتی تھیں۔

وہ وہاں پہنچتے ہی چیخ چیخ کر کہنے لگی۔ "یو سونیا! چڑیل کی بچی! اندر جا کر کہاں چھپی ہوئی ہے؟ باہر نکل.... میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گی۔"

اس نے تیزی سے دوڑتے ہوئے آکر اس دروازے کو ایک زور کا دھکا دیا۔ دروازے کا تو کچھ نہیں بگڑا البتہ وہ اچھل کر پیچھے گری۔ پھر اٹھ کر چیختے ہوئے بولی۔ "تو مجھے دھوکے سے یہاں لائی ہے۔ میں تجھے یہاں سے جہنم میں پہنچا دوں گی۔"

وہ دونوں ہاتھ اس وسیع و عریض دروازے پر رکھ کر اسے جھنجوڑنے لگی لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔ ایک ذرا سا بھی نہیں ہل رہا تھا۔ اس کے برعکس جمائلہ تھی اور لرزتی جا رہی تھی۔ ایسا پہلی بار ہو رہا تھا۔ اپنی پُراسرار قوتوں کے

ذرا پے دروازے کو توڑنا تو دور کی بات ہے۔ وہ اسے ایک ذرا ہلا نہیں پا رہی تھی۔

وہ ذرا دور ہٹ کر اس دروازے کو غصے سے گھورنے لگی۔ دانت پیسنے لگی۔ فرہاد اپنی کار میں وہاں پہنچ گیا تھا۔ دور اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ ایسے وقت اسے سمجھانا مناسب نہیں تھا۔ وہ کسی کی بات ماننے والی نہیں تھی۔ وہاں سے دوڑتی ہوئی اونچی دیواروں کی طرف جانے لگی۔ وہ سست رفتاری سے کار ڈرائیو کرتا ہوا اس کے پیچھے چلتا رہا۔

وہ دوڑتی جا رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس اونچی اور مضبوط دیوار کے ساتھ کوئی دوسرا ذیلی دروازہ ہوگا لیکن کہیں کوئی روشندان بھی نہیں تھا۔ وہ دیوار پر گھونسے مارتی جا رہی تھی اور آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

اس پر ایسا جنون سوار تھا کہ اس وقت سونیا اس کے سامنے ہوتی تو وہ اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیتی۔ وہ اس کے سامنے پہنچنے کے لیے ہی غصے سے پاگل ہو رہی تھی۔ کسی بھی طرح اندر پہنچنا چاہتی تھی۔

اس نے پیچھے ہٹ کر سر اٹھاتے ہوئے دیوار کی بلندی کو دیکھا۔ وہ پندرہ فٹ اونچی تھی۔ اس کی بلندی پر نکنے تار بچھے ہوئے تھے۔ وہاں تک پہنچنے والوں کو ایسے جھٹکے لگتے کہ نیچے گرنے کے بعد وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہتے۔

فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔ ''کون ہے؟''

''میں ہوں، ابوالہول کا غلام... تمہارا دوست۔ میں تمہیں ابوالہول کا واسطہ دیتا ہوں، کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس کے نتیجے میں تمہاری جان چلی جائے۔''

وہ تن کر بولی۔ ''میں موت ہوں۔ صبح تک مجھے کوئی نہیں مار سکتا۔''

''ایسا نہ کہو۔ دیوار کی اونچائی کو دیکھ رہی ہو؟ اگر وہاں چڑھو گی تو بجلی کے جھٹکے لگیں گے۔ نیچے آ کر گرو گی تو بے دست و پا ہو جاؤ گی۔ دشمن آ کر تمہیں اپنے شکنجے میں لے لیں گے۔ میں آ رہا ہوں۔ تم میرے ساتھ یہاں سے چلو۔''

وہ غصے سے بولی۔ ''تم جہاں ہو، وہیں رہو۔ خبردار! میرے قریب نہ آنا۔ میں تمہیں دکھاتی ہوں کہ کیسی قوتوں کی مالکہ ہوں؟''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر، سر جھکا کر ابوالہول کا تصور کرنے لگی۔ اسے بادل گرجتے ہوئے اور بجلیاں کڑکتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھیں۔ جبکہ حقیقتاً ایسا کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ اپنے ابوالہول سے مزید پُراسرار قوتیں طلب کر رہی تھی۔ ''اے ابوالہول! مجھے اتنی قوت اور اتنی صلاحیتیں دے کہ میں [illegible] سے چھلانگ لگا کر اس دیوار کی اونچائی سے بھی زیادہ اونچی ہوئی اس ادارے کے اندر پہنچ جاؤں۔''

اس نے پُراسرار قوتیں طلب کرتے کرتے سر اٹھا کر دیوار کی بلندی کو دیکھا۔ پھر یا ابوالہول کہتے ہوئے ایک اور چھلانگ لگائی۔ اس کی جست اس دیوار کی بلندی سے کہیں زیادہ تھی۔ وہ نیچے آنے سے پہلے ہی اس کی اونچائی پر لٹک کر لٹک گئی۔ میلوں دور تک اس دیوار پر تار کاٹے ہوئے تھے اور ان تاروں میں بجلی کی رَو دوڑتی رہتی تھی۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو حیران رہ گئی۔ وہ تار کا پھر اتنی ہی بلندی پر چلے گئے تھے۔ دیوار اور پندرہ فٹ [illegible] دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا کہ یہ دیوار اچانک ہی مزید پندرہ فٹ اونچی ہو گئی ہے یا یہ نظر ہے؟

وہ غصے سے بلندی کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ابوالہول! یہ کیا ماجرا ہے؟ اگر یہ دیوار سچ مچ اتنی اونچی ہے تو مجھے اتنی ہی اونچی چھلانگ لگانے دے۔ میں [illegible] پہنچنا چاہتی ہوں۔''

یہ کہتے ہی اس نے یا ابوالہول کا نعرہ لگایا۔ اور [illegible] ایک چھلانگ لگائی۔ پھر پندرہ فٹ کی بلندی پر پہنچ کر [illegible] کے سرے پر لٹک گئی۔ سر اٹھا کر دیکھا تو آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ دیوار مزید پندرہ فٹ اونچی ہو گئی تھی۔

بہت دور فرہاد اپنی کار سے باہر آ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے مزید اونچی ہونے والی دیواریں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ وہ پندرہ فٹ والی بلندی سے ہی لٹکی ہوئی تھی۔ [illegible] وہاں سے چھلانگ لگاتی تھی۔ پھر واپس اسی بلندی پر آ کر لٹک جاتی تھی۔ یہ بات سمجھنے والوں کی سمجھ میں آ سکتی تھی کہ اس سے وہ شیطانی قوتوں کا سہارا لے رہی تھی، اُدھر سے [illegible] قوتیں ان کا توڑ کر رہی تھیں۔

اس نے پھر یا ابوالہول کہتے ہوئے اونچی چھلانگ لگائی اور مزید پندرہ فٹ کی بلندی پر پہنچ کر دیوار سے لٹک گئی۔ اٹھا کر دیکھا تو دیوار پھر اتنی ہی بلند دکھائی دے رہی تھی۔

اس بار اس نے سر جھکا کر نیچے دیکھا تو حیران رہ گئی۔

اب تک وہ جتنی بار اچھلتی ہوئی اوپر گئی تھی، اس حساب سے اسے ساٹھ فٹ کی بلندی پر پہنچنا چاہیے تھا لیکن نیچے دیکھنے پر پتا چلا کہ وہ اسی طرح پندرہ فٹ کی بلندی پر ہی لٹک رہی ہے۔

وہ تھک ہار کر زمین پر آ گئی۔ فرہاد اپنی کار ڈرائیو کر

اس سے بہت دور چلا گیا تھا۔ اب اس کے دماغ میں آ کر کہہ رہا تھا۔ ''میں صبح تک تمہارے قریب نہیں آؤں گا۔ دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا۔ یہ اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ بابا صاحب کے ادارے والے اس وقت تمہاری نگرانی کر رہے ہوں گے۔''

وہ اِدھر اُدھر دور تک دیکھتے ہوئے بولی۔ ''مجھ سے دور نہ جاؤ گاڑی لے کر آؤ۔ میں ایئر پورٹ جاؤں گی۔ وہ چوہیا اپنے بل میں جا کر چھپ گئی ہے۔ باہر نہیں نکلے گی۔ مجھے سیون ہلڈرز کے پاس واپس جانا ہوگا۔''

''تم کوئی بھی فیصلہ کرو، کہیں بھی جاؤ۔ میں تمہارے قریب آؤں گا تو بے موت مارا جاؤں گا۔ فی الحال سونیا اور فرہاد کے لیے تم سے زیادہ ضروری میں ہوں۔ وہ مجھے گھیرنے کی کوششیں کریں گے۔ یہ جانتے ہیں کہ تمہارے آس پاس ہی کہیں مل سکتا ہوں۔''

وہ اس شاہراہ کے فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے بولی۔ ''یہاں سے انگنت گاڑیاں گزر رہی ہیں۔ میں ایئر پورٹ جانے کے لیے کسی سے بھی لفٹ لے لوں گی۔''

''کوئی تمہیں لفٹ دینے سے انکار بھی کر سکتا ہے۔ لہٰذا ابھی مجھے اپنے دماغ میں رہنے دو۔ میں تمہارے ذریعے کسی گاڑی والے کے اندر پہنچ کر اسے مجبور کروں گا۔ تو وہ تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا۔''

''تم بہت دیر سے میرے دماغ میں ہو۔ میں بے چینی اور ناگواری سی محسوس کر رہی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ کوئی میرے اندر گھسا چلا آئے۔ تمہیں جبراً برداشت کر رہی ہوں ایسا کرو دس منٹ بعد آ کر پھر معلوم کرو۔ مجھے لفٹ مل چکی ہے یا نہیں؟''

اس نے کوئی جواب سنے بغیر سانس روک لی۔ وہ اس کے دماغ سے نکل گیا۔ وہ تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی فٹ پاتھ پر چل رہی تھی۔ آس پاس شبنمی دھند اس طرح چھائی ہوئی تھی کہ دور تک کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ آگے بڑھتے رہنے سے راستہ سمجھائی دے رہا تھا۔ موڑ پر پہنچ کر ایک کار کھڑی ہوئی دکھائی دی۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی۔

کار کے شیشوں پر شبنمی کہر پھیلا ہوا تھا۔ اندر کا ماحول دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے کھڑکی سے ایک شیشے کو پونچھتے ہوئے دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ اگنیشن کی میں چابی لگی ہوئی تھی۔ کار کا مالک شاید کسی کام سے گیا ہوا تھا۔

وہ فوراً ہی دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے تیزی سے آگے بڑھانے لگی۔ ونڈ اسکرین کا وائپر ادھر سے ادھر ہو رہا تھا۔ اور شیشے پر چھائی ہوئی دھند کو صاف کرتا جا رہا تھا۔ اس کے باوجود ہیڈ لائٹس کی تیز روشنی میں صرف چند گز کے فاصلے تک ہی راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ باقی ہر طرف سفید دھند چھائی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اسے اپنے اندر سوچ کی لہریں محسوس ہونے لگیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں ہوں ابوالہول کا غلام ..... میں دیکھ رہا ہوں، تم کار چلا رہی ہو۔ آخر یہ کس کی ہے؟''

''میں نہیں جانتی۔ یہ سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ چابی لگی ہوئی تھی۔ بس میں اسے استعمال کر رہی ہوں۔''

''تمہیں اچھی طرح سوچ سمجھ کر اس کار میں بیٹھنا چاہیے تھا۔ سونیا کی کوئی سازش ہو سکتی ہے۔ اس کار میں دھماکا ہو سکتا ہے، تمہیں جانی نقصان پہنچ سکتا ہے۔''

''میں اسے اندر اور باہر سے چیک کرتی رہتی تو کار کا مالک پہنچ جاتا۔ میرے پاس وقت نہیں تھا۔ اس لیے میں اسے چیک کیے بغیر لے اڑی ہوں۔''

''تم کس راستے پر جا رہی ہو؟''

''میں پیرس کی طرف جا رہی ہوں۔ وہاں سے ایئر پورٹ جاؤں گی۔''

''تم پہلی بار اس ملک میں آئی ہو۔ یہاں کے راستوں سے ناواقف ہو۔ پھر یہ کیسے کہہ رہی ہو کہ پیرس کی طرف جا رہی ہو؟''

''یہ وہی راستہ ہے، جہاں سے تم مجھے لائے تھے۔''

''کیا تم آس پاس دیکھ کر راستے کی نشاندہی کر سکتی ہو؟ یہ یقین سے کہہ سکتی ہو کہ یہ وہی راستہ ہے؟''

''دھند اس قدر چھائی ہوئی ہے کہ آس پاس کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں سامنے سڑک بھی کچھ دور تک ہی نظر آ رہی ہے۔''

''جمائلہ! میری بات سمجھو۔ پہلے تمہیں یہ یقین ہونا چاہیے کہ یہ وہی راستہ ہے۔ اور تم سیدھی پیرس پہنچ رہی ہو۔''

اس نے ایک ذرا آگے جا کر کار کو یو ٹرن دیا پھر ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دائیں طرف کے علاقے کو دور تک دیکھنے لگی۔ کچھ فاصلے پر دھندلا دھندلا سا ایک چرچ دکھائی دے رہا تھا۔ فرہاد نے کہا۔ ''تمہارے دائیں طرف دور تک اس ادارے کی دیوار کو نظر آنا چاہیے۔ ادھر چرچ کیوں نظر آ رہا ہے؟ اب کار کو گھما دو اور بائیں طرف دیکھو...''

اس نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ کار کو بائیں طرف

گھمایا۔ تو ہیڈ لائٹس کی روشنی میں بابا صاحب کے ادارے کی بلند و بالا دیوار دکھائی دینے لگی۔

وہ بولا۔ ''جمائلہ! تم بھٹک رہی ہو۔ پیرس کی طرف جانے کے بجائے اس کے خلاف سمت جا رہی ہو۔''

وہ واپسی کے لیے گاڑی موڑتے ہوئے بولی۔ ''کیا مصیبت ہے؟ دھند میں راستہ صاف طور پر دکھائی نہیں دیتا۔ یہ نہ ہو کہ آگے جا کر پھر بھٹک جاؤں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم آگے آگے اپنی کار ڈرائیو کرتے چلو اور میں تمہارے پیچھے پیچھے آتی رہوں؟''

''نہیں جمائلہ! تم نہیں جانتیں۔ یہ سونیا بہت مکار ہے۔ فرہاد بھی انگارے چبا رہا ہوگا۔ مجھ سے انتقام لینے کے لیے نہ جانے کیسی پلاننگ کر رہا ہوگا؟ مجھے محتاط رہنا ہوگا۔ اسی لیے میں تم سے بہت دور چلا آیا ہوں۔ اب اس راستے پر نہیں ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔ تم جاؤ۔ پھر دس پندرہ منٹ کے بعد آ کر دیکھو کہ میں صحیح راستے پر جا رہی ہوں یا نہیں؟''

اس نے سانس روک لی۔ کار ڈرائیو کرتی ہوئی آگے جانے لگی۔ سامنے کچھ دور تک راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ باقی آس پاس ایک دھند جیسے وہ کسی نامعلوم دنیا میں پہنچ گئی ہو۔ جہاں کے راستے اس سے آنکھ مچولی کھیل رہے ہوں اور اسے درست راستے سے بھٹکا رہے ہوں۔

فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ''ہیلو۔ کون...؟''

ایک بلڈر کی آواز سنائی دی۔ ''پیرس کے وقت کے مطابق رات ہو چکی ہے۔ کیا تم تبدیل ہو گئی ہو؟''

''ہاں۔ میں تم لوگوں سے بعد میں رابطہ کرنے والی تھی۔ ابھی بابا صاحب کے ادارے میں گھسنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن کوئی راستہ نہیں مل رہا ہے۔''

''جمائلہ! ذرا سمجھنے کی کوشش کرو۔ دشمن بن کر جاؤ گی تو تمہیں کبھی راستہ نہیں ملے گا۔ تم خواہ مخواہ سونیا کو چھوڑ کر فرہاد کے اس ہمزاد کے پاس چلی گئیں۔ سونیا کے ساتھ ہوتیں تو اس وقت اس ادارے کے اندر ہوتیں۔''

وہ غصے سے بولی۔ ''اس چڑیل کا نام نہ لو۔ میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گی۔''

''کیسے کرو گی؟ جبکہ یہ دیکھ رہی ہو کہ دشمنی سے بات نہیں بن رہی ہے۔ تمہیں محبت اور دوستی سے بات بنانی چاہیے۔ سونیا سے آج نہیں تو دو چار دن بعد بھی انتقام لے سکتی ہو۔ اسی سونیا سے محبت کر کے، بڑی مصلحت اندیشی سے اس ادارے کے اندر پہنچ سکتی ہو۔''

''مجھے اس ادارے کے اندر نہیں جانا ہے۔ وہاں بزرگ روحانیت کے حامل ہیں۔ وہ ابوالہول کی اس پجارن کو ہمیشہ کے لیے مار ڈالیں گے۔''

''تمہارا ابوالہول بہت پُراسرار، بہت طاقتور ہے۔ تمہیں کوئی نہیں مار سکے گا۔ تم ہر رات پجارن کی حیثیت سے زندہ رہو گی۔ کوئی روحانیت کے عمل سے تمہیں مار نہیں سکتا۔''

''دیکھو مسٹر بلڈر! مجھے ایک بار آگہی مل چکی ہے کہ مجھے اس ادارے میں لے گئی ہے اور وہاں ایک بزرگ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دے رہے ہیں۔ اس طرح سے آگہی کا ایک حصہ پورا ہو چکا ہے۔ سونیا مجھے اس ادارے میں لے جانے کے لیے یہاں تک لے آئی ہے۔ اس سے پہلے کہ آگہی کا دوسرا حصہ پورا ہو۔ میں فوراً یہاں سے کسی فلائٹ کے ذریعے پُرتگال واپس آ جاؤں گی۔ مجھے راہ آنے سے منع کرو گے تو میں تمہارا ساتھ چھوڑ کر کسی دوسرے ملک کی طرف نکل جاؤں گی۔''

''ہم تمہیں واپس آنے سے کبھی نہیں روکیں گے۔ تم جانتی ہو ہم تمہاری مرضی کے خلاف نہ کچھ بولتے ہیں نہ کرتے ہیں۔ بس تم چلی آؤ۔''

وہ ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالے ڈرائیو کر رہی تھی اور دوسرے ہاتھ سے فون پکڑے ہوئے تھی۔ رابطہ ختم ہونے کے بعد اس نے فون کو بند کیا پھر آگے کی طرف دیکھتے ہی اس نے بریک روک دیا۔ وہ اس بڑی شاہراہ پر نہیں تھی جس پر اب تک آئی تھی۔ وہ کوئی چھوٹا سا تنگ راستہ تھا۔ فوراً ہی یہ بات اس میں آ گئی کہ بے دھیانی میں کسی دوسرے راستے پر چلی آئی ہے۔

اس نے گاڑی کو واپسی کے لیے موڑا تو دائیں طرف بہت ہی بلند و بالا دیوار دکھائی دی۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی اس تک نہیں جا سکتی تھی۔ یہ دکھائی نہیں دے رہا تھا کہ وہ دیوار کتنی بلندی تک گئی ہے؟

وہ راستہ تنگ تھا۔ اسے واپسی کے لیے کبھی دائیں طرف کبھی بائیں کار کو موڑنا پڑ اتھا۔ جب بائیں طرف ہیڈ لائٹس کی روشنی گئی تو وہاں بھی بہت ہی بلند و بالا دیوار دکھائی دی۔ اس نے حیرانی سے سوچا۔ ''یہ کہاں چلی آئی ہوں؟ ادھر بھی دیوار ہے، اُدھر بھی دیوار ہے۔''

ایسے ہی وقت فرہاد نے آ کر پوچھا۔ ''یہ تم کہاں پہنچ گئی ہو؟ میں یہاں سے کئی راستوں سے گزر چکا ہوں لیکن ایسا تنگ راستہ نہیں دیکھا جس کے دائیں بائیں بلند دیواریں ہوں۔ تم گاڑی کو واپس نہ موڑو۔ آگے بڑھتی رہو۔ شاید اسی شاہراہ پر پہنچ جاؤ۔''

وہ گاڑی کو آگے بڑھانے لگی۔ اس کے ڈیش بورڈ میں گھڑی بتا رہی تھی کہ رات کے دس بجنے والے ہیں۔ وہ جھنجلا کر بولی۔ ''جب سے تبدیل ہوئی ہوں، اس ادارے میں جانے کے لیے بھٹک رہی ہوں۔''

فرہاد نے کہا۔ ''تین گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا ہے نہ تم ادارے کے اندر جا پا رہی ہو اور نہ ہی پیرس کی طرف واپس جا رہی ہو۔''

اس نے اچانک ہی کار روک دی۔ فرہاد نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

''تم تھوڑی دیر کے لیے میرے دماغ سے جاؤ۔ میں پرسٹن کروں گی۔ ابوالہول سے پوچھوں گی کہ کیوں بھٹک رہی ہوں اور کب تک بھٹکتی رہوں گی؟''

اتنا کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ چلا گیا۔ جمائلہ نے آنکھیں بند کر کے ابوالہول کا تصور کرتے ہوئے کہا۔ ''اے ہول پیدا کرنے والوں کے باپ ابوالہول! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میں کیوں بھٹک رہی ہوں؟''

ایسی پرسٹن کے وقت اس کے دماغ میں بادل گرجنے لگتے تھے، بجلیاں کڑکنے لگتی تھیں اور ہوا کے تیز جھونکے چلنے لگتے تھے۔ اس وقت ایسا کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''اے ابوالہول! مجھے آگہی دے۔ منزل کا پتا دے کہ میں کہاں پہنچنے والی ہوں؟''

وہ انتظار کرنے لگی۔ پھر اسے دکھائی دیا کہ وہ ایک مسجد کے سامنے ہے۔ اس کے دوسری طرف دارالعلوم ہے اور ایسی ہی کئی خوبصورت عمارتیں ہیں، بہت صاف ستھرا ماحول ہے اور ایسے میں ایک بزرگ اس کے سامنے پہنچ گئے ہیں، اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دے رہے ہیں۔

اس نے ایکدم سے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ وہی مسجد تھی، وہی دارالعلوم تھا لیکن اب وہ بزرگ نہیں تھے۔ وہ گھبرا کر سوچنے لگی۔ ''ابھی تو میں کار کے اندر بیٹھی ہوئی تھی۔ پھر اس ماحول میں کیسے پہنچ گئی؟''

ایسے ہی وقت اسے اپنے اندر فرہاد کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ ''یہ تم کیا سوچ رہی ہو؟ کار کے اندر ہو اور تمہارے خیالات کہہ رہے ہیں کہ تم کسی پاکیزہ ماحول میں پہنچی ہوئی ہو۔''

اپنے اندر فرہاد کی آواز سنتے ہی آگہی کا منظر بدل گیا۔ وہ خود کو کار کی محدود فضا میں دیکھنے لگی۔ ونڈ اسکرین کے باہر ہیڈ لائٹس کی روشنی میں: زرد رنگ راستہ دکھائی دے رہا تھا۔

فرہاد نے پوچھا۔ ''تم کچھ الجھی ہوئی سی ہو۔ بات کیا ہے؟''

''میں نے ابھی دیکھا ہے کہ اس ادارے کے اندر پہنچ گئی ہوں۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں وہاں کبھی نہیں جاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے۔ وہاں نہ جاؤ لیکن گاڑی تو آگے بڑھاؤ آگے نہیں بڑھو گی تو پیرس کے ایئرپورٹ تک کیسے پہنچو گی؟''

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ ونڈ اسکرین کے پار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی۔ ہر طرف سفید دھند ہی دھند دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے رفتار بڑھا دی تھی لیکن راستہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ دونوں طرف وہی اونچی اونچی دیواریں دکھائی دے رہی تھیں۔

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''آخر یہ کتنا لمبا راستہ ہے؟ ختم کیوں نہیں ہو رہا ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں بھی حیران ہوں کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ میں نے ایسا تنگ راستہ کبھی نہیں دیکھا۔''

وہ تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی آخر ایک شاہراہ پر پہنچ گئی۔ گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔ ''تھینکس ابوالہول! میں پھر اسی شاہراہ پر آ گئی ہوں لیکن مجھے دائیں طرف مڑنا چاہیے یا بائیں طرف...؟ پیرس کس سمت میں ہے؟''

فرہاد نے کہا۔ ''دائیں طرف مڑ جاؤ۔ آگے جا کر دائیں بائیں ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دیکھو۔ شاید کسی عمارت کو دیکھنے سے یا کسی دکان کا سائن بورڈ پڑھنے سے معلوم ہو کہ تم کہاں ہو اور کس سمت جا رہی ہو؟''

وہ دائیں طرف مڑ گئی۔ آگے کچھ دور جانے کے بعد اس نے کار کو ایک طرف گھمایا، ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دیکھا تو بابا صاحب کے ادارے کی دیوار دکھائی دے رہی تھی۔ پھر اس نے کار کو دوسری طرف گھمایا تو وہ علاقہ دکھائی دیا جہاں وہ شام سے پہلے فرہاد کے ساتھ ایک بنگلے میں آئی تھی۔

فرہاد نے کہا۔ ''اب راستہ سمجھ میں آ گیا ہے۔ جب ہم پیرس سے آ رہے تھے تو ادارے کی دیوار بائیں طرف تھی۔ اس وقت دائیں طرف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سیدھی پیرس کی طرف جا رہی ہو۔ بس آگے بڑھو اور جلد سے جلد پیرس پہنچنے کی کوشش کرو۔''

وہ گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''اب تم جاؤ۔ پرائی سوچ کی لہروں سے مجھے کوفت ہوتی ہے۔''

''ایک ذرا صبر کرو۔ جب بابا صاحب کے ادارے کی

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

دیواریں ختم ہو جائیں گی تو میں مطمئن ہو کر خود ہی چلا جاؤں گا۔"

وہ رفتار بڑھاتی جا رہی تھی۔ دائیں طرف ادارے کی دیوار بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ آگے جا کر گاڑی ہلکے ہلکے جھٹکے کھانے لگی۔ ایندھن کا کانٹا بتا رہا تھا کہ پٹرول ختم ہو چکا ہے۔

اس کے راستے میں جو بھی رکاوٹیں آتیں۔ انہیں توڑ کر آگے بڑھتی چلی جاتی لیکن یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ پٹرول ختم ہو جائے گا۔ وہ ایسی رکاوٹ کو توڑ کر کیسے آگے جا سکتی تھی؟

اس نے گاڑی کے رکتے رکتے اسے دائیں طرف موڑا تاکہ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں یہ معلوم کر سکے کہ کتنی دور نکل آئی ہے؟

گاڑی کے مڑتے ہی ہیڈ لائٹس کی روشنی نے بتایا کہ وہ ٹھیک ادارے کے صدر دروازے کے سامنے پہنچی ہوئی ہے۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ونڈ اسکرین کے پار اس وسیع و عریض دروازے کو دیکھنے لگی۔ دل گھبرانے لگا۔ آگہی پہلے ہی بتا چکی تھی کہ وہ اس ادارے کے اندر پہنچنے والی ہے۔ اور کئی گھنٹوں تک بھٹکتے رہنے کے بعد صدر دروازے کے سامنے آ کر رک گئی تھی۔

پٹرول وہیں ختم ہو گیا تھا۔ راستہ وہیں رک گیا تھا۔ اب یہ اسے فیصلہ کرنا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے اندر جائے گی یا واپسی کے لیے مڑ جائے گی؟

لیکن کیسے مڑے گی؟ پٹرول تو ختم ہو چکا تھا۔ تب اس نے دیکھا، وہ بڑا سا فولادی دروازہ آہستہ آہستہ کھل رہا تھا۔ اس کے دونوں پٹ ایسے کھل رہے تھے، جیسے ماں اپنی باہیں پھیلا کر کہہ رہی ہو۔ "آؤ بیٹی! آ جاؤ۔ یہ تمہاری جائے پناہ ہے....."

اس کی طرح فرہاد بھی حیران اور پریشان تھا۔ اس نے کہا۔ "جمائلہ! خبردار۔ اندر نہ جانا۔ واپس چلو۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی، انجن بیدار ہوا پھر آہستگی سے سو گیا۔ وہ بولی۔ "یہ گاڑی تو نہ آگے بڑھے گی، نہ پیچھے ہٹے گی۔"

"وقت ضائع نہ کرو۔ گاڑی سے اترو اور اس شاہراہ کے فٹ پاتھ پر دور چلتی چلی جاؤ۔ اس دروازے سے جتنی جلدی ہو سکے دور چلی جاؤ۔ آگے کسی نہ کسی گاڑی میں تمہیں لفٹ مل جائے گی۔"

وہ جھنجلا کر بولی۔ "اس گاڑی میں مجھے لفٹ ملی تھی لیکن یہ مجھے گھنٹوں بھٹکاتی ہوئی اسی دروازے کے سامنے لے آئی میں باہر نکل کر سیدھی دروازے کے اندر جاؤں گی۔ ہر انتقام لینے کا راستہ مل رہا ہے تو میں سونیا کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ بولا۔ "ایسی غلطی نہ کرنا۔ تمہیں پھانسنے کے لیے جال بچھایا جا رہا ہے۔ اس گاڑی میں یہاں تک پہنچایا گیا ہے۔ دروازہ خود بہ خود کھل چکا ہے، اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ تمہیں ٹریپ کیا جا رہا ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔"

وہ سوچنے لگی۔ سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔ فرہاد کی بات دل کو لگ رہی تھی۔ دماغ سمجھا رہا تھا کہ اس ادارے کے اندر نہیں جانا چاہیے۔ پہلے تو وہ دیوار کود کر اندر جانا چاہتی تھی۔ اب آسانی سے دروازہ کھل گیا تھا، اندر جانے کا راستہ مل رہا تھا۔

اس نے ارادہ کیا۔ "نہیں۔ مجھے نہیں جانا چاہیے۔ میرے ابوالہول سے مجھے پھنسنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔"

ایسے ہی وقت اس نے غور سے دیکھا کھلے ہوئے دروازے کے اندر بھی بابا صاحب کا ادارہ واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سفید دھندلی دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس دھند میں سونیا پہلے ایک سائے کی طرح دکھائی دی پھر قدم قدم آگے بڑھتی ہوئی دروازے کے قریب آئی تو واضح طور پر دکھائی دینے لگی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ ایک ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلا رہی تھی۔

یہ جمائلہ کے لیے ایک چیلنج تھا۔ جسے جان سے مار ڈالنے کے لیے وہ اب تک بھٹک رہی تھی اور اس ادارے کے اندر گھسنا چاہتی تھی۔ اب وہ باہر نکل کر نگاہوں کے سامنے آ گئی تھی۔ اور اسے چیلنج کے انداز میں اپنی طرف بلا رہی تھی۔

وہ ایکدم غصے سے بھر گئی، دروازے کو ایک جھٹکے سے کھولنا چاہا تو پتا چلا، وہ مقفل ہے۔ اس نے گھڑکی کے شیشے پر ایک زوردار گھونسا مارا۔ اس کے ایک گھونسے سے دیواریں تڑخ جاتی تھیں لیکن کھڑکی کے شیشے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ یہ ایسی ناکامی تھی کہ وہ جنون میں مبتلا ہو گئی۔

اس نے ونڈ اسکرین کے شیشے کو ایک گھونسا مارا، دوسرا مارا پھر تیسرا مارا لیکن اسے بھی کوئی نقصان نہ پہنچا۔ وہ ذہنی انداز میں چیخنے، چلانے لگی۔ سر سے گاڑی کی چھت کو ٹکریں مارنے لگی۔

نہ شیشے ٹوٹ رہے تھے، نہ گاڑی کی چھت کو کوئی نقصان پہنچ رہا تھا۔ وہ جھنجلا رہی تھی، غصے سے چیخ رہی تھی۔ اگلی سیٹ سے پچھلی سیٹ کی طرف آ رہی تھی۔ وہاں دروازوں کو لاتیں مار رہی تھی۔ حلق پھاڑ پھاڑ کر کہہ رہی تھی۔ "اے ابوالہول! میری پُراسرار قوتوں کو کیا ہوا؟ مجھے قوت دے، غیر معمولی

کتابیات پبلی کیشنز

قوت دے..... میں اس گاڑی کو توڑ کر باہر نکل کر سونیا کی ہڈیاں پسلیاں توڑ دینا چاہتی ہوں۔"

سونیا کو موت کے گھاٹ اتار دینے کی بس ایک ہی حسرت تھی جو پوری نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے اس ادارے میں داخل ہونے کے لیے سو جتن کیے تھے اور ناکام ہوتی رہی تھی۔ اب دروازہ اس کے لیے کھل گیا تھا، وہ آسانی سے جا سکتی تھی لیکن اس گاڑی کے اندر بے دست و پا ہو گئی تھی۔ باہر نکل کر سونیا تک پہنچ نہیں سکتی تھی۔

ایسے وقت قدرتی حالات سمجھاتے ہیں کہ انسان کچھ بھی نہیں ہے۔ ابھی شہزور ہے تو پلک جھپکتے میں ہی کمزور ہو جائے گا لیکن آدمی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ طاقت کے گھمنڈ میں چیختا چلاتا ہے۔ اپنے سے بڑی قوتوں سے ٹکراتا ہے اور خود ٹوٹتا، بکھرتا چلا جاتا ہے۔

اس کی بھی یہی حالت ہو رہی تھی۔ وہ کار کی معدود چار دیواری سے ٹکریں مارتے ہوئے زخمی ہو رہی تھی۔ فرہاد کہہ رہا تھا۔ "رک جاؤ جمائلہ! سمجھنے کی کوشش کرو تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ یوں جنون میں مبتلا ہو کر تم اپنا نقصان کرو گی۔"

وہ چیخ کر بولی۔ "بکواس نہ کرو۔ دور ہی دور سے مشورے دے رہے ہو۔ کیا یہاں آ کر میری مدد نہیں کر سکتے؟ کیا باہر سے دروازہ نہیں کھول سکتے؟"

"تم سمجھ نہیں رہی ہو، یہ تمہیں اور مجھے پھانسنے کی سازش ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں تمہاری مدد کے لیے وہاں آؤں اور ان کا شکار ہو جاؤں۔"

وہ غصے سے بولی۔ "لعنت ہے تم پر.. تمہیں اپنی پڑی ہے، میرے بچاؤ کی فکر نہیں کر رہے ہو۔ کیسے مددگار ہو؟ کیسے ابوالہول کے غلام ہو؟"

"مجھ سے کیا پوچھ رہی ہو؟ اپنے ابوالہول سے پوچھو۔ ایسے وقت تمہاری پُراسرار قوتیں کیا ہو گئیں؟ ابھی تم ابوالہول کی پرستش کر رہی تھیں۔ وہ تمہارا ساتھ کیوں نہیں دے رہا ہے؟ اس کار کے اندر وہ بھی کیوں بے بس ہو گیا ہے؟"

"بکواس نہ کرو۔ میرا ابوالہول کبھی بے بس نہیں ہو سکتا۔ وہ مجھے قوت دے گا، مجھے یہاں سے اپنے پاس بلائے گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے یا ابوالہول کا نعرہ لگایا پھر دروازے پر ایک لات ماری، مگر اس دروازے کا کچھ نہیں بگڑا۔ فرہاد نے کہا۔ "میں نے ایسے ہی وقت کے لیے تمہیں سونیا سے دور کیا تھا، ادارے میں جانے سے روک رہا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ وہ روحانی قوتوں کے مالک ہیں۔ تمہاری شیطانی قوتوں کو فنا کر دیں گے۔ اور دیکھ لو۔ یہی ہو رہا ہے۔"

وہ پچھلی سیٹ سے اگلی سیٹ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ صدر دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس دہلیز کے پیچھے سونیا اب تک اس کا انتظار کر رہی تھی۔ جمائلہ کا انتقامی جنون ختم نہیں ہوا تھا۔ وہ دل ہی دل میں ابوالہول سے کہہ رہی تھی۔ "ایک بار یہ دروازہ کھول دے۔ مجھے اس چڑیل تک پہنچنے دے، پھر میں اس کے چیتھڑے اڑا دوں گی۔"

وہ ایک بار پھر شیشوں پر گھونسے مارنے لگی، دروازے کو کھولنے کی کوشش کرنے لگی لیکن باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔

فرہاد نے کہا۔ "مان جاؤ۔ تمہارا ابوالہول بے بس ہو چکا ہے۔ جب تک تم انتقامی جنون میں مبتلا رہو گی، جب تک کار کا کوئی دروازہ نہیں کھلے گا۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر ونڈ اسکرین کے پار سونیا کو دیکھ رہی تھی۔

وہ اُدھر تھی۔ یہ اِدھر تھی۔ ان کے درمیان وقت گزر رہا تھا۔ گھڑی کا کانٹا تیزی سے سرکتا جا رہا تھا۔

ونڈ اسکرین کے پار سونیا دکھائی دے رہی تھی اور وہ شیشے پر یوں گھونسے مار رہی تھی، جیسے سونیا کا منہ توڑ رہی ہو۔

وہ ادارے کی دہلیز پر کھڑی ہنس رہی تھی پھر پانچ بج گئے، آدھے گھنٹے بعد جیسے ہی فجر کی اذان کو نجنے لگی تو جمائلہ کے جسم کو ایک جھٹکا سا پہنچا۔ وہ ایسے وقت دوڑتی ہوئی مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچ جاتی تھی۔ اس کے راستے میں کوئی بھی رکاوٹ نہیں آتی تھی۔

پھر اس کار کے دروازے کیسے رکاوٹ بن جاتے؟

جمائلہ کے ذہن سے غصہ اور جنون اتر چکا تھا۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر دروازے کو کھولا تو بڑی آسانی سے کھلتا چلا گیا۔

وہ فوراً ہی باہر آ گئی۔ دور سونیا کو دیکھتے ہی دونوں باہیں پھیلا کر چیختی ہوئی، دوڑتی ہوئی اس کی طرف جانے لگی۔

"مما.....! مما.....! مجھے اپنی آغوش میں چھپا لو....."

وہ دوڑتی ہوئی ادارے کی دہلیز کو پھلانگتی ہوئی سونیا کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے قدموں میں گرنا چاہتی تھی، سونیا نے اس کے بازو کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا پھر اسے سینے سے لگا لیا۔

اس فولادی دروازے کے دونوں پٹ آہستہ آہستہ بند ہو رہے تھے

کتابیات پبلی کیشنز

بابا صاحب کے ادارے کا وہ فولادی دروازہ جسے دنیا کی کوئی طاقت کھول نہیں سکتی تھی۔ وہ جمائلہ کے لیے کھل گیا تھا۔

جمائلہ نے پچھلی رات اپنی شیطانی طاقتوں کے ساتھ اس ادارے میں داخل ہونا چاہا تھا لیکن اندر جانے کا کوئی راستہ نہ ملا۔ وہ غصے کی شدت سے تلملاتی رہی' چیخ چیخ کر سونیا کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکیاں دیتی رہی۔ ایسے وقت ابوالہول کی شیطانی قوت بھی اسے سونیا تک پہنچانے میں ناکام رہی تھی۔

بچپن سے اب تک یہی ہوتا آیا تھا کہ وہ ہر رات شیطانی قوتوں کے زیر اثر رہتی تھی۔ دشمن اس سے پناہ مانگتے تھے اور دوست دور دور رہتے تھے پھر صبح اذان کے وقت اچانک ہی اس کا دل' اس کا دماغ اور اس کا مزاج بدل جاتا تھا۔ پھر وہ کسی نہ کسی مسجد کی سیڑھی پر پہنچ کر اپنے معبود کے سامنے سر جھکا دیتی تھی۔

زندگی میں پہلی بار وہ کسی مسجد کی سیڑھی پر نہیں بابا صاحب کے ادارے کی دہلیز پر آ گئی تھی۔ اذان کی آواز بلند ہوتے ہی اس کا دل' دماغ اور مزاج بدل گیا تھا۔ وہ فولادی دروازہ کھل گیا تھا۔ اس دروازے کے پیچھے سونیا دونوں بازو پھیلائے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی جا کر اس سے لپٹ گئی۔ اس دروازے کو نہ کوئی کھولنے والا تھا نہ بند کرنے والا تھا۔ وہ خود بخود بند ہو گیا۔

فرہاد دوربین سے دور رہ کر اس کی نگرانی کر رہا تھا۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ قریب رہے گا تو بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس اسے گھیر لیں گے۔

پھر اس کی عقل کہہ رہی تھی کہ صبح ہونے والی ہے۔ جمائلہ تبدیل ہو گی۔ اس کا مزاج بدل جائے گا تو پھر وہ سونیا سے دشمنی بھول جائے گی۔ اس سے پہلے ہی اسے بابا صاحب کے ادارے سے دور پہنچا دینا چاہیے۔

اس نے جمائلہ کو خیال خوانی کے ذریعے مشورہ دیا کہ وہاں اس کے لیے خطرہ ہے۔ اسے پیرس واپس جانا چاہیے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اس کی شیطانی قوتوں پر روحانی قوتیں حاوی ہو گئی تھیں۔ اسے واپس جانے کا بھی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ وہ بھٹکتی رہی تھی اور صبح ہونے سے کچھ دیر پہلے بابا صاحب کے ادارے کے سامنے پہنچ گئی تھی۔

فرہاد نے اسے خیال خوانی کے ذریعے دیکھ رہا تھا کہ کس طرح اذان ہوتے ہی وہ دروازہ کھل گیا تھا اور وہ دوڑتی ہوئی سونیا کے پاس جا رہی تھی پھر جیسے ہی اس نے دروازے کے اندر قدم رکھا فرہاد ٹو کے ذہن کو ایک جھٹکا لگا۔ اس کی خیال خوانی کی لہریں جمائلہ کے دماغ سے واپس آ گئیں۔ وہ فولادی دروازہ دھیرے دھیرے بند ہو گیا۔ اس دروازے کے ساتھ ہی جمائلہ کے دماغ کے دروازے بھی دنیا کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کے لیے بند ہو گئے تھے۔

وہ سونیا سے لپٹ کر رو رہی تھی۔ اس نے تھپکتے ہوئے پوچھا۔ ''کیوں رو رہی ہو؟''

وہ سسکتے ہوئے بولی۔ ''میں بہت ذلیل ہوں۔ میں نے آپ کو گالیاں دے رہی تھی۔ آپ کو مار ڈالنا چاہتی تھی۔''

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ جو غلطیاں کیں۔ انہیں بھول جاؤ۔ آج سے تم میرے خلاف کبھی کچھ نہیں بولو گی۔ اس ادارے کے پاکیزہ ماحول میں رہو گی تو شیطانی قوتیں تم پر حاوی نہیں ہو سکے گا۔''

اس نے جمائلہ کو اپنے سے الگ کیا پھر اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ ''آؤ! اس موٹر ٹرالی میں بیٹھو۔ میرے کوارٹر چلو۔''

اس ادارے کے ہر حصے میں ٹو سیٹر اور فور سیٹر ٹرالیاں تھیں جو گیس یا پیٹرول کے ذریعے چلتی تھیں۔ میلوں دور تک پھیلے ہوئے اس ادارے میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک آنے جانے کے لیے یا کسی بھی حصے میں' کسی بھی حصے میں پہنچنے کے لیے یہی ٹرالیاں استعمال ہوتی تھیں۔

وہ دونوں بھی ایک ٹو سیٹر ٹرالی میں بیٹھ گئیں۔ سونیا نے اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''پہلے میرے کوارٹر میں چل کر غسل کرو گی۔ لباس تبدیل کرو گی پھر تمہیں جناب تبریزی کے سامنے پیش کروں گی۔''

جمائلہ اس کی باتیں سن رہی تھی اور دائیں بائیں آگے پیچھے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ وہاں پختہ راستوں کے اطراف ہریالی تھی۔ رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ ایک بہت ہی وسیع و عریض جدید طرز کی مسجد تھی۔ اس کا تعمیری حسن اس قدر جاذب نظر تھا کہ باہر سے دیکھ کر اندر جانے کو جی چاہتا تھا۔

ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر بنی ہوئی خوبصورت عمارتیں دکھائی دے رہی تھیں۔ سونیا ادھر سے گزرتے ہوئے اسے بتا رہی تھی۔ ''یہ اسکول ہے' یہ کالج ہے۔ وہ لائبریری ہے۔ ادھر سائنس روم ہے۔''

اس نے ایک طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اس وسیع و عریض عمارت میں ریسلنگ' جوڈو کراٹے' مارشل آرٹ' باکسنگ' جمناسٹک' ٹینس' یوگا کی مشقیں' ٹیلی پیتھی اور حاضر دماغی کی مشقیں کرائی جاتی ہیں۔''

وہ ٹرالی کو دوسرے راستے پر موڑتے ہوئے بولی۔ ''اب ہم رہائشی علاقے کی طرف جا رہے ہیں۔ تم یہاں رہ کر پورے ادارے کو رفتہ رفتہ دیکھتی رہو گی۔ یہاں ہر طرح کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہاں کاہنہ سکھایا جاتا ہے۔ ہر طرح کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہاں کے طلبہ اور طالبات بہترین مکینک' انجینئر' ڈاکٹر اور سائنسداں بن کر دنیا کے تمام ممالک میں جاتے ہیں اور دوسروں کے مقابلے میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے رہتے ہیں اور ہمارے ادارے کے لیے جاسوس کی حیثیت سے بھی فرائض انجام دیتے رہتے ہیں۔''

راستوں کے کنارے اور مختلف عمارتوں کے اطراف کتنے ہی بادردی افراد دکھائی دے رہے تھے۔ جو کسی نہ کسی کام میں مصروف تھے۔

جمائلہ نے پوچھا۔ ''یہ کون لوگ ہیں؟''

سونیا نے کہا۔ ''اس ادارے میں نہ پولیس' آرمی اور نہ ہی پاڑی گارڈز ہیں۔ تم دیکھ رہی ہو کہ یہاں کسی کے پاس اسلحہ نہیں ہے۔ یہ افراد جو باوردی ہیں۔ یہاں رضاکار کہلاتے ہیں۔ یہ اس ادارے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ یہاں کسی کو کسی وقت بھی کوئی ضرورت پیش آئے تو یہ فوراً اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے وہاں پہنچ جاتے ہیں۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''تعجب ہے۔ یہاں کسی کے پاس اسلحہ نہیں ہے اگر اچانک دشمنوں نے حملہ کیا تو کیا ہو گا؟''

''باہر سے اندر کوئی نہیں آ سکتا۔ سپر پاور اور دنیا کے دوسرے ممالک نے سیٹلائٹ کے ذریعے جاسوسی کرنے کی کوشش کی' ہوائی حملے کرنے کی دھمکیاں دیں لیکن ہمیشہ ناکام رہے۔''

''یہاں دفاعی انتظامات ہوں گے۔ تب ہی تو وہ ناکام ہوتے رہتے ہیں؟''

''ہمارے پاس سب سے بڑی روحانی قوت ہے۔ جناب اسد اللہ تبریزی' اور ان جیسے روحانی علوم کے حامل کئی بزرگ یہاں ہیں۔ یہ تمام بزرگ روحانی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ ان کے علاوہ اس ادارے کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے دنیا کے تمام ممالک اور تمام شہروں میں موجود ہیں۔ وہ دوست اور دشمن ملکوں کے حکمرانوں اور فوجی افسران کے دماغوں میں پہنچے رہتے ہیں۔ وہاں سے کوئی بھی سازش ابھرتی ہے تو انہیں فوراً پتا چل جاتا ہے پھر اس سے پہلے کہ کوئی ہمارے خلاف عملی قدم اٹھائے وہ اسے وہیں ٹھنڈا کر دیتے ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے انہیں ان کے بہت سے معاملات میں الجھا دیتے ہیں۔ انہیں آپس میں لڑنے مرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اب یہ باتیں ان کی سمجھ میں بھی آ گئی ہیں کہ وہ جب بھی ہمارے خلاف قدم اٹھانا چاہیں گے تو اپنے ہی مسائل میں مبتلا ہو کر نقصانات اٹھاتے رہیں گے۔''

سونیا نے ایک رہائشی علاقے کے سامنے ٹرالی روک دی پھر کہا۔ ''میں یہاں رہتی ہوں۔ آؤ! اندر چلیں۔''

وہ دونوں ٹرالی سے اتر کر اس چھوٹے سے مکان کے برآمدے میں آئیں۔ سونیا نے دروازہ کھولا۔ جمائلہ نے کہا۔ ''آپ نے اسے لاک نہیں کیا تھا؟ یوں ہی کھلا چھوڑ دیا تھا؟''

''یہاں کوئی دروازہ لاک نہیں کیا جاتا کیونکہ آج تک نہ یہاں کوئی مجرمانہ واردات ہوئی ہے اور نہ ہی آئندہ ہو سکتی ہے۔''

وہ متاثر ہو کر بولی۔ ''واقعی! یہ عجیب و غریب ادارہ ہے۔ اچھے برے انسان تو دنیا کے ہر حصے میں' ہر گھر میں موجود ہوتے ہیں۔ یہ قدرتی بات ہے۔ یہاں بھی اچھے کے ساتھ برے کو ہونا چاہیے اور ضرور ہوں گے لیکن وہ یہاں کوئی برائی نہیں کر سکتے۔ کوئی سازش نہیں کر سکتے۔ اس سے پہلے ہی ان کے چور خیالات پڑھ لیے جاتے ہوں گے۔ یہی بات ہے ناں؟''

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ ''ہاں۔ یہی بات ہے۔ سب کے دلوں میں یہ خوف رہتا ہے کہ وہ اگر کوئی غلط بات سوچیں گے یا جان بوجھ کر کوئی غلطی کریں گے تو روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ان کی ایک چھوٹی اور معمولی سی غلطی بھی چھپی نہیں رہے گی۔ وہ فوراً ہی گرفت میں آ جائیں گے۔''

''اوہ! ونڈرفل۔ میں تو یہاں ساری عمر رہنا چاہوں گی۔''

''انشاء اللہ' رہو گی۔ جاؤ اس الماری کو کھولو۔ اس میں تمہارے بہت سے ملبوسات ہیں۔ دوسری ضرورت کی چیزیں بھی ہیں۔ کسی چیز کی کمی ہو گی تو فوراً مہیا کر دی جائے گی۔''

اس نے آگے بڑھ کر الماری کو کھولا تو اس میں طرح طرح کے ملبوسات تھے۔ اس نے ایک لباس کو نکال کر اپنے بدن سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''یہ تو بالکل میرے ناپ کا لگ رہا ہے۔''

''ہاں' تمہارے ناپ سے ہی سلوائے گئے ہیں۔ ہم

جانتے تھے کہ تم نے ایک دن یہاں آنا ہے۔ اس لیے تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں یہاں لا کر رکھ دی گئی ہیں۔"

وہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جا کر اس مکان کو دیکھنے لگی۔ صرف ایک ہی بیڈ روم تھا اور دوسرا اسٹڈی روم تھا جہاں ٹی وی کمپیوٹر اور ٹیلی فون وغیرہ تھے۔

اس نے پوچھا۔ "بس یہی دو کمرے ہیں؟ کیا انکل فرہاد یہاں نہیں رہتے؟"

"ان کا دوسرا کوارٹر ہے۔ یہاں میاں بیوی کو بھی ایک ساتھ رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ تم جاؤ پہلے غسل کرو اور فریش ہو جاؤ۔"

وہ اپنا لباس لے کر باتھ روم میں چلی گئی۔ دروازے کو بند کر لیا۔ سونیا اس بند دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ بڑی ممتا سے اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ ایک ذرا سی فکر لاحق تھی کہ آج شام کو جب دن ڈھل جائے گا اور رات ہو گی تو کیا یہ یہاں بھی تبدیل ہو جائے گی؟ کیا شیطانی قوتیں یہاں بھی اس پر حاوی ہو سکیں گی؟

☆☆☆

فرہاد ٹو فکر میں مبتلا ہو گیا تھا۔ پہلے تو میں اور سونیا بابا صاحب کے ادارے میں چلے گئے تھے۔ اس کے بعد جمائلہ بھی پہنچ گئی تھی۔ اب وہ ہم میں سے کسی کے اندر بھی خیال خوانی کے ذریعے نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ہمیں نقصان پہنچانے کے تمام راستے بند ہو چکے تھے۔

اس نے امریکی اکابرین کے سامنے بڑی ڈینگیں ماری تھیں کہ وہ آئندہ بھی تجھے زبردست نقصان پہنچاتا رہے گا اور مجھ سے یہ قبول کرائے گا کہ میں اصلی فرہاد علی تیمور نہیں ہوں۔ بلکہ اصلی وہ ہے۔ چونکہ اصلی ہے اور ناقابل شکست ہے اس لیے مجھ جیسے جھوٹے اور فرضی فرہاد پر حاوی ہو چکا ہے۔

یہ ثابت کرنے کے لیے لازمی تھا کہ وہ مجھے ایک کے بعد دوسرا دوسرے کے بعد تیسرا نقصان پہنچاتا۔ سپر پاور اور دوسرے بڑے ممالک کے سامنے یہ ثبوت پیش کرتا رہتا کہ میں اس سے شکست کھاتا جا رہا ہوں اور رفتہ رفتہ اس کے آگے گھٹنے ٹیک رہا ہوں لیکن مجھ پر اور سونیا پر اب اسے حملہ کرنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک ہی صورت رہ گئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ سونیا اور فرہاد جس پناہ گاہ میں پہنچ چکے ہیں۔ وہاں سے انہیں کسی بھی طرح باہر نکالنا ہی ہو گا۔

نومی کرسٹل نے اس کے اندر آ کر کہا۔ "کیا ہو رہا ہے؟ پیرس میں تو صبح ہو چکی ہو گی۔ جمائلہ بھی تبدیل ہو چکی ہو گی۔ کیا ابھی وہ تمہارے ساتھ ہے؟"

وہ بولا۔ "تم چلو۔ میں آ رہا ہوں۔"

وہ واپس چلی گئی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کرسٹل نے بھی سونیا بننے کی کوشش کی تھی۔ اس کی طلب کے لیے اسے بڑے بڑے مصائب میں مبتلا کیا تھا پھر ہو کر وہ گوشہ گم نامی میں رہنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت زندگی میں فرہاد ٹو آ گیا۔ وہ میرے ساتھ سونیا بن کر گزارنے کے لیے دیوانی ہو رہی تھی۔ ایسے میں فرہاد ٹو ملا تو اس نے سوچا کہ فرہاد نہ سہی اس کا سایہ ہی سہی۔ کچھ رہا ہے۔ لہٰذا وہ راضی خوشی اس کی معمولہ اور تابعدار بن گئی۔

نومی نے اپنی کارکردگی سے ثابت کیا تھا کہ وہ سو طرح ذہین اور تیز طرار ہے۔ ادھر فرہاد ٹو نے بھی محسوس کر آتے ہی سونیا کو زخمی کیا۔ مجھے ایک حادثے سے دوچار اور اسپتال پہنچا دیا۔ جمائلہ کو ہم سے چھین لیا۔ سب کارنامے تھے جنہیں دیکھ کر امریکی اکابرین نے میرے مقابلے میں اسے زبردست فرہاد علی تیمور تسلیم کر لیا۔

فرہاد ٹو کا ساتھ ملتے ہی نومی کی ذہانت اور تجربہ گنا قسمت بھی ساتھ دے رہی تھی۔ ایک امریکی ٹیلی پیتھی والا وائس مین انڈیا آیا ہوا تھا۔ وہاں انٹیلی جنس والوں ساتھ مل کر پارس' پورس' شیوانی' عدنان اور عالی وغیر سراغ لگاتا رہا تھا اور ان سب کا پتا ٹھکانا معلوم کرتا تھا۔

ایسے ہی وقت عالی نے وائس مین کو ٹریپ کر لیا اس کے دماغ میں گھس کر اسے اپنا معمول اور تابعدار تھا۔ اسے نومی کرسٹل کی خوش قسمتی کہنا چاہیے کہ وہ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کے دماغ میں پہنچ گئی۔ عالی نے جب اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا کے بعد اس نے بھی اس پر عمل کیا اور اسے اپنا تابعدار بنا لیا۔

فرہاد ٹو نے خوش ہو کر کہا۔ "تم نے بہت زبردست گیا ہے۔ اب تم چپ چاپ وائس مین کے دماغ میں رہو گی اور یہ دیکھتی رہو گی کہ عالی اور فرہاد اس کے ذریعے انڈیا میں کیا کرتے پھر رہے ہیں؟"

نومی نے اپنے اس معمول وائس مین کے ذریعے کیا کہ پورس' شیوانی اور عدنان ممبئی کے کس علاقے رہتے ہیں؟ یہ پچھلے باب میں بیان ہو چکا ہے کہ نومی نے طرح شیوانی کو ٹریپ کیا تھا؟ اسے یقین دلایا تھا کہ صاحب کی پیش گوئی کے مطابق آئندہ تیس دنوں میں مرے گی اگر وہ اپنے بیٹے کے ساتھ لمبی زندگی گزارنا چاہتی ہے تو فوراً ہی پورس کو چھوڑ کر اس کی پناہ میں آ جائے۔

عدنان اپنے باپ پورس کو چھوڑ کر کبھی کہیں نہ جاتا لیکن سمجھتا تھا کہ ماں کی عمر بہت مختصر سی رہ گئی ہے اور پورس نے تھی سمجھایا تھا کہ ماں کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچانا۔ اس کی ہر بات مانتے رہنا۔ لہٰذا اس نے ماں کی بات مانتے ہوئے باپ کو چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ اس گھر سے نکل آیا۔ نومی کے آدمی کار گھر سے کچھ فاصلے پر ایک گاڑی لیے کھڑے تھے۔ شیوانی' عدنان کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چلی گئی۔

وہ بیٹے کے ساتھ کہاں گئی؟ نومی نے انہیں کہاں پہنچایا؟ آگے چل کر اسی باب میں ان کا ذکر بھی کروں گا۔ فی الحال فرہاد ٹو کی پریشانیوں اور اس کے مسائل کا ذکر کر رہا ہوں۔

ابھی نومی کرسٹل نے اس کے دماغ میں آ کر اس کے اور جمائلہ کے متعلق سوالات کیے تھے اور اس نے کہا تھا کہ تم چلو میں آ رہا ہوں۔ وہ چلی گئی تھی۔

دراصل وہ نہیں چاہتا تھا کہ نومی اس کی معمولہ اور تابعدار ہونے کے باوجود اس کے دماغ میں آئے۔ وہ بہت محتاط رہنے کا عادی تھا۔ کسی کو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے نومی کے پاس پہنچ کر کہا۔ "کچھ الجھنیں بڑھ گئی ہیں۔ سونیا اور فرہاد کی طرح جمائلہ بھی بابا صاحب کے ادارے کے اندر چلی گئی ہے۔ جیسے ہی وہ اس ادارے کے اندر پہنچی میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل آئیں۔ میں نے دوسری بار پھر کوشش کی۔ اس کے اندر پہنچنا چاہا لیکن اس کا دماغ مجھے نہ مل سکا۔"

وہ بولی۔ "بابا صاحب کے ادارے والے بہت بڑے جادوگر ہیں۔ پتا نہیں یہ لوگ کون سی تکنیک استعمال کرتے ہیں کہ ہم باہر والے نہ تو اس ادارے میں قدم رکھ سکتے ہیں اور نہ ہی ہماری خیال خوانی کی لہریں وہاں تک پہنچ پاتی ہیں۔ بائی داوے۔ تم کہاں ہو؟"

"میں اب یہاں اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ وہ جمائلہ کو بابا صاحب کے ادارے کے اندر بلا کر قیدی بنا لینے کے بعد مجھے بھی اپنی گرفت میں لے سکتے ہیں۔ میں اس سے پہلے ہی یہ پیرس چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔"

"واقعی۔ تمہارے لیے اب خطرہ ہے۔ تمہیں ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر وہاں سے نکل جانا چاہیے۔ تم ابھی کہاں ہو؟"

"میں ایئرپورٹ میں ہوں۔ ابھی ایک طیارے میں

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

دو حصوں میں مکمل

تاریک عہظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور نسلی کے مقابلے برپا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابل یقین سرگزشت —— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا —— شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اُچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کیجاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حُسن زوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا —— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے رُلا دینے والے واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

قیمت فی حصہ 75/- روپے ڈاک خرچ فی حصہ 31/- روپے
دونوں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ =/33 روپے

کتابی شکل میں دستیاب ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے رجوع کریں
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ کریں

کتابیات پبلی کیشنز کراچی

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
E-Mail: kitabiat1970@yahoo.com
فون: 35804300-35895313 فیکس: 35802551
C-63/II ایسوسی ایشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی 75500

بیٹھنے جا رہا ہوں۔ تم اشتعمول میں ہو۔ ایک گھنٹے کے بعد ایئرپورٹ پہنچو۔ میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

اس نے خوشی سے چہک کر کہا۔ "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ میرے پاس آ رہے ہو؟ تم اتنی بڑی خوشی مجھے دے رہے ہو تو میں بھی تمہیں ایک خوشخبری سناؤں گی۔ میں نے شیوانی کو عدنان کے ساتھ اغوا کیا ہے اور ان ماں بیٹے کو ایک خفیہ پناہ گاہ میں پہنچا دیا ہے۔"

"کیا ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے ان تک نہیں پہنچ سکیں گے؟"

"میں نے شیوانی کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے عدنان کے دماغ کو بھی لاک کیا تھا لیکن وہ بچہ ناقابل فہم ہے۔ پتا نہیں کیسے دماغ کا مالک ہے۔ میرے تنویمی عمل کا اثر ایک گھنٹے تک ہی رہا اس کے بعد وہ میرے اثر سے نکل گیا۔"

"وہ بچہ ہمارے لیے بڑے مصائب پیدا کرے گا۔ اسے ایسی جگہ قیدی بنا کر رکھو کہ وہ اس بند کمرے کے باہر نہ کچھ دیکھ سکے اور نہ ہی باہر والوں کی آواز سن سکے۔ ورنہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسروں کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں۔ یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہم نے انہیں کہاں چھپا کر رکھا ہے؟"

"میں بھی محتاط ہوں۔ فی الحال اس طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ میں اس کے دماغ میں گئی تھی۔ مختلف خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ وہ کسی بھی ایک خیال پر مرکوز نہیں ہے۔ دوست ہو یا دشمن کوئی بھی اس کے خیالات نہ تو پڑھ سکتا ہے نہ یہ معلوم کر سکتا ہے کہ اسے کہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے؟"

"اس بچے کے دماغ میں آتی جاتی رہو۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ اس کا دماغ ایسا کیوں ہے؟ کیا وہ کبھی کسی ایک خیال پر مرکوز نہیں رہتا؟"

"وہ کبھی بھی ایک خیال پر مرکوز رہتا ہے تب ہی تو میں نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن پھر ناکام ہو گئی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اس کا دماغ پھر کسی ایک خیال پر مرکوز رہے گا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔"

"ایسے وقت میں اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رہوں گی اور سمجھنے کی کوشش کروں گی کہ کس طرح اسے اس کے ٹیلی پیتھ [illegible] سکتا ہے؟"

"تم کوشش کرو تدبیر کرو اب میں وہاں پہنچ کر ہی تم سے بات کروں گا۔ فی الحال مجھے دوسری جگہ مصروف ہے۔"

وہ اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ طیارے کے [illegible] ہونے سے پہلے جب وہ ایئرپورٹ پر تھا تو سیون بلڈرز کی ایک بلڈر نے اس سے رابطہ کیا تھا۔ اس نے یہ کہہ کر فون [illegible] کر دیا تھا کہ وہ تھوڑی دیر بعد خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ کرے گا۔

اس بلڈر نے پوچھا۔ "تم فون کے ذریعے بات [illegible] نہیں کر رہے ہو؟"

"اس لیے کہ میں ایک طیارے میں سوار ہونے [illegible] ہوں۔ یہ تو جانتے ہی ہو کہ طیارے میں سفر کرنے کے [illegible] موبائل فون استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ [illegible] چاہتے ہو کہ میں سیون بلڈرز میں سے کسی کے بھی دماغ [illegible] نہ آؤں تو اپنا ایک ایجنٹ مقرر کرو۔ مجھے اس کی آواز سنائی [illegible] میں اس کے ذریعے ہی بات کروں گا۔"

انہوں نے اپنے ایک ماتحت کی آواز سنانے کے [illegible] فون بند کر دیا تھا۔ اس نے سفر کے دوران میں خیال خوانی [illegible] پرواز کی۔ اس ایجنٹ کار کے اندر پہنچ کر کہا۔ "اپنے آقا [illegible] سے کہو کہ میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ ایک بلڈر کے بنگلے کے باہر ڈیوٹی پر تھا۔ وہاں [illegible] چلتا ہوا اندر آیا۔ تمام بلڈرز ایک ہال نما کمرے میں [illegible] ہوئے تھے۔ جمائلہ کے سلسلے میں بات کر رہے تھے۔ ماتحت ان کے پاس آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ انہوں نے [illegible] اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ فرہاد ٹو نے کہا۔ "میں اس [illegible] ذریعے بول رہا ہوں۔"

ایک بلڈر نے کہا۔ "شکر یہ مسٹر فرہاد ٹو! ہم جمائلہ [illegible] سلسلے میں بہت پریشان ہیں۔ اس کا موبائل فون بھی [illegible] ہے۔ کوئی رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ پچھلی رات وہ تمہارے ساتھ تھی۔ کیا اب بھی تمہارے ساتھ ہی ہے؟"

"افسوس... ہمارا ساتھ چھوٹ گیا ہے۔ وہ میرے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔"

دوسرے بلڈر نے کہا۔ "ہم جانتے تھے کہ رات [illegible] تبدیل ہونے کے بعد وہ کسی کے قابو میں نہیں رہتی۔ آج تمہارے ہاتھ سے بھی نکل گئی۔"

ایک اور بلڈر نے کہا۔ "تم تو خیال خوانی کے ذریعے [illegible] اس سے رابطہ کر سکتے ہو؟ معلوم کر سکتے ہو کہ وہ کہاں ہے؟"

ایک اور بلڈر نے کہا۔ "بے شک۔ وہاں دن نکل [illegible] ہوگا۔ وہ [illegible] ہوئی ہوگی۔ مارخ میں آنے سے تمہیں [illegible]

وہ کہے گی۔"

فرہاد ٹو نے کہا۔ "پہلے آپ میری پوری بات سن لیں۔ وہ ایسی جگہ پہنچ گئی ہے جہاں نہ ہم پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہماری خیال خوانی کی لہریں اس تک پہنچ سکتی ہیں۔"

سب نے چونک کر پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے پوچھا۔ "کیا.....؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ مر چکی ہے؟"

"فی الحال تو وہ ہمارے لیے مر ہی چکی ہے۔ کیونکہ وہ بابا صاحب کے ادارے کے اندر ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' وہ کیا طلسم کدہ ہے؟ نہ تو ہم وہاں قدم رکھ سکتے ہیں' نہ ہی خیال خوانی کی لہریں وہاں پہنچتی ہیں۔ پتا نہیں وہ کب باہر آ سکے گی اور کب اس سے رابطہ ہو سکے گا؟"

تمام بلڈرز ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے پھر ایک نے کہا۔ "یہی تو ہم چاہتے تھے کہ وہ کسی طرح بابا صاحب کے ادارے کے اندر جائے اور ہمارے لیے جاسوسی کرے۔ وہاں سے وہ بہت کچھ حاصل کر کے واپس آ سکتی ہے۔"

فرہاد ٹو نے کہا۔ "اگر اسے وہاں قیدی بنا لیا جائے گا تو وہ کیسے واپس آ سکے گی؟"

ایک اور بلڈر نے کہا۔ "رات کے وقت وہ کسی کے قابو میں نہیں آتی۔ تمام رکاوٹوں کو پھلانگ کر جہاں چاہتی ہے' وہاں پہنچ جاتی ہے۔"

"بے شک' وہ ایسا کر سکتی ہے لیکن اب یہ خوش فہمی ختم ہو جانی چاہیے۔ پچھلی رات میں نے جو تماشا دیکھا۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس کی شیطانی قوتیں روحانی قوتوں پر حاوی نہیں ہو سکتیں۔ کل رات اس نے کتنے ہی طریقوں سے اس ادارے کے اندر جانے کی کوششیں کیں لیکن کوئی راستہ نہ ملا۔"

وہ سب حیرانی اور بے یقینی سے اپنے ماتحت کا منہ تکنے لگے۔ جیسے فرہاد ٹو کا منہ تک رہے ہوں۔ وہ بولا۔ "جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے' وہ دیواروں اور دروازوں کو توڑ کر اندر گھس آتی ہے۔ اپنے کسی انجانے دشمن تک بھی پُراسرار قوتوں کے ذریعے پہنچ جاتی ہے لیکن وہ کل رات سونیا تک نہ پہنچ سکی۔ جب بھی اس کی طرف جاتی تھی تو راستے سے ہی پلٹ آتی تھی۔ ایسی ایسی جگہ پہنچ جاتی تھی کہ اسے وہاں سے نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ملتا تھا لیکن جب صبح اذان کا وقت ہونے لگا تو وہ اچانک ہی بابا صاحب کے ادارے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ اذان کی آواز بلند ہوتے ہی وہ دروازہ کھل گیا۔ اس کا مزاج بھی بدل گیا۔ وہ دوڑتی ہوئی اس ادارے کے اندر چلی گئی۔ اس کے ساتھ ہی میری خیال خوانی کی لہریں اس کے دماغ سے واپس آ گئیں۔ اس کے بعد میں نے بہت کوشش کی لیکن اس کے دماغ تک پہنچنے میں ناکام ہوتا رہا۔"

وہ سب فکر میں مبتلا ہو گئے۔ ایک نے کہا۔ "یہ باتیں سن کر اندازہ ہوتا ہے کہ روحانی قوتیں اس پر حاوی ہو جاتی ہیں۔ کیا اس ادارے کے اندر جانے کے بعد وہ اپنی مرضی سے باہر نہیں آ سکے گی؟"

دوسرے بلڈر نے کہا۔ "جو اپنی مرضی سے اندر نہ جا سکی۔ وہ باہر کیسے آئے گی؟"

"مسٹر فرہاد ٹو! تمہارا کیا خیال ہے؟"

اس نے کہا۔ "اگر چہ انہوں نے جمائلہ پر قابو پا لیا ہے۔ تاہم وہ اس سے خوفزدہ بھی ہیں۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟ خوفزدہ رہنے والوں نے اسے قیدی کیسے بنا لیا؟"

"شیر کا شکار کرنے والے شکاری اس درندے سے ڈرتے بھی ہیں اور بڑی تدبیر سے اُسے گھیر کر اپنی سلاخوں والے پنجرے میں بھی لے آتے ہیں۔ پچھلی رات جب تک جمائلہ ابوالہول کے زیر اثر رہی اور اسے پُراسرار قوت حاصل رہی۔ تب تک بابا صاحب کے ادارے کا کوئی آدمی اس کے روبرو نہیں آیا۔ سونیا بھی ادارے کے اندر چھپی رہی۔ صبح جیسے ہی وہ تبدیل ہوئی۔ شیرنی اپنے خونخوار دانتوں اور نوکیلے پنجوں سے محروم ہو گئی تو فوراً ہی اس ادارے کا دروازہ کھل گیا۔ وہ بے ضرر ہو چکی تھی۔ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ اس لیے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی گئی۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اندر پہنچتے ہی اسے زنجیروں میں جکڑ دیا گیا ہوگا یا پھر آہنی سلاخوں کے پیچھے قیدی بنا لیا گیا ہوگا۔"

ایک بلڈر نے اس کی تائید میں کہا۔ "یہی ہو رہا ہو گا۔ بس آج کا ایک دن ہے۔ جب یہ دن ڈھلے گا اور رات ہو گی تو وہ زنجیریں توڑ ڈالے گی۔ آہنی سلاخوں سے باہر نکل آئے گی۔ کوئی اس پر قابو نہیں پا سکے گا۔"

فرہاد ٹو نے کہا۔ "میں اس پہلو سے سوچتا ہوں تو یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ کل رات اسے پُراسرار قوت حاصل تھی تو کسی نے اس کا سامنا نہیں کیا۔ اب ادارے میں جب وہ رات کو پُراسرار قوت حاصل کرے گی تو وہاں بھی کوئی اس کا سامنا نہیں کر سکے گا۔ وہ باہر سے اندر نہیں جا سکی تھی۔ کیوں کہ اندر سے دروازہ بند تھا۔ اب وہ دروازہ کھول کر باہر آ سکے گی۔"

''واقعی۔ اس پہلو سے سوچا جائے تو ہمیں اپنی کامیابی نظر آرہی ہے اور ہم یہ غلط سوچ رہے ہیں کہ اسے زنجیروں میں جکڑ آگیا ہوگا۔ دن میں تو وہ نارمل رہتی ہے۔ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ سونیا کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے۔ اس لیے اسے قیدی نہیں بنایا جائے گا۔ جب وہ وہاں آزاد گھومتی پھرے گی تو بہت سی معلومات حاصل کرکے ہی یہاں آئے گی۔''

فرہاد ٹو نے کہا۔ ''میں بھی یہی کہنے آیا ہوں' ہمیں آج کی رات کا انتظار کرنا چاہیے۔ مجھے پوری امید ہے کہ جس طرح وہ صبح نارمل ہوکر ادارے کے اندر گئی ہے۔ اسی طرح رات ہوتے ہی ابنارمل ہوکر وہاں سے باہر آئے گی۔''

ایک بلڈر نے کہا۔ ''ہمیں دوسرے پہلوؤں سے بھی سوچنا چاہیے اگر وہ کسی وجہ سے باہر نہ آسکی، ان کی گرفت سے نہ نکل سکی' تب کیا ہوگا؟''

''تب یہ ہمارے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہوگا کہ پھر ہم اسے کس طرح باہر لا سکتے ہیں اور ناممکن کو ممکن بنا سکتے ہیں؟''

دوسرے بلڈر نے کہا۔ ''تم نے منظر عام پر آتے ہی بہت بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ سونیا جیسی شیرنی کو زخمی کیا تھا۔ ناقابل شکست کہلانے والے فرہاد کو اسپتال پہنچایا تھا۔ سونیا کے کاٹیج کے اندر جاکر جمائلہ کو اس سے چھین لیا تھا۔ تمہیں پھر ایک بار اسی طرح کا کارنامہ انجام دینا ہوگا۔ ہماری جمائلہ کو کسی بھی طرح وہاں سے نکال لانا ہوگا۔''

فرہاد ٹو نے کہا۔ ''میں ابھی سوچ رہا ہوں۔ کہ آئندہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ فی الحال تو رات ہونے تک انتظار کرنا ہے۔ یہ دیکھنا ہے کہ اس کے تبدیل ہونے کے بعد کیا ہونے والا ہے؟''

ان کا وہ ماتحت اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ فرہاد ٹو کی مرضی کے مطابق بولا۔ ''اب میں جارہا ہوں۔ جب رات ہوگی تو جمائلہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ پھر اسی سلسلے میں تم لوگوں سے بھی رابطہ کروں گا۔''

وہ ماتحت یہ کہہ کر وہاں سے پلٹ گیا۔ پھر اپنی ڈیوٹی پر حاضر رہنے کے لیے کوٹھی سے باہر چلا گیا۔ فرہاد ٹو اس کے دماغ سے نکل کر ذہنی طور پر طیارے میں حاضر ہوگیا۔

طیارے کا ماحول بہت ہی پرسکون تھا۔ مسافر اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے یا تو خاموش تھے یا ایک دوسرے سے دھیمی آواز میں باتیں کررہے تھے۔

وہ سوچنے لگا کہ سونیا اور فرہاد کو کس طرح اس ادارے سے باہر آنے پر مجبور کیا جائے؟

وہ چاہتا تھا کہ ان کے باہر آتے ہی وہ ان پر ایسا وار کرے' کوئی ایسا نقصان پہنچائے کہ امریکا اور دوسرے ترقی یافتہ بڑے ممالک اس کی ذہانت اور شہ زوری کے اور زیادہ قائل ہوجائیں اور اس کی واہ واہ کرنے لگیں۔

وہ عہد کرچکا تھا کہ مجھے ہر معاملے اور ہر میدان میں بری طرح شکست دیتا رہے گا۔ میری توہین کرتا رہے گا۔ میرے خلاف ایسا کرکے ہی وہ برتری حاصل کرسکتا تھا اور دنیا والوں سے یہ منوا سکتا تھا کہ وہی اصلی فرہاد علی تیمور ہے۔

اس کے ذہن میں ایک ہی بات تھی کہ وہ مجھے اور سونیا کو کمزور' مجبور اور بے بس بنا کر ہی جمائلہ کو بابا صاحب کے ادارے سے باہر لا سکے گا۔

ایسے وقت اس نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر ایک دم محتاط ہوکر پوچھا۔ ''کون ہے؟''

کسی نے کہا۔ ''کرنل جان بروس آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

اس نے سانس روک لی۔ وہ آنے والا واپس چلا گیا۔ کرنل جان بروس امریکی آرمی میں کرنل تھا۔ اس کا شمار امریکی اکابرین میں ہوتا تھا۔ وہ اس کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''ہیلو کرنل! مجھے کیسے یاد کیا؟''

''مسٹر فرہاد! تم نے ویڈیو کیسٹ کے ذریعے اپنا تعارف کرایا لیکن ہم سے ٹیلی فون یا ای میل کے ذریعے رابطہ نہیں کیا؟''

''میں نے آپ حضرات سے کہا تھا کہ پہلے میرے بارے میں معلومات حاصل کرلیں۔ میں سونیا' فرہاد پر حاوی ہورہا ہوں یا نہیں؟ جب اس بات کا ثبوت مل جائے گا تو پھر میں آپ لوگوں سے رابطہ کروں گا۔''

کرنل نے کہا۔ ''ہم نے اچھی طرح معلومات حاصل کی ہیں۔ واقعی تم نے سونیا کو زخمی کیا ہے اور فرہاد کو اسپتال پہنچا دیا ہے۔ ہمارے ایک جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ تم سونیا کے کوارٹر سے کسی لڑکی کو اپنے ساتھ لے گئے ہو اور وہ کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے۔ پُراسرار قوتوں کی حامل جمائلہ ہے۔ کیا ہماری یہ معلومات درست ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''بالکل درست ہیں۔ اب یہ بتائیں میرے بارے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟''

جان بروس نے کہا۔ ''تم نے تو ہم سب کو حیران کردیا ہے۔ فرہاد ہمیشہ سے ناقابل شکست تسلیم کیا گیا ہے لیکن تم نے اسے بری طرح شکست دی ہے۔ ہم نے اسے بھی میدان چھوڑ کر بھاگتے نہیں دیکھا لیکن وہ بھاگ کر بابا صاحب کے

ادارے میں چھپ گیا ہے۔ سونیا نے بھی وہیں جاکر پناہ لی ہے مگر ایک بات ہے.....''

''ہاں۔ بولو کیا بات ہے؟''

''ہم تمام اکابرین کا کہنا ہے کہ دو شہ زوروں کے درمیان مقابلہ ہوتا ہے تو کبھی ایک بھاری پڑتا ہے تو کبھی دوسرا بازی جیت لیتا ہے۔ آئندہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ سونیا اور فرہاد تمہارے خلاف کیسی جوابی کارروائی کریں گے؟''

''انہیں جوابی کارروائی کرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آنا ہوگا یا پھر وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے میرے خلاف کوئی کارروائی کریں گے۔ یہ ان کی بزدلی ہوگی۔ میں انہیں چیلنج کروں گا کہ وہ چوہے کے بل سے نکل کر مجھ سے مقابلہ کریں۔''

''تم پر صرف ہماری ہی نہیں۔ دنیا کے تمام بڑے ممالک کی نظریں ہیں۔ جرائم کی دنیا سے تعلق رکھنے والی خطرناک تنظیمیں بھی تم میں دلچسپی لے رہی ہیں اگر آئندہ بھی سونیا اور فرہاد کو اسی طرح سے شکست دیتے رہے تو ساری دنیا تمہارا لوہا مان لے گی۔ تم سے ایک عرض کرنا چاہتا ہوں؟''

''کچھ کہنے کے لیے رسمی انداز اختیار نہ کرو۔ کھل کر کہو۔''

''کیا تم جمائلہ کو ہمارے حوالے کرسکتے ہو؟''

''جمائلہ میرے ہاتھوں سے پھسل چکی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کے اندر چلی گئی ہے۔ اب اس سے خیال خوانی کے ذریعے بھی رابطہ نہیں ہورہا ہے۔''

جان بروس نے کہا۔ ''ہم نے اس کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ تم تو اسے قریب سے جانتے ہو۔ کیا وہ واقعی پراسرار قوتوں کی مالکہ ہے؟ کیا یہ بھی سچ ہے کہ وہ دن کو ایک نارمل اور سیدھی سادی سی لڑکی ہوتی ہے اور رات کو اچانک ہی ابنارمل ہوجاتی ہے؟ اس قدر شہ زور ہوجاتی ہے کہ مضبوط دروازے بھی توڑ دیتی ہے' دیواروں میں شگاف ڈال دیتی ہے؟ ہمیں تو یہ سب کچھ ایک من گھڑت کہانی لگتی ہے۔''

''یہ کوئی من گھڑت کہانی نہیں ہے۔ واقعی وہ ایسی ہی ہے بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہی ہے۔''

''پھر تو وہ لڑکی ہمارے بہت کام آسکتی ہے۔ کیا تم اسے کسی طرح بھی بابا صاحب کے ادارے سے باہر نہیں لا سکتے؟''

''وہ لڑکی صرف آپ کے لیے ہی نہیں' میرے لیے بھی بہت اہم ہے۔ وہ میری طاقت بن کر رہ سکتی ہے لیکن میں آپ لوگوں سے دوستی کرنے کے لیے اسے آپ کے حوالے کرسکتا ہوں۔''

''مسٹر فرہاد ٹو! یہ کہہ کر تو تم نے ہمیں جیت لیا۔ تم ہماری یہ مراد پوری کرو گے تو ہم تمہاری ہزاروں مرادیں پوری کرتے رہیں گے۔ ایسے مخلص دوست ثابت ہوں گے کہ دنیا ہماری دوستی پر رشک کرے گی اور ہم سے خوفزدہ بھی رہے گی۔''

''میں جمائلہ کو اس ادارے سے باہر نکال لانے کی تدبیر سوچ رہا ہوں۔ اسے جب بھی باہر لاؤں گا تو وہ آپ کے لیے ہی ہوگی۔''

''میں تمہاری یہ باتیں اپنے تمام اکابرین تک بھی پہنچا رہا ہوں۔ وہ سب خوش ہورہے ہیں۔ تمہاری اتنی تعریفیں کررہے ہیں کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ یوں سمجھو کہ جیسے ہی تم نے جمائلہ کو ہمارے حوالے کیا اور فرہاد کو بدترین شکست دی تو ہم سب تمہارا کلمہ پڑھنے لگیں گے۔''

وہ تھوڑی دیر اور باتیں کرتے رہے پھر فرہاد ٹو نے کہا۔ ''اب میں اجازت چاہتا ہوں۔ اپنی جگہ بہت مصروف ہوں۔''

وہ دماغی طور پر پھر طیارے میں حاضر ہوگیا۔ زیر لب مسکرانے لگا۔ دل ہی دل میں کہنے لگا۔ ''اب میں ایسا احمق تو نہیں ہوں کہ جمائلہ جیسی پُراسرار قوتوں کی مالکہ کو ان کے حوالے کردوں گا؟ بے شک' اسے ان کے سامنے ضرور پیش کروں گا لیکن اس طرح کہ وہ میری تابعدار بن کر رہے گی۔ جب بھی چاہوں گا۔ وہ انہیں ٹھوکر مار کر میرے پاس چلی آئے گی۔''

پھر اس نے ایک سرد آہ بھر کر سوچا۔ ''آہ.....! میں اس کی نگرانی کرتا ہی رہ گیا اور وہ میرے ہاتھوں سے نکل کر اس ادارے میں چلی گئی۔ اب اسے وہاں سے باہر نکال لانا میرا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ میں اس سلسلے میں کیا کرسکوں گا؟''

☆☆☆

جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ شیوانی کے دو روپ تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ محض ایک آتما تھی۔ تقریباً پانچ برس پہلے اس کا جسم مر چکا تھا۔ فنا ہوچکا تھا۔ وہ ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہوتی ہوئی اب ایک نوجوان حسین دوشیزہ الکا اگنی ہوتری کے جسم میں پہنچی ہوئی تھی۔

صورت حال یہ تھی کہ الکا کا جسم تھا مگر آتما نہیں تھی اور شیوانی کی آتما تھی' جسم نہیں تھا۔ آتما کے بغیر جسم زندہ نہیں رہتا اور جسم کے بغیر آتما دنیا میں نہیں رہتی۔ عالم ارواح کی

طرف چلی جاتی ہے لیکن کائے عمل کے ذریعے شیوانی اور الکا اگنی ہوتری ایک ہو گئی تھیں اور ایک دوسرے کے تعاون سے زندگی گزار رہی تھیں۔

الکا اگنی ہوتری شیوانی کی احسان مند تھی۔ وہ بھری جوانی میں مر چکی تھی۔ شیوانی کی آتما نے اس کے اندر سما کر اسے ایک نئی زندگی دی تھی۔ وہ پھر سے اپنے حسن و شباب کے ساتھ اس دنیا میں ایک طویل عرصے تک رہ سکتی تھی۔

اور شیوانی الکا اگنی ہوتری کی احسان مند تھی۔ وہ اس کے خوبصورت جسم میں رہ کر اپنے شوہر پورس کو خوش کر رہی تھی اور اپنے بیٹے عدنان کو بھرپور ممتا دے رہی تھی۔

الکا اگنی ہوتری نے کسی بچے کو جنم نہیں دیا تھا۔ وہ ماں کی ممتا کو کبھی اہمیت نہ دیتی لیکن شیوانی کی آتما اور اس کے اندر کی ممتا نے الکا کو مجبور کیا تھا کہ وہ بھی اس کے بیٹے کو ایک ماں کا بھرپور پیار دیتی رہے۔

پھر جناب تمریزی کی پیش گوئی نے انہیں فکر اور پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا۔ یہ معلوم ہوا تھا کہ عدنان کے روبرو آتے ہی شیوانی صرف چالیس دن تک بیٹے کو ماں کا پیار دیتی رہے گی۔ اس کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو جائے گی۔

اس پیش گوئی کے مطابق شیوانی کے ساتھ ساتھ الکا کا جسم بھی مردہ ہونے والا تھا۔ وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہونے والی تھی۔

اس پیش گوئی نے دونوں کو ہی پریشان کر دیا تھا۔ الکا پہلی بار ایک بیوی کی حیثیت سے پورس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہی تھی۔ اسے جوانی کی نئی نئی خوشیاں مل رہی تھیں۔ وہ اتنی جلدی پورس کو چھوڑ کر اس دنیا سے نہیں جانا چاہتی تھی۔

اس نے شیوانی سے کہا۔ ''مجھے یقین نہیں آتا کہ جناب تمریزی کی پیش گوئی درست ثابت ہو گی۔ میں جسمانی طور پر پوری طرح صحت مند ہوں۔ مجھے کوئی بیماری بھی نہیں ہے اور تم تو آتما ہو۔ آتما کبھی بیمار نہیں ہوتی پھر ہمیں موت کیسے آئے گی؟''

شیوانی نے کہا۔ ''تم جناب تمریزی کو نہیں جانتیں۔ وہ ہمیشہ سچی پیش گوئی کرتے ہیں۔ بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں لیکن میرا دل کہتا ہے' ایک بار ہی سہی ان کی یہ پیش گوئی غلط ہو جائے۔ میں اپنے عدنان کے ساتھ ایک لمبی عمر جینا چاہتی ہوں۔''

نومی کرشنل ایسے وقت شیوانی اور الکا کے دماغ میں مشترکہ جگہ بنا چکی تھی۔ ان کی باتیں سن رہی تھی پھر اس نے اپنے مقصد کے لیے انہیں بہکانا شروع کیا۔ وہ دونوں ہی ہندو تھیں۔ شیوانی بہت پہلے سے ہی اپنے دھرم کی طرف ایسی مائل تھی کہ پورس سے شادی کرنے کے بعد بھی اپنے ہندو دھرم پر ہی قائم رہی تھی۔ اس معاملے میں وہ دونوں ہم خیال تھیں۔

الکا نے نومی کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''شیوانی! میں تمہاری وجہ سے پورس کی پتنی بن گئی ہوں۔ اس کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کر چکی ہوں لیکن میں نے اپنا دھرم نہ بدلا ہے' نہ بدلوں گی۔''

شیوانی نے کہا۔ ''میں بھی یہی کہنے والی تھی کہ ہم جناب تمریزی جیسے مسلمان روحانی عامل کی بات کا یقین کیوں کریں؟ اگر وہ اپنے علم کے مطابق درست کہہ رہے ہیں تو ہمارے دھرم میں کتنے ہی اور تانترک مہاراج ہیں سادھو جناب تمریزی کی پیش گوئی کا توڑ کر سکتے ہیں۔''

الکا نے کہا۔ ''بے شک' ہمیں اپنے دھرم کے کسی بہت بڑے گرو دیو کے چرنوں میں جانا چاہیے اور اپنی بپتا سنانی چاہیے۔''

شیوانی نے بھی کہا۔ ''بے شک' ایسے گیانی مہاراج ہی ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ جس طرح کالا علم کرنے والوں نے مجھے مرنے نہیں دیا۔ میری آتما کو ایک شریر سے دوسرے شریر تک پہنچاتے رہے اور مجھے اب تک زندہ رکھا۔ اسی طرح کوئی نہ کوئی گیانی مہاراج ہمیں لمبی عمر گزارنے کی راہ پر لے جا سکتے ہیں۔''

نومی کرشنل نے انہیں جناب تمریزی کے خلاف بہکانے کے بعد ان کے مشترکہ دماغ پر تنویمی عمل کیا۔ شیوانی کو اپنی تابعدار بنا لیا۔ اس کے ذہن میں یہ باتیں نقش کیں کہ اسے پورس کو چھوڑ کر کسی دوسری پناہ گاہ میں جانا چاہیے اور اس پر عمل کرنے والی نومی کرشنل اسے ایک محفوظ پناہ گاہ تک پہنچائے گی اگر وہ پورس کے ساتھ رہے گی تو وہ اسے جناب تمریزی کی پیش گوئی کے خلاف کچھ کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔

شیوانی نے تنویمی نیند سے..... بیدار ہونے کے بعد فیصلہ کر لیا کہ وہ پورس کو چھوڑ کر وہاں سے چلی جائے گی اور جب ایک لمبی عمر حاصل کر لے گی تو اسے یہ خوش خبری سنانے کے لیے واپس آ جائے گی۔

اس نے یہی بات اپنے بیٹے عدنان کو بھی سمجھائی۔

''بیٹے! کیا تم اپنی ماں کی خاطر کچھ دنوں کے لیے اپنے پاپا کو چھوڑ سکتے ہو؟''

اس نے پوچھا۔ ''آپ میرے پاپا کو کیوں چھوڑنا چاہتی ہیں؟''

''ہم ایک بہت بڑے گیانی مہاراج کے پاس جائیں گے۔ وہ مجھے بہت لمبی عمر دیں گے۔ اس کے بعد جناب تمریزی کی پیش گوئی کے مطابق مجھے موت نہیں آئے گی۔ میں تمہارے ساتھ لمبی زندگی گزاروں گی۔ کیا تم ایسا نہیں چاہتے ہو؟''

اس نے اپنی بانہیں ماں کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا۔ ''میں یہ چاہتا ہوں' آپ کو کبھی موت نہ آئے اگر کوئی لمبی عمر دے سکتا ہے تو میں آپ کی ہر بات مانوں گا۔''

''شاباش بیٹے! ہم یہاں سے کچھ عرصے کے لیے جائیں گے پھر تمہارے پاپا کے پاس لوٹ آئیں گے۔''

پورس نے عدنان کو سمجھایا تھا کہ اپنی ماں سے بے جا ضد نہ کیا کرو۔ ہمیشہ اسے خوش رکھو۔ اس کی ہر بات مانتے رہو۔ وہ بے چاری کچھ دنوں کی مہمان ہے۔

عدنان نے شیوانی کی بات اس لیے بھی مانی تھی کہ وہ اپنے باپ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ماں کا دل نہیں دکھانا چاہتا تھا۔

بہرحال آدھی رات کے بعد وہ ماں کے ساتھ گھر سے نکل آیا۔ اس گلی کے موڑ پر ان دونوں کے لیے ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دونوں اس میں بیٹھ گئے۔ ایک ڈرمیٹک فلائٹ میں دو سیٹیں ادھ کے کرائی گئی تھیں۔ وہ دونوں اس فلائٹ میں کلکتہ پہنچ گئے۔ وہاں بھی نومی کے آئی کارایک گاڑی لے کر موجود تھے۔ وہ اس گاڑی میں بیٹھ کر کلکتہ شہر سے کچھ دور ایک چھوٹے سے گاؤں سترہ گاچی پہنچ گئے۔

نومی نے شیوانی کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ اس بات کا اندیشہ نہیں رہا تھا کہ ہم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر پہنچ کر نومی کی سازش کو سمجھ سکتا ہے۔ اس نے عدنان پر بھی تنویمی عمل کیا تھا لیکن یہ دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی کہ ایک گھنٹے بعد ہی وہ اس کے اثر سے نکل چکا تھا۔

اس نے سفر کے دوران عدنان کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمائے رکھا۔ عارضی طور پر غائب دماغ بنائے رکھا تاکہ اسے یہ یاد نہ رہے کہ اس نے کسی طیارے میں سفر کیا ہے اور کسی بڑے شہر میں پہنچنے کے بعد وہاں سے گاڑی میں بیٹھ کر سترہ گاچی نامی ایک چھوٹے سے ٹاؤن میں پہنچا ہوا ہے۔

وہاں ان کی رہائش کے لیے انتظامات کیے گئے تھے۔ ان کی حفاظت اور نگرانی کے لیے کتنے ہی مسلح گارڈز اس چھوٹی سی کوٹھی کے اندر اور باہر موجود تھے۔

نومی نے شیوانی کو حکم دیا تھا کہ جب تک کسی بہت بڑے گیانی مہاراج سے ملاقات نہ ہو' اور ان سے لمبی عمر حاصل ہونے کی خوشخبری نہ ملے تب تک وہ اس کوٹھی سے باہر نہیں نکلے گی اور عدنان کو بھی باہر نہیں جانے دے گی۔ اسے اپنے قابو میں رکھے گی۔

نومی نے وہاں پہنچ کر عدنان پر پھر تنویمی عمل کرنا چاہا۔ ایسے ہی وقت اس کے دماغ میں کتنے ہی خیالات گڈمڈ ہو گئے۔ اس کے ساتھ ایسا قدرتی طور پر ہوتا تھا۔ وہ کسی ایک خیال پر مرکوز نہیں رہتا تھا۔ کتنے ہی خیالات گڈمڈ ہو کر خیال خوانی کرنے والوں کو چیلنج کرتے تھے کہ کوئی آئے اور اس کے دماغ کو پڑھے۔

اس کے دماغ میں سب ہی آتے تھے لیکن کوئی بھی اس کے کسی ایک خیال کو پڑھ نہیں پاتا تھا۔ یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کن حالات سے گزر رہا ہے؟

نومی زندگی میں پہلی بار ایسے بچے کو دیکھ رہی تھی جو دماغی طور پر عجوبہ تھا اور خیال خوانی کی گرفت میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے دوسری صبح فرہاد ٹو سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا کہ عدنان ان کے لیے بہت بڑا مسئلہ بن سکتا ہے۔ اس پر تنویمی عمل بے اثر ہو چکا ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آئندہ اسے کس طرح قابو میں رکھا جائے گا؟

فرہاد ٹو استنبول پہنچ گیا تھا۔ نومی اس کے استقبال کے لیے ایئرپورٹ آئی تھی۔ اسے دور سے دیکھتے ہی پہچان گئی۔ کیونکہ وہ ہو بہو میرا ہم شکل تھا۔ میرے ہی جیسا قد آور اور صحت مند بوزھا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی پھر بولی۔ ''ہائے فرہاد! آج تم سے مل کر فرہاد علی تیمور کے ساتھ رہنے کا خواب پورا ہو رہا ہے۔''

فرہاد ٹو نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ ''تم دھوکا کھا رہی ہو۔ میں فرہاد ٹو کی ایک ڈی ہوں۔ اس کا آئی کار ہوں۔''

وہ فوراً ہی الگ ہو کر اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی پھر انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''تم مذاق کر رہے ہو!''

وہ سامان کی ٹرالی آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''باس کو تم سے رابطہ کرنا چاہیے تھا۔ یہ بتانا چاہیے تھا کہ میں درست کہہ رہا ہوں۔''

وہ ایسا کہتے ہی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''میں تمہارا فرہاد بول رہا ہوں۔ یہ اس وقت جو تمہارے ساتھ ہے۔ میرا ایک بہت ہی قابل آئی کار ہے۔ میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے اپنا ہم شکل بنایا

ہے۔ یہ بہت بڑا انقلال ہے۔ ذہین بھی ہے اور ایک بہترین فائٹر بھی ہے۔''

نومی اس کے ساتھ پارکنگ ایریا کی طرف جا رہی تھی۔ سر گھما کر اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ واقعی فرہاد ٹو اس سے کہیں بہت دور ہے اور یہ جو ساتھ چل رہا ہے۔ خیال خوانی نہیں کر رہا ہے۔

فرہاد ٹو نے اسے سر گھما کر اپنی طرف دیکھنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بھی تھی۔ اس کی مرضی کے مطابق سامنے کی طرف دیکھتی ہوئی چلتی رہی۔ کار کے پاس پہنچ کر سامان ڈگی میں رکھا گیا پھر وہ دونوں اگلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئے۔

وہ کار اسٹارٹ کر کے خیال خوانی کے ذریعے بولی۔

''فرہاد! تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔ میں کتنی محبت اور بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھی مگر تم نے اپنے اس آلۂ کار کو بھیج دیا۔ کیا مجھ سے کسی طرح کا اندیشہ ہے؟ کیا میں بھروسے کے قابل نہیں ہوں؟''

وہ بولا۔ ''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں محتاط رہنے کا عادی ہوں۔ استنبول میں فرہاد کے کتنے ہی دشمن ہوں گے۔ وہ تمہارے ساتھ اس کے ہم شکل کو دیکھ کر دھوکا کھائیں گے۔ اس پر قاتلانہ حملہ کریں گے تو میں ان حملہ کرنے والوں کو اچھی طرح پہچان سکوں گا پھر ان کے ذریعے ان دشمنوں تک پہنچ سکوں گا۔ وہ آیندہ مجھے فرہاد علی تیمور سمجھ کر نقصان پہنچانا چاہیں گے۔''

''بے شک، تمہیں محتاط ہی رہنا چاہیے۔ میں بھی تمہارے دشمنوں پر نظر رکھوں گی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں استنبول چھوڑ کر تمہارے پاس چلی آؤں؟''

''تم ابھی اپنے بنگلے میں پہنچو۔ وہاں ہم عدنان اور شیوانی کے بارے میں بات کریں گے۔ میں بھی جا رہا ہوں۔ اس وقت تک تم میرے اس آلۂ کار سے گفتگو کرتی رہو۔ اسے بور نہ ہونے دو۔''

نومی کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگی پھر سر گھما کر اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے اس آلۂ کار کو دیکھا۔ ایسے وقت وہ بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''مجھے کیا دیکھ رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''یہاں دیکھنے کے لیے تم ہی ہو۔ باہر جو حسینائیں دکھائی دے رہی ہیں۔ وہ تمہاری کار کی تیز رفتاری کے باعث تیزی سے گزر جاتی ہیں۔''

''کوئی ضروری ہے کہ تم حسین عورتوں کو ہی دیکھو؟ فرصت کے وقت کام کی بات نہیں سوچ سکتے؟''

''میں کام کے وقت کام کی بات سوچتا بھی ہوں اور کرنا ہوتا ہے وہ کرتا بھی ہوں لیکن آرام کے وقت حسین نظاروں میں گم رہتا ہوں۔ دراصل حسن و شباب میری کمزوری ہے۔''

''پھر تو تم حسین عورتوں کو دوست بھی بناتے ہو گے؟''

اس نے مسکرا کر کہا۔ ''دوست سے بھی آگے بہت کچھ بنا لیتا ہوں۔ کل سے خالی پھر رہا ہوں۔ باس نے اس قدر مصروف رکھا ہے کہ کسی سے دوستی کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ تھینکس گاڈ! صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ تم مجھے مل رہی ہو۔''

اس نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا پھر ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اپنی اوقات میں رہو۔ میں کوئی ایسی ویسی نہیں ہوں۔''

''پہلی ملاقات میں ہر لڑکی یہی کہتی ہے کہ وہ ایسی ویسی نہیں ہے پھر ویسی بن جاتی ہے۔ جیسی ہم چاہتے ہیں۔''

اس نے ناگواری سے پوچھا۔ ''کیا تمہارے باس نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ میں کون ہوں اور کتنی خطرناک ہوں؟''

''تمہارے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے لیکن مجھے بھی خطرات سے کھیلنے کی عادت ہے۔ تم زبردست ہو۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ عورت خواہ کتنی ہی خونخوار ہو، ذہین ہو اور اونچے سے اونچے مقام پر شاہانہ انداز میں رہتی ہو۔ اس سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اندر جھانک کر دیکھا جائے تو وہ صرف ایک عورت ہی نکلتی ہے۔''

نومی نے اسے حقارت سے دیکھا پھر کہا ''اگر تم میرے فرہاد کے آلۂ کار نہ ہوتے تو ابھی تمہارا منہ توڑ کر کار سے باہر پھینک دیتی۔''

پھر اس نے جھنجھلا کر خیال خوانی کے ذریعے فرہاد ٹو کو مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ ''میرے دماغ سے فوراً جاؤ، میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔''

''تمہارا یہ آلۂ کار میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔ تم دشمنوں کو برداشت کر لیتی ہو اور میرے آلۂ کار کو برداشت نہیں کر سکتیں؟ صرف آدھے گھنٹے کی تو بات ہے۔ میں تم سے ابھی رابطہ کروں گا۔ فی الحال یہاں سے جاؤ۔''

اس نے سانس روک لی۔ نومی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس نے فرہاد ٹو سے رابطہ کرنے کے لیے کار کو روک دیا تھا پھر اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگی۔

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''میں سب سمجھ رہا ہوں۔ اس وقت تم نے میرے باس سے رابطہ کیا ہو گا؟ میری شکایت کی ہو گی؟ شاید تم نہیں جانتیں کہ میں باس کے لیے کس قدر اہم ہو گی؟ شاید تم نہیں جانتیں کہ میں باس کے لیے کس قدر اہم ہوں۔ ان کا رائٹ ہینڈ ہوں۔ اگر تم مجھے نقصان پہنچاؤ گی تو باس تمہارا دایاں ہاتھ بیکار ہو جائے گا اور وہ ایک ہاتھ سے محروم ہو جائیں گے۔''

وہ خاموش رہی۔ اس کے منہ لگنا نہیں چاہتی تھی۔ یہ سمجھ گئی تھی کہ اس سے جتنی بحث کرے گی وہ اسے اتنا ہی غصہ دلائے گا۔ اس نے بنگلے کے سامنے پہنچ کر کار روک دی پھر اترتے ہوئے کہا۔ ''وہ.... ادھر گیسٹ ہاؤس ہے۔ اپنا سامان لے جا کر وہیں رہو۔ جب تک تمہارے باس میرے قریب آنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ تب تک تم مجھ سے دور رہو گے۔''

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ اس نے کہا۔ ''لیکن باس نے مجھے ایسی کوئی ہدایت نہیں کی ہے۔''

اس نے غصے سے کہا۔ ''وہ اس وقت بہت مصروف ہیں۔ جب مجھ سے رابطہ نہیں کر رہے ہیں تو تم سے کیسے کریں گے؟ اب زیادہ بکواس نہ کرو۔ گیسٹ ہاؤس میں جاؤ۔''

وہ پلٹ کر تیزی سے چلتی ہوئی بیرونی دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ کچن کے اندر فریج سے جوس نکال کر پینے لگی۔ وہ ہمیشہ اپنے دماغ کو ٹھنڈا رکھتی تھی لیکن پتا نہیں کیوں اس آلۂ کار کی باتوں سے غصے میں آ گئی تھی۔ ٹھنڈا جوس پیتے ہوئے اسے یوں لگا جیسے ابھی کوئی اس کے پیچھے سے گزر کر گیا ہو۔

اس نے فوراً ہی پلٹ کر دیکھا۔ آس پاس کوئی نہیں تھا۔ نہ اس لاؤنج کا کوئی دروازہ کھلا تھا، نہ ہی بند ہوا تھا۔ وہ پھر سے جوس پینے لگی۔

آخری گھونٹ میں ایک زوردار ٹھسکا سا لگا۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر کھانسنے لگی۔ گلاس کو ایک طرف رکھ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ کھانسی تھی کہ رُکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ کھانستے کھانستے اس کا برا حال ہو گیا تھا۔ بڑی دیر کے بعد کچھ آرام ملا تو وہ گہری گہری سانسیں لے کر سوچنے لگی۔ ''یہ اچانک میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

اسے یاد آیا کہ آخری گھونٹ پیتے وقت اس نے ایک لمبی سانس کھینچی تھی۔ جس کی وجہ سے ٹھسکا لگا تھا۔ اس نے انکار میں سر ہلا کر سوچا ''نہیں، میں نے کبھی ایسی احمقانہ حرکت نہیں کی۔ مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا تھا اور صرف فرہاد ہی مجھے مجبور کر سکتا ہے۔ وہی میرے دماغ پر قبضہ جما کر جو کام لینا چاہے لے سکتا ہے۔''

اس نے سوچ کے ذریعے فرہاد ٹو کو مخاطب کیا۔ ''فرہاد! کیا تم میرے اندر موجود ہو؟ کیا یہ شرارت تم نے کی ہے؟ بولو.... تم ہی ہو ناں؟ بے شک، تمہارے سوا کوئی اور میرے اندر نہیں آ سکتا۔''

اسے اپنے اندر دھیمی دھیمی بھاری بھرکم ہنسی سنائی دی پھر خاموشی چھا گئی۔ وہ انتظار کرنے لگی کہ ہنسنے کے بعد وہ کچھ بولے گا لیکن وہ اس کے اندر آ کر پھر کہیں گم ہو گیا تھا۔

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''دیکھو! میں بری طرح الجھ رہی ہوں کیونکہ اب سے پہلے تم نے ایسا مذاق کبھی نہیں کیا ہے۔ مجھ سے بات کرو یا پھر مجھے اپنے پاس آنے دو۔''

اس نے پھر انتظار کیا لیکن خاموشی رہی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے فرہاد ٹو تک جانے کی کوشش کی لیکن پرواز نہ کر سکی۔ یہ بات سمجھ میں آنے لگی کہ اس کا دماغ پرائی گرفت میں ہے اور وہی اسے خیال خوانی کی پرواز کرنے سے روک رہا ہے۔

اسے خطرہ محسوس ہونے لگا اگر اس کے اندر فرہاد ٹو ہوتا تو ایسا سنگین مذاق نہ کرتا۔ وہ کوئی اور تھا جو اس کے اندر گھس آیا تھا۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ کوئی دوسرا اس کے اندر کیسے چلا آیا؟ جبکہ فرہاد ٹو نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہوا تھا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر موبائل فون نکال کر فرہاد ٹو سے رابطہ کرنا چاہتی تھی لیکن اسے جو نمبر پنچ کرنے چاہیے تھے وہ کر نہیں پا رہی تھی۔ بار بار غلطیاں کر رہی تھی۔ تب اسے ماننا پڑا کہ فرہاد ٹو نے جس لب و لہجے میں اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ کوئی دوسرا بھی اسی لب و لہجے کو اختیار کر کے اس کے اندر چلا آیا ہے۔

اگر ایسا ہے تو اس آنے والے کو فاتحانہ انداز میں اسے چیلنج کرنا چاہیے تھا۔ اپنا نام بتانا چاہیے تھا اور فخر سے کہنا چاہیے تھا کہ اب وہ اسے اپنی تابعدار اور معمولہ بنا چکا ہے لیکن ایسا کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ آنے والا کہیں گم ہو گیا تھا۔

اس کے ذہن میں بات آئی کہ گیسٹ ہاؤس میں اس آلۂ کار کے پاس جائے، اسے بتائے کہ کوئی دشمن اس کے دماغ میں گھس گیا ہے۔ فوراً ہی یہ اطلاع فرہاد ٹو تک پہنچائی جائے۔

وہ اس آلۂ کار سے ملنے کے لیے بنگلے سے باہر گیسٹ ہاؤس کی طرف جانا چاہتی تھی لیکن یہ دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی کہ باہر، نے کے بجائے وہ اپنے گھر کے بیڈ روم کی طرف جا رہی تھی۔

اس نے رکنا چاہا۔ وہاں سے پلٹ کر پھر باہر کی طرف جانا چاہا لیکن وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ وہ بے اختیار بیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ اندر وہ کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی پھر کہنے لگی۔ ''میں سمجھ گئی تھی کہ تم ہی میرے اندر ہو اور مجھ سے ایسا سنگین مذاق کر رہے ہو۔ جاؤ.... میں تم سے نہیں بولوں گی۔''

اس نے پوچھا۔ ''کس سے نہیں بولو گی؟ مجھ سے یا اپنے ہمدرد پیارے فرہاد سے....؟''

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ اس سے الگ ہو گئی اسے ٹٹولتی نظروں سے دیکھ کر بولی۔ ''کیا تم میرے فرہاد نہیں ہو؟ کیا.... کیا تم اس کے آلۂ کار ہو؟ لیکن... تم تو گیسٹ ہاؤس میں تھے یہاں کیسے آئے؟ میں نے بیرونی دروازے کو اندر سے بند کیا تھا۔''

اس نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ''اس وقت میں تمہارے اندر ہی تھا۔ تم نے میری مرضی کے مطابق دروازے کو اندر سے بند نہیں کیا تھا پھر جوس پیتے ہوئے تمہیں محسوس ہوا کہ تمہارے پیچھے سے کوئی گزر کر گیا ہے۔ وہ بھی میں ہی تھا۔''

وہ خوش ہو کر اس سے بولی۔ ''اس کا مطلب... تم ہی میرے دل و دماغ پر حکومت کرنے والے فرہاد ہو؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں، اپنی اس خوش فہمی کو ختم کر دو۔ میں ہمدرد پیا نہیں ہوں۔''

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر حیرانی اور پریشانی سے بولی۔ ''تم اس کے آلۂ کار ہو اور اگر ہو تو ٹیلی پیتھی کیسے جانتے ہو؟''

''نہ تو میں ہمدرد پیا فرہاد ہوں اور نہ ہی اس کا آلۂ کار ہوں۔ ایئرپورٹ سے یہاں تک تمہارے اندر وہ ہمدرد پیا فرہاد نہیں بول رہا تھا۔ یہاں بھی میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ میری ہی وجہ سے تمہیں ٹھوکا لگا تھا۔ مجھے غور سے دیکھو اور سمجھو.... اگر میں تمہارا ہمدرد پیا فرہاد دوست نہیں ہوں تو پھر کون ہوں؟''

وہ پریشان ہو کر پوری ذہانت سے سوچ رہی تھی کہ وہ کون ہو سکتا ہے؟ اس کا ذہن چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اصلی فرہاد اس کی گردن دبوچنے آ پہنچا ہے۔

وہ بولا۔ ''تم بالکل درست سوچ رہی ہو۔ جب تم سونیا بن کر مجھے دھوکا دینے میری تنہائی میں آ سکتی ہو میرے ساتھ رنگین اور سنگین لمحات گزار کر جا سکتی ہو تو کیا میں تمہیں دھوکا دے کر تمہاری تنہائی میں نہیں آ سکتا؟''

یہ سن کر ہی وہ خوف سے لرز گئی۔ اسے پوری طرح یقین ہو گیا کہ وہ اصل فرہاد کے شکنجے میں آ چکی ہے۔ یقین ہو جانے کے باوجود اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''میں مجھے یقین نہیں ہو رہا ہے۔ اس نے میرے دماغ کو لاک کر تھا پھر تم میرے اندر کیسے چلے آئے؟''

''سیدھی سی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ میں تمہارے ہمدرد پیارے فرہاد کو اپاہج بنا دیا ہے۔ اب وہ خیال کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ نہ وہ چل پھر سکتا ہے نہ خوانی کے ذریعے کہیں پہنچ سکتا ہے۔ میں چاہتا تو اسے مار ڈالتا لیکن میں نے اسے ایک اپاہج کی زندگی گزارنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔''

وہ اس کے قریب آ کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے ہوئے بولا۔ ''اب تمہاری سمجھ میں آیا کہ میں اس خیالات پڑھ کر وہ مخصوص لب و لہجہ معلوم کرنے کے بعد تمہارے دماغ کا حکمران بن گیا ہوں۔''

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی۔ ''پلیز۔ میرے بالوں کو چھوڑ دو۔ تم تو روز اول سے ہی میرے دل و دماغ پر حکومت کرتے آ رہے ہو۔ تمہیں حاصل کرنے کے لیے میں نے طرح طرح کی چالیں چلیں لیکن تم ہی مجھے ٹھکراتے رہے۔''

''تم نے جتنی بھی چالیں چلیں، مجھے جو بھی نقصان پہنچایا۔ اس کے لیے میں تمہیں معاف کر سکتا ہوں لیکن سونیا کو جن مصیبتوں میں مبتلا کرتی رہیں۔ اس کی معافی نہیں ملے گی۔ تمہاری وجہ سے وہ بے چاری اپنی یادداشت کھو بیٹھی تھی۔ ہم سب سے بچھڑ کر در بدر کی ہو گئی تھی۔ اب تم بھی اسی طرح در بدر ہو جاؤ گی۔ مصیبتیں جھیلتی رہو گی اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بدترین آلۂ کار بنتی رہو گی۔ جہاں بھی جاؤ گی ذلیل تمہاری عزت کی دھجیاں اڑائی جائیں گی۔''

''میں ہمیشہ اسی اندیشے میں رہی کہ جب بھی تمہارا گرفت میں آؤں گی۔ تم بری طرح انتقام لو گے۔ اب تو تم تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ چاہے سزا دے کر چھوڑ دو یا مار ڈالو۔ کیا تم مجھے اپنی اور سونیا کی کنیز بنا کر نہیں رکھ سکتے؟''

''میں پہلے تمہارا برین واش کروں گا۔ تمہارے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیت مٹا دوں گا۔ تم بالکل ناکارہ ہو جاؤ گی۔ کسی کے بھی کام کی نہیں رہو گی۔ جہاں جاؤ گی ٹھکرائی جاؤ گی۔''

وہ اس سے لپٹ کر اپنے بدن کی گرمی پہنچاتے ہوئے بولی۔ ''مجھ سے بڑی سے بڑی شرط منوا لو لیکن مجھے ٹیلی پیتھی

سے محروم نہ کرو۔ تم جو کہو گے، میں کروں گی۔''

''تمہارا وہ بہروپیا فرہاد بھی غبارے کی طرح پھول رہا تھا۔ میں نے اس کی ساری ہوا نکال دی۔ اسے بے دست و پا بنا کر چھوڑ دیا۔ جانتی ہو کیوں؟''

اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ بولا۔ ''میں نے اس بہروپیے سے کہا ہے کہ وہ اسی طرح بے یارومددگار رہے گا اور جس نومی کرشل کے ذریعے اس نے میرے پوتے اور شیوانی کو اغوا کروایا ہے۔ وہی نومی اسے موت کے گھاٹ اتارے گی۔''

''تم جو حکم دو گے۔ میں اس کی تعمیل کروں گی لیکن مجھے معاف کر دو۔ اپنی کنیز بنا کر رکھو۔ میں ساری عمر تمہارے پاؤں کی جوتی بن کر رہوں گی۔''

''ٹھیک ہے' میں اسی شرط پر معاف کروں گا کہ تم اس بہروپیے فرہاد کے پاس جاؤ گی۔ اس کے منہ پر تھوکو گی اور اسے ٹھوکریں مارو گی۔''

''تم جو کہو گے' میں وہ کروں گی۔ تمہارے سامنے ہاتھوں سے اسے گولی مارو گی۔''

''تم اسے گالیاں بھی دو گی۔''

''ہاں' دوں گی۔ بہت ساری گالیاں دوں گی۔''

''مثلاً کیسی گالیاں دو گی؟ مجھے کوئی گالی سناؤ۔''

وہ اسے ماں بہنوں کی شرمناک گالیاں دینے لگی۔ ایسے ہی وقت منہ پر ایک زوردار طمانچہ پڑا۔ اس کا سر گھوم گیا۔ وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑی۔ پھر حیرانی اور پریشانی کے عالم میں اس نے سامنے کھڑے ہوئے فرہاد کو دیکھنے لگی۔ وہ آگے بڑھا اور ایک طمانچہ رسید کرتے ہوئے بولا۔ ''کتے کی بچی..... ایسے ہی وقت پتا چل گیا کہ میرا وہ دشمن فرہاد علی تیمور تجھے جب بھی ٹریپ کرے گا۔ تو اسے خوش کرنے کے لیے مجھے گولی مار دے گی اور مجھے مارنے سے پہلے مجھ پر تھوکے گی اور ایسی شرمناک گالیاں دے گی۔ ذلیل عورت! تُو تو بازاری عورتوں سے گئی گزری ہے۔''

وہ بولتا جا رہا تھا اور اس کی پٹائی کرتا جا رہا تھا۔ اسے سمجھ میں آ گئی تھی کہ اس وقت اپنے عامل فرہاد تُو کے ہاتھ میں ہے اور وہ اب تک اُسے اُلّو بناتا رہا تھا۔

وہ بھی بہترین فائٹر تھی۔ اپنا بچاؤ کرنا جانتی تھی۔ دماغ تو اس عامل کے قبضے میں تھا اور وہ اس کی مرضی کے بغیر اپنے بچاؤ کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے برداشت مار کھا رہی تھی۔

فرہاد تُو نے پٹائی کرتے ہوئے اسے اٹھا کر بیڈ پر پٹخ دیا۔ اس کے بدن سے کپڑے نوچنے لگا۔ وہ ہانپتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''مجھے مار ڈالو مگر میری بات کا یقین کرو۔ میں نے اس کے سامنے تمہیں گالیاں دے کر تمہارے پاس آنے کی صورت نکالی تھی۔ میں یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ سچ کیا ہے جھوٹ کیا ہے؟ مجھے یقین نہیں تھا کہ فرہاد تمہارے پیچھے اتنی جلدی بے دست و پا بنا کر چھوڑ دے گا۔ میں یہ کرنا چاہتی تھی۔ تمہارے پاس پہنچنا میرے لیے

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''تھینکس گاڈ! تم اس حد تک بھروسا کرتے ہو۔ میں بھی تمہیں یقین دلاتی ہوں۔ ایک بار مجھے اپنی زندگی میں آنے اور خدمت کرنے کا موقع دے دیکھو کہ میں تم سے کتنی محبت کرنے والی وفادار دوست ثابت ہوتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں تمہیں آزماؤں گا مگر ایک بات سے کہہ دو کہ ابھی میرے ساتھ اس بہروپیے فرہاد کے پاس جاؤ گی۔ اس کے منہ پر تھوکو گی اور اسے ٹھوکریں مارو گی۔''

''تم جو کہو گے' میں وہ کروں گی۔ تمہارے سامنے ہاتھوں سے اسے گولی مارو گی۔''

''تم اسے گالیاں بھی دو گی۔''

''ہاں' دوں گی۔ بہت ساری گالیاں دوں گی۔''

''مثلاً کیسی گالیاں دو گی؟ مجھے کوئی گالی سناؤ۔''

وہ اسے ماں بہنوں کی شرمناک گالیاں دینے لگی۔ ایسے ہی وقت منہ پر ایک زوردار طمانچہ پڑا۔ اس کا سر گھوم گیا۔ وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑی۔ پھر حیرانی اور پریشانی کے عالم میں اس نے سامنے کھڑے ہوئے فرہاد کو دیکھنے لگی۔ وہ آگے بڑھا اور ایک طمانچہ رسید کرتے ہوئے بولا۔ ''کتے کی بچی..... ایسے ہی وقت پتا چل گیا کہ میرا وہ دشمن فرہاد علی تیمور تجھے جب بھی ٹریپ کرے گا۔ تو اسے خوش کرنے کے لیے مجھے گولی مار دے گی اور مجھے مارنے سے پہلے مجھ پر تھوکے گی اور ایسی شرمناک گالیاں دے گی۔ ذلیل عورت! تُو تو بازاری عورتوں سے گئی گزری ہے۔''

وہ بولتا جا رہا تھا اور اس کی پٹائی کرتا جا رہا تھا۔ اسے سمجھ میں آ گئی تھی کہ اس وقت اپنے عامل فرہاد تُو کے ہاتھ میں ہے اور وہ اب تک اُسے اُلّو بناتا رہا تھا۔

وہ بھی بہترین فائٹر تھی۔ اپنا بچاؤ کرنا جانتی تھی۔ دماغ تو اس عامل کے قبضے میں تھا اور وہ اس کی مرضی کے بغیر اپنے بچاؤ کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے برداشت مار کھا رہی تھی۔

فرہاد تُو نے پٹائی کرتے ہوئے اسے اٹھا کر بیڈ پر پٹخ دیا۔ اس کے بدن سے کپڑے نوچنے لگا۔ وہ ہانپتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''مجھے مار ڈالو مگر میری بات کا یقین کرو۔ میں نے اس کے سامنے تمہیں گالیاں دے کر تمہارے پاس آنے کی صورت نکالی تھی۔ میں یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ سچ کیا ہے جھوٹ کیا ہے؟ مجھے یقین نہیں تھا کہ فرہاد تمہارے پیچھے اتنی جلدی بے دست و پا بنا کر چھوڑ دے گا۔ میں یہ کرنا چاہتی تھی۔ تمہارے پاس پہنچنا میرے لیے

تھا۔''

وہ اس کے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ ''پہلے تو میں تمہارے پاس ہی پہنچ رہا ہوں۔ کئی دنوں کا بھوکا پیاسا ہوں' پیٹ بھرنے اور سیراب ہونے کے بعد تم پر پھر ایک بار تنویمی عمل کروں گا اور بڑی پختگی سے عمل کروں گا۔ یہ بات تو اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے کہ تو کسی وقت بھی مجھے دھوکا دے سکتی ہے۔ بے وفائی کر سکتی ہے۔ لہٰذا میں جلد سے جلد تجھ سے اپنے اہم کام کرا لوں گا۔''

اس نے اس کی بری طرح پٹائی کر کے اس لیے زخمی کیا تھا کہ وہ عارضی طور پر خیال خوانی کے قابل ہی نہ رہے۔ کیونکہ جب مرد شیر بن کر جھنجھوڑتا ہے تو جذبات کے آخری لمحات میں اس حد تک ڈھیلا اور کمزور ہو جاتا ہے کہ یوگا کی مہارت کے مطابق سانس روکنے کے قابل نہیں رہتا۔ ایسے وقت وہ اس کے دماغ میں آ سکتی تھی۔ اس پر حاوی ہو سکتی تھی۔ اسے زیر کر سکتی تھی، اسی لیے اس نے نومی کو خیال خوانی کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

☆☆☆

جمائلہ غسل سے فارغ ہو کر بالکل فریش ہو گئی۔ لباس تبدیل کر کے سونیا کے سامنے آئی تو اس نے آگے بڑھ کر اسے چومتے ہوئے کہا۔ ''تم تو میری بہت پیاری بیٹی ہو۔ میرے ساتھ ہمیشہ رہو گی ناں؟''

وہ اس سے لپٹ کر بولی۔ ''ہاں مما! آپ سے اتنا پیار ہو رہا ہے کہ میں آپ کو کبھی چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔''

پھر اس نے الگ ہو کر کہا۔ ''یہ جگہ بہت اچھی ہے۔ میں پورے ادارے کو گھوم گھوم کر دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''تم جہاں چاہو گی' وہاں جا سکو گی۔ کوئی تمہیں نہیں روکے گا۔ فی الحال ابھی ہم جناب تمہرزی سے ملاقات کرنے جا رہے ہیں۔''

سونیا نے فون اٹھا کر دو نمبر پنچ کیے پھر کان سے لگا کر کہا۔ ''ایک تھری سیٹر لے آؤ۔ ہمیں اعلیٰ حضرت (جناب تمہرزی) کے حجرے میں جانا ہے۔''

اس نے دوسری طرف کی بات سنی پھر ریسیور رکھ دیا۔ پانچ منٹ کے اندر ہی ایک کارندہ تھری سیٹر ٹرالی لے کر دروازے پر آ گیا۔ وہ دونوں پچھلی دو سیٹوں پر بیٹھ گئیں۔ وہ کارندہ اسے ڈرائیو کرتا ہوا جناب تمہرزی کے حجرے کی طرف جانے لگا۔

جمائلہ نے پوچھا۔ ''مما! آپ کے دوسرے تمام بچے کہاں ہیں؟''

''تقریباً سب ہی ادارے کے باہر ہیں۔ پارس' پورس' اعلیٰ بی بی' میرا پوتا عدنان اور میری بہو شیوانی انڈیا میں ہیں۔ میری ایک پوتی الوشے یہاں تعلیم و تربیت حاصل کر رہی ہے۔ انتہائی ذہین لڑکی ہے۔ وہ ابھی آٹھ برس کی ہے اور اسے روحانیت کے ابتدائی مراحل میں روحانی ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے۔ آج اس سے بھی تمہاری ملاقات ہو گی۔''

دوسری طرف سے میں ایک ٹرالی ڈرائیو کرتا ہوا آ رہا تھا۔ میں نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو کارندے نے ٹرالی روک دی۔

وہ دونوں سیٹوں سے اتر گئیں۔ سونیا نے کہا۔ ''یہ تمہارے پاپا فرہاد علی تیمور ہیں۔''

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں اس ادارے میں اصلی چہرے کے ساتھ تھا۔ وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔ ''خوش آمدید۔ یہاں تم ایک نئی زندگی شروع کرنے والی ہو۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''تم کہاں جا رہے ہو؟''

''میں تمہاری ہی طرف آ رہا تھا۔ ایک بہت ہی بری خبر ہے۔''

سونیا نے فکرمندی سے مجھے دیکھا پھر کہا۔ ''اللہ خیر کرے.....''

''پچھلی رات سے عدنان اور شیوانی غائب ہیں۔''

''یا خدا! کیا پورس ان کے ساتھ نہیں تھا؟''

''وہ رات کو گہری نیند میں تھا۔ صبح اٹھ کر دیکھا تو وہ ماں بیٹا گھر میں نہیں تھے۔ اس نے سوچا' شاید شیوانی پوجا پاٹ کے لیے گئی ہے۔ ایک گھنٹا انتظار کرنے کے بعد اس نے اعلیٰ بی بی سے کہا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے شیوانی اور عدنان سے رابطہ کرے' معلوم کرے کہ وہ کہاں ہیں؟''

سونیا نے کہا۔ ''کیا عالی بھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم نہ کر سکی کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟''

''ہاں' یہی بات ہے۔ وہ کئی بار شیوانی کے دماغ میں جانے کی کوششیں کرتی رہی اور وہ ہر بار سانس روکتی رہی۔ عدنان کے دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ لہٰذا اس کے ذریعے بھی کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ پتا نہیں وہ دونوں کہاں ہیں؟''

سونیا نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''شیوانی اپنی مرضی سے نہیں گئی ہو گی۔ کیونکہ وہ عدنان اور پورس کو پا کر

کتابیات پبلی کیشنز

بہت خوش تھی۔ ایسے کچھ کہے سنے بغیر اپنے بیٹے کے باپ کو چھوڑ کر نہیں جائے گی۔''

''فی الحال تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں کو اغوا کیا گیا۔ بہرحال تم کہاں جا رہی ہو؟''

''ہم جناب تبریزی کی قدم بوسی کے لیے جا رہے ہیں۔''

''مجھے بھی وہاں جانا چاہیے۔ ان سے عدنان اور شیوانی کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔''

میں نے ڈرائیور سے کہا کہ وہ میری ٹرالی لے جائے پھر ہم تینوں تھری سیٹر پر آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے اسے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔ ''ہمارے پوتے کو تو ادارے سے باہر جانا ہی نہیں چاہیے۔ یہ باہر جاتے ہی طرح طرح کے مسائل پیدا کرنے لگتا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہمارا پوتا جان بوجھ کر تو ایسا نہیں کرتا ہے۔ نجانے اس کے دشمن کہاں سے پیدا ہو جاتے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''شیوانی کو بھی اس ادارے میں آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ ورنہ ہم ماں بیٹے کو باہر نہیں رہنے دیتے۔ فوراً یہاں لے آتے۔''

''میرا پوتا اپنی ماں کی محبت میں مجھ سے دور چلا گیا ہے۔ پتا نہیں اب کیسی کیسی مصیبتوں سے گزرنے والا ہے؟''

''اعلیٰ حضرت کی پیش گوئی کے مطابق شیوانی چالیس دنوں کے بعد مرنے والی ہے۔ اکیس دن تو گزر چکے ہیں۔ اب انیس دن رہ گئے ہیں۔ عدنان باقی کے یہ دن بھی ہر حال میں اپنی ماں کے ساتھ گزارے گا۔ ہم اسے واپس بھی لانا چاہیں گے تو بھی نہیں آئے گا۔''

جمائلہ نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا واقعی کوئی ایسی بات ہونے والی ہے؟ آپ کے پوتے کی ماں یعنی آپ کی بہو انیس دنوں کے بعد مر جائے گی؟''

پھر سونیا اسے شیوانی کے بارے میں بتانے لگی کہ کس طرح اس کی آتما ایک دوسری لڑکی اکالا گئی ہوتری کے اندر سما گئی ہوئی ہے۔ وہ آتما کئی جسموں میں بھٹکتی رہی ہے۔ اس بار انیس دنوں کے بعد اسے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی پھر وہ اس دنیا سے نکل کر عالمِ ارواح میں پہنچ جائے گی۔

وہ جناب تبریزی کے حجرے کے سامنے پہنچ گئے۔ اس حجرے کے اندر یا باہر کوئی موجود نہیں رہتا تھا۔ وہ اپنی خدمت کے لیے کسی کو بھی نہیں بلاتے تھے۔ اپنا جو بھی کام ہوتا تھا' خود ہی کیا کرتے تھے۔

وہ تینوں ٹرالی سے اتر کر دروازے پر آئے، جب دروازہ بند ہوتا تھا تو پھر وہاں آنے والے واپس چلے جاتے تھے۔ اس کا مطلب یہی ہوتا تھا کہ وہ عبادت میں مصروف ہیں۔ اس وقت دروازہ کھلا ہوا تھا۔

ان تینوں نے اندر آ کر انہیں سلام کیا۔ ان کے سامنے دو زانوں ہو کر بیٹھ گئے۔ جمائلہ نے جھکی جھکی نظروں سے انہیں دیکھا۔ سفید داڑھی' سر کے سفید بال' سفید ہی لباس اور اس پر پُرنور چہرہ ایسا لگ رہا تھا' جیسے کوئی فرشتہ آسمان سے اتر کر یہاں بیٹھ گیا ہو۔

وہ انہیں دیکھتے ہی متاثر ہو گئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ایک ننھے سے ذرّے کی مانند ہے۔ پہاڑ کے قدموں میں پہنچتے ہی گم ہو گئی ہے' اپنی ہستی کو بھول چکی ہے۔

ان کی نہایت ہی شیریں اور نرم آواز دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ''جمائلہ! تم اب تک دوہری زندگی گزار رہی ہو۔ دن کو شدھ اور رات کو منفی اعمال کی حامل ہو۔ ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جو اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی۔ خیر کی طرف بھی آتے ہیں اور شر کی طرف بھی بھٹکتے ہیں لیکن شر تم پر شدت سے حاوی ہو جاتا ہے۔ شیطانی قوت تمہیں حصار میں لے لیتی ہیں۔ اس لیے تم عجیب غریب اور خطرناک لڑکی کہلانے لگی ہو۔''

وہ ذرا چپ ہوئے۔ جمائلہ کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ دھیمی آواز میں بولی۔ ''میں شام کے بعد بھی ایک مسلمان عابد گزار لڑکی بن کر رہنا چاہتی ہوں۔ اسی لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔''

انہوں نے کہا۔ ''یہ کہاوت بہت مشہور ہے کہ جو بھولا شام کو گھر آتا ہے' یعنی صبح سے بھٹکنے والا شام کو گھر آتا ہے لیکن تم شام کو بھٹکتی ہو اور صبح صبح راہ پر آتی ہو۔ شام کو دیکھنا ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

ہم سب نے انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ ہمیں کر زیرِ لب کچھ پڑھنے لگے تھے پھر انہوں نے کہا۔ ''اپنے موڈ اور مزاج کے مطابق کبھی فجر کی' کبھی ظہر کی اور عصر کی نمازیں پڑھتی ہو لیکن کبھی مغرب اور عشا کی نماز نہیں پڑھ سکیں کیونکہ مغرب کے وقت سے ہی تمہارے اندر چھپی پیدا ہونے لگتی ہے۔ جیسے جیسے رات کی تاریکی بڑھتی ہے۔ تم اپنی نیکی' شرافت' اپنی تہذیب' اپنا دین سب بھول جاتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تم نے آج تک کبھی مغرب اور عشا کی نماز ادا نہیں کی۔''

اس نے کہا۔ ''آپ نے درست فرمایا۔ میں واقعی

ایسی ہوں۔ آج تک پورے پانچ وقت کی نمازیں ادا نہیں کر سکی۔''

''اللہ نے چاہا تو کر سکو گی۔ آج عصر کے بعد میرے حجرے میں آ جاؤ۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہوں گا۔ اس معبود کو اگر منظور ہوا تو تم میرے ساتھ ہی مغرب اور عشا کی نماز ادا کر سکو گی۔''

میں نے اور سونیا نے متاثر ہو کر جمائلہ کو دیکھا۔ سونیا نے جناب تبریزی سے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت! یہ شام سے پہلے آپ کے پاس آ جائے گی تو ہمیں اُمید قوی ہے کہ مثبت نتائج ہی سامنے آئیں گے۔ اللہ نے چاہا تو اس کی زندگی میں مثبت تبدیلیاں آئیں گی۔''

میں نے کہا۔ ''یہ اچھی تعلیم یافتہ لڑکی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ادارے کے مطابق تعلیم و تربیت حاصل کرے۔''

''بے شک' یہ کل سے لڑکیوں کے ہوسٹل میں رہے گی اور اسے تمہاری پوتی انوشے کے ساتھ رکھا جائے گا۔''

سونیا نے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت! جو بھی اطلاع ہمیں ملتی ہے۔ اس کی خبر آپ کو تو بہت پہلے سے ہو جاتی ہے۔ آپ تو جانتے ہی ہوں گے کہ عدنان اور شیوانی کہیں گم ہو گئے ہیں۔''

''اور ہماری دنیا میں ہوتا ہی کیا ہے؟ کوئی پاتا ہے' کوئی کھوتا ہے۔ کوئی ملتا ہے' کوئی بچھڑتا ہے اور کوئی بچھڑ کر پھر مل جاتا ہے۔ جب تک یہ دنیا قائم ہے۔ یہی تماشے ہوتے رہیں گے۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا انہیں اغوا کیا گیا ہے؟''

''ہاں' کہہ سکتے ہیں لیکن اغوا ہونے میں ماں بیٹے کی مرضی شامل ہے۔''

میں نے اور سونیا نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے ان کی طرف دیکھا' وہ بولے۔ ''وہ نہیں چاہتی کہ آج سے انیس دن کے بعد اسے موت آئے۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی گئی ہے کہ میری پیش گوئی کے خلاف اسے لمبی زندگی مل سکتی ہے۔ اب سے پہلے وہ عدنان کو اس ادارے میں آنے سے روکتی رہی تھی۔ اس بار بھی وہ یہی کر رہی ہے۔ عدنان کو لے کر باروں کو چھوڑ کر دشمنوں کی پناہ میں چلی گئی ہے۔ اس سے آگے کچھ نہ پوچھو۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہم جانتے ہیں' قدرت کے راز جس حد تک آپ جانتے ہیں۔ اسے دوسروں کو بتانے کی اجازت نہیں ہے۔ ہم کچھ نہیں پوچھیں گے لیکن میں اسے تلاش کرنے اور اس کی حفاظت کے لیے انڈیا جانا چاہتی ہوں۔''

وہ خاموش رہے' اس نے کہا۔ ''اب سے پہلے وہ جب بھی بھٹکتا رہا' دشمنوں کے ہاتھ لگتا رہا۔ میں ہی ان تمام دشمنوں سے نمٹتی رہی۔ اس کی حفاظت کرتی رہی۔ اس بار بھی یہی کرنا چاہتی ہوں۔''

انہوں نے کہا۔ ''تم بھول رہی ہو۔ تمہارے علاوہ ایک اور ہستی بھی اس کی حفاظت کرتی رہی ہے اور وہ ہستی اس ادارے میں موجود ہے۔''

میں نے چونک کر کہا۔ ''ہاں سونیا! تم تو بھول ہی گئیں۔ ہمارا پوتا اس ادارے سے باہر گیا تو تاشہ خیالی خوانی کے ذریعے اس کے ساتھ رہا کرتی تھی۔''

انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا۔ ''وہ بہروپیا فرہاد تمہارے اور سونیا کے لیے بہت بڑا چیلنج بنا ہوا ہے۔ تم دونوں کو اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ میں ابھی تاشہ سے کہوں گا۔ وہ فوراً ہی عدنان سے رابطہ کرے گی اور ان ماں بیٹے کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکے گی۔''

پھر انہوں نے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''صرف انیس دنوں کی بات ہے۔ تمہیں اپنے پوتے کے لیے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اب جاؤ۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔''

ہم تینوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ انہیں سلام کرتے ہوئے تعظیماً الٹے قدموں چلتے ہوئے حجرے سے باہر آ گئے۔

☆☆☆

نومی کرسٹل گھبری تنویمی نیند سو رہی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر میں بیدار ہونے والی تھی۔ فرہاد ٹو نے احتیاط نئے سرے سے اس پر بہت ہی مستحکم تنویمی عمل کیا تھا اور یہ طے کر لیا تھا کہ ہر دو چار روز میں اس پر اسی طرح عمل کرتا رہے گا تاکہ وہ پوری طرح اس کے شکنجے میں رہا کرے۔

ویسے تو وہ اس کے چور خیالات پڑھتا رہتا تھا اور یہ سمجھتا رہتا تھا کہ وہ آزاد ہے کرسٹل پیتھی کے ذریعے سب پر حکومت کرنا چاہتی ہے۔ کبھی کسی کے زیرِ اثر رہنا نہیں۔۔۔ چاہتی۔ اگر وہ کبھی اس کے عمل سے نجات حاصل کرے گی تو اس سے بھی انتقام لے گی یا تو اسے اپنا غلام بنا لے گی یا پھر مار ڈالے گی۔

اگر وہ یہ باتیں اس سے کہتا تو وہ کبھی یقین نہ کرتی۔ یہی کہتی کہ تم خوامخواہ مجھ پر شبہ کر رہے ہو۔

اسے یقین دلانے کے لیے ہی وہ اصل فرہاد بن کر اس کے پاس آیا تھا پھر جو ڈراما اس نے رچا کیا اس کے نتیجے میں وہ بے نقاب ہو گئی تھی۔ اصلی چہرہ سامنے آ گیا تھا۔ اب وہ پھر کبھی اپنی وفاداری کی قسمیں نہیں کھا سکتی تھی۔

تنویمی نیند پوری ہوگئی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چھت کو تکنے لگی پھر اپنے آس پاس دیکھا۔ وہ موجود نہیں تھا۔ اس کے دماغ میں بول رہا تھا۔ ''چلو اٹھو! غسل کرو اور لباس پہن کر ڈائننگ روم میں آجاؤ۔''

اس نے بستر سے اٹھ کر الماری کو کھولا۔ ایک لباس کا انتخاب کیا پھر اسے بیڈ پر بچھا کر باتھ روم میں چلی گئی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر ڈائننگ روم میں آئی تو وہ میز پر کھانے کی چیزیں رکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''میں نے اپنے ہاتھوں سے ہی پکایا ہے' کھا کر دیکھو۔''

وہ دونوں میز کے اطراف بیٹھ کر کھانے لگے۔ وہ ایک لقمہ چباتے ہوئے بولی۔ ''ٹھیک ہے۔ کھانے کے قابل ہے لیکن میرے ہاتھ کا کھاؤ گے تو اپنی انگلیاں کھا جاؤ گے۔''

اس نے سخت لہجے میں کہا۔ ''میں نے اپنے ہاتھ سے اس لیے ہی پکایا ہے کہ تمہارے ہاتھ کا کبھی نہیں کھاؤں گا۔ تم مجھے کسی وقت بھی زہر کھلا سکتی ہو۔''

وہ ندامت سے سر جھکا کر بولی۔ ''کیا تم میری ایک غلطی معاف نہیں کرو گے؟''

''معاف کیا ہے۔ تب ہی یہاں بیٹھی سانس لے رہی ہو۔ آئندہ تم میرے کام آتی رہو گی۔ میں تمہارے کام آتا رہوں گا لیکن تم پر کبھی بھروسا نہیں کروں گا۔''

اس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''تم مجھ پر اعتماد نہ کرو کوئی بات نہیں مگر میں تمہارے کام آتی رہوں گی اور اپنی وفاداری کا ثبوت دیتی رہوں گی۔''

''تمہاری سلامتی بھی اسی میں ہے۔ اب کام کی بات کرو۔ شیوانی اور عدنان کہاں ہیں؟''

''وہ انڈیا کے ایک شہر کلکتہ کے قریب سترہ گاچی نامی ایک چھوٹے سے گاؤں میں ہیں۔ وہاں میں نے دس اہم افراد پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا تابعدار بنایا ہے۔ ان کے علاوہ اور ایسے افراد بھی ہیں جنہیں میں جس وقت بھی چاہوں آلۂ کار کے طور پر استعمال کر سکتی ہوں۔''

''تم نے کہا تھا' اس بچے کا دماغ تمہاری گرفت میں نہیں آرہا ہے' مسئلہ کیا ہے؟''

''وہ پیدائشی طور پر ہی عجیب و غریب ہے۔ اس کے ماں باپ' دادا دادی سب ہی اسے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اس کا دماغ اچانک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی گرفت سے نکل جاتا ہے۔ اس کے اندر کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہو جاتے ہیں اور ہم اس کا کوئی ایک خیال بھی پڑھنے کے قابل نہیں رہتے۔ نہ ہی یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے اور کس طرح اس کا سراغ لگایا جا سکتا ہے؟''

''اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ گم ہو جائے تو ہم خیال خوانی کے ذریعے اسے ڈھونڈ نہیں سکیں گے؟''

''ہاں' وہ ہاتھ سے نکل جائے گا تو ہمیں اپنے پیچھے دوڑاتا رہے گا۔''

''تم نے کہا تھا' اس پر تنویمی عمل کا اثر دیر پا نہیں رہتا۔''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں میں نے جو عمل کیا تھا' وہ ایک گھنٹے بعد ہی ضائع ہو گیا ہے۔''

''اس طرح تو فرہاد علی تیمور کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آکر معلوم کر سکتے ہیں کہ اسے شیوانی کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟''

وہ تائید میں سر ہلانے لگی۔ وہ بولا۔ ''شیوانی سے زیادہ وہ بچہ اہم ہے۔ ہم اسی کے ذریعے فرہاد اور سونیا کو بلیک میل کر سکتے ہیں اور اپنی بڑی بڑی شرطیں منوا سکتے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''عدنان کو شیوانی سے دور کہیں کال کوٹھڑی میں چھپا کر رکھا جا سکتا ہے پھر جو بھی اس کے دماغ میں آئے گا۔ یہ معلوم نہیں کر سکے گا کہ وہ تاریک کوٹھڑی کس شہر اور کس علاقے میں ہے؟''

''پہلے اس پہلو سے بات کرو کہ شیوانی سے ہم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ اگر خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہو رہا ہو گا تو اسے دودھ کی مکھی کی طرح اپنے منصوبے سے نکال کر پھینک دیا جائے گا۔''

''پہلے کسی بہت بڑے اور اچھے ڈاکٹر سے شیوانی کا طبی معائنہ کرایا جائے اگر میڈیکل رپورٹ کے مطابق وہ واقعی طرح صحت مند ہو گی اور ابھی اس کے مرنے کے آثار نہیں ہوں گے تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ جناب تبریزی کی پیش گوئی درست ثابت نہیں ہو گی پھر یہ کہ ہم اپنے کسی تانترک مہاراج کے ذریعے ان مسلمانوں کے روحانی عمل کا توڑ کر سکتے ہیں۔ جناب تبریزی کی پیش گوئی کو بھی غلط ثابت کر سکتے ہیں۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ''اگر وہ آج سے دس دن کے بعد نہیں مرے گی تو ہماری احسان مند ہو گی اور ہم سے یہی کہیں گے کہ جب تک وہ ہماری وفادار رہے گی اپنے بیٹے کو بھی ہمارا وفادار بنا کر رکھے گی تب تک اسے کچھ نہیں ہو رہے گی۔ ورنہ اسے کسی وقت بھی موت کے گھاٹ اتارا جا سکتا ہے۔ اس کے بیٹے کو ماں کی ممتا سے محروم کیا جا رہا ہے۔''

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا۔ ''ہوں! اس طرح وہ ہماری احسان مند اور تابعدار بن کر رہ سکتی ہے۔''

''ویسے بھی شیوانی جسمانی تعلقات رکھنے کے لیے پورس کے ساتھ رہتی آئی ہے۔ ورنہ وہ مسلمانوں کے خلاف اپنے بیٹے کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیجنا نہیں چاہتی تھی۔ بعد میں مجبور ہو گئی تھی۔ اب پھر اسے ہمارا سہارا اور طاقت ملے گی تو عدنان کو اس ادارے میں نہیں جانے دے گی۔''

فرہاد نوالقمہ چباتا رہا اور سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ ''وہ بچہ فرہاد سے بھی زیادہ اہم ہے۔ وہ ہماری گرفت میں رہے گا تو سونیا اور فرہاد اسے ڈھونڈنے اور حاصل کرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے سے باہر ضرور آئیں گے۔ میں انہیں باہر آنے پر مجبور کر دینا چاہتا ہوں..... مجھے شیوانی کے اندر پہنچاؤ۔''

وہ اس کے اندر آیا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی شیوانی کے اندر پہنچ گئی پھر بولی۔ ''ہیلو شیوانی! کیا کر رہی ہو؟''

''تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ مجھے بتاؤ' میری لمبی عمر کے لیے تم کیا کر رہی ہو؟''

''ابھی ہم تمہیں ایک اسپتال میں پہنچائیں گے۔ وہاں تمہارا پوری طرح چیک اپ کیا جائے گا۔ میڈیکل رپورٹ حاصل کی جائے گی۔ یہ دیکھا جائے گا کہ تمہیں ایسی کوئی تشویشناک بیماری ہے یا نہیں کہ تم ان انیس دنوں کے بعد مر جاؤ گی۔ جب میڈیکل کی رپورٹ درست ہو گی تو ہم جناب تبریزی کے روحانی عمل کا توڑ کریں گے۔ تمہیں ایک بہت بڑے تانترک مہاراج کی چھتر چھایا میں رکھیں گے۔ وہاں تم اپنے بیٹے کے ساتھ ایک لمبی زندگی گزار سکو گی۔''

''جو کرنا ہے بھگوان کے لیے جلدی کرو۔ یہ تھوڑے سے دن تو دیکھتے ہی دیکھتے گزر جائیں گے۔ میں اپنے بیٹے کو چھوڑ کر اس دنیا سے جانا نہیں چاہتی۔''

''ہم بہت کچھ کر رہے ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ فرہاد علی تیمور جو عدنان کا دادا کہلاتا ہے وہ اصلی نہیں ہے۔ اصلی فرہاد علی تیمور صاحب ابھی تمہارے دماغ میں آئے ہوئے ہیں۔ ان سے بات کرو۔''

فرہاد نو نے کہا۔ ''ہیلو شیوانی! میں اصلی ہوں یا نہیں۔ اس معاملے سے ابھی تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہو گی۔ ابھی تمہارا سارا دھیان اپنے بیٹے کی طرف ہے۔ تم اس کے ساتھ ایک لمبی عمر گزارنا چاہتی ہو لیکن وہ تمہارا بیٹا ہمارے لیے پرابلم بن رہا ہے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر آکر یہ معلوم کرنے کی کوشش کر سکتا ہے کہ ہم نے اسے کہاں چھپا کر رکھا ہوا ہے؟ تم سمجھ سکتی ہو' اس طرح تمہارا نقصان ہو گا۔ تم لمبی عمر حاصل نہیں کر سکو گی۔''

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ ''کیا کروں؟ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔ میرا بیٹا اپنے دادا' دادی کے قابو میں بھی نہیں رہتا ہے۔''

''اگر تم اپنی بہتری چاہتی ہو تو ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ عدنان کو کچھ دنوں کے لیے تم سے دور کر دیا جائے۔''

وہ تڑپ کر بولی۔ ''نہیں۔ نہیں۔ میں اپنے بیٹے سے الگ نہیں رہوں گی۔ جب تک لمبی عمر کا یقین نہیں ہو گا۔ میں اس مختصر سی زندگی کا ہر لمحہ اپنے بیٹے کے ساتھ گزارتی رہوں گی۔''

''ایک لمبی عمر گزارنے کے لیے تمہیں اپنے جذبات کی قربانی دینی ہو گی۔ بیٹے سے کچھ روز کے لیے دور رہنا ہو گا یا پھر دوسری صورت بھی ہے۔''

''ہاں' کوئی دوسری صورت نکالو۔''

''تمہارے بیٹے کو ایک تاریک کمرے میں رکھا جائے گا۔ تم بھی اسی مکان میں رہو گی اور اپنے بیٹے کو اس کمرے سے نکلنے نہیں دو گی۔ جب چاہو گی اس کے پاس اس کمرے میں جایا کرو گی۔ اس طرح عدنان نہ باہر دیکھ سکے گا اور نہ ہی باہر سے آنے والی آواز سن سکے گا۔''

''مجھے یہ منظور ہے۔ میں اپنے بیٹے کے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے رہوں گی۔ جب بھی چاہوں گی اس کے تاریک کمرے میں جا سکوں گی۔''

نوی نے پوچھا۔ ''عدنان کہاں ہے؟''

''وہ ساتھ والے کمرے میں کھیل رہا ہے۔''

''اس کے پاس جاؤ' اسے سمجھاؤ کہ اسے اگر تم سے محبت ہے اور وہ تمہاری لمبی زندگی چاہتا ہے تو اسے ایک بند کمرے میں رہنا ہو گا۔ باہر نہیں نکلنا ہو گا۔ اس کی تفریح کے تمام اِن ڈور گیم اس کے پاس پہنچا دیے جائیں گے۔ وہ بند کمرے میں روشنی کر کے طرح طرح کے گیم کھیلتا رہے گا۔''

فرہاد نو نے کہا۔ ''آدھے گھنٹے کے بعد تمہیں یہاں کے سب سے بڑے اسپتال میں پہنچایا جائے گا۔ وہاں تمہارا پوری طرح معائنہ ہو گا اور میڈیکل رپورٹ حاصل کی جائے گی۔''

وہ دونوں اس کے دماغ سے چلے گئے۔ وہ اپنے بیٹے کے پاس آکر اسے بڑی محبت سے دیکھنے لگی۔ وہ فرش پر بیٹھا

غلاف پرزے جوڑ کر ایک کھلونا جہاز بنا رہا تھا۔ ماں کو دیکھ کر دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔ وہ اسے بازوؤں میں بھر کر سینے سے لگاتے ہوئے بولی۔ ''میرا بیٹا یہاں خوش تو ہے ناں؟ پاپا تو یاد نہیں آرہے ہیں؟''

وہ بولا۔ ''یاد تو آتے ہیں۔ میں انہیں مس کر رہا ہوں مگر آپ کو دیکھ کر سب کو بھول جاتا ہوں۔''

وہ اسے چومنے لگی پھر بولی۔ ''میری ایک بات مانو گے؟''

وہ ماں سے الگ ہو کر بولا۔ ''میں آپ کی کون سی بات نہیں مانتا ہوں؟''

''بے شک میں دن کو رات کہتی ہوں تو تم بھی رات ہی کہتے ہو۔ میری ہر بات مانتے ہو۔ وہ... دراصل... تمہارے دادا اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی وقت بھی تمہارے دماغ میں آکر یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہمیں کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے اور انہیں معلوم ہو جائے گا تو وہ ہمیں پکڑ کر لے جائیں گے پھر میں ایک لمحہ بھی حاصل نہیں کر سکوں گی۔''

''میرے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا۔ جب بھی کوئی آتا ہے تو میرے اندر گڑبڑ ہونے لگتی ہے۔''

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے بیٹے کو دیکھا پھر پوچھا۔ ''تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ کسی کے آنے سے تمہارے اندر گڑبڑ ہونے لگتی ہے؟''

''مجھے صاف پتا چلتا ہے۔ جیسے ہی میرا سر ڈولنے لگتا ہے۔ میں سمجھ جاتا ہوں کہ کوئی آیا ہے پھر میرے اندر روشنی ہوتی ہے۔ مجھے دو بوڑھے بابا دکھائی دیتے ہیں۔''

وہ جناب اسد اللہ تبریزی کو بوڑھا بابا کہا کرتا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا جناب تبریزی تمہارے دماغ میں آتے ہیں؟''

وہ سر ہلا کر بولا۔ ''بس اک ذرا سا دکھائی دیتے ہیں پھر گم ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد دماغ میں گڑبڑ ہونے لگتی ہے۔ سر کا درد ختم ہونے لگتا ہے پھر میں سمجھ لیتا ہوں کہ میرے اندر جو بھی آیا تھا' وہ واپس چلا گیا ہے۔''

''ٹیلی پیتھی جاننے والے کہتے ہیں کہ تمہارے دماغ میں کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہونے لگتے ہیں۔ جن کی وجہ سے کوئی بھی یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ تم کہاں ہو؟ کیا سوچ رہے ہو؟ کس حال میں ہو؟ کیا تم اسی بات کو گڑبڑ کہہ رہے ہو؟''

''میں نہیں جانتا' بس اتنا معلوم ہے کہ جب گڑبڑ ہوتی ہے تو آنے والا واپس چلا جاتا ہے۔''

شیوانی نے سوچا۔ ''اگر میں نومی اور فرہاد ٹو سے یہ کہتی ہوں کہ میرے بیٹے کے اندر کوئی بھی خیالات نہیں آسکتا اور نہ ہی اس کے ذریعے... وہ سوچ سکتے ہیں وہ دونوں میری اس بات کا یقین نہیں کریں گے۔ یہی سوچیں گے کہ عدنان کو ایک تاریک کمرے میں بند رکھا جائے۔ کھڑکیاں اور دروازے بھی نہ کھولے جائیں۔''

اس نے کہا۔ ''بیٹے! اگر میں تم سے کہوں کہ اس کمرے میں کچھ دنوں تک بند رہو۔ باہر قدم نہ نکالو تو کیا تم کمرے سے باہر آنے کی ضد کرو گے؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''ابھی نہیں' آپ کو دل رکھنے کے لیے میں اس کمرے سے باہر بھاگ کر بھی نہیں دیکھوں گا۔''

وہ خوش ہو کر اس کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے بولی۔ ''تم بہت اچھے ہو۔ میری ہر بات مانتے ہو۔ یہاں تم ہمارے لیے بہت سے نئے نئے کھلونے لائے جائیں گے۔ تمہاری ضرورت کا ہر سامان پہنچایا جائے گا۔ بس آج سے یہ کھڑکیاں اور دروازے بند رہیں گے۔ میں تمہارے پاس آتی جاتی رہوں گی۔ تم جب بھی پکارو گے میں دوڑی چلی آؤں گی۔''

وہ پھر اسے گلے لگا کر چومنے لگی۔ آدھے گھنٹے کے بعد ایک کار دروازے پر آئی۔ نومی نے اس کے اندر آکر کہا۔ ''تمہیں ابھی اسپتال جانا ہے۔ عدنان اس کمرے میں رہے گا۔ کھڑکیاں باہر سے بند کر دی گئی ہیں۔ دروازے کو بھی باہر سے لاک کر دیا جائے گا۔''

اس نے کہا۔ ''میں نے عدنان کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔ وہ پرابلم نہیں بنے گا۔''

وہ پھر ایک بار عدنان کو سمجھا منا کر اسے کمرے میں چھوڑ کر باہر آگئی پھر دروازے کو لاک کر کے باہر کھڑی ہوئی کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ وہ کار اسٹارٹ ہو کر اسپتال کی طرف جانے لگی۔

نومی نے کہا۔ ''ابھی تمہارا مکمل چیک اپ ہوگا۔ اس کے علاوہ ہم نے ایک بہت بڑے تانترک مہاراج سے رابطہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ اوہو... ڈرایا جا رہا ہے۔ وہ تمہیں مرنے نہیں دیں گے۔''

شیوانی نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ اس کو تنکے کا سہارا ہی کافی ہوتا ہے۔ تانترک مہاراج کی اتنی یقین دہانی اس کے لیے کافی تھی۔

☆☆☆

عدنان کی گمشدگی نے پھر ایک بار سب کو پریشان کر دیا۔ اعلیٰ بی بی نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین

دیکھ کر خوشیاں منا رہے تھے اور اس سے بڑی امیدیں وابستہ کر رہے تھے۔

پہلے میں نے اور الپا نے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا تھا۔ ان سے کہا تھا کہ ان کا ٹیلی پیتھی جاننے والا وائس مین انڈیا جا کر ہم سے دشمنی کر رہا ہے۔ پارس' پورس' عدنان' شیوانی اور اعلیٰ بی بی کے خلاف جاسوسی کر رہا ہے اور انڈین انٹیلی جنس والوں کو ان کی خفیہ پناہ گاہ کے بارے میں بتا رہا ہے۔

امریکی اکابرین نے صاف طور سے جھوٹ کہہ دیا کہ ان کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا انڈیا میں نہیں ہے۔

میں نے کہا تھا کہ اگر وہ ہمارے ہاتھوں مارا جائے تو تم فریاد نہ کرنا کہ ہم نے اسے ٹھکانے لگا دیا ہے۔ کیونکہ وہ تمہارے بیان کے مطابق انڈیا میں نہیں ہے۔

ایسے وقت عالی نے وائس مین کو ٹریپ کر لیا تھا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔ میں نے ان اکابرین سے کہا۔ ''ہم ابھی اس کے خلاف کچھ نہیں کریں گے لیکن میرے بچوں میں سے کسی کو بھی اس کی طرف سے تکلیف پہنچے گی تو وہ تمہارے پاس زندہ واپس نہیں آئے گا۔''

میرے اس تھریٹ کے بعد وہ تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ انہوں نے فرہاد ٹو سے رابطہ کیا اور پھر اس نے ہمیں تھریٹ کیا ہے۔ وہ ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جانی نقصان پہنچانے والے ہیں۔ کیا تم فرہاد کو اس سے دور رکھ سکتے ہو؟''

اس نے بڑے غرور سے کہا۔ ''یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں تمہارے خیال خوانی کرنے والے کے سامنے ڈھال بن جاؤں گا تو وہ اصل کہلانے والا فرہاد دُم دبا کر بھاگے گا۔ بائی دا وے۔ تمہارا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے اور کہاں ہے؟''

انہوں نے پوچھا۔ ''کیا یہ بتانا ضروری ہے؟''

''بالکل... جب تک مجھے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ تمہارا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟ کہاں ہے؟ تب تک میں کس کی حفاظت کروں گا؟ کس طرح تمہارے کام آؤں گا؟''

امریکی اکابرین نے آپس میں مشورے کیے پھر ایک نے کہا۔ ''واقعی ہمیں بتانا ہوگا۔ تب ہی تو تم اس کی حفاظت کر سکو گے۔ اس کا نام وائس مین ہے۔ وہ انڈیا میں ہے۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں بتائیں گے۔''

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''اس سے زیادہ مجھے کچھ جاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ بس یوں سمجھو کہ اسی لمحے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔ یہ پہلے ہی بیان ہو چکا ہے کہ ایسے وقت نومی نے بھی وائس مین کے دماغ میں پہنچ کر خاموشی اختیار کی تھی۔ چپ چاپ یہ معلوم کرتی رہی تھی کہ عالی کس لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر رہی ہے؟

نومی کے لیے اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ وہ آئندہ جب چاہتی اس لب و لہجے کے ذریعے وائس مین کے اندر پہنچ کر معلوم کر سکتی تھی کہ عالی اور ہم سب اس امریکی خیال خوانی کرنے والے کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر انڈیا میں کیا کرتے پھر رہے ہیں؟

عالی وائس مین کے اندر آکر یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ عدنان کے اغوا کے سلسلے میں کیا جانتا ہے؟ جب سے وہ امریکی خیال خوانی کرنے والا انڈیا آیا تھا۔ تب سے پارس' پورس' عدنان' شیوانی اور عالی سب ہی کے لیے مسئلہ بنتا رہا تھا۔

عالی نے اس کے اندر پہنچ کر یہ سوال پیدا کیا۔ ''عدنان اور شیوانی اس وقت کہاں ہوں گے؟''

وہ ممبئی کے اس محلے اور گلی کے بارے میں سوچنے لگا۔ جہاں کے ایک مکان میں پورس' شیوانی اور عدنان رہتے تھے۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ تینوں اسی مکان میں ہیں۔

عالی نے اس کے چور خیالات پڑھے۔ تب بھی یہی معلوم ہوا کہ وائس مین ان ماں بیٹے کے اغوا کے سلسلے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ گھوم پھر کر فرہاد ٹو کی طرف دھیان جاتا تھا۔ وہ نیا دشمن تھا اور بڑے ہی کروفر سے دشمنی کر رہا تھا۔ مجھے اور سونیا کو زخمی کر کے ساری دنیا کو حیران بھی کر رہا تھا اور متاثر بھی کر رہا تھا۔

عالی خیال خوانی کے ذریعے الپا کے پاس آئی پھر بولی۔ ''مسٹر! ایک اجنبی بہروپیے نے مما اور پاپا پر حملہ کر کے ہمیں تھریٹ کیا ہے۔ میں پورے یقین سے کہتی ہوں' وہ عدنان کو اغوا کر کے دوسری بار ہمیں تھریٹ کر رہا ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''وہ بہروپیا بڑی شہرت حاصل کر رہا ہے۔ امریکا' اسرائیل اور دوسرے تمام بڑے ممالک ایک دوسرے سے رابطے کر رہے ہیں۔ فرہاد ٹو کے بارے میں گرما گرم بحث کر رہے ہیں۔ سب ہی یقین کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ فرہاد ٹو بہت زبردست ہے۔ جلد ہی ثابت کر دے گا کہ وہی اصلی فرہاد علی تیمور ہے۔''

یہ بات درست تھی کہ تمام ممالک فرہاد ٹو کی کارکردگی

سے تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ڈھال بن چکا ہوں۔ تم ابھی فرہاد کو پہنچ کر سکتے ہو کہ وہ وہاں جائے اور اسے نقصان پہنچا کر دکھائے۔''

''نہیں، ایسا کوئی پہنچ ہمیں فرہاد سے نہیں کرنا چاہیے۔''

ایک فوجی افسر نے کہا۔ ''ہماری معلومات کے مطابق سونیا اور فرہاد بابا صاحب کے ادارے میں ہیں۔ اب تم بھی انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ ان کے خلاف کوئی جوابی کارروائی نہیں کر سکو گے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''میں آکٹوپس ہوں۔ اپنے بے شمار ہاتھوں اور پیروں سے جب کسی کو جکڑ لیتا ہوں تو موت کے بعد ہی اسے مجھ سے نجات ملتی ہے۔''

''تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فرہاد کو بابا صاحب کے ادارے کے اندر بھی نقصان پہنچا سکتے ہو؟''

''پہنچا سکتا ہوں۔ اس کا پوتا عدنان اس کی جان ہے اور اب وہ جان میری مٹھی میں ہے۔ میں نے اس بچے کو اغوا کیا ہے۔ وہ میرا قیدی بنا ہوا ہے۔''

تمام اکابرین نے چونک کر خوش ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد ٹو! آپ تو واقعی کمال کر رہے ہیں۔''

عالی اور الپا خیال خوانی کے ذریعے ان اکابرین کے اندر پہنچی ہوئی تھیں۔ بڑی خاموشی سے ان سب کی باتیں سن رہی تھیں۔ وہ بھی یہ سن کر چونک گئیں کہ عدنان کو اس کم بخت بہروپیے نے اغوا کیا ہے۔

ان دونوں نے دو امریکی اکابرین کے دماغوں پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک نے الپا کی مرضی کے مطابق پوچھا۔ ''مسٹر فرہاد ٹو! ہم حیران ہیں کہ آپ فرہاد کے مقابلے میں اتنے بڑے کارنامے کیسے کر گزرتے ہیں؟ پلیز، ذرا بتائیں.... آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ عدنان انڈیا میں کہاں ہے؟ آپ نے اسے کس طرح اغوا کیا ہے؟''

عالی نے جس عہدے دار کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ اس نے بھی کہا۔ ''پلیز، آپ یہ ضرور بتائیں کہ انڈیا میں آپ کی معلومات کے ذرائع کیا ہیں؟''

وہ بولا۔ ''ذرائع پیدا کرتے رہنے سے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ فرہاد علی تیمور تمہارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کو انڈیا میں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ اس نے ایسا دعویٰ کیوں کیا ہے؟''

وہ ذرا چپ ہوا پھر بولا۔ ''کیونکہ فرہاد علی تیمور کی بیٹی عالی نے تمہارے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہوا ہے۔''

تمام امریکی اکابرین کو یہ سن کر شاک پہنچا تھا کہ ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اعلیٰ بی بی کا تابعدار بن چکا ہے۔ ایک نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد ٹو! ہمیں یقین نہیں ہو رہا ہے کہ عالی نے ہمارے وائس مین کو اپنا تابعدار بنایا ہے۔ وہ تو بہت ہی ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ ایسی گمنامی کی زندگی گزارتا ہے کہ کسی کی نظر میں بھی نہیں آتا۔''

''لیکن انڈیا جانے کے بعد اسے وہاں کے ٹیلی جنس والوں کے درمیان رہنا پڑا اور اعلیٰ بی بی ان ٹیلی جنس والوں کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گئی۔''

فوجی افسر نے کہا۔ ''اوہ گاڈ! تب ہی الپا اور فرہاد نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ جب چاہیں، ہمارے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔''

فرہاد ٹو نے بڑے فخر سے کہا۔ ''اور میں نے بھی دعویٰ کیا ہے کہ انہیں ایسا موقع نہیں دوں گا۔''

الپا کے آگے کار افسر نے پوچھا۔ ''تم انہیں کیسے روک سکو گے؟ جبکہ عالی ہمارے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر گھسی ہوئی ہے؟''

''یہ تو میرا کمال ہے کہ جہاں فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پہنچتے ہیں۔ وہاں میں بھی پہنچ جاتا ہوں۔ میں جب چاہوں وائس مین کو ان سے چھین کر تمہارے پاس پہنچا سکتا ہوں۔''

ایک اور اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ ''ایسی بات ہے تو تمہیں پہلی فرصت میں وائس مین کو بہ حفاظت یہاں پہنچانا چاہیے اور ان سے نجات دلانا چاہیے۔''

''پہلے فرہاد علی تیمور سے کہو کہ وہ اپنے چیلنج کے مطابق تمہارے وائس مین کو نقصان پہنچائے۔ جب وہ اسے نقصان پہنچانے لگے گا اور نا کام ہوتا رہے گا تو یہ میری سب سے بڑی جیت ہوگی۔ میں ساری دنیا کو دکھانا چاہتا ہوں کہ ہر میدان اور ہر مرحلے پر اسے کس طرح شکست دیتا جا رہا ہوں۔ ساری دنیا کو یہ تماشا دکھانے کے بعد میں وائس مین کو تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔''

عالی اور الپا کے لیے یہ بات بھی چونکا دینے والی تھی کہ عالی نے وائس مین کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ اس کے باوجود فرہاد ٹو اس کے اندر پہنچ جاتا ہے۔

الپا نے کہا۔ ''عالی! اب یہ بات اچھی طرح سمجھ میں

آ گئی ہے کہ فرہاد ٹو نے پہلے وائس مین کے اندر پہنچ کر عدنان اور شیوانی کا پتا ٹھکانا معلوم کیا پھر وہاں سے انہیں اغوا کیا۔ یہ اور بھی سمجھ میں آ گئی ہے کہ تم خوش فہمی میں مبتلا ہو۔ تم نے بات بھی معمول اور تابعدار تو بنایا ہے اس کے باوجود یہ بہروپیا فرہاد اس کے اندر پہنچ جاتا ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''یہ نقلی فرہاد اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہم سے چھین کر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ ہر مرحلے پر ہم سے سبقت لے جاتا ہے۔ اس بار میں اسے کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔ میں وائس مین کے پاس جا رہی ہوں۔ اس کے دماغ کو پھر سے لاک کروں گی۔ اس وقت تک تم اس بہروپیے کا خیال رکھو۔ یہ ان سے باتوں میں الجھا رہے تو اچھا ہے۔ یہاں سے جانا چاہے تو تم اسے پھر باتوں میں الجھا دینا، تاکہ میں وہاں وائس مین پر مختصر سا تنویمی عمل کر سکوں۔''

''تم جاؤ۔ میں اس سے نمٹ لوں گی۔''

عالی وہاں سے چلی گئی۔ ایک امریکی فوجی افسر نے فرہاد ٹو سے کہا۔ ''پتا نہیں فرہاد علی تیمور کب ہمارے وائس مین کو نقصان پہنچانا چاہے گا اور کب تم اسے دوسری بار شکست دو گے؟ اس وقت تک ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا دو فرہاد کے درمیان سینڈوچ بنا رہے گا۔''

ایک اور فوجی افسر نے الپا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ابھی ہم فرہاد علی تیمور سے رابطہ کریں اور اسے پہنچ کریں کہ وہ وائس مین کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ ہم اسے واپس امریکا بلا رہے ہیں اگر وہ روک سکتا ہے تو روک کر دکھائے۔''

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ ''ابھی ہمارا وائس مین ٹیریت ہے۔ کیا فرہاد کو پہنچ کرنا اور اپنے وائس مین کے لیے خطرہ پیدا کرنا مناسب ہوگا؟''

فرہاد ٹو نے کہا۔ ''خطرے کی تو بات ہی نہیں ہے۔ آپ حضرات مجھ پر بھروسا کریں اور ابھی فرہاد کو پہنچ کریں۔''

ایک نے کہا۔ ''وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ ہماری اس سے براہ راست بات نہیں ہو سکے گی اور نہ ہی کوئی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ سکے گا۔''

دوسرے عہدے دار نے کہا۔ ''ادارے کے انکوائری آفس والوں سے معلومات حاصل کی جائیں تو فرہاد سے ضرور رابطہ ہوگا۔''

الپا ان سے پہلے ہی بابا صاحب کے ادارے کے ایک انچارج سے رابطہ کر کے یہ کہہ چکی تھی کہ پاپا کو فوراً مجھ سے رابطے کا کہا جائے۔

میں نے اس کے پاس آ کر پوچھا۔ ''کیا بات ہے بیٹی...!''

وہ مجھے وہاں کے حالات بتانے لگی۔ میں نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ ''ٹھیک ہے'' وہ مجھ سے رابطہ کرے گا تو میں اسے باتوں میں الجھا تا رہوں گا۔ وائس مین کی طرف جانے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔''

اس نے کہا۔ ''پاپا! یہ بہروپیا تو بڑی تیزی سے حملے کر رہا ہے۔''

''اتنی ہی تیزی سے اوندھے منہ گرے گا۔ تم فکر نہ کرو۔''

''اس کی کچھ تو روک تھام ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ عدنان کو کوئی نقصان پہنچائے۔''

''وہ ایسی جرأت کبھی نہیں کرے گا۔ میں سب سمجھ رہا ہوں۔ وہ میرے پوتے کو اپنی قید میں رکھ کر مجھے بلیک میل کرنا چاہتا ہے۔ دیکھتا ہوں، وہ مجھ سے کیا کہنے والا ہے؟''

''کیا آپ ادارے میں ہی رہیں گے؟''

''نہیں، جلد ہی باہر آؤں گا۔ اس سے پہلے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟''

''آپ نے کچھ اندازہ تو کیا ہوگا؟''

''یہ کم بخت ایسے اچانک آیا ہے کہ کچھ اندازہ نہیں ہو پا رہا ہے لیکن رفتہ رفتہ بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔''

میں اپنے کوارٹر کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ ''ہیلو؟''

دوسری طرف سے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج نے کہا۔ ''سر! وہ بہروپیا..... آپ کا نقال.... آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ رابطہ کراؤ۔''

رابطہ ہو گیا پھر اس کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''وہ تو میں ہوں۔''

''نہیں، میں اصل فرہاد ہوں۔''

''میں فرہاد علی تیمور آدھی صدی سے اس دنیا میں زندگی گزارتا آ رہا ہوں۔ تم چوبیس گھنٹوں میں اچانک ہی فرہاد علی تیمور بن جاؤ گے تو تمہیں پاگل ہی کہا جائے گا۔ یا تو تم پاگل ہو یا پھر یہ رانگ نمبر ہے۔ سوری۔''

یہ کہہ کر میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ الپا نے کہا۔ ''آپ نے یہ کیا کیا؟ اسے باتوں میں الجھانا تھا۔''

''ابھی دیکھو، وہ پھر فون کرے گا۔''

پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ ''ہیلو! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔''

اس نے پوچھا۔ ''تم نے رابطہ کیوں ختم کیا تھا؟''

میں نے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

''میں وہی فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔''

''اس دنیا میں صرف ایک ہی فرہاد علی تیمور ہے اور وہ میں ہوں اگر کوئی دوسرا بول رہا ہے تو گویا میرا وقت ضائع کر رہا ہے۔ میں پھر فون بند کر دوں گا۔''

اس نے دھمکی دی۔ ''فون بند کرنے کے بعد بہت بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔''

''پہلے مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں کس سے بات کر رہا ہوں؟ اس کے بعد نقصان کے بارے میں سوچوں گا۔ اب اگر تم نے درست تعارف نہیں کرایا تو میں فون بند کر دوں گا۔''

''اگر تم ضدی ہو تو میں بھی تم سے کسی طرح کم نہیں ہوں۔ جو میرا نام ہے وہی تمہارا ہوں اگر تم نہیں مانتے تو کسی بھی نام سے مجھے مخاطب کرو اور بات کرو۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے' مسٹر تھو! بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

اس نے تلملا کر کہا۔ ''یہ تھو کسے کہہ رہے ہو؟''

''ابھی تم نے تو کہا تھا کہ میں تمہیں کسی بھی نام سے مخاطب کر سکتا ہوں۔ تم پر یہی نام جچتا ہے۔ آگے بولو.....''

''میں تمہیں تھو کہہ رہا ہوں۔''

''یوں جھنجھلا کر تھو کہو گے تو آئینے پر تھوک جائے گا اور آئینے میں بھی تمہارا ہی عکس ہے۔''

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ پریشان ہو کر آس پاس دیکھتے ہوئے بولا۔ ''تم کیسے جانتے ہو کہ میں اس وقت آئینے کے سامنے ہوں؟''

''تم اسی طرح بولتے رہو۔ ہمیں تمہارے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہیں گی۔''

اس نے فوراً ہی فون بند کر دیا۔ الپا نے حیرانی سے پوچھا۔ ''پاپا! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ ابھی آئینے کے سامنے تھا؟''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''بیٹی! کبھی کبھی کوئی بات یونہی کہہ دی جاتی ہے تو وہ سچ نکل آتی ہے۔ یہی اس بہروپیے کی کم بختی ہے کہ ایسے وقت آئینے کے سامنے کھڑا اپنا چہرہ دیکھ رہا تھا اور خوش فہمی میں مبتلا ہو رہا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے۔''

الپا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''یہ تو خوب رہی پاپا! وہ [illegible] تک شعبے میں ہی ہوگا کہ شاید آپ اس کے اندر رہ کر آپ کے سامنے دیکھ رہے ہیں یا پھر جہاں وہ ہوگا وہاں سے [illegible] تک جا کر دیکھ رہا ہوگا کہ کہیں آپ اسے چھپ کر تو نہیں [illegible] رہے ہیں؟''

''ہاں' ابھی اس کے دماغ میں ہتھوڑے برس رہے ہوں گے۔ طرح طرح کے اندیشے جنم لے رہے ہوں گے۔''

اس وقت وہ استنبول میں نومی کرسٹل کے ساتھ تھا۔ نومی اٹلی جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ وہ استنبول چھوڑنے والا تھا۔ اس سے پہلے آئینے کے سامنے اپنے لباس کا جائزہ لیتے ہوئے فون پر مجھ سے رابطہ کر رہا تھا۔

نومی نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟ تم کچھ پریشان ہو گئے ہو؟''

وہ کمرے سے باہر جا کر اس بنگلے کے ہر حصے میں گھومتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''کیا باہر کا دروازہ بند ہے؟''

نومی نے کہا۔ ''کھڑکیاں دروازے سب ہی اندر سے بند ہیں۔ آخر بات کیا ہے؟''

''وہ کم بخت ایسے بول رہا تھا جیسے مجھے آئینے کے سامنے بات کرتے دیکھ رہا ہو۔''

نومی نے کہا۔ ''وہ روحانی علوم جاننے والوں کا ادارہ ہے اور وہ وہاں بیٹھ کر بول رہا ہے۔ یقیناً اسے کسی روحانی قوت سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ تم اس وقت کہاں ہو؟''

وہ دونوں پھر کمرے میں آئے اس نے اپنی چھوٹی سی اٹیچی اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں یہاں سے فوراً نکل جانا چاہیے۔ یوں بھی فلائٹ کا وقت ہو رہا ہے۔''

میں نے ادارے کے انچارج سے کہا۔ ''اس بہروپیے سے رابطہ کراؤ۔''

ایک منٹ کے اندر ہی رابطہ ہو گیا۔ پہلے اس نے بات کی تھی تو اس کے آس پاس گہری خاموشی تھی۔ یعنی وہ کسی مکان کے اندر تھا۔ اب ایسی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے تیز ہوا چل رہی ہو، یہ سمجھ میں آ گیا کہ وہ کسی گاڑی میں بڑی تیز رفتاری سے کہیں جا رہا ہے۔

میں نے کہا۔ ''ہیلو مسٹر تھو! جتنی بھی قوت سے تھوکا جائے..... تھوک بہت دور تک نہیں جاتا۔ تم کتنی دور بھاگ رہے ہو؟''

اس نے غصے سے کہا۔ ''یو شٹ اپ۔ میں تم سے نمٹنے والا ہوں' ذرا سا انتظار کرو۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ نومی نے کہا۔ ''اسے اس کے پوتے کے سلسلے میں دھمکیاں تو دینی چاہئیں۔''

''دھمکیاں دوں گا۔ اس کے پوتے کو ایسے عذاب میں مبتلا کروں گا کہ اس کم بخت کا خون خشک ہونے لگے گا لیکن ابھی یہاں سے رابطہ کر کے کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ اس شہر اور اس ملک سے نکل جانے کے بعد ہی اس سے بات کروں گا۔''

میں نے ادارے کے انچارج سے کہا۔ ''اس سے پھر رابطہ کرو۔''

انچارج نے اس سے رابطہ کرتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو! پلیز ہولڈ آن' مسٹر فرہاد علی تیمور بات کریں گے۔''

اس نے کہا۔ ''میں ابھی کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ یہ فون آئندہ پانچ گھنٹوں تک بند رہے گا۔''

ادارے کے انچارج نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ تم پانچ گھنٹے بعد ممبئی پہنچو پھر بات ہوگی۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ فرہاد تو نے پریشان ہو کر نومی کو دیکھا۔ اس نے پوچھا۔ ''اب کیا ہوا؟''

''وہ جانتے ہیں کہ ہم ابھی ممبئی جا رہے ہیں۔''

وہ بھی پریشان ہو کر بولی۔ ''مائی گاڈ! یہ روحانی بلائیں کیا ہوتی ہیں؟ انہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ ہم ممبئی جا رہے ہیں؟''

اس وقت وہ دونوں اس قدر بوکھلائے ہوئے تھے کہ ایرپورٹ میں اناؤنس کرنے والی کی آواز پر توجہ نہیں دے رہے تھے۔ ادارے کے انچارج نے فون کے ذریعے اس کی آواز سنی تھی۔

اناؤنسر کہہ رہی تھی کہ ممبئی جانے کے لیے انڈین ایئر لائن کا طیارہ پرواز کے لیے تیار ہے۔ مسافروں سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف لے آئیں۔

جس وقت وہ دونوں پریشان ہو رہے تھے۔ اس وقت تک وہ اناؤنسمنٹ ختم ہو چکی تھی۔ اس لیے ان کا دھیان ادھر نہیں جا رہا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے میں مجھ سے رابطہ کر کے غلطی کی گئی ہے۔ وہاں کی روحانی قوتیں ان کے پیچھے پڑ گئی ہیں۔

اس نے نومی سے کہا۔ ''تم ممبئی جاؤ۔ میں بعد میں آؤں گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''تم پیچھے رہ کر مجھے آگے دھکا دے رہے ہو۔ وہ لوگ ممبئی میں میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔''

''میں تمہارے پیچھے رہ کر تمہاری حفاظت کر سکوں گا۔ جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

وہ بے چاری معمول اور تابعدار تھی۔ اس کے حکم کے مطابق تنہا وہاں سے چلی گئی۔ فرہاد تو ایک دوسری ایئر لائن کے کاؤنٹر پر چلا گیا۔ نومی بھی بھروسے کے قابل نہیں تھی۔ وہ اس کے ساتھ رہ کر کوئی بھی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے طے کر لیا کہ وہ اس سے دور رہ کر عدنان کے ذریعے مجھے بلیک میل کرتا رہے گا۔

عصر کا وقت گزر چکا تھا۔ مغرب سے پہلے جمائلہ جناب تبریزی کے حجرے میں آ گئی۔ انہیں سلام کر کے دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے پوچھا۔ ''کیا یہاں تمہارا دل لگ رہا ہے؟''

اس نے سر جھکا کر کہا۔ ''میں یہاں بہت خوش ہوں۔ تمام دن یہاں کے مختلف شعبوں میں جاتی رہی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ہر شعبے میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کرتی رہوں۔''

''انشاء اللہ..... تم تعلیم کے ساتھ ساتھ ہر طرح کے ہنر بھی حاصل کرتی رہو گی۔''

میں اور سونیا ایک فوارے کے پاس ہرے بھرے پارک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ قریب ہی جناب تبریزی کا حجرہ دکھائی دے رہا تھا۔

سونیا نے کہا۔ ''اللہ کرے آج اس پر کوئی شیطانی قوت حاوی نہ ہو سکے۔''

میں نے کہا۔ ''ایک تو وہ اس ادارے میں ہے پھر جناب تبریزی کے حجرے میں ان کے قریب ہے۔ اللہ نے چاہا تو رات کو بھی نارمل رہے گی۔''

ہم تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر سونیا نے کہا۔ ''وہ بہروپیا تم سے عدنان کے بارے میں بات کرنا چاہتا تھا لیکن تم نے اسے ٹال دیا۔ پتا نہیں کیوں ایک بے چینی اور گھبراہٹ سی ہو رہی ہے۔ وہ کم بخت کہیں اسے نقصان نہ پہنچائے؟''

''اسے ہمارے پوتے سے نہیں..... ہم سے دشمنی ہے۔ ایک بچے کو نقصان پہنچا کر اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ اس کی حفاظت کرتا رہے گا اور اس کے ذریعے ہمیں بلیک میل کرتا رہے گا تو ہم سے کچھ فائدے حاصل کر سکے گا۔''

''عالی سے بات کرو' دیکھو وہ کیا کر رہی ہے؟''

میں نے عالی کو مخاطب کیا' پھر کہا۔ ''میری جان! کہاں ہو؟ کیا کر رہی ہو؟ عدنان کا کوئی سراغ مل رہا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ اسی بہروپیے نے عدنان کو اغوا کیا ہے۔ پتا نہیں ممبئی سے دور اسے کہاں لے گیا ہے؟ مگر انڈیا کے اندر ہی ہے۔ اس رات ممبئی ایرپورٹ سے ایک فلائٹ دہلی گئی تھی' دوسری بہار کے ایک شہر پٹنہ گئی تھی اور تیسری فلائٹ کلکتہ گئی تھی۔ ان تمام شہروں میں ہمارے جاسوس ہیں۔ وہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ کوئی عورت اپنے پانچ برس کے بیٹے کے ساتھ اس شہر کے کس علاقے میں رہنے آئی ہے؟''

میں نے کہا۔ ''کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ اسی شہر میں رہے۔ دشمن چالاک ہے۔ وہ اسے ان شہروں سے دور کسی دوسرے شہر یا گاؤں میں ان ماں بیٹے کو قیدی بنا کر رکھ سکتا ہے۔ میں ابھی چند خیال خوانی کرنے والوں کے ساتھ ان تین شہروں کے ایرپورٹس میں پہنچ رہا ہوں۔ جس رات انہیں اغوا کیا گیا اس رات کی تمام فلائٹس کے مسافروں کو چیک کیا جائے گا۔ جتنی عورتوں کے نام کسی بچے کے ساتھ پائے جائیں گے۔ ہم ان تمام عورتوں تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔''

''یس پاپا! آپ کو چند خیال خوانی کرنے والوں کے ساتھ یہاں رہنا چاہیے۔''

''کیا تم نے وائس مین کے دماغ کو دوبارہ لاک کیا ہے؟''

''جی ہاں' میں نے پھر ایک بار مختصر سا تنویمی عمل کیا تھا۔ اب وہ بہروپیا اس کے اندر پہنچ نہیں سکے گا۔''

مغرب کی اذان ہو گئی۔ اس کے بعد نماز بھی ہو گئی۔ اندھیرا چھانے لگا۔ ہم جناب تبریزی کے حجرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہاں بدستور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ایسی کوئی ہلچل پیدا نہیں ہو رہی تھی جو پریشانی کا سبب بن جاتی۔

پھر عشا کی نماز کا وقت بھی گزر گیا۔ رات نو بجے وہ حجرے سے باہر آئی تو بہت خوش تھی۔ ہم فوراً ہی اس کے پاس پہنچے وہ دوڑتی ہوئی آ کر سونیا سے لپٹ گئی۔ ''اوہ ماما! میں آج بہت خوش ہوں۔ بتا نہیں سکتی کہ کتنی خوش ہوں۔ میں نے زندگی میں پہلی بار مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھی ہیں اور اتنا بڑا اعزاز حاصل ہوا ہے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کے ساتھ عبادت کی ہے۔''

سونیا نے اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ ''اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ تم اس ادارے میں آ کر شیطان سے نجات حاصل کرو۔ اللہ نے چاہا تو اب تم راتوں کو یوں ہی نارمل رہا کرو گی۔''

جناب تبریزی حجرے سے باہر آئے۔ ہم سب سلام کے قریب پہنچ کر انہیں سلام کیا۔ وہ سلام کا جواب دیتے ہوئے بولے۔ ''وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ ادارے کے باہر دشمن بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے تھے کہ رات ہوتے ہی جمائلہ اپنی فطرت کے مطابق تبدیل ہو جائے گی اور ادارے سے باہر نکل آئے گی۔ آج کے بعد کی یہ خوش فہمی بھی ختم ہو جائے گی۔''

وہ ذرا چپ ہوئے پھر بولے۔ ''لیکن ہم انہیں مایوس نہیں کریں گے۔ جلد ہی جمائلہ اس ادارے سے باہر ان کے پاس جائے گی۔''

ہم سب نے چونک کر انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ ہمارے پیچھے دور تک دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ ''اس ادارے سے باہر جانے والی جمائلہ آ رہی ہے۔''

ہم نے سر گھما کر دیکھا۔ ٹویسٹر ٹرالی دور سے چلی آ رہی تھی۔ پارس اور الپا کی بیٹی انوشے اسے ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس نے قریب آ کر ٹرالی سے اتر کر ہم سب کو سلام کیا۔

اس نے آگے بڑھ کر اعلیٰ حضرت کے ہاتھوں کو چوما پھر پیشانی سے لگایا۔ جناب تبریزی اسے دعائیں دے رہے تھے۔ انوشے نو برس کی تھی لیکن اچھا خاصا قد نکال رہی تھی۔ اس کے مقابلے پر جمائلہ درمیانے قد کی تھی۔ انوشے قد کے لحاظ سے عمر میں بھی جمائلہ کے برابر ہو گئی تھی۔ دونوں کو ایک دوسرے سے متعارف کرایا گیا۔

جناب تبریزی نے کہا۔ ''جمائلہ آج سے تم انوشے کے ساتھ رہو گی۔ یہ تمہاری اسٹڈی کرتی رہے گی پھر جلد ہی جمائلہ بن کر اس ادارے سے باہر جائے گی۔''

میں اور سونیا سن رہے تھے اور اس پلاننگ پر مسکرا رہے تھے۔ ہماری پوتی انوشے خداداد صلاحیت رکھتی تھی۔ اپنی دادی آمنہ کے ساتھ رہ کر روحانیت کے ابتدائی مراحل طے گزرتی رہی تھی۔ آج کل اپنی دادی سے روحانی کیمیا بھی سیکھ رہی تھی۔

وہ جمائلہ کو اپنے ساتھ ٹرالی میں بٹھا کر لے گئی۔ جناب تبریزی حجرے میں واپس چلے گئے۔ ہم دونوں پھر نوافل کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔ ''میں تھوڑی دیر تک خیال خوانی کروں گا۔ تم بور تو نہیں ہو گی؟''

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ ''تم خیال خوانی کرو۔ میں تاشہ کے پاس جا رہی ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے اسے عدنان کے پاس جانے کی اجازت دی ہے۔ میرے ذہن میں کچھ پلاننگ ہے۔ اسی سلسلے میں تاشہ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

وہ چلی گئی۔ میں ایک امریکی فوجی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ امریکی اکابرین میں سے ایک اعلیٰ عہدے دار کی بیٹی کی شادی ہو رہی تھی۔ تقریب میں تمام اعلیٰ حکام اعلیٰ فوجی افسران موجود تھے۔

میں نے کہا۔ ''ہیلو! میں فرہاد بول رہا ہوں۔''

وہ بہروپیا فرہاد ٹو بھی میرے ہی لب و لہجے میں بولتا تھا۔ اس فوجی افسر نے خوش ہو کر کہا۔ ''ہیلو مسٹر فرہاد ٹو! ابھی ہم آپ ہی کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔''

میں نے پوچھا۔ ''میرے بارے میں کیا باتیں ہو رہی تھیں؟''

''یہی کہ آپ پر ہم اندھا اعتماد کرنے لگے ہیں۔''

''وہ تو کرنا ہی چاہیے۔ میں نے یہاں آتے ہی بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ سونیا اور فرہاد کو چوہوں کی طرح بلوں میں چھپنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس کے پوتے عدنان کو بھی قیدی بنا لیا ہے۔ کیا یہ ثابت نہیں ہو رہا ہے کہ میں اصلی فرہاد ہوں اور اس فرہاد کہلانے والے سے برتر ہوں؟''

''بے شک' آپ اپنی برتری ثابت کر رہے ہیں لیکن کبھی کبھی یہ اندیشہ پیدا ہوتا رہتا ہے کہ اگر فرہاد علی تیمور نے جوابی کارروائی شروع کی تو کیا ہو گا؟ کیونکہ اب تک آپ کا حملہ یک طرفہ ہے۔ دوسری طرف سے کوئی جوابی کارروائی نہیں کی گئی ہے۔''

''ہاں۔ تمہارے دلوں میں ایسے اندیشے پیدا ہو سکتے ہیں۔ میں بھی انتظار کر رہا ہوں کہ وہ کوئی جوابی کارروائی کرے تو میں اینٹ کا جواب پتھر سے دوں پھر ایک بار ثابت کروں کہ میں اور صرف میں ہی اصل فرہاد علی تیمور ہوں۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''جب دو شہ زور مقابلہ کرتے ہیں تو کبھی ایک کا پلڑا بھاری ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کا..... اگر عارضی طور پر ہمارے دشمن فرہاد کا پلڑا بھاری ہو گا تو وہ ہم سے انتقام لے گا۔ ہمیں پریشان کرے گا اور نقصان پہنچائے گا۔''

میں نے کہا۔ ''ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ دو شہ زوروں میں سے جس کا بھی ساتھ دو گے۔ اس کے ساتھ رہ کر بھی فائدہ اٹھاؤ گے اور کبھی نقصان.....''

ایسے ہی وقت فرہاد ٹو نے ایک آئی کار کے ذریعے پوچھا۔ ''یہ تم لوگ کس سے بات کر رہے ہو؟ اصل فرہاد علی تیمور تو میں ہوں۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''یہ لو نام لیتے ہی شیطان حاضر ہو گیا۔ تم سب اصل فرہاد علی تیمور سے سہمے ہوئے تھے اور چاہتے تھے کہ میں پھر اس سے سبقت لے جاؤں۔''

اس نے جلدی سے کہا۔ ''تم سب مجھ سے سہمے ہوئے نہیں تھے۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اصل فرہاد میں ہوں۔ یعنی میں وہ فرہاد ہوں جسے تم سب فرہاد ٹو کہا کرتے ہو۔''

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ ''ہم کیسے مان لیں؟ آپ سے پہلے یہ مسٹر فرہاد ٹو ہمارے پاس آئے ہیں اور بڑی دیر سے باتیں کر رہے ہیں۔''

''اگر وہ پہلے آیا ہے اور تم سے باتیں کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ فرہاد ٹو ہے۔''

ایک فوجی افسر نے کہا۔ ''تو پھر ثابت کرو کہ تم ہی فرہاد ٹو ہو۔''

میں نے کہا۔ ''میں ثابت کر دوں گا کہ میں فرہاد ٹو ہوں۔ اب سب سے پہلے میں نے تمہارے پاس آ کر کہا تھا کہ میں تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کے اندر جا سکتا ہوں اور اعلیٰ بی بی کے تنویمی عمل کا توڑ کر سکتا ہوں۔''

ایک حاکم نے کہا۔ ''بے شک' تم نے یہ کہا تھا۔''

میں نے پھر کہا۔ ''اگر یہ شخص فرہاد ٹو ہے تو اس سے کہو کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کے پاس جائے اور اس سے کہے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے تم میں سے کسی کے پاس آ کر بات کرے۔''

فرہاد ٹو نے کہا۔ ''میں ابھی جاتا ہوں۔ ابھی ایک منٹ کے اندر وائس مین آپ میں سے کسی کو مخاطب کرے گا۔''

وہ وہاں سے چلا گیا۔ خیال خوانی کے ذریعے وائس مین کے اندر پہنچنا چاہا تو ناکامی ہوئی۔ وہ جس لب و لہجے کے ذریعے اس کے اندر جایا کرتا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اسے تبدیل کر دیا تھا۔ اب وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے ٹریپ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ ناکام ہو کر ان اکابرین کے پاس آیا پھر بولا۔ ''میں فی الحال خود کو فرہاد ٹو ثابت نہیں کر سکوں گا۔ میرے دشمن فرہاد نے جوابی کارروائی کی ہے اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کو مجھ سے چھین لیا ہے۔''

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ سب خاموشی سے میرے آئی کار کو قہقہہ لگاتے ہوئے دیکھتے رہے پھر میں نے کہا۔ ''میں آپ تمام اکابرین کو زیادہ دیر تک نہیں الجھاؤں گا۔ یہ درست کہہ رہا ہے۔ یہی بہروپیا فرہاد ٹو ہے۔ میں نے

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

خود کو تھوڑی دیر تک فرہاد ٹو کہا' تم سب کو الجھاتا رہا۔ اب پوچھتا ہوں' آئندہ کیا کرو گے؟ کیا اسی طرح دو فرہاد کے درمیان الجھتے رہو گے؟''

فرہاد ٹو نے کہا۔ ''میں ان کو الجھنے نہیں دوں گا۔ یہ مجھ پر بھروسا کر رہے ہیں۔ میں ایسے کوڈ ورڈز یا ایسی شناخت مقرر کروں گا کہ یہ میرے آتے ہی مجھے پہچان لیا کریں گے۔ تم آؤ گے تو تمہارا فراڈ ظاہر ہو جایا کرے گا۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''یہ بھی کر کے دیکھ لو۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہارے دل میں کوئی حسرت رہ جائے۔ یہ تمام اکابرین اس اندیشے میں مبتلا تھے کہ جب میں جوابی کارروائی شروع کروں گا تو کیا ہو گا؟''

میں نے ایک ذرا چپ رہ کر کہا۔ ''اور جوابی کارروائیاں شروع ہو چکی ہیں۔ تم سب اس فرہاد ٹو کے ذریعے جمائلہ نامی ایک غیر معمولی اور شیطانی فطرت رکھنے والی لڑکی کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اسے میں نے یاسونیا نے بابا صاحب کے ادارے میں بلا لیا ہے۔ اب وہ کبھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گی۔ یہ تمہاری اور فرہاد ٹو کی پہلی ناکامی ہے۔''

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''میری دوسری کارروائی کے نتیجے میں ٹیلی پیتھی جاننے والا وائس مین فرہاد ٹو کے ہاتھوں سے نکل کر میرے ہاتھوں میں آ گیا ہے۔ میری مخالفت اور اس بہروپیے کی حمایت کرنے کے نتیجے میں تم لوگ اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے محروم ہو چکے ہو۔ آئندہ بھی دیکھتے رہو گے تو طرح طرح کے تماشے دکھائی دیتے رہیں گے۔ ویل..... گڈ بائے سو فار.....''

میں خاموش ہو گیا۔ ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد علی تیمور! ابھی آپ نہ جائیں' ہم کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

میں خاموش رہا۔ میری طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ میں جا چکا ہوں۔ ان میں سے ایک نے فرہاد ٹو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''یہی اندیشہ تھا کہ کبھی فرہاد علی تیمور کا پلڑا بھاری ہو گا تو ہمیں نقصان اٹھانا پڑے گا اور ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نقصان بہت بڑا ہے۔ ناقابلِ برداشت ہے۔''

فرہاد ٹو نے کہا۔ ''کبھی خوشی کبھی غم۔ کبھی جیت کبھی ہار۔ یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے اگر تم سب میری ایک ناکامی سے مایوس ہو جاؤ گے تو ہمارا ساتھ دور تک نہیں رہے گا۔''

ایک فوجی افسر نے کہا۔ ''ہم تمہارے ساتھ ہی رہیں گے لیکن ایسی پالیسی اختیار کریں گے کہ اس فرہاد کو بھی ناراض نہیں کریں گے۔''

ایک اور اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ ''دانش مندی یہ ہے کہ ہم ابھی ایک طویل عرصے تک تم دونوں کا مقابلہ دیکھتے رہیں۔ یہ مانتے ہیں کہ تم زبردست ہو۔ تم دونوں کا ایک طویل عرصے تک جاری رہے گا۔ کوئی بات نہیں۔ فیصلہ کن نتیجے کا انتظار کریں گے۔''

وہ بولا۔ ''ٹھیک ہے' میں جا رہا ہوں۔ اب اپنی کارروائی کا تماشا دکھاؤں گا۔''

وہ وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا نومی کے پاس چلا آیا۔ وہ ممبئی پہنچ چکی تھی۔ ہمیں بھی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کس فلائٹ سے کہاں جا رہی ہے؟ ہمارے جاسوس ممبئی ایئرپورٹ پہنچے ہوئے تھے اور ہمارے خیال خوانی کرنے والے ایئرپورٹ کے متعلقہ افراد کے دماغوں میں پہنچ کر سو کر رہے تھے کہ وہاں کون سی ایسی تنہا عورت ہے جو امیگریشن کاؤنٹر سے گزرنے کے بعد باہر جائے گی۔ کسی ٹیکسی یا بس میں بیٹھے گی۔

اس فلائٹ میں کتنی ہی عورتیں تھیں جو اپنے شوہروں اور بچوں کے ساتھ تھیں۔ صرف ایک نوجوان عورت تنہا تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ وہی نومی کرسٹل تھی۔

وہ جس کاؤنٹر پر پاسپورٹ لے کر آئی۔ وہاں کھڑے ہوئے ایک افسر کے دماغ میں اعلیٰ بی بی پہنچ گئی۔ اس کے ذریعے پتا چلا کہ نومی ایئرپورٹ کے باہر نہیں جائے گی۔ وہیں سے دوسری فلائٹ کے ذریعے کلکتہ جانے والی ہے۔

ایسے وقت فرہاد ٹو اس کے اندر پہنچا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''کیا تم سفر کے دوران سوتی رہی تھیں؟ تم نے دائیں کی طرف توجہ کیوں نہیں دی؟''

''فلائٹ میں سفر کے دوران تم سے دوسرے مسافروں پر گفتگو ہوتی رہی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد جب تم میرے پاس سے گئے' تب میں نے وائس مین کی خبر لی تو پتا چلا کہ کسی کے دماغ پر دوبارہ تنویمی عمل کیا گیا ہے اور نئے سرے سے اسے لاک کر دیا گیا ہے۔ میں نے یہ بتانے کے لیے تم سے رابطہ کیا تو تم نے سانس روک لی پھر دوسری بار کہا کہ اگر اب سے بات نہیں کر سکو گے۔ بعد میں مجھے خود ہی مخاطب کرو گے۔ میں تو تمہاری تابعدار ہوں۔ تم نے جو کہا' میں نے وہی کیا۔ تمہاری مرضی کے خلاف دوبارہ تمہارے پاس کیسے آ سکتی تھی۔''

وہ ایک ڈومیسٹک فلائٹ کے ذریعے کلکتہ جا رہی تھی۔ انگریزوں کے زمانے سے ہی اس شہر کا نام کلکتہ چلا آ رہا ہے۔ بنگالی زبان کے تلفظ کے مطابق اب اسے کولکتہ کہا جاتا ہے۔

عالی اور الیا خیال خوانی کے ذریعے اس طیارے کے اسٹاف کے اندر پہنچی ہوئی تھیں اور ان کے ذریعے نومی کی نگرانی کر رہی تھیں۔ میں کلکتہ ایئرپورٹ کے متعلقہ افراد تک پہنچ رہا تھا۔ میرے ساتھ اور چند خیال خوانی کرنے والے بھی تھے۔ وہ ایک شخص سے دوسرے شخص کے اندر پھر دوسرے سے تیسرے کے اندر پہنچتے ہوئے ایئرپورٹ سے باہر ڈیوٹی پر پولیس والوں تک پہنچ رہے تھے۔

وہاں نومی نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے آئے کاروں سے ایک گاڑی منگوائی تھی۔ جب وہ کلکتہ پہنچ کر اس گاڑی میں بیٹھنے لگی تو میں نے ایک ٹریفک پولیس سارجنٹ کے ذریعے اس گاڑی کو روکا پھر ڈانٹتے ہوئے اس کے ڈرائیور سے کہا۔ ''یہ کوئی پارکنگ ایریا نہیں ہے۔ تم نے گاڑی یہاں پارک کیوں کی؟''

اس نے کہا۔ ''مجھ سے غلطی ہو گئی۔ آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔''

میں نے اس کی آواز سنتے ہی کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ جاؤ یہاں سے۔''

وہ گاڑی کو آگے بڑھا کر لے گیا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ کلکتہ شہر سے دور ایک چھوٹے سے ٹاؤن سترہ گاچی کی طرف جا رہا ہے۔ وہاں کے ایک چھوٹے سے بنگلے میں ایک عورت اور اس کے بچے کو رکھا گیا ہے۔

اس ڈرائیور کی سوچ نے یہ بھی بتایا کہ نومی اس بنگلے میں نہیں جائے گی۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر ایک اور چھوٹا سا بنگلا ہے۔ وہ اس بنگلے میں چھپ کر رہے گی اور خیال خوانی کے ذریعے وہیں سے ان دونوں ماں بیٹے کی نگرانی کرے گی۔

نومی کرسٹل گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ فرہاد ٹو اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا۔ ''میڈیکل رپورٹ کے مطابق شیوانی بالکل صحت مند ہے اور آئندہ کئی ماہ تک اس کے بیمار ہونے کے آثار نہیں ہیں۔ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ اب سے اتنیس دنوں کے بعد مرنے والی ہے۔''

وہ بولی۔ ''میڈیکل رپورٹ کے مطابق اطمینان ہے کہ وہ نہیں مرے گی لیکن کوئی حادثہ بھی پیش آ سکتا ہے' کوئی دشمن اسے ہلاک کر سکتا ہے۔''

''تم نے بتایا تھا کہ جناب تبریزی کی پیش گوئی کے مطابق وہ طبعی موت مرے گی۔ اسے نہ تو حادثہ پیش آئے گا اور نہ کوئی قتل کرے گا۔ تمہیں یہاں کے کسی تانترک مہاراج سے رابطہ کرنا ہو گا۔''

اس نے کہا۔ ''ایک بہت ہی گیانی مہاراج ہیں۔ وہ پہلے ممبئی میں تھے اب ادھر کلکتہ آ گئے ہیں۔ ہم ابھی اپنے کسی آئے کار کے ذریعے ان کے پاس پہنچ سکتے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''گاڑی روکو۔ واپس کلکتہ جاؤ اور خود ان گیانی مہاراج سے ملاقات کرو۔''

نومی نے گاڑی روکنے کے لیے کہا۔ ڈرائیور اس کے حکم کے مطابق اس گاڑی کو واپس موڑ کر کلکتہ شہر کی طرف جانے لگا۔ نومی نے اس سے پوچھا۔ ''کیا تم گیانی مہاراج گرو دیو پربھو دیال شنکر کو جانتے ہو؟''

ڈرائیور نے بڑی ہی عقیدت سے کہا۔ ''وہ تو مہا گیان رکھنے والے مہاراج ہیں۔ انہیں کون نہیں جانتا۔''

''تو پھر ان کے پاس ہی مجھے لے چلو۔''

اس کی گاڑی واپس کلکتہ کی طرف جانے لگی۔ میری داستان میں گرو دیو پربھو دیال شنکر کا ذکر ہو چکا ہے۔ وہ وردان و شاپ تھا جو جڑواں بہنوں کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ وہ انہی گرو دیو کا چیلا تھا۔ ان سے ہی اس نے ٹیلی پیتھی سیکھی تھی۔ گرو دیو نے آخری وقت اسے سمجھایا تھا کہ وہ مجھ سے دشمنی نہ کرے، دوستی کرے یا ڈٹ جائے یا چھوڑ کر کسی دوسرے ملک چلا جائے۔ اس کے ستارے گردش میں ہیں۔ یہاں وہ مارا جائے گا۔

وردان اپنے گرو دیو کی ہدایت کے مطابق پرتگال چلا گیا تھا۔ اسے یہ سمجھایا گیا تھا کہ وہ کہیں بھی جائے لیکن مجھ سے دشمنی نہ کرے مگر پرتگال میں نومی کرسٹل سے ملنے کے بعد وہ پھر مجھ سے دشمنی کرنے لگا۔ اگرچہ اس کی دشمنی براہِ راست نہیں تھی لیکن نومی سے دوستی کا مطلب یہی تھا کہ وہ دشمنی کی راہ پر چل رہا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ آخر کار وہ مارا گیا تھا۔

گرو دیو صحیح معنوں میں ایک سچے راہ نما تھے۔ وہ مذہب اور دھرم سے بالاتر ہو کر صرف انسانیت کی بھلائی چاہتے تھے اور انسانوں کو سمجھاتے تھے کہ وہ ایک دوسرے سے نفرت نہ کریں۔ دوستی کی راہ ہموار کرتے رہیں۔

نومی نے ان کے چرنوں میں پہنچ کر کہا۔ ''گرو دیو! میں آپ کے سامنے ایک عجیب و غریب بات کہنے آئی ہوں۔''

انہوں نے اسے گہری سنجیدگی سے دیکھا پھر کہا۔ ''تم یہ کہنے آئی ہو کہ ایک آتما کسی دوسری جوان لڑکی کے شریر میں داخل ہو گئی ہے اور اب جلد ہی وہ آتما اس لڑکی کا جسم چھوڑ کر جانے والی ہے؟''

نومی نے شدید حیرانی سے گرو دیو کو دیکھا پھر دونوں

ہاتھ جوڑ کر ان کے قدموں میں سر جھکا کر کہا۔ ''آپ سچ مچ مہا گیانی ہیں۔''

انہوں نے کہا۔ ''مسلمانوں کے ایک پہنچے ہوئے بزرگ نے پیش گوئی کی ہے اور وہ پیش گوئی بالکل درست ہے۔ کیونکہ اس آتما کے اس دنیا میں رہنے کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اسے ہر حال میں یہاں سے سدھارنا ہے۔''

نومی نے کہا۔ ''گرودیو! آپ چاہیں تو اس آتما کو یہاں روک سکتے ہیں۔ آپ سے پہلے بھی کتنے ہی تانترک مہاراج نے اس کی آتما کو اپنی گرفت میں رکھا تھا اور اسے ایک شریر سے دوسرے شریر میں پہنچاتے رہے تھے۔''

''میں اس بارے میں زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتا۔ ایک بات سمجھاتا ہوں۔ کسی بھی دھرم کے پیشوا اور پہنچے ہوئے بزرگ ہوں' ان کے سامنے سر کو جھکانا چاہیے۔ ان کی ہدایت کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔ میں بھی اپنے دھرم کا ایک پہنچا ہوا مہا گیانی کہلاتا ہوں اور اپنے گیان کے مطابق جناب علی اسد اللہ تبریزی کی عزت کرتا ہوں۔ تمہیں بھی سمجھاتا ہوں کہ ان کے خلاف کسی بھی تانترک مہاراج کی خدمات حاصل نہ کرو۔ ان ماں بیٹے کو ان کے خاندان میں واپس پہنچادو۔''

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''بس' اب اس سے آگے کچھ نہ کہنا۔ جاؤ یہاں سے.....''

فرہادٹو ان کے اس رویے سے اپنی انسلٹ محسوس کر رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو؟ اگر ابھی میں تمہارے اندر زلزلہ پیدا کروں تو آیندہ کبھی گرودیو کہلانے کے قابل نہیں رہو گے۔''

گرودیو نے پوچھا۔ ''یہ دماغ کے اندر زلزلہ کیسے پیدا کیا جاتا ہے؟''

ان کی بات ختم ہوتے ہی فرہادٹو نے ایک زبردست دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ خاموش بیٹھے رہے پھر انہوں نے پوچھا۔ ''تم کہاں ہو؟ کیا میرے اندر زلزلہ پیدا نہیں کرو گے؟''

وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کہ اتنا زبردست جھٹکا پہنچانے کے باوجود ان کا دماغ متاثر کیوں نہیں ہوا؟

انہوں نے پھر کہا۔ ''میں چاہوں تو ابھی تمہارے اندر زلزلہ پیدا کر سکتا ہوں لیکن میرا گیان کہتا ہے کہ ابھی تمہارے ستارے عروج پر ہیں۔ تم کچھ عرصے تک بڑا نام پیدا کرو گے۔ اس کے بعد.....''

اس نے پوچھا۔ ''اس کے بعد.....؟''

انہوں نے کہا۔ ''اس سے آگے میں کچھ نہیں کہوں گا جو کہنا ہے تمہارا مقدر ہی کہے گا۔ اب جاؤ یہاں سے.....''

انہوں نے سانس روکی۔ وہ باہر نکل گیا۔ نومی گرو کے آشرم سے باہر آ کر گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔ وہ اس کے پاس پہنچ کر بولا۔ ''ہمیں فوراً ہی کسی مہان تانترک مہاراج کے پاس جانا چاہیے۔ وہ لوگ آتما کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں اور پھر اسے ایک جسم سے دوسرے جسم میں پہنچا دیتے ہیں اگر شیوانی کی آتما کو انکا گئی ہوتری کے جسم سے نکال کر کسی دوسرے جسم میں پہنچا دیا جائے تو اسے پھر سے ایک نئی زندگی مل سکتی ہے اور جناب تبریزی کی پیش گوئی بھی جھوٹی ہو سکتی ہے۔''

نومی خیال خوانی کے ذریعے اپنے آئی کاروں سے پوچھنے لگی۔ ''کیا بنگال کے اطراف میں کوئی زبردست تانترک مہاراج رہتا ہے؟''

ایک آئی کار نے کہا۔ ''ہاں' یہاں ایک بہت ہی زبردست تانترک مہاراج ہیں۔ جو سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ بنا دیتے ہیں۔ ناممکن کو ممکن کر دکھاتے ہیں۔ وہ پورے بنگال میں مہا گرو اندھیر مہاراج کے نام سے مشہور ہیں۔''

نومی نے اندھیر مہاراج کا پتا پوچھ کر ڈرائیور کو بتایا۔ ڈرائیور ادھر جانے لگا۔ وہ مہاراج کلکتہ کے ایک علاقے بالگان میں رہتا تھا۔ ڈرائیور نے نومی کو وہاں پہنچا دیا۔

اندھیر مہاراج اپنے نام کی طرح بالکل اندھیر الدیو سا تھا۔ اس کا چہرہ اور سارا جسم ایسا کالا تھا' جیسے جلے ہوئے توے کو الٹ دیا گیا ہو۔ آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح تھیں۔ وہ جسے دیکھتا تھا' وہ سہم جاتا تھا۔ کتنے ہی پُراسرار علوم کے ذریعے عجیب و غریب اور حیرت انگیز تماشے دکھاتا تھا۔ بعض اوقات ناممکن کو ممکن کر دکھاتا تھا۔ اس پر اس کی غضب ناک آنکھیں ایسی تھیں کہ کوئی عمل کیے بغیر ہی وہ سامنے والوں کو متاثر بھی کر دیتا تھا اور دہشت زدہ بھی.....

نومی اس کے سامنے پہنچ کر ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گئی پھر شیوانی کے متعلق بتانے لگی۔ وہ تمام باتیں سننے کے بعد بولا۔ ''ہم سن کر بہت خوش ہوئے۔ اس ناری کی آتما کھیلنے کا مزہ آئے گا۔ جا' اس کو یہاں لے آ.....''

اس نے سر جھکا کر کہا۔ ''میں اسے یہاں نہیں لا سکوں گی۔ ہم نے دشمنوں سے اسے چھپا کر رکھا ہے۔ آپ یہاں کریں۔ ہمارے ساتھ وہاں چلیں۔ میں آپ کو آرام سے لے جاؤں گی اور آرام سے یہاں واپس پہنچا دوں گی۔''

وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔ ''تو ہم کو کیا سمجھتی ہے؟ وہ سانپ ہاتھ کے جادوگر ہیں' تیرے پیچھے پیچھے چلے جائیں ہم بہت نہلے جادوگر ہیں۔ کیا تو ہمرا مول دے سکے گی؟ ہم بہت نہلے جادوگر ہیں۔ کیا تو ہمرا مول دے سکے گی؟''

''آپ جو کہیں گے' وہ آپ کے سامنے پیش کروں گی۔''

''کیا ابھی ہم کو دس لاکھ روپے دے سکے گی؟''

''آپ میرے ساتھ سترہ گاچی تک چلیں۔ وہاں پہنچتے ہی میں آپ کی مطلوبہ رقم آپ کے سامنے رکھ دوں گی۔''

وہ بھاری بھرکم گرج دار آواز میں بولا۔ ''سوچ لے' اچھی طرح سمجھ لے اگر جھوٹ بولے گی۔ دھوکا دے گی تو میں تجھے اپنے منتروں سے وہیں جلا کر راکھ کر دوں گا۔''

''مہاراج! ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔''

اس کے آس پاس کئی چیلے بیٹھے گیان دھیان میں مصروف تھے۔ اس نے تین چیلوں سے کہا کہ وہ کالے جادو کی ضرورت کے مطابق سامان اٹھا کر اس کے ساتھ چلیں۔

اس کار میں تین چیلوں کے لیے جگہ نہیں تھی۔ ان کے لیے ایک ٹیکسی منگوائی گئی پھر وہ دو گاڑیاں وہاں سے روانہ ہو گئیں۔ اندھیر مہاراج پچھلی سیٹ پر نومی کرشل کے ساتھ بیٹھا ہوا اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے فرہادٹو سے بولی۔ ''یہ کم بخت مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ کیا میں اس کے دماغ میں جگہ بناؤں؟''

فرہادٹو نے کہا۔ ''یہ فولادی دماغ کا مالک ہے۔ میں نے اس کے ایک چیلے کے اندر پہنچ کر معلوم کیا ہے۔ یہ آدھی رات کے بعد جب بھنگ پی کر کالی ماتا کے سامنے ناچتا ہے تب ہی اس کے دماغ میں پہنچا جا سکتا ہے۔ ابھی اس کے اندر جانے کی حماقت نہ کرنا۔''

مہاراج نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا پھر سہلاتے ہوئے کہا۔ ''بڑی چکنی ہے۔ ہاتھ پھسل جاتا ہے۔''

وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر بولی۔ ''دیکھیے مہاراج! میں ایسی نہیں ہوں۔''

''ارے۔ ایسی نہ سہی' ویسی ہے۔ ہم ویسی سے تجھے ایسی باتیں کہیں گے مگر جبردستی نہیں کریں گے۔ ہم تیری بڑی سے بڑی اچھا پوری کریں گے۔ بس تم بھی ہماری اچھا پوری کر دینا۔''

وہ خیال خوانی کے ذریعے بولی۔ ''یہ کم بخت مجھے اسی طرح چھیڑتا رہے گا تو میں خیال خوانی نہیں کر سکوں گی۔ مجھے اس کے لیے دس لاکھ روپے کا انتظام بھی کرنا ہے۔''

فرہادٹو نے کہا۔ ''تم فکر نہ کرو۔ میں اپنے آئی کار کے ذریعے وہاں دس لاکھ روپے پہنچا دوں گا۔''

''لیکن یہ مجھے غصہ دلا رہا ہے۔''

''تمہیں غصے میں نہیں آنا چاہیے۔ ابھی اپنا کام نکالنا ہے۔ اس سے مسکرا کر بات کرو۔ یہ تاثر دو کہ تم اسے پسند کر رہی ہو۔ اس کی ہر بات مانو گی۔''

''کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم نہیں سمجھ رہے ہو کہ یہ مجھ سے کیا چاہتا ہے؟''

''خوب سمجھ رہا ہوں۔ زیادہ پارسا بننے کی کوشش نہ کرو۔ یہ میرا حکم ہے کہ اسے اپنی باتوں اور مسکراہٹ سے خوش کرتی رہو۔ دھوکا دیتی رہو۔ بعد میں سوچیں گے کہ اس کے ساتھ کیا رویہ رکھنا چاہیے۔''

ادھر سترہ گاچی کے بنگلے میں عدنان ایک مقفل کمرے میں مختلف کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔ شیوانی اسے یہ کہہ کر گئی تھی کہ غسل کرنے جا رہی ہے۔ آدھے گھنٹے میں آ جائے گی۔ ایسے ہی وقت تاشہ نے عدنان کے پاس آ کر کہا۔ ''ہیلو عدنان! مجھے آواز سے پہچان رہے ہو؟''

وہ روٹھنے کے انداز میں بولا۔ ''جاؤ' میں تم سے بات نہیں کرتا۔ تم اچھی دوست نہیں ہو۔''

وہ عاجزی سے بولی۔ ''میری مجبوریوں کو سمجھو۔ میں بابا صاحب کے ادارے میں ہوں۔ یہاں اپنے اساتذہ اور دوسرے بزرگوں کے فیصلوں کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی۔ انہوں نے تاکید کی تھی کہ آیندہ خیال خوانی کے ذریعے تم سے رابطہ نہ رکھوں۔''

''تو پھر جاؤ' ان کی باتیں مانتی رہو۔ میرے پاس کیوں آئی ہو؟''

''جناب تبریزی نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں تم سے دوستی کر سکتی ہوں۔ اسی لیے تمہارے پاس آئی ہوں۔ پلیز' غصہ تھوک دو۔''

اس نے ایک طرف تھوک کر کہا۔ ''چلو۔ اب بولو۔ کیوں آئی ہو؟''

''تم مصیبت میں ہو۔''

اس نے کہا۔ ''جو بچے اپنی ماں کے ساتھ رہتے ہیں۔ وہ مصیبت میں نہیں رہتے ہیں۔ تم الٹی بات کیوں کر رہی ہو؟''

''جو تم نہیں سمجھ رہے ہو وہی سمجھا رہی ہوں۔ تمہاری ممی

ایک نئے سرے سے نئی زندگی حاصل کرنے کے لیے غلط راستوں پر چل رہی ہیں اور تمہیں بھی غلط راستے پر لے آئی ہیں۔ کیا کوئی اچھی اور سچی بیوی اپنے شوہر کو دھوکا دے کر اپنے بچے کو گھر سے بے گھر کرتی ہے؟''

''پاپا کو چھوڑ کر مجھے اچھا نہیں لگا لیکن انہوں نے ہی سمجھایا ہے کہ ماں کی کسی بھی بات سے انکار نہ کرنا۔ کبھی اس کا دل نہ توڑنا، اس لیے میں اپنی ممی کی ہر بات مان رہا ہوں۔''

''عدنان! تم دشمنوں کی چالوں کو سمجھ نہیں رہے ہو۔ انہیں تمہاری ممی کی لمبی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دراصل انہوں نے ان کے ذریعے تمہیں اغوا کیا ہے پھر تمہارے ذریعے تمہارے دادا اور دادی کو بلیک میل کرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔''

''تم تو عمر میں بہت چھوٹی ہو۔ میری ممی سے زیادہ سمجھدار نہیں ہو۔ اس لیے زیادہ سمجھداری کی باتیں نہ کرو۔''

''میں سمجھدار نہ سہی لیکن جناب تمہیں تمہاری تو بہت زیادہ سمجھدار ہیں۔ انہوں نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ ضرور ہوگی۔''

وہ بڑی معصومیت سے بولا۔ ''وہ بڑے میاں تو بس اپنی من مانی کرتے ہیں۔ ایک بچے کو اس کی ماں سے دور رکھتے ہیں۔ کیا وہ چاہتے تو میری ممی کو ادارے میں بلا نہیں سکتے تھے؟ کیا میں اپنی ممی کے ساتھ وہاں نہیں رہ سکتا تھا؟''

''یہ تو ہمارے بزرگ ہی ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں کہ کسے ادارے میں قدم رکھنا چاہیے اور کسے اس ادارے سے باہر رہنا چاہیے۔''

''جب میری ممی باہر ہیں گی تو میں بھی باہر رہوں گا۔''

''دیکھو عدنان! اس وقت تمہاری گرینڈ ممما میرے پاس بیٹھی ہوئی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ تم میری بات مانو....''

''تم کیا بات منوانا چاہتی ہو؟''

''تمہاری گرینڈ ممما کہہ رہی ہیں کہ تمہیں ابھی یہاں سے باہر جانا چاہیے۔ میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گی۔ تمہیں گائیڈ کرتی رہوں گی۔ جب تم ممی سے دور ہو جاؤ گے تو وہ بھی دشمنوں سے دور ہو کر تمہارے پاس چلی آئیں گی۔ اس کے بعد تم پھر اپنے پاپا اور ممی کے ساتھ رہ سکو گے۔ زندگی گزارنے کا یہی سہی طریقہ ہے۔''

''تم جو کہو گی میں وہ کروں گا لیکن اپنی ممی کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔''

''وہی مرغی کی ایک ٹانگ..... تم بہت ہی ضدی ہو۔''

''اور تم بہت خراب ہو۔ جو میری ممی سے مجھے دور کرنا چاہتی ہے۔ تم میری دوست کبھی نہیں ہو سکتیں۔ چلی جاؤ یہاں سے.....''

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سونیا کو دیکھا۔ ''گرینڈ ممما! وہ بہت ضدی ہے۔ اپنی ماں کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔''

سونیا نے کہا۔ ''تم دوسرا راستہ اختیار کرو۔ شیوانی کو دماغ پر قبضہ جماؤ۔ اسے وہاں سے جانے پر مجبور کرو۔ عدنان بھی اس کے ساتھ چلا جائے گا۔''

اس نے تاشہ کو سمجھایا کہ وہ کس طرح شیوانی کو دماغی طور پر کمزور کر کے اسے اپنے قابو میں لا سکتی ہے۔

تاشہ نے عدنان کے پاس آ کر کہا۔ ''تم اپنی ماں سے اتنی حمایت کرتے ہو۔ کیا تمہاری ماں تمہارے لیے کوئی قربانی دے سکتی ہیں؟''

''کیوں نہیں دے سکتیں؟ وہ میری ممی ہیں۔ میرے لیے اپنی جان بھی دے سکتی ہیں۔''

''میں نہیں چاہتی کہ تمہاری ممی تمہارے لیے جان دیں۔ تم دونوں کو سلامت رہنا چاہیے۔ میں صرف آزمانا چاہتی ہوں کہ وہ تمہیں کتنا چاہتی ہیں؟''

''تم کس طرح آزمانا چاہتی ہو؟''

''اپنی ممی سے پوچھو، کیا وہ اپنے جسم کے کسی حصے سے چند قطرے خون تمہاری ہتھیلی پر ٹپکا سکتی ہیں؟ اگر وہ ایسا کریں گی تو زخم گہرا نہیں ہوگا۔ وہاں فرسٹ ایڈ بکس ضرور ہوگا۔ مرہم پٹی کے ذریعے زخم ایک ہی دن میں بھر جائے گا۔''

اس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، میں ابھی اپنی ممی سے کہتا ہوں گا۔''

''لیکن ان سے یہ نہ کہنا کہ میں نے تمہیں آزمانے کے لیے کہا ہے۔ تم یہ بھی نہیں کہو گے کہ تمہارے اندر کوئی خیال پیدا کرنے والا آتا یا آتی ہے۔''

''کوئی آتا ہو یا آتی ہو۔ میری ممی کسی سے نہیں ڈرتیں۔ میں جو کہوں گا، وہ کریں گی۔''

''تم بات کو سمجھ نہیں رہے ہو۔ تمہاری ممی یہ سمجھیں گی کہ تمہارے دماغ میں کوئی آ کر تمہیں ان کے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ انہیں زخمی کر کے مار ڈالنا چاہتا ہے۔ کیا میں تمہارے کبھی مارنے کا سوچ سکتی ہوں؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں، تم بہت اچھی ہو۔ مجھے بہت چاہتی ہو۔ اتنی دور سے میرے پاس آئی ہو۔ ٹھیک ہے۔ تم جو کہہ رہی ہو، وہی کروں گا۔''

آدھے گھنٹے کے بعد شیوانی غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ایک ساڑھی پہن کر وہاں آئی۔ مقفل دروازے کو کھول کر اندر آ کر پوچھا۔ ''میرا بیٹا کیا کر رہا ہے؟''

''بس کھیل رہا ہوں اور کیا کروں گا؟ آپ تو آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں۔''

وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''اب نہیں جاؤں گی۔ میرا بیٹا جو کہتا ہے، میں وہ مانتی ہوں۔''

''آپ سے زیادہ میں آپ کی بات مانتا ہوں۔ میرے پاپا مجھے بہت یاد آتے ہیں پھر بھی میں نے آپ کی خاطر انہیں چھوڑ دیا ہے۔ آپ میرے لیے کیا قربانی دے سکتی ہیں؟''

اس نے بیٹے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ''بیٹے! تم اپنی ماں سے کیسی قربانی چاہتے ہو؟''

''کیا آپ میرے لیے جان دے سکتی ہیں؟''

''تم ابھی بولو۔ ابھی اپنی جان دے دوں گی۔ ویسے بھی جان دینے کے لیے اور کتنے دن رہ گئے ہیں؟ ایسی باتیں نہ کرو۔ میں جان دے کر تم سے بچھڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔''

''ٹھیک ہے، آپ جان نہ دیں۔ کیا اپنے جسم سے چند قطرے خون کے میری ہتھیلی پر ٹپکا سکتی ہیں؟''

وہ حیرانی سے بولی۔ ''یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ ایسا کیوں چاہتے ہو کہ میں اپنے جسم سے چند قطرے تمہاری ہتھیلی پر ٹپکاؤں؟''

''رہنے دیں ممی! آپ تو بحث کر رہی ہیں۔ اب میں کیا بتاؤں کہ ایسا کیوں چاہتا ہوں؟ بس میرا دل کہتا ہے، مجھے دیکھنا چاہیے، میری ممی میری بات مانتی ہیں یا نہیں؟''

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی۔ ''ابھی آتی ہوں۔''

وہ کمرے سے باہر گئی۔ جب تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک چاقو تھا۔ وہ بولی۔ ''بیٹے! ایک بات بتاؤ۔ تمہارے دماغ میں کوئی اس وقت موجود ہے؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نو ممی! میرے اندر کوئی نہیں ہے۔ کوئی آتا بھی ہے تو میں اسے بھگا دیتا ہوں۔''

وہ مطمئن ہو کر بولی۔ ''اپنی ہتھیلی آگے بڑھاؤ۔''

اس نے ایک ہتھیلی کو پھیلایا۔ شیوانی نے اپنے ایک ہاتھ میں چاقو کی نوک پیوست کی۔ خون بہتا ہوا بیٹے کی ہتھیلی پر گرنے لگا۔

اس نے گھبرا کر کہا۔ ''بس کریں ممی! بس کریں۔ اب میں آپ کو نہیں آزماؤں گا۔ آپ فرسٹ ایڈ بکس لائیں۔ ابھی مرہم پٹی کریں۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''بیٹے! تم فکر نہ کرو۔ زخم گہرا نہیں ہے۔ میں ابھی مرہم پٹی کرتی ہوں۔''

تاشہ اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔ شیوانی نے اس کی مرضی کے مطابق جلد سے جلد اپنے زخم پر مرہم لگایا اس پر پٹی باندھی پھر ایک چھوٹی سی اٹیچی میں اپنے اور عدنان کے کپڑے اور ضروری سامان رکھتے ہوئے کہا۔ ''ہم ابھی یہاں سے جائیں گے۔''

عدنان نے حیرانی سے پوچھا۔ ''ہم کہاں جائیں گے؟''

اس نے کہا۔ ''میں نے تمہارے پاپا کو دھوکا دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ ہم آج ہی ان کے پاس واپس چلیں گے۔ تم خوش تو ہوناں.....؟''

وہ خوش ہو کر ماں سے لپٹ گیا۔

تاشہ نے خوش ہو کر سونیا سے کہا۔ ''گرینڈ ممما! آپ کی ذہانت کا جواب نہیں ہے۔ کتنی آسانی سے میں نے ان ماں بیٹے کو اس بنگلے سے نکل جانے پر راضی کر لیا ہے۔ اب وہ دونوں وہاں سے جا رہے ہیں۔''

شیوانی اٹیچی اٹھا کر کمرے سے باہر آئی پھر بنگلے سے باہر آ گئی۔ وہاں کئی آلۂ کار ان کی نگرانی پر مامور تھے۔ ایک نے اسے دیکھتے ہی ریوالور نکال لیا پھر للکارتے ہوئے پوچھا۔ ''باہر کہاں جا رہی ہو؟ بنگلے میں واپس جاؤ۔''

تاشہ اس کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گئی تو وہ ایک دم سے نرم پڑ گیا۔ ''آگے بڑھ کر شیوانی کو ریوالور پیش کرتے ہوئے بولا۔ آپ کو اس کی ضرورت پڑے گی۔ آپ یہاں سے جا سکتی ہیں۔''

اس کے ساتھی نے کہا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں اسے نہیں جانے دوں گا۔''

وہ دوسرا شخص بہتا تھا۔ شیوانی نے اسے نشانے پر لیتے ہوئے کہا۔ ''اگر میرا راستہ روکو گے تو جان سے جاؤ گے۔''

وہ فوراً ہی سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ عدنان کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ جس نے ریوالور دیا تھا۔ وہ آگے آگے دوڑتے ہوئے بولا۔ ''میں ابھی آپ کے لیے گاڑی لے کر آتا ہوں۔''

شیوانی عدنان کے ساتھ جا رہی تھی اور پریشان ہو کر سوچ رہی تھی۔ ''یہ اچانک کیا ہو گیا ہے؟ مجھے تو نومی کرسٹل یہاں لائی تھی۔ وہ مجھے کبھی عمر دینا چاہتی ہے اور میں یہاں سے بھاگ رہی ہوں۔''

اتنے میں تاشہ اس کے اندر آگئی۔ وہ پھر اس کی مرضی کے مطابق سوچنے لگی۔ ''نہیں مجھے لمبی عمر کے پیچھے اپنے بیٹے کو باپ سے جدا نہیں کرنا چاہیے۔ اسے اجنبی لوگوں کے درمیان نہیں رکھنا چاہیے۔ یہ اپنے باپ کے پاس ہی محفوظ رہ سکتا ہے۔''

وہ شخص ایک ٹیکسی لے کر آگیا۔ شیوانی اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر وہاں سے جانے لگی۔ کچھ دور آگے جانے کے بعد وہ تاشہ کی مرضی کے مطابق ڈرائیور سے بولی۔ ''گاڑی کو یہاں روک دو۔ ہمیں آگے نہیں جانا ہے۔''

گاڑی رک گئی۔ وہ عدنان کے ساتھ اتر کر اس کا کرایہ ادا کر کے فٹ پاتھ پر آکر کھڑی ہوگئی۔ بہت سی گاڑیاں وہاں سے گزر رہی تھیں۔ شیوانی نے ایک کار کو دیکھ کر ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔

وہ اکلا کا جوان اور حسین جسم تھا۔ بھلا گاڑی والا کیوں نہ رکتا؟ اس نے روک کر پوچھا۔ ''فرمایئے۔ آپ کہاں جانا چاہتی ہیں؟''

''پہلے مجھے بٹھائیں پھر میں بتاؤں گی۔''

وہ پچھلی سیٹ پر عدنان کے ساتھ آکر بیٹھ گئی۔ وہ سر گھما کر بڑی شوخی سے بولا۔ ''میری جان! آگے آکر بیٹھو۔ میں تمہیں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک پہنچادوں گا۔''

تاشہ نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو اس کا منہ سامنے کی طرف گھوم گیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتا چلا گیا۔

ادھر سونیا نے فون کے ذریعے مجھے کہا۔ ''تم فوراً تاشہ کے پاس پہنچو۔ اس نے ہمارے عدنان کو دشمنوں کے چنگل سے نکال لیا ہے۔''

میں، عالی اور الپا اس وقت نومی اور اندھیر مہاراج کے ڈرائیور کے اندر موجود تھے اور سترہ گاچی پہنچنے کا انتظار کر رہے تھے۔ سونیا کی بات سنتے ہی میں نے خیالی خوانی کی چھلانگ لگائی پھر تاشہ کے پاس پہنچ کر کہا۔ ''بیٹی! یہاں کیا ہو رہا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''گرینڈ پاپا! میں نے اس شخص کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ آپ عدنان کی ممی کے دماغ پر قبضہ جما لیں۔ خیالی خوانی کرنے والے دشمن ابھی ان ماں بیٹے سے غافل ہیں۔''

میں نے الپا کو بلا کر کہا۔ ''تم شیوانی کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھو۔ نومی اور فرہاد ٹو کو اس پر حاوی نہ ہونے دو۔ میری ضرورت ہو تو مجھے بلا لینا۔ یہ شخص جو کار ڈرائیو کر رہا ہے۔ اس کے دماغ پر تاشہ نے قبضہ جمایا ہوا ہے۔ تم دونوں اگر میری ضرورت ہو تو مجھے بلا لینا۔''

عالی اس وقت نومی اور اندھیر مہاراج کے ڈرائیور کے اندر موجود تھی۔ میں نے اسے خوشخبری سنائی کہ تاشہ نے کامیابی سے عدنان کو وہاں سے نکال لیا ہے اور اب الپا عدنان اور شیوانی کے پاس موجود ہے۔ نومی کو سترہ گاچی والے بنگلے تک پہنچنے دو۔ اس وقت تک میں یہ معلوم کرتا ہوں کہ فرہاد ٹو کہاں ہے؟

عالی نے کہا۔ ''ہو سکتا ہے، وہ نومی کے آس پاس ہی کہیں چھپا ہو۔ دور ہی دور سے اس کی نگرانی کر رہا ہو۔''

''یہی دیکھنا ہے کہ وہ سترہ گاچی والے بنگلے میں ان کے قریب آئے گا یا نہیں؟ ہم ایسے ہی وقت دونوں کو گرفتار کر سکیں گے۔ میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمہارے پاس آؤں گا۔''

میں خیال خوانی کے ذریعے ایک امریکی اعلیٰ عہدے دار کے اندر پہنچ گیا۔ وائس مین کے لب و لہجے میں بولا۔ ''یس سر! میں آپ کا ٹیلی پیتھی جاننے والا وائس مین بول رہا ہوں۔''

وہ یکدم سے چونک گیا پھر خوش ہو کر بولا۔ ''کیا واقعی تم وائس مین ہو؟ لیکن تمہیں تو اعلیٰ بی بی نے اپنا تابعدار بنا رکھا ہے؟''

''ہاں، لیکن میں ابھی پھل کاٹ کر کھا رہا تھا۔ اچانک چھری لگنے سے تھوڑا سا زخمی ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی محسوس کر رہا ہوں کہ اعلیٰ بی بی کے تنویمی عمل کا اثر کچھ کمزور ہو گیا ہے۔ پلیز! آپ فوراً فرہاد ٹو کو میرے پاس بھیج دیں۔ وہ مجھے یہاں سے نجات دلا سکے گا۔''

اس اعلیٰ عہدے دار نے فوراً ہی فون کے ذریعے فرہاد ٹو سے رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا۔ ''ہیلو! کون ہے؟''

اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ ''ایک خوشخبری ہے۔ وائس مین چھری کے ذریعے ایک ذرا سا زخمی ہو گیا ہے۔ اعلیٰ بی بی کے عمل کا اثر زائل ہو رہا ہے۔ تم فوراً اس کے اندر پہنچو۔ اس کی مدد کرو اور اسے اعلیٰ بی بی کے شکنجے سے نکالو۔''

ایسے وقت میں وائس مین کے اندر پہنچ گیا تھا۔ جب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی کے دماغ میں موجود ہوتو دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو محسوس نہیں کر پاتا۔ سائنس نہیں روکتا۔ اعلیٰ بی بی نے جس لب و لہجے کے ذریعے وائس مین کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ میں بھی اسی لب و لہجے کے ذریعے اس کے اندر موجود تھا۔ اس لیے وہ محسوس نہیں کر رہا تھا پھر جب فرہاد ٹو اس کے اندر آیا تو اس نے اسے بھی محسوس نہیں کیا۔

اس نے آتے ہی پوچھا۔ ''کیا تم زخمی ہو گئے ہو؟ کیا اعلیٰ بی بی کے تنویمی عمل کا اثر زائل ہو چکا ہے؟''

وائس مین نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''ہاں، میں زخمی ہو گیا تھا۔ ابھی میں نے مرہم پٹی کی ہے، مگر تم کون ہو؟ اعلیٰ بی بی کے باپ ہو یا فرہاد ٹو ہو؟''

''میں فرہاد ٹو ہوں۔ تمہارے امریکی اعلیٰ عہدے دار نے مجھے بھیجا ہے۔ میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں۔''

''اگر مدد کرنا چاہتے ہو تو مجھے فوراً یہاں سے کلکتہ پہنچا دو۔ مجھے بتاؤ کہ تم اس وقت کہاں ہو اور میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟''

میں ایسے سوالات کر کے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کم بخت کہاں چھپا ہوا ہے؟ لیکن وہ بھی احمق نہیں تھا۔ اتنی آسانی سے اپنے بارے میں کچھ بھی بتانے والا نہیں تھا۔

میں تھوڑی دیر تک اسے کریدتا رہا۔ اس نے بے زار ہو کر کہا۔ ''تم خواہ مخواہ باتیں بنا رہے ہو۔ تمہیں اس بنگلے سے فوراً نکل جانا چاہیے۔ میں تمہیں کسی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا کر تم پر تنویمی عمل کر کے عالی کے عمل کو بالکل ہی ختم کر دوں گا۔ تمہیں اس سے نجات مل جائے گی۔''

وائس مین نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''کیا مجھے اُلو سمجھ رہے ہو؟ اس سے نجات دلا کر تم مجھے اپنا تابعدار بنا لو گے۔''

وہ بولا۔ ''ایسی بکواس کرنے سے پہلے یہ تو سوچو کہ ابھی تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کر کے تمہیں دماغی طور پر کمزور بنا کر تم پر عمل کر سکتا ہوں۔ ہو سکتا ہے، اعلیٰ بی بی کہیں دوسری جگہ مصروف ہو، یہاں نہ آسکے۔ تب تک تم میرے تابعدار بن چکے ہو گے۔''

وائس مین نے کہا۔ ''تم اتنی لمبی باتیں کیوں کر رہے ہو؟ میرے اندر زلزلہ پیدا کر کے میرے دماغ کو کمزور کیوں نہیں بناتے؟''

اس نے کہا۔ ''تم یہی چاہتے ہو تو پھر یہ لو۔''

اس نے دماغی جھٹکا پہنچانا چاہا۔ میں وائس مین کے دماغ میں پوری طرح قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے حیران ہو کر پھر دوسری بار جھٹکا پہنچانا چاہا پھر بھی اسے ناکامی ہوئی۔

اب سے دو گھنٹے پہلے اس نے پربھو دیال شنکر کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہا تھا۔ وہاں بھی اسے ناکامی ہی ہوئی تھی۔ یہاں بھی ناکامی ہو رہی تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ ''مسٹر تھو! کیا ہوا ناکام کیوں ہو رہے ہو؟''

وہ ایک دم سے چونک کر بولا۔ ''تم.....؟ تم اب تک مجھے دھوکا دے رہے تھے؟''

میں نے کہا۔ ''اب تو یہی ہو گا۔ جہاں جاؤ گے، وہاں مجھے پاؤ گے۔ میں تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ تم کتنے بے بس ہو؟ وائس مین کے اندر پہنچ کر بھی اس پر قبضہ نہیں جما سکتے۔ اسے ہم سے چھین کر نہیں لے جا سکتے۔ اب امریکی اکابرین کو کیا جواب دو گے؟''

وہ جھنجلا کر وہاں سے چلا گیا۔ میں بھی وائس مین کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ عالی کا تابعدار تھا۔ عالی اور میرے سوا اس کے اندر کوئی نہیں جا سکتا تھا۔

میں نے پھر امریکی اعلیٰ عہدے دار کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''تم نے فرہاد ٹو کو وائس مین کے اندر بھیجا تھا لیکن افسوس.....وہ اس پر قابو نہ پا سکا اور اسے ہم سے چھین کر نہ لے جا سکا۔ اپنے فرہاد ٹو سے پوچھو کہ جب وائس مین دماغی طور پر کمزور ہو گیا ہے اور وہ اس پر قبضہ جما سکتا ہے تو پھر اسے چھیننے میں ناکام کیوں ہو رہا ہے؟ میں ایسے بہت سے تماشے دکھا تا رہوں گا۔ فی الحال گڈ بائے.....''

میں دوبارہ نومی کے ڈرائیور کے اندر پہنچ گیا۔ عالی کو بتانے لگا کہ اب تک فرہاد ٹو کو الجھا رہا تھا، یہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ لیکن معلوم نہ ہو سکا۔ کوئی بات نہیں پھر کبھی سہی۔ فی الحال تو نومی ہمارے نشانے پر ہے۔

وہ سترہ گاچی کے اس بنگلے کے سامنے پہنچ گئی۔ اندھیر مہاراج کے ساتھ کار سے اترتے ہوئے وہاں پہرا دینے والے سے بولی۔ ''وہ دونوں اندر ہیں؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''نو میڈم! وہ تو اپنے بیٹے کے ساتھ یہاں سے چلی گئی ہیں۔''

اس نے ایک دم سے چیخ کر کہا۔ ''کیا بک رہے ہو؟ وہ یہاں سے کیسے چلی گئی؟ تم کیا کر رہے تھے؟''

''میں مجبور ہو گیا تھا۔ میرا ریوالور اس کے ہاتھ میں آگیا تھا اگر ہم اس کا راستہ روکنا چاہتے تو وہ ہمیں گولی مار دیتی۔''

نومی نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کرتے ہوئے پوچھا۔ ''وہ کدھر گئی ہے؟ کتنی دیر ہوئی ہے؟''

دوسرے نے کہا۔ ''ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا ہے۔ پتا نہیں، وہ کہاں پہنچ چکی ہو گی؟''

ایک ٹیکسی میں اندھیر مہاراج کے تین چیلے بھی آچکے

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

تھے۔ وہ بولی۔ ''مہاراج! کیا تم کسی طرح اپنے کالے عمل سے یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ ماں بیٹے کہاں گئے ہوں گے؟''

اس نے کہا۔ ''مجھے اس بچے کے نام کا پتلا بنانا ہوگا پھر میں اس پتلے میں سوئیاں چبھوتا رہوں گا۔ تو بچہ تکلیف سے تلملاتا رہے گا۔ اس کی ماں مجبور ہو کر اسے یہاں واپس لے آئے گی۔''

وہ بولی۔ ''تم فوراً یہ عمل شروع کرو۔ میں چاہتی ہوں وہ زیادہ دور نہ جانے پائیں۔''

''عمل ضرور کروں گا مگر میرے دس لاکھ روپے کہاں ہیں؟''

فرہاد ٹو نے نومی سے کہا۔ ''وہ شخص ابھی یہ رقم لے کر پہنچنے والا ہوگا۔''

نومی نے کہا۔ ''ابھی تم کام شروع کرو۔ آدھے گھنٹے کے اندر تمہیں رقم مل جائے گی۔''

وہ سب اس بنگلے کے اندر آ گئے۔ وہاں ڈرائینگ روم میں رکھے ہوئے تمام صوفوں کو اور سینٹر ٹیبل کو ہٹایا گیا۔ فرش پر جگہ بنائی گئی۔ فرہاد ٹو بار بار خیال خوانی کے ذریعے کبھی عدنان کے پاس جا رہا تھا اور کبھی شیوانی کے پاس.... لیکن اسے وہاں جگہ نہیں مل رہی تھی۔

عدنان کے دماغ میں بہت سے خیالات گڈمڈ ہو گئے تھے اور شیوانی کے دماغ پر الپا نے قبضہ جما رکھا تھا۔ اس نے نومی کے پاس آ کر کہا۔ ''بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ دشمنوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہم نے ان ماں بیٹے کو یہاں چھپا کر رکھا تھا۔ وہ فرہاد کی مدد سے ہی فرار ہوئے ہیں۔''

نومی نے پریشان ہو کر کہا۔ ''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ فرہاد میرا پیچھا کرتا ہوا کلکتہ تک آیا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوگا کہ میں سترہ گاچی کے کس بنگلے میں پہنچا چاہتی ہوں۔ وہ ہمارے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی پہنچ گیا اور اپنے پوتے اور بہو کو یہاں سے لے گیا۔''

میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ہمارے چند ٹیلی پیتھی جاننے والے اندھیر مہاراج کے چیلوں کے اندر پہنچ گئے تھے۔ ایک چیلے نے ہماری مرضی کے مطابق اپنے لباس سے چاقو نکال کر اپنے گرو دیو کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ ''اے مہاراج! یہ تو کیا کر رہا ہے؟ کس بالک کا پتلا بنا کر اس میں سوئیاں چبھو رہا ہے؟ کیا تجھے شرم نہیں آتی؟''

یہ کہہ کر اس نے چاقو کی نوک اس کی گردن میں پیوست کر دی۔ باقی کے چیلوں نے نومی کو دونوں طرف سے جکڑ لیا۔ وہ بڑا سا چاقو گردن میں پیوست ہو کر حلق سے پار نکل گیا تھا۔ جب اس نے چاقو کو کھینچ کر باہر نکالا تو مہاراج فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔

نومی سہمی ہوئی یہ منظر دیکھ رہی تھی اور چیخ چیخ کر فریاد آواز دے رہی تھی۔ ''تم کہاں ہو؟ کیا یہ نہیں سمجھ رہے کہ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں پہنچے ہوئے ہیں؟ سب کچھ وہی کر رہے ہیں۔''

وہ چیلا خون آلود چاقو کو ہاتھ میں لیے نومی کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا۔ ''ہائے نومی! لب و لہجہ تو پہچانتی ہوگا؟ میں تمہارا فرہاد ٹو بول رہا ہوں۔''

فرہاد ٹو نے ایک دم سے تڑپ کر دوسرے چیلے کی سے کہا۔ ''نہیں۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے، میں فرہاد ٹو ہوں۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''تم نے فرہاد ٹو بننے والا گڑھا کھودا ہے۔ اس میں اسی طرح گرتے رہو گے۔ مجھ پہ کے سامنے بھی قسمیں کھاتے رہو گے کہ تم فرہاد ٹو ہو۔ قسم کھانے سے کیا ہوتا ہے؟ اگر تم ہوتو اسے بچاؤ۔ پڑی بدلنا خوب جانتی ہے۔ یہ تو اسے اپنا یار بنائے گی اس کی جان بچائے گا۔''

فرہاد ٹو نے کہا۔ ''مجھے یار بننے کا شوق نہیں ہے اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ یہاں تمہارے کئی ٹیلی پیتھی والے ہیں۔ میں اسے تمہارے شکنجے سے نکال کر نہیں سکوں گا۔''

میں نے اس چیلے کے ذریعے نومی کے قریب آ کر جسم کے ایک حصے میں چاقو کی نوک چبھونے کہا۔ ''میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گا۔ کیونکہ تم نے سونیا کو جان سے نہیں مارا تھا۔''

وہ مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ کہا۔ ''میں صرف تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت تم سے لوں گا۔ اس صلاحیت کے بغیر دو کوڑی کی ہو کر رہ جاؤ گی بدر بھٹکتی رہو گی۔ کیونکہ تم میری سونیا کو بھی اسی طرح بھٹکاتی رہی تھیں۔ جو سلوک تم نے اس کے ساتھ کیا وہی تمہارے ساتھ ہوگا۔''

یہ کہتے ہی میں نے چاقو کی نوک سے اس کے جسم ایک حصے پر خون کی لکیر کھینچ دی۔

''اور مسٹر تھو! انتظار کرو۔ ایسی ہی ایک لکیر تمہارے پر بھی کھینچنے والا ہوں۔''

میرا چیلنج سننے کے بعد اس بہروپیے کو جواباً کچھ کرنا چاہیے تھا لیکن وہ خاموش تھا۔ توقع کے خلاف اسے بہت زبردست مات ہوئی تھی۔ وہ میرے پوتے کے ذریعے مجھے زیر سیل کرنا چاہتا تھا۔ اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا لیکن خود ہی اوندھے منہ گر پڑا تھا۔ اس کے ہاتھ سے میرا پوتا چھوٹ گیا تھا۔ آئندہ اسے گرفت میں لینے کا کوئی چانس نہیں تھا۔

دوسری بڑی شکست یہ ہوئی تھی کہ نومی کرشنل جیسی زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والی ذہین اور مکار عورت بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر موجود تھا لیکن اسے بچانے کی کوئی تدبیر نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے چاقو سے نومی کے جسم پر زخم لگا کر اس کے دماغ کے دروازے کھول دیے تھے۔ وہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکتی تھی۔

وہ بہروپیا اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اب ہمارا کوئی نہ کوئی خیال خوانی کرنے والا نومی کے اندر موجود رہا کرے گا۔ اسی لیے وہ اس کے اندر آ کر اس بے چاری کو تسلی بھی نہیں دے رہا تھا۔

وہ زخمی ہوتے ہی چکرا کر بیٹھ گئی تھی۔ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جو چاقو لیے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ دراصل وہ اس کے ذریعے مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ میں اسی چاقو والے کے اندر موجود تھا۔

اس نے گڑگڑانے کے انداز میں کہا۔ ''مجھے جان سے مارڈالو لیکن ایسی سزا نہ دو۔ میں ضرورت کے وقت خیال خوانی کے ذریعے بڑی بڑی رقمیں حاصل کر لیتی تھی۔ جب تک زخم کی تکلیف کم نہیں ہو گی میں خیال خوانی نہیں کر سکوں گی۔ میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں علاج کرانے کے بعد اٹلی سے باہر بھی جا سکوں۔ تم مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لو لیکن اس طرح بے یار و مددگار نہ چھوڑو۔''

میں نے کہا۔ ''یہ بات مجھ سے نہیں اس بہروپیے سے کہو۔ وہ تمہارا یار بھی تھا اور آقا بن کر تمہارے دماغ پر حکومت بھی کرتا تھا۔ اب تو وہی تمہاری مدد کرے گا اور میں وعدہ کرتا ہوں اسے ایسا کرنے سے نہیں روکوں گا۔''

اتنی دیر کے بعد اس بہروپیے نے ایک اگر کار کے ذریعے کہا۔ ''مجھے نادان بچہ نہ سمجھو۔ یہ خوب سمجھ رہا ہوں کہ تم نے نومی کو ہلاک کیوں نہیں کیا ہے؟ کیوں اسے زندہ چھوڑ دیا ہے؟''

وہ ایک ذرا چپ ہونے کے بعد بولا۔ ''اور اب تم چاہتے ہو کہ میں اس کے دماغ میں آتا جاتا رہوں پھر جیسے ہی موقع ملے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لوں۔ اس خوش فہمی میں مبتلا رہوں کہ تم مجھ سے اور نومی سے بے خبر ہو؟''

وہ طنزیہ انداز میں بولا۔ ''یہ تمہاری بچگانہ چال ہے۔ یہ بات موٹی عقل سے بھی سمجھ میں آ رہی ہے کہ تمہارا کوئی نہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمیشہ اس کے اندر موجود رہے گا اور میری تاک میں رہے گا۔ میں اس پر تنویمی عمل کروں گا تو تم اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نومی کے دماغ میں خاموشی سے میری پلاننگ معلوم کرتے رہیں گے۔ یہ دیکھتے رہیں گے کہ یہ میری تابعدار بن کر کہاں کہاں میرے کام آ رہی ہے؟''

میں نے کہا۔ ''تمہارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں تاکہ اپنی ٹیلی پیتھی کی قوتوں میں اضافہ کر سکیں۔ میں یہ بھی اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم نومی کو اپنی تابعدار بنانے سے باز نہیں آؤ گے۔''

''نہیں! تمہارا خیال غلط ہے۔ آئندہ میں اسے اپنی کنیز نہیں..... دوست بناؤں گا۔ ہر اچھے بُرے وقت میں اس کے کام آؤں گا۔ اس کا دل جیت لینے کی کوشش کروں گا۔ تم نے ابھی کہا ہے کہ میں اس کی مدد کروں گا تو تم رکاوٹ پیدا نہیں کرو گے۔ لہٰذا اپنی زبان پر قائم رہنا۔''

''ساری دنیا جانتی ہے، میں زبان کا دھنی ہوں۔ جو کہہ دیتا ہوں اس پر ضرور عمل کرتا ہوں۔ میں اس لوٹی پھوٹی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو تمہارے حوالے کر رہا ہوں، لے جاؤ اسے..... جب تک یہ خیال خوانی کے قابل نہ ہو جائے تب تک میں تم دونوں کے درمیان دیوار نہیں بنوں گا۔''

وہاں اندھیر مہاراج کی لاش بھی پڑی ہوئی تھی۔ اس کے تینوں چیلے ہمارے اگر کار بنے ہوئے تھے۔ وہ تینوں ہماری مرضی کے مطابق وہاں سے چلے گئے۔ نومی تماشہ گئی۔ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''میں جانتی ہوں، تم ان کے ساتھ نہیں گئے ہو۔ میرے اندر ہی موجود ہو۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر بنگلے کے اندر آئی پھر فرسٹ ایڈ بکس نکال کر اپنے زخم پر مرہم لگانے لگی۔ اس نے دو چار بار مجھے مخاطب کیا لیکن میری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

پھر اس نے کہا۔ ''فرہاد ٹو! تم تو مجھ سے بول سکتے ہو؟''

''بے شک، میں بول سکتا ہوں۔ فی الحال یہ سوچ رہا ہوں کہ فرہاد کو شیوانی اور عدنان کی اس خفیہ پناہ گاہ کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟''

نومی نے کہا۔ ''سیدھی سی بات ہے فرہاد علی تیمور کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ایک وقت میں ایک ہی جگہ پہنچے ہو۔ اس کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک وقت میں کتنے ہی دماغوں میں پہنچ جاتے ہیں۔''

اس نے کہا۔ ''اس سے ٹکرانے کے بعد یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ مجھے بھی اپنے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک بھرپور تعداد رکھنی چاہیے۔''

وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی بنگلے سے باہر آکر کار میں بیٹھ گئی پھر وہاں سے جاتے ہوئے بولی۔ ''میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگرچہ ابھی تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گی لیکن کبھی تو ایسا موقع ملے گا کہ اپنے دماغ کو لاک کرسکوں گی۔ اس کے بعد اسے چیلنج کروں گی۔''

''چیلنج نہ کرو۔ یہ نہ بھولو کہ اس وقت بھی اس کا کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہارے اندر موجود ہے۔''

وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔ ''میں بہت مجبور ہوگئی ہوں۔ اپنی دے.... ابھی تمہارے پاس وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا وائس مین ہے۔ تم اس سے کام لے سکتے ہو۔''

''تمہاری طرح وہ بھی میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ دشمن فرہاد نے بڑی حکمتِ عملی سے ہمیں مختلف مسائل میں الجھا دیا تھا۔ ہم عدنان اور شیوانی کو اغوا کرکے سمجھ رہے تھے کہ بہت بڑی کامیابی حاصل کررہے ہیں۔ جب تک ہم ان ماں بیٹے کے معاملے میں الجھے رہے اس وقت میں اس نے وائس مین پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کردیا اور اس طرح اسے ہم سے چھین لیا۔''

نومی نے ایک کلینک کے سامنے کار روکتے ہوئے کہا۔ ''مجھے چاقو کا زخم لگا ہے۔ کوئی اینٹی سپٹک انجکشن لینا چاہیے۔''

اس نے ڈاکٹر کے پاس آکر اپنا زخم دکھایا۔ وہ بولا۔ ''ایسا لگتا ہے کسی نے تم پر چاقو سے حملہ کیا تھا۔ یہ تو سراسر پولیس کیس ہے۔''

فرہاد ٹو نے ڈاکٹر کے دماغ پر قبضہ جما لیا پھر اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ نومی کے زخم کی بینڈج کرکے اسے ایک اینٹی سپٹک انجکشن لگایا۔

وہ واپس کار میں آکر بیٹھتے ہوئے فرہاد ٹو سے بولی۔ ''تم مطمئن ہو؟ کسی نے اس ڈاکٹر کے ذریعے دشمنی تو نہیں کی ہے؟''

''نہیں' میں اس ڈاکٹر کے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ اس نے صحیح دوا دی ہے۔ صحیح انجکشن لگایا ہے۔ وہ ہمارے کے آگے کارنی الحال تمہیں نقصان نہیں پہنچا رہے ہیں۔''

''کیا ابھی مجھے انڈیا میں رہنا چاہیے؟''

''ہاں' ابھی یہیں رہو۔ کسی ہوٹل میں جاکر آرام کرو۔ میں تمہارے پاس بڑی رقم پہنچا دوں گا۔ بعد میں سوچیں گے کہ تمہیں کرنا کیا ہے؟''

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ وہ استنبول سے دوسری فلائٹ میں انڈیا نہیں گیا تھا بلکہ بیرس چلا آیا تھا بابا صاحب کے ادارے کے قریب ہی ایک علاقے میں قیام کررہا تھا۔

وہ اس ارادے سے وہاں آیا تھا کہ عدنان کو اپنے میں رکھ کر مجھے بلیک میل کرے گا اور باہر آنے پر مجبور کرے گا تو پھر مجھے ادارے سے باہر نکلنا ہی پڑے گا۔ ایسے میں چھپ کر مجھ پر حملہ کرسکتا تھا پھر ایک نیا کارنامہ انجام دیتا کرسپر پاور اور دوسرے تمام بڑے ممالک کو متاثر کرسکتا۔

لیکن تمام کیے کرائے پر پانی پھر گیا تھا۔ وہ جیتی بازیاں ہار چکا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگا' پریشان سوچنے لگا۔ اس کی سوچ ایک ہی نقطے پر مرکوز ہوجاتی اسے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کرنی چاہیے۔

وہ سوچ رہا تھا۔ ''میں فرہاد سے کسی طرح کم نہیں ہوں۔ میں نے تمام پلاننگ سوچ سمجھ کر کی تھی اور بڑی حد تک کامیابی حاصل کرتا رہا تھا۔ میری ناکامی کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کی ٹیلی پیتھی والی فوج نے مجھے اور نومی کو بڑی رازداری سے گھیر لیا تھا اس وقت اگر میرے پاس گاڈ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوتے تو اس وقت اندھیرا اور اس کے تینوں چیلوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر اس طرح فرہاد ان کے ذریعے نومی کو زخمی کرنے میں رہتا۔ وہ اب تک میری ہی تابعدار بنی رہتی۔''

وہ اپنے طور پر درست ہی سوچ رہا تھا اگر اس کے بھی اچھے خاصے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوتے تو پہریداروں کے دماغوں پر بھی قبضہ جما کر رکھتے جو ہر شیوانی کی نگرانی کررہے تھے۔ ایسے میں وہ ماں بیٹے سے فرار نہیں ہوسکتے تھے۔

شکست کھانے کے بعد ناکامی کی بہت سی وجوہات میں آتی ہیں لیکن اس وقت تک پانی سر سے گزر چکا ہوتا وہ بہروپیا زیادہ دیر بچھانے والوں میں سے نہیں تھا پھر سے جیت میں بدلنے کی تدبیریں سوچنے لگا تھا۔

سب سے پہلی اور بنیادی بات یہی تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کی جائے۔ یہ علم رکھنے والے یا تو بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے تھے یا پھر امریکی تھے۔ ان کے علاوہ وہ نہیں جانتا تھا کہ کرونا اور فرہاد جیسے آزاد ٹیلی پیتھی جاننے والے اور کتنے ہیں جو گمنام رہ کر زندگی گزار رہے ہیں۔

فی الحال تو اس کی عقل کہہ رہی تھی کہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔ پہلے انہیں حاصل کیا جائے پھر ان کے ذریعے دوسروں تک پہنچا جائے گا۔ وہ کسی وقت بھی رازداری سے نومی پر تنویمی عمل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ خوب سمجھتا تھا کہ ہمارا کوئی نہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نومی کے اندر موجود رہ کر یہ ضرور معلوم کرے گا کہ وہ کس لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کررہا ہے؟

وہ میری اس چالاکی کو سمجھ گیا تھا کہ میں نے اسے ٹریپ کرنے کے لیے نومی کو زندہ چھوڑ دیا ہے۔ اس نے طے کرلیا تھا کہ آیندہ نومی کو اپنی معمولہ اور تابعدار نہیں بنائے گا بلکہ دوست بنا کر میرے خلاف اس سے کام لیتا رہے گا۔

وہ وائس مین کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ انٹرین انٹیلی جنس والوں نے اسے میرے خلاف کام کرنے کے لیے بلایا تھا۔ وہ ایک بار پھر رازداری سے اس کے دماغ پر قبضہ جما سکتا تھا۔ فی الحال وائس مین تک پہنچنے کے لیے وہ انٹرین انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر آگیا۔

یہ جانتا تھا کہ وہاں پانچ ایسے اعلیٰ افسران ہیں جو یوگا کے ماہر ہیں۔ وہی پانچ اعلیٰ افسران وائس مین سے رابطہ رکھتے تھے۔ اس کی حفاظت کرتے تھے۔

ان پانچوں افسران نے اس کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ پورس' شیوانی' عدنان' پارس اور اعلیٰ بی بی نے کہاں کہاں رہائش اختیار کررکھی ہے؟

اگرچہ انہوں نے بڑی ہوشیاری سے یہ معلومات حاصل کی تھیں تاہم میرے تمام بچوں کو عین وقت پر ان کی ساری پروازوں کا علم ہوگیا تھا اور انہوں نے اپنی اپنی جگہ بدل لی تھی۔ وہ صرف شیوانی' عدنان اور پورس کے بارے میں جانتے تھے کہ وہ پیرس کے کس علاقے کے کس محلے اور گلی میں رہتے ہیں؟

وہ انٹیلی جنس کے افسران دور ہی دور سے ان پر نظر رکھنا چاہتے تھے لیکن اس سے پہلے ہی نومی نے عدنان اور شیوانی کو اغوا کرلیا تھا اور پورس میری ہدایت کے مطابق وہاں سے چلا گیا تھا۔ وہ پانچوں یوگا جاننے والے اعلیٰ افسران اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ وائس مین کو پہلے ہم نے ٹریپ کیا تھا۔ اس کے بعد فرہاد ٹو نے بھی اسے اپنا تابعدار بنالیا تھا۔

فرہاد ٹو انٹرین انٹیلی جنس کے اس اعلیٰ افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر ان پانچوں یوگا جاننے والے افسران کے پاس آکر بولا۔ ''میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اس افسر کے دماغ میں رہ کر تم سے بات کرنے آیا ہوں۔''

ایک یوگا جاننے والے افسر نے پوچھا۔ ''تم کون ہو اور ہم سے کیا چاہتے ہو؟''

''کیا تم لوگوں نے فرہاد علی تیمور کے اجداد کے بارے میں کچھ سنا ہے؟''

دوسرے یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''اچھا' تو تم وہی ہو۔ جو اصلی فرہاد علی تیمور ہونے کا دعویٰ کررہے ہو۔ ہمیں امریکی اکابرین سے تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوا ہے۔''

''بے شک' میں وہی ہوں۔ امریکی اکابرین اور دوسرے بڑے ممالک کے حکمران سب ہی مجھ پر بھروسا کرتے ہیں۔ فرہاد علی تیمور کے خلاف کیا تم سب مجھ پر بھروسا کرو گے؟''

''تمہاری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا تو ہم بھروسا کرتے رہیں گے۔''

''تم میری بات کا یقین کرسکتے ہو تو کرو۔ فرہاد کی بیٹی اعلیٰ بی بی نے تمہارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔''

پانچوں یوگا جاننے والے افسران نے حیرانی اور بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے پوچھا۔ ''ہم کیسے یقین کریں کہ تم درست کہہ رہے ہو؟''

''جب تک میری بات کا یقین نہ ہو' تب تک وائس مین سے دور رہو۔ کیونکہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ذریعے تم لوگوں کو نقصان پہنچانا چاہیں گے۔ تم میں سے ہر ایک کو کمزور کرکے تمہارے اندر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔''

''تم ہمیں فکر اور پریشانی میں مبتلا کررہے ہو۔''

''جب میری سچائی ثابت ہوگی' تب ہی تسلیم کرو گے کہ میں نے تمہیں وقت سے پہلے خطرے سے آگاہ کردیا تھا۔''

وہ سب آپس میں بولنے لگے۔ ایک نے کہا کہ فرہاد کا ہمزاد جو کہہ رہا ہے اس کی تصدیق کرنی چاہیے۔

ایک نے کہا۔ ''لیکن ہم اندر کی بات کیسے معلوم کرسکیں گے کہ وہ اب آزاد ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے یا اعلیٰ بی بی کا

غلام بن چکا ہے؟''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''حقیقت معلوم کرنے کا ایک طریقہ ہے لیکن اس موضوع پر ہم تنہائی میں بات کریں گے پھر اپنی اس تدبیر پر عمل کریں گے۔''

پھر اس نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد ٹو! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ ہم تصدیق کرنے کے بعد آپ سے رابطہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بتائیں' ہم کس طرح آپ کو کال کر سکتے ہیں؟''

اس نے اپنا سیل نمبر دیا پھر کہا۔ ''اب میں جا رہا ہوں۔ تمہاری کال کا انتظار کروں گا۔''

فرہاد ٹو جس اعلیٰ افسر کے ذریعے بول رہا تھا وہ افسر وہاں سے پلٹ کر باہر چلا گیا۔ ان پانچوں یوگا جاننے والے افسران کو یقین ہو گیا کہ وہ فرہاد ٹو وہاں سے جا چکا ہے۔ انہوں نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

فرہاد ٹو اب ان کی باتیں نہیں سن سکتا تھا لیکن یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ وہ وائس مین کی صحیح دماغی حالت معلوم کرنے کے لیے اپنے کسی ہپناٹائز کرنے والے کی خدمات حاصل کریں گے۔ وہ ہپناٹزم کا ماہر وائس مین پر تنویمی عمل کرے گا۔ اس کے دماغ سے اعلیٰ بی بی کے تنویمی عمل کو مٹا کر اس کے اندر پھر سے یوگا کی صلاحیت نقش کرے گا۔ جس کے بعد پھر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا وائس مین کے اندر نہیں آ سکے گا۔

فرہاد ٹو اس اعلیٰ افسر کے دماغ سے نکل کر ایک جونیئر افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے اندر رہ کر انتظار کرنے لگا کہ وہ پانچ یوگا جاننے والے افسران اپنے کمرے سے کب نکلیں گے اور کہاں جائیں گے؟

ان پانچ یوگا جاننے والوں نے فون کے ذریعے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا پھر ایک نے کہا۔ ''ابھی تھوڑی دیر پہلے فرہاد ٹو ہمارے پاس آیا تھا۔ اس نے یہ اطلاع دی ہے کہ وائس مین کو اعلیٰ بی بی نے ٹریپ کر لیا ہے۔ اسے اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ آپ لوگ اس بارے میں کیا جانتے ہیں؟''

ایک امریکی فوجی افسر نے کہا۔ ''ہمیں بھی یہی اطلاع ملی ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کو ٹریپ کیا گیا ہے۔''

یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''آپ کو اتنی اہم خبر ملی اور آپ نے ہمیں اس سے بے خبر رکھا۔ جبکہ آپ کا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری نگرانی میں ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اندر ہی اندر اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

دوسرے یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''آپ لوگوں نے ہم سے یہ بات چھپا کر بہت ہی غیر ذمے داری کا ثبوت دیا ہے۔''

ایک امریکی فوجی افسر نے کہا۔ ''ہمیں غلط نہ سمجھیں۔ دراصل دو فرہاد کے درمیان الجھے ہوئے ہیں۔ پہلے فرہاد نے یہ دعویٰ کیا کہ اعلیٰ بی بی نے وائس مین پر تنویمی عمل کر کے اسے تابعدار بنایا تھا لیکن فرہاد ٹو نے بھی اس کے اندر رہ کر ایک تخمینے کے بعد تین یوگا جاننے والے افسران اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اعلیٰ بی بی نے وائس مین کو ان سے چھین کر اپنا غلام بنا لیا ہے۔ اور وہ جب چاہے وائس مین کو ان سے چھین کر آزاد کر سکتا ہے۔''

ایک یوگا جاننے والے نے پوچھا۔ ''آپ نے یہ بات فرہاد ٹو کی مرضی کے مطابق اپنی باتیک پر آ کر بیٹھ گیا۔ جب وہ ہمیں اسی وقت کیوں نہیں بتائی؟''

''ہم کہہ چکے ہیں کہ دو فرہاد کے درمیان بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔ پہلے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان میں سے کون سچ کہہ رہا ہے اور کون جھوٹ...؟ کیونکہ دوسری طرف فوجی جوانوں کا پہرا لگا ہوا ہے اور اپنے پوتے اور بہو کو اس کے شکنجے سے نکال لیا ہے۔''

ایک امریکی افسر نے کہا۔ ''ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ رابطہ ہونے کے بعد ہی سچ جھوٹ کا پتا چل سکے گا۔''

''کیا آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے ہیں؟''

''ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد ٹو نے اپنے آئی کار کا راس جونیئر افسر کو اس مکان سے کار اختیار کر رہے ہیں؟ یہ ایک راز کی بات ہے۔ کامیابی اور رکھا اور اس کے ذریعے تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ اس بعد ہی آپ کو بتایا جائے گا۔''

ان یوگا جاننے والے افسران نے فون کا رابطہ ختم دیا۔ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''فرہاد رپورٹ سے اور امریکی اکابرین کی باتوں سے صاف پتا رہا ہے کہ وائس مین آزاد ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہا وہ دو میں سے کسی ایک فرہاد کا غلام بن گیا ہے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''ہمیں اپنے طور پر بھی معلوم چاہیے کہ حقیقت کیا ہے؟ ہمارا ہپناٹائز کرنے والا وائس اپنا تابعدار بنا کر بہت کچھ معلوم کر سکتا ہے اور آئندہ کے اس کے دماغ کو لاک کر سکتا ہے۔''

وہ اپنے ہپناٹزم کے ماہر سے فون کے ذریعے رابطہ کرنے لگے۔ فرہاد ٹو ایک دوسرے جونیئر افسر کے دماغ موجود تھا اور بڑے صبر سے انتظار کر رہا تھا۔ اسے یقین تھا وہ پانچوں یوگا جاننے والے افسران وائس مین کے پاس

نے ہم سے یہ بات چھپا کر بہت ہی غیر ذمے داری کا ثبوت دیا ہے۔''

ایک امریکی فوجی افسر نے کہا۔ ''ہمیں غلط نہ سمجھیں۔ دراصل دو فرہاد کے درمیان الجھے ہوئے ہیں۔ پہلے فرہاد نے یہ دعویٰ کیا کہ اعلیٰ بی بی نے وائس مین پر تنویمی عمل کر کے اسے تابعدار بنایا تھا لیکن فرہاد ٹو نے بھی اس کے اندر رہ کر ایک تخمینے کے بعد تین یوگا جاننے والے افسران اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اعلیٰ بی بی نے وائس مین کو ان سے چھین کر اپنا غلام بنا لیا ہے۔ اور وہ جب چاہے وائس مین کو ان سے چھین کر آزاد کر سکتا ہے۔''

ایک یوگا جاننے والے نے پوچھا۔ ''آپ نے یہ بات فرہاد ٹو کی مرضی کے مطابق اپنی باتیک پر آ کر بیٹھ گیا۔ جب وہ ہمیں اسی وقت کیوں نہیں بتائی؟''

''ہم کہہ چکے ہیں کہ دو فرہاد کے درمیان بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔ پہلے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان میں سے کون سچ کہہ رہا ہے اور کون جھوٹ...؟ کیونکہ دوسری طرف فوجی جوانوں کا پہرا لگا ہوا ہے اور اپنے پوتے اور بہو کو اس کے شکنجے سے نکال لیا ہے۔''

ایک امریکی افسر نے کہا۔ ''ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ رابطہ ہونے کے بعد ہی سچ جھوٹ کا پتا چل سکے گا۔''

''کیا آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے ہیں؟''

''ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد ٹو نے اپنے آئی کار کا راس جونیئر افسر کو اس مکان سے کار اختیار کر رہے ہیں؟ یہ ایک راز کی بات ہے۔ کامیابی اور رکھا اور اس کے ذریعے تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ اس بعد ہی آپ کو بتایا جائے گا۔''

ان یوگا جاننے والے افسران نے فون کا رابطہ ختم دیا۔ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''فرہاد رپورٹ سے اور امریکی اکابرین کی باتوں سے صاف پتا رہا ہے کہ وائس مین آزاد ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہا وہ دو میں سے کسی ایک فرہاد کا غلام بن گیا ہے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''ہمیں اپنے طور پر بھی معلوم چاہیے کہ حقیقت کیا ہے؟ ہمارا ہپناٹائز کرنے والا وائس اپنا تابعدار بنا کر بہت کچھ معلوم کر سکتا ہے اور آئندہ کے اس کے دماغ کو لاک کر سکتا ہے۔''

وہ اپنے ہپناٹزم کے ماہر سے فون کے ذریعے رابطہ کرنے لگے۔ فرہاد ٹو ایک دوسرے جونیئر افسر کے دماغ موجود تھا اور بڑے صبر سے انتظار کر رہا تھا۔ اسے یقین تھا وہ پانچوں یوگا جاننے والے افسران وائس مین کے پاس

وہ اس انجکشن کو دیکھ لیتا تو ڈاکٹر کے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیتا کہ وہ انجکشن ایک سازش کے تحت لگایا جا رہا ہے لیکن وہ پہلے ہی ڈاکٹر کے چور خیالات پڑھ چکا تھا۔ اس کے اندر کوئی سازشی منصوبہ نہیں تھا۔ بعد میں اس یوگا جاننے والے افسر نے وہ سرنج اسے تھما دی تھی۔

بہرحال اس انجکشن نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر پریشانی سے ڈاکٹر کو دیکھا۔ اس کے خیالات پڑھنا چاہے لیکن وہ خیال خوانی کی پرواز نہ کر سکا۔ دماغی کمزوری کی وجہ سے اب سائس بھی نہیں روک سکتا تھا۔ ڈاکٹر اس کے پاس سے ہٹ گیا تھا اور اس کی جگہ ہپناٹائز کرنے والا ماہر آ گیا تھا۔

اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہا تھا۔ ''تم میری آنکھوں میں دیکھتے رہو گے۔ میں تمہاری اعصابی کمزوری دور کروں گا۔ دیکھتے رہو.... مجھے دیکھتے رہو.....''

اس کا ذہن ہپناٹائز کرنے والے کی مقناطیسی آنکھوں سے چپک کر رہ گیا۔ وہ اپنی مرضی سے نظریں نہ ہٹا سکا۔ اس کی آنکھیں سیدھی اس کے دماغ میں جا کر چبھ رہی تھیں۔ وہ بول رہا تھا۔ اس کی آواز اس کے دل میں اترتی جا رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ سحر زدہ سا ہو کر اس کا معمول اور تابعدار بن گیا۔

اس مکان سے دور فرہاد ٹو اپنے آئی کار کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک ڈاکٹر مکان سے باہر آ کر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جا رہا ہے۔ ڈاکٹر کو دیکھ کر خیال آیا کہ شاید وائس مین بیمار ہو گیا ہے۔ اس کا علاج کرایا جا رہا ہے۔

یہ سوچتے ہی اس نے وائس مین کے لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے اندر پہنچا تو فوراً ہی جگہ مل گئی۔ کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔

اس کا اندازہ بالکل درست تھا۔ وہ یوگا جاننے والے افسران تنویمی عمل کے ذریعے وائس مین کی اصلیت معلوم کرنا چاہتے تھے۔ یہ جاننا چاہتے تھے کہ وہ آزاد خیال خوانی کرنے والا ہے یا کسی کا غلام بن چکا ہے؟

حقیقت معلوم کرنے کا یہی ایک طریقہ تھا۔ میں اور میرے خیال خوانی کرنے والے اس وقت وائس مین کے اندر موجود نہیں تھے۔ کوئی بھی کسی کے اندر چوبیس گھنٹے پہرا نہیں دے سکتا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جتنے بھی تھے۔ وہ سب خیال خوانی کے ذریعے کسی نہ کسی اہم معاملے میں مصروف رہا کرتے تھے اور کبھی ہمارے کام آتے

رہتے تھے لیکن کوئی بھی مستقل اس کے پاس رہ کر اس کی نگرانی نہیں کر سکتا تھا۔

ہمیں یہ اطمینان تھا کہ ہم نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ دو' چار یا چھ گھنٹے کے بعد جب بھی ہمیں فرصت ملتی۔ ہم میں سے کوئی بھی اس کے دماغ میں ضرور جاتا لیکن انہی دو چار گھنٹوں میں اس پینا نزم کے ماہر نے وائس مین کے دماغ کو لاک کر دیا۔ اب ہم اس کے اندر نہیں جا سکتے تھے۔

اسے پینا ٹائز کرنے کے دوران فرہادٹو وہاں موجود تھا۔ اس نے یہ معلوم کیا کہ پینا ٹائز کرنے والے نے اپنے لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اب جو بھی اس کے اندر جاتا تو وہ یوگا جاننے والا وائس مین سانس روک لیتا۔

پینا نزم کے ذریعے وہ عمل کیا جاتا ہے۔ جس کا تعلق عامل کی آواز سے اور اس کی آنکھوں سے ہوتا ہے۔ وہ اپنی پُر کشش آنکھوں سے سحر زدہ کرتا ہے اور اپنی آواز کے ذریعے معمول کے دل و دماغ میں اتر کر اپنی بات منواتا ہے۔

ٹیلی پیتھی کے ذریعے جو عمل کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے اتنی مشقت نہیں کرنی پڑتی۔ خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر گھس کر دماغ کو اپنے قبضے میں لے لیتا ہے اور اسے اپنا تابعدار بنا لیتا ہے۔ اس وقت جبکہ وہ پینا ٹائز کرنے والا سامنے کھڑا اس پر تنویمی عمل کر رہا تھا۔ ان لمحات میں فرہادٹو وائس مین کے اندر گھسا ہوا اپنے طور پر تنویمی عمل کر رہا تھا۔ اس نے ایک خاص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ پینا ٹائز کرنے والے کے مقابلے میں فرہادٹو کا عمل زیادہ مستحکم اور بائیدار تھا۔ اس لیے وائس مین اس کے زیر اثر آ کر اسی کا معمول اور تابعدار بن گیا تھا۔

انڈین انٹیلی جنس والے اس کے دماغ کو لاک کروا کے مطمئن ہو گئے تھے۔ واقعی ہم میں سے کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اب اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ وہ صرف فرہادٹو سے دھوکا کھا رہے تھے اور فرہادٹو بہت خوش تھا۔ پہلے مسلسل کامیابیوں کے بعد اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ کئی محاذوں پر مجھ سے شکست کھانے کے بعد اب پھر سے کامیابی ملنے والی تھی اور یہ امید بھی ہو رہی تھی کہ وہ آئندہ مزید کامیابیاں حاصل کرنے والا ہے۔

☆☆☆

عدنان اور شیوانی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بہت قیمتی کار تھی۔ اس کار کے مالک نے شیوانی کو سڑک کے کنارے ایک بچے کے ساتھ دیکھا تھا۔ اکا اگنی ہوتری بہت ہی بھرپور جوان اور حسین تھی۔ اسے دیکھتے ہی اپنی گاڑی روک دی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ جو عورت بچے کے ساتھ تنہا ہے' اسے آسانی سے اپنے ساتھ لے جا سکے گا۔

جب وہ عدنان کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر جانے لگی تب اس کار چلانے والے کو پتا چلا کہ اس کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والی پہنچی ہوئی ہے اور وہ الپا تھی۔ اس نے حکم دیا تھا کہ وہ پیچھے نہ دیکھے' آگے دیکھ کر کار چلاتا رہے۔

اعلیٰ بی بی پچھلی سیٹ پر شیوانی کے اندر موجود تھی۔ سے کہہ رہی تھی۔ ''اگر تم میرے بھائی کی بیوی نہ ہوتیں تمہیں خاک میں ملا چکی ہوتی۔ تم ہمیشہ عدنان کو ہم کی کوششیں کرتی رہتی ہو۔ پہلے اسے بابا صاحب کے میں جانے سے روکتی رہیں۔ جب ہندو دھرم کے مطا بچے کی پرورش کرنا چاہتی تھیں تو پھر تم نے میرے کہ اب کہاں جانا ہے؟ وعدہ کرو۔ گرینڈ پا جو بھی فیصلہ کریں گے' تم اسے مانو گے اور وہ جہاں کہیں' وہاں جاؤ شادی کیوں کی؟''

شیوانی سمجھ رہی تھی کہ لمبی عمر حاصل کرنے کے دشمنوں کی باتوں میں آ گئی تھی اور اپنے ساتھ عدنان مشکل میں ڈال رہی تھی۔ وہ بہت بڑی غلطی کر چکی تھی۔ لیے سر جھکا کر عالی کی باتیں سن رہی تھی۔

وہ غصے سے کہہ رہی تھی۔ ''تم اس قابل ہی نہیں آئندہ میرے بھائی اور میرے بھتیجے عدنان کے ساتھ آخری بار اپنے بیٹے کو اچھی طرح دیکھ لو۔ اب تمہیں اور اس کے باپ سے الگ کر دیا جائے گا۔''

اس نے ایکدم سے تڑپ کر کہا۔ ''نہیں' بھابی! میرے لیے ایسا ظلم نہ کرنا۔ میری زندگی کے صرف انیس دن رہ گئے ہیں۔ میں اپنے بیٹے کے بغیر یہ مختصر سی زندگی کیسے گزاروں گی۔ اسے ابھی الگ کرو گی تو ابھی مر جاؤں گی۔''

''اچھا ہے۔ تم سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔''

''میں تمہارے خدا کا تمہیں واسطہ دیتی ہوں اس آخری غلطی کو معاف کر دو۔''

''تمہاری کتنی ہی غلطیوں کو اب تک معاف تمہیں عزت دی گئی لیکن تم عزت کے قابل ہی نہیں ہو۔ غلطی کے بعد دوبارہ غلطی کرتی رہتی ہو۔ اب بھی جائے گا تو آگے جا کر پھر کسی دشمن سے دوستی ہمارے بھتیجے کو پھر کسی نئی مصیبت میں ڈالو گی۔''

اس نے روتے ہوئے کہا۔ ''میں تم سے ہی کروں گی۔ پاپا کو بلاؤ۔ وہ بہت رحم دل ہیں۔ وہ مجھے کر دیں گے۔ میرے بیٹے کو مجھ سے کبھی الگ نہ

شیوانی کے اندر ہی تھا۔ اس کی اور عالی کی باتیں سن میں نے اپنے پوتے عدنان کے اندر پہنچ کر دیکھا تو لیکن میں موجود تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی۔ ''دیکھو! پہلے تم ہاں ناشتہ نہیں مان رہے تھے۔ اس کمرے میں قیدی بنے باتوں میں آ کر تمہیں قیدی بنائے ہوئے تھیں۔''

عدنان نے کہا۔ ''ہاں' تم بہت اچھی ہو۔ میں ہمیشہ ناشتہ نے کہا۔ ''ابھی تمہارے گرینڈ پا آ کر فیصلہ کریں گے کہ اب کہاں جانا ہے؟ وعدہ کرو۔ گرینڈ پا جو بھی فیصلہ کریں گے' تم اسے مانو گے اور وہ جہاں کہیں' وہاں جاؤ گے۔''

''میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں۔ تم جو کہو گی' میں وہی مانوں گا۔''

میں مسکراتا ہوا شیوانی کے پاس آ گیا پھر عالی سے بولا۔ ''تمہارا غصہ بجا ہے۔ شیوانی نے جو غلطی کی ہے' وہ قابل معافی ہے لیکن ہمیں انسانیت کے پہلو سے سوچنا چاہیے۔ ایک ماں کے دل میں بیٹھ کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ اس کی زندگی کے صرف انیس دن رہ گئے ہیں۔ اس مختصر سی زندگی میں اسے اس کے بیٹے سے جدا نہیں کرنا چاہیے۔''

عالی نے کہا۔ ''پاپا! کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ ہمیں پھر کسی نئی مصیبت میں ڈالے گی؟''

''اب ہم اس کی اور عدنان کی سختی سے نگرانی کریں گے۔ یہ اٹرپا میں نہیں رہیں گے۔ کسی بھی پہلی فلائٹ کے ذریعے پیرس چلے جائیں گے۔ یہ عدنان اور پورس کے ساتھ پیرس والے کاٹیج میں رہے گی تو وہاں ہم اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے دن رات اس کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ تمہیں عزت دی گئی لیکن تم عزت کے قابل ہی نہیں ہو۔''

''ٹھیک ہے پاپا! یہ اب تک کم ظرفی دکھاتی رہی ہے۔ ہم اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کریں گے اور اسے آخری سانس تک عدنان کے ساتھ رہنے کا موقع دیں گے۔''

''میں جا رہا ہوں۔ ابھی ان کی روانگی کے انتظامات کرتا ہوں۔''

میں الپا کے پاس آ گیا۔ وہ اس کار کے مالک کے اندر موجود تھی۔ میں نے اس سے کہا۔ ''عالی بہت غصے میں ہے۔ عدنان کو اس کی ماں سے الگ کر دینا چاہتی ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''پاپا! دیکھا جائے تو شیوانی کی غلطی ناقابل معافی ہے۔ اس نے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے اگر ہم کامیاب نہ ہوتے تو عدنان کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی اور وہ دشمن اس کے ذریعے آپ کو اور مما کو بری طرح بلیک میل کرتے رہتے۔''

''لیکن بیٹی! میرے سمجھانے سے عالی مان گئی ہے۔ ہمیں اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ صرف انیس دن رہ گئے ہیں پھر وہ بیچاری اس دنیا سے رخصت ہو جائے گی۔ انسانیت' محبت اور ممتا کا تقاضا ہے کہ ماں کو اتنے دن بیٹے کے ساتھ ہی رہنا چاہیے۔ ہم اس عرصے تک اپنے پوتے کی پوری طرح حفاظت کرتے رہیں گے۔''

ہم اس کار چلانے والے کے دماغ میں رہ کر بول رہے تھے۔ وہ بھی سن رہا تھا اور چپ چاپ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے کار چلا رہا تھا۔ کیونکہ الپا نے اسے یہی حکم دیا تھا کہ وہ خاموشی سے کار چلاتا رہے۔

میں نے الپا سے کہا۔ ''میں جا رہا ہوں۔ یہ معلوم کرتا ہوں کہ کس فلائٹ سے ان ماں بیٹے کو پیرس جانے کے لیے سیٹیں مل سکتی ہیں؟ تم اس کار والے کے اندر ہی موجود رہو اور ان ماں بیٹے کو ایئر پورٹ لے آؤ۔''

''اچھی بات ہے۔ اب یہ ایئر پورٹ کی طرف ہی جائے گا۔ کیا پورس کو معلوم ہے کہ اس کے بیوی اور بچے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

''ہاں' میں نے اسے تمام حالات بتا دیے ہیں۔ وہ پیرس جانے کے لیے ممبئی سے روانہ ہو چکا ہے۔ اچھا اب میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر واپس آؤں گا۔''

میں وہاں سے چلا گیا۔ الپا اس کار والے کے دماغ میں تھی۔ اس کے مختصر سے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہو گئی تھی کہ وہ ایک سیدھا سادہ سا شہری ہے۔ مجرمانہ ذہن نہیں رکھتا ہے۔

وہ کار چلا رہا تھا اور الپا کی مرضی کے مطابق ایئر پورٹ کی طرف جا رہا تھا۔ ایسے وقت وہ سوچ کے ذریعے بولنے لگا۔ ''ماترے.... ایوگیش ماترے.... یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ پہلے میرے دماغ میں ایک عورت کی آواز ابھر رہی تھی پھر ایک مرد بھی آ کر بولنے لگا۔''

اس کا نام یوگیش ماترے تھا۔ وہ خود کو مخاطب کرتے

ہوئے بڑبڑا رہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ ''ماترے! میں بیمار آتما اور شریر (روح اور جسم) کا ڈاکٹر ہوں۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے۔ بہت کچھ سنا ہے مگر مجھے ایسا لگ رہا ہے' جیسے کوئی ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں' کالے جادو کے ذریعے میرے اندر آ کر بول رہی ہے اور بول رہا ہے۔ اے میرے ہمزاد ماترے! کیا تو ان کی باتیں سن رہا ہے؟''

اس کی دوسری سوچ ابھری۔ اس بار لہجہ بدلا ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ماترے کا ہمزاد بول رہا ہو۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں بھی ماترے۔ تو بھی ماترے۔ ہم دونوں ہی ان کی باتیں سن رہے ہیں۔ ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ چپ چاپ سنتے رہیں اور یہ جہاں جانا چاہتے ہیں' انہیں وہاں پہنچا دیں۔''

ماترے نے کہا۔ ''یہ عورت جو پیچھے بیٹھی ہے' بہت خوبصورت ہے۔ اسے دیکھتے ہی میری نیت خراب ہو گئی تھی۔ اس لیے میں نے کار روک لی تھی اور اسے لفٹ دی تھی۔ کہیں میں کسی مصیبت میں تو نہیں پھنسوں گا؟''

ہمزاد کی آواز سنائی دی۔ ''نہیں' جب ہم انہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے تو ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔''

الپا نے پوچھا۔ ''اے! تم کیا بول رہے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ بیمار آتما اور بیمار شریر کا علاج کرتا ہوں۔ اس وقت میں ایک انوکھے تجربے سے گزر رہا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار کوئی میرے اندر آ کر بول رہی ہے اور بول رہا ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''تمہارے اندر ابھی کوئی بول رہا تھا۔ میں نے تمہارا بدلہ ہوا لہجہ سنا ہے۔''

''وہ میں ہی بول رہا تھا۔ ہر آدمی کے اندر ایک اور آدمی چھپا ہوتا ہے۔ لوگ اسے ہمزاد کہتے ہیں اور میں اسے آتما کہتا ہوں۔ اس وقت میں اپنی آتما سے بات کر رہا ہوں اور آتما ہی میری باتوں کا جواب دے رہی ہے۔''

''تم بکواس کر رہے ہو۔ خود ہی بولتے ہو پھر اپنے لہجے کو ذرا سا بدل کر خود ہی اپنی بات کا جواب دینے لگتے ہو۔''

پھر اس کے ہمزاد کی یا اس کی آتما کی آواز سنائی دی۔ ''ماترے.... ایو گیش ماترے! بحث نہ کر۔ جو دیوی تیرے اندر بول رہی ہے۔ اس کے سامنے سر جھکا لے۔ اس کی ہر بات کو مانتا جا۔ اسی میں ہماری بھلائی ہے۔''

میں نے اس کے دماغ میں آ کر الپا سے کہا۔ ''کل صبح دس بجے یہاں سے ایک فلائٹ دہلی جائے گی۔ پیرس جانے کے لیے ایک کنیکٹڈ فلائٹ ہے۔ میں فلائٹس میں عدنان اور شیوانی کے لیے سیٹیں کو ہیں۔ ان ماں بیٹے کو ایر پورٹ کے ایک کاؤنٹر پہنچو۔ وہاں انہیں ٹکٹ مل جائیں گے۔''

''پاپا! ہم ایر پورٹ پہنچنے ہی والے ہیں مطلب تو یہ ہوا کہ عدنان اور شیوانی کو آج رات یہ رہنا ہوگا۔''

میں نے کہا۔ ''ہاں' یہ بات ذرا تشویش ناک بخت بہروپیا ان کی تاک میں ہوگا۔ یہ دونوں کہ میں قیام کریں گے تو وہ کتنے ہی ذرائع سے ان کو کرا نہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔''

وہ بولی۔ ''پاپا! میں نے اس کار والے یوگی کے خیالات پڑھے ہیں۔ آپ بھی پڑھ کر دیکھیں ایک بہت بڑی لیبارٹری ہے۔ اس کے ساتھ رہائش گاہ ہے۔ وہ لیبارٹری شہر سے باہر پرسکون ہے۔ دشمن کسی کو بھی آلۂ کار بنا کر وہاں پہنچے گا تو جائے گا۔ میرا خیال ہے' ان دونوں کو اسی لیبارٹری اس کی رہائش گاہ میں رہنا چاہیے۔''

میں نے بھی اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا ہی معروف اور تجربہ کار ڈاکٹر ہے۔ ذہنی اور جسمانی کا علاج کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اسے روحانی کرنے کی لگن بھی رہتی ہے۔ اس کے ساتھ ایک ڈاکٹر رہتا ہے۔ وہ دونوں دوست ہیں۔ اور دونوں تک خبطی ہیں۔ شہر سے دور اس وسیع و عریض لیبارٹری رہتے ہیں۔ بیوی بچوں سے بے نیاز ہیں۔ شادی کی ہے اور نہ ہی کبھی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں

میں نے الپا اور عالی سے کہا۔ ''ہم سب خیالی ذریعے ان دونوں ڈاکٹروں کو کل صبح تک اپنے گے۔ عدنان اور شیوانی کو وہیں رات گزارنا چاہیے

وہ ایر پورٹ پہنچ گئے۔ شیوانی جب پورس بیٹے کے ساتھ گھر سے نکلی تھی اور نومی کے بہکا چلی آئی تھی۔ تب اس نے ضروری سامان کے اپنے بیٹے کا پاسپورٹ بھی رکھ لیا تھا۔ ان موجودگی میں ٹکٹ آسانی سے مل گئے پھر لیبارٹری کی طرف روانہ ہوئے۔ تقریباً ڈرائیو کے بعد وہ شہر سے باہر ایک ایسے علا جہاں آبادی بہت ہی کم تھی۔ وسیع و عریض رقبے

دیواری دور تک دکھائی دے رہی تھی۔ اس چار دیواری کے اندر یوگیش ماترے کی لیبارٹری اور رہائش گاہ تھی۔

ایک بڑے سے آہنی گیٹ کے سامنے وہ کار پہنچ کر رک گئی۔ ہارن بجانے پر ایک چوکیدار نے اس گیٹ کو کھولا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑی سی لاٹھی تھی اور کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ یوگیش ماترے کی سوچ نے بتایا کہ وہاں انہیں کسی سے بھی خطر نہیں ہے۔ کوئی ان کا دشمن نہیں ہے اور نہ ہی وہاں چوری ڈکیتی کی واردات ہوتی ہے۔ قریب ہی ایک پولیس اسٹیشن ہے۔ کوئی بھی پریشانی ہو تو وہ فون کرتے ہیں اور پولیس ان کی مدد کو وہاں پہنچ جاتی ہے۔

وہ کار احاطے کے اندر ایک ہرے بھرے باغیچے کے درمیان سے گزرتی ہوئی لیبارٹری کے بڑے سے دروازے کے سامنے آکر رک گئی۔ یوگیش ماترے نے ہارن بجایا تو تھوڑی دیر کے بعد وہ دروازہ کھل گیا۔ ایک صحت مند جوان اس دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ وہی یوگیش ماترے کا پیودی دوست سول ہنٹر تھا۔ شیوانی اور عدنان کار سے باہر آئے۔

ماترے نے کہا۔ ''میرے دوست ہنٹر! یہ جوان عورت اس بچے کی ماں ہے۔ کل صبح دس بجے کی فلائیٹ سے پیرس جانے والی ہے۔ آج رات یہاں قیام کرے گی۔''

ہنٹر نے سر جھکا کر اپنا ہاتھ سینے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں آپ کو ویلکم کہتا ہوں۔ پلیز۔ اندر تشریف لے آئیں۔''

اس لیبارٹری کے احاطے میں دو یا تین بجلی کے کھمبے لگے ہوئے تھے۔ روشنی برائے نام تھی۔ اندھیرا اندھیرا سا تھا لیکن لیبارٹری کے اندر دور تک روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ شیوانی اور عدنان اندر آئے۔ عالی شیوانی کے اندر تھی۔ تاشہ مسلسل عدنان کے ساتھ ہی تھی۔ الپا یوگیش کے دماغ کو کنٹرول کر رہی تھی۔

میں سول ہنٹر کی باتیں سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ میں نے یوگیش کے خیالات بھی پڑھے تھے۔ اس کی سوچ نے ہنٹر کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ ویسا ہی تھا۔ لیبارٹری میں جانوروں کے کئی پنجرے رکھے ہوئے تھے۔ کسی پنجرے میں درجنوں بندر تھے۔ کسی میں خرگوش اور کسی پنجرے کے اندر چوہوں کی کثیر تعداد تھی۔

پچھلے دنوں انڈیا میں چوہوں کی وجہ سے طاعون کی بیماری پھیلی تھی۔ وہ دونوں ڈاکٹر ان چوہوں کو چیر پھاڑ کر طاعون کو ختم کرنے کی کوئی زود اثر دوا تیار کرنا چاہتے تھے۔ بندر اور خرگوش بھی طبی تجربات کے لیے وہاں رکھے گئے تھے۔

عدنان اور شیوانی ان دونوں کے ساتھ ایک کوریڈور سے گزر رہے تھے۔ کوریڈور کے ایک طرف دیوار تھی۔ دوسری طرف بھی دیوار ہی تھی لیکن وہاں بڑے بڑے شیشے لگے ہوئے تھے۔ ان شیشوں کے آر پار دواؤں کا ذخیرہ اور طبی تجربات سے تعلق رکھنے والے بے شمار جدید آلات دکھائی دے رہے تھے۔

وہ چلتے چلتے ایک جگہ رُک گئے۔ وہاں یکے بعد دیگرے تین کیبن بنے ہوئے تھے۔ سول ہنٹر نے شیوانی سے کہا۔ ''ہماری لیبارٹری اور رہائش گاہ تک جانے کا یہی ایک راستہ ہے۔ اس کے علاوہ اندر جانے کا یا باہر آنے کا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔''

وہ ایک کیبن کا دروازہ کھول کر پہلے اندر گیا۔ اس کے بعد شیوانی عدنان کا ہاتھ تھام کر اندر آگئی۔ وہاں ایک کمپیوٹر اور بڑا سا مانیٹر رکھا ہوا تھا۔ دیواروں پر کئی طرح کے آلات لگے ہوئے تھے۔

وہ چاروں اس کیبن کا اندرونی دروازہ کھول کر دوسرے کیبن میں پہنچے۔ وہاں بھی اسی طرح بڑا سا مانیٹر اور کمپیوٹر رکھا ہوا تھا پھر وہ تیسرے کیبن میں پہنچے۔ تینوں ہی کیبن ایک ہی جیسے تھے لیکن وہاں لگے ہوئے آلات ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ وہ تیسرے اور آخری کیبن کا دروازہ کھول کر لیبارٹری کے اندر پہنچ گئے..... اس لیبارٹری کے پیچھے ان کی رہائش گاہ تھی۔ وہ وہاں سے گزر کر ایک ڈرائینگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔ یوگیش نے کہا۔ ''یہاں آرام سے بیٹھو۔ میں کھانا گرم کر کے لاتا ہوں۔''

سول ہنٹر نے کہا۔ ''تم بھی تھکے ہوئے ہو۔ آرام سے بیٹھ کر ان سے باتیں کرو۔ میں کھانا لاتا ہوں۔''

وہ کچن کی طرف چلا گیا۔ ہم سب ان کے خیالات پڑھ رہے تھے اور یہ اطمینان تھا کہ ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ رات کے گیارہ بجے تک کھانے سے فارغ ہو گئے۔ یوگیش ماترے نے کہا۔ ''دیوی جی! آپ اپنے بچے کے ساتھ ایک بیڈ روم میں آرام کریں۔ ہم وقت پر سونے جاگتے ہیں۔ اس وقت تک تو ہم سو چکے ہوتے ہیں۔ آپ کی خاطر جاگ رہے ہیں۔ ہمیں اجازت دیں۔''

عدنان اور شیوانی کو ایک بیڈ روم پہنچایا گیا۔ سول ہنٹر نے کہا۔ ''دیوی جی! دروازے کو اندر سے بند کر لیں۔ ہم پانچ بجے جاگتے ہیں۔ آپ جب چاہیں سو کر اٹھ سکتی ہیں اور ہم سے صبح کی چائے طلب کر سکتی ہیں۔''

وہ دونوں شیوانی سے رخصت ہو کر اپنے اپنے بیڈ روم میں آگئے پھر لائٹ آف کرنے کے بعد بیڈ پر لیٹ گئے۔ ان کی سوچ کہہ رہی تھی کہ واقعی وہ رات گیارہ بجے تک سو جاتے ہیں اور صبح پانچ بجے تک بیدار ہو جاتے ہیں۔

اگرچہ وہ خود ہی سو جانے کے عادی تھے۔ اس کے باوجود ہم نے خیال خوانی کے ذریعے انہیں تھپک تھپک کر سلا دیا اور ان کے دماغ کو یہ ہدایت دی کہ وہ صبح پانچ بجے سے پہلے بیدار نہیں ہوں گے۔

ادھر الپا' عالی اور تاشہ نے یہ طے کیا تھا کہ وہ باری باری شیوانی اور عدنان کے پاس آئیں گی۔ پہلے عالی چار گھنٹے تک ان ماں بیٹے کے پاس رہے گی۔ اس کے بعد الپا آئے گی تو وہ چلی جائے گی۔ اسی طرح چار گھنٹے کے بعد تاشہ آئے گی تو الپا وہاں سے چلی جائے گی۔

میں وہاں سے چلا آیا تھا۔ ان دونوں کو تھپک تھپک کر سلا دیا گیا تھا۔ ہم مطمئن تھے کہ اب وہ صبح پانچ بجے سے پہلے بیدار نہیں ہوں گے۔ دوسری طرف شیوانی نے اپنے بیڈ روم کو اندر سے لاک کر لیا تھا۔ لیبارٹری کے اور رہائش گاہ کے دروازے اتنے مضبوط تھے کہ کوئی انہیں توڑ کر اندر نہیں آسکتا تھا پھر یہ کہ عالی' الپا اور تاشہ باری باری ان دونوں کے دماغوں میں آکر رہنے والی تھیں۔ جب تک وہ وہاں بیٹا وہاں سے نکل کر دوسرے دن کی شام تک پیرس نہ پہنچ جاتے' تب تک ان کی نجی سے نگرانی کی جانے والی تھی۔

جب یوگیش ماترے اور سول ہنٹر گہری نیند سو گئے' تب میں نے ایک گھنٹے کے بعد ان کے دماغوں میں آکر اطمینان حاصل کیا۔ واقعی وہ جیسے گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے۔ میں تھکا ہوا تھا۔ آرام کرنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی گہری نیند سو گیا۔

اور تب..... ٹھیک ایک بجے سول ہنٹر نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ ادھر ٹھیک اسی لمحے میں یوگیش ماترے کی آنکھیں بھی کھل گئیں۔ وہ دونوں اپنے اپنے بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ یوگیش ماترے نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''ماترے...! یوگیش ماترے.....! میں بیدار ہو چکا ہوں۔''

دوسری طرف سول ہنٹر نے کہا۔ ''ہنٹر.....! سول ہنٹر.....! میں بھی بیدار ہو چکا ہوں۔ فرانسفر کیبن میں چلے آؤ۔''

وہ دونوں بیڈ سے اتر کر اپنے اپنے کمروں سے باہر آگئے پھر ایک دوسرے کے ساتھ چلتے ہوئے لیبارٹری میں پہنچے۔ وہاں جو تین کیبن ایک ساتھ بنے ہوئے تھے۔ وہ ان میں سے ایک کیبن کے اندر آگئے۔

وہ دونوں تھیوسوفی (ناقابل فہم علم) کے ماہر تھے۔ اپنے اپنے آباواجداد کی طرح روحوں کے متعلق ریسرچ کرتے رہتے تھے۔ ان کے باپ دادا کے دور میں سائنسی ایجادات آج کی طرح نہیں تھیں۔ وہ پرانے دور کے لوگ پُراسرار علوم کے ذریعے ارواح سے رابطہ کیا کرتے تھے۔ اب وہی کالا پُراسرار علم بلور بینی (کرسٹل ویژن) میں تبدیل ہو گیا تھا۔

وہ جدید سائنسی کرسٹل ویژن مشین کے ذریعے کسی بھی انسان کے اندر نادیدہ روح کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ جو چیز نادیدہ ہوتی ہے۔ وہ کبھی نظر نہیں آتی لیکن ماترے اور ہنٹر ...کرسٹل ویژن کی اسکرین پر کسی بھی انسان کے اندر ایک کے بعد ایک کے برابر روشنی کو بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔ ان کے برسوں کے تجربات کے مطابق وہی بجھتے کے برابر روشنی انسانی آتما یعنی روح کہلاتی ہے۔

وہ دونوں ان تین کیبنوں میں سے درمیانی کیبن میں آگئے اور وہاں رکھی ہوئی ایک مشین کو آپریٹ کرنے لگے۔ کیبن کے اندر سرخ روشنی پھیل گئی۔ دیوار سے لگے ہوئے بڑے مانیٹر پر وہ دونوں خود کو دیکھنے لگے۔ انہیں اپنے اندر روشنی کے نکتے دکھائی دے رہے تھے۔

ماترے نے ہنٹر سے کہا۔ ''ہم نے عارضی طور پر اپنی اپنی آتما کا تبادلہ کیا تھا۔ میری آتما اس وقت تمہارے اندر ہے۔''

ہنٹر نے کہا۔ ''ہاں' اور میری آتما تمہارے اندر ہے۔''

ماترے نے کہا۔ ''میں یوگیش ماترے نہیں ہوں۔ سول ہنٹر ہوں' تمہاری آتما میرے اندر آگئی ہے۔ اس لیے میں خود کو یوگیش ماترے کہتا ہوں۔''

سول ہنٹر نے کہا۔ ''میں بھی سول ہنٹر نہیں ہوں۔ تمہاری روح میرے اندر آچکی ہے۔ اس لیے میں خود کو سول ہنٹر کہتا ہوں۔ اب ہمیں اپنی اپنی روحوں کو اپنے اپنے اندر واپس لے آنا چاہیے۔''

وہ دونوں وہاں فرش پر ہی لیٹ گئے۔ ان کے دائیں بائیں ایک ایک چھوٹی سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ ان دونوں کے ہاتھ مشین کے ایک ایک بٹن پر گئے پھر انہوں نے بیک وقت اپنی اپنی مشین کے بٹن کو دبایا۔ کیبن کی سرخ روشنی جلنے بجھنے لگی۔ بڑے سے مانیٹر پر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دونوں فرش پر لیٹے ہوئے تھے۔ ان کے جسموں سے روشنی کا ایک ایک نکتہ باہر نکل آیا تھا۔

یوگیش کے جسم سے جو روشنی نکلی تھی۔ وہ دراصل سول

ہنٹر کی آتما تھی۔ وہ فضا میں لہراتی ہوئی دوسرے جسم میں داخل ہوگئی۔ یعنی وہ سول ہنٹر کا جسم تھا۔ اس کی روح اس کے بدن میں واپس آگئی تھی۔ اسی طرح دوسری بیٹھے کے برابر روشنی دراصل یوگیش کی آتما تھی۔ وہ بھی اس کے جسم میں واپس چلی گئی۔

روشنی کے وہ دونوں بیٹھے جب تک باہر تھے۔ تب تک وہ دونوں فرش پر مردہ پڑے ہوئے تھے۔ جب وہ بیٹھے ان کے جسموں میں داخل ہوئے' تب وہ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔

یوگیش نے کہا۔ ''وہ ماں بیٹا جو بیڈ روم میں سو رہے ہیں۔ ہمارے لیے نئی دلچسپیاں لے کر آئے ہیں۔ ہمیں نئے تجربات حاصل ہونے والے ہیں۔''

سول نے کہا۔ ''ہاں' ان کے دماغوں میں بہت سے ٹیلی پیتھی جاننے والے بولتے رہتے ہیں۔ وہ ساری باتیں سن کر ہم نے ان کے بارے میں اچھی خاصی معلومات حاصل کی ہیں۔''

''پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ ماں ہندو ہے اور بیٹا مسلمان ہے۔ ان کے دماغوں میں جو ٹیلی پیتھی جاننے والے آرہے تھے۔ وہ سب ہی مسلمان تھے۔''

''ان ٹیلی پیتھی جاننے والیوں کے علاوہ ایک مرد بھی آکر میرے دماغ میں بول رہا تھا۔ وہ عورتیں اسے پاپا کہہ رہی تھیں۔''

''ہاں' مسلمان ہونے کے ناطے یہ بات تو سمجھ میں آگئی کہ ان کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے اور وہ شخص جو پاپا کہلا رہا تھا۔ وہ یقیناً فرہاد علی تیمور ہی تھا۔''

وہ دونوں مسکرانے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''وہ فرہاد جو ٹیلی پیتھی کی دنیا کا بے تاج بادشاہ کہلاتا ہے۔ ہمارے دماغ میں آکر دھوکا کھا گیا۔ وہ کبھی یہ نہیں سمجھ سکے گا کہ ہم آتما شکتی کے ذریعے اپنے اپنے دماغ کو کنٹرول کرتے ہیں۔ جب میں کار چلا رہا تھا اور وہ لوگ میرے دماغ میں آکر خیالات پڑھ رہے تھے تو اس وقت تم میرے چور خیالات کو کنٹرول کر رہے تھے اور جو کچھ اپنے طور پر پیش کر رہے تھے۔ وہ اسی کو سچ سمجھ رہے تھے۔''

''اب ان میں سے کوئی بھی ہمارے اندر نہیں آسکے گا۔ ہم آتما شکتی کے ذریعے انہیں باہر بھگا دیا کریں گے۔''

''جب وہ ہمارے اندر آنہیں سکیں گے تو ان ماں بیٹے کے لیے خطرہ محسوس کریں گے پھر اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے ہم پر حملے کریں گے۔ جب ہم ہاتھ نہیں آئیں گے تو اس لیبارٹری کو تباہ کردیں گے۔''

''اس لیبارٹری کو تباہ کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ یہ تو ان کی باتوں سے ہی معلوم ہوگیا ہے کہ یہ عورت فرہاد علی تیمور کی بہو ہے اور یہ بچہ اس کا پوتا ہے۔ یہ دونوں اہم مہرے ہمارے گرفت میں ہیں۔ وہ ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔''

''دو مہرے نہ کہو۔ اصل مہرہ تو بچہ ہے۔ وہ اس کی ماں کے بارے میں کہہ رہے تھے کہ اس کی زندگی صرف انیس دنوں کی ہے۔''

''ہاں' میں بھی یہ باتیں سن رہا تھا۔ ان کے کسی بڑے نے یہ پیش گوئی کی ہے کہ اب سے انیس دنوں کے بعد اس عورت کی روح اپنے جسم سے الگ ہو جائے گی۔ اس دنیا سے چلی جائے گی۔''

سول ہنٹر نے کہا۔ ''اور ہم اسے جانے نہیں دیں گے۔ میرا نام سول ہنٹر یعنی روح کا شکاری ہے اگر قدرتی طور پر اس روح اور جسم کا تعلق صرف انیس دنوں تک ہی رہ گیا ہے تو ہم اس کی آتما کو کسی نئے جسم میں پہنچائیں گے۔ کرسٹل ویژن اور کیپ چر مشین کے ذریعے اس کی آتما کو نئے جسم میں قید کردیں گے۔''

''آؤ۔ اپنے چیمبر میں چلیں۔ وہاں بیٹھ کر آتما شکتی کے ذریعے اس بچے کی ماں کے بارے میں اور بہت کچھ معلوم کریں گے۔''

وہ اس کیبن سے نکل کر وہاں سے چلتے ہوئے اپنے ایک چیمبر میں آگئے۔ وہاں بھی دیوار پر ایک اسکرین لگی ہوئی تھی۔ اس کا تعلق کمپیوٹر سے تھا اور وہی کرسٹل ویژن مشین تھی۔ اس پر بھی ایک اسکرین کی طرح کرسٹل فریم لگا ہوا تھا۔ اس فریم میں بلور بینی کے ذریعے انہیں روشنی کے نقطے یعنی روح دکھائی دیتی تھی۔

ایک اور بڑی سی کیپ چر نامی مشین بھی تھی۔ جسے آپریٹ کرتے تھے تو ایک فرد کے جسم سے روح نکال کر دوسرے فرد کے جسم میں داخل ہو جاتی تھی۔

سول اور یوگیش وہاں آکر آمنے سامنے بیٹھ گئے پھر ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آتما شکتی کے ذریعے شیوانی کے اندر پہنچ گئے۔

سول ہنٹر نے کہا۔ ''اس کا نام شیوانی ہے۔ وہ فرہاد کے بیٹے پورس کی دائف تھی۔''

وہ شیوانی کے پورے ماضی کو کھنگال رہے تھے۔ اور ایک دوسرے سے بول رہے تھے۔ یوگیش نے کہا۔ ''اب سے پانچ برس پہلے اس نے اپنے اس بیٹے کو جنم دیا۔ جو اسی کے ساتھ ہی ہے۔ وہ اسے جنم دینے کے چند منٹ بعد فنا

ہوگئی تھی۔ تب سے اس کی آتما بھٹکتی رہی ہے۔ کتنی ہی حسین اور نوجوان عورتوں کے جسم سے گزر کر اس موجودہ جسم تک پہنچی ہے۔''

''اس موجودہ جسم والی کا نام انکا اگنی ہوتری ہے۔ بڑی چنچل بڑی بھرپور ہے۔ اسے دیکھتے ہی میں نے سڑک کے کنارے کار روک دی تھی۔''

''اس پر تو میرا دل بھی آگیا ہے لیکن پہلے ہم میڈم آزوری کی آتما کو اس کے جسم میں لائیں گے اور شیوانی کی روح کو اس کے اندر سے نکال کر میڈم آزوری کے اندر پہنچا دیں گے۔''

''اچھا آئیڈیا ہے۔ میڈم آزوری اتنا خوبصورت جسم پا کر خوش ہو جائے گی اور ہمیں بھی خوش کرتی رہے گی۔''

''پھر یہ کہ شیوانی کے ساتھ بھی نیکی ہوگی۔ یہ انیس دنوں کے بعد اس دنیا کو چھوڑ کر جانے والی ہے۔ ہم اسے میڈم آزوری کے جسم میں قیدی بنا کر رکھیں گے۔ یہ وہاں سے نکل نہیں پائے گی۔ اسے ایک لمبی عمر ملتی رہے گی۔''

سول نے موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر اسے کان سے لگا کر کہا۔ ''آجاؤ آزوری! کب تک پرانا بدن لیے پھرتی رہو گی؟''

وہ بولی۔ ''میں نے تو پہلے ہی کہا ہے کہ اگر اس بدن سے جی بھر گیا ہے تو اسے بدل دو۔ میں تو تم دونوں کی خوشی میں خوش رہتی ہوں۔''

''تو پھر فوراً یہاں چلی آؤ۔ آج اتنا خوبصورت بدن ملے گا کہ جب خود کو آئینے میں دیکھو گی تو دیکھتی ہی رہ جاؤ گی۔ یقین نہیں ہوگا کہ اس قدر حسین اور جوان بھی ہو سکتی ہو۔''

''ہائے..... اس طرح میرا شوق نہ بھڑکاؤ۔ بس میں ابھی آتی ہوں۔''

رابطہ ختم ہوگیا۔ دنیا میں ایسی کون سی عورت ہے۔ جو خوب سے خوب تر اور دنیا کی حسین ترین عورت بننا نہیں چاہتی۔ دولت مند عورتیں اپنے چہروں کی سرجری کرا کے حسین سے حسین ترین بننا چاہتی ہیں اور اپنے جسم کے کئی حصوں کو بھی سرجری کے ذریعے خوبصورت بنانے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔

وہ ایک گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ گئی۔ آتے ہی ان دونوں سے باری باری لپٹ کر بولی۔ ''کہاں ہے وہ خوبصورت بدن؟ مجھے دکھاؤ۔ میں بہت بے چین ہو رہی ہوں۔''

سول ہنٹر نے کہا۔ ''ذرا سا صبر کرو۔ جب وہ بدن تمہیں ملے گا تو خود کو آئینے کے سامنے دیکھ کر خوشی سے ناچنے لگو گی۔''

یوگیش نے کہا۔ ''ہم اپنے چیمبر میں جا رہے ہیں۔ تم ان تین میں سے پہلے کیبن میں رہو۔ ہم اس حسین عورت کو درمیانی کیبن میں پہنچا رہے ہیں۔''

وہ دونوں پھر اپنے چیمبر میں آگئے۔ سول ہنٹر کرسٹل ویژن اور کیپ چر مشین کے سامنے بیٹھ کر اسے آپریٹ کرنے لگا۔

یوگیش آتما شکتی کے ذریعے شیوانی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ اچانک ہی بیدار ہوگئی۔

الپا اور عالی باری باری چار گھنٹے تک شیوانی کے دماغ میں ڈیوٹی دیتی رہی تھیں۔ اس کے بعد ناشہ آگئی تھی۔ ناشہ نے ایک بار شیوانی کے خیالات پڑھے۔ اسے گہری نیند میں دیکھا تو مطمئن ہو کر عدنان کے پاس آگئی۔ وہ بھی گہری نیند میں تھا۔ وہ خواب کی اسکرین پر اپنے آپ کو دکھانے لگی اور وہ اسے دیکھ کر خوش ہونے لگا۔

شیوانی یوگیش کی آتما کے زیر اثر آکر اس سے سحر زدہ ہو کر بیڈ سے اتری پھر دروازے کو اندر سے کھول کر باہر گئی۔ لیبارٹری کے ان تین کیبنوں کی طرف جانے لگی۔

ناشہ کو یہ اطمینان تھا کہ شیوانی گہری نیند میں ہے۔ اسے اپنے عدنان سے دلچسپی تھی۔ اس لیے وہ خواب کی اسکرین پر اس سے باتیں کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہری بھری وادیوں میں گھوم رہی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ ایک آدھ گھنٹے کے بعد پھر شیوانی کے پاس جا کر اس کی خبر لے گی۔

اور ایک آدھ گھنٹا ہی بہت ہوتا ہے۔ یوگیش نے شیوانی کو اس درمیانی کیبن میں پہنچا دیا تھا۔ چیمبر میں بیٹھا ہوا سول ہنٹر مشین کے ذریعے کیبن کے آلات کو آپریٹ کر رہا تھا۔ وہاں بڑی سی اسکرین کے سامنے شیوانی کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے جسم کے اندر روشنی کا ایک نکتہ دکھائی دے رہا تھا۔

یوگیش نے کہا۔ ''تم خوش نصیب ہو جو ہمارے سائے میں آگئیں۔ آئندہ اپنی خواہش کے مطابق اپنے بیٹے کے ساتھ ایک طویل زندگی گزار سکو گی۔ جہاں کھڑی ہوئی ہو' وہیں فرش پر لیٹ جاؤ۔''

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہیں فرش پر لیٹ گئی۔ کیبن نمبر ایک میں میڈم آزوری کھڑی ہوئی تھی۔ سول نے اسے حکم دیا۔ ''دروازہ کھولو اور درمیانے کیبن میں چلی آؤ۔''

اس نے ویسا ہی کیا۔ دروازہ کھول کر درمیانے کیبن

میں آگئی۔ وہاں سرخ روشنی میں ایک نہایت ہی حسین و جمیل عورت فرش پر لیٹی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر خوش ہوگئی۔ اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ ”ہائے ماترے.....! ہائے ہنٹر.....! میں تو اس کا جسم ملنے کے بعد ہیوٹی کونٹسٹ میں شامل ہو سکتی ہوں۔ مس یونیورس کہلا سکتی ہوں۔“

ہنٹر نے کہا۔ ”خاموش رہو، ہمیں کام کرنے دو۔ اس عورت کے برابر ہی لیٹ جاؤ۔“

وہ فرش پر بیٹھ گئی پھر شیوانی کے برابر ہی لیٹ گئی۔ یوگیش اور سول ہنٹر بلور بنی کے ذریعے انہیں دیکھ رہے تھے۔ دونوں کے جسم سے روشنی کے دو نکتے نکل کر فضا میں معلق ہو گئے۔ ماترے ان روشن نکتوں کو متحرک کرنے کے لیے ایک مشین کو آپریٹ کر رہا تھا۔ سول ہنٹر کیپ چر مشین کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

ماترے شیوانی کے جسم سے نکلے ہوئے روشن نکتے کو میڈم آزوری کے جسم تک پہنچا رہا تھا اور میڈم آزوری کے جسم سے نکلے ہوئے روشن نکتے کو شیوانی کے بدن تک پہنچا رہا تھا۔ جب وہ دونوں نکتے ان دونوں کے جسموں میں داخل ہو گئے تو سول نے کیپ چر مشین کو آپریٹ کرنا شروع کیا پھر وہ نکتے ان کے جسموں میں قید ہو کر رہ گئے۔ وہ دونوں اُٹھ کر بیٹھ گئیں۔

میڈم آزوری نے خوش ہو کر الکا اگنی ہوتری کے جسم میں ایک بھرپور انگڑائی لی۔ شیوانی نے میڈم آزوری کے جسم میں پہنچ کر حیرانی اور پریشانی سے سامنے بیٹھی ہوئی الکا کو دیکھا وہ اب سے کچھ دیر پہلے تک اس کا جسم تھا۔ اب پرایا ہو گیا تھا۔ وہ اسے دور سے دیکھ رہی تھی۔ اس وقت سحر زدہ نہیں تھی۔ پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔ ”یہ میں کہاں ہوں؟ میرا بیٹا کہاں ہے؟“

یوگیش نے کہا۔ ”تم اپنے بیٹے کو بیڈروم میں چھوڑ کر آئی ہو۔ اب وہاں جا سکتی ہو۔“

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کیبن سے نکل کر تیسرے کیبن میں آئی پھر اس کا اندرونی دروازہ کھول کر اپنے بیڈروم کی طرف جانے لگی۔

میڈم آزوری بھی تیزی سے چلتی ہوئی ماترے کے بیڈ روم میں آئی۔ وہاں اپنے آپ کو آئینے میں دیکھ کر ایک دم سے خوش ہو گئی۔ مستی میں ناچنے لگی۔

ماترے اور ہنٹر نے آہ کر کہا۔ ”اب تم ہماری جاگیر ہو۔ ہم جب چاہیں تمہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ ابھی ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ فوراً یہاں سے چلی جاؤ۔ ہمیں فرہاد اور اس کے نیلی پیتھی جاننے والوں سے نمٹنا ہے۔“

میڈم آزوری نے پوچھا۔ ”میرے پاس جلدی آؤ گے ناں.....؟“

ماترے نے کہا۔ ”ہاں، تم گھر پہنچتے ہی اپنے بیڈ پر لیٹ جانا۔ میں تم پر عمل کروں گا۔ تمہارے دماغ کو لاک کروں گا۔ تاکہ فرہاد یا اس کا کوئی بھی آلۂ کار تمہارے اندر نہ آسکے۔“

وہ الکا کا جسم لے کر خوشی خوشی وہاں سے چلی گئی۔ شیوانی تیزی سے چلتی ہوئی اپنے بیڈروم آئی۔ وہاں عدنان گہری نیند میں تھا۔ وہ بستر پر آکر اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ اسے چومنے لگی۔

اس کے رونے کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا الکا والا جسم اس سے چھن گیا تھا۔ اب یہ فکر لاحق ہو گئی تھی کہ بیٹا اسے ماں کی حیثیت سے قبول کرے گا یا نہیں.....؟ دوسری وجہ اس بات کی خوشی تھی کہ اس کی آتما کو دوسرے جسم میں پہنچانے والے نے کہا تھا کہ اب اس کی عمر لمبی ہو گی۔ وہ انیس دنوں میں نہیں مرے گی۔

تاشہ عدنان کے اندر رہی تھی۔ جب وہ اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ اسے چومنے لگی تو تاشہ نے اسے محسوس کیا عدنان کے دماغ سے نکل کر شیوانی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو وہ نہ پہنچ سکی۔ کیونکہ روح کے جسمانی اعضا نہیں ہوتے اور نہ ہی کوئی دماغ ہوتا ہے۔ اب تک شیوانی جس کے جسم میں پہنچتی رہی اپنی آتما کی قوت سے اس کے دماغ پر حاوی ہوتی رہی۔

اب وہ میڈم آزوری کے جسم میں تھی۔ اس لیے اس کے دماغ پر حاوی تھی۔ تاشہ میڈم آزوری کے لب و لہجے کو نہیں جانتی تھی۔ اس لیے اس کے اندر پہنچ نہ سکی۔ کیونکہ اب تک وہ الکا کے لب و لہجے کے ذریعے شیوانی کے اندر پہنچتی تھی۔ اس لیے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے الکا کے اندر پہنچی تو اس کا دل اور دماغ بدل چکا تھا۔ اس کے اندر میڈم آزوری کی آتما تھی۔ وہ اب اسی کی مرضی کے مطابق سوچ رہی تھی اور عدنان کو بھول چکی تھی۔

تاشہ نے حیرانی سے پوچھا۔ ”ممی! یہ آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ اپنے بیٹے کے پاس نہیں ہیں۔ آپ تو کار ڈرائیو کر رہی ہیں، کہاں جا رہی ہیں؟“

میڈم آزوری نے کار سڑک کے کنارے روک دی پریشان ہو کر پوچھا۔ ”تم کون ہو؟ میرے دماغ سے چلی جاؤ۔ ورنہ میرا ماترے اور میرا ہنٹر یہاں آکر تمہیں ایک پل

کے لیے بھی میرے اندر رہنے نہیں دے گا۔ یہاں سے بھاگ جاؤ۔“

وہ پریشان ہو کر پھر عدنان کے دماغ میں آئی تو اس کے ذریعے پتا چلا کہ اس کے پاس جو عورت ہے وہ شیوانی ہی ہے۔ تاشہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ شیوانی کے پاس پہنچنا چاہتی ہے تو کسی دوسری عورت کے پاس کیوں پہنچ جاتی ہے؟ اس نے فوراً ہی مجھے مخاطب کیا۔ ”گرینڈ پا! یہاں کچھ گڑبڑ ہے۔ میں شیوانی ممی کے اندر پہنچنا چاہتی ہوں تو کسی دوسری عورت کے اندر پہنچ جاتی ہوں۔“

میں یہ سنتے ہی عدنان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ تاشہ نے کہا۔ ”میں نے عدنان کے ذریعے اس عورت کی آواز سن کر یہ معلوم کیا کہ شیوانی ممی نیند سے بیدار ہوگئی ہیں لیکن میں ان کے دماغ میں نہ پہنچ سکی۔ آپ ان کے اندر پہنچ کر دیکھیں۔“

میں نے بھی الکا کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچنا چاہا تو یہ کہنا چاہیے کہ ناکامی نہیں ہوئی میں الکا کے اندر ہی پہنچا لیکن وہاں شیوانی کی آتما نہیں تھی۔ میں پریشان ہوا پھر اپنے پوتے عدنان کے اندر آگیا۔

تاشہ نے عدنان کو نیند سے جگایا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ سر گھما کر دیکھا۔ میرے پوتے کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اس کے قریب کوئی اجنبی عورت لیٹی ہوئی ہے۔

وہ فوراً ہی اُٹھ کر بیٹھ گیا پھر حیرانی سے بولا۔ ”تم کون ہو؟“

شیوانی نے بڑی محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ ”بیٹے میں تمہاری ماں ہوں۔“

عدنان نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔ ”تم جھوٹ بول رہی ہو۔“

میں اور تاشہ عدنان کے ذریعے شیوانی کی بدلی ہوئی آواز اور لب و لہجہ سن رہے تھے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ الکا اگنی ہوتری وہاں نہیں ہے۔ ہم نے فوراً ہی موجودہ آواز کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی تو پتا چلا کہ وہ کوئی دوسری عورت ہے اور اس کا نام میڈم آزوری ہے۔

میں نے کہا۔ ”تم میرے پوتے کے لیے ایک ماں کی طرح تڑپ رہی ہو۔ کیا تم شیوانی ہو؟“

اس نے جلدی سے کہا۔ ”ہاں پاپا! میں آپ کی بہو شیوانی ہی ہوں۔ مجھے ان لوگوں نے اس دوسری عورت کے اندر قید کر دیا ہے۔“

”وہ کون لوگ ہیں؟“

”میں نے اپنے اندر یوگیش ماترے کی آواز سنی تھی۔ وہ مجھے سحر زدہ کر کے ایک کیبن میں لے گیا تھا۔ میں اس کے حکم کے مطابق وہاں فرش پر لیٹ گئی تھی پھر اس کے بعد مجھے پتا نہ چلا کہ میرے ساتھ کیا ہوتا رہا؟ جب آنکھ کھلی تو میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں نے قریب ہی بالکل سامنے الکا اگنی ہوتری کو دیکھا۔ مجھے حیرانی ہوئی کہ میں تو اس کے جسم میں تھی پھر اس سے الگ ہو کر اس دوسرے جسم میں کیسے آگئی؟ مجھے کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔“

میں نے کہا۔ ”اچھا تم تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہو۔ یہ میڈم آزوری کا جسم ہے اور اسی کا دماغ ہے۔ تمہاری آتما اس دماغ کی حصہ دار ہے۔ تم اس پر حاوی ہو جاتی ہو۔ یہ تمہارے زیر اثر ہے۔ لیکن اس کا ماضی اس کی پوری ہسٹری اس کے دماغ میں محفوظ ہے۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔“

میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ شیوانی اب سے پہلے الکا کے جسم میں تھی۔ اس کے دماغ پر بھی حاوی رہتی تھی اور الکا کا اپنا دماغ بھی کام کرتا تھا۔ یعنی ایک کی آتما تھی اور دوسری کا جسم تھا۔ اور وہ دونوں ایک ہی دماغ سے کام لیتی تھیں۔ اسی دماغ سے سوچتی تھیں۔ اسی طرح اب شیوانی اور میڈم آزوری کا ایک ہی دماغ تھا۔ وہ دونوں ایک ہی دماغ کی مالکہ تھیں۔

پتا چلا کہ میڈم آزوری پچھلے دس برس سے یوگیش اور سول کی رکھیل بنتی چلی آرہی ہے۔ جب بھی اس کے بدن سے ان دونوں کا جی بھر جاتا تھا تو وہ کسی دوسری حسین اور جوان عورت کو ٹریپ کر کے میڈم آزوری کی آتما کو اس کے جسم میں پہنچا دیتے تھے۔ اس طرح وہ ایک نئی جوان اور حسین عورت کے ساتھ کچھ عرصے تک عیش کرتے تھے پھر اسے کسی نہ کسی نئے جسم میں پہنچا دیا کرتے تھے۔

میں نے پوچھا۔ ”کیا یوگیش اور سول کالا جادو جانتے ہیں؟“

”نہیں، وہ جدید سائنسی آلات اور مشین کے ذریعے کسی بھی انسان کے اندر اس کی روح کو دیکھ لیتے ہیں۔ ان کی لیبارٹری کے ایک چیمبر میں کرسٹل ویژن اور کیپ چر نامی ایسی مشینیں ہیں، جن کے ذریعے وہ ایک فرد کے جسم سے روح نکال کر دوسرے جسم میں پہنچا دیتے ہیں۔“

وہ بول رہی تھی اور میں پہلی بار ایسا سن رہا تھا کہ یوگیش اور سول کالا جادو نہیں جانتے۔ بلکہ جدید سائنسی آلات اور

مشینوں کے ذریعے روحوں کو اپنے قابو میں کرتے ہیں پھر اپنی مرضی کے مطابق انہیں ایک جسم سے دوسرے جسم میں پہنچا دیتے ہیں۔

میں نے سوچا' ایسی عجیب وغریب مشینوں اور آلات کو ضرور دیکھنا چاہیے۔ جوکا لے جادو کی جگہ لے چکی ہیں۔ ان کے ذریعے روحوں کا سراغ لگایا جاتا ہے پھر ان روحوں کو ادھر سے ادھر پہنچایا جاتا ہے۔

میں نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہا۔ ''میرے دماغ میں آؤ پھر میرے ذریعے میڈم آزوری کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھو۔ اس کے مطابق ہمارے ادارے کے سراغ رسانوں سے کہو کہ وہ اس لیبارٹری کا محاصرہ کریں۔ اس کے اندر جو مشینیں ہیں۔ انہیں وہاں سے لے جانے کی کوشش کریں۔''

میں نے یہ بھی کہا کہ اس لیبارٹری کی ایک رہائش گاہ میں میرا پوتا موجود ہے۔ اسے اس کی ماں کے ساتھ وہاں سے بحفاظت باہر لایا جائے۔ میں نے الپا' اعلیٰ بی بی اور کبریا کو اپنے پاس بلا کر انہیں موجودہ حالات سے آگاہ کیا اور کہا کہ انہیں ہر حال میں عدنان کی حفاظت کرنی ہے۔ میں ان دو بہروپیوں سے نمٹنے جا رہا ہوں۔

میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا یوگیش کے اندر پہنچ گیا پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ ''ماترے! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم دونوں بے ضرر ڈاکٹر بن کر مجھے دھوکا دو گے۔ کبھی یہ پتا نہیں چلنے دو گے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو اور کوئی عام ڈاکٹر نہیں ہو۔ تھیوسوفی (ناقابل فہم علم) کے ماہر ہو۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''پہلے تو یہ بتا دوں کہ میں یوگیش ماترے نہیں ہوں' سول ہنٹر ہوں۔ جب تم میرے دماغ میں آتے تھے تو اس وقت میری روح یوگیش کے اندر اور یوگیش کی روح میرے اندر تھی۔ اب ہم نے اپنی اپنی روحوں کو اپنے اندر واپس بلا لیا ہے۔ بہرحال اس سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ماترے ہو یا ہنٹر ہم بظاہر دو ہیں لیکن ہمارے مزاج ایک ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''تم دونوں اپنی اصلیت چھپاتے رہے' کوئی بات نہیں لیکن تم نے میرے پوتے سے اس کی ماں چھین کر بہت برا کیا ہے۔ کیا یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہیں آسانی سے چھوڑ دوں گا؟''

اس نے کہا۔ ''اگر تم ہمیں دشمن سمجھتے ہو تو ہمارے خلاف جو کرنا چاہتے ہو کر دیکھو لیکن ہم نے کوئی دشمنی نہیں کی ہے۔ تمہاری بہو اور پوتے کی ماں کو ایک لمبی عمر دینے کے لیے ایسا کیا ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ شیوانی کی روح کو کسی دوسری عورت کے جسم میں پہنچا کر اسے ایک لمبی عمر دے سکو گے؟''

''ہم جدید سائنسی مشینوں کے ذریعے روحوں کا شکار کرتے ہیں۔ کالا جادو پرانے زمانے کی بات ہو چکی ہے۔ کالے علم کے ذریعے جو لوگ آتما کو اپنے قابو میں کیا کرتے تھے۔ ان کا وہ عمل عارضی ہوتا تھا لیکن ہم جس آتما کو کسی جسم میں پہنچا کر قید کر دیتے ہیں تو پھر وہ اس وقت تک اس جسم سے نہیں نکلتی' جب تک کہ وہ جسم بیمار نہ ہو یا کسی حادثے کا شکار نہ ہو۔ جب اس جسم کے فنا ہونے کا وقت آتا ہے' تب ہی وہ روح وہاں سے نکل پاتی ہے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''ہم نے تمہاری بہو کو جس عورت کے جسم میں پہنچایا ہے' وہ صحت مند ہے۔ کم از کم انیس دنوں کے بعد مرنے والی نہیں ہے۔ یہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ بابا صاحب کے ادارے کے ایک بہت بڑے بزرگ نے اس کی موت کی پیش گوئی کی ہے لیکن تم دیکھ لینا' انیس دنوں کے بعد وہ پیش گوئی درست ثابت نہیں ہوگی۔ تمہاری بہو اس کے بعد بھی زندہ رہے گی اور تمہارے پوتے کو بھرپور ممتا دیتی رہے گی۔ کیا یہ ہم نے تمہارے اور تمہارے پوتے کے لیے اچھا نہیں کیا؟ کیا تم اسے دشمنی سمجھتے ہو؟''

''ہاں' تمہارے نقطۂ نظر سے تو یہ دشمنی نہیں ہے اگر تم ہمارا بھلا چاہتے تھے اور میرے پوتے کی ماں کو لمبی عمر دینا چاہتے تھے تو پہلے مجھ سے اس سلسلے میں بات کرتے اگر میں راضی ہوتا کہ میری بہو کو ایک لمبی عمر ملنی چاہیے تو پھر ہم باہمی رضامندی سے یہی کرتے جو تم نے کیا ہے لیکن.....''

میں ذرا چپ ہوا۔ اس نے پوچھا۔ ''لیکن کیا.....؟''

میں نے کہا۔ ''ہم جناب علی اسد اللہ تبریزی کے عقیدت مند ہیں اور ہمیشہ سے یہ دیکھتے آئے ہیں کہ ان کی پیش گوئی کبھی غلط نہیں ہوتی۔ میرے پوتے کی ماں انیس دنوں کے بعد ہر حال میں اس دنیا سے رخصت ہو جائے گی۔''

''اور ہمارا بھی دعویٰ ہے کہ ایسا نہیں ہوگا۔ انیس دنوں تک صبر کر لو۔ دیکھو کہ ہم نے کتنا بڑا کمال کیا ہے؟ ایک مرنے والی کو لمبی عمر دی ہے۔''

''تمہارا دعویٰ غلط ثابت ہوگا۔''

''جب غلط ثابت ہوگا تو ہم مان لیں گے کہ ہم نے

جانے انجانے میں تم سے دشمنی کی ہے۔ اس کے باوجود ہمارے ارادے نیک ہی تھے۔''

''کیا یہ نیک ارادہ ہے کہ تم نے میرے پوتے کو انیس دنوں تک اس کی ماں سے محروم کر دیا ہے؟ اب جو ماں ایک لمبے چوڑے کے ساتھ اس کے سامنے ہے۔ وہ اسے ماں تسلیم نہیں کر رہا ہے اور نہ ہی کرے گا۔ ہم اسے لاکھ سمجھائیں گے' تب بھی وہ ہماری بات نہیں مانے گا اور اگر مان بھی لے گا تو جبراً ایک اجنبی عورت کے ساتھ رہے گا لیکن دل سے کبھی اسے ماں تسلیم نہیں کرے گا۔''

''تم مجھے یوگیش سمجھ کر میرے پاس آئے جبکہ میں سول ہنٹر ہوں۔ ویسے میرے اندر ماترے بھی موجود ہے۔ یہ تم سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔''

ماترے نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد! ابھی میں تمہارے پوتے کے اندر تھا۔ اس کے خیالات پڑھنا چاہتا تھا مگر یہ دیکھ کر حیرانی ہو رہی ہے کہ اس کے خیالات گڈمڈ ہوتے رہتے ہیں۔ وہ کسی بھی ایک خیال پر مرکوز نہیں رہتا۔ ایسا دماغ ہمارے لیے بالکل نیا اور انوکھا ہے۔''

سول ہنٹر نے کہا۔ ''اگر ہمیں پہلے معلوم ہو جاتا کہ یہ لڑکا اس قدر عجیب وغریب ہے تو ہم اسے کبھی اپنے کیبن میں پہنچا کر اس کی روح کا مطالعہ کرتے۔''

میں نے سخت لہجے میں کہا۔ ''خبردار! میرے پوتے کو کسی مشین سے گزارنے کا تصور بھی نہ کرنا۔ ایسی حرکت کرو گے تو میرے ہاتھوں بڑی اذیت ناک موت مرو گے۔''

عالی اور الپا میرے اندر موجود تھیں۔ ان کی باتیں سن رہی تھیں۔ یہ سنتے ہی وہ فوراً میڈم آزوری کے اندر پہنچ گئیں۔ اسے وہاں سے دوڑاتی ہوئی ان کے چیمبر میں لے گئیں۔ اس میڈم کے ذریعے وہاں کرسٹل ویژن اور کیپ چر مشین وغیرہ کو دیکھنے لگیں۔

ادھر سول ہنٹر نے ہنستے ہوئے مجھ سے کہا۔ ''مسٹر فرہاد! ہمیں اذیت ناک موت مارنے کی دھمکی نہ دو۔ اس وقت تمہارا سب سے بڑا مہرہ ہماری مٹھی میں ہے۔ ہم تمہارے پوتے کی روح کو اس کے جسم سے نکال کر کسی دوسرے بچے کے جسم میں قید کر دیں گے۔ تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ ساری زندگی ہمارے محتاج ہی رہو گے۔ کیونکہ ہم ہی اس کی روح کو واپس تمہارے پوتے کے جسم میں لا سکیں گے۔''

میں فکر میں مبتلا ہو گیا۔ واقعی وہ ایسا کر سکتے تھے۔ یوگیش نے کہا۔ ''اپنے پوتے کو زندہ سلامت دیکھنا چاہتے ہو تو ہمیں کسی طرح کا بھی چیلنج نہ کرو۔ اپنے کسی جاسوس کو بھی ادھر بھیجنے کی حماقت نہ کرو۔ تم کسی کو آئی کار بنا کر یہاں داخل ہونے کی کوشش کرو گے تو اپنے پوتے سے محروم ہو جاؤ گے۔''

میرا پوتا ان کے شکنجے میں تھا۔ بازی ان کے ہاتھ میں تھی۔ ان کا خیال تھا کہ میں باہر سے کسی کو آئی کار بنا کر یہاں لاؤں گا۔ یہاں اندر کوئی ایسا نہیں ہے جسے میں آئی کار بنا کر ان کے خلاف کچھ کر سکوں گا۔

میدان مار لینے کے غرور میں وہ یہ بھول گئے کہ میں میڈم آزوری کو یا اپنے پوتے کو ہی آئی کار بنا کر ان کے خلاف بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ میں انہیں زیادہ سے زیادہ خوش ہونے کا موقع دے رہا تھا۔ انہیں باتوں میں الجھا رہا تھا۔

عالی اور الپا نے شیوانی یا میڈم آزوری کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا تھا۔ وہ ان دونوں کی مرضی کے مطابق بلور بینی اور کیپ چر مشین کو ناکارہ بنا رہی تھی۔ اس نے بلور بینی کی اسکرین کو توڑ دیا تھا۔ کیپ چر مشین کو کھول کر اس کے اندرونی پرزے باہر نکال رہی تھی۔ وہاں ایک بڑا سا ہیٹر رکھا ہوا تھا۔ وہ اسے آن کر کے ان پرزوں کو اس کی آگ میں ڈالتی جا رہی تھی۔ وہ پرزے کسی حد تک پگھل کر ناکارہ ہوتے جا رہے تھے۔

اس نے چیمبر کے اندر رکھی ہوئی تمام مشینوں کو اور تمام اہم آلات کو اچھی طرح تباہ کر دیا تھا پھر وہاں سے نکل کر ان تین کیبنوں کے اندر آئی۔ وہاں بھی چھوٹی بڑی مشینیں تھیں۔ وہ انہیں بھی ناکارہ بنانے لگی۔ ان کے تمام تار نوچ کر الگ کر دیے۔ دیوار پر لگے ہوئے بڑے سے مانیٹر کو توڑ کر چکنا چور کر دیا۔

میں نے ان دونوں کو زیادہ سے زیادہ باتوں میں الجھانے کے لیے اپنی شکست تسلیم کی پھر ان کے سامنے نرم ہو کر بولا۔ ''میں مانتا ہوں' میرے پوتے کی زندگی اب تم لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ میں دشمنی نہیں کروں گا۔ بولو ...مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ کس طرح میرے پوتے کو میرے پاس واپس بھیج سکو گے؟''

وہ دونوں فاتح کی شان سے اپنے مطالبات اور شرائط منوانے لگے۔ وہ ایک بیڈ روم میں تھے۔ انہیں خبر نہیں تھی کہ بیڈ روم کے باہر کیا ہو رہا ہے؟

الپا اور عالی اس میڈم کو وہاں سے ان کے دوسرے بیڈ روم میں لے آئیں۔ الماری اور درازیں کھول کر تلاشی لینے لگیں۔ ایک دراز میں بھرا ہوا ریوالور رکھا تھا۔ وہیں دو بھرے

ہوئے میگزین بھی تھے۔ وہ انہیں لے کر تیزی سے چلتی ہوئی اس ہیڈ روم کے دروازے پر آ گئی جہاں وہ دونوں بیٹھے خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے باتیں کر رہے تھے۔

عالی اور الپا دونوں ہی پکی نشانہ باز تھیں۔ انہوں نے میڈم آزوری کے ذریعے پہلے ایک کا نشانہ لیا۔ اس کی ٹانگ میں گولی ماری۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی انہوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ ایک تو تکلیف سے کراہتے ہوئے کرسی سے اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ دوسرا یوگیش تھا۔ وہ فوراً ہی چھلانگ لگا کر میڈم تک پہنچنا چاہتا تھا لیکن الپا اور عالی اس سے زیادہ پھرتیلی تھیں۔ انہوں نے دوسری گولی چلائی وہ فی الحال ان دونوں کو صرف زخمی کرنا چاہتی تھیں لیکن یوگیش نے چھلانگ لگا کر اپنی موت کو دعوت دی۔ گولی بہک کر اس کے سینے میں پیوست ہو گئی۔ وہ فرش پر گرا پھر وہیں اک ذرا سا تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ سول ہنٹر کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے زخمی ہونے کے باوجود آتما شکتی کے ذریعے سانس روک لی۔

میں نے فوراً ہی عالی کے پاس پہنچ کر کہا۔ ”یہ مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے گا۔ اسے بھی ختم کرو۔ ورنہ ہمارے عدنان کے لیے مصیبت بن جائے گا۔“

عالی نے دوسرے ہی لمحے میں اسے بھی گولی مار دی۔ اس کے بعد میں نے سول کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو مجھے جگہ نہیں ملی۔ کیوں کہ اس کا دماغ بھی مردہ ہو چکا تھا۔

میں نے اطمینان کا سانس لیا پھر عالی اور الپا سے کہا۔ ”عدنان اور میڈم آزوری کو یہاں سے بہ حفاظت لے چلو۔ میں اپنے پوتے کے پاس جا رہا ہوں۔“

تاشہ عدنان کے اندر ہی موجود تھی۔ اسے سمجھا رہی تھی کہ اب اس کی ماں کا چہرہ اور شخصیت بدل چکی ہے۔ اس لیے جو عورت ابھی اس کے پاس ہے اور اپنے آپ کو اس کی ممی کہہ رہی ہے تو وہ اسے تسلیم کر لے۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ”میں نہیں مانوں گا۔ میری ممی وہ ہیں جو اب تک میرے ساتھ تھیں۔ وہ اچانک کہاں چلی گئیں؟ انہیں بلاؤ۔“

میں نے کہا۔ ”بیٹے! ناحق ضد نہ کرو۔ اس سے پہلے بھی تم نے اٹلی کے شہر روم میں انا میریا کو اپنی ماں تسلیم کیا تھا اور اس کے ساتھ رہتے تھے۔ اس کے بعد تم اس ممی سے محروم ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد یہاں انڈیا آئے تو تمہیں یہ ممی مل گئیں۔ تم نے اسے ممی تسلیم کر لیا۔ اب پھر ایک بار ماں کا چہرہ اور اس کی شخصیت بدل گئی ہے۔ تم ماں کو اس کے جذبوں سے پہچانو۔ چہرے کو نظر انداز کرو۔“

شیوانی یا میڈم آزوری نے وہاں آ کر اس کا ہاتھ تھام لیا پھر اسے اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے کہا۔ ”یہاں آ کر دیکھو! ہمارے جو دشمن تھے۔ وہ مر چکے ہیں۔ یہاں ہر طرف ویرانی ہے پھر کوئی دشمن ادھر آ سکتا ہے۔ اس سے پہلے ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔“

میں بھی عدنان کے اندر رہ کر اسے سمجھاتا رہا۔ اس نے موجودہ حالات کو کسی حد تک سمجھ لیا۔ اس لیے چپ چاپ اس نئی ماں کے ساتھ چلا گیا۔ وہ ماں جسمانی طور پر بدل گئی تھی لیکن حقیقتاً اسے جنم دینے والی ماں اب بھی اس کے ساتھ تھی۔

☆☆☆

انڈین انٹیلی جنس والوں نے ہپناٹزم کے ماہر کے ذریعے یہ اطمینان حاصل کر لیا تھا کہ وائس مین کا دماغ لاک ہو چکا ہے۔ اب اس کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں آ سکے گا۔

انڈین انٹیلی جنس کے پانچوں یوگا جاننے والے افسران وہاں موجود تھے۔ جب وائس مین تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہوا تو انہوں نے اسے تازہ پھلوں کا جوس پینے کے لیے دیا پھر اس سے پوچھا۔ ”اب تم کیسا محسوس کر رہے ہو؟“

وائس مین نے کہا۔ ”میں خود کو بہت ہی ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں۔ یہ یقین ہو رہا ہے کہ اب میں کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کے زیر اثر نہیں ہوں۔“

”کیا تم یقین سے ایسا کہہ رہے ہو؟“

”ہاں‘ پہلے میں یہ بھول گیا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے؟ اب مجھے سب کچھ یاد آ رہا ہے۔ پہلے فرہاد علی تیمور کی بیٹی اعلیٰ بی بی نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ مجھے اپنا تابعدار بنایا تھا۔ اس کے بعد میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ یہ بھی بھول چکا تھا کہ اس لڑکی نے مجھے اپنا تابعدار بنا رکھا ہے۔“

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ”جب وہ میرے دماغ میں آتی تھی اور مجھے مخاطب کرتی تھی‘ تب مجھے پتا چلتا تھا کہ میں اس کا غلام بن چکا ہوں۔“

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”ٹھیک ہے‘ پہلے تمہیں یہ بات یاد نہیں آتی تھی۔ کیا اب کچھ اور یاد آ رہا ہے؟“

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ”دوسری بار میں نے اپنے اندر ایک مرد کی آواز سنی۔ اس نے بھی مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ میں بظاہر تو اعلیٰ بی بی کا آلۂ کار بن کر رہوں لیکن درپردہ اس اجنبی شخص کا غلام بن کر رہوں گا۔“

ایک یوگا جاننے والے افسر نے پوچھا۔ ”وہ اجنبی شخص کون تھا؟“

”نہ اس نے اپنا نام بتایا اور نہ ہی میں نے پوچھا۔ وہ یقیناً فرہاد اور اس کی بیٹی کا کوئی مخالف ہوگا۔“

دوسرے یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ”ہم جانتے ہیں اور تمہارے امریکی اکابرین کو بھی معلوم ہے کہ فرہاد علی تیمور کا ایک دشمن اس کا ہمزاد پیدا ہو گیا ہے۔ وہ خود کو اصل فرہاد کہتا ہے۔ اسی نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا۔“

ایسے وقت فرہاد ٹو وائس مین کے اندر موجود تھا۔ ان سب کی باتیں سن رہا تھا۔ وائس مین نے بڑے یقین سے کہا۔ ”بہر حال اعلیٰ بی بی نے اور اس فرہاد ٹو نے مجھ پر عمل کیا تھا لیکن اب میں ان کے اثر سے نکل چکا ہوں۔ اسی لیے مجھے ان دونوں کی تمام باتیں یاد آ رہی ہیں اگر میں ان میں سے کسی ایک کے بھی زیر اثر ہوتا تو یہ باتیں مجھے یاد نہ آتیں۔“

”تمہارے امریکی اکابرین تمہارے لیے بہت فکر مند ہیں۔ ان سے بات کرو اور یقین دلاؤ کہ اب تم کسی کے تابعدار نہیں ہو۔ ایک آزاد خیال خوانی کرنے والے ہو۔“

اس نے کہا۔ ”بے شک‘ مجھے اس سلسلے میں امریکی اکابرین کو مطمئن کرنا چاہیے۔“

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک امریکی فوجی افسر کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ”میں وائس مین بول رہا ہوں۔ اپنے تمام اکابرین سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ان سے کہو کہ وہ کہیں یکجا ہو جائیں۔ تاکہ ایک ہی وقت میں سب سے بات ہو سکے۔ میں آدھے گھنٹے بعد آپ کے پاس آؤں گا۔“

وہ پھر دماغی طور پر ان یوگا جاننے والے پانچ افسران کے سامنے حاضر ہو گیا۔ ایک نے پوچھا۔ ”ویل مسٹر وائس مین! کیا کسی سے رابطہ نہیں ہو رہا؟“

اس نے کہا۔ ”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے ایک فوجی افسر سے کہا ہے کہ تمام اکابرین کو یکجا ہونے کے لیے کہا جائے۔ میں آدھے گھنٹے کے بعد ان سب سے بات کروں گا۔“

ایک یوگا جاننے والے افسر نے پوچھا۔ ”کیا تمہیں فرہاد ٹو کا لب و لہجہ یاد ہے؟“

دوسرے افسر نے کہا۔ ”یاد تو ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ تمہارے دماغ میں آ کر بولتا رہا ہے۔ تم پر عمل کرتا رہا ہے۔“

وائس مین سر جھکا کر سوچنے لگا۔ اپنی یادداشت پر زور دینے لگا تو اسے فرہاد ٹو کی آواز اور لب و لہجہ یاد آتا گیا۔ اس نے کہا۔ ”ہاں‘ مجھے یاد آ گیا ہے۔“

ایک افسر نے کہا۔ ”وہ ہمارے پاس ایک آلۂ کار کے ذریعے آیا تھا۔ ہم سے دوستی چاہتا ہے اور ہمارے کام آنا چاہتا ہے۔ تم اپنے امریکی اکابرین سے یہ ضرور معلوم کرو کہ وہ اس فرہاد ٹو پر کس حد تک اعتماد کرتے ہیں؟ ہمیں بھی اس پر اعتماد کرنا چاہیے یا نہیں؟“

ایک افسر نے کہا۔ ”ایک بات اور ہے۔ تم ابھی فرہاد ٹو کو مخاطب کرو۔ اس سے کہو کہ وہ تمہارے دماغ میں آئے اور جب وہ آئے تو تم سانس روک کر اسے آنے نہ دو۔ اس طرح یقین ہو جائے گا کہ واقعی اب تم اس کے زیر اثر نہیں رہے ہو۔“

وائس مین نے کہا۔ ”بے شک‘ مجھے بھی اس طرح یقین ہو جائے گا کہ مجھ پر عمل کرنے والا آئندہ بھی میرے اندر نہیں آ سکے گا۔“

فرہاد ٹو اس کی باتیں سنتے ہی اس کے دماغ سے نکل کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ایک منٹ کے بعد ہی اس نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ ”کون ہے؟“

وائس مین نے کہا۔ ”میں بول رہا ہوں۔ کیا مجھے آواز سے پہچان رہے ہو؟“

”ہاں‘ پہچان رہا ہوں لیکن میں اپنے دماغ میں کسی کو آنے نہیں دیتا۔“

”مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔“

”اگر باتیں کرنا چاہتے ہو تو مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔“

”ٹھیک ہے‘ میں جا رہا ہوں۔ تم میرے اندر آ سکتے ہو۔“

وہ چلا گیا۔ فرہاد ٹو مسکرانے لگا۔ وہ جانتا تھا‘ کیا ہونے والا ہے؟ ہپناٹزم کے ماہر نے جس آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ وہ اسی لب و لہجے کے ذریعے اس کے اندر جاتا تو وائس مین کبھی اسے محسوس نہ کرتا۔

فرہاد ٹو نے اس کی آواز اور لب و لہجہ اختیار کر کے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو وائس مین نے سانس روک لی۔ وہ واپس دماغی طور پر حاضر ہو گیا پھر وہ مخصوص لب و لہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں پہنچا تو اس نے اسے محسوس نہ کیا۔ وہ خوش ہو کر ان پانچوں یوگا جاننے والے افسران سے کہہ رہا تھا۔ ”ابھی فرہاد ٹو میرے اندر آیا تھا۔ میں نے سانس روک کر اسے بھگا دیا ہے۔“

ایک افسر نے کہا۔ ”جینئس گاڈ! اب ہمیں یقین ہو گیا

ہے کہ تم آزاد خیال خوانی کرنے والے ہو۔ کسی کے زیرِ اثر نہیں ہو۔"

وہ بولا۔ "میں آپ لوگوں کا بہت شکر گزار ہوں۔ آپ نے مجھ پر تنویمی عمل کرایا۔ میرے دماغ کو لاک کیا اور مجھے دشمنوں سے نجات دلائی۔ میں یہاں رہوں یا امریکا چلا جاؤں۔ جہاں بھی رہوں گا۔ ہمیشہ آپ کے کام آتا رہوں گا۔"

آدھے گھنٹے کے بعد وہ امریکی آرمی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ امریکی ہیڈ کوارٹر کے ایک آفس میں چھ اکابرین موجود تھے۔ وائس مین نے جس افسر کو آئیہ کار بنایا تھا اور اس کے ذریعے گفتگو کرنے والا تھا۔ فرہاد ٹو اسی آئیہ کار کے دماغ میں چلا گیا۔

یہ خیال تھا کہ کوئی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا چپ چاپ وائس مین کے اندر آئے گا تو نہ وائس مین کو خبر ہوگی اور نہ ہی فرہاد ٹو کو پتا چلے گا کہ کوئی آیا ہے اور اس کے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔ اسی لیے وہ اس کے دماغ سے نکل کر دوسرے آئیہ کار کے اندر پہنچ گیا تھا۔

اس نے اپنے آئیہ کار کے ذریعے تمام اکابرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "معزز اکابرین! میں وائس مین ہوں اور اس جونیئر آفیسر کے ذریعے آپ سے مخاطب ہوں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ویل مسٹر وائس مین! ہمیں خوشی ہے' بہت عرصے کے بعد ہی سہی تم نے ہم سے رابطہ تو کیا۔ ہماری یاد تو آئی ہے۔"

وہ بولا۔ "پلیز۔ مجھے طعنے نہ دیں۔ میں حالات سے مجبور تھا' وہاں مصروفیات بھی زیادہ تھیں۔"

"ایسی بھی کیا مصروفیات تھیں کہ تم ایک منٹ کے لیے بھی ہم سے بات کرنے نہیں آئے؟"

"آپ حضرات نے ہی مجھے اس مہم پر بھیجا تھا کہ میں انڈین انٹیلی جنس والوں کے تعاون سے فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو انڈیا میں رہنے نہ دوں۔ انہیں وہاں سے جانے پر مجبور کر دوں۔"

"کیا تم اپنی مہم میں کامیاب رہے؟ کیا تم نے فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو انڈیا سے بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے؟"

"میں اپنی اس مہم میں فنفٹی پرسنٹ کامیاب رہا ہوں۔ اگرچہ انہیں انڈیا سے جانے پر مجبور نہ کر سکا' تاہم میں نے انڈین انٹیلی جنس والوں کو فرہاد علی تیمور کے تمام بچوں کے نام' پتے اور فون نمبرز بتا دیے ہیں اگر وہاں کی انٹیلی جنس والے مستعد اور چالاک ہوتے تو اب تک پارس' شیوانی' الپا' عدنان اور اعلیٰ بی بی وغیرہ کو وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیتے۔"

"تم بھی یہی کر سکتے تھے لیکن تم نے صرف ان کا سراغ لگایا۔ اس کے بعد خود ان کی گرفت میں آ گئے۔ اعلیٰ بی بی بھی معمول اور تابعدار بن گئے۔ کیا ہماری انفارمیشن غلط ہے؟"

وہ بولا۔ "آپ درست کہہ رہے ہیں۔ میں یقیناً ان کا تابعدار بن گیا تھا پھر ان کے بعد فرہاد ٹو نے بھی مجھے معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔ لیکن میں نے ان دونوں سے نجات حاصل کر لی ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ میری اجازت کے بغیر اب کوئی بھی میرے اندر نہیں آ سکے گا۔"

اس نے اسی لمحے میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر سانس روک لی۔ اپنے آئیہ کار کے ذریعے اکابرین سے کہا۔ "ابھی کوئی میرے دماغ میں آیا تھا اور میں نے سانس روک لی۔"

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہاں' ہم نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے لفٹ گائی سے کہا ہے کہ جب تم یہاں آؤ گے اور ہم سے باتیں کرتے رہو گے تو وہ تمہارے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرے گا۔"

وائس مین نے کہا۔ "تو پھر اپنے لفٹ گائی سے پوچھو' اس نے کوشش کی ہے اور ناکام ہو کر واپس گیا ہے۔"

وہاں کھڑے ہوئے ایک سکیورٹی گارڈ نے ان اکابرین سے کہا۔ "یس سر! میں اس سکیورٹی گارڈ کے ذریعے لفٹ گائی بول رہا ہوں۔ میں نے ابھی کوشش کی تھی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں واپس چلا آیا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ ابھی آزاد خیال خوانی کرنے والا ہے۔ اعلیٰ بی بی یا فرہاد نے اس کے دماغ پر جو عمل کیا ہے اور جو مخصوص لب و لہجہ کیا ہے' وہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے' وہ اس مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے اندر آتے ہوں اور اسے پتا نہ ہو؟"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ "تم درست کہہ رہے ہو۔ ہم بھی یہی سوچ رہے ہیں۔ یقیناً ایسا ہو سکتا ہے۔ دشمن چپ چاپ وائس مین کے اندر آتے ہوں اور یہ ان سے بے خبر رہتا ہو۔"

وائس مین نے کہا۔ "میں اس بات سے انکار نہیں کرتا گا کہ ایسا ہوتا ہے لیکن میرے ساتھ نہیں ہو رہا ہے۔ کوئی میرے اندر آتا تو وہ ضرور مجھ سے کسی نہ کسی طرح

لیتا۔ میں اپنی مرضی کے خلاف کسی بھی طرح کا کوئی کام نہیں کر رہا ہوں۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ "انٹرین انٹیلی جنس والوں نے ہمیں بتایا ہے کہ انہوں نے ایک جینا نائز کے ماہر کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اس کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے۔ ہم ان کی بات کا یقین کرتے ہیں۔ تم بھی یہی یقین دلانا چاہتے ہو پھر بھی ہم اپنے طور پر پوری طرح مطمئن ہونا چاہتے ہیں۔"

وائس مین نے پوچھا۔ "آپ کو اطمینان کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟"

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں آئے گا اور آرام سے تمہارے چور خیالات پڑھے گا۔ اس کے بعد ہی ہم مطمئن ہو سکیں گے۔"

وائس مین نے کہا۔ "میں ہر طرح سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ اب کسی کے زیرِ اثر نہیں ہوں۔ ایک آزاد خیال خوانی کرنے والا ہوں لیکن آپ کو مطمئن کرنے والی یہ شرط بہت مشکل ہے۔"

"مشکل کیوں ہے؟ کیا تمہیں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے پر بھروسا نہیں ہے؟"

"دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی ایک دوسرے پر بھروسا نہیں کرتے۔ سب ہی اس تاک میں ہوتے ہیں کہ کسی کے دماغ میں جانے کا موقع ملے اور وہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کر کے اسے اپنا تابعدار بنا لیں۔"

"تم امریکی ہو۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔ جب ہم اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابعدار بنا کر نہیں رکھتے تو تمہارے ساتھ ایسا کیوں کریں گے؟ تمہیں ہم پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

اس نے کہا۔ "آپ حضرات اس اجلاس کو دس منٹ کے لیے ملتوی کریں۔ مجھے سوچنے کا موقع دیں۔ میں ابھی جواب دیتا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہ پانچوں یوگا جاننے والے بھارتی انٹیلی جنس کے افسران آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے پوچھا۔ "کیا باتیں ہو رہی ہیں؟"

"میرے تمام اکابرین مطمئن ہونا چاہتے ہیں کہ میں واقعی کسی کے زیرِ اثر نہیں ہوں۔"

"تم انہیں کس طرح مطمئن کر سکو گے؟"

"وہ چاہتے ہیں کہ ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آئے اور پوری تفصیل سے میرے چور خیالات پڑھتا رہے۔ تب ہی انہیں اطمینان حاصل ہوگا۔"

"اگر تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو تو ان کا یہ مطالبہ مان لو۔"

"ہم باز اوقات اپنوں سے ہی زبردست دھوکا کھاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے' وہ میرے دماغ میں آ کر چور خیالات پڑھنے کے دوران زلزلہ پیدا کرے یا کسی بھی طرح سے مجھے کمزور بنا دے۔ اس کے بعد معمول کے مطابق مجھے اپنا غلام بنا لے تو میں کیا کر سکوں گا؟"

"ہاں' ایسا ہو سکتا ہے۔"

وہ یوگا جاننے والے افسران اس سلسلے میں سوچنے لگے پھر ایک نے کہا۔ "ہم تمہیں کمزور نہیں ہونے دیں گے۔ تم ہمارے سامنے موجود ہو۔ ان سے کہو کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر آ کر چور خیالات پڑھے اگر وہ تمہیں کسی بھی طرح کمزور بنانا چاہے گا تو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ ہمیں پتا چل جائے گا کہ تمہارے ساتھ دشمنی ہو رہی ہے تو ہم فوراً ہی انجکشن لگا کر تمہیں بے ہوش کر دیں گے۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "اچھا آئیڈیا ہے۔ جب تم ہوش میں آنے لگو گے تو ہمارا اپنا ٹرم کا ماہر یہاں موجود ہے گا۔ وہ فوراً ہی تم پر عمل کر کے پھر سے تمہارے دماغ کو لاک کر دے گا۔"

وائس مین نے کہا۔ "بے شک' اب میں آپ حضرات پر ہی بھروسا کر سکتا ہوں۔ آپ نے میرا بہت ساتھ دیا ہے۔ فرہاد جیسے دشمن کو اور اس فرہاد ٹو کو میرے دماغ سے نکال دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ میرے کسی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مجھ پر حاوی نہیں ہونے دیں گے۔"

فرہاد ٹو ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے وائس مین کے اندر اس کے اپنے لہجے میں کہا۔ "میرے اکابرین اپنا یہ مطالبہ منوا رہے ہیں تو مجھے بھی اپنا ایک مطالبہ منوانا چاہیے اور وہ یہ کہ جو بھی میرے دماغ میں آ کر چور خیالات پڑھنا چاہے گا۔ پہلے میں اس کے دماغ میں جا کر اس کے چور خیالات پڑھوں گا' یہ معلوم کروں گا کہ وہ کسی سازش کے تحت آ رہا ہے یا نیک نیتی سے میرے خیالات پڑھے گا؟"

وائس مین قائل ہو گیا۔ اس کی سوچ نے کہا۔ "بے شک' پہلے مجھے اس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہونا چاہیے۔"

وہ امریکی اکابرین کے اجلاس میں واپس آ گیا۔ اپنے آئیہ کار کے ذریعے بولا۔ "مجھے آپ کی شرط منظور ہے لیکن

آپ کو بھی میری ایک شرط ماننی ہوگی۔"

ایک نے پوچھا۔ "ہاں بولو.... تم کیا چاہتے ہو؟"

"پہلے میں اطمینان کرنا چاہتا ہوں کہ جو بھی میرے اندر آکر چور خیالات پڑھے گا وہ نیک نیتی سے آئے گا۔ اس کے ذہن میں کوئی سازش نہیں ہوگی۔ یوں اطمینان حاصل کرنے کے لیے پہلے میں اس کے دماغ میں جاؤں گا۔ اس کے چور خیالات پڑھوں گا۔ جب مجھے اطمینان ہو جائے گا' تب میں اسے اپنے اندر آنے کی اجازت دوں گا۔"

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "تمہاری یہ شرط ناقابل قبول ہے۔ ہم کیا جانیں کہ تمہارے اندر کوئی دشمن چھپا ہوا ہے یا نہیں؟ اگر چھپا ہوا ہوگا تو وہ تمہارے ذریعے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر آکر اس کے دماغ کو کمزور بنا دے گا پھر اسے اپنا تابعدار بنا کر ہمیں اپنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے محروم کر دے گا۔"

وائس مین نے کہا۔ "مجھے بھی یہی اندیشہ ہے کہ آپ کا ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر آکر مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس کے لیے میں نے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ اگر مجھے نقصان پہنچایا جائے گا تو انڈین انٹیلی جنس کے افسران فوراً ہی مجھے بے ہوش کر دیں گے' اس کی گرفت میں نہیں آنے دیں گے۔"

تمام اکابرین اس کی بات توجہ سے سن رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "آپ بھی ایسی ہی احتیاطی تدبیر اختیار کر سکتے ہیں۔ میں آپ کے جس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں جاؤں گا۔ اس کے پاس بھی ایک ڈاکٹر موجود رہے گا۔ جیسے ہی اسے کوئی نقصان پہنچے گا تو فوراً ہی ڈاکٹر اسے ایک انجکشن کے ذریعے بے ہوش کر دے گا۔ اس طرح میری یا میرے اندر چھپے ہوئے کسی بھی دشمن کی سازش ناکام ہو جائے گی۔"

اس کی یہ بات سن کر تمام اکابرین آپس میں مشورے کرنے لگے پھر ان میں سے ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ "ٹھیک ہے' تمہاری شرط ہمیں منظور ہے۔"

فوراً ہی ایک ڈاکٹر کو طلب کیا گیا۔ وہ اپنی دواؤں کے بیگ کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ اس ہال کے ایک طرف اعلیٰ عہدے داروں کے لیے خاص کمرے بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کمرے میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا لفٹ گائی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ڈاکٹر چند آرمی افسران کے ساتھ اس کے پاس آگیا پھر وائس مین سے کہا گیا کہ اب وہ لفٹ گائی کے اندر آکر اس کے خیالات پڑھ سکتا ہے اور اطمینان حاصل کر سکتا ہے۔

فرہادٹو بھی وائس مین کے ساتھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے لفٹ گائی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کے اندر ایک نہیں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہوئے ہیں۔ وائس مین تو اپنے اطمینان کے لیے اس کے خیالات پڑھ رہا تھا لیکن فرہادٹو کے ارادے کچھ اور تھے۔ وہ لفٹ گائی کے بارے میں یہ معلوم کر رہا تھا کہ وہ کون ہے؟ کہاں رہتا ہے؟ اس کا فون نمبر اور پتا ٹھکانا کیا ہے؟ اس کے کتنے رشتے دار ہیں؟ اس کی اہم مصروفیات کیا ہیں؟

فرہادٹو بڑی حکمت عملی سے اس کے اندر پہنچا تھا اور اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر رہا تھا۔ اس کی ایک مالہ تھی۔ ایک بھائی اور ایک بہن تھی۔ وہ ان کے ساتھ نہیں رہتا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان رشتہ داروں کے ذریعے اسے ٹریپ کر سکتا ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے دور ہی دور سے ان کے لیے ضرورت سے بھی زیادہ دولت فراہم کرتا رہتا تھا۔

جہاں طاقت ہوتی ہے' دولت ہوتی ہے وہاں عورت کا نشہ ضرور ہوتا ہے۔ لفٹ گائی بھی ایک حسین عورت پر مرمٹا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے اپنی طرف مائل کیا تھا اور ہفتے میں ایک رات کے لیے اسے ضرور اپنے پاس بلایا کرتا تھا یا اس کے پاس جایا کرتا تھا۔

ماں' بہن' بھائی اور محبوبہ جن کے ساتھ بھی اس کا جذباتی لگاؤ تھا۔ فرہادٹو نے ان سب کے فون نمبر اور پتے ٹھکانے اپنے ذہن میں نقش کر لیے۔ آیندہ وہ بڑے صبر و تحمل سے کسی کے بھی ذریعے لفٹ گائی کو ٹریپ کر سکتا تھا۔

وائس مین نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے ان اکابرین سے کہا۔ "میں نے لفٹ گائی کے چور خیالات پڑھ لیے ہیں اور پوری طرح مطمئن ہوں۔ میرے ساتھ کوئی سازش نہیں کی جائے گی۔ اب یہ میرے دماغ میں آکر جب تک چاہے میرے چور خیالات پڑھ سکتا ہے۔"

وہ پھر سے اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ان اکابرین کا یوگا جاننے والے افسران سے بولا۔ "ابھی ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا لفٹ گائی میرے دماغ میں آرہا ہے۔ میرے چور خیالات پڑھتا رہے گا۔ آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ مجھے توجہ سے دیکھتے رہیں اگر میرے چہرے سے یا کسی حرکت سے پتا چلے کہ میں کسی تکلیف میں ہوں تو فوراً میرے لیے حفاظتی تدابیر پر عمل شروع کر دیں۔"

وہ پہلے سے ہی اپنے ایک رازدار ڈاکٹر کو بلا چکا تھا۔ وہ وہاں موجود تھا۔ ادھر امریکی اکابرین کو کسی حد تک یہ یقین ہو گیا تھا کہ وائس مین کے اندر کوئی دشمن چھپا ہوا نہیں ہے۔ اگر کوئی ہوتا تو وہ لفٹ گائی کے اندر پہنچ کر اسے ضرور نقصان پہنچاتا۔ بہرحال باہمی رضامندی کے مطابق لفٹ گائی اب وائس مین کے اندر آگیا اور اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔

فرہادٹو کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ وائس مین کس طرح امریکی اکابرین کو اپنے اعتماد میں لے رہا ہے۔ یہ جانتا تھا کہ اب وہ سب اس پر یقین کرنے لگیں گے اور لفٹ گائی اپنے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

مختصر یہ کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے اکابرین کے پاس آکر بولا۔ "میں نے پوری توجہ سے وائس مین کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اچھی طرح سے اس کے دماغ کو کھنگال ڈالا ہے۔ اب میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ کسی کے زیر اثر نہیں ہے۔ آیندہ بھی آزاد رہ کر خیال خوانی کرتا رہے گا اور ہمارے کام آتا رہے گا۔"

امریکی اکابرین خوش ہو گئے۔ انہوں نے وائس مین سے کہا۔ "ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور تم پر پوری طرح سے بھروسا کرتے ہیں۔"

پھر انہوں نے انڈین انٹیلی جنس کے پانچ یوگا جاننے والے افسران کا بھی شکریہ ادا کیا جن کے تعاون سے وائس مین کو ہم سب سے نجات ملی تھی۔

امریکی اکابرین فون کے ذریعے ان یوگا جاننے والے پانچ افسران سے باتیں کر رہے تھے۔ آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "وائس مین بہت عرصے تک آپ کے پاس رہ کر خدمات انجام دیتا رہا ہے۔ ہمارا خیال ہے' اب اسے واپس آجانا چاہیے۔"

یوگا جاننے والے ایک افسر نے کہا۔ "بے شک' وائس مین نے ہمارے لیے بڑی خدمات انجام دی ہیں پھر بھی مشن ادھورا رہ گیا ہے۔ یہاں ہمارے ملک میں فرہاد علی تیمور کا پوتا اپنی ماں اور اپنے باپ پورس کے ساتھ موجود ہے۔ ہم کسی بھی طرح اس بچے کو حاصل کر کے اپنی قید میں رکھنا چاہتے تھے۔ اس طرح فرہاد ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دے گا۔"

وائس مین نے امریکی اکابرین سے کہا۔ "آپ اس سلسلے میں بحث نہ کریں۔ مجھے ایک اور ہفتے کا وقت دیں۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ جلد سے جلد اس بچے کو ان پانچ مہربان افسران تک پہنچا دوں۔ اس کے بعد میرا کام ختم ہو گا تو میں واپس آجاؤں گا۔"

فرہادٹو نے لفٹ گائی کی محبوبہ کے دونوں نمبر معلوم کیے تھے۔ اس نے ایک پی سی او میں آکر اور سینر کال بک کرائی۔ لفٹ گائی کی محبوبہ کا نام جینی تھا۔ اس نے جب فون پر رابطہ کیا تو دوسری طرف سے ایک خاتون کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو۔ آپ کون بول رہے ہیں؟"

اس نے آواز سنتے ہی فون بند کر دیا۔ پی سی او سے باہر آکر اپنی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا۔ اس خاتون کے اندر پہنچا تو پتا چلا کہ وہ جینی کی ماں ہے۔ وہ ریسیور کریڈل پر پٹخ کر بڑبڑاتی ہوئی کچن کی طرف جا رہی تھی۔ "پتا نہیں کون کم بخت تھا؟ کچھ بولا بھی نہیں اور فون بند کر دیا۔"

فرہادٹو چاہتا تھا کہ براہ راست جینی تک نہ پہنچے۔ ہو سکتا ہے' لفٹ گائی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا ہو۔ تاکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی محبوبہ کے ذریعے اس تک نہ پہنچ سکے۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ اس کا فون جینی کی ماں نے اٹینڈ کیا تھا۔ وہ اس خاتون کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ ابھی تھوڑی دیر میں اس کی بیٹی جینی کا عاشق آنے والا ہے پھر وہ ایک بیڈروم میں وقت گزاریں گے۔ اس کے بعد رات کا کھانا کھائیں گے۔

اس وقت وہ خاتون اپنی بیٹی اور ہونے والے داماد کے لیے رات کا کھانا تیار کر رہی تھی۔ اس کے خیالات نے یہ بھی بتایا کہ جینی پہلے سبیر اور وہسکی پیا کرتی تھی۔ جب سے وہ عاشق اس کی زندگی میں آیا تھا' تب سے اس نے نشہ کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس عاشق نے اپنا نام جانسن بتایا تھا۔ فرہادٹو سمجھ گیا کہ لفٹ گائی نے اپنی اصلیت چھپانے کے لیے انہیں ایک فرضی نام بتایا ہے اور اپنے تحفظ کے لیے جینی پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ اسی لیے وہ نشہ نہیں کرتی ہے' اگر کرے گی تو نشے کے دوران میں کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر پہنچ جائے گا۔

جینی کے بیڈروم میں ایک چھوٹا سا فریج تھا۔ اس میں کھانے کا سامان' تازہ پھل اور کسی نہ کسی پھل کا جوس رکھا رہتا تھا اور وہ آنے والا اس میں سے کچھ نہ کچھ کھاتا پیتا رہتا تھا۔

فرہادٹو نے اس خاتون کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اپنے گھر سے نکل کر باہر آئی۔ قریب ہی ایک کیسٹ کی دکان تھی۔ اس نے وہاں جا کر اعصابی کمزوری کی دوا خریدی پھر گھر واپس آکر بیٹی کے بیڈروم میں پہنچی۔ اس وقت جینی باتھ روم میں غسل کر رہی تھی۔ ماں نے فریج کھول کر کھانے کی

دو چار چیزوں میں اور جوس میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی پھر فریج کو بند کر کے وہاں سے نکل کر کچن میں آ گئی۔

فرہاد ٹو نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اپنی کار اسٹارٹ کی پھر وہاں سے جانے لگا۔ یہ اطمینان تھا کہ نتیجہ خاطر خواہ ہی نکلے گا۔ اس خاتون کے خیالات نے بتایا تھا کہ لف گائی وہاں ایک گھنٹے کے بعد پہنچنے والا ہے۔

فرہاد ٹو نے بابا صاحب کے ادارے کے قریب ہی ایک علاقے میں کرائے پر مکان لیا تھا۔ وہ آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد اس مکان میں آ کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر جینی کی ماں کے پاس پہنچ گیا۔

لف گائی وہاں آ چکا تھا اور جینی کے ساتھ اس کے بیڈ روم میں وقت گزار رہا تھا۔ اس کی ماں فرہاد ٹو کی مرضی کے مطابق دبے قدموں چلتی ہوئی کھڑکی کے پاس آ گئی۔ اندر سے آنے والی آوازیں سننے لگی۔ وہ دونوں ہنس بول رہے تھے۔ ایک آدھ بار فریج کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی۔

تھوڑی دیر بعد ہی جینی کی آواز سنائی دی۔ وہ لف گائی سے پوچھ رہی تھی۔ ''جانسن! یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟''

اس نے بڑی کمزور سی آواز میں کہا۔ ''پتا نہیں کیوں ..... مجھے کمزوری سی محسوس ہو رہی ہے۔ کیا اس جوس میں کوئی دوا ملائی گئی ہے؟''

جینی نے کہا۔ ''کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میں بھلا دوا کیوں ملاؤں گی؟ یہ لو... تمہارے سامنے پی کر دکھا رہی ہوں۔''

فرہاد ٹو فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر لف گائی کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے مختصر سے خیالات نے بتایا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا لف گائی ہی ہے اور ان لمحات میں دماغی طور پر بے حد کمزور ہو گیا ہے۔ وہ خطرہ محسوس کرتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ ''مجھے آرمی کے اعلیٰ افسر کو اطلاع دینی چاہیے۔ فوری طبی امداد حاصل کرنی چاہیے۔ ورنہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر پہنچ جائے گا۔''

اس نے اپنا موبائل فون اٹھا کر نمبر پنچ کرنے چاہے لیکن کمزوری کے باعث اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ فرہاد ٹو نے اس کے ہاتھ سے فون کو گرا دیا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر ڈگمگاتا ہوا بیڈ کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ ''جینی! میں ایک نمبر بتا رہا ہوں۔ فوراً اس پر رابطہ کر کے کہو کہ میں تمہارے پاس یہاں بیمار پڑا ہوا ہوں۔ طبی امداد فراہم کی جائے۔''

وہ بیڈ پر آ کر گر پڑا۔ کمزوری کے باعث ہانپنے لگا۔ بڑی مشکل سے اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ ''جینی! جلدی کرو۔''

ادھر جینی نے بھی جوس کا آدھا گلاس پیا تھا۔ اس کے بعد ہی وہ گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ وہ بھی وہاں سے اٹھ کر بستر پر آ کر لیٹنا چاہتی تھی لیکن کرسی سے اٹھتے ہی لڑکھڑا کر گر پڑی پھر وہیں چاروں شانے چت ہو گئی۔

فرہاد ٹو لف گائی کے چور خیالات اب بڑی تفصیل سے پڑھ رہا تھا اور یہ معلوم کر رہا تھا کہ امریکا میں اور کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟ وہ ان کے بارے میں کیا جانتا ہے؟

اس کی سوچ نے بتایا کہ امریکا میں اس کی معلومات کے مطابق سات ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور سات زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ وہ ان کے نام اور پتے ٹھکانے نہیں جانتا۔ صرف ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا بہت گہرا دوست ہے۔ اس کا نام کرمسن واسکوڈی ہے۔

اس کے خیالات نے مزید یہ بھی بتایا کہ اس کا دوست کرمسن واسکوڈی اس وقت اپنے گھر میں بیمار پڑا ہوا ہے۔ اس کی بیماری کے متعلق کوئی نہیں جانتا ہے۔ نہ ہی اس نے کسی کو اطلاع دی ہے۔ ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دل میں یہی اندیشہ رہتا ہے کہ اس کی بیماری یا کمزوری کی خبر کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ملے گی تو وہ فوراً ہی اس کے دماغ میں آ کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لے گا۔

اس کا اندیشہ درست ہی تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے سگے باپ پر بھی بھروسا نہیں کرتے۔ چونکہ کرمسن واسکوڈی نے اپنے دوست لف گائی پر بھروسا کیا تھا۔ بیماری اور کمزوری کے وقت اس سے مدد چاہی تھی کہ وہ اس کے دماغ میں آتا جاتا رہے۔ اس کی نگرانی کرتا رہے اور کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے اندر آنے کا موقع نہ دے۔

لف گائی چوبیس گھنٹے اس کی نگرانی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اس نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے اپنا تابعدار بنا لیا تھا پھر ایک خاص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔

فرہاد ٹو اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ کمزوری کی وجہ سے گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ وہ کمزور ہوا تھا۔ بے ہوش نہیں ہوا تھا اور نہ ہی ہونے والا تھا۔ اعصابی کمزوری کی دوا کا اثر زیادہ دیر تک رہنے والا نہیں تھا۔ فرہاد ٹو نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس پر تنویمی عمل کیا اور اسے اپنا تابعدار بنا لیا۔ پھر ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا۔

وہ مجھ سے بری طرح شکست کھانے کے بعد پھر ایک کامیابی کی راہ پر چل رہا تھا۔ پہلے اس نے وائس مین کو اپنا تابعدار بنایا تھا اور اب لف گائی کو بھی تابعدار بنا چکا تھا۔ وہ پھر تیزی سے میدان مار رہا تھا۔

جب لف گائی تنویمی نیند سے بیدار ہوا تو فرہاد ٹو کی ہدایت کے مطابق اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست کرمسن واسکوڈی کے دماغ میں گیا۔ اس طرح فرہاد ٹو نے واسکوڈی کے دماغ میں جانے کا مخصوص لب و لہجہ معلوم کر لیا۔ وہ دونوں کے دماغ میں جانے کے ذریعے تھوڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ خیال خوانی کے ذریعے لف گائی اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس کے جاتے ہی فرہاد ٹو نے کرمسن واسکوڈی کے دماغ پر قبضہ جمایا اور تنویمی عمل کرنے کے بعد اسے بھی اپنا تابعدار بنا لیا۔

یہ اس کی تیسری بڑی کامیابی تھی۔ اس نے طے کیا تھا کہ پوری طرح وہ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک فوج تیار کرے گا۔ قسمت مہربان تھی۔ اس کے فیصلے اور عزائم کے مطابق کے بعد دیگرے کامیابیاں حاصل ہوتی جا رہی تھیں۔

تین ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے گرفت میں آ چکے تھے۔ چوتھی لومی کرسٹل تھی۔ وہ اس کے اندر جا کر اسے بھی اپنی معمولہ اور تابعدار بنا سکتا تھا لیکن یہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ یہی اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نومی کے دماغ میں آتے جاتے ہوں گے۔ جب وہ عمل کرنا چاہے گا تو ہم اسے چپ چاپ عمل کرنے دیں گے لیکن یہ معلوم کر لیں گے کہ اس نے کس لب و لہجے کے ذریعے نومی کرسٹل کے دماغ کو لاک کیا ہے؟ وہ ہم سے دھوکا کھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے یہ فیصلہ کیا تھا کہ آئندہ نومی کو اپنا تابعدار نہیں بنائے گا۔ بلکہ اسے دوست بنا کر اس کی دوستی سے فائدہ اٹھاتا رہے گا۔

دوست کی حیثیت سے بھی اگر اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج میں نومی کو بھی شامل کر لیا جائے تو اس کے پاس خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد چار ہو چکی تھی۔ اب وہ بھی ایسی سچوایشن میں آ گیا تھا کہ مجھ پر پھر سے حملے کر سکتا تھا۔

فی الحال اسے میری ایک ہی کمزوری یہ معلوم تھی کہ میرا ہیڈ کوارٹر ایٹا میں ہے۔ وہ کسی بھی طرح اسے تلاش کر کے اپنی گرفت میں لے سکتا تھا اور میرے لیے مسائل پیدا کر سکتا تھا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا عدنان کے دماغ میں پہنچا تو فوراً ہی اس کے اندر جگہ مل گئی لیکن خیالات نہ پڑھ سکا۔ کیونکہ اس کے دماغ میں کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ شیوانی پرانی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر پہنچنے نہیں دیتی تھی۔ ہار سے بعد نومی نے اس پر عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ فرہاد ٹو نے سوچا' شاید اس کے اندر جگہ مل جائے۔ لہٰذا اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر بڑی آسانی سے اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ نادان نہیں تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے شیوانی کے اندر موجود رہیں گے۔ اس لیے وہ اس کے اندر پہنچنے کے بعد چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ ابتدائی خیالات پڑھتے ہی وہ حیران رہ گیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ ''یہ میں کس کے اندر چلا آیا ہوں؟''

اب سے پہلے سب ہی الکا اگنی ہوتری کی آواز کو گرفت میں لے کر شیوانی تک پہنچتے تھے لیکن اب اس الکا کے اندر شیوانی نہیں..... میڈم آزوری تھی۔ فرہاد ٹو اپنی خیال خوانی کے مطابق صحیح طور پر الکا کے اندر ہی پہنچا تھا لیکن اسے وہاں شیوانی نہیں مل رہی تھی۔

وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ تب اسے پتا چلا کہ اس کا نام آزوری ہے اور وہ میڈم آزوری کہلاتی ہے۔ وہ کس طرح اپنا جسم چھوڑ کر الکا کے جسم میں پہنچی؟ یہ سب کچھ اس کے چور خیالات سے معلوم ہو رہا تھا اور وہ پڑھ کر حیران ہو رہا تھا کہ ایک ہی رات میں کیا سے کیا ہو گیا؟

اس وقت الکا کی سوچ نے بتایا کہ اس پر میڈم آزوری کی آتما حاوی ہے اور شیوانی کی آتما آزوری کے جسم میں پہنچی ہوئی ہے۔ وہ وہاں آزوری کے دماغ پر حاوی ہو گی۔ فرہاد ٹو نے اس کے اندر سوال پیدا کیا کہ میڈم آزوری کا لب و لہجہ کیسا ہے؟

آزوری اور الکا کے مشترکہ دماغ نے اس سوال کا جواب دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے پھر کہا۔ ''اگر مجھے آزوری کا لب و لہجہ نہیں بتاؤ گی تو میں تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دوں گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''تم کون ہو؟ کیوں ہمیں پریشان کرنے آئے ہو؟''

''میرا مطالبہ فوراً پورا کرو۔ مجھے اس کا لہجہ بتاؤ۔ ورنہ ابھی تمہاری شامت آ جائے گی۔''

آزوری کی آتما الکا کے دماغ پر حاوی ہوئی تو اس کی آواز اور لب و لہجے میں بولنے لگی۔ فرہاد ٹو نے دو تین بار اس لب و لہجے کو سنا پھر اسے اپنی گرفت میں لے کر شیوانی اور آزوری کے مشترکہ دماغ میں پہنچ گیا۔

اس وقت کلکتہ میں صبح کے پانچ بجے تھے۔ شیوانی اپنے بیٹے عدنان کا ہاتھ پکڑ کر یوگیش اور سول ہنٹر کی لیبارٹری سے باہر آ گئی تھی اور ایک کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی ایر

پورٹ کی طرف جا رہی تھی۔

فرہاد ٹو خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اسے یوگیش اور سول ہنٹر کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو رہا تھا۔ یہ حیرت انگیز بات بھی معلوم ہوئی کہ وہ جدید سائنسی مشینوں اور جدید آلات کے ذریعے روحوں کا شکار کرتے ہیں اور ایک کی روح کو دوسرے کے جسم میں پہنچا دیتے تھے۔

وہ ایسی حیرت انگیز باتیں جاننے کے دوران میں سوچ رہا تھا کہ اسے ان مشینوں کو اپنے قبضے میں لینا چاہیے۔ وہ بہت کام آئیں گی لیکن شیوانی اور آزوری کے مشترکہ خیالات نے آگے چل کر بتایا کہ اس نے ان مشینوں کو بری طرح تباہ و برباد کر دیا ہے۔ ان کے اہم پرزے جلا دیے ہیں اور یوگیش ماترے اور سول ہنٹر کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اب وہاں حاصل کرنے کے لیے کچھ نہیں رہا ہے۔

فرہاد ٹو اس کے اندر بالکل خاموش تھا کیونکہ اس کے چور خیالات نے بتایا تھا کہ الپا اور عالی وہاں موجود ہیں۔ اس کی اور عدنان کی نگرانی کر رہی ہیں۔ جب تک وہ دوسرے دن کی شام تک پیرس نہیں پہنچ جائیں گے تب تک وہ ان کے ساتھ ہی لگی رہیں گی۔

دوسرے دن شام کا مطلب یہ تھا کہ وہاں پہنچنے کے لیے ابھی بارہ گھنٹے کا وقت تھا اور ان بارہ گھنٹوں میں فرہاد ٹو بہت کچھ کر سکتا تھا۔ کسی نہ کسی موقع سے فائدہ اُٹھا کر عدنان کو ان سے چھین سکتا تھا۔

شیوانی دو گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد ایئر پورٹ پہنچنے ہی والی تھی۔ صبح کا اجالا ابھی اچھی طرح نہیں پھیلا تھا۔ بہت سی سڑکیں ویران تھیں۔ ایسے وقت عالی نے الپا سے کہا۔ ''سسٹر! میں عقب نما آئینے میں دیکھ رہی ہوں' ایک کار بڑی دیر سے پیچھا کر رہی ہے۔ پہلے وہ اس کار کے برابر آئی تھی۔ اس میں بیٹھے ہوئے لوگ آزوری کو دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے اپنی کار کی رفتار سست کر دی تھی اور یہ کار ان سے آگے نکل آئی۔''

الپا نے کہا۔ ''آوارہ اور عیاش لوگ ہوں گے۔ جب اس کا راستہ روکنے کی کوشش کریں گے۔ تب دیکھا جائے گا۔''

تقریباً پندرہ منٹ تک دونوں کاریں آگے پیچھے دوڑتی رہیں پھر ایک موڑ سے اچانک ہی دوسری کار نکل آئی۔ وہ آزوری کی کار سے آگے جانے لگی۔ یعنی اب پیچھے بھی ایک کار تھی اور آگے بھی ایک کار تھی۔

عالی نے مجھے مخاطب کیا۔ ''پاپا! آپ ہمارے پاس آجائیں۔ یہاں کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔''

میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ گڑبڑ تو شروع ہو چکی تھی۔ آگے جانے والی کار نے گھوم کر شیوانی کی کار کو روک لیا تھا۔ پیچھے والی گاڑی قریب آ کر رک گئی۔ تین گاڑیوں سے مسلح افراد باہر نکل رہے تھے۔ ان میں ایک بوڑھا بھی تھا۔ وہ کار کے پاس آ کر اس کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔ ''بیٹی! باہر آجاؤ۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ یہ سب تمہارے دشمن ہیں۔ مجھے تم سے چند باتیں کرنی ہیں۔ اس لیے یہاں لائے ہیں۔''

آزوری دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ آس پاس کھڑے ہوئے افراد کو دیکھنے لگی۔ میں نے آزوری سے پوچھا۔ ''کیا تم ان لوگوں کو جانتی ہو؟''

اس نے کہا۔ ''ہاں' ان میں سے ایک نکلنکا کا بہت معاش ہے۔ چھوٹے بڑے پولیس افسران اس کے ہاتھ جوڑتے ہیں اور وہ جو دوسرا شخص دھوتی اور کرتا پہنے ہے۔ وہ بہت ہی دولت مند ہے۔ اس نے مجھے لاکھوں میں خریدنا چاہا تھا۔ یوگیش اور سول ہنٹر نے اس کی بولی کی تھی۔ وہ دونوں مجھے تحفظ دیتے رہے ہیں۔''

شیوانی نے کہا۔ ''پاپا! یہ لوگ آزوری کے دشمن ہیں۔ اسے نقصان پہنچائیں گے تو مجھے اور آپ کے پوتے کو نقصان پہنچے گا۔''

''تم فکر نہ کرو.... ہم دیکھتے ہیں' ان سے کیسے نبٹا جا سکتی ہے؟''

وہ بوڑھا جو دروازہ کھولنے کے بعد آزوری سے بات کر رہا تھا۔ اس نے پھر کہا۔ ''یہ لوگ تم سے بات نہیں کریں گے۔ اپنی آواز نہیں سنائیں گے۔ یہ جانتے ہیں کہ تمہاری آتما شکتی جاننے والے ان کے اندر پہنچ کر ان کو بے بس دیں گے۔ اس لیے یہ سب خاموش ہیں۔ مجھے بولنے کے لیے یہاں لائے ہیں۔''

وہ دھوتی کرتے والا دولت مند ایک کاغذ پر کچھ لکھ رہا تھا پھر اس نے وہ کاغذ اس بوڑھے کی طرف بڑھا دیا۔ اسے پڑھتے ہوئے بولا۔ ''یہ کہہ رہے ہیں کہ تیرے پاس بچہ نہیں تھا پھر یہ بچہ کہاں سے لا رہی ہے اور اسے کہاں لے جا رہی ہے؟''

شیوانی تڑپ کر کچھ کہنے والی تھی۔ میں نے کہا۔ ''خبردار! ایک لفظ نہ کہنا۔ یہاں اپنی ممتا کا اظہار نہ کرنا۔ ورنہ بہت گڑبڑ ہو جائے گی۔''

آزوری نے ہماری مرضی کے مطابق کہا۔ ''یہ میری سہیلی کا ہے۔ میرے ساتھ ہی آیا تھا۔ اب میں اسے واپس لے جا رہی ہوں۔''

بوڑھے نے پھر کاغذ پر کچھ لکھ کر دیا۔ اس بوڑھے نے اسے پڑھتے ہوئے کہا۔ ''یہ کہتے ہیں کہ بچے کے ماں باپ کا پتا بتایا جائے۔ یہ خود ہی اسے وہاں پہنچا دیں گے لیکن پولیس بتایا جائے۔ ان کے ساتھ جانا ہوگا۔ انکار کرو گی تو تمہارے ساتھ تمہیں بھی گولی مار دی جائے گی۔''

اس بچے کو بھی گولی مار دی جائے گی۔''

آزوری اس دولت مند شخص کو اچھی طرح جانتی تھی۔ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''رگھوناتھ جی! میں نہیں مرنا چاہتی ہوں اور نہ ہی اس بچے پر کوئی آنچ آنے دوں گی۔ تمہاری کسی بات سے انکار نہیں کروں گی مگر تم بھی میری ایک بات مان لو۔''

رگھوناتھ نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا۔ ''بولو کیا چاہتی ہو؟''

''میں اس بچے کو تمہارے کسی آدمی کے حوالے نہیں کروں گی۔ آج نہیں تو کل کسی نہ کسی دن خود اسے اپنی سہیلی کے پاس پہنچاؤں گی۔ تب تک یہ میرے ساتھ ہی رہے گا۔ تم مجھے جہاں لے جاؤ گے یہ بھی میرے ساتھ جائے گا۔''

اس نے پھر ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر اس بوڑھے کو دیا۔ وہ اسے پڑھتے ہوئے بولا۔ ''یہ کہتے ہیں کہ تم انہیں بے وقوف نہ سمجھو۔ تمہیں یقین ہے کہ وہ آتما شکتی جاننے والے ابھی تمہارے پاس نہیں ہیں تو جلد ہی پہنچ جائیں گے اور تمہیں ہم سے بچا کر لے جائیں گے۔ ہم ان کا یہ طریقہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ وہ کسی کی بھی آواز سن کر یا کسی کے سامنے آ کر اس کے اندر گھس جاتے ہیں اور اسے بے دست و پا بنا دیتے ہیں۔ اسی لیے ہم گونگے بن گئے ہیں۔ نہ کچھ بولیں گے اور نہ ہی تمہارے ان یاروں کو اپنی گردن تک پہنچنے دیں گے۔''

آزوری نے کہا۔ ''تم میری بات کا یقین نہیں کرو گے مگر میں سچ کہہ رہی ہوں' وہ دونوں مر چکے ہیں۔ میں بے یار و مددگار ہو گئی ہوں۔ تم مجھے لے چلو..... قیدی بنا کر دیکھ لو۔ وہ اب کبھی تمہارے پاس نہیں آئیں گے۔ جب وہ اس دنیا میں ہیں ہی نہیں تو میری کیا مدد کریں گے؟ میں اب تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔''

اس نے پھر کچھ لکھ کر دیا۔ بوڑھے نے اسے پڑھتے ہوئے کہا۔ ''یہ کہہ رہے ہیں کہ تم اپنی کار یہیں چھوڑ دو اور ان کے ساتھ چلو۔ تم رگھوناتھ جی کے ساتھ کار میں بیٹھو گی اور اس بچے کو دوسری کار میں بٹھایا جائے گا۔''

شیوانی نے تڑپ کر کہا۔ ''نہیں میں اپنے بچے سے الگ نہیں ہو سکتی۔ یہ میرے ساتھ ہی رہے گا۔ میں جہاں جاؤں گی' میرے ساتھ ساتھ جائے گا۔ بھگوان کے لیے اسے مجھ سے الگ نہ کرو۔''

بوڑھے نے پھر ایک لکھے ہوئے کاغذ کو پڑھتے ہوئے کہا۔ ''تم ضد کرو گی' ہماری بات نہیں مانو گی تو ہم اس بچے کو یہیں گولی مار دیں گے اور تمہیں لے جائیں گے۔''

میں نے غصے سے کہا۔ ''شیوانی! میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم خاموش رہو گی' کچھ نہیں بولو گی۔ اب فوراً بولو کہ وہ بچے کو دوسری کار میں لے جا سکتے ہیں۔ فی الحال ان حالات سے سمجھوتا کرو۔''

وہ رگھوناتھ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی۔ ''میں وہی کروں گی جو تم کہہ رہے ہو۔ ٹھیک ہے' یہ بچہ دوسری گاڑی میں جائے گا لیکن تم اسے کسی دوسری جگہ نہیں لے جاؤ گے۔ میرے ساتھ ہی قیدی بنا کر رکھو گے۔''

رگھوناتھ نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر شیوانی کی کلائی پکڑ کر اسے کھینچتا ہوا ایک گاڑی کی طرف جانے لگا۔ عدنان بھی اس کے ساتھ جانا چاہتا تھا لیکن ایک غنڈے نے اسے پیچھے سے پکڑ کر اٹھا لیا اور دوسری گاڑی کی طرف لے جانے لگا۔ ایسے وقت اس کے دماغ میں خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے تھے۔ ہم میں سے کوئی بھی اس کے اندر رہ کر خیالات پڑھ سکتا تھا اور اس کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا کہ وہ لوگ انہیں کہاں لے جا رہے ہیں؟

وہ دونوں گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر ایک سمت جانے لگیں۔ تاشہ مسلسل اپنے عدنان کے اندر موجود تھی۔ کبھی کبھی آزوری کے اندر جا کر دیکھتی تھی پھر اس کے پاس واپس آ جاتی تھی۔ اسے یہ اطمینان ہو رہا تھا کہ دونوں گاڑیاں ایک ہی سمت میں جا رہی ہیں۔ اور ایک جگہ ہی پہنچنے والی ہیں۔

رگھوناتھ اپنی کار میں آزوری کے ساتھ جا رہا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولی۔ ''اب تو میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ مجھے زندہ رکھو یا مار ڈالو مگر یہ تو بتا دو' کہاں لے جا رہے ہو؟''

وہ اس کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ بولی۔ ''میں جانتی ہوں کہ تم یوگیش اور سول ہنٹر سے اب تک خوف زدہ ہو۔ میں کہہ چکی ہوں' وہ دونوں اب اس دنیا میں نہیں رہے ہیں۔ یقین نہ ہو تو ابھی اپنے آدمیوں کو وہاں بھیجو۔ لیبارٹری کی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں ان کی لاشیں ملیں گی۔''

رگھوناتھ نے آزوری کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر آگے بیٹھے ہوئے ڈرائیور کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

اس نے گاڑی روک دی۔ پیچھے سر گھما کر اپنے مالک کو دیکھا وہ کاغذ پر لکھ رہا تھا کہ ابھی یہاں سے دو آدمیوں کو یوگیش ماترے اور سول ہنٹر کی لیبارٹری میں بھیجو۔ ہمارے آدمی وہاں جا کر معلوم کریں گے کہ وہ زندہ ہیں یا مر چکے ہیں؟

رگھوناتھ کے چار ماتحت اپنی کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے لکھ کر پوچھا۔ ''اتنی صبح وہاں تک جانے کے لیے گاڑی نہیں ملے گی۔''

رگوناتھ نے پھر لکھ کر کہا۔ ''گدھے کے بچے! ہم ابھی پیچھے آزوری کی کار چھوڑ کر آئے ہیں۔ وہ وہاں کھڑی ہوئی ہے۔ اسے لے کر جاؤ۔''

دو ماتحت فوراً ہی اس کار سے اتر کر چلے گئے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے الرٹ ہو گئے تھے۔ کلکتہ میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے دو جاسوس موجود تھے۔ وہ ہماری رہنمائی کے مطابق اسی طرف چلے آ رہے تھے۔ جدھر دو وہ گاڑیاں شیوانی اور عدنان کو لے جا رہی تھیں۔

فرہاد ٹو بھی عدنان اور بھی شیوانی کے اندر جا آ رہا تھا۔ وہ اس تاک میں تھا کہ موقع پاتے ہی عدنان کو وہاں سے کڈنیپ کر لے گا۔ اس نے سوچا' نومی کلکتہ میں ہے۔ اس سے کسی طرح کام لیا جا سکتا ہے۔

میں نے پچھلی شام تقریباً بارہ گھنٹے پہلے نومی کو چاقو کے ذریعے ہلکا سا کٹ لگایا تھا۔ وہ عارضی طور پر خیال خوانی سے محروم ہو گئی تھی۔ اس بنگلے میں فرسٹ ایڈ بیگ تھا۔ اس نے فوری طور پر اپنے زخم کی مرہم پٹی کی تھی پھر کلکتہ پہنچ کر ڈاکٹر سے علاج کرایا تھا اور انجکشن لگوایا تھا۔ جس کے نتیجے میں وہ آٹھ گھنٹے کے بعد ہی دماغی توانائی حاصل کر چکی تھی۔ اب اس کے دماغ میں بھی کوئی نہیں آ سکتا تھا۔ ہم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ اتنی جلدی توانائی حاصل کر لے گی۔ میں' الپا اور عالی اپنے پوتے کی طرف زیادہ توجہ دے رہے تھے۔ شیوانی' عدنان یوگیش ماترے اور سول ہنٹر کے سلسلے میں اس قدر مصروفیت رہی کہ ہم کسی دوسری طرف توجہ نہ دے سکے۔ ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی کبھی نومی کے دماغ میں جاتے تھے پھر اس کی دماغی کمزوری سمجھ لینے کے بعد واپس چلے آتے تھے۔

فرہاد ٹو دوسری طرف وائس مین' ٹف گائی اور کرمسن داسکوڈی کو ٹریپ کرنے میں مصروف رہا تھا۔ وہ بھی نومی کی طرف نہیں گیا تھا۔ اسے ہماری طرف سے اندیشہ تھا۔ وہ نومی کے اندر جا کر ہم سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا۔ یہ کہنا چاہیے کہ نومی کی تقدیر نے پھر ایک بار اس کا ساتھ دیا تھا۔ وہ آٹھ گھنٹے کے بعد یکبارگی توانائی حاصل کر کے ہم سب سے

فرہاد ٹو خیال خوانی کے ذریعے اس کے

نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر

سے سوچنے لگا۔ ''اس نے اتنی جلدی توانائی کیسے

لی؟''

اس نے دوسری بار اس کے دماغ میں جاتے

''میرے فون پر مجھ سے بات.....''

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس

روک لی۔ اس کی سوچ کی لہریں پھر سے واپس آ

انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کے مو

بولنے لگا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگا

کہا۔ ''ہیلو نومی! کیا تم ہو؟''

''ہاں' میں اپنے ایک معاملے میں مصروف ہو

سہولت حاصل ہو گی تو تم سے بات کروں گی۔''

''میں عدنان کے متعلق بہت ضروری بات

ہوں۔ ہم چاہتے تو ابھی اسے ٹریپ کر سکتے ہیں۔''

''تمہیں عدنان کی پڑی ہے' یہاں میری جا

ہوئی ہے۔ مجھے پہلے اپنے تحفظ کی فکر ہے۔ جب

ہو جاؤں گی کہ کوئی دوست ہو یا دشمن میرے اندر

ہے اور میرا تعاقب نہیں کر رہا ہے۔ تب میں تم سے را

گی۔ سوری.....''

یہ کہتے ہی اس نے رابطہ ختم کر دیا اور اپنے مو

دیکھ کر مسکرانے لگی۔ اس نے جھوٹ کہا تھا کہ اس کی

بنی ہوئی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اس نے پوری

اطمینان کر لیا تھا کہ پچھلے بارہ گھنٹوں میں نہ تو وہ سو

ہی تھوڑی دیر کے لیے بھی دماغی طور پر غائب ہوئی

کچھ ہوتا تو اسے شبہ ہوتا کہ کسی نے اس پر تنویمی عمل

وہ پوری طرح مطمئن تھی۔ دوست ہو یا دشمن

اس کے اندر آ رہے تھے۔ فرہاد ٹو واپس جا رہے تھے۔

سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی تھی۔

اس نے توانائی حاصل کرتے ہی سوچا۔ ''عدنان

شیوانی ابھی اسی کلکتہ شہر میں ہوں گے۔ ان ہاں

سے چھین لیا گیا تھا۔ میں پھر سے انہیں ٹریپ کر سکتی ہوں۔

وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ اگر عدنان کو ٹریپ

گی اور میں یا میرے آئی کار اس کے اندر چھپے ہوئے

گے تو وہ اسے ناکام بنانے کی کوشش کریں گے۔

اسے پتا چل جائے گا کہ وہ در پردہ ہماری تابعدار

اور اس پر یہ ظاہر نہیں کیا جا رہا ہے۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی عدنان کے پاس پہنچی اس وقت وہ وہاں بیٹا ایسی صورت حال میں تھے کہ شیوانی کی آتما اپنا جسم بدل کر آزوری کے جسم میں سمائی ہوئی تھی اور عدنان بیڈ پر بیٹھا ہوا اپنا ہاتھ آزوری کے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''تم میری ممی نہیں ہو۔''

اس وقت ہم سب عدنان کے اندر ہی تھے۔ اور یہ الجھن سلجھانے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ میڈم آزوری کون ہے اور شیوانی اس کے اندر کیسے چلی آئی ہے؟

ہم رفتہ رفتہ اس مسئلے کو سمجھ رہے تھے۔ نومی بھی بڑی خاموشی کے ساتھ ہمارے طریقۂ کار کے مطابق اس الجھن کو سمجھ رہی تھی۔ میڈم آزوری کے بھی دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ عدنان کے دماغ میں اکثر ہی کئی طرح کے خیالات گڈ مڈ ہوتے رہتے تھے۔ اس لیے وہ شیوانی اور آزوری کے شنکر کے دماغ میں ہی پہنچتی تھی۔

جب اس نے دیکھا کہ آزوری عدنان کے ساتھ ایک کار ڈرائیو کرتی ہوئی کلکتہ ایئرپورٹ کی طرف آ رہی ہے تو اس نے فوراً ہی ایک شخص کو اپنا آئی کار بنایا پھر اسی راستے پر روانہ کر دیا۔ وہ چاہتی تھی راستے میں ہی شیوانی کو زخمی کر کے عدنان کو وہاں سے اپنے ساتھ لے جائے۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتی جا رہی تھی کہ شیوانی کن راستوں سے گزر رہی ہے؟ وہ اپنے آئی کار کو بھی انہی راستوں سے گزار رہی تھی۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا آگے جا رہا تھا۔ نومی نے ایک ریفلڈ کار حاصل کی تھی۔ وہ اس سے بہت فاصلہ رکھ کر پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔

پھر اس نے آزوری کے دماغ میں رہ کر وہ منظر بھی دیکھا۔ جب رگھوناتھ اور کلکتے کے بدمعاش دادا نے ان ماں بیٹے کو گھیر لیا تھا اور اب قیدی بنا کر کہیں لے جا رہے تھے۔ نومی فی الحال شیوانی کی اہمیت اتنی سمجھتی تھی کہ عدنان اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لیے اس کی حفاظت بھی لازمی تھی۔ ورنہ صرف عدنان ہی ہم سب کی توجہ کا مرکز ہوا تھا۔ ہمارے لیے تو ہر حال میں ضروری تھا۔ ہمارا خون تھا۔ لیکن وہ دشمنوں کے لیے بھی ضروری ہو گیا تھا۔ ایک طرف فرہاد ٹو اس کی تاک میں تھا دوسری طرف نومی کرشل بڑی راز داری سے ہمارے درمیان پہنچی ہوئی تھی اور ان ماں بیٹے کے اندر رہ کر موجودہ حالات سے آگاہی حاصل کر رہی تھی۔

نومی نے یہ بھی سنا تھا کہ شیوانی کے کہنے پر رگھوناتھ کے دو آدمی اس گاڑی سے اتر گئے تھے۔ یوگیش اور سول ہنٹر کی لیبارٹری کی طرف چلے گئے تھے۔ وہ آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرنا چاہتے تھے کہ وہ دونوں واقعی مر چکے ہیں اور آئندہ آتما شکتی کے ذریعے ان میں سے کسی کے اندر نہیں آ سکیں گے۔

نومی نے سوچا کہ وہ دونوں ماتحت تھوڑی دیر کے بعد رگھوناتھ کو یہ اطلاع دیں گے کہ وہ واقعی مر چکے ہیں اور اب ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر رگھوناتھ اور اس کے غنڈے ایک دوسرے سے بولنا شروع کریں۔ عدنان کو ان سے جدا کر دینا چاہیے۔ کسی بھی طرح بچے کو اس بھنور سے نکال کر لے جانا چاہیے۔

وہ پوری ذہانت سے کوئی تدبیر سوچ رہی تھی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر مرحلے پر چال بازی والی ذہانت ہی کام آتی رہے یا قسمت مہربان ہوتی رہے۔ اس وقت کوئی تدبیر کام نہیں آ سکتی تھی۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تعداد میں اتنے تھے کہ وہ عدنان کے دماغ کو کسی دشمن کے لیے خالی نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ وہاں کوئی نہ کوئی ضرور موجود رہنے والا تھا۔ ہمیں پہنچ کر رہے تھے۔ بھلا ہم ایسے میں ایک لمحے کے لیے بھی عدنان سے کیسے غافل ہو سکتے تھے؟

وہ کوئی تدبیر نہ کر سکی۔ سوچنے لگی۔ ''مجھے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ عدنان اور شیوانی کے اندر جگہ مل گئی ہے۔ آئندہ بھی ملتی رہے گی۔ میں کہیں نہ کہیں اپنے مقصد میں ضرور کامیابی حاصل کر سکوں گی۔''

آدھے گھنٹے کے بعد رگھوناتھ کا موبائل فون بولنے لگا۔ اس نے آگے بیٹھے ہوئے ڈرائیور کے شانے پر ہاتھ رکھ کر رکنے کا اشارہ کیا۔ گاڑی کے رکتے ہی وہ اتر کے باہر آیا۔ وہاں سے دور آ کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے بولا۔ ''ہاں بولو۔ کیا ان کی لیبارٹری تک پہنچ گئے ہو؟''

ایک ماتحت کی آواز سنائی دی۔ ''ہاں مالک! ہم لیبارٹری کے اندر آ کر ان کی رہائش گاہ میں پہنچے ہوئے ہیں۔ ایک بیڈ روم میں دونوں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ انہیں گولی مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔''

"تم دونوں یوگیش اور سول ہنٹر کو اچھی طرح پہچانتے ہو۔ کیا ان کے چہرے تمہارے سامنے ہیں؟ یا وہ کوئی بہروپے ہیں؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہم ابھی بتاتے ہیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد پھر اس نے کہا۔ "ہاں مالک! یہ اصلی یوگیش اور سول ہنٹر ہیں۔ ہم ان کے چہروں کو اچھی طرح رگڑ کر دیکھ چکے ہیں۔ ڈینٹنگ کریم سے بھی صاف کیا ہے۔ یہ بہروپے نہیں ہیں۔"

رگھوناتھ نے سوچنے کے انداز میں کہا۔ "تعجب ہے..... انہیں کس نے گولی ماری ہے؟ ایسا کون دشمن تھا' جو انہیں ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا؟"

"مالک! یہ تو ہم نہیں جانتے۔ اب ہم یہاں سے نکل رہے ہیں۔ پولیس آ جائے گی تو ہمیں قاتل کی حیثیت سے گرفتار کر لے گی۔"

"ٹھیک ہے... فوراً وہاں سے چلے آؤ۔"

میں نے فون بند کر دیا پھر پلٹ کر کار کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے اطمینان تھا کہ وہاں سے اسے کسی نے بات کرتے نہیں سنا ہے اور اب اسے گونگا بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ جو آتما شکتی کے ذریعے ان کے اندر آ کر پریشان کرتے تھے۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے ہیں۔

کلکتے کا بدمعاش دادا اپنی گاڑی سے اتر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا رگھوناتھ کے پاس آیا پھر اشارے سے بولا۔ "کیا مسئلہ ہے؟"

رگھوناتھ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اور ذرا دور لے جاتے ہوئے کہا۔ "اب ہم بات کر سکتے ہیں۔ وہ دونوں مارے گئے ہیں۔ ابھی میرے آدمیوں نے اطلاع دی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے ان کی لاشیں دیکھ چکے ہیں۔ کیا ہمیں ان کی موت کا یقین نہیں کرنا چاہیے؟"

بدمعاش دادا نے کہا۔ "اگر وہ اطلاع دینے والے آپ کے خاص آدمی ہیں اور آپ سے کبھی جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ کبھی دھوکا نہیں دیتے ہیں تو پھر یقین کر لینا چاہیے۔ ویسے عقل مندی تو یہ ہے کہ ان کی لاشوں کو پہلے اپنی آنکھوں سے دیکھا جائے۔"

"اس کے لیے تو ہمیں واپس ان کی لیبارٹری کی طرف جانا ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں..... ہم پون گھنٹے تک وہاں پہنچ جائیں گے۔ آپ اپنے ماتحتوں سے کہہ دیں کہ وہاں ہمارا انتظار کریں۔"

رگھوناتھ نے فون کے ذریعے اپنے ماتحتوں کو [illegible]

"تم دونوں وہیں ہمارا انتظار کرو۔ ہم آ رہے ہیں۔"

وہ فون بند کر کے اپنی کار کے پاس آ گیا۔ ایک کاغ[illegible] کچھ لکھنے لگا پھر اس نے وہ کاغذ ڈرائیور کو تھما دیا۔ [illegible] پڑھنے لگا۔ "کار کو واپسی کے لیے موڑو۔ ہم یوگیش اور سول ہنٹر کی لیبارٹری جائیں گے۔"

وہ دونوں گاڑیاں واپسی کے لیے مڑ گئیں۔ ہم [illegible] جاننے والے یہ سمجھ رہے تھے کہ لیبارٹری سے ان کے [illegible] نے یوگیش اور سول ہنٹر کی موت کا یقین دلایا ہے۔ اب [illegible] واپسی کے لیے مڑ گئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے [illegible] لیبارٹری کی طرف جا رہے ہیں۔

شیوانی بار بار سر گھما کر پیچھے آنے والی کار کو دیکھ [illegible] اور یقین کر رہی تھی کہ اس کا بیٹا عدنان بھی پیچھے چلا آ رہا [illegible] آزوری نے شیوانی کی مرضی کے مطابق کہا۔ "رگھوناتھ [illegible] آپ مجھے کہیں لے جا رہے تھے' اب راستہ بدل دیا ہے۔ [illegible] کہاں جا رہے ہیں؟"

رگھوناتھ نے اسے گھور کر دیکھا مگر کوئی جواب نہیں [illegible] دونوں گاڑیوں کے اندر گہری خاموشی تھی۔ کوئی ایک لفظ [illegible] منہ سے نہیں بول رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے سب ہی [illegible] گونگے ہیں۔

وہ لیبارٹری کے احاطے میں پہنچ گئے۔ رگھوناتھ [illegible] دونوں ماتحت ان کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ ان کے ساتھ [illegible] ہوئے لیبارٹری کے اندر آئے پھر رہائش گاہ میں پہنچے [illegible] روم میں یوگیش اور سول ہنٹر کی لاشیں دیکھ کر رک گئے۔

بدمعاش دادا اور اس کے آدمی ان کے چہروں کو رگڑ [illegible] کر یقین کر رہے تھے کہ وہ دونوں اصلی یوگیش اور ہنٹر [illegible] بہروپے نہیں ہیں۔ بہرحال اب ان سب کو یقین ہو گیا۔

بدمعاش دادا نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "[illegible] ہے ان شیطان کے بچوں پر۔ ان دونوں نے ہمیں [illegible] پریشان کیا تھا۔ اب نرک میں پہنچ گئے ہیں۔"

رگھوناتھ نے آزوری سے پوچھا۔ "تم نے تو ان [illegible] موت کا تماشہ دیکھا ہوگا۔ ہمیں بتاؤ انہیں کس نے [illegible] ہے؟ یہاں اور کون لوگ آئے تھے؟"

شیوانی نے میری مرضی کے مطابق جواب دیا۔ [illegible] نہیں وہ کون لوگ تھے؟ میں تو اس بچے کے ساتھ ایک [illegible] روم میں چھپ گئی تھی۔ جب فائرنگ کی آوازیں [illegible] تھیں۔ سناٹا چھا گیا تھا' تب میں نے اسٹور روم سے [illegible] ان دونوں کی لاشیں دیکھی تھیں اور بچے کو لے کر یہاں

نکل آئی تھی۔"

میں نے الپا' عالی اور اپنے دو چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا۔ "اب ان دونوں کے ذریعے ان ماتحتوں کو بھی [illegible] پر مجبور کرو اور ہر ایک کے دماغ میں پہنچتے رہو۔"

ہم سب رگھوناتھ اور بدمعاش دادا کے دماغوں میں پہنچ گئے تھے۔ اب وہ ہماری مرضی کے مطابق اپنے ماتحتوں سے کہہ رہے تھے کہ اب وہ بھی گونگے بن کر نہ رہیں۔ ایک دوسرے سے باتیں کریں۔

ایک ماتحت نے کہا۔ "مالک! ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ پولیس آ جائے گی تو خواہ مخواہ مرڈر کیس میں پھنسا لے گی۔"

ایک اور ماتحت نے کہا۔ "ہمیں یوگیش اور سول ہنٹر کی لاشیں کھول کر دیکھنا چاہیے۔ انہوں نے یہاں کافی مال چھپا کر رکھا ہوگا۔"

ایک اور حواری نے کہا۔ "ہم یہاں مال سمیٹتے رہیں گے اور ادھر پولیس والے آ کر ہماری گردنیں دبوچ لیں گے۔"

دو ماتحت جا کر ایک اہم سیف کو کھولنے کی کوشش کرنے لگے۔ باقی دو تین ماتحت دوسرے بیڈ روم کی طرف جاتے ہوئے بولے۔ "وہاں بھی ضرور کوئی تجوری ہوگی۔ ہم یہاں سے خالی ہاتھ نہیں جائیں گے۔"

رگھوناتھ اور وہ بدمعاش دادا وہاں سے فوراً جانا چاہتے تھے لیکن اپنے ماتحتوں سے ایسا کچھ نہیں کہہ پا رہے تھے۔ وہ ہماری مرضی کے مطابق خاموش تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہی دوسرے بیڈ روم سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ وہ سب دوڑتے ہوئے ادھر گئے' تو وہاں ان کے دو ماتحتوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور ایک ماتحت کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "یہ تجوری کا مال مجھ سے چھیننا چاہتے تھے۔ میں نے انہیں نرک میں پہنچا دیا ہے۔"

بدمعاش دادا نے غصے سے ڈانٹ کر کہا۔ "ریوالور پھینک دو... اور سارا مال میرے حوالے کرو۔"

اس ماتحت نے اس کا بھی نشانہ لینے ہی گولی چلائی۔ وہ کچھ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک معمولی ماتحت اتنے بڑے بدمعاش دادا کو گولی مار سکتا ہے اور وہ ایسا کر چکا تھا۔ وہ بدمعاش دادا اچھل کر فرش پر گرا اور تھوڑی دیر میں ہی ٹھنڈا پڑ گیا۔ اسے ہی واقعہ رگھوناتھ نے اس ماتحت کو گولی مار دی پھر ڈانٹ کر کہا۔ "تم سب یہاں سے چلو۔"

دوسرے کمرے سے بھی فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ وہ سب دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے تو تین ماتحتوں کی لاشیں دکھائی دیں۔ انہوں نے تجوری سے برآمد ہونے والے مال پر قبضہ جمانے کی خاطر ایک دوسرے کو گولی ماری تھی۔ خزانہ اسی جگہ رہ گیا تھا اور وہ سب اوپر پہنچ گئے تھے۔ اب رگھوناتھ کے آس پاس دو ماتحت ہی زندہ رہ گئے تھے۔

ان میں سے ایک نے میری مرضی کے مطابق شیوانی سے کہا۔ "میڈم! آپ اس بچے کے ساتھ باہر جائیں۔ وہاں آپ کی کار کھڑی ہوئی ہے۔ آپ کو ایرپورٹ جانا چاہیے۔"

رگھوناتھ نے غصے سے کہا۔ "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ ایسا حکم دینے والے تم کون ہوتے ہو؟"

اس ماتحت نے رگھوناتھ کی ٹانگ پر گولی ماری تو وہ ایک دم سے اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ شیوانی اور عدنان وہاں سے باہر جا رہے تھے۔ الپا اور عالی ان کے اندر موجود تھیں۔ رگھوناتھ نے فرش پر گرتے ہی اپنے اس ماتحت کو گولی مار دی تھی۔

دوسرے ماتحت نے کہا۔ "مالک! اب میں ہی زندہ بچا ہوں۔ تمہارے پاس دولت ہے، طاقت ہے، تم مسلح غنڈوں کی فوج لے کر ان ماں بیٹے کو پکڑنے آئے تھے لیکن موت نے تم سب کو پکڑ لیا ہے۔"

یہ کہہ کر اس ماتحت نے رگھوناتھ کو گولی مار دی۔ وہ لیبارٹری جہاں مرنے والوں کی آتماؤں کو شکار کیا جاتا تھا اور ان کی آتما کو دوسرے جسموں میں پہنچایا جاتا تھا۔ اب وہاں صرف مردہ جسم پڑے ہوئے تھے۔ ان کی آتماؤں کو گرفت میں لینے والا اور دوسرے جسم میں پہنچانے والا کوئی نہیں رہا تھا۔ لوگ کالے جادو کے ذریعے یا جدید سائنسی طریقوں سے روحوں کو اپنے قابو میں کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن پھر موت سے شکست کھا کر اپنی ہی روح کو قابو میں کرنے کے قابل نہیں رہتے۔

اب ہم سب آزوری اور شیوانی کے مشترکہ دماغ میں آ گئے تھے۔ تاشہ عدنان کے اندر تھی۔ وہ دونوں ماں بیٹے اس کار میں ایرپورٹ کی طرف جا رہے تھے۔ ہم اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ نومی اور فریدی ان ماں بیٹے کے دماغوں میں چھپے ہوئے ہیں۔

عدنان کو ہم سے چھین لے جانے کا انہیں کوئی موقع نہیں مل رہا تھا۔ جس طرح ہم نے عدنان پر اپنی گرفت مضبوط رکھی تھی۔ اسے دیکھ کر یقین ہو رہا تھا کہ وہ کسی بھی تدبیر سے ہم پر حاوی نہیں ہو سکیں گے۔

ان کی عقل یہ سمجھ رہی تھی کہ عدنان اس ملک سے باہر نکلے گا اور پیرس پہنچے گا تو اسے فوراً ہی بابا صاحب کے ادارے

میں پہنچا دیا جائے گا۔ لہٰذا اس بچے کو پیرس نہیں پہنچنا چاہیے۔ بلکہ انڈیا سے ہی باہر نہیں جانا چاہیے۔

بنیادی بات تو یہی سمجھ میں آئی کہ اس بچے کو ایئرپورٹ تک بھی نہ پہنچنے دیا جائے۔ اس وقت آزوری کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ پچھلی رات عدنان کی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے وہ پچھلی سیٹ پر بے خبر سو رہا تھا۔ فرہاد ٹو شیوانی اور آزوری کے دماغ میں چھپا ہوا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ اگر اس کار کو حادثہ پیش آجائے اور شیوانی زخمی ہو جائے تو اس کا سفر ملتوی ہو جائے گا لیکن حادثہ اس طرح ہو کہ عدنان کو جانی نقصان نہ پہنچے۔

وہ میرے بولتے کو کسی طرح حاصل کر کے اپنی گرفت میں رکھ کر یہیں مجھے بلیک میل کر سکتا تھا اگر خدانخواستہ اسے جانی نقصان پہنچتا اور وہ مارا جاتا تو اس بھروپیے کے پاس پھر میری کوئی کمزوری نہ رہتی اور وہ ایسی کوئی غلطی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے تیزی سے سوچ رہا تھا کہ کس طرح ان ماں بیٹے کو ایئرپورٹ جانے سے روک سکتا ہے؟

آزوری ذرا تیز رفتاری سے ایئرپورٹ کی طرف جا رہی تھی۔ وقت گزر رہا تھا' فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا اور ایئرپورٹ قریب آرہا تھا۔ وہ آزوری کے ذریعے وِنڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔ بہت دور سڑک کے کنارے ایک بہت بڑا ٹرک کھڑا ہوا تھا۔ اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ دونوں ماں بیٹے کو حادثے سے دوچار کیا جائے۔ حادثہ زبردست نہ ہو معمولی سا ہو تاکہ عدنان زندہ سلامت رہے اور پیرس جانے کے لیے طیارے میں سفر کرنے کے قابل رہے۔

وہ کار اس ٹرک کے قریب پہنچ رہی تھی۔ آزوری کو ڈرائیو کرتے ہوئے اس ٹرک سے کترا کر نکلنا تھا لیکن جیسے ہی وہ قریب پہنچی فرہاد ٹو نے اس کے ذہن کو ذرا سا بہکا دیا۔ ہم سب آزوری کے اندر ہی تھے۔ یہ سوچ بھی سکتے تھے کہ وہ اچانک ذہنی طور پر بہک جائے گی۔ اسٹیرنگ ذرا اِدھر سے اُدھر ہوا۔ کار اس ٹرک سے ٹکرائی پھر ہم نے فوراً ہی اس کے ذہن کو پوری طرح قابو میں رکھتے ہوئے اسٹیرنگ کو بھی قابو میں کر لیا۔ ورنہ وہ کار ٹرک سے ٹکرانے کے بعد سڑک کے دوسری طرف ڈھلان میں لڑھکتی چلی جاتی۔

ٹرک سے ٹکراتے ہوئے شیوانی اپنے دائیں طرف کھڑکی کے شیشے سے ٹکرا گئی تھی۔ اس کے بعد ہی ہم نے اسے سنبھال لیا تھا پھر بھی اس کا سر اور چہرہ زخمی ہو گیا تھا۔ اِدھر عدنان پچھلی سیٹ پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ لڑھک کر سیٹوں کے درمیان آگیا تھا۔ اسے بھی ہلکی سی خراشیں آئی تھیں اور ہڈیاں

دکھنے لگی تھیں۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ تاشہ اور حال کے اندر رہ کر اسے سنبھال رہی تھیں۔ تسلیاں دے تھیں۔ ''کوئی بات نہیں۔ معمولی سا حادثہ تھا۔ اللہ کا شکر تمہیں زیادہ چوٹیں نہیں آئیں۔''

میں نے آزوری سے کہا۔ ''تم تو بڑی مہارت ڈرائیو کر رہی تھیں پھر تمہارے ہاتھوں سے اسٹیرنگ کیسے بہک گیا؟''

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آرہا اچانک مجھے کیا ہو گیا تھا؟''

شیوانی تڑپ کر کہہ رہی تھی۔ ''میرے بچے کی خیر وہ خیریت سے تو ہے؟''

میں نے ناگواری سے کہا۔ ''تم سے زیادہ مجھے پوتے کی فکر ہے۔ حالی تم سے نفرت کرتی ہے۔ تمہاری سے ہمارا عدنان کئی بار مصیبتوں میں پھنستا رہا ہے اور ہم کے لیے پریشان ہوتے رہے ہیں اگر اس بار بھی تم حماقت کرتیں تو ہمیں ان مشکلات سے نہ گزرنا پڑتا۔''

الپا نے کہا۔ ''پاپا! میں یقین سے کہتی ہوں اس دماغ میں کوئی دشمن چھپا ہوا ہے اگر نومی نے دماغی تو حاصل کر لی ہے تو وہ اس کے اندر ہو گی یا پھر وہ بہروپیا ہو گا۔''

میں نے کہا۔ ''اب ہم اور زیادہ محتاط رہیں گے۔ کوئی بھی ہو ہم اسے اس کے ناپاک ارادوں میں کامیا نہیں ہونے دیں گے۔''

پھر میں نے آزوری سے کہا۔ ''چلو ڈرائیو کرو۔ کوئی کلینک ہو گا تو وہاں تم مرہم پٹی کروا کے پھر ایئرپورٹ طرف جاؤ گی۔''

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ فرہاد ٹو چال ناکام رہی تھی۔ اب وہ ان ماں بیٹے کو ایئرپورٹ سے نہیں روک سکتا تھا۔ وہ سمجھ بھال کر سوچ رہا تھا کہ اب کرے؟

ایسے وقت یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ بات نہیں بن ہے تو کسی آلۂ کار کے ذریعے شیوانی پر گولی چلائی جا۔ اسے اس طرح زخمی کیا جائے کہ اسپتال پہنچانے کی نوبت آجائے پھر جب تک زخم نہیں بھرے گا تب تک ماں بیٹے یہاں سے نہیں جاسکیں گے۔

وہ بڑے ہی جارحانہ انداز سے سوچ رہا تھا۔ دوسری طرف نومی اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ وہ ہمارے ٹیلی جانے والوں کی بھیڑ میں سے عدنان کو نکال کر نہیں لے سکے گی۔ اس لیے وہ بھی دوسری چال چل رہی تھی۔ اب

نیا منظر پہلے جب رگھوناتھ اور بدمعاش دادا اپنی گاڑیاں لائبریری کی طرف جا رہے تھے۔ تب نومی خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی الکا اگنی ہوتری کے پاس آگئی تھی۔

اس نے اندر آزوری کی روح سمائی ہوئی تھی۔ اس نے الکا کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے گہری نیند سلایا اور مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ آزوری کی آواز کے زیرِ اثر نہیں رہے گی۔ اپنے طور پر سوچے سمجھے گی۔ جو کچھ کیا جا رہا ہے اس پر عمل کرے گی۔

اور نومی نے اسے حکم دیا تھا کہ اب سے تمہاری ممتا عدنان کے لیے تڑپتی رہے گی۔ تم اس کے لیے بے چین رہو گی۔ اسے ہر قیمت پر حاصل کرو گی۔

اس نے مخصوص لب و لہجے کے ذریعے الکا کے دماغ کو لاک کیا اور اسے آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا پھر شیوانی اور آزوری کے مشترکہ دماغ میں رہ کر وہاں کے حالات دیکھنے لگی۔ رگھوناتھ اور بدمعاش دادا کر وہاں لائبریری میں پہنچ گئے تھے۔ اس بات کا یقین کیا جا رہا تھا کہ ہارتے اور سول ہنٹر مارے جا چکے ہیں اور اس کے بعد ہی وہاں خون خرابہ شروع ہو گیا تھا۔ رگھوناتھ' بدمعاش دادا اور ان کے تمام ساتھ مارے گئے تھے۔ آزوری پھر ایک بار اس لائبریری سے نکل کر ایئرپورٹ کی طرف جا رہی تھی۔

تمام معاملات میں دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ ادھر الکا اگنی ہوتری تنویمی نیند پوری کر چکی تھی اور نومی کی مرضی کے مطابق کار ڈرائیو کرتی ہوئی ایئرپورٹ کی طرف ہی جا رہی تھی۔

ہم ماں بیٹے کو لے کر ایئرپورٹ پہنچے تو صبح کے سات بج رہے تھے۔ تین گھنٹے بعد وہاں سے ان کی فلائٹ جانے والی تھی۔ ابھی بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے کے لیے اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ ماں بیٹے باہر انتظار کرنے لگے۔ ہم تمام خیال خوانی کرنے والے ان کے دماغوں میں بہت محتاط تھے اور کسی بھی دشمن کے ہر حملے کا توڑ کر سکتے تھے۔

ویسے یہ ہماری خوش فہمی تھی۔ خیال خوانی کرنے والے دشمن اگر خاموش رہیں اور اپنی موجودگی کا احساس نہ دلائیں تو دھوکا کھانا ہی پڑتا ہے۔ نومی ہمارے درمیان عدنان کے اندر موجود تھی۔ اس نے چپکے سے اس کے اندر یہ ضرورت پیدا کی کہ اسے باتھ روم جانا چاہیے۔ اس نے آزوری کی طرف ہاتھ اٹھا کر اپنی چھوٹی انگلی دکھاتے ہوئے کہا۔ ''میں باتھ روم جا رہا ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''تم بچے ہو۔ یہاں لیڈیز ٹوائلٹ میں بھی جا سکتے ہو۔ میرے ساتھ چلو۔''

وہ عدنان کے ساتھ دروازہ کھول کر اندر آئی۔ وہاں پہنچتے ہی الکا کو دیکھ کر چونک گئی۔ عدنان نے بھی خوشی سے چیخ کر کہا۔ ''ممی! آپ یہاں ہیں؟''

وہ بولی۔ ''ہاں بیٹے! اگر تم اپنی ماں پر بھروسا کرتے ہو۔ پیار کرتے ہو تو فوراً میری بات مانو اور اپنے دماغ میں آنے والے تمام لوگوں کو بھگا دو۔ ورنہ یہ لوگ تمہیں مجھ سے ملنے نہیں دیں گے۔''

ہم آزوری کے دماغ میں تھے۔ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے تھے کہ الکا وہاں پہنچی ہوئی ہے اور عدنان کو بھڑکا رہی ہے۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی الکا کے اندر پہنچ کر اسے دشمنی سے روکنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔

اس سے پہلے کہ ہم اس کے خلاف کچھ کرتے اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کسی سخت چیز سے آزوری کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ ایک دم سے چکرا گئی۔ ہم نے اسے سنبھالنا چاہا لیکن وہ فرش پر گر کر بے ہوش ہو گئی۔ الپا نے چیخ کر کہا۔ ''پاپا! عدنان کے دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ ہو گئے ہیں۔ ہمیں اس کے اندر جگہ نہیں ملے گی۔''

ہماری توقع کے خلاف بڑا ہی زبردست حملہ ہوا تھا۔ عدنان الکا کو ہی اپنی ماں سمجھتا تھا۔ اس کی باتوں میں آگیا تھا اور ہمارے لیے اپنے دماغ کا دروازہ بند کر چکا تھا۔ ہم اس کے اندر جا کر یہ معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ الکا اب اسے کہاں لے جا رہی ہے؟

وہاں ایسا کوئی نہیں تھا کہ جس کے دماغ میں ہمیں فوراً جگہ مل جاتی۔ ہم نے بڑی جدوجہد کے بعد وہاں کے دو چار سکیورٹی گارڈز اور مسلح افراد کے اندر جگہ بنائی۔ انہیں پارکنگ ایریا کی طرف دوڑایا۔ ان کے ذریعے ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ایک عورت ایک بچے کو لے کر کس طرف جا رہی ہے؟

ہمارے وہ آلۂ کار بڑی دیر تک اِدھر اُدھر دوڑتے رہے لیکن کچھ پتا نہ چلا۔ ہم جو سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ ہو گیا تھا۔ میرا پوتا گیلیے صابن کی طرح ہاتھ سے پھسل کر نہ جانے کہاں چلا گیا تھا.....؟

یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قدرت کے آگے کسی کا زور نہیں چلتا۔ وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ ہمارے پاس دولت ہے' طاقت ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جیسا ہتھیار ہے۔ ہم ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں لیکن قدرت ہمارا انداز اڑاتی ہے کہ ہم اپنے ایک ننھے سے پوتے کو جیت نہیں سکتے۔ جب اس کے مقدر میں یہ لکھا ہے کہ اسے ہاتھ سے بے ہاتھ ہونا ہے تو پھر وہ ہو رہا تھا۔

اب ہم نہیں جانتے تھے کہ اسے کس نے اغوا کیا ہے؟ نومی نے.....؟ اس بہروپیے فرہاد لو نے...؟ یا کسی ایسے دشمن نے جو ابھی ہماری نظروں میں نہیں آیا ہے۔

موجودہ حالات میں سب سے پہلے اس بہروپیے فرہاد پر ہی شبہ ہو رہا تھا۔ ابھی تک ہم نے نومی کی خبر نہیں لی تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ ابھی دماغی کمزوری میں مبتلا ہو گی۔ بعض اوقات مجھے اپنی شکست عجیب سی لگتی ہے۔ میں' الپا' عالی اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی مستعدی اور بڑی توجہ سے عدنان اور شیوانی کی نگرانی کر رہے تھے۔ ہمیں پورا یقین تھا کہ ہم دشمن کے کسی بھی حملے کو ناکام بنا سکتے ہیں۔ بندہ سوچتا تو بہت کچھ ہے۔ خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ سمجھ نہیں پاتا کہ وہ جو سوچ بھی نہیں سکتا وہی ہونے والا ہے اور وہ ہو جاتا ہے۔

نومی نے ہماری لاعلمی میں بڑی زبردست چال چلی تھی۔ وہ یہ دیکھ رہی تھی کہ ہم سب عدنان اور شیوانی کے دماغوں میں ہی ہیں اور ان کے آس پاس کوئی ایسا آلۂ کار نہیں ہے جس کے ذریعے ہم ان کی نگرانی بھی کر رہے ہوں۔ ایسے وقت یہی بات سمجھ میں آئی کہ اگر وہ شیوانی کو ناکارہ بنا دے گی اور ماں بن کر عدنان کو بہکائے گی تو وہ بہکا دے میں آ جائے گا۔

واقعی یہ سیدھی سی بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ عدنان الکا کے چہرے اور اس کی شخصیت کو اپنی ماں کی حیثیت سے پہچانتا تھا اور اس کے ساتھ رہتا آیا تھا۔ اس نے ہماری بات مان کر فی الحال آزوری کو ماں کی حیثیت سے تسلیم کر لیا تھا لیکن اس کا دل نہیں مان رہا تھا۔ ایسے میں جب نومی نے الکا کو اس کے پاس پہنچایا تو وہ اسے دیکھتے ہی اس سے لپٹ گیا۔

وہ بولی۔ ''بیٹے! کسی کو بھی اپنے اندر نہ آنے دو۔ صرف اپنی ماں پر بھروسا کرو۔''

اس نے فوراً ہی اپنے دماغ کو پھر سے مجوبہ بنا لیا۔ وہاں بہت سے خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ اس طرح وہ ہم خیال خوانی کرنے والوں کی گرفت سے نکل گیا۔

اس وقت ہم نے چند افراد کو آلۂ کار بنا کر انہیں ایریا اور ایریا رپورٹ کے دوسرے حصوں میں دوڑایا تھا۔ وہ ہم سے نکلے ہوئے تیر کی طرح عدنان نہ جانے کس کی طرف چلا گیا تھا؟

عالی نے پریشان ہو کر کہا۔ ''پاپا! یہ کیا ہو گیا؟''

میں نے کہا۔ ''زندگی ہم سب کو سبق پڑھاتی رہتی ہے۔ میری عمر کے مطابق زندگی نے مجھے بہت کچھ پڑھایا ہے۔ مجھے یہ سکھایا کہ کسی بھی معاملے میں اس کے ہر پہلو پر غور کرنا چاہیے۔ اس بار میں ایک پہلو پر غور کرنا بھول گیا اور اس کی شیوانی کی نگرانی نہیں کرتی ہے۔ ان کے آس پاس چند کار بنا کر بھی رکھے ہیں تاکہ وہ ہماری ضرورت کے وقت آ سکیں۔''

الپا نے کہا۔ ''واقعی' ہماری اسی غلطی سے دشمن نے بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''پاپا! وہ کم بخت بہروپیا ہی ہو گا۔ عدنان کو لے گیا ہے۔ کیا ہمیں اس کا محاسبہ نہیں کرنا چاہیے؟''

میں نے کہا۔ ''وہ مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے رہا ہے میں فون کے ذریعے رابطہ کرتا ہوں۔''

عدنان کو خلاف توقع اس طرح سے اغوا کیا گیا تھا فرہاد لو بھی حیران تھا۔ وہ ایک زوردار کے لیے چکرا کر ہو گیا ہے؟ پھر جلد ہی یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ نومی ہی ایسا کر سکتی ہے۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی سوچ کی لہریں دوسرے ہی لمحے میں واپس آ گئیں۔

اس نے زیرِ لب اسے گالیاں دیتے ہوئے کہا۔ ''مکار بن رہی ہے۔ آئی ول سی یو.....''

اس نے اس سے فون کے ذریعے رابطہ کیا تو وہاں چل رہا تھا کہا جا رہا تھا کہ مطلوبہ نمبر سے رابطہ نہیں ہو رہا کچھ دیر بعد دوبارہ ڈائل کریں۔

اس نے جھنجھلا کر فون بند کر دیا۔ پھر تیزی سے سوچ کہ عدنان تک کس طرح پہنچنا چاہیے؟

جس وقت نومی الکا کے ذریعے عدنان کو اغوا کر تھی۔ اس وقت فرہاد لو بھی ہماری طرح شیوانی اور آ کے مشترکہ دماغ میں موجود تھا۔ اس نے ہاتھ روم کے اند کو دیکھا تھا۔ اس نے کسی چیز کے ذریعے آزوری کے ضرب لگائی تھی۔ وہ چکرا کر گر پڑی تھی اور بے ہوش تھی۔ سب؟ اس کے دماغ سے نکل آئے تھے۔

فرہاد لو تیزی سے سوچ رہا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ

نومی نے الکا کو آلۂ کار بنا کر عدنان کو اغوا کیا ہے پھر یہ بات بھی ذہن میں آئی کہ اس نے صرف الکا کو ہی آلۂ کار بنایا ہو گا۔ اسے اتنا موقع نہیں ملا ہو گا کہ وہ الکا پر تنویمی عمل کرے اور اسے اپنی معمول بنائے۔

فرہاد لو کو امید کی ایک کرن دکھائی دی۔ وہ الکا کے دماغ میں جا سکتا تھا اور نومی کی معروضیات کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔

پھر اس نے یہی کیا۔ الکا کے اندر جانا چاہا تو بری طرح ناکام ہوئی۔ وہ بھی نادان نہیں تھی۔ وہ الکا کو اپنی تابعدار بنا چکی تھی۔ اب اس کے اندر کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ جھنجھلانے لگا۔ ''سالی! بڑی تیزی دکھا رہی ہے۔ مجھ سے بڑی بھول ہو گئی۔ جب وہ دماغی طور پر کمزور تھی تو چپ چاپ اسے کمزور بنا رہتا اور موقع کی تاک میں رہتا۔ جب یقین ہو جاتا کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ساتھی نہیں ہیں۔ تو میں اسے تابعدار بنا لیتا۔ واقعی مجھ سے بہت بڑی بھول ہو گئی۔''

فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے نمبر پڑھا تو معلوم ہوا کہ فون اسے مخاطب کر رہا ہوں۔ اس نے فون آن کر کے کان سے لگا کر کہا۔ ''میں جانتا ہوں' تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''جب جانتے ہو تو فوراً میرے پوتے کو رہا کر دو۔ ورنہ بہت برا انجام ہو گا۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں کس طرح موت کے لیے تمہیں تڑپا تڑپا کر زندہ رکھوں گا؟ بھیک کی طرح زندگی ملے گی لیکن موت کبھی نہیں ملے گی۔ تم ہاتھ جوڑو گے۔ موت کی بھیک مانگو گے اور زندگی تمہارے لیے بدترین عذاب بنتی رہے گی۔''

''بولو..... خوب بولو..... شکست کھانے والے ہمیشہ اسی طرح چیختے رہتے ہیں اور دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔ ناقابلِ شکست ٹیلی پیتھی کے شہنشاہ کہلانے والے! تم سے بڑی بڑی غلطیاں ہوتی ہیں۔ یقین کرنا چاہتے ہو..... کر لو۔ میں نے تمہارے پوتے کو اغوا نہیں کیا ہے۔''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

''اگر میں تمہیں اپنے سے زیادہ شعور سمجھتا اور تمہارے دباؤ میں آ جاتا تو شاید جھوٹ بولتا لیکن نہ تو میں تمہارے زیرِ اثر ہوں نہ کسی طرح کے دباؤ میں ہوں اور نہ ہی تم سے کسی طرح کمتر ہوں اگر عدنان کو اغوا کرتا تو ڈنکے کی چوٹ پر اس کی واپسی کے لیے اپنے مطالبات منواتا لیکن میں ایسا کچھ نہیں کر رہا ہوں اور نہ کر سکتا ہوں۔ کیونکہ میں نے اسے اغوا نہیں کیا ہے۔''

ایک نوجوان کی انتقام سے گزشت جو آزاد ہو کر بھی قید تھا

گمراہ

ناآسودہ خواہشوں کی
تسکین اور آدرش انتقام کو
سرد کینے کی کوشش میں
جرائم اس کے پیروں کی
زنجیر بن گئے شاہ پدہ
منزلیں انجانے راستے اور
غیر متوقع حالات اس کی
تقدیر بن گئے ایک وقت کے
فیصلے انسان کی
سوچ گم ہو گئی۔

مصنف
جبار توقیر

کتاب کی قیمت بذریعہ منی آرڈر یا وی پی کی روانگی سے پہلے ادارہ کو موصول ہونا ضروری ہے

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
5802551 C 5802552-5895313
kitabiat1979@yahoo.com

اس کی یہ بات دل کو لگ رہی تھی۔ واقعی اگر وہ عدنان کو اغوا کرتا تو فاتحانہ انداز میں میرا مذاق اڑاتا اور عدنان کی واپسی کے لیے طرح طرح کے مطالبات منواتا لیکن وہ ایسا کچھ نہیں کر رہا تھا۔

میں نے پھر کہا۔ ''اگر تم سچ بول رہے ہو۔ تو پھر یہ بھی جانتے ہو گے کہ میرے پوتے کو کس نے اغوا کیا ہے؟''

وہ بولا۔ ''ابھی میں نے کہا ہے کہ تم نے بھی بڑی بڑی غلطیاں کی ہیں۔ تمہاری آخری غلطی یہ ہے کہ تم نے نومی کے جسم پر چاقو سے ایک ہلکی سی لکیر کھینچی تھی۔ اسے عارضی طور پر دماغی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ میں اس شبہے میں ہی رہا کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر پہرا دے رہے ہیں۔ اس لیے میں نے اس عورت کو نظر انداز کیا۔ تم نے اسے کیوں نظر انداز کیا؟ کیوں اس کی طرف سے غافل رہے؟ یہ میں نہیں جانتا۔ صرف سمجھ سکتا ہوں کہ اپنے ہی پوتے کے معاملے میں اس قدر مصروف ہو گئے کہ اس مکار عورت کو اہمیت نہیں دی اور اس نے ہم سب کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر دماغی توانائی حاصل کر لی ہے اور تمہارے پوتے کو اڑا کر لے گئی ہے۔''

''تمہاری یہ بات سچ بھی ہو سکتی ہے اور جھوٹ بھی..... جھوٹ اس لیے کہ تم اپنا جرم فی الحال نومی کے سر تھوپ رہے ہو تا کہ ہم سب اس کی طرف توجہ دیں اور عارضی طور پر تمہاری طرف سے غافل ہو جائیں۔ تا کہ تم عدنان کو یہاں سے کہیں دور لے جا سکو۔''

اس نے کہا۔ ''مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں ایک بات کہہ چکا ہوں کہ میں نے تمہارے پوتے کو اغوا نہیں کیا ہے۔ تم یقین کر دیا نہ کرو۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ عالی اور الپا میرے اندر ہی موجود تھیں۔ اس کی باتیں سن رہی تھیں۔ الپا نے کہا۔ ''پاپا! آپ نے درست کہا ہے کہ وہ ہماری توجہ اپنی طرف سے ہٹانے کے لیے نومی پر الزام لگا رہا ہے پھر اچانک ہی فاتحانہ انداز میں ہم پر یہ انکشاف کرے گا کہ عدنان اسی کے شکنجے میں ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''خدا اسے غارت کرے۔ پتا نہیں کہاں سے آپ کے بہروپ میں چلا آیا ہے اور ہمارے لیے مسلسل مسئلہ بن رہا ہے۔''

تاشا نے آہ کر کہا۔ ''گرینڈ پا! میں بار بار عدنان کے پاس جانے کی کوشش کر رہی ہوں لیکن وہ جان بوجھ کر کسی ایک خیال پر مرکوز نہیں ہو رہا ہے۔ اس سے میری بات نہیں ہو رہی ہے۔ میں کیا کروں؟''

میں نے کہا۔ ''ہم نے باتھ روم کے اندر دیکھا تو عدنان نے کہا تھا کہ وہ ہی اس کی اصل ماں ہے۔ اپنی ماں کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے۔ کسی کو بھی اپنے میں آنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ وہ الکا کو اپنی ماں ہے۔ اسی کی ہدایت پر عمل کر رہا ہے۔''

تاشا نے کہا۔ ''ادھر اس کی نانی وزیٹرز لاؤنج کے بیٹھی دھاڑیں مار مار کر رو رہی ہیں۔ عدنان کو پکار رہی آپ سب کو بھی اپنے دماغ میں آنے کے لیے کہہ رہی ہم تھوڑی دیر کے لیے شیوانی کی طرف سے گئے تھے۔ فی الوقت اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ پہلے سراغ لگانا ضروری تھا۔

ہم شیوانی اور آزوری کے مشترکہ دماغ میں پہنچے وہ فرش پر بیٹھی رو رہی تھی۔ اس کے آس پاس پولیس دوسرے مسافروں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ ایک شخص کہہ ''یہ عورت کچھ پاگل سی لگ رہی ہے۔ پتا نہیں کن لوگوں آواز دے کر اپنے دماغ میں بلا رہی ہے؟''

دوسرے شخص نے پوچھا۔ ''یہ دماغ کے اندر کیسے جاتا ہے؟ جبکہ اسے تو مدد کے لیے کسی کو بھی اپنے ساتھ چاہیے۔''

پولیس والے بھی اس سے طرح طرح کے سوالات رہے تھے۔ وہ ممتا کی ماری اپنے بیٹے کے لیے اس طرح ہو رہی تھی کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا بھید بھی کھول تھی۔ اس بھیڑ میں کتنے ہی لوگ تھے جو یہ کہہ رہے تھے جن لوگوں کو بھی اپنے دماغ میں بلا رہی ہے وہ یقیناً ٹیلی جانتے ہوں گے۔ اس کا تعلق ٹیلی پیتھی جاننے والوں ہے۔

اگر ہم شیوانی اور آزوری کے مشترکہ دماغ میں تو وہ اسی وقت اٹھ کر جنونی انداز میں کہنے والی تھی کہ ہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے میرے بچے کو مجھ سے ہے۔ جو میرے دشمن ہیں' وہ تو ہیں ہی..... لیکن جو جاننے والے اپنا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ بھی عدنان کو میرے پاس نہیں لا رہے ہیں۔ سب ہی مجھے چلے گئے ہیں.....

ہم نے اسے کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ ایسے ہی وقت ہمارے ایک پیتھی جاننے والے نے آ کر کہا۔ ''سر! ہمارے جاننے والے مختلف ہائی ویز کی چوکیوں پر موجود ہیں اور

عورت کو خیال خوانی کے ذریعے چیک کر رہے ہیں' جو بچوں کے بچے کے ساتھ وہاں سے گزر رہی ہے۔

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ ''تم لوگ کتنے ہائی ویز پر چیک کرو گے؟ ایک ہائی وے صوبہ بہار کی طرف جاتا ہے۔ دوسرا ہائی وے مدھیہ پردیش کی طرف جاتا ہے۔ تیسرا ہائی وے یوپی کی طرف جاتا ہے اور چوتھا بنگلا دیش کی طرف..... پتا نہیں' وہ عدنان کو کس ہائی وے کی طرف لے گئی ہے؟''

یہی بات ہم شیوانی کو بھی سمجھا رہے تھے۔ وہ اب سر جھکائے وہاں سے جا رہی تھی۔ ایک پولیس والا اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''تم یہاں بالکل اکیلی ہو۔ میرے ساتھ چلو۔ مجھے بتاؤ' تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟ کہاں جانا چاہتی ہو؟''

ہم اس پولیس افسر کی نیت کو سمجھ رہے تھے۔ میں نے الپا سے کہا۔ ''تم شیوانی کے ساتھ ہی رہو۔ یہ پولیس افسر حد سے آگے بڑھے تو اس سے نمٹ لینا اور شیوانی کو تحفظ دیتی رہنا۔ ہم کچھ دیر بعد آئیں گے۔''

میں اور عالی اس کے دماغ سے نکل آئے عالی نے غصے سے کہا۔ ''میرا تو دل چاہتا ہے' شیوانی کے اندر زبردست لڑائی پیدا کروں اور اسے وقت سے پہلے ہی مار ڈالوں۔ اس کی وجہ سے ہی ہمارا عدنان مصیبتوں میں مبتلا ہو رہا ہے۔''

میں نے اسے سمجھایا۔ ''غصے میں یہ نہ بھولو کہ جناب تمریزی ماں بیٹے کو ساتھ رکھنا چاہتے تھے۔ بیٹی! اس بیوقوف ماں سے نفرت نہ کرو۔ آؤ ہم جناب تمریزی کے پاس چلیں۔''

ہم خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس پہنچے۔ انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ ''ایسا تو ہونا ہی رہے گا۔ تمہارا پوتا اپنی ماں کی زندگی میں اسی طرح بھٹکتا رہے گا۔ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو جائے گی تب ہی اس بچے کو رفتہ رفتہ صبر آئے گا اور وہ ہمارے ادارے میں رہ کر باقاعدہ تعلیم و تربیت حاصل کرتا رہے گا۔''

میں نے کہا۔ ''شیوانی اپنے بیٹے کے لیے بہت تڑپ رہی ہے۔ پاگل ہو رہی ہے۔ کیا یہ واقعی عدنان کے بغیر انیس دن گزار سکے گی؟''

انہوں نے انکار میں سر ہلایا پھر کہا۔ ''ماں بیٹے کو جدا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ موت کو گلے لگانے والی ماں کے ساتھ زیادہ دیر نہیں رہ سکے گا۔ بیٹے کو اس کی ماں تک پہنچاؤ۔''

''ہم اس وقت اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ آپ کی تھوڑی سی مدد چاہیے۔ کچھ اشارہ تو کریں۔ ہم اپنے عدنان تک پہنچ سکیں گے یا نہیں؟''

وہ ایک ذرا چپ رہے پھر بولے۔ ''انوشے کو جمائلہ کی جگہ ادارے سے باہر بھیج دو..... بس اب یہاں سے جاؤ۔''

میں اور عالی وہاں سے چلے آئے۔ اس سے آگے ان سے کوئی اور بات نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے ایک اشارہ دے دیا تھا کہ ہم انوشے کے ذریعے ہی عدنان تک پہنچ سکتے ہیں۔

عالی نے کہا۔ ''پاپا! میں جناب تمریزی سے ایک بات پوچھنا چاہتی تھی لیکن موقع ہی نہیں ملا۔''

''تم کیا پوچھنا چاہتی تھیں؟''

''یہی کہ یوگیش ماترے اور سول ہنٹر نے شیوانی کو الکا کے جسم سے نکال کر آزوری کے جسم میں اس لیے پہنچایا تھا کہ وہ وہاں انیس دن کے بعد نہیں مرے گی اور آگے بھی پتا نہیں کب تک زندہ رہے گی؟ میں یہی پوچھنا چاہتی تھی' کیا وہ انیس دن کے بعد زندہ رہے گی؟''

میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''جناب تمریزی تو بڑے یقین سے کہہ رہے تھے کہ ان انیس دنوں میں بیٹے کو ماں کے پاس ہی رہنا چاہیے۔ اس کا مطلب تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ شیوانی کو انیس دن کے بعد ہر حال میں اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ یوگیش اور ہنٹر نے اپنے طور پر کوشش کی ہے کہ وہ زندہ رہے۔ دیکھتے ہیں' اس کی زندگی کی مدت کے بعد کیا ہونے والا ہے؟''

عالی نے کہا۔ ''ہم نے عدنان تک پہنچنے کا راستہ پوچھا تو جناب تمریزی نے صرف اتنا ہی کہا کہ انوشے کو جمائلہ کی جگہ ادارے سے باہر بھیجا جائے۔ اس کا مطلب کیا ہوا؟ کیا انوشے جمائلہ کا روپ دھار کے ہمارے عدنان تک پہنچ سکے گی؟''

''جناب تمریزی نے ایسا کیوں کہا؟ یہ تو وہی بہتر سمجھتے ہوں گے۔ ویسے بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ انوشے ہی عدنان کو واپس اس کی ماں تک پہنچا سکے گی۔''

وہ روٹھنے کے انداز میں بولی۔ ''یہ کیا بات ہوئی پاپا! انوشے پہنچ جائے گی اور ہم وہاں تک نہیں پہنچ پائیں گے؟ یہ تو میرے لیے ایک چیلنج ہے۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''تو پھر اس چیلنج کو قبول کرو۔ انوشے سے پہلے عدنان تک پہنچو اور اسے اس کی ماں تک پہنچاؤ۔ یہی جناب تمریزی بھی چاہتے ہیں کہ ماں اپنے بیٹے کے ساتھ اپنی مختصر سی زندگی گزار لے۔ اب تم جاؤ اور مجھے موجودہ حالات پر غور کرنے دو۔''

وہ چلی گئی۔ میں سوچنے لگا کہ اب سے پہلے بھی جناب تبریزی نے کہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے میں جمائلہ انوشے کے ساتھ رہے گی۔ ان کی اس بات کے پیچھے بہت سی باتیں چھپی ہوئی تھیں۔

☆☆☆

جمائلہ جب بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہوئی تو اس کی پہلی رات خیریت سے گزری تھی۔ اس پر کوئی شیطانی قوت حاوی نہیں ہوئی تھی۔ وہ عصر کے بعد مغرب کی نماز سے لے کر عشا کی نماز تک جناب تبریزی کے حجرے میں رہی تھی۔ ان کے ساتھ عبادت کرتی رہی تھی پھر حجرے سے باہر میرے اور سونیا کے پاس آگئی تھی۔

جناب تبریزی کی ہدایت تھی کہ جمائلہ آیندہ انوشے کے ساتھ رہے گی۔ تب سے جمائلہ ہوسٹل میں انوشے کے پاس ہی آگئی تھی۔ وہ اسے گلے لگا کر بولی۔ ''میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا ہے اور اب یہ سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ تم زندگی میں پہلی بار آج کی رات نارمل ہو۔ اللہ نے چاہا تو ہمیشہ اسی طرح نارمل رہو گی۔''

جمائلہ ایک نوجوان دوشیزہ تھی اور انوشے ابھی صرف نو برس کی تھی لیکن قد میں اس کے برابر تھی۔ جسامت میں بھی اسی کے جیسی تھی۔ صرف چہرے کے حوالے سے الگ تھی۔ جمائلہ کے چہرے پر ایک دوشیزہ کا نکھار اور چنچلی تھی۔ اس کے برعکس انوشے کے چہرے پر بچوں جیسی معصومیت تھی۔ اس کی آنکھیں کہتی تھیں کہ وہ اپنی عمر سے زیادہ ذہین اور تیز طرار ہے۔

اس وقت وہ جمائلہ سے باتیں کر رہی تھی اور چپ چاپ اس کی آواز اور لب و لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کر رہی تھی۔ اب انہیں ساتھ رہنا تھا۔ وہ اٹھتے بیٹھتے' کھاتے پیتے اور سوتے وقت اس کی ایک ایک حرکت کی اسٹڈی کرتی جا رہی تھی۔

انوشے اور تاشا کی گہری دوستی تھی پھر تاشا کی جمائلہ سے بھی دوستی ہو گئی۔ جمائلہ ان دونوں سے بہت متاثر ہو رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''تم سے مل کر میرے اندر بھی شدت سے یہ جذبہ پیدا ہو رہا ہے کہ مجھے یہاں رہ کر تمہاری طرح تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ تم دونوں مجھ سے عمر میں بہت چھوٹی ہو لیکن اس کے باوجود مجھ سے زیادہ قابل اور باصلاحیت ہو۔ سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ تم دونوں ہی ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ کیا یہ علم اسی ادارے میں رہ کر سیکھا ہے؟''

تاشا نے کہا۔ ''میں نے تو یہ علم اپنی ماں سے سیکھا تھا۔ اس وقت میں اپنی ماں کے ساتھ ایک نیگیٹو زندگی گزار رہی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ یہاں مجھے ایک اچھی اور مثبت زندگی مل رہی ہے۔''

انوشے نے کہا۔ ''میں اپنی گرینڈ ماما (آمنہ) سے کچھ سیکھتی رہتی ہوں۔ وہی مجھے خیال خوانی سکھا رہی ہیں۔ کسی طرح یہاں بہت کچھ سیکھ سکوں گی؟''

جمائلہ نے حسرت سے پوچھا۔ ''کیا میں بھی تم دونوں کے علاوہ ایک آئیڈیل جیون ساتھی بھی پا سکوں۔''

جمائلہ نے سنجیدگی سے گہری سانس لی پھر کہا۔ ''میں کونارمل رہتی تھی اور رات کو ابنارمل ہو جاتی تھی۔ حسرت سے سوچتی تھی کہ شاید میں کبھی شادی نہیں کر سکوں گی۔ جو کچھ زندگی میں آئے گا۔ وہ رات کو میرا روپ دیکھ کر مجھ سے نفرت کرنے لگے گا۔ گھبرانے لگے گا اور خوفزدہ ہو کر بھاگ جائے گا۔''

انوشے اور تاشا نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''اب ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔''

اس نے کہا۔ ''تم دونوں بہت اچھی ہو۔ یہاں کا ماحول اور ادارہ بھی بہت اچھا ہے۔ اس ماحول میں آنے کے بعد اب جانے کو جی نہیں چاہتا اور میں تو کبھی باہر نہیں جاؤں گی۔''

انوشے نے کہا۔ ''یہاں جو بھی آتا ہے یہیں کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ کبھی باہر جانا نہیں چاہتا لیکن ہماری یہ تاشا باہر جانے کے لیے بے قرار رہتی ہے۔''

جمائلہ نے تعجب سے تاشا کو دیکھا پھر پوچھا۔ ''تمہیں یہاں کا ماحول پسند نہیں ہے؟''

انوشے نے مسکرا کر کہا۔ ''ماحول تو اسے بہت پسند ہے۔ یہ یہیں رہے گی لیکن اس کی زندگی میں جو صاحب والے ہیں وہ ادارے سے باہر ہیں۔ اس لیے اس کا دل ہی انکار رہتا ہے۔''

جمائلہ نے خوش ہو کر تاشا سے پوچھا۔ ''کیا تمہاری ہو چکی ہے؟''

وہ بولی۔ ''کہتے ہیں' رشتے آسمانوں پر بنتے ہیں۔ یہ بات مانتی ہوں۔ میرا رشتہ بھی آسمان سے آیا ہے۔ اب سے پہلے ایک جہنمی زندگی گزار رہی تھی۔ اس آسمان سے آنے والے رشتے نے ہی مجھے یہاں اس ادارے میں دیا ہے۔''

انوشے نے کہا۔ ''جمائلہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے

(جاری ہے)

کتابیات پبلی کیشنز

...ے بھائی کی ہونے والی دلہن ہے۔''

...وہ حیرانی سے بولی۔ ''کیا واقعی...؟''

...تھا لیکن بھائی کا ذکر نہیں کیا تھا۔''

...بھی تو ہماری ملاقات کو بارہ گھنٹے ہی گزرے ہیں۔ ...ز بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔''

...اس بھائی کا نام کیا ہے؟ تمہارے خاندان میں سب ایک سے بڑھ کر ایک قابل اور غیر معمولی صلاحیتوں کے ...لی ہیں۔ تمہارا بھائی بھی ایسا ہی ہو گا؟''

انوشے نے مسکرا کر تاشا کو دیکھا پھر کہا۔ ''میرے اس ...نے بھائی کا نام عدنان ہے۔''

جمائلہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر بے یقینی سے پوچھا۔ ...کیا... وہ تمہارا چھوٹا بھائی ہے؟ تم نے اپنی عمر نو برس بتائی ...ل۔ اس کا مطلب ہے' وہ نو برس سے بھی چھوٹا ہے؟''

اس نے مسکرا کر کہا۔ ''ہاں' وہ ابھی پانچ برس کا ہے اور ...شانزدہ برس کی... اگلے چار ماہ کے بعد وہ چھ برس کا ہو ...ے گا اور تاشا سولہ برس کی ہو جائے گی۔''

جمائلہ نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ ''اور تم کہہ رہی ہو کہ یہ ...ہارے بھائی کی منگیتر ہے؟ تم بھی خوب مذاق کرتی ہو۔''

''یہ مذاق نہیں ہے۔ جب عدنان اور تاشا نے ایک ...دوسرے کو دیکھا بھی نہیں تھا تب ہی ان کا رشتہ طے پا گیا ...تھا۔ جناب تبریزی نے اس رشتے کی حمایت کی ہے۔ ...ہمارے خاندان کے تمام بزرگ تاشا کو اپنی ہونے والی بہو ...مانتے ہیں۔''

جمائلہ حیرانی اور بے یقینی سے یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''یہ سب کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔ جب تمہارا بھائی عدنان جوان ہو گا اس وقت تاشا کی عمر کیا ہو گی؟''

تاشا نے کہا۔ ''میں ہمیشہ اپنے میاں سے دس برس بڑی رہوں گی۔ جب وہ بیس برس کا گبرو جوان ہو گا' تب میں تیس برس کی ہو جاؤں گی۔ میں نہیں جانتی کہ اس وقت ایسی جوان ہی نظر آؤں گی یا بوڑھی دکھائی دوں گی۔''

انوشے نے کہا۔ ''تیس برس کی لڑکی بوڑھی نہیں ہوتی اور پھر تم صبح شام یوگا کی مشقیں کرتی ہو' جسمانی سٹک کے کمالات سیکھ رہی ہو۔ مجھے یقین ہے' تم سدا بہار رہو گی۔''

جمائلہ نے پوچھا۔ ''ان کے عدنان صاحب اتنی چھوٹی عمر میں ادارے کے باہر کیا کرنے گئے ہیں؟''

انوشے اور تاشا اسے عدنان کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگیں۔ جمائلہ نے ساری باتیں سننے کے بعد کہا۔ ''عدنان اتنی سی عمر میں اپنے دادا صاحب کو نچلی کا ناچ نچا رہا ہے تو بڑا ہو کر کیا کرے گا؟ مجھے اس بات کا بے چینی سے انتظار رہے گا کہ عدنان جوان ہونے کے بعد کس طرح تاشا سے رومانس شروع کرے گا؟ کیوں تاشا! کیا تم اسے محبت کا سبق پڑھاؤ گی؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''میرے عدنان کو کچھ پڑھانا چاہو تو وہ پڑھنے سے پہلے ہی پڑھانا شروع کر دیتا ہے۔ میں اسے کیا سکھاؤں گی؟ وہ مجھے اچھی طرح سکھا کر رکھ دے گا۔''

اس بات پر تینوں قہقہے لگانے لگیں۔ جمائلہ نے کہا۔ ''ہمارے بزرگوں کو تاشا کی بے قراری کا اندازہ ہونا چاہیے۔ اسے عدنان کے پاس جانے کی اجازت دینی چاہیے۔''

انوشے نے کہا۔ ''ہاں' کچھ ایسے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ میں ادارے سے باہر جانے والی ہوں۔ اسے بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''مما کہہ رہی تھیں' تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے دوران کسی بھی اسٹوڈنٹ کو ادارے سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی پھر تم کیسے جاؤ گی اور کیوں جاؤ گی؟''

انوشے نے ٹھیک اسی کی آواز اور لب و لہجے میں کہا۔ ''مما کہہ رہی تھیں' تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے دوران کسی بھی اسٹوڈنٹ کو ادارے سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی پھر تم کیسے جاؤ گی اور کیوں جاؤ گی؟''

جمائلہ حیرانی سے اس کا منہ تکنے لگی۔ انوشے نے مسکرا کر کہا۔ ''صرف اتنا ہی نہیں۔ یہ بھی دیکھو' میں کس طرح تمہاری طرح چلتی ہوں؟ اٹھتی ہوں' بیٹھتی ہوں۔ میں نے پچھلے بارہ گھنٹوں میں تمہارے اندر ڈوب کر تمہاری اسٹڈی کی ہے۔''

وہ اس کی طرح اِدھر اُدھر آنے جانے لگی۔ بیٹھنے کا انداز' اٹھنے کا انداز بالکل اسی کی طرح تھا۔ جب وہ باتیں کرنے وقت مختلف انداز سے دیکھ رہی تھی تو جمائلہ کو ایسا ہی لگ رہا تھا' جیسے وہ خود کو آئینے کے سامنے دیکھ رہی ہو۔

وہ حیرانی سے بولی۔ ''یا خدا! تم تو بلا کی نقال ہو۔ اگر تمہارا چہرہ میری طرح ہو جائے تو دوست اور دشمن سب ہی تمہیں جمائلہ سمجھیں گے۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''کل تک چہرہ بھی تمہاری طرح ہو جائے گا۔''

جمائلہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''تم

کیا کہہ رہی ہو؟ تمہارا چہرہ میری طرح کیسے ہو جائے گا؟''

''کیا تم نہیں جانتیں' پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرے بدل جایا کرتے ہیں؟''

وہ سر ہلا کر بولی۔ ''ہاں جانتی ہوں۔ کیا سچ مچ تم سرجری کے ذریعے میرے چہرے کو اپناؤ گی؟''

انوشے نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ بولی۔ ''تم میری طرح کیوں بننا چاہتی ہو؟''

''اس لیے کہ رات کو نیگیٹو بننے والی جمائلہ کے دوست اور ہمدرد باہر اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس یقین کے ساتھ تمہیں یہاں بھیجا تھا کہ تم یہاں کے اہم راز چرا کر ان کے پاس لے جاؤ گی۔''

جمائلہ نے کہا۔ ''بے شک' وہ یہی چاہتے تھے۔ باہر میرا شدت سے انتظار کر رہے ہوں گے۔''

انوشے نے کہا۔ ''پچھلی رات انہیں مایوسی ہوئی ہوگی۔ وہ انتظار کر رہے ہوں گے کہ تم رات ہوتے ہی ابوالہول کی پُراسرار قوتوں کے ذریعے یہاں کی تمام رکاوٹیں توڑ کر ان کے پاس پہنچ جاؤ گی۔''

''بے شک' انہیں مایوسی ہوئی ہوگی۔''

''آج رات بھی وہ مایوس ہو جائیں گے لیکن شاید کل تیسری رات وہ تمہیں اس ادارے سے باہر دیکھ کر خوشی سے ناچنے لگیں گے۔''

جمائلہ نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں' میں یہاں سے باہر نہیں جاؤں گی۔''

انوشے نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''تم نہیں جاؤ گی۔ میں جاؤں گی۔ کل تمہارا چہرہ' میرا چہرہ ہوگا۔ تمہاری شخصیت' میری شخصیت ہوگی۔''

جمائلہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی' لیکن جواب سننا ضروری نہیں تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟

☆☆☆

فرہاد ٹو ہمارے مقابلے پر کامیابی حاصل کرنے کے لیے یہ طے کر چکا تھا کہ اسے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک فوج تیار کرنی ہوگی۔ وہ اپنے اس مقصد میں کسی حد تک کامیاب ہو رہا تھا۔ اس نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کو گائی اور داسکوڈی کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔ یہ اس کی بہت بڑی کامیابیاں تھیں۔ اس کی جدوجہد اور تیز رفتاری بتا رہی تھی کہ آئندہ وہ بھی اچھی خاصی تعداد میں خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے زیر اثر لے آئے گا۔

اس کے باوجود وہ میرے مقابلے میں ناکام امریکا سمیت دوسرے تمام بڑے ممالک کو خطرناک تنظیم کے سربراہوں کو یہ معلوم ہو چکا جوابی کارروائی سے وہ بری طرح شکست کھا میرے پوتے کو چھیننا چاہا تھا لیکن میں نے عدنان گرفت سے نکال لیا تھا۔ اگرچہ کامیابی ا تھی۔ کیونکہ اسے نومی لے گئی تھی لیکن فرہاد ٹو تھا کہ وہ میرے پوتے کے ذریعے مجھے اپنے سا پر مجبور کر سکے گا۔

اس نے جہاں جہاں مجھ سے برتر ہونے ماری تھیں وہاں وہاں کمتر ثابت ہو رہا تھا۔ اس کی دو تھی کہ ہم جمائلہ جیسی خطرناک لڑکی کو اس سے گئے تھے۔ اس لڑکی کو امریکا بھی حاصل کرنا چاہتا تھا بلڈرز بھی..... فرہاد ٹو انہیں تسلیاں دے رہا تھا جمائلہ کو بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکال لائے

اس نے بڑی چالاکی سے نومی کرسٹل کو اپنی تھا۔ اس کی تیسری ناکامی یہ تھی کہ میں نے نومی کو لگا کر تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے اس دروازہ کھول دیا تھا۔ فرہاد ٹو اسے آئندہ اپنی معمول نہیں بنا سکتا تھا۔

وہ اسی اندیشے میں رہا کہ نومی کے دماغ میں تو ہم اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کہیں نہ کہیں پتا ٹھکانا معلوم کر کے اس کی شہ رگ تک پہنچ جائیں۔ وہ نومی سے دور ہی رہا اور اس عرصے میں نومی توانائی حاصل کر لی صرف اتنا ہی نہیں۔ عدنان کو سے چھین کر لے گئی۔

فرہاد ٹو اسے ٹریپ کرنے یا آئندہ اسے دوست رکھنے کے لیے بے قرار ہو رہا تھا۔ میری سب کمزوری نومی کے پاس تھی اور وہ نومی سے دوستی میری اس کمزوری سے کھیل سکتا تھا۔

پہلی بار اس نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نے سانس روک لی۔ دوسری بار فون کے ذریعے تو اس نے یہ بہانہ کیا کہ وہ اپنی حفاظت کے لیے پریشان ہے اور چھپتی پھر رہی ہے۔ لہٰذا بعد میں کے ذریعے رابطہ کرے گی۔ جبکہ حقیقت یہ نہیں تھی۔ وہ الکا کے دماغ پر چھائی ہوئی تھی اور اس کے ذریعے ہم سے دور لے جا رہی تھی۔

فرہاد ٹو عارضی طور پر کتنے ہی آلۂ کار بنا رہا تھا

سے جتنے ہائی وے مختلف صوبوں کی طرف جاتے تھے۔ ان راستوں پر اپنے آئیہ کاروں کو دوڑا رہا تھا لیکن وہ عدنان کے ساتھ ایسے گم ہوگئی تھی۔ جیسے اب دنیا میں اس کا کوئی وجود نہ رہا ہو۔

وہ ہر ایک گھنٹے یا آدھے گھنٹے کے بعد فون کے ذریعے نومی سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتا رہا اور ہر بار یہی ہوا کہ اس نے فون کو بند کر رکھا ہے۔ آخر چھ گھنٹے کے بعد اس سے رابطہ ہو ہی گیا۔ وہ اپنی جھنجھلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ ''نومی! تم مجھ سے کیوں کترا رہی ہو؟ یہ بات صرف مجھے ہی نہیں۔ فرہاد اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی معلوم ہو چکی ہے کہ عدنان اب تمہارے پاس ہے۔''

وہ بولی۔ ''میرا خیال ہے' میں ان چھ گھنٹوں میں خطرات سے باہر نکل چکی ہوں۔ اب مجھے فرہاد یا کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

وہ خوشامدانہ انداز میں بولا۔ ''میں تمہیں اس کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ تم نے حیرت انگیز طور پر کم سے کم وقت میں دماغی توانائی حاصل کی ہے اور عدنان کو اغوا کرنے کا بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔''

''مبارک باد کا شکریہ..... میں زیادہ دیر فون پر بات نہیں کر سکوں گی اگر لمبی بات کرنا ہے تو اپنے کسی آئیہ کار کا فون نمبر بتاؤ۔ میں اس فون کے ذریعے اس کی آواز سنوں گی' اس کے دماغ میں آؤں گی پھر وہیں تم سے باتیں کروں گی۔''

وہ سمجھ رہا تھا کہ کم بخت بہت چالاک ہے۔ یہ سمجھتی ہے کہ فون کے ذریعے وہ وہاں اس کے آس پاس کی کوئی بھی آواز سن کر معلوم کر لے گا کہ وہ عدنان کو لے کر کہاں اور کتنی دور پہنچ چکی ہے؟

اس نے اپنے ایک آئیہ کار کا فون نمبر بتایا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ نومی نے فون کے ذریعے اس کی آواز سنی پھر وہ بھی اس کے اندر آ کر بولی۔ ''کیا تم یہاں موجود ہو؟''

اس نے پھر خوشامدانہ انداز میں کہا۔ ''تھینک یو نومی! تم نے بڑی محبت سے دوستی نبھائی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہم آئندہ بھی اچھے دوستوں کی طرح کام کرتے رہیں گے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا اب سے پہلے تم میرے دوست بن کر رہے تھے؟''

''کیا کہتی ہو؟ میں تو ہمیشہ سے ہی دوستی نبھاتا آیا ہوں۔ جب فرہاد نے تمہیں زخمی کیا اور تم دماغی طور پر کمزور ہو گئیں تو میں ہی درپردہ تمہاری مدد کرتا رہا تھا۔ میں نے ہی کلکتہ میں تمہارے پاس پانچ لاکھ روپے پہنچائے تھے تاکہ تم کسی کی محتاج نہ رہو۔''

''تم موقع کی تلاش میں تھے۔ یہ چاہتے تھے کہ جب بھی فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ سے غافل ہوں گے تو تم مجھ پر پھر سے تنویمی عمل کرو گے اور اپنی معمول اور تابعدار بنا لو گے۔''

''ایسی بات نہیں ہے۔ اس بار میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تم دماغی توانائی حاصل کرو گی تو ہم صرف دوست بن کر رہیں گے۔ میں تمہیں کبھی اپنی تابعدار نہیں بناؤں گا۔''

''مسٹر فرہاد ٹو! میں بھی اسی ٹیلی پیتھی دنیا کی رہنے والی ہوں اور خیال خوانی کرنے والوں کی ہسٹری سے پوری طرح واقف ہوں۔ صرف فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی ایسے ہیں جو کسی کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنا تابعدار نہیں بناتے ہیں۔ وہ دشمنوں کو سزا ضرور دیتے ہیں۔ جیسا کہ فرہاد نے مجھے سزا دی۔ اس کے بعد مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا۔ اس کی جگہ اگر تم ہوتے یا تمہیں فرہاد کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ ہوتا تو تم فوراً ہی مجھے دوسری بار اپنی تابعدار بنا لیتے۔''

''پلیز۔ میرے بارے میں ایسی رائے قائم نہ کرو۔ میں آئندہ ثابت کروں گا کہ تم سے صرف دوستی ہی رہے گی اور ایک دوست کی طرح وقت آنے پر تمہارے لیے جان پر کھیل جاؤں گا۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''ارے ارے۔ اتنا بڑا دعویٰ نہ کرو۔ چلو..... مان لیتی ہوں' تم آئندہ میرے دوست بن کر ہی رہو گے۔ یوں بھی مجھے فرہاد کے مقابل ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست اور مددگار کی ضرورت پیش آتی رہے گی۔''

''شاباش! یہ ہوئی ناں حکمتِ عملی کی اور عقل مندی کی بات.....''

''میری حکمتِ عملی یہ ہوگی کہ میں اب تم پر کبھی بھروسہ نہیں کروں گی لیکن دوستی کروں گی۔ تمہارے وقت پر کام آؤں گی اور چاہوں گی کہ تم بھی میرے وقت پر کام آتے رہو۔''

''بس' میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتا۔ ہم دریا کے دو کنارے بن کر رہیں گے۔ ہمارے درمیان ضرورت کی کشتیاں چلتی رہیں گی اور ہم پار اترتے رہیں گے۔''

''چلو۔ یہ معاملہ تو طے ہو گیا۔ اب میں سمجھتی ہوں کہ تم عدنان کے سلسلے میں مجھ سے کچھ کہنا چاہو گے۔''

''ہاں' جیسا کہ تم جانتی ہو' ہم نے پہلے بھی عدنان کو اغوا

کیا تھا۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم اس بچے کے ذریعے اس کے دادا کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرتے رہیں گے۔''

''ہاں' تم نے یہی سوچا تھا۔ ایسا کر کے تم فرہاد سے بہت زیادہ برتر ہو سکتے تھے۔ سپر پاور اور ساری دنیا والوں سے یہ منوا سکتے تھے کہ تم ہی اصل فرہاد علی تیمور ہو اور جو اصل ہے وہ نقلی ہے۔ وہ کوئی ہیرو نہیں ہے۔ سراسر زیرو ہے۔''

''نومی! میں تمہارا تعاون چاہتا ہوں۔ میرا ساتھ دو گی تو میں سپر پاور اور ساری دنیا والوں سے یہی کہوں گا کہ میں نے عدنان کو پھر سے اپنے شکنجے میں کس لیا ہے اور فرہاد میرے سامنے بے بس ہے۔''

وہ بولی۔ ''ٹیلی پیتھی کی دنیا میں تمام خیال خوانی کرنے والے فرہاد کی طرح اونچے سے اونچا مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تم بھی یہی چاہتے ہو۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ پھر میں اپنا نام کیوں نہ کروں کہ میں نے عدنان کو اپنے قابو میں کر کے فرہاد علی تیمور کو بے بس اور کمزور بنا دیا ہے؟ میں کیوں نہ چاہوں کہ ساری دنیا میں میری واہ واہ ہوتی رہے؟''

وہ مجبور ہو کر بولا۔ ''ٹھیک ہے۔ تم اپنا نام اونچا کرو۔ کوئی بات نہیں لیکن اس کے ساتھ دنیا والوں کو یہ بھی بتاؤ کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ ہم دونوں ہی مل کر ایسا کر رہے ہیں۔''

''میں نے خطروں سے کھیلتے ہوئے تنہا اپنی کوشش سے عدنان کو اغوا کیا ہے۔ یہ میرا کارنامہ ہے۔ صرف میرا نام ہی ہونا چاہیے۔''

وہ چند لمحے چپ رہا۔ اسے نومی پر بے تحاشا غصہ آ رہا تھا لیکن وہ غصہ دکھا کر کام بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے پھر ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔ ''تم درست کہہ رہی ہو۔ صرف تمہارا ہی نام ہونا چاہیے لیکن اپنے اس کارنامے کا مجھے کچھ فائدہ تو پہنچاؤ۔''

''فی الحال تو میں فائدہ اٹھا رہی ہوں۔ یہ بچہ جب تک میرے شکنجے میں رہے گا۔ اس وقت تک فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ میں ابھی فرہاد سے رابطہ کر کے یہ دھمکی دینے والی ہوں کہ اگر وہ اپنے پوتے کی سلامتی چاہتا ہے تو کبھی میرا سراغ نہ لگائے۔ کسی بھی چور راستے سے مجھ تک پہنچنے کی کوشش نہ کرے۔ ورنہ اس کا پوتا اسے زندہ نہیں ملے گا۔''

فرہاد ٹو نے کہا۔ ''میں مانتا ہوں' تمہاری یہ دھمکی اس پر بڑی حد تک اثر کرے گی لیکن وہ لوگ بلا کے مکار ہیں۔ کس وقت کیا کرنے والے ہیں۔ پہلے کچھ پتا نہیں چلتا پھر جب اچانک وہ شب خون مارتے ہیں' تب پتا چلتا ہے کہ ہم خوش فہمی میں مارے گئے ہیں۔''

''میں نادان نہیں ہوں۔ فرہاد اور سونیا کی بڑی گہرائی سے اسٹڈی کرتی رہی ہوں۔ ان کی ایک ایک چال بازی کو خوب جانتی ہوں۔ پھر بھی یہ مانتی ہوں کہ فرہاد کسی بھی وقت میری غفلت کا فائدہ اٹھا کر مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے اور اپنے پوتے کو مجھ سے چھین کر لے جا سکتا ہے۔''

''دانشمندی تو یہ ہوگی کہ ایسا کچھ ہونے سے پہلے ہی تم عدنان کے ذریعے جتنے فائدے اٹھا سکتی ہو، اٹھا لو۔ جتنے مطالبات منوا سکتی ہو۔ منوا لو۔ پھر دوستانہ انداز میں عدنان کو اس کے حوالے کر دو گی تو وہ کم از کم جانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔''

''تم ایک اچھا مشورہ دے رہے ہو۔ میرا تجربہ بھی یہی کہتا ہے۔ میں نے پچھلے دنوں سونیا کو اغوا کر کے اسے نقصان پہنچایا تھا لیکن جان سے نہیں مارا۔ اس لیے فرہاد نے مجھ پر حاوی ہونے کے بعد بھی مجھے جانی نقصان نہیں پہنچایا۔ اسی طرح میں عدنان کو بھی جلد ہی اس کے حوالے کروں گی لیکن ایسا کرنے سے پہلے مجھے بہت کچھ سوچنا سمجھنا ہوگا۔''

''دیکھو نومی! جب تم کلکتہ میں تھیں تو میں تمہارے بڑے وقت میں کام آیا تھا۔ تمہارے پاس پانچ لاکھ روپے پہنچائے تھے۔ آئندہ بھی میں تمہارے کام آؤں گا۔ اس وقت تم میرے کام آ کر فرہاد سے میرا ایک مطالبہ منوا لو۔''

''بولو۔ کیا چاہتے ہو؟ کیا مطالبہ ہے تمہارا.....؟''

اس نے کہا۔ ''وہ دن کو نارمل اور رات کو ایبنارمل ہو جانے والی جمائلہ میرے لیے بہت اہم ہے۔ جب تک وہ بابا صاحب کے ادارے میں نہیں گئی تھی۔ تب تک سیون بلڈرز کی وفادار تھی۔ وہ اب بھی اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف امریکی اکابرین بھی اس خطرناک لڑکی کو اپنے زیرِ سایہ رکھ کر اس سے بہت سے کام لینا چاہتے ہیں۔ میں جمائلہ کو سیون بلڈرز اور امریکی اکابرین کے حوالے اس طرح کروں گا کہ پہلے اسے اپنے اعتماد میں لوں گا۔ اسے اپنی دوست اور تابعدار بناؤں گا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے کام آتا رہوں گا۔ وہ مجھ پر اعتماد کرنے لگے گی تو امریکی اکابرین کے پاس جا کر اور سیون بلڈرز کے پاس جا کر بھی میرے ہی کام آتی رہے گی۔''

نومی نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''اچھی پلاننگ ہے۔ تم مجھے اپنی تابعدار بنا کر نہ رکھ سکے تو اب جمائلہ کو اپنی مٹھی میں رکھ کر اس سے کام لینا چاہتے ہو؟''

''تم میرے کام آؤ گی تو میں جمائلہ کے ذریعے بہت سے فائدے حاصل کرتا رہوں گا۔''

''تم چاہتے ہو میں جمائلہ کے سلسلے میں فرہاد سے مطالبہ کروں کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں قید نہ رکھا جائے۔ باہر بھیج دیا جائے؟''

''ہاں میں یہی چاہتا ہوں۔ تم چاہو تو فرہاد سے یہ مطالبہ منوا سکتی ہو۔''

''ضرور منوا سکتی ہوں۔ تم سے وعدہ کر چکی ہوں کہ جس طرح تم میرے برے وقت میں کام آئے تھے۔ اسی طرح میں بھی تمہاری ضرورت کے وقت کام آسکتی ہوں۔ یہ مطالبہ اس سے ضرور منواؤں گی۔''

''تم نے چھ گھنٹے پہلے عدنان کو اغوا کیا تھا۔ اسے اچھا خاصا وقت گزر چکا ہے۔ اب تمہیں فرہاد سے رابطہ کرنا چاہیے۔''

''میں ابھی اس سے رابطہ کر کے مختصر سی باتیں کروں گی۔ یہ تسلی دوں گی کہ اس کا پوتا فی الحال خیریت سے ہے۔ پھر دو چار گھنٹوں کے بعد اس سے رابطہ کر کے اپنے مطلب کی باتیں کروں گی۔''

''تم کام کی باتیں دو چار گھنٹوں کے بعد کیوں کرنا چاہتی ہو؟''

''میں ابھی اپنے ایک اہم معاملے سے نمٹ رہی ہوں۔ اس کے بعد ہی فرہاد سے اطمینان کے ساتھ بات ہو سکے گی۔''

''تمہارا وہ اہم معاملہ کیا ہے؟ کیا میں تمہارے کام نہیں آسکتا؟ تم مجھے اپنا راز دار نہیں بنا سکتیں؟''

''سوری۔ میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ تم سے صرف دوستی کروں گی۔ پھر وساتھیں کروں گی۔ تمہیں اپنا راز دار نہیں بناؤں گی۔ فی الحال جا رہی ہوں۔ اب سے چار گھنٹے کے بعد تم اسی آلۂ کار کے دماغ میں آکر مجھ سے بات کر سکتے ہو۔''

پھر اس آلۂ کار کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ فرہاد ٹو نے اسے آواز دی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ غصے سے بڑبڑانے لگا۔ ''سالی! بہت غرور دکھا رہی ہے۔ آئندہ کبھی تو میرے ہتھے چڑھے گی۔ پھر نمٹ لوں گا۔ ابھی تو مجبوری ہے۔ چار گھنٹے تک اس کا انتظار کرنا ہی پڑے گا۔''

ادھر نومی کرسٹل کا اہم معاملہ یہ تھا کہ اس نے آزوری اور ارکے مشترکہ دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی معمول اور تابعدار بنایا تھا لیکن صرف الکا دماغی طور پر اس کی تابعدار بنی تھی۔ دوسری طرف آزوری کی آتما آزاد تھی۔ وہ نومی کے عمل سے متاثر نہیں ہوئی تھی۔

آزوری پریشان ہو کر سوچ رہی تھی۔ ''یہ کم بخت! کب تک اس بچے سے لگی رہے گی؟ اس پر ممتا نچھاور کرتی رہے گی؟ اتنا جوان جسم حاصل کرنے کے بعد کسی کم دولت مند جوان سے دوستی نہیں کر پا رہی ہوں۔''

نومی اس کے اندر رہ کر یہ دیکھ رہی تھی کہ آزوری کی آتما اس کے قابو میں نہیں ہے۔ وہ اس کے عمل کو الکا کے دماغ میں کمزور بنا رہی ہے۔ اسے اپنے طور پر بھڑکا رہی ہے۔ نومی نے پچھلے چھ گھنٹوں میں دوسری بار اس پر تنویمی عمل کیا تھا تاکہ آزوری اور الکا کے دماغ پر اس کی گرفت مضبوط رہے۔

وہ سمجھ رہی تھی کہ اسے ہمیشہ اپنے قابو میں نہیں رکھ سکے گی۔ الکا کے دماغ سے کسی وقت بھی ممتا ختم ہو سکتی تھی اور وہ عدنان کو کہیں بھی چھوڑ سکتی تھی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے الکا کے دماغ میں رہ کر آزوری کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ''آزوری! میں تمہاری اس آرزو کو پورا کروں گی۔ تم دولت مند نوجوانوں سے دوستی کرتی رہو گی۔ مجھے تھوڑی سی مہلت دو۔ میں عدنان کو کسی دوسری عورت کے حوالے کر کے تمہیں اور الکا کو آزاد کر دوں گی پھر کبھی تمہارے اندر نہیں آؤں گی۔''

آزوری کی آتما اس کی اس بات سے مطمئن ہو گئی۔ نومی نے الکا کے ذریعے عدنان سے کہا۔ ''ہم ماں بیٹے کے درمیان بہت سی رکاوٹیں پیدا ہو رہی ہیں اور آئندہ بھی ہوتی رہیں گی۔''

وہ بولا۔ ''یس ممی! میں دیکھ رہا ہوں' آپ میرے لیے بڑی مصیبتیں اٹھا رہی ہیں۔ میں کیا کر سکتا ہوں؟''

''تم نے دیکھا تھا' وہ دوسری عورت (آزوری کا جسم) تمہیں مجھ سے چھین کر لے گئی تھی اور خواہ مخواہ ممتا ظاہر کر رہی تھی اگر میں ایئرپورٹ میں آکر اچانک تمہیں اس سے نجات نہ دلاتی تو وہ دشمن عورت ماں بن کر تمہیں مار ڈالتی۔''

''ایسا نہیں ہو گا ممی! میں تو آپ کی ہر بات مانتا ہوں۔ اس لیے کوئی بھی عورت مجھے دھوکا نہیں دے سکے گی۔''

''ہم ماں بیٹا بہت عرصے تک ساتھ رہ سکتے ہیں۔ میری زندگی مختصر نہیں ہے۔ بس اپنی ماں کے لیے اتنا کرو کہ میری باتیں مانتے رہو۔ اس وقت بھی تمہیں ایک بات ماننی ہو گی۔''

''آپ جو کہیں گی' میں وہ کروں گا۔''

''بیٹے! تم دیکھتے آئے ہو کہ میں جسم بدلتی رہتی ہوں۔ اٹلی کے شہر روم میں کسی اور جسم میں تھی۔ میرا چہرہ کچھ اور تھا۔ پھر انڈیا آکر بھی میں جسمانی طور پر بدل گئی۔ اب پھر بدلنا

چاہتی ہوں تاکہ ہم ماں بیٹا دشمنوں سے محفوظ رہ سکیں۔''

''جسم اور چہرہ بدل جائے گا تو میں آپ کو کیسے پہچانوں گا؟''

''ابھی اس شہر میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں اچھی اور پیار کرنے والی عورتوں کو تمہارے سامنے لاتی رہوں گی۔ جب یہ سمجھوں گی کہ وہ تمہیں بھرپور ممتا دے سکتی ہے اور مجھے اپنے اندر آنے کی اجازت دے سکتی ہے تو میں اس کے اندر چلی جاؤں گی پھر وہ عورت تمہیں اپنے ساتھ جہاں بھی لے جائے گی تم وہاں جاؤ گے۔ کیونکہ میں اس کے اندر رہوں گی۔''

وہ سر ہلا کر بولا۔ ''میں سمجھ گیا۔ اب مجھے یہ بتائیں کہ آپ کس عورت کے اندر جا کر میرے ساتھ رہا کریں گی؟''

وہ ماں بیٹا بنگلا دیش پہنچے ہوئے تھے۔ وہاں کے ایک شہر نواکھالی میں تھے۔ نومی نے وہاں دریا کے ایک ساحلی ہوٹل میں رہ کر ایک خوبصورت اور جوان عورت کو تاڑ لیا تھا۔ اس کے خیالات بھی پڑھے تھے۔ پتا چلا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ڈھاکا سے آئی ہے اور وہ میاں بیوی دوسرے دن کی شام کو ایک فلائٹ سے لندن جانے والے ہیں۔

اس عورت کا نام مونا تھا۔ اس کا ایک تین برس کا بیٹا دریا میں ڈوب کر مر گیا تھا۔ وہ بیٹے کے لیے بہت رنجیدہ تھی۔ اس کے خیالات پڑھ کر نومی کو یہ اطمینان ہوا کہ وہ عدنان کو ماں کی بھرپور محبت دے سکے گی۔

اس نے عدنان سے کہا۔ ''بیٹے! اسی ہوٹل میں ایک عورت اپنے میاں کے ساتھ ہے۔ وہ ابھی رات کا کھانا کھانے کے بعد اپنے کمرے میں جا کر سو جائے گی تو میں تمہیں وہاں پہنچا دوں گی۔ تم اس کے ساتھ بستر پر سو جانا۔ جب وہ صبح اٹھے گی تو میں اس کے اندر موجود ہوں گی۔ جب تک میری زندگی ہے تب تک میں اس کے اندر رہ کر تمہیں بھرپور ممتا دیتی رہوں گی۔''

آزوری اور الکا مشترک ہو کر نومی سے تعاون کر رہی تھیں۔ یہ امید ہو گئی تھی کہ انہیں جلد ہی اس بچے اسے نجات ملنے والی ہے۔ الکا عدنان کے ساتھ رات کا کھانا کھا کر ہوٹل کے کمرے میں آگئی۔ عدنان ٹی وی آن کر کے ویڈیو گیم کھیلنے لگا۔ نومی نے الکا کو ہیڈ پر سلا دیا پھر کہا۔ ''اس کمرے سے باہر بھی آتی ہوں۔''

مونا کے اندر پہنچ گئی۔ وہ بھی رات کا کھانا کھانے کے بعد اپنے بیڈ روم میں آگئی تھی۔ اس کا شوہر بدرالدین اسے سمجھا رہا تھا کہ بیٹے کو بھولنے کی کوشش کرو۔ صبر کرو۔ اللہ نے چاہا تو ایک نہیں کئی بچوں کی ماں بنو گی۔

نومی نے باری باری ان کے دماغوں میں جا کر انہیں تھپک تھپک کر سلا دیا پھر سب سے پہلے مونا پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ جو بچہ اسے صبح اپنے بستر پر ملے گا۔ وہ اس کا اپنا بیٹا بلو ہی ہو گا۔ وہ دریا میں ڈوب گیا تھا لیکن اسے موت نہیں آئی۔ وہ زندگی کی طرف لوٹ آیا ہے۔

اس نے مونا کے اندر یہ بات بھی نقش کی کہ وہ دوہری زندگی گزارے گی۔ وہ بیک وقت مونا بھی ہو گی اور شیوانی بھی ہو گی۔ اس بچے کے نام بھی دو ہی ہوں گے۔ ایک نام تو بلو ہے اور دوسرا عدنان ہو گا۔

اس نے ایسی اہم باتیں نقش کرنے کے بعد مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا پھر تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ اس کے شوہر کے دماغ میں آئی۔ اس پر بھی تنویمی عمل کیا۔ اس کے ذہن میں اہم باتیں نقش کیں پھر ان کے دماغوں سے نکل آئی۔

ان دونوں میاں بیوی نے دروازے کو اندر سے بند نہیں کیا تھا۔ الکا نے نومی کی مرضی کے مطابق عدنان سے کہا۔ ''آؤ بیٹے! اب تمہیں اپنی نئی ماں کے پاس جا کر سونا ہے۔ اس کا جسم اور چہرہ نیا ہو گا لیکن اس کے اندر میں ہی ہوں گی۔''

وہ اسے مونا اور بدرالدین کے کمرے میں لے آئی۔ وہ اپنی ماں کی مرضی کے مطابق ان کے درمیان جا کر بستر پر لیٹ گیا۔ نومی نے کہا۔ ''بیٹے! ابھی میں جا رہی ہوں۔ صبح ہوتے ہی اس عورت کے جسم میں آجاؤں گی پھر یہ تمہارے لیے اجنبی نہیں رہے گی۔''

الکا نومی کی مرضی کے مطابق وہاں سے چلتی ہوئی ہوٹل سے باہر آئی۔ پورے چاند کی رات تھی۔ نومی نے اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ چاندنی رات میں کشتی کی سیر کرنی چاہیے۔ الکا اور آزوری وہاں سے انڈیا واپس جانا چاہتی تھیں۔ نومی نے کہا۔ ''اتنی جلدی کیا ہے؟ صبح سے پہلے یہاں سے کوئی اسٹیمر نہیں جائے گا۔ ابھی اسے کشتی کی سیر کرنی چاہیے۔''

وہ ساحل پر آگئی۔ ایک ملاح سے کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر دور دریا میں لے جائے پھر واپس لے آئے۔

واپس تو آنا نہیں تھا۔ جب وہ کشتی ساحل سے دور نکل گئی تو نومی نے کہا۔ ''الکا اور آزوری! اب کشتی سے چھلانگ لگا دو۔ دریا میں ڈوب مرو۔''

الکا نے پریشان ہو کر کہا۔ ''میں نے تمہاری ساری باتیں مانی ہیں۔ تم یہاں آ کر مجھے دھوکا دے رہی ہو۔''

وہ بولی۔ ''سوری۔ میں نہیں چاہتی' تم یہاں سے زندہ واپس جاؤ اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تم دونوں کے ذریعے یہ معلوم کرلیں کہ میں بنگلا دیش میں ہوں۔''

اس نے الکا اور آزوری کو بحث کرنے کا موقع نہیں دیا۔ ان کے مشترکہ دماغ کو پوری طرح اپنے قبضے میں لے کر کشتی سے چھلانگ لگانے پر مجبور کردیا۔ وہ اچانک اپنی جگہ سے اٹھ کر گہرے پانی میں کود پڑی۔

ملاح نے گھبرا کر کہا۔ ''ارے ارے.... یہ کیا کر رہی ہو؟''

وہ بھی چھلانگ لگا کر اسے بچانا چاہتا تھا لیکن نومی نے اس کے دماغ پر بھی قبضہ جمالیا۔ اسے مجبور کیا کہ وہ کشتی کو وہاں سے دور لے جائے۔

کشتی دور جا رہی تھی۔ الکا تیرنا جانتی تھی۔ ہاتھ پاؤں مار کر ساحل کی طرف جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت نومی نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ وہ تیرنا بھول گئی اور گہرے پانی میں ڈوبتی چلی گئی۔

آزوری کی آتما اور الکا کا جسم نابود ہوگیا۔ ان کی زندگی کا قصہ تمام ہوگیا۔ دوسری طرف آزوری کا جسم اور شیوانی کی آتما کلکتہ شہر میں بھٹک رہی تھیں۔ ہم نے وہاں اس کی رہائش کا انتظام کیا تھا۔ اسے سمجھایا تھا' تسلیاں دی تھیں کہ عدنان جلد ہی اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ اسے تو صبر کرنا ہی تھا۔ نہ کرتی تو بیٹے کو کہاں تلاش کرتی؟

نومی نے خیال خوانی کے ذریعے مونا کے اندر شیوانی کی ممتا پیدا کردی تھی۔ ایک تو مونا پہلے ہی اپنے بچے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ ایسے میں عدنان اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہ ایک تابعدار کی حیثیت سے اسے شیوانی بن کر محبت دینے والی تھی۔

میں بابا صاحب کے ادارے میں تھا۔ وہاں کی ایکسچینج کے ذریعے فون پر کہا گیا کہ نومی کرنل مجھ سے بات کرنا چاہتی ہے۔ ... ریسیور کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کی آواز سنائی دی۔ ''ہائے فرہاد! تم نے جو زخم لگایا تھا۔ وہ تو رفتہ رفتہ بھر ہی جائے گا لیکن چاقو سے جو لکیر میرے بدن پر کھینچی تھی۔ وہ میرے دل پر نقش ہوگئی ہے اور تم سمجھ سکتے ہو کہ دل کا زخم کبھی نہیں بھرتا۔''

میں نے سخت لہجے میں پوچھا۔ ''عدنان کہاں ہے۔''

''میری آغوش میں ہے۔ میں تم سے پیار کرتی ہوں تو تمہارے پوتے سے کیوں نہیں کروں گی؟ اسے تو ہمیشہ اپنے کلیجے سے لگا کر رکھوں گی۔''

''بکواس مت کرو۔ عقل سے کام لو۔ اب سے پہلے تم نے سونیا بننے اور اس کی جگہ لینے کی ہر ممکن کوشش کی۔ سونیا کو موت کی دہلیز تک پہنچا دیا پھر بھی اس کی جگہ لے سکیں اور نہ ہی مجھے جھکنے پر مجبور کرسکیں۔ یہ خیال دماغ سے نکال دینا کہ عدنان کے ذریعے مجھے اپنے سامنے جھکا سکو گی۔''

اس نے بڑے جذبے سے کہا۔ ''اسی لیے تو میں تم پر مرتی ہوں۔ تم فولاد ہو۔ ٹوٹ سکتے ہو' نیچے مڑ سکتے ہو' نہ جھک سکتے ہو۔ تمہارے ساتھ جوانی کے چند رنگین لمحات گزار چکی ہوں۔ بس وہی لمحات میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔ قسم لے لو۔ تم سے پہلے اور تمہارے بعد کوئی مرد میری تنہائی میں آیا ہے اور نہ ہی آئے گا۔''

میں نے پھر سخت لہجے میں کہا۔ ''مجھ سے صرف میرے پوتے کے بارے میں بات کرو۔''

''ذرا تحمل سے کام لو۔ میں نے بڑی محنت اور بڑے خطرات سے کھیل کر عدنان کو حاصل کیا ہے۔ اس کا انعام تو مجھے ملنا چاہیے۔''

''جیسا چاہو گی' ویسا انعام ملے گا۔ اس کی واپسی کی بات کرو۔''

''تم زبان کے دھنی ہو۔ جو وعدہ کرتے ہو' اسے ہر قیمت پر پورا کرتے ہو۔''

''جب جانتی ہو تو زیادہ باتیں نہ کرو۔ اپنے مقصد کی طرف آؤ۔ اپنے مطالبات بیان کرو۔''

''مطالبات نہ کہو۔ انعام کہو۔ میں انعام کے طور پر تمہیں چاہتی ہوں۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔''

''تمہارے لیے تو یہ بات فضول ہی ہوگی لیکن یہی بات میری زندگی کا حاصل ہے۔ تم میرے اندر اتنی گہرائی تک سمائے ہوئے ہو کہ میں تمہیں کبھی باہر نہیں نکال سکوں گی۔ ہمیشہ تمہارے لیے تڑپتی رہوں گی۔ اسی دیوانگی کی وجہ سے میں نے سونیا سے دشمنی کی تھی۔ اسی دیوانگی کی وجہ سے میں نے عدنان کو اغوا کیا ہے۔''

''نومی! تم احسان فراموش ہو۔ یہ کیوں بھول رہی ہو کہ تم میرے چاقو کی نوک پر تھیں۔ میں چاہتا تو اسی وقت تمہیں ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتا لیکن میں نے ایک چھوٹا سا کٹ لگا کر چھوڑ دیا۔ تم ابھی میری دی ہوئی زندگی جی رہی ہو اور مجھ سے ہی دشمنی کر رہی ہو؟''

''ہائی گاڈ۔ میں صحیح سلامت پہنچے گا۔ اس کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آئے گی اگر تم نے مجھے زندگی دی ہے تو میں تمہارے پوتے کو ہنستا کھیلتا تمہارے پاس پہنچاؤں گی مگر.....''

وہ ذرا چپ ہوئی۔ میں نے کہا۔ ''آگے بولو.....؟''

وہ مستی بھرے لہجے میں بولی۔ ''ہائے.... یہ دل گزرے ہوئے رنگین لمحات مانگتا ہے۔ پہلے انعام کے طور پر مجھے دل جاؤ پھر اپنے پوتے کو لے جاؤ۔''

میں اس کی دیوانگی کو سمجھ رہا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ اس قدر دیوانگی کے باوجود وہ کبھی میرے ہاتھ نہیں آتی۔ میں نے کہا۔ ''اب سے بہت پہلے تم نے ایسا ہی ایک مطالبہ کیا تھا۔ میرے ساتھ کہیں تنہائی میں وقت گزارنا چاہتی تھیں اور میں راضی ہوگیا تھا۔''

''اور میں اپنا مطالبہ منوا کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ راضی نہیں ہوئی تھی۔ یہ اندیشہ تو لگا رہتا کہ تنہائی میں تم میری گردن دبوچ لو گے اور میرے دماغ پر حاوی ہو کر مجھے اپنی معمولہ بنا لو گے۔''

''یہ اندیشہ تو آئندہ بھی رہے گا پھر ایسا مطالبہ کیوں منوا رہی ہو؟ یہ تو اچھی طرح جانتی ہوں کہ میں زبان کا دھنی ہوں۔ جو بات کہتا ہوں' اس سے کبھی نہیں پھرتا۔ میں نے کہا تھا' تم تنہائی میں آؤ گی تو میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ جس طرح آزاد خیال خوانی کرنے والی کی حیثیت سے آؤ گی۔ اسی طرح واپس جاؤ گی۔ تمہیں ذہنی طور پر بھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

''بے شک میں تم پر بھروسا کرتی ہوں لیکن تمہارے ساتھیوں پر کبھی بھروسا نہیں کرسکتی۔ خصوصاً سونیا کی طرف سے خطرہ ہی رہتا ہے۔ تم اپنے وعدے کے مطابق نقصان نہیں پہنچاؤ گے لیکن تمہارے پیچھے چھپے ہوئے ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی بھی موقع کا فائدہ اٹھا کر مجھے اپنی تابعدار بنا سکتے ہیں۔''

''آج بھی تم اندیشوں میں مبتلا ہو تو پھر میرے ساتھ رنگین لمحات گزارنے کے لیے کیوں مچل رہی ہو؟ کیوں فضول مطالبہ کر رہی ہو؟''

''اس بار مجھے تم سے یا تمہارے ساتھیوں سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ عدنان میرے پاس ہے۔ جب میں تمہارے ساتھ اچھا خاصا وقت گزار کر واپس جاؤں گی۔ تب ہی اسے تمہارے حوالے کروں گی۔''

''میں کیسے بھروسا کروں کہ میرے ساتھ وقت گزارنے کے بعد تم عدنان کو واپس کردو گی؟''

''بھروسا تو کرنا ہی ہوگا۔ تمہارے سامنے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔''

''تمہیں میری مجبوری سے فائدہ اٹھانے کا بہترین موقع مل رہا ہے۔ بہرحال تم سے تنہائی میں ملاقات کرنے کے سلسلے میں بہت سے پہلوؤں پر غور کرنا ہی ہوگا۔ میں کل رات رابطہ کروں گا یا تم مجھے کال کرو گی تو اپنا فیصلہ سناؤں گا۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''تم اس معاملے کے کسی پہلو پر بھی غور نہیں کرو گے۔ صرف بہانہ کر رہے ہو۔ کل رات تک کا وقت حاصل کر رہے ہو۔ تمہیں یقین ہے کہ کل تک تم اپنے پوتے کو کسی بھی مکاری سے چھین کر لے جاؤ گے۔''

''تم میرے متعلق کوئی بھی رائے قائم کرسکتی ہو۔ میں بحث نہیں کروں گا۔ اس معاملے پر اب کل رات ہی ہماری بات ہوگی۔''

''اس سے پہلے میرا ایک اور مطالبہ بھی ہے۔ اسے مان لو۔''

''اب اور کیا چاہتی ہو؟''

''مجھے جمائلہ کی ضرورت ہے۔''

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ''جمائلہ.....؟''

''ہاں' وہی پُراسرار اور خطرناک لڑکی جو دن کو نارمل رہتی ہے اور رات کو ایبنارمل ہوجاتی ہے۔''

''تم اسے کیوں حاصل کرنا چاہتی ہو؟''

''میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ وہ دنیا کی ایک انتہائی عجیب و غریب لڑکی ہے۔ پُراسرار قوتوں کی مالکہ ہے۔ میں اس سے بہت سے کام لے سکوں گی۔''

میں پہلے ہی جناب تیمرزی کا فیصلہ سن چکا تھا کہ الوشے جمائلہ بن کر ادارے سے باہر جائے گی۔ ان کا فیصلہ اور دشمن نومی کا مطالبہ ایک ہی تھا۔ میں نومی کے سامنے اتنی جلدی راضی نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے کہا۔ ''دیکھو نومی! جمائلہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ دن کو جب وہ نارمل رہتی ہے تو اس پر بڑا پیار آتا ہے۔ ہم رات کو بھی اسے کنٹرول کر رہے ہیں۔ اسے ایک سیدھی سادی زندگی گزارنے کے راستے پر لا رہے ہیں۔''

''ایسے نیک جذبات کسی دوسری لڑکی کے لیے رکھو۔ کوئی ایبنارمل ہو تو خیال خوانی کے ذریعے اسے نارمل بناؤ لیکن جمائلہ کے سلسلے میں کوئی بحث نہ کرو۔ میرا مطالبہ مان لو۔ اسے ادارے سے باہر بھیج دو۔''

"میں اس سلسلے میں جناب تبریزی سے بات کروں گا۔ وہ راضی ہوں گے تو جمائلہ کو باہر بھیج دیا جائے گا۔"

"جناب تبریزی بھی تمہارے پوتے کی واپسی چاہیں گے۔ وہ میرا مطالبہ ضرور مانیں گے۔ میں چاہتی ہوں کل شام اندھیرا پھیلنے سے پہلے جمائلہ کو ادارے سے باہر پہنچا دیا جائے۔ اس طرح وہ باہر آ کر تاریکی پھیلتے ہی اپنی پیدائشی فطرت کے مطابق تبدیل ہو جائے گی اور میرے کام آئے گی۔"

"ایک گھنٹے بعد کال کرو۔ میں جواب دوں گا۔"

"اور میں جانتی ہوں کہ جواب ہاں میں ہی ہوگا۔ کیونکہ تمہاری جان تو اپنے پوتے میں اٹکی ہوئی ہے۔"

اس نے قہقہہ لگا کر رابطہ ختم کر دیا۔ دوسری طرف فرہاد ٹو وقت گزرنے کا مختظر تھا۔ نومی نے کہا تھا کہ وہ چار گھنٹے بعد اس سے رابطہ کرے گی۔ وہ اس عرصے میں سکون سے بیٹھنے والا نہیں تھا۔

ایئرپورٹ میں یہ دیکھ چکا تھا کہ نومی نے الکا کو آلۂ کار بنا کر عدنان کو اغوا کیا ہے اور ایسا کرنے سے پہلے اس نے الکا کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے بارے میں یہ سوچتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی بیمار پڑ سکتا ہے یا کسی حادثے میں زخمی ہو سکتا ہے۔ ایسے میں دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کے اندر پہنچا جا سکتا ہے۔ یا پھر کسی وجہ سے اس کا دماغ اتفاقاً کمزور ہو سکتا ہے۔ ایسے وقت بھی آسانی سے اس کے اندر پہنچنے کا موقع مل جاتا ہے۔

فرہاد ٹو نے سوچا کہ وہ وقفے وقفے سے الکا کے اندر جاتا رہے گا۔ شاید کسی وقت جگہ مل جائے۔ اگرچہ یہ ایک کمزوری تدبیر تھی لیکن نقد بر مہربان ہو تو ڈوبنے والا تنکے کا سہارا لے کر کنارے لگ جاتا ہے۔

وہ دوسری یا تیسری بار الکا کے اندر اس وقت پہنچا' جب وہ دریا میں ڈوب رہی تھی اور نومی اسے ڈوبنے پر مجبور کر رہی تھی۔ ایسے وقت الکا کا دماغ مقفل نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ اور نومی اس وقت فرہاد ٹو کی موجودگی کو محسوس نہیں کر سکتی تھیں۔

پہلے تو الکا نے تیر کر پانی سے ابھرنے اور کنارے لگنے کی کوشش کی لیکن نومی نے ایسا ہونے نہیں دیا۔ اس کی مرضی کے مطابق الکا کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے اور وہ دریا کی گہرائی میں ڈوبتی چلی گئی پھر اس کی سانس رک گئی۔ نومی اس کے دماغ سے باہر نکل آئی اور اس کشتی چلانے والے اندر پہنچ کر اسے وہاں سے دور لے جانے لگی۔

حقیقت یہ تھی کہ الکا کی سانس رکی نہیں تھی۔ فرہاد ٹو نے روک دی تھی اور نومی یہ سمجھی تھی کہ اس کی سانسیں پوری ہو چکی ہیں۔ وہ کشتی کے ملاح کو وہاں سے دور لے جانے کے بعد عدنان اور اس کی نئی ماں مونا کے پاس پہنچ گئی تھی۔

فرہاد ٹو الکا کے اندر رہ کر دو منٹ تک سانس روکے رہا۔ اسے سنبھالتا رہا پھر وہ اس کی مرضی کے مطابق ہاتھ پاؤں مارتی ہوئی پانی پر ابھر آئی۔ سانسیں لیتی ہوئی تیرنے لگی۔ کنارہ بہت دور تھا اور دریا کی لہریں منہ زور تھیں۔ چاندنی رات میں دور دور تک کوئی کشتی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ فرہاد ٹو نے سمجھ لیا کہ وہ کنارے تک نہیں پہنچ سکے گی۔ تیری سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اسے یہ معلوم ہوا کہ نومی اس بچے کو بنگلا دیش لے آئی ہے اور اس وقت ایک ساحلی شہر نوا کھالی کے ایک ہوٹل میں قیام پذیر ہے۔

اتنی معلومات ہی کافی تھیں۔ اس کے بعد الکا اس کے کسی کام نہیں آ سکتی تھی۔ اس لیے اس نے اسے ابھرنے اور ڈوبنے کے لیے چھوڑ دیا۔ بے چاری کو مرتے مرتے تک زندگی مل رہی تھی پھر ایک بار موت اس پر حاوی ہونے لگی۔ وہ کنارے تک نہیں جا سکتی تھی۔ تیرتے تیرتے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے تھے۔ وہ ڈھیلی پڑ گئی تھی اور پھر ایک بار پانی کی گہرائی میں ڈوبتی چلی گئی۔

فرہاد ٹو نے فوراً ہی کلکتہ ایئرپورٹ کے ایک اعلیٰ افسر کو ٹریپ کیا پھر اسے مجبور کیا کہ وہ فون کے ذریعے بنگلا دیش کے ایئرپورٹ کے کسی بھی اعلیٰ افسر سے رابطہ کرے۔ اس نے یہی کیا۔ رابطہ ہوتے ہی ادھر کی آواز سنتے ہی فرہاد ٹو بنگلا دیش کے اس اعلیٰ افسر کے اندر چلا گیا۔

اس افسر نے اسے نوا کھالی کے سٹی گورنر کے اندر پہنچا دیا۔ اس شہر میں آدھی رات ہو رہی تھی۔ فرہاد ٹو کو الکا کے ذہن سے پڑھ کر یہ معلوم ہو گیا تھا کہ نومی نے وہاں کے ایک ساحلی ہوٹل میں عدنان کو کہیں چھپا کر رکھا ہے۔

یہ اطمینان تھا کہ نومی صبح سے پہلے عدنان کے ساتھ اس ہوٹل سے کہیں دوسری جگہ نہیں جائے گی۔ رات وہیں گزارے گی۔ وہ صبح ہونے تک عدنان کو حاصل کرنے کے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا۔ اس سلسلے میں سب سے اہم نکتہ تو یہ کہ اس بچے کو اس کی ماں سے جدا نہ کیا جائے۔

اس نے سوچا کہ نومی بچے کی اسی کمزوری سے کھیل رہی تھی۔ پہلے اس نے الکا کو ماں بنا کر عدنان کو بنگلا دیش پہنچایا اور اب الکا کو مارنے کے بعد شاید کسی دوسری عورت کو اس کی ماں بنا چکی ہے۔

فرہاد ٹو یہ بات اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اسے بھی یہی مریضہ کار اپنانا ہوگا۔ عدنان کے لیے کسی دوسری ماں کا انتظام کرنا ہوگا۔ وہ دوسری عورت شیوانی بن کر اسے بھرپور توجہ دے گی تو وہ بچہ مطمئن رہے گا۔

وہ اس سٹی گورنر کے ذریعے اس کے سیکرٹری کے اندر پہنچا پھر ایک پولیس افسر کے اندر جگہ بنائی۔ وہ جلد سے جلد وہاں کی اہم شخصیات کو اپنے قابو میں کر رہا تھا پھر وہ ایک آلۂ کار کے ذریعے اس ہوٹل میں پہنچ گیا۔ وہاں دوسرے شہروں سے آئے ہوئے مسافر قیام کر رہے تھے۔

وہ ایک جوان عورت کے اندر پہنچا۔ اس کا نام شلپا تھا۔ وہ کاروباری سلسلے میں ڈھاکا سے وہاں آئی ہوئی تھی۔ ایک کمرے میں قیام کر رہی تھی۔ فرہاد ٹو نے اسے اپنی معمولہ بنا کر اس کے دماغ کو لاک کر دیا۔ اس کے اندر شیوانی کی آواز اور لب و لہجے کو نقش کر کے عدنان کے لیے شدید ممتا پیدا کر دی۔

وہاں کا پولیس افسر بھی فرہاد ٹو کی مرضی کے مطابق یہ معلوم کر رہا تھا کہ اس ہوٹل میں ایسے کون سے مسافر ہیں جن کے ساتھ پانچ چھ برس کے بچے بھی ہیں۔

یہ معلوم کرنا کچھ مشکل بھی نہیں تھا۔ جب شلپا دو گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہوئی تو فرہاد ٹو کی مرضی کے مطابق اپنے کمرے سے نکل کر اس کمرے میں آئی' جہاں مونا اور بدرالدین کے درمیان عدنان گہری نیند میں تھا۔

شلپا نے آگے بڑھ کر عدنان کو ان کے درمیان سے اٹھا لیا۔ اسے دونوں بازوؤں میں سنبھالتی ہوئی اپنے کمرے میں لے آئی۔ بستر پر لٹا کر بڑی محبت اور ممتا سے اسے دیکھنے لگی۔ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔ "بیٹے عدنان! اٹھو۔ اپنی ماں کا نیا چہرہ دیکھو....."

وہ آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر اپنے سامنے بیٹھی ہوئی اجنبی عورت کو دیکھنے لگا۔ وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔ "میں تمہاری ماں ہوں۔ تم نے مجھے اب تک کتنے ہی چہرے اور کتنے ہی جسم بدلتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ میرا نیا چہرہ اور نیا جسم ہے۔ تم مجھے میری آواز اور لب و لہجے سے پہچان سکتے ہو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔ "آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ نیا جسم بدلنے والی ہیں۔ میں سمجھ گیا ہوں' آپ ایسا کر چکی ہیں۔ اب اس نئے جسم میں آ گئی ہیں۔"

وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی۔ "شاباش بیٹے! اب تم باتھ روم میں جاؤ اور منہ ہاتھ دھو کر آؤ۔ ہم ابھی یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے۔"

وہ فوراً ہی بستر سے اتر کر واش روم میں چلا گیا۔ فرہاد ٹو نے اس شہر کی اہم شخصیات کو ٹریپ کیا تھا۔ یہ خیال تھا کہ نومی آئندہ اس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرے گی تو وہ اپنے غلام بننے والے وائس مین' لف گائی اور واسکوڈی کو ان اہم شخصیات کے اندر پہنچا دے گا۔ اس طرح اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج کے ذریعے نومی کو شکست دے سکے گا۔

اس کی آلۂ کار شلپا عدنان کو وہاں سے لے جا رہی تھی۔ اب تک نومی نے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ اس وقت خیال خوانی کے ذریعے عدنان کے آس پاس موجود نہیں تھی۔ بہت بڑی فتح حاصل کرنے کا غرور بھی خوب ہوتا ہے۔ نومی تھوڑی دیر کے لیے عدنان کی طرف سے غافل ہو گئی تھی۔ اسے یہ اطمینان تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے پاس نہیں پہنچ سکے گا۔

جب تک فرہاد ٹو میدان مارتا رہا' تب تک نومی فون کے ذریعے مجھ سے بات کرتی رہی تھی اور اپنے مطالبات منواتی رہی تھی۔ اپنا ایک جذباتی مطالبہ منوانے کے سلسلے میں بڑی طویل گفتگو کرتی رہی تھی پھر یہ کہہ کر چلی گئی تھی کہ ایک گھنٹے بعد جمائلہ کے متعلق فیصلہ سننے آئے گی۔

وہ پچھلی رات سے جاگ رہی تھی۔ عدنان کو انڈیا سے بنگلا دیش تک لائی تھی اور اس دوران آرام کرنے کی ایک ذرا فرصت نہیں ملی تھی۔ اب اسے اطمینان ہو گیا تھا کہ عدنان مونا اور بدرالدین کے پاس محفوظ ہے۔ وہ ان کے ساتھ صبح تک گہری نیند سوتا رہے گا۔

نومی اس دوران میں کلکتہ شہر چھوڑ کر دہلی پہنچ گئی تھی۔ وہاں ایک ہوٹل میں قیام کر رہی تھی۔ اس نے سوچا۔ "صبح تک عدنان کی طرف سے اطمینان ہے اور ایک گھنٹے بعد فرہاد سے جمائلہ کے بارے میں پوچھتا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ میں دو چار گھنٹوں کے بعد بھی اس کے بارے میں پوچھ سکتی ہوں۔ جمائلہ میرے لیے میری نیند اور آرام سے زیادہ ضروری نہیں ہے۔ فرہاد ٹو ہی اس کی رہائی چاہتا ہے۔ میں اب صبح ہی بیدار ہونے کے بعد فرہاد ٹو سے اس سلسلے میں بات کروں گی۔"

اس نے مطمئن ہو کر بیڈ پر لیٹ کر اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ اب صبح چھ بجے تک سوتی رہے گی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ سوتی رہے گی اور کھوتی رہے گی۔ بہرحال وہ گہری نیند سو گئی۔

فرہاد ٹو نے وہاں ایک ایسے شخص کو آلۂ کار بنایا تھا جو گمنام رہ کر زندگی گزارتا تھا۔ محلے والے اسے کھوکا بابو کہتے

تھے۔فرہادٹو کی آمد کا رشلپا اب شیوانی بن چکی تھی۔ وہ عدنان کے ساتھ کھوکا کی کار میں بیٹھ کر چانگام کی طرف جانے لگی۔

فرہادٹو چاہتا تھا کہ نومی ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کرے۔ وہ صبح تک چانگام پہنچ کر بحری یا ہوائی جہاز کے ذریعے عدنان کو اپنے قریب پیرس بلا سکتا تھا۔ اس طرح میرا پوتا میرے بھی قریب ہو جاتا۔ فرہادٹو کو اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ ہم عدنان کو اس سے چھین کر لے جائیں گے۔ اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ جلد سے جلد عدنان کے سلسلے میں ہم سے معاملات طے کرے گا۔ اپنے مطالبات منوائے گا پھر اسے ہمارے حوالے کر دے گا۔

اسے عدنان سے بس اسی حد تک دلچسپی تھی کہ وہ اس بچے کے ذریعے ہم سے مطالبات منوا سکتا تھا۔ سپر پاور امریکا اور دوسرے بڑے ممالک کو یہ بتا سکتا تھا کہ وہ پھر ایک بار فرہاد علی تیمور پر سبقت لے گیا ہے۔

یہی یک مقصد لے کر وہ میرے مقابلے پر آیا تھا کہ پوری دنیا کے سامنے مجھ سے برتری حاصل کرے گا اور مجھے ہمیشہ کمتر بنا کر رکھے گا۔

اس نے امریکی اکابرین سے رابطہ کرنے کے بعد کہا۔ ''آپ حضرات کو یہ تو معلوم ہو چکا ہوگا کہ فرہاد کا پوتا عدنان پھر سے گم ہو گیا ہے۔ میں یہ وضاحت کرنے آیا ہوں کہ وہ گم نہیں ہوا ہے۔ اسے میں نے اغوا کیا ہے۔ وہ بچہ میرے شکنجے میں ہے۔''

ایک اعلیٰ عہدے دار نے خوش ہو کر کہا۔ ''ہم تمہیں اس کامیابی کی مبارک باد دیتے ہیں۔''

دوسرے نے بھی کہا۔ ''بے شک' تم دونوں فرہاد کے درمیان زبردست رسا کشی ہو رہی ہے۔ کبھی وہ تمہیں اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور کبھی تم اسے اپنی طرف کھینچ لیتے ہو۔ اس بار تم نے اسے زبردست طریقے سے کھینچا ہے۔ اس کا پوتا اس کی بہت بڑی کمزوری ہے۔''

''اس کی اس کمزوری سے آپ حضرات کو فائدہ پہنچے گا۔ میں نے وعدہ کیا تھا' جمائلہ کو بابا صاحب کے ادارے سے نکال کر آپ کے پاس پہنچاؤں گا۔ اب وعدہ پورا کرنے کا وقت آ گیا ہے۔''

اس بات سے سب ہی خوش ہو گئے۔ ایک نے کہا۔ ''ٹھیک یو مسٹر فرہادٹو! ٹھینک یو ویری مچ۔ تم واقعی بہترین دوست ہونے کا ثبوت دے رہے ہو۔ ہمیں بتاؤ' ہم تمہاری ہر خواہش پوری کریں گے۔''

''میری کوئی خواہش ہوگی' کوئی ضرورت ہوگی تو ضرور آپ حضرات کا تعاون چاہوں گا۔ ابھی تو صرف آپ لوگوں کے کام آنا چاہتا ہوں۔ ایک آدھ گھنٹے کے بعد فرہاد سے بات کروں گا اور اس کے پوتے کے ذریعے اپنے مطالبات منواؤں گا۔''

''ہمارا ایک مشورہ ہے اور وہ یہ کہ عدنان کو کبھی اس کے حوالے نہ کرنا۔ وہ بچہ جب تک تمہارے شکنجے میں رہے گا' تب تک تم اس پر سبقت لیتے رہو گے اور وہ تمہارے سامنے گھٹنے ٹیکتا رہے گا۔''

''میں ایسا کر سکتا ہوں لیکن اس کی ہسٹری جانتا ہوں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ وہ زیادہ عرصے کسی کے قابو میں نہیں رہتا ہے اور نہ اپنی کمزوری کسی کے سامنے چھوڑتا ہے۔ وہ کسی نہ کسی چال بازی سے اپنے پوتے تک پہنچ کر اسے مجھ سے چھین کر لے جائے گا۔ اس سے پہلے ہی میں اس سے اپنے مطالبات منوا کر بچے کو اس کے حوالے کر دینا چاہتا ہوں۔ ابھی میں جا رہا ہوں۔ دو چار گھنٹے کے بعد جمائلہ کی رہائی کے متعلق خوشخبری سناؤں گا۔''

وہ سیون بلڈرز کے ایک آفس کار کے پاس آ کر بولا۔ ''اپنے تمام ساتھیوں سے کہو' فرہادٹو ان سے بات کرنا چاہتا ہے۔''

تمام بلڈرز اس کا نام سنتے ہی آدھے گھنٹے کے اندر ایک بلڈر کے بنگلے میں آ کر جمع ہو گئے۔ فرہادٹو نے انہیں بھی یہ خوش خبری سنائی۔

ایک بلڈر نے کہا۔ ''مسٹر فرہادٹو! ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ تم واقعی فرہاد کے لیے لوہے کا چنا ثابت ہو رہے ہو۔''

دوسرے بلڈر نے بھی اسے مبارک باد دیتے ہوئے کہا۔ ''جس طرح تم نے عدنان کو اپنے شکنجے میں رکھا ہے۔ اسی طرح کوشش کرو کہ فرہاد علی تیمور کی اور دوسری کمزوریاں بھی تمہارے ہاتھ آتی رہیں۔''

اس نے کہا۔ ''میں خوب سمجھتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اس کے مقابلے میں ٹیکی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کر رہا ہوں۔ میں صرف اس کے بچوں کو ہی نہیں۔ اس کے ٹیکی پیتھی جاننے والوں کو بھی چھین لینے کی کوشش کرتا رہوں گا۔''

بلڈر نے کہا۔ ''تم جیسے کارنامے انجام دے رہے ہو اس کے نتیجے میں امریکی اکابرین نے تمہیں سر پر بٹھایا ہوگا' تمہاری تو خوب واہ واہ ہو رہی ہوگی؟''

بلڈر نے کہا۔ ''صرف فرہاد علی تیمور ہی ایک ایسا کارنامہ

ہے جسے سپر پاور کہلانے والے آج تک کاٹ نہ سکے۔ تم بڑی چالاکی سے اسے کاٹ کاٹ کر چھوٹا کرتے جا رہے ہو۔''

ایک اور نے کہا۔ ''سپر پاور سے ہماری نہیں بنتی۔ کیا تم کبھی ان کے خلاف ہمارا ساتھ دو گے؟''

اس نے کہا۔ ''نہیں' ان کے خلاف تمہارا ساتھ دوں گا اور نہ ہی تمہارے خلاف ان کا ساتھ دوں گا۔ میں تو صرف فرہاد کو کچلنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے تم سب کا برابر ساتھ دوں گا۔ کسی سے دشمنی نہیں کروں گا۔ تم سب سے دوستی رکھوں گا۔''

ایک اور نے پوچھا۔ ''امریکی اکابرین بھی یقیناً جمائلہ کا مطالبہ کر رہے ہوں گے؟''

''بے شک' انہوں نے مطالبہ کیا ہے لیکن میں نے پہلے تم سے وعدہ کیا تھا۔ اس لیے جمائلہ بابا صاحب کے ادارے سے نکلے گی تو تمہارا فرض ہوگا کہ اسے اپنے قابو میں کر واگر سے نکلے گی تو تمہارا فرض ہوگا کہ اسے اپنے قابو میں کر واگر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے ٹریپ کریں گے تو پھر یہ میری ذمے داری نہیں ہوگی۔''

''کیا تم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایسا کرنے سے نہیں روکو گے؟''

''جب مجھے معلوم ہوگا کہ وہ ایسا کر رہے ہیں تو انہیں ضرور روکوں گا اور اگر میری لاعلمی میں تمہارے خلاف کوئی بات ہوگی تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہوگی۔ ابھی تو میں جا رہا ہوں۔ جلد ہی جمائلہ کے بارے میں خوشخبری سناؤں گا۔''

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا پھر اپنی آمد کا رشلپا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ کار کی پچھلی سیٹ پر عدنان کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ عدنان اس کے زانوں پر سر رکھ کر سو رہا تھا۔ اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا کھوکا بابو کار ڈرائیو کرتے ہوئے ایک لانچ گھاٹ پر پہنچ گیا۔

شلپا نے عدنان کو جگایا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب وہ وہاں سے ایک لانچ کے ذریعے چانگام جانے والی تھی۔ فرہادٹو اپنی اس آمد کا رشلپا سے مطمئن تھا۔ اس نے جو باتیں اس کے ذہن میں ٹھونس کی تھیں۔ وہ اسی کے مطابق عمل کر رہی تھی۔ شیوانی بن کر عدنان کو بھرپور ممتا دے رہی تھی۔ عدنان ہمیشہ سے یہی دیکھتا آ رہا تھا کہ ماں کا چہرہ اور جسم بدل جاتا ہے لیکن اس کی ممتا نہیں بدلتی۔ وہ ہمیشہ ہی اپنی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اور اپنی ممتا کے ذریعے اسے یقین دلاتی ہے اور وہ یقین کر لیتا ہے کہ جو اس کے پاس ماں بن کر آئی ہے' وہی اس کی ماں شیوانی ہے۔

فرہادٹو نو اکھالی کے اس ہوٹل میں گیا۔ وہاں وہ پولیس افسر ابھی موجود تھا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ شلپا اپنے ساتھ ایک بچے کو لے گئی تھی۔ اس پر کسی نے اعتراض کیا ہے اور نہ ہی اب کئی گھنٹے گزرنے کے بعد کوئی ہنگامہ برپا ہوا ہے۔

فرہادٹو نے فکرمندی سے سوچا کہ آخر بات کیا ہے؟ نومی نے اب تک کوئی مداخلت کی ہے اور نہ ہی کوئی رکاوٹ پیدا کی ہے؟

اس کے ذہن میں جو سوالات پیدا ہو رہے تھے۔ اس کے دو جواب ہی سمجھ میں آ رہے تھے۔ ایک تو یہ کہ شاید وہ گہری نیند میں سو رہی ہے یا پھر کسی وجہ سے اس کا دماغ کمزور ہو گیا ہے۔

یہ خیال بڑا ہی خوش کن اور حوصلہ افزا تھا۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی چھلانگ لگائی' نومی کے اندر پہنچا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ آنکھ کھلتے ہی اس نے سانس روک لی۔ فرہادٹو کی خوش فہمی بھی ختم ہو گئی۔ وہ بستر پر بیٹھی گہری گہری سانس لے رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ ابھی کون آیا تھا؟

اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا۔ صبح کے پانچ بجنے والے تھے۔ جب کہ اس نے اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ چھ بجے تک سوتی رہے گی لیکن کسی مداخلت نے اسے جگا دیا تھا۔ اسے شبہ تھا کہ آنے والا میرا خیال خوانی کرنے والا ہو سکتا ہے اور فرہادٹو بھی ہو سکتا تھا۔ اس نے سب سے پہلے عدنان کی خبر لی۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچی تو اس کے دماغ میں کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ وہ اس کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ اپنی جگہ محفوظ ہے یا نہیں؟

وہ عدنان کے دماغ سے نکل کر مونا کے اندر پہنچی تو وہ گہری نیند میں تھی۔ جاگنے کے بعد آنکھ کھولتی تو اس کے ذریعے ہی وہ عدنان کو دیکھ سکتی تھی۔ نومی نے اسے جگا دیا۔ وہ آنکھیں کھول کر چھت کو تکنے لگی پھر اس نے نومی کی مرضی کے مطابق سر گھما کر اپنے پہلو میں دیکھا تو بستر خالی تھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر اس کا شوہر بدرالدین سو رہا تھا۔

نومی فوراً ہی سمجھ گئی کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ اس نے عدنان کو ان میاں بیوی کے درمیان سلایا تھا اور اب وہ وہاں نہیں تھا۔ اس نے فوراً ہی مونا کو بستر سے اٹھنے پر مجبور کیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی واش روم کے پاس آئی پھر اس کا دروازہ کھول کر اندر دیکھنے لگی۔ عدنان وہاں بھی نہیں تھا۔ اس نے

دوڑتے ہوئے آکر کمرے کے دروازے کو دیکھا' وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ کوئی آیا تھا اور عدنان کو وہاں سے لے گیا تھا یا وہ بچہ خود ہی وہاں سے چلا گیا تھا۔

اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ ''عدنان خود سے نہیں گیا ہے۔ اس کا دادا اسے وہاں سے لے گیا ہے۔''

وہ مونا کو دوڑاتی ہوئی نیچے استقبالیہ کاؤنٹر پر آئی۔ مونا نے کاؤنٹر مین سے پوچھا۔ ''کیا یہاں سے ایک پانچ یا چھ برس کا بچہ کسی کے ساتھ گیا ہے؟''

کاؤنٹر مین نے کہا۔ ''میں نے کسی بھی بچے کو تنہا کہیں جاتے نہیں دیکھا ہے۔ دو گھنٹے پہلے جب میں ڈیوٹی پر آیا تھا تو میڈم شلپا ایک بچے کے ساتھ یہاں سے باہر جارہی تھیں۔''

نومی کی مرضی کے مطابق مونا نے پوچھا۔ ''یہ میڈم شلپا کون ہیں؟ کہاں سے آئی ہیں؟ کہاں گئی ہیں؟ فوراً مجھے بتاؤ۔''

کاؤنٹر مین رجسٹر چیک کرتے ہوئے بولا۔ ''وہ ڈھاکا سے آئی تھیں۔ کل ان کی واپسی تھی لیکن ابھی چیک آؤٹ کرانے کے بعد جاچکی ہیں۔''

نومی مونا کے ذریعے دوسرے لوگوں کو آلۂ کار بنا کر عدنان کو تلاش کرنے لگی۔ ایک پولیس آفیسر کے اندر پہنچی تو اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ آج رات ایک بجے کے بعد دماغی طور پر کچھ اپ سیٹ ہوگیا تھا۔ اپنی مرضی کے خلاف رات کی نیند اور آرام چھوڑ کر اس ہوٹل میں گیا تھا اور کئی گھنٹوں تک وہاں بیٹھا رہا تھا۔ جب شلپا نامی ایک عورت ایک بچے کے ساتھ اس ہوٹل سے باہر چلی گئی تو تھوڑی دیر کے بعد وہ خود بھی اپنے گھر واپس آکر آرام سے سوگیا تھا۔

نومی نے اس آفیسر کو گھر سے باہر دوڑایا۔ اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ اسے ہر حال میں شلپا اور اس بچے کو تلاش کرنا ہے۔

وہ آفیسر پریشان تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ وہ ڈیوٹی کے دوران بھی سونے کا عادی تھا۔ جبکہ سونے کے وقت نومی اس سے کام لے رہی تھی۔

وہ جیپ میں بیٹھ کر پہلے لانچ اور اسٹیمر گھاٹ پر آیا۔ وہاں معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ پچھلے تین گھنٹوں میں کوئی اسٹیمر نہیں گزرا ہے۔ ایک لانچ ہی وہاں سے گئی ہے لیکن اس میں کوئی مسافر عورت ایک بچے کے ساتھ نہیں تھی۔

اس نے بس اسٹینڈ پر معلوم کیا۔ وہاں بھی کچھ پتا نہ چل سکا پھر وہ ڈھاکا کی سمت اور پھر چانگام کی طرف جانے والے راستوں پر آگیا۔ وہاں کی پولیس چوکی پر معلوم کیا۔ آخر یہ پتا چلا کہ شلپا عدنان کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور ایک شخص اس گاڑی کو ڈرائیو کرتا ہوا چانگام کی طرف گیا ہے۔

اس حد تک معلومات حاصل ہوگئیں کہ وہ عورت عدنان کو چانگام کی طرف لے جارہی ہے۔ چوکی کے پاس ایک نوجوان ٹیکسی ڈرائیور کھڑا ہوا تھا۔ نومی نے اس کے دماغ میں جگہ بنائی پھر اسے چانگام کی طرف جانے پر مجبور کیا۔ وہ ٹیکسی ڈرائیو کرتا ہوا تیز رفتاری سے اس طرف جانے لگا اور پریشان ہوکر سوچنے لگا کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف ادھر کیوں جارہا ہے؟

نومی نے اس کے دماغ میں کہا۔ ''میں نے تمہیں جارہی ہوں۔''

اس نے گھبرا کر ٹیکسی روک دی۔ نومی نے کہا۔ ''گاڑی کو آگے بڑھاؤ۔ کہیں رکنا چاہو گے تو میں رکنے نہیں دوں گی۔''

وہ اس کے دماغ پر حاوی ہوگئی۔ وہ بے اختیار گاڑی اسٹارٹ کرکے بڑی تیز رفتاری سے آگے جانے لگا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ البتہ بدروحوں کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔ اس وقت خوف زدہ تھا کہ شاید کوئی بدروح اس کے اوپر حاوی ہوگئی ہے اور وہ اس کی مرضی کے مطابق کہیں چلا جارہا ہے۔

نومی نے کہا۔ ''میں کوئی بدروح نہیں ہوں۔ میں نے تمہارے اندر رہ کر معلوم کیا ہے' تم ایک نوجوان لڑکی کو چاہتے ہو۔ اس سے شادی کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنا چاہتے ہو۔ میں تمہیں لاکھوں روپے دوں گی۔ بس تم چانگام کی طرف بڑھتے رہو۔ راستے میں جو بھی شہر آئے وہاں معلوم کرو کہ کیا کسی نے شلپا نامی عورت کو ایک بچے کے ساتھ دیکھا ہے؟''

وہ خوفزدہ تھا۔ اس نے کہا۔ ''تم جو کہو گی' میں وہی کروں گا۔ مجھے جان سے نہ مارنا۔ میں نے کبھی ایک لاکھ روپے ایک ساتھ نہیں دیکھے اور تم لاکھوں روپے دینے کی بات کررہی ہو اگر یہ سچ ہے تو میں تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔''

وہ بے چارہ تیز رفتاری سے ٹیکسی ڈرائیو کرتا رہا۔ صبح سات بجے ایک چھوٹے سے ٹاؤن میں پہنچ کر نومی سے بولا۔ ''یہاں میرا ایک مہاجن رہتا ہے۔ یہ ٹیکسی بھی اسی کی ہے۔ میں اس سے پوچھتا ہوں۔ شاید اس نے اس عورت اور بچے کو دیکھا ہو۔''

وہ مہاجن کے پاس آگیا۔ وہ اسے دیکھ کر کہا۔ ''اچھا ہوا

کتابیات پبلی کیشنز

تم آگیے۔ میں آج تم سے ملنے والا تھا۔ میری امانت تمہارے پاس رکھی تھی کہ تم میرے حصے کی رقم برابر ادا نہیں کررہے ہو۔''

وہ اس ڈرائیور کو باتیں سنا رہا تھا۔ نومی اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ پتا چلا کہ تقریباً دو گھنٹے پہلے یہاں ایک گاڑی آئی تھی۔ اس میں ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ آئی تھی۔ وہ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور لانچ گھاٹ کی طرف گئی تھی۔

ڈرائیور نے نومی کی مرضی کے مطابق مہاجن سے کہا کہ وہ ابھی واپس آکر اس کی تمام رقم ادا کرے گا۔ وہ ٹیکسی ڈرائیو کرتا ہوا۔ لانچ گھاٹ پر آیا۔ لانچوں کی آمد و رفت کا حساب رکھنے والے ایک عہدے دار کے پاس آکر بولا۔ ''کیا یہاں سے ایک ڈیڑھ گھنٹا پہلے کوئی عورت پانچ چھ برس کے بچے کے ساتھ کہیں گئی ہے؟''

اس نے کہا۔ ''کتنے ہی مرد اور عورتیں اپنے بچوں کے ساتھ یہاں سے جاتے رہتے ہیں۔ میں اب ان کا کھاتا کھول کر کیا دیکھوں کہ کون ماں اپنے بچے کے ساتھ یہاں سے گئی ہے؟''

نومی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ فوراً اس رجسٹر کھول کر جانے والے مسافروں کے نام چیک کرنے لگا۔ اس رات جانے والے مسافروں کی فہرست میں صرف ایک عورت ہی ایسی تھی جو پانچ یا چھ برس کے بچے کے ساتھ ایک لانچ میں بیٹھ کر چانگام کی طرف گئی تھی۔ اس نے اپنا نام شلپا کے بجائے سلطانہ لکھوایا تھا۔

اس رجسٹر چیک کرنے والے کے خیالات نے بتایا کہ لانچ کے اسٹیوارڈ کے پاس موبائل فون ہوتا ہے اگر لانچ دریا کی گہرائی سے گزرتی ہوئی کہیں پھنس جائے یا کوئی دوسری آفت آجائے تو موبائل فون کے ذریعے وہ گھاٹ والوں سے رابطہ کرتا ہے۔

نومی نے اس رجسٹر چیک کرنے والے کو فون کے ذریعے اس سے رابطہ کرنے پر مجبور کیا پھر رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک اسٹیوارڈ کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو' محمد برکت اللہ بول رہا ہوں۔''

وہ اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس نے اس کی مرضی کے مطابق فون بند کردیا پھر وہاں سے چلتا ہوا مسافروں کے درمیان سے گزرنے لگا۔ نومی اس کے ذریعے ایک عورت اور اس کے بچے کو تلاش کررہی تھی پھر وہ ایک جگہ رک گیا۔ ایک جوان عورت اپنے بچے کے ساتھ برتھ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بچہ اس کے سینے پر سر رکھ کر سو رہا تھا۔ اسٹیوارڈ نے نومی کی مرضی کے مطابق اس عورت کو مخاطب کیا۔ ''دیدی! آپ بیٹے بیٹے سو رہی ہیں۔ کیا میں آپ کے لیے کوئی برتھ خالی کروادوں؟''

اس نے انکار میں کہا۔ ''نہیں' میں یہاں ٹھیک ہوں۔ بس میرا بچہ آرام سے سوتا رہے۔''

نومی اس کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچی تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ اس کی اس حرکت سے یقین ہوگیا کہ اس عورت کو ہی تابعدار بنایا گیا ہے اور عدنان کو اس کے ذریعے چانگام پہنچایا جارہا ہے۔

اسٹیوارڈ نے کہا۔ ''میرا خیال ہے' آپ نے صبح کا ناشتا نہیں کیا۔ میں نے آپ کو اپنی بہن کہا ہے۔ کیا میرے ساتھ کیفے چل کر ناشتا کریں گی؟''

شلپا کو بھوک لگی تھی۔ چائے کی طلب ہورہی تھی۔ فرہاد ٹو اس کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا۔ اس وقت بھی موجود تھا اور وہ چاہتا تھا کہ وہ بھوکی نہ رہے، اسے کچھ کھانا پینا چاہیے۔

وہ فرہاد ٹو کی مرضی کے مطابق عدنان کے سرہانے ایک شال رکھ کر آہستہ سے اٹھ کر اس کے ساتھ جانے لگی۔ نومی چند منٹ پہلے شلپا کے اندر گئی تو اسے جگہ نہیں ملی تھی۔ اب فرہاد ٹو اس کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ ایسے میں ہی نومی شلپا کے اندر جاتی تو اس کے خیالات پڑھنے کا موقع مل جاتا اور بہت کچھ معلوم ہوجاتا لیکن اس نے ایک ہی بار یہ سمجھ لیا تھا کہ اس کا دماغ لاک ہے اور جب تک اس کے دماغ کے دروازے کو کھولا نہیں جائے گا۔ اس وقت تک اسے اس کے خیالات پڑھنے اور عدنان تک پہنچنے کا موقع نہیں ملے گا۔

وہ ایک کیبن کے اندر آگئی۔ کچھ دیر پہلے ہی فرہاد ٹو نے اسٹیوارڈ کے خیالات بھی پڑھے تھے اور مطمئن ہوگیا تھا۔ لہٰذا اب اس نے اس کے خیالات پڑھنا ضروری نہیں سمجھے۔ اسے بھروسا تھا اور یہی بھروسا اسے مہنگا پڑ گیا۔

ایک لمحے میں کیا سے کیا ہوجاتا ہے؟ کیبن میں پہنچتے ہی اسٹیوارڈ نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر اچانک ہی شلپا کی گردن دبوچ لی۔ فرہاد ٹو نے چونک کر اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ ادھر گردن دبوچنے کے باعث شلپا کی سانسیں رک رہی تھیں۔ نومی نے اس کے اندر پہنچتے ہی ہلکا سا زلزلہ پیدا کردیا۔

یہی حرکت فرہاد ٹو نے بھی کی۔ شلپا کو بچانے کے لیے اسٹیوارڈ کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ ادھر یہ چیخ مار کر کیبن کے فرش پر گری' اُدھر وہ گر کر تڑپنے لگا۔ دونوں کے دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہے تھے۔ فرہاد ٹو فوراً ہی اسٹیوارڈ کے

کتابیات پبلی کیشنز

خیالات پڑھ کر معلوم کرنے لگا کہ اس کے دماغ پر کس نے قبضہ جمایا تھا؟ معلوم ہوا' وہ بے چارہ انجان ہے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی پہلے محسوس کر رہا تھا اور نہ ہی اب کر رہا ہے۔

دوسری طرف نومی بڑی تیزی سے شلپا کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ بھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے نام سے انجان تھی۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ اچانک ہی ایک ماں بن گئی ہے اور ایک پانچ یا چھ برس کے بچے کو بھرپور ممتا دیتی ہوئی اس کے ساتھ یہاں تک چلی آئی ہے۔

نومی اور فرہاد ٹو دونوں ہی چپ تھے۔ وہ بڑی خاموشی سے حقیقت جاننا چاہتے تھے۔ نومی کو یقین ہو گیا تھا کہ عدنان ہی شلپا کے ساتھ جا رہا ہے۔ وہ چپ چاپ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اسے کس نے تابعدار بنایا ہے اور اسے عدنان کے ساتھ چانگام کی طرف لے جا رہا ہے؟

فرہاد ٹو کا خیال تھا کہ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے شلپا کے اندر پہنچ گئے ہیں اور تھوڑی دیر میں اس کے اندر کچھ بولنے والے ہیں لیکن اسے کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی پھر خیال آیا کہ وہ صبح پانچ بجے نومی کے دماغ میں گیا تھا۔ وہ ایک دم سے چونک کر اٹھ بیٹھی تھی۔ شاید اس کے بعد ہی وہ معلومات حاصل کرتی ہوئی شلپا تک پہنچ گئی ہے۔

فرہاد ٹو بری طرح الجھا ہوا تھا ایک ذہن یہ کہتا تھا کہ نومی اتنی تیز طرار نہیں ہو سکتی کہ صرف تین گھنٹے کے اندر عدنان تک پہنچ جائے۔ اسے مجھ پر ہی شبہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ہم کتنے تیز طرار ہیں۔ اچانک ہی وہ کام کر گزرتے ہیں جس کی کوئی توقع نہیں کر سکتا۔

نومی بھی یہی سوچ رہی تھی کہ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے شلپا کے ذریعے عدنان کو لے جا رہے تھے۔ اب کسی حد تک ناکامی کا سامنا دیکھتے ہوئے چپ ہو گئے ہیں اور خاموشی سے شلپا کے اندر رہ کر معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اس عورت کے اندر کس نے زلزلہ پیدا کیا ہے؟

پچھلی رات نومی بڑے فاتحانہ انداز میں فون کے ذریعے مجھ سے مطالبات منوا رہی تھی۔ دھوئی کر رہی تھی کہ اب عدنان اس کے شکنجے میں ہے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے کے بعد مجھ سے رابطہ کرے گی پھر جمائلہ کی رہائی کے سلسلے میں میرا فیصلہ سنے گی۔

وہ تھوڑی دیر سوچتی رہی پھر یہ فیصلہ کیا کہ مجھ سے فون کے ذریعے رابطہ کرنا چاہیے۔ گول مول باتیں بنا کر معلوم کرنا چاہیے کہ وہ پوتا اپنے دادا تک پہنچ چکا ہے یا نہیں.....

اسی وقت فون کے ذریعے رابطہ صاحب کے ٹیلی فون آپریٹر کے ذریعے کہا گیا کہ مسٹر تیمور اس وقت سو رہے ہیں۔

یہ سن کر نومی نے یہی رائے قائم کی کہ دادا واقعی پوتے تک پہنچ گیا ہے۔ اسی لیے بڑے اطمینان سے سو رہا ہے۔

وہ پھر شلپا کے اندر آ کر سوچنے لگی۔ اسے اچھی طرح شکست نہیں ہوئی تھی۔ وہ آگے چل کر بازی جیت سکتی تھی۔ کیونکہ اب عدنان اس کی نظروں میں آ گیا تھا۔ دریا میں کوئی اسے اغوا کر کے نہیں لے جا سکتا تھا۔ وہ بھی اس پر نظر رکھ سکتی تھی۔

فرہاد ٹو کو بھی مکمل شکست نہیں ہوئی تھی۔ وہ بھی آگے کر بازی جیت سکتا تھا۔ کیونکہ عدنان اس کی بھی نظروں میں تھا۔ بس یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کون اچانک پہنچ کر عدنان اس سے چھین رہا ہے؟

میرا پوتا پتا نہیں کس گھڑی میں پیدا ہوا تھا۔ جب سے چلنے پھرنے کے قابل ہوا تھا۔ تب سے ہمیں اپنے دوڑا رہا تھا۔ فی الوقت میری معلومات کے مطابق دونوں شکنجے میں تھا۔ کیونکہ وہ یہی دعویٰ کر کے گئی تھی اور بعد سے رابطہ کرنے والی تھی۔

ادھر نومی جیتی ہوئی بازی ہار چکی تھی۔ عدنان چونکہ کے لیے اس کی گرفت سے نکل گیا تھا۔ وہ بڑی تیزی اپنے آئی کاروں کے ذریعے پھر سے اس تک پہنچ گئی اب اس تجسس میں مبتلا تھی کہ اسے اغوا کرنے والا کون وہ جو کوئی بھی ہے' شلپا کے اندر خاموش کیوں ہے؟ کیوں نہیں کر رہا ہے؟

فرہاد ٹو طویل خاموشی سے بیزار ہو گیا تھا۔ کچھ تھا۔ شلپا کے اندر زلزلہ پیدا کرنے والی یا والے کو چاہتا تھا پھر اس نے کچھ سوچ کر پہلے نومی کو فون پر "ہیلو' میں فرہاد ٹو بول رہا ہوں۔ میرے آئی کار میں چلی آؤ۔"

وہ اس کے آئی کار کے اندر پہنچ کر بولی۔ "مصروف ہوں۔ جو کہنا ہے' چند الفاظ میں کہو۔ میں جاؤں گی۔"

وہ بولا۔ "ایسی بھی کیا جلدی ہے؟ عدنان کو نے بہت بڑی بازی جیت لی ہے۔ کیا اس کوئی پریشانی ہے؟"

کتابیات پبلی کیشنز

"بھلا مجھے کیا پریشانی ہو گی؟ وہ اب بھی میرے شکنجے م ہے۔ میں جب چاہوں گی فرہاد سے اپنے مطالبات منوا لوں گی۔"

فرہاد ٹو نے پوچھا۔ "کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ عدنان تمہارے شکنجے میں ہے؟"

وہ اس سوال پر چونک گئی پھر بولی۔ "تم آخر کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"وہی کہہ رہا ہوں جو تم چھپا رہی ہو۔ فی الوقت عدنان تمہارے زیر اثر نہیں ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ میرے زیر اثر نہیں ہے؟"

"تم میرے سوال کا جواب دو۔ اس عورت کے اندر کیسے پہنچ گئیں جو عدنان کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہے؟"

"تم کس عورت کی بات کر رہے ہو؟"

"اسی کی بات کر رہا ہوں۔ جس کے اندر تم ابھی موجود ہو اور خاموش رہ کر یہ معلوم کرنا چاہتی ہو کہ تمہاری جیت کو کس نے ہار میں بدلنے کی کوشش کی تھی؟ اس وقت بھی وہ تمہارے لیے مسئلہ بنا ہوا ہے۔"

وہ چپ رہی۔ اس کا دماغ اسے تیزی سمجھا رہا تھا کہ شلپا میرے یا میرے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے زیر اثر نہیں گی۔ وہ فرہاد ٹو کی تابعدار تھی۔

فرہاد ٹو نے کہا۔ "بس اتنی ساری باتوں کے بعد مجھے اطمینان ہو گیا ہے کہ فرہاد علی تیمور ابھی تک اپنے پوتے کے پاس پہنچ نہیں پایا ہے۔ یہ تم ہی ہو جس نے اس لانچ میں شلپا کے اندر زلزلہ پیدا کیا ہے۔"

نومی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "تو اب میں بھ خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ فرہاد علی اپنے پوتے تک پہنچ نہیں پایا ہے۔ یہ تم ہی تھی جس نے شلپا کو اپنی آئی کار بنا کر عدنان کو مجھ سے چھین لیا تھا۔"

فرہاد ٹو نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "یہ بھی خوب رہی۔ ہم دونوں آپس میں لڑ رہے ہیں اور اس اندیشے میں مبتلا ہیں کہ فرہاد علی تیمور بازی لے گیا ہے۔ جب کہ بازی میرے ہاتھ میں ہے۔"

نومی نے کہا۔ "صرف تمہارے ہاتھ میں ہی نہیں..... یہ چابی ہے میرے ہاتھ میں بھی ہے۔ تم عدنان کو چھین کر لے جانا بھی چاہو گے تو میں دیوار بن جاؤں گی اور یہ بھی جانتی ہوں کہ تم میری راہ کی دیوار بن سکتے ہو۔"

"بے شک' یہ بات جلد ہی ہم دونوں کی سمجھ میں آ جائے تو اچھا ہو گا۔ قسمت ہم پر مہربان ہے۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے عدنان تک پہنچ میں پا رہے ہیں اگر ہم نے متحد ہو کر اس بچے کو اپنا مہرہ نہ بنایا تو ہم میں سے کوئی فرہاد علی تیمور کی اس کمزوری سے کبھی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔"

وہ بولی۔ "مجھے فرہاد سے اپنا ایک ضروری مطالبہ منوانا ہے اور اس کے لیے تم سے اتحاد پر راضی ہونا ہی پڑے گا۔"

"میرے بھی دو مقاصد ہیں۔ ایک تو یہ کہ جمائلہ کی رہائی کے لیے فرہاد کو مجبور کروں گا اور یہ اعلان کروں گا کہ میں نے پھر ایک بار اسے شکست دے دی ہے۔ اسے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ میں اس سے برتر ہوں۔"

"ٹھیک ہے' ہم اپنے اپنے مطالبات منوائیں گے۔ اب شلپا پر پھر سے تنویمی عمل کیا جائے۔ تم عمل کرو گے تو میں اس کے اندر موجود رہوں گی۔ جس آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کرو گے۔ اسے میں بھی اپنے ذہن میں محفوظ رکھوں گی۔ اس طرح ہم دونوں ہی اس لب و لہجے کے ذریعے شلپا کے اندر آتے جاتے رہیں گے۔ اس بار عدنان کو یہاں سے کہیں بہت دور لے جائیں گے۔"

ان کے ارادے ایک تھے۔ ان کی منزل بھی ایک تھی۔ اس لیے وہ عارضی طور پر میرے خلاف متحد ہو گئے تھے۔

☆☆☆

میں گہری نیند سو رہا تھا۔ آخر کو انسان ہوں۔ تھک جاتا ہوں۔ میرے لیے بھی نیند کا پورا ہونا ضروری ہے۔ میرا جان سے عزیز پوتا ایک دشمن عورت کے شکنجے میں تھا۔ فکر و پریشانی کی وجہ سے نیند نہیں آنی چاہیے تھی مگر کیا کیا جائے' نیند تو کانٹوں کے بستر پر بھی آ جاتی ہے۔

ویسے مجھے یقین تھا کہ میرے پوتے پر ایک ذرا آنچ نہیں آئے گی۔ وہ جہاں بھی رہے گا' محفوظ رہے گا۔ میں نے نومی کو اپنی گرفت میں لینے کے بعد اسے زندہ چھوڑ دیا تھا۔ جبکہ وہ ہماری بدترین دشمن تھی۔ اس احسان کے بدلے ہی نومی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ عدنان کو ایک ذرا نقصان نہیں پہنچائے گی اور مجھے یقین تھا کہ وہ اپنے وعدے پر قائم رہے گی۔ یہ جانتی ہے کہ کبھی کسی کی جیت ہوتی ہے اور کبھی کسی کی ہار۔ کبھی کوئی اوپر ہوتا ہے اور کبھی کوئی نیچے ہوتا ہے اور جب وہ نیچے آئے گی۔ ہماری گرفت میں آئے گی تو عدنان کو نقصان نہ پہنچانے کے عوض ہم سے پھر ایک نئی زندگی حاصل کر سکے گی۔

میں نے آنکھ کھلتے ہی سب سے پہلے اپنے پوتے کی خبر لی۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچنا چاہا تو پھر مایوسی ہوئی۔ ایسی بات نہیں تھی کہ اس کے دماغ میں ہر وقت خیالات گڈمڈ ہوتے رہتے تھے۔ ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا تھا لیکن

اتفاقاً میں ایسے وقت ہی پہنچا کرتا تھا۔ جب وہ کسی ایک خیال پر مرکوز نہیں ہوتا تھا۔ اس کا دماغ مجموعہ بنا رہتا تھا اور مجھے مایوسی ہوتی تھی۔

تاشا بہت ضدی تھی۔ وہ کسی بھی حال میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ بار بار مایوسی ہوتی تھی اور وہ بار بار اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔ ایک بار اس کے خیالات پڑھنے کا موقع ملا تو اس نے کہا۔ ''عدنان یہ کیا کر رہے ہو؟ کیا اپنی تاشا کو بھی دوست اور راز دار نہیں بناؤ گے؟ اپنے دماغ میں خیالات کو کیوں گڈمڈ کر لیتے ہو؟''

عدنان نے کہا۔ ''میں اپنی مرضی سے ایسا نہیں کرتا ہوں۔ ہاں، کبھی کبھی جب میری ممی کہتی ہیں کہ مجھے کسی کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دینا چاہیے تب میں جان بوجھ کر ایسا کرتا ہوں۔''

''میرے ساتھ تو ایسا نہ کیا کرو۔ کیا ہم پکے دوست نہیں ہیں؟ کیا میں تمہارے برے وقت میں کام نہیں آتی ہوں؟''

''تم بہت اچھی ہو۔ مجھے بہت اچھی لگتی ہو مگر میں ممی کو دکھ پہنچانا نہیں چاہتا۔ پتا نہیں، وہ اب سے کچھ دن کے بعد زندہ رہیں گی یا نہیں؟ اس لیے میں ان کا دل دکھانا نہیں چاہتا۔''

''ٹھیک ہے، ان کا دل نہ دکھاؤ۔ یہ تو بتاؤ، اس وقت کہاں ہو...؟''

''یہ تو میں بھی نہیں جانتا، یہ کون سی جگہ ہے؟''

''اپنی ممی سے پوچھو، تم کس ملک کے کس علاقے میں ہو؟''

''میں ان سے نہیں پوچھوں گا۔ وہ بھی مجھے نہیں بتائیں گی۔ وہ کہتی ہیں کہ ابھی سب سے یہ بات چھپائی جائے۔ کیونکہ دشمن مجھے اپنی ممی سے الگ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔''

ایسے وقت عدنان کار کی پچھلی سیٹ پر شلپا کے زانوں پر سر رکھے لیٹا ہوا تھا۔ شلپا نے پوچھا۔ ''بیٹے! تم سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''ممی! میں جاگ رہا ہوں۔ تاشا سے بات کر رہا ہوں۔''

''میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ ابھی کسی سے بات نہیں کرو گے۔''

''ممی! آپ جانتی ہیں، یہ میری بہت اچھی دوست ہے۔''

''بیٹے! تم نہیں جانتے، دشمن اتنے چالاک ہیں کہ دوست کے ذریعے بھی ہم تک پہنچ جائیں گے اور ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیں گے۔ کیا تم ایسا چاہتے ہو؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں، میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔''

''تو پھر اسے اپنے دماغ سے بھگا دو۔''

تاشا ان کی باتیں سن رہی تھی جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے عدنان کے دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ ہو گئے۔ وہ پریشان ہو کر اسے آواز دینے لگی، لیکن وہ مختلف خیالات کے ہجوم میں اس کی آواز نہیں سن رہا تھا۔

تاشا پریشان ہوتی رہی۔ ایک آدھ گھنٹے کے وقفے سے بار بار اس کے اندر جاتی رہی۔ کئی گھنٹے گزرتے جا رہے تھے۔ نومی، عدنان اور شلپا کو تلاش کرتی ہوئی اس لانچ تک پہنچ گئی تھی جو چاٹگام کی طرف جا رہی تھی۔ وہاں جو کچھ ہوا اس کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔ نومی اور فرہاد ٹو شلپا کے دماغ میں آ کر متحد ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس پر مشترکہ عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ اس کیبن میں جو کچھ ہوا تھا۔ وہ سب کچھ اسٹیوارڈ اور شلپا کے دماغوں سے مٹا دیا گیا تھا۔

شلپا ایک کیبن میں تنویمی نیند سو رہی تھی۔ آدھے گھنٹے کے بعد بیدار ہونے والی تھی۔ ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد تاشا عدنان کے اندر پہنچی تو اس کے خیالات پڑھنے کا موقع مل گیا۔ اس کے اندر اب خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے تھے۔ اس بار تاشا نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ خاموشی سے یہ معلوم کرنے لگی کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟

تھوڑی دیر پہلے وہ سو رہا تھا۔ اب اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اپنی ماں کو تلاش کر رہا تھا۔ شلپا اسے کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ تاشا کو یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی لانچ میں ہے اور دریائی سفر کر رہا ہے۔

وہ چپ چاپ اس کے اندر تھی۔ اس نے قریب بیٹھے ہوئے ایک مسافر سے پوچھا۔ ''تم نے میری ممی کو دیکھا ہے؟''

عدنان انگریزی اور ٹوٹی پھوٹی اردو یا ہندی بول لیتا تھا۔ اس نے انگریزی میں پوچھا تو اس مسافر نے کچھ نہیں سمجھا پھر اس نے اردو زبان میں پوچھا۔ وہ بنگالی اچھی طرح اردو بھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے انکار میں سر ہلا دیا۔

عدنان وہاں سے چلتا ہوا فرسٹ کلاس کیبنوں کی طرف آیا وہاں ایک انگریز مسافر تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا آپ نے میری مدر کو دیکھا ہے؟''

وہ بولا۔ ''نو مائی چائلڈ! تمہاری مدر کہاں ہیں؟ چلو میں تمہارے ساتھ ڈھونڈتا ہوں۔''

تاشا نور اہی اس انگریز کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے ذہن سے پتا چلا کہ وہ بنگلا دیش میں ہے اور اس وقت ایک لانچ کے عرشے کی طرف جا رہی ہے۔ اس انگریز نے اسٹیوارڈ کے پاس جا کر کہا۔ ''یہ بچہ اپنی ماں کو تلاش کر رہا ہے۔ کیا تم اس کی مدد کرو گے؟''

اس نے کہا۔ ''ہاں، جانتا ہوں۔ وہ میرے کیبن میں رہ رہی تھی۔ اب بیدار ہونے کے بعد نہا شتا کر رہی ہے۔''

اسٹیوارڈ عدنان کو لے کر شلپا کے پاس آیا۔ شلپا نے اسے دیکھتے ہی دونوں بازو پھیلا دیے۔ وہ آگے بڑھ کر ماں سے لپٹ گیا پھر بولا۔ ''آپ مجھے چھوڑ کر یہاں کیوں آئی تھیں؟''

''بیٹے! وہاں سونے کی جگہ نہیں تھی۔ اس لیے یہاں ریزرویشن پوری کرنی تھی۔ اب نہا شتا کر چکی ہوں۔ ہم اس لانچ میں سفر نہیں کریں گے۔ یہ آگے ایک گھاٹ پر رکنے والی ہے۔ وہاں سے ہم گاڑی میں کسی دوسری طرف جائیں گے۔''

تاشا نے شلپا کے اندر جانے کی حماقت نہیں کی۔ وہ جانتی تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہوگا اور وہاں دوسرے آلۂ کار کے ذریعے اس کی اور عدنان کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔

وہ بالکل درست سمجھ رہی تھی۔ نومی اور فرہاد ٹو نے شلپا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے اسی کیبن میں آدھے گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سلا دیا تھا پھر وہاں کے اسٹیوارڈ اور دوسرے مسافروں کو آلۂ کار بنا لیا تھا۔ اسٹیوارڈ کے ذریعے لانچ گھاٹ کے اسٹیشن منیجر سے فون پر رابطہ کیا تھا پھر اطلاع دلوا کر اس کے اندر پہنچ گئے تھے۔

اسٹیشن منیجر کے خیالات نے بتایا کہ اس گھاٹ سے ٹیکسی مل سکتی ہے اور وہ خشکی کے راستے ایک گھنٹے کے اندر چاٹگام پہنچ سکتے ہیں۔

تاشا نے سوچا، دشمنوں نے اسٹیوارڈ کو آلۂ کار بنایا ہوگا لیکن اس کے دماغ کو لاک نہیں کیا ہوگا۔ اس کے اندر پہنچ کر کچھ معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔

کچھ دیر تک اپنے اس ارادے پر غور کرتی رہی پھر اسٹیوارڈ کے ذریعے اس کے اندر پہنچی تو جگہ مل گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ اس نے گھاٹ کے اسٹیشن منیجر کے فون پر رابطہ کیا تھا۔ رابطہ ہونے پر اس اسٹیشن منیجر کی سیکرٹری نے اس کے فون بند کر دیا تھا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی کہ اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟ لیکن تاشا نے سمجھ لیا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے آلۂ کار بنا کر اسٹیشن منیجر سے رابطہ کیا تھا۔ یقیناً ٹیلی پیتھی جاننے والے اس منیجر سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہتے ہوں گے۔

بہرحال وہ لانچ اس وقت اسی گھاٹ کے نزدیک پہنچ گئی تھی۔ اسے لنگر انداز کرنے کے لیے سگنل مل رہے تھے اور اسٹیوارڈ فون کے ذریعے اسٹیشن منیجر سے بات کر رہا تھا۔ اس طرح تاشا کو بھی اس منیجر کے اندر جانے کا موقع مل گیا۔

اس میں شبہ نہیں تھا کہ وہ عدنان کو دل و جان سے چاہتی تھی اور بابا صاحب کے ادارے میں بخیریت واپس لے جانا چاہتی تھی۔ تنہائی میں اسے یاد کرتی تھی۔ اسے تصور میں دیکھتی تھی۔ وہ چھ برس کا ہونے والا تھا لیکن وہ اسے چشم تصور سے کبھی پندرہ برس کا اور کبھی بیس برس کا گبرو جوان بنتے دیکھتی تھی۔ وہ اپنے باپ دادا کی طرح قد آور اور چٹان جیسی جسامت کا نظر آتا تھا اور وہ اسے سر اٹھا کر دیکھتی تھی۔ ایسے وقت خود کو وہی پندرہ برس کی لڑکی سمجھتی تھی۔

اسے میری فیملی ممبر اور میری بہو بننے کی شدید آرزو تھی۔ اسی شدت نے اسے عدنان کا دیوانہ بنا دیا تھا۔ ایک محبوبہ اور ایک ہونے والی بیوی کی حیثیت سے دن رات اس کی فکر میں لگی رہتی تھی، اس کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔ بہرحال اس وقت وہ گھاٹ کے اسٹیشن منیجر کے خیالات پڑھ رہی تھی۔

یہ معلوم ہوا کہ اس گھاٹ سے صرف تین ٹیکسیاں اور دو بسیں چاٹگام شہر کی طرف جاتی تھیں۔ اسٹیشن منیجر نے ان میں سے ایک ٹیکسی ڈرائیور کو بلا کر کہا تھا کہ اس لانچ سے ایک ماں اپنے بچے کے ساتھ آ رہی ہے۔ وہ اپنی ٹیکسی ان کے لیے ریزرو رکھے۔

اس وقت لانچ آ کر گھاٹ سے لگ گئی تھی۔ دو چار مسافر اتر رہے تھے۔ ان میں شلپا اور عدنان بھی تھے۔ اسٹیشن منیجر نے آگے بڑھ کر کہا۔ ''میڈم! ہم نے آپ کے لیے ٹیکسی کا انتظام کیا ہے۔ آپ جہاں جانا چاہیں گی یہ ڈرائیور آپ کو لے جائے گا۔''

ڈرائیور نے شلپا سے کہا۔ ''دیدی! اپنا بیگ مجھے دیں اور ٹیکسی میں بیٹھ جائیں۔''

ڈرائیور کی آواز سنتے ہی تاشا اس کے اندر پہنچ گئی۔ نومی اور فرہاد ٹو بہت پہلے سے ہی اس کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ تاشا یہ سمجھ رہی تھی کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے اس ڈرائیور کے اندر بھی موجود رہیں گے۔ لہٰذا اسے چپ چاپ اس کے ذریعے عدنان کی نگرانی کرنی ہوگی۔

اور عدنان کا مسئلہ یہ تھا کہ اس کے دماغ میں پھر سے خیالات گڈمڈ ہو گئے تھے۔ وہ اس کے اندر مستقل نہیں رہ سکتی تھی۔ جیسے ہی جگہ ملتی تھی۔ وہ اس سے دو چار باتیں کر لیتی تھی۔ اب اس نے سوچ لیا تھا اس بار جگہ ملے گی تو وہ اس کے اندر خاموش رہے گی اور اس کے ذریعے دوسروں کی آواز سنے گی۔ پھر انہیں آلۂ کار بنا کر ان کے ذریعے عدنان کی نگرانی کرتی رہے گی۔

اس نے میرے پاس آ کر کہا۔ ''گرینڈ پا! میں تاشا ہوں۔ آپ کے لیے خوش خبری ہے۔''

میں بیدار ہونے کے بعد غسل سے فارغ ہو کر ناشتا کر رہا تھا۔ یہ بات سنتے ہی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا پھر بولا۔ ''میری بیٹی ہمیشہ عدنان سے لگی رہتی ہے۔ یقیناً اسی کے بارے میں خوشخبری سنائے گی؟''

''یس گرینڈ پا! میں نے معلوم کر لیا ہے' عدنان اس وقت بنگلا دیش میں ہے اور ابھی ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چاٹگام شہر کی طرف جانے والا ہے۔''

میں نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''کیا عدنان کے دماغ میں جگہ مل رہی ہے؟''

''نہیں' اس کے خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ میں تو اس ٹیکسی ڈرائیور کے اندر ہوں' جس کی پچھلی سیٹ پر شلپا نامی ایک عورت شیوانی بن کر عدنان کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہے۔''

''بیٹی! مجھے فوراً اس ڈرائیور کے اندر پہنچاؤ۔''

''آپ میرے اندر آ جائیں مگر یہ تو آپ سمجھتے ہی ہیں کہ شلپا کے اندر اور اس ڈرائیور کے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے۔ لہٰذا ہمیں خاموش رہنا ہوگا۔''

''ہاں میری جان! میں یہ سب باتیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ چلو..... اب مجھے وہاں پہنچاؤ۔''

میں تاشا کے ذریعے اس ڈرائیور کے اندر پہنچا گیا۔ وہ وِنڈ اسکرین کے پار دیکھ کر ڈرائیو کر رہا تھا۔ پیچھے سر گھما کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق عقب نما آئینے کا زاویہ ذرا سا بدل دیا۔ اس طرح پچھلی سیٹ پر مجھے عدنان دکھائی دینے لگا۔

میں مسلسل اس ڈرائیور کے ذریعے اپنے پوتے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ایک تو اسے سامنے دیکھ کر ڈرائیونگ کرنی تھی۔ دوسرا یہ کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے شبہ کر سکتے تھے کہ وہ ڈرائیور خوامخواہ عدنان کو عقب نما آئینے میں کیوں دیکھ رہا ہے؟

لہٰذا اس نے میری مرضی کے مطابق عقب نما آئینے کا زاویہ پھر بدل دیا۔ اس کے بعد وِنڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرنے لگا۔

نومی اور فرہاد ٹو اس کے اندر بہت ہی محتاط ہو کر خاموشی سے اس کے ذریعے عدنان کی نگرانی کر رہے تھے۔ اس بار میں نے بھی طے کر لیا تھا کہ اب اپنے پوتے سے نکلنے نہیں دوں گا لیکن مسلسل عدنان کے ساتھ رہنے کے لیے اس ڈرائیور کے علاوہ کسی اور آلۂ کار کی بھی ضرورت ہے۔ یہ بات تو سمجھ میں آنے والی تھی کہ چاٹگام پہنچنے تک وہیں رہ جائے گا اور دشمن عدنان اور شلپا کو لے کر کہیں چلے جائیں گے۔ اس کے بعد ہم معلوم نہیں کر سکیں گے کہ دونوں کہاں گئے ہیں؟

عقل اور تجربہ یہی سمجھا رہا تھا کہ مجھے ہر حال میں اس کے اندر پہنچنا ہوگا اور چاٹگام پہنچنے سے پہلے اسے آلۂ کار ہو گا۔ کیونکہ وہ عورت ہی دشمنوں کی آلۂ کار تھی۔ اگر دشمنوں سے چھین لیتا یا دماغی طور پر کمزور بنا دیتا تو دشمن والے میرے سامنے مجبور ہو جاتے۔

میں نے تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر اپنا ہوا ہو کر عالی' الپا' کبریا اور کرونا کو اپنے اندر بلا لیا۔ انہیں کی موجودہ پوزیشن سمجھائی پھر طریقہ کار بتایا کہ اس کے اندر پہنچتے ہی سب مل کر اس کے دماغ پر اس طرح جمائیں کہ دشمنوں کی خیال خوانی ہمارے آگے کمزور پڑ جائے اور وہ ڈرائیور کو اپنا آلۂ کار نہ بنا سکیں۔

کبریا نے پوچھا۔ ''کیا ہم اس کے اندر پہنچنے کے بعد اس پر قبضہ جمائیں یا پہلے اس کے خیالات پڑھیں؟''

میں نے کہا۔ ''خیالات پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ میں نے اس کے بارے میں مختصر سی باتیں تم سب کو بتا دی ہیں۔ ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا ہے۔ تم چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔ وہاں پہنچتے ہی اس کے ذہن کو جکڑ لو گے۔ اس کے بعد اگر گاڑی روکو گے پھر اس کے ذریعے شلپا پر حملہ کرو گے تو جیسے ہی ذہنی طور پر کمزور ہو گی۔ میں اس کے اندر آ کر اسے گا پھر دشمنوں سے نمٹ لوں گا۔''

ایسی ٹھوس پلاننگ کے بعد میں ان چاروں کو اس ڈرائیور کے اندر لے آیا۔ وہ بڑی تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ نومی اور فرہاد ٹو جلد سے جلد چاٹگام پہنچ کر اس سے دور ہو جانا چاہتے تھے۔ کوئی نہیں جانتا۔ ٹیلی پیتھی والے بھی نہیں جانتے کہ اگلے لمحے میں کیا ہونے والا ہے۔ نومی نے ڈرائیور کو گاڑی روکنے کے لیے نہیں کہا تھا۔ اس سے پہلے کے وہ کچھ سمجھتے ڈرائیور نے اپنی سیٹ سے اچھل کر پچھلی سیٹ کی طرف چھلانگ لگائی اور شلپا کی گردن دبوچ لی۔ اس بے چاری کے ساتھ ایسا پہلی بار ہو رہا تھا۔ اس سے پہلے لانچ میں اسٹیوارڈ نے نومی کی مرضی کے مطابق اس کی گردن دبوچ لی تھی اور نومی کو اس کے اندر پہنچنے کا موقع دیا تھا۔ اس بار ڈرائیور نے اس کی گردن دبوچ لی اور مجھے اس کے اندر پہنچا دیا۔

میں نے اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر تڑپنے لگی۔ عدنان چپ بیٹھنے والا نہیں تھا۔ وہ اچھل کر ڈرائیور پر آ گیا تھا۔ اپنے ننھے ہاتھوں کو اس کی گردن کے گرد لپیٹ کر دبوچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے شانوں سے کاٹ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''چھوڑ دے میری ممی کو... چھوڑ دے۔ تاشا! تم کہاں ہو؟ جلدی آؤ۔ میری ممی کو بچاؤ.....''

اس نے ایسے کاٹا تھا کہ ڈرائیور تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔ اس کا دماغ ہماری گرفت میں تھا۔ اس لیے وہ کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکا۔ عدنان کو نقصان نہ پہنچا سکا۔

تاشا کو آواز دیتے وقت عدنان کا دماغ نارمل ہو گیا تھا۔ اس کے خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے تھے۔ تاشا نے اس کے پاس پہنچتے ہی کہا۔ ''فکر نہ کرو عدنان! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ فوراً اگلی سیٹ پر چلے جاؤ۔ تمہاری ممی ابھی ٹھیک ہو جائیں گی۔''

ادھر نومی اور فرہاد ٹو نے سمجھ لیا کہ بازی ان کے ہاتھوں سے نکل رہی ہے۔ فرہاد ٹو نے غصے سے مجھے مخاطب کیا۔ ''فرہاد! میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں' شلپا کو کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔ فوراً اس کے دماغ سے چلے جاؤ ورنہ تمہارے پوتے کی شامت آ جائے گی۔ یہ ابھی میری دسترس میں ہے۔ میں اس پلے کو چینی کی طرح مسل دوں گا۔''

نومی نے اس سے کہا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ فرہاد کے خلاف جو کرنا چاہو کرو۔ میں تمہارا ساتھ دوں گی لیکن عدنان کو نقصان پہنچانے کی بات نہ کرو۔''

اس نے کہا۔ ''یہ تم کیا بکواس کر رہی ہو؟ کیا اب تمہارے اندر عدنان کے لیے ممتا پیدا ہو رہی ہے؟''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ فرہاد نے میری بدترین دشمنی کے باوجود مجھے ہلاک نہیں کیا تھا۔ یہ دوسری زندگی اسی کی دی ہوئی ہے۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ عدنان کو نقصان پہنچانے نہیں دوں گی۔''

''اری او گرگٹ کی اولاد! کتنی جلدی رنگ بدل رہی ہے؟ فرہاد کی حمایت کر رہی ہے تو پھر عدنان کو اغوا کیوں کیا تھا؟''

''اپنا ایک مطالبہ منوانے کے لیے کیا تھا اور اب بھی موقع ملے گا تو عدنان کو فرہاد سے دور لے جاؤں گی لیکن اس بچے کو کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔''

''تم نے مجھ سے اتحاد کیا تھا۔ کیا وہ اتحاد توڑ رہی ہو؟''

''نہیں' میں اب بھی تمہارے ساتھ ہوں اور عدنان کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ تم سے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہہ رہی ہوں' عدنان کو تو جانی نقصان پہنچنے دوں گی اور نہ ہی اس کے جسم پر ہلکی سی خراش آنے دوں گی۔''

ڈرائیور ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی گرفت میں تھا۔ وہ ہماری مرضی کے مطابق پھر ٹیکسی اسٹارٹ کر کے اسے آگے بڑھانے لگا۔ نومی اور فرہاد ٹو اپنے ایک آلۂ کار کے دماغ میں آ گئے تھے۔ وہاں وہ کہہ رہا تھا۔ ''ہمیں آپس میں جھگڑنا نہیں چاہیے۔ فوراً شلپا کے اندر پہنچ کر یہ سوچنا چاہیے کہ اسے کس طرح اپنے قابو میں رکھ سکتے ہیں اور عدنان کے دماغ کو بھی اپنی مٹھی میں لے سکتے ہیں؟''

نومی نے کہا۔ ''میں پہلے بھی تمہیں بتا چکی ہوں' اس بچے کا دماغ ایک عجوبہ ہے۔ اس پر عمل کا اثر نہیں ہوتا۔ میں نے ایک بار عمل کیا تھا۔ وہ صرف پندرہ یا بیس منٹ تک میرے زیرِ اثر رہا پھر میری گرفت سے نکل گیا تھا۔''

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ ''پتا نہیں اس ڈرائیور پر کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے قبضہ جما رکھا ہے؟ اس کے اندر ہماری سوچ کی لہریں کمزور پڑ رہی ہیں۔ ایک شلپا ہے' جس کے اندر رہ کر ہم عدنان کی نگرانی کر سکتے ہیں لیکن فرہاد ایسا کرنے نہیں دے گا۔ آگے چل کر شلپا کو بھی ہم سے چھین لے گا۔''

ٹیکسی ایک چھوٹے سے ٹاؤن سے گزر رہی تھی۔ ڈرائیور نے ہماری مرضی کے مطابق اسے ایک کلینک کے سامنے روک دیا۔ میں نے شلپا سے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے' تمہارے اندر زلزلہ پیدا کرنا پڑا۔ بہرحال میں نے تکلیف پہنچائی ہے تو تمہارا علاج بھی کراؤں گا۔ یہاں ڈاکٹر سے ایسی دوائیں لی جائیں گی۔ جن کے ذریعے تمہیں جلد ہی دماغی تکلیف سے نجات مل جائے گی۔''

ڈرائیور شلپا اور عدنان کے ساتھ ٹیکسی سے اتر گیا۔ ہم سب ان تینوں کے اندر ہی تھے۔ شلپا نے کلینک میں پہنچ کر ڈاکٹر سے کہا۔ ''میرا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا ہے۔ کوئی

کتابیات پبلی کیشنز

ایسی دوا دیں کہ سر درد سے نجات مل جائے۔''

ڈاکٹر نے کہا۔ ''آرام سے یہاں بیڈ پر لیٹ جاؤ۔ میں ابھی دوا دیتا ہوں۔''

اس نے کمپاؤنڈر سے ایک انجکشن تیار کرنے کو کہا۔ کمپاؤنڈر نے کہا۔ ''یہ انجکشن تو ختم ہو چکا ہے۔''

ڈاکٹر نے اس کے لیے دوسرا انجکشن تجویز کیا پھر کہا۔ ''یہ اس خاتون کو لگاؤ۔ میں دواؤں کا اسٹاک چیک کر کے آتا ہوں۔''

نومی اور فرہاد ٹو بھی یہی چاہتے تھے کہ شلپا تکلیف میں مبتلا نہ رہے۔ وہ صحت مند رہے گی تو اس سے کوئی نہ کوئی کام لیا جا سکے گا۔

وہ دونوں کمپاؤنڈر کے اندر تھے۔ یہ معلوم کر رہے تھے کہ وہ کوئی غلط انجکشن تو نہیں لگا رہا ہے پھر نومی نے کہا۔ ''ہمیں ڈاکٹر کو بھی چیک کرنا چاہیے۔''

وہ دونوں ڈاکٹر کے پاس پہنچے تو پتا چلا' ہمارے خیال خوانی کرنے والوں نے اس کے ذہن کو پوری طرح جکڑ رکھا ہے اور ان کی سوچ کی لہریں وہاں کمزور پڑ رہی ہیں۔

فرہاد ٹو نے غصے سے کہا۔ ''نومی! فرہاد ہم سے دھوکا کر رہا ہے۔ وہاں کچھ گڑ بڑ کرنا چاہتا ہے۔ اس ڈاکٹر کو کمپاؤنڈر کے ذریعے روکو۔''

اسی لمحے میں وہ دونوں ڈاکٹر کے اندر پہنچے تو پتا چلا کہ وہ کلینک سے باہر نکلنے کے بعد دوڑتا ہوا دور کہیں جا رہا ہے اور ہمارے خیال خوانی کرنے والے اسے دوڑا رہے ہیں۔

ان دونوں نے بیک وقت اس ڈاکٹر کے ذہن پر قبضہ جمایا پھر اسے وہاں سے واپس لانے لگے۔ جب وہ کلینک کے اندر آیا تو وہاں بازی پلٹ چکی تھی۔ شلپا ایک بیڈ پر آرام سے لیٹی ہوئی تھی لیکن عدنان اور ڈرائیور وہاں نہیں تھے۔ اس وقت ان دونوں کو ڈاکٹر کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس نے اس بچے کو ایک انجکشن لگایا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ کئی گھنٹے تک بے ہوش رہے گا۔

میری چال اب ان کی سمجھ میں آئی تھی۔ شلپا ان کے سامنے موجود تھی اور ڈرائیور عدنان کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ وہ تو عدنان کے اندر جا کر اس کے خیالات پڑھ سکتے تھے اور نہ ہی ڈرائیور کے اندر پہنچ کر کچھ معلوم کر سکتے تھے۔ ہم سب نے اس کے ذہن کو پوری طرح اپنے شکنجے میں کس لیا تھا۔ وہ دونوں یہ معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ وہ ڈرائیور اب عدنان کو کہاں لے جا رہا ہے؟

تاشا کا دل ڈوب رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ ''گرینڈ پا! آپ نے میرے عدنان کو بے ہوش کر دیا ہے۔ نقصان تو نہیں پہنچے گا؟''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''میری بچی! میں اس کا دادا ہوں دشمن نہیں ہوں۔ اللہ نے چاہا تو کوئی نقصان نہیں پہنچے اسے بے ہوش کرنا بہت ضروری تھا۔ ورنہ وہ وہاں سے نکل آتا۔ یہی ضد کرتا رہتا کہ شلپا اس کے ساتھ چلے کیونکہ اسے اپنی ماں سمجھ رہا ہے۔''

کبریا نے پوچھا۔ ''پاپا! عدنان کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''فی الحال اس ڈرائیور کے دماغ کو اغوا کرنا ہے۔ ہم سب اس کے دماغ میں ہمیشہ موجود نہیں رہ سکیں گے۔''

اس ڈرائیور نے آگے جا کر دوسرے راستے پر گاڑی موڑ دی۔ ایک کچے راستے پر کئی کلو میٹر دور تک چلا گیا۔ وہاں کوئی انسانی آبادی نہیں تھی۔ اس نے گاڑی روک دی۔ پچھلی سیٹ پر ہماری مرضی کے مطابق چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ الپا اس پر عمل کرنے لگی۔ ہم سب محتاط تھے اور دیکھ رہے تھے کہ اس نومی اور فرہاد ٹو اس کے اندر موجود تو نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے مایوس ہو چکے تھے۔ یہ اچھی طرح جان گئے تھے کہ بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موجودگی میں ڈرائیور کے ذہن کو اپنے تابع نہیں رکھ سکیں گے۔

ادھر شیوانی آزوری کے اندر رہ کر عدنان کے لیے تڑپ رہی تھی۔ کبھی روتی تھی' کبھی ہمیں مخاطب کرتی تھی اور کبھی آہ بھر کر صبر کرتی تھی۔ جناب تبریزی نے ہمیں ہدایت دی تھی کہ اس بے چاری کی زندگی چند روزہ ہے۔ لہٰذا اسے بچے سے الگ نہ رکھا جائے۔ جتنی جلدی ہو سکے' ماں بیٹے کو ایک بار ملا دیا جائے۔

ماں بیٹے کو ملانے کی صورت یہ تھی کہ شیوانی کو اغوا کر کے بنگلا دیش لایا جائے۔ کیونکہ ہم بے ہوش عدنان کو وہاں کتنی دیر لے جا سکتے تھے۔ پتا نہیں وہاں تک پہنچانے میں کتنے گھنٹے لگتے؟ وہ ہوش میں آتے ہی اپنی ماں کے پاس جانے کے لیے مچلنے لگتا۔

کبریا نے کہا۔ ''پاپا! یہ ماں بیٹے انڈیا میں رہیں گے یا بنگلا دیش میں۔ ہر جگہ ان کے لیے خطرہ ہے۔ نومی اور وہ ہیروز ہمیشہ ان کی مدد کے لیے موجود نہیں رہیں گے اور بار بار ہمارے سے مسائل پیدا کرتے رہیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''شیوانی کی زندگی کے صرف انیس دن رہ گئے ہیں۔ ہمیں ماں بیٹے کو ایک ساتھ رکھ کر کسی بھی طرح

کی حفاظت کرنی ہو گی اور دشمنوں کے ناپاک عزائم کو ناکام بنانا ہو گا۔''

''کیا ہم انہیں پیرس نہیں لے جا سکتے؟ وہاں جمیل کے کنارے ہمارے کئی کاٹیج ہیں۔ یہ ماں بیٹا جس کاٹیج میں رہیں گے۔ وہاں ہمارے بے شمار جاسوس اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی حفاظت کرتے رہیں گے اگر نومی اور فرہاد ٹو اپنے آلۂ کاروں کو وہاں پہنچانے کی کوشش کریں گے تو ناکام ہوتے رہیں گے۔''

''نہیں بیٹے! یہ ماں بیٹا جس فلائٹ سے بھی پیرس جانا چاہیں گے۔ دشمن اس طیارے کو ضرور ہائی جیک کریں گے۔ نومی تو عدنان کو جانی نقصان پہنچانا نہیں چاہتی لیکن وہ بہروپیا عدنان کے لیے ہمارے جذبات کا ایک ذرا خیال نہیں کرے گا۔ طیارے کو تباہ کر دے گا۔''

اگلے انیس دن تک اس بچے کے سر پر خطرات منڈلاتے ہی رہتے۔ شیوانی کی موت کے بعد وہ راضی خوشی بابا صاحب کے ادارے کے اندر آ جاتا تو ہم سب بھی سکون کا سانس لیتے اور کان پکڑ کر توبہ کرتے کہ جب تک وہ جوان نہیں ہو گا۔ میری دوسری اولادوں کی طرح کسی قابل نہیں ہو گا۔ اس وقت تک اسے بابا صاحب کے ادارے سے باہر نہیں نکلنے دیا جائے گا۔

☆☆☆

نومی اور فرہاد ٹو تھک ہار کر اپنی اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ ویسے وہ بھی ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھے۔ فرہاد ٹو نے تو امریکی اکابرین اور دوسرے بڑے ممالک کے سامنے ثابت کیا تھا کہ وہ ہر پہلو سے میرے مقابلے میں برتر ہے اور برتر ہی رہے گا۔ عدنان کو قابو میں کرنے کے بعد اس کا لب لہجہ یہ بتا رہا تھا کہ مجھ سے جلد ہی اپنے مطالبے منوانے والا ہے۔ اس کا یہ دعویٰ جھوٹا ہونے والا تھا۔

اس کے دماغ میں پھر یہی بات آئی کہ میرے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔ اسی لیے میں اس پر حاوی ہوں۔ وہ سوچنے لگا۔ ''مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ مجھے اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تابعداروں سے کام لینا چاہیے تھا لیکن میں نے صرف نومی پر تکیہ کر کے بڑی بھول کی۔ اب میں ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو فرہاد کے خلاف استعمال کروں گا۔''

وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین' ٹف گائی اور جوزف کے دماغوں میں باری باری جانے لگا۔ ان پر قبضہ مکمل کرنے کے بعد یہ بات نقش کرنے لگا کہ اگلے کسی بھی لمحے میں انہیں اپنے تمام اہم کام چھوڑ کر فرہاد کے خلاف محاذ آرائی کرنی ہے۔

نومی کرسٹل کے سامنے شطرنج کی بساط بچھی ہوئی تھی۔ وہ بڑی توجہ سے تمام مہروں کو دیکھ رہی تھی۔ یہ سمجھنا چاہتی تھی کہ ہم آگے کیا کرنے والے ہیں؟ کیسی چال چلنے والے ہیں؟ عدنان کو کہاں پہنچانے والے ہیں؟ کیا شیوانی کے پاس یا شیوانی کو عدنان کے پاس....؟

یہ بات تو واضح طور پر سمجھ میں آ رہی تھی کہ عدنان کے لیے شیوانی ابھی بہت ضروری ہے۔ ورنہ ہم سب اس بچے کو اپنے قابو میں نہیں رکھ سکیں گے۔ لہٰذا ماں بیٹے کو یکجا کیا جائے گا یا پھر خیال خوانی کے ذریعے کسی دوسری عورت کو شیوانی بنا کر عدنان کو بہلایا جائے گا۔

دانشمندی کا تقاضا تو یہی تھا کہ ہم کسی بھی دوسری عورت کو تنویمی عمل کے ذریعے شیوانی بنا دیتے اور یوں اپنے پوتے کو بہلاتے رہتے۔ اس طرح نومی اور فرہاد ٹو کو کبھی یہ معلوم نہ ہوتا کہ ہم نے کسے شیوانی بنا کر اسے عدنان کے پاس پہنچایا ہے اور ان دونوں کو کہاں چھپا کر رکھا ہے؟

لیکن ہم ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ جناب تبریزی نے تاکید کی تھی کہ شیوانی کو چند روز کی زندگی میں اس کے بیٹے سے محروم نہ رکھا جائے۔ جلد سے جلد ماں بیٹے کو یکجا کیا جائے۔

نومی یہ خوب سمجھتی تھی کہ ہم دشمنوں کے ساتھ بھی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جس طرح میں نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ اسی طرح شیوانی کے معاملے میں اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دے رہے تھے۔ چند روز کی زندگی گزارنے والی ماں کو اس کے بیٹے سے الگ نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ نومی ہماری ان اخلاقی مجبوریوں کو خوب سمجھتی تھی۔ اس لیے خیال خوانی کے ذریعے شیوانی اور آزوری کے مشترکہ دماغ میں چلی آئی۔

جب سے عدنان کو اغوا کر کے شیوانی سے الگ کیا گیا تھا۔ تب سے شیوانی کو ہم نے ایک محفوظ جگہ پہنچا دیا تھا پھر اسے عارضی طور پر نظر انداز کرتے رہے تھے۔ کیونکہ اس تمام عرصے میں نومی اور فرہاد ٹو نے بری طرح الجھا دیا تھا۔ عدنان بھی اس کی گرفت میں اور کبھی اس کی گرفت میں جا رہا تھا۔ ہم نے سوچا تھا کہ اسے دوبارہ حاصل کرتے ہی شیوانی اور آزوری کے مشترکہ دماغ کو لاک کر دیں گے۔

اور اب وہ ہماری پناہ میں تھا۔ ہم شیوانی اور آزوری کے مشترکہ دماغ میں آ گئے۔ اب مقدر کی فلاہازی کو کیا کہا جائے کہ ہم سے پہلے نومی ان کے مشترکہ دماغ میں پہنچی ہوئی تھی اور ہمارا انتظار کر رہی تھی۔

ہم نے بڑی توجہ سے شیوانی اور آزوری کے مشترکہ خیالات پڑھے۔ یہ اطمینان حاصل ہوا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا یا والی ان کے اندر نہیں آیا ہے۔ نہ ہی کسی نے ان پر عمل کر کے ان کے دماغ کو لاک کیا ہے پھر بھی میں نے کرونا سے کہا۔ ”بیٹی! تم ایک آدھ گھنٹے تک اس کے اندر رہو۔ جب ہمیں پوری طرح اطمینان ہو جائے گا۔ تب ہم اس کے دماغ کو لاک کر لیں گے۔“

ہم تو ہر ممکن طریقے سے احتیاطی تدابیر پر عمل کر رہے تھے لیکن مقدر میں ناکامی لکھی ہو تو تدبیر پر تقدیر حاوی ہوتی رہتی ہے۔ ہم نے ایک گھنٹے کے بعد شیوانی اور آزوری کے مشترکہ دماغ پر تنویمی عمل کیا پھر ایک مخصوص آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا۔

نومی بھی بڑے صبر و استقلال سے چپ چاپ اس کے اندر تھی اور آیندہ بھی بڑے صبر و استقلال سے اپنا کام دکھانے والی تھی۔ فرہاد ٹو نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ”میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آسکتی ہو تو جلدی آؤ۔“

اس نے فون بند کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے آئکہ کار کے اندر پہنچ کر کہا۔ ”ہاں بولو۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”کیا مجھے بتانا چاہو گی کہ اب عدنان تک پہنچنے کے لیے کیا کر رہی ہو؟“

”سمجھ میں نہیں آرہا ہے‘ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اس بچے نے تو تھکا مارا ہے۔ کیا ہم کبھی سوچ سکتے تھے کہ فرہاد اچانک ہی ہماری تمام محنت پر پانی پھیر دے گا اور اپنے پوتے کو ہم سے چھین کر لے جائے گا؟“

”ہم اس کم بخت سے ایسے حملے کی توقع نہیں کر رہے تھے۔ اس لیے مات کھا گئے۔ میں کبھی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہتا۔ پتا نہیں‘ کیوں اس بار یہ بھول گیا کہ فتح ملتی رہے تو دشمن کو کمزور سمجھ لیتا ہے اور مجبوراً کمزور سمجھنا چاہیے۔ بس مجھ سے یہ آخری بار غلطی ہو گئی۔ اس کے بعد ایسی غلطی نہیں کروں گا۔“

وہ بولی۔ ”جو ہونا تھا‘ وہ تو ہو گیا۔ یہ بتاؤ اب کیا کرنے والے ہو؟“

”یہی تو میں پوچھنے آیا ہوں‘ کیا کرنا چاہیے؟ کیا تمہیں کوئی راستہ سجھائی دے رہا ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہمیں اس راستے پر ساتھ چلنا چاہیے اور کامیابی حاصل کرنی چاہیے۔“

وہ تو راستہ بنا چکی تھی لیکن اب اسے اپنا راز دار بنانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے مایوسی سے کہا۔ ”ابھی تک میری بھی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ مجھے کس سمت سے کس طرح اس بچے تک پہنچنا چاہیے؟“

”نومی! تم بہت ذہین ہو۔ سونیا کی طرح میں بھی میں اچھی طرح جانتا ہوں‘ تم ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنے والی ہو۔ ضرور کچھ کر رہی ہو اور مجھ سے چھپا رہی ہو۔“

”تم میرے بارے میں جو بھی خیال قائم کر رہے ہو‘ دماغ ہے۔ تمہاری سوچ ہے مگر میرا دماغ ابھی کام نہیں کر رہا ہے۔ مجھے کچھ بھائی نہیں دے رہا ہے۔ اس انتظار میں ہوں کہ مجھے کہیں سے ایک ذرا سا بھی اشارہ ملے گا تو میں اس طرف دوڑ پڑوں گی اور کچھ نہ کچھ کر گزروں گی۔“

وہ بڑے ہی مؤثر انداز میں بول رہی تھی۔ فرہاد ٹو سوچ میں پڑ کر سوچنے لگا کہ واقعی ابھی اس کا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔ ابھی اسے کوئی ترکیب سجھائی نہیں دے رہی ہے۔ اس نے کہا۔ ”اب میں بھی فرہاد کی طرح اپنے ٹیلی پیتھی والوں کی فوج استعمال کروں گا۔“

نومی نے چونک کر پوچھا۔ ”ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج...؟ تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہارے پاس اور بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور وہ سب تمہارے زیر اثر ہیں؟“

اس نے بڑے فخر سے کہا۔ ”ہاں‘ میں اب تک تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابعدار بنا چکا ہوں اور بہت جلد ہی سے آیندہ بھی خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے شکنجے میں کستا رہوں گا۔“

”میں تمہاری باتیں سن کر حیران ہو رہی ہوں۔ سمجھ نہیں آرہا ہے کہ تم تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابعدار بنا چکے ہو۔ آخر وہ کون لوگ ہیں؟“

”میں نے ایک خیال خوانی کرنے والے کو اپنا تابعدار بنایا تھا۔ اس کا نام کاشف جمال تھا اور اس کا تعلق پاکستان کے ادارے سے تھا۔“

”کیا تم نے اسی ادارے کے خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کیا ہے؟“

”سوری۔ یہ میرا بہت ہی گہرا راز ہے۔ میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ تم نے ہی کہا تھا کہ تم مجھ سے دوستی کرو گی اور ساتھ مل کر فرہاد کے خلاف محاذ آرائی کرو گی لیکن میں تمہیں نہیں کروں گی۔ یہی بات میں تم سے کہتا ہوں کہ میں تمہارے معاملات میں تم پر بھروسا نہیں کروں گا۔“

”نہ کرو مگر میرے اندر تجسس بھر گیا ہے۔ تم نے کون سے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کیا ہے؟“

فرہاد ٹو ہنسنے لگا۔ وہ بولی۔ ”اور بھی آزاد ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ایک کرونا ہے۔ جو تابع فرمان بن کر میرے ساتھ چلی گئی ہے۔ دوسرے آزاد ٹیلی پیتھی جاننے والے

فرہان علی ہے۔ وہ اعلیٰ بی بی کا دوست تھا اور فرہاد کے کام آتا تھا۔ اب وہ کہیں گمنام زندگی گزار رہا ہے۔“

اس نے ہنس کر کہا۔ ”تمہاری اس قیاس آرائی سے مجھے فائدہ پہنچ رہا ہے۔ آزاد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام معلوم ہو رہے ہیں۔ ایک اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا گمنام زندگی گزار رہا ہے۔ اس کا نام ٹونی جے ہے۔ وہ بہت عرصے تک انڈیا میں رہ چکا ہے۔ میں ان سب کو ضرور تلاش کروں گا۔“

نومی نے دل ہی دل میں کہا۔ ”تم کیا کرو گے؟ تم سے پہلے میں انہیں ڈھونڈ نکالوں گی اور اپنے زیر اثر لے آؤں گی۔ یقیناً مجھے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج تیار کرنا چاہیے۔“

فرہاد ٹو نے پوچھا۔ ”تم چپ ہو کر کیا سوچ رہی ہو؟“

”سوچ رہی ہوں‘ تم نے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ اچھی خاصی فوج تیار کر چکے ہو لیکن اس فوج کو کب استعمال کرو گے؟ عدنان کہاں ہے؟“

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ”ہاں‘ بس اب یہی معلوم کرنا ہے کہ وہ لوگ اسے کہاں لے گئے ہیں؟ میں جا رہا ہوں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جو ناگام ایئر پورٹ پر پہنچاؤں گا۔ وہ لوگ وہاں اہم افراد میں جا کر ان کے ذریعے ان ماں بیٹے کو ڈھونڈتے رہیں گے۔“

نومی نے کہا۔ ”چاٹگام اور بنگلا دیش سے نکلنے کے تین راستے ہیں۔ ایک تو ایئر پورٹ ہے۔ دوسری بندرگاہ ہے اور تیسرا خشکی کا راستہ ہے اگر تم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایئر پورٹ بھیج رہے ہو تو میں خشکی کے راستے پر ہائی وے کی چوکی میں رہوں گی۔ تمہیں دریائی راستے پر نظر رکھنی چاہیے۔“

”بے شک‘ میں تمہارا تعاون چاہتا ہوں اگر تم ہائی وے کی نگرانی کرتی رہو گی تو میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے تمام راستوں پر نظر رکھیں گے۔ اس طرح وہ ماں بیٹے ضرور ہماری نظروں میں آجائیں گے۔“

”ٹھیک ہے‘ میں خیال خوانی کے ذریعے ہائی وے کے راستے کی طرف جا رہی ہوں۔ تم بھی فوراً انہیں تلاش کرو۔“

دونوں اس اعلیٰ کار کے دماغ سے نکل گئے۔ نومی اپنی اصل جگہ پر حاضر ہو کر مسکرانے لگی۔ اس نے فرہاد ٹو کو اپنا شکار بنایا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے عدنان کو ہائی وے کے راستے سے ایک گاڑی میں لے جا رہے تھے۔ اس نے ہماری یہ پلاننگ شیوانی اور آزوری کے مشترکہ دماغ میں رہ کر سن لی تھی۔ دیکھا جائے تو اس وقت وہ ہمارے کام آرہی تھی۔ اس نے فرہاد ٹو کو ہائی وے سے ہٹا کر دوسری طرف بھٹکا دیا تھا۔

وہ میری ایسی دشمن تھی۔ جو دوست محمد بہ اور پھر بیوی بننا چاہتی تھی۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے اس نے بھی بد ترین دشمنی کا ثبوت دیا اور کبھی بہترین دوست بھی ثابت ہوئی۔ یہ تو میں جانتا تھا کہ اگر مجھے عدنان حاصل نہ بھی ہوتا اور وہ نومی کی گرفت میں ہی رہتا تو وہ اسے کبھی کسی بھی طرح کا نقصان نہ پہنچاتی۔ اسے میری امانت سمجھ کر اپنے پاس رکھتی اور اپنا مطالبہ منواتی رہتی۔

اور وہ مطالبہ یہ تھا کہ وہ میرے ساتھ تنہائی میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتی تھی۔ کسی بھی طرح میری زندگی کا ایک حصہ بن جانا چاہتی تھی۔ اس بار بھی اس نے یہی مطالبہ کیا تھا اور اس کے ساتھ دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ جمائلہ کو بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکال دیا جائے۔

یہ تو جناب تمریزی پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ انوشے کو جمائلہ بن کر ادارے سے باہر جانا ہے اور بہت سے اہم مراحل سے گزرنا ہے۔ اسے باہر بھیجنے کی معقول وجہ یہی ہو سکتی تھی کہ ہم بظاہر کمزور بن کر نومی کا مطالبہ مان لیتے اور انوشے کو جمائلہ کی حیثیت سے باہر بھیج دیتے۔

لیکن اب وہ مطالبہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہی تھی۔ کیونکہ عدنان اس کے شکنجے سے نکل کر ہمارے پاس آگیا تھا اور جناب تمریزی کی ہدایت کے مطابق ہم سب بھی چاہتے تھے کہ جمائلہ کو کسی بہانے سے باہر بھیج دیا جائے۔ اس لیے میں نے فون کے ذریعے نومی کو مخاطب کیا پھر اسے ایک فون نمبر بتا کر کہا۔ ”اس پر رابطہ کرو پھر جس کی آواز سنائی دے اس کے اندر پہنچو۔ میں وہاں رہ کر تم سے بات کروں گا۔“

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ دو منٹ کے بعد اپنے آئکہ کار کے اندر پہنچا تو نومی وہاں موجود تھی۔ خوش ہو کر کہہ رہی تھی۔ ”تم نے مجھے یاد کیا ہے۔ تھینکس گاڈ! کچھ تو تمہارے دل میں میرے لیے جگہ بنی....“

میں نے کہا۔ ”انسان اپنے بہترین عمل سے کسی کے بھی دل میں جگہ بنا لیتا ہے۔ تم میرے پوتے کے لیے اچھے جذبات اور احساسات رکھتی ہو۔ اس لیے میرے دل میں اتر گئی ہو۔“

”ہاں‘ تم نے دیکھا تھا‘ جب تم عدنان کو ہم سے چھین کر لے جا رہے تھے تو فرہاد ٹو اس بچے کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا اور میں نے اسے ایسا کرنے نہیں دیا تھا۔ میں سمجھی بھی ہوں‘

احسان فراموش نہیں ہوں۔ تم نے مجھے نئی زندگی دی ہے۔ اس لیے میں ہر مرحلے پر تمہارے پرتے کے آگے ڈھال بنتی رہوں گی۔"

"تمہارے ایسے ہی جذبات نے مجھے متاثر کیا ہے۔"

"تم مجھے محبت اور اعتماد دو گے تو میں عدنان کو ایک ماں کی بھرپور ممتا دیتی رہوں گی۔ تمہارے تمام بچوں کی نگرانی کرتی رہوں گی۔ ان پر کبھی کسی طرح کی آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

"مجھے یقین ہے' تم ایسا ہی کرو گی اور اس کے لیے مجھے تم پر کسی حد تک اعتماد کرنا ہوگا۔ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ مجھے یہ حق تمہیں دینا ہی ہو۔"

اس نے خوش ہو کر کہا۔ "او فرہاد! تم میرے لیے ایسے جذبات بھی رکھتے ہو۔ مجھے میرے حصے کی محبت دینا چاہتے ہو۔ او گاڈ! میں تو خوشی سے ہی مر جاؤں گی۔"

"مرنے کی بات نہ کرو۔ تمہیں زندہ رہنا ہے اور خوش رہنا ہے۔ میں تمہارا دوسرا مطالبہ ابھی پورا کردوں گا۔ جمائلہ کو آج شام ہی بابا صاحب کے ادارے سے باہر بھیج دیا جائے گا۔"

وہ جذباتی ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔ "صرف میری اور اپنی بات کرو۔ مجھے جمائلہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"ہمیں بھی اس لڑکی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہم اس سے بے زار ہو گئے ہیں۔ جب سے آئی ہے ہر رات ہمارے لیے مصیبت بن جاتی ہے۔ اسے زنجیروں میں جکڑ کر رکھا جاتا ہے۔ کم بخت ایسی شیطانی قوت کی مالکہ بن جاتی ہے کہ زنجیریں بھی توڑ دیتی ہے۔ بڑی مشکل سے اس پر قابو پایا جاتا ہے۔ اب ہم یہ دردسر برداشت نہیں کریں گے۔ اسے آج شام تک یہاں سے بھگا دیں گے۔"

اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ "ایسا ہے تو میں اس کی رہائی کا کریڈٹ اپنے نام کروں گی۔ فرہاد ٹو یہ چاہتا تھا کہ میں تم سے اس کا مطالبہ کروں اور اسے رہائی دلواؤں۔"

"بے شک اب تم اس سے کہہ سکتی ہو کہ تم نے اپنا یہ مطالبہ مجھ سے منوا لیا ہے۔ جمائلہ آج شام تک بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ جائے گی۔"

"میں اس سے یہی کہوں گی۔ تم صرف میری اور اپنی بات کرو۔"

"اپنی تو ایک ہی بات ہے۔ تم تنہائی میں میرے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتی ہو۔ میں تمہاری اس خواہش کو پورا کروں گا۔"

وہ ایسے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی جیسے خوشی سے اچھل پڑی ہو۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"آزما کر دیکھ لو۔"

اس نے بڑے جذبے سے کہا۔ "فرہاد! تم میرا اس اندھی محبت سے کوئی فائدہ تو اٹھانا نہیں چاہتے؟"

"میں تمہیں زبان دے چکا ہوں۔ جب تک میرے ساتھ تنہائی میں رہو گی اور مجھ سے دور ہو کر اپنی کسی پناہ گاہ تک نہیں پہنچ جاؤ گی' تب تک تمہارے خلاف کوئی سازش نہیں ہو گی۔ ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اور کوئی جاسوس تمہاری نگرانی نہیں کرے گا۔"

"میں جانتی ہوں' تم زبان کے پکے ہو مگر کیا کروں' میرا دل کم بخت شبہ میں مبتلا رہتا ہے۔"

"میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ ہماری اس خفیہ ملاقات کا علم میرے بچوں اور میری سونیا کو بھی نہیں ہو گا۔ یہ ایک مرد کی زبان ہے۔ چاہے یقین کر دو یا نہ کرو۔"

"میں یقین کرتی ہوں۔ بس کبھی کبھی یقین ڈگمگا جاتا ہے۔ تمہاری ایسی باتیں سن کر دل مچل رہا ہے کہ ابھی ملنے آ جاؤں۔"

"ایک بات اور کہہ دوں' میں تم سے صرف چند گھنٹوں کے لیے نہیں ملوں گا۔ بابا صاحب کے ادارے سے بہت دور جہاں تم چاہو گی' وہاں جاؤں گا۔ جتنے دن بھی چاہو گی' اتنے دن تمہارے ساتھ رہوں گا۔ ایک ہفتہ..... ایک مہینا..... ایک برس..... جب تک تم چاہو گی۔"

وہ سن رہی تھی اور خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "پھر تو میں ہر حال میں خطرہ مول لوں گی اور تمہارے پاس آؤں گی۔ بولو۔ ہم کب ملیں گے اور کہاں ملیں گے؟"

"آج شام جمائلہ بابا صاحب کے ادارے سے باہر چلی جائے گی۔ میں اپنی پلاننگ کسی کو نہیں بتاتا کہ کہاں جاؤں گا اور کیا کروں گا؟ لیکن تم پر بھروسا کر کے یہ بتا رہا ہوں کہ آج ہی رات اس ادارے سے نکل کر پیرس پہنچوں گا۔ پھر جہاں ملنے کو کہو گی' وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے جلدی سے کہا۔ "ہنی مون کے لیے سوئٹزرلینڈ کیسا رہے گا؟"

"بہت اچھا رہے گا۔ تم کہتی ہو تو میں وہیں چلا آؤں گا۔"

وہ بہت خوش تھی۔ کہہ رہی تھی۔ "ہم پورا اسٹرجیئو سے شروع ہو گا۔"

میں نے کہا۔ "آغاز اچھا رہے گا۔ وہاں سے ذرا آگے

ڈیوا جھیل کے کنارے ایک کاٹیج کرائے پر لیا جائے گا۔"

"ہائے! میں وہاں جا چکی ہوں۔ کیا خوبصورت مناظر ہوتے ہیں؟ ہم وہاں کے ہر شہر اور ہر علاقے میں ایک ایک ہفتہ گزاریں گے۔"

"تو ہم کہاں ملیں گے؟ پیرس میں یا جنیوا میں....؟"

"میں یہاں سے سیدھی جنیوا ہی پہنچوں گی۔ ابھی سے روانگی کی تیاری کر رہی ہوں۔ کسی بھی فلائٹ میں سیٹ اوکے ہوتے ہی تمہیں اطلاع دوں گی۔"

"تو پھر رابطہ ختم کرو اور میری دھڑکنوں سے لگنے کی تیاری شروع کر دو۔ اس بہروپیے سے بھی کہہ دو کہ آج شام عصر کی نماز کے بعد جمائلہ ہمارے ادارے کے صدر دروازے سے باہر نظر آئے گی۔"

"ٹھیک ہے' میں جا رہی ہوں۔"

ہمارا رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ بڑی سنجیدگی سے سوچنے لگی کہ اب اسے کیا کرنا ہے؟

وہ کوئی نادان بچی نہیں تھی۔ دو مختلف پہلوؤں سے سوچ رہی تھی۔ ایک مثبت پہلو تو یہ تھا کہ میں اسے دھوکا نہیں دوں گی۔ زبان کا پکا ہوں۔ جو کہہ دیا ہے' اس پر عمل کروں گا۔ اس حد تک بھروسا کرنے کے باوجود وہ مجھ سے ملنے کی مسرتوں میں اندھی ہونا نہیں چاہتی تھی۔ اس کی ذہانت اور محتاط رہنے والی فطرت کہہ رہی تھی کہ پہلے ہر پہلو سے اپنی پوزیشن مضبوط کرے گی پھر میرے روبرو آئے گی۔

اس کی پوزیشن صرف اسی طرح مضبوط رہ سکتی تھی کہ عدنان پھر اس کی مٹھی میں چلا آئے۔ اسے دوبارہ حاصل کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ وہ شیوائی اور آزوری کے مشترکہ دماغ میں آتی جاتی رہتی تھی۔ وہاں خاموش رہ کر ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی باتیں سنتی رہتی تھی پھر کبھی موقع پاتے ہی عدنان کے اندر بھی پہنچ جاتی تھی۔

ممی نے اسے کہا تھا کہ آج رات بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر پیرس جاؤں گا پھر دوسرے دن جنیوا پہنچ جاؤں گا۔ اس نے بھی کلکتہ سے دہلی جانے والی ایک فلائٹ میں سیٹ حاصل کی۔ اسے دہلی سے جنیوا کے لیے فلائٹ مل جائے گی۔ وہ دوسرے دن کی دوپہر یا شام تک وہاں پہنچ سکتی تھی لیکن وہاں پہنچنے کے بعد بھی فوراً ہی میرے روبرو آنے والی نہیں تھی۔

اس کی پلاننگ یہ تھی کہ وہ کل تک خیال خوانی کے ذریعہ شیوائی اور عدنان کے اندر آتی جاتی رہے گی اور موقع تلاش کرتی رہے گی۔ جیسے ہی کوئی موقع ملے گا تو اپنے آگے کاروں کے ذریعے عدنان کو وہاں سے اغوا کر کے کسی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا دے گی۔

یہ کامیابی حاصل کرنے کے بعد ہی وہ جنیوا میں میرے روبرو آئے گی پھر ہفتوں یا مہینوں میرے ساتھ وقت گزارے گی اگر کسی وجہ سے عدنان کو اغوا کرنے کا موقع نہیں ملے گا تو مجھ سے دور رہے گی اور یہ بہانہ کرتی رہے گی کہ کسی فلائٹ میں سیٹ نہیں مل رہی ہے یا وہ انجانے دشمنوں میں گھری ہوئی ہے۔ اس لیے ایک خفیہ پناہ گاہ میں ہے۔ موقع ملتے ہی اپنے فرہاد تک پہنچے گی۔

اس نے فرہاد ٹو کو اطلاع دی کہ وہ اپنے آلٹو کار کے اندر پہنچے۔ وہ فوراً ہی وہاں پہنچ کر بولا۔ "کیا عدنان تک پہنچ رہی ہو؟ کوئی سراغ مل رہا ہے؟"

"نہیں' میں ہائی وے کی پولیس چوکی میں ہوں۔ یہاں کے اعلیٰ افسر اور چار سپاہیوں کے اندر جگہ بنا چکی ہوں۔ ان کے ذریعے وہاں سے گزرنے والی ہر گاڑی کو دیکھ رہی ہوں۔ مرد' عورت' جوان' بوڑھے اور بچے سب ہی دکھائی دیتے ہیں لیکن پانچ چھ برس کا کوئی بچہ اب تک نظروں سے نہیں گزرا ہے۔"

"میں بھی حیران ہوں کہ مجھے اور میرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایسا کوئی بچہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ وہ کم بخت بہت ہی مکار ہے۔ پتا نہیں کس راستے سے اسے کہاں لے جا رہا ہو گا؟"

نومی نے کہا۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے فرہاد نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔"

اس نے چونک کر کہا۔ "کیا...؟ کیا فرہاد نے تم سے رابطہ کیا تھا؟"

"ہاں' تم حیران کیوں ہو رہے ہو؟ بات اصل میں یہ ہے کہ جب وہ ہم سے عدنان کو چھین کر لے جا رہا تھا اور تم اس کے بچے کو نقصان پہنچا رہے تھے تو میں تمہیں اس بات سے روک رہی تھی۔ یہ بات اس کے دل کو لگ گئی ہے۔ وہ شکریہ ادا کرنے ہی میرے پاس آیا تھا پھر یہ بھی کہہ رہا تھا کہ وہ مجھے انعام دینا چاہتا ہے۔ میں اس سے جو بھی مانگوں گی وہ دے گا۔ میں نے کہا کہ میں تم سے دوستی چاہتی ہوں۔"

فرہاد ٹو نے کہا۔ "تم ہر جائی ہو۔ بہت ہی چال باز ہو۔ اِدھر مجھ سے دوستی کر رہی ہو اور اُدھر اس سے بھی دوستی کرنا چاہتی ہو؟"

"فرہاد جیسے ناقابلِ شکست فولاد سے دوستی کرنے کا موقع کیا میں ہاتھ سے جانے دوں گی؟ اب میں ایسی نادان

تو نہیں ہوں۔"

"نادان نہیں ہو.... مکار ہو۔"

"کیوں جل رہے ہو؟ میں نے تم سے دوستی کی ہے۔ محبت نہیں کی ہے۔ عشق نہیں کیا ہے پھر طعنے کیوں دے رہے ہو؟"

"یہ لکھ لو... وہ دوستی کے جھانسے میں آنے والا نہیں ہے۔"

"میں نے یہ کب کہا کہ وہ جھانسے میں آجائے گا؟ اس نے تو صاف طور سے کہہ دیا ہے کہ مجھ پر بھروسا نہیں کرے گا۔ اس لیے میں اس سے دوستی کی بات نہ کروں کوئی دوسرا مطالبہ منواؤں۔"

"یہ تو میں پہلے ہی سمجھ رہا تھا۔ تمہیں میرا مطالبہ منوانا چاہیے تھا۔"

"تم تو میرے بولنے سے پہلے ہی بولنے لگتے ہو۔ میں نے تمہارا ہی مطالبہ اس کے سامنے پیش کیا تھا۔ وہ اپنی خوشی سے مجھے انعام دینا چاہتا تھا تو میں کیوں پیچھے رہتی؟ کچھ نہ کچھ تو مانگنا ہی تھا۔ لہٰذا میں نے کہہ دیا کہ جمائلہ کو رہا کر دیا جائے۔ خوش ہو جاؤ... اسے آج شام تک رہائی ملنے والی ہے۔"

اس نے خوش ہو کر کہا۔ "کیا...؟ کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"وہ اپنے وعدے کا پکا ہے۔ اس نے کہا ہے' آج شام عصر کی نماز کے بعد جمائلہ اس ادارے کے باہر نظر آئے گی۔"

"یہ تو کمال ہی ہو گیا۔ اگرچہ وہ میرا دشمن ہے لیکن یہ مانتا ہوں' وعدے کا پکا ہے۔ اس نے کہا ہے تو یقیناً آج جمائلہ کو رہائی مل جائے گی۔ بھئی نومی! تم نے زبردست خوش خبری سنائی ہے۔"

اس نے گھڑی پر نظر ڈال کر کہا۔ "اس وقت فرانس کے وقت کے مطابق شام کے چار بج رہے ہیں۔ ایک گھنٹے بعد عصر کی نماز کا وقت ہو جائے گا۔ مجھے جانا چاہیے۔ وہ ادارے سے نکل کر اِدھر اُدھر بھٹکنے لگے گی۔ میں اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے اس کا استقبال کروں گا۔ بائے نومی! سی یو....."

وہ اپنے آلۂ کار کے دماغ سے چلا گیا۔ نومی کو ایک ذرا اطمینان یہ ہوا کہ اب وہ جمائلہ کے ساتھ لگا رہے گا اور عارض ڈر پر عدنان کی طرف توجہ نہیں دے گا۔ اس کی دوری اور غفلت سے نومی کسی وقت بھی فائدہ اٹھا سکتی تھی۔

فرہاد ٹو نے کچھ سوچ کر ہی جمائلہ کی رہائی کا مطالبہ منوایا تھا۔ اس پراسرار لڑکی میں بہت سی غیر معمولی صلاحیتیں تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ وہ جس ملک میں ہوتی وہاں کوئی دشمن کہیں کسی بھی علاقے میں چھپا ہوتا' اس کی طرف ایسے دوڑ پڑتی تھی' جیسے اس کی بو سونگھ لیتی ہو۔

وہ عدنان تک پہنچنے کے لیے جمائلہ کی اسی خوبی سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ عدنان کو جس ملک میں چھپایا ہوا تھا' اسی ملک میں جمائلہ کو لے جاتا پھر وہ اس کی بو سونگھ کر اس کے پاس پہنچ جاتی۔

فرہاد ٹو اس کی رہائی کے انتظار میں بابا صاحب ادارے کے قریب ہی ایک علاقے میں آ کر رہنے لگا تھا۔ علاقے میں اور پیرس میں اس نے کئی آلۂ کار بنا رکھے تھے۔ تاکہ ضرورت کے وقت وہ اس کے کام آسکیں۔ اس نے وقت دیکھا پھر باہر آ کر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ وہ ادارے سے کئی کلو میٹر کے فاصلے پر رہ کر خیال خوانی کے ذریعے دیکھ سکتا تھا اور اپنے آلۂ کار کو اس کے پاس بھیج سکتا تھا۔ الوشے اور جمائلہ ایک چیکنگ روم میں تھیں۔ وہ دونوں ہم شکل ہو گئی تھیں۔ جمائلہ کے سامنے جمائلہ کھڑی تھی۔ الوشے کا چہرہ گم ہو چکا تھا۔

دوسرے کمرے میں الوشے کو ٹریننگ دینے والے ٹیچرز' سرجری کا ماہر ڈاکٹر اور تنقیدی نظر سے دیکھنے والے ماہرین بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے دیوار پر ایک اسکرین تھی۔ اس میں وہ دونوں آمنے سامنے نظر آ رہی تھیں۔ الوشے عادتاً نقال تھی۔ بڑی کامیابی سے کسی کی نقل کر لیتی تھی۔ اس کے باوجود ماہر ٹیچرز نے اسے اعلیٰ ٹریننگ دی تھی۔ جمائلہ کی ایک ایک حرکت' اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ اور بات کرتے وقت آنکھوں کے بدلتے ہوئے تیور ہر ایک کے بارے میں اسے تفصیل سے سمجھا رہے تھا اور وہ بڑی کامیابی سے جمائلہ کی نقل کر رہی تھی۔ چیکنگ روم میں الوشے کو کئی بار آزمایا گیا تھا۔ آج آخری آزمایش تھی۔

ایک ٹیچر نے مائیک کے ذریعے کہا۔ "الوشے! اس وقت تمہارے چاروں طرف روشنی ہے۔ دن کے وقت جمائلہ نارمل رہتی ہے۔ تم بھی اس کے نارمل رہنے کی ایک ادا کا مظاہرہ کرو۔"

الوشے کبھی اِدھر سے اُدھر چلنے لگی' کبھی بیٹھنے لگی اور کبھی مختلف انداز سے لیٹ کر دکھانے لگی۔ اس نے اور لب و لہجے میں جمائلہ سے بات کرنے لگی۔ جمائلہ مسکرا کر بات کرتی تھی تو وہ بھی اس کے انداز سے بات کرتی تھی۔ وہ سنجیدہ ہو جاتی' تیور بدل کر بولتی تو وہ اسی طرح

دن کے وقت جمائلہ کی طرح نارمل بن کر رہنا جانتی تھی۔ کیونکہ وہ ایک عام سیدھی سادی لڑکی کی طرح زندگی گزارتی تھی۔

رات کی تاریکی میں خطرناک بن جانتی تھی۔ اب وہ رات کی تاریکی میں اسی طرح ڈھلنے لگی تھی۔ ایسے وقت قد آور ہاڈی بلڈرز اس کے روم میں آئے۔ جمائلہ ایک گوشے میں کھڑی ہو گئی۔ اسی وقت کمرے میں تاریکی چھا گئی۔

مائیک کے ذریعے کہا گیا۔ "الوشے! رات کو جمائلہ خطرناک بن جاتی ہے۔ وہ تاریکی میں بھی اپنے دشمن کو دیکھ لیتی ہے۔ اس وقت بھی دو دشمن تمہارے آس پاس کہیں موجود ہیں۔ انہیں دیکھو۔ وہ تم پر حملہ کرنے والے ہیں۔"

اس چیکنگ روم میں تاریکی ہوتے ہی الوشے نے اپنی آنکھوں میں لینز لگا لیے۔ ان لینز کے ذریعے وہ تاریکی میں روشنی دیکھ سکتی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ اس سے کچھ فاصلے پر ہاڈی بلڈرز کھڑے ہوئے ہیں۔ پینترا بدل کر اس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ چیکنگ روم میں اندھیرا ہوتے ہی اس پر جنون طاری ہو گیا تھا یا یہ کہنا چاہیے کہ وہ جنونی ہونے کا بھرپور مظاہرہ کر رہی تھی۔

اس نے باقاعدہ فائیٹر بننے کی ٹریننگ حاصل نہیں کی تھی۔ صرف ابتدائی تربیت حاصل کی تھی۔ وہ ایک فائیٹر کی حیثیت سے دشمن کا مقابلہ کامیابی سے نہیں کر سکتی تھی لیکن تین سال کی عمر سے اپنی دادی آمنہ کے ساتھ رہ کر روحانی تربیت حاصل کرتی رہی تھی۔ آٹھ برس کی عمر میں روحانی ٹیلی پیتھی سیکھنے لگی تھی اور اب نو برس کی تھی۔

اگرچہ ابھی روحانی ٹیلی پیتھی پر بھی عبور حاصل نہیں ہوا تھا۔ تاہم آمنہ نے اس پر عمل کیا تھا۔ روحانی ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں جو کچھ کی تھی۔ وہ سب کچھ اس کے ذہن میں نقش کر دیا تھا۔ اب وہ اپنی خیال خوانی کے ذریعے یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی گھس کر ان کے خیالات پڑھ سکتی تھی اور انہیں کمزور بنا سکتی تھی۔

اس وقت وہ ان دو حملہ آوروں کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کر رہی تھی کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ کس طرح حملہ کرنا چاہتے ہیں اور اسے کیا کرنا چاہیے؟

اسے ان کے حملوں کو ناکام بناتے ہوئے جوابی حملے کرنے کو تھوڑے کی طرح لگتے لیکن روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے دماغوں میں یہی تاثر پیدا ہوا کہ کرائے کے ہاتھ ا، فلائینگ کک انہیں آہنی سلاخوں کی طرح لگ رہی ہے۔ وہ دونوں مار کھاتے ہوئے' تکلیف سے کراہتے ہوئے اِدھر سے اُدھر جا رہے تھے۔

جمائلہ کونے میں کھڑی بڑی حیرانی سے الوشے کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یہی لگ رہا تھا' جیسے اپنے آپ کو دیکھ رہی ہے۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ وہ رات کے وقت اسی طرح خونخوار ہو جاتی تھی۔ دشمن کی ہڈی پسلی توڑ دیتی تھی۔ وہ حیرانی سے سوچ رہی تھی کہ الوشے نے دو چار دن میں ایسی شیطانی قوت کیسے حاصل کی ہے؟ اتنی جلدی ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ سراسر جادوگری لگ رہی ہے۔

جمائلہ آئندہ اس ادارے میں رہ کر بہت کچھ سمجھنے والی تھی۔ عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ وہ آخری چیکنگ بھی ختم ہو گئی۔ دونوں جمائلہ وہاں سے نکل کر سیدھی جناب تبریزی کے حجرے میں آئیں اور ان کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئیں۔ وہ انہیں ضروری ہدایات دیتے رہے۔ انہوں نے ان کے ساتھ ہی نماز پڑھی۔ عبادت میں مصروف رہیں پھر ان سے رخصت ہو کر حجرے سے باہر آ گئیں۔ باہر سونیا ٹرالی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے جمائلہ سے کہا۔ "تم دوسری ٹرالی میں ہاسٹل چلی جاؤ۔"

جمائلہ نے آگے بڑھ کر الوشے کو گلے لگایا پھر اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔ "میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر مرحلے میں کامیاب کرے۔"

الوشے سونیا کے ساتھ بیٹھ گئی پھر وہ ٹرالی وہاں سے چلتی ہوئی صدر دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ سونیا نے کہا۔ "جمائلہ جب یہاں پہلی بار داخل ہو رہی تھی تو میں نے اس کا استقبال کیا تھا۔ اب یہیں دوسری جمائلہ کو چھوڑنے آئی ہوں۔"

وہ صدر دروازہ کھل رہا تھا۔ سونیا نے کہا۔ "جاؤ۔ تمہیں خدا کے حوالے کیا....."

باہر دور ایک کار نظر آ رہی تھی۔ وہ سونیا کے گلے لگ کر وہاں سے پلٹ گئی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی صدر دروازے پر آئی پھر اس نے بسم اللہ کہہ کر پہلا قدم باہر رکھا۔ "شروع کرتی ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آگئی تھی۔ وہ بڑا سا صدر دروازہ بند ہو رہا تھا۔ اس کے سامنے کچھ فاصلے پر ایک شاہراہ تھی۔ کتنی ہی گاڑیاں وہاں سے گزر رہی تھیں۔ صرف ایک کار سڑک کے کنارے یوں کھڑی ہوئی تھی جیسے اس کا انتظار کر رہی ہو۔

اس نے کار کی طرف دیکھا۔ اسی وقت اس کا اگلا دروازہ کھل گیا۔ ایک شخص گاڑی سے اتر کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرانے لگا۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کی بھی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر یا پھر اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچتے ہیں اگر کوئی یوگا ماہر ہو اور سانس روک لے تو سوچ کی لہریں واپس چلی آتی ہیں لیکن روحانی ٹیلی پیتھی ایسی حد بندیوں سے بے نیاز ہے۔ انوشے کے لیے ضروری نہیں تھا کہ وہ کسی کی آواز سنتی' اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لیتی یا اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچتی۔

جیسے ہی وہ شخص گاڑی سے نکل کر اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا تو وہ فوراً ہی اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہاں اس اجنبی کے اندر فرہاد ٹو بول رہا تھا۔ ''یہی جمائلہ ہے۔ اس کے استقبال کے لیے آگے بڑھو۔''

بابا صاحب کے ادارے میں جمائلہ نے انوشے کو فرہاد ٹو کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا۔ یہ کہا تھا کہ فرہاد ٹو نے کائنج میں پہنچ کر سونیا ما کو زخمی کیا تھا اور جمائلہ کو وہاں سے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اس پر یہ احسان جتا رہا تھا کہ وہ ابھی تھوڑی دیر بعد رات کو تبدیل ہونے والی ہے اگر بابا صاحب کے ادارے میں چلی جائے گی تو وہ لوگ اسے قیدی بنا لیں گے پھر وہ آزادی سے زندگی گزارنے کے لیے باہر نہیں آسکے گی۔

جب رات ہوئی تو جمائلہ کو اس کی بات درست لگی اور وہ سونیا کی دشمن بن گئی۔ اسے مار ڈالنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں گھسنا چاہتی تھی لیکن اسے اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ یہ تمام واقعات پچھلی اقساط میں بیان ہو چکے ہیں۔ جمائلہ کی باتیں سن کر انوشے کو یہ معلوم ہوا کہ فرہاد ٹو نے کس طرح جمائلہ کی محبت اور ہمدردیاں حاصل کی تھیں اور اسے اپنا احسان مند بنایا تھا؟

اس نے یقین سے کہا تھا کہ جب وہ جمائلہ بن کر ادارے سے باہر جائے گی تو فرہاد ٹو ضرور اس کے استقبال کے لیے آئے گا اور اب وہ اس اجنبی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھ رہی تھی کہ وہی فرہاد ٹو اس کے اندر چھپا ہوا ہے۔ سامنے نہیں آرہا ہے۔

اس اجنبی نے قریب آکر سر جھکاتے ہوئے اسے مخاطب کیا پھر کہا۔ ''مس جمائلہ! مجھے اپنا خادم سمجھیں۔ جہاں جانا چاہیں گی۔ میں اپنی گاڑی میں آپ کو لے چلوں گا۔''

انوشے نے انجان بن کر پوچھا۔ ''تم مجھے کیسے جانتے ہو؟ میرا نام بھی لے رہے ہو؟ جہاں تک میری یاد داشت کا تعلق ہے' میں نے پہلے کبھی تمہیں نہیں دیکھا۔''

وہ بڑے ادب سے بولا۔ ''آپ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دنیا میں رہتی ہیں۔ میرے ساتھ چلیں گی اور میری رہنمائی حاصل کرتی رہیں گی تو آپ کو اپنے سوالوں کے جواب ملتے رہیں گے اور آگے بھی بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔''

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی گاڑی کی اگلی سیٹ پر آگئی۔ اجنبی نے کار اسٹارٹ کر کے اسے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''ڈیش بورڈ میں ایک بند لفافہ ہے۔ آپ اسے کھول کر پڑھ سکتی ہیں۔''

اس نے ڈیش بورڈ کھول کر اس لفافے کو نکالا پھر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''اس میں کیا ہے؟''

''میں نہیں جانتا۔ حکم کا بندہ ہوں۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ لفافہ آپ کے حوالے کر دوں۔''

انوشے نے لفافے کو چاک کیا۔ اس میں سے ایک تہہ شدہ کاغذ کو نکالا۔ اسے کھول کر دیکھا تو وہاں مختصر سی تحریر تھی۔ وہ پڑھنے لگی۔ لکھا ہوا تھا۔ ''ڈیئر جمائلہ! تمہیں آزادی مبارک ہو۔ تم نے یقیناً مجھے یاد رکھا ہوگا؟ میں تمہارا محسن ہوں اور بہترین دوست بھی ... جس فرہاد کو تم نے بابا صاحب کے ادارے میں دیکھا ہے' میں اس کا ہم شکل ہوں۔ میں نے تمہیں اس ادارے میں جا کر قیدی بننے سے روکنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا تھا تب سے اب تک میں تمہاری رہائی کا انتظار کرتا رہا ہوں۔ اس سے اندازہ کر سکتی ہو کہ یہ دن رات انتظار کرنے والا تمہیں کس قدر چاہتا ہے؟

تم جب دن کے وقت نارمل رہتی ہو تو تمہارا احساس دماغ پر اگلی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے اور کسی کو اپنے اندر نہیں آنے دیتا۔ ویسے بھی فی الحال میں تمہارے اندر آنا چاہتا۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اندر موجود ہوں گے اور تمہارے ذریعے مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش کریں گے۔

میں ان سے خوفزدہ نہیں ہوں لیکن احتیاطی تدابیر اختیار کرتا ہوں۔ میں خود کو محفوظ رکھ کر تمہاری بھی حفاظت کروں گا۔ ابھی تھوڑی دیر بعد تاریکی چھا جائے گی۔ تم تبدیل ہو

جاؤ گی پھر کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہاری مرضی کے بغیر تمہارے اندر نہیں آسکے گا۔ آئے گا تو تم اسے بھگا دیا کرو گی۔ ایسے ہی وقت میں تم سے کہیں نہ کہیں رابطہ کروں گا۔ میرا انتظار کرو۔ فقط تمہارا..... صرف تمہارا فرہاد علی تیمور.....''

تحریر ختم ہوگئی۔ نیچے لکھا ہوا تھا۔ ''اس تحریر کو ضائع کر دو''

انوشے نے اس کاغذ کے ٹکڑے کر دیے پھر ان ٹکڑوں کو لفافے میں بند کر کے گھڑکی کے باہر پھینک دیا۔ وہ اجنبی کے اندر فرہاد ٹو کی آواز سن چکی تھی۔ پلک جھپکتے ہی اس کے اندر پہنچ گئی۔

وہ یوگا کا ماہر تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرتا تھا لیکن ان لمحات میں روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے جو سوچ کی لہریں اس کے اندر پہنچیں تو وہ انہیں محسوس نہ کر سکا۔ وہ اسی شاہراہ پر کئی کلو میٹر آگے کار ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا اور ڈرائیونگ کے دوران وقتاً فوقتاً اس اجنبی کے پاس بھی پہنچ رہا تھا' جس کے ساتھ انوشے بیٹھی ہوئی تھی۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے ایک بار انوشے کو اپنے حجرے میں بلا کر کہا۔ ''تمہاری ماں الپا اور تمہارا دادا فرہاد علی تیمور سب ہی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں لیکن وہ دشمن خیال خوانی کرنے والوں کے دماغوں میں پہنچ نہیں پاتے۔ کیونکہ وہ یوگا کے ماہر ہوتے ہیں لیکن تم یوگا جاننے والے شیطانوں کے اندر بھی آسانی سے پہنچ جایا کرو گی۔ ایسے وقت میری ہدایت یاد رکھنا۔''

انہوں نے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔ ''ازل سے خیر و شر کی جنگ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ وہ جب چاہے تمام شیطانی قوتوں کو فنا کر سکتا ہے۔ شیطان کو مار سکتا ہے لیکن اس معبود نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ یہ دنیا خیر و شر کی کشمکش جاری رکھنے کے لیے ہی بنائی گئی ہے۔ یہاں انسانی ہمت' حوصلے اور قوتِ ارادی کی آزمائش ہوتی رہتی ہے کہ انسان کس طرح اپنی ذہانت سے اور اپنے نیک اعمال سے شیطانی قوتوں کو پسپا کرتا ہے؟''

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''ہم روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی اس روحانی قوت کے ذریعے شیطان کو چشم زدن میں فنا کر سکتے ہیں لیکن تم ایسا نہیں کرو گی۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے شیطان کو اس کی پوری قوتوں کے ساتھ ایک مخصوص مدت تک زندہ رہنا ہے۔ لہٰذا روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم کھل کر کسی بھی دشمن کو نہیں

خواتین کے لیے اصلاحی و معاشرتی ناول کا مجلہ
نگہت سیما کا مشہور ترین ناول
دھوپ بارش اور سائے
مکمل کتابی شکل میں شائع ہو رہا ہے
صفحات ایک ہزار سے زائد
قیمت 700 روپے ڈاک خرچ 52 روپے
ڈاکٹر ساجد امجد جن کی تحریریں آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھی جاتی ہیں
احوالِ اولیاء
حضرت بختیار کاکیؒ
حضرت جنید بغدادیؒ
حضرت لال شہباز قلندرؒ
حضرت جلال الدین رومیؒ
حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ
کی زندگی پر مستند تاریخی کتاب
قیمت 350 روپے ڈاک خرچ 50 روپے
دونوں کتابیں محدود تعداد میں شائع ہو رہی ہیں
اپنے آرڈر آج ہی بک کروائیں
کتابیات پبلی کیشنز
فون: 021-5804300
E-mail: kitabat1970@yahoo.com

کرو گی۔ کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر کبھی اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرو گی۔ جو ہو رہا ہوگا، وہ ہونے دو گی اور چپ چاپ تماشا دیکھتی رہو گی۔''

اسے جناب تیمر بڑی کی تمام ہدایات یاد تھیں۔ اس وقت وہ فرہاد ٹو کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے خیالات پڑھ رہی تھی اور روحانی طور پر یہ آگاہی مل رہی تھی کہ ابھی فرہاد ٹو کو ڈھیل دی گئی ہے۔ وہ اس کے گرینڈ پا فرہاد علی تیمور کے خلاف محاذ آرائی کرتا رہے گا۔ یہ راز وہ نہ تو اپنے گرینڈ پا یعنی مجھے بتائے گی اور نہ ہی فرہاد ٹو کو اس کے ناپاک عزائم سے روکے گی۔

ایسی بات نہیں ہے کہ شیطان کو بالکل ہی ڈھیل دے دی جائے گی۔ جب بھی فرہاد ٹو اپنی حد سے گزرے گا تو انوشے چپ چاپ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے نکیلی کا ناچ نچا سکے گی۔ فی الوقت وہ بڑی خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اس نے پیرس میں اس کے لیے ایک اپارٹمنٹ حاصل کیا ہے۔ وہاں اسے خوش کرنے کے لیے ابوالہول کے بت کو لا کر رکھا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ جمائلہ رات کے وقت اس بت کو دیکھ کر خوش ہو جاتی ہے۔ اس کی پوجا کرتی ہے' اس کی مناجات کرتی ہے اور بت لانے والے کو ابوالہول کا غلام اور اپنا سچا دوست سمجھتی ہے۔

فرہاد ٹو نے اسے خوش کرنے اور اس سے دوستی قائم رکھنے کے لیے ایسے انتظامات کیے تھے۔ اچھا خاصا وقت گزر گیا تھا۔ دور کہیں مسجدوں میں مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ آدھے گھنٹے کے اندر دن کے اجالے پر رات کی تاریکی مسلط ہونے والی تھی۔ فرہاد ٹو بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔ اندھیرا ہوتے ہی وہ جمائلہ سے رابطہ کرنے والا تھا۔

وقت آہستہ آہستہ گزرتا ہے مگر گزر ہی جاتا ہے۔ رات کی تاریکی مسلط ہوگئی۔ انوشے نے یکبارگی چیخ کر کہا۔ ''گاڑی روکو.....''

اس اجنبی نے گھبرا کر فوراً ہی گاڑی روک دی۔ انوشے نے ایک ہاتھ سے اس کا گلا دباتے ہوئے پوچھا۔ ''تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟''

اس کی آواز اور لب و لہجے میں بلا کی سفاکی اور درندگی پیدا ہوگئی تھی۔ روحانی تاثرات کے ذریعے اس اجنبی کو یوں محسوس ہو رہا تھا' جیسے گلا دبوچنے والا ہاتھ نہیں ہے بلکہ کوئی فولادی شکنجہ ہے۔ فرہاد ٹو نے اس آلۂ کار کے دماغ میں رہ کر یہی محسوس کر رہا تھا کہ جمائلہ کو اچانک ہی شیطانی قوتیں حاصل ہوگئی ہیں۔ اس کے نیور بدل چکے ہیں۔

اس نے فوراً ہی موبائل فون کے ذریعے اس سے رابطہ کر کے کہا۔ ''فون اس لڑکی کو دو۔''

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ فون لے کر اسے کان سے لگاتے ہوئے بولی۔ ''کون ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں تمہارا دوست فرہاد ٹو بول رہا ہوں۔ اپنے اس گلا گھونٹو سے کہو کہ مجھے چھوڑ دے۔ یہ تمہارا خدمت گار ہے۔''

انوشے نے اسے چھوڑ دیا پھر فون کو کان سے لگائے گاڑی سے باہر نکل کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم کہاں ہو؟''

وہ بولا۔ ''اس وقت ابوالہول سے اور بھی قوتیں طلب کرو۔ معلوم کرو' کیا کوئی تمہارا تعاقب کر رہا ہے؟ کیا خیال خوانی کرنے والے کسی بھی ذریعے سے تمہاری نگرانی کر رہے ہیں؟''

وہ بے بسی سے بولی۔ ''میں کیسے ابوالہول کو پکاروں؟ مجھے اس کا بت چاہیے۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔''

''تمہارے لیے خوش خبری ہے۔ میں نے پیرس کے ایک اپارٹمنٹ میں ابوالہول کا بت لا کر رکھا ہے۔ ابھی تمہیں وہیں لے جاؤں گا۔ تم اپنی پُراسرار قوتوں سے معلوم کرو کہ میں اس وقت کہاں ہوں؟ تم وہیں چلی آؤ۔''

اس نے یکبارگی سر گھما کر سامنے کی طرف دیکھا پھر فوراً ہی دوڑتی ہوئی اس طرف جانے لگی۔ فرہاد ٹو اپنے آلۂ کار کے ذریعے اسے دوڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ روحانی تاثرات کے مطابق یوں لگ رہا تھا' جیسے وہ انسانی رفتار سے نہیں بلکہ طوفانی رفتار سے دوڑتی جا رہی ہے۔

فرہاد ٹو فون کا رابطہ ختم کر کے اپنی گاڑی سے باہر آگیا۔ اسی وقت انوشے دوڑتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ خوش ہو کر اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''آزادی مبارک ہو۔ پہلے ہاتھ ملاؤ پھر میں تمہیں ابوالہول کے پاس پہنچاؤں گا۔''

انوشے نے ہاتھ بڑھا کر پوری قوت سے اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیا۔ اس کی گرفت بہت زیادہ مضبوط تھی۔ لیکن فرہاد ٹو کو یوں محسوس ہوا' جیسے اس کا ہاتھ آہنی شکنجے میں آگیا ہو۔ وہ تڑپ کر بولا۔ ''پلیز' آہستگی سے معاملہ کرو۔''

وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ اسٹیرنگ سیٹ پر آکر گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''کیا تم مطمئن ہو کہ ہمارا تعاقب نہیں کیا جا رہا ہے؟''

وہ بولی۔ ''کوئی تعاقب نہیں کر رہا ہے۔ کسی کی مجال نہیں ہے کہ کوئی میرا پیچھا کرے۔ میں پلٹ کر ایسا وار کروں گی کہ وہ دوسری سانس نہیں لے سکے گا۔''

''میں تمہارا محسن ہوں' تمہارا دوست ہوں۔ تم پہلے بھی میری باتیں مانتی رہی ہو۔ اس بار بھی یہ بات مان لو کہ کسی کو ایک لمحے کے لیے بھی اپنے دماغ میں نہ آنے دینا۔ یہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت ہی مکار ہیں۔''

وہ سخت لہجے میں بولی۔ ''مجھے یہ باتیں نہ سمجھاؤ۔ میں بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر ان سب کو اچھی طرح دیکھ چکی ہوں۔ سمجھ چکی ہوں۔ وہ سب میرے ابوالہول کے دشمن ہیں۔ میں انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ ایک ایک کو چُن چُن کر ماروں گی۔''

''میں معلوم کرنا چاہتا ہوں' وہ لوگ تمہارے خلاف کیا کرتے تھے؟ رات کو تم تبدیل ہو جاتی ہو پھر صبح تک تو ان کی شامت آجاتی ہوگی؟''

''وہ مجھے قابو میں رکھنے کے لیے زنجیروں میں جکڑ دیتے تھے لیکن میں زنجیریں بھی توڑ ڈالتی تھی۔ مجھے ایک ایسے کمرے میں رکھا جاتا تھا' جس کی دیواریں اور دروازہ فولادی تھا۔ میں انہیں توڑ کر باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ بہت مجبور ہو کر اس قید خانے میں رات گزارتی تھی۔''

وہ ایک ذرا چپ ہوئی پھر گہری سانس لے کر بولی۔ ''دن کے وقت وہ لوگ مجھے بڑی سہولتیں دیتے تھے' بہت پیار دیتے تھے' بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ مجھے دین و ایمان کی باتیں سمجھاتے تھے لیکن رات کو میرا رویہ دیکھ کر پریشان ہو جاتے تھے۔ آخر وہ لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ میں شام سے صبح تک کبھی نارمل نہیں رہ سکوں گی۔ کبھی ان کے قابو میں نہیں آسکوں گی۔ اسی لیے انہوں نے مجبور ہو کر مجھے رہا کر دیا ہے۔''

''تھینکس گاڈ! تم میرے پاس واپس آگئی ہو۔ اب ہم مل کر دشمنوں کے خلاف انتقامی کارروائیاں کر سکیں گے۔''

''میں ابھی اس ادارے میں واپس جا کر ان سے نمٹنا چاہتی ہوں لیکن یہ پہلے دیکھ چکی ہوں کہ مجھے اندر جانے کا راستہ نہیں ملتا ہے۔ یہ بتاؤ' ان دشمنوں کو اس ادارے سے باہر کیسے نکالا جائے گا؟''

اس نے کہا۔ ''فرہاد علی تیمور کا پوتا عدنان بنگلا دیش میں ہے۔ وہ فرہاد کی بہت بڑی کمزوری ہے اگر تم اس بچے کو میرے پاس پہنچا دو تو میں اس کے ذریعے سونیا اور فرہاد کو ادارے سے باہر آنے پر مجبور کر دوں گا۔''

''ایسی بات ہے تو پہلے مجھے ابوالہول کے بت کے پاس پہنچاؤ پھر بنگلا دیش لے چلو۔ میں اس بچے کی گردن دبوچ لوں گی۔''

''دیکھو! اس بچے کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچے۔ اس کے ذریعے صرف سونیا اور فرہاد کو کمزور بناتے رہنا ہے۔''

''ٹھیک ہے..... میں اسے نقصان نہیں پہنچاؤں گی لیکن ہم اتنی جلدی بنگلا دیش کیسے جا سکتے ہیں؟''

''تم فکر نہ کرو۔ مجھ سے بچھڑتے وقت تم اپنا سامان اور پاسپورٹ وغیرہ میرے پاس چھوڑ گئی تھیں۔ میں نے اس پاسپورٹ کے ذریعے آج رات گیارہ بجے کی فلائٹ میں دو ٹکٹیں اوکے کرائی ہیں۔ ہم تقریباً آٹھ گھنٹے میں بنگلا دیش پہنچ جائیں گے۔''

''تم خود کو میرا محسن بھی کہتے ہو اور دوست بھی..... یہ بتاؤ' محسن ہو یا دوست.....؟ اگر محسن ہو تو میں اس بچے کو تمہارے حوالے کرنے کے بعد احسان اتارو دوں گی پھر ہو سکتا ہے' آئندہ تمہارے کام نہ آؤں۔ اس کا انحصار میرے موڈ پر ہوگا۔''

وہ بلبڑا سے بولا۔ ''نہیں، ایسی بات نہ کرو۔ میں محسن نہیں..... صرف دوست بن کر رہنا چاہتا ہوں۔ تمہیں دوست بنائے رکھنے کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دے سکتا ہوں۔''

''میں جانتی ہوں' تم بہت اچھے ہو۔ پہلی ملاقات میں تم نے مجھے سونیا سے چھین لیا تھا اور بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے روک دیا تھا مگر نہ جانے وہ کیسے جادوگر ہیں؟ انہوں نے مجھے اس ادارے میں بلا ہی لیا اور رقیبی بنا لیا۔''

''آپ ایسا نہیں ہوگا۔ تم اس ادارے کے قریب بھی نہیں جاؤ گی۔ بلکہ اس شہر اور اس ملک میں بھی نہیں رہو گی۔ دور رہ کر ان کے خلاف بہت کچھ کر سکو گی۔''

وہ رات کے آٹھ بجے پیرس پہنچ گئے۔ وہ اپارٹمنٹ کے سامنے گاڑی روک کر باہر آتے ہوئے بولا۔ ''اپنی پُراسرار صلاحیتوں کے ذریعے پھر یہ معلوم کرو' کوئی ہمارا تعاقب تو نہیں کر رہا ہے؟''

''میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ ہمارے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ جب مجھے کوئی خطرہ پیش آتا ہے تو ایک آگ سی جلتی ہے پھر میں ابوالہول کو پکارتی ہوں تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ خطرہ کس طرف سے ہے؟ ابھی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

اسے یقین تھا کہ جمائلہ سچ کہہ رہی ہے۔ کوئی دھوکا نہیں کھا رہی ہے پھر بھی وہ تمام نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ انوشے نے کہا۔ ''میں اپنے ابوالہول کو دیکھنے اور اس سے ملنے کے لیے تڑپ رہی ہوں۔ فوراً اپارٹمنٹ میں چلو۔''

وہ وہاں سے چلتے ہوئے اپارٹمنٹ کے دروازے پر

آئے۔ فرہاد ٹو نے چابی کے ذریعے دروازے کو کھولا پھر اندر آکر سوئچ کو آن کیا۔ کمرا روشن ہوگیا۔ اس کمرے کی ایک میز پر ابوالہول کا ناک کٹا بت رکھا ہوا تھا۔

بعض اوقات ایسے حالات پیش آتے ہیں جن کے بارے میں کبھی کوئی پہلے سے سوچ بھی نہیں سکتا۔ انوشے نے سر گھما کر ابوالہول کے بت کو دیکھا تو اس کے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ یوں محسوس ہوا' جیسے کسی انجانی سی قوت نے اسے چھولیا ہے۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہی تھی اور وہ بت اسے دیکھ رہا تھا۔ شاید شیطان دھوکا کھا رہا تھا کہ اس کی جماعت واپس آگئی ہے؟

واپس آگئی ہے..... واپس آگئی ہے..... انوشے آگے پیچھے جھوم رہی تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے ذہن کو کوئی انجانی قوت اپنی گرفت میں لینا چاہتی ہے۔ وہ روحانی قوت کے ذریعے اسے روک رہی تھی۔ سمجھنا چاہتی تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ایسے وقت اس کے دونوں بازو بے اختیار پھیل گئے تھے اور وہ بازو پھیلائے رک رک کر ابوالہول کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ مضبوط قوتِ ارادی کی مالک تھی۔ آسانی سے زیر نہیں ہو سکتی تھی۔

جب اس نے دیکھا کہ وہ رُک نہیں پا رہی ہے اور بے اختیار اس کی طرف کھنچی چلی جا رہی ہے تو اس نے خود کو فرش پر گرا دیا۔ اس کا تیزی سے دھڑکتا ہوا دل تیزی سے کلامِ پاک کی ایک آیت پڑھ رہا تھا اور وہ فرش پر دوزانو بیٹھی یوں آگے پیچھے' دائیں بائیں جھوم رہی تھی' جیسے حال آ رہا ہو۔

فرہاد ٹو دور کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں یہ آ رہا تھا کہ جماعت ابوالہول کی پجارن ہے۔ اسے دیکھتے ہی بڑی عقیدت سے فرش پر بیٹھ کر جھوم رہی ہے۔ اپنے طور پر اس کی عبادت کر رہی ہے۔

دیکھا جائے تو انوشے ابھی ایک بچی تھی۔ اپنی دادی آمنہ کے ساتھ رہ کر روحانیت کے ابتدائی مرحلوں سے گزرتی رہی تھی۔ جناب تبریزی نے روحانی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں روحانی ٹیلی پیتھی نقش کی تھی۔ انوشے نے روحانی ٹیلی پیتھی کا علم باقاعدہ روحانیت کے آزمائشی مراحل سے گزر کر حاصل نہیں کیا تھا۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ انوشے اب تک روحانیت کے کسی بھی عملی تجربے سے نہیں گزری تھی۔ پہلی بار رکاوٹوں سے اور شیطانی قوتوں سے پالا پڑ رہا تھا۔

ابوالہول کی کھلی ہوئی آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ ایک دم سے اُچھل کر کھڑی ہوگئی۔ یوں لگا جیسے کسی شیطانی قوت نے اسے اچھال دیا ہو۔ وہ دونوں بازو پھیلائے [illegible] سے دوڑتی ہوئی آکر اس بت سے لپٹ گئی۔ اس کے [illegible] ایمانی قوت کو بروئے کار لا کر روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے [illegible] آواز دی۔ ''گرینڈ ماما! جلدی آئیں۔ میری مدد کریں۔''

آمنہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر [illegible] بت سے لپٹی ہوئی تھی۔ آمنہ نے اسے ایک جھٹکے سے الگ [illegible] دیا۔ وہ دھکا کھا کر لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے چلی گئی۔ آمنہ جناب تبریزی کے زیرِ سایہ رہ کر روحانی علوم میں کمال حاصل کیا تھا۔ اب صحیح معنوں میں روحانی اور شیطانی قوتوں کا مقابلہ تھا۔

شیطانی قوت انوشے کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی اور ایمانی قوت نے انوشے کو جہاں تھی' وہیں جامد اور ساکت کر دیا تھا۔ آمنہ کہہ رہی تھی۔ ''میری بچی! حوصلہ کرو۔ بھرپور ایمانی قوت سے شیطان کا مقابلہ کرو۔ تمہارے سامنے پتھر کا ایک بت ہے۔ اس کے پیچھے جو شیطانی قوت ہے' وہ ابھی پسپا ہو جائے گی۔''

انوشے کو یاد آ رہا تھا' جناب تبریزی نے اسے ہدایت کی تھی۔ ''تم نے حالات سے جنگ کرنے کے لیے روحانیت کا علم حاصل کیا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ تم سے کبھی شیطانی قوتیں ٹکرائیں گی۔ خیر و شر کی جنگ ابد تک جاری رہے گی۔ تمہیں اپنی قوتِ ارادی سے اور قوتِ ایمانی سے لڑتے رہنا ہوگا۔ لڑتے رہنا ہوگا.....''

ایسا سوچتے وقت انوشے کو محسوس ہو رہا تھا جیسے جناب علی اسد اللہ تبریزی اس کے اندر موجود ہیں۔ اسے آگاہی دے رہی تھی یا پھر وہ فرما رہے تھے۔ ''جاؤ... آگے بڑھو اور اسکارف اس پر ڈال دو۔''

انوشے نے اپنے شانے اور سینے پر پھیلے ہوئے اسکارف کو اُتارا پھر آگے بڑھ کر اسے ابوالہول کے بت پر ڈال دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں یوں محسوس ہوا' جیسے [illegible] بالکل ہلکا ہوگیا ہے اور شیطانی قوت دھوئیں کی طرح اڑ گئی ہے۔ وہ اطمینان کی ایک گہری سانس لے کر دل ہی دل میں بولی۔ ''شکریہ میرے بزرگ معلم! شکریہ گرینڈ ماما! اب شیطانی قوت سے نمٹ لوں گی۔''

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس کی دادی آمنہ [illegible] روحانیت کے درجۂ کمال تک پہنچنے والے جناب تبریزی [illegible] چکے تھے۔ اب اسے فرہاد ٹو کے سامنے یہ ڈراما جاری رکھنا [illegible] کہ وہ ابوالہول کی پجارن ہے۔ اس کی عبادت کرکے [illegible] اسرار قوتیں حاصل کرنے والی ہے۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ فرہاد ٹو دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ یہ دیکھ رہا تھا کہ جمائلہ کس طرح جنون میں مبتلا ہو گئی تھی؟ کبھی جھوم رہی تھی' کبھی فرش پر بیٹھ گئی تھی' کبھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی اور اب اس نے اپنا اسکارف اس مجسمے پر ڈال دیا تھا۔ شاید یہ بھی اس کی عبادت کا کوئی انداز تھا۔

وہ یہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ در پردہ کیا ہوتا رہا ہے؟ اس نے بظاہر جمائلہ کی دیوانگی دیکھی تھی۔ اس کی ایک ایک حرکت اور ایک ایک بات یہ ثابت کر رہی تھی کہ وہ جمائلہ ہے۔ آئندہ بھی وہ اس پر کبھی شبہ کرنے والا نہیں تھا۔

وہ بڑے ہی گمبھیر لہجے میں بولی۔ ''مجھے ابھی عود اور عنبر چاہیے۔ میں انہیں سلگاؤں گی۔ ان کے دھوئیں اور خوشبو میں عبادت کروں گی۔''

اس نے ایک الماری کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے سارے انتظامات کر رکھے ہیں۔''

اس نے الماری کھول کر عود اور عنبر کے دو پیکٹ نکالے پھر انہیں اس بت کے برابر ایک لائٹر کے ساتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ شیشے کا پیالا ہے۔ اس میں عود سلگا سکتی ہو اور کسی چیز کی ضرورت ہے تو بولو۔''

وہ بولی۔ ''بس ... یہی کافی ہے۔ اب تم جاؤ۔ میں کمرا بند کرنے کے بعد تنہائی میں عبادت کروں گی۔ خبردار! بند دروازے پر دستک نہ دینا۔ مجھے آواز بھی نہ دینا۔ میں عبادت کے وقت کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتی۔''

وہ کمرے سے باہر جاتے ہوئے بولا۔ ''جب تک تم عبادت کرتی رہو گی' میں دوسرے کمرے میں تمہارا انتظار کرتا رہوں گا۔''

وہ دروازہ بند کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا۔ ''جسٹ اے منٹ.... آٹھ بج چکے ہیں۔ گیارہ بجے ہماری فلائٹ ہے۔ کم از کم ایک گھنٹے پہلے ہمیں ایئرپورٹ پہنچنا ہوگا۔''

''فکر نہ کرو.... میں صرف پندرہ منٹ تک عبادت کروں گی۔ ہم ٹھیک وقت پر ایئرپورٹ پہنچ جائیں گے۔''

اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ ابوالہول کے بت کے پاس آ گئی۔ اس کے منہ پر اسکارف پڑا ہوا تھا۔ وہ تقریباً چھپ گیا تھا۔ وہ شیشے کے پیالے میں عود کو سلگا کر عنبر کا سفوف چھڑکنے لگی۔ عود کے دھوئیں کے ساتھ کمرے میں عنبر کی خوشبو پھیلنے لگی پھر وہ ایک صوفے پر آ کر آرام سے بیٹھ گئی۔

زندگی میں پہلی بار اس نے شیطانی قوت سے ٹکرانے کا تجربہ کیا تھا اور یہ تجربہ بڑا عجیب سا لگا تھا۔ ویسے کامیابی حاصل ہونے کے بعد اس کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ یہ محسوس پیدا ہو گیا تھا کہ آئندہ وہ بڑے عزم و استقلال سے شیطانی قوتوں کا مقابلہ کر سکے گی۔

الپا اور پارس کو بہت پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ انوشے اپنا روپ بدلنے والی ہے۔ اسے پلاسٹک سرجری کے ذریعے جمائلہ بنایا جا رہا ہے۔ جب وہ ادارے سے جائے گی تو فرہاد ٹو' امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور خطرناک تنظیموں سے تعلق رکھنے والے اسے جمائلہ کے روپ میں دوستی کرنا چاہیں گے۔ دوستی نہ ہونے کی صورت میں اسے ٹریپ کرنے کی کوششیں کریں گے۔ ایسے وقت میں پارس دور ہی دور سے اپنی بیٹی کی نگرانی کر سکتے ہیں۔

انوشے نے صوفے پر بیٹھنے کے بعد اس بت کو دیکھا۔ ایک ننھے اسکارف نے اس کے منہ کو ایسے چھپا لیا تھا جیسے شیطانی قوتوں نے کفن پہن لیا ہو۔ اس کفن سے شیطانی قوت سانس نہیں لے سکتی تھی۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی الپا کے اندر آ کر بولی۔ ''ہائے مما! میں ہوں آپ کی بیٹی .... کہاں ہیں؟ یوگا کی صلاحیتیں؟ کیا آپ کا دماغ میری سوچ کی لہریں محسوس کر رہا ہے؟''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''ہائے میری جان! تم بول رہی ہو؟ سوچ کی لہریں سنائی دے رہی ہیں اگر خاموش رہتیں تو تمہاری موجودگی کو سمجھ نہ پاتی۔ اللہ تعالیٰ جناب تیمور تمہاری گرینڈ ماما (آمنہ) کا سایہ ہمیشہ تمہارے سر پر انہوں نے روحانی ٹیلی پیتھی کا علم دے کر تمہیں دنیا ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے زیادہ باور فل بنا دیا ہے۔''

انوشے نے کہا۔ ''میں آئندہ بھی ان کے سائے کر روحانیت کے مختلف مراحل سے گزرتی رہوں گی۔''

''تمہارے گرینڈ پاپا نے بتایا ہے کہ تم انہیں باہر آ چکی ہو۔ مجھے تاکید کی گئی ہے کہ میں تمہیں مخاطب نہ کروں' جب تک تم خود مجھ سے رابطہ نہ کرو۔''

الپا بہت خوش تھی۔ کہہ رہی تھی۔ ''میری بیٹی خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر آ رہی ہو۔ خوشی کو جی کر رہا ہے۔ میں تمہارے پاپا (پارس) کو بتاتی ہوں کہ تم ابھی میرے اندر بول رہی ہو۔ وہ بہت خوش ہوں گے ڈھیر ساری دعائیں دے رہے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''آئی لو مائی پاپا.... جسٹ اے منٹ سے مل کر آتی ہوں۔''

وہ دوسرے ہی لمحے میں پارس کے

بولی۔ ''ہائے پاپا! میں پہلی بار روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کے دماغ کو چوم رہی ہوں۔ کیسا لگ رہا ہے؟''

''میری جان! میرے اندر ایک نئی جان آ گئی ہے۔ میں تم سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہو رہا ہوں۔''

الپا نے کہا۔ ''میں اور تمہارے پاپا ہر اُس ملک اور ہر اس علاقے میں جانا چاہتے ہیں' جہاں تم جاتی رہو گی۔ یہ بتاؤ' کیا تمہیں ٹیلی پیتھی جاننے والے تم سے رابطہ کر رہے ہیں؟''

وہ الپا کے اندر آ کر بولی۔ ''یس ماما! سب سے پہلے گرینڈ پاپا بننے والے بہروپیے نے مجھ سے دوستی کی ہے۔ ابھی ادارے سے باہر نکلتے ہی وہ مجھے پیرس لے کر آ گیا ہے۔ ہم ابھی گیارہ بجے کی فلائٹ سے بنگلا دیش جانے والے ہیں۔ آپ اور پاپا کہاں ہیں؟''

''میں لندن میں تھی۔ تمہارے پاپا کے پاس انڈیا آ گئی ہوں۔ ہم ایک آدھ گھنٹے میں یہاں سے بنگلا دیش پہنچ جائیں گے۔''

''میرا خیال ہے' آپ ابھی وہاں نہ آئیں۔ وہاں زیادہ عرصے تک میرا قیام نہیں رہے گا۔ میں صبح آپ سے رابطہ کر کے صورت حال سے آگاہ کروں گی۔''

''یہ بات اپنے پاپا کو سمجھاؤ جو تم سے ملنے کے لیے تڑپ رہے ہیں۔''

انوشے نے پارس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''پاپا! جناب خضر کی نے مجھے چند اہم ہدایات دی ہیں۔ ان کے پیش نظر بنگلا دیش میں میرا قیام زیادہ عرصے تک نہیں رہے گا۔ میں کل آپ سے رابطہ کر کے بتا سکوں گی کہ آئندہ ہم کہاں مل سکتے ہیں گے؟ ابھی اجازت دیں۔ میرا دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔''

وہ ماں باپ سے رخصت ہو کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اسے روحانی طور پر آگاہی ملتی رہتی تھی۔ جناب خضر کی نے تاکید کی تھی کہ وہ اپنے ماں باپ کو بھی ایسی کسی آگاہی کے بارے میں کبھی کچھ نہ بتایا کرے اور اسے یہ بھی بتا چکی تھی کہ وہ بنگلا دیش میں زیادہ دیر قیام نہیں کرے گی۔ حالات کچھ سے کچھ ہونے والے ہیں۔ اسے عدنان کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم ہو رہا تھا اور یہ تمام معلومات اس کے سینے میں راز کی طرح محفوظ رہنے والی تھیں۔

پندرہ منٹ گزر گئے۔ انوشے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کو کھول دیا۔ وہ کمرا عود و عنبر کے دھوئیں اور خوشبو سے بھرا ہوا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی خوشبو دوسرے کمرے تک گئی۔ فرہاد ٹو فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر اس کے پاس آ گیا۔ دور میز پر رکھے ہوئے بت کو دیکھنے لگا۔ ابوالہول اسکارف میں چھپا ہوا تھا۔

انوشے نے کہا۔ ''میں نے ابھی عبادت کی ہے اور ابوالہول نے مجھ سے کہا ہے کہ میں جب چاہوں گی پراسرار قوتیں حاصل کرتی رہوں گی لیکن اب میں اس کے بت کو اپنے سامنے نہ رکھا کروں۔ اب وہ ہمیشہ میرے اندر رہا کرے گا۔ میں نے اس کے حکم سے اس کا منہ چھپا دیا ہے۔ اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔''

وہ اپنی رسٹ واچ دیکھتے ہوئے بولا۔ ''سوا دو گھنٹے بعد فلائٹ جانے والی ہے۔''

وہ بولی۔ ''راستے میں کچھ ضروری چیزیں خریدنی ہیں۔ ابوالہول نے کہا ہے کہ آئندہ مجھے پورے لباس میں رہنا چاہیے۔ اسکارف سے سر کو اور سینے کو ڈھانپ کر رکھنا چاہیے۔''

وہ اپارٹمنٹ سے باہر آ گئے۔ فرہاد ٹو نے اس کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا۔ ''اس اپارٹمنٹ کو اپنا ہی سمجھو۔ ہم جب بھی پیرس آئیں گے۔ یہیں رہا کریں گے۔ میں تو ہر ملک کے بڑے بڑے شہروں میں اپنا ایک بنگلا خرید لیتا ہوں۔''

انوشے نے پوچھا۔ ''تو پھر یہاں پیرس میں کیوں نہیں خریدا؟''

''بس یہ چھوٹا سا اپارٹمنٹ کافی ہے۔ یہاں فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم جیسوں کی بو سونگھتے پھرتے ہیں۔ کبھی بہت ضروری ہوگا تو اس شہر میں آیا کریں گے۔''

وہ دونوں گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئے پھر وہاں سے ایک بہت بڑے جنرل اسٹور میں آئے۔ انوشے نے سب سے پہلے اسکارف خرید کر اپنے سر پر رکھتے ہوئے اسے سینے تک لا کر باندھا پھر اپنی ضرورت کا دوسرا سامان خریدنے لگی۔ فرہاد ٹو کے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسکرین پر نمبر پڑھے۔ سیون بلڈرز اسے مخاطب کر رہے تھے۔ اس نے فون کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو... میں بول رہا ہوں۔''

دوسری طرف سے ایک بلڈر نے کہا۔ ''ہیلو مسٹر فرہاد ٹو! تم نے دعویٰ کیا تھا' جمائلہ کو آج شام رہائی مل جائے گی۔ تم نے اب تک ہم سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے' ناکامی ہو رہی ہے؟''

وہ بڑے فخر سے بولا۔ ''میں ناکام ہونا نہیں جانتا۔

جمائلہ اس وقت میرے ساتھ ہے۔ ہم اپنے اہم معاملات میں اس قدر مصروف رہے کہ تم لوگوں سے رابطہ کرنے کی فرصت نہیں ملی۔"

اس بلڈر نے بڑی حیرانی سے پوچھا۔ "کیا واقعی اسے رہائی مل چکی ہے؟ وہ اس وقت تمہارے ساتھ ہے؟"

"ہاں... سانچ کو آنچ کیا؟ ابھی اس سے بات کرو۔"

اس نے جمائلہ کی طرف فون بڑھاتے ہوئے کہا۔ "سیون بلڈرز تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ بولی۔ "اوٹو... میں شاپنگ کروں یا باتیں کروں؟"

پھر اس نے فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو! میں جمائلہ بول رہی ہوں۔"

اس بلڈر نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔ "ہیلو جمائلہ! ہم تمہارے سب سے پرانے اور جاں نثار دوست ہیں۔ تمہیں رہا ہوتے ہی ہم سے رابطہ کرنا چاہیے تھا۔"

"رہائی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں دشمنوں سے غافل ہو جاؤں اور دوستوں سے پیسے ہانکنے لگوں۔ فی الحال مجھے فرہاد ٹو کے ایک بہت اہم منصوبے پر عمل کرنا ہے۔ اس کے بعد میں تم لوگوں کے پاس آؤں گی۔"

"وہ اہم منصوبہ کیا ہے؟"

"میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔ زیادہ باتیں نہیں کر سکوں گی۔ تم فرہاد ٹو سے معلوم کرو۔"

یہ کہہ کر اس نے فون اسے دے دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولا۔ "ہم ابھی گیارہ بچے کی فلائٹ سے بنگلا دیش جا رہے ہیں۔ وہاں فرہاد کا پوتا ہے۔ جمائلہ اسے ٹریپ کرے گی۔ اپنے شکنجے میں لے گی پھر ہم سونیا اور فرہاد کو اس بچے کے ذریعے کمزور بنائیں گے۔ ان سے اپنے مطالبات منوائیں گے پھر میں جمائلہ کو تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔"

"ہمیں اس کی واپسی کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔ اس سے کہو کل صبح کسی وقت بھی ہم سے فون پر بات کرے۔ ہم انتظار کریں گے۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی فون کا... دوبارہ سنائی دیا۔ اس بار امریکی اکابرین نے رابطہ کیا تھا۔ ان سے بھی جمائلہ کے سلسلے میں باتیں ہونے لگیں۔ اس نے بتایا کہ آئندہ ان کا منصوبہ کیا ہے؟ ان اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ "مسٹر فرہاد ٹو! تم نے وعدہ کیا تھا کہ جمائلہ کو ہمارے پاس پہنچاؤ گے۔"

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ میں عدنان کو قابو میں کرنے کے بعد اس غیر معمولی پُراسرار لڑکی کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "ہم نے سنا ہے، دنیا بھر میں اپنی پُراسرار قوتوں کے ذریعے ایسے دشمنوں تک بھی پہنچ جاتی ہے، جو کہیں چھپے ہوتے ہیں۔"

فرہاد ٹو نے پوچھا۔ "تم کن دشمنوں تک پہنچنا چاہتے ہو؟"

"وہ ہمارے دشمن نہیں ہیں، اپنے ہی لوگ ہیں۔ کہیں گم ہو گئے ہیں۔ ان کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔"

فرہاد ٹو نے سمجھ لیا کہ وہ اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے پریشان ہیں۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین لاپتہ ہو گئی اور کرمسن واسکوڈی اچانک کہیں گم ہو گئے تھے۔ وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ فرہاد ٹو نے انہیں ٹریپ کر لیا ہے۔ اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے ان کی شخصیت تبدیل کر دی ہے اور انہیں امریکا چھوڑ کر دوسرے ممالک میں رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔

فرہاد ٹو نے انجان بن کر پوچھا۔ "تمہارے کتنے افراد گم ہو گئے ہیں؟"

"ہماری آرمی کے تین اعلیٰ افسر گم ہو چکے ہیں۔"

ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعلق آرمی سے تھا لیکن انہوں نے یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ گم ہونے والے ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ وہ فرہاد ٹو پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے کہ وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا نقصان اٹھا رہے ہیں۔ انہیں اندیشہ تھا کہ فرہاد ٹو کو معلوم ہو گا تو وہ انہیں تلاش کر کے شکنجے میں لے آئے گا۔

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "تم لوگ فکر نہ کرو۔ جمائلہ غیر معمولی قوتوں کی مالک ہے۔ عجیب و غریب صلاحیتیں رکھتی ہے۔ وہ انہیں تلاش کرنے کے لیے ہر ملک میں جائے گی۔ گمشدہ افراد جس ملک کے، جس علاقے میں ہوں گے، فوراً وہاں پہنچ جائے گی۔ ان کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کر لے گی کہ وہ کون ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ ان کے اور ٹیلی فون نمبر وغیرہ سب کچھ جان لے گی۔"

ایک آرمی افسر نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا وہ ان کے اندر کی باتیں بھی معلوم کر لے گی؟"

"بے شک... اسی لیے جمائلہ کو سب خطرناک کہتے ہیں۔ یہ اندر کے بھید معلوم کر لیتی ہے اور مجھ سے تو کوئی بات نہیں چھپاتی۔ میرے اور اس کے درمیان اتنے گہرے تعلقات ہیں کہ کوئی طاقت بھی ہمارے ان گہرے تعلقات کو توڑ نہیں سکے گی۔"

ایک اعلیٰ عہدیدار نے پوچھا۔ "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جمائلہ ہمارا کام کرتی رہے گی اور ہمارے اہم راز تمہیں بتاتی رہے گی؟"

"میں نے کہا ناں... وہ مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتی ہے۔ مجھے بہت چاہتی ہے۔ اس بات کا اندازہ اسی سے کر لو کہ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے اور میں ابھی اس معاملے کو ٹال رہا ہوں۔"

وہ تمام اکابرین وائڈ اسپیکر کے ذریعے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ فرہاد ٹو کی یہ بات سن کر سب ہی پریشان ہو گئے۔ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے پھر ایک نے کہا۔ "مسٹر فرہاد ٹو! تم تو جانتے ہو، ہر ملک کی آرمی کے اپنے اہم راز ہوتے ہیں۔ جنہیں وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چھپاتے ہیں اور ہم کبھی یہ نہیں چاہیں گے کہ ہمارے اندر کی خاص باتیں اور نہایت اہم راز تمہیں بھی معلوم ہوں۔"

"کوئی بھی بات کسی سے بھی چھپائی جائے تو اس کے اندر تجسس پیدا ہو جاتا ہے۔ میں بھی انسان ہوں۔ میرے اندر یہ تجسس بھڑک اٹھے گا کہ تمہارے وہ اہم راز کیا ہیں؟ تم مجھے نہیں بتاؤ گے، لیکن جمائلہ ضرور بتا دے گی۔ لہٰذا دوستانہ مشورہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں جمائلہ سے کوئی کام نہ لو اور اگر لو تو پھر مجھے ہم راز بناؤ۔"

"ہم تمہارے اس مشورے پر غور کریں گے پھر کسی فیصلے پر پہنچ کر تم سے رابطہ کریں گے۔"

انہوں نے رابطہ ختم کر دیا۔ فرہاد ٹو مسکرانے لگا۔ جمائلہ کی شاپنگ مکمل ہو چکی تھی۔ وہ قریب آ کر بولی۔ "کس بات پر مسکرا رہے ہو؟"

وہ دونوں وہاں سے چلتے ہوئے کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ اس نے کہا۔ "سیون بلڈرز کی طرح امریکی اکابرین بھی تم سے بہت سے اہم کام لینا چاہتے ہیں۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے ایئرپورٹ کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "میں نے ان سے کہا ہے، میں جمائلہ سے اس کی مرضی معلوم کروں گا اگر وہ تمہارے لیے کام کرنا چاہے گی تو مجھے کوئی انکار نہیں ہو گا لیکن جمائلہ میری بہت گہری دوست ہے، مجھ سے کوئی بات، کسی کا کوئی راز نہیں چھپاتی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ مجھے تمہارے ذریعے ان کے اہم راز معلوم نہ ہو سکیں۔"

"وہ مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہیں؟"

"ان کے کچھ اہم افراد لاپتا ہیں۔ وہ چاہتے ہیں، تم انہیں تلاش کرواور ان کے پاس پہنچا دو۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"میرے چاہنے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ وہ لوگ یہ نہیں چاہیں گے کہ تم ان کے اہم راز مجھ تک پہنچاؤ۔"

وہ بولی۔ "تم میرے بہت اچھے دوست ہو۔ اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے بہت کام آتے رہو گے۔ اس لیے میں تم سے کسی کا کوئی راز نہیں چھپاؤں گی۔ ہم ہمیشہ اچھے دوست بن کر ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "شکریہ جمائلہ! تم آئندہ دیکھو گی کہ جب بھی آزمائشی مرحلوں سے گزرنا ہو گا تو میں تمہارے لیے جان کی بازی لگا تا رہوں گا۔"

جہاز کی روانگی کا وقت ہو رہا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے امریکی اکابرین سے کہا۔ "میں ابھی طیارے میں سفر کرنے والا ہوں لہٰذا فون کے ذریعے باتیں نہیں کر سکوں گا۔ تم سب کے لیے ایک اہم اطلاع ہے۔ اس لیے میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے کسی ماتحت کے اندر آ کر بولتا رہوں گا۔"

اس نے فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ ان اکابرین پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ جمائلہ کتنی خطرناک لڑکی ہے اور اس کے ذریعے اسے معلوم ہو چکا ہے، ان کے جو اہم افراد گم ہو چکے ہیں۔ وہ کون ہیں؟ ان کے نام کیا ہیں؟

وہ سفر کے دوران ان کے ایک ماتحت کے اندر آ گیا۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "میں نے ابھی جمائلہ سے تم سب کا ذکر کیا تھا اور کہا تھا کہ تم سب اس سے کوئی اہم کام لینا چاہتے ہو۔ وہ تمہارا کام کرنے کے لیے راضی ہے۔"

"ہمیں خوشی ہے، وہ ہمارے کام آنا چاہتی ہے لیکن ہمیں یہ منظور نہیں ہے کہ وہ ہمارا راز تمہیں یا کسی کو بھی بتائے۔"

"وہ تمہارا ایک اہم راز مجھے بتا چکی ہے۔"

انہوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر پوچھا۔ "کیسا راز...؟ وہ ہمارے بارے میں کیا جانتی ہے؟"

"اس نے جان بوجھ کر معلوم نہیں کیا ہے۔ یہ محض اتفاقاً ہوا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں رات ہونے سے پہلے ہی اسے آہنی دیواروں کے پیچھے قید کر دیا جاتا تھا۔ زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا تھا۔ وہاں کتنے ہی قیدیوں کو مختلف کوٹھڑیوں میں رکھا جاتا ہے۔ وہیں ٹھیک اس کے برابر والی کوٹھڑی میں تمہارے تین امریکیوں کو قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔"

تمام اکابرین کے اندر بے چینی پیدا ہو گئی۔ وہ پہلو بدل

کر اس ماتحت کو دیکھنے لگے۔ جس کے اندر فرہاد ٹو بول رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ”جمائلہ رات کی تاریکی میں اتنی طاقتور ہو جاتی ہے کہ دیواروں میں شگاف ڈال دیتی ہے۔ آہنی زنجیروں کو دھاگے کی طرح توڑ ڈالتی ہے۔ اسے روکنے اور اپنے قابو میں رکھنے کے لیے جس کوٹھڑی میں رکھا گیا تھا' وہاں کی آہنی دیواروں اور دروازے پر برقی رَو دوڑتی رہتی تھی۔ انہیں چھوتے ہی بجلی کا جھٹکا لگتا تھا۔ اس لیے وہ دیواروں سے اور دروازے سے دور رہتی تھی۔ وہاں سے نکل نہیں پاتی تھی۔“

ایک اعلیٰ عہدیدار نے بے چین ہو کر کہا۔ ”تم ہمارے ان تین امریکیوں کے بارے میں بتاؤ۔ جمائلہ ان کے سلسلے میں کیا کہہ رہی تھی؟“

”پہلے جمائلہ کے بارے میں یہ سن لو کہ وہ کس طرح اپنی پُراسرار قوتوں سے معلومات حاصل کرتی ہے اور اپنے کسی بھی ٹارگٹ تک پہنچ جاتی ہے؟ وہ تمام رات اس کوٹھڑی میں قیدی بن کر فرش پر بیٹھی رہتی تھی۔ اپنی پُراسرار قوتوں کے ذریعے آس پاس کی کوٹھڑیوں میں بند رہنے والے قیدیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہتی تھی۔“

انہوں نے پوچھا۔ ”وہ ایک جگہ بیٹھ کر کس طرح معلومات حاصل کرتی تھی؟ کیا ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟“

”نہیں.... پُراسرار قوتوں کے ذریعے اس کی قوتِ سماعت بہت تیز ہو جاتی ہے۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر آس پاس کی کوٹھڑیوں میں بند رہنے والے قیدیوں کی باتیں سنتی رہتی تھی۔“

اس نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ”اور اس نے ایسی ہی پُراسرار قوتوں کے ذریعے ان تین امریکیوں کی باتیں سنی تھیں۔ ان میں سے ایک کی آواز اس کے کانوں تک پہنچی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا' اسکوڈی! اب کیا ہوگا؟ فرہاد علی تیمور نے ہمیں دماغی طور پر کمزور بنا دیا ہے۔ ہم خیال خوانی کی پرواز نہیں کر سکتے۔ اپنے اکابرین سے بات نہیں کر سکتے۔ انہیں اپنی حالت زار نہیں بتا سکتے۔

پھر دوسری آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”کل ہم پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔ ہمارے ذہنوں کو واش کیا جائے گا۔“

تیسرے کی آواز سنائی دی۔ ”فرہاد کہہ رہا تھا' کل کے بعد ہم امریکی عیسائی نہیں رہیں گے۔ مسلمان بن جائیں گے۔ دنیا والوں کے سامنے یہ ظاہر کیا جائے گا کہ ہم پاپا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں اور مسلمان ٹیلی پیتھی جانتے والے ہیں۔“

وہ سب حیرانی اور پریشانی سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ فرہاد ٹو نے کہا۔ ”وہ تینوں باتیں کرنے کے دوران ایک دوسرے کو نام سے مخاطب کر رہے تھے۔ اس طرح پتا چلا کہ ایک کا نام دانس مین ہے' دوسرے کا لف گالی اور تیسرے کا نام گرمسن داسکوڈی ہے۔ وہ تینوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ آئندہ فرہاد علی تیمور ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے والا ہے۔“

امریکی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”اوگاڈ.... اس کم بخت فرہاد نے ہمارے ایک نہیں تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے اور انہیں مسلمان بنا رہا ہے۔“

فرہاد ٹو نے کہا۔ ”بنا چکا ہے۔ یہ تو دو روز پہلے کی بات تھی۔ اس رات کے بعد جمائلہ نے ان تینوں کو کسی کوٹھڑی میں نہیں دیکھا لیکن رات کے سناٹے میں اپنی پُراسرار قوتوں کے ذریعے ان کی باتیں سنتی ہیں۔ وہ مسلمان بن چکے ہیں اور آئندہ اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے کام آئے گے۔“

ایک اعلیٰ عہدیدار نے غصے سے کہا۔ ”جناب علی اسد اللہ تیمور ی ہمیشہ سچ بولنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کبھی کسی کو دھوکا نہیں دیتے اور ان کے ادارے میں کیا ہو رہا ہے؟ فرہاد ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دھوکے سے ٹریپ کر چکا ہے۔ انہیں مسلمان بنا چکا ہے اور ہمیں ابھی ان سے شکایت کر رہا ہے۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی واپسی کا مطالبہ کرنا چاہیے۔“

فرہاد ٹو نے کہا۔ ”اب یہ لوگ جو کرنا چاہو' کرو لیکن وہ اہم راز جو مجھ سے چھپانا چاہتے تھے' مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ آئندہ بھی بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا کیونکہ پُراسرار قوتوں کی مالک جمائلہ میری دوست ہے۔ محبوبہ ہے اور شاید آئندہ ہونے والی بیوی ہے۔ اب میں جا رہا ہوں۔“

ایک نے کہا۔ ”جسٹ اے منٹ مسٹر فرہاد ٹو! ہر ادارہ اور ہر ملک اپنے اہم راز چھپاتا ہے۔ اس لیے ہم تم سے چھپانا چاہتے تھے۔ پلیز ... برا نہ مانو۔ ہماری دوستی کو قائم رہنا چاہیے۔ ہم ابھی ادارے والوں سے بات کریں گے۔ اس کے بعد پھر تم سے رابطہ کریں گے۔“

وہ وہاں سے واپس آ گیا۔ طیارے میں جمائلہ کی سیٹ کے برابر والی سیٹ پر حاضر ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سلسلے میں شبہ کیا جائے گا کہ انہیں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہی ریپ کیا ہے اور پھر

فرہاد ٹو پر بھی ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اس سے پہلے اس نے اپنی چوری کا سارا الزام مجھ پر لگا دیا۔

ان اکابرین میں سے ایک اعلیٰ عہدیدار نے بابا بن کرم سے پوچھا۔ ”فرمائیے.... آپ کیا چاہتے ہیں؟“

”میں فرہاد علی تیمور سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”یہاں آدھی رات ہو چکی ہے۔ وہ سو رہے ہیں۔ انہیں جگایا نہیں جا سکتا۔“

”ہم ایک ضروری مسئلے پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا بڑا نقصان ہو رہا ہے۔“

”آپ کا نقصان ہو رہا ہے تو یہ آپ کا مسئلہ ہے۔ فرہاد صاحب کا مسئلہ نہیں ہے۔ اس لیے آپ کل دن کو کسی وقت ان سے رابطہ کر سکتے ہیں۔“

”اچھی بات ہے .... آپ جناب علی اسد اللہ تبریزی سے بات کرائیں۔“

”وہ عبادت میں مصروف ہیں۔ اس وقت کسی سے بات نہیں ہو سکے گی۔“

وہ اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا نقصان اٹھا رہے تھے۔ بری طرح پریشان ہو رہے تھے۔ دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھ رہے تھے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”ان کا انکار بجا ہے۔ پیرس میں رات کے دو بج رہے ہوں گے۔ رابطہ کرنے کا یہ وقت مناسب نہیں ہے۔“

فرہاد ٹو نے ان کے دلوں میں میرے خلاف اور شدید نفرت پیدا کر دی تھی۔ وہ مجھ پر جھنجھلا رہے تھے۔ میرے خلاف انتقامی کارروائیاں کرنے کے لیے سوچ رہے تھے اور مجھے گالیاں دے رہے تھے۔ فی الوقت وہ اس سے زیادہ کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔

شیوانی اور آزوری ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم تھیں۔ آزوری ہمیشہ جوان رہ کر عیش و عشرت کی زندگی گزارنا چاہتی تھی لیکن شیوانی کی آتما اس میں سما گئی تھی اس لیے وہ جوانی کی رنگ رلیاں بھول کر عدنان کی ماں بن گئی تھی۔ اس کی جدائی میں تڑپ رہی تھی۔ ہم اسے نکلتے سے ڈھاکا لے آئے تھے۔ عدنان کو بھی وہیں پہنچا دیا گیا تھا۔ اس طرح ماں بیٹے ایک بار پھر ایک دوسرے سے مل گئے تھے۔

اب شیوانی کی زندگی کے انیس دن رہ گئے تھے۔ ہماری کوشش یہی تھی کہ ان پچیس دنوں میں وہ دونوں ایک دوسرے سے بچھڑنے نہ پائیں۔ انہیں ڈھاکا کی مسجد بیت المکرم کے قریب ایک فور اسٹار ہوٹل میں پہنچایا گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی' کبریا' الپا اور کرونا نے یہ طے کیا تھا کہ ان میں سے ہر ایک عدنان اور شیوانی کے پاس چھ گھنٹے تک رہے گا اور ان کی نگرانی کرتا رہے گا پھر ہر چھ گھنٹے کے بعد ڈیوٹی بدلتی رہے گی۔

صرف وہی چار نگرانی کرنے والے نہیں تھے۔ ان کی لاعلمی میں نومی بھی عدنان کے اندر اور کبھی شیوانی کے اندر آتی جاتی رہتی تھی۔ موقع کی تاک میں تھی۔ اس وقت اپنی زندگی کی زبردست بازی کھیل رہی تھی۔

ایک طرف مجھ سے یہ معاملات طے کیے تھے کہ میرے ساتھ تنہائی میں کئی دن' کئی راتیں گزارے گی۔ اس کی ایک دیرینہ آرزو پوری ہونے والی تھی۔

اس سے پہلے وہ میری ایک بہت بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی تھی۔ کسی بھی طرح عدنان کو حاصل کر لیتی اور اسے کہیں چھپا کر رکھتی تو مجھ سے کسی طرح بھی دھوکا کھانے کا اندیشہ نہ رہتا اگر میں یا میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے دھوکے سے ٹریپ کرتے تو وہ عدنان کو ہماری کمزوری بنا دیتی۔

لہٰذا میرے پاس آنے سے پہلے عدنان پر قابو پانا لازمی تھا لیکن وہاں خیال خوانی کرنے والوں کا ایسا سخت پہرا تھا کہ کامیابی کی امید بہت ہی کم تھی۔ بلکہ نہ ہونے کے برابر تھی۔

ویسے ہوتا تو وہی ہے' جو مقدر میں لکھا ہوتا ہے۔ ہمارے نصیب میں تو جیسے یہی لکھا تھا کہ عدنان ہم سے متنازعہ رہے گا اور بچھڑتا رہے گا۔

اس وقت اعلیٰ بی بی ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں تھی۔ لفٹ کے ذریعے ساتویں فلور کی طرف جا رہی تھی لیکن گراؤنڈ فلور سے پہلی منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی لفٹ میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی۔ اسے ایسا جھٹکا لگا کہ لفٹ نیچے آ کر گراؤنڈ فلور پر گری۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

ایسا زبردست جھٹکا تھا کہ وہ اچھل کر لفٹ کی چھت تک گئی تھی۔ سر چھت سے ٹکرایا تھا۔ اس کے بعد وہ نیچے آ کر گری تھی اور بے ہوش ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے شیوانی اور آزوری کے مشترکہ دماغ میں رہ کر کہا تھا۔ ”اب رات بہت ہو گئی ہے۔ عدنان کو ٹھیک سے سلاؤ۔ میں ابھی ایک منٹ بعد آؤں گی پھر تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا دوں گی۔“

اعلیٰ بی بی کی یہ باتیں نومی نے بھی سنی تھیں۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی۔ ”کیا کرنا چاہتے ہیں؟ کاش! عالی تھوڑی دیر کے لیے غافل ہو جائے۔ ایک منٹ کے لیے گئی ہے۔ ایک

گھنٹے بعد آئے تو کیا ہی اچھا ہو؟''

اس کی آرزو پوری ہوگئی۔ اس نے دیکھا' ایک منٹ کے بعد کئی منٹ گزر گئے۔ عالی نہیں آئی تھی۔ نومی نے سوچا۔ ''کیا بات ہے؟ کیا وہ دوسرے کسی معاملے میں مصروف ہوگئی ہے؟''

ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے شیوانی کو اپنے اپنے موبائل نمبر دیے تھے تاکہ کسی بھی مصیبت کے وقت وہ ہمیں کال کر سکے۔ نومی نے ان کے مشترکہ دماغ میں رہ کر شیوانی کو مجبور کیا کہ وہ فون کے ذریعے عالی کو مخاطب کرے۔ اس نے یہی کیا۔ رابطہ ہونے پر کسی شخص کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو... کون بول رہا ہے؟''

وہ بولنے والا جواب کا انتظار کرنے لگا۔ نومی فوراً ہی اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔ اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ عالی ایک ایمبولینس میں ہے اور وہاں بے ہوش پڑی ہوئی ہے۔ مزید معلومات حاصل ہوئیں کہ ہوٹل کی لفٹ میں حادثہ پیش آیا تھا اور ہوٹل والے اسے اسپتال پہنچا رہے ہیں۔

نومی خوشی سے کھل گئی۔ اس کی دلی مراد پوری ہو رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی شیوانی اور آزوری کے مشترکہ دماغ پر قبضہ جمایا۔ عدنان سو چکا تھا۔ نومی نے شیوانی کو بھی تھپک تھپک کر سلا دیا پھر ایک مختصر سے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا۔ اسے آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

یہ جانتی تھی کہ عالی اس کے دماغ میں چھ گھنٹوں تک رہنے والی تھی۔ ابھی صرف ایک گھنٹا ہی گزرا تھا۔ وہ آئندہ پانچ گھنٹوں میں بہت کچھ کر سکتی تھی۔ شیوانی کی طرف سے مطمئن ہو کر پھر عالی کے دماغ میں آئی تو وہ ہوش میں آچکی تھی۔ اسپتال کے ایک بیڈ پر پڑی ہوئی تھی۔ دماغ عارضی طور پر کمزور ہو گیا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو اپنی حالت نہیں بتا سکتی تھی۔

وہ کمزوری آواز میں ایک سسٹر سے بولی۔ ''میرا موبائل فون کہاں ہے؟ مجھے دو۔ میں اپنے گھر والوں کو اطلاع دوں گی۔''

یہ کہتے ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ نومی اس کے دماغ پر قبضہ جما چکی تھی۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق آہستہ آہستہ نیند میں ڈوبنے لگی۔ بے شک..... یہ اس کی خوش قسمتی تھی۔ وہ صرف عدنان کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتی تھی لیکن اب اسے اصل کے ساتھ سود بھی مل رہا تھا۔ آئندہ وہ صرف میرے نہیں، بلکہ ہم سب کے دماغ اپنے شکنجے میں رکھنے والی تھی۔

اگلے پانچ گھنٹوں تک ہمیں معلوم نہ ہو سکا کہ عدنان شیوانی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیونکہ میں تو گہری نیند سو رہا تھا۔ الپا' کرونا اور کبریا کو یہ یقین تھا کہ عالی ان کی نگرانی کر رہی ہے۔ اس کے بعد کبریا وہاں جانے والا تھا۔

وہ وقت پر اپنی ڈیوٹی دینے کے لیے وہاں نہ جا سکے۔ اپنے دماغ کو ہدایت دے کر سو گیا تھا کہ رات دو بجے بیدار ہو جائے گا۔ ایسے وقت وہ ایک تکلیف دہ خواب دیکھ رہا تھا کہ کوئی انجانا دشمن اس پر حاوی ہو رہا ہے۔ اسی پریشان کن لمحے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ بارہ بجنے والے تھے۔ کچھ خواب نے پریشان کیا تھا' کچھ نیند کا خمار تھا۔ وہ پھر سو گیا۔

حقیقتاً ہوا یہ تھا کہ مقررہ دو بجے ہی اس کی آنکھ کھل چکی تھی اور سامنے وال کلاک میں بارہ بجنے کے لیے پانچ منٹ تھے۔ اس وقت وہ گھڑی بند ہو گئی تھی۔ دماغ نے اسے صحیح وقت پر جگایا تھا لیکن وہ نیند اور خواب کے دباؤ کے باعث پھر سو گیا تھا۔

یوں کہنا چاہیے کہ تقدیر نے سلا دیا تھا۔ اب تک عدنان کے سلسلے میں کبھی بھی دشمن حاوی ہو جاتے تھے اور اسے قیمتی کر لے جاتے تھے۔ اس بار ہماری بدنصیبی اسے چھین کر لے گئی تھی۔

دو گھنٹے بعد کبریا کی آنکھ کھلی۔ یعنی وہ آٹھ گھنٹے تک سو رہا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سب سے پہلے خیال خوانی کے ذریعے شیوانی اور آزوری کے مشترکہ دماغ میں پہنچنا چاہا تو آزوری نے سانس روک لی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔

اسے حیرانی ہوئی۔ اس نے پھر ایک بار کوشش کی پھر اس کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس نے عالی سے رابطہ کرنا چاہا تو وہاں بھی یہی ہوا۔ اس نے بھی سانس روک کر اس کی سوچ کی لہروں کو بھگا دیا۔

وہ شدید حیرانی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ فوراً ہی الپا کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ ''سسٹر! بہت بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ مجھے نہ تو شیوانی کے اندر جگہ مل رہی ہے اور نہ ہی عالی مجھے اپنے دماغ میں آنے دے رہی ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''میں ابھی دیکھتی ہوں' کیا معاملہ ہے؟''

کبریا نے کرونا سے بھی کہا۔ ''شیوانی اور عدنان کی حفاظت کی ذمے داری ہم پر تھی لیکن ہم ان کی نگرانی کرنے میں ناکام رہے ہیں۔''

اس نے کرونا کو عالی کے بارے میں بھی بتایا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے پہلے عالی کے دماغ میں پہنچی تو ناکام رہی پھر شیوانی اور آزوری کے مشترکہ دماغ میں بھی نہ پہنچ سکی۔ اس نے پوچھا۔ ''کبریا! تمہیں اس گڑبڑ کا علم کب ہوا؟''

''میں ابھی ٹھیک چھ گھنٹے بعد اٹھ کر وہاں گیا تھا تو پتا چلا' انہوں نے صرف شیوانی کے ہی نہیں... عالی کے دماغ پر بھی قبضہ جما لیا ہے۔''

''تم کہہ رہے ہو' ابھی چھ گھنٹے بعد اٹھ کر گئے تھے جبکہ آٹھ گھنٹے گزر چکے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ ٹھیک چھ گھنٹے بعد میری آنکھ کھلی ہے۔''

اس نے سر گھما کر وال کلاک کی طرف دیکھا تو ایک دم سے چونک گیا۔ وہ گھڑی بتا رہی تھی کہ ابھی بارہ نہیں بجے ہیں۔ اسے یاد آیا کہ نیند کے دوران میں اس کی آنکھ کھلی تھی تو اس نے گھڑی میں یہی وقت دیکھا تھا اور بیدار ہونے کے بعد بھی وہی وقت دکھائی دے رہا ہے۔ بات سمجھ میں آگئی کہ گھڑی آدھی رات کو ہی بند ہو گئی تھی۔

ادھر الپا کی سوچ کی لہریں میرے اندر آئیں تو میری آنکھ کھل گئی۔ اس نے کہا۔ ''پاپا! بہت گڑبڑ ہو گئی ہے۔ صرف عدنان ہی نہیں' عالی بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل گئی ہے۔''

میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

وہ مجھے تفصیل سے بتانے لگی کہ میری نیند کے دوران میں کیا ہو چکا ہے؟ میرے دماغ نے چیخ کر کہا۔ ''یہ نومی کی مکاری ہو سکتی ہے۔''

اگرچہ دوپہر بیت چکا تھا پھر بھی ہم پر زبردست حملے کر چکا تھا لیکن نومی ذہن پر حاوی تھی۔ اس نے ابتدا سے اب تک بڑی بڑی مکاریاں دکھائی تھیں اور کئی بار اسے کامیابی حاصل ہوتی رہی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم نے اس کی کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدل دیا تھا۔

ویسے یہ بات عقل میں نہیں آرہی تھی کہ سخت نگرانی کے باوجود اس نے صرف شیوانی اور آزوری کے مشترکہ دماغ پر ہی نہیں' عالی کے دماغ پر بھی قبضہ جما لیا تھا۔

ایک بات یہ بھی ذہن میں تھی کہ نومی اور اس بہروپیے کی ملی بھگت سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور بڑی کامیابی سے ہمیں زبردست نقصان پہنچا رہے ہیں۔ میں نے اسی وقت نومی کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اس نے فوراً ہی سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو بھگا دیا۔ یہ بھی اس کی مکاری تھی۔ محض دکھاوا تھا کہ گہری نیند میں تھی اور میرے آتے ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی ہے۔

وہ مکار عورت یہ جانتی تھی کہ عالی اور عدنان کے گم ہوتے ہی میں ضرور اس کے پاس آؤں گا اور وہ میرے انتظار میں بستر پر تیار لیٹی ہوئی تھی۔ ہڑبڑا کر اٹھنے کا ڈراما کیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اب سے پہلے گہری نیند میں تھی۔

میں نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ وہ جماہی لیتے ہوئے بولی۔ ''ہائے فرہاد! تم نے مجھے جگایا ہے۔ مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے۔''

''مجھے افسوس ہے' میں نے تمہیں گہری نیند سے جگا دیا۔''

''اگر میں موت کی نیند سوتی' تب بھی تمہارے آتے ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتی۔ اس وقت مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے' میں بیان نہیں کر سکتی۔ میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ نیچ چھ بجے بیدار ہو جاؤں گی اور ابھی چھ بجنے میں پندرہ منٹ باقی ہیں۔ تم نے صحیح وقت پر جگایا ہے۔''

میں عدنان اور عالی کے سلسلے میں براہِ راست کوئی سوال نہیں کر رہا تھا۔ باتوں ہی باتوں میں کریدنا چاہتا تھا کہ وہ اس معاملے سے انجان ہے یا جان بوجھ کر انجان بن رہی ہے؟

میں نے پوچھا۔ ''ہماری ملاقات کے سلسلے میں کیا کر رہی ہو؟''

''میں تو ہواؤں میں اڑ رہی ہوں۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ آج کسی بھی فلائٹ میں سیٹ او کے کرا کے شام تک جنیوا پہنچ جاؤں گی لیکن استنبول جانے والی ایک فلائٹ میں مجھے سیٹ ملی ہے۔ وہ رات آٹھ بجے روانہ ہوگی۔ اس حساب سے میں کل صبح جنیوا پہنچ سکوں گی۔''

میں نے دوسرا سوال کیا۔ ''اس بہروپیے سے تو رابطہ رہتا ہوگا؟''

''ہاں... وہ مجھ سے رابطہ رکھتا ہے۔ میں خود بھی اس سے رابطہ کرتی رہتی ہوں۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش میں لگی رہتی ہوں کہ اس کی سرگرمیاں کیا ہیں؟ ابھی سونے سے پہلے میں نے اسے مخاطب کیا تھا تو اس نے یہ کہہ کر فون کا رابطہ ختم کر دیا کہ ابھی بہت مصروف ہے۔ دو چار گھنٹے بعد مجھ سے بات کرے گا۔''

''تم نے پوچھا نہیں' وہ کس معاملے میں مصروف ہے؟''

''وہ تو ایسی جلدی میں تھا کہ اس نے اپنی بات پوری

ہوتے ہی رابطہ ختم کردیا تھا۔ جواباً میری کوئی بات نہیں سنی تھی۔"

"کیا تمہارے اندر یہ تجسس پیدا نہیں ہوا کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ وہ اس قدر جلدی میں کیوں ہے؟"

"ہاں... یہ تجسس تو اب بھی ہے لیکن میں اس وقت سونا چاہتی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ دوبارہ رابطہ کروں گی تو وہ پھر کترا جائے گا۔ اس لیے میں نے اس سے بات نہیں کی۔"

"ابھی اس سے رابطہ کرو۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

وہ حیران ہوکر بولی۔ "پریشان ہو...؟ اب تک تم نے پریشانی ظاہر نہیں کی تھی۔ کیا مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو؟"

"ہاں، بات ایسی ہے کہ میں تم پر بھی شبہ کر رہا ہوں۔ میرے پوتے عدنان کو اغوا کیا گیا ہے۔ یہ شرارت تمہاری بھی ہوسکتی ہے اور اس بھروپیے کی بھی..... سچ سچ بتا دو' میرا پوتا کہاں ہے؟"

وہ حیرانی اور پریشانی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔ "اوہ فرہاد! کل صبح تم سے ملنے والی ہوں۔ ایک نئی اور خوبصورت زندگی کی ابتدا کرنے والی ہوں۔ ایسے میں مجھ پر شبہ کرو گے تو میں مرجاؤں گی۔ ایسی احمق بھی نہیں ہوں کہ ایک طرف تمہاری دوستی کا دم بھرتی رہوں اور دوسری طرف چوری چھپے دشمنی کرتی رہوں۔ میں جانتی ہوں' ایسی دشمنی زیادہ دیر تک چھپی نہیں رہ سکے گی۔ جب بھی ظاہر ہوگی' تم میرے لیے ہوت بن جاؤ گے اور میں کبھی ایسا وقت آنے نہیں دوں گی۔ پلیز... مجھ پر بھروسا کرو اور تھوڑی دیر کے لیے رابطہ ختم کردو۔ میں اس بھروپیے کا محاسبہ کرنے جارہی ہوں۔"

"میں تو ایک ہی بات جانتا ہوں' اگر اس نے اغوا نہیں کیا ہے تو یہ کام تمہارا ہی ہے۔ عدنان کے معاملے میں ہمارا اور کوئی تیسرا دشمن نہیں ہے۔"

"مجھے اتنا بتا دو' اسے کہاں سے اغوا کیا گیا ہے؟ تاکہ میں اس علاقے میں لوگوں کو آئی کار بنا کر معلومات حاصل کرسکوں۔"

"وہ اپنی ماں کے ساتھ ڈھاکا کے ایک فور اسٹار ہوٹل میں تھا۔ ہمارے اندازے کے مطابق اسے اغوا ہوئے چار گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "چار گھنٹے تو بہت ہوتے ہیں۔ تم نے یہ بات پہلے مجھے کیوں نہیں بتائی؟"

"ہم بہت پریشان ہیں۔ صرف عدنان کو ہی نہیں' اعلیٰ بی بی کو بھی اغوا کیا گیا ہے۔"

وہ حیرانی سے تقریباً چیخ کر بولی۔ "اوہ گاڈ! میں کیسے یقین کروں؟ اعلیٰ بی بی تو بہت ہی سمجھدار اور چالاک ہیں۔ آخر وہ کس طرح اس بہروپیے کے دام میں آئی ہوں گی؟"

"وہ جس ہوٹل میں تھی' وہاں سے ہمیں معلوم ہوا کہ لفٹ کی خرابی کے باعث اسے حادثہ پیش آیا تھا اور وہ دماغی توازن کھو چکی تھی۔ اس طرح ہم اسے کھو چکے ہیں۔"

"اوہ مائی گاڈ! یہ بہروپیا بہت تیزی سے دوڑ رہا ہے۔ میں پورے یقین سے کہتی ہوں' یہ اسی کی کارستانی ہے۔ میں ابھی معلوم کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے... جاؤ۔ میں تمہارے فون کا انتظار کروں گا۔"

اس نے مجھ سے رابطہ ختم کرکے فرہاد ٹو سے رابطہ کیا۔ اس نے شکایت کی۔ "تم کہاں ہو؟ کیا کرتی پھر رہی ہو؟ میں نے رابطہ کیا تھا لیکن تم نے یہ کہہ کر فون بند کردیا تھا کہ کسی دوسرے وقت رابطہ کروگی۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں' تم کہیں کوئی بڑا ہاتھ مار رہی ہو۔"

"تمہارا یقین درست ہے۔ میں ناکام ہو رہی ہوں مگر کامیابی بھی حاصل کرتی جارہی ہوں۔ یہ بتاؤ' تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"میں بہت جلد میدان مارنے والا ہوں۔ جمائلہ میرے ساتھ ہے۔ ہم ڈھاکا پہنچے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی پُراسرار قوتوں کے ذریعے چھپے ہوئے دوستوں اور دشمنوں کا سراغ لگا لیتی ہے۔"

"پھر تو اس نے ڈھاکا پہنچتے ہی عدنان کا سراغ لگا لیا ہوگا؟"

"نہیں... اس کی پُراسرار قوت نے بتایا ہے' بچہ اس شہر میں نہیں ہے۔ میرا اندازہ ہے' فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس بچے کو بائی ایئر آس پاس کے کسی ملک میں لے گئے ہیں یا پھر بہت زیادہ چالاکی دکھانے کے لیے اسے واپس چاڈگام لے جائیں گے اور بحری جہاز کے ذریعے مشرقِ بعید کے کسی ملک میں پہنچا دیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تمہاری جمائلہ اس بچے کے پیچھے پیچھے بھاگتی رہے گی اور تم جمائلہ کے پیچھے بھاگتے رہو گے۔ آخر کتنے ممالک کے کتنے علاقوں میں اسے ڈھونڈتے پھرو گے؟ تھک جاؤ گے... ہار جاؤ گے..."

"میں خوب سمجھتا ہوں' تم بھی اسے ٹریپ کرنے کے لیے ڈھونڈتی پھر رہی ہو اور مجھ سے کہہ رہی ہو کہ تھک جاؤں' ہار جاؤں گا؟"

"میں واقعی تھک گئی ہوں۔ ہار ماننے والی ہوں۔ اس لیے ایسی باتیں کر رہی ہوں۔ یہ چاہوں گی کہ تم جمائلہ کے ذریعے اس بچے کو حاصل کرلو۔ میں پھر تم سے رابطہ کروں گی۔"

کہہ کر اس نے رابطہ ختم کردیا۔ گہری سنجیدگی سے سوچنے لگی کہ ابھی مجھ سے کیا باتیں کرے گی؟ اس نے سوچا تھا' عدنان اور اعلیٰ بی بی کے اغوا کا الزام فرہاد ٹو پر رکھے گی اور مجھے یقین دلائے گی کہ اسی نے ایسی حرکت کی ہے' پھر اس کی سمجھ میں آیا کہ یہ جھوٹ نہیں چلے گا۔ کیونکہ جمائلہ دن کے وقت نارمل رہتی ہے۔ میں یا میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے چپ چاپ اس کے اندر پہنچ کر یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ اس نے فرہاد ٹو کے لیے عدنان اور عالی کو اغوا کیا ہے یا نہیں؟

ابھی تو میں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ ہر پہلو سے میرا بھرپور اعتماد حاصل کرتی رہے اور کسی طرح بھی مجھے شبہ کرنے کا موقع نہ دے۔ میں نے صاف طور سے کہہ دیا تھا کہ میرے پوتے اور بیٹی کو اگر بہروپیے فرہاد نے نہیں تو ضرور اس نے اغوا کیا ہے اور کوئی تیسرا دشمن نہیں ہے۔

وہ مکاری سے سوچنے لگی۔ "تیسرا دشمن پیدا کرنا ہی ہوگا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں تین خیال خوانی کرنے والے آزادی اور خودمختاری کے ساتھ کہیں گمنام زندگی گزار رہے تھے۔ ان میں سے ایک کرونا تھی' دوسرا فرمان تھا اور تیسرا ٹونی جے تھا۔

کرونا کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ ہمارے لیے کام کر رہی ہے اور منظرِ عام پر نہیں آرہی ہے۔ فرمان اور ٹونی جے پر الزام لگایا جاسکتا تھا۔ وہ ان دونوں کے بارے میں ہر پہلو سے غور کرنے لگی۔

یہ بات سمجھ میں آئی کہ فرمان جب بھی منظرِ عام پر آیا تو ہمارے لیے کام کرتا رہا۔ اب اچانک گمنام رہ کر زندگی گزار رہا تھا اگر منظرِ عام پر آتا تو کبھی میری بیٹی اور پوتے کو اغوا نہ کرتا۔

ٹونی جے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا مگر امریکا سے اور وہاں کے اکابرین سے تعلقات ختم کرچکا تھا۔ وہ کچھ عرصے تک چنڈال جوگیا کے ساتھ رہا پھر اس نے فرمان سے دوستی کی۔ اس کے بعد اچانک ہی کہیں غائب ہوگیا۔ نومی اس پر الزام لگا کر مجھے یقین دلا سکتی تھی۔ میری توجہ اس کی طرف مبذول کردیتی تو میں اس غائب ہونے والے کو تلاش کرتا رہتا اور کبھی اسے ڈھونڈ نہ پاتا۔

وہ اپنی اس پلاننگ کے ہر پہلو پر غور کرنے لگی۔ اس نے کئی ایسے آئی کار بنا رکھے تھے جو بہت قابل اور ذہین تھے۔ بلا کی ایکٹنگ کرسکتے تھے۔ کسی کی بھی آواز اور لب و لہجے میں بول سکتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ سب ہی یوگا کے ماہر تھے۔

اس نے اپنے ایک آئی کار کے پاس پہنچ کر کہا۔ "تمہیں ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا بن کر رہنا ہے۔ میں تمہارے دماغ میں خاص باتیں نقش کر رہی ہوں۔ تم ان کے مطابق فرہاد سے رابطہ کروگے۔ ایسے وقت میں تمہارے اندر موجود رہوں گی اور تم میری مرضی کے مطابق بولتے رہو گے۔"

وہ اس کا معمول اور تابعدار تھا۔ اس نے پھر ایک بار اس پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کردیا کہ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے ہے۔ اس نے عدنان اور عالی کے اغوا کے سلسلے میں بھی خاص خاص باتیں نقش کیں پھر اسے حکم دیا کہ وہ آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد فرہاد سے فون پر باتیں کرے گا اور فاتحانہ انداز میں یہ بتائے گا کہ اس کا پوتا اور بیٹی اس کے قبضے میں ہے۔

انوشے کو سب ہی جمائلہ سمجھ رہے تھے اور ہمیں اپنی پوتی کے ذریعے یہ معلوم ہوچکا تھا کہ میرا پوتا اور میری بیٹی اس بہروپیے فرہاد ٹو کے قبضے میں نہیں ہے۔ وہ انوشے کو جمائلہ سمجھ کر اس کے ساتھ عدنان کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔

بے شک... نومی نہایت ہی ذہین اور مکار تھی۔ وہ اغوا کا الزام فرہاد ٹو پر لگانا چاہتی تھی لیکن باز آگئی تھی۔ اس نے فوراً ہی اپنی پلاننگ میں تبدیلی کی تھی۔ اب ٹونی جے پر الزام لگانے والی تھی۔ اس طرح اس کی دالبازی اب مجھ پر ظاہر ہونے والی نہیں تھی۔ وہ کامیابی سے مجھے دھوکا دیتی رہتی' بولتی رہتی اور میں یقین کرتا رہتا۔

اس نے ٹونی جے کی تنویمی نیند پوری ہونے سے پانچ منٹ پہلے مجھے فون پر مخاطب کیا۔ یہ جانتی تھی کہ ابھی پانچ منٹ بعد وہ بیدار ہوگا تو مجھ سے رابطہ کرے گا۔ میں اغوا کرنے والے تک پہنچنے کے لیے پریشان ہو رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم نے اس بہروپیے سے رابطہ کیا تھا؟"

وہ بولی۔ "فرہاد ٹو انکار کر رہا ہے۔ قسمیں کھا کر کہہ رہا ہے کہ اس نے عدنان کو یا عالی کو اغوا نہیں کیا ہے۔ بلکہ وہ تو جمائلہ کے ساتھ عدنان کی تلاش میں بھٹک رہا ہے۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "نومی! تم بہت چالاک بننے کی کوشش کر رہی ہو لیکن زیادہ دیر تک مجھے دھوکا نہیں دے سکوگی۔"

وہ بڑے دکھ سے بولی۔ "فرہاد! مجھے مار ڈالو مگر مجھ پر

شبہ نہ کرو۔ کل صبح جنیوا پہنچنے والی ہوں۔ کل تک اصل دشمن تک پہنچنے کی کوشش کرو اگر اس کا سراغ نہ ملے تو مجھے ہی دشمن سمجھ کر اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دینا۔ میں خوشی خوشی مر جاؤں گی۔"

"تم بڑے ڈرامائی انداز میں گفتگو کر کے بے وقوف بناتی ہو لیکن اب میں بے وقوف بننے والا نہیں ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں' تم دونوں میں سے کوئی ایک ہی عدنان کے سلسلے میں مجھ سے دشمنی کر سکتا ہے اگر فرہاد ٹو نے انہیں اغوا نہیں کیا ہے تو پھر یہ سراسر تمہاری ہی کارستانی ہے۔"

"بے شک... مجھ پر شبہ کرو۔ میں تمہیں منع نہیں کرتی مگر فار گاڈ سیک... دوسری طرف بھی دھیان دو۔ میری خاطر اس پہلو سے سوچو کہ ہمارے علاوہ بھی کوئی دشمن ہو سکتا ہے۔ میں تو ہوں ہی دشمن... مجھے مار ڈالو لیکن میری آخری خواہش سمجھ کر ایک ذرا سوچو' دشمن کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی اچانک تمہارے خلاف ایسی حرکت کر سکتا ہے۔"

اس کی اس بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ میری زندگی میں کئی بار ایسا ہوا ہے' کئی بار اچانک دشمن پیدا ہو گئے۔ بعد میں پتا چلتا ہے کہ وہ پوشیدہ دشمن موقع کی تاک میں رہتے ہیں۔ خاموشی سے مناسب وقت کا انتظار کرتے ہیں پھر اچانک ہی حملہ کر دیتے ہیں۔

میں سوچ میں گم تھا۔ ایسے ہی وقت نومی خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر پہنچی تو میں نے چونک کر پوچھا۔ "کون ہو تم...؟"

وہ مردانہ لب و لہجے میں بولی۔ "اپنا فون نمبر بتاؤ۔ تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے فون نمبر بتاتے ہی سانس روک لی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس چلی گئیں۔ وہ فون پر بولی۔ "خاموش کیوں ہو؟ کیا سوچ رہے ہو؟"

میں نے چونک کر کہا۔ "وہ... میں تمہارے مشورے پر غور کر رہا ہوں۔ واقعی مجھے دوسرے پہلوؤں پر بھی غور کرنا چاہیے۔ ابھی رابطہ ختم کر رہا ہوں۔ بعد میں تم سے باتیں کروں گا۔"

میں نے فون بند کیا۔ ادھر وہ فوراً ہی اپنے تابعدار کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ بولا۔ "میڈم! میں نے آپ کے حکم کے مطابق فون پر رابطہ کیا تھا لیکن اس کا نمبر بزی تھا۔ اس سے بات نہ ہو سکی۔"

"کوئی بات نہیں۔ اب نمبر پنچ کرو۔ رابطہ ہو جائے گا۔"

اس نے نمبر پنچ کیے۔ نومی اس کے اندر جم کر بیٹھ گئی۔ رابطہ ہونے پر وہ اس کی مرضی کے مطابق بولنے لگا۔ "مسٹر فرہاد! تمہارا شکریہ... تم نے اپنا پرسنل فون نمبر مجھے دیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "پہلے اپنا نام بتاؤ اور مکمل تعارف پیش کرو۔"

وہ فاتحانہ انداز میں بولا۔ "میرا تعارف اور میری تعریف یہ ہے کہ میں تمہارے پوتے اور تمہاری بیٹی کا باڈی گارڈ ہوں۔ ان کی حفاظت کر رہا ہوں۔"

میں ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ "وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"میری ایک محفوظ پناہ گاہ میں ہیں۔ بڑے آرام سے ہیں۔ انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ تم بے فکر رہو۔"

"تم نے کس لیے انہیں اغوا کیا ہے؟ ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

"چاہتا تو بہت کچھ ہوں مگر جو میں چاہوں گا' وہ تم نہیں چاہو گے۔ ایسا ہوتا ہے۔ جب کسی کی چاہت کو کوئی تسلیم نہیں کرتا تو وہ جبراً مطالبہ پیش کرتا ہے اور دوسرے کو مجبور کر کے اپنا مطالبہ منواتا ہے۔"

"زیادہ لمبی باتیں نہ کرو۔ اپنا مطالبہ بیان کرو۔"

"اپنا مطالبہ پیش کرنے سے پہلے اپنی مختصر سی ہسٹری پیش کر رہا ہوں۔ میرا [illegible]

[illegible] بہت کچھ یاد آ گیا ہوگا۔ [illegible] اس رابطے سے تھا۔ اب میں محب وطن اور قوم پرست نہیں ہوں۔ انڈیا میں چنڈال بو گیا کے ساتھ بہت عرصے تک رہا۔ وہاں شملہ میں ہم آرمی کے چند اہم افسران سے نمٹ رہے تھے۔ ایسے وقت تم نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ چنڈال جوگیا کو ختم کر دیا تھا اور مجھے بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔ اس دوران میں فرمان سے میری دوستی ہو گئی تھی۔"

میں نے کہا۔ "تمہارا نام سن کر ہی مجھے سب کچھ یاد آ گیا ہے۔ لہٰذا کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ میں نے انڈیا میں پہلی بار آپ کی بیٹی اعلیٰ بی بی کو دیکھا تو ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ پہلے تو اسے اپنے دل و دماغ سے نکالنے کی کوشش کرتا رہا مگر یہ دل بڑا بے ایمان ہے۔ تمہاری بیٹی کا ہو کر رہ گیا ہے۔ اس کے بغیر رہنا نہیں چاہتا۔"

میں نے ناگواری سے کہا۔ "اسی لیے تم نے اسے اغوا کیا ہے؟"

"تمہاری بیٹی اور وہ بھی عالی جیسی ذہین اور چالاک لڑکی... اسے اغوا کرنا آسان نہیں تھا۔ میں نے برسوں ایک ایسے سنہری موقع کا انتظار کیا ہے۔ میں جانتا تھا' سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلے گا۔ تم سب مسلمان ہو اور میں یہودی ہوں۔ مجھے داماد کی حیثیت سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ بھی گھاس نہیں ڈالے گی۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "میرے پیارے ہونے والے سسٹر! حالات نے مجبور کر دیا ہے۔ اس لیے میں نے اسے اغوا کرنے کی غلطی کی ہے۔ یہ جانتا ہوں' کبھی نہ کبھی پکڑا گیا تو بے موت مارا جاؤں گا لیکن کیا کیا جائے؟ یہ عشق بڑا کمینہ ہے۔ بعد میں ندامت کا پسینہ ہے... دیوانگی میں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بعد میں پچھتانا پڑے گا۔"

"تمہاری یہ حماقت سمجھ میں آ گئی کہ تم نے عالی کو کیوں اغوا کیا ہے؟ لیکن میرے پوتے سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟"

"دشمنی نہیں ہے۔ یہ سب میری احتیاطی تدابیر ہیں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں' عالی زیادہ دیر میری گرفت میں نہیں رہے گی۔ بہت ہی مکار ہے۔ کسی نہ کسی طرح اپنی جان چھڑا لے گی۔ اس لیے میں نے عدنان کو اپنی گرفت میں رکھا ہے۔ دونوں نہ ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں' نہ بول سکتے ہیں' نہ مل سکتے ہیں۔ میری بدقسمتی سے اگر عالی نے کبھی نجات پائی تو وہ عدنان تک نہیں پہنچ سکے گی۔ تم میں سے کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں نے تمہاری تمام باتیں سن لیں اور تم جانتے ہو' میرا جواب کیا ہو سکتا ہے؟"

"اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم کبھی مجھ جیسے ایک یہودی کو اپنا داماد نہیں بناؤ گے اور نہ ہی عالی مجھے قبول کرے گی۔"

"تو پھر کیا کرو گے؟"

"میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ انکار کرے گی۔ میری محبت کا جواب محبت سے نہیں دے گی تو پھر میرے آگے ایک ہی راستہ ہوگا اور وہ یہ کہ ابھی تو میں نے اسے صرف اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے تاکہ کچھ روز تک محبت سے اسے اپنی طرف مائل کرتا رہوں اگر وہ راضی نہ ہوئی تو سُن تو لیا عمل کے ذریعے اس کا برین واش کر دوں گا' اس کا مذہب' اس کی ہٹ دھرمی سب کچھ اس کے ذہن سے مٹا ڈالوں گا۔ اسے یہودی لڑکی بنا کر اس سے شادی کر لوں گا۔"

میں نے سوچا۔ "خدا کا شکر ہے... ابھی وہ ایسا نہیں کر رہا ہے' اگر جبراً ایسا کرے گا تو میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔"

نومی نے کہا۔ "تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم میری بیٹی کو محبت سے اپنی طرف مائل کرو اگر ایک ماہ کے اندر اندر اسے اپنی طرف مائل کر لو گے تو میں تم دونوں کی شادی پر اعتراض نہیں کروں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "تھینک یو مسٹر فرہاد! تھینک یو... میں نے شیوانی کے خیالات پڑھ کر اس کی پوری ہسٹری معلوم کی ہے۔ پتا چلا ہے کہ اس کی زندگی صرف انیس دن کی رہ گئی ہے۔ میں اپنے سینے میں ایک دردمند دل رکھتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ ماں بیٹے اس عرصے تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ میں نے انہیں جہاں رکھا ہے۔ وہاں شیوانی اپنے بیٹے کے ساتھ عمر کے بقیہ دن گزارتی رہے گی اگر آپ وعدہ کریں کہ انیس دنوں تک اپنے پوتے کو اور اپنی بیٹی کو تلاش نہیں کریں گے تو میں وعدہ کرتا ہوں' ٹھیک انیس دنوں کے بعد عدنان کو بابا صاحب کے ادارے کے دروازے پر پہنچا دوں گا۔"

میں نے قائل ہو کر کہا۔ "اب تم شریفانہ انداز میں بول رہے ہو۔"

"کیا میری شرافت کا یہ ثبوت کم ہے کہ میں نے عالی کو صرف معمولہ اور تابعدار بنایا ہے؟ اس کے برین کو بالکل ہی واش نہیں کیا ہے۔ پتا نہیں میں زندگی میں کتنی غلطیاں کرتا رہتا ہوں؟ لیکن گناہ کبھی نہیں کرتا۔ اس لیے آپ کی بیٹی میرے پاس محفوظ رہے گی۔ میں جب بھی اسے اپنا بناؤں گا' شادی کرنے کے بعد ہی اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لوں گا۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "گڈ بے! تم میرا دل جیت رہے ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں' انیس دنوں تک ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا عدنان کی طرف نہیں جائے گا اور ایک ماہ تک میری بیٹی امانت کے طور پر تمہارے پاس رہے گی۔ تم ایک مہذب انسان کی طرح اسے اپنی طرف مائل کرتے رہو گے۔ انجام کیا ہونے والا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔"

"مسٹر فرہاد! آپ کا بہت بہت شکریہ... میں وقتاً فوقتاً آپ سے رابطہ کرتا رہوں گا۔ ابھی اجازت چاہتا ہوں۔"

اس آلۂ کار نے نومی کی مرضی کے مطابق فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ وہ بولی۔ "شاباش! اسی طرح اعتماد کے ساتھ باتیں کرتے رہو۔ میں تمہیں گائیڈ کرتی رہوں گی۔ ایک بات کا اچھی طرح خیال رکھو' کبھی کسی پرائی سوچ کی لہر کو دماغ میں آنے کا موقع نہ دینا۔ فرہاد یا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف حیلے بہانے سے تمہارے اندر آنا چاہیں گے۔ تم کسی کو ایک لفظ بھی اپنے اندر بولنے کی اجازت نہیں دو گے۔ فوراً ہی سانس روک کر بھگا دیا کرو گے۔ ایسے وقت فون کے ذریعے

مجھے مخاطب کرو گے۔ میں تمہارے پاس آجایا کروں گی۔ اب آرام کرو، میں جارہی ہوں۔"

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اطمینان کی ایک گہری سانس لے کر سوچنے لگی۔ "ایک بہت بڑا پہاڑ سر سے اتر گیا ہے۔ فرہاد کو پوری طرح یقین ہوگیا ہے کہ ٹوٹی جے نے ہی اس کی بیٹی اور پوتے کو اغوا کیا ہے۔ آئندہ وہ کبھی مجھ پر شبہ نہیں کرے گا۔ جنیوا پہنچنے کے بعد دل و جان سے مجھے قبول کرتا رہے گا۔"

سر سے بوجھ اتر گیا تھا۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں بیڈ پر پھاروں شانے چت پڑی رہی۔ کوئی فکر و پریشانی نہیں رہی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کسی سے رابطہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ پُرسکون لیٹی رہی۔ ویسے زیادہ دیر تک اپنے اہم معاملات سے غافل نہیں رہ سکتی تھی۔ اس لیے پہلے اس نے عدنان اور شیوانی کی خبر لی۔

اس کے آلۂ کاروں نے ان ماں بیٹے کو پٹنہ کے ایک پوش علاقے میں پہنچا دیا تھا۔ وہ دونوں ایک چھوٹے سے خوبصورت بنگلے میں آرام سے تھے۔ لومی شیوانی کے دماغ کو لاک کر چکی تھی۔ اس کے اندر کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا اور شیوانی نے عدنان کو اپنی قسم دے کر سمجھایا تھا۔ "بیٹے! اپنے دماغ کو کسی کو نہ آنے دینا۔ اگر تم اپنی ماں کی آخری خوشیاں چاہتے ہو تو تاشہ سے بھی بات نہ کرنا۔ اپنے دماغ میں مختلف خیالات کو گڈمڈ کرتے رہنا۔ اس طرح کسی کو معلوم نہیں ہو سکے گا کہ ہم کہاں زندگی گزار رہے ہیں؟"

اس چھوٹے سے بچے کے دماغ میں صرف ایک ہی بات تھی کہ ماں کو ہر حال میں خوش رکھنا ہے۔ اسے دکھ نہیں پہنچانا ہے۔ اس لیے وہ اس کی ہر بات مانتا رہتا تھا۔ یہ جانتا تھا تاشہ اسے دل و جان سے چاہتی ہے اور ہر برے وقت میں اس کے کام آتی ہے۔ اس کے باوجود اس نے ماں کی بات مان کر اس سے بھی کوئی بات نہیں کی۔ اس کے آتے ہی وہ اپنے دماغ کو مجوبہ بنا دیتا تھا اور وہ مایوس ہو کر چلی جاتی تھی۔

پھر جناب علی اسد اللہ تبریزی نے ہدایت دی تھی کہ ہمیں فی الوقت ان ماں بیٹے کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ وہ جہاں بھی ہیں، انہیں یہ آخری انیس دن آرام سے گزارنے دو۔

ہم سب ان کی ہدایات پر عمل کر رہے تھے۔ الوشے فرہاد ٹو کے ساتھ رہ کر روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے چشم زدن میں ان ماں بیٹے کا سراغ لگا سکتی تھی لیکن اسے بھی یہی ہدایت دی گئی تھی کہ وہ فرہاد ٹو کو ٹالتی رہے۔ اسے عدنان تک نہ پہنچنے دے۔

ان ہدایات کے مطابق الوشے اس بھول بھلیاں سے اُدھر بھٹکا رہی تھی۔ ڈھاکا سے چاڈگام لے گئی تھی۔ وہاں بھی مایوس ہو کر بولی۔ "سوری... عدنان اس ملک میں نہیں ہے۔ اسے کسی دوسرے ملک میں تلاش کرنا ہوگا۔"

وہ بولا۔ "اتنی جلدی تو وہ پڑوسی ملک انڈیا بھی جا چکا ہے۔ ہمیں وہاں چلنا چاہیے۔"

"صبح کے پانچ بج رہے ہیں۔ اذان ہونے والی ہے۔ کچھ دیر بعد ہی میں تبدیل ہو جاؤں گی پھر اگلی رات تک کچھ بھی پُراسرار قوتوں سے کام نہیں لے سکوں گی۔"

فرہاد ٹو جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ آئندہ بارہ یا چودہ گھنٹوں تک جمائلہ (الوشے) سے کوئی کام نہیں لے سکتا تھا۔ اس نے اسے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا تھا۔ اس نے امریکی اکابرین سے اور سیون بلڈرز سے بڑے فخر سے کہا تھا کہ جمائلہ بھارت دیش پہنچتے ہی عدنان کو اپنے شکنجے میں لے لے گی۔ اس طرح وہ ایک بار پھر فرہاد علی تیمور پر سبقت لے جائے گا۔ اس کا حامی ہو جائے گا۔ اسے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دے گا۔ افسوس..... یہ ایسا خواب تھا جو تعبیر کی طرف نہیں آرہا تھا۔

لومی کے آلۂ کاروں نے عالی کو حیدر آباد دکن کے ایک پوش علاقے میں پہنچا دیا تھا۔ وہاں ایک چھوٹا سا بنگلا کرائے پر لیا گیا تھا۔ لومی نہیں چاہتی تھی کہ وہ تنہا وہاں رہے اور ہوٹل کا انٹیلی جنس والے اس کے پیچھے پڑ جائیں لہٰذا ایک آلۂ کار کی ماں باپ بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ اسے اپنی بیٹی کہنے کے لیے۔

اب سے پہلے کتنے ہی دشمنوں نے عالی کو اپنے زیر اثر لانا چاہا تھا لیکن کامیابی لومی کے حصے میں آئی تھی۔ وہ اس پر خود کو بھول گئی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش ہو گئی کہ اس کا نام امبر ہے۔ اس کی ماں کا نام زینون اور باپ کا نام ولدار خان ہے۔ وہ حیدر آباد دکن کی رہنے والی ہے۔

لومی نے یہ طے کر لیا تھا کہ ہر دوسرے تیسرے دن اس پر تنویمی عمل کرتی رہے گی تاکہ وہ کبھی اس کی گرفت سے نکل سکے۔ یہ جانتی تھی کہ عالی کتنی خطرناک ہے؟ اسے ذرا سی نجات حاصل کرنے کا موقع ملے گا تو وہ اس کے بارہ بجا دے گی۔ وہ بہت محتاط رہنا چاہتی تھی۔ اس نے چوبیس گھنٹے بعد اس پر دوبارہ تنویمی عمل کیا۔ اسے پوری طرح اپنے قبضے میں لینے کے بعد لومی کو اطمینان حاصل ہوا۔

دوسرے دن امریکی اکابرین نے مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے کہا۔ "بہت عرصے بعد میری یاد آئی ہے؟ خیریت

"جب تک آپ کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے' ہمیں خیریت تو ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم آپ سے دشمنی چاہتے ہیں اور نہ ہی دوستی چاہتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ کبھی بھی ہمارے پاس آتے ہیں۔"

"میں نے کوئی دشمنی نہیں کی ہے۔ آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟"

"آپ جھوٹ بول کر ہمیں دھوکا نہیں دے سکیں گے۔ ہم نے پورے ثبوت کے ساتھ معلوم کیا ہے' آپ نے ہمارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا ہے۔ انہیں بابا صاحب کے ادارے میں قیدی بنا کر رکھا پھر ان کے برین واش کیے۔ انہیں عیسائی سے مسلمان بنا دیا اور اب اپنا معمول بنا کر اپنا کران سے کام لے رہے ہیں۔"

"ذرا ٹھہر ٹھہر کر بولیں۔ سانس لیے بغیر اتنے سارے الزامات لگائے چلے جا رہے ہیں۔ ان الزامات کی کوئی تک بھی ہے؟"

"ٹھیک ہے... ہم ٹھہر ٹھہر کر پوچھتے ہیں۔ کیا آپ نے ہمارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا نہیں کیا ہے؟"

"یہ سراسر الزام ہے۔ آپ کے ذہن میں یہ بات کیوں آئی؟ آخر معاملہ کیا ہے؟ مجھ پر ایسا الزام کیوں لگایا جا رہا ہے؟"

امریکی آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "آپ نے اس کمپنی اور عرب لڑکی جمائلہ کو قیدی بنا کر رکھا تھا۔ یہ جانتے ہیں کہ وہ کسی پُراسرار قوتوں کی مالک ہے؟ جب وہ رات کو غضب ناک ہو جاتی ہے تو اپنے راستے میں آنے والی ہر دیوار کو ڈھا دیتی ہے۔ آپ اسے زنجیروں میں باندھ کر فولادی قید خانے میں رکھتے تھے۔ ان آہنی دیواروں میں برقی رَو دوڑتی رہتی تھی۔ وہ بے چاری دیواروں اور دروازوں کے قریب نہیں جا پاتی تھی۔ ساری رات قیدی بن کر رہتی تھی۔ صبح جب نارمل ہو جاتی تھی تو اسے وہاں سے نکالا جاتا تھا۔"

اگرچہ یہ سب کچھ غلط تھا لیکن ہم نے الوشے کو یہی سمجھا رکھا تھا کہ وہ باہر جا کر جمائلہ کی حیثیت سے یہی دکھڑا روئے گی اور ہمارے خلاف شکایتیں کرے گی کہ اسے قیدی بنا کر رکھا جاتا تھا۔ میں نے کہا۔ "آپ درست فرما رہے ہیں۔ رات کو اسے قیدی بنا کر رکھتے تھے اور دن کے وقت چھوڑ دیتے تھے کیونکہ وہ نارمل ہو جاتی تھی۔ آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ وہ پُراسرار قوتوں کی مالک جب قیدی بن کر اس کوٹھڑی میں رہتی تھی تو اس کی قوتِ سماعت غیر معمولی ہو جاتی تھی۔ وہ آس پاس کی کوٹھڑیوں کے قیدیوں کی باتیں سنتی رہتی تھی۔ اسی طرح اس نے ہمارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی باتیں سنیں اور یہ سمجھ لیا کہ انہیں اغوا کر کے قیدی بنایا گیا ہے۔ کیا آپ جمائلہ کے اس بیان سے انکار کریں گے؟"

"آپ آگے بیان کریں۔ میں پوری بات سننے کے بعد جواب دوں گا۔"

اس اعلیٰ افسر نے کہا۔ "دوسری رات ہمارے وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کوٹھڑی میں نہیں تھے لیکن جمائلہ کافی فاصلے پر ہونے والی گفتگو بھی سن لیا کرتی ہے۔ اس نے سنا کہ ان کے دماغوں کو داغ کیا گیا ہے۔ انہیں مسلمان بنا دیا گیا ہے اور ان کے نام بھی بدل دیے گئے ہیں۔ آپ لوگوں کی یہ سازش ہمیں کبھی معلوم نہ ہوتی لیکن آپ نے جمائلہ کو قیدی بنا کر ہمارے لیے معلومات کا راستہ کھول دیا ہے۔ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارے وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے اب مسلمان بن کر آپ کے کام آرہے ہیں۔"

"میں دعوے سے کہتا ہوں' جمائلہ نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے۔ بے شک... وہ خطرناک ہے اور شیطانی قوتوں کے زیر اثر رہتی ہے لیکن جھوٹ کبھی نہیں بولے گی۔"

"یعنی آپ انکار کر رہے ہیں؟"

"بے شک میں نے آپ کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا ہے اور نہ ہی بابا صاحب کے ادارے میں کسی پر جبر کیا جاتا ہے۔ ہم نے جمائلہ کو تو آزمائشی طور پر اپنے پاس رکھا تھا۔ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ یہاں رہ کر نارمل حالت میں رہتی ہے یا نہیں؟ لیکن جب ناکامی ہوئی تو ہم نے اسے رہا کر دیا۔ دنیا میں ہمارے جتنے بھی دوست اور دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان سب سے پوچھ کر دیکھ لیں۔ وہ یہی کہیں گے کہ ہم نے جبراً کبھی کسی کو اپنا اسیر نہیں بنایا ہے' اگر عارضی طور پر کسی کو اپنے شکنجے میں لیا تو چند گھنٹوں بعد ہی اسے رہا بھی کر دیا۔"

وہ تمام اکابرین اس بات کو مانتے تھے کہ ماضی میں کئی بار میں نے ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا اسیر بنایا تھا اور پھر انہیں رہا بھی کر دیا تھا۔ ہمیشہ کسی کو اپنا تابعدار بنا کر کبھی نہیں رکھا۔

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "بے شک ..... ماضی میں آپ نے ایسا کیا ہے۔ ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گرفتار کرنے کے بعد رہا کر دیا لیکن اب تمہارے اور اس

ادارے کے طور طریقے بدلتے جا رہے ہیں۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ تم لوگ فرعون بنتے جا رہے ہو۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''کسی سے بھی پوچھ لو۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب ہی یہ کہیں گے کہ سپر پاور بننے کے غرور میں تم ہی لوگ فرعونیت دکھاتے رہتے ہو۔''

''کام کی بات کرو۔ کیا تم ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس نہیں کرو گے؟''

''پہلے یہ ثابت کردو کہ وہ ہماری قید میں ہیں۔ جمائلہ سے میری فون پر بات کراؤ اگر وہ فون پر یہ کہہ دے کہ اس نے یہ بیان دیا ہے تو پھر میں اس الزام کو درست تسلیم کرلوں گا۔''

''اچھی بات ہے۔ ہم جلد ہی جمائلہ سے تمہاری بات کرائیں گے۔ وہ ہمارے سامنے اعتراف کرے گی کہ اس نے فرہادٹو کو جو بیان دیا ہے' وہ درست ہے۔''

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''اچھا تو یہ بات ہے۔ آپ لوگوں سے فرہادٹو نے کہا ہے کہ یہ سارا بیان جمائلہ کا ہے؟ بس ابھی سے لکھ لیں کہ یہ سراسر فراڈ ہے۔ فرہادٹو آپ کو بڑی خوبصورتی سے دھوکا دے رہا ہے۔ آپ کے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس نے غلام بنا رکھا ہے اور الزام مجھ پر لگا رہا ہے۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔ چاہوں گا کہ جلد ہی جمائلہ سے میری بات کرائی جائے۔''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ جمائلہ کا یعنی میری پوتی انوشے کا بیان کیا ہوگا؟ وہ ایسا بیان کبھی نہیں دے گی کہ ہم نے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو صرف اپنا قیدی نہیں بنایا ہے بلکہ جبراً مسلمان بھی بنایا ہے۔ ایسی بے تکی باتیں وہ کبھی جمائلہ کی حیثیت سے بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔ ان اکابرین سے طویل بحث کے بعد آخر میں یہ حقیقت معلوم ہوگئی کہ اس بہروپیے نے میرے خلاف زہر اُگلا ہے۔

کبھی کبھی میں حیرانی سے سوچتا تھا' یہ میرا امزاد بننے والا کہاں سے پیدا ہوگیا ہے؟ جہاں سے بھی آیا ہے' میرا دشمن بن کر کیوں آیا ہے؟ اس نے بالکل مجھ جیسا فرہاد علی تیمور بننے کے لیے برسوں ٹریننگ حاصل کی ہوگی؟ لیکن یہ ٹریننگ کہاں حاصل کی ہوگی؟ آخر یہ کون ہے.....؟ کون ہے یہ.....؟

☆☆☆

فرہادٹو صبح ہی سے اپنے اندر کچھ عجیب سا محسوس کر رہا تھا۔ ایک تبدیلی سی محسوس ہو رہی تھی۔ صبح ہوتے ہی اس کے سامنے جمائلہ (انوشے) تبدیل ہوگئی تھی۔ بالکل نارمل ہوگئی تھی۔ اس کے ساتھ ہر صبح ایسا ہی ہوتا تھا لیکن میری دادی میں فرہادٹو کے ساتھ پہلی بار ایسا ہو رہا تھا۔

انہوں نے ایک ہوٹل میں دو کمرے لیے تھے۔ جمائلہ (انوشے) نے کہا۔ ''میں تمام رات جاگتی رہی ہوں۔ اب سونا چاہتی ہوں۔ دوپہر ایک بجے تک بیدار ہو کر پہلے ظہر کی نماز ادا کروں گی پھر تم سے باتیں ہوں گی۔''

یہ کہہ کر وہ اپنے روم میں چلی گئی۔ دروازہ اندر سے بند ہوگیا۔ وہ اپنے روم میں آیا تو اچانک ہی دماغ میں دھند سی چھانے لگی۔ ایک نشے کی سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ وہ بے اختیار زیرلب بڑبڑانے لگا۔ ''ماسٹر.....! مائی ماسٹر.....! مائی برین ماسٹر.....! میں آ رہا ہوں۔''

وہ آگے بڑھتے بڑھتے بستر پر گر کر چاروں شانے چت ہوگیا۔ اس کی کھلی آنکھوں کے سامنے وہ کمرا جیسے بجھ رہا تھا۔ روشنی ختم ہو رہی تھی۔ آہستہ آہستہ تاریکی چھا رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ ''میری کال آ رہی ہے۔ میرے داتا' میرے مالک.....میرا برین ماسٹر مجھے بلا رہا ہے.....''

اس کی سوچ کی لہریں کبھی تاریکیوں سے اور کبھی ہلکے دھندلکوں سے گزر رہی تھیں۔ ان لمحات میں اس کا ذہن اپنے قابو میں نہیں تھا۔ انسان کبھی اپنے اختیار میں رہ کر اپنی ذہانت سے سوچتا سمجھتا ہے اور کبھی بے اختیار ہو جاتا ہے۔ وہ کسی دوسری شخصیت سے متاثر ہو کر' اس سے دہشت زدہ ہو کر تنویمی عمل کے زیر اثر آ کر اپنا دماغ اپنے عامل کے حوالے کر دیتا ہے۔ فرہادٹو نے اپنا ذہن برین ماسٹر کے حوالے کیا تھا۔

وہ اچھی طرح نہیں جانتا تھا کہ برین ماسٹر کون ہے؟ بس اتنا معلوم تھا کہ وہ ایک نہیں..... کتنے ہی انسانی دماغوں کا مالک ہے۔ انہیں اپنی مرضی کے مطابق ڈھالتا ہے۔ ان کی شخصیت تبدیل کرتا ہے۔ کسی کو غلام' کسی کو بادشاہ اور کسی کو کاہل بنا دیتا ہے۔

شاید وہ دنیا زمین کی تہ میں تھی۔ وہ زیر زمین سفر کرتا ہوا اونچی فلک بوس عمارتوں کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک عمارت میں آ گیا تھا۔ وہاں بڑے بڑے ہال کمروں میں بڑی بڑی مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ سیدھا چلتا ہوا ایک مشین کے سامنے آیا۔ وہاں ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ اسی کی طرح دو ہاتھوں اور دو پیروں والا انسان تھا۔ اس کے شانے پر بھی سر تھا۔ سر میں دماغ تھا لیکن چہرے پر آنکھیں' ناک' منہ وغیرہ نہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ یعنی اس کی کوئی شناخت نہیں تھی۔ آگے پھر کہیں جا کر اسے دیکھا جاتا تو شاید ہونے کی وجہ سے پہچانا جاتا۔

اس بے چہرہ شخص نے مشین کو آپریٹ کرنا شروع کیا تو وہ ایک طرف سے کھلتی چلی گئی۔ فرہادٹو آگے بڑھ کر اس مشین میں داخل ہوگیا۔ اندر دور تک راستہ بنا ہوا تھا۔ آس پاس کئی میزیں اور مشینیں دکھائی دے رہی تھیں۔ ایک میز پر کمپیوٹر رکھا ہوا تھا۔ وہاں ایک چھوٹا سا بلب جل بجھ رہا تھا اور حروف نمایاں ہو رہے تھے۔ لکھا تھا۔ ''یوزی.....''

وہ اس کمپیوٹر کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ اسے آپریٹ کرنے لگا۔ مانیٹر پر ایک سوال ابھرا۔ ''تم کون ہو؟ اپنے نام کے پہلے تین حروف پنچ کرو۔''

اس نے اپنے نام کے پہلے تین حروف ایف' اے' آر پنچ کیے پھر کی بورڈ کے ایک بٹن کو دبایا۔ دوسرے ہی لمحے میں مانیٹر پر تحریر ابھری۔ ''یور آئی ڈن ٹی ٹی.....سی ڈی نمبر زیرو زون...''

اس نے میز کی ایک دراز کو کھولا۔ وہاں سے سی ڈی نمبر زون نکال کر اسے سی پی یو میں انٹر کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی مانیٹر پر ایک خوبرو' قد آور دکھائی دینے لگا۔ اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی۔ ''یہ تم ہو۔ تمہارا نام کلیم الدین بابر ہے۔ اس وقت تم اپنے کے ایک شہر ناگ پور میں ہو۔ تم یہیں پیدا ہوئے تھے یہیں جوان ہوئے۔ پندرہ برس کی عمر میں تم فرہاد علی تیمور سے متاثر ہوئے۔ تمہارے اندر ٹیلی پیتھی سیکھنے کا جنون پیدا ہوا۔''

سامنے مانیٹر پر مناظر بدل رہے تھے۔ وہ کلیم الدین ٹیلی پیتھی سیکھنے کے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اسپیکر سے آواز ابھر رہی تھی۔ ''تم بہت ضدی ہو۔ بہت ہی مضبوط قوت ارادی کے مالک ہو۔ تمہارے جیسے افراد ہی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتے ہیں اور تم نے دن رات محنت سے اٹھارہ برس کی عمر میں یہ علم حاصل کر لیا اور آئندہ برسوں میں اس علم پر پختگی اور عبور حاصل کرتے رہے۔''

مانیٹر پر وہ جوڈو کراٹے لڑتا ہوا اور جمناسٹک کی مشقیں کرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اسپیکر سے کہا جا رہا تھا۔ ''تم فرہاد علی داستان پڑھتے تھے اور اس کی ایک ایک بات لوٹ کر اس پر عمل کرتے رہتے تھے۔ تمہاری یہ دلی خواہش تھی کہ کسی دن فرہاد علی تیمور سے ملاقات کرو اور یہ ثابت کرو کہ تم ہو بہو اس کی طرح بن گئے ہو اگر فرہاد علی تیمور کا ہاتھ تمہارے سر پر ہو تو تم اس کے جانشین بھی بن سکتے ہو۔''

مانیٹر پر منظر بدل گیا۔ نیم تاریکی میں ایک قد آور سایہ دکھائی دے رہا تھا۔ آواز ابھر رہی تھی۔ ''میں برین ماسٹر ہوں.....''

وہ ایک طرف سے چلتا ہوا ایک ریوالونگ چیئر پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آواز ابھر رہی تھی۔ ''میں برین ماسٹر ہوں۔ شکار کھیلتا ہوں۔ انتہائی قابل اور باصلاحیت افراد کو اپنی انڈر ورلڈ میں لے آتا ہوں۔ ان کے مزاج اور ان کی صلاحیتوں کے مطابق ان کی شخصیت تبدیل کر دیتا ہوں۔ میرے آدمی بڑی مشکلوں سے تمہیں اغوا کر کے یہاں لائے تھے۔ تم آنا نہیں چاہتے تھے۔ تبدیل نہیں ہونا چاہتے تھے لیکن.....''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''میں برین ماسٹر ہوں۔ جس کا برین مجھے پسند آتا ہے۔ میں اس پر قبضہ جما لیتا ہوں۔ تم مجھے بہت زیادہ پسند آئے تھے۔ میں ایک عرصے سے یہ چاہتا تھا' ہماری دنیا میں فرہاد علی تیمور کا کوئی ثانی ہونا چاہیے۔ وہ دوسرا فرہاد ایسا مکمل ہو کہ اصل فرہاد علی تیمور کی بیویاں اور بچے بھی اسے دیکھ کر دھوکا کھا جائیں۔''

وہ ریوالونگ چیئر پر اِدھر سے اُدھر گھومتے ہوئے بولا۔ ''کلیم الدین! تم نے اپنا پہلا چہرہ دیکھا۔ اب پھر دیکھو۔''

مانیٹر پر وہی خوبرو' قد آور کلیم الدین بابر نظر آنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی میں بھی دکھائی دینے لگا۔ برین ماسٹر کہہ رہا تھا۔ ''یہ فرہاد علی تیمور نہیں ہے۔ یہ تم ہو۔ تم اپنا پہلا چہرہ اور پہلی شخصیت بالکل بھول چکے ہو۔ آئینے کے سامنے خود کو فرہاد علی تیمور کے روپ میں دیکھتے ہو۔ یہ ہمارا کارنامہ ہے۔ ہم نے تمہیں سر سے پاؤں تک ہو بہو فرہاد علی تیمور بنا دیا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں..... ہمارے پاس فرہاد علی تیمور کی دس انگلیوں کے پرنٹس موجود ہیں۔ ہم نے ان پرنٹس کے مطابق تمہاری دس انگلیوں پر سرجری کرائی اگر اصل فرہاد علی تیمور کو پہچاننے کے لیے فنگر پرنٹس دیکھے جائیں گے تو ساری دنیا کے ماہرین یہی کہیں گے کہ تم ہی اصل فرہاد علی تیمور ہو۔''

وہ ریوالونگ چیئر پر آہستہ آہستہ گھومتے ہوئے بولا۔ ''اب عملی طور پر یہ ثابت کرنا تھا کہ واقعی تم فرہاد علی تیمور ہو اور وہ جو فرہاد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ جھوٹا اور مکار ہے۔ میری پلاننگ کے مطابق وہ فرہاد زوال کی طرف جاتے جاتے بالآخر نابود ہو جائے گا اور تم اس کی جگہ لے لو گے۔''

مانیٹر پر منظر بدل گیا۔ کلیم الدین بابر عرف فرہادٹو خود کو مختلف قسم کی ٹریننگ حاصل کرتے دیکھ رہا تھا۔ برین ماسٹر کی آواز ابھر رہی تھی۔ ''تم فرہاد علی تیمور سے اتنے متاثر تھے کہ خود ہی اس کی نقل کرتے رہتے تھے۔ اس کی طرح کتنی ہی صلاحیتوں کے مالک بن جانا چاہتے تھے۔ اس لیے جب

تمہیں ٹریننگ دی گئی تو تم جلد سے جلد عملی طور پر بھی خود کو فرہاد ثابت کرتے گئے۔"

منظر بدل گیا۔ برین ماسٹر پھر سایہ سایہ سا دکھائی دینے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تمہیں فرہاد علی تیمور کو مینیج کرنے کے لیے منظر عام پر بھیجا گیا ہے۔ تم نے بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں اور ناکام بھی ہو رہے ہو۔ کوئی بات نہیں۔ ابھی تو ابتدا ہے۔ انتہا وہی ہوگی جو ہم چاہتے ہیں۔ ایک وقت ایسا آئے گا' جب فرہاد بڑی رازداری سے مارا جائے گا اور اس کی جگہ تم لے لو گے پھر تم پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ اصل فرہاد علی تیمور اپنی سانسیں پوری کر کے اس دنیا سے جا چکا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "بس ایک قباحت ہے۔ تم فرہاد بن کر اس کے پورے خاندان کو دھوکا دے سکو گے لیکن بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جا سکو گے۔ وہاں روحانی علوم رکھنے والے بزرگوں کا سامنا نہیں کر سکو گے۔ اس ادارے میں قدم رکھتے ہی تمہارا بھید کھل جائے گا۔"

وہ ذرا چپ ہوا پھر بولا۔ "میں نے دنیا کے بہترین تجربہ کار سائنس دانوں' انتہائی تجربہ کار ڈاکٹروں اور غیر معمولی ذہانت رکھنے والوں کے دماغوں پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ میں ان سب کے برین کا ماسٹر ہوں۔ ان کے ذریعے ناممکن کو بھی ممکن بنا دیتا ہوں لیکن روحانی قوتیں ہوں یا پر اسرار شیطانی طاقتیں ہوں۔ ان پر میرا بس نہیں چلتا۔ آئندہ میری پلاننگ ہے کہ میں۔ کسی شیطانی قوت کے حامل کو ٹریپ کروں اور یہاں لا کر اس کے دماغ کی اسٹڈی کروں۔ یہ معلوم کروں کہ آخر ان کے دماغ میں وہ پُراسرار قوتیں کہاں سے آتی ہیں؟ اور وہ کس طرح ان سے متاثر ہوتے ہیں؟ اسی طرح میں کسی ایسے شخص کو بھی ٹریپ کروں گا جو روحانی علوم حاصل کر رہا ہو۔"

وہ ریوالونگ چیئر پر گھومتے ہوئے بولا۔ "یہ سی ڈی تمہاری معلومات کے لیے ہے۔ جب بھی یہاں آؤ تو اس کے ذریعے اپنے [illegible] بارے میں بہت سی معلومات حاصل کرتے رہو۔"

منظر بدل گیا۔ تین ادھیڑ عمر افراد دکھائی دینے لگے برین ماسٹر کی آواز ابھری۔ "یہ تینوں دنیا کے انتہائی دولت مند افراد میں سے ہیں۔ یہ خود نہیں جانتے کہ ان کے پاس کتنی دولت ہے؟ ان کی دولت سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ یہ تینوں اصلی نہیں ہیں۔ تمہاری طرح ڈپلیکیٹ ہیں۔ ہم نے ان تینوں اصل افراد کو دوسری دنیا میں پہنچا دیا ہے اور ان کی جگہ یہ ڈپلیکیٹ لے آئے ہیں۔ ان کے صرف جسامت اور قد ہی نہیں..... فنگر پرنٹس بھی بالکل ان اصل افراد کی طرح ہیں۔ کوئی ان پر شبہ کر رہا ہے اور نہ ہی آئندہ کرے گا۔"

منظر بدل گیا۔ دو ادھیڑ عمر کے افراد دکھائی دینے لگے۔ ایک امریکی آرمی کے یونیفارم میں تھا اور دوسرا سوٹ میں دکھائی دے رہا تھا۔ برین ماسٹر کی آواز ابھر رہی تھی۔ "یہ امریکی اکابرین میں سے دو افراد ہیں۔ اپنے ملک کے اہم معاملات میں اپنا فیصلہ سناتے ہیں اور اکابرین میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک فارن منسٹر ہے اور دوسرا آرمی میں میجر ہے۔"

ایک ذرا توقف سے آواز سنائی دی۔ "یہ دونوں بھی ہمارے بنائے ہوئے ڈپلیکیٹ ہیں۔ اصل نابود ہو چکے ہیں۔ یہ ہمارے دو آدمی وہاں کام کر رہے ہیں اور ہمیں فائدہ پہنچا رہے ہیں۔"

ایک کے بعد ایک منظر بدلنے لگا۔ کبھی اسرائیلی اکابرین میں سے ایک دو افراد دکھائی دیتے تھے۔ کبھی فرانس کبھی جرمنی' کبھی یو کے کے اہم ترین افراد نظر آتے تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ سب اصل نہیں ہیں۔ برین ماسٹر کے بنائے ہوئے ڈپلیکیٹس ہیں۔

وہ بڑے فخر سے کہہ رہا تھا۔ "دنیا میں ابتدا سے اب تک طاقت حاصل کرنے اور ساری دنیا پر حکومت کرنے کے کتنے ہی ہتھکنڈے استعمال کیے گئے۔ کتنے ہی جنگجو فاتح اور شاطر سیاستدان آئے لیکن کوئی ایک شخص پوری دنیا پر حکومت نہیں کر سکا مگر میں کروں گا۔ میں....."

میں نے طاقت و اقتدار حاصل کرنے کا نیا فارمولا اور نیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ یہ کہ جس حکمران کو نہ جھکا سکتے اس کا ایک ڈپلیکیٹ تیار کرو اور اصل کی جگہ اس تابعدار ڈپلیکیٹ کو پہنچا دو۔ حکومتوں کے سیاسی اور فوجی شعبوں میں' سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں اور ٹیلی پیتھی کی دنیا میں جب میرے ڈپلیکیٹس کی تعداد رفتہ رفتہ بڑھتی جائے گی تو میں یہاں بیٹھ کر ان کے ذریعے پوری دنیا پر حکومت کرتا رہوں گا۔"

اس سی ڈی زیرو ون کے اختتام پر لکھا ہوا تھا۔ "برین ماسٹر" پھر اس کے نیچے لکھا ہوا تھا۔ "دی ڈپلیکیٹ مافیا۔"

باہر عرف فرہاد نے انٹرنیٹ کے ذریعے برین ماسٹر سے رابطہ کیا۔ اس نے کہا۔ "تم خیال خوانی کے ذریعے بھی مجھ سے رابطہ کر سکتے ہو لیکن میں کمپیوٹر کے وسیلے سے رابطہ کرنا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔"

فرہاد نے عملی طور پر وہاں کمپیوٹر کو آپریٹ نہیں کیا تھا۔ اسے سی ڈی زیرو ون کے بارے میں پوری معلومات حاصل تھیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اسی کو مانیٹر پر دیکھ رہا تھا۔

اب بھی خیال خوانی کے ذریعے انٹرنیٹ پر باتیں کر رہا تھا۔ برین ماسٹر نے کہا۔ "تم نے پھر ایک بار اپنی پچھلی ہسٹری دہرائی ہے۔ موجودہ فرہاد کے روپ میں رہ کر جو کچھ کر رہے ہو' وہ میری نظروں میں ہے۔ تم نے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔ میں تمہارے اس کارنامے سے بہت خوش ہوں۔"

"شکریہ برین ماسٹر! جب میں نے دیکھا کہ فرہاد اپنی ٹیلی پیتھی کی فوج کے ذریعے مجھ پر سبقت لے جاتا ہے تو میں نے سوچا' مجھے بھی ایک فوج تیار کرنی چاہیے۔ اس لیے میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زیادہ سے زیادہ ٹریپ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"میرا حکم ہے' تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج نہ بناؤ۔ مجھے ان کی ضرورت ہے۔ ان تینوں کو یہاں لایا جائے گا۔ فرہاد کے بیٹے کبریا اور اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ڈپلیکیٹ بنایا جائے گا۔"

وہ قائل ہو کر بولا۔ "واقعی یہ زبردست تدبیر ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کی آستین میں سانپ بن کر رہیں گے۔"

"میں دنیا کے ہر طاقتور کا ایک ڈپلیکیٹ تیار کرتا رہوں گا۔ ان میں سب سے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہم تیج خیال خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کر سکیں گے' اتنی زیادہ کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں گی۔ مجھے اس نئی صدی میں پوری دنیا پر حکومت کرنی ہے اور میں ضرور کروں گا۔"

"کیا آپ نے فی الوقت کوئی نیا ڈپلیکیٹ تیار کیا ہے؟"

"ہاں..... میں نے آج سے پندرہ برس پہلے ایک دس مہینے کے بچے کو جس بے جا میں رکھا تھا۔ دنیا کے شور اور ہنگامے سے دور اسے ایک چار دیواری میں قیدی بنا کر رکھتا تھا۔ اس کی قوت ساعت کو زیادہ سے زیادہ تیز تر کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ آوازیں ریکارڈ کرنے اور انہیں نشر کرنے کا ایک ماہر اسے ٹریننگ دیتا رہتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی قسم کی ٹریننگ دی جا رہی تھی۔ اب وہ تمہاری طرح پندرہ برس کا جوان ہو گیا ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا اس کی قوت ساعت تیز ہو چکی ہے؟"

"حیرت انگیز طور پر اتنی تیز ہے کہ کوئی یقین نہیں کرے گا۔ ابتدائی ٹریننگ کے تین برس بعد اس میں اتنی مہارت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ دیوار کے دوسری طرف سو گز کے فاصلے پر ہونے والی گفتگو سن لیا کرتا تھا۔ اب تو پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر ہونے والی باتیں سن لیا کرتا ہے۔"

"واقعی آپ نے اس کے اندر ایک ناقابل یقین اور حیرت انگیز صلاحیت پیدا کر دی ہے۔ آپ اس نوجوان کو کہاں استعمال کریں گے؟"

برین ماسٹر نے کہا۔ "میرے دو سب سے بڑے ٹارگٹ ہیں۔ ایک تو فرہاد علی تیمور ہے۔ جس کی جگہ تمہیں ہر حال میں لینی ہے اور تم لو گے۔ دوسرا ٹارگٹ امریکا ہے۔ سُپر پاور مجھے بننا ہے۔ میں اس ملک کو جلد ہی زوال کی طرف لے آؤں گا۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"میری اس ڈپلیکیٹ مافیا تنظیم میں صرف ہم دو ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میں خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ چاہتا ہوں۔ تم اپنے ان تینوں تابعداروں پر پھر تنویمی عمل کر دو اور ان کے ذہن میں یہ نقش کر دو کہ انہیں میرے پاس خود ہی پہنچنا ہے۔ ان کے دماغوں میں پتا لکھنا کا نقش ہو گا تو وہ کسی روک ٹوک کے بغیر یہاں چلے آئیں گے۔"

"میں عدنان کو حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہوں۔ اسے قابو میں کرنے کے بعد ہی فرہاد کو کمزور بنا سکوں گا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا' آپ ان تینوں پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنے پاس آنے پر مجبور کر دیں؟"

"ٹھیک ہے..... تم اپنی جگہ مصروف رہو۔ میں ان تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر عمل کرتا ہوں۔"

"کیا اب مجھے جانا چاہیے؟"

"ایک اور اہم بات رہ گئی ہے۔ وہ یہ کہ عدنان کو حاصل کرتے ہی جمائلہ کو میرے پاس بھیج دو۔ میں اس کے دماغ کی اسٹڈی کروں گا۔ پُراسرار قوتیں کس طرح اس پر حاوی ہوتی ہیں؟"

"اچھی بات ہے۔ میں عدنان کو حاصل کرتے ہی جمائلہ کو آپ کے حوالے کر دوں گا۔"

"ویل۔ ویری گوڈ....."

اس نے آنکھیں بند کیں۔ ذہن کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں بیڈ پر

چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا اور خالی الذہنی کے عالم میں چھت کو تک رہا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک یونہی پڑا رہا پھر یرین ماسٹر کے متعلق سوچنے لگا۔ اس کی پلاننگ اتنی زبردست تھی کہ وہ ڈیکیٹس کی تعداد بڑھاتے بڑھاتے پوری دنیا پر واقعی حکومت کر سکتا تھا۔ دنیا پر حکومت کرنے کا یہ بالکل نیا آئیڈیا اور بالکل اچھوتا فارمولا تھا۔

وہ پچھلی تمام رات انوشے کے ساتھ جاگتا رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد گہری نیند میں ڈوب گیا۔ فرہاد علی تیمور مہنگا پڑ رہا تھا۔ دن رات کی محنت تھی۔ سکون اور آرام کبھی بھی نصیب ہوتا تھا۔ اب بھی وہ خواہ مخواہ انوشے کے ساتھ عدنان کی تلاش میں بھاگتا پھر رہا تھا۔ اس کا خاطر خواہ نتیجہ حاصل ہونے والا نہیں تھا۔

دوپہر دو بجے آنکھ کھلی۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر انوشے کے پاس آیا۔ وہ ظہر کی نماز ادا کر رہی تھی۔ وہ واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد انوشے نے آ کر کہا۔ ”میں تو شام تک اسی طرح عبادت میں مصروف رہوں گی یا کہیں ذرا آؤٹنگ کے لیے جاؤں گی۔ تمہارا کیا پروگرام ہے؟“

وہ بولا۔ ”ہمیں آس پاس کے کسی ملک میں جانا چاہیے۔ وہاں تم اپنی پُراسرار قوت کے ذریعے اس بچے کے بارے میں کچھ معلوم کر سکو گی۔“

”ہم ابھی یہاں سے روانہ ہوں گے تو شام تک کسی دوسرے ملک میں پہنچ سکیں گے۔ تمہیں کسی فلائٹ میں دو سیٹیں حاصل کر لینی چاہئیں۔“

”ٹھیک ہے، میں ابھی جاتا ہوں۔ کیا تم بھی آؤٹنگ کی غرض سے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟“

”ہاں کچھ دیر کھلی فضا میں رہنا چاہتی ہوں۔ تم نیچے چلو۔ میں ابھی آتی ہوں۔“

وہ اپنے کمرے میں آ کر سوچنے لگی۔ ”کم بخت ...میرے بھائی (عدنان) کو اغوا کرنے کے لیے کس قدر بے چین ہے؟ اسے بڑا اطمینان ہے‘ میرے ذریعے کامیابی حاصل کر لے گا۔ کیوں نہ میں اس کا اطمینان غارت کر دوں؟“

اس نے سوچ کر اپنی مما الپا سے رابطہ کیا۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ ”ہائے میری جان! کتنے انتظار کے بعد تم نے یاد کیا ہے؟ میں سوچتی تھی‘ تمہارے پاس آؤں لیکن تم نے مجھے منع کر دیا تھا۔ اب بتاؤ‘ کیا ہو رہا ہے؟“

وہ اپنے حالات بتانے لگی۔ اس نے کہا۔ ”میں اس بخت بہروپے کو اپنے پیچھے دوڑانا چاہتی ہوں۔ آپ کو کچھ پلاننگ کرنی ہے کہ میں گم ہو جاؤں اور یہ مجھے تلاش کرتا رہے۔“

”یہ کون سی بڑی بات ہے؟ میرے آگے کار تمہیں [illegible] پوائنٹ پر اغوا کریں گے اور اسے اپنے پیچھے دوڑاتے رہیں گے۔“

”وہ میرے دماغ میں آتا رہے گا۔ اگرچہ میں اپنی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہوں‘ سانس روک لیتی ہوں لیکن جمائلہ کی حیثیت سے ابھی ایک نارمل لڑکی روحوں کو اسے اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکوں گی۔“

”کوئی بات نہیں۔ ابھی چار گھنٹے بعد شام ہو جائے گی رات کا اندھیرا پھیلنے لگے گا تو تم جمائلہ کی حیثیت سے تبدیل ہونے کا مظاہرہ کر دو گی اور ایسے وقت جمائلہ اپنے اندر کسی کی بھی آمد پسند نہیں کرتی ہے۔ تم اسے بھی اپنے دماغ سے بھگاتی رہو گی۔“

”میرے پاپا کہاں ہیں؟“

”واش روم میں ہیں اگر تم ہمارے پاس آ جاؤ تو بڑی خوشی ہو گی۔ بائی دا وے.... ابھی تم کہاں ہو؟“

”میں گلگت میں ہوں۔“

”ہم ممبئی میں ہیں۔ کیوں نہ اس بہروپے کو گلگت سے ممبئی تک دوڑایا جائے؟“

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ”مما! بڑا مزہ آئے گا۔ آپ تیاری کریں۔ میں کمرے سے باہر جا رہی ہوں۔ وہ نیچے میرا انتظار کر رہا ہے۔ آپ میرے دماغ میں رہ سکتی ہیں۔“

”میں ابھی جا رہی ہوں۔ کسی بھی پہلی فلائٹ میں تمہارے لیے ایک سیٹ حاصل کروں گی۔ تاکہ تم آج رات تک ہمارے پاس ممبئی آ سکو۔“

وہ کمرے سے نکل کر لفٹ کے ذریعے نیچے آئی۔ فرہاد اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہوٹل سے باہر آ کر پجیرو گاڑی میں بیٹھ گیا پھر اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ ”پہلے ہمیں کسی ایئر ویز ایجنسی میں جانا چاہیے۔ آس پاس کے کسی ملک میں بھی جانے والی فلائٹ میں جگہ ملے تو ابھی ہمیں ٹکٹ لے لینے چاہئیں۔“

وہ بولی۔ ”چار بج چکے ہیں۔ دو یا ڈھائی گھنٹے بعد شام تبدیل ہو جاؤں گی۔ اسی حساب سے ٹکٹ لو۔ میں نہیں ہوں گی سفر کے دوران مجھ میں تبدیلی پیدا ہو۔“

الپا پرانی اور تجربہ کار ٹیلی پیتھی جاننے والی تھی۔ وہ بھی سے دشمنی کرتے ہوئے‘ کبھی دوستی کرتے ہوئے طرح طرح

کے ہتھکنڈے سیکھ چکی تھی۔ اس نے آدھے گھنٹے کے اندر ممبئی جانے والی فلائٹ میں بیٹی کے لیے ایک سیٹ حاصل کر لی۔ اس کے دماغ میں آ کر معلوم کیا کہ وہ فرہاد ٹو کے ساتھ کہاں جا رہی ہے؟ پھر اس نے اپنے دو آگہ کاروں کو اس کے پیچھے لگا دیا۔

فرہاد ٹو نے ایک ٹریولنگ ایجنسی میں پہنچ کر انڈونیشیا جانے کے لیے دو سیٹیں حاصل کیں۔ الپا نے بیٹی کے پاس آ کر کہا۔ ”ابھی میرے آگہ کار تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔ تم انہیں دیکھ کر خوفزدہ ہو جاؤ گی پھر وہ جہاں جانے کو کہیں گے‘ وہاں جاؤ گی۔“

وہ ماں کی باتیں سنتی رہی اور مسکرا کر فرہاد ٹو سے باتیں کرتی رہی۔ پھر وہ ایجنسی سے باہر آ کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ایسے ہی وقت دو افراد اچانک ہی پچھلی سیٹ کے دروازے کھول کر اندر آ گئے۔ اس سے پہلے کہ فرہاد ٹو ایک ذرا سی پھرتی دکھاتا۔ ایک نے ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی۔

زیادہ تشویش کی بات نہیں تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے ہاتھ سے ریوالور گرا سکتا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ”کون ہو تم لوگ.....؟ کیا چاہتے ہو؟“

ایک نے منہ سے بے ڈھنگی سی آوازیں نکالیں۔ اشارے سے انوشے کو کہنے لگا کہ وہ گاڑی سے اترے۔

انوشے بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ گن پوائنٹ پر تھی۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ فرہاد ٹو نے دوسرے شخص سے کہا۔ ”یہ گونگا ہے۔ تم تو بول سکتے ہو؟ آخر کیا چاہتے ہو؟“

اسے توقع تھی کہ وہ بولے گا لیکن اچانک ہی اس کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ اس نے ریوالور کے دستے سے زوردار ضرب لگائی۔ اس کا سر چکرا گیا۔ آنکھوں کے سامنے قہقہے سے لگانے لگے پھر اس کا سر ڈھلک کر اسٹیرنگ پر آ کر ٹک گیا۔

انوشے ان آگہ کاروں کی گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی تھی اور ایئرپورٹ کی طرف جا رہی تھی۔ الپا نے کہا۔ ”بیٹی! اس [illegible] نے تمہارے گرینڈ پا کو بہت تنگ کیا ہے۔ تمہاری [illegible] کو گولی مار کر زخمی کیا تھا۔ اب یہ بے بس ہے‘ بے [illegible] ہوش میں آئے گا تو دماغ کمزور رہے گا۔ میں اسے معمول اور تابعدار بنا لوں گی۔“

انوشے نے کہا۔ ”اوہو مما! میں روحانی ٹیلی پیتھی کے [illegible] کی وقت بھی اس کے اندر پہنچ سکتی ہوں لیکن گرینڈ ماما [illegible] نے اور جناب تبریزی نے ہدایت کی ہے کہ میں اس [illegible] میں جاؤں۔ نہ ہی اسے کبھی اپنا معمول اور تابعدار بناؤں۔“

الپا نے حیرانی سے پوچھا۔ ”انہوں نے ایسی ہدایات کیوں کی ہیں؟ جبکہ دشمن آسانی سے ہمارے قابو میں آ رہا ہے؟“

”ہمارے بزرگ دینی اور روحانی معاملات کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اتنا ہی بتایا ہے کہ فی الوقت اسے ڈھیل دینی ہے لہٰذا ہم قدرتی معاملات میں مداخلت نہ کریں۔“

”ٹھیک ہے، میں اسے اپنا تابعدار نہیں بناؤں گی۔ تمہارے لیے ممبئی آنے والی فلائٹ میں سیٹ ریزرو ہے۔ اس فلائٹ کا وقت ہو چکا ہے۔ میں معلوم کرتی ہوں‘ تم کتنی دیر میں ایئرپورٹ پہنچ رہی ہو؟“

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ ایئرپورٹ پہنچ گئی پھر بولی۔ ”مما! آپ فکر نہ کریں۔ میں ابھی آ رہی ہوں۔“

فرہاد ٹو اس ریسٹیڈ کار کی اگلی سیٹ پر بے ہوشی کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا سر اسٹیرنگ پر ٹکا ہوا تھا۔ پندرہ یا بیس منٹ کے بعد ایک ٹریفک سارجنٹ نے وہاں آ کر کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ اسے آواز دی پھر ہاتھ آگے بڑھا کر اسے جھنجھوڑا تو وہ ایک طرف ڈھلک گیا۔ اس نے فوراً ہی وہاں ڈیوٹی پر حاضر رہنے والے افسر کو بلایا۔ پتا چلا‘ اس کے سر کے پچھلے حصے سے خون بہہ رہا ہے اور وہ بے ہوش ہو چکا ہے۔ اسے فوراً ہی اسپتال پہنچا دیا گیا۔

اسپتال پہنچنے تک وہ ہوش میں آنے لگا۔ ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کو سب سے پہلے یہی فکر ہوتی ہے کہ اس کی غفلت کے دوران اس کے ساتھ کیا ہو چکا ہے؟

فرہاد ٹو نے سوچا۔ ”کیا اس وقت کوئی میرے اندر موجود ہے؟ کیا میرا دماغ واقعی کمزور ہو گیا ہے؟“

اس نے اپنے آپ کو آزمانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کرنی چاہی تو ناکام ہو گیا۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔ گھبرا کر سوچنے لگا۔ ”کیا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مجھ پر حملہ کیا تھا؟ کیا وہ ابھی میرے اندر موجود ہے؟“

اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ ”کیا کوئی موجود ہے؟ مجھ سے بات کرو۔ مجھے بتاؤ‘ کیوں دشمنی کر رہے ہو؟“

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے کئی بار ایسے سوالات کیے لیکن اس کے اندر گہری خاموشی اور سناٹا چھایا رہا۔ دل کو ایک ذرا اطمینان ہوا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہیں ہے۔ یہ تو پورا یقین تھا کہ کسی نے اس پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔ کیونکہ وہ اب تک بے ہوش پڑا تھا اور بے ہوشی کی

حالت میں کسی کو پہنا ئز نہیں کیا جا سکتا۔

وہ بڑی بے بسی سے سوچنے لگا۔ ''کیا کروں؟ کس طرح برین ماسٹر کو اطلاع دوں؟ ابھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر نہیں ہے لیکن کسی وقت بھی کوئی آ سکتا ہے۔''

اسے سب سے زیادہ خطرہ نومی کی طرف سے تھا۔ وہ عدنان کے سلسلے میں باتیں کرنے کے لیے کسی وقت بھی اس کے پاس آ سکتی تھی۔

وہ دعائیں مانگنے لگا کہ وہ فون کے ذریعے ہی رابطہ کرے۔ ایسے وقت وہ اس سے اپنی کمزوری چھپانے کی حتی الامکان کوششیں کرتا رہے گا۔ اس نے ڈاکٹر سے کہا۔ ''میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ پلیز.... مجھے کوئی ایسی زود اثر دوا دیں یا انجکشن لگائیں کہ میں فوری طور پر دماغی توانائی حاصل کر سکوں۔''

ڈاکٹر نے کہا۔ ''آپ فکر نہ کریں۔ رفتہ رفتہ توانائی حاصل ہو جائے گی۔''

وہ جھنجھلا کر بولا۔ ''آپ نہیں سمجھتے ہیں۔ میرا مزاج ایسا ہے، میں کمزوری برداشت نہیں کرتا۔ مہنگی سے مہنگی دوا ہو تو آپ مجھے دیں۔ میں ابھی آپ کو بھرپور فیس دے سکتا ہوں۔''

ڈاکٹر نے کہا۔ ''باہر پولیس والے آپ کا بیان لینا چاہتے ہیں۔ آپ انہیں بیان دیں۔ میں آپ کو ایک بہت ہی زود اثر انجکشن لگاؤں گا۔ دس پندرہ منٹ کے اندر ہی حیرت انگیز طور پر آپ توانائی محسوس کرنے لگیں گے لیکن میں دس ہزار روپے لوں گا۔''

فرہاد ٹو نے اپنے لباس کے اندر سے ہزار ہزار کے کئی نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ وہ خوش ہو کر وہاں سے جاتے ہوئے بولا۔ ''بس میں ابھی انجکشن لے کر آتا ہوں۔''

اس کے جاتے ہی پولیس آفیسر ایک سپاہی کے ساتھ اندر آ گیا۔ فرہاد ٹو نے پریشان ہو کر کہا۔ ''پلیز آفیسر! مجھے ڈسٹرب نہ کریں۔ میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ بس اتنا سمجھ لیں کہ کسی انجان دشمن نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ میں اندازے سے بھی یہ نہیں بتا سکوں گا کہ وہ دشمن کون ہے؟ پلیز ...اس معاملے کو یہیں ختم کر دیں۔''

آفیسر نے کہا۔ ''ہم فرض شناس لوگ ہیں۔ اپنی ڈیوٹی [illegible] صرف انجام دیتے ہیں۔ اس مجرم کو پکڑ کر رہیں گے۔''

[illegible] جیب کے اندر ہاتھ ڈال کر ہزار ہزار کے پانچ [illegible] لے پھر انہیں آفیسر کو دیتے ہوئے کہا۔ ''فار گاڈ سیک! یہ معاملہ یہیں ختم کر دیں۔''

وہ نوٹوں کو جیب میں رکھ کر ہنستے ہوئے بولا۔ ''جیسے آپ کی مرضی۔ ہم تو قانون کے سیوک ہیں۔''

وہ کمرے سے چلا گیا۔ ڈاکٹر ایک انجکشن لے کر آ گیا۔ ہر لمحہ اس کا دل اس خوف سے لرز رہا تھا کہ وہ کہیں نومی اس کے دماغ میں نہ چلی آئے۔ ڈاکٹر نے اسے انجکشن لگاتے ہوئے کہا۔ ''فکر نہ کریں۔ ابھی پندرہ منٹ کے اندر آپ کو دماغی توانائی حاصل ہو جائے گی۔''

اس نے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار کیا تھا۔ اب ایک بچے کو ٹریپ کرنے کے لیے نکلا ہوا تھا۔ حالات نے اسے ایسے موڑ پر پہنچا دیا تھا کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے کسی وقت بھی آ کر ٹریپ کر سکتا تھا۔ موجودہ حالات میں یہ کہا جا سکتا تھا کہ صیاد اپنے دام میں خود آ گیا.....

تقریباً پندرہ منٹ گزر گئے۔ اس نے سوچا کہ اب اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روکنے کے قابل ہو چکا ہے یا نہیں؟ یہ تو اسی وقت معلوم ہو سکتا تھا جب کوئی اس کے اندر آتا اور وہ دعائیں مانگ رہا تھا کہ کوئی آئے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کرنی چاہی تو ناکامی و مایوسی سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ وہ ہر دو چار منٹ کے بعد کوشش کر رہا تھا۔ آخر آدھے گھنٹے بعد خوشی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا برین ماسٹر کے پاس پہنچ گیا تھا۔ پھر بولا۔ ''برین ماسٹر! میں مصیبت میں ہوں۔ جلد ...آپ میرے پاس چلے آئیں۔''

برین ماسٹر نے اس کے اندر آ کر خیالات پڑھ لیے تھے۔ کہا۔ ''تم بہت لکی ہو۔ میں تمہارے چور خیالات کو اچھی طرح کھنگال چکا ہوں۔ ابھی تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر نہیں آیا تھا اور نہ اس وقت کوئی موجود ہے۔ میں اپنے معاملات میں بہت مصروف ہوں۔ اس لیے جا رہا ہوں۔ محتاط رہو اور دیکھو کہ وہ حملہ کرنے والے جماعت کے کہاں لے گئے ہیں؟''

برین ماسٹر چلا گیا۔ اس نے فوراً ہی الوشے کے ذہن میں آ کر پوچھا۔ ''جیمز کہاں ہے؟ تم کہاں ہو؟''

وہ پریشانی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔ ''تم کہاں ہو؟ کیسے ہو؟ میں تمہارے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی ہوں۔''

''میں ابھی ٹھیک ہوں۔ ایک اسپتال میں ہوں۔ اور تم کہہ رہے ہو، ٹھیک ہوں، تم نے [illegible] کے بعد مجھ سے رابطہ کیا ہے۔ سچ سچ بتاؤ، تمہارے [illegible] کیا ہو رہا تھا؟ تم کس مصیبت میں پڑ گئے ہو؟''

''بے شک ...میں ایک مصیبت میں مبتلا ہو گیا تھا۔ [illegible] گا، اب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں، [illegible] جہاز میں ہو۔ کہاں جا رہی ہو؟''

''یہ جہاز مجھے ممبئی پہنچائے گا۔ اس ریوالور والے نے [illegible] تھی، اگر میں اس فلائٹ میں یہاں سے نہ گئی تو وہ [illegible] گولی مار دے گا۔ میں تمہاری سلامتی کی خاطر ممبئی تک [illegible] کر رہی ہوں۔''

وہ بولا۔ ''وہ کوئی سڑک چھاپ لٹیرے تھے۔ میرے [illegible] ڈیڑھ لاکھ روپے تھے۔ وہ لوگ لے گئے ہیں۔''

الوشے نے کہا۔ ''میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ [illegible] پرس میں پچاس ہزار ڈالرز تھے۔ اس ریوالور والے [illegible] چھین لیے۔ مجھے ٹکٹ دے کر کہا، ابھی ممبئی جاؤ۔ [illegible] رہو گی تو پولیس والوں کو پیچھے لگا دو گی۔ آئندہ اپنے [illegible] زندہ سلامت دیکھنا چاہتی ہو تو چپ چاپ یہاں سے [illegible] جاؤ۔''

پھر وہ اچانک ہی کمزوری آواز میں بولی۔ ''اوہ خدایا! [illegible] کی اذان کا وقت ہو رہا ہے۔ باہر اندھیرا پھیلنے والا [illegible] میں تبدیل ہونے والی ہوں۔ دس پندرہ منٹ کے بعد تم [illegible] اندر نہیں آ سکو گے۔''

''ہم موبائل فون کے ذریعے باتیں کریں گے۔''

وہ بولی۔ ''اس کم بخت نے مجھ سے موبائل فون بھی [illegible] ہے۔ میں ممبئی جا کر نیا خریدوں گی۔''

وہ بولا۔ ''میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ میرا فون بھی [illegible] گیا ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کروں گا۔''

وہ بولی۔ ''ہرگز نہیں... تم جانتے ہو، جب میں تبدیل ہوتی ہوں تو اپنے دماغ میں کسی کو نہیں آنے دیتی۔ یہ [illegible] کے مزاج کے خلاف ہے۔''

وہ بولا۔ ''ہماری مضبوط دوستی کے پیش نظر اسے [illegible] کرو اور وہاں پہنچ کر نیا موبائل نمبر مجھے بتاؤ۔''

''میں کوشش کروں گی اگر برداشت نہ کر سکی اور تم سے [illegible] کر سکا تو دوسرے دن نارمل ہونے کے بعد آسانی سے [illegible] گا۔ پھر تم میرے دماغ میں آؤ گے، میں اعتراض [illegible]''

[illegible] کھڑکی کے باہر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''دن کا روشنی ڈوب رہی ہے۔ تاریکی پھیلتی جا رہی ہے۔ خدا حافظ! میں بھی جا رہی ہوں۔''

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ اسے اپنے دماغ سے بھگا دیا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر جھنجھلانے لگا۔ ''کیا مصیبت ہے؟ رات ہوتے ہی وہ میرے کام آنے والی تھی۔ اس سے پہلے ہی بچھڑ گئی ہے۔ مجھے بھی کسی پہلی فلائٹ سے ممبئی جانا ہوگا۔ ورنہ کل رات بھی اس سے کام نہیں لے سکوں گا۔''

ممبئی جانے کے لیے یا اس اسپتال سے نکل کر شہر میں گھومنے پھرنے اور کھانے پینے کے لیے رقم کی ضرورت تھی۔ اس پر حملہ کرنے والے اس کی تمام رقم لوٹ کر لے گئے تھے۔ لباس کے اندر چند ہزار روپے پڑے ہوئے تھے۔

ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہوتی۔ وہ جب چاہتے ہیں، گھر بیٹھے بڑی سے بڑی رقم حاصل کر لیتے ہیں۔ اس نے پولیس آفیسر کے بارے میں سوچا پھر خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ آفیسر فون کے ذریعے ایک بہت بڑے اسمگلر سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کا ایک خاص بندہ گرفتار ہو گیا تھا اور اسمگلر اس کی رہائی کے لیے انسپکٹر کو دس ہزار روپے دینا چاہتا تھا لیکن انسپکٹر اس سے پچیس ہزار کا مطالبہ کر رہا تھا۔ آخر پندرہ ہزار میں معاملہ طے ہو گیا۔

اسمگلر نے کہا۔ ''میرا آدمی ابھی تمہارے پاس پہنچ رہا ہے۔ رقم ملتے ہی اسے رہا کر دو۔''

اسمگلر کا نام جے بھاٹیا تھا۔ فرہاد ٹو نے اس کے اندر پہنچ کر معلوم کیا کہ اس کے پاس کتنا کیش ہے؟ پتا چلا، اس کے گھر میں پانچ لاکھ سے کچھ زیادہ کیش رکھا ہے۔ یہ معلومات فراہم کرتے ہی وہ غائب دماغ ہو گیا۔ اس نے فرہاد ٹو کی مرضی کے مطابق سیف کو کھولا پھر اس میں سے کیش نکال کر ایک شاپر میں بھرنے لگا۔ اس کارروائی سے فارغ ہونے کے بعد وہ شاپر لے کر اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا پھر اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگا۔ اس کا ڈرائیور اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔

جے بھاٹیا ڈرائیونگ کے معاملے میں کمزور تھا۔ کئی بار حادثات سے دوچار ہو چکا تھا۔ ڈرائیور کا خیال تھا کہ اس بار بھی وہ اسپتال پہنچے گا۔

اسے تو اسپتال پہنچنا ہی تھا۔ فرہاد ٹو اس کے دماغ میں رہ کر ڈرائیو کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ہی وہ اسپتال پہنچ گیا۔ جے بھاٹیا نے کمرے میں آ کر اس شاپر کو فرہاد ٹو کے قدموں میں رکھ دیا پھر کمر کی بات کیے بغیر پلٹ کر وہاں سے چلا گیا

فرہاد ٹو پوری طرح اس کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس وقت کہاں ہے؟ کیا کر رہا ہے؟ بس تیزی سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ اسے اس وقت ہوش آیا جب اس کی گاڑی راستے کے کنارے ایک بجلی کے کھمبے سے ٹکرا گئی۔

فرہاد ٹو وہ شاپر اٹھا کر اسپتال سے باہر آیا پھر شہر کے کسی ٹریول ایجنٹ کے پاس جانے لگا۔ وہ کسی بھی فلائٹ میں جگہ حاصل کر سکتا تھا۔ آج ہی رات کو یا کل دن میں کسی وقت جمائلہ کے پاس ممبئی پہنچ سکتا تھا۔

انوشے نے یہ کہہ کر اسے دماغ سے نکال دیا تھا کہ وہ تبدیل ہو رہی ہے۔ جبکہ وہ نہ تو جمائلہ تھی اور نہ ہی تبدیل ہو کر جمائلہ بن سکتی تھی۔ بڑے سکون سے مسافروں کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ کھڑکی کے باہر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ نہ زمین دکھائی دے رہی تھی' نہ آسمان نظر آ رہا تھا۔ اس تاریکی میں کوئی شیطانی قوت اس پر حاوی نہیں ہو رہی تھی۔

وہ تقریباً آٹھ بجے ممبئی پہنچ گئی۔ الپا اور پارس اپنی بیٹی کو ریسیو کرنے کے لیے ایئرپورٹ پہنچے ہوئے تھے۔ ویزیٹرز لابی میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ ماں باپ ہو کر بیٹی کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ کیونکہ اس کا چہرہ تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ جمائلہ کی صورت لیے پھر رہی تھی۔

ایئرپورٹ میں کئی جوان لڑکیاں آتی جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ اگرچہ انوشے اپنی عمر کے حساب سے جوان نہیں ہوئی تھی لیکن نو برس کی عمر میں ایسی قد آور اور صحت مند ہو گئی تھی کہ ذرا سی مصنوعی تبدیلیاں لانے کے بعد بھرپور دوشیزہ دکھائی دینے لگی تھی۔

ماں باپ کے لیے جو بچی تھی' وہ اب جوان ہو گئی تھی اس لیے وہ اسے نہیں پہچان سکتے تھے۔ آس پاس سے گزرنے والی ہر لڑکی کو توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ الپا نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ ''بیٹی! تم کہاں ہو؟''

وہ بولی۔ ''مما! جب تک میں نہ کہوں' آپ میرے دماغ میں نہ آئیں۔ ٹیلی پیتھی کے بغیر مجھے پہچاننے کی کوشش کریں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں' آپ میں سے کوئی مجھے پہچان سکتا ہے یا نہیں؟''

الپا نے مسکرا کر پارس سے کہا۔ ''بیٹی ہم سے آنکھ مچولی کھیل رہی ہے۔ چیلنج کر رہی ہے کہ ہم اسے پہچان لیں۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''چیلنج قبول ہے۔ میں اسے دیکھتے ہی پہچان لوں گا۔''

انوشے نے ایک نوجوان لڑکی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ ٹرالی میں سامان لیے الپا اور پارس کے سامنے سے گزرتی ہوئے ذرا رک گئی۔ متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ پارس نے آگے بڑھ کر کہا۔ ''زیادہ ایکٹنگ نہ کرو۔ میں نے اپنی بیٹی کو پہچان لیا ہے۔''

وہ دونوں بازو پھیلاتے ہوئے بولا۔ ''آؤ۔ اپنے بابا کے گلے لگ جاؤ۔''

وہ حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''ہوز ..... آپ کون ہیں؟ مجھے اپنی بیٹی کہہ رہے ہیں؟ کیا باپ ہو کر اپنی بیٹی کو نہیں پہچانتے ہیں؟''

الپا نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ مذاق کب تک جاری رہے گا؟ تم ہم سے کب تک چھپتی رہو گی؟''

لڑکی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''میں ابنارمل نہیں ہوں لیکن آپ دونوں ضرور ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ ٹرالی دھکیلتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ الپا نے اس کے اندر پہنچ کر مختصر سے خیالات پڑھے پھر پارس سے کہا۔ ''ہم دھوکا کھا گئے۔ یہ ہماری انوشے نہیں ہے۔''

وہ بولا۔ ''یہ تو زبردست چیلنج ہو گیا۔ اب تو میں اپنی بیٹی کو پہچان کر ہی رہوں گا۔''

انوشے اپنا ہینڈ بیگ اٹھائے اِدھر اُدھر دیکھتی ہوئی ان کے قریب آئی۔ ایک شخص لائیٹر سے سگریٹ سلگا رہا تھا۔ اس سے بولی۔ ''میں ایک مصیبت زدہ لڑکی ہوں۔ کیا آپ میری کچھ مدد کریں گے؟''

وہ اسے شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''میرے ساتھ چلو۔ دن رات تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔''

انوشے نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر یہ تاثر دیا کہ وہ ہاتھ نہیں ہتھوڑا ہے۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر فرش پر گر پڑا۔ الپا' پارس اور دوسرے لوگ فوراً ہی اس کے قریب پہنچ گئے۔ ''کیا ہوا؟''

وہ بولی۔ ''یہ مجھے تنہا دیکھ کر بدتمیزی کر رہا تھا۔ میرا ایک ہاتھ اسے ہمیشہ یاد رہے گا۔''

کچھ لوگ اس شخص کو لعن طعن کرتے ہوئے چلے گئے۔ الپا اور پارس ٹٹولتی ہوئی نظروں سے بیٹی کو دیکھ رہے تھے۔ ماں نے فوراً ہی اس کے خیالات پڑھے۔ ایسے وقت میں گئی کہ بیٹی روحانی ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ کسی بھی ٹیلی پیتھ جاننے والے کو راہ سے بے راہ کر سکتی ہے۔ اس نے خیالات سے بتایا کہ وہ ایک دولت مند باپ کی بیٹی ہے۔ اغوا کے خوف میں مبتلا ہو کر گھر سے بھاگ آئی ہے۔ وہ پارس سے کہہ رہی تھی۔ ''یہ ہماری بیٹی نہیں ہے۔ گھر سے بھاگی ہوئی ایک لڑکی ہے۔''

انوشے نے جلدی سے کہا۔ ''آپ نے بالکل صحیح اندازہ لگایا ہے۔ میں اپنے پریمی کی تلاش میں یہاں آئی ہوں۔ اس نے کہا تھا' مجھے ایئرپورٹ لینے آئے گا لیکن وہ کہیں نظر نہیں آ رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' اتنے بڑے شہر میں کہاں جاؤں؟''

الپا نے کہا۔ ''یہ تو ماں باپ کو دھوکا دینے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔ محبت اندھی ہوتی ہے مگر تمہاری تو جوانی بھی اندھی ہے۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر اتنے بڑے شہر میں نکل آئی۔ اب کہاں بھٹکتی پھرو گی؟''

''اسی لیے تو کہتی ہوں' میری کچھ مدد کریں۔ دو چار دن کے لیے اپنے پاس رکھ لیں۔ میں اپنے پریمی کو تلاش کر لوں گی۔''

پارس نے کہا۔ ''ہم یہاں اپنی بیٹی کو ریسیو کرنے آئے ہیں۔ تم آگے جا کر اپنے پریمی کو تلاش کرو اگر وہ نہ ملے تو ہمارے پاس آ جانا۔ ہم تمہیں پناہ دیں گے۔ ابھی جاؤ۔ ہمیں اپسٹ نہ کرو۔''

وہ دل ہی دل میں مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ وہ دونوں دور تک متلاشی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ بیٹی سامنے سے گزر گئی تھی اور وہ اسے پہچان نہیں پائے تھے۔ انوشے کو یہ آنکھ مچولی بہت اچھی لگ رہی تھی۔

دنیا کے ہر ایئرپورٹ میں اشتہاری بینر اور طرح طرح کے پوسٹر لگے رہتے ہیں۔ انوشے ایک پوسٹر کے قریب سے گزرتے ہوئے ٹھٹک گئی۔ اس پر اہرام مصر کی تصویروں کے ساتھ ابوالہول کی بھی ایک بڑی سی تصویر بنی ہوئی تھی۔ ''دی ونڈرفل پیرامڈز... ٹریول ہائی انڈین ایئر لائنز

ابوالہول کی تصویر دیکھتے ہی انوشے کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ پچھلی رات بھی یہی ہوا تھا' جب وہ پیرس میں فرہاد کے اپارٹمنٹ میں آئی تھی تو وہاں ابوالہول کے بت کو دیکھتے ہی لگا تھا' جیسے شیطانی قوت اس پر حاوی ہو رہی ہو۔ پیرس کی وزیٹرز لابی میں بھی اس پر وہی کیفیت طاری ہوئی تھی۔ وہ بے اختیار اس پوسٹر کی طرف کھنچی جا رہی تھی۔ اسی وقت روحانی قوت کے ذریعے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ اس کے اندر خیر اور شر کی زبردست جنگ چھڑ گئی۔ وہ پوسٹر کے قریب پہنچ گئی تھی۔ ہاتھ سے بیگ چھوٹ کر فرش پر گر گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر سر پر اور سر سے اُدھر جھکتے ہوئے ابوالہول کی مناجات کرنے لگی۔ اس کے گن گانے لگی۔

آس پاس سے گزرنے والے ٹھٹھک کر اسے دیکھنے لگے۔ پارس نے چونک کر کہا۔ ''الپا! وہ دیکھو! وہ لڑکی ابوالہول کے پوسٹر کے سامنے کیا کر رہی ہے؟''

الپا نے اُدھر بڑھتے ہوئے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی پھر ایک دم سے گھبرا کر بولی۔ ''پارس! یہ ہماری انوشے ہے۔ اس پر شیطانی قوت حاوی ہو رہی ہے۔ اسے فوراً سنبھالو۔''

وہ دوڑتے ہوئے اس کے دائیں بائیں آ گئے۔ الپا نے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام لیا۔ پارس نے کہا۔ ''بیٹی! بہت آنکھ مچولی ہو چکی۔ چلو یہاں سے...''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک جھٹکا سا لگا۔ انوشے نے ایک ہی جھٹکے میں ان دونوں کو دور پھینک دیا تھا۔ یہ ثابت ہو رہا تھا کہ واقعی شیطانی قوت حاوی ہو رہی ہے۔

ایسی بات نہیں تھی۔ ابھی شیطانی قوت اس پر پوری طرح حاوی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے دماغ کے کسی گوشے سے کلام پاک کی تلاوت ابھر رہی تھی۔ اس نے چیخ کر اپنی دادی آمنہ کو پکارا۔ ''گرینڈ ماما! کم اوور ہیئر...''

آمنہ عبادت میں مصروف تھی۔ ایک دم سے چونک کر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اپنی پوتی کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے آتے ہی شیطانی قوتیں دھیمی پڑنے لگیں۔ انوشے کو شر سے پوری طرح محفوظ رکھنا تھا۔ پچھلی رات اسے ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اپنا اسکارف ابوالہول کے بت پر ڈال دے۔ اسے چھپا دے۔ اس طرح وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

آمنہ نے پارس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''بیٹے اس ابوالہول کے پوسٹر کو فوراً ہی ضائع کرو۔''

ماں کا حکم سنتے ہی پارس نے چھلانگ لگا کر اس پوسٹر کو نوچ لیا۔ اسے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگا۔ آمنہ نے اپنی پوتی کی آنکھیں بند کر دی تھیں اور اس کے اندر کلام پاک کی تلاوت کر رہی تھی۔

ایئرپورٹ کے سیکورٹی افسر اور گارڈز نے آ کر پارس کا محاسبہ کیا۔ ''یہ کیا پاگل پن ہے؟ آپ نے ہمارے اشتہاری پوسٹر کو کیوں ضائع کیا ہے؟ جانتے ہیں' اس کی قیمت کیا ہے؟ صرف ایک اشتہار سے ٹریولنگ کمپنیوں کو لاکھوں کا فائدہ پہنچتا ہے۔''

پارس نے کہا۔ ''ہماری بیٹی ذہنی مریضہ ہے۔ ایک ٹاکر

کچھ جُسے کو دیکھ نہیں سکتی۔ دیکھا ہے، ا... دورہ پڑنے لگا تھا۔ ہم نے اپنی بیٹی کی سلامتی کے لیے ... یا ہے۔ اب جو بھی جرمانہ ہوگا، ہم اسے ادا کریں گے۔"

انہیں سکیورٹی دفتر میں طلب کیا گیا۔ وہاں ان پر دس ہزار روپے جرمانہ لگایا گیا۔ انہوں نے فوراً ہی وہ رقم ادا کی پھر انوشے کے ساتھ وہاں سے اپنے اپارٹمنٹ کی طرف جانے لگے۔ وہ نارمل ہو چکی تھی۔ کار کی پچھلی سیٹ پر الپا سے لگی بیٹھی تھی۔

پارس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے تشویش کا اظہار کیا۔ "کل بھی میری بٹی کے ساتھ یہی ہوا تھا۔ کیا ہر رات یہ ایسے عذاب سے گزرتی رہے گی؟"

الپا نے کہا۔ "میں یہی سوچ رہی ہوں۔ ہماری انوشے روحانیت حامل ہے۔ اس پر شیطانی قوتوں کو حاوی نہیں ہونا چاہیے۔ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

وہ دونوں تھوڑی دیر تک چپ رہے۔ موجودہ حالات پر غور کرتے رہے پھر پارس نے کہا۔ "ایک بات سمجھ میں آتی ہے۔ تاریکی پھیلتے ہی جمائلہ تبدیل ہو جاتی تھی۔ بالکل ابنارمل ہو جاتی تھی۔ ہماری انوشے تبدیل نہیں ہوتی ہے۔ اس پر تاریکی کا اثر نہیں ہوتا ہے لیکن جب سے ابوالہول کے بت کو دیکھتی ہے تب ہی سے یہ اچانک تبدیل ہونے لگتی ہے۔"

الپا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بے شک، پچھلی رات اس نے اس بہروپیے کے اپارٹمنٹ میں اس بت کو دیکھا تھا۔ آج یہاں اس کا پوسٹر دیکھا تو پچھلی رات کی طرح اس وقت بھی اس پر شیطانی قوت حاوی ہونے لگی تھی۔"

انوشے نے کہا۔ "میں بھی یہی سمجھ رہی ہوں۔ رات کے وقت مجھے ابوالہول کی تصویر کو یا اس کے بت کو نہیں دیکھنا چاہیے۔ اس کے سامنے نہیں جانا چاہیے۔"

الپا نے کہا۔ "تمہارا چہرہ، تمہاری جسامت اور شخصیت بالکل جمائلہ کی طرح ہے۔ تم اس بت کے سامنے جاتی ہو تو شیطان تمہیں دیکھ کر دھوکا کھا جاتا ہے۔"

"تعجب ہے۔ شیطان بھی دھوکا کھاتا ہے؟"

"بے شک.... جو دھوکا دیتے ہیں، وہ دھوکا کھاتے بھی ہیں۔"

وہ تینوں اپنے اپارٹمنٹ میں پہنچ گئے۔ پارس نے کہا۔ "ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ جن کسی لڑکی پر عاشق ہو گیا ہے۔ اسی طرح شیطان جمائلہ پر عاشق ہو گیا ہے۔ اس لڑکی کو اپنے لیے بہت اہم بنا چکا ہے۔ وہ ہماری انوشے کو دیکھ کر دھوکا کھا رہا ہے۔ بلکہ جمائلہ کو تلاش کرنے کے لیے اسے پریشان کرتا ہے۔ یہ طے ہو چکا ہے کہ وہ ہماری انوشے کے ذریعے ہی جمائلہ تک پہنچ سکے گا۔"

الپا نے پریشان ہو کر کہا۔ "کل سے اب تک انوشے اور اس کی دادی کی روحانی قوتیں غالب آ رہی ہیں لیکن ایسا کب تک ہوتا رہے گا؟ کیا آئندہ کچھ رات کے وقت شیطان ہماری بیٹی پر غالب آنا چاہے گا؟"

"فی الحال تو یہی بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ انوشے کو ابوالہول کے بت سے اور اس کی تصویروں سے دور رکھا جائے۔"

وہ بولی۔ "بیٹی! تمہیں بھی محتاط رہنا چاہیے۔ یہی کوشش کرو کہ اس ناک کے شیطان کی تصویر یا بت سے تمہارا سامنا نہ ہو۔"

"مما! میں اس منحوس کی صورت بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتی لیکن کل سے ایسا ہی ہو رہا ہے۔ وہ شیطان پہلے فرہاد کے ذریعے میرے سامنے آیا اور اب ایئرپورٹ کی دیوار پر لگے ہوئے پوسٹر کے ذریعے سامنے آ گیا۔"

اس نے پارس سے کہا۔ "پاپا! کیا یہ شیطان اسی طرح کسی نہ کسی بہانے میرے سامنے آتا رہے گا؟"

وہ بولا۔ "کچھ ایسی ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ تم بخت مختلف بہانوں سے تمہارے سامنے آ رہا ہے۔ دو راتوں میں ایسا ہو چکا ہے۔ آئندہ تیسری رات دیکھا جائے گا۔ کیا ہونے والا ہے؟"

الپا نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "تم باپ بیٹی باتیں کرو۔ میں ذرا پاپا سے باتیں کرنے جا رہی ہوں۔"

وہ دوسرے بیڈروم میں آ کر آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر میرے پاس پہنچ کر بولی۔ "پاپا! آپ مصروف تو نہیں ہوں تو میں باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔ بولو... کیا کہنا چاہتی ہو؟"

وہ مجھے انوشے کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگی کہ اب تک اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے؟ میں نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ "عجیب سی بات ہے کہ جمائلہ اس ادارے میں آ کر محفوظ ہو گئی ہے اور ہماری بیٹی جمائلہ بن کر باہر جاتے ہی شیطانی قوت کی زد میں آنے لگی ہے؟"

وہ بولی۔ "آج دوسری رات گزر رہی ہے۔ کل تیسری رات کو آزمایا جائے گا۔ کیا شیطان پھر نئے حیلے بہانے سے ابوالہول کو ہماری بیٹی کے سامنے لائے گا؟ اگر ایسا ہوگا تو پھر سمجھ لیں کہ آپ کی پوتی ہر رات خطرات سے کھیلتی رہے گی۔ کیا اسے مسلسل جمائلہ بنائے رکھنا مناسب ہوگا؟"

"تم اپنی پوری زندگی میں بڑی بڑی مصیبتوں سے گزرتی آئی ہو۔ بڑے بڑے خطرات سے کھیلتی رہی ہو لیکن اب بیٹی کے معاملے میں پریشان ہو رہی ہو۔ اولاد کو اپنی طرح فولاد بنانے کے لیے پہلے دل کو پتھر بنانا پڑتا ہے۔ جناب تمریزی جب تک چاہیں گے، وہ جمائلہ بن کر رہے گی۔ جب اس کی پشت پر ہیں۔ اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔"

"جناب تمریزی کی ہدایات پہلے سمجھ میں نہیں آتیں۔ بعد میں پتا چلتا ہے کہ وہ ہمیں قدرتی قوانین کے مطابق روکتے ٹوکتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات ان کی ہدایات ناقابلِ فہم ہوتی ہیں۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

وہ بولی۔ "انہوں نے انوشے کو ہدایت کی ہے کہ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس بہروپیے کو بھی اپنے زیرِ اثر بنائے۔ آج شام ایک سنہری موقع میرے سامنے آیا اور اب ایئرپورٹ کی دیوار پر لگے ہوئے پوسٹر کے ذریعے سامنے آ گیا۔"

اس نے پارس سے کہا۔ "پاپا! کیا یہ شیطان اسی طرح کسی نہ کسی بہانے میرے سامنے آتا رہے گا؟"

وہ بولا۔ "کچھ ایسی ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ تم بخت مختلف بہانوں سے تمہارے سامنے آ رہا ہے۔ دو راتوں میں ایسا ہو چکا ہے۔ آئندہ تیسری رات دیکھا جائے گا۔ کیا ہونے والا ہے؟"

الپا نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "تم باپ بیٹی باتیں کرو۔ میں ذرا پاپا سے باتیں کرنے جا رہی ہوں۔"

وہ دوسرے بیڈروم میں آ کر آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر میرے پاس پہنچ کر بولی۔ "پاپا! آپ مصروف تو نہیں ہوں تو میں باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔ بولو... کیا کہنا چاہتی ہو؟"

وہ مجھے انوشے کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگی کہ اب تک اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے؟ میں نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ "عجیب سی بات ہے کہ جمائلہ اس ادارے میں آ کر محفوظ ہو گئی ہے اور ہماری بیٹی جمائلہ بن کر باہر جاتے ہی شیطانی قوت کی زد میں آنے لگی ہے؟"

وہ بولی۔ "آج دوسری رات گزر رہی ہے۔ کل تیسری رات کو آزمایا جائے گا۔ کیا شیطان پھر نئے حیلے بہانے سے ابوالہول کو ہماری بیٹی کے سامنے لائے گا؟ اگر ایسا ہوگا تو پھر سمجھ لیں کہ آپ کی پوتی ہر رات خطرات سے کھیلتی رہے گی۔ کیا اسے مسلسل جمائلہ بنائے رکھنا مناسب ہوگا؟"

"تم اپنی پوری زندگی میں بڑی بڑی مصیبتوں سے گزرتی آئی ہو۔ بڑے بڑے خطرات سے کھیلتی رہی ہو لیکن اب بیٹی کے معاملے میں پریشان ہو رہی ہو۔ اولاد کو اپنی طرح فولاد بنانے کے لیے پہلے دل کو پتھر بنانا پڑتا ہے۔ جناب تمریزی جب تک چاہیں گے، وہ جمائلہ بن کر رہے گی۔ جب تک پشت پر ہیں۔ اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔"

"جناب تمریزی کی ہدایات پہلے سمجھ میں نہیں آتیں۔ بعد میں پتا چلتا ہے کہ وہ ہمیں قدرتی قوانین کے مطابق روکتے ٹوکتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات ان کی ہدایات ناقابلِ فہم ہوتی ہیں۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

وہ بولی۔ "انہوں نے انوشے کو ہدایت کی ہے کہ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس بہروپیے کو بھی اپنے زیرِ اثر بنائے۔ آج شام ایک سنہری موقع میرے سامنے آیا اور اب ایئرپورٹ کی دیوار پر لگے ہوئے پوسٹر کے ذریعے سامنے آ گیا۔ بڑے اگزیکٹو کار نے اس بہروپیے کے سر پر ضرب لگا کر اسے بے ہوش کر دیا تھا۔ وہ تقریباً ڈیڑھ یا دو گھنٹے تک دماغی کمزوری میں مبتلا رہا۔ میں اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیتا چاہتی تھی لیکن انوشے نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ جناب تمریزی کی ہدایت ہے، قدرت اسے ڈھیل دے رہی ہے۔ ہمیں قدرت کے خلاف اسے اپنی گرفت میں نہیں لینا چاہیے اور نہ کسی کو اپنا تابعدار بنانا چاہیے۔"

"انوشے درست کہہ رہی ہے۔ کیا تم جناب تمریزی کی ہدایات پر عمل کر رہی ہو؟ مجھے سچ سچ بتاؤ۔"

"میں اتنے بڑے بزرگ کی ہدایات کے خلاف کچھ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ میں نے اسے تابعدار نہیں بنایا ہے۔ مگر...."

میں نے پوچھا۔ "مگر کیا....؟"

"میں نے اس کے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھے تھے۔ دیکھ لیا پاپا! ہمیں منع کیا گیا ہے کہ اسے اپنا تابعدار نہ بنائے۔ لیکن چور خیالات پڑھنے پر پابندی نہیں لگائی گئی ہے۔ اس لیے میں نے ایسا کیا ہے۔ کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے؟"

"نہیں... تم نے سوچا ہوگا کہ پھر کبھی ایسا سنہری موقع نہ آئے۔ لہٰذا اس کے خیالات پڑھ لینے چاہئیں۔ بہرحال کوئی بات نہیں...."

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ "اصل بات یہ ہے کہ میں بھی اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے بے چین رہتا ہوں۔ وہ کم بخت کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ کیا اس کے چور خیالات نے تمہیں کچھ بتایا ہے؟"

"یس پاپا! میں نے بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ اس کا اصل نام کلیم الدین بابر ہے۔ وہ انڈیا کے ایک شہر ناگ پور میں پیدا ہوا تھا۔ ابتدا ہی سے آپ سے متاثر رہا ہے۔ آپ کی طرح ٹیلی پیتھی سیکھنے کی کوشش کرتا رہا چونکہ مضبوط قوتِ ارادی کا مالک ہے، اس لیے اس نے یہ علم سیکھ ہی لیا۔ اسے آپ کی آڈیو کیسٹ سنائی گئی تھیں اور ویڈیو فلمیں دکھائی گئی تھیں۔ وہ آپ کی تمام حرکات و سکنات کی ہو بہو نقل کرنا سیکھ گیا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "اس کی سرپرستی کون کر رہا ہے؟ کیا اس کا تعلق کسی بڑے ملک سے یا کسی خطرناک تنظیم سے ہے؟"

"یس پاپا! اس کے خیالات پڑھ کر تو میں حیران رہ گئی۔ ایک نئی اور خطرناک تنظیم کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوا ہے۔ وہ لوگ اب تک دنیا کی نظروں میں نہیں آئے ہیں۔ بڑی رازداری سے کام کر رہے ہیں۔ اس تنظیم کا نام ڈپلیکیٹ مافیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہ تو کچھ عجیب سا نام ہے۔"

"آپ اس بہروپیے فرہاد سے نمٹ رہے ہیں۔ یہ معلوم ہے کہ وہ ہو بہو آپ جیسا ہے۔ اس ڈپلیکیٹ کو اسی تنظیم کے سربراہ نے تیار کیا ہے۔ اس سربراہ کو سب ہی برین ماسٹر کہتے ہیں۔"

"بڑے دلچسپ انکشافات ہو رہے ہیں۔ آگے بولو۔"

"دو برین ماسٹر دنیا کی اہم ترین شخصیات کے دماغوں پر حکومت کرتا ہے۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ امریکی اکابرین میں جو وزیرِ خارجہ ہے، وہ اصل نہیں ہے۔ بلکہ اس اصل کو غائب کر دیا گیا ہے اور اس کا ڈپلیکیٹ وہاں پہنچا دیا گیا ہے۔ اسی طرح امریکی آرمی کے ایک میجر کا بھی ڈپلیکیٹ وہاں پہنچا ہوا ہے اور اصل میجر کو غائب کر دیا گیا ہے۔ سیاسی شعبوں میں، آرمی کے شعبوں میں، سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں جتنی اہم شخصیات ہیں۔ ان میں سے ایک آدھ ایسی ہیں، جو اصل نہیں ہیں۔ ان کے ڈپلیکیٹ وہاں کام کر رہے ہیں اور یہ سب برین ماسٹر کا کمال ہے۔"

وہ بتانے لگی کہ اس نے کس طرح دنیا کے سب سے بڑے چند دولت مند لوگوں کو بھی ٹریپ کیا ہے؟ اب ان کی جگہ ان کے ڈپلیکیٹ پہنچے ہوئے ہیں۔ وہ ان کی دولت سے خوب فائدہ اٹھا رہا ہے۔ آج تک پوری دنیا میں کسی ایک شخص کی حکومت قائم نہیں ہوئی اور وہ دعویٰ کر رہا ہے کہ تمام ملکوں

کے تمام اہم شعبوں میں اپنے ڈپلیکیٹ پہنچا کر پوری دنیا پر تنہا حکومت کرے گا۔

میں نے کہا۔ ''اس میں شک نہیں کہ اس نے پوری دنیا پر حکومت کرنے کے لیے ایک بالکل ہی نیا اور انوکھا طریقہ اختیار کیا ہے اور نہایت رازداری کے ساتھ اہم شخصیات کے ڈپلیکیٹ تیار کرتا جا رہا ہے۔ الپا! تم نے اس بہروپیے کے خیالات پڑھ کر بہت اچھا کیا۔ ہمیں ایسا راز معلوم ہوا ہے جو شاید آخر وقت تک کسی کو معلوم نہ ہوتا۔ آیندہ ہم دیکھیں گے کہ یہ برین ماسٹر کون ہے اور اپنے اہم مہموں کے ساتھ کہاں پایا جاتا ہے؟''

الپا نے کہا۔ ''وہ اپنی تنظیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد بڑھانے کی فکر میں ہے۔ اب تک وہاں صرف برین ماسٹر اور بہروپیا فرہاد ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اب تین خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ ہونے والا ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ کیسے؟''

''اس بہروپیے کے خیالات پڑھنے سے بڑی اہم معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ اس نے بڑی رازداری سے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابعدار بنا کر کہیں چھپا رکھا ہے۔''

یہ بات سنتے ہی میں چونک گیا۔ سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''امریکی اکابرین اپنے ان تین گمشدہ خیال خوانی کرنے والوں کے لیے بہت پریشان ہیں۔ ہمیں الزام دے رہے ہیں کہ وہ تینوں باباصاحب کے ادارے میں قید ہیں۔ ان کے برین واش کیے گئے ہیں۔ انہیں عیسائی سے مسلمان بنایا گیا ہے اور اب وہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی حیثیت سے باباصاحب کے ادارے کی خدمت کرتے رہیں گے۔''

''اوہ گاڈ! ایسا سفید جھوٹ اور باباصاحب کے ادارے کے لیے ایسا شرانگیز پروپیگنڈا؟ میں اس کم بخت کے خیالات پڑھ چکی ہوں۔ امریکی اکابرین کو اسی نے ہمارے خلاف بھڑکایا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''بیٹی! پھر تو تم نے یہ بھی معلوم کیا ہوگا کہ اس نے ان تینوں کا کہاں چھپا رکھا ہے؟''

''میں ایسے معاملات میں چوکنے والی نہیں ہوں پاپا! میں نے ان کا پتا ٹھکانا معلوم کیا ہے۔ آپ فوراً اسے نوٹ کریں۔ ہمارے ادارے کے جاسوس اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جتنی جلدی ہو سکے وہاں پہنچائیں۔ ان کا محاصرہ کریں۔''

''بے شک.... ان تینوں کو جلد سے جلد اپنی گرفت میں لینا ہوگا۔ باباصاحب کے ادارے پر لگائے گئے الزامات دھو ہوگا اور ان تینوں کو برین ماسٹر تک پہنچنے سے روکنا بھی ہوگا۔ میرے دماغ میں رہ کر ان کے نام اور پتے بتاتی رہو۔''

میں نے تین خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے ذہن میں بلایا پھر کہا۔ ''الپا! تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور موجودہ ایڈریس بتا رہی ہے' انہیں ذہن نشین کر لو۔''

الپا نے کہا۔ ''ایک کا نام واٹس مین' دوسرے کا نام گائی اور تیسرے کا نام کرمسن واسکوڈی ہے۔ ان میں سے ایک پیرس میں' دوسرا فرینکفرٹ میں اور تیسرا استنبول میں ہے۔''

وہ ان کی رہائش گاہوں کا مکمل پتا بتانے لگی۔ میں نے کہا۔ ''پیرس' استنبول اور فرینکفرٹ میں ہمارے جتنے جاسوس ہیں۔ ان کو کہو کہ ان کی رہائش گاہوں کو چاروں طرف سے گھیر لیں۔ انہیں پہلی فرصت میں بے ہوش کر دیں۔ تینوں کو انتہائی رازداری سے کسی محفوظ پناہ گاہ میں رکھا جائے پھر میں آگے بتاؤں گا' ان کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے؟''

ہمارے وہ خیال خوانی کرنے والے حکم کی تعمیل کرنے چلے گئے۔ الپا نے کہا۔ ''پاپا! برین ماسٹر کی وہ تنظیم بہت ہی مستحکم ہے لیکن وہ آپ کے معاملے میں کمزور ہے۔ آپ کا مکمل ڈپلیکیٹ بنانے کے باوجود وہ اسے باباصاحب کے ادارے میں نہیں پہنچا سکتے۔ وہاں قدم رکھتے ہی اس بہروپیے کا بھید کھل جائے گا۔ ایک اور بات ہے....''

''ہاں بیٹی بولو۔''

''برین ماسٹر شیطانی قوتوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے' یہ جاننا چاہتا ہے کہ یہ کس طرح انسان کے ذہن پر اثر انداز ہوتی ہیں؟ اس نے اس بہروپیے کو حکم دیا ہے کہ جمائلہ کو اس کے پاس پہنچایا جائے۔ وہ اس کے اندر دماغ کے ایک ایک فنکشن کو سمجھنا چاہتا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے شیطانی قوتوں کا توڑ کیسے کیا جا سکتا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''جمائلہ ہمارے ادارے میں دو دنوں اور دو راتوں تک رہی۔ ہم نے اس کے دماغ میں وہ کراس طرح اسٹڈی کی ہے۔''

''پاپا! وہاں ادارے میں روحانی قوتوں کا غلبہ تھا۔ شیطانی قوتیں بالکل ہی کمزور پڑ گئی تھیں۔ نہ ہونے کے برابر تھیں۔ برین ماسٹر کا خیال ہے کہ جمائلہ اس کے پاس آئے گی اور وہاں شیطانی قوتوں کا غلبہ ہوگا تو وہ بہت کچھ معلوم کر سکے گا۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''جمائلہ اس کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ وہ تو ادارے میں ہے۔ وہیں تعلیم و تربیت حاصل کرتی رہے گی۔''

''پاپا! آپ میری بات نہیں سمجھ رہے ہیں۔ میری بیٹی جمائلہ بن گرد دستوں اور دشمنوں کے سامنے آئی ہے۔ برین ماسٹر تو یہی سمجھ رہا ہے کہ وہ اصلی جمائلہ ہے لہٰذا وہ میری بیٹی کو اغوا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔''

میں اس پہلو پر غور کرنے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''ایک طرف ابوالہول کی شیطانی قوتیں اس کا پیچھا کر رہی ہیں۔ دوسری طرف برین ماسٹر اور وہ بہروپیا اس کے پیچھے پڑے رہیں گے۔ موقع ملتے ہی اسے اغوا کریں گے..... پاپا! میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔''

میں نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔ ''تمہاری ممتا تمہیں کمزور بنا رہی ہے۔ یہ کیوں سمجھتی ہو کہ انوشے بالکل تنہا ہے؟ ہم سب اس کے آس پاس نہیں ہیں؟''

''بے شک... ہم سب دن رات اس کی نگرانی کریں گے' حفاظت کرتے رہیں گے لیکن بدنصیبی کو کون سمجھتا ہے؟ کس وقت بھی کچھ بھی ہو سکتا ہے۔''

''روحانیت کے مراحل سے گزرنے والے خوش نصیبی کو اور بدنصیبی کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ آمنہ اور جناب تبریزی بھی جانتے ہوں گے کہ آیندہ انوشے کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ وہ تمہاری بیٹی کو' میری پوتی کو کسی کھائی میں گرنے کے لیے نہیں چھوڑیں گے۔ تمہیں کم از کم ان بزرگوں پر بھروسا کرنا چاہیے۔''

وہ سر جھکا کر بولی۔ ''سوری پاپا! میں واقعی جذباتی ہو گئی تھی۔ ہمارے بزرگوں نے انوشے کو اس ادارے میں رکھ کر تعلیم و تربیت دی۔ اسے اس قابل بنایا کہ وہ اتنی کم عمر میں بہت بڑا کارنامہ انجام دینے کے لیے میدانِ عمل میں آئی ہے۔ میں اپنے بزرگوں پر بھروسا کروں گی۔ حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاؤں گی۔''

''یہ اچھی بات ہے۔ چلو ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس چلیں۔''

''ایک منٹ پاپا! ہم اتنی دیر سے باتیں کر رہے ہیں آپ نے اب تک عدنان اور عالی کا ذکر نہیں کیا۔ کیا آپ ان کی طرف سے مطمئن ہیں؟''

''ہاں... کسی حد تک اطمینان ہے۔ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا الٹونی جے تمہیں یاد ہوگا؟''

''ہاں... وہ کچھ عرصے سے بالکل ہی غائب ہو گیا تھا۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟''

''عالی کو اور عدنان کو اسی نے اغوا کیا ہے۔ کم بخت عالی پر عاشق ہو گیا ہے۔ میرا داماد بننا چاہتا ہے۔ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ یہودی اور عالی مسلمان ہے۔ اس لیے میں اسے داماد نہیں بناؤں گا۔''

''اس کا مطلب ہے' اس نے آپ کو راضی کرنے کے لیے عدنان اور عالی کو اغوا کیا ہے؟''

''ہاں ایسی ہی بات ہے۔ اگرچہ اس نے جارحانہ انداز اختیار کیا ہے لیکن بڑی شرافت سے یہ بھی کہہ رہا ہے کہ عدنان کو صرف انیس دنوں تک شیوانی کے ساتھ اپنے پاس رکھے گا۔ جب وہ اس دنیا سے چلی جائے گی تو میرے پوتے کو ادارے میں پہنچا دے گا۔''

''کیا آپ کو یقین ہے وہ ایسا کرے گا؟''

''کرے یا نہ کرے..... انیس دنوں تک وہ ماں بیٹے کہیں کسی پناہ گاہ میں محفوظ رہیں گے۔ انہیں نہ چھیڑا جائے تو بہتر ہے' اگر شیوانی کی موت کے بعد وہ عدنان کو واپس نہیں کرے گا تو پھر اس سے نمٹ لیا جائے گا۔ میں بڑی خاموشی سے سراغ لگا رہا ہوں' ٹونی جے کہاں ہو سکتا ہے؟ ویسے اس نے قسم کھا کر یہ بھی یقین دلایا ہے کہ عالی کی عزت پر آنچ نہیں آنے دے گا۔ اسے بڑی محبت سے اپنی طرف مائل کرے گا۔ وہ مائل نہیں ہوگی تو اس کی طلب سے دستبردار ہونے کی کوشش کرے گا۔''

''پاپا! مجھے اس پر بھروسا نہیں ہے۔ وہ عالی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر پتا نہیں اس کے ساتھ کیسا سلوک کر رہا ہوگا؟ پلیز... آپ اس پر بھروسا نہ کریں۔ کسی بھی طرح معلوم کریں' وہ کم بخت کہاں چھپا ہوا ہے؟''

''میں پوری کوشش کر رہا ہوں۔ خدا نے چاہا تو جلد ہی اس کی گردن دبوچ لوں گا۔''

ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر پہنچے۔ اس سے پوچھا۔ ''کیا ہو رہا ہے؟''

وہ بولا۔ ''سر! یہاں پیرس میں جو ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا تھا' اس کا نام واٹس مین ہے۔ ہم نے انجکشن لگا کر اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کر دیا ہے۔ آپ اس کے خیالات پڑھ سکتے ہیں۔''

میں نے اور الپا نے اس کے مختصر سے خیالات پڑھے۔ وہ بہروپیے کلیم الدین بابر کے زیر اثر رہ کر یہ بھول چکا تھا کہ اسے کس طرح ٹریپ لیا گیا تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے تابعدار بنایا گیا تھا؟ اب دماغی کمزوری ہونے کے باعث تنویمی عمل زائل ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ''نہیں، کہیں

نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میرے دماغ پر قبضہ جمایا تھا؟ اب یاد آرہا ہے' اس نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ مجھے اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔ شاید اب میں اس کے اثر سے نکل گیا ہوں۔ اوہ گاڈ! میرے اندر اتنی توانائی آجائے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اپنے لوگوں کو مدد کے لیے پکار سکوں...''

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ ''کیا اس نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مجھے کسی ادارے میں لے جا کر قید کیا تھا؟ کیا وہاں میرے ساتھ مزید دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تھے؟''

اس نے تیرانی سے سوچا۔ ''میرے اندر ایسا سوال کیوں پیدا ہو رہا ہے؟ جبکہ میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوا۔ نہ کسی نے مجھے قیدی بنایا تھا اور نہ ہی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے ساتھ قیدی بنے ہوئے تھے۔''

میں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہا۔ ''ابھی ایک آدھ گھنٹے میں اس کی دماغی توانائی بحال ہو جائے گی۔ اسے اپنے لوگوں سے رابطہ کرنے دو۔ میں چاہتا ہوں' یہ اپنے وطن واپس چلے جائیں۔''

میں نے اور الپا نے اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے رابطہ کیا۔ اس نے کہا۔ ''سر! اس کا نام ٹف گائی ہے۔ ہم نے عارضی طور پر اس کے دماغ کو کمزور کر دیا ہے۔ آپ اس کے خیالات پڑھ سکتے ہیں۔''

ہم نے اس کے خیالات پڑھے۔ وہ بھی وائس مین کی طرح سوچ رہا تھا کہ کسی انجانے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔ اسے بھی کسی ادارے میں قیدی بنا کر نہیں رکھا گیا تھا۔

اس کے بارے میں بھی یہی فیصلہ کیا گیا کہ دماغی توانائی بحال ہوتے ہی اسے امریکی اکابرین سے رابطہ کرنے کا موقع دیا جائے گا تاکہ وہ بھی اپنے وطن واپس چلا گائے۔

پھر ہم تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کرمسن واسکوڈی کے دماغ میں پہنچے۔ وائس مین اور ٹف گائی کی طرح اس کی سوچ نے بھی وہی بتایا۔ ہم نے اس کے بارے میں بھی وہی فیصلہ کیا کہ اسے اپنے وطن واپس جانا چاہیے۔

اور یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں تھا۔ ایسے ہی وقت ہم نے واسکوڈی کے دماغ میں کسی کی آواز سنی۔ وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔ ''تم دماغی طور پر کمزور کیسے ہو گئے؟''

اس کی سوچ نے کہا۔ ''دو افراد میرے پاس آئے تھے انہوں نے مجھے گن پوائنٹ پر رکھا اور ایک انجکشن لگایا۔ جس کے اثر سے میرا دماغ کمزور ہو گیا ہے۔ مگر تم کون ہو؟''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ٹف گائی کے دماغ میں پہنچا تو وہاں بھی یہ معلوم ہوا کہ اسے ذہنی طور پر کمزور کر دیا گیا ہے۔ پھر وہ وائس مین کے پاس آیا۔ وہاں بھی یہی کیفیت تھی۔

اس نے فوراً ہی فرہاڈٹو کے دماغ میں آ کر کہا۔ ''خطرہ ہو گیا... ان تینوں کو کسی نے ٹریپ کیا ہے۔ ان کے دماغ اس وقت کمزور ہیں۔ وہ بے بسی سے اپنی اپنی جگہ پڑے ہوئے ہیں۔''

فرہاڈٹو نے بے یقینی سے کہا۔ ''ماسٹر! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تینوں ایک دوسرے سے ہزاروں میل کے فاصلے پر تھے۔ ہمارا کوئی دشمن کسی ایک کے پاس پہنچا تھا تو فوراً ہی باقی دو کے پاس کیسے پہنچ گیا؟''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''کسی ایک نے نہیں' ایک سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے انہیں دماغی کمزوری میں مبتلا کیا ہے اور یہ کام فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ہی ہو سکتا ہے۔''

''میں حیران ہوں' فرہاد ان تینوں تک کیسے پہنچ گیا؟''

''جیسے بھی پہنچا ہو۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حفاظتی گرفت سے نکلنا نہیں چاہیے۔ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان پر تنویمی عمل کریں گے تو ہم ان سے خاموش رابطہ کر کے معلوم کریں گے کہ ان کے دماغوں کو کس آواز اور لہر کے ذریعے لاک کیا جا رہا ہے؟ اس کے بعد ہم پھر موقع دیکھ کر انہیں دوبارہ اپنی گرفت میں لے آئیں گے۔''

ہم نے کرمسن واسکوڈی کے دماغ میں رہ کر برین ماسٹر کی آواز سنی تھی۔ وہ اس کی دماغی کمزوری پر حیران ہو رہا تھا۔ اس وقت ہم نہیں جانتے تھے کہ وہی برین ماسٹر ہے۔ ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی خاموشی سے ان تینوں کے دماغوں میں موجود رہے اور انتظار کرنے لگے کہ آئندہ وہ ان کے اندر آ کر بولے گا؟

اِدھر ہم خاموش تھے' اُدھر وہ خاموشی سے ہماری قید کے لیے منتظر تھے۔ پتا نہیں، آئندہ وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے درمیان کس طرح ڑ لنے والے تھے۔ ویسے پہلی بار خیال خوانی کے ذریعے برین ماسٹر سے ٹکراؤ ہونے والا تھا۔

ایک طرف میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ دوسری طرف فرہاڈٹو اور برین ماسٹر تھے اور ہمارے درمیان وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے سینڈوچ بنے ہوئے تھے۔ ان تینوں کو دماغی طور پر کمزور بنا دیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ان تینوں کو دماغی عمل سے نجات پا کر اب یہ سوچ رہے تھے کہ فرہاڈٹو کے تنویمی عمل سے نجات پا کر اب یہ سوچ رہے تھے کہ فرہاڈٹو تو توانائی بحال ہو گی تو وہ خیال خوانی کے ذریعے ہی دماغی توانائی بحال ہو گی تو وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے اکابرین سے رابطہ کریں گے اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مدد کے لیے بلائیں گے۔

فرہاڈٹو نے انہیں اپنا تابعدار بنانے کے بعد جہاں قید کر رکھا تھا۔ وہاں ٹیلی فون نہیں تھا اور ہم نے خود کو ان پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ وہ خود ہی اپنے اکابرین سے رابطہ کر کے یہ بیان دیں کہ انہیں بابا صاحب کے ہاں قید نہیں بنایا گیا تھا اور نہ ہی انہیں مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا بنایا گیا ہے۔ اس طرح فرہاڈٹو نے ہم پر جو الزام لگایا تھا وہ یکسر غلط ثابت ہونے والا تھا۔

وہ تینوں بے چینی سے منتظر تھے کہ ان کی دماغی توانائی بحال ہو جائے۔ اس سے پہلے ہی فرہاڈٹو اور برین ماسٹر ان کے دماغ میں آ گئے تھے۔ یہ دیکھ کر پریشان ہو رہے تھے کہ ان کی رازداری سے چھپا کر رکھنے کے باوجود کوئی ان کے دماغ میں آیا ہے اور انہیں ان کے اثر سے بھی نکال چکا ہے۔

وہ یقین کے ساتھ سمجھ گئے تھے کہ ایسا میں نے ہی کیا ہے۔ لیکن وہ ان تینوں کے اندر آ کر خاموش تھے۔ چپ چاپ دیکھنا چاہتے تھے کہ میں یا میرے ساتھی ان سے کچھ نہ کچھ کہیں گے اور تنویمی عمل کے ذریعے ضرور انہیں اپنا تابعدار بنا لیں گے۔

یہ تو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے' کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا دماغ کمزور ہو جائے تو دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے نظرانداز نہیں کرتا۔ پہلی فرصت میں اسے اپنا تابعدار بنا لیتا ہے۔ برین ماسٹر اور فرہاڈٹو انہیں پھر سے اپنی گرفت میں لینا چاہتے تھے اور یہی ہمارے بارے میں سوچ رہے تھے۔ ہم بھی ایسا ہی کرنے والے ہیں۔

ان تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام وائس مین ٹف گائی اور کرمسن واسکوڈی تھے۔ ٹیلی پیتھی جاننے کے سپر ماسٹر برین ماسٹر کی پوزیشن کمزور تھی۔ وہ اور فرہاڈٹو تنویمی خیال خوانی کرنے والے تھے جبکہ شکار تین عدد۔ ایک وقت تینوں کے پاس نہیں جا سکتے تھے۔ پہلے دو کے پاس جا کر معلوم کرتے تھے کہ ہم سے کوئی کچھ بول رہا ہے یا پھر تیسرے کے پاس پہنچتے تھے۔ اس طرح انہیں

اِدھر سے اُدھر خیال خوانی کی چھلانگ لگانی پڑ رہی تھی۔

ہماری مسلسل خاموشی سے وہ جھنجھلا رہے تھے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ جب ہم نے ان تینوں کو ٹریپ کر لیا ہے' انہیں ان سے چھین لیا ہے تو ہم ان پر تنویمی عمل کیوں نہیں کر رہے ہیں؟

یہی ایک بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ ہم سب محتاط ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ دونوں موجود ہوں گے۔ لہٰذا ابھی عمل نہیں کرنا چاہیے۔ کسی مناسب وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔

برین ماسٹر اور فرہاڈٹو نے ان کے اندر اپنی آواز نہیں سنائی بلکہ ان کی سوچ کے ذریعے سوال پیدا کیا کہ وہ کس طرح ٹریپ کیے گئے ہیں؟ ان کے پاس ضرور کوئی آیا ہو گا؟

ان تینوں کی سوچ نے یہی جواب دیا کہ ان کے پاس دو اجنبی آئے تھے۔ ایک نے انہیں گن پوائنٹ پر رکھا تھا۔ دوسرے نے ایک انجکشن لگایا تھا پھر جیسے آئے تھے ویسے ہی خاموشی سے چلے گئے۔ اب کوئی سامنے آ رہا ہے اور نہ ہی کوئی انہیں مخاطب کر رہا ہے۔ پتا نہیں وہ کون لوگ تھے؟ لیکن جو بھی تھے ان کے لیے فرشتہ ثابت ہوئے تھے۔ انہیں نامعلوم شخص کے اثر سے نکال کر گئے تھے۔

برین ماسٹر نے فرہاڈٹو کے پاس آ کر کہا۔ ''یہ فرہاد بہت ہی مکار ہے۔ ہمیں اس کی ہستی نہیں بھولنی چاہیے۔ یہ بھی اپنے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا غلام نہیں بناتا ہے۔ ہمیں اس پہلو سے بھی سوچنا چاہیے کہ وہ ان تینوں کو اس سے نجات دلانے کے بعد جا چکا ہے اور یہ سمجھ رہا ہے کہ جب یہ تینوں دماغی توانائی حاصل کر لیں گے تو خود ہی اپنے اکابرین سے رابطہ کر کے ہماری ان خفیہ پناہ گاہوں سے چلے جائیں گے۔''

فرہاڈٹو نے کہا۔ ''اور ہم انہیں جانے نہیں دیں گے۔ ہمیں فی الحال یہ معلوم کرنا چاہیے کہ فرہاد اور اس کے ساتھی موجود ہیں یا نہیں؟ اگر ہم اسی طرح انتظار کرتے رہے تو یہ تینوں توانائی حاصل کرتے ہی سانس روک کر ہماری سوچ کی لہروں کو بھگا دیں گے اور خیال خوانی کے ذریعے اپنے لوگوں سے رابطہ کریں گے۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''ہم بھی ایسے نادان نہیں ہیں کہ انہیں دماغی توانائی حاصل کرنے دیں۔ اس سے پہلے ہی ان کے اندر زلزلہ پیدا کریں گے پھر سے ان کے دماغوں کو کمزور بنا کر چھوڑ دیں گے پھر دیکھیں گے کہ فرہاد ان کا مسیحا بن کر ان کے لیے کیا کر سکے گا؟''

انہیں طویل خاموشی نے اُلجھا دیا تھا۔ بظاہر تو ایسا ہی

لگ رہا تھا' جیسے ہم سب وہاں سے جا چکے ہیں لیکن عقل کہہ رہی تھی کہ ہم ان کا انتظار کر رہے ہیں اور انہیں کسی بھی منفی عمل سے روکنے والے ہیں۔

آخر ماسٹر نے فرہاد ٹو سے کہا۔ ''یہ کم بخت تو بہت ہی ڈھیٹ ہے۔ جب تک اسے مجبور نہیں کیا جائے گا' اس وقت تک نہیں بولے گا۔ ایک گھنٹا گزر چکا ہے۔ ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ تم ہی اسے مخاطب کرو۔''

فرہاد ٹو نے وائس مین کے اندر آ کر کہا۔ ''ہیلو، میں بہت دیر سے تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ تم میرے عمل سے نجات پا چکے ہو۔ مجھے بتاؤ' وہ نجات دہندہ کون ہے؟''

وائس مین نے کہا۔ ''پہلے تم بتاؤ' تم کون ہو؟ مجھے اپنا غلام کیوں بنا رکھا تھا؟''

''میں فرہاد علی تیمور ہوں۔''

وائس مین نے میری مرضی کے مطابق پوچھا۔ ''کیا دو نمبر ہو؟''

''نہیں، میں اصلی فرہاد ہوں۔''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔ فرہاد علی کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ خواہ مخواہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ نہیں کرتا اگر کسی دشمنی کی بنا پر ایسا کرتا ہے تو اس کے دماغ میں رہ کر اسے غلام نہیں بناتا۔ کوئی سمجھوتا کرتا ہے یا کوئی سزا دیتا ہے پھر چلا جاتا ہے۔''

''بکواس نہ کرو۔ معلوم ہوتا ہے' میرے آنے سے پہلے ہی فرہاد نے یہ باتیں تمہارے دماغ میں نقش کر دی ہیں۔''

''جب سے میں نے تمہارے سحر سے نجات پائی ہے تب سے اپنے اندر کسی کی آواز نہیں سنی۔ اتنی دیر کے بعد بھی تم ہی بول رہے ہو۔''

''جھوٹ مت بولو۔ کسی نے تمہارے اندر آ کر تمہیں مجھ سے نجات دلائی ہے اور جب کوئی آیا ہوگا تو اس نے ضرور کچھ نہ کچھ کہا ہوگا۔''

''کسی نے میرے اندر کچھ نہیں کہا ہے۔ بس دو اجنبی آئے تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھے انجکشن لگایا اس کے بعد وہ چپ چاپ واپس چلے گئے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا۔''

''تم ایک رائے تو قائم کر سکتے ہو کہ ایسا کس نے کیا ہوگا؟''

''اگرچہ ہم امریکی اسے اپنا دشمن سمجھتے ہیں لیکن وہ ٹیلی پیتھی کے معاملے میں اصولوں کا پابند ہے اور وہ فرہاد علی تیمور ہی ہے۔ تم اسے نقصان پہنچانا چاہتے ہو۔ اس نے تمہیں نقصان پہنچانے کے لیے مجھے تم سے نجات دلائی ہے۔ میری سمجھ میں تو یہی بات آتی ہے۔''

برین ماسٹر بھی واسکوڈی اور لف گائی سے کچھ اس طرح کے سوالات کر رہا تھا اور اسے بھی ایسے ہی جواب مل رہے تھے۔

آخر ان دونوں نے مجبور ہو کر ان کے اندر مجھے مخاطب کیا۔ ''فرہاد علی تیمور! اگر ابھی تم موجود ہو تو خاموش نہ رہو اور موجود نہیں ہو تب بھی تمہارا کوئی ساتھی ان تینوں کے اندر ضرور حاضر ہے اور ہماری باتیں بھی سن رہا ہے اگر ہم سے دشمنی کر رہے ہو تو بزدلوں کی طرح منہ نہ چھپاؤ۔ ہم سے بات کرو۔''

وہ دونوں ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر موجود تھے اور جواب کا انتظار کر رہے تھے لیکن جواب میں وہی خاموشی تھی۔

میں پہلی بار برین ماسٹر کی آواز سن رہا تھا۔ وہ مجھے کہہ رہا تھا۔ ''فرہاد! مجھ سے دشمنی نہ کرو تمہارا پوتا اپنی ماں کے ساتھ کہیں بھٹک رہا ہے۔ اعلیٰ بی بی' پارس' پورس اور کرن سب ہی بابا صاحب کے ادارے سے باہر مختلف ممالک میں ہیں۔ میں ان میں سے کسی کو بھی ٹریپ کروں گا تو تم میرے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ میں نے اب تک تم سے کوئی دشمنی نہیں کی ہے۔ لہٰذا مجھے دشمنی پر مجبور نہ کرو۔ مجھ سے بات کرو۔ کوئی سمجھوتا کرو۔''

میں یہ نہیں جانتا تھا کہ برین ماسٹر مجھ سے مخاطب ہوا ہے لیکن میں نے اندازہ کر لیا کہ فرہاد ٹو کے علاوہ دوسرا کوئی بولنے والا برین ماسٹر ہی ہو سکتا ہے۔ اس کی ڈپلیکیٹ ہائی تنظیم میں بس وہی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے جو ان تینوں کے درمیان بھٹک رہے تھے۔

میں اپنی طویل خاموشی سے انہیں شدید جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہا تھا۔ فرہاد ٹو نے کہا۔ ''تم کیا سمجھتے ہو؟ کیا ہم ان تینوں کو دوبارہ غلام نہیں بنا سکیں گے؟ اگر تم نے رکاوٹ پیدا کی تو ہم ان کے اندر زلزلہ پیدا کریں گے۔ تینوں کو دائمی کمزوری میں مبتلا رکھیں گے جب تک ہمیں کامیابی نہیں ہوتی ہم انہیں نہ تو تمہارے ہاتھ لگنے دیں گے اور نہ ہی امریکا واپس جانے دیں گے۔''

برین ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ ''بہتر یہی ہے ہم سے بات کرو۔ کوئی سمجھوتا کرو۔ ہم آدھے گھنٹے تک تمہارے بولنے کا انتظار کریں گے۔ اس کے بعد پھر ان کے اندر زلزلے پیدا کرنے لگیں گے۔''

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''اب سے بیس منٹ کے بعد ان تینوں کے اندر محتاط رہو۔ اتنی مضبوط گرفت رکھو کہ وہ زلزلہ پیدا نہ کر سکیں۔''

پھر میں نے ایک امریکی اعلیٰ عہدے دار کے پاس آ کر کہا۔ ''میں یہ بتانے آیا ہوں کہ تمہارے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس وقت کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ جلد ہی وہ گواہی دیں گے کہ میں نے انہیں اغوا کیا تھا اور نہ ہی اپنا غلام بنایا تھا۔ یہ سب اس بہروپے فرہاد کا کام ہے۔''

''کیا تم ہمیں ان تینوں کے پاس پہنچا سکتے ہو؟''

''وہ ہزاروں میل کے فاصلے پر ہیں۔ اس لیے تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی ان کے اندر پہنچ سکیں گے۔ اس سے پہلے میں تمہارے خیال خوانی جاننے والوں سے چند اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایک آلۂ کار کے ذریعے مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے کہا۔ ''میری دو اہم باتوں پر عمل کرو گے تو سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے؟ سب تمہارے سامنے آ جائے گا۔ پہلی بات یہ کہ ان تینوں کے دماغ میں پہنچ کر بالکل خاموش رہو اور چور خیالات پڑھتے رہو۔ کیونکہ ان کے اندر خیال خوانی کرنے والے دشمن چھپے ہوئے ہیں۔''

انہوں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، ہم خاموشی سے ان کے خیالات پڑھتے رہیں گے اور حقیقت معلوم کرتے رہیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''تم لوگوں کے لیے ایک اہم معلومات ہے اور وہ یہ کہ ہماری دنیا میں ایک ایسی خطرناک تنظیم ہے، جو بڑی راز داری سے سرنگ بنائی ہوئی تمام بڑے چھوٹے ممالک کے حکمرانوں کے اندر جگہ بنا رہی ہے۔''

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''ہم اپنے طور پر ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیں گے۔ تم برا نہ مناؤ۔ ہم کسی پر بھی بھروسا نہیں کرنا چاہتے۔''

''میں یہی چاہوں گا کہ تم اپنے طور پر معلومات حاصل کرو۔ فی الحال اس بات کو راز میں ہی رکھو کہ تمہارے اکابرین کے اندر جو فارن منسٹر ہے اور جو آرمی کا میجر ہے، وہ دونوں آستین کے سانپ ہیں۔''

''کیا تم یہ ثابت کر سکو گے؟''

''بے شک، ثابت کروں گا لیکن پہلے اپنے ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دشمنوں سے نجات دلواؤ۔ انہوں نے مجھے چیلنج کیا ہے، اگر میں ان سے کوئی سمجھوتا نہیں کروں گا تو وہ آدھے گھنٹے کے بعد وقفے وقفے سے زلزلہ پیدا کرتے رہیں گے اور ان کے دماغوں کو کمزور بناتے رہیں گے۔''

''وقت بہت کم ہے۔ ہمیں وہاں جا کر ان کی حفاظت کرنی ہوگی۔''

میں نے کہا۔ ''فکر نہ کرو، یہ میری ذمہ داری ہے۔ مجھ پر ان تینوں کے اغوا کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ اس لیے میں بھی انہیں بہ حفاظت تمہارے حوالے کرنا چاہوں گا۔ تم اپنے ساتھیوں کے اندر جا کر پندرہ منٹ میں ان کے چور خیالات پڑھو اور حقائق معلوم کرو۔ اس کے بعد میں ان کے دماغ میں دشمنوں سے بات کروں گا۔ تم وہ باتیں سنتے رہو گے۔ مداخلت نہیں کرو گے۔''

وہ دونوں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ایک اور ساتھی کو لے کر ان تینوں کے اندر پہنچ گئے۔ چور خیالات پڑھنے لگے۔ ان تینوں کی سوچ بتا رہی تھی کہ ایک اعلیٰ ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پتا نہیں کس طرح ان کے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا اور انہیں اپنا غلام بنا لیا تھا؟

میں اور میرے ساتھی ان کی باتیں خاموشی سے سن رہے تھے۔ وہاں برین ماسٹر اور فرہاد ٹو بھی موجود ہوں گے لیکن وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ساتھیوں کے اندر پہنچے ہوئے ہیں اور انہی کی سوچ میں سوالات کرتے ہوئے جواب حاصل کر رہے ہیں۔

میں انہیں بڑا ہی تھکا دینے والا انتظار کراتا رہا پھر فرہاد ٹو کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ ''میں فرہاد بننے والے اس بہروپے کو مخاطب کر رہا ہوں۔ کیا وہ ابھی موجود ہے؟''

فرہاد ٹو نے فوراً ہی کہا۔ ''ہاں، ہم موجود ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ہم کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم تنہا نہیں ہو؟ ویسے میں نے خاموش رہ کر کسی دوسرے کی بھی آواز سنی ہے۔ کیا تم اپنے ساتھ ایک اور خیال خوانی کرنے والا رکھے ہو؟''

برین ماسٹر نے بھی کہا۔ ''ہاں، میں اس فرہاد ٹو کا ساتھی ہوں اگر تم ابھی نہ آتے تو ہم دس منٹ کے بعد ان تینوں کے اندر زلزلے پیدا کرنے والے تھے۔''

''کیوں ان بے چاروں کو عذاب میں مبتلا کرو گے؟ میں تم سے سمجھوتا کر سکتا ہوں۔ اس سے پہلے اپنی چند شرائط تسلیم کراؤں گا۔''

فرہاد ٹو نے پوچھا۔ ''تمہاری وہ شرائط کیا ہیں؟''

''سب سے پہلی شرط تو یہ ہے کہ میں تمہیں فرہاد ٹو نہیں کہوں گا اگر مجھ سے مذاکرات جاری رکھنا ہیں تو اپنا کوئی اصلی یا فرضی نام بتاؤ اور آئندہ کبھی فرہاد ٹو نہ کہلاؤ۔''

اس نے کہا۔ ''تم مجھے کسی بھی فرضی نام سے مخاطب کر سکتے ہو۔''

''اپنا مذہب بتاؤ؟ میں اس کے مطابق تمہارا نام رکھوں گا۔''

اس نے کہا۔ ''میں ایک مسلم ہوں۔''

''یہ سن کر افسوس ہوا کہ تم مسلمان ہو اور اپنے ہی مسلم بھائی کے لیے مصائب پیدا کر رہے ہو۔ بہر حال تمہارا ایک انسان سا نام بھی ہونا چاہیے کہ میں تمہیں پاپر کہہ کر مخاطب کروں۔''

فرہاد ٹو اور برین ماسٹر دونوں ہی چونک گئے۔ وہ فرہاد ٹو سے بولا۔ ''یہ کم بخت اندازے سے کہہ رہا ہے مگر صحیح کہہ رہا ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تمہیں یہ نام پسند نہیں ہے؟''

''نہیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم مجھے اسی نام سے پکار سکتے ہو۔ اپنی دوسری شرط بیان کرو؟''

''دوسری شرط یہ ہے کہ میرے کچھ سوالات کے جواب دو۔ پہلا سوال یہ ہے کہ ان تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کس طرح ٹریپ کیا تھا؟''

اس نے جواب میں کہا۔ ''وائس مین کے بارے میں تو جانتے ہی ہو۔ تمہاری بیٹی عالی نے اسے اپنا تابعدار بنایا تھا۔ اتفاق سے میں اس کے اندر پہنچا تو مجھے بھی جگہ مل گئی اور میں نے اسے تمہاری بیٹی سے چھین لیا۔''

اس نے دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بارے میں بتایا۔ ''میں ٹف گائی کی ایک محبوبہ کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس محبوبہ کی ماں کے ذریعے ٹف گائی کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیا تھا اور اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔''

میں نے پوچھا۔ ''اور تیسرے کو.....؟''

''ٹف گائی کو غلام بناتے وقت پتا چلا کہ وہ اور کرمسن گہرے دوست ہیں۔ ایک دوسرے کا نام، پتا اور فون نمبر بھی جانتے ہیں پھر یہ کہ کرمسن واسکوڈی اس وقت بیمار تھا۔ اسپتال میں تھا۔ یہ معلوم ہوتے ہی میں اس کے اندر بھی آسانی سے پہنچ گیا۔ تم تو سمجھ سکتے ہو ایک بیمار کو اپنا غلام بنانا کتنا آسان ہوتا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''تمہاری ان حرکتوں سے پتا چل رہا ہے کہ تم زیادہ سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے زیر اثر لانا چاہتے ہو؟ ان کی ایک فوج بنانا چاہتے ہو؟''

''جب تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنا سکتے ہو تو

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی
کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی
مشہور ماہرین نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب
احساسِ کمتری
اسباب ← تدارک ← علاج
اس کتاب کا مطالعہ آپ کی زندگی بدل دے گا
احساس کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے؟
کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں؟
کیا آپ واقعی احساس کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے؟
ہو سکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے؟
مشہور نفسیاتی ماہر جناب اسلام حسین کے قلم سے
قیمت 45 روپے ڈاک خرچ 31 روپے
ملنے کا پتا
کتابیات نفسیات
75500

میں کیوں نہیں بنا سکتا؟''

''چلو، کوشش کر کے دیکھ لو۔ ابھی تو ناکامی ہو رہی ہے۔ ہائی داوے۔ یہ تمہارا دوسرا ساتھی کون ہے؟ مجھے اس کے بارے میں بھی کچھ بتاؤ۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''تم فضول سوال کر رہے ہو۔ کام کی بات کرو۔ ان تینوں کو ہمارے حوالے کرنے کے سلسلے میں سمجھوتا کرو۔''

میں نے کہا۔ ''مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم انہیں اپنا غلام بنا سکتے ہو لیکن میں امریکی اکابرین کی نظروں میں مجرم بن گیا ہوں۔ اس بابر نے ان سے کہا ہے کہ میں نے ان تینوں کو اغوا کیا ہے اور اپنا غلام بنایا ہے۔ صرف مجھے ہی نہیں..... اس نے بابا صاحب کے ادارے کو بھی بدنام کیا ہے۔ سفید جھوٹ کہا ہے کہ ہم نے ان تینوں کو بابا صاحب کے ادارے میں اپنا قیدی بنا کر رکھا تھا پھر ان کے برین واش کر کے انہیں مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے بنا کر ان سے کام لے رہے ہیں لہٰذا یہ الزام جب تک ختم نہیں ہوگا' میں کوئی سمجھوتا نہیں کروں گا۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''یہ الزام مٹ جائے گا۔ ہم امریکی اکابرین سے کہہ دیں گے کہ ان تینوں کو ہم نے غلام بنایا ہے اور اب تک فرہاد پر خواہ مخواہ الزام دھرتے رہے ہیں۔''

میں نے ان سے ایسے سوال اس لیے کیے تھے کہ ان تینوں کے اندر چھپے ہوئے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سچ معلوم کرتے رہیں۔ ویسے بھی وہ ان کے چور خیالات کے ذریعے یہ معلوم کر چکے تھے کہ ان میں سے کسی کو بابا صاحب کے ادارے میں قیدی بنا کر نہیں رکھا گیا تھا اور نہ ہی انہیں مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا بنایا گیا تھا۔ وہ ان تینوں کو دوبارہ غلام بنانے کے لیے مجھ سے سمجھوتا کرنا چاہتے تھے۔

بڑے مزے سے سچ اُگل رہے تھے اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو رہا تھا۔

میں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مخصوص انجکشنوں کے ساتھ الرٹ رہنے کے لیے کہا تھا۔ وہ سب پیرس استنبول میں ان کی خفیہ پناہ گاہوں کے باہر موجود تھے۔ میرا حکم سنتے ہی فوراً اندر آ گئے پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر ان کے بازوؤں میں انجکشن لگا دیے۔

میں نے کہا۔ ''بہروپے بابر! تم نے اپنے ساتھی کا نام نہیں بتایا۔ کوئی بات نہیں' اب تم ہفتوں اور مہینوں ان کے دماغوں میں آ کر انتظار کرتے رہو کہ یہ کب کوما سے باہر آئیں گے اور کب تم انہیں اپنا غلام بنا سکو گے؟''

میری بات سنتے ہی انہوں نے فوراً ہی ان کے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہا تو پتا چلا کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کے دماغوں کو مضبوطی سے اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ چند منٹ کے بعد پتا چلا کہ ہماری گرفت بھی کمزور پڑ چکی ہے۔ وہ تینوں کوما میں چلے گئے ہیں۔ آئندہ ان کے اندر پہنچ کر یہ تو معلوم کیا جا سکتا تھا کہ وہ زندہ ہیں لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ انہیں اب ان خفیہ پناہ گاہوں سے کہاں پہنچایا جا رہا ہے؟

برین ماسٹر نے جھنجھلا کر کہا۔ ''میں نے پہلی بار ایسا دھوکا کھایا ہے۔ اپنی طاقت اور ذہانت کے غرور میں تھوڑی دیر کے لیے یہ بھول گیا تھا کہ وہ مکار سمجھوتے کا جھانسا دے رہا ہے اگر میں آدھے گھنٹے کی مہلت نہ دیتا اور ان کے اندر زلزلے پیدا کر دیتا تو اس وقت وہ تینوں ہماری گرفت میں ہوتے۔''

فرہاد ٹو نے کہا۔ ''ہم نے بڑی رازداری سے ان تینوں کو یہاں کی خفیہ پناہ گاہوں میں چھپا رکھا تھا۔ پتا نہیں وہ کم بخت کیسے ان کے دماغوں میں پہنچ گیا؟ یہ ماننا پڑتا ہے وہ شیطان ہے۔ جہاں سوچا بھی نہیں جا سکتا، وہاں پہنچ جاتا ہے۔''

''اس نے مجھے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ میں چاہتا ہوں' اسے فوراً ہی منہ توڑ جواب دیا جائے۔ تم کسی بھی طرح اس کی کسی بھی اولاد کو اغوا کرو۔ صرف عدنان کے پیچھے پڑو۔ عالی' پارس' پورس اور کبریا کے بارے میں معلوم کر کے وہ کن ملکوں میں ہیں اور ان کی شہ رگ تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے؟''

وہ بولا۔ ''جمائلہ زندہ باد..... میں اس کے ذریعے کسی بھی مطلوبہ فرد تک پہنچ سکتا ہوں۔''

''بس تم ابھی جاؤ۔ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔''

وہ تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اکابرین کے پاس آ کر پوری رپورٹ پیش کر رہے تھے اور یہ بھی کہہ رہے تھے کہ اپنے تین خیال خوانی کرنے والوں کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے فی الحال انہیں کوما میں پہنچا دیا گیا ہے۔

آرمی کے ایک افسر نے پوچھا۔ ''وہ تینوں اس وقت کس ملک میں ہیں؟''

''ایک فرانس میں ہے۔ دوسرا جرمنی میں اور تیسرا استنبول میں ہے۔ ہم عارضی طور پر انہیں ایک محفوظ جگہ

میں لے آئے ہیں۔ ہماری کوشش ہے' کل تک انہیں واشنگٹن پہنچا دیا جائے۔''

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''ہم خواہ مخواہ فرہاد علی تیمور کو الزام دے رہے تھے۔ جبکہ فرہاد ٹو نے ان تینوں کو اغوا کیا تھا اور اپنا غلام بنا کر رکھا تھا۔ اب بھی انہیں ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔ وہ فرہاد علی تیمور کے مقابلے میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنانا چاہتا ہے۔''

ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''آئندہ وہ رابطہ کرے تو اس سے بات کی جائے لیکن بھروسا نہ کیا جائے۔ اسے فرہاد ٹو بھی نہ کہا جائے۔ مسٹر فرہاد نے اس کا فرضی نام بابر رکھا ہے۔ ہم بھی اسے بابر کہہ کر مخاطب کریں گے۔''

میں نے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا تھا کہ وہ اکابرین کو رپورٹ دینے کے بعد مجھ سے بات کریں۔ انہوں نے ایک آلہ کار کے ذریعے رابطہ کیا اور پھر پوچھا۔ ''کیا آپ ثابت کر سکیں گے کہ ہمارے اکابرین میں فارن منسٹر اور آرمی کا میجر..... آستین کے سانپ ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''میں صرف ثابت ہی نہیں کروں گا۔ بلکہ یہ انکشاف بھی کروں گا کہ وہ دونوں بہروپے ہیں۔ تمہارا اصلی فارن منسٹر اور اصلی آرمی میجر اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ بابر اور اس کے ساتھی نے انہیں دوسری دنیا میں پہنچا دیا ہے۔''

انہوں نے شدید حیرانی اور بے یقینی سے کہا۔ ''آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہاں ان کے ڈپلیکیٹس کام کر رہے ہیں؟''

''ہاں، اگر تم لوگوں نے مجھ سے تعاون کیا تو میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا۔''

میں نے انہیں برین ماسٹر کا نام بتایا اور نہ ہی کسی ڈپلیکیٹ خفیہ تنظیم کا ذکر کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد! ہم آپ سے بھرپور تعاون کریں گے۔''

میں نے کہا۔ ''تمہارا وہ فارن منسٹر اور آرمی کا میجر یقیناً یوگا کے ماہر ہوں گے؟''

''ہاں..... ہم آپ سے تعاون کرنے کے لیے ان کے دماغوں میں نہیں جا سکیں گے۔ نہ ہی ان کے چور خیالات پڑھ سکیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''کچھ تو دشواریوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ کسی بھی طرح دماغوں کو کمزور بنا کر ان کے خیالات پڑھنے ہوں گے۔''

''اگر ان کے چور خیالات نے یہ بتایا کہ وہ اصلی ہیں تو.....؟''

''تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کے برین کو اچھی طرح واش کیا گیا ہے۔ ان کے چور خیالات میں بھی یہی باتیں نقش کی گئی ہیں کہ ان میں سے ایک فارن منسٹر ہے اور دوسرا آرمی کا میجر.....''

''لیکن ہم کیسے یقین کریں کہ ان کے برین واش کیے گئے ہیں؟''

ایک نے کہا۔ ''ایک طریقہ ہے۔ ان ڈپلیکیٹس کے فنگر پرنٹس مختلف ہوں گے۔ ہمارے اصل فارن منسٹر اور آرمی کے میجر سے مطابقت نہیں رکھتے ہوں گے۔''

میں نے کہا۔ ''نہیں..... انہیں مکمل طریقے سے ڈپلیکیٹ بنایا گیا ہے۔ جو اصل فارن منسٹر اور آرمی کا میجر تھا' ان کی دس دس انگلیوں کے مکمل نشانات لیے گئے پھر ان کی ایک باریک جھلی تیار کی گئی۔ اس جھلی کو ان کی انگلیوں پر چڑھا دیا گیا ہے۔ ان کے ہاتھوں کی بڑی خوبصورتی سے سرجری کی گئی ہے۔''

''ایسا ہے تو ہم اپنے ماہر سرجن کے ذریعے اس جھلی کو اتار کر حقیقت سے پردہ اٹھا سکتے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''میں یہی چاہتا ہوں' انہیں کسی طرح ٹریپ کیا جائے' بے ہوش کیا جائے اور ان کی انگلیوں کی جھلیاں اتار لی جائیں۔''

ایک نے کہا۔ ''اگر یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ ڈپلیکیٹس ہیں تو پھر ہم تھرڈ ڈگری کے ذریعے ان سے ساری حقیقت اُگلوا لیں گے کہ وہ کون ہیں اور کس نے انہیں ہمارے درمیان پہنچایا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''ایسے وقت غصے کو تھوک دو۔ بڑے صبر سے انجان بن کر چپ چاپ ان کے دماغوں میں آتے جاتے رہو۔ رفتہ رفتہ معلوم کرتے رہو کہ اندر ہی اندر وہ کن لوگوں سے رابطہ کرتے ہیں؟ کہاں سے انہیں ہدایات ملتی ہیں؟ ان کے پیچھے چھپے ہوئے افراد اتنی زبردست سازشیں کیوں کر رہے ہیں؟ ان کے مقاصد کیا ہیں؟''

''بے شک..... ہم صبر و استقلال سے کام لیں گے۔ فی الحال ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ چپ چاپ حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔''

ایک نے کہا۔ ''ہم آپ کے مشوروں پر عمل کریں گے اور اس طرح وہ ڈپلیکیٹ ثابت ہوں گے تو ہم ہمیشہ آپ کی عزت کرتے رہیں گے۔''

''تم سب مجھ سے دشمنی کرتے رہے اس کے باوجود

میں نے ماضی میں بھی بہت سی نیکیاں کی ہیں۔ جنہیں تم سب بھول جاتے ہو۔ اس نیکی کو بھی بھول جاؤ گے۔ کوئی بات نہیں ...مگر میں ایک بات کہہ دیتا ہوں' میں نے بڑی شرافت سے ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارے حوالے کیا ہے اور تمہارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آستین کے سانپوں تک پہنچا رہا ہوں۔ اس کے بعد بھی آئندہ کبھی مجھ پر کوئی الزام عائد کیا گیا یا کسی بھی طرح کی دشمنی کی گئی تو ابھی جس قدر فائدے پہنچا رہا ہوں' اس سے کہیں زیادہ نقصان پہنچاؤں گا۔ میں جتنا اچھا دوست ہوں' اُتنا ہی خطرناک دشمن بھی ہوں۔''

میں انہیں اچھی طرح دھمکیاں دے کر چلا آیا۔ تھوڑی دیر تک برین ماسٹر کے بارے میں سوچتا رہا۔ میں اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا' اگر کبھی وہ بہروپیا بابا میری گرفت میں آجاتا تو میں اس کے ذریعے با آسانی برین ماسٹر تک پہنچ سکتا تھا یا اس کے بنائے ہوئے جتنے ڈپلیکیٹس تھے، ان کے اندر جگہ بنا کر ان کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔

میں نے الپا کو بلایا۔ اسے بتایا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے فارن منسٹر اور آرمی کے ایک میجر کا محاسبہ کرنے والے ہیں۔ انہیں دماغی کمزوری میں مبتلا کر کے ان کے چور خیالات پڑھیں گے پھر ان کی دس انگلیوں سے مصنوعی جھلی اتار کر حقیقت معلوم کریں گے۔

وہ بولی۔ ''یہ تو بڑی اچھی بات ہوگی۔ وہ لوگ اپنے طور پر انہیں دماغی کمزوری میں مبتلا کریں گے اور ہم بھی خاموشی سے ان کے اندر جگہ بنا کر معلومات حاصل کرتے رہیں گے۔''

میں یہی چاہتا ہوں۔ تم صرف اتنا معلوم کرو کہ ان کے دماغوں کو کب کمزور کیا جائے گا؟ جب وہ کمزوری میں مبتلا ہوں گے تو میں کرونا اور کبریا کو وہاں پہنچا دوں گا۔ وہ دونوں فارن منسٹر اور آرمی کے میجر کے اندر رہ کر معلومات حاصل کرتے رہیں گے۔ کوئی خاص اطلاع ہوگی تو فوراً ہی ہمیں باخبر کریں گے۔''

وہ بولی۔ ''برین ماسٹر نے کتنے ہی ممالک کے حکمرانوں کے درمیان اپنے ڈپلیکیٹ پہنچائے ہیں۔ میں ان سب کے نام پتے نوٹ کر چکی ہوں۔ آپ بھی نوٹ کریں۔ فی الحال یو کے' فرانس اور جرمنی میں ہمارے ادارے کے جتنے جاسوس ہیں' انہیں یہ نام پتے نوٹ کرائیں اور تاکید کریں کہ وہ کسی بھی طرح ان افراد تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ ہم ان سب کے دماغوں کو کمزور بنا کر برین ماسٹر کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔''

میں نے تائید کی۔ ''ہم اسی طرح آہستہ آہستہ برین ماسٹر تک پہنچتے ہوئے برین ماسٹر تک پہنچ سکیں گے۔ شرط یہ ہے کہ اسے کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔ میں نے ان امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سختی سے تاکید کی ہے کہ ان کے فارن منسٹر اور آرمی کے میجر کا پول کھلنے کے بعد کسی پر حقیقت ظاہر نہ کی جائے۔ چپ چاپ معلومات حاصل کی جائے کہ ان کے پیچھے کون سی پُراسرار تنظیم چھپی ہوئی ہے؟ اس طرح شاید وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی برین ماسٹر تک پہنچ جائیں۔ اور وہ پہنچیں یا نہ پہنچیں، ہم ان کے ذریعے معلومات حاصل کرتے رہیں گے۔''

برین ماسٹر تک پہنچنا مشکل تو تھا مگر ناممکن نہیں تھا۔ میں جو حکمتِ عملی اختیار کر رہا تھا، اس کے پیشِ نظر کامیابی ممکن تھی۔

برین ماسٹر کو پسینہ آرہا تھا۔ وہ پہلی بار انڈرورلڈ سے نکل کر اوپن ورلڈ میں میرے مدِ مقابل آیا تھا۔ پوری دنیا پر تنہا حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں تھا۔ وہ آہستہ آہستہ بڑی خاموشی اور رازداری سے ہر ملک میں اور وہاں کے ہر شعبے میں اپنی مرضی کے آدمی پہنچا رہا تھا۔ بڑی قوتیں اور بڑے مستحکم اختیارات حاصل کرتا جا رہا تھا۔ وہ دن دور نہیں تھا' جب وہ زیرِ زمین رہ کر ساری دنیا پر حکومت کرتا رہتا اور دنیا والے حیران اور پریشان ہوتے رہتے کہ ان کا نادیدہ حکمران کون ہے؟

میری زندگی میں بھی بارہا ایسے مجرم آئے تھے' جو ہمیشہ چھپ کر رہنا چاہتے تھے' پُراسرار بن کر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ وہ نادیدہ ہیں اور ان کا بھید کوئی نہیں جان سکتا جبکہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ایسی ہے جو ازل سے راز میں ہے اور ابد تک رہے گی۔ ہماری دنیا میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کوئی ایک بندہ ساری عمر پُراسرار رہ کر دنیا سے گزر گیا ہو۔

بھلا کوئی پُراسرار اور روپوش کیسے رہ سکتا ہے؟ ایسا ہوتے ہی ظاہر ہو جاتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے پیدا نہیں کیا (اور جب راز ہستی ہے وہ خود ہی آیا ہے..... خود وہی خدا ہے۔)

پھر بھی بے پناہ طاقت اور غیر معمولی ذہانت رکھنے والے پُراسرار بننے کی کوشش کرتے ہی رہتے ہیں اگر برین ماسٹر چپ چاپ ڈپلیکیٹس بناتا رہتا اور اپنے مطلوبہ شعبوں میں انہیں پہنچاتا رہتا تو شاید اسے اپنے اس خواب کی تعبیر مل جاتی۔ شاید وہ ساری دنیا پر تنہا حکومت کرنے لگتا لیکن ضروری نہیں کہ بندہ جو چاہے وہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ بندہ اسرار کے لبادے میں چھپتے چھپتے پاپک ہی ننگا ہو جاتا ہے۔

برین ماسٹر کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نہیں ٹکرانا چاہیے تھا لیکن یہ بھی اس کی مجبوری تھی۔ اس نے بہت کوشش کے بعد علیم الدین بابر (فرہاد ٹو) کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ اس کی تنظیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوتا رہے۔ وہ بہروپیے بابر کو تابعدار بنانے میں کامیاب رہا تھا مگر تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تابعدار بنانے کی کوشش ناکام ہو رہی تھی اور ایسا ہماری مداخلت سے ہی ہو رہا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہم اسے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ انہیں اس سے چھین کر لے جا سکتے ہیں۔

ناکامی اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔ اس نے ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا تھا۔ حکومت اور آرمی کے اہم شعبوں سے تعلق رکھنے والے نمائندہ مشیر اس کے زیرِ اثر رہتے تھے۔ اس کے ہنگامی اجلاس میں شامل ہو جاتے تھے۔ ان کے علاوہ بابر کی اہمیت اس لیے بھی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور فرہاد علی تیمور کا اہم رول ادا کر رہا تھا۔ برین ماسٹر کے لیے دوسرا اہم شخص آڈوڈی مین تھا۔ وہ غیر معمولی قوتِ سماعت کا حامل تھا۔ کہیں ایک جگہ بیٹھ کر اپنے آس پاس پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر ہونے والی گفتگو صاف طور پر سن لیتا تھا۔

ایک اور اہم شخص کا نام راک فیلو تھا۔ وہ بلا کا شاطر تھا۔ سیاسی شطرنج کی بساط پر جوڑ توڑ کا ماہر کہلاتا تھا۔ وہ سب ہی کے اور بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے۔

وہ سب ایک میز کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے ایک شاہانہ طرز کی کرسی خالی تھی۔ وہ برین ماسٹر کے لیے تھی۔ لیکن وہ کسی کے سامنے نہیں آتا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے بات کرتا تھا۔ ٹھیک اس کرسی کے سامنے میز کے دوسری طرف ایک اور کرسی خالی تھی۔ وہ فرہاد ٹو کے لیے تھی۔ چونکہ وہ وہاں سے ہزاروں میل دور تھا اور دوسرے معاملات میں مصروف تھا۔ اس لیے حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا وہ بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا۔

سیاسی شاطر راک فیلو نے برین ماسٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ماسٹر، میرے دماغ میں رہ کر یہ دیکھ رہے ہیں کہ سامنے شطرنج کی بساط بچھی ہوئی ہے۔ دائیں بائیں آگے پیچھے کتنے ہی مہرے ہیں۔ میں نے آپ کو ایک خانے پر رکھا ہوا ہے۔ آپ کو مشورہ دیا تھا کہ یہاں سے کسی بھی خانے پر چل کر کسی بھی مہرے کو مات دے سکتے ہیں لیکن اس ایک خانے کی طرف نہ جائیں' جسے بابا صاحب کا ادارہ کہا جاتا ہے۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''میں نے تمہارے مشورے پر عمل کیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کی طرف کبھی رُخ نہیں کیا۔''

''آپ نے میرے مشورے کو پوری طرح سنا اور نہ ہی پوری طرح اس پر عمل کیا۔ میں نے یہ کہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے کسی معمولی شخص کو بھی نہ چھیڑا جائے جبکہ وہاں کے سب سے اہم شخص فرہاد علی تیمور کو ہی چھیڑا گیا ہے۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''ہمیں زیادہ سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے۔ آج نہیں تو کل اس سلسلے میں فرہاد علی سے ٹکرانا ہی تھا اگر وہ دوسروں کے لیے ناقابلِ شکست ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم بھی اسے زیر نہیں کر سکیں گے۔''

فرہاد ٹو نے کہا۔ ''میں فرہاد علی سے براہ راست ٹکرا تا رہا ہوں۔ ابھی اس سے مات کھائی ہے تو کیا ہوا؟ اس سے پہلے اسے بڑے ہی زبردست طریقے سے مات دیتا آیا ہوں۔''

ایک مشیر نے کہا۔ ''جنگ جاری رہے تو کبھی کسی کا اور کبھی کسی کا پلڑا بھاری ہوتا رہتا ہے' اگر ابھی فرہاد بھاری پڑ رہا ہے تو کوئی بات نہیں۔ ہم یہاں یہی سوچنے اور سمجھنے کے لیے بیٹھے ہیں کہ اگلی بار ہمیں اس پر کس طرح بھاری پڑنا ہے؟''

دوسرے مشیر نے کہا۔ ''ہم یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ فرہاد ہم پر بھاری پڑ رہا ہے؟ جبکہ وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی تک ہمارا مواد انہیں حاصل کر پایا ہے اور نہ ہی ہم ابھی انہیں اپنی گرفت میں لینے کی پوزیشن میں ہیں۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ آئندہ فرہاد کی حکمت عملی کیا ہوگی؟ وہ کس طرح ان تینوں کو کوما سے نکال کر اپنے زیرِ اثر لائے گا؟''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''اور ہماری حکمت عملی کیا ہوگی؟ یا تو ہم ان تینوں کو ہر قیمت پر حاصل کریں گے یا پھر انہیں زندہ سلامت فرہاد کے شکنجے میں جانے نہیں دیں گے۔''

بابر نے کہا۔ ''میں اب سے ایک گھنٹے پہلے امریکی اکابرین کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ انہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ

ان کے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو فرہاد علی نے یا بابا صاحب کے ادارے والوں نے اغوا کیا تھا اور نہ ہی انہیں مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا بنایا گیا تھا۔ میرا یہ جھوٹ کھل گیا ہے۔ جب وہ تینوں دماغی کمزوری میں مبتلا تھے تب ہی فرہاد نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان کے اندر پہنچا دیا تھا تاکہ وہ اپنے تین ساتھیوں کی مدد کریں اور ان کے چور خیالات پڑھیں۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''اس کا مطلب ہے' فرہاد ہم سے سمجھوتے کا بہانہ کر کے ہمیں باتوں میں اُلجھا تا رہا اور دوسری طرف امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وہاں پہنچا کر ہماری گفتگو انہیں سناتا رہا؟''

''ہاں، یہی بات ہے۔ اس طرح اس نے ثابت کر دیا ہے کہ ہم امریکا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دشمن ہیں۔''

ہابر نے کہا۔ ''میں بھی یہی کہہ رہا تھا۔ ایک گھنٹے پہلے امریکی اکابرین کے درمیان رہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ ان کی باتوں سے معلوم ہوا کہ فرہاد نے ان تینوں کو کوما میں پہنچانے کے بعد انہیں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حوالے کر دیا ہے اور یہ کہہ دیا ہے کہ آئندہ اس پر بے تکے الزام لگائے گئے تو وہ ان کے خلاف بدترین کارروائی کرے گا۔ مختصر یہ کہ وہ ان تینوں کو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حوالے کر چکا ہے۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''اوہ، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ان کوما میں گئے ہوئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے آئندہ امریکی ٹیلی پیتھی والوں سے نمٹنا ہوگا؟''

''ہاں، یہی ہمارے حق میں بہتر ہوا ہے۔ فرہاد اس معاملے سے کنارہ کش ہو چکا ہے۔ اب ہمارا مقابلہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہے۔ انہیں کسی طرح بھی گمراہ کر کے ان تین کوما میں رہنے والوں کو اپنے شکنجے میں لینا ہوگا۔''

ایک مشیر نے کہا۔ ''بے شک، فرہاد کی حیثیت فی الحال ثالوی ہوگئی ہے۔ ہمیں اب اس معاملے پر بحث کرنی ہوگی کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کس طرح نمٹا جائے؟''

آڈی مین نے کہا۔ ''میں پانچ کلو میٹر دور کی گفتگو آسانی سے سن لیتا ہوں۔ لہٰذا برین ماسٹر کا حکم ہوگا تو میں واشنگٹن جا کر رہوں گا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اسی شہر میں رہتے ہوں گے۔ میں اپنی پناہ گاہ میں ان کی باتیں سن سکوں گا اگر وہ الگ الگ شہروں میں ہوں گے تب بھی ایک آدھ کا سراغ لگانے کے بعد اس کے ذریعے باقی دو سروں کا بھی سراغ لگا لیا جائے گا اور اس طرح میں ہر ایک کی بات سن سکوں گا۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''بے شک، ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان خیال خوانی کرنے والوں کے اندر نہیں پہنچ پائیں گے لیکن تم بہت دور رہ کر بھی ان کی باتیں سن کر معلوم کر سکو گے کہ وہ کہاں ہیں؟ ان کی رہائش گاہیں اور فون نمبر کیا ہیں؟''

تمام افراد نے تائید کی کہ غیر معمولی قوتِ سماعت رکھنے والے آڈی مین کو کسی بھی پہلی فلائٹ سے واشنگٹن جانا چاہیے۔

برین ماسٹر نے کہا۔ ''ان امریکی ٹیلی پیتھی والوں سے نمٹنا بہت مشکل نہیں ہوگا۔ آڈی مین کے ذریعے مشکل آسان ہو جائے گی۔ ہمارا سب سے اہم' سب سے خطرناک ٹارگٹ فرہاد علی تیمور ہی ہے۔ میں یہ کبھی نہیں بھول سکتا کہ اس کم بخت نے ہم سے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیا ہے۔ ہمیں اب تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ وہ ان تینوں تک کیسے پہنچ گیا تھا؟ آئندہ بھی وہ ہمیں مختلف پہلوؤں سے نقصان پہنچا سکتا ہے۔''

راک فیلو نے کہا۔ ''آپ اور ہابر ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ آپ دونوں ہی فرہاد سے نمٹ سکتے ہیں۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''ہمارا آڈی مین ان امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نمٹنے جائے گا اور ہابر فرہاد تک پہنچنے کا راستہ ہموار کرے گا۔ کس طرح کرے گا؟ یہ میں ابھی بتاتا ہوں۔''

وہ کچھ دیر چپ رہا پھر بولا۔ ''فرہاد کی ایک بیٹی اور تین بیٹے ہیں۔ عالی' پارس' پورس اور کبریا..... ان میں سے تین عالی' پارس اور پورس انڈیا میں ہیں۔ کبریا کہاں ہے؟ اس کا سراغ لگایا جائے گا۔ ہم نے ان چاروں کو یا ان میں سے کسی ایک کو اغوا کرنا ہے لیکن اس دوران اس کے پوتے عدنان کا پیچھا بھی نہیں چھوڑا جائے گا۔ یہی سب فرہاد کی کمزوریاں ہیں۔ انہیں ہم اپنے شکنجے میں لیتے ہی اسے کمزور بنا سکتے ہیں اور اپنی انگلیوں پر نچا سکتے ہیں۔''

ایسے وقت ماسٹر کی سب سے بڑی حسرت یہ تھی کہ وہ کسی بھی طرح مجھے اپنے زیرِ اثر لے آئے۔ اپنا تابعدار بنا لے پھر تو اسے پوری دنیا پر تنہا حکمرانی کرنے سے کوئی بھی نہیں روک سکے گا۔ اب سے پہلے کتنے ہی پُراسرار بن کر رہنے والے شہزوروں نے ایسی ہی آرزو کی تھی اور یہ حسرت لے کر اس دنیا سے چلے گئے تھے لیکن کبھی بھی کسی کی کوئی حسرت پوری ہو جاتی ہے۔ ہوسکتا ہے ماسٹر کی بھی یہ آرزو پوری ہو جائے اگر نہ ہوئی تو یہ اکہرا ہوگا۔ حسرت ان غنچوں پر جو بن کھلے مرجھا گئے.....

تین گھنٹے کے بعد واشنگٹن جانے والی ایک فلائٹ میں آڈی مین کے لیے ایک سیٹ او کے کرا دی گئی۔ ماسٹر نے ہابر سے کہا۔ ''تم ابھی جاؤ اور جمائلہ سے رابطہ کرو۔''

اس نے کہا۔ ''ابھی وہ خطرناک بنی ہوئی ہے۔ ایسے وقت وہ کسی کو بھی دماغ میں نہیں آنے دیتی۔''

''اس سے فون پر رابطہ کرو۔''

''جن لوگوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا اور مجھے بے ہوش کر دیا تھا، وہی لوگ اسے اغوا کر کے لے گئے ہیں اور انہوں نے اس کا موبائل بھی چھین لیا ہے۔''

اس نے جھنجھلا کر کہا۔ ''کیا مصیبت ہے؟ اب اس سے رابطہ کیسے کرو گے؟''

''وہاں انڈیا میں ابھی رات ہے۔ صبح ہوتے ہی وہ نارمل ہو جائے گی تب میں اس کے دماغ میں جا کر اس سے بات کر سکوں گا۔ اسے ایک نیا موبائل فون دلواؤں گا۔ تاکہ رات کو بھی جب وہ نارمل رہے تو فون کے ذریعے مجھ سے بات کر سکے۔''

''اس وقت وہ کہاں ہوگی؟''

''وہ ممبئی گئی ہوئی ہے۔ میں بھی صبح کی فلائٹ سے ممبئی جا رہا ہوں۔ اس بار اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا۔''

''عالی' پارس اور پورس انڈیا میں ہیں۔ معلوم کرنے کی کوشش کرو وہ کن شہروں میں ہیں؟''

''یس، کل ایک دن کی بات ہے۔ وہ دن کے وقت نارمل رہے گی۔ شام ہوتے ہی اپنا نارمل ہو جائے گی تو میری مرضی کے مطابق ان تینوں بہن بھائیوں کو پہلے ممبئی میں پھر انڈیا میں اور پھر دوسرے شہروں میں تلاش کرے گی۔ مجھے یقین ہے کل رات کو ہی ہم ان تینوں تک پہنچ جائیں گے۔''

''لوی کرسٹل واقعی سونیا کی طرح انتہائی مکار اور تیز طرار ہے۔ ایسی عورت کو ہماری تنظیم میں میرے زیرِ اثر رہنا چاہیے۔''

''میں نے تو کوشش کی تھی۔ اسی لیے اسے اپنی معمولہ بنانا چاہا تھا لیکن اس سے پہلے کہ اسے آپ تک پہنچاتا' وہ کم بخت ہاتھ سے نکل گئی۔''

''جمائلہ واقعی ہمارے بہت کام آنے والی لڑکی ہے۔ وہ ان کو کہیں چھپنے نہیں دے گی۔ کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ نکالے گی۔''

''آپ اطمینان رکھیں۔ جمائلہ مجھے اپنا بہترین دوست سمجھتی ہے۔ میری ہر بات مانتی ہے۔ میں اس سے بڑے بڑے کام لے سکوں گا۔''

''جمائلہ ہمارے لیے آکسیجن کی طرح بہت اہم ہوگئی ہے۔ تم ممبئی کب پہنچ رہے ہو؟''

''میں ابھی ایرپورٹ جا رہا ہوں۔ چھ بجے کی فلائٹ ہے۔ دن نکلتے ہی ساڑھے سات بجے ممبئی پہنچ جاؤں گا۔''

وہ جمائلہ کے پھیر میں پڑے ہوئے تھے۔ یہ کبھی نہیں جان سکتے تھے کہ انوشے کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ وہ پارس اور الپا کے پاس ممبئی میں تھی۔ بہت عرصے کے بعد ماں، باپ بیٹی آملے تھے اس لیے رات کو دیر تک جاگتے رہے اور آپس میں ہنستے بولتے رہے۔ الپا نے کہا۔ ''بیٹی! وہ بہروپیا تمہارے پیچھے پیچھے یہاں پہنچے گا۔ کیا تم اس سے ملاقات کرو گی؟''

پارس نے کہا۔ ''اگر اس سے ملنے جاؤ گی تو ہم سے بچھڑ جاؤ گی۔ کچھ ایسا کرو کہ دو چار روز ہمارے ساتھ بھی گزار سکو۔''

''میں پہلے گرینڈ مما (آمنہ) سے ہدایات لوں گی۔ وہ جو کہیں گی اسی پر عمل کروں گی۔''

الپا اور پارس جانتے تھے کہ دادی اور پوتی روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کرتی ہیں۔ پارس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ ''بیٹی! تم اپنی دادی سے رابطہ کرو پھر جو بھی بات ہو' ہمیں صبح بتاؤ۔ اب ہم سونے جا رہے ہیں۔''

وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔ انوشے نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا پھر آرام کرسی پر بیٹھ گئی۔ آنکھیں بند کرتے ہی اپنی دادی کے پاس پہنچ کر بولی۔ ''السلام علیکم.....''

آمنہ نے خوش ہو کر کہا۔ ''وعلیکم السلام! مجھ سے ہدایت حاصل کرنے آئی ہو؟''

''یس گرینڈ مما! کل وہ ممبئی پہنچنے والا ہے۔ میں اس سے کترانا چاہتی ہوں۔ کیا یہ مناسب رہے گا؟''

''وہ تمہارے ذریعے میرے پوتے عدنان تک پہنچنا چاہتا ہے۔ صرف یہ بات عدنان تک محدود ہوتی تو کوئی بات نہ تھی۔ تم اسے آئندہ بھی بھٹکاتی رہتیں لیکن وہ میرے دوسرے بچوں کو بھی نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ میں اعلیٰ حضرت (جناب تبریز) سے ہدایت حاصل کرتی ہوں۔ تم میرے پاس ہی

رہو۔"

آمنہ نے جناب تبریزی سے رابطہ کیا پھر پوچھا۔ "اعلیٰ حضرت! کیا آپ مصروف ہیں؟"

"نہیں، میں دادی اور پوتی کا ہی انتظار کر رہا تھا۔ جب انسان طاقت اور وسیع اختیارات کے غرور میں حد سے زیادہ بڑھنے لگتا ہے تب قدرت اسے اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جمائلہ کے ذریعے تمہاری تمام اولاد کو اور خصوصاً فرہاد کو اپنے زیر اثر لے آئیں۔ جبکہ قدرت کو یہ منظور نہیں ہے۔"

آمنہ نے کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ قدرتی حالات ہمارے موافق ہیں۔ اب آپ فرمائیں' انوشے کو کیا کرنا چاہیے؟"

انہوں نے انوشے کو مخاطب کیا۔ وہ بولی۔ "میں حاضر ہوں۔ اعلیٰ حضرت۔۔۔!"

انہوں نے کہا۔ "تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس بہروپیے کے اندر جا سکتی ہو۔ اسے عارضی طور پر دماغی کمزوری میں مبتلا کرو اور نومی کرسٹل کو اس کے پاس پہنچا دو۔ اس طرح وہ بہروپیا تمہارے راستے سے دور ہو جائے گا۔ اب مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

وہ دادی اور پوتی ان کے دماغ سے چلی آئیں۔ انوشے نے خوش ہو کر کہا۔ "آئی لو یو گرینڈ ماما! اب تو میں اپنی مما اور پاپا کے ساتھ کچھ روز گزاروں گی۔ خوب انجوائے کروں گی۔ اچھا اب میں جاتی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے دادی کا بوسہ لیا پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ فرہاد ٹو اور نومی کرسٹل یوگا میں مہارت رکھتے تھے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے تھے لیکن روحانیت کے دوش پر آنے والی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتے تھے۔

وہ آنکھیں بند کر کے فرہاد ٹو کے پاس پہنچ گئی پھر یہی ہوا۔ اسے ایک ذرا شبہ نہ ہوا کہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی اس کے اندر پہنچی ہوئی ہے۔

وہ جہاز کی سیٹ سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ انوشے کے بزرگوں نے اسے اس کے اندر پہلی بار جانے کی اجازت دی تھی۔ وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ اس سے پہلے الپا نے جتنی معلومات حاصل کی تھیں۔ وہ ساری معلومات اسے بھی حاصل ہونے لگیں۔

وہ اس کے خیالات پڑھ کر حیران ہو رہی تھی پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "گرینڈ پا! اعلیٰ حضرت اور گرینڈ ماما نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اس بہروپے کے اندر جا سکتی ہوں۔ ابھی میں نے اس کے چور خیالات سے ایسی حیرت انگیز اور ناقابل یقین معلومات حاصل کی ہیں کہ آپ سنیں گے تو دنگ رہ جائیں گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "میری پوتی مجھے یہ بتانے آئی ہے کہ اس بہروپے کا اصلی نام کلیم الدین بابر ہے؟"

"یس گرینڈ پا!"

"اور یہ کہ اس کا تعلق ایک خفیہ تنظیم ڈیلیکیٹس مافیا سے ہے اور اس مافیا کا سربراہ برین ماسٹر ہے؟"

اس نے جلدی سے کہا۔ "یس پاپا! آپ تو سب کچھ جانتے ہیں۔"

"میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ تمہیں جمائلہ سمجھ کر ڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ اپنا اسیر بنا کر اپنے زیر اثر لانا چاہتے ہیں۔ فی الحال عدنان' عالی پارس اور پورس کو کسی بھی طرح اپنے شکنجے میں لے کر مجھے کمزور بنانا چاہتے ہیں۔"

وہ بڑے فخر سے بولی۔ "اوہ گرینڈ پا! آپ واقعی ٹیلی پیتھی کی دنیا کے انسائیکلوپیڈیا ہیں۔ دنیا جہان کی معلومات آپ کے اندر نقش رہتی ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے بیٹی! میری مصروفیات اور حالات مجھے دور تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ چلو اچھا ہے کہ تم نے بہروپے بابر کے چور خیالات پڑھ لیے۔ اب کیا کرنے والی ہو؟"

"وہ کل کلکتے سے ممبئی میرے پاس ہی آ رہا ہے۔ میں اسے راستے سے بھٹکا رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے، تم اپنا کام کرو۔ کوئی پریشانی ہو تو مجھے یاد کرو۔"

وہ پھر بابر کے اندر آ گئی۔ وہاں صبح کی چائے پیش کی جا رہی تھی۔ اس وقت وہ ایک ایک گھونٹ چائے پی رہا تھا اور کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ "صبح کی ہلکی ہلکی روشنی ابھر رہی ہے۔ جمائلہ نارمل ہو رہی ہو گی۔ چائے پینے کے بعد اس کے دماغ میں پہنچوں گا۔ اسے اپنے آنے کی خوشخبری سناؤں گا۔"

انوشے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ کمزور بنا رہی تھی۔ چائے کا آخری گھونٹ پینے کے بعد وہ کچھ کمزوری محسوس کرنے لگا۔ انوشے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر رہی تھی کہ وہ کئی گھنٹوں تک دماغی کمزوری

میں مبتلا رہے گا۔

وہ گہری گہری سانس لے رہا تھا۔ اس اندیشے میں مبتلا ہو رہا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ اس نے پریشان ہو کر سوچا۔ "کیا میں کمزور پڑ رہا ہوں؟ کیا میرا دماغ کمزور ہو رہا ہے؟"

یہ خیال پیدا ہوتے ہی اس پر گھبراہٹ طاری ہونے لگی۔ اس نے دماغی توانائی کو آزمانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن پر کٹے پرندے کی طرح پھڑ پھڑا کر رہ گیا اور بوکھلا کر طیارے کی چھت کو تکنے لگا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اچانک وہ خیال خوانی کی صلاحیت سے محروم ہو گیا ہے۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ فوراً ہی برین ماسٹر کو اس کمزوری سے آگاہ کرنا چاہتا تھا لیکن کیسے کرتا؟ خیال خوانی کے قابل ہی نہیں رہا تھا اور پرواز کے دوران موبائل فون استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

وہ بے چین ہو کر کھڑا ہو گیا۔ ایک ایئر ہوسٹس وہاں سے گزر رہی تھی۔ وہ چیخ کر بولا۔ "تم نے میری چائے میں کیا ملایا ہے؟ اسے پیتے ہی میں کمزور ہو گیا ہوں۔"

تمام مسافر اسے چونک کر دیکھ رہے تھے۔ ایئر ہوسٹس بھی پریشان ہو گئی تھی۔ ایک مسافر نے پوچھا۔ "تم کمزور ہو گئے ہو تو اتنی زور سے کیسے چیخ رہے ہو؟"

اب وہ کیا سمجھاتا کہ وہ اس وقت غصے کی شدت سے چیخ پڑا ہے۔ ورنہ حالت تو یہ تھی کہ اور زیادہ کمزوری محسوس کرنے لگا تھا۔ وہ نڈھال سا ہو کر گرنے کے انداز میں اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

ایئر ہوسٹس نے رحم طلب نظروں سے مسافروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر! میں نے یہی چائے تمام مسافروں کو بھی پلائی ہے۔ لیکن کسی نے کوئی شکایت نہیں کی ہے۔"

ایک مسافر نے کہا۔ "یقیناً تم کسی مرض میں مبتلا ہو یا تم پر کسی کا دورہ پڑتا ہے۔"

اب وہ کسی کو کیسے یقین دلاتا کہ وہ مریض نہیں ہے' کسی نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے؟ وہ سوچنا چاہتا تھا سمجھنا چاہتا تھا کہ اسے کمزور بنا کر کون اس کے اندر پہنچا ہوا ہے؟ اس نے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

وہ جواب کا انتظار کرنے لگا لیکن اندر بالکل خاموشی اور سناٹا تھا۔ ایئر ہوسٹس کا ساتھی اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھ رہا تھا۔ "اگر آپ کی طبیعت خراب ہے تو کوئی دوا دی جائے؟ مسافروں میں کوئی ڈاکٹر ہو سکتا ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

فرہاد ٹو نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "نہیں، مجھے کسی ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ بس خاموشی چاہیے۔ مجھے اب ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

انوشے اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرتے ہی نومی کے اندر پہنچ گئی تھی۔ اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ اسے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ جنیوا جانے والی ہے۔ وہاں اس کے دادا کے ساتھ کچھ عرصے تک رہنے والی ہے۔ انوشے ابھی معصوم تھی۔ اسے ایسی باتوں کا علم نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن ہم بھی تو اس سے اس کی عمر سے زیادہ کام لے رہے تھے اور حالات بھی اسے زیادہ سے زیادہ تجربات سکھا رہے تھے۔ بہرحال اس نے نومی کے ذہن میں فرہاد ٹو کے بارے میں سوچ پیدا کی۔ وہ سوچنے لگی۔ "وہ بہروپیا کہاں ہے؟ پچھلے کئی گھنٹوں سے رابطہ نہیں کر رہا ہے۔ کیا اس نے عدنان کو ٹریپ کرنے کا خیال چھوڑ دیا ہے؟"

نومی نے احتیاط شیوانی اور عدنان کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ دونوں خیریت سے تھے اور اس کی خفیہ پناہ گاہ میں آرام کر رہے تھے۔ انوشے بڑی آسانی سے معلوم کر چکی تھی کہ نومی نے ان ماں بیٹے کو برما کے ایک علاقے میں چھپا کر رکھا ہے۔

وہ اس سلسلے میں کوئی جوابی کارروائی نہیں کر سکتی تھی۔ اسے ہدایت کی گئی تھی کہ ماں بیٹے جہاں بھی ہیں' انہیں وہیں رہنے دیا جائے۔ اس نے نومی کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ فرہاد ٹو سے رابطہ کرنا چاہیے۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کیا کرتا پھر رہا ہے؟

اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا لیکن الپا کے آلۂ کاروں نے کلکتے میں ہی اس بہروپیے کا فون چھین لیا تھا لہٰذا رابطہ نہ ہو سکا۔

نومی یہ سمجھ نہیں سکتی تھی کہ وہ اس وقت انوشے کی روحانی ٹیلی پیتھی کے زیر اثر ہے۔ اس نے اس کی مرضی کے مطابق خیال خوانی کی پرواز کی پھر بڑی آسانی سے اس بہروپیے کے اندر پہنچ کر حیران رہ گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کا دماغ کمزور ہو گا اور اسے وہاں جگہ مل جائے گی۔

وہ اسے مخاطب کرنے سے پہلے اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ اسے اس کی پوری ہسٹری معلوم ہو رہی تھی۔ برین ماسٹر کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم ہو رہا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حاصل کرنے کے سلسلے میں برین ماسٹر اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے

درمیان کیسی رسا کشی شروع ہو چکی ہے۔ وہ تینوں کو ما میں ہیں۔ ابھی کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس کے ہاتھ لگیں گے؟

نومی کو پورا یقین تھا کہ وہ فرہاد ٹو کو اپنا معمول اور تابعدار بنا سکے گی اس لیے وہ نہایت اطمینان سے اس کی اور برین ماسٹر کی ہسٹری معلوم کر رہی تھی۔

وہ آنکھیں بند کیے جہاز کی سیٹ پر نیم دراز تھا۔ ایسے ہی وقت نومی کی آواز سن کر ایک دم سے چونک گیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''ہائے فرہاد! جس فرہاد کو دنیا جانتی ہے۔ وہ بھی یوں چوہے کی طرح پکڑا نہیں گیا۔''

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا۔ ''نومی.....! تم.....؟ تم نے مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا ہے؟ تم بہت ذلیل ہو..... کمینی ہو.....''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''ایسی حالت میں آدمی گالیاں دیتا ہے اور کتے کی طرح بھونکتا رہتا ہے۔ تم یقین کرو یا نہ کرو میں نے تمہیں دماغی کمزوری میں مبتلا نہیں کیا ہے۔ بس، تمہارا مقدر ہی خراب تھا۔ پتا نہیں چائے پینے کے بعد کیسے کمزور پڑ گئے؟ میں تمہارے اندر آ جاتی رہوں گی اور معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہوں گی کہ ایسا کس نے کیا ہے؟ جب یقین ہو جائے گا کہ تمہارے دماغ میں صرف میں ہی داخل ہو سکتی ہوں تو پھر تمہیں بڑے پیار سے اپنا غلام بنا لوں گی۔''

اس نے تڑپ کر کہا۔ ''نہیں، تم ایسا نہیں کرو گی۔ ہم دوست ہیں۔ دیکھو! پچھلے دنوں یہ طے کیا تھا کہ ہم آئندہ ایک دوسرے کو ٹریپ نہیں کریں گے بلکہ دوست بن کر ہمیشہ ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔''

''میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ ابھی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے آرام کرو۔ میں تمہاری حفاظت کرتی رہوں گی۔''

''میری حفاظت نہ کرو۔ فار گاڈ سیک، یہاں سے چلی جاؤ۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔ تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ..... مجھے ایک چانس دو۔ ذرا سنبھلنے دو۔''

''آج تک دوستوں نے، دشمنوں نے کبھی فرہاد کو اس طرح گڑگڑاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ تم کیسے فرہاد ہو؟ پہاڑ ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو اس حالت میں بھی سر بلند رکھو۔ کیوں ایک عورت کے سامنے جھک رہے ہو؟''

''میں پہاڑ نہیں ہوں۔ ذرہ ہوں۔ فار گاڈ سیک..... مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔''

''کیوں پریشان ہو رہے ہو؟ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا رہی ہوں۔ تم پر تنویمی عمل نہیں کر رہی ہوں۔ اپنا غلام نہیں بنا رہی ہوں۔ دیکھو! تم کتنے آرام سے ہو۔''

جہاز ممبئی پہنچ کر رن وے پر اتر رہا تھا۔ وہ بولا۔ ''میں خوب سمجھ رہا ہوں۔ تم مجھے یہاں گہری نیند نہیں سلا سکو گی۔ مجھ پر عمل نہیں کر سکو گی۔ اس لیے مناسب جگہ اور وقت کا انتظار کر رہی ہو۔''

''تم تو خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو۔ یہ لو۔ میں جا رہی ہوں۔ تم آرام سے رہو۔ اب نہیں آؤں گی۔''

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔ وہ جھنجھلا کر بولا۔ ''میرا مذاق اڑا رہی ہو؟ تم یہاں سے نہیں جاؤ گی۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں، خاموش رہ کر میری نگرانی کرتی رہو گی۔''

وہ بول رہا تھا۔ ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا لیکن اسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ مسافر جہاز سے اتر رہے تھے۔ اس نے اسٹیوارڈ سے کہا۔ ''میرے لیے وہیل چیئر منگوائی جائے۔ میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔''

وہ آدھے گھنٹے کے بعد وہیل چیئر پر بیٹھ کر لگیج ہال سے گزرتا ہوا باہر آ گیا۔ اس نے سوچ لیا تھا، ممبئی پہنچتے ہی کسی پی سی او کے ذریعے برین ماسٹر سے رابطہ کرے گا۔ وہ اسے فوراً ہی تحفظ دے گا۔ وہ سوچنے لگا۔ ''اگر نومی واپس جا چکی ہے تو تھینکس گاڈ، وہ چلی جائے تو اچھا ہے پھر واپس نہ آئے۔''

وہ وہیل چیئر پر بیٹھا ہوا ایرپورٹ کی عمارت سے باہر آ گیا تھا پھر ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بولا۔ ''مجھے پرل ہوٹل میں پہنچا دو۔''

وہ ایرپورٹ سے ہی فون کے ذریعے برین ماسٹر سے رابطہ کر سکتا تھا لیکن ذہن میں یہ بات آ رہی تھی کہ ہوٹل پہنچ کر فون کرنا چاہیے۔

ہوٹل میں پہنچ کر ایک کمرا لینے کے بعد اس نے سوچا۔ ''اب کمرے کے اندر جا کر آرام سے بیٹھ کر برین ماسٹر سے بات کروں گا۔''

وہ لفٹ کے ذریعے اوپر اپنے کمرے میں آ گیا پھر وہاں پہنچ کر بیڈ کے سرے پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ ذہن میں یہ بات آ رہی تھی کہ ابھی ذرا آرام کرنا چاہیے۔ آنکھ بند کر کے سو جانا چاہیے۔ نیند پوری کرنے کے بعد برین ماسٹر سے بات ہو گی۔

پھر وہ ایک دم سے اُلجھ کر بولا۔ ''میں خوب سمجھ رہا ہوں نومی! تم میرے اندر ہی ہو۔ ایرپورٹ سے یہاں تک فون کے ذریعے بات کرنے کا موقع نہیں دے رہی ہو۔ اوہ گاڈ! اب میں کیا کروں؟ تم سے پیچھا کس طرح چھڑاؤں؟''

وہ بولی۔ ''تم یہ تو سمجھ گئے ہو گے کہ میں نے تمہارے

خیالات کے ذریعے تمہاری اور ماسٹر کی پوری ہسٹری معلوم کر لی ہے؟''

وہ تھکے ہوئے انداز میں بولا۔ ''ہاں، تم بہت کچھ معلوم کر چکی ہو اور کر بھی چکی ہو۔ پلیز، مجھ سے دوستی کرو۔ سمجھوتا کرو۔''

''تمہارے چور خیالات نے بتایا ہے، برین ماسٹر کے بارے جمائلہ بہت ہی اہم ہے۔ اس کے ذریعے تم فرہاد علی کی بیٹی اور تین بیٹوں تک آسانی سے پہنچ سکتے ہو۔ عدنان بھی پہنچ سکتے ہو۔ اس نے تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ تم مجھے بھی قریب کرو گے اور ماسٹر تک پہنچاؤ گے۔ وہ مجھ جیسی تیز طرار لڑکی کو سمجھنے جاننے والی کو اپنے زیر اثر رکھنا چاہتا ہے۔''

''ہاں، وہ ایسا چاہتا ہے لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، قسم کھاتا ہوں، تمہیں کبھی ٹریپ نہیں کروں گا۔ کبھی اس کے پاس نہیں پہنچاؤں گا۔''

وہ قہقہہ لگانے لگی پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر گہری نیند سلا دیا۔ وہ اس کے اندر خاموش بیٹھی بہت دیر تک انتظار کرتی رہی کہ شاید کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی وہاں چھپا ہو گا۔ وہ اس پر تنویمی عمل کرنے کے دوران میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ کوئی مداخلت کر سکتا ہے لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔

اس نے اس کے ذہن میں یہ باتیں نقش کیں کہ وہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد یہ بھول جائے گا کہ نومی کرسٹل اس کے اندر آئی تھی اور اس نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔ نہ اسے یہ بات یاد رہے گی اور نہ ہی ماسٹر کو یہ معلوم ہو گا کہ وہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت کا غلام بن چکا ہے۔

اس نے دستور کے مطابق ایک مخصوص لب و لہجے کو اس کے ذہن میں نقش کیا اور حکم دیا کہ جب وہ اس لب و لہجے کے الفاظ سنے گی تو وہ اسے کبھی محسوس نہیں کرے گا لیکن جب کسی حیثیت سے آئے گی تو وہ سانس روک کر اسے بھگا دیا سمجھے گا۔ اس طرح اسے یقین ہوتا رہے گا کہ نومی نے اس پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے اور نہ وہ کسی کا تابعدار ہے۔

وہ یہ بھی بھول جائے گا کہ جہاز میں چائے پینے کے بعد کمزوری میں مبتلا ہو گیا تھا۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اس کے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ وہ سفر کے دوران تھکا ہوا تھا اس لیے کمرا کرائے پر لینے کے بعد تھوڑی دیر سونا چاہتا تھا۔

اس وقت نومی یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ انوشے اس کے اندر موجود ہے اور اسی کی مرضی کے مطابق وہ فرہاد ٹو کو ہپناٹائز کر رہی ہے۔

وہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔ نومی کو پوری طرح اطمینان حاصل نہیں ہوا تھا۔ اسے یہ شبہ تھا کہ فرہاد ٹو کے اندر کوئی نہ کوئی چھپا ہوا ہے جو خود کو ظاہر نہیں کر رہا ہے۔ اس کے باوجود اس نے اپنا کام کیا تھا اور اب نتیجے کی منتظر تھی۔ بس ایک امید تھی کہ کامیابی بھی ہو سکتی ہے۔

وہ جمائلہ کے بارے میں سوچنے لگی۔ ''صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔ وہ اب نارمل ہو چکی ہو گی۔ ممبئی شہر میں کہیں فرہاد ٹو کا انتظار کر رہی ہو گی۔ مجھے اس سے رابطہ کرنا چاہیے۔''

اس نے جمائلہ کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کیا پھر اسے گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ انوشے کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ انوشے اپنا لب و لہجہ بدل چکی تھی۔ اس کی دادی آمنہ نے اس سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا۔ ''تم نے اس بہروپے کے اندر جا کر اسے راستے سے بھٹکا دیا ہے۔ اب وہ تمہاری طرف نہیں آ سکے گا۔ تمہارا کام ختم ہو چکا ہے لہٰذا روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کے اندر نہ جاؤ اگر کوئی کسی اور وجہ سے دماغی کمزوری میں مبتلا ہو تب اس کے اندر جا سکتی ہو۔ فی الحال جمائلہ کا لب و لہجہ ترک کر دو اور اپنا لب و لہجہ اختیار کر لو۔''

اس نے اپنی دادی کی ہدایت پر عمل کیا تھا جس کے نتیجے میں نومی بھٹک رہی تھی اور اپنی مطلوبہ جمائلہ تک پہنچ نہیں پا رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ جمائلہ کے لب و لہجے کو درست طریقے سے گرفت میں نہیں لے رہی ہے۔ بابر تنویمی نیند سے بیدار ہو گا تو وہ بھی جمائلہ کی طرف جائے گا۔ ایسے وقت وہ اس کے اندر چھپ کر رہے گی۔ وہ جمائلہ کو برین ماسٹر تک پہنچانے کی تدبیر کرے گا اور ایسی کسی بھی تدبیر پر وہ اسے عمل نہیں کرنے دے گی۔

یہ نومی کی بہت بڑی کامیابی اور خوش نصیبی تھی کہ اس نے بابر کو اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔ دیکھا جائے تو اسے قدم قدم پر کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں۔ جیسے خوش نصیبی اس کے مقدر میں لکھ دی گئی تھی۔ ایک تو اس نے عدنان اور شیوانی کو حاصل کر لیا تھا اور بڑی کامیابی سے انہیں چھپا کر رکھا تھا۔ دوسری طرف عالی کو بھی اپنے زیر اثر لا کر اسے حیدرآباد دکن پہنچا دیا تھا۔ اس طرح میری دو بڑی کمزوریاں اس کے ہاتھ آ گئی تھیں۔

اور آج سب سے بڑی کامیابی یہ حاصل ہو رہی تھی کہ وہ دوسری صبح جینوا میں مجھ سے ملنے والی تھی۔ میرے ساتھ

ہفتوں اور مہینوں رہنے والی تھی۔ جب زندگی کے ہر مرحلے پر کامیابی ملتی رہتی ہے تو انسان مغرور ہو جاتا ہے۔ قدرت کو یہ منظور نہیں تھا کہ وہ مغرور ہو جائے اور ہمیشہ کامیاب ہوتی رہے۔ قدرت کے قانون کے مطابق کبھی دھوپ کبھی چھاؤں کبھی خوشی کبھی غم، کبھی کامیابی کبھی ناکامی مقدر بنتی رہتی ہے۔

اسے ایک ذرا ناکام بنانے کے لیے قدرت نے انوشے کو اس کے اندر پہنچا دیا تھا۔ اس نے اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ عدنان اور شیوانی برما کے ایک علاقے میں بڑے آرام سے وقت گزار رہے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ انوشے کو تاکید کی گئی تھی کہ وہ ماں بیٹے کے معاملے میں مداخلت نہ کرے۔ وہ جہاں ہیں انہیں وہیں رہنے دیا جائے تاکہ شیوانی اپنی مختصر سی زندگی بیٹے کے ساتھ ہنسی خوشی گزار سکے۔

انوشے نے نوی کے چور خیالات پڑھ کر دوسری بات یہ معلوم کی تھی کہ عالی کو حیدر آباد دکن کے ایک علاقے میں پہنچایا گیا ہے۔ انوشے کو صرف عدنان اور شیوانی کے معاملے میں پابند کیا گیا تھا۔ اس لیے وہ ان سے دور رہی لیکن عالی کے پاس پہنچ گئی۔

وہاں پہنچتے ہی اس نے کلام پاک کی ایک چھوٹی سی آیت پڑھی۔ اس کے ساتھ ہی عالی کا ذہن جیسے روشن ہو گیا۔ تاریکی چھٹ گئی' تنویمی عمل کے تمام اثرات ایک دم سے زائل ہو گئے۔ وہ ایک بیڈ پر آرام سے لیٹی ہوئی تھی، اٹھ کر بیٹھ گئی۔

اسے پچھلی باتیں یاد آنے لگیں کہ وہ کس طرح ہوٹل کی لفٹ میں تھی اور وہاں اسے حادثہ پیش آیا تھا۔ ایسے وقت کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا والی نے اس حادثے سے فائدہ اٹھا کر اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اسے اپنی معمولہ بنا لیا تھا۔ اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس پر عمل کرنے والی نوی ہی تھی۔

یہ بات صرف انوشے جانتی تھی اور اسے اپنے بزرگوں کی ہدایت کے مطابق اپنی زبان بند رکھنی تھی۔ اس نے ہمیں بھی اس سلسلے میں کچھ نہیں بتایا۔ وہ بڑی خاموشی سے عالی کے پاس پہنچی۔ اسے عمل کے اثر سے نجات دلائی پھر وہاں سے چل آئی۔

عالی نے اس کمرے سے باہر آ کر دوسرے کمرے میں ایک عمر رسیدہ خاتون کو ایک شخص کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ خاتون نے اس کو دیکھتے ہی کہا۔ ''آؤ بیٹی! یہاں بیٹھو۔ کیا تمہاری نیند پوری ہو گئی؟''

وہ بولی۔ ''پہلے مجھے یہ بتاؤ' تم دونوں کون ہو اور میں یہاں کیسے آئی؟''

انہوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر اس شخص نے کہا۔ ''بیٹی! میں تمہارا باپ ہوں۔ یہ تمہاری ماں ہے۔ ہم نے تمہیں ایک بیٹی کی طرح رکھا ہے پھر یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟''

''اس لیے کہ میں تمہاری بیٹی نہیں ہوں۔ تم لوگ مجھے کہاں سے لائے ہو؟ یہ کون سی جگہ ہے؟''

اسے بتایا گیا کہ وہ حیدر آباد ہے۔ ان کے بیٹے نے کہا تھا کہ اس لڑکی کو اپنی بیٹی بنا کر رکھا جائے۔ یہ کوئی مسئلہ پیدا نہیں کرے گی۔ یہاں ان کے ساتھ آرام سے رہے گی۔

عالی ان کا بیان سن رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ ''جس نے مجھے ٹریس کیا ہے۔ وہ جب بھی آئے میں سانس روک کر اسے بھگاؤں گی تو وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے مجھ پر حملہ کرے گا۔ سب سے پہلے مجھے یہ جگہ چھوڑ کر کہیں دور چلے جانا چاہیے۔''

وہ وہاں سے جانے لگی۔ ان دونوں نے دروازے پر آ کر راستہ روکتے ہوئے کہا۔ ''بیٹی! اس طرح ہمیں چھوڑ کر نہ جاؤ۔ ہمارے بیٹے کو آنے دو۔''

''آپ دونوں نے مجھے بیٹی کہا ہے۔ عزت آبرو سے یہاں رکھا ہے اس لیے میں آپ کی عزت کرتی ہوں۔ اگر یہ چاہتے ہیں کہ کوئی گستاخی نہ کروں تو راستے سے ہٹ جائیں۔''

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر سر جھکا کر اس کے راستے سے ہٹ گئے۔ وہ ان کے درمیان سے گزرتی ہوئی اس مکان سے باہر آ گئی۔

اس نے ان عارضی ماں باپ کے خیالات سے معلوم کر لیا تھا کہ وہ کس شہر کے کس علاقے میں ہے۔ اس نے مکان سے باہر آ کر مجھے مخاطب کیا۔ میں نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''بیٹی! تم کہاں ہو؟ کیسی ہو؟''

''میں اس وقت حیدر آباد دکن میں ہوں۔ اس انجانے شہر میں دماغی طور پر حاضر رہنا چاہتی ہوں اس لیے آپ ایک بڑی رقم میرے پاس پہنچائیں اور یہاں کی کسی بھی ایئر فلائٹ میں سیٹ حاصل کریں۔ میں سنگاپور اور پارس کے راستے ممبئی جانا چاہتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے، تمہیں وہیں جانا چاہیے۔'' انوشے بھی وہیں پہنچی ہوئی ہے۔ میں ابھی سارے انتظام کرتا ہوں۔ کوئی کیسی نظر آئے۔

وہ ایک فٹ پاتھ پر چل رہی تھی۔ کوئی کیسی نظر آئے۔ اس میں بیٹھ کر ایئر پورٹ کی طرف جانے والی تھی۔ ایسے ہی

وقت ایک کار اس کے قریب آ کر رک گئی۔ اس میں سے دو شخص گن لیے ہوئے باہر آئے پھر اس کا نشانہ لیتے ہوئے بولے۔ ''چپ چاپ کار میں بیٹھ جاؤ.....''

عالی نے سر گھما کر دیکھا۔ کار کے اندر وہی عمر رسیدہ خاتون اپنے شوہر کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی جس نے اسے عارضی طور پر بیٹی بنا رکھا تھا۔ عالی نے کہا۔ ''ماں جی! آپ اپنے بیٹے کی سلامتی چاہتی ہیں تو اسے سمجھائیں' یہاں سے چلا جائے۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔''

وہ دونوں نوی کے آلہ کار تھے۔ وہ اس وقت موجود نہیں تھی لیکن وہ حکم کے غلام تھے۔ عالی کی غلامی کر رہے تھے اور اسے کہیں جانے سے روکنا چاہتے تھے۔ راستے اور فٹ پاتھ سے گزرنے والے لوگ ان دونوں کے ہاتھ میں گن دیکھ کر ٹھٹک گئے تھے۔ سہم کر ان سے کترا رہے تھے۔ ایک نے دور سے ہی للکارا۔ ''اے! یہ کیا بدمعاشی ہے؟ اس لڑکی کو گن پوائنٹ پر کہاں لے جانا چاہتے ہو؟''

اس کے جواب میں ایک آلہ کار نے ہوائی فائر کیا تو بھگدڑ مچ گئی۔ دوسرے آلہ کار نے ہنستے ہوئے عالی سے کہا۔ ''دیکھ لیا تم نے..... یہاں کوئی تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔''

اس نے دھمکی دینے کے انداز میں گن کا رخ اس کی طرف کیا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تو ہوا کا رخ بھی بدل جاتا ہے۔ گن کیا چیز ہے؟

اس آلہ کار نے ٹریگر کو دبایا' گولی چلی' اس کا ساتھی ایک دم سے اُچھل کر فٹ پاتھ پر گر پڑا۔ اس کی ٹانگ میں گولی لگی تھی۔ وہ تکلیف سے تڑپ کر کہہ رہا تھا۔ ''اُلو کے پٹھے! تو نے مجھ پر گولی کیوں چلائی ہے؟ کیا تو پاگل کا بچہ ہے؟''

عالی چاہتی تھی کہ وہ دوسرا بھی زخمی ہو جائے اور خود اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں پر گولی مارے۔ اس سے پہلے کہ ایک مضبوط ہاتھ نے آ کر اس آلہ کار کی گردن دبوچ لی۔ دوسرے ہاتھ سے اس کے گن والے ہاتھ کو بلند کیا تو گولی چل پڑی۔ وہ گولی اوپر کی طرف گئی۔

عالی اس اجنبی جوان کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی کلائی پر اس جوان کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ گن ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی تھی۔ وہ ایک باڈی بلڈر تھا۔ سینہ چٹان کی طرح چوڑا تھا۔ اس نے اس آلہ کار کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر کار کی چھت پر پھینک دیا۔

عالی کسی حد تک اس سے متاثر ہو رہی تھی۔ چپ چاپ دیکھ رہی تھی۔ کار میں بیٹھے ہوئے ماں باپ باہر آ گئے تھے۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑا رہے تھے۔ ''ہمارے بیٹے کو نہ مارو۔ خدا کے لیے اسے چھوڑ دو۔''

اجنبی جوان نے کہا۔ ''جب یہ ایک اکیلی لڑکی پر ظلم کر رہا تھا۔ اس وقت تمہاری ممتا بیدار نہیں ہوئی تھی؟''

بوڑھے نے کہا۔ ''بیٹے! ہم اسے بہت سمجھاتے ہیں مگر یہ گمراہ ہو چکا ہے۔ ہتھیار لے کر شہر میں وارداتیں کرتا پھرتا ہے۔ کتنی بار جیل جا چکا ہے۔ اسے نصیحت نہیں ہوتی۔''

اجنبی نے اس آلہ کار کے منہ پر ایک گھونسا جڑتے ہوئے کہا۔ ''تو پھر اسے مار ہی ڈالو۔ شیطان اگر بیٹا بن کر پیدا ہو جائے تو اس سے محبت نہیں کرنی چاہیے۔''

عالی نے آگے بڑھ کر کہا۔ ''مسٹر! اسے چھوڑ دو۔ اس کی درندگی کے باوجود میں اسے معاف کر رہی ہوں۔ تم بھی معاف کر دو۔''

پولیس بھی آ گئی تھی۔ انسپکٹر نے ان کی گردنیں دبوچتے ہوئے کہا۔ ''یہ بدمعاش ابھی چار مینار کی طرف سے فائرنگ کرتے ہوئے آ رہے ہیں۔ میں انہیں حوالات میں جا کر الٹا لٹکاؤں گا۔''

وہ ان کو گرفتار کر کے لے گئے۔ بھیڑ آہستہ آہستہ چھٹ گئی۔ جوان نے عالی سے پوچھا۔ ''کیا تم اکیلی ہو؟ کہاں جانا ہے؟ چلو، میں پہنچا دوں۔''

وہ اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ ''میں اس شہر میں پہلی بار آئی ہوں۔ بالکل اکیلی ہوں۔ ایئر پورٹ جانا چاہتی ہوں۔''

اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ میری کار ہے۔ بڑے آرام سے ایئر پورٹ پہنچا دوں گا۔ اس سے پہلے اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو ہم ایک ایک کپ کافی پی لیں؟ آج سردی کچھ زیادہ ہی ہے۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

دونوں ایک قریبی ریسٹورنٹ میں آ گئے۔ وہ سوچ رہی تھی۔ ''یہ باڈی بلڈر ہے۔ زبردست فائٹر ہے۔ ضرور یوگا کا ماہر ہو گا۔ میں اس کے اندر جانا چاہوں گی تو یہ سانس روک لے گا۔ ہو سکتا ہے' مجھ پر شبہ کرے گا۔''

وہ دونوں ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ عالی نے کہا۔ ''آپ نے ایسے وقت میری مدد کی۔ جب دوسرے لوگ دور ہی دور سے تماشا دیکھ رہے تھے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''یہ بالکل فلمی صورت حال

تھی۔ ہماری انڈین فلموں میں یہی ہوتا ہے۔ بے چاری ہیروئن اکیلی ہوتی ہے۔ اسے کچھ غنڈے گھیر لیتے ہیں پھر اچانک ہیرو آکر ان غنڈوں سے فائٹ کرتا ہے۔ اس کی مدد کرتا ہے۔ وہ اس سے متاثر ہوتی ہے پھر اگلے ہی سین میں وہ دونوں پیار بھرے گیت گانے لگتے ہیں۔''

عالی اس بات پر بے ساختہ ہنسنے لگی۔ وہ بولا۔ ''تم مائنڈ نہ کرنا میں محض مذاق کر رہا ہوں۔ اگر سچ سچ ایسا ہوگا اور مجھے پیار بھرا کوئی گیت گانا پڑے گا تو میرے حلق سے ڈھیچوں ڈھیچوں کی آواز ہی نکلے گی کیونکہ میں گانا نہیں جانتا۔''

عالی اور کھلکھلا کر ہنسنے لگی پھر بولی۔ ''آپ بہت زندہ دل ہیں۔''

''میں دوسروں کو مسکراہٹ دینے کی کوشش کرتا ہوں۔ انسان ہوں کبھی مجھ سے غلطی بھی ہوتی ہوگی' کبھی منہ سے جھوٹ نکل جاتا ہوگا' کبھی انجانے میں مجھ سے کسی کو دکھ پہنچا ہوگا۔ خدا معاف کرنے والا ہے۔ ویسے بعض اوقات جب سچ کہتا ہوں تو لوگوں کو یقین نہیں ہوتا۔''

عالی نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیوں ایسی کیا بات ہے؟ جب آپ سچ کہتے ہیں تو دوسرے یقین کیوں نہیں کرتے؟''

''اگر میں ابھی ایک سچ بولوں تو آپ کو بھی یقین نہیں ہوگا۔''

''میں یقین کروں گی۔ آپ بولیں۔''

''میں یہ پہلے سے جانتا تھا کہ تم سے اس طرح ملاقات ہوگی۔''

''آپ یہ کس طرح جانتے تھے؟''

''میں ابھی جواب دیتا ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ کیا تمہارے نام کا پہلا حرف الف ہے؟''

عالی نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر اس نے پوچھا۔ ''کیا تمہاری والدہ کے نام کا پہلا حرف س ہے؟''

عالی نے پھر ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ بولا۔ ''میرا زائچہ بالکل درست ہے۔ آج کی تاریخ میں ایک نوجوان خوبصورت لڑکی سے ڈرامائی انداز میں ملاقات ہونی تھی، سو ہوگئی اور یہی ملاقات ہمیں دوست بنائے گی پھر یہ دوستی رفتہ رفتہ ہمارے دلوں میں محبت پیدا کرے گی۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''یہاں آپ کا زائچہ ذرا گڑبڑا گیا ہے کہ ہماری دوستی ایئرپورٹ تک ہی رہے گی۔ میں کسی بھی پہلی فلائٹ سے ممبئی جا رہی ہوں۔''

اس جوان نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر اپنی جیب سے ہوائی جہاز کے دو ٹکٹ نکال کر اس کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''میرے زائچے کے مطابق میں کسی کے ساتھ سفر کر سکتا ہوں اور نہیں بھی کر سکتا۔ مجھے کل صبح کی فلائٹ سے ممبئی جانا ہے اس لیے میں نے احتیاطاً دو ٹکٹ لے لیے۔''

عالی نے پوچھا۔ ''یہ دوسرا ٹکٹ کس کے لیے ہے؟''

وہ بڑے اعتماد سے بولا۔ ''اپنی اجنبی ہم سفر کے لیے..... ہاتھ کی لکیروں اور زائچے کے مطابق ہمیں بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ کچھ باتیں راز میں ہوتی ہیں اور کچھ واضح ہو جاتی ہیں۔ میرے زائچے میں اک ذرا سا شبہ اس لیے ہے کہ کل صبح کی فلائٹ سے تمہارے ساتھ ممبئی جا بھی سکتا ہوں اور نہیں بھی۔ اگر میں نہ گیا تو تم بھی نہیں جا سکو گی۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''آپ اپنی ذات میں بڑی دلچسپیاں رکھتے ہیں۔ کیا مجھے جانے سے روکیں گے؟''

اس نے کان پکڑتے ہوئے کہا۔ ''میری کیا مجال ہے کہ میں روکوں۔ قدرت کو منظور ہوا تو ہم دونوں کل جائیں گے ورنہ نہیں جائیں گے۔''

وہ ایسی باتیں کر رہا تھا کہ عالی اس میں دلچسپی لینے لگی۔ اس نے پوچھا۔ ''آپ کا نام کیا ہے؟''

''میرا نام ایمان علی ہے۔''

''آپ نے یہ تو بتا دیا کہ میرے نام کا پہلا حرف الف اور میری والدہ کے نام کا پہلا حرف س ہے۔ کیا ہم ماں بیٹی کا پورا نام بتا سکتے ہیں؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں، میں علم نجوم میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ بچپن سے ہی یہ شوق ہے۔ زائچے کے مطابق آج جو لڑکی مجھ سے ملے گی اس کے نام کا پہلا حرف الف اور اس کی والدہ کے نام کا پہلا حرف س ہونا چاہیے۔ یہ دونوں حروف میرے لیے باعث رحمت ہیں اور آج تم سے ملاقات ہوئی ہے۔ کیا اپنا اور اپنی والدہ کا نام بتاؤ گی؟''

''میرا نام اعلیٰ بی بی ہے لیکن عالی کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے اور میری والدہ کا نام سونیا فرہاد ہے۔ آپ اب اپنے بارے میں کچھ بتائیں؟''

''اپنا نام تو بتا ہی چکا ہوں۔ خاندانی رئیس ہوں۔ فکر معاش نہیں ہے۔ بس دو ہی شوق ہیں۔ ایک تو یہ کہ علم نجوم میں مہارت حاصل کرتا رہوں اور دوسرا یہ کہ دنیا کے آسمان سے دوسرے تک گھومتا پھرتا رہوں۔ لوگوں سے ملتا رہوں سکھ میں تو سب ہی کام آتے ہیں، دکھ میں لوگوں کے کام آتا رہوں۔''

''آپ تو بہت ہی نیک خیالات اور جذبات رکھتے ہیں آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔''

عالی آبدیدہ ہو چکی تھی۔ وہ ایک ایک گھونٹ پینے لگے اور ساتھ باتیں بھی کرتے رہے۔ اسی وقت میں نے عالی کو بتایا کہ ''بیٹی! میں نے کل صبح کی فلائٹ میں ایک سیٹ بک کرائی تھی۔ یہاں سے کثیر تعداد میں عازمین حج روانہ ہو رہے ہیں۔ وہ یہاں سے ممبئی جائیں گے پھر وہاں سے مکہ کا سفر کریں گے۔ ان حاجیوں کے رشتے دار انہیں ممبئی الوداع کہنا چاہتے ہیں مگر کتنے ہی ایسے ہیں جنہیں ان کے ساتھ جانے کے لیے جہاز میں سیٹ نہیں مل رہی ہے۔''

عالی نے کافی کا ایک گھونٹ حلق سے اتار کر پوچھا۔ ''آپ نے میری سیٹ کیسے حاصل کی؟''

''ایک شخص فلم انڈسٹری میں ہیرو بننے جا رہا تھا۔ میں نے اسے مجبور کیا کہ یہیں رک جائے اور میری بیٹی کا انتظار کرے۔ جب تم اس کے پاس پہنچیں تو وہ اپنا ٹکٹ تمہیں دے دیتا لیکن.....''

''لیکن کیا پاپا.....!''

''وہاں ایک اور تمہاری جیسی بیٹی تھی۔ وہ اپنے بوڑھے باپ کو الوداع کہنے کے لیے ممبئی تک جانا چاہتی تھی لہٰذا میں نے وہ ٹکٹ اس کے حوالے کر دیا۔''

''پاپا! آپ نے بہت اچھا کیا۔ میرے لیے ٹکٹ کا انتظام ہو گیا ہے۔ آپ میرے اندر رہ کر خیالات پڑھیں۔ ایک جوان کے ساتھ بیٹھی کافی پی رہی ہوں۔ اس کا نام کامران علی ہے۔ باڈی بلڈر ہے۔ یوگا کا ماہر بھی ہوگا۔''

میں نے اپنی بیٹی کے خیالات پڑھے۔ ایمان علی کے ذہن میں وہ تمام تفصیلات معلوم کیں جو عالی کو معلوم ہو چکی تھیں۔

میں نے کہا۔ ''عالی! یہ جوان تو بہت ہی دلچسپ ہے۔ اس میں اچھی خاصی مہارت رکھتا ہے۔ اب تک کی باتیں درست ثابت ہوئی ہیں اور شاید یہ بات بھی درست ہونے جا رہی ہے کہ کل تم اس کے ساتھ ممبئی تک کا سفر نہ کر سکو۔''

''پاپا! یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟''

''بیٹی! دراصل میں نے ایئرپورٹ میں لوگوں کی بھیڑ دیکھی ہے۔ حاجیوں کے ساتھ ان کی بیٹیاں' بہوئیں' بہنیں' بیٹے سب ہی آ رہے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ انہیں الوداع کہنے کے لیے ممبئی تک جائیں لیکن کسی کو سیٹ نہیں مل رہی۔ یہاں میری نظر میں ایسے دو جوان بیٹے ہیں' جو اپنے ماں باپ کو ممبئی تک پہنچانا چاہتے ہیں۔''

''پاپا! میں سمجھ گئی۔ ابھی ایمان علی سے کہتی ہوں کہ اس کے پاس جو دو ٹکٹ ہیں۔ وہ ان جوان بیٹوں کو دے دے۔ تاکہ وہ اپنے بوڑھے ماں باپ کو الوداع کہنے کے لیے ممبئی تک جا سکیں۔''

ایمان علی کافی پی رہا تھا اور توجہ سے عالی کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا۔ ''تم کس سوچ میں گم ہو؟''

وہ بولی۔ ''میں سوچ رہی ہوں' دنیا کے ہر ملک اور ہر شہر سے کثیر تعداد میں مسلمان حج کی سعادت حاصل کرنے جا رہے ہیں۔ اس شہر سے بھی جا رہے ہوں گے؟''

''بے شک، یہاں سے ممبئی اور دہلی جانے والی ہر فلائٹ کے وقت ایئرپورٹ پر بڑی بھیڑ ہوتی ہے۔ حج کرنے والوں کے ٹکٹ تو پہلے سے ریزرو ہو جاتے ہیں لیکن ان کے رشتے داروں کو ممبئی تک جانے کے لیے ٹکٹ نہیں ملتے۔''

عالی نے پوچھا۔ ''کیا ہم مسلمان ہونے کے ناتے ان کے کام نہیں آ سکتے؟''

اس نے سوالیہ نظروں سے عالی کو دیکھا۔ وہ بولی۔ ''آپ کے پاس اس وقت دو ٹکٹ ہیں اگر ہم ممبئی نہ جائیں اور یہ ٹکٹ کسی ضرورت مند کو دے دیں تو ان بے چاروں کا بھلا ہو جائے گا۔''

اس نے بہت ہی متاثر ہو کر عالی کو دیکھا پھر کہا۔ ''خدا کی قسم! مجھے تمہاری یہ بات سن کر شرم آ رہی ہے کہ ایسا نیک خیال میرے دل میں پیدا کیوں نہیں ہوا؟ ہم ابھی یہاں سے ایئرپورٹ جائیں گے اور وہاں جو بھی ضرورت مند ہوگا' اسے اپنے ٹکٹ مفت میں دے دیں گے۔''

میں اس کے نیک خیالات سن کر خوش ہو رہا تھا۔ وہ بظاہر جیسا بھی تھا۔ ہمارے سامنے تھا۔ باطن میں کیسا ہے؟ یہ رفتہ رفتہ معلوم ہونے والا تھا۔

☆☆☆

وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گیا۔ آنکھیں کھول کر چھت کو تکنے لگا اور سوچنے لگا کہ اس وقت کہاں ہے؟

بار بار جگہ بدلتی رہے تو گہری نیند سو کر اٹھنے والوں کو یاد نہیں رہتا کہ وہ کہاں سوئے تھے؟ ذہن پر زور ڈالنے کے بعد یاد آتا ہے۔ اسے بھی یاد آ گیا کہ وہ فلکٹے سے ممبئی آیا تھا۔ ہوٹل کا ایک کمرا کرائے پر لیا تھا پھر کمرے میں آتے ہی سو گیا تھا۔

جہاز میں سفر کے دوران وہ کس طرح ذہنی کمزوری میں مبتلا ہو گیا تھا اور کس طرح نومی نے آ کر اسے اپنا تابعدار بنایا تھا۔ یہ سب وہ بھول چکا تھا۔ اس نے گھڑی دیکھی' دن کے گیارہ بج رہے تھے۔

وہ سر تھام کر زیر لب بڑبڑایا۔ ''اوہ گاڈ! میں گہری نیند کیوں سو گیا تھا؟ مجھے تو جمائلہ سے رابطہ کرنا تھا۔ اب تک تو وہ نارمل ہو چکی ہوگی۔ مجھے اپنے اندر آنے سے نہیں روکے گی۔''

وہ اب سے پانچ گھنٹے پہلے ذہنی کمزوری میں مبتلا ہوا تھا۔ یہ بات اسے یاد نہیں تھی۔ کیونکہ دماغی توانائی بحال ہوگئی تھی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کر کے جمائلہ کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ اس نے ایک نہیں کئی بار اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوتا رہا۔

حیرانی سے سوچنے لگا۔ ''میری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟ ایسا تو اس وقت ہی ہوتا ہے جب کسی کا دماغ مردہ ہو جاتا ہے۔ کیا جمائلہ مر چکی ہے؟''

اس نے خود ہی انکار میں سر ہلایا۔ یہ یقین کرنے والی بات ہی نہیں تھی۔ اس نے سوچا۔ ''اگر وہ کسی حادثے کا شکار ہوئی ہوگی تب بھی میں یقین نہیں کروں گا کہ وہ اتنی جلدی مر سکتی ہے۔''

پھر اس نے سوچا۔ ''پتا نہیں کیوں میرا ذہن بوجھل سا ہے۔ مجھے نہا دھو کر فریش ہونا چاہیے۔ اس کے بعد ہی میں اس سے رابطہ کروں گا۔''

آدھے گھنٹے کے بعد وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر باہر آیا تو بھوک لگنے لگی لیکن کھانے سے زیادہ جمائلہ ضروری تھی۔ وہ گم ہونے والی کہیں مل نہیں رہی تھی۔

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کی سوچ کی لہریں فضا میں بھٹکنے لگیں۔ یہ یقین ہو گیا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے جمائلہ تک نہیں پہنچ پائے گا۔

ایسے ہی وقت ماسٹر نے اسے مخاطب کیا۔ ''ابھی انڈیا میں دن کا وقت ہوگا۔ جمائلہ نارمل ہو چکی ہوگی۔ کیا تم اس کے ساتھ ہی ہو؟''

اس نے کہا۔ ''نو ماسٹر! میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔ جمائلہ کہیں گم ہو گئی ہے؟''

''یہ کیا بک رہے ہو؟ وہ کیسے گم ہو سکتی ہے؟ کیا تمہیں اپنے دماغ میں آنے سے روک رہی ہے؟''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔''

''یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس کا دماغ مردہ ہو چکا ہے؟ وہ مر چکی ہے؟''

''نو ماسٹر! کل شام تک وہ ٹھکتے میں میرے ساتھ ہی تھی۔ بہت صحت مند اور چاق و چوبند تھی۔ میرا دل نہیں مانتا کہ وہ مر چکی ہے۔''

''دل کی نہیں..... دماغ کی بات مانو۔ میں تمہارے اندر ہوں۔ خیال خوانی کی پرواز کرو اور اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کرو۔ میں دیکھتا ہوں' اس کا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟''

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن اس بار بھی ناکامی ہوئی۔ وہ بھٹکتا ہوا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ماسٹر نے کہا۔ ''یہ تو ہمارے لیے بہت بڑے صدمے کی بات ہے کہ جمائلہ جیسی کام آنے والی لڑکی اب ہمارے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ وہ مر چکی ہے۔''

''ماسٹر! وہ بہت پُراسرار لڑکی ہے۔ ہو سکتا ہے' نیلاہٹ قوت نے دن کے وقت بھی اسے جکڑ رکھا ہو؟ اس کے لاشعور کوئی ایسی تبدیلی آئی ہو کہ دماغ پتھر ہو گیا ہو؟ کسی بھی خیال خوانی کی لہر کو محسوس کرنے کے قابل نہ رہا ہو؟''

''ہاں، اس طرح سوچا جائے تو ایک اُمید پیدا ہوتی ہے کہ وہ کہیں زندہ ہے مگر کہاں ہے؟ ہمیں تو ابھی اس کی ضرورت ہے۔ اس کے ذریعے فرہاد کے پوتے' بیٹی اور بیٹے تک پہنچنا ہے۔''

فرہاد ٹو نے کہا۔ ''ایسا بھی ہو سکتا ہے' جمائلہ کو کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ٹریپ کر لیا ہو' اسے اپنا معمول بنا تابعدار بنا لیا ہو۔ وہ دن کے وقت ایک سیدھی سادی سی لڑکی ہوتی ہے۔ شام تک ہی اس کی تابعدار بن کر رہے گی لیکن تبدیلی آتے ہی وہ عمل کے سائے سے نکل جائے گی اور عمل کرنے والے کی ایسی کی تیسی کر دے گی۔''

ماسٹر نے خوش ہو کر کہا۔ ''واقعی، یہ پہلو قابلِ غور ہے۔ اسے ضرور کسی نے ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ ہمیں شام تک انتظار کرنا ہوگا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ نومی کو تلاش کرو۔ وہ سونیا کی طرح ذہین اور مکار ہے' کسی ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے۔ ہمارے بہت کام آئے گی۔''

''یس ماسٹر! میں ابھی اس سے رابطہ کروں گا۔''

وہ چلا گیا۔ فرہاد ٹو اس کمرے میں تنہا ایک کرسی پر سر جھکا کر بیٹھا رہا۔ سوچتا رہا۔ ''یہ سب کیا ہو رہا؟ پہلے فرہاد نے مجھے مات دی۔ میرے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ سے چھین لیا۔ اب جمائلہ اچانک کہیں گم ہو گئی ہے۔ شام تک ہی پتا چلے گا کہ وہ کہاں ہے؟ عدنان اور اس کی ماں کا بھی کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔ پتا نہیں' وہ بھی کہاں جا کر گم ہو گئے ہیں؟''

اس نے نومی کے متعلق سوچا۔ ''وہ بہت گہری ہے۔ ضرور اس گم بخت نے ہی عدنان اور اس کی ماں کو اغوا کیا ہے اور کہیں چھپا کر رکھا ہے لیکن وہ مجھ سے یہ بات چھپا رہا

ہے۔ اس نے اس سے فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''تم میرا نیا نمبر اپنے فون پر پڑھ رہی ہو گی۔ اسے نوٹ کر لو۔ ہمارے مشترکہ آقا کار کے دماغ میں آ جاؤ۔ میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں ابھی واش روم میں ہوں۔ تھوڑی دیر بعد اس آقا کار کے اندر آؤں گی۔''

وہ فون بند کر کے اس کے اندر پہنچ گئی۔ خیالات پڑھ کر اس کو جان حاصل ہوا کہ وہ پوری طرح اس کا تابعدار بن چکا ہے۔ یہ بھول چکا ہے کہ کسی نے اس پر عمل کیا ہے۔

اس نے یہ بھی معلوم کیا کہ فرہاد ٹو نے تنویمی نیند سے بیدار ہوتے ہی جمائلہ سے رابطہ کرنا چاہا تھا لیکن اس کی سوچ کی لہروں کو اس پُراسرار لڑکی کا دماغ نہیں ملا تھا۔ نومی بھی اس طرح ناکام ہوتی رہی تھی۔ اب سوچ رہی تھی کہ یقیناً وہ مر چکی ہے۔ یا اس کے ساتھ ایسی کوئی بات ہو رہی ہے جو اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔

وہ سوچتے سوچتے چونک گئی۔ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک آواز سنائی دی۔ ''عالی.....''

وہ سمجھ نہ سکی کہ یہ آواز کس کی تھی؟ وہ جو کوئی بھی ہو' اس نے عالی کا نام لیا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر تک انتظار کیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ پھر آئے گا یا آئے گی۔

لیکن کوئی بھی اس کے اندر نہیں آیا۔ ایک اندیشہ پیدا ہوا کہ عالی کے ساتھ کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے؟

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ عالی کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اس کی سوچ کی لہریں نہیں مل سکیں۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ میری جس بیٹی کو اس نے اپنا تابعدار بنا کر رکھا تھا۔ وہ ہاتھ سے نکل چکی ہے۔

وہ ہر پندرہ یا بارہ گھنٹے کے بعد عالی پر عمل کرتی رہی تھی تاکہ اس کا عمل مستحکم رہے اور وہ کبھی اس کے اثر سے نہ نکلے پھر وہ کیسے نکل گئی؟

یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی کہ بار بار عمل کی زنجیر ٹوٹنے کے بعد کوئی ہاتھ سے نکل جائے۔ اس نے پھر بار بار کوشش کی' عالی کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اب یہ ثابت ہو گیا کہ بار بار کیا جانے والا عمل بھی ناکام ہو چکا ہے۔

وہ سوچ رہی تھی۔ ''ابھی کون دماغ میں آیا تھا؟ کس نے عالی کا نام لیا تھا؟ میں نے اس لڑکی کو اپنا تابعدار بنایا تھا لیکن خود کو اس پر ظاہر نہیں کیا تھا اگر وہ نجات پا چکی ہے تو یہ کبھی نہیں سمجھ سکے گی کہ اسے ٹریپ کرنے والی میں ہی ہوں۔ ابھی عالی میرے اندر نہیں آئی تھی۔ کوئی دوسری آئی تھی..... یاد آیا تھا۔''

نومی یہ کبھی سمجھ نہیں سکتی تھی کہ انوشے نے اس کے اندر آ کر عالی کا نام لیا تھا اور پھر واپس چلی گئی تھی۔ وہ اسی معاملے میں الجھتی رہی کہ عالی کس طرح اس کے عمل کے اثر سے نکل گئی ہے؟ کسی نہ کسی نے اسے نجات دلائی ہے؟ وہ کون ہو سکتا ہے؟

فون کے بزر نے اسے چونکا دیا۔ اس نے آن کر کے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے بابر نے کہا۔ ''تم تھوڑی دیر میں ہمارے آقا کار کے اندر آنے والی تھیں۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔''

''بس، ابھی پہنچ رہی ہوں۔''

اس نے فون بند کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے اس آقا کار کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''ہاں، میں آ گئی ہوں۔ بولو کیا بات ہے؟''

بابر نے کہا۔ ''تم تو اجنبی کی طرح آتی ہو اور بڑی بے رخی سے بات کر کے چلی جاتی ہو۔ میں یہ جانتا ہوں' تم میرے ہر برے وقت میں کام آ سکتی ہو۔ کیا یہ نہیں سمجھتیں کہ میں بھی تمہارے برے وقت میں کام آ سکتا ہوں؟ اگر ایسا نہیں سمجھتی ہو تو اس کا مطلب ہے' بہت مغرور ہو گئی ہو۔''

''میں نہ تو پہلے مغرور تھی۔ نہ اب ہوں۔ اپنے کسی معاملے میں ہی اُلجھی ہوئی ہوں۔ عدنان اور اس کی ماں شیوانی نہ جانے کہاں گم ہو کر رہ گئے ہیں؟ کس نے انہیں اغوا کیا ہے؟ میں نہیں جانتی لیکن فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ مجھے اپنی حفاظت کے لیے بہت ہی حاضر دماغی سے کام لینا پڑ رہا ہے۔''

''تم باتیں بنانا خوب جانتی ہو۔ مجھے اپنا دوست بھی کہتی ہو اور مجھ سے اپنے راز بھی چھپاتی ہو۔''

''تمہارا کیا خیال ہے؟ میں تم سے کیا چھپا رہی ہوں؟''

''یہی کہ عدنان اور شیوانی کو تم نے اغوا کیا ہے۔ انہیں کہیں چھپا کر رکھا ہے اگر تم اس بات کا اعتراف کر لو گی تو کیا میں تمہارا رازدار بن کر نہیں رہ سکوں گا؟ کیا تمہارے کام نہیں آؤں گا؟''

''اگر ایسا ہوتا تو میں فرہاد اور اس کے ساتھیوں سے خوفزدہ نہ رہتی۔ اپنی سلامتی کے لیے یوں چھپتی نہ پھرتی بلکہ ڈنکے کی چوٹ پر فرہاد سے اپنے کئی مطالبات منوائی۔''

"نہیں نومی! یہ بات میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ فرہاد سے تمہاری دوستی ہو چکی ہے۔ پتا نہیں، تم دونوں کے درمیان کیسا سمجھوتا ہوا ہے کہ وہ تمہاری ہر بات مان لیتا ہے؟ اس نے تمہارا مطالبہ مان کر ہی جمائلہ کو بابا صاحب کے ادارے سے رہائی دلوائی تھی۔"

"یہ نہ بھولو بنگلا دیش میں تم عدنان کو ان سے چھین لینا چاہتے تھے۔ میں اس کے سامنے ڈھال بن گئی تھی۔ اسے اغوا ہونے سے بچایا تھا۔ اس بات نے فرہاد کو متاثر کیا ہے تب سے وہ میری عزت کرتا ہے۔"

"عزت کرتا ہے اسی لیے عدنان کے اغوا کے سلسلے میں تم پر شبہ کر رہا ہے اور تم اس سے چھپتی پھر رہی ہو؟"

"دوستی اور دشمنی کے انداز بدلتے رہتے ہیں۔ عدنان اپنی ماں کے ساتھ پھر کہیں گم ہو گیا ہے۔ فرہاد صرف مجھ پر ہی نہیں دوسرے دشمنوں پر بھی شبہ کر رہا ہے۔ میں اسے ایسا کرنے سے منع نہیں کر سکتی۔ میں تو اس کوشش میں ہوں کہ پھر سے اس کا اعتماد حاصل کر لوں۔"

"نومی! تم بہت گہری ہو۔ میں تم سے کچھ بھی نہیں اگلوا سکوں گا اور تم کبھی مجھ سے سچ نہیں بولو گی۔"

"میں ایک سچ بولنے جا رہی ہوں اور وہ یہ کہ میں نے شادی کر لی ہے۔"

یہ سن کر وہ ہنسنے لگا۔ نومی نے پوچھا۔ "ہنس کیوں رہے ہو؟"

"اس سے بڑا سفید جھوٹ تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ بھلا بتاؤ تو سہی، وہ بے چارہ بدنصیب کون ہے؟"

"وہ ایسا ہے کہ اس سے شادی کرنے کے بعد میں خوش نصیب ہو گئی ہوں۔ تم اسے جھوٹ یا مذاق سمجھتے رہو۔ میں تم سے اب کم از کم ایک ماہ تک رابطہ نہیں کروں گی۔ کیونکہ ہنی مون منانے جا رہی ہوں۔"

"چلو، میں اسے سچ مان لیتا ہوں۔ اس خوش نصیب کا نام تو بتا دو؟"

"میں اپنے جیون ساتھی کا نام اور پتا کبھی کسی کو بتاؤں گی اور نہ ہی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کی آواز سناؤں گی۔ اگرچہ وہ بہت ہی زبردست ہے۔ کسی سے زیر نہیں ہو سکتا پھر بھی میں محتاط رہوں گی۔"

"تم کہتی ہو وہ ایسا ہے۔ جس سے شادی کرنے کے بعد تم خوش نصیب ہو گئی ہو۔ اس کا مطلب ہے وہ بہت بڑا اور نامور، دبی ہے۔ تمہارا کہنا ہے وہ کسی سے زیر نہیں ہو سکتا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ چٹان کی طرح ہے پھر تم نے کہا کہ وہ زبردست ہے یعنی وہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی۔ "تمہاری عقل کا ماتم کرنا چاہیے۔ کیا میں اتنی احمق ہوں کہ اس کے شکنجے میں پھنسنے کے لیے اس سے شادی کروں گی؟ اس کی تنہائی میں جاؤں گی؟"

"باتیں کیوں بنا رہی ہو؟ وہ کبھی کسی کو ہمیشہ قیدی بنا کر نہیں رکھتا۔ پچھلے دنوں کلکتے میں وہ تمہاری شہ رگ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے چاقو کی نوک سے تمہارے بدن پر صرف ایک خراش ڈالی تھی۔ وہ چاہتا تو تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنی کنیز بنا لیتا، ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے محروم کر دیتا لیکن اس نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ تمہارے ساتھ اس کا جو رویہ ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تم پر مرمٹا ہے۔ تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہے اور تم اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا رہی ہو اس کے ساتھ ہنی مون منانے کہیں جا رہی ہو۔"

وہ جذباتی انداز میں بولی۔ "ہائے ہنی مون..... اب تو تم میرے پیچھے ہی پڑ جاؤ گے۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہو گے کہ میں نے واقعی فرہاد سے شادی کی ہے یا نہیں؟ میں کس ملک کے کس شہر میں اس کے ساتھ ہنی مون منا رہی ہوں؟"

"میں تمہارا دوست ہوں۔ اس دوستی کی خاطر فرہاد سے دشمنی بھلا دوں گا۔ اسے بھی مبارک باد دوں گا۔"

"تم تو فرہاد سے دشمنی کرنے کے لیے ہی پیدا کیے گئے ہو۔ آگ جلانے کے لیے پیدا کی جاتی ہے اور وہ یہ کہے کہ کسی کو نہیں جلائے گی تو پھر میں یقین کر لوں گی۔ تم فرہاد سے دشمنی نہیں کرو گے۔"

"کوئی بات نہیں..... میری بات کا یقین نہ کرو لیکن میں اپنے طور پر تم سے دوستی نبھاتا رہوں گا۔ اس پہلو کو نظر انداز نہ کرو کہ آئندہ میں کسی بھی برے وقت میں تمہارے کام آتا رہوں گا۔ ہو سکے تو میری ایک بات مان لو۔"

"کون سی بات منوانا چاہتے ہو؟"

"بہت ہی معمولی سی بات ہے۔ ہنی مون کے دوران ساری دنیا سے کنارہ کشی کر لینا لیکن مجھے نظر انداز نہ کرنا۔ کبھی کبھی رابطہ کرتی رہنا اور مجھے اجازت دو کہ میں تم سے فون پر بات کر سکوں۔"

"اور اس طرح یہ معلوم کر سکو کہ میں اپنے جیون ساتھی کے ساتھ کہاں ہنی مون منا رہی ہوں؟ ہم بہت لمبی بات کر چکے ہیں۔ اب میں جا رہی ہوں۔ میرے میاں مجھے اشارے سے بلا رہے ہیں اور اچھی بیوی وہی ہوتی ہے جو اپنے میاں کے اشاروں پر ناچتی ہے۔ میں ناچنے جا رہی ہوں۔ گڈ

بائی۔"

وہ اس آلہ کار کے دماغ میں سے نکل کر فرہاد ٹو کے اندر آ گئی۔ وہ آوازیں دے رہا تھا۔ "نومی! جسٹ آ منٹ۔ میری ایک بات تو سن لو۔ آئندہ ہم اس آلہ کار کے ذریعے بات نہیں کریں گے۔ فون کے ذریعے بات کرنا مناسب رہے گا۔ میرا خیال ہے، تم اس مشورے کو مان لو گی۔"

اس نے جواب کا انتظار کیا لیکن خاموشی چھائی رہی۔ بار بار آواز دینے کے بعد کوئی جواب نہیں ملا تب اس نے جھلاہٹ بھری سے سوچا۔ "سالی! بہت مغرور ہو گئی ہے۔ میں اپنے یقین سے کہتا ہوں اس نے فرہاد کو پھانس لیا ہے۔ اب اس کے ساتھ دن رات گزارنے والی ہے۔ آئندہ اسی کے لیے کام کرتی رہے گی اور مجھے خواہ مخواہ دوستی کا جھانسا دیتی رہے گی۔ میں بھی جھانسے میں آنے والا نہیں ہوں۔ اس کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ کسی بھی طرح معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ یہ فرہاد کے ساتھ کہاں ہنی مون منا رہی ہے؟"

نومی اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ اب تو وہ بڑی آسانی سے اسے اپنی انگلیوں پر نچا سکتی تھی۔ وہ اس کے پیچھے آنا بھی چاہتا تو کسی اور کو اس کے پیچھے لگا سکتی تھی۔ ایسے چکر میں ڈال سکتی تھی کہ وہ چکراتا ہی رہتا۔

☆☆☆

تین آزاد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ذکر ہو چکا ہے۔ ان میں سے ایک کرونا تھی۔ جواب میری بیٹی بن چکی تھی۔ میرے لیے کام کر رہی تھی۔ دوسرا فرمان تھا اور تیسرا ٹونی تھا..... جب تک عالی نے نومی کے چنگل سے نجات نہیں پائی تھی تب تک میں اسی دھوکے میں رہا کہ ٹونی جے میرے اغوا کیا ہے۔

ممی نے کرونا سے کہا۔ "بیٹی! اس کم بخت ٹونی جے کو کسی طرح تلاش کرو۔ اس نے ہی عالی کو اغوا کیا ہے۔ وہ میری دشمنی میں مجھے بلیک میل کر رہا ہے۔ میرا داماد بننا چاہتا ہے۔"

کرونا بولی۔ "میں حیران ہوں پاپا! اس یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی اتنی مجال ہو گئی کہ اس نے عالی پر ہاتھ ڈالا اور آپ کا داماد بننے کے خواب دیکھ رہا ہے؟ میں اس کا بھرکس نکال چھوڑوں گی۔ اسے تلاش کر کے آپ کی ٹھوکروں میں ڈال دوں گی۔"

وہ ایک طویل عرصے سے غائب ہے۔ پتا نہیں کہاں اور کس طرح زندگی گزار رہا ہے؟ اسے تلاش کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔"

"کیا آپ فرمان کا کوئی پتا ٹھکانا بتا سکتے ہیں؟"

"وہ بھی ایک طویل عرصے سے کہیں گم ہو گیا ہے۔ اس نے کبھی ہم سے رابطہ نہیں کیا۔"

کرونا نے کہا۔ "فرمان اور ٹونی جے بہت گہرے دوست بن چکے تھے۔ وہ ایک دوسرے کے بارے میں جانتے ہوں گے۔ کسی طرح فرمان کا پتا مل جائے تو ہم ٹونی جے تک بھی پہنچ سکیں گے۔"

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ مجھے یاد آ رہا تھا کہ فرمان سے عالی کی پہلی ملاقات قاہرہ میں ہوئی تھی۔ ان دنوں فرمان ایک بہت ہی خطرناک لیڈی ڈاکٹر کا شاگرد تھا۔ اس نے اسی سے ٹیلی پیتھی سیکھی تھی اور کچھ پراسرار علوم بھی سیکھ رہا تھا۔

جب اس لیڈی ڈاکٹر کا مقابلہ عالی سے شروع ہوا تو فرمان عالی سے متاثر ہو گیا اور اس شیطانی علوم رکھنے والی لیڈی ڈاکٹر سے نفرت کرنے لگا۔ بالآخر وہ ڈاکٹر ماری گئی۔

میں نے کرونا کو فرمان کی ہسٹری سنائی۔ اس نے کہا۔ "پاپا! فرمان زیادہ جدوجہد والی زندگی گزارنا نہیں چاہتا تھا۔ ہو سکتا ہے اپنے آبائی وطن چلا گیا ہو۔ جیسا کہ آپ نے بتایا، قاہرہ سے تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر اس کی زمین و جائداد ہے۔ میرا خیال ہے وہ وہیں گیا ہو گا اور گمنام رہ کر زندگی گزار رہا ہو گا۔"

میں نے تائید کی۔ "تمہارا خیال درست بھی ہو سکتا ہے۔ بہتر ہے تم قاہرہ جاؤ۔ ہو سکتا ہے وہاں اس سے ملاقات ہو جائے۔"

میرے مشورے کے مطابق وہ قاہرہ چلی گئی تھی۔ اس کے بعد ہی عالی نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا تھا اور یہ بتایا تھا کہ اس نے کسی کے تخریبی عمل سے نجات حاصل کر لی ہے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ میری بیوی انوشے نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے رہائی دلوائی تھی۔

جیسا کہ روحانی علوم میں مہارت رکھنے والے دوسروں کو قدرتی راز نہیں بتاتے۔ اسی طرح انوشے نے بھی یہ نہیں بتایا کہ عالی پر کس نے عمل کیا تھا؟ قدرت کے رازوں سے انجان رہ کر ہی انسان اپنی ذہانت سے حقائق معلوم کرتا ہے اور ایک دن ہم یہ معلوم کرنے والے تھے کہ میری بیٹی سے کس نے دشمنی کی تھی؟

فرہاد ٹو کی مصروفیات بڑھ رہی تھیں۔ وہ برین ماسٹر کے ساتھ رہ کر خیال خوانی کے ذریعے ان تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر جاتا تھا۔ جو کوما میں تھے۔ ان کے

دماغ میں سوچ کی لہریں اثر انداز نہیں ہوتی تھیں۔ ان کے اپنے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سوچ کے ذریعے آتے تھے پھر یہ دیکھ کر واپس چلے جاتے تھے کہ وہ بدستور کوما میں ہیں۔

ان تینوں کو جس عمارت میں رکھا گیا تھا۔ اس کے اندر اور باہر مسلح فوجیوں کا سخت پہرا تھا۔ امریکی اکابرین کو بھی وہاں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے ان پہریداروں کے اندر آتے تھے اور ان تین کوما میں رہنے والوں کی خیریت معلوم کر کے واپس چلے جاتے تھے۔

وہ غیر معمولی قوت سماعت رکھنے والا آوڈی مین واشنگٹن پہنچ گیا تھا۔ وہاں ایک ہوٹل کے کمرے میں بیٹھ کر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آوازیں سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ برین ماسٹر اور فرہادٹو نے ان تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آواز اور لب ولہجہ اس کے ذہن میں نقش کیا تھا۔ آوڈی مین بند کمرے میں بیٹھا تنہائی اور خاموشی میں ان آوازوں کو اور لب ولہجے کو سننے کی کوشش کر رہا تھا۔

اسے جلد ہی کامیابی ہوئی کیونکہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے گونگے تو نہیں تھے۔ آپس میں ایک دوسرے سے بولتے تھے۔ اپنے رشتے داروں یا دوست احباب سے بات کرتے تھے، آوڈی مین نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آواز سنی۔ وہ فون کے ذریعے ایک سیکورٹی افسر سے کوما میں رہنے والوں کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

سیکورٹی افسر نے کہا۔ ''ابھی ڈاکٹر آیا تھا۔ اس نے انجکشن کے ذریعے ان تینوں کے اندر خوراک پہنچائی ہے۔ آپ اس ڈاکٹر سے بات کریں۔ وہ آپ کو تفصیل سے بتائے گا۔''

''ٹھیک ہے، میں ابھی پانچ یا دس منٹ کے بعد ڈاکٹر سے رابطہ کروں گا۔''

پھر خاموشی چھا گئی۔ ادھر فون کا رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ آوڈی مین نے فوراً ہی فون کے ذریعے ماسٹر کو مخاطب کیا۔ ''ابھی پانچ یا دس منٹ میں آپ کو فون پر ہونے والی گفتگو سناؤں گا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس ڈاکٹر سے بات کرے گا، جو ان تین کوما میں رہنے والوں کو انجکشن کے ذریعے خوراک پہنچاتا ہے اور ان کی دیکھ بھال کرتا ہے۔''

برین ماسٹر نے فرہادٹو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''فوراً آوڈی مین کے اندر پہنچو۔''

وہ دونوں اس کے اندر پہنچے۔ دس منٹ کے اندر ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آواز سنائی دی۔ وہ فون کے ذریعے ڈاکٹر سے بات کر رہا تھا۔ ان کوما میں رہنے والوں کی خیریت معلوم کر رہا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ ''میں انہیں انجکشن کے ذریعے خوراک دے رہا ہوں۔ وہ تینوں صحت مند ہیں۔ اس کے باوجود انہیں دو یا تین دن سے زیادہ کوما میں نہیں رکھنا چاہیے۔''

''ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہمارے وہ تینوں ساتھی تکلیف میں مبتلا نہ رہیں لیکن دشمن ان کی تاک میں ہیں۔ جب تک یہ یقین نہیں ہو گا کہ وہ ان کا پیچھا چھوڑ چکے ہیں، ان کے اندر نہیں آتے ہیں تب تک ہم انہیں کوما سے نکال نہیں پائیں گے۔''

ماسٹر اس ڈاکٹر کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اب وہ ڈاکٹر اس کی مرضی کے مطابق پوچھ رہا تھا۔ ''آپ کو کیسے یقین ہو گا کہ دشمن ان تینوں کے اندر نہیں آ رہے ہیں؟''

''ہم نے احتیاطی تدابیر کی ہیں۔ آپ کو بھی سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ ان تینوں کے آس پاس رہ کر اپنے منہ سے آواز نہ نکالیں۔ کسی سے کوئی بات نہ کریں۔ اس کمرے میں اور کمرے کے باہر آس پاس یوگا جاننے والے پہریدار ہیں۔ وہ آپ کی نگرانی کرتے ہیں۔ جب تک گونگے بنے رہیں گے، ان کے معالج رہیں گے اگر کسی سے ذرا سی بھی بات کریں گے تو آپ کو وہاں سے ہٹا دیا جائے گا۔''

ڈاکٹر نے کہا۔ ''میں اپنے معاملے میں بہت محتاط ہوں۔ میرے منہ سے کبھی کوئی بات نہیں نکلے گی۔''

''آپ اسی طرح گونگے بنے رہے تو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تینوں کے اندر بار بار آ کر ناکام ہوتے رہیں گے۔ جب بیزار ہو جائیں گے تب ہم کوئی مناسب موقع دیکھ کر انہیں کوما سے نکالیں گے اور مختصر سے تحویلی عمل کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کر دیں گے۔''

ان کا فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ آوڈی مین کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ ماسٹر نے خوش ہو کر کہا۔ ''آوڈی مین! تمہاری یہ قوت سماعت ہمارے بہت کام آ رہی ہے۔ آئندہ بھی آئے گی۔ اب وہ ڈاکٹر ہی ہمارا آلہ کار بنے گا۔ ہم جلد ہی اس کے ذریعے ان تینوں کو اپنی گرفت میں لے لیں گے۔''

فرہادٹو نے کہا۔ ''ماسٹر! ممبئی میں شام کے چھ بجے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد تاریکی پھیلنے والی ہے۔ اگر جمائلہ زندہ ہے تو وہ ضرور تبدیل ہو گی۔ اس پر شیطانی قوت حاوی ہو گی اور میں اس سے رابطہ کر سکوں گا۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''بے شک، تم جاؤ۔ جمائلہ کی گمشدگی نے ہمیں پریشان کر دیا ہے۔ جن مسائل کو ہم آسانی سے حل کر سکتے تھے۔ وہی ہمارے لیے مشکل بنتے جا رہے ہیں۔''

فرہادٹو دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں لباس تبدیل کر کے بالکل تیار بیٹھا ہوا تھا کہ جیسے ہی جمائلہ سے رابطہ ہو گا، اس کا پتا ٹھکانا معلوم ہو گا تو وہ اس کی طرف دوڑ پڑے گا۔

وہ کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اوپر آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دن کی روشنی بجھ رہی تھی۔ کچھ دیر میں تاریکی پھیلنے ہی والی تھی۔

لومی بھی اسی تجسس میں مبتلا تھی کہ جمائلہ زندہ ہے یا مر چکی ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لیے وہ فرہادٹو کے اندر چپ چاپ چلی آئی۔

کھڑکی کے باہر تاریکی چھا گئی۔ وہ وہاں سے پلٹ کر فون کے پاس آ کر بیٹھ گیا پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اسے امید تو نہیں تھی کہ جمائلہ کا دماغ ملے گا لیکن مل گیا۔ وہ ایک دم سے چیخ کر بولی۔ ''کون ہے؟''

اس نے جلدی سے کہا۔ ''جمائلہ! پلیز سانس نہ روکنا۔ میں تمہارا دوست فرہادٹو بول رہا ہوں۔ میرا فون نمبر نوٹ کرو۔ میں تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

اس نے اپنا سیل نمبر اور اس ہوٹل کا فون نمبر لکھوایا۔ الوشے نے سانس روک لی۔ وہ واپس چلا گیا۔ وہ جانتی تھی کہ فرہادٹو اندھیرا ہوتے ہی اس سے رابطہ کرے گا اس لیے وہ اپنے کمرے میں تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک موبائل کے ذریعے رابطہ کیا پھر پوچھا۔ ''ہاں، اب بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''میں صبح سے تمہارے لیے پریشان ہوں۔ میری سوچ کی لہروں کو تمہارا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ ایسا تو اس وقت ہوتا ہے جب دماغ مردہ ہو جاتا ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا تھا جمائلہ.....!''

وہ بولی۔ ''مجھے تو ایسا ہی لگ رہا تھا، جیسے صبح سے شام تک کے لیے مر گئی تھی۔ آج صبح نارمل ہونے کے بعد اچانک مجھے ایک ذہنی جھٹکا سا لگا۔ اس کے بعد مجھے کوئی خبر نہ رہی کہ میں اس دنیا میں ہوں بھی یا نہیں؟''

''میں تمہارے لیے بہت پریشان ہوں۔ تمہارے ہاں آ کر تمہاری حفاظت کروں گا پھر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ مجھے بتاؤ، تم کہاں ہو؟ میں ابھی اسی وقت آنا چاہتا ہوں۔''

الوشے مسکرانے لگی پھر ذرا پریشانی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔ ''پہلے یہ بتاؤ، تم کہاں ہو؟''

''تمہاری ہی تلاش میں ممبئی پہنچا ہوا ہوں۔''

''اوہ گاڈ! میں اس ملک میں نہیں ہوں۔ پتا نہیں کس نے مجھے قاہرہ پہنچا دیا ہے؟''

وہ تقریباً چیخ کر حیرانی سے بولا۔ ''کیا قاہرہ.....؟ اوہ گاڈ! تم وہاں کیسے پہنچ گئیں؟''

''میں کیا جانوں کیسے پہنچ گئی؟ کہہ تو رہی ہوں صبح سے غائب دماغ ہوں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے مر چکی ہوں۔ ابھی زندگی ملی ہے تو دیکھ رہی ہوں اپنے ابوالہول کے شہر پہنچی ہوئی ہوں۔ میرا دل اور دماغ کہتا ہے ابوالہول نے ہی مجھے یہاں بلایا ہے۔ میں ابھی اس کے پاس جا رہی ہوں اور یہ فون بند کر رہی ہوں۔''

''جسٹ آ منٹ! میری بات تو سن لو۔ میں تمہاری جیسی دوست کو کھونا نہیں چاہتا۔ کل ہی کسی بھی فلائٹ سے تمہارے پاس قاہرہ پہنچوں گا۔ میرا انتظار کرنا۔ کل نارمل ہو جاؤ گی تو خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کروں گا۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی الوشے نے فون بند کر دیا۔ فرہادٹو نے اپنے فون کو دیکھا پھر جھنجھلا کر کہا۔ ''شٹ..... یہ کیا مصیبت پر مصیبت آ رہی ہے؟ پہلے تو ایسے گم ہو گئی جیسے مر گئی ہو۔ اب رابطہ ہونے پر پتا چل رہا ہے، موصوفہ قاہرہ پہنچی ہوئی ہیں۔ مجھے کسی بھی پہلی فلائٹ سے وہاں جانا ہو گا۔''

لومی فرہادٹو کے اندر سے چلی گئی۔ سوچنے لگی۔ ''عجیب پُراسرار لڑکی ہے؟ کل رات معلوم ہوا، ممبئی میں ہے۔ صبح معلوم ہوا کہ مر گئی ہے اور اب رات کو پتا چل رہا ہے کہ قاہرہ میں ہے۔ پتا نہیں کل صبح کیا سننے کو ملے گا؟ بے شک، عجوبہ ہے۔ بہت ہی دلچسپ ہے۔ میں دور ہی دور سے اس کی اسٹڈی کرتی رہوں گی۔''

الوشے فون بند کرنے کے بعد واش روم میں آئی تھوڑی دیر کے بعد تولیے سے ہاتھ منہ پونچھتی ہوئی آئینے کے سامنے آ گئی۔ وہ خود کو بہت ہی ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ اندھیرا ہونے کے بعد اب تک کوئی شیطانی قوت اسے چھو کر بھی نہیں گزر رہی تھی۔ وہ اپنے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ وہاں الپا اور پارس ٹی وی کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں نے مسکرا کر بیٹی کو دیکھا۔ پارس نے کہا۔ ''آؤ میری جان! اپنے پاپا کے پاس بیٹھو۔''

الپا پارس سے دور ہوگئی۔ بیٹی ان کے درمیان آ کر بیٹھ گئی۔ وہ ایک انگلش مووی دیکھ رہے تھے۔ الپا نے پوچھا۔ ''کیا اس بہروپئے کو ٹرخا دیا ہے؟''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''ہاں، میں نے اس سے کہا ہے کہ میں ابھی قاہرہ میں ہوں۔ اب وہ کسی بھی پہلی فلائٹ سے قاہرہ جانے کی کوشش کر رہا ہوگا۔''

پارس نے ہنس کر کہا۔ ''اچھا ہے۔ اسے کوشش کرنے دو۔ کم بخت ہمارے پاپا کا نقال بن کر آیا تھا۔ پاپا کی ہی سب سے چھوٹی پوتی اسے دن میں تارے دکھا رہی ہے۔''

انوشے نے کہا۔ ''پاپا! اب آپ دونوں مووی انجوائے کریں۔ میں اپنے بیڈروم میں جا رہی ہوں۔''

الپا نے کہا۔ ''ہمارے ساتھ رہو۔ یہ مووی بڑی دلچسپ ہے۔ ابھی ختم ہونے والی ہے۔ اس کے بعد رات کا کھانا کھائیں گے پھر سونے کے لیے چلی جانا۔''

وہ ان کے درمیان سے اٹھ رہی تھی پھر بیٹھ گئی۔ ایسے ہی وقت ٹی وی پر پیش کی جانے والی فلم کا منظر بدل گیا۔ قاہرہ کا شہر اور اہرام مصر دکھائی دے رہے تھے پھر ابوالہول کا بت ٹی وی کی اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔ انوشے کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ جیسے اسے شیطانی قوت نے متاثر کیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی وہ بچپن کی عادت کے مطابق بسم اللہ پڑھ کر ایک آیت کی تلاوت کرنے لگی۔

الپا اور پارس نے چونک کر بیٹی کو دیکھا۔ فوراً ہی یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ آج کی رات پھر گڑبڑ ہونے والی ہے۔ وہ ایمان اور شیطان کی قوت کے درمیان اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ جس چینل سے وہ فلم آ رہی تھی۔ وہاں کسی ٹیکنیکل خرابی کی وجہ سے سین بدل گیا تھا۔ ابوالہول کا بت اسکرین پر ٹھہر گیا تھا۔ فلم نہ آگے بڑھ رہی تھی نہ ختم ہو رہی تھی۔

اسے ٹیکنیکل خرابی بھی کہا جا سکتا تھا اور شیطانی قوت بھی..... ابوالہول اپنے سامنے جمائلہ کو دیکھتے ہی ٹھہر گیا تھا۔ وہ بھی اس کی طرف بڑھی جا رہی تھی اور خود کو روکنے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔

الپا نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے آمنہ سے کہا۔ ''آپ فوراً انوشے کے پاس آئیں۔ اس پر پھر وہی شیطانی قوت حاوی ہونا چاہتی ہے۔''

دوسرے ہی لمحے میں آمنہ اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے پہنچتے ہی انوشے اس بت کی طرف بڑھتے بڑھتے رک گئی۔ اسے اب ایک نیا حوصلہ مل رہا تھا۔ آمنہ بھی اس کے اندر تلاوت کر رہی تھی۔ پارس ریموٹ کنٹرول کے ذریعے ٹی وی کو بند کرنا چاہتا تھا لیکن وہ بند نہیں ہو رہا تھا۔ اسکرین ویسی ہی تھی۔ ابوالہول اسی طرح دکھائی دے رہا تھا۔

الپا دوڑتی ہوئی جا کر ٹی وی کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اس نے اسکرین کو اپنے وجود سے ڈھانپ لیا۔ ٹی وی سے عجیب سی کرخت شیطانی آواز ابھرنے لگی۔ الپا نے پوری قوت سے ٹی وی کو ٹرالی سے نیچے پھینک دیا۔ ایک زوردار دھماکا سا ہوا۔ اسکرین کا شیشہ چور چور ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ابوالہول بھی نابود ہو گیا۔

انوشے پیچھے جا کر تھکے ہوئے انداز میں ایک صوفے پر ڈھے گئی۔ گہری گہری سانس لینے لگی اور کہنے لگی۔ ''تھینک یو گرینڈ ماما! آپ کے آنے سے میرے اندر حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔''

آمنہ نے کہا۔ ''اپنوں کو تھینکس نہیں کہتے۔ تمہاری مما نے بروقت ذہانت سے کام لیتے ہوئے ٹی وی کو توڑ دیا۔ اپنی مما کو کس کرو۔ اب میں جا رہی ہوں۔''

الپا نے اس کے قریب آ کر اسے اپنے بازوؤں میں لیتے ہوئے پوچھا۔ ''اب میری بیٹی کیسا محسوس کر رہی ہے؟''

اس نے الپا کو چوم کر کہا۔ ''ابھی گرینڈ ماما نے کہا ہے کہ میں آپ کی بروقت ذہانت پر تھینکس نہ کہوں۔ آپ کو چوم لوں۔''

الپا نے بھی اسے چوم لیا پھر کہا۔ ''بیٹی! اپنی گرینڈ ماما سے کہو، جمائلہ کا یہ بہروپ تمہیں بہت مہنگا پڑ رہا ہے۔ ابھی وہ تمہارے پاس آئی تھیں۔ انہوں نے دیکھا ہے، آج تیسری رات بھی وہ شیطان کسی بہانے سے ٹی وی اسکرین پر آ گیا؟''

''میں ان سے کیا کہوں؟ انہوں نے خود دیکھا ہے۔ وہ بھی مجھے جان سے زیادہ چاہتی ہیں۔ کبھی خطرات سے کھیلنے نہیں دیں گی۔ انہیں خود فیصلہ کرنے دیں کہ آئندہ مجھے اس بہروپ میں رہنا ہے یا نہیں؟''

آمنہ نے اسے بچپن سے ہی اپنی گود میں کھلایا تھا۔ اس کی پرورش کی تھی۔ جب سے وہ پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئی تھی تب سے اسے روحانیت کی بنیاد پر تعلیم دیتی آ رہی تھی اور اس کی تربیت کر رہی تھی۔ انسان کو اپنی زندگی میں مصائب اور خطرات سے دوچار ہونا ہی پڑتا ہے۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی پوتی بھی طرح طرح کے آزمائشی مرحلوں سے گزرتی رہے گی۔

لیکن جمائلہ بن کر شیطان کے راستے سے گزرنا مناسب نہیں تھا اگر وہ شام سے صبح تک اپنی پوتی کے اندر رہتی تو شیطان

کو بری طرح پسپا کر سکتی تھی۔ انہیں اپنی پوتی کی طرف سے کر آنے کا موقع بھی نہ دیتی لیکن وہ روحانیت کے اس مرحلے سے گزر رہی تھی۔ جہاں انسان دنیاوی معاملات سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے اور دن رات عبادت میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں گم ہو جاتا ہے۔ وہ کبھی کبھی ہماری دنیا کی گہری میں کام آ جاتی تھی ورنہ ہم سے بھی لاتعلق رہا کرتی تھی۔

وہ انوشے کو دل کی گہرائی سے چاہتی تھی۔ اس سے لاتعلق نہیں رہ سکتی تھی۔ اس نے پریشان ہو کر جناب تبریزی کو مخاطب کیا۔ ''اعلیٰ حضرت! مجھے دنیاوی معاملوں میں دلچسپی نہیں لینی چاہیے لیکن اپنی پوتی کے لیے بہت پریشان ہوں۔ جب سے وہ جمائلہ کے روپ میں آئی ہے تب سے شیطان ابوالہول کے حوالے سے کسی نہ کسی طرح اسے متاثر کرنے اور اس پر حاوی ہونے کے لیے چلا آتا ہے۔''

انہوں نے کہا۔ ''اللہ تعالیٰ نے شیطان کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ اسے اس قدر آزاد اور بااختیار رکھا ہے کہ انسان کی ہوش و حواس پر بھی چھا جاتا ہے اور بہت سے بہانوں سے انسان کو ایمان کے راستوں سے بھٹکاتا رہتا ہے۔''

''اعلیٰ حضرت! میری بچی تو سچ مچ جمائلہ نہیں ہے پھر شیطان اس کے پیچھے کیوں پڑتا ہے؟''

''ایسی بات نہیں ہے کہ شیطان انتخابی ذہن ہے۔ وہ کبھی کبھی دھوکا کھاتا ہے۔ کبھی کبھی ایمان کے سامنے کمزور پڑ جاتا ہے اور ایمان والوں سے کترا کر دوسری طرف نکل جاتا ہے۔ جمائلہ کی ہسٹری کا بچپن سے مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ شیطان صرف رات کی تاریکی میں اس کے چہرے کو بگاڑتا ہے اور صبح کی اذان ہوتے ہی اس کے چہرے کو بحال کر دیتا ہے۔''

''اعلیٰ حضرت! اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

''فی الحال یہ کرو کہ انوشے کے چہرے سے عارضی طور پر جمائلہ کا چہرہ مٹا دو۔ میک اپ کے ذریعے اسے چھپا دو۔ پھر تین راتوں تک شیطانی ہتھکنڈے دیکھے ہیں۔ آئندہ کی رات کو دیکھا جائے گا کہ وہ انوشے کی طرف آئے گا یا نہیں؟ اس کے پیچھے چھپے ہوئے جمائلہ کے چہرے کو پہچان لگا یا نہیں؟ جاؤ! اپنی پوتی سے کہو کہ وہ اپنا چہرہ اور لب و لہجہ تبدیل کر لے۔''

آمنہ نے مطمئن ہو کر کہا۔ ''آپ کا بہت بہت شکریہ اعلیٰ حضرت! میں ابھی انوشے کو سمجھاتی ہوں۔''

وہ فوراً ہی انوشے کے پاس آ کر بولی۔ ''بیٹی! اعلیٰ حضرت نے کہا ہے کہ تم عارضی طور پر اپنا چہرہ بدل لو۔ جمائلہ کی آواز اور لب و لہجے کو بھی اپنے ذہن سے نکال دو۔''

اس نے کہا۔ ''گرینڈ ماما! میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ وہ شیطان جمائلہ کے چہرے کی طرف کھنچا آتا ہے۔ یہ چہرہ چھپ جائے گا تو شاید وہ میری طرف نہ آئے؟''

''تین راتیں گزر چکی ہیں۔ ہم چوتھی رات یہی آزمائیں گے کہ جب جمائلہ کا چہرہ چھپ جائے گا تو کیا وہ شیطانی قوت پھر بھی تم پر حاوی ہونا چاہے گی؟ میں دعا کرتی رہوں گی۔ اللہ نے چاہا تو تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ اب میں جا رہی ہوں۔''

وہ چلی گئی۔ انوشے نے الپا سے کہا۔ ''مما! میں نہ کہتی تھی، میری گرینڈ ماما میرے لیے بہت فکرمند ہوں گی۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت سے بات کی ہے۔ انہوں نے مشورہ دیا ہے کہ مجھے اپنا چہرہ عارضی طور پر بدل لینا چاہیے۔ جمائلہ کی آواز اور لب و لہجے کو بھی بھول جانا چاہیے۔''

الپا اور پارس نے اس کی بات سن کر ایک ذرا اطمینان کی سانس لی کہ آئندہ چوتھی رات کو ان کی بیٹی پر کوئی شیطانی حملہ نہیں ہوگا اور آمنہ اپنی پوتی کی حفاظت کے لیے اس رات بھی اس کے اندر موجود رہے گی۔

☆☆☆

پیالمن کا وقت آ گیا۔ نومی کرسٹل صبح سات بجے کی فلائٹ سے جنیوا پہنچ گئی۔ اس نے جھیل کے کنارے ایک بہت ہی مہنگا کاٹیج کرائے پر حاصل کیا تھا پھر فون کے ذریعے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ہائے فرہاد! میں تو یہاں پہنچ چکی ہوں۔ جھیل کنارے ایک بہت ہی خوبصورت کاٹیج بھی حاصل کر لیا ہے۔ تم کہاں ہو؟''

میں پچھلی رات ہی جنیوا پہنچ گیا تھا لیکن اس سے ذرا آنکھ مچولی کھیلنا چاہتا تھا۔ فوراً ہی اس کے سامنے جانا مناسب نہیں تھا۔

میں نے کہا۔ ''سوری نومی! میں ایک مسئلے میں الجھ گیا تھا۔ اب وہ مسئلہ حل ہو چکا ہے پھر بھی میں آج شام کی فلائٹ سے وہاں پہنچ جاؤں گا۔''

''جب مسئلہ حل ہو ہی چکا ہے تو پھر دیر کیوں؟ ہائی وا دے..... وہ مسئلہ کیا تھا؟''

''ایک باپ اپنی اولاد کے لیے فکرمند رہتا ہے۔ تم تو جانتی ہو عالی کو اغوا کیا گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے وہ اس دشمن کے محل سے نکل چکی ہے۔ اب آزاد ہو گئی ہے۔ اس کی طرف سے کوئی فکر نہیں رہی ہے لیکن میں ٹونی جے کا سراغ لگا رہا

ہوں کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے؟ میں اسے سزا ضرور دوں گا۔"

"بے شک، اسے سزا ملنی چاہیے۔ میں بھی سوچ رہی ہوں' اسے کہاں تلاش کیا جا سکتا ہے؟ یہ ذرا مشکل سے ہی معلوم ہوگا کہ وہ کہاں گمنامی کی زندگی گزار رہا ہے؟"

میں نے کہا۔ "اب یہ باتیں چھوڑو۔ آج سے ہم صرف پیار محبت کی باتیں کریں گے اور زیادہ سے زیادہ لائف انجوائے کریں گے۔ اب یہ بتاؤ' تمہارا کانٹیکٹ نمبر کیا ہے؟"

اس نے بڑی شوخی سے کہا۔ "کانٹیکٹ کا نمبر نہیں بتاؤں گی۔ ابھی اسے لاک کر رہی ہوں۔ تمہارے یہاں آنے تک کسی ہوٹل میں رہوں گی۔ تم مجھے تلاش کرتے ہوئے مجھ تک پہنچو گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اچھا تو آنکھ مچولی کھیلنا چاہتی ہو؟ میں وہاں چھ بجے پہنچنے والا ہوں۔ کیا ایئر پورٹ بھی نہیں آؤ گی؟"

"میں آؤں گی لیکن نظروں کے سامنے نہیں آؤں گی۔"

"اس آنکھ مچولی میں میری آنکھوں پر پٹی بندھی رہے گی۔ کیونکہ تم اصلی چہرے کے ساتھ نہیں رہو گی۔ یقیناً کسی بہروپ میں ہی ہو گی اور میں تو اپنے اصلی چہرے کے ساتھ ہوں۔ تم مجھے دور سے ہی پہچان لو گی۔"

"جب میں اسنبول میں تھی تب چہرے کی پلاسٹک سرجری کرائی تھی۔ وہی چہرہ لیے پھر رہی ہوں اگر تمہیں پسند نہ آیا تو میں پھر سے پلاسٹک سرجری کراؤں گی۔ تم جیسا چاہو گے' ویسا ہی چہرہ ہو جائے گا۔"

"ابھی تو موجودہ چہرے کو پہچاننے کا چیلنج ہے۔ ویسے میں تمہیں ایئر پورٹ پر ہی پہچان لوں گا۔ تم ابھی کیا کر رہی ہو؟"

"عورت دنیا کے کسی بھی کونے میں ہو۔ کسی بھی حال میں ہو شاپنگ ضرور کرتی ہے۔ میں ایک بوتیک میں ہوں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے' کس قسم کا لباس پسند کروں کہ تم مجھے دیکھو تو دیکھتے ہی رہ جاؤ۔"

"وہاں ہلکی برف باری ہو رہی ہو گی۔ ایسے میں اورنج کلر کا لباس مجھے بہت اچھا لگے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔ تاکہ میں تمہاری پسند کا یہ کلر پہنوں اور تم مجھے دیکھتے ہی پہچان لو۔"

"مجھے دو کلر پسند ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک تو پہنو۔"

"تو وہ دوسرا پسندیدہ کلر کون سا ہے؟"

"نیوی بلیو....."

"ٹھیک ہے، میں یہ دونوں رنگ خرید لوں گی لیکن ابھی نہیں پہنوں گی۔ جب تم مجھے ڈھونڈ لو گے تب تمہارے پسند کے کلر پہنوں گی۔"

میں اسے باتوں میں اُلجھا رہا تھا اور کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک شاپنگ پلازا کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں دو بڑے شاپنگ پلازا تھے۔ ان کے علاوہ بھی کئی چھوٹے بڑے جنرل اسٹور تھے۔ جہاں عورتوں کی ضروریات کے سامان ملتے تھے۔ نوی کو باتوں میں الجھا کر میں نے دو باتیں معلوم کیں۔ ایک تو یہ کہ وہ کسی شاپنگ سینٹر میں ہے اور دوسری بات یہ کہ وہ ملبوسات خرید رہی ہے۔ لہٰذا کسی بوتیک میں ہی ہو گی۔ اب میری پسند کے مطابق اورنج اور نیوی بلیو کلر کے لباس خرید رہی ہو گی۔

اسے یہ اندیشہ نہیں ہو گا کہ میں اس کا تعاقب بھی کر سکتا ہوں۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ شام کی فلائٹ سے ہی آنے والا ہوں۔ بہرحال' وہاں جتنے بوتیک تھے' میں اُدھر جانے لگا۔

دسمبر کی شدید سردی تھی۔ کبھی کبھی برف باری ہونے لگتی تھی۔ دنیا کی بے شمار امیر ترین خواتین اور مرد حضرات کرسمس منانے کے لیے سوئٹزرلینڈ آتے ہیں۔ شمالی علاقوں میں سال کے بارہ مہینے برف جمی رہتی ہے۔ اسکیئنگ (برف پر پھسلنے کا کھیل) کرنے اور یہ تماشہ دیکھنے کے لیے شوقین لاکھوں کی تعداد میں وہاں آتے ہیں۔

جنیوا میں بھی دنیا کی حسین لڑکیاں کرسمس منانے آئی ہوئی تھیں۔ اس میلے میں نوی کو پہچاننا مشکل تھا۔ وہ کئی ماہ پہلے سونیا بن کر میری تنہائی میں آئی تھی تب ہی میں نے اسے دیکھا تھا۔ چہرے کی بناوٹ' اس کے قد اور جسامت سے اسے پہچان سکتا تھا۔ میں وہاں عورتوں لڑکیوں کی بھیڑ میں اس سے مطابقت رکھنے والیوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر پہچان نہیں سکتی تھی کیونکہ میں اپنے اصلی چہرے کے ساتھ نہیں تھا۔

اصلی چہرے والا فرہاد شام کی فلائٹ سے وہاں پہنچنے والا تھا۔ وہ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا اور اسکو ضرورت کے وقت میری ڈی مین بن کر اہم رول ادا کیا کرتا تھا۔ وہاں بھی فرہاد علی تیمور بن کر شام چھ بجے آنے والا تھا۔

وہاں شاپنگ پلازا میں کتنی ہی ایسی لڑکیاں نظر آئیں جو نوی سے مطابقت رکھتی تھیں۔ ایک لڑکی پر بہت شبہ ہوا۔ وہ دکاندار سے بات کر رہی تھی۔ میں نے قریب سے اس کی آواز سنی پھر خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اگر وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک لیتی تو پھر وہ نوی تھی لیکن

اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کیا۔ سانس نہیں روکی [illegible] میں باآسانی اس کے اندر پہنچ گیا۔

ایسا کئی لڑکیوں کے ساتھ ہوا۔ وہاں سیکڑوں لڑکیاں تھیں۔ میں کس کس کے اندر جاتا رہتا؟ پتا نہیں اس نے کس [illegible] خود کو چھپا رکھا تھا؟ ایک خیال یہ بھی تھا کہ وہ مجھے دھوکا دینے کے لیے عمر رسیدہ خاتون کے تعجیس میں بھی ہو سکتی ہے۔ اگر چہ اسے ڈھونڈنے میں ناکامی ہو رہی تھی لیکن مجھے [illegible] کا موقع مل رہا تھا کہ وہ بڑی مکار ہے۔ بڑی چالاکی سے اپنے آپ کو چھپا کر رکھ سکتی ہے۔

ہمارے درمیان یہ طے پایا تھا کہ آج رات ڈنر کے وقت تک وہ مجھ سے چھپتی رہے گی اور میں اسے ڈھونڈنے کی کوشش کروں گا پھر وہ خود ہی سامنے آ جائے گی اور میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ اس وقت تک مجھے اس کی اصلیت معلوم ہو جائے کہ واقعی وہ خود وہاں ہے یا اس نے بھی اپنی کوئی ڈمی وہاں بھیج دی ہے؟

میں ایک بوتیک کے سامنے سے گزرتے ہوئے ٹھٹک گیا۔ کاؤنٹر کے سامنے ایک بہت ہی خوبصورت سی لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بالکل نوی کرسٹل کی طرح لگ رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا' جیسے اس نے برائے نام عارضی میک اپ کے ذریعے خود کو تبدیل کیا ہے۔ اس وقت وہ حسینہ اپنے ہاں سے موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کر رہی تھی۔

ٹھیک ایسے ہی وقت میرے موبائل کا بزر بولنے لگا۔ میں نے چونک کر اپنے فون کو دیکھا۔ اسکرین پر نوی کے نمبر دکھائی دے رہے تھے۔ اُدھر وہ حسینہ بھی موبائل فون کان سے لگائے کھڑی تھی۔ میں نے اپنا فون آن کر کے کان سے لگایا تو نوی کی آواز سنائی دی۔ "ہائے فرہاد! مجھے لگ رہا ہے' مجھے تم میری نگرانی کر رہے ہو۔"

"جب تم شام کے چھ بجے ایئر پورٹ آؤ گی اور مجھے [illegible] سے اتر کر امیگریشن کاؤنٹر سے گزرتے ہوئے دیکھو گی تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ میں ابھی یہاں نہیں ہوں۔"

"مجھے یقین ہے' تم سچ بول رہے ہو لیکن میں نادان بچی نہیں ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتی ہوں' تم نے یہاں آنے سے پہلے جنیوا میں کئی آلہ کار بنا لیے ہیں اور اب ان کے ذریعے مجھے تلاش کر رہے ہو۔"

"یہ تو سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے کرتے ہیں۔ تم بھی وہاں کئی آلہ کار بنا رکھے ہوں گے۔"

"ہاں، میرے ہی ایک آلہ کار نے ابھی اطلاع دی کہ ایک شخص بہت دیر سے میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ میرا دل اس اندیشے سے ڈر رہا ہے کہ کہیں پکڑی نہ جاؤں۔"

میں نے ہنس کر کہا۔ "شاید تم پکڑی گئی ہو؟ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ ایک بوتیک میں کاؤنٹر کے پاس کھڑی فون کو کان سے لگائے باتیں کر رہی ہو۔"

"اوہ گاڈ! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی' تم اتنی جلدی مجھے ڈھونڈ نکالو گے؟ چلو کوئی بات نہیں۔ اپنے آلہ کار سے کہو' میرے پاس آئے۔"

میں فون کان سے لگائے ہلکے ہلکے چلتا ہوا بوتیک میں آیا پھر اس لڑکی کے قریب پہنچ کر بولا۔ "اب میں فون بند کر رہا ہوں۔ میرا آلہ کار تم سے براہِ راست بات کرے گا۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ مسکرا کر اس حسینہ کو دیکھنے لگا۔ اسے بھی اپنا فون بند کرنا چاہیے تھا لیکن وہ اسے کان سے لگائے بات کر رہی تھی۔ "اوہ نو جیری! میں آج ہی کسی اسکے انگ کلب میں داخلہ لوں گی۔ تمہارے ساتھ برف پر پھسلتے رہنے کو دل کرتا ہے۔"

میں اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں مایوسی ہوئی۔ وہ نوی نہیں تھی۔ میں نے گھوم کر اِدھر اُدھر دوسرے کاؤنٹر پر بھی دیکھا۔ کئی ہی لڑکیاں خریداری میں مصروف تھیں لیکن ان میں سے کوئی بھی نوی سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں۔

میرے فون کا بزر پھر سے بولنے لگا۔ میں نے اسے آن کر کے کان سے لگایا۔ نوی پوچھ رہی تھی۔ "تم تو فون بند کرتے ہی میرے پاس پہنچنے والے تھے۔ کہاں گم ہو گئے؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "یہاں ایک حسینہ بالکل تمہارے قد و قامت اور جسامت سے مطابقت رکھتی ہے۔ میرے سامنے ہے۔ مجھے دھوکا ہوا تھا۔"

وہ بھی ہنسنے لگی پھر بولی۔ "چلو..... اچھا ہی ہوا۔ میں تو گھبرا گئی تھی۔ اب تو اس پلازا سے ہی جا رہی ہوں۔ تم بہت خطرناک ہو۔ مجھے آج رات ڈنر تک تم سے بچ کر رہنا چاہیے۔ میں فون بند کر کے یہاں سے جا رہی ہوں۔"

ایسے ہی وقت میں نے سر گھما کر بوتیک سے باہر دیکھا تو عورتوں اور مردوں کی بھیڑ میں ایک حسینہ تیزی سے چلتی ہوئی جا رہی تھی اور کان سے فون پر لگا سے آف کر کے اپنے بیگ میں رکھ رہی تھی۔

میں دکان سے باہر آ کر اس کے پیچھے جانے لگا۔ ہمارے درمیان جیسے عورتوں اور مردوں کا سمندر تھا۔ ان لہروں کو چیر کر ان سے کتراتے ہوئے میں فوراً ہی اس کے قریب نہیں پہنچ سکتا تھا۔

وہ باہر جا کر سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی ایک سرخ رنگ کی اسپورٹس کار میں بیٹھ گئی۔ میں بھی تیزی سے پلٹ کر اپنی کار کی طرف جانے لگا۔ میری کار اس سے بیس میٹر دور کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اپنی گاڑی اسٹارٹ کر کے وہاں سے جا رہی تھی۔ میں نے فوراً ہی اپنی کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر اس کے پیچھے جانے لگا۔ یہ یقین نہیں تھا کہ وہ لومی ہی ہوگی مگر ہو بھی ہو سکتی تھی۔ سچ تو یہ تھا کہ اس آنکھ مچولی میں مزہ بھی آ رہا تھا اور وقت بھی اچھا گزر رہا تھا۔

لیکن بروا وقت آتے کتنی دیر لگتی ہے؟ لومی نے اپنی کار کی پچھلی سیٹ کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ وہ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔ ذرا سا دور جانے کے بعد ایک ریوالور کی نال اس کی گردن سے لگ گئی۔ بھرائی ہوئی سی آواز سنائی دی۔ ''اپنے کاٹیج کی طرف چلو.....''

لومی نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ زیر لب بڑبڑانے لگا۔ ''شٹ! یہ ابھی کیا ہوا تھا؟ میں نے اچانک ہی بے چین ہو کر سانس کیوں روک لی تھی؟''

وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ نہ ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ جانتا تھا۔ چونکہ صحت مند باڈی بلڈر تھا اس لیے اس کے اندر پہنچا نہیں جا سکتا تھا۔ جب بھی وہ جاتی تھی تو وہ بے اختیار سانس روک لیتا تھا۔

لومی نے پوچھا۔ ''تم مجھے کاٹیج کی طرف جانے کا کیوں کہہ رہے ہو؟''

''ہم صبح سے تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔ تم ہنک گئی تھیں۔ وہاں سے پتا نہیں کتنی رقم نکالی ہے؟ پھر تم کاٹیج میں گئی تھیں۔ وہاں ایک گھنٹا گزار کر شاپنگ کرنے چلی آئی تھیں۔ اب ہم جاننا چاہتے ہیں' بینک سے نکالی ہوئی رقم اس وقت تمہارے بیگ میں ہے یا اسے کاٹیج میں لاک کیا ہوا ہے؟''

میں بھی اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا اس کار کے پیچھے جا رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ لومی نے اس سے کہا۔ ''میں نے پچاس ہزار ڈالرز نکالے تھے۔ ابھی دس ہزار کی شاپنگ کی ہے۔ باقی چالیس ہزار میرے بیگ میں رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں لو اور میرا پیچھا چھوڑو۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''ایسے کیسے چھوڑ دیں؟ ہم نے بھی گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ تم بینک سے سیدھی شاپنگ کرنے بھی جا سکتی تھیں لیکن پہلے اپنے کاٹیج میں گئی تھیں۔ ہمارا تجربہ کہتا ہے' تم نے وہاں بھی اچھی خاصی رقم محفوظ کی ہوگی پھر پچاس ہزار ڈالرز نے کر شاپنگ کے لیے نکلی ہوگی۔''

لومی نے پھر اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی۔ اس نے سانس روکتے ہوئے جھنجھلا کر کہا۔ ''شٹ! یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ ابھی پھر میری کھوپڑی کے اندر کچھ ہوا تھا۔''

پھر اس نے گھور کر آگے بیٹھی ہوئی لومی سے پوچھا۔ ''اے! کیا تم وچ ڈاکٹر (جادوگرنی) ہو؟''

وہ بولی۔ ''میں وچ ڈاکٹر تو نہیں ہوں لیکن اس سے بھی زیادہ بہت کچھ ہوں۔ دیکھنا چاہتے ہو.....؟''

وہ بہت تیز رفتاری سے کار چلا رہی تھی۔ اپنی بات ختم کرتے ہی اس نے اچانک بریک لگایا تو کار ایک جھٹکے سے رکی۔ وہ اگلی سیٹ سے ٹکرایا۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر سامنے لومی کے قدموں میں آ گرا۔ وہ پہلے سے سنبھلا ہوا تھا اس لیے اسٹیرنگ سیٹ سے بہت آہستگی سے ٹکرائی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر وہ ریوالور اٹھا لیا۔

میں اپنے سامنے سرخ رنگ کی کار کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ موجودہ صورت حال کے مطابق اس کار کو روکنا چاہیے تھا لیکن وہ اپنی کسی منزل کی طرف جا رہی تھی۔ میں پھر دھوکا کھاتے ہوئے کسی دوسری حسینہ کے پیچھے چلا جا رہا تھا۔

وہ اس اجنبی کو گن پوائنٹ پر لیتے ہوئے بولی۔ ''دیکھا! تم نے..... میں کیسی خطرناک وچ ڈاکٹر ہوں؟''

اجنبی نے سوچتی ہوئی نظروں سے ریوالور کی طرف دیکھا۔ اس کا سیفٹی کیچ ہٹا ہوا نہیں تھا۔ جتنی دیر میں وہ اسے ہٹا کر ٹریگر دباتی، اتنی دیر میں وہ بہت کچھ کر سکتا تھا۔ اس نے اچانک ہی ریوالور پر ایک ہاتھ مارا پھر دوسرا ہاتھ لومی کے منہ پر جڑنا چاہتا تھا مگر وہ جھک گئی۔ وار خالی گیا۔ جوابا لومی کا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا تو پتا چلا کہ وہ بھی اچھی خاصی فائٹر ہے۔ وہ پچھلی سیٹ پر جا گرا تھا۔ وہاں سے پلٹ کر اس کی طرف آیا تو ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ لومی نے ریوالور کا سیفٹی کیچ ہٹا دیا تھا۔ انگلی ٹریگر پر تھی۔

وہ گھبرا کر بولا۔ ''مجھے معلوم ہے تم قانون کی گرفت میں آ جاؤ گی۔ تمہارے اس بیان پر یقین نہیں کیا جائے گا کہ تم نے تمہیں لوٹنے کے لیے یہاں آیا تھا۔ یہ ریوالور میرا نہیں ہے۔ تمہارا ہی ہے۔''

''میں بھی تمہیں جان سے نہیں ماروں گی۔ صرف زخمی کروں گی پھر پولیس تم سے خود ہی حقیقت اگلوا لے گی۔''

''اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ دراصل میں تمہیں باتوں میں الجھا رہا تھا۔ دیکھو! اب کیا ہونے والا ہے؟''

ان کے قریب ایک اور کار آ کر رک گئی تھی۔ اس میں

تین گن مین نکل کر باہر آئے۔ انہوں نے لومی کی کار کی کھڑکیوں کے پاس آ کر اسے گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ انہوں نے کیسے اس طرح چھپائی ہوئی تھیں کہ وہاں سے گزرنے والے لوگوں کو پتا نہ چلا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟

ایک گن مین نے لومی سے کہا۔ ''تم شور مچاؤ گی تو ہم پکڑے جائیں گے لیکن تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ خاموشی سے میرے ساتھی کا ریوالور اسے واپس کر دو۔''

پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے اپنا ہاتھ بڑھایا لومی نے مجبوراً وہ ریوالور اس کے حوالے کر دیا۔ ان میں سے ایک دروازہ کھول کر اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ باقی دو گن مین اپنی کار میں واپس چلے گئے پھر وہ دونوں کاریں آگے پیچھے جانے لگیں۔

وہ بری طرح پھنس چکی تھی۔ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار بھی استعمال نہیں کر سکتی تھی۔ جو آدمی اس کے ساتھ تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور اور دوسرے ہاتھ میں بیئر کا کین تھا۔ وہ پی رہا تھا۔ لومی آسانی سے اس کے اندر جا سکتی تھی لیکن اس کے ذریعے کوئی واردات کرتی تو ساتھ آنے والی کار اس کا راستہ روک لیتی پھر اسے گن پوائنٹ پر رکھا جاتا بلکہ شوٹ کر دیا جاتا یا زخمی کر دیا جاتا۔

وہ بولی۔ ''میں نے کہا ہے' میرے بیگ میں اس وقت پچاس ہزار ڈالرز ہیں۔ یہ تم لے لو۔ مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو؟''

پچھلی بیٹھے ہوئے اسی شخص نے کہا۔ ''میں بھی کہہ چکا ہوں ہم تمہارے کاٹیج میں جائیں گے۔ وہاں دیکھیں گے کہ تم نے رقم چھپا کر رکھی ہے؟''

وہ بولی۔ ''مجھے معلوم ہونا چاہیے' رقم لینے کے بعد مجھ سے کیا سلوک کرو گے؟''

''تم ہم پر مہربانی کرو گی تو ہم بھی تم پر مہربانی کریں گے۔ رقم لینے کے بعد تمہارے منہ میں کپڑا ٹھونسیں گے اور رسی سے باندھ کر چلے جائیں گے تاکہ ہمارے پیچھے تم لوگوں سے رابطہ نہ کر سکو۔''

اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے گن مین نے ایک ہاتھ سے اس رخسار کو سہلاتے ہوئے کہا۔ ''ویسے تم بہت چٹنی سی عورت آئے گا.....''

وہ اس کے اندر پہنچ گئی۔ خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا' وہ ایک عرصے سے اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔ انہیں یقین ہے' اس نے بینک سے رقم نکالنے کے بعد اسے کاٹیج میں چھپا کر رکھا ہے اور وہ درست ہی سمجھ رہے تھے۔ کاٹیج میں ایک لاکھ ڈالرز رکھے ہوئے تھے۔ آج ان سب کی چاندی ہونے والی تھی۔

اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ ان کی نیت خراب ہے۔ رقم حاصل کرنے کے بعد وہ اس کے حسن و شباب کی دھجیاں اڑانے والے ہیں۔ اس کے بعد اسے زندہ چھوڑ کر نہیں جائیں گے اگر پولیس کی شناختی پریڈ میں پکڑے جائیں گے تو وہ انہیں پہچان لے گی پھر وہ لمبی سزا پانے کے لیے جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلے جائیں گے اور وہ ایسی کوئی غلطی نہیں کرنے والے تھے۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی کہ ایسی حالت میں کیا کرے؟ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی ایک کو نقصان پہنچاتی تو اس کے تین ساتھی اسے فوراً ہی گولی مار دیتے یا زخمی کر دیتے۔ دونوں ہی صورتوں میں نقصان تھا۔ یا تو وہ جان سے جاتی یا پھر زخمی ہو کر مالی طور پر کمزور ہو جاتی اور دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا چارہ بن جاتی۔

ادھر چار گن مین تھے۔ وہ بھی اسے زندہ چھوڑنے والے نہیں تھے۔ رقم کے ساتھ ساتھ عزت بھی لوٹنے والے تھے۔ قانون کے محافظ بعد میں آ کر جو کچھ بھی کرتے مگر وہ تو اپنی جان سے جاتی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟ ذہن میں ایک بات ہی آ رہی تھی کہ اس برے وقت میں، میں ہی اس کے کام آ سکتا ہوں۔

ایسے میں سوال پیدا ہوا کہ مجھے کس طرح مخاطب کرے؟ وہ مجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دیتی تھی۔ فون کے ذریعے رابطہ کرتی تھی اور اس وقت وہ گن مین اسے فون کرنے کی اجازت ہرگز نہ دیتے۔

بس ایک ہی صورت رہ گئی تھی کہ وہ مجھے اپنے اندر بلاتی اور میں اس کے خیالات پڑھ کر موجودہ صورت حال کو سمجھ لیتا۔ ان لوگوں کے ہاتھوں زخمی ہو کر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کو اپنے اندر جگہ دینے سے تو یہی بہتر تھا کہ وہ مجھے اپنے اندر آنے کی دعوت دیتی۔

اس نے بہت مجبور ہو کر مجھے مخاطب کیا۔ ''فرہاد! فوراً میرے اندر آؤ۔''

میں نے کہا۔ ''تعجب ہے۔ مجھے اپنے اندر بلا رہی ہو؟ کیا مجھ سے خطرہ نہیں کہ میں تمہارے دماغ پر قبضہ جما لوں گا؟''

''میں اس وقت خطرات میں گھری ہوئی ہوں۔ زیادہ نہ بولو۔ فوراً آ جاؤ۔''

وہ واپس چلی گئی۔ میں دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ وہ آدمیوں نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا ہوا ہے۔ اس کے خیالات نے بتایا کچھ دیر پہلے اس کی کار ایک جگہ رکی تھی۔ دوسری کار میں دوسرے گن مین وہاں آئے تھے اور اب اسے گھیر کر لے جا رہے ہیں۔

میں نے سوچا۔ ''میں جس کار کے پیچھے ہوں وہ تو کہیں نہیں رکی تھی.....؟''

اس کا مطلب یہ تھا کہ میں ایک بار پھر دھوکا کھا رہا تھا۔ میں نے اپنی کار کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''یہ شخص جو میرے ساتھ بیٹھا ہے۔ بیئرنی رہا ہے۔ اس کے اندر آسانی سے پہنچا جا سکتا ہے۔ اس کے ذریعے پیچھے بیٹھے ہوئے شخص کو نشانہ بنایا جا سکتا ہے لیکن پیچھے کار میں بھی دو گن مین آ رہے ہیں۔

میں نے کہا۔ ''انہیں آنے دو۔ اب تم تنہا نہیں ہو۔ ہم دو خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ مجھے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کی آواز سناؤ پھر دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔''

نومی نے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو مسکرا کر دیکھا پھر کہا۔ ''ابھی تم میری تعریف کر رہے تھے۔ کیا میں واقعی خوبصورت ہوں؟''

اس نے بڑی ہوس ناک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہاں کیا تعریف کروں؟ کامچ میں چلو۔ وہاں تمہارے.....''

وہ آگے شرمناک الفاظ استعمال کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کی زبان دانتوں کے نیچے لے آیا۔ وہ بیٹھے بیٹھے تکلیف کی شدت سے تڑپ گیا۔ حلق سے ایک کراہ نکلی پھر وہ ہائے ہائے کرنے لگا۔ اس کے ساتھی نے پوچھا۔ ''کیا ہو گیا ہے؟''

وہ ایک ہاتھ منہ پر رکھے تکلیف برداشت کر رہا تھا پھر میری مرضی کے مطابق وہاں سے اٹھ کر پچھلی سیٹ پر جانے لگا۔ اس کے ساتھی نے پھر پوچھا۔ ''کیا ہو گیا ہے تمہیں.....؟''

وہ اپنی جیب سے ایک چاقو نکالتے ہوئے بولا۔ ''اگلی سیٹ پر کانٹا چبھ رہا ہے۔ اب یہاں بھی کانٹے چبھنے لگیں گے۔''

یہ کہتے ہی اس نے چاقو کی نوک سے اپنے ساتھی کے جسم پر خراش ڈالی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کا اپنا ساتھی ایسی حرکت کرے گا۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا۔ ''کتے کے بچے! کیا تو پاگل ہو گیا ہے؟''

میں نے اس کے اندر پہنچتے ہی ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر اچھل پڑا۔ سر کار کی چھت سے ٹکرایا پھر وہ نیچے برسٹ کے درمیان گر کر تڑپنے لگا۔ نومی مسکراتے ہوئے کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ میں نے چاقو والے کے ذریعے سر گھما کر پیچھے کی طرف دیکھا تو وہ پیچھے آنے والی کار بھی قریب آ رہی تھی۔

میں نے نومی سے کہا۔ ''کار کو قریب نہ آنے دو۔ گاڑی کی رفتار تیز کرو۔''

وہ رفتار بڑھانے لگی۔ دونوں کاروں کے درمیان زیادہ سے زیادہ فاصلہ قائم کرنے لگی۔ میں نے جس کے اندر زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق دروازے کو کھولا پھر دماغی تکلیف برداشت نہ کرتے ہوئے باہر کی طرف چھلانگ لگا دی۔ وہ سڑک پر جا کر گرا تھا۔ اگر پیچھے آنے والی کار تیزی سے بریک نہ لگاتی تو وہ اپنے ہی لوگوں کی کار سے کچلا جاتا۔

اس کے ساتھیوں نے باہر نکل کر حیرانی سے دیکھا۔ وہ نیم مردہ ہو چکا تھا۔ انہیں بتا نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو چکا ہے۔ وہ فوراً ہی اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئے پھر نومی کا پیچھا کرنے لگے۔

نومی کے پیچھے چاقو والا بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ ''ہائے میرا دوست باہر چلا گیا۔ میں اس کے بغیر کیسے رہ سکتا ہوں؟''

اس نے بھی کھلے ہوئے دروازے سے باہر چھلانگ لگا دی۔ پیچھے آنے والی گاڑی ایک بار پھر رک گئی۔ وہ بڑی حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ ان کا دوسرا ساتھی بھی کار سے باہر نکل کر سڑک پر گر پڑا تھا۔ وہ سر کے بل گرا تھا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ جب وہ اس کے قریب پہنچے تو اس کا دم نکل چکا تھا۔

ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس لڑکی نے ان دونوں کو کس طرح باہر پھینک دیا ہے؟ جبکہ دونوں کے پاس ہتھیار تھے اور وہ کار چلا رہی ہے۔ اس نے ڈرائیونگ کے دوران انہیں کس طرح اپنے قابو میں کیا اور کس طرح باہر پھینک دیا.....؟

پچھلی سیٹ کا دروازہ اب تک کھلا ہوا تھا۔ نومی نے آگے جا کر کار روک دی پھر پیچھے کی طرف جھک کر اس دروازے کو بند کر دیا۔ وہاں سیٹ پر ایک ریوالور رکھا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ ''اسے اٹھا لو اور کار کو واپس موڑ لو۔''

وہ حیرانی سے بولی۔ ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا میں ان دشمنوں کی طرف جاؤں؟''

''تم کیا سمجھتی ہو؟ وہ جو دو بچے ہیں، کیا تمہارا پیچھا چھوڑ دیں گے؟ وہ اپنے دو ساتھیوں کا انجام دیکھ کر خوفزدہ ہوں نہیں اور زیادہ دہشت زدہ کرو۔''

اس نے ریوالور اٹھا لیا۔ اسٹیرنگ سیٹ پر جم کر بیٹھ گئی کار کو ایک طرف موڑ دیا۔ تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر ان کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اب وہ اس کی کار کا تعاقب کرنے کے لیے کار میں بیٹھ گئے تھے۔ اسے اسٹارٹ کر کے اسی کی طرف آ رہے تھے۔ نومی بھی تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتی ہوئی ان کی طرف جانے لگی۔

ایک نے حیران ہو کر کہا۔ ''یہ کیا.....؟ ہم تو سمجھ رہے تھے بھاگ جائے گی لیکن وہ تو ہماری طرف ہی آ رہی ہے۔''

نومی کی اس دلیری نے انہیں خوفزدہ کر دیا۔ وہ تیز رفتاری سے ان کے سامنے آ رہی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے کار سے کار ٹکرانے والی ہو۔

دوسرے نے کہا۔ ''اوہ مائی گاڈ! یہ ہے کیا بلا؟ خود بھی مرے گی اور ہمیں بھی مار ڈالے گی۔''

سامنے سے کار تیز رفتاری سے چلی آ رہی تھی۔ وہ بری طرح دہشت زدہ ہو کر اپنی کار سے نکل کر بھاگنے لگے۔ دور سے دیکھنا چاہتے تھے کہ کس طرح کار سے کار ٹکرانے والی ہے۔ نومی نے بالکل قریب آنے سے پہلے ہی اسٹیرنگ کو گھمایا کار سے کترا کر ہاتھ باہر نکال کر فائر کرتی ہوئی وہاں سے گزری۔ ان کی کار کی ونڈ اسکرین چکنا چور ہو گئی تھی اور ایک دھماکے سے پھٹ گیا تھا۔ لوگ اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے اور وہ دونوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دور جانے والی نومی کی کار کو دیکھ رہے تھے۔

میں نے کہا۔ ''اپنے کامچ کی طرف چلو۔ میں پیچھے آ رہا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''فرہاد! مائنڈ نہ کرنا۔ تم میرے بہت کام آئے ہو۔ اب میرے دماغ میں نہ آنا۔ ہم فون کے ذریعے رابطہ رکھیں گے۔''

''ٹھیک ہے، میں اب نہیں آؤں گا۔ تم یہاں سے کامچ کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ میں آ رہا ہوں۔ کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔''

''تم تو یہاں نہیں ہو؟ مجھ سے ملنے کیسے آ رہے ہو؟ یہ کہو کہ تمہارا اکہ کار میرے پاس آئے گا۔ تم اس کے ذریعے آؤ گے۔''

''ہاں، یہی بات ہے۔ میرا اکہ کار تمہارے پاس آ رہا ہے۔''

میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا پھر کار اسٹارٹ کر کے کامچ کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس کے اندر کامچ کا نمبر اور پتا معلوم کر لیا تھا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا تھا کہ وہ واقعی نومی کرسٹل ہی ہے۔

جب ہم کسی کو اپنا تابعدار بناتے ہیں تو اس کے چور خیالات کو بھی بدل دیتے ہیں۔ ایسی باتیں نقش کرتے ہیں کہ چور خیالات اصلی بات نہیں بتاتے۔ وہی بتاتے ہیں جو ہم ان کے دماغ میں نقش کرتے ہیں۔

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس وقت جو جینوا میں موجود تھی وہ اصل نومی نہ ہو۔ بلکہ اس کی ڈمی ہو۔ اس کے ذہن کے چور گوشے میں بھی یہی بات نقش کی گئی ہو کہ وہی اصل نومی ہے۔ میں دھوکا بھی کھا سکتا تھا۔

اب اس کی اصلیت معلوم کرنے کا ایک اور راستہ رہ گیا تھا۔ وہ اپنے کامچ میں پہنچ کر میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے وہاں پہنچتے ہی فون کے ذریعے اپنی گھبراہٹ اور پریشانی ظاہر کی پھر کہا۔ ''نومی! فوراً میرے اندر آؤ۔''

دوسرے ہی لمحے میں وہ فون بند کر کے میرے اندر پہنچ گئی۔ پریشان ہو کر بولی۔ ''کیا ہوا فرہاد! خیریت تو ہے؟''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''بالکل خیریت سے ہوں۔ یہ آزما رہا تھا کہ تم جینوا میں موجود ہو یا نہیں.....؟ ابھی جو فون پر بات کر رہی ہے، وہ فوراً ہی میرے دماغ میں آ سکتی ہے یا نہیں؟''

''تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو۔ ابھی فون پر بات کرنے والی ہی تمہارے اندر آئی ہے؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے میں اپنی ڈمی کے اندر موجود ہوں اور تمہیں دھوکا دینے کے لیے کال سنتے ہی تمہارے اندر آ گئی ہوں؟''

''تم درست کہہ رہی ہو۔ کسی نہ کسی پہلو سے تو دھوکا کھانے کا چانس رہتا ہے پھر بھی ننانوے فیصد یقین ہو گیا ہے کہ خود جینوا میں موجود ہو اور میرا انتظار کر رہی ہو۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''تھینک یو فرہاد! میں جانتی ہوں تمہارا اعتماد مجھ پر بہت ہی مستحکم ہے۔ تمہارے اندر صرف ایک فیصد ہی شبہ رہے گا۔ میں اپنی محبت اور اپنے رویے سے اس شبے کو بھی مٹا دوں گی۔''

''میں پہنچ چکا ہوں۔ دروازہ کھولو۔''

یہ کہہ کر میں نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ اس نے فوراً ہی آ کر دروازہ کھولا پھر مجھے دیکھتے ہی حیران رہ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ میرا کوئی اکہ کار آ رہا ہے لیکن میں تو اپنے اصلی روپ کے ساتھ موجود تھا۔ وہ حیرانی اور بے یقینی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

میں نے اندر آ کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ ''میں تو پچھلی رات ہی یہاں آ گیا تھا۔ تمہیں صبح سے آزما رہا تھا

بڑی حد تک تم پر اعتماد ہو چکا ہے۔ اب ایک فیصد دھوکا کھانے کا چانس ہے تو بعد میں دیکھا جائے گا۔''

وہ قریب آ کر مجھے چھو کر دیکھ رہی تھی۔ میرے چہرے اور گردن کو ٹٹول رہی تھی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں میک اپ میں ہوں یا سرجری کرائی گئی ہے؟ اصل ہوں یا ڈی ہوں؟

میں نے کہا۔ ''ایک دوسرے کی دھڑکنوں سے لگنے کی جلدی نہیں ہے۔ تم اطمینان سے مجھے آزماؤ۔ جب میری طرح تمہیں بھی ہر پہلو سے اطمینان ہو جائے گا تو ہم ایک جان دو قالب ہو جائیں گے۔''

وہ میرے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر بڑی محبت اور بڑی عقیدت سے بولی۔ ''تم میرے سامنے آئے ہو۔ میرا دل کھنچا جا رہا ہے۔ جی چاہتا ہے کسی بھی طرح کا شبہ نہ کروں۔ تم سے لپٹ کر اپنی بے چین دھڑکنوں کو آرام پہنچاؤں لیکن.....''

وہ ایک حسرت بھری سانس لے کر بولی۔ ''دانشمندی تو یہی ہو گی کہ میں اپنے جذبات پر قابو پاؤں اور تمہیں اس طرح آزماؤں کہ تم پر مکمل اعتماد ہو جائے۔''

''بے شک، تمہیں یہی کرنا چاہیے۔ آج، کل، پرسوں جتنے دن بھی لگیں۔ تم آرام سے آزماؤ۔ میں تمہارے ساتھ ہفتوں اور مہینوں گزارنے آیا ہوں۔''

''تھینک یو فرہاد! تم دن رات مصروف رہتے ہو۔ اس کے باوجود مجھے زیادہ سے زیادہ وقت دو گے۔ میرے ساتھ رہو گے۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ تم بھی مجھے دل و جان سے چاہنے لگے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''فریش ہونا چاہو تو واش روم میں جاؤ۔ چینج کر لو پھر ہم باہر جائیں گے۔ رات کا کھانا ساتھ کھائیں گے اور یہ فیصلہ کریں گے کہ جب تک تمہارا اعتماد قائم نہ ہو۔ اس وقت تک کیا ہم ایک ہی چھت کے نیچے رات گزاریں گے یا انتظار کرتے رہیں گے؟''

وہ تڑپ کر بولی۔ ''نہیں، اب میں تم سے دور نہیں رہوں گی۔ ہم اسی کاٹیج میں ایک ہی چھت کے نیچے رہیں گے لیکن جب تک اعتماد قائم نہیں ہو گا تب تک الگ الگ کمروں میں راتیں گزاریں گے۔''

پھر اس نے ذرا قریب ہو کر کہا۔ ''ہم ابھی باہر نہیں جائیں گے۔ رات کو ڈنر کے وقت ہی نکلیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''چلو اچھا ہے۔ میں بھی کل رات سے جاگ رہا ہوں۔ تھوڑی دیر آرام کر لوں گا۔''

''اگر تم پچھلی رات سے جاگ رہے ہو تو صرف آرام نہیں کرو گے۔ نیند بھی پوری کرو گے۔ میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کروں گی۔''

ہم تھوڑی دیر تک بیٹھے ایک کمرے میں باتیں کرتے رہے۔ وہ اتنی محبت، اتنی عقیدت کا اظہار کر رہی تھی جیسے اندر ہی اندر میرے قدموں میں بچھی جا رہی ہو۔

اس نے کہا۔ ''اب تمہیں جا کر آرام سے سونا چاہیے۔ میں چاہتی ہوں نیند اچھی طرح سے پوری کر لو تاکہ ہم تمام رات جاگتے رہیں۔''

میں نے دوسرے کمرے میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا پھر بیڈ پر آرام سے لیٹ گیا۔ میں واقعی تھکا ہوا تھا۔ رات کی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ میں نے کھڑکی کے پاس آ کر نوی سے کہا۔ ''شام کے چھ بجے تک سوتا رہوں گا پھر کمرے سے باہر آ جاؤں گا۔''

اس نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ خوب اچھی طرح نیند پوری کرو۔ میں انتظار کروں گی۔''

میں بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔ اپنے دماغ کو ہدایت دے کر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

وہ میرے قریب پہنچ کر بھی دور تھی اس لیے بے چینی اور بڑھ رہی تھی۔ مجھے آزمانے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں سوچ رہی تھی۔ اپنے کمرے میں کبھی بیٹھ رہی تھی، کبھی اٹھ کر ٹہل رہی تھی۔ ذہن میں یہ بات بھی آ رہی تھی کہ اگر دوسرے کمرے میں فرہاد علی تیمور نہیں ہے تو اس کی نیند کے دوران وہ اپنے اس آلۂ کار کے اندر موجود نہیں رہے گا۔

میں نے سونے سے پہلے اسے کہہ دیا تھا کہ چھ بجے بیدار ہو کر کمرے سے باہر آؤں گا اور اس نے بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ ڈسٹرب نہیں کرے گی۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ چھ بجے تک نیند کے دوران میں میں اپنے اس آلۂ کار کے اندر نہیں رہوں گا کیونکہ جو آلۂ کار تین ساڑھے تین گھنٹے تک سوتا رہے گا اس کے اندر رہ کر بھلا میں کیا کروں گا؟ یا تو اس کے ساتھ وہیں سوتا رہوں گا یا پھر اپنی جگہ حاضر ہو کر کسی دوسری مصروفیت کی طرف دھیان دوں گا۔

وہ اس پہلو سے بھی سوچ رہی تھی۔ ''فرہاد شام کو بے وقت سونے والا آدمی نہیں ہے۔ کہیں نہ کہیں مصروف رہتا ہے۔ اگر یہ واقعی آلۂ کار ہے تو اسی کمرے میں شام چھ بجے تک سوتا رہے گا۔ میں اچانک اس کے اندر جاؤں تو.....''

پھر عقل میں بات آئی۔ ''اس کے دماغ میں جانے کا مطلب تو یہی ہے کہ فرہاد کے اندر پہنچوں گی۔ وہ فوراً ہی اس آلۂ کار کے اندر آ کر بیدار ہو جائے گا۔ اسے اس طرح

آزمانا غلط ہوگا۔''

وہ ٹہلنے لگی پھر ایک جگہ رک کر اس۔ نے سوچا۔ ''دانش مندی تو یہ ہوگی کہ میں خیال خوانی کے ذریعے فرہاد کے اندر نہ جاؤں۔ وہ کہیں دوسری جگہ ہوگا۔ مجھے صرف اسے چونکانا چاہیے جو بند کمرے میں گہری نیند سو رہا ہے۔''

وہ ایک گھنٹے تک انتظار کرتی رہی۔ کبھی کبھی کھڑکی کے پاس آکر اس کے پٹ کو ایک ذرا سا کھول کر دیکھتی تھی۔ یہ یقین کرتی کہ جو سامنے سو رہا ہے وہ مسلسل گہری نیند میں ہے اگر یہ فرہاد نہیں ہے تو فرہاد کہیں اور ہوگا۔ اسے جگایا جائے گا تو یہ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے نوی کے اندر نہیں آسکے گا۔

اس نے اچھی طرح سوچ سمجھ کر کھڑکی کے شیشے کو زوردار آواز کے ساتھ توڑ دیا۔ میں ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اسی وقت وہ چیخ کر بولی۔ ''فرہاد! فوراً میرے اندر آؤ۔ خطرہ ہے۔''

اس کی توقع کے خلاف میں دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''کیا بات ہے؟''

وہ گھبرا کر بولی۔ ''دروازہ تو کھولو۔ باہر آؤ۔ اس کا مچ کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔''

میں اُچھل کر بیڈ سے نیچے آیا پھر تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکلا تو وہ اُچھل کر میری گردن میں بانہیں ڈال کر مجھ سے لپٹ گئی۔ خوشی سے چیختے ہوئے بولی۔ ''کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں تو تمہیں آزما رہی تھی۔ ہائے تم فرہاد ہو! میرے لیے یہاں آئے ہو؟ صرف میرے لیے..... آج میں دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت ہوں۔''

وہ خوشی کے مارے پاگل ہو رہی تھی۔ لپٹ لپٹ کر مجھے پیار کر رہی تھی۔ مجھے پانا اس کی سب سے بڑی کامیابی تھی۔ مجھے پا کر ہی وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں حکمرانی کر سکتی تھی۔

☆☆☆

کرونا میری ہدایت کے مطابق قاہرہ پہنچ گئی۔ وہاں کے مضافاتی علاقے میں فرمان کی زمینیں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ وہاں کا ایک بہت بڑا جاگیردار تھا۔ کرونا نے اس علاقے میں پہنچ کر دو چار لوگوں کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ فرمان کی حویلی کہاں ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرمان وہاں موجود ہے۔

وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں پہنچ گئی۔ اندر پیغام بھیجا کہ فرہاد علی تیمور کی ایک بیٹی اس سے ملنے آئی ہے۔ فرمان سمجھا' اعلیٰ بی بی اس سے ملنے آئی ہے۔ وہ ننگے پاؤں دوڑتا ہوا حویلی کے دروازے پر آیا پھر کرونا کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ کچھ مایوس ہو کر بولا۔ ''تم کون ہو؟''

''میرا نام کرونا ہے۔ شاید تم نے یہ نام سنا ہوگا؟ فرہاد علی تیمور نے مجھے بیٹی بنایا ہے۔''

''میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ کہہ رہی ہو؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''تم تو ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ ابھی میرے پاپا سے رابطہ کر سکتے ہو۔ وہ تمہیں بتائیں گے کہ میں سچ بول رہی ہوں اور ان کے کہنے پر ہی تم سے ملنے آئی ہوں۔''

''اندر آؤ۔ اطمینان سے باتیں ہوں گی۔''

وہ اس کے ساتھ حویلی کے اندر آگئی۔ فرمان نے ایک خادم کو بلا کر حکم دیا۔ ''یہ ہماری مہمان ہیں۔ ان کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرو۔''

وہ بولی۔ ''نہیں، میں ابھی بات کرنے کے بعد چلی جاؤں گی۔''

وہ بولا۔ ''اگر یہ سچ ہے کہ پاپا نے تمہیں بیٹی بنایا ہے اور تم ان کی ہدایت پر مجھ سے ملنے آئی ہو تو میرے لیے معزز مہمان ہو۔ یہاں رہو گی' کھاؤ گی' پیو گی پھر جاؤ گی۔''

''ٹھیک ہے..... میں تمہاری میز بانی قبول کرتی ہوں۔ اب کام کی بات کرو، کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے تمہارا بہترین دوست ہے؟''

''ہاں، وہ میرا ایک بہت اچھا دوست ہے۔''

''کیا تم یہ جانتے ہو اس نے ہمارے پاپا کی بیٹی عالی کو اغوا کیا تھا؟''

وہ چونک کر بولا۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ وہ ایسا ہرگز نہیں کرے گا۔''

''اس نے خود ہی پاپا سے رابطہ کیا تھا اور اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ اس نے عالی کو اغوا کیا ہے۔ وہ اسے دل و جان سے چاہتا ہے اور پاپا کا داماد بننا چاہتا ہے۔''

''یہ سراسر بکواس ہے۔ میں نہیں مانتا کہ ٹونی جے پاپا سے ایسی باتیں کرے گا۔ وہ ان کی بہت عزت کرتا ہے۔ انہیں اپنا بزرگ اور استاد مانتا ہے۔ وہ کبھی ایسی گستاخی نہیں کرے گا۔''

''سانچ کو آنچ کیا.....؟ تم ابھی اپنے دوست کا حاسہ کرو اور وہ جو کہتا ہے' اس کا جواب پاپا کو سناؤ۔''

وہ موبائل اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگا۔ کرونا نے کہا۔ ''تم دونوں دوست تو ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ اس سے خیال خوانی کے ذریعے بات کیوں نہیں کرتے؟''

''ہم دونوں دوستوں نے یہ طے کیا ہے کہ کبھی خیال

خوانی نہیں کریں گے۔ بہت ضرورت ہوگی۔ زندگی یا موت کا مسئلہ ہوگا تب ہم خیال خوانی کے ذریعے اپنا بچاؤ کریں گے۔ ورنہ ایک عام انسان کی طرح سکون سے زندگی گزاریں گے۔ ٹیلی پیتھی کا علم ویسے تو بہت اچھا ہے' غیر معمولی ہے لیکن یہ سکون بھی برباد کر دیتا ہے۔''

رابطہ ہو گیا۔ اس نے کہا۔ ''ہیلو ٹونی جے! میں فرمان بول رہا ہوں۔''

دوسری طرف سے ٹونی جے نے کہا۔ ''بولو میرے دوست! بہت عرصے کے بعد مجھے یاد کر رہے ہو؟ خیریت تو ہے.....؟''

''ہاں، میں تو خیریت سے ہوں لیکن تم پر یہ الزام ہے کہ تم نے فرہاد علی تیمور کی بیٹی اعلیٰ بی بی کو اغوا کیا ہے؟''

اس نے حیرانی اور پریشانی سے کہا۔ ''اوہ گاڈ! یہ بے تکا الزام کس نے مجھ پر تھوپا ہے؟''

''کسی نے پاپا سے رابطہ کیا تھا اور اعتراف کیا تھا کہ وہ ٹونی جے ہے' اس نے عالی کو اغوا کیا ہے۔ اب اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔''

ٹونی جے نے غصے سے تلملاتے ہوئے کہا۔ ''ہم فرہاد صاحب کو اپنے باپ کی طرح مانتے ہیں۔ ان کی بیٹی ہماری بہن ہے۔ معلوم ہوتا ہے' کوئی میرے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہا ہے۔''

فرمان نے کہا۔ ''ہم نے یہ عہد کیا تھا کہ خیال خوانی نہیں کریں گے لیکن کوئی اہم مسئلہ ہوگا تو ٹیلی پیتھی کا سہارا لیں گے۔ اب یہ ایسا مسئلہ ہے کہ تمہیں اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے پاپا سے ابھی رابطہ کرنا ہوگا۔''

''بے شک، میں ابھی اپنی صفائی پیش کرنا چاہوں گا۔''

''تو پھر میرے اندر چلے آؤ۔''

وہ فرمان کے اندر آگیا۔ وہ اس کے ساتھ میرے اندر پہنچ گیا۔ میں نے پوچھا۔ ''کون ہے؟''

''سر! میں آپ کا خادم فرمان بول رہا ہوں۔ اس وقت کرونا میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ ٹونی جے پر عالی کے اغوا کا بے تکا الزام عائد کیا گیا ہے۔ ابھی ٹونی جے بھی میرے ساتھ موجود ہے۔ آپ اس کا بیان سن لیں۔''

اس وقت جنیوا میں آدھی رات گزر چکی تھی۔ میں نوی کے ساتھ ہی جاگ رہا تھا۔ وہ کچن میں میرے لیے کافی بنا رہی تھی۔

مجھے' اپنے اندر ٹونی جے کی آواز سنائی دی۔ ''سر! آپ ہمارے استاد ہیں۔ باپ کی جگہ ہیں۔ میں کبھی آپ سے گستاخی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ مجھ پر سراسر الزام لگایا جا رہا ہے۔ میں نے اور فرمان نے ٹیلی پیتھی کی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے اور اپنی اپنی جگہ پر سکون زندگی گزار رہے ہیں۔ نہ کسی کے لینے میں ہیں' نہ کسی کے دینے میں.....''

میں نے کہا۔ ''تم فرمان کے ساتھ آکر اپنی صفائی پیش کر رہے ہو۔ میرا دل صاف ہو گیا ہے۔ ویسے میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کس نے میری بیٹی عالی کو ٹریپ کیا تھا؟ خدا کا شکر ہے وہ اس کے تخویفی عمل سے نجات پا چکی ہے لیکن میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ وہ انجانا دشمن کون ہے؟ ویسے وہ مجھ سے بچ نہیں سکے گا۔ تمہارا شکریہ، اب تم دونوں جا سکتے ہو۔''

وہ دونوں چلے گئے۔ ٹونی جے کی طرف سے دل صاف ہو گیا تھا۔ میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ میرے پوتے عدنان کو اور میری بیٹی کو اغوا کرنے کی جرأت صرف دو ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے کر سکتے ہیں۔ ایک نوی اور دوسرا وہ فرہاد تو.....

وہ دو ہی انہیں یرغمال بنا کر مجھے کمزور بنا سکتے تھے اور مجھ سے طرح طرح کے مطالبات منوا سکتے تھے۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بھروسے کے بارے میں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اس نے عدنان یا عالی کو اغوا نہیں کیا ہے۔ وہ جمائلہ کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ اس کے ذریعے عدنان اور میرے دوسرے بچوں تک پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ برین ماسٹر کے احکامات کی تعمیل کرنے کے سلسلے میں پریشان تھا۔ جمائلہ (انوشے) بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔

نوی نے مجھے کچن میں دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ''یہاں کیوں آگئے؟ میں کافی لے کر آ رہی ہوں۔''

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا پھر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر وہاں سے بیڈ روم کی طرف جانے لگا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''تم میرے دیوانے بن کر مجھے دیوانی بنا رہے ہو۔ میں تو تمہارے پیار کے ایک ایک انداز سے پاگل ہو رہی ہوں۔''

میں نے کمرے میں آکر اسے دونوں ہاتھوں سے اُچھال دیا۔ وہ بیڈ پر جا گری۔ اگرچہ چوٹ نہیں لگی تھی پھر بھی وہ کراہتے ہوئے بولی۔ ''آہ..... یہ کیا ظالمانہ انداز ہے؟''

میں نے اسے حقارت سے دیکھا پھر بڑی سفاکی سے کہا۔ ''تم یہاں اتنی مون منانے آئی ہو اور یہ بیڈ تمہاری آخری سیج بننے والا ہے.....''

وہ سمجھ رہی تھی کہ میں اسے بڑی محبت سے بازو میں اٹھا کر لایا ہوں۔ اور جب میں نے اسے بیڈ پر پھینکا تب بھی اس نے یہی سمجھا کہ یہ میری محبت کا ظالمانہ انداز ہے لیکن میں نے تیور بدل کر کہا تو وہ ایک دم سے چونک گئی۔ میں نے کہا تھا کہ یہ ہنی مون منانے والی سیج تمہاری آخری سیج ثابت ہو سکتی ہے.....

وہ پریشان ہو کر میرا منہ تکنے لگی۔ اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ یہ بات ذہن میں آ رہی تھی کہ ضرور کوئی گڑ بڑ ہونے والی ہے۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔ ”تم اس انداز میں کیوں بول رہے ہو؟“

میں نے کہا۔ ”پہلے تم خود سوچو کہ میرے لیے کتنی مخلص ہو؟ اور اگر مخلص ہو تو میرے تیور کیوں بدل رہے ہیں؟“

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ”میں کیا سوچوں کیا سمجھوں؟ میری سمجھ میں تو یہی آ رہا ہے کہ ابھی پوری ایک رات بھی نہیں گزری اور تمہارا دل مجھ سے بھر گیا ہے۔“

پھر وہ مسکرانے لگی۔ انگڑائی لینے کے انداز میں بل کھا کر میرے قریب آتے ہوئے بولی۔ ”ابھی تو ابتدا ہے تمہیں خوش کرنے کا پورا موقع کہاں ملا ہے۔ ہائی داوے مجھ میں کوئی کمی کھٹک رہی ہو تو بتاؤ؟ میں اسے دور کروں گی۔“

میں نے اپنی ہتھیلی اس کے منہ پر رکھی۔ اس کا پورا چہرہ ہتھیلی سے چھپ گیا۔ وہ خوش ہو گئی۔ یہ بھی محبت کا ایک انداز ہوتا ہے۔ میں نے اسے ہتھیلی سے دھکا دیا۔ تو پھر پیچھے کی طرف بستر پر گر پڑی۔ وہ چند سیکنڈ تک وہیں پڑی رہی پھر سر گھما کر پریشانی اور بڑی معصومیت سے یوں دیکھا جیسے میرے اس رویے کو سمجھنے سے قاصر ہو۔

میں نے کہا۔ ”مجھے نادان سمجھ کر کب تک اداکاری دکھاؤ گی؟ میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں کہ میرا رویہ اچانک کیوں بدل گیا ہے؟ کیا میں نے تمہارے چہرے کے پیچھے چھپے ہوئے اصل چہرے کو دیکھ لیا ہے؟“

میں نے ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے کہا۔ ”کیا مجھے تمہارے بارے میں کوئی بہت اہم معلومات حاصل ہوئی ہیں؟ میں پاگل تو نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ اچانک میرا رویہ بدل جائے گا۔“

”کوئی تو بات ہے جسے تم سمجھتی ہو کہ میں اچانک دوستی سے دشمنی کی طرف کیوں آ رہا ہوں؟“

میں نے اس سے ذرا دور جاتے ہوئے کہا۔ ”اگر میں ابنارمل نہیں ہوں تو بتاؤ کہ میں تمہارے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہا ہوں؟“

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر گڑگڑانے کے انداز میں بولی۔ ”فار گاڈ سیک فرہاد! پہیلیاں نہ بجھاؤ اگر میرے بارے میں کوئی الٹی سیدھی بات معلوم ہوئی ہو تو مجھے بتاؤ تب میں اپنی صفائی میں کچھ کہہ سکوں گی۔“

میں نے اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ٹونی جے نے مجھ سے رابطہ کیا تھا اور یہ اقرار کیا تھا کہ اس نے میری بیٹی عالی کو اغوا کیا ہے، وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔“

وہ بڑی معصومیت سے بولی۔ ”تم نے مجھے یہ بات بتائی تھی پھر بعد میں یہ بھی کہا تھا کہ وہ ٹونی جے کے تنویمی عمل سے نجات پا چکی ہے۔ کیا وہ کم بخت تم سے پھر کچھ کہہ رہا ہے؟“

میں نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔ ”اس کم بخت کو یہ علم ہی نہیں ہے کہ میری بیٹی کو کسی نے اغوا کیا تھا۔“

”پھر تو وہ سراسر جھوٹ بول رہا ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ عالی اس کی گرفت سے نکل چکی ہے اور اب اس کے قابو میں نہیں آئے گی تو وہ اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے بیان بدل رہا ہے۔“

”وہ مجھے اپنے استاد اور باپ کا درجہ دیتا ہے اور ہمیشہ سے میری عزت کرتا رہا ہے پھر یہ کہ وہ جھوٹا ہے تو بیان کیوں بدلے گا؟ مجھ سے خوفزدہ کیوں ہوگا؟ جبکہ وہ گمنامی کی زندگی گزار رہا ہے۔ میں اس کا پتا ٹھکانا کبھی معلوم نہیں کر سکوں گا۔ کبھی اسے سزا نہیں دے سکوں گا پھر وہ مجھ سے خوفزدہ کیوں ہوگا؟“

”فرہاد! اس کے جھوٹ کا اندازہ اسی طرح سے کر سکتے ہو کہ اس نے خود اپنی زبان سے اقرار کیا تھا کہ اس نے عالی کو.....“

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں نے زوردار طمانچہ رسید کیا، اس کا منہ گھوم گیا۔ وہ پھر بیڈ پر گر پڑی۔ میں نے کہا۔ ”اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ کبھی مجھ سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ تم نے ٹونی جے بن کر مجھے اس کی آواز اور لب و لہجے میں دھوکا دیا تھا۔“

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ روتے ہوئے اٹھتے ہوئے بولی۔ ”میں آواز اور لب و لہجہ بدل کر ٹونی جے بن کر تمہیں کیوں دھوکا دوں گی؟“

”تم نے اس لیے دھوکا دیا کہ میرا دھیان تمہاری طرف نہ جائے اور میں یقین کے ساتھ ٹونی جے کو مجرم سمجھتا رہوں۔“

میں پھر اس سے ذرا دور جاتے ہوئے بولا۔ ”تم زبردست چال باز ہو۔ اس سے پہلے بھی تم نے مرجانے کی ایسی اداکاری کی تھی کہ مجھ جیسا تجربہ کار شخص بھی دھوکا کھا کر ایک عرصے تک تمہیں مردہ سمجھتا رہا تھا۔“

میں نے تین انگلیاں دکھاتے ہوئے کہا۔ ”تین آزاد خیال خوانی کرنے والوں میں کرونا میری بیٹی بن چکی ہے۔ میرے لیے کام کر رہی ہے۔ فرمان اور ٹونی جے اپنی اپنی جگہ گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ انہوں نے قسم کھائی ہے کہ جب بھی زندگی اور موت کا مسئلہ درپیش ہوگا تب ہی خیال خوانی کریں گے، ورنہ چپ چاپ ایک عام شخص کی طرح زندگی گزارتے رہیں گے۔ میں ٹونی جے کے بارے میں ٹھوس معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے عالی کو اغوا نہیں کیا تھا تو پھر کس نے کیا تھا؟“

نوی نے مجھ سے یہ بات چھپائی تھی کہ اس نے بہروپ بابر کے دماغ میں جگہ بنالی ہے اور اسے اپنا معمول اور تابعدار بھی بنا لیا ہے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ میں بھی اس کے ساتھ بابر کے دماغ میں پہنچوں، اور دشمنی کی بدترین سزا دوں۔ وہ کم بخت بہت چالاک تھی۔ اپنے برے وقت کے لیے اسے اپنا تابعدار بنائے رکھنا چاہتی تھی۔ اس لیے مجھے اپنے اس معاملے سے دور رکھ رہی تھی۔

میں اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی۔ ”فار گاڈ سیک۔ مجھے ایسی نظروں سے نہ دیکھو۔ یہ تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ بہروپیا بابر تم سے کھلی دشمنی کر رہا ہے۔ اسی نے عالی کو اغوا کیا ہوگا۔“

”اگر وہ اغوا کرتا تو عالی تقریباً چند روز گھنٹوں تک اس کی تابعدار رہی تھی۔ وہ بڑے فخر سے مجھے چیلنج کرتے ہوئے امریکی اکابرین اور دنیا والوں سے یہ ڈنکے کی چوٹ پر کہہ سکتا تھا کہ اس نے میری ایک بہت بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں لی ہے اور مجھے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر رہا ہے۔ وہ مجھ سے طرح طرح کے مطالبات منوا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا کچھ نہیں کیا۔“

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”بس، اب مزید بحث نہ کرنا اگر تم نے اعتراف نہ کیا تو میں تمہاری جیسی جھوٹی اور چالباز عورت کے ساتھ ایک لمحہ بھی نہیں گزاروں گا۔ ابھی چلا جاؤں گا۔“

وہ بیڈ سے اتر کر دوڑتی ہوئی آ کر میرے قدموں سے لپٹ گئی۔ ”مجھے چھوڑ کر جانے کی بات نہ کرو۔ میں تمہیں پانے کے بعد کھونا نہیں چاہتی۔ میں یہ اعتراف کرتی ہوں اپنے جرم کا اعتراف کرتی ہوں کہ میں نے عالی کو اغوا کیا تھا۔ اسے اپنا تابعدار بنایا تھا۔“

وہ رو رہی تھی اور بول رہی تھی۔ ”میری محبت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے صرف تمہیں پانے کی خاطر ایسا کیا ہے۔ میں چاہتی تھی کہ عدنان کے علاوہ دوسری کمزوری بھی میرے ہاتھ میں رہے عالی میری قید میں رہے گی تو تم میرے بس میں رہو گے۔ میں جب تک چاہوں گی تم میرے ساتھ رہو گے اور مجھے محبتیں دیتے رہو گے۔

وہ پہلے میرے قدموں سے لپٹی ہوئی تھی پھر میرے پیروں پر سر رکھتے ہوئے بولی۔ ”میں نے بہت بڑی حماقت کی ہے۔ تمہیں اپنا بنانے کے لیے غلط راستہ اختیار کیا۔ اب جبکہ تم مجھے صحیح راستے سے مل رہے ہو اور بھرپور محبتیں دے رہے ہو تو میری نادانی سامنے آ رہی ہے۔ میں تمہارے سامنے مجرم بن گئی ہوں۔“

وہ سر اٹھا کر بولی۔ ”میں اس وقت تمہارے قدموں میں ہوں۔ مجھے ٹھوکر مارو۔ سزائیں دو اور اگر جان سے مارنا چاہتے ہو تو مار ڈالو مگر جب تک سانس چل رہی ہے اس وقت تک مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔“

میں اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ اس نے مجھے پوری طرح اپنے قابو میں رکھنے کے لیے جس طرح عدنان کو نہیں چھپا کر رکھا تھا، اسی طرح عالی کو بھی کہیں چھپا کر رکھنا چاہتی تھی۔ اب میں اس پر اعتماد کر کے اس کے ساتھ رہنے کے لیے آیا تھا تو اسے اپنی احمقانہ غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔

یہ بات بھی سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ میری اتنی دیوانی ہے کہ تمام احتیاطی تدابیر کو بالائے طاق رکھ کر خود میرے پاس آ گئی تھی۔ اپنی کسی ڈی کو نہیں بھیجا تھا۔ مجھ پر اعتماد کر رہی تھی۔ یہ کہنا چاہیے کہ خود کو داؤ پر لگا رہی تھی۔ میں چاہتا تو اسے ابھی دماغی کمزوری میں مبتلا کر کے اپنا تابعدار بنا لیتا۔

میں نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا، اب اس کا جرم سامنے آنے کے بعد ایسا کر سکتا تھا اور وہ خود کہہ رہی تھی کہ میں اسے سزا دوں، بلکہ جان سے ہی مار دوں، جبکہ میں خواہ مخواہ کسی کی جان نہیں لیتا لیکن میں اسے اپاہج بنا سکتا تھا۔ اسے ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے محروم کر سکتا تھا۔ کچھ تو سزا دے سکتا تھا۔

میں نے کہا۔ ”اٹھو، وہاں جا کر بیٹھو۔“

وہ جھک کر میرے قدموں کو چومنے لگی پھر آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ الٹے پاؤں چلتی ہوئی سر جھکائے ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا۔ ”ایک بات تو طے ہے کہ تم ناقابل اعتماد ہو۔ میں نے تم پر بھروسا کیا۔ اتنا بڑا خطرہ

مول لے کر تمہارے پاس چلا آیا۔ تم کسی بھی حیلے بہانے سے مجھے دماغی کمزوری میں مبتلا کر سکتی ہو اور مجھے اپنا تابعدار بنا سکتی ہو۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔ ''فار گاڈ سیک۔ ایسی باتیں نہ کرو۔ مجھے ایسا کرنا ہوتا تو اب تک کر چکی ہوتی۔''

''ابھی تم نے اس لیے نہیں کیا کہ اطمینان ہے۔ ہمیں یہاں بہت عرصے تک ساتھ رہنا ہے۔ تم آرام سے مناسب وقت دیکھ کر مجھے دماغی کمزوری میں مبتلا کر سکتی ہو۔''

''میں بحث نہیں کروں گی۔ کیونکہ اب اعتماد کے قابل نہیں رہی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ مجھے سزا ضرور دو۔ تمہارے ساتھ رہنے کی خوشیاں ملتی رہیں گی تو میں بدترین سزا کو بھی برداشت کرتی رہوں گی۔''

''ایسی جذباتی باتوں سے مجھے متاثر کرنے کی کوشش نہ کرو۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ عدنان کو اپنے پاس شیوانی کی زندگی میں رکھو گی۔ اب اس کی زندگی انیس دن کی رہ گئی ہے۔ مجھے تو اس سلسلے میں بھی تم پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔''

''بے شک، تم بھروسا نہ کرو۔ مجھے حکم دو ابھی عدنان کے سلسلے میں کیا کروں؟''

میں اسے دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عدنان اپنی ماں کے ساتھ نومی کی خفیہ پناہ گاہ میں محفوظ تھا اگر میں اسے وہاں سے نکال لاتا تو اگلے انیس دن تک وہ بابا صاحب کے ادارے میں نہ جاتا۔ کیونکہ ماں کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

اور اگر اسے نومی کی پناہ گاہ سے نکال کر کسی دوسری جگہ رکھنا چاہتا تو بہروپیا بابر اور برین ماسٹر اس کی بو سونگھتے پھر رہے تھے۔ ہماری بدنصیبی سے اور شیوانی کی پھر کسی حماقت سے وہ ماں بیٹے کو ٹریپ کر سکتے تھے۔ میں ایسا کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔

نومی میرے سامنے سر جھکائے میرے فیصلے کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''میں ابھی تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ اسی کاج میں رہوں گا لیکن ہم الگ الگ کمرے میں رہیں گے اور میں کل تک یہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کروں گا کہ عدنان کے سلسلے میں آئندہ تم پر بھروسا کر سکتا ہوں یا نہیں؟''

اس نے جلدی سے کہا۔ ''بے شک، تم بھروسا کر سکتے ہو۔ کیونکہ میں تمہارے پاس رہوں گی تمہاری قیدی بن کر رہوں گی۔ ابھی تنہا بیڈ روم میں سونے جاؤں گی تو تم مجھے ہتھکڑی پہنا دو، میرے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دو۔ تاکہ میں فرار نہ ہو سکوں۔ اگلے انیس دنوں تک تم مجھ سے بدترین قیدیوں جیسا سلوک کرتے رہو میں برداشت کرتی رہوں گی۔ تم اپنے طور پر مطمئن رہو۔''

وہ صوفے سے آگے کھسک کر فرش پر گھٹنے ٹیکتے ہوئے بولی۔ ''میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتی ہوں، تمہیں دھوکا نہیں دوں گی۔ تمہیں کسی بھی بہانے سے دماغی کمزوری میں مبتلا نہیں کروں گی۔ مجھے تمہاری طرف سے جان کا خوف رہے گا پھر بھی تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔''

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے پر آیا پھر وہاں سے پلٹ کر بولا۔ ''ٹھیک ہے، جب تک میں کوئی آخری فیصلہ نہ کروں تم دوسرے کمرے میں رہو گی، میں کل تک کسی نتیجے پر پہنچوں گا۔''

میں نے کمرے سے باہر آ کر سر گھما کر اسے دیکھا پھر کہا۔ ''میں تمہیں قیدی نہیں بناؤں گا۔ اس دروازے کو باہر سے بند نہیں کروں گا۔ میری اس اعلیٰ ظرفی پر تمہیں شرم آئے تو ڈوب مرنا۔''

میں نے وہاں سے دوسرے کمرے میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ میری ڈی مین کر آنے والا فرہاد شام کی فلائٹ سے جینوا پہنچ چکا تھا اور میں نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ کسی ہوٹل میں قیام کرے، کبھی ضرورت پڑنے پر اسے میری جگہ آ کر میرا رول ادا کرنا ہوگا۔

نومی مجھے دھوکا دیتی آئی تھی۔ میں چاہتا تو ڈی مین کو ابھی اپنی جگہ بلاتا اور یہاں سے چپ چاپ چلا جاتا۔ وہ دھوکا کھاتی رہتی اور ایک غیر مرد کے ساتھ دن رات گزارتی رہتی لیکن میں یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اپنا تن من سب کچھ صرف میرے لیے سنبھال کر رکھتی ہے۔ اس نے اس امانت میں کبھی خیانت نہیں کی، کبھی مجھے دھوکا نہیں دیا۔ میں بھی ایسا کم ظرف نہیں ہوں کہ اس کی آبرو کو اپنی ڈی کے آگے دو کوڑی کی بنا دیتا۔

ایک مرد سے وفاداری اور محبت کے معاملے میں وہ کسی شک و شبہے کے بغیر سچی اور کھری تھی اور میں اس کی پارسائی کو داغدار نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنی ڈی مین اور دوسرے آلہ کاروں سے رابطہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ دور ہی دور سے نومی کی نگرانی کرتے رہیں۔ میں اس کے ساتھ باہر نکلوں تو وہ اس پر کڑی نظر رکھا کریں۔

میں ایک ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھ گیا، مجھے آرام و سکون اور تنہائی کی ضرورت تھی۔ تاکہ میں دوسرے معاملات سے نمٹ سکوں۔ ایک اہم معاملہ تو برین ماسٹر کا تھا۔ وہ مجھے

کمزور بنانے کے لیے مجھ پر قابو پانے کے لیے میرے بچوں کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا اور میں چپ چاپ سرنگ بناتا ہوا ڈیلیکیٹس مافیا کے اندر پہنچنے کی کوششیں کر رہا تھا۔

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، برین ماسٹر نے ہر بڑے ملک کی حکومت میں اور آرمی میں اپنے ڈپلیکیٹس پہنچائے تھے۔ ان ممالک کے حکمرانوں کے جو فارن منسٹر تھے۔ وہ اصلی نہیں تھے۔ اصلی کو ختم کر کے ان کو نابود کر کے ہو بہو اسی شکل کے اور اسی جسامت کے ڈپلیکیٹس وہاں پہنچا دیے گئے تھے۔ اسی طرح ہر ملک کی آرمی میں جو میجر تھے۔ وہ بھی اصلی نہیں تھے۔ برین ماسٹر کے بنائے ہوئے ڈپلیکیٹس تھے۔ ایسے طریقہ کار سے وہ تمام بڑے ملکوں کے حکمرانوں کی سیاست کو اور عالمی طاقت کو اور کمزوریوں کو اچھی طرح سمجھتا رہتا تھا۔

الپا کو تھوڑی دیر تک بہروپیے بابر کے خیالات پڑھنے کا موقع ملا تھا اور اس نے اس کے ذریعے ان تمام فارن منسٹرز، تمام میجرز کے نام اور پتے معلوم کر لیے تھے، اور وہ رفتہ رفتہ انہیں آلہ کار بناتی ہوئی ان تمام اہم افراد کے اندر پہنچ رہی تھی۔

میں نے الپا کے اندر پہنچ کر پوچھا۔ ''میری بیٹی کیا کر رہی ہے؟''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''پاپا! میں آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے امریکی، فرانسیسی، جرمنی اور روسی فارن منسٹرز اور آرمی کے میجرز کے دماغوں میں جگہ بنا لی ہے۔ اب میں ان کے اندر جاتی رہوں گی اور یہ معلوم کرتی رہوں گی کہ انہیں برین ماسٹر کے ذریعے کیسے احکامات مل رہے ہیں؟ اور وہ ان احکامات کے مطابق کیا کر رہے ہیں؟''

میں نے پوچھا۔ ''وہ تین کوما میں رہنے والے اکابرین کا کیا بنا؟''

''وہ ابھی تک کوما میں ہیں۔ برین ماسٹر کا ایک غیر معمولی قوت سماعت رکھنے والا آوڈی مین واشنگٹن میں ہے۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر اپنے اطراف سے پانچ کلو میٹر دور تک کی باتیں بہ آسانی صاف طور سے سن لیتا ہے پھر برین ماسٹر اور بہروپیے فرہاد کو اپنے اندر بلا کر ان کی آوازیں سناتا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''برین ماسٹر یہ بہت زبردست تکنیک استعمال کر رہا ہے۔ اس آوڈی مین کے ذریعے ان لوگوں کی بھی باتیں سن رہا ہے جو یوگا کے ماہر ہیں اور اسے اپنے اندر آنے نہیں دیتے۔''

الپا نے امریکن آرمی کے ایک افسر کے اندر رہ کر یہ معلوم کیا تھا کہ ایک ڈاکٹر ان تین کوما میں رہنے والوں کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ انجکشن کے ذریعے ان کے اندر خوراک پہنچاتا رہتا ہے۔ جس بنگلے میں انہیں رکھا گیا ہے وہاں آرمی کے جوانوں کا سخت پہرا ہے۔ ان تینوں کے کمروں میں کسی آرمی جوان کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ چند یوگا جاننے والے افسر اور سپاہی ہی جوان کے کمروں میں جاتے ہیں۔

ان کے علاوہ ڈاکٹر کو ان تینوں کے پاس جانے کی اجازت ہے۔ وہ ایک آرمی افسر کی نگرانی میں ان کا معائنہ کرتا ہے۔ انجکشن کے ذریعے ان کے اندر دوائیں اور خوراک پہنچاتا ہے۔ اس کے بعد ان کمروں سے نکل آتا ہے۔

ڈاکٹر عمر رسیدہ ہے سانس روکنے کا ماہر نہیں ہے۔ اس کا دماغ حساس نہیں ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا۔ اسی لیے وہ یوگا جاننے والے آرمی افسر کی نگرانی میں ان تین کوما میں رہنے والوں کے پاس جاتا ہے پھر اپنے فرائض انجام دے کر واپس چلا آتا ہے۔

الپا نے کہا۔ ''غیر معمولی قوت سماعت رکھنے والا آوڈی مین یوگا کا ماہر ہے۔ اس کے باوجود میں اس کے دماغ میں اس وقت پہنچ گئی جب برین ماسٹر اور بہروپیا فرہاد وہاں موجود تھے۔ اس لیے اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ یقیناً اس ڈاکٹر کے اندر پہنچنے کی کوشش کر رہے ہوں گے؟''

''یس پاپا! وہ پہنچ چکے ہیں۔ آوڈی مین نے باہر اور برین ماسٹر کو اپنے اندر بلایا تھا اور انہیں اس ڈاکٹر کی آواز سنائی تھی۔ آواز سنتے ہی وہ اس کے اندر پہنچ گئے۔ میں بھی وہاں موجود تھی۔''

میں نے پوچھا۔ ''امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی خیال خوانی کے ذریعے اس ڈاکٹر کی نگرانی کرتے ہوں گے؟''

''یس پاپا! اس ڈاکٹر کے چور خیالات نے بتایا ہے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی کبھی اس کے اندر آتے ہیں۔ اس سے باتیں کرتے ہیں ان تین کوما میں رہنے والوں کے حالات معلوم کرتے ہیں۔ پھر چلے جاتے ہیں۔''

''اب وہاں کیا ہو رہا ہے؟''

''برین ماسٹر نے اس ڈاکٹر کے ذہن میں یہ بات نقش کی ہے کہ وہ رات کے دو بجے کوما میں رہنے والوں کو ایسے انجکشن لگائے گا جن کے اثر سے وہ کوما سے نکل آئیں گے۔''

''یعنی وہ آج رات انہیں کوما سے نکال کر ان پر تنویمی عمل کریں گے، انہیں اپنا تابعدار بنائیں گے۔''

''جی ہاں، ابھی میں یہی کہنے کے لیے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ آپ عالی یا کرونا کو میرے پاس بھیج دیں۔ ہم باری باری اس ڈاکٹر کے اندر رہ کر یہ دیکھتے رہیں گے کہ وہ لوگ کب تنویمی عمل کر رہے ہیں؟ ایسے وقت ہماری وہاں موجودگی بہت ضروری ہوگی۔''

''ٹھیک ہے، میں جا رہا ہوں۔ ابھی کرونا تمہارے پاس آجائے گی۔''

میں دماغی طور پر نومی کے کالج میں حاضر ہوگیا۔ رات کے دو بجے تھے۔ میں دبے قدموں اپنے کمرے سے نکل کر نومی کے کمرے کے پاس آیا۔ اس کے کمرے میں روشنی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جاگ رہی تھی۔ میرا اعتماد کھونے کے بعد اسے نیند نہیں آرہی تھی۔

میں نے اپنی ڈی کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ ''کیا ہو رہا ہے؟''

''سر! ہمارے دو آلہ کار اس کالج کے آگے پیچھے موجود ہیں۔ صبح تک وہ ڈیوٹی پر رہیں گے پھر دوسرے دو آلہ کار آجائیں گے۔ میں ابھی سونے جا رہا ہوں۔ صبح اس کالج کے قریب رہوں گا۔''

''ٹھیک ہے، تم نیند پوری کرو۔''

میں پھر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اپنے کمرے میں آکر کرونا سے کہا۔ ''میرے دماغ میں آؤ۔''

وہ فوراً ہی چلی آئی۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا تم قاہرہ میں ہو؟''

''میں اس وقت فرمان کی حویلی میں ہوں۔ وہ بڑا ہی مہمان نواز ہے۔ اس نے مجھے واپس جانے ہی نہیں دیا۔ میں کل یہاں سے جاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے، ابھی تم الپا کے پاس جاؤ۔ وہاں تمہاری بہت ضرورت ہے۔''

''یس پاپا! میں ابھی جا رہی ہوں۔''

وہ چلی گئی۔ میں نے اپنے بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر بستر پر آکر لیٹ گیا۔ اس کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ کو ہدایت دے کر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆☆☆

تیسری رات بھی انوشے پر شیطانی حملہ ہوا تھا۔ اس کے نتیجے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ انوشے عارضی طور پر جمائلہ کے روپ میں نہیں رہے گی۔ جمائلہ کے چہرے پر دوسرا چہرہ بنائے گی۔ اپنا لب ولہجہ بھی تبدیل کرے گی پھر چوتھی رات کو دیکھا جائے گا کہ شیطان اسے جمائلہ کی حیثیت سے پہچان کر اس کے قریب آئے گا یا نہیں؟

انوشے اسی رات بدل گئی تھی۔ بہروپ بدلے بابر سے کہا تھا کہ میں اب انڈیا میں نہیں ہوں۔ پتا نہیں کس طرح قاہرہ پہنچ گئی ہوں۔ مجھے اطمینان ہے کہ میں اپنے ابوالہول کے پاس چلی آئی ہوں۔

بابر نے کہا تھا کہ دوسری صبح نارمل رہو گی تو میں تمہارے اندر آکر باتیں کروں گا، ابھی کسی بھی پہلی فلائٹ سے قاہرہ جانے کے لیے ایک سیٹ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

وہ ایک فلائٹ میں سیٹ حاصل کر کے دوسرے دن قاہرہ پہنچ گیا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے جمائلہ سے رابطہ کرنے کی کوششیں کر رہا تھا اور یہ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ اس کی سوچ کی لہریں جمائلہ کے دماغ تک نہیں پہنچ پا رہی ہیں پھر ایسا ہی لگ رہا ہے کہ جیسے جمائلہ مردہ ہو چکی ہو۔

پچھلے دن بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ صبح سے شام تک انوشے کے دماغ میں پہنچ نہیں پایا تھا۔ بھٹکتا رہا تھا اور رات کو انوشے نے بتایا تھا کہ وہ پتا نہیں کس پراسرار قوت کے ذریعے قاہرہ پہنچ گئی ہے اور پچھلے تمام دن دماغی طور پر غائب رہی ہے۔

بابر نے سوچا کہ وہ پھر آج صبح سے شام تک غائب دماغ رہے گی۔ رات کی تاریکی پھیلنے سے پہلے ہی میں ابوالہول کے بت کے پاس جاؤں گا۔ وہ ادھر ضرور آئے گی۔

برین ماسٹر اور بابر کے لیے جمائلہ جتنی اہم تھی اتنی ہی دردسر بنی ہوئی تھی۔ انوشے بڑی کامیابی سے جمائلہ کا رول ادا کرتی آرہی تھی۔ بابر بڑے فخر سے برین ماسٹر کے سامنے کہا کرتا تھا، کہ جمائلہ اس کی بہترین دوست ہے اور اس کی ہر بات اور ہر مشورے پر بے چوں وچرا عمل کرتی ہے۔

اس نے برین ماسٹر کو پہلے یہ بتایا تھا کہ جمائلہ انڈیا میں ہے اور اس کے ذریعے وہ عدنان تک پہنچ سکتا ہے اور ماسٹر نے کہا تھا فرہاد کی تقریباً تمام اولاد انڈیا میں ہے۔ ان سب کو ٹریپ کرنا ہے۔ اس کی کوئی ایک بیٹی یا بیٹا ہماری مٹھی میں آجائے تو ہم فرہاد کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔

برین ماسٹر اس بات پر جھنجلایا ہوا تھا کہ میں نے ان کے تین امریکی ٹیکی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیا تھا اور انہیں کوما میں پہنچا دیا تھا۔ میری وجہ سے وہ بڑے مصائب کا سامنا کر رہا تھا۔

ہماری زندگی میں اب تک جتنے بھی زبردست پُراسرار بن کر رہنے والے دشمن آئے ان سب کی یہی حسرت تھی کہ کسی بھی طرح مجھے یا سونیا کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں۔ ایسی حسرتیں پوری ہونے سے پہلے ہی وہ یا تو دنیا سے اٹھ جاتے تھے، یا اسرار کے پردے سے نکل کر ہمارے سامنے رینگنے والے کیڑے بن جاتے تھے۔

حالات بتا رہے تھے کہ جلد ہی برین ماسٹر کی شامت آنے والی ہے۔ اس نے میرے مقابلے پر ایک ڈمی فرہاد (بابر) کو لا کر سب سے بڑی غلطی کی تھی اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اب تک پراسرار بن کر رہتا، اور بڑی خاموشی سے اپنے ٹیلیکینیسس کے ذریعے تمام بڑے اور چھوٹے ممالک کے درمیان چپ چاپ سرنگ بناتا رہتا ان کی کمزوریوں سے کھیلتا رہتا اور ان پر بڑے مزے سے کسی روک ٹوک کے بغیر حکومت کرتا رہتا۔

لیکن مجرمانہ ذہن رکھنے والے خواہ کتنے ہی شعور ور ہوں، کتنے ہی ذہین ہوں، وہ کہیں نہ کہیں ایک غلطی ضرور کرتے ہیں اور وہی ایک غلطی انہیں ان کے زوال کی طرف لے جاتی ہے۔

اب بھی برین ماسٹر عقل سے کام لے سکتا تھا۔ مجھے راستے سے ہٹانے کے بجائے خود راستے سے ہٹ جاتا۔ ان تین کوما میں رہنے والوں کی طرف سے باز آجاتا اور آوڈی مُن کے ذریعے انڈیا میں میرے بچوں کو ٹریپ کرنے کی ہلاکت نہ کرتا لیکن کوئی بھی شعور ور مقابلے میں آگے بڑھ کر پیچھے نہیں ہٹتا، پیچھے ہٹنے سے اس کی انا کو ٹھیس پہنچتی ہے اور غرور کا سر نیچا ہوتا ہے اور کوئی اپنا سر جھکانا نہیں چاہتا۔ مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ مر جانا چاہتا ہے، یا مار ڈالنا چاہتا ہے۔ برین ماسٹر بھی اب مارنے یا مرنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔

بابر اس کے حکم کے مطابق بار بار جمائلہ سے رابطہ کر رہا تھا۔ پچھلی بار تمام دن جمائلہ سے رابطہ نہ ہو سکا تھا۔ رات کو انوشے نے یہ انکشاف کیا کہ اب وہ انڈیا میں نہیں قاہرہ میں ہے اور تمام دن غائب دماغ رہی ہے۔ اسے پتا بھی نہ چل سکا کہ وہ کس طرح قاہرہ پہنچ گئی ہے؟

بابر نے یہی رائے قائم کی کہ اس بار شاید ابوالہول نے اسے اپنے قابو میں کیا ہے اور پچھلی رات سے ہی غائب دماغ بنا کر رکھا ہے اور یہ اچھی بات ہے، وہ جس قدر ابوالہول کے نشے میں رہے گی اسی قدر فرہاد کے خلاف اس کے کام آتی رہے گی۔

اس نے کہا۔ ''جمائلہ! میں تم سے بہت سے کام لینا چاہتا تھا اور وہ کام انڈیا میں ہی ہو سکتے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''میں جانتی ہوں۔ تم عدنان کو ٹریپ کرنا چاہتے ہو مگر میں کیا کروں؟ ادھر ابوالہول نے مجھے غائب دماغ بنا کر رکھا تھا۔ اس میں اس کی کوئی مصلحت ہوگی۔ مجھے قاہرہ پہنچا تھا۔ اس لیے پہنچ گئی۔ اب آئندہ دیکھوں گی کہ تمہارا کوئی کام کرنے کے لیے انڈیا جا سکوں گی یا نہیں؟''

''جمائلہ! ایسا نہ کہو۔ تمہیں کسی بھی طرح انڈیا واپس آنے کا کوئی نہ کوئی موقع نکالنا ہی ہوگا۔ اپنے ابوالہول کو راضی کرنا ہوگا کہ وہ تمہیں انڈیا جانے کی اجازت دے۔ میں تمہارے پاس قاہرہ آرہا ہوں۔''

''ضرور آؤ۔ میں تمہارا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتی۔ جب میں دن کو نارمل رہتی ہوں، اور میری تمام غیر معمولی صلاحیتیں اور قوتیں ختم ہو جاتی ہیں، اس وقت مجھے تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہی محفوظ رکھ سکیں گی۔ اس لیے میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ تم چلے آؤ۔''

انوشے نے یہ کہہ کر اسے بھٹکا دیا۔ انڈیا سے قاہرہ جانے پر مجبور کر دیا اور خود انڈیا میں ہی اپنے ماں باپ کے ساتھ رہنے لگی۔ دو گھنٹے کے بعد وہاں سے ایک طیارہ قاہرہ کی طرف جانے والا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کیں۔ اسے وہاں سیٹ مل سکتی تھی۔ اس نے فوراً ہی جا کر اپنے لیے ایک سیٹ حاصل کر لی پھر طیارے میں سفر کے دوران اس نے برین ماسٹر سے رابطہ کیا۔ اس نے جمائلہ کے بارے میں تمام باتیں تفصیل سے بتائیں۔

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''یہ تو بہت ہی برا ہوا، کہ وہ انڈیا سے دور چلی گئی ہے۔ اسے پھر واپس لانا ہوگا؟''

''میں ضرور اسے واپس لاؤں گا۔ ابھی قاہرہ کی طرف ہی سفر کر رہا ہوں، وہاں پہنچنے کے بعد شام ہوتے ہی ابوالہول کے بت کے پاس چلا جاؤں گا۔ وہ اُدھر ضرور آئے گی۔ وہیں ہماری ملاقات ہوگی۔ یہ بھی معلوم ہوگا کہ ابوالہول اسے دن کے وقت کیوں دماغی طور پر غائب رکھتا ہے؟ اور آئندہ بھی اس کے ساتھ یہی ہوگا تو میں اسے اپنے ساتھ انڈیا کس طرح لے جا سکوں گا؟ یہ ساری باتیں مجھے وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہوں گی۔ وہاں کے وقت کے مطابق تقریباً دس گھنٹے بعد جمائلہ سے ملاقات ہوگی۔''

''ابھی بہت وقت ہے۔ اب اس ڈاکٹر کے پاس چلو۔ جو کوما میں رہنے والوں کی نگرانی کر رہا ہے۔''

غیر معمولی قوت سماعت رکھنے والا آوڈی مین واشنگٹن میں تھا۔ اس نے تقریباً دو کلو میٹر دور سے اس ڈاکٹر کی آواز

سنی تھی اور برین ماسٹر کو اس ڈاکٹر کے اندر پہنچا دیا تھا۔ اس کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ ڈاکٹر کو بھی بہت ہی محتاط انداز میں ان تین کو مامیں رہنے والوں کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ وہ آرمی کے ایک یوگا جاننے والے اعلیٰ افسر کے ساتھ ان کے پاس جاتا تھا۔ انہیں انجکشن کے ذریعے خوراک پہنچاتا تھا۔ ان کا معائنہ کرتا تھا پھر وہاں سے چلا آتا تھا۔ اس دوران میں وہ بالکل گونگا بنا رہتا تھا۔ اسے بولنے کی اجازت نہیں تھی۔

برین ماسٹر اور بابر نے اس ڈاکٹر کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اسے اپنا غلام بنا لیا۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ آئندہ ڈاکٹر وہاں جا کر انجکشن کے ذریعے ان کے اندر خوراک نہیں پہنچائے گا، بلکہ ان تینوں کو ایسا انجکشن لگائے گا کہ وہ ایک آدھ گھنٹے کے بعد کوما سے نکل آئیں گے۔ ایسے ہی وقت وہ ان پر تنویمی عمل کریں گے۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر یہ باتیں ان کے دماغ میں نقش کر دیں گے، کہ وہ بظاہر خود کو کوما میں ظاہر کرتے رہیں۔ آئندہ موقع پانے کے بعد انہیں کسی طرح وہاں سے نکالا جائے گا۔

اپنے اس منصوبے پر عمل کرنے سے پہلے انہوں نے آوڈی مین کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا۔ ”کوئی نئی تازہ اطلاع ہے؟“

اس نے کہا۔ ”جی ہاں، ابھی میں فون کے ذریعے آپ کو اپنے پاس بلانے والا تھا۔ آرمی کے یوگا جاننے والے افسران نے یہ طے کیا ہے کہ آج آدھی رات کے بعد وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کوما سے نکالیں گے۔ اور اسی وقت تنویمی عمل کر کے ان کے دماغوں کو لاک کر دیں گے۔ تاکہ فرہاد اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر پہنچ نہ سکیں اور یہی سمجھتے رہیں کہ وہ تینوں کوما میں پڑے ہوئے ہیں۔“

برین ماسٹر نے کہا۔ ”پھر تو ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم انتظار کریں گے۔ جب امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ان تینوں ساتھیوں پر عمل کریں گے، تو ہم وہاں خاموشی سے موجود رہیں گے اور جس آواز اور لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کیا جائے گا، وہ ہمیں معلوم ہو جائے گا پھر ہم جب چاہیں گے، ان تینوں کے اندر پہنچ سکیں گے۔“

اس وقت امریکا میں رات کا وقت تھا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے دو گھنٹے بعد اپنے ان تین کو مامیں رہنے والے ساتھیوں کے اندر پہنچنے والے تھے اور ان پر عمل کرنے والے تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، برین ماسٹر نے تمام بڑے ممالک کی آرمی میں اور حکمران پارٹی میں اپنے ڈپلیکیٹس پہنچائے ہوئے تھے۔ امریکا میں بھی ایک فارن منسٹر اور آرمی کا میجر دونوں ہی اس کے اپنے آدمی تھے۔ اصل فارن منسٹر اور میجر کو ختم کر دیا گیا تھا اور ان کی جگہ انہیں پہنچا دیا گیا تھا۔ وہ ہر پہلو سے اتنے مکمل ڈپلیکیٹس تھے کہ ان پر کسی کو شبہ نہیں ہو رہا تھا۔

برین ماسٹر نے بابر سے کہا۔ ”میں امریکی فارن منسٹر کے دماغ میں جا رہا ہوں۔ تم میجر کے پاس جاؤ اور ان کی خیریت معلوم کرو۔“

وہ دونوں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے ان کے اندر پہنچے تو اکٹھے سے چونک گئے۔ وہ یوگا جاننے والے آرمی افسران کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا محاسبہ کیا جا رہا تھا۔ ان سے کہا جا رہا تھا کہ انہیں ان دونوں پر شبہ ہے۔ وہ دونوں اصلی نہیں ہیں۔

وہاں ایک افسر ڈپلیکیٹ فارن منسٹر سے کہہ رہا تھا۔ ”تم ہر پہلو سے مکمل دکھائی دے رہے ہو اور میجر! تم بھی ہر پہلو سے مکمل ہو پھر بھی ہم مطمئن نہیں ہیں۔“

میجر نے پوچھا۔ ”آخر آپ ہم پر کیوں شبہ کر رہے ہیں؟“

”ہمیں ایک ایسے اہم شخص نے تمہارے خلاف رپورٹ دی ہے کہ ہم اس کی بات کو جھٹلا نہیں سکتے اور اس کی رپورٹ کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔“

فارن منسٹر نے کہا۔ ”اگر ہم بہروپ بدلے ہوتے، اگر چہرہ بدل کر آتے تو ہماری انگلیوں کے نشانات کبھی نہ بدلتے۔ انسان لاکھ اپنا چہرہ اپنی شخصیت بدل لے لیکن انگلیوں کے نشانات کبھی نہیں بدلتے۔ آپ نے ہماری دس دس انگلیوں کے نشانات لیے اور وہ نشان ہماری ہی انگلیوں کے ہیں اور اصلی ہیں؟“

ایک آرمی کے افسر نے کہا۔ ”موجودہ صدی میں ٹیکنالوجی اتنی ایڈوانس ہو گئی ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں کے نشانات بھی نقلی بن جاتے ہیں اور باریک جھلیوں پر وہ نشانات اتارنے کے بعد پلاسٹک سرجری کے ذریعے انہیں انگلیوں پر چڑھا دیا جاتا ہے۔“

میجر نے کہا۔ ”آپ لوگوں نے ہماری انگلیوں کا اچھی طرح معائنہ کیا ہے اور یہ یقین ہو چکا ہے کہ ہماری انگلیوں پر جھلیاں چڑھی ہوئی نہیں ہیں۔“

ایک اور افسر نے کہا۔ ”وہ جھلیاں اتنی ہنرمندی سے چڑھائی گئی ہیں کہ اصل کا گمان ہوتا ہے۔ ہم آپ دونوں کی دسوں انگلیوں سے کھال اتاریں گے۔ اس کھال کے نیچے تمہاری اصل کھال ضرور چھپی ہوگی۔“

فارن منسٹر نے احتجاج کیا۔ ”یہ سراسر ظلم ہے اگر شبہ دور کرنا ہے تو کسی ایک انگلی کی کھال اتار کر دیکھ لیں۔ اگر ایک بھی انگلی پر جھلی چڑھی ہوگی تو پھر آپ کا شبہ درست ہوگا۔“

ان کی باتوں کے دوران میں وہ افسران بھی بول رہے تھے۔ جو یوگا کے ماہر نہیں تھے۔ اس طرح برین ماسٹر اور بابر ان کے اندر پہنچ گئے پھر ان کے خیالات پڑھتے ہی یہ انکشاف ہوا کہ فرہاد علی تیمور نے ان دونوں کے خلاف یہ اہم اطلاع پہنچائی ہے۔

یہ معلوم ہوتے ہی برین ماسٹر اور بابر دنگ رہ گئے۔ ان افسران کے خیالات پڑھ کر یہ بھی معلوم ہو رہا تھا کہ میں نے انہیں کسی برین ماسٹر کے متعلق بتایا ہے اور کہا ہے کہ ایک ڈپلیکیٹس مافیا ہے، جس کا سربراہ برین ماسٹر کہلاتا ہے اور اسی نے ان کے فارن منسٹر کو اور آرمی کے میجر کو ہلاک کرنے کے بعد ان کی جگہ اپنے ڈپلیکیٹس پہنچائے ہیں۔

برین ماسٹر کا سر تھوڑی دیر کے لیے چکرا گیا۔ اس نے شدید حیرانی سے کہا۔ ”ہائیں! یہ فرہاد کیا بلا ہے؟ اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ کسی خفیہ تنظیم ڈپلیکیٹس مافیا کا سربراہ برین ماسٹر ہے؟“

بابر نے کہا۔ ”ماسٹر! وہ انسان نہیں، واقعی شیطان ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں بلکہ کسی شیطانی صلاحیت کے ذریعے اندر گھس کر تمام اہم راز معلوم کر لیتا ہے۔“

”مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو تمام دنیا والوں سے چھپا کر رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے۔ فرہاد یا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی بھی ذریعے سے مجھ تک کبھی پہنچ نہیں سکتا تھا۔ یہ کیسے پہنچ گیا.....؟“

واقعی اس کا سر چکرا رہا تھا۔ عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ”میں تمہارے دماغ سے ابھی جا رہا ہوں۔ خیال خوانی نہیں کروں گا۔ پہلے ہر پہلو پر غور کروں گا کہ مجھ سے کہاں غلطی ہو رہی ہے؟“

اس کی آواز اور لہجے سے پتا چل رہا تھا کہ وہ بری طرح بوکھلا گیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”اوہ گاڈ! غلطیاں کرنے کے دوران پتا نہیں چلتا کہ ہم کہاں اور کب غلطیاں کر رہے ہیں گے۔ ہم دو گھنٹے کے بعد کوما میں رہنے والوں کے اندر پہنچیں گے۔ اور یہ دیکھیں گے کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟“

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اگرچہ منضبط قوت ارادی کا مالک تھا۔ فولادی حوصلے رکھتا تھا لیکن زندگی میں پہلی بار اندر سے سہم گیا تھا۔ وہ اس قدر محتاط رہتا تھا کہ بابر اور آوڈی مین جیسے دست راست بھی اس کی صورت تو کیا اس کا سایہ بھی دیکھ نہیں پاتے تھے۔ اس کے باوجود میں اس سے ہزاروں میل دور رہنے والا اور اس سے لاتعلق رہنے والا، اس سے تعلق رکھنے والی اہم اور خفیہ معلومات تک پہنچ گیا تھا۔

وہ اپنی پوری ذہانت سے کام لیتے ہوئے سوچ رہا تھا لیکن یہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ میں اس کے بارے میں کیسے معلومات حاصل کر رہا ہوں؟ مجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ برین ماسٹر کہلاتا ہے؟ اور یہ اہم راز کیسے جان لیا کہ اس نے امریکی فارن منسٹر اور آرمی کے میجر کو ہلاک کر دیا ہے اور ان کی جگہ اپنے ڈپلیکیٹس پہنچا دیے ہیں؟ یہ اتنے گہرے راز کی بات تھی کہ یہ بات اس کا باپ اور اسے پیدا کرنے والی ماں بھی نہیں جانتی تھی۔

وہ بڑے اضطراب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ ”یہ فرہاد کیا بلا ہے؟ کیا یہ کالا جادو جانتا ہے؟ کیا پُراسرار علم کے ذریعے پاتال میں چھپے ہوئے دشمنوں تک اور دماغ کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے رازوں تک پہنچ جاتا ہے؟“

پھر اس نے خود ہی اپنے خیالات کی نفی کی۔ انکار میں سر ہلا کر سوچنے لگا۔ ”نہیں، فرہاد کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ وہاں کالا جادو اور پُراسرار علوم جاننے والوں کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ کیا میں یہ مان لوں کہ روحانیت کے ذریعے اندر کے بھید معلوم کیے جا سکتے ہیں؟“

وہ ٹھوس مادہ پرست تھا۔ روحانیت کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ ان طریقوں اور ہتھکنڈوں کو سمجھنا چاہتا تھا، جن کے ذریعے میں اس کے اندر سرنگ بنا رہا تھا۔

وہ ایک گھنٹے تک مغزماری کرتا رہا پھر بھی یہ سمجھ نہ سکا کہ میری معلومات کے ذرائع کیا ہیں؟ اس نے گھڑی دیکھی۔ ایک گھنٹے کے بعد اسے خیال خوانی کرنی تھی اور ان تین کو ماجاننے والوں کے اندر پہنچنا تھا۔

ایسے وقت عقل نے سمجھایا کہ صرف دشمن کے بارے میں نہ سوچے اپنا بھی محاسبہ کرے کہ خود سے کہاں غلطیاں ہو رہی ہیں؟

انسانوں کی دنیا میں یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کوئی بھی شخص اپنی غلطی تسلیم نہیں کرتا لیکن جب حالات کے جوتے جم کر پڑنے لگتے ہیں تب عقل سوچنے پر مجبور کرتی ہے

کہ وہ کہاں ٹھوکریں کھا رہا ہے؟ اور کیسے ٹھوکریں کھا رہا ہے؟ اور ان کی وجوہات کیا ہیں؟

اسے بھی اپنا محاسبہ کرنے سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ مسلسل کامیابیاں حاصل کرتے کرتے وہ بہت مغرور ہو گیا ہے۔ اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس سے زیادہ کوئی طاقتور نہیں ہے اور کوئی اتنے وسیع ذرائع کا مالک نہیں ہے کہ اس کے سائے تک بھی پہنچ سکے۔ یہی خوش فہمی آئندہ اسے ڈوبونے والی ہے۔

پھر یہ بات سمجھ میں آئی کہ اسے باہر جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا دوست راست بنا کر کام لینا چاہیے تھا لیکن اسے ڈی فرہاد نہیں بنانا چاہیے تھا۔ فرہاد بمقابلہ فرہاد کا کھیل شروع کرنے کے بعد ہی اسے پہلی بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔

جب میں نے اس سے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیا اور اس کے ڈی فرہاد کا پول کھول دیا تب اس نے تسلیم کیا کہ اس نے زندگی میں پہلی بار کسی سے مات کھائی ہے۔

اور جب یہ معلوم ہوا کہ فرہاد علی تیمور کو ایک برین ماسٹر کے وجود کا علم ہے، اور وہ اس کی ڈپلیکیٹس مافیا کے طریقہ کار سے بھی واقف ہے۔ تو وہ اندر سے لرز گیا۔ اسے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے چاروں طرف سے ننگا ہو گیا ہے۔ جس فولادی چار دیواری میں تھا۔ وہ چار دیواری پگھل گئی ہے اور میں اسے ہر پہلو سے اور ہر طرف سے دیکھ رہا ہوں اور کسی وقت بھی اس پر جھپٹ سکتا ہوں۔

وہ جہاں تھا وہاں سکون سے بیٹھ نہیں پا رہا تھا۔ کبھی اٹھ رہا تھا۔ کبھی بیٹھ رہا تھا پھر کبھی اٹھ کر اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگتا تھا۔ اب ایک ہی بات اس کے ذہن میں نقش ہو گئی تھی اور وہ یہ کہ جلد سے جلد مجھے کمزور بنا کر اور اپنے سامنے جھکا کر ہی محفوظ رہ سکتا ہے اور مجھ برتر ہونے والے کو کم تر بنا سکتا ہے۔

اس نے پہلے ہی یہ منصوبہ بنا رکھا تھا کہ انڈیا میں میری جتنی اولادیں ہیں انہیں ٹریپ کرے گا۔ ان میں سے کسی کو بھی اپنا قیدی بنا کر مجھے اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دے گا۔

پارس الپا اور اعلیٰ بی بی کے بارے میں یہ معلوم تھا کہ وہ تینوں ممبئی میں ہیں۔ آؤ ڈی مین وہاں پہنچ کر ہر پانچ کلو میٹر کا سفر کرتے ہوئے ممبئی کے ہر علاقے میں پہنچتے ہوئے ان میں سے کسی کی بھی آواز سن سکتا تھا اور یہ معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ اس طرح وہ باہر کو اور برین ماسٹر کو ان کے پتے ٹھکانے تک پہنچا سکتا تھا۔

اس نے باہر کو مخاطب کیا۔ ''باہر! میں زندگی میں پہلی بار فکر میں مبتلا ہو رہا ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے فرہاد ہمارے آس پاس کہیں ہے اور اچانک ہی ڈرامائی انداز میں ہماری شہ رگ تک پہنچنے والا ہے۔''

وہ بولا۔ ''سچ پوچھئے تو میں بھی بہت پریشان ہو گیا ہوں۔ پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے سوچ رہا ہوں کہ اس وقت کم بخت کو ڈپلیکیٹس مافیا تنظیم کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا؟ اور وہ کیسے جانتا ہے کہ آپ برین ماسٹر کہلاتے ہیں؟''

''اب تو مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے وہ ہمیں بچہ سمجھ کر ہم سے کھیل رہا ہے۔ ہمیں دور ہی دور سے دیکھ رہا ہے۔ ہماری مطلوبہ چیزیں ہم تک پہنچا رہا ہے پھر ہم سے چھین رہا ہے۔ جیسے عدنان ایک بار تمہارے ہاتھ آتے آتے نکل گیا۔ جمائلہ بھی پچھلے تین دن اور تین راتوں سے تمہیں ملتے ملتے نہیں مل رہی ہے اور ہمارے کسی کام نہیں آ رہی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ فرہاد کسی طرح اسے کنٹرول کر رہا ہو اور اسے ہمارے کام آنے کا موقع نہیں دے رہا ہو؟''

''اب تو اس کے بارے میں کچھ بھی سوچا جا سکتا ہے۔ وہ کچھ بھی کر سکتا ہے اگر آج رات بھی جمائلہ نے مجھ سے ملاقات نہ کی، اور میرے ہاتھ نہ آئی تو میں یقین کر لوں گا کہ فرہاد دور ہی دور سے ہمیں تماشا بنتے دیکھ رہا ہے۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''اب وقت ہو رہا ہے اس ڈاکٹر کے اندر چلو، جو کوما میں رہنے والوں کی نگرانی کرتا ہے۔ ہم جلد ہی ان تینوں کے معاملے سے نمٹ لیں گے۔ اس کے بعد ہماری پہلی ترجیح یہی ہو گی کہ انڈیا میں پارس الپا اعلیٰ بی بی اور کبریا کو ٹریپ کیا جائے اور عدنان کو کسی بھی طرح تلاش کیا جائے۔''

باہر نے کہا۔ ''آپ مجھ سے بہت زیادہ ذہین ہیں اور بہت بڑی تنظیم کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود میں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔''

''ہاں بولو..... کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''آپ اس وقت جہاں بھی ہیں۔ وہ جگہ فوراً چھوڑ دیں اور کسی خفیہ پناہ گاہ میں چلے جائیں۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ وہ کم بخت کہیں سے آپ کو دیکھ رہا ہو گا۔''

اب میں ایسا بھی پہنچا ہوا نہیں تھا کہ اتنی جلدی اس کی شہ رگ تک پہنچ جاتا لیکن ان کے دل بری طرح دہل گئے تھے اور اچھی طرح سہم گئے تھے۔ مجھے ایک آسیب کی طرح اپنے حواس پر مسلط کر لیا تھا۔

برین ماسٹر نے اس کے مشورے کو فوراً ہی مان لیا اور کہا۔ ''تم ٹھیک کہتے ہو میں ابھی یہ جگہ چھوڑ دیتا ہوں۔ تم اس ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد آجاؤں گا۔''

اس وقت جینوا میں صبح کے سات بج رہے تھے۔ میں نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ چونکہ نومی سے ناراض ہو کر دوسرے کمرے میں آ گیا تھا۔ اس لیے وہ بے چین تھی۔ سو نہیں سکی تھی۔ ایک تو میری فکر تھی کہ مجھے کس طرح منائے گی؟ دوسرا یہ کہ وہ دشمنوں کی بھی خیر خبر رکھنے کے معاملے میں بہت مستعد تھی۔ ہر حال میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہتی تھی اور اب تو اس نے بابر کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔ اس کے ذریعے برین ماسٹر کی بہت سی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگی تھی۔

اس وقت بھی وہ بابر کے اندر پہنچی ہوئی تھی اور برین ماسٹر سے ہونے والی تمام باتیں سنتی رہی تھی اور یہ معلوم کر کے فخر حاصل کر رہی تھی کہ برین ماسٹر جیسا طاقتور اور پُراسرار شخص مجھ سے خوفزدہ ہے اور مجھ سے چھپنے کے لیے کسی خفیہ پناہ گاہ میں گیا ہے۔

وہ میری ذہانت اور برتری سے اور زیادہ متاثر ہو رہی تھی۔ اسے مجھ پر پیار آ رہا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر بڑی عاجزی اور محبت سے پوچھا۔ ''کیا مجھ سے ناراض ہو؟''

''اگر ناراض ہوتا تو کب کا یہاں سے جا چکا ہوتا۔ میں نے کل رات ہی کہہ دیا تھا۔ کہ تمہارے ساتھ رہوں گا مگر تم پر بھروسا نہیں کروں گا۔ آخری بار آزماؤں گا کہ تم کس حد تک میرے ساتھ دیانتدار بن کر رہو گی؟''

''یہ تو تمہارا احسان ہے کہ مجھے اپنی دیانتداری ثابت کرنے کا موقع دے رہو۔ میں یہ آخری موقع ضائع نہیں کروں گی۔ ابھی ایک بہت ہی ضروری کام کی بات کرنے آئی ہوں۔''

''وہ کام کی بات کیا ہے؟''

''امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی ان تین کو مامیں رہنے والے افسران کے اندر جائیں گے۔ ڈاکٹر انجکشن کے ذریعے انہیں کوما سے نکالے گا تب وہ ان تینوں پر تنویمی عمل کریں گے۔ اس کے بعد ان کے دماغوں کو لاک کر دیں گے تاکہ برین ماسٹر ان تک نہ پہنچ سکے۔ ان امریکیوں کا خیال ہے کہ تم ان کے معاملے میں مداخلت نہیں کرو گے۔''

''درست خیال ہے۔ میں ان کے کسی بھی معاملے میں دلچسپی نہیں لینا چاہتا۔''

''لیکن فرہاد! وہ برین ماسٹر تو ان کے راستے میں رکاوٹ بنے گا۔ ہمیں بھی وہاں موجود رہنا چاہیے اور برین ماسٹر کو اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔''

''میں نے کہا ناں۔ مجھے ان کے معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم مجھ سے کم سے کم بات کیا کرو۔''

''آخر کب تک مجھ سے ناراض رہو گے؟''

''میں یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ تم سے ناراض نہیں ہوں لیکن کم سے کم بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے مگر ہمارے دل ایک نہیں ہوں گے۔''

وہ میری باتوں سے مایوس ہو رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے مگر ہم کام کی باتیں تو کر سکتے ہیں؟''

''امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے علاوہ کوئی دوسری بات کرو اگر وہ کام کی ہو۔''

''ایک اور اہم معلومات فراہم کر رہی ہوں اور وہ یہ ہے کہ برین ماسٹر تم سے بری طرح خوفزدہ ہے۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟ وہ بھلا مجھ سے کیوں خوفزدہ ہو گا؟''

''تم ہو ہی ایسے کہ دشمن تمہارا نام سن کر گھبرا جاتے ہیں۔ اسے امریکی افسران کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا ہے کہ تم اس کی خفیہ تنظیم ڈپلیٹیس مافیا کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ اس تنظیم کا سربراہ برین ماسٹر کہلاتا ہے۔''

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ برین ماسٹر نے یہ ساری معلومات امریکی افسران کے اندر پہنچ کر معلوم کی ہیں؟ اور یہ سب کچھ معلوم کرنے کے بعد وہ مجھ سے خوفزدہ ہے؟''

''میرے پاس ایسی معلومات کا ایک بہت ہی اہم ذریعہ ہے۔ میں اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے التجا کرتی ہوں کہ میں نے عالی کو اغوا کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ میری اس ایک غلطی کو معاف کر دو اور میری معلومات سے فائدہ اٹھاؤ۔''

میں نے اس کی التجا کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ''مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری معلومات کا اہم ذریعہ کیا ہے؟ تم برین ماسٹر کے بارے میں ایسے بات کر رہی ہو جیسے اسے قریب سے دیکھتی ہو؟ اور اس کی باتیں سنتی ہو؟''

''ہاں، ابھی تھوڑی دیر پہلے برین ماسٹر اور بابر کی باتیں سنتی رہی ہوں۔ وہ دونوں تم سے خوفزدہ ہیں۔ تم یقین نہیں کرو گے کہ وہ تمہارے بارے میں کیسی باتیں کر رہے تھے؟ اور اب کس طرح تم سے محتاط رہنے والے ہیں؟''

''میں یقین کر لوں گا۔ تم زیادہ باتیں نہ بناؤ سیدھے سے سوال کا سیدھا سا جواب دو۔ تمہاری اہم معلومات کا ذریعہ کیا ہے؟''

''میں ایک بہت اہم راز بتانے جا رہی ہوں۔ وعدہ کرو مجھے دل سے معاف کر دو گے۔''

''ٹھیک ہے، اگر وہ تمہارا بہت ہی اہم راز ہو گا اور تم مجھے بتاؤ گی تو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔''

''تو پھر مجھے اپنے پاس بلاؤ۔ مجھے گلے سے لگاؤ۔ میں ایک ایسی بات کہنے والی ہوں۔ جس کی تم توقع بھی نہیں کر سکتے۔''

اس نے مجھے تجسس میں مبتلا کر دیا۔ اتنا تو یقین تھا کہ وہ واقعی کوئی بہت اہم بات کرنے والی ہے۔ اس کا کوئی اہم راز ہے۔ جسے بیان کرنے کے بعد وہ میرا دل جیت لینا چاہتی ہے۔

میں نے کہا۔ ''دروازہ کھلا ہے۔ چلی آؤ۔''

وہ خوشی سے کھل گئی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے کمرے سے نکل کر کوریڈور میں آئی پھر میرے دروازے پر پہنچی، اسے آہستگی سے کھولا۔ تو وہ کھلتا چلا گیا۔ میں اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی آ کر میری گردن میں بانہیں ڈال کر مجھ سے لپٹ گئی۔

پھر فرطِ مسرت سے رونے لگی۔ میں نے کہا۔ ''میں ابھی تمہارے آنسو پونچھوں گا۔ پہلے مجھے وہ اہم راز بتاؤ؟''

اس کے رخسار آنسوؤں سے بھیگ رہے تھے۔ وہ بولی۔ ''فرہاد! میں تمہارے دشمن بابر عرف ڈی فرہاد کے اندر پہنچ سکتی ہوں، میں نے اسے اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔''

میں نے حیرانی اور بے یقینی سے اسے دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولی۔ ''کیوں یقین نہیں آ رہا ہے؟''

بات ہی ایسی تھی کہ فوراً یقین نہیں آ سکتا تھا۔ اب سے پہلے الپا عارضی طور پر بابر کے اندر پہنچی تھی پھر کچھ ایسا ہوا تھا کہ دوبارہ اس کے اندر نہ جا سکی۔ بابر نے دماغی توانائی حاصل کر لی تھی۔

وہ بولی۔ ''مجھے پیار کرو۔ میں ابھی یقین دلاتی ہوں۔''

میں نے اسے چوم لیا۔ اپنے ہونٹوں سے اور چہرے سے اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ وہ سحر زدہ سی ہونے لگی۔ میں نے کہا۔ ''میں نہیں چاہتا کہ جذبات میں بہنے لگوں پہلے کام ہونا چاہیے۔ مجھے یقین دلاؤ۔''

وہ بولی۔ ''میرے اندر آ جاؤ۔''

میں اس کے اندر پہنچ گیا پھر اس نے ایک مخصوص آواز اور لب و لہجہ مجھے بتایا اور کہا۔ ''اسے ذہن میں نقش کر لو۔ میں نے اسی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے بابر کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ ابھی اسی طرح میرے اندر خاموش رہو۔ میں اس کے اندر پہنچ رہی ہوں۔''

میں نے دوسرے ہی لمحے میں خود کو بابر کے اندر محسوس کیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ تو میں جانتا تھا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے آج رات اپنے تینوں ساتھیوں کو کوما سے نکالنے والے ہیں اور ان کے دماغوں کو لاک کرنے والے ہیں۔

الپا اور کرونا وہاں موجود تھیں۔ بابر اور برین ماسٹر بھی ان کے اندر خاموش تھے اور یہ دیکھ رہے تھے کہ تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ان تین کو ما میں رہنے والوں پر تنویمی عمل کر رہے ہیں اور ایک مخصوص آواز اور لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کر رہے ہیں۔

یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد ہم دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ وہ پھر میری گردن میں بانہیں ڈال کر فخریہ انداز میں بولی۔ ''کیوں.... میری تعریف نہیں کرو گے؟ میں نے بابر کو زیر کر کے اس ڈی فرہاد بننے والے کو اپنا غلام بنایا ہے۔''

''بے شک، تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔''

وہ بولی۔ ''اور دوسرا بڑا کام یہ کیا ہے کہ تمہاری نقل کرنے والے دشمن کے اندر تمہیں پہنچا دیا ہے۔ تم جب چاہو جیسے چاہو۔ اس کے اندر جا سکتے ہو اور جب چاہو اس کی موت بن سکتے ہو۔''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں وہ میرے سامنے اوندھے منہ گر چکا ہے اور میں گرنے والے کو اور زیادہ گرانا نہیں چاہوں گا۔ وہ برین ماسٹر تک پہنچنے کا بہت اہم ذریعہ ہے۔ ہم اس کے اندر جاتے رہیں گے اور ماسٹر کی مصروفیات سے آگاہ ہوتے رہیں گے۔''

بے شک نومی نے بہت بڑا کام کیا تھا۔ جو فرہاد بن کر مجھے چیلنج کر رہا تھا۔ اسے زیر کر چکی تھی۔ واقعی وہ بہت ہی ذہین اور تیز طرار تھی۔ ناممکن کو ممکن بنانا جانتی تھی۔ یہ کارنامہ انجام دینے کا سب سے بڑا انعام اس کے لیے یہی تھا کہ اسے میرا پیار ملتا رہے۔ لہٰذا میں اسے ٹوٹ کر پیار دینے لگا۔

اس نے پوچھا۔ ''اب تو تم نے مجھے دل سے معاف کر دیا ہے ناں؟''

''ہاں، میں نے معاف کیا۔ میرے خدا نے معاف کیا میں تمہیں بہت چاہوں گا، بہت پیار دوں گا لیکن تم ناقابل اعتماد ہو۔ تم پر کبھی بھروسا نہیں کروں گا۔''

''میں بہت ضدی ہوں فرہاد! تمہارا اعتماد حاصل کر کے ہی رہوں گی۔ فی الحال باہر کے چند خیالات پڑھو۔ دیکھو کہ اس نے برین ماسٹر کے ساتھ کیسی کیسی پلاننگ کی ہے؟ اور کس طرح وہ انڈیا میں تمہارے بچوں کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے؟''

یہ تو میں پہلے ہی ذکر کر چکا ہوں کہ برین ماسٹر اور باہر کس طرح غیر معمولی قوت سماعت رکھنے والے آڈی مین کے ذریعے میرے بچوں کو ٹریپ کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اپنی داستان کا تسلسل قائم رکھنے کے لیے جو باتیں پہلے کہی تھیں۔ وہ اب مجھے معلوم ہو رہی تھیں اور یہ بہت اہم باتیں تھی۔ دشمن میرے بچوں کو اپنے قابو میں کر کے اپنا قیدی بنا کر مجھے اپنے سامنے بہت ہی کمزور اور پسته قد بنا دینا چاہتا تھا۔

میں نے فوراً الپا اور عالی سے کہا کہ وہ پارس کے دماغ میں آ جائیں۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ہم سب پارس کے اندر تھے۔ الپا نے کہا۔ ''ابھی میں آپ سے رابطہ کرنے والی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے تک ان کو مامی رہنے والوں کے اندر کرونا کے ساتھ تھی۔ کیا آپ وہاں کی رپورٹ سننا چاہیں گے؟''

میں نے کہا۔ ''بیٹی! مجھے وہاں کے متعلق سب کچھ معلوم ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان تینوں کو مامی رہنے والوں کے دماغوں کو جن آوازوں اور لب ولہجوں کے ذریعے لاک کیا ہے۔ وہ سب مجھے یاد ہیں۔ میں ابھی ایک ضروری بات کہنے آیا ہوں۔''

وہ سب توجہ سے سننے لگے۔ میں نے کہا۔ ''برین ماسٹر کے دو دست راست ہیں۔ ایک باہر کے متعلق تو تم سب ہی جانتے ہو۔ دوسرا ایک اور شخص آڈی مین ہے۔ وہ غیر معمولی قوت سماعت رکھتا ہے اور پانچ کلو میٹر دور تک ہونے والی باتیں صاف طور سے سن لیتا ہے۔''

میرے تمام بچے یہ جانتے تھے کہ دنیا کے تمام ممالک کے ریکارڈز روم میں میری اور ان کی ہسٹری موجود ہے۔ اور ہمارا پورا ریکارڈ آڈیو اور ویڈیو کی صورت میں وہاں رہتا ہے۔

میں نے کہا۔ ''برین ماسٹر اپنے اس آڈی مین کو تم سب کی آواز اور لب ولہجہ سنائے گا اور آج کل میں اسے انڈیا بھیجے گا۔ تاکہ وہ یہاں آ کر یہاں کے ایک ایک علاقے میں جاتا رہے اور تمہاری آوازیں سن کر تمہارا سراغ لگاتا رہے کہ کہاں رہتے ہو؟ اور کیا کر رہے ہو؟''

پارس نے کہا۔ ''بے شک، وہ اپنی غیر معمولی قوت سماعت کے ذریعے ہم تک پہنچ سکتا ہے۔ برین ماسٹر اور باہر اس کے ذریعے اپنے آلہ کاروں کے ساتھ ہمارے پتے ٹھکانے تک آ سکتے ہیں اور ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔''

عالی نے کہا۔ ''اس آوڈی مین کو الو بنانے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنی آواز اور لب و لہجے کو بدل لیں۔''

میں نے کہا۔ ''میں تم لوگوں سے یہی کہنے آیا ہوں۔ اس طرح آوڈی مین تم لوگوں کی تلاش میں بھٹکتا رہے گا اور اسے تمہاری وہ آوازیں سنائی نہیں دیں گی جو اسے سنائی گئی ہوں گی۔''

الپا نے اسی لمحے میں آواز اور لب و لہجہ بدل کر کہا۔ ''میں تو ابھی سے بدل گئی۔ اب آوڈی مین کا باپ بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔''

عالی نے کہا۔ ''مسٹر! آواز اور لب ولہجہ کون سا مشکل ہے؟ یہ تو پلک جھپکتے ہی بدل جاتا ہے۔''

وہ یہ باتیں آواز بدل کر بول رہی تھی۔ پارس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم دونوں نے تو آواز اور لب ولہجہ بدلنے میں ایک ذرا دیر نہیں لگائی۔ کیا میں تم لوگوں سے پیچھے رہوں گا؟''

وہ بھی یہ بات لب ولہجہ بدل کر بول رہا تھا۔ میں ہنسنے لگا میں اس وقت جینوا میں جھیل کنارے والے کاٹیج میں تھا اور نومی میرے پاس بیڈ پر تھی۔ مجھے ہنستا دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کیا بات ہے؟ مجھے بھی اپنی خوشیوں میں شریک کرو۔''

میں نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ ''میں بہت خوش ہوں۔ وہاں انڈیا میں پارس اور الپا اور عالی نے اپنی آواز اور لب ولہجہ بدل لیا ہے۔ وہ آوڈی مین ان تک کبھی نہیں پہنچ پائے گا۔''

اس نے پوچھا۔ ''اور کبریا؟''

''کبریا وہاں نہیں ہے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔''

''برین ماسٹر اور باہر وغیرہ کو یہ نہیں معلوم ہے کہ شیوانی اپنے بیٹے عدنان کے ساتھ رنگون میں ہے۔ وہ شاید ادھر نہیں جائے گا۔ ویسے میں نے شیوانی کا لب ولہجہ بدل دیا ہے لیکن عدنان قابو میں نہیں آتا۔ اس پر تو نیا عمل کروں تو وہ ایک آدھ گھنٹے میں ہی اس عمل کے اثر سے نکل جاتا ہے۔''

وہ کچھ سوچ کر بولی۔ ''برین ماسٹر اور باہر ہر طرف سے ہار پچھتا کر تمہارے پوتے عدنان کو تلاش کریں گے اور آوڈی

کو وہاں تک پہنچانا چاہیں گے۔''

''ہم انہیں پہنچنے ہی نہیں دیں گے۔ اب تو ہم باہر کے [illegible] آسانی سے چلے جاتے ہیں۔ وہ برین ماسٹر کے ساتھ جو [illegible] بھی بنائے گا، وہ ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ جب وہ [illegible] تک پہنچنے کی پلاننگ کریں گے تو ان سے نمٹ لیا جائے [illegible]''

ادھر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ان تین [illegible] کے دماغوں کو لاک کر کے مطمئن ہو گئے تھے۔ ان [illegible] کئی گھنٹے تک رہ کر ان کی نگرانی کرتے رہے تھے اور یہ [illegible] کرنے کی کوشش کرتے رہے تھے۔ کہ کوئی دشمن وہاں [illegible] ہوا ہے۔ یا نہیں؟

انہیں اطمینان ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنی آرمی کے یوگا [illegible] والے افسر ان کو یقین دلایا کہ آئندہ کوئی دشمن ان [illegible] کے اندر نہیں پہنچ پائے گا۔

ان کا اطمینان عارضی تھا۔ آئندہ کبھی انکشاف ہونے [illegible] تھا کہ ان تینوں کے اندر باہر اور برین ماسٹر ہی نہیں میں [illegible] میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی چھپے رہتے ہیں اور نومی [illegible] کوئی بلا تھی۔ سب ہی کے اندر پہنچ جاتی تھی۔ جہاں پہنچنے [illegible] موقع نہیں ملتا تھا وہاں ہر ممکن طریقے سے راستہ بنانے کی [illegible] کرتی تھی اور وہ کم بخت کامیاب بھی ہو جاتی تھی۔

ہم دونوں نے شاور لیا۔ پھر فریش ہونے کے بعد ناشتا [illegible] بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ارادہ تھا کہ سوئٹزرلینڈ کے [illegible] علاقے میں جائیں گے۔ جہاں سال کے بارہ مہینے برف [illegible] رہتی ہے۔ وہاں کی برف اتنی ٹھوس ہوتی ہے کہ اسکی انگ [illegible] کھیل تماشے دیکھا کرتے ہیں۔

میں نے پوچھا۔ ''تمہیں اسکی انگ آتی ہے؟''

''ہاں، میں یہاں ہر سال آتی ہوں۔ میں نے اچھی [illegible] ٹریننگ حاصل کی ہے۔ اب تو بڑی مہارت سے [illegible] انگ کرتی ہوں۔ اور تم تو ہر فن مولا ہو یقیناً مہارت رکھتے [illegible]''

فون کا بزر بولنے لگا۔ نومی نے اسے اٹھا کر اسکرین [illegible] پڑھے پھر مسکرا کر بولی۔ ''بابر مجھ سے بات کرنا چاہتا [illegible]''

اس وقت ہمارے قریب ٹی وی پر قاہرہ کے بازار کا [illegible] دکھایا جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''ذرا ٹی وی کے [illegible] جا کر اس سے بات کرو۔ وہ اندازہ کرنا چاہتا ہے کہ تم [illegible] کل کہاں ہو؟ اور کس کے ساتھ کس طرح کی زندگی گزار [illegible] ہو؟''

وہ اٹھ کر ٹی وی کے قریب جا کر مسکراتے ہوئے بولی۔ ''میں سمجھ گئی۔ تم کیا چاہتے ہو؟''

اس نے فون آن کر کے کان سے لگا کر کہا۔ ''ہیلو بابر!''

دوسری طرف سے اس نے بہت ہی بے چین ہو کر پوچھا۔ ''ہیلو، نومی! تم اس وقت کہاں ہو؟ کچھ تو بتاؤ؟ تم نے کہا تھا کہ شادی کر رہی ہو اور کسی خوش نصیب کے ساتھ ہنی مون منانے کہیں جا رہی ہو؟''

''ہاں، میں نے کہا تھا لیکن تم اتنے بے چین کیوں ہو؟''

''دیکھو نومی! تم میری بہترین دوست ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی کے فریب میں آ جاؤ۔ پتا نہیں وہ خوش نصیب کون ہے۔ جس کے ساتھ تم آج کل وقت گزار رہی ہو؟''

''وہ جو کوئی بھی ہے۔ کیا تم مجھے نادان بچی سمجھتے ہو؟ میرا ہیلو لائف پارٹنر ایسا زبردست باڈی بلڈر ہے کہ میں تو اسے دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گئی تھی۔ سب سے پہلے میں نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول تابعدار بنایا ہے۔ اس کے بعد شادی کی ہے اور اب اس کے ساتھ دن رات گزار رہی ہوں۔ کیا پھر بھی میرے لیے کوئی خطرہ ہو سکتا ہے؟''

''نہیں۔ واقعی، تم بہت محتاط رہنے کی عادی ہو۔ اور اپنا راز کسی کو بھی نہیں بتاتی ہو۔ مجھے بھی نہیں بتا رہی ہو۔ کہ وہ کون ہے؟ اور آج کل تم کہاں ہو؟''

وہ بولی۔ ''فون کے ذریعے اور تمہارے آلہ کار کے ذریعے رابطہ ہوتا رہتا ہے اور ہم ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ کیا اتنا کافی نہیں ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں حیران ہوں نومی! یہ دسمبر کا مہینا ہے۔ کرسمس ڈے قریب ہے۔ ان دنوں دنیا کے کتنے ہی دولت مند اور شوقین خواتین اور حضرات سوئٹزرلینڈ جاتے ہیں۔ وہاں اس وقت اسکی انگ کے کھیل تماشے قابل دید ہوں گے اور ہنی مون منانے والے تو وہاں ضرور جاتے ہیں لیکن ....''

نومی نے مسکرا کر پوچھا۔ ''لیکن کیا...؟''

وہ بولا۔ ''میں یہ دیکھ کر حیران ہو رہا ہوں کہ تم کس عجیب ملک میں ہو۔ تمہارے قریب جو شور سنائی دے رہا ہے اور کبھی کبھی جو آوازیں آ رہی ہیں۔ اس سے تو یہی اندازہ ہو رہا ہے کہ تم شام اردن یا مصر کے کسی بازار میں ہو؟''

نومی نے گھبرانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔ ''اوہ

گاڈ! تم تو بہت ہی چالاک ہو؟ فون پر رابطہ ہوتے ہی سمجھ گئے کہ میں اس وقت مصر کے کسی شہر کے کسی بازار میں ہوں۔ میں اب فون بند کر رہی ہوں۔ اپنے آلہ کار کے اندر آؤ، وہیں بات ہوگی۔"

وہ فون بند کرتے ہی قہقہہ لگاتے ہوئے میرے پاس آئی پھر میرے گلے کا ہار بن کر بولی۔ "اوہ فرہاد! تم نے بروقت اچھا آئیڈیا دیا۔ وہ کم بخت سمجھ رہا ہے کہ میں مصر کے کسی بازار میں ہوں۔"

پھر وہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "اگر تم چاہو تو میرے اندر رہ کر ہماری باتیں سن سکتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "میں کچھ ضروری خیال خوانی میں مصروف رہنا چاہتا ہوں۔"

"تم تو دن رات خیال خوانی میں ہی مصروف رہتے ہو۔ تھوڑی دیر انجوائے کر لو۔ میرے اندر آ کر دیکھو کہ ہم کیا باتیں کرتے ہیں؟ اس کے بعد چلے جانا۔"

میں اس کے اندر پہنچا۔ وہ بابر کے ایک آلہ کار کے اندر پہنچ کر بولی۔ "ہیلو، کیا تم موجود ہو؟"

"ہاں، تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ یہ دسمبر کا مہینا ہے۔ ویسے عرب ملک میں بھی اچھی خاصی سردی ہوگی؟ تعجب ہے کہ تم سوئیٹزرلینڈ کیوں نہیں گئیں؟"

"تم یقین نہیں کرو گے۔ میں سوئیٹزرلینڈ میں ہی ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "کیا مجھے بالکل ہی نادان سمجھتی ہو؟"

وہ ذرا گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے اور ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "وہ... بات دراصل یہ ہے کہ... میں جینوا کے ایک علاقے کے شاپنگ سینٹر میں تھی، وہ... وہاں ایک بڑے سے ٹی وی اسکرین پر قاہرہ کے بازار کا منظر دکھایا جا رہا تھا۔ میں تم سے بات کر رہی تھی اور تم نے یہ سمجھ لیا کہ میں کسی عرب ملک کے بازار میں ہوں۔"

"اچھا، تو تم جینوا میں ہو؟"

"ہاں، میں اب اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئی ہوں۔ اوہ... اور اپنے ہوٹل کی طرف جا رہی ہوں۔"

بابر کا قہقہہ سنائی دیا پھر اس نے کہا۔ "تم تو مجھے بالکل ہی اناڑی سمجھ رہی ہو؟ ایک تو تم ہنی مون منانے گئی ہو۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس بے حساب دولت ہوتی ہے۔ کیا تم ایسے وقت کسی ہوٹل میں رہو گی؟ نہیں، جینوا میں جو جھیل ہے۔ وہاں کے مناظر بہت ہی دل فریب ہوتے ہیں۔ ہنی مون منانے والے وہیں کسی نہ کسی کاٹیج میں رات گزارتے ہیں۔ اس بار تم باتیں بنانے اور جھوٹ بولنے میں سر اسرنا کام رہی ہو۔"

"بھئی! اب میں تم سے بحث کیا کروں؟ تم جو سمجھ رہے ہو سمجھتے رہو۔ لیکن خبردار! قاہرہ کی طرف نہ آنا۔"

"اوہ نومی! میں تمہیں اپنی مصروفیات بتا چکا ہوں۔ یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ جمائلہ سے میری دوستی ہے اور جمائلہ ابھی قاہرہ میں ہے۔ میں آدھا گھنٹا پہلے ہی ایک فلائٹ کے ذریعے قاہرہ پہنچ گیا ہوں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ابھی یہ معلوم ہوتے ہی کہ میں قاہرہ میں ہوں۔ تم باتیں بنا رہے ہو۔ وہاں پہنچے نہیں ہو بلکہ اب میرا پیچھا کرنے کے لیے پہنچنے والے ہو۔"

"بائی گاڈ نومی! میں ایسا کچھ نہیں کر رہا ہوں۔ جمائلہ میرے لیے بہت ضروری ہے۔ میں اس سے ملنے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ میں بھی تمہاری طرف رخ نہیں کروں گا، اگر تمہیں کوئی اندیشہ ہے تو تم صرف دو دنوں کے لیے قاہرہ سے کہیں چلی جاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا پیچھا نہیں کروں گا۔ کروں گا تو مجھ پر پھر کبھی بھروسا نہ کرنا۔ مجھ سے دوستی ختم کر لینا۔"

"ٹھیک ہے، میں دو چار دن کے لیے یا ایک آدھ ہفتے کے لیے دوسری جگہ جا رہی ہوں۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ تم یہاں نہیں ہو تو واپس آؤں گی۔ دراصل میرا لائف پارٹنر قاہرہ کے تاریخی مقامات کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا اور یہاں کی تاریخ پر ایک کتاب لکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے میں اس کے ساتھ یہاں رہنے پر مجبور ہوں۔ بہرحال میں ایک آدھ ہفتے کے لیے یہاں سے جا رہی ہوں۔"

"شکریہ، میں بھی تم سے وعدہ کرتا ہوں، کل یا پرسوں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تمہارے شوہر کو قاہرہ کی قدیم تاریخ سے دلچسپی ہے۔ لہٰذا تمہیں یہاں آ کر رہنا چاہیے۔"

"آئندہ مجھے کہاں رہنا چاہیے یہ میں خود ہی فیصلہ کروں گی۔ تم یہ بتاؤ، مجھ سے کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"تم یقین کرو۔ صرف تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لیے رابطہ کیا ہے۔ تم سے یہ توقع نہیں ہے کہ اپنے کسی اہم معاملے میں مجھے شریک کرو گی۔ ویسے میں تمہیں الزام نہیں دے رہا ہوں۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے تمام معاملات ایک دوسرے سے چھپاتے ہیں۔ ویسے ایک بات بتاؤ گی؟"

"ہاں، پوچھو؟"

"کیا تم صرف ہنی مون مناتی رہو گی؟ اور اس دوران کسی بھی معاملے سے دلچسپی نہیں رکھو گی؟ خیال خوانی نہیں کرو گی؟ اگر چ بول سکتی ہو تو مجھے بتاؤ۔ کیا عدنان کے معاملے میں دلچسپی نہیں لے رہی ہو؟"

"تم کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے پوچھ لو۔ وہ دوسرے کے متعلق تجسس میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ کون اس وقت کیا کر رہا ہے؟"

وہ ذرا ٹھہر کر بولی۔ "جب میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں تو میں بھی تجسس میں مبتلا رہتی ہوں جب میرا محبوب لائف پارٹنر مجھے چھوڑ کر تاریخی معاملات سے دلچسپی لیتا رہتا ہے تو میں خیال خوانی میں مصروف ہو کر معلوم کرتی ہوں کہ کون سے وقت کہاں ہے؟ اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟ اور اسی تجسس کے زیر اثر میں تم سے پوچھتی ہوں کہ جمائلہ سے دلچسپی لینے کے علاوہ اور کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"میری تمام دلچسپی اور تمام توجہ صرف جمائلہ پر ہے۔ میں فی الحال کسی اور معاملے میں دلچسپی نہیں لے رہا ہوں۔"

"سفید جھوٹ بول رہے ہو۔ فرہاد کے جتنے دشمن ہیں؟ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ ان سب کی نظر اس کے پوتے عدنان کی طرف ہے۔ سب ہی اسے تلاش کر رہے ہیں۔ یہ کوئی نہیں مانے گا کہ تم اسے تلاش نہیں کر رہے ہو۔"

"تم مانو یا نہ مانو۔ اس بچے نے مجھے بری طرح تھکا دیا ہے۔ یہ میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ وہ تمہارے ہی قبضے میں ہے اور تم نے اسے بڑی ہی رازداری سے کہیں چھپا رکھا ہے۔ اس کامیابی کے بعد ہی تم مطمئن ہو۔ فرہاد کو اپنے دباؤ میں رکھنے کے بعد بڑے آرام سے ہنی مون منا رہی ہو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ اس نے کہا۔ "بہت خوش ہو رہی ہو؟ اپنا غمگسار بنا کر مجھے بھی خوش ہونے کا موقع دو۔ تم دوست بن کر بھلا کر سکتی ہو۔"

"میں بھلا تمہارا کیا بھلا کر سکتی ہوں؟"

"میں فرہاد سے اپنا ایک مطالبہ منوانا چاہتا ہوں۔ وہ اپنے پوتے کی سلامتی اور تحفظ کی خاطر تمہاری بات مان لے گا اور میرا مطالبہ مان لے گا۔"

"بائی داوے تمہارا مطالبہ کیا ہے؟"

"جب تم تسلیم ہی نہیں کر رہی ہو کہ عدنان تمہارے قبضے میں ہے تو میں تمہیں کیا بتاؤں؟"

"فرض کرو اگر وہ میرے قبضے میں ہوتا تو فرہاد سے کیا

دنیا کے حیرت انگیز فن
تحریر شناسی
کی مدد سے دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں
اُردو میں پہلی بار
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب
تحریر اور شخصیت
یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ .....
- یہ شخص کس کام کے لئے موزوں ہے؟
- کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟
- کیا اسے جلد غصہ آتا ہے؟
- کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے؟
- کیا اس کے ساتھ شادی کی جا سکتی ہے؟
- کیا اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟
- کیا یہ ایماندار اور ہمدرد ہے؟
- اس کا جنسی رویہ کیسا ہے؟
- اس میں برائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں؟
- اور ایسی دوسری بہت سی باتیں۔
ہر شخص کیلئے یکساں طور پر کارآمد کتاب
قیمت 30 روپے ڈاک خرچ -/31 روپے

مطالبہ منواتے؟"

"پہلے تم تسلیم کرو کہ وہ بچہ تمہارے قبضے میں ہے۔"

"چلو، تسلیم کرتی ہوں۔"

"مجھے یہ بتاؤ کہ وہ کس ملک میں ہے؟ میں پتا ٹھکانا نہیں پوچھوں گا۔ ملک کا نام بتا دو؟"

"میں نے ان ماں بیٹے کو انڈونیشیا میں آرام سے رکھا ہے۔"

"تم مجھے ٹالنے کے لیے کسی ایک ملک کا نام لے رہی ہو۔"

"میں سچ بول رہی ہوں۔ اور تم یقین بھی کر رہے ہو لیکن مجھے ٹال رہے ہو۔ فرہاد سے جو مطالبہ کرنا چاہتے ہو وہ مجھے بتانا نہیں چاہتے۔"

"مجھے تم پر یقین آ جائے گا تب ہی تمہیں وہ بات بتاؤں گا۔"

"تم سے راز داری کی بات نہ کی جائے تو بہتر ہے۔ میں نے ابھی بالکل سچ کہا ہے اور اس لیے سچ کہا کہ تم لاکھ کوشش کے باوجود انڈونیشیا میں ان ماں بیٹے کو تلاش نہیں کر سکو گے۔ کیونکہ میں نے دونوں کو گونگا بنا دیا ہے۔ ان کی آواز کوئی دوسرا تو کیا وہ خود بھی نہیں سن سکتے۔ اب میں جا رہی ہوں۔ تم سے بات کرتی ہوں، تو خواہ مخواہ وقت ضائع ہوتا ہے۔ نہ خود کو فائدہ پہنچاتے ہو نہ مجھے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ دماغی طور پر میرے پاس حاضر ہو گئی۔ میں اس وقت ناشتے کی میز پر سے اٹھ گیا تھا اور قریب ہی ایک ایزی چیئر پر نیم دراز ہو کر خیال خوانی کر رہا تھا۔

میں نے اسے دیکھا وہ مسکرا کر بولی۔ "کیا خیال ہے؟ کیا آؤٹنگ کے لیے نہیں چلنا ہے؟"

میں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ "تم چینج کرو۔ میں بھی تیار ہو رہا ہوں لیکن اس سے پہلے ذرا خیال خوانی کرو۔ کسی برائیویٹ فلائنگ کمپنی میں پہنچو اور بیلی کاپٹر میں دو سیٹیں حاصل کرو۔"

"یعنی ہم سوئٹزرلینڈ کے شمالی علاقوں میں جا رہے ہیں؟ اور وہاں دو چار روز قیام کریں گے؟"

میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ "آئی لو یو فرہاد! میں ابھی تیاریاں کرتی ہوں ہوں دیسے تم ابھی کیا کر رہے ہو؟"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔ "میں ایسا کام کر رہا ہوں کہ سنو گی تو خوشی سے لپٹ پڑو گی۔ بلکہ خوشی سے پاگل ہو جاؤ گی۔"

وہ بے چینی سے بولی۔ "ایسی کیا بات ہے؟ مجھے فوراً بتاؤ؟"

"میں یہاں کے رجسٹرار سے رابطہ کر رہا ہوں۔ ابھی ہم یہاں سے جائیں گے اور ہماری کورٹ میرج ہو گی۔"

وہ خوشی سے چیختی ہوئی چھلانگ لگاتی ہوئی مجھ پر آئی اور میری گردن میں بانہیں ڈال کر لپٹ گئی۔ میرے چہرے میری گردن کو جگہ جگہ سے چومنے لگی۔ وہ جیسے سچ مچ پاگل ہو رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایسا خون سمٹ آیا تھا جیسے سرخوں کا میلہ لگ رہا ہو اور اس میلے میں وہ اِدھر سے اُدھر میرے وجود پر بھٹک رہی ہو۔

میں نے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنا نہیں چاہتا۔ باقاعدہ اپنی شریک حیات بنانا چاہتا ہوں۔ اس لیے میں نے اتنا بڑا فیصلہ کیا ہے۔"

"تمہارا یہ فیصلہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔ میں اسے زندگی بھر نہیں بھولوں گی اور ہمیشہ تمہاری وفادار اور تابعدار بن کر رہوں گی۔ تمہیں کسی مرحلے پر کسی بھی پہلو سے ناراض نہیں ہونے دوں گی۔"

"نومی! میں یہ تعلق جائز کر رہا ہوں اور یہ جائز ہو جائے گا۔ اس کے باوجود میرے اسلامی نقطۂ نظر سے ہماری ازدواجی زندگی مکمل جائز نہیں ہو گی۔"

"تو تم مجھے بتاؤ کہ کس طرح جائز ہو گی؟ میں اس پر عمل کروں گی۔"

"کیا تم اسلام قبول کرو گی؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ ایک گہری سانس لی پھر بڑے جذبے سے بولی۔ "دل سے قبول کروں گی۔ ابھی قبول کروں گی۔"

"تو پھر جاؤ غسل کرو۔"

"ابھی صبح تو کیا تھا؟"

"پھر ایک بار تمہیں پوری طرح پاک و صاف ہونا پڑے گا۔ میں یہاں معلوم کرتا ہوں کہ کوئی عالم دین یا کوئی نکاح پڑھانے والا قاضی ہے یا نہیں؟ اگر ہوا تو تم اس کے سامنے اسلام قبول کر لو گی پھر مجھ سے نکاح قبول کرو گی۔"

"اگر یہاں کوئی نہ ہوا تو؟"

"تو پھر میں تمہیں اپنے سامنے بٹھا کر کلمہ پڑھواؤں گا۔ میرے دین سے تعلق رکھنے والی چند بنیادی باتیں تمہیں سمجھاؤں گا۔"

وہ مجھ سے ذرا الگ ہوئی، مگر پھر بھی لگی رہی اور بولی۔ "ایک بات کہوں؟"

"ہاں، ضرور کہو۔"

"تم مجھے اپنے دین میں شامل کر رہے ہو اور میں بھی بڑے جذبے سے اسلام قبول کر رہی ہوں۔ تو جناب علی اسد اللہ تبریزی کو تو کوئی شکایت نہیں ہو گی؟ وہ میرے دماغ میں آ کر میری سچائی کو خود سمجھ لیں گے۔ کیا وہ ہمارا نکاح نہیں پڑھا سکتے؟"

میں نے چونک کر اسے دیکھا پھر کہا۔ "یہ خیال میرے ذہن میں کیوں نہیں آیا؟ دراصل میں یہ شادی کسی پرفی الحال ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اعلیٰ حضرت (جناب تبریزی) سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ میں ابھی ان سے رابطہ کرتا ہوں۔ ویسے پہلے ہم نہا دھو کر پوری طرح پاک صاف ہو جائیں پھر ان سے رابطہ کیا جائے گا۔"

ہم دونوں الگ الگ باتھ روم میں چلے گئے۔ پندرہ منٹ کے بعد ہی ہم نے دوبارہ طہارت کے تقاضے پورے کیے۔ دوسرا لباس تبدیل کیا۔ پھر ایک کمرے میں آ کر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

میں نے اعلیٰ حضرت کو مخاطب کیا۔ انہوں نے پوچھا۔ "کہاں ہو تم نومی کرسٹل کو اپنے نکاح میں لانا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "اعلیٰ حضرت! آپ سے دل کی بات کہی نہیں رہتی۔ آپ تو سب ہی جانتے ہیں۔ کیا میرا یہ فیصلہ درست ہے؟"

انہوں نے کہا۔ "جو کام بھی جائز ہو گا۔ وہ درست ہی ہو گا۔"

"کیا آپ نومی سے مطمئن ہیں؟ کیا وہ میرے ساتھ وفادار رہے اور یہ کہ وہ دل سے اسلام قبول کرے گی؟"

"ہاں، میں مطمئن ہوں۔ اس سے کہو میں ابھی اس کے اندر آ کر اسے کلمہ پڑھاؤں گا لیکن اس سے پہلے تم اسے غسل کراؤ۔ یہ ابتدائی اور اہم باتیں تمہیں سکھائی ہوں گی۔ میں غسل کے بعد اس کے پاس آؤں گا۔"

میں نے نومی کو خوش خبری سنائی۔ "اعلیٰ حضرت راضی ہو گئے اور ابھی دس منٹ کے بعد تمہارے پاس آئیں گے۔ اس سے پہلے تمہیں وضو کرنا چاہیے۔ میرے ساتھ باتھ روم میں آؤ۔"

میں اس کے ساتھ وہاں آیا پھر اسے سکھانے لگا کہ کس طرح وضو کیا جاتا ہے۔ وہ میری ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگی۔ وضو کرنے کے بعد سر کو اسکارف سے ڈھانپ لیا پھر اسی کمرے میں آ کر بیٹھ گئی۔

میں نے کہا۔ "نومی! یہ تمہارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی تمہارا نکاح مجھ سے پڑھا رہے ہیں۔"

وہ میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ "میرا دل خوف سے اور خوشی سے کانپ رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت میرے اندر آنے والے ہیں۔ آج میں خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت سمجھ رہی ہوں۔"

میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ پر سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "ابھی مجھ سے فاصلہ رکھو۔ نکاح سے پہلے میرے قریب نہیں آؤ گی اور نہ ہی ہم دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں گے۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی اعلیٰ حضرت نومی کے اندر آئے۔ تو وہ خوشی اور خوف سے اور بڑے جذبے سے لرز رہی تھی سہمی ہوئی تھی۔ میں بھی اس کے اندر تھا۔

انہوں نے کہا۔ "بیٹی! حوصلہ رکھو۔ تم ایک نئی زندگی نہایت ہی نیک نیتی سے شروع کرنے جا رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔"

وہ اسے حوصلہ دے رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ "کوئی

یادداشت بڑھانے، مطالعہ کرنے اور امتحان دینے کے گارنٹڈ نفسیاتی طریقے
ہر شخص کے لئے گارنٹڈ مطالعہ طریقوں کے لئے بے حد مفید
امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے
اگر آپ "بھول جانے" کے مرض میں مبتلا ہیں تو یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ یادداشت کس طرح بہتر بنائی جا سکتی ہے۔
اس کتاب کا مطالعہ کر کے آپ "بھول جانے" کے مرض سے ہمیشہ کیلئے چھٹکارا حاصل کر لیں گے
کتاب کے چند عنوانات
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 736، لاہور
فون 5862551، 5862551-5869313
Email: kitabiat1970@yahoo.com
Rs. 30/-

بھی جائز کام کبھی چھپ کر نہیں کیا جاتا، اس لیے اس وقت آمنہ فرہاد، الپا، اعلیٰ بی بی اور کبریا جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کی فیملی میں ہیں۔ وہ سب یہاں موجود ہیں۔ سونیا پارس اور پورس وغیرہ کو اس شادی کے بارے میں مختصراً بتا دیا گیا ہے۔ تمہارے اسلام قبول کرنے اور نکاح قبول کرنے کی ایک ایک رپورٹ ان کے پاس پہنچتی رہے گی۔''

نومی یہ تمام باتیں سن رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری فیملی میں آنے سے پہلے ہی اسے اتنی عزت اور مان مرتبہ ملے گا۔

اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''آؤ بیٹی! اب پڑھو۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.....''

جیسا کہ نومی کے بارے میں بیان ہو چکا ہے، وہ سونیا کی ہم شکل تھی۔ اس نے بچپن سے سونیا کو اپنے ذہن میں نقش کر لیا تھا اور اسی کی طرح ذہین بننے کی تربیت حاصل کرتی رہی تھی۔ اس نے ٹیلی پیتھی کا علم سیکھا تھا اور اس علم کا تقاضا یہ ہے کہ خیال خوانی کرنے والوں کو زیادہ سے زیادہ زبانیں آنی چاہیے۔ اس لیے وہ انگریزی، فرانسیسی، جرمنی، چینی، جاپانی، اردو اور عربی زبانیں بہت پہلے ہی سیکھ چکی تھی۔ اگرچہ اس نے کبھی کلام پاک کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اسے کبھی پڑھا نہیں تھا لیکن عربی اچھی طرح سمجھتی تھی اور عربی بولنے والوں کے لب و لہجوں کو بڑی آسانی سے گرفت میں لے لیا کرتی تھی۔

اس وقت اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''پہلا کلمہ پڑھو۔'' پھر انہوں نے پڑھایا۔ تو وہ ان کے ساتھ ساتھ پڑھنے لگی۔ کلام پاک کی ایک آیت بھی ان کے ساتھ ساتھ بڑی روانی سے پڑھتی گئی۔

پھر انہوں نے کہا۔ ''چونکہ تم اسلام قبول کر رہی ہو۔ اس لیے میں تمہیں اپنی بیٹی بنا رہا ہوں۔ آج سے تمہارا اسلامی نام ثنا علی تبریزی ہوگا اور تم ثنا تبریزی کہلاؤ گی۔''

جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو سب سے پہلے آمنہ نے کہا۔ ''ثنا تبریزی! تم اب مسلمان ہو۔ ہم میں سے ایک ہو۔ میں تمہیں ایک نئی اسلامی زندگی کی مبارک باد دیتی ہوں۔''

الپا نے بھی مبارک باد دی۔ اعلیٰ بی بی اور کبریا نے کہا۔ ''ہماری طرف سے بھی مبارک باد قبول کریں۔ ابھی نکاح پڑھایا جائے گا۔ اس کے بعد ہم ہمیشہ آپ کو اپنی ہی کہاں کریں گے۔''

پھر جناب تبریزی نے میرا اور اس کا نکاح پڑھایا۔ ہم نے ایک دوسرے کو قبول کیا۔ سب ہی ہمیں مبارک باد دینے لگے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''میں نے مما کو یہ ساری باتیں بتائی ہیں۔ وہ بھی مبارک باد دے رہی ہیں اور خاص طور پر نومی کو مبارک باد کہہ رہی ہیں۔''

خوشی کے مارے ثنا تبریزی کی آنکھوں سے آنسو ہی طرح بہہ رہے تھے کہ رک نہیں رہے تھے۔ وہ بولی۔ ''عالی اور کبریا! میں نے ماضی میں تمہاری مما سے بڑی دشمنی کی ہے۔ میں سخت شرمندہ ہوں۔ انہوں نے مجھے قبول کیا ہے۔ میں کس دل سے ان کا شکریہ ادا کروں؟ اور کس طرح ان کے قدموں میں جا گروں؟ میں ہمیشہ تمہاری مما کے قدموں کی خاک بن کر رہوں گی۔''

جناب تبریزی نے کہا۔ ''ایک باپ اپنی بیٹی کو کسی کے نکاح میں دینے کے بعد اسے کچھ نہ کچھ دیتا ہے۔ میں اپنی بیٹی ثنا تبریزی کو ایک بہت بڑا اعزاز دے رہا ہوں۔ آج سے بابا صاحب کے ادارے کا دروازہ ثنا تبریزی کے لیے کھلا رہے گا۔''

یہ سنتے ہی ثنا خوشی سے چیخ مار کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور کہنے لگی۔ ''ہائے۔ میں اس قابل نہیں ہوں۔ مجھے اتنا بڑا رتبہ دیا جا رہا ہے۔ کتنا مان دیا جا رہا ہے۔ اتنا اعتماد مجھ پر کیا جا رہا ہے۔ یا خدا! مجھے پہلے عقل کیوں نہ آئی؟ میں نے پہلے کیوں دشمنی کا راستہ اختیار کیا؟ یا اللہ تعالیٰ تیرے بندوں نے مجھے معاف کیا ہے۔ تو بھی مجھے معاف کر دے.....''

وہ بولتی جا رہی تھی۔ اور روتی جا رہی تھی۔ نکاح میں شریک ہونے والے تمام افراد اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ خوشیاں بڑی شدت سے اس پر مسلط ہو گئی ہیں۔ اس لیے وہ رو رہی ہے۔ لہٰذا وہ وہاں سے رخصت ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی میں نے اسے اپنی طرف کھینچ کر سینے سے لگا لیا اور بڑے پیار سے اس کے آنسو پونچھنے لگا۔

☆☆☆

عالی اور ایمان علی کی ملاقات بڑے ہی ڈرامائی انداز میں ہوئی تھی۔ وہ دونوں حیدر آباد دکن میں تھے۔ ایمان علی کے متعلق کچھ تفصیلات پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ وہ خاندانی رئیس تھا۔ جب اس کے کھیلنے کودنے کی عمر تھی تب سے اس کے دل میں علم نجوم سیکھنے کا شوق پیدا ہوا تھا اور وہ رفتہ رفتہ یہ علم حاصل کرتا رہا تھا۔ جیسے جیسے علمی صلاحیت بڑھتی گئی۔ ویسے ویسے ہی وہ علم فلکیات کے حوالے سے زائچہ بنانا ہاتھ کی لکیروں کو پڑھنا اور چہروں اور آنکھوں کو پڑھنا سیکھتا رہا۔ کچھ تو اس کی لگن تھی اور کچھ خداداد صلاحیت تھی۔ جن کے نتیجے میں اس نے ان تمام علوم میں مہارت حاصل کر لی تھی۔

عالی حیدر آباد سے ممبئی جانا چاہتی تھی۔ ایمان علی نے پہلی ہی ملاقات میں پیش گوئی کی۔ ''تم ابھی ممبئی نہیں جا سکو گی۔ میں خود جانا چاہتا ہوں اور شاید میں بھی نہ جا سکوں۔''

حد میں اس کی یہ پیش گوئی درست ثابت ہوئی تھی۔ ان دونوں نے ممبئی جانے والی فلائٹ کے ٹکٹ ضرورت مند حاجیوں کے رشتے داروں کو دے دیے تھے۔ تاکہ وہ حج کر... والوں کو ممبئی تک جا کر الوداع کہہ سکیں۔

وہ خوبرو اور قد آور باڈی بلڈر تھا اور بہت ہی زبردست فائٹر تھا۔ اس نے پہلی ہی ملاقات میں عالی کو گھیرنے والے غنڈوں سے مقابلہ کیا تھا۔ بڑی ہی ماہرانہ فائٹنگ کا مظاہرہ کیا تھا۔ حملہ کرنے والوں کو زبردست انداز میں شکست دی تھی۔ ساری باتیں ایسی تھیں کہ عالی اس سے متاثر ہونے لگی تھی۔ اگرچہ وہ خود غنڈوں کا مقابلہ کر سکتی تھی لیکن اس نے ایسی صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ چپ چاپ ایمان علی کو آزما رہی تھی اور یہ بھی اسے نہیں بتایا تھا کہ وہ خیال خوانی جانتی ہے اور فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہے۔

وہ ایمان علی کے ساتھ اس کی ٹکسال نما کوٹھی میں گئی تھی۔ وہ دکن کے نوابوں کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کا رکھ رکھاؤ ان کی شان و شوکت نوابوں جیسی تھی۔ ایمان علی یتیم تھا، اس کا چچا نواب غیاث الدین ایک بہت بڑی ٹوبیکو کمپنی کا مالک تھا۔ کروڑ پتی ہونے کے باوجود اپنے بھتیجے ایمان علی سے پیار رکھتا تھا۔

چچا دشمنی کی دو بڑی وجوہات تھیں۔ ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو ایمان علی سے منسوب کرنا چاہتا تھا اور اس نے بڑی مسرت سے کہا تھا۔ ''چچا جان! میں اپنے علم کے ذریعے یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کی صاحبزادی میری شریک حیات نہیں بن سکیں گی۔''

اس کے چچا نے غصے سے کہا۔ ''جہنم میں جائے تمہارا علم۔ خرافہ خواہ مخواہ نجومی بنے پھرتے ہو۔ ہمارے بچوں کی ازدواجی زندگی ہمیشہ خاندان میں ہی ہوتی آئی ہیں۔ اس مرتبہ بھی اگر تم نے انکار کیا تو اس کے برے نتائج تمہارے سامنے آئیں گے۔''

''برخوردار علم تو یہ بھی کہتا ہے کہ انکار کی صورت میں آپ سے نفرت کریں گے۔ علیحدگی اختیار کر لیں گے دشمنوں جیسا سلوک کریں گے، جب تقدیر میں یہ سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ تو مجھے اسے بھگتنا ہی ہوگا۔''

نواب غیاث الدین کی دشمنی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ ایمان علی کے پاس بہت ہی بیش قیمت اور نایاب ہیرے جواہرات تھے۔ ان کی ایک تاریخی اہمیت تھی اور وہ کروڑوں ڈالرز میں فروخت ہو سکتے تھے۔ کچھ خاندانی ہیرے جواہرات نواب غیاث الدین کے حصے میں آئے تھے لیکن وہ ان سے مطمئن نہیں تھا۔ سب کے سب ایمان علی سے ہتھیا لینا چاہتا تھا۔ اپنے مقصد کے لیے اس نے اسے داماد بنانا چاہا اور ناکام رہا۔ اب اس کے خلاف سازشیں کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ پہلے تو وہ اسے مختلف انداز میں دہشت زدہ کرے گا اور مجبور کرے گا کہ وہ اس کا داماد بن جائے اور اگر وہ راضی نہ ہوا تو اس طرح اسے نقصان پہنچائے گا کہ وہ تمام ہیرے جواہرات اس کے قدموں میں خود ہی لا کر رکھ دے گا۔ اس کے بعد بھی کام نہ بنا تو وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔

ستارہ شناس ایمان علی خوب سمجھ رہا تھا کہ اس کے ستارے گردش میں ہیں۔ اپنے زائچے کا خوب اچھی طرح مطالعہ کرنے کے بعد یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ اس کی زندگی میں آنے والی ایک انتہائی خوبصورت لڑکی اسے گردش سے نکالے گی اور دشمنوں کو گردش میں لے آئے گی۔

عالی ایمان علی کے ساتھ اس کے محل میں آئی تو اس کی ماں اور بہنوں نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ اس کی والدہ نے اسے گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''میرا بیٹا صبح یہ کہہ کر نکلا تھا کہ آج اس کی زندگی میں ایک بہت ہی حسین لڑکی آئے گی اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم اس پر اعتماد کرنے لگو گی تو ہمارے گھر ضرور آؤ گی اور

مسٹری میگزین کا مقبول ترین سلسلہ
شاطر
کتابی شکل میں شائع ہو گئی ہے
پہلی جلد 75/- روپے | دو حصے مکمل | اڈوانس 31/- روپے
آج ہی طلب فرمائیں | واحد تقسیم کار
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 22 کراچی 74200
فون: 5862551 فیکس: 5862584-5865313

دیکھو! میرے بیٹے کا علم کتنا پختہ ہے۔ اس کی ہر بات درست ہو رہی ہے۔''

ایمان علی کی دونوں بہنوں نے بھی اسے گلے لگایا پھر کہا۔ ''آیئے۔ ہم نے پہلے سے آپ کے لیے ایک کمرا سیٹ کر دیا ہے۔ پہلے آپ غسل کر لیں پھر ہم سب مل کر دوپہر کا کھانا کھائیں گے۔''

وہ ایمان علی کے ساتھ شاپنگ کرتی ہوئی آئی تھی۔ اپنے لیے چند جوڑے اور ضرورت کا سامان خرید لیا تھا۔ اس نے واش روم میں جا کر غسل کرنے کے دوران میں ایمان علی کی والدہ اور اس کی بہنوں کے خیالات پڑھے پتا چلا کہ وہ سب ایمان علی کے چچا سے بہت پریشان ہیں۔ اس کے چچا کا ایک جوان بیٹا بھی اس کی بیٹیوں کو پریشان کرتا رہتا ہے۔ بڑا بیٹا اپنے باپ سے مختلف ہے اور ایمان علی کی بڑی بہن کو دل و جان سے چاہتا ہے۔

وہ سب ایک ہی دادا کی اولاد تھے۔ یہ رشتہ آسانی سے ہو سکتا تھا لیکن چچا نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ دس کروڑ کے نایاب ہیرے جواہرات بیٹی کے جہیز میں دیے جائیں گے تو وہ اسے اپنی بہو بنائے گا ورنہ رشتہ منظور نہیں ہے۔

عالی نے ایمان علی کی بڑی بہن زیب النسا کے اندر پہنچ کر اسے تھوڑی دیر کے لیے غائب دماغ بنایا اور فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھا کر اپنے چچازاد عاشق نواب عظیم الدین سے رابطہ کیا۔

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''زیب النسا! تم نے پہلی بار مجھ سے رابطہ کیا ہے۔ میرا دل خوش ہو گیا۔ میں ان خاندانی جھگڑوں سے ڈرنے والا اور کمزور پڑنے والا نہیں ہوں۔ شادی کرو گی تو تم سے ورنہ ساری عمر تمہارا انتظار کرتا رہوں گا۔''

ایسے وقت عالی نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی تو زیب النسا چونک گئی۔ اپنے ہاتھ میں ریسیور دیکھ کر اور نواب عظیم الدین کی آواز سن کر پریشان ہو گئی۔ سوچنے لگی کہ اس نے بے اختیار اس سے فون پر رابطہ کیوں کیا ہے؟

وہ عالی کی مرضی کے مطابق سوچنے لگی۔ ''میرے دل میں بھی تو ان کے لیے بہت جگہ ہے۔ میں ان کے لیے ہی سوچتی رہتی ہوں۔ میرے خیالات نے مجھے بے اختیار ان سے رابطہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ ہائے، مجھے تو یہ سوچ کر شرم آ رہی ہے۔ میں کسی معاملے میں پہل نہیں کرتی۔ آج پہلی بار انہیں فون کیا ہے۔ وہ کیا سوچ رہے ہوں گے؟''

عالی نواب عظیم الدین کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ ایک پختہ ذہن کا مالک تھا۔ دل سے زیب النسا کو اپنی شریک حیات بنانا چاہتا تھا لیکن گھریلو حالات سے مجبور تھا۔ کروڑوں کا کاروبار تھا جو باپ نے اپنے نام کر رکھا تھا۔ وہ باپ سے بغاوت نہیں کر سکتا تھا۔ دوسرا بیٹا باپ کے مزاج کے مطابق تھا۔ کاروبار پر قبضہ جمانے کے لیے باپ کی ہاں میں ہاں ملایا کرتا تھا۔

نواب غیاث الدین ایک تو دولت مند تھا پھر یہ کہ ملک کی برسر اقتدار پارٹی میں تھا۔ نیشنل اسمبلی کا ایک رکن تھا۔ اس پارٹی کے لیے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

ایسے طاقتور صنعت کار اور سیاست داں زور زبردستی سے کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے خطرناک ہتھکنڈے ضرور پالتے ہیں۔ عالی نے نواب عظیم الدین کے ذریعے اس کے باپ نواب غیاث الدین کی آواز اور لب و لہجے کو سنا پھر اس کے اندر پہنچ گئی۔

یہ کہنا چاہیے کہ وہ صحیح وقت پر پہنچی۔ نواب غیاث الدین سوچ رہا تھا کہ ایمان علی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔ اس کے بعد ماں اور بہنیں بے یار و مددگار ہو جائیں گی تو وہ اپنے مطالبات کے مطابق زیب النسا کو اپنی بہو بنا سکے گا۔

پھر اس نے سوچا کہ اس کی دوسری بہن مہر النسا کو اپنے دوسرے بیٹے سے منسوب کر دے گا۔ اس طرح ان دونوں کی تمام دولت اور جائداد کے ساتھ خاندانی نایاب ہیرے و جواہرات بھی اس کے قبضے میں آ جائیں گے۔

وہ بڑی آسانی سے سب کچھ حاصل کر سکتا تھا اور اس کے لیے لازم ہو گیا تھا کہ ایمان علی کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اس نے اپنے ایک غنڈے کو طلب کیا۔ وہ اب سے کچھ عرصہ پہلے ایک قتل کر چکا تھا لیکن اس جیسے ایم این اے کے سائے میں رہ کر قانون کی گرفت سے محفوظ تھا۔ وہ ایک ہندو تھا۔ اس نے حاضر ہو کر اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ''آپ کا سیوک حاضر ہے۔ آپ حکم کریں۔''

اس نے کہا۔ ''ہم نے اچھی طرح سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایمان علی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔''

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات 51 ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ 15 جنوری 2010ء کو شائع ہوگا

آئیڈیل پبلک لائبریری
زیر نگرانی محمد کلیم
0301-7283296
0334-9630911

سسپنس ڈائجسٹ کا
مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

وہ سمجھ رہی تھی کہ میں اسے بڑی محبت سے بازو میں اٹھا کر لایا ہوں۔ اور جب میں نے اسے بیڈ پر پھینکا تب بھی اس نے یہی سمجھا کہ یہ میری محبت کا ظالمانہ انداز ہے لیکن میں نے تیور بدل کر کہا تو وہ ایک دم سے چونک گئی۔ میں نے کہا تھا کہ یہ ہنی مون منانے والی سیج تمہاری آخری سیج ثابت ہو سکتی ہے.....

وہ پریشان ہو کر میرا منہ تکنے لگی۔ اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ یہ بات ذہن میں آ رہی تھی کہ ضرور کوئی گڑ بڑ ہونے والی ہے۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔ ''تم اس انداز میں کیوں بول رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''پہلے تم خود سوچو کہ میرے لیے کتنی مخلص ہو؟ اور اگر مخلص ہو تو میرے تیور کیوں بدل رہے ہیں؟''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''میں کیا سوچوں کیا سمجھوں؟ میری سمجھ میں تو یہی آ رہا ہے کہ ابھی پوری ایک رات بھی نہیں گزری اور تمہارا دل مجھ سے بھر گیا ہے۔''

پھر وہ مسکرانے لگی۔ انگڑائی لینے کے انداز میں بل کھا کر میرے قریب آتے ہوئے بولی۔ ''ابھی تو ابتدا ہے تمہیں خوش کرنے کا پورا موقع کہاں ملا ہے۔ باقی داوے مجھ میں کوئی کمی کھٹک رہی ہو تو بتاؤ؟ میں اسے دور کروں گی۔''

میں نے اپنی ہتھیلی اس کے منہ پر رکھی۔ اس کا پورا چہرہ میری ہتھیلی سے چھپ گیا۔ وہ خوش ہو گئی۔ یہ بھی محبت کا ایک انداز ہوتا ہے۔ میں نے اسے ہتھیلی سے دھکا دیا۔ تو پھر پیچھے کی طرف بستر پر گر پڑی۔ وہ چند سیکنڈ تک وہیں پڑی رہی پھر سر گھما کر پریشانی اور بڑی معصومیت سے یوں دیکھا جیسے میرے اس رویے کو سمجھنے سے قاصر ہو۔

میں نے کہا۔ ''مجھے نادان سمجھ کر کب تک اداکاری دکھاؤ گی؟ میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں کہ میرا رویہ اچانک کیوں بدل گیا ہے؟ کیا میں نے تمہارے چہرے کے پیچھے چھپے ہوئے اصل چہرے کو دیکھ لیا ہے؟''

میں نے ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے کہا۔ ''کیا مجھے تمہارے بارے میں کوئی بہت اہم معلومات حاصل ہوئی ہیں؟ میں پاگل تو نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ اچانک میرا رویہ بدل جائے گا۔''

''کوئی تو بات ہے جسے تم سمجھتی ہو کہ میں اچانک دوستی سے دشمنی کی طرف کیوں آ رہا ہوں؟''

میں نے اس سے ذرا دور جاتے ہوئے کہا۔ ''اگر میں ابنارمل نہیں ہوں تو بتاؤ کہ میں تمہارے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہا ہوں؟''

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر گڑگڑانے کے انداز میں بولی۔ ''فار گاڈ سیک فرہاد! پہیلیاں نہ بجھاؤ اگر میرے بارے میں کوئی الٹی سیدھی بات معلوم ہوئی ہو تو مجھے بتاؤ تب میں اپنی صفائی میں کچھ کہہ سکوں گی۔''

میں نے اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ٹونی جے نے مجھ سے رابطہ کیا تھا اور یہ اقرار کیا تھا کہ اس نے میری بیٹی عالی کو اغوا کیا ہے، وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔''

وہ بڑی معصومیت سے بولی۔ ''تم نے مجھے یہ بات بتائی تھی پھر بعد میں یہ بھی کہا تھا کہ وہ ٹونی جے کے تنویمی عمل سے نجات پا چکی ہے۔ زیادہ بدبخت تم سے پھر کچھ کہہ رہا ہے؟''

میں نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔ ''اس بدبخت کو یہ علم ہی نہیں ہے کہ میری بیٹی کو کسی نے اغوا کیا تھا۔''

''پھر تو وہ سراسر جھوٹ بول رہا ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ عالی اس کی گرفت سے نکل چکی ہے اور اب اس کے قابو میں نہیں آئے گی تو وہ اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے بیان بدل رہا ہے۔''

''وہ مجھے اپنے استاد اور باپ کا درجہ دیتا ہے اور ہمیشہ سے میری عزت کرتا رہا ہے پھر یہ کہ وہ جھوٹا ہے تو بیان کیوں بدلے گا؟ مجھ سے خوفزدہ کیوں ہوگا؟ جبکہ وہ گمنامی کی زندگی گزار رہا ہے۔ میں اس کا پتا ٹھکانا کبھی معلوم نہیں کر سکوں گا۔ کبھی اسے سزا نہیں دے سکوں گا پھر وہ مجھ سے خوفزدہ کیوں ہوگا؟''

''فرہاد! اس کے جھوٹ کا اندازہ اسی طرح سے کر سکتے ہو کہ اس نے خود اپنی زبان سے اقرار کیا تھا کہ اس نے عالی کو.....''

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں نے زوردار طمانچہ رسید کیا، اس کا منہ گھوم گیا۔ وہ پھر بیڈ پر گر پڑی۔ میں نے کہا۔ ''اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ کبھی مجھ سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ تم نے ٹونی جے بن کر مجھے اس کی آواز اور لب و لہجے میں دھوکا دیا تھا۔''

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ روتے ہوئے اٹھتے ہوئے بولی۔ ''میں آواز اور لب و لہجہ بدل کر ٹونی جے بن کر تمہیں کیوں دھوکا دوں گی؟''

''تم نے اس لیے دھوکا دیا کہ میرا دھیان تمہاری طرف نہ جائے اور میں یقین کے ساتھ ٹونی جے کو مجرم سمجھتا رہوں۔''

میں پھر اس سے ذرا دور جاتے ہوئے بولا۔ ''تم

زبردست چال باز ہو۔ اس سے پہلے بھی تم نے مرجانے کی ایسی اداکاری کی تھی کہ مجھ جیسا تجربہ کار شخص بھی دھوکا کھا کر ایک عرصے تک تمہیں مردہ سمجھتا رہا تھا۔''

میں نے تین انگلیاں دکھاتے ہوئے کہا۔ ''تین آزاد خیال خواتی کرنے والوں میں کرونا میری بیٹی بن چکی ہے۔ میرے لیے کام کر رہی ہے۔ فرمان اور ٹونی جے اپنی اپنی جگہ گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ انہوں نے قسم کھائی ہے کہ جب کبھی زندگی اور موت کا مسئلہ درپیش ہوگا تب ہی خیال خوانی کریں گے، ورنہ چپ چاپ ایک عام شخص کی طرح زندگی گزارتے رہیں گے۔ میں ٹونی جے کے بارے میں ٹھوس معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے عالی کو اغوا نہیں کیا تھا تو پھر کس نے کیا تھا؟''

نومی نے مجھ سے یہ بات چھپائی تھی کہ اس نے بہروپئے بابر کے دماغ میں جگہ بنالی ہے اور اسے اپنا معمول اور تابعدار بھی بنا لیا ہے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ میں بھی اس کے ساتھ بابر کے دماغ میں پہنچوں، اور دشمنی کی بدترین سزا دوں۔ وہ کم بخت بہت چالاک تھی۔ اپنے برے وقت کے لیے اسے اپنا تابعدار بنائے رکھنا چاہتی تھی۔ اس لیے مجھے اپنے اس معاملے سے دور رکھ رہی تھی۔

میں اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی۔ ''فار گاڈ سیک۔ مجھے ایسی نظروں سے نہ دیکھو۔ یہ تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ بہروپیا بابر تم سے کھلی دشمنی کر رہا ہے۔ اسی نے عالی کو اغوا کیا ہوگا۔''

''اگر وہ اغوا کرتا تو عالی تقریباً پندرہ گھنٹوں تک اس کی تابعدار رہی تھی۔ وہ بڑے فخر سے مجھے چیلنج کرتے ہوئے امریکی اکابرین اور دنیا والوں سے پیڈنکے کی چوٹ پر کہہ سکتا تھا کہ اس نے میری ایک بہت بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں لی ہے اور مجھے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر رہا ہے۔ وہ مجھ سے طرح طرح کے مطالبات منوا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا کچھ نہیں کیا۔''

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''بس، اب مزید بحث نہ کرنا اگر تم نے اعتراف نہ کیا تو میں تمہاری جیسی جھوٹی اور چالباز عورت کے ساتھ ایک لمحہ بھی نہیں گزاروں گا۔ ابھی چلا جاؤں گا۔''

وہ بیڈ سے اتر کر دوڑتی ہوئی آ کر میرے قدموں سے لپٹ گئی۔ ''مجھے چھوڑ کر جانے کی بات نہ کرو۔ میں تمہیں پانے کے بعد کھونا نہیں چاہتی۔ میں یہ اعتراف کرتی ہوں اپنے جرم کا اعتراف کرتی ہوں کہ میں نے عالی کو اغوا کیا تھا۔ اسے اپنا تابعدار بنایا تھا۔''

وہ رو رہی تھی اور بول رہی تھی۔ ''میری محبت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے صرف تمہیں پانے کی خاطر ایسا کیا ہے۔ میں چاہتی تھی کہ عدنان کے علاوہ دوسری کمزوری بھی میرے ہاتھ میں رہے عالی میری قید میں رہے گی تو تم میرے بس میں رہو گے۔ میں جب تک چاہوں گی تم میرے ساتھ رہو گے اور مجھے محبتیں دیتے رہو گے۔''

وہ پہلے میرے قدموں سے لپٹی ہوئی تھی پھر میرے پیروں پر سر رکھتے ہوئے بولی۔ ''میں نے بہت بڑی حماقت کی ہے۔ تمہیں اپنا بنانے کے لیے غلط راستہ اختیار کیا۔ اب جبکہ تم مجھے صحیح راستے سے مل رہے ہو اور بھرپور محبتیں دے رہے ہو تو میری نادانی سامنے آ رہی ہے۔ میں تمہارے سامنے مجرم بن گئی ہوں۔''

وہ سر اٹھا کر بولی۔ ''میں اس وقت تمہارے قدموں میں ہوں۔ مجھے ٹھوکر مارو۔ سزائیں دو اور اگر جان سے مارنا چاہتے ہو تو مار ڈالو مگر جب تک سانس چل رہی ہے اس وقت تک مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔''

میں اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ اس نے مجھے پوری طرح اپنے قابو میں رکھنے کے لیے جس طرح عدنان کو کہیں چھپا کر رکھا تھا، اسی طرح عالی کو بھی کہیں چھپا کر رکھنا چاہتی تھی۔ اب میں اس پر اعتماد کر کے اس کے ساتھ رہنے کے لیے آیا تھا تو اسے اپنی احمقانہ غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔

یہ بات بھی سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ میری اتنی دیوانی ہے کہ تمام احتیاطی تدابیر کو بالائے طاق رکھ کر خود میرے پاس آ گئی تھی۔ اپنی کسی ڈمی کو نہیں بھیجا تھا۔ مجھ پر اعتماد کر رہی تھی۔ یہ کہنا چاہیے کہ خود کو داؤ پر لگا رہی تھی۔ میں چاہتا تو اسے ابھی دماغی کمزوری میں مبتلا کر کے اپنا تابعدار بنا لیتا۔

میں نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا، اب اس کا جرم سامنے آنے کے بعد ایسا کر سکتا تھا اور وہ خود کہہ رہی تھی کہ میں اسے سزا دوں، بلکہ جان سے ہی مار دوں، جبکہ میں خواہ مخواہ کسی کی جان نہیں لیتا لیکن میں اسے اپاہج بنا سکتا تھا۔ اسے ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے محروم کر سکتا تھا۔ کچھ تو سزا دے سکتا تھا۔

میں نے کہا۔ ''اٹھو، وہاں جا کر بیٹھو۔''

وہ جھک کر میرے قدموں کو چومنے لگی پھر آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ الٹے پاؤں چلتی ہوئی سر جھکائے ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا۔ ''ایک بات تو طے ہے کہ تم ناقابل اعتماد ہو۔ میں نے تم پر بھروسا کیا۔ اتنا بڑا خطرہ

Pakistanipoint
Waqar Azeem

مول لے کر تمہارے پاس چلا آیا۔ تم کسی بھی حیلے بہانے سے مجھے دماغی کمزوری میں مبتلا کر سکتی ہو اور مجھے اپنا تابعدار بنا سکتی ہو۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔ ''فار گاڈ سیک۔ ایسی باتیں نہ کرو۔ مجھے ایسا کرنا ہوتا تو اب تک کر چکی ہوتی۔''

''ابھی تم نے اس لیے نہیں کیا کہ اطمینان ہے۔ ہمیں یہاں بہت عرصے تک ساتھ رہنا ہے۔ تم آرام سے مناسب وقت دیکھ کر مجھے دماغی کمزوری میں مبتلا کر سکتی ہو۔''

''میں بحث نہیں کروں گی۔ کیونکہ اب اعتماد کے قابل نہیں رہی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ مجھے سزا ضرور دو۔ تمہارے ساتھ رہنے کی خوشیاں ملتی رہیں گی تو میں بدترین سزا کو بھی برداشت کرتی رہوں گی۔''

''ایسی جذباتی باتوں سے مجھے متاثر کرنے کی کوشش نہ کرو۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ عدنان کو اپنے پاس شیوانی کی زندگی میں رکھو گی۔ اب اس کی زندگی انیس دن کی رہ گئی ہے۔ مجھے تو اس سلسلے میں بھی تم پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔''

''بے شک، تم بھروسا نہ کرو۔ مجھے حکم دو ابھی عدنان کے سلسلے میں کیا کروں؟''

میں اسے دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عدنان اپنی ماں کے ساتھ نومی کی خفیہ پناہ گاہ میں محفوظ تھا اگر میں اسے وہاں سے نکال لاتا تو اگلے انیس دن تک وہ بابا صاحب کے ادارے میں نہ جاتا۔ کیونکہ ماں کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

اور اگر اسے نومی کی پناہ گاہ سے نکال کر کسی دوسری جگہ رکھنا چاہتا تو ببرو پیا یا برین ماسٹر اس کی بو سونگھتے پھر رہے تھے۔ ہماری بدنصیبی سے اور شیوانی کی پھر کسی حماقت سے وہ ماں بیٹے کو ٹریپ کر سکتے تھے۔ میں ایسا کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔

نومی میرے سامنے سر جھکائے میرے فیصلے کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''میں ابھی تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ اسی کاٹج میں رہوں گا لیکن ہم الگ الگ کمرے میں رہیں گے اور میں کل تک یہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کروں گا کہ عدنا ن کے سلسلے میں آئندہ تم پر بھروسا کر سکتا ہوں یا نہیں؟''

اس نے جلدی سے کہا۔ ''بے شک، تم بھروسا کر سکتے ہو۔ کیونکہ میں تمہارے پاس رہوں گی تمہاری قیدی بن کر رہوں گی۔ ابھی تنہا بیڈ روم میں سونے جاؤں گی تو تم مجھے ہتھکڑی پہنا دو، میرے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دو۔ تاکہ میں فرار نہ ہو سکوں۔ اگلے انیس دنوں تک تم مجھ سے بدترین قیدیوں جیسا سلوک کرتے رہو میں برداشت کرتی رہوں گی۔ تم اپنے طور پر محتاط رہو۔''

وہ صوفے سے آگے کھسک کر فرش پر گھٹنے ٹیکتے ہوئے بولی۔ ''میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتی ہوں، تمہیں دھوکا نہیں دوں گی۔ تمہیں کسی بھی بہانے سے دماغی کمزوری میں مبتلا نہیں کروں گی۔ مجھے تمہاری طرف سے جان کا خوف رہے گا پھر بھی تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔''

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے پر آیا پھر وہاں سے پلٹ کر بولا۔ ''ٹھیک ہے، جب تک میں کوئی آخری فیصلہ نہ کروں تم دوسرے کمرے میں رہو گی، میں کل تک کسی نتیجے پر پہنچوں گا۔''

میں نے کمرے سے باہر آ کر سر گھما کر اسے دیکھا پھر کہا۔ ''میں تمہیں قیدی نہیں بناؤں گا۔ اس دروازے کو باہر سے بند نہیں کروں گا۔ میری اس اعلیٰ ظرفی پر تمہیں شرم آئے تو ڈوب مرنا۔''

میں نے وہاں سے دوسرے کمرے میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ میری ڈی بن کر آنے والا فرہاد شام کی فلائٹ سے جینوا پہنچ چکا تھا اور میں نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ کسی ہوٹل میں قیام کرے، کبھی ضرورت پڑنے پر اسے میری جگہ آ کر میراروں ادا کرنا ہوگا۔

نومی مجھے دھوکا دیتی آئی تھی۔ میں چاہتا تو ڈی کو ابھی اپنی جگہ بلاتا اور یہاں سے چپ چاپ چلا جاتا۔ وہ دھوکا کھاتی رہتی اور ایک غیر مرد کے ساتھ دن رات گزارتی رہتی لیکن میں یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اپنا تن من سب کچھ صرف میرے لیے سنبھال کر رکھتی ہے۔ اس نے اس امانت میں کبھی خیانت نہیں کی، کبھی مجھے دھوکا نہیں دیا۔ میں بھی ایسا کم ظرف نہیں ہوں کہ اس کی آبرو کو اپنی ڈی کے آگے دو کوڑی کی بنا دیتا۔

ایک مرد سے وفاداری اور محبت کے معاملے میں وہ کسی شک و شبہے کے بغیر سچی اور کھری تھی اور میں اس کی پارسائی کو داغدار نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنی ڈی اور دوسرے آلہ کاروں سے رابطہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ دور ہی دور سے نومی کی نگرانی کرتے رہیں۔ میں اس کے ساتھ باہر نکلوں تو وہ اس پر کڑی نظر رکھا کریں۔

میں ایک ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھ گیا، مجھے آرام و سکون اور تنہائی کی ضرورت تھی۔ تاکہ میں دوسرے معاملات سے نمٹ سکوں۔ ایک اہم معاملہ تو برین ماسٹر کا تھا۔ وہ مجھے

کمزور بنانے کے لیے مجھ پر قابو پانے کے لیے میرے بچوں کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا اور میں چپ چاپ سرنگ بناتا ہوا ڈپلیکیٹس مافیا کے اندر پہنچنے کی کوششیں کر رہا تھا۔

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، برین ماسٹر نے ہر بڑے ملک کی حکومت میں اور آرمی میں اپنے ڈپلیکیٹس پہنچائے تھے۔ ان ممالک کے حکمرانوں کے جو فارن منسٹر تھے۔ وہ اصلی نہیں تھے۔ اصلی کو ختم کر کے ان کو نابود کر کے ہو بہو اسی شکل کے اور اسی جسامت کے ڈپلیکیٹس وہاں پہنچا دیے گئے تھے۔ اسی طرح ہر ملک کی آرمی میں جو میجر تھے، وہ بھی اصلی نہیں تھے۔ برین ماسٹر کے بنائے ہوئے ڈپلیکیٹس تھے۔ ایسے طریقہ کار سے وہ تمام بڑے ملکوں کے حکمرانوں کی سیاست کو اور عالمی طاقت کو اور کمزوریوں کو اچھی طرح سمجھتا رہتا تھا۔

الپا کو تھوڑی دیر تک ببرو پیے بابر کے خیالات پڑھنے کا موقع ملا تھا اور اس نے اس کے ذریعے ان تمام فارن منسٹرز، تمام میجرز کے نام اور پتے معلوم کر لیے تھے، اور وہ رفتہ رفتہ انہیں آلہ کار بناتی ہوئی ان تمام اہم افراد کے اندر پہنچ رہی تھی۔

میں نے الپا کے اندر پہنچ کر پوچھا۔ ''میری بیٹی کیا کر رہی ہے؟''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''پاپا! میں آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے امریکی، فرانسیسی، جرمنی اور روسی فارن منسٹرز اور آرمی کے میجرز کے دماغوں میں جگہ بنا لی ہے۔ اب میں ان کے اندر جاتی رہوں گی اور یہ معلوم کرتی رہوں گی کہ انہیں برین ماسٹر کے ذریعے کیسے احکامات مل رہے ہیں؟ اور وہ ان احکامات کے مطابق کیا کر رہے ہیں؟''

میں نے پوچھا۔ ''وہ تین کوما میں رہنے والے اکابرین کا کیا بنا؟''

''وہ ابھی تک کوما میں ہیں۔ برین ماسٹر کا ایک غیر معمولی قوت سماعت رکھنے والا آوڈی مین واشنگٹن میں ہے۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر اپنے اطراف سے پانچ کلومیٹر دور تک کی باتیں بہ آسانی صاف طور سے سن لیتا ہے پھر برین ماسٹر اور ببرو پیے فرہاد کو اپنے اندر بلا کر ان کی آوازیں سناتا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''برین ماسٹر یہ بہت زبردست تکنیک استعمال کر رہا ہے۔ اس آوڈی مین کے ذریعے ان لوگوں کی بھی باتیں سن رہا ہے جو یوگا کے ماہر ہیں اور اسے اپنے اندر آنے نہیں دیتے۔''

الپا نے امریکن آرمی کے ایک افسر کے اندر رہ کر یہ معلوم کیا تھا کہ ایک ڈاکٹر ان تین کوما میں رہنے والوں کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ انجکشن کے ذریعے ان کے اندر خوراک پہنچاتا رہتا ہے۔ جس بنگلے میں انہیں رکھا گیا ہے وہاں آرمی کے جوانوں کا سخت پہرا ہے۔ ان تینوں کے کمروں میں کسی آرمی جوان کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ چند یوگا جاننے والے افسر اور سپاہی ہیں جوان کے کمروں میں جاتے ہیں۔

ان کے علاوہ ڈاکٹر کو ان تینوں کے پاس جانے کی اجازت ہے۔ وہ ایک آرمی افسر کی نگرانی میں ان کا معائنہ کرتا ہے۔ انجکشن کے ذریعے ان کے اندر دوائیں اور خوراک پہنچاتا ہے۔ اس کے بعد ان کمروں سے نکل آتا ہے۔

ڈاکٹر عبرسیدہ ہے سانس روکنے کا ماہر نہیں ہے۔ اس کا دماغ حساس نہیں ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا۔ اسی لیے وہ یوگا جاننے والے آرمی افسر کی نگرانی میں ان تین کوما میں رہنے والوں کے پاس جاتا ہے پھر اپنے فرائض انجام دے کر واپس چلا آتا ہے۔

الپا نے کہا۔ ''غیر معمولی قوت سماعت رکھنے والا آوڈی مین یوگا کا ماہر ہے۔ اس کے باوجود میں اس کے دماغ میں اس وقت پہنچ گئی جب برین ماسٹر اور ببرو پیا فرہاد وہاں موجود تھے۔ اس لیے اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ یقیناً اس ڈاکٹر کے اندر پہنچنے کی کوشش کر رہے ہوں گے؟''

''یس پاپا! وہ پہنچ چکے ہیں۔ آوڈی مین نے باہر اور برین ماسٹر کو اپنے اندر بلایا تھا اور انہیں اس ڈاکٹر کی آواز سنائی تھی۔ آواز سنتے ہی وہ اس کے اندر پہنچ گئے۔ میں بھی وہاں موجود تھی۔''

میں نے پوچھا۔ ''امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی خیال خوانی کے ذریعے اس ڈاکٹر کی نگرانی کرتے ہوں گے؟''

''یس پاپا! اس ڈاکٹر کے چور خیالات نے بتایا ہے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی کبھی اس کے اندر آتے ہیں۔ اس سے باتیں کرتے ہیں ان تین کوما میں رہنے والوں کے حالات معلوم کرتے ہیں۔ پھر چلے جاتے ہیں۔''

''اب وہاں کیا ہو رہا ہے؟''

''برین ماسٹر نے اس ڈاکٹر کے ذہن میں یہ بات نقش کی ہے کہ وہ رات کے دو بجے کوما میں رہنے والوں کو ایسے انجکشن لگائے گا جن کے اثر سے وہ کوما سے نکل آئیں گے۔''

''یعنی وہ آج رات انہیں کوما سے نکال کر ان پر تنویمی عمل کریں گے، انہیں اپنا تابعدار بنائیں گے۔''

''جی ہاں، ابھی میں یہی کہنے کے لیے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ آپ عالی یا کرونا کو میرے پاس بھیج دیں۔ ہم باری باری اس ڈاکٹر کے اندر رہ کر یہ دیکھتے رہیں گے کہ وہ لوگ کب تنویمی عمل کر رہے ہیں؟ ایسے وقت ہماری وہاں موجودگی بہت ضروری ہوگی۔''

''ٹھیک ہے، میں جا رہا ہوں۔ ابھی کرونا تمہارے پاس آجائے گی۔''

میں دماغی طور پر نومی کے کاٹج میں حاضر ہوگیا۔ رات کے دو بجے تھے۔ میں دبے قدموں اپنے کمرے سے نکل کر نومی کے کمرے کے پاس آیا۔ اس کے کمرے میں روشنی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جاگ رہی تھی۔ میرا اعتماد کھونے کے بعد اسے نیند نہیں آرہی تھی۔

میں نے اپنی ڈمی کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ ''کیا ہو رہا ہے؟''

''سر! ہمارے دو آلہ کار اس کاٹج کے آگے پیچھے موجود ہیں۔ صبح تک وہ ڈیوٹی پر رہیں گے پھر دوسرے دو آلہ کار آجائیں گے۔ میں ابھی سونے جا رہا ہوں۔ صبح اس کاٹج کے قریب رہوں گا۔''

''ٹھیک ہے، تم نیند پوری کرو۔''

میں پھر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اپنے کمرے میں آکر کرونا سے کہا۔ ''میرے دماغ میں آؤ۔''

وہ فوراً ہی چلی آئی۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا تم قاہرہ میں ہو؟''

''میں اس وقت فرمان کی حویلی میں ہوں۔ وہ بڑا ہی مہمان نواز ہے۔ اس نے مجھے واپس جانے ہی نہیں دیا۔ میں کل یہاں سے جاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے، ابھی تم الپا کے پاس جاؤ۔ وہاں تمہاری بہت ضرورت ہے۔''

''یس پاپا! میں ابھی جا رہی ہوں۔''

وہ چلی گئی۔ میں نے اپنے بیڈروم کے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر بستر پر آکر لیٹ گیا۔ اس کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ کو ہدایت دے کر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆☆☆

تیسری رات بھی انوشے پر شیطانی حملہ ہوا تھا۔ اس کے نتیجے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ انوشے عارضی طور پر جمائلہ کے روپ میں نہیں رہے گی۔ جمائلہ کے چہرے پر دوسرا چہرہ بنائے گی۔ اپنا لب ولہجہ بھی تبدیل کرے گی پھر چوتھی رات کو دیکھا جائے گا کہ شیطان اسے جمائلہ کی حیثیت سے پہچان کر اس کے قریب آئے گا یا نہیں؟

انوشے اسی رات بدل گئی تھی۔ بہروپئے بابر سے کہا تھا کہ میں اب انڈیا میں نہیں ہوں۔ پتا نہیں کس طرح قاہرہ پہنچ گئی ہوں۔ مجھے اطمینان ہے کہ میں اپنے ابوالہول کے پاس چلی آئی ہوں۔

بابر نے کہا تھا کہ دوسری صبح نارمل رہو گی تو میں تمہارے اندر آکر باتیں کروں گا، ابھی کسی بھی پہلی فلائٹ سے قاہرہ جانے کے لیے ایک سیٹ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

وہ ایک فلائٹ میں سیٹ حاصل کر کے دوسرے دن قاہرہ پہنچ گیا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے جمائلہ سے رابطہ کرنے کی کوششیں کر رہا تھا اور یہ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ اس کی سوچ کی لہریں جمائلہ کے دماغ تک نہیں پہنچ پا رہی ہیں پھر ایسا ہی لگ رہا ہے کہ جیسے جمائلہ مردہ ہو چکی ہو۔

پچھلے دن بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ صبح سے شام تک انوشے کے دماغ میں پہنچ نہیں پایا تھا۔ بھٹکتا رہا تھا اور رات کو انوشے نے بتایا تھا کہ وہ پتا نہیں کس پُراسرار قوت کے ذریعے قاہرہ پہنچ گئی ہے اور پچھلے تمام دن دماغی طور پر غائب رہی ہے۔

بابر نے سوچا کہ وہ پھر آج صبح سے شام تک غائب دماغ رہے گی۔ رات کی تاریکی پھیلنے سے پہلے ہی میں ابوالہول کے بت کے پاس جاؤں گا۔ وہ ادھر ضرور آئے گی۔

برین ماسٹر اور بابر کے لیے جمائلہ جتنی اہم تھی اتنی ہی دردسر بنی ہوئی تھی۔ انوشے بڑی کامیابی سے جمائلہ کا رول ادا کرتی آرہی تھی۔ بابر بڑے فخر سے برین ماسٹر کے سامنے کہا کرتا تھا، کہ جمائلہ اس کی بہترین دوست ہے اور اس کی ہر بات اور ہر مشورے پر بے چوں وچرا عمل کرتی ہے۔

اس نے برین ماسٹر کو پہلے یہ بتایا تھا کہ جمائلہ انڈیا میں ہے اور اس کے ذریعے وہ عدنان تک پہنچ سکتا ہے اور ماسٹر نے کہا تھا فرہاد کی تقریباً تمام اولاد انڈیا میں ہے۔ ان سب کو ٹریپ کرنا ہے۔ اس کی کوئی ایک بیٹی یا بیٹا ہماری مٹھی میں آجائے تو ہم فرہاد کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔

برین ماسٹر اس بات پر جھنجھلایا ہوا تھا کہ میں نے ان کے تین امریکی ٹیکی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیا تھا اور انہیں کوما میں پہنچا دیا تھا۔ میری وجہ سے وہ بڑے مصائب کا سامنا کر رہا تھا۔

ہماری زندگی میں اب تک جتنے بھی زبردست پُراسرار بن کر رہنے والے دشمن آئے ان سب کی یہی حسرت تھی کہ کسی بھی طرح مجھے یا سونیا کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں۔ ایسی حسرتیں پوری ہونے سے پہلے ہی وہ یا تو دنیا سے اٹھ جاتے تھے، یا اسرار کے پردے سے نکل کر ہمارے سامنے رینگنے والے کیڑے بن جاتے تھے۔

حالات بتا رہے تھے کہ جلد ہی برین ماسٹر کی شامت آنے والی ہے۔ اس نے میرے مقابلے پر ایک ڈمی فرہاد (بابر) کو لا کر سب سے بڑی غلطی کی تھی اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اب تک پراسرار بن کر رہتا، اور بڑی خاموشی سے اپنے ڈپلیکیٹس کے ذریعے تمام بڑے اور چھوٹے ممالک کے درمیان چپ چاپ سرنگ بناتا رہتا ان کی کمزوریوں سے کھیلتا رہتا اور ان پر بڑے مزے سے کسی روک ٹوک کے بغیر حکومت کرتا رہتا۔

لیکن مجرمانہ ذہن رکھنے والے خواہ کتنے ہی شہزور ہوں، کتنے ہی ذہین ہوں، وہ کہیں نہ کہیں ایک غلطی ضرور کرتے ہیں اور وہی ایک غلطی انہیں ان کے زوال کی طرف لے جاتی ہے۔

اب بھی برین ماسٹر عقل سے کام لے سکتا تھا۔ مجھے راستے سے ہٹانے کے بجائے خود راستے سے ہٹ جاتا۔ ان تین کوما میں رہنے والوں کی طرف سے باز آجاتا اور آوڈی مین کے ذریعے انڈیا میں میرے بچوں کو ٹریپ کرنے کی پلاننگ نہ کرتا لیکن کوئی بھی شہزور مقابلے میں آگے بڑھ کر پیچھے نہیں ہٹتا، پیچھے ہٹنے سے اس کی انا کو ٹھیس پہنچتی ہے اور غرور کا سر نیچا ہوتا ہے اور کوئی اپنا سر جھکانا نہیں چاہتا۔ مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ مرجانا چاہتا ہے، یا مار ڈالنا چاہتا ہے۔ برین ماسٹر بھی اب مارنے یا مرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

بابر اس کے حکم کے مطابق بار بار جمائلہ سے رابطہ کر رہا تھا۔ پچھلی بار تمام دن جمائلہ سے رابطہ نہ ہو سکا تھا۔ رات کو انوشے نے یہ انکشاف کیا کہ اب وہ انڈیا میں نہیں قاہرہ میں ہے اور تمام دن غائب دماغ رہی ہے۔ اسے پتا بھی نہ چل سکا کہ وہ کس طرح قاہرہ پہنچ گئی ہے؟

بابر نے یہی رائے قائم کی کہ اس بار شاید ابوالہول نے اسے اپنے قابو میں کیا ہے اور پچھلی رات سے ہی غائب دماغ بنا کر رکھا ہے اور یہ اچھی بات ہے، وہ جس قدر ابوالہول کے قبضے میں رہے گی اسی قدر فرہاد کے خلاف اس کے کام آتی رہے گی۔

اس نے کہا۔ ''جمائلہ! میں تم سے بہت سے کام لینا چاہتا تھا اور وہ کام انڈیا میں ہی ہو سکتے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''میں جانتی ہوں۔ تم عدنان کو ٹریپ کرنا چاہتے ہو مگر میں کیا کروں؟ ادھر ابوالہول نے مجھے غائب دماغ بنا کر رکھا تھا۔ اس میں اس کی کوئی مصلحت ہو گی۔ مجھے قاہرہ پہنچنا تھا۔ اس لیے پہنچ گئی۔ اب آئندہ دیکھوں گی کہ تمہارا کوئی کام کرنے کے لیے انڈیا جا سکوں گی یا نہیں؟''

''جمائلہ! ایسا نہ کہو۔ تمہیں کسی بھی طرح انڈیا واپس آنے کا کوئی نہ کوئی موقع نکالنا ہی ہو گا۔ اپنے ابوالہول کو راضی کرنا ہو گا کہ وہ تمہیں انڈیا جانے کی اجازت دے۔ میں تمہارے پاس قاہرہ آ رہا ہوں۔''

''ضرور آؤ۔ میں تمہارا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتی۔ جب میں دن کو نارمل رہتی ہوں، اور میری تمام غیر معمولی صلاحیتیں اور قوتیں ختم ہو جاتی ہیں، اس وقت مجھے تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہی محفوظ رکھ سکیں گی۔ اس لیے میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ تم چلے آؤ۔''

انوشے نے یہ کہہ کر اسے بھڑکا دیا۔ انڈیا سے قاہرہ جانے پر مجبور کر دیا اور خود انڈیا میں ہی اپنے ماں باپ کے ساتھ رہنے لگی۔ دو گھنٹے کے بعد وہاں سے ایک طیارہ قاہرہ کی طرف جانے والا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کیں۔ اسے وہاں سیٹ مل سکتی تھی۔ اس نے فوراً ہی جا کر اپنے لیے ایک سیٹ حاصل کر لی پھر طیارے میں سفر کے دوران اس نے برین ماسٹر سے رابطہ کیا۔ اس نے جمائلہ کے بارے میں تمام باتیں تفصیل سے بتائیں۔

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''یہ تو بہت ہی برا ہوا، کہ وہ انڈیا سے دور چلی گئی ہے۔ اسے پھر واپس لانا ہو گا؟''

''میں ضرور اسے واپس لاؤں گا۔ ابھی قاہرہ کی طرف ہی سفر کر رہا ہوں، وہاں پہنچنے کے بعد شام ہوتے ہی ابوالہول کے بت کے پاس چلا جاؤں گا۔ وہ اُدھر ضرور آئے گی۔ وہیں ہماری ملاقات ہو گی۔ یہ بھی معلوم ہو گا کہ ابوالہول اسے دن کے وقت کیوں دماغی طور پر غائب رکھتا ہے؟ اور آئندہ بھی اس کے ساتھ یہی ہو گا تو میں اسے اپنے ساتھ انڈیا کس طرح لے جا سکوں گا؟ یہ ساری باتیں مجھے وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہوں گی۔ وہاں کے وقت کے مطابق تقریباً دس گھنٹے بعد جمائلہ سے ملاقات ہو گی۔''

''ابھی بہت وقت ہے۔ اب اس ڈاکٹر کے پاس چلو۔ جو کوما میں رہنے والوں کی نگرانی کر رہا ہے۔''

غیر معمولی قوت سماعت رکھنے والا آوڈی مین واشنگٹن میں تھا۔ اس نے تقریباً دو کلو میٹر دور سے اس ڈاکٹر کی آواز سنی تھی اور برین ماسٹر کو اس ڈاکٹر کے اندر پہنچا دیا تھا۔ اس کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ ڈاکٹر کو بھی بہت ہی محتاط انداز میں ان تین کوما میں رہنے والوں کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ وہ آرمی کے ایک یوگا جاننے والے اعلیٰ افسر کے ساتھ ان کے پاس جاتا تھا۔ انہیں انجکشن کے ذریعے خوراک پہنچاتا تھا۔ ان کا معائنہ کرتا تھا پھر وہاں سے چلا آتا تھا۔ اس دوران میں وہ بالکل گونگا بنا رہتا تھا۔ اسے بولنے کی اجازت نہیں تھی۔

برین ماسٹر اور بابر نے اس ڈاکٹر کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اسے اپنا غلام بنا لیا۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ آئندہ ڈاکٹر وہاں جا کر انجکشن کے ذریعے ان کے اندر خوراک نہیں پہنچائے گا، بلکہ ان تینوں کو ایسا انجکشن لگائے گا کہ وہ ایک آدھ گھنٹے کے بعد کوما سے نکل آئیں گے۔ ایسے ہی وقت وہ ان پر تنویمی عمل کریں گے۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر یہ باتیں ان کے دماغ میں نقش کر دیں گے، کہ وہ بظاہر خود کو کوما میں ظاہر کرتے رہیں۔ آئندہ موقع پانے کے بعد انہیں کسی طرح وہاں سے نکالا جائے گا۔

اپنے اس منصوبے پر عمل کرنے سے پہلے انہوں نے آوڈی مین کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا۔ ''کوئی نئی تازہ اطلاع ہے؟''

اس نے کہا۔ ''جی ہاں، ابھی میں فون کے ذریعے آپ کو اپنے پاس بلانے والا تھا۔ آرمی کے یوگا جاننے والے افسران نے یہ طے کیا ہے کہ آج آدھی رات کے بعد وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کوما سے نکالیں گے۔ اور اسی وقت تنویمی عمل کر کے ان کے دماغوں کو لاک کر دیں گے۔ تاکہ فرہاد اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر پہنچ نہ سکیں اور یہی سمجھتے رہیں کہ وہ تینوں کوما میں پڑے ہوئے ہیں۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''پھر تو ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم انتظار کریں گے۔ جب امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ان تینوں ساتھیوں پر عمل کریں گے، تو ہم وہاں خاموشی سے موجود رہیں گے اور جس آواز اور لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کیا جائے گا، وہ ہمیں معلوم ہو جائے گا پھر ہم جب چاہیں گے، ان تینوں کے اندر پہنچ سکیں گے۔''

اس وقت امریکا میں رات کا وقت تھا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے دو گھنٹے بعد اپنے ان تین کوما میں رہنے والے ساتھیوں کے اندر پہنچنے والے تھے اور ان پر عمل کرنے والے تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، برین ماسٹر نے تمام بڑے ممالک کی آرمی میں اور حکمران پارٹی میں اپنے ڈپلیکیٹس پہنچائے ہوئے تھے۔ امریکا میں بھی ایک فارن منسٹر اور آرمی کا میجر دونوں ہی اس کے اپنے آدمی تھے۔ اصل فارن منسٹر اور میجر کو ختم کر دیا گیا تھا اور ان کی جگہ انہیں پہنچا دیا گیا تھا۔ وہ ہر پہلو سے اتنے مکمل ڈپلیکیٹس تھے کہ ان پر کسی کو شبہ نہیں ہو رہا تھا۔

برین ماسٹر نے بابر سے کہا۔ ''میں امریکی فارن منسٹر کے دماغ میں جا رہا ہوں۔ تم میجر کے پاس جاؤ اور ان کی خیریت معلوم کرو۔''

وہ دونوں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے ان کے اندر پہنچے تو اکیدم سے چونک گئے۔ وہ یوگا جاننے والے آرمی افسران کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا محاسبہ کیا جا رہا تھا۔ ان سے کہا جا رہا تھا کہ انہیں ان دونوں پر شبہ ہے۔ وہ دونوں اصلی نہیں ہیں۔

وہاں ایک افسر ڈپلیکیٹ فارن منسٹر سے کہہ رہا تھا۔ ''تم ہر پہلو سے مکمل دکھائی دے رہے ہو اور میجر! تم بھی ہر پہلو سے مکمل ہو پھر بھی ہم مطمئن نہیں ہیں۔''

میجر نے پوچھا۔ ''آخر آپ ہم پر کیوں شبہ کر رہے ہیں؟''

''ہمیں ایک ایسے اہم شخص نے تمہارے خلاف رپورٹ دی ہے کہ ہم اس کی بات کو جھٹلا نہیں سکتے اور اس کی رپورٹ بھی غلط نہیں ہو سکتی۔''

فارن منسٹر نے کہا۔ ''اگر ہم بہروپیے ہوتے، اگر چہرہ بدل کر آتے تو ہماری انگلیوں کے نشانات بھی نہ بدلتے۔ انسان لاکھ اپنا چہرہ اپنی شخصیت بدل لے لیکن انگلیوں کے نشانات کبھی نہیں بدلتے۔ آپ نے ہماری دس دس انگلیوں کے نشانات لیے اور وہ نشان ہماری ہی انگلیوں کے ہیں اور اصلی ہیں؟''

ایک آرمی کے افسر نے کہا۔ ''موجودہ صدی میں ٹیکنالوجی اتنی ایڈوانس ہو گئی ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں کے نشانات بھی نقلی بن جاتے ہیں اور باریک جھلیوں پر وہ نشانات اتارنے کے بعد پلاسٹک سرجری کے ذریعے انہیں انگلیوں پر چڑھا دیا جاتا ہے۔''

میجر نے کہا۔ ''آپ لوگوں نے ہماری انگلیوں کا اچھی طرح معائنہ کیا ہے اور یہ یقین ہو چکا ہے کہ ہماری انگلیوں پر جھلیاں چڑھی ہوئی نہیں ہیں۔''

ایک اور افسر نے کہا۔ ''وہ جھلیاں اتنی ہنرمندی سے

چڑھائی گئی ہیں کہ اصل کا گمان ہوتا ہے۔ ہم آپ دونوں کی دسوں انگلیوں سے کھال اتاریں گے۔ اس کھال کے نیچے تمہاری اصل کھال ضرور چمپی ہوگی۔''

فارن منسٹر نے احتجاج کیا۔ ''یہ سراسر ظلم ہے اگر شبہ دور کرنا ہے تو کسی ایک انگلی کی کھال اتار کر دیکھ لیں۔ اگر ایک بھی انگلی پر جھلی چڑھی ہوگی تو پھر آپ کا شبہ درست ہوگا۔''

ان کی باتوں کے دوران میں وہ افسران بھی بول رہے تھے۔ جو یوگا کے ماہر نہیں تھے۔ اس طرح برین ماسٹر اور بابر ان کے اندر پہنچ گئے پھر ان کے خیالات پڑھتے ہی یہ انکشاف ہوا کہ فرہاد علی تیمور نے ان دونوں کے خلاف یہ اہم اطلاع پہنچائی ہے۔

یہ معلوم ہوتے ہی برین ماسٹر اور بابر دنگ رہ گئے۔ ان افسران کے خیالات پڑھ کر یہ بھی معلوم ہو رہا تھا کہ میں نے انہیں کسی برین ماسٹر کے متعلق بتایا ہے اور کہا ہے کہ ایک ڈپلیکیٹس مافیا ہے، جس کا سربراہ برین ماسٹر کہلاتا ہے اور اسی نے ان کے فارن منسٹر کو اور آرمی کے میجر کو ہلاک کرنے کے بعد ان کی جگہ اپنے ڈپلیکیٹس پہنچائے ہیں۔

برین ماسٹر کا سر تھوڑی دیر کے لیے چکرا گیا۔ اس نے شدید حیرانی سے کہا۔ ''بابر! یہ فرہاد کیا بلا ہے؟ اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ کسی خفیہ تنظیم ڈپلیکیٹس مافیا کا سربراہ برین ماسٹر ہے؟''

بابر نے کہا۔ ''ماسٹر! وہ انسان نہیں، واقعی شیطان ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں بلکہ کسی شیطانی صلاحیت کے ذریعے اندر گھس کر تمام اہم راز معلوم کر لیتا ہے۔''

''مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو تمام دنیا والوں سے چھپا کر رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے۔ فرہاد یا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی بھی ذریعے سے مجھ تک کبھی نہیں پہنچ نہیں سکتا تھا۔ یہ کیسے پہنچ گیا.....؟''

واقعی اس کا سر چکرا رہا تھا۔ عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں تمہارے دماغ سے ابھی جا رہا ہوں۔ خیال خوانی نہیں کروں گا۔ پہلے ہر پہلو پر غور کروں گا کہ مجھ سے کہاں غلطی ہو رہی ہے؟''

اس کی آواز اور لہجے سے پتا چل رہا تھا کہ وہ بری طرح بوکھلا گیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''اوہ گاڈ! غلطیاں کرنے کے دوران پتا نہیں چلتا کہ ہم کہاں اور کب غلطیاں کر رہے ہیں۔ ہم دو گھنٹے کے بعد کو مامی رہنے والوں کے اندر پہنچیں گے۔ اور یہ دیکھیں گے کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اگرچہ مضبوط قوت ارادی کا مالک تھا۔ فولادی حوصلے رکھتا تھا لیکن زندگی میں پہلی بار اندر سے سہم گیا تھا۔ وہ اس قدر محتاط رہتا تھا کہ بابر اور آوڈی مین جیسے دست راست بھی اس کی صورت تو کیا اس کا سایہ بھی دیکھ نہیں پاتے تھے۔ اس کے باوجود میں اس سے ہزاروں میل دور رہنے والا اور اس سے لاتعلق رہنے والا، اس سے تعلق رکھنے والی اہم اور خفیہ معلومات تک پہنچ گیا تھا۔

وہ اپنی پوری ذہانت سے کام لیتے ہوئے سوچ رہا تھا لیکن یہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ میں اس کے بارے میں کیسے معلومات حاصل کر رہا ہوں؟ مجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ برین ماسٹر کہلاتا ہے؟ اور یہ اہم راز کیسے جان لیا کہ اس نے امریکی فارن منسٹر اور آرمی کے میجر کو ہلاک کر دیا ہے اور ان کی جگہ اپنے ڈپلیکیٹس پہنچا دیے ہیں؟ یہ اتنے گہرے راز کی بات تھی کہ یہ بات اس کا باپ اور اسے پیدا کرنے والی ماں بھی نہیں جانتی تھی۔

وہ بڑے اضطراب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ ''یہ فرہاد کیا بلا ہے؟ کیا یہ کالا جادو جانتا ہے؟ کیا سراسر علم کے ذریعے پاتال میں چھپے ہوئے دشمنوں تک اور دماغ کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے رازوں تک پہنچ جاتا ہے؟

پھر اس نے خود ہی اپنے خیالات کی نفی کی۔ انکار میں سر ہلا کر سوچنے لگا۔ ''نہیں، فرہاد کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ وہاں کالا جادو اور پُراسرار علوم جاننے والوں کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ کیا میں یہ مان لوں کہ روحانیت کے ذریعے اندر کے بھید معلوم کیے جا سکتے ہیں؟''

وہ ٹھوس مادہ پرست تھا۔ روحانیت کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ ان طریقوں اور ہتھکنڈوں کو سمجھنا چاہتا تھا جن کے ذریعے میں اس کے اندر سرنگ بنا رہا تھا۔

وہ ایک گھنٹے تک مغز ماری کرتا رہا پھر بھی یہ سمجھ نہ سکا کہ میری معلومات کے ذرائع کیا ہیں؟ اس نے گھڑی دیکھی۔ ایک گھنٹے کے بعد اسے خیال خوانی کرنی تھی اور ان تین کو جاننے والوں کے اندر پہنچنا تھا۔

ایسے وقت عقل نے سمجھایا کہ صرف دشمن کے بارے میں نہ سوچے اپنا بھی محاسبہ کرے کہ خود سے کہاں غلطیاں ہو رہی ہیں؟

انسانوں کی دنیا میں یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کوئی بھی شخص اپنی غلطی تسلیم نہیں کرتا لیکن جب حالات جوتے جم کر پڑنے لگتے ہیں تب عقل سوچنے پر مجبور کرتی

کہ وہ کہاں ٹھوکریں کھا رہا ہے؟ اور کیسے ٹھوکریں کھا رہا ہے؟ اور ان کی وجوہات کیا ہیں؟

اسے بھی اپنا محاسبہ کرنے سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ مسلسل کامیابیاں حاصل کرتے کرتے وہ بہت مغرور ہو گیا ہے۔ اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس سے زیادہ کوئی طاقتور نہیں ہے اور کوئی اتنے وسیع ذرائع کا مالک نہیں ہے کہ اس کے سائے تک بھی پہنچ سکے۔ یہی خوش فہمی آئندہ اسے ڈبونے والی ہے۔

پھر یہ بات سمجھ میں آئی کہ اسے بابر جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا دست راست بنا کر کام لینا چاہیے تھا لیکن اسے ڈمی فرہاد نہیں بنانا چاہیے تھا۔ فرہاد بمقابلہ فرہاد کا کھیل شروع کرنے کے بعد ہی اسے پہلی بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔

جب میں نے اس سے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیا اور اس کے ڈمی فرہاد کا پول کھول دیا تب اس نے تسلیم کیا کہ اس نے زندگی میں پہلی بار کسی سے مات کھائی ہے۔

اور جب یہ معلوم ہوا کہ فرہاد علی تیمور کو ایک برین ماسٹر کے وجود کا علم ہے، اور وہ اس کی ڈپلیکیٹس مافیا کے طریقہ کار سے بھی واقف ہے۔ تو وہ اندر سے لرز گیا۔ اسے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے چاروں طرف سے ننگا ہو گیا ہے۔ جس فولادی چار دیواری میں تھا۔ وہ چار دیواری پگھل گئی ہے اور میں اسے ہر پہلو سے اور ہر طرف سے دیکھ رہا ہوں اور کسی وقت بھی اس پر جھپٹ سکتا ہوں۔

وہ جہاں تھا وہاں سکون سے بیٹھ نہیں پا رہا تھا۔ کبھی اٹھ رہا تھا۔ کبھی بیٹھ رہا تھا پھر کبھی اٹھ کر اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگتا تھا۔ اب ایک ہی بات اس کے ذہن میں نقش ہو گئی تھی اور وہ یہ کہ جلد سے جلد مجھے کمزور بنا کر اور اپنے سامنے جھکا کر ہی محفوظ رہ سکتا ہے اور مجھ برتر ہونے والے کو کم تر بنا سکتا ہے۔

اس نے پہلے ہی یہ منصوبہ بنا رکھا تھا کہ انڈیا میں میری جتنی اولادیں ہیں، انہیں ٹریپ کرے گا۔ ان میں سے کسی کو بھی اپنا قیدی بنا کر مجھے اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دے گا۔

پارس الپا اور اعلیٰ بی بی کے بارے میں یہ معلوم تھا کہ وہ تینوں ممبئی میں ہیں۔ آوڈی مین وہاں پہنچ کر ہر پانچ کلو میٹر کا سفر کرتے ہوئے ممبئی کے ہر علاقے میں پہنچتے ہوئے ان میں سے کسی کی بھی آواز سن سکتا تھا اور یہ معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ اس طرح وہ بابر کو اور برین ماسٹر کو ان کے پتے ٹھکانے تک پہنچا سکتا تھا۔

اس نے بابر کو مخاطب کیا۔ ''بابر! میں زندگی میں پہلی بار فکر میں مبتلا ہو رہا ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے فرہاد ہمارے آس پاس کہیں ہے اور اچانک ہی ڈرامائی انداز میں ہماری شہ رگ تک پہنچنے والا ہے۔''

وہ بولا۔ ''سچ پوچھئے تو میں بھی بہت پریشان ہو گیا ہوں۔ پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے سوچ رہا ہوں کہ اس وقت کم بخت کو ڈپلیکیٹس مافیا تنظیم کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا؟ اور وہ کیسے جانتا ہے کہ آپ برین ماسٹر کہلاتے ہیں؟''

''اب تو مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے وہ ہمیں بچہ سمجھ کر ہم سے کھیل رہا ہے۔ ہمیں دور ہی دور سے دیکھ رہا ہے۔ ہماری مطلوبہ چیزیں ہم تک پہنچا رہا ہے پھر ہم سے چھین رہا ہے۔ جیسے عدنان ایک بار تمہارے ہاتھ آتے آتے نکل گیا۔ جمائلہ بھی پچھلے تین دن اور تین راتوں سے تمہیں ملتے ملتے نہیں مل رہی ہے اور ہمارے کسی کام نہیں آ رہی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ فرہاد کسی طرح اسے کنٹرول کر رہا ہو اور اسے ہمارے کام آنے کا موقع نہیں دے رہا ہو؟''

''اب تو اس کے بارے میں کچھ بھی سوچا جا سکتا ہے۔ وہ کچھ بھی کر سکتا ہے اگر آج رات بھی جمائلہ نے مجھ سے ملاقات نہ کی، اور میرے ہاتھ نہ آئی تو میں یقین کر لوں گا کہ فرہاد دور ہی دور سے ہمیں تماشا بنتے دیکھ رہا ہے۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''اب وقت ہو رہا ہے اس ڈاکٹر کے اندر چلو، جو کو مامی رہنے والوں کی نگرانی کرتا ہے۔ ہم جلد ہی ان تینوں کے معاملے سے نمٹ لیں گے۔ اس کے بعد ہماری پہلی ترجیح یہی ہوگی کہ انڈیا میں پارس الپا اعلیٰ بی بی اور کبریا کو ٹریپ کیا جائے اور عدنان کو کسی بھی طرح تلاش کیا جائے۔''

بابر نے کہا۔ ''آپ مجھ سے بہت زیادہ ذہین ہیں اور بہت بڑی تنظیم کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود میں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔''

''ہاں بولو..... کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''آپ اس وقت جہاں بھی ہیں۔ وہ جگہ فوراً چھوڑ دیں اور کسی خفیہ پناہ گاہ میں چلے جائیں۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ وہ کم بخت کہیں سے آپ کو دیکھ رہا ہوگا۔''

اب میں ایسا بھی پہنچا ہوا نہیں تھا کہ اتنی جلدی اس کی شہ رگ تک پہنچ جاتا لیکن ان کے دل بری طرح دہل گئے تھے اور اچھی طرح سہم گئے تھے۔ مجھے ایک آسیب کی طرح اپنے حواس پر مسلط کر لیا تھا۔

برین ماسٹر نے اس کے مشورے کو فوراً ہی مان لیا اور کہا۔ ''تم ٹھیک کہتے ہو میں ابھی یہ جگہ چھوڑ دیتا ہوں۔ تم اس ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد آجاؤں گا۔''

اس وقت جینوا میں صبح کے سات بج رہے تھے۔ میں نیند سے بیدار ہوگیا تھا۔ چونکہ نومی سے ناراض ہوکر دوسرے کمرے میں آگیا تھا۔ اس لیے وہ بے چین تھی۔ سو نہیں سکی تھی۔ ایک تو میری فکر تھی کہ مجھے کس طرح منائے گی؟ دوسرا یہ کہ وہ دشمنوں کی بھی خیر خبر رکھنے کے معاملے میں بہت مستعد تھی۔ بہرحال میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہتی تھی اور اب تو اس نے بابر کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔ اس کے ذریعے برین ماسٹر کی بہت سی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگی تھی۔

اس وقت بھی وہ بابر کے اندر پہنچی ہوئی تھی اور برین ماسٹر سے ہونے والی تمام باتیں سنتی رہی تھی اور یہ معلوم کرکے فخر حاصل کررہی تھی کہ برین ماسٹر جیسا طاقتور اور پُراسرار شخص مجھ سے خوفزدہ ہے اور مجھ سے چھپنے کے لیے کسی خفیہ پناہ گاہ میں گیا ہے۔

وہ میری ذہانت اور برتری سے اور زیادہ متاثر ہورہی تھی۔ اسے مجھ پر پیار آرہا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر بڑی عاجزی اور محبت سے پوچھا۔ ''کیا مجھ سے ناراض ہو؟''

''اگر ناراض ہوتا تو کب کا یہاں سے جاچکا ہوتا۔ میں نے کل رات ہی کہہ دیا تھا۔ کہ تمہارے ساتھ رہوں گا مگر تم پر بھروسا نہیں کروں گا۔ آخری بار آزماؤں گا کہ تم کس حد تک میرے ساتھ دیانتدار بن کر رہو گی؟''

''یہ تو تمہارا احسان ہے کہ مجھے اپنی دیانتداری ثابت کرنے کا موقع دے رہو۔ میں یہ آخری موقع ضائع نہیں کروں گی۔ ابھی ایک بہت ہی ضروری کام کی بات کرنے آئی ہوں۔''

''وہ کام کی بات کیا ہے؟''

''امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی ان تین کوما میں رہنے والے افسران کے اندر جائیں گے۔ ڈاکٹر انجکشن کے ذریعے انہیں کوما سے نکالے گا تب وہ ان تینوں پر تنویمی عمل کریں گے۔ اس کے بعد ان کے دماغوں کو لاک کردیں گے تاکہ برین ماسٹر ان تک نہ پہنچ سکے۔ ان امریکیوں کا خیال ہے کہ تم ان کے معاملے میں مداخلت نہیں کرو گے۔''

''درست خیال ہے۔ میں ان کے کسی بھی معاملے میں دلچسپی نہیں لینا چاہتا۔''

''لیکن فرہاد! وہ برین ماسٹر تو ان کے راستے میں رکاوٹ بنے گا۔ ہمیں بھی وہاں موجود رہنا چاہیے اور برین ماسٹر کو اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔''

''میں نے کہا ناں۔ مجھے ان کے معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم مجھ سے کم سے کم بات کیا کرو۔''

''آخر کب تک مجھ سے ناراض رہو گے؟''

''میں یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ تم سے ناراض نہیں ہوں لیکن کم سے کم بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے مگر ہمارے دل ایک نہیں ہوں گے۔''

وہ میری باتوں سے مایوس ہو رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے مگر ہم کام کی باتیں تو کرسکتے ہیں؟''

''امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے علاوہ کوئی دوسری بات کرو اگر وہ کام کی ہو۔''

''ایک اور اہم معلومات فراہم کررہی ہوں اور وہ یہ ہے کہ برین ماسٹر تم سے بری طرح خوفزدہ ہے۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟ وہ بھلا مجھ سے کیوں خوفزدہ ہوگا؟''

''تم ہو ہی ایسے کہ دشمن تمہارا نام سن کر تھرا جاتے ہیں۔ اسے امریکی افسران کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا ہے کہ تم اس کی خفیہ تنظیم ڈپلیٹیس مافیا کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ اس تنظیم کا سربراہ برین ماسٹر کہلاتا ہے۔''

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ برین ماسٹر نے یہ ساری معلومات امریکی افسران کے اندر پہنچ کر معلوم کی ہیں؟ اور یہ سب کچھ معلوم کرنے کے بعد وہ مجھ سے خوفزدہ ہے؟''

''میرے پاس ایسی معلومات کا ایک بہت ہی اہم ذریعہ ہے۔ میں اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے التجا کرتی ہوں کہ میں نے عالی کو اغوا کرکے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ میری اس ایک غلطی کو معاف کردو اور میری معلومات سے فائدہ اٹھاؤ۔''

میں نے اس کی التجا کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ''مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری معلومات کا اہم ذریعہ کیا ہے؟ تم برین ماسٹر کے بارے میں ایسے بات کررہی ہو جیسے اسے قریب سے دیکھتی ہو؟ اور اس کی باتیں سنتی ہو؟''

''ہاں، ابھی تھوڑی دیر پہلے برین ماسٹر اور بابر کی باتیں سنتی رہی ہوں۔ وہ دونوں تم سے خوفزدہ ہیں۔ تم یقین نہیں کرو گے کہ وہ تمہارے بارے میں کیسی باتیں کررہے تھے؟ اور اب کس طرح تم سے محتاط رہنے والے ہیں؟''

''میں یقین کرلوں گا۔ تم زیادہ باتیں نہ بناؤ سیدھے سے سوال کا سیدھا سا جواب دو۔ تمہاری اہم معلومات کا ذریعہ کیا ہے؟''

''میں ایک بہت اہم راز بتانے جارہی ہوں۔ وعدہ کرو مجھے دل سے معاف کردو گے۔''

''ٹھیک ہے، اگر وہ تمہارا بہت ہی اہم راز ہوگا اور تم مجھے بتاؤ گی تو میں تمہیں معاف کردوں گا۔''

''تو پھر مجھے اپنے پاس بلاؤ۔ مجھے گلے سے لگاؤ۔ میں ایک ایسی بات کہنے والی ہوں۔ جس کی تم توقع بھی نہیں کرسکتے۔''

اس نے مجھے تجسس میں مبتلا کردیا۔ اتنا تو یقین تھا کہ وہ واقعی کوئی بہت اہم بات کرنے والی ہے۔ اس کا کوئی اہم راز ہے۔ جسے بیان کرنے کے بعد وہ میرا دل جیت لینا چاہتی ہے۔

میں نے کہا۔ ''دروازہ کھلا ہے۔ چلی آؤ۔''

وہ خوشی سے کھل گئی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے کمرے سے نکل کر کوریڈور میں آئی پھر میرے دروازے پر پہنچی، اسے آہستگی سے کھولا۔ تو وہ کھلتا چلا گیا۔ میں اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی آکر میری گردن میں بانہیں ڈال کر مجھ سے لپٹ گئی۔

پھر فرطِ مسرت سے رونے لگی۔ میں نے کہا۔ ''میں ابھی تمہارے آنسو پونچھوں گا۔ پہلے مجھے وہ اہم راز بتاؤ؟''

اس کے رخسار آنسوؤں سے بھیگ رہے تھے۔ وہ بولی۔ ''فرہاد! میں تمہارے دشمن بابر عرف ڈی فرہاد کے اندر پہنچ سکتی ہوں، میں نے اسے اپنا تابعدار بنالیا ہے۔''

میں نے حیرانی اور بے یقینی سے اسے دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولی۔ ''کیوں یقین نہیں آرہا ہے؟''

بات ہی ایسی تھی کہ فوراً یقین نہیں آسکتا تھا۔ اب سے پہلے الپا عارضی طور پر بابر کے اندر پہنچی تھی پھر کچھ ایسا ہوا تھا کہ دوبارہ اس کے اندر نہ جاسکی۔ بابر نے دماغی توانائی حاصل کرلی تھی۔

وہ بولی۔ ''مجھے پیار کرو۔ میں ابھی یقین دلاتی ہوں۔''

میں نے اسے چوم لیا۔ اپنے ہونٹوں سے اور چہرے سے اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ وہ سحرزدہ سی ہونے لگی۔ میں نے کہا۔ ''میں نہیں چاہتا کہ جذبات میں بہنے لگوں پہلے کام ہونا چاہیے۔ مجھے یقین دلاؤ۔''

وہ بولی۔ ''میرے اندر آجاؤ۔''

میں اس کے اندر پہنچ گیا پھر اس نے ایک مخصوص آواز اور لب ولہجہ مجھے بتایا اور کہا۔ ''اسے ذہن میں نقش کرلو۔ میں نے اسی آواز اور لب ولہجے کے ذریعے بابر کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ ابھی اسی طرح میرے اندر خاموش رہو۔ میں اس کے اندر پہنچ رہی ہوں۔''

میں نے دوسرے ہی لمحے میں خود کو بابر کے اندر محسوس کیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ تو میں جانتا تھا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے آج رات اپنے تینوں ساتھیوں کو کوما سے نکالنے والے ہیں اور ان کے دماغوں کو لاک کرنے والے ہیں۔

الپا اور کرونا وہاں موجود تھیں۔ بابر اور برین ماسٹر بھی ان کے اندر خاموش تھے اور یہ دیکھ رہے تھے کہ تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ان تین کوما میں رہنے والوں پر تنویمی عمل کررہے ہیں اور ایک مخصوص آواز اور لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کررہے ہیں۔

یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد ہم دماغی طور پر حاضر ہوگئے۔ وہ پھر میری گردن میں بانہیں ڈال کر فخریہ انداز میں بولی۔ ''کیوں.... میری تعریف نہیں کرو گے؟ میں نے بابر کو زیر کرکے اس ڈی فرہاد بننے والے کو اپنا غلام بنایا ہے۔''

''بے شک، تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔''

وہ بولی۔ ''اور دوسرا بڑا کام یہ کیا ہے کہ تمہاری نقل کرنے والے دشمن کے اندر تمہیں پہنچا دیا ہے۔ تم جب چاہو جیسے چاہو۔ اس کے اندر جاسکتے ہو اور جب چاہو اس کی موت بن سکتے ہو۔''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں وہ میرے سامنے اوندھے منہ گر چکا ہے اور میں گرنے والے کو اور زیادہ گرانا نہیں چاہوں گا۔ وہ برین ماسٹر تک پہنچنے کا بہت اہم ذریعہ ہے۔ ہم اس کے اندر جاتے رہیں گے اور ماسٹر کی مصروفیات سے آگاہ ہوتے رہیں گے۔''

بے شک نومی نے بہت بڑا کام کیا تھا۔ جو فرہاد بن کر مجھے چیلنج کررہا تھا۔ اسے زیر کرچکی تھی۔ واقعی وہ بہت ہی ذہین اور تیز طرار تھی۔ ناممکن کو ممکن بنانا جانتی تھی۔ یہ کارنامہ انجام دینے کا سب سے بڑا انعام اس کے لیے یہی تھا کہ اسے میرا پیار ملتا رہے۔ لہٰذا میں اسے ٹوٹ کر پیار دینے لگا۔

اس نے پوچھا۔ ''اب تو تم نے مجھے دل سے معاف کردیا ہے ناں؟''

''ہاں، میں نے معاف کیا۔ میرے خدا نے معاف کیا میں تمہیں بہت چاہوں گا، بہت پیار دوں گا لیکن تم ناقابلِ اعتماد ہو۔ تم پر کبھی بھروسا نہیں کروں گا۔''

''میں بہت ضدی ہوں فرہاد! تمہارا اعتماد حاصل کر کے ہی رہوں گی۔ فی الحال بابر کے چور خیالات پڑھو۔ دیکھو کہ اس نے برین ماسٹر کے ساتھ کیسی کیسی پلاننگ کی ہے؟ اور کس طرح وہ انڈیا میں تمہارے بچوں کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے؟''

یہ تو میں پہلے ہی ذکر کر چکا ہوں کہ برین ماسٹر اور بابر کس طرح غیر معمولی قوت سماعت رکھنے والے آوڈی مین کے ذریعے میرے بچوں کو ٹریپ کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اپنی داستان کا تسلسل قائم رکھنے کے لیے جو باتیں پہلے کہی تھیں۔ وہ اب مجھے معلوم ہو رہی تھیں اور یہ بہت اہم باتیں تھی۔ دشمن میرے بچوں کو اپنے قابو میں کر کے اپنا قیدی بنا کر مجھے اپنے سامنے بہت ہی کمزور اور پستہ قد بنا دینا چاہتا تھا۔

میں نے فوراً الپا اور عالی سے کہا کہ وہ پارس کے دماغ میں آ جائیں۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ہم سب پارس کے اندر تھے۔ الپا نے کہا۔ ''ابھی میں آپ سے رابطہ کرنے والی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے تک ان کو ما میں رہنے والوں کے اندر کروٹا کے ساتھ تھی۔ کیا آپ وہاں کی رپورٹ سننا چاہیں گے؟''

میں نے کہا۔ ''بیٹی! مجھے وہاں کے متعلق سب کچھ معلوم ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان تینوں کو ما میں رہنے والوں کے دماغوں کو جن آوازوں اور لب ولہجوں کے ذریعے لاک کیا ہے۔ وہ سب مجھے یاد ہیں۔ میں ابھی ایک ضروری بات کہنے آیا ہوں۔''

وہ سب توجہ سے سننے لگے۔ میں نے کہا۔ ''برین ماسٹر کے دو دست راست ہیں۔ ایک بابر کے متعلق تو تم سب ہی جانتے ہو۔ دوسرا ایک اور شخص آوڈی مین ہے۔ وہ غیر معمولی قوت سماعت رکھتا ہے اور پانچ کلو میٹر دور تک ہونے والی باتیں صاف طور سے سن لیتا ہے۔''

میرے تمام بچے یہ جانتے تھے کہ دنیا کے تمام ممالک کے ریکارڈز روم میں میری اور ان کی ہسٹری موجود ہے۔ اور ہمارا پورا ریکارڈ آڈیو اور ویڈیو کی صورت میں وہاں رہتا ہے۔

میں نے کہا۔ ''برین ماسٹر اپنے اس آوڈی مین کو تم سب کی آواز اور لب ولہجہ سنائے گا اور آج کل میں اسے انڈیا بھیجے گا۔ تاکہ وہ ممبئی آ کر یہاں کے ایک ایک علاقے میں جاتا رہے اور تمہاری آوازیں سن کر تمہارا سراغ لگاتا رہے کہ کہاں رہتے ہو؟ اور کیا کر رہے ہو؟''

پارس نے کہا۔ ''بے شک، وہ اپنی غیر معمولی قوت سماعت کے ذریعے ہم تک پہنچ سکتا ہے۔ برین ماسٹر اور بابر اس کے ذریعے اپنے آلہ کاروں کے ساتھ ہمارے پتے ٹھکانے تک آ سکتے ہیں اور ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔''

عالی نے کہا۔ ''اس آوڈی مین کو الو بنانے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنی آواز اور لب و لہجے کو بدل لیں۔''

میں نے کہا۔ ''میں تم لوگوں سے یہی کہنے آیا ہوں۔ اس طرح آوڈی مین تم لوگوں کی تلاش میں بھٹکتا رہے گا اور اسے تمہاری وہ آوازیں سنائی نہیں دیں گی جو اسے سنائی گئی ہوں گی۔''

الپا نے اسی لمحے میں آواز اور لب و لہجہ بدل کر کہا۔ ''میں تو ابھی سے بدل گئی۔ اب آوڈی مین کا باپ بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔''

عالی نے کہا۔ ''مسٹر! آواز اور لب ولہجہ کون سا مشکل ہے؟ یہ تو پلک جھپکتے ہی بدل جاتا ہے۔''

وہ یہ باتیں آواز بدل کر بول رہی تھی۔ پارس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم دونوں نے تو آواز اور لب ولہجہ بدلنے میں ایک ذرا دیر نہیں لگائی۔ کیا میں تم لوگوں سے پیچھے رہوں گا؟''

وہ بھی یہ بات لب ولہجہ بدل کر بول رہا تھا۔ میں ہنسنے لگا میں اس وقت جینوا میں جھیل کنارے والے کافی میں تھا اور نومی میرے پاس بیڈ پر تھی۔ مجھے ہنستا دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کیا بات ہے؟ مجھے بھی اپنی خوشیوں میں شریک کرو۔''

میں نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ ''میں بہت خوش ہوں۔ وہاں انڈیا میں پارس اور الپا اور عالی نے اپنی آواز اور لب ولہجہ بدل لیا ہے۔ وہ آوڈی مین ان تک کبھی نہیں پہنچ پائے گا۔''

اس نے پوچھا۔ ''اور کبریا؟''

''کبریا وہاں نہیں ہے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔''

''برین ماسٹر اور بابر وغیرہ کو یہ نہیں معلوم ہے کہ شیوانی اپنے بیٹے عدنان کے ساتھ رنگون میں ہے۔ وہ شاید ادھر نہیں جائے گا۔ ویسے میں نے شیوانی کا لب ولہجہ بدل دیا ہے لیکن عدنان قابو میں نہیں آتا۔ اس پر تنویمی عمل کروں تو وہ ایک آدھ گھنٹے میں ہی اس عمل کے اثر سے نکل جاتا ہے۔''

وہ کچھ سوچ کر بولی۔ ''برین ماسٹر اور بابر ہر طرف سے ہار پچھتا کر تمہارے پوتے عدنان کو تلاش کریں گے اور آوڈی

مین کو وہاں تک پہنچانا چاہیں گے۔''

''ہم انہیں پہنچے ہی نہیں دیں گے۔ اب تو ہم بابر کے اندر آسانی سے چلے جاتے ہیں۔ وہ برین ماسٹر کے ساتھ جو منصوبہ بھی بنائے گا، وہ ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ جب وہ عدنان تک پہنچنے کی پلاننگ کریں گے تو ان سے نمٹ لیا جائے گا۔''

ادھر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ان تین ساتھیوں کے دماغوں کو لاک کر کے مطمئن ہو گئے تھے۔ ان کے اندر کئی گھنٹے تک رہ کر ان کی نگرانی کرتے رہے تھے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہے تھے۔ کہ کوئی دشمن وہاں چھپا ہوا ہے۔ یا نہیں؟

انہیں اطمینان ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنی آرمی کے یوگا جاننے والے افسران کو یقین دلایا کہ آئندہ کوئی دشمن ان تینوں کے اندر نہیں پہنچ پائے گا۔

ان کا اطمینان عارضی تھا۔ آئندہ کبھی انکشاف ہونے والا تھا کہ ان تینوں کے اندر بابر اور برین ماسٹر ہی نہیں میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی چھپے رہتے ہیں اور نومی تو جیسے کوئی بلا تھی۔ سب ہی کے اندر پہنچ جاتی تھی۔ جہاں پہنچنے کا موقع نہیں ملتا تھا وہاں ہر ممکن طریقے سے راستہ بنانے کی کوشش کرتی تھی اور وہ کم بخت کامیاب بھی ہو جاتی تھی۔

ہم دونوں نے شاور لیا۔ پھر فریش ہونے کے بعد ناشتا کرنے بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ارادہ تھا کہ سوئیٹزرلینڈ کے شمالی حصے میں جائیں گے۔ جہاں سال کے بارہ مہینے برف جمی رہتی ہے۔ وہاں کی برف اتنی ٹھوس ہوتی ہے کہ اسکی انگ کے کھیل تماشے وہیں ہوا کرتے ہیں۔

میں نے پوچھا۔ ''تمہیں اسکی انگ آتی ہے؟''

''ہاں، میں یہاں ہر سال آتی ہوں۔ میں نے اچھی خاصی ٹریننگ حاصل کی ہے۔ اب تو بڑی مہارت سے اسکی انگ کرتی ہوں۔ اور تم تو ہر فن مولا ہو یقیناً مہارت رکھتے ہو گے؟''

فون کا بزر بولنے لگا۔ ''نومی نے اسے اٹھا کر اسکرین پر نمبر پڑھے پھر مسکرا کر بولی۔ ''بابر مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔''

اس وقت ہمارے قریب ٹی وی پر قاہرہ کے بازار کا یک منظر دکھایا جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''ذرا ٹی وی کے نزدیک جا کر اس سے بات کرو۔ وہ اندازہ کرنا چاہتا ہے کہ تم آج کل کہاں ہو؟ اور کس کے ساتھ کس طرح کی زندگی گزار رہی ہو؟''

وہ اٹھ کر ٹی وی کے قریب جا کر مسکراتے ہوئے بولی۔ ''میں سمجھ گئی۔ تم کیا چاہتے ہو؟''

اس نے فون آن کر کے کان سے لگا کر کہا۔ ''ہیلو بابر!''

دوسری طرف سے اس نے بہت ہی بے چین ہو کر پوچھا۔ ''ہیلو، نومی! تم اس وقت کہاں ہو؟ کچھ تو بتاؤ؟ تم نے کہا تھا کہ شادی کر رہی ہو اور کسی خوش نصیب کے ساتھ ہنی مون منانے کہیں جا رہی ہو؟''

''ہاں، میں نے کہا تھا لیکن تم اتنے بے چین کیوں ہو؟''

''دیکھو نومی! تم میری بہترین دوست ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی کے فریب میں آ جاؤ۔ پتا نہیں وہ خوش نصیب کون ہے۔ جس کے ساتھ تم آج کل وقت گزار رہی ہو؟''

''وہ جو کوئی بھی ہے۔ کیا تم مجھے نادان بچی سمجھتے ہو؟ میرا یہ لائف پارٹنر ایسا زبردست باڈی بلڈر ہے کہ میں تو اسے دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گئی تھی۔ سب سے پہلے میں نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول تابعدار بنایا ہے۔ اس کے بعد شادی کی ہے اور اب اس کے ساتھ دن رات گزار رہی ہوں۔ کیا پھر بھی میرے لیے کوئی خطرہ ہو سکتا ہے؟''

''نہیں۔ واقعی، تم بہت محتاط رہنے کی عادی ہو۔ اور اپنا راز کسی کو بھی نہیں بتاتی ہو۔ مجھے بھی نہیں بتا رہی ہو۔ کہ وہ کون ہے؟ اور آج کل تم کہاں ہو؟''

وہ بولی۔ ''فون کے ذریعے اور تمہارے آلہ کار کے ذریعے رابطہ ہوتا رہتا ہے اور ہم ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ کیا اتنا کافی نہیں ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں حیران ہوں نومی! یہ دسمبر کا مہینا ہے۔ کرسمس ڈے قریب ہے۔ ان دنوں دنیا کے کتنے ہی دولت مند اور شوقین خواتین اور حضرات سوئیٹزرلینڈ جاتے ہیں۔ وہاں اس وقت اسکی انگ کے کھیل تماشے قابل دید ہوں گے اور ہنی مون منانے والے تو وہاں ضرور جاتے ہیں لیکن .....''

نومی نے مسکرا کر پوچھا۔ ''لیکن کیا...؟''

وہ بولا۔ ''میں یہ دیکھ کر حیران ہو رہا ہوں کہ تم کسی عرب ملک میں ہو۔ تمہارے قریب جو شور سنائی دے رہا ہے اور کبھی کبھی جو آوازیں آ رہی ہیں۔ اس سے تو یہی اندازہ ہو رہا ہے کہ تم شام اردن یا مصر کے کسی بازار میں ہو؟''

نومی نے گھبرانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔ ''اوہ

گاڈ! تم تو بہت ہی چالاک ہو؟ فون پر رابطہ ہوتے ہی سمجھ گئے کہ میں اس وقت مصر کے کسی شہر کے کسی بازار میں ہوں۔ میں اب فون بند کر رہی ہوں۔ اپنے آلہ کار کے اندر آؤ، وہیں بات ہوگی۔''

وہ فون بند کرتے ہی قہقہہ لگاتے ہوئے میرے پاس آئی پھر میرے گلے کا ہار بن کر بولی۔ ''اوہ فرہاد! تم نے بروقت اچھا آئیڈیا دیا۔ وہ کم بخت سمجھ رہا ہے کہ میں مصر کے کسی بازار میں ہوں۔''

پھر وہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''اگر تم چاہو تو میرے اندر رہ کر ہماری باتیں سن سکتے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''میں کچھ ضروری خیال خوانی میں مصروف رہنا چاہتا ہوں۔''

''تم تو دن رات خیال خوانی میں ہی مصروف رہتے ہو۔ تھوڑی دیر انجوائے کرلو۔ میرے اندر آ کر دیکھو کہ ہم کیا باتیں کرتے ہیں؟ اس کے بعد چلے جانا۔''

میں اس کے اندر پہنچا۔ وہ بابر کے ایک آلہ کار کے اندر پہنچ کر بولی۔ ''ہیلو، کیا تم موجود ہو؟''

''ہاں، تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ یہ دسمبر کا مہینا ہے۔ ویسے عرب ملک میں بھی اچھی خاصی سردی ہوگی؟ تعجب ہے کہ تم سوئیٹزرلینڈ کیوں نہیں گئیں؟''

''تم یقین نہیں کرو گے۔ میں سوئیٹزرلینڈ میں ہی ہوں۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''کیا مجھے بالکل ہی نادان سمجھتی ہو؟''

وہ ذرا گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے اور ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ''وہ... بات دراصل یہ ہے کہ... میں جینوا کے ایک علاقے کے شاپنگ سینٹر میں تھی، وہ... وہاں ایک بڑے سے ٹی وی اسکرین پر قاہرہ کے بازار کا منظر دکھایا جا رہا تھا۔ میں تم سے بات کر رہی تھی اور تم نے یہ سمجھ لیا کہ میں کسی عرب ملک کے بازار میں ہوں۔''

''اچھا، تو تم جینوا میں ہو؟''

''ہاں، میں اب اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئی ہوں۔ اور... اور اپنے ہوٹل کی طرف جا رہی ہوں۔''

بابر کا قہقہہ سنائی دیا پھر اس نے کہا۔ ''تم تو مجھے بالکل ہی اناڑی سمجھ رہی ہو؟ ایک تو تم ہنی مون منانے گئی ہو۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس بے حساب دولت ہوتی ہے۔ کیا تم ایسے وقت کسی ہوٹل میں رہو گی؟ نہیں، جینوا میں جو جھیل ہے۔ وہاں کے مناظر بہت ہی دل فریب ہوتے ہیں۔ ہنی مون منانے والے وہیں کسی نہ کسی کاٹج میں رات گزارتے ہیں۔ اس بار تم باتیں بنانے اور جھوٹ بولنے میں سراسر ناکام رہی ہو۔''

''بھئی! اب میں تم سے بحث کیا کروں؟ تم جو سمجھ رہے ہو سمجھتے رہو۔ لیکن خبردار! قاہرہ کی طرف نہ آنا۔''

''اوہ نومی! میں تمہیں اپنی مصروفیات بتا چکا ہوں۔ یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ جمائلہ سے میری دوستی ہے اور جمائلہ ابھی قاہرہ میں ہے۔ میں آدھا گھنٹا پہلے ہی ایک فلائٹ کے ذریعے قاہرہ پہنچ گیا ہوں۔''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ابھی یہ معلوم ہوتے ہی کہ میں قاہرہ میں ہوں۔ تم باتیں بنا رہے ہو۔ وہاں پہنچے نہیں ہو بلکہ اب میرا پیچھا کرنے کے لیے پہنچنے والے ہو۔''

''بائی گاڈ نومی! میں ایسا کچھ نہیں کر رہا ہوں۔ جمائلہ میرے لیے بہت ضروری ہے۔ میں اس سے ملنے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ میں کبھی تمہاری طرف رخ نہیں کروں گا، اگر تمہیں کوئی اندیشہ ہے تو تم صرف دو دنوں کے لیے قاہرہ سے کہیں چلی جاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا پیچھا نہیں کروں گا۔ کروں گا تو مجھ پر پھر کبھی بھروسا نہ کرنا۔ مجھ سے دوستی ختم کر لینا۔''

''ٹھیک ہے، میں دو چار دن کے لیے یا ایک آدھ ہفتے کے لیے دوسری جگہ جا رہی ہوں۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ تم یہاں نہیں ہو تو واپس آؤں گی۔ دراصل میرا لائف پارٹنر قاہرہ کے تاریخی مقامات کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا اور یہاں کی تاریخ پر ایک کتاب لکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے میں اس کے ساتھ یہاں رہنے پر مجبور ہوں۔ بہرحال میں ایک آدھ ہفتے کے لیے یہاں سے جا رہی ہوں۔''

''شکریہ، میں بھی تم سے وعدہ کرتا ہوں، کل یا پرسوں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تمہارے شوہر کو قاہرہ کی قدیم تاریخ سے دلچسپی ہے۔ لہٰذا تمہیں یہاں آ کر رہنا چاہیے۔''

''آئندہ مجھے کہاں رہنا چاہیے یہ میں خود ہی فیصلہ کروں گی۔ تم یہ بتاؤ، مجھ سے کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''تم یقین کرو۔ صرف تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لیے رابطہ کیا ہے۔ تم سے یہ توقع نہیں ہے کہ اپنے کسی وہم معاملے میں مجھے شریک کرو گی۔ ویسے میں تمہیں الزام نہیں دے رہا ہوں۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے تمام معاملات ایک دوسرے سے چھپاتے ہیں۔ ویسے ایک بات بتاؤ گی؟''

''ہاں، پوچھو؟''

''کیا تم صرف ہنی مون مناتی رہو گی؟ اور اس دوران میں کسی بھی معاملے سے دلچسپی نہیں رکھو گی؟ خیال خوانی نہیں کرو گی؟ اگر سچ بول سکتی ہو تو مجھے بتاؤ۔ کیا عدنان کے معاملے میں دلچسپی نہیں لے رہی ہو؟''

''تم کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے پوچھ لو۔ وہ ایک دوسرے کے متعلق تجسس میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ کون اس وقت کیا کر رہا ہے؟''

وہ ذرا ٹھہر کر بولی۔ ''جب میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں تو پھر میں بھی تجسس میں مبتلا رہتی ہوں جب میرا محبوب لائف پارٹنر مجھے چھوڑ کر تاریخی معاملات سے دلچسپی لیتا رہتا ہے تو پھر میں خیال خوانی میں مصروف ہو کر معلوم کرتی ہوں کہ کون اس وقت کہاں ہے؟ اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟ اور اسی تجسس کے زیر اثر میں تم سے پوچھتی ہوں کہ جمائلہ سے دلچسپی لینے کے علاوہ اور کیا کرتے پھر رہے ہو؟''

''میری تمام دلچسپی اور تمام توجہ صرف جمائلہ پر ہے۔ میں فی الحال کسی اور معاملے میں دلچسپی نہیں لے رہا ہوں۔''

''سفید جھوٹ بول رہے ہو۔ فرہاد کے جتنے دشمن ہیں؟ خواہ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ ان سب کی توجہ اس کے پوتے عدنان کی طرف ہے۔ سب ہی اسے تلاش کر رہے ہیں۔ یہ کوئی نہیں مانے گا کہ تم اسے تلاش نہیں کر رہے ہو۔''

''تم مانو یا نہ مانو۔ اس بچے نے مجھے بری طرح تھکا دیا ہے۔ یہ میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ وہ تمہارے ہی قبضے میں ہے اور تم نے اسے بڑی ہی رازداری سے کہیں چھپا رکھا ہے۔ اس کامیابی کے بعد ہی تم مطمئن ہو۔ فرہاد کو اپنے دباؤ میں رکھنے کے بعد بڑے آرام سے ہنی مون منا رہی ہو۔''

وہ ہنسنے لگی۔ اس نے کہا۔ ''بہت خوش ہو رہی ہو؟ اپنا راز دار بنا کر مجھے بھی خوش ہونے کا موقع دو۔ تم دوست بن کر میرا بھلا کر سکتی ہو۔''

''میں بھلا تمہارا کیا بھلا کر سکتی ہوں؟''

''میں فرہاد سے اپنا ایک مطالبہ منوانا چاہتا ہوں۔ وہ اپنے پوتے کی سلامتی اور تحفظ کی خاطر تمہاری بات مان جائے گا اور میرا مطالبہ مان لے گا۔''

''بائی داوے تمہارا مطالبہ کیا ہے؟''

''جب تم تسلیم ہی نہیں کر رہی ہو کہ عدنان تمہارے قبضے میں ہے تو میں تمہیں کیا بتاؤں؟''

''فرض کرو اگر وہ میرے قبضے میں ہوتا تو فرہاد سے کیا مطالبہ منواتے؟''

''پہلے تم تسلیم کرو کہ وہ بچہ تمہارے قبضے میں ہے۔''

''چلو، تسلیم کرتی ہوں۔''

''مجھے یہ بتاؤ کہ وہ کس ملک میں ہے؟ میں پتا ٹھکانا نہیں پوچھوں گا۔ ملک کا نام بتا دو؟''

''میں نے ان ماں بیٹے کو انڈونیشیا میں آرام سے رکھا ہے۔''

''تم مجھے ٹالنے کے لیے کسی ایک ملک کا نام لے رہی ہو۔''

''میں سچ بول رہی ہوں اور تم یقین بھی کر رہے ہو لیکن مجھے ٹال رہے ہو۔ فرہاد سے جو مطالبہ کرنا چاہتے ہو وہ مجھے بتانا نہیں چاہتے۔''

''مجھے تم پر یقین آ جائے گا تب ہی تمہیں وہ بات بتاؤں گا۔''

''تم سے راز داری کی بات نہ کی جائے تو بہتر ہے۔ میں نے ابھی بالکل سچ کہا ہے اور اس لیے سچ کہا کہ تم لاکھ کوشش کے باوجود انڈونیشیا میں ان ماں بیٹے کو تلاش نہیں کر سکو گے۔ کیونکہ میں نے دونوں کو گونگا بنا دیا ہے۔ ان کی آواز کوئی دوسرا تو کیا وہ خود بھی نہیں سن سکتے۔ اب میں جا رہی ہوں۔ تم سے بات کرتی ہوں، تو خواہ مخواہ وقت ضائع ہوتا ہے۔ نہ خود کو فائدہ پہنچاتے ہو نہ مجھے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ دماغی طور پر میرے پاس حاضر ہو گئی۔ میں اس وقت ناشتے کی میز پر سے اٹھ گیا تھا اور قریب ہی ایک ایزی چیئر پر نیم دراز ہو کر خیال خوانی کر رہا تھا۔

میں نے اسے دیکھا وہ مسکرا کر بولی۔ ''کیا خیال ہے؟ کیا آؤٹنگ کے لیے نہیں چلنا ہے؟''

میں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ ''تم چینج کرو۔ میں بھی تیار ہو رہا ہوں لیکن اس سے پہلے ذرا خیال خوانی کرو۔ کسی پرائیویٹ فلائینگ کمپنی میں پہنچو اور ہیلی کاپٹر میں دو سیٹیں حاصل کرو۔''

''یعنی ہم سوئیٹزرلینڈ کے شمالی علاقوں میں جا رہے ہیں؟ اور وہاں دو چار روز قیام کریں گے؟''

میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ ''آئی لو یو فرہاد! میں ابھی تیاریاں کرتی ہوں ویسے تم ابھی کیا کر رہے ہو؟''

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آتے ہوئے

کہا۔ ''میں ایسا کام کر رہا ہوں کہ سنو گی تو خوشی سے لپٹ پڑو گی۔ بلکہ خوشی سے پاگل ہو جاؤ گی۔''

وہ بے چینی سے بولی۔ ''ایسی کیا بات ہے؟ مجھے فوراً بتاؤ؟''

''میں یہاں کے رجسٹرار سے رابطہ کر رہا ہوں۔ ابھی ہم یہاں سے جائیں گے اور ہماری کورٹ میرج ہو گی۔''

وہ خوشی سے چیختی ہوئی چھلانگ لگاتی ہوئی مجھ پر آئی اور میری گردن میں بانہیں ڈال کر لپٹ گئی۔ میرے چہرے میری گردن کو جگہ جگہ سے چومنے لگی۔ وہ جیسے سچ مچ پاگل ہو رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایسا خون سمٹ آیا تھا جیسے مسرتوں کا میلہ لگ رہا ہو اور اس میلے میں وہ اِدھر سے اُدھر میرے وجود پر بھٹک رہی ہو۔

میں نے کہا۔ ''میں تمہارے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنا نہیں چاہتا۔ باقاعدہ اپنی شریک حیات بنانا چاہتا ہوں۔ اس لیے میں نے اتنا بڑا فیصلہ کیا ہے۔''

''تمہارا یہ فیصلہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔ میں اسے زندگی بھر نہیں بھولوں گی اور ہمیشہ تمہاری وفادار اور تابعدار بن کر رہوں گی۔ تمہیں کسی مرحلے پر کسی بھی پہلو سے ناراض نہیں ہونے دوں گی۔''

''نومی! میں یہ تعلق جائز کر رہا ہوں اور یہ جائز ہو جائے گا۔ اس کے باوجود میرے اسلامی نقطۂ نظر سے ہماری ازدواجی زندگی مکمل جائز نہیں ہو گی۔''

''تو تم مجھے بتاؤ کہ کس طرح جائز ہو گی؟ میں اس پر عمل کروں گی۔''

''کیا تم اسلام قبول کرو گی؟''

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ ایک گہری سانس لی پھر بڑے جذبے سے بولی۔ ''دل سے قبول کروں گی۔ ابھی قبول کروں گی۔''

''تو پھر جاؤ غسل کرو۔''

''ابھی صبح تو کیا تھا؟''

''پھر ایک بار تمہیں پوری طرح پاک و صاف ہونا پڑے گا۔ میں یہاں معلوم کرتا ہوں کہ کوئی عالم دین یا کوئی نکاح پڑھانے والا قاضی ہے یا نہیں؟ اگر ہوا تو تم اس کے سامنے اسلام قبول کرو گی پھر مجھ سے نکاح قبول کرو گی۔''

''اگر یہاں کوئی نہ ہوا تو؟''

''تو پھر میں تمہیں اپنے سامنے بٹھا کر کلمہ پڑھواؤں گا۔ میرے دین سے تعلق رکھنے والی چند بنیادی باتیں تمہیں سمجھاؤں گا۔''

وہ مجھ سے ذرا الگ ہوئی، مگر پھر بھی لگی رہی اور بولی۔ ''ایک بات کہوں؟''

''ہاں، ضرور کہو۔''

''تم مجھے اپنے دین میں شامل کر رہے ہو اور میں بھی بڑے جذبے سے اسلام قبول کر رہی ہوں۔ تو جناب علی اسد اللہ تبریزی کو تو کوئی شکایت نہیں ہو گی؟ وہ میرے دماغ میں آ کر میری سچائی کو خود سمجھ لیں گے۔ کیا وہ ہمارا نکاح نہیں پڑھا سکتے؟''

میں نے چونک کر اسے دیکھا پھر کہا۔ ''یہ خیال میرے ذہن میں کیوں نہیں آیا؟ دراصل میں یہ شادی کسی پر فی الحال ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اعلیٰ حضرت (جناب تبریزی) سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ میں ابھی ان سے رابطہ کرتا ہوں۔ ویسے پہلے ہم نہا دھو کر پوری طرح پاک صاف ہو جائیں پھر ان سے رابطہ کیا جائے گا۔''

ہم دونوں الگ الگ باتھ روم میں چلے گئے۔ پندرہ منٹ کے بعد ہی ہم نے دوبارہ طہارت کے تقاضے پورے کیے۔ دوسرا لباس تبدیل کیا۔ پھر ایک کمرے میں آ کر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

میں نے اعلیٰ حضرت کو مخاطب کیا۔ انہوں نے پوچھا۔ ''ہوں تو تم نومی کرسٹل کو اپنے نکاح میں لانا چاہتے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت! آپ سے دل کی بات چھپی نہیں رہتی۔ آپ تو سب ہی جانتے ہیں۔ کیا میرا یہ فیصلہ درست ہے؟''

انہوں نے کہا۔ ''جو کام بھی جائز ہو گا۔ وہ درست ہی ہو گا۔''

''کیا آپ نومی سے مطمئن ہیں؟ کیا وہ میرے ساتھ دیانت دار ہے اور یہ کہ وہ دل سے اسلام قبول کرے گی؟''

''ہاں، میں مطمئن ہوں۔ اس سے کہو میں ابھی اس کے اندر آ کر اسے کلمہ پڑھاؤں گا لیکن اس سے پہلے تم اسے وضو کراؤ۔ یہ ابتدائی اور اہم باتیں تمہیں سکھانی ہوں گی۔ میں دس منٹ کے بعد اس کے پاس آؤں گا۔''

میں نے نومی کو خوش خبری سنائی۔ ''اعلیٰ حضرت راضی ہیں اور ابھی دس منٹ کے بعد تمہارے اندر آئیں گے۔ اس سے پہلے تمہیں وضو کرنا چاہیے۔ میرے ساتھ باتھ روم میں چلو۔''

میں اس کے ساتھ وہاں آیا پھر اسے سکھانے لگا کہ کس طرح وضو کیا جاتا ہے۔ وہ میری ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگی۔ وضو کرنے کے بعد سر کو اسکارف سے ڈھانپ لیا پھر اسی

کمرے میں آ کر بیٹھ گئی۔

میں نے کہا۔ ''نومی! یہ تمہارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی تمہارا نکاح مجھ سے پڑھا رہے ہیں۔''

وہ میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ ''میرا دل خوف سے اور خوشی سے کانپ رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت میرے اندر آنے والے ہیں۔ آج میں خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت سمجھ رہی ہوں۔''

میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ پر سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ ''ابھی مجھ سے فاصلہ رکھو۔ نکاح سے پہلے میرے قریب نہیں آؤ گی اور نہ ہی ہم دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں گے۔''

چند سیکنڈ کے بعد ہی اعلیٰ حضرت نومی کے اندر آئے۔ تو وہ خوشی اور خوف سے اور بڑے جذبے سے لرز رہی تھی سہمی ہوئی تھی۔ میں بھی اس کے اندر تھا۔

انہوں نے کہا۔ ''بیٹی! حوصلہ رکھو۔ تم ایک نئی زندگی نہایت ہی نیک نیتی سے شروع کرنے جا رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔''

وہ اسے حوصلہ دے رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ ''کوئی بھی جائز کام کبھی چھپ کر نہیں کیا جاتا، اس لیے اس وقت آمنہ فرہاد، الپا، اعلیٰ بی بی اور کبریا جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کی فیملی میں ہیں۔ وہ سب یہاں موجود ہیں۔ سونیا پارس اور پورس وغیرہ کو اس شادی کے بارے میں مختصراً بتا دیا گیا ہے۔ تمہارے اسلام قبول کرنے اور نکاح قبول کرنے کی ایک ایک رپورٹ ان کے پاس پہنچتی رہے گی۔''

نومی یہ تمام باتیں سن رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری فیملی میں آنے سے پہلے ہی اسے اتنی عزت اور مان مرتبہ ملے گا۔

اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''آؤ بیٹی! اب پڑھو۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.....''

جیسا کہ نومی کے بارے میں بیان ہو چکا ہے، وہ سونیا کی ہم شکل تھی۔ اس نے بچپن سے سونیا کو اپنے ذہن میں نقش کر لیا تھا اور اسی کی طرح ذہین بننے کی تربیت حاصل کرتی رہی تھی۔ اس نے ٹیلی پیتھی کا علم سیکھا تھا اور اس علم کا تقاضا یہ ہے کہ خیال خوانی کرنے والوں کو زیادہ سے زیادہ زبانیں آنی چاہیے۔ اس لیے وہ انگریزی، فرانسیسی، جرمنی، چینی، جاپانی، اردو اور عربی زبانیں بہت پہلے ہی سیکھ چکی تھی۔ اگرچہ اس نے کبھی کلام پاک کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اسے کبھی پڑھا نہیں تھا لیکن عربی اچھی طرح سمجھتی تھی اور عربی بولنے والوں کے لب و لہجوں کو بڑی آسانی سے گرفت میں لے لیا کرتی تھی۔

اس وقت اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''پہلا کلمہ پڑھو۔'' پھر انہوں نے پڑھایا۔ تو وہ ان کے ساتھ ساتھ پڑھنے لگی۔ کلام پاک کی ایک آیت بھی ان کے ساتھ ساتھ بڑی روانی سے پڑھتی گئی۔

پھر انہوں نے کہا۔ ''چونکہ تم اسلام قبول کر رہی ہو۔ اس لیے میں تمہیں اپنی بیٹی بنا رہا ہوں۔ آج سے تمہارا اسلامی نام ثنا علی تبریزی ہوگا اور تم ثنا تبریزی کہلاؤ گی۔''

جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو سب سے پہلے آمنہ نے کہا۔ ''ثنا تبریزی! تم اب مسلمان ہو۔ ہم میں سے ایک ہو۔ میں تمہیں ایک نئی اسلامی زندگی کی مبارک باد دیتی ہوں۔''

الپا نے بھی مبارک باد دی۔ اعلیٰ بی بی اور کبریا نے کہا۔ ''ہماری طرف سے بھی مبارک باد قبول کریں۔ ابھی نکاح پڑھایا جائے گا۔ اس کے بعد ہم ہمیشہ آپ کو اپنی ممی کہاں کریں گے۔''

پھر جناب تبریزی نے میرا اور اس کا نکاح پڑھایا۔ ہم نے ایک دوسرے کو قبول کیا۔ سب ہی ہمیں مبارک باد دینے لگے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''میں نے مما کو یہ ساری باتیں بتا دی ہیں۔ وہ بھی مبارک باد دے رہی ہیں اور خاص طور پر ممی کو مبارک باد کہہ رہی ہیں۔''

خوشی کے مارے ثنا تبریزی کی آنکھوں سے آنسو اس طرح بہہ رہے تھے کہ رک نہیں رہے تھے۔ وہ بولی۔ ''عالی اور کبریا! میں نے ماضی میں تمہاری مما سے بڑی دشمنی کی ہے۔ میں سخت شرمندہ ہوں۔ انہوں نے مجھے قبول کیا ہے۔ میں کس دل سے ان کا شکریہ ادا کروں؟ اور کس طرح ان کے قدموں میں جا گروں؟ میں ہمیشہ تمہاری مما کے قدموں کی خاک بن کر رہوں گی۔''

جناب تبریزی نے کہا۔ ''ایک باپ اپنی بیٹی کو کسی کے نکاح میں دینے کے بعد اسے کچھ نہ کچھ دیتا ہے۔ میں اپنی بیٹی ثنا تبریزی کو ایک بہت بڑا اعزاز دے رہا ہوں۔ آج سے بابا صاحب کے ادارے کا دروازہ ثنا تبریزی کے لیے کھلا رہے گا۔''

یہ سنتے ہی ثنا خوشی سے چیخ مار کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور کہنے لگی۔ ''ہائے۔ میں اس قابل نہیں ہوں۔ مجھے اتنا بڑا رتبہ دیا جا رہا ہے۔ کتنا مان دیا جا رہا ہے۔ اتنا اعتماد مجھ پر

کیا جا رہا ہے۔ یا خدا! مجھے پہلے عقل کیوں نہ آئی؟ میں نے پہلے کیوں دشمنی کا راستہ اختیار کیا؟ یا اللہ تعالیٰ تیرے بندوں نے مجھے معاف کیا ہے۔ تو بھی مجھے معاف کر دے...''

وہ بولتی جا رہی تھی۔ اور روتی جا رہی تھی۔ نکاح میں شریک ہونے والے تمام افراد اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ خوشیاں بڑی شدت سے اس پر مسلط ہو گئی ہیں۔ اس لیے وہ رو رہی ہے۔ لہٰذا وہ وہاں سے رخصت ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی میں نے اسے اپنی طرف کھینچ کر سینے سے لگا لیا اور بڑے پیار سے اس کے آنسو پونچھنے لگا۔

☆☆☆

عالی اور ایمان علی کی ملاقات بڑے ہی ڈرامائی انداز میں ہوئی تھی۔ وہ دونوں حیدر آباد دکن میں تھے۔ ایمان علی کے متعلق کچھ تفصیلات پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ وہ خاندانی رئیس تھا۔ جب اس کے کھیلنے کودنے کی عمر تھی تب سے اس کے دل میں علم نجوم سیکھنے کا شوق پیدا ہوا تھا اور وہ رفتہ رفتہ یہ علم حاصل کرتا رہا تھا۔ جیسے جیسے علمی صلاحیت بڑھتی گئی۔ ویسے ویسے ہی وہ علم فلکیات کے حوالے سے زائچہ بنانا ہاتھ کی لکیروں کو پڑھنا اور چہروں اور آنکھوں کو پڑھنا سیکھتا رہا۔ کچھ تو اس کی لگن تھی اور کچھ خداداد صلاحیت تھی۔ جن کی نتیجے میں اس نے ان تمام علوم میں مہارت حاصل کر لی تھی۔

عالی حیدر آباد سے ممبئی جانا چاہتی تھی۔ ایمان علی نے پہلی ہی ملاقات میں پیش گوئی کی۔ ''تم ابھی ممبئی نہیں جا سکو گی۔ میں خود جانا چاہتا ہوں اور شاید میں بھی نہ جا سکوں۔''

بعد میں اس کی یہ پیش گوئی درست ثابت ہوئی تھی۔ ان دونوں نے ممبئی جانے والی فلائٹ کے ٹکٹ ضرورت مند حاجیوں کے رشتے داروں کو دے دیے تھے۔ تاکہ وہ حج کرنے والوں کو ممبئی تک جا کر الوداع کہہ سکیں۔

وہ خوبرو اور قد آور باڈی بلڈر تھا اور بہت ہی زبردست فائٹر تھا۔ اس نے پہلی ہی ملاقات میں عالی کو گھیرنے والے غنڈوں سے مقابلہ کیا تھا۔ بڑی ہی ماہرانہ فائٹنگ کا مظاہرہ کیا تھا۔ حملہ کرنے والوں کو زبردست انداز میں شکست دی تھی۔ یہ ساری باتیں ایسی تھیں کہ عالی اس سے متاثر ہونے لگی تھی۔ اگرچہ وہ خود غنڈوں کا مقابلہ کر سکتی تھی لیکن اس نے ایسی کسی صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ چپ چاپ ایمان علی کو آزماتی رہی تھی اور یہ بھی اسے نہیں بتایا تھا کہ وہ خیال خوانی جانتی ہے اور فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہے۔

وہ ایمان علی کے ساتھ اس کی محل نما کوٹھی میں گئی تھی۔ وہ دکن کے نوابوں کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کا رکھ رکھاؤ اور ان کی شان و شوکت نوابوں جیسی تھی۔ ایمان علی یتیم تھا، اس کا چچا نواب غیاث الدین ایک بہت بڑی ٹو بیکو کمپنی کا مالک تھا۔ کروڑ پتی ہونے کے باوجود اپنے بھتیجے ایمان علی سے دشمنی رکھتا تھا۔

اس دشمنی کی دو بڑی وجوہات تھیں۔ ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو ایمان علی سے منسوب کرنا چاہتا تھا اور اس نے بڑی معذرت سے کہا تھا۔ ''چچا جان! میں اپنے علم کے ذریعے یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کی صاحبزادی میری شریک حیات نہیں بن سکیں گی۔''

اس کے چچا نے غصے سے کہا۔ ''جہنم میں جائے تمہارا علم۔ خواہ مخواہ نجومی بنے پھرتے ہو۔ ہمارے بچوں کی شادیاں ہمیشہ خاندان میں ہی ہوتی آئی ہیں۔ اس مرتبہ بھی ہو گی اگر تم نے انکار کیا تو اس کے برے نتائج تمہارے سامنے آئیں گے۔''

''میرا علم تو یہ بھی کہتا ہے کہ انکار کی صورت میں آپ مجھ سے نفرت کریں گے۔ علیحدگی اختیار کر لیں گے اور دشمنوں جیسا سلوک کریں گے، جب تقدیر میں یہ سب کچھ لکھا ہوا ہے تو مجھے اسے بھگتنا ہی ہوگا۔''

نواب غیاث الدین کی دشمنی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ ایمان علی کے پاس بہت ہی بیش قیمت اور نایاب ہیرے جواہرات تھے۔ ان کی ایک تاریخی اہمیت تھی اور وہ کروڑوں ڈالرز میں فروخت ہو سکتے تھے۔ کچھ خاندانی ہیرے جواہرات نواب غیاث الدین کے حصے میں آئے تھے لیکن وہ ان سے مطمئن نہیں تھا۔ سب کے سب ایمان علی سے ہتھیا لینا چاہتا تھا۔

اسی مقصد کے لیے اس نے اسے داماد بنانا چاہا اور ناکام رہا۔ اب اس کے خلاف سازشیں کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ پہلے تو وہ اسے مختلف انداز میں دہشت زدہ کرے گا اور مجبور کرے گا کہ وہ اس کا داماد بن جائے اور اگر وہ راضی نہ ہوا تو اس طرح اسے نقصان پہنچائے گا کہ وہ تمام ہیرے جواہرات اس کے قدموں میں خود ہی لا کر رکھ دے گا۔ اس کے بعد بھی کام نہ بنا تو وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔

ستارہ شناس ایمان علی خوب سمجھ رہا تھا کہ اس کے ستارے گردش میں ہیں۔ اپنے زائچے کا خوب اچھی طرح مطالعہ کرنے کے بعد یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ اس کی زندگی میں آنے والی ایک انتہائی خوبصورت لڑکی اسے گردش سے نکالے گی اور دشمنوں کو گردش میں لے آئے گی۔

عالی ایمان علی کے ساتھ اس کے محل میں آئی تو اس کی ماں اور بہنوں نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ اس کی والدہ نے اسے گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''میرا بیٹا صبح یہ کہہ کر نکلا تھا کہ آج اس کی زندگی میں ایک بہت ہی حسین لڑکی آئے گی اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم اس پر اعتماد کرنے لگو گی تو ہمارے گھر ضرور آؤ گی اور دیکھو! میرے بیٹے کا علم کتنا پختہ ہے۔ اس کی ہر بات درست ہو رہی ہے۔''

ایمان علی کی دونوں بہنوں نے بھی اسے گلے لگایا پھر کہا۔ ''آیئے۔ ہم نے پہلے سے آپ کے لیے ایک کمرا سیٹ کر دیا ہے۔ پہلے آپ غسل کر لیں پھر ہم سب مل کر دوپہر کا کھانا کھائیں گے۔''

وہ ایمان علی کے ساتھ شاپنگ کرتی ہوئی آئی تھی۔ اپنے لیے چند جوڑے اور ضرورت کا سامان خرید لیا تھا۔ اس نے واش روم میں جا کر غسل کرنے کے دوران میں ایمان علی کی والدہ اور اس کی بہنوں کے خیالات پڑھے پتا چلا کہ وہ سب ایمان علی کے چچا سے بہت پریشان ہیں۔ اس کے چچا کا ایک جوان بیٹا بھی اس کی بیٹیوں کو پریشان کرتا رہتا ہے۔ بڑا بیٹا اپنے باپ سے مختلف ہے اور ایمان علی کی بڑی بہن کو دل و جان سے چاہتا ہے۔

وہ سب ایک ہی دادا کی اولاد تھے۔ یہ رشتہ آسانی سے ہو سکتا تھا لیکن چچا نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ دس کروڑ کے نایاب ہیرے جواہرات بیٹی کے جہیز میں دیے جائیں گے تو وہ اسے اپنی بہو بنائے گا ورنہ رشتہ منظور نہیں ہے۔

عالی نے ایمان علی کی بڑی بہن زیب النسا کے اندر پہنچ کر اسے تھوڑی دیر کے لیے غائب دماغ بنایا اور فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھا کر اپنے چچازاد عاشق نواب عظیم الدین سے رابطہ کیا۔

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''زیب النسا! تم نے پہلی بار مجھ سے رابطہ کیا ہے۔ میرا دل خوش ہو گیا۔ میں ان خاندانی جھگڑوں سے ڈرنے والا اور کمزور پڑنے والا نہیں ہوں۔ شادی کروں گا تو تم سے ورنہ ساری عمر تمہارا انتظار کرتا رہوں گا۔''

ایسے وقت عالی نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی تو زیب النسا چونک گئی۔ اپنے ہاتھ میں ریسیور دیکھ کر اور نواب عظیم الدین کی آواز سن کر پریشان ہو گئی۔ سوچنے لگی کہ اس نے بے اختیار اس سے فون پر رابطہ کیوں کیا ہے؟

وہ عالی کی مرضی کے مطابق سوچنے لگی۔ ''میرے دل میں بھی تو ان کے لیے بہت جگہ ہے۔ میں ان کے لیے ہی سوچتی رہتی ہوں۔ میرے خیالات نے مجھے بے اختیار ان سے رابطہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ ہائے، مجھے تو یہ سوچ کر شرم آ رہی ہے۔ میں کسی معاملے میں پہل نہیں کرتی۔ آج پہلی بار انہیں فون کیا ہے۔ وہ کیا سوچ رہے ہوں گے؟''

عالی نواب عظیم الدین کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ ایک پختہ ذہن کا مالک تھا۔ دل سے زیب النسا کو اپنی شریک حیات بنانا چاہتا تھا لیکن گھریلو حالات سے مجبور تھا۔ کروڑوں کا کاروبار تھا جو باپ نے اپنے نام کر رکھا تھا۔ وہ باپ سے بغاوت نہیں کر سکتا تھا۔ دوسرا بیٹا باپ کے مزاج کے مطابق تھا۔ کاروبار پر قبضہ جمانے کے لیے باپ کی ہاں میں ہاں ملایا کرتا تھا۔

نواب غیاث الدین ایک تو دولت مند تھا پھر یہ کہ ملک کی برسر اقتدار پارٹی میں تھا۔ نیشنل اسمبلی کا ایک رکن تھا۔ اس پارٹی کے لیے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

ایسے طاقتور صنعت کار اور سیاست داں زور زبردستی سے کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے خطرناک غنڈے ضرور پالتے ہیں۔ عالی نے نواب عظیم الدین کے ذریعے اس کے باپ نواب غیاث الدین کی آواز اور لب و لہجے کو سنا پھر اس کے اندر پہنچ گئی۔

یہ کہنا چاہیے کہ وہ صحیح وقت پر پہنچی۔ نواب غیاث الدین سوچ رہا تھا کہ ایمان علی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔ اس کے بعد ماں اور بہنیں بے یار و مددگار ہو جائیں گی تو وہ اپنے مطالبات کے مطابق زیب النسا کو اپنی بہو بنا سکے گا۔

پھر اس نے سوچا کہ اس کی دوسری بہن مہر النسا کو اپنے دوسرے بیٹے سے منسوب کر دے گا۔ اس طرح ان دونوں کی تمام دولت اور جائداد کے ساتھ خاندانی نایاب ہیرے و جواہرات بھی اس کے قبضے میں آ جائیں گے۔

وہ بڑی آسانی سے سب کچھ حاصل کر سکتا تھا اور اس کے لیے لازم ہو گیا تھا کہ ایمان علی کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اس نے اپنے ایک غنڈے کو طلب کیا۔ وہ اب سے کچھ عرصہ پہلے ایک قتل کر چکا تھا لیکن اس جیسے ایم این اے کے سائے میں رہ کر قانون کی گرفت سے محفوظ تھا۔ وہ ایک ہندو تھا۔ اس نے حاضر ہو کر اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ''آپ کا سیوک حاضر ہے۔ آپ حکم کریں۔''

اس نے کہا۔ ''ہم نے اچھی طرح سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایمان علی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔''

''آپ حکم کریں۔ میں آج رات ہی اسے ٹھکانے لگا دوں گا۔''

عالی نے نواب غیاث الدین کی ذہنی رو بہکا دی۔ اس نے کہا۔ ''دیکھو! ایمان علی کو اس طرح قتل کرو کہ اس کے بدن سے خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلے۔''

وہ بولا۔ ''سمجھ گیا مالک! میں اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالوں گا۔''

''بے شک، تم جیسے بھی اسے قتل کرو، لیکن اس کی سانس نہ رُکے، چلتی رہے۔ چلتی رہے....''

اس غنڈے نے حیرانی اور پریشانی سے نواب صاحب کو دیکھا۔ پھر کہا۔ ''مالک! یہ کیسے ہو سکتا؟ جب میں اسے مار ڈالوں گا تو اس کی سانس کیسے چلے گی؟''

نواب نے کہا۔ ''میں کچھ نہیں جانتا۔ بس اس کی سانسیں نہیں رکنی چاہئیں اور دیکھو اس پر کوئی تشدد بھی نہ کرنا اور اس پر ہاتھ بھی نہ اٹھانا۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''مالک! میں کچھ سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔''

''اس میں سمجھنے کی کیا بات ہے؟ جانتے ہو کہ وہ ہمارا بھتیجا ہے۔ نوابوں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ تمہارے جیسا قاتل بدمعاش اس پر ہاتھ اٹھائے گا تو ہمارے پورے خاندان کی توہین ہو گی۔''

اس نے پریشان ہو کر سر ہلا کر کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ میں اس پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔''

نواب صاحب نے کہا۔ ''اور اس کی سانسیں چلتی رہیں گی۔''

''ٹھیک ہے مالک! اس کی سانسیں چلتی رہیں گی۔''

''اور اس کے بدن سے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں گرے گا۔''

''مالک! آپ کہتے ہیں تو ایسا ہی ہو گا مگر میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں اسے قتل کیسے کروں گا؟''

اس نے غصے سے کہا۔ ''تم قاتل ہو کر مجھ سے پوچھ رہے ہو؟ جاؤ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ اسے ہر حال میں قتل کرنا ہے۔''

وہ سر جھکا کر جانے لگا اس نے کہا۔ ''سنو! میرے بھتیجے ایمان علی پر ذرا سی آنچ نہیں آنی چاہیے۔ وہ مجھے زندہ و سلامت ہنستا بولتا دکھائی دے۔''

اس غنڈے کا سر چکرانے لگا۔ وہ فوراً ہی ہاتھ جوڑ کر وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ نواب غیاث الدین سوچنے لگا۔ ''ابھی میں کیا کہہ رہا تھا؟ میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں اور زندہ سلامت ہنستا بولتا بھی دیکھنا چاہتا ہوں؟ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟''

عالی نے اسے اس سے آگے سوچنے نہیں دیا۔ اس کے دماغ میں کمزوری پیدا کی تو اسے نیند سی آنے لگی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں آیا پھر وہاں پہنچ کر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ عالی نے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ اس کے دماغ کو ہدایت کی کہ وہ کم از کم چھ گھنٹوں تک سوتا رہے گا۔

وہ غسل کرنے کے بعد فریش ہو کر دوسرا لباس پہن کر اپنے میزبانوں کے درمیان آ گئی پھر ان کے ساتھ بیٹھ کر دوپہر کا کھانا کھانے لگی۔ ایمان علی کھانے کے دوران میں اسے بڑی چاہت اور لگن سے دیکھ رہا تھا۔ اور وہ جان بوجھ کر اس سے انجان بنی ہوئی تھی۔

اس نے پوچھا۔ ''عالی! کھانے کے بعد کیا ارادہ ہے؟''

''میں ذرا تھکن اتاروں گی۔ بس دو گھنٹے تک سونا چاہوں گی۔ اس کے بعد ہم پانچ بجے کہیں بھی تفریح کے لیے جائیں گے۔ زیب النسا اور مہر النسا بھی ہمارے ساتھ ہوں گی۔ یہ دونوں مجھے حیدرآباد کی سیر کرائیں گی۔''

وہ دونوں خوش ہو کر عالی کو دیکھ رہی تھیں۔ اسے ڈشیں پیش کر رہی تھیں اسے زیادہ سے زیادہ اپنایت دے رہی تھیں۔ وہ کھانے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں آ گئی، اس نے دروازے کو بند کیا پھر ایک جگہ آرام سے بیٹھ کر نواب غیاث الدین کے اندر پہنچ گئی۔

وہ گہری نیند میں تھا۔ عالی اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کرنے لگی کہ وہ آئندہ جب بھی کوئی بات کہے گا تو اس کے دوسرے ہی لمحے میں اس بات کے خلاف بولنے لگے گا۔ وہ تنہائی میں بالکل نارمل رہے گا لیکن اپنے رشتے داروں کے درمیان اپنے سیاست دانوں کے درمیان اس سے کوئی نہ کوئی حماقت سرزد ہوتی رہے گی۔

عالی نے اس پر مختصر سا عمل کیا۔ پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد عظیم الدین کے پاس پہنچی۔ اس کے ذریعے اس کے بھائی نواب نعیم الدین کے پاس آئی اور اس کے خیالات پڑھنے لگی۔

وہ اپنے باپ کا ہم مزاج تھا اور یہ چاہتا تھا کہ ایمان علی کا کام تمام ہو جائے، اس کے بعد ایک بھائی زیب النسا سے اور دوسرا مہر النسا سے شادی کرے گا، تو ان کا سب کچھ بڑی آسانی سے ہتھیا لیا جائے گا۔

عالی نے اسے بھی اس کے بیڈ روم میں پہنچا کر اسے سونے پر مجبور کیا۔ وہ بیڈ پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ خیال

خوانی کی لوری سن کر سو گیا۔ عالی نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ آئندہ اپنے باپ کے کسی بھی خیال سے متفق نہیں ہوا کرے گا۔ جو باپ کہے گا اس کے برعکس کرے گا۔

پھر یہ بات بھی نقش کی کہ جس طرح بڑا بھائی نواب عظیم الدین زیب النسا کو دل و جان سے چاہتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی مہر النسا کو چاہنے لگے گا اور اسے اپنی شریک حیات بنانے کی ضد کرے گا۔

نومی نے یہ چند باتیں اس کے ذہن میں نقش کرنے کے بعد خواب کی اسکرین پر مہر النسا کو پیش کیا پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ آرام سے اپنے بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔ اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ شام چار بجے تک سوتی رہے گی۔

ادھر شام چار بجے نواب غیاث الدین کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حیرانی سے سوچنے لگا۔ ''میں بے وقت کیسے سو گیا تھا؟ میں گدھا ہوں۔ یہ بے وقت تو نہیں ہے۔ میں دوپہر کھانے کے بعد سوتا ہی ہوں۔ مگر یہ کیا؟ میں نے ابھی خود کو گدھا کہا ہے۔ اپنی شان میں گستاخی کی ہے۔ ایسی گستاخی تو گدھے کرتے ہیں۔ کیا میں ایسا ہی ہوں' جیسا خود کو کہہ رہا ہوں؟''

اس نے گھڑی دیکھی تو بڑی حیرانی ہوئی وہ پورے چھ گھنٹے تک سوتا رہا تھا۔ ایک ملازم نے آ کر اطلاع دی کہ بر سر اقتدار پارٹی کے چند اہم افراد اس سے ملنے آئے ہیں۔

اس نے کہا۔ ''مہمانوں کی خاطر مدارات کرو، ہم ابھی آتے ہیں۔''

وہ واش روم میں گیا۔ وہاں سے فریش ہو کر باہر آیا لباس تبدیل کیا پھر ڈرائینگ روم میں آ کر دور سے ہی بولا۔ ''آداب عرض ہے۔ نمسکار اور سسری اکال سردار جی!''

وہ ہر ایک سے مصافحہ کرنے لگا۔ وہ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہاں بڑا بیٹا نواب عظیم الدین بھی موجود تھا۔ وہ باپ کی طرح سیاست میں دلچسپی لیتا تھا اور حکمران پارٹی کے تمام لیڈروں کی آنکھ کا تارا بنا رہتا تھا۔

اس نے باپ سے کہا۔ ''ابا جان! معذرت چاہتا ہوں۔ آپ نے قمیص الٹی پہن رکھی ہے۔''

وہ بڑے بیٹے سے ناراض رہا کرتا تھا۔ اس نے غصے سے کہا۔ ''تم نے کمرے میں آ کر مجھے کیوں نہیں ٹوکا کہ اسے الٹی پہن رہا ہوں؟''

''ابا جان! میں آپ کے کمرے میں نہیں تھا۔ یہاں آ کر آپ کو دیکھ رہا ہوں اور آپ نے یہ پیروں میں کیا پہن رکھا ہے؟ ایک پاؤں میں جوتی اور دوسرے پاؤں میں چپل.....؟''

اس نے الجھ کر کہا۔ ''بھئی میں جلدی میں اسی طرح پہن کر آ گیا ہوں۔ اور تم موقع کی تلاش میں رہتے ہو۔ معزز لیڈرز کے سامنے مجھ پر تنقید کر رہے ہو۔ میری غلطیاں نکال رہے ہو اور میری بے عزتی کر رہے ہو؟''

ایک لیڈر نے کہا۔ ''نواب صاحب! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کے یہ بڑے صاحب زادے عظیم الدین صاحب بہت ہی ذہین ہیں۔''

''مجھ سے زیادہ ذہین نہیں ہے۔ کیا میں جو کر سکتا ہوں' وہی یہ کر سکتا ہے؟''

دوسرے لیڈر نے پوچھا۔ ''آپ کیا کر سکتے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''ٹھہریئے۔ میں ابھی دکھاتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ ایک صوفے پر چڑھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا۔ ''میں یہاں سے بلندی کی طرف پرواز کروں گا۔ کیا یہ ایسی پرواز کر سکتا ہے؟''

وہ ایسا کہتے ہی دونوں ہاتھ بلند کر کے انہیں پروں کی طرح ہلاتا ہوا فضا میں اچھلا اور پھر فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔ سب ہی لپک کر اسے سنبھالنے لگے۔ نیچے گرنے کے بعد اسے عقل آئی تو اس نے سوچا۔ ''میں یہ کیسی حرکتیں کر رہا ہوں؟ مجھے کیا ہو گیا ہے؟

اس کے بیٹے اور ایک لیڈر نے سہارا دے کر اسے صوفے پر بٹھایا۔ وہ پریشان ہو کر سر جھکا کر بولا۔ ''مجھے افسوس ہے پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں آپ لوگوں کے سامنے بہت شرمندہ ہوں۔''

دوسرے لیڈرز نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ ہمارے خیال سے آپ آرام کریں۔ ہم چلتے ہیں۔''

اس نے کہا۔ ''آپ لوگ کسی ضروری کام سے آئے تھے اگر کوئی اہم موضوع ہے تو گفتگو کریں۔''

ایک لیڈر نے کہا۔ ''اپوزیشن والے ہڑتال کی کال دینے والے ہیں۔ ہم اس سلسلے میں پریشان ہیں۔ ان کی اس سیاسی چال کو کسی طرح روکنا ہوگا۔ ان کی ہڑتال کو کسی بھی طرح ناکام بنانا ہوگا۔''

نواب غیاث الدین نے کہا۔ ''کیا ضرورت ہے کہ ان کی ہڑتال کو ناکام بنایا جائے؟ پچھلے کئی ماہ سے ہمارے شہر میں ہڑتال نہیں ہوئی ہے۔ ایک بار تو ہونا چاہیے۔ ذرا ہنگامہ رہے گا۔ مزہ آئے گا۔''

سب کے سب اسے یوں دیکھنے لگے جیسے ان کے سامنے کوئی پاگل بول رہا ہو۔ ایک نے کہا۔ ''نواب صاحب! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ اگر ہڑتال ہوگی۔ ہنگامہ ہوگا تو ہماری حکومت بدنام ہوگی۔''

وہ بولا۔ ''تو ہم نیک نام کب تھے؟ ہمیشہ سے بدنام ہوتے آ رہے ہیں۔ ایک بار اور بدنام ہو جائیں گے۔ آپ لوگوں کو سیاست کرنی ہی نہیں آتی۔ اور لیڈر بن کر بیٹھ گئے ہیں۔ خواہ مخواہ میرا اور اپنا وقت ضائع کرنے آئے ہیں۔ چلیں۔ یہاں سے جائیں۔ میرا وقت ضائع نہ کریں۔''

وہ سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک لیڈر نے عظیم الدین سے کہا۔ ''صاحبزادے! اپنے والد صاحب کو کسی اچھے ماہر نفسیات کے پاس لے جاؤ۔ ان کا دماغ چل گیا ہے۔ اب یہ سیاست کرنے کے قابل نہیں رہے ہیں۔''

دوسرے لیڈر نے کہا۔ ''ہم آج ہی تمام پارٹی کے ممبران کو بلائیں گے اور ان کا کیس سامنے رکھیں گے اور صاحبزادے! تم ذہنی طور پر تیار رہو۔ تمہیں اپنے باپ کی جگہ لینا ہے۔ اب یہ اس قابل نہیں رہے ہیں۔''

وہ سب وہاں سے بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اس نے حیرانی سے بیٹے کو دیکھا پھر کہا۔ ''میں ابھی کیا بکواس کر رہا تھا؟ مجھے کیا ہو گیا تھا؟''

''اباجان! میں خود پریشان ہوں کہ یہ اچانک آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ ایسی باتیں کرنے لگے ہیں جو آپ کی شان اور مرتبے کے خلاف ہیں۔''

اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''اور تم تو خوش ہو رہے ہو گے کہ تمہیں میری جگہ ملنے والی ہے؟ برخوردار! میں کبھی ایسا ہونے نہیں دوں گا۔ اقتدار کی کرسی کو کئی اپنے بیٹے کی خاطر بھی چھوڑنا نہیں چاہتا اور میں بھی کبھی نہیں چھوڑوں گا۔''

ایسے وقت چھوٹا بیٹا نواب نعیم الدین بھی وہاں پہنچ گیا۔ باپ نے اسے دیکھ کر پوچھا۔ ''تم کہاں تھے؟ میں نے تمہیں کئی بار سمجھایا ہے کہ سیاست سے دلچسپی لو۔ جب پارٹی کے لیڈر مجھ سے بات کرنے آئیں یا میں ان سے ملاقات کرنے جاؤں تو تمہیں میرے ساتھ رہنا چاہیے۔''

وہ جماہی لیتے ہوئے بولا۔ ''سوری ابا جان! مجھے سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور میں یہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔''

''تم جماہی کیوں لے رہے ہو؟ کیا نیند آ رہی ہے؟''

''نہیں میں ابھی سو کر اٹھا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ بے وقت کیسے سو گیا تھا؟''

نواب غیاث الدین نے کہا۔ ''میں بھی بے وقت سو گیا تھا۔ اس معاملے میں تم میرے ہم مزاج ہو۔ جو میں کرتا ہوں وہی تم کرتے ہو مگر میری طرح سیاست کیوں نہیں کرتے؟ تمہاری وجہ سے یہ میری جگہ لینے والا ہے اگر پارٹی کے لیڈرز نے میرے خلاف کوئی فیصلہ سنایا تو اس کے نتیجے میں یہ کم بخت میری جگہ حاصل کر لے گا اور ہم باپ بیٹے دیکھتے رہ جائیں گے۔''

عظیم الدین نے کہا۔ ''ابا جان! آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے آپ کا بیٹا صرف یہی ہے میں نہیں ہوں؟ اور میں سیاست میں کوئی مقام حاصل کرنے کے بعد کیا آپ کا دشمن بن جاؤں گا؟''

وہ غصے سے بولا۔ ''تم پکے دشمن ہو۔ میرے مرحوم بھائی کی بیٹی زیب النسا سے شادی کرنا چاہتے ہو۔ اس کے دیوانے ہو۔''

وہ ایسا کہتے کہتے چپ ہوا پھر دوسرے ہی لمحے میں اپنی ہی بات کے خلاف بولنے لگا۔ ''ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ یہ تو اچھا کر رہے ہو۔ مرحوم بھائی کی بیٹی زیب النسا کو بہو بن کر اس گھر میں آنا چاہیے۔ تم اس کے دیوانے ہو اور زیادہ ہو جاؤ۔ میں تم دونوں کے عشق اور محبت کی داستان سنہرے حروف سے لکھواؤں گا۔''

نواب نعیم الدین نے کہا۔ ''ابا جان! میں بھی آپ سے یہی کہنے آیا ہوں کہ میں ان کی چھوٹی صاحبزادی مہر النسا سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ابھی اسے خواب میں دیکھا ہے۔''

نواب صاحب نے چھوٹے بیٹے کو دیکھ کر کہا۔ ''لو خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑ رہا ہے۔ یہ بھی مرحوم بھائی کی دوسری بیٹی کا عاشق ہو گیا، چلو۔ اب اس گھر میں عاشق ہی پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔ سیاست ختم ہونے والی ہے۔''

یہ کہہ کر وہ جانے لگا پھر رک کر پلٹ کر اپنی ہی باتوں کے خلاف بولنے لگا۔ ''نہیں، ہرگز نہیں۔ تم مہر النسا سے عشق نہیں کرو گے۔ اسے خواب میں نہیں دیکھو گے۔ اسے شریک حیات نہیں بناؤ گے، میں مرحوم بھائی کی بیوہ اور ان بیٹیوں کی ماں سے شادی کروں گا۔ بس یہی میرا فیصلہ ہے۔''

یہ کہہ کر وہ بڑبڑتا ہوا چلا گیا۔ دونوں بھائی ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ نعیم الدین نے کہا۔ ''یہ ابا جان کو کیا ہو گیا ہے؟''

عظیم الدین نے کہا۔ ''یہ آج بہت ہی الٹی سیدھی حرکتیں کر رہے ہیں۔ پارٹی لیڈر بھی ان سے بیزار ہو کر گئے

ہیں اور اب اس پارٹی سے ان کی چھٹی ہونے والی ہے۔''

پھر اس نے بڑی محبت سے چھوٹے بھائی کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''نعیم الدین! سچ سچ بتاؤ۔ کیا واقعی تم مہر النسا سے محبت کرنے لگے ہو؟ اسے شریک حیات بنانا چاہتے ہو؟''

وہ بولا۔ ''ہاں بھائی جان! پتا نہیں۔ مجھے یہ اچانک کیا ہو گیا ہے؟ وہ مجھے متاثر کرنے لگی ہے۔ میں نے اسے خواب میں بھی دیکھا ہے۔''

وہ بھائی کو گلے لگا کر بولا۔ ''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ نعیم الدین!.... وہ دونوں یہیں ہمارے بڑے ابو کی بیٹیاں ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان سے شادی کریں اور اس خاندان کو ٹوٹنے نہ دیں۔''

چھوٹے بھائی نے کہا۔ ''انشا اللہ، یہ رشتے نہیں ٹوٹیں گے اور جڑیں گے۔ پہلے سے اور زیادہ مضبوط ہوں گے۔''

عالی نے بیدار ہونے کے بعد سب سے پہلے باپ بیٹوں کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ نواب غیاث الدین جلد ہی پاگل ثابت ہونے والا ہے اور نواب عظیم الدین اس کی جگہ سیاست میں حصہ لینے والا ہے اور چھوٹا بیٹا نواب نعیم الدین بھی راستے پر آ رہا ہے۔

عالی کی ذہانت اور حکمت عملی سے بہت جلد اس خاندان میں انقلابی تبدیلیاں آنے والی تھیں۔ فی الوقت جو دشمن تھے۔ وہ بڑی آسانی سے دوست بنتے جا رہے تھے۔

☆☆☆

بابر قاہرہ پہنچا ہوا تھا۔ شام ہوتے ہی ابوالہول کے بت کے سامنے آ گیا تھا۔ وہاں جمائلہ کا انتظار کر رہا تھا۔ برین ماسٹر مجھے جلد سے جلد شکست دینے اور اپنے زیر اثر لانے کے لیے بے چین ہو رہا تھا۔ وہ بھی بابر کے اندر رہ کر ابوالہول کے بت کے سامنے جمائلہ کا انتظار کر رہا تھا۔ اس لڑکی سے انہیں بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ اس کے ذریعے وہ ایک لمبا کھیل کھیلنے کے بعد مجھے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر سکتے تھے۔

برین ماسٹر اور کئی معاملات میں مصروف تھا۔ اس لیے کبھی بابر کے پاس آ رہا تھا اور جمائلہ کے بارے میں پوچھنے کے بعد کبھی واپس جا رہا تھا۔ تقریباً تین گھنٹے گزر گئے لیکن جمائلہ وہاں نظر نہیں آئی۔ بابر نے خیال خوانی کے ذریعے کئی بار رابطہ کرنا چاہا لیکن سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ وہ بار بار ناکام ہو رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ انوشے نے اپنی آواز اور لب و لہجہ بدل لیا ہے۔ بلکہ اپنا چہرہ بھی بدل چکی ہے۔ اب وہ اصلی چہرے کے ساتھ ممبئی میں اپنے ماں باپ کے ساتھ تھی۔

انوشے نے اپنے موبائل فون سے وہ سم نکال کر پھینک دی تھی۔ جس کے ذریعے بابر اسے جمائلہ سمجھ کر رابطہ کرتا تھا۔ اس کے موبائل میں اب نئی سم تھی۔ نیا نمبر تھا۔ اس لیے فون کے ذریعے بھی رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔

برین ماسٹر نے بابر کے پاس آ کر جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ تم شام سے یہاں ہو۔ شام سے رات ہوئی اور اب آدھی رات گزر رہی ہے۔ کیا یہاں بیٹھے ابوالہول کی پوجا کر رہے ہو؟ کیا یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ جمائلہ ہمیں دھوکا دے رہی ہے؟ بلکہ اس کے پیچھے چھپا ہوا فرہاد ہمیں دھوکا دے رہا ہے؟ یہ یقین کر لو کہ وہ اب تک ہمیں جمائلہ کے پیچھے بھگا تا رہا ہے؟''

وہ اپنی کار میں آ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''یس ماسٹر! یہ تسلیم کرنا ہی ہوگا کہ فرہاد کتنے ہی پہلوؤں سے ہم پر حاوی ہو رہا ہے۔ ادھر تین کوما میں رہنے والے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے معاملے میں بھی حاوی رہا۔ اوہ مائی گاڈ! آئندہ ہم ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر چھپے رہیں گے۔ موقع پا کر انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا لیں گے۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''ایسی خوش فہمی میں مبتلا رہنا چھوڑ دو۔ میں ایک بار ٹھوکر کھانے کے بعد بار بار اسی راستے پر ٹھوکر نہیں کھاتا۔ یہ یقین کے ساتھ سمجھ گیا ہوں کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ان تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر موجود رہتے ہوں گے۔ وہ ہمیں کبھی اپنے مقصد میں کامیاب ہونے نہیں دیں گے۔''

''پھر بھی ایک امید سی ہے کہ ہم ان تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو فرہاد اور امریکی اکابرین سے چھین سکیں گے۔''

''ہاں ... امید تو ہے۔ اسی لیے میں ان تینوں کا پیچھا نہیں چھوڑ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے' انہیں حاصل کرنے کے دوران میں کوئی ایسا موقع ہاتھ آئے کہ فرہاد کو مات دے سکوں۔ ویسے یہ دیکھو کہ وہ کس قدر مکار ہے۔ اب تک جمائلہ کے ذریعے ہمیں بیوقوف بناتا رہا۔ اس نے جمائلہ کے پیچھے دوڑاتے دوڑاتے ہمیں قاہرہ پہنچا دیا۔ اور اس لڑکی کے ذریعے یہ معلوم کرتا رہا کہ ہم اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں؟ اور کس طرح اس کے بچوں کو انڈیا میں ٹریپ کرنا چاہتے ہیں؟ وہ کم بخت ہمارے تمام منصوبوں سے واقف ہوتا رہا ہے اور ہم بری طرح بیوقوف بنتے رہے ہیں۔''

''ماسٹر! ہمیں کسی بھی طرح فرہاد کی کسی بھی ایک

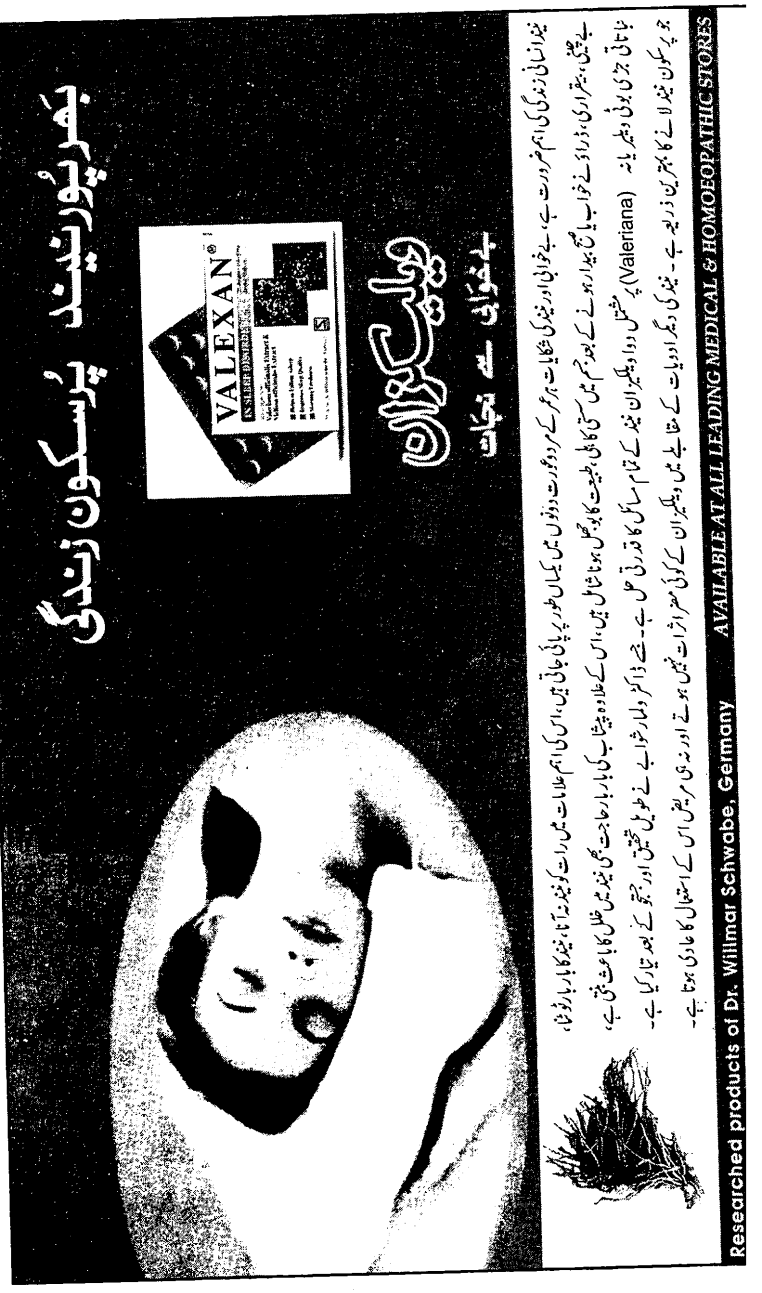

کمزوری تک پہنچنا ہی ہوگا۔ ورنہ وہ ہمیں قدم قدم پر مات دیتا رہے گا۔''

''یہی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم اس کے کسی کمزور پوائنٹ تک کیسے پہنچیں؟ ہم سے پہلے ہی وہ ہماری کمزوریوں تک پہنچ جاتا ہے۔ میں نے اب تک سنا تھا کہ وہ بہت ہی خطرناک ہے۔ اب واسطہ پڑنے سے پتا چل رہا ہے کہ واقعی جتنا سنا تھا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ ایک نادیدہ بلا کی طرح ہمارے کسی بھی معاملے تک پہنچ جاتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا اس کی معلومات کے ذرائع کیا ہیں؟''

''ماسٹر! وہ امریکی فارن منسٹر اور آرمی کے میجر تک بھی پہنچ گیا۔ کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ہمارے ان ڈپلیکیٹس تک کیسے پہنچا ہوگا؟''

''ظاہر ہیں، عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ یہ اندیشہ پیدا ہو رہا ہے کہ وہ دوسرے ممالک کی بھی آرمی اور حکومتوں میں ایسے ہی فارن منسٹر اور میجر تک پہنچے گا اور اسے معلوم ہوگا کہ وہ بھی ڈپلیکیٹس ہیں اگر ایسا ہوا تو میرے تمام منصوبے خاک میں مل جائیں گے اور میں تمام دنیا پر حکومت کرنے کا خواب دیکھتا ہی رہ جاؤں گا۔''

''کوئی ایسی تدبیر ضرور کرنی ہوگی، جس کے ذریعے ہم اسے اپنے معاملوں میں مداخلت کرنے سے باز رکھ سکیں۔''

''ایک تدبیر میرے ذہن میں آرہی ہے اور وہ یہ کہ اب میں اپنے سائے پر بھی بھروسا نہ کروں۔ تم اور آوڈی مین میرے لیے بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہو۔ میں تم دونوں کے سامنے اپنا ہر راز بیان کرتا ہوں۔ اور دونوں ہی سے مشورے لیتا ہوں۔ بڑے اہم کام لیتا رہتا ہوں۔ آیندہ میں ایسا نہیں کروں گا۔''

بابر نے چونک کر پوچھا۔ ''آیندہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟''

''میں اپنی آواز اور لب ولہجہ بدل رہا ہوں۔ آیندہ تم میرے اندر نہیں آسکو گے۔''

وہ ذرا دل برداشتہ ہو کر بولا۔ ''ماسٹر! کیا آپ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں؟''

''میں کہہ چکا ہوں۔ اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کروں گا۔ آیندہ تم میرے اندر نہیں آسکو گے اور میں کبھی تمہارے دماغ میں آکر کچھ نہیں بولوں گا۔ مجھے جو معلوم کرنا ہوگا۔ وہ چپ چاپ تمہارے اندر رہ کر معلوم کرلوں گا۔ کوئی کام تم سے کروانا ہوگا تو تمہاری ہی سوچ کے ذریعے وہ کام اور وہ معاملہ تمہارے دماغ میں نقش کر دوں گا۔ تم خود ہی اسے اپنے طور پر کرنے لگو گے۔''

''کیا آپ آوڈی مین کے ساتھ بھی یہی رویہ اختیار کریں گے؟''

''بے شک،... میں اس کے اندر پہنچ کر بھی کبھی کچھ نہیں بولوں گا۔ خاموشی سے اپنا کوئی کام اس کے ذہن میں نقش کر دوں گا پھر وہ بھی اپنے طور پر اس منصوبے کے مطابق کام کرتا رہے گا اور آیندہ تم خیال خوانی کے ذریعے آوڈی مین سے بھی رابطہ نہیں کرو گے۔''

''ماسٹر! اس طرح تو ہم تینوں ایک دوسرے سے کٹ کر رہ جائیں گے۔''

''ایسا نہیں ہوگا۔ تم فون کے ذریعے مجھ سے اور آوڈی مین سے رابطہ کرسکو گے۔ کوئی لمبی اور ضروری بات ہوگی تو ایک آلہ کار کے اندر پہنچ کر وہاں ہم خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے بول سکیں گے۔''

وہ بولا۔ ''ماسٹر! اس طرح تو میں بالکل ہی تنہا رہ جاؤں گا؟''

ماسٹر نے سخت لہجے میں کہا۔ ''ایسی جذباتی باتیں نہ کرو۔ جس طرح میں اپنے سائے پر بھی شبہ کرتا رہوں گا۔ اس طرح تم پر اور آوڈی مین پر بھی شبہ رہے گا۔ یہ بات ذہن میں رہے گی کہ تمہیں یا آوڈی مین کو فرہاد نے ٹریپ کیا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ تنویمی عمل کے ذریعے تم دونوں کو اپنا تابعدار بنالیا ہو اور اس حقیقت سے تم دونوں ہی بے خبر ہو۔''

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ برین ماسٹر بہت ہی ذہین تھا۔ وہ فی الحال صحیح سمت میں سوچ رہا تھا اور صحیح فیصلہ کر رہا تھا۔ اس طرح وہ میری پہنچ سے دور رہ سکتا تھا۔ میں اور ثنا تبریزی آیندہ باہر کے اندر رہ کر بھی اس کے اہم منصوبوں سے واقف نہیں ہوسکتے تھے۔

انہوں نے جمائلہ کو اپنے دماغ سے بالکل ہی نکال دیا۔ جناب تبریزی نے دو مقاصد حاصل کرنے کے لیے انوشے کو جمائلہ بنا کر ادارے سے باہر بھیجا تھا، ایک مقصد تو یہ تھا کہ دشمنوں کو اس کے ذریعے بھٹکایا جائے اور دوسرا اہم مقصد یہ تھا کہ شیطان کی یہ شیطانیت معلوم کی جائے کہ وہ بچپن سے جمائلہ کے پیچھے کیوں پڑا ہوا ہے؟ اب اس شیطان سے نمٹنے کا وقت آگیا تھا۔

پچھلی دو راتوں سے یہ دیکھا جا رہا تھا کہ وہ ابوالہول انوشے کو جمائلہ سمجھ کر اس پر حملہ کر رہا تھا اور ناکام ہو کر واپس جا رہا تھا۔ آج چوتھی رات تھی اور یہ شیطان سے نمٹنے کی آخری رات بھی ہوسکتی تھی۔

الپا شام سے ہی سہمی ہوئی تھی پارس سے کہہ رہی تھی۔ ''ابھی تھوڑی دیر کے بعد اندھیرا ہونے والا ہے۔ پتا نہیں میری بیٹی کے ساتھ کیا ہوگا؟ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔''

پارس نے کہا۔ ''تم اتنے کمزور دل کی تو نہیں ہو؟ پتا نہیں کیسے کیسے مصائب سے مشکلات سے اور کیسے کیسے دشمنوں سے نمٹتی آئی ہو۔ بیٹی کے معاملے میں ایک عام سی ماں بن کر کمزور پڑ رہی ہو۔''

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ ''میری دس اولادیں نہیں ہیں۔ یہی ایک بیٹی ہے جسے دیکھ کر جی رہی ہوں۔ میرے اور تمہارے درمیان کیسی نفرت اور کیسی شدید دشمنی پیدا ہوگئی تھی۔ اسی بیٹی کی وجہ سے ہماری نفرت محبت میں بدل گئی۔ ہم پھر سے ایک ہوگئے۔ یہ بیٹی میری زندگی کا سب سے پہلا سب سے بڑا اور سب سے آخری انعام ہے۔''

پارس نے کہا۔ ''بے شک، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ہی بیٹی دی مگر وہ کسی بھی بیٹے سے بڑھ کر ہے۔ دس برس کی عمر میں ہی روحانیت کے ایسے درجے پر پہنچ چکی ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ روحانی ٹیلی پیتھی بھی سیکھ چکی ہے۔ یہ ہم ماں باپ کے لیے بہت بڑے اعزاز اور فخر کی بات ہے۔''

وہ الپا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''تمہیں حوصلہ رکھنا چاہیے۔ اس کے سر پر جناب علی اسد اللہ تبریزی کا سایہ ہے۔ اس کی دادی (آمنہ فرہاد) کو ہم سے زیادہ اپنی پوتی کی فکر ہے اور وہ بھی اپنی روحانی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے اسے تحفظ دیتی رہتی ہیں۔''

اس رات شیطان سے نمٹنے کے لیے ایک تو انوشے نے اپنی آواز اور لہجہ بدل لیا تھا پھر یہ کہ چہرے کے اعتبار سے اب جمائلہ نہیں رہش تھی۔ اب وہ اپنے اصلی روپ میں بیدائشی چہرے کے ساتھ تھی۔ جس رہایش گاہ میں پچھلی رات اس پر حملہ ہوا تھا۔ وہ جگہ بھی چھوڑ دی گئی تھی۔ اب وہ دوسرے بنگلے میں آگئے تھے۔

یہ سوچ کر ذرا اطمینان ہو رہا تھا کہ جب سب کچھ بدل چکا ہے تو شیطان انوشے کی طرف نہیں آئے گا کیونکہ انوشے کے نہ اندر نہ باہر اور نہ کہیں سے جمائلہ جھلک رہی تھی۔ رہایش گاہ بدلنے کے بعد یہ توقع تھی کہ شیطان ان کے موجودہ پتا ٹھکانے تک نہیں پہنچ سکے گا۔

انوشے ڈرائینگ روم میں الپا اور پارس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ آمنہ نے اپنی پوتی سے کہا تھا کہ وہ آج شام سے ہی ٹی وی آن رکھے اور کوئی نہ کوئی پروگرام دیکھتی رہے۔ جناب تبریزی یہ آزمانا چاہتے ہیں کہ شیطان ٹی وی کے کسی پروگرام کے ذریعے انوشے کے سامنے آسکتا ہے یا نہیں؟

الپا نے پریشان ہو کر کہا۔ ''اس طرح تو شیطان کے آنے کا راستہ خود بخود ہموار ہو جائے گا۔ ہمیں ٹی وی بند رکھنا چاہیے۔''

پارس نے کہا۔ ''جب ماما نے ٹی وی آن رکھنے کی ہدایت کی ہے تو اس میں کوئی مصلحت ہی ہوگی۔ جسے ہم سمجھ نہیں سکتے۔ دیکھا جائے گا کہ آج کیا ہونے والا ہے؟''

ٹی وی کے ایک چینل سے ہارر فلم آرہی تھی۔ اس فلم میں یہ دکھایا جا رہا تھا کہ شیطان کسی کے جسم میں سما گیا ہے اور وہ شخص غیر معمولی قوت حاصل کر چکا ہے، وہ اتنا طاقتور ہوگیا ہے کہ کسی بھی صحت مند شخص کو اٹھا کر ٹیک کنکر کی طرح دور پھینک دیتا ہے۔ کسی کو بھی اپنی ایک ہتھیلی کی گرفت میں لیتا تھا تو اس کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی تھیں۔ وہ اسکرین پر سامنے آتا تھا تو اسے دیکھتے ہی دہشت طاری ہو جاتی تھی۔ اس کے چہرے سے اور اس کی آنکھوں سے صاف پتا چلتا تھا کہ اس کے اندر شیطان چھپا ہوا ہے۔

ایک بار اسکرین پر اس کا بڑا سا چہرہ دکھائی دیا۔ پوری اسکرین پر صرف چہرہ اور آنکھیں نظر آرہی تھیں۔ ایسے ہی وقت انوشے نے محسوس کیا کہ وہ ان آنکھوں کی طرف کھنچی جا رہی ہے۔ وہ فوراً ہی زیر لب کلام پاک کی آیتیں پڑھنے لگی۔ الپا اور پارس نے چونک کر بیٹی کو دیکھا۔ اس کی حالت اور اس کے پڑھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اس شیطان کی طرف کھنچی جا رہی ہے اور ابوالہول پھر سے اس پر حملہ کر رہا ہے۔

الپا نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے آمنہ کو مخاطب کیا۔ ''ماما! میری بیٹی کو پھر کچھ ہو رہا ہے۔ آپ فوراً آئیں۔''

آمنہ نے کہا۔ ''تم بیٹی کے لیے کچھ زیادہ ہی پریشان ہوگئی ہو۔ یہ نہیں دیکھ رہی ہو کہ میں اس وقت انوشے کے اندر ہی موجود ہوں۔ تم آرام سے بیٹھو۔ انوشے کے ساتھ جو بھی ہو رہا ہے۔ ہونے دو۔''

آمنہ اس وقت اپنی پوتی کے اندر رہ کر اسے حوصلہ دے رہی تھی اور اس کے اندر پیدا ہونے والی شیطانی کشش کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایسی کوششیں پچھلی تین راتوں سے کی جا رہی تھیں۔ وہ شیطان کو شکست دے رہے تھے اور انوشے کو سلامتی مل رہی تھی لیکن یہ سلامتی عارضی ہوتی تھی پھر اگلی رات کے لیے یہ اندیشہ پیدا ہو جاتا تھا۔

اس رات یہ عزم کیا گیا تھا کہ فیصلہ کن معرکہ ہوگا۔ شیطان کو ہمیشہ کے لیے انوشے کا پیچھا چھوڑنا ہی ہوگا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک آدمی زندہ رہتا ہے۔ وہ

شیطان سے پیچھا چھڑا نہیں پاتا۔ مرتے دم تک اس سے لڑتا رہتا ہے لیکن وہ لڑائی بالواسطہ ہوتی ہے۔ شیطان دکھائی نہیں دیتا۔ یہاں تو براہِ راست شیطان سے جنگ ہو رہی تھی اور وہ ٹی وی اسکرین پر نظر آ رہا تھا۔

اسکرین پر اس ہارر فلم کی موسیقی بھی ایسی ہیبت ناک تھی کہ پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔ اور لرزہ طاری کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت انوشے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ الپا اور پارس بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ پریشانی سے بیٹی کو دیکھنے لگے۔ اس کے چہرے اور آنکھوں سے پتا چل رہا تھا کہ وہ سحر زدہ سی ہو گئی ہے۔ ٹی وی اسکرین پر اس شیطان کو دیکھ رہی ہے اور اس کی طرف کھنچی جا رہی ہے۔

وہ ٹی وی سے دس فٹ کے فاصلے پر تھی اور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اسکرین پر شیطان کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔ الپا اور پارس نے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا چاہا تو اس نے ایک ہی جھٹکے میں ماں اور باپ کو دونوں طرف دور تک پھینک دیا۔

صاف پتا چل رہا تھا کہ اس کے اندر شیطانی قوت بھر گئی ہے۔ آمنہ بڑے خشوع اور خضوع سے کلام پاک کی آیات پڑھ رہی تھی۔ انوشے کے اندر تلاوت کی آوز گونج رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ رک نہیں پا رہی تھی۔ ایک ایک قدم آگے بڑھتی ہوئی شیطان کی طرف جا رہی تھی۔

دادی کی ناکامی اور پوتی کی حالت بتا رہی تھی کہ اب اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔ شیطان آج اس پر مکمل طور پر حاوی ہو جائے گا اور اسے اپنی دوسری جمائلہ بنائے گا۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ کوئی شیطانی قوت کے زیر اثر آتا ہے تو پھر اسے بچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

ایسی کیا بات ہے؟ ایمان تو ہوتا ہے۔

اور جہاں ایمان ہوتا ہے وہاں خدا ہوتا ہے۔

اور جہاں خدا ہوتا ہے وہاں اس کے برگزیدہ بندے دستگیری کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔

آگے بڑھنے والی انوشے کو ایک دم جھٹکا سا لگا وہ ایک دم سے رک گئی۔ اس کے اور ٹی وی پر نظر آنے والے شیطان کے درمیان جناب علی اسد اللہ تبریزی کا ٹرانسپیرنٹ عکس دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں ان کا ٹھوس وجود نہیں تھا لیکن وہ آ گئے تھے۔ ان کے آر پار سے اسکرین پر شیطان دکھائی دے رہا تھا اور شیطان کو ان کے آر پار انوشے دکھائی دے رہی تھی۔ ان کے درمیان ایک دیوار حائل ہو گئی تھی۔ شیطانی کشش انوشے تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ جناب تبریزی نے آہستہ آہستہ گھومتے ہوئے شیطان کی طرف دیکھا۔ تو وہ ایک جھٹکے سے پیچھے چلا گیا۔

پہلے اسکرین پر اس کا کلوز اپ نظر آ رہا تھا۔ جناب تبریزی سے نظریں ملتے ہی بہت دور چلا گیا۔ ایسے وقت الپا اور پارس نے ایک حیرت انگیز نظارہ دیکھا۔ جناب تبریزی ٹی وی اسکرین کے منظر میں پہنچ گئے تھے۔ شیطان کی طرف بڑھ رہے تھے۔

پھر منظر بدل گیا تھا۔ اب شیطان فرار ہونے کے لیے پرواز کرتا ہوا بلندی کی طرف جا رہا تھا۔ جب وہ رکا تو یہ دیکھ کر ایک دم سے پریشان ہو گیا کہ جناب تبریزی اس کی بلندی تک پہلے ہی پہنچے ہوئے تھے۔ وہ شیطانی قوت رکھنے کے باوجود جناب تبریزی کی آنکھوں میں دیکھ نہیں پا رہا تھا اور نظر چراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''مجھے جانے دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میرا پیچھا نہ کرو۔''

انہوں نے پوچھا۔ ''تم انوشے کا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟''

''مجھے اس سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس نے جمائلہ بن کر مجھے دھوکا دینا چاہا۔ اس لیے میں اس سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔''

جناب تبریزی نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''تو پھر آگے بڑھو اور انتقام لو۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔ ''نہیں، میں نہیں جانتا تھا کہ انوشے کے ساتھ ایسی روحانی قوت ہے۔ جو میری قوتوں سے برتر ہے۔ میں اب کبھی انوشے کا پیچھا نہیں کروں گا۔ جدھر یہ ہو گی ادھر کبھی نہیں جاؤں گا۔''

انہوں نے پوچھا۔ ''ابوالہول کی کیا حقیقت ہے؟''

''وہ کچھ نہیں ہے۔ بالکل ہی صفر ہے۔ جس طرح بھگوان کی پوجا کرنے والے بھگوان کو دیکھ نہیں پاتے لیکن اس کے بت کو سامنے رکھ کر پوجتے ہیں۔ اسی طرح میں نے ابوالہول کے بت کو جمائلہ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ تاکہ وہ اسے دیکھ کر اس کے پیچھے میری شیطانی قوت حاصل کرتی رہے۔''

''تم جمائلہ پر کب سے مسلط ہو؟''

''جب وہ تین برس کی تھی اور اپنے ماں باپ کے ساتھ ابوالہول کے بت کے سامنے آئی تھی تب ہی میں نے اسے دیکھا تھا اور اسے پسند کیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اسے اپنا مہرہ بنا کر رکھوں اور اسے اس طرح کمزور بنا دوں کہ یہ دن کی روشنی

میں نارمل رہا کرے اور رات ہوتے ہی ابنارمل ہو کر شیطانی قوت حاصل کرتی رہے۔ میں نے اسے آلہ کار بنا کر آج تک کتنے ہی قتل کیے ہیں۔ کتنے ہی لوگوں کو تباہ و برباد کیا ہے اور بڑے شیطانی کھیل کھیلتا رہا ہوں۔''

جناب تبریزی نے مستحکم لہجے میں کہا۔ ''اب نہیں کھیل سکو گے۔ تمہیں جمائلہ کا پیچھا چھوڑنا ہو گا... یا پھر میری روحانی قوتوں سے ٹکرانا ہو گا۔''

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے پیچھے ہٹتے ہوئے اچانک گم ہو گیا۔ اس کے ساتھ جناب تبریزی بھی گم ہو گئے۔ اب منظر بدل گیا تھا۔ شیطان زمین کی تہ میں اترتا جا رہا تھا۔ پاتال میں پہنچ رہا تھا۔ جب وہاں پہنچ کر رکا تو پھر ایک بار چونک گیا۔ جناب تبریزی وہاں پہلے سے پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے کچھ پڑھ کر پھونکا۔ تو اسے ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر ایک چٹان سے ٹکرا گیا۔ انہوں نے پھر پڑھ کر پھونکا تو وہ ایک دم سے اچھل کر پتھریلی چھت سے ٹکرا کر فرش پر آ گرا۔

ہر ٹکراؤ کے بعد اس کے جسم کا ایک ایک حصہ ٹوٹ کر الگ ہو رہا تھا۔ وہ بکھر رہا تھا۔ گڑگڑا کر کہہ رہا تھا۔ ''مجھے اس طرح نہ توڑو۔ مجھے اپنے وجود کو سمیٹنے دو۔ میں اپنی بقا کی خاطر جمائلہ کو چھوڑنے پر راضی ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی اس کی طرف رخ نہیں کروں گا۔''

انہوں نے کہا۔ ''میں فی الحال تمہاری بات کا یقین کرتا ہوں۔ ابھی ایک گھنٹے کے اندر جمائلہ بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکلے گی اگر تم نے اس پر مسلط ہونے کی کوشش کی تو میں تمہیں ہمیشہ کے لیے نابود کر دوں گا۔''

شیطانی وجود کے جو حصے ٹوٹ کر بکھر رہے تھے۔ وہ پھر ایک دوسرے کے قریب آ کر ایک ہو گئے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے جناب تبریزی کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔ اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''شیطان کبھی نہیں مرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نافرمانی کے باوجود اسے نابود نہیں کیا۔ قیامت تک زندہ رہنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا۔ میں تمہیں ہلاک کروں گا تو صرف اس حد تک کہ تمہارا وجود ختم ہو کر جمائلہ اور انوشے تک نہیں پہنچے گا۔ باقی اس دنیا میں خیر کے ساتھ شر ہے اور یہ رہے گا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ جمائلہ ابھی ادارے سے باہر نکلنے والی ہے۔''

یہ کہہ کر جناب تبریزی وہاں سے گم ہو گئے۔ شیطان اپنے شیطانی ہتھکنڈے ضرور آزماتا ہے لیکن اعلیٰ حضرت کے سامنے وہ اس طرح کمزور ہوا تھا کہ ان پر کسی طرح کا شیطانی حملہ کرنا بھول گیا۔

ٹی وی پر وہ ہارر فلم ختم ہو چکی تھی۔ انوشے خوش ہو کر اپنی ماں سے لپٹ گئی اور خیال خوانی کے ذریعے دادی سے کہنے لگی۔ ''گرینڈ ماما! آپ کا اور اعلیٰ حضرت کا بہت بہت شکریہ۔ اب مجھے شیطان سے ہمیشہ کے لیے نجات مل چکی ہے۔''

آمنہ نے کہا۔ ''بیٹی! آج براہ راست شیطان سے مقابلہ کرتے وقت پتا چلا کہ شیطانی قوت کیا ہوتی ہے؟ میں برسوں سے روحانیت کے مراحل طے کرتی آ رہی ہوں پھر بھی آج اس شیطان کے آگے کمزور پڑنے والی تھی اگر اعلیٰ حضرت بروقت نہ آتے تو ہم دادی اور پوتی کا نہ جانے کیا انجام ہوتا؟''

''گرینڈ ماما! مجھے یہ تجربہ حاصل ہو رہا ہے کہ روحانیت کی معراج تک پہنچنے کے لیے بڑے ہی دشوار گزار مراحل طے کرنے پڑتے ہیں۔ پتا نہیں اعلیٰ حضرت نے کتنی عبادت کتنی ریاضت کی ہے۔ اپنی ساری زندگی روحانی علوم حاصل کرنے میں بسر کر دی ہے تب ہی وہ شیطان کو مات دینے کے قابل ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ میں بھی اعلیٰ حضرت کے نقش قدم پر چلوں گی۔''

جناب علی اسد اللہ تبریزی دماغی طور پر اپنے حجرے میں حاضر ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے ہدایت کی تھی کہ جمائلہ کو باہر جانے کی اجازت دی جائے۔

اس وقت وہاں آدھی رات ہونے والی تھی۔ جمائلہ کو ایک بہت ہی شاندار کار دی گئی۔ تاکہ وہ وہاں سے پیرس جا کر وہاں کم از کم دو راتیں گزارے۔ اور یہ آزمائے کہ شیطان اس پر حملہ کرتا ہے یا نہیں؟

جمائلہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی ادارے کے صدر دروازے سے باہر آئی پھر پیرس کی طرف جانے لگی۔ اس کی برابر والی سیٹ پر ایک خوبرو قد آور جوان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے متعلق بتایا گیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور جمائلہ کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے اس کے ساتھ ہی رہا کرے گا اور اس کی ایک ایک رپورٹ اعلیٰ حضرت تک پہنچایا کرے گا۔

اس ٹیلی پیتھی جاننے والے باڈی گارڈ کا نام جواد مصری تھا۔ جمائلہ بھی مصر کے شہر قاہرہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اس لیے وہ بابا صاحب کے ادارے میں جواد مصری سے بڑی اپنایت کے ساتھ ملتی رہی تھی۔

اس وقت بھی وہ اس کے ساتھ خوش تھی اور خوشی اس بات کی بھی تھی۔ کہ اب تک ابوالہول یا شیطان کی طرف سے

کوئی حملہ نہیں ہوا تھا۔ ابھی پوری رات باقی تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ صبح تک کیا ہونے والا ہے؟

☆☆☆

ایمان علی اس کی ماں اور اس کی بہنوں کے ساتھ عالی کا وقت بہت اچھا گزر رہا تھا۔ وہ ان کے ساتھ حیدر آباد شہر کی سیر کر رہی تھی اور خیال خوانی کے ذریعے ایمان علی کے کچھ خاندانی مسئلے حل کر رہی تھی۔ اس کے چچا زاد بھائی عظیم الدین بہت ہی ذہین اور محبت کرنے والا نوجوان تھا اور وہ ایمان علی کی بہن زیب النسا سے شادی کرنا چاہتا تھا۔

دوسرا بیٹا نواب نعیم الدین اپنے باپ کی طرح سر پھرا تھا لیکن عالی خیال خوانی کے ذریعے اسے راہِ راست پر لا رہی تھی۔

وہ چاہتی تھی کہ ایمان علی کی دوسری بہن مہر النسا نواب نعیم الدین سے منسوب ہو جائے۔ اسی لیے اس نے اس سر پھرے کے دل و دماغ میں مہر النسا کی محبت بھر دی تھی اور وہ اب اس کے متعلق بڑی سنجیدگی سے سوچنے لگا تھا۔

عالی نے جب اس پر عمل کرنے کے بعد اسے سلایا تھا تو اس نے مہر النسا کو خواب میں دیکھا تھا۔ اب اس نے سیر و تفریح کے دوران میں نعیم کے اندر پہنچ کر یہ خیال پیدا کیا۔ کہ اسے چار مینار کی طرف جانا چاہیے اگر اس کی محبت سچی ہو گی۔ تو مہر النسا سے وہاں ملاقات ہو سکے گی۔

نعیم الدین نے سوچا کہ میں خواہ مخواہ ایک مجنوں کی طرح سوچ رہا ہوں۔ ایسا سچا عاشق تو نہیں ہوں کہ میرے سوچنے سے مہر النسا وہاں چلی آئے گی۔

عالی نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''آزمانے میں حرج ہی کیا ہے؟ اگر میری محبت میں سچائی اور نیک نیتی ہے۔ تو وہ ضرور مجھے ملے گی۔''

وہ عالی کے زیر اثر رہ کر اپنی کار میں بیٹھ کر گھر سے روانہ ہوا۔ وہاں چار مینار کے پاس ایک شاپنگ سینٹر کے سامنے پہنچ گیا۔ عالی' ایمان علی کی ماں اور بہنوں کے ساتھ شاپنگ کر رہی تھی۔ نعیم الدین اس کی مرضی کے مطابق اس دکان کی طرف کھنچا چلا آیا جہاں وہ سب موجود تھے۔ وہاں وہ مہر النسا کو دیکھتے ہی ایک دم سے چونک گیا۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

یہ بات ذہن میں نقش ہو گئی۔ کہ واقعی اس کی محبت سچی ہے۔ آئندہ اسے ہر حال میں مہر النسا کو اپنی شریک حیات بنا لینا چاہیے۔ اس نے دکان میں آ کر ایمان علی کو سلام کر کے اس سے مصافحہ کیا پھر اس کی والدہ یعنی اپنی بڑی امی کو آداب کہا۔ دونوں بہنوں نے اسے سلام کیا۔

ایمان علی نے پوچھا۔ ''نعیم میاں! یہاں کہاں بھٹک رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''آپ نے بھٹکنے کا لفظ بہت اچھا استعمال کیا ہے۔ میں اب تک بھٹک رہا تھا۔ آپ سب میرے اپنے ہیں ''سگے ہیں۔ ہم ایک دادا کی اولاد ہیں اور میں آپ لوگوں سے دور بھٹکتا رہا اور یہی سمجھتا رہا کہ ابا جان اپنے رویے میں درست ہیں لیکن اب مجھے اپنی اور ابا جان کی غلطیوں کا پتا چل رہا ہے اور میرا دل اور دماغ کہتا ہے کہ ہمارے خاندان کو ٹوٹنا نہیں چاہیے۔ ہمیں ایک ہو کر رہنا چاہیے۔''

اس کی بڑی امی نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''خوش رہو بیٹے! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اتنی ذہانت اور ذمے داری سے ایسی بات سوچو گے اور پھر عمل کرنے کے لیے ہمارے پاس چلے آؤ گے۔ اللہ تمہیں اور عقل دے۔''

زیب النسا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''آمین....''

وہ چور نظروں سے مہر النسا کو دیکھ رہا تھا اور وہ سر کا آنچل درست کرتے ہوئے اس سے نظریں چرا رہی تھی پھر انہوں نے عالی سے اس کا تعارف کروایا۔ عالی نے کہا۔ ''ہم ابھی ڈنر کے لیے ہوٹل جا رہے ہیں۔ کیا آپ ہمارے ساتھ شریک ہونا پسند کریں گے؟''

وہ مہر النسا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''مجھے محبت ملے گی تو میں بھلا انکار کیوں کروں گا؟''

وہاں سب ہی سمجھدار تھے۔ نواب نعیم الدین کی نظروں کو تاڑ رہے تھے اور اس کی باتوں کا مطلب سمجھ رہے تھے۔ ایمان علی بہت خوش تھا۔ اس نے اپنی ماں اور دونوں بہنوں کا بھی زائچہ بنا رکھا تھا اور یہ جانتا تھا کہ بہنوں کی قسمت کھلنے والی ہے اور وہ دونوں جلد ہی کسی نہ کسی سے منسوب ہونے والی ہیں۔

پھر نعیم الدین عظیم الدین اور نواب غیاث الدین کے زائچے نے بتایا تھا کہ اس کے چچا نواب غیاث الدین پر برا وقت آنے والا ہے اور ان کے دونوں بیٹوں سے آئندہ صلح ہونے والی ہے۔ اس کے علم نے اسے جو بتایا تھا وہی سب کچھ آہستہ آہستہ سامنے آ رہا تھا۔

عالی ان کے ساتھ کھانے پینے اور خوب انجوائے کرنے کے دوران میں نواب غیاث الدین کے اندر بھی جا رہی تھی۔ اقتدار پارٹی کے بڑے بڑے لیڈرز نے نواب غیاث الدین کو طلب کیا تھا۔ وہ سب اس کی ذہنی حالت کو سمجھنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت وہ وہاں بھی الٹی سیدھی حرکتیں کرتا رہا۔ کبھی

نارمل ہو کر بولتا رہا۔ اور کبھی اپنی باتوں کی مخالفت کرتا رہا۔ کبھی ان لیڈرز کی بھی مخالفت کرتا رہا۔

پارٹی کے چند ممبران نے ایک خفیہ میٹنگ کی۔ وہاں ایک لیڈر نے کہا۔ ''جناب غیاث الدین اور اس کا بیٹا نواب عظیم الدین اس علاقے میں بہت مشہور ہیں اور ہمیشہ اکثریت سے ووٹ حاصل کرتے ہیں۔ نواب غیاث الدین پاگل ہو چکا ہے۔ اب ہمیں اس کی جگہ اس کے بیٹے نواب عظیم الدین کو ہی لانا ہو گا۔''

دوسرے لیڈر نے کہا۔ ''جب نواب غیاث الدین ہمارے لیے بے کار ہو چکا ہے تو ہمیں اس کی ذات سے سیاسی فائدہ اٹھانا چاہیے۔''

ایک لیڈر نے پوچھا۔ ''وہ کیسے؟''

اس نے کہا۔ ''یاد ہے۔ اپوزیشن میں ایک لیڈر نے غیاث الدین کو دھمکی دی تھی کہ وہ ان کی مخالفت سے باز نہیں آئے گا اور ان کی ہڑتال کو ناکام بنانے کی کوشش کرے گا، تو اس کی سانسیں اس سے چھین لی جائیں گی۔''

وہ کہہ رہا تھا اور وہ سب قائل ہونے کے انداز میں اسے دیکھ رہے تھے پھر اس نے کہا۔ ''کیوں نہ نواب غیاث الدین کی سانسیں چھین لی جائیں؟''

پارٹی لیڈر نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''بے شک، ہم اسے بہت اہم اشو بنا سکتے ہیں اور یہ الزام دے سکتے ہیں کہ اپوزیشن پارٹی والوں نے اسے گولی ماری ہے۔ اس طرح ہمیں جنتا کی ہمدردی بھی حاصل ہو گی اور قانون بھی ہمارے ساتھ ہو گا۔''

انہوں نے اپنے اس منصوبے پر عمل کرنے میں دیر نہیں کی۔ اپنے غنڈوں کو کہا۔ ''نواب غیاث الدین اپنی کار میں بیٹھ کر کوٹھی کی طرف جا رہا ہے۔ اسے وہاں تک زندہ نہیں پہنچنا چاہیے۔''

ایمان علی جب عالی اور اپنی فیملی کے ساتھ کھانے کے بعد کوٹھی کی طرف واپس جا رہا تھا تب ہی فون پر نواب عظیم الدین نے رابطہ کیا پھر روتے ہوئے کہا۔ ''بھائی جان! ہماری غلطیاں معاف کر دیں۔ ہمارے ابا جان اب اس دنیا میں نہیں رہے۔''

ایمان علی نے حیرانی سے پوچھا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ وہ تو اچھے خاصے صحت مند تھے؟''

''ان کی موت طبعی نہیں ہوئی۔ کسی نے انہیں گولی ماری ہے۔ وہ پارٹی میٹنگ سے واپس آ رہے تھے۔ اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ چند نامعلوم افراد نے ان پر فائرنگ کی ڈرائیور کو زخمی کیا پھر ان کے جسم میں دو گولیاں اتار کر چلے گئے۔''

یہ خبر پوری فیملی کے لیے المناک تھی۔ وہ سب مقتول کی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ وہاں کا ماحول تین دن تک مسلسل سوگوار رہا تھا۔ آئندہ وہ دونوں بیٹے اپنے باپ کو بھلا نہیں سکتے تھے۔ کوئی بھی پیدا کرنے والا زندگی میں کیسا ہی رہا ہو' مرنے کے بعد یاد آتا رہتا ہے۔

موجودہ حالات میں ایمان علی کو یہ فائدہ پہنچا تھا کہ پرانی دشمنی ختم ہو چکی تھی۔ دونوں چچا زاد بھائی آ کر اس کی والدہ کو بزرگ اور سرپرست تسلیم کر چکے تھے۔ آئندہ وہ دونوں اس گھر کے داماد بننے والے تھے۔

ایمان علی نے ایک بار تنہائی میں عالی سے کہا۔ ''میری دلی خواہش تھی کہ میں ایک میزبان کی حیثیت سے تمہیں زیادہ سے زیادہ خوش رکھوں لیکن یہاں کا ماحول ماتمی ہو گیا ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ دکھ سکھ تو انسان کی زندگی کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ ویسے یہاں سوگ منانے کے باوجود ہم سب ماتمی حالت میں نہیں ہیں۔ ہمارے اندر ایک ڈھکی چھپی سی خوشی ہے کہ ایک ایسا دشمن جو کبھی راہ راست پر نہیں آ سکتا تھا۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ اس کی موت نے بکھرے ہوئے خاندان کو سمیٹ کر یکجا کر دیا ہے۔''

''تم درست کہہ رہی ہو۔ اگرچہ چچا جان کی موت کا افسوس ہو رہا ہے لیکن صدمہ نہیں ہو رہا ہے۔ میرے علم نے مجھے پہلے ہی یہ بتا دیا تھا کہ میرے خاندان میں کوئی بہت بڑی بات ہونے والی ہے اور میری پریشانیاں ختم ہونے والی ہیں۔''

کیا تم جانتے تھے کہ چچا جان کو ہلاک کیا جائے گا؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''نہیں، میرا علم مجھے اتنی وضاحت سے مستقبل کی بات نہیں بتاتا۔ مجھے کچھ اہم اشارے مل جاتے ہیں۔ جن کے ذریعے میں اندازے لگاتا ہوں اور بہت سی باتیں وقت سے پہلے ہی سمجھ لیتا ہوں۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''تم نے میرے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کیا ہے؟''

''ہاں، یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میری زندگی میں ایک ایسی حسینہ آنے والی ہے۔ جس کے بعد میری زندگی کا رخ بدل جائے گا۔ میرے خاندانی حالات درست ہو جائیں گے۔ اور دیکھو کہ یہی ہو رہا ہے۔''

''واقعی، تم علم نجوم اور دست شناسی میں کمال حاصل کر

رہے ہو۔''

''میں نے تم سے ایک اور بات بھی کہی تھی کہ میری زندگی میں جو لڑکی آئے گی وہ ایک غیر معمولی صلاحیت کی مالک ہوگی۔''

''ہاں، یہ بات تم نے کہی تھی۔''

''میں نے آگے یہ نہیں کہا تھا کہ تم اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے میری مشکلیں آسان کرتی رہوگی۔ اب کہہ رہا ہوں' یہ جو کچھ ہو رہا ہے' تمہاری کسی غیر معمولی صلاحیت کے ذریعے ہی ہو رہا ہے۔''

عالی نے اسے ٹالنے کے لیے کہا۔ ''کوئی دوسری بات کرو۔''

''تم اس موضوع پر گفتگو نہیں کرنا چاہتیں۔ کیا مجھے رازدار نہیں بناؤ گی۔ میں چاہوں گا کہ مجھ سے اپنی غیر معمولی صلاحیت کو نہ چھپاؤ۔''

اس نے ایک گہری سانس لی۔ سر اٹھا کر سامنے بیٹھے ہوئے ایمان علی کو دیکھا۔ وہ تو پہلی ملاقات سے ہی محسوس کر رہی تھی کہ اس کی طرف کھنچی جا رہی ہے اور یہ جوان اس کا آئیڈیل ہے۔

وہ بولی۔ ''میں، ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔''

اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بولی۔ ''میں کسی کے بھی اندر پہنچ کر اس کے تمام چور خیالات پڑھ لیتی ہوں۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما لیتی ہوں اور اپنی مرضی کے مطابق اس سے کوئی بھی کام کروا لیتی ہوں۔''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''تم میرے اندر بھی آ جاتی ہو؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''جو تمہاری طرح صحت مند' باڈی بلڈرز ہوتے ہیں اور کوئی نشہ نہیں کرتے۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو ایک دم سے محسوس کرتے ہیں پھر بے چین ہو کر سانس روک لیتے ہیں۔ اس طرح میں تمہارے جیسے افراد کے اندر نہیں پہنچ پاتی۔''

''یہ سن کر مجھے حیرانی ہو رہی ہے اور خوشی بھی کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ کیا مجھے بتاؤ گی کہ یہ علم تم نے کیسے سیکھا ہے؟ کہاں سے سیکھا ہے؟''

''میں ابھی تمہارے سوال کا جواب دوں گی۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا علم میرے بارے میں کیا کہتا ہے؟ ہماری پہلی ملاقات دوستی میں بدل چکی ہے۔ یہ دوستی کہاں تک جائے گی؟''

وہ بڑے اعتماد سے بولا۔ ''ازدواجی زندگی تک.... میں اپنے علوم کے ذریعے جو کچھ معلوم کرتا ہوں۔ اس میں سے کچھ باتیں غلط بھی ہو جاتی ہیں۔ جیسے جیسے میرے تجربات بڑھ رہے ہیں۔ میری باتیں درست ہوتی جا رہی ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ میری یہ بات درست ہو' میں تمہیں دل و جان سے چاہنے لگا ہوں اور تمہیں اپنی شریک حیات بنانا چاہتا ہوں۔''

عالی نے سر جھکا لیا۔ ایمان علی کی یہ پیش کش بہت اچھی لگ رہی تھی۔ زندگی میں پہلی بار وہ ایک چاہنے والے کو اپنے دل کے اتنے قریب محسوس کر رہی تھی۔

وہ بولا۔ ''میں تمہیں پرپوز کر رہا ہوں۔ تم کچھ کہنا چاہو گی؟''

''تم آگے بولو۔ یہ ازدواجی زندگی کیسی رہے گی؟ اور کب تک رہے گی؟''

''اگر ہم ایک دوسرے کے لائف پارٹنر بننے میں کامیاب ہو گئے تو یہ بہت ہی خوشیوں بھری ازدواجی زندگی ہو گی لیکن.....''

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ اس نے پوچھا۔ ''لیکن کیا.....؟''

''ہمارے درمیان کی کچھ رکاوٹیں دور ہونے کے بعد ہی بات بنے گی۔''

''وہ کیسی رکاٹیں ہیں''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''میں ابھی کچھ وضاحت سے معلوم نہیں کر سکتا، پھر بھی اپنے ازدواجی زائچے کی بغور اسٹڈی کروں گا۔ کچھ پتا چلے گا تو تمہیں بتاؤں گا۔''

وہ دونوں تھوڑی دیر تک چپ رہے پھر ایمان علی نے کہا۔ ''تم نے مجھے دیکھا ہے اور میرے خاندان کو بھی دیکھا ہے اب اپنی فیملی کے بارے میں کچھ بتاؤ؟''

وہ اسے میرے بارے میں بتانے لگی۔ میرا نام سنتے ہی وہ چونک گیا۔ بڑی حیرانی سے بولا۔ ''تم فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہو؟ اوہ خدا! تو مجھے خوش نصیب بنا رہا ہے۔ مجھے اس دنیا کے سب سے مشہور اور معروف اور اعلیٰ خاندان میں پہنچا رہا ہے۔ میں تیرا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔''

وہ خوش ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ مسکرا رہی تھی پھر بولی۔ ''آگے تو سنو.....''

''آگے کیا سنوں؟ میں تو انکل فرہاد سے اس قدر متاثر ہوں کہ میں نے ان کا اور سونیا مما کا بھی ایک زائچہ بنایا ہے اور ان کی اچھی طرح اسٹڈی کی ہے۔ جتنا میں ان کے بارے میں جانتا ہوں۔ وہ تم بیٹی ہو کر بھی نہیں جان سکتیں۔''

پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''ہائے.....! میں

سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جن بزرگوں کا زائچہ بنا رہا ہوں۔ ان کی بیٹی ہی میری زندگی میں آنے والی ہے۔''

''مما اور پاپا جد وجہد سے بھرپور زندگی گزارتے آ رہے ہیں۔ نت نئے دشمنوں کی سازشوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں اور پھر انہیں منہ توڑ جواب دیتے رہتے ہیں۔ انہوں نے کبھی کسی ماہر نجوم سے اپنے مستقبل کا حال معلوم نہیں کیا مگر میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ ان پر کوئی بڑی مصیبت تو نہیں آئے گی؟''

اس نے سوچ کر کہا۔ ''اُن پر مصیبت تو آتی ہی رہتی ہے۔ پھر بھی میں ایک بار ان کا زائچہ پڑھنے کے بعد ہی کچھ بتا سکوں گا۔''

''پلیز، ابھی پڑھو۔''

وہ اپنے بیڈ روم میں تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر شیشے کی ایک الماری کے پاس گیا۔ وہاں ڈھیر ساری فائلیں رکھی ہوئی تھیں۔ پتا نہیں اس نے کتنے افراد کے زائچے بنا رکھے تھے۔ اس نے میرے نام کی ایک فائل نکالی پھر اسے لے کر عالی کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ اسے کھول کر زائچہ نکال کر بڑی توجہ سے پڑھنے لگا۔

عالی بڑی بے چینی سے اسے دیکھ رہی تھی آخر اس نے کہا۔ ''تمہارے خاندان میں ایک سب سے چھوٹا بچہ ہے۔ مجھے بتاؤ انکل سے اس کیا رشتہ ہے؟''

''وہ میرے پاپا کا پوتا ہے میرے بھائی پورس کا بیٹا.....''

''اس بچے کے ساتھ عجیب وغریب حالات پیش آ رہے ہیں۔ جن کا اثر تمہارے پاپا پر پڑ رہا ہے۔''

''ہاں، ان کے بدترین دشمن کسی طرح ان کے پوتے عدنان کو اپنے قابو میں کر لینا چاہتے ہیں۔ اسے قیدی بنا کر پاپا کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دینا چاہتے ہیں۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''ایسا تو تمہارے پاپا کے ساتھ ہوتا ہی آ رہا ہے اور وہ دشمنوں کو ان کی دشمنی کی سزا دیتے آ رہے ہیں لیکن اس بچے کے حوالے سے کوئی ایسی غیر معمولی بات ہے جو میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''میں سمجھ گئی عدنان کی ممی شیوانی ایک غیر معمولی عورت ہے۔ وہ مر چکی ہے لیکن اس کی آتما ایک عورت کے جسم میں سمائی ہوئی ہے۔ اس طرح شیوانی ایک دوسری عورت کے جسم میں رہ کر اپنے بچے کو بھرپور ممتا دے رہی ہے۔''

وہ زائچے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''اور کچھ بتاؤں؟''

''میڈم شیوانی سے تعلق رکھنے والی خاص باتیں بتاؤ؟''

''اب اس کی زندگی بہت ہی مختصر سی رہ گئی ہے۔ مجھے ٹھیک طرح سے حساب نہیں معلوم.... جناب تبریزی کی پیش گوئی کے مطابق اس کی زندگی کے شاید انیس دن رہ گئے ہیں۔''

ایمان علی اس کی باتیں خاموشی سے سن رہا تھا پھر کہا۔ ''ہاں، یہی بات غیر معمولی ہو سکتی ہے کہ وہ مر چکی ہیں لیکن ان کی آتما ابھی اس دنیا میں ہے اور وہ کسی کے اندر سمائی ہوئی ہیں۔ بے شک، یہ ایک غیر معمولی اور ناقابل یقین بات ہے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''تمہاری فیملی میں ایسے غیر معمولی واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اب میں اس معلومات کی روشنی میں تمہارے پاپا کا زائچہ دیکھتا ہوں۔''

وہ پھر میرے زائچے کی اسٹڈی کرنے لگا۔ اس کے سامنے میری فائل کھلی ہوئی تھی۔ وہ سر جھکائے اسے پڑھ رہا تھا اور عالی اسے بڑی محبت اور لگن سے دیکھ رہی تھی۔

سوچ رہی تھی کہ اب سے پہلے کسی بھی جوان نے اسے اتنا متاثر نہیں کیا تھا' جتنا کہ وہ کر رہا تھا۔ ہر لڑکی کا ایک جیون ساتھی ضرور ہوتا ہے۔ وہ اپنے ہونے والے جیون ساتھی کو بڑے پیار سے بڑے جذبے سے دیکھ رہی تھی۔''

اس کا دل اس کا دماغ ایمان علی سے متاثر ہو رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اگلے چند لمحوں میں کچھ ایسا ہونے والا ہے کہ وہ اس سے کچھ اور زیادہ متاثر ہوتی چلی جائے گی۔

وہ میرا زائچہ دیکھ رہا تھا اور کچھ پریشان ہو رہا تھا۔ عالی نے اس کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟''

اس نے پوچھا۔ ''کیا شیوانی کے پیچھے کالا علم جاننے والے لگے رہتے ہیں؟ کیا وہ اس کی آتما کو ایک جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں پہنچا دیتے ہیں؟ اور اس طرح اس کی آتما بھٹکتی رہتی ہے؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی۔ ''ہاں، لیکن تم پریشان کیوں ہو؟''

''میں پریشان نہیں ہوں۔ تم میرے سوالوں کا جواب دو۔ کیا آج سے انیس دنوں کے بعد شیوانی کی موت لازمی ہے؟''

''ہاں، جناب علی اسد اللہ تبریزی نے پیش گوئی کی ہے۔ اس بار اس کی آتما کو کوئی بھی کالا علم جاننے والا نہیں

بھٹکائے گا اور اس کی روح اس دنیا سے پرواز کرتی ہوئی عالم ارواح کی طرف چلی جائے گی۔ شیوانی کو پھر سے کوئی نئی زندگی نہیں ملے گی۔ وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔''

''تمہارا کیا خیال ہے کیا ان کی پیش گوئی درست ہو گی؟ کیا شیوانی کا مرنا بہت ضروری ہے؟''

''آج تک جناب تبریزی کی کوئی پیش گوئی غلط ثابت نہیں ہوئی۔ اس بار شیوانی کو موت آئے گی۔''

وہ بے چینی سے پہلو بدل کر بولا۔ ''اسے موت نہ آئے تو.....اچھا ہے۔''

''موت کیوں نہ آئے؟''

''نہیں آنا چاہیے۔ اسی میں بہتری ہے۔''

''کیا عدنان کی بہتری ہے؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''تمہارے پاپا کی.....''

وہ حیرانی سے بولی۔ ''شیوانی کے نہ مرنے سے پاپا کی بہتری کیا ہو گی؟''

اس نے عالی کو دیکھا پھر اس سے نظریں چرانے لگا۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''آخر بات کیا ہے؟.....ایمان علی! تم مجھ سے کیا چھپا رہے ہو؟''

''کچھ نہیں، اپنے پاپا سے کہو کہ میرے پاس آئیں۔ میں ان سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا پہلے مجھ سے بات نہیں کر سکتے؟''

''پلیز، یہ تمہارے پاپا کا ذاتی معاملہ ہے۔ تم برا نہ مانو۔ میں تمہارے خاندان کی بہتری کے لیے یہ کہہ رہا ہوں۔ مجھے صرف اپنے پاپا سے بات کرنے دو۔''

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ایمان علی کو دیکھا پھر مجھے مخاطب کیا۔ ''پاپا! آپ کہاں ہیں؟ ویسے جہاں بھی ہیں۔ فوراً میرے اندر آ جائیں۔''

میں نے اس کے اندر آ کر پوچھا۔ ''کیا بات ہے بیٹی!.....؟''

''وہ پاپا! جیسا کہ میں بتا چکی ہوں اور آپ بھی جانتے ہیں، ایمان علی کو علم نجوم میں مہارت حاصل ہے۔ اس نے آپ کا بھی زائچہ بنا رکھا ہے اور اسے پڑھنے کے بعد کوئی اہم بات آپ سے کہنا چاہتا ہے۔''

''ٹھیک ہے، جو کہنا چاہتا ہے کہے۔ میں سن رہا ہوں۔''

''ایسے نہیں پاپا! وہ مجھ سے آپ کی کوئی بات چھپا رہا ہے۔ صرف آپ سے کہنا چاہتا ہے۔ پلیز اس کے اندر جائیں۔''

میں دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر پہنچ گیا پھر بولا۔ ''ہیلو بیٹے ایمان علی! میں فرہاد بول رہا ہوں۔''

اس نے خوش ہو کر کہا۔ ''یا خدا! تُو بے شک جلال والا اور بڑی شان والا ہے۔ محترم فرہاد علی تیمور کو میرے پاس پہنچا کر مجھے خوش نصیب بنا رہا ہے۔''

پھر اس نے مجھ سے پوچھا۔ ''کیا میں آپ کو انکل کہہ سکتا ہوں؟''

''نہیں انکل نہیں.....عالی کی طرح مجھے پاپا کہہ سکتے ہو۔''

وہ خوشیوں سے لہرا گیا۔ ''شکریہ پاپا! بہت بہت شکریہ۔ میں آپ سے ایک اہم بات کہنا چاہتا ہوں لیکن آپ عالی سے کہیں کہ وہ میرے اندر آ کر یہ باتیں نہ سنیں۔''

میں نے عالی سے پوچھا۔ ''کیا تم ایمان علی کے اندر ہو؟''

''نو پاپا! وہ نہیں چاہتا کہ میں آپ لوگوں کی باتیں سنوں۔''

''شاباش بیٹی! میں دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے کیا کہنے والا ہے؟''

میں نے ایمان علی کو یقین دلایا کہ اس کے اندر صرف میں ہی ہوں تب اس نے کہا۔ ''پاپا! شیوانی کو مرنا نہیں چاہیے۔ کچھ ایسا کیا جائے کہ جناب تبریزی اپنی پیش گوئی تبدیل کر دیں اگر کوئی کالا علم جاننے والا اس کی آتما کو اس کے جسم سے نکال کر کسی دوسری جگہ پہنچانا چاہے تو اسے نہ روکا جائے۔ جو ہوتا ہے وہ ہونے دیا جائے۔''

''ایسا کیوں ہونے دیا جائے؟ موت کے بعد کسی کی بھی روح کو عالم ارواح میں پہنچنا چاہیے۔ اس دنیا میں نہیں بھٹکنا چاہیے۔ یہ کالا علم جاننے والے ان روحوں کو اپنے قابو میں کر کے اور ان سے اپنی مرضی کا کام کرواتے ہیں اور ہم یہ کبھی نہیں چاہیں گے۔''

''بے شک، کالے علم کے ذریعے جو بھی کیا جاتا ہے وہ سراسر شیطانی عمل ہے اور ایسا نہیں ہونا چاہیے لیکن میں آپ کی سلامتی کی خاطر کہتا ہوں کہ شیوانی کو مرنا نہیں چاہیے۔''

''شیوانی کی موت کا میری سلامتی سے کیا تعلق ہے؟''

''میرے زائچے کے مطابق شیوانی کی موت کے دوسرے ہی دن آپ کی زندگی کی لکیر ٹوٹ رہی ہے۔''

میں نے بے چینی سے پوچھا۔ ''شیوانی کی زندگی کا مجھ سے کیا تعلق ہے؟''

''دیکھئے۔ میرا زائچہ آپ کے سامنے ہے۔ یہ جو ہتارہا

1985ء سے خدمت میں مصروف
پھلبہری
LEUCODERMA-VITILIGO
سفید داغ قابل علاج مرض ہے
STEROIDS FREE MOST PROGRESSIVE TREATMENT

اجمل زیدی برص ماہر
کے دورۂ پاکستان کا مستقل پروگرام

پشاور
یکم فروری تا 11 فروری
یکم جون تا 11 جون
یکم اکتوبر تا 11 اکتوبر
قیام:
ہوٹل امین
جی ٹی روڈ، نزد میونسپل کارپوریشن پشاور شہر۔
فون: 19-2218215 (092)
ٹیلکس نمبر: 2214772 (091)
لاہور
14 فروری تا 27 فروری
14 جون تا 27 جون
14 اکتوبر تا 27 اکتوبر
قیام:
عامر ہوٹل
لوئر مال نزد سیشن کورٹ، لاہور۔
فون: 19-7115015 (042)
ٹیلکس نمبر: 7115013 (042)
کراچی
13 مارچ تا 27 مارچ
13 جولائی تا 27 جولائی
13 نومبر تا 27 نومبر
قیام:
Fortune Centre
آفس 706، 7th فلور، شاہراہ فیصل، نرسری اسٹاپ، کراچی۔ فون: 69-7012068-021
Cell: 0300-8566188
ملتان
28 مارچ تا 6 اپریل
28 جولائی تا 6 اگست
28 نومبر تا 7 دسمبر
قیام:
ہوٹل سلور سیٹ
ریلوے روڈ، نزد چوک عزیز، ہوٹل ملتان۔
فون: 62-4518061 (061)
4582803
اسلام آباد
8 اپریل تا 30 مئی
8 اگست تا 30 ستمبر
9 دسمبر تا 30 جنوری
مستقل پتہ:
مکان نمبر 62، اسٹریٹ نمبر 20، سیکٹر G-8-1، سرینا چوک (تعلیمی چوک) اسلام آباد۔
فون: 2854595-2255880 (051)
ٹیلکس: 2261636 (051)
Cell: 0300-8566188

ہے، وہی کہہ رہا ہوں اور اس کے ذریعے بعض باتیں تفصیل سے معلوم نہیں ہوتیں۔ وہ اپنے وقت پر واضح ہوتی ہیں کہ شیوانی کی زندگی سے آپ کا کیا تعلق تھا؟ اور اس کی موت کیوں آپ کی موت کا سبب بن رہی ہے؟''

''بیٹے! اتنی بڑی بات ہے تو اعلیٰ حضرت مجھ سے نہ چھپاتے۔ اشارے سے کچھ بتا دیتے۔''

''یہ تو میں نہیں جانتا کہ انہوں نے آپ سے کچھ کہا کیوں نہیں؟ ویسے میں نے سنا ہے کہ روحانیت کے مدارج طے کرنے والے اندر کی بات کسی کو نہیں بتاتے اور پیش آنے والے واقعات کا ذکر اپنوں سے بھی نہیں کرتے۔''

میں نے تسلیم کیا۔ ''بے شک وہ ہمیں قدرت کے بھید نہیں بتاتے اور ہم ان سے اصرار نہیں کر سکتے۔''

''پھر بھی آپ اپنے طور پر معلوم کر سکیں اور اعلیٰ حضرت کی زبان کھلوا سکیں تو بہتر ہوگا۔ میری اور آپ کے چاہنے والوں کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ایک لمبی زندگی گزاریں اور یہ تب ہی ممکن ہے، جب شیوانی کی آتما اس دنیا میں رہے۔ وہ دوسری نئی زندگی پائی ہے تو پائی رہے مگر آپ پر کوئی آنچ نہ آئے۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا میں تھوڑی دیر رہ کر تمہارے خیالات پڑھ سکتا ہوں؟ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم علم نجوم میں کہاں تک مہارت رکھتے ہو؟''

''بے شک پاپا! آپ جب تک چاہیں۔ میرے خیالات پڑھ سکتے ہیں اور جب بھی چاہیں میرے اندر بغیر اجازت آ جا سکتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے، تم عالی سے باتیں کرو اور اسے یہ ساری باتیں بتاؤ۔ کیونکہ یہ چھپانے والی باتیں نہیں ہیں۔ ہم نے بد ترین حالات کا سامنا کیا ہے اور موت تو ایک دن سب ہی کو آنی ہے۔ مجھے بھی آئے گی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔''

وہ عالی کو یہ باتیں بتانے لگا۔ عالی نے سنتے ہی چیخ کر کہا۔ ''تم فضول باتیں کر رہے ہو، تم اتنے بڑے نجومی کیسے ہو گئے کہ میرے پاپا کی موت کی پیش گوئی کر دو؟ ہمارے بابا صاحب کے ادارے میں روحانیت کے مراحل طے کرنے والے کئی بزرگ ہیں۔ جناب تبریزی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ان سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ انہوں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی....''

''میں جانتا ہوں کہ پاپا کے بارے میں ایسی بات سن کر تمہارے دل کو صدمہ پہنچ رہا ہے اور یہ بات تمہیں ناگوار گزر رہی ہے۔ سانچ کو آنچ کیا ہے؟ تم اعلیٰ حضرت سے رابطہ کرو اور ان سے میرا ذکر کرو اور میری بات ان سے بیان کرو۔ دیکھو کہ وہ کیا کہتے ہیں؟''

''پہلے میں پاپا سے بات کروں گی پھر اعلیٰ حضرت کو مخاطب کروں گی۔''

''وہ ابھی میرے اندر ہیں۔ میرے خیالات پڑھ کر یقین کرنا چاہتے ہیں کہ میں نے اپنے اس علم میں کہاں تک مہارت حاصل کی ہے۔''

میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور متاثر ہو رہا تھا۔ وہ بہت ہی سلجھے ہوئے ذہن کا جوان تھا۔ بہت ہی نیک نیت اور ایمان دار تھا۔ انتہائی ذہین اور حاضر دماغ اور بہترین فائیٹر تھا۔ ہماری فیملی کے معیار پر پورا اترتا تھا اور جہاں تک اس کے علم نجوم کا معاملہ تھا۔ تو یہی معلوم ہوا تھا کہ اس نے آج تک جتنی بھی پیش گوئی کی ہیں۔ ان میں سے چند غلط ہوئی ہیں۔ باقی درست ثابت ہوتی رہی ہیں۔

عالی نے کہا۔ ''پاپا! ایمان علی سے غلطیاں ہوتی رہی ہیں۔ اللہ نے چاہا تو یہ پیش گوئی بھی غلط ہوگی۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ کیا تمہارا باپ دنیا کا سب سے انوکھا انسان ہے کہ اسے موت نہیں آئے گی؟ میں پیغمبروں سے بڑھ کر تو نہیں ہوں، جب وہ اپنی مدتِ حیات پوری کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں، تو مجھے بھی ملنا ہے۔''

''آپ مجھے نہ سمجھائیں۔ جلدی سے اعلیٰ حضرت کے پاس چلیں۔''

''میں ابھی چلتا ہوں مگر پہلے تم دل و دماغ سے ماتمی جذبات کو نکالو۔ بابا صاحب کے ادارے میں یہ خاص طور پر تربیت دی جاتی ہے کہ کسی بھی معاملے میں جذبات کو حاوی نہ ہونے دیا جائے اور تم اتنا اہم سبق بھول رہی ہو۔''

''سوری پاپا! میں خود کو کنٹرول کر رہی ہوں۔ آپ چلیں۔''

''کہاں چلوں؟''

''اعلیٰ حضرت کے پاس.....''

''یعنی اب بھی تمہارے اندر بے چینی ہے اور تم میری موت کے ذکر پر تڑپ رہی ہو۔ فار یور انفارمیشن اعلیٰ حضرت کے پاس نہ میں جاؤں گا اور نہ تم جاؤ گی۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پاپا!....؟ اتنی اہم بات ہے اور آپ اس کی تصدیق کرنا نہیں چاہیں گے؟''

''بالکل نہیں، میں اپنی موت کی خبر سن کر بہت خوش ہوں۔ بہت لمبی عمر گزار چکا ہوں۔ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر

رہو اور خود کو اس بات پر آمادہ کرو کہ مجھے مرنا ہے۔ ضرور مرنا ہے اگر موت آنے والی ہے تو ایمان علی کی کوئی پیش گوئی اور اعلیٰ حضرت کی کوئی تسلی بخش بات اسے آنے سے نہیں روک سکے گی۔ اب میں جا رہا ہوں۔ تم ایمان علی کے ساتھ اچھا وقت گزارنے کی کوشش کرو۔''

میں ان دونوں کے پاس سے چلا آیا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ میں جسمانی طور پر ثنا تبریزی (نومی کرسٹل) کے ساتھ دن رات گزار رہا تھا۔ وہ میرے پاس ہی تھی اور انتظار کر رہی تھی کہ خیال خوانی سے فارغ ہو کر اس سے باتیں کروں۔

میں نے کہا۔ ''سوری ثنا! تم ایسا کرو کہ جلدی جا کر میرے لیے کوئی اچھی سی ڈش بناؤ۔ میں ایک ضروری معاملے میں مصروف ہوں اور وہ ضروری معاملہ کیا ہے۔ یہ میں تمہیں کھانے کے بعد بتاؤں گا۔''

وہ مسکراتی ہوئی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ مجھ پر جب بھی کوئی بہت بڑی مصیبت آتی تھی اور میں بہت زیادہ پریشان ہوتا اور مجھے ذہنی سکون حاصل نہیں ہوتا تھا تو میں فوراً ہی سونیا کے پاس پہنچ جایا کرتا تھا۔ وہی ایک ایسی ہستی تھی جس کے پاس پہنچ کر ہی مجھے مکمل ذہنی سکون ملتا تھا۔

اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اپنی موت کی خبر سنتے ہی مجھ پر گھبراہٹ طاری ہو گئی تھی اور میں موت سے ڈر گیا تھا اگر میں ڈرنے والا ہوتا تو اس طرح ساری عمر آگ اور خون کے دریا سے نہ گزرتا۔

ہاں، یہ ضرور ہے کہ اچانک اپنی موت کی خبر سنتے ہی کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ میرے حساب سے شیوانی کی زندگی کے صرف انیس دن رہ گئے تھے۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کی موت کے انیس دن بعد، بیسویں دن مجھے موت آئے گی؟

ہو سکتا ہے کہ ایمان علی کی پیش گوئی درست ہو۔ ہو سکتا ہے کہ درست نہ ہو....

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کیا۔ تو وہ حیرانی سے بولی۔ ''تم نئی دلہن کو چھوڑ کر میرے پاس آئے ہو؟''

''ہاں، تمہاری کوئی اہمیت ہے تب ہی نئی دلہن کو چھوڑ کر آیا ہوں۔''

وہ کچھ سوچنے کے بعد بولی۔ ''کیا کوئی پرابلم ہے؟''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''ہاں، میں مرنے والا ہوں۔''

''یہ تمہاری دوسری بیوی اتنی جلدی زمین کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہے۔''

''میری بات کا تعلق نئی بیوی سے نہیں ہے۔ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ اپنی موت کی سچی خبر سنا رہا ہوں، اس کے ساتھ ہی ایک بہت ہی اچھی خبر یہ ہے کہ ہماری عالی ایک بہت خوبرو اور صحت مند نوجوان سے متاثر ہو گئی ہے اور وہ نوجوان ہماری فیملی کے معیار پر پورا اتر سکتا ہے۔''

''کیا تم سٹھیا گئے ہو؟ اپنی موت کا ذکر کرتے کرتے بیٹی کے رومانس کی باتیں کر رہے ہو۔''

''اپنی موت کا ذکر جاری رکھنے کے لیے ہونے والے داماد کا ذکر بھی لازمی ہے۔ وہ علم نجوم میں مہارت رکھتا ہے۔ اسی نے پیش گوئی کی ہے کہ میں آج سے بیسویں دن مر جاؤں گا۔''

''کیا یہ سنجیدگی سے کہہ رہے ہو؟''

''نہایت ہی سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ اگر یہ درست ہے تو اعلیٰ حضرت نے مجھے کوئی اشارہ کیوں نہیں دیا؟''

''فرہاد...! کیسی بچگانہ باتیں کر رہے ہو؟ یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ آمنہ اور اعلیٰ حضرت روحانیت کے ذریعے بہت سی ڈھکی چھپی باتیں جانتے ہیں لیکن ہمیں کبھی نہیں بتاتے پھر یہ تو موت جیسی اہم خبر ہے۔ پورے خاندان کو فکر میں مبتلا کرنے والی بات ہے۔ وہ کبھی یہ بات ہمیں نہیں بتائیں گے۔''

''پھر بھی تم سے مشورہ کرنے آیا ہوں اگر ہم اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت سے کچھ پوچھنا چاہیں تو...؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''ایمان علی کی پیش گوئی نے الجھا دیا ہے۔ جب تک اس کی تصدیق نہیں ہو گی مجھے بھی سکون نہیں ملے گا۔ جاؤ، اعلیٰ حضرت سے بات کرو پھر مجھے بتاؤ کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟''

میں نے ادارے کے انچارج سے یہ معلوم کیا کہ اس وقت اعلیٰ حضرت عبادت میں مصروف ہیں یا مراقبے میں ہیں؟

انہوں نے جواب دیا۔ ''وہ عبادت سے فارغ ہو کر تسبیح خوانی میں مصروف ہیں۔''

میں نے انہیں مخاطب کیا۔ ''اعلیٰ حضرت! میں آپ سے کچھ عرض کرنے آیا ہوں۔''

''ہاں، بولو میں سن رہا ہوں۔''

''حیدر آباد دکن میں ایک جوان ایمان علی ہے۔''

انہوں نے کہا۔ ''وہ جوان اسم بہ مسمّی ہے۔ ایمان والا

ہے اور علم نجوم میں کافی مہارت رکھتا ہے۔ اس نے تم سے جو کہا ہے۔ اس کے متعلق مجھ سے کوئی بات نہ کرو۔ میں اس پیش گوئی کی تائید یا تردید میں کچھ نہیں کہوں گا۔ اب سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہم قدرت کے راز عام بندوں کو نہیں بتاتے۔ جنہیں آگہی ملنی ہوتی ہے۔ انہیں قدرتی طور سے مل جاتی ہے۔''

''کیا میں یہ سمجھوں کہ مجھے آگہی مل چکی ہے؟''

''قدرتی طور پر نہیں ملی۔ ہاں، مگر..... ملی ہے۔''

میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ انہوں نے کہا۔ ''بس، اب جاؤ۔''

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سونیا کو ان کی باتیں بتائیں۔ وہ بولی۔ ''انہوں نے واضح طور پر کچھ نہیں کہا ہے۔ اس بات کو الجھا دیا ہے۔ ہمیں اپنے طور سے سمجھنا ہوگا۔''

اس نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''ایک کام کرو۔ آمنہ بھی روحانیت کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ اسے بھی قدرتی طور سے آگہی ملتی رہتی ہے اور وہ بھی قدرت کے بھید ہمیں نہیں بتاتی۔ اس کے باوجود وہ ایک عورت ہے۔ تم ہیرا پھیری سے اسے الجھا کر حقیقت معلوم کر سکتے ہو.....''

سونیا نے اچھی تدبیر بتائی تھی۔ میں نے فوراً ہی آمنہ کے پاس پہنچ کر کہا۔ ''میں تم سے کچھ ضروری بات کرنے آیا ہوں۔''

وہ سر جھکائے اداس بیٹھی ہوئی تھی۔ بڑی سنجیدگی سے بولی۔ ''ہاں، بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''میں تمہارا مجازی خدا ہوں۔ میرے تم پر بڑے حقوق ہیں۔ میں صرف اپنا ایک حق مانگتا ہوں۔''

''ہاں، بولو کیا چاہتے ہو؟''

''میں چاہتا ہوں کہ میرے ایک سوال کا سچ سچ جواب دے دو۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ''دیکھو۔ جو میں نہیں جانتی اور جو قدرت کو منظور نہیں ہے وہ سوال نہ کرو اور نہ ہی اس کے جواب کی توقع رکھو۔''

''چلو، یہی بتا دو کہ میرے سلسلے میں قدرت کو کیا منظور نہیں ہے؟''

''بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی بات جسے قدرت راز میں رکھنا چاہتی ہے۔ اسے ہم بھی کسی کے سامنے بیان نہیں کرتے۔''

''میں ساری باتیں سمجھتا ہوں لیکن ایک مجازی خدا کی حیثیت سے تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرے صرف ایک سوال کا جواب دو اور سوال یہ ہے کہ، کہ میری زندگی کتنے دنوں کی رہ گئی ہے؟''

وہ بڑی دیر سے ضبط کر رہی تھی۔ اچانک ہی روتے ہوئے منہ ڈھانپ کر بولی۔ ''چلے جاؤ یہاں سے۔ خدا کے لیے چلے جاؤ۔ میری برسوں کی عبادت اور ریاضت کو برباد نہ کرو۔ مجھ پر رحم کرو۔ اپنے شوہر ہونے کے حقوق نہ جتاؤ۔ کیا تم میری برسوں کی محنت کو خاک میں ملا دو گے؟''

''نہیں، میں جا رہا ہوں۔''

میں پھر سونیا کے پاس آ گیا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا ہوا.....؟''

''اس نے بھی واضح طور سے کچھ نہیں کہا لیکن اس کے آنسوؤں نے سارا بھید کھول دیا ہے۔ اب میری زندگی صرف انیس دنوں کی رہ گئی ہے۔ بیسویں دن مجھے یہاں سے کوچ کرنا ہے۔''

سونیا پر جیسے سکتا طاری ہو گیا۔ وہ گم صم سی ہو کر رہ گئی۔ ابھی پتا نہیں میرے کتنے چاہنے والوں پر سکتہ طاری ہونے والا ہے۔ قدرت بھی عجب تماشے دکھاتی ہے۔ اچھے خاصے صحت مند اچھلتے کودتے انسان کو اچانک یہ سنایا جائے کہ اس کی زندگی مختصر سی ہو کر رہ گئی ہے تو کبھی یقین نہیں آتا۔ جبکہ یقین کرنے کے لیے اب کچھ باقی نہ تھا۔

میری موت کے سلسلے میں دو باتیں اہم تھیں۔ ایک تو یہ کہ جناب تبریزی نے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ ایمان علی علم نجوم میں کافی مہارت رکھتا ہے۔ ان کی دوسری بات یہ تھی کہ بعض بندوں کو قدرتی طور سے آگہی ملتی ہے اگرچہ مجھے قدرتی طور سے نہیں ملی مگر مل چکی ہے۔

پھر یہ کہ آمنہ برسوں کی عبادت اور ریاضت کے باوجود اپنے شوہر کے سلسلے میں سخت دلی کا مظاہرہ نہ کر سکی۔ ہزار ضبط کرنے کے باوجود اس کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے اور اس کے آنسوؤں نے ایمان علی کی پیش گوئی پر تصدیق کی مہر ثبت کر دی۔

قارئین کرام! اگلے ماہ کی قسط شائع ہوتے ہی میری مسلسل داستان کے تیس برس پورے ہو جائیں گے..... یا تیس برس کے پورے ہوتے ہی میری زندگی بھی پوری ہو جائے گی؟

اگر ایسا ہوا تو سونیا میری زندگی کے آخری لمحات کی روداد آپ تک پہنچائے گی۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

میری فیملی کے تمام افراد کو چپ لگ گئی تھی۔ جیسے وہ سب گونگے ہو گئے ہوں۔ کچھ بولنا نہ جانتے ہوں۔ اگرچہ انہیں میری ہونے والی موت کا پوری طرح یقین نہیں تھا، اس کے باوجود ان کے دل صدمات سے ٹوٹ رہے تھے۔ ایمان علی کی پیش گوئی کو کوئی ماننے والا نہیں تھا لیکن جناب تبریزی اور آمنہ کی پراسرار خاموشی نے سب کو یہ سمجھا دیا تھا کہ وہ بزرگ پیش گوئی پر نہ تبصرہ کر رہے ہیں اور نہ ہی اسے جھٹلا رہے ہیں..... کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

عالی، انوشے، تاشا اور الیا رونے لگی تھیں۔ ایسی المناک خبر سن کر سجدے میں گر پڑی تھیں اور میری سلامتی اور طویل عمر کے لیے گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہی تھیں۔ پارس، پورس اور کبریا کے سر جھکے ہوئے تھے اگر کوئی بدترین شہزور دشمن مجھ پر حملہ کرنے آتا تو وہ میرے سامنے ڈھال بن جاتے اور اس دشمن کو نیست و نابود کر دیتے لیکن موت کو کون مار سکتا ہے؟ اسے ایک انچ بھی آگے یا پیچھے کون ہٹا سکتا ہے؟ وہ آگے بڑھ گئی تو پھر سمجھو کہ بڑھ ہی گئی۔

میرے بچوں کے لاشعور میں یہ بات رہا کرتی تھی کہ ہمارا بلند و بالا پہاڑوں جیسا ناقابلِ شکست باپ شاید کبھی نہیں مرے گا یا پھر وہ اپنی زندگی میں میری موت نہیں دیکھیں گے۔ ہزاروں لاکھوں صدیوں سے زمین وہیں ہے۔ پہاڑ اپنی جگہ قائم ہیں۔ آسمان اور چاند ستارے وہیں ہیں۔ انسان کی بنائی ہوئی تاج محل جیسی عمارتیں قیامت تک قائم رہیں گی۔ کیا ہمارا باپ قائم نہیں رہ سکتا؟

دنیا کے سارے بچے اپنے والدین کے متعلق اور تمام والدین اپنے بچوں کے متعلق یہی سوچتے ہیں، یہی سمجھتے، یہی چاہتے ہیں کہ دنیا مرتی رہے مگر ہمارے پیاروں کو موت نہ آئے۔ عالی نے ایمان علی کی پیش گوئی کے بارے میں اس وقت بتایا تھا جب میں ثنا (نومی) کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ اس نے میرے چہرے کے تاثرات سے اندازہ کیا کہ کوئی خاص بات ہے۔

میں نے کہا۔ ''جو بھی خاص بات ہے۔ تم ایسا کرو کہ میرے لیے ایک مزے کی ڈش تیار کرو۔ میں کھانے کے دوران میں تمہیں بتاؤں گا۔''

اگر اسے معلوم ہوتا کہ میرا معاملہ بہت ہی سنگین ہے تو وہ کبھی مجھے چھوڑ کر ڈش تیار کرنے نہ جاتی۔ وہ وہاں پہنچی تو بابر نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔

اس نے کہا۔ ''میں فون بند کر رہی ہوں۔ تمہارے آلہ کار کے اندر آتی ہوں۔''

وہ چند سیکنڈ کے بعد اس آلہ کار کے اندر پہنچ کر بولی۔ ''میں نے تم سے کہا تھا کہ آئندہ مجھ سے رابطہ نہ کرو۔ خواہ مخواہ وقت ضائع کرتے ہو۔ فضول اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہو جن سے نہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ مجھے.....''

''تم چاہو تو مجھے ایک تھوڑا سا فائدہ پہنچا سکتی ہو۔ میں اس وقت صرف اتنا چاہتا ہوں کہ فرہاد علی تیمور کا پتا ٹھکانا معلوم ہو جائے اور تم بتا سکتی ہو کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟''

''اسے بڑی بے چینی سے تلاش کر رہے ہو؟ بات کیا ہے؟''

''وہ میرے لیے بہت اہم ہو گیا ہے۔ زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ چھپ کر کہیں سے مجھے دیکھ رہا ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟ وہ کم بخت مجھے اور ماسٹر کو کتنے ہی معاملات میں ناکام بنا رہا ہے اور ماسٹر کے بارے میں تو ایسی گہری راز کی باتیں جانتا ہے، جو دنیا کا کوئی بھی شاطر جان نہیں سکتا۔''

''سنا ہے کہ برین ماسٹر بہت ہی شہزور، بہت ہی پراسرار اور پاورفل ہے۔ کیا فرہاد اس کے بھی بارہ بجا رہا ہے؟''

اس نے اکڑنے کے انداز میں کہا۔ ''ماسٹر اس کے بارہ بجا دے گا۔ وہ خود کو سمجھتا کیا ہے؟''

''تو پھر اس سے اتنے خوفزدہ کیوں ہو؟''

''ہم خوفزدہ نہیں ہیں۔ احتیاطی تدابیر کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں پہلے شبہ تھا کہ وہ جمائلہ کے ذریعے ہمیں بیوقوف بنا رہا ہے۔ ہمارا یہ شبہ درست ہوا۔ جمائلہ میرے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ فون پر کوئی رابطہ ہوتا ہے اور نہ ہی خیال خوانی کے ذریعے اس کا کوئی سراغ مل رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ مر چکی ہے۔''

''وہ مر چکی ہو گی تو فرہاد کو الزام کیوں دے رہے ہو کہ اسی نے جمائلہ کو تم سے چھینا ہے؟''

''ایسا اسی نے کیا ہے۔ ہم یہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ دیکھو! اگر تم چاہو تو مجھے فرہاد تک پہنچا سکتی ہو۔ اس کا پتا ٹھکانا بتا سکتی ہو۔''

''تمہارا خیال بالکل درست ہے۔ میں فرہاد کا پتا ٹھکانا جانتی ہوں اور یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ ابھی ان لمحات میں کہاں ہے؟''

''فوراً بتاؤ۔ پلیز، مجھے بتاؤ کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟''

''میرے پاس میرے بیڈروم میں ہے اور واش روم میں ہوں۔ یہاں سے نکل کر اس کی آغوش میں جانے والی ہوں۔''

''پلیز نومی! میں بہت پریشان ہوں۔ مذاق نہ کرو۔''

''میں مذاق نہیں کر رہی ہوں۔ پہلی بات تو یہ کہ اب میں نومی کرسٹل نہیں رہی۔ میرا نام ثنا علی تبریزی ہے اور یہی نام مرتے دم تک رہے گا۔''

''یہ، یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

''تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ الحمدللہ' میں دل کی گہرائیوں سے ایک مسلمان ہوں۔''

''یہ بات تم بہت سنجیدگی سے کہہ رہی ہو لیکن میں کیسے یقین کروں؟''

''تمہارے یقین نہ کرنے سے حقیقت نہیں بدلے گی۔ میں نے جناب علی اسد اللہ تبریزی کے سامنے اسلام قبول کیا ہے اور انہوں نے فرہاد علی تیمور سے میرا نکاح پڑھوایا ہے۔ میں اب مسز ثنا فرہاد علی تیمور ہوں۔''

''اوہ گاڈ! تم کس قدر اونچی اڑ رہی ہو۔ میں کبھی یقین نہیں کر سکتا۔''

وہ سخت اضطراب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ چند سیکنڈ تک کچھ بول نہ سکا پھر ایک فیصلہ کرتے ہوئے بولا۔ ''میں، میں ابھی تصدیق کرتا ہوں کہ تم کتنا سچ بول رہی ہو؟ میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔''

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ نومی فوراً ہی اس کے اندر پہنچ گئی۔ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کیا کرنے والا ہے؟ وہ کبھی کبھی دماغی طور پر حاضر رہ کر کچن میں میرے لیے ایک ڈش بھی تیار کرتی رہی اور اس کے اندر جھانکتی بھی رہی۔

وہ برین ماسٹر کے حکم کے مطابق براہِ راست اس سے رابطہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے سختی سے منع کیا تھا کہ وہ آئندہ اس کے اندر ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہیں آئے گا۔ وہ اسرار کے پردوں میں چھپنے کے باوجود ایسی احتیاطی تدبیر پر عمل کر رہا تھا۔ بابر نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔

اس نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟''

''ماسٹر! ایک بہت ہی اہم اور بہت ہی بری خبر سنانے آیا ہوں۔''

وہ بولا۔ ''جب تک فرہاد میری گرفت میں نہیں آئے گا، تب تک میرے ستارے گردش میں رہیں گے اور ایسی ہی بری خبریں سننے کو ملتی رہیں گی۔ تم بھی کچھ سنا ہی دو۔''

وہ بولا۔ ''ایک تو جمائلہ ہاتھ سے نکل ہی چکی تھی۔ اب نومی بھی شاید نکل رہی ہے۔ وہ شاید فرہاد کی آغوش میں پہنچ گئی ہے۔ ابھی کہہ رہی تھی کہ وہ اسلام قبول کر کے اس کی منکوحہ بن چکی ہے اور یہ سب جناب تبریزی کی سرپرستی میں ہوا ہے۔''

''کیا یہ یقین کرنے کی بات ہے کہ وہ مکار عورت اسلام قبول کرے گی؟ اور جناب تبریزی ایسے نادان ہیں کہ اس کے اسلام قبول کرنے سے مطمئن ہو جائیں گے۔ اتنی جلدی کچھ سوچے سمجھے بغیر اسے فرہاد کی منکوحہ بنا دیں گے؟''

''یقین تو مجھے بھی نہیں ہو رہا ہے لیکن نومی کی آواز اور لہجے میں ایسا عزم اور یقین ہے کہ اس کی باتیں سچ لگ رہی ہیں۔''

''ایسی بات ہے تو بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے رابطہ کرو اور پوچھو کہ خبر کہاں تک درست ہے؟''

بابر نے اسی وقت فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ قائم کیا۔ وہاں کے انچارج خلیل بن مکرم نے پوچھا۔ ''آپ کون ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں؟''

''میں وہ ہوں جو ٹیلی پیتھی کی دنیا میں فرہاد علی تیمور بن کر آیا تھا اور اپنی اس پلاننگ میں ناکام رہا تھا۔''

''اچھا، تو آپ مسٹر بابر ہیں؟''

''جی ہاں، میں نے سنا ہے کہ آپ کے ادارے میں کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولتا؟ اس لیے سچ سننے آیا ہوں۔ کیا نومی کرسٹل نے اسلام قبول کر لیا ہے؟''

''الحمدللہ، اب وہ ایک مسلمان ہیں اور فرہاد علی تیمور کی شریکِ حیات ہیں۔ ان کا موجودہ نام ثنا علی تبریزی ہے اور جناب تبریزی نے انہیں اپنی بیٹی بنایا ہے۔ ان کے لیے بابا صاحب کے ادارے کا دروازہ کھول دیا گیا ہے اور کچھ معلوم کرنا ہے آپ کو؟''

''نہیں، شکریہ۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ برین ماسٹر اس کے اندر موجود تھا لیکن وہ اپنے ماسٹر کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کا معمول اور تابعدار تھا۔

بابر نے فون کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا تو اس نے بابر کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ اسے نومی سے رابطہ کرنا چاہیے۔ بعد میں ماسٹر سے رابطہ کیا جائے گا۔ اس نے فون پر اس کے نمبر پنچ کرنے کے بعد کہا۔ ''ہیلو، نومی! میرے آلہ کار کے اندر آ جاؤ۔''

اس نے کہا۔ ''ادھر کوئی نومی نہیں رہتی۔ تم غلط نمبر ڈائل کیا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''اوہ سوری۔ مجھے نومی نہیں ثنا تبریزی کہنا چاہیے۔''

''تھینک یو، میں ابھی اس آلہ کار کے اندر پہنچتی ہوں۔''

چولہے پر میرے لیے ڈش تیار ہو رہی تھی۔ اس نے کچن سے آ کر کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ تو میں خیال خوانی میں مصروف تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے پھر کچن میں آئی پھر خیال خوانی کے ذریعے اس آلہ کار کے اندر پہنچ کر بولی۔ ''ہاں، بولو میں آ چکی ہوں۔ تم نے مجھے ثنا تبریزی کہا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم میری باتوں کی تصدیق کر چکے ہو؟''

''ہاں، بابا صاحب کے ادارے کے انچارج خلیل بن مکرم نے تصدیق کر دی ہے.... ثنا تبریزی تم نے اسلام قبول کیا۔ مجھے خوشی ہے۔ کیونکہ میں بھی مسلمان ہوں لیکن فرہاد سے شادی کر کے تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔''

''کیا میں نے ماضی میں تم سے دوستی کر کے غلطی نہیں کی؟ کیا تم نے مجھے اپنا تابعدار نہیں بنایا تھا؟ میرے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا تھا؟''

''پلیز، پچھلی باتیں یاد نہ کراؤ۔ جو غلطی ہوئی اس کے بعد ہم پھر سے دوست بن گئے تھے۔''

''بے شک، ہم دوست بن گئے ہیں لیکن ہماری دوستی اعتماد سے خالی ہے۔ اس لیے میں تم پر اعتماد کیوں کروں کہ تم میری بھلائی کے لیے فرہاد کے خلاف بول رہے ہو؟ کیا میں تمہاری باتوں میں آ کر اسے چھوڑ دوں گی؟ کیا مجھے نادان بچی سمجھ رہے ہو؟''

''دیکھو نومی.... اوہ سوری، ثنا تبریزی! جب کسی اچھے دوست کا ساتھ چھوٹنے لگتا ہے تو افسوس ہوتا ہے ناں۔ مجھے بھی یہ سوچ کر دکھ ہو رہا ہے کہ آئندہ تم مجھ سے رابطہ بھی نہیں رکھو گی۔ فرہاد میرا دشمن ہے تو تم بھی میری دشمن بن کر رہو گی؟''

''میں مسز فرہاد ہوں۔ اپنے شوہر کے نقش قدم پر ہی چلوں گی۔ یہ تو دشمن بھی مانتے ہیں کہ فرہاد اس وقت تک دشمنی نہیں کرتا، جب تک کہ کسی معاملے میں اسے چھیڑا نہیں جاتا اور خواہ مخواہ اس کی مخالفت نہیں کی جاتی اگر تم اس کی مخالفت نہیں کرو گے، اس سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرو گے تو میں کبھی تم سے دشمنی نہیں کروں گی۔ ورنہ تم مجھے فرہاد سے بھی زیادہ خطرناک پاؤ گے اور آئندہ میں اس آلہ کار کے اندر آ کر تم سے بات نہیں کروں گی۔ جانتے ہو کیوں؟''

''یہ بھی بتا دو کہ اس آلہ کار کے اندر کیوں نہیں آؤ گی؟ کیوں رابطہ نہیں کرو گی؟''

''اس لیے کہ اب تم اکیلے نہیں آتے تمہارے ساتھ برین ماسٹر بھی ہوتا ہے۔''

''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''بابر! تم اس کے تابعدار ہو۔ اس کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کر رہے ہو۔''

''مجھے فخر ہے کہ میں ماسٹر کا قابلِ اعتماد غلام ہوں۔''

ثنا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''پہلے قابلِ اعتماد تھے اب نہیں رہے۔ اب اس نے سختی سے منع کیا ہے کہ کبھی تم اس کے اندر نہیں جاؤ گے۔ بلکہ اس نے تو اپنا لب و لہجہ بھی بدل لیا ہے۔''

برین ماسٹر ثنا کی یہ باتیں سن رہا تھا۔ شدید حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ اس کم بخت کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ میں نے اپنے اس غلام سے خیال خوانی کا رابطہ ختم کر دیا ہے؟ تعجب ہے کہ یہ تو یہ بھی جانتی ہے کہ میں اپنا لب و لہجہ بھی بدل چکا ہوں۔

بابر نے ماسٹر کی مرضی کے مطابق پوچھا۔ ''تم سراسر بکواس کر رہی ہو۔ یہ جتانا چاہتی ہو کہ بہت پہنچی ہوئی ہو؟ میرے ماسٹر تک بھی پہنچ جاتی ہو؟ اور ہمارے اندر کی تمام باتیں معلوم کر لیتی ہو؟''

''تم میری بات کا یقین نہ کرو لیکن اب بھی وہ ماسٹر تمہارے اندر چھپا ہوا میری تمام باتیں سن رہا ہے اور تشویش میں مبتلا ہو رہا ہے کہ میں بھی فرہاد کے ساتھ رہ کر اس کے اندر کے بہت سے راز معلوم کرنے لگی ہوں۔''

پھر وہ بڑے فخر سے بولی۔ ''تم دونوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں صرف فرہاد علی تیمور کی شریکِ حیات نہیں ہوں۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی کی بیٹی بھی ہوں۔ دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت ہوں اور آئندہ تم دونوں کو بدنصیب بنانے والی ہوں۔ اب جا رہی ہوں۔ مجھے خدا حافظ کہنا چاہیے مگر نہیں کہوں گی کہ خدا تمہاری حفاظت کرے۔''

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر پھر ڈش تیار کرنے لگی۔ جمائلہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اسے ادارے سے باہر جانے کی اجازت دے دی تھی۔ ادارے کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے جواد مصری کو اس کے ساتھ بھیجا تھا۔ تاکہ وہ اس کی نگرانی کرتا رہے اور اس کے بارے میں رپورٹ دیتا رہے۔

وہ دونوں پیرس پہنچ کر ایک ہوٹل میں دو کمرے کرائے پر لینے کے بعد رات گزار رہے تھے۔ جب وہ شیطانی گرفت میں آ کر ابنارمل ہوتی تھی تو تمام رات جاگتی تھی۔ اب ایسی

کوئی بات نہیں تھی۔

اس نے اپنے کمرے میں پہنچ کر کہا۔ ''جواد! اب میں سونا چاہوں گی۔ یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ میں ابھی تک نارمل ہوں اور اس شیطان نے مجھ پر حملہ نہیں کیا ہے۔''

وہ اپنے کمرے میں سونے کے لیے چلی گئی۔ جناب تبریزی نے پہلی بار عملی میدان میں آ کر اپنی روحانی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا اور شیطان کو جمائلہ کا پیچھا چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ آئندہ دوسری رات کو مشاہدہ کرنا تھا اگر وہ دوسری رات کو بھی نہیں آئے گا تو پھر کبھی نہیں آئے گا۔

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی یہ خبر پہنچا دی گئی تھی کہ میری زندگی بہت مختصر سی رہ گئی ہے اور میں بہت جلد اپنی سانسیں پوری کر لوں گا۔ یہ خبر جواد مصری تک بھی پہنچی۔

جمائلہ نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''تم بات کرتے کرتے خاموش کیوں ہو گئے؟''

وہ بڑے دکھ سے بولا۔ ''جمائلہ! ایک بہت بری خبر ہے۔ ہمارے فرہاد علی تیمور صاحب کی موت کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں جناب تبریزی اور میڈم آمنہ اپنی کوئی رائے نہیں دی رہی ہیں۔ دونوں ہی خاموش ہیں۔ دونوں کی خاموشی یہ یقین دلا رہی ہے کہ حیدر آباد دکن کے ایک نجومی کی پیش گوئی درست ہے۔''

یہ ایسی بات تھی کہ جمائلہ تو کیا کوئی بھی فوراً ماننے کو تیار نہ ہوتا۔ وہ بے یقینی سے بولی۔ ''یہ اچانک کیسی خبر سنا رہے ہو۔ پاپا تو اچھے خاصے صحت مند ہیں اور تم ان کے مرنے کی بات کر رہے ہو۔''

''تم خود ہی سوچ کیا میں اپنے دل سے اتنی بڑی بات کہہ سکتا ہوں؟ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بابا صاحب کے ادارے سے یہ اطلاع دی جا رہی ہے۔ یہ سچ ہے جمائلہ!''

وہ گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئی۔ اسے صدمہ پہنچ رہا تھا۔ وہ سونیا اور مجھ سے بہت محبت کرتی تھی۔ ہماری کوششوں کی بدولت وہ بابا صاحب کے ادارے تک پہنچی تھی۔ اسے جناب تبریزی کی سرپرستی حاصل ہوئی تھی۔ وہ آئندہ ایک نارمل لڑکی کی حیثیت سے زندگی گزارنے والی تھی اور اس ادارے میں بہترین تعلیم و تربیت حاصل کرنے والی تھی۔

وہ ایک دم سے رو پڑی۔ روتے ہوئے بولی۔ ''میں ابھی ممی سے ملوں گی۔ پاپا سے ملوں گی۔ پاپا کا ہاتھ اپنے سر پر

بیرونِ ملک مقیم قارئین

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ | ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ | ماہنامہ پاکیزہ

ماہنامہ سرگزشت اور ماہنامہ دلکش

کے

سالانہ خریدار

بن کر بذریعہ رجسٹرڈ ائر میل

اپنا پسندیدہ ڈائجسٹ گھر بیٹھے حاصل کریں

ڈاک خرچ میں 100% اضافے کی وجہ سے غیر ممالک کے لئے زرِ سالانہ کی شرح مندرجہ ذیل ہو گی

ایشیا، یورپ اور افریقا کے لئے فی ڈائجسٹ

سالانہ ڈاک خرچ تقریباً	3080/- روپے
12 شماروں کی قیمت	420/- روپے
زرِ سالانہ	3500/- روپے

امریکا، آسٹریلیا، کینیڈا اور نیوزی لینڈ کے لئے فی ڈائجسٹ

سالانہ ڈاک خرچ تقریباً	4080/- روپے
12 شماروں کی قیمت	420/- روپے
زرِ سالانہ	4500/- روپے

اپنے ڈرافٹ اور منی آرڈر ادارے کے نام، ذیل میں درج پتے پر ارسال کریں۔ یہ کراچی میں قابلِ ادائیگی ہونا ضروری ہیں۔ بیرونِ شہر / ملک ادائیگی کے لئے بینک کمیشن کے دس ڈالر کے مساوی رقم کا اضافہ کر لیں۔

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

63-C PHASE II EXTENSION,
D.H.A., MAIN KORANGI ROAD,
KARACHI 75500
PHONES: (92) (21) 5802552,
5804200 FAX: 5802551,
E-MAIL: jdpgroup@hotmail.com

رکھ کر خدا سے دعا کروں گی کہ وہ ہاتھ ہمیشہ میرے سر پر رہے اور اسے موت بھی نہ چھین سکے۔''

سب ہی میرے لیے گڑگڑا کر دعا گو تھے اور سب ہی میرے پاس آنا چاہتے تھے۔ میرے ساتھ آخری وقت تک رہنا چاہتے تھے۔ پورے انیس دنوں تک میرے ساتھ ایک ایک لمحہ گزارنا چاہتے تھے۔ میں نے عالی، کبریا، پارس، پورس اور الپا وغیرہ سے کہا تھا کہ وہ ذرا صبر کریں۔ میں انہیں خود ہی بلاؤں گا اور ان کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزاروں گا مگر پہلے چند اہم معاملات سے نمٹنا چاہتا ہوں۔

میں نے ان سب کو سمجھایا۔ تسلیاں دیں پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ایسے ہی وقت ثنا میرے لیے وہ ڈش تیار کر کے لے آئی پھر میرے سامنے رکھ کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''ذرا چکھ کر تو بتاؤ میں نے کیسا پکایا ہے؟''

میں اسے بڑے دکھ سے دیکھ رہا تھا۔ ابھی اسے صدمہ پہنچانے والی خبر سنانی تھی۔ مجھے آج نہیں تو کل یا ایک برس بعد مرنا ہی ہے۔ موت کا کوئی خوف نہیں تھا۔ کوئی افسوس نہیں تھا۔ دکھ اپنے لوگوں کا تھا جو میرے لیے دکھ اٹھا رہے تھے اور اندر ہی اندر رو رہے تھے۔

اور یہ ثنا.....؟ چوبیس گھنٹے بھی نہیں ہوئے تھے، میری زندگی میں دلہن بن کر آئی تھی اور دولہے کی زندگی اس... بدنصیب سے روٹھنے والی تھی۔ میں سر جھکائے اس کی تیار کی ہوئی ڈش کو دیکھ رہا تھا۔

وہ بولی۔ ''کیا بات ہے؟ کھاتے کیوں نہیں؟ کیا سوچ رہے ہو؟ تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ کوئی بہت ہی سنگین معاملہ ہے؟''

میں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔

وہ کرسی کھسکا کر میرے قریب آ گئی۔ میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''کیا بات ہے.....؟''

میں نے سر اٹھا کر اسے بہت ہی دکھ سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم میری زندگی میں دلہن بن کر آئی ہو لیکن میں ایک بہت ہی المناک خبر سنا رہا ہوں۔ تم صرف انیس دن تک سہاگن رہو گی۔ بیسویں دن مجھے اپنے معبود کی طرف واپس جانا ہے۔''

وہ تقریباً چیخ کر بولی۔ ''نہیں، یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ تم ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ کس نے کہہ دیا ہے کہ میں صرف انیس دن کی سہاگن ہوں اور بیسویں دن تمہیں موت آنے والی ہے؟ یہ فضول بات کیوں کر رہے ہو؟''

وہ میرے اور قریب آ گئی۔ میرے ایک بازو کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔ ''کیا میرے اعلیٰ حضرت نے پیش گوئی کی ہے؟ کیا سسٹر آمنہ نے اس سلسلے میں کچھ کہا ہے؟ مجھے بتاؤ وہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سلسلے میں کیا کہہ رہے ہیں؟''

میں اسے بتانے لگا کہ عالی کے ایک بوائے فرینڈ ایمان علی نے میری موت کی پیش گوئی کی ہے اور اس پیش گوئی کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت اور آمنہ کوئی تبصرہ نہیں کر رہے ہیں۔ کسی رائے کا اظہار نہیں کر رہے ہیں یہ کہہ کر ٹال رہے ہیں کہ روحانیت کے مراحل طے کرنے والوں کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ قدرت کا کوئی بھید کسی پر بتائیں۔

اس نے کہا۔ ''میں اپنے بابا اعلیٰ حضرت سے پوچھوں گی۔''

''ہرگز نہیں۔ ان سے یہ سوال نہ کرنا۔ جب وہ ایک بار انکار کر دیتے ہیں تو دوسری بار کوئی ان سے وہی بات نہیں کرتا۔ ان کی خاموشی اور ٹالنے کے انداز نے سمجھا دیا ہے کہ ایمان علی کی پیش گوئی درست ہے۔''

وہ ایک دم سے آگے بڑھ کر مجھ سے لپٹ گئی دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ اسے تو رونا ہی تھا۔ میرے تمام اپنے، میرے لہو سے تعلق رکھنے والے سب ہی مجھ سے لپٹ کر رونے والے تھے اور مجھے ان کے آنسوؤں کو برداشت کرنا تھا۔

وہ رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''اب تو میں ایک پل کے لیے بھی تم سے الگ نہیں رہوں گی۔ ایک ایک لمحہ تمہارے ساتھ جیوں گی اور تم دیکھو گے کہ تمہارے دم توڑنے سے پہلے میں اپنی جان دے دوں گی۔''

''خواہ مخواہ حرام موت مرنے کی باتیں نہ کرو۔''

''کروں گی۔ میں تمہارے بغیر نہیں جیوں گی۔ تمہیں یقین نہیں آتا تو میرے چور خیالات پڑھ کر دیکھ لو۔ تم نے مجھے اتنی عزت دی ہے۔ اتنا مان مرتبہ دیا ہے کہ ایسا کوئی دوسرا مجھے دے ہی نہیں سکے گا اور نہ ہی تمہارے بغیر میں اس مان مرتبے کے ساتھ زندہ رہ سکوں گی۔''

میں نے اسے تھپک کر کہا۔ ''میں تمہارے جذبات اور تمہارے اندر کے دکھ کو سمجھ رہا ہوں۔ تم نے بڑے ارمانوں سے مجھ سے شادی کی۔ میری خاطر اسلام قبول کیا اور اب تمہیں کیا مل رہا ہے؟ صرف انیس کی سہاگن والی زندگی..... ثنا! میری مجبوریوں کو سمجھو۔ میری اور دو بیویاں بھی

ہیں۔ میرے لہو سے منسلک رہنے والے بچے ہیں۔ وہ سب ہی میرے آخری دنوں میں میرے ساتھ رہنا چاہیں گے، سب ہی کے ساتھ مجھے وقت گزارنا ہوگا۔''

''بے شک، تم ان سب کے ساتھ گزارو۔ میں کسی کے راستے کی رکاوٹ نہیں بنوں گی۔ کوئی اعتراض نہیں کروں گی لیکن میں تو تمہاری نئی دلہن ہوں۔ میرا ہاتھ پکڑتے ہی مجھے یوں نہ چھوڑو۔ اپنی تمام بیویوں اور بچوں کے ساتھ کچھ ایسا وقت مقرر کرو کہ وہ صبح سے شام تک سب ہی تمہارے ساتھ رہیں لیکن رات کے کھانے کے بعد صبح تک صرف میں ہی میں تمہارے ساتھ رہوں۔ دیکھو! میں تمہاری صرف دس انیس کی سہاگن ہوں۔ میری یہ بات مان لو اور سب کو اس بات کے لیے راضی کر لو۔''

میں اس سے ذرا الگ ہو گیا۔ وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ ''اس طرح کیوں الگ ہو رہے ہو؟''

''سمجھنے کی کوشش کرو۔ میرے حالات ایسے ہیں کہ میرے بچے اور دوسرے خیال خوانی کرنے والے اچانک ہی میرے اندر آ جاتے ہیں اور میں کسی کو منع نہیں کروں گا۔''

ایسے ہی وقت عالی نے آ کر کہا۔ ''پاپا! آپ کو مما بلا رہی ہیں۔''

''اچھا بیٹے! تم مما کے پاس چلو۔ میں ابھی آتا ہوں۔''

پھر میں نے ثنا سے کہا۔ ''دیکھو! ابھی عالی آئی تھی۔ اس نے سونیا کا پیغام دیا ہے۔ مجھے ابھی اس سے باتیں کرنی ہوں گی۔ تم چاہتی ہو کہ مجھ سے دور نہ رہو تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میرے اندر آ کر رہو اور سونیا کی باتیں بھی سنتی رہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

وہ میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ ''شکریہ فرہاد! تم مجھے اسی طرح اپنے ساتھ رکھو۔''

پھر وہ جلدی سے الگ ہو کر بولی۔ ''سوری، مجھے تمہارے بچوں اور دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو لحاظ کرنا ہی ہوگا۔ اب میں تمہارے اندر آ رہی ہوں۔''

وہ میرے اندر آ گئی۔ میں سونیا کے پاس پہنچا۔ وہ بولی۔ ''سارے ہی بچے مجھ سے رابطہ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ وہ تمہارے آخری وقت تک دن رات ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔''

''اگر سب ہی بیک وقت میرے ساتھ رہنا چاہیں گے تو بڑی بھیڑ لگے گی۔ یوں اندیشہ ہے کہ تمام بچے دشمنوں کی نظروں میں آ جائیں گے۔ ہماری تاک میں رہنے والے مخالفین کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ سب سومیٹر رلینڈ کے شہر جینوا میں آ کر قیام کر رہے ہیں۔ کیا تم ایسا چاہو گی؟''

سونیا نے کہا۔ ''آگے نہ بولو۔ میں یہ باتیں خوب سمجھتی ہوں۔ تمام بچوں کو بھی سمجھا رہی ہوں کہ سب کا ایک ساتھ جا کر تمہارے پاس رہنا مناسب نہیں ہے۔ میں انہیں یہ بھی سمجھا رہی ہوں کہ ہمیں اس بدنصیب سہاگن کا زیادہ خیال کرنا ہوگا جو شادی کے صرف انیس دن کے بعد بیوہ ہونے والی ہے۔''

سونیا کی اس بات سے ثنا کا دل خوشی سے بھر گیا۔ اسے ندامت ہوئی کہ ماضی میں جس کے ساتھ بدترین دشمنی کرتی رہی وہ اس کے بارے میں کتنے اچھے خیالات رکھتی ہے اور اس کے جذبات کا کتنا خیال رکھ رہی ہے۔

میں نے کہا۔ ''سونیا! تم سے زیادہ کوئی میری مشکلات کو نہیں سمجھے گا۔ میں اسی فکر میں ہوں کہ کسے کتنا وقت دوں؟ کس کی کس طرح سے دل جوئی کروں؟''

''تم فکر نہ کرو، میں ان سے یہ کہنے والی ہوں کہ وہ سب اپنا اصلی چہرہ چھپا لیں اور کسی بہروپ میں جینوا جائیں لیکن تم سے دور ہی رہیں۔ تمہارے پوتے کی ہونے والی بہو تاشہ اور جمائلہ بھی رو رہی ہیں اور تم سے ملنا چاہتی ہیں۔''

''میں سب کی محبتوں اور دلی جذبوں کو سمجھ رہا ہوں۔ تم چاہتی ہو کہ یہاں جینوا میں سب ہی بھیس بدل کر آ جائیں؟ اور راز داری سے میرے پاس آتے جاتے رہیں؟''

''ہاں، میں ان سب کو اپنے پاس بلا کر یہی سمجھانے والی ہوں کہ ان میں سے ہر ایک صرف ایک گھنٹے کے لیے آئے گا۔ تمہارے ساتھ وقت گزارے گا پھر چلا جائے گا۔ پارس، پورس، کبریا، عالی، انوشے، تاشہ، الپا اور جمائلہ یہ آٹھ بچے ہیں۔ الپا بہو ہے اور تاشہ ہونے والی بہو، یہ سب ایک گھنٹے کے حساب سے باری باری تمہارے پاس آئیں گے۔ روزانہ تم آٹھ گھنٹے ان کے ساتھ گزار سکو گے، ثنا تیرہویں آٹھ گھنٹوں میں تم سے دور رہے گی۔ باقی کے سولہ گھنٹے تمہارے ساتھ گزارتی رہے گی۔''

''تم دوسروں کا حساب کر رہی ہو۔ اپنی بات بھی کرو۔ کیا میرے پاس نہیں آؤ گی؟''

''آگے تو سنو، میں کیا کہنے والی ہوں؟ کیا تم بھول گئے بابا صاحب کے ادارے کے پانی بابا فرید واسطی نے تمہاری موت کے متعلق پیش گوئی کی تھی؟''

میں موجودہ حالات میں ان کی پیش گوئی بھول گیا

تھا۔بابا فرید واسطی سونیا کو بہت چاہتے تھے۔انہوں نے اپنے آخری وقت صرف سونیا کو ہی اپنے پاس رکھا تھا۔وہ کسی کو حجرے میں آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔یہ محبت اور شفقت صرف سونیا کے لیے تھی۔وہ آخری سانس تک ان کی خدمت کرتی رہی تھی۔

انہوں نے میرے بارے میں پیش گوئی کی تھی کہ میری موت طبعی ہوگی۔کوئی دشمن مجھے ہلاک نہیں کرے گا لیکن میرے آخری وقت نہ تو میری کوئی بیوی نہ ہی میرا کوئی بچہ میرے آس پاس ہوگا۔صرف سونیا ہی میرے ساتھ رہے گی۔

میں نے سونیا کے سامنے ان کی پیش گوئی دہرائی وہ بولی۔''اس حساب سے ہی میں نے یہ طے کیا ہے کہ آج سے نو دن تک تم اپنے تمام بچوں سے، بہوؤں سے اور ثنا سے ملتے رہو گے۔بیسویں دن کی صبح سے پہلے ان سب سے رخصت ہو کر میرے پاس آؤ گے۔میں بعد میں بتاؤں گی کہ ہماری ملاقات کہاں ہوگی۔مجھے یہ سوچنا اور سمجھنا ہے کہ تم کہاں رہ کر میرے ساتھ اپنی آخری سانسیں پوری کرو گے۔''

وہ ذرا چپ ہوئی پھر ایک سرد آہ بھر کر بولی۔''اب تم جا سکتے ہو۔کل صبح تمام بچے بھیس بدل کر جینوا پہنچیں گے اور تم سے خفیہ طور پر رابطہ کریں گے۔''

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ثنا نے خوش ہو کر میرے سینے پر سر رکھ کر کہا۔''میں سونیا کا جتنا بھی شکر یہ ادا کروں کم ہے۔اس نے تمہارے ساتھ رہنے کے لیے مجھے سب سے زیادہ وقت دیا ہے۔بس یہ سوچ کر دکھ ہو رہا ہے کہ ہمارا ساتھ صرف انیس دنوں تک رہے گا۔''

''مجبوری ہے ثنا!بابا فرید واسطی صاحب کی پیش گوئی اسی طرح سے درست ہوگی اور سونیا اس پر ہر حال میں عمل کرے گی۔''

وہ رو رہی تھی اور وہ کیا سب ہی رو رہے تھے۔قدرتی طور پر کبھی کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی موت کب آئے گی؟اگر معلوم ہو جائے تو اس کی حالت یہی ہوتی ہے جو میری تھی۔مجھے دنیا سے جانے کا دکھ نہیں تھا مگر اپنوں کے آنسو دیکھ کر دیکھ کر دل صدمے سے ٹوٹ رہا تھا۔

☆☆☆

برین ماسٹر بڑی دیر تک باہر کے اندر رہ کر ثنا کی باتیں سنتا رہا تھا۔باتیں ایسی تھیں کہ اس کے ہوش اڑ رہے تھے۔وہ حیرانی اور پریشانی میں سوچنے لگا کہ یہ نومی یعنی کہ ثنا تبریزی کیسے جانتی ہے کہ میں نے باہر سے دماغی رابطہ ختم کر دیا ہے؟اسے اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دیتا ہوں اور میں نے اپنا لب ولہجہ بدل لیا ہے؟

یہ ایسی گہری راز کی باتیں تھیں کہ جو بابر آؤڈی مین اور ماسٹر کے درمیان ہوئی تھیں۔کوئی چوتھا موجود نہیں تھا۔اگر چہ اس کے کتنے ہی جاں نثار اور وفادار ماتحت تھے لیکن وہ کسی کے سامنے ایسے راز کی باتیں نہیں کرتا تھا پھر یہ باتیں ثنا تبریزی تک کیسے پہنچ گئیں؟

اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے ثنا خنجر کی نوک سے اس کے دل و دماغ کو کریدتی اور کھودتی ہوئی گہرائی تک پہنچ رہی ہے۔اور آئندہ نہ جانے کہاں تک پہنچ کر کیا کرنے والی ہے؟

وہ اپنی خفیہ پناہ گاہ میں بالکل تنہا تھا۔پہلے میں نے اپنی معلومات کے ذریعے اسے خوفزدہ کیا تھا اور اب ثنا ایسا کر رہی تھی۔وہ ٹہلتے ٹہلتے ایک جگہ بیٹھ گیا پھر اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اگر چہ ثنا بہت ہی مکار اور تیز طرار ہے لیکن ایسی پہنچی ہوئی نہیں ہے کہ فرہاد علی تیمور کی طرح میرے گہرے رازوں تک پہنچ جائے۔دراصل اس نے فرہاد کی شریک حیات بن کر اس سے یہ ساری معلومات حاصل کی ہیں۔

یہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ جب تک وہ اس سے منسوب نہیں ہوئی تھی تب تک اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔محبوب کی آغوش میں پہنچتے ہی دشمن کی گہرائیوں میں اترنے لگی تھی۔اسے یہ مکمل یقین ہوگیا کہ سارے فساد کی جڑ میں ہی ہوں۔جب تک اس جڑ کو اکھاڑ نہیں پھینکے گا۔اس وقت تک وہ سکون سے نہیں بیٹھ سکے گا اور نہ ہی اپنے کسی بڑے منصوبے پر عمل کر سکے گا۔

جب برین ماسٹر پیدا ہوا تو وہ عیسائی تھا۔جیسے جیسے اس نے ٹیلی پیتھی اور دوسرے علوم حاصل کیے، ویسے ویسے اس کے نظریات بدلتے گئے۔وہ اپنے دین سے بھی پھر گیا۔وہ کسی مذہب اور روحانیت کو نہیں مانتا تھا۔جناب تبریزی کے متعلق اس کا خیال تھا کہ وہ روحانیت کے ذریعے نہیں بلکہ پراسرار علوم کے ذریعے دوسروں کو متاثر کرتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ روحانیت کے حامل ہیں۔انہوں نے اپنے جیسے کچھ پراسرار علم جاننے والے بندوں کو جمع کر لیا ہے اور ان کے ذریعے بابا صاحب کا ادارہ بنا کر وہاں حکومت کر رہے ہیں۔

وہ کالا جادو اور دوسرے پراسرار علوم کو مانتا تھا۔اس نے اسی حوالے سے ایک کالا جادو جاننے والے مہاراج گندھ راج منتر جوگی سے دوستی کی تھی۔وہ جوگی عام جادو گروں کی طرح جاہل گنوار نہیں تھا۔اس نے آکسفورڈ

یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی تھی اور انڈیا میں رہنے والے باپ دادا سے کالے پُراسرار علوم حاصل کرتا رہا تھا۔

مغربی ممالک میں رہنے کے باعث ایک جادوگر کے بجائے وچ ڈاکٹر کہلاتا تھا۔یورپ کے کتنے ہی وچ ڈاکٹرز کالے علم میں بے پناہ مہارت رکھتے تھے لیکن مہاراج گندھ راج منتر جوگی آتما شکتی میں اتنی مہارت رکھتا تھا کہ وہاں کے سب ہی وچ ڈاکٹرز اسے اپنا گرو یا ماسٹر مانتے تھے۔

برین ماسٹر سے اس کے اچھے تعلقات تھے لیکن وہ اپنے کسی معاملے میں اسے شریک نہیں کرنا چاہتا تھا۔یہ اندیشہ رہتا تھا کہ وہ کسی ایک معاملے میں بھی اسے شریک کرے گا تو وہ اپنے علم کے ذریعے اس کے کئی رازوں تک پہنچنا چاہے گا پھر کوئی ایسی حرکت کرے گا جس سے اس کی خفیہ ڈپلیکیٹس مافیا تنظیم کو نقصان پہنچے گا۔

اب وہ مجھ سے شکست کھا رہا تھا۔غصے کی اس انتہا کو پہنچ رہا تھا جہاں مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق میرے خلاف کچھ بھی کرنے کے لیے تیار ہوگیا تھا۔

بہت پہلے ہی اس کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ عدنان پر قابو پانے کے لیے شیوانی کو ٹریپ کیا جا سکتا ہے اور شیوانی کو پھانسنے کے لیے مہاراج گندھراج منتر جوگی سے کام لیا جا سکتا ہے۔ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے شیوانی اور عدنان کو کہیں چھپا رکھا تھا لیکن آتما شکتی کا ماہر منتر جوگی اپنے کالے عمل سے اس کے اندر بہ آسانی پہنچ سکتا تھا۔جب ماں اس کے قابو آتی تو بچہ بھی اس کے قابو میں آ جاتا اور وہ اس بچے کو برین ماسٹر کے حوالے کر دیتا۔

اب اس کا یہ خوف کسی حد تک کم ہوگیا تھا کہ منتر جوگی ایک بچے کے ذریعے اس کے دوسرے معاملات میں ملوث ہو جائے گا۔اب تو صرف اور صرف اسی بات کی اہمیت تھی کہ اس بچے کے ذریعے مجھے کمزور بنا دیا جائے۔کچھ حاصل کرنے کے لیے مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے۔خطرات سے کھیلنا پڑتا ہے۔لہٰذا وہ مہاراج گندھراج منتر جوگی کے والے سے پیش آنے والے خطروں سے بعد میں نمٹ لے گا۔

سب سے پہلے مجھے زیر کرنا اتنا ضروری ہوگیا تھا کہ اسے کہا جاتا کہ میرا سر قلم کرواتے ہی وہ اپنی سانس لینا چھوڑ دے۔میری جان لیتے لیتے اپنی جان بھی دیدے تو یہ بھی کر لیتا۔خود مرنے کو تیار ہو جاتا لیکن پہلے مجھے مارنا چاہتا تھا۔

وہ بڑی دیر تک اس پہلو پر غور کرتا رہا کہ منتر جوگی سے کام لینا بھی چاہیے یا نہیں؟ہر بار اس کے اندر سے یہی جواب موصول ہوتا رہا۔''ہاں...ہاں میں فرہاد سے اپنی برتری اور سلامتی چاہتا ہوں۔مجھے اس انڈین وچ ڈاکٹر سے کام لینا ہی پڑے گا۔''

آخر اس نے اچھی طرح سوچنے سمجھنے کے بعد خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے اندر پہنچ کر بولا۔''ہیلو ڈاکٹر منتر جوگی!میں رِچ مین بول رہا ہوں۔''

وہ انڈر ورلڈ سے باہر کھلی دنیا میں رِچ مین کے نام سے ہی جانا جاتا تھا۔

منتر جوگی نے کہا۔''اپنا نام نہ بتاؤ تب بھی میں یہ جانتا ہوں کہ میرے دماغ میں آنے والا صرف رچ مین ہی ہوگا کیونکہ اور کوئی خیال خوانی کرنے والا میرے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔''

''یہ اچھی بات ہے کہ کوئی دوسرا تمہیں نہیں جانتا۔یہ بہت ہے کہ میں تمہیں جانتا ہوں اور تم مجھے جانتے ہو۔''

''میں کیا خاک جانتا ہوں؟صرف تمہارا فون نمبر ہی معلوم ہے۔تم نے کبھی اپنا پتا ٹھکانا بھی نہیں بتایا کبھی مجھ سے ملنے نہیں آتے اور نہ مجھے اپنی کسی گیٹ ٹوگیدر پارٹی میں بلاتے ہو؟''

''میں تمہیں بلانے اور تم سے ملنے کے لیے ابھی یہاں آیا ہوں۔''

وہ ہنستے ہوئے اپنے سامنے رکھے ہوئے ایک بڑے سے کاغذ کو اٹھا کر بولا۔''تم میرے ذریعے اس کاغذ کو پڑھ سکتے ہو۔دیکھو اس پر کیا لکھا ہوا ہے؟''

اس نے منتر جوگی کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا اس پر لکھا ہوا تھا کہ آج کسی وقت بھی رچ مین میرے پاس آئے گا اور مجھ سے کوئی کام لینا چاہے گا۔

برین ماسٹر نے کہا۔''میں حیران ہوں۔کیا تم غیب کی باتیں بھی جانتے ہو؟''

''اس میں غیب کی کوئی بات نہیں۔میں تو بس اپنے علم سے اپنی عقل سے معلوم کر لیتا ہوں۔میں نے تمہارے نام کا ایک پتلا بنایا ہے اور اسے پیتل کی اس بڑی سی تھال پر رکھا ہے۔

وہاں ایک بڑی سی تھال پر ماش کے آٹے سے بنایا ہوا پُتلا رکھا ہوا تھا۔وہ کہہ رہا تھا۔''اس تھال میں کئی خانے بنے ہوئے ہیں۔یہاں ہر خانے میں ایک ایک ملک کا نام لکھا ہوا ہے۔تم جس ملک میں جاتے ہو یہ پتلا بھی اس خانے کی طرف گھوم جاتا ہے۔ماسکو شہر سے ذرا فاصلے پر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔تم اس قصبے کی چھوٹی سی رہائش گاہ میں رہنے آئے

''یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ تم اس بچے کے ذریعے فرہاد کو کس طرح کمزور بنا سکو گے؟ کیا اس بچے سے فرہاد کا کوئی گہرا تعلق ہے؟''

''یہ کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ میں تمہیں ساری باتیں بتاؤں؟ تمہیں میرے معاملات میں دور تک ملوث نہیں ہونا چاہیے۔ تمہارا کام' اس بچے کو مجھ تک پہنچانا ہے۔ بس پہنچا دو پھر تمہارا کام ختم ہو جائے گا۔ اس کے لیے میں تمہارا کوئی بھی کام کرنے کو تیار ہوں۔ مجھ سے جتنا معاوضہ چاہو گے، میں ادا کروں گا۔''

''میں پورے ایک لاکھ ڈالر لوں گا۔''

''کل صبح جس بینک میں چاہو گے' وہاں یہ رقم ایڈوانس کے طور پر پہنچ جائے گی۔ کام ہونے کے بعد مزید ایک لاکھ ڈالرز ادا کروں گا۔''

''پھر تو میں سر کے بل کھڑا ہو کر تمہارا کام ابھی سے شروع کر رہا ہوں۔ میں اس جھمیلے میں نہیں پڑوں گا کہ بچہ کون ہے؟ اور اس کا تعلق فرہاد سے کیا ہے؟ مجھے تو آم کھانا ہے، پیڑ گن کر کیا کروں گا؟''

''شیوانی کو کہیں بڑی رازداری سے چھپایا گیا ہے۔ تم وہاں تک کیسے پہنچو گے؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''چٹکی بجا کر پہنچوں گا۔ میری ایک غلام آتما مجھے وہاں تک لے جائے گی۔ رسمی وقت کے مطابق آدھی رات کے بعد مجھ سے رابطہ کرو۔ میں اس کے بارے میں بہت کچھ بتا سکوں گا۔''

برین ماسٹر نے وِچ ڈاکٹر منتر جوگی کا بینک اکاؤنٹ نمبر نوٹ کیا پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے سر سے ایک بوجھ اتر گیا ہے۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ وِچ ڈاکٹر منتر جوگی صرف ایک لاکھ ڈالر لے کر اس بچے کو اس کے پاس ضرور پہنچا دے گا اگر وہ اتنا بڑا کارنامہ انجام دے گا۔ تو وہ اسے مزید ایک لاکھ ڈالر انعام کے طور پر ضرور دے گا۔

وِچ ڈاکٹر مہاراج گندھراج منتر جوگی بہت ہی مکّار تھا۔ انتہائی خودغرض تھا۔ پراسرار علم حاصل کرنے والوں کی طرح مغرور بھی تھا۔ اس نے برین ماسٹر سے کہا تھا کہ مجھ سے خوفزدہ نہیں ہے لیکن محتاط ہے اور کبھی مجھ سے ٹکرانا نہیں چاہتا۔ جب کہ اس کی پہلی اور آخری خواہش یہی تھی کہ کسی بھی طرح مجھے اپنے زیر اثر لے آئے اور یہ خواہش پوری کرنے کے معاملے میں وہ جلد باز نہیں تھا۔ کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھا۔

اس نے سوچا۔ ''اب وہ موقع ہاتھ آ رہا ہے۔ مجھے یہ معلوم کرنا ہو گا کہ اس بچے کا فرہاد سے کیا تعلق ہے؟ اور آج آدھی رات تک میں اپنی ایک غلام آتما کے ذریعے شیوانی تک پہنچوں گا پھر بہت کچھ معلوم کر لوں گا۔''

خیر اور شر کی جنگ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔ میری داستان میں کالے جادو کی شر انگیزی کا ذکر لازمی ہو گیا ہے۔ کیونکہ اب یہ بمقابلہ روحانیت ہے۔ روحانی علوم کے حامل اعلیٰ حضرت نے پیش گوئی کی ہے کہ شیوانی کی روح اس بار جسم سے نکل کر سیدھی عالم ارواح کی طرف جائے گی کہیں نہیں بھٹکے گی اور اب ایک وِچ ڈاکٹر منتر جوگی اسے بھٹکانے کے لیے میدانِ عمل میں آ گیا تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ کیا ہونے والا ہے؟

☆☆☆

پارس اور پورس میری داستان میں اب بہت کم آتے ہیں اور پھر گم ہو جاتے ہیں۔ وہ اس لیے کہ بابا صاحب کے ادارے کے دوسرے معاملات میں مصروف رہتے ہیں اور وہاں بھی اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ پارس فی الوقت الپا اور انوشے کے ساتھ فرصت کے لمحات گزار رہا تھا اور پورس ادارے کے ایک معاملے میں مصروف تھا۔

جب میری متوقع موت کی خبر ملی تو پورس نے اپنی مصروفیت ترک کر دی۔ اپنا کام دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حوالے کر دیا۔ الپا، انوشے اور پارس فرصت کے دن گزارنا بھول گئے وہ سب میرے لیے پریشان تھے۔ سوچ رہے تھے ''کیا کسی بھی تدبیر سے موت کو پاپا سے دور نہیں کیا جا سکتا؟''

عالی، کبریا، الپا اور انوشے نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے پارس اور پورس کو بلا لیا۔ ان سب کے ذہن میں ایک ہی بات پک رہی تھی۔ ان میں سے کوئی مجھے اس دنیا سے رخصت کرنا نہیں چاہتا تھا۔

پورس نے کہا۔ ''اب تک ہم دشمن کی لائی ہوئی موت سے لڑتے رہے اور اسے شکست دیتے رہے۔ کیا ہم پاپا کے پاس آنے والی موت کو شکست نہیں دے سکیں گے...؟''

پارس نے کہا۔ ''ہمیں کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔ ہم پاپا کو یہ دنیا اتنی جلدی چھوڑنے نہیں دیں گے۔''

الپا نے کہا۔ ''موت کسی دشمن کے ذریعے آئے گی تو ہم اسے روک سکیں گے۔ سنا ہے کہ پاپا پر کوئی حملہ نہیں کرے گا۔ وہ کسی حادثے کا شکار نہیں ہوں گے۔ ان کی موت طبعی ہو گی۔ ایسی صورت میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟ کس طرح...

زندہ سلامت رکھ سکتے ہیں؟''

کبریا نے کہا۔ ''عالی! تمہارے ایمان علی نے یہ پیش گوئی کی ہے کہ شیوانی کی موت ہو گی تو اس کے دوسرے دن پاپا کی موت ہو جائے گی اور اگر شیوانی زندہ رہی تو پاپا بھی زندہ سلامت رہیں گے؟''

پورس نے کہا۔ ''یہی بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ شیوانی کی موت سے پاپا کی زندگی کا کیا تعلق ہے؟''

پارس نے کہا۔ ''اس کا کوئی بھی تعلق پاپا سے ہو لیکن ہمارے سمجھنے کے لیے اہم نکتہ مل گیا ہے۔''

الپا نے پوچھا۔ ''وہ اہم نکتہ کیا ہے؟''

''وہ یہ ہے کہ اگر شیوانی زندہ رہے گی تو پاپا بھی زندہ رہیں گے۔ تو کیوں نہ ہم شیوانی کو مرنے سے روکیں؟ اسے زندگی ملے گی تو پاپا کی عمر بھی لمبی ہو گی۔''

''جب ہم پاپا کی موت کو نہیں روک سکتے تو شیوانی کی موت کو کیسے روک سکیں گے؟''

پارس نے کہا۔ ''وہ اس طرح کہ شیوانی کی آتما کئی بار ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو چکی ہے اور وہ ہمیشہ کالا جادو جاننے والوں کے زیر اثر رہی ہے۔''

پورس نے چونک کر کہا۔ ''بات سمجھ میں آ گئی ہے۔ پارس...! تم یہ کہنا چاہتے ہو ناں کہ اس بھٹکنے والی روح کو ایک بار پھر بھٹکایا جا سکتا ہے؟ اس کی روح سیدھی عالم ارواح کی طرف جانا چاہے گی لیکن ہم کسی کالا عمل جاننے والے کی مدد سے اسے پھر سے بھٹکا سکتے ہیں اور اسے کسی دوسرے کے جسم میں پہنچا سکتے ہیں۔''

وہ سب ہی اس اہم نکتے پر غور کرنے لگے اور قائل ہو کر کہنے لگے کہ ایسا ممکن ہے۔ جو آتما بار بار بھٹکتی رہی ہے۔ اسے پھر کسی کالا جادو جاننے والے کے ذریعے بھٹکایا جا سکتا ہے۔ کسی دوسری عورت کے اندر پہنچا کر شیوانی کو زندہ رکھا جا سکتا ہے۔

عالی نے کہا۔ ''کالا جادو برحق ہے لیکن ہمارے دین اسلام میں ایسا جادو کرنے کی یا جادوگروں کی مدد حاصل کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ ہم ایسا کریں گے تو یہ ہمارے دین کے خلاف بھی ہو گا اور پھر اعلیٰ حضرت کو چیلنج کرنے والی بات بھی ہو گی کہ وہ کچھ چاہتے ہیں اور ہم ان کے خلاف کچھ اور کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

پارس نے کہا۔ ''ہم نہیں جانتے کہ اعلیٰ حضرت ہمارے پاپا کی سلامتی کے لیے کیوں نہیں سوچ رہے ہیں؟ اگر وہ چاہیں تو شیوانی کی موت کو روک سکتے ہیں اپنی پیش گوئی کو بدل سکتے ہیں۔''

پارس نے کہا۔ ''بے شک، شیوانی میری بیوی ہے۔ مجھے اس سے دور ہونے کو کہا گیا، میں دور ہو گیا۔ اس کی موت کی پیش گوئی کی گئی، میں نے خاموشی سے وہ پیش گوئی سن لی اور اعلیٰ حضرت کی رضا میں راضی رہا لیکن یہ میرے پاپا کی زندگی کا سوال ہے۔ انہیں بچانے اور زندہ رکھنے کے لیے جائز یا ناجائز جو بھی طریقہ ہو گا ہم اس پر عمل کریں گے۔''

الپا نے کہا۔ ''بہتر یہ ہو گا کہ ہم کسی طرح اعلیٰ حضرت کو شیوانی کی ایک اور نئی زندگی کے لیے راضی کر لیں۔''

کبریا نے کہا۔ ''میں نے ادارے کے انچارج جناب خلیل بن مکرم سے رابطہ کیا تھا، انہوں نے بتایا تھا کہ اعلیٰ حضرت ابھی اعتکاف میں ہیں اور آئندہ کئی دنوں تک ان سے کوئی رابطہ نہیں ہو سکے گا۔''

پورس نے کہا۔ ''پھر تو ہمیں اعلیٰ حضرت سے کوئی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ پتا نہیں وہ کب اعتکاف سے نکلیں گے؟ ہمیں اپنے پاپا کی زندگی عزیز ہے، بے شک ہم جو کرنا چاہ رہے ہیں اس کے نتیجے میں اعلیٰ حضرت ہم سے ناراض ہوں گے، ہمیں سزا دیں گے۔ بابا صاحب کے ادارے میں ہمارا داخلہ بند کر دیں گے۔ وہ جو کچھ بھی کریں۔ ہماری جان بھی لے لیں پھر بھی ہم پاپا کی سلامتی کے لیے جو بھی کر سکتے ہیں وہ کر گزریں گے۔''

پارس نے کہا۔ ''میں تو پورس سے متفق ہوں۔ ہم کسی بہت ہی ماہر کالا جادو جاننے والے کی خدمات حاصل کریں گے، یہ بتاؤ کہ تم میں سے اور کون ہمارا ساتھ دے گا؟''

الپا نے کہا۔ ''پارس! میں تمہارے دکھ سکھ اور اچھے برے کی ساتھی ہوں۔ تم جو کرتے ہو وہی میں کرتی ہوں۔ کیا اچھا ہے کیا برا؟ یہ میں نہیں سوچتی۔ اور پاپا کے معاملے میں تو سوچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صرف مجھے ہی نہیں۔ ہم سب کو ہر حال میں پاپا کی سلامتی عزیز ہے۔''

انوشے اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی۔ ''میں آپ لوگوں کے مقابلے میں ایک چھوٹی سی بچی ہوں۔ کم عقل ہوں لیکن.... روحانی علوم کی طالبہ ہوں۔ اپنی گرینڈ ماما (آمنہ) اور اعلیٰ حضرت سے درس لیتی رہتی ہوں۔ جن سے فیض حاصل کر رہی ہوں۔ ان کے خلاف قدم اٹھانے والوں کا ساتھ نہیں دوں گی۔''

بیٹی پہلی بار اپنے ماں باپ کی مخالفت کر رہی تھی۔ وہ جانے لگی تو پارس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''بیٹی! کیا تم اپنے گرینڈ پا کی سلامتی نہیں چاہتیں؟''

''ہاں، یہی بات میری سمجھ میں آتی ہے۔''

تو پھر ایمان علی! ہم بھی تو کسی دشمن کی طرح قدرت کی مرضی کے خلاف ایسا کرنے جا رہے ہیں۔''

''ہم میں اور دشمن میں یہ فرق ہے کہ اگر تمہارے پاپا ہماری اس بات کی مخالفت کریں گے تو ہم فوراً مان جائیں گے۔ اور ایسا کرنے سے باز آجائیں گے لیکن دشمن تو باز نہیں آئے گا۔ ان سے مقابلہ کرے گا اور ان کی موت کا سبب بن سکے گا۔''

''ہم ابھی اس آتما شکتی رکھنے والے سے یہ کہیں گے کہ وہ شیوانی کی آتما کو ضرور بھٹکائے لیکن پاپا مخالفت کریں تو وہ جواباً ان سے دشمنی نہ کرے بلکہ پاپا جو کہیں اسے مان لے اور شیوانی کی آتما کو بھٹکانے سے باز آجائے۔''

''کیوں نہ ہم پاپا سے ہی پوچھ لیں کہ ہم شیوانی کی آتما کو بھٹکانے جا رہے ہیں۔ کیا انہیں ہمارا یہ طریقہ کار منظور ہے؟''

وہ شہر سے باہر ایک شمشان گھاٹ کے پاس پہنچ گئے تھے۔ عالی نے کہا۔ ''تم یہاں کسی بستی والے سے پوچھو کہ وہ گروگھنٹال کہاں ملے گا؟ میں اتنے میں پاپا سے بات کر رہی ہوں۔''

اس نے فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کیا۔ یہ تو سب جانتے ہی تھے کہ میں اپنی نئی دلہن ثنا کے ساتھ وقت گزار رہا ہو۔ اس لیے اب کوئی براہِ راست میرے اندر نہیں آتا تھا۔ پہلے فون کے ذریعے معلوم کرتا تھا کہ اسے میرے پاس آنا چاہیے یا نہیں؟

میں نے فون پر پوچھا۔ ''ہاں بیٹی! کیا بات ہے؟''

وہ بولی۔ ''پاپا! آپ کی سلامتی کے سلسلے میں مسئلہ یہ ہے کہ شیوانی کی موت ہوگئی تو اس کے دوسرے دن آپ کی بھی موت ہو جائے گی اور اگر شیوانی کی آتما کو بھٹکا دیا جائے اور وہ اس دنیا میں ہی رہے، کسی نئے جسم میں پہنچ کر ایک نئی زندگی حاصل کرے، تو پھر آپ پر بھی کوئی آنچ نہیں آئے گی۔''

''میں یہ سب جانتا ہوں۔ آگے بولو کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''میں ایمان علی، پارس، پورس، سسٹر الپا سب ہی اس بات پر راضی ہیں کہ ہمیں شیوانی کی آتما کو بھٹکانا چاہیے، اسے عالمِ ارواح کی طرف جانے نہ دیا جائے اگر وہ اسی دنیا میں رہے گی، تو آپ بھی زندہ و سلامت رہیں گے۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''بیٹی! جو قدرت کو منظور ہو گا، وہی ہوگا۔ تم سب کو قدرت کی منشا کے خلاف نہ کچھ سوچنا چاہیے اور نہ کچھ کرنا چاہیے۔''

''پاپا! آپ کی سلامتی کے لیے کچھ سوچنا اور کچھ کرنا ہمارا بھی تو فرض ہے؟''

''بے شک، تمہیں اپنا فرض ادا کرنا چاہیے لیکن اپنے بزرگوں سے آگے بڑھ کر نہیں۔ کیا آمنہ اور اعلیٰ حضرت میری سلامتی نہیں چاہتے ہوں گے؟''

''جی ہاں، وہ بھی آپ سے محبت کرتے ہیں۔ آپ کی سلامتی چاہتے ہیں۔''

''تو پھر یہ بات اپنے بزرگوں پر ہی چھوڑ دو کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ جب اعلیٰ حضرت نے کہہ دیا ہے کہ ٹھیک مقررہ وقت پر شیوانی کی روح عالمِ ارواح کی طرف پرواز کر جائے گی تو پھر یہی ہونا چاہیے۔ تم لوگوں کو اس کے خلاف بھی یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ اس کی آتما کو بھٹکایا جائے۔ تم ایسی کوئی بات نہ سوچو۔ میں الپا، پارس اور پورس کو انبھی سمجھاتا ہوں۔''

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ اس نے ایمان علی سے کہا۔ ''پاپا ہمارے اس طریقہ کار پر اعتراض کر رہے ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں قدرت کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔ ہمارا دل تو پہلے ہی یہ نہیں مان رہا تھا کہ کالے جادو کا سہارا لینا چاہیے۔ پلیز، واپس چلو۔ اب ہم ایسا کچھ نہیں کریں گے۔''

ایمان علی نے کہا۔ ''ذرا سامنے تو دیکھو! یہ کون کھڑا ہوا ہے؟''

ان کے سامنے ایک موٹا بھدا سا شخص کھڑا ہوا تھا اور بستی کے کچھ لوگ اس کے آگے پیچھے گھٹنے ٹیکے ہوئے تھے اور اس کے آگے سر جھکا رہے تھے۔ ایمان علی نے کہا۔ ''ابھی ایک آدمی نے مجھ سے کہا ہے کہ یہی گروگھنٹال ہے۔''

وہ بولی۔ ''ہونے دو۔ یہیں سے واپس چلو۔''

اس نے کار اسٹارٹ کی۔ انجن ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ بیدار ہوا پھر سو گیا۔ اس نے بار بار کار کو اسٹارٹ کیا مگر ناکام رہا۔ گروگھنٹال ان کی طرف بڑھتا آرہا تھا اور بڑے فخر سے سینہ تان کر کہہ رہا تھا۔ ''میرے استھان تک آنے والے پیچھے مڑ کر کبھی نہیں جا سکتے اگر جانا چاہیں تو برباد ہو جاتے ہیں۔''

ایمان علی نے عالی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ تو ہمیں چیلنج کر رہا ہے؟ جب تک ہم اس کے سامنے اپنا مدعا بیان نہیں کریں گے۔ اپنے آنے کی وجہ نہیں بتائیں گے اور اس سے

کوئی کام نہیں لیں گے، تب تک شاید یہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔''

عالی نے کہا۔ ''یہ لوگ لالچی ہوتے ہیں۔ ہم یہاں اتنی قیمتی کار میں آئے ہیں۔ یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم سے ہزاروں لاکھوں وصول کر سکے گا۔ اس سے کہو کہ ہم اسے کچھ رقم دیتے ہیں۔ یہ ہمیں جانے دے۔''

ایمان علی نے کار سے باہر نکل کر گرو کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ''گرو دیو! ہم آپ سے منہ موڑ کر نہیں جانا چاہتے ہیں۔ دراصل ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ سے کوئی کام تو نہیں لیں گے لیکن آپ کو کچھ رقم ضرور دیں گے۔''

وہ ایک دم سے گرج کر دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''نہیں، میں بھیک نہیں لیتا۔ تمہاری اتنی ہمت کیسے ہوئی کہ مجھے بھکاری سمجھ کر بھیک دینے اور میرا اپمان کرنے کی بات سوچ لی؟''

ایسے وقت ہی عالی اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ ایسے کالا عمل کرنے والے اور شیطان کی پوجا کرنے والے بھنگ پیتے ہیں اور شیطان کے آگے جانوروں کی بلی دے کر ان جانوروں کا لہو بھی پیتے ہیں۔ ایسے لوگ یوگا کے ماہر نہیں ہوتے اور نہ ان کے ذہن بہت زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ وہ کسی کی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کر پاتے۔

عالی کا یہ خیال درست نکلا۔ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہی اسے اس کے اندر جگہ مل گئی۔ اس گھمنڈی کے دماغ میں بہت گرمی تھی۔ اس نے ایمان علی کو مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا، تو ایمان علی نے اس کے دوسرے ہاتھ کو بھی اپنی گرفت میں لے کر کہا۔ ''میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔ بہتر یہی ہے ہمیں یہاں سے جانے دو۔''

وہ ایمان علی کی طاقت کا اندازہ کر رہا تھا اور دل ہی دل میں ایک منتر پڑھ رہا تھا پھر اس نے ایک پھونک ماری تو ایمان علی کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ ایک جھٹکے سے لڑکھڑاتا ہوا پیچھے کی طرف گیا۔

وہ قہقہہ لگا کر بولا۔ ''نالی کا کیڑا مجھ سے مقابلہ کرنے آیا ہے۔ اب دیکھ میں تیری کیا گت بناتا ہوں۔''

ایسے ہی وقت عالی نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ تو وہ اچھل کر پیچھے کی طرف گیا اور زمین پر گر پڑا۔ حیران پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ ابھی یہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا؟

وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ گھور کر ایمان علی کو دیکھنے لگا پھر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ ''کیا تو بھی کوئی تانترک مہاراج ہے؟''

ایمان علی کے جواب سے پہلے ہی وہ عالی کی مرضی کے مطابق خود ہی اچھل کر زمین پر اوندھے منہ گر پڑا پھر اچھل کر پھر گر پڑا اور پھر اچھل کر پھر گر پڑا۔ بستی کے رہنے والے اور اس کے چیلے چاٹے حیرانی و پریشانی سے اپنے گرو دیو کو دیکھ رہے تھے۔

ایمان علی نے کار میں آکر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا تم خیال خوانی کے ذریعے ایسا کر رہی ہو؟''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''کار اسٹارٹ کرو۔ اس وقت وہ منتر پڑھ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے کار آگے نہیں بڑھ رہی تھی۔ اب اسی پر سے گاڑی گزار دو۔''

اس نے اسے اسٹارٹ کیا تو وہ فوراً ہی اسٹارٹ ہو گئی۔ وہ کار کو اسپیڈ دیتے ہوئے آگے بڑھاتے ہوئے اس کے اوپر سے پہیہ گزارتا ہوا چلا گیا۔ گرو کے حلق سے چیخیں نکل رہی تھیں۔ ایمان علی نے کہا۔ ''میرا خیال ہے، اس کا انجام دیکھنے کے لیے ہمیں یہاں رکنا نہیں چاہیے۔''

''ہاں، کار چلاتے رہو۔ میں اس کے اندر ہوں۔ اسے اس قابل ہی نہیں چھوڑوں گی کہ وہ بعد میں کوئی انتقامی کارروائی کرے۔''

وہ کوئی بھی کارروائی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ بار بار زمین پر اوندھے منہ گرنے کی وجہ سے لہولہان ہو گیا تھا پھر اس پر سے کار گزر گئی تھی۔ وہ آدھ مرا ہو چکا تھا۔ عالی نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا تو وہ چیخیں مار کر تڑپنے لگا پھر دوسری بار زلزلہ پیدا ہوتے ہی بے ہوش ہو گیا۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی۔ ''وہ اب کسی قابل نہیں رہا ہے، بے ہوش ہو چکا ہے۔ آئندہ میں پھر کسی وقت اس کے اندر جا کر دیکھوں گی اگر وہ انتقامی رویے سے باز نہیں آئے گا تو پھر اسے سزا دوں گی۔''

وہ اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''یہ ٹیلی پیتھی بڑا ہی زبردست علم ہے۔ کالا جادو جاننے والوں کی بھی ایسی کی تیسی کر دیتا ہے۔ خدا کا شکر ہے، ہم نے ایسے کالا جادو جاننے والے کا سہارا نہیں لیا۔ بھٹکنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے بچا لیا ہے۔ ہم راہِ راست پر آگئے ہیں۔''

وہ بہت ہی فکر مند تھی۔ کہنے لگی۔ ''یہ سب تو ٹھیک ہے۔ پاپا بھی اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں مگر میں تو بیٹی ہوں۔ میرا دل نہیں مان رہا ہے کہ پاپا کو اتنی جلدی اس دنیا

سے رخصت ہوجانا چاہیے۔''

ایمان علی نے ڈرائیو کرتے ہوئے کن انکھیوں سے اسے دیکھا لیکن جواب میں کچھ نہیں کہا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ جذباتی ہوکر باپ کے بارے میں ایسا سوچ رہی ہے۔ عقل سمجھاتی ہے کہ قدرت کے فیصلے کے خلاف کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے باوجود یہ بات عقل میں نہیں آتی اور بندہ فکر مند ہوتا رہتا ہے۔

☆☆☆

بابر کو یہ معلوم ہونے کے بعد بہت زبردست شاک پہنچا تھا کہ میں نے نومی جیسی تیز طرار ٹیلی پیتھی جاننے والی کو اپنی شریک حیات بنالیا ہے اور اب وہ ثانیہ زی کہلا رہی ہے۔ ثنا جس کی جھولی میں جاتی 'اس کی پوزیشن مضبوط ہوجاتی۔ وہ بے شک نہایت ہی تیز طرار خیال خوانی کرنے والی تھی۔ اپنی ذہانت سے سرنگ بناتی ہوئی ایسی جگہ بھی پہنچ جاتی تھی۔ جہاں دوسروں کا پہنچنا ممکن نہیں ہوتا تھا۔ بعض اوقات وہ ناممکن کو ممکن بنادیا کرتی تھی۔

برین ماسٹر اور بابر دونوں کی یہی خواہش تھی کہ اسے کسی بھی طرح اپنے زیر اثر لے آئیں۔ وہ ایک عرصے سے اسی کوشش میں مصروف تھے اور میں نے اسے اپنی شریک حیات بنا کر ان کی تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

اس نے سوچا کہ وہ یقیناً کسی ملک میں ہنی مون منا رہی ہے۔ ایسے وقت اسے آسانی سے تلاش کیا جاسکتا ہے اگر وہ ملے گی تو اس کے ساتھ فرہاد بھی نظر آجائے گا۔ دونوں ایک ساتھ زندگی کی خوشیاں لوٹ رہے ہیں اور اب ایک ساتھ موت کا مزہ بھی چکھ سکتے ہیں۔

اس نے فون کے ذریعے ماسٹر سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ ''ماسٹر! آپ تو بالکل خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کی خاموشی سے فرہاد کو ڈھیل ملتی رہے گی۔ پتا نہیں وہ سرنگ بناتا ہوا ہمارے اندر اور کتنی دور تک پہنچ جائے گا؟''

''میں ایسا کچھ بھی ہونے نہیں دوں گا۔ ایک زبردست منصوبے پر عمل کر رہا ہوں۔ جب اس کا نتیجہ سامنے آئے گا تو تمہیں بتاؤں گا کہ میں نے کس حکمت عملی سے اس ناقابل شکست کو شکست دی ہے؟''

''میں بھی اسے تلاش کرنے کے لیے کہیں جانا چاہتا ہوں۔ اب اسے ڈھونڈنے میں کوئی زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی۔ کیونکہ نومی اس کے ساتھ ہے۔ وہ کہیں ہنی مون منا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک دکھائی دے گا تو دوسرا بھی نظر آجائے گا۔ ان کے یوں ساتھ رہنے سے ہمارا بھلا ہوسکتا ہے۔''

''تمہیں یہی کرنا چاہیے۔ تم عدنان تک پہنچنے میں تو ناکام رہے ہو۔ جمائلہ سے بھی دھوکا کھاتے رہے ہو۔ اب فرہاد اور ثنا تک پہنچنے کا راستہ نسبتاً صاف دکھائی دے رہا ہے تو تمہیں ان کی تلاش میں نکلنا چاہیے۔''

''جو انتہائی دولت مند ہوتے ہیں۔ وہ ہنی مون منانے کے لیے سوئٹزرلینڈ ضرور جاتے ہیں۔ میں پہلے وہیں جا کر انہیں تلاش کروں گا۔''

''ضرور جاؤ، وہ دونوں یقیناً کہیں نہ کہیں لائف انجوائے کر رہے ہوں گے۔ جب کامیابی کے آثار نظر آئیں تب مجھ سے رابطہ کرنا۔ میں اس بچے تک پہنچنے کے سلسلے میں بہت مصروف ہوں۔ لہٰذا خواہ مخواہ مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔''

برین ماسٹر فون کا رابطہ ختم کر کے وچ ڈاکٹر مہاراج گندھراج منتر جوگی کے بارے میں سوچنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ وہ خطرناک آتما شکتی جاننے والا ضرور شیوانی کی آتما تک پہنچ گا اور اس بچے کو ماں سے چھین کر اس کے پاس پہنچا دے گا۔

وچ ڈاکٹر منتر جوگی نے کہا تھا کہ وہ آج تمام رات مصروف رہے گا اور آدھی رات کے بعد یا صبح تک کوئی خوشخبری ضرور سنائے گا۔ ماسٹر اس قدر بے چین تھا کہ وہ صبح کا انتظار نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا تو وہ چونک کر بولا۔ ''تم کیوں آئے ہو؟''

''میں بہت بے چین ہوں۔ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تمہیں کہاں تک کامیابی ہو رہی ہے؟''

''میری بات چھوڑو۔ جو وعدہ کیا ہے۔ اس کے مطابق صبح تک تمہیں کوئی خبر ضرور سناؤں گا۔ اس وقت تمہیں میرے پاس نہیں آنا چاہیے تھا۔''

''چلو ٹھیک ہے، میں صبح تک تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔''

''آئندہ خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ نہ کرنا۔ میں نہیں چاہتا کہ اب تم سوچ کے ذریعے میرے اندر آؤ۔''

''تم ایسا کیوں نہیں چاہتے؟ جبکہ اب سے پہلے بھی میں خیال خوانی کے ذریعے تم سے باتیں کرتا رہا ہوں؟''

''پہلے کی بات اور تھی۔ اب تم مجھ سے بہت ہی اہم کام لے رہے ہو۔ جب میں کسی کا کام کرتا ہوں تو اسے اپنے اندر کی باتیں اور طریقہ کار نہیں بتاتا اور تم میرے اندر آکر چور خیالات پڑھ کر بہت سے طریقہ کار جان لو گے۔ سمجھ لو گے اور یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔''

''میں تمہارے طریقہ کار کو دیکھ یا سمجھ کر کیا کروں گا؟ مجھے کالے جادو سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم مجھے اپنے اندر آنے سے نہ روکو۔''

''صاف صاف سننا چاہتے ہو تو سنو کہ تم میرے چور خیالات بھی پڑھتے ہو اور میرے بہت سے اہم معاملات معلوم کر کے میری کوئی کمزوری بھی ڈھونڈتے رہتے ہو۔''

''تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔''

''مجھے نادان بچہ نہ سمجھو۔ میں نے منتروں سے اپنے دماغ کی سوچ کی لہروں کو بہت محدود کر دیا ہے اور مقفل کر دیا ہے۔ تم اصل معاملات تک کبھی پہنچ نہیں سکتے۔ اس کے باوجود اندیشہ رہتا ہے کہ تم کسی بھی طرح بہت کچھ معلوم کر سکتے ہو۔ لہٰذا میں اندیشوں میں مبتلا رہنا نہیں چاہتا۔ جو کہہ رہا ہوں وہی کرو۔ کل صبح فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کرو۔ بس اب جاؤ۔''

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ اس کے اندر سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ جھنجھلانے لگا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا' جیسے اس وچ ڈاکٹر نے اسے دھکا دے کر اپنے گھر سے نکال دیا ہو۔ وہ طاقت کے نشے میں چور تھا۔ بہت مغرور تھا۔ اپنی بے عزتی برداشت نہیں کرتا تھا لیکن اس وقت مجبور تھا۔ وہ وچ ڈاکٹر اس کا بہت بڑا کام کرنے والا تھا۔

اس نے غصے کو ضبط کرتے ہوئے سوچا۔ ''ٹھیک ہے وہ بچہ عدنان میرے قبضے میں آجائے پھر میں اس سے بھی نمٹ لوں گا۔ اس کا سارا غرور خاک میں ملا دوں گا۔ اسے بھی اپنا غلام بنا کر آیندہ اپنی مرضی سے کام لیا کروں گا۔''

وہ جانتا تھا کہ وچ ڈاکٹر منتر جوگی جرمنی کے شہر فرینکفرٹ کے ایک مضافاتی علاقے میں رہتا ہے۔ برین ماسٹر دنیا کے تمام ممالک کے شہروں کے بدنام مجرموں کی پوری ہسٹری جانتا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے انہیں اپنے زیر اثر لا کر ان سے اپنا کام نکالا کرتا تھا۔ اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ عدنان کو حاصل کرنے کے بعد دو چار مجرموں کو اس وچ ڈاکٹر کے پاس پہنچائے گا اور ان کے ذریعے اسے زخمی کرے گا پھر دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنا تابعدار بنالے گا۔

جو مجرمانہ ذہن رکھتے ہیں۔ وہ کبھی شریفانہ انداز سے نہیں سوچتے۔ وچ ڈاکٹر مہاراج گندھراج منتر جوگی بھی اس لحاظ سے بارے میں یہی سوچ رہا تھا۔ ''برین ماسٹر بہت ہی مکار اور خود غرض ہے۔ اپنا مطلب نکل جانے کے بعد بھی دوبارہ [illegible] لیے میرے پاس نہیں آئے گا۔ میں [illegible] کروں گا کہ وہ میرا محتاج بن جائے اور بار بار میری ہی طرف دوڑ کر آئے۔''

وچ ڈاکٹر منتر جوگی کی بھی یہ پہلی اور آخری خواہش تھی کہ وہ کسی بھی طرح مجھے زیر کر لے۔ ایسا کرنے کے لیے وہ کبھی براہ راست مجھ سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا۔ بہت محتاط رہنے کا عادی تھا۔ کسی ایسے موقع کی تاک میں تھا کہ اس سے میرا سامنا نہ ہو اور وہ کسی دوسرے کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلائے۔ میرا نشانہ لے اور مجھے زخمی کر کے اپنے زیر اثر لے آئے اور اگر ناکام ہو تو مجھے بھی یہ شبہ نہ ہو کہ اس منتر جوگی نے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

اب اسے موقع مل رہا تھا۔ وہ برین ماسٹر کی آڑ میں شیوانی کی آتما سے کھیل سکتا تھا اور مجھ تک پہنچ کر مجھے نقصان پہنچا کر اپنے زیر اثر لا سکتا تھا۔ ناکامی کی صورت میں یہ کبھی پتا نہ چلتا کہ کس نے ایسا کیا ہے؟ میں اور میرے ساتھی برین ماسٹر پر ہی شبہ کرتے رہتے۔

اس وقت جرمنی میں آدھی رات ہونے کو تھی۔ وچ ڈاکٹر منتر جوگی پچھلے دو گھنٹے سے ایک ہی منتر کا جاپ کر رہا تھا۔ اس کے سامنے پیتل کے بڑے بڑے تھال رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ماش کے آٹے میں سندور ملا کر تل کے تیل سے شیوانی کا پتلا بنایا تھا۔

وہ ایسا کرتے ہوئے ایک منتر کا جاپ کرتا رہا تھا پھر اس نے پتلے کو ایک ایسے تھال پر کھڑا کیا جہاں دو خانے بنے ہوئے تھے۔ ایک خانے میں یورپ لکھا ہوا تھا اور دوسرے خانے میں ایشیا۔ اس نے پتلے کو وہاں کھڑا کرنے کے بعد ایک منتر کا جاپ کیا تو پتلا ایشیا کے خانے میں اوندھے منہ گر پڑا۔ اس کا مطلب تو یہ تھا کہ شیوانی ایشیا کے ہی کسی ملک میں تھی۔

اس نے شیوانی کے پتلے کو اٹھا کر دوسرے تھال پر رکھا۔ اس تھال میں ایشیا کے کئی ملکوں کے نام کے خانے بنے ہوئے تھے۔ جب وہ منتر کا جاپ کرنے لگا تو وہ پتلا اس خانے میں اوندھے منہ گر گیا۔ جہاں برما لکھا ہوا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ شیوانی ملک برما میں تھی۔

اس نے ایک سادے تھال پر دو چار خانے بنائے اور اس میں برما کے دو چار بڑے شہروں کے نام لکھے پھر اس پتلے کو اس پر کھڑا کر دیا۔ منتر کا جاپ کیا تو پتلا رنگون شہر کے خانے میں گر پڑا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک الماری کے پاس آیا۔ وہاں کئی فائلیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک فائل میں برما کے مختلف شہروں کے نقشے تھے۔ اس نے رنگون کا بڑا سا نقشہ

نکال لیا پھر واپس اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ اس پتلے کو اٹھا کر نقشے کے درمیان رکھ کر منتر کا جاپ کرنے لگا۔ وہ پتلا رنگون کے جنوب کی طرف گر گیا۔ ادھر ایک رہائشی علاقہ تھا۔ اس علاقے کے کتنے ہی راستوں اور گلیوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔

وہ ایک بڑے سے کاغذ پر ان راستوں اور گلیوں کے نام لکھنے لگا پھر اس نے اس کاغذ پر پتلے کو کھڑا کیا اور منتر کا جاپ کرنے لگا۔ ذرا دیر بعد ہی وہ پتلا اسٹریٹ ماؤ موتو نو پر اوندھے منہ گر پڑا۔ وہ بڑے فخر سے مسکرا رہا تھا۔ بڑی کامیابی سے شیوانی تک پہنچ رہا تھا۔

اس نے برین ماسٹر کو اسی لیے اپنے اندر آنے سے منع کیا تھا کہ اسے اس کے طریقہ کار کا پتا نہ چل سکے اگر وہ اس کے اندر آتا اور اسے معلوم ہوتا کہ شیوانی رنگون شہر میں ہے اور اسٹریٹ ماؤ موتو نو کے کسی بنگلے میں رہتی ہے تو وہ اس سے پہلے وہاں پہنچنے کی کوشش کرتا اور ماں کے ساتھ رہنے والے اس بچے کو اٹھا کر لے جاتا پھر وہ وچ ڈاکٹر منتر جوگی ان ماں بیٹے کے ذریعے مجھ تک بھی نہ پہنچ پاتا۔

وہ ایک منتر پڑھتے پڑھتے اپنی ایک غلام آتما کو کال کرنے لگا۔ یہ اس کے کالے عمل کا بہت ہی بڑا اور بہت ہی خطرناک مرحلہ ہوتا تھا۔ ایسے وقت وہ فرش پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ جس غلام آتما کو کال کر رہا تھا۔ وہ اس کے پاس آ چکی تھی۔ اب وہ ایک منتر کے ذریعے اپنی آتما کو کال کر رہا تھا اور اسے غلام آتما کے ساتھ منسلک کر رہا تھا۔

ایک تھکا دینے والے عمل کے بعد وہ دونوں آتمائیں ایک دوسرے سے بندھ گئیں۔ ان کی پندش اس طرح تھی کہ منتر جوگی کی آتما اس جسم کے اندر ہی تھی لیکن دونوں روحوں کے درمیان ایک سحری رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ آیندہ غلام آتما جہاں جانے والی تھی، جو کرنے والی تھی۔ وہ تمام معلومات منتر جوگی کی آتما کو حاصل ہوتی رہتیں۔

اس کی آتما نے غلام آتما کو حکم دیا کہ وہ رنگون شہر کی اسٹریٹ ماؤ موتو نو جائے اور وہاں کے رہائشی بنگلوں میں جا کر دیکھے کہ کس بنگلے میں ایک عورت اپنے چھ سالہ بچے کے ساتھ قیام پذیر ہے؟

وہ آتما حکم کی تعمیل کے لیے چلی گئی۔ وچ ڈاکٹر منتر جوگی آنکھیں بند کیے چاروں شانے چت ایسے لیٹا ہوا تھا۔ جیسے مر چکا ہو لیکن وہ زندہ تھا۔ اس کے اندر اس کی روح موجود تھی۔ مگر اس کے جسم سے زیادہ دوسری غلام آتما سے منسلک ہو گئی تھی اس طرح وہ آنکھیں بند کیے صاف طور سے غلام آتما کو دیکھ رہا تھا کہ وہ ماؤ موتو نو پہنچ چکی ہے اور ایک ایک بنگلے میں جھانکتی پھر رہی ہے پھر وہ ایک ایسے بنگلے میں پہنچی جہاں شیوانی عدنان کے ساتھ موجود تھی۔

اس وقت رنگون میں شام کے چار بج رہے تھے۔ وہ لباس بدل رہی تھی۔ عدنان کو ساتھ لے کر کسی تفریح گاہ میں جانے والی تھی۔ وچ ڈاکٹر منتر جوگی نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ اس نے پاس رکھے ہوئے موبائل فون کو اٹھایا پھر اس کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر کہا۔ ''فوراً میرے اندر آؤ۔''

وہ اس کے اندر آ کر بولا۔ ''میں حاضر ہوں۔ کیا حکم ہے؟''

''میرے اندر رہ کر ایک عورت اور بچے کی باتیں سنو۔ ان کی آواز اور لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لے کر ان کے اندر پہنچو۔''

وچ ڈاکٹر منتر جوگی اپنی آتما کے ذریعے غلام آتما تک پہنچا ہوا تھا۔ شیوانی اور عدنان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کا تابعدار ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اس کے اندر رہ کر ان کی آواز اور لب و لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کر رہا تھا۔

پھر اس نے کہا۔ ''اب میں ان دونوں کے اندر پہنچ سکتا ہوں۔''

اس نے حکم دیا۔ ''ٹھیک ہے، اب میرے اندر سے جاؤ اور دس منٹ بعد واپس آؤ۔''

وہ چلا گیا۔ منتر جوگی نے شیوانی کے پتلے کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر منتر پڑھنا شروع کیا پھر اپنی غلام آتما کو حکم دیا کہ وہ شیوانی کی آتما سے رابطہ کرے۔

وہ غلام آتما حکم کی تعمیل کرنے لگی۔ شیوانی کے اندر پہنچ کر اس کی آتما سے ملنے کی کوشش کرنے لگی۔ شیوانی کھڑی ہوئی تھی۔ ایک جگہ بیٹھ گئی۔ کچھ بے چینی سی محسوس کرنے لگی۔

عدنان نے پاس آ کر اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر پوچھا۔ ''آپ کیوں بیٹھ گئیں؟ کچھ پریشان ہیں؟''

وہ اس سے لپٹ کر بولی۔ ''کوئی بات نہیں ہے۔ میری جان! کچھ بے چینی سی محسوس کر رہی ہوں۔ ابھی ٹھیک ہو جاؤں گی۔''

تھوڑی دیر بعد ہی اس کی طبیعت سنبھل گئی اور بے چینی ختم ہو گئی۔ کیونکہ وہ غلام آتما اب اس کی آتما کو چھیڑنے کی کوشش نہیں کر رہی تھی۔

وچ ڈاکٹر منتر جوگی کو یہ معلوم ہو رہا تھا کہ شیوانی کے جسم کو لاک کر دیا گیا ہے۔ کوئی بھی پراسرار کالے علم کے ذریعے اس کے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگا۔ ''یہ کیسے ہو گیا؟ کس نے اس کے جسم کو اس طرح لاک کیا ہے کہ میں اتنا زبردست عمل کرنے کے باوجود اس کے اندر نہیں پہنچ پا رہا ہوں؟''

وہ یہ معلوم کیے بغیر نہیں رہ سکتا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اس نے ایک تھال پر دو خانے بنائے ایک خانے میں کالا جادو لکھا اور دوسرے خانے میں روحانی عمل..... پھر اس نے پتلے کو اپنی ہتھیلی پر رکھا اور منتر پڑھتا ہوا اسے تھال کے بیچ میں کھڑا کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ پتلا روحانی عمل کے خانے میں گر پڑا۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس پتلے کو دیکھنے لگا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ بابا صاحب کے ادارے میں جن بزرگ کا نام علی اسد اللہ تبریزی ہے۔ انہوں نے ہی یہ عمل کیا ہو گا۔ وہ اپنے پراسرار علم کے ذریعے کسی کی بھی آتما تک پہنچ جاتا تھا اور جس کے جسم سے آتما کو نکالنا ہوتا تو بڑی مہارت سے نکال دیتا تھا۔ شیوانی کے پاس پہنچ کر کئی بار ناکامی ہو رہی تھی۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے دماغ میں تمام پراسرار علوم کو کھنگالنے لگا۔ یہ معلوم کرنے لگا کہ کس علم کے ذریعے وہ روحانی عمل کا توڑ کر سکتا ہے؟

اس کے ایک پراسرار علم نے بتایا کہ جب تک شیوانی کی موت نہیں ہو گی اور اس کے اندر سے آتما خود نہیں نکلے گی۔ اس وقت تک اس آتما کو وہ اپنے قابو میں نہیں کر سکے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اس کی موت کب ہو گی؟ کیا اس روحانی علم جاننے والے نے اس کی موت کا کوئی وقت مقرر کیا ہے؟ مگر نہیں..... یہ مسلمان عالم زندگی اور موت کے بارے میں صرف اپنے خدا کی رضا میں راضی رہتے ہیں اور ایسا کوئی علم سیکھتے ہیں اور نہ ہی عمل کرتے ہیں۔ کسی مرنے والے کی آتما کو اپنے قابو میں کر کے دوسرے کے جسم میں پہنچا کر اسے نئی زندگی دینے کا چمتکار نہیں دکھاتے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ سب شیطانی عمل ہیں اور عارضی ہیں۔ ایسا عمل کرنے والے ہمیشہ شیطانی چکروں میں رہتے ہیں۔ انجام کار بہت نقصان اٹھاتے ہیں اور ہمیشہ حرام موت ہی مرتے ہیں۔

اس نے ایک تھال میں پھر سے تین خانے بنائے۔ ایک خانے میں لکھا کہ طبعی موت مرے گی۔ دوسرے میں لکھا سی حادثے کا شکار ہو گی۔ تیسرے خانے میں لکھا اسے قتل کیا جا سکتا ہے؟

اس نے پھر سے اس پتلے کو اپنے ہاتھ میں لیا اور منتر پڑھتے ہوئے اسے تھال کے بیچ میں رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ پتلا طبعی موت کے خانے میں اوندھے منہ گر پڑا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ اگر وہ شیوانی پر قاتلانہ حملہ کرنا چاہے گا تو کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ اسے اس کی طبعی موت کا انتظار کرنا ہو گا۔

اس نے ایک تھال کے لکھے ہوئے حروف کو مٹا کر پھر سے تین خانے بنائے۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس کی طبعی موت کب ہو گی؟ اس نے ایک خانے میں لکھا۔ برسوں میں؟ دوسرے خانے میں لکھا مہینوں میں؟ اور تیسرے خانے میں لکھا دنوں میں؟ اس پتلے کو پھر تھال کے وسط میں رکھا گیا۔ منتر پڑھا گیا۔ وہ دنوں کے خانے میں اوندھے منہ گر پڑا۔

اس بار اس نے ایک تھال میں بارہ خانے بنائے۔ ایک خانے میں لکھا تیس دن میں؟ دوسرے خانے میں لکھا بیس دن میں؟ تیسرے خانے میں لکھا دس دن میں؟ پھر اس کے بعد ایک خانے میں نو دن؟ دوسرے میں آٹھ؟ اور تیسرے میں سات دن؟ اس طرح اس نے سب سے آخری خانے میں ایک دن لکھا۔

پتلے کے ساتھ پھر سے وہی عمل کیا گیا تو وہ نمبر نو کے خانے میں اوندھے منہ گر گیا۔ منتر جوگی نے اطمینان کا سانس لیا۔ دل میں کہا۔ ''زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ آج سے آٹھ دن کے بعد جس وقت جس لمحے میں بھی اس کی موت ہو گی اور اس کی آتما جسم سے نکلے گی تو میں فوراً اسے اپنے قابو میں کر لوں گا۔ اسے کسی دوسرے جسم میں پہنچا دوں گا۔ اس کی آتما بھی میری تابعدار بن کر آیندہ میرے کام آئے گی۔''

اس نے اپنے معمول اور تابعدار ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بلایا پھر حکم دیا کہ وہ شیوانی اور عدنان کے پاس جائے اور یہ معلوم کرے کہ فرہاد ان دنوں کہاں ہے؟ وہ اپنے پوتے سے کس طرح رابطہ کرتا ہے؟ کیا شیوانی کے ذریعے فرہاد کی مصروفیات کے بارے میں کچھ معلوم کیا جا سکتا ہے؟''

اس کا تابعدار ٹیلی پیتھی جاننے والا یہ ساری معلومات لینے کے لیے شیوانی اور عدنان کے پاس پہنچ گیا۔ ایسے وقت میں اپنے پوتے کے پاس تھا۔ آخری دنوں میں اس کے پاس جاتا رہتا تھا اور اسے پیار کرتا رہتا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ ''بیٹے! میں تمہارا گرینڈ پاپا ہوں۔ تمہارے پاس کبھی کبھی آتا تھا مگر اب روز ایک بار آیا کروں گا اور تمہیں پیار کرتا رہوں گا۔''

میں اس سے تھوڑی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے چومتا رہا پھر شیوانی کے پاس آیا۔ اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ ''پاپا! اب صرف آٹھ دن ہیں۔ میں موت سے نہیں ڈرتی مگر بیٹے کو چھوڑ کر جانے کا بہت دُکھ ہے۔''

میں نے کہا۔ ''سب ہی کو ایک دن اس دنیا سے جانا ہے۔ کوئی ہمیشہ کے لیے نہیں آتا۔ وہ مائیں خوش نصیب ہوتی ہیں' جو اپنی اولاد سے محبت کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہو جاتی ہیں لیکن تم تو بار بار مرتی رہی ہو اور نئی زندگی پاتی رہی ہو۔ اس لیے تمہارے اندر یہ بات نقش ہو چکی ہے کہ کسی بھی طرح پھر ایک نئی زندگی پا کر اپنے بیٹے کو کلیجے سے لگائے رکھو گی لیکن اب یہ ناممکن ہو گیا ہے۔''

وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ ''پاپا! آپ ناراض نہ ہوں تو ایک بات کہوں.....؟ اگر جناب تبریزی چاہیں تو مجھے پھر ایک بار نئی زندگی حاصل کرنے کا موقع دے سکتے ہیں۔''

''وہ ایسا کبھی نہیں چاہیں گے۔''

''پھر تو یہ ایک ماں پر ظلم ہو گا؟''

''ایک نجومی نے میری بھی موت کی پیش گوئی کی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ تمہاری موت کے دوسرے دن میری موت ہو گی اگر تمہیں مرنے نہ دیا جائے اور تمہاری آتما کو پھر کسی جسم میں جانے کی اجازت دی جائے تو ادھر تمہیں اور ادھر مجھے نئی زندگی ملے گی۔ میری آنے والی موت بھی ٹل جائے گی۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''ہے بھگوان! وہ نجومی کون ہے؟ وہ صرف میری ہی نہیں آپ کی بھی نئی زندگی کی خوش خبری سنا رہا ہے۔ اب تو جناب تبریزی کو میرے بارے میں نہ سہی، آپ کے بارے میں ضرور سوچنا چاہیے۔ وہ آپ کی سلامتی چاہیں گے تو مجھے بھی ایک نئی زندگی مل جائے گی۔''

''وہ ایسا نہیں کریں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ جس کی موت کا جو وقت مقرر ہو چکا ہے، اسے اسی وقت اس دنیا کو چھوڑ دینا چاہیے۔ میں اپنی فیملی اور ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بہت اہم ہوں۔ اس کے باوجود اعلیٰ حضرت اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی ہیں۔ انہوں نے ہم دونوں کو قدرت کی منشا کے مطابق چھوڑ دیا ہے۔''

میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ ''تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ تم اعلیٰ حضرت کے خلاف سوچ رہی ہو؟ کوئی بات نہیں سوچتی رہو۔ اعلیٰ حضرت کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جو ہونا ہے وہی ہو گا۔ کوئی دنیاوی طاقت ہونی کو انہونی نہیں بنا سکتی۔''

میں نے اس سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ اس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ ہماری گفتگو کے دوران میں منتر جوگی کا تابعدار ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں پہنچ چکا تھا اور میری اور شیوانی کی باتیں سنتا رہا تھا۔

اس نے فوراً ہی منتر جوگی کے پاس آ کر وہ تمام باتیں بتائیں۔ تو وہ خوشی سے کھل گیا۔ اس نے اپنے تابعدار ٹیلی پیتھی جاننے والے سے پوچھا۔ ''کیا تم نے یہ اچھی طرح سنا ہے کہ کسی نجومی نے فرہاد کی موت کی پیش گوئی کی ہے؟ اور وہ روحانی علم جاننے والے بزرگ بھی اس پیش گوئی کو مانتے ہیں؟ اور فرہاد کو بچانے کی کوئی کوشش نہیں کر رہے ہیں؟''

''جی ہاں، میں نے یہی باتیں سنی ہیں اگر روحانی عمل کے ذریعے شیوانی کی آتما کو بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا جائے اور اسے کسی دوسرے جسم میں جا کر زندگی گزارنے کا موقع دیا جائے تو فرہاد کی موت بھی ٹل جائے گی لیکن ایسا ہونے والا نہیں ہے۔''

وہ خوشی سے اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولا۔ ''اور ایسا ہونا بھی نہیں چاہیے۔ فرہاد کو بھی شیوانی کی موت کے دوسرے دن ضرور مر جانا چاہیے۔ جیسے ہی اس کی موت ہو گی۔ اس کے جسم سے آتما نکلے گی' میں اس پر قبضہ جما لوں گا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کو غلام بنایا جائے تو وہ غلامی عارضی ہوتی ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی نہ کسی طرح رسیاں تڑا کر نکل جاتا ہے لیکن روح ایک بار غلام بن جائے تو پھر وہ اس غلامی سے نجات نہیں پا سکتی۔ فرہاد بھی میرے شکنجے سے کبھی نہیں نکل سکے گا۔''

اس نے اپنے تابعدار ٹیلی پیتھی جاننے والے کو رخصت کیا پھر میرے بارے میں پوری توجہ سے سوچنے لگا۔ کہ آئندہ اسے کیا کرنا ہے؟ یہ بات سمجھ میں آئی کہ میری موت کے وقت وہ اپنے کسی آلہ کار کے ذریعے میرے قریب رہے۔ تاکہ میری روح کے نکلتے ہی وہ اسے اپنی گرفت میں لے سکے اور اپنے آلہ کار کو ہلاک کر کے میری روح کو اس کے اندر پہنچا سکے۔ وہ اسی طرح مجھے اپنے شکنجے میں لے کر اپنی آخری سانس تک اپنا غلام بنا کر رکھ سکتا تھا۔

اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ میرا صحیح پتا ٹھکانا معلوم کرے۔ اور یہ اس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اس نے میرا موجودہ پتا معلوم کرنے کے لیے وہی طریقہ اپنایا جو شیوانی کے لیے کر چکا تھا۔ اس نے میرا بھی ایک پتلا بنایا اور اسے بھی مختلف تھالوں میں رکھتا گیا اور یہ معلوم کرتا گیا کہ میں

مغرب ہوں یا مشرق میں؟ مغرب میں ہوں تو سوئیٹزرلینڈ میں ہوں اور سوئیٹزرلینڈ میں ہوں تو وہاں کے ایک شہر جینوا میں ہوں اگر جینوا میں ہوں تو وہاں کی ایک جھیل کنارے کالج میں ہوں۔

یہاں تک معلوم کرنے کے بعد اس نے پوری طرح منہ کھول کر ایک لمبی سانس چھوڑی پھر ایک لمبی سانس کھینچی۔ پہلے وہ مجھے میری زندگی میں ہی زیر اثر لانا چاہتا تھا۔ اب اس سے بھی بڑھ کر کامیابی ملنے والی تھی۔ میری موت کے بعد میری روح ہمیشہ کے لیے اس کی غلام بن جانے والی تھی۔

☆☆☆

بابر دوسری صبح ہی سوئیٹزرلینڈ کے شہر جینوا پہنچ گیا۔ میں ثنا کے ساتھ وہاں نہیں تھا۔ ہم نے یہ طے کیا تھا کہ شمالی پہاڑوں پر جائیں گے، جہاں اسکی اِنگ کے کھیل تماشے دیکھنے کے لیے عورتوں مردوں اور بچوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اس بھیڑ میں میرے بچے مجھ سے ملیں گے تو کسی دشمن کی نظروں میں نہیں آسکیں گے۔

بابر نے پہلے جینوا میں آکر ہمیں تلاش کیا، اکثر ہنی مون منانے آنے والے جوڑے اسی جھیل کنارے کالج میں آکر قیام کرتے ہیں۔ وہ ان جھیلوں کے انچارج کے اندر خیال خوانی کے ذریعے پہنچ گیا۔ وہ انچارج اس کی مرضی کے مطابق رجسٹر کھول کر ہر کالج کے بارے میں بتانے لگا کہ کون سا کالج کس کے نام سے بک کیا گیا ہے پھر اس نے کالج نمبر بی نو نو نی دن کے بارے میں بتایا کہ پہلے یہ نومی کے نام سے بک کرایا گیا تھا پھر اسے ثنا تبریزی کے نام پر منتقل کر دیا گیا ہے۔

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ ثنا تبریزی اب سے بارہ گھنٹے پہلے اسے لاک کر کے اپنے شوہر کے ساتھ کہیں گئی ہے۔ اس کالج کو دو ماہ کے لیے بک کرایا گیا تھا۔ وہ واپس آنے والی تھی۔

بابر کے لیے اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ یہ یقین ہو گیا کہ ہم دونوں سوئٹزرلینڈ میں ہیں اور اسکی اِنگ سے انجوائے کرنے کے شمالی پہاڑوں کی طرف گئے ہیں۔ جہاں سال کے بارہ مہینے برف جمی رہتی ہے اور کھیل تماشے ہوتے رہتے ہیں۔

ثنا میرے ساتھ ان پہاڑوں پر آگئی تھی مگر کسی کھیل تماشے سے دلچسپی نہیں لے رہی تھی۔ زیادہ سے زیادہ میرے ساتھ وقت گزارنا چاہتی تھی اگر میں اس کے ساتھ نہ رہتا تو وہ کھانا پینا اور سونا چھوڑ دیتی۔

پہلے میں نے اسے پیار و محبت سے سمجھایا۔ ''کہ صدمہ جھیلنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ حالات سے سمجھوتا کرو' کھاؤ پیو اور میرے ساتھ انجوائے کرو۔ جو تھوڑے سے دن رہ گئے ہیں۔ ان کو یادگار بنا دو۔''

لیکن وہ کوششیں کرنے کے باوجود ایسا نہیں کر پا رہی تھی۔ کیونکہ دل و دماغ میری موت کی طرف اٹکا ہوا تھا تب میں نے مجبوراً اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کھلانا پلانا اور سلانا شروع کیا۔ اس طرح وہ دماغی طور پر نارمل رہنے لگی اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ دو چار روز میں شاید پاگل ہو جاتی یا صدمے سے مر جاتی اگر موت نہ آتی تو خودکشی کر لیتی۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ کے بہت کچھ معلوم کرتا رہتا تھا۔

میں نے کہا۔ ''تم صرف میری ذات سے وابستہ ہو گئی ہو۔ یہ نہیں سوچتیں کہ دشمن مجھے وقت سے پہلے مار سکتے ہیں؟''

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''میں درست کہہ رہا ہوں۔ دشمن جینوا پہنچا ہوا ہے اور ہمارے بارے میں بہت کچھ معلوم کر چکا ہے۔ اسے ہمارا کالج بھی معلوم ہو گیا ہے۔''

وہ حیرانی سے بولی۔ ''کیا بابر یہاں تک پہنچ گیا ہے؟''

''ہاں، تم ادھر دھیان دو گی تو کچھ معلوم کر سکو گی۔ فار گاڈ سیک۔ خیال خوانی کیا کرو۔ دشمن کی خبر رکھا کرو۔''

''میں نہیں چاہتی' کوئی بھی دشمن ان چھٹیوں میں ہمارے درمیان آئے۔ کیا میں اسے بھٹکا دوں؟''

''ابھی تو میں نے بھٹکایا ہے۔ وہ ایک ہیلی کاپٹر میں اس طرف آنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس نے ایک ایسے ہیلی کاپٹر میں سیٹ ریزرو کرائی ہے۔ جو اسے پیرس لے جائے گا۔ اسے بھٹک کر پیرس جانے دو۔ واپس آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ ویسے تمہیں اس کی خبر رکھنی چاہیے۔''

اس نے وعدہ کیا کہ آئندہ اس کے اندر آتی جاتی رہے گی۔ اسی شام پارس، پورس، الپا، عالی، کیریا، انوشے، تاشہ اور جمائلہ سب ہی وہاں پہنچ گئے۔ سونیا نے انہیں سمجھا دیا تھا کہ وہ روزانہ صرف ایک گھنٹے کے لیے مجھ سے باری باری ملنے جائیں گے۔ پھر اس کے بعد میری طرف رخ نہیں کریں گے۔ سونیا کے فیصلے اور اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا تھا۔ وہ اس کی ہدایت کے مطابق مجھ سے ملنے آئے تھے۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ان سب کو وش کیا پھر

کہا۔ ''کل صبح نو بجے سے میرا ایک ایک بیٹا ایک ایک بیٹی، پوتی اور بہوئیں مجھ سے ملنے آیا کریں گی۔ کس ترتیب سے آئیں گی یہ سب آپس میں فیصلہ کر لو۔ کل سے آٹھ گھنٹے تک تم لوگوں کی آمد و رفت رہے گی۔ تم سب کو میرے پاس آتے ہوئے بہت محتاط رہنا ہوگا۔''

دوسرے دن سب سے پہلے پارس نے مجھ سے ہوٹل کے لاؤنج میں ملاقات کی۔ وہ ایک اجنبی کی حیثیت سے میرے قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ میرے بیٹے پارس' پورس اور کبریا میری طرح فولادی کلیجہ رکھتے ہیں لیکن میری موت کا معاملہ ہی کچھ ایسا تھا کہ وہ فولاد بھی اندر سے پگھل گئے تھے۔ رونے کو دل کرتا تھا مگر اپنے آنسو ضبط کر رہے تھے۔

میں نے کہا۔ ''بیٹے! ابھی میں جانے والا ہوں۔ ایک دن تم بھی اس دنیا سے جاؤ گے۔ تمہارے پیچھے بھی الپا اور انوشے بہت روئیں گی لیکن مرد کی آنکھ میں آنسو نہیں آنے چاہئیں۔''

میں اسے سمجھاتا رہا۔ وہ جبراً مسکراتے ہوئے باتیں کرنے لگا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے الپا سے کہہ دیا تھا کہ میرے کمرے کا لاک کھلا ہوا ہے۔ وہ وہاں جا کر میرا انتظار کر سکتی ہے۔

جب پارس سے ملاقات کا وقت ختم ہو گیا تو میں لفٹ کے ذریعے اوپر اپنے کمرے میں آگیا۔ مجھے دیکھتے ہی الپا دوڑتی ہوئی آکر مجھ سے لپٹ گئی اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ میں نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ ''یہ جانتا تھا کہ تم آنسو روک نہیں پاؤ گی۔ اگر باہر ملاقات کرتا تو ہماری ملاقات تماشا بن جاتی۔ چلو اب اپنے آنسو پونچھو۔ جتنی جلدی ہو سکے رونا بند کرو۔ ایسا نہ ہو کہ روتے روتے ہی ملاقات کا وقت ختم ہو جائے۔''

میں نے اسے ایک صوفے پر بٹھایا۔ پھر اپنے رومال سے اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ ایسی محبت تو اسے اپنے باپ سے بھی نہیں ملی تھی۔ وہ پھر تڑپ کر مجھ سے لپٹ گئی اور رونے لگی۔ آخر وہی ہوا جو میں نے کہا تھا۔ اسے سمجھاتے مناتے ہی ملاقات کا وقت گزر گیا۔

میں نے کہا۔ ''اب یہاں سے جاؤ۔ کل پھر ایک گھنٹے کے لیے اسی کمرے میں آجانا۔''

اس کے بعد پورس سے ہوٹل کے گارڈن میں ملاقات کا وقت مقرر ہوا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی جبراً مسکرانے اور گلے لگ کر بولا۔ ''گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں..... آپ ایسے شہسوار ہیں جو کبھی زندگی میں نہیں گرے۔ بس ایک بار ہی گریں گے پھر کبھی نہیں اٹھیں گے۔''

ایسا کہتے کہتے اس کی آواز بھرا گئی۔ میں نے اس کی پشت پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ''نہیں بیٹے! خبردار! میرے فولادی آنکھ سے آنسو ٹپکے گا تو باپ کو شرم آئے گی۔''

وہ فوراً ہی مجھ سے الگ ہو گیا۔ میرے دونوں شانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ ''آج تک میری آنکھ سے کبھی ایک آنسو نہیں ٹپکا مگر اب میں ایسا فولاد بھی نہیں ہوں کہ اگلے آٹھ دنوں تک اپنے اس باپ کا چہرہ دیکھوں جو موت کی طرف گامزن ہے۔ میں آج ہی واپس جا رہا ہوں۔ بس یہ ایک ملاقات ہی کافی ہے۔ ہم نہ مل کر بھی ایک ہیں۔ آپ کا لہو میری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ آپ کا بدن میرا بدن ہے۔ میں آپ کی آنکھوں سے دنیا کو دیکھتا آرہا ہوں۔ آپ ہی کی ذہانت سے دوستوں سے محبت کرتا اور دشمنوں سے نمٹتا آرہا ہوں۔ آپ تو دنوں کے مہمان ہیں لیکن میرے اندر میرا باپ ہمیشہ زندہ رہے گا۔''

اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا پھر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کر کے منہ پھیر کر میرے سامنے سے چلا گیا۔ میں نے خوش ہو کر کہا۔ ''شاباش بیٹے! مجھے تم پر فخر ہے۔''

وہ پلٹ کر بولا۔ ''آپ پارس پر بھی فخر کریں۔ میں نے تو آپ کے سامنے اتنا کہہ دیا۔ وہ تو کچھ کہے سنے بغیر ہی یہاں سے جا چکا ہے اور کبریا بھی یہی کرنے والا ہے۔ ہم تینوں بیٹے اپنے اندر ساری عمر آپ کے لہو سے ملتے رہیں گے۔''

کبریا سے ملاقات ہوئی تو اس نے بھی یہی کہا۔ ''اب آپ کی زندگی کے چند دن رہ گئے ہیں۔ ہمیں آپ کے آس پاس نہیں رہنا چاہیے۔ دشمن کو کسی طرح کا فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ میرے لیے دن کے بارہ بجے سے ایک بجے تک آپ سے ملنے کا وقت مقرر ہے۔ میں اسی وقت خیال خوانی کے ذریعے آپ سے کچھ باتیں کر لیا کروں گا لیکن اب آپ کے سامنے نہیں آؤں گا۔ آپ بیٹی، بہو اور پوتی کو سمجھائیں۔ ان کا رو رو کر برا حال ہے۔''

وہ وقت مقررہ سے آدھے گھنٹے پہلے ہی رخصت ہو گیا۔ میں نے ثنا سے کہا تھا کہ وہ ایسے وقت ہوٹل کے دوسرے کمرے میں رہ کر خیال خوانی کرتے ہوئے وقت گزارے۔ بابر کا خاص طور پر خیال رکھے اور اسے بھٹکاتی رہے۔ جب میرے اندر آنا چاہے تو چپ چاپ آجائے اور بچوں سے ہونے والی باتیں سنتی رہے۔ اسے ہمارے درمیان

آنے کی کھلی اجازت ہے۔

میری طرف سے اسے جو گہری محبت اور اپنایت مل رہی تھی۔ اسے دیکھ دیکھ کر وہ اور زیادہ رونے لگتی تھی۔ ایسے وقت میرے پاس ایک ہی طریقہ ہوتا تھا کہ میں اس کے دماغ پر قبضہ جمالیتا تھا اور اسے تھپک تھپک کر سلا دیتا تھا۔ ایک گھنٹے کی نیند کے بعد وہ بیدار ہوجاتی تھی اور شکایت کرتی تھی کہ میرے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہو؟

میں کہتا تھا۔ ''جب تک تم رونے سے باز نہیں آؤ گی۔ میں تمہیں سزا کے طور پر اس طرح جبراً سلایا کروں گا اور تم ایک گھنٹے تک مجھ سے نیند کی وجہ سے دور رہا کرو گی۔''

میرے اس طریقہ کار کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ وہ رونے سے باز آگئی۔ آنسو ضبط کرنے لگی اور کبھی کبھی جبراً مسکرانے بھی لگی۔ بہرحال ابھی میرے بچوں کا ذکر ہورہا ہے۔ مجھے عالی سے ایسی توقع نہیں تھی۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ وہ بھی میرے دماغ میں آتے ہی دھاڑیں مار کر رونے لگے گی لیکن اس نے مسکرا کر پوچھا۔ ''ہائے پاپا! موت کی طرف کا سفر کیسا لگ رہا ہے؟''

میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ ''بڑا مزہ آرہا ہے۔ عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ ہر انسان کو ایک دن موت کا مزہ تو چکھنا ہی ہے۔ جب کوئی بہت ہی ذائقے دار سالن پکتا ہے تو اس کی خوشبو دور سے آجاتی ہے۔ اسے چکھنے سے پہلے ہی اس کا مزہ ملتا رہتا ہے۔ اسی طرح موت کا ذائقہ چکھنے سے پہلے اس کی مہک مجھے مزہ دے رہی ہے۔''

اس نے خیال خوانی کے ذریعہ ہی مجھے ایک کس کیا پھر بولی۔ ''جسٹ آ منٹ پاپا! میں ابھی رابطہ کرتی ہوں۔''

وہ میرے دماغ سے چلی گئی پھر جہاں تھی' وہاں آنچل کو منہ میں ٹھونس کر رونے لگی اگر ایسا نہ کرتی تو منہ سے چیخیں نکلنے لگتیں۔ بیٹیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ اپنے آنسو پی پی کر باپ کو مسکراہٹ سے بہلاتی رہتی ہیں۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے انوشے کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ''بیٹی! تم روحانی ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ تمہیں ایسی خیال خوانی سے منع کیا گیا ہے۔ آج اپنی اس آنٹی کی خاطر ایک ذرا خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر آجاؤ اور روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دماغ کو ایسا ٹھوس بنادو کہ پاپا کے سامنے میرے آنسو نہ نکلیں۔''

انوشے نے اس کے اندر آکر کہا۔ ''بے شک۔ مجھے خیال خوانی کے لیے منع کیا گیا ہے لیکن ضرورت کے وقت اجازت ہے۔''

یہ کہہ کر وہ کلام پاک کی ایک آیت پڑھنے لگی اور کچھ ہدایت اس کے ذہن میں نقش کرنے لگی۔ دس منٹ کے اندر ہی عالی کے آنسو تھم گئے۔ دماغ پر سکون ہوگیا۔ اس نے کہا۔ ''شکریہ انوشے! تم نے میرا بہت بڑا کام کیا ہے۔''

''بے شک، میں نے آپ کا ایک کام کیا ہے لیکن یہ بھی سیکھا ہے کہ اپنے گرینڈ پاپا کے سامنے رونا نہیں چاہیے۔ انشاءاللہ میری آنکھ میں بھی آنسو نہیں آئیں گے۔ اچھا اب جاتی ہوں۔''

وہ چلی گئی۔ عالی نے واش روم میں جاکر منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ آنکھوں کو اچھی طرح دھویا پھر تولیے سے چہرہ خشک کرنے کے بعد واش روم سے باہر آگئی۔ خیال خوانی کے ذریعے پھر ایک بار مسکرا کر مجھ سے باتیں کرنے لگی۔

میں نے کہا۔ ''میرے تینوں بیٹوں نے تو بڑے حوصلے سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ آئندہ میرے روبرو نہیں آئیں گے۔ مجھ سے ملاقات نہیں کریں گے۔ خیال خوانی کے ذریعے باتیں کریں گے اگر روز ملنے آئیں گے تو خواہ مخواہ صدمات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ یہ سوچ سوچ کر دل دکھتا رہے گا کہ میری موت کا وقت قریب سے قریب تر آتا جارہا ہے۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ''دراصل میرے بھائی اپنے آنسو چھپانا چاہتے ہیں۔ اس لیے آپ سے دور ہوگئے ہیں۔ میں بھی خیال خوانی کے ذریعے ہی آپ سے ملتی رہوں گی۔ اب تو لو دن رہ گئے ہیں۔ جس میں سے آج کا ایک دن گزر رہا ہے۔ باقی کے آٹھ دنوں میں آٹھ گھنٹوں تک ملنا ہے اور یہ سات گھنٹے میری زندگی میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔''

وہ ایک گھنٹا گزار کر چلی گئی۔ اس کے بعد انوشے نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''گرینڈ پاپا! لنچ کا وقت ہوگیا ہے۔ میں یہاں کے ڈائننگ ہال میں آپ کا انتظار کررہی ہوں۔ پلیز، جلدی سے آئیں۔ کھانے کا آرڈر دے چکی ہوں۔''

میں تو سمجھ رہا تھا کہ میری پوتی سب سے زیادہ روئے گی لیکن وہ تو کھلے عام ملنے کے لیے مجھے بلا رہی تھی۔ میں نے وہاں پہنچ کر اسے دیکھا۔ اس کی پیشانی کو چوما۔ اس نے بھی مجھے کس کیا۔ پھر میں نے کہا۔ ''اتنی بڑی میز کے پاس کیوں بیٹھی ہو؟ ادھر چھوٹی میز پر چلو۔''

تاشہ اور جمائلہ میرے پیچھے کھڑی تھیں۔ انہوں نے کہا۔ ''پاپا! یہ بڑی سی میز ہم سب کے لیے ہے۔''

میں نے چونک کر انہیں دیکھا، پھر کہا۔ ''بھئی! یہ وقت

توالوشے کے لیے ہے۔ تم دونوں کہاں سے.....؟''

انوشے نے کہا۔ ''گرینڈ پاپا! میں نے ہی انہیں بلایا ہے۔ بے وجہ آپ کا ایک ایک گھنٹا ضائع کرنے کا فائدہ کیا ہوگا؟ اس لیے ہم ایک ہی وقت میں مل سکتے ہیں۔ کوئی رازداری کی بات تو ہے نہیں؟ میں پوتی ہوں۔ تاشہ ہونے والی بہو ہے اور جمائلہ کو آپ نے بیٹی بنایا ہے۔ ہم سب ایک ساتھ یہاں لنچ کریں گے اور خوب باتیں کریں گے۔''

ہم میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ ویٹر کو پہلے ہی کھانے کا آرڈر دیا جاچکا تھا۔ وہ کھانے کی ڈشیں لاکر رکھنے لگا۔ دراصل انوشے نے خیال خوانی کے ذریعے تاشہ اور جمائلہ کے دماغوں پر بھی روحانی عمل کیا تھا اور یہ بات نقش کی تھی کہ انہیں میرے سامنے رونا نہیں چاہیے۔ ہنستے بولتے وقت گزار کر یہاں سے جانا چاہیے۔

میں نے دو گھنٹے تک ان تینوں کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارہ۔ ہم کھاتے پیتے رہے اور خوب ہنستے بولتے رہے پھر انوشے نے کہا۔ ''گرینڈ پاپا! یہ ضروری تو نہیں ہے کہ ہم روز آکر آپ سے ملیں؟ ہم کتنی ہی احتیاط برتیں' کسی نہ کسی دشمن کی نظر میں آسکتے ہیں۔ بہتری اسی میں ہے کہ ہم سب آپ سے دور رہیں۔ میں اور تاشہ خیال خوانی کے ذریعے آپ کے پاس دن کے دو بجے آیا کریں گی اور آپ ہمارے جانے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے جمائلہ کو وِش کیا کریں گے۔''

میں نے کہا۔ ''بے شک، ہم جتنی احتیاط کریں۔ اتنا ہی اچھا ہے۔ دشمن میرے ذریعے تم میں سے کسی کو نقصان پہنچاسکتے ہیں۔ ہمارے درمیان دوری رہے تو بہتر ہے۔''

ان تینوں نے کھانے کے بعد باری باری مجھے کس کیا پھر رخصت ہوگئیں۔ ثنا خیال خوانی کے ذریعے باہر سے نٹ رہی تھی۔ اس نے ہماری طرف آنے کے لیے ایک ہیلی کاپٹر میں سیٹ ریزرو کرائی تھی۔ جب وہ وہاں جاکر اس ہیلی کاپٹر میں بیٹھنے لگا تو ایسے وقت ثنا کے زیر اثر تھا۔ اس لیے یہ نہ جان سکا کہ وہ ہیلی کاپٹر پیرس کی طرف جانے والا ہے۔

اگر وہ ثنا کے زیر اثر نہ ہوتا تو یہ معلوم ہوجاتا کہ اس نے غلطی سے پیرس جانے والے ہیلی کاپٹر میں اپنی سیٹ ریزرو کرائی ہے۔ یہ اسے پرواز کے آدھے گھنٹے بعد معلوم ہوا۔ کیونکہ سوئٹزرلینڈ کی شمالی پہاڑیوں تک جانے میں صرف آدھا گھنٹا لگتا تھا۔ جب اس سے زیادہ وقت گزرنے لگا تو اس نے چونک کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر خاصی بلندی پر تھا اور نیچے دھند چھائی ہوئی تھی۔

اس نے پاس بیٹھے ہوئے ایک مسافر سے کہا۔ ''آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا ہے۔ ہمیں اب تک شمالی پہاڑیوں پر پہنچ جانا چاہیے تھا۔''

اس کے ہمسفر نے پوچھا۔ ''آپ کن شمالی پہاڑیوں کی بات کررہے ہیں؟ یہ ہیلی کاپٹر تو پیرس جارہا ہے۔''

وہ بے یقینی سے بولا۔ ''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں نے سوئٹزرلینڈ کی شمالی پہاڑیوں میں جانے کے لیے اپنی سیٹ او کے کروائی تھی۔''

ہمسفر نے کہا۔ ''آپ سے بھول ہوگئی ہے۔ یقین نہ ہو تو دوسرے مسافروں سے بھی پوچھ لیں۔''

ان دونوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تیسرے مسافر نے ان کی باتیں سن کر کہا۔ ''مسٹر! یہ درست کہہ رہے ہیں۔ یہ ہیلی کاپٹر تو پیرس جارہا ہے۔''

بابر کو پھر بھی یقین نہ ہوا۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر آگے بیٹھے ہوئے دو مسافروں سے پوچھا۔ ان سے بھی یہی جواب ملا۔ وہ پریشان ہوکر دھپ سے اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دماغ میں یہ سوال گھوم رہا تھا کہ یہ کیسے ہوگیا؟ اس سے پہلے کبھی مجھ سے ایسی غلطی نہیں ہوئی۔ میں نے پوری حاضر دماغی سے سوئٹزرلینڈ کے شمالی علاقے تک جانے کے لیے سیٹ ریزرو کرائی تھی مگر پیرس جانے والی سیٹ پر کیسے پہنچ گیا؟

اسے اس سوال کا جواب نہیں مل سکتا تھا۔ اس نے دوسرے پہلو سے سوچا۔ ''کیا میں کسی وجہ سے غائب دماغ ہو گیا تھا؟''

اس کا جواب اس کے دماغ میں یہی ابھرا کہ اگر غائب دماغ تھا تو پھر کسی نے اسے غائب دماغ بنایا ہوگا تب ہی ایسا ہوا ہے۔

وہ کبھی یہ مان نہیں سکتا تھا کہ کسی کے زیر اثر ہے اور اسی نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے۔ کسی پہلو سے یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اس سے اتنی بڑی غلطی کیسے ہو گئی؟

جب وہ سوچ سوچ کر پریشان ہوگیا۔ بالکل تھک گیا تب اسے اپنے اندر ثنا کی آواز سنائی دی۔ ''میں ثنا تبریزی.....علی اسداللہ تبریزی کی بیٹی.....اور فرہاد علی تیمور کی شریک حیات ہوں۔ مجھے اور میرے شوہر کو نقصان پہنچانے آرہے تھے۔ کیا کبھی سوچ سکتے تھے کہ میں تمہارے اندر کسی روک ٹوک کے بغیر آسکتی ہوں؟''

وہ بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ یوں اچانک اس کے اندر حکمران بن کر چلی آئے گی۔ وہ شدید حیرانی اور بدحواسی کی وجہ سے تھوڑی دیر تک بولنے کے قابل نہیں رہا۔ چپ چاپ اس کی باتیں سنتا رہا۔

وہ کہہ رہی تھی۔ ''تم نہیں جانتے کہ کتنے عرصے سے میں نے تمہیں اپنا تابعدار بنا رکھا ہے اور آئندہ بھی نہیں جان سکو گے لیکن اب میں ایک سنگین مسئلے میں الجھی ہوئی ہوں۔ اس لیے تمہارے ساتھ زیادہ وقت برباد کرنا نہیں چاہتی۔ اس لیے خود کو تمہارے اندر ظاہر کر رہی ہوں۔''

وہ بڑی دیر کے بعد بولا۔ ''مجھے یقین نہیں ہو رہا ہے کہ تم میرے اندر آ کر بول رہی ہو۔''

''برین ماسٹر بھی تمہارے اندر چپ چاپ چلا آتا ہے اگر وہ اس وقت ہوگا تو اسے بھی یقین ہو جائے گا۔''

وہ جلدی سے بولا۔ ''نہیں ثنا! نہیں۔ ماسٹر کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ میں تمہارا غلام بن چکا ہوں۔ جب یہ ساری باتیں کھل کر سامنے آئیں گی کہ تم نے کس طرح میرے اندر رہ کر ماسٹر کے گہرے رازوں کو معلوم کیا ہے اور انہیں فرہاد تک پہنچایا ہے تو وہ میرا دشمن بن جائے گا۔ مجھے بدترین سزائیں دے گا۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''ہم خواہ مخواہ فرہاد سے خوفزدہ تھے۔ خطرناک بلا تو تم ہو۔''

وہ طنزیہ انداز میں بولی۔ ''تمہارا کیا خیال ہے۔ میرا فرہاد تمہارے اندر نہیں آتا ہے؟''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا واقعی....؟ فرہاد بھی اندر آ سکتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس نے مجھے نقصان کیوں نہیں پہنچایا؟''

''وہ تمہاری طرح بہت اونچا نہیں اڑتا۔ تم نے تو اتنی اونچی اڑان بھری تھی کہ فرہاد علی تیمور بن جانا چاہتے تھے۔ دیکھو! کس طرح زمین کی پستی میں گر گئے ہو اگر برین ماسٹر کو معلوم ہوگا تو وہ تم پر تھو کے گا اور تمہیں ناکارہ سمجھے گا پھر ہو سکتا ہے وہ تمہیں اس دنیا سے ہی رخصت کر دے۔ تم تو کہیں کے بھی نہیں رہے بابر!''

وہ اپنی موجودہ حیثیت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ... فی الوقت وہ کہیں کا نہیں رہا ہے۔ پتا نہیں ماسٹر اس کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا؟ اس نے سوچا۔ ''نہیں، ابھی ماسٹر میرے اندر نہیں ہے اگر ہوتا تو مجھے ثنا سے نجات دلاتا۔ یا لعن طعن کر کے چلا جاتا۔ بعد میں مجھے سزائے موت دیتا۔ کیونکہ میری ہی وجہ سے ثنا اور فرہاد اس کے گہرے رازوں تک پہنچ گئے ہیں۔''

ثنا نے کہا۔ ''تم بالکل درست سوچ رہے ہو۔ وہ شاید ابھی موجود نہیں ہے اگر ہوتا تو تمہاری ایسی کی تیسی کر دیتا۔''

''ثنا! مجھ پر ایک احسان کرو۔''

وہ بولی۔ ''تعجب ہے.... میرے شوہر کا جانی دشمن مجھ سے توقع کر رہا ہے کہ میں اس پر احسان کروں گی؟''

''یہ احسان کر کے تم بھی فائدے میں رہو گی۔''

''وہ کیسے.....؟''

''میرے چور خیالات کے خانے کو اس طرح لاک کرو کہ برین ماسٹر میری اس حقیقت کو معلوم نہ کر سکے۔ اسے یہ کبھی پتا نہ چلے کہ تم نے مجھے تابعدار بنا رکھا ہے۔ وہ اب تک دھوکا کھاتا رہا ہے۔ اسے آئندہ بھی دھوکا کھانا چاہیے۔''

''بے شک، تم معقول بات کر رہے ہو۔ اب تک تم نہیں جانتے تھے کہ میرے تابعدار ہو۔ اس لیے ماسٹر تمہارے چور خیالات پڑھ کر بھی یہ معلوم نہ کر سکا۔ اب چونکہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے اس لیے وہ تمہارے چور خیالات کے ذریعے سب کچھ معلوم کر لے گا اور میں نہیں چاہتی کہ ایسا ہو۔''

''تو پھر خدا کے لیے مجھ پر یہ احسان کرو۔ جتنی جلدی ہو سکے۔ میرے چور خیالات کے خانے کو لاک کر دو۔ وہ کسی وقت بھی میرے اندر آ سکتا ہے۔''

''تم اس وقت سفر میں ہو۔ پتا نہیں کب پیرس پہنچو گے؟ تنویمی عمل کے لیے کم از کم ایک گھنٹے کا وقت تو ملنا چاہیے۔''

''ہم دونوں مل کر خیال خوانی کے ذریعے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جماتے ہیں اور اسے ہیلی کاپٹر کو کہیں اتارنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کرتے ہیں کہ اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ جسے درست کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ اس طرح وہ ادھر مصروف رہیں گے۔ ادھر تم مجھ پر سکون سے عمل کر سکو گی۔''

تدبیر اچھی تھی۔ وہ دونوں ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کے دماغ میں جگہ بناتے ہوئے پائلٹ کے اندر پہنچ گئے۔ وہ ان کی مرضی کے مطابق سوچنے لگا کہ ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی ہے۔ اسے نیچے اتار کر چیک کرنا ہوگا۔ یہ تمام مسافروں کی سلامتی کا مسئلہ ہے۔

وہ ہیلی کاپٹر سوئٹزرلینڈ سے نکل کر فرانس کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔ پائلٹ نے وہیں کے ایک چھوٹے سے قصبے میں ہیلی کاپٹر کو اتارا۔ مسافروں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟

اس نے کہا۔ ''میں ہیلی کاپٹر میں کوئی گڑبڑ محسوس کر رہا ہوں۔ پہلے اسے پوری طرح چیک کروں گا۔ اس کے بعد دوبارہ پرواز ہوگی۔ یہ ہم سب کی سلامتی کے لیے ضروری ہے۔''

تمام مسافر کچھ پریشان تو ہوئے مگر یہ بھی اطمینان ہوا کہ ان کی سلامتی کے لیے ایسا کیا جا رہا ہے۔ ادھر بابر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کر کے بولا۔ ''میں خود کو تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔ فوراً مجھ پر عمل کرو۔''

ثنا نے خیال خوانی کے ذریعے اسے سلایا پھر اس پر مختصر سا عمل کیا۔ اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ اس کے کسی بھی خیال سے اور چور خیالات کے ذریعے یہ کبھی معلوم نہ ہو کہ وہ کسی کا تابعدار بن چکا ہے۔

بہت ہی مختصر سا عمل کرنے کے بعد اس نے بابر کو ایک گھنٹے تک سونے کے لیے چھوڑ دیا پھر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ میں اپنے تمام بچوں سے ملنے کے بعد اس کے کمرے میں پہنچا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر قریب آئی پھر اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔ اب تو پاس رہتے ہوئے وہ اور بھی قریب تر ہوتی رہتی تھی۔ کبھی میرے پاس آ کر لگ جاتی تھی۔ کبھی میرا ہاتھ تھام لیتی تھی۔ کسی نہ کسی بہانے مجھ سے لگی رہتی تھی۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا۔ ویسے ویسے اس کی چاہت میں شدت اور دیوانگی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔

فون کا بزر سنتے ہی وہ مجھ سے الگ ہو گئی۔ میں نے نمبر پڑھ کر کہا۔ ''کرونا مجھے مخاطب کر رہی ہے۔''

میں نے فون آن کر کے کان سے لگایا پھر کہا۔ ''ہاں بیٹی! بولو....''

دوسری طرف وہ رونے لگی۔ کہنے لگی۔ ''آپ مجھے بیٹی کہتے ہیں اور اتنی بڑی بات چھپا رہے تھے۔ کیا چپ چاپ اس دنیا سے جانا چاہتے ہیں؟ مجھے ایک بار بھی وش نہیں کریں گے؟ آخری بار اپنے کسی معاملے میں شریک نہیں کریں گے؟''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم میری اپنی ہو۔ باقی جو اپنے ہیں اور جنہیں میری موت کا علم ہو چکا ہے۔ ان کا رو رو کر برا حال ہے۔ ہر ایک کو سمجھا منا رہا ہوں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہاری آنکھ سے بھی آنسو نکلیں۔ جب اچانک میری موت کی خبر تمہیں ملتی تو تم یقیناً روتیں۔ تڑپتیں پھر صبر آ جاتا لیکن جو شخص مرنے والا ہے۔ اس کی زندگی میں آنسو بہایا جائے تو مرنے والے کو بہت دکھ ہوتا ہے۔''

''پاپا! میں آپ کی ہدایت کے مطابق فرمان کو تلاش کرتی ہوئی اس کے پاس پہنچی تھی۔ اس نے مجھے اپنا مہمان بنایا تھا تب سے اب تک میں اس کے ساتھ ہی ہوں۔ اس وقت فرمان اور ٹونی جے میرے اندر ہیں۔''

''بہتر ہے کہ فون بند کر دو اور تم میرے پاس آ جاؤ۔''

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ تینوں میرے اندر آ گئے۔ ٹونی جے نے رونے کے انداز میں پوچھا۔ ''سر! یہ ہم کیا سن رہے ہیں؟ ہمیں بالکل یقین نہیں ہو رہا ہے۔''

''میرے دوسرے تمام چاہنے والوں کو بھی یقین نہیں ہو رہا ہے مگر وہ یقین کرنے پر مجبور ہیں پھر یہ تو موٹی سی عقل میں بھی آ جانے والی بات ہے کہ موت تو سب کو آنی ہے۔ مجھے بھی آنے والی تھی۔ سو آ رہی ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ موت سے پہلے ایک بار تم سب سے رابطہ کروں گا اور تمہیں آخری ہدایت دوں گا۔''

''ہم آپ کی ہدایت پر دل و جان سے عمل کریں گے۔''

میں نے کہا۔ ''تم نے اور فرمان نے خیال خوانی ترک کر دی ہے۔ گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟''

فرمان نے کہا۔ ''جی ہاں، درست ہے۔ ٹیلی پیتھی جتنا اچھا علم ہے۔ اتنا ہی تکلیف دہ ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو طرح طرح کے عذاب اور آزمایشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔''

''جو لوگ گوشہ نشین رہ کر زندگی گزارتے ہیں۔ وہ جیسے صرف اپنی سانسیں پوری کرتے ہیں۔ ایک کونے میں رہ کر کھاتے پیتے ہیں۔ یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں اور پھر مر جاتے ہیں۔ جبکہ ہمارے دین میں کہا گیا ہے کہ یاد الٰہی کے ساتھ دنیا داری بھی لازمی ہے اگر تم اپنی ذات سے کسی کو ایک ذرا سا بھی تمہاری عبادت میں شامل ہو جائے گا۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''آپ درست کہہ رہے ہیں۔''

کرونا نے کہا۔ ''میں بھی فرمان سے یہی کہتی ہوں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ خیال خوانی کرتے وقت خود کو ظاہر کرو اور کسی کے لیے چیلنج بنو۔ ہم سب بڑی خاموشی سے خیال خوانی کرتے ہوئے بیماروں، کمزوروں اور ضرورت مندوں کے کام آ سکتے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''میں یہی ہدایت دینے والا ہوں۔ ہماری دنیا میں کتنے ہی ذہنی مریض ہیں اگر ان کا علاج ہو جائے تو وہ معاشرے میں بہت ہی نمایاں کام کر سکتے ہیں۔ تم سب ان کے کمزور دماغوں میں پہنچ کر ان کا علاج کر

سکتے ہو۔انہیں کسی قابل بنا سکتے ہو۔''

''ہم ضرور ایسا کریں گے۔آئندہ گوشہ نشین نہیں رہیں گے۔''

میں نے کہا۔''شادی کرنا' ازدواجی زندگی گزارنا اور نسلِ انسانی کو آگے بڑھاتے رہنا بھی ایک اہم فرض ہے۔فرمان! تم نے اور ٹونی جے نے اب تک شادی نہیں کی۔ اب تو کر لینی چاہیے۔''

فرمان نے کہا۔''ابھی میں یہی کہنے والا تھا۔میں اور کرونا ایک دوسرے سے راضی ہیں اور جلد ہی شادی کرنے والے ہیں۔''

''شادی بھی خوب سوچ سمجھ کر کرنی چاہیے۔ایسا کرتے وقت دینی احکام کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔یہ حکم ہے کہ شادی اپنے دین اور اپنے مذہب میں کی جائے اگر وہ غیر مسلم ہے تو اسے اسلام قبول کرنا چاہیے۔''

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔''کرونا اور ٹونی جے یہودی ہیں اگر یہ دونوں آپس میں شادی کریں تو یہ بہتر ہے اور اگر کرونا فرمان سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اسے اسلام قبول کرنا چاہیے اگر یہ راضی نہیں ہے تو کوئی جبر کی بات نہیں ہے۔صبر کی بات یہ ہے کہ کرونا تم سے شادی نہ کرے اور اپنے مذہب کی پابند رہے۔''

فرمان نے سر جھکا کر کہا۔''آپ درست کہہ رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔''یہی ہدایت ہمیں برسوں سے ملتی آ رہی ہے لیکن ہم ایسی ہدایت کو اپنی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے نظر انداز کر دیتے ہیں۔بعد میں پچھتاتے ہیں۔میں اپنے آخری دنوں میں یہی ہدایت تم سب کے سامنے دہرا رہا ہوں۔''

وہ تینوں تقریباً آدھے گھنٹے تک باتیں کرتے رہے پھر بڑی محبت سے رخصت ہو گئے۔ثنا میرے پاس بیٹھی خیال خوانی میں مصروف تھی۔میں نے اسے ایک بازو کے حصار میں گھیرا تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا پھر میرے سینے سے لگ کر کہا۔''تم سے ملنے والوں کا تانتا بندھا رہے گا۔ہمیں تنہائی بہت کم ملے گی۔''

''ایسا نہ کہو۔سونیا نے جو طریقہ کار سب کے لیے مقرر کیا ہے۔اس کے مطابق ہم رات کے کھانے کے بعد سے صبح تک تنہا رہا کریں گے۔اس وقت کوئی مداخلت کرنے نہیں آئے گا۔''

''میں سونیا کی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے تمہارے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کا موقع دیا ہے۔''

''ابھی کیا کر رہی تھیں؟''

''بابر کی خبر لے رہی تھی۔وہ پیرس پہنچ گیا ہے اور مطمئن ہے کہ میں نے اس کے چور خانے کو لاک کر دیا ہے۔اب ماسٹر کو کبھی یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ پہلے بھی میرا غلام تھا اور اب بھی ہے۔''

ہمیں یقین تھا کہ ماسٹر اس حقیقت سے بے خبر رہے گا لیکن ایسی بات نہیں تھی۔وہ بھی بلا کا مکار تھا۔ہیلی کاپٹر میں سفر کے دوران بابر اور ثنا کی جو باتیں ہوئیں تو ایسے وقت ماسٹر بھی وہاں موجود تھا۔اسے پہلی بار یہ معلوم ہو رہا تھا کہ بابر بہت عرصے سے ثنا کا تابعدار بنا رہا ہے۔

یہ معلوم کر کے اسے بہت زیادہ حیرانی نہیں ہوئی۔جب وہ سوچتا تھا کہ میں کس طرح اس کے گہرے رازوں تک پہنچ جایا کرتا ہوں تو اسے ایک شبہ یہ بھی ہوتا تھا کہ شاید میں آوڈی مین یا بابر کے دماغوں میں پہنچ چکا ہوں اور انہیں درپردہ اپنا تابعدار بنا چکا ہوں۔وہ میرے متعلق ایسا سوچتا تھا۔جبکہ ثنا نے اسے تابعدار بنا رکھا تھا۔

ماسٹر کو بابر پر بہت غصہ آ رہا تھا۔جی چاہتا تھا' اسے قتل کر دے۔اس کی وجہ سے ہی میں اس کے گہرے رازوں تک پہنچ گیا تھا۔یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ڈیلیکیٹس مافیا کیا ہے؟ اور اس کا سربراہ ایک برین ماسٹر ہے۔اسے اپنی خفیہ تنظیم کو قائم دائم رکھنے کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والے غلام کی ضرورت تھی۔اس لیے اس نے بابر کو قتل نہیں کیا۔یہ طے کر لیا کہ رازداری سے اس پر تنویمی عمل کرے گا اور اسے پھر ایک بار غلام بنائے گا اور اس کے دماغ کو اس طرح لاک کرے گا کہ پھر میں اور ثنا اس کے اندر نہیں پہنچ سکیں گے۔

اسے صرف بابر کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی تھی۔بلکہ ثنا اور بابر کی گفتگو کے ذریعے یہ بھی پتا چلا تھا کہ میں ثنا کے ساتھ سوئٹزرلینڈ میں ہنی مون منا رہا ہوں اور شمالی پہاڑی علاقے میں اس کے ساتھ ہوں۔

اس حد تک معلوم ہونے کے بعد وہ خاموش نہیں بیٹھ سکتا تھا۔اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے آلہ کاروں سے رابطہ کیا جو سوئٹزرلینڈ میں ہی موجود تھے۔انہیں حکم دیا۔ ''فوراً الرٹ ہو جاؤ۔میرا بہت بڑا دشمن شمالی پہاڑی علاقے میں موجود ہے۔تم سب کو وہاں پہنچنا ہے جہاں اسکی انگ کے کھیل تماشے زیادہ ہوتے ہیں۔فرہاد علی تیمور وہیں کہیں مل سکتا ہے۔اسے پہچاننا ہوگا۔اس کے ساتھ ایک حسین عورت بھی ہے۔ان دونوں کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ یورپ کے ماحول اور شدید سردی میں بھی شراب نہیں

پیتے۔وہاں دیکھو کہ ہنی مون منانے والوں میں ایسا کون سا جوڑا ہے جو شراب نہیں پیتا؟''

میں اپنے بارے میں اتنا تو جانتا ہی ہوں کہ دشمن مجھے کس طرح پہچان سکتا ہے؟ میں نے شراب کی خالی بوتلیں خرید لی تھیں اور ان میں سنہری رنگ کا پانی بھر دیا تھا۔کہیں باہر جاتے ہوئے دو بوتلیں ہمارے بیگ میں ہوتی تھیں۔یوں ظاہر ہوتا تھا کہ میں اور ثنا بہت زیادہ پینے کے عادی ہیں۔اس لیے بوتل ہمیشہ ساتھ رکھتے ہیں۔

بے شک.....ماسٹر کے آدمی ہماری تلاش میں یہاں بھٹک رہے ہوں گے اور ہمارے گم ہونے کی خبر اسے سنا رہے ہوں گے۔دشمنوں کے ساتھ اسی جوڑ توڑ میں دن گزر رہے تھے اور آخری وقت قریب آ رہا تھا۔

☆☆☆

وچ ڈاکٹر منتر جوگی کو بھی میرے بارے میں اچھی خاصی معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔اگرچہ وہ برین ماسٹر کے لیے کام کر رہا تھا لیکن درپردہ وہ اپنے اہم مقاصد پورے کرنا چاہتا تھا۔اس کا سب سے اہم مقصد یہی تھا کہ وہ کسی بھی طرح مجھے اپنا غلام بنا لے۔

اسے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ جس دن شیوانی کی موت ہوگی اس کے دوسرے دن مجھے بھی ہر حال میں مرنا ہے۔جب میں مروں گا اور میری روح میرا جسم چھوڑ کر باہر آئے گی تو وہ اسی وقت میری آتما کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔اسے اپنا غلام بنا لے گا۔

وچ ڈاکٹر منتر جوگی کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔وہ مجھے اپنے منتر سے اور تنویمی عمل سے اپنا غلام بنانا چاہتا تھا۔یہ بہت مشکل کام تھا۔میں اس کے قابو میں نہیں آ سکتا تھا اور مجھے قابو میں کرنے کے لیے وہ طرح طرح کے طریقے آزمانا چاہتا تھا۔اب اس کی کوئی ضرورت نہیں رہی تھی۔یہ معلوم ہو گیا تھا کہ آج سے ساتویں دن شیوانی کی موت ہوگی اور آٹھویں دن میری روح اپنا جسم چھوڑ کر عالمِ ارواح کی طرف چلی جائے گی۔ایسے ہی وقت وہ میری روح کو اپنی گرفت میں لے سکتا تھا پھر میری غلام روح سے بڑے بڑے کام لے سکتا تھا۔

یہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ میں جینوا میں جھیل کنارے والے ایک کاٹیج میں ہوں۔اگرچہ اس کی معلومات کے بعد میں شمالی پہاڑی علاقے کی طرف چلا گیا تھا لیکن اس کے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔وہ بعد میں پھر اپنے پراسرار علم کی مدد سے میری کسی بھی رہائش گاہ تک پہنچ سکتا تھا۔اس کے باوجود اس نے طے کیا کہ اس کا ایک خاص آدمی میرے قریب موجود رہے اور دور ہی دور سے میری نگرانی کرتا رہے۔

اس نے اپنے ایک چیلے شنکر نارائن کو حکم دیا کہ وہ کسی بھی پہلی فلائیٹ سے سوئٹزرلینڈ چلا جائے اور وہاں اس کے اگلے حکم کا انتظار کرتا رہے۔

برین ماسٹر نے اسے صبح ہی فون کے ذریعے مخاطب کیا اور کہا۔''ڈاکٹر منتر جوگی! تم نے کہا تھا' خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر نہ آؤں۔اس لیے فون سے رابطہ کیا ہے۔مجھے کوئی خوشخبری سناؤ۔کیا میرا کام ہو گیا ہے؟''

''کام اتنا آسان ہوتا تو اسے تم بھی کر لیتے۔کیونکہ تمہارے ذرائع بھی بہت وسیع ہیں۔''

''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ کام نہیں ہوا؟''

''ایسی ناکامی اور مایوسی کی بات بھی نہیں ہے۔کام ہو رہا ہے۔یہ تو سب جانتے ہیں کہ اس بچے عدنان کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے اور شیوانی اس بچے کی ماں ہے۔بس ماں تک پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ روحانی عمل کرنے والے نے اس کو بندش کر رکھی ہے۔''

''کیسی بندش.....؟''

''اس بار وہ طبعی موت مرے گی۔اس پر کوئی کالا جادو کرنے والا اپنا عمل نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اس آتما کو اس کے جسم سے باہر نکال سکے گا۔جب وہ آتما باہر نکلے گی تب مجھ جیسا آتما شکتی جاننے والا اسے اپنی گرفت میں لے سکے گا اور اسے اپنی داسی بنا سکے گا۔''

''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمیں شیوانی کی طبعی موت کا انتظار کرنا ہوگا؟''

''ہاں، مگر بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا ہوگا۔وہ آج سے ساتویں دن مرے گی۔میں پہلے سے ایسی بندش کر رہا ہوں کہ اس کی آتما جسم کو چھوڑتے ہی عالمِ ارواح کی طرف نہ جائے۔بلکہ میری گرفت میں آ جائے۔وہ ضرور میرے شکنجے میں آئے گی۔''

''مگر عدنان کا کیا ہوگا؟ مجھے اس بچے کی سخت ضرورت ہے۔''

''سوری ماسٹر! تمہیں سات دنوں تک انتظار کرنا پڑے گا۔تم میرے اکاؤنٹ میں ایک لاکھ ڈالر جمع کرنے والے تھے۔اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔جب کام ہو جائے اور تمہیں اطمینان ہو جائے تب ہی تم میری پے منٹ کرو۔''

''ایک لاکھ ڈالرز کی تو کوئی اہمیت نہیں ہے۔ میں اس سے بھی زیادہ دے سکتا ہوں۔ کچھ ایسا کرو کہ سات دن سے پہلے یہ کام ہو جائے۔ بلکہ ابھی ہو جائے۔''

''یہ ناممکن ہے۔ جب روحانی قوتیں مقابلے پر آتی ہیں تو ہم پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ ابھی اس روحانی قوت کو یہ معلوم نہیں ہے کہ میں اس کے مقابلے پر آنے والا ہوں۔ اس لیے میں بڑی خاموشی سے آج سے ساتویں دن شیوانی کی روح کو اپنی گرفت میں لوں گا۔ کسی بھی روحانی طاقت سے ٹکرانے کی غلطی نہیں کروں گا۔''

''میں بہت مایوس ہو رہا ہوں۔ تم نہیں جانتے کہ فرہاد کتنا خطرناک دشمن ہے؟ وہ ان سات دنوں میں پتا نہیں کیا کچھ کر گزرے گا؟ اس سے پہلے ہی میں اسے منہ کے بل گرا دینا چاہتا ہوں۔''

منتر جوگی نے پوچھا۔ ''اسے اپنے زیر اثر لانے کا کوئی راستہ تمہیں دکھائی دے رہا ہے تو مجھے بتاؤ۔ کیا میں پراسرار علم کے ذریعے کچھ کر سکوں گا؟''

ماسٹر کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میں ثنا کے ساتھ سوئٹزرلینڈ کے شمالی پہاڑی علاقے میں ہوں۔ وہاں اس کے آلہ کار مجھے تلاش کر رہے تھے اور ناکام ہو رہے تھے۔ اس نے منتر جوگی سے کہا۔ ''اگر میں تمہیں فرہاد کا پتا ٹھکانا بتاؤں تو کیا تم اسے ٹھکانے لگا سکتے ہو؟ یا کسی طرح زخمی کر کے میرے حوالے کر سکتے ہو؟''

''میں ہمیشہ فرہاد سے دور ہی دور رہتا آیا ہوں۔ کسی بھی بڑی طاقت سے ٹکرانا کوئی دانشمندی نہیں ہے لیکن تمہارے لیے چھپ چھپا کر اپنے علم کے ذریعے اسے نقصان پہنچا سکتا ہوں اور شاید تمہارے زیر اثر بھی لا سکتا ہوں۔''

''تم شاید کیوں کہہ رہے ہو؟ کیا تمہیں اپنے کالے علم پر بھروسا نہیں ہے؟''

''بھروسا ہے لیکن پہلے میں فرہاد کی موجودہ پوزیشن معلوم کروں گا اگر بابا صاحب کے ادارے سے حاصل ہونے والی روحانی قوتیں اس کی نگرانی کر رہی ہوں گی تو پھر میں اس کے قریب جانے کی غلطی نہیں کروں گا۔''

''تم تو مایوس کرنے والی باتیں کرنے لگتے ہو۔''

''اور کیا کہوں؟ کیا آنکھ بند کر کے کسی اندھے کی طرح اس ہاتھی سے جا کر ٹکرا جاؤں؟ ہو سکتا ہے تم اسے شکست دینے کے جنون میں ایسی کوئی غلطی کر بیٹھو لیکن میں غلطی کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ سوری۔''

''تم اس پر کالا عمل کرنے کی کوشش تو کر سکتے ہو؟''

''میں نے انکار کب کیا ہے؟ کہہ تو رہا ہوں کہ پہلے اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ جس طرح اس کے پوتے عدنان کے بارے میں معلوم کیا کہ اس وقت اس کی ماں روحانی عمل کے زیر اثر ہے اور سات دن سے پہلے میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا۔ اسی طرح اب فرہاد کے بارے میں بھی معلوم کروں گا تب ہی تمہیں یقین دلا سکوں گا کہ کام ہو گا یا نہیں؟''

''ٹھیک ہے، میں اس کا موجودہ پتا بتا رہا ہوں۔ تم اپنے علم کے ذریعے مجھے آج ہی بتاؤ کہ اس پر قابو پا سکو گے یا نہیں؟''

پھر اس نے بتایا کہ میں اس وقت سوئٹزرلینڈ کے شمالی پہاڑی علاقے میں ہوں۔ وہاں لاکھوں کی تعداد میں لوگ تفریح کے لیے آتے ہیں۔ اس بھیڑ میں مجھے تلاش کرنا اس کے لیے تو مشکل ہے لیکن وہ کالے علم کے ذریعے بہت جلد مجھ تک پہنچ سکتا ہے۔ جس طرح شیوانی کے پاس پہنچ گیا ہے۔

ماسٹر نہیں جانتا تھا کہ میرے دن پورے ہو چکے ہیں اور میں طبعی موت مرنے والا ہوں۔ اب کوئی دشمن نہ مجھ پر قابو پا سکے گا اور نہ مجھے نقصان پہنچا سکے گا۔

منتر جوگی جانتا تھا کہ جس روز میری سانسیں پوری ہوں گی۔ اس روز وہ میری روح کو بہ آسانی غلام بنا سکے گا۔ اس لیے وہ بہت خوش تھا اور میری موت کے مقررہ وقت کا بڑی بے صبری سے انتظار کر رہا تھا۔

☆☆☆

انتظار ختم ہونے لگا۔ مزید پانچ دن گزر گئے۔ ایک دن بعد شیوانی کی موت ہونے والی تھی اور اس کے دوسرے دن میری باری تھی۔

میرے تمام بچے سوئٹزرلینڈ سے جا چکے تھے۔ صرف خیال خوانی کے ذریعے ان سے رابطہ رہنے لگا تھا۔ سونیا نے ثنا تبریزی کو اپنے پاس بلا لیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچی تو اس نے کہا۔ ''آج فرہاد کے ساتھ تمہاری آخری رات ہے۔ کل تم اس سے رخصت ہو کر بابا صاحب کے ادارے میں چلی جاؤ گی۔''

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کہنے لگی۔ ''میں نہیں جاؤں گی۔ فرہاد کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔''

سونیا نے پوچھا۔ کیا میری بات نہیں مانو گی؟''

''تم میرے لیے اتنی عظیم ہو کہ تمہارے ایک حکم پر اپنی جان دے سکتی ہوں لیکن اب یہ جان بھی میری نہیں رہے گی۔

میں فرہاد سے پہلے اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔''

''ایسی حماقت ہرگز نہ کرنا۔''

''جس شخص نے مجھے عزت دی۔ مان دیا۔ میرے لیے بابا صاحب کے ادارے کے دروازے کھلوا دیے۔ میں اس کے بغیر زندہ رہ کر کیا کروں گی؟''

سونیا نے کہا۔ ''جس شخص نے تمہارے لیے اس ادارے کے دروازے کھلوا دیے۔ تمہیں عزت اور مان مرتبہ دیا۔ کیا اس مان مرتبے کے ساتھ زندگی نہیں گزارو گی؟ اس کی دی ہوئی عنایات سے انکار کرو گی؟''

''میں اس کی تمام عنایات کے ساتھ موت کو گلے لگا کر اس کے ساتھ ہی اس دنیا سے چلی جاؤں گی۔''

''آخری بار سمجھاتی ہوں' میری بات مان لو۔ جناب اعلیٰ حضرت نے تمہیں بیٹی بنایا ہے۔ یہ تمہارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔ تم یہاں سے ان کے پاس ہی جاؤ گی۔ خودکشی کرنا ہے تو کر لی رہو لیکن پہلے ان کے سامنے حاضری دو۔''

''اچھی بات ہے۔ میں وہاں ضرور جاؤں گی۔ آخری بار اپنے بابا اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی ضرور کروں گی۔''

وہ سونیا کے دماغ سے چلی آئی۔ میرے پاس دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ میں نے کہا۔ ''چلو، باہر چلتے ہیں۔ تمہارا دل بہلتا رہے گا۔''

وہ میرے سینے سے لگ کر بولی۔ ''میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ بس اسی چار دیواری میں رہوں گی۔ زیادہ سے زیادہ تمہارے ساتھ تنہائی میں وقت گزاروں گی۔''

پھر وہ ایک سرد آہ بھرتے ہوئے بولی۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے فرہاد! میں نے زندگی میں بہت سی غلطیاں کیں۔ بہت سوں کا دل دکھایا۔ آج مجھے اس کی ایسی سزا مل رہی ہے' جسے میں جیتے جی برداشت نہیں کر سکوں گی۔ میری پہلی اور آخری خواہش یہی ہے کہ تمہارے ساتھ ہی دنیا سے گزر جاؤں۔''

''ایسی احمقانہ باتیں کرو گی تو میں تم سے بات نہیں کروں گا۔ سونیا نے تمہیں مشورہ دیا ہے۔ اب میں بھی یہی مشورہ دیتا ہوں کہ کل یہاں سے سیدھی بابا صاحب کے ادارے میں جاؤ اور اعلیٰ حضرت کے حجرے میں حاضری دو۔''

''میں نے سونیا سے وعدہ کیا ہے۔ تم سے بھی وعدہ کرتی ہوں کہ بابا اعلیٰ حضرت کے سامنے ضرور جاؤں گی۔ ان کی دعائیں بھی لوں گی لیکن اس کے بعد میں نہیں جانتی کہ زندہ رہ سکوں گی یا نہیں؟''

کوئی کسی کے ساتھ نہیں مرتا لیکن وہ میرے ساتھ مرنے کی باتیں کر رہی تھی اور میں اس کے چور خیالات پڑھ کر یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں کہہ رہی ہے۔ سچے دل سے میری چاہت میں اس طرح گرفتار ہے کہ اب میرے بغیر زندہ رہنا نہیں چاہتی۔

بہرحال وہ آخری رات باتوں ہی باتوں میں گزر گئی۔ میں نے پچھلی رات اسے جبراً کھانا کھلایا تھا۔ دوسری صبح وہ رخصت ہو رہی تھی۔ اس سے پہلے میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پھر اسے ناشتا کرایا۔ ایسے وقت ہم جینوا میں ہی تھے۔ جھیل کنارے کالج میں آ گئے تھے۔

میں اسے الوداع کہنے کے لیے ایرپورٹ تک بھی گیا۔ جب وہ روتے روتے رخصت ہو گئی تو واپس کالج میں آ گیا۔ وہاں سونیا پہنچ چکی تھی۔ وہ مجھے دیکھتے ہی بولی۔ ''تمہارے تمام بچے ایک ایک کر کے میرے پاس آ رہے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ تم سے دماغی رابطہ کرنا چاہیے یا نہیں.....؟''

میں نے خیال خوانی کے ذریعے پارس، پورس، الپا، عالی، کبریا، انوشے، تاشہ، جمائلہ سب ہی کو مخاطب کیا اور کہا۔ ''ثنا تبریزی یہاں سے جا چکی ہے۔ اب وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہی رہے گی۔ تم لوگوں کے لیے بھی آج شام تک کا وقت ہے۔ مجھ سے جتنی باتیں کر سکتے ہو کرتے رہو۔ آتے رہو' جاتے رہو۔ ہنستے بولتے رہو۔ زندگی صرف پانے کا ہی نہیں کھونے کا بھی نام ہے اگر پاتے ہوئے ہنستے ہو تو کھونے کے وقت بھی ہنسنا بولنا چاہیے۔''

میرے بچے بڑے حوصلے والے تھے۔ وہ میری جدائی کا صدمہ برداشت کر رہے تھے۔ جبراً مسکرا رہے تھے اور بڑی زندہ دلی سے باتیں کر رہے تھے۔ مجھ سے پہلے شیوانی موت کو گلے لگانے والی تھی۔ لہٰذا پہلے اس کا ذکر ہونا چاہیے۔

اس کی زندگی کے آخری چوبیس گھنٹے رہ گئے تھے۔ جب عدنان گہری نیند سو جاتا تھا تو وہ اسے دیکھتی رہتی تھی۔ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہتی تھی۔ اسے بار بار ہاتھ لگاتی تھی۔ چھونے سے تسلی نہیں ہوتی تھی تو دونوں ہاتھوں سے اس کے پیروں کو پکڑ لیتی تھی اور ان پر سر رکھ کر رونے لگتی تھی۔

رونے سے کیا ہوتا ہے؟ اس دنیا سے جانا ہی پڑتا ہے اور اسے بھی بیٹے کو چھوڑ کر جانا تھا۔ ایسے ہی وقت دیوانگی کے ڈاکٹر منتر جوگی کے نیکی پیشی جاننے والے نے اسے مخاطب کیا۔ ''شیوانی! تم روتی کیوں ہو؟''

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ خلا میں تکتے ہوئے سوچنے لگی۔ ''یہ میرے اندر کون بول رہا ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں تمہارا محافظ ہوں۔ باڈی گارڈ نہیں ہوں۔ باڈی گارڈ تو جسم کی حفاظت کرتے ہیں۔ میں تمہاری آتما کی حفاظت کرنے آیا ہوں۔ میں جانتا ہوں' تم یہ دنیا چھوڑنا نہیں چاہتیں۔ اپنے بیٹے کے ساتھ ایک لمبی عمر گزارنا چاہتی ہو۔''

وہ جلدی سے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی۔ ''ہاں، میں یہی چاہتی ہوں۔ تم کون ہو؟ بھگوان کے لیے کچھ کرو۔ مجھے میرے بیٹے کے ساتھ رہنے دو۔ مجھے مرنے نہ دو۔''

''موت تو آئے گی۔ تمہیں مرنا ہوگا۔ ایسے ہی وقت میں تمہاری آتما کو دوسرے جسم میں پہنچادوں گا۔ وہاں تم زندہ رہ کر اپنے بیٹے کو ایک لمبی عمر تک بھرپور ممتا دیتی رہو گی۔''

اس نے خوش ہو کر کہا۔ ''تم کون ہو؟ اچانک مجھے ایک نئی زندگی دینے کے لیے کہاں سے آ گئے ہو؟''

''یوں سمجھو کہ بھگوان نے تمہاری مدد کے لیے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ یہ تو تم جانتی ہی ہو کہ بابا صاحب کے ادارے والے تم پر ظلم کر رہے ہیں۔ تم پر ایسا عمل کیا گیا ہے۔ جس سے تمہاری آتما کو تمہارے جسم میں قید کر دیا گیا ہے۔ کل جب تمہاری آتما اس جسم سے نکلے گی تو پھر روحانی عمل کرنے والے میرے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکیں گے۔ میں تمہاری آتما کو گرفت میں لے کر اسے جس جسم میں چاہوں گا' پہنچادوں گا۔ ایسے وقت تمہیں مجھ سے تعاون کرنا ہوگا۔''

''ہاں، بتاؤ میں کیسے تم سے تعاون کر سکتی ہوں؟''

''اب سے پہلے تمہاری آتما کئی جسم بدل چکی ہے۔ تمہیں اس کا تجربہ ہے۔ آتمائیں ہم کالا عمل کرنے والوں کے ہاتھ میں آسانی سے نہیں آتیں۔ وہ ہم سے کترا کر عالم ارواح کی طرف جانا چاہتی ہیں۔ ایسے وقت تم مجھ سے نہیں کتراؤ گی۔ تمہاری آتما کو جسمانی تبدیلیوں کا تجربہ ہے۔ اس لیے تم آسانی سے میری گرفت میں آجاؤ گی۔''

''میں ضرور ایسا کروں گی۔ اس جسم سے نکلتے ہی تمہارے قابو میں آجاؤں گی۔ ایسے وقت پراسرار منتر میری آتما کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ یقیناً تم بھی وہی منتر پڑھو گے تو میں بھٹک کر کسی دوسری طرف نہیں جاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے، تم اطمینان رکھو۔ میں کل تک تمہارے پاس آتا جاتا رہوں گا۔''

وہ اس کے اندر سے نکل کر اپنے گرو مہاراج منتر جوگی کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے کہنے لگا۔ ''مہاراج! شیوانی بہت خوش ہے۔ اپنے بیٹے کے ساتھ ایک لمبی عمر گزارنے کے لیے آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کرنے والی ہے۔''

منتر جوگی نے کہا۔ ''ہر رات بارہ بجے کے بعد تاریخ بدل جاتی ہے۔ میں نے اپنے علم سے پتا کیا ہے۔ جیسے ہی رات کے بارہ بجیں گے اور یہ دن گزر جائے گا' تاریخ بدل جائے گی تو شیوانی کی آخری سانس بھی پوری ہو جائے گی۔ اسی وقت اس کی آتما اس کے جسم سے نکلے گی۔''

اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر ایک نعرہ لگایا۔ ''جے بھوانی! ایسے وقت میں اپنی غلام آتما کے ساتھ اس کے قریب رہوں گا۔ تم بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود رہو گے۔ ابھی جا سکتے ہو۔''

وہ خیال خوانی کرنے والا چلا گیا۔ منتر جوگی کو پورا یقین تھا کہ آج رات بارہ بجے اس کا عمل کامیاب ہوگا۔ شیوانی کی آتما اس کے جسم سے نکلے گی تو کسی بھی روحانی عمل کرنے والے کا کام ختم ہو چکا ہوگا تب اسے یقین ہوگا کہ اس کی آتما عالم ارواح کی طرف جا رہی ہے۔

وہ میرے متعلق سوچنے لگا کہ اس نے اپنے ایک چیلے شنکر نارائن کو میری طرف روانہ کیا تھا اور وہ سوئٹزرلینڈ بھی پہنچ گیا تھا۔ اس کے بعد پتا نہیں کہاں گم ہو گیا تھا۔ منتر جوگی نے صبح سے اب تک تین بار اس سے رابطہ کیا تھا۔ ہر بار یہی معلوم ہوتا رہا کہ اس کا فون بند ہے۔ یہ بات تشویش میں مبتلا کر رہی تھی کہ جو اس کا غلام ہے، تابعدار ہے، وہ اس سے رابطہ کیوں نہیں کر رہا ہے؟ اس کا فون کیوں بند ہے؟

جب شام تک اس سے کوئی رابطہ نہ ہو سکا تب وہ اپنے پراسرار علم کے ذریعے اس کا سراغ لگانے لگا اور یہ دیکھ کر حیران ہونے لگا کہ اس کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہو رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا' جیسے وہ کہیں جا کر مر کھپ گیا ہے۔

آخر اس نے اپنے اس چیلے شنکر نارائن کا پتلا بنایا اور اس کا سراغ لگانے کے لیے تھال پر رکھا تو وہ گر پڑا۔ وہ پریشان ہو کر سوچتی ہوئی نظروں سے پہلے کو دیکھنے لگا۔ وہ جتنے بھی پتلے بناتا تھا۔ وہ تھال پر ضرور کھڑے ہوتے تھے لیکن یہ تھال پر پہنچتے ہی گر پڑا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر سوچا۔ ''ہے بھگوان! یہ تو مر چکا ہے۔ کیا فرہاد نے اسے مار ڈالا ہے؟''

اس کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اس کا کوئی پراسرار علم بھی اس سلسلے میں کوئی جواب نہیں دے سکتا تھا۔

☆☆☆

سب ہی مجھ سے آخری ملاقات کے لیے خیال خوانی کے ذریعے آرہے تھے یا فون پر رابطہ کررہے تھے۔ کیونکہ وہ مقررہ وقت اب بہت ہی قریب آرہا تھا۔ آج آدھی رات کے بعد شیوانی کی موت کسی وقت بھی واقع ہوسکتی تھی پھر اس کے ٹھیک چوبیس گھنٹے بعد مجھے اس دنیا سے جانا تھا۔ آمنہ نے میرے اندر آکر کہا۔ ''السلام علیکم.....!''

میں نے کہا۔ ''وعلیکم السلام۔ میں جانتا تھا کہ آج نہیں تو کل مجھ سے ملنے آؤ گی۔ تم دن رات عبادت میں مصروف رہتی ہو۔ اسی لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ تمہارے پاس آکر تمہیں ڈسٹرب کروں۔ سب ہی دکھی ہو رہے ہیں۔ صدمہ اٹھا رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس سلسلے میں تمہارے خیالات اور جذبات کیا ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''آخر میں بھی انسان ہوں۔ روحانیت کی طرف مائل ہوئی اور یہ علم حاصل کرنا شروع کیا تو اعلیٰ حضرت نے سب سے پہلے جو ہدایت کی وہ یہی تھی کہ میں اپنے دل سے تمام جذبات نکال دوں۔ رشتوں کی محبت کو اہمیت نہ دوں۔ دنیا والوں سے کنارہ کشی کر کے درجہ بدرجہ روحانی علم حاصل کرسکوں گی اور میں ایسا ہی کررہی ہوں۔''

وہ ایک ذرا چپ ہوئی پھر بولی۔ ''تم خود دیکھتے آرہے ہو، میں کبھی تم سے خود رابطہ نہیں کرتی۔ تم ہی کبھی ضرورت کے وقت میرے پاس آجاتے ہو۔ اسی طرح میرے بچے بھی ضرورت کے وقت مجھے یاد کرتے ہیں تو میں ان سے باتیں کرلیتی ہوں اور ان کے دکھ درد کو سمجھ لیتی ہوں پھر بھی ان کے لیے اس وقت تک کچھ نہیں کرتی جب تک قدرت کو یہ منظور نہ ہو کہ میں ان کی مدد کروں۔''

وہ بول رہی تھی اور میں چپ چاپ سن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''کئی برس سے ہم برائے نام میاں بیوی ہیں۔ کئی برس سے دوری کے باوجود میں دل سے مجبور ہوں۔ لاشعوری طور پر تم سے قریب رہی ہوں۔ صرف تم سے ہی نہیں۔ اپنے پارس سے پورس سے اعلیٰ بی بی اور کبریا سے سب سے لاڈلی پوتی انوشے سے شعوری طور پر نہ سہی۔ لاشعوری طور پر تم سب سے جذباتی وابستگی رہی ہے۔''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''شاید ایسی ڈھکی چھپی جذباتی وابستگی کی وجہ سے ہی روحانی مدارج طے کرتے کرتے پھر پیچھے چلی آتی ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے کہا ہے کہ اتنے عرصے میں انہوں نے روحانی علم میں کمال حاصل کیا تھا۔ میں اس لیے ایسا نہیں کرسکی ہوں کہ ایک عورت ہوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک ماں ہوں اور ماں وہ ہستی ہوتی ہے جو مجبور نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ ساری دنیا کو پیدا کرتی ہے لیکن ممتا سے مجبور ہوجاتی ہے۔ یہی ممتا اسے دنیاوی جذبات کی طرف لے آتی ہے اور میں روحانی مراحل پوری طرح طے نہیں کرپاتی۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''اعلیٰ حضرت اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ میں روحانی علم حاصل کرنے کے سلسلے میں کیوں پیچھے رہ جاتی ہوں؟ انہوں نے ابھی کہا ہے کہ میں تم سے ضرور ملوں لیکن زیادہ باتیں نہ کروں۔ دو باتیں بھی کروں گی تو ملنے کی حسرت پوری ہوجائے گی۔ اس لیے میں دو ہی باتیں کرنے آئی ہوں۔''

وہ ٹھہر ٹھہر کر رک رک کر بول رہی تھی۔ ''میں نے ایک بات تو کہہ دی کہ کیسے جذباتی وابستگی کی وجہ سے اس قدر تاخیر سے روحانی علم حاصل کررہی ہوں اور اب دوسری بات یہ ہے کہ.....''

وہ آگے بولتے ہوئے جھجک رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''برسوں کے بعد یہ الفاظ کہہ رہی ہوں۔ کہتے ہی چلی جاؤں گی پھر میرے پیچھے نہ آنا.....''

اس نے بڑے جذبے سے کہا۔ ''تم ہی میرے اول ہو اور تم ہی میرے آخر ہو۔ تمہارے بعد اور کوئی دنیا نہیں ہے۔''

یہ کہتے ہی وہ میرے اندر سے چلی گئی۔ میں اپنی جگہ گم صم بیٹھا رہا۔ بڑی دیر تک اسی کے بارے میں سوچتا رہا۔ محبتوں کے کتنے ہی رشتے تھے، کتنے ہی جذبے تھے، ہر ایک کو چھوڑ کر جانا تھا اور ہر ایک کی طرف دل کھنچا جارہا تھا۔

سونیا نے واش روم سے باہر آکر مجھے دیکھا۔ میں سر جھکائے گہری سوچ میں گم تھا۔ اس نے قریب آکر میرے شانے پر ہاتھ رکھا تو میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بولی۔ ''کیا بات ہے؟''

میں آمنہ سے ہونے والی گفتگو اسے سنانے لگا۔ وہ پاس بیٹھ کر بولی۔ ''میں ہوں.... آمنہ ہے۔ شاتبریزی ہے۔ ہم بیویاں ہیں پھر بہوئیں ہیں پھر بیٹیاں ہیں۔ بیٹے ہیں۔ پوتی ہے۔ پوتا ہے۔ ہمارے علاوہ وہ لاکھوں قارئین ہیں جو تمہیں دل و جان سے چاہتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ تمہاری موت کی خبر سن کر ان پر کیا گزر رہی ہوگی؟ آج تک کسی انسان کے لیے محبت کرنے والوں کی اتنی بھیڑ نہیں لگی۔ جتنی اب لگ رہی ہے۔''

وہ میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی۔ ''ہمارا بھی وقت آئے گا۔ ہم بھی ایک ایک کر کے چلے جائیں گے لیکن

تمہاری داستان نسل در نسل قیامت تک چلتی رہے گی اور تمہاری یادوں کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔''

بے شک، مجھے چاہنے والے، مجھے پڑھنے والے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک ہیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری موت کی خبر سننے کے بعد ان کے تاثرات اور جذبات کیا ہوں گے؟ بس ایک اندازہ ہے کہ میرے بچوں کی طرح وہ بھی دل پکڑ کر رہ گئے ہوں گے۔ آخری وقت میں ان سے کیا کہوں؟ اے بزرگو! اے دوستو! اے بھائیو! اے بچو! ماؤ! بہنو...! تم میں سے ہر ایک نے اپنے کسی نہ کسی سگے کو ہمیشہ کے لیے رخصت کیا ہوگا۔ غم نہ کرو۔ مجھے بھی اسی طرح رخصت کرو۔

سونیا نے میرے بازو سے لگ کر پوچھا۔ ''کیا خیال خوانی کررہے ہو؟''

میں نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولی۔ ''میری موجودگی میں ایک تنہا انسان کی طرح اتنی دیر تک نہ سوچا کرو۔''

''میں آج صبح سے کچھ کمزوری محسوس کررہا ہوں۔ ہو سکتا ہے چند گھنٹوں کے بعد اور زیادہ کمزور ہوجاؤں۔ بولنے اور سننے کے قابل بھی نہ رہوں۔''

''خواہ مخواہ ایسی باتیں نہ کرو۔''

''میں ایسا نہ کہوں تب بھی ایسا ہوسکتا ہے۔ میرے یہ آخری پچیس تیس گھنٹے کس طرح گزر رہے ہیں۔ یہ تم بہتر جانتی ہو۔ تم میری آخری سانسوں کی چشم دید گواہ ہو۔ ایک مرنے والا اپنی داستان کو خود مکمل نہیں کرسکتا۔ اس لیے تم میری اس طویل داستان کا اختتام کرو گی۔ جو کچھ مجھ پر گزرے گی۔ وہ سب کچھ میرے چاہنے والے قارئین تک پہنچاؤ گی۔''

وہ میرے ہاتھ کو تھپک کر بولی۔ ''جو چاہو گے وہی ہو گا۔ ابھی اپنی نہیں، شیوانی کی بات کرو۔ اس وقت رنگون میں آدھی رات ہونے والی ہے۔''

وہاں رات کے بارہ بجنے والے تھے۔ وچ ڈاکٹر منتر جوگی اپنی غلام آتما اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے شیوانی کی مکمل معلومات حاصل کررہا تھا۔ وہاں چھ گھنٹے پہلے ہی تاشہ آگئی تھی۔ اسے بابا صاحب کے ادارے سے اس لیے بھیجا گیا تھا کہ عدنان اس سے گہری دوستی رکھتا تھا اور اس کی ہر بات مانتا تھا۔ شیوانی کی موت کے بعد اسے وہاں سے لانا تھا اور تاشہ ہی اسے پیار محبت سے بابا صاحب کے ادارے میں لاسکتی تھی۔

اس وقت شیوانی بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ عدنان اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ کبھی جھک کر اس کے چہرے کو چومتا تھا۔ کبھی اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیتا تھا۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی اور رو رہی تھی لیکن اب ہاتھ بڑھا کر بیٹے کو چھونے کے قابل نہیں رہی تھی۔

وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا منتر جوگی کو بتا رہا تھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں سے جان نکل چکی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کی آتما آہستہ آہستہ اپنی جگہ چھوڑ رہی تھی۔

منتر جوگی اپنی جگہ پلتھی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی بڑی سی کھلی ہوئی ہتھیلی پر شیوانی کا پتلا کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ماش کی دال کا ایک بڑا سا دانہ رکھا ہوا تھا۔ وہ دانہ پتلے کے پیروں کے پاس اوپر کی طرف اٹھ گیا تھا۔ فضا میں بلند ہوگیا تھا۔ اس بات کا سگنل دے رہا تھا کہ شیوانی کی آتما اس کے پیروں اور ہاتھوں سے نکل چکی ہے۔ گھڑی کی سوئی بارہ سے آگے بڑھ گئی تھی۔ پچھلی تاریخ گزر چکی تھی اور اگلی تاریخ شروع ہوچکی تھی۔

وہ ماش کی دال کا دانہ فضا میں بلند رہ کر پتلے کے اس حصے میں آیا۔ جہاں شیوانی کا دل دھڑک رہا تھا۔ وہ دانہ اس کے دل سے ذرا اوپر بلند ہوا تو شیوانی نے آخری ہچکی لی۔ اس کی روح اپنا جسم چھوڑ چکی تھی۔ ماش کی دل کا دانہ اس پتلے سے الگ ہوکر فضا میں ذرا اور بلند ہوگیا تھا۔ آہستہ آہستہ مزید بلندی کی طرف جانے لگا۔

ایسے ہی وقت منتر جوگی بلند آواز اور جوش و خروش سے منتر پڑھنے لگا اور اس دانے کی طرف پھونکے مارنے لگا۔ اس نے اپنی ہتھیلی سے اس پتلے کو پھینک دیا تھا۔ کیونکہ اب شیوانی کا جسم بے جان ہوگیا تھا۔ اہمیت تو اس دانے کی تھی۔ جو فضا میں بلند ہوتا چلا جارہا تھا۔ اس نے اپنی ہتھیلی اسی طرح سے کھلی رکھی اور منتر پڑھتا رہا۔ اس منتر کا اثر یہ ہونا تھا کہ دانہ واپس آکے اس کی ہتھیلی پر پہنچتا تو وہ مٹھی بند کرلیتا۔ اس طرح شیوانی کی روح اس کی مٹھی میں آجاتی اور اس کی تابعدار بن جاتی۔

لیکن ایسا نہیں ہورہا تھا۔ وہ دانہ اسی طرح فضا میں بلند ہوتا ہوا اوپر کی طرف چلا جارہا تھا۔ وہ منتر پڑھتا جارہا تھا اور اپنی ہتھیلی دانے کی طرف بڑھاتا جارہا تھا۔ اب وہ اتنا بلند ہوچکا تھا کہ منتر جوگی کو اپنی جگہ سے اٹھنا پڑا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ایسے ہی وقت وہ دانہ اتنی تیزی سے اوپر کی طرف گیا کہ وہ کھڑے ہوکر اوپر ہاتھ بڑھانے کے باوجود دانے تک نہیں پہنچ پایا۔

یہ صاف پتا چل رہا تھا کہ کوئی غیبی طاقت اس کے

منتروں کو بے اثر کر رہی ہے اور اس دانے کو اس سے دور لے جا رہی ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ منتر پڑھنے کے باوجود ناکامی ہو رہی ہے اور وہ آتما قابو میں نہیں آ رہی ہے تب اس نے سوچا کہ ایک دم سے جھپٹ کر دانے کو اپنی مٹھی میں لے لے۔ اس وقت وہ دانہ اس کے اٹھے ہوئے ہاتھ سے ایک بالشت کی دوری پر تھا۔ اس نے ایک دم سے اچھل کر اسے مٹھی میں لینا چاہا تو دانہ اور اوپر چلا گیا۔

کالے جادو کے عمل میں ناکامی ہوتی رہے تو اس ناکامی کو کامیابی میں بدلنے کا آخری راستہ یہی ہوتا ہے کہ شیطان کو اپنا خون دیا جائے۔

اس نے فوراً ہی جھک کر فرش سے ایک خنجر اٹھایا پھر اس کی نوک سے اپنی کلائی پر ایک گہری خراش ڈالی۔ خون کی دھار بہنے لگی۔ اس کے قطرے ٹپکنے لگے۔ اس نے ایک ہتھیلی کے چلو میں ان قطروں کو لے کر دانے کی طرف پھینکا تو دانہ اور زیادہ بلندی پر چلا گیا۔ خون کے چھینٹے اس دانے تک نہ پہنچ سکے اور نہ اپنا کوئی اثر دکھا سکے۔ وہ دانہ فضا میں تیرتا ہوا روشندان کے راستے باہر جا چکا تھا۔

منتر جوگی یک دم سے گرنے کے انداز میں فرش پر بیٹھ گیا۔ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ اب تک اسی روحانی عمل سے ٹکرا رہا تھا اور ناکام ہوتا رہا تھا۔ شیوانی کی آتما اس کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی عالم ارواح کی طرف جا چکی تھی۔

عدنان اپنی ماں کی لاش سے لپٹ کر رو رہا تھا۔ تاشہ اسے تھپک رہی تھی۔ ایک ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف بلا رہی تھی مگر وہ ماں سے الگ ہونا نہیں چاہتا تھا۔ اس کا دماغ ٹیلی پیتھی کی لہروں سے متاثر نہیں ہوتا تھا۔ تاشہ اس کے اندر پہنچ کر خیال خوانی کے ذریعے سمجھا رہی تھی کہ ماں اب اس دنیا میں نہیں رہی ہے۔ وہ اس کی محبت کا جواب محبت سے نہیں دے سکے گی۔ لہٰذا اسے اس سے الگ ہو جانا چاہیے۔

لیکن وہ تاشہ کی خیال خوانی کے اثر میں نہیں آ رہا تھا۔ اس کی دادی آمنہ اس کے اندر آئی تو ضدی پوتے کا ذہن روحانی ٹیلی پیتھی کے اثر میں آ گیا۔ وہ آپ ہی آپ ماں سے الگ ہو کر تاشہ کے بازوؤں میں پہنچ گیا۔ وہ اسے لے کر ان کمرے سے باہر آ گئی۔ پورس بھی رگھون پہنچا ہوا تھا۔ اس کے پاس شیوانی کی شادی کے کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے وہاں کے ایک ہندو آشرم میں وہ تمام کاغذات دکھائے پھر کہا۔ ''میری بیوی ہندو تھی اور آخری وقت تک ہندو دھرم سے وابستہ رہی۔ لہٰذا آپ لوگ اس کا آخری سنسکار کر سکتے ہیں۔''

پورس نے اس سلسلے میں انہیں اچھی خاصی رقم دی۔ وہ راضی ہو گئے۔ اس طرح شیوانی کے مردہ جسم کو چتا میں جلا دیا گیا۔ پورس اس کی آخری رسومات ادا ہونے تک وہاں موجود رہا پھر تاشہ اور عدنان کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کی طرف روانہ ہو گیا۔

☆☆☆

میں فرہاد علی تیمور کی شریک حیات سونیا آپ سب سے مخاطب ہوں۔

ان لمحات میں فرہاد علی تیمور اس قابل نہیں ہیں کہ اپنی داستان کا یہ آخری حصہ خود بیان کر سکیں۔ اس لیے میں بیان کر رہی ہوں۔

پہلے تو یہ واضح کر دوں کہ داستان کا یہ آخری حصہ ہے۔ لیکن اختتام نہیں ہے۔ تیس برس کا عرصہ کم نہیں ہوتا۔ تیس برس میں آپ اپنی آنکھوں سے فرہاد کو بڑھتے رہے۔ زبان سے اس کا نام لیتے رہے۔ آپ کا دماغ اس سے متاثر ہوتا رہا اور آپ کا دل اس کے نام سے دھڑکتا رہا۔ فرہاد علی کی داستان اتنی آسانی سے اختتام تک نہیں پہنچے گی۔

کیا کسی کے مر جانے سے دنیا مر جاتی ہے؟ کیا اس کی یادیں اور اس کے کارنامے باقی نہیں رہتے؟

باقی رہتے ہیں۔ انسان کا اعمال نامہ قیامت سے پہلے اس دنیا میں بھی پڑھا جاتا ہے۔ لہٰذا آج کے بعد بھی آپ فرہاد کا اعمال نامہ پڑھتے رہیں گے اور بڑی دلچسپی سے پڑھتے رہیں گے۔

پچھلی رات اعلیٰ حضرت نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں فرہاد کی زندگی کی آخری رات اس کے ساتھ نہ گزاروں۔ دوسرے کمرے میں رہوں اور میں دوسرے کمرے میں سونے چلی گئی تھی۔ صبح مجھے ہدایت ملی کہ فرہاد کے پاس جاؤں لیکن ایک مناسب فاصلہ رکھوں اور اس کی خدمت کرتی رہوں۔ میں ان ہدایات پر عمل کرتی رہی ہوں۔ ان کے تمام بچوں کو اور دوست احباب کو کہہ دیا گیا ہے کہ وہ فون کے ذریعے یا خیال خوانی کے ذریعے فرہاد سے رابطہ نہ کریں۔ صرف اس کے لیے دعائیں کرتے رہیں۔

شانتیر یزی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچی ہوئی تھی اور ان آخری لمحات میں خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنا چاہتی تھی لیکن اسے بھی اجازت نہیں مل رہی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے اسے اپنے حجرے میں طلب کیا۔ وہ ان کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے کہا۔ ''میں جانتا ہوں'

تمہارے اندر کیسے خیالات پک رہے ہیں؟ یہ سب منفی خیالات ہیں۔ دنیا میں کوئی کسی کے ساتھ نہیں مرتا۔ دینی اور دنیاوی قانون کسی کو اس طرح جان دینے کی اجازت نہیں دیتے۔''

اس نے روتے ہوئے کہا۔ ''بابا حضرت! میں کیا کروں؟ میرا دل نہیں مان رہا ہے۔ یہ دنیا بالکل ویران سی ہو گئی ہے۔ جب زندہ رہنے کی خوشی نہ ہو۔ کوئی مقصد نہ ہو تو پھر میں جی کر کیا کروں گی؟''

''تمہارے جینے کا ایک بہت بڑا مقصد ہے۔''

''میں جانتی ہوں۔ آپ فرمائیں گے کہ مجھے خیال خوانی کے ذریعے دکھی انسانیت کی خدمت کرنی چاہیے۔''

انہوں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں، دکھی انسانوں کی خدمت دل سے کی جاتی ہے اور جب تک تمہارا دل مائل نہیں ہوگا' تم کیا کرو گی؟ وہی کرو گی جو قدرت کو منظور ہے۔''

''جب آپ فرما رہے ہیں کہ قدرت کو میرا زندہ رہنا منظور ہے تو مجبوراً سانسیں لیتی رہوں گی۔''

''نہیں بیٹی! تم مجبوراً نہیں۔ ہنسی خوشی زندگی گزارو گی۔ کیونکہ فرہاد اپنی موت کے بعد بھی تمہارے لیے زندہ رہے گا۔''

اس نے یک دم سے چونک کر سر اٹھایا پھر خوش ہو کر پوچھا۔ ''یہ آپ.... کیا فرما رہے ہیں؟ میرا فرہاد میرے لیے زندہ رہے گا؟''

انہوں نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ''لیکن دوسرے روپ میں.... وہ تمہارے ساتھ رہے گا۔''

وہ حیرانی سے بولی۔ ''بابا صاحب! آپ نے مجھے بیٹی بنایا ہے۔ خدا کے لیے ذرا وضاحت سے بیان کریں۔ میں کچھ سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔''

انہوں نے آنکھیں بند کیں۔ زیر لب کچھ پڑھا پھر آنکھیں کھول کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم ماں بننے والی ہو۔''

شانے خوش ہو کر انہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا۔ ''تم ایک نئے فرہاد کو جنم دینے والی ہو۔ اب ایک ماں کے دل سے کہو' کیا مرنا چاہو گی؟''

اس نے جلدی سے انکار میں سر ہلایا۔ ''نہیں، میں زندہ رہوں گی۔ میرا فرہاد ایک نیا جنم لینے والا ہے۔ میں اس کے لیے زندہ رہوں گی۔''

''نئے جنم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فرہاد ایک بار مرنے کے بعد دوسری بار جنم لے گا پھر تیسری بار جنم لے گا۔ یہ عقیدہ تو ہندوؤں کا ہے۔ اسلام آواگون کے اس نظریے کو رد کرتا ہے۔''

شانا انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''ہمارا ایمان ہے کہ موت برحق ہے۔ انسان ایک بار ہی مرتا ہے اور پھر قیامت کے دن ہی اٹھایا جاتا ہے۔ ہر انسان کو ایک ہی بار زندگی ملتی ہے۔ بار بار نہیں ملتی۔''

وہ بولی۔ ''لیکن آپ نے ابھی فرمایا تھا کہ فرہاد...؟''

انہوں نے ہاتھ اٹھا کر آگے کہنے سے روک دیا پھر کہا۔ ''کیا بیٹے اپنے باپ کی پرچھائیں نہیں ہوتے؟ بس جاؤ۔ سوچو اور سمجھو۔ باپ جا رہا ہے۔ بیٹا سہارا بن کر آ رہا ہے۔''

.....میں فرہاد کے پاس ہوں۔ وہ میری نظروں کے سامنے چاروں شانے چت لیٹا ہوا ہے۔ دونوں ہاتھ سینے پر بندھے ہوئے ہیں۔ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور سامنے دیوار پر ٹکی ہوئی ہیں۔ پتا نہیں وہ کچھ دیکھ پا رہا ہے یا نہیں؟ اس کی زبان تو بند ہو چکی ہے۔ پتا نہیں دل کی دھڑکن نارمل ہے یا نہیں؟ میں دیکھ نہیں سکتی۔ اسے چھو نہیں سکتی۔ مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ اس سے مناسب فاصلہ رکھوں۔

آہ.....! یہ عبرت کا مقام تھا۔ فرہاد جیسا فولادی موت کے سامنے بے بس اور بے یار و مددگار پڑا ہوا تھا۔ اس کی بے بسی موت سے کہہ رہی تھی کہ آؤ اور مجھے لے جاؤ۔

فرہاد نے کبھی اپنی شہزوری پر غرور نہیں کیا۔ جو غرور کرتے ہیں' انہیں یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ آخری وقت ساری طاقت دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ سارے اختیارات اور وسیع ذرائع خاک ہو جاتے ہیں۔ دوسروں کو چٹکی میں مسلنے والے مغرور موت کی ایک چٹکی میں آ جاتے ہیں۔

شانے میرے اندر آ کر کہا۔ ''سسٹر! میں آئی ہوں۔''

میں نے چونک کر پوچھا۔ ''یہاں کیوں آئی ہو؟ تم سب کو منع کیا گیا ہے کہ خیال خوانی کے ذریعے بھی فرہاد کے پاس نہ آؤ۔''

وہ بولی۔ ''اسی لیے تو میں فرہاد کے اندر نہیں گئی۔ تمہارے پاس آئی ہوں۔''

''تم صدمات اٹھا رہی ہو مگر چالاکی دکھانے سے باز نہیں آ رہی ہو۔ میرے اندر رہ کر فرہاد کو دیکھنا چاہتی ہو۔ جب اعلیٰ حضرت نے یہ کہا ہے کہ کسی کو فرہاد کے پاس نہیں آنا چاہیے تو اس کے دماغ میں جاؤ یا نہ جاؤ۔ کسی دوسرے ذریعے سے بھی اس کے پاس نہیں آنا چاہیے۔''

''میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

میں اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر آکر دروازے کو بند کرتے ہوئے بولی۔''ہاں، اب بولو۔ وہ ضروری بات کیا ہے؟''

''ابھی اعلیٰ حضرت نے ایک پیش گوئی کی ہے۔ ایک طرح سے خوشخبری سنائی ہے کہ میں ماں بننے والی ہوں۔ لہٰذا مجھے مرنے کی نہیں جینے کی باتیں کرنی چاہئیں۔''

سونیا نے کہا۔''اعلیٰ حضرت کبھی اتنی جلدی ایسی نوید نہ دیتے۔ تمہیں صرف زندہ رکھنے کے لیے وقت سے پہلے یہ خوشخبری سنائی ہے۔ میں تمہیں مبارکباد دیتی ہوں۔''

''شکریہ، سسٹر! ایسے وقت تم ہی میرے جذبات کو سمجھ سکتی ہو۔ جب عورت ماں بننے والی ہوتی ہے تو سب سے پہلے اپنے شوہر کو یہ خوشخبری سناتی ہے۔ میں اعلیٰ حضرت کی ہدایت کے خلاف کبھی فرہاد کے دماغ میں نہیں جاؤں گی، لیکن تمہارے اندر رہ کر یہ چاہتی ہوں کہ اسے مخاطب کروں اور یہ خوشخبری سنادوں۔''

''تمہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنی زبان سے اسے یہ خبر سناؤ، لیکن.....''

اس نے پوچھا۔''لیکن کیا.....؟''

''تمہیں یہ سن کر دکھ پہنچے گا کہ ان کی زبان بند ہو چکی ہے۔ وہ بول نہیں پاتے۔ ان کے کان سماعت سے محروم ہو گئے ہیں۔ وہ سن بھی نہیں پاتے پھر تم کیا بولو گی اور کیا سناؤ گی؟''

وہ فرہاد کی یہ حالت سنتے ہی رونے لگی۔ اپنے شوہر کے پاس جانے کو دل تڑپ رہا تھا۔ وہ چوری چھپے فرہاد کے اندر جا سکتی تھی لیکن اعلیٰ حضرت نے اسے بیٹی بنایا تھا۔ اسے بہت بڑا اعزاز دیا تھا۔ اس لیے وہ ان کی ہدایت کے خلاف ایسا قدم اٹھانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

''صبر کرو شنا! اب یہاں سے جاؤ۔ مجھے بھی فرہاد کے پاس جانا ہے۔''

وہ روتے ہوئے بولی۔''یہ حسرت تو دل میں ہی رہ گئی۔ کوئی بات نہیں، میں خیال خوانی کے ذریعے ان سے مل سکی تو کیا ہوا؟ دیوار کے سامنے منہ کر کے بولوں گی۔ میں ماں بننے والی ہوں۔ میں فرہاد کے بیٹے کی ماں بننے والی ہوں۔ ہائے فرہاد! تم اپنی موت کا صدمہ تو دے رہے ہو مگر بہت بڑا انعام بھی دے کر جا رہے ہو...''

وہ میرے دماغ سے چلی گئی۔ میں تھوڑی دیر تک وہیں کھڑی رہی۔ سوچتی رہی پھر پلٹ کر دروازے کو کھول کر اندر آ گئی۔ پندرہ منٹ پہلے جب یہاں سے گئی تھی تو فرہاد کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اب وہ آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ میرا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ موت تو اسے آنی ہی تھی لیکن دماغ کو جھٹکا سا لگا۔

میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی قریب آ کر اسے دیکھنے لگی۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ بھاری بھرکم پہاڑ جیسا جسم سانسوں سے خالی ہو چکا ہے۔

تب...اور تب ہی میری ذہانت نے سمجھایا کہ میں اب تک دھوکا کھاتی رہی ہوں۔ خواہ مخواہ دل ہی دل میں فرہاد کی ہونے والی موت کا صدمہ اٹھاتی رہی ہوں۔ وہ نہیں مرے گا۔ کبھی نہیں مرے گا۔

میں نے اس کی کلائی تھام لی۔ نبض دیکھنے لگی...نبض نہیں مل رہی تھی۔ میں نے دل کی جگہ سینے پر ہاتھ رکھا۔ وہاں مستقل خاموشی تھی۔ دل نے دھڑکنا چھوڑ دیا تھا۔ موت واقع ہو چکی تھی۔ یہ دیکھتے ہی یقین ہوتے ہی میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ اس وقت اگر کوئی مجھے دیکھ لیتا تو پورے یقین کے ساتھ پاگل کہتا۔

اور میں خوشی سے پاگل ہو رہی تھی۔ میرے سامنے وہ مردہ پڑا ہوا تھا اور بے شک وشبہ مر چکا تھا۔ اس کے باوجود میں پیش گوئی کرتی ہوں کہ میرا فرہاد زندہ ہے۔

فرہاد نے مجھ سے کہا تھا کہ میں داستان کے اس حصے کو ایک چشم دید گواہ کی حیثیت سے بیان کروں گی اور میں فرہاد علی تیمور کی موت کی چشم دید گواہ ہوں۔ یہ میرے سامنے مردہ پڑے ہوئے ہیں۔ ابھی کچھ دیر کے بعد کتنے ہی خیال خوانی کرنے والے فرہاد کے اندر آنا چاہیں گے اور اس بات کی تصدیق کریں گے کہ وہ مردہ ہو چکا ہے۔

قارئین کرام! فرہاد کی موت ایک معمّا بن گئی ہے۔ ڈاکٹر اس کا معائنہ کر کے تصدیق کرے گا اور خیال خوانی کرنے والے بھی یہی کہیں گے، لیکن میں کہتی ہوں کہ فرہاد زندہ ہے۔

آپ....آپ....اور آپ سب ذہین ہیں۔ اپنے اپنے طور پر سوچیں اور پوری ذہانت سے سوچیں کہ میں فرہاد کی موت سے کیوں انکار کر رہی ہوں اور کیوں اس کی زندگی کی پیش گوئی کر رہی ہوں؟

آئندہ بہت دور جا کر آپ کو اس بات کا جواب ملنے والا ہے۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

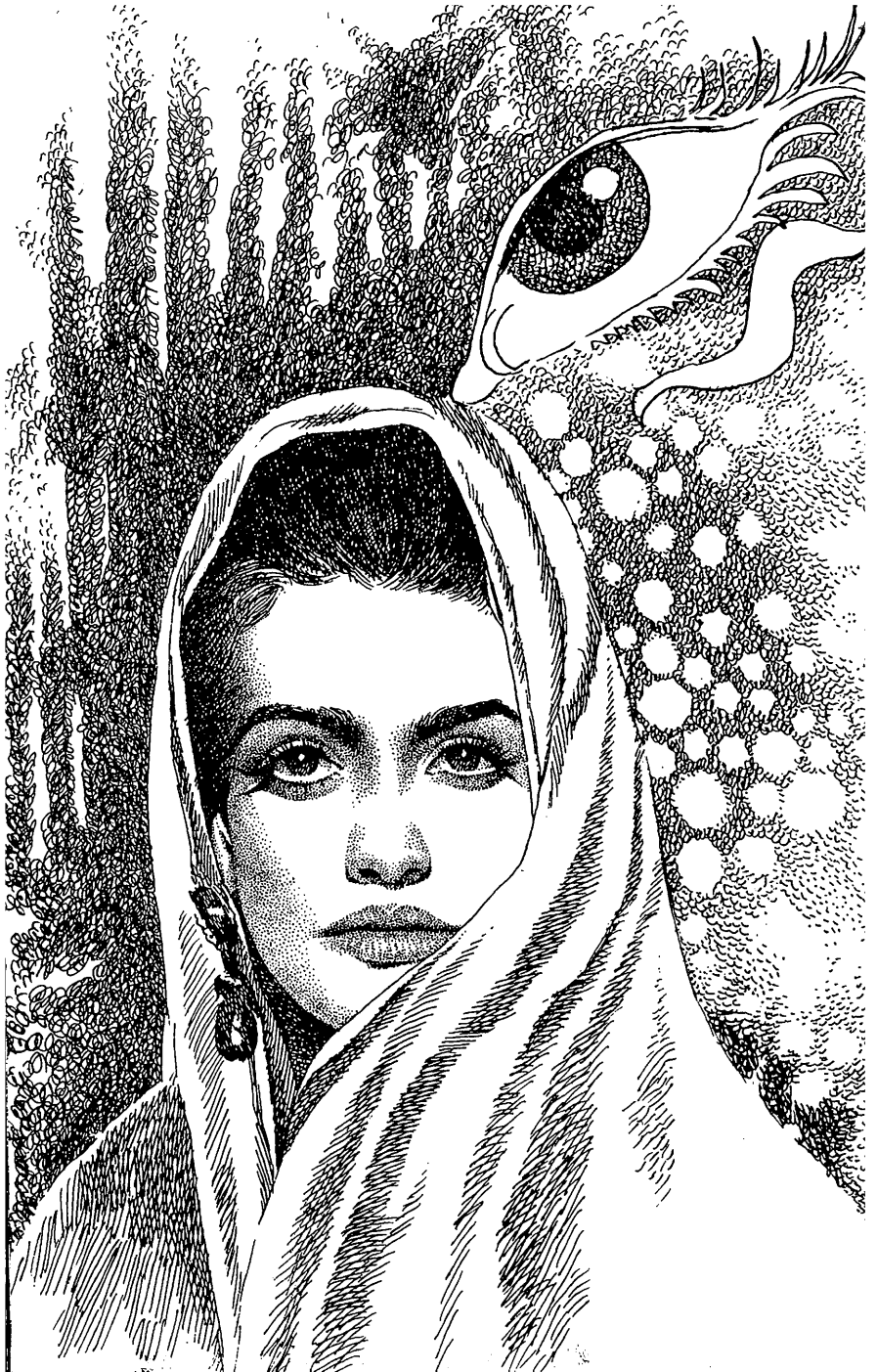

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو اکسٹھ ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

دیوتا

"دیوتا کا 31 واں برس"

ہماری دنیا میں کئی شاعروں، ادیبوں، دانشوروں، فلسفیوں، ڈاکٹروں، انجینئروں اور سائنس دانوں نے اپنی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ آج بھی غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل افراد گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں سب سے بلند مقام حاصل کررہے ہیں۔

یقینا یہ خبر سسپنس کے قارئین کے لیے عمومی طور پر اور دیوتا کے قارئین کے لیے خصوصی طور پر خوشی کا باعث ہوگی کہ اس غیر معمولی طویل داستان کو تحریر کرنے کے باعث آپ کے محبوب مصنف "محی الدین نواب" موجودہ ورلڈ ریکارڈ سے بہت آگے نکل چکے ہیں۔ پچھلے کئی برسوں سے گنیز بک کے ادارے سے خط کتابت کا سلسلہ جاری ہے۔ ان کے ریکارڈ میں جو سب سے طویل کہانی لکھنے والا جاپانی مصنف ہے، اسے محی الدین نواب نے پانچ برس پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ نے اگرچہ دیوتا کو اپنے ریکارڈ میں جگہ نہیں دی تاہم انہوں نے طویل ترین ناول کے سابق ریکارڈ کو حذف کر دیا ہے۔ گویا کچھ مان گئے ہیں اور کچھ ماننا باقی ہے۔ کہا جاتا ہے "خدا جب حسن دیتا ہے، نزاکت آہی جاتی ہے۔" حسینائیں پہلے ایسے ہی نازوانداز دکھاتی ہیں پھر مان جاتی ہیں۔ ایک دن وہ بھی مان جائیں گے۔ سچائی کبھی چھپتی نہیں ہے۔ پچھلے تیس

برسوں کا یہ مطبوعہ سلسلہ اپنی جگہ ٹھوس ریکارڈ کی صورت میں قائم ھے۔

اس دیوتا نے نہ جانے کیسے اور کتنے دیوانے پیدا کیے انہیں میں سے ایک دیوانہ ایسا ھے جس نے دیوتا کی ابتدا سے دیوتا کی ھر قسط کے صفحات، سطریں حتیٰ کہ الفاظ بھی گن گن کر ایک ریکارڈ کی صورت میں محفوظ رکھا ھے۔ یہی دیوانہ پچھلے کئی برسوں سے گنیز بک کے ادارے سے خط کتابت میں مصروف ھے۔ اسے یقین ھے کہ ایک دن محی الدین نواب کو گنیز بک میں دنیا کی طویل ترین کہانی لکھنے والا تسلیم کر لیا جائے گا۔

جنوری 2007ء میں دیوتا کی مسلسل اشاعت کے تیس برس پورے ھو چکے ھیں۔ ریکارڈ بنانے والے کا کہنا ھے کہ جنوری 2007ء کی قسط کی اشاعت تک اس طولانی داستان کے چودہ ھزار نواسی (14089) صفحات اور 51 (اکیاون) سطور شایع ھو چکی ھیں۔ جن کے الفاظ کی تعداد ایک کروڑ چھ لاکھ ستانوے ھزار ایک سو پچاس (1,06,97,150) اور حروف کی تعداد دو کروڑ انتالیس لاکھ چورانوے ھزار تین سو (2,39,94,300) بنتی ھے۔

صرف ایک مصنف نے صرف ایک کہانی میں اتنے الفاظ، اتنی سطریں اور اتنے صفحات لکھ کر پڑھنے والوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ھے۔ یہ ماہ جنوری 2007ء تک کا ریکارڈ پیش کیا گیا ھے اور ابھی نواب صاحب کا قلم جوان بلکہ نوجوان ھے مزید نجانے کتنے عرصے تک یہ کہانی اپنا جادو جلاتی رھے گی۔ آیندہ جو ھو گا سو ھو گا فی الوقت ھی آپ کے محبوب قلمکار کو بلاشبہ "THE LONGEST STORY WRITER OF THE WORLD" ھونے کا اعزاز حاصل ھو چکا ھے۔

محی الدین نواب کہتے ھیں۔ "کبھی میں کیا تھا.....؟ ایک ناکام ٹھوکریں کھانے والا مصور..... کئی کئی وقت بیوی بچوں کے ساتھ فاقے کیا کرتا تھا۔ زندگی کی مسرتیں مجھ سے روٹھی ھوئی تھیں۔ حالات کہتے تھے، دفع ھو جاؤ اس دنیا سے..... ایسے بدترین حالات پر میں نے کس طرح قابو پایا ھے؟ کس طرح تحریری صلاحیتیں منوائی ھیں؟ یہ روداد اپنے قارئین کی طرف سے مجھ پر قرض ھے جسے میں ضرور چکانے کی کوشش کروں گا۔"

قارئین کرام! آپ کا اور ھمارا یہ محبوب رائٹر پچھلے چند برسوں سے بڑھاپے کی کمزوریوں اور بیماریوں سے لڑتا آرھا ھے۔ حالت ایسی ھو جاتی ھے کہ انہیں زندگی کی طرف واپس لانے کے لئے آئی سی یو میں پہنچایا جاتا ھے۔ آیئے.....! ھم سب اپنی دعاؤں میں انہیں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے اور ان کی قلمی توانائیوں کو برقرار رکھے..... آمین! (ادارہ)

میں سونیا ھوں۔ اپنے فرہاد کی عدم موجودگی میں اس کی داستان کا باقی حصہ بیان کر رھی ھوں۔

ھر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ھے اور ایک نہ ایک روز اسے اپنے خالق حقیقی کی طرف لوٹنا ھے..... سو ٹیلی پیتھی کا پہاڑ فرہاد علی تیمور بھی اس عالم فانی سے کوچ کر چکا ھے۔

یہ دنیا کہتی ھے۔ میں نہیں کہتی۔ میں اپنے یقین پر قائم ھوں۔ مجھے اس کی موت کا یقین نہیں ھے اور کیوں نہیں ھے؟ یہ آگے چل کر بتاؤں گی۔ کہا جاتا ھے کہ زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو اور زبان خلق کہنے والی ھے کہ فرہاد ھم میں نہیں رھا۔ ھی از نومور.....

فرہاد کے اپنے، خون کے رشتے، اپنے تمام سگے، یہ یقین کر چکے ھیں۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو تلاش کر چکے ھیں اور یہ یقین سے کہہ چکے ھیں کہ اس کا دماغ گم ھو چکا ھے۔ سوچ کی لہریں کبھی کسی مردہ دماغ تک نہیں پہنچتیں۔ اس لیے وہ نہیں پہنچ پا رھے ھیں اور اس کی موت کا پوری طرح یقین کر رھے ھیں۔

بعض اوقات ایسا ھوتا ھے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دھوکا کھا جاتے ھیں۔ ایک بار شناسا خبریزی (لومی) نے فرہاد کو اسی طرح زبردست دھوکا دیا تھا۔ ایک طویل عرصے تک وہ اپنی موت کا ڈراما پلے کرتی رھی تھی اور فرہاد جیسا شناسا ظر بھی دھوکا کھاتا رھا تھا۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یقین کر چکے تھے کہ وہ مر چکی ھے۔ جبکہ اس نے خود پر تنویمی عمل کرایا تھا۔ اس عمل کے ذریعے اپنی آواز اور لب و لہجے کو ختم کر دیا تھا۔ اپنی پوری شخصیت کو مٹا دیا تھا۔ اس طرح سب ھی نے اس کی موت کا یقین کر لیا تھا۔

ایسا ھی فرہاد کے ساتھ بھی ھو سکتا ھے۔ اس کی آواز اور

لب و لہجے کو گم کر دیا گیا ھو۔ اس کی شخصیت مٹا دی گئی ھو۔ اس کا وجود اس دنیا میں ھو لیکن وہ نادیدہ ھو۔ نظر نہ آ رھا ھو۔

میں نے کہا ناں کہ مجھے یقین نہیں ھے۔ سارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یقین ھو چکا ھے۔ آپ آگے معلوم کرتے رھیں۔ ابھی ساری دنیا، تمام دوست اور تمام دشمن مختلف ٹھوس ذرائع سے یقین کرنے والے ھیں۔

بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے فرہاد علی تیمور کی موت کا اعلان ھو رھا تھا۔ دنیا کی تمام چھوٹی بڑی حکومتوں کے اکابرین تک یہ خبر پہنچائی جا رھی تھی۔ کوئی اتنی جلدی اتنی آسانی سے اس خبر پر یقین کرنے والا نہیں تھا۔ سب ھی اپنے اپنے طور پر تصدیق کرنے والے تھے۔ برین ماسٹر بھی چونک گیا تھا۔ خوش ھو گیا تھا لیکن پہلے تصدیق کرنا چاہتا تھا۔

وچ ڈاکٹر مہاراج گندھراج منتر جوگی کو فرہاد کی موت کا پورا یقین تھا۔ اسے پہلے ھی معلوم ھو چکا تھا کہ شیوانی کی موت کے دوسرے دن اس کی موت ھونے والی ھے۔ وہ خوش تھا، اس بات کا منتظر تھا کہ جیسے ھی فرہاد کی روح اس کے جسم سے نکلے گی، وہ فوراً ھی اسے اپنی گرفت میں لے لے گا اور ھمیشہ کے لیے اسے اپنا غلام بنا کر رکھے گا۔

اس نے اس مقصد کے لیے اپنے ایک قد آور اور صحت مند چیلے شنکر نارائن کو فرہاد کی طرف روانہ کیا تھا۔ اسے ھدایت کی تھی کہ وہ سوئٹزرلینڈ میں اس کے قریب رھے پھر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی ھدایت کی تھی کہ جب فرہاد کا آخری وقت قریب ھو گا اس وقت وہ شنکر نارائن کے دماغ میں جائے گا اور اس کے ذریعے فرہاد کی نگرانی کرے گا۔ آخری وقت میں فرہاد کا دماغ کمزور رھے گا۔ لہٰذا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر آسانی سے پہنچ سکے گا۔

اس نے فرہاد کی روح کو غلام بنانے کی زبردست پلاننگ کی تھی لیکن جلد ھی پتا چلا کہ اس کا چیلا شنکر نارائن سوئٹزرلینڈ پہنچنے کے بعد کہیں گم ھو گیا ھے۔ اس سے فون کے ذریعے بھی رابطہ نہیں ھو رھا تھا پھر اس نے اپنے علم کے ذریعے اس کا سراغ لگایا تو پتا چلا کہ وہ مر چکا ھے۔

منتر جوگی کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ یہ سمجھ میں آ گیا کہ فرہاد تک پہنچنا آسان نہیں ھو گا۔ اس کی روح کو غلام بنانے میں بڑی دشواری پیش آئے گی۔

اس نے پہلے شیوانی تک پہنچنے کے لیے آتما شکتی کا جو عمل کیا تھا۔ وہی عمل اس نے فرہاد تک پہنچنے کے لیے بھی کیا۔ اس طرح اس نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو فرہاد کے اندر پہنچایا مگر وہ عارضی کامیابی ثابت ھوئی۔ موت سے بہت پہلے ھی اس کا ذہن بے حس ھو گیا تھا۔ سوچ کی کسی لہر کو قبول نہیں کر رھا تھا۔ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ناکام رھا تھا۔ اب وہ اپنی ایک غلام آتما کے ذریعے کامیابی حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن فرہاد کے معاملے میں بھی وہی ھوا جو شیوانی کے ساتھ ھوتا رھا تھا۔ اس کی روح جسم چھوڑ کر باہر نکلی تو وہ اسے اپنی گرفت میں نہ لے سکا۔ شیوانی کی آتما کی طرح فرہاد کی آتما بھی اس کی پہنچ سے دور عالم ارواح کی طرف چلی گئی۔ اس طرح وہ فرہاد کی موت کا ایک اور چشم دید گواہ بن گیا تھا۔

میں اس داستان کے ایک ایک اہم فرد کے ذریعے یہ بیان کر رھی ھوں کہ فرہاد واقعی ھمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت ھو گیا ھے یا نہیں؟ اعلیٰ حضرت نے یہ بھی اعلان کیا کہ فرہاد کی میت بابا صاحب کے ادارے میں لائی جائے گی اور وہیں اس کی تدفین ھو گی۔ اس ادارے میں صرف ان ھستیوں کو موت کے بعد بھی جگہ ملتی تھی جو محترم ھوتی تھیں۔

فرہاد نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تھے۔ وہ دکھی انسانیت کی مسیحائی کے لیے ھمیشہ پیش پیش رھا کرتا تھا۔ اس نے اپنی خدمات کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کا نام روشن کیا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے اعلان نے یہ ثابت کر دیا کہ بے شک و شبہ فرہاد کی موت ھو چکی ھے اور اب بابا صاحب کے ادارے میں اس کی آخری آرام گاہ بنا کر اسے بہت بڑا اعزاز دیا جا رھا ھے۔

اس کی میت سوئٹزرلینڈ سے لائی جانے والی تھی لیکن اس سے پہلے ھی دنیا کے تمام چھوٹے بڑے ممالک کے اکابرین نے سوئٹزرلینڈ کے حکمرانوں سے تعاون کی درخواست کی اور کہا کہ پہلے فرہاد کی موت کی تصدیق کی جائے اس کے بعد اس کی میت کو وہاں سے لے جانے دیا جائے۔

تمام ممالک کے اکابرین نے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا پھر اعلیٰ حضرت سے کہا "فرہاد کی میت کو سوئٹزرلینڈ میں روک لیا گیا ھے۔ پہلے ھم اچھی طرح تصدیق کرنا چاہتے ھیں کہ وہ مرنے والا فرہاد ھے یا نہیں.....؟"

ایک امریکی حاکم نے کہا۔ "اب سے پہلے بھی کئی بار فرہاد کی موت کی خبر پھیلائی گئی۔ یہ یقین دلایا گیا کہ وہ مر چکا ھے۔ لیکن کچھ عرصے بعد وہ زندہ ھو کر پھر ھماری دنیا میں چلا آیا۔"

فرانس کے ایک حاکم نے کہا۔ "اب ھم دھوکا نہیں کھانا چاھتے۔ اس دنیا کے مشہور اور تجربہ کار ڈاکٹرز وہاں موجود ھیں۔ ابھی وہ اپنی رپورٹ پیش کرنے والے ھیں۔"

اعلیٰ حضرت نے کہا۔ "بے شک، آپ لوگوں کو حق ھے کہ اس کی موت کی تصدیق کریں لیکن اس کام میں دیر نہ کی

جائے۔ جتنی جلدی ممکن ہو اس کی میت کو ہمارے ادارے میں پہنچایا جائے۔''

برین ماسٹر خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا۔ ساری باتیں سن رہا تھا اور ان ڈاکٹرز کے اندر بھی جا رہا تھا جو فرہاد کی موت کی تصدیق کر رہے تھے۔

وہاں علم الاجسام کے بھی ماہر تھے۔ وہ فرہاد کی کھال کا' گوشت کا اور خون کا معائنہ کر رہے تھے اور فرہاد کے ریکارڈ کو دیکھتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ اس ریکارڈ کے مطابق یہ فرہاد علی تیمور ہی ہے۔

پھر اس کی لاش کی انگلیوں کے نشانات لیے گئے۔ فنگر پرنٹ کے ماہرین معائنہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ بے شک، یہ فرہاد علی تیمور ہی ہے۔ علم الاجسام کے ماہر اس کی ایک ایک انگلی کا معائنہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ان پر مصنوعی جھلیاں نہیں چڑھی ہوئی ہیں۔

ہر طرح سے تصدیق ہو رہی تھی۔ اس کے باوجود بڑے بڑے ممالک کے اکابرین مطمئن نہیں تھے۔ ان کے اطمینان کے لیے اس لاش کی انگلیوں کی کھال اتاری جانے لگی۔ یہ خیال تھا کہ اس کھال کے نیچے اصل کھال چھپی ہوگی لیکن ایسا کچھ نہیں تھا۔ ان پر جھلیاں چڑھی ہوئی نہیں تھیں۔ ان کے نیچے کوئی دوسری کھال نہیں تھی۔ صرف گوشت ہی گوشت تھا۔ اس کے بعد شبہ کی ایک ذرا سی گنجایش نہیں رہی تھی۔

اچھی طرح یقین ہونے کے باوجود لاش کو ابھی وہیں روکا گیا تھا۔ تمام ممالک کے اکابرین کا اہم اجلاس ہو رہا تھا۔ وہ سب ایک فیصلے پر متفق ہونے کے بعد ہی اس کی لاش کو ادارے کے حوالے کرنے والے تھے۔

ایسے وقت اس کی میت آرمی اسپتال کے ایک مردہ خانے میں رکھی ہوئی تھی۔ برین ماسٹر مارے خوشی کے پاگل سا ہو رہا تھا۔ اس کی مجرمانہ زندگی میں صرف فرہاد ہی ایسا دشمن تھا جو اس کے گہرے رازوں تک پہنچ جاتا تھا۔ ایسے وقت اس کی موت نے کلیجے میں ٹھنڈ پہنچائی تھی۔ یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب کوئی ایسا زبردست اس کے مقابلے پر نہیں آسکے گا۔

آوڈی مین اس کے حکم کے مطابق پیرس پہنچ گیا تھا اور بابا صاحب کے ادارے کے قریب ہی ایک علاقے میں رہنے لگا تھا۔ یہ تو سب ہی جانتے تھے کہ اس کی آخری رسومات ادا کرنے کے لیے اس کے تمام بچے بابا صاحب کے ادارے میں آرہے ہیں۔ آوڈی مین قریب رہ کر میرے ایک ایک بیٹے' بیٹی اور بہو وغیرہ کی آوازیں سن سکتا تھا اور برین ماسٹر کو ان کے اندر پہنچا سکتا تھا۔

ماسٹر کا خیال تھا کہ وہ میرے بچوں میں سے دو چار کو ضرور ٹریپ کرے گا۔ انہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے ان کے اندر رہ کر فرہاد کی موت کی اور زیادہ تصدیق کرے گا۔ انہیں اپنا تابعدار بنا کر میری اور شاتیمریزی کی کمزوریوں سے کھیل سکے گا۔ فرہاد کے بعد اسے ہم دونوں سے خطرہ تھا۔ اس سے پہلے کہ ہم سر اٹھاتے اور اسے کوئی نقصان پہنچاتے۔ وہ ہمیں بھی کچل دینا چاہتا تھا۔

لیکن اس سلسلے میں برین ماسٹر کو ناکامی ہو رہی تھی۔ میرے تمام بچے اپنی آواز اور لب و لہجے تبدیل کر چکے تھے۔ آوڈی مین نے ہماری جتنی بھی ریکارڈ کی ہوئی آوازیں سنی تھیں' وہ آوازیں اسے کہیں بھی سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے ہمارا کوئی بھی بچہ آخری رسوم ادا کرنے کے لیے ادارے کی طرف نہیں آرہا ہے۔

آوڈی مین نے بابا صاحب کے ادارے میں جانے والے ایک شخص کی آواز سنی تھی لیکن وہ شخص بولتا ہوا جب ادارے میں داخل ہوا تو اس کی آواز بھی گم ہو گئی۔ جس طرح خالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی سوچ کی لہریں بابا صاحب کے ادارے کے اندر پہنچ نہیں پاتی تھیں۔ اسی طرح آوڈی مین اپنی قوت سماعت کے ذریعے اس ادارے کے اندر پہنچنے میں ناکام رہا تھا۔

اس نے ماسٹر سے کہا۔ ''آپ میری غیر معمولی قوت سماعت سے کام نہیں لے سکیں گے۔ مجھے فرہاد کے کسی بیٹے یا بیٹی کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ میں نے آزمایش کے طور پر ایک آدمی کی آواز سنی۔ وہ ادارے کے اندر جا رہا تھا لیکن جب وہ بولتا ہوا ادارے کے اندر پہنچا تو اس کی آواز بھی گم ہو گئی۔ اس طرح میری سمجھ میں آرہا ہے کہ فرہاد کی بیٹی اور بیٹے وغیرہ مجھ سے پہلے ہی یہاں آچکے تھے اور اب وہ سب ادارے میں ہیں۔ میری قوت سماعت وہاں تک پہنچ نہیں پا رہی ہے۔''

اس نے کہا۔ ''یہ تو میں نے سنا تھا کہ ہماری سوچ کی لہریں بابا صاحب کے ادارے تک نہیں پہنچ پاتیں۔ اب یہ نئی بات معلوم ہوئی کہ تم بھی قوت سماعت کے ذریعے وہاں پہنچ نہیں پا رہے ہو۔ وہ ادارہ کوئی جادو نگری ہے۔ میں روحانیت کو نہیں مانتا۔ وہاں کے جو بڑے عہدیدار ہیں' وہ یقیناً پُراسرار علوم کے ماہر ہیں۔ محض عزت اور نیک نامی حاصل کرنے کے لیے ایک بزرگ کی آڑ لیتے رہتے ہیں۔''

اس نے فون کے ذریعے منتر جوگی سے رابطہ کیا۔ ''یوویچ ڈاکٹر' یورپ کے بڑے بڑے ڈاکٹرز تمہاری آتما شکتی کو مانتے ہیں لیکن میں نہیں مانتا۔ تم بابا صاحب کے جادوگروں کے

مقابلے میں شکست کھا چکے ہو۔''

وہ بولا۔ ''بابا صاحب کے ادارے میں کوئی جادوگر نہیں ہے۔ وہ لوگ روحانی علوم میں مہارت رکھتے ہیں۔''

''کالا علم ہو یا روحانی علم.... تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔ تم ایک بچے کو حاصل کرنے میں ناکام رہے ہو۔ میں تم پر اور تمہاری آتما شکتی پر تھوکتا ہوں۔''

''آج تک کسی نے اتنی بڑی بات کرنے کی جرأت نہیں کی۔ تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟ میں تمہارے پیچھے پڑ جاؤں گا تو تم جلد ہی میرے قدموں میں آکر سر رکھو گے اور ہمیشہ کے لیے غلام بن جاؤ گے۔''

''یہ تو میں جانتا تھا کہ تم کسی بھی دن میرے خلاف کچھ کر سکتے ہو۔ جب تم نے بتایا کہ میرا ایک پتلا بنا کر میرے بارے میں معلوم کرتے رہتے ہو کہ میں کہاں رہتا ہوں؟ کیا کرتا ہوں؟ تو آیندہ بھی تم میرے خلاف بہت کچھ کر سکتے ہو۔''

''میں تو تمہیں ایسا تگنی کا ناچ نچاؤں گا' جس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔''

ماسٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''میں تمہیں اس کا موقع دوں گا۔ تب ہی تم ایسا کر سکو گے۔''

وہ حقارت سے بولا۔ ''اونہہ.... تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟''

''میں دھمکی نہیں دیتا۔ فوراً ہی دھماکا کر دیتا ہوں۔ یہ دیکھو کیا ہونے والا ہے؟''

چند سیکنڈ تک فون پر خاموشی رہی پھر اچانک ہی ایک دھڑاکے سے دروازہ کھلا۔ دو گن مین اندر آگئے۔ انہیں دیکھ کر منتر جوگی ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ''کون ہو تم لوگ....؟''

ایک کے منہ سے برین ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ ''یہ تمہاری موت ہیں۔ میں نے بہت پہلے سے تمہارا انتظام کر رکھا تھا۔''

وہ فون بند کر کے اپنے اس آلہ کار کے اندر پہنچ گیا تھا' جس نے منتر جوگی کو گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا۔ ایسے وقت منتر جوگی زیر لب کچھ پڑھ رہا تھا۔ اس گن مین نے ماسٹر کی مرضی کے مطابق ایک فائر کیا۔ گولی اس کی ٹانگ میں لگی۔ وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ ماسٹر نے اس کے ذریعے کہا۔ ''مجھے نادان نہ سمجھو۔ میں تمہیں منتر پڑھنے کا موقع نہیں دوں گا۔''

وہ سہم کر گن مین کی طرف دیکھ کر فرش پر پیچھے کی طرف کھسکتے ہوئے بولا۔ ''دیکھو! گولی نہ چلانا۔ میں نے تم سے ایک بہت اہم بات چھپائی ہوئی ہے۔ مجھے مارنے کے بعد تم بہت بری طرح پچھتاؤ گے۔''

برین ماسٹر نے طنزیہ انداز سے پوچھا۔ ''اچھا؟ وہ اہم

قارئین متوجہ ہوں

قرآن حکیم کی مقدس آیات و احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر آیات اور احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

بات کیا ہے؟ ذرا معلوم تو ہو کہ میں تمہارے مرنے کے بعد کیوں پچھتاؤں گا؟''

اس کی ٹانگ میں بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''تم فرہاد کو اپنے قدموں میں جھکانا چاہتے تھے۔ اسے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ اب تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ مر چکا ہے؟''

پھر اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ ''مجھے تمہاری حماقت پر ہنسی آرہی ہے۔ جنی! اپنے آدمیوں سے کہو کہ میرے زخم کی مرہم پٹی کریں۔ مجھے زندہ دیکھیں۔ ورنہ میرے مرنے کے بعد جو ہوگا اس کے بارے میں تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔''

ماسٹر سوچ میں پڑ گیا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ کوئی گہری بات ہے۔ شاید فرہاد زندہ ہے۔ دنیا والوں کے لیے مر چکا ہے۔

ڈاکٹرز اور ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے ماہرین اس کا معائنہ کر رہے ہیں لیکن یہ آتما شکتی جاننے والا تو آتماؤں کا کھلاڑی ہے۔ پتا نہیں اس نے کیا کیا ہے اور آیندہ بھی کیا کرنے والا ہے؟

اس نے پوچھا۔ ''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کیا فرہاد مرا نہیں ہے؟ زندہ ہے؟''

وہ بڑے فخر سے بولا۔ ''فرہاد جسمانی طور پر مر چکا ہے۔ لیکن اس کی آتما میرے قبضے میں ہے۔ ابھی وہ کالے عمل کے ایک مرحلے سے گزر رہی ہے۔ میں مر جاؤں گا تب بھی وہ ایک جسم کے اندر ضرور پہنچے گی۔''

''میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ بول رہے ہو؟ مجھے دھوکا نہیں دے رہے ہو؟''

''تم یقین کرو یا نہ کرو۔ اس وقت بھی وہ آتما مجھے اس حالت میں دیکھ رہی ہے لیکن ابھی مجبور ہے۔ جب تک وہ ایک خاص مرحلے سے گزر کر کسی جسم میں نہیں پہنچے گی۔ اس وقت تک تمہارے خلاف کچھ نہیں کر سکے گی۔''

اس نے پوچھا۔ ''اور وہ آتما کب تک اس جسم میں پہنچے گی؟''

''آج رات ٹھیک بارہ بجے.... تم شاید ابھی مجھے مار ڈالو

گے۔ میں اس وقت تک زندہ نہ بھی رہا تو وہ غلام آتما میرا یہ حال دیکھ چکی ہے۔ اس لیے تم سے بہت بری طرح انتقام لے گی۔''

''کس طرح انتقام لے گی؟ وہ تو تمہاری طرح کالا جادو نہیں جانتی ہے؟ فرہاد کی طرح صرف ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ تم نے اسے میرا موجودہ پتا ٹھکانا بتایا ہوگا؟ میں ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ میری دوسری خفیہ پناہ گاہ کا پتا تمہیں معلوم نہیں ہے۔ اور میں معلوم کرنے کا موقع بھی نہیں دوں گا پھر فرہاد کی وہ غلام آتما کسی بھی جسم میں پہنچ کر میرا کیا بگاڑ لے گی؟ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی تلاش کرتی پھرے گی۔''

پھر وہ حقارت سے بولا۔ ''تم مرنے سے پہلے میری موت کا سامان کر کے جا رہے ہو لیکن وہ غلام آتما کبھی میرے نئے پتے تک نہیں پہنچ سکے گی۔ آج نہیں تو کل کسی نہ کسی دن یہ معلوم کرلوں گا کہ وہ غلام آتما کس جسم میں ہے؟ پھر میں اس جسم والے کو ہلاک کردوں گا۔ اس کے بعد اس آتما کو قابو میں کرنے کے لیے تم زندہ نہیں رہو گے۔ وہ تنہا بھٹکتی رہے گی۔ کسی دوسرے جسم میں جانے کے قابل بھی نہیں رہے گی۔ اب بتاؤ اس کے بعد وہ مجھے کس طرح نقصان پہنچائے گی؟''

منتر جوگی سہمی ہوئی نظروں سے اس آلہ کار کی گن کو دیکھنے لگا پھر بولا۔ ''دیکھو ماسٹر! تم خطرے کو نہیں سمجھ رہے ہو۔ جس فرہاد علی تیمور کو مٹا دینا چاہتے تھے۔ وہ دنیا کی نظروں میں تو مٹ چکا ہے لیکن اصل میں زندہ ہے۔ وہ تمہارے پیچھے پڑا رہے گا۔ کیا تم چاہو گے کہ وہ دشمن تمہارے لیے پھر سے مصیبت بنے؟ کیا تمہاری عقل یہ نہیں سمجھا رہی ہے کہ مجھ سے سمجھوتا کرو گے تو فائدے میں رہو گے؟''

''فائدے میں نہیں رہوں گا۔ تمہارے دباؤ میں رہوں گا۔ وہ فرہاد جو زندہ ہو کر گم ہو گیا ہے۔ اپنی صورت شکل بدل چکا ہے۔ اسے تم کالے عمل کے ذریعے میری شہ رگ تک پہنچا دو گے۔ اپنے پُراسرار علم سے یہ معلوم کرو گے کہ میں کس پناہ گاہ میں ہوں؟ نہیں..... فرہاد کسی بھی نئے روپ میں آئے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گا لیکن تم سے نمٹنا مشکل ہوگا۔ تم میرے لیے زیادہ سے زیادہ خطرہ بنتے جاؤ گے۔ لہٰذا ابھی جہنم میں پہنچ جاؤ تو میرے لیے بہتر ہوگا۔''

یہ کہتے ہی اس نے آلہ کار کے ذریعے گولی چلائی۔ ایک نہیں، دو نہیں، لگاتار اتنی گولیاں چلائیں کہ اس کے جسم کو چھلنی کر دیا۔ یہ یقین کرلیا کہ وہ کالا عمل کرنے والا پھر کسی طور زندہ نہیں ہو سکے گا اور نہ ہی فرہاد کی غلام آتما کو اپنے قابو میں کر کے اسے نقصان پہنچا سکے گا۔

منتر جوگی نے مرنے سے پہلے جھوٹ کہا تھا کہ اس نے فرہاد کی روح کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔ وہ اپنی جان بچانے کے لیے ایسا کہہ رہا تھا مگر جان نہ بچا سکا۔ ویسے برین ماسٹر کو ایک عذاب میں مبتلا کر گیا۔ ساری دنیا یہ سمجھ رہی تھی کہ فرہاد مر چکا ہے۔ لیکن وِچ ڈاکٹر اس مرنے والے کو برین ماسٹر کے دماغ میں زندہ کر گیا تھا اور اب وہ ہمیشہ اس کے ذہن میں چبھتے رہنے والا تھا۔

آیندہ بھی وہ یہ معلوم کرنے کے لیے پریشان رہتا کہ فرہاد کی آتما کس جسم میں سمائی ہوئی ہے؟ وہ اب کس روپ، کس حلیے میں رہ کر پہلے کی طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعے نقصان پہنچاتا رہے گا؟ کیا کبھی اچانک ایک اجنبی کی طرح اس کے قریب آ کر ایک دم سے اس کی موت بن جائے گا؟

پہلے تو یہ معلوم کر کے اطمینان ہوا تھا کہ فرہاد مر چکا ہے۔ آیندہ وہ کسی مخالفت کے بغیر اپنے اہم معاملات نمٹائے گا۔ خاص طور پر تین امریکی کو مامیں رہنے والوں کو بڑے آرام سے اپنا غلام بنائے گا مگر اب پتا چلا ہے کہ آج رات بارہ بجے کے بعد فرہاد کسی بھی نئے جسم میں سما کر اس قابل ہو جائے گا کہ وہ اس دنیا میں نئے سرے سے بھرپور زندگی گزارے اور اپنے دشمنوں سے انتقام لیتا رہے۔

برین ماسٹر نے زیادہ سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا غلام بنائے رکھنے کے لیے ہی ان تین امریکیوں کو ٹریپ کیا تھا اور ناکامی کے باوجود پھر سے کامیاب ہونے والا تھا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان تین کو مامیں رہنے والوں کو وہاں سے نکال لیا تھا اور واشنگٹن کے مختلف علاقوں میں الگ الگ بنگلوں میں بڑی سخت سکیورٹی کے ساتھ رکھا تھا۔ اس کے باوجود ماسٹر بڑی رازداری سے ان تینوں کے اندر پہنچ کر کسی بھی وقت انہیں اپنا تابعدار بنا کر وہاں سے نکال سکتا تھا اور اپنا قیدی بنا کر کہیں چھپا کر رکھ سکتا تھا۔

دوسرا اہم کام یہ تھا کہ باہر کو پھر سے اپنا تابعدار بنانا تھا۔ اس کے دماغ کو اس طرح لاک کرنا تھا کہ آیندہ بھی ثنا اس کے اندر پہنچ نہ پائے۔

منتر جوگی نے آدھی رات والی دھمکی دی تھی اور وہاں کے وقت کے مطابق آدھی رات ہونے کے لیے ابھی پندرہ گھنٹے باقی تھے۔ اتنے وقت میں ماسٹر بہت کچھ کر سکتا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ ثنا اس وقت ماتم کر رہی ہے۔ کئی گھنٹے تک خیال خوانی نہیں کرے گی۔ اسی کا سوگ مناتی رہے گی۔

وہ فوراً ہی باہر کے اندر پہنچا۔ اس وقت باہر سوئٹزرلینڈ میں ان ڈاکٹرز کے اور امریکی اکابرین کے اندر جا رہا تھا اور تصدیق کر رہا تھا کہ فرہاد واقعی مر چکا ہے۔ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ ابھی

ماسٹر سے فون کے ذریعے رابطہ کرے گا اور فرہاد کی موت کی خوشخبری سنائے گا۔

برین ماسٹر نے سخت لہجے میں کہا۔ ''میں تم سے زیادہ معلومات رکھتا ہوں۔ تم کتے ہو، کمینے ہو، ایک عرصے سے ثنا کے تابعدار بن کر رہے اور یہ بات مجھ سے چھپاتے رہے۔''

اس نے ایک دم سے گھبرا کر کہا۔ ''ماسٹر! آپ یقین کریں میں نہیں جانتا تھا کہ اس نے مجھے اپنا تابعدار بنا رکھا ہے۔ یہ بہت بعد میں معلوم ہوا تھا۔''

''اور جب معلوم ہوا تب بھی یہ بات مجھ سے چھپانا چاہتے تھے۔ تم نے ثنا سے کہا تھا کہ وہ تمہارے دماغ کو ایسے لاک کرے کہ ماسٹر بھی تمہاری اصلیت معلوم نہ کر سکے۔ جب ہیلی کاپٹر میں تم ثنا سے باتیں کر رہے تھے۔ اس وقت میں تمہارے اندر موجود تھا۔ تمہاری کمینگی کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔''

وہ عاجزی سے بولا۔ ''پلیز، آپ مجھے غلط نہ سمجھیں۔ میں آپ سے بے حد خوفزدہ تھا۔ یہ جانتا تھا کہ حقیقت معلوم ہوتے ہی آپ مجھے سخت سزا دیں گے۔ کیونکہ میری وجہ سے ثنا نے آپ کے بہت سے گہرے راز معلوم کر لیے تھے اور کتنے ہی خفیہ معاملات سے واقف ہو گئی تھی اور اس نے یہ سب کچھ فرہاد کو بتا دیا تھا۔''

وہ غصے سے بولا۔ ''ذلیل! کمینے! تمہاری ہی وجہ سے میں بے نقاب ہوا۔ یہ ساری دنیا کے حکمرانوں کو معلوم ہو جائے گا کہ میں ان کے اندر اپنے ڈپلیکیٹس پہنچا تا رہتا ہوں اور ان کے رازوں سے واقف ہوتا رہتا ہوں۔ تم نے میرا کھیل بگاڑ دیا ہے۔ تم سزائے موت کے مستحق ہو۔''

وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا۔ ''نہیں ماسٹر! مجھ پر رحم کرو۔ مجھے مارنے سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس سے بہتر ہے مجھے پھر سے اپنا تابعدار بنا لو۔ اس طرح میرے دماغ کو لاک کرو کہ ثنا پھر کبھی میرے سائے تک بھی نہ پہنچ سکے۔''

''ہوں..... دانشمندی تو یہی ہے کہ میں تمہارے جیسے قابل ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ضایع نہ کروں۔ بلکہ اپنا بدترین غلام بنا کر رکھوں۔ چلو اب دیر نہ کرو۔ ہیڈ پر جا کر لیٹو۔''

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ماسٹر کو پورا یقین تھا کہ اس وقت ثنا فرہاد کی موت کا سوگ منا رہی ہوگی۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی عارضی طور پر خیال خوانی نہیں کر رہے ہوں گے۔ ان سب نے اپنے اہم معاملات کو عارضی طور پر ملتوی کر دیا ہوگا۔

اور واقعی اس کے کسی بھی معاملے میں مداخلت کرنے کے لیے کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود نہیں تھا۔ اس نے بڑے اطمینان سے باہر کو پھر سے اپنا تابعدار بنا لیا۔ اس کے دماغ کو نئے لب و لہجے کے ذریعے لاک کر دیا۔

پھر اس نے ان تین کو مامیں رہنے والوں پر توجہ دی۔ وہ سب بہت پہلے ہی کو ماسے نکل آئے تھے۔ ان کے اپنے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے انہیں اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔ ان کے دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔ تاکہ کوئی بھی دشمن ان کے اندر پہنچ نہ سکے۔ جبکہ ایسا کرتے وقت برین ماسٹر، الپا اور کرونا وغیرہ وہاں موجود تھے۔ ان میں سے کوئی بھی کسی وقت بھی ان تینوں کے اندر پہنچ سکتا تھا۔ فی الحال تو ماسٹر ہی پہنچا ہوا تھا۔

وہ ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام وائز مین تھا۔ دوسرے کا نام ٹف گائی اور تیسرے کا نام کرمسن واسکوڈی گاما تھا۔ اس نے ان تینوں کے اندر پہنچ کر یہ اطمینان حاصل کیا کہ کوئی بھی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے ان تین ساتھیوں کے اندر موجود نہیں ہے تب اس نے سب سے پہلے وائز مین کو اپنا تابعدار بنایا۔ اس کے دماغ کو ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعے لاک کیا پھر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹف گائی کے پاس پہنچ گیا۔ اسی طرح وہ اطمینان حاصل کرتا رہا اور بڑے آرام سے ان سب کو اپنا تابعدار بناتا رہا۔

وہ باہر کے معاملے میں خوش نصیب تھا۔ اس پر عمل کرتے

خواتین و حضرات گھر بیٹھے داخلہ لیں
بذریعہ ڈاک
انگلش لینگویج کورس | ایئر ہوسٹس | ہوم اکنامکس | بیوٹی پارلر کورس
ریفریجریشن ایئر کنڈیشننگ | ایئر کنٹنگ | بینک فینشن | آٹو سروسنگ
ریڈیو ٹی وی وی سی آر الیکٹرونکس | الیکٹریشن | ڈرافٹس مین | ڈریسنگ ڈیزائننگ
اسکول ٹیچنگ میتھڈ | صحافت | فوٹوگرافی | انٹیریئر ڈیکوریشن
الیکٹریشن | شمسی توانائی | مہر سازی | سلنگ بیوٹی | حکمت
موٹر مکینک | لائبریرین | کمپیوٹر | کوکنگ کیٹرنگ | اردو ادب
ایگریکلچر پروڈیوسر (جدید زراعت) | میٹیکل ایڈ | آرٹ پینٹنگ | لیڈیز ٹیلرنگ
پولٹری ڈیری فارمنگ | نیوز رپورٹر | فلاور میکنگ | ڈینٹل میکینیشن
پبلک ریلیشن آفیسر | پبلک ریلیشن آفیسر
یہ تمام کورسز اردو میں پمفلٹوں، تصاویر اور ڈایاگرام کیساتھ پرچیٹڈ کتب کی صورت میں بذریعہ ڈاک روانہ کیے جاتے ہیں۔ گھر بیٹھے کورسز کرتے ہیں۔ کورس کے دوران اور سند لینے کے بعد بھی مکمل راہنمائی ایک تحت میں ایک کورس میں داخلہ دلایا جاتا ہے۔ جوابی لفافہ کے ساتھ خط لکھیں۔
اسلام آباد اکیڈمی
پوسٹ بکس نمبر 1237
جی پی او۔ لاہور۔ اسلام آباد

وقت وہاں کوئی موجود نہیں تھا لیکن جب وہ ان تینوں کو اپنا تابعدار بنا رہا تھا تب فرمان اور ٹونی جے وہاں موجود تھے۔

کرونا نے ان دونوں سے کہا تھا۔ ''پاپا کی موت کا صدمہ کسی سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ پتا نہیں ہم کب تک سوگ مناتے رہیں گے؟ ایسے وقت تم دونوں کو دشمنوں پر نظر رکھنی چاہیے۔''

یہ کہہ کر کرونا نے ٹونی جے اور فرمان کو ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر پہنچا دیا تھا۔ وہ دونوں جانتے تھے کہ برین ماسٹر موقع سے فائدہ اٹھائے گا۔ ان تینوں کو ٹریپ کرنے آئے گا... اور وہ ایسا ہی کر رہا تھا۔

فرہاد کی میت بڑی تاخیر سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے والی تھی۔ وہ سوئٹزرلینڈ کے ایک مردہ خانے میں رکھی ہوئی تھی۔ کتنے ہی پہلوؤں سے اس کا معائنہ کیا جا رہا تھا۔ یہ پختہ یقین ہو چکا تھا کہ وہ فرہاد ہی ہے۔ اس کے باوجود مختلف ممالک کے اکابرین بحث و مباحثے میں الجھے ہوئے تھے۔ مکمل اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے تاکہ بعد میں شبہے کی کوئی گنجائش نہ رہے۔

انہوں نے اعلیٰ حضرت سے فون پر کہہ دیا تھا کہ وہ شام کے چھ بجے تک اس میت کو لے جانے کی اجازت دے دیں گے۔ اس سلسلے میں انہیں شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔ جناب تبریزی بھی راضی ہو گئے تھے۔

عالی حیدرآباد میں ایمان علی کے ساتھ تھی۔ جب خیال خوانی کے ذریعے وہ اپنے باپ کے دماغ تک نہ پہنچ سکی اور یہ یقین ہو گیا کہ اس کے پاپا اس دنیا میں نہیں رہے ہیں تو وہ رونے لگی۔ ایمان علی نے اسے تھپک کر تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ''حوصلہ رکھو عالی! تم تو بہت ہی ذہین اور حوصلہ مند ہو۔ ایسے وقت تمہیں صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔''

وہ بولی۔ ''میں ابھی خیال خوانی کے ذریعے اپنے لیے ایک سیٹ ریزرو کراتی ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ چلنا چاہو گے؟''

''اب تو میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمہارے ہی ساتھ رہا کروں گا لیکن تمہیں اپنے پاپا کی تدفین کے وقت وہاں نہیں جانا چاہیے۔''

وہ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ ''کیوں نہیں جانا چاہیے؟''

''میرا علم کہتا ہے، تم جہاں ہو۔ تمہیں وہیں رہنا چاہیے۔ یہاں سے کہیں جانا چاہو گی تو کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ گی۔''

''میں مصائب سے نمٹنا جانتی ہوں۔ مجھے پاپا کی آخری رسومات میں کسی بھی طرح شریک ہونا ہے۔''

''میں تمہیں روکنا چاہوں گا۔ سمجھانا چاہوں گا تو ایک بیٹی کا دل کبھی نہیں سمجھے گا۔ میری کوئی بات نہیں مانے گا۔ ٹھیک ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے دو سیٹیں او کے کراؤ۔ ہم دیکھیں گے، ہمارے راستے میں کیسی دشواریاں پیش آتی ہیں؟''

ایمان علی کی والدہ اور بہنیں اس کے یتیم ہو جانے پر اپنے دلی صدمات کا اظہار کر رہی تھیں۔ اس کے ساتھ وہ بھی رونے لگتی تھیں پھر تسلی بھی دیتیں کہ رونا نہیں چاہیے۔

اس گھر کے ہونے والے داماد نواب عظیم الدین اور نواب نعیم الدین بھی آ گئے تھے۔ عالی سے گہرے رنج و غم کا اظہار کر رہے تھے۔

عالی واش روم میں جانے کا بہانہ کر کے اپنے کمرے میں آ گئی پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے اور ایمان کے لیے دو سیٹیں او کے کرائیں۔ اس کے بعد تنہائی میں بہت دیر تک سر جھکائے بیٹھی رہی۔ اپنے پاپا کو یاد کرتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد دستک سنائی دی۔

اس نے سر اٹھا کر کہا۔ ''آ جائیں۔''

ایمان علی نے اندر آتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہیں زیادہ دیر تک تنہا چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اکیلی رہو گی تو اپنے پاپا کو یاد کر کے روتی رہو گی۔ جبکہ تمہیں بڑے صبر و تحمل سے اس صدمے کو برداشت کرنا ہے۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ ''میں اپنے سامان کی پیکنگ کر رہی ہوں۔ اب سے تین گھنٹے بعد ایک فلائٹ میں دو سیٹیں ملی ہیں۔ آپ بھی جا کر تیاری کریں۔''

''مجھے اپنے ساتھ زیادہ سامان نہیں لینا ہے۔ بس ایک سفری بیگ رہے گا۔ اس میں ضرورت کی کچھ چیزیں ہوں گی۔''

''بے شک، میرے ستارے تم سے کہہ رہے ہوں گے کہ مجھے ابھی سفر نہیں کرنا چاہیے لیکن انسان عزم و ہمت سے کام لے اور اپنی منزل کی طرف جانا چاہے تو مقدر کا لکھا بھی بدل جاتا ہے۔''

ایمان علی نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں ہوگا۔''

وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی ''کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں یہاں سے بابا صاحب کے ادارے تک نہیں جا سکوں گی؟''

''مجھے جو کہنا تھا، وہ کہہ دیا ہے۔ بار بار کیا کہوں؟ تم خود ہی دیکھتی رہو کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟''

''کچھ بتاؤ تو سہی کیا ہونے والا ہے؟''

''عالی! کبھی کبھی میرا علم مجھے الجھا دیتا ہے۔ یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ آگے رکاوٹ ہے لیکن وہ رکاوٹ کیسی ہے؟ کب اور کس طرح آئے گی؟ یہ معلوم نہیں ہوتا۔ ایسے ہی وقت میں بے سکون ہو جاتا ہوں۔ سوچتا رہتا ہوں، خدا جانے کیا ہونے والا ہے؟''

ایمان علی کی والدہ نے کمرے میں آ کر کہا۔ ''بیٹی! ابھی ایمان علی کہہ رہا تھا، تم لوگ یہاں سے جا رہے ہو؟ جبکہ تمہیں جانا نہیں چاہیے۔''

عالی نے ایمان علی سے پوچھا۔ ''کیا آپ نے امی سے بھی یہ کہہ دیا ہے کہ میرے راستے میں رکاوٹ ہے؟ کیا آپ اس طرح میری وجہ سے سب کو پریشان نہیں کر رہے ہیں؟''

''بیٹی! یہ تمہاری ہی بہتری کے لیے سفر سے منع کر رہا ہے۔ اس سے پہلے بھی اس نے تمہارے پاپا کی موت کی پیش گوئی کی تھی۔ دیکھو! میرا بیٹا سچی پیش گوئی کرتا ہے۔ میں اپنے بیٹے سے زیادہ تمہارے لیے فکرمند ہوں۔ خدانہ کرے... تم پر کوئی ایسی مصیبت آئے کہ ہم تمہیں بچا نہ سکیں اور ساری عمر شرمندہ ہوتے رہیں کہ ہم نے تمہیں مہمان بنا کر مصائب میں مبتلا کر دیا۔''

عالی نے ایمان علی سے پوچھا۔ ''کیا ایسی کوئی مصیبت آ سکتی ہے، جس کی وجہ سے آپ لوگوں کی بدنامی ہو؟''

وہ بے بسی سے بولا۔ ''اب میں کیا بتا سکتا ہوں؟ پیش گوئی کر کے خود بھی بری طرح الجھ جاتا ہوں۔''

''آپ سے زیادہ میں الجھ گئی ہوں۔ وہاں میرے پاپا کی آخری رسوم ادا کی جائیں گی۔ میں وہاں نہیں جا سکوں گی۔ آپ خود ہی اندازہ کریں کہ میرے دل پر کیا گزرے گی؟''

ایمان علی کی والدہ نے کہا۔ ''میں ایک ماں ہوں اور تم بیٹی ہو۔ ایسے وقت بیٹی کے دل پر کیا گزرتی ہے؟ یہ ایک ماں سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔''

عالی نے ایمان سے کہا۔ ''آپ میری ایک بات مانیں۔ میرے ساتھ کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہوں۔ اپنی والدہ اور بہنوں کے پاس رہیں۔ میں تنہا چلی جاؤں گی۔''

اس کی والدہ نے کہا۔ ''بیٹی! ہمیں خود غرض نہ سمجھو۔ ہم تمہیں کبھی تنہا نہیں جانے دیں گے۔ تم پر کیسی ہی مصیبت کیوں نہ آئے میرا بیٹا تمہارے ساتھ ہی رہے گا۔''

ایمان نے کہا۔ ''چلو اٹھو۔ دو گھنٹے بعد فلائٹ کی روانگی ہے۔ ہمیں پہلے سے ایرپورٹ پہنچنا ہوگا۔ میں اپنا بیگ لے کر آ رہا ہوں۔''

ایک خاص پیغام

صرف بے اولاد

حضرات کے نام

بے اولاد گھرانے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں کیونکہ مایوسی گناہ ہے۔ خاتون میں کوئی پوشیدہ پرابلم ہو یا مردانہ جراثیم کا مسئلہ۔ ہم نے دیسی طبّی یونانی قدرتی جڑی بوٹیوں سے ایک خاص قسم کا بے اولادی کورس ایجاد کیا ہے۔ جس کے استعمال سے آپ کے آنگن میں خوشیوں کے پھول کھل سکتے ہیں۔ آپ کے ہاں بھی خوبصورت بیٹا پیدا ہو سکتا ہے۔ آج ہی گھر بیٹھے فون کریں اور بذریعہ ڈاک وی پی VP بے اولادی کورس منگوائیں۔

المسلم دارالحکمت رجسٹرڈ (دواخانہ)

ضلع و شہر حافظ آباد۔ پاکستان

0300-6526061

0321-7462974

0547-521787

دوپہر 2 بجے سے رات 11 بجے تک

فون کرنا آپ کا کام

ادویات پہنچانا ہمارا کام

وہ وہاں سے چلا گیا۔ عالی اس کی والدہ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ وہاں اس کی بہنوں کو گلے سے لگایا۔ ماں نے اسے سینے سے لگا کر ڈھیروں دعائیں دیں۔ ایمان علی بھی اپنا بیگ لے آیا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ڈرائنگ روم سے باہر آئی۔ سامنے پورچ میں گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ جب وہ ایمان علی کے ساتھ چلتی ہوئی برآمدے کے زینے سے اترنے لگی تو اچانک ہی لڑکھڑا کر گر پڑی۔ ایمان علی کی والدہ نے چیخ کر کہا۔ ''ہائے میری بچی! بیٹیوں! اسے سنبھالو۔''

ان کے کہنے سے پہلے ہی ایمان لپک کر اسے سہارا دینے لگا۔ وہ لڑکھڑانے کے بعد اوندھے منہ گری تھی۔ پیشانی پر چوٹ آئی تھی۔ سر بھی چکرا رہا تھا۔

وہ ایسی کمزور نہیں تھی کہ گرنے کے بعد چکرا جاتی لیکن اس وقت پتا نہیں کیا ہوا تھا؟ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا تھا۔ وہ بے حد کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ ایمان علی اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر کوٹھی کے اندر بیڈروم میں آ گیا۔ اس کی ماں اور بہنیں سب ہی آس پاس تھیں۔ اسے بستر پر لٹا دیا گیا تھا۔ اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ وہ کسی بڑے خطرے سے دوچار ہو رہی ہے۔

وہ چاہتی تھی کہ ایسے وقت اپنے خیال خوانی کرنے والوں میں سے کوئی ایک اس کے پاس موجود رہے۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہی تو ناکام ہو گئی۔ پتا چلا' دماغی طور پر کمزور ہو گئی ہے۔ اب ٹیلی پیتھی کی صلاحیت اس کے کام نہیں آئے گی۔

اس نے سر گھما کر ایمان علی کو دیکھا پھر کہا۔ ''آپ فوراً سسٹر الپا سے فون پر رابطہ کریں اور انہیں میرے اندر آنے کو کہیں۔''

ایمان نے فوراً ہی فون کے ذریعے الپا سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''سسٹر! میں ایمان علی بول رہا ہوں۔ عالی کی طبیعت اچانک ہی خراب ہو گئی ہے۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہی ہیں۔ پلیز، فوراً ان کے پاس آ جائیں۔''

الپا دوسرے ہی لمحے میں عالی کے اندر پہنچ گئی۔ اس سے بولی۔ ''کیا بات ہے؟ میری جان! یہ اچانک تمہیں کیا ہو گیا ہے؟''

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ الپا نے کہا۔ ''تم خاموش رہو۔ میں تمہارے خیالات پڑھ رہی ہوں۔''

اس نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ ''تمہارے ایمان علی کی پیش گوئی درست ہوتی ہے۔ اس نے پاپا کے بارے میں بھی جو کہا' وہ درست نکلا۔ اس وقت بھی تم سفر سے پہلے ہی مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہو۔''

''سسٹر! کیا تم محسوس کر رہی ہو کہ میری حالت عجیب سی ہو رہی ہے؟ ایسا لگتا ہے' جیسے میرے دل کو کوئی مٹھی میں لے کر بھینچ رہا ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''تم اچانک ہی لڑکھڑا کر گر پڑی تھیں۔ پیشانی پر چوٹ لگنے سے ایسی کمزوری تو نہیں ہوتی جیسی کہ تم پر طاری ہو رہی ہے؟ تم اب خیال خوانی کرنے کے قابل بھی نہیں رہی ہو۔ میں تمہارے اندر رہ کر تمہاری دلی حالت کو سمجھ رہی ہوں۔ واقعی ایسا لگ رہا ہے' جیسے کوئی دل کو مٹھی میں لے کر بھینچ رہا ہے۔''

پھر الپا نے چونک کر کہا۔ ''اوہ مائی گاڈ! کیا یہ کسی کالے عمل کا نتیجہ تو نہیں ہے؟''

عالی نے پریشان ہو کر ایمان علی کو دیکھا پھر پوچھا۔ ''کیا آپ اپنے علم سے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ کوئی مجھ پر کالا عمل کر رہا ہے؟''

وہ سوچتے ہوئے بولا۔ ''تم پر اچانک ہی کمزوری طاری ہوئی ہے اور تم بے وجہ ہی لڑکھڑا کر گر پڑی تھیں۔ اس سے تو یہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی تم سے دشمنی کر رہا ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''لیکن کالا جادو جاننے والا کیوں مجھ سے دشمنی....''

وہ کہتے کہتے رک گئی پھر بولی۔ ''اوہ خدایا! میں تو اس گرو گھنٹال تیج پال کو بھول ہی گئی تھی۔ اسے کار تلے کچل کر آ گئی تھی۔ لگتا ہے' اس کے زخم بھر گئے ہیں اور وہ مجھ سے انتقام لے رہا ہے؟''

ایمان نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''بے شک، وہ ایسا کر رہا ہے۔ مجھے ابھی جا کر اس سے نمٹنا ہو گا۔''

اس کی والدہ نے گھبرا کر کہا۔ ''بیٹے! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ ایک جادوگر سے لڑنے جاؤ گے؟ پتا ہے' وہ کتنے خطرناک ہوتے ہیں؟''

''جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ شیطانی قوتیں ایمان کے سامنے زیر ہو جاتی ہیں۔''

وہ اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ ماں پیچھے جاتے ہوئے بولی۔ ''تم اکیلے نہ جاؤ۔ نواب عظیم اور نواب نعیم الدین کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ ان کے پولیس افسروں سے اچھے تعلقات ہیں۔ وہ سپاہیوں کو وہاں لے کر جائیں گے پھر وہ گرو گھنٹال ان کے سامنے جادوئی تماشے نہیں دکھا سکے گا۔''

عالی نے آواز دی۔ ''ایمان! آپ رک جائیں۔ اپنی والدہ کو مزید پریشان نہ کریں۔''

اس نے پلٹ کر کہا۔ ''امی تو خوا مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔ مجھے کچھ بھی نہیں ہو گا۔''

''میں جانتی ہوں' آپ کو کچھ نہیں ہو گا لیکن اس گرو کے پاس جانا ضروری نہیں ہے۔ میں یہاں بیڈ پر لیٹے لیٹے ہی اس سے نمٹ سکتی ہوں۔''

''تم کیسے نمٹ سکتی ہو؟ جبکہ خیال خوانی کرنے کے بھی قابل نہیں ہو۔''

''آپ بھول رہے ہیں۔ میری سسٹر ابھی میرے اندر موجود ہیں۔ آپ ڈرائیور کو بلائیں۔ اس کی آواز سنائیں۔ یہ اس کے اندر رہ کر اس گرو کے پاس جائیں گی اور اپنے طور پر نمٹ لیں گی۔''

ماں نے بیٹے کا ہاتھ تھام کر التجا کی۔ ''ہاں بیٹے! عالی کی بات مان لو۔ تمہاری سلامتی کے لیے کتنی اچھی تدبیر بتا رہی ہے؟ بیٹی زیب النسا! جاؤ ڈرائیور کو بلا لاؤ۔''

زیب النسا ڈرائیور کو بلانے چلی گئی۔ ایمان علی نے کہا۔ ''امی! مجھے اس گرو پر غصہ آ رہا ہے۔ اس ذلیل نے ہمارے مہمان پر حملہ کیا ہے۔ یہ میرا فرض ہے کہ خود ہی وہاں جا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دوں۔''

''کیوں خوامخواہ خون خرابے میں پڑنا چاہتے ہو؟ فضول باتیں نہ کرو۔ تم کہیں نہیں جاؤ گے۔ یہاں میری نظروں کے سامنے رہو گے۔''

عالی نے کہا۔ ''ایمان! میں آپ کے جذبات کو سمجھ رہی ہوں۔ چونکہ آپ کے گھر میں رہ کر مجھے نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس لیے آپ کو غصہ آ رہا ہے۔ پلیز، ماں کے جذبات کو سمجھ کر غصہ تھوک دیں۔''

ڈرائیور بھی آ گیا۔ ایمان علی نے بے بسی سے اپنی والدہ کو دیکھا پھر ڈرائیور سے کہا۔ ''تم ابھی شہر سے باہر والے شمشان گھاٹ پر جاؤ۔ وہاں کسی سے بھی پوچھو گے تو وہ تمہیں گرو گھنٹال تیج پال تک پہنچا دے گا۔ تمہیں اس کے پاس جانا ہے اور اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہنا ہے کہ وہ ہمارے مہمان پر کوئی جادو نہ کرے۔ بس اتنا کہہ کر واپس چلے آنا۔''

ڈرائیور نے کہا۔ ''حضور! یہ کالا جادو کرنے والے تو بہت ہی خطرناک ہوتے ہیں اگر انہیں ایک بڑی رقم دے دی جائے تو یہ اپنی شیطانی حرکتوں سے باز آ جاتے ہیں۔''

عالی نے کہا۔ ''جب اسے رشوت دینے کا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ فی الحال تمہیں جو کہا جا رہا ہے۔ اس پر عمل کرو۔''

وہ پلٹ کر وہاں سے چلا گیا۔ الپا نے عالی سے کہا۔ ''ٹھیک ہے میں اس کے اندر رہوں گی۔ دیکھتی ہوں' وہ جادوگر کتنے پانی میں ہے؟''

ایمان علی نے ڈرائیور کو وہاں سے جاتے ہوئے دیکھا پھر عالی سے پوچھا۔ ''کیا سسٹر اس کے ساتھ گئی ہیں؟''

عالی نے کہا۔ ''ہاں، وہ اس دشمن سے نمٹ لیں گی۔ آپ فکر نہ کریں۔''

ایسا کہتے ہی عالی کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ وہ اپنا ایک بازو تھام کر رہ گئی۔ ایمان علی اس کی والدہ اور بہنیں فوراً ہی اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولیں۔ ''کیا بات ہے؟''

وہ بولی۔ ''یہاں کوئی سوئی سی چبھ رہی ہے۔''

پھر اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ اس نے دوسرے بازو کو تھام لیا اور کہا۔ ''یہاں بھی چبھن سی ہو رہی ہے۔''

ایمان علی نے غصے سے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ ''میں سمجھ گیا۔ وہ کمینہ ہی تم پر کالا عمل کر رہا ہے۔ اس نے تمہارا پتلا بنایا ہو گا اور اس پتلے میں سوئیاں چبھو رہا ہے۔''

پھر اس نے اپنی والدہ سے کہا۔ ''امی! پلیز، مجھے جانے دیں۔ میں اپنا ریوالور لے جاؤں گا اور وہاں جاتے ہی اسے گولی مار دوں گا۔ خس کم جہاں پاک.... نہ رہے گا بانس، نہ بجے گی بانسری۔ وہ اپنے کالے جادو سمیت جہنم میں پہنچ جائے گا۔''

عالی نے اس بار اپنے سینے میں چبھن سی محسوس کی پھر کراہتے ہوئے بولی۔ ''آپ پھر طیش میں آ رہے ہیں۔ ذرا صبر کر لیں۔ مجھے دیکھیں' میں تکلیف برداشت کر رہی ہوں۔ یہ جانتی ہوں کہ یہ قصہ ابھی تمام ہو جائے گا۔ آپ ذرا انتظار کریں۔ وہ شیطان اپنے برے انجام کو پہنچنے ہی والا ہے۔''

وہ اپنے بدن کے مختلف حصوں میں سوئیوں کی چبھن محسوس کر رہی تھی اور تکلیف برداشت کر رہی تھی۔ ایمان علی نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ پریشان ہو رہا تھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ عالی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''آپ کو میری قسم ہے۔ بالکل چپ رہیں۔ میرے لیے پریشان نہ ہوں۔ مجھے کچھ نہیں ہو گا۔''

بدن میں سوئیاں چبھتی جا رہی تھیں اور وہ ناقابلِ برداشت تکلیف کو برداشت کر رہی تھی۔ خیال خوانی کے قابل ہوتی تو فوراً ہی الپا کے پاس پہنچ کر دیکھتی کہ وہ ابھی کہاں ہے۔ اور کب تک اس گرو کے پاس پہنچنے والی ہے؟

وہ شمشان گھاٹ شہر سے بہت دور تھا۔ وہاں سے کافی فاصلہ تھا پھر بھی ڈرائیور نے تیز رفتاری سے کار چلاتے ہوئے اسے ایک گھنٹے میں وہاں پہنچا دیا۔ ویسے وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والی موجود ہے۔ اس نے وہاں

پہنچ کر لوگوں سے پوچھا کہ گرو گھنٹال کہاں ملے گا؟ اسے بتایا گیا کہ وہ شمشان گھاٹ میں دھونی رمائے بیٹھا ہے۔

ڈرائیور الپا کی مرضی کے مطابق شمشان گھاٹ میں گیا۔ وہاں ایک بڑے سے برگد کے درخت کے سائے میں گرو پالتھی مارے بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے ایک الاؤ روشن تھا اور آس پاس کالے جادو سے تعلق رکھنے والی بہت سی چیزیں بکھری پڑی تھیں۔ اس کے سامنے ایک بڑے سے پیتل کے تھال پر ماش کی دال کے آٹے سے بنا ایک پتلا کھڑا ہوا تھا۔ اس کے جسم میں کئی جگہ سوئیاں چبھی ہوئی تھیں۔

ڈرائیور نے اس کے سامنے پہنچ کر گھٹنے ٹیک کر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ''گرو دیو! میں آپ سے ایک عرض کرنے آیا ہوں۔''

گرو گھنٹال نے بڑی بڑی سرخ آنکھوں سے گھور کر پوچھا۔ ''تو کون ہے؟''

اس کی آواز سنتے ہی الپا اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنے لگی۔ سامنے پیتل کے تھال پر جو پتلا تھا۔ وہ عالی کے نام سے ہی بنایا گیا تھا۔ اس پتلے کے جسم میں سوئیاں چبھونے سے عالی کے جسم میں بھی جگہ جگہ چبھن ہو رہی تھی۔

کالا جادو کرنے والے شیطان کے سامنے بھنگ پی کر ناچتے گاتے ہیں۔ چونکہ وہ نشے کا عادی تھا۔ اس لیے پہلی بار اس نے عالی کو اپنے اندر محسوس نہیں کیا تھا اور اب الپا کو بھی محسوس نہیں کر رہا تھا۔

وہ اس کی مرضی کے مطابق منتر پڑھنا بھول گیا۔ پتلے کے جسم سے ایک ایک کر کے تمام سوئیاں نکالنے لگا۔

الپا اس کے خیالات پڑھ رہی تھی اور ان خیالات کے مطابق اس کے کالے جادو کا توڑ کر رہی تھی۔ اس نے عالی کے گرد کالے جادو کے ذریعے ایک حصار باندھا تھا۔ جو آگے چل کر اسے نقصان پہنچانے والا تھا۔ الپا نے اسے ایسا منتر پڑھنے پر مجبور کیا۔ جس کے نتیجے میں وہ ٹوٹ گیا۔ اس نے انتقامی کارروائی کے طور پر جتنا بھی کالا عمل کیا تھا، وہ سب ختم ہو گیا۔

کالا جادو جاننے والے جانوروں کی بلی دینے کے لیے اپنے پاس لمبے پھل کا چاقو ضرور رکھتے ہیں۔ اس کے سامنے بھی ایک بڑا سا چاقو پڑا ہوا تھا۔ اس نے الپا کی مرضی کے مطابق اسے اٹھا لیا۔ اس کے دستے کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا پھر آس پاس بیٹھے اور کھڑے ہوئے چیلوں کو دیکھ کر بولا۔ ''کالے جادو سے بھاگو... دور بھاگو..... یہ جادو انت میں ہماری ہی جان لیتا ہے۔''

یہ کہتے ہی اس نے چاقو کی نوک کو ایک جھٹکے سے اپنے سینے میں پیوست کر لیا۔ اس چاقو کا لمبا سا پھل دستے تک اندر گھستا چلا گیا پھر اس نے چاقو کو سینے سے نکالا تو خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ وہ بیٹھے بیٹھے زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ڈرائیور اس کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ الپا کی مرضی کے مطابق وہاں سے بھاگتا ہوا کار میں آ کر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کی طرف جانے لگا۔

الپا نے عالی کے پاس آ کر دیکھا تو وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور اب کسی بھی قسم کی تکلیف محسوس نہیں کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں نے اس گرو کا کام تمام کر دیا ہے۔ ڈرائیور واپس آ رہا ہے۔ وہ باقی کی روداد بتائے گا۔ مجھے ابھی دماغی طور پر حاضر ہونا ہے۔ آج پہلی بار اعلیٰ حضرت نے مجھے ادارے میں آنے کی اجازت دی ہے۔ یہ میرے لیے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔ اب میں جاتی ہوں۔ تم بھی آج رات تک پہنچنے کی کوشش کرو۔''

یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ عالی نے ایمان علی، اس کی والدہ اور بہنوں کو بتایا کہ اس گرو کا خاتمہ ہو چکا ہے اور وہ خود کو پہلے سے بہتر محسوس کر رہی ہے۔

اس کی ماں اور بہنیں خوش ہو گئیں۔ قریب آ کر اس کے چہرے کو چومنے لگیں۔ عالی نے ایمان علی سے کہا۔ ''آپ کے علم نے کہا تھا کہ مجھے سفر نہیں کرنا چاہیے۔ کوئی مصیبت آئے گی؟ اب آپ کیا کہتے ہیں؟ وہ مصیبت تو ٹل چکی ہے۔ ہمیں فوراً ایئرپورٹ چلنا چاہیے۔''

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ذرا اس وال کلاک کو دیکھو۔ ہمیں پتا ہی نہیں چلا کہ کس طرح تین گھنٹے گزر گئے۔ وہ فلائٹ تو اب یہاں سے جا چکی ہو گی۔''

عالی نے خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہی تو کامیابی ہوئی۔ اس کی دماغی توانائی بحال ہو گئی تھی۔ اس نے معلوم کیا تو واقعی وہ فلائٹ وہاں سے روانہ ہو چکی تھی۔ اب تو دوسرے دن ہی کسی فلائٹ میں جگہ مل سکتی تھی۔

اس نے بڑے پیار سے ایمان علی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ اس علم میں بڑی مہارت حاصل کرتے جا رہے ہیں۔ واقعی وہ فلائٹ روانہ ہو چکی ہے اور سفر ملتوی ہو گیا ہے۔ مگر ہم کل تو ضرور جائیں گے۔''

وہ مسکرا کر انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''نہیں، کل بھی نہیں جا سکیں گے۔''

اس کی والدہ نے گھبرا کر پوچھا۔ ''بیٹے! کیا کل بھی عالی پر کوئی مصیبت آ سکتی ہے؟''

اس نے کہا۔ ''امی! میں نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ بس اتنا جانتا ہوں کہ عالی کے ستارے کہیں بھی سفر کرنے سے انکار کررہے ہیں۔ یہ آج اور کل میں یہاں سے کہیں نہیں جاسکیں گی۔''

عالی نے ایک گہری سانس لے کر اپنے محبوب کو بڑی محبت سے دیکھا اور دل میں کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ میں کل دیکھوں گی کہ یہاں سے جانے میں کیسی رکاوٹیں پیش آتی ہیں؟''

☆☆☆

تمام بڑے ممالک کے اکابرین نے ایک کمیٹی قائم کی تھی۔ اس کمیٹی میں کتنے ہی تجربہ کار ڈاکٹرز، فنگر پرنٹس اور علم الاجسام کے ماہرین کو شریک کیا گیا تھا۔ سیاسی شاطر اور دنیا کے مشہور و معروف چالبازوں کو بھی اس کمیٹی کے اجلاس میں بلایا گیا تھا۔ وہ سب بھی فرہاد کی پوری ہسٹری سے اچھی طرح واقف تھے۔ ان سے کہا گیا تھا کہ وہ اس مرنے والے فرہاد کی چالبازی کو اچھی طرح سمجھیں، ہر پہلو پر غور کریں پھر یہ فیصلہ سنائیں کہ واقعی وہ مر چکا ہے یا اب بھی کوئی چالبازی دکھا رہا ہے؟

یہ شخص فرہاد کتنا عجیب و غریب تھا؟ مرنے کے بعد بھی دشمنوں کے دلوں پر اس کی دہشت طاری تھی۔ وہ سب پوری طرح یقین کرنا چاہتے تھے کہ دہشت کی علامت بن کر رہنے والا اس دنیا سے گزر چکا ہے۔ آیندہ کسی چالبازی یا کالے عمل کے ذریعے جسمانی یا روحانی طور پر یا آسیب بن کر اس دنیا میں واپس نہیں آئے گا۔

اس کی موت کا پوری طرح یقین کرنے میں صبح سے شام ہورہی تھی۔ اس لیے کہا نہیں جاسکتا تھا کہ وہ اور کب تک اس کی میت کو سوئٹزرلینڈ کے مردہ خانے میں روکیں گے؟ ویسے انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ شام چھ بجے کے بعد فرہاد کے مردہ جسم کو بابا صاحب کے ادارے کے حوالے کردیا جائے گا۔

انہوں نے جو کمیٹی قائم کی تھی۔ اس میں کالے جادو کے کچھ ماہر بھی تھے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''اگر کسی آتما شکتی جاننے والے نے فرہاد کی آتما کو اپنے قابو میں کیا ہوگا تو وہ کسی بھی وقت اس آتما کو فرہاد کے اندر واپس پہنچادے گا۔''

کالا جادو ایک ایسا علم ہے۔ جسے سب ہی مانتے ہیں۔ یہ علم ہماری دنیا میں ہے لیکن اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ جب بھی ٹھوس حقائق کی بات ہوتی ہے تو کالے جادو کو نظر انداز کیا جاتا ہے مگر فرہاد کا معاملہ ایسا تھا کہ وہ کسی پہلو کو بھی نظر انداز کرنا نہیں چاہتے تھے۔

برین ماسٹر بھی اس کمیٹی کے ماہرین کے اندر جاتا آتا رہتا تھا اور ان کی باتیں سنتا رہتا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے ان ماہرین سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''یہ کالے جادو جاننے والے فرہاد کے متعلق درست کہہ رہے ہیں۔ میں اس بات کا چشم دید گواہ ہوں کہ ایک آتما شکتی جاننے والے وچ ڈاکٹر مہاراج گندھراج منتر جوگی نے فرہاد کی آتما کو اپنے قابو میں کررکھا ہے۔ جرمنی کے وقت کے مطابق آج آدھی رات کو اس کی آتما کسی نئے جسم میں سما جائے گی۔ ہوسکتا ہے، وہ نئے جسم میں نہ جائے۔ وہ آتما برسوں سے فرہاد کے جسم میں رہنے کی عادی ہے۔ اپنی عادت کے مطابق وہ پھر اسی جسم میں واپس آسکتی ہے۔''

اس کمیٹی کے ماہرین نے ماسٹر سے پوچھا۔ ''تم کون ہو اور کیسے اس بات کی تصدیق کرسکتے ہو؟''

''میں کون ہوں؟ یہ تو میں کسی کو نہیں بتاؤں گا لیکن ثبوت کے طور پر کہتا ہوں، فرینکفرٹ کے مضافات میں وچ ڈاکٹر منتر جوگی کو سب ہی جانتے ہیں۔ وہ آپ لوگوں کو اس کی رہائش گاہ تک پہنچادیں گے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا کہ آج ہی اس وچ ڈاکٹر منتر جوگی کو قتل کیا گیا ہے۔ وہ مرڈر سے پہلے کالے عمل میں مصروف تھا۔ وہاں فرہاد اور اس کی بہو شیوانی کا نام سندور سے لکھا ہوا ہے اور ان کے نام کے پتلے بھی بنے ہوئے ہیں۔ یہ سب چیزیں ثابت کریں گی کہ فرہاد کی آتما کو کالے عمل کے ذریعے قابو کیا گیا ہے۔''

برین ماسٹر کی ان باتوں نے ہلچل سی مچا دی۔ فوراً ہی ہارڈ کمیونیکیشن کے ذریعے جرمن حکومت سے رابطہ کیا گیا۔ وہاں انکوائری کی گئی تو اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ وچ ڈاکٹر منتر جوگی کو آج ہی قتل کیا گیا ہے اور وہاں جو سامان موجود تھا اس سے اس بات کی بھی تصدیق ہوگئی کہ کالے عمل کے ذریعے فرہاد کی آتما کو تسخیر کیا گیا ہے اور یہ تصدیق اس طرح ہوئی کہ جس کمرے میں منتر جوگی کالا عمل کررہا تھا۔ وہاں کی دیواروں پر فرہاد علی تیمور اور شیوانی کے نام سندور سے لکھے ہوئے تھے۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اتنی خطرناک آتما شکتی جاننے والے منتر جوگی کو کس نے قتل کیا ہے؟

کیا فرہاد کی آتما نے ہی اسے مار ڈالا ہے؟

اس سوال کا جواب نہیں ملا۔ اس کمیٹی میں کالا جادو جاننے والے جو ماہرین تھے۔ انہوں نے کہا۔ ''منتر جوگی کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ اگر فرہاد کی آتما منتر جوگی کے قابو میں آگئی تھی تو وہ گولیاں نہیں چلا سکتی تھی۔ اگر آتما نے قابو میں آنے سے پہلے فرہاد کے جسم میں رہ کر گولیاں چلائی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے

کہ فرہاد کی آتما کو تسخیر کرنے سے پہلے ہی منتر جوگی حرام موت مر گیا تھا۔''

منتر جوگی کی موت نے بڑی پیچیدگیاں پیدا کردی تھیں۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ اسے فرہاد نے قتل نہیں کیا۔ قتل کرنے والا کوئی اور ہی ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی دوسرا آتما شکتی جاننے والا منتر جوگی کے مقابل آگیا ہو اور اس نے فرہاد کی آتما کو اس سے چھیننے کے لیے اسے قتل کردیا ہو؟

یہ بات سب ہی کے دل کو لگ رہی تھی۔ ذہن بھی قبول کررہا تھا کہ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ ایک اور کالا جادو جاننے والے نے کہا۔ ''جیسا بھی ہوا ہو۔ یہ بات یقینی ہے کہ کسی اجنبی آتما شکتی جاننے والے نے منتر جوگی سے فرہاد کی آتما کو چھین لیا ہے اور اب وہ آتما اسی کے قابو میں ہے۔''

ایک اور شاطر نے کہا۔ ''میں یہ مانتا ہوں کہ کالا جادو ہماری دنیا میں ہے لیکن میں اس پر یقین نہیں رکھتا۔ اب فرہاد کا معاملہ ایسا ہے کہ ہر پہلو پر نظر رکھتے ہوئے یقین کرنا ہوگا کہ ایسا ہی ہوا ہے۔''

ایک اور چالباز مشیر نے کہا۔ ''اور جب ایسا ہوا ہے تو پھر ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ آتما شکتی جاننے والا فرہاد کی آتما کو اس کے ہی جسم میں کسی وقت بھی پہنچا سکتا ہے۔''

ایک نے کہا۔ ''یہ ضروری تو نہیں ہے کہ اس آتما کو فرہاد کے اندر ہی پہنچایا جائے۔''

''ضروری ہے۔ بہت ضروری ہے۔ کیونکہ فرہاد کی آتما کو ایک نئی زندگی گزارنے کے لیے کتنے ہی جسم مل جائیں گے لیکن فرہاد کا اپنا دماغ ان سے نہیں ملے گا۔ اس کا شاطر دماغ اس کے اپنے ہی جسم میں ہے۔ اس لیے وہ آتما شکتی جاننے والا اسے اسی کے اندر پہنچانا چاہے گا۔''

وہاں کمیٹی کے اجلاس میں ایسی بحث ہورہی تھی۔ ایسے ٹھوس دلائل دیے جارہے تھے کہ اب فرہاد کی لاش سے خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔ انہوں نے بڑے ممالک کے اکابرین کو رپورٹ پیش کی کہ فرہاد علی تیمور کی موت کی تصدیق ہوچکی ہے لیکن موت ادھوری ہے۔

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ''یہ ادھوری موت کیسے ہوتی ہے؟''

دوسرے حاکم نے پوچھا۔ ''کیا اس کی لاش کے معائنے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس کے مردہ جسم میں ابھی زندگی کے آثار باقی ہیں؟''

ایک ماہر نے کہا۔ ''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کا مردہ جسم زندگی سے بالکل خالی ہوچکا ہے لیکن ایک کالا جادو جاننے والے نے اس کی آتما کو اپنے میں قابو میں کررکھا ہے۔ وہ اس آتما کو کسی بھی وقت فرہاد کے مردہ جسم میں پہنچا سکتا ہے۔''

ایک امریکی اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''شٹ، یہ کم بخت مرنے کے بعد بھی ہمارا سکون غارت کرنے والا ہے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''اس کی لاش مردہ خانے میں ہے۔ کیا وہ کسی وقت بھی اٹھ کر بیٹھ سکتی ہے؟''

''وہ نامعلوم آتما شکتی جاننے والا کچھ بھی کرسکتا ہے۔''

''ہمیں جلد سے جلد معلوم کرنا ہوگا کہ وہ آتما شکتی جاننے والا کون ہے؟''

ایک نے کہا۔ ''اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے معلوم نہیں ہوسکتا۔ اس نامعلوم شخص تک پہنچنے میں کچھ تو وقت لگے گا۔ جب تک فرہاد کی لاش ہمارے لیے خطرے کی گھنٹی بجاتی رہے گی۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''اس میں اتنی پریشانی کی کیا بات ہے؟ اس لاش کو نابود کردو۔ اس کے چیتھڑے اڑادو۔ نہ وہ ہوگی نہ ہی اس سے کوئی خطرہ پیش آئے گا۔''

دوسرے حاکم نے کہا۔ ''یہ آپ کیسی باتیں کررہے ہیں؟ اگر ہم نے لاش کو نابود کیا تو بابا صاحب کے ادارے والے ہمارے پیچھے پڑجائیں گے۔''

''وہ کیا کرلیں گے؟ ہمارا کیا بگاڑ لیں گے؟ فرہاد کی موت کے بعد اس ادارے کی طاقت آدھی سے بھی کم رہ گئی ہے۔''

ایک اور نے کہا۔ ''ہاں، میں نے سنا ہے کہ روحانی معاملات میں مصروف رہنے والے بزرگ دنیاوی معاملات میں نہیں الجھتے۔ وہ ہمارے معاملے میں بھی زیادہ نہیں بولیں گے۔''

ایک نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''اور فرہاد کی فیملی میں جو ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ وہ اتنے پاور فل نہیں ہیں کہ سپر پاور سے ٹکرا سکیں۔''

ایک اور نے مشورہ دیا۔ ''فرہاد کی لاش کو اس طرح جلایا جائے گا کہ وہ ایک حادثہ معلوم ہوگا۔ حادثہ تو کسی بھی وقت کسی کو بھی پیش آسکتا ہے۔ زندوں کو ہی نہیں مردوں کو بھی پیش آسکتا ہے۔ ایسی صورت میں بابا صاحب کے ادارے والوں کا اعتراض قابل قبول نہیں ہوگا۔''

ایک نے کہا۔ ''لیکن ہم اس کی لاش کو جلا کر بالکل ہی نابود کردیں تب بھی فرہاد کا خطرہ موجود رہے گا۔ وہ نامعلوم آتما شکتی جاننے والا اس کی آتما کو کسی نئے جسم میں پہنچا دے گا۔ فرہاد کہیں سے نئی زندگی حاصل کرکے ہم سے انتقام لینا

شروع کردے گا۔''

برین ماسٹر بھی یہی چاہتا تھا کہ فرہاد کی جو لاش مردہ خانے میں رکھی ہوئی ہے۔ اسے بالکل ہی تباہ و برباد کردیا جائے۔ اس طرح کہ پھر اس کی آتما اس جسم میں آکر نہ سما سکے۔

اس نے فون کے ذریعے کمیٹی کے اراکین سے کہا۔ ''فرہاد کی لاش کو ضایع کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ کیونکہ اس لاش کی کھونپڑی میں فرہاد کا دماغ موجود ہے۔ ابھی وہ مردہ ہے۔ آتما کے آتے ہی زندہ ہوجائے گا۔ فرہاد اپنے اسی شیطانی دماغ کے باعث تم سب پر حاوی رہتا تھا۔ لہٰذا یہ سوچو کہ تم صرف فرہاد کے جسم کو ہی نہیں اس کے دماغ کو بھی ہمیشہ کے لیے نابود کردو گے۔''

فرہاد کی موت کے بعد بھی اس کی دہشت طاری تھی اور اس کے دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں بڑے ہی ٹھوس دلائل دیے جارہے تھے۔ کالا جادو اور آتما شکتی کے حوالے سے یہ بات یقینی ہوگئی تھی کہ وہ مردہ کسی وقت بھی زندہ ہوسکتا ہے۔ لہٰذا سب ہی اس بات سے متفق ہورہے تھے کہ جتنی جلدی ہو سکے اس کے مردہ جسم کو نابود کردیا جائے۔

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اس جسم کو اس طرح جلایا جائے۔ یا اس طرح اس کے چیتھڑے اڑا دیے جائیں کہ وہ ایک حادثہ معلوم ہو۔ یہ کہنے کا جواز رہے کہ ہم اس حادثے کے سامنے بے بس تھے۔ جو کچھ ہوا محض اتفاقیہ ہوا۔''

انہوں نے اس سلسلے میں ایک منصوبہ بنایا۔ اس کے مطابق جینوا کے اس کالج میں بم دھماکا کرایا جہاں فرہاد نے ثنا کے ساتھ رہایش اختیار کی تھی۔ یہ تو سب ہی مانتے ہیں کہ دنیا کے ہر ملک میں، ہر شہر میں دہشت گردی ہوتی رہتی ہے۔ ہوائی جہازوں کو ہائی جیک کیا جاتا ہے۔ بحری جہازوں کو غرق کردیا جاتا ہے اور ٹرینوں میں اکثر و بیشتر بم دھماکے ہوتے رہتے ہیں اور یہ بڑی ہی مضحکہ خیز بات ہے کہ جہاں بھی ایسی دہشت گردی ہوتی ہے، وہاں مسلمانوں کو ہی الزام دیا جاتا ہے۔

اس کے آدھے گھنٹے بعد ہی سوئٹزرلینڈ کے شمالی پہاڑی علاقے میں اس ہوٹل کے اندر بم دھماکا ہوا جہاں فرہاد اور ثنا نے قیام کیا تھا۔ سوئٹزرلینڈ، فرانس اور امریکا کے اکابرین یہ بیان دے رہے تھے کہ اس دھماکے کے پیچھے مسلمان انتہا پسندوں کا ہاتھ ہے۔

پھر تیسری بار آدھے گھنٹے بعد اس مردہ خانے میں بم دھماکا ہوا جہاں فرہاد کی لاش رکھی ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ بابا صاحب کے ادارے سے اور فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے احتجاجی شور بلند ہوتا۔ دھماکا کرنے والوں نے ہی شور مچانا شروع کردیا کہ اس مردہ خانے میں وہاں لے چند اعلیٰ فوجی افسران کی لاشیں رکھی ہوئی تھیں اور ایک مسلمان دہشت گرد کو گولی مارنے کے بعد وہاں رکھا گیا تھا۔ مسلمانوں کی ایک تخریبی تنظیم نے اپنے آدمی کی اس لاش کا مطالبہ کیا تھا اور مطالبہ پورا نہ ہونے کی صورت میں انہوں نے وہاں بم دھماکا کردیا اور اپنے ساتھی کے ساتھ وہاں کے دوسرے آرمی افسران کی لاشوں کے بھی چیتھڑے اڑا دیے۔

بڑے بڑے ممالک اپنے میڈیا زکے ذریعے مسلمانوں کو تخریب کاری کا الزام دے رہے تھے۔ یہ کہہ کر لعنت بھیج رہے تھے کہ انہوں نے فرہاد علی تیمور کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ اس کی لاش کے بھی چیتھڑے اڑا دیے۔

پارس، پورس، انوشے، تاشہ، کبریا، عالی، الیا اور فرہاد کے بے شمار چاہنے والوں پر سکتہ سا طاری ہوگیا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اتنی محبوب اور اتنی عظیم ہستی کی لاش کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے گا۔ ہمارے بچوں کو اور فرہاد کے چاہنے والوں کو اس کی موت کا صدمہ تو تھا ہی.... لیکن لاش کی جو بے حرمتی کی گئی تھی۔ وہ صدمہ ناقابل برداشت تھا۔ سب ہی طیش میں آگئے تھے۔ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کس نے ایسا کیا ہے؟

ہمارے بچے اور اس کے ساتھی یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ مسلمانوں کی کسی تخریبی تنظیم نے ایسا کیا ہوگا۔ یہ حقیقت تو سب ہی جانتے تھے کہ ساری دنیا میں مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے ایسے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے اس سلسلے میں سوئٹزرلینڈ کی حکومت سے کوئی احتجاج نہیں کیا۔ انہوں نے کہا۔ ''کسی بھی مسلمان تنظیم نے ایسے دھماکے نہیں کیے ہیں۔ یہ تو پرانی کہاوت ہے کہ سچائی چھپ نہیں سکتی۔ بناوٹ کے اصولوں سے۔ خوشبو آنہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے..... اور آپ لوگ مسلمانوں کے خلاف جو بدبو پھیلا رہے ہیں، اس پر مجھے سخت اعتراض ہے۔ آج نہیں تو کل سچائی سامنے آجائے گی۔''

ایک امریکی اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہوسکتا ہے، ہم کسی مسلمان تنظیم کو الزام دینے میں غلطی کررہے ہوں لیکن جلد ہی ان کے خلاف ٹھوس ثبوت دے سکیں گے۔ فی الحال تو فرہاد کی لاش کا مسئلہ ہے۔ اس کے چیتھڑے اڑ چکے ہیں۔ وہاں کئی لاشیں رکھی ہوئی تھیں۔ سب ہی کے گوشت اور ہڈیاں آپس میں گڈمڈ ہوگئی ہیں۔''

اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''میں نہ سمجھ رہا ہوں کہ فرہاد علی تیمور کی لاش مجسم نہیں رہی ہے، ان لاشوں کے ساتھ کھچڑی ہوگئی ہے۔ ہم ایسی کھچڑی میں سے گوشت اور ہڈیوں کا کچھ حصہ اپنے

ادارے میں نہیں لائیں گے۔''

اعلیٰ حضرت نے فرہاد کے بچوں کو اور تمام چاہنے والوں کو سمجھایا۔ ''اس ادارے میں بھی غیر مسلم کو اور ناپسندیدہ افراد کو آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ ہم میں سے کوئی بھی فرہاد کے گوشت اور اس کی ہڈیوں کو پہچان نہیں سکتا۔ یہاں اس کی آخری رسوم ادا کرنے کی خوش نہی میں غیر مسلموں اور ناپسندیدہ افراد کو نہ لایا جائے گا، نہ ہی قبر میں جگہ دی جائے گی۔''

انہوں نے سب ہی کو ہدایت کی کہ صبر و تحمل سے کام لیا جائے اگر جان بوجھ کر فرہاد کی لاش کی بے حرمتی کی گئی ہے تو سچائی زیادہ عرصے تک چھپ نہیں سکے گی۔ ایسا کسی سازش کے تحت ہوا ہے تو وہ سازش کرنے والے ضرور بے نقاب ہوں گے اور ہمارے سامنے آئیں گے پھر ان سے نمٹ لیا جائے گا۔ فی الحال تو صبر کیا جائے۔

میں سونیا.... مسز فرہاد علی تیمور۔ یہ ساری روداد پیش کررہی ہوں۔ اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی میں خود کو فرہاد کی بیوہ نہیں۔ بلکہ مسز فرہاد علی تیمور کہہ رہی ہوں اور پورے یقین کے ساتھ ایک سہاگن ہوں اور سہاگن ہی رہوں گی۔

میں نے پچھلے باب میں کہا تھا کہ میرے یقین کے پیچھے ایک اہم بات ہے۔ جسے میں بعد میں بیان کروں گی۔ یہ ساری روداد بیان کرنے کے بعد اب کہہ رہی ہوں.....

محترم بابا فرید واسطی۔ ایک مستند عالم دین تھے۔ روحانی علوم میں درجہء کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہی بابا صاحب کا یہ ادارہ قائم کیا تھا۔ یہ میرے لیے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کہ انہوں نے مجھے بیٹی بنایا تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں خود کو اپنے حجرے کی چار دیواری تک محدود کرلیا تھا۔ دن رات یادِ الٰہی میں غرق رہتے تھے۔ صرف مجھے ان کے حجرے میں جانے اور ان کی خدمت کرنے کی اجازت تھی۔

انہوں نے اپنی وفات سے پہلے فرہاد کے بارے میں ایک پیش گوئی کی تھی.....

انہوں نے فرمایا تھا کہ فرہاد کی موت جبری یا حادثاتی نہیں ہوگی۔ طبعی موت ہوگی۔ وہ اپنی وفات سے پہلے کچھ بیمار رہے گا۔ اس کی آخری سانسوں میں صرف میں اس کے قریب رہوں گی۔

انہوں نے یہ بات بھی واضح طور سے کہی تھی کہ فرہاد کی آخری سانسوں میں اس کے آس پاس اور دور تک میرے سوا کوئی اور نہیں ہوگا اور وہ میرے ہی پہلو میں دم توڑے گا۔

یہ جو فرہاد کی موت ہوچکی ہے تو اس وقت بھی ایسا ہی کچھ ہورہا تھا۔ میں اور فرہاد بالکل تنہا تھے۔ اس کے تمام بچوں کو اور چاہنے والوں کو یہ سمجھا دیا گیا تھا کہ اب کوئی بھی فون یا خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ نہ کرے۔ ثنا تبریزی اس کی نئی دلہن تھی۔ اسے بھی تاکید کی گئی تھی کہ وہ بھی اس کے دماغ میں نہ آئے۔

ان حالات میں دیکھا جائے تو وہی ہورہا تھا، جس کی پیش گوئی بابا فرید واسطی نے کی تھی لیکن بعد میں جو کچھ ہوا وہ ان کی پیش گوئی کے خلاف تھا۔

آپ کو پچھلے باب میں یہ معلوم ہوچکا ہے کہ جب فرہاد کی آخری چند سانسیں رہ گئی تھیں تب ثنا خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر آئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ان آخری لمحات میں اپنے مجازی خدا فرہاد علی تیمور کو دیکھنا چاہتی ہے۔ ایسے گہرے صدمے کے باوجود اسے یہ خوشخبری سنانا چاہتی ہے کہ وہ اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے سختی سے تاکید کی تھی کہ اسے فرہاد تو کیا میرے اندر بھی نہیں آنا چاہیے لیکن وہ چند باتیں ہوکر آگئی تھی۔ میں فوراً ہی دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ تاکہ اعلیٰ حضرت کی ہدایت پر عمل کیا جاسکے اور فرہاد کے آخری وقت میں میرے سوا اس کمرے میں کوئی اور موجود نہ رہے۔

بہرحال میں نے دوسرے کمرے میں آکر اس سے تھوڑی سی باتیں کیں پھر اسے سمجھا بجھا کر واپس بھیج دیا۔ اس کے بعد کمرے میں آئی تو فرہاد کی آنکھیں بند ہوچکی تھیں۔ میں نے اس کی نبض ٹٹولی، دل کی دھڑکن پر ہاتھ رکھا تو وہ دل ہمیشہ کے لیے خاموش ہوچکا تھا۔ جب اس کی موت کا یقین ہوگیا تو اچانک ہی میرے اندر بابا فرید واسطی کی آواز ابھری۔ وہ پیش گوئی کررہے تھے کہ فرہاد تمہارے پہلو میں، تمہارے بازوؤں میں دم توڑے گا، اور ایسے وقت کوئی تیسرا نہیں ہوگا۔

اس پیش گوئی کی نفی ہورہی تھی۔ میں فرہاد کے ساتھ تنہا نہیں رہ پائی تھی۔ شاید اخلاق کے لیے آگئی تھی۔ جب میں اسے اس کمرے سے باہر لے گئی تو پھر سے ایک بار بابا فرید واسطی کی پیش گوئی کی نفی ہوئی۔

انہوں نے فرمایا تھا کہ فرہاد تنہائی میں میرے بازوؤں میں دم توڑے گا۔ جبکہ میں ان لمحات میں اس کے پاس نہیں تھی۔ اس نے میرے بازوؤں میں آخری سانسیں پوری نہیں کی تھیں۔ میں ان آخری لمحات میں اس کمرے میں نہیں تھی۔

تب میرے ایمان نے اور بابا فرید واسطی کے ساتھ جو عقیدہ ہے، اس ٹھوس اور مستحکم عقیدے نے کہا۔ کہ مرنے والا فرہاد نہیں ہے اگر فرہاد ہوتا تو میرے بازوؤں میں دم توڑتا۔ وہ

فرہاد ہوتا تو ہماری تنہائی میں کوئی مداخلت کرنے نہ آتا۔ یہ جو سامنے بے جان جسم ہے۔ یہ میرے فرہاد کا جسم نہیں ہے۔ نہیں ہے۔ نہیں ہے.... اور تب میں نے اپنے عقیدے کی سچائی کے ساتھ قہقہہ لگایا۔ خوشی سے کھل گئی کہ فرہاد یہاں نہیں ہے۔ وہ جہاں کہیں بھی ہے زندہ سلامت ہے۔

یہاں نہیں ہے تو پھر کہاں ہے؟ وہ میرے ساتھ تھا لیکن اعلیٰ حضرت نے پچھلے روز تاکید کی تھی کہ فرہاد کی زندگی کی جو آخری رات ہے۔ وہ میں اس کے ساتھ نہ گزاروں۔ لہٰذا میں نے وہ آخری رات دوسرے کمرے مین گزاری تھی۔ اب میرا ذہن کہہ رہا تھا کہ اسی رات فرہاد اپنے اس کمرے سے گم ہوگیا تھا اور اس کی جگہ کوئی دوسرا آگیا تھا۔

ایسا کیوں ہوا؟ ایسا ہونا کیوں ضروری تھا؟ ان سوالوں کے جواب ابھی میرے پاس نہیں ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں فرہاد کی موت کے سلسلے میں ان سے کوئی بات نہ کروں۔ گویا انہوں نے پہلے ہی میری معلومات کا راستہ بند کردیا تھا۔ میں ان سے یا آمنہ سے نہ کوئی بات کرسکتی تھی۔ نہ کچھ معلوم کرسکتی تھی۔

کوئی بات نہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ میرا فرہاد اسی دنیا میں ہے۔ کہیں گم ہوگیا ہے۔ میں جب تک اسے تلاش نہیں کروں گی۔ تب تک بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جاؤں گی۔ وہاں جانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کوئی معلومات حاصل نہیں ہوسکے گی۔

میں ثنا کو اور فرہاد کے تمام بچوں کو یہ نہیں بتاؤں گی کہ فرہاد میرے اندر اور میرے باہر دور کہیں زندہ ہے۔ انہیں اس لیے نہیں بتاؤں گی کہ میرا یہ خیال اور عقیدہ غلط بھی ہوسکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں بابا فرید واسطی کی پیش گوئی کو کسی پہلو سے سمجھنے میں غلطی کررہی ہوں۔ اچھی طرح سے سمجھ نہیں پارہی ہوں اگر ایسا نادانی سے سوچ رہی ہوں تو تمام بچوں کو اس کی زندگی اور موت کے مسئلے میں الجھانا نہیں چاہیے۔ ان کے جذبات سے نہیں کھیلنا چاہیے۔ وہ سب صبر کررہے ہیں۔ لہٰذا انہیں صبر کرنے دیا جائے تو بہتر ہوگا۔

جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو صرف میں اپنے بارے میں کہتی ہوں کہ کبھی جذبات میں اندھی نہیں ہوئی۔ خدا فرہاد کو سلامت رکھے۔ میرے اس یقین میں مزید پختگی اس طرح آئی ہے کہ مرنے والے فرہاد کی تدفین ادارے میں نہیں ہوسکی۔ جس کی لاش کے چیتھڑے اڑ گئے۔ وہ فرہاد نہیں تھا۔

میں یہ بھی یقین سے کہتی ہوں کہ جناب تبریزی کی خاموشی پُراسرار ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ مرنے والا فرہاد نہیں تھا۔ وہ اس کی میت کو ادارے میں لانے کی اجازت دیتے وقت اچھی طرح جانتے تھے کہ میت وہاں تک پہنچ ہی نہیں پائے گی۔ ادارے سے باہر ہی نابود ہوجائے گی۔

اگر وہ فرہاد ہوتا تو اعلیٰ حضرت اس کے کارناموں اور طویل خدمات کے عوض اس کی میت کو ادارے میں ضرور سلامتی سے لانے کا موقع فراہم کرتے۔ جبکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا اور اسی لیے نہیں کیا کہ وہ فرہاد نہیں تھا۔

بس.... اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہوں گی۔ آنے والا وقت ہی میرے یقین اور عقیدے کو سچ ثابت کرے گا۔

☆☆☆

یہ کتنی عجیب سی بات تھی کہ وہ دنیا والوں کے لیے مر چکا تھا۔ اس کے باوجود اپنے دشمنوں کے اعصاب پر سوار تھا۔ ان کے حواسوں پر چھایا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنی دانست میں اس لاش کو نابود کردیا تھا۔ اسے بالکل ہی خاک میں ملا دیا تھا۔ اس کے باوجود انہیں خطرے کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔

یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ وہ نامعلوم آتما شکتی جاننے والا فرہاد کی آتما کو کسی بھی وقت کسی نئے جسم میں پہنچانے والا ہے اور فرہاد کسی نئے چہرے اور نئے روپ میں ان کے خلاف محاذ آرائی کے لیے آنے والا ہے۔

وہ دشمن زیادہ سہمے ہوئے تھے۔ جنہوں نے فرہاد کی لاش کو بم سے اڑا دینے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ عملی طور پر بھی اس سازش میں شریک رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ فرہاد کی آتما سے یہ بات چھپی نہیں رہے گی۔ وہ ہر ایک سے گن گن کر بدلہ لے گا۔

برین ماسٹر بہت ہی مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ اس کے باوجود بھی وہ اندر سے سہما ہوا تھا۔ اس نے کمیٹی کے اراکین کو اس بات پر مائل کیا تھا کہ فرہاد کی لاش کو نابود کردینا چاہیے۔ تاکہ اس کا دماغ بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے اور فرہاد کی آتما کبھی کسی کے جسم میں داخل ہوکر اس دماغ کو استعمال نہ کرسکے۔

برین ماسٹر کی مرضی کے مطابق ایسا ہو چکا تھا لیکن دوسروں کی طرح وہ بھی اسی اندیشے میں مبتلا تھا کہ اس کی آتما کسی نئے جسم میں سمائے گی اور یہ نیا فرہاد اس سے چھپ کر اس کے تمام گہرے رازوں سے واقف ہوتا رہے گا اور اسے بری طرح نقصان پہنچاتا رہے گا۔

مہاراج گندھراج منتر جوگی نے مرنے سے پہلے کہا تھا کہ فرہاد کی آتما اس کے قابو میں ہے اور وہ آدھی رات کے بعد ایک نئے جسم میں داخل ہوگی۔ اس منتر جوگی کا یہ جھوٹ اب سچ

بن کر سب ہی کے دل و دماغ میں نقش ہوگیا تھا۔ سب ہی خوف زدہ ہوکر ایک نئے روپ میں فرہاد کی واپسی کے منتظر تھے۔

وچ ڈاکٹر منتر جوگی نے برین ماسٹر سے یہ بھی کہا تھا کہ تم مجھے ہلاک کرنے کے بعد بہت پچھتاؤ گے اور اب واقعی وہ پچھتا رہا تھا۔ یہ سوچ رہا تھا کہ اگر میں منتر جوگی کو زندہ رکھتا اور اسے زخمی کرکے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنا تابعدار بناتا تو ابھی اس کی آتما شکتی کے ذریعے فرہاد پر بھی حکومت کرتا رہتا۔ وہ اس طرح کہ فرہاد کی آتما وچ ڈاکٹر منتر جوگی کی غلام بن کر رہتی اور منتر جوگی برین ماسٹر کا غلام بنا رہتا۔

لیکن حقیقت کیا تھی؟

یہ تھی کہ نہ تو منتر جوگی نے فرہاد کی آتما کو غلام بنایا تھا اور نہ ہی فرہاد کی آتما کسی نئے جسم میں داخل ہوکر اپنے دشمنوں سے انتقال لینے والی تھی۔

ویسے کبھی کبھی جھوٹ بھی سچ ہوجاتا ہے۔ اب ایسا ہو یا نہ ہو لیکن آدھی رات کے بعد ایک نیا فرہاد جنم لینے والا تھا۔ ڈاکٹر منتر جوگی کا جھوٹ ایک دوسرے طریقے سے سچ ہونے والا تھا۔

آیئے.... میں آپ کو اس داستان کے ایک نئے موڑ پر لاتی ہوں۔ یہاں سے فرہاد آپ کے سامنے اس طرح سے موجود رہے گا کہ اس کا وجود ہوگا اور نہیں بھی ہوگا۔ آپ کو دیکھنا ہے، سمجھنا ہے، کہ بات کیا ہورہی ہے اور یہ بات کہاں تک پہنچے والی ہے؟

پچھلے باب میں یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ منتر جوگی اپنے ایک غلام ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بہت اہم کام لیا کرتا تھا، اب پوری تفصیل سے اس کا ذکر لازمی ہوگیا ہے۔

اس غلام ٹیلی پیتھی جاننے والا کا نام بائے باک کرسچن تھا۔ وہ افریقا کے ایک سیاہ فام حبشی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، عیسائی مشنیری کے زیر اثر رہ کر اس کے دادا نے عیسائی مذہب قبول کرلیا تھا، وہ سب افریقا سے ہجرت کرکے جرمن کے ایک شہر فرینکفرٹ آگئے تھے۔

بائے باک کرسچن کا باپ جرمنی انٹیلی جنس میں ایک اہم عہدے پر فائز تھا۔ وہاں کے ریکارڈ روم کا انچارج تھا۔ بائے باک کرسچن نے پندرہ برس کی عمر میں اپنے باپ کی زبان سے فرہاد علی تیمور کا نام سنا۔ وہ گھر آکر اپنی بیوی اور بچوں سے فرہاد کا ذکر کیا کرتا تھا اور بڑا حیران ہوتا تھا کہ اس ایک شخص سے سپر پاور کہلانے والے بھی خوفزدہ رہتے ہیں۔

بائے باک کرسچن بہت ہی ذہین اور مستقل مزاج تھا۔ وہ اپنے باپ سے ضد کیا کرتا تھا کہ فرہاد کے بارے میں اسے زیادہ سے زیادہ بتایا جائے اور باپ اپنے اکلوتے بیٹے کو روز صبح و شام فرہاد کے بارے میں ایک ایک بات تفصیل سے بتاتا تھا۔ اس طرح اس کے اندر یہ جذبہ اور عزم پیدا ہوا کہ وہ بھی ٹیلی پیتھی سیکھے گا اور فرہاد کی طرح بڑے بڑے کارنامے انجام دے گا۔

ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنے کے بارے میں سب ہی سوچتے ہیں مگر سیکھ نہیں پاتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف ذہین اور فولادی ارادہ رکھنے والے ہی اسے سیکھ سکتے ہیں۔ بائے باک کرسچن میں یہ خوبی موجود تھی۔ وہ تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ یوگا اور خیال خوانی کی مشقیں کرتا رہا۔ اس نے دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھا۔ ٹیلی پیتھی کو اپنا کھانا، پینا اور اوڑھنا بچھونا بنالیا، اس کے اندر ایسی لگن اور جذبہ تھا کہ ایک برس کے بعد ہی اس نے اپنے اندر بڑی تبدیلیاں محسوس کیں۔ وہ بارہ ماہ کی مشقوں کے بعد پندرہ منٹ تک سانس روک لیتا تھا۔ کبھی کبھی تو ایسا لگتا تھا، جیسے اس کی سوچ کی لہریں ذہن سے نکل کر کسی دوسری جگہ پہنچ چکی ہیں۔ جس کی آواز اور لب و لہجے سے متاثر ہوتا تھا، اس کی سوچ کی لہریں وہیں پہنچ جاتی تھیں۔

دو برس کی مسلسل محنت کے بعد وہ خیال خوانی کی پرواز کرنے کے قابل ہوگیا۔ اسے فرہاد سے اتنی محبت اور اتنا لگاؤ تھا کہ وہ اس کے حوالے سے بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کرتا رہتا تھا۔

جب بندہ کسی کو اپنا محبوب اور مطلوب بنالیتا ہے۔ تو پھر اسی کے نقش قدم پر چلنے لگتا ہے۔ وہ فرہاد کی پرستش کرنے کی حد تک اسے چاہنے لگا تھا، اس کی چاہت کی انتہا یہ تھی کہ اس نے بیس برس کی عمر میں اسلام قبول کرلیا۔ اس کا نام بائے باک کرسچن تھا۔ اس نے اسلام قبول کرتے ہی اس نام میں تبدیلی کی اور اپنا نام بے باک مومن رکھ لیا۔

یوں مذہب تبدیل کرنے سے ماں باپ ناراض ہوگئے۔ ماں نے کہا۔ ”تمہیں اپنے باپ دادا کا مذہب نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ ہم عیسائی ہیں۔ ہمیں عیسائی ہی رہنا چاہیے۔“

اس نے جواب دیا۔ ”ہمارے دادا پردادا کا مذہب عیسائی نہیں تھا۔ بلکہ کوئی مذہب ہی نہیں تھا۔ آپ لوگوں نے عیسائیت کو قبول کیا اور میں نے اسلام کو.... یہ اپنے اپنے دل کا سودا ہوتا ہے۔“

انہوں نے کہا۔ ”تم ہی فیصلہ کرو کہ ایک طرف تمہارے ماں باپ ہیں اور دوسری طرف اسلام ہے۔ تم کسے چھوڑو گے اور کسے اپناؤ گے؟“

وہ بولا۔ ”آپ اسلام کی بات رہنے دیں۔ یہ مذہب تو

میرے لیے ایک گھر ہے۔ مضبوط چاردیواری ہے۔ اس چاردیواری کے اندر میں اپنے محبوب اپنے مطلوب فرہاد علی تیمور کو پا سکوں گا۔ لہٰذا آپ یہ سوال کریں کہ ایک طرف آپ ہیں اور دوسری طرف فرہاد علی تیمور..... تو میں کدھر جاؤں گا؟''

انہوں نے بیٹے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا اس نے کہا۔ ''میں ساری دنیا کو چھوڑ کر اور اپنی جان کو بھی آپ کے قدموں میں رکھ کر فرہاد کی ہی طرف جاؤں گا۔''

وہ ان کا ایک ہی بیٹا تھا۔ باقی بیٹیاں تھیں۔ وہ اسے چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ آخر مجبور ہو کر بولے۔ ''ٹھیک ہے، تم ذہین ہو بالغ ہو۔ اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا حق رکھتے ہو۔ ہم تمہارے کسی فیصلے پر اعتراض نہیں کریں گے۔''

بے باک مومن کوئی بڑا کارنامہ انجام دے کر فرہاد سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ ایک گمنام خیال خوانی کرنے والے کی حیثیت سے کئی چھوٹے بڑے مجرموں سے ٹکراتا رہا۔ خیال خوانی کے سلسلے میں تجربات حاصل کرتا رہا۔ فرہاد کا ایک ایک کارنامہ اس کے ذہن میں نقش رہتا تھا۔ وہ ہر بات میں ہر کام میں فرہاد کی ہی نقل کیا کرتا تھا۔ اسی کے طور طریقوں کے مطابق اپنے مخالفین سے نمٹنے کی کوششیں کرتا رہتا تھا۔

خوش بختی اور بدبختی آگے پیچھے چلتی ہیں۔ اچانک ہی بے باک مومن کی بدبختی کے دن آ گئے۔ وہ ایک بار بیمار ہوا، پھر پتا نہیں کس طرح مہاراج گندھراج منتر جوگی کو معلوم ہو گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جیسا غیر معمولی علم جانتا ہے۔ اس نے اپنے کالے عمل کے ذریعے اسے اپنا اسیر بنا لیا۔

پتا نہیں اس نے کیسا خطرناک عمل کیا تھا کہ وہ اپنے ماں باپ کو اور بہنوں کو بھی بھول گیا تھا۔ یہ بھی یاد نہیں تھا کہ وہ کس ملک، کس خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھتا ہے؟ وہ اپنی پچھلی ہسٹری بالکل ہی بھول گیا تھا۔ صرف اتنا یاد تھا کہ منتر جوگی کا غلام ہے اور اس کی غلامی کرتے کرتے جان دے دینا اس کا فرض ہے۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ کالا عمل ذرا کمزور پڑتا تھا۔ ایسے وقت اسے اپنی کوئی نہ کوئی بات یاد آتی تھی اور وہ سوچتا تھا کہ ایک جادو جاننے والے کا غلام بن کر وہاں زندگی کیوں گزار رہا ہے؟

وہ صرف ایسا سوچتا تھا لیکن وہاں سے بھاگ نہیں پاتا تھا۔ کوئی انجانی طاقت اس کا راستہ روکتی تھی۔ منتر جوگی پھر اس پر نئے سرے سے عمل کرتا تھا اور وہ پھر سے غائب دماغ ہو کر اسی کے قدموں میں رہنے لگتا تھا۔

آخر بدبختی کے وہ دن ختم ہونے لگے اور خوش بختی لوٹ کر آنے لگی۔ منتر جوگی کی ہلاکت کے دوسرے ہی لمحے میں اسے نجات مل گئی۔ ادھر اس کی جان نکلی، ادھر اسے کالے عمل سے رہائی نصیب ہو گئی۔

اس نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ فوراً ہی بھاگتا ہوا باتھ روم میں گیا، وہاں غسل کرنے کے بعد کمرے میں آ کر دوسرا لباس پہن کر فوراً ہی سجدے میں گر پڑا۔ دیر تک ایک ہی سجدے میں گڑگڑاتا رہا۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہا۔ جب کہ اس نے جان بوجھ کر کبھی کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ ایک صاف ستھری زندگی گزارتا آ رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ کہہ رہا تھا کہ جانے انجانے میں اس سے کوئی بھی غلطی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے اور آئندہ ایسے شیطانوں کے شر سے محفوظ رکھے۔

اس نے نماز ادا کرنے کے بعد سوچا کہ وہ منتر جوگی میرے محبوب فرہاد علی تیمور کو اپنا غلام بنانا چاہتا تھا۔ اس کا ایک دشمن برین ماسٹر اس غلامی کے سلسلے میں منتر جوگی سے سودا کر رہا تھا۔ اسے بڑی سے بڑی رقم ادا کرنے والا تھا مگر ایسا نہ ہو سکا' اس ماسٹر نے منتر جوگی کو ہی ہلاک کر دیا۔

وچ ڈاکٹر کی تابعداری کرتے ہوئے اس نے یہ اچھی طرح معلوم کر لیا تھا کہ برین ماسٹر فرہاد علی کا بدترین دشمن ہے۔ اسے یاد آیا کہ منتر جوگی نے اپنے پراسرار علم کے ذریعے برین ماسٹر کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کی ہیں اور ان معلومات کو ایک ڈائری میں تفصیل سے لکھتا رہا تھا۔

وہ فوراً ہی اپنی کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا منتر جوگی کی رہائش گاہ میں پہنچا۔ وہاں ایک کمرے میں اس کی لاش پڑی تھی۔ کالے جادو سے تعلق رکھنے والا سامان دور تک بکھرا ہوا تھا۔ وہ اب تک منتر جوگی کے دماغ میں رہ کر اس سے بات کرتا رہا تھا اور اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ اسے اپنے سامنے بلاتا تھا۔ ورنہ اسے دور ہی دور رکھتا تھا۔

بے باک مومن نے وہاں پہنچ کر سب سے پہلے اس کی الماری کھولی۔ وہاں کتنی ہی ڈائریاں اور فائلز رکھی ہوئی تھیں۔ جو بدترین مجرم اور سازش کرنے والے سیاست داں اس سے تعلق رکھتے تھے اور کالے عمل سے اپنا کام نکالتے تھے۔ ان سب کی ہسٹری ان کے نام پتے ان تمام فائلز میں لکھے ہوئے تھے۔ اس نے سب سے پہلے اس ڈائری کو کھولا، جس میں برین ماسٹر کے بارے میں تفصیلات لکھی ہوئی تھیں۔ اس کے چند صفحات پر سرسری سی نظر ڈال کر اطمینان حاصل کیا۔ وہ اس کے سب سے زیادہ کام کی چیز تھی پھر اس نے دوسری تمام ڈائریوں اور فائلز کو ایک بڑے سے بیگ میں رکھ لیا اور وہاں سے چل

آیا۔ یہ جانتا تھا کہ پولیس والوں کو جب اس کی ہلاکت کا علم ہوگا تو وہاں قانون کے محافظ چلے آئیں گے۔

اسے اپنی رہائی کی جتنی خوشی تھی، اتنا ہی فرہاد کی موت کا غم بھی تھا۔ اس کے دل میں یہ حسرت تھی کہ کبھی فرہاد کے پاس جائے گا اور اپنے کارناموں کے ذریعے اپنے محبوب کا دل جیتے گا پھر شاید تمام عمر اسی کے قدموں میں اسے زندگی گزارنے کی اجازت مل جائے گی۔ اس طرح اس کی زندگی کی پہلی اور آخری خواہش پوری ہوجائے گی اور وہ فرہاد کے سائے میں رہ کر اس سے اور بہت کچھ سیکھتا رہے گا۔

اب اس کے سائے میں رہنے کی حسرت پوری نہیں ہو سکتی تھی لیکن اس سے جو محبت تھی اور جو عقیدت تھی، اس کے پیش نظر وہ آیندہ اس کی اولاد سے دوستی اور محبت رکھنا چاہتا تھا اور بابا صاحب کے ادارے میں کسی بھی طرح اپنی جگہ بنانا چاہتا تھا۔

وہ گھر آکر اس ڈائری کو کھول کر پڑھنے لگا، جس میں برین ماسٹر کے متعلق بہت کچھ لکھا ہوا تھا۔ منتر جوگی ماسٹر کا نام اور اس کی تاریخ پیدائش وغیرہ کچھ نہیں جانتا تھا لیکن اس نے پراسرار علم کے ذریعے اس کا ایک زائچہ بنایا تھا۔ وہ زائچہ علم فلکیات کے ماہر نجومیوں کے زائچوں سے بالکل مختلف تھا۔ منتر جوگی اس زائچے کا مطالعہ کرتا رہتا تھا اور ماسٹر کی مصروفیات اور اس سے تعلق رکھنے والے اہم افراد کے متعلق بہت کچھ معلوم کرتا رہتا تھا اور یہ تو پچھلے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ اس نے ماسٹر کا پتلا بنا کر کس طرح اس کا پتا ٹھکانا معلوم کیا تھا۔ اس سے اکثر فون کے ذریعے رابطہ رہتا تھا، اس لیے وہ اس کا فون نمبر بھی جانتا تھا۔

وہ ڈائری پڑھنے کے بعد سر جھکا کر سوچنے لگا۔ ''ماسٹر میرے آئیڈیل کی جان لینا چاہتا تھا۔ میں اس کی جان تو نہیں لوں گا لیکن اس کی زندگی کو عذاب بنا دوں گا۔ اس پاگھنڈی نے فرہاد صاحب کی آتما کو غلام نہیں بنایا تھا لیکن ماسٹر سے جھوٹ کہا تھا کہ ان کی آتما اس کی غلام بن چکی ہے اور آج آدھی رات کو ایک نئے جسم میں داخل ہونے والی ہے۔ جب کہ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر مسکرانے لگا، یہ خیال ذہن میں آیا کہ وہ فرہاد علی تیمور بن کر منتر جوگی کے جھوٹ کو سچ بنا سکتا ہے اور ماسٹر کو دہشت زدہ کر سکتا ہے۔

یہ اچھا آئیڈیا تھا۔ وہ اپنے اس خیال پر سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ اس کے ہر پہلو کا جائزہ لینے لگا اس کو دہشت زدہ کرنے کی ایک صورت تو یہ تھی کہ آج رات بازہ بجتے ہی وہ فرہاد بن کر اس سے فون پر رابطہ کر سکتا تھا اور یہ کہہ سکتا تھا کہ منتر جوگی نے اپنی ہلاکت سے پہلے جو منتر پڑھے تھے ان کے اثر سے ہی وہ ایک نئے جسم میں داخل ہو چکا ہے۔ فون پر یہ بات سنتے ہی اس کی نیندیں اڑ جائیں گی۔''

بے باک مومن کسی بھی معاملے میں جلد باز نہیں تھا۔ اس نے سوچا۔ ''ایسا کرنے سے وہ خوفزدہ تو ہوگا لیکن فوراً ہی فون بدل دے گا اور جہاں ابھی ہے وہ جگہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا جائے گا پھر اس کا سراغ نہیں مل سکے گا۔ لہٰذا ایسی تدبیر پر عمل کیا جائے جس کے نتیجے میں وہ ماسٹر ہمیشہ نظروں کے سامنے رہے اور کبھی روپوش ہو کر پراسرار نہ بن سکے۔

وچ ڈاکٹر نے اپنے پُراسرار علم سے معلوم کیا تھا کہ برین ماسٹر کی ایک بیوی ہے اور ایک پچیس برس کا بیٹا اور اٹھارہ برس کی ایک بیٹی ہے۔ وہ سب لندن میں رہتے ہیں لیکن ماسٹر اسی شہر میں رہنے کے باوجود اپنی بیوی اور بچوں سے دور رہتا ہے۔ کبھی اچانک ان کے پاس جا کر دو چار گھنٹے گزارتا ہے پھر وہاں سے چلا آتا ہے۔

منتر جوگی نے ماسٹر کی بیوی کا بھی پتلا بنا کر اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کیا تھا۔ وہ سب پتے ٹھکانے اس ڈائری میں ہی درج تھے۔

بے باک نے سوچا۔ ''برین ماسٹر فرہاد صاحب کے پوتے کو اپنے قابو میں کر کے انہیں اپنے سامنے جھکانا چاہتا تھا۔ یہی طریقہ کار مجھے بھی اختیار کرنا چاہیے۔ میں بھی ماسٹر کے بیٹے اور بیٹی کو ٹریپ کر کے اس کی بہت ساری کمزوریوں سے کھیل سکتا ہوں۔''

یہ طریقہ کار مناسب تھا۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا۔ رات کے آٹھ بجے فرینکفرٹ سے ایک فلائٹ لندن جانے والی تھی، اس نے فون کے ذریعے اپنے لیے ایک سیٹ او کے کرائی۔ فون پر کہا گیا۔ ''اگر آپ ایک گھنٹے کے اندر یہاں آ کر پیمنٹ کریں گے تو سیٹ او کے ہوگی۔ ورنہ یہ کسی دوسرے کو دی جا سکتی ہے۔''

اس نے وعدہ کیا کہ وہ ایک گھنٹے کے اندر ہی وہاں پہنچ جائے گا۔ ویسے یہ جانتا تھا کہ سیٹ اسی کے لیے او کے رہے گی۔ وہ فرینکفرٹ پہنچنے تک اس بکنگ کلرک کو اپنے زیر اثر رکھے گا، سیٹ کہیں نہیں جائے گی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر سفر کی تیاری کرنے لگا، اس نے اپنے اٹیچی میں ضروری سامان کے ساتھ ان تمام ڈائریوں اور فائلز کو بھی رکھ لیا۔ ان کے ذریعے وہ صرف ماسٹر کے بارے میں ہی نہیں کتنے ہی اور بدنام زمانہ مجرموں اور بابا صاحب کے ادارے سے دشمنی رکھنے والوں کے

بارے میں بہت کچھ جان سکتا تھا۔

☆☆☆

پارس، پورس، الپا، کبریا، تاشہ، انوشے، عالی، جمائلہ سب ہی گم صم سے ہو کر رہ گئے تھے۔ ایک تو فرہاد کی موت کا صدمہ ہی کچھ کم نہ تھا، اوپر سے اس کی لاش کی بے حرمتی کی گئی تھی۔ اس طرح سے آس کے چیتھڑے اڑا دیے گئے تھے کہ آخری وقت کفن بھی نصیب نہیں ہوا تھا اور فرہاد کے چاہنے والوں سے یہ توہین برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

فیملی کے تمام افراد بابا صاحب کے ادارے میں تھے، صرف عالی انڈیا میں تھی۔ پارس، پورس، الپا اور کبریا نے اعلیٰ حضرت کے سامنے حاضری دی۔ ان کے سامنے جا کر کہا۔ ''آپ کا فیصلہ سر آنکھوں پر۔ بے شک، ہمارے پاپا کی لاش کے ٹکڑے دوسری لاشوں سے اس طرح مل گئے ہیں کہ انہیں الگ نہیں کیا جا سکتا۔ پاپا کی شناخت نہیں ہو سکتی پھر بھی مردہ خانے کے جتنے جسم گڈمڈ ہو گئے ہیں۔ ان میں سے تھوڑا گوشت اور ہڈیاں نکال کر انہیں کفن پہنایا جا سکتا ہے۔''

الپا نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ ''ہم یہ سوچ کر ہی صدمے سے ٹوٹ رہے ہیں کہ ہمارے پاپا کو آخری وقت میں کفن بھی نصیب نہیں ہونے والا ہے۔''

اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''صدمہ کرنا یا رونا نہیں چاہیے، میں نے مرحوم کی لاش کو کفن پہنانے سے منع نہیں کیا ہے۔ ہمارے ادارے کے چند کارکن سوئیٹزرلینڈ میں ہیں۔ وہ میری ہدایت کے مطابق ان لاشوں میں سے تھوڑا سا گوشت اور ہڈیاں سمیٹ کر لے آئیں گے۔''

سب نے مطمئن ہو کر انہیں دیکھا۔ کبریا نے پوچھا۔ ''آپ نے تو کہا تھا کہ پاپا کی تدفین یہاں ادارے کے اندر نہیں ہوگی؟''

''میں نے درست کہا تھا۔ تم سب ادارے سے باہر جا کر اس کی تدفین کے لیے کوئی مناسب سی جگہ خرید لو۔ وہاں آخری رسومات ادا کرو لیکن.....''

پورس نے پوچھا۔ ''لیکن کیا.....؟''

''لاشوں کے جو ٹکڑے تدفین کے لیے لائے جائیں گے ہو سکتا ہے اس میں غیر مسلموں اور دشمنوں کے ٹکڑے بھی ہوں۔ ان غیر مسلموں کی وجہ سے نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔''

ان سب نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر کبریا نے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت! بے شک غیر مسلموں کی لاشوں کے ٹکڑے بھی ہوں گے لیکن ہم تو اپنے پاپا کے لیے نماز پڑھنا چاہیں گے؟''

انہوں نے کہا۔ ''اگر تم ایک پتھر کے بت کو سامنے رکھ کر سجدہ کرو اور یہ کہو کہ تم بت کو نہیں بلکہ اس کے اندر موجود رہنے والے اپنے رب کو سجدہ کر رہے ہو۔ تو یہ سراسر گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے والی باتیں ہوں گی۔ بہتر طریقہ یہی ہے کہ ابھی میت کا جو بھی حصہ آ رہا ہے، اس کی آمد سے پہلے ہی نمازیں پڑھو اللہ کو یاد کرو۔ اپنے پاپا کی مغفرت کے لیے دعائیں مانگو۔ جب لاش کا کچھ حصہ آ جائے تو اپنے دلی اطمینان کے لیے اسے کفن پہنا کر آخری فرض ادا کر دو اور وہاں سے چلے آؤ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی جتنی عبادت کر سکو کرو اپنے پاپا کی مغفرت کے لیے رب کی جتنی بھی خوشنودی حاصل کر سکتے ہو کرتے رہو۔''

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''میں تمہیں واضح الفاظ میں سمجھا دوں کہ شیطان تمہارے پاپا کی لاش میں ملاوٹ کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے اندر آنا چاہتا ہے۔ قبر میں ہی سہی اپنے لیے جگہ بنانا چاہتا ہے۔ مردہ کبھی زندہ نہیں ہوتا اس کے باوجود ہمارے دین میں ملاوٹ کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ تم بھی اپنے دین میں کسی بھی قسم کے عقیدے کی یا نظریے کی ملاوٹ ذرا بھی قبول کرو گے تو شیطان کو تمہارے اندر دور تک پہنچنے کا راستہ مل جائے گا۔''

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''الپا کو یہاں رہنے دو اور تم سب جاؤ۔''

وہ سب ادب سے سر جھکا کر الٹے قدموں چلتے ہوئے حجرے سے باہر چلے گئے۔ وہ بڑے جذبے سے بولی۔ ''آپ نے مجھے بابا صاحب کے ادارے میں آنے کی اجازت دی ہے۔ میں آپ کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ آج زندگی میں پہلی بار آپ کے روبرو آئی ہوں۔ آپ مجھ سے تنہائی میں مل کر میرا مان بڑھا رہے ہیں۔''

انہوں نے کہا۔ ''جب تم کٹر یہودی تھیں۔ پارس کی، فرہاد کی اور اسلام کی دشمن تھیں تب بھی میں تمہاری حمایت کرتا رہا تمہارے برے وقت میں کام آتا رہا۔''

''بے شک، ماضی میں آپ سے جتنی محبتیں عنایتیں ملتی رہیں۔ وہ سب میرے دل و دماغ میں نقش ہیں۔ جب انوشے پیدا ہونے والی تھی تب میں دماغی طور سے بہت کمزور تھی۔ میرے کتنے ہی دشمن میرے اندر آ کر مجھے نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ کوئی مارڈالنا چاہتا تھا اور کوئی مجھے اپنے تابعدار بنا لینا چاہتا تھا۔ حتیٰ کہ پاپا اور پارس سب ہی مجھ سے بیزار ہو گئے تھے۔ کوئی میری مدد کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ایسے وقت آپ نے میری

دستگیری کی تھی۔ مجھے تمام دشمنوں سے محفوظ رکھا تھا۔ میں یہ بھی سمجھ نہیں پائی کہ آپ ابتدا سے اب تک مجھ پر کیوں مہربان ہوتے رہے ہیں؟''

''اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے۔ یہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے کہ تمہارے بطن سے پیدا ہونے والی بیٹی دین اسلام کی بہت بڑی مبلغ اور روحانی علوم میں کمال حاصل کرے گی۔ ایسی باکمال بچی کی والدہ کا احترام لازمی تھا۔ اس لیے میں تمہاری عزت کرتا رہا اور تم سے محبت کرتا رہا۔ پھر میرا علم یہ بھی کہتا تھا کہ تم گمراہی سے نکل آؤ گی اور دیکھو کہ کس طرح اب راہ راست پر ہو۔''

''حضور! یہ آپ کی توجہ ہے۔ عنایت ہے، مہربانی ہے، میں زیادہ سے زیادہ اپنی بیٹی انوشے کے لیے مطمئن ہوں کہ وہ یہاں آپ کی سرپرستی میں رہے گی اور روحانیت کے مدارج طے کرتے ہوئے عروج حاصل کرے گی۔ میرے لیے اس سے زیادہ فخر کی بات اور کوئی نہیں ہوسکتی۔''

انہوں نے الپا کے سر پر ہاتھ رکھا پھر کہا۔ ''میری دعا تمہارے ساتھ ہے۔ اب جاؤ، مغرب کی اذان کا وقت ہو رہا ہے۔''

اسے وہاں سے جانا چاہیے تھا، لیکن اس نے اچانک ہی آگے کی طرف جھک کر اپنا سر ان کے زانوں پر رکھ دیا۔ ان کے سامنے جھکنے اور قدموں میں سر رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس لیے اس نے زانوں پر سر رکھا تھا۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ ''میں تمہارے اندر کی بات سمجھ رہا ہوں، تم نماز پڑھنا چاہتی ہو ناں.....؟''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ بولے۔ ''میں جانتا ہوں تم پہلے ہی غسل کر کے اس مقصد کے لیے تیار ہو کر آئی ہو۔ اب اٹھو، اور باہر جا کر وضو کرو، پھر یہاں آؤ۔''

اس نے فوراً ہی ہدایت پر عمل کیا۔ باہر جا کر وضو کرنے لگی۔ ایسے وقت اعلیٰ حضرت اس کے اندر موجود تھے اور اسے وضو کرنے کا طریقہ سمجھا رہے تھے پھر وہ سر اور سینے کو اچھی طرح سے ڈھانپ کر حجرے میں آگئی۔ ان کے سامنے دوزانوں ہو کر بیٹھ گئی۔

انہوں نے کہا۔ ''اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔ تمہارے اندر نماز پڑھنے کا جذبہ پیدا ہوا ہے۔ اس سے پہلے لازمی ہے کہ تم اسلام قبول کرو۔ کیا تم اس کے لیے راضی ہو؟''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر کہا۔ ''یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کروں گی اور اپنی زندگی کی پہلی نماز آپ کے ساتھ ادا کروں گی۔''

انہوں نے کہا۔ ''میں باجماعت نماز ادا کرتا ہوں لیکن آج تمہارے خاطر یہاں حجرے میں نماز ادا کروں گا۔''

انہوں نے اسے چند دینی احکامات سنائے، اور سمجھائے اور ان پر عمل کرنے کی تلقین کی۔ اس کے بعد کلمہ پڑھایا پھر کہا۔ ''نماز کے بعد تمہیں چند آیتیں پڑھاؤں گا۔ تم ان کے معنی اور مفہوم سمجھو گی۔ انہیں ذہن نشین کرو گی تاکہ آئندہ نماز کے دوران انہیں پڑھتی رہا کرو۔''

اس نے مغرب کی نماز ان کے ساتھ ادا کی، جب بھی سجدے میں گئی اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔ وہ دل کی گہرائیوں سے سمجھ رہی تھی کہ آج تک اسے ایسی روحانی مسرت نہیں ملی۔ جیسی کے اس وقت مل رہی تھی۔

اعلیٰ حضرت نماز کے بعد تھوڑی دیر تک تسبیح پڑھتے رہے پھر انہوں نے کہا۔ ''تم آج سے چار مہینوں اور دس دنوں تک پارس سے دور رہو گی۔ ایک طرح سے گوشہ نشینی اختیار کرو گی اور کسی سے نہیں ملو گی۔ یہ مدت گزر جانے کے بعد پارس سے تمہارا نکاح پڑھایا جائے گا۔ اس کے بعد تم دنیا داری کی طرف آسکو گی۔''

وہ خوش ہو رہی تھی۔ اسے نئے طریقے سے ..دینی طور سے ازدواجی زندگی شروع کرنے کی اجازت مل رہی تھی۔ وہ ان کے سامنے بیٹھ کر کلام پاک کی چند آیتیں سننے لگی۔ سمجھنے لگی۔ اور انہیں ذہن نشین کرنے لگی۔

میں سونیا.....مسز فرہاد یہ ساری روداد بیان کر رہی ہوں۔ فرہاد کی زندگی میں نومی کرسٹل نے اسلام قبول کیا ہے اور اب برسوں گزرنے کے بعد الپا بھی مسلمان بن گئی ہے۔ ابھی بے باک مومن کا بھی ذکر ہو چکا ہے۔ وہ پہلے عیسائی تھا پھر اس نے اسلام قبول کرلیا۔ یوں دین اسلام کی طرف مائل ہونا اور اسے قبول کرنا یہ کوئی قصے کہانیوں والی باتیں نہیں ہیں۔ دنیا کے کتنے ہی ملکوں کے کتنے ہی علاقوں سے یہ خبریں ملتی رہتی ہیں کہ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی اسلام قبول کر رہا ہے اور ایسے نومسلموں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ جن کی خبریں اخبارات میں شائع ہوتی ہیں اور نہ ہی کسی میڈیا کے ذریعے نشر ہوتی ہیں۔

امریکا جیسے ترقی یافتہ ملک میں جہاں بے حیائی اور جرائم کا بازار گرم رہتا ہے۔ وہاں بھی امن وسکون کے متلاشی افراد گھبرا گئے ہیں۔ بدحواس ہو گئے ہیں۔ وہ بے اختیار اسلام کی طرف چلے آرہے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق امریکا میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ عجیب سی بات ہے کہ

جس ملک کے حکمران مختلف میڈیاز کے ذریعے اسلام کے خلاف محاذ آرائی کر رہے ہیں۔ وہیں یہ دین زیادہ سے زیادہ پھیل رہا ہے۔

بہرحال، عالی حیدرآباد میں ایمان علی کے ساتھ تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں آنا چاہتی تھی لیکن ایمان علی کی پیش گوئی کے مطابق سفر نہ کرسکی۔ رکاوٹیں پیدا ہوگئیں۔

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے وہاں پہنچ کر اس گروگھنٹال کا خاتمہ کیا تھا۔ اس کے بعد رکاوٹ دور ہوگئی تھی۔ اس کے باوجود ایمان علی نے کہا تھا۔ ''تمہارے ستارے کہہ رہے ہیں' تم ابھی سفر نہیں کرو گی۔ میرے ساتھ یہیں رہو گی۔''

عالی کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ ایمان علی سچی پیش گوئی کرتا ہے۔ آئندہ بھی وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اس کے راستے میں کس طرح رکاوٹ پیش آئے گی؟ آخر ایسی کیا بات ہوگی کہ وہ سفر نہیں کرسکے گی؟

پھر جلد ہی اس کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔ یہ اطلاع ملی کہ جس مردہ خانے میں فرہاد کی لاش رکھی ہوئی تھی وہاں بم دھماکا ہوا ہے۔ فرہاد کے ساتھ کتنی ہی لاشوں کے چیتھڑے اڑ گئے ہیں۔

پھر اسے اطلاع ملی کہ بابا صاحب کے ادارے میں اس کے پاپا کی لاش کے ٹکڑے نہیں لائے جائیں گے اور نہ وہاں ان کی تدفین ہوسکے گی۔ اس ادارے کے باہر کہیں تدفین کے انتظام کیے جارہے ہیں۔

ایمان علی نے کہا۔ ''اب سوچو اور سمجھو کہ وہاں جا کر کیا کرو گی؟ نہ اپنے پاپا کی لاش پہچان سکو گی۔ نہ آخری بار ان کا چہرہ دیکھ سکو گی، اعلیٰ حضرت نے نماز جنازہ بھی پڑھنے سے منع کردیا ہے، یہ ہدایت کی گئی ہے کہ ان کی تدفین کے بعد ادارے میں واپس آکر نمازیں پڑھی جائیں۔ اور ان کی مغفرت کے لیے دعائیں کی جائیں۔ تمہیں بھی یہی کرنا چاہیے۔ ہم یہاں نماز یں پڑھیں گے اور ان کی مغفرت کے لیے دعا کریں گے۔''

عالی نے سر جھکا لیا۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں جانے کے لیے ضد نہیں کی، یہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ اسے فی الحال وہیں رہنا ہے۔ وہاں سے کہیں نہیں جانا ہے۔

اس نے کہا۔ ''آپ وقت سے پہلے ساری باتیں بتا دیتے ہیں۔ میں ہی اب تک نہیں مانتی تھی۔ اب مان رہی ہوں۔ لیکن.....یہ سوچ کر غصہ آرہا ہے کہ میرے پاپا کی میت کو نیست ونابود کیا گیا ہے۔ ایسا یقیناً سازش کے تحت ہی کیا گیا ہے۔ میں وہاں جا کر سازش کرنے والوں کا سراغ لگانا چاہتی ہوں۔ پلیز، آپ میرا ارادہ پھر سے دیکھیں اور بتائیں کہ میں کب تک دشمنوں کا محاسبہ کرنے کے لیے یہاں سے جاسکوں گی؟''

''اچھی بات ہے۔ اذان ہو رہی ہے۔ میں نماز کے بعد تمہارے ارادے کا مطالعہ کروں گا۔''

وہ دونوں اٹھ کر اپنے اپنے کمروں میں نمازیں ادا کرنے چلے گئے۔

☆☆☆

بے باک مومن لندن پہنچ گیا۔ وہاں اس نے سیون اسٹار ہوٹل میں ایک کمرا حاصل کیا پھر آرام سے بیٹھ کر سوچنے لگا کہ فرینکفرٹ کے وقت کے مطابق آدھی رات ہونے والی ہے۔ برین ماسٹر ابھی تجسس میں مبتلا ہوگا۔ یہ انتظار کر رہا ہوگا کہ فرہاد کی آتما کسی نئے جسم میں پہنچنے کے بعد کیا کرنے والی ہے؟

بے باک نے سوچا۔ ''ماسٹر کو ابھی پوری طرح یقین نہیں ہوگا کہ وہ آتما کسی نئے جسم میں جاسکتی ہے اور نئی زندگی شروع کرسکتی ہے۔ لہٰذا اسے یقین دلانا ہوگا کہ منتر جوگی کے آخری الفاظ کے مطابق وہ آتما ایک نئے جسم میں پہنچ چکی ہے اور ایک نیا فرہاد جنم لے چکا ہے۔''

ابھی بارہ بجنے میں دس منٹ باقی تھے اور وہ آدھی رات کے بعد کسی بھی وقت اس کا سکون برباد کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت آرام سے بیٹھ کر فرہاد کے بارے میں بڑی محبت اور عقیدت سے سوچنے لگا۔ ''کیا ہی اچھا ہوتا اگر انہیں تھوڑی سی زندگی اور مل جاتی۔ مرنا تو سب کو ہے، انہیں بھی موت آنی لیکن اتنی جلدی نہ آتی۔''

پھر اس نے سوچا۔ ''ان کی میت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی ہوگی۔ وہاں آخری رسومات ادا کی جارہی ہوں گی۔ مجھے اس سلسلے میں کچھ معلوم کرنا چاہیے۔''

اس نے فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا۔ وہاں کے انچارج خلیل بن مکرم کے ماتحت نے فون اٹینڈ کیا اور پوچھا۔ ''فرمایئے۔ آپ کون ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''میں مرحوم فرہاد علی تیمور کا عقیدت مند ہوں۔ یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی تدفین کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟ کیا میں ان کی کسی وائف یا کسی بچے سے فون پر بات کرسکتا ہوں؟''

اس نے جواب دیا۔ ''مرحوم کی تدفین بابا صاحب کے ادارے میں نہیں ہو گی۔ اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آیا ہے جس کے بعد ان کی لاش ناقابل شناخت ہوگئی ہے۔ اس لیے اب انہیں ادارے میں نہیں لایا جائے گا۔ ان کی وائف اور بچے

سب ہی صدمے سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ اس وقت کوئی بھی آپ سے فون پر بات نہیں کر سکے گا۔ آپ کل کسی وقت ان سے فون پر رابطہ کر سکیں گے۔''

''پلیز، مجھے بتائیں ایسی کیا بات ہوگئی ہے کہ مرحوم کی میت کو ادارے میں نہیں لایا جا سکے گا؟''

وہاں سے پوچھا گیا۔ ''کیا آپ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''جی ہاں، جانتا ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''تو پھر آپ میرے اندر آجائیں اور میرے خیالات پڑھ کر ساری باتیں معلوم کر لیں۔ کیونکہ میں فون پر بہت مصروف ہوں۔ دنیا کے مختلف حصوں سے لگاتار کال پر کال آرہی ہیں۔''

''کیا آپ کو یہ اندیشہ نہیں ہے کہ میں آپ کے چور خیالات پڑھ کر بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر لوں گا یا آپ کو کسی طرح کا نقصان پہنچاؤں گا؟''

وہ بولا۔ ''الحمدللہ۔ اس وقت میں بابا صاحب کے ادارے میں بیٹھا ہوں۔ یہاں کوئی خیال خوانی کرنے والا اپنے منفی ارادوں میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ آپ اگر منفی خیالات رکھتے ہیں تو آزما کر دیکھ لیں۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا، بے باک نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے شروع کیے تب اسے پتا چلا کہ فرہاد کی لاش جس مردہ خانے میں تھی۔ وہاں بم کا دھماکا ہوا ہے اور وہاں رکھی ہوئی کئی لاشیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ایک دوسرے سے گڈمڈ ہوگئی ہیں۔

وہ اس سے آگے خیال خوانی نہ کر سکا۔ فرہاد سے اس قدر متاثر تھا کہ دل رونے کو چاہ رہا تھا لیکن مرد بندہ تھا، فولاد کا دل رکھتا تھا۔ آنسو ضبط کر رہا تھا اور طیش میں آکر سوچ رہا تھا یہ سب کیسے ہوگیا؟ کس نے ایسا دھماکا کیا ہے؟ یہ سب ان دشمنوں کی چالبازی ہے۔ میں ان ذلیل سازش کرنے والوں تک پہنچ کر ہی رہوں گا اور ایک ایک سے گن گن کر بدلہ لوں گا۔

وہ تھوڑی دیر تک بڑے جوش و جذبے اور بڑی محبت سے فرہاد کے بارے میں سوچتا رہا پھر بابا صاحب کے ادارے کے اسی ماتحت کے اندر پہنچ کر دوسرے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ فرہاد کی لاش چونکہ ناقابل شناخت ہو چکی ہے اس میں غیر مسلموں اور دشمنوں کے ٹکڑے مکس ہو چکے ہیں۔ اس لیے فرہاد کی تدفین اس ادارے میں نہیں ہو سکے گی۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ دل و دماغ صدمے کی شدت سے پھوڑے کی طرح دکھ رہے تھے۔ ایک تو موت کا صدمہ تھا، دوسرا یہ کہ اس کے محبوب اس کے آقا کی لاش کی بے حرمتی کی گئی تھی۔ اس کا دل یہی کہہ رہا تھا کہ ابھی دشمن تک پہنچ کر ایک ایک کی گردن دبوچ لے اور اس طرح تڑپا تڑپا کر موت کے گھاٹ اتارے کہ وہ مرنا چاہیں لیکن مر نہ پائیں ان کے لیے جینا بھی مشکل اور مرنا بھی مشکل کر دے۔

لیکن سوچنے سے نہ دشمن مرتے ہیں۔ نہ ان کا کوئی سراغ ملتا ہے۔ ان کی شہ رگ تک پہنچنے کے لیے صبر و تحمل ضروری ہے۔ لہٰذا وہ بھی اپنے دل و دماغ پر جبر کرنے لگا۔ صبر کرنے لگا۔

اس نے گھڑی دیکھی فرینکفرٹ کے وقت کے مطابق ایک بجنے والا تھا۔ وہ اپنے موبائل فون کے لیے دو نئی سم خرید کر لایا تھا تاکہ ان کے ذریعے انتقامی کارروائی کی ابتدا کر سکے۔

ماسٹر اصولوں کا پابند تھا۔ وقت پر کھاتا پیتا تھا لیکن اس رات نیند اڑ چکی تھی۔ رات کے بارہ بج چکے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ فرہاد کی آتما پہلے اپنے ہی جسم کی تلاش میں اس مردہ خانے کی طرف گئی ہوگی اور وہاں اپنا جسم نہ پا کر اب شاید وہ کسی نئے جسم میں داخل ہوگئی ہو۔

پریشانی اور گھبراہٹ یہ سوچ کر تھی کہ منتر جوگی سے فون کے ذریعے رابطہ رہا کرتا تھا۔ وہ اس کے دو فون نمبر جانتا تھا لہٰذا فرہاد کی آتما کو بھی وہ فون نمبر معلوم ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ وہ فون کے ذریعے اس سے رابطہ کرے اور یہ معلوم کرنا چاہے کہ وہ کہاں چھپا بیٹھا ہے؟

ماسٹر یہ بھی جانتا تھا کہ منتر جوگی نے اس کا ایک پتلا بنایا تھا۔ اس پتلے کے ذریعے اس کا خفیہ پتا ٹھکانا معلوم کیا تھا۔ بہرحال اس نے منتر جوگی کے مرتے ہی وہ خفیہ اڈا چھوڑ دیا تھا اور اب ایک نئی پناہ گاہ میں تھا۔

پھر بھی دل میں طرح طرح کے وسوسے اور اندیشے پیدا ہو رہے تھے۔ ''کیا فرہاد کی آتما کو منتر جوگی کی آتما شکتی مل گئی ہو گی؟ یا اسے صرف نیا جسم ملے گا؟ اگر فرہاد کو آتما شکتی ملے گی تو وہ کم بخت اس خفیہ پناہ گاہ تک بھی پہنچ جائے گا۔ میں پاتال میں چھپنے جاؤں گا تو وہ وہاں بھی پہنچ جائے گا۔ میں نے ایک کالے جادو جاننے والے سے کام لینے کی بہت بڑی غلطی کی۔ اب اس کا نتیجہ سامنے آرہا ہے۔

وہ سوچتے سوچتے ایسے چونکا جیسے فرہاد اس کی گردن دبوچنے آگیا ہو۔ جبکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ فون کا بزر بول رہا تھا۔ رات کی خاموشی اور سناٹے میں اس بزر کی آواز کسی بد روح کی طرح لگ رہی تھی۔ اس نے فون کو اٹھا کر نمبر پڑھے۔ وہ کوئی نیا نمبر تھا آج سے پہلے اس نمبر والے نے اس سے کبھی رابطہ نہیں کیا تھا۔

اس نے بٹن دبا کر اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر پوچھا۔ ''ہیلو... کون...؟''

فون پر ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی پریت آتما ہانپ رہی ہو۔ اور کہہ رہی ہو۔ ''ہا... ہائے... ہا... ے... ے..... آت .....ما.....''

ماسٹر کے ہاتھ سے فون گرتے گرتے رہ گیا۔ اس نے مضبوطی سے اسے پکڑ کر پوچھا۔ ''کک... کون ہو تم؟ کیا تمہاری آواز ایسی ہی ہے یا تم آواز بنا کر بول رہے ہو؟''

دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ خاموشی رہی۔ اس نے فون کو دیکھا تو پتا چلا' رابطہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اس نے جو آواز سنی تھی اور جو لب و لہجہ تھا اسے اپنی گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس آواز اور لب و لہجے سے تعلق رکھنے والا کوئی دماغ اسے نہیں ملا۔ ایسے وقت دو باتیں ہی سمجھ میں آئیں ایک تو یہ کہ کسی نے آواز بنا کر بات کی ہے یا پھر دماغ جسم کے اندر ہوتا ہے آتما کے اندر نہیں ہوتا۔ اس نے کسی کا جسم حاصل کیا ہے اور کمزوری کے باعث ہانپتے ہوئے بول رہی تھی۔

یہ خیال اور زیادہ دہشت زدہ کرنے والا تھا منتر جوگی کے آخری الفاظ دماغ میں گونج رہے تھے۔ ''تم مجھے ہلاک کرنے کے بعد پچھتاؤ گے..... بہت پچھتاؤ گے...''

ماسٹر کی نیند اڑ چکی تھی اب وہ صبح تک سونے والا نہیں تھا۔ بے باک مومن نے اپنے فون میں سے وہ سم نکال لی جو صرف ماسٹر کے لیے مخصوص تھی پھر اس نے ایک نئی سم ڈالی اب یہ نئی سم ماسٹر کی بیوی اور بچوں کے لیے تھی۔ وہ بیوی بچے الزبتھ برج سے نارتھ کی طرف کچھ فاصلے پر ایک بنگلے میں رہتے تھے۔ ماسٹر کی بیوی کا نام مونیکا تھا۔ اس وقت وہ گہری نیند میں تھی۔ فون کی آواز سن کر چونک گئی۔ اس کے دھڑکتے ہوئے دل نے کہا ''اتنی رات کو اس کے شوہر رچ مین (برین ماسٹر) نے محبت سے یاد کیا ہے۔'' اس نے لیٹے لیٹے فون کی طرف کروٹ لی پھر ریسیور کو اٹھا کر کان لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو ڈارلنگ! میں تمہاری مونیکا بول رہی ہوں۔''

وہ ذرا چپ ہوئی اسے محبت بھرے جواب کی توقع تھی۔ لیکن جواب سنائی نہیں دیا۔ اس نے مخاطب کیا۔ ''ہیلو، ڈارلنگ!... ہیلو... رچ مین! تم چپ کیوں ہو؟''

اس نے ذرا انتظار کیا پھر ریسیور کو دیکھا۔ اس کے بعد سی ایل آئی پر نمبر پڑھے تو سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کس کا نمبر ہے؟ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ شاید رانگ کال تھی اور اس نے سی ایل آئی میں نمبر پڑھے بغیر اپنے شوہر کو پیار سے مخاطب کرنا شروع کر دیا تھا، وہ شرمندہ سی ہوئی پھر ریسیور کو کریڈل پر رکھ دیا۔

بے باک فون بند کر کے اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اس کے خیالات پڑھ رہا تھا، معلوم ہوا کہ وہ ایک بہت ہی اچھے مزاج کی نیک سیرت عورت ہے۔ ہر ماں کی طرح اپنے بیٹے اور بیٹی سے بہت محبت کرتی ہے۔ اپنی بھرپور محبت سے ان بچوں کو باپ کی عدم موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیتی۔

رچ مین یعنی برین ماسٹر اپنی بیوی اور بچوں سے کبھی کبھی چھپ کر ملنے آتا تھا۔ وہاں کی سوسائٹی میں اس کا نام رچ مین تھا۔ وہ اپنے نام کے مطابق بے انتہا دولت مند سمجھا جاتا تھا۔ وہاں کی اونچی سوسائٹی میں یہ بتایا گیا تھا کہ وہ سعودی عرب میں آئل ریفائنری پروجیکٹ میں ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہے اور لاکھوں ڈالرز کماتا ہے۔

وہ ماسٹر جو ڈپلیکیٹس مافیا تنظیم کا سربراہ تھا اور اپنے ڈپلیکیٹس تمام حکمرانوں کے درمیان پہنچا کر اربوں کھربوں ڈالرز کے راز چرا لیا کرتا تھا، اس کے سامنے وہ لاکھوں ڈالرز کچھ بھی نہیں تھے۔ جن کا ذکر اس کی بیوی اپنی سوسائٹی میں کیا کرتی تھی۔ اس کی بیوی بیٹے اور بیٹی کے بینک اکاؤنٹس لندن، سوئٹزرلینڈ، نیویارک، واشنگٹن اور جاپان کے شہر ٹوکیو میں تھے۔ جہاں لاکھوں پونڈز کے حساب سے ان کی دولت محفوظ تھی۔

پھر جس بنگلے میں وہ رہتے تھے۔ اس کے تہ خانے میں سونے اور ہیرے جواہرات کا ذخیرہ تھا۔ برین ماسٹر نے خفیہ خزانے کے بارے میں صرف اپنی بیوی اور بیٹے کو بتایا تھا۔ بیٹی ابھی اٹھارہ برس کی تھی۔ اسے نابالغ اور نادان سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے اتنا اہم راز اسے بتایا نہیں گیا تھا۔

بے باک مومن ایک ماں کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ بیٹے کے بارے میں یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ایک قد آور باڈی بلڈر ہے اور فری اسٹائل ریسلنگ کا دلدادہ ہے۔ دن رات پہلوانی کرتا ہے۔ امریکا میں ڈبلیو ڈبلیو اور را جیسے ادارے ہیں۔ جہاں پہلوانوں کی یونین ہے۔ وہاں کے بورڈ آف ڈائریکٹرز ان کی کشتیوں کے تماشوں کا اہتمام کرتے ہیں۔

ماں کے خیالات بڑے فخر سے کہہ رہے تھے کہ اس کا بیٹا جان رچ وہاں کے اسٹیڈیم میں کشتی لڑنے جاتا ہے اور ہمیشہ لاکھوں ڈالرز جیت کر آتا ہے۔ اس کا نام خطرناک کشتی لڑنے والے پہلوانوں میں سرفہرست ہے۔

وہ پہلوان بیٹا لندن میں نہیں امریکا میں تھا۔ آئندہ فلاڈیلفیا میں ہونے والے مقابلوں میں شریک ہونے والا

تھا۔ ایسے وقت ایک ماں کا دل گھبراتا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بیٹے کے بارے میں سوچنے لگتی تھی کیونکہ مقابلوں کے دوران میں وہ بری طرح زخمی اور لہولہان ہو جایا کرتا تھا۔

ماں کو یہ شکایت تھی کہ بیٹا نافرمان ہے۔ ماں باپ اسے شراب پینے سے منع کرتے تھے۔ وہ پینے کا عادی تو نہیں تھا لیکن فتح کا جشن مناتے وقت یا اپنی کسی نہ کسی گرل فرینڈ کے ساتھ وقت گزارتے وقت ضرور پیتا تھا۔

بے باک نے یہ سمجھ لیا کہ وہ اس نشہ کرنے والے پہلوان کے اندر کسی وقت بھی پہنچ سکتا ہے۔ برین ماسٹر کی وائف مونیکا رانگ نمبر اٹینڈ کرنے کے بعد جاگ رہی تھی۔ اس نے اس کے اندر بیٹے کے لیے جذبات پیدا کیے۔ وہ سوچنے لگی۔ ''اس وقت امریکا میں رات کے نو بجے ہوں گے۔ جان جاگ رہا ہو گا۔ کیوں نہ اس سے فون پر بات کی جائے؟''

اس خیال کے ساتھ ہی اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر بولی۔ ''ہائے سنی! کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟''

جان رچ نے کہا۔ ''ہائے مؤم! ابھی لندن میں رات کے دو بجے ہوں گے۔ کیا آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں؟''

''ہاں بیٹے! تمہارے ڈیڈ کئی دنوں سے نہیں آئے ہیں۔ ان کی بھی فکر ہے اور تمہارے بارے میں بھی سوچ رہی تھی۔ سوچا فون کر کے تمہاری آواز سنوں تو دل کو کچھ تسلی ہو گی۔''

بے باک، جان رچ کے اندر پہنچ چکا تھا۔ وہ ماں بیٹا باتیں کر رہے تھے اور وہ اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ جسمانی اعتبار سے بہت طاقتور تھا لیکن دوسرے شہزور پہلوانوں کے مقابلے میں اس لیے کمزور تھا کہ شراب و شباب کا رسیا تھا۔ برین ماسٹر بیٹے کو سمجھاتا تھا کہ یا تو شراب و شباب سے باز آ جاؤ یا پہلوانی چھوڑ دو لیکن اس کے ذہن میں یہ بات سمائی رہتی تھی کہ وہ ریسلنگ کے ذریعے دنیا کا سب سے خطرناک پہلوان کہلاتا رہے۔ دوسری طرف وہ حسین عورتوں کے پاس جانے سے باز نہیں آتا تھا اور جب ان کے قریب ہوتا تھا تو پینا بھی ضروری ہو جاتا تھا۔

ریسلنگ کے وقت جب وہ رنگ میں آ کر کسی پہلوان سے مقابلہ کرتا تھا اور اس سے مار کھاتا تھا تب اسے اپنی غلطی کا حساس ہوتا تھا کہ وہ بہت ہی کمزور ہوتا جا رہا ہے پھر اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ ہارتے ہارتے کیسے جیت جاتا ہے؟ اور اپنے مقابل کو کیسے لہولہان کر دیتا ہے؟

ماسٹر نے بیٹے سے کہا۔ ''کیا تمہیں پتا ہے کہ تم کمزور ہونے کے باوجود کیسے جیت جاتے ہو؟.... نہیں بیٹے! تم کبھی نہیں سمجھ سکو گے۔ دراصل میں نے ایک عامل کی خدمات حاصل کی ہیں۔ جب تم کشتی لڑتے رہتے ہو تو وہ تم پر عمل کرتا رہتا ہے۔ اس طرح تم جیت جاتے ہو اور تمہارا مقابل تم سے کئی گنا طاقتور ہونے کے باوجود ہار جاتا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''ڈیڈ! آپ بہت اچھے ڈیڈی ہیں۔ اپنے بیٹے کو شکست کا منہ دکھانا نہیں چاہتے۔ آپ اسی طرح مجھ پر عمل کراتے رہیں۔ میں ایک ناقابل شکست ریسلر کی حیثیت سے نام کماتا رہوں گا۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''تم میرے ایک ہی بیٹے ہو۔ میں تمہاری محبت سے مجبور ہوں۔ بہرحال ہو سکے تو اپنی فضول عادتوں سے باز آ جاؤ۔ ویسے میں تمہیں بھی کسی سے شکست کھانے نہیں دوں گا۔ جب بھی تم کسی کے مقابل جاؤ تو پہلے مجھے انفارم کیا کرو تاکہ میں اس عامل کی خدمات حاصل کر سکوں۔''

بے باک نے اس کے خیالات پڑھ کر سمجھ لیا کہ ماسٹر کسی عامل کی خدمات حاصل نہیں کرتا ہے، بلکہ خیال خوانی کے ذریعے مقابلے کے دوران میں اپنے بیٹے کے اندر موجود رہتا ہے اور کسی بھی طرح اس سے مقابلہ کرنے والے کے اندر پہنچ جاتا ہے۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح بیٹے کو فاتح ضرور بناتا ہے۔

ماسٹر کبھی مہینے میں ایک بار یا دو بار ان سے ملنے آتا تھا۔ ان کے ساتھ کبھی بارہ گھنٹے کبھی چوبیس گھنٹے گزارتا تھا پھر چلا جاتا تھا۔ وچ ڈاکٹر نے اس کی تین خفیہ رہائش گاہوں کے پتے ڈائری میں نوٹ کیے تھے۔ بے باک ان کے ذریعے وہاں پہنچ کر اسے گولی مار سکتا تھا اگر وہ وہاں نہ ملتا تو اپنے بیوی بچوں سے جب بھی ملنے آتا تب اسے ہلاک کر سکتا تھا لیکن کسی بھی بے حس، سنگدل اور ڈھیٹ مجرم کو ہلاک کرو تو اس کے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر ہی مجرمانہ زندگی گزارتا ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ ایک دن اسے حرام موت مرنا ہی ہے۔

بڑے بڑے خطرناک مجرموں اور ظالموں کی موت اس وقت ہونی چاہیے جب ان سے ان کی طاقت چھین لی جائے۔ انہیں کمزور بنا دیا جائے، بے باک مومن نے یہ سوچ لیا تھا کہ برین ماسٹر کو بے بس و مجبور اور کمزور بنانے کے بعد آخر میں عبرتناک سزائے موت دے گا۔

وہ پھر سے اس کی بیوی مونیکا کے اندر پہنچ گیا۔ اب وہ گہری نیند میں تھی، اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کی بیٹی اپنا دوسرے بیڈ روم میں سو رہی ہے۔ بے باک نے اس کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا۔ ''کیا اس کے بیڈ کے سرہانے بھی

فون رکھا ہوا ہے؟''

اس کی سوچ نے کہا۔ ''نہیں، اس کے پاس ایک موبائل فون ہے۔''

اس نے موبائل فون کا نمبر معلوم کیا پھر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس نے چند گھنٹوں میں ماسٹر کی فیملی کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر لیا تھا اب اس کی ایک لاڈلی بیٹی کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ معلوم کرنا تھا۔

اس نے اس کے نمبر پنچ کر کے اسے کان سے لگایا۔ اپنا شباب کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھی۔ انتہائی دولت مند باپ کی بیٹی تھی۔ کوئی فکر یا پریشانی اسے چھو کر بھی نہیں گزرتی تھی۔ وہ بڑی فراخدلی سے لائف کو انجوائے کرتی تھی اور رات ہوتے ہی بڑی مست ہو کر گہری نیند میں ڈوب جاتی تھی۔

اس کے سرہانے رکھا فون کا بزر بول رہا تھا۔ اسے پکار رہا تھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ کسمسانے لگی۔ وہ ادھر سے ادھر کروٹ بدل کر فون کی آواز سے نجات پانا چاہتی تھی مگر آواز بند ہونے والی نہیں تھی۔ آخر اس نے آنکھیں بند کیے ہی ایک ہاتھ سے ٹٹول کر فون کو اٹھایا، اسے آن کر کے کان سے لگا کر کہا۔ ''ہیلو... اتنی رات کو کسی کی نیند خراب کرنا کہاں کی شرافت ہے؟''

بے باک مومن نے فون بند کر دیا۔ ادھر وہ فون اس کے کان سے لگا ہوا تھا۔ وہ نیند میں تھی۔ اسی طرح سوتی رہ گئی۔ اس نے کچھ نہ جانتے ہوئے اپنے دماغ کو ایک اجنبی کے حوالے کر دیا اور بچپن سے جوانی کے موجودہ لمحات تک اپنی ہسٹری اسے سنانے لگی۔

معلوم ہوا کہ وہ پڑھنے لکھنے کے معاملے میں ذہین ہے لیکن دنیاوی معاملات کو سمجھنے کے معاملے میں بہت ہی نادان ہے۔ اسے شاعری اور مصوری سے دلچسپی ہے۔ نوجوان لڑکیوں کی طرح اس کے دل میں بھی خواہش ہے کہ اس کا کوئی چاہنے والا ہو لیکن اس نے اب تک کسی کو اپنا بوائے فرینڈ نہیں بنایا تھا۔ مصوری سے دلچسپی تھی اس لیے وہ ڈرائنگ اور پینٹنگ کے لیے روزانہ ایک بہت بڑے ادارے میں جاتی تھی۔

اس کی زندگی میں نہ کوئی اسکینڈل تھا اور نہ ہی اس کے ذہن میں کوئی مجرمانہ سوچ تھی۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی کہ اس کے دماغ کو دیر تک پڑھا جاتا، وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ رات کے تین بجنے والے تھے۔ اس نے پھر ایک بار سم تبدیل کی اور ماسٹر کو ایک ایس ایم ایس لکھا۔

ادھر اس کی نیند اڑ چکی تھی، یہ دہشت طاری ہو گئی تھی کہ فرہاد کی آتما نے کسی جسم میں اپنی جگہ بنا لی ہے۔ اس نئے جسم میں وہ صحیح طرح بول نہیں پا رہا تھا۔ اسی لیے اس نے رابطہ ختم کر دیا تھا۔ شاید وہ آئندہ بولے گا اور تب اس کے بارے میں کچھ پتا چل سکے گا۔

وہ اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا اور خود کو اس بات پر لعن طعن کر رہا تھا کہ اس نے ایک کالا جادو جاننے والے سے رابطہ کیوں کیا تھا؟ کیوں فرہاد کے خلاف اس سے کام لینا چاہا تھا؟ وہ کم بخت تو مر گیا ہے لیکن فرہاد کی آتما میرے گلے پڑ گئی ہے۔

وہ سوچتے سوچتے ایک دم سے چونک گیا۔ ایسا لگا جیسے فرہاد پھر اس کی شہ رگ تک آ پہنچا ہو۔ اس نے فون کی طرف دیکھا۔ ایس ایم ایس کی ٹون سنائی دے رہی تھی۔ اس نے فوراً آگے بڑھ کر اسے اٹھایا۔ اسکرین پر وہی نمبر لکھا ہوا تھا۔ جواب سے پہلے اس کی نیند اڑ چکا تھا۔

اس نے ایک بٹن دبا کر ایس ایم ایس پڑھا، وہاں لکھا تھا کہ میں .....میں بھٹک رہا۔ ہا۔ ہوں۔ ے۔ را۔ را۔ جسم..... کہاں۔ ہاں۔ ہے۔ دی۔ دی۔ ماغ۔ کہاں۔ ہاں۔ ہے۔ میں۔ ادھورا۔ را۔ ہوں۔ مجھے۔ مکمل۔ مل۔ ہونے۔ نے۔ دو۔

وہ ایس ایم ایس اتنا ہی تھا لیکن بات پوری طرح سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ دیدے پھاڑے اب تک ایس ایم ایس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔ یہ بات دماغ میں گونج رہی تھی کہ فرہاد کی آتما بھٹک رہی ہے۔ اپنے جسم اور دماغ کو تلاش کر رہی ہے اور ابھی تک اپنے جسم کے بغیر ادھوری ہے۔

وہ سوچنے لگا۔ ''کیا اس آتما کو فرہاد کا جسم نہیں ملے گا تو وہ ادھوری ہی رہے گی؟ کبھی مکمل نہیں ہو سکے گی؟ اور جب مکمل نہیں ہو سکے گی تو اسے نقصان بھی نہیں پہنچا سکے گی۔''

یہ سوچ تو خود کو مطمئن کرنے کے لیے تھی۔ ورنہ اس کا دماغ اندر سے چیخ رہا تھا کہ آج ادھوری ہے تو کیا ہوا؟ کل مکمل ہو سکتی ہے۔ فرہاد کا جسم نہ ملا تو وہ کوئی بھی دوسرا جسم حاصل کر کے ایک نئے روپ میں بلائے جان بن سکتی ہے۔

اس نے فوراً ہی اس فون کے نمبر پنچ کیے پھر کان سے لگا کر سنا تو دوسری طرف سے ریکارڈنگ کی آواز ابھر رہی تھی۔ ''آپ کے مطلوبہ نمبر پر ابھی رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ کریں۔ شکریہ۔''

اس نے اب سے پہلے بھی اسی نمبر پر کال کی تھی۔ اس وقت بھی یہی ریکارڈنگ چل رہی تھی۔ دوسری طرف بے باک مومن فون بند کیے بیٹھا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ''فرہاد مرحوم کی لاش سوبیٹر رلینڈ کے ایک مردہ خانے میں تھی۔ وہاں بم دھماکا کیسے ہوا؟ یہ بات وہاں کی انٹیلی جنس اور قانون کے محافظوں

سے معلوم کی جاسکتی ہے۔''

اس نے فون کی ڈائریکٹری کھول کر سوئیٹر رلینڈ کی ایک ایرویز کمپنی کے نمبر معلوم کیے، وہاں کے ایک عہدے دار سے رابطہ کیا۔ اس کی آواز سنی پھر اس کے ذریعے ایک فون کے بعد دوسرا فون اور دوسرے فون کے بعد تیسرے فون سے رابطہ کرتے ہوئے سوئیٹر رلینڈ کے ایک حاکم کے اندر پہنچ گیا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ تمام بڑے ممالک نے ایک کمیٹی قائم کی تھی، جس میں بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹرز، فنگر پرنٹس اور علم الاجسام کے ماہرین، ایک ماہر سیاست داں اور ایک بد نام زمانہ جالباز بھی شامل تھا۔ انہوں نے ہر طرح سے یہ تصدیق کی تھی کہ جس لاش کا معائنہ کیا جارہا ہے وہ فرہاد علی تیمور کی ہی ہے۔ ایسے ہی وقت ایک گمنام فون کال آئی تھی، ایک شخص نے کہا تھا کہ فرہاد اپنی موت سے پہلے ایک آتما شکتی جاننے والے کے قابو میں آگیا تھا، اس طرح بظاہر تو اس کی موت ہو چکی ہے لیکن اس کی آتما اس آتما شکتی جاننے والے کے زیر اثر ہے۔ وہ آتما کسی بھی وقت پھر فرہاد کے جسم میں آکر سما سکتی ہے اور وہ زندہ ہوسکتا ہے۔ اس لیے اس کے جسم کو نیست و نابود کر دینا چاہیے۔

اس کمیٹی میں یہ سوال بھی اٹھایا گیا تھا کہ اگر فرہاد کے جسم کو نابود کر دیا جائے تو کیا فرق پڑے گا؟ وہ آتما تو کسی دوسرے کے اندر سما کر فرہاد کو ایک نیا روپ دے گی۔ ایک نئی زندگی دے گی۔

کسی نے معقول جواب دیا تھا کہ فرہاد کی آتما کو کوئی نیا جسم مل جائے تو کوئی بات نہیں، مگر فرہاد کا اپنا جسم نہ ملے۔ کیونکہ اس کے جسم میں اپنا دماغ ہے۔ وہ اپنے اسی دماغ اور ذہانت سے سپر پاور پر بھی حاوی رہتا آیا تھا۔

یہ بات سب کے ہی دل و دماغ کو لگی اور سب نے ہی متفق ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ اس لاش کے چیتھڑے اڑا دیے جائیں۔ بے باک مومن اس حاکم کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس کے دل کو صدمہ پہنچ رہا تھا یہ سوچ کر غصہ بھی آرہا تھا کہ دشمنوں نے فرہاد صاحب کو مرنے کے بعد بھی نہیں بخشا۔ ان کی لاش کو نمونہ عبرت بنا دیا۔ کم بختوں نے انہیں ناقابل شناخت بھی بنا دیا۔

بے باک نے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ کتنے ممالک کے کتنے اکابرین اس گھناؤنی سازش میں شریک تھے؟ ان سب کے نام پتے اور فون نمبر معلوم کرنے کے بعد اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ دل ہی دل میں قسمیں کھانے لگا کہ ان میں سے کسی کو بھی سکون سے نہیں رہنے دے گا۔ سب کے دلوں میں یہ خوف ہے کہ فرہاد کی آتما کسی بھی نئے جسم میں سما کر نئے روپ میں پھر سے ان کے مقابلے پر آسکتی ہے۔

اس نے ابھی جو ایس ایم ایس ماسٹر کو دیا تھا، اسی ایس ایم ایس کو ان سب کے فون نمبرز پر ارسال کرنے لگا۔ ایک گھنٹے کے بعد ہی تمام ممالک کے اکابرین ایک دوسرے سے فون پر رابطہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ انہیں ایک پُراسرار ایس ایم ایس موصول ہوا ہے۔ کوئی ہم سے پوچھ رہا ہے، اس کا جسم اور اس کا دماغ کہاں ہے؟ وہ اپنے جسم کے بغیر ادھورا ہے۔ مکمل ہونا چاہتا ہے۔

وہ سب ایک دوسرے سے فون پر کہہ رہے تھے کہ ہمارے فون پر بھی بالکل یہی ایس ایم ایس آیا ہے، یوں لگتا ہے جیسے فرہاد کی آتما بھٹک رہی ہے اور ہم سے اپنے جسم کا پتا پوچھ رہی ہے۔

کتنے ہی اکابرین جھنجھلا کر کہہ رہے تھے۔ ''یہ کیسی نان سنس بات ہے؟ کسی بھی انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح اس کے جسم سے نکلتی ہے اور کہاں جاتی ہے؟ یہ آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ آج تک کسی نے کسی روح کو بولتے یا فون کرتے اور ایس ایم ایس کرتے نہ دیکھا نہ سنا۔ کوئی ہمیں خوامخواہ خوف زدہ کر رہا ہے۔''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''یہ تو سب ہی کہتے ہیں کہ روح مجسم نہیں ہوتی۔ اس کے ہاتھ پاؤں نہیں ہوتے۔ وہ ایک نور ہوتا ہے۔ ایک اندرونی قوت ہوتی ہے۔ جو انسان کے اندر سے نکل جائے تو پھر وہ مردہ ہو جاتا ہے۔''

ایک اور ملک کے حاکم نے کہا۔ ''جب وہ نظر نہیں آتی، اس کے ہاتھ پاؤں نہیں ہوتے، آج تک کسی نے روح کو بولتے نہیں سنا تو پھر وہ فون کے ذریعے کیسے میسج دے رہی ہے؟''

ایک نے کہا۔ ''آپ لوگ یہ نہ سوچیں کہ فرہاد کی روح نے یہ ایس ایم ایس دیے ہیں۔ وہ روح کسی بھی جسم میں عارضی طور سما گئی ہے اور اس کے اندر رہ کر فون کے ذریعے ایسا کر رہی ہے۔''

وہ اسی نتیجے پر پہنچ رہے تھے کہ فرہاد کی روح عارضی طور پر کسی کے جسم میں پہنچ گئی ہے اور یہ جان گئی ہے کہ اس کے اصل جسم کو نیست و نابود کرنے میں کن لوگوں کا ہاتھ رہا ہے۔

ایک نے کہا۔ ''یہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ جو بھی اس کی لاش کو نابود کرنے میں شریک تھا، صرف اسی کے پاس یہ ایس ایم ایس پہنچ رہے ہیں۔ وہ مر چکا ہے مگر اس طرح زندہ ہے کہ ادھورا ہے۔ کسی کے جسم میں ہے اور ہم سے اپنے جسم اور دماغ

کا مطالبہ کر رہا ہے۔''

بے باک مومن اپنی جگہ بیٹھا سکون سے سوچ رہا تھا کہ میں نے ان تمام ممالک کے اکابرین کو ایس ایم ایس بھیج دیے ہیں۔ اب میرا یہ فرض ہوگا کہ میں ان کے اندر پہنچ کر ان کی کمزوریاں اور ان کے اہم راز معلوم کروں پھر انہیں یہ تاثر دوں کہ فرہاد کی روح کسی نئے جسم میں پہنچ کر ان سے انتقام لے رہی ہے۔

وہ رات گزر چکی تھی۔ اس نے سوچا۔ ''میں زبردست پلاننگ کروں گا کہ مجھے آنے والے دنوں میں کیا کرنا ہے؟ فی الوقت صبح کے پانچ بج رہے ہیں۔ ابھی سو جانا چاہیے۔''

وہ بیڈ پر آکر لیٹ گیا۔ چاروں شانے چت ہو کر آنکھیں بند کر کے دماغ کو ہدایات دیں کہ اگلے پانچ گھنٹوں تک گہری نیند سوتا رہے، کوئی مداخلت ہو یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔ ورنہ مقررہ وقت تک سوتا رہے۔

☆☆☆

میں سونیا.... مسز فرہاد سوئیٹر رلینڈ میں ہوں۔ یہیں فرہاد کی موت کا تماشا ہوا اور یہیں کے ایک مردہ خانے میں اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔ مجھ پر دو اہم ذمے داریاں ہیں۔ ایک تو مجھے ثابت کرنا ہے کہ میرا فرہاد اسی دنیا میں ہے۔ وہ جہاں بھی ہے۔ زندہ و سلامت ہے۔

دوسری ذمے داری یہ ہے کہ جن لوگوں نے بھی اس کی ڈی کی لاش کو فرہاد سمجھ کر اس کے چیتھڑے اڑائے، انہیں یہ یاد دلانا ہے کہ فرہاد ہو یا نہ ہو ان سے انتقام لینے کے لیے سونیا زندہ ہے۔

مجھے فرہاد کے سلسلے میں ایک الجھن ہے اور وہ یہ کہ وہ کہیں بھی زندہ ہے تو مجھ سے یا کسی اور سے رابطہ کیوں نہیں کر رہا ہے؟ وہ اپنے ہر خاص معاملے کو ساری دنیا سے چھپاتا رہا ہے لیکن مجھ سے کبھی نہیں چھپاتا اگر اس کے روپوش ہونے کی کوئی اہم وجہ ہے تو وہ مجھے ضرور بتاتا کہ وجہ کیا ہے؟

یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ جہاں بھی ہے وہاں کسی بھی وجہ سے مجبور اور بے بس ہے۔ اس لیے مجھ سے رابطہ نہیں کر پا رہا ہے۔ ماضی میں ایک بار ایسا ہو چکا تھا کہ اسے ٹریپ کیا گیا تھا۔ اس کی یادداشت چھین لی گئی تھی۔ اس بار بھی ایسا ہی ہو سکتا تھا۔ وہ فوراً کسی بھی وجہ سے خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔ اگر خیال خوانی کے قابل ہوتا تو سب سے پہلے مجھ سے رابطہ کرتا۔

میں اسی تجسس میں مبتلا رہ کر اسے جلد سے جلد ڈھونڈ لینا چاہتی ہوں۔ دشمنوں سے انتقام لینا بھی ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انتقامی کارروائی کے دوران فرہاد کے سلسلے میں کچھ ایسی معلومات حاصل ہوں جو میرے لیے خلاف توقع ہوں۔ ماضی میں کئی بار ایسا ہوا تھا کہ میں خلاف توقع اچانک ہی اپنی منزل تک پہنچ جاتی تھی۔

اب جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ سپر پاور اور دوسرے تمام بڑے ممالک فرہاد کی موت کا یقین کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے تجربہ کار ڈاکٹروں فنگر پرنٹس اور علم الاجسام کے ماہرین وغیرہ کی خدمات حاصل کی تھیں۔ میں ان ماہرین تک اور ان ممالک کے اکابرین تک پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکتی تھی۔

اس مقصد کے لیے ٹیلی پیتھی کا سہارا ضروری تھا۔ ایسے ہی وقت الپا نے میرے پاس آکر مجھے مخاطب کیا۔ ''مما! السلام علیکم۔''

میں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔ ''وعلیکم السلام.... تم آج پہلی بار سلام کر رہی ہو۔ کیا بات ہے؟''

وہ بہت ہی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔ ''میں نے اعلیٰ حضرت کے سامنے اسلام قبول کیا ہے۔''

میں نے ایک دم سے خوش ہو کر کہا۔ ''تم تو بہت بڑی خوشخبری سنا رہی ہو۔ تم پہلے بھی ہماری اپنی تھیں۔ ہمیں تم پر اعتماد تھا لیکن اب تو تم پر اور اندھا اعتماد کریں گے۔ فرہاد کو معلوم ہوگا تو وہ.....''

میں کہتے کہتے رک گئی۔ بے خیالی میں یہ کہنے والی تھی کہ فرہاد میرے یقین اور اعتماد کے مطابق زندہ ہے۔ وہ بولی۔ ''مما! میں آپ کے جذبات کو سمجھ رہی ہوں۔ آپ اپنے دل اور دماغ کے اندر انہیں زندہ اور متحرک دیکھ رہی ہوں گی۔''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''میں نے اسلام قبول کیا ہے اگر پاپا ہوتے تو وہ خوش ہو کر مجھے گلے لگا لیتے۔''

وہ بہت خوش تھی اور میرے پاس یہ خوشخبری سنانے کے لیے آئی تھی لیکن فرہاد کا ذکر ہوتے ہی رونے لگی۔ میں نے کہا۔ ''الپا! ہم زندگی کے عملی میدان میں مختلف حالات سے لڑتے لڑتے پتھر بن گئے ہیں۔ اب ہماری آنکھ میں آنسو نہیں آنے چاہییں۔ کیا فرہاد کی موت پر تم نے مجھے روتے دیکھا ہے؟''

''آپ بہت ہی عجیب و غریب ہیں۔ آپ جیسا دل و دماغ کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔ جسے صحیح لفظوں میں فولاد کہا جائے، وہ آپ ہیں۔''

''ٹیلی پیتھی کی دنیا میں تم بھی ایک طویل جدوجہد کرتی آئی ہو۔ تم بھی فولاد ہو۔ ابھی تمہیں جذبات میں نہیں بہنا

چاہیے۔ آنسو پونچھ لو اور ہنستی بولتی رہو۔ تم نے اسلام قبول کیا ہے، انوشے کو تو سب سے زیادہ خوشی ہوئی ہوگی؟''

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ ''میری بیٹی نے یہ سنتے ہی مجھ سے لپٹ کر اتنا پیار کیا کہ میں نہال ہوگئی.... ایک اور خوشی کی خبر ہے مما!''

''ہاں، ہنسی خوشی کی باتیں کرو۔ بولو۔ کیا خبر ہے؟''

''اعلیٰ حضرت نے مجھے ہدایت کی ہے کہ چار مہینے اور دس دنوں تک پارس سے دور رہوں۔ ان سے پردہ کروں۔ یہ مدت گزر جانے کے بعد ان سے میرا نکاح پڑھایا جائے گا۔''

میں نے کہا۔ ''واقعی، یہ تو بہت ہی خوشی کی بات ہے۔ تم پارس کے ساتھ پھر سے ایک نئی ازدواجی زندگی گزارو گی۔ میں تمہیں مبارکباد دیتی ہوں۔''

''شکریہ مما! آپ وہاں تنہا سویٹزرلینڈ میں کیوں ہیں؟ یہاں چلی آئیں۔''

''میں کچھ عرصے تک بابا صاحب کے ادارے میں نہیں آؤں گی۔ میرا ایک اہم مشن ہے۔ میں اسے پورا کرنا چاہتی ہوں۔''

''کیا میں اس مشن کے بارے میں پوچھ سکتی ہوں؟''

میں ابھی فرہاد کی کسی بھی اولاد کو کسی بھی بہو کو یہ نہیں بتانا چاہتی تھی کہ اپنے گم شدہ مجازی خدا کو تلاش کر رہی ہوں۔ میرا یقین میری تلاش کسی بھی پہلو سے غلط ثابت ہو سکتی تھی۔ لہٰذا اسے پالینے کے بعد ہی ایک سرپرائز گفٹ کے طور پر بچوں کے سامنے پیش کر سکتی تھی۔

الپا اسی مشن کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''مجھے ایک شخص کی تلاش ہے۔ میں اس کا پتا ٹھکانا نہیں جانتی پھر بھی اسے تلاش کرنا ہے۔''

''آپ اس کا پتا ٹھکانا نہیں جانتیں۔ کیا فون نمبر جانتی ہیں؟''

''میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ فرہاد نے اپنی زندگی میں کہا تھا کہ جب اس کا وجود اس دنیا سے گم ہو جائے گا تو میری زندگی میں ایک نیا لائف پارٹنر آئے گا اور مجھے اس لائف پارٹنر کو ڈھونڈ نکالنا ہے۔''

''جب پاپا نے ایسا کہا تھا تو انہوں نے اس کی کوئی پہچان بھی بتائی ہوگی؟''

''بس اتنا کہا تھا کہ وہ شخص بھی تمہارے پاپا کی طرح عمر رسیدہ ہوگا مگر صحت مند ہوگا، ان کی طرح قد آور اور مضبوط اعصاب کا مالک ہوگا۔''

میں نے پھر ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ''میں نے تمہارے پاپا سے کہا تھا کہ ان کے بعد میری زندگی میں کوئی نہیں آئے گا اور انہوں نے سختی سے کہا تھا کہ آئے گا۔ ضرور آئے گا اگر تم اس آنے والے کو تلاش نہیں کرو گی تو ان کی روح بھٹکتی رہے گی۔''

میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ ''میں نہیں چاہتی کہ ان کی روح بھٹکتی رہ جائے، انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا تھا اور میں نے کہا تھا کہ اچھی بات ہے جب تک میں اس گمنام لائف پارٹنر کو تلاش نہیں کروں گی، اس وقت تک بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جاؤں گی۔ اس کے ساتھ ہی وہاں آؤں گی۔''

الپا نے کہا۔ ''پاپا نے یہ اچھا کیا کہ اپنی زندگی میں ہی آپ سے وعدہ لے لیا اب آئندہ آپ تنہا نہیں رہیں گی۔ کسی لائف پارٹنر کے ساتھ زندگی گزاریں گی مگر آپ اسے تلاش کرنے کے لیے کہاں جائیں گی؟''

''میں یہیں سویٹزرلینڈ سے تلاش شروع کر رہی ہوں۔ مجھے فرہاد نے کہا تھا کہ میرا لائف پارٹنر دشمنوں کے درمیان کہیں ملے گا۔ یہاں دشمنوں نے مردہ خانے میں بم کا دھماکا کیا تھا، کسی سازش کے تحت ان کی لاش کو ناقابل شناخت بنا دیا تھا۔ کیا تم میرا ایک کام کرو گی؟''

''مما! ایک نہیں۔ ہزار کام کروں گی۔ آپ حکم تو کریں۔''

''تم سویٹزرلینڈ کے انٹیلی جنس والوں اور حکمرانوں کے خیالات پڑھو، یہ معلوم کرو کہ کسی دہشت گرد نے بم کا دھماکا کیا تھا یا ان بڑے ممالک کے اکابرین نے فرہاد سے دشمنی کی تھی؟''

''میں ابھی جا کر معلوم کرتی ہوں۔ ایک گھنٹے کے اندر آ کر آپ کو رپورٹ دیتی ہوں۔''

وہ چلی گئی۔ میں سویٹزرلینڈ کے ایک لگژری ہوٹل میں تھی۔ اس کے جانے کے بعد واش روم میں آ کر غسل کیا۔ فریش ہونے کے بعد میرے دل و دماغ نے ایک نئی تازگی سے کہا' میرا محبوب زندہ ہے۔ میرے لیے زندہ ہے، کہیں میرا منتظر ہے۔ مجھے وہاں تک ہر حال میں پہنچنا ہے۔

میں ناشتے کا آرڈر دینا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت میرے فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے نمبر پڑھے۔ بابا صاحب کے ادارے سے کال آ رہی تھی۔

میں نے اسے آن کر کے کان سے لگایا۔ وہاں کے انچارج خلیل بن مکرم کے ایک ماتحت کی آواز سنائی دی۔ ''میڈم! میں نے آپ کو ڈسرب تو نہیں کیا؟''

''بالکل نہیں۔ کیا بات ہے؟ بولو۔''

''ایک صاحب ہیں، اپنا نام بے باک مومن بتاتے

ہیں۔انہوں نے کل بھی فون کیا تھا۔وہ فرہاد مرحوم کے بچوں سے یا آپ سے چند باتیں کرنا چاہتے تھے ۔ میں نے کل معذرت چاہی تھی کیونکہ آپ سب مصروف اور بہت زیادہ مغموم تھے۔اب انہوں نے پھر رابطہ کیا ہے اور آپ سے بات کرنے کے لیے اصرار کررہے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔''وہ کون ہیں؟ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ کیا فرہاد کے شناساؤں میں سے ہیں؟''

''وہ مرحوم کے قدردانوں اور عقیدت مندوں میں سے ہیں اور ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ان کے باپ دادا عیسائی تھے۔ لیکن وہ فرہاد مرحوم سے اتنی محبت کرتے ہیں، اتنی عقیدت رکھتے ہیں کہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔''

''اگر ایسی بات ہے تو وہ صاحب میرے لیے قابل احترام ہیں۔ان سے بات کراؤ۔''

''مسٹر بے باک مومن کی خواہش ہے کہ وہ آپ کے اندر آکر باتیں کریں۔''

''آپ اس مسلمان کی خواہش پوری کریں، میرے پاس بھیج دیں۔''

چند سیکنڈ کے بعد ہی میں نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔اس کی آواز سنائی دی۔''السلام علیکم۔ میں آپ لوگوں کا یک ادنیٰ عقیدت مند ہوں۔میرا نام بے باک مومن ہے۔''

میں نے کہا۔''وعلیکم السلام۔لیکن یہ بے باک مومن بالکل نیا اور انوکھا سا نام لگتا ہے؟''

''بات اصل میں یہ ہے کہ میرا پیدائشی نام بائے باک کرسچن تھا۔جب میں نے اسلام قبول کیا تو بائے باک کو بے باک اور کرسچن کو مومن بنالیا۔''

ایسے ہی وقت الپا نے آکر پوچھا۔''مما! یہ آپ کس سے بات کررہی ہیں؟''

میں نے کہا۔''یہ تمہارے پاپا کے ایک بہت ہی محبت کرنے والے عقیدت مند ہیں۔ان کی باتیں سنو، اس کے بعد میں تم سے بات کروں گی۔''

بے باک کہہ رہا تھا۔''آپ کے تمام فیملی ممبران سے نجانے کتنے لوگ افسوس کررہے ہوں گے۔آپ سب کا دل پہلے ہی دکھا ہوا ہے۔ایسے میں تعزیت کرتے وقت کوئی مرحوم کے گن گاتا ہے، ان کی خوبیاں بیان کرتا ہے، ان کی یاد دلاتا ہے، تو دل اور زیادہ دکھنے لگتا ہے۔''

میں نے کہا۔''تم نے درست کہا۔ان کی وفات کے بعد تم کیا کہنا چاہو گے؟''

''میں یہی کہنے کی جسارت کررہا ہوں کہ وہ مرحوم نہیں ہیں۔انہیں موت نہیں آئی ہے، وہ زندہ ہیں۔''

میں نے ایک دم سے چونک کر پوچھا۔''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

وہ جلدی سے بولا۔''دیکھیے! میں یہ نہیں کہتا کہ فرہاد صاحب کو مرنا نہیں چاہیے۔موت تو سب ہی کو آتی ہے اور آتی رہے گی۔ دراصل ان کے لیے میری محبت اندھی ہے۔ میں ایک اندھا عقیدت مند ہوں۔اس لیے میں نے اپنے اندر انہیں زندہ رکھا ہے اور یہ عہد کیا ہے کہ دشمنوں کے درمیان بھی انہیں زندہ رکھوں گا۔جنہوں نے ان کی لاش کی بے حرمتی کی ہے۔ان کی نیندیں حرام کردوں گا۔میں پچھلی رات سے اب تک فرہاد علی تیمور بن کران کا سکون برباد کرچکا ہوں۔''

الپا نے حیرانی سے پوچھا۔''مسٹر بے باک! تم کون ہو؟ تم تو انتقام لینے کے معاملے میں ہم سے دو ہاتھ آگے نکل گئے ہو۔''

میں نے کہا۔''مجھے تمہاری باتیں سن کر خوشی ہورہی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ان تمام دشمنوں کو جانتے ہو، جنہوں نے ان کی لاش کی بے حرمتی کرنے کی جرات کی ہے؟''

''جی ہاں، میں فرانس، جرمنی، یوکے، اور امریکا کے ان تمام اکابرین کو جانتا ہوں، جنہوں نے ایسی سازش کی تھی۔ان کے علاوہ ایک برین ماسٹر ہے۔آپ اس دشمن کے بارے میں یقیناً جانتی ہی ہوں گی۔''

''ہاں، میں جانتی ہوں۔''

الپا نے کہا۔''میں نے ابھی صرف سوئیٹزرلینڈ کے ان دشمنوں کے بارے میں معلوم کیا ہے جن کی سازشوں کی وجہ سے مردہ خانے میں بم دھماکا ہوا تھا۔''

بے باک نے پوچھا۔''کیا آپ مجھے ان دشمنوں کے اندر پہنچانا چاہیں گی؟''

میں نے کہا۔''بے باک! پہلے الپا تمہارے اندر آکر تمہارے چور خیالات پوری تفصیل سے پڑھے گی۔اس کے بعد ہی ہم تم پر بھروسا کرسکیں گے۔''

''بالکل، میں حاضر ہوں۔آپ کا جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر آئے گا، میں اسے خوش آمدید کہوں گا۔''

الپا اس کے اندر پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔وہ مجھے برین ماسٹر اور وچ ڈاکٹر منتر جوگی کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا۔یہ میرے لیے نئی معلومات تھیں پھر یہ سن کر میں حیران رہ گئی کہ وہ ماسٹر کی بیوی اور بچوں کے دماغوں تک بھی پہنچ چکا ہے۔برین ماسٹر کی ان تین خفیہ پناہ گاہوں کے

پتے اور فون نمبر بھی جانتا ہے۔

میں نے یہ اچھی طرح سے سمجھ لیا کہ بے باک مومن میرے لیے بہت کام کا بندہ ہے۔آیندہ ہمارے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح یہ بھی ہمارے کام آئے گا اور ہمارا اعتماد حاصل کرتا رہے گا۔

الپا نے مجھ سے کہا۔''مما! میں بے باک کے خیالات پڑھ چکی ہوں اور پوری طرح مطمئن ہوں۔''

وہ خوش ہوکر بولا۔''شکریہ میڈم الپا! آیندہ میں آپ کو کس طرح مخاطب کرسکتا ہوں؟''

''پاپا کے تمام بچے مجھے سسٹر کہتے ہیں۔تم بھی سسٹر کہہ سکتے ہو۔''

وہ بولا۔''خدا کا شکر ہے۔پہلی بار مجھے فرہاد صاحب کی فیملی میں ایک بہن مل رہی ہے۔''

میں نے کہا۔''دراصل یہ بہن نہیں ہے۔تمہاری ہونے والی بھابھی ہے۔اب سے پہلے بھی یہ میرے بیٹے پارس کی شریک حیات تھی۔بعد میں کسی وجہ سے رشتہ ٹوٹ گیا تھا۔اب پھر سے بحال ہونے والا ہے۔ چار مہینے دس دنوں کے بعد تم اپنے بھائی پارس اور اس بھابھی کے نکاح میں شریک ہوسکو گے۔''

وہ خوش ہوکر بولا۔''میڈم! آپ کے پاس آتے ہی مجھے بہت ساری خوشیاں مل رہی ہیں۔''

''مجھے میڈم نہیں مما کہو۔تمام بچے یہی کہتے ہیں۔''

وہ جہاں تھا، وہاں خوشی سے اچھل پڑا، کلام پاک کی ایک آیت پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت کے گن گانے لگا اور کہنے لگا۔ ''مما! آپ کو ماں کہتے ہی کیا میں آپ کی فیملی کا ممبر بن چکا ہوں؟ اور آیندہ میں فرہاد صاحب کو پاپا کہہ سکتا ہوں؟''

''بے شک، یہی کہو گے۔اب الپا کے اندر جاؤ۔یہ تمہیں یہاں کے چند دشمنوں تک پہنچائے گی۔''

وہ الپا کے اندر پہنچ کر بولا۔''السلام علیکم۔''

اس نے بھی سلام کا جواب دیا پھر مجھے اللہ حافظ کہہ کر چلی گئی۔ میں دیکھ رہی تھی کہ الپا اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی طور طریقے اپنا رہی تھی، آتے ہی اس نے مجھے سلام کیا تھا اور جاتے وقت بھی اللہ حافظ کہہ کر گئی تھی۔اعلیٰ حضرت نے اسے اس قدر متاثر کیا تھا کہ وہ دل کی گہرائیوں سے ہمارے دین کو اپنا رہی تھی۔ وہ عربی زبان اچھی طرح جانتی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں باقاعدہ کلام پاک پڑھ رہی تھی۔اس کتاب آخر کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک سطر کے معنی اور مفہوم کو مکمل تفسیر کے ساتھ سمجھتی جارہی تھی۔

اس نے بے باک مومن کو ان انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل اور ایک انتہائی چالباز کے اندر پہنچایا پھر کہا۔''تم ان کے خیالات پڑھو اور سوچو کہ ایسے دشمنوں کے خلاف کیا کرسکتے ہو؟ میں اب جارہی ہوں۔اللہ حافظ۔''

وہ چلی گئی۔ بے باک نے ان دونوں کے خیالات پڑھے، اور معلوم کیا کہ کس طرح وہاں فرہاد کی موت کی تصدیق کرنے کے لیے کمیٹی قائم کی گئی تھی اور اس کمیٹی کے جو اہم ممبران تھے ان میں وہ بدنام زمانہ چالباز بھی شامل تھا۔ جو اس وقت وہاں کے ایک ہوٹل میں قیام کررہا تھا۔ بڑے ممالک کے اکابرین نے اس چالباز کی خدمات اس لیے حاصل کی تھیں کہ وہ فرہاد کی پوری ہسٹری کو اچھی طرح پڑھ چکا تھا۔فرہاد نے اپنی زندگی میں بے شمار مخالفین کے خلاف جیسی جیسی چالبازیوں کا مظاہرہ کیا تھا، ان سب کا ریکارڈ اس چالباز کے پاس تھا۔وہ خود بھی انتہائی مکار تھا اور بڑی ہیرا پھیری سے لاکھوں ڈالرز کماتا تھا۔

اس چالباز نے کمیٹی کے اجلاس میں بتایا کہ فرہاد نے ماضی میں کئی بار اپنی موت کا زبردست ڈراما پلے کیا تھا۔ ہر بار ایسا ہی لگا جیسے وہ سچ مچ مر چکا ہے لیکن کچھ عرصے کے بعد وہ پھر ہماری دنیا میں چلا آیا۔

اس نے اجلاس میں ایک ایک تفصیل بتائی تھی کہ فرہاد نے کس طرح چالبازی سے پہلے اپنی موت کا یقین دلایا اور پھر زندہ ہوکر واپس چلا آیا۔

اس بار لاش کا اچھی طرح سے معائنہ کرنے کے بعد سب ہی کو یقین ہوگیا تھا کہ وہ مر چکا ہے۔اس کے باوجود اس چالباز نے اور برین ماسٹر نے اجلاس کے اراکین کو یہ مشورہ دیا تھا کہ فرہاد کی لاش کو اس طرح چھلنی کردیا جائے کہ کوئی آتما شکتی جاننے والا اس کی آتما کو پھر اسی کے جسم میں نہ پہنچا سکے۔

فرانس کے ایک منسٹر نے بھی اسی ہوٹل میں قیام کیا تھا اور اس چالباز سے ایک سودا کیا تھا۔اس سے کہا تھا۔''یہاں کسی ہوٹل میں فرانس کا ایک فارن منسٹر آیا ہوا ہے اگر کسی طرح اس کا خاتمہ ہوجائے اور وہ فرانس واپس نہ جاسکے تو اس کی کرسی مجھے مل جائے گی۔''

اس چالباز نے کہا۔''یہ میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں۔ اس فارن منسٹر کی نشاندہی کرو، میرے آلہ کار اسے ٹھکانے لگا دیں گے۔''

اس نے کہا۔''میرا ایک آدمی اس فارن منسٹر کے بنگلے میں ملازم ہے۔وہ مجھے وہاں کی رپورٹ دیتا ہے۔اس نے ابھی بتایا ہے کہ وہ منسٹر ابھی اسکے انگ کلب جائے گا اور خود اسکے انگ

کرے گا۔''

بے باک مومن ان دونوں کی باتیں سننے کے بعد میرے پاس آکر بولا۔ ''مما! پاپا مرحوم کے دو دشمن یہیں آپ کے قریب ہیں۔''

''مجھے ان کے بارے میں بتاؤ۔ وہ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ پھر مجھے ان تک پہنچا دو اور میرے اندر رہو۔ میں خود ان سے نمٹ لوں گی۔''

میں ہوٹل سے باہر آگئی، بے باک نے بتایا کہ وہ کلب قریب ہی ہے۔ اس لیے کار میں جانا ضروری نہیں ہے۔

میں وہاں سے پیدل ہی جانے لگی۔ چھوٹی بڑی سڑکوں پر جمی ہوئی برف ہٹانے کے لیے آئس سوئپنگ گاڑیاں اور ٹرانکرز گشت کر رہے تھے۔ سڑکیں آمد و رفت کے قابل بنائی جا رہی تھیں۔ کتنے ہی مزدور سڑکوں کے کنارے تھے۔ وہ بیلچوں سے فٹ پاتھ کی برف ایک طرف کر رہے تھے۔ وسیع و عریض اسکے انگ کلب کے اندر اور باہر ہزاروں افراد کا ایک میلا سا تھا۔ ان میں اسکیٹنگ کرنے والے بھی تھے اور تماشا دیکھنے والے بھی تھے۔

بے باک مومن نے خیال خوانی کے ذریعے پہلے چالباز کے اندر پھر فارن منسٹر اور فوڈ منسٹر کے اندر جا کر دیکھا کہ وہ تینوں کہاں ہیں؟ پھر مجھے آکر بتایا۔ ''مما! فارن منسٹر ابھی ڈریسنگ روم میں ہے۔ وہاں سے تیار ہو کر اسکیٹنگ رنگ کے لیے باہر آئے گا، چالباز نے ایک کرائے کے قاتل کو حاصل کیا ہے۔ وہ اس منسٹر کا پیچھا کرتا ہوا جائے گا، پھر کسی ویرانے سے گزرتے وقت اسے قتل کر دے گا۔''

میں نے کہا۔ ''میں بھی اسکیٹنگ کرنے جاؤں گی لیکن یہاں کی ممبر نہیں ہوں، یہ مجھے Allow نہیں کریں گے۔''

بے باک نے وہاں کے انچارج کے دماغ پر قبضہ جمایا اس نے اس کی مرضی کے مطابق مجھے اسکیٹنگ کٹس اور تمام ضروری سامان مہیا کر دیا، تھوڑی دیر کے بعد جب میں اسکیٹنگ رنگ کے اسٹارٹنگ پوائنٹ پر آئی تو میرے بدن پر اسکیٹنگ کا مخصوص لباس تھا۔ پیروں میں اسکیٹنگ شوز تھے اور ہاتھوں میں دو مضبوط آہنی سلاخوں کی اسٹکس تھیں۔

بے باک نے کہا۔ ''مما! وہ بلیو کلر کے لباس میں ہے۔ بہت آگے نکل رہا ہے۔ اس کے پیچھے ہی وہ قاتل ہے۔''

میں فوراً ہی ان دونوں کے پیچھے چل پڑی۔ اسکیٹنگ کے نقطۂ آغاز سے اچھی خاصی ڈھلان تھی۔ میں تیزی سے ان کے قریب سے قریب پہنچنے کی کوشش کرنے لگی۔ ہمارے آس پاس دور تک دوسرے کتنے ہی شوقین ایسے ہی مشغلے میں مصروف تھے اور مختلف سمتوں میں جا رہے تھے۔

وہ فارن منسٹر جس سمت پھسلتا جا رہا تھا۔ ادھر آگے جا کر ویرانی تھی۔ ایسے وقت میں اس قاتل سے آگے نکل گئی تھی اور فارن منسٹر کے قریب پہنچ رہی تھی۔ اس قاتل نے اپنی رفتار بڑھا دی تھی اور ہمارے قریب ہوتا جا رہا تھا پھر اس نے آگے بڑھ کر فارن منسٹر کا راستہ روک لیا۔ لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ ''اے! تم کون ہو؟ ہمارے پیچھے کیوں آ رہی ہو؟''

میں نے کہا۔ ''میں اس فارن منسٹر کی دشمن ہوں۔ اسے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی ہوں۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں کا ارادہ ایک ہی ہے؟ دونوں کا ٹارگٹ یہی بے چارہ ہے؟''

میں نے انجان بن کر پوچھا۔ ''کیا تم بھی اسے قتل کرنا چاہتے ہو؟''

اس نے گن کا رخ فارن منسٹر کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، میں اسی لیے آیا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''تو پھر ہتھیار کی کیا ضرورت ہے؟ گولی مارو گے تو یہ فوراً مر جائے گا، مجھے اسے مارنے دو۔ اس چھڑی سے اس کی پٹائی کرنا چاہتی ہوں۔ اسے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتی ہوں۔ کیا تم یہ تماشا نہیں دیکھو گے؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''چلو۔ یہ تماشا بھی دیکھ لیتے ہیں۔''

میں نے چھڑی کو اس طرح گھمایا جیسے فارن منسٹر پر حملہ کر رہی ہوں لیکن وہ چھڑی اس کے ریوالور والے ہاتھ پر آکر لگی۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ اور گن ہاتھ سے نکل کر دور چلی گئی۔ برفانی ہواؤں میں چھڑی کے گھومنے سے 'شپ... شپ' کی آواز نکل رہی تھی اور ہر 'شپ' کی آواز کے ساتھ اس قاتل کے ہوش اڑ رہے تھے۔ کبھی چھڑی منہ پر پڑ رہی تھی۔ کبھی سینے پر اور ٹانگوں پر.....

میں نے اسے جوابی حملہ کرنے کا کتنی ہی بار موقع دیا، جب تک مقابل ٹکر کا نہ ہو مقابلے کا مزہ نہیں آتا... مجھے مزہ نہیں آیا کیونکہ وہ کوئی فائٹر نہیں تھا۔ چھپ چھپا کر ہتھیار سے کسی بھی مطلوب کو قتل کرتا تھا۔ دو چار حملوں کے بعد ہی وہ ایسا گرا کہ اٹھنے کے قابل نہیں رہا۔

فارن منسٹر سہما ہوا حیرانی سے مجھے اور اسے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''تمہارے سامنے گن پڑی ہے۔ یہ تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا، اب تم کیا کرنا چاہو گے؟''

اس نے برف پر پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر اس کا نشانہ لیا۔ پھر اسے گولی مار دی اور مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''سسٹر! تم نے اس ویرا۔ نے میں آکر میری جان بچائی ہے۔ کیا تم جانتی تھیں کہ مجھ پر حملہ ہونے والا ہے؟''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، وہاں سے واپس جانے لگی۔ اس نے ریوالور سے نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ ''رک جاؤ۔ مجھے جواب دو۔ ورنہ میں سمجھوں گا کہ تم بھی میرے دشمنوں سے ملی ہوئی ہو اور مجھے بچانے کا ناٹک کر کے جا رہی ہو۔ میرے خلاف کوئی بہت بڑی سازش کی جا رہی ہے۔''

بے باک نے کہا۔ ''مما! آپ جائیں۔ میں اس کے اندر رہوں گا۔''

وہ سوچ رہا تھا کہ مجھے زخمی کرے گا پھر قانونی طور پر مجھے اپنی کسٹڈی میں لے کر ٹارچر کرے گا، مجھ سے حقیقت اگلوائے گا کہ اس کے خلاف کون سازش کر رہا ہے؟ اور کیوں کر رہا ہے؟

اس نے ایک فائر کیا پھر دوسرا کیا پھر تیسرا... گولیاں مجھے نہیں لگ رہی تھیں۔ اس نے حیران و پریشان ہو کر دونوں ہاتھوں سے ریوالور کو تھامے اچھی طرح نشانہ لے کر مجھ پر گولی چلائی... ایک ہی فائر ہوا۔ اس کے بعد کھٹ کھٹ کی آواز آنے لگی۔ ریوالور کا چیمبر خالی ہو گیا۔

میں نے اس کے پاس آکر نفرت سے کہا۔ ''تم ہمدردی کے قابل ہی نہیں تھے۔ خوامخواہ تمہاری جان بچائی۔''

میں نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ پیچھے جا کر گرا۔ جلدی سے اٹھ کر اسکیٹنگ رنگ کی اسٹک سے مجھ پر حملہ کرنا چاہا، میں نے دو چار ہاتھ جمائے تو وہ برف پر گر کر بیٹھ گیا۔ کمزوری سے ہانپنے لگا۔ اس نے فرہاد کے سلسلے میں کوئی دشمنی نہیں کی تھی۔ لہٰذا میں اسے اس کے حال پر چھوڑ کر وہاں سے چلی آئی۔

فوڈ منسٹر اپنے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھا اس خوشخبری کا منتظر تھا کہ فارن منسٹر کو ٹھکانے لگا دیا گیا ہوگا۔ اس نے فون پر چالباز سے پوچھا۔ ''ایک گھنٹا گزر چکا ہے۔ تم نے کوئی خوشخبری نہیں سنائی؟''

اس نے کہا۔ ''وہ قاتل مجھے فون پر کامیابی کی خبر سنائے گا تب ہی میں تمہیں خوشخبری سنا سکوں گا۔ پتا نہیں وہ کہاں ہے؟ اور کیا کر رہا ہے؟ اس کے موبائل پر بھی رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔''

بے باک نے مجھے فوڈ منسٹر کے دروازے کے سامنے پہنچا دیا۔ وہ اندر سے لاک تھا۔ منسٹر نے بے باک کی مرضی کے مطابق وہاں پہنچ کر جیسے ہی لاک کو کھولا۔ میں نے باہر سے ایک زور کی لات ماری۔ دروازہ اس کے منہ پر لگا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ ایک دم سے جھنجھلا کر بولا۔ ''کون ہو تم؟''

میں نے اندر آکر دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا۔ ''میں فرہاد کی آتما ہوں۔ بھٹکتی ہوئی تمہارے پاس آئی ہوں۔''

وہ پلٹ کر دوڑتا ہوا بیڈ کے پاس گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ تکیے کے نیچے سے ریوالور نکال کر وہاں سے پلٹ کر فائر کرے گا۔ میری ایک لات پڑتے ہی ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور چلا گیا۔

میں نے کہا۔ ''میں فرہاد ہوں۔ تم سے پوچھ رہا ہوں کہ میرا جسم میرا دماغ کہاں ہیں؟''

میں نے گھوم کر اس کے منہ پر ایک کِک ماری۔ وہ بیڈ سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''تم، تم فرہاد نہیں ہو سکتیں۔ سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو؟''

''فرہاد کی روح....''

''جھوٹ نہ بولو۔ فرہاد مرد تھا، اور تم ایک عورت ہو۔''

میں نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر مار کر کہا۔ ''جسم مذکر ہوتا ہے اور روح مونث.... ابھی مونث آئی ہے۔ مذکر کے آنے سے پہلے تم اس دنیا سے جا رہے ہو۔''

میں نے اچھی طرح سے جم کر اس کی پٹائی کی، پھر بے باک سے پوچھا۔ ''اب تم کیا کرنا چاہتے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''میں اس کی موت سے باقی سازش کرنے والوں کو اور زیادہ خوفزدہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ دیکھیں کہ ابھی کیا کرنے والا ہوں؟''

بے باک نے اس کے اندر ایک ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر اچھل کر فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔ بے باک نے کہا۔ ''اس دنیا میں رہ کر بڑی ذلالت کی، بڑی عیاشی کی۔ ابھی تمہارے کمرے میں ایک کال گرل آئی تھی۔ اس کی لپ اسٹک ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی ہوئی ہے۔ چلو اٹھو اور اسے اٹھاؤ۔''

وہ دماغی اور جسمانی کمزوری میں مبتلا تھا۔ لرزتے ہوئے وہاں سے اٹھا پھر اس لپ اسٹک کو ہاتھ میں لے کر گرتا پڑتا ایک دیوار کے پاس آیا۔ وہاں بے باک کی مرضی کے مطابق لکھنے لگا۔

I am looking for my body and brain

(میں ڈھونڈ رہا ہوں۔ اپنے جسم کو... اپنے دماغ کو)

یہ لکھتے ہی وہ اسی دیوار سے سر ٹکرانے لگا۔ اتنی زور زور سے ٹکرانے لگا کہ تیسری بار ٹکراتے ہی چکرا کر زمین پر گر پڑا۔

اس نے اس کے اندر پھر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر فرش پر تڑپنے لگا۔ اس نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا پھر تیسری بار..... ذہن میں پیدا ہونے والا زلزلہ ناقابلِ برداشت ہوتا

ہے۔تیسری بار میں اس کا دم نکل گیا۔

.....وہ چالباز ہوٹل کی بارہویں منزل پر تھا۔کرائے کے قاتل سے اسے کامیابی کی خبر ملنے والی تھی۔وہ اس کا انتظار کررہا تھا۔اور ایک کال گرل کے ساتھ عیش وعشرت کے لمحات گزار رہا تھا۔ بے باک اس کے اندر پہنچ گیا۔اسی وقت اس نے ایک زور کا طمانچہ اس حسینہ کے منہ پر جڑ دیا۔وہ چیخ کر بولی۔''یہ کیا کررہے ہو؟ میں نے تم سے مار کھانے کا معاوضہ نہیں لیا ہے۔''

بے باک اس لڑکی کے اندر پہنچا،تو اس نے پلٹ کر ایک زور کا طمانچہ اس کے منہ پر جڑ دیا۔چالباز یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ اس نے خوامخواہ اس حسینہ کو طمانچہ کیوں مارا؟ ادھر اس حسینہ نے صرف طمانچہ ہی نہیں مارا بلکہ اس کے منہ پر تھوک بھی دیا پھر اپنا لباس پہن کر اپنے بیگ کے پاس آکر اس نے ایک لیپ اسٹک نکالی۔اسے اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔''اسے رکھو۔ابھی تمہارے کام آئے گی۔''

وہ اسے گالیاں دیتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ وہ جسے خرید کر لایا تھا' وہی اس کے منہ پر تھوک کر گئی تھی۔اسے غصہ آرہا تھا لیکن وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کہ اس نے جواباً اس حسینہ کی پٹائی کیوں نہیں کی؟

وہ چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر اس نے جھک کر قالین پر سے لیپ اسٹک کو اٹھالیا،اس کا کور کھولتے ہوئے ایک دیوار کے پاس آکر پھر لکھنے لگا۔

and brain....I am looking for my body

(میں ڈھونڈ رہا ہوں۔اپنے جسم کو...اپنے دماغ کو...)

میں اس کے پیچھے آکر کھڑی ہوگئی۔ میں نے کرائے کا ایک ہاتھ اس کی گردن پر مارا تو وہ دیوار سے ٹکرا کر پھر پیچھے آیا اور گرتے گرتے سنبھل گیا،میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا تھا۔اسے لاتوں اور گھونسوں پر رکھ لیا،اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر سر کو دیوار سے ٹکراتے ہوئے کہا۔''اسے پڑھ۔اسے دیوار پر تو نے نہیں۔فرہاد نے لکھا ہے۔''

وہ اسے پڑھنے لگا،میں نے اس کے منہ پر ایک ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔''بلند آواز سے پڑھ...''

وہ اونچی آواز سے پڑھنے لگا۔میں نے پوچھا۔''اس کا مطلب سمجھ رہا ہے؟''

وہ پریشان ہو کر ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔''وہ.....وہ مسٹر فرہاد اپنا جسم اپنا دماغ تلاش کررہے ہیں۔''

''تو پھر اس کی چیزیں اس کے پاس پہنچادے۔کیونکہ تجھ جیسے شیطانوں نے ہی ان سے یہ سب کچھ چھین لیا ہے۔''

وہ خوف سے لرزتے ہوئے بولا۔''میں نے.....صرف میں نے ہی نہیں۔بڑے بڑے ممالک کے حکمرانوں نے بھی یہی کیا ہے۔''

''چلو۔اٹھو۔تمہارے جیسے جتنے کمینے اس سازش میں شریک تھے ان سے رابطہ کرو اور بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا ہورہا ہے؟''

وہ فون اٹھا کر فرانس۔جرمنی،یو کے اور امریکا کے اکابرین سے رابطہ کر کے بے باک کی مرضی کے مطابق بتانے لگا۔''فرہاد علی تیمور پھر سے زندہ ہو کر ایک نئے جسم میں میرے پاس آیا ہے۔مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ اس کا جسم اور اس کا دماغ کہاں ہے اگر اس کی چیزیں نہ ملیں تو وہ تمام سازشیں کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔میرے ساتھ بھی یہی کر رہا ہے۔میرے بعد تم سب کی باری ہے....''

میں نے بے باک سے کہا۔''میں جارہی ہوں۔اب یہ تمہارا شکار ہے۔''

یہ کہہ کر میں اس کمرے سے چلی گئی۔وہ بے باک کی مرضی کے مطابق فون کے ذریعے تمام اکابرین سے باری باری رابطہ کررہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اس وقت میں ہوٹل کی بارہویں منزل پر ہوں ادھر سے نیچے چھلانگ لگانے والا ہوں۔مجھ سے پہلے اس سازش میں شریک ہونے والا فرانس کا فوڈ منسٹر بھی حرام موت مارا گیا ہے۔

وہ فون پر بولتا ہوا ایک کھڑکی کے پاس آیا پھر اسے کھول کر اس کی چوکھٹ پر چڑھ کر کھڑا ہوگیا۔اس نے آخری بار فون پر کہا۔''اس وقت میں بارہویں منزل کی کھڑکی پر کھڑا ہوا ہوں اور اب چھلانگ لگانے جارہا ہوں....پتا نہیں تم سب کی موت کیسے ہوگی؟...انتظار کرو....انتظار...''

یہ کہتے ہی اس نے بارہویں منزل کی کھڑکی سے چھلانگ لگادی۔سر کے بل نیچے آیا۔تو گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔اس کے بعد بے باک کی خیال خوانی کی لہریں اس کے مردہ دماغ میں نہیں رہ سکتی تھیں۔

اس نے میرے پاس آکر کہا۔''مما! خس کم۔ جہاں پاک۔''

میں نے کہا۔''خس کم نہیں ہوتا۔یہ جہاں پاک نہیں ہوتا۔ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں۔میں تم سے بہت خوش ہوں۔آیندہ تم اس مشن میں میرے ساتھ رہا کرو گے۔''

وہ خوشی سے جھوم کر بولا۔''تھینک یو مما! آئی لو یو.....''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

میں ایک طرح کی آسودگی محسوس کررہی تھی۔ میں نے اور بے باک مومن نے فرہاد کے خلاف سازش کرنے والے پہلے دو دشمنوں کو جہنم میں پہنچا دیا تھا۔ باقی سازش کرنے والوں کے نام اور پتے ذہنوں میں محفوظ تھے۔ ہم مناسب وقت پر انہیں بھی جہنم کا راستہ دکھانے والے تھے۔

سوئٹزرلینڈ میں ان دشمنوں سے نمٹنے کے بعد بے باک میرے پاس آگیا تھا اور مجھے اپنی روداد سنا رہا تھا۔ یہ تو پہلے ہی بتا چکا تھا کہ وہ کس طرح پندرہ برس کی عمر سے ہی فرہاد سے متاثر ہوگیا تھا۔ اس قدر متاثر ہوا تھا کہ دین اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس نے کئی برس کی تھکا دینے والی کوششوں کے بعد ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ اپنے آئیڈیل محبوب فرہاد سے رابطہ کرنا چاہتا تھا لیکن بدقسمتی سے وِچ ڈاکٹر مہاراج گندھراج منتر جوگی کے کالے علم میں پھنس گیا تھا۔ اس کے بعد ایک برس تک اس کا غلام بن کر اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہا تھا۔

اس نے کہا۔ ''مما! میرا ایمان ہے' اللہ تعالیٰ اگر ہمیں آزمایشوں میں مبتلا کرتا ہے' بُرے حالات سے گزارتا ہے تو اس میں بھی ہماری بہتری ہوتی ہے اور میری بہتری اس طرح ہوئی کہ میں اس منتر جوگی کی ڈائریاں پڑھ کر پاپا کے بدترین دشمن برین ماسٹر تک پہنچ گیا ہوں۔''

میں نے خوش ہو کر کہا۔ ''بے شک، یہ تم نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔''

''برین ماسٹر اور دوسرے سازش کرنے والوں کے دلوں کو یہ دھڑکا لگا ہوا ہے کہ پاپا کی آتما کسی کے جسم میں سما گئی ہے اور اب ان کی نیندیں حرام کررہی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''تمہارے پاس برین ماسٹر کا فون نمبر اور تین خفیہ پناہ گاہوں کا پتا موجود ہے۔ یہ بتاؤ' اب تم کیا کرنا چاہو گے؟''

''میں نے اپنے طور پر بہت کچھ سوچ لیا تھا لیکن اب آپ کی سرپرستی حاصل ہوگئی ہے تو آپ ہی کے مشوروں پر عمل کروں گا۔''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں، ہمیشہ اپنی ذہانت اور صلاحیتوں پر بھروسا کرو اگر کبھی مشکل پیش آئے تب مجھ سے مشورہ لے لیا کرو۔ چلو یہ بتاؤ' اس سلسلے میں کیا سوچا ہے؟''

''میں نے سوچا ہے کہ میرے پاس برین ماسٹر کی تین خفیہ پناہ گاہوں کے پتے موجود ہیں۔ میں جب چاہوں کہیں بھی اس کے سامنے پہنچ کر اسے گولی مار سکتا ہوں لیکن میری عقل نے سمجھایا کہ طاقت کے نشے میں مدہوش رہنے والے دشمنوں کو فوراً ہی موت کے گھاٹ نہیں اتارنا چاہیے۔ پہلے ان سے ان کی طاقت چھین لینی چاہیے۔ انہیں اس قدر کمزور بنا دینا چاہیے کہ وہ مٹی کے کیڑوں کی طرح رینگتے رہیں اور کسی بھی ایرے غیرے کے قدموں تلے آ کر کچلے جائیں۔''

''تم سہی سمت میں سوچ رہے ہو۔ بدترین دشمنوں کو ایسی ہی موت مرنا چاہیے کہ دوسرے دشمنی کرنے والے عبرت حاصل کرتے رہیں۔''

''پچھلی رات میں نے فون کے ذریعے اس کے دل میں یہ دہشت پیدا کردی ہے کہ پاپا نے کسی کا جسم حاصل کرلیا ہے اور اب وہ اپنا جسم اور دماغ تلاش کررہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''اور دوسرے ممالک کے اکابرین کو بھی یہی میسج دیا ہے۔ سب ہی دہشت میں مبتلا ہوں گے۔ یہ اچھا طریقہ کار ہے۔''

بے باک نے کہا۔ ''برین ماسٹر کی ایک بیوی، ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ وہ لندن میں عزت داروں کی طرح شریفانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ ماں اور بیٹی سیدھی سادی سی ہیں۔ بیٹی اپنے باپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی کہ وہ کس قدر پُراسرار ہے اور انڈر ورلڈ میں رہ کر کیسی مجرمانہ زندگی گزار رہا ہے؟ بیوی سب کچھ جانتی ہے۔ اپنے شوہر کی راز دار ہے لیکن مغرور اور بددماغ نہیں ہے۔ اس کا بیٹا جان رچ بہت ہی مغرور ہے۔ اسے پہلوانی کا شوق ہے۔ فری اسٹائل ریسلر ہے۔ ڈبلیو ڈبلیو اور را جیسے مشہور و معروف اداروں کا ممبر ہے۔''

''اس کا مطلب' وہ اچھا خاصا قد آور باڈی بلڈر ہو گا؟''

''ہاں، باڈی تو خوب بنائی ہے لیکن عیاش ہے۔ شراب پیتا ہے۔ بڑے بڑے نامور پہلوانوں کے مقابلے میں کبھی جیت نہیں سکتا لیکن برین ماسٹر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی شکست کو فتح میں بدل دیتا ہے اور بیٹے کو سمجھاتا رہتا ہے کہ وہ عیاشی اور شراب نوشی سے باز آجائے۔''

میں نے کہا۔ ''ماں باپ کا ایک ہی بیٹا ہے اس لیے ضدی اور خودسر ہوگا؟ اپنی من مانی کرتا ہوگا؟''

''جی ہاں، یہی بات ہے۔ جب بھی وہ ریسلنگ کے لیے جاتا ہے فون پر اپنے باپ کو اطلاع کردیتا ہے اور ٹھیک مقابلے کے وقت باپ اپنے بیٹے کے اندر پہنچ جاتا ہے۔ اس بار بھی وہ امریکا کے ایک شہر فلاڈیلفیا میں مقابلے کے لیے گیا

ہے۔ دس دنوں کے بعد دنیا کے بڑے بڑے چیمپئن پہلوان ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے۔ ان میں جان رچ کا نام بھی شامل ہے۔ اس بار پانچ لاکھ ڈالر کا بہت بڑا انعام رکھا گیا ہے۔ باپ اپنے بیٹے کو اس مقابلے میں کبھی ہارنے نہیں دے گا۔''

''اور میں اسے جیتنے نہیں دوں گی۔''

''میں نے یہی سوچا ہے' مقابلے کے وقت میں اس کے مقابل پہلوان کے دماغ میں رہوں گا اگر اس کے اندر جگہ نہ ملی تو پھر ماسٹر کے بیٹے کے دماغ میں ہی رہ کر اسے شکست کھانے پر مجبور کردوں گا۔''

میں نے کہا۔ ''یہ مناسب نہیں ہے۔ اس کے اندر ماسٹر موجود ہوگا۔ میں نہیں چاہتی کہ تم بھی وہیں اسی کے اندر رہ کر ماسٹر سے خیال خوانی کا مقابلہ کرو۔ اسے معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ اس مقابلے میں وہاں کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہے۔''

''مما! پھر تو مشکل ہوگی۔ کیونکہ جان رچ کے مقابل جو بھی پہلوان آئے گا وہ یقیناً یوگا کا ماہر ہوگا۔ شراب نہیں پیتا ہو گا۔ میری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گا۔ مجھے اپنے اندر آنے نہیں دے گا۔ اس طرح میں اسے ماتحت نہیں بنا سکوں گا۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''ابھی تم بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتے ہو۔ وہاں جوانوں کو جوڈو کراٹے اور فری اسٹائل ریسلنگ کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے۔ میرے تین بیٹوں نے پارس، پورس اور کبریا بچپن سے اب تک کتنے ہی شعبوں میں طرح طرح کی ٹریننگ حاصل کی ہے اور تینوں ہی ناقابل شکست فائٹر ہیں۔ میں معلوم کروں گی کہ ان میں سے آج کل کون پوری تیاری کے ساتھ ہے۔ جو پورے فارم میں ہوگا میں اسے کل کی کسی فلائٹ سے فلاڈیلفیا روانہ کروں گی۔''

بے باک نے کہا۔ ''کبریا خیال خوانی کے ذریعے اپنا اور اپنے بھائیوں کا نام اس مقابلے میں شامل کرا سکتے ہیں۔ آپ اپنے بیٹوں سے بات کریں۔ میں مسز برین ماسٹر کے پاس جارہا ہوں۔''

وہ لندن کے ایک ہوٹل میں تھا۔ دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہوگیا پھر لباس تبدیل کر کے ماسٹر کی حویلی کی طرف جانے لگا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ مونیکا اپنی بیٹی اینا کے ساتھ آرٹ کالج کی طرف جانے والی ہے۔ وہ ان کے بنگلے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ماں بیٹی باہر آئیں پھر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگیں۔ وہ انہیں چہروں کے ذریعے پیچھا کرتے آیا تھا لیکن دور سے ایک ہی جھلک دکھائی دی تھی۔ اس لیے وہ ان کا تعاقب کرتا ہوا آرٹ کالج تک پہنچ گیا۔ اس کالج میں آرٹ گیلری بھی تھی۔ جہاں کمال حاصل کرنے والے طلبہ اور طالبات کی بنائی ہوئی تصویریں لگائی جاتی تھیں۔ اینا بھی اپنی ماں کے ساتھ وہیں آئی تھی۔ اسے اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویریں دکھا رہی تھی۔

بے باک نے وہاں پہلی بار اینا کو ذرا قریب سے دیکھا تو وہ اسے بہت اچھی لگی۔ بہت ہی سیدھی سادی سی لڑکی تھی۔ اس نے کسی قسم کا میک اپ نہیں کیا ہوا تھا۔ اس کے باوجود دوسری لڑکیوں کے مقابلے میں بے حد حسین لگ رہی تھی۔

وہ مونیکا سے کہہ رہی تھی۔ ''ممی! یہ سب عام سی تصویریں ہیں۔ میں آپ کو یا کسی کو بھی اپنے سامنے بٹھا کر پورا پورٹریٹ بنا لیتی ہوں لیکن اِدھر دیکھیں! یہ ایک تجریدی آرٹ ہے۔ اسے سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔''

مونیکا تھوڑی دیر تک اس تجریدی آرٹ کو دیکھتی رہی پھر بولی۔ ''میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا ہے۔ یہ تم نے کیا بنایا ہے؟''

''ممی! یہ ایک فنکار کے وہ احساسات اور جذبات ہیں جو اس کے اندر چھپے ہوتے ہیں۔ وہ اسے تصویروں کے ذریعے ظاہر کرتا ہے۔ یہ میرے اندر کے چھپے ہوئے جذبات اور احساسات ہیں۔ میں اس کی ایک فوٹو کاپی آپ کو دوں گی۔ اسے اچھی طرح دیکھیں اور غور کریں کہ آپ کی بیٹی کے اندر کتنے خوبصورت اور حسین خیالات چھپے ہیں۔''

''ٹھیک ہے، تم اس کی کاپی لے آنا۔ اب میں جارہی ہوں۔ نہیں تو بینک بند ہوجائے گا۔''

وہ اپنی ماں کے ساتھ وہاں سے پلٹ کر جانے لگی۔ ایسے ہی وقت اس نے ایک نظر بے باک پر ڈالی پھر دروازے کی طرف بڑھ گئی مگر بے باک کی مرضی کے مطابق اس کے بارے میں سوچنے لگی پھر دروازے پر پہنچ کر رک گئی۔ وہاں سے پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔ مونیکا نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟''

وہ چونکتے ہوئے بولی۔ ''نہیں، کچھ بھی نہیں۔ آئیں چلتے ہیں۔''

وہ وہاں سے چلی گئی لیکن اسی کے بارے میں سوچتی رہی۔ ''یہ سیاہ فام نیگرو اتنے پُرکشش کیوں ہوتے

ہیں؟ یورپ اور امریکا کی گوری چٹی حسینائیں ان کالے نوجوانوں پر مرتی ہیں، شادی کرتی ہیں، ساری عمر ان کے ساتھ گزارتی ہیں۔ پتا نہیں، ان میں ایسی کیا بات ہوتی ہے؟''

دوسری طرف وہ اس تجریدی آرٹ کے سامنے کھڑا بڑی سنجیدگی سے اینا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس نے افریقا سے یورپ تک کتنی ہی حسینائیں دیکھی تھیں۔ ان سے ملتا بھی رہا تھا لیکن اینا کی طرح کسی نے بھی اسے پہلی نظر میں متاثر نہیں کیا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا۔ ''یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ میں دوسروں کے خیالات بہت اندر تک اور بہت دور تک پڑھ لیتا ہوں مگر اپنے اندر کی بات کیوں نہیں سمجھ پا رہا ہوں؟ کہ اس لڑکی میں کیا ہے؟ اس نے پہلی نظر میں مجھے اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور اپنے ہی متعلق سوچنے پر مجبور کر رہی ہے؟''

وہ ایک جگہ بیٹھ کر اینا کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم کرنے لگا کہ اس نے کن احساسات اور جذبات کے تحت وہ تجریدی آرٹ پیش کیا ہے؟

اس آرٹ گیلری میں ایک سے ایک خوبصورت اور خیال آفریں تصاویر تھیں۔ انہیں دیکھ کر پتا چلتا تھا کہ اس آرٹ کالج کے طلبہ اور طالبات کتنے ذہین ہیں اور کیسی فنکارانہ صلاحیتیں رکھتے ہیں اگر کوئی خریدار آتا تھا تو ان تصاویر کو فروخت بھی کیا جاتا تھا۔

اینا نے آرٹ گیلری کے انچارج سے کہا تھا کہ اس کی تصویر کو صرف اسی خریدار کے حوالے کیا جائے جو تجریدی آرٹ سمجھتا ہوا گر وہ بتا دے گا کہ اینا نے اپنے کن احساسات اور جذبات کے تحت یہ فن پارہ پیش کیا ہے تو وہ اسے فروخت کرنے کی اجازت دے دے گی۔

وہ مسکرا کر دل ہی دل میں کہنے لگا۔ ''اینا! اسے تو میں ہی خریدوں گا۔ یہ تمہاری طرف بڑھنے کا پہلا مرحلہ ہے۔ خدا کرے میں تمہیں ساری زندگی کے لیے خرید لوں۔''

پھر اس نے سر جھٹک کر سوچا۔ ''میں اس لڑکی کو کیسے حاصل کر سکتا ہوں؟ یہ تو میرے دل میں گھسی جا رہی ہے۔ میں ایک دشمن اور ظالم بن کر پلک جھپکتے ہی اسے حاصل کر سکتا ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ پر قبضہ جما سکتا ہوں۔ تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنا سکتا ہوں پھر تو یہ میرے قدموں میں لوٹنے لگے گی۔''

اس نے انکار میں سر ہلا کر سوچا۔ ''نہیں، خدا مجھے معاف کرے۔ میں اس سے پیار کروں گا۔ اس پر جبر نہیں کروں گا۔ خواہ یہ مجھے حاصل ہو یا نہ ہو، مجھے پیار کرے یا نہ کرے۔ میں تو کرتا رہوں گا۔''

پیار کرنے والے کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کو اپنی طرف مائل کرے۔ اخلاقی دائرے میں رہ کر پیار و محبت اور اپنے اچھے اعمال سے اسے متاثر کرتا رہے۔

اس نے پہلی بار اینا کو اپنے بارے میں سوچنے پر مجبور کیا تھا کہ یہ کالے نوجوان اتنے اچھے کیوں لگتے ہیں؟ دیکھا جائے تو اس نے جبراً ایسے خیالات پیدا نہیں کیے تھے۔ یہ سچائی تھی کہ یورپ اور امریکا کی چالیس فیصد گوری چٹی لڑکیاں کالوں پر مرتی ہیں۔ ان سے شادی کرتی ہیں اور اگر نہ کر سکیں تو بوائے فرینڈ ضرور بناتی ہیں لیکن وہ صرف بوائے فرینڈ اور محبت کا کھلاڑی نہیں بننا چاہتا تھا۔ وہ اپنی فطرت میں بھنورا نہیں تھا کہ ایک پھول سے دوسرے پھول کی طرف منڈلاتا۔ وہ تو اسے دل و جان سے اپنی شریک حیات بنا لینا چاہتا تھا۔

اینا کلاس اٹینڈ کر رہی تھی۔ وہاں ٹیچر نے تمام طلبہ اور طالبات سے کہا تھا کہ وہ اپنے اپنے کینوس کے سامنے جائیں اور اپنے کسی آئیڈیل مرد یا عورت کی تصویر بنائیں۔

اینا اُلجھی ہوئی تھی کہ اس کی زندگی میں بھی کوئی گورا آئے گا یا کالا؟ اسے کالے پسند تھے لیکن یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ باپ اور بھائی اس کی پسند کی مخالفت کریں گے۔ وہ سوچنے لگی۔ ''جب مخالفت ہوگی تب دیکھا جائے گا۔ ابھی تو میں کسی کالے کی تصویر بنا سکتی ہوں۔''

بے باک اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک واش روم میں آ گیا۔ وہاں آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر اینا کے اندر پہنچ گیا۔ آئینے میں اپنی آنکھیں، ناک، منہ، کان اور چہرے کی بناوٹ کو توجہ سے دیکھنے لگا۔ دوسری طرف اینا کو یوں لگ رہا تھا کہ آرٹ گیلری میں جس کالے جوان کو دیکھا تھا۔ وہ ایک دم سے آنکھوں کے سامنے آ گیا ہے اور اس کا چہرہ پوری تفصیل کے ساتھ دکھائی دے رہا ہے۔ وہ بے اختیار کینوس پر اس کی آنکھیں، ناک، منہ، کان اور چہرے کے بناوٹ کے مطابق تصویر بنانے لگی۔

وہ اسے کینوس پر اتار رہی تھی اور دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی۔ ''اوہ گاڈ! میں اب تک کسی کو بھی سامنے بٹھا کر اس کی تصویر بناتی آئی ہوں۔ ایسا پہلی بار ہو رہا ہے۔ اس جوان کو صرف ایک بار دیکھا ہے اور وہ ایسے ذہن میں نقش ہو گیا ہے جیسے ابھی میرے سامنے بیٹھا ہو۔ میں اسے صاف طور پر دیکھ رہی ہوں۔ میرا دل کیوں بری طرح دھڑک رہا

ہے؟''

آدھے گھنٹے بعد ٹیچر نے اس کی تصویر کو دیکھتے ہی کہا۔ ''واہ اینا! واہ، اگرچہ تم نے ایک کالے جوان کی تصویر بنائی ہے۔ لیکن اس میں لائٹ اینڈ شیڈ کا امتزاج بہت ہی فنکارانہ ہے۔ اسے مکمل کر لو گی تو یہ تمہاری بہترین تصویروں میں سے ایک ہو گی۔''

اس نے کہا۔ ''سر! پتا نہیں، میں نے کیسے ڈوب کر یہ تصویر بنائی ہے؟ اب اسے گھر لے جا کر واٹر کلر کے ذریعے مکمل کروں گی۔''

وہ اس کینوس کو بڑے سے ریپر میں لپیٹنے لگی۔ بے باک نے مجھے مخاطب کیا۔ ''مما! یہاں لندن میں آپ لوگوں کی رہائش گاہیں تو ضرور ہوں گی؟''

''ہاں بیٹے! ایسٹ بورن میں میرا اور فرہاد کا ایک بنگلا ہے اور ویسٹ بورن برسٹل میں دوسرا بنگلا ہے۔ وہاں عالی، کبریا، پارس اور پورس وغیرہ جاتے رہتے ہیں۔ تم کہاں رہنا چاہو گے؟''

''میں آپ کے بنگلے میں رہنا چاہتا ہوں۔''

''میں ابھی چوکیدار کو فون کرتی ہوں۔ وہ بنگلے کی چابی تمہارے حوالے کر دے گا۔''

''ایک اور بات ہے مما! کیا اس بنگلے میں کوئی بیسمنٹ ہے؟''

''ہاں، ایک چھوٹا سا تہ خانہ ہے۔ جب تم وہاں جاؤ گے تو میں اس کا چور دروازہ تمہیں بتاؤں گی۔ ویسے تمہیں اس کی کیا ضرورت ہے؟''

''برین ماسٹر نے اپنے بنگلے کے تہ خانے میں سونے اور ہیروں کا ذخیرہ رکھا ہوا ہے۔ میں وہ سب خالی کر دینا چاہتا ہوں۔ وہاں کا مال اپنے تہ خانے میں پہنچاؤں گا۔ وہ جتنی دولت حاصل کرتا رہے گا۔ میں اسے اتنا ہی کنگال بناتا رہوں گا۔''

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے، تم اپنا آئی ڈی کارڈ چوکیدار کو دکھاؤ گے تو اس بنگلے کے مالک بن کر رہ سکو گے۔''

وہ میرے اندر سے چلا گیا۔ بے باک نے یہ طے کیا تھا۔ کہ برین ماسٹر کی بیوی مونیکا کو غائب دماغ بنا کر اس تہ خانے سے ہیرے جواہرات کے ذخیرے کو تھوڑا تھوڑا کر کے لکالتا رہے گا اور اسے ہمارے بنگلے کے تہ خانے میں پہنچاتا رہے گا۔

ایک چپراسی نے آ کر اینا سے کہا کہ آرٹ گیلری کے

دل لگاؤں کے لیے سب رنگ ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
بازی گر
وہ تحریر جو دلوں کی دھڑکن ہے
آواں حصہ شائع ہو گیا ہے
بابر زمان خان کی آپ بیتی جگ بیتی
ان کے لیے جن کے سینے دھواں دیتے ہیں،
آنسوؤں، آہوں، امنگوں اور حوصلوں کی داستان،
عبرت اثر، حیرت انگیز نا قابل فراموش
7 حصے کتابی شکل میں دستیاب ہیں
قیمت فی حصہ/60 روپے ڈاک خرچ فی حصہ/23 روپے
بڑے شہروں میں ہمارے ایجنٹ یہ ہیں
کراچی: الکوثر نیوز ایجنسی۔ اخبار مارکیٹ
لاہور: شفیق نیوز ایجنسی۔ اخبار مارکیٹ
راولپنڈی: اشرف بک ایجنسی۔ کمیٹی چوک
فیصل آباد، ملتان، حیدر آباد: جہانگیر بک ڈپو
چھوٹے شہروں اور علاقوں میں ایجنٹ حضرات کی ضرورت ہے
رابطے کیلئے
کتابیات پبلی کیشنز
فون: 021-5804300
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200
kitabiat1970@yahoo.com
C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے میں کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے)

انچارج نے اسے بلایا ہے۔ اینا نے ماں سے فون پر کہا۔ ''ممی! آپ میرے لیے گاڑی بھیج دیں۔ میں گھر آنا چاہتی ہوں۔''

مونیکا نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، ابھی آدھے گھنٹے میں ڈرائیور گاڑی لے کر پہنچ جائے گا۔''

وہ ریپر میں لپٹے ہوئے کینوس کو اٹھا کر آرٹ گیلری میں آ گئی۔ وہاں کا انچارج اپنے آفس میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی بولا۔ ''مس اینا! تمہارے اس تجریدی آرٹ کا ایک خریدار آیا ہے۔ وہ اسے خریدنا چاہتا ہے۔''

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ کسی باذوق خریدار کو اپنی وہ تصویر دوں گی۔''

''بے شک، اس خریدار کا دعویٰ ہے کہ وہ تمہاری بنائی ہوئی تصویر کو پوری طرح سمجھ رہا ہے اور سمجھ کر ہی اسے خریدنا چاہتا ہے۔''

ایسے ہی وقت بے باک نے دروازے پر آ کر پوچھا۔ ''کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟''

اینا اسے دیکھ کر ایک دم سے چونک گئی۔ اس کے پاس رکھے ہوئے کینوس میں اسی کی تصویر تھی اور وہ تصویر اس نے اپنے ہاتھ سے بنائی تھی۔ انچارج نے کہا۔ ''آئیے، مسٹر بے باک مومن! ان سے ملیں۔ یہ ہیں مس اینا..... وہ تجریدی آرٹ اسی لڑکی کی تخلیق ہے۔''

وہ اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس نے قریب آ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔''

اینا نے مصافحے کے لیے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا تو یکبارگی دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئیں۔ کرسی کے پیچھے رکھے ہوئے کینوس میں اس کی تصویر تھی۔ سامنے وہ تصویر والا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ بے باک نے کہا تھا کہ تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ اسے بھی جوابارسمی طور پر کہنا چاہیے تھا کہ مجھے بھی آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے لیکن وہ اسے کچھ بھی نہ کہہ سکی۔ گم صم سی ہو کر رہ گئی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ہاتھ اس کے قبضے میں چلا گیا ہے اور وہ اپنا ہاتھ واپس نہیں لا سکے گی۔

بے باک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم شاید خیالی دنیا میں رہتی ہو؟ اس وقت دماغی طور پر حاضر نہیں ہو؟''

وہ ایک دم سے چونک کر اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی۔ ''جی، جی ہاں۔ وہ میں کچھ اور سوچ رہی تھی۔ کیا آپ ہی اس تصویر کو خریدنا چاہتے ہیں؟''

''ہاں، اس تصویر میں بڑی گہرائی ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم نے اتنی چھوٹی سی عمر میں اتنی گہری تصویر کیسے بنا لی؟''

اس نے پوچھا۔ ''کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میں اپنی اس تصویر کے ذریعے کیا کہنا چاہتی ہوں؟''

''میں تصویر کے سامنے وضاحت کر سکتا ہوں۔''

وہ وہاں سے آرٹ گیلری میں آ گئے۔ بے باک نے کہا۔ ''تصویر میں گہرا نیلا رنگ ہے۔ یعنی اسے پیش کرنے والی ابھی تاریکی میں ہے۔ اپنے احساسات اور جذبات کو کچھ کچھ سمجھ رہی ہے۔ دو مثلث مختلف زاویوں سے ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے ہیں۔ ہر مثلث کے گوشے میں مختلف میلے اور دھندلے سے رنگ ہیں۔ ان مثلث کے پیچھے ایک قوس قزاح کھینچی گئی ہے لیکن اس میں سات رنگ نہیں ہیں۔ قوس قزاح کے نیچے سات رنگوں کے چھوٹے چھوٹے سے نکتے بنائے گئے ہیں۔''

وہ بول رہا تھا اور اینا حیرانی سے اس کا منہ تک رہی تھی۔ کیونکہ جو باتیں اس کے دماغ میں تھیں وہی اس کی زبان پر آ رہی تھیں۔

اس نے کہا۔ ''اس تصویر کو بنانے والی اُلجھی ہوئی ہے۔ کیونکہ قوس قزاح کے سات رنگ بالکل معدوم ہیں۔ وہ سات رنگ نقطوں کی صورت میں کہیں کہیں نظر آ رہے ہیں۔ یعنی وہ پوری طرح قوس قزاح بن پائیں گے یا نہیں؟ کوئی اس کی زندگی میں رنگوں کی بہار لے کر آئے گا یا نہیں.....؟''

اینا ایک دم سے گھبرا گئی کیونکہ وہ اس کے اندر کی باتیں بیان کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''بس بس ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گئی۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ تجریدی آرٹ کو سمجھتے ہیں۔ بے شک، آپ اس تصویر کو خریدنے کے مستحق ہیں۔''

وہ سب واپس اپنی کرسیوں پر آ کر بیٹھ گئے۔ انچارج نے کہا۔ ''یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ تمہاری تصویر کو مسٹر بے باک نے پوری طرح سے سمجھ لیا ہے۔''

اینا بار بار اسے چور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''ہاں، مگر میں یہ تصویر فروخت کرنا نہیں چاہتی۔ انہیں گفٹ کے طور پر دینا چاہتی ہوں۔''

بے باک نے مسکرا کر کہا۔ ''میں آپ کی تصویر کو سمجھ رہا ہوں۔ اس کی قدر کر رہا ہوں اور آپ میری اس طرح قدر کر رہی ہیں کہ اس تصویر کو گفٹ کے طور پر دینا چاہتی ہیں۔''

وہ نظر چرا کر بولی۔ ''میری خواہش ہے کہ میری یہ تصویر میرے کسی قدردان کے گھر میں پہنچے۔''

انچارج نے ذرا پریشان ہو کر کہا۔ ''لیکن مس اینا! یہاں سے جو بھی تصویر فروخت ہوتی ہے۔ اس کی قیمت کا پچیس فیصد کالج کو ڈونیشن کے طور پر دیا جاتا ہے۔''

بے باک نے کہا۔ ''آپ اس تصویر کی بات نہ کریں۔ یہ بتائیں' آپ کالج کے لیے کتنا ڈونیشن چاہتے ہیں؟''

انچارج نے کہا۔ ''کم از کم ایک ہزار پاؤنڈ۔''

بے باک نے اپنے بیگ میں سے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ نکال کر اسے پیش کرتے ہوئے کہا۔ ''میری طرف سے یہ پانچ ہزار پاؤنڈ ڈونیشن کے طور پر رکھ لیں۔ اب تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے؟''

وہ ذرا جھینپ کر بولا۔ ''آپ تو شرمندہ کر رہے ہیں۔''

پھر وہ جلدی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ ''آپ تشریف رکھیں، میں ابھی تصویر کو پیک کراتا ہوں۔''

وہ وہاں سے چلا گیا۔ اینا فون کے ذریعے اپنی ماں سے پوچھ رہی تھی۔ ''آپ نے ابھی تک گاڑی نہیں بھیجی؟''

ماں نے کہا۔ ''ڈرائیور گاڑی لے کر جا چکا ہے۔ پتا نہیں کہاں رہ گیا ہے؟ اسے اب تک تمہارے پاس پہنچ جانا چاہیے تھا۔''

بے باک نے اس کے وہاں تک پہنچنے میں گڑبڑ پیدا کر دی تھی۔ وہ ڈرائیور راستے میں ہی رک گیا تھا۔ اپنی کار کا بونٹ اٹھا کر اسے چیک کر رہا تھا۔ اس نے غائب دماغ ہو کر خود ہی خرابی پیدا کر دی تھی پھر ایک فون بوتھ میں آ کر اینا کے نمبر پر رابطہ کرتے ہوئے بولا۔ ''گاڑی اچانک ہی راستے میں خراب ہو گئی ہے۔ میں اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ پلیز آپ میرا انتظار کریں۔''

اینا نے پریشان ہو کر فون بند کر دیا۔ بے باک نے پوچھا۔ ''کیا کوئی پرابلم ہے؟''

وہ چونک کر بولی۔ ''نہیں، دراصل میری کار راستے میں خراب ہو گئی ہے۔ ڈرائیور دیر سے یہاں پہنچے گا۔''

''یہ تو کوئی پرابلم نہیں ہے۔ تم میرے ساتھ میری گاڑی میں چلو۔ جہاں کہو گی' وہاں پہنچا دوں گا۔''

اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''وہ! نہیں۔ میں چلی جاؤں گی۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی ٹھیک ہو جائے گی۔''

''ٹھیک ہو جائے گی تو ڈرائیور اسے گھر لے آئے گا۔ کیا میرے ساتھ چلنے پر کوئی اعتراض ہے؟''

''نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں.....''

انچارج ایک ملازم کے ساتھ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ ''یہ لیں، آپ کی تصویر پیک ہو گئی۔''

بے باک نے ریپر میں لپٹے ہوئے دوسرے کینوس کو اٹھاتے ہوئے اینا سے کہا۔ ''چلو، میں تمہیں ڈراپ کر دوں گا۔''

وہ دونوں انچارج سے مصافحہ کر کے کمرے سے باہر آ گئے۔ ملازم تصویر اٹھائے ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور اینا بے باک کے پیچھے چلتے ہوئے کبھی اسے اور کبھی کینوس کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنی ہی تصویر اٹھائے اس کے آگے آگے چل رہا تھا۔ اس کی کار کالج کے باہر کھڑی ہوئی تھی۔ وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کینوس کو وہاں رکھتے ہوئے بولا۔ ''اس میں بھی شاید تمہاری کوئی شاہکار تصویر ہو گی؟ کیا میں ریپر ہٹا کر اسے دیکھ سکتا ہوں؟''

وہ جلدی سے بولی۔ ''نہیں، یہ کینوس ابھی سادہ ہے۔ میں گھر جا کر کوئی تصویر بناؤں گی۔''

ملازم دوسری تصویر گاڑی میں رکھ کر چلا گیا۔ وہ اگلی سیٹ پر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ گھر کی طرف جاتے ہوئے بولی۔ ''تمہاری اس رینٹڈ کار سے اندازہ ہو رہا ہے کہ اس شہر کے نہیں ہو؟ کہیں سے آئے ہو؟''

''تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں کل تک فرینکفرٹ میں تھا۔ پچھلی رات ہی یہاں آیا ہوں۔ اب یہیں رہنے کا ارادہ ہے۔ یہاں میرا ایک بنگلا ہے۔ آج شام تک ایک کار بھی خرید لوں گا۔''

''کوئی بزنس مین ہو؟''

''ہاں، ہیرے اور جواہرات کا کاروبار ہے۔ لاکھوں کروڑوں کا لین دین ہوتا رہتا ہے۔''

وہ باتوں کے دوران اسے اپنا ایڈریس سمجھاتی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی بے باک نے بنگلے کے احاطے میں پہنچ کر کار روک دی۔ اینا نے پوچھا۔ ''کیا میرے ساتھ کافی پینا پسند کرو گے؟''

وہ مسکرا کر بولا۔ ''یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔''

وہ اس کے ساتھ بنگلے کے اندر آ گیا۔ اینا نے اپنی ماں سے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ''ممی! ان سے ملیں۔ یہ مسٹر بے باک مومن ہیں۔ بہت ہی باذوق انسان ہیں۔ انہوں نے میری اس تجریدی آرٹ والی پینٹنگ کو بڑی گہرائی سے سمجھا ہے۔ میں نے وہ تصویر فروخت نہیں کی بلکہ گفٹ کے طور پر انہیں دے دی ہے۔''

مونیکا نے بیٹی کے ساتھ اس کینوس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا یہی وہ تصویر ہے؟''

''نہیں یہ سادہ کینوس ہے۔ دوسری تصویر بنانے کے لیے لائی ہوں۔ پلیز، آپ اسے میرے کمرے میں رکھ دیں۔ میں ان کے لیے کافی بنانے جارہی ہوں۔''

مونیکا اس کینوس کو اٹھا کر بیٹی کے کمرے کی طرف چلی گئی اور اینا کافی بنانے کے لیے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ بے باک ایک صوفے پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ وہ اس کی تصویر اسی سے چھپا رہی تھی۔ یہ تاثر دینا نہیں چاہتی تھی کہ اس سے متاثر ہوگئی ہے۔ وہ اس کے ذہن میں اس طرح نقش ہوگیا ہے کہ سامنے بٹھائے بغیر اس نے اس کی تصویر بنالی ہے۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے باری باری ان ماں بیٹی کے اندر جارہا تھا۔ ادھر بیٹی کافی تیار کررہی تھی۔ ادھر اس نے مونیکا کے ذہن میں یہ سوچ پیدا کی کہ کینوس کے ریپر کو کھول کر دیکھنا چاہیے' بیٹی نے کچھ بنایا بھی یا نہیں؟

اس نے بے باک کی مرضی کے مطابق ریپر کو ہٹا کر دیکھا تو حیران رہ گئی۔ بیٹی نے کہا تھا کوئی تصویر نہیں ہے جبکہ وہ اس مہمان کی تصویر بنا کر لائی تھی جو ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔

وہ بے باک کی مرضی کے مطابق سوچنے لگی۔ ''کیا میری بیٹی اس نیگرو نوجوان سے متاثر ہوگئی ہے؟ تعجب ہے۔ ہماری نسل کے گورے بچے کتنے ہی نوجوان اس سے لفٹ لینا چاہتے ہیں لیکن وہ کسی کو منہ نہیں لگاتی۔ کیا اس جوان سے متاثر ہوگئی ہے؟''

اینا ایک ٹرے میں دو کپ کافی لے آئی۔ اس نے ایک کپ بے باک کو پیش کیا۔ ایسے ہی وقت مونیکا کینوس اٹھائے وہاں آگئی۔ بیٹی کو دیکھتے ہوئے بولی۔ ''اینا! یہ کیا؟ تم نے تو کہا تھا' کینوس سادہ ہے؟''

اینا ماں کے ہاتھ میں اس کا کینوس دیکھ کر گھبرا گئی۔ اس نے جھینپ کر بے باک کو دیکھا پھر نظریں چراتے ہوئے ماں سے کہا۔ ''آپ نے اسے کھول کر کیوں دیکھا؟ میں نے منع کیا تھا۔''

بے باک نے تصویر کو دیکھ کر حیرانی ظاہر کی۔ ''اینا! تم نے آج سے پہلے مجھے کبھی نہیں دیکھا پھر یہ تصویر کیسے بنا ڈالی؟ تعجب ہے.....''

وہ کیا جواب دیتی؟ بری طرح جھینپ رہی تھی۔ شرما رہی تھی۔ یہ کیسے کہتی کہ وہ ایک ہی بار دیکھنے کے بعد اس کے ذہن میں نقش ہوگیا تھا۔ کینوس پر اسکیچ کرتے وقت اسی کا چہرہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ وہ خود بھی سمجھ نہیں پائی تھی کہ یہ سب کیسے ہوگیا؟ پھر اسے کیا جواب دیتی۔

مونیکا خاموش اور ٹٹولتی ہوئی نظروں سے بیٹی کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی جھجک اور شرمانے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ سچ مچ اس نیگرو سے متاثر ہوگئی ہے۔

اس نے کہا۔ ''اینا! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مسٹر بے باک کہہ رہے ہیں' تم نے پہلے انہیں کبھی نہیں دیکھا پھر یہ تصویر کیسے بنالی؟''

وہ بے باک کے سامنے بری طرح گڑبڑا گئی تھی۔ شرما رہی تھی۔ کوئی جواب نہیں دے پارہی تھی۔ یہ کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ ''میں کچھ نہیں جانتی۔ میں کچھ نہیں بتا سکتی.....''

اس نے بیٹی کو جاتے ہوئے دیکھا پھر بے باک سے کہا۔ ''تم بیٹھو، کافی پیو۔ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

وہ بیٹھ کر کافی پینے لگا۔ مونیکا بھی اپنی بیٹی کے حصے کی کافی پیتے ہوئے بولی۔ ''تم کون ہو؟ کہاں رہتے ہو اور کیا کرتے ہو؟''

اس نے اینا سے راستے میں جو کچھ کہا تھا۔ وہی اس کی ماں کو بتانے لگا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا یہ سچ ہے کہ میری بیٹی سے پہلے کبھی نہیں ملے؟ آج تم دونوں کی پہلی ملاقات ہوئی ہے؟''

''ہاں، میں یہی سمجھتا ہوں۔ ہوسکتا ہے' اینا نے مجھے پہلے کہیں دیکھا ہو۔ میرا چہرہ اس کے ذہن میں نقش ہوگیا ہو۔''

''لیکن تم میں ایسی کیا بات ہے کہ تمہارا چہرہ میری بیٹی کے ذہن میں نقش ہوجائے گا؟''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''یہ سوال تو آپ کو اپنی بیٹی سے کرنا چاہیے۔''

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔ ''دیکھو! تمہارے اور اینا کے درمیان کوئی انڈر اسٹینڈنگ ہے تو مجھ سے نہ چھپاؤ۔''

وہ بولا۔ ''میں نے تو آج پہلی بار آپ کی بیٹی کو دیکھا ہے لیکن اس تصویر سے اندازہ ہورہا ہے کہ یہ مجھے کہیں دیکھ چکی ہے۔ اب اس کے دل میں کیا ہے؟ میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں؟''

''میں تو تمہارے دل کی بات پوچھ رہی ہوں۔ میری بیٹی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''بہت ہی نیک خیال ہے۔ وہ ایک اچھی اور سیدھی سادی سی لڑکی ہے۔ کوئی بھی جوان اسے پہلی نظر میں پسند کر

سکتا ہے۔''

مونیکا نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ ''اور تم نے پہلی نظر میں اسے پسند کرلیا ہے؟''

''میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ آپ سچ کہہ رہی ہیں۔''

''تو میری زبان سے ایک اور سچ سن لو۔ اندھیرے اور اجالے کا میل نہیں ہوسکتا۔ تم رات ہو اور میری بیٹی دن ہے۔ دن اور رات کبھی ایک دوسرے سے نہیں ملتے اور نہ ہی کبھی مل سکیں گے۔''

''کوئی بات نہیں۔ ہم دن اور رات کی طرح آگے پیچھے تو چل سکتے ہیں۔''

''پلیز، میری بیٹی بہت معصوم ہے۔ دنیا میں کتنی بے ایمانی اور مکاریاں ہوتی ہیں۔ وہ کچھ نہیں سمجھتی۔ میں جہاندیدہ ہوں۔ اپنی بیٹی کا برا بھلا خوب سمجھتی ہوں لہٰذا آئندہ اس سے کبھی نہ ملنا۔ وہ نظر آجائے تو کترا جانا۔''

''پلیز، یہ باتیں آپ اپنی بیٹی کو سمجھائیں کہ اگر میں کہیں نظر آجاؤں تو وہ مجھ سے کترا جائے۔''

وہ جانے کے لیے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ مونیکا نے کہا۔ ''تم نہیں جانتے' اس کے باپ کی پہنچ کتنی اوپر تک ہے؟ وہ بہت ہی اثر رسوخ والا آدمی ہے۔ تم مشکل میں پڑ جاؤ گے۔''

وہ جاتے جاتے رک کر بولا۔ ''آئندہ آپ دیکھیں گی کہ میں ان مشکلات سے کتنے مزے لے لے کر گزرتا رہوں گا؟''

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔ وہ غصے سے پیر پٹختی ہوئی بیٹی کے کمرے کی طرف جانے لگی۔ اینا سر جھکائے سوچ رہی تھی۔ ''یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ وہ نوجوان میرے دل و دماغ پر کیوں چھا گیا ہے؟ میں نے سنا تھا کہ پہلی نظر میں محبت ہو جاتی ہے۔ کیا پہلی ملاقات میں ہی اس سے محبت ہوگئی ہے؟''

بے باک اس کے اندر موجود تھا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ ماں بیٹی کے درمیان کیا بات ہوتی ہے؟ اس نے بے باک کی مرضی کے مطابق سوچا۔ ''کیا وہ جبراً میرے دل و دماغ پر چھا رہا ہے یا میرا دل خود بہ خود اس کی طرف مائل ہو رہا ہے؟''

وہ ایک سرد آہ بھر کر سوچنے لگی۔ ''وہ مجھ پر کیا جبر کرے گا؟ اس نے مجھے کالج سے گھر تک پہنچانے والی دوستی تو کی ہے۔ لیکن محبت یا لگاوٹ کا اظہار نہیں کیا ہے۔ میں ہی اس کے لیے پاگل ہو رہی ہوں۔''

مونیکا ایک جھٹکے سے دھماکے سے دروازہ کھول کر اندر آئی تو وہ اسے دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کی آنکھیں اور تیور بتا رہے تھے کہ اس نے بیٹی کی چوری پکڑ لی ہے۔ وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔ ''یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں؟ تم اس کالے کلوٹے پر مرمٹی ہو؟''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بدستور سر جھکائے کھڑی رہی۔ ماں نے ڈانٹتے ہوئے پوچھا۔ ''اب چپ کیوں ہو؟ تم ایسی تو نہیں تھیں؟ کتنے ہی خوبصورت نوجوان تم سے لفٹ لیتے رہے ہیں اور تم ان سب کو نظر انداز کرتی رہی ہو۔ کیا اسی دن کے لیے کہ ایک کالے کو ہمارے گھر لے آؤ اور اسے ہمارا داماد بنانے کی نادانی کرو؟''

وہ منہ پھیر کر بولی۔ ''میں کچھ نہیں جانتی۔ پلیز، مجھ سے کچھ نہ پوچھیں۔''

''اگر کچھ نہیں جانتیں تو بات یہاں تک کیسے بڑھ گئی؟ یہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں دونوں ہاتھوں سے بج رہی ہے۔ وہ بھی تمہارا دیوانہ ہے۔ مجھے چیلنج کر کے گیا ہے کہ تمہارے باپ سے بھی نہیں ڈرے گا۔ جتنی بھی مشکلیں پیش آئیں گی۔ انہیں کھیل سمجھ کر کھیلے گا۔''

اینا نے چونک کر ماں کو دیکھا۔ یہ سن کر دل تیزی سے دھڑکنے لگا کہ آگ دونوں طرف لگی ہوئی ہے۔ صرف وہی پاگل نہیں ہے۔ وہ دیوانہ بھی اسے حاصل کرنے کے لیے اس کی ماں کو چیلنج کر رہا ہے۔

مونیکا نے کہا۔ ''بیٹی! میں نے تم سے زیادہ دنیا دیکھی ہے۔ اس کالے کو میری آنکھ سے دیکھو۔ میرے ذہن اور تجربے سے سمجھو۔ وہ پکا فراڈ ہے۔ تمہارے قابل نہیں ہے۔ تمہارے ڈیڈی اسے کبھی داماد کی حیثیت سے قبول نہیں کریں گے۔ تمہارا بھائی ریسلر ہے۔ تمہیں اس کے ساتھ دیکھے گا تو اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ خوامخواہ میرا بیٹا قاتل بن جائے گا۔ قانون کی گرفت میں آجائے گا۔ کیا اپنے بھائی کی موت اور اپنے خاندان کی تباہی چاہتی ہو؟''

اس نے پریشان ہوکر کہا۔ ''میں کچھ نہیں جانتی کہ کیا چاہتی ہوں....؟ پلیز، مجھے تنہا چھوڑ دیں۔ سوچنے دیں..... سمجھنے دیں۔''

وہ بولی۔ ''ٹھیک ہے، تمہیں سوچنا' سمجھنا چاہیے لیکن مجھے آج ہی جواب دو کہ اس کے معاملے میں سنجیدہ نہیں ہو اور آئندہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھو گی۔''

وہ اسے تنہا چھوڑ کر وہاں سے چلی گئی اگر بے باک چاہتا تو مونیکا کے دماغ پر بھی قبضہ جما کر اسے اپنی طرف مائل کر سکتا تھا۔ اپنی حمایت پر آمادہ کرسکتا تھا لیکن بعد میں برین ماسٹر اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرلیتا کہ مونیکا کبھی اس کی مخالفت کرتی ہے اور کبھی حمایت میں بولتی ہے۔

اگر بے باک تنویمی عمل کے ذریعے مونیکا کو اپنی کنیز بنالیتا تب بھی کسی نہ کسی دن یہ بھید کھل سکتا تھا کہ مونیکا پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔

بے باک برین ماسٹر کو کسی شبہے میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ورنہ وہ محتاط ہوجاتا۔ اپنی بیوی بچوں پر تنویمی عمل کر کے انہیں کسی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچا دیتا۔ بے باک کا اصل منصوبہ تو یہی تھا کہ اس کے بیوی بچوں کو اس کی کمزوری بنا دیا جائے اور ایسا کرنے کے لیے اس کا محتاط رہنا بہت ضروری تھا۔ وہ اینا کے عشق میں مبتلا ہوکر کسی بھی طرح کی جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہتا تھا۔

فی الحال یہ بات اطمینان بخش تھی کہ انتقام لینے کے سلسلے میں اسے ابتدائی کامیابی حاصل ہو رہی تھی۔ وہ اس کی بیوی' بیٹی اور بیٹے کے دماغوں میں پہنچ سکتا تھا۔ بلکہ بیٹی کے تو بہت ہی قریب ہوگیا تھا۔ اب بیٹے سے نمٹنے کی باری تھی۔

فی الوقت اس نے سوچا کہ پچھلی رات تنبیح کے ذریعے اس نے تمام اکابرین کو خوف زدہ کیا تھا پھر سوئٹزرلینڈ میں فرانس کا ایک فوڈ منسٹر اور ان کی کمیٹی کا ایک چالباز مارا گیا تھا۔ ان تمام واقعات کا ردِعمل کیا ہوا ہے؟ یہ دیکھنا ضروری تھا۔

بے باک مومن نے ان تمام سازش کرنے والوں کے نام، پتے اور فون نمبر بھی معلوم کرلیے تھے جنہوں نے فرہاد کی لاش کو بم دھماکے سے اڑا دیا تھا۔ اس کے چیتھڑے اڑا کر اسے ناقابل شناخت بنا دیا تھا۔

وہ مختلف ذرائع سے ان تمام دشمنوں کی آوازیں سن کر ان کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھنے لگا۔ بے باک نے ان کے خلاف جو طریقہ کار بنایا تھا۔ اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکل رہا تھا۔ وہ سب بری طرح خوفزدہ تھے۔ انہیں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ سوئٹزرلینڈ کے ایک ہوٹل میں فوڈ منسٹر مارا گیا ہے اور اس کمرے کی دیوار پر لکھا ہوا ہے۔ ''میں ڈھونڈ رہا ہوں، اپنے جسم کو.... اپنے دماغ کو...''

اس ہوٹل کی بارہویں منزل سے جس چالباز نے چھلانگ لگا کر اپنی موت کو گلے لگایا تھا۔ اس کے کمرے کی دیوار پر بھی یہی لکھا تھا۔ ''میں ڈھونڈ رہا ہوں۔ اپنے جسم کو.... اپنے دماغ کو.....''

پچھلی رات ان سب نے وہ پُراسرار تنبیح وصول کیا تھا فرہاد کے خلاف سازش کرنے والے دو افراد کی موت اسی طرح پُراسرار طریقے سے ہوئی تھی اور جہاں ان کی موت ہوئی تھی۔ وہاں دیوار پر لکھی ہوئی تحریر چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ فرہاد کی آتما کسی نئے جسم میں سما گئی ہے۔ اب دو قتل کرنے کے بعد باقی سازش کرنے والوں تک بھی پہنچنے والی ہے۔

سب کے دماغوں میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ سب ہی اپنے اپنے طور پر سیکیورٹی کے انتظامات سخت کر رہے تھے۔

وہ سمجھ رہے تھے کہ انتظامات اس وقت کارآمد ہوسکیں گے۔ جب فرہاد کی روح کسی کے جسم میں داخل ہوکر ان کے روبرو آئے گی۔ یہ بات بھی ریکارڈ میں تھی کہ فرہاد اپنی زندگی میں کبھی ان کے روبرو نہیں آیا تھا۔ ہمیشہ خیال خوانی کے ذریعے دن میں تارے دکھاتا رہا تھا۔

اس کے خلاف سازش کرنے والے امریکی اکابرین نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا تھا کہ وہ ان پر عمل کر کے ان کے دماغوں کو لاک کردیں۔ تاکہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔

فرانس، جرمنی اور یوکے کے اکابرین بھی یہی چاہتے تھے کہ ان کے دماغوں کو بھی لاک کردیا جائے لیکن امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان پر عمل کرتے' دماغوں کو لاک کرتے تو ان کے چور خیالات کے ذریعے ان کے ملک کے اہم راز بھی چرا کر لے جاتے اور لاعلمی میں انہیں اپنا تابعدار بنا لیتے۔

برین ماسٹر نے بابر کے پاس آکر کہا۔ ''امریکی اکابرین اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے اپنے دماغوں کو لاک کرانے والے ہیں لیکن فرانس' جرمنی اور یوکے کے اکابرین بہت پریشان ہیں۔ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خدمات حاصل کر کے انہیں اپنا راز دار نہیں بنانا چاہتے اور نہ ہی ان کے تابعدار بننا چاہتے ہیں۔''

بابر نے کہا۔ ''آپ حکم دیں' مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''تم ہر ایک یا آدھے گھنٹے بعد ان اکابرین کے اندر آتے جاتے رہو۔ جب بھی ان پر تنویمی عمل کیا جائے تو یہ معلوم کرو کہ کس آواز اور لب و لہجے کے ذریعہ ان کے دماغوں کو لاک کیا گیا ہے؟''

''ٹھیک ہے، میں ابھی سے ان کے دماغوں میں آتا جاتا رہوں گا۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''یوکے کے تین' فرانس کے دو اور جرمن کے دو اکابرین فرہاد کی لاش کو نابود کرنے کی سازش میں شریک تھے۔ ہمیں ان سات اکابرین کے دماغوں میں خاموشی سے جانا چاہیے اور انہیں گہری نیند سلا کر ان پر عمل کرنا چاہیے۔ اس طرح ایک تو ہم فرہاد کی آتما کے لیے ان کے دماغوں میں پہنچنے کا راستہ روک دیں گے۔ دوسرا یہ کہ ان

سب کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیں گے۔''

''ہاں، ہمیں اس نئے جسم میں آنے والے فرہاد کو انتقامی کارروائی کے سلسلے میں ناکام بنانا ہوگا۔''

''تم فی الحال امریکی اکابرین کی طرف توجہ دو۔ میں دوسرے ممالک کے اکابرین کو اپنا تابعدار بناتا رہوں گا۔ ان کے دماغوں کو لاک کرتا رہوں گا۔''

وہ دونوں اپنی اس پلاننگ پر عمل کرنے لگے۔ بے باک مومن ان کے بارے میں یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ لیکن امریکی اکابرین کے اندر پہنچ کر یہ سمجھ گیا تھا کہ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے اپنے دماغوں کو لاک کر رہے ہیں۔

اس نے مجھے مخاطب کیا۔ ''مما! وہ تمام دشمن اس بات سے بری طرح خوفزدہ ہیں کہ فرہاد کی آتما نے کسی نئے جسم میں نئی زندگی کا آغاز کیا ہے اور آغاز کرتے ہی فوڈمنسٹر اور ایک چالباز کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ دیوار پر لکھی ہوئی تحریر نے انہیں بہت زیادہ دہشت زدہ کر دیا ہے۔ اب وہ فرہاد کا راستہ روکنے کے لیے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے اپنے دماغوں کو لاک کر رہے ہیں۔ ایسے وقت ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان سب کے اندر آتے جاتے رہنا چاہیے۔''

''تم الپا کو میرے پاس بھیج دو۔ میں اس سے بات کرتی ہوں۔''

بے باک نے خیال خوانی کے ذریعے الپا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''سسٹر! مما نے تمہیں بلایا ہے۔''

وہ فوراً ہی میرے پاس آکر بولی۔ ''السلام علیکم! میں حاضر ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''وعلیکم السلام! میرے خیالات پڑھو۔ ابھی معلوم ہو جائے گا کہ میں نے تمہیں کس لیے بلایا ہے؟''

وہ تھوڑی دیر تک میرے خیالات پڑھتی رہی پھر بولی۔ ''میں سمجھ گئی۔ آپ چاہتی ہیں' جب ان اکابرین کے دماغوں کو لاک کیا جائے تو ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود رہیں۔ جس آواز اور لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کیا جائے' انہیں ذہن نشین کر لیں؟''

میں نے بے باک سے پوچھا۔ ''امریکا میں کتنے اکابرین اس سازش میں شریک تھے؟''

اس نے کہا۔ ''وہاں چار ہیں۔ یو کے میں تین' فرانس میں دو اور جرمنی میں دو اکابرین ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ہمیں اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ یو کے' فرانس اور جرمنی کے اکابرین بھی اپنے اپنے دماغوں کو لاک کرانا چاہیں گے لہٰذا ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان سب کے اندر آتے جاتے رہنا چاہیے۔''

الپا نے کہا۔ ''میں ابھی جا کر اعلیٰ حضرت سے بات کرتی ہوں۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہدایت دیں گے تو سب ہی الرٹ ہو جائیں گے اور بڑی مستعدی سے ان سازش کرنے والوں کی خبر لیتے رہیں گے۔''

ایک پلاننگ ماسٹر نے کی تھی۔ وہ اس پر عمل کر رہا تھا اور ایک پلاننگ ہم نے کی تھی۔ ہم نے بھی اس پر عمل شروع کر دیا۔ ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے یو کے' فرانس، جرمنی کے اکابرین کے اندر جانے آنے لگے تو پتا چلا کہ ان کے دماغوں کو بھی نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والے لاک کرنے آگئے ہیں اور ان پر عمل کر رہے ہیں۔

یہ معلوم کرنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ نامعلوم اور پُراسرار بننے والے برین ماسٹر اور بابر ہیں۔ انہوں نے یو کے' فرانس اور جرمنی کے سات اکابرین پر عمل کرتے وقت ایک تو ان کے دماغوں کو لاک کیا۔ دوسرا یہ کہ انہیں اپنا تابعدار بنالیا اور تیسری بات ان کے ذہنوں میں یہ نقش کی کہ فرہاد کی آتما کسی دوسرے جسم میں رہ کر ایسی ذہانت اور بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ نہیں کر سکے گی۔ جیسا کہ فرہاد اپنے دماغ سے کیا کرتا تھا۔ اس کے تمام بچے ہمارے مقابلے میں کمزور پڑ جائیں گے۔ لہٰذا انہیں اپنے عامل کی مرضی کے مطابق پارس، پورس، کبریا، اعلیٰ بی بی اور عدنان کو ہر ممکن طریقے سے ٹریپ کرنا ہے۔ اس طرح کامیابی یقینی ہوگی۔

میں نے الپا اور بے باک سے کہا۔ ''یہ بات شروع سے میرے ذہن میں تھی کہ دشمن کم ظرف ہے۔ وہ فرہاد کی موت کا سوگ منانے کے لیے چالیس دن بھی انتظار نہیں کریں گے۔ جلد ہی اپنی کمینگی دکھائیں گے۔''

الپا نے کہا۔ ''اور وہ یہی کر رہے ہیں۔ پارس، پورس، عالی، کبریا اور عدنان کو کسی طرح ٹریپ کرنا چاہتے ہیں یا ہلاک کر دینا چاہتے ہیں۔''

بے باک نے کہا۔ ''وہ ایسا خواب دیکھتے ہی رہ جائیں گے۔ اس سے پہلے ہی ہم انہیں عبرت ناک انجام تک پہنچا دیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''بے باک! ہمیں بہت محتاط رہنا ہوگا۔ برین ماسٹر اور بابر کو کبھی یہ معلوم نہ ہو کہ ہم ان کی پلاننگ سے واقف ہو گئے ہیں۔ بہت رازداری سے ان کے

خلاف جوابی کارروائی ہونی چاہیے۔ انہیں اس خوش فہمی میں مبتلا رکھنا ہوگا کہ ہم ان کی شیطانیت سے بے خبر ہیں۔''

وہ بولا۔ ''ابھی ہم اسی سلسلے میں مصروف رہیں گے اور ان تمام اکابرین کے اندر آتے جاتے رہیں گے۔ ان کے بعد مجھے برین ماسٹر کے بیٹے جان رچ سے بھی نمٹنا ہے۔ کیا آپ نے پارس، پورس، عالی اور کبریا سے ریسلنگ کی بات کی ہے؟''

''ہاں، پارس بہت عرصے سے ادارے میں نہیں آیا۔ الپا کے ساتھ باہر رہتا آیا ہے۔ اس لیے وہ فارم میں نہیں ہے۔ باقی پورس اور کبریا پوری طرح تیار ہیں۔ وہ آج رات کی فلائٹ سے نیویارک پہنچیں گے پھر وہاں سے فلاڈیلفیا جائیں گے۔''

بے باک نے پوچھا۔ ''کیا انہیں وہاں ریسلنگ میں شامل ہونے کی اجازت مل جائے گی؟''

''ہاں، وہاں کئی ریسلرز کے الگ الگ گروپ بنے ہوئے ہیں۔ کبریا نے خیال خوانی کے ذریعے ایک گروپ کے اندر جگہ بنائی ہے۔ وہ وہاں پہنچتے ہی ان کی یونین کے ممبر بن جائیں گے پھر اس یونین کے ذریعے ہی انہیں مقابلے میں شریک ہونے کی اجازت مل جائے گی۔''

''ٹھیک ہے، میں جا رہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔''

وہ چلا گیا۔ الپا نے کہا۔ ''میں بھی اعلیٰ حضرت کے پاس جا رہی ہوں۔ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہماری پلاننگ کے مطابق عمل کرنے کی ہدایت دیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''تم جاؤ مگر عالی کو میرے پاس بھیج دو۔''

وہ چلی گئی ایک منٹ کے اندر ہی عالی نے میرے اندر آکر کہا۔ ''ہائے مما! آپ نے مجھے یاد کیا ہے؟''

''ہاں، میں تمہاری خیریت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔''

''میں بالکل خیریت سے ہوں مما!''

''تو پھر تمام بچے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ جائیں۔''

''وہ مما! آپ تو ایمان علی کے بارے میں جانتی ہیں کہ وہ کیسی سچی پیش گوئی کرتے ہیں؟ انہوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں سفر کرنے کے لیے حیدرآباد شہر سے تو کیا اس گھر سے بھی باہر نہیں جا سکوں گی۔ میں نے ان کی پیش گوئی کے باوجود جہاز میں اپنے اور ان کے لیے سیٹ ریزرو کرائی تھی لیکن وہی ہوا جو انہوں نے کہہ دیا تھا۔''

''کیا کوئی بڑی رکاوٹ پیش آئی تھی؟''

اس نے بتایا کہ کس طرح گروگھنٹال نے اس کے خلاف انتقامی کارروائی کی تھی اور کالے عمل کے ذریعے اسے عذاب میں مبتلا کر دیا تھا۔ ایسے وقت سسٹر الپا نے آکر اس جادوگر سے اسے نجات دلائی تھی۔

میں نے پوچھا۔ ''تم نجات حاصل کرنے کے بعد تو آسکتی تھیں؟''

''ایمان علی نے پھر پیش گوئی کی تھی کہ میرے ستارے گردش میں ہیں اس لیے سفر نہیں کر سکوں گی۔ دوسری بار بھی یہی ہوا اطلاع ملی کہ پاپا کی میت جس مردہ خانے میں رکھی گئی تھی اسے بم سے اڑا دیا گیا ہے۔ ان کی لاش کو ناقابل شناخت بنا دیا گیا ہے اور اعلیٰ حضرت نے حکم دیا ہے کہ ان کی تدفین بابا صاحب کے ادارے میں نہیں ہوگی۔ حتیٰ کہ یہ بھی کہہ دیا کہ جہاں بھی تدفین ہو وہاں ان کی نماز جنازہ بھی ادا نہ کی جائے۔ اب آپ ہی سوچیں میں پاپا کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ان کی آخری رسوم میں شریک نہیں ہو سکتی تھی تو وہاں آکر کیا کرتی؟ ایمان علی نے سمجھایا کہ ہم یہاں رہ کر ان کے لیے عبادت کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی دُعا مانگیں گے۔''

''چلو اچھا ہے۔ جہاں رہو وہاں بہت محتاط رہو۔ دشمن اپنی کم ظرفی اور کمینگی سے باز نہیں آئیں گے۔ تم سب کو یتیم سمجھ کر ٹریپ کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔''

''پاپا نے اپنی زندگی میں بتایا تھا کہ برین ماسٹر کا ایک ماتحت آوڈی مین ہے۔ جو غیر معمولی قوت سماعت رکھتا ہے۔ تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہونے والی گفتگو کو بہ آسانی سن سکتا ہے پھر اپنے دماغ میں ماسٹر کو بلا کر اس کی آواز سناتا ہے تاکہ ماسٹر خیال خوانی کے ذریعے اس ٹارگٹ تک پہنچ سکے۔''

''ہاں، میں یہ سب جانتی ہوں۔''

''پاپا نے ہمیں تاکید کی تھی کہ ہم اپنی آواز اور لب و لہجے کو بدل لیں۔ جب سے میں نے یہی کیا ہے اگر وہ آوڈی مین اِدھر بھٹکتا ہوا آئے گا تو میری سابقہ آواز اور لب و لہجے کو سن نہیں سکے گا۔''

''شاباش! اسی طرح محتاط رہو اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے دشمن کی مصروفیات پر بھی نظر رکھو۔ اب صرف برین ماسٹر ہی نہیں امریکا اور دوسرے بڑے ممالک کے اکابرین بھی یہی سوچیں گے' یہی سمجھیں گے کہ تمہارے پاپا کے نہ ہونے سے تم لوگوں کی آدھی سے زیادہ قوت ختم ہو چکی ہے۔ تم سب ان کے مقابلے میں بچے ہو۔ اس لیے وہ ہر طریقے سے تمہیں ٹریپ کرنے کی کوشش کریں گے۔''

''آپ درست کہہ رہی ہیں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ان سب کی مصروفیات پر نظر رکھوں گی۔''

''ایک نومسلم ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے پاپا کا بہت عقیدت مند ہے۔ ان سے بہت محبت کرتا رہا ہے۔ الپا نے اس کے چور خیالات اچھی طرح پڑھے ہیں۔ میں اس سے بہت اہم کام لے رہی ہوں۔ تم اسی کے ذریعے ان تمام دشمنوں کے نام پتے اور ٹیلی فون نمبر معلوم کرسکتی ہو جنہوں نے تمہارے پاپا کی لاش کو ناقابل شناخت بنانے کی سازش کی تھی۔''

میں اسے بے باک مومن کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگی۔ اس نے کہا۔ ''مما! میں آپ سے محبت کرنے والے اور آپ کی تابعداری کرنے والے جوان سے ضرور ملنا چاہوں گی۔''

''تم ابھی الپا کے پاس جاؤ۔ وہ تمہیں بے باک مومن کے پاس پہنچادے گی۔''

اس نے الپا سے رابطہ کیا۔ ''ہیلو سسٹر!''

وہ آگے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی الپا نے کہا۔ ''السلام علیکم.... آئندہ ہیلو نہ کہنا۔''

عالی نے سلام کا جواب دیتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔ ''وعلیکم السلام۔ آپ... آپ مجھے سلام کررہی ہیں؟''

''ہاں، تمہارے لیے یہ خوشخبری ہے کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور اس وقت بابا صاحب کے ادارے میں ہوں۔''

عالی نے خوش ہوکر کہا۔ ''ہائے سسٹر! یہ تو تم نے بہت بڑی خوشخبری سنائی ہے۔ میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی مبارکباد دیتی ہوں۔''

الپا اسے یہ بھی بتانے لگی کہ آئندہ چار ماہ کے بعد پارس سے اس کا نکاح پڑھایا جائے گا۔ عالی نے خیال خوانی کے ذریعے اسے چومتے ہوئے کہا۔ ''آئی لو یو سسٹر! اب تو تم میری باقاعدہ بھابھی بن کر رہا کروگی۔ اعلیٰ حضرت ہمیں بہت ساری خوشیاں دے رہے ہیں اور اس طرح پاپا کی جدائی کا صدمہ کچھ کم کررہے ہیں۔''

وہ دونوں تھوڑی دیر تک اس سلسلے میں باتیں کرتی رہیں پھر عالی نے کہا۔ ''مما نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ تاکہ بے باک مومن سے میرا تعارف کراسکو۔''

الپا نے اسی وقت بے باک مومن کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ ''السلام علیکم سسٹر!''

وہ بولی۔ ''وعلیکم السلام! اس وقت تمہاری ایک اور بہن تم سے ملنا چاہتی ہے۔ بوجھو تو وہ کون ہے؟''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''یہ کوئی مشکل پہیلی نہیں ہے۔ جب وہ خیال خوانی کے ذریعے آئی ہے تو یقیناً میری پیاری بہن اعلیٰ بی بی ہوگی۔''

عالی نے کہا۔ ''آئی لو یو بے باک! مما نے تمہارے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔''

''مما بہت گریٹ ہیں۔ انہوں نے مجھے پاپا کی فیملی کا ممبر بنالیا ہے۔ یہ میرے لیے اتنا بڑا اعزاز ہے جس کی میں توقع بھی نہیں کرسکتا تھا۔''

''مما نے بتایا ہے کہ تم ان تمام سازش کرنے والوں کے نام پتے اور ٹیلی فون نمبرز جانتے ہو۔ جنہوں نے پاپا کی لاش کو ناقابل شناخت بنانے کی سازش کی تھی۔ میں ان لوگوں تک پہنچنا چاہتی ہوں۔''

''وہ تعداد میں گیارہ تھے۔ ان میں سے دو کو میں نے مما کے تعاون سے جہنم میں پہنچادیا ہے۔ اب نو رہ گئے ہیں۔ ان میں سے دو امریکی ہیں۔ تین کا تعلق یو کے سے ہے اور باقی چار کا تعلق فرانس اور جرمنی سے ہے۔ میں تمہیں ان سب کے اندر پہنچا سکتا ہوں۔''

''تم واقعی بہت مستعد ہو۔ اس لیے مما تمہیں پسند کرتی ہیں۔ انہوں نے دشمنوں سے نمٹنے کے لیے تمہیں اپنے ساتھ رکھا ہے۔''

''یہ میرے لیے بڑے فخر کی بات ہے۔ آؤ میں تمہیں ان دشمنوں کے اندر لے چلتا ہوں۔''

الپا نے کہا۔ ''تم بھائی بہن دشمنوں کی خبر لو۔ میں جارہی ہوں۔''

بے باک عالی کو اپنے دماغ میں لے کر ایک امریکی اعلیٰ عہدیدار کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بیڈ پر چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ اس پر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا عمل کررہا تھا۔ بے باک اس کے دماغ سے نکل کر عالی سے بولا۔ ''پلیز، بابا صاحب کے ادارے میں جاکر یہ معلوم کرو، ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس وقت یہاں موجود ہے یا نہیں؟''

عالی نے فوراً ہی معلوم کیا تو پتا چلا کہ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں موجود ہے۔ صرف اس کے ہی نہیں اور دشمنوں کے اندر بھی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آمد ورفت جاری ہے۔

بے باک مومن نے مطمئن ہوکر عالی کو دوسرے سازش کرنے والوں کے اندر پہنچادیا۔ وہ خوش ہوکر بولی۔ ''بے باک! تم بہت اچھے ہو۔ آئی لو یو مائی برادر!''

اس نے بھی کہا۔ ''آئی لو یو ٹو مائی سسٹر!''

''میں اب جارہی ہوں۔ ان دشمنوں کے اندر آتی جاتی رہوں گی پھر تم سے بھی رابطہ کروں گی۔ فی الحال خدا حافظ۔''

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اس نے ایمان علی سے کہا تھا کہ وہ پھر سے اس کے زائچے کا مطالعہ کرے۔ یہ معلوم کرے کہ آیندہ وہ سفر کرسکے گی یا نہیں؟ اگر نہیں کرسکے گی تو یہ روکاوٹ کب تک رہے گی؟

اس نے عالی کی خواہش کے مطابق اسٹڈی کی تھی اور کہا تھا کہ آیندہ سفر کرنے کے لیے راستے کھلیں گے لیکن وہ تمام راستے پیچیدہ ہیں۔ کہیں نہ کہیں، کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیش آتی رہے گی۔

عالی نے پوچھا۔ ''کیا تم وضاحت سے ان رکاوٹوں کے بارے میں معلوم نہیں کرسکتے؟ ہماری نظر میں چند اہم دشمن ہیں۔ جیسے برین ماسٹر، سپر پاور اور دوسرے بڑے ممالک کے چند اکابرین۔ ان سب کو پیش نظر رکھ کر یا ان دشمنوں کے زائچے بنا کر ان کے حوالے سے کارآمد معلومات فراہم کرسکتے ہو؟''

''کوشش کرنے سے کیا نہیں ہوسکتا؟ تم خیال خوانی کے ذریعے ان دشمنوں کے چور خیالات پڑھو۔ ان کی پیدائش کا صحیح وقت تاریخ اور ان کے والدین کے نام معلوم کرو۔ میں ابھی ان کے زائچے بنالوں گا اور بہت کچھ معلوم کرسکوں گا۔''

''ٹھیک ہے، میں تمام معلومات حاصل کروں گی۔ کیا آج رات کہیں باہر کھانے کے لیے چلو گے؟''

''میں کئی برسوں سے جمعرات کی رات گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ رات کا کھانا بھی نہیں کھاتا۔ گوشہ نشین رہتا ہوں۔ اپنے اوپر والے اسٹڈی روم میں لاک ہوجاتا ہوں پھر صبح تک وہاں کوئی مجھے ڈسٹرب کرنے نہیں آتا۔''

''تم نے پہلے تو مجھے نہیں بتایا کہ ہفتے کی ایک رات کے لیے گوشہ نشین ہوجاتے ہو؟ آخر کرتے کیا ہو؟''

''عبادت کرتا ہوں۔ علم نجوم اور فلکیات کے علوم کے متعلق زیادہ سے زیادہ اسٹڈی بھی کرتا رہتا ہوں۔''

عالی بے باک کے ساتھ مصروف رہنے کے بعد دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اس وقت حیدرآباد میں آدھی رات گزر چکی تھی۔ ایمان علی کی محل نما کوٹھی میں سب ہی سو رہے تھے۔ وہ اپنے معمول کے مطابق اوپر والے کمرے میں جاکر گوشہ نشین ہوگیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ صبح تک اسے گھر کا کوئی فرد مخاطب نہیں کرتا۔ فون کے ذریعے بھی ڈسٹرب نہیں کرتا۔

عالی نے سوچا۔ ''مجھے بھی اس کی تنہائی میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ کل کسی وقت اس سے بات کی جاسکتی ہے۔''

یہ کہہ کر وہ اپنے بیڈ پر آگئی پھر اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ صبح تک سوتی رہے۔ اس دوران کوئی غیر معمولی بات ہو یا کوئی اس کے کمرے میں آنا چاہے تو اس کی آنکھ کھل جائے۔

ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ آرام سے سوتی رہی۔ ایمان علی اپنے کمرے میں جاگ رہا تھا۔ وہ رات کے آٹھ بجے تک اس کمرے میں آجاتا تھا۔ وہاں بیٹھ کر بڑی توجہ سے دیگر علوم کا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ گیارہ بجے تک سوجاتا تھا۔ دو گھنٹے کی نیند پوری کرنے کے بعد پھر جاگ جاتا تھا۔ وضو کرکے نماز تہجد ادا کرتا تھا اور دوبارہ پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتا۔

اس رات اس نے اپنے سامنے میز پر اپنا اور عالی کا زائچہ رکھا۔ زیر لب کلام پاک کی آیتیں پڑھتا رہا پھر ایک ہاتھ اپنے زائچے پر اور دوسرا ہاتھ عالی کے زائچے پر رکھ کر آنکھیں بند کرلیں۔

کمرے میں روشنی تھی لیکن آنکھوں کے پیچھے گہری تاریکی..... اور اس تاریکی میں کلام پاک کی آیتیں دھیمی دھیمی سی سنائی دے رہی تھیں۔ وہ اپنے ذہن میں ایک خاص آیت پڑھتا جارہا تھا۔ اس آیت کے معنی ومفہوم کے مطابق اس کے خیالات تاریکی میں اسی سمت سفر کررہے تھے۔

پہلے معلوم ہوا کہ وہ مشرق کی طرف جارہا ہے۔ وہاں رکاوٹ کے طور پر کچھ دیواریں کھڑی ہیں لیکن آگے بڑھتے رہنے کا عمل جاری ہے اور وہ دیواریں گرتی جارہی ہیں۔

پھر اس نے دیکھا، مغرب کی طرف سفر جاری ہے۔ وہاں بھی راستے میں جو دیواریں تھیں، وہ ایک ایک کرکے گرتی جارہی تھیں۔ اسی طرح وہ شمال اور جنوب کی طرف سفر کرتا رہا۔ جب آگے بڑھنے کا عمل جاری رہا تو ادھر کی دیواریں بھی گرتی ہوئی دکھائی دیں۔ اس کے دونوں ہاتھ اپنے اور عالی کے زائچے پر تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دونوں جہاں بھی جائیں گے۔ مصائب میں مبتلا ہوتے رہیں گے لیکن ان مصائب سے نمٹ کر آگے بڑھتے جائیں گے۔

اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اب وہ کلام پاک کی دوسری آیتیں پڑھ رہا تھا۔ ''اے رب جلیل! اے سماعت وبصارت وبصیرت کے مالک! جو آوازیں ہم نہیں سن سکتے۔ تو سن لیتا ہے۔ جو منظر ہم نہیں دیکھ سکتے۔ وہ تو ہمیں اپنی قدرت سے

دکھاتا ہے۔ اے ساعت والے! مجھے بھی سنا... اے بصارت والے! مجھے بھی دکھا۔ اے بصیرت والے! مجھے آگاہی دے۔''

اسے اپنی بند آنکھوں کے پیچھے رنگ برنگے قمقمے دور تک دکھائی دے رہے تھے۔ یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کوئی شہر ہے اور وہ اس شہر سے گزرتا ہوا ایک جنگل میں پہنچ رہا ہے۔ اس جنگل میں ایک بہت ہی چھوٹی سی بستی دکھائی دے رہی تھی۔ چھوٹے بڑے مکانات نیم تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں اسٹریٹ لائٹ کے بلب روشن تھے۔ وہیں ایک بڑا سا بنگلا دکھائی دیا۔

وہ دوسرے ہی لمحے میں خود کو اس بنگلے کے اندر دیکھ رہا تھا۔ ایک وسیع و عریض چار دیواری میں جدید طرز کی بڑی بڑی مشینیں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ سب میڈیکل سائنس اور مکینکل شعبے سے تعلق رکھنے والی مشینیں تھیں۔ ہر مشین کے ساتھ ایک بڑا سا مانیٹر منسلک تھا۔ اس مانیٹر پر ان مشینوں کی کارکردگی کے نتائج دیکھے جا سکتے تھے۔

ایک طرف بڑی سی میز تھی۔ وہاں ریوالونگ چیئر پر کوئی بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہ چیئر آہستہ آہستہ گھومنے لگی تب ایک عجیب سا انسان دکھائی دیا۔ اس کا چہرہ انسانی تھا لیکن خرگوش کی طرح منہ آگے کو نکلا ہوا تھا۔ ناک کے نتھنے پھیلے ہوئے تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی سنجیدہ اور اداس سی تھیں۔ کان بھی بڑے بڑے سے تھے۔ پیشانی چوڑی اور ابھری ہوئی تھی۔ اس کی پیشانی اور آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ وہ غیر معمولی ذہانت کا حامل ہے۔ اگرچہ چہرہ عام انسانوں سے قدرے مختلف تھا۔

اس نے ایک مانیٹر کی طرف دیکھتے ہوئے پلکیں جھپکائیں تو وہ مانیٹر آن ہو گیا۔ وہاں دور تک ایک ریگستان دکھائی دے رہا تھا۔ تیز ہوا کے باعث ریت اڑ رہی تھی اور اسکرین دھندلا رہی تھی۔ اس دھند میں عالی اور ایمان علی دکھائی دیے۔ ان کے دونوں ہاتھ، پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ بدن پر بھی زنجیریں لپٹی ہوئی تھیں۔ وہ بڑی مشکل سے ایک ایک قدم اٹھاتے ہوئے چل رہے تھے۔ ان کے پاؤں ریت میں دھنستے جا رہے تھے۔

اس عجوبے نے پھر پلکیں جھپکائیں تو منظر بدل گیا۔ پارس، الپا، پورس، کبریا، انوشے اور تاشہ سب ہی اسی طرح زنجیروں میں جکڑے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ بھی بڑی مشکل سے ایک ایک قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کے پاؤں ریت میں دھنستے جا رہے تھے۔ ان سب سے آگے چھ برس کا عدنان تاشہ کے ساتھ تھا۔ وہ دونوں بھی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ عدنان کے پاؤں ریت میں دھنس رہے تھے۔ اس سے چلا نہیں جا رہا تھا۔ تاشہ اسے سہارا دے رہی تھی۔

تیز ہوا کے باعث ان کے آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر نیچے ریت ہی ریت تھی۔ وہ بڑی مشکل سے ہوا کی مخالف سمت آگے بڑھتے ہوئے ایک جگہ پہنچ کر رک گئے۔ وہاں کچھ فاصلے پر ایک صلیب گڑھی ہوئی تھی۔ جس طرح حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ ویسے ہی ایک صلیب پر فرہاد علی تیمور کو چڑھا دیا گیا تھا۔ اس کی دونوں ہتھیلیوں پر بڑی بڑی کیلیں ٹھونکیں گئی تھیں۔ سینے پر بھی دو کیلیں ٹھونکیں گئی تھیں۔ دونوں پاؤں رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ پیروں کے نیچے میں (سونیا) بال بکھرائے بیٹھی ہوئی تھی۔ ماتم کرنے کے انداز میں مٹھیوں سے ریت اچھال رہی تھی اور وہی ریت اپنے سر پر بھی ڈال رہی تھی۔

پھر اس صلیب کی بلندی پر وہ عجوبہ بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''I DO THE FINAL JUDGEMENT'' (آخری فیصلہ میں کرتا ہوں)

اچانک ہی ایمان علی کی آنکھیں کھل گئیں۔ تاریکی ختم ہو گئی۔ روشنی میں تمام مناظر گم ہو گئے۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے سامنے دیوار کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔

اس نے یہ بات آج تک کسی کو نہیں بتائی تھی کہ اسے ہر جمعرات کی رات آگاہی ملتی ہے۔ وہ تو علم نجوم میں کامل تھا۔ سچی پیش گوئی کرتا تھا لیکن اس علم نجوم کو آگاہی سے تقویت ملتی تھی۔ جب وہ اپنے علم سے کوئی پیش آنے والی بات معلوم کرتا تھا تو پہلے سے ملنے والی آگاہی کی روشنی میں اپنی معلومات کو جانچتا تھا، پرکھتا تھا پھر کوئی پیش گوئی کرتا تھا۔

ابھی جو آگاہی ملی تھی۔ اس نے اسے الجھا دیا تھا۔ الجھن یہ تھی کہ وہ فرہاد علی تیمور کی موت کی پیش گوئی کر چکا تھا۔ اس کے مطابق اس کی موت بھی ہو چکی تھی۔ لیکن آگاہی کے منظر میں اس نے فرہاد کو صلیب پر دیکھا تھا۔ اس کے جسم میں کیلیں ٹھونکی گئی تھیں۔ لیکن ایمان علی نے صاف طور پر دیکھا تھا کہ فرہاد بے جان نہیں ہے۔ ہلکے ہلکے سانس لے رہا ہے۔

اس کا کیا مطلب ہو سکتا تھا؟ تازہ ترین آگاہی کے مطابق وہ سانس لے رہا ہے۔ اس کا مطلب، وہ کہیں زندہ ہے اور اس کی پچھلی پیش گوئی کسی وجہ سے غلط ہو گئی ہے۔

اس نے فرہاد کے زائچے کا مطالعہ کرنے اور اسے سمجھنے

میں کہیں کوئی غلطی کی ہے۔ پہلی پیش گوئی کے وقت اسے کوئی آگاہی نہیں ملی تھی۔ اس نے علم نجوم کے حوالے سے پورے اعتماد کے ساتھ کہہ دیا تھا کہ فرہاد کی موت شیوانی کی موت سے مشروط ہے۔ وہ مرے گی تو فرہاد کی موت بھی واقع ہو گی۔ ایسا ہوا بھی تھا اور جو ہو چکا تھا اب وہ سچ ہوتے ہوئے بھی سچ نہیں رہا تھا۔

ایمان علی حیرانی سے سوچ رہا تھا۔ ''عالی کے پاپا سانس لے رہے ہیں۔ یہ کیا ماجرا ہے؟ اگر وہ زندہ ہیں تو پھر کہاں گم ہو گئے ہیں؟ کسی سے رابطہ کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ کیا اس آگاہی کے مطابق میں یہ سمجھ لوں کہ اس عجوبے نے پاپا کو اپنا اسیر بنا رکھا ہے؟ ان کے بعد وہ مجھے، عالی کو اور ان کے تمام بچوں کو بھی اسیر بنا لے گا؟''

وہ آگاہی بڑی ہی تکلیف دہ تھی۔ پھر بھی اسے اچھی طرح سمجھنا تھا۔ اس کے کتنے ہی پہلوؤں پر غور کرنا تھا۔ پہلی بات یہی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ عجوبہ کون ہے؟ وہ انسان ہی ہے یا کوئی بلا ہے جو فرہاد اور اس کی فیملی کو بالکل ہی بے بس بنا دے گی۔ ان سب کو فرہاد کی موت کا تماشا دکھائے گی؟

ایمان علی کے ذہن میں سب سے اہم سوال یہ چیخ رہا تھا کہ عالی کے پاپا کہاں ہیں؟ مجھے ملنے والی آگاہی آج تک کبھی غلط نہیں ہوئی۔ یہ بھی غلط نہیں ہو گی۔ وہ زندہ ہیں مگر کہاں ہیں؟ کیا کسی نے انہیں بے بس و مجبور بنا رکھا ہے یا قدرتی حالات نے ان کی یادداشت چھین لی ہے اور وہ سب کو بھلا بیٹھے ہیں؟

وہ جتنا سوچ رہا تھا اتنا ہی اُلجھ رہا تھا۔

☆☆☆

کرونا، فرمان اور ٹونی جے اس داستان میں اب اہم رول ادا کرنے والے ہیں۔ اس لیے ان کا ذکر لازمی ہو گیا ہے۔ کرونا کئی دنوں سے فرمان کی حویلی میں مہمان کے طور پر تھی۔ فرہاد نے اپنے کام کے سلسلے میں فرمان کو تلاش کرنے بھیجا تھا اور وہ اسے تلاش کرتی ہوئی اس کی حویلی میں پہنچ گئی تھی۔

پہلے وہ حویلی میں اس کی مہمان بنی پھر اس کے دل کی مہمان بن گئی۔ فرمان خوب سوچ سمجھ کر اسے اپنی شریک حیات بنانا چاہتا تھا۔ ابتدا میں عالی اس کی آئیڈیل تھی۔ لیکن بعد میں عالی اس سے دور ہوتی چلی گئی تھی۔ وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو گیا تھا کہ وہ کبھی اتنے بڑے باپ کی بیٹی کا لائف پارٹنر نہیں بن سکے گا۔

عالی کے بعد اس کی زندگی میں ایک انڈین عورت آئی تھی۔ وہ ایک کالا عمل کرنے والے چنڈال جوگیا کی بیٹی تھی۔ اس کا پتی مر چکا تھا۔ فرمان اس کے پتی کا ہم شکل تھا۔ اس لیے وہ اس پر مرمٹی تھی۔ اس طرح وہ ایک جادوئی چکر میں پڑ گیا تھا۔ چنڈال جوگیا نے اپنے منتروں کے ذریعے اسے اپنا داماد بننے پر مجبور کر دیا تھا۔

اس نے سحر زدہ ہو کر مجبوری کی حالت میں ایک عورت کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاری تھی۔ اس کے بعد اسے نجات مل گئی تھی۔ دوسری طرف چنڈال جوگیا نے ٹونی جے کو بھی اپنا بدترین غلام بنا کر رکھا تھا۔ جب اسے بھی نجات ملی تو ٹونی جے اور فرمان دوست بن گئے۔ انہوں نے متحد ہو کر چنڈال جوگیا سے انتقام لیا اور یہ عہد کیا کہ آئندہ خیال خوانی کریں گے اور نہ ہی کسی عورت کے چکر میں پڑیں گے۔

ٹونی جے نے کہا۔ ''ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑے فخر سے یہ سمجھتے ہیں کہ ساری دنیا کو جیت لیں گے اور اپنے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر بھی حاوی ہو جائیں گے۔ لیکن یہی خوش فہمی ہمیں مار ڈالتی ہے اور ہم کسی نہ کسی کالے جادو جاننے والے کے اسیر بن جاتے ہیں۔''

فرمان نے کہا۔ ''بے شک، اگر گوشہ گمنامی میں رہیں، کبھی خیال خوانی نہ کریں تو کوئی دشمن ہماری طرف نہیں آئے گا۔ ہم سکون سے زندگی گزارتے رہیں گے۔ آئندہ کبھی زندگی اور موت کا مسئلہ پیش آئے گا تب مجبور ہو کر ہم خیال خوانی کریں گے۔''

یہ عہد کرنے کے بعد وہ دونوں ایک عرصے تک گوشہ نشین رہے۔ اب کرونا کے آنے پر دوبارہ اس داستان میں شامل ہو رہے ہیں۔ ایک دن کرونا نے فرمان سے پوچھا۔ ''میں کب تک تمہارے گھر میں مہمان بن کر رہوں گی؟''

وہ بولا۔ ''تم خود کو مہمان کیوں سمجھتی ہو؟ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔''

''واہ! میں کسی رشتے کے بغیر اسے اپنا گھر کیسے سمجھ لوں؟''

اس نے مسکرا کر کرونا کو دیکھا پھر کہا۔ ''رشتہ ہو سکتا ہے۔ میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں، تم مجھے چاہنے لگی ہو؟''

اس نے پوچھا۔ ''اور تم.....؟''

''میرے دل میں بھی تمہارے لیے چاہت ہے۔ ہم ایک دوسرے کے لائف پارٹنر بن کر بہت اچھی زندگی گزار سکتے ہیں لیکن.....''

''لیکن کیا.....؟''

''دو اہم شرائط پر تمہیں عمل کرنا ہو گا۔''

''کیسی شرائط.....؟''

''پہلی شرط تو یہ ہے کہ تم میری اور ٹونی جے کی طرح گوشہ گمنامی میں رہو گی۔ خیال خوانی نہیں کرو گی۔''

''یہ تو بڑی اچھی شرط ہے۔ میں بھی دنیا وی جھمیلوں سے دور رہنا چاہتی ہوں۔ جب کوئی ایسی مشکل آئے گی۔ جسے ٹالنے کے لیے خیال خوانی لازمی ہو گی تب میں ٹیلی پیتھی کا سہارا لوں گی۔ ورنہ تمہاری طرح زندگی گزاروں گی۔''

''پاپا نے تمہیں بیٹی بنایا ہے۔ وہ کسی بھی معاملے میں تمہیں اپنے کام کے لیے بلا سکتے ہیں۔''

''ہم شادی کا فیصلہ کرتے ہی پاپا سے رجوع کریں گے۔ میں ان سے کہوں گی کہ فرمان اور ٹونی جے کی طرح میں بھی خیال خوانی سے باز آ رہی ہوں۔ ضرورت کے وقت دیکھا جائے گا۔ اب تم اپنی دوسری شرط بتاؤ؟''

''تم پہلے پاپا کو یہ بتاؤ کہ ہم ایک دوسرے سے متاثر ہیں اور جیون ساتھی بننا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد ہی میں دوسری شرط بیان کروں گا۔''

اس وقت فرہاد زندگی کے آخری دن گزار رہا تھا۔ کرونا نے اس سے رابطہ کیا پھر اپنی اور فرمان کی شادی کا معاملہ پیش کیا۔ فرہاد نے کہا۔ ''شادی اپنے ہی مذہب میں بہتر ہوتی ہے۔ پیار اور جذبات میں بہہ کر غیر مذہب میں شادی کرنے کا انجام بعد میں بہت برا ہوتا ہے۔ میاں بیوی میں علیحدگی ہو جاتی ہے۔ بچے نہ ماں کے رہتے ہیں نہ باپ کے۔ تتر بتر ہو کر رہ جاتے ہیں۔

تم اور ٹونی جے یہودی ہو۔ تم دونوں کا رشتہ ہو سکتا ہے۔ اس طرح ایک اچھی لائف گزر سکتی ہے اگر فرمان تمہارے لیے ضروری ہے تو تمہیں اس کا مذہب اپنانا چاہیے۔''

ان دنوں ٹونی جے فرمان سے ملنے اس کی حویلی میں آیا ہوا تھا۔ اس نے بھی فرہاد کی باتیں سنی تھیں۔ اس نے کہا۔ ''کرونا! پاپا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ تم دونوں کو جذباتی انداز میں قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔''

فرمان نے کہا۔ ''میں جذباتی نہیں ہوں۔ میں نے کرونا کے سامنے کہا تھا کہ شادی کرنے کی دو شرائط ہیں۔ میں نے دوسری شرط بیان نہیں کی تھی۔ دراصل میں چاہتا تھا کہ کرونا پاپا کی زبان سے سن لے۔''

وہ بولی۔ ''تو تم بھی یہی چاہتے ہو کہ میں تم سے شادی کرنے کے لیے اسلام قبول کر لوں؟''

''بے شک، میں یہی چاہوں گا۔ اسی طرح ہماری زندگی اچھی گزر سکے گی۔''

وہ بولی۔ ''نان سنس، دنیا میں کتنے ہی ایسے ہیں جو دوسرے مذہب میں شادی کرتے ہیں اور کامیاب ازدواجی زندگی گزارتے ہیں۔''

''میں نے ایسے نوے فیصد شادی کرنے والوں کا برا انجام بھی دیکھا ہے۔''

وہ بولی۔ ''تم مسلمان اتنے انتہا پسند کیوں ہوتے ہو؟ کسی کو بھی اپنے مذہب کی طرف کھینچ لینا چاہتے ہو۔ اپنے ہی مذہب کی برتری قائم رکھنا چاہتے ہو۔ کیا تم میرا مذہب قبول نہیں کر سکتے؟''

''میں دیوانہ مجنوں نہیں ہوں کہ ایک عورت کی خاطر دین و دنیا کو چھوڑ کر کپڑے پھاڑ کر جنگل میں نکل جاؤں۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''تم دونوں مزید بحث نہ کرو۔ ورنہ ہمارے آپس کے تعلقات میں تلخیاں پیدا ہو جائیں گی۔ یہ طے ہے کہ کرونا اپنے مذہب سے اور تم اپنے مذہب سے پھر نہیں سکتے۔ لہٰذا تم ایک دوسرے کو قائل نہ کرو۔ اپنے اپنے مذہب کی طرف مائل نہ کرو۔''

فرمان نے کہا۔ ''سوری کرونا! تم میری مہمان ہو۔ میرے لیے محترم ہو۔ ہم ہمیشہ اچھے دوست بن کر رہیں گے۔''

''ٹھیک ہے، دوست بن کر تو رہ سکتی ہوں لیکن ہمیشہ مہمان بن کر نہیں رہ سکتی۔ سوچ رہی تھی، پیرس چلی جاؤں گی۔ وہاں کچھ وقت گزاروں گی۔''

پھر اس نے ٹونی جے سے کہا۔ ''تم تو آج کل پیرس میں ہو نا؟''

''ہاں، مگر.....''

''تم ہچکچاتے کیوں ہو؟ میں خوامخواہ تم پر بوجھ نہیں بنوں گی۔''

وہ جلدی سے بولا۔ ''ارے، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو کچھ اور کہنا چاہ رہا تھا۔''

''کیا کہنا چاہتے تھے.....؟''

''یہی کہ پیرس میں میری مستقل رہائش نہیں ہے۔ میں آئندہ فیصلہ کر کے یہاں سے جاؤں گا کہ کس ملک کے کس شہر میں رہنا چاہیے؟''

''یعنی تم یہاں سے سیدھے پیرس نہیں جاؤ گے؟''

''ضرور جاؤں گا۔ وہاں میرا بہت سا ضروری سامان پڑا ہے۔ تم وہاں جانا چاہتی ہو تو مجھے خوشی ہو گی۔ میں جب تک وہاں رہوں گا۔ تم میری مہمان بن کر رہ سکتی ہو۔''

وہ دوسرے ہی دن فرمان کو چھوڑ کر ٹونی جے کے ساتھ

پیرس چلی آئی۔ اس نے ٹونی جے سے پوچھا۔ ''کیا میری کوئی پرسنالٹی نہیں ہے؟''

''کیسی باتیں کررہی ہو؟ تم تو بے حد حسین اور پرکشش ہو۔ مقابلہ حسن میں بھی حصہ لے سکتی ہو پھر یہ کہ ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ ایک شاندار لائف گزار رہی ہو۔''

''تو پھر کوئی مجھے شادی کے لیے پرپوز کیوں نہیں کرتا؟''

''تم اس بات کی منتظر کیوں ہو کہ کوئی تمہیں پرپوز کرے؟ تم خیال خوانی کے ذریعے بے شمار خوبرو اور صحت مند جوانوں کے خیالات پڑھ سکتی ہو۔ جو تمہارے مزاج کے مطابق ہو اسے اپنی طرف مائل کرکے اس سے شادی کرسکتی ہو۔''

''تم کسی حسین لڑکی کے خیالات پڑھ کر شادی کیوں نہیں کرتے؟''

''کروں گا، ضرور کروں گا مگر خوب سوچ سمجھ کر.....''

کرونا نے اس کی بات سے اندازہ لگالیا کہ وہ اس کی طرف مائل نہیں ہے۔ بقول اس کے وہ حسین ہے' پرکشش ہے۔ اس کے باوجود وہ اس سے کترا رہا تھا۔ آخر اس میں ایسی بھی کیا خرابی ہے؟

یہ سوچ کر وہ جھنجلا گئی۔ اسے اپنی توہین کا احساس ہونے لگا۔ بہت عرصہ پہلے وہ پورس کی محبوبہ تھی لیکن اپنی خود غرضی اور مکاری کے باعث اس کی نظروں سے گر گئی تھی پھر روس میں ایک خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ وہاں سے ٹھوکریں کھاتی ہوئی انڈیا پہنچی تھی پھر ایشیا کے کئی ممالک میں بھٹکتی رہی تھی۔

بہت عرصے بعد قسمت مہربان ہوئی تو فرہاد نے اسے بیٹی بنالیا اور اس سے کام لینے لگا لیکن اسے اپنی اہمیت منوانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ اس کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی ایسا کام کرے کہ اس کی واہ واہ ہوجائے یا کوئی خوبرو قابل اور بہت ہی شہرت رکھنے والا مرد اس سے شادی کرکے اسے اہمیت دے دے لیکن وہ اس معاملے میں بدنصیب تھی۔ کتنے ہی مرد اسے منہ لگانے تو آتے تھے مگر دل لگانے نہیں آتے تھے۔

عورت بہت کچھ برداشت کرلیتی ہے لیکن یہ کبھی برداشت نہیں کرتی کہ اسے حسن و شباب کے معاملے میں کمتر سمجھا جائے۔ اس نے اُلجھ کر سوچا کہ کوئی اسے نہیں مانتا، نہ مانے۔ وہ جبراً خود کو منوائے گی۔

وہ پیرس میں ٹونی جے کے ساتھ تھی۔ اس نے کہا۔

''کرونا! یہ میرا ذاتی فلیٹ ہے۔ میں دو چار دن کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تم یہاں مستقل رہ سکتی ہو۔ جب بھی جانا چاہو تو اسے لاک کرکے چلی جانا۔''

وہ دو چار دن میں اسے چھوڑ کر جانے کی بات ایسے کہہ رہا تھا' جیسے اس حسینہ کے وجود کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ اس نے موقع پاکر اس کے کھانے کی ایک ڈش میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی۔ کوئی چیز ملتی نہ ہو تو چھین لینی پڑتی ہے۔ وہ یہی کررہی تھی۔

اس نے ٹونی جے کو ایسے وقت کمزور بنایا تھا۔ جب قاہرہ میں فرمان کے سونے کا وقت تھا تاکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے یا ٹیلی فون کے ذریعے اپنے دوست سے رابطہ نہ کرے۔

ٹونی جے نے کمزوری محسوس کرتے ہی گھبرا کر کرونا کو دیکھا پھر حیرانی سے پوچھا۔ ''کرونا! یہ..... یہ میں کمزوری کیوں محسوس کررہا ہوں؟ سچ بتاؤ تم نے کیا کیا ہے؟''

وہ مسکراتی ہوئی اس کے پاس آئی پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ ''تم دونوں دوست گنامی کی زندگی گزار رہے تھے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور رہنا چاہتے تھے۔ میں بھی تمہارے ساتھ یہی کرنا چاہتی تھی لیکن تم دونوں نے بڑے ہی دوستانہ انداز میں مجھے ٹھکرا دیا۔ اس نے مذہب کی آڑ لے کر ایسا کیا اور تم نے دو چار روز میں یہاں سے جانے کی بات کہہ کر یہ اچھی طرح سے سمجھا دیا کہ مجھ سے کترا رہے ہو۔ کیا میں اسی لیے پیدا ہوئی ہوں کہ تم جیسے لوگ میری قدر نہ کریں؟''

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈائننگ روم سے نکل کر بیڈروم میں آگیا۔ بیڈ کے سرے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔ میں تمہاری بہت عزت کرتا ہوں۔ یہ ضروری تو نہیں کہ عزت اور قدر کرنے کے لیے شادی کی جائے؟''

وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے وہاں چلی آئی تھی۔ اس نے کہا۔ ''کیا ضروری ہے اور کیا ضروری نہیں ہے۔ اب یہ میں خود دیکھ لوں گی۔ آئندہ تم مجھے ٹھکرا کر نہیں جاسکو گے بلکہ میری ٹھوکر میں رہو گے۔''

''اوہ گاڈ! تم ایک دشمن کی زبان سے بول رہی ہو۔ یہ کیوں بھول رہی ہو کہ فرہاد علی تیمور جیسی ہستی نے تمہیں عزت دی ہے۔ اپنی بیٹی بنایا ہے اگر انہیں یہ بات معلوم ہوگی تو کیا ہوگا؟''

''جب پاپا اس دنیا میں رہیں گے تب ہی انہیں معلوم ہوگا۔ اب تو وہ جارہے ہیں۔ اِدھر وہ ہمیشہ کے لیے جارہے

ہیں۔ اُدھر تم ہمیشہ کے لیے تابعدار بن کر رہو گے۔ میں تمہارے ذریعے فرمان کے دماغ پر بھی قبضہ جمانے کی کوشش کروں گی۔ دیکھوں گی کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کہاں کہاں پہنچ سکتی ہوں؟''

وہ اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ بے چارہ اس کی مرضی کے مطابق بیڈ پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ وہ بولی۔ ''آنکھیں بند کرو۔ میں تم سے گفتگو نہیں کررہی ہوں۔ ہم دونوں یہودی ہیں۔ میں ہمیشہ تمہیں اپنا لائف پارٹنر بنا کر رکھوں گی۔ ہم دونوں ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بہت دور تک آگے بڑھ سکتے ہیں۔ ایک تو ہم دو ہیں۔ اس کے بعد میں نے تمہیں اور فرمان کو ان تین کو مامی رہنے والوں اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر پہنچایا تھا۔ ان تینوں کے دماغوں کو ایک مخصوص آواز اور لب و لہجے کے ذریعے لاک کیا گیا ہے۔ وہ مخصوص آواز اور لب و لہجہ ہم دونوں جانتے ہیں۔ ان تینوں کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔ انہیں بھی ٹریپ کرکے اپنا تابعدار بنا سکتے ہیں۔ اس طرح ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک ٹیم بن جائے گی۔ پھر اس میں مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔''

پھر وہ خوش ہوکر بولی۔ ''پاپا نے مجھے فرمان کی تلاش میں اس کے پاس بھیجا تھا۔ وہاں سے میں تمہارے پاس پہنچ گئی۔ بے چارے پاپا اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ لیکن میرے لیے کامیابی کے دروازے کھول کر جارہے ہیں۔''

ٹونی جے بیڈ پر چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ کرونا نے اسے بڑے پیار سے شوہر بنانا چاہا تھا۔ لیکن سیدھی انگلی اسے گھی نہیں نکلا۔ اب وہ ٹیلی پیتھی کی ٹیڑھی انگلی سے نکال رہی تھی۔ اسے اپنا تابعدار بنا رہی تھی۔

☆☆☆

پورس اور کبریا فلاڈیلفیا پہنچ گئے تھے۔ ایک ہفتے بعد وہاں کے مشہور اریا میں ریسلنگ ورلڈ کے نامی گرامی پہلوان ایک دوسرے کے مقابلے پر آنے والے تھے۔ وہیں برین ماسٹر کا بیٹا جان رچ ہمیشہ کی طرح فاتح پہلوان کہلانے والا تھا۔

ان دونوں نے وہاں ایک بنگلا کرائے پر لیا تھا۔ پورس نے کہا۔ ''کبریا! ذرا معلوم تو کرو وہ فاتح پہلوان کہاں ہے؟ کیا کررہا ہے؟''

کبریا نے کہا۔ ''ہاں، اریا میں پہنچنے سے پہلے اسے دیکھنا چاہیے کہ وہ ہے کیا چیز.....؟''

اس نے بے باک سے رابطہ کیا۔ ''ہائے بے باک! میں کبریا بول رہا ہوں۔''

وہ خوش ہوکر بولا۔ ''ہاں بھائی بولو۔ میں تمہاری کیا خدمت کرسکتا ہوں؟''

''سب سے پہلے یہ کہ ہم سے گفتگو کرتے وقت خادموں کی طرح خدمت والی بات نہ کیا کرو۔ تم ہمارے بھائی ہو۔ ہم میں سے ہو اور ہمیشہ ہمارے اپنوں کی طرح رہا کرو گے۔''

''شکریہ بھائی! میں آئندہ کسی خادم کی طرح نہیں۔ ایک چھوٹے بھائی کی طرح گفتگو کیا کروں گا۔''

''ابھی تم کیا کررہے ہو؟''

''مما فرینکفرٹ پہنچنے والی ہیں۔ میں اب ان کے پاس جانے والا ہوں۔ وہ پاپا کے خلاف سازش کرنے والے ایک دشمن سے نمٹنے والی ہیں۔''

''ٹھیک ہے' تم مما کے پاس جاؤ۔ اس سے پہلے مجھے برین ماسٹر کے بیٹے جان رچ کے اندر پہنچا دو۔''

وہ دوسرے ہی لمحے میں اسے وہاں پہنچا کر چلا گیا۔ جان رچ اپنے ایک عالیشان بنگلے کے بیڈروم میں تھا۔ اس وقت وہ کمر اعشرت کدہ بنا ہوا تھا۔ شراب کے ساتھ ساتھ شباب کا نشہ اسے مدہوش کیے ہوئے تھا۔

ریکارڈ پلیئر سے موسیقی کی آواز ابھر رہی تھی۔ ایک حسینہ اس دھن پر رقص کررہی تھی اور اپنا ایک ایک لباس اتارتی جا رہی تھی۔ کہتی جارہی تھی۔ ''میں شعلہ ہوں۔ تمہیں اپنی جوانی سے جلا ڈالوں گی۔ میں بجلی ہوں۔ تم پر گروں گی تو پہلوان ہو کر بھی اٹھنا بھول جاؤ گے۔''

کبریا اس حسینہ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بولی۔ ''کتے کے بچے! تیرے باپ نے بھی کبھی پہلوانی کی ہے؟''

پھر وہ اپنے طور پر بولنے لگی۔ ''تم بہت خوبرو اور جوان ہو۔ دنیا کی تمام حسینائیں تم پر مرتی ہیں۔ میں بھی مرمٹی ہوں۔''

وہ گالی سنتے ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ غصے سے کہہ رہا تھا۔ ''تم نے مجھے کتے کا بچہ کہا...؟''

وہ رقص کرتے کرتے رک گئی پھر بولی۔ ''کیسی باتیں کررہے ہو؟ میں تمہاری تعریفیں کررہی ہوں اور تم اسے گالی سمجھ رہے ہو۔ کیا ہوگیا ہے تمہیں؟''

وہ پریشان ہوکر اپنا سر کھجاتے ہوئے بولا۔ ''ابھی ایسا لگا تھا' جیسے تم نے مجھے گالی دی ہے۔''

''مائی ڈیئر! ابھی تم نے پہلا ہی پیگ پیا ہے اور ابھی سے بہک گئے ہو؟''

وہ ہنسنے لگی۔ کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر پورس سے کہا۔ ''وہ ماسٹر کا بگڑا ہوا بچہ ہے۔ ایک حسینہ اس کے سامنے رقص کر رہی ہے۔ ابھی اس نے ایک پیگ پیا ہے۔ دوسرا پینے والا ہے۔''

پورس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''آؤ اس کے پاس چلتے ہیں۔''

وہ دونوں اس کے بنگلے کی طرف جانے لگے۔ کبریا نے پورس کو اس کا فون نمبر بتایا۔ وہ نمبر پنچ کر کے فون کو کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی جھنجھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ اس لیے جھنجھلا گیا تھا کہ عیش و عشرت کے لمحات میں کسی کی بھی مداخلت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ناگواری سے پوچھا۔ ''کون ہو تم؟''

پورس نے کہا۔ ''تمہارا باپ.....!''

وہ جلدی سے سنبھل کر بولا۔ ''اوہ ڈیڈی! آپ ہیں...؟ مگر اس وقت آپ نے فون کیوں کیا ہے؟''

''کیا فون کرنے کا کوئی وقت مقرر ہے؟ نالائق! اکھاڑے میں اترنے کے لیے صرف آٹھ دن رہ گئے ہیں۔ تم اس وقت کیا کر رہے ہو؟''

''میں، میں ویٹ لفٹنگ کر رہا ہوں۔ باڈی بنانے کے لیے.....''

''کیا شراب پی کر باڈی بنا رہے ہو؟ تمہارے منہ سے تو شراب کی بو آ رہی ہے۔''

وہ فوراً ہی منہ پر رومال رکھتے ہوئے بولا۔ ''نہیں تو، میں تو.....وہ۔''

پہلے تو وہ بوکھلا سا گیا تھا پھر عقل آئی کہ فون کے ذریعے باپ اس کے منہ کی بو کیسے سونگھ سکتا ہے؟ پھر یہ کہ وہ آواز اس کے ڈیڈی کی نہیں ہے۔ اس نے سی ایل آئی پر نمبر پڑھے۔ وہ اس کے ڈیڈ کا فون نمبر نہیں تھا۔

ادھر کبریا نے پورس کے اندر آ کر بتایا کہ وہ سی ایل آئی پر نمبر پڑھ چکا ہے۔

پورس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''تم ابھی اس حسینہ کو بولنے پر مجبور کرو۔ تاکہ وہ اپنے باپ سے پھر کوئی جھوٹ نہ بول سکے۔''

ادھر اس نے سی ایل آئی پر نمبر پڑھنے کے بعد غصے سے کہا۔ ''کون ہو تم؟ مجھے الو بنا رہے ہو۔ میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔ ورنہ تم سے نمٹ لیتا۔ آیندہ کبھی میرے نمبر پر فون نہ کرنا۔''

وہ فون بند کرنا چاہتا تھا لیکن کبریا کی مرضی کے مطابق ایسا نہ کر سکا۔ پورس نے کہا۔ ''الو کے پٹھے! اپنے باپ کو باپ ماننے سے انکار کر رہے ہو۔ کیا میں تمہاری ماں کو بلاؤں؟ وہی گواہی دے گی کہ میں تمہارا باپ ہوں۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''اے! تم کون ہو؟ کیوں مجھے فون پر پریشان کر رہے ہو؟''

پورس نے کہا۔ ''اصل بات یہ ہے کہ تمہارے باپ نے ایک جاسوس کی حیثیت سے میری خدمات حاصل کی ہیں۔ میں تمہارے پیچھے لگا رہتا ہوں اور تمہاری مصروفیات کے بارے میں معلوم کرتا رہتا ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس وقت ایک لڑکی تمہارے بیڈروم میں ہے۔ میں ایک ایک پل کی رپورٹ تمہارے باپ تک پہنچاتا رہتا ہوں۔''

وہ گڑبڑا کر بولا۔ ''نہیں، نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے بیڈروم میں اس وقت کوئی نہیں ہے۔ میں، میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''مجھ سے مل کر کیا کرو گے؟ میں تو تمہارے باپ سے اپنی خدمت کا معاوضہ وصول کر رہا ہوں۔''

''میرے ڈیڈی تمہیں جتنا دیتے ہیں۔ میں اس سے زیادہ تمہیں دوں گا مگر تم میری کوئی رپورٹ ان کے پاس نہیں پہنچاؤ گے۔''

''انہوں نے مجھے دس دن کے لیے ہائیر کیا ہے اور پچاس ہزار دیے ہیں۔ تم کتنا دے سکو گے؟''

''میں پچیس ڈالر زیادہ دوں گا۔ میرے حکم کے مطابق کام کرو گے تو اور بھی دوں گا۔''

''ٹھیک ہے، میں ابھی آ رہا ہوں لیکن اپنی آنکھوں سے کسی بے حیا لڑکی کو تمہارے کمرے میں نہیں دیکھنا چاہتا۔''

ایسے ہی وقت کبریا نے اس لڑکی کو بولنے پر مجبور کیا۔ اس نے دور ہی سے پوچھا۔ ''ہائے ڈارلنگ! اتنی دیر سے کس سے بات کر رہے ہو؟''

پورس نے پوچھا۔ ''یہ لڑکی کی آواز ہے نا؟''

وہ جلدی سے بولا۔ ''کسی کی نہیں۔ میرا ٹی وی آن ہے۔ اس میں سے آواز آ رہی ہے۔ میں نے ریموٹ سے اسے بند کر دیا ہے۔''

''ٹھیک ہے، میں ابھی آدھے گھنٹے میں پہنچ رہا ہوں۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ دوسری طرف وہ بھی فون بند کرتے ہوئے اس حسینہ سے بولا۔ ''جلدی جلدی کپڑے پہنو اور میرے اوپر والے بیڈروم میں جا کر چھپ جاؤ۔ یہاں

میرے ڈیڈ کا جاسوس آنے والا ہے۔ وہ تمہیں دیکھ کر اپنا ریٹ اور بڑھا دے گا۔ مجھ سے زیادہ رقم وصول کرے گا۔''

وہ اپنے کپڑے اٹھا کر اوپر والے بیڈروم کی طرف چلی گئی۔ پورس اور کبریا آدھے گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ گئے۔ اس نے ان دونوں سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ یہاں دیکھ سکتے ہیں۔ کوئی لڑکی نہیں ہے۔ البتہ منہ سے بو آ رہی ہے۔ میں مجبور ہو کر کبھی کبھی پی لیتا ہوں۔''

پورس نے اس کے منہ پر ایک گھونسا جڑتے ہوئے کہا۔ ''کیوں پیتا ہے؟ جب تیرے باپ نے منع کیا ہے تو کیوں پیتا ہے؟''

وہ ایک دم سے گھبرا گیا۔ اس نے پلٹ کر حملہ کیا تو ناکام رہا۔ جواباً پھر اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا۔ وہ پیچھے کی طرف گیا تو سینے پر ایک فلائنگ کِک پڑی۔ وہ ایک سینٹر ٹیبل پر آ کر گرا پڑا۔ اس کے بوجھ سے وہ ٹیبل ٹوٹ گئی۔

کبریا نے کہا۔ ''ریسلنگ میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ پہلوان لڑتے لڑتے رِنگ سے باہر آ جاتے ہیں اور کسی نہ کسی کو اٹھا کر میز پر پٹخ دیتے ہیں تو وہ میز ٹوٹ جاتی ہے۔''

وہ اپنی کمر پکڑے تکلیف سے کراہ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''تم میرے ڈیڈ کے جاسوس نہیں ہو۔ جھوٹ بولتے ہو۔ میرے مخالف ریسلروں کی یونین سے آئے ہو۔ مجھے مقابلے سے پہلے ناکارہ بنا دینا چاہتے ہو۔''

پورس نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ ''تم تو خود ہی اپنے آپ کو ناکارہ بنا رہے ہو۔ تمہارے ڈیڈ نے کہا ہے اگر تم سیدھی طرح باز نہ آؤ تو تمہاری پٹائی کی جائے اور تمہیں صحیح راستے پر لا کر مقابلے کے قابل بنایا جائے۔''

وہ وہاں سے اٹھتے ہوئے بولا۔ ''ٹھیک ہے، میں اب کبھی شراب نہیں پیوں گا۔ کسی لڑکی کے پاس نہیں جاؤں گا۔ آج سے ہی ورزش کروں گا۔ مقابلے کے لیے پوری طرح تیار ہو جاؤں گا۔''

''تو کیا مقابلہ کرے گا؟ تو ایک بھی جوابی حملہ نہیں کر رہا ہے۔ کیا پہلوان ایسے ہوتے ہیں؟''

وہ ذرا تپ کر بولا۔ ''تم میرے ڈیڈ کے جاسوس ہو۔ اس لیے عزت کر رہا ہوں۔ ورنہ ابھی تمہاری ہڈی پسلی توڑ کر رکھ دیتا۔''

پورس نے کہا۔ ''زیادہ نہیں، میری صرف ایک ہڈی توڑ دو یا میرے پاس آ کر مجھے چھو لو پھر میں مانوں گا کہ تم ایک پہلوان ہو۔''

پورس کی بات ختم ہوتے ہی اس نے چھلانگ لگائی پورس ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ چھلانگ لگا کر کبریا کے سامنے پہنچا۔ اس نے کہا۔ ''گدھے کے بچے! میرے پاس کیوں آ رہا ہے؟

یہ کہتے ہی کبریا نے اس کے منہ پر اپنے سر سے ایک ٹکر ماری تو اس کی ناک سے خون کی دھار بہنے لگی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے کی طرف گیا پھر چکرا کر زمین پر بیٹھ گیا۔

پورس نے ناک پر اسی جگہ ایک ٹھوکر ماری تو آنکھوں کے سامنے ستارے ناچنے لگے پھر تاریکی چھا گئی۔ وہ چکرا کر زمین پر گر گیا۔

پورس نے اس کی الماری کھولی۔ کبریا اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا کہ وہاں پانچ لاکھ روپے کیش رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے کیش نکالتے ہوئے کہا۔ ''اس کے باپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں دو چور آئے تھے۔''

پھر وہ دونوں کیش سمیٹ کر وہاں سے چلے آئے۔ میں فرینکفرٹ پہنچی ہوئی تھی۔ بے باک نے کہا۔ ''پاپا کے خلاف سازش کرنے والا یہ شخص یہاں کی حکومت میں فارن افیئرز سے تعلق رکھتا ہے۔ فارن منسٹر لمبی چھٹی پر گیا ہے۔ اس لیے یہ اس کی جگہ کام کر رہا ہے۔ لہٰذا اسے فارن منسٹر ہی کہا جائے گا۔''

میں نے پوچھا۔ ''ابھی یہ کہاں ہے؟''

''اپنے بنگلے میں ہے۔ بیوی بچوں سے رخصت ہو کر ایک اہم اجلاس میں شریک ہونے جا رہا ہے۔''

''اس کے دل میں ایک ذرا سی دہشت پیدا کرو اور اسے اجلاس میں جانے دو پھر وہاں سے بھٹکا کر اسے ایسی جگہ پہنچا دو جہاں ہمارے درمیان کوئی تیسرا مداخلت کے لیے نہ آئے۔''

بے باک نے اپنے موبائل میں وہی سم لگائی جس کے ذریعے وہ فرہاد کی آتما بن کر انہیں دہشت زدہ کیا کرتا تھا۔ اس وقت وہ فارن منسٹر اپنے گھر میں بیٹھا بیوی سے پیار بھری باتیں کر رہا تھا اور بچوں کو باری باری چوم رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اس کے فون کا بزر بولنے لگا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر کہا۔ ''ہیلو کون.....؟''

ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''پوچھتے کیا ہو؟ پہلے فون پر میرا نمبر پڑھو۔''

اس نے فون کو کان سے ہٹا کر نمبر پڑھے تو ایک دم سے گھبرا گیا۔ یہ سوچتے ہی سر گھومنے لگا کہ فرہاد کی آتما نے اسی

نمبر پر پہلی بار دھمکی دی تھی کہ وہ ایک نئے جسم میں آرہا ہے۔

اور وہ آگیا تھا۔ پچھلی بار اس نے سوئٹزرلینڈ میں ایک چالباز اور ایک فوڈ سنٹر کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور ان کی موت کو بہت ہی عبرت ناک بنا دیا تھا۔

ان دونوں کی ہلاکت کے بعد جو باقی بچے تھے۔ ان سب کے لیے عبرت حاصل کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ اس فارن منسٹر کی اتنی جرأت نہیں ہو رہی تھی کہ اب اس فون کو دوبارہ کان سے لگا کر کچھ سنتا۔

اس کی بیوی نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟ تم کچھ پریشان ہو گئے ہو؟''

وہ جلدی سے بات بناتے ہوئے بولا۔ ''نہیں، ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ایک ایمرجنسی ہے۔ مجھے فوراً ہی جانا ہوگا۔''

اس کی بیوی نے اس کے ہاتھ سے فون چھین کر کان سے لگایا پھر پوچھا۔ ''ہیلو، تم کون ہو؟''

بے باک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''اپنے شوہر سے کہو' آخری بار تمہیں اور اپنے بچوں کو پیار کر لے۔ اس کے بعد وہ پیار کرنے اور پیار کیے جانے کے قابل نہیں رہے گا۔''

وہ سہم کر بولی۔ ''تم ہو کون؟''

اس کے شوہر نے اس کے ہاتھ سے فون چھین کر کہا۔ ''یہ وہی..... وہی فرہاد کی آتما ہے... تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں ابھی اجلاس میں جا رہا ہوں۔ مجھے ایسی سیکیورٹی دی جائے گی کہ میرے قریب پرندہ بھی پر نہیں مار سکے گا۔''

پھر وہ فون کو کان سے لگا کر چیختے ہوئے بولا۔ ''سن رہے ہو تم۔ تم دھوکے سے دو وارادات کر گئے۔ اس بار میرے سامنے آؤ گے تو گویا موت کے سامنے آؤ گے۔ ایک بار مر کر زندہ ہو گئے۔ دوسری بار زندگی نہیں ملے گی۔ سیدھے جہنم میں جاؤ گے۔''

وہ فون بند کر کے بڑبڑاتا ہوا باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ اس کے آگے پیچھے مسلح گارڈز کی دو گاڑیاں تھیں۔ وہ فون کے ذریعے تمام اکابرین کو بتا رہا تھا کہ کچھ دیر پہلے اس نے فرہاد کا فون ریسیو کیا ہے۔ وہ ابھی یا کسی بھی وقت اس کی موت بن کر اس کے سامنے آنے والا ہے۔

وہ بڑے یقین سے کہہ رہا تھا۔ ''میں نے پہلے سے ہی سارے انتظامات کر رکھے ہیں۔ میرا پرسنل سیکیورٹی ہر وقت میرے ساتھ رہے گا۔ جیسے ہی وہ خیال خوانی کے ذریعے آئے گا تو میرا سیکیورٹی انجکشن کے ذریعے مجھے بے ہوش کر دے گا پھر یہاں کے تجربہ کار اور ماہر ڈاکٹرز مجھے سنبھال لیں گے۔ مجھے اس طرح نگرانی میں رکھیں گے کہ میری بے ہوشی طویل ہونے کے باوجود میرے لیے نقصان دہ نہیں ہوگی۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ''اگر وہ تمہارے سیکریٹری کے دماغ میں بھی قبضہ جما لے گا تب کیا ہوگا؟''

''میرا سیکریٹری یوگا کا ماہر ہے۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر اپنے لیے حفاظتی انتظامات کیے ہیں۔ تم لوگوں کو بھی یہی کرنا چاہیے۔ اب اپنی اپنی فکر کرو۔''

اس نے اجلاس میں پہنچ کر سب کو بتایا کہ فرہاد اگر اس کے روبرو نہ آسکا تو دماغ میں ضرور آئے گا۔

وہاں ایک دوسرا عہدے دار بھی فرہاد کے خلاف سازش میں شریک تھا۔ یہ سن کر اس کے بھی ہوش اڑ گئے تھے۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ وہ تمہارے بعد میری طرف بھی آئے گا؟''

فارن منسٹر نے کہا۔ ''میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ وہ میرے بعد کس کے پاس جائے گا؟ میں نے تو فون کے ذریعے سب ہی کو اطلاع دے دی ہے کہ آپ لوگ بھی اپنے اپنے طور پر آخری حد تک محتاط رہیں۔''

وہ سب سے بول رہا تھا مگر اندر سے بہت گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں ذہنی طور سے بہت اپ سیٹ ہوں۔ یہاں زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکوں گا اس لیے معذرت چاہتا ہوں۔''

وہ وہاں سے نکل کر اپنی کار میں بیٹھ کر بیوی بچوں کے پاس آگیا۔ بنگلے کے چاروں طرف مسلح افراد کا پہرا تھا۔ گھر کے اندر بھی مسلح گارڈز موجود تھے۔ اس کی بیوی اور بچے اس کے لیے پریشان ہو رہے تھے۔ وہ سب کو تسلی دے رہا تھا پھر ان سے بولا۔ ''میں ذہنی طور پر بہت تھکا ہوا ہوں۔ اپنے کمرے میں جا کر آرام کروں گا۔''

وہ اپنے سیکریٹری کے ساتھ بیڈ روم میں آگیا۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا گیا۔ میں اس بیڈ روم کے باتھ روم میں پہلے سے موجود تھی۔

ہوا یہ تھا کہ بے باک نے اس کی بیوی کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس نے اس کی مرضی کے مطابق بنگلے کے پیچھے کھڑے ہوئے دو مسلح گارڈز کو اندر بلا کر انہیں باتوں میں لگایا تھا۔ ان سے کہہ رہی تھی کہ وہ خوفزدہ ہے۔ وہ دونوں تھوڑی دیر تک اس کے آس پاس رہیں۔

میں اتنی دیر میں بنگلے کے پچھلے حصے سے داخل ہو کر اس فارن منسٹر کے بیڈ روم میں پہنچ گئی تھی۔ جب وہ وہاں آیا

تو میں باتھ روم میں چلی آئی۔

بے باک نے مجھ سے کہا۔ ''اس کے سیکریٹری نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا ہے۔ اب میں اس کے اندر رہوں گا۔ اسے چیخنے چلانے کا موقع نہیں دوں گا۔ آپ پہلے اس کے سیکریٹری سے نمٹ لیں۔''

وہ سیکریٹری یوگا کا ماہر تھا۔ بے باک اس کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس سے پہلے اسے زخمی کرنا ضروری تھا لہٰذا میں نے باتھ روم کا دروازہ کھول کر کمرے میں آتے ہی اس کی گردن پر کراٹے کا ایک ہاتھ رسید کیا۔ وہ سامنے والی دیوار سے ٹکرا کر پیچھے آیا تو میں نے گھوم کر ایک اور کک ماری۔ اتنی ہی پٹائی کافی تھی۔ اب وہ سانس روکنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

میں نے بے باک سے کہا۔ ''اس کے اندر چلے آؤ۔''

اس نے سیکریٹری کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اسے ایک طرف لے جا کر کرسی پر بٹھا دیا۔ وہ ایک تماشائی کی طرح وہاں چپ چاپ بیٹھ گیا۔

فارن منسٹر کے دماغ کو ڈھیل مل گئی تھی۔ وہ چلانا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میرا ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا پھر دوسرا گھونسا ناک پر پڑتے ہی وہ چکرا کر زمین پر بیٹھ گیا۔ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

میں نے کہا۔ ''جب بھی چیخنا چاہو گے تو تمہاری پٹائی ہو گی۔ مجھ سے دھیمی آواز میں بولو۔ کیا تم سمجھ رہے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

وہ بری طرح سہما ہوا تھا۔ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ''مجھے فون پر دھمکی ملی تھی مگر.....''

میں نے کہا۔ ''ہاں، آگے بولو۔''

''فرہاد کی آتما مجھ سے انتقام لینا چاہتی ہے لیکن تم فرہاد تو نہیں ہو؟''

''میں فرہاد کیسے ہو سکتی ہوں....؟ میں تو اس کی آتما ہوں اس لیے بول رہی ہوں۔ وہ بھی بولتا اگر کسی مرد کے جسم میں آتا۔''

وہ اثبات..... میں سر ہلا کر بولا۔ ''میں سمجھ گیا..... ہاں، میں سمجھ گیا۔''

''اتنے ہی سمجھدار ہو تو فرہاد کی لاش کے چیتھڑے کیوں اڑائے تھے؟ وہ تو مر چکا تھا۔ اپنی موت کے بعد تمہیں کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں تھا پھر تم نے اس کی لاش کو نقصان کیوں پہنچایا؟''

وہ دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔ ''مجھ سے بہت بڑی بھول ہوئی۔ مجھے معاف کر دو۔ آیندہ کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گا۔''

''کیا تمہارے آیندہ غلطی نہ کرنے سے فرہاد کا جسم اور دماغ واپس آجائے گا؟''

''نہیں، واپس تو نہیں آئے گا۔ مگر فار گاڈ سیک۔ مجھے معاف کر دو۔''

''کس لیے معاف کر دوں؟ کسی زندہ شخص کو قتل کیا جائے تو اسے معاف نہیں کیا جاتا۔ پھانسی پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ لیکن تم نے تو ایک مردے کے ساتھ دہشت گردی کی ہے۔ اسے بم سے اڑا دیا ہے۔ تمہارا انجام بھی کچھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔''

وہ نہیں نہیں کہہ کر چلانا چاہتا تھا۔ میں نے پھر اس کی پٹائی شروع کر دی اور بے باک سے کہا۔ ''اب اس کے پاس آکر اسے غائب دماغ بناؤ۔''

وہ فارن منسٹر کے اندر پہنچ گیا۔ میں نے سیکریٹری کے پاس آکر اس کے منہ میں ایک کپڑا ٹھونسا اور اوپر سے ایک پٹی باندھ دی پھر ہاتھوں کو بھی پیچھے لے جا کر باندھ دیا۔

بے باک میری ہدایت کے مطابق اسے غائب دماغ بنا چکا تھا۔ اس فارن منسٹر نے بے باک کی مرضی کے مطابق ایک چاقو لیا۔ پھر اسے اپنے بائیں بازو میں پیوست کیا اور اسے دور تک چیرتا چلا گیا۔ اس بازو سے لہو اُبلنے لگا۔

وہ وہاں سے چلتا ہوا دیوار کے پاس آیا پھر اپنے لہو میں ایک انگلی ڈبو کر دیوار پر لکھنے لگا۔

I AM LOOKING FOR MY BODY AND MY BRAIN....

(میں ڈھونڈ رہا ہوں اپنے جسم کو، اپنے دماغ کو.....)

بے باک نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ زخمی بازو کی تکلیف سے کراہنے لگا۔ میں نے کہا۔ ''اپنی تکلیف بھول جاؤ گے۔ ذرا دیوار کی طرف دیکھو۔''

وہ دیوار پر لکھی ہوئی تحریر پڑھتے ہی ایک دم سے گھبرا گیا۔ خوف سے چیخنا چاہتا تھا لیکن بے باک نے گیلی پیٹھی کے ذریعے اسے فوراً ہی بے بس کر دیا۔ میں نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر اس دیوار سے ٹکرایا۔ ایسے ہی وقت بے باک نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ایک دم سے اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ حلق پھاڑ کر چلانا چاہتا تھا لیکن بے باک اسے منہ کھولنے کا موقع ہی نہیں دے رہا تھا۔

میں نے اس سے کہا۔ ''اب میں یہاں سے جاؤں

گی۔ باقی کام تم کرو۔''

اس نے فارن منسٹر کی وائف کے اندر پہنچ کر دیکھا تو وہ اور اس کے بچے موجودہ حالات سے سہمے ہوئے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے' ان کے سر پرست پر کیا گزر رہی ہے؟ بس اتنا معلوم تھا کہ برا وقت آ گیا ہے۔

اس کی وائف نے بے باک کی مرضی کے مطابق پھر ان دو گارڈز کو اپنے پاس بلا لیا جو بنگلے کے پیچھے پہرا دے رہے تھے۔ وہ دونوں مسلح گارڈز اس کے پاس آئے تو میں فارن منسٹر کے بیڈ روم سے نکل کر بنگلے کے پچھلے حصے سے باہر آ گئی۔ کچھ فاصلے پر میری کار کھڑی تھی۔ میں اس میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگی۔

زلزلے کے ایک ہی جھٹکے کے بعد وہ منسٹر اٹھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک یونہی پڑا رہا پھر بے باک نے اسے اٹھنے پر مجبور کیا۔ وہ فرش پر گھسٹتا ہوا اپنے سیکریٹری کے پاس آیا اور اس کے ہاتھوں کی رسی کھولنے لگا۔ اس کارروائی سے فارغ ہو کر سیکریٹری نے اپنے منہ پر بندھا ہوا کپڑا کھولا پھر اندر ٹھونسے ہوئے دوسرے کپڑے کو نکال کر کہا۔

''سر! وہ بلا یہاں سے جا چکی ہے۔ میں ابھی فون پر مسلح گارڈز سے کہتا ہوں۔ وہ زیادہ دور نہیں گئی ہوگی۔ اسے پکڑا جا سکتا ہے۔''

وہ فون کے پاس جانا چاہتا تھا۔ بے باک نے اسے الماری کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے اسے کھول کر اس کی دراز میں سے ایک ریوالور نکالا۔ فارن منسٹر نے پوچھا۔ ''یہ کیا کر رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''ہم غلط سمجھ رہے ہیں۔ وہ بلا تو پتا نہیں کہاں چلی گئی ہے؟ مگر موت یہاں آ گئی ہے۔ چلو۔ فون نکالو اور دوسرے اکابرین سے رابطہ کرو۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''تم میرے سیکریٹری ہو۔ ایسی باتیں نہ کرو۔''

اس نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ ''کیا بھول گئے کہ تم حکم عدولی کرتے تھے تو وہ بلا تمہاری پٹائی کرتی تھی؟ اب بھی تمہارے ساتھ یہی کیا جائے گا۔ لہٰذا جو کہا جا رہا ہے وہ کرو۔''

وہ فرش پر چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا فون کے پاس آیا پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ملانے لگا۔ رابطہ ہونے پر بولا۔ ''سامان سو برس کا ہے۔ پل کی خبر نہیں۔ میں نے ایک لمبی عمر جینے کے لیے کتنے ہی حفاظتی انتظامات کیے۔ مگر موت آ گئی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جا رہی ہے۔ اس کی آواز سنو۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی سیکریٹری نے ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ اس پر دو گولیاں چلا دیں۔ ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ زندگی سے چھوٹ کر موت کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

گولیاں چلنے کی آواز اس فون کے ذریعے دوسری طرف سنی گئی تھی اور بنگلے کے اندر باہر بھی سنی گئی تھی۔ مسلح گارڈز فوراً ہی دوڑتے ہوئے بنگلے کے اندر آ گئے تھے۔ منسٹر کی بیوی چیختی ہوئی ان گارڈز کے ساتھ اس کمرے کے دروازے پر آئی۔ وہ دروازہ اندر سے لاک تھا۔

اس کمرے کے اندر کیا ہوتا رہا تھا؟ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس وقت اس سیکرٹری کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا تھا۔ اس کے اندر زلزلے پیدا کیے جا رہے تھے۔ بے باک اسے چیخنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ زلزلے کے دو جھٹکوں کے بعد ہی اس کا دم نکل گیا۔

سیکیورٹی افسر نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا۔ ''سر! ہم نے گولی چلنے کی آواز سنی ہے۔ پلیز دروازہ کھولیں۔''

اندر گہری خاموشی تھی۔ بار بار دستک دینے اور دروازہ پیٹنے کے باوجود کوئی جواب نہ ملا تو دروازے کو توڑ دیا گیا۔ وہاں دو لاشوں کو دیکھتے ہی بات سمجھ میں آ گئی کہ فرہاد کی آتما اپنا کام کر کے جا چکی ہے۔

یہ دہشت زدہ کرنے والی خبر بندوق کی گولی کی طرح فرانس' جرمنی' یو کے اور امریکی اکابرین تک پہنچ گئی۔ سب کو بتایا جا رہا تھا کہ اس بنگلے کے اندر اور باہر بہت سخت پہرا تھا۔ اس کے باوجود وہ منسٹر مارا گیا ہے۔ اس نے فرہاد کا راستہ روکنے کے لیے اپنے سیکریٹری کو قریب رکھا تھا تاکہ وہ ایسے وقت اسے انجکشن لگا کر بے ہوش کر سکے لیکن شاید اسے اس کا موقع نہ مل سکا۔ وہ بھی فارن منسٹر کے ساتھ مارا گیا۔

فرہاد کی لاش کے ٹکڑے کرنے والوں میں آٹھ رہ گئے تھے۔ مگر ان آٹھ میں سے کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ اب بھی نو کی تعداد ہے۔ وہ نو نمبر والا برین ماسٹر ہے۔ ان سب کے دماغوں میں یہ بات پورے یقین کے ساتھ چیخ رہی تھی کہ فرہاد موت کی طرح اٹل ہو گیا ہے۔ جب کہتا ہے کہ آ رہا ہے تو پھر ضرور آتا ہے۔

انہیں یہ خاص طور پر بتایا گیا تھا کہ اس تیسرے کی موت بھی اس سے پہلے مرنے والوں کی طرح ہوئی تھی۔ یعنی اس نے بھی مرنے سے پہلے دیوار پر لکھ دیا تھا کہ فرہاد اپنا جسم اور اپنا دماغ ڈھونڈ رہا ہے۔

باقی نو سازش کرنے والے جو رہ گئے تھے۔ ان کا سکون یہ سوچ سوچ کر برباد ہو رہا تھا کہ حفاظتی تدابیر بھی کام نہیں آ رہی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ ''اب تک تو یہی بات سمجھ میں آئی ہے کہ ہم میں سے جو یوگا کا ماہر ہوگا' شاید وہی فرہاد سے بچ سکے گا۔''

دوسرے نے کہا۔ ''ہم آٹھ رہ گئے ہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی یوگا کا ماہر نہیں ہے۔''

ماسٹر ان کی باتیں سن رہا تھا اور یہ سوچ کر مطمئن ہو رہا تھا کہ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ فرہاد اس کے اندر آ کر اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ جب بھی آئے گا۔ وہ اپنی ذہانت، طاقت اور بھرپور صلاحیت سے اسے پسپا کر دے گا مگر ایک پریشان کن سوال یہ تھا کہ وہ کب آئے گا؟

جب یہ یقین ہو کہ موت آئے گی اور اسے اپنی تدابیر' طاقت اور صلاحیتوں سے ٹالا جا سکتا ہے تو ایسے وقت یہی سوال پریشان کرتا ہے اور نیند اُڑا دیتا ہے کہ وہ آنے والی موت کب آئے گی؟ کچھ تو معلوم ہونا چاہیے' وہ کس چور دروازے سے آنے والی ہے؟ اور یہی معلوم نہیں ہوتا۔

ماسٹر نے سوچا۔ ''کم از کم اتنا ہی ہو جائے کہ فرہاد کی آتما جس دشمن کو چیلنج کرتی ہے۔ اس کے پاس آنے والی ہوتی ہے۔ اس کی خبر مجھے ہو جایا کرے۔ تاکہ میں پہلے سے ہی اس مرنے والے کے اندر پہنچ جاؤں اور یہ دیکھوں کہ فرہاد کسی نئے جسم میں آ کر کس طرح اپنا چیلنج پورا کرتا ہے؟''

اس نے اب تک تمام اکابرین سے یہ بات چھپا رکھی تھی کہ فرہاد کی لاش کو نابود کرنے کی سازش میں وہ در پردہ شریک رہا تھا۔ اس نے ہی ٹیلی فون کے ذریعے ان تمام اکابرین کے دماغوں میں یہ بات ٹھونس دی تھی کہ ایک آتما شکتی جاننے والا فرہاد کی آتما کو اپنے قابو میں کر چکا ہے اور اب وہ آتما کسی نئے جسم میں داخل ہونے والی ہے۔

اس نے جو کہا تھا وہی سامنے آ رہا تھا لیکن فرہاد کسی نئے جسم میں آ کر یہ سب کچھ کیسے کر رہا ہے؟ یہ معلوم کرنا ضروری تھا اور یہ معلوم کرنے کے لیے ان اکابرین سے رابطہ کرنا بھی لازمی ہو گیا تھا۔ اس نے پہلے کبھی خود کو برین ماسٹر کی حیثیت سے ظاہر نہیں کیا تھا لیکن اب مجبور ہو گیا تھا۔

وہ ان کے اندر آ کر انہیں مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ ''فرہاد نے اپنی زندگی میں درست کہا تھا کہ ایک خفیہ تنظیم کا سربراہ برین ماسٹر کہلاتا ہے اور وہ میں ہوں۔''

کوئی آسانی سے ماننے والا نہیں تھا کہ ایک برین ماسٹر جو ہمیشہ گمنام اور پُراسرار بن کر رہتا تھا۔ وہ اس وقت انہیں مخاطب کر رہا ہے۔ اس نے کہا۔ ''کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ میں ہی برین ماسٹر ہوں۔ تم نے فرہاد کی لاش کو شناخت کرنے کے لیے جو کمیٹی بنائی تھی۔ میں نے ہی اس کمیٹی کے اراکین کو فون کے ذریعے بتایا تھا کہ فرہاد کی آتما ایک آتما شکتی جاننے والے تانترک مہاراج کے قبضے میں آ گئی ہے اور آئندہ دوسرا جسم حاصل کرنے والی ہے۔ یہ حقیقت میرے سوا کسی اور کو معلوم نہیں تھی۔''

یہ بات سن کر وہ قائل ہونے لگے۔ کیونکہ ایک گمنام شخص نے ہی فون کے ذریعے انہیں آتما شکتی جاننے والے کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا اور جو کچھ بتایا تھا وہ اب ان کے سامنے آ رہا تھا۔

ماسٹر نے کہا۔ ''جب میری بات کا یقین ہو رہا ہے تو یہ بھی مان لو کہ اس کا شکار تم صرف نہیں تو ہیں اور وہ نواں میں ہوں۔''

''پھر تو تم نے بھی حفاظتی انتظامات کیے ہوں گے؟''

''ہاں، تم لوگوں کے مقابلے میں میرے پاس ایک سہولت یہ ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ وہ میرے اندر آ کر مجھے ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ مجھ تک پہنچنے کے لیے اسے میرے روبرو آنا ہوگا اور میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ میرے مقابل آنا اسے بہت مہنگا پڑے گا۔''

ایک نے کہا۔ ''پھر تو ہم دعا کریں گے کہ وہ پہلے تمہارے پاس آئے تاکہ تم اس کا کام تمام کر سکو اور ہمیں اس سے نجات دلا سکو۔''

''میں تو خود چاہتا ہوں کہ وہ پہلے میرے پاس آئے خواہ مخواہ اس کے انتظار میں بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ سکون الگ برباد ہو رہا ہے۔''

ایک نے کہا۔ ''کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ ہم میں سے کسی کی موت بن کر آنا چاہے تو ایسے وقت تم اس کے اندر پہنچ جاؤ اور اس کی حفاظت کرنے کی کوشش کرو؟''

''ہاں، میں تم سب کے اندر آ سکتا ہوں لیکن میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ چوبیس گھنٹے تم لوگوں کی نگرانی کرتا رہوں۔ مجھے اطلاع دی جائے گی کہ آئندہ کس کی باری ہے تو میں فوراً ہی اس کے اندر آ کر اس کی حفاظت کروں گا۔''

ماسٹر نے سوچا تھا کہ ان آٹھ افراد میں سے دو امریکی ہیں۔ جن کی حفاظت ان کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کریں گے۔ تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کیا جائے گا۔ تاکہ فرہاد کسی بھی صورت ان کے اندر نہ پہنچ سکے لیکن برین ماسٹر کے پاس ہر ایک پر عمل کرنے کا وقت نہیں

تھا۔ اس نے یہ ارادہ بدل دیا تھا۔

ارادہ اس لیے بدل دیا تھا کہ اگر وہ ان کے دماغوں کو لاک کر دیتا اور فرہاد نہ آتا تو وہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ فرہاد کے واردات کرنے کا کیا طریقہ کار ہے؟

ماسٹر کے لیے آسانی یہی تھی کہ ان سب کے دماغ کے دروازے کھلے رہیں اور فرہاد آسانی سے ان کے اندر آتا رہے۔ اس کی موت کے بعد اسے دیکھنے اور سمجھنے کا یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔

وہ ان سب سے باتیں کرنے کے بعد دماغی طور پر حاضر ہوا تو اس کے موبائل فون نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے نمبر پڑھے۔ پتا چلا' اس کا بیٹا اسے کال کر رہا ہے۔

ایسے وقت ماسٹر فوراً ہی اس سے بات نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرتا تھا کہ وہ فون پر کیا کہنا چاہتا ہے؟ اس کے اندر اصل بات کیا چھپی ہے؟

اس نے فون پر آواز بنا کر کہا۔ ''آپ کے مطلوبہ نمبر سے اس وقت جواب موصول نہیں ہو رہا ہے۔ برائے مہربانی کچھ دیر بعد دوبارہ ڈائل کریں۔''

اس نے بیٹے کے دماغ میں پہنچ کر یقین دلایا کہ واقعی دوسری طرف فون بند ہے۔ اس نے جھنجھلا کر فون کو ایک طرف پھینک دیا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ تھوڑی دیر پہلے اس پر کیا گزر چکی ہے؟

پہلے تو ماسٹر کو یہ معلوم ہوا کہ بیٹا عیش و ترنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایک لڑکی کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا تھا۔ ایسے وقت کسی نے فون پر اسے کہا کہ وہ ایک جاسوس ہے۔ اس کے باپ نے اسے ہائیر کیا ہے۔ تاکہ وہ بیٹے کے ایک ایک پل کی رپورٹ اس کے پاس پہنچاتا رہے۔

وہ دھوکے باز جھوٹ بول کر اس سے ملنے آیا تھا۔ وہ کوئی جاسوس نہیں تھا بلکہ مخالف ریسلروں کے گروپ کا ایک پہلوان تھا۔ اس کے ساتھ اس کا دوست بھی تھا۔ وہ دو تھے۔ انہوں نے اس کی خوب پٹائی کی تھی اور اسے بے ہوش کر دیا تھا۔

وہ اپنے بیٹے کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اسے غصہ آ رہا تھا کہ دو پہلوانوں نے آ کر اس کی دُرگت بنائی تھی پھر پتا چلا کہ انہوں نے صرف اس کی پٹائی نہیں کی تھی۔ بلکہ اس کی الماری سے پانچ لاکھ ڈالرز بھی چرا کر لے گئے تھے۔

ماسٹر نے بیٹے کے ذہن میں یہ سوال پیدا کیا کہ اسے مخالف ریسلروں کے گروپ سے معلوم کرنا چاہیے' وہ دونوں پہلوان کون تھے؟

اس نے اس کے خیالات پڑھ کر تمام مخالف ٹیموں کے نام اور ان کے فون نمبرز معلوم کیے پھر فون کے ذریعے باری باری ہر ٹیم کے انچارج کے اندر پہنچنے لگا اور ہر ٹیم کے پہلوانوں تک بھی پہنچنے کی کوشش کرنے لگا لیکن یہ معلوم نہ کر سکا کہ آج کس ٹیم کے پہلوان نے کہیں سے پانچ لاکھ ڈالرز چوری کیے ہیں؟

اسے مکمل معلومات اس لیے بھی نہ مل سکی کہ بیشتر پہلوان یوگا کے ماہر تھے۔ وہ اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے تھے۔ ان سے کسی بھی طرح کی معلومات نہ مل سکیں۔

تب اس نے فون پر بیٹے کو مخاطب کیا۔ اس نے باپ کی آواز سنتے ہی کہا۔ ''اوہ ڈیڈ! میں جب بھی فون کرتا ہوں۔ آپ کا نمبر بزی رہتا ہے یا بند رہتا ہے۔''

اس نے انجان بن کر پوچھا۔ ''کیا تم نے مجھے ابھی فون کیا تھا؟''

''ہاں، ابھی میرے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے۔ دو ڈاکو اچانک ہی یہاں گھس آئے تھے۔ انہوں نے مجھے بری طرح مارا ہے۔ وہ میرے پچاس لاکھ ڈالرز چرا کر لے گئے ہیں۔''

''تمہیں یہ کہتے شرم نہیں آتی؟ کیا تم کوئی نازک سی لڑکی ہو کہ کوئی آیا اور تمہیں پھینٹ کر چلا گیا؟ کیا تم پہلوان نہیں ہو؟ کیا ورلڈ چیمپئن نہیں کہلاتے ہو؟''

''ہاں، ڈاکو اگر پیچھے سے آ کر حملہ کرے اور ان کے پاس ہتھیار بھی ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں؟''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے جاسوس نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارے بنگلے میں ایک عورت آئی تھی۔''

''ڈیڈ! وہ ایک ملازمہ ہے۔ میرے لیے کھانا پکاتی ہے۔''

''جھوٹ مت بولو۔ وہ جاسوس بہت ہی چالاک ہے۔ اس نے تمہارے بنگلے میں گھس کر اور چھپ کر دیکھا ہے' وہاں ایک جوان حسینہ تھی۔ وہ تمہارے سامنے بے لباس ہو کر رقص کر رہی تھی اور تم شراب پی رہے تھے۔ تمہیں باپ سے جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی.....؟''

''ڈیڈ! ناراض نہ ہوں۔ آپ کو اپنے بیٹے کی بات پر بھروسا کرنا چاہیے لیکن آپ اس جاسوس کے جھوٹ پر بھروسا کر رہے ہیں۔ اس کو سچ مان رہے ہیں اور مجھے جھوٹا کہہ رہے ہیں۔''

''تمہارا جھوٹ اس طرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک ورلڈ چیمپئن پہلوان ہو کر ڈاکوؤں سے مار کھا گئے جبکہ ورلڈ چیمپئن تو چار ڈاکوؤں کو تنہا مار گراتا ہے لیکن تم شراب و شباب میں اس قدر ڈوب چکے ہو کہ اب پہلوانی کے قابل نہیں رہے ہو۔ میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھایا ہے' پہلوانی چھوڑ دو۔ اب سختی سے کہہ رہا ہوں' ایک ہفتے بعد ہونے والے مقابلے میں سے اپنا نام واپس لے لو اور لندن واپس آ جاؤ۔''

''نو ڈیڈ! میں نام واپس لوں گا تو میری بہت انسلٹ ہو گی۔ کیا آپ میری بے عزتی کرانا چاہتے ہیں؟''

''اور جب مقابلے میں کسی پہلوان سے ہار جاؤ گے تب تمہاری انسلٹ نہیں ہو گی؟''

''نہیں، آپ نے وعدہ کیا ہے' ہمیشہ کی طرح آپ اس عامل کی خدمات حاصل کریں گے۔ وہ عمل کرتا رہے گا تو کبھی میری ہار نہیں ہو گی۔ میں بڑے سے بڑے پہلوان کو رِنگ چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دوں گا۔''

''زیادہ نہ بولو۔ تم نہیں جانتے' وہ عامل بہت بیمار ہے۔ کسی تشویش ناک مرض میں مبتلا ہو گیا ہے۔ پتا نہیں کب صحت مند ہو گا؟ کب تمہارے لیے کوئی عمل کر سکے گا؟ تمہاری بہتری اسی میں ہے' اس ریسلنگ سے باز آ جاؤ۔ وہ عامل تمہارے کام نہ آ سکا تو تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے۔ اس سے پہلے عقل سے کام لو۔''

وہ باپ کی باتیں سن کر پریشان ہو رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''ڈیڈ! آپ مجھے مایوس کر رہے ہیں۔ آپ نے آج تک اپنے بیٹے کو کسی خوشی سے محروم نہیں کیا مگر مجھے میرے شوق سے باز رکھ کر مایوس کر رہے ہیں۔ میرا دل توڑ رہے ہیں۔''

''بیٹے! میں نے تمہاری ہر خوشی پوری کر کے تمہیں بہت سر چڑھا لیا ہے۔ تم اپنا اچھا برا سمجھنے کے قابل نہیں رہے ہو۔ اب وقت آ گیا ہے کہ زندگی میں پیش آنے والے سنگین مصائب کو سمجھو اور ان سے نمٹنا سیکھو۔ تمہارا باپ ہمیشہ اس دنیا میں نہیں رہے گا اور جب نہیں رہے گا تو تم دو کوڑی کے ہو جاؤ گے۔ دشمن تمہیں کسی چیونٹی کی طرح مسل کر رکھ دیں گے۔''

برین ماسٹر کا وہ اکلوتا بیٹا بہت ہی لاڈلہ تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن تھا اگر بیٹا ذہانت اور مکاری سے کام لینا جانتا تو وہ اسے اپنی طرح جرائم کی دنیا میں زبردست ٹریننگ دیتا۔ اسے اپنا جانشین بناتا لیکن وہ انڈر ورلڈ کے خطرناک ماحول میں رہنے کے قابل نہیں تھا۔

کبریا وقتاً فوقتاً جان رچ کے اندر آتا جاتا رہتا تھا۔ اس وقت بھی پہنچا تو باپ بیٹے کے درمیان ہونے والی گفتگو سننے لگا پھر اس نے پورس کو بتایا کہ وہ باپ بیٹے کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔

پورس نے تفصیل سننے کے بعد کہا۔ ''ماسٹر انڈر ورلڈ کا بہت ہی خطرناک مجرم ہے اور وہ یہ حقیقت اپنی بیوی بچوں سے چھپاتا ہے۔ شاید اس لیے کہ بیٹا اس کا جانشین بننے کے قابل نہیں ہے۔''

کبریا نے کہا۔ ''ہم خوامخواہ ریسلنگ کے جھمیلے میں کیوں پڑیں؟ کیوں نہ مقابلے سے پہلے ہی اس کے بیٹے کی ایسی مرمت کریں کہ وہ کسی سے بھی مقابلہ کرنے کے قابل نہ رہے اور واپس جانے پر مجبور ہو جائے۔''

پورس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''بے شک، ہم ریسلنگ میں حصہ لے کر پیشہ ور پہلوان بننے پر مجبور ہو جائیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ جان رچ کی واپسی کا ٹکٹ کٹا دیا جائے۔''

''ٹھیک ہے، آج رات اس سے پھر ایک بار نمٹا جائے گا۔ اس کے بعد وہ یہاں سے دم دبا کر بھاگے گا۔''

ماسٹر اپنے بیٹے سے باتیں کرنے کے بعد فون بند کر کے سنجیدگی سے سوچنے لگا۔ جرائم کی دنیا میں اس کا کام اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ وہ بیٹے پر پوری توجہ نہیں دے سکتا تھا۔ اگر اس کے پاس وقت ہوتا تو وہ روزانہ بیٹے پر تنویمی عمل کرتا رہتا اور اسے ریسلنگ کی دنیا سے ہٹا کر کاروباری دنیا میں دلچسپی لینے پر مجبور کر دیتا لیکن کاروباری دنیا میں کامیابی کی منزلیں حاصل کرنے کے لیے یہ لازمی تھا کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے بیٹے کے ساتھ رہتا۔ اسے گائیڈ کرتا رہتا۔ اس کے لیے کامیابی کی راہیں کھولتا رہتا لیکن اتنے سارے کاموں کے لیے اس کے پاس وقت نہیں تھا۔

اس کے اطمینان کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ اس نے بے انتہا دولت جمع کر رکھی تھی۔ یہ جانتا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی بچے کسی کے محتاج نہیں رہیں گے اور اس کی آئندہ نسل بھی عیش و عشرت کی زندگی گزارتی رہے گی۔

ایسے ہی وقت فون کا بزر بولنے لگا۔ سی ایل آئی پر اس کی وائف کا فون نمبر دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے آن کر کے فون کو کان سے لگا کر کہا۔ ''ہائے مونیکا! کیسی ہو؟''

''میں بہت پریشان ہوں۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تم اور پریشان؟ تمہیں کس بات کی پریشانی ہے؟ میں نے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ فکر و پریشانی کبھی تمہیں چھو کر بھی نہیں گزر سکتی پھر تم

کیوں پریشان ہو؟''

وہ بولی۔''جب تک بچے چھوٹے تھے۔ زیادہ مسائل نہیں تھے لیکن ان کے جوان ہونے کے ساتھ اچانک ہی مسائل بھی جوان اور سنگین ہو گئے ہیں۔''

''پہیلیاں نہ بوجھواؤ۔ صاف صاف کہو۔''

''بیٹے کے بارے میں تو آپ جانتے ہی ہیں کہ اسے ریسلنگ کی دنیا میں نہیں رہنا چاہیے لیکن وہ اپنا شوق پورا کرنے کے لیے جاتا ہے اور جیتنے کے باوجود زخمی ہو کر آتا ہے۔ ایسے وقت میری کیا حالت ہوتی ہے۔ یہ آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔''

''ہاں، میں سمجھتا ہوں۔ میں نے آج اسے اچھی طرح سمجھایا ہے کہ وہ آئندہ ریسلنگ کے مقابلوں میں حصہ نہیں لے گا۔ میں پوری کوشش کروں گا' وہ دو چار روز میں لندن واپس آ جائے۔''

''یہ تو آپ نے بہت اچھی خبر سنائی ہے۔ میرا بیٹا میرے پاس آئے گا تو کلیجے کو ٹھنڈک پہنچتی رہے گی لیکن اب بیٹی کا مسئلہ ہے۔''

''میری لاڈلی بیٹی کا مسئلہ کیا ہو سکتا ہے؟''

''ہم ماں باپ اپنے بچوں کو جوان ہونے کے بعد بھی بچے سمجھتے رہتے ہیں۔ آپ کی لاڈلی ایک نوجوان کی محبت میں گرفتار ہو گئی ہے۔''

''یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے؟ دنیا کی ہر لڑکی جوان ہو کر کسی نہ کسی کو اپنا آئیڈیل بناتی ہے۔ اس سے محبت کرتی ہے۔ قسمت ساتھ دے تو اس سے شادی بھی کر لیتی ہے۔ ہماری بیٹی کے ساتھ بھلا کیا مسئلہ ہو سکتا ہے؟''

''سب سے پہلا مسئلہ تو یہی ہے کہ وہ نوجوان نیگرو ہے۔''

برین ماسٹر نے تعجب سے پوچھا۔''کیا وہ کالوں کی نسل سے ہے؟''

وہ ناگواری سے بولی۔''وہ کالا بھی ہے اور مسلمان بھی۔''

''اوہ گاڈ! یہ ہماری گوری نسل کی لڑکیوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کالوں کو پسند کرنے لگی ہیں۔ ویسے وہ کالا صحت مند' ذہین اور اچھی شخصیت کا مالک ہوتا تو میں بیٹی کی خاطر اسے داماد بنا لیتا لیکن ایک مسلمان کو کبھی اپنا داماد نہیں بناؤں گا۔''

''آپ بیٹی کو کیسے روکیں گے؟ وہ اس کالے کی دیوانی ہو گئی ہے۔ وہ بھی یہ کہہ کر گیا ہے کہ خود ہماری بیٹی کی طرف نہیں آئے گا لیکن ہماری بیٹی اس کی طرف بڑھے گی تو وہ پیچھے نہیں ہٹے گا۔''

''وہ اپنے طور پر معقول بات کر رہا ہے۔ بہر حال تم فکر نہ کرو۔ میں اپنی اینا کو سمجھاؤں گا۔''

اس نے بیوی کو تسلی دینے کے بعد فون کا رابطہ ختم کر دیا پھر سوچنے لگا کہ اب تک وہ بیوی بچوں سے دور رہتا آیا ہے۔ ان کی طرف توجہ زیادہ نہیں دیتا۔ مونیکا بڑی ذہانت سے اور بڑی ذمے داری سے ان دونوں کی پرورش کر رہی تھی لیکن اب مسائل پیدا ہو رہے تھے۔ اپنے گھر کی طرف توجہ دینے کے لیے تھوڑا سا وقت نکالنا لازمی ہو گیا تھا۔

وہ چپ چاپ اینا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم کرنے لگا کہ وہ جان بوجھ کر اس کالے کی طرف مائل نہیں ہوئی ہے۔ قدرتی طور پر دل اس کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔ وہ اس کے دل و دماغ میں اس طرح نقش ہو گیا ہے کہ اسے دیکھے بغیر اس کی تصویر بھی بنا لیتی ہے۔

اس نے فون کے ذریعے بیٹی کو مخاطب کیا۔''ہیلو اینا! مائی ڈارلنگ! یہ میں کیا سن رہا ہوں؟''

وہ سمجھ گئی پھر بھی انجان بنتے ہوئے بولی۔''آپ کیا سن رہے ہیں ڈیڈ.....!''

''یہی کہ تم کسی کالے جوان کو پسند کرنے لگی ہو اور اس کے معاملے میں بہت سنجیدہ بھی ہو؟''

''یہ بات آپ کو ممی نے بتائی ہو گی؟ ویسے یہ سچ ہے۔ آئی لو ہم ڈیڈ! میرا دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ میں اسے ڈیٹ دینا چاہتی ہوں۔ اس کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتی ہوں۔''

''بیٹی! تم اپنے ڈیڈ کی ہر بات مان لیا کرتی ہو۔ یہ بات بھی مان لو۔ وہ ہمارے قابل نہیں ہے۔ ایک تو نیگرو ہے۔ دوسرے یہ کہ مسلم ہے۔ ہم معزز لوگوں کی ایک اونچی سوسائٹی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا تم اپنے ماں باپ کا سر جھکانا چاہتی ہو؟''

وہ بولی۔''ڈیڈ! میں اسی سوسائٹی میں ایسے کئی خاندان بتا سکتی ہوں' جن کی بیٹیوں اور بہنوں نے کالے جوانوں سے شادیاں کی ہیں اور یہیں ان کے ساتھ اچھی خوشحال زندگی گزار رہی ہیں۔''

''تو تم بحث کر رہی ہو؟ اپنے باپ کو مایوس کر رہی ہو؟ کوئی بات نہیں۔ میں پھر کسی وقت تم سے بات کروں گا۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایسے وقت بے باک اینا کے اندر موجود تھا۔ ان باپ بیٹی کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ بہت پہلے ہی اینا کے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا کہ وہ اس کی طرف

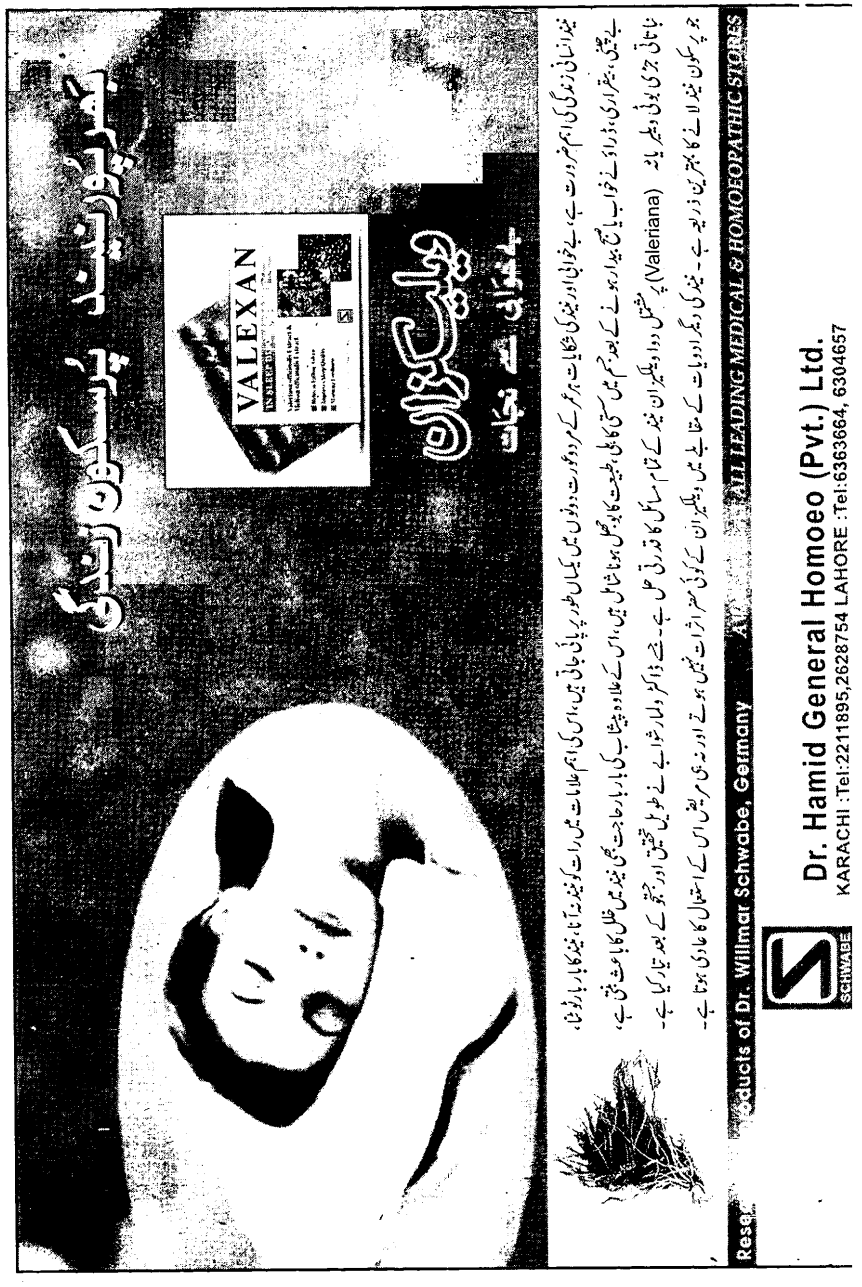

مائل ہے۔ اسے دل و جان سے چاہنے لگی ہے۔ اب اس نے اینا کو اپنے باپ سے دو ٹوک بات کرتے سنا تو خوشی سے کھل گیا۔

وہ دو چار منٹ اس کے اندر رہ کر وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت اینا جمائی لینے لگی۔ حیرانی سے سوچنے لگی۔ ''ابھی سونے کا وقت تو نہیں ہے پھر مجھے نیند کیوں آرہی ہے؟''

بے باک اس کی یہ سوچ پڑھ کر چونک گیا۔ چھٹی حس نے سمجھایا۔ ''ضرور کوئی بات ہے۔ مجھے یہاں رکنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ وہ بے وقت سونا کیوں چاہتی ہے؟''

وہ جمائی لینے کے بعد بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ سونا نہیں چاہتی لیکن بے اختیار لیٹ گئی۔ ذرا سی دیر میں ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں اور گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد اسے برین ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''تم مجھے آواز سے نہیں پہچان رہی ہو۔ اس وقت خواب میں ایک عامل کو دیکھ رہی ہو۔''

اینا نے کہا۔ ''ہاں، میں کسی شخص کو دیکھ رہی ہوں مگر اس کا چہرہ صاف دکھائی نہیں دے رہا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''میں ہی وہ عامل ہوں۔ میرا چہرہ دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ میں جو کہوں گا' وہ باتیں تمہارے ذہن میں نقش رہیں گی۔ آیندہ تم میری معمولہ اور تابعدار بن کر میری مرضی کے مطابق زندگی گزارو گی۔''

بے باک سمجھ گیا تھا کہ اینا ٹرانس میں آ گئی ہے اور سحر زدہ ہو کر اس کی باتیں ماننے والی ہے۔ ایسے ہی وقت اس نے بھی اینا کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولی۔ ''میں کیوں تمہاری تابعدار بنوں گی؟ تم کیوں مجھ پر عمل کرنے آئے ہو؟''

ماسٹر نے حیرانی سے کہا۔ ''تعجب ہے! تنویمی عمل کے دوران کوئی معمول بننے اور سحر زدہ ہونے کے بعد پلٹ کر اپنے عامل سے سوال نہیں کرتا اور تم مجھ سے سوال کر رہی ہو؟''

وہ بے باک کی مرضی کے مطابق بولی۔ ''یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں سحر زدہ ہو گئی ہوں؟ پتا نہیں' یہ کیسا اُلٹا سیدھا خواب دیکھ رہی ہوں؟ نہ جانے ابھی سو رہی ہوں یا بے خوابی کی حالت میں یہ سب کچھ سن رہی ہوں اور کسی عامل کو دیکھ رہی ہوں۔ مگر.... مگر اب یہ عامل میرے سامنے سے گم ہوتا جا رہا ہے۔''

برین ماسٹر نے محسوس کیا کہ وہ اس کے خواب کی اسکرین سے گم ہو رہا ہے اور ایسا بے باک کر رہا تھا۔

ماسٹر کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی مخالف نیلی پیتھی جاننے والا اس کی بیٹی کے اندر موجود ہے۔ اس کے عمل کا توڑ کر رہا ہے۔ اسے یہ شبہ نہیں ہو رہا تھا کہ کوئی اس کے اندر ہے۔ وہ اپنے طور پر سوچ رہا تھا۔ ''میری بیٹی کا ذہن کچھ عجیب سا ہے۔ مجھے بھی اتنی فرصت ہی نہیں ملی کہ اس کے چور خیالات کو گہرائی تک پڑھتا۔ اس کے ذہن کو سمجھنے کی کوشش کرتا۔ بہرحال یہ ماننا پڑتا ہے کہ میری اینا کا ذہن کچھ عجیب و غریب ہے۔ میں پھر کسی وقت آ کر اس کے ذہن کی اسٹڈی کروں گا۔''

بے باک مومن یہ نہیں جانتا تھا کہ ماسٹر اپنی جگہ کیا سوچ رہا ہے؟ لیکن یہ سمجھ گیا تھا کہ ابھی اس کے اندر سے جانے والا پھر بھی آ سکتا ہے۔ دوسری بار عمل کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ ''مجھے اینا کو اس کے باپ کے تنویمی عمل سے بچانا ہوگا۔ اگر وہ کامیاب ہو جائے گا اور اس کے دماغ کو لاک کر دے گا تو میں بھی اس کے اندر نہیں جا سکوں گا پھر یہ کہ وہ میرے خلاف اس کے دل و دماغ میں نفرت پیدا کر دے گا اور میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔''

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر ذہن میں یہ تدبیر آئی کہ ماسٹر کو دوسری طرف اُلجھا دیا جائے تاکہ وہ دو چار گھنٹے تک اپنی بیٹی کی طرف نہ آ سکے۔ اتنی دیر میں وہ اینا کو اپنا تابعدار بنا لے گا۔

اس نے اپنے موبائل فون میں پھر وہی سم ڈالی جس کے ذریعے وہ ان تمام دشمنوں کو خوفزدہ کرتا تھا۔ اس نے ماسٹر کے نمبر پر یہ میسج بھیجا کہ تمہارے بیٹے کی پٹائی کس نے کی....؟ کس نے اس کے پانچ لاکھ ڈالرز چرائے...؟ جب تک میرا جسم مجھے نہیں ملے گا۔ میرا دماغ مجھے نہیں ملے گا۔ تمہارے بیٹے کی شامت آتی رہے گی۔ جاؤ، اس کے پاس جاؤ۔ اس کی حفاظت کرو...

ایسا پیغام ملتے ہی ماسٹر بیٹی کی فکر بعد میں کرنے والا تھا۔ پہلے بیٹے کی طرف دوڑ کر جانے والا تھا۔ بے باک وہ میسج بھیج کر مطمئن ہو گیا تھا اور بڑے اطمینان کے ساتھ اینا کے اندر چلا آیا تھا۔ وہ ابھی تک آنکھیں بند کیے بیڈ پر پڑی ہوئی تھی۔

اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے سحر زدہ کیا۔ اپنا تابعدار بنایا پھر اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ جب بھی اس کا باپ اس کے اندر آ کر اسے سحر زدہ کرنا چاہے گا تو وہ

کبھی اس کے سحر میں نہیں آئے گی۔ اس سے صاف صاف کہہ دے گی کہ وہ کبھی کسی کی سوچ کے اثر میں نہیں آتی ہے اور یہ کہ وہ کون ہے؟ بار بار کیوں اس کے اندر چلا آتا ہے؟ کیوں اسے پریشان کرتا ہے؟

بے باک نے اس کے ذہن کو لاک نہیں کیا۔ اگر ایسا کرتا تو ماسٹر سمجھ جاتا کہ دشمنوں نے اس کی بیٹی کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ وہ دشمن فرہاد ہی ہو سکتا ہے۔ وہ اس کی بیوی اور بیٹی تک آ پہنچا ہے۔

بے باک نے اینا کے دماغ کو ایک ذرا سا عجوبہ بنا کر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا اور مطمئن ہو گیا کہ اب اس کی اینا اپنے باپ کے سحر میں آ کر کبھی اس سے نفرت نہیں کرے گی۔

ماسٹر اس میسج کو پڑھ کر کچھ زیادہ ہی خوفزدہ ہو گیا تھا۔ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ ''کیا فرہاد میرے بیٹے تک پہنچ گیا ہے؟''

اس سوال کا جواب تھا ''ہاں۔'' اس میسج میں واضح طور پر لکھا تھا کہ اس کے بیٹے کی پٹائی ہوئی تھی اور اس کے پانچ لاکھ ڈالرز چرائے گئے تھے۔ اس سے صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ کارروائی فرہاد نے ہی کی تھی۔ اپنے آلہ کاروں کو وہاں بھیج کر وہ یہ ثابت کر چکا ہے کہ اس کے بیٹے تک پہنچ گیا ہے۔ آیندہ ماسٹر سے انتقام لینے کے لیے اس تک نہ پہنچ سکا تو اس کے بیٹے کو جانی نقصان پہنچا سکتا ہے۔

اسے بیٹے کی محبت نے تڑپا دیا۔ اب اسے اپنی جان سے زیادہ اس کی جان کی فکر ہو گئی تھی۔ فوراً ہی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کس طرح تحفظ دے؟ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کی خیریت معلوم کی' اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے انہی ڈاکوؤں کا فون آیا تھا۔ انہوں نے کہا ہے کہ ان پانچ لاکھ ڈالرز میں ہمارا گزارہ نہیں ہو رہا ہے۔ مزید پانچ لاکھ ڈالرز بینک سے نکال کر رکھو۔ ہم آج رات تک لینے آئیں گے۔

ماسٹر یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ وہ ڈاکو نہیں ہیں۔ فرہاد کے آلہ کار ہیں۔ اس نے بیٹے کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ فوراً ہی ایک سفری بیگ میں اپنا ضروری سامان پیک کر کے بنگلے سے باہر آ گیا پھر وہاں سے سیدھا ایرپورٹ پہنچ گیا۔

ماسٹر اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر رہا تھا کہ ایرپورٹ کے بکنگ کاؤنٹر پر جس فلائٹ کی بھی سیٹ ملے اسے اڈ کے کرا دے اور یہاں سے دور چلا جائے۔ یہ بات بھی نقش کر رہا تھا کہ اسے لندن نہیں جانا چاہیے۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ بیٹا لندن جائے تو فرہاد اس کے ذریعے اس کی بیوی اور بیٹی تک بھی پہنچ جائے۔ اب وہ اندھیرے میں بھٹکنے لگا تھا۔ فرہاد کو جہاں پہنچنے سے روک رہا تھا۔ وہاں بہت پہلے ہی بے باک پہنچ چکا تھا۔

کبریا تھوڑی دیر بعد جان رچ کے اندر پہنچا تو پتا چلا وہ ایرپورٹ پہنچ چکا ہے اور نیویارک جانے کے لیے ایک فلائٹ میں سیٹ بھی حاصل کر چکا ہے۔

اس نے پورس سے کہا۔ ''جان رچ یہاں سے فرار ہو رہا ہے۔ ابھی نیویارک جائے گا۔ وہاں سے پھر کسی دوسرے ملک میں جانے کے لیے سوچے گا۔''

پورس نے پوچھا۔ ''وہ اچانک یہاں سے کیوں جا رہا ہے؟ کیا اس کا باپ ایسا چاہتا ہے؟''

''ہاں، اس کے خیالات میں اچانک تبدیلی آئی ہے۔ اس سے اندازہ ہو رہا ہے کہ اس کے باپ نے نیلی پیتھی کے ذریعے اسے یہاں سے فرار ہونے پر مجبور کیا ہے۔ اس کے ذہن میں بات بھی نقش کی ہے کہ وہ دنیا کے ہر ملک اور ہر شہر میں جائے گا لیکن لندن کا رخ نہیں کرے گا۔''

''کیا اسے شبہ ہو گیا ہے کہ خیال خوانی کرنے والے اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں؟''

''کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ بیٹا لندن جائے اور خیال خوانی کرنے والے اس کے پیچھے پیچھے اس کی بیوی اور بیٹی تک بھی پہنچ جائیں۔''

''پھر تو ہم وہی چاہیں گے جو وہ نہیں چاہتا۔ اس لیے اسے خیال خوانی کے ذریعے بھٹکا کر لندن اس طرح پہنچاؤ کہ اس کے باپ کو تمہاری طرف سے خیال خوانی کا شبہ نہ ہو۔''

کبریا نے کہا۔ ''میں یہی کروں گا۔ کیا اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے؟''

''ہاں، میں یہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں جاؤں گا۔ تم کہاں جانا چاہو گے؟''

وہ بولا۔ ''ہم سوچتے ہیں کہ گھر جائیں گے لیکن گھر پہنچنے سے پہلے ہی تقدیر اور حالات دوسری طرف بھٹکا دیتے ہیں۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا لیکن تقدیر نے کسی اور سمت جانے کا اشارہ کیا تو پھر میں ادھر ہی چلا جاؤں گا۔''

وہ دونوں نئے سفر کے لیے اپنا سامان پیک کرنے لگے۔ برین ماسٹر کا سکون غارت ہو گیا تھا۔ وہ کسی بھی اہم معاملے کی طرف دھیان دینا چاہتا تھا تو گھوم پھر کر بیٹے کے بارے میں سوچنے لگتا تھا۔ بیٹا اس کی جان تھا اور بیٹی دل کی دھڑکن تھی۔ اپنی بیوی مونیکا سے بھی اس قدر پیار کرتا تھا کہ

اس نے اس کے بعد کسی دوسری عورت میں کبھی دلچسپی نہیں لی تھی۔ وہ چاہتا تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا کی حسین ترین عورتوں کو ٹریپ کر کے عیاشی میں وقت گزار سکتا تھا لیکن وہ مونیکا کے سوا کسی کو اہمیت نہیں دیتا تھا۔

اب اس کے ذہن میں ایک سوال چیخ رہا تھا کہ کیسے وہ اپنے بیٹے کو فرہاد سے دور لے جائے؟ اتنی دور کہ وہ آتما شکتی کے ذریعے بھی اس کے بیٹے تک نہ پہنچ سکے۔ فی الوقت یہی ایک طریقہ سمجھ میں آرہا تھا کہ جلد از جلد اس کے دماغ کو لاک کر دیا جائے۔

اس نے اپنی اہم مصروفیات کو کھٹائی میں ڈال دیا۔ بیٹے کے اندر پہنچ کر معلوم کرنے لگا کہ فرہاد اس وقت وہاں موجود ہے یا نہیں؟ کیا وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اس کی نگرانی کر رہا ہے؟

یہ معلوم کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔ بیٹے کے دماغ میں خاموشی چھائی رہتی تھی۔ صرف اس کی اپنی سوچ اس کے اندر گردش کرتی رہتی تھی۔ اس کی کسی بھی حرکت سے یہ پتا نہیں چل رہا تھا کہ فرہاد اسے اپنے طور پر استعمال کر رہا ہے۔

پھر ایر پورٹ پر اچھا خاصا ہجوم تھا۔ وہاں یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کون لوگ اس کے بیٹے کی نگرانی کر رہے ہیں؟ ایسے وقت اندازے سے کام لینا پڑتا ہے۔ خطرہ مول لینا پڑتا ہے کہ جو کرنا ہے' کر گزرو۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔

کرنا یہی تھا کہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر بیٹے کے دماغ کو لاک کر دینا تھا۔ جان رچ ایر پورٹ میں سکون سے نہیں بیٹھ رہا تھا۔ ادھر سے ادھر جا رہا تھا۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر نظریں دوڑا رہا تھا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کون لوگ اس کی نگرانی کر رہے ہیں؟

وہ ایسا کر رہا تھا اور جھنجھلا کر سوچ رہا تھا۔ ''میں خوامخواہ کیوں اِدھر سے اُدھر جا رہا ہوں؟ قریب سے گزرنے والوں کو اور دور تک نظر آنے والوں کو کیوں اتنی توجہ سے دیکھ رہا ہوں؟''

یہ بات وہ سمجھ نہیں سکتا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ باپ کی مرضی کے مطابق ایر پورٹ سے باہر آ گیا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے بہت دور ایک ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ ماسٹر جلد از جلد اس کے دماغ کو لاک کر دینا چاہتا تھا۔ ہوٹل پہنچتے ہی اس نے ایک کمرا کرائے پر لیا پھر اس کمرے میں پہنچتے ہی بیڈ پر لیٹ گیا۔ ماسٹر نے فوراً ہی اسے تھپک تھپک کر گہری نیند سلا دیا پھر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس وقت کمبریا اور پورس پیرس کے لیے سیٹیں او کے کرانے کے بعد ایک ہوٹل میں آ گئے تھے۔ وہاں کھانے کے دوران مختلف موضوعات پر گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے جان رچ کو یہ سوچ کر نظر انداز کر دیا تھا کہ جب وہ نیویارک پہنچے گا تو کبریا خیال خوانی کے ذریعے اس کی خبر لے گا۔

بے باک بھی اپنے کاموں میں مصروف تھا۔ یوں کہنا چاہیے کہ تقدیر اس وقت ماسٹر پر مہربان تھی۔ وہاں کوئی مداخلت کرنے والا نہیں تھا۔ وہ اپنے بیٹے کا برین واش کر رہا تھا۔ اس کے دماغ سے ماضی کی تمام باتیں مٹا رہا تھا۔ وہ کون ہے؟ اس کا باپ کون ہے؟ وہ کہاں پیدا ہوا تھا؟ کہاں رہتا آیا ہے؟ یہ سب کچھ اس کے ذہن سے مٹا رہا تھا۔ ایک نئے نام کے ساتھ ایک نئی شخصیت اس کے ذہن میں نقش کر رہا تھا۔ اس کی آواز اور لب و لہجہ بدل رہا تھا۔

وہ اتنی مہارت اور استحکام سے اس پر عمل کر رہا تھا کہ آئندہ پیدا کرنے والی باں بھی اسے اپنے بیٹے جان رچ کی حیثیت سے پہچان سکتی تھی اور نہ ہی وہ اپنی فیملی کو پہچان سکتا تھا۔ ماسٹر نے عمل کرنے کے بعد اسے دو گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ پھر اس کے اندر مسلسل موجود رہا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کے جانے کے بعد فرہاد یا اس کا کوئی آلہ کار وہاں پہنچ کر گڑبڑ تو نہیں کرے گا؟

بیٹے کے اندر مکمل خاموشی تھی۔ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ تو اس کے اندر بول رہا تھا اور نہ ہی اس کے عمل کا توڑ کر رہا تھا۔ اس اطمینان کے بعد اس نے معلوم کیا کہ اس شہر میں پلاسٹک سرجری کا ماہر کون ہے؟ اور کہاں رہتا ہے؟ تھوڑی دیر بعد ہی اسے ایک ماہر سرجن کا پتا ٹھکانا مل گیا۔ اس نے اسے ٹریپ کر کے تنویمی عمل کیا پھر تین گھنٹے بعد بیٹے کو اس سرجن کے پاس پہنچا دیا۔ یہ تاکید کی اس کے بیٹے کو بہت ہی خوبرو جوان بنا دیا جائے۔

اس نے طے کر لیا تھا کہ وہ اپنی بیوی اور بچوں کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت نکال کر انہیں ہر طرف سے محفوظ کرے گا۔ جب یہ یقین ہو جائے گا کہ فرہاد کبھی اس کی فیملی تک نہیں پہنچ سکے گا' تب وہ دوسرے معاملات میں دلچسپی لے گا۔

☆☆☆

کرونا نے بڑی مہارت اور استحکام سے ٹونی جے پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوا تو یہ بھول گیا کہ اب سے چار گھنٹے پہلے اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو گیا تھا۔ کرونا نے اس کے خلاف سازش کی تھی اور اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ یہ سب کچھ وہ بھول چکا تھا۔ آئندہ بھی یہ باتیں اسے یاد آنے والی نہیں تھیں۔

ایک تو اس نے بڑی پختگی سے عمل کیا تھا۔ دوسرا یہ کہ وہ ہر دوسرے تیسرے روز اس پر وہی عمل دہرانے والی تھی۔ تاکہ اس کے عمل کا استحکام ہمیشہ قائم رہے اور وہ اس کے اثر سے کبھی باہر نہ جا سکے۔

جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو واقعی سب کچھ بھول چکا تھا۔ کرونا نے اسے اعصابی توانائی کے لیے دوا کھلائی' جوس پلایا پھر بڑے پیار سے پوچھا۔ ''اب کیسے ہو؟''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''مجھے کیا ہوا تھا؟ میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔''

''ٹھیک ہو تو بے وقت کیوں سو رہے تھے؟''

''ہاں، یہ سوچنے کی بات ہے۔ شاید میں تھک گیا تھا یا بے وقت اس لیے نیند آ گئی کہ کبھی کبھی عادت کے خلاف بھی آدمی سوتا اور جاگتا ہے۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''تم درست کہہ رہے ہو۔ بائی دا وے۔ میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

وہ اسے بڑے پیار سے دیکھنے لگا۔ اس نے ٹونی کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ آئندہ دیوانگی کی حد تک اس سے محبت کرے گا۔ اسے اپنی پہلی اور آخری شریکِ حیات بنائے گا۔

اس نے بڑے پیار سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ ''تم میری مہمان بن کر آئی ہو لیکن میں نہیں چاہتا کہ یہاں سے واپس جاؤ۔ اب میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔''

وہ بولی۔ ''میں بھی اپنے دل کی بات کہہ رہی ہوں۔ تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گی لیکن یہاں کب تک مجھے مہمان بنا کر رکھو گے؟''

''میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

''تم تو میرے دل کی بات کہہ رہے ہو۔ ہم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ ہم میاں بیوی بن کر ایک طاقت بن جائیں گے اور دوسرے ٹیلی جاننے والوں پر بھاری پڑیں گے۔ میں نے اس سلسلے میں بہت زبردست پلاننگ کی ہے۔''

کرونا نے اس کے دماغ میں یہ بات بھی نقش کی تھی کہ آئندہ وہ خیال خوانی سے پرہیز نہیں کرے گا اور گمنامی کی زندگی نہیں گزارے گا۔ اس نے کہا۔ ''اگر تم نے کوئی پلاننگ کی ہے تو پھر زبردست ہوگی۔ مجھے بتاؤ کیا چاہتی ہو؟''

وہ تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جو کوما میں تھے۔ اب بالکل نارمل ہو گئے ہیں۔ تم اور فرمان ان کے اندر جا کر دیکھ چکے ہو۔''

وہ اثبات ..... میں سر ہلا کر بولا۔ ''برین ماسٹر نے ان تینوں پر دوبارہ عمل کیا ہے۔ ان کے دماغوں میں مخصوص آواز اور لب و لہجہ نقش کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ جب بھی وہ اس آواز اور لب و لہجے کے ذریعے انہیں مخاطب کرے گا تو وہ اپنے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تنویمی عمل بھول جائیں گے پھر اس کے حکم کے مطابق وہ جگہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے اور وہاں روپوش رہیں گے۔''

''اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کہاں ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟''

ٹونی جے نے کہا۔ ''کیا میں فرمان کو بلاؤں؟ وہ بھی اس مہم میں شریک تھا۔''

''نہیں، فرمان کو ہمارے کسی بھی معاملے میں شریک نہ کرو۔ وہ ہمارے ساتھ زیادہ دور تک نہیں چل سکے گا۔''

''نہیں کرونا! وہ میرا بہت اچھا اور بہت ہی مخلص دوست ہے۔ ہمیشہ میرا ساتھ دے سکتا ہے۔''

''تم نہیں جانتے..... وہ مسلمان ہے۔ ہمیشہ مسلمانوں کا ساتھ دے گا۔ پاپا کی پوری فیملی کو اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ بتا دے گا کہ ہم کس طرح امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے زیرِ اثر لا رہے ہیں؟''

''کیا تم سونیا مما' ان کے بچوں اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے یہ بات چھپانا چاہتی ہو؟''

''بے شک، میں اور تم اپنی ایک ذاتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنائیں گے۔ بے شک ہم پاپا کی طرح سونیا مما کے تابعدار رہیں گے اور ان کے بچوں کو دوست بنا کر رکھیں گے لیکن اپنے کسی راز میں شریک نہیں کریں گے۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کرونا نے کہا۔ ''بنیادی طور پر دیکھا جائے تو ہم یہودی ہیں اور وہ مسلم ہیں۔ ہم جب بھی انہیں کہیں گے کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کریں تو وہ کبھی ایسا نہیں کریں گے بلکہ چاہیں گے کہ ہم اپنا مذہب بدل کر ان میں شامل ہو جائیں اور وہ ایسا کر چکے ہیں۔ نومی کرسٹل نے اپنا مذہب بدل لیا ہے۔ الپا نے بھی یہی کیا ہے۔''

وہ اس کے قریب ہو کر شانے پر سر رکھتے ہوئے بولی۔ ''جب وہ بنیادی طور پر ہماری خاطر تبدیل نہیں ہو سکتے تو ہم ان پر کیسے بھروسا کریں؟ وہ یہودیوں کے خلاف محاذ آرائی کرتے ہیں۔ آئندہ ہم اسرائیل میں رہ کر اپنے اس ملک کو اور یہودی قوم کو تحفظ فراہم کریں گے۔ تم میرے نیک جذبات کو سمجھو۔''

ٹونی جے کو سمجھنا کیا تھا؟ وہ تو عمل کے ذریعے بہت پہلے ہی اسے سمجھا چکی تھی کہ وہ اس کی ہاں میں ہاں ملائے گا۔ کبھی

مخالفت نہیں کرے گا۔ اس کی محبت میں ہمیشہ اس کا دیوانہ بن کر رہے گا۔

وہ بہت دیر تک کرونا کے ساتھ مستقبل کے منصوبے بناتا رہا پھر رات کے کھانے کے بعد وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے ان تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر پہنچے گئے۔

وہ تینوں واشنگٹن میں تھے۔ وہاں شام ہو رہی تھی۔ ان کے خیالات سے پتا چلا کہ انہیں گھومنے پھرنے کی آزادی ہے۔ لیکن ان میں سے ہر ایک کے ساتھ دو دو مسلح جاسوس رہتے ہیں۔ وہ ان نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ جب بھی انہیں کوئی خطرہ پیش آتا ہے تو وہ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے ان جاسوسوں کو الرٹ کر دیتے ہیں۔

کرونا اور ٹونی جے نے ان تینوں کے اندر باری باری جا کر پھر سے عمل کیا۔ نئی آواز اور لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا تاکہ ماسٹر اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر نہ پہنچ سکیں۔

عمل کے بعد انہیں آدھے آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا گیا تھا۔ مقررہ وقت پر وہ تینوں بیدار ہو گئے۔ ان کی مرضی کے مطابق باہر جانے کی تیاری کرنے لگے۔ انہوں نے دستور کے مطابق اپنے اپنے دو جاسوسوں کو اطلاع دی کہ وہ باہر جانے والے ہیں۔ لہٰذا وہ ان کے ساتھ ہی رہیں۔

وہ تینوں اپنے پاس ہتھیار رکھتے تھے۔ تاکہ کسی بھی خطرہ کے وقت انہیں استعمال کر سکیں۔ انہوں نے اپنے لباس میں ریڈی میڈ میک اپ کا کچھ سامان چھپا لیا تھا۔ وہ پوری تیاری کے ساتھ اپنی اپنی گاڑیوں میں آ کر بیٹھ گئے۔

کرونا اور ٹونی جے نے ان کے دماغوں میں یہ باتیں نقش کر دیں تھیں کہ انہیں اپنی رہائش گاہوں سے باہر نکلنے کے بعد کیا کرنا ہے؟ کہاں جانا ہے؟ اس کے باوجود وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے ان تینوں کے اندر جا رہے تھے لیکن بیک وقت صرف دو کے اندر رہ سکتے تھے۔ ایسے وقت تیسرے کے اندر پہنچ کر اس کی خیریت معلوم کرتے رہتے تھے۔

وہ تینوں لمبی آؤٹنگ کے لیے نکلے تھے۔ ان کے ساتھ رہنے والے وہ دو دو جاسوس ان کی گاڑیاں ڈرائیو کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک بالٹی مور جانے والے راستے پر تھا، دوسرا ایک ہائی وے پر جنوب کی طرف جا رہا تھا اور تیسرا شمال کی طرف بڑھ رہا تھا۔

سب سے پہلے تیسرے کو موقع ملا۔ اس کی کار ہائی وے پر ایک ویران علاقے سے گزر رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی ریوالور نکال کر آگے بیٹھے ہوئے ایک مسلح جاسوس کو گولی سے اُڑا دیا۔ دوسرے نے چونک کر کار روک دی۔ پلٹ کر پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟

مگر دوسری گولی نے مہلت نہ دی۔ پلک جھپکتے ہی اس کا کام بھی تمام ہو گیا۔ اس کارروائی سے فارغ ہوتے ہی اس نے ڈرائیونگ سیٹ والے کو کھینچ کر پچھلی سیٹ پر ڈالا پھر اسٹیرنگ سنبھال کر وہاں سے واپس جانے لگا۔ ذرا دور جانے کے بعد اس نے گاڑی کو جنگلی جھاڑیوں کے پیچھے روک دیا پھر دوڑتا ہوا سڑک پر آ گیا۔ وہاں سے گزرنے والی گاڑیوں سے لفٹ لینے کی کوشش کرنے لگا۔

اتفاق سے مردوں کو شکار کرنے والی ایک عورت کار ڈرائیو کرتی ہوئی اِدھر آ رہی تھی۔ اس نے لفٹ مانگی تو اس نے فوراً ہی کار روک دی۔ اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔ ''یہاں کوئی کسی کو لفٹ نہیں دیتا مگر میں تمہیں دوں گی۔''

وہ اس کے برابر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''شکریہ، آگے کہیں ٹیکسی مل جائے گی تو میں اتر جاؤں گا۔''

وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے مسکرا کر بولی۔ ''تم جہاں جانا چاہو گے، میں تمہیں پہنچا دوں گی۔''

اس نے دل میں کہا۔ ''وہ تو تمہیں پہنچانا ہی ہوگا۔''

پھر وہ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ اچھی خاصی دولت مند خاتون ہے۔ مگر مردوں کی بھوکی ہے۔ جنسی جنون میں مبتلا رہتی ہے۔ اس نے پوچھا۔ ''اگر میں تمہارے گھر چلوں تو.....؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''تو میں تمہیں خوش آمدید کہوں گی۔''

''لیکن میں قانون کے محافظوں سے چھپ رہا ہوں۔ کیا تم میرا ساتھ دو گی؟''

وہ بڑے جذباتی انداز میں بولی۔ ''تم گھر میں چھپانے کی بات کر رہے ہو۔ میں تو تمہیں دل میں چھپا کر رکھوں گی۔''

وہ اپنے لباس میں سے ریڈی میڈ میک اپ کا سامان نکالتے ہوئے بولا۔ ''میں اپنے چہرے پر تبدیلی کر رہا ہوں اور تم پر بھروسا کر رہا ہوں۔''

حالانکہ بھروسا کرنا ضروری نہیں تھا۔ وہ آئندہ اسے اپنی تابعدار بنا کر اس کے ساتھ دو چار دن گزارتا تو اسے تلاش کرنے والے اس کے روبرو پہنچ کر بھی اس پر شبہ نہ کرتے کیونکہ وہ بعد میں مستقل میک اپ کے ذریعے چہرہ تبدیل

کرنے والا تھا۔

وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے جب بھی کہیں نکلتے تھے تو پچھلی سیٹ پر بیٹھا کرتے تھے۔ اگلی سیٹ پر بیٹھنے والے محافظ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ جن کی حفاظت کر رہے ہیں۔ وہی ان پر قاتلانہ حملہ بھی کر سکتے ہیں۔

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے واکس مین نے بھی یہی کیا۔ آگے بیٹھنے والوں کو گولیوں سے اُڑا دیا پھر وہاں سے فرار ہو کر ایک ایسے چھوٹے کالج میں آ گیا۔ جہاں بوڑھے میاں بیوی اپنی عمر کے آخری ایام گزار رہے تھے۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے ان دونوں کے دماغوں میں بات نقش کر دی کہ وہ ان کا بیٹا ہے۔ بہت عرصے کے بعد لندن سے یہاں آیا ہے۔ وہ بھی وہاں رہ کر اطمینان سے اپنا چہرہ تبدیل کرنے والا تھا۔

تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے واسکوڈی نے بھی یہی کیا۔ سامنے بیٹھے ہوئے دونوں محافظوں کو گولی ماری لیکن ان کی لاشوں کو چھپانے کے لیے اس کار کو ہائی وے سے دور نہ لے جا سکا۔ اس سے پہلے ہی پولیس کی ایک موبائل وین وہاں پہنچ گئی۔ ایسے وقت واسکوڈی فرار ہونا چاہتا تو وہ اسے گولی مار دیتے۔ کرونا اس کے اندر تھی۔ اس نے کہا۔ ''تمہیں حرام موت نہیں مرنا ہے۔ حالات سے سمجھوتا کر دو اور گرفتاری پیش کر دو۔ ہم بعد میں تمہیں نکال لیں گے۔''

ٹونی جے نے اسے حکم دیا۔ ''تم خیال خوانی کے ذریعے اپنے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کرو۔ انہیں بتاؤ کہ کس طرح پولیس کے شکنجے میں آ گئے ہو۔ وہ تمہیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ تم یہ بیان دو گے کہ کسی نے تمہیں اپنا تابعدار بنایا ہے اور تم اس عامل کو نہیں جانتے ہو۔''

کرونا نے کہا۔ ''ہم نے تمہارے دماغ میں یہ بات نقش کی ہے کہ ہماری مخصوص آواز اور لب و لہجے کو صرف تم جانتے ہو۔ ہم بعد میں اسی لب و لہجے کے ذریعے رابطہ کریں گے۔''

کرونا اور ٹونی جے نے تیسرے کو فی الحال اس کے حالات کے مطابق چھوڑ دیا۔ باقی کے دو پر توجہ دینے لگے۔ انہیں بتایا کہ ان کا تیسرا ساتھی گرفتار ہو گیا ہے۔ باقی دو کو تلاش کرنے کے لیے صرف پولیس والے نہیں، آرمی کے جوان بھی دور دور تک پھیلیں گے۔ انٹیلی جنس والے ہر علاقے کے مکان میں جھانک جھانک کر دیکھیں گے۔ لہٰذا وہ فوراً بازار جا کر میک اپ کا سامان خریدیں اور ایسی مہارت سے چہرہ بدلیں کہ کوئی ان پر شبہ نہ کر سکے۔

ان دونوں نے جب تک مکمل مہارت سے اپنے چہروں کو تبدیل نہیں کیا تب تک کرونا اور ٹونی جے ان کے ساتھ لگے رہے پھر مطمئن ہو کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ کرونا نے کہا۔ ''ہم نے بڑی کوشش کی مگر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ سے نکل گیا۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں، پہلی بار یہی بہت بڑی کامیابی ہے کہ ہم نے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ ہماری تعداد بڑھ گئی ہے۔ دو سے چار ہو گئے ہیں۔ یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں ہے۔''

انہوں نے طے کیا کہ ہر دوسرے تیسرے دن ان دونوں پر عمل کرتے رہیں گے اور سختی سے ان کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ اس طرح نہ تو وہ ان کے اثر سے نکل سکیں گے اور نہ وہاں کے قانون کی گرفت میں آ سکیں گے۔

ٹونی جے یہی سمجھ رہا تھا کہ ان دونوں پر ہر دوسرے تیسرے دن عمل کرنا ہے۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ کرونا اس پر بھی یہی عمل کرتی رہے گی۔

☆☆☆

ایمان علی کو جب سے وہ آگاہی ملی تھی تب سے وہ بری طرح الجھا ہوا تھا۔ پہلے تو یہی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ عجوبہ کون ہے؟ کیا وہ جیسا نظر آیا تھا' ویسا ہی نگاہوں کے سامنے آئے گا؟

آگاہی کہہ رہی تھی کہ وہ ضرور آئے گا اور جب آئے گا تو سب کو زنجیریں پہنا چکا ہوگا۔ ایسے وقت فرہاد موت کی دہلیز پر ہوگا۔ یہ دوسری بات بھی الجھانے والی تھی کہ جو فرہاد مر چکا ہے۔ وہ آگاہی کے دوران زندہ کیسے دکھائی دے رہا تھا؟ اگر آگاہی درست تھی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ فرہاد زندہ ہے۔

اگرچہ ایمان علی کے لیے یہ خوشی کی بات تھی لیکن پھر ایک بار موت کی آگاہی مل رہی تھی۔ صلیب پر چڑھائے جانے کا مطلب یہی تھا کہ مرنا لازمی ہے۔

ایک اور اُلجھن یہ تھی کہ وہ عالی کو اس سلسلے میں کیا بتائے گا؟ وہ دوسری صبح دیر تک سوتا رہا اور عالی اس کا انتظار کرتی رہی۔ سوچتی رہی۔ ''پتا نہیں ایمان علی تمام رات کیا کرتا رہا ہے؟ کس قسم کی پڑھائی کرتا رہا ہے؟ کیا اس نے ہمارے مستقبل کے بارے میں اہم معلومات حاصل کی ہیں؟''

وہ دن کے ایک بجے سو کر اٹھا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوا تو ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ عالی بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ تنہائی میں ملنا چاہتی تھی۔ نماز کے بعد سب کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ اس کی بے چینی بڑھتی ہی جا رہی

تھی۔

وہ بار بار اس کے چہرے کو تک رہی تھی۔ وہ کچھ الجھا ہوا سا دکھائی دے رہا تھا۔ اس سے نظریں بھی چرا رہا تھا۔ کئی بار اس کے جی میں آیا کہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ کر معلوم تو کرے کہ وہ آخر اتنا چپ چپ سا کیوں ہے؟

لیکن وہ بہت پہلے وعدہ کر چکی تھی کہ اس کی مرضی کے خلاف کبھی اس کے اندر نہیں آئے گی۔ ایسے میں وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک سکتا تھا پھر یہ کہ کھاتے وقت سب کے درمیان بیٹھ کر خیال خوانی کرنا مناسب نہیں تھا۔ ایسے میں کھل کر بات نہیں ہو سکتی تھی۔

وہ پیٹ بھر کر نہ کھا سکی۔ کھانا چھوڑ کر اٹھ گئی۔ ایمان علی کی والدہ نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے بیٹی! کیا کھانا اچھا نہیں لگا؟''

''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ کھانا تو بہت مزیدار ہے۔ بس میرا پیٹ بھر گیا ہے۔''

ایمان اس کی بے چینی کو سمجھ رہا تھا۔ اس کے جانے کے بعد وہ بھی کھانا چھوڑ کر اٹھتے ہوئے بولا۔ ''امی! آپ سب کھائیں۔ میں ذرا دیکھتا ہوں۔ عالی کچھ پریشان لگ رہی ہے۔''

وہ وہاں سے چلتا ہوا اس کے بیڈروم میں آ گیا۔ عالی کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ ضرور اس کے پیچھے آئے گا اور آ ہی گیا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟ تم کھانا چھوڑ کر چلی آئیں؟''

عالی نے اسے دیکھا پھر نظریں جھکا کر کہا۔ ''مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو؟ تم سمجھ سکتے ہو' میں کل سے پوچھ رہی ہوں کہ میرے فیوچر کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ میں یہاں سے کبھی جا سکوں گی یا نہیں؟ سفر کرنا چاہوں گی تو کب تک رکاوٹیں پیش آتی رہیں گی؟ لیکن تم میری باتوں کا کیا جواب دو گے؟ تمہارے منہ پر تو بارہ بج رہے ہیں۔ ضرور کوئی پریشانی کی بات ہے اور وہ مجھ سے چھپانا چاہتے ہو۔''

وہ اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بھلا میں تم سے کیا چھپاؤں گا؟''

''سچ کہو' کیا تم پریشان نہیں ہو؟''

''ہاں، پریشان تو ہوں۔ مگر کچھ چھپانا نہیں چاہتا۔ بس یہ سوچ رہا ہوں کہ کیسے بتاؤں؟''

''تعجب ہے اور کیسے بتاؤ گے؟ زبان سے بول کر بتاؤ۔ ابھی اُردو زبان بول رہے ہو۔ اگر بولنا چاہو تو انگریزی میں بولو۔ ویسے میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ جب زیادہ پریشانی کی بات نہیں ہے اور تم مجھے بتا سکتے ہو تو اتنی سوچ بچار کس لیے.....؟''

''علم نجوم نے الجھا دیا ہے۔ بہر حال تم مجھ سے ایک وعدہ کرو کہ جو کچھ میں کہوں گا۔ وہ تم کسی پر ظاہر نہیں کرو گی؟''

''میں وعدہ کرتی ہوں' تم جو چاہو گے وہی ہوگا۔ راز کی بات راز میں ہی رہے گی۔''

''تم اپنے کسی رشتے دار حتیٰ کہ اپنے کسی بزرگ سے بھی نہیں بولو گی۔''

''توبہ ہے۔ آخر بات کیا ہے؟ کچھ بتاؤ تو سہی۔ میں کسی سے بھی نہیں کہوں گی۔ اپنے بزرگوں سے تو کیا اپنے سائے سے بھی نہیں کہوں گی۔ اب تو بولو۔''

''اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میری پچھلی پیش گوئی درست نہیں تھی۔ علم نجوم میں میرا حساب کچھ غلط ہو گیا تھا اور میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ تمہارے پاپا وفات پا جائیں گے؟''

''مگر تم نے غلط کب کہا تھا؟ تمہاری بات تو درست نکلی ہے؟''

''یہی تو بات ہے کہ وہ پیش گوئی درست نہیں تھی۔ تمہارے پاپا زندہ ہیں۔''

''کیا.....؟''

وہ ایک دم سے چیخ مار کر اُچھل پڑی۔ اسے دونوں بازوؤں سے پکڑتے ہوئے بولی۔ ''کیا سچ کہہ رہے ہو؟''

وہ اس کے منہ پر اپنی ایک ہتھیلی رکھتے ہوئے بولا۔ ''خدا کے لیے اس کے بعد نہ چیخنا۔ خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔ تم نے وعدہ کیا ہے' یہ بات کسی کو نہیں بتاؤ گی۔''

''کیوں نہ بتاؤں؟ اس میں چھپانے کی کیا بات ہے؟''

''بات یہ ہے کہ ابھی جو میں تمہارے پاپا کے زندہ رہنے کی پیش گوئی کر رہا ہوں۔ یہ بھی غلط ہو سکتی ہے۔''

وہ ذرا مایوس ہو کر جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔ ''دیکھو! تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ یہ درست ہے کہ وہ زندہ ہیں مگر.....مگر اس بار میں ان کی موت کی سچی پیش گوئی کر رہا ہوں۔''

وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے اس کا منہ یوں تکنے لگی' جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ وہ سوچنے لگی۔ ''ایمان علی کو کیا ہو گیا ہے؟ پاپا مر چکے ہیں اور یہ انہیں زندہ کہہ رہا ہے پھر انہیں زندہ کرنے کے بعد دوبارہ موت کی پیش گوئی کر رہا ہے۔ آخر یہ کیا معاملہ ہے؟ کیا ہونے والا ہے؟''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

ایمان علی بڑی خاموشی سے عالی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بری طرح سے اُلجھی ہوئی تھی۔ یہ یقیناً اُلجھنے والی بات تھی کہ جو باپ مر چکا تھا، اس کی زندگی کے دھندلے آثار مل رہے تھے۔ ایمان علی نے اسے آگاہی والی باتیں نہیں بتائی تھیں۔ صرف اتنا کہا تھا کہ اپنے علم کی روشنی میں کچھ ایسا دکھائی دے رہا ہے۔ جیسے اس کے پاپا موت کی تاریکی میں گم نہیں ہوئے ہیں بلکہ ان سب کی لاعلمی کے اندھیرے میں کہیں بھٹک رہے ہیں۔

اس نے عالی کا ہاتھ تھام کر کہا۔ ''میں نے تمہیں پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''نہیں، تم نے تو ایک بہت بڑی خوشخبری سنائی ہے۔ تمہاری پیش گوئی کبھی غلط نہیں ہوئی۔ پچھلی بار تم نے کہا تھا کہ پاپا کی موت واقع ہوگی اگر یہ پیش گوئی غلط ہے اور پاپا زندہ ہیں تو پھر وہ کہاں ہیں؟ وہ جہاں کہیں بھی ہیں۔ ہم سے رابطہ کیوں نہیں کر رہے ہیں؟''

اس نے ایمان کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ ''کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم علم کے حوالے سے پھر کہیں کوئی غلطی کر رہے ہو؟ موت تو برحق ہے وہ پاپا کو بھی آئی ہوگی۔ پلیز، تم ایک بار پھر سے پاپا کا زائچہ دیکھو اور اپنی پوری صلاحیتوں کے ذریعے وہ معلوم کرو جو سچ ہے۔''

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ عالی نے کہا۔ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ سچ کیا ہے؟''

''ٹھیک ہے، میں معلوم کرتا ہوں۔ تم ابھی جا کر آرام کرو۔''

''میں پچھلی رات سے بے چین ہوں۔ تم تمام رات ایک کمرے میں بند رہ کر عبادت کرتے رہے اور اپنے علم کے مطابق اسٹڈی کرتے رہے۔ میں توقع کر رہی تھی کہ تم کوئی اہم بات بتاؤ گے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ تم نے بہت ہی اہم بات بتائی ہے۔ لیکن ایسے بتائی ہے کہ اُلجھا کر رکھ دیا ہے اور اب کہہ رہے ہو کہ میں جا کر آرام کروں۔''

وہ عالی کو ٹال رہا تھا، یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ اسے آگہی ملتی رہتی ہے اور اس آگہی کے مطابق یہ بات مصدقہ ہے کہ اس کے پاپا زندہ ہیں۔

عالی نے کہا۔ ''میں چہرہ پڑھ سکتی ہوں۔ اس وقت تم کسی اُلجھی ہوئی سوچ میں گم ہو۔ کیا مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو؟''

وہ جلدی سے بولا۔ ''نن... نہیں تو۔ میں بھلا تم سے کیا... چھپاؤں گا؟''

''تو یوں ہچکچا کر کیوں بول رہے ہو؟ میں نادان بچی تو نہیں ہوں۔ جب دل میں چور چھپا ہوتا ہے تو زبان اٹک اٹک کر بولنے لگتی ہے۔''

وہ اس سے نظریں چرانے لگا۔ سوچنے لگا۔ کیا کروں؟ کیا میں اسے آگہی کے بارے میں بتا دوں؟''

وہ اس سے نظریں چرا کر دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ عالی اس کے سامنے آ کر بولی۔ ''مجھ سے نظریں کیوں چرا رہے ہو؟ میری قسم کھا کر بولو کہ مجھ سے کچھ نہیں چھپا رہے ہو؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''عالی! کبھی قدرتی طور پر کوئی ایسی بات ہوتی ہے کہ اسے سب سے ہی چھپانا پڑتا ہے۔ میرے ساتھ بھی ایک ایسی ہی بات ہے جو آج تک میں نے اپنی پیدا کرنے والی ماں کو بھی نہیں بتائی ہے۔ اسی کشمکش میں ہوں کہ تمہیں بتاؤں یا نہ بتاؤں؟''

''اگر وہ بات بتانے سے تمہیں کوئی نقصان پہنچتا ہے یا تمہارے علم میں کسی بھی طرح کی کمی آتی ہے تو مجھے بھی نہ بتاؤ۔''

''مگر میرا دل نہیں مانتا۔ سوچتا ہوں تمہیں بتا دوں۔ ہم آئندہ جیون ساتھی کی حیثیت سے زندگی گزاریں گے۔ ہماری کوئی بات ایک دوسرے سے چھپی نہیں رہنی چاہیے۔''

''یہ تو میرے لیے فخر کی بات ہے کہ تم مجھے دل و جان سے چاہتے ہو اور مجھ سے اپنی کوئی بات چھپانا نہیں چاہتے۔''

وہ ذرا دیر کے لیے چپ رہا پھر بولا۔ ''تو پھر سنو! میں صرف علم نجوم کے ذریعے پیش گوئی کرتا ہوں۔ مجھے ہر جمعرات کی رات قدرتی طور سے آگہی ملتی ہے۔''

عالی نے اسے بڑی دلچسپی سے دیکھا پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ ''کیا صرف جمعرات کی رات کو ہی ملتی ہے؟''

''نہیں، پچھلے ایک برس میں دو یا تین بار بے وقت آگہی ملی ورنہ صرف جمعرات کی رات کو ہی ملتی ہے۔ میں بند کمرے میں بالکل تنہا رہتا ہوں اور کوئی مداخلت کرنے والا نہیں ہوتا تو میں جو معلومات علم نجوم کے ذریعے حاصل کرتا ہوں، ٹھیک اسی کے مطابق آگہی ضرور ملتی ہے۔''

وہ ذرا توقف سے بولا۔ ''پچھلی بار میں نے کہا تھا کہ تمہارے پاپا کی موت ہوگی۔ اس وقت مجھے آگہی نہیں ملی تھی۔ میں نے صرف اپنے علم نجوم کی بنیاد پر یہ کہا تھا لیکن کل رات مجھے واضح طور سے آگہی ملی اور یہ معلوم ہوا کہ تمہارے پاپا زندہ ہیں۔''

وہ ایک دم سے تڑپ کر بولی۔ ''پلیز، مجھے تفصیل سے بتاؤ، کل رات آگہی کیسے شروع ہوئی؟ اور کہاں تک معلومات ملتی رہیں؟''

اس نے عالی کو دیکھا۔ پھر فرش پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ''میں نے ایک عجیب و غریب انسان کو دیکھا ہے، اسے عجوبہ کہنا چاہیے، وہ بالکل انسان ہی جیسا تھا... لیکن اس کا منہ خرگوش کی طرح ذرا آگے کو نکلا ہوا تھا۔ کان بڑے اور نتھنے پھیلے ہوئے تھے اور اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے سنجیدگی اور انتہائی ذہانت جھلک رہی تھی۔''

عالی بڑی حیرانی اور دلچسپی سے سن رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں نے اس کو ایک بہت ہی وسیع و عریض تہ خانے میں دیکھا، اس کے چاروں طرف بڑی بڑی مشینیں تھیں۔ وہ مشینیں مکینکل اور میڈیکل اور نہ جانے کن کن شعبوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس عجوبے نے ایک بڑے سے مانیٹر کی طرف دیکھ کر پلکیں جھپکائیں تو مانیٹر آن ہوگیا۔ جانتی ہو پھر میں نے وہاں کیا دیکھا؟''

اس نے بڑی بے چینی سے پوچھا۔ ''کیا دیکھا؟''

''اس بڑے سے مانیٹر میں پہلے تم نظر آئیں پھر تمہارے ساتھ سسٹر الپا، انوشے، کبریا، پارس اور پورس سب ہی نظر آئے۔ تم سب کی حالت بہت ہی بدتر تھی۔ لباس پھٹے ہوئے، بال بکھرے ہوئے، گرد سے اٹے ہوئے تم سب ایک صحرا میں چل رہے تھے۔ چلتے وقت تم لوگوں کے پاؤں ریت میں دھنس رہے تھے۔ تم سے چلا نہیں جا رہا تھا۔ ایک دوسرے کو سہارا دیتے ہوئے ڈگمگاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ آگے کچھ فاصلے پر ایک بہت اونچی سی صلیب ریت میں گڑھی ہوئی تھی اور... اس صلیب پر تمہارے پاپا کو چڑھایا گیا تھا۔''

عالی کا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ اس نے پریشان ہو کر ایمان کو دیکھا۔ وہ بول رہا تھا۔ ''جس طرح عیسیٰ کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ ان کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں بڑی بڑی کیلیں ٹھونک دی گئی تھیں۔ سینے پر بھی ایک بڑی سی میخ گاڑ دی گئی تھی۔ ان کا بدن لہو سے بھیگ رہا تھا۔''

عالی بہت ہی سخت دل اور سخت جان تھی لیکن اپنے باپ کا یہ حال سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ایمان نے کہا۔ ''یہ تو میں پہلے ہی پیش گوئی کر چکا تھا کہ تمہارے پاپا کی موت واقع ہوگی پھر میں نے جب انہیں صلیب پر دیکھا تو یقین ہوگیا کہ واقعی وہ اس جہاں فانی سے کوچ کر چکے ہیں۔''

عالی نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔ ''ابھی تو تم نے کہا تھا کہ میرے پاپا زندہ ہیں؟''

وہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بڑے پیار سے بولا۔ ''میں نے جھوٹ نہیں کہا ہے۔ جب تمہارے پاپا اس صلیب پر بالکل قریب سے نظر آئے تو میں نے صاف طور سے انہیں آنکھیں کھولتے اور سانس لیتے ہوئے دیکھا۔ اس آگہی سے یقین ہو چکا ہے کہ وہ کہیں زندہ ضرور ہیں۔''

عالی نے اطمینان سے ایک گہری سانس لے کر پوچھا۔ ''وہ زندہ ہیں تو تم نے انہیں ایسی حالت میں کیوں دیکھا؟ آگہی کیا کہنا چاہتی ہے؟''

''یہی کہ وہ جہاں بھی ہیں۔ بہت مشکل حالات سے گزر رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آئندہ وہ جب بھی ہمیں ملیں گے تو کسی صلیب پر نظر آئیں گے۔''

''تو پھر تم نے ایسا منظر کیوں دیکھا؟ اس کا مطلب کیا ہے؟''

''صلیب ایک علامت ہے، ایک اشارہ ہے۔ صلیب کا مطلب ہے موت تک لے جانے والے بدترین مصائب .... یا تو وہ ابھی بدترین حالات سے گزر رہے ہیں، یا آئندہ ان پر مشکلات آنے والی ہیں۔''

''اتنا تو یقین ہوگیا ہے کہ وہ جہاں بھی ہیں زندہ و سلامت ہیں۔ تم اپنے علم کے ذریعے معلوم کر سکتے ہو کہ وہ کہاں ہیں؟ اگر ان کا پتا نہ چلے تو کم از کم یہ تو معلوم کر سکتے ہو کہ وہ کن حالات سے گزر رہے ہیں؟''

''ٹھیک ہے، میں ابھی پاپا کے سلسلے میں پھر سے معلومات حاصل کروں گا۔''

''کروں گا نہیں، ابھی کرو۔ میرے اندر کھلبلی سی مچی ہوئی ہے۔''

''پلیز، اپنے آپ کو سنبھالو۔ یوں اضطراب میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے۔ میں بڑی سہولت سے جاننے کی کوشش کرتا ہوں۔ کبھی عجلت سے کام نہیں لیتا۔ تمہیں آج رات تک ان کے بارے میں کچھ نہ کچھ بتا سکوں گا۔ فی الحال ہمیں اس آگہی کے دوسرے پہلو پر غور کرنا چاہیے۔''

''وہ دوسرا پہلو کیا ہے؟''

''یہی کہ ہمارے پاپا زندہ ہیں یہ بہت بڑی خوشی کی بات ہے۔ کیا تم یہ بات اپنی ماما اور تمام عزیز و اقارب کو بتانا چاہو گی؟''

''بے شک، یہ چونکا دینے والی بات انہیں ضرور سنانا چاہیے۔''

''میرا خیال ہے یہ مناسب نہیں ہوگا۔''

اس نے تعجب سے پوچھا۔ ''کیوں.....؟''

''جس طرح علم نجوم کے ذریعے تمام پیش گوئی درست نہیں ہوتی، اسی طرح کیا ضروری ہے کہ آگہی کے ذریعے سے ملنے والی بات بھی بالکل ہی درست ہو؟ پھر متا مجھ سے یہ توقع کریں گی کہ میں اپنے علم کے ذریعے پاپا کا سراغ لگاؤں اور یہ بتاؤں کہ وہ کہاں ہیں؟ اور کن حالات سے گزر رہے ہیں؟''

''اسی لیے تو کہتی ہوں کہ جلد سے جلد معلومات حاصل کرو۔''

''میں نے کہا ناں' آج رات تک میں جو کچھ معلوم کر سکوں گا۔ اس کے مطابق ہم فیصلہ کریں گے کہ متا اور اپنے دوسرے رشتے داروں کو پاپا کے بارے میں کیا بتانا چاہیے؟ اور کیا چھپانا چاہیے؟''

''جب پاپا کی موت کی تصدیق ہوگئی تھی تب میں نے کئی بار خیال خوانی کی پرواز کر کے ان کے اندر پہنچنا چاہا لیکن یہی معلوم ہوتا رہا کہ ان کا دماغ مردہ ہو چکا ہے۔ اب اگر وہ کہیں زندہ ہیں تو مجھے ان کے اندر جگہ ملنی چاہیے۔ میں ابھی کوشش کرتی ہوں۔''

اس نے فرہاد کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی... کچھ حاصل نہ ہوا' سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ وہ مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے بولی۔ ''نہ پہلے ان کا دماغ مل رہا تھا، نہ اب مل رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے' وہ اپنی اصل آواز اور لب و لہجے کو بھول گئے ہیں۔ کسی نے ان پر عمل کیا ہے اور ان کی آواز اور لب و لہجے کو بدل دیا ہے۔''

ایمان نے کہا۔ ''میں ابھی دو چار گھنٹے تک تنہائی میں اسٹڈی کروں گا پھر انشاءاللہ کچھ اہم معلومات حاصل ہوتے ہی تمہاری بے چینی دور کر سکوں گا۔''

''تم نے ایک عجوبے کا بھی ذکر کیا ہے۔ کیا وہ ہمارا دشمن ہے؟''

''ہاں، یہ تو میں کہنا ہی بھول گیا' جہاں میں نے تمہارے پاپا کو صلیب پر دیکھا تھا۔ اس صلیب کے نیچے تمہاری متا بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے بال بکھرے ہوئے اور لباس پھٹا ہوا تھا، وہ ماتم کر رہی تھیں۔ جہاں وہ بیٹھی ہوئی تھیں' وہیں اُس صلیب کے بالکل اوپری حصے پر وہ عجوبہ بیٹھا ہوا مسکرا رہا تھا۔''

عالی نے کہا۔ ''اس کا یوں صلیب کی بلندی پر بیٹھنا اور فاتحانہ انداز میں مسکرانا ظاہر کرتا ہے کہ وہ ہمارا بدترین دشمن ہے۔ کیا اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کون ہے؟ کہاں رہتا ہے؟ اور اسے ہم سے کیا دشمنی ہے؟''

''اس کا نام اور تاریخ پیدائش مجھے معلوم ہوتی تو میں اس کے بارے میں ضرور کچھ نہ کچھ معلوم کر لیتا۔ آئندہ اس کے متعلق کوئی آگہی ملے گی تو شاید [illegible] معلومات حاصل ہو سکیں گی۔''

وہ عالی کے شانے کو تھپکتا ہوا بولا۔ ''میں جا رہا ہوں۔ رات کے کھانے سے پہلے [illegible] ملوں گا۔ انشاءاللہ تمہاری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔''

وہ اس کے بیڈروم سے نکل [illegible] روم کی طرف چلا گیا۔

☆

میں سونیا ہوں۔ فرہاد کی عد [illegible] اس داستان کو جاری رکھنے کے فرائض ادا کر [illegible]

ہم داستان کے ایک عجیب [illegible] اس موڑ پر عالی اور ایمان علی کو یہ معلوم ہو [illegible] زندہ ہے اور کچھ نامعلوم وجوہات کی بنا پر ہم سے رابطہ نہیں کر رہا ہے۔ عالی اور ایمان مجھ سے یہ بات چھپا رہے تھے اور میں بھی اپنے بچوں سے یہی بات چھپا رہی تھی کہ فرہاد زندہ ہے۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ جب اسے تلاش کرتی ہوئی اس کے روبرو پہنچ جاؤں گی تب پورے یقین اور ثبوت کے ساتھ اپنے بچوں اور تمام رشتے داروں کو بتا سکوں گی کہ میرا فرہاد ناقابلِ شکست ہے اور ابھی تک موت بھی اسے شکست دینے میں ناکام ہو رہی ہے۔

دوسری طرف ایمان علی اور عالی نے بھی یہ طے کیا تھا کہ جب تک وہ اپنے پاپا کو ڈھونڈ نہیں لیں گے، اور ان کی زندگی کا ثبوت حاصل نہیں کر لیں گے، اس وقت تک مجھے بھی فرہاد کے متعلق کچھ نہیں بتائیں گے۔ وہ دونوں اپنے طور سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے۔

بے باک مومن نے آ کر مجھے مخاطب کیا۔ ''السلام علیکم متا!...''

میں نے جواب دیا۔ ''وعلیکم السلام! کیا ہو رہا ہے؟''

لندن ایسٹ بورن میں ہمارا ایک بنگلا تھا۔ بے باک نے بتایا کہ وہ اس بنگلے میں منتقل ہو گیا ہے اور آئندہ بھی وہیں رہے گا۔ میں نے اسے اس بنگلے کے ایک تہ خانے اور اس کے چور دروازے کے متعلق بہت کچھ بتایا تھا۔ اس نے وہاں پہنچ کر وہ سب کچھ دیکھا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا۔ ''متا! پاپا نے اس بنگلے میں بڑی ہنرمندی اور کاریگری سے یہ چور دروازہ بنوایا ہے۔ کوئی اس بنگلے کے اندر پہنچ کر کبھی شبہ نہیں کر سکتا کہ نیچے تہ خانہ ہوگا۔ اور چور دروازے تک تو کبھی کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا۔ اگر آپ مجھے نہ بتاتیں تو میں بھی بھٹکتا ہی رہ جاتا۔ کبھی

اس دروازے تک پہنچ نہ پاتا۔''

''یہ بتاؤ، کیا اس تہ خانے کو استعمال کر رہے ہو؟''

''بس، اب کام شروع ہونے والا ہے۔ پرین ماسٹر کو کنگال بنا کر رکھ دوں گا۔ جلد ہی اس کی کھوپڑی گھومنے والی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''وہ آج کل اپنے بیٹے کے لیے بہت پریشان ہے۔''

''جی ہاں، پورس اور کبریا اس کے بیٹے کی پٹائی کرنے فلاڈیلفیا گئے تھے اور اس کی پٹائی بھی کی تھی۔ اس کے بعد ہی جارج رچ اچانک کہیں غائب ہو گیا ہے۔''

''ماسٹر کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا ہے کہ کون اس کے بیٹے سے دشمنی کر رہا ہے؟ لہٰذا اس کی سلامتی اسی میں تھی کہ وہ اسے کہیں روپوش کر دے۔ وہ ایک ہی بیٹا ہے اور جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اب وہ رازداری سے اسے تحفظ دیتا رہے گا۔''

''وہ اسے کب تک کہیں چھپا کر رکھے گا؟ ابھی تو اس کی بیوی مونیکا اور اس کی بیٹی اینا ہمارے قابو میں ہیں۔ میں ان کے ذریعے اسے بڑی دور تک دوڑاتا رہوں گا۔''

''اس کی بیٹی اینا تم سے محبت کرنے لگی ہے؟''

وہ ذرا جھجکتے ہوئے بولا۔ ''جی.... جی ہاں۔''

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ ''اور تم.....؟''

''جی، وہ.... متا! وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔''

''ہوں' اس کے بارے میں کچھ بتاؤ؟''

''وہ میرے لیے اپنے والدین سے بغاوت پر تیار ہے۔ وہ اسے سمجھا رہے ہیں کہ مجھ جیسے سیاہ فام سے محبت تو کیا دوستی بھی نہیں کرنی چاہیے۔''

''پھر تو ماسٹر اپنی بیٹی کے اندر ضرور گیا ہوگا اور کے چور خیالات پڑھے ہوں گے؟''

''جی ہاں، وہ اس کے اندر گیا تھا اور چاہتا تھا کہ اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے ذہن میں میرے لیے نفرت پیدا کر دے لیکن میں نے اس کے عمل کو ناکام بنا دیا ہے۔''

''تم کب تک اسے ناکام بناتے رہو گے؟ وہ پھر کسی وقت تمہاری غیر موجودگی میں اس کے دماغ کو لاک کر دے گا۔''

اس سے پہلے بھی بے باک نے اس کی بیٹی اینا پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر آ کر عمل کرنا چاہے تو وہ یہی تاثر دے کہ وہ کسی کی بھی خیال خوانی کے ذریعے سحر زدہ نہیں ہوگی اگر اس کا باپ جبراً اس پر عمل کرے گا تو وہ عمل

اسپیشل آفر
ماہنامہ دلکش کراچی
اپنی فائل مکمل کیجیے
صرف 100 روپے میں
اپنی پسند اور ضرورت کے پچھلے 5 شمارے
رجسٹرڈ ڈاک سے گھر بیٹھے حاصل کریں
دلکش
کا اجرا اپریل 2006ء سے ہوا۔ اگر آپ پچھلے شمارے حاصل کرنا چاہیں تو اپنی پسند کے کوئی بھی 5 شمارے (دستیابی سے مشروط)
صرف 100 روپے کا ڈرافٹ یا منی آرڈر ادارے کے نام اور پتے پر بھیج کر رجسٹرڈ ڈاک سے اپنے دروازے پر وصول کریں۔
یہ رعایتی اسکیم محدود مدت کے لیے ہے۔
اس سے آج ہی فائدہ اٹھائیں۔
ڈرافٹ / منی آرڈر اس پتے پر بھجوائیں
جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
63 سی فیز II ایکسٹینشن، مین کورنگی روڈ، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی
مزید معلومات کیلئے..... فون: 5802552

عارضی ہوگا۔ ایک آدھ گھنٹے میں ہی وہ اس کے عمل سے نکل جائے گی۔

بے باک نے مجھے یہ باتیں بتائیں۔ میں نے کہا۔ ''یہ تم نے اچھا کیا، اس کی بیوی مونیکا پر بھی ایسا ہی عمل کرو۔ اس طرح دونوں ماں بیٹی تمہارے قابو میں رہا کریں گی۔''

''میں آج رات کسی وقت بھی مونیکا پر عمل کروں گا۔ ویسے ماسٹر کو یہ شبہ نہیں ہے کہ کوئی تنویمی عمل کرنے والا اس کی بیوی اور بیٹی کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اینا کے بارے میں اس کا اور اس کی بیوی کا خیال ہے کہ گوری نسل کی لڑکیاں آج کل کالوں پر مرمٹتی ہیں۔ ان سے محبت کرتی ہیں اور ان سے شادی کرتی ہیں۔ اسی طرح اینا بھی ایک سیاہ فام سے متاثر ہوگئی ہے۔''

ماسٹر تمہارے پیچھے پڑ جائے گا۔ اپنی بیٹی کے ذریعے تمہارا پتا ٹھکانا معلوم کرے گا۔''

''آپ درست کہہ رہی ہیں۔ وہ ابھی یہی کر رہا ہے۔ اس نے بیٹی سے کہا ہے کہ وہ اپنے محبوب بے باک مومن سے فون پر بات کرے اور اس سے کہیں ملے۔ وہ پہلے دور سے چھپ کر مجھے دیکھنا چاہتا ہے۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''وہ تمہیں دیکھنا نہیں چاہتا' بلکہ اپنی بیٹی کے اندر رہ کر تمہاری آواز سننا چاہتا ہے۔ اس کے بعد وہ تم پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار آزمائے گا۔''

''جی ہاں، یہ میرے لیے ایک مشکل مرحلہ ہوگا۔ یا تو مجھے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لینی ہوگی اور یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ یوگا کا ماہر ہوں یا پھر یہ کہ ہمارا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھ پر عمل کر کے میرے دماغ کو لاک کر دے۔ خاص طور سے میرے چور خیالات کے خانے کو لاک کر دے تاکہ وہ میری اصلیت کبھی معلوم نہ کر سکے۔''

میں نے کہا۔ ''تم ہماری فیملی کے ایک ممبر ہو۔ میرے بیٹے ہو۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے ہم سب کے دماغوں پر ایسا روحانی عمل کیا ہے کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے اندر آ کر خیالات تو پڑھتا ہے لیکن ہماری اصلیت معلوم نہیں کر پاتا ہم جس وقت جس روپ میں ہوتے ہیں اسی روپ کے بارے میں دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اس سے زیادہ وہ کچھ معلوم نہیں کر پاتے۔ انشاء اللہ تم پر بھی روحانی عمل کیا جائے گا۔ میں ابھی اعلیٰ حضرت سے بات کرتی ہوں۔ ابھی تم جاؤ اور اپنے معاملات میں مصروف رہو۔''

پھر میں نے فون پر بابا صاحب کے ادارے کے انچارج خالد بن مکرم سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت کی خدمت میں میرا سلام عرض کریں۔ انہیں یہ پیغام دیں کہ جب وہ عبادت سے فارغ ہوں تو مجھ ناچیز کو یاد کریں.... شکریہ۔''

میں نے فون بند کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی میں نے اپنے اندر اعلیٰ حضرت کی آواز سنی۔ ''بولو بیٹی! کیا بات ہے؟''

میں نے بے باک کے بارے میں ان سے بات کی' اس کے حالات بتائے۔ انہوں نے کہا۔ ''بے باک مومن بے شک ایک سچا مومن ہے اور ذہین بھی ہے۔ میں اس پر روحانی عمل کروں گا۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس وقت تک اس کی اصلیت کو سمجھ نہیں سکے گا جب تک وہ خود نہیں چاہے گا۔''

''اعلیٰ حضرت....! آپ کا بہت بہت شکریہ۔''

وہ واپس چلے گئے۔ روحانی عمل کے لیے یہ لازمی نہیں تھا کہ بے باک اپنی جگہ مستعد رہتا یا اپنے بستر پر لیٹ جاتا تو اس پر عمل کیا جاتا۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ہم پر بھی جب عمل کیا گیا تھا تو ہمیں کچھ پتا ہی نہیں چلا تھا کہ ایسا کب ہوگیا؟

بے باک کو بھی یہ معلوم ہونے والا نہیں تھا۔ بعد میں اسے پتا چلتا کہ اس کا دماغ ہماری طرح عجوبہ ہوگیا ہے۔

بے باک خیال خوانی کے ذریعے مونیکا کے اندر تھا اور اس کی سوچ پڑھ کر معلوم کر رہا تھا کہ برین ماسٹر سے اس کا رابطہ ہو رہا ہے یا نہیں؟ اس کے خیالات کچھ نہ بتا سکے کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی کہ ماسٹر خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر کب آ جاتا ہے اور کب چلا جاتا ہے؟ اس نے کبھی اپنی بیوی اور بچوں پر اپنی خیال خوانی کی صلاحیت ظاہر نہیں کی تھی۔

بے باک کو یہ اندازہ ہوگیا کہ ماسٹر مطمئن ہے کیونکہ مونیکا کو کسی نے ٹریپ کیا تھا اور نہ ہی کوئی اسے کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچا رہا تھا۔ اس وقت وہ بہت دیر تک اس کے اندر آتا جاتا رہا تھا۔ جب یقین ہوگیا کہ ماسٹر وہاں نہیں ہے تو اس نے اسے گہری نیند سلا کر تنویمی عمل کیا اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا۔ تنویمی نیند سے بے دار ہونے کے بعد اسے کبھی یہ معلوم نہ ہوتا کہ اس پر عمل کیا گیا ہے اور وہ کسی کی تابعدار بن گئی ہے۔

اس نے اس کے ذہن میں یہ بات بھی نقش کی کہ وہ بیدار ہوگی تو غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر بالکل فریش ہونے کے بعد تہ خانے میں جائے گی اور وہاں سے ہیرے

جواہرات کا ذخیرہ دو چار بڑے بڑے بیگ میں بھر کر اپنی کار کی ڈگی میں رکھے گی پھر وہاں سے ایسٹ بورن کی طرف روانہ ہو جائے گی۔

اس نے دو گھنٹے کے بعد یہی کیا۔ اپنی بیٹی اینا سے پوچھا۔ ''کیا میرے ساتھ آؤٹنگ کے لیے چلو گی؟''

اینا نے بے باک کی مرضی کے مطابق انکار کیا۔ ''سوری ممی! میں پینٹنگ میں پڑی ہوں۔ اس میں اچھا خاصا وقت لگے گا۔ آپ اکیلی ہی چلی جائیں۔''

وہ اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگی۔ ایسے وقت بے باک ان دونوں کے اندر آتا جاتا رہا۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ برین ماسٹر اچانک ہی کسی کام سے یا کسی وجہ سے ان کے پاس آ رہا ہے یا نہیں؟ وہ بہت محتاط رہ کر ان کی نگرانی کر رہا تھا۔

مونیکا ایک لانگ ڈرائیو کے بعد ایسٹ بورن کے اس بنگلے میں پہنچ گئی۔ اس نے بنگلے کے احاطے میں آ کر کار روکی۔ بے باک وہاں کھڑا ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی مگر سمجھ نہیں رہی تھی کہ وہ کون ہے؟ جبکہ بیٹی نے اپنے ہاتھوں سے اس کی تصویر بنائی تھی اور وہ اس کی تصویر دیکھ چکی تھی۔

وہ دونوں ڈگی کے پاس پہنچے پھر اسے کھول کر وہاں سے بھرے ہوئے بیگ اٹھا کر بنگلے کے اندر پہنچ گئے۔ وہ تین بڑے بڑے بھرے ہوئے بیگ تھے۔ انہیں ایک بیڈروم میں رکھنے کے بعد' وہ مونیکا کے شانے کو تھپک کر بولا۔ ''میری ہونے والی مدر اِن لاء! تمہارا بہت بہت شکریہ۔ اب تم یہاں سے جا سکتی ہو۔''

وہ خاموشی سے پلٹ کر وہاں سے چلتی ہوئی باہر آئی پھر اپنی کار میں بیٹھ کر واپسی کے راستے پر چل پڑی، بے باک یہ سب کے خیالات پڑھ کر معلوم کر رہا تھا۔ وہ واقعی غائب دماغ تھی۔ اس وقت سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کس حال میں ہے؟ کہاں ہے؟ اور کیا کرتی پھر رہی ہے؟

جب وہ اپنے بنگلے کے بیڈروم میں پہنچ کر وہاں آرام سے لیٹ گئی اور اس کی آنکھیں بند ہوگئیں تب بے باک نے اسے ایک عامل کی حیثیت سے حکم دیا کہ وہ دماغی طور پر حاضر ہو جائے۔

اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور سوچنے لگی۔ ''میں کہاں ہوں؟''

اسے یاد آیا کہ وہ لنچ کے بعد بیڈ پر آ کر سو گئی تھی اور اب ام چھ بجے اس کی آنکھ کھل رہی ہے۔ برین ماسٹر اپنے بیٹے رچ رچ مین کے لیے بہت فکرمند تھا۔ بیوی اور بیٹی کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس لیے ان کی طرف دھیان نہیں دے رہا تھا۔

وہ جرمنی کے شہر فرینک فرٹ میں تھا۔ اس نے وہیں اپنے بیٹے کو بلا لیا تھا۔ اس کے دماغ کو پہلے سے ہی لاک کر چکا تھا۔ برین واش کر کے اس کے ذہن سے یہ بھلا دیا تھا کہ وہ کون ہے اور کس کا بیٹا ہے اور کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے؟

اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے ایک نیا نام اور ایک نئی شخصیت دی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا ایک بہت بڑا بزنس مین کہلائے اور خوب شہرت حاصل کرے۔ اس کے لیے اس نے ایک بہت بڑی عمارت خریدی تھی۔ کتنے ہی تعلیم یافتہ اور تجربہ کار افراد کو بھاری تنخواہ دے کر ملازم رکھا تھا۔ جاپان کی کاریں دنیا کے ہر ملک میں سب سے زیادہ فروخت ہوتی ہیں۔ وہ جرمنی میں ان تمام کاروں کی مینوفیکچرنگ کے تمام حقوق حاصل کر رہا تھا۔

اتنا بڑا کاروبار ایک دو دن میں قائم نہیں ہو جاتا۔ اس کے لیے مہینوں اور برسوں لگ جاتے ہیں لیکن وہ ایک تو خیال خوانی کے ذریعے کاروباری مشکلات کو آسان کر رہا تھا، دوسرا یہ کہ انتہائی تجربہ کار افراد کو استعمال کر رہا تھا۔ اپنے بیٹے کے ذہن سے عیش و آرام شراب و شباب کی خواہش اور آرام طلبی سب ہی ختم کر چکا تھا اور یہ دیکھ کر مطمئن ہو رہا تھا کہ بیٹا اب تجربہ کار افراد کے ساتھ دن رات لگا رہتا ہے اور بڑی لگن سے ایک بہت بڑا اور کامیاب بزنس مین بننے کی راہوں پر چل رہا ہے۔

بے باک نے میرے پاس آ کر میرے تجربات اور اپنی ذہانت سے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی تھیں لیکن اس کے بیٹے جارج رچ مین کے سلسلے میں ناکام ہو رہا تھا۔ یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ اس نے بیٹے کو کہاں چھپا کر رکھا ہے؟

میں نے بے باک کو سمجھایا ہمیشہ کامیابی کی امید نہ رکھا کرو۔ انسان کتنی ہی طاقت' کتنے ہی اختیارات اور کتنی ہی ذہانت حاصل کر لے، کامیابی کے دوران میں اسے کبھی کبھی ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں اس کے بیٹے کو فی الحال نظر انداز کر دوں؟''

''ہاں، یہی چاہتی ہوں۔ میں نے اور فرہاد نے اپنی ساری زندگی میں یہی دیکھا ہے کہ جو بھی دشمن بڑی کامیابی سے چھپ کر رہتے ہیں اور پُراسرار بنتے رہتے ہیں۔ وہ کبھی اچانک ہی منظر عام پر آ جاتے ہیں۔ یا تو مقدّر کی خرابی سے یا کسی غلطی کی وجہ سے بے نقاب ہو جاتے ہیں۔ ایک دن اس

کا بیٹا بھی سامنے آجائے گا۔ ایک مجرم باپ کی ساری احتیاط اور کوششیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔''

''اچھی بات ہے، میرے اطمینان کے لیے اتنا ہی بہت ہے کہ اس کی بیوی اور بیٹی میرے قابو میں ہیں۔''

''فرہاد کے جن دشمنوں کو عبرت ناک سزائیں دینی ہیں۔ ان میں اسرائیلی آرمی کا ایک اعلیٰ افسر بھی ہے۔''

''میں ابھی اس کے پاس جارہا ہوں۔ وہاں جو معلوم ہوگا اور اس کے خلاف جو کچھ کرنا ہوگا۔ وہ میں ابھی آپ کو آکر بتاؤں گا پھر آپ کے مشورے کے مطابق اسے اس کے بدترین انجام تک پہنچاؤں گا۔''

وہ اسرائیلی آرمی کے ایک کرنل کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ فرہاد کی لاش کو ضائع کرنے اور اسے ناقابلِ شناخت بنا دینے کی سازش میں وہ کرنل بھی شریک رہا تھا۔ بے باک نے اس بار سوچا کہ اس دشمن کو فوراً موت کی سزا نہ دے بلکہ اسے ایسی اذیتوں میں مبتلا کرے کہ وہ ہمیشہ موت کی بھیک مانگتا رہے۔

اس کرنل کا ایک جوان بیٹا اور ایک جوان بیٹی تھی۔ بیٹا بھی آرمی میں ایک جونیئر آفیسر تھا۔ بیٹی جوان اور خوبصورت تھی۔ مگر دماغی مریضہ تھی، کرنل اسے دل و جان سے چاہتا تھا۔ اس نے بڑے بڑے ذہنی امراض کے ماہرین سے اس کا علاج کروایا تھا۔ کسی حد تک اس کی دماغی کمزوری ختم ہوگئی تھی۔ وہ عام حالات میں نارمل رہنے لگی تھی۔ لیکن کبھی کبھی اپنا نارمل ہوکر بہت ہی خطرناک ہوجایا کرتی تھی۔

کرنل اس کے لیے بہت پریشان رہتا تھا۔ ایک بار اس نے اپنا نارمل ہوکر گھر کے ایک ملازم کو گولی ماردی تھی۔ چونکہ بڑے بڑے ڈاکٹرز نے یہ بیان دیا تھا کہ وہ ایک ذہنی مریضہ ہے، اس لیے اسے سزائے موت نہیں ہوسکی تھی۔ عدالت نے حکم دیا تھا کہ اسے پاگل خانے میں رکھا جائے، کبھی اسے احاطے سے باہر جانے نہیں دیا جائے۔

کرنل نے ڈاکٹرز کی حمایت اور اپنے ذرائع استعمال کیے اور یہ اجازت حاصل کرلی کہ وہ اسے اپنے بنگلے کی چار دیواری میں قیدی بنا کر رکھے گا۔ وہاں مسلح گارڈز ہوں گے اور وہ کبھی باہر نہیں نکلا کرے گی۔

اس بنگلے کے احاطے میں ایک وسیع و عریض انیکسی میں اسے قیدی بنا کر رکھا جاتا تھا۔ بے باک کرنل کے ذریعے اس کے بیٹے ڈیلا ئلہ کے اندر پہنچ گیا۔ ان کے خیالات پڑھنے لگا پھر اس نے میرے پاس آکر ان کے حالات بیان کیے۔

میں نے کہا۔ ''ڈیلائلہ کی ذہنی حالت بتاتی ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کا علاج کیا جائے تو وہ پوری طرح نارمل ہوجائے گی۔''

''جی ہاں، میں آپ سے یہی کہنے آیا ہوں۔ اس کے باپ سے ہماری بدترین دشمنی ہے لیکن ہم اس کے بچوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ میں کوشش کروں گا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ڈیلائلہ کا علاج ہوجائے۔''

''بے شک، تمہیں یہی کرنا چاہیے۔ ویسے میں کل صبح لندن آرہی ہوں۔ وہیں کچھ عرصے تمہارے ساتھ رہوں گی۔''

وہ خوش ہوکر بولا۔ ''یہ تو آپ بہت ہی اچھی خبر سنا رہی ہیں۔ میں اپنی منتا کے سائے میں رہ کر اور زیادہ توجہ سے کام کروں گا۔''

''وہاں یُو کے میں بھی فرہاد کا ایک دشمن ہے۔ میں اس سے نمٹنا چاہتی ہوں۔''

''اور میں اس مرحلے میں بھی آپ کے ساتھ رہوں گا۔''

''تم کتنے محاذوں پر کام کرو گے؟ اُدھر ماسٹر کی بیوی اور بیٹی کے ساتھ لگے ہوئے ہو۔ دوسری طرف کرنل کے خلاف انتقامی کارروائی کرنے والے ہو اور پھر اس کی بیٹی کا علاج بھی کرنا چاہتے ہو؟''

''منتا! آپ میرے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے رہیں گی۔ آپ کو ایک خیال خوانی کرنے والے کی ضرورت پیش آتی رہے گی۔ ایسے وقت میں ہی آپ کے قریب رہوں گا۔ میں ہی آپ کے کام آسکتا ہوں۔''

''میں جب مناسب سمجھوں گی، تم سے کام لوں گی ورنہ تم اپنے معاملات میں مصروف رہو گے۔ ہمارے پاس خیال خوانی کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ تمہیں ان دونوں محاذوں پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینی چاہیے۔''

وہ کرنل کی بیٹی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ باپ اور بھائی سے نفرت کرتی ہے۔ اس بات کا غصہ ہے کہ وہ اسے قیدی بنا کر رکھتے ہیں۔ وہ دونوں بھی اس سے بات کرنا چاہتے تھے، اس کے ساتھ کھانا پینا چاہتے تھے تو وہ انکار کردیتی تھی۔ انیکسی کا دروازہ اندر سے بند کرلیتی تھی۔ انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ وہ صبح شام کتابیں پڑھتی یا ٹی وی کے ذریعے باہر کی دنیا کو دیکھا کرتی تھی۔ کوئی اس کے ساتھ وقت گزارنے والا نہیں تھا۔ جب وہ گھبرا جاتی تو دیواروں سے باتیں کرنے لگتی تھی۔

اس وقت بھی ایک دیوار کے سامنے کھڑی ہوئی کہہ رہی تھی۔ ''مجھے یہ سوچ کر غصہ آرہا ہے کہ کب تک ایسی زندگی گزارتی رہوں گی؟ ڈنر کا وقت ہورہا ہے۔ ابھی کوئی بھی دروازہ کھول کر میرے لیے کھانا لائے گا تو میں یہ کانچ کا گلدان اس کے سر پر دے ماروں گی۔ میں بہت پہلے ایک ملازم کو قتل کرچکی ہوں۔ اب یہاں آنے والے گارڈز کو بھی ختم کردوں گی۔''

بے باک نے اس کے اندر کہا۔ ''نہیں ڈیلائلہ! تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔''

وہ ایک دم سے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے قریب اس کے اندر کوئی آگیا ہو اور اسے مخاطب کررہا ہو۔ وہ زیرلب بڑبڑائی۔ ''یہ ابھی کون بول رہا تھا؟''

بے باک نے کہا۔ ''میں ایک فرشتہ ہوں۔ تمہاری مدد کے لیے آیا ہوں اور تم اتنا تو سمجھتی ہی ہو کہ فرشتے نظر نہیں آتے۔''

وہ دیوار کو گھور کر بولی۔ ''میں ایسے فرشتے کا کیا کروں، جو مجھے نظر نہیں آئے گا؟ میرے ساتھ وقت نہیں گزارے گا؟ اور میں تنہائی کے عذاب میں مبتلا رہوں گی۔''

''میری آمد کا فائدہ یہ ہے کہ جلد ہی تمہیں دل و جان سے چاہنے والا ایک لائف پارٹنر تمہاری زندگی میں آئے گا۔''

''کوئی نہیں آئے گا۔ سب مجھے خطرناک پاگل سمجھ کر دور بھاگتے رہیں گے۔''

''ایسا ہمیشہ نہیں ہوگا۔ اگر تم میری ایک بات مانو گی تو کوئی تمہیں کبھی پاگل نہیں کہے گا۔''

''تم کون سی بات منوانا چاہتے ہو؟''

''تمہاری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ تم غصے کو برداشت نہیں کرتیں اور اس انتہا کو پہنچ جاتی ہو کہ کسی کو مارنے پیٹنے کے بعد ہی تمہارا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔''

''ہاں، ایسا تو ہوتا ہے۔ ابھی وہ گارڈ میرے لیے رات کا کھانا لے کر آئے گا۔ میں اس کے ساتھ یہی سلوک کروں گی۔''

''ایسا نہیں کرو گی۔''

وہ پاؤں پٹخ کر بولی۔ ''کروں گی...''

''پلیز، فرشتے کی بات مان لو۔ مجھ سے دوستی کرکے تم ساری دنیا سے اپنی باتیں منوا سکو گی۔''

''تم مجھ سے کیا منوانا چاہتے ہو؟''

''غصہ کرنا چھوڑ دو۔ یہ ثابت کرو کہ تمہیں کبھی غصہ نہیں آتا ہے اور جب یہ ثابت کرتی رہو گی۔ کبھی کسی پر حملہ نہیں کرو گی، ہمیشہ ہنستی بولتی رہو گی تو سب ہی یہ تسلیم کریں گے کہ تم خطرناک پاگل نہیں رہی ہو بلکہ تھوڑی سی بھی ابنارمل نہیں ہو۔''

اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے ایک دم سے گھور کر دروازے کی طرف دیکھا۔ بے باک نے کہا۔ ''دیکھو! اپنے آپ کو قابو میں رکھو اور نارمل رہ کر دروازہ کھولو۔''

لیکن وہ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی دروازے کے پاس پہنچی، اسے کھول کر دیکھا تو ایک مسلح گارڈ ایک ملازم کے ساتھ آیا تھا۔ اس کے لیے رات کا کھانا ایک ٹرالی میں لایا گیا تھا۔ اس نے بڑی شرافت سے انہیں اندر آنے کا راستہ دیا۔ ایک طرف ہٹ کر کانچ کے گلدان کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کا دماغ شدت سے یہ مطالبہ کررہا تھا کہ فوراً ہی گلدان اٹھا کر پیچھے سے اس گارڈ پر حملہ کرے اور بے باک کہہ رہا تھا کہ میں ایک فرشتہ ہوں۔ تمہاری مدد کے لیے آیا ہوں۔ تمہیں ایک نارمل لڑکی بناؤں گا۔ تم ایسا نہیں کرسکو گی جیسا ابھی کرنا چاہتی ہو۔

وہ محسوس کررہی تھی کہ اس کے اندر کا غصہ کچھ کم ہورہا ہے۔ اس کے باوجود اس نے اس گلدان کو اٹھا کر اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اس وقت وہ مسلح گارڈ ملازم کے ساتھ واپس جارہا تھا۔ وہ اس کے ہاتھوں میں گلدان دیکھتے ہوئے بولا۔ ''بس! یہ ٹوٹ جائے گا، بہت ہی نازک ہے۔ اسے اس کی جگہ واپس رکھ دیں۔''

وہ گلدان پھینک کر اسے مارنا چاہتی تھی لیکن بے باک نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا تھا۔ وہ خاموشی سے پلٹ کر اسے اس کی جگہ رکھنے لگی۔ جب اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہ ملازم اور گارڈ وہاں سے جاچکے تھے۔

وہ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی دروازے پر گئی۔ اس پر حملہ نہ کرنے کا غصہ تھا۔ اب وہ اسے گالیاں دینا چاہتی تھی لیکن بے باک نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔ وہ دروازے کو اندر سے بند کرکے واپس کھانے کی ٹرالی کے پاس آگئی۔

وہ بڑے پیار سے اس کے ذہن کو تھپک رہا تھا۔ سمجھا رہا تھا۔ غصہ تھوک دو، دیکھو! کتنی اچھی بات ہوگئی، تم نے انہیں نقصان نہیں پہنچایا۔ پلیز، اپنے اندر جھانک کر دیکھو اور سمجھو کہ تم اصل میں چاہتی کیا ہو؟''

''تم فرشتہ ہو، تم جانتے ہو گے، بتاؤ میں کیا چاہتی ہوں؟''

''یہی کہ تم سب سے زیادہ نمایاں رہنا چاہتی ہو۔ سب

سے برتر سب سے نمایاں رہنے کے لیے تمہارے پاس کوئی غیر معمولی صلاحیت نہیں ہے۔ اس لیے تم غصّے کے ذریعے اپنے آپ کو منوانا چاہتی ہو۔''

''ہاں، شاید یہی بات ہے۔ بہرحال میں کسی بھی طرح خود کو منوا تو رہی ہوں۔ سب ہی میرے لیے فکر مند رہتے ہیں۔ مجھے اہمیت دیتے ہیں۔ اور دن رات میری حفاظت کرتے رہتے ہیں۔''

''وہ تمہاری نہیں اپنی حفاظت کی فکر میں رہتے ہیں۔ اسی لیے تمہیں قیدی بنا کر رکھتے ہیں۔ میں بتاؤں کس طرح ایک لڑکی دوسروں سے برتر اور نمایاں ہوتی ہے؟''

اس نے پوچھا۔ ''کس طرح ہوتی ہے؟''

''کسی لڑکی کی زندگی میں کوئی چاہنے والا آتا ہے، وہ اسے محبت دیتا ہے اور اسے اتنے پیار سے اپنے دل میں بٹھاتا ہے کہ ساری دنیا بڑے رشک و حسد سے اسے دیکھتی ہے۔''

وہ بڑی حسرت سے سن رہی تھی اور خلا میں تک رہی تھی۔ بے باک اس کی بدلتی ہوئی ذہنی کیفیات کو سمجھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''تمہاری زندگی میں بھی ایسا ہی ایک حسین ساتھی آئے گا۔ تمہاری سوسائٹی میں تمہیں سب سے زیادہ دولت مند اور تمہیں سب سے زیادہ چاہی جانے والی لڑکی بنا کر رکھے گا تو سب ہی تمہیں دیکھ کر رشک کریں گے۔''

''کیا سچ کہہ رہے ہو؟ میری زندگی میں بھی کوئی ایسا چاہنے والا آئے گا؟''

''ضرور آئے گا۔ مجھ پر بھروسا کرو اور وعدہ کرو، آئندہ غصّے کو قابو میں رکھو گی۔ اپنے اندر جبر و تشدد کے احساسات کو کچلتی رہو گی اور یقین کے ساتھ یہ سوچتی رہو گی کہ تم نارمل رہ کر ایک ایسے خوبرو اور اسمارٹ حسین ساتھی کو حاصل کرو گی جو تمہیں سب سے برتر اور نمایاں رکھے گا۔''

''ٹھیک ہے، میں تمہاری بات مانوں گی اور اپنے اندر غصّے کو کچلتی رہوں گی۔''

''شاباش! اب وہاں آرام سے بیٹھ کر کھانا شروع کرو۔''

وہ کھانا شروع کرتے ہوئے بولی۔ ''مسٹر فرشتہ! میں خطرناک حد تک ابنارمل ضرور ہو جاتی ہوں لیکن نادان اور کند ذہن نہیں ہوں۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے۔ فرہاد اور اس کی فیملی کے بارے میں بہت کچھ سنتی رہتی ہوں۔''

''بے شک تم تعلیم یافتہ اور ذہین ہو۔ یہاں تنہائی میں کتابیں پڑھتی رہتی ہو۔''

''فرشتہ بن کر آنے والے...! اس وقت تم بھی خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر بول رہے ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟''

بے باک نے مسکرا کر کہا۔ ''تم واقعی ذہین ہو۔ خوب سمجھ رہی ہو۔ صرف تمہاری اس دماغی کمزوری نے تمہیں ابنارمل بنا دیا ہے۔ میں تمہارے پاس آتا جاتا رہوں گا۔ تمہاری ایک ہی دماغی کمزوری ہے، اسے ختم کرتا رہوں گا۔ انشاءاللہ تم جلد ہی ایک نارمل اور خوشحال زندگی گزارنے لگو گی۔''

''تم کون ہو اور تمہیں مجھ سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ کیا وہی خوبرو اور اسمارٹ جوان ہو جو مجھے نمایاں مقام دے گا؟ اور سب سے برتر رکھے گا؟''

''نہیں، تمہیں پھول کی طرح اپنے پیار کے گلدان میں سجانے والا وہ کوئی اور ہوگا۔ میں صرف تمہارا معالج ہوں۔''

''میرے معالج میرے مسیحا کیوں بن رہے ہو؟ مجھ سے کیا ہمدردی ہے؟''

''مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں؟ نہ میں تم سے کبھی ملوں گا، اور نہ کبھی نظر آؤں گا۔ ایک مسیحا بن کر تمہارے اندر آیا ہوں۔ تمہارا علاج ہوتا رہے گا۔ میں ایسے وقت واپس جاؤں گا جب تم نارمل ہو جاؤ گی اور تمہاری زندگی میں وہ پیار کرنے والا آ جائے گا۔''

''تم مجھ سے کیوں چھپ رہے ہو؟ اتنا تو سمجھ گئی ہوں کہ تم ایک مسلمان ہو۔''

بے باک نے حیرانی سے پوچھا۔ ''یہ تم نے کیسے سمجھ لیا؟''

''ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے باتوں کے دوران انشاءاللہ کہا تھا، اور ایسا کوئی مسلمان ہی کہتا ہے۔''

''واقعی تم ذہین ہو۔''

''اور چونکہ تم مسلمان ہو اس لیے تمہارا تعلق فرہاد کی فیملی سے اور بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔''

''پھر تو تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس ادارے میں درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟''

''میں زیادہ کچھ نہیں جانتی۔ ڈیڈی سے سنتی رہتی ہوں۔ وہ فرہاد کی زندگی اور اس کی موت کے بعد بھی پریشان رہتے ہیں۔''

''تمہیں ان کی پریشانیوں کی وجوہات بھی معلوم ہوں گی؟''

''ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے دشمنی۔ ایک بار جب میں

Telefun Mobil
Telefun
A Complete Telephonic Entertainment
0900-78601
نہ قرعہ اندازی
نہ انتظار
بغیر کسی سوال کے
بنائے مالدار
نتائج دن میں 2 بار،
کال کیجئے بار بار
0900-78601
اپنے موبی لنک نمبر سے صرف 78601 ملائیں یا پی ٹی سی ایل نمبر سے 0900-78601 ڈائل کیجیے۔ کال ملتے ہی لکی نمبر کے آپشن میں جائیں اور ہمیں اپنا لکی نمبر بتائیے اگر آپ کا بتایا ہوا لکی نمبر ہمارے کمپیوٹر میں پوشیدہ نمبر سے میچ کر گیا تو آپ اسی وقت دو سو سے لیکر ایک لاکھ روپے تک جیت سکتے ہیں
اور وہ بھی بغیر کسی قرعہ اندازی کے۔ آپ کتنی رقم جیتنا چاہتے ہیں یہ فیصلہ بھی آپ ہی کو کرنا ہے۔۔۔۔ کیسے؟
0 سے لے کر 9 تک کوئی بھی ایک ڈیجٹ بتانے پر دو سو روپے، 00 سے 99 کے درمیان کوئی بھی دو ہندسے بتانے پر ایک ہزار روپے،
000 سے 999 تک تین عدد بتانے پر دس ہزار روپے، 0000 سے لے کر 9999 تک کے چار نمبر بتا کر ایک لاکھ روپے کا انعام
جیتنے کے لئے ابھی کال کیجئے
Call Rate 14.07/min.
78601 موبائل سے ڈائل کریں صرف Mobilink صارفین کے لئے
0900-78601 PTCL صارفین کے لئے
Ad Creator
THE LASER

پوری طرح سے نارمل تھی تو میں نے ڈیڈی سے کہا تھا' آپ ایسے شخص سے کیوں دشمنی مول لیتے ہیں جو خود کو ایک مدت سے ناقابلِ شکست ثابت کرتا آرہا ہے؟''

''پھر تمہارے ڈیڈی نے کیا جواب دیا؟''

''یہی کہ مسلمان اور یہودی ندی کے دو کنارے ہیں یہ ایک نہیں ہو سکتے، ہم ہمیشہ آگ اور پانی بن کر رہیں گے۔''

''تمہارے ڈیڈی غلط کہتے ہیں۔ ورنہ انسان انسان کا دوست بن کر رہ سکتا ہے۔ اگر فرہاد سے اس لیے دشمنی رہی تھی کہ وہ مسلمان ہے تو پھر الپا تو کٹر یہودی تھی، وہ اپنی اسرائیلی قوم اور وطن کی بھرپور حفاظت کرتی تھی، ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس نے فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے سے مخالفتیں مول لی تھیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیشہ اپنے وطن اور اپنی قوم کو تحفظ دیتی رہی تھی۔ اس کے باوجود تمہارے ڈیڈی اور دوسرے اکابرین نے اس کے خلاف سازشیں کیوں کیں؟ اسے اپنا ہی ملک چھوڑ کر جانے پر کیوں مجبور کر دیا...؟''

''یہ سیاست اور یہ سازشیں نہ میری سمجھ میں آتی ہیں اور نہ میں سمجھنا چاہتی ہوں۔ یہ دیکھ کر اطمینان ہو رہا ہے کہ ابھی انسانیت زندہ ہے اور تم ایک مسلمان ہو کر مجھ جیسی ایک یہودی لڑکی کا علاج کرنے آئے ہو۔''

''ڈیلائلہ! تم بہت اچھی ہو۔ بہت ذہین ہو۔ کوشش کرو کہ مجھ سے تعاون کرتے ہوئے اپنی اس دماغی کمزوری کو ختم کرو گی۔ پھر تمہیں کوئی قیدی بنا کر نہیں رکھے گا۔ تم کھانے کے بعد آرام کرو۔ میں پھر کسی وقت آؤں گا۔''

''میرے سونے سے پہلے ضرور آؤ۔ تم سے بات کرنا اچھا لگ رہا ہے۔ مجھے حوصلہ مل رہا ہے اور یقین ہو رہا ہے کہ میں نارمل ہو جاؤں گی۔''

''ایک شرط پر ہی آؤں گا۔ میرے آنے تک تم اپنے دماغ میں یہ باتیں دہراتی رہو گی کہ اب تمہیں کبھی غصہ نہیں کرنا ہے۔ تم ایسی مشقیں کرو کہ تمہارے اندر کے منفی خیالات ختم ہوتے رہیں۔ جب کوئی منفی سوچ نہیں ہو گی تو تمہیں غصہ بھی نہیں آئے گا۔ اچھا اب میں جاتا ہوں پھر آؤں گا۔''

بے باک اس کے اندر سے نکل آیا۔ اس نے سوچا تھا کہ ڈیلائلہ کے ذریعے اس کے باپ کی نیندیں حرام کر دے گا لیکن اب وہ بیٹی کو باپ کے خلاف استعمال کرنا نہیں چاہتا تھا، اسے اس معاملے سے بالکل الگ رکھ کر اس کا علاج کرنا چاہتا تھا۔

وہ کرنل کے دماغ میں آ گیا۔ اس وقت وہ اپنے بیٹے کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر تھا۔ وہ کھانے کے دوران میں باتیں کر رہے تھے۔ ڈینی کہہ رہا تھا۔ ''کل آپ کا برتھ ڈے ہے۔ ہم ہر سال بڑی دھوم دھام سے برتھ ڈے مناتے ہیں۔ تمام اسرائیلی حکام اور آرمی کے اعلیٰ افسران آپ کو وِش کرنے آتے ہیں لیکن کل ایسا نہیں ہو سکے گا۔ آرمی کے جوان آپ کو سخت نگرانی میں رکھتے ہیں۔ یہ نہیں چاہتے کہ فرہاد کی آتما کسی کو بھی آلۂ کار بنا کر آپ کے پاس چلی آئے۔''

کرنل نے کہا۔ ''اب سے پہلے جتنے افراد مارے گئے ہیں۔ ان کے چاروں طرف بھی ایسے ہی سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ وہ کمبخت تو موت کی طرح اٹل ہے۔ جب کہہ دیتا ہے تو کسی نہ کسی طرح اپنے شکار کو موت کے گھاٹ اتار ہی دیتا ہے۔''

''بے شک، ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں۔ ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم یوگا کے ماہر نہیں ہیں اور باہر جو پہرا دے رہے ہیں۔ انہیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ گونگے بن کر رہیں اور کسی سے کوئی بات نہ کریں۔ اتنی احتیاط کے باوجود وہ کسی نہ کسی کے دماغ میں گھس آتا ہے۔''

ایسے ہی وقت آرمی کا ایک میجر اور کیپٹن وہاں آئے انہوں نے کہا۔ ''سر! ہم دونوں یوگا کے ماہر ہیں۔ کل آپ کا برتھ ڈے ہے اور اب سے دو گھنٹے بعد بارہ بجتے ہی آپ کی پیدائش کا دن شروع ہو جائے گا، ہم آپ کے ساتھ صبح تک رہیں گے۔ ہمارے جانے کے بعد دو اور یوگا کے ماہر یہاں پہنچ جائیں گے۔ ان کی کوشش یہی ہو گی کہ وہ یہاں کسی کے بھی اندر پہنچ کر آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔''

ڈینی نے ان یوگا جاننے والوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ کے آنے سے ہماری ہمت بڑھ گئی ہے۔ یقین ہو رہا ہے کہ فرہاد کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ آپ بھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائیں۔''

میجر نے کہا۔ ''ہم کھا پی کر آئے ہیں۔ صرف کافی پئیں گے۔''

ان کے لیے کافی کا آرڈر دیا گیا۔ ایسے وقت فون کا بزر سنائی دیا۔ کرنل نے نمبر پڑھتے ہوئے کہا۔ ''انیکسی سے ڈیلائلہ کا فون ہے۔''

اس نے فون آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو بیٹی! کیا رات کا کھانا کھا چکی ہو؟''

''وہ تو میں کھا چکی ہوں۔ یہ بتائیں کب تک یہاں ایک قیدی بن کر رہوں گی؟ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ

اب نارمل ہوتی جا رہی ہوں۔''

''میری جان! میری بیٹی! میں کیسے یقین کروں کہ باہر آنے کے بعد تم اپنا نارمل نہیں ہو گی؟''

''اب میں آپ کو کیسے سمجھاؤں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میرے پاس ابھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا تھا۔''

اس نے چونک کر میجر اور کیپٹن کو دیکھا پھر اس کی بات کو دہراتے ہوئے کہا۔ ''کیا! کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر آیا تھا؟ وہ کون تھا؟ کیا کہہ رہا تھا؟''

''آپ پریشان نہ ہوں۔ وہ میرا علاج کرنے آیا ہے اور ہمیشہ میرے پاس آتا رہے گا۔ وہ بہت اچھا ہے۔ اس کے آنے کے بعد میں محسوس کر رہی ہوں کہ بہت حد تک نارمل ہو چکی ہوں۔''

کرنل نے جھنجھلا کر کہا۔ ''وہ علاج کرنے نہیں۔ دشمنی کرنے آیا ہے۔ کیا تم جانتی ہو وہ کون ہے؟ کیا تم نے اس کا نام پوچھا ہے؟ اس کی ہسٹری معلوم کی ہے؟''

''ایک مسیحا کی ہسٹری یا نام معلوم کرنا ضروری نہیں ہے۔ وہ صدقِ دل سے علاج کرنے آیا ہے۔ میرے لیے یہی کافی ہے۔ جب سے وہ آیا ہے، میں خود کو بہتر محسوس کر رہی ہوں۔''

اِدھر کرنل جو کچھ کہہ رہا تھا اس سے میجر اور کیپٹن نے اندازہ کر لیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کا کھیل شروع ہو چکا ہے۔ فرہاد کی آتما اس کی بیٹی کے ذریعے یہاں تک پہنچنا چاہتی ہے۔ کرنل نے جھنجھلا کر فون پر کہا۔ ''تم میری صرف ایک بات کا جواب دو۔ کیا تم نے یہ معلوم نہیں کیا کہ وہ کون ہے؟''

''مجھے اس کا نام تو معلوم نہیں ہے لیکن آپ کو یہ سن کر غصہ آئے گا کہ وہ مسلمان ہے اور جب وہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے تو یقیناً اس کا تعلق فرہاد کی فیملی سے اور بابا صاحب کے ادارے سے ہو گا۔''

''اوہ گاڈ! تم نارمل رہ کر پہلے ہی کیا کم مصیبتیں پیدا کر رہی تھیں کہ اب ایک دشمن کو دوست اور مسیحا بنا رہی ہو؟''

وہ بے باک کی مرضی کے مطابق بولی۔ ''آپ پریشان کیوں ہیں؟ اگر وہ آپ کا دشمن ہے تو میرے ذریعے آپ تک کیسے پہنچے گا؟ آپ نے تو مجھے قیدی بنا کر رکھا ہے۔ نہ میں یہاں سے باہر نکلوں گی' نہ وہ میرے ذریعے آپ کو نقصان پہنچائے گا۔''

''وہ تمہارے ذریعے فون پر میری آواز سن کر میرے دماغ میں آ سکتا ہے۔''

''ڈیڈ! کیسی احمقانہ باتیں کر رہے ہیں؟ مجھے پاگل کہتے ہیں اور خود عقل سے خالی ہو رہے ہیں۔ وہ تو نہ جانے کب سے دوسرے آرمی والوں کے ذریعے آپ کی آوازیں سنتا آیا ہو گا؟ وہ آپ تک پہنچنے کے لیے مجھے کبھی بیساکھی نہیں بنائے گا۔ وہ سچے دل سے میرا علاج کرنے آیا ہے اور میں اس کی عزت کرتی ہوں۔''

وہ غصے سے بولا۔ ''عزت کرتی ہو تو کرتی رہو۔ مجھے فون کرنے کی کیا ضرورت تھی؟''

''آپ کو صرف یہ بتانا چاہتی تھی کہ میں بڑی حد تک نارمل ہو رہی ہوں۔ اگر وہ میرے پاس آتا جاتا رہا تو جلد ہی مجھے اس قید خانے سے نجات مل جائے گی۔ میں سوچ رہی تھی کہ میرا علاج ہو رہا ہے' میں نارمل ہو رہی ہوں تو آپ سن کر خوش ہوں گے۔ لیکن افسوس....''

اس نے فون بند کر دیا۔ کرنل نے اپنے فون کو دیکھا پھر اسے آف کرتے ہوئے پریشانی سے بولا۔ ''میری بیٹی کے پاس جو خیال خوانی کرنے والا آیا ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ فرہاد ہو گا۔''

میجر نے کہا۔ ''بے شک... اور کون ہو سکتا ہے؟ وہ کم بخت مسیحا بن کر آپ کی بیٹی کے پاس آیا ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم سب محتاط رہیں گے۔ آپ کے پاس اس وقت کوئی ہتھیار تو نہیں ہے؟''

کرنل نے کہا۔ ''میں نے اور میرے بیٹے نے اس بنگلے سے تمام ہتھیار غائب کر دیے ہیں۔ ہمارے کسی کمرے میں ایک چھوٹا سا چاقو تک نہیں ہے۔''

''یہی ہونا چاہیے۔ وہ آپ کے اندر گھس کر کسی بھی ہتھیار کے ذریعہ آپ کو خودکشی پر مجبور نہیں کر سکے گا۔''

کرنل تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ ''ایک بات ضرور ہے۔ وہ ابھی تک میرے دماغ میں نہیں آیا ہے۔''

اس کے بیٹے نے کہا۔ ''اور میرے دماغ میں بھی نہیں آیا ہے۔ میں نے اپنے اندر کبھی اس کی آواز نہیں سنی۔ جبکہ وہ آسانی سے آ سکتا ہے۔''

کرنل نے کہا۔ ''میجر! کیا اس سلسلے میں اسے کوئی مشکل پیش آ رہی ہو گی؟''

میجر نے کہا۔ ''پتا نہیں، اس کی آتما کس کے جسم میں داخل ہوئی ہے؟ جس کے اندر بھی گئی ہے۔ وہ دماغی طور پر فرہاد کی طرح مستحکم ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو پھر یقیناً اسے آپ کے اندر پہنچنے میں دشواری پیش آ رہی ہو گی۔''

کرنل کے بیٹے نے کہا۔ ''ہم تو دعا مانگ رہے ہیں' ایسا ہی ہو۔ وہ کبھی ہمارے اندر نہ آ سکے۔''

وہ باتوں میں مصروف تھے۔ ایسے ہی وقت کرنل کے فون کا الارم بولنے لگا۔ ڈینی مسکراتے ہوئے بولا۔ ''ٹھیک بارہ بجے ہیں۔ میں نے یہ الارم لگا رکھا تھا تاکہ ڈیڈی کی پیدائش کا دن شروع ہوتے ہی ہمیں خبر ہو جائے۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ڈیڈی...!''

میجر اور کیپٹن بھی اسے پچاسویں سالگرہ کی مبارکباد دینے لگے۔ اس کے بیٹے نے کہا۔ ''مبارکباد ایسے نہیں دی جائے گی۔ میں نے ڈیڈی کے بیڈروم میں برتھ ڈے کیک رکھا ہے۔ یہ ابھی کیک کاٹیں گے۔ ہم سب کو کھلائیں گے اور ہم سے مبارکباد وصول کریں گے۔''

وہ سب وہاں سے اٹھنے لگے۔ وہ بولا۔ ''جسٹ اے منٹ۔ پہلے میں ڈیڈ کے کمرے میں جاتا ہوں۔ موم بتیاں روشن کرنے کے بعد آپ سب کو اندر بلاؤں گا۔''

کیپٹن نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''آپ اپنے ڈیڈی سے کتنی محبت کرتے ہیں؟ ہم سب کی یہی کوشش ہوگی کہ ان کا سایہ ہمیشہ آپ کے سر پر رہے۔''

وہ وہاں سے بیڈروم کی طرف چلا گیا۔ وہ پھر وہیں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ پندرہ منٹ کے بعد کرنل نے ذرا پریشان ہو کر کہا۔ ''یہ ابھی تک واپس کیوں نہیں آیا؟''

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں بھی تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ اس کے ساتھ چلتے ہوئے کمرے کے دروازے پر آئے تو اسی وقت دروازہ کھل گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا پھولا ہوا غبارہ تھا۔ وہ بولا۔ ''سوری ڈیڈ! میں غبارے پھلا رہا تھا۔ اس لیے دیر ہو گئی۔ اندر آ جائیں۔''

انہوں نے اندر آ کر دیکھا۔ ایک طرف بڑا سا برتھ ڈے کیک رکھا ہوا تھا اور بیڈ پر کتنے ہی پھولے ہوئے غبارے رکھے ہوئے تھے۔ وہ سب مسکرانے لگے۔ میجر نے پوچھا۔ ''تم نے ہیپی برتھ ڈے نہیں لکھا؟''

''ہاں، لکھا ہے۔ اُدھر دیکھیں....''

اس نے ایک دیوار کی سمت اشارہ کیا۔ سب نے ادھر دیکھا تو ایک دم سے چونک گئے۔ وہاں بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا تھا۔ ''میں اپنے جسم اور دماغ کو تلاش کرتا ہوا یہاں تک چلا آیا ہوں...''

کرنل کے دماغ کو ایک زبردست جھٹکا پہنچا۔ وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے چلا گیا۔ گرنے ہی والا تھا کہ میجر نے اسے سنبھال لیا۔ بیٹے نے وہ تحریر پڑھنے کے بعد شدید حیرانی سے کہا۔ ''یہ! یہ کس نے لکھا ہے؟ میں نے تو یہاں ہیپی برتھ ڈے ٹو مائی ڈیڈی لکھا تھا؟''

وہ سب پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ کیپٹن نے پوچھا۔ ''کیا آپ نے اسی دیوار پر اسی جگہ لکھا تھا؟''

''بالکل.... میں نے مارکر سے اسی دیوار پر ٹھیک اسی جگہ لکھا تھا۔ جو لکھا تھا' وہ نہیں ہے۔ جو نہیں لکھا تھا' وہ دکھائی دے رہا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟''

میجر نے کہا۔ ''ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ اس نے ضرور تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور تم غائب دماغ رہ کر وہی لکھتے چلے گئے جو وہ چاہتا تھا۔''

اس نے اپنے بالوں کو دونوں مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے کہا۔ ''مجھے پتا کیوں نہیں چلا؟ وہ میرے دماغ میں آیا اور چلا گیا۔ مجھے کچھ تو معلوم ہونا چاہیے تھا۔ میں یہ کیسے لکھ سکتا ہوں؟ میں تو اپنے ڈیڈ کی لمبی عمر چاہتا ہوں۔''

کرنل نے میجر کے کپڑے چھیتے ہوئے کہا۔ ''میرے بیٹے کو چیک کرو۔ وہ اسے آلۂ کار بنا کر اس کے لباس میں کوئی ہتھیار چھپا سکتا ہے۔ اس کی مرضی کے مطابق مجھے ہلاک کر سکتا ہے۔''

کیپٹن نے اس کی جا[illegible] لی لیکن کوئی ہتھیار برآمد نہیں ہوا تب ڈینی نے اجا[illegible] لگایا۔ وہ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔ ''میری تلاشی کیا لیتے ہو؟ ڈیڈ کے تکیے کے نیچے دیکھو۔''

میجر نے لپک کر اس تکیے کو اٹھایا تو وہاں ایک ریوالور رکھا ہوا تھا۔ میجر نے حیرانی سے پوچھا۔ ''ڈینی! یہ ہتھیار تم نے یہاں رکھا ہے؟''

وہ بولا۔ ''ابھی کوئی سوال نہ کرو۔ الماری کھول کر دیکھو...''

میجر نے فوراً ہی الما[illegible]ری کو کھولا۔ ڈینی نے کہا۔ ''اب دراز کو کھولو۔''

کرنل بری طرح سہما ہوا تھا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی بیٹے کو اور کبھی میجر کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے دراز کو کھولا تو وہاں ایک بھرا ہوا پستول رکھا تھا۔ بے باک مومن کی مرضی کے مطابق ڈینی نے کہا۔ ''اس گھر کو ہتھیاروں سے خالی کر دیا گیا تھا لیکن تم جہاں جہاں دیکھو گے' وہاں کوئی نہ کوئی ہتھیار ضرور ملے گا۔ اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے کی ضرورت کیا ہے؟ ذرا میرے ڈیڈ کی بھی تو تلاشی لو۔''

کرنل نے ہڑبڑا کر اپنے آپ کو ٹٹولا۔ پورے لباس پر ہاتھ پھیرتے ہی ایک دم سے چونک گیا۔ اندر ہاتھ ڈالا تو ایک چاقو برآمد ہوا۔ اس نے شدید حیرانی سے کہا۔ ''یہ! یہ

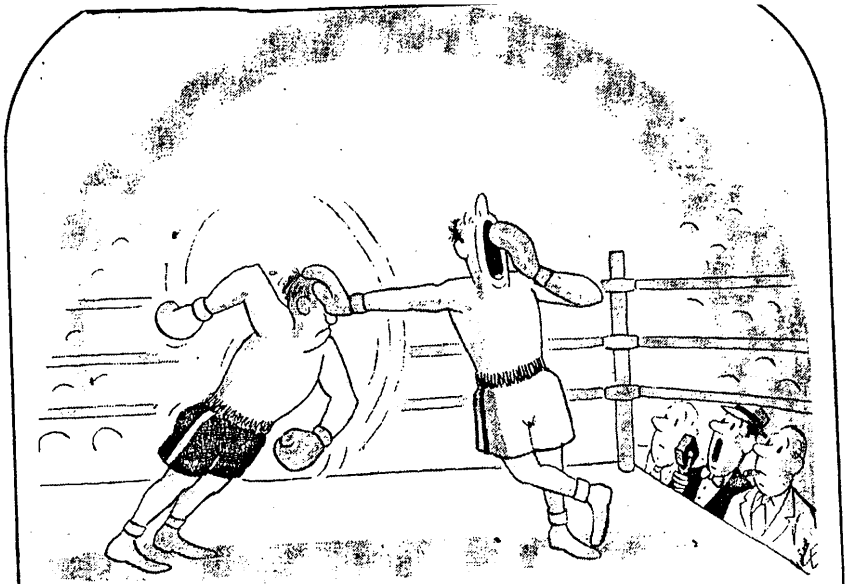

''اب چیمپئن صاحب محض وقت گزاری کر رہے ہیں۔''

میرے لباس میں کہاں سے آ گیا؟ میں نے اسے نہیں رکھا تھا۔ یہ کیسے آ گیا؟''

میجر نے اس کے ہاتھ سے چاقو لیتے ہوئے کہا۔ ''آپ آرام سے یہاں بیٹھ جائیں۔ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے۔''

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''کیا بات سمجھ میں آئی ہے؟''

''یہی کہ وہ ہمارے حفاظتی انتظامات کا مذاق اُڑا رہا ہے۔ باہر ہم نے مسلح گارڈز کا سخت پہرا رکھا ہے۔ اس مکان کو ہتھیاروں سے خالی کر دیا تھا۔ اس کے باوجود وہ آپ دونوں کے اندر آتا رہا تھا اور غائب دماغ بنا کر آپ ہی کے ذریعے یہاں جگہ جگہ ہتھیار چھپاتا رہا تھا۔ حتیٰ کہ آپ نے یہ چاقو خود اپنے لباس میں چھپایا اور آپ کو خبر بھی نہ ہو سکی۔''

کرنل کو ہر طرف موت دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بڑی بے بسی سے بولا۔ ''جب وہ ہمارے اندر آ سکتا ہے' ہمیں غائب دماغ بنا کر ہتھیار یہاں رکھ سکتا ہے تو کسی بھی وقت بڑی آسانی سے مجھے مار سکتا تھا پھر اس نے اب تک مجھے ہلاک کیوں نہیں کیا ہے؟''

''وہ یہ ثابت کر رہا ہے کہ آپ کی زندگی اس کی ایک چٹکی میں ہے۔ وہ کسی بھی وقت آپ کو مسل سکتا ہے لیکن ایسا نہیں کر رہا ہے۔ صرف دہشت میں مبتلا کر رہا ہے۔''

کرنل نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں، وہ مجھے مار ڈالتا تو میں فوراً ہی مر جاتا لیکن وہ مجھے زندہ رکھ کر ذہنی اذیتیں دے رہا ہے۔ دھیرے دھیرے مارنا چاہتا ہے۔''

بے باک نے پہلی بار ڈینی کے ذریعے کہا۔ ''ٹھیک سمجھے... مگر دیر سے سمجھے۔ اگر میں ایک طرف تمہاری جان کا دشمن ہوں تو دوسری طرف تمہاری بیٹی کا معالج اور محافظ بھی ہوں۔ وہ نہیں جانتی کہ جن لوگوں نے میری لاش کے چیتھڑے اُڑا دیے تھے، اُن سے انتقام لے رہا ہوں لہٰذا آئندہ بھی اس سے یہ بات نہ کہی جائے۔ وہ معصوم لڑکی مجھے اپنا مسیحا سمجھتی ہے۔ اسے یہی سمجھنا چاہیے۔ اگر تم چند گھنٹوں تک یا چند دنوں تک سانسیں لیتے رہنا چاہتے ہو تو اپنی بیٹی کو رہائی دو۔ وہ اپنا رول نہیں رہے گی۔ اس کی ذمے داری مجھ پر ہے۔ وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ بس... اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ اب جا رہا ہوں۔''

بے باک یہاں سے کرنل کی بیٹی کے پاس آ گیا۔ وہ اسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ہائے ڈیلائلہ...! میں اپنے وعدے کے مطابق آ گیا

ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''آئی لو یو مائی اینجل...''

''ہاں، مجھے فرشتہ کہو۔ دوست کہو مگر بوائے فرینڈ نہ سمجھو۔ تمہیں اپنی یہودی قوم میں سے کسی جوان کو پسند کرنا ہے۔ اسے لائف پارٹنر بنانا ہے۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''اسی لیے میں تمہیں آئی لو یو کہہ رہی ہوں۔ تم بہت اچھے ہو۔ بہت اچھا مشورہ دے رہے ہو۔''

''تو پھر یہ بتاؤ، کیا تم نے کبھی کسی کو پسند کیا ہے؟ کسی کو اپنا آئیڈیل بنایا ہے؟''

''ہاں، وہ ایک کروڑ پتی باپ کا اکلوتا بیٹا ہے۔ اس کے ساتھ میری زندگی سنور جائے گی لیکن وہ بہت مغرور ہے۔ مجھے چاہتا تو ہے مگر کبھی خود مجھے فون نہیں کرتا۔ کہیں ملاقات نہیں کرتا۔ میں نے ہی ایک آدھ بار اسے فون کیا ہے اور ملاقات کی ہے۔ اس طرح میری اَنا کو ٹھیس پہنچتی رہی۔ پھر مجھے غصہ بھی آنے لگا تو میں نے اسے اپنے دل و دماغ سے نوچ کر پھینک دیا۔''

''میں نے تمہیں سمجھایا ہے، آیندہ غصہ نہیں کرو گی۔ خود پر قابو رکھو گی۔''

''ہاں، میں وعدہ کرتی ہوں۔ اب غصہ نہیں کروں گی۔ تم بہت اچھے ہو۔ میں تمہاری ہر بات مانتی رہوں گی۔''

''دیکھو ڈیلائلہ! میں تم پر کتنا بھروسا کرتا ہوں؟ میں نے بڑے اعتماد سے تمہاری فیملی کو کہا ہے کہ آیندہ تم ابنارمل نہیں رہو گی۔ تمہیں رہا کر دیا جائے۔ میں نے یہ ذمے داری لی ہے کہ تم کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔''

وہ متاثر ہو کر بولی۔ ''تم مجھ پر اتنا اعتماد کرتے ہو اور تم نے میری طرف سے اتنی بڑی ذمے داری قبول کی ہے۔ خدا کی قسم، اب میرا یہ فرض بنتا ہے کہ دن رات اپنے دماغ سے غصے کو نوچ کر پھینکتی رہوں اور تمہاری تمام ہدایات پر عمل کرتی رہوں۔ میں کبھی تمہیں ڈیڈ اور دنیا والوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہونے دوں گی۔''

''شکریہ ڈیلائلہ! اب مجھے اپنے اس چاہنے والے کا نام پتا اور ٹیلی فون نمبر بتاؤ۔ بلکہ ابھی اس سے فون پر رابطہ کرو۔ میں تمہارے ذریعے اس کی آواز سن کر اسے تمہارا غلام بنا دوں گا۔''

وہ خوش ہو کر فوراً ہی فون پر اس سے رابطہ کرنے لگی۔ اس کا نام دانیال موسس تھا۔ بے باک اس کی آواز سنتے ہی اس کے اندر تہلکہ خیز خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا وہ ڈیلائلہ کو بہت چاہتا ہے لیکن ذرا مغرور ہے۔ محبت کے معاملے میں کبھی پہل نہیں کرتا۔ یہی چاہتا ہے کہ ہمیشہ ڈیلائلہ کی طرف سے پہل ہوا کرے۔

وہ فون پر شکایت کرنے لگی۔ ''کیا دنیا والوں کی طرح تم نے بھی مجھے ابنارمل سمجھ لیا ہے؟ کیا اسی لیے تم نے کبھی فون پر بھی میری خیریت نہیں پوچھی؟''

وہ بولا۔ ''ہاں، کچھ ایسی ہی بات ہے۔ تم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتیں کہ تم نے اپنے ملازم کو قتل کیا ہے۔ تم پر مقدمہ چلتا رہا ہے لیکن تمہیں پاگل سمجھ کر معاف کر دیا گیا۔ عدالت نے تمہیں پاگل خانے بھیجنے کا حکم دیا تھا لیکن تمہارے ڈیڈ نے اپنے وسیع ذرائع اور اختیارات سے کام لے کر تمہیں پاگل خانے نہیں جانے دیا۔ گھر میں ہی قیدی بنا کر رکھا ہے اور وہیں علاج کر رہے ہیں۔''

''کیا ابھی میری باتوں سے تمہیں اندازہ نہیں ہو رہا کہ میرا علاج ہو چکا ہے؟ میں نارمل ہو گئی ہوں؟''

دانیال نے بے باک کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''ہاں، اتنے عرصے بعد تمہاری آواز سن کر خوشی ہو رہی ہے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے میری ڈیلائلہ مجھے واپس ملنے والی ہے۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''میں ایک ہی شرط پر تمہیں ہمیشہ کے لیے مل سکتی ہوں اور وہ شرط یہ ہے کہ تم کبھی مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ ڈاکٹر نے کہا ہے، غصہ ہی میری کمزوری ہے۔ اب رفتہ رفتہ یہ کمزوری بھی دور ہوتی جا رہی ہے۔ میں تم سے یہی توقع کرتی ہوں کہ آیندہ تم کبھی کوئی ایسی بات نہیں کرو گے جو مجھے مشتعل کر دے۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں، آیندہ حالات کے مطابق، تمہارے مزاج کو سمجھتے ہوئے تم سے باتیں کروں گا اور تمہاری باتیں مانتا رہوں گا۔''

وہ سن رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ بے باک دانیال کے دماغ میں جم کر بیٹھ گیا تھا۔ اسے دماغی طور پر ڈیلائلہ کی طرف مائل کرتا جا رہا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ آیندہ بھی ڈینی کے اندر آ کر اسے پوری طرح اس کا دیوانہ بنا دے گا۔

اس نے ڈیلائلہ کے اندر آ کر کہا۔ ''اب تو خوش ہو؟''

وہ سوچ کے ذریعے بولی۔ ''میں تمہارا جتنا بھی شکریہ ادا کروں، کم ہے۔''

''ابھی شکریہ ادا نہ کرو۔ اس سے باتیں کرتی رہو۔ میں جا رہا ہوں، پھر کسی وقت آؤں گا۔''

وہ کرنل سے انتقام لینے گیا تھا۔ اسے تو وہ جب چاہتا یک چٹکی میں مسل دیتا لیکن اس نے دشمنی کو عارضی طور پر ملتوی کر دیا تھا۔ اس کی بیٹی سے دوستی کر رہا تھا۔ وہ ایک ہی دن میں

پوری طرح نارمل نہیں ہو سکتی تھی۔ رفتہ رفتہ اس کے دماغ سے غصہ کم ہونے والا تھا۔ اس کی کمزوری دور کرنے میں کچھ وقت لگنے والا تھا۔ بے باک نے یہ طے کر لیا تھا کہ وقتاً فوقتاً اس کے پاس جاتا رہے گا اور اس کا علاج کرتا رہے گا۔

☆☆☆

برین ماسٹر اپنے اکلوتے بیٹے کے سلسلے میں بہت زیادہ مصروف ہو گیا تھا لیکن ان مصروفیات کے دوران یہ بات ذہن میں تھی کہ آیندہ بھی اسے ایک پُراسرار برین ماسٹر کی حیثیت سے اپنی دھاک جمائے رکھنا ہے۔ کبھی دشمنوں سے کمزور نہیں پڑنا ہے۔ اس کے لیے لازمی تھا کہ زیادہ سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابعدار بناتا رہتا۔

اس مقصد کے لیے وہ بابر کو بہت پہلے ہی اپنا تابعدار بنا چکا تھا۔ اس کے بعد وہ تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے جو کوما میں پڑے ہوئے تھے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان تینوں کے دماغوں کو لاک کر کے مختلف پناہ گاہوں میں پہنچا دیا تھا۔

ایسے وقت برین ماسٹر نے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خوش فہمی میں مبتلا رکھا تھا اور ان کو ما میں رہنے والوں کے دماغوں کو لاک کرنے کے باوجود ان کے اندر آسانی سے آتا جاتا رہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ آیندہ وہ ان تینوں کو موقع پا کر وہاں سے نکال لائے گا اور اپنی کسی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچا دے گا۔

لیکن اپنا بیٹا اتنا اہم ہو گیا تھا کہ وہ دوسری تمام مصروفیات کو نظر انداز کر رہا تھا۔ کبھی کبھی کسی دوسرے معاملے پر توجہ دیتا تھا تاکہ دوسرے حالات اور معاملات پر آیندہ اپنی گرفت مضبوط رکھ سکے۔

ایسے وقت اس نے سوچا۔ ''مجھے ان تین کو ما میں رہنے والوں کی خبر لینی چاہیے۔ اگرچہ میں انہیں فی الحال وہاں سے فرار نہیں کرا سکوں گا۔ نہ ہی کسی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچا سکوں گا پھر بھی ان کی خبر لینی چاہیے۔''

یہ سوچتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ان تین میں سے ایک کے اندر پہنچا تو اس نے سانس روک لی، اس کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ وہ ایک دم سے چونک گیا پھر اس نے دوسرے کے اندر پہنچنا چاہا تو وہاں بھی یہی ہوا۔ تیسرے نے بھی سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ فوراً ہی یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔

اسے زبردست شاک پہنچ رہا تھا۔ اگر وہ ایک طرف بیٹے کو تحفظ دینے میں کامیاب ہو رہا تھا تو دوسری طرف بُری طرح ناکامی ہو رہی تھی۔ وہ تینوں اس کے لیے بہت اہمیت رکھتے تھے۔ اس نے سوچا۔ ''شاید امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شبہ ہو گیا تھا کہ میں یا دوسرے دشمن ان تینوں کے اندر چھپے رہتے ہیں اس لیے انہوں نے دوبارہ ان پر تنویمی عمل کر کے نئے سرے سے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا ہے۔''

وہ جاننا چاہتا تھا کہ ایسا کیوں ہوا؟ ایسی کیا بات ہو گئی کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دوبارہ ان پر عمل کیا ہے؟

ان سوالوں کے جواب حاصل کرنے کے لیے وہ امریکی اکابرین کے دماغوں میں جانے لگا۔ ایک آرمی افسر کے خیالات نے بتایا کہ کوئی دشمن ان کو ما میں رہنے والوں کو ٹریپ کر چکا تھا۔ انہیں خفیہ پناہ گاہوں سے نکال کر کسی دوسری جگہ پہنچا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اطلاع ملی کہ وہ تینوں اپنی خفیہ رہائش گاہ سے فرار ہو گئے ہیں تب امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایک کو ما میں رہنے والے کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنے قابو میں کر لیا۔ باقی دو گرفت میں نہ آ سکے اور

اللہ کے کلام پاک سے آپ کی تمام مشکلات اور بیماریوں کا علاج

☆ نظر بد، ہر قسم کی بندش اور بدعملیات کا توڑ ☆ آفیسر کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے ☆ بیرون ملک روزگار کے لئے ☆ کسی حاکم و آفیسر یا جج کے غلط فیصلے سے بچاؤ کے لئے ☆ اولاد کے حصول کے لئے ☆ شوہر خرچہ نہ دیتا ہو ☆ زوجہ لڑ جھگڑ کر میکے چلی گئی ہو ☆ تبادلے کی منسوخی کے لئے ☆ شراب یا کسی بھی نشے کی عادت چھڑانے کے لئے ☆ کاروبار میں ترقی کے لئے ☆ نافرمان یا آوارہ اولاد کو راہ راست پر لانے کے لئے ☆ جائیداد میں چھینے ہوئے حق کو واپس دلانے کے لئے ☆ مکان فلیٹ یا کاروباری جگہ کو کسی قابض سے چھڑانے کے لئے ☆ شادی میں کامیابی کے لئے ☆ فالج ☆ کینسر ☆ میدے میں زخم ☆ دل کے امراض ☆ پیلیا ☆ شوگر ☆ جسم میں درد ☆ دل میں گھبراہٹ ☆ کمزوری ☆ عورت کا اندرونی علاج بغیر آپریشن ☆ ناراض کو راضی کرنا۔

آج ہی رابطہ کریں

صوفی علی مراد
021-2355488
0333-2327650

اب تک یہ پتا نہیں چل رہا ہے کہ وہ دونوں کہاں روپوش ہو گئے ہیں؟ انہیں پورے امریکا میں تلاش کیا جا رہا ہے۔

برین ماسٹر سوچنے لگا۔ ''میرا خیال غلط نکلا۔ ان تینوں کو کوئی اور ہی دشمن ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔ جن میں سے ایک اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ باقی دو کو بڑی کامیابی سے حاصل کر چکا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے' ایسا کس نے کیا ہے؟''

اس کی عقل نے کہا۔ ''سیدھی سی بات ہے۔ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی ایسا کر سکتے ہیں یا پھر فرہاد کی آتما ڈبل گیم کھیل رہی ہے۔ ایک طرف مجھے بیٹے کے معاملے میں اُلجھا رہی ہے' دوسری طرف میری فتوحات کو شکست میں بدل رہی ہے۔''

وہ بڑے یقین سے سوچ رہا تھا کہ فرہاد کی آتما ایک نئے جسم میں پہنچ کر ان دو کوما میں رہنے والوں کو اپنا تابعدار بنا چکی ہے۔ اسے بہت بری طرح شکست دے رہی ہے۔ جو افراد اس کی لاش کو ناقابلِ شناخت بنانے کی سازش میں ملوث تھے' انہیں وہ ایک ایک کر کے ہلاک کر رہا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ یا تو وہ اس تک پہنچ نہیں پا رہا ہے یا اسے زندہ چھوڑ کر ڈھیل دے کر دوسری طرف سے نقصان پہنچا رہا ہے۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے بابر کے دماغ میں آیا۔ چونکہ وہ اس کا معمول اور تابعدار تھا اس لیے اپنے اندر اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے۔ ''پتا نہیں برین ماسٹر کہاں گم ہو گیا ہے؟ مجھ سے رابطہ نہیں کر رہا ہے۔ نہ ہی کوئی کام لے رہا ہے۔ میں اسے یہ خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ عالی کا پتا ٹھکانا معلوم ہو گیا ہے۔ وہ حیدرآباد دکن میں ہے۔''

ماسٹر نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ فرہاد کے تمام بچوں کے پتے ٹھکانے معلوم کرے۔ فرہاد کی موت کے بعد وہ سب انڈیا سے جا چکے تھے۔ اس لیے کوئی ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ برین ماسٹر کو یہ نئی بات معلوم ہوئی کہ عالی اپنے باپ کی آخری رسومات ادا کرنے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں گئی۔ جبکہ سب ہی وہاں پہنچے ہوئے تھے۔

اس نے بابر کے دماغ میں یہ سوال پیدا کیا کہ عالی انڈیا میں کیوں رہ گئی؟ اس ادارے میں کیوں نہیں گئی؟

بابر کی سوچ نے کہا۔ ''پتا نہیں ایسی کیا بات ہو گئی کہ بیٹی باپ کے آخری دیدار کے لیے بھی وہاں نہیں گئی؟ میں نے ایک اجنبی کی حیثیت سے بابا صاحب کے ادارے میں فون کیا تھا اور کہا تھا کہ میں ان کے بچوں سے باری باری فون پر تعزیت کرنا چاہتا ہوں تب مجھ سے کہا گیا تھا کہ وہ سب ابھی سوگ منا رہے ہیں چوبیس گھنٹے بعد ان سے رابطہ کیا جا سکے گا۔

پھر میں نے یونہی فرمائش کی کہ کم از کم عالی سے بات کرائی جائے تب پتا چلا کہ وہ حیدرآباد میں ہے اور یہاں نہیں آئے گی۔''

ماسٹر نے اسے مخاطب کیا۔ ''بابر...! میں ابھی تک تمہارے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اب یہ بتاؤ' عالی حیدرآباد میں کہاں ہو سکتی ہے؟ وہ تو بہت بڑا شہر ہے۔''

''بے شک، مجھے اس کا صحیح پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہے لیکن آپ آؤڈی مین کو وہاں بھیج کر اس لڑکی تک پہنچ سکتے ہیں۔ وہ غیر معمولی قوتِ سماعت رکھنے والا ہمیں بڑی آسانی سے وہاں پہنچا دے گا۔''

برین ماسٹر اپنے بیٹے کے معاملے میں مصروف رہنا چاہتا تھا۔ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، میں ابھی آؤڈی مین کو حکم دیتا ہوں۔ تم بھی کسی پہلی فلائٹ سے حیدرآباد دکن پہنچو۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گا۔''

یہ کہہ کر اس نے فوراً ہی آؤڈی مین سے رابطہ کیا پھر اسے حکم دیا۔ ''تم آج ہی کسی پہلی فلائٹ سے حیدرآباد دکن پہنچو۔ وہاں تمہیں فرہاد کی بیٹی عالی کی آواز سن کر اسے ٹریپ کرنا ہے۔''

آؤڈی مین نے کہا۔ ''سر! ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فرہاد کے بچوں نے اپنی آواز اور لب و لہجے تبدیل کیے ہوئے ہیں اگر یہ درست ہے تو پھر میں وہاں جا کر عالی کی آواز کیسے سن سکوں گا؟''

وہ اُلجھتے ہوئے بولا۔ ''میں دوسری طرف مصروف ہوں۔ ابھی بحث نہیں کر سکوں گا۔ تم حیدرآباد جاؤ۔ وہاں پہنچو گے تو اس لڑکی تک پہنچنے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیا جائے گا۔''

وہ ہر گھنٹے آدھے گھنٹے میں بیٹے کے اندر پہنچ جایا کرتا تھا، اس کی بہتری اور تحفظ کے لیے بہت کچھ کرتا رہتا تھا۔ اس وقت بھی بیٹے کے پاس جانے کی جلدی تھی۔ اس لیے آؤڈی مین کو مختصر سا حکم دے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔

میں بھی دوسرے دن لندن بے باک کے پاس پہنچ گئی تھی۔ وہ اتنا خوش ہو رہا تھا کہ اپنے ہاتھوں سے میرے لیے کھانا پکا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''یہ کیا کر رہے ہو؟ تمہیں کئی جگہ مصروف رہنا ہے۔ یہ کام میں کرتی ہوں۔ کل سے کسی اچھے کک کو رکھ لیا جائے گا۔''

''یہ میری خواہش ہے کہ اپنے ہاتھوں سے پکا کر آپ کو

کھلاؤں۔ اس لیے آپ اعتراض نہ کریں۔ جہاں تک مصروفیات کا تعلق ہے تو میں اسرائیلی آرمی کے اس افسر سے بڑی حد تک نمٹ چکا ہوں۔ اسے ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر رہا ہوں اور اس کی بیٹی کا دماغی علاج بھی کر رہا ہوں۔''

وہ ڈیلائلہ اور اس کے باپ کرنل کے بارے میں بہت کچھ بتانے لگا۔ میں نے تمام باتیں سننے کے بعد خوش ہو کر کہا۔ ''میرا بیٹا بے باک مومن واقعی مومن ہے۔ دشمن کے بچوں سے دشمنی نہیں کرتا بلکہ ان کے ساتھ اچھا رویہ رکھتا ہے۔''

میں نے اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے پوچھا۔ ''اب اپنی اینا کے بارے میں بتاؤ، تمہارا عشق کہاں تک پہنچا؟''

''مجھ سے زیادہ تو وہ میری دیوانی ہو گئی ہے۔ دن رات میرے ہی بارے میں سوچتی رہتی ہے۔''

میں نے اسے پیار سے گھورتے ہوئے کہا۔ میرے سامنے زیادہ باتیں نہ بناؤ اور جھوٹ نہ بولو۔ تم خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر جاتے ہو اور اسے اپنی طرف مائل کرتے رہتے ہو، وہ بیچاری تو بری طرح سے تم پر عاشق ہو گئی ہے۔''

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''یس ممّا! پہلے تو میں نے یہی کیا تھا۔ اس کے دماغ میں جا کر اسے اپنی طرف مائل کرتا رہتا تھا لیکن اب ایسا کچھ نہیں کرتا ہوں۔ بائی گاڈ! وہ دل کی گہرائیوں سے مجھے چاہنے لگی ہے۔''

''تم نے کہا تھا کہ ماسٹر تمہارے بارے میں کھوج لگا رہا ہے؟ بیٹی کے ذریعے تمہاری آواز سننا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟''

''میں کل سے اینا کی طرف رخ نہیں کر رہا ہوں۔ اس سے کترا رہا ہوں۔ یہ اندیشہ ہے کہ ماسٹر اس کے ذریعے میرے اندر پہنچے گا تو میں بے اختیار سانس روک لوں گا۔ اس سے وہ اندازہ کرے گا کہ میں عام انسانوں سے مختلف ہوں۔ یوگا کا ماہر ہوں اور اگر میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دی تو وہ میرے چور خیالات پڑھ کر میری اصلیت معلوم کر لے گا۔''

میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔ مجھے یقین ہے' اب تک تم پر روحانی عمل ہو چکا ہے۔ تمہارا دماغ بھی ہماری طرح عجوبہ بن گیا ہے۔''

اس نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا واقعی...؟ کیا ماسٹر یا کوئی بھی دشمن میرے خیالات پڑھ کر میری اصلیت نہیں معلوم کر سکے گا؟''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''تم جس روپ میں رہو گے، دشمن تمہارے چور خیالات پڑھ کر اسی روپ کو سمجھیں گے۔ تمہاری اصلیت تک کبھی پہنچ نہیں پائیں گے۔ جب تک خود تم نہیں چاہو گے۔''

اس نے میرے گال کو چوم کر کہا۔ ''اوہ آئی لو یو ممّا! آپ نے اور اعلیٰ حضرت نے مجھے ایک بہت بڑے اندیشے سے نجات دلائی ہے۔ آئندہ میں کسی بھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سامنے یوگا کا مظاہرہ نہیں کروں گا۔ انہیں اپنے اندر آنے کی کھلی اجازت دوں گا۔''

ایسے ہی وقت الپا نے مجھے مخاطب کیا۔ ''السلام علیکم ممّا!''

میں نے کہا۔ ''وعلیکم السلام.... کیسی ہو بیٹی؟''

''آپ کی دعائیں اور اعلیٰ حضرت کی کرم فرمائیاں ہیں۔ میں یہاں بابا صاحب کے ادارے میں بہت خوش ہوں۔ ایسا لگتا ہے' ایک نئی دنیا میں سانس لے رہی ہوں۔''

''خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔ ابھی کیسے یاد کیا ہے؟''

''میں نے ابھی بیٹھے بیٹھے سوچا کہ ان تین کوما میں رہنے والوں کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔ جب امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تینوں پر عمل کر رہے تھے اور ان کے دماغوں کو لاک کر رہے تھے تب میں اور کرونا ان کے اندر موجود تھیں۔ ہمیں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ کس آواز اور

لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کیا جا رہا ہے؟''

''میں یہ باتیں جانتی ہوں۔ آگے بولو؟''

''آگے کیا بولوں؟ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر پہنچنا چاہا تو کسی ایک کے بھی اندر نہ پہنچ سکی۔''

''اس کا مطلب ہے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان پر دوبارہ عمل کیا ہے۔ نئی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا ہے؟''

''ایسی کوئی بات نہیں متا! میں نے امریکی اکابرین کے خیالات پڑھے ہیں۔ ایک افسر کے خیالات سے معلوم ہوا کہ وہ بھی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے پریشان ہیں۔ وہ تینوں کسی کی گرفت میں آ کر اپنی خفیہ پناہ گاہ سے فرار ہو رہے تھے۔ ان میں سے دو تو ہاتھ نہ آ سکے مگر تیسرا ان کے ہاتھ آ گیا ہے۔''

''پھر تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ماسٹر ہی باقی دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے شکنجے میں لے چکا ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''شاید یہ بات بھی نہیں ہے۔ وہ تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا جو فرار ہونے میں ناکام رہا تھا اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ اس کے اندر کوئی عورت آئی تھی۔ اس نے عمل کر کے اس کے دماغ کو نئے سرے سے لاک کر دیا تھا پھر اسے اس پناہ گاہ سے فرار ہونے پر مجبور کیا تھا۔''

میں نے کہا۔ ''تعجب ہے، وہ عورت کون ہو سکتی ہے جس نے ان پر عمل کیا تھا؟ ایک کو حاصل کرنے میں ناکام رہی لیکن دو کو حاصل کر چکی ہے؟''

''میں عالی، الوشے اور تاشہ ٹیلی پیتھی جانتی ہیں۔ ہم میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ اب ایک کرونا ہے۔''

''ہماری ثنا (نومی کرسٹل) بھی ہے لیکن وہ چالیس دنوں تک نہ خیال خوانی کرے گی اور نہ ہی کسی معاملے میں دلچسپی لے گی لہٰذا ثنا نے بھی ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ لامحالہ کرونا پر ہی شبہ کیا جا سکتا ہے۔ کیا تم نے اس سلسلے میں اس سے بات کی ہے؟''

''نہیں، میں چاہتی ہوں' آپ کی موجودگی میں اس سے بات ہو۔ میں اسے کہہ دیتی ہوں کہ آپ نے یاد کیا ہے۔ وہ یہاں آئے گی تو پھر ہم اس سے بات کریں گے۔''

''ہاں، یہی مناسب رہے گا۔ اسے میرے پاس بھیج دو۔''

الپا اسی وقت خیال خوانی کے ذریعے کرونا کے پاس پہنچی تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ اس نے دوسری بار پہنچ کر کہا۔ ''میں الپا ہوں۔ متا نے تمہیں یاد کیا ہے۔ ابھی ان کے پاس جاؤ۔''

الپا واپس میرے پاس پہنچ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی کرونا نے آ کر کہا۔ ''مارننگ متا! میں کرونا بول رہی ہوں۔''

''تم مارننگ کہہ رہی ہو۔ اس کا مطلب ہے' جس ملک میں ہو وہاں ابھی صبح ہوئی ہے؟''

''آپ تو کسی بھی ایک لفظ سے بات کرنے والے کو دور تک پہچان لیتی ہیں۔ بے شک میں اس وقت کینیڈا میں ہوں۔''

''تم تو قاہرہ میں فرمان کے پاس تھیں؟''

''میں وہاں سے ٹونی جے کے پاس آ گئی تھی۔ ابھی آ کر آپ کو یہ خوشخبری سنانے ہی والی تھی کہ میں اور ٹونی جے ایک دوسرے کے لائف پارٹنر بن چکے ہیں۔''

''یہ تو واقعی بہت خوشی کی بات ہے۔ تم اب تک جگہ جگہ بھٹکتی رہی ہو۔ کوئی تمہیں سمجھنے اور چاہنے والا نہیں ملا تھا۔ اب ٹونی جے مل گیا ہے۔ اس کی قدر کرتی رہنا۔ کیا ہنی مون منانے کینیڈا گئی ہو؟''

وہ ایک ذرا جھجک کر بولی۔ ''جی، جی ہاں۔ ٹونی کی خواہش تھی کہ ہم نیاگرا فال کے قریب ہنی مون منائیں۔''

''چلو اچھی بات ہے۔ یہ بتاؤ، ان دونوں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہاں چھپا کر رکھا ہے؟''

''جج۔ جی...'' اس نے چونکنے کی ایکٹنگ کی۔

پھر پوچھا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟''

''کرونا! ابھی تم نے کہا تھا کہ میں ایک لفظ سے بات کرنے والے کو دور تک پہچان لیتی ہوں۔ تم میرے سوال پر چونکی نہیں ہو۔ بلکہ چونکنے اور حیران ہونے کی ایکٹنگ کر رہی ہو۔''

''او نو متا...! میرے لیے یہ سچ مچ چونکنے کی بات ہے کہ آپ ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ سے منسوب کر رہی ہیں اور یہ سمجھ رہی ہیں کہ میں نے انہیں ٹریپ کر لیا ہے اور چپ چاپ کسی پناہ گاہ تک پہنچا دیا ہے؟''

''اچھا تو تم نے ایسا نہیں کیا ہے؟''

وہ پریشانی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔ میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آپ اس سلسلے میں مجھ پر شک کیوں کر رہی ہیں؟ میں تو ٹونی جے کے ساتھ اس طرح مگن ہوں کہ ان تینوں کی طرف دھیان بھی نہیں جا رہا ہے۔ ابھی آپ کی

200 WEAVES
ہاشمی®
اسپغول بھوسی
ہر موسم میں موزوں
ہر موسم میں مُفید۔
سردیوں میں عموماً گرم اور چکنائی والی چیزوں کا استعمال بڑھ جاتا ہے، جن میں کیلوریز زیادہ ہوتی ہیں جو وزن اور کولیسٹرول میں اضافے کا باعث بنتی ہیں، لہٰذا ہاشمی اسپغول کا روزآنہ استعمال ضروری ہے۔
سرد موسم میں ہاشمی اسپغول کا استعمال نیم گرم دودھ کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے۔
فیملی پیک
160
صرف 135 روپے
Hashmi Ispaghol Husk
Natural fibre for bowel regulation and reduction of blood cholesterol
Family Pack
8* گرام ساشے
صرف 7 روپے
۲۵، ۵۰ اور ۱۰۰ گرام کے پیکٹ میں دستیاب ہے!
*ایک وقت کی تجویز کردہ خوراک 8 گرام ہے۔
ڈیلی لو فِٹ رہو
A Product of:
Mohammad Hashim Tajir Surma
Website: www.hashmisurma.com E-mail: a.hashmi@cyber.net.pk
ESTABLISHED 1794
THE LASERTOO

زبان سے یہ بات سن رہی ہوں۔''

''دیکھو کرونا! فرہاد نے تمہیں بیٹی بنایا تھا۔ کیا اس کی آنکھیں بند ہوتے ہی تم ہم سے غداری کرو گی؟''

''میری تو سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ آپ مجھ پر کیوں شک کررہی ہیں؟ کیا میرے خلاف آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟''

''الپا ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر پہنچنا چاہتی تھی لیکن نہ پہنچ سکی۔ پتا چلا کہ ان کے دماغوں کو دوبارہ تنویمی عمل کے ذریعے لاک کیا گیا ہے۔''

''تو پھر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایسا کیا ہو گا۔''

''وہ خود پریشان ہیں اور ہم پر شک کررہے ہیں۔''

''وہ ہم پر کیوں شک کریں گے؟ کیا برین ماسٹر انہیں ٹریپ نہیں کرسکتا؟ انہیں اغوا کرکے کسی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچا نہیں سکتا؟''

''نہیں، یہ ماسٹر نے بھی نہیں کیا ہے۔''

''آپ کیسے یقین سے کہہ سکتی ہیں؟''

''تم اس تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھول رہی ہو' جو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی گرفت میں آگیا ہے۔ اس نے بیان دیا ہے کہ اس پر ایک عورت نے عمل کیا تھا اور نئی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ اب بتاؤ وہ عورت کون ہوسکتی ہے؟''

''ہماری دنیا میں کتنی ہی ٹیلی پیتھی جاننے والیاں ہیں۔''

''پوری دنیا میں نہیں۔ صرف ہماری فیملی اور بابا صاحب کے ادارے میں ہیں۔ چونکہ فرہاد نے تمہیں بیٹی کہا تھا اس لیے ہم تمہیں بھی اپنی فیملی میں شامل کرتے ہیں۔''

وہ ذرا سوچ کر بولی۔ ''جب امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تین کو مامیں رہنے والوں پر عمل کررہے تھے اور نئی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کررہے تھے تو اس وقت میرے ساتھ الپا بھی تھی۔ آپ صرف میرا محاسبہ کررہی ہیں۔ کیا الپا ایسا نہیں کرسکتی؟''

''وہ کبھی ایسا نہیں کرے گی۔ ہم سے زیادہ اس کی نیت کو اعلیٰ حضرت جانتے ہیں۔ انہوں نے اسی لیے الپا کو ادارے میں رہنے کی اجازت دی ہے کہ اب اس کے اندر جھوٹ اور دغابازی نہیں ہے۔''

''یعنی میں جھوٹی اور دغاباز ہوں؟''

''تم سچ بولو یا ٹونی جے کو میرے پاس بھیجو۔ میں دیکھتی ہوں کہ وہ مجھ سے کیسے جھوٹ بولے گا؟''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''معاف کیجئے۔ جب میں جھوٹی اور دغاباز ہوں تو میرا شوہر بھی ایسا ہی ہوگا۔ آپ اس سے بات کرنے کی زحمت نہ کریں۔''

''یعنی تم اپنی اصلیت پر آگئیں؟ تمہیں جو عزت فرہاد کی فیملی سے ملی تھی، وہ راس نہیں آئی۔ جاؤ، اور اپنے بُرے وقت کا انتظار کرو۔''

وہ حقارت سے بولی۔ ''اونہہ... میرے بُرے وقت کی بات کررہی ہیں جبکہ خود پر یہ وقت آچکا ہے۔ آپ فرہاد کے بغیر ہیں کیا؟ مجھ سے ٹکرائیں گی تو معلوم ہوگا کہ شیر کے مرنے کے بعد شیرنی کی کمر ٹوٹ چکی ہے۔ آپ کے لیے نیک مشورہ یہی ہے کہ آخری عمر ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں بیٹھ کر کہیں کسی کونے میں اللہ اللہ کریں۔''

''جاتی ہو یا سانس روک کر بھگا دوں؟''

وہ اونہہ کہہ کر چلی گئی۔ بے باک نے کہا۔ ''آپ نے درست کہا ہے بعض لوگوں کو عزت راس نہیں آتی۔ وہ آپ کے سامنے بڑ ابول کر گئی ہے۔ میں آپ کا بیٹا ہوں۔ اسے سزا دینے کا حق رکھتا ہوں۔ کیا آپ مجھے یہ حق دیں گی؟''

''بے باک! تم بہت سے محاذوں میں اُلجھے ہوئے ہو۔ خوامخواہ جذبات میں نہ آؤ۔ تم کرونا کی طرف کوئی توجہ نہیں دو گے۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔''

''بے شک، بعد میں دیکھا جائے گا لیکن جب بھی مجھے موقع ملے گا تو میں اس کی زبان بند کردوں گا۔ وہ زندہ رہے گی مگر بولنے کے قابل نہیں رہے گی۔''

''بس، زیادہ نہ بولو۔ جو کہا ہے وہ کرو۔ ابھی اس کی طرف کوئی توجہ نہ دو۔''

الپا نے پوچھا۔ ''ممّا! کیا میں جاؤں؟''

''ہاں جاؤ، جب ضرورت ہوگی تو میں تمہیں بلا لوں گی۔''

وہ خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ لنچ کا وقت ہورہا تھا۔ میں نے بے باک سے کہا۔ ''اب کھانے پینے اور اِدھر اُدھر کی بات کرو۔ کرونا کا ایک ذرا بھی ذکر نہ کرنا۔''

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ کھانے کے دوران میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا لیکن میں سمجھ رہی تھی کہ کرونا نے مجھ سے بدتمیزی کی تھی اور یہ بات اس سے برداشت نہیں ہورہی تھی۔ وہ جبراً میرے سامنے یوں چپ تھا جیسے کرونا کو بھول گیا ہو۔

لنچ کے بعد بے باک کے فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے

نمبر پڑھ کر کہا۔ ''اینا مجھے کال کررہی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ہوسکتا ہے، ماسٹر اس کے اندر موجود ہو اور اس کے ذریعے تمہاری آواز سننا چاہتا ہو۔ میں اپنے بیڈ روم میں جارہی ہو۔ میرے بارے میں تمہارے اندر یہی خیالات رہیں گے کہ میں تمہاری سگی ماں ہوں اور یہاں تمہارے ساتھ ہی رہتی ہوں۔ تم نے اینا اور اس کی ماں کو بتایا ہے کہ ہیرے جواہرات کے تاجر ہو۔ جب ماسٹر تمہارے خیالات پڑھے گا تو اسے یہی باتیں پتا چلیں گی۔ تم اپنے بارے میں جو چھپانا چاہتے ہو وہ اس کے سامنے کبھی نہیں آئے گا۔''

میں اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔ اس نے فون کو آن کرکے کان سے لگا کر پوچھا۔ ''ہیلو، اینا!''

اس نے فوراً ہی شکایت کی۔ ''تم کہاں ہو؟ اپنا فون بند کیوں رکھتے ہو؟ میں نے کئی بار تم سے رابطہ کرنا چاہا مگر مایوس ہوتی رہی۔''

''سوری اینا! میرا موبائل سیٹ خراب ہوگیا تھا۔ میں نے کل شام کو سوچا' نیا خرید لوں لیکن گھر سے نہ نکل سکا۔ صبح میری ممّا آگئیں۔ اس لیے ان کے ساتھ وقت گزارتا رہا۔ ابھی یہ نیا سیٹ خرید کر تم سے رابطہ کرنا چاہتا تھا ایسے ہی وقت تم نے کال کیا ہے۔''

ایسے ہی وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس کیا۔ چونکہ وہ ہیرے جواہرات کا تاجر تھا۔ کوئی یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ اس لیے اس نے سانس نہیں روکی۔ آنے والے کو خیالات پڑھنے کی چھوٹ دے دی۔

اینا نے پوچھا۔ ''یہ بتاؤ' مجھ سے کب مل رہے ہو؟''

''میں تو دن رات تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس طرح کے کبھی الگ نہ ہوسکوں۔ یعنی ہم شادی کرلیں لیکن شاید میرا یہ خواب کبھی پورا نہیں ہوسکے گا۔''

''یہ خواب نہیں ہے۔ حقیقت ہے۔ اس لیے تعبیر کے بارے میں نہ سوچو، ہم ایک دوسرے کے ضرور ہوں گے۔''

''لیکن، میں تو ایک سیاہ فام ہوں اور تم گوری نسل سے ہو؟''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب ہم راضی ہیں تو دنیا کیوں اعتراض کرے گی؟''

''دنیا کو چھوڑو، تمہارے ماں باپ ہی ہمیں ملنے نہیں دیں گے۔''

''تو پھر ٹھیک ہے، میں دو برس اور انتظار کرلوں گی۔ ابھی ٹین ایج ہوں۔ دو برس کے بعد قانونی طور سے بالغ ہو جاؤں گی تو اپنی مرضی سے شادی کا فیصلہ کروں گی۔ میرے ممی ڈیڈی قانون کے سامنے بے بس ہو جائیں گے۔ ہمارے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔''

''آئی لو یو اینا! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تمہاری جیسی حسین لڑکی مجھ سے اس طرح والہانہ محبت کرے گی۔ میں ساری عمر تمہاری قدر کروں گا۔''

''صرف زبان سے ہی قدر کرتے رہو گے یا ملنا بھی چاہو گے؟''

''تم جہاں کہو، ابھی چلا آؤں گا۔''

''تم ریجنٹ پارک میں کب تک پہنچ سکتے ہو؟''

''یہاں سے ڈیڑھ گھنٹے کی ڈرائیو ہے۔ یہ بتاؤ پارک میں کہاں ملو گی؟''

''میں ٹھیک دو گھنٹے کے بعد زولوجیکل گارڈن کے گیٹ پر ملوں گی۔''

''آل رائٹ، میں یہاں سے نکل رہا ہوں۔ او کے... سی یُو۔''

بے باک نے فون بند کیا۔ اس دوران میں اس نے محسوس کیا تھا۔ کہ ماسٹر اس کے اندر سے جا چکا ہے۔ وہ میرے پاس آکر بولا۔ ''ممّا! میں اینا سے ملنے جارہا ہوں۔ اب شاید رات تک واپسی ہوگی۔ کوئی بات ہو تو آپ فون کے ذریعے رابطہ کریں' میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔''

وہ مجھ سے اجازت لینے کے بعد بنگلے سے باہر آکر کار میں بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کرنے سے پہلے فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے نمبر پڑھا تو وہ کوئی نیا نمبر تھا۔ اس نے فون آن کرکے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو، آپ کون ہیں؟''

ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ ''میرا نام رِچ مین ہے۔ کیا اس کے بعد یہ بتانا ہوگا کہ میں کون ہوں؟''

بے باک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''سمجھ گیا۔ آپ میری اینا کے فادر ہیں۔''

''خبردار! میرے سامنے میری بیٹی کو اپنی اینا کبھی نہ کہنا۔''

''کیا آپ اپنی بیٹی کو اپنی بیٹی کہتے ہیں؟''

''بے شک، میں اسے اپنی کہتا ہوں۔''

''اسی طرح میں بھی اپنی اینا کو اپنی کہتا ہوں پھر آپ اعتراض کیوں کررہے ہیں؟''

''تم کالے ہو، میری بیٹی سے تمہارا رشتہ کبھی نہیں ہو سکے گا پھر یہ کہ ہم عیسائی ہیں اور تم مسلم ہو۔ تم سے تو قیامت تک رشتہ نہیں ہوسکے گا۔''

''بزرگو! جس روز رشتہ ہو جائے سمجھ لینا وہی قیامت کا دن ہے۔''

''کیا تمہیں اپنی زندگی عزیز نہیں ہے؟''

''یعنی اب آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں۔ کیا آپ گولی مار سکتے ہیں؟ یا کسی کے ذریعے قتل کروانا چاہتے ہیں؟''

''تم درست سمجھ رہے ہو۔ اپنا سے دوستی ختم نہیں کرو گے تو کل کا سورج نہیں دیکھ سکو گے۔''

''کل کس نے دیکھا ہے؟ میں تو ابھی تمہاری بیٹی سے ملنے جا رہا ہوں۔ وہ گھر سے نکل چکی ہوگی۔ میں بھی یہاں سے نکل رہا ہوں۔ ہم دونوں ایک خوبصورت سے پارک میں ملنے والے ہیں اگر اتنے ہی جی دار ہو تو وہاں پہنچ کر مجھے گولی مارو۔''

اس نے بے باک اور اپنی بیٹی کی باتیں سن کر معلوم کیا تھا کہ وہ ریجنٹ پارک میں ملنے والے ہیں لیکن اس نے انجان بن کر پوچھا۔ ''یہ بتاؤ میری بیٹی سے کہاں ملنے جا رہے ہو؟ میں ابھی وہاں آؤں گا۔''

''میں اتنا نادان نہیں ہوں۔ کہ رنگ میں بھنگ ڈالنے کے لیے محبوبہ کے باپ کو آنے کی دعوت دوں۔ بیٹی سے پوچھو گے تو وہ بھی تمہیں نہیں بتائے گی اور آگے کچھ کہنا ہے؟''

''بس یہی کہ تمہاری زندگی مختصر ہو چکی ہے۔''

''ٹھیک ہے، تم میری سانسیں گنتے رہو۔ میں تمہاری بیٹی کی زلفوں کے تار گننے جا رہا ہوں۔ آئی وش یو بیڈ لک۔''

بے باک نے فون بند کر کے کار اسٹارٹ کی پھر وہاں سے جانے لگا۔ ایسے وقت پھر اس نے ماسٹر کو اپنے اندر محسوس کیا۔ اس کی بیٹی کا معاملہ تھا۔ وہ بہت غصے میں تھا۔ اس کے اندر زلزلہ پیدا کر سکتا تھا۔ کار چلانے کے دوران میں اسے حادثے سے دو چار کر سکتا تھا لیکن وہ اتنی جلدی اتنا بڑا قدم اٹھانا نہیں چاہتا تھا۔

اس وقت وہ چاہتا تھا کہ بے باک اس کی بیٹی سے نہ ملے۔ وہ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر ہاتھوں سے اسٹیرنگ کو بہکانے لگا۔ یہ اس کی خوش فہمی تھی کہ اس نے بے باک کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔

اُدھر بے باک نے اسٹیرنگ کو اچھی طرح سے سنبھالتے ہوئے زیر لب کہا۔ ''یہ میرے دماغ میں کیا ہو رہا ہے؟ میں نے اسٹیرنگ کو اپنے قابو میں رکھا ہے پھر یہ خیال کیوں پیدا ہو رہا ہے کہ اسے فٹ پاتھ کی طرف موڑ دینا چاہیے؟ کیا میں پاگل ہوں؟''

وہ بڑے ہی مصمم ارادے کے ساتھ ڈرائیونگ کر رہا تھا اور ماسٹر حیران ہو رہا تھا کہ اس سیاہ فام کا دماغ کس قدر توانا ہے کہ خیال خوانی کی لہریں اسے کنٹرول نہیں کر پا رہی ہیں۔

آخر اس نے ایک ہلکا سا زلزلہ اس کے اندر پیدا کیا۔ اس نے فوراً ہی کار کو سڑک کے کنارے روک دیا پھر ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر سوچنے لگا۔ ''یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ابھی دماغ میں کچھ بوجھ سا محسوس ہوا تھا۔ ایسا لگا تھا کہ دماغ جھٹکا کھا کر رہ گیا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟''

بے باک کی اس سوچ نے ماسٹر کو یہ سمجھایا کہ اس کی خیال خوانی کی لہریں اپنا کام کر رہی ہیں۔ زلزلہ بھی پیدا ہو رہا تھا لیکن بے باک کا ذہن غیر معمولی قوت رکھتا ہے۔ اس پر خیال خوانی کی لہریں پوری طرح اثر انداز نہیں ہو رہی ہیں۔

وہ پھر سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس بار بے باک کی مرضی کے مطابق اسے معلوم ہوا کہ اس کا تعلق افریقا کے ایک پسماندہ قبیلے سے رہا ہے۔ اس قبیلے والے کالا جادو جانتے تھے۔ اس پر بچپن میں ایسا جادو کیا گیا تھا کہ اس کا جسم اور دماغ دوسروں سے مختلف اور غیر معمولی قوت کا حامل ہو گیا تھا۔

ماسٹر اس کے خیالات پڑھتا رہا اور بے باک بڑی فراخدلی سے اسے پڑھاتا رہا۔ اسی طرح وہ پڑھتے پڑھاتے ریجنٹ پارک پہنچا پھر وہاں سے کار ڈرائیو کرتا ہوا گارڈن کے گیٹ کے سامنے پہنچ گیا۔ وہاں اینا موجود تھی۔ اسے دیکھتے ہی خوشی کا اظہار کرتی ہوئی تیزی سے چلتی ہوئی آئی اور اس سے لپٹ گئی۔ ایسے ہی وقت اس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا اور وہ بے باک سے الگ ہو گئی۔

وہ حیرانی سے بولی۔ ''یہ ابھی میرے ساتھ کیا ہوا تھا؟''

بے باک اچھی طرح سے سمجھ رہا تھا کہ باپ کے سینے پر سانپ لوٹ رہا ہے۔ وہ اپنی بیٹی کو اس کے یار سے ملنے نہیں دینا چاہتا۔ اس نے انجان بن کر اینا سے پوچھا۔ ''ابھی تمہیں کیا ہوا تھا؟''

''پتا نہیں، مجھے ایسا لگا جیسے کسی نے اچانک ہی مجھے دھکا دے کر تم سے الگ کر دیا ہو۔''

''عجیب بات ہے، میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ میں گھر سے چلا تو مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ اسٹیرنگ ہاتھ سے بہک رہا ہے پھر مجھے ایسا لگا جیسے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچا ہے۔''

''اوہ گاڈ! ایسے میں اگر واقعی اسٹیرنگ بہک جاتا۔ تمہارے دماغ کو کچھ ہو جاتا تو کتنا بڑا حادثہ ہو جاتا۔''

اس نے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر کہا۔ ''میری

فکر نہ کرو۔ میرے دادا ایک قبیلے کے سردار تھے۔ انہوں نے مجھ پر ایسا عمل کیا ہے کہ میرا دماغ فولاد ہو کر رہ گیا ہے۔ کوئی جادو ٹونے کے ذریعے مجھے ہلا نہیں سکتا۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم پر کوئی جادو ٹونا کر رہا ہے؟''

وہ دونوں گارڈن کے احاطے میں داخل ہو گئے۔ آگے کہیں جا کر بیٹھنے کے لیے ایک طرف چلنے لگے۔ بے باک نے کہا۔ ''ایسی حالت میں تو یہی سوچا جا سکتا ہے کہ ہم پر کالا عمل کیا جا رہا ہے۔''

''کون ہم سے دشمنی کر رہا ہوگا؟''

''تم جسے دشمن کہتی ہو۔ میں اسے کتے کا بچہ کہتا ہوں۔''

ماسٹر یہ گالی سنتے ہی بھنّا گیا۔ اس نے غصے میں آ کر پھر زلزلہ پیدا کیا۔ بے باک نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا۔ ''ابھی میرے اندر پھر کچھ ہونے والا تھا۔ پتا نہیں وہ کون جادوگر ڈیل اور کمینہ ہے؟ اسے جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ اس کا جادو مجھ پر کبھی اثر نہیں کرے گا۔''

ماسٹر گالی سن رہا تھا اور جھنجلا رہا تھا۔ جھنجلاہٹ اس بات پر بھی تھی کہ بے باک کے وچ ڈاکٹر دادا نے اس پر کوئی کالا عمل کیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ناکارہ ہو رہا تھا۔ وہ بُری طرح اُلجھا ہوا تھا۔ اسے اپنے بیٹے کی بھی فکر تھی۔ وہ جلد از جلد اس کے پاس جانا چاہتا تھا اور بیٹی کے معاملے میں زیادہ وقت گزارنا نہیں چاہتا تھا مگر یہ تجسس روک رہا تھا کہ بے باک کا دماغ غیر معمولی ہے؟ یا واقعی اس پر کالا عمل کیا گیا ہے؟

اینا نے کہا۔ ''میرے ساتھ بھی کچھ عجیب سی باتیں ہو رہی ہیں۔ ایک رات میں سو رہی تھی۔ مجھے ایسا لگا جیسے سحر زدہ ہو رہی ہوں۔ میری اپنی سوچ نے کہا کہ کوئی بھی مجھ پر عمل کرے تو میں کسی کے زیر اثر نہیں آؤں گی۔''

''کیا تم نے اپنے اندر کسی کے بولنے کی آواز سنی تھی؟''

''ہاں، مجھے ایسا لگ رہا تھا۔ جیسے کوئی بول رہا ہے اور اس کے جواب میں، میں بھی سوچ کے ذریعے بول رہی ہوں۔''

''پھر تو یہ ٹیلی پیتھی والا معاملہ ہے۔ یقیناً کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر آتا ہے اور تمہیں اپنا تابعدار بنا لینا چاہتا ہے۔''

پھر اس نے اینا سے پوچھا۔ ''کیا ایسا تمہارے ساتھ ایک بار ہی ہوا تھا؟''

''نہیں، اس کے بعد بھی دو بار ایسا ہوا کوئی میرے اندر بولتا تھا۔ مجھے تابعدار بنانا چاہتا تھا اور میں انکار کر دیتی تھی۔ مجھ پر اس کی باتوں اور سوچ کی لہروں کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔''

''تھینکس گاڈ! اس معاملے میں ہم دونوں کا دماغ ایک جیسا ہی ہے۔ کوئی تم پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اثر انداز ہونا چاہتا ہے اور ناکام ہو رہا ہے۔ اب کوئی میرے دماغ کو کالے جادو کے ذریعے نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور وہ بھی ناکام ہو رہا ہے۔''

''نہیں بے باک! میرا خیال ہے کہ تمہارے دماغ میں کوئی کالا جادو کرنے والا نہیں بلکہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی آتا ہے۔ وہی جو میرے اندر آتا ہے۔ ہم دونوں کا وہی ایک دشمن ہے۔''

''اس دشمن کو گولی مارو۔ ہم بھی کس کی بات لے بیٹھے ہیں؟ اس رومانٹک ملاقات میں صرف پیار و محبت کی باتیں ہونی چاہییں۔''

ماسٹر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ غصے سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اس نے بیٹے کو تو دشمنوں سے چھپا لیا تھا۔ اب بیٹی کا مسئلہ رہ گیا تھا۔ وہ بے باک کی دیوانی ہو گئی تھی اور اپنے ماں باپ کی بات نہیں مان رہی تھی۔ اس سے جبراً اپنی بات کو منوانے کا پہلا اور آسان راستہ یہی تھا کہ وہ تنویمی عمل کے ذریعے اسے زیر اثر لے آتا پھر وہ اس کی ہر بات مانتی لیکن بار بار اس کے اندر جا کر عمل کرنے کے بعد یہ بات سمجھ میں آئی کہ بیٹی کا دماغ کچھ غیر معمولی سا ہے اور وہ خیال خوانی کی لہروں سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔

اور یہ شبہ بھی پیدا ہوتا تھا کہ شاید کسی نے اینا کے دماغ پر پہلے سے عمل کیا ہے اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ وہ آئندہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی سوچ کی لہروں سے متاثر نہیں ہوا کرے گی۔

وہ ٹہلتے ٹہلتے ایک جگہ بیٹھ گیا۔ سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ بے باک کے ساتھ بھی تو یہی ہو رہا ہے۔ میری خیال خوانی کی لہریں اس پر اثر انداز نہیں ہو رہی ہیں اور اس کے خیالات کہتے ہیں کہ اس کے دماغ کو کالے جادو کے ذریعے بہت ہی طاقتور اور غیر معمولی بنا دیا گیا ہے۔

اس کی ذہانت اس بات کو قبول نہیں کر رہی تھی۔ سوال یہ پیدا ہو رہا تھا۔ ''کیا ایسا ممکن ہے کہ کالے جادو کے ذریعے دماغ کو اس قدر طاقتور اور غیر معمولی بنا دیا جائے؟... نہیں... میں نہیں مانتا۔''

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''اگر میرا یہ

شبہ درست ہے کہ اینا کے دماغ کو بے حس بنا دیا گیا ہے اور وہ کسی کی معمولہ اور کنیز بن کر میری ٹیلی پیتھی سے متاثر نہیں ہو رہی ہے تو پھر اسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے بے باک کے دماغ کو بھی بے حس بنا دیا ہے۔ اس پر بھی کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔ مجھے یقین کر لینا چاہیے کہ ان دونوں کے ساتھ ٹیلی پیتھی کا چکر چل رہا ہے۔''

وہ خلا میں تکتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''اور یہ ٹیلی پیتھی کا چکر کون چلا سکتا ہے؟''

جواب بالکل واضح تھا کہ صرف اور صرف فرہاد ہی ایک ایسا دشمن ہے جو مرنے کے بعد بھی اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

اب وہ فرہاد کو پیش نظر رکھ کر نئے سرے سے سوچنے لگا۔

ایک کڑی سے دوسری کڑی ملانے لگا۔ پہلی کڑی میں اس کا بیٹا جارج رچ مین تھا۔ جسے فلاڈیلفیا میں نقصان پہنچایا گیا تھا۔ اسے بری طرح سے زخمی کر کے اس کے لاکھوں ڈالر کوئی چرا کر لے گیا تھا۔ اگر وہ اسے بروقت وہاں سے نہ نکالتا، اس کا نام اور شخصیت بدل کر دشمن کی نظروں سے اسے غائب نہ کرتا تو پتا نہیں اس کا کتنا برا انجام ہوتا؟

وہ ایک کڑی سے دوسری کڑی ملا رہا تھا۔ دوسری کڑی اس کی بیٹی تھی۔ جو اس کی خیال خوانی کی گرفت میں نہیں آ رہی تھی۔ تیسری کڑی بے باک تھا۔ وہ بھی اس کی مٹھی میں نہیں آ رہا تھا۔

اب ماسٹر کی عقل میں یہ بات آ رہی تھی کہ فرہاد کی آمتا اس کے پاس پہنچ نہیں پا رہی ہے۔ اس لیے اس کے بیٹے اور بیٹی تک پہنچ چکی ہے اور یوں پہنچنے کے لیے اس نے بے باک کو اپنا آلہ کار بنایا ہے۔

اور وہ اس طرح کہ بے باک کے ذریعے اس نے اینا کو ٹریپ کیا اور اسے اپنا تابعدار بنا لیا لیکن اس کے بیٹے جارج کو ٹریپ نہ کر سکا۔ اس سے پہلے ہی باپ اپنے بیٹے کو زبردست پلاننگ کے ساتھ تحفظ فراہم کر چکا ہے۔

اس نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ ''تھینکس گاڈ! میں اپنے بیٹے کے ساتھ اتنی کامیابی سے روپوش ہوں کہ فرہاد کی آمتا کبھی ہمارے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گی۔''

ایسے ہی وقت فون کے بزر نے اسے چونکا دیا۔ ایسا لگا' جیسے دشمن کی آمتا چیختی ہوئی اس کے پاس آ پہنچی ہو۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ پاس رکھا ہوا موبائل اسے پکار رہا تھا۔ اس نے اسے اٹھا کر نمبر پڑھے۔ مونیکا اسے کال کر رہی تھی۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگا کر کہا۔ ''ہیلو، ڈارلنگ! بولو کیا بات ہے؟''

وہ بہت پریشان تھی۔ رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''ہم بُری طرح لٹ گئے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ یہ سب کیسے ہو گیا؟''

''تم کیوں رو رہی ہو؟ ایسی کیا بات ہو گئی ہے؟ کچھ بتاؤ تو سہی؟''

''میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے' میں تمہیں کیسے بتاؤں اور تم کیسے یقین کرو گے کہ ایسا ہو چکا ہے؟''

''جیسی بھی بات ہے۔ تم بتاؤ یقین کر لوں گا۔''

''ہمارے پاس بے پناہ ہیرے جواہرات کا ذخیرہ تھا۔''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''تھا کا مطلب کیا ہوا؟ ہم نے اسے ساری دنیا سے چھپا کر تہ خانے میں رکھا ہے۔ وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔''

''یہی بتانے کے لیے میں نے فون کیا ہے مگر تم یقین نہیں کرو گے۔ ہمارا تہ خانہ اس خزانے سے خالی ہو گیا ہے۔''

ماسٹر کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ مونیکا کی زبان سے ایسی باتیں سن رہا ہے۔ جس پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ اس تہ خانے کا دروازہ صرف وہ جانتا تھا یا مونیکا جانتی تھی۔ انہوں نے اب تک اپنے بچوں کو بھی وہ راستہ نہیں بتایا تھا پھر وہاں تک کون پہنچ گیا؟

اس کا دماغ گھومنے لگا۔ یہ زیادہ غور طلب بات نہیں تھی۔ فوراً ہی سمجھ میں آ گئی کہ فرہاد کی آمتا نے اس کی بیٹی، اس کی بیوی اور اس کے بیٹے اور اس کے پورے گھر کو اپنے شکنجے میں لے رکھا ہے۔

دوسری طرف سے مونیکا روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''تم چپ کیوں ہو؟ فون تو ٹھیک ہے؟ میری آواز پہنچ رہی ہے یا نہیں؟''

وہ ذرا سنبھل کر بولا۔ ''ہاں، میں سن رہا ہوں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ ڈاکو کس طرح گھر میں گھس کر تہ خانے تک پہنچ گئے؟''

''ہمارے گھر کوئی ڈاکو نہیں آیا۔ میں نے دروازے کو جس طرح بند کیا تھا۔ وہ اسی طرح لاک تھا۔ میرے اور تمہارے سوا اسے کوئی کھول نہیں سکتا تھا پھر وہ تہ خانہ خالی کیسے ہو گیا؟''

وہ انجان بن کر بولا۔ ''میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ وہ کروڑوں ڈالر کے ہیرے جواہرات تھے۔ ہم اس چوری کا ذکر پولیس والوں سے نہیں کر سکتے۔ یہ نہیں بتا سکتے کہ ہم نے

اتنے بیش قیمت ہیرے اور بے انتہا دولت کہاں سے حاصل کی تھی؟''

''آپ پولیس والوں کی بات کر رہے ہیں۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ بند تہ خانے سے مال کس نے چرایا ہو گا؟''

سوچنے کے لیے کیا رہ گیا تھا۔ سیدھی سی بات جو سمجھ میں آ رہی تھی' وہ بیوی کو نہیں سمجھا سکتا تھا۔ وہ انڈر ورلڈ کے معاملات اور دشمنیوں کو گھر سے دور رکھتا آیا تھا مگر اب برسوں بعد فرہاد کی آمتا اس کا تمام اعمال نامہ گھر تک پہنچانے آ گئی تھی۔

اس نے پوچھا۔ ''آپ چپ کیوں ہیں؟ کیا سوچ رہے ہیں؟''

''یہ سوچ رہا ہوں' کوئی کالا جادو کرنے والا وِچ ڈاکٹر ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔ یہ کام جادو کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے۔ ورنہ تم خود ہی سوچو کہ دروازہ جب لاک ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اندر کا مال چوری ہو جائے؟ ایسا تو کالے جادو کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے۔''

''ہاں، میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ جب ہمارے گھر کے اندر اتنی بڑی ڈکیتی ہو سکتی ہے تو میرے بیٹے کے خلاف بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ اس نے کئی دنوں سے فون پر بات نہیں کی ہے۔ میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ اس کی خبر لو اس سے کہو کہ فون پر مجھ سے رابطہ کرے۔''

''مونیکا! تم بیٹے کی فکر نہ کرو۔ وہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہے۔''

''میرا دل تو نہیں مانتا۔ میں اس کی ماں ہوں۔ وہ ہر دوسرے تیسرے دن فون کے ذریعے بات کیا کرتا تھا۔ اب کیوں نہیں کر رہا ہے؟''

''کرے گا۔ میں اس سے کہوں گا تو وہ تم سے بات کرے گا۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟ باپ کہے گا تو وہ ماں سے بات کرے گا، ورنہ نہیں کرے گا؟''

''تم بے وجہ بات کو بڑھا رہی ہو۔ یہاں اتنی بڑی ڈکیتی ہو گئی ہے۔ میں پریشان ہوں' کیا کروں؟ وہ وِچ ڈاکٹر کون ہے؟ اسے کیسے تلاش کروں؟ کس طرح اس سے پوچھوں کہ وہ ہم سے کیوں دشمنی کر رہا ہے؟''

''میں اسی لیے تو پریشان ہوں۔ وہ دشمن ہمارے بیٹے کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہی سوچ کر گھبراہٹ سی ہو رہی ہے کہ اس نے اسے کوئی نقصان نہ پہنچایا ہو؟ کیا اسی لیے وہ مجھ سے رابطہ نہیں کر رہا ہے؟''

''نہیں مونیکا! نہیں، ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے۔ وہ تم سے بات کرے گا۔ فی الحال بیٹے کو بھول جاؤ۔''

''نہیں بھولوں گی۔ اس سے بات کروں گی تو دل کو سکون ملے گا۔ ہمیں اتنی بڑی ڈکیتی کی مار پڑی ہے۔ ذہن کو صدمہ پہنچ رہا ہے۔ بیٹے کی آواز سن کر کچھ تو آرام آئے گا۔''

''ٹھیک ہے، میں اس سے کہتا ہوں۔ وہ تم سے بات کرے گا۔''

''کرے گا نہیں۔ اس سے کہو ابھی بات کرے، میں انتظار کر رہی ہوں۔''

''تم تو پیچھے ہی پڑ جاتی ہو۔ ٹھیک ہے، انتظار کرو۔ وہ تھوڑی دیر بعد فون کرے گا۔''

وہ پریشانی سے سوچنے لگا، کیا کرے؟ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے بیٹے کا برین واش کیا تھا۔ اس کے دماغ سے پچھلی تمام باتیں بھلا دی گئی تھیں۔ وہ ماں باپ اور بہن سب ہی کو بھول گیا تھا۔ کبھی ماں کو یاد کر سکتا تھا اور نہ ہی اسے فون کے ذریعے مخاطب کر سکتا تھا۔

وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ بیٹے کی جدائی میں ماں کو آرام پہنچانے کے لیے اس کے دماغ پر پھر سے عمل کرے پھر اسے ماں کی یاد دلائے۔ اس کا لب و لہجہ واپس لائے۔ دوبارہ ایسا کرنے سے وقت ضائع ہوتا۔ پریشانیاں بڑھ جاتیں۔ یہ بھی اندیشہ رہتا کہ جب وہ ماں کو یاد کر کے اپنے اصل لب و لہجے کے ساتھ اس سے باتیں کرے گا تو ایسے میں فرہاد کی آمتا پہنچ جائے گی۔ بیوی اور بیٹی تو پہلے سے اس کی گرفت میں ہیں۔ بیٹا بھی اس کے شکنجے میں پہنچ جائے گا۔

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ بعد میں پچھتانے کے لیے ایسی کوئی غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے دل ہی دل میں اپنے بیٹے کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح یاد کیا۔

اس نے دوسرے موبائل فون پر مونیکا کے نمبر پنچ کیے۔ پھر رابطہ ہوتے ہی کہا۔ ''ہیلو ممی! میں آپ کا بیٹا جارج بول رہا ہوں۔''

مونیکا نے خوش ہو کر کہا۔ ''ہائے میری جان! میرے بچے! تم دو دنوں سے کہاں ہو؟ ماں کو یاد کیوں نہیں کیا؟''

''ممی! میں اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ ڈیڈی نے مجھے ایک خفیہ پناہ گاہ میں چھپا رکھا ہے۔ میں یہاں سے باہر نہیں نکلتا ہوں، اور نہ ہی فون پر کسی سے بات کرتا ہوں۔''

''یہ بہت اچھا کر رہے ہو۔ پتا نہیں بیٹے! ہم پر یہ اچانک کیا آفت آپڑی ہے؟ ہمارے گھر بہت بڑی ڈکیتی ہو گئی ہے پھر ایک سیاہ فام شخص تمہاری بہن کو ٹریپ کر رہا ہے۔''

''آپ فکر نہ کریں۔ ڈیڈی اس سیاہ فام نوجوان سے نمٹ لیں گے۔ جب وہ مجھے کہیں چھپا کر میری حفاظت کر رہے ہیں۔ تو آپ کی اور اینا کی بھی حفاظت کریں گے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ جہاں ہو وہاں کچھ عرصے اور چھپے رہو۔''

''ڈیڈی نے مجھے بتایا ہے کہ گھر میں ڈکیتی ہوئی ہے۔ میں نے یہ طے کرلیا ہے کہ جب تک وہ کالا جادو جاننے والا وچ ڈاکٹر گرفت میں نہیں آئے گا، اس وقت تک میں اس پناہ گاہ سے باہر نہیں نکلوں گا اور نہ ہی فون پر آپ سے بات کروں گا اگر آپ میری بہتری اور سلامتی چاہتی ہیں تو دشمن کے گرفت میں آنے تک مجھے بھول جائیں۔''

''ہائے بیٹے! تمہیں کیسے بھول جاؤں؟ پھر بھی تمہاری سلامتی کی خاطر دل پر پتھر رکھ لوں گی۔''

وہ بیٹے کی آواز اور لب و لہجے میں تھوڑی دیر اس سے باتیں کرتا رہا پھر اس کا بوسہ لے کر اس نے فون بند کیا۔ ایک گہری سانس لی۔ ایک ماں کو مطمئن کیا کہ بیٹا جہاں بھی ہے۔ زندہ سلامت ہے اور باپ بڑی محبت سے اس پر توجہ دے رہا ہے۔

اگرچہ بیوی کی طرف سے اطمینان ہوا لیکن یہ فکر ستانے لگی کہ بیٹے کی طرح بیوی اور بیٹی کی بھی حفاظت نہیں کرے گا تو فرہاد کی آتما ان کے ذریعے بہت جلد باپ بیٹے تک بھی پہنچ جائے گی۔

اس کی ذہانت کہہ رہی تھی کہ فرہاد کی آتما بے باک مومن کو آلہ کار بنا کر اس کا گھر برباد کر رہی ہے اور بہت جلد اس کی شہ رگ تک بھی پہنچنے والی ہے۔ فی الحال تو یہی ایک راستہ ہے کہ بے باک کو جتنی جلدی ہو سکے۔ اینا اور مونیکا سے بہت دور کر دیا جائے اور ایسا کرنے کے لیے اس کی عقل نے سمجھایا۔ صرف ایک موت ہی ایسی ہے' جو اس کالے کو میری بیوی اور بیٹی سے دور کر سکتی ہے۔''

ذہن میں ایک سوال پیدا ہوا کہ اگر بے باک کو ہلاک کر دیا جائے تو فرہاد کی آتما کے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہ تو اینا اور مونیکا کے اندر جگہ بنا چکا ہے پھر بے باک جیسا ایک آلہ کار مرے گا تو فرہاد کی آتما دوسرے کئی آلہ کار بنا لے گی۔ بیٹے کی طرح بیوی اور بیٹی کو بھی تحفظ دینے میں ہی دانشمندی تھی۔ یہ اس طرح ممکن تھا کہ وہ اینا اور مونیکا پر عمل کرے۔ فرہاد کی آتما نے جو عمل کیا ہے اس کا توڑ کرے اور ان کے دماغوں کو لاک کر کے بیٹے کی طرح انہیں بھی کہیں چھپا دے۔

وہ پھر اپنی بیٹی اینا اور بے باک کے اندر پہنچا۔ وہ پچھلے دو گھنٹوں سے اسی گارڈن میں پیار بھرے رنگین لمحات گزار رہے تھے۔ وہاں دور دور تک اور بھی دوسرے رومانی جوڑے تھے۔ کچھ جوڑے بینچوں پر تھے اور کچھ ہری بھری گھاس پر لیٹے ہوئے تھے۔ وہاں کسی پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں تھی۔ اس لیے جوانی دیوانی کے مناظر پیش کر رہے تھے۔

برین ماسٹر نے پھر اپنی بیٹی کو بے باک سے الگ کر دیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''اوہ گاڈ! ابھی پھر میرے ساتھ وہی ہوا ہے۔ تم سمجھ رہے ہو گے' میں تم سے الگ ہو گئی۔ مگر نہیں۔ کسی نے ہمارے درمیان یہ فاصلہ قائم کیا ہے۔''

ماسٹر نے اپنی آواز بدل کر کہا۔ ''ہاں، میں نے ایسا کیا ہے۔''

وہ ایک دم سے گھبرا کر بے باک سے لپٹ کر بولی۔ ''وہ میرے اندر بول رہا ہے ابھی بول رہا ہے۔''

ماسٹر نے پھر بیٹی کو اس سے الگ کر دیا اور کہا۔ ''پہلے میری بات توجہ سے سنو۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ میرا تعلق بے باک کے افریقی قبیلے سے ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ ہمارے جیسے کالے لوگ تمہاری جیسی سفید چمڑی والیوں سے دل لگائیں۔''

اینا اس کی بات بے باک کے سامنے دُہرانے لگی۔ ایسے ہی وقت بے باک نے ماسٹر کو اپنے اندر محسوس کیا۔ اس نے وہاں بھی اپنی آواز اور لب و لہجے کو بدل کر کہا۔ ''یہ درست کہہ رہی ہے۔ میں نہیں چاہوں گا کہ تم اس گوری چمڑی والی کو ہاتھ لگاؤ۔ اگر اس لڑکی کی سلامتی چاہتے ہو تو اس سے دور ہو جاؤ ورنہ میں اسے ہلاک کر دوں گا۔''

وہ بولا۔ ''محبت کرنے والے دھمکیوں میں نہیں آتے۔ اگر مرد کے بچے ہو تو سامنے آؤ۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیوں دشمنی کر رہے ہو؟''

''میں ابھی اینا کے اندر بول رہا ہوں۔ وہاں آکر میری بات سنو۔''

بے باک نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''میں اس کے اندر آکر تمہاری بات کیسے سن سکتا ہوں؟''

''مجھے شبہ ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ یا پھر فرہاد کی آتما نے تمہیں اپنا آلہ کار بنا رکھا ہے۔''

تم بکواس کر رہے ہو۔ میں کسی فرہاد کو نہیں جانتا اور نہ ہی کسی کا آلہ کار ہوں۔''

اینا نے پوچھا۔ ''بے باک! تم چپ کیوں ہو؟ کیا وہ تمہارے اندر ہے؟''

ماسٹر نے بیٹی کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''ہاں، میں اسے سمجھا رہا ہوں' یہ تمہاری طلب سے باز آجائے تم سے ہمیشہ کے لیے کہیں دور چلا جائے۔ ورنہ جانتی ہو میں کیا کروں گا؟''

''تم ہمارا کیا بگاڑ لو گے؟''

''شاید تم نہیں جانتیں کہ تمہارا بھائی جارج رچ میری قید میں ہے۔ جب تم گھر جاؤ گی تو میں تمہاری ماں کے اندر پہنچ کر اسے ذہنی اذیت پہنچاؤں گا پھر فون کے ذریعے تمہارے بھائی سے بات کراؤں گا تب تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ بھی کتنی اذیتوں سے گزر رہا ہے۔ اگر تم اس کالے کی طلب سے باز نہیں آؤ گی تو میں تمہاری ماں اور بھائی کو تمہاری آنکھوں کے سامنے تڑپا تڑپا کر مار ڈالوں گا۔''

وہ بری طرح گھبرا گئی۔ پریشان ہو کر بے باک کو اس کی باتیں بتانے لگی۔ ایسے ہی وقت ایک شخص نے قریب آکر بے باک سے پوچھا۔ ''سوری، میں ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا۔ آپ کے پاس لائٹر ہو گا۔''

اس اجنبی کی بات سنتے ہی برین ماسٹر اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا' اس نے اپنے لباس کے اندر ایک ریوالور چھپا رکھا ہے۔ اس نے فوراً ہی فیصلہ کیا کہ بے باک کو ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔

اس اجنبی نے فوراً ہی لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر اس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ ''میں ابھی تم دونوں کو یہاں گولی مار کر موت کی نیند سلا سکتا ہوں لیکن اینا! تمہیں نہیں روں گا۔ صرف اسے ختم کروں گا۔''

اتنی دیر میں بے باک اس کے اندر پہنچ چکا تھا۔ ماسٹر کو اس بات کا پورا یقین نہیں تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اب اس کو یہی سمجھ رہا تھا کہ فرہاد کی آتما نے اسے آلہ کار بنا رکھا ہے۔ وہ اسی دھوکے میں رہا۔ بے باک نے اس شخص کے اندر جھٹکا پہنچایا تو ہاتھ سے ریوالور نکل کر اس کے ہاتھوں میں پہنچ گیا۔

بے باک نے ناگواری سے کہا۔ ''ابے او ٹیلی پیتھی جاننے والے کتے! کیا تو مجھے نادان اور غافل سمجھتا ہے؟ میں جس طرح سمجھ گیا ہوں' تو مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے ن تیری یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہو گی۔''

اینا نے اس کے بازو کو تھام کر کہا۔ ''بے باک! اسے گولی مارو۔ یہ ابھی تمہیں مارنا چاہتا تھا۔''

''نہیں اینا! یہ بیچارہ تو ایک اجنبی ہے۔ اسے ہم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے آلہ کار بنا کر مجھے مارنا چاہتا تھا۔ میں اس بیچارے کو کیوں ماروں؟''

اس نے تمام گولیاں نکال کر اپنی جیب میں رکھیں۔ پھر وہ ریوالور اجنبی کو دیتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر! یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ ورنہ بے موت مارے جاؤ گے۔''

وہ فوراً ہی وہاں سے پلٹ کر دوڑتا چلا گیا۔ اینا نے کہا۔ ''وہ تو چلا گیا۔ مگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر ہی ہو گا۔''

''میرے اندر تو نہیں ہے شاید تمہارے اندر ہے۔ تم اسے محسوس نہیں کر رہی ہو۔ وہ اپنی ناکامی پر کڑھ رہا ہو گا اور آئندہ بھی مجھ پر حملے کرا تا رہے گا۔''

''بے باک! یہ ہماری محبت کا دشمن کہاں سے پیدا ہو گیا ہے؟''

ماسٹر نے اس کے اندر کہا۔ ''اب اسے اپنی اصلیت بتاؤ کہ تم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ تمہارا بھید کھل چکا ہے۔ اپنی موت کو سامنے دیکھ کر تم خیال خوانی کا مظاہرہ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔''

''مجھ سے پہلے تو تم ہمارے اندر آکر ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ برین ماسٹر...! اب آواز اور لہجہ بدل کر مت بولو۔ میں تو شروع سے ہی تمہیں پہچان چکا ہوں۔''

''تو پھر اپنی پہچان بھی مکمل کرو۔ کیا تم فرہاد ہو؟ یا اس کے آلہ کار...؟''

''میں فرہاد علی تیمور کا ایک ادنیٰ سا غلام ہوں۔''

''اور خود کو فرہاد کی آتما ظاہر کر کے ہم سے انتقام لے رہے ہو؟''

''کیا میری بات سمجھ میں نہیں آئی؟ میں فرہاد علی کا ایک ادنیٰ سا غلام ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ میرے آقا کی روح ایک نئے جسم میں سما چکی ہے۔ وہ جس دشمن کے پاس پہنچ رہا ہے۔ اسے موت کے گھاٹ اتار رہا ہے اور جہاں تک پہنچنے میں دشواری ہو رہی ہے۔ وہاں مجھ جیسے آلہ کار کو پہنچا رہا ہے اور تم دیکھ ہی رہے ہو، میں کس طرح تمہاری شہ رگ تک پہنچنے والا ہوں۔''

اینا نے کہا۔ ''بے باک! تم خلا میں تک رہے ہو۔ بالکل چپ ہو۔ کیا اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بات کر رہے ہو؟''

بے باک نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔

''ہاں میری جان! میں جس ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے بات کررہا ہوں۔ وہ کوئی اور نہیں ہے... وہ تمہارا باپ ہے۔''

وہ ایک دم سے پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔ ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میرے ڈیڈی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟''

''ہاں، یہی کہہ رہا ہوں اور یہی سچ ہے۔ تمہارے باپ نے اب تک تم سے تمہارے بھائی اور تمہاری ماں سے یہ حقیقت چھپا رکھی ہے۔ وہ دوہری زندگی گزار رہا ہے۔ انڈر ورلڈ کی دنیا اسے برین ماسٹر کے نام سے جانتی ہے اور تم لوگوں کے ساتھ وہ فیملی لائف گزارتے ہوئے خود کو رچ مین کہتا ہے۔''

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ ''نہیں، میں یہ کبھی نہیں مان سکتی۔ ڈیڈی اتنی بڑی حقیقت ہم سے کیوں چھپائیں گے؟''

''وہ تمہارا باپ ہے۔ تمہیں دھوکا دینے کے لیے ایسا نہیں کررہا ہے۔ بلکہ تم لوگوں کی سلامتی کی خاطر، تم سب کو دشمنوں سے دور اور محفوظ رکھنے کی خاطر وہ اپنی اصلیت چھپا رہا ہے۔ یہ نہیں چاہتا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اندر آئیں اور اس سے انتقام لینے کے بجائے تم سب کو نقصان پہنچائیں۔''

ماسٹر نے اس بار بیٹی کو مخاطب کرکے کہا۔ ''یہ درست کہہ رہا ہے۔ میں تمہارا باپ ہوں۔ یہ خطرہ ہمیشہ رہا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے تم میں سے کسی کے بھی اندر آکر میری کمزوری بن سکتے ہیں اور آج یہی ہو رہا ہے۔ یہ جو تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ یہ میرا دشمن ہے۔ یہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے تمہیں محبت کے جال میں پھنسایا ہے۔''

وہ جلدی سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ ''نہیں، میرا بے باک ایسا نہیں ہے۔''

''ایسا ہی ہے۔ تمہاری آنکھوں پر محبت کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ تم نہیں جانتیں، اس نے تمہاری ماں کو آلہ کار بنایا ہے۔ ہمارے گھر سے بیش قیمت جواہرات چرائے ہیں۔ یہ تمہارے بھائی کو جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے۔''

''پلیز، آپ میرے ڈیڈ ہیں تو اچھی اور سچی باتیں کریں۔ خوامخواہ بے باک پر الزام نہ لگائیں۔''

''میں بھی تمہیں کہہ رہا ہوں۔ پلیز میری باتوں کا یقین کرو۔ میں نے تمہارے بھائی کی سلامتی کے لیے اسے ایک خفیہ پناہ گاہ میں چھپا رکھا ہے۔ دن رات اس کی نگرانی کرتا رہتا ہوں۔ اب اس فکر میں ہوں کہ تم ماں بیٹی کو کس طرح اس کے چنگل سے نکال کر کسی محفوظ جگہ پہنچاؤں تاکہ یہ اور دوسرے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے سائے تک بھی نہ پہنچ سکیں۔''

وہ بیٹی کو متاثر کرنے کے لیے ایسی باتیں کررہا تھا اور اے نا، بے باک کی مرضی کے مطابق سوچ رہی تھی۔ یہ فراڈ ہے۔ باپ ہے مگر دشمن ہے۔ یہ غلط کہہ رہا ہے کہ بے باک میرے بھائی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ یہ سراسر جھوٹ ہے کہ بے باک نے ہمارے گھر میں ڈکیتی کی ہے۔ میں نے بچپن سے اب تک کبھی اپنے گھر میں بیش قیمت ہیرے جواہرات نہیں دیکھے۔''

وہ ساری باتیں سننے کے بعد بولی۔ ''میں کیسے یقین کروں کہ تم میرے باپ ہو؟ تم تو سراسر جھوٹ بول رہے ہو۔ بے باک نے ہمارے گھر سے ایک تنکا بھی نہیں چرایا ہے۔ یہ خود ہیرے جواہرات کا تاجر ہے۔ اس کے پاس کس چیز کی کمی ہے؟ اور یہ خوامخواہ میرے بھائی سے کیوں دشمنی کرے گا؟''

''اینا! تم نہیں جانتیں کہ ہمارے درمیان کب سے دشمنی چل رہی ہے۔ میں تمہیں ساری تفصیل بتاؤں گا۔ تم گھر چلو، میں یقین دلانے کی کوشش کروں گا کہ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم پر عمل کیا ہے اور تمہیں اپنا تابعدار بنالیا ہے۔''

اینا نے بے باک کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''یہ بھی سراسر جھوٹ بول رہے ہو۔ تم ہی میرے دماغ میں آتے رہے اور مجھے اپنا تابعدار بنانے کی کوششیں کرتے رہے لیکن میں تمہارے زیر اثر نہ آسکی، کیونکہ میں غیر معمولی دماغ رکھتی ہوں اور جب یہ دماغ غیر معمولی ہے۔ کسی سے متاثر نہیں ہوتا ہے تو پھر بے باک بھی مجھ پر کیسے عمل کرسکتا ہے؟ وہ کس طرح مجھے اپنا تابعدار بنا سکتا ہے؟''

بے باک نے اسے اُلجھا دیا، وہ بیٹی کی باتوں کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ جھنجلاتے ہوئے بولا۔ ''تم مجھ پر اعتماد کرو یا نہ کرو۔ گھر واپس آؤ۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

''یہ تو میں دیکھ ہی رہی ہوں، ابھی تم ایک اجنبی کے ذریعے اسے قتل کرانا چاہتے تھے لیکن ناکام ہوگئے۔ تم میری آنکھوں کے سامنے اس سے دشمنی کررہے ہو اور کہتے ہو میرے باپ ہو؟ میرا بھلا چاہتے ہو۔ اس سے پہلے کہہ رہے تھے کہ سیاہ فام قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ کبھی کچھ کہتے ہو اور کبھی کچھ... بے تکی بکواس کیے جارہے ہو۔ ناؤ گٹ لاسٹ ...دفع ہوجاؤ۔''

وہ غصّے سے بولا۔ ''ٹھیک ہے۔ تم گھر آؤ۔ میں تمہیں زنجیروں سے باندھ کر رکھوں گا۔''

اینا نے بے باک سے کہا۔ ''وہ کہہ رہا ہے، مجھے گھر میں زنجیروں سے باندھ کر رکھے گا۔''

''فکر نہ کرو۔ میں وہ زنجیریں کھول دیا کروں گا۔ ویسے یہ یقین کرلو کہ یہ تمہارا باپ ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن دوہری زندگی گزار رہا ہے۔ اب میں تمہیں ایسی بات بتا رہا ہوں جسے یہ پچھلے پچیس برس سے چھپا رہا ہے۔''

اینا اسے غور سے دیکھنے لگی۔ وہ بولا۔ ''یہ تمہاری ممی کے ساتھ رچ مین کا نام اختیار کرکے ازدواجی زندگی گزار رہا ہے لیکن انڈر ورلڈ میں برین ماسٹر کی حیثیت سے دوسری ازدواجی زندگی گزار رہا ہے۔ وہاں بھی اس کی بیوی اور دو بچے ہیں۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''اے! یہ کیا بک رہے ہو؟''

''میں تمہاری بیٹی اور بیوی کے سامنے سچائی لانا چاہتا ہوں۔ وہاں بھی جارج رچ کی طرح ایک جوان بیٹا ہے۔ یعنی اِدھر یہ بیٹا ہے، اُدھر وہ ہے۔ دونوں سوتیلے بھائیوں میں جھگڑا ہوتا رہتا ہے۔ تمہارے باپ کو یہ معلوم ہوا ہے کہ اس بیٹے نے تمہارے بھائی جارج رچ کو گولی ماردی ہے۔ اسے اپنے راستے سے ہٹادیا ہے۔''

اینا صدمے سے چیخ کر بولی۔ نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا۔ میرے بھائی کو کوئی نہیں مارسکتا۔''

بے باک نے کہا۔ ''اینا! یہ بات میں یقین سے نہیں کہہ رہا ہوں لیکن ایسی کوئی بات ہے ضرور جس کی وجہ سے تمہارا بھائی پچھلے دو دنوں سے لاپتا ہے۔ وہ تم سے اور تمہاری ماں سے فون کے ذریعے بھی رابطہ نہیں کررہا ہے۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے تمہاری ممی سے فون پر بات کی ہے۔''

''یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس نے تمہارے بھائی کی آواز اور لب ولہجے میں بول کر تمہاری ممی کو دھوکا دیا ہے۔ آیندہ تمہیں بھی دھوکا دے سکتا ہے۔ اس سے کہو اگر یہ سچا ہے تو تمہارے بھائی کو تم ماں بیٹی کے سامنے پیش کرے۔''

ماسٹر نے غصّے سے کہا۔ ''یُو نان سنس! تم کیسی زبردست چال چل رہے ہو۔ یہ چاہتے ہو کہ میری بیٹی اور بیوی جارج سے ملنے کی ضد کریں اور میں اسے سب کے سامنے لے آؤں تاکہ تم اسے جان سے مار ڈالو۔''

بے باک نے اینا کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''میں اپنی جان سے زیادہ عزیز اینا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، نہ میں تمہارے بیٹے جارج کا دشمن ہوں۔ اور نہ آیندہ اسے کبھی جانی نقصان پہنچاؤں گا۔ بس میری ایک ہی بات ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر سچے ہو تو ایک ممتا کی ماری ماں کے سامنے بیٹے کو پیش کردو۔ اس طرح ایک بہن بھی اپنے بھائی کا چہرہ دیکھ لے گی۔ ایک بیوی اور بیٹی اس بات پر فخر کریں گی تم سچے ہو۔''

اینا نے کہا۔ ''بے باک! بہت ہی اچھی اور کھری بات کررہا ہے۔ اگر تم سچے ہو تو بے شک اسی طرح اپنی سچائی کا ثبوت دے سکتے ہو۔ اب یہاں سے جاؤ۔ میں نے کہا نا۔ دفع ہوجاؤ۔''

بیٹی اسے دفع ہونے کے لیے کہہ رہی تھی۔ وہ یہ انسلٹ برداشت نہ کرسکا۔ اس نے غصّے کی شدّت سے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ وہ تکلیف کی شدت سے گرنے لگی۔ بے باک نے اسے فوراً ہی سنبھال لیا۔ دونوں بازوؤں میں لے کر اس کے اندر پہنچ کر خیال خوانی کے ذریعے جھٹکنے لگا۔ اس کے دماغ کو آرام پہنچانے لگا۔

ایسے وقت وہ کہہ رہا تھا۔ ''دیکھو! یہ باپ کیسا دشمن ہے، اپنا جھوٹ اور فریب چھپانے کے لیے تمہیں سزا دے رہا ہے۔''

بے باک طرح طرح سے برین ماسٹر کو کمزور بنا رہا تھا۔ وہ بیٹی کے سامنے اپنی صفائی پیش نہیں کرسکتا تھا۔ غصّے کے مارے وہاں سے چلا گیا۔ قسم کھانے لگا کہ بے باک کو زندہ نہیں چھوڑے گا اور کسی نہ کسی طرح اپنی بیٹی پر عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کردے گا تاکہ فرہاد کی آتما دوبارہ اسے ٹریپ نہ کرسکے۔

☆☆☆

میں نے الپا کو بلا کر کہا۔ ''میں اُس دشمن سے انتقام لینے یہاں آئی ہوں، جو فرہاد کی لاش کو ناقابلِ شناخت بنانے کی سازش میں شریک تھا۔''

الپا نے کہا۔ ''میں اسے جانتی ہوں۔ اس کا نام آرتھر فورڈ ہے اور وہ یورپی یونین کا ایک اعلیٰ عہدے دار ہے۔''

''تم اس کے اندر جا کر اس کے حالات اور اس کی موجودہ پوزیشن معلوم کرو۔ یہ بتاؤ کہ وہ کہاں ہے؟ میں ابھی گھر سے نکل رہی ہوں۔ وہ جہاں بھی ہوگا وہاں پہنچ کر اسے دیکھنا اور پہچاننا چاہتی ہوں۔''

الپا اس کے اندر پہنچ کر معلوم کرنے لگی، وہ ایک کلب میں بلیئرڈ کھیل رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ سیاسی طور سے عزت و دولت اور شہرت کمانے میں کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ بہت کامیابیاں حاصل کرتا جا رہا ہے لیکن گھریلو

معاملات میں اسی قدر ناکام ہے۔ بارہ برس پہلے اس نے شادی کی تھی۔ اب تک تین بچے ہو چکے تھے۔ اس حساب سے اس کی بیوی آثارِ قدیمہ بنتی جارہی تھی۔

کسی بھی عیاش مرد کے لیے بیوی روز بروز پرانی ہوتی جاتی ہے۔ خواہ وہ بے چاری کتنی ہی محبت کرے۔ اس کے لیے آیندہ نسل پیدا کرتی رہے، اس کے گھر کو جنت بناتی رہے لیکن وہ باہر کے جہنم میں رہ کر بہلنا چاہتا ہے۔ وہ پچھلے بارہ برسوں سے باہر والیوں کے ساتھ بہلتا رہا تھا۔ اب ایک حسینہ نے اسے اپنی اداؤں سے اسیر بنالیا تھا۔

وہ حسینہ مِس بٹر فلائی کہلاتی تھی۔ ٹاپ کی ماڈل گرلز میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ آرتھر اس پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا تھا۔ اس نے اس قدر دولت اس پر لٹائی کہ وہ مہنگی ماڈل اس کی جھولی میں آگری۔ اس نے بڑی دلکش اور پرفریب اداؤں سے یقین دلایا کہ وہ بھی اس کی دیوانی ہوگئی ہے۔ اس نے چند ماہ کے بعد ہی کہا۔ ''آرتھر! میں اپنے شاندار مستقبل کی ضمانت چاہتی ہوں۔ لہٰذا مجھ سے شادی کرلو۔''

اس نے کہا۔ ''کیسی باتیں کرتی ہو؟ میری بیوی ہے بچے ہیں۔ میں شادی کیسے کرسکتا ہوں؟''

''یہ تو کوئی مشکل نہیں ہے۔ اسے طلاق دے کر اس سے پیچھا چھڑاؤ اور مجھے شریکِ حیات بنالو۔''

''تم جانتی ہو کہ میری وائف کا تعلق یہاں کے شاہی خاندان سے ہے۔ سوسائٹی میں ہم سب سے اونچے درجے پر ہیں۔ میں اسے طلاق دوں گا اور تمہاری جیسی ماڈل گرل کو بیوی بناؤں گا تو میری عزت دو کوڑی کی ہو کر رہ جائے گی۔''

وہ غصّے سے بولی۔ ''تم اپنی بیوی کو اعلیٰ درجے کی خاتون کہہ رہے ہو اور اس کے مقابلے میں مجھے ایسے گرا رہے ہو جیسے میں انسان ہی نہیں ہوں۔ کیا میں جوان اور خوبصورت نہیں ہوں؟ میری جوانی سے کھیلتے وقت تمہیں اپنی عزت اور اپنے اعلیٰ مرتبے کا خیال نہیں آیا تھا؟''

''دیکھو! میں چار دیواری کے اندر تمہاری جوانی سے کھیلتا رہا ہوں۔ کوئی مجھے بدنام کرنے والا نہیں ہے پھر میرا سیاسی رعب دبدبہ ہے۔ کوئی مجھ پر انگلی اٹھانے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر ایک شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والی خاتون کو طلاق دے کر تمہاری طرف آؤں گا تو بری طرح بدنام ہو جاؤں گا۔ میرا سیاسی کیریئر بالکل ہی ختم ہو جائے گا۔''

''تم کیا سمجھتے ہو مجھے نظر سے گراؤ گے۔ مجھے گٹر میں پھینک کر جاؤ گے تو کیا میں تمہیں عزت سے رہنے دوں گی؟ کیا تمہارے سیاسی رعب اور دبدبے میں آجاؤں گی؟ مسٹر آرتھر! میں تو تمہاری ساری شہرت کو خاک میں ملا کر رکھ دوں گی۔''

''مجھے دھمکی نہ دو۔ تمہارے جیسی کتنی ہی نخرے کرنے والیوں کو کھلونا بنا کر توڑ چکا ہوں۔ بہتری اسی میں ہے کہ آیندہ مجھ سے کبھی نہ ملنا۔''

''چلو، تم کہتے ہو تو نہیں ملوں گی۔ آج آخری بار میرے گھر آؤ۔ رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ۔''

وہ حقارت سے بولا۔ ''میں تم پر تھوک چکا ہوں۔ تمہاری طرف دوبارہ کبھی رُخ نہیں کروں گا۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ''میں جانتی تھی کہ تمہارا یہی جواب ہوگا اور میں آخری فیصلہ کرنے ہی یہاں آئی ہوں۔''

اس نے اپنے بیگ میں سے ایک وڈیو کیسٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''تم میرے ساتھ جیسا بھی وقت گزارتے رہے۔ اس کی پوری ہسٹری اس کے اندر موجود ہے۔ گھر لے جا کر دیکھو گے تو آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔''

اس نے غصّے سے وڈیو کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ ''اچھا تو تم مجھے بلیک میل کرنا چاہتی ہو؟''

''اگر بارہ گھنٹے کے اندر میرے مطالبات نہیں مانو گے تو یہ وڈیو کیسٹ اور دوسرے اہم ثبوت پریس والوں کے پاس پہنچ جائیں گے۔ وہ جو تم نے شاہی خاندان سے رشتہ جوڑا ہے اور وہاں سے سیاسی شہرت حاصل کرتے رہے ہو یہ سب کچھ ایک پل میں خاک ہو جائے گا۔''

وہ اس کے سامنے کیسٹ رکھ کر وہاں سے چلی گئی۔ اس نے گھر آکر اپنے بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اس کیسٹ کو وی سی آر کے ذریعے ٹی وی اسکرین پر دیکھا تو پہلا منظر دیکھتے ہی اس کے ہوش اُڑ گئے۔

وہ ایکس کہلانے والی بلیو فلم تھی اور اس کا کردار وہ کردار تھا۔ کسی منظر میں مِس بٹر فلائی کے ساتھ تھا، کسی دوسرے منظر میں چند حسیناؤں کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا۔ بٹر فلائی نے اس کی بھوک مٹانے کے لیے ایسی چند حسیناؤں کے انتظامات کیے تھے اور کہا تھا کہ یہ بات اس گھر کی چار دیواری میں ہی رہے گی۔ کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ وہ بٹر فلائی کے بیڈ روم میں آکر راجا اِندر بن جاتا ہے۔

اس نے وی سی آر کو بند کردیا۔ پریشانی سے سوچنے لگا۔ ''بٹر فلائی نے مجھے بری طرح اپنے شکنجے میں لیا ہے۔ اس کے بیان کے ساتھ یہ وڈیو کیسٹ پریس والوں تک پہنچے گا تو

نیو شاہین ہومیو فارما کراچی کا ایک اور کرشمائی فارمولا

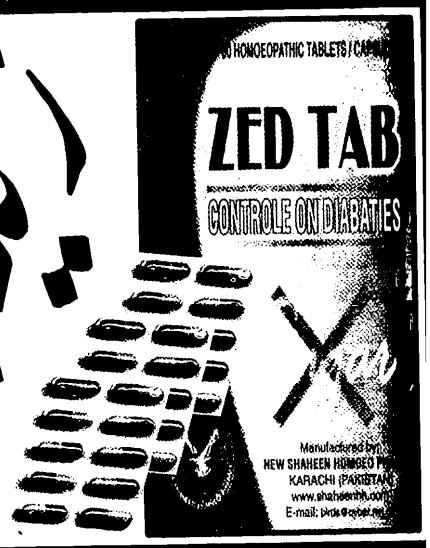

زیڈ ٹیبز

NEW SHAHEEN HOMOEO PHARMA

سے شوگر کا مکمل علاج

قیمتی امپورٹڈ اجزاء سے تیار کیا گیا
ہر قسم کے مضر اثرات سے پاک

پینز ٹیب

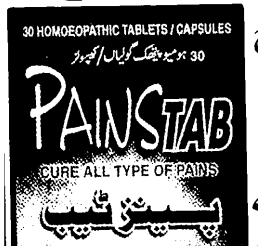

جوڑوں اور جسم کے ہر قسم کی دردوں کا مکمل علاج

کیا آپ پرانے دردوں کے ہاتھوں پریشان ہیں، تو
اب لیجئے پینز ٹیب سر سے لے کر پاؤں تک ہر قسم کے
دردوں کو دے مکمل آرام

برائے طبی مشورہ
0321-2554589

گھر بیٹھے بذریعہ VPP بھی ادویات منگوا سکتے ہیں
Shaheenhh@hotmail.com
0320 - 4224712

ماہین ہومیو اینڈ ہربل، سائیکل مارکیٹ آرام باغ کراچی فون: 2627277

MARI

سب سے پہلے میرا سیاسی کیریئر ختم ہوگا۔ شاہی خاندان میں میری انٹری بند ہو جائے گی۔ قانونی طور پر میری تمام دولت اور جائداد کی مالک میری بیوی ہوگی۔ وہ اپنے بچوں کو لے کر مجھ سے الگ ہو جائے گی۔ میں اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکوں گا۔ کیونکہ پورا شاہی خاندان اس کی پُشت پر ہوگا۔''

ایک طرف اس کی بیوی بہت مضبوط حیثیت رکھتی تھی، دوسری طرف داشتہ نے بھی اپنی حیثیت مضبوط کر لی تھی۔ وہ سیاسی چالباز تھا، یہ سمجھتا تھا کہ داشتہ کو کمزور بنایا جا سکتا ہے۔ اس ویڈیو کیسٹ کے علاوہ اور بھی کچھ ثبوت اس کے پاس ہوں گے۔ وہ اس سے جبراً حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

اس نے فون کے ذریعے بٹر فلائی سے پوچھا۔ ''تم نے یہ فلم کس طرح سے تیار کی تھی؟''

''میرے بیڈ روم میں خفیہ کیمرے ہیں۔ تم تو پینے کے بعد مستی میں رہا کرتے تھے، یہ نہیں جانتے تھے کہ تمہارے ساتھ کیا ہوتا رہا تھا، اب تو جو بھی ہوا تھا وہ تمہارے سامنے ہے۔ بولو کیا بولتے ہو؟''

اس نے غراتے ہوئے پوچھا۔ ''اس فلم کی ماسٹر کاپی کہاں ہے؟''

''میرے بینک کے لاکر میں ماسٹر کاپی اور کئی طرح کے ثبوت ہیں۔''

''کس بات کے ثبوت ہیں؟''

''جب تم نشے میں بہک جاتے تھے اور اپنی بیوی اور شاہی خاندان کے خلاف بولتے تھے۔ یہ بھی بتاتے تھے کہ تم کس سیاسی لیڈر کو کس طرح سازش کر کے اس کی کرسی سے نیچے گرا رہے ہو۔ افسوس...! اب تم گرنے والے ہو آرتھر!''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''میں تو تم سے کہہ چکی ہوں' آج رات میرے گھر آ کر کھانا کھاؤ۔ بہترین وہسکی پلاؤں گی اور موج بھی کراؤں گی۔''

''میں لعنت بھیجتا ہوں ایسی موج مستی پر۔ تمہارے گھر نہیں آؤں گا۔ تم پہلے بھی میرے ایک پرائیویٹ بنگلے میں آ چکی ہو۔ آج رات نو بجے وہاں آؤ۔ میں تم سے کچھ اہم باتیں اور فیصلے کرنا چاہتا ہوں۔''

''سر تسلیم خم ہے۔ جو مزاجِ یار میں آئے... میں رات کے نو بجے وہاں پہنچ جاؤں گی۔''

رابطہ ختم ہو گیا۔ آرتھر نے فوراً ہی اپنے سیاسی غنڈوں سے رابطہ کر کے انہیں سمجھایا کہ رات نو بجے کے بعد اس کے پرائیویٹ بنگلے میں پہنچ کر انہیں کیا کرنا ہوگا؟

الپا بڑی خاموشی سے آرتھر کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ ایک کلب میں تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں وہاں اس کا کام بن جائے گا۔ اس کے زرخرید غنڈے بٹر فلائی کو اغوا کر کے ایسی جگہ پہنچا دیں گے جہاں اس پر بہت زیادہ ٹارچر کرنے کے بعد اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے لاکر کی چابی دے اور بینک والوں کو ایک اجازت نامہ لکھے کہ اس کی اپنی ماں بینک لاکر سے اس کی ضروری چیزیں نکال کر لے جا سکتی ہے۔

آرتھر کو یقین تھا کہ اسے ٹارچر کرنے کے بعد اس کی ماں کو اپنے قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بینک جا کر تمام مطلوبہ چیزیں لے آئے گی۔ اس کی پلاننگ زبردست تھی۔ اس کے خلاف جتنے بھی ثبوت بٹر فلائی کے پاس تھے، وہ سب آسانی سے حاصل کرنے والا تھا۔

میں کار ڈرائیو کرتی ہوئی لندن کی شاہراہوں سے گزر رہی تھی۔ الپا نے آ کر تفصیل سے اس کی رُوداد بتائی پھر اس بنگلے کا پتا بتایا جہاں بٹر فلائی کو بلا کر اس کے ساتھ زیادتی کی جانے والی تھی۔

میں نے کہا۔ ''تم آرتھر کے ذریعے ان غنڈوں کی آوازیں سنو اور معلوم کرو کہ وہ وہاں کیا کرنے والے ہیں؟ پھر آرتھر کو بھی جبراً وہاں پہنچا دو۔''

الپا چلی گئی۔ میں بھی راستہ بدل کر اس بنگلے کی طرف جانے لگی، دس منٹ کے بعد ہی الپا نے آ کر کہا۔ ''ان کی پلاننگ یہ ہے کہ آرتھر کے بنگلے میں کوئی گڑبڑ نہ کی جائے۔ اس کی بدنامی ہوگی۔ وہ چپ چاپ بٹر فلائی کو بے بس کر کے وہاں سے لے جائیں گے۔ ویسٹ بورن کے علاقے میں ان کا ایک اڈا ہے۔ وہاں اسے لے جا کر قیدی بنائیں گے پھر اسے ٹارچر کرتے رہیں گے۔''

کیا آرتھر اس بنگلے میں آ رہا ہے؟''

''جی ہاں میں جا رہی ہوں۔ ابھی اسے وہاں پہنچا دوں گی۔''

میں آدھے گھنٹے کے بعد اس بنگلے کے پاس پہنچ گئی۔ اپنی کار کو وہاں سے ذرا فاصلے پر روک کر' پیدل چلتی ہوئی ادھر جانے لگی۔ ایسے ہی وقت ایک کار اس بنگلے کے اندر داخل ہو رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک عورت دکھائی دی۔ وہ یقیناً بٹر فلائی تھی۔ اس نے احاطے کے اندر جا کر گاڑی روک دی۔ وہ بنگلا لاک رہتا تھا۔ چونکہ وہ آرتھر کی خاص داشتہ تھی۔ اس لیے وہاں کی ایک چابی اس کے پاس رہتی تھی۔

وہ لاک کھول کر اندر جانے لگی تو میں اس کے قریب پہنچ

گئی۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر پوچھا۔ کون ہو تم؟''

میں نے کہا۔ ''دوست ہوں۔ اندر چلو کچھ باتیں کرنی ہیں۔''

وہ مجھ پر شک کر رہی تھی، اندر آ گئی۔ میں نے کہا۔ ''تم آرتھر کو زبردست طریقے سے بلیک میل کر رہی ہو۔ یہ کیسے سوچ سکتی ہو کہ وہ تمہیں آسانی سے چھوڑ دے گا؟''

اس نے سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ کر کہا۔ ''اگر وہ ایسی کوئی غلطی کرے گا تو بری طرح پچھتائے گا۔ میری موت کے بعد وہ نیک نام نہیں رہے گا۔ اس طرح تباہ ہوگا کہ اس کی ساری زندگی جیل میں گزرے گی یا وہ فٹ پاتھ کا بھکاری بن کر رہ جائے گا۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''اس کے ساتھ جو بھی ہوگا، وہ ایک الگ بات ہے لیکن تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ یہاں تنہا ہو گی تو جان سے جاؤ گی؟''

''کیا اس نے تمہیں بھیجا ہے؟ کیا تم مجھے قتل کرو گی؟''

''میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ تمہاری دوست ہوں، تم سے دشمنی کرنے والے ابھی دو شخص آنے والے ہیں۔ وہ تمہیں بے ہوش کر کے کسی خفیہ اڈے میں لے جائیں گے۔ وہاں تم پر تشدد کیا جائے گا۔ تم مجبور ہو کر لاکر کی چابیاں ان کے حوالے کر دو گی اور اپنی ماں کے نام یہ اجازت نامہ لکھ کر دو کہ وہ تمہارے بینک کے لاکر سے تمام ضروری چیزیں نکال سکتی ہیں۔''

وہ پریشان تھی، سہمی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''تم میری دوست ہو۔ کیا مجھے مشورہ دو گی کہ اس وقت کیا کرنا چاہیے؟''

''دانشمندی تو یہ ہے کہ فوراً یہاں سے فرار ہو جاؤ لیکن تمہاری عزت سے کھیلتا رہا ہے۔ اب اپنی شریک حیات نہیں رکھنا چاہتا۔ عزت دینا نہیں چاہتا۔ لہٰذا اس سے بدلہ لینا چاہتا ہے۔ وہ تمہیں ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ ہم دونوں مل کر اسے ٹریپ کریں گے۔''

وہ بے یقینی سے بولی۔ ''ہم دو عورتیں کیا کر سکیں گی؟''

''دو کی گنتی نہ کرو۔ میں ایک ہی کافی ہوں۔''

ایسے ہی وقت آرتھر وہاں پہنچ گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس نے بٹر فلائی سے پوچھا۔ ''یہ کون ہے؟''

''یہ میری سہیلی ہے۔ میری راز دار ہے۔ میرے اور تمہارے تمام راز اچھی طرح جانتی ہے۔''

''میں نے تمہیں تنہا آنے کو کہا تھا؟''

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا خیال ہے' ابھی تمہارے جو آدمی اسے اغوا کرنے آئیں گے، ان کا کام بڑھ جائے گا۔ انہیں پہلے میرا منہ بند کرنا ہوگا؟ کیا مجھے بھی اٹھا کر لے جانا ہوگا ورنہ تمہارا یہ بنگلا پولیس اور ایٹلی جنس والوں کی نظروں میں آ جائے گا۔''

وہ بڑی ڈھٹائی سے بولا۔ ''ہاں، تمہارے ساتھ بھی یہی کرنا ہوگا۔ میں نہیں جانتا، تمہیں میرے اس منصوبے کا علم کیسے ہوا؟ بہرحال اس کے ساتھ تم بھی یہاں مرنے آئی ہو۔''

اس کے دو زرخرید غنڈے وہاں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں ایک لانبے پھل کا چمکتا ہوا چاقو دکھائی دے رہا تھا۔

ایک نے آرتھر سے کہا۔ ''باس! ہم نے اس عورت کی باتیں سن لی ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم انہیں پھول کی طرح اٹھا کر لے جائیں گے پھر بڑی مستی سے کانٹوں کی طرح چبھتے رہیں گے۔''

بات ختم ہوتے ہی اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ہاتھ سے ریوالور نکل گیا۔ وہ ریوالور فضا میں اچھلتا ہوا میرے پاس آیا۔ میں نے اسے کیچ کرتے ہوئے کہا۔ ''بہت اچھے ڈائیلاگ بول لیتے ہو۔ اب بولو۔''

میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھتے ہی اس کے اور آرتھر کے ہوش اڑ گئے۔ میں نے دوسرے کے ہاتھ پر گولی چلائی۔ اس کے ہاتھ سے چاقو گر گیا، وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ میں نے کہا۔ ''بٹر فلائی! وہ چاقو اٹھاؤ۔ ہمارے کام آئے گا۔''

آرتھر بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ گڑگڑاتے ہوئے بولا۔ ''فار گاڈ سیک! گولی نہ چلاؤ۔ پولیس آ سکتی ہے۔ میری بہت بدنامی ہوگی۔''

میں نے کہا۔ ''تم یہاں بٹر فلائی کے ساتھ کمینگی دکھاتے رہے تھے۔ اب بدنامی سے کیوں ڈر رہے ہو؟''

وہ دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔ ''مجھے معاف کر دو۔ یہ بتاؤ' تم کون ہو؟ کیا چاہتی ہو؟ میں آئندہ بٹر فلائی سے دشمنی نہیں کروں گا۔''

بٹر فلائی نے آگے بڑھ کر کہا۔ ''سانپ یہ کہے کہ وہ ڈسنا چھوڑ دے گا تو اس پر یقین کرنے والا کوئی بے وقوف یا پاگل ہی ہوگا۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔''

میں نے کہا۔ ''نہیں، بٹر فلائی! اسے زندہ رکھنا ہے۔ گولی مارو گی تو یہ مر جائے گا اور اگر ذلت کی زندگی گزارنے کے لیے زندہ چھوڑ جائے گا تو یہ ہر لمحے مرتا رہے گا۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''تم نے بہت اچھی بات کہی۔ مجھے مشورہ دو، اسے ذلیل کرنے اور ہمیشہ ذلت کی زندگی گزارنے پر کس طرح مجبور کر سکتی ہوں؟''

میں نے الپا سے کہا۔ ''ان دو غنڈوں کو ذہنی اذیت میں مبتلا کر کے بے ہوش کر دو۔ میں یہاں گولی نہیں چلانا چاہتی۔''

الپا نے دوسرے ہی لمحے میں ان کے اندر زلزلے پیدا کیے۔ وہ دونوں چیخیں مار کر فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔ جب ان کے اندر دوسری تیسری بار زلزلہ پیدا کیا گیا تو وہ بے ہوش ہو گئے۔

آرتھر شدید حیرانی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ بٹر فلائی نے بھی حیرانی سے پوچھا۔ ''انہیں کیا ہو رہا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''یہ بیچارے اپنے کیے پر شرمندہ ہیں۔ مارے شرم کے بے ہوش ہو گئے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''اوہ گاڈ! میں یقین سے کہہ سکتی ہوں، تم کوئی جادو جانتی ہو۔ اسی لیے اس شخص کا ریوالور ہاتھ سے نکل کر تمہارے ہاتھ میں آ گیا تھا۔''

''میرے بارے میں سوچنا چھوڑو۔ اپنے گاڈ کا شکر ادا کرو کہ تمہاری مدد کے لیے آ گئی ہوں۔ آئندہ کے لیے مشورہ ہے، میرے یہاں سے جانے کے بعد کبھی مجھے یاد نہ کرنا۔''

پھر میں نے آرتھر سے کہا۔ ''یہ سن کر خوش ہو رہے ہو گے کہ تمہیں جان سے نہیں مارا جائے گا۔ یہ سوچو کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟''

وہ عاجزی سے گڑگڑانے لگا۔ ''مجھے معاف کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں، بٹر فلائی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں اس کے تمام مطالبات پورے کروں گا۔''

''میں بٹر فلائی کو پہلے نہیں جانتی تھی۔ نہ آئندہ جاننا چاہوں گی۔ بس اسے تحفظ فراہم کرنے آئی تھی۔ ویسے میرا مقصد تو کچھ اور ہے۔ معلوم کرو گے کہ میں کون ہوں؟''

وہ مجھے سوالیہ نظروں سے تکنے لگا۔ میں نے بٹر فلائی سے کہا۔ ''تمہارے بیگ میں سے ایک لپ اسٹک نکال کر دی۔ میں اسے لے کر سامنے والی دیوار کے پاس آئی اور وہاں بڑے بڑے حروف میں لکھنے لگی۔

I AM LOOKING FOR MY BODY AND MY BRAIN.

اسے پڑھ کر آرتھر کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ایک صوفے سے ٹکراتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ ''تمہارے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ چکے ہیں۔ اپنے پیروں پر کھڑے نہیں رہ سکو گے۔ آج کے بعد زندہ رہو گے تو یہ یاد رکھنا، فرہاد کی آتما تمہارے قریب سے گزر کر گئی ہے۔ دوسری بار آئی تو دوسری سانس نہیں لے سکو گے۔''

میں نے الپا سے کہا۔ ''اسے بے ہوش کر دو۔''

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ زلزلے کے جھٹکے لگتے ہی وہ چیخنے لگا، فرش پر تڑپنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی بے ہوش ہو گیا۔ میں وہاں سے جانے لگی۔ بٹر فلائی نے پوچھا۔ ''کیا تم جا رہی ہو؟''

''ہاں، یہ عیاش ہے۔ تم سوچو، اسے کیا سزا ملنی چاہیے؟ تمہارے ہاتھ میں کھلا چاقو ہے۔ اسے جان سے نہ مارو ہلکہ اس طرح ناکارہ بنا دو کہ آئندہ عیاشی کے قابل نہ رہے۔''

یہ کہہ کر میں چلی آئی۔ آدھے گھنٹے کے اندر وہاں کے قریبی پولیس اسٹیشن میں ایک کال موصول ہوئی۔ ان سے کہا گیا کہ مسٹر آرتھر اپنے پرائیویٹ بنگلے میں موت سے لڑ رہے ہیں۔ ان کی مدد ضروری ہے۔ فوراً وہاں پہنچا جائے۔

پولیس والوں کے ساتھ چند سیاسی لیڈر بھی وہاں پہنچ گئے۔ آرتھر کی حالت دیکھ کر سب ہی نے کہا۔ ''اس کے ساتھ بڑی بے رحمی اور سفاکی سے پیش آیا گیا ہے...''

پھر سب نے دیوار پر لکھی ہوئی تحریر کو پڑھا تو یہ واردات سمجھ میں آ گئی۔ سیاسی لیڈروں میں سے ایک نے کہا۔ ''اس بار فرہاد کی آتما نے اپنے دشمن کی جان نہیں لی ہے لیکن اس سے بھی بڑا ظلم کیا ہے۔ اسے تیسری مخلوق بنا کر چھوڑ دیا ہے۔''

☆☆☆

بے باک دن میں ایک بار ڈیلائلہ کے پاس جاتا تھا۔ اس کی ذہنی حالت کا مطالعہ کرتا تھا۔ وہ اس کی عقیدت مند ہو گئی تھی۔ پہلے اس کا محبوب دانیال بہت ہی مغرور تھا۔ محبت کے معاملے میں پہل نہیں کرتا تھا۔ کبھی اس سے بات نہیں کرتا تھا۔ اب بار بار فون کرنے لگا تھا۔ باہر بھی اس سے ملاقاتیں ہونے لگی تھیں۔

وہ خوش رہا کرتی تھی۔ غصہ کرنا بھولتی جا رہی تھی اور رفتہ رفتہ نارمل ہوتی جا رہی تھی۔

بے باک فرہاد کے سلسلے میں کرنل سے انتقام لینے آیا تھا اور اتنا ہی انتقام لیا تھا کہ اسے دہشت زدہ کرنے کے بعد زندہ چھوڑ دیا تھا۔ اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ کرنل کی سالگرہ کا دن جب شروع ہوا تو اس کے بیڈ روم کی دیوار پر یہ لکھا ہوا تھا۔ میں اپنا جسم اور اپنا دماغ تلاش کرتا ہوا یہاں

تک پہنچ گیا ہوں۔''

یہ ایسی تحریر تھی، جسے پڑھ کر چھوٹے بڑے ممالک کے اکابرین خوف سے تھرا جاتے تھے۔ سمجھ لیتے تھے کہ فرہاد کی لسٹ میں جن سازش کرنے والے دشمنوں کے نام درج ہیں، وہ اس مخصوص تحریر کے بعد زندہ نہیں رہتے ہیں۔ اس کرنل کے بارے میں بھی یہی سوچا جا رہا تھا، اسے اب تک مر جانا چاہیے تھا۔ اس آتما نے اسے کیوں زندہ چھوڑ دیا ہے؟

بے باک نے کرنل کے بیٹے کو آلہ کار بنا کر کہا تھا کہ ڈیلائلہ کو قیدی بنا کر نہ رکھا جائے۔ اسے آزاد چھوڑ دیا جائے۔ وہ آئندہ نارمل رہا کرے گی۔

اس کے حکم کی فوراً تعمیل کی گئی تھی۔ اسے ایکسی کے بند کمرے سے آزادی مل گئی تھی۔ اب وہ سب انتظار کر رہے تھے کہ فرہاد کی آتما آئندہ کرنل کے ساتھ کیا سلوک کرنے والی ہے؟

دوسری بار بے باک نے کرنل کے اندر آ کر کہا۔ ''تم ایک ہی شرط پر زندہ رہ سکتے ہو۔''

اس نے جلدی سے کہا۔ ''میں تمہاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔ حکم دو میں ابھی اس پر عمل کروں گا۔''

''کیا برین ماسٹر کی فیملی کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''وہ خود کو پُراسرار بنائے رکھتا ہے۔ تمام ممالک کے انٹیلی جنس والے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں۔''

''تمہیں صرف یہ معلوم کرنا ہوگا کہ اس کا بیٹا جارج رچ کہاں ہے؟ اس نے میرے خوف سے بیٹے کو کسی خفیہ پناہ میں چھپا دیا ہے۔ اگر تم ایک ہفتے کے اندر اسے ڈھونڈ نکالو گے۔ اس کا پتا ٹھکانا بتا دو گے تو اپنی طبعی عمر تک زندہ رہو گے ورنہ ایک ہفتے کے بعد تمہاری موت لازمی ہے۔''

''میں زندہ رہنے کے لیے اسی لمحے سے اس کی تلاش شروع کروں گا مگر ایک التجا ہے کہ کوئی ایسا اشارہ دو، کوئی ایسی بات بتاؤ، جس کے سہارے میں کسی حد تک اس کے قریب پہنچ سکوں۔''

''میں ماسٹر کی بیوی اور بیٹی کا پتا ٹھکانا بتا سکتا ہوں۔''

وہ ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ جلدی سے بولا۔ ''بس... بس۔ اتنا ہی کافی ہے۔ مجھے ان کا پتا ٹھکانا اور فون نمبر ابھی بتاؤ۔ میں ماسٹر کو آہنی پردوں سے باہر آنے پر مجبور کر دوں گا۔''

بے باک نے کہا۔ ''ایک اور رعایت دیتا ہوں اور وہ یہ کہ جتنے بھی دشمن میری فہرست میں ہیں، وہ بھی اس کے بیٹے کو ڈھونڈ نکالیں گے تو میں سب ہی کو معاف کر دوں گا۔ ان میں سے کسی کی جان نہیں لوں گا۔''

''پھر تو سمجھو کہ ماسٹر کا بیٹا ہی نہیں، ماسٹر بھی ہمارے قابو میں آ جائے گا۔ تمام ممالک کے اکابرین یکجا ہو کر... ایک طاقت ہو کر جب اسے تلاش کریں گے تو وہ کسی پاتال یا سمندر کی تہ میں بھی جا کر چھپ نہیں سکے گا۔''

''میں اس کی بیوی اور بیٹی کا پتا ابھی بتاتا ہوں لیکن اس سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لو اور تمام اکابرین سے کہہ دو کہ اس کی بیٹی کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔ کوئی اس سے بدتمیزی نہ کرے۔ اسے قیدی بنا کر نہ رکھے۔ وہ آسانی سے کہیں بھی آتی جاتی رہے گی۔''

''ہم تمہاری ہر ہدایت پر عمل کریں گے۔''

''اس کی بیوی کو بھی جسمانی اذیت نہ پہنچائی جائے۔ بے شک اسے قیدی بنا لیا جائے لیکن کم از کم ذہنی اذیت نہ پہنچائی جائے۔ اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے کہ ماسٹر تڑپ کر اسراریت کے پردوں سے باہر نکل آئے۔ بے شک خود کو گرفتاری کے لیے پیش نہ کرے لیکن آئندہ پُراسرار بن کر نہ رہ سکے۔ اپنے بیٹے کو بھی دنیا والوں کے سامنے پیش کر دے۔''

کرنل نے اسی وقت اپنے تمام اکابرین سے رابطہ کیا۔ انہیں یہ تسلی بخش خبر سنائی کہ اگر فرہاد کا ایک مطالبہ مان لیا جائے تو وہ ان تمام دشمنوں کو معاف کر دے گا جو اس کی لاش کو ناقابلِ شناخت بنانے کی سازش میں شریک تھے۔ ماسٹر نے اپنے بیٹے کو کہیں چھپا کر رکھا ہے، اسے اس پناہ گاہ سے باہر نکالنا ہے۔ اس سلسلے میں فرہاد کی آتما نے ماسٹر کی بیوی اور بیٹی کا پتا ٹھکانا اور فون نمبر بتا دیا ہے۔ اس سے ہم سب کو بڑی مدد ملے گی۔

یہ خبر دوسرے ممالک کے اکابرین تک بھی پہنچائی گئی۔ وہاں جو دشمن اپنی موت کے انتظار میں سہمے ہوئے تھے۔ وہ اطمینان کی گہری سانسیں لینے لگے۔ یہ عزم کرنے لگے کہ ہر حال میں ماسٹر کو تلاش کریں گے اور اس کے بیٹے کو بھی منظر عام پر لے آئیں گے۔

وہ سب ہی فرہاد کی انتقامی کارروائی سے محفوظ رہنا چاہتے تھے۔ اپنے اپنے ملک کی پہلی فلائٹ سے لندن پہنچ گئے۔ وہاں ایک اجلاس میں یہ طے کیا گیا کہ کس طریقہ کار سے ماسٹر کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جائے گا؟ اور اس آتما کی ان

ہدایات پر سختی سے عمل کیا جائے گا کہ ماسٹر کی بیٹی کو کسی طرح کا کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اسے ہر طرح کی آزادی دی جائے۔ اس کی ماں کے ساتھ قیدیوں جیسا سلوک کیا جائے لیکن اسے بھی جسمانی نقصان نہ پہنچایا جائے۔

تمام طریقہ کار طے کرنے کے بعد وہاں کی آرمی نے مونیکا کے بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ایک افسر نے اندر آکر اس سے کہا۔ ''تم اس بنگلے سے باہر نہیں جاؤ گی۔''

اینا نے پوچھا۔ ''ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟ اس طرح کیوں محاصرہ کیا گیا ہے؟ کیا ہمارے خلاف کوئی وارنٹ جاری ہوا ہے؟''

افسر نے کہا۔ ''یہ اتنا اہم اور خفیہ معاملہ ہے کہ ہم کھل کر قانونی کارروائی نہیں کریں گے۔ یہ بات تمہارا باپ برین ماسٹر اچھی طرح جانتا ہے۔''

مونیکا نے کہا۔ ''اس کے باپ اور میرے شوہر کا نام برین ماسٹر نہیں، رچ مین ہے۔''

''وہ اس نام سے ایک شریفانہ زندگی گزار رہا ہے لیکن کبھی یہاں مستقل طور پر تم لوگوں کے ساتھ نہیں رہتا۔''

مونیکا نے کہا۔ ''اس لیے نہیں رہتے کہ وہ سعودی عرب کی آئل ریفائنری کے ہیڈ انچارج ہیں۔ کبھی کبھی چھٹی لے کر یہاں آتے ہیں۔''

بے باک نے ان اکابرین کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ وہ سعودی عرب میں ملازمت نہیں کرتا ہے۔ آرمی افسر نے کہا۔ ''تمہارا شوہر تم سب سے جھوٹ بولتا ہے۔ ہمارے انٹیلی جنس والوں نے معلومات حاصل کی ہیں۔ سعودی عرب کے آئل ریفائنری کے شعبے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس نے کبھی اس ملک میں قدم بھی نہیں رکھا ہے۔''

مونیکا نے کہا۔ ''یہ اچانک ہی میرے شوہر پر کیسے الزامات لگائے جا رہے ہیں؟ میں ان الزامات کو تسلیم نہیں کروں گی۔''

آرمی افسر نے کہا۔ ''آپ اپنے شوہر سے ابھی رابطہ کریں اور ہم سے بات کرائیں۔''

ویسے اینا کو اصلیت معلوم تھی۔ بے باک نے بتا دیا تھا کہ اس کا باپ دوہری زندگی گزار رہا ہے پھر برین ماسٹر نے بھی اس کے دماغ میں آکر باتیں کی تھیں۔ اس نے یہ حقیقت ابھی تک اپنی ماں کو نہیں بتائی تھی۔ یہ سن کر اسے دُکھ پہنچتا کہ اس کا شوہر دوہری زندگی گزار رہا ہے۔ جہاں بھی رہتا ہے، وہاں اس کی ایک بیوی اور دو بچے بھی ہیں۔ وہ ایسی خبر سنا کر ماں کو دکھ پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔

مونیکا نے فون پر نمبر پنچ کیے۔ اس سے رابطہ کرنا چاہا تو آواز سنائی دی کہ فی الحال رابطہ نہیں ہو سکتا آپ تھوڑی دیر بعد فون کریں۔

ماسٹر جب اپنے بیٹے جارج رچ کے ساتھ مصروف رہتا تھا تو دوسرے تمام فونز کو بند رکھتا تھا۔ وہ بیٹے کی طرف سے بہت مطمئن تھا۔ اس کا مزاج بدل گیا تھا۔ طور۔ طریقے بھی بدل گئے تھے۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ تک کبھی نہیں پہنچ پائے گا۔ نہ کبھی اس کی اصلیت کو پہچان سکے گا۔

اس نے وہاں سے مطمئن ہو کر بابر اور آوڈی مین سے رابطہ کیا تھا۔ دونوں نے بتایا کہ وہ حیدر آباد دکن پہنچ گئے ہیں۔ آوڈی مین نے کہا۔ ''فرہاد کے تمام بچوں نے اپنے آواز اور لب و لہجہ بدل لیا ہے۔ اب میں عالی کو کیسے پہچان سکوں گا؟''

ماسٹر نے کہا۔ ''ابھی تو یہ مشکل نظر آ رہا ہے لیکن ذرا صبر و تحمل سے وہاں کی لڑکیوں کی آوازوں کو سنتے رہنا ہوگا۔ عالی جب بھی بات کرے گی تو اپنی فیملی یا ٹیلی پیتھی کے بارے میں بولے گی۔ باتوں کے دوران میں اس کی مصروفیات معلوم ہوں گی تو اسے پہچان لینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔''

آوڈی مین نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، میں یہاں رہ کر بڑے صبر سے ایک ایک لڑکی کی آواز سنتا رہوں گا۔''

بابر نے کہا۔ ''اور میں ایک ایک لڑکی کے دماغ میں جاتا رہوں گا۔ ان میں سے جو بھی یوگا کی ماہر ہو گی۔ وہی عالی ہوگی اور وہی ہمارا شکار ہوگی۔''

اُدھر عالی نے ایمان علی سے کہا تھا کہ وہ پھر ایک بار علم نجوم کے ذریعے اس کے بابا کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرے اور یہ جاننے کی کوشش کرے کہ آخر کہاں کہاں تک درست ہے اور وہ عجوبہ کون ہے؟

ایمان علی یہ ساری معلومات حاصل کرنے کے لیے پھر ایک بار اپنے کمرے میں بند ہو گیا تھا۔ تنہائی میں وقت گزارتا رہا۔ اور عالی بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کرتی رہی تھی۔ وہ تقریباً تین گھنٹے کے بعد کمرے سے باہر نکلا پھر عالی سے بولا۔ ''سفر کی تیاری کرو۔ ہمیں یہاں سے جلد ہی کوچ کرنا ہے۔''

وہ بولی۔ ''تم نے کہا تھا، مجھ پر سفر کرنے کی پابندی ہے۔''

''بے شک، میں نے کہا تھا لیکن وقت اور حالات بدل چکے ہیں۔ میرا علم کہتا ہے کہ ہمیں آج ہی یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ سیدھی سی بات کہہ دوں۔ یہاں ہمارے لیے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔''

''اوہ گاڈ! میں ابھی تیار ہو جاتی ہوں۔ پہلے تم اپنی امی سے سفر کرنے کی اجازت لے لو۔''

وہ پلٹ کر جانے لگی پھر رک کر بولی۔ ''لیکن ہم یہاں سے کہاں جائیں گے؟ کیا میرے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں چلو گے؟''

وہ بولا۔ ''خدا نے چاہا تو پھر کبھی اس ادارے میں جانے کا اعزاز حاصل کروں گا۔ فی الحال ہم یہاں سے ساؤتھ افریقا جائیں گے۔''

اس نے تعجب سے پوچھا۔ ''ساؤتھ افریقا؟ یہ اچانک وہاں جانے کی کیوں سوجھ رہی ہے؟''

وہ قریب آکر بولا۔ ''تمہیں یاد ہے، میں نے کہا تھا' کبھی کبھی مجھے بے وقت آگاہی مل جاتی ہے؟''

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بولا۔ ''ابھی آگاہی ملی ہے۔ میں نے خود کو تمہارے ساتھ افریقا کے ایک شہر نٹسی میں دیکھا ہے۔''

''کیا اتنی سی آگاہی تھی یا اور کوئی ایسی بات ہے جو تمہیں وہاں لے جا رہی ہے؟''

ایمان علی نے گہری سنجیدگی سے اسے دیکھ کر کہا۔ ''میں نے اس دوران دیکھا ہے، ہم کسی بک اسٹال پر تھے۔ وہاں طرح طرح کے میگزین رکھے ہوئے تھے۔ ایک میگزین کے ٹائٹل پیج پر میں نے اس عجوبہ کی تصویر دیکھی ہے۔''

''میں سمجھ گئی۔ ہم وہاں جا کر اس عجوبہ کے سلسلے میں ضروری معلومات حاصل کریں گے۔''

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ پلٹ کر جاتے ہوئے بولی۔ ''میں ابھی تیار ہو کر آ رہی ہوں۔''

برین ماسٹر کے ستارے گردش میں تھے۔ مصیبتیں چاروں طرف سے گھیر رہی تھی۔ ناکامیاں مقدر بنتی جا رہی تھیں۔ پہلی ناکامی تو یہی تھی کہ تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے۔ دوسری سب سے بڑی تشویشناک ناکامی یہ تھی کہ فرہاد کی آتما اس کی بیوی اور بیٹی تک پہنچ گئی تھی۔ اس کے ایک سیاہ فام آلہ کار نے اس کی بیٹی کو محبت کے شکنجے میں کس لیا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک اور ناکامی کا منہ دیکھنے والا تھا۔

اس کے ماتحت بابر اور آوڈی مین حیدر آباد دکن پہنچے ہوئے تھے۔ وہاں ہر لڑکی کے پیچھے بھاگتے پھر رہے تھے۔ ایک اپنی غیر معمولی قوتِ سماعت کے ذریعے ان کی آوازیں دور سے سن رہا تھا اور دوسرا دماغوں میں پہنچ کر عالی کو تلاش کر رہا تھا۔ کئی گھنٹوں کی کوششوں کے بعد وہ ایمان علی کی بہن زیب النسا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ فرہاد علی کی بیٹی اعلیٰ بی بی عرف عالی وہاں پہنچی ہوئی تھی۔

اس نے خوش ہو کر ماسٹر سے کہا۔ ''ابھی میرے اندر آئیں۔ میں آپ کو ایک اہم لڑکی کے اندر پہنچا رہا ہوں۔ عالی ان کے گھر میں ہے۔''

برین ماسٹر فوراً اس کے اندر پہنچا۔ اس کے ذریعے زیب النسا کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ یقین ہو گیا کہ عالی وہاں آئی ہوئی تھی لیکن اب نہیں ہے۔

زیب النسا کی سوچ نے آگے جو بات بتائی' اسے سن کر وہ مایوس ہو گئے۔ زیب النسا اور اس کے گھر والے ان دونوں کو ایئر پورٹ پر سی آف کرنے گئے تھے۔ اس کے اندر سوال پیدا کیا گیا کہ وہ کہاں گئے ہیں؟

اس کے خیالات نے کہا۔ ''وہ یورپ کی طرف گئے ہیں۔ لیکن جس فلائٹ سے گئے ہیں۔ وہ استنبول تک ہی جائے گی، وہاں سے وہ دونوں کسی دوسری فلائٹ سے یورپ کی طرف جائیں گے۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''شٹ! صرف دو گھنٹے پہلے ہی وہ روانہ ہوئی ہے۔ یہ کیسی کم بختی ہے' میرے ہاتھ آتے آتے رہ گئی۔ پتا نہیں میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میں تقدیر کو نہیں مانتا اپنی ذہانت اور قوت بازو سے اور وسیع ذرائع سے کامیابی حاصل کرتا ہوں۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ذہانت کام کیوں نہیں آ رہی ہے؟ میں وسیع اختیارات کے باوجود کیوں محدود ہوتا جا رہا ہوں؟ کیا مجھے تقدیر کو ماننا چاہیے؟ کیا مجھے کسی ماہر نجومی سے رجوع کرنا چاہیے؟''

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر اپنی ناکامیوں کا حساب کرتا رہا اور پریشان ہوتا رہا۔ سب سے زیادہ تشویش کی بات یہ تھی کہ فرہاد کی آتما اس کی بیوی اور بیٹی تک پہنچ گئی تھی اور ان کے ذریعے اس کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنے کا راستہ نکال رہی تھی۔ اس نے مونیکا سے رابطہ کرنے والا فون بند رکھا تھا۔ اس لیے یہ معلوم نہیں تھا کہ ایک نئی مصیبت ایک نئی پریشانی اس کا انتظار کر رہی ہے۔

مونیکا آدھے گھنٹے میں دو بار رابطہ کر چکی تھی اور ناکام ہوتی رہی تھی۔ اس نے آرمی کے اعلیٰ افسر سے کہا۔ کسی وجہ سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ پتا نہیں کب ان سے بات ہو سکے گی؟''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ ہم اس کا ساری زندگی یہاں بیٹھ کر انتظار کریں گے۔''

مونیکا نے پوچھا۔ ''کیا واقعی آپ نے سعودی عرب میں انکوائری کی ہے؟ کیا میرے شوہر وہاں ملازمت نہیں کرتے ہیں؟''

''میں کئی بار کہہ چکا ہوں' ہم نے پوری طرح انکوائری کی ہے۔ آپ کی باتوں سے پتا چلتا ہے کہ آپ شوہر کی وفادار اور گھر گھرہستی والی عورت ہیں۔ دنیا کی چالوں کو نہیں سمجھتی ہیں۔ اپنے شوہر کی مکاریوں کو بھی نہیں سمجھ پا رہی ہیں۔ وہ آپ سے جھوٹ بولتا اور فراڈ کرتا آ رہا ہے۔''

وہ غصّے سے بولی۔ ''بس، آگے کچھ نہ بولیں۔ میں ان کے خلاف کچھ نہیں سنوں گی۔''

تب اینا نے کہا۔ ''ممی! آپ کو ان کی باتیں سننی چاہیں اور یقین کر لینا چاہیے، یہ بات میں بھی اچھی طرح جانتی ہوں کہ ڈیڈی دوہری زندگی گزار رہے ہیں۔ یہاں رچ مین کی حیثیت سے کبھی کبھی ہمارے پاس آتے ہیں ورنہ ہم سے دور رہ کر وہ ایک انڈر ورلڈ کے بگ باس کی حیثیت سے کہیں مجرمانہ زندگی گزار رہے ہیں۔''

ماں نے کہا۔ ''یہ تم کیا بک رہی ہو؟ تمہیں باپ کے خلاف ایسی بات کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔''

''ابھی آپ کو غصّہ آ رہا ہے لیکن سچ سامنے آئے گا تو آپ کو بھی ماننا پڑے گا۔ آپ میری بات کا یقین کریں یا نہ کریں، ڈیڈی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ وہ میرے اندر آ کر مجھ سے بات کر چکے ہیں۔''

''اگر ایسا ہے تو اتنی اہم بات تم نے مجھ سے کیوں چھپائی؟''

''میں چاہتی تھی، آپ کو سچ معلوم نہ ہو۔ ڈیڈی بے شک ہمیں دھوکا دے رہے ہیں لیکن بڑے عیش و آرام سے عزت کی زندگی گزارنے کی سہولتیں بھی فراہم کرتے رہتے ہیں۔''

''اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور ان کے متعلق مجھے سچ معلوم ہو جاتا تو کیا قیامت آ جاتی؟''

''آپ ضد کر رہی تو میں بتا دیتی ہوں۔ یہ سن کر آپ کو بے حد صدمہ پہنچے گا کہ آپ کی طرح ان کی ایک اور بیوی ہے اور دو بچے بھی ہیں۔''

مونیکا کا چہرہ ایسے زرد ہو گیا، جیسے اس کا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ وہ بولی۔ ''میں بیٹی کی زبان سے سن کر کیسے انکار کروں؟ اب مجھے یہ سب کچھ سچ لگ رہا ہے۔ یہاں آنے والے نادان نہیں ہیں۔ یہ ایسے ہی ہمارا محاصرہ کرنے نہیں آئے ہیں۔ اوہ گاڈ! رچ مین سے رابطہ کیوں نہیں ہو رہا ہے؟''

اس نے موبائل اُٹھا کر نمبر پنچ کیے۔ اس بار رابطہ ہو گیا۔ شوہر کی آواز سنتے ہی سینے سے دل پھٹ پڑا۔ آنکھوں سے آنسو پھوٹ پڑے۔ وہ تڑپ کر بولی۔ ''رچ مین...! تم کہاں ہو؟ کیوں اپنا فون بند کر دیتے ہو؟''

آگے کچھ کہنے سے پہلے اسے اور زیادہ رونا آ گیا۔

برین ماسٹر نے حیرانی سے سوچا۔ ''ایسی کیا بات ہو گئی ہے؟ یہ کیوں رو رہی ہے؟''

اس نے فوراً ہی اس کے خیالات پڑھے۔ مختصر سے خیالات نے بتا دیا کہ بہت بڑی مصیبت آئی ہوئی ہے۔ آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے اس کے گھر میں ڈیرا جما لیا ہے۔ اس کے بنگلے کو چاروں طرف سے آرمی والوں نے گھیر لیا ہے اور مونیکا کو یہ بات بتا دی گئی ہے کہ اس کا شوہر دوہری زندگی گزار رہا ہے۔

ایسے وقت اینا نے کہا۔ ''ممی...! میرا بھائی، آپ کا لختِ جگر جارج رچ مین لاپتا ہے۔ ڈیڈی آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ اس کی آواز اور لب و لہجے میں آپ سے باتیں کرتے ہیں۔ آپ سے جھوٹ بولتے ہیں کہ بیٹا کہیں زندہ سلامت ہے۔''

برین ماسٹر نے بیٹی کے دماغ میں آ کر غصّے سے کہا۔ ''یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟ وہ کالا کلوٹا بوائے فرینڈ جو سمجھاتا ہے، وہی بولنے لگتی ہو۔ اپنے باپ کے خلاف زہر اُگلتے ہوئے شرم آنی چاہیے تمہیں۔''

بے باک نے کہا۔ ''آہستہ برین ماسٹر...! ذرا آہستہ... میں بھی یہاں موجود ہوں۔ پہلے اس آرمی افسر سے باتیں کرو۔ اس کے بعد جو ہونے والا ہے، اس کی تم توقع بھی نہیں کر سکتے۔''

برین ماسٹر اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اس کے ستارے گردش میں ہیں۔ مصیبت پر مصیبتیں چلی آ رہی ہیں۔ بے باک نے کہا۔ ''تمہارے لیے یہ خوش خبری ہے کہ فرہاد کی آتما تمہیں جان سے نہیں مارے گی... مگر تمہارا جینا حرام کرتی رہے گی....

...تمہارے اعمال کی فصل پک چکی ہے۔ چلو کاٹنا شروع کرو...''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

برین ماسٹر کے ہوش اُڑے ہوئے تھے، حواس بحال نہیں ہو رہے تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آرمی والے اچانک ہی اس کے گھر کا محاصرہ کر کے مونیکا اور اینا کے سامنے اس کی دوہری شخصیت کو آشکار کر دیں گے۔ آرمی والوں سے زیادہ اینا اپنے باپ کا محاسبہ کر رہی تھی بلکہ اسے آڑے ہاتھوں لے رہی تھی۔

اسی نے اپنی ماں کو بتایا تھا کہ اس کا باپ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور دوہری زندگی گزار رہا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں یہ زہر بھی اگل دیا کہ باپ نے ایک اور شادی کی ہے اس سے بھی دو بچے ہیں۔

مونیکا کو ذہنی دھچکے لگ رہے تھے۔ پہلے سوکن کا دھچکا لگا۔ پھر معلوم ہوا کہ سوتیلے بیٹے نے اس کے اپنے بیٹے جارج رچ کو ہلاک کر دیا ہے۔ اسی لیے وہ تقریباً تین دن سے لاپتا ہے۔ ان سارے الزامات پر اینا نے مزید تڑکا لگایا کہ ماسٹر اپنے بیٹے کی گمشدگی یا اس کی موت کو چھپا رہا ہے۔ اس کی آواز اور لب و لہجے میں مونیکا سے بات کر کے اسے دھوکا دیتا رہتا ہے اور وہ یہی سمجھتی ہے کہ اس کا بیٹا اس سے فون پر بات کر رہا ہے۔

برین ماسٹر کا جھوٹ اور فریب اپنی بیوی پر اس طرح کھل رہا تھا کہ وہ اپنی صفائی میں کچھ کہنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ایسے ہی وقت بے باک نے کہا۔ ''تمہارے اعمال کی فصل پک چکی ہے۔ چلو اب اسے کاٹو....''

ادھر مونیکا نے جب یہ سنا کہ اس کا بیٹا اپنے سوتیلے بھائی کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا ہے تو وہ احتجاجاً چیخنے چلانے لگی۔ دہاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ فون اس کے کان سے لگا ہوا تھا۔ وہ ماسٹر کو پکار رہی تھی۔ ''کہاں ہو تم...؟''

ادھر ماسٹر کے کان سے بھی فون لگا تھا۔ وہ بولا۔ ''مونیکا! چپ ہو جاؤ۔ اینا بکواس کر رہی ہے۔ ہمارا بیٹا زندہ ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، وہ ایک دن تمہارے پاس ضرور آئے گا۔''

اس نے چیخ کر پوچھا۔ ''کس دن آئے گا؟ کیا قیامت کے دن آئے گا؟ اگر وہ زندہ ہے تو ابھی کیوں نہیں آ سکتا؟ اسے ابھی میرے سامنے لاؤ۔''

''پلیز مونیکا! پہلے مجھے ان آرمی والوں سے نمٹنے دو۔ وہ بے باک نام کا کالا دشمن ہمارے لیے مصیبتیں پیدا کر رہا ہے۔ مجھے آرمی والوں کو سمجھانے دو کہ میں دوہری زندگی نہیں گزار رہا ہوں۔ یہ شبہ ختم ہو گا، مجھے ایک نارمل شہری تسلیم کیا جائے گا۔ تب ہی میں بیٹے کے ساتھ تمہارے پاس آ سکوں گا ورنہ یہ لوگ مجھے گرفتار کر لیں گے اور تمہاری بیٹی کے لیے بھی مصیبت بن جائیں گے۔''

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا ہمارا بیٹا زندہ ہے؟ تم نے اسے کہیں چھپا رکھا ہے؟''

''میں اپنے بیٹے کی قسم کھا کر کہتا ہوں، تم سے جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ وہ زندہ ہے۔ اینا کو بے باک مومن نے بہکایا ہے۔ تم بیٹی کی باتوں میں نہ آؤ۔''

مونیکا نے اس کی بات سنتے ہوئے بیٹی کی طرف دیکھا۔ وہ بولی۔ ''ممی! میں نہیں جانتی، ڈیڈی آپ سے کیا کہہ رہے ہیں۔ مگر آپ تو سمجھدار ہیں۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ دشمن کے خوف سے بیٹے کو یہاں نہیں لا سکتے تو آپ کو کسی طرح اس کے پاس پہنچا سکتے ہیں۔ ویسے آپ میرے بھائی کو ایک بار آنکھوں سے دیکھ لیں گی تو ہمیں اطمینان ہو جائے گا کہ وہ تو زندہ سلامت ہے۔''

مونیکا نے کہا۔ ''دیکھیں! ہماری بیٹی صحیح کہہ رہی ہے۔ اگر آپ نے دشمن کے خوف سے جارج کو کہیں چھپا رکھا ہے، اسے یہاں نہیں لا سکتے تو مجھے تو اس کے پاس پہنچا سکتے ہیں؟''

''کیسی باتیں کر رہی ہو؟ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تمہارے اور اینا کے اندر دن رات رہتے ہیں۔ تم جہاں بھی چھپ کر بیٹے سے ملنے جاؤ گی۔ وہ وہاں بھی خیال خوانی کے ذریعے پہنچ جائیں گے۔''

''میں نہیں جانتی، یہ ٹیلی پیتھی کیا ہوتی ہے؟ دشمنوں کا خوف ہے تو قانون کس لیے ہے؟ جب یہ آرمی افسر پوری فوج کے ساتھ ہمارے گھر کا محاصرہ کر سکتے ہیں تو کیا ہمارے بیٹے کی حفاظت نہیں کر سکتے؟''

آرمی افسر نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''میڈم! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ ہم قانون کے محافظ ہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں، آپ کے بیٹے کو بھرپور تحفظ دوں گا۔ اس پر کسی بھی طرح کی آنچ نہیں آنے دوں گا۔ پلیز، آپ مجھے اپنے شوہر سے بات کرنے دیں۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''مونیکا! فون اس افسر کو دو۔''

''ٹھیک ہے، میں افسر کو فون دے رہی ہوں لیکن اس کے بعد تم مجھ سے بات کرو۔ جب تک بیٹے کی طرف سے اطمینان نہیں ہو گا میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔''

اس نے موبائل فون آرمی کے افسر کی طرف بڑھایا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولا۔ ''ہیلو، مسٹر...! میں تمہیں کس نام سے مخاطب کروں؟ رچ مین کے نام سے یا برین ماسٹر کے

نام سے.....؟''

وہ بولا۔ ''میرا نام صرف رچ مین ہے۔ فرہاد علی تیمور اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے جانی دشمن ہیں۔ میں ان سے چھپ کر رہتا ہوں۔ وہ پچھلے تین دن سے میرے بیٹے کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ اس لیے اسے بھی ایک جگہ چھپانا پڑا۔ اب ہم باپ بیٹے روپوشی کی زندگی گزار رہے ہیں۔''

''یعنی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کی دوہری شخصیت نہیں ہے؟ آپ برین ماسٹر کے نام سے انڈر ورلڈ میں مشہور نہیں ہیں؟''

''میں بیوی بچوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں، میری شخصیت دوہری نہیں ہے۔ نہ تو میرا نام برین ماسٹر ہے اور نہ ہی انڈر ورلڈ سے میرا کوئی تعلق ہے۔''

''یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مجرمانہ زندگی نہیں گزار رہے ہیں؟''

''بے شک، میں ایک پُرامن شہری ہوں۔ قانون کا احترام کرتا ہوں لیکن قانون کو کھلونا بنانے والے فرہاد علی کے خوف سے روپوش رہتا ہوں۔''

''فرہاد ایسا بھی سپر مین نہیں ہے کہ کسی ملک کی عدالت اسے سزا نہ دے سکے؟ آپ ہماری پناہ میں آ جائیں۔ ہم آپ کو پوری سیکیورٹی فراہم کریں گے۔ روپوش رہنا چاہیں گے تو ہم آپ کو سات پردوں میں چھپا کر رکھیں گے۔ فرہاد جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی آپ کے سائے تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ اسی طرح ہم آپ کے بیٹے کو بھی سیکیورٹی دیں گے۔''

مونیکا فون کے قریب ہو کر بولی۔ ''رچ مین! اس ملک کی فوج، یہاں کا قانون تم باپ بیٹے کی حفاظت کرے گا۔ اس سے بڑی ضمانت اور کیا ہو سکتی ہے؟ پلیز، میری بات مان لو... بیٹے کے ساتھ یہاں چلے آؤ۔''

وہ غصے سے اس کے اندر آ کر بولا۔ ''بکواس مت کرو۔ تم میرے موجودہ حالات کو نہیں سمجھ رہی ہو۔''

اس نے پہلی بار ماسٹر کی آواز اپنے اندر سنی تو ایک دم سے گھبرا گئی۔ لڑکھڑا کر اینا سے ٹکرا گئی۔ بیٹی نے فوراً ہی اسے سنبھال لیا ورنہ وہ فرش پر گر پڑتی۔

آرمی افسر نے بھی اسے سہارا دے کر بٹھاتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟''

وہ ہکلاتے ہوئے بولی۔ ''میں... میرے اندر کوئی بول رہا ہے۔ یہ رچ مین کی آواز لگتی ہے۔''

اینا نے اسے تھپک کر کہا۔ ''ممی! آپ پریشان نہ ہوں۔ ڈیڈی ہی آپ سے بول رہے ہوں گے۔''

آرمی افسر نے فون پر کہا۔ ''ہیلو، ہیلو مسٹر رچ مین! کیا آپ فون انٹینڈ نہیں کر رہے ہیں؟''

''جسٹ اے منٹ آفیسر! میری وائف کا دل بہت کمزور ہے۔ وہ ذرا سی بات پر گھبرا جاتی ہے۔ میں اسے تسلی دے دوں۔ پھر آپ سے بات کرتا ہوں۔''

''آپ اپنی وائف کی فکر نہ کریں۔ ابھی ہماری بات مان لیں۔ ان کی طبیعت سنبھل جائے گی۔''

''میں آپ کی بات کیسے مان لوں؟ فرہاد بے لگام گھوڑا ہے۔ آج تک کسی ملک کے قانون کی گرفت میں نہیں آیا۔ سپر پاور کو بھی نچلی کا ناچ نچاتا رہتا ہے۔ آپ مجھے فولادی قلعے میں چھپا کر رکھیں گے تو وہ وہاں بھی پہنچ جائے گا اور مجھے مار ڈالے گا۔''

آرمی افسر نے مونیکا سے کہا۔ ''میڈم! آپ کے شوہر کہہ رہے ہیں کہ وہ سیکیورٹی کو نہیں مانتے۔ فرہاد علی سے بہت خوفزدہ ہیں۔ میں آپ کے سامنے ان سے پوچھ رہا ہوں اگر خود فرہاد علی اپنے بیوی بچوں کی قسم کھا کر یہ یقین دلائے کہ انہیں اور ان کے بیٹے کو ایک ذرا نقصان نہیں پہنچائیں گے تب تو انہیں یہاں سب کے سامنے آ جانا چاہیے؟''

مونیکا فون کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''رچ مین! تم ہو کہاں؟ اُدھر ان سے بات کر رہے ہو یا میرے اندر موجود ہو؟ تمہیں تو سامنے آ کر بات کرنی چاہیے۔ اتنی مضبوط ضمانت اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس سے خوفزدہ ہو، جس کو دشمن کہہ رہے ہو۔ وہ اپنی بیوی بچوں کی قسم کھا کر تمہیں نقصان نہ پہنچانے کا وعدہ کرے گا۔ فار گاڈ سیک! اپنے بیٹے کی خاطر ان کی بات مان لو۔''

اینا نے کہا۔ ''بے شک ممی! جب دشمن ہی دوست بن جائے گا اور قسم کھا لے گا تو ڈیڈ کو خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس طرح بھائی ہمیشہ کی طرح ہمارے ساتھ رہے گا۔''

ماسٹر نے اس کے پاس آ کر کہا۔ ''تم تو بکواس بند کرو۔ تم گوری ہو مگر اس کالے کی کالی زبان سے بولتی ہو۔''

اینا بلند آواز میں سب کو سناتے ہوئے بولی۔ ''ڈیڈ! آپ میری بات کو بکواس کہہ رہے ہیں۔ یہ آرمی کے افسر بہت بڑی اور مضبوط ضمانت دے رہے ہیں۔ آپ کے جانی دشمن کو دوست بنا رہے ہیں۔ اسے بھی آپ بکواس سمجھ رہے ہیں۔ آپ سیدھی طرح ممی کے سامنے اعتراف کیوں نہیں کرتے کہ آپ کے دوسرے بیٹے نے ممی کے بیٹے کو مار

ڈالا ہے؟ اب آپ اسے ہمارے سامنے پیش نہیں کر سکیں گے۔ اسی لیے پوری حفاظت ملنے کے باوجود آرمی افسر کی بات سے انکار کر رہے ہیں۔ آپ اپنا جھوٹ اور فراڈ ہم سے کب تک چھپائیں گے؟''

آرمی افسر نے کہا۔ ''میں فون کو کب تک کان سے لگائے رکھوں؟ یہاں میرا ایک ماتحت موجود ہے یہ یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ گونگا بنا ہوا ہے لیکن آپ اس کے اندر رہ کر ہم سے بات کر سکتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے، آپ مجھے اس کی آواز سنائیں۔''

آرمی افسر نے اسے بولنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا۔ ''آل رائٹ سر! میں حاضر ہوں۔''

ماسٹر نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''ٹھیک ہے، مجھے یہاں جگہ مل گئی ہے۔ میں اس کی زبان سے بولتا رہوں گا۔''

افسر نے وہ فون مونیکا کو واپس کرتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر رچ مین! مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ آپ کی دو بیویاں ہیں، دو بیٹے ہیں اور ان میں سے ایک مارا گیا ہے۔''

مونیکا نے کہا۔ ''آپ کو دلچسپی نہیں ہے مگر میرا بیٹا میری زندگی ہے۔ میں اسے آج ہی اپنے سامنے چاہتی ہوں۔ بلکہ ابھی چاہتی ہوں۔''

''میڈم! آپ ذرا صبر کریں۔ بیٹے کی بات تھوڑی دیر کے بعد ہوگی۔ پہلے مجھے اپنی بات کر لینے دیں۔''

اس نے اپنے ماتحت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہاں تو مسٹر رچ مین! جب آپ کہتے ہیں کہ پرامن شہری ہیں۔ قانون کا احترام کرتے ہیں تو آپ کو کسی سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ جس دشمن سے خوفزدہ ہیں' وہ آپ کی سلامتی کی ضمانت دے گا۔ اس کے بعد بھی اگر یہاں حاضر نہیں ہوں گے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ آپ دوہری زندگی گزارتے ہیں۔ آپ کی دوسری زندگی جرائم سے بھرپور ہے۔ آپ برین ماسٹر کہلاتے ہیں۔ یہاں آتے ہی آپ کا یہ بھید کھل جائے گا۔ اس لیے اتنی سیکیورٹی کے باوجود یہاں آنا نہیں چاہتے۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''آپ اپنے طور پر میرے بارے میں کچھ بھی سوچ لیں لیکن میں مجرم نہیں ہوں۔ سیدھی سی بات ہے جو میرا جانی دشمن ہے اس کے وعدوں اور قسموں پر یقین نہیں ہے۔ اس لیے سامنے نہیں آ رہا ہوں۔''

مونیکا نے کہا۔ ''فرہاد تمہارا دشمن ہے۔ تم اس سے خوفزدہ ہو مگر وہ میرے بیٹے کا دشمن نہیں ہے۔ تم اسے تو یہاں بھیج سکتے ہو؟''

وہ بولا۔ ''مونیکا! ذرا عقل سے سوچو۔ وہ میرے بیٹے کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے میری کمزوری بنائے گا۔ یہ آرمی والے سمجھ نہیں پائیں گے کہ اس نے چپ چاپ ہمارے بیٹے کو اپنا تابعدار بنا لیا ہے پھر اس کے ساتھ وہ کیا برتاؤ کرے گا' یہ تم اچھی طرح سمجھ سکتی ہو۔''

آرمی افسر نے کہا۔ ''مسٹر رچ مین! یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے' تم صرف باتیں بنا رہے ہو۔ خود اس لیے حاضر نہیں ہونا چاہتے کہ تمہاری زندگی جرائم سے بھری ہوئی ہے۔ منظر عام پر آتے ہی تمہارا بھید کھل جائے گا۔''

پھر وہ مونیکا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''میڈم! آپ کی بیٹی کی بات درست لگتی ہے کہ آپ کا بیٹا مارا گیا ہے اور اپنے سوتیلے بھائی کے ہاتھوں ہی مارا گیا ہے۔ ایک باپ اپنے بیٹے کا جرم چھپانے کے لیے دوسرے بیٹے کے قتل کو چھپا رہا ہے۔''

وہ صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے بولا۔ ''سیدھی سی بات ہے' جب بیٹا مارا جا چکا ہے تو باپ اسے ایک ماں کے سامنے کیسے پیش کرے گا؟''

یہ سنتے ہی مونیکا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ماسٹر ایک ایسے جال میں پھنس گیا تھا۔ جس کے کسی بھی تار کو توڑ کر نکل نہیں سکتا تھا۔ کوئی راہِ فرار نہیں تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنے بچاؤ کے لیے اس وقت اسے کیا کہنا چاہیے؟

ایک مشکل یہ بھی تھی کہ وہ خود کو منظر عام پر لانا نہیں چاہتا تھا۔

دوسری مشکل یہ تھی کہ خود کو پیش نہ کرنے کی صورت میں سراسر برین ماسٹر ثابت ہو رہا تھا۔

تیسری مشکل یہ تھی کہ وہ بیٹے کو بھی منظر عام پر نہیں لا سکتا تھا۔ اگر لے آتا تو فرہاد کی آتما اسے ایک باپ کی کمزوری بنا لیتی۔

چوتھی مشکل یہ تھی کہ اگر بیٹے کو منظر عام پر تمہیں لائے گا اور ماں سے نہیں ملائے گا تو صاف طور پر یہی سمجھا جائے گا کہ اس کے ایک بیٹے نے دوسرے بیٹے کو ہلاک کر دیا ہے۔

بے باک نے اینا کے ذریعے یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ جارج رچ مین کو اس کے سوتیلے بھائی نے ہلاک کیا ہے۔ جبکہ بے باک بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے کسی سوتیلے بھائی کا وجود ہے بھی یا نہیں؟ لیکن اس نے دشمن کے خلاف جھوٹ بول کر اسے دلدل میں دھکیل دیا تھا جہاں سے وہ نکل نہیں پا رہا تھا۔ جتنا نکلنا چاہتا تھا، اتنا ہی دھنستا جا رہا تھا۔

وہ تمام دشمن جو فرہاد کی لاش کو نابود کرنے کی سازش میں شریک تھے۔ وہ سب بھی لندن پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک اجلاس میں یہ طے کیا تھا کہ برین ماسٹر کے بنگلے کا محاصرہ کر کے اس کی بیوی اور بیٹی کو کسٹڈی میں رکھا جائے اور ماسٹر کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے بیٹے کو منظر عام پر لے آئے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، بے باک نے فرہاد کی آتما بن کر یہ اعلان کیا تھا کہ اگر ماسٹر کے بیٹے کو منظر عام پر لایا جائے گا تو وہ اپنے تمام دشمنوں کو بخش دے گا۔ ان میں سے کسی کی جان نہیں لے گا۔ کوئی انتقامی کارروائی نہیں کرے گا۔

یہ ایسی خوشی کی بات تھی کہ سب ہی دشمن لندن پہنچ چکے تھے۔ ان سب کی سلامتی اسی میں تھی کہ کسی بھی طرح ماسٹر کے ذریعے جارج رچ کو منظر عام پر لے آئیں۔ اسی مقصد کے لیے انہوں نے ایک آرمی کے افسر کو وہاں بھیجا تھا۔ اسے تاکید کی تھی کہ وہ ماسٹر کے بیٹے کو وہاں اپنی بہن اور ماں کے پاس آنے پر مجبور کر دے گا اگر ماسٹر ایسا کرنے پر رضامند نہ ہو تو پھر آگے مشورے کیے جائیں گے کہ سانپ کے سنپولیے کو بل سے نکالنے کے لیے کیا طریقے اپنائے جائیں؟

آرمی افسر نے فون کے ذریعے ان اکابرین سے رابطہ کر کے وہاں کی صورتِ حال بتائی۔ ایسے وقت بے باک اپنی اینا کے اندر موجود تھا۔ بڑی خاموشی سے آرمی افسر کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر وہ ان اکابرین کے درمیان پہنچا جو اس افسر سے فون پر بات کر رہے تھے۔

ایک اعلیٰ عہدے دار نے فون پر کہا۔ ''ہمیں کسی بھی طرح فرہاد کی آتما سے رابطہ کرنا ہوگا۔ اسے ساری صورتِ حال بتائی جائے گی پھر طے کیا جائے گا کہ ماسٹر کے خلاف آئندہ کیا کیا جائے؟''

بے باک نے ان میں سے ایک کو آلہ کار بنا کر کہا۔ ''میں فرہاد علی کا نمائندہ یہاں موجود ہوں۔''

سب نے اپنے اس ساتھی کی طرف دیکھا جو خود کو فرہاد کا نمائندہ کہہ رہا تھا۔ بے باک نے کہا۔ ''فرہاد علی تیمور میرے آقا بھی ہیں اور مالک بھی... انہوں نے مجھے اپنا بیٹا بنایا ہے۔ میرا نام بے باک مومن ہے۔ میں ان کی ہدایات کے مطابق ماسٹر کی بیوی اور بیٹی تک پہنچا ہوا ہوں اور اس وقت بھی ان کے گھر میں موجود ہوں۔''

ان میں سے ایک نے کہا۔ ''اگر آپ واقعی فرہاد علی کے بیٹے ہیں اور ان سے رابطہ کر سکتے ہیں تو پلیز، انہیں اس صورتِ حال سے آگاہ کریں۔ ہماری طرف سے یہ عرض کریں کہ اس وقت ہمیں ان کے مشورے کی ضرورت ہے۔''

بے باک نے کہا۔ ''آپ انتظار کریں۔ میں اپنے پاپا کی آتما کو یہاں بھیجتا ہوں۔''

وہ انتظار کرنے لگے۔ اس اعلیٰ عہدے دار نے فون پر آرمی افسر سے کہا۔ ''آپ ذرا انتظار کریں۔ مسٹر فرہاد کی آتما ابھی ہمارے پاس آنے والی ہے۔''

افسر نے کہا۔ ''مسٹر رچ مین! عرف برین ماسٹر! آپ ابھی یہیں موجود رہیں۔ مسٹر فرہاد کی آتما سے رابطہ ہونے والا ہے۔''

مونیکا نے حیرانی سے آرمی کے افسر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''میں نے سنا تھا' مرنے کے بعد بہت سے لوگوں کی آتمائیں اس دنیا میں ہی بھٹکتی رہتی ہیں۔ کیا واقعی فرہاد کی آتما بھی بھٹک رہی ہے؟''

افسر نے کہا۔ ''ہم نے سنا ہے' اس کی آتما نے کسی شخص کے جسم میں جگہ بنا لی ہے۔ اب وہ شخص فرہاد علی بن گیا ہے۔ کہیں روپوش رہ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے دوستوں اور دشمنوں سے رابطہ کرتا رہتا ہے۔''

تھوڑی دیر بعد ہی بے باک نے اپنی آواز اور لہجہ بدل کر کہا۔ ''میں فرہاد کی آتما ہوں۔ اس آلۂ کار کے اندر پہنچا ہوا ہوں۔ میرے بیٹے بے باک مومن نے مجھے تمام حالات سے آگاہ کیا ہے۔ یہ بتاؤ، ان حالات میں مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

ایک نے بڑی عاجزی سے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ ''یہ تو آپ کی مہربانی ہے کہ آپ ہماری بہت بڑی غلطی کو معاف کر رہے ہیں۔ ہم اپنے بچاؤ کے لیے آپ کا مطالبہ پورا کرنا چاہتے ہیں۔ کسی نہ کسی طرح ماسٹر کے بیٹے کو منظر عام پر لانا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ نے بے باک سے سن لیا ہوگا کہ ماسٹر کتنا ڈھیٹ ہے۔ قابو میں نہیں آ رہا ہے۔''

بے باک نے فرہاد کے انداز میں کہا۔ ''مونیکا کے گھر میں تمہارا جو آرمی افسر موجود ہے۔ اس سے کہو اپنے کسی ماتحت کی آواز سنائے۔ میں اس کے اندر رہ کر باتیں کروں گا۔''

فوراً ہی اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اس ماتحت نے اپنی آواز سنائی۔ بے باک نے چند لمحوں کے بعد کہا۔ ''میں ابھی اس کے اندر گیا تھا۔ پتا چلا' ماسٹر بھی اس کے اندر آ کر بولتا ہے۔ لہٰذا مجھے کسی دوسرے ماتحت کے اندر بولنا چاہیے۔''

پھر اسے دوسرے ماتحت کی آواز سنائی گئی۔ بے باک نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، آپ سب فون بند کریں۔ میں وہاں جا رہا ہوں۔''

وہ دوسرے ہی لمحے اس ماتحت کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''میں فرہاد کی آتما ہوں۔ اس وقت اس ماتحت کے ذریعے بول رہا ہوں۔''

مونیکا اور اینا اس ماتحت کا منہ ایسے تکنے لگیں، جیسے اس کے اندر فرہاد کی آتما کو دیکھ لینا چاہتی ہوں۔ اس وقت برین ماسٹر پہلے ماتحت کے اندر موجود تھا۔ اس نے فرہاد کی آواز سنتے ہی کہا۔ ''یہ تو فرہاد نہیں ہے۔ میں اس کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔''

بے باک نے کہا۔ ''تم گدھے ہو۔ جس شخص کے جسم میں میری آتما نے قبضہ جمایا ہے۔ اسی شخص کی آواز اور لب و لہجہ تمہیں سنائی دے رہا ہے۔ بہتر ہے، کام کی بات کرو۔''

''کام کی بات یہ ہے کہ تم بہت بڑے چالباز ہو۔ ایک طرف تمام بڑے ممالک کے اکابرین کو اپنا حمایتی بنا رہے ہو۔ وہ سب مجھے قانونی گرفت میں لینا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف میری بیوی کو میرے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو میں اپنے بیٹے کو کبھی منظر عام پر نہیں لاؤں گا لیکن تم ایک ماں کی مجبوری اور میری کمزوری سے کھیل رہے ہو۔ اسے یہ یقین دلا رہے ہو کہ اس کا بیٹا مارا گیا ہے۔ اسی لیے میں اسے ماں کے سامنے پیش نہیں کر پا رہا ہوں۔''

''تو اس میں جھوٹ کیا ہے؟ اگر جھوٹ ہے تو تم بڑی آسانی سے بیٹے کو ماں کے سامنے پیش کر کے سچ ثابت کر دو۔''

''ہاں، تاکہ تم اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنا غلام بنا لو۔ ایک ماں تمہاری چالوں کو سمجھ نہیں پائے گی۔ تم میرے ہی بیٹے کو غلام بنا کر مجھے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کرتے رہو گے۔''

بے باک نے کہا۔ ''مونیکا! میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔ تمہیں یہ بتا دوں کہ بے باک مومن میرا فرماں بردار بیٹا ہے۔ میرے سگے بیٹوں کی طرح ہے۔ تمہاری بیٹی کو دل و جان سے چاہتا ہے اگر تم ان دونوں کی شادی کے لیے راضی ہو جاؤ گی تو میں وعدہ کرتا ہوں، جان رچ کو جلد از جلد تمہارے سامنے پہنچا دوں گا۔''

ماسٹر نے غصے سے کہا۔ ''یہاں بات کچھ اور ہو رہی تھی۔ تم یہ رشتے کی بات کیوں کر رہے ہو؟''

''اگر یہ رشتہ ہو جائے گا تو میں اپنی ہونے والی بہو، اس کی ماں اور اس کے بھائی کو کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تم سے بھی ہمیشہ کے لیے دشمنی ختم کر دوں گا۔''

''تم بکواس کر رہے ہو۔''

''میں مونیکا سے پوچھ رہا ہوں۔ کیا وہ اپنے بیٹے کو حاصل کرنے کے لیے اس رشتے پر راضی ہے؟''

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس ماتحت کو دیکھنے لگی۔ جس کے اندر ماسٹر بول رہا تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ ''مونیکا! اس کی باتوں میں نہ آنا۔ یہ ہمارے بیٹے کو کبھی پیش نہیں کر سکے گا۔''

بے باک نے کہا۔ ''دیکھو مونیکا! سچ بات اس کی زبان سے نکل آئی ہے۔ بیٹے کو کبھی تمہارے سامنے پیش نہیں کیا جا سکے گا... اس کا مطلب ہے کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔''

مونیکا کی آنکھوں میں پھر سے آنسو بھر آئے۔ وہ روتے ہوئے بولی۔ ''تم سچ کیوں نہیں بولتے رچ مین...! جو سچ ہے وہ بول دو۔ میں سینے پر پتھر رکھ لوں گی۔''

''میں اپنے بیٹے کی قسم کھا کر کہتا ہوں، وہ جہاں بھی ہے زندہ و سلامت ہے۔''

بے باک نے کہا۔ ''اگر وہ زندہ ہے تو میں بھی اپنے بچوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں، اسے تمہارے سامنے ضرور لاؤں گا۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''تمہیں اپنی چالبازی پر بڑا ناز ہے۔ تم سمجھتے ہو، بڑے ممالک کے اکابرین کی حمایت سے میرے بیٹے کو مجھ سے چھین کر اسے اپنا غلام بنا لو گے۔''

بے باک نے کہا۔ ''مونیکا! اگر تم سچے دل سے اپنے خدا کو مانتی ہو تو میں بھی اپنے خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں، تمہارے بیٹے کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اسے کبھی اپنا غلام نہیں بناؤں گا۔''

آرمی کے افسر نے کہا۔ ''میڈم مونیکا! اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ فرہاد صاحب اپنے بچوں کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلا رہے ہیں؟''

مونیکا نے کہا۔ ''رچ مین! مسٹر فرہاد کی آتما ایک نئے جسم میں ہے۔ وہ ایک نئی زندگی گزار رہے ہیں۔ اپنے بچوں کی قسم کھا رہے ہیں۔ اپنے خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہہ رہے ہیں کہ ہمارے بیٹے کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اب تو تمہیں مان لینا چاہیے۔ میں اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے اینا کی شادی بے باک سے ہی کروں گی۔ تاکہ ہمارے درمیان اتحاد پیدا ہو اور دشمنی ختم ہو جائے۔''

آرمی کے افسر نے پوچھا۔ ''اب کیا کہتے ہو مسٹر رچ

مین...؟''

ماسٹر نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''میں مان گیا ہوں، اس وقت فرہاد نے مجھے ایسی دلدل میں گرا دیا ہے کہ نکل نہیں پا رہا ہوں۔ میں نے اب تک اپنی دوہری شخصیت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ لیکن اپنی بیوی کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اب صاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ ہاں.... میں انڈر ورلڈ سے تعلق رکھنے والا برین ماسٹر ہوں۔''

کچھ دیر کے لیے مونیکا کی سانس اوپر کی اوپر رہ گئی۔ اس نے حیرانی اور بے یقینی سے اس آلہ کار کو دیکھا وہ کہہ رہا تھا۔ ''مونیکا! میں نے تم لوگوں کو اونچی سوسائٹی میں عزت کی زندگی جینے کے لیے اور عیش و آرام پہنچانے کے لیے اپنی اصلیت کو چھپائے رکھا۔ در پردہ مجرمانہ زندگی گزارتا رہا۔ یہ سب کچھ میں نے تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے کیا ہے۔ تم میری مجبوری کو سمجھ سکتی ہو۔ میں انڈر ورلڈ کا ناقابل شکست برین ماسٹر ہوں۔ میں نے بڑی بڑی حکومتوں کے اندر سرنگ بنانے کے لیے ایسے ایسے جرائم کیے ہیں کہ یہ لوگ مجھے کبھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اسی لیے میں ان سب سے چھپ کر رہتا تھا۔ اب تم ہی کہو کیا مجھے منظر عام پر آنا چاہیے؟''

وہ بے اختیار انکار میں سر ہلانے لگی۔ اس نے کہا۔ ''اب تم فرہاد کی اور ان آرمی والوں کی چالبازیوں کو سمجھ سکتی ہو۔ میں ان کے قابو میں نہیں آیا تو یہ کسی بھی طرح میرے بیٹے کو اپنے قابو میں کرنا چاہتے ہیں۔ اسے اذیتیں دے کر مجھے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ میں بیٹے کی خاطر ان کے سامنے حاضر ہو جاؤں۔ کیا تم ایسا چاہو گی؟''

وہ پھر انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ ''نہیں، میں کبھی ایسا نہیں چاہوں گی۔ اب ساری بات میری سمجھ میں آ رہی ہے۔ تم نے مجھے اور میرے بچوں کو عیش و آرام پہنچانے کے لیے جرائم کا راستہ اپنایا ہے۔ اگرچہ اچھا نہیں کیا لیکن جو کچھ ہو چکا ہے اس پر میں بحث نہیں کروں گی۔ اتنا سمجھ گئی ہوں، تمہیں گرفتار کرنے کے لیے وہ ہمارے بیٹے کو میرے پاس پہنچانے کی بات کر رہے ہیں۔''

بے باک نے کہا۔ ''مونیکا! تم بہت غلط انداز میں سوچ رہی ہو۔ کیا تمہیں اپنے خدا پر سچے دل سے یقین نہیں ہے؟ کیا میں اپنے بچوں کی جھوٹی قسم کھاؤں گا؟ میں بھی ایمان رکھتا ہوں۔ میرا بھی خدا ہے۔ اسی کے سامنے میں نے وعدہ کیا ہے کہ تمہارے بیٹے کو کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اس کے باوجود تم اپنے مجرم شوہر کی صرف اس لیے حمایت کر رہی ہو کہ اس نے غلط راہ اختیار کر کے جرائم کی دنیا میں رہ کر تم لوگوں کو عیش و آرام پہنچایا ہے؟''

''میرا شوہر تم لوگوں کی نظر میں مجرم ہے لیکن میرے لیے ایک عظیم انسان ہے۔ ہمارا اس دنیا میں اس کے سوا کوئی نہیں ہے..... رچ مین! ایک بار تم سچے دل سے کہہ دو، تم نے دوسری شادی نہیں کی ہے۔ تمہاری کوئی اولاد نہیں ہے۔ کوئی بیٹا نہیں ہے؟ میرے بیٹے کو کسی نے ہلاک نہیں کیا ہے؟''

''میں تمہاری اور بچوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں نے دوسری شادی نہیں کی۔ نہ ہی میری کوئی دوسری اولاد ہے۔ میرا ایک ہی بیٹا جارج رچ ہے۔ جسے تم نے پیدا کیا ہے۔ جس کے لیے میری جان اٹکتی رہتی ہے۔''

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''بس، اس کے بعد مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ میں تم پر اندھا اعتماد کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی۔ میرا بیٹا جہاں بھی ہے، وہ تمہاری پناہ میں زندہ سلامت ہوگا۔''

اینا نے کہا۔ ''ممی! یہ کیسا اندھا اعتماد ہے؟ ڈیڈی نے ساری زندگی ہمیں دھوکا دیا ایک مجرمانہ زندگی گزارتے رہے۔ اب بھی آپ سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ انہوں نے دوسری شادی کی ہے۔ ان کا ایک اور بیٹا بھی ہے۔''

مونیکا نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ ''بکواس مت کرو۔ شیطان کی چیلی بن کر مجھے نہ بہکاؤ۔ تمہارے ڈیڈی اور تمہارا بھائی جارج رچ جہاں ہیں، وہیں روپوش رہیں گے۔ میں اب بھی اپنے بیٹے سے ملنے کی ضد نہیں کروں گی۔ جب حالات سازگار ہوں گے تب ہی اپنے بیٹے سے ملوں گی۔ اسے کلیجے سے لگاؤں گی۔''

بے باک نے ان اکابرین کے پاس آ کر تمام صورتِ حال بتائی اور آخر میں کہا۔ ''مونیکا نے اپنے شوہر کی حمایت کی ہے۔ وہ ہم سے کسی طرح کا تعاون نہیں کرے گی۔ لہٰذا میں اجازت دیتا ہوں، آپ اپنے طور پر جو بھی کارروائی کر سکتے ہیں۔ کرتے رہیں۔ صرف اینا کے معاملے میں محتاط رہیں۔ اسے کوئی نقصان نہ پہنچائیں، اسے حراست میں لے کر کسی بھی طرح کی پابندی میں نہ رکھیں۔ البتہ مونیکا کو قیدی بنایا جا سکتا ہے۔ بس اب میں جا رہا ہوں۔''

بے باک یہ کہہ کر پھر اینا کے اندر آ گیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی۔ ''ممی نے ڈیڈ کی حمایت کی ہے۔ اس کا مطلب ہے، وہ دونوں آئندہ میرے اور بے باک کے درمیان دیوار بنتے رہیں گے؟''

وہ آرمی افسر فون کے ذریعے دوسری طرف سے ملنے

والے احکامات سن رہا تھا پھر فون بند کر کے بولا۔ ''میڈم مونیکا! تمہاری حماقت اور غلط فیصلے کی وجہ سے مسٹر فرہاد یہاں سے جا چکے ہیں۔ اب مجھے حکم ملا ہے کہ تمہیں حراست میں لے کر ٹارچر سیل پہنچا دیا جائے۔ میری طرح اور کئی یوگا کے ماہرین یہاں پہنچ رہے ہیں۔ وہ تمہیں اپنی حراست میں رکھیں گے۔ برین ماسٹر خیال خوانی کے ذریعے بھی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔ تم پر جو تشدد کیا جائے گا اور جو اذیتیں دی جائیں گی، وہ ناقابلِ برداشت ہوں گی اور یہ ماسٹر تمہارے اندر رہ کر بھی تمہارے کسی کام نہیں آ سکے گا۔''

ایسے وقت اینا تن کر کھڑی ہو گئی۔ ''یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ میری ممی کو کس جرم میں قید کیا جائے گا؟ کس قانون کے تحت انہیں ٹارچر کیا جائے گا؟ آپ انہیں یہاں سے نہیں لے جا سکتے۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''تمہارے جیسی احمق اور نادان لڑکی کو اپنی ماں کی حمایت میں ایسی ایکٹنگ نہیں کرنی چاہیے۔ تمہاری وجہ سے وہ کالا کلوٹا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس گھر کے اندر پہنچا۔ تمہاری ہی وجہ سے مجھ پر مصیبتیں آئیں۔ میرے بیٹے پر مصیبت آئی اور اب مونیکا کو ٹارچر کیا جانے والا ہے۔''

اینا نے تڑپ کر خلا میں تکتے ہوئے پوچھا۔ ''بے باک! تم کہاں ہو؟ میرے پاس آؤ۔ دیکھو میری ممی پر کیسی مصیبت آ رہی ہے؟''

بے باک نے کہا۔ ''میری جان! میں تمہارے پاس ہی ہوں۔ تم اسی طرح ماں کے لیے پریشانی ظاہر کرتی رہو۔ بلکہ رونا شروع کر دو۔ یہ یقین رکھو کہ تمہارا بے باک تمہاری ماں پر کوئی ظلم ہونے نہیں دے گا۔''

وہ اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ ماں کے لیے تڑپنے لگی۔ ماسٹر نے کہا۔ ''تمہارا بے باک بھی اس وقت تمہارے کسی کام نہیں آئے گا۔ وہ دراصل مجھے بے نقاب کرنے اور تمہارے بھائی کو منظرِ عام پر لانے کے لیے ایسی چالیں چل رہا تھا۔''

وہ روتے ہوئے بولی۔ ''آپ کیسے باپ ہیں؟ کیسے شوہر ہیں؟ اگر بے باک نے مجھے دھوکا دیا ہے تو آپ نے کیا کیا ہے؟ آپ بھی تو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ کیا میری ممی کو ان کے ظلم و ستم سے نہیں بچا سکیں گے؟ کیا انہیں ٹارچر سیل میں جانے دیں گے؟''

ماسٹر نے بڑے ہی ٹھوس لہجے میں کہا۔ ''کسی کا باپ بھی تمہاری ماں کو ٹارچر سیل میں نہیں پہنچا سکتا۔ میں مٹی میں رینگنے والا کیڑا نہیں ہوں۔ برین ماسٹر ہوں اور میری طاقت کیا ہے؟ یہ میں اب بتاؤں گا۔''

آرمی کے افسر نے کہا۔ ''اور ہم بھی تمہیں دکھائیں گے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹارچر سیل میں پہنچ کر بھی تم کچھ نہیں کر سکو گے۔ اپنی بیوی کو وہاں سے نکال کر اپنے بیٹے کی طرح کسی خفیہ پناہ گاہ میں نہیں پہنچا سکو گے۔''

''میری بیوی کسی خفیہ پناہ گاہ میں نہیں جائے گی اور نہ ہی ٹارچر سیل میں جائے گی۔ وہ اسی بنگلے میں رہے گی۔ تم پانچ منٹ انتظار کرو۔ میں ابھی تمہارے اکابرین سے بات کر کے آتا ہوں۔''

پھر وہ اکابرین کے درمیان ایک عہدے دار کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''میں برین ماسٹر تم سب سے مخاطب ہوں۔ تم لوگوں کو وارننگ دینے آیا ہوں، میری بیوی کو گرفتار کرنا تو دور کی بات.... کوئی اس کا ہاتھ بھی نہیں پکڑ سکتا۔ اگر کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو دس منٹ کے اندر تم میں سے کسی کی بھی بیوی ذہنی اذیت میں مبتلا ہو کر تڑپ تڑپ کر مر جائے گی۔ اس کے بعد بھی تمہارا وہ افسر باز نہ آیا تو کسی دوسرے عہدے دار کی بیوی اور بچے کی موت ہو گی۔ سب ہی تڑپ تڑپ کر جان دیں گے اور تم سب ان کی بے بسی کا تماشا دیکھتے رہو گے۔ تمہارے فرہاد کی آتما بھی مجھے ایسا کرنے سے روک نہیں سکے گی۔ جاؤ! اس کی آتما کو بلاؤ اور اس سے پوچھو، کیا وہ تمہاری بیویوں کو اور بچوں کو بے موت مرنے سے روک سکے گا؟''

وہ تمام اکابرین خوفزدہ ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ انکار میں سر ہلانے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''نہیں، برین ماسٹر! تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔''

''تم لوگوں نے میری بیوی کو کوئی گری پڑی عورت سمجھا ہے کہ جیسا چاہو گے، ویسا سلوک کرو گے؟ میں تمہیں بتاؤں گا کہ تمہاری بیویاں اور تمام بچے مٹی میں رینگنے والے کیڑے ہیں۔ میں ان سب کو اپنے جوتوں تلے مسل کر رکھ دوں گا۔''

ایک اعلیٰ عہدے دار نے فوراً ہی فون کے ذریعے آرمی کے افسر سے کہا۔ ''ابھی کوئی کارروائی نہ کرو۔ مونیکا کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ ہمارے دوسرے احکام کا انتظار کرو۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''بڑے ممالک کے تمام اونٹ پہاڑ کے نیچے آ گئے ہیں۔ پہلے تم سب فرہاد کے نشانے پر تھے۔ اس کی آتما تم لوگوں سے انتقام لے رہی تھی۔ ایک ایک کو بڑے ہی ڈرامائی انداز سے ہلاک کر رہی تھی۔ یہ اچانک کیسی تبدیلی آ گئی ہے؟''

وہ سب چپ تھے۔ اس نے کہا۔ ''بات سمجھ میں آ رہی

ہے۔ اس نے کہا ہوگا کہ اگر مجھے یا میرے بیٹے کو منظر عام پر لے آؤ گے تو وہ تم لوگوں کو معاف کردے گا۔ تم سب کی جان بخش دے گا۔ اس طرح تمہیں طبعی عمر تک جینے کا موقع مل جائے گا۔ اسی لیے تم سب میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟''

عہدے دار نے کہا۔ ''ہاں یہی بات ہے۔ دنیا کا ہر انسان اپنی سلامتی اور لمبی عمر چاہتا ہے لیکن ہم تو ادھر کے رہے نہ اِدھر کے... اُدھر اپنی سلامتی کے لیے فرہاد کا کام کریں گے تو ادھر ہمارے بیوی بچے سلامت نہیں رہیں گے۔ اگر ان کی سلامتی کے لیے تمہاری بات مانیں گے تو فرہاد پھر سے ہمارا دشمن ہوجائے گا۔ پہلے کی طرح ایک ایک کو ہلاک کرنا شروع کردے گا۔''

ماسٹر ہنستے ہوئے بولا۔ ''تم لوگ تو دھوبی کے کتے بن گئے۔ نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ اب سوچو، کہاں کے رہو گے؟ کیا کرو گے؟ ابھی فوراً محاصرہ اٹھانے کا حکم دو اور یہ تاکید کرو کہ آئندہ کوئی میری بیوی اور بیٹی کی طرف رخ نہ کرے۔''

ایک عہدے دار نے کہا۔ ''ہمیں آپ کا حکم تو ماننا ہی ہے۔ لیکن ایک درخواست ہے، ہمیں چند گھنٹے کی مہلت دیں۔ ہم فرہاد کی آتما سے بھی اس سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔''

''میں نے کہا نا... اپنے آرمی افسر اور ماتحتوں کو میرے بنگلے سے باہر نکلنے کا حکم دو۔ فوراً اس پر عمل کرو۔''

ایسے وقت ایک عہدے دار نے موبائل فون کے ذریعے اپنی وائف سے رابطہ کیا۔ یہ کہنا چاہیے کہ ماسٹر نے اسے رابطہ کرنے پر مجبور کردیا تھا۔ دوسری طرف سے خاتون کی آواز سنتے ہی ماسٹر اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنے شوہر سے بولی۔ ''ڈارلنگ! میں نے اپنا ریوالور پوری طرح لوڈ کر لیا ہے۔ بس تمہارا انتظار کررہی ہوں۔''

اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

''ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ جب تم یہاں آؤ گے تو میں تمہیں گولی ماروں گی۔ اگر تم اپنی حفاظت کرو گے۔ آرمی والے مجھے حراست میں لے کر یہ ریوالور چھیننا چاہیں گے تو اس سے پہلے ہی میں خود کو گولی مارلوں گی۔ یہ ثابت کردوں گی کہ برین ماسٹر کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟''

ادھر وہ عہدے دار فون کان سے لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے چونک کر اس آلہ کار کو دیکھا۔ جس کے ذریعے ماسٹر ابھی بول رہا تھا۔ وہ فوراً ہی اپنے ساتھی عہدے دار سے بولا۔

''ماسٹر کے حکم کی فوراً تعمیل کی جائے۔ ورنہ میری وائف خود کشی کرلے گی یا پھر میرا انتظار کرے گی۔ جیسے ہی میں اس کے سامنے پہنچوں گا، وہ مجھے گولی ماردے گی۔''

سب ہی پریشان ہوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے اور کہنے لگے کہ ہمیں جلد سے جلد فرہاد کی آتما سے بات کرنی چاہیے۔ ہم کس کا ساتھ دیں گے؟ فرہاد کا یا ماسٹر کا.....؟

ایسے وقت ایک اور عہدے دار اپنے گھر والوں سے رابطہ کررہا تھا۔ اس کے سات برس کے بیٹے نے فون اٹھا کر کہا۔ ''ہیلو ڈیڈی! میں بول رہا ہوں۔''

عہدے دار نے کہا۔ ''اپنی ممی سے کہو مجھ سے بات کریں۔''

ایسے ہی وقت اس بچے نے ماسٹر کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''ان سے کیا بات کریں گے؟ میں ابھی فون بند ہوتے ہی دوڑتا ہوا اس بنگلے کی چھت پر جاؤں گا پھر وہاں سے نیچے چھلانگ لگا دوں گا۔ ذرا سوچیں، کیا چھلانگ لگانے کے بعد میں زندہ بچوں گا؟''

اس نے گھبرا کر پوچھا۔ ''تم ایسی بات کیوں کررہے ہو؟''

''ابھی تو یہ صرف باتیں ہیں۔ اگر ماسٹر کے حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو میں ابھی جا کر وہاں سے چھلانگ لگا دوں گا۔''

اس نے فون پر چیخ کر کہا۔ ''نہیں بیٹے! نہیں، تم چھت پر نہیں جاؤ گے۔ چھلانگ نہیں لگاؤ گے۔ ہم ابھی ماسٹر کے حکم کی تعمیل کررہے ہیں۔''

وہاں بیٹھے ہوئے تمام عہدیدار اسے دیکھ رہے تھے۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ تمام عہدیداروں سے کہنے لگا۔ ''اس آرمی افسر سے کہو، ابھی، اسی وقت اس کے بنگلے سے باہر چلے جائیں۔ محاصرہ اٹھا لیں۔ ہم اپنے بیوی بچوں کی زندگی خطرے میں نہیں ڈالیں گے۔ وہ اپنی جان دینے والے ہیں۔ پلیز، فار گاڈ سیک۔ ابھی حکم دو۔''

دوسرے تمام عہدے دار بھی کہنے لگے۔ ''ہاں، فوراً ماسٹر کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ ہم کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے۔''

ایک اعلیٰ عہدے دار نے فون کے ذریعے آرمی افسر سے کہا۔ ''ابھی اسی وقت اس بنگلے سے نکل جاؤ، اپنے تمام ماتحتوں کو بھی لے جاؤ۔ وہاں سے محاصرہ اٹھا لو۔ آئندہ اس بنگلے کا رُخ نہ کرنا۔ ماسٹر کی بیوی اور بیٹی سے بات تک نہ کرنا۔ انہیں دیکھ کر دور ہی دور سے کترا جانا۔''

اس بار فوراً ہی حکم کی تعمیل کی گئی۔ اس آرمی افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مونیکا سے کہا۔ ''میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ ہم یہاں سے جارہے ہیں۔ آئندہ آپ کی طرف رُخ بھی نہیں کریں گے۔''

پھر اس نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ باہر آکر تمام مسلح گارڈز سے کہا۔ ''ہمیں یہاں سے واپس جانا ہے۔ آئندہ یہاں کوئی نہیں آئے گا۔''

وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ ماسٹر نے مونیکا کے اندر آکر کہا۔ ''دیکھا! تمہارا شوہر کتنا پاور فل ہے؟ کتنا طاقتور ہے؟ تمہارے دل و جان کا مالک تمام بڑے ممالک کی فوجوں کو تہا شکست دے سکتا ہے۔ انہیں منہ پھیر کر بھاگنے پر مجبور کرسکتا ہے اور تم دیکھ رہی ہو، وہ یہاں سے بھاگ گئے ہیں۔''

وہ خوش ہوکر بولی۔ ''مجھے آپ پر فخر ہے۔ اگر آپ بہت پہلے ہی بتا دیتے کہ اس طرح دوہری زندگی گزار رہے ہیں تو میں اس وقت ذرا سی ناراض ہوتی لیکن آپ سے سمجھوتا کرلیتی۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف آپ ہی میرے اپنے ہیں۔ آپ کو چھوڑ کر میں بھلا کہاں جاسکتی ہوں؟''

ماسٹر نے اپنی بیٹی اینا کے پاس آکر کہا۔ ''بیٹی! دیکھ لیا تم نے؟ تمہارا وہ بے باک مومن فرہاد علی تیمور کا چمچہ ہے۔ اس نے مجھے گھٹنے ٹیکنے، ذلیل کرنے اور قانون کے ہاتھوں سزائے موت دلوانے پر مجبور کرنا چاہا تھا۔''

وہ بولی۔ ''بے باک نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔ آپ انڈر ورلڈ سے تعلق رکھنے والے بہت بڑے مجرم ہیں۔ اس لیے دنیا کی ہر عدالت آپ کو سزائے موت دینا چاہتی ہے۔''

''میں جیسا بھی ہوں۔ میرے ساتھ جیسا بھی ہوگا۔ یہ بعد میں دیکھا جائے گا لیکن ذرا اس پہلو پر غور کرو، اگر بے باک مومن تمہارے ذریعے اس گھر میں نہ آتا تو تمہاری ماں پر یہ مصیبت نہ آتی۔ اگر میں اپنی طاقت اور ٹیلی پیتھی کی غیر معمولی صلاحیت کے ذریعے تمہاری ماں کو تحفظ نہ دیتا تو یہ اس وقت ٹارچر سیل میں ہوتی۔ اس پر مظالم ڈھائے جاتے۔ کیا اس وقت بھی تمہیں اس غلطی کا احساس نہ ہوتا کہ تم بے باک سے دوستی کرکے اپنے پورے گھر کو نقصان پہنچا رہی ہو؟''

''آپ بھی اسی پہلو پر غور کریں کہ مجرمانہ زندگی گزارتے ہوئے ہم سب کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اگر آپ دوستی یا سمجھوتے پر آمادہ ہوجاتے تو فرہاد کی آتما نے واضح طور پر کہا تھا کہ وہ ہم سے دشمنی بھول جائے گی۔ بے باک انہی کا منہ بولا بیٹا ہے۔ وہ بیٹے کی خاطر صرف ہمیں ہی نہیں۔ آپ کو بھی تحفظ دینے والے تھے پھر دنیا کی کوئی عدالت آپ کو سزا نہیں دے پاتی۔ لیکن آپ اُلٹی چال چل رہے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے، آپ کو دشمنی کی راہ پر چلنے کی عادت ہوگئی ہے۔''

''کاش! تم میری لاڈلی بیٹی نہ ہوتیں تو میں تمہیں ایسی سزا دیتا کہ ہوش ٹھکانے آجاتے۔ میں سمجھ سکتا ہوں، ایک تو تم نادان ہو۔ دوسرا یہ کہ بے باک نے تمہیں اپنا تابع دار بنالیا ہے۔ اس وقت بھی تم اس کی مرضی کے مطابق.... اسی کی زبان سے بول رہی ہو۔''

بے باک نے کہا۔ ''اینا! اپنے باپ سے بحث نہ کرو۔ جو لوگ جرم کی راہ پر چل پڑتے ہیں۔ وہ اپنے راستے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اُلٹے سیدھے دلائل دیتے رہتے ہیں۔ یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آرہی ہے کہ ایک مجرم باپ صحیح راہ پر چلنے والی بیٹی کو خطادار کہہ رہا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ باپ سمجھ کر اس کی بات مان لو اور دیکھو کہ آنے والا وقت کیا تماشے دکھانے والا ہے؟ اب میں جارہا ہوں پھر آؤں گا۔''

وہ اینا کے دماغ سے نکل کر میرے پاس آگیا۔ پھر وہاں کے تمام حالات سنانے لگا۔ میں نے پوچھا۔ ''تم کس نتیجے پر پہنچ رہے ہو؟''

''یہی کہ میں نے ماسٹر سے بری طرح مات کھائی ہے۔ میں پاپا کی آتما بن کر ان تمام اکابرین کو مرعوب کرچکا تھا۔ وہ سب میرے حمایتی بن گئے تھے۔ انہوں نے بڑی کامیابی سے ماسٹر اور اس کی فیملی کا محاصرہ بھی کرلیا تھا اور محاسبہ بھی لیکن....''

''ہاں، جھجکتے کیوں ہو؟ آگے بولو۔''

''مجھے یہ سوچ کر شرم آرہی ہے کہ میں اس مرحلے پر ناکام رہا ہوں۔ ماسٹر نے بڑی چالاکی سے بازی مار لی ہے۔ اپنے آپ کو برتر ثابت کردیا ہے۔ تمام اکابرین پر اس کا رعب و دبدبہ ایسا قائم ہوا ہے کہ میرے پاپا کی دہشت ان کے دلوں سے نکل گئی ہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ان اکابرین نے فوری طور پر اپنے بیوی بچوں کو تحفظ دینے کے لیے ماسٹر کے آگے سر جھکا لیا ہے۔ ورنہ وہ اب بھی اندر ہی اندر اپنی جان بچانے کے لیے فرہاد سے معافی مانگنے کے لیے یہ ضرور سوچ رہے ہوں گے کہ کس طرح ماسٹر اور اس کے بیٹے کو قابو میں کیا جائے؟''

پھر میں نے اسے نصیحت کی۔ ''میں تمہیں پہلے بھی سمجھا چکی ہوں، ہمیشہ کامیابی کی توقع نہ کیا کرو۔ کبھی کبھی ناکامی کا زہر بھی پینا پڑتا ہے۔ تم اپنے اس مشن میں ناکام نہیں رہے

ہو۔اس کا نتیجہ بعد میں بہتر نکلے گا۔ چلو، ابھی یہ ساری باتیں ذہن سے نکالو۔ اپنے دماغ کو سکون پہنچاؤ۔ کچھ دیر آرام کرلو۔''

وہ بہت ہی جذباتی اور جوشیلا جوان تھا۔ دشمن کے پیچھے پڑنے کے بعد اسے اس کے برے انجام تک پہنچانے کے لیے بضد رہتا تھا۔ جب وہ گھر آیا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ روم میں پہنچاتے ہوئے سختی سے کہا۔ ''یہاں لائٹ آف کر کے لیٹ جاؤ۔ آنکھیں بند کرلو۔ اگر بند آنکھوں کے پیچھے بھی خیال خوانی کرتے رہو گے تو میں بہت ہی سختی سے پیش آؤں گی۔''

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ میرے سامنے ہی لائٹ آف کر کے بیڈ پر لیٹ گیا۔ جب اس نے آنکھیں بند کرلیں تو میں بھی وہاں سے چلی آئی۔

☆☆☆

جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکی ہوں کہ ثنا تبریزی (نومی کرسٹل) ابھی کچھ عرصے تک اس داستان میں نہیں آئے گی۔ کیونکہ وہ عدت کے چار ماہ اور دس دن بابا صاحب کے ادارے میں گزار رہی ہے۔ اس کے بعد ہی وہ اس ادارے سے باہر نکلے گی۔

الپا بھی یہی مدت گزار رہی ہے۔ اس مدت کے گزرنے کے بعد پارس سے اس کا نکاح پڑھایا جائے گا۔ چونکہ میاں بیوی کو اس ادارے میں ایک ساتھ رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے وہ دونوں ادارے سے باہر جا کر اپنے طور پر زندگی گزاریں گے۔

الپا وہاں رہ کر قرآن کی آیتیں حفظ کر رہی تھی۔ پانچ وقت کی نمازیں پڑھنے لگی تھی۔ اس ادارے میں داخل ہونے کے بعد اس نے ایک ہی بار اپنی بیٹی انوشے سے ملاقات کی تھی۔ اس کے بعد انوشے اس شعبے میں چلی گئی تھی، جہاں روحانیت کے سلسلے میں درس دیا جاتا تھا اور عملی مشقیں کرائی جاتی تھیں۔

وہ پچھلے تین دن سے انتظار کرتی رہی کہ بیٹی اس سے ملنے آئے گی۔ اس نے روحانیت کے شعبے میں آکر پوچھا تو پتا چلا کہ وہ آج کل وہاں نہیں ہے۔ اس نے تقریباً ایک ماہ کی چھٹی لے رکھی ہے۔

وہ بڑی حیران ہوئی کہ بیٹی نے ایک ماہ کی چھٹی کیوں لی ہے؟ اس کا ذکر ماں سے کیوں نہیں کیا؟ اس سے ملاقات کیوں نہیں کی؟

وہ اس کے ہوسٹل میں پہنچ گئی۔ وہاں کی ایک خاتون انچارج نے بتایا کہ انوشے ہوسٹل چھوڑ کر جا چکی ہے۔ یہ اور بھی حیرانی کی بات تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''وہ کہاں گئی ہے؟''

خاتون نے لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''شاید انوشے خود بھی نہیں جانتی تھی، اسے کہاں جانا ہے؟ اوپر سے حکم ملا تھا کہ آپ کی بیٹی کا سامان پیک کر دیا جائے اور اس کے کمرے کو لاک رکھا جائے۔''

الپا کی حیرانی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ پارس کے پاس جا کر اس سے بیٹی کے بارے میں نہیں پوچھ سکتی تھی۔ جبکہ وہ بھی اسی ادارے میں تھا لیکن جناب تبریزی نے تاکید کی تھی کہ نکاح پڑھائے جانے سے پہلے اسے پارس سے پردہ کرنا ہوگا۔ پردے کا مطلب یہی تھا کہ اس سے بات بھی نہ کرے۔ وہ اس کے لیے نامحرم ہے۔

لہٰذا وہ سیدھی اعلیٰ حضرت کے حجرے کے سامنے پہنچ گئی۔ باہر کھڑے ہو کر اجازت طلب کی۔ انہوں نے کہا۔ ''چلی آؤ۔''

اس نے اندر آکر سلام کیا پھر دو زانو ہو کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے اس پر ایک نظر ڈالی پھر پوچھا۔ ''بیٹی کے لیے پریشان ہو؟''

اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ دھیمی سی آواز میں بولی۔ ''جی بابا حضرت! میں نے ہوسٹل میں معلوم کیا تو وہ وہاں نہیں ہے۔ کہاں گئی ہے؟ یہ آپ ہی جانتے ہوں گے۔''

''بے شک، ہم جانتے ہیں۔ وہ اب اس ادارے میں نہیں ہے۔ باہر کے ایک اہم معاملے میں مصروف رہنے کے لیے گئی ہے۔''

''میری بیٹی دس برس کی ہونے والی ہے۔ میرے لیے یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ آپ اتنی سی بچی کو اہم معاملات میں شریک کرتے ہیں۔''

''پچھلی بار تم نے دیکھا تھا، وہ جمائلہ کے معاملے میں کس قدر کامیاب رہی تھی؟''

''جی ہاں، مگر کیا کروں؟ ماں ہوں۔ دل ڈرتا ہے۔ پچھلی بار وہ ایک شیطانی چکر میں پڑ گئی تھی۔''

''اس کے باوجود تمہاری اس بیٹی نے حوصلہ نہیں ہارا۔ خوفزدہ ہو کر یہ نہیں کہا کہ اسے اس ادارے میں واپس بلا لیا جائے۔ اس نے ہمارے تعاون سے ہی سہی لیکن شیطان پر قابو پالیا ہے۔ اسے ایسی شکست دی ہے کہ وہ اب جمائلہ کے پاس بھی نہیں پھٹکتا ہے۔''

''بے شک، میری بیٹی کی وجہ سے جمائلہ کو اس شیطان

سے نجات مل گئی ہے جو اس پر مسلط رہا کرتا تھا۔''

''آئندہ بھی خلق خدا کو تمہاری بیٹی سے فائدہ پہنچتا رہے گا۔''

اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا میں معلوم کر سکتی ہوں، اسے کس مہم پر روانہ کیا گیا ہے؟ میرا مطلب ہے آپ سے بھی کوئی سوال نہیں کرتا۔ مجھے بھی نہیں کرنا چاہیے۔ صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں، کیا اس بار بھی مہم بہت خطرناک ہے؟ کوئی شیطانی چکر ہے؟''

''شیطانی چکر اس لحاظ سے ہے کہ ہماری دنیا میں شیطانوں کی کمی نہیں ہے۔ ابلیس انسانوں کے روپ میں گھومتا پھرتا ہے۔''

وہ ایک ذرا چپ ہوئے۔ انہوں نے آنکھیں بند کیں۔ الپا نے جھکی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ جب انہوں نے آنکھیں کھولیں تو اس نے فوراً ہی نظریں جھکا لیں۔ وہ بولے۔ ''ہماری اس دنیا میں عجیب و غریب انسان ہیں۔ لہٰذا عجیب و غریب واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ جو لوگ آنکھ سے دیکھ لیتے ہیں۔ وہ یقین کر لیتے ہیں ورنہ ایسے عجوبے تمام دنیا والوں کے لیے ناقابل یقین ہوتے ہیں۔''

وہ بڑی توجہ سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ یہ تجسس پیدا ہو رہا تھا کہ وہ آگے کیا کہنے والے ہیں؟ انہوں نے کہا۔ ''ہماری اس دنیا میں ایک عجوبہ ہے۔ اگرچہ وہ انسان ہے لیکن اس کا دماغ کمپیوٹر ہے۔ وہ جادو یا ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس کا اندازہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ اس کی بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ جب وہ کسی کی موت کا وقت مقرر کرتا ہے تو ٹھیک اسی وقت اس کی موت لازمی ہو جاتی ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس کا کمپیوٹر دماغ اپنے ٹارگٹ کی زندگی کا حساب لگا کر موت کو وقت سے پہلے اس کی شہ رگ تک پہنچا دیتا ہے۔''

الپا یہ سب کچھ سن کر اُلجھ رہی تھی کہ بات تو اپنی بیٹی کی ہو رہی تھی لیکن بیچ میں یہ عجوبہ کہاں سے آگیا ہے؟

اس نے پوچھا تھا کہ انوشے کو کس مہم پر بھیجا گیا ہے؟ اس کے جواب میں وہ اتنی وضاحت سے بول رہے تھے۔

وہ سر اٹھائے بڑے تجسس سے اعلیٰ حضرت کو دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ ''اسی عجوبے نے فرہاد کی موت کا وقت مقرر کیا تھا....''

الپا نے کہا۔ ''پھر تو وہ اس دنیا کا بہت ہی خطرناک انسان ہے۔''

''بے شک، تمہاری بیٹی اسی عجوبے سے نمٹنے گئی ہے۔''

الپا کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ شدید حیرانی سے بولی۔ ''بابا حضرت! وہ عجوبہ جسے آپ دنیا کا سب سے خطرناک انسان کہہ رہے ہیں۔ اس سے نمٹنے کے لیے آپ نے ایک دس برس کی بچی کو بھیجا ہے؟''

انہوں نے بڑی نرمی سے پوچھا۔ ''کیا تمہیں اعتراض ہے؟''

وہ جلدی سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ ''نہیں، بابا حضرت! آپ کا فیصلہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ آپ میری اندرونی کیفیت کو سمجھ رہے ہیں۔ میں اپنی ممتا سے مجبور ہو کر ایسی بات کہہ رہی ہوں۔''

''اور میں ایک ماں کا احترام کر رہا ہوں۔ تمہیں سمجھاتا ہوں کہ انوشے کو محض ایک بچی نہ سمجھو۔ اس نے دس برس کی عمر میں کلام پاک حفظ کیا ہے۔ بڑی سبک رفتاری سے روحانی علوم سیکھ رہی ہے۔ وہ اپنی غیر معمولی ذہانت سے روحانی ٹیلی پیتھی بھی سیکھ چکی ہے۔ اگر میں کہتا ہوں کہ اس عجوبے کا دماغ کمپیوٹر ہے تو یہ بھی کہتا ہوں کہ انوشے کی ذہانت بھی اس کے دماغ سے آگے نکلنے والی ہے۔''

الپا نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔ انہوں نے ہاتھ اٹھایا۔ یہ اشارہ تھا کہ آگے کچھ نہ کہا جائے اور نہ کچھ پوچھا جائے۔ انہوں نے بڑی محبت سے کہا۔ ''جاؤ بیٹی! عبادت میں دل لگاؤ۔ تمہیں سکون ملے گا۔''

وہ سر جھکائے اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر اُلٹے قدموں چلتی ہوئی حجرے سے باہر آگئی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ اس کی دس برس کی بیٹی کو ایک ایسے خطرناک عجوبے کے مقابلے پر بھیجا گیا تھا۔ جس نے فرہاد جیسے پہاڑ کی موت کا وقت مقرر کیا تھا اور وہ وقت پتھر کی لکیر بن گیا تھا۔

وہ اپنے دل کو تسلی دینے لگی۔ ''اعلیٰ حضرت انوشے کے مستقبل کے بارے میں بہت جانتے ہیں، سمجھتے ہیں۔ انہوں نے سوچ سمجھ کر ہی اسے ایسی خطرناک مہم پر روانہ کیا ہے۔''

☆☆☆

فرہاد نے کرونا کو بیٹی بنایا تھا۔ اس نے بڑی فرمانبرداری دکھائی تھی لیکن فرہاد کی آنکھیں بند ہوتے ہی اس نے گرگٹ کی طرح رنگ بدل لیا تھا۔ ہمارے اعتماد کو دھوکا دے کر دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابع دار بنالیا تھا۔

مجھے یقین تھا کہ میں اس کا محاسبہ کروں گی تو وہ شرمندہ

ہوگی اور اپنی غلطی کی معافی مانگے گی لیکن وہ کچھ زیادہ ہی خوش فہمی میں مبتلا ہوگئی تھی۔ اس نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ فرہاد کی موت کے بعد میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ میری طاقت آدھی سے بھی کم رہ گئی ہے۔

اسے یہ فخر تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے زیر اثر لاتی رہے گی' ان کی تعداد بڑھاتی رہے گی۔ اس طرح ہمارے مقابلے میں کامیابیاں حاصل کرتی رہے گی۔ بے باک طیش میں آکر اس کے خلاف انتقامی کارروائی کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے منع کردیا۔ یہ سمجھا دیا کہ ایک مضبوط اور تناور درخت کے سامنے کوئی نیا پودا سر اٹھائے تو برا نہیں ماننا چاہیے۔ چپ چاپ تماشا دیکھنا چاہیے۔ وقت اور حالات بدلتے ہیں تو کوئی شریر بچہ اس پودے کو اکھاڑ کر لے جاتا ہے۔ میرے تجربات کہہ رہے تھے کہ وہ آئندہ کسی بھی مرحلے پر... کسی نہ کسی مقام پر ہم سے ٹکرائے گی تو اسے اپنی اوقات معلوم ہوجائے گی۔

جس وقت اس نے مجھے چیلنج کیا تھا۔ اس وقت وہ کینیڈا میں تھی۔ اس نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوکر ٹونی جے سے کہا۔ ''میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی، سونیا کو اتنی جلدی میری مکاری کا علم ہوجائے گا؟''

اس نے پوچھا۔ ''کیا تم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں کہہ رہی ہو؟''

''ہاں، اسے معلوم ہو چکا ہے کہ ہم نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کیا ہے اور انہیں اپنا تابع دار بنالیا ہے۔''

''تعجب ہے۔ اسے یہ بات کیسے معلوم ہوگئی؟ اسے تو برین ماسٹر پر شبہ کرنا چاہیے تھا۔ ہم پر کیسے شبہ ہوگیا؟''

''میری ایک غلطی سے..... تم نے دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر تنویمی عمل کیا تھا اور میں نے ایک پر۔ جس پر میں نے عمل کیا تھا وہی ہماری گرفت سے نکل کر اپنے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی پناہ میں پہنچ گیا۔ اسی نے بیان دیا ہے کہ اس پر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت نے عمل کیا تھا۔''

''اور ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتی ہیں۔''

''ہاں، انہوں نے یقین کے ساتھ یہ معلوم کیا ہے کہ میں ہی ان کے اعتماد کو دھوکا دے رہی ہوں۔''

''پھر تو واقعی تم سے یہ بہت بڑی غلطی ہوگئی۔ تمہیں ان امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کسی پر بھی عمل نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس تیسرے پر بھی میں ہی عمل کرتا اور اسے تابعدار بنالیتا تو بات یوں نہ بگڑتی۔''

''بگڑ چکی ہے تو بگڑنے دو۔ ہمیں یوں بھی اپنا ایک الگ محاذ قائم کرنا ہے۔ ہم دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور دو ہمارے تابع دار ہیں۔ ہماری پوزیشن بہت ہی مضبوط ہے۔ میں نے سونیا کو چیلنج کیا ہے۔ آئندہ ہمیں بڑی آزمائشوں سے گزرنا ہوگا۔ فی الحال یہ جگہ چھوڑنی ہوگی۔''

''کیا اسے معلوم ہوگیا ہے کہ ہم کینیڈا میں ہیں؟''

''ہاں، وہ جانتی ہے۔ ہمیں کسی بھی پہلی فلائٹ سے جانا ہوگا۔''

''اب کہاں جانے کا ارادہ ہے؟''

''یہاں سے اٹھو۔ ایرپورٹ پہنچتے پہنچتے فیصلہ کریں گے۔''

وہ اٹھ کر اپنا سامان پیک کرتے ہوئے بولا۔ ''میرا خیال ہے' یورپ کے کسی بڑے ملک کی فلائٹ میں جگہ مل جائے گی تو ہم اسی میں چل پڑیں گے۔''

وہ ایرپورٹ پہنچے تو انہیں لندن جانے والی ایک فلائٹ میں دو سیٹیں مل گئیں۔ ٹونی جے نے سفر کے دوران کہا۔ ''اب ہمیں سونیا کی طرف سے بہت محتاط رہنا ہوگا۔''

کرونا نے کہا۔ ''ہمیں کینیڈا میں خطرہ تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس ہماری نگرانی کریں گے لیکن ہم اس سے پہلے ہی وہاں سے نکل آئے ہیں۔''

''یہ کالا جادو بہت ہی خطرناک ہوتا ہے۔ چنڈال جوگیا نے مجھے کالے عمل کے ذریعے بہت عرصے تک قیدی بنا کر رکھا تھا۔ وہ کسی کی بھی آتما کو ایک جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں پہنچا دیتا تھا۔''

کرونا نے پوچھا۔ ''تم اس جادوگر کی بات کیوں کر رہے ہو؟ وہ تو مر چکا ہے۔''

''ہاں مگر، کالا جادو ابھی اس دنیا میں ہے۔ اسی کے ذریعے فرہاد کی آتما کسی کے جسم میں پہنچی ہوئی ہے اور اپنے دشمنوں سے انتقام لے رہی ہے۔''

''ہاں، میں دیکھ رہی ہوں کہ فرہاد کے کتنے ہی دشمن بڑے ڈرامائی انداز سے مارے گئے ہیں لیکن اس بات پر یقین نہیں آتا کہ آتما انتقام لیتی ہے اور اس کی آتما بھی انتقام لے رہی ہے۔''

''تم یقین نہ کرو لیکن میں کالے جادو کے بڑے خطرناک تماشے دیکھ چکا ہوں اور خود بھگت بھی چکا ہوں۔ اگر تمہیں یقین نہیں ہے اور تم یہ سمجھتی ہو کہ فرہاد کی آتما انتقام

نہیں لے رہی ہے تو پھر ایسا کون کر رہا ہے؟''

''کر رہا ہے نہیں، کر رہی ہے۔ سونیا بہت ہی مکار ہے۔ وہ فرہاد کی آتما کا ڈراما کرکے خود ہی دشمنوں سے انتقام لے رہی ہے۔ ایک بات تو میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ فرہاد مر چکا ہے۔ جناب تبریزی کی طرف سے بھی اس کی موت کی تصدیق ہوچکی ہے۔ فرہاد کے خاندان والے اور بابا صاحب کے ادارے والے سب ہی سوگ مناتے رہے ہیں۔''

''تم کہتی ہو تو یہی سہی لیکن فرہاد کے دشمنوں سے انتقام لیا جارہا ہے۔ ہمارے پاس اچھا خاصا وقت ہے۔ ہمیں دو چار ملکوں کے اکابرین کے اندر پہنچ کر معلوم کرنا چاہیے کہ ان کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟''

طیارے میں لنچ سپلائی کیا جارہا تھا۔ ان کے سامنے بھی کھانے کی ٹرے رکھی گئی۔ وہ دونوں کھانے کے دوران خیال خوانی کرنے لگے۔ ٹونی جے امریکی اکابرین کے اندر جانے لگا۔ کرونا نے یوکے سے تعلق رکھنے والے ایک عہدے دار کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے تو ایک دم سے چونک گئی۔ ٹونی جے سے بولی۔ ''یہاں تو زبردست ڈراما چل رہا ہے۔ اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ فرہاد کی آتما نے انہیں برین ماسٹر کی بیوی اور بیٹی کا نام' پتا ٹھکانا اور فون نمبر تک بتایا ہے۔ وہاں کی آرمی نے ان کے بنگلے کا محاصرہ بھی کیا ہے۔''

ٹونی جے کہا۔ ''یہاں کے اکابرین کے خیالات سے بھی یہی پتا چلا ہے۔''

ان دونوں نے ان اکابرین کے ذریعے مونیکا اور اینا کی آوازیں سنیں پھر بڑی آسانی سے ان کے اندر پہنچ گئے۔ وہاں سے بہت سی معلومات حاصل ہونے لگیں۔

ایک تو یہ معلوم ہوا کہ بے باک مومن خود کو فرہاد علی کا منہ بولا بیٹا کہہ رہا ہے اور ماسٹر کی بیٹی سے عشق فرما رہا ہے۔ اس کی بیٹی بھی اس پر ہزار جان سے عاشق ہوگئی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ماسٹر کی دوہری شخصیت کا راز کھل چکا ہے۔ پہلے تو وہ خود کو برین ماسٹر تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ بعد میں اس نے حالات سے مجبور ہوکر یہ مان لیا کہ وہ اب تک اپنی بیوی اور بیٹی کو دھوکا دیتا آیا ہے۔ ان سے اپنی اصلیت چھپاتا رہا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ بے باک نے اسے بڑی مشکلات میں ڈال دیا تھا۔ ایک طرف اس کی بیوی اس سے بدظن ہوگئی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ باپ اپنے ہی بیٹے کے قاتل کو چھپا رہا ہے جبکہ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا لیکن باپ مجرم سمجھا جارہا تھا۔

اسے صفائی پیش کرنے کے لیے اپنی اصلیت ظاہر کرنی پڑی تھی۔ اس طرح اس نے پھر سے مونیکا کا اعتماد حاصل کرلیا تھا۔

تمام ممالک کے اکابرین چاہتے تھے کہ کسی بھی طرح برین ماسٹر ان کے قابو میں آجائے یا اس کا بیٹا مونیکا کے پاس پہنچا دیا جائے۔ ایسا کرنے سے ہی فرہاد کی آتما ان کی غلطیوں کو معاف کرکے ان سے دشمنی بھول سکتی تھی۔ آتما نے وعدہ کیا تھا کہ ماسٹر کا بیٹا منظر عام پر آجائے گا تو پھر وہ کسی بھی دشمن کی جان نہیں لے گی۔

دوسری طرف ماسٹر کا پلڑا بھاری ہورہا تھا۔ اس نے خود کو اور اپنے بیٹے کو منظر عام پر لانے سے انکار کردیا تھا۔ یہ چیلنج کیا تھا کہ جو بھی اس کی بیوی اور بیٹی کو ہاتھ لگائے گا' وہ بری طرح پچھتائے گا۔ اس کی فیملی ممبر بے موت مریں گے۔

بہرحال تمام اکابرین کو ماسٹر کے سامنے جھکنا پڑا تھا۔ اس طرح انہوں نے اپنی فیملی کو بے موت مرنے سے بچا لیا تھا لیکن خود اپنی حفاظت نہیں کرسکتے تھے۔ یہ طے تھا کہ ماسٹر کا بیٹا منظر عام پر نہ آیا تو فرہاد کی آتما پھر سے انتقام لینا شروع کردیتی۔ ابھی وہ سمجھ نہیں پارہے تھے کہ کس طرح اپنا بچاؤ کرسکیں گے؟

کرونا اور ٹونی جے لنچ ختم کرنے کے بعد کافی پیتے ہوئے ان کے حالات پر تبصرہ کرنے لگے۔ کرونا نے کہا۔ ''بڑی دلچسپ صورتِ حال ہے۔ تمام ممالک کے اکابرین فرہاد کی آتما اور ماسٹر کے درمیان سینڈوچ بنے ہوئے ہیں۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''ماسٹر کے خلاف جو مہم شروع کی گئی تھی۔ اس میں فرہاد کی آتما کو شکست ہوئی ہے۔ ماسٹر نے تمام اکابرین کو خوب دہشت زدہ کیا ہے۔ اپنی بیوی اور بیٹی کو بڑے ڈرامائی انداز میں تحفظ فراہم کیا ہے۔ اب کوئی انہیں نقصان پہنچانے کی جرأت نہیں کرسکے گا۔''

کرونا نے مسکراتے ہوئے کافی کی ایک چسکی لی اور بولی۔ ''ہم جرأت کریں گے۔''

ٹونی جے نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ ''آرمی والے مونیکا کو ٹارچر سیل میں لے جاکر اسے ذہنی اذیت دینا چاہتے تھے۔ تاکہ ماسٹر ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دے لیکن وہ ایسا نہ کرسکے۔ کوئی بات نہیں۔ ہم تو ایسا کرسکتے ہیں۔ مونیکا اور اس کی بیٹی اینا کو تھوڑی تھوڑی سی ذہنی اذیت دے کر ماسٹر کا جینا حرام کرسکتے ہیں۔ ان سے اپنی جائز اور ناجائز شرائط منوا سکتے ہیں۔''

ٹونی جے سنجیدگی سے سوچنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا

سوچ رہے ہو؟''

''جو لوگ ناقابلِ شکست کہلاتے ہیں۔ان سے کترانا ہی دانشمندی ہے۔ابھی ہماری ابتدا ہے۔ پہلے ہم ہر پہلو سے اپنی پوزیشن مضبوط کریں گے پھر پہاڑوں سے ٹکرائیں گے۔ اس سے پہلے تم نے سونیا کو بھی چیلنج کیا ہے۔دوسرے لفظوں میں پورے بابا صاحب کے ادارے کو اپنا دشمن بنالیا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ آیندہ ہمیں بہت بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑے گا۔''

''تو کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے اندر بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرنے کا حوصلہ ہے؟''

''بہت حوصلہ ہے لیکن دشمنوں کی تعداد بڑھانی نہیں چاہیے۔ برین ماسٹر معمولی شخص نہیں ہے۔ وہ بھی اب تک ناقابلِ شکست تسلیم کیا جارہا ہے۔ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پہلے اچھی طرح سوچو، ہر پہلو پر غور کرو، پھر جو تم کہو گی، میں وہی کروں گا۔''

''آئی لو یو، تم بہت اچھے ہو۔ دیکھو! سونیا سے مخالفت مول لینے کے بعد یہ بات دور تک پہنچی ہوگی کہ ہم نے دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابع دار بنایا ہوا ہے۔ ہمارے پاس خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ ہم مضبوط پوزیشن رکھتے ہیں۔''

پھر وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔''ذرا اس پہلو پر غور کرو کہ فرہاد کی آتما برین ماسٹر اور اس کے بیٹے کو منظرِ عام پر لانے کے سلسلے میں ناکام رہی ہے۔ اگر ہم اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے تو تمام بڑے ممالک کے اکابرین پر ہمارا رعب و دبدبہ قائم ہوجائے گا۔ ہمیں ایسی ہی ڈگر پر چلنا چاہیے کہ ہم برتر ہوتے رہیں۔ سونیا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دن بہ دن کمتر اور صفر ہوتے چلے جائیں۔''

وہ بولا۔''کرونا! میری جان! تم تو میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہو۔ میرا جی چاہتا ہے، تمہاری ہر خوشی پوری کرتا رہوں۔ تم تمام ممالک کے اکابرین کی نظروں میں برتر ہونا چاہتی ہو۔ فرہاد کی آتما یا سونیا کو اور برین ماسٹر کو کمتر بنانا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے۔ مجھے بتاؤ، اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟''

''سب سے پہلے ہم مونیکا اور اینا کے دماغوں میں جائیں گے۔ انہیں اپنے زیرِ اثر لائیں گے پھر برین ماسٹر سے بات شروع کریں گے۔''

وہ بولا۔''میں تمہاری ہر بات مانتا ہوں۔ تم میری ایک بات مانو گی؟''

''ہاں بولو، ضرور مانوں گی۔''

''تم کسی کے دماغ میں پہنچ کر نہ تو تنویمی عمل کرو گی، نہ ہی کسی کو اپنی آواز سناؤ گی۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ کرونا ایسا کر رہی ہے۔ پہلے ہم پُراسرار بنے رہیں گے پھر ماسٹر پر حاوی ہوتے ہی خود کو ظاہر کریں گے۔''

''اچھی بات ہے۔ میں یہی کروں گی۔ مردانہ آواز اور لب و لہجے میں مونیکا پر عمل کروں گی۔''

''اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟ خاموش بیٹھی رہو۔ میرے اندر رہ کر چپ چاپ دیکھتی رہو۔ میں ان ماں بیٹی پر تنویمی عمل کر رہا ہوں۔''

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اینا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ شام کا وقت ہے اور وہ بے باک سے ملنے کے لیے کہیں جانے والی ہے۔

ٹونی جے نے اس کے دماغ کو گرفت میں لے کر اس کے اندر بے انتہا کمزوری اور تھکن کا احساس پیدا کر دیا پھر یہ سوچ پیدا کی کہ اسے تھوڑی دیر کے لیے بیڈ پر لیٹ جانا چاہیے۔ جب تھکن دور ہوجائے گی تو پھر وہ اپنے محبوب سے ملنے جائے گی۔

وہ بیڈ پر آکر آرام سے لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کر کے بے باک کو تصور میں دیکھنے لگی۔ ٹونی اس کے ذہن کو تھپک رہا تھا۔ وہ نیند میں ڈوبتی چلی گئی پھر اس نے عمل کرنا شروع کیا تو پتا چلا وہ ہپناٹزم کے اصولوں کے مطابق سحر زدہ نہیں ہو رہی ہے۔ اس کے عمل میں نہیں آرہی ہے۔

کرونا ٹونی کے اندر تھی۔ یہ سب کچھ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔ ٹونی نے پوچھا۔''کیا بات ہے؟ تم ٹرانس میں کیوں نہیں آرہی ہو؟ تمہارا ذہن میرے عمل سے متاثر کیوں نہیں ہو رہا ہے؟''

وہ بولی۔''اچھا میں سمجھ گئی۔ ڈیڈی! یہ آپ ہیں۔ آواز اور لب و لہجہ بدل کر..... عمل کرنے آئے ہیں۔ جبکہ یہ اچھی طرح جانتے ہیں، میرا دماغ غیر معمولی ہے۔ مجھ پر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والا کا اثر نہیں ہوتا۔''

ٹونی نے پوچھا۔''تو پھر میری ہدایت کے مطابق یہاں بیڈ پر کیوں آگئی ہو؟ گہری نیند میں کیوں ڈوب گئی ہو؟''

''میں خود ہی تھکن محسوس کر رہی تھی۔ ممی مجھ سے جھگ رہی تھیں کہ بے باک سے ملنے باہر نہیں جانا۔ حالانکہ ہمارے خلاف ہیں۔ کوئی بھی دشمن ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ میں کشمکش میں تھی۔ ایسے وقت میرے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھے آرام سے لیٹ جانا چاہیے۔ جب لیٹی تو سو گیا جی چاہا۔ اس لیے سو گئی۔ لیکن ڈیڈی! آپ کب تک میرے اندر آتے رہیں گے اور مجھے اپنا تابع دار بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے؟ پلیز، میرا پیچھا چھوڑ دیں۔''

بے باک مومن ہر رات اس کے اندر آکر تنویمی عمل کرتا تھا۔ اس لیے وہ عمل اس قدر مستحکم ہوگیا تھا کہ اس کے دماغ پر کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اثر انداز نہیں ہوسکتا تھا۔

کرونا اور ٹونی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ حیرانی سے سوچنے لگے۔ کرونا نے کہا۔''واقعی اس کا دماغ غیر معمولی ہے۔ اس کی باتوں سے معلوم ہوا ہے کہ ماسٹر بھی بیٹی پر عمل کرنا چاہتا ہے مگر ناکام رہتا ہے۔''

ٹونی نے کہا۔''اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس پر اثر انداز نہیں ہوسکتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی اس کے دماغ کو لاک بھی نہیں کر سکے گا۔ ہم جب چاہیں گے اس کے اندر با آسانی جاسکیں گے اور اس کے خیالات پڑھ سکیں گے۔''

''ٹھیک ہے، اب ذرا مونیکا کے اندر چلو۔ شاید ہم اسے تابع دار بنا سکیں گے؟''

وہ اس کے اندر آئے تو وہاں مردانہ آواز سن کر فوراً ہی محتاط ہوگئے۔ انہوں نے ماسٹر سے کبھی براہ راست بات نہیں کی تھی۔ اس لیے اس کی آواز اور لب و لہجے کو پہچان نہیں رہے تھے لیکن تھوڑی دیر بعد ہی پتا چل گیا کہ وہ اپنی بیوی کو معمولہ اور تابع دار بنا رہا ہے۔ اس کے دماغ کو لاک کر دینا چاہتا ہے۔

اس نے عمل کے دوران مونیکا کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ آیندہ اپنے بیٹے کے سلسلے میں اپنے شوہر پر شبہ نہیں کرے گی۔ یہ یقین رکھے گی کہ بیٹا جہاں بھی ہے۔ زندہ سلامت ہے اور باپ اس کی حفاظت کر رہا ہے۔

اس نے ایک عامل کی حیثیت سے بیوی کو حکم دیا کہ وہ کبھی اپنے بیٹے سے ملنے کی خواہش نہیں کرے گی۔ اسے صرف یاد کیا کرے گی۔ یہ سوچے گی کہ اس سے ملنے جائے گی تو دشمن اس کے پیچھے پڑ جائیں گے اور بیٹے کو نقصان پہنچائیں گے۔

پھر اس نے اسے حکم دیا کہ اس کے ذہن میں ایک پرائیویٹ فون نمبر نقش رہے گا۔ وہ اسی نمبر کے ذریعے اپنے شوہر سے رابطہ کرے گی مگر اس نمبر کو اپنی بیٹی سے بھی پوشیدہ رکھے گی۔

اس نے وہ فون نمبر اور مخصوص آواز اور لب و لہجہ اس کے ذہن میں نقش کیا پھر اسے دو گھنٹے تک سونے کا حکم دیا۔

اس کے بعد وہاں خاموشی چھا گئی تھی۔

خاموشی کا مطلب یہی ہونا چاہیے کہ وہ عمل کے بعد جا چکا ہے لیکن وہ موجود تھا۔ اسے شبہ تھا کہ بے باک مونیکا کے اندر رہ کر اس کے عمل کو ناکام بنا سکتا ہے۔ کرونا اور ٹونی جے اس کے اندر سے نکل آئے تھے۔ اپنی جگہ دماغی طور سے حاضر ہو گئے تھے۔ کرونا نے کہا۔''وہ اپنی بیوی کے اندر موجود ہوگا۔''

ٹونی نے کہا۔''میرا بھی یہی خیال ہے۔ ویسے ہمیں اس مخصوص لب و لہجے کے ذریعے مونیکا کے اندر جانا چاہیے۔ آزمانا چاہیے کہ ہم آئندہ بھی اس کے اندر آسانی سے پہنچ سکیں گے یا نہیں؟''

انہوں نے نئی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی تو دوبارہ اس کے اندر جگہ مل گئی۔ وہاں ویسی ہی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ماسٹر کی آواز نہیں تھی۔ وہ دونوں پھر واپس آگئے۔

کرونا نے کہا۔''ہمیں ابھی مونیکا کو مخاطب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ اطمینان ہوگیا ہے کہ آئندہ جب چاہیں گے اس کے اندر جاسکیں گے۔''

''وہ دو گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہوگی۔ اس کے بعد ہم فون کے ذریعے ماسٹر سے رابطہ کریں گے۔''

''اس نے اپنی بیوی کے ذہن میں یہ بات نقش کی ہے کہ وہ خاص نمبر کسی کو بھی نہ بتائے۔ ہم اس نمبر پر رابطہ کریں گے تو وہ سمجھ لے گا کہ عمل کے باوجود ہم مونیکا کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔''

''ہمیں اکابرین کے ذریعے اس کا جو موبائل نمبر معلوم ہوا ہے۔ پہلے اس پر رابطہ کریں گے۔ اگر ناکامی ہوگی تو پھر اس پرائیویٹ نمبر کو آزمائیں گے۔''

''میں اینا کے اندر پہنچ کر حیران ہو رہی ہوں۔ زندگی میں پہلی بار ایسا دماغ دیکھا ہے جو ٹیلی پیتھی کی لہروں سے بھی متاثر نہیں ہوتا ہے۔''

ٹونی نے پوچھا۔''یہ بے باک مومن کون ہے؟''

''یہ نام میرے لیے بھی نیا ہے۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ سونیا نے اسے بیٹا بنایا ہے اور وہ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں شامل ہوگیا ہے۔''

ٹونی نے کہا۔''سونیا اس سے بہت اہم کام لے رہی ہے۔ اسے ماسٹر کی فیملی میں پہنچا دیا ہے اور وہ اس کی بیٹی کو محبت کے جال میں پھانس رہا ہے۔''

''بے باک ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ ابھی

زیادہ تجربہ کار نہیں ہوگا۔ ہم اسے بھی ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنا سکتے ہیں۔''

''ہاں، ہم ایسے کسی موقع کی تاک میں رہیں گے۔ جب بھی وہ ہماری گرفت میں آئے گا۔ ہم اسے ہپناٹزم کے ذریعے جکڑ لیں گے۔''

وہ دونوں باتیں کرتے رہے پھر دو گھنٹے کے بعد مونیکا کے اندر پہنچے تو وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو چکی تھی۔ ٹونی نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''مجھے اپنے رچ مین سے رابطہ کرنا چاہیے۔''

ایسی سوچ پیدا ہوتے ہی اسے یاد آیا کہ ایک نیا نمبر اس کے ذہن میں نقش کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعے وہ رچ مین سے بات کر سکتی ہے۔

ٹونی جے اس نمبر کو آزمانا چاہتا تھا جو اسے اکابرین کے ذریعے معلوم ہوا تھا۔ اس نے مونیکا کے اندر سوچ پیدا کی۔ ''نئے فون نمبر کو میں پھر کسی وقت ٹرائی کروں گی۔ ابھی پرانے نمبر پر رابطہ کرنا چاہیے۔''

وہ اسی سوچ کے مطابق اپنے موبائل پر نمبر پنچ کرنے لگی۔ رابطہ ہونے پر فون کو کان سے لگایا تو دوسری طرف سے ریکارڈنگ سنائی دے رہی تھی کہ فی الحال آپ کے مطلوبہ نمبر سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ ڈائل کریں۔

مونیکا رابطہ ختم کر کے ذہن میں نقش کیے ہوئے اس نئے نمبر کو پنچ کرنے لگی پھر فون کو کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو مونیکا! نیند سے جاگ گئیں؟''

''ہاں، اب شاور لینے جا رہی تھی۔ ویسے میں نے پہلے والے نمبر پر رابطہ کرنا چاہا تھا لیکن پتا چلا تم نے وہ نمبر بند کیا ہوا ہے۔''

''اس نمبر کو بھول جاؤ۔ میں نے وہ سم پھینک دی ہے۔ یہ نہیں چاہتا کہ دشمن اس نمبر کے ذریعے مجھے پریشان کرتے رہیں۔ یہ نیا نمبر صرف تمہیں یاد رہنا چاہیے۔ بیٹی کو بھی رازدار نہ بنانا۔''

''یہ بات میرے ذہن میں ہے کہ اپنے اہم معاملات میں آئندہ بیٹی کو شریک نہیں کروں گی کیونکہ وہ دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے۔''

''شاباش! اسی طرح سوچتی رہو۔ اب شاور لینے جاؤ۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔''

ان کا رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ الماری سے ایک لباس نکال کر واش روم کی طرف جانے لگی۔ کرونا نے ٹونی سے کہا۔ ''برین ماسٹر نے اپنے پرانے نمبر کی سم پھینک دی ہے۔ ہمیں اسی پرائیویٹ نمبر کے ذریعے رابطہ کرنا ہوگا۔''

''ہاں، اب وہ چونکے گا کہ کسی کو یہ نمبر کیسے معلوم ہو گیا؟''

''ہاں، اسے چونکانا بھی ہے اور الجھانا بھی..... میں ابھی اسے مخاطب کرتی ہوں۔''

وہ ٹونی سے موبائل فون لے کر نمبر پنچ کر کے رابطے کا انتظار کرنے لگی۔ بیل جا رہی تھی۔ وہ فوراً ہی ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ نمبر پڑھ کر سوچ رہا تھا کہ کس نے فون کیا ہے اور کیوں کیا ہے؟ تھوڑی دیر بعد آواز سنائی دی۔ ''ہیلو، کون.....؟''

کرونا نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو، مسٹر اسمتھ! یہ آواز تمہاری تو نہیں ہے۔ بائی داوے تم کون ہو؟''

''میڈم! آپ نے کس نمبر پر فون کیا ہے؟''

کرونا نے اسے وہی نمبر بتائے صرف ایک نمبر میں گڑبڑ کی۔ اس نے کہا۔ ''سوری، آپ نے رانگ نمبر ڈائل کیا ہے۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ کرونا نے مسکرا کر فون ٹونی کو دیتے ہوئے کہا۔ ''اب تم اسے کال کرو۔''

وہ دونوں لندن ایئرپورٹ پر تھے۔ ٹونی نے ایک پی سی او کے ذریعے رابطہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو، اب کون ہے.....؟''

''آپ کون ہیں؟ میری گرل فرینڈ کا فون آپ کے پاس کیسے آ گیا؟''

''کیا بکواس کر رہے ہو؟ یہ تمہاری گرل فرینڈ کا فون نہیں ہے۔ تم نے رانگ نمبر ڈائل کیا ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں ٹونی نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر سانس روک کر کرونا سے کہا۔ ''وہ میرے اندر آنا چاہتا ہے۔''

کرونا نے اس سے موبائل لے کر رابطہ کیا۔ اس بار ماسٹر نے جھنجھلا کر کہا۔ ''تم بار بار رانگ نمبر کیوں ڈائل کر رہی ہو؟''

''عجیب بے ہودہ شخص ہو۔ بار بار رانگ نمبر پر آ رہے ہو اور اُلٹا مجھے ہی الزام دے رہے ہو؟''

ادھر سے رابطہ ختم کر دیا گیا پھر اس کے بعد ہی کرونا نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور آخ تھو کہہ کر سانس روک لی۔

ماسٹر پہلے تو جھنجھلا رہا تھا۔ جب دونوں رانگ کال

کرنے والوں نے اپنی سانسیں روکیں تو وہ سنجیدگی سے سوچنے لگا۔ ''اب یہ کوئی نئی گڑبڑ شروع ہوگئی ہے؟ ایک عورت ہے اور ایک مرد۔ دونوں ہی یوگا کے ماہر ہیں اور شاید ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہیں؟ یہ کون ہوسکتے ہیں؟''

اس نے حیرانی سے سوچا۔ ''میں نے یہ نیا نمبر صرف مونیکا کے ذہن میں نقش کیا تھا۔ کسی اور کو اب تک نہیں بتایا ہے پھر ان دونوں کو کیسے معلوم ہوگیا؟''

وہ پریشان ہوگیا تھا۔ ذہن میں ایک ہی بات آرہی تھی کہ فرہاد کی آتما اب کوئی نیا گیم کھیل رہی ہے۔

فرہاد کے حوالے سے یہی بات سمجھ میں آئی کہ اس کا عمل ناکام رہا ہے۔ جب وہ عمل کر رہا تھا تو فرہاد کی آتما بھی خاموشی سے وہاں موجود تھی۔ اس نے وہ مخصوص آواز اور لب ولہجہ سن لیا ہے۔ اب اس کے ذریعے وہ جب چاہے گا' مونیکا کے اندر پہنچ جائے گا۔

گویا وہ اب تک وہیں تھا۔ جہاں سے چلا تھا اور اپنی بیوی کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہا تھا۔

ادھر کرونا نے ٹونی جے سے کہا۔ ''اب وہ پریشان ہوکر اپنی بیوی سے رابطہ کرے گا۔ میں اس کے اندر جارہی ہوں۔''

''میں بھی آرہا ہوں۔''

''نہیں، وہ اس وقت شاور لے رہی ہے۔ تمہارا جانا مناسب نہیں ہے۔''

وہ دونوں ایک لگژری ہوٹل میں پہنچ گئے تھے۔ کرونا وہاں بیٹھ کر مونیکا کے اندر پہنچ گئی۔ اس نے درست سوچا تھا۔ ماسٹر اپنی وائف کے اندر آکر بول رہا تھا۔ ''مونیکا! میں رِچ مین ہوں۔''

وہ اپنے اندر سوچ کی لہروں کو سن کر کچھ پریشان ہورہی تھی پھر بولی۔ ''مائی گڈنس، دیکھ رہے ہو، میں کس انداز میں ہوں؟ شاور لے رہی ہوں۔ میرے اندر سے جاؤ۔''

''ارے! میں تمہارا شوہر ہوں۔ مجھ سے کیوں شرما رہی ہو؟''

''مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ تم نے کہا تھا فون کے ذریعے بات کیا کرو گے۔''

''یہی کہنے آیا ہوں کہ فون کے رابطے پر لعنت بھیج رہا ہوں۔ آئندہ براہِ راست تمہارے اندر آکر رابطہ کروں گا۔''

اس نے شاور بند کرکے ایک بڑے سے تولیے میں اپنے بدن کو چھپا کر کہا۔ ''ایسی کیا آفت آگئی ہے؟ فون کا سلسلہ کیوں نہیں رکھو گے؟ میرے اندر آتے ہو تو یوں لگتا ہے جیسے کوئی اجنبی آگیا ہے میں اندر سے بالکل برہنہ ہوگئی ہوں۔''

''مونیکا! آئندہ تمہیں خیال خوانی کی لہروں کو برداشت کرنا ہوگا۔ وہ ہمارا جانی دشمن کسی بھی وقت تمہارے اندر آسکتا ہے۔ بات کرسکتا ہے۔ شاید اس وقت بھی موجود ہو؟''

کرونا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو، میں رانگ نمبر بول رہی ہوں۔''

مونیکا نے ایک دم سے چیخ کر کہا۔ ''رِچ مین! یہ میرے اندر کسی عورت کی آواز تھی۔''

''ایزی مونیکا! ایزی۔ میں بھی سن رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں کہ یہ فرہاد کی ہی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہوسکتی ہے۔''

اس نے کہا۔ ''لوماسٹر! تم پھر سے رانگ نمبر پر جارہے ہو۔ میرا تعلق فرہاد کی فیملی یا اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والیوں سے نہیں ہے۔''

''میں کیسے مان لوں کہ تم سچ بول رہی ہو؟''

''میری بات کا سچ نہیں مانو گے تو مجھے فرہاد کی آلۂ کار سمجھ کر دھوکا کھاتے رہو گے۔''

مونیکا نے پریشان ہوکر کہا۔ ''یہ کیسے سوال جواب ہو رہے ہیں؟ میرے اندر کیوں مذاکرات ہو رہے ہیں؟ فار گاڈ سیک! یہاں سے جاؤ۔''

ماسٹر نے پوچھا۔ ''ابھی تم نے میرے پرائیویٹ نمبر پر رابطہ کیا تھا۔ میں چاہتا ہوں' اسی نمبر پر مجھ سے بات کرو۔ میری وائف بہت پریشان ہورہی ہے۔ میں اسے کسی تکلیف میں دیکھنا نہیں چاہتا۔''

''یہ تو تمہیں دیکھنا ہی ہوگا کیونکہ آئندہ بھی میں اس کے اندر آتی جاتی رہوں گی۔ اگر تم سے کوئی سمجھوتا نہ ہوا تو دشمنی پر مجبور ہوجاؤں گی۔''

''تم مجھ سے دشمنی کیوں کرو گی؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ چلی جاؤ... میرے دماغ سے چلی جاؤ...''

کرونا نے کہا۔ ''اے میڈم! آرام سے بات کرو ورنہ ایسا زلزلہ پیدا کروں گی کہ دماغ پھوڑا بن کر رہ جائے گا۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''پلیز مونیکا! حالات کو سمجھو۔ ہم اس وقت بہت مشکل میں ہیں۔ صبر سے کام لو اور سہولت سے بات کرو۔''

وہ رونے لگی۔ ماسٹر نے کرونا سے کہا۔ ''اگر تمہارا تعلق فرہاد کی فیملی سے نہیں ہے تو پھر تم کون ہو؟ کیونکہ میری فہرست میں جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان میں سے کوئی عورت ایسی نہیں ہے' جو فرہاد کی فیملی سے باہر رہ کر خیال خوانی

کرتی ہو۔''

''میں کرونا ہوں۔ کیا تم نے میرا نام سنا ہے؟''

وہ اس کا نام سن کر چونک گیا۔ ''اوہ! تم تو بہت ہی پرانی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو۔ میری معلومات کے مطابق تم فرہاد کی فیملی میں شامل ہوگئی ہو؟''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں وقت اور حالات سے مجبور ہوکر اس فیملی میں گئی تھی لیکن فرہاد کی موت کے بعد ان سے علیحدگی اختیار کرچکی ہوں۔''

''الگ ہونے کی کوئی خاص وجہ ہے؟''

''پہلی اور بنیادی وجہ تو یہی ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور میں یہودی ہوں۔ ہم کبھی ایک نہیں ہوسکتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک ٹیم بنا کر فرہاد کی فیملی کے خلاف محاذ آرائی کرنا چاہتی ہوں۔ اب فرہاد نہیں ہے تو سونیا کی قوت بھی آدھی ہوگئی ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی فرہاد کے بغیر نمایاں کامیابی حاصل نہیں کرسکتے۔ کم از کم مجھ سے تو مات کھاتے رہیں گے۔''

''تم نے ابھی کہا ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم بنانا چاہتی ہو۔ کیا تم ایسا کرچکی ہو؟ یا بس خواب دیکھ رہی ہو؟''

''میرا نام کرونا ہے۔ خوابوں کی دنیا میں نہیں رہتی۔ اس وقت بھی میرے پاس چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم موجود ہے۔''

''اوہ گاڈ! کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟''

''آج نہیں تو کل میری سچائی کا یقین ہوجائے گا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی میں ہوں، دوسرا میرا شوہر ٹونی جے ہے۔ یہ بھی یہودی ہے۔''

''اور باقی کون ہیں؟''

''اپنی عقل سے سوچو، وہ کون ہوسکتے ہیں؟ میں نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اور تم سے ان دونوں کو چھینا ہے۔''

''اوہ گاڈ! ان کو مامیں رہنے والوں کو تم ہم سے چھین کر لے گئی ہو؟''

''ہاں، ابھی فرہاد کی فیملی سے بہت کچھ چھیننے والی ہوں۔ اگر تم سے بھی سمجھوتا نہ ہوا تو تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ مجھ سے کیسے کیسے نقصان اٹھاتے رہو گے؟ یہی مثال تمہارے سامنے ہے کہ میں بڑے آرام سے تمہاری بیوی کے دماغ میں پہنچی ہوئی ہوں۔''

''تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟''

''یہی کہ تم اپنی موجودہ کمزور پوزیشن کو اچھی طرح سمجھ لو۔ ویسے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تم نے فرہاد کی آتما کے مقابلے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ وہ تمام اکابرین اپنی جان کی سلامتی کے لیے فرہاد کے آلۂ کار بن گئے تھے۔ تمہیں گرفتاری پیش کرنے اور بیٹے کو منظرِ عام پر لانے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ فرہاد تمہارے گھر سے ناکام ہوکر گیا ہے لیکن ابھی وہ پوری طرح ناکام نہیں ہوا ہے۔ تمہاری بیٹی اس کے قبضے میں ہے اور اس کا بے باک مومن نامی آلۂ کار تمہارے ہاں آتا جاتا رہتا ہے۔''

''ہاں، مگر فرہاد کی آتما نے اپنی بیوی اور بچوں کی قسم کھا کر کہا ہے، وہ میری فیملی کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔''

''میں مانتی ہوں، وہ زبان کا دھنی ہے۔ فیملی کے ذریعے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا مگر کوئی دوسرا راستہ ضرور نکالے گا۔ اب تمہاری بدنصیبی کو کیا کہا جائے کہ میں اپنا گیم پلے کرنے کے لیے یہاں پہنچ گئی ہوں۔''

''میرا پھر وہی سوال ہے کہ تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟''

''میرا پھر وہی جواب ہوگا کہ اپنی موجودہ کمزور پوزیشن کو سمجھو۔ اب تک تم نے فرہاد کے معاملے میں برتری حاصل کرکے تمام اکابرین پر اپنا رعب ودبدبہ قائم کردیا ہے لیکن میں ایک ہی جھٹکے سے تمہارے سارے رعب ودبدبے کو پانی کرسکتی ہوں۔ تمام اکابرین کو فرہاد سے معافی دلانے کے لیے مونیکا پر ظلم کرسکتی ہوں۔ تمہارے بیٹے کو بھی منظرِ عام پر آنے کے لیے مجبور کرسکتی ہوں۔''

وہ ذرا تن کر بولا۔ ''اگرچہ کسی حد تک میری پوزیشن کمزور ہے لیکن اتنا بھی کمزور نہیں ہوں کہ تمہارے سامنے سر جھکا دوں۔ میرا ایک ہی بیٹا اور ایک ہی بیٹی ہے۔ اس کے بعد میں باپ بننے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ اس لیے ان دونوں سے بے انتہا محبت کرتا ہوں۔ یہ بھی نہیں چاہوں گا کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی نقصان پہنچے۔''

''بے شک، تم نے مصیبت آنے سے پہلے ہی اپنے بیٹے کو زبردست تحفظ فراہم کیا ہے۔ اسے کسی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچا دیا ہے۔ یقیناً اس کی آواز اور لب ولہجہ بدل کر اس کی شخصیت بھی تبدیل کردی ہوگی۔ اب ہم میں سے کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہیں پہنچ سکتا۔ شاید اسے تلاش بھی نہ کرسکے۔''

''اس طرح تم سمجھ سکتی ہو کہ میں نے خود کو اور اپنے بیٹے کو پوری طرح محفوظ کرلیا ہے۔ ہم باپ بیٹے کو تم کبھی نقصان

نہیں پہنچا سکو گی۔ اب رہ گئی بیوی اور بیٹی....''

وہ چپ ہو گیا۔ کرونا نے کہا۔ ''آگے بولو؟''

''میں اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا ہوں۔ بیٹی بھی میری جان ہے۔ اگرچہ دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں، اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ایک شبہ یہ بھی ہے کہ میری بیٹی کے دماغ کو واش کیا گیا ہے۔ اسے اس طرح جکڑ لیا گیا ہے کہ وہ باپ کے خلاف ہو گئی ہے اگر کبھی حالات میرے حق میں ہوئے تو میں بیٹی کو اس جال سے ضرور نکال لوں گا۔''

''ابھی ان کی نہیں میری بات کرو۔ فی الوقت میں بھی تمہارے لیے چیلنج بن گئی ہوں۔''

''میں چاہوں گا، میری بیوی اور بیٹی کو کسی طرح کا کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس کے لیے میں تم سے سمجھوتا کرنے پر تیار ہوں۔ میں انہیں محفوظ اور شاد و آباد رکھنے کے لیے تمہاری ہر شرط مانوں گا۔ صرف ایک شرط ایسی ہے، جو تم مجھ سے کبھی نہیں منوا سکو گی۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''میں سمجھ رہی ہوں۔ تم باپ بیٹے کو اپنے سامنے آنے پر مجبور نہیں کر سکوں گی۔ تم میری یہ شرط کبھی نہیں مانو گے۔''

''بالکل یہی بات ہے۔ ہم باپ بیٹے ایک فولادی قلعے میں بند ہیں۔ کوئی اس کے اندر نہ آ سکتا ہے، نہ ہمیں باہر نکال سکتا ہے۔ تم ناممکن کو ممکن بنانے کی ضد نہیں کرو گی تو ہمارے درمیان سمجھوتا ہو سکے گا۔ ہم اچھے دوست بن کر دشمن کے خلاف محاذ آرائی کر سکیں گے۔''

''کیا تمہیں اندازہ ہے، اگر میرے ساتھ سمجھوتا نہیں کرو گے تو میں تمہاری بیوی اور بیٹی کے ساتھ کیا سلوک کروں گی؟ وہ دن رات کیسے کیسے عذاب میں مبتلا ہوتی رہیں گی؟''

''ہاں، مجھے اتنا اندازہ تو ہے۔''

''کیا تم انہیں ہر روز موت کی طرف جاتے اور پھر واپس آتے دیکھ سکو گے؟''

وہ بڑے مستحکم لہجے میں بولا۔ ''کرونا! ہر انسان کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے۔ میری بیوی اور بیٹی کو بھی مرنا ہے۔ میں ایک حد تک انہیں تکالیف سے گزرتے دیکھوں گا۔ جب مجھ سے برداشت نہیں ہو گا تو خود انہیں مار ڈالوں گا۔ ایسا ڈاکٹر بھی کرتے ہیں اور سگے رشتے دار بھی۔ جب اپنوں میں سے کسی کا مرض لاعلاج ہو جاتا ہے، نہ زندگی ملتی ہے، نہ موت آتی ہے تو اسے ذہنی اور جسمانی اذیتوں سے نجات دلانے کے لیے اپنے ہی ہاتھوں مار دیا جاتا ہے۔ اسے لکھ لو، میں بھی یہی کروں گا۔''

''تم واقعی فولاد ہو۔ تمہیں اپنی مرضی سے موڑنا مشکل ہو گا۔ لیکن ناممکن نہیں ہو گا۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گی اور بتاؤں گی کہ آئندہ تمہاری بیوی اور بیٹی کی زندگی کیسے حرام کر سکتی ہوں؟''

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ ٹونی اس کے اندر موجود رہ کر تمام باتیں سنتا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''برین ماسٹر کے لہجے کی پختگی بتا رہی ہے، وہ اپنی اور اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے بیوی اور بیٹی کو بھی قربان کر دے گا۔ اس میں شبہ نہیں ہے۔ اس نے فرہاد کو شکست دی ہے اور اب ہمیں مات دینا چاہتا ہے۔''

''ہمیں اس محاذ پر شکست ہو گی تو ہم دوسرے محاذ پر اس سے برتری حاصل کر لیں گے۔ تمام ممالک کے اکابرین چاہتے تھے کہ مونیکا کو ٹارچر سیل میں لے جا کر اذیتیں دیں اور ماسٹر کو جھکنے پر مجبور کر دیں۔ وہ لوگ ایسا نہ کر سکے لیکن ہم کریں گے تو تمام اکابرین خوش ہو جائیں گے۔ ہم ان کا اعتماد حاصل کر کے ماسٹر کے خلاف محاذ آرائی کریں گے۔ اس طرح اس کی مشکلات بڑھ جائیں گی۔ اسے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارے پاس چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم ہے۔ شاید وہ اسی لیے کسی سمجھوتے پر آمادہ ہو جائے؟''

ٹونی نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں کرونا! فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد ہم سے زیادہ ہے۔ ماسٹر ان سے خوفزدہ نہیں ہے۔ کبھی ان کے دباؤ میں نہیں آیا پھر ہمارے دباؤ میں کیسے آئے گا؟''

''بے شک، وہ ہمارے دباؤ میں نہ آئے لیکن ہم اس کے دن رات کا سکون برباد کر دیں گے۔ ہو سکتا ہے، اس کی بیوی اور بیٹی کے ذریعے اس کی کچھ کمزوریاں ہماری نظروں میں آ جائیں۔ دیکھتے ہیں، آئندہ کیا ہو گا؟''

ٹونی جے نے امریکی اکابرین میں سے ایک اعلیٰ عہدے دار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''فرہاد کی آتما نے تم سے دشمنی ختم کرنے کے لیے صرف ایک مطالبہ کیا تھا کہ برین ماسٹر کے بیٹے کو منظر عام پر لایا جائے۔ میں حیران ہوں، تم لوگوں نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ فرہاد ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہلاتا ہے۔ اس کے پاس بے شمار خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ تمہارے پاس بھی کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں پھر تم سب نے ماسٹر سے شکست کیسے تسلیم کر لی؟''

اس عہدے دار نے کہا۔ ''پہلے یہ تو بتاؤ، تم کون ہو؟''

''میں ٹونی جے بول رہا ہوں۔''

''اوہو، تو یہ تم ہو ٹونی جے...؟ تم ہمارے وفادار تھے لیکن بعد میں غدار ہو گئے۔ آج بڑی مدت بعد ہمارے پاس آئے ہو۔ مسئلہ کیا ہے؟''

''ہم سب مل کر ماسٹر کو اپنے دباؤ میں لانا چاہتے ہیں۔''

اس نے کہا۔ ''ٹونی! ابھی کرونا اس کی بیوی مونیکا کے اندر رہ کر اس سے باتیں کر رہی تھی۔ اسے اپنے دباؤ میں لانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایسے وقت ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں موجود تھا۔ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ یہاں میرے آس پاس دوسرے اکابرین اور ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہے۔''

اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''مسٹر ٹونی جے! بڑے افسوس کی بات ہے، تم امریکی ہو کر غدار ہو گئے۔ میں مونیکا کے اندر تھا۔ کرونا کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ تم اس کے شوہر ہو۔ تم دونوں نے ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ ایک طرف ہم سے دشمنی کر رہے ہو، دوسری طرف دوستی اور ہمدردی کرنے یہاں چلے آئے ہو۔''

ٹونی نے کہا۔ ''ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان ایسی شطرنج کی بازی چلتی ہی رہتی ہے۔ کبھی ایک مہرہ حالات سے مجبور ہو کر دوسرے خانے میں چلا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ غدار ہو گیا ہے۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی سمجھدار اور چالاک ہے۔ وقت کی نبض ٹٹول کر آگے بڑھنے والا مہرہ ہے۔''

''کچھ بھی ہو... تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے ملک کی کوئی خدمت نہیں کی۔''

''اور تم سب ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں کیا کر رہے ہو؟ ہمیشہ فرہاد اور اس کے خیال خوانی کرنے والوں سے شکست کھاتے آئے ہو۔ ان کے دباؤ میں رہتے آئے ہو۔ صرف مجھے الزام نہ دو۔ تم لوگوں نے بھی اپنے ملک کے لیے کوئی نمایاں خدمات انجام نہیں دی ہیں۔''

کرونا نے کہا۔ ''اور یہ دیکھو کہ ٹونی نے ایک مدت تک الگ رہنے کے باوجود اپنے ملک امریکا کے خلاف کبھی خیال خوانی نہیں کی، کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''ہم مانتے ہیں، تم نے اپنے ملک کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کیا، نہ ہی ہمیں کوئی نقصان پہنچایا ہے۔ یہ بتاؤ، یہاں کس لیے آئے ہو؟''

''تم سب برین ماسٹر کی بیوی مونیکا کو ٹارچر سیل میں لے جا کر اس پر تشدد کرنا چاہتے تھے۔ ماسٹر کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنا چاہتے تھے لیکن اس کے نتیجے میں تم سب کو اپنی بیویوں اور بچوں کو داؤ پر لگانا پڑتا۔''

کرونا نے کہا۔ ''ماسٹر دھمکیوں سے ڈرنے والا نہیں ہے۔ ہم اس کی بیوی اور بیٹی کو ایسی اذیتوں میں مبتلا کریں گے کہ وہ لرز اٹھے گا۔ اگر خود حاضر نہیں ہو گا تو اپنے بیٹے کو ضرور ہمارے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔''

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''یہ سراسر خوش فہمی ہے۔ جب تم اس سے ایسی باتیں کر رہی تھیں۔ تب میں بھی مونیکا کے اندر تھا۔ ماسٹر کے چٹانی فیصلے کو سن رہا تھا۔ اس نے صاف طور پر کہا ہے، اگر وہ اپنی بیوی اور بیٹی کی تکالیف اور چیخ و پکار برداشت نہیں کر سکے گا تو خود اپنے ہاتھوں سے ہی انہیں ہلاک کر دے گا۔ تاکہ اسے کوئی بلیک میل نہ کر سکے۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''جب وہ ایسے عزائم رکھتا ہے تو پھر ہم میں سے کوئی بھی اسے جھکا نہیں سکے گا۔''

ایک اور اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ ''جب فرہاد کی آتما اس سے پسپا ہو گئی ہے تو ہم اور تم کیا چیز ہیں؟''

کرونا نے کہا۔ ''میں کیا چیز ہوں؟ یہ جلد ہی بتاؤں گی۔ ماسٹر سے ایسا سمجھوتا کروں گی کہ وہ میرا ہو جائے گا اور جب ہم متحد ہو جائیں گے تو سوچو، ہماری طاقت کتنی بڑھ جائے گی؟''

''جب تم اتنی طاقتور بن جاؤ گی تو ہم بھی تمہیں مان لیں گے۔ فی الحال یہ نہیں چاہیں گے کہ تم مونیکا یا اپنا پر تشدد کرو۔ ہم موجودہ حالات میں ماسٹر سے دشمنی مول لینا نہیں چاہتے۔''

کرونا اور ٹونی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ پھر ٹونی نے کہا۔ ''ٹیلی پیتھی کی دنیا میں نمایاں مقام حاصل کرنا بہت مشکل کام ہے۔ فرہاد نے برسوں مشکلات سے گزر کر بے مثال مقام حاصل کیا ہے۔ ماسٹر جب تک اپنے بیٹے کے ساتھ روپوش رہے گا۔ تب تک فرہاد سے بھی زیادہ نمایاں اور ناقابلِ شکست رہے گا۔ فرہاد کی آتما اپنے تمام دشمنوں سے انتقام لیتی رہے گی لیکن ماسٹر کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گی۔''

''ہم دونوں بھی روپوش رہتے ہیں۔ اپنا نام آواز، لب و لہجہ اور شخصیت سب ہی کچھ بدل چکے ہیں۔ کوئی ہم تک پہنچ نہیں سکتا۔ جو ماسٹر ناقابلِ شکست بنا ہوا ہے۔ ہم اسے شکستہ

کریں گے پھر ساری دنیا کو پتا چل جائے گا کہ اس کی بیوی اور بیٹی کے ساتھ کیسا سلوک کیا جارہا ہے؟ ماسٹر کس قدر مجبور ہوگیا ہے؟ ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔''

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا۔ ''ہوں، اس طرح ہمیں اس پر برتری حاصل ہوسکے گی۔ وہ فرہاد اور اکابرین کی نظروں میں کمتر ہوجائے گا۔''

''میں ابھی اس کی بیوی کو دماغی تکلیف میں مبتلا کرتی ہوں۔''

''مونیکا کو نہیں... اینا کو تکلیف میں مبتلا کرو۔ وہ بیٹی کی پریشانی دیکھ کر اپنے شوہر کو فون کرے گی۔ ہمارا مقصد تو یہی ہے کہ ماسٹر ان کی پریشانی کو دیکھ کر پریشان ہوتا رہے۔''

''ٹھیک ہے، ہم پہلے اینا کے اندر چلتے ہیں۔''

ایسے وقت بے باک بھی وہاں موجود تھا۔ اینا سے پیار بھری باتیں ہورہی تھیں۔ ان لمحات میں اس نے چھینکنے کی ضرورت محسوس کی۔ اس نے اینا سے کہا۔ ''جسٹ اے منٹ! میں ابھی آتا ہوں۔''

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ ٹھیک اسی وقت کرونا اور ٹونی اینا کے اندر پہنچ گئے۔ اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ پتا چلا کہ ابھی وہ بے باک سے پیار بھری باتیں کررہی تھی پھر وہ ابھی واپس آنے کی بات کہہ کر وہاں سے چلا گیا ہے۔

کرونا نے ٹونی سے کہا۔ ''اس سے پہلے کہ وہ واپس آئے۔ ہم اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کریں گے۔ اس کے بعد نہ یہ سنبھل پائے گی اور نہ ہی وہ خیال خوانی کرنے والا عاشق اسے سنبھال پائے گا۔''

بے باک کو تین بار چھینکیں آئیں۔ اس کے بعد وہ پھر اپنی محبوبہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پریشان ہوکر کرونا کی باتیں سن رہی تھی۔ کہہ رہی تھی۔ ''تم کون ہو اور میرے اندر آکر کس سے بات کررہی ہو؟''

وہ دونوں اسے نظر انداز کرکے اپنی پلاننگ میں مصروف تھے۔ ٹونی نے کہا۔ ''ابتدا میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کرو۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہ پہلے ہی وار میں ذہنی مریضہ بن جائے۔ ہمیں تو صرف ماسٹر کو پہنچ کرنا ہے۔''

اینا نہیں جانتی تھی کہ بے باک نے اس پر عمل کیا ہوا ہے۔ ہمیشہ اس کے دماغ کو اپنی گرفت میں رکھتا ہے۔ اس نے یہ بات اینا کو نہیں بتائی تھی۔ خیال تھا کہ وہ اسے غلط سمجھے گی اور اس کا باپ بھی اسے غلط طریقے سے پیش کرے گا۔ بہرحال یہ رازداری اب کام آرہی تھی۔ کرونا اور ٹونی جے نے اس کے اندر آکر ہر طرح کے خیالات پڑھے لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ بے باک نے اسے اپنا تابع دار بنا رکھا ہے۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں عجیب وغریب تماشے ہوتے رہتے ہیں۔ اس وقت بھی تماشا ہورہا تھا۔ کرونا نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ دونوں حیران ہوگئے۔ دوسری بار زلزلہ پیدا کرنا چاہا، تب بھی ناکامی ہوئی۔

اینا نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''یہ مجھے کیا ہورہا ہے؟ ایسا لگ رہا ہے، جیسے سر پر کوئی بوجھ ہو۔ دماغ کو ہلکا سا جھٹکا لگنے والا ہے مگر لگ نہیں رہا۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''ہوں، اب سمجھ میں آرہا ہے۔''

کرونا نے پوچھا۔ ''کیا سمجھ میں آرہا ہے؟''

''یہی کہ بے باک یہاں پہنچا ہوا ہے۔ اس نے اس کے دماغ پر پوری قوت سے قبضہ جما رکھا ہے۔''

''ہاں، یہی بات ہے۔ اپنی محبوبہ کو بچانے کے لیے عاشق آپہنچا ہے۔''

بے باک نے کہا۔ ''تم اپنے عاشق کے ساتھ یہاں سے دفع ہوجاؤ تو بہتر ہوگا۔''

کرونا نے پوچھا۔ ''تم کب تک یہاں قبضہ جمائے رکھو گے؟ ہم کسی وقت بھی آکر اس کے دماغ میں اپنے جھنڈے گاڑ دیں گے۔''

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''آیندہ تمہیں جگہ نہیں ملے گی۔ تمہاری خیال خوانی کی لہریں دھکے کھا کر یہاں سے نکل جائیں گی۔''

''یعنی تم تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کردو گے؟''

''اس کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میں پہلے ہی عمل کرچکا ہوں۔ لو! تماشا دیکھو...''

یہ کہہ کر اس نے اینا کو مخاطب کیا۔ ''اینا! میری جان! میرے حکم کے مطابق تصور کی آنکھ سے سرخ سگنل کو دیکھو۔''

دوسرے ہی لمحے اس نے ایک سرخ سگنل کو دیکھا پھر بے باک کے عمل کے مطابق اس کا دماغ لاک ہوگیا۔ صرف کرونا اور ٹونی جے کی ہی نہیں۔ بے باک کی بھی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے باہر نکل گئیں۔

بے باک نے اس کے دماغ کو دو طریقوں سے لاک کیا تھا۔ ایک تو مخصوص آواز اور لب ولہجہ اس کے ذہن میں نقش کیا تھا۔ دوسری یہ بات نقش کی تھی کہ ہنگامی حالات میں جب

وہ سرخ سگنل دیکھے گی تو اس کا دماغ خود بخود لاک ہوجائے گا۔

کرونا اور ٹونی یہ نہیں جانتے تھے کہ آواز اور لب ولہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا گیا ہے۔ وہ دونوں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوکر اُلجھ گئے۔

کرونا نے کہا۔ ''یہ کم بخت کالا کلوٹا بے باک کالے بلے کی طرح راستہ کاٹ رہا ہے۔ ہمیں ماسٹر کے مقابلے میں کمزور بنا رہا ہے۔''

''ہوں، اب ایک مونیکا رہ گئی ہے۔ ہم اس کے ذریعے ماسٹر کو پریشان کرسکتے ہیں۔ بہرحال مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ہم اینا کے سلسلے میں کوئی آزمودہ نسخہ استعمال کریں گے۔ ماں کے ذریعے بیٹی کو اعصابی کمزوری کی دوا کھلائیں گے۔ جب وہ دماغی طور پر کمزور ہوجائے گی تو ہم دوبارہ اس کے دماغ کو لاک نہیں ہونے دیں گے۔''

''ہمیں یہی کرنا ہوگا۔ چلو، اب مونیکا کے پاس چلتے ہیں۔''

''وہاں جانے سے پہلے یہ سوچ لو کہ ماسٹر اس کے دماغ پر قبضہ جما سکتا ہے۔ ہمیں عارضی طور پر ناکام بنا سکتا ہے۔''

''کوئی ضروری نہیں کہ اس وقت وہ اپنی بیوی کے اندر موجود ہو۔''

''پہلے میری بات کو اچھی طرح سمجھو۔ اگر ابھی موجود نہیں ہوگا تو ہم سب سے پہلے مونیکا کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی بیٹی کے دماغ کو کمزور بنائیں گے۔ اس کے بعد مونیکا کو ذہنی اذیت میں مبتلا کرکے ماسٹر کو پریشان کریں گے۔''

وہ قائل ہوکر بولی۔ ''یہ تم بہت اچھا مشورہ دے رہے ہو۔''

وہ آیندہ کوئی قدم اٹھانے کے سلسلے میں باتیں کررہے تھے۔ ایسے وقت بے باک نے مونیکا کے اندر آکر کہا۔ ''گڈ نائٹ ساسوماں...!''

وہ چونک کر بولی۔ ''تم پھر میرے اندر آگئے؟ میں نے تمہیں سمجھایا ہے، مجھے ساسوماں نہ کہا کرو۔''

''میں تمہاری بیٹی کے ساتھ آسمان سے جوڑا بنوا کر آیا ہوں۔ تمہیں میری ساس کہلانا ہی ہوگا۔ ابھی تو تمہیں انفارم کرنے آیا ہوں کہ کرونا تمہارے اندر آنے والی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے وہ اینا کے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے ناکام بنا دیا ہے۔''

''کیا؟ کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟''

''بالکل! فوراً میرے سسر کو فون کرو۔ اسے اپنے پاس بلاؤ۔ میں تمہارا شوہر نہیں داماد ہوں۔ رکھوالی کرنے والے کو شوہر کہا جاتا ہے۔ اسے بلاؤ۔''

وہ فون اٹھاتے ہوئے بولی۔ ''اب میرے اندر سے جاؤ۔ میں ایک پرائیویٹ نمبر پنچ کرنے والی ہوں۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''میری ساسوماں! میں پہلے ہی تمہارے چور خیالات سے وہ نمبر معلوم کرچکا ہوں۔ چلو رابطہ کرو...''

وہ اس کی مرضی کے مطابق نمبر پنچ کرنے لگی پھر فون کو کان سے لگا کر سنا تو دوسری طرف بیل جارہی تھی۔ ایسے ہی وقت اس کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر صوفے پر گر گیا۔ کرونا کی آواز سنائی دی۔ ''اپنے میاں کو بلانے کی ایسی جلدی بھی کیا ہے؟''

مونیکا نے پریشان ہوکر کہا۔ ''تم...؟ تم پھر آگئیں؟''

وہ بولی۔ ''تمہاری بیٹی کی صحت دن بہ دن گررہی ہے۔ اس کا کچھ خیال کرو۔ چلو! اس کے لیے فوراً جوس بنا کر لے جاؤ۔''

ادھر ماسٹر اپنے فون پر مونیکا کے نمبر دیکھ رہا تھا۔ اس نے فون آن کرکے کان سے لگایا لیکن زبان سے کچھ کہنے کے بجائے خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں کرونا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

وہ فون بند کرکے یہ دیکھنے لگا کہ کرونا اس کی بیوی سے کیا کہنا چاہتی ہے؟ اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتی ہے؟

اس وقت مونیکا کہہ رہی تھی۔ ''میں اپنی بیٹی کو جوس بنا کر کیوں دوں؟ تمہیں اس کی اتنی فکر کیوں ہے؟ تم چاہتی کیا ہو؟''

ٹونی کی آواز سنائی دی۔ ''تمہارے ہونے والے داماد نے اینا کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ تم جوس میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا کر دو گی تو اس کے دماغ کے دروازے ہمارے لیے کھل جائیں گے۔''

وہ تن کر بولی۔ ''میں ہرگز ایسا نہیں کروں گی۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کو زہر دوں گی؟''

کرونا نے کہا۔ ''تمہارا تو باپ بھی اسے دوا پلائے گا۔ چلو اٹھو...!''

اس نے مونیکا کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے صوفے سے اٹھانا چاہا تو کامیاب نہ ہوئی۔ وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ بے باک کی آواز سنائی دی۔ ''میں جانتا تھا، اینا کی طرف سے ناکام ہوکر تم مونیکا کے پاس آؤ گی۔ ماں بیٹی دونوں کو نقصان

پہنچانا چاہو گی۔''

ٹونی نے کہا۔ ''مسٹر بے باک! تم ہمارے راستے کی دیوار بن کر اچھا نہیں کر رہے ہو۔''

''تمہارے لیے نہ سہی۔ اپنے لیے تو اچھا کر رہا ہوں۔''

پھر اس نے مونیکا سے کہا۔ ''اے میری ساسو ماں! وہ سسرا کیوں نہیں آیا ہے؟ میں کب تک تمہاری رکھوالی کروں؟''

ماسٹر نے کہا۔ ''میں یہاں موجود ہوں۔ تم ذرا تمیز سے بات کیا کرو۔''

بے باک نے کہا۔ ''یہ بدتمیزی نہیں ہے بلکہ رشتہ داری ہے۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں جا کر معلوم کرو۔ بیوی کے باپ کو سسرا اور ماں کو ساسو ماں کہتے ہیں۔''

اس نے ناگواری سے کہا۔ ''اچھا بکواس نہ کرو۔ جاؤ یہاں سے۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔''

پھر اس نے کرونا سے کہا۔ ''تم کچھ زیادہ ہی پھیل رہی ہو۔ یہ بات اچھی طرح سمجھتی ہو کہ حالات نے اب تک مجھے اپنی بیوی پر عمل کرنے کا موقع نہیں دیا ہے۔ میں نے اس کے دماغ کو لاک نہیں کیا ہے۔ اس لیے تم اس کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہو؟''

''ابھی ناکامی ہو رہی ہے تو کوئی بات نہیں۔ آج نہیں تو کل فائدہ بھی ہوگا۔ تمہیں اتنا موقع نہیں دوں گی کہ اپنی بیوی کے دماغ کو لاک کر سکو۔ ہم چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور چاروں باری باری اس کے اندر موجود رہیں گے۔''

ٹونی نے کہا۔ ''اور اگر تم نے کسی بھی طرح اس کے دماغ کو لاک کر بھی لیا تو ہمارے لیے زیادہ فرق نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہمیں اس رہائش گاہ کا پتا معلوم ہے اور ہم یہاں سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ اچھی طرح سوچتے رہو کہ ہم اور کیا کر سکتے ہیں؟''

''بے شک، میری مشکلات اور پریشانیاں بڑھ رہی ہیں لیکن میں بھی حوصلہ ہارنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میرے لیے یہ بات اطمینان بخش ہے کہ اپنے بیٹے کے ساتھ پوری طرح محفوظ ہوں پھر میری بیٹی کو فرہاد کا ایک آلۂ کار تحفظ فراہم کر رہا ہے۔ مجھ پر حملہ کرنے کے لیے صرف ایک مونیکا تمہارے سامنے ہے، میری پوری کوشش ہوگی کہ تم میں سے کوئی بھی میری بیوی کو آلۂ کار نہ بنا سکے۔''

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ماسٹر نے پوچھا۔ ''خاموش کیوں ہو؟ جواب دو؟''

کوئی جواب نہ ملا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ دونوں وہاں سے جا چکے ہیں۔ ماسٹر نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے بابر کو طلب کیا پھر اسے حکم دیا کہ تم میری وائف کے اندر موجود رہو گے۔ کرونا اور ٹونی اسے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ جب بھی وہ ادھر کا رُخ کریں تو تم مونیکا کی حفاظت کرو گے اور مجھے بلاؤ گے۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر کرونا اور ٹونی کے متعلق غصے سے سوچنے لگا۔ یہ اندیشہ ہمیشہ رہتا تھا کہ وہ دونوں کسی وقت بھی موقع پا کر اس کے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کر سکتے تھے۔ اسے ذہنی مریضہ بنا سکتے تھے۔ اس کے بعد وہ، بے باک یا جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے مونیکا کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہتے تو ناکام رہتے کیونکہ وہ ذہنی مریضہ بن چکی ہوتی۔ ذہن اس قدر کمزور ہوتا کہ ایک طرف تو وہ اپنے شوہر کی بات سے متاثر ہوتی اور دوسری طرف دشمن اسے متاثر کرتے رہتے۔

ایسے ہی وقت آؤ ڈی مین نے فون پر رابطہ کیا۔ اسکرین پر اس کے نمبر پڑھے تو ایک دم سے چونک کر سوچنے لگا کہ اوہ گاڈ! میں آؤ ڈی مین کو کیوں بھول رہا ہوں؟ وہ حیدر آباد دکن سے واپس آنے کے بعد لندن پہنچا ہوا ہے اور ٹونی کی باتوں سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ دونوں بھی لندن میں ہیں۔

وہ آؤ ڈی مین کے اندر جا کر بولا۔ ''یہ تم نے بہت اچھا کیا، جو لندن چلے آئے۔ میں تمہارے اندر ایک عورت اور ایک مرد کی آواز لب و لہجہ سنا رہا ہوں۔ اسے ذہن نشین کرو، یہ آوازیں تمہیں لندن شہر میں کہیں بھی سنائی دیں گی۔''

''مجھے ان دونوں کی آوازیں سنائیں۔''

ماسٹر نے پہلے ٹونی کی آواز اور لب و لہجے کی نقل کی۔ اس کے اندر اسی طرح سے بولنے لگا۔ آؤ ڈی مین نے کہا۔ ''بس اتنا کافی ہے۔ یہ آواز اور لب و لہجہ میرے اندر نقش ہو چکا ہے۔''

پھر اس نے کرونا کی آواز اور لب و لہجے کی نقل کی۔ دو چار بار اس کی طرح بولا پھر کرونا کا لب و لہجہ بھی اس کے ذہن میں نقش ہو گیا۔

اس نے پوچھا۔ ''اس وقت تم ہو کہاں؟''

''یوں تو لندن کے ایک ہوٹل میں قیام ہے لیکن ابھی ایک ریسٹورنٹ میں ہوں۔ مجھے یہاں کے جھینگے بہت پسند ہیں۔ یہی کھانے آیا ہوں۔''

''یہ شوق پھر کبھی پورا کر لینا۔ اپنے آس پاس پانچ کلومیٹر تک کی آوازیں سنو۔ اگر ان دونوں میں سے کسی کی

بھی آواز سنائی نہ دے تو پانچ کلومیٹر دور جا کر پھر اگلے پانچ کلومیٹر دور تک کی آوازیں سنو اور تم اسی پانچ پانچ کلومیٹر دور تک کا فاصلہ طے کرتے رہے تو صبح ہونے سے پہلے ہی ان کی آوازیں ضرور سن لو گے۔''

وہ اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگا، ادھر بابر خیال خوانی کے ذریعے مونیکا کے اندر موجود تھا۔ وہ بے چینی محسوس کرتے ہوئے بولی۔ ''کیا تم میرے اندر موجود ہو؟''

اس نے کہا۔ ''یس میڈم! باس کا یہی حکم ہے۔''

''کیا مصیبت ہے؟ تم میرے خیالات پڑھ رہے ہو گے اور پتا نہیں میرے اندر کی کیسی کیسی باتیں معلوم کر رہے ہو گے؟''

''میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کے خیالات نہیں پڑھ سکتا ہوں۔ میں باس کا غلام ہوں، انہوں نے مجھے سختی سے منع کیا ہے۔ میں ان کے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔ آپ میری طرف سے مطمئن رہیں۔''

بے باک کی آواز سنائی دی۔ ''ساسو ماں! ایروں غیروں کو اپنے اندر بلانے کی کیا ضرورت ہے؟ میں جو تمہارا ہونے والا داماد ہوں، دن رات یہاں نگرانی کروں گا تو انعام میں تمہاری بیٹی ملے گی۔''

''بکواس مت کرو۔ میں کسی بھی کالے کو اپنا داماد نہیں بناؤں گی۔ تم سے تو کبھی رشتہ ہو ہی نہیں سکتا۔''

''کیوں نہیں ہو سکتا؟''

''اس لیے کہ تم فرہاد کے منہ بولے بیٹے ہو۔ وہ میرے شوہر کا جانی دشمن ہے۔ میرے بیٹے کو بھی نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔''

''صبر کرو ساسو ماں! میرے پاپا نہ تو تمہارے بیٹے کا مقابلہ کر رہے ہیں، نہ اسے نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس کے برعکس تم سب کی حفاظت کر رہے ہیں اور میرے ذریعے کر رہے ہیں۔ افسوس! میں بھی کس احسان فراموش خاندان کا داماد بننے والا ہوں۔''

اس نے اینا کو آواز دی وہ تیزی سے چلتی ہوئی آئی پھر بولی۔ ''یس ممی! کیا بات ہے؟''

وہ اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔ ''وہی تمہارا کلوٹا دماغ چاٹ رہا ہے۔ اسے اپنے اندر بلاؤ۔''

اینا نے اس کے سر کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''بے باک! اٹس ویری بیڈ۔ تم میری ممی کو پریشان کر رہے ہو۔''

وہ اس کے اندر آ کر بولا۔ ''پریشان نہیں کر رہا ہوں۔ رشتے کی بات کر رہا ہوں لیکن ان کی سمجھ میں میری کوئی بات نہیں آتی۔ جب دیکھو مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکالتے رہتے ہیں۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''میں تو تمہیں دل سے نہیں نکالتی اور نہ کبھی نکالوں گی۔ بس اب ممی کو پریشان نہ کرنا۔ کیا میرے پاس آ رہے ہو؟''

''تمہارے اندر آؤں گا تو دشمنوں کو بھی آنے کا موقع ملے گا۔ اس لیے میں تم سے پھر کبھی فون پر رابطہ کروں گا۔ گڈ نائٹ۔''

دوسری طرف کرونا اور ٹونی وقفے وقفے سے مونیکا کے اندر جا رہے تھے اور یہ معلوم کر رہے تھے کہ بابر اس کے اندر جم کر بیٹھا ہوا ہے اور بے باک بھی آتا جاتا رہتا ہے۔

کرونا نے کہا۔ ''کیا مشکل ہے۔ وہ محبت کرنے بھی اپنا کے اندر نہیں جا رہا ہے۔ یہ سمجھ رہا ہے کہ اس کے اندر پہنچے گا تو ہمیں بھی راستہ مل جائے گا۔''

''وہ سب ہی بہت محتاط ہو گئے ہیں۔ ذرا صبر سے کام لینا چاہیے۔ ڈنر کا وقت ہو گیا ہے۔ ہم آرام سے کھائیں گے پھر ایک گھنٹے کے بعد مونیکا کی خبر لیں گے۔''

وہ بات کر رہے تھے۔ ایسے ہی وقت آؤ ڈی مین خوشی سے اُچھل پڑا۔ اس نے فون کے ذریعے ماسٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''فوراً میرے اندر آ جائیں۔''

وہ اس کے اندر پہنچا۔ تو وہ اپنی غیر معمولی قوت سماعت کے ذریعے کرونا اور ٹونی جے کی باتیں سن رہا تھا۔ ماسٹر آؤ ڈی مین کے اندر تھا اسے صاف طور پر ان دونوں کی باتیں سنائی دے رہی تھیں۔

اس نے پوچھا۔ ''کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ دونوں تم سے کتنے فاصلے پر ہوں گے؟''

''ایک اندازے سے بتا سکتا ہوں کہ دو ڈھائی کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔''

''کیا سمت کا درست اندازہ لگا سکتے ہو؟''

''بے شک، ان کی آوازیں شمال کی سمت سے آ رہی ہیں۔ اور میں اب اسی طرف بڑھ رہا ہوں۔''

ماسٹر نے پریشان ہو کر کہا۔ ''وہ دونوں چپ ہو گئے ہیں۔ اب آوازیں نہیں آ رہی ہیں۔''

''کوئی بات نہیں، ابھی کرونا نے فون پر کھانے کا آرڈر دیا ہے۔ آپ نے بھی سنا ہوگا وہ واش روم جانے کی بات کہہ رہی تھی؟ ظاہر ہے وہ ایک ہی کمرے میں ہونے کے باوجود فی الحال ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ جب وہ واپس آئے گی اور کھانا کمرے میں آ جائے گا تو وہ دونوں پھر سے باتیں

کرنے لگیں گے۔''

''ان کی باتوں سے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ انہوں نے کسی ہوٹل میں قیام کیا ہوا ہے۔''

''جی ہاں، وہ کسی ہوٹل میں ہی ہیں۔ میں نے کار کی رفتار سست کر لی ہے۔ مجھے کئی راستوں پر کبھی دائیں کبھی بائیں مڑنا ہوتا ہے۔ اسی طرح سمت بھی بدل رہی ہے۔ آیندہ ان کی آواز سنائی دے گی تو صحیح سمت کا اندازہ کر کے تیزی سے آگے بڑھوں گا۔''

ماسٹر اس کے اندر موجود رہا۔ بے چینی سے انتظار کرنے لگا، ایسے وقت انتظار کی ہر گھڑی بھاری لگتی ہے۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد کرونا کی آواز سنائی دی۔ ''میں تو فریش ہو گئی ہوں۔ کیا تم واش روم جاؤ گے؟''

ٹونی کی آواز سنائی دی۔ ''ہاں، میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ ابھی منہ ہاتھ دھو کر دس منٹ میں آتا ہوں۔''

آوڈی مین ان کی آوازیں سنتے ہی ان کی سمت کار کو دوڑانے لگا۔ پہلے بھی وہ صحیح راستے پر تھا۔ اس طرح اس نے ڈیڑھ کلو میٹر کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔ اب صرف ایک کلو میٹر کے فاصلے سے ان کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی تھی۔

ماسٹر کی بے چینی بڑھ گئی۔ اس نے کہا۔ ''کار کو یہیں روک لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی دوسری سمت نکل جاؤ۔ ابھی پھر آوازیں سنائی دیں گی۔ اس کے بعد ہی آگے بڑھنا۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی کرونا کی گنگناہٹ سنائی دی۔ اس کے پاس چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی قوت تھی اور اب وہ ماسٹر کو پریشانیوں میں مبتلا کر رہی تھی۔ اس نے اپنی بیوی کے دماغ میں بھی ایک پہرے دار کو بٹھا دیا تھا۔ اس سے ظاہر تھا کہ ماسٹر کا سکون برباد ہو رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھی۔ مستی میں گنگنا رہی تھی۔

یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی مستی بھری گنگناہٹ اس کے بہت بڑے دشمن کو اس کے قریب پہنچا رہی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد گنگناہٹ بند ہو گئی۔ آوڈی مین نے کار روک کر حیرانی سے کہا۔ ''باس! میں اس ہوٹل کے سامنے ہوں۔ جہاں میرا قیام ہے اور یہیں سے ابھی اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔''

''تھینکس گاڈ! تقدیر میرا ساتھ دے رہی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میں کس قدر ذہنی اُلجھن میں مبتلا تھا۔ تمام دشمنوں سے خود کو اور اپنی فیملی کو محفوظ کرنے کے بعد صرف مونیکا کی فکر تھی اور وہ چڑیل کرونا میرے لیے چیلنج بن گئی تھی۔ اب میں اس کے کس ہتھ ڈھیلے کر سکوں گا۔''

اس نے آوڈی مین سے کہا۔ ''تم یہاں کیوں رُک گئے ہو؟ جب آواز اسی ہوٹل سے آ رہی ہے تو تمہیں اندر جانا چاہیے؟''

''میں کھلی فضا میں رہ کر آوازیں سن رہا ہوں۔ یہ یقین کرنا چاہتا ہوں کہ وہ آوازیں کھلی فضا سے نہیں ہوٹل کے اندر سے آ رہی ہیں۔''

''یہ تم ہوٹل کے اندر پہنچ کر بھی معلوم کر سکتے ہو۔ فوراً یہاں سے آگے بڑھو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم دشمنوں کے قریب پہنچتے پہنچتے کسی بھی وجہ سے دور ہو جاؤ۔''

اس نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ کار کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھایا اور تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کے احاطے میں پہنچ گیا۔ پارکنگ ایریا میں آ کر ایک طرف کار روک دی۔ اس نے اپنے ذہن اور قوت سماعت کو کرونا اور ٹونی جے پر مرکوز رکھا تھا۔

ابھی خاموشی تھی۔ ان دونوں میں سے کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ماسٹر کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ چلو باہر نکلو، وزیٹر لابی میں جاؤ۔''

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وزیٹر لابی میں آیا تو کرونا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ میں کھانے کے ساتھ سیون اپ لینا چاہتی ہوں، تم کیا لو گے؟

ٹونی نے کہا۔ ''میں بھی سیون اپ ہی پیوں گا۔''

پھر اس نے ویٹر سے کہا۔ ''سیون اپ کی ایک لیٹر کی بوتل لے آؤ۔''

پھر خاموشی چھا گئی۔ ان کی آوازیں سنتے ہی آوڈی مین سر اٹھا کر اوپر کی طرف دیکھ رہا تھا پھر تیزی سے چلتا ہوا زینے سے چڑھتا ہوا اوپر جانے لگا۔ ماسٹر نے پوچھا۔ ''لفٹ استعمال کیوں نہیں کی؟''

''ہو سکتا ہے میں لفٹ کے ذریعے بہت اوپر والے فلور پر پہنچ جاؤں۔ ایک ایک فلور اوپر چڑھوں گا تو درست اندازہ ہو سکے گا کہ وہ کس فلور پر ہیں؟''

وہ قائل ہو کر بولا۔ ''رائٹ یو آر... آرام سے اوپر چڑھتے رہو۔ ابھی ان کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ وہ کم بخت پھر سے خاموش ہو گئے ہیں۔''

وہ آہستہ آہستہ چڑھتا ہوا تیسرے فلور پر پہنچا۔ ایسے وقت ٹونی کی آواز سنائی دی۔ ''یہ فش کڑی لوگی یا فرائی فش پسند

نیو شاہین ہومیو فارما کراچی کا ایک اور کرشمائی فارمولا

زیڈ ٹیب

شوگر کا مکمل علاج سے

قیمتی امپورٹڈ اجزاء سے تیار کیا گیا
ہر قسم کے مضر اثرات سے پاک

پینز ٹیب

جوڑوں اور جسم کے ہر قسم کی دردوں کا مکمل علاج

کیا آپ پرانے دردوں کے ہاتھوں پریشان ہیں، تو اب لیجئے پینز ٹیب سر سے لے کر پاؤں تک ہر قسم کے دردوں کو دے مکمل آرام

برائے طبی مشورہ
0321-2554589

گھر بیٹھے بذریعہ VPP بھی ادویات منگوا سکتے ہیں
Shaheenhh@hotmail.com
0320 - 4224712

شاہین ہومیو اینڈ ہربل، سائیکل مارکیٹ آرام باغ کراچی فون: 2627277

MARI

ہے؟''

آوڈی مین نے فوراً ہی سر اٹھا کر اوپر کی طرف دیکھا پھر تیزی سے زینے کے ذریعے چوتھے فلور کی طرف جانے لگا۔ کرونا کہہ رہی تھی کہ مجھے توتش بہت ہی پسند ہے۔ میں کڑی بھی لوں گی اور فرائی بھی۔''

اس نے کہا۔ ''تمہاری فطرت عجیب ہے۔ تم سارے ہی مزے لیتی ہو اور سارے ہی دشمنوں کو زیر کر دینا چاہتی ہو۔''

''یہ تو تم اب دیکھو گے کہ میں کس طرح ایک کے بعد ایک کو اپنے زیر اثر لاتی رہوں گی۔ بس، یہ کم بخت ماسٹر مچھلی کے کانٹے کی طرح حلق میں اٹک گیا ہے۔ اسے نگل لوں۔ سمجھو تمام اکابرین پر ہماری دھاک بیٹھ جائے گی۔''

آوڈی مین پانچویں فلور کے ایک کمرے کے سامنے آ کر رُک گیا پھر بولا۔ ''باس! وہ دونوں اسی کمرے میں ہیں۔''

''شاباش! تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ اب اپنا ریوالور نکالو اور کال بیل کا بٹن دباؤ۔''

اس نے آنکھیں پھاڑ کر کال بیل کا بٹن دبایا ماسٹر نے کہا۔ ''یاد رکھو کہ ان دونوں کو ایک ذرا سنبھلنے کا موقع نہ دینا۔ ویسے میں تمہارے اندر ہی ہوں بالکل الرٹ رہنا۔''

اندر سے ٹونی جے نے پوچھا۔ ''ہواز دیئر؟''

آوڈی مین نے کہا۔ ''روم سروس... آپ نے سیون اپ کا آرڈر دیا تھا۔''

اس نے دروازہ کھولا تو آوڈی مین نے اسی لمحے میں ایک زور کی لات ماری۔ دروازہ ٹونی کے منہ پر لگتا ہوا کھلتا چلا گیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ آوڈی مین نے اس کی ٹانگ پر گولی ماری، اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی وہ لڑکھڑاتا ہوا فرش پر گرا۔ اُدھر کرونا اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ چھلانگ لگا کر اپنے ہینڈ بیگ کی طرف گئی وہاں ریوالور نکالنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی ایک گولی اس کے بازو میں آ کر لگی۔ اس نے چیخ مارتے ہوئے زخمی بازو کو تھام لیا۔

آوڈی مین نے ایک لمحہ بھی ضایع نہیں کیا۔ فوراً پلٹ کر کمرے سے نکل کر دوڑتا ہوا ایمرجنسی ایگزٹ کے دورازے تک پہنچا۔ وہ زینہ ہنگامی حالات میں استعمال کے لیے تھا۔ دو پار فائرنگ کی آواز دور تک سنائی دی۔ بھاگ دوڑ شروع ہو چکی تھی۔ سیکیورٹی گارڈز عام زینے اور لفٹ کے ذریعے اوپر آ رہے تھے۔ اس وقت تک وہ نیچے اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

کرونا اور ٹونی فرش پر زخمی پڑے ہوئے تھے۔ گولیاں ایک کی ٹانگ اور دوسرے کے بازو کو زخمی کر کے گزر گئی تھیں۔ تکلیف تو ہو رہی تھی لیکن اس دہشت نے تکلیف کو بھلا دیا تھا کہ ماسٹر یا سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر پہنچ چکے ہیں۔ اب ان کا غرور اور حکمرانی کا خواب خاک میں ملنے والے ہیں۔ پھولے ہوئے غبارے سے کبھی نہ کبھی ہوا نکلتی ہی ہے اور اگر اسے کچھ زیادہ ہی پھلا دیا جائے تو وہ پھٹ جاتا ہے۔ وہ دونوں بھی پھٹے پرانے ہو رہے تھے۔

ماسٹر نے انہیں مخاطب نہیں کیا تھا۔ خاموشی سے ان دونوں کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ان کے موجودہ حالات کے مطابق بہت کچھ معلوم کر رہا تھا۔ سب سے اہم معلومات تو یہ تھی کہ ان دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟

ماسٹر کو اب سے پہلے اتنی بڑی کامیابی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ ایک ہی جھٹکے میں چار ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے زیر اثر آنے والے تھے۔ وہ سب کو ہی اپنا تابع دار بنانے والا تھا۔ اس وقت سیکیورٹی گارڈز اور پولیس کمرے میں پہنچ گئی تھی۔ ان دونوں سے پوچھ گچھ ہو رہی تھی کہ وہ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ ان پر حملہ کرنے والا کون تھا؟

وہ اپنے موجودہ پاسپورٹ اور شناختی کارڈز کے مطابق جواب دے رہے تھے۔ یہ بات کبھی منہ سے نہیں نکال سکتے تھے کہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہی ان سے دشمنی کی ہے۔ ان دونوں نے یہ بیان دیا کہ ان کے ایک چھوٹے سے بیگ میں پچاس ہزار پاؤنڈ کی جیولری رکھی ہوئی تھی۔ وہ کوئی ڈاکو تھا، جانی دشمن نہیں تھا۔ انہیں زخمی کر کے وہ تمام جیولری لے گیا ہے۔

ان کے زخم گہرے نہیں تھے فوراً ہی امداد پہنچائی گئی۔ مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ قانون کے محافظ اور ہوٹل والے اپنے فرائض ادا کر کے وہاں سے جا چکے تھے۔ کرونا بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی اور وہ ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا، دونوں ہی سہمے ہوئے تھے۔ جانتے تھے کہ جس نے بھی انہیں ٹریپ کیا ہے وہ ان کے اندر آ کر ضرور بولے گا۔

مگر وہ بول نہیں رہا تھا۔ اس کی خاموشی اور زیادہ بے چین کر رہی تھی۔ ان کے اندر کھلبلی پیدا کر رہی تھی کہ آخر وہ کون ہے؟ اس نے کیوں ٹریپ کیا ہے؟ اور اگر کیا ہے تو بولتا کیوں نہیں؟

وہ ٹونی کو دیکھ کر رونے کے انداز میں بولی۔ ''کس نے ایسا کیا ہے؟ وہ بولتا کیوں نہیں ہے؟ اس نے ہمیں انتظار کی

سولی پر کیوں چڑھا رکھا ہے؟''

ٹونی نے کہا۔ ''یہی تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ایسا کرنے والا کون تھا؟ اگر چور ڈاکو ہوتا تو ہم سے رقم چھین کر لے جاتا لیکن اس نے زخمی کیا پھر کچھ کہے سنے بغیر یہاں سے بھاگ گیا۔''

''میں نے سونیا سے بدتمیزی کی تھی۔ اب یہی ایک بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ اسی نے ہم پر حملہ کرایا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''

اس نے بے بسی سے کہا۔ ''میں کیا کہوں؟ کس نے ایسا کیا ہے؟ اور جس نے بھی کیا ہو، ہمارے لیے کیا فرق پڑتا ہے؟ وہ ہمیں گود میں تو نہیں بٹھائے گا۔ اپنے قدموں میں غلام اور کنیز بنا کر رکھے گا۔''

فون کی بیل سنائی دی۔ کرونا نے سر گھما کر فون کو دیکھا پھر ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر پوچھا۔ ''ہیلو...؟''

دوسری طرف سے ایک چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو کرونا...! کہاں ہو تم؟ میں کب سے انتظار کر رہی ہوں۔ کیا میرے اندر نہیں آؤ گی؟''

کرونا کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا۔ ٹونی نے پوچھا۔ ''کون ہے؟''

ندامت اور شکست خوردگی کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ بولی۔ ''مونیکا مجھے اپنے اندر بلا رہی ہے۔''

وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسی شرمناک شکست ہو گی۔ ایک فون کال نے سمجھا دیا کہ جس ماسٹر کو بلند پروازی دکھائی جا رہی تھی۔ اسی کے قدموں میں اسے دھول بن کر رہنا ہے۔

☆☆☆

عالی اور ایمان علی جنوبی افریقا کے شہر سن سٹی پہنچ گئے۔ اس نے آگہی کے دوران میں خود کو اسی شہر میں دیکھا تھا۔ ایک بکسٹال میں مختلف قسم کے میگزین موجود تھے۔ انہی میں سے ایک میگزین کے سرورق پر اس عجوبہ کی تصویر نظر آ رہی تھی۔

یہ کہنا چاہیے کہ آگہی نے ابتدائی طور پر صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ جنوبی افریقا جا کر اس عجوبہ کے بارے میں معلوم کرو۔

آگہی کو اس کی گہرائی تک سمجھنے کے لیے بڑی ذہانت کے ساتھ تجزیہ کرنا پڑتا ہے۔ ایمان نے بھی تجزیہ کیا تھا کہ کتابیں اور رسالے معلومات کا ذریعہ ہوتی ہیں لہٰذا آگہی یہ کہہ رہی تھی کہ وہاں پہنچ کر اس عجوبے کے بارے میں معلوم کیا جا سکے گا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس عجوبے سے وہیں سامنا ہو جائے لیکن ایسا ہوتا تو وہ آگہی کے دوران میں اس کو اپنے روبرو دیکھتا۔

عالی نے کہا۔ ''ٹھیک ہے کہ تم نے اسے روبرو نہیں دیکھا ہے۔ نہ نزدیک سے نہ دور سے صرف اس کی تصویر دیکھی ہے لیکن تم نے ساؤتھ افریقا میں ہی اس کی تصویر کیوں دیکھی، کسی اور ملک یا شہر میں کیوں نہیں دیکھی؟''

''درست کہہ رہی ہو۔ ہم انڈیا سے یہاں تک آئے ہیں۔ چار گھنٹے استنبول میں بھی رہے۔ ہم نے وہاں ایسی تصویر والا کوئی میگزین وہاں نہیں دیکھا۔ وہ میگزین ہمیں اسی شہر میں ملے گا۔''

انہوں نے سب سے پہلے ایرپورٹ کے بکسٹالوں پر دیکھا۔ وہاں مختلف قسم کے بے شمار رسالے تھے لیکن وہ رسالہ نظر نہیں آیا۔ عالی نے بک سیلر سے پوچھا۔ ''ہم نے سفر کے دوران ایک مسافر کے پاس ایسا رسالہ دیکھا جس کے سرورق پر ایک عجوبے انسان کی تصویر تھی۔''

بک سیلر نے کہا۔ ''ہاں، اس رسالے کا نام وی ہے۔ وہ میرے پاس خاصی تعداد میں تھا مگر اب نہیں ہے۔ سب بک چکا ہے۔''

ایمان نے پوچھا۔ ''کہیں دوسری جگہ مل سکتا ہے؟''

''جی ہاں، آپ اندرون شہر جائیں۔ کسی بھی بکسٹال سے ضرور مل جائے گا۔''

عالی نے پوچھا۔ ''کیا واقعی ایسا کوئی عجوبہ اس دنیا میں ہے یا ایک خیالی تصویر شائع کی گئی ہے؟''

''مضمون نگار کا دعویٰ ہے کہ اس نے ایک انسان کو دیکھا ہے۔ آپ اس میگزین میں اس کا لکھا مضمون پڑھیں گی تو کچھ معلوم ہو سکے گا۔''

انہوں نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں دو کمرے حاصل کیے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہنے کے باوجود اپنے درمیان ایک فاصلہ رکھتے تھے۔ دن رات ایک ساتھ رہنے لگے تھے۔ کبھی کبھی ایک دوسرے کا ہاتھ بھی تھام لیتے تھے لیکن پاسپورٹ تک نہیں پہنچتے تھے۔

ان دونوں نے شاور لیا۔ اس طرح سفر کی کچھ تھکن دور ہوئی پھر ناشتا کر کے چائے پینے کے بعد اس میگزین کی تلاش میں نکل گئے۔ انہیں زیادہ دور نہیں جانا پڑا۔ قریب ہی ایک بکسٹال میں وہ رسالہ نظر آ گیا۔

انہوں نے فوراً ہی اسے لے کر اس کی قیمت ادا کی۔ ایمان نے کہا۔ ''عالی! یہ بالکل وہی عجوبہ ہے جسے میں آگہی کے دوران میں دیکھ چکا ہوں۔''

اس تصویر کے ساتھ لکھا ہوا تھا کہ یہ خیالی مخلوق نہیں ہے۔ ایک حقیقت ہے۔ صفحہ نمبر پچیس پر ملاحظہ فرمائیں۔

وہ دونوں قریب ہی ایک گارڈن میں گھنے درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ صفحہ نمبر پچیس پر بھی اس عجوبہ کی تصویر تھی لیکن وہ فوٹو گراف نہیں تھی۔ کسی مصور نے ہاتھوں سے بنائی تھی۔ اس مضمون کے مصنف نے لکھا تھا کہ میں بندروں کا شکاری ہوں۔ انہیں شکار کرتا ہوں۔ میرے مکان کے احاطے میں بڑے بڑے کٹہرے بنے ہوئے ہیں جن میں شکار کیے ہوئے بندروں کو رکھا جاتا ہے۔ مختلف شہروں کے ڈاکٹرز سے میرا کاروباری رابطہ ہے۔ وہ ڈاکٹرز اپنی تجربہ گاہوں میں بندروں کو چیر پھاڑ کر طبی تجربات سے گزارتے رہتے ہیں۔

میں شکار کیے ہوئے بندروں کو اچھی قیمت پر فروخت کرتا ہوں۔ بندروں کے متعلق سب ہی جانتے ہیں کہ یہ کتنے تیز اور چالاک ہوتے ہیں۔ انہیں پکڑ کر تھیلے میں ڈالنا کچھ آسان نہیں ہوتا۔ مجھے بھی محنت کرنی پڑتی ہے۔

عالی نے بور ہو کر کہا۔ ''یہ بندروں کا ذکر کیوں کر رہا ہے؟ اسے عجوبے کے بارے میں کچھ کہنا چاہیے۔''

ایمان نے کہا۔ ''ذرا صبر سے پڑھو۔ اس عجوبے سے ان بندروں کا کوئی تعلق تو ضرور ہوگا۔''

آگے لکھا تھا کہ سینگال کے جنوب میں بھوما کوٹاؤن ہے۔ اس کے نشیب میں دور تک ایک گھنا جنگل ہے۔ اس جنگل میں بندر کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

عالی سطریں چھوڑ چھوڑ کر پڑھنے لگی۔ چند پیراگراف کے بعد لکھا ہوا تھا کہ مقامی گائیڈ کے مشورے کے مطابق مجھے اس جنگل میں رات کو رکنا پڑا۔ میں نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ ایک ریسٹ ہاؤس میں قیام کیا۔

آگے جنگل کی تفصیل اور موسم کا حال لکھا ہوا تھا۔ عالی چھلانگیں مارتی ہوئی پھر ایک پیراگراف تک پہنچی وہاں لکھا تھا کہ ہم آدھی رات کے بعد شکار کے لیے نکلے۔ ایسے وقت بندر گہری نیند میں ہوتے ہیں۔ انہیں آسانی سے شکار کیا جا سکتا ہے...

عالی نے پھر سے چھلانگ لگائی۔ تقریباً تین یا چار پیراگراف کے بعد پڑھنا شروع کیا۔ وہاں لکھا تھا کہ میں تاریکی میں اپنے ماتحتوں سے بچھڑ گیا تھا۔ ایک جگہ پہنچتے ہی رُک گیا۔ اندھیرے میں دو چمکتی ہوئی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ وہ کسی جنگلی جانور کی آنکھیں ہو سکتی تھیں۔ میں ایک درخت کی آڑ میں چھپ گیا۔ اپنی گن کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر انتظار کرنے لگا اگر وہ میری طرف آتا تو میں اس پر فائر ضرور کرتا۔

گھنے درختوں کے سائے میں اس قدر کی تاریکی تھی کہ صرف چمکتی ہوئی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ جب وہ ان درختوں کے سائے سے نکل کر دوسری طرف جانے لگا تو میں شدید حیرانی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ وہ کوئی جانور نہیں تھا۔ ہماری طرح کا دو پیروں پر چلنے والا انسان تھا۔ اس کے دو ہاتھ تھے۔ چہرہ بھی تقریباً انسان نما تھا۔ ایک ناک دو کان دو آنکھیں تھیں۔ بس اس کی تھوتھنی ذرا آگے کو نکلی ہوئی تھی۔

آپ تصویر میں اسے دیکھ سکتے ہیں۔ میں نے اپنے ملک کے مشہور مصور کے سامنے جیسا بیان کیا تھا۔ ویسے ہی اس نے تصویر بنائی ہے۔ یہ تصویر مصور کی مہارت کا ثبوت ہے۔ وہ عجوبہ ہو بہو ایسا ہی تھا۔ تھا نہیں بلکہ ہے۔

اس وقت اس کے پاس ایک بڑا سا تھیلا تھا۔ اس میں کچھ سامان بھرا ہوا تھا۔ وہ ایک تھیلے کو گھاس پر کھینچتا ہوا لے جا رہا تھا۔ میں نے حیرانی سے للکارا۔ ''ہالٹ! کون ہو تم؟''

میری آواز سنتے ہی اس کے قدم رُک گئے پھر وہ ایک طرف سے دوسری طرف ایسے بھاگا کہ میں شدید حیرانی سے دیکھتا رہ گیا کیونکہ وہ پیروں کے ذریعے نہیں بھاگا تھا، چپ چاپ کھڑا ہوا تھا اور تیر کی طرح ایک سمت سے دوسری سمت جاتے ہوئے ان گھنے درختوں کی تاریکی میں کہیں گم ہو گیا تھا۔

میں نے ایک ہوائی فائر کیا۔ فائرنگ کی آواز سنتے ہی ماتحت کہیں دور سے دوڑتے ہوئے چلے آئے۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں نے یہاں ایک عجیب وغریب انسان کو دیکھا ہے۔ دیکھو وہ ایک بیگ پڑا ہوا ہے۔ میرے للکارتے ہی وہ اس بیگ کو چھوڑ کر بھاگتا ہوا وہاں تاریکی میں گم ہو گیا ہے۔

ہم سب اس بیگ کے قریب آئے۔ اسے کھول کر دیکھا تو اس میں بہت ساری جڑی بوٹیاں تھیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ عجوبہ رات کی تاریکی میں یہ جڑی بوٹیاں کہاں لے کر جا رہا تھا؟

جوتھیلا ہمیں ملا تھا۔ میں نے اسے جڑی بوٹیوں سمیت فارسٹ افسر کے آفس میں جمع کرا دیا اور اپنا بیان بھی لکھوا دیا کہ میں نے کس طرح ایک عجیب وغریب انسان کو دیکھا ہے۔

رات گزرنے کے بعد ہم نے دن میں جنگل کے اسی حصے کا رُخ کیا۔ جہاں گھنے درخت کثرت سے تھے۔ وہاں ہم دور تک دیکھتے گئے۔ وہاں نہ کوئی چار دیواری تھی، نہ کسی

گھنے درخت پر رہنے کے لیے کوئی مچان تھی نہ دور تک کوئی پہاڑ تھا اور نہ ہی چھپنے کے لیے کوئی غار تھا۔ ہم میلوں دور چلے گئے مگر اس کا سراغ نہیں مل سکا۔

میں نے جو بیان دیا اس پر فارسٹ افسر کو اور اس کے سپاہیوں کو یقین نہیں آ رہا ہے پھر بھی وہ اسے میلوں دور تک تلاش کر چکے ہیں اور یقین کر چکے ہیں کہ یہ ذہنی اختراع ہے جبکہ اسے میں نے ہی نہیں میرے ماتحتوں نے بھی کھلی آنکھوں سے اچھی طرح دیکھا ہے۔

برسوں سے کسی خلائی مخلوق کا چرچا ہوتا آ رہا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے عجیب وغریب مخلوق کو دیکھا ہے۔ سائنس دانوں نے بھی تائید کی ہے کہ مریخ پر جاندار مخلوق آباد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں سے کوئی ہماری دنیا میں آیا ہو؟ ہماری دنیا میں ایسی مخلوق کو ایلین کا نام دیا گیا ہے۔

میں یہ تو نہیں کہتا کہ رات کی تاریکی میں جسے میں نے دیکھا ہے وہ خلائی مخلوق ہے۔ میں اسے ایلین نہیں کہوں گا۔ وہ سر سے پاؤں تک انسان ہے۔ بس چہرہ کچھ ایسا ہے کہ خرگوش جیسا لگتا ہے۔ اس میں دو عجیب سی باتیں دیکھی گئیں ایک تو یہ کہ اس کی آنکھیں تاریکی میں چمکتی تھیں۔ اس کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اندھیرے میں صاف طور سے دیکھ لیتا ہے۔ دوسری عجیب سی بات اس کی تیز رفتاری تھی۔ میری للکار کو سنتے ہی وہ سیدھا پاؤں جما کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے پیروں کو ایک ذرا بھی حرکت نہیں دی تھی لیکن جیسے بجلی کوندتی ہوئی ایک سمت سے دوسری سمت چلی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ بھی تیز رفتاری سے اِدھر سے اُدھر گیا اور گھنے درختوں کی گہری تاریکی میں کہیں جا کر گم ہو گیا۔

کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ میں نے اور میرے ماتحتوں نے اسے اچھی طرح دیکھا ہے اور مجھے یقین ہے کہ جلد یا بدیر ساری دنیا اسے ضرور دیکھے گی۔ وہ ہماری اسی زمین پر کہیں ہے۔ اس لیے زیادہ عرصے روپوش نہیں رہ سکے گا۔

مضمون ختم ہو گیا۔ ایمان علی نے رسالے کو بند کیا پھر سرورق پر چھپی تصویر کو غور سے دیکھنے لگا اور سوچنے لگا۔ عالی نے کہا۔ ''یہ پڑھنے والوں کے لیے تو محض ایک قصے کہانی جیسی بات ہو گی لیکن ہمارے لیے یہ حقیقت ہے کیونکہ اس سے پہلے ہی تمہیں آگہی مل چکی ہے۔ مضمون نگار کے بیان اور اس تصویر سے پہلے تم آگہی کے اسکرین پر اسے دیکھ چکے ہو۔''

''میں سوچ رہا ہوں کہ ہمیں بھی وہاں جانا چاہیے۔ جہاں یہ بندروں کا شکاری گیا تھا۔''

''پہلے اس شکاری سے ملنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے مزید معلومات مل سکیں۔''

وہ ایک مقامی میگزین تھا۔ اس کی اشاعت اسی شہر سے ہوئی تھی۔ اس میں پبلشر کا نام پتا اور فون نمبر لکھا ہوا تھا، ایمان نے اپنے موبائل پر اس کے نمبر پنچ کیے اس سے رابطہ ہونے پر بولا۔ ''میں نے اس عجوبے کا مضمون پڑھا ہے۔ میں مضمون نگار مسٹر یکارڈو سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ اس کا رہائشی پتا اور فون نمبر بتا سکتے ہیں؟''

دوسری طرف سے کہا گیا۔ ''مسٹر! آپ ہمارے آفس میں آ کر انکوائری آفس سے معلوم کریں۔ وہاں آپ کو مسٹر یکارڈو کا پتا اور فون نمبر مل جائے گا۔''

ایمان علی نے کہا۔ ''جسٹ آ منٹ! ابھی فون بند نہ کریں۔''

اس نے اپنا فون عالی کو دیتے ہوئے کہا۔ ''اس کی آواز سنو اور خیالات پڑھو۔''

عالی نے فون لیا پھر کان سے لگا کر بولی۔ ''ہیلو مسٹر! آپ کیا فرما رہے ہیں؟''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''مجھے جو کہنا تھا وہ کہہ چکا ہوں۔ پلیز، میرا وقت برباد نہ کریں۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ عالی نے فون بند کر کے پوچھا۔ ''تم کیوں چاہتے ہو کہ میں اس کے خیالات پڑھوں؟''

''وہ کہہ رہا تھا کہ ہمیں آفس جا کر انکوائری آفس سے معلوم کرنا ہوگا۔ اتنی دور جانے سے بہتر ہے کہ تم یہیں بیٹھے بیٹھے معلوم کر لو۔''

وہ مسکراتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے اس پبلشر کے اندر پہنچ گئی پھر واپس آ کر بولی۔ ''اس بندر کے شکاری کا فون نمبر اور پتا معلوم ہو چکا ہے۔ تم اس سے فون کے ذریعے بات کرو۔ میں تمہارے اندر رہ کر سب کچھ سنوں گی پھر اس کے اندر پہنچ کر مزید معلومات حاصل کروں گی۔''

ایمان نے اس کے بتائے ہوئے نمبر پنچ کیے پھر فون کو کان سے لگایا تھوڑی دیر کے پکارڈو کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو... آپ کون ہیں؟''

''میں ایک انڈین ہوں۔ وی میگزین میں آپ کا مضمون پڑھ کر یہاں پہنچا ہوں۔ مجھے اس عجوبے سے دلچسپی ہے اور میں یقین بھی کرتا ہوں کہ بے شک آپ نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا۔ ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔''

''آپ کیسے دیکھ سکیں گے؟ جبکہ ہم نے دوبارہ آج تک اسے نہیں دیکھا ہے۔''

''آپ نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا ہے کہ وہ اگر چہ گم ہو گیا ہے لیکن جلد یا دیر ضرور نظر آئے گا۔ وہ ہماری اسی دنیا کی زمین پر ہے۔ زیادہ عرصے تک روپوش نہیں رہ سکے گا۔''

''بے شک، میں نے ایسا لکھا ہے۔''

''تو ہمیں حوصلہ نہیں ہارنا چاہیے۔ اسے پھر سے تلاش کرنا چاہیے۔ کیا آپ مجھے وہاں لے جا سکتے ہیں جہاں آپ نے اسے دیکھا تھا؟ آپ کا قیمتی وقت ضائع نہیں ہوگا۔ جو آپ کی روزانہ کی آمدنی ہے میں اس سے کچھ زیادہ ہی ادا کرتا رہوں گا۔''

''مجھے خود اس سے دلچسپی ہے۔ میں بھی پھر سے اس کی تلاش میں نکلنا چاہتا ہوں لیکن بہت بیمار ہوں۔ ڈاکٹر نے مجھے مسلسل آرام کا مشورہ دیا ہے۔ شاید میں دو یا تین دن کے بعد آپ کے ساتھ جا سکوں۔''

''کوئی بات نہیں۔ آپ اچھی طرح سے صحت یاب ہو جائیں۔ ہم دو چار دن انتظار کر لیں گے۔ بائی دا وے آپ اس سلسلے میں کچھ اور معلومات دے سکتے ہیں؟''

''یہاں کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا ایک بہت بڑا ادارہ ہے۔ میں نے وہاں کے ایک ٹیچر سے ملاقات کی تھی۔ وہ بھی اس عجوبے کے سلسلے میں مجھ سے باتیں کرتا رہا اور کمپیوٹر پر اس کی تصویر بناتا رہا۔''

''اب سے پہلے جس مصور نے اس کا خاکہ بنایا تھا وہ صرف چہرے تک محدود تھا لیکن ادارے کے ٹیچر نے مجھ سے ایک ایک تفصیل معلوم کر کے سر سے پاؤں تک اس کی تصویر بنا دی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ سر سے پاؤں تک بالکل ایسا ہی ہے جیسا میں نے اس رات دیکھا تھا۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''میں اسے متحرک بھی کر سکتا ہوں۔ یہ اسکرین پر ابھی چلتا پھرتا دکھائی دے گا۔''

''میں کمپیوٹر کے سلسلے میں گرافک اور اینیمیشن وغیرہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، بس حیرانی سے دیکھتا رہا۔ وہ اس عجوبے کو حرکت دے رہا تھا اور وہ میرے سامنے اسکرین پر چلتا پھرتا دکھائی دیا۔ کبھی اُٹھ رہا تھا کبھی بیٹھ رہا تھا۔ اسکرین کی تاریکی میں اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے کہا کہ میں جلد ہی اس کا ایک سوفٹ ویئر تیار کروں گا۔ بچوں کے لیے یہ ایک دلچسپ گیم ہوگا۔''

ایمان نے کہا۔ ''مجھے بچوں کے گیم سے دلچسپی نہیں ہے۔ ہمیں حقائق کو سمجھنا ہے اور کسی بھی طرح اسے تلاش کرنا ہے۔''

وہ بولا۔ ''آپ کا نمبر میرے فون میں محفوظ ہو گیا ہے۔ جیسے ہی میری طبیعت ٹھیک ہو گی، میں آپ سے رابطہ کروں گا۔''

اس کا رابطہ ختم ہو گیا۔ عالی نے کہا۔ ''میں اس کے خیالات پڑھ رہی ہوں پھر تم سے بات کروں گی۔''

وہ دونوں باغ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایمان نے کہا۔ ''کار میں چل کر بیٹھو، میں ڈرائیو کرتا رہوں گا۔ تم اس شہر کو دیکھتی بھی رہنا اور خیال خوانی بھی کرتی رہنا۔''

وہ دونوں کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ ایمان نے کار اسٹارٹ کی پھر وہ وہاں کے علاقوں سے گزرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد عالی نے کہا۔ ''یہاں سے دائیں موڑ لو پھر سیدھے چلتے رہو۔''

اس نے کار کو دائیں طرف کے راستے پر موڑتے ہوئے پوچھا۔ ''کسی خاص جگہ جانا چاہ رہی ہو؟''

''ہاں، اسی کمپیوٹر ٹیکنالوجی والے ادارے میں جانا ہے۔ میں پکارڈو کے ذریعے اس ٹیچر کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچی تھی۔ پتا چلا کہ اس نے ایک ماہ کی مسلسل محنت کے بعد اس عجوبے کا ایک سوفٹ ویئر تیار کیا ہے۔ اگرچہ وہ سوفٹ ویئر ایک خیالی کہانی کی بنیاد پر ہے۔ پھر بھی ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کمپیوٹر گرافک کے ذریعے ایک تخلیق کار نے اس عجوبے کے متعلق کیا رائے قائم کی ہے؟''

وہ اس ادارے میں پہنچ گئے۔ اس ٹیچر سے ملنے کے بعد کہا۔ ''ہم انڈیا سے آئے ہیں اور اس عجوبے کے بارے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ مسٹر پکارڈو نے بتایا ہے کہ آپ نے اس سلسلے میں ایک سوفٹ ویئر تیار کیا ہے۔ ہم اسے ہر قیمت پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ ہمیں وہ دکھانے کے لیے جو بھی زحمت اٹھائیں گے ہم اس کا بھرپور معاوضہ ادا کریں گے۔''

''میں اس سافٹ ویئر سے لاکھوں ڈالر کمانے والا ہوں۔ ابھی مارکیٹنگ ہو رہی ہے۔ جب سودا ہو جائے گا تو آپ اسے ٹی وی کے کسی بھی چینل سے دیکھ سکیں گے۔ میں وقت سے پہلے کسی کو بھی یہ سوفٹ ویئر نہیں دکھاؤں گا۔''

عالی نے دوسرے ہی لمحے میں اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا۔ ''آپ ہزاروں میل دور انڈیا سے آئے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو مایوس نہیں کروں گا۔ میرے کیبن میں تشریف لائیں۔''

وہ تینوں ایک کیبن میں آ گئے۔ ٹیچر نے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ کر اسے آپریٹ کرنا شروع کیا۔ اس سوفٹ ویئر کی ڈسک دکھاتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اس پر دن رات محنت

کی ہے۔ آپ اسے دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔''

عالی نے کہا۔ ''ہم نے سنا ہے کہ آپ بہت اچھے فنکار ہیں۔ گرافک کے سلسلے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''آج تک ایلین کا بہت چرچا ہوتا رہا ہے۔ اس خلائی مخلوق کے بارے میں طرح طرح کی کہانیاں گھڑی گئی ہیں۔ میری کہانی ان سب سے الگ ہے۔ جب یہ آن ائیر جائے گی تو ساری دنیا اسے دیکھ کر حیران رہ جائے گی۔''

کمپیوٹر اسکرین آن ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی ایک تحریر ابھری لکھا تھا۔ ''دی لاسٹ ججمنٹ۔ (THE LAST JUDGEMENT).....''

پھر اسکرین پر تصویر نظر آئی۔ اس دُھند میں وہ عجوبہ دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا۔ روشنی کی دو چار باریک کرنیں اس پر پڑ رہی تھیں پھر وہ دھیرے دھیرے واضح طور سے دکھائی دینے لگا تھا۔

ایمان نے عالی کو اپنے سر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ فوراً ہی اس کے اندر آ کر بولی۔ ''کیا بات ہے؟''

''مجھے جیسی آگہی ملی تھی۔ یہ بالکل ویسا ہی ہے۔''

اسکرین پر وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں ایک عجوبہ ہوں اور ہمیشہ عجوبہ ہی رہوں گا۔ کوئی مجھے سمجھ نہیں پائے گا کہ میں کون ہوں؟ اور کہاں سے آیا ہوں۔''

''میری دلچسپی ان لوگوں سے ہوگی جو اس دنیا میں اپنی ذہانت اپنی طاقت اور اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے ناقابل شکست کہلاتے ہیں۔''

ٹیچر نے ایک دم سے چونک کر کہا۔ ''ارے! یہ کیا کہہ رہا ہے؟ میری آڈیو ریکارڈنگ میں جملے تو نہیں تھے۔ مکالمہ کچھ تھا اور یہ کچھ اور بول رہا ہے۔''

اس نے تھوڑی دیر کے لیے سی ڈی کو اسٹاپ کر دیا۔ ایمان نے پوچھا۔ ''کیا تم نے جو سوفٹ ویئر تیار کیا تھا، یہ اس سے مختلف ہے؟''

''ہاں، بہت مختلف ہے۔ میں نے جو اپٹیمیشن کیا ہے اس کے مطابق بولتے وقت اس کے ہونٹوں کو ہلنا چاہیے لیکن اس کا منہ تو بند ہے اور آواز ایسے آ رہی ہے جیسے اس کے دل کی آواز اُبھر کر سامعین کے کانوں تک پہنچ رہی ہو۔''

ایمان نے کہا۔ ''پلیز، اسے اسٹاپ نہ کرو۔ چلتے رہنے دو۔''

''سوری، میں پہلے اسے تنہائی میں دیکھوں گا اور سمجھوں گا کہ یہ تبدیلی کیوں ہوئی ہے؟''

''عالی! اس کے دماغ پر قبضہ جماؤ، ہم اس سی ڈی کو آخر تک دیکھیں گے۔''

دوسرے ہی لمحے میں عالی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا اس نے پھر اسے آن کیا۔ اسکرین پر عجوبہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے ہونٹ بند تھے لیکن آواز اُبھر رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''اس دنیا میں جو لوگ سپر پاور کہلاتے ہیں اور جو خطرناک مجرم ناقابل شکست ہو چکے ہیں۔ وہ سب بھی رفتہ رفتہ میری گرفت میں آنے والے ہیں۔ میں ان سب کی زندگی کا آخری فیصلہ کروں گا۔ I AM THE AND OF LAST JUDGEMENT (آخری فیصلہ سنانے والا منصف میں ہوں، صرف میں ہوں)

وہ عجوبہ ایک طرف چلتے ہوئے بولا۔ ''آؤ دیکھو! کہ میں کیا ہوں؟''

اسکرین پر چند لمحوں کے لیے تاریکی چھا گئی۔ عالی نے کہا۔ ''ایمان علی! اس ٹیچر کے خیالات بتا رہے ہیں کہ یہ سب کچھ ایسا نہیں ہے جیسا کہ اس نے سوفٹ ویئر میں ڈالا تھا۔''

منظر بدلا۔ اب وہ عجوبہ سیڑھیاں اترتے ہوئے تہ خانے میں جا رہا تھا۔ وہ تہ خانہ بہت ہی وسیع و عریض تھا۔ تھوڑے تھوڑے سے فاصلے پر بڑی بڑی مشینیں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ مشینیں الیکٹریکل، مکینیکل اور میڈیکل کے شعبوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ ہر مشین کے ساتھ ایک بڑا سا کمپیوٹر اور مانیٹر منسلک تھا۔ اس عجوبے کی آواز پھر اُبھری۔

ایمان نے آگہی کے دوران میں اس عجوبے کو بولتے نہیں سنا تھا۔ اب بھی اس کے ہونٹ بند تھے۔ صرف اس کی آوازیں آ رہی تھی جیسے خیال خوانی کے ذریعے بول رہا ہو۔

وہ بتا رہا تھا۔ ''یہ مشینیں جدید ٹیکنالوجی کا بے مثال نمونہ ہیں۔ اس دنیا کے سائنس داں بھی ایسی مشینیں ایجاد کرنے کے متعلق کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔''

وہ آگے بڑھتا ہوا ریوالونگ چیئر پر آ کر بیٹھ گیا پھر اس کی آواز اُبھری۔ ''میں زبان سے نہیں بولتا۔ اس دنیا کی زبان نہیں سمجھتا اور نہ ہی کوئی میری زبان سمجھ سکے گا۔ یہ آلہ جو میرے کان اور سر سے لگا ہوا ہے۔ یہ میری زبان کو انگلش میں ٹرانسلیٹ کر کے تمہارے کانوں تک پہنچا رہا ہے اور جب تم بولو گے تو یہ تمہاری باتیں میری زبان میں ٹرانسلیٹ ہو کر میرے کانوں تک پہنچے گی۔''

اب اس کا چہرہ قریب سے نظر آنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میری آنکھیں تاریکی میں چمکنے لگتی ہیں اور اندھیرے میں سب کچھ واضح طور پر دیکھ لیتی ہیں۔ اس روشنی میں چمک نہیں رہے گی۔ یہ آنکھیں معمول کے مطابق سنجیدہ اور گہری دکھائی

دیتی رہیں گی۔''

ایمان نے عالی سے کہا۔ ''میں نے بالکل ایسی ہی سنجیدہ اور گہری آنکھیں دیکھی تھیں۔ دیکھو! ان آنکھوں سے کتنی ذہانت جھلک رہی ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''میں اسے بھی دیکھ رہی ہوں اور ٹیچر کی سوچ بھی پڑھ رہی ہوں۔ یہ حیرانی ہے کہ اس نے جو کہانی بنائی تھی، جو واقعات پیش کیے تھے۔ وہ سب مٹ چکے ہیں اور ان کی جگہ یہ عجیب و غریب نئے مناظر سامنے آ رہے ہیں۔''

''ہم اس پر بعد میں بحث کریں گے۔ فی الحال اتنا تو سمجھ میں آ گیا ہے کہ عجوبے کے بارے میں جو حقیقت ہے وہ اس سوفٹ ویئر کے ذریعے ہمارے سامنے آ رہی ہے۔''

وہ عجوبہ ریوالونگ چیئر پر ایک طرف سے دوسری طرف گھوم کر بولا۔ ''میری آنکھیں ریموٹ کنٹرولر بھی ہیں۔ دور سے ہی اپنے ٹارگٹ کو کنٹرول کر لیتی ہیں۔ یہ دیکھو...!''

اس نے ایک مشین کی طرف دیکھا تو اس مشین پر ایک سرخ دائرہ دکھائی دینے لگا۔ اس کی آواز اُبھر رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''یہ ایک ایکسرے مشین ہے جس میں کسی بہروپیے کی تصویر داخل کی جائے تو اسکرین پر پیچھے چھپا ہوا اصلی چہرہ نظر آنے لگتا ہے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی بڑے سے مانیٹر پر ایک شخص کی تصویر دکھائی دی۔ عجوبے کی آواز اُبھری۔ ''یہ ایک بہروپیا ہے۔ کوئی نہیں جان سکتا کہ اس کے پیچھے کس کا اصلی چہرہ ہے؟ لیکن میں جانتا ہوں اور یہ مشین جانتی ہے۔''

اس عجوبے نے اس مشین کو دیکھ کر ایک بار پلکیں جھپکائیں تو اسکرین پر نظر آنے والی تصویر کا چہرہ بدلتا گیا پھر وہاں فرہاد علی تیمور دکھائی دینے لگا۔

اس نے پلکیں جھپکائیں تو اسکرین پر دوسری تصویر دکھائی دی۔ اس نے پھر پلکیں جھپکائیں تو وہ تصویر بدل گئی۔ وہاں پھر فرہاد کا چہرہ دکھائی دینے لگا۔ اس کی آنکھیں واقعی ریموٹ کنٹرولر کا کام کر رہی تھیں۔ اس نے ایسی کئی تصویریں اسکرین پر دکھائیں اور جب وہ تصویریں تبدیل ہوئیں تو ان کے پیچھے فرہاد کا ہی چہرہ دکھائی دیا۔

پھر اس نے کہا۔ ''فرہاد علی تیمور اپنی زندگی میں بے شمار چہرے تبدیل کرتا رہا ہے۔ اس بہروپیے کا تمام ریکارڈ اس مشین میں محفوظ ہے۔''

''یہ مشین صرف چہرے کے پیچھے چھپا چہرہ ہی نہیں دکھاتی۔ لباس کے اندر چھپی چیزوں کو بھی ظاہر کرتی ہے۔''

''اس ایکسرے مشین کے پیچھے کسی شخص کو لانا ضروری نہیں ہوتا۔ اس کی تصویر ہی اس مشین کو اپنی اصلیت بتا دیتی ہے۔ صرف لباس کے پیچھے ہی نہیں۔ جسم کے اندر کی جو بھی خرابی ہوتی ہے جو بیماری ہوتی ہے اسے بھی ظاہر کرتی ہے۔''

عالی اپنے پاپا کی تصویروں کو بڑے جذبوں سے دیکھ رہی تھی اور یہ سوچ کو پریشان ہو رہی تھی کہ پتا نہیں وہ اس کے پاپا کے بارے میں اور کیا کچھ جانتا ہے؟ کیا اسے یہ بھی معلوم ہوگا کہ پاپا اس دنیا میں ابھی کہیں زندہ ہیں؟

وہ ریوالونگ چیئر پر ایک طرف گھومتے ہوئے بولا۔ ''یہ آڈیو مشین ہے۔ کسی کے ریکارڈ کیے ہوئے کیسٹ یا سی ڈی کو اس مشین میں داخل کیا جائے تو اس نقلی آواز اور لب و لہجے کے پیچھے چھپا ہوا اصلی لب و لہجہ سنائی دینے لگتا ہے۔''

اس نے ایک بار پھر پلکیں جھپکائیں تو وہ مشین آن ہو گئی۔ ایک آواز سنائی دینے لگی۔ مانیٹر پر تحریر اُبھرنے لگی۔ ''یہ برین ماسٹر کے بیٹے جارج رچ کا موجودہ آواز اور لب و لہجہ ہے۔''

اس نے پھر پلکیں جھپکائیں تو آواز اور لب و لہجہ بدل گیا۔ اسکرین پر تحریر اُبھرنے لگی۔ ''یہ ماسٹر کے بیٹے جارج رچ کی اصلی آواز اور لب و لہجہ ہے۔ اس نے بیٹے کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی ہے۔ اس کا چہرہ اور شخصیت بدل دی ہے۔ اس کا کوئی دشمن بھی اس کے بیٹے تک پہنچ نہیں سکے گا۔ صرف اور صرف میں ہی پہنچ سکتا ہوں کیونکہ I AM THE LAST JUDGEMENT.

''جب اس کے بیٹے کے آخری فیصلے کا وقت آئے گا تو وہ میری عدالت میں پہنچ جائے گا۔''

عالی اور ایمان علی بڑی حیرانی سے دیکھ رہے تھے اور اس کی ایک ایک بات کو غور سے سن رہے تھے۔ پہلی آگہی نے ہی بتا دیا تھا کہ وہ عجوبہ کتنا خطرناک ہے اور کمپیوٹر کے مانیٹر پر دیکھ کر یقین ہو رہا تھا کہ وہ اس قدر خطرناک ہے کہ موت کی طرح اٹل ہے۔ فرہاد ہو، برین ماسٹر ہو یا دنیا کا کوئی ناقابل شکست انسان۔ وہ سب اس کی حیرت انگیز معلوماتی مشینوں میں محفوظ تھے۔ ایک طرح سے دیکھا جائے تو اس نے ان تمام ناقابل شکست شہروں کو اپنی مشینوں میں قید کیا ہوا تھا اور جب اس کی مرضی ہوتی تو وہ انہیں اپنی عدالت میں بلا کر آخری فیصلہ سنا سکتا تھا۔

وہ ہلکے ہلکے ریوالونگ چیئر پر گھوم رہا تھا۔ اس نے ایک مشین کی طرف دیکھا تو وہاں سوچتا ہوا نظر آنے لگا۔ اس نے کہا۔ ''یہ ایک سراغ لگانے والی مشین ہے۔ جس شخص کو تلاش کرنا ہو اس کی تصویر اس کے اندر پیش کی جائے تو وہ اسکرین

پر نظر آتا ہے۔ اس تصویر کے ساتھ دنیا کے ایک ایک ملک کا نام اور پرچم باری باری دکھائی دیتا ہے۔ وہ مطلوبہ شخص جس کسی بھی ملک میں ہوتا ہے وہاں اس کی تصویر کے ساتھ سرخ روشنی کا ایک نکتہ چلنے پھرنے لگتا ہے۔ اس طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص کس ملک میں ہے؟''

اس کے بعد اس ملک کے مختلف شہروں اور علاقوں کے نام باری باری اسکرین پر دکھائی دیتے ہیں۔ وہ جس شہر، جس علاقے میں ہوتا ہے وہاں وہ روشن نکتہ جلنے بجھنے لگتا ہے۔ وہ سرخ روشنی اسی طرح متحرک رہتی ہے۔ اس شہر کی کسی اسٹریٹ میں کسی مکان میں یا دکان میں جا کر رک جاتی ہے اور یہ یقین کے ساتھ بتاتی ہے کہ وہ مطلوبہ شخص اسی جگہ موجود ہے۔''

اب وہ قریب سے دکھائی دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''میں ہوں آخری فیصلے کا آخری منصف...''

وہ کرسی سے اٹھ کر ہلکے ہلکے چلتا ہوا ان تمام مشینوں کے پاس سے گزرنے لگا۔ اس کی آواز اُبھر رہی تھی۔ ''میری ان تمام مشینوں سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوئی اور نہ ہی ہونی چاہیے۔ لیکن...''

وہ ایکسرے مشین کے سامنے پہنچ کر رک گیا پھر بولا۔ ''اس مشین سے ایک غلطی ہوگئی۔''

اس نے ایک بار پلکیں جھپکائیں تو مانیٹر آن ہوگیا۔ وہاں سونیا اور فرہاد دکھائی دینے لگے۔ فرہاد بستر مرگ پر تھا، اس کا دم نکل چکا تھا۔ سونیا اس کی نبض ٹٹول رہی تھی اور یہ یقین کر رہی تھی کہ وہ مر چکا ہے لیکن ذرا دیر کے بعد ہی وہ خوش ہو کر قہقہے لگانے لگی اور یقین سے کہنے لگی کہ فرہاد زندہ ہے۔ بابا فرید واسطی کی پیش گوئی کبھی غلط نہیں ہو سکتی اور ان کی پیش گوئی یہی تھی کہ فرہاد کی موت کے وقت میں اس کے قریب ہوں گی جبکہ دم نکلتے وقت میں اس کے قریب نہیں تھی۔ میں نہیں مانتی کہ فرہاد مر چکا ہے۔

وہ عجوبہ سر اٹھائے مانیٹر میں سونیا کو خوش ہوتے دیکھ رہا تھا اور اس کے قریب ہی فرہاد کی لاش تھی۔ سونیا کے متزلزل نہ ہونے والے یقین نے عجوبے کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے فرہاد کی لاش کو دیکھ کر پلکیں جھپکائیں تو اسکرین پر چہرہ بدل گیا۔ وہ کوئی دوسرا چہرہ تھا یعنی مرنے والا فرہاد نہیں تھا۔

منظر بدل گیا۔ وہ عجوبہ مانیٹر پر دکھائی دے رہا تھا اور ایکسرے مشین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''میں نے زندگی میں پہلی بار دھوکا کھایا ہے اور پہلی بار اس مشین میں کوئی خرابی ہوگئی۔ حیرانی اس بات پر ہے کہ اس کے بعد پھر کوئی خرابی نہیں ہوئی۔ میں نے فرہاد کی موت کا جو وقت لکھا تھا۔ اس وقت کے گزرنے کے بعد کوئی دوسرا مر گیا تھا۔ اس کے بعد اس مشین کی خرابی دور ہوگئی تھی۔''

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سراغ لگانے والی مشین کے پاس آ کر کھڑا ہوگیا پھر بولا۔ ''فرہاد میرے لیے چیلنج بن گیا ہے۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا کہ میں نے جس کی بھی موت کا وقت مقرر کیا ہو اور وہ اس مقررہ وقت پر اس دنیا سے رُخصت نہ ہوا ہو۔ صرف اور صرف یہ فرہاد مجھے جل دے گیا ہے۔''

اس نے سراغ لگانے والی مشین کی طرف دیکھ پلکیں جھپکائیں تو مانیٹر آن ہوگیا۔ فرہاد کی تصویر دکھائی دینے لگی۔ عجوبہ کہہ رہا تھا۔ ''دنیا کا کوئی انسان مجھ سے کہیں بھی چھپ نہیں سکتا۔ میں اس مشین کے ذریعے اس کی شہ رگ تک پہنچ جاتا ہوں۔ اس تصویر کے ساتھ دنیا کے تمام ممالک کے تمام علاقوں کے تمام چھوٹے بڑے جزیروں کے بھی نام آئے ہیں۔ ان ممالک کے پرچم بھی دکھائی دے رہے ہیں لیکن اس مشین کی تحریر کے مطابق جلتی بجھتی سرخ روشنی نمودار نہیں ہوتی ہے۔ یہ نہیں بتاتی ہے کہ وہ کس ملک، کس علاقے، کس جزیرے پر ہے؟ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ مشین فرہاد کے سلسلے میں ناکارہ کیوں ہو رہی ہے؟''

وہ دوبارہ کرسی پر آ کر بیٹھ گیا پھر بولا۔ ''میری یہ سی ڈی دنیا کے تمام ممالک کے اکابرین تک... تمام پُراسرار خطرناک مجرموں تک... فرہاد کی فیملی اور برین ماسٹر تک... سب کے ہی پاس پہنچے گی۔ انہیں معلوم ہوگا کہ فرہاد علی تیمور مرا نہیں زندہ ہے۔''

''اور جو پُراسرار شہرور خطرناک مجرم اپنی موت سے پہلے مرنا نہیں چاہتا میری تائید حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ پہلی فرصت میں کسی بھی طرح فرہاد کا پتا ٹھکانا معلوم کرے۔ میں انعام کے طور پر اسے ایک لمبی عمر دوں گا اور اس کی تین خواہشیں ضرور پوری کروں گا۔''

''جسے بھی فرہاد کا صحیح پتا معلوم ہو وہ اپنے پاس ہی رکھے۔ اس سی ڈی کو توڑ ڈالے۔ سی ڈی کے ٹوٹتے ہی مجھے پتا چل جائے گا پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے میرا رابطہ ہو جائے گا...''

منظر گم ہوگیا۔ اسکرین تاریک ہوگئی۔ عالی اور ایمان علی ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ بیٹی کا دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا کہ یا خدا! یہ بلا تو میرے پاپا کے پیچھے پڑ گئی ہے۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

وہ عجوبہ مونیٹر پر دکھائی دے رہا تھا۔ اِدھر سے اُدھر جا رہا تھا، آ رہا تھا اور بہت کچھ بولتا جا رہا تھا۔ عالی اور ایمان کمپیوٹر کے سامنے اس ٹیچر کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے جس نے کاروباری انداز میں اس عجوبے کا ایک سافٹ وئیر تیار کیا تھا۔ اس ٹیچر کا دعویٰ تھا کہ وہ اس سافٹ وئیر کے ذریعے لاکھوں ڈالرز کمائے گا لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گیا تھا کہ اس نے بنایا کچھ تھا اور اسکرین پر کچھ اور ہی مناظر دکھائی دے رہے تھے۔

عجوبے نے اپنی کسی مخصوص تکنیک کے ذریعے اس سوفٹ وئیر کو تبدیل کر دیا تھا پھر وہاں اپنے مطلب کی باتیں ریکارڈ کی تھیں۔ ٹیچر ہکا بکا سا دیدے پھیلائے منہ کھولے وہ تمام مناظر دیکھ رہا تھا، عجوبے کی باتیں سن رہا تھا اور بار بار حیران پریشان ہو کر کہہ رہا تھا۔ ''یہ سب کچھ میں نے نہیں کیا ہے۔ یہ... یہ کیسے بول رہا ہے؟ میں نے تو اس کا کوئی مکالمہ بھی ریکارڈ نہیں کیا تھا۔''

عالی اور ایمان علی خاموش بیٹھے عجوبے کو مانیٹر پر دیکھ رہے تھے۔ اس کے متعلق سوچ رہے تھے اور اسے سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے پھر ایمان نے ٹیچر سے کہا۔ ''پلیز، خاموش رہو۔ ہمیں اس کی باتیں سننے دو۔''

وہ تن کر بولا۔ ''کیسے خاموش رہوں؟ میرے سافٹ وئیر کی تو ایسی تیسی ہو گئی ہے۔ پتا نہیں اس میں کیا کچھ آ رہا ہے اور یہ کیا بکواس کر رہا ہے؟''

عالی نے کہا۔ ''اس کی بکواس تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ بہتر ہے خاموش رہو۔''

اس نے ٹیچر کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ چپ ہو گیا۔ آگے بہت کچھ بولنا چاہتا تھا لیکن بول نہیں پا رہا تھا۔ ایسے وقت وہ عجوبہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''یو ٹیچر...! تم نے بڑی محنت سے میرا سوفٹ وئیر تیار کیا ہے۔ تمہاری محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔ تمہارے پاس پچاس لاکھ ڈالرز پہنچ جائیں گے۔ تم اسے بھول جاؤ۔ آئندہ میرا کوئی سافٹ وئیر تیار نہ کرنا۔ میں جا رہا ہوں۔''

عالی نے کہا۔ ''جسٹ آ منٹ! کیا تم ٹیچر کو دیکھ رہے ہو؟ کیا میری باتیں سن رہے ہو؟''

اسکرین پر وہ عجوبہ دور جاتے جاتے ایک نقطہ بن کر نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ وہ سی ڈی ختم ہو گئی تھی۔ اس سے یہ اندازہ ہوا کہ عجوبے نے اپنی کسی مشین کے ذریعے اپنے طور پر سافٹ وئیر تیار کیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس وقت ٹیچر کے علاوہ عالی اور ایمان بھی اسے دیکھ رہے ہیں۔

عجوبے نے صرف ٹیچر کو یہ جتانے کے لیے اپنا وہ سافٹ وئیر دکھایا تھا کہ اس کے بعد وہ دوسرا کوئی سافٹ وئیر تیار نہ کرے۔

وہ سی ڈی ختم ہو گئی تھی۔ مانیٹر تاریک ہو گیا تھا۔ ٹیچر نے سی پی یو سے اپنی سی ڈی کو نکال کر دیکھا پھر اسے دوبارہ پش کر کے مانیٹر پر دیکھا تو پتا چلا کہ اس کا تیار کردہ سافٹ وئیر مٹا دیا گیا ہے۔ وہ عجوبہ یہ کہہ گیا تھا کہ آئندہ اس کے حوالے سے کوئی سوفٹ وئیر تیار نہ کیا جائے۔ وہ چاہتا تو اس سلسلے میں اس ٹیچر کو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ دیتا۔ لیکن اس نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے پاس پچاس لاکھ ڈالرز پہنچا دیے جائیں گے۔

ٹیچر نے کہا۔ ''یہ تو کوئی خلائی مخلوق ہے۔ ہم سے زیادہ سائنسی معلومات رکھتا ہے۔ اس نے دیکھتے ہی دیکھتے میرے سافٹ وئیر کو بالکل مٹا کے رکھ دیا ہے۔ میری ساری محنت برباد ہو گئی ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''اس کا احسان مانو کہ وہ تمہاری توقع سے بہت زیادہ معاوضہ ادا کرنے والا ہے۔''

ایمان علی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''کم آن عالی! اب ہمیں یہاں سے مزید معلومات حاصل نہیں ہوں گی۔ ہمیں بندروں کے شکاری مسٹر پیکارڈو سے کام لینا ہوگا۔''

وہ دونوں اس ادارے سے باہر آ گئے۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''وہ کم بخت خوامخواہ میرے پاپا کے پیچھے پڑ گیا ہے؟''

ایمان نے کہا۔ ''تم نے سنا نہیں تھا وہ اپنے سوفٹ وئیر کے ذریعے کہہ رہا تھا کہ اس دنیا میں جو لوگ سپر پاور کہلاتے ہیں اور جو خطرناک مجرم ناقابل شکست بن گئے ہیں وہ سب رفتہ رفتہ اس کی گرفت میں آتے رہیں گے۔ وہ ایسے لوگوں کی زندگی کا آخری فیصلہ کرے گا۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس کی عدالت میں لاسٹ ججمنٹ ہوتا ہے۔''

''یعنی وہ خود کو ملک الموت کہہ رہا ہے؟ وہ خود کو اتنا طاقتور کہہ رہا ہے کہ جسے چاہے زندگی دے سکتا ہے اور جس سے چاہے زندگی چھین سکتا ہے۔''

ایمان علی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو کہہ رہا ہے وہ کر سکتا ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ اس کے کسی خفیہ اڈے میں سائنس اور ٹیکنالوجی سے تعلق رکھنے والی جدید مشینیں ہیں، یہ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ وہ ریموٹ کنٹرولر کے بغیر اپنی پلکیں جھپکا کر ٹی وی یا کمپیوٹر وغیرہ کو آن اور آف کرتا ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''آج تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا

برین ماسٹر تک نہیں پہنچ سکا۔ اس نے اپنے بیٹے جارج رچ مین کو بھی کہیں چھپایا ہے۔ اس کی شخصیت اور لب و لہجہ سب کچھ بدل دیا ہے لیکن عجوبے کے پاس کیسی عجیب و غریب اور خطرناک قسم کی مشینیں ہیں کہ وہ ان کے ذریعے روپوش رہنے والوں تک پہنچ جاتا ہے.... اوہ گاڈ! مجھ سے ایک غلطی ہو گئی۔''

ایمان علی نے پوچھا۔ ''کیسی غلطی...؟''

''جب ہم اس کا سوفٹ وئیر دیکھ رہے تھے تو وہ برین ماسٹر کے بیٹے جارج رچ مین کی آواز اور لب و لہجہ سنا رہا تھا مجھے اسے ذہن نشین کر لینا چاہیے تھا مگر میں عجوبے کو دیکھ کر اور اس کی باتیں سن کر ایسے اُلجھ گئی تھی کہ جارج رچ مین کے لب و لہجے اور آواز کو ذہن نشین نہ کر سکی۔''

وہ بولا۔ ''واقعی، ایک اچھا موقع تمہارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اگر اس کی آواز اور لب و لہجہ تمہیں معلوم ہوتا تو ابھی ہم برین ماسٹر کو ٹگنی کا ناچ نچا دیتے۔''

''اب تو وہ کم بخت عجوبہ سب ہی کو نچائے گا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ فرہاد ہو، برین ماسٹر ہو یا دنیا کا کوئی بھی ناقابل شکست انسان... وہ سب ہی کو اپنی حیرت انگیز معلوماتی مشینوں میں محفوظ کر چکا ہے۔ وہ جب چاہے گا اپنے مطلوبہ دشمن تک پہنچ جائے گا۔''

ایمان علی نے کہا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ وہ پاپا تک پہنچنے میں ناکام رہا ہے۔''

''وہ پاپا کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے تمام اکابرین تک اپنے اس سوفٹ وئیر کو پہنچائے گا۔ ان اکابرین سے وعدہ کرے گا کہ وہ انہیں پاپا کے انتقام سے محفوظ رکھے گا اور جو بھی پاپا کو ڈھونڈ نکالے گا۔ وہ اسے طبعی عمر تک جینے کا موقع دے گا اور اس کی تین خواہشات کو پورا کرے گا۔''

''یہ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ پاپا کو تلاش کرتے وقت عجوبے کی ٹریننگ مشین فیل ہو جاتی ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''خدا میرے پاپا کے ساتھ ہے۔''

ایمان نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''بے شک... جناب تبریزی نے پاپا پر روحانی عمل کیا ہوگا' روحانی قوتوں کے سامنے وہ مشین ناکارہ ہو جاتی ہے۔''

ایسا ہی کچھ ہو رہا تھا لیکن وہ دونوں روحانی عمل کے سلسلے میں تفصیلات نہیں جانتے تھے کہ فرہاد کے سلسلے میں کیا ہو چکا ہے؟ اور اب کیا ہو رہا ہے؟ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ اپنے خون کے رشتوں سے بھی رابطہ کیوں نہیں کر رہا ہے؟ یہ باتیں ابھی کسی کی سمجھ میں آنے والی نہیں

اسپیشل آفر

ماہنامہ دلکش کراچی

اپنی فائل مکمل کیجیے

صرف 100 روپے میں

اپنی پسند اور ضرورت کے پچھلے 5 شمارے

رجسٹرڈ ڈاک سے گھر بیٹھے حاصل کریں

دلکش

کا اجرا اپریل 2006ء سے ہوا۔ اگر آپ پچھلے شمارے حاصل کرنا چاہیں تو اپنی پسند کے کوئی بھی 5 شمارے (دستیابی سے مشروط)

صرف 100 روپے کا ڈرافٹ یا منی آرڈر

ادارے کے نام اور پتے پر بھیج کر رجسٹرڈ ڈاک سے

اپنے دروازے پر وصول کریں۔

یہ رعایتی اسکیم محدود مدت کے لیے ہے۔

اس سے آج ہی فائدہ اٹھائیں۔

ڈرافٹ / منی آرڈر اس پتے پر بھجوائیں

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

63 سی فیز II ایکسٹینشن، مین کورنگی روڈ، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی

مزید معلومات کیلئے.....فون: 5802552

تھیں۔

☆☆☆

عجوبہ اپنے تہ خانے میں تھا۔ اس ٹریننگ مشین کو بار بار چیک کر رہا تھا جو فرہاد کا سراغ لگانے میں ناکام ہو رہی تھی۔ وہ حیران تھا کہ اس مشین میں کوئی خرابی نظر نہیں آ رہی تھی۔ یہ حیران کرنے والی بات تھی کہ وہ فرہاد کے سلسلے میں ناکارہ کیوں ہو جاتی ہے؟

وہ اپنی ریوالونگ چیئر پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک ٹی وی اسکرین کو دیکھ کر پلکیں جھپکائیں۔ دوسرے ہی لمحے اسکرین آن ہو گیا۔ دوسری بار پلکیں جھپکانے پر وہاں اسکرین پر ایک سوال ابھرنے لگا۔ ''ایکسٹینشن پلیز اٹینشن.. ٹریننگ مشین بالکل پرفکٹ ہے پھر عارضی طور پر فیل کیوں ہو جاتی ہے؟''

جواباً اسکرین پر الفاظ ابھرنے لگے۔ ''سرچنگ آنسر.... ویٹ اے وہائل (جواب تلاش کیا جا رہا ہے، تھوڑا انتظار کرو)''

عجوبے نے ایک ویڈیو اسکرین کو دیکھ کر پلکیں جھپکائیں' اس مشین کا مانیٹر آن ہو گیا پھر وہ وقفے وقفے سے پلکیں جھپکانے لگا وہاں امریکا اور یورپ کے اکابرین میں سے ایک ایک فرد باری باری دکھائی دے رہا تھا۔ یہ وہ افراد تھے جن سے سونیا اور بے باک مومن انتقام لے رہے تھے۔

ان دنوں وہ تمام اکابرین فرہاد کی آمتا اور برین ماسٹر کے درمیان پھنسے ہوئے تھے۔ فرہاد کی آمتا نے کہا تھا کہ وہ اکابرین اگر ماسٹر کے بیٹے جارج رچ مین کو ڈھونڈ نکالیں گے تو وہ ان سے انتقام نہیں لے گا، وہ زندہ رہ کر طبعی عمر تک جئیں گے۔

دوسری طرف برین ماسٹر نے ان تمام اکابرین کو دھمکی دی تھی کہ کسی نے بھی اس کی بیوی، بیٹے اور بیٹی کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو وہ تمام اکابرین کی بیوی اور بچوں کو ہلاک کر ڈالے گا۔ عجوبہ ان تمام حالات سے واقف تھا۔ اس نے اپنے تیار کردہ سوفٹ ویئر کو ان تمام اکابرین تک پہنچا دیا۔

اس نے باری باری ان تمام اکابرین کے دماغ میں آ کر کہا۔ ''تم سب کے کمپیوٹر میں 'جو جو' کے نام سے ایک نئی فائل انسٹال کی گئی ہے۔ اس فائل کو اوپن کرو اور اسے دیکھو۔ تم سب کے لیے بہت بڑا سرپرائز ہے۔''

وہ سب حیران تھے کہ ایک نئی آواز اور لب و لہجے میں ان کے اندر کون بول رہا ہے؟ اس نے کہا۔ ''پہلے اس فائل کو اوپن کرو پھر تمہیں ہر سوال کا جواب مل جائے گا۔''

انہوں نے اپنے اپنے کمپیوٹر کو آن کر کے دیکھا تو شدید حیرانی سے ان کے منہ کھل گئے، دیدے پھیل گئے۔ ان کے سامنے ایک ایسا نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا انسان تھا جو انسانوں سے مختلف تھا۔ اس کے پاس جو مشینیں تھیں وہ سائنسی ایجادات کا حیرت انگیز نمونہ تھیں۔ وہ اپنے سوفٹ ویئر کے ذریعے ان مشینوں کی کارکردگی دکھا رہا تھا اور انہیں حیران کر رہا تھا۔

یہ چیلنج کر رہا تھا کہ اس دنیا میں جو بھی سپر پاور اور ناقابل شکست کہلانا چاہے گا، وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ اس کی باتیں اور اس کی مشینیں کہہ رہی تھیں کہ وہ یقیناً ایسا کر سکتا ہے۔

اگرچہ وہ دہشت طاری کر رہا تھا لیکن یہ سب سے حیرت انگیز اور ناقابل یقین خبر سنا رہا تھا کہ فرہاد زندہ ہے۔ یہ ایسی خبر تھی کہ اکابرین کو فوراً ہی یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ امریکا اور یورپ میں اپنی اپنی جگہ ایک ہنگامی اجلاس میں حاضر ہو گئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ وہ عجوبہ ہمیں فرہاد سے نجات دلانے کا وعدہ کر رہا ہے۔ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ زندہ ہے جبکہ اس کی آمتا بڑے پُراسرار طریقے سے ہماری دشمن بنی ہوئی ہے اور ہمارے کئی ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکی ہے۔

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''سب سے پہلے ہمیں اس سوال کا جواب تلاش کرنا چاہیے کہ ہم اس نئے عجیب و غریب ٹیلی پیتھی جاننے والے عجوبے پر کس حد تک بھروسا کر سکتے ہیں؟ کیسے یقین کریں کہ وہ فرہاد کے متعلق جو خبر سنا رہا ہے وہ دُرست ہے؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''وہ بہت پُراسرار ہے۔ وہ ہم سب کے نام اور ہمارے پتے ٹھکانے جانتا ہے۔ حتیٰ کہ ہم سب کے دماغوں میں بھی ٹھکانا بنا چکا ہے۔ ہمارے محلوں میں مسلح گارڈز کا پہرا دن رات رہتا ہے۔ کوئی ہماری اجازت کے بغیر اندر نہیں آ سکتا۔ اس کے باوجود اس نے اپنا سوفٹ ویئر ہم سب کے کمپیوٹرز میں پہنچا دیا ہے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہمیں اس عجوبے پر بھروسا کر کے اسے آزمانا چاہیے۔ ابھی ہم فرہاد اور برین ماسٹر کے درمیان سینڈوچز بنے ہوئے ہیں۔ ہم پر دونوں طرف سے دباؤ پڑ رہا ہے۔ ایسے میں ایک تیسری طاقت ہمارے سامنے آئی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ ہمیں فرہاد اور برین ماسٹر دونوں سے نجات دلائے گی۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''جب وہ عجوبہ اپنی ٹریننگ

مشین کے ذریعے تمام مطلوبہ افراد تک پہنچ جاتا ہے تو پھر وہ فرہاد تک کیوں نہیں پہنچ پا رہا ہے؟''

ایسے وقت ان کے درمیان بیٹھے ہوئے ایک افسر نے کہا۔ ''میں آپ حضرات کے سامنے بول رہا ہوں لیکن اس وقت میں، میں نہیں ہوں۔ میری زبان سے وہ عجوبہ بول رہا ہے۔''

وہ تمام اکابرین اس افسر کو توجہ سے دیکھنے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میری ٹریننگ مشین کبھی فیل نہیں ہوئی لیکن فرہاد کو تلاش کرنے کے سلسلے میں ناکامی کا منہ دیکھ رہا ہوں۔ دوسرے لفظوں میں فرہاد یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ ناقابل شکست ہے۔ یہ میرے لیے بہت بڑا چیلنج ہے اور میں اس چیلنج کا منہ توڑ جواب ضرور دوں گا۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''تم لوگ اب تک دھوکا کھا رہے تھے کہ وہ مر چکا ہے اور وہ بھی آمتا بن کر تم لوگوں کا سکون برباد کر رہا تھا، جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ زندہ ہے۔ اسی دنیا میں ہے تو پھر اسے تلاش کیا جا سکتا ہے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمارے لوگ اسے ضرور تلاش کریں گے تم نے وعدہ کیا ہے کہ ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے تو تم اس کے بعد ہم سے کبھی دشمنی نہیں کرو گے؟ اور ہماری تین خواہشات بھی پوری کرو گے۔''

''میں زبان کا دھنی ہوں۔ جو وعدہ کیا ہے اسے ضرور پورا کروں گا۔ فرہاد کے علاوہ یہ نہ بھولو کہ تم اپنے دوسرے دشمن برین ماسٹر سے بھی نجات چاہتے ہو ...کیا نہیں چاہتے؟''

سب ہی اثبات میں سر ہلانے لگے، ایک نے کہا۔ ''وہ بھی پُراسرار ہے۔ آج تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اس کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکا۔ کیا تمہاری ٹریننگ مشین اس کی نشاندہی کر رہی ہے؟''

''بے شک کر رہی ہے۔ میں کل تک برین ماسٹر کو بے نقاب کر دوں گا۔ ابھی جا رہا ہوں۔ اب کل ہی تم لوگوں سے رابطہ کروں گا۔''

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس ٹی وی اسکرین کو دیکھنے لگا، جہاں اس نے سوال کیا تھا کہ ٹریننگ مشین بالکل پرفکٹ ہے پھر عارضی طور پر فیل کیوں ہو جاتی ہے؟

اب اس ٹی وی اسکرین پر جواب ابھر رہا تھا۔ ''مسٹر جو جو کرانتے! کبھی کبھی ماورائی قوتیں ظہور میں آتی ہیں۔ دنیا والے اسے روحانیت کہتے ہیں۔ ایسے ہی کسی روحانی عمل کے باعث ٹریننگ مشین عارضی طور پر ناکارہ ہو کر پھر درست ہو جاتی ہے۔''

اس عجوبے کا نام جو جو کرانتے تھا۔ اس نے جواب پڑھنے کے بعد پھر پلکیں جھپکائیں، اس کی طرف سے ایک سوال اسکرین پر ابھرنے لگا۔ ''کیا اس روحانیت کا تعلق فرہاد سے ہے؟''

اسکرین پر جواب اُبھرنے لگا۔ ''ہاں، تعلق ہے۔ فرہاد کا تعلق بابا فرید واسطی کے روحانی ادارے سے ہے۔ وہ اس دنیا میں موجود ہے۔ وہ تلاش کرنے سے ضرور ملے گا۔ روحانیت کے خلاف کوئی حکمت عملی اختیار کرو...''

سوال جواب کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس نے پلکیں جھپکائیں تو اسکرین پر فرہاد دکھائی دینے لگا۔ جو جو کرانتے کے پاس حیرت انگیز مشینیں تھیں۔ اس نے ان سائنسی ایجادات سے استفادہ کرتے ہوئے غیر معمولی قوتیں اور کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ پہلی بار وہ شخص اسے ناکامی کا منہ دکھا رہا تھا۔ جو اس وقت اسکرین پر دکھائی دے رہا تھا۔

☆☆☆

برین ماسٹر کو بڑی زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ کرونا اور ٹونی جے اس کے شکنجے میں آ گئے تھے۔ اس کے ایک ماتحت آؤڈی مین نے اپنی غیر معمولی قوت سماعت کے ذریعے ان دونوں کو ایک ہوٹل میں ٹریپ کیا تھا۔ اس نے ٹونی جے کی ٹانگ اور کرونا کے بازو پر گولیاں چلائی تھیں۔ زخم گہرے نہیں تھے۔ بعد میں ایک ڈاکٹر نے آ کر ان کی مرہم پٹی کی تھی۔ اب پولیس والے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔

وہ جواباً یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ٹیلی پیتھی کے خطرناک کھیل میں زخمی ہو چکے ہیں۔ وہ حملہ آور کو جانتے ہیں لیکن اس کے خلاف بیان نہیں دے سکتے۔ یہ جانتے تھے کہ اس وقت وہ ان کے دماغوں میں موجود ہو گا اور اپنے خلاف کچھ بولنے کی اجازت نہیں دے گا۔

یوں بھی قانون کے محافظ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کبھی گرفتار کر ہی نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے پولیس والوں کو یہ بیان دے کر ٹال دیا کہ کوئی ڈاکو تھا۔ جبراً ان کے کمرے میں گھس آیا تھا اور انہیں زخمی کرنے کے بعد پچاس ہزار ڈالرز چھین کر لے گیا تھا۔

ڈاکٹر مرہم پٹی کر کے جا چکا تھا۔ پولیس والے بھی ان کا بیان لے کر چلے گئے۔ وہ دونوں ایک بیڈ پر پڑے ہوئے تھے۔ ان کے جاتے ہی کرونا نے پریشان ہو کر کہا۔ ''میں بڑی دیر سے خیال خوانی کی کوشش کر رہی ہوں مگر ناکام

ہو رہی ہوں۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''ہم اس حالت میں نہ تو خیال خوانی کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے اندر آنے والے کو یوگا کی مہارت سے روک سکتے ہیں۔''

کرونا نے خلا میں تکتے ہوئے آواز دی۔ ''برین ماسٹر...! کیا تم ہمارے اندر موجود ہو؟''

جواباً خاموشی رہی۔ وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی پھر بڑی بے بسی سے بولی۔ ''میں التجا کرتی ہوں۔ ہم پر تنویمی عمل نہ کرو۔ ہمیں تابعدار نہ بناؤ۔ ہم دوست بن کر رہیں گے اور ساری زندگی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے کام آتے رہیں گے۔''

تب ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ ''تم میرے کیا کام آؤ گی؟ فرہاد علی تیمور نے تمہیں بیٹی بنایا تھا۔ تم بظاہر اس کی بیٹی بن کر رہیں۔ لیکن اس کے مرتے ہی تم نے اس کی فیملی کو دھوکا دیا۔ میں تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا ہوں۔ تمہارے غرور کا یہ عالم ہے کہ تم نے سونیا کو چیلنج کیا تھا۔ سونیا تو بہرحال اپنی جگہ ہے۔ یہ دیکھو کہ تم کہاں پہنچ گئی ہو؟''

وہ ماسٹر کی خوشامدیں کرنے لگی۔ وہ بولا۔ ''بکواس بند کرو۔ میں تمہارے فریب میں آنے والا نہیں ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آ کر تم پر تنویمی عمل کروں گا۔''

وہ ٹونی جے کے دماغ میں آ گیا۔ اس نے کرونا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ اس نے کس طرح ٹونی جے کو محبت کے جال میں پھانس کر اس سے شادی کی تھی پھر اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے بعد اسے اپنا تابع دار بنا لیا تھا۔

ماسٹر ٹونی جے کے اندر رہ کر خاموشی سے اسے وہ ساری باتیں یاد دلانے لگا۔ ٹونی جے نے چونک کر سر گھماتے ہوئے کرونا کو دیکھ کر کہا۔ ''تُو بہت ہی ذلیل اور کمینی ہے۔ تُو نے مجھے محبت کا فریب دیا مجھ سے شادی کی اور مجھے اپنا غلام بنا لیا۔ اب میں تیرے تنویمی عمل کے اثر میں نہیں ہوں۔ اس لیے مجھے یہ تمام باتیں یاد آ رہی ہیں۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''یہ غصہ دکھانے کا وقت نہیں ہے۔ ہم دونوں پر مصیبت آئی ہوئی ہے۔ ابھی ہم دونوں ماسٹر کے تابعدار بننے والے ہیں۔ کچھ تدبیر کرو۔ کسی طرح بچاؤ کی کوئی صورت نکالو۔''

وہ بڑے دُکھ سے بولا۔ ''آہ....! مجھے فرہاد صاحب یاد آ رہے ہیں۔ وہ ایک باپ کی طرح مجھ سے محبت کرتے رہے۔ میں نے بھی ہمیشہ ان کا احترام کیا۔ کبھی ان کے خلاف خیال خوانی نہیں کی۔ لیکن تُو کیسی ذلیل عورت ہے کہ ان کے مرتے ہی تُو نے میڈم سونیا کو دھوکا دیا۔ ان کے دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان سے چھین لیا۔ اس عظیم خاتون نے تجھے بیٹی کہا تھا اور تُو نے اسے چیلنج کیا۔ میں تجھ پر لعنت بھیجتا ہوں۔''

''اوہ نہہ.... مجھ سے نفرت کر دیا دشمنی۔ مجھ پر کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ برین ماسٹر مجھے اپنی معمولہ اور تابع دار بنانے والا ہے۔ میری آزادی اور خودمختاری ختم ہونے والی ہے۔''

ماسٹر چپ چاپ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ ''ابھی اپنے بیٹے سے باتیں کرے گا۔ اس کی خیریت معلوم کرے گا پھر واپس آ کر ان دونوں پر عمل کرے گا۔ اسے اطمینان تھا کہ ان دونوں کی دماغی توانائی چوبیس گھنٹوں سے پہلے بحال ہونے والی نہیں تھی۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سینٹر ٹیبل پر رکھے ہوئے موبائل فون کو اٹھا کر اپنے بیٹے جارج رچ مین کے نمبرز پنچ کرنے لگا۔ پہلا نمبر پنچ کرتے ہی وہ ایک دم سے چونک گیا کوئی اسے مخاطب کر رہا تھا۔ ''ہائے برین ماسٹر.....!''

اس نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا۔ سامنے کچھ فاصلے پر اس کا کمپیوٹر آن ہو گیا تھا اور مانیٹر اسکرین پر ایک عجیب و غریب شخص دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میری ٹریننگ مشین بتا رہی ہے کہ تم اس وقت اپنے گھر کی چار دیواری میں ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اس وقت تم کمپیوٹر کے سامنے ہو اور مجھے دیکھ رہے ہو اور میری باتیں سن رہے ہو۔''

برین ماسٹر حیرانی سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ کمپیوٹر کے قریب آتے ہوئے اسے بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا اور یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ عجوبہ کون ہے؟ میرا نام کس طرح جانتا ہے؟ صرف نام ہی نہیں میرا پتا ٹھکانا بھی جانتا ہے۔ میرے گھر کے کمپیوٹر میں چلا آیا ہے۔

جوجو کرانتے کہہ رہا تھا۔ ''میں نے اپنا ایک سافٹ ویئر تمہارے کمپیوٹر میں پہنچایا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ اپنے کمپیوٹر کو آن کرو جوجو کے نام سے ایک فائل ہے اسے اوپن کرو۔ تمہارے سامنے معلومات کا ایک نیا باب کھلنے والا ہے۔''

یہ کہتے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ مانیٹر بجھ گیا۔ کمپیوٹر بند ہو گیا۔ وہ بڑی دیر تک اس کمپیوٹر.... سامنے گم صم کھڑا رہا۔ یہ بات اسے دن رات تشویش میں مبتلا کرنے والی تھی کہ ایک عجیب و غریب انسان جو اس کے لیے سراسر اجنبی تھا۔ وہ اس کے گھر کے اندر کمپیوٹر کے ذریعے کیسے چلا آیا؟

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر سوچ رہا تھا۔ اس عجوبے نے کسی ٹریننگ مشین کا ذکر کیا تھا اور کہا تھا۔ ''اس کے ذریعے وہ معلوم کر چکا ہے کہ اس وقت میں اپنے گھر میں ہوں۔ کمپیوٹر کے ذریعے اسے دیکھ رہا ہوں اور اس کی باتیں سن رہا ہوں۔ وہ میرے متعلق بہت کچھ جانتا ہے... مگر کیسے جانتا ہے؟''

وہ قریب آ کر مانیٹر پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگا۔ ''کیا وہ کوئی خطرناک جادوگر ہے؟ یا غیر معمولی ذہانت کا مالک سائنسدان ہے؟ اس نے کسی ٹریننگ مشین کے ذریعے میرا سراغ لگا لیا پھر یہ کہ ایک جادوگر کی طرح میرے کمپیوٹر میں پہنچ گیا۔ جس طرح ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسروں کے دماغوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ سائنسدان یا جادوگر دوسروں کے کمپیوٹرز میں پہنچ جاتا ہے۔''

اس نے کمپیوٹر کو آن کیا۔ تمام فائلیں چیک کیں۔ ایک نئی فائل جوجو کرانتے کے نام سے نظر آئی۔ اس نے اس فائل کو اوپن کیا تو وہی عجوبہ دکھائی دینے لگا۔ وہ اپنے کسی خفیہ اڈے میں تھا۔ وہاں کئی طرح کی سائنس اور ٹیکنالوجی سے تعلق رکھنے والی ایسی حیرت انگیز مشینیں تھیں۔ جو پہلے کبھی اس دنیا میں دیکھی نہیں گئی تھیں۔

برین ماسٹر کمپیوٹر پر وہ تمام مناظر دیکھ رہا تھا۔ جو عالی اور ایمان علی اور دوسرے اکابرین اب تک دیکھ چکے تھے۔ اسے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ شدید حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ جو کچھ دیکھ رہا ہوں، وہ قصوں اور کہانیوں والی باتیں لگ رہی ہیں۔

پھر اس نے خود ہی تسلیم کیا کہ یہ کوئی قصہ کہانی نہیں ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہ عجوبہ میرے کمپیوٹر اسکرین پر آیا تھا۔ کیا وہ جانتا ہے کہ میری رہائش گاہ کہاں ہے؟ اور کس کمرے میں یہ کمپیوٹر رکھا ہوا ہے؟ اس نے میرا نام لے کر مجھے مخاطب کیا تھا۔ اس کا مطلب ہے وہ میرا نام پتا ٹھکانا سب کچھ جانتا ہے پھر وہی سوال پیدا ہوا کہ کیسے جانتا ہے؟

یہ ایسے سوالات تھے جو اس کے اندر سے اُبھر رہے تھے اور اس کا خون خشک کر رہے تھے۔ اسے اس بات پر ناز تھا کہ فرہاد سمیت آج تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ نہیں پایا تھا۔ وہ ایک خفیہ پناہ گاہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ بڑے اطمینان سے محفوظ رہتا تھا لیکن اس عجوبے کی آمد نے اس کے سکون اور اطمینان کو غارت کر دیا تھا۔

کچھ زیادہ ہی تشویش میں مبتلا کرنے والی بات یہ تھی کہ وہ عجوبہ اس کی رہائش گاہ کے کمپیوٹر میں کیسے پہنچ گیا؟ کیا وہ آئندہ کامیابی کے ساتھ روپوش نہیں رہ سکے گا؟ ان سوالات کے جواب تک پہنچنے سے پہلے اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے بیٹے سے کہا۔ ''فوراً ضروری سامان پیک کرو۔ تمہارے لیے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ جہاں ہو وہاں سے نکل آؤ۔ میں ایک جگہ کا پتا بتا رہا ہوں، وہاں پہنچو۔ میں تم سے وہیں ملوں گا۔''

اس نے بیٹے کو ایک نئی خفیہ رہائش گاہ کا پتا بتایا پھر اپنا ضروری سامان بھی پیک کرنے لگا۔ اس دوران میں تمام اکابرین کے اندر جا کر عجوبے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس کا اندازہ درست نکلا کہ وہ عجوبہ اس سے پہلے اس کے دشمنوں تک پہنچا ہوا ہے۔ اس نے ان سب کو یہ بتایا ہے کہ فرہاد زندہ ہے۔ وہ خوامخواہ اپنی آتما کی باتیں کر کے ان سب کو دھوکا دے رہا ہے۔ ان تمام اکابرین کو یقین تھا کہ عجوبہ جو کہہ رہا ہے وہ دُرست ہے۔

وہ سر اُٹھا کر پھر اس کمپیوٹر کو دیکھنے لگا۔ وہ گویا جادو کا پٹارا تھا۔ اس کے اندر سے ایک بلا برآمد ہو کر اسے دھمکیاں دے کر غائب ہو گئی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جو کچھ دیکھا تھا وہ حقیقت تھی۔ اس نے اپنے بازو میں ایک زور کی چٹکی بھری پھر تکلیف محسوس کرتے ہوئے یقین کیا کہ وہ خواب نہیں دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆

بندروں کے شکاری پکارڈو نے کہا تھا کہ وہ بیمار ہے اور اس عجوبے کو تلاش کرنے کے لیے عالی اور ایمان علی کے ساتھ جنگل میں نہیں جا سکے گا۔ عالی نے بعد میں اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

وہ چاہتا تھا کہ تنہا جنگل میں جائے۔ اگر وہ عجوبہ نظر آ جائے تو کیمرے سے اس کی تصویریں اتارے۔ ان تصاویر کے ذریعے وہ ہزاروں ڈالرز کما سکے گا۔ وہ اس معاملے میں عالی اور ایمان علی کو یا کسی کو بھی شریک نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ دونوں اچانک ہی اس کے مکان میں پہنچ گئے۔ اس مکان کے اطراف بہت بڑا احاطہ تھا۔ اس احاطے کے اندر کئی پنجرے تھے۔ جن میں بندروں کو رکھا گیا تھا۔ ملک کے مختلف شہروں کے اسپتالوں سے بندروں کی سپلائی کا آرڈر موصول ہوتا رہتا تھا۔ وہ انہیں ان اسپتالوں میں پہنچا کر اچھی خاصی رقم حاصل کرتا رہتا تھا۔

پکارڈو نے انہیں دیکھ کر پوچھا۔ ''آپ لوگ کون ہیں؟ اور یہاں کیوں آئے ہیں؟''

ایمان علی نے کہا۔ ''ہم نے فون پر تم سے بات کی تھی۔ تمہارے ساتھ جنگل میں جا کر اس عجوبے کو دیکھنا چاہتے ہیں۔''

عالی نے کہا۔ ''تم تو اچھے خاصے صحت مند ہو لیکن ہمیں یہ کہہ کر ٹال دیا کہ بیمار ہو۔''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''جب یہ سمجھ رہی ہو کہ میں ٹال رہا ہوں تو یہاں کیوں آئی ہو؟''

''ٹالنے کی کوئی تو وجہ ہوگی؟''

''اس عجوبے کو میں نے دریافت کیا ہے۔ ایک آرٹسٹ کے ذریعے اس کی خیالی تصویر بنوائی تھی۔ جس میگزین میں وہ تصویر شائع ہوئی اور اس کے متعلق مضمون شائع ہوا۔ اس رسالے کے مالک نے مجھے ایک ہزار ڈالرز دیے تھے۔''

ایمان علی نے کہا۔ ''ہم بھی تم سے مفت کام نہیں کرائیں گے۔ اچھی خاصی رقم دیں گے۔''

اس نے کہا۔ ''میں تنہا جنگل میں جا کر اس کی تصویریں اتارنا چاہتا ہوں۔ وہ تصویریں کم از کم پانچ یا دس ہزار ڈالرز میں فروخت ہوں گی۔ کیا تم اتنی بڑی رقم مجھے دے سکو گے؟''

''ہاں، ابھی ہم تمہیں پانچ ہزار ڈالرز دیں گے۔ تمہارے اطمینان کے لیے اپنے ساتھ کیمرا نہیں لے جائیں گے۔ تم اپنے کیمرے سے اس کی جتنی تصویریں چاہو اتار سکتے ہو۔''

وہ ایک طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ اسے بیٹھے بٹھائے پانچ ہزار ڈالرز مل رہے تھے۔ اسے یہ امید نہیں تھی کہ دوبارہ اس عجوبے کو اس جنگل میں دیکھ سکے گا اور دیکھ سکا تو تصویریں اتار سکے گا یا نہیں؟ اور اگر تصویریں اتار لیں تو وہ پانچ یا دس ہزار ڈالرز میں فروخت ہو سکیں گی یا نہیں؟

ایمان نے پانچ ہزار ڈالرز گن کر اسے پیش کیے تو وہ فوراً راضی ہو گیا۔ اس نے رقم لیتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں جنگل میں رات گزارنی ہوگی۔ اگر وہ عجوبہ ایک رات کو دکھائی نہ دیا تو دوسری رات بھی وہاں قیام کرنا ہوگا۔ فارسٹ آفیسر ریسٹ ہاؤس کا کرایہ پچاس ڈالر لے گا۔''

ایمان علی نے کہا۔ ''نو پرابلم۔ ہم وہاں رہنے سہنے اور کھانے پینے کے سلسلے میں تمام پیمنٹ کرتے رہیں گے تم فکر نہ کرو۔ بس ابھی یہاں سے روانگی کی تیاری کرو۔''

وہ دوپہر کو وہاں سے روانہ ہوئے اور شام تک فارسٹ آفس میں پہنچ گئے۔ وہاں پکارڈو نے عالی اور ایمان علی کے ناموں کی انٹری کرائی۔ فارسٹ آفیسر نے کہا۔ ''یہ صرف شکاریوں کو آنے... اور راتوں کو رہنے کی اجازت جاتی ہے۔ یہاں آنے والے اپنی ذمے داری پر دور دور جا شکار کھیلتے ہیں۔ کبھی کبھی خود جنگلی جانوروں کا شکار ہو جا ہیں۔ تم دونوں کو مسٹر پکارڈو کی ضمانت پر دو راتوں تک ر کی اجازت دی جا رہی ہے۔''

انہوں نے وہاں کے دستور کے مطابق ایک رجسٹر خانہ پُری کی، اپنے دستخط کیے پھر ایک ریسٹ ہاؤس میں گئے۔ پکارڈو نے کہا۔ ''ہم رات آٹھ بجے تک کھانے بعد یہاں سے نکلیں گے پھر جنگل کے اسی حصے میں جائیں جہاں میں نے اسے دیکھا تھا۔''

عالی نے اپنے کمرے میں آرام سے بیٹھ کر مجھ رابطہ کیا۔ ''ہائے مما! آپ کیسی ہیں؟''

میں نے خوش ہو کر کہا۔ ''آئی ایم فائن۔ بہت دنو بعد ماں کی یاد آئی ہے۔ بائی داوے اس وقت کہاں ہو؟ کیا کر رہی ہو؟''

وہ بولی۔ ''اوہ مما...! کچھ نہ پوچھیں۔ آپ کو بتانے لیے بہت سی باتیں ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ خوشخبری سنا ہوں کہ پاپا زندہ ہیں۔ اوہ مما! میں کیا بتاؤں یہ خوشخبری ہی میں خوشی سے پاگل ہو گئی تھی۔ آپ کا کیا حال ہے؟''

سونیا ہنسنے لگی وہ بولی۔ ''آپ ہنس رہی ہیں۔ اس مطلب ہے کہ آپ کو یقین نہیں آ رہا ہے۔ پہلے مجھے بھی یقی نہیں آ رہا تھا۔ لیکن یہ خبر اتنی مستند اور پکی ہے کہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے پاپا اسی دنیا میں زندہ و سلامت ہیں مگر کہاں ہیں؟ ابھی ان کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''میں اس لیے ہنس رہی ہوں۔ کہ یہ با شروع سے جانتی تھی۔ حقیقتاً تمہارے پاپا کو موت نہیں آ تھی۔ ان کی جگہ کوئی دوسرا ڈمی مارا گیا ہے۔''

یہاں یہ وضاحت لازمی ہے کہ فرہاد کی جگہ مارا جا والا وہ شخص کون تھا؟

جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک انتہ خطرناک جادوگر منڈل جوگی پُراسرار علوم کے ذریعے فرہا تیمور کو اپنا معمول اور تابعدار بنانا چاہتا تھا۔ ان دنوں فر سوئٹزرلینڈ میں تھا (نومی کرسٹل) کے ساتھ تھا۔ میں بھی میں وہاں پہنچ گئی تھی۔

بہرحال منڈل جوگی نے فرہاد کو ٹریپ کرنے کے اپنے ایک چیلے شنکر نارائن کو وہاں بھیجا تھا۔ جناب علی اسدا تبریزی سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ وہ بہت پہلے جو

گئے تھے کہ کوئی عجوبہ ہے جس نے فرہاد کی موت کا دن اور تاریخ مقرر کی ہے۔ لہٰذا انہوں نے اس عجوبے کو دھوکا دینے اور فرہاد کی موت کا یقین دلانے کے لیے شنکر نارائن کو غائب دماغ بنا کر فرہاد کے بستر علالت پر پہنچا دیا تھا۔ جناب تبریزی کے علم کے مطابق اس بدبخت شنکر نارائن کی موت کا وقت آچکا تھا۔

شنکر نارائن نے سوئٹزرلینڈ پہنچ کر اپنا چہرہ تبدیل کیا تھا اور فرہاد کا ہم شکل بن گیا تھا۔ اس کی یہ تدبیر خود اسے مہنگی پڑی۔ اس کی موت کے بعد بھی اسے فرہاد سمجھا جاتا رہا۔

فرہاد کے تمام دشمن امریکا اور یورپ کے اکابرین یہ یقین کرنا چاہتے تھے کہ فرہاد مر چکا ہے۔ اس سے پہلے بھی کئی بار فرہاد نے موت کا ڈراما رچایا تھا پھر ایک عرصے بعد منظر عام پر آکر دشمنوں کی تمام خوش فہمیاں ختم کر دی تھیں۔

فرہاد کی موت کی تصدیق کرنے کے لیے شنکر نارائن کی لاش کو وہاں کے اسپتال کے ایک مردہ خانے میں پہنچایا گیا تھا۔ مختلف ممالک سے کتنے ہی اکابرین وہاں پہنچ رہے تھے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرنا چاہتے تھے کہ واقعی وہ فرہاد ہے بھی یا نہیں؟ لیکن ان سب کے وہاں پہنچنے سے پہلے اور اس لاش کے چہرے سے میک اپ اُترنے سے پہلے جناب تبریزی کی مرضی کے مطابق وہاں ایک بم کا دھماکا ہوا اور اس لاش کے چیتھڑے اڑ گئے۔ یہ بھید نہ کھل سکا کہ فرہاد کی جگہ کوئی دوسرا مارا گیا تھا۔

بابا صاحب کے ادارے کے بانی بابا فرید واسطی نے سونیا سے کہا تھا۔ ''جب فرہاد کا آخری وقت آئے گا اور وہ اپنی آخری سانسیں پوری کرے گا تو اس وقت اس کے پاس سونیا کے سوا کوئی نہ ہوگا۔ وہ صرف اسی کی موجودگی میں اسی کی قربت میں جان دے گا۔''

اور ایسا نہیں ہوا تھا۔ جب فرہاد بستر علالت پر پڑا ہوا تھا یا یہ کہنا چاہیے کہ اس وقت شنکر نارائن فرہاد کے روپ میں بستر پر پڑا ہوا تھا۔ تب سونیا تھوڑی دیر کے لیے ثنا سے باتیں کرنے اس کمرے سے باہر آگئی تھی۔ جب وہ دوبارہ فرہاد کے کمرے میں واپس آئی تو اس وقت تک اس کا دم نکل چکا تھا تب ہی اس نے سمجھ لیا تھا کہ اس بستر علالت پر مرنے والا اس کا فرہاد نہیں کوئی بہروپیا ہے۔ اس کا ایمان تھا کہ بابا فرید واسطی مرحوم کی پیش گوئی کبھی غلط نہیں ہوسکتی۔ فرہاد کو جب بھی موت آئے گی تو اس کی موجودگی میں آئے گی۔ چونکہ وہ کمرے میں موجود نہیں تھی۔ اس لیے اس کا فرہاد مرا نہیں زندہ ہے۔

دوسری طرف ایمان علی نے اپنی آگہی کے ذریعے عالی کو بتایا تھا کہ اس کے پاپا کی موت مشکوک ہے۔ بعد میں اسے عجوبے کے حوالے سے آگہی ملی تب عالی کو یقین ہوا کہ اس کے پاپا زندہ ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے سن سٹی میں آکر اس کا سافٹ ویئر دیکھا تو پھر ایک ذرا سا بھی شبہ نہیں رہا۔ اچھی طرح تصدیق ہوگئی کہ وہ زندہ ہے۔

میں نے عالی سے شکایت کی۔ ''تمہیں ایمان علی نے آگہی کے ذریعے بتا دیا تھا پھر بھی تم نے مجھ سے پاپا کے زندہ رہنے والی بات چھپائی۔ تم نے ایسا کیوں کیا؟''

وہ بولی۔ ''مما! آپ کو بھی پہلے ہی دن سے یقین تھا کہ میرے پاپا زندہ ہیں۔ آپ نے بھی مجھ سے یہ بات چھپائی تھی۔ آخر کیوں؟''

''میں پہلے معلوم کرنا چاہتی تھی کہ فرہاد زندہ ہیں تو کہاں ہیں؟ ہم سے رابطہ کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ پہلے میں ان کا سراغ لگانا چاہتی تھی۔ اس کے بعد ہی اپنے تمام بچوں کو خوشخبری سنانا مناسب ہوتا۔''

عالی نے کہا۔ ''میں بھی یہی چاہتی تھی کہ پہلے پاپا کی زندگی کا پوری طرح یقین ہوجائے۔ اب جبکہ سن سٹی پہنچ کر مجھے اچھی طرح یقین ہوگیا ہے تو میں آپ کو یہ خوشخبری سنا رہی ہوں۔''

''اچھا تو تم افریقا کے شہر سن سٹی میں ہو؟''

''ہاں، ایمان کو ایک عجوبے کے سلسلے میں آگہی ملی تھی۔ ہم اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سن سٹی گئے تھے۔ اب سو مالیہ کے ایک شہر میراگ کے قریب ایک جنگل میں پہنچے ہوئے ہیں۔''

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ''عجوبہ...؟ یہ عجوبہ کیا ہے؟''

وہ مجھے اس کے متعلق پوری تفصیل سے بتانے لگی۔ میں بڑی حیرانی اور دلچسپی سے سنتی رہی۔ میں نے ایسے عجیب و غریب انسان کے متعلق نہ پہلے کبھی پڑھا تھا اور نہ پہلے کبھی اس کے بارے میں سنا تھا۔ میں سنتی رہی اور پریشان ہوتی رہی پھر میں نے کہا۔ ''عالی! یہ تو بہت ہی خطرناک ہے۔ اپنی عجیب و غریب مشینوں کے ذریعے کسی بھی دشمن تک پہنچ جاتا ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''آپ فکر نہ کریں ممتا! وہ ہمارے پاپا کو کبھی ڈھونڈ نہیں پائے گا۔''

''بے شک، وہ تمہارے پاپا کو ڈھونڈنے میں ناکام ہو رہا ہے لیکن وہ ہم میں سے کسی کے پاس کسی وقت بھی پہنچ سکتا

ہے۔ کسی کو بھی نقصان پہنچا کر تمہارے پاپا کو کمزور بنا سکتا ہے۔ انہیں اسرار کے پردوں سے نکل آنے پر مجبور کر سکتا ہے۔''

''میں اور ایمان اس پہلو سے سوچتے ہیں تو پریشان ہوجاتے ہیں۔ کسی بھی طرح اس کی عجیب و غریب مشینوں تک پہنچنے کا موقع ملے گا تو میں ان سب کو تباہ کر دوں گی۔ ہم سب سے پہلے اس عجوبے تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے اسے تلاش کرنے یہاں جنگل میں آئے ہوئے ہیں۔''

''بیٹی! وہ جتنا عجیب و غریب ہے۔ اتنا ہی خطرناک بھی ہے۔ اس سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔''

''آپ فکر نہ کریں۔ ہم محتاط رہیں گے۔ آپ بھی اس عجوبے جو جو کرامتیں پر قابو پانے کوئی تدبیر سوچیں۔ آپ کی پوری ہسٹری بتاتی ہے کہ آپ جب بھی کسی کے مقابل آتی ہیں تو اس کے بارہ بجا دیتی ہیں۔ ہمیشہ کے لیے اس کی چھٹی کر دیتی ہیں۔''

''مجھ پر خدا مہربان ہے اور بابا فرید واسطی کی دعائیں میرے ساتھ رہتی ہیں۔''

ہم ماں بیٹی بڑی دیر تک باتیں کرتی رہیں پھر وہ مقررہ وقت کے مطابق ریسٹ ہاؤس سے نکل کر ایمان علی اور پکارڈو کے ساتھ جنگل کے اس حصے کی طرف چلی گئی جہاں ایک بار اس عجوبے کو دیکھا گیا تھا۔ یہ کوئی ضروری نہیں تھا کہ وہ عجوبہ ہر رات اپنی خفیہ پناہ گاہ سے نکلتا ہو۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ وہ پہلی بار اس رات بھٹک کر اُدھر آگیا ہو اور اب کبھی اُدھر کا رخ نہ کرتا ہو۔

پکارڈو نے کہا۔ ''جب میں نے پہلی بار اسے دیکھا تو وہ بڑا سا تھیلا پکڑے جنگل کے اسی حصے سے گزر رہا تھا۔ میری آواز سنتے ہی وہ ایک دم سے بدک کر بھاگتا چلا گیا۔ اس کی رفتار ایسی تیز تھی جیسے کمان سے تیر چھوٹ کر جا رہا ہو۔''

ایمان علی نے کہا۔ ''ہم نے اس میگزین میں پڑھا ہے۔ تم نے بیان دیا ہے کہ وہ ایسے بھاگ رہا تھا کہ اس کے پاؤں متحرک نہیں تھے۔ دونوں پاؤں ایک جگہ تھے اور وہ جیسے پھسلتا جا رہا تھا۔''

پکارڈو نے کہا۔ ''بے شک یہی بات تھی۔ اس کے پیروں سے جیسے پہیے بندھے ہوئے تھے۔ وہ کسی موٹر گاڑی یا ریل گاڑی کی طرح بڑی تیز رفتاری سے دور ہو کر نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا مگر وہ تھیلا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ اس میں جڑی بوٹیاں تھیں۔ اس سے اندازہ ہوا کہ وہ راتوں کو جڑی بوٹیوں کی تلاش میں ادھر آتا ہے۔''

''اور اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ان جڑی بوٹیوں سے دوائیں بنانا جانتا ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''اور یہ خیال آتا ہے کہ اس کے جسم کے اندر کسی طرح کا الیکٹرونک سسٹم ہے کیونکہ جب وہ پلکیں جھپکتا تھا تو ان مشینوں کے مانیٹرز کے مناظر تبدیل ہونے لگتے تھے۔ اس کی آنکھیں گوکر ریموٹ کنٹرولر تھیں۔ دور ہی سے ان مشینوں کو کنٹرول کر رہی تھیں۔''

وہ تینوں وہاں جنگل میں دور دور تک بھٹکتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا مایوسی ہوتی رہی۔ وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ پکارڈو نے کہا۔ ''میری پہلی رپورٹ کے بعد فارسٹ کی آرمی نے پورے جنگل میں اس عجوبے کی قیام گاہ کو تلاش کیا تھا لیکن میلوں دور تک کوئی ایسی چار دیواری نہیں ملی جہاں وہ چھپ کر رہتا ہو۔ اس سے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ اِدھر نہیں رہتا۔ کہیں دور سے آیا تھا۔''

ایمان علی نے کہا۔ ''پھر تو یہ کہنا چاہیے کہ اس جگہ سے اس کی کوئی خاص وابستگی ہوگی' تب ہی وہ اِدھر آئے گا اور ہمیں نظر آئے گا۔''

صبح کے چار بجے۔ وہ مایوس ہو کر ریسٹ ہاؤس میں واپس آگئے تھکن سے بُرا حال تھا۔ وہ اپنے اپنے کمروں میں آکر دروازہ اندر سے بند کرنے کے بعد سو گئے۔ انہیں ایسی گہری نیند آئی کہ وہ اپنے آس پاس کی دنیا سے حتیٰ کہ اپنے آپ سے بھی غافل ہوگئے۔

دن کے ایک بجے ایمان علی کی آنکھ کھلی تو اس نے فوراً ہی غسل کیا، وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کی۔ جب نماز کے اختتام پر وہ درود شریف پڑھنے لگا تب اس پر آگہی کی کیفیت طاری ہونے لگی۔ اس کا سر جھک گیا، آنکھیں بند ہوگئیں اور وہ بند آنکھوں کے پیچھے خود کو عالی اور پکارڈو کے ساتھ اس جنگل میں دیکھ رہا تھا۔ جس طرح وہ پچھلی رات بھٹکتے رہے تھے اسی طرح جنگل کے اس حصے میں بھٹک رہے تھے۔ اس وقت وہ اور عالی زرد رنگ کے لباس میں تھے۔ پیروں میں زرد رنگ کی جرابیں، جوتے اور ہاتھوں میں دستانے بھی اسی رنگ کے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے سر سے گردن تک نقاب بھی زرد رنگ کا پہن رکھا تھا۔ ان کے برعکس پکارڈو عام لباس میں تھا۔

یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ دونوں زرد رنگ کے لباس اور نقاب میں کیوں چھپے ہوئے ہیں؟ آدھی رات کے بعد اس عجوبے سے اچانک ہی سامنا ہوگیا۔ وہ تینوں

ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر تھے اور جہاں تھے وہیں ٹھٹک گئے۔ پکارڈو نے ریوالور سے اس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ ''تم جہاں ہو وہیں رک جاؤ۔ ہم سے باتیں کرو گے تو ہم تمہیں جان سے نہیں ماریں گے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس عجوبے نے اچانک اپنے مخصوص انداز میں تیزی دکھائی۔ ایک دم سے تیر کی طرح ایک طرف پلٹ کر ایسے گیا کہ پکارڈو اس کا نشانہ نہیں لے سکا۔ اس نے دو فائر کیے لیکن اس وقت تک وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ وہ جدھر گیا تھا۔ پکارڈو بھی اُدھر دوڑتا ہوا گیا۔ عالی اور ایمان بھی اس کے پیچھے تھے۔

کچھ دور جانے کے بعد وہ عجوبہ اچانک ان کے پیچھے نمودار ہوا۔ انہوں نے پلٹ کر اسے دیکھا عالی اور ایمان علی کو یوں لگا جیسے وہ ان کی طرف نہیں دیکھ رہا ہے صرف پکارڈو پر اس کی نظر ہے پھر اس سے پہلے کہ پکارڈو اپنی گن سیدھی کرتا وہ تیر کی طرح آ کر اس سے ٹکرا گیا۔ وہ زبردست فائیٹر تھا۔ پکارڈو بھی کچھ کم نہیں تھا لیکن اس کے حملے ناکام ہوتے جا رہے تھے اور وہ عجوبے سے مار کھاتا جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور بہت پہلے ہی چھوٹ گیا تھا۔ ایمان اس کی مدد کے لیے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ عالی نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''ذرا رک جاؤ۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے اس نے ہمیں دیکھ کر بھی نہ دیکھا ہو یا ہم اسے نظر نہ آ رہے ہوں۔''

ایمان نے کہا۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جب وہ ہمارے ساتھی کو دیکھ رہا ہے تو ہمیں بھی دیکھ چکا ہوگا۔''

عالی نے کہا۔ ''ایک ذرا ٹھہرو، میں ابھی آزماتی ہوں۔''

ایسے وقت عجوبے نے پکارڈو کو اپنے داؤ میں لا کر اس کی گردن توڑ ڈالی۔ اس کے منہ سے ایک کراہ بھی نہ نکل سکی وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ عالی نے اسی لمحے میں ایک چھوٹا سا پتھر اٹھا کر اس کی طرف پھینکا۔ پتھر اسے لگا تو وہ چونک کر پلٹ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ عالی نے خیال خوانی کے ذریعے ایمان سے کہا۔ ''ایمان! تم کچھ دیکھ رہے ہو، سمجھ رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''سمجھنا کیا ہے۔ تم نے مجھے اس کی مدد کرنے نہیں دیا وہ بیچارا مارا گیا ہے۔''

وہ بولی۔ ''پہلے اپنی خیریت مناؤ۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اسے دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔''

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

''تم خود ہی دیکھو وہ ہمیں ڈھونڈنے کے انداز میں ایک ایک قدم بڑھتا ہوا اِدھر سے اُدھر جا رہا ہے۔ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ کس نے اسے پتھر مارا ہے؟ اور اب دیکھو ہماری طرف آ رہا ہے۔ اسے ہمارے قدموں کی ہلکی سی آہٹ بھی نہیں ملنی چاہیے۔''

وہ دونوں بہت ہی دبے قدموں ذرا پیچھے چلے گئے۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا ان کے درمیان سے گزرتا ہوا آگے نکل گیا۔ عالی نے کہا۔ ''دیکھا ایمان! میں نہ کہتی تھی کہ یہ ہمیں دیکھ نہیں پا رہا ہے۔ پتا نہیں ایسی کیا بات ہے کہ ہم دونوں اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں؟''

عالی کے اس سوالیہ فقرے کے ساتھ آگہی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں تو نماز کی حالت میں دوزانو بیٹھا ہوا تھا اور پھر سے بے اختیار درود شریف پڑھنے لگا۔

ایسے وقت دروازے پر دستک ہوئی اور عالی کی آواز سنائی دی۔ ''میرا خیال ہے تم نیند پوری کر چکے ہو۔''

''ہاں، تم کمرے میں چلو، میں ابھی آتا ہوں۔''

اسے وہ آگہی کچھ سمجھا رہی تھی اور وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسے کس بات کا اشارہ مل رہا ہے؟

وہ دونوں ہندوستان سے پہلے افریقا کے شہر سن سٹی آئے تھے۔ وہاں انہوں نے ایک میگزین میں اس عجوبے کی تصویر دیکھی تھی پھر اس ٹیچر کے ذریعے وہ سافٹ ویئر دیکھا تو اس کے بعد ہی پکارڈو کے ساتھ صومالیہ کے جنوبی شہر میراگ پہنچے۔ میراگ سے پچیس میل کے فاصلے پر وہ جنگل تھا جہاں کے ریسٹ ہاؤس میں انہوں نے قیام کیا ہوا تھا۔

ایمان علی نے عالی کے کمرے میں آ کر کہا۔ ''ابھی مجھے آگہی ملی ہے۔ ہمیں ایک دن کے لیے یہاں سے واپس میراگ جانا ہوگا۔''

عالی نے پوچھا۔ ''خیریت تو ہے؟ یہ بتاؤ تمہیں کیسی آگہی ملی ہے؟''

اس نے آگہی کے دوران میں جو کچھ دیکھا تھا وہ اسے من وعن سنا دیا۔ عالی نے تعجب سے کہا۔ ''یہ کیا بات ہوئی کہ اس عجوبے نے پکارڈو کو دیکھا اور اسے مار ڈالا اور ہم دونوں اُسے نظر نہیں آئے؟ اس آگہی سے تم کیا سمجھ رہے ہو؟''

''سیدھی سی بات سمجھ میں آنے والی ہے۔ تم نے میری اس بات پر غور نہیں کیا کہ اس وقت ہم جنگل میں تھے اور سر سے پاؤں تک زرد رنگ کے لباس میں چھپے ہوئے تھے۔ نقاب بھی زرد رنگ کا پہنا ہوا تھا۔ جرابیں جوتے اور دستانے سب ہی زرد رنگ کے تھے۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس عجوبے کو نہ تو زرد رنگ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی اس رنگ

کے لباس میں چھپے ہوئے افراد اسے دکھائی دیتے ہیں۔''

''اوہ، یس... اب سمجھ میں آ رہا ہے تمہاری آگہی نے یہ سمجھا دیا ہے کہ جب بھی عجوبے سے سامنا ہوگا تو ہم رزد رنگ کے لباس میں محفوظ رہ سکیں گے۔''

''اور ہمیں اس رنگ کے لباس میں اس طرح چھپ کر رہنا ہوگا کہ ہمارا ایک ناخن تک دکھائی نہ دے۔''

انہوں نے پکارڈو سے کہہ دیا کہ وہ ایک دن کے لیے شہر جا رہے ہیں۔ آج رات جنگل میں نہیں جا سکیں گے۔ دوسرے دن واپس آ کر دوسری رات اس عجوبے کی تلاش میں نکلا جائے گا۔

☆☆☆

عجوبے نے فون کے ذریعے برین ماسٹر سے رابطہ کرنا چاہا تو پتا چلا کہ فون بند ہے۔ اس نے اکابرین میں سے ایک اعلیٰ عہدیدار کو مخاطب کیا اور کہا۔ ''برین ماسٹر سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس کا کوئی دوسرا فون نمبر بتاؤ۔''

اس نے کہا۔ ''برین ماسٹر کا ایک ہی فون نمبر تمام اکابرین کے پاس ہے۔ ہم نے کئی بار کوشش کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے وہ فون بند کر دیا ہے۔ کسی وجہ سے کسی سے بھی رابطہ کرنے سے کترا رہا ہے۔''

''کوئی بات نہیں، اب میں اسے ایسا سبق سکھاؤں گا کہ وہ آیندہ ہم سے کترانا بھول جائے گا۔''

وہ ٹریننگ مشین کے ذریعے معلومات حاصل کرنے لگا۔ فوراً ہی پتا چلا کہ وہ اپنی رہایش گاہ میں نہیں ہے۔ اس ٹریننگ مشین کے مانیٹر پر لندن شہر کا نقشہ پھیلا ہوا تھا۔ برین ماسٹر سے تعلق رکھنے والا سرخ نقطہ ایک سمت بڑھتا جا رہا تھا پھر وہ ننھا سا نقطہ ویلنگٹن اسٹریٹ میں پہنچ گیا۔ وہاں سے وہ آگے بڑھتا ہوا ایک بنگلے کے آگے آ کر رک گیا۔ اس بنگلے کا نمبر جی فورٹین تھا۔ وہ نقطہ وہیں جا کر ٹھہر گیا تھا۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد بجھ گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ماسٹر اس سے چھپنے کے لیے اس نئی رہایش گاہ میں پہنچا ہوا تھا۔

پھر اس نے ماسٹر کے بیٹے جارج رچ مین کا سراغ لگایا۔ اس سے تعلق رکھنے والا سرخ نقطہ بھی اسی طرح آگے بڑھتا ہوا ویلنگٹن اسٹریٹ سے گزرتا ہوا اسی بنگلا نمبر جی فورٹین میں پہنچ کر بجھ گیا۔ یہ معلوم ہو گیا کہ دونوں باپ بیٹے ایک ہی چھت کے نیچے ایک ہی رہایش گاہ میں ہیں۔

اس نے فی الوقت انہیں چھیڑنے دیا۔ کرونا اور ٹونی جے کے اندر پہنچ کر انہیں دیکھا۔ وہ دونوں ہوٹل کے کمرے میں تھے۔ زخم گہرا نہیں تھا۔ اب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تھے۔ اس نے مخاطب کیا۔ ''ہائے کرونا!''

اس نے چونک کر پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

اس نے ٹونی جے کے اندر آ کر کہا۔ ''کرونا پوچھ رہی ہے میں کون ہوں۔ تم بھی یہی سوال کرو گے۔ اس لیے میں تمہاری زبان سے بول رہا ہوں۔ اس طرح تم دونوں میری باتیں سن سکو گے۔''

پھر ٹونی جے اپنی زبان سے بولنے لگا۔ ''میں تم دونوں کے لیے اجنبی ہوں۔ عام طور سے ایک عجوبہ کہلاتا ہوں۔ تمہیں رفتہ رفتہ معلوم ہوگا کہ میں کون ہوں؟ اور کتنی پُراسرار قوتوں کا مالک ہوں۔ فی الحال اتنا ہی سمجھ لو کہ امریکا اور یورپ کے تمام اکابرین میرے زیر اثر ہیں۔ برین ماسٹر مجھ سے چھپتا پھر رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم دونوں میری طرف سے محاسبہ کرنے کے لیے اس کے پاس جاؤ۔''

کرونا نے کہا۔ ''یہ سوچ سوچ کر ہماری جان سولی پر لٹکی ہوئی ہے کہ وہ کسی وقت بھی آ کر ہم پر تنویمی عمل کرے گا اور...''

عجوبے نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''اور وہ کچھ نہیں کر پائے گا۔ میں نے اپنے مخصوص طریقہ کار کے مطابق تم دونوں کے دماغوں کو لاک کر دیا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر نہیں آ سکے گا۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ ہمارا دماغ لاک ہو چکا ہے۔ ہم برین ماسٹر سے محفوظ رہیں گے؟''

''اس سے محفوظ بھی ہو گے اور اسے چیلنج بھی کر سکو گے۔ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ آج تک کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا برین ماسٹر کا پتا ٹھکانا معلوم نہ کر سکا۔ وہ بڑی کامیابی سے روپوش رہتا ہے۔''

''ہاں، وہ ایک طویل عرصے سے پُراسرار بنا ہوا ہے۔''

''اس کی پُراسراریت ختم ہو رہی ہے۔ تم دونوں ابھی اس کی خفیہ پناہ گاہ میں جا کر اسے حیرانی اور پریشانی میں مبتلا کرو گے۔''

اس کا مطلب ہے، تم اس کی خفیہ رہایش گاہ کا پتا جانتے ہو اور ہمیں وہاں پہنچانے والے ہو؟''

''بے شک، یہاں سے نکلو۔ میں تمہیں گائیڈ کروں گا کہ کدھر جانا ہے؟''

یہ کرونا اور ٹونی جے کے لیے بہت بڑی بات تھی کہ جس کے زیر اثر آنے والے تھے۔ اب اسے حیران پریشان کر سکتے تھے۔ وہ دونوں پہلے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے جو اس پُراسرار برین ماسٹر کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنے کا فخر حاصل

کر رہے تھے۔

وہ ماسٹر اس نئی پناہ گاہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ مطمئن تھا۔ بیٹے کو تسلیاں دے رہا تھا۔ ''میری جان! تم فکر نہ کرو۔ اس عجوبے کو اتفاقاً ہماری اس خفیہ رہایش گاہ کا پتا چل گیا ہو گا۔ اب تو اس کا باپ بھی ہم تک نہیں پہنچ سکے گا۔''

''مگر پاپا! آپ نے تو کہا تھا کہ وہ کسی عجیب و غریب مشین کے ذریعے اپنے مطلوبہ افراد تک پہنچ جاتا ہے؟''

''ہاں، اس کا سافٹ ویئر دیکھنے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بہت ہی پُراسرار ہے۔ کتنی ہی عجیب و غریب مشینیں اپنے پاس رکھتا ہے۔ لیکن وہ سافٹ ویئر اسی کا بنایا ہوا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ خوامخواہ ہم پر رعب ڈالنے اور ہمیں متاثر کرنے اور خود کو برتر ثابت کرنے کے لیے ایسی چالیں چل رہا ہے۔''

''اگر آپ مطمئن ہیں تو میں بھی مطمئن ہوں۔ فی الحال کوئی فکر پریشانی نہیں ہے۔ ابھی میں ممی سے بات کرسکتا ہوں۔''

''بے شک، ان کے نمبرز پنچ کرو اور باتیں کرو۔ مجھے بھی تمہاری ممی اور تمہاری بہن کی بہت فکر ہے۔ وہ کلوٹا بے باک مومن جونک کی طرح اینا سے چمٹ گیا ہے۔ اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے کتنی ہی تدبیریں کر چکا ہوں لیکن وہ کم بخت میرے ہتھے نہیں چڑھ رہا ہے۔''

جارج نے کہا۔ ''آپ میری بہن اینا کو تو قابو میں کر سکتے ہیں؟''

''میں نے یہ بھی کر کے دیکھا ہے۔ وہ کلوٹا بہت چالاک ہے۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اینا کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ میں ان دونوں میں سے کسی کے اندر نہیں جا سکتا۔ یہ نہیں معلوم کر سکتا کہ وہ کہاں جاتے ہیں اور کس طرح وقت گزارتے ہیں؟''

''مجھے یہ سوچ سوچ کر غصہ آتا ہے کہ ایک کالے نے میری بہن پر قبضہ جمایا ہوا ہے اور ہم اس کے خلاف کچھ کر نہیں پا رہے ہیں۔''

''میں تو اس کے پیچھے ہی پڑ جانے والا تھا لیکن یہ عجوبہ ایک نئی مصیبت بن کر آ گیا ہے۔ تمام اکابرین کو متاثر کر چکا ہے آیندہ وہ میرے مقابلے میں ان اکابرین کی حمایت کرے گا تو میرے لیے مسائل پیدا ہوتے رہیں گے۔''

جارج نے نمبرز پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا۔ ''ہیلو ممی! میں آپ کا بیٹا جارج بول رہا ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''ہائے میری جان! یہ بھی کوئی بولنے کی بات ہے کہ تم بول رہے ہو؟ میں لاکھوں میں تمہاری آواز پہچان سکتی ہوں۔ اتنے دنوں بعد تمہیں ماں کی یاد آئی ہے؟''

''ممی...! آپ تو جانتی ہی ہیں کہ مجھے کس قدر محتاط رہنا پڑتا ہے۔ پتا نہیں کتنے دشمن ہیں؟ اور کہاں کہاں میری تاک میں رہتے ہیں؟ اسی لیے تو آپ کے پاس آ نہیں سکتا۔ آپ کے گلے نہیں لگ سکتا۔ آپ کو پیار نہیں کر سکتا۔''

''نہیں بیٹے! میں خود کہتی ہوں کہ میرے پاس نہ آؤ۔ جہاں ہو وہاں سلامتی سے رہو۔ میں تمہارے تحفظ اور سلامتی کے لیے دعائیں کرتی رہتی ہوں۔ یہ بتاؤ کیا تم کسی خفیہ پناہ گاہ میں قیدی بن کر چھپے رہتے ہو؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''ایسی بات نہیں ہے ممی! میرا چہرہ میری شخصیت اور میری آواز اور لب و لہجہ سب کچھ بدل چکا ہے۔ آپ سے میں اپنی ذاتی آواز میں بول رہا ہوں لیکن جب خفیہ پناہ گاہ کے باہر جاتا ہوں تو میرا لب و لہجہ بدل جاتا ہے۔ پاپا نے تو میری شخصیت اور میرا چہرہ سب ہی کچھ بدل دیا ہے۔ کوئی پہچان نہیں سکتا کہ میں جارج رچ مین ہوں۔ آپ نے مجھے جنم دیا ہے آپ بھی مجھے دیکھیں گی تو پہچان نہیں سکیں گی۔''

''مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ تم قیدی بن کر نہیں رہتے ہو۔ باہر تفریح کے لیے جایا کرتے ہو۔''

''آپ کو یہ سن کر اور خوشی ہو گی کہ میری ایک بہت ہی خوبصورت گرل فرینڈ ہے اور میں اس سے شادی کرنے والا ہوں۔''

وہ خوشی سے کھل گئی۔ ''کیا واقعی! تم شادی کرنے والے ہو؟ میرے لیے بہو لانے والے ہو؟ اوہ گاڈ! میں کیسے اُڑ کر تمہارے پاس آ جاؤں اور اپنی ہونے والی بہو کو دیکھوں؟''

''یہی تو مشکل ہے ممی! جب تک ہم اپنے بدترین دشمنوں پر قابو نہیں پا لیں گے۔ اس وقت تک ماں بیٹے مل نہیں سکیں گے اور نہ ہی آپ اپنی بہو کو دیکھ سکیں گی اگر میری شادی میں آ بھی گئیں، بہو کو دیکھنا چاہیں گی تو آپ کی نگرانی کرنے والے دشمن یہ پتا لگانے کی کوشش کریں گے کہ آپ میری شادی میں کیوں شریک ہوئی ہیں؟ میں آپ کا کون ہوتا ہوں؟ پھر وہ کڑی سے کڑی ملاتے ہوئے یہ راز معلوم کر لیں گے کہ میں ایک نئے روپ میں ہوں۔''

وہ تڑپ کر بولی۔ ''نہیں بیٹے! نہیں، میں کبھی تمہاری شادی میں نہیں آؤں گی اور نہ ہی اپنی بہو کو دیکھنا چاہوں گی۔

میں اپنے دل پر پتھر رکھ لوں گی...''

یہ کہتے ہی وہ پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کہنے لگی۔ ''میں کتنی بدنصیب ہوں۔ تمہیں دیکھ سکتی ہوں اور نہ ہی اپنی بہو کو گلے لگا سکتی ہوں اور... اور جب پوتی اور پوتے ہوں گے تو انہیں اپنی گود میں بھی نہیں کھلا سکوں گی۔ کیا مجھ جیسی بد نصیب اس دنیا میں کوئی ہو گی؟''

برین ماسٹر خیال خوانی کے ذریعے مونیکا کے اندر تھا۔ اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے بیٹے سے فون لے کر اپنے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''مونیکا اپنے آنسو پونچھ لو۔ میں جانتا ہوں تم اپنے بیٹے سے دن رات مل سکتی ہو۔ بہو کو بھی دیکھ سکتی اور آیندہ اپنے پوتے پوتیوں کو گود میں بھی کھلا سکتی ہو۔''

وہ حیرانی سے بولی۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ تو کہتے ہیں کہ ہمارے چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہیں؟''

''میں دشمنوں سے نمٹنا جانتا ہوں۔ جس طرح میں نے بیٹے کا چہرہ اور شخصیت تبدیل کی ہے۔ اسی طرح تمہارا چہرہ اور شخصیت تبدیل کر کے بیٹے کے پاس بھیج دوں گا۔ چالاک سے چالاک دشمن بھی یہ سمجھ نہیں پائے گا کہ تم اپنے بیٹے کے پاس پہنچ کر ایک نئی زندگی گزار رہی ہو۔''

جارج نے کہا۔ ''اوہ یس پاپا! میں نے تو یہ سوچا بھی نہیں تھا۔ کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ ممی کو بس کسی بھی طرح میرے پاس بھیج دیں۔''

وہ بولا۔ ''یہ بات بہت پہلے سے میرے ذہن میں ہے لیکن میں نے اس پر عمل اس لیے نہیں کیا کہ تمہاری بہن اینا بے باک مومن کی دیوانی ہو گئی ہے اور وہ کلوٹا مسلمان ہے فرہاد کی فیملی سے تعلق رکھتا ہے۔ ماں کو تمہارے پاس آنے کے لیے بیٹی کو اس کے حال پر چھوڑ دینا ہو گا۔''

مونیکا نے کہا۔ ''ویسے بھی ہم نے اینا کو اس کے حال پر چھوڑا ہوا ہے۔ وہ ہمارے کہنے پر ہے اور نہ ہی ہم اسے اپنے قابو میں کر سکتے ہیں۔ وہ میری کوئی بات نہیں مانتی ہے۔ اپنی من مانی کرتی ہے۔ مجھ سے دکھاوے کی محبت کرتی ہے اور میں ایسی کوئی رسمی محبت نہیں چاہتی۔ موجودہ حالات میں نہ میری بیٹی میری ہے اور نہ ہی بیٹا مجھے مل رہا ہے۔ مجھے اس اذیت سے نجات دلاؤ۔ میں اینا کو اس کے حال پر چھوڑ کر اپنے بیٹے کے پاس جانا چاہتی ہوں۔''

''دوسرے لفظوں میں تم اسے بے باک مومن کے حوالے کر چکی ہو؟''

''آپ سمجھتے کیوں نہیں؟ ہمارے کچھ کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ بے باک مومن کی ہو چکی ہے۔ اب پلٹ کر ہماری کبھی نہیں ہو گی۔''

وہ بولا۔ ''اچھی بات ہے۔ میں چند اہم معاملات سے نمٹ کر تمہاری شخصیت اور چہرہ تبدیل کروں گا پھر تمہیں بیٹے کے پاس لے آؤں گا۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ جارج وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ اس کے چند اہم معاملات میں ایک اہم معاملہ کرونا اور ٹونی جے کا تھا۔ ان دونوں پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا تابعدار بنانا تھا۔ اس نے دوسرے ہی لمحے خیال خوانی کی پرواز کی۔ کرونا کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ ماسٹر کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا کہ یہ کیا ہو گیا؟

اس نے ٹونی جے کے اندر جانا چاہا تو اس نے بھی سانس روک لی۔ ماسٹر یہ ماننے کو تیار نہیں تھا۔ کہ اتنی جلدی ان دونوں کی دماغی توانائی بحال ہو گئی ہے اور وہ یوگا کی مہارت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ان کا دماغ کس نے لاک کیا ہے؟

اس نے فوراً ہی آوڈی مین کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ ''یس باس! میں حاضر ہوں۔''

وہ بولا۔ ''کرونا اور ٹونی جے پھر میرے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔ وہ ابھی لندن میں ہی ہوں گے۔ تم فوراً پورے لندن کا چکر لگانا شروع کرو۔ ان کی آوازیں سننے کی کوشش کرو۔ ان کا سراغ ملتے ہی مجھے نئے نمبر پر فون کرو۔''

وہ اسے نیا فون نمبر بتا کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ایسے ہی وقت جارج دوڑتا ہوا اپنے کمرے سے آیا پھر بولا۔ ''اوہ پاپا! وہ عجوبہ ہمارے کمپیوٹر پر نظر آ رہا ہے۔''

یہ سنتے ہی ماسٹر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ شدید حیرانی سے بولا۔ ''یہ کیسے ہو سکتا؟ وہ کم بخت اس نئی خفیہ پناہ گاہ میں کیسے پہنچ سکتا ہے؟''

وہ بیٹے کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ اس وقت مانیٹر بجھا ہوا تھا۔ جارج نے کہا۔ ''اس نے ابھی کہا ہے کہ دس منٹ کے بعد آئے گا۔ اوہ پاپا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ نے تو کہا تھا کہ اس کا باپ بھی اس خفیہ پناہ گاہ تک نہیں پہنچ سکے گا؟''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا بلا ہے؟''

جارج نے کہا۔ ''میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ یہ خلائی مخلوق ہے۔ کسی سیارے سے آیا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی

میں ہم سے بہت آگے ہے۔''

ماسٹر اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ بے چینی اور پریشانی سے کبھی بھی پاؤں پٹخ رہا تھا، مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ جھنجلا کر کہہ رہا تھا۔ ''میرا تو سکون برباد ہو گیا ہے۔ میں اب روپوش نہیں رہ سکوں گا۔ یہ دشمن میرے دوسرے دشمنوں کو بھی مجھ تک پہنچا دیا کرے گا اگر میں ظاہر ہو جاؤں گا۔ میرا اپنا ٹھکانا سب ہی کو معلوم ہو جائے گا تو میرا رعب اور دبدبہ' میری قوت' میری پُراسراریت آدھی سے بھی آدھی رہ جائے گی۔''

ایسے ہی وقت وہ عجوبہ مانیٹر پر دکھائی دیا۔ وہ ہنس رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''کہاں بھاگتے پھر رہے ہو؟ لو تمہاری اس پناہ گاہ میں بھی پہنچ گیا۔ کیا کبھی کوئی ملک الموت سے چھپ سکا ہے؟ اگر نہیں۔ تو یہ نقل مکانی کی صعوبتیں نہ اٹھایا کرو۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟ مجھ سے دشمنی کی وجہ کیا ہے؟''

''یہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ اس دنیا میں جو بھی سپر پاؤر اور ناقابل شکست بن کر رہنا چاہے گا' میں اس کے غبارے سے ہوا نکال دیا کروں گا۔''

''تم ملک الموت کی طرح میری خفیہ پناہ گاہوں میں پہنچ جاتے ہو۔ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ میں تمہارے مقابلے میں کمتر ہوں۔ ناقابل شکست نہیں رہا، تم سے شکست کھا رہا ہوں۔ اب تو تمہیں مجھ سے دشمنی نہیں کرنی چاہیے۔ اب تو میرا پیچھا چھوڑ دو؟''

وہ مانیٹر پر اِدھر سے اُدھر ٹہلتا ہوا دکھائی دے رہا تھا پھر اس نے ایک جگہ رک کر کہا۔ ''تم اپنے مقابل کا پیچھا اس لیے نہیں چھوڑتے کہ ڈھیل دینے سے وہ پھر قوی ہو کر پلٹ کر نقصان پہنچائے گا۔''

''اگر کوئی میرے آگے گھٹنے ٹیک دے تو میں اسے معاف کر دیتا ہوں۔ اس کا پیچھا چھوڑ دیتا ہوں۔''

عجوبے نے انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ ''جھوٹ بول رہے ہو۔ کیا تم کسی خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرنے کے بعد اسے آزاد کر دیتے ہو؟ کیا اسے اپنا معمول بنا کر ہمیشہ کے لیے اپنا غلام نہیں بناتے ہو؟''

برین ماسٹر اس حقیقت پر ذرا ہچکچا کر بولا۔ ''خیال خوانی کرنے والوں کی بات اور ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کو دشمنی کے لیے آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے۔''

عجوبے نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''تم نے اپنے حق میں فیصلہ خود ہی سنا دیا۔ تم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ تمہیں بھی آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے۔''

وہ فوراً ہی جواب نہ دے سکا۔ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا پھر اس نے پوچھا۔ ''تم میرے سوالوں کے جواب دے رہے ہو۔ کیا میری آواز تم تک پہنچ رہی ہے؟''

''نہیں یہ سن کر تمہیں شاک پہنچے گا کہ میں اس وقت تمہارے بیٹے جارج کے اندر ہوں۔ وہاں سے تمہاری باتیں سن رہا ہوں اور یہاں سے جواب دے رہا ہوں۔''

اس نے پریشان ہوتے ہوئے اپنے بیٹے کو دیکھ کر کہا۔ ''میرے بیٹے کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ فار گاڈ سیک ہمارے معاملات سے اسے دور رکھو۔''

''یہ تمہاری بہت بڑی کمزوری ہے۔ میں اسے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ کبھی کبھی ضرورت کے وقت اسے استعمال کروں گا۔''

''ابھی اسے استعمال کرنا ضروری نہیں ہے۔''

''میں اپنی ضرورت سمجھتا ہوں۔ یہاں سے میں اپنی آواز تمہیں سنا نہیں سکوں گا۔ مونیٹر پر صرف نظر آ رہا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ تم میری ان حیرت انگیز مشینوں کو اور انتہائی جدید آلات کو دیکھتے رہو۔''

اس نے بے بسی سے اسے دیکھا پھر پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

''ہاں، تمہیں میرا نام اور فون نمبر معلوم ہونا چاہیے۔ اسے لکھ لو۔ سب ہی مجھے عجوبہ کہتے ہیں لیکن میرا نام جو جو کرانتے ہے۔''

پھر اس نے اپنا فون نمبر بتاتے ہوئے کہا۔ ''یہ نمبر اس لیے بتا رہا ہوں کہ کبھی ضرورت کے وقت تم مجھ سے رابطہ کر سکتے ہو۔ مجھے اپنا نیا فون نمبر بتاؤ اور یہ بھول جاؤ کہ جگہ بدل بدل کر مجھ سے چھپ سکو گے اور اپنا فون بند کر کے مجھ سے دور بھاگ سکو گے۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ جو جو کرانتے نے جارج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''اپنے باپ کو سمجھاؤ، یہ اپنا فون نمبر تو کیا اپنا ایک ناخن تک مجھ سے نہیں چھپا سکے گا۔''

جارج نے کہا۔ ''پاپا! یہ درست کہہ رہا ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس سے دوستی کرنے کی کوشش کریں۔''

جو جو کرانتے نے کہا۔ ''اپنے باپ کو نصیحت نہ کرو۔ یہ خوب سمجھتا ہے کہ میں تمہارے دماغ سے اس کا فون نمبر معلوم کر سکتا ہوں۔''

ماسٹر تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ وہ عجوبہ اسے رفتہ رفتہ ہر طرف سے جکڑ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اس عجیب و غریب دشمن کی کوئی ایک کمزوری معلوم ہو جائے۔ اس نے

کہا۔ ''تم ایک عجوبے ہو۔ عام انسانوں سے ذرا مختلف دکھائی دیتے ہو۔ کیا کھلے عام گھومتے پھرتے ہو؟''

اس نے جواب دیا۔ ''نہیں، میں روپوش رہتا ہوں۔ منظر عام پر آکر تماشا بننا نہیں چاہتا کیونکہ مجھ سے سوالات کیے جائیں گے کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ اور میں ایسے سوالات کے جواب دینا نہیں چاہتا۔''

''تم دن رات روپوش رہتے ہو۔ کبھی میرے روبرو آسکتے ہو؟ اور سامنے آکر مجھے نقصان پہنچا سکتے ہو؟''

وہ بڑے فخر سے بولا۔ ''میں پاتال میں رہتا ہوں مگر زمین کی سطح پر رہنے والوں کے روبرو آئے بغیر ان کی گردنیں دبوچ سکتا ہوں۔''

''یہ تو میں مانتا ہوں۔ میری گردن تمہارے ہاتھوں میں آگئی ہے۔ یہ بتاؤ کہ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''جلدی کیا ہے؟ رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''پلیز مجھے نہ اُلجھاؤ، کچھ تو بتاؤ۔''

''ذرا صبر کرو، ابھی ایک بندی اور ایک بندہ تم سے ملنے آرہے ہیں۔''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''کیا وہ میری اس خفیہ پناہ گاہ کا پتا جانتے ہیں...''

وہ بولتے بولتے رُک گیا پھر جھنجلا کر بولا۔ ''میں سمجھ گیا۔ تم نے انہیں یہاں کا پتا بتایا ہے۔''

''شاباش! اسی طرح سمجھتے رہو۔ میں پھر کسی وقت آؤں گا۔''

اس کے ساتھ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ ان کے سامنے مانیٹر آف ہو چکا تھا۔ برین ماسٹر نے اپنے کمپیوٹر کی طرف دیکھ کر بے بسی سے کہا۔ ''پتا نہیں، اس کے پاس کیسی عجیب وغریب مشینیں ہیں۔ وہ وہاں سے بیٹھ کر ہم سب کے کمپیوٹرز کو کنٹرول کرتا ہے؟''

جارج نے کہا۔ ''پاپا! وہ کہہ رہا تھا کہ یہاں ہمارے پاس کوئی آنے والا ہے۔''

ہر بار ایک نئی پریشانی ایک نئی اُلجھن پیدا ہو رہی تھی۔ اس نے بیٹے سے کہا۔ ''میں نہیں چاہتا کہ تم کسی کی نظروں میں آؤ۔ ان کے آنے سے پہلے کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔''

''کہاں جاؤں گا؟ وہ آنے والے اس عجوبے کے خاص آدمی ہوں گے۔ وہ عجوبہ! کیا نام بتایا تھا اس نے؟ ہاں، جوجو کرانتے... وہ تو میرے دماغ میں جگہ بنا چکا ہے۔ آخر میں کہاں جا کر چھپ سکوں گا؟ وہ پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ ہمیں اِدھر سے اُدھر بھاگنا نہیں چاہیے۔''

وہ دونوں جھنجلا کر رہ گئے۔ اپنی جگہ سر جھکائے بیٹھے بچاؤ کی تدبیریں سوچنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد بزر کی آواز سنائی دی۔ برین ماسٹر نے نمبرز پڑھے۔ آوڈی مین کال کر رہا تھا۔ اس نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگایا۔ اس کی آواز سنائی دی۔ ''میں کرونا اور ٹونی جے کی آوازیں سن کر ان کا پیچھا کر رہا ہوں۔''

ماسٹر کو اپنی اور اپنے بیٹے کی فکر تھی۔ ابھی وہ کرونا، ٹونی جے یا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کی طرف توجہ نہیں دے سکتا تھا۔ آوڈی مین سے کہنا چاہتا تھا کہ بعد میں کسی وقت اس سے بات کرے گا لیکن فون پر یہ سن کر چونک گیا کہ آوڈی مین ان دونوں کا پیچھا کرتا ہوا ویلنگٹن اسٹریٹ میں داخل ہوا ہے۔ چونکنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ اسی اسٹریٹ کے ایک بنگلے میں تھا۔

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''وہ دونوں ویلنگٹن اسٹریٹ میں کہاں جا رہے ہیں؟''

آوڈی مین نے کہا۔ ''سر! ان کی گاڑی کی رفتار سست ہو گئی ہے۔ انہوں نے اپنی کار بنگلا نمبر جی فورٹین کی سامنے روک دی ہے۔''

اس نے پریشان ہو کر بیٹے کو دیکھا۔ وہ باپ بیٹے اسی بنگلا نمبر جی فورٹین میں تھے۔ آوڈی مین کہہ رہا تھا۔ ''اب وہ دونوں کار سے اتر کر احاطے میں داخل ہو کر بنگلے کے دروازے کی طرف جا رہے ہیں۔ کیا میں انہیں پہلے کی طرح زخمی کروں؟''

اس نے کہا۔ ''نہیں، تم واپس جاؤ۔ تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔''

وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ماتحت آوڈی مین کو اس کی رہایش گاہ کا پتا چلے۔ اس لیے وہ اسے واپس جانے کا حکم دے رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''سر! میں اس بنگلے سے آپ کی آواز سن رہا ہوں۔ کیا یہ دونوں آپ سے ملنے آرہے ہیں؟''

وہ جھنجلا گیا۔ ایک عرصے سے آوڈی مین کی خدمات حاصل کر رہا تھا اور یہ بھول گیا تھا کہ وہ کرونا اور ٹونی جے کے علاوہ اس کی بھی آوازیں سن رہا ہوگا۔

اس نے سخت لہجے میں کہا۔ ''زیادہ نہ بولو، تمہیں واپس جانے کا حکم دے رہا ہوں یہاں سے دفع ہو جاؤ۔''

وہ فون بند کر کے آوڈی مین کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بیچارا حکم کا بندہ تھا۔ وہاں سے واپس جا رہا تھا۔ ماسٹر نے اپنے بیٹے سے کہا۔ ''جوجو کرانتے نے کہا تھا کہ ایک بندی اور ایک بندہ مجھ سے ملنے آرہے ہیں اگر یہاں تم...''

وہ بولتے بولتے رُک گیا۔ کال بیل کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ بیٹے نے کہا۔ ''وہی دونوں آئے ہیں۔''

وہ تیزی سے اٹھ کر اپنی الماری کے پاس آیا پھر اسے کھول کر ایک ریوالور نکالتے ہوئے بولا۔ ''وہ جوجو کے بھیجے ہوئے بندی اور بندہ نہیں ہیں۔ وہ کرونا اور ٹونی جے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان گم بختوں کو ہمارا پتا کیسے معلوم ہو گیا؟ تم دوسرے کمرے میں جاؤ۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔''

جارج وہاں سے چلا گیا۔ اس نے باہر کا دروازہ کھولنے سے پہلے آواز بدل کر پوچھا۔ ''تم دونوں یہاں کیوں آئے ہو؟ کیا مجھے جانتے ہو؟''

ٹونی نے کہا۔ ''جان پہچان کے بغیر ہم کسی کے دروازے پر نہیں آتے۔''

کرونا نے کہا۔ ''تم ہمارے دماغوں میں آنے اور تنویمی عمل کرنے میں ناکام ہو رہے تھے۔ اس لیے ہم تمہارے پاس چلے آئے ہیں۔''

ٹونی نے کہا۔ ''تم ہمیں پھر زخمی کرو اور ہمیں اپنا غلام اور کنیز بنالو۔''

وہ غصے سے گرجتے ہوئے بولا۔ ''میں پوچھتا ہوں تمہیں یہاں کا پتا کیسے معلوم ہوا؟''

ٹونی نے کہا۔ ''عقل کے اندھے! کیا تو بھول گیا کہ صرف اور صرف جوجو کرانتے ہی روپوش رہنے والوں کا پتا ٹھکانا جانتا ہے؟''

کرونا نے کہا۔ ''یوں سمجھ لے کہ تجھ سے ملنے کے لیے ہم نہیں جوجو کرانتے آیا ہے۔''

وہ جیسے ٹھنڈا پڑ گیا۔ جوجو کرانتے اس سے کہہ چکا تھا کہ ایک بندی اور ایک بندہ ملنے آرہے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ کرونا اور ٹونی جے کو تابعدار بنانے میں ناکام کیوں ہو رہا تھا؟

اب ماسٹر کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ جوجو کرانتے نے ان دونوں کو یہاں اس لیے بھیجا ہے کہ ان کے ذریعے اسے کمزور بنائے گا پھر اپنا تابع دار بنالے گا۔ وہ دروازے کی طرف منہ کر کے بولا۔ ''یہاں بکواس نہ کرو۔ واپس چلے جاؤ۔ میرے پاس جوجو کرانتے کا فون نمبر ہے۔ میں اس سے بات کرلوں گا۔ تم دونوں کے لیے یہ دروازہ کبھی نہیں کھولوں گا۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی جارج تیزی سے چلتا ہوا وہاں آیا پھر اپنے باپ کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''ہائے برین ماسٹر...!''

اس نے بیٹے کو حیرانی سے دیکھا۔ اس کا لب ولہجہ بدل چکا تھا۔ اس کی زبان سے جوجو کرانتے کہہ رہا تھا۔ ''تم تو یہ دیکھ ہی چکے تھے کہ میں نے تمہارے بیٹے کے دماغ پر قبضہ جمالیا ہے اگر چاہتا تو بہت پہلے ہی بیٹے کے ذریعے باپ کو کمزور بنا دیتا مگر یہ تماشا دکھانا چاہتا تھا کہ تمہارے شکار کیے ہوئے کرونا اور ٹونی جے کو میں کس طرح استعمال کر رہا ہوں۔''

اس نے بڑی فکرمندی اور بے بسی سے بیٹے کو دیکھا۔ اس نے کہا۔ ''مجھے نہ دیکھو، میں دکھائی نہیں دوں گا صرف سنائی دوں گا۔ آگے بڑھو اور مہمانوں کے لیے دروازہ کھولو۔''

وہ مجبور ہو چکا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ ان دونوں نے اندر آکر اسے دیکھا پھر کرونا نے کہا۔ ''تم ہارے ہوئے سپاہی ہو، ہتھیار پھینک دو۔''

ماسٹر نے بیٹے کو دیکھا۔ وہ خاموش تھا اور پلٹ کر جا رہا تھا۔ جوجو کرانتے کی آواز سنائی دی۔ ''اب میں ٹونی جے کے اندر ہوں۔ کہو تو تمہارے اندر جگہ بنالوں؟''

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹتے ہوئے ریوالور سے ٹونی جے کا نشانہ لیتے ہوئے بولا۔ ''خبردار! مجھے نقصان پہنچا کر میرے اندر نہ آنا۔ اس سے پہلے ہی تمہارے ان آلۂ کار بننے والوں کو گولی ماردوں گا۔''

کرونا اور ٹونی جے اپنی جگہ خاموش کھڑے ہوئے تھے لیکن خاموشی سے جانے والا جارج رچ مین پلٹ کر واپس آگیا تھا۔ دوڑتا ہوا آیا اور اُچھل کر باپ کے قدموں میں اس طرح اوندھے منہ گر پڑا جیسے کسی نے اسے اٹھا کر پٹخ دیا ہو۔ وہ فرش پر تڑپتے ہوئے بولا۔ ''نہیں پاپا...! نہیں... مہمانوں کو ذرا بھی نقصان پہنچے گا تو میں ایک کے بعد دوسری سانس نہیں لے سکوں گا۔ وہ ہماری تمہاری سب کی موت ہے، وہ کسی وقت کچھ بھی کر سکتا ہے۔''

وہ ریوالور پھینک کر بیٹے سے لپٹ گیا۔ ''میری جان! میں تمہیں نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ جوجو کرانتے جو چاہتا ہے وہی کروں گا۔''

پھر وہ سر اٹھا کر ٹونی سے بولا۔ ''فار گاڈ سیک مسٹر جوجو! میرے بیٹے کے اندر نہ جایا کرو۔ میرے اندر بھی آنے کی بات نہ کرو۔ میں تمہارے آگے سر جھکاتا ہوں، وعدہ کرتا ہوں۔ اپنے بیٹے کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ ساری عمر تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔''

جوجو نے کہا۔ ''نہیں، کسی کی قسم نہ کھاؤ۔ مجھے یقین نہ دلاؤ۔ میں تمہارے جیسے مغرور اور پُراسرار بن کر رہنے والوں کو ایک اُنگلی پر نچانا جانتا ہوں۔ دیکھو تمہارا بیٹا اٹھ کر بیٹھ گیا ہے۔ آیندہ میں اس کے اندر نہیں جاؤں گا۔''

اس نے بیٹے کو دیکھا۔ وہ فرش سے اٹھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''آئی ایم آل رائٹ پاپا!''

ماسٹر مطمئن ہو کر بولا۔ ''تھینک یو مسٹر جوجو! بس ایک احسان اور کرو۔ میرے اندر آنے کے لیے مجھے نقصان نہ پہنچاؤ۔''

وہ بولا۔ ''میں نے تمہاری یہ بات بھی مان لی۔ جب کبھی مجھے دھوکا دینا چاہو گے۔ میں تمہارے اندر جگہ بنانے سے پہلے تمہارے بیٹے کو ابدی نیند سلا دوں گا۔''

ماسٹر نے تڑپ کر کہا۔ ''میں اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے کبھی تمہارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔ تمہارے ہر جائز اور ناجائز حکم کی تعمیل کرتا رہوں گا۔''

وہ بولا۔ ''میرا پہلا حکم ہے کہ کرونا اور ٹونی جے کو بھول جاؤ۔ یہ دونوں میری پناہ میں رہا کریں گے۔''

اس نے کان پکڑتے ہوئے کہا۔ ''میں بھول کر بھی انہیں یاد نہیں کروں گا۔ یہ جس ملک، جس شہر میں رہیں گے میں ادھر کا رخ نہیں کروں گا۔''

جوجو نے کہا۔ ''دوسرا حکم یہ ہے کہ اکابرین سے رابطہ کر کے انہیں مطمئن کرو۔ ان سے کہہ دو کہ تم ان میں سے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔''

''میں ابھی ان سب سے رابطہ کرتا ہوں۔''

''فی الحال اتنا ہی کرو۔ میں نے تمہارے بیٹے جارج کے اندر رہ کر بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ میں ان معلومات سے کس طرح فائدہ اٹھاؤں گا۔ یہ تمہیں آگے چل کر معلوم ہوگا۔''

یہ کہہ کر ٹونی جے چپ ہو گیا پھر وہاں سے پلٹ کر جانے لگا۔ کرونا بھی اس کے پیچھے جا رہی تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ فی الحال جوجو نے اس سے رابطہ ختم کر دیا ہے۔

☆☆☆

بندروں کا شکاری پکارڈو فارسٹ ریسٹ ہاؤس میں عیش کر رہا تھا۔ اسے کھانے کے لیے گوشت مچھلیاں اور پینے کے لیے شراب مل رہی تھی۔ ایمان علی نے اسے خوش کرنے کے لیے الگ سے رقم دی تھی۔ اس نے مست ہو کر سوچا تھا۔ ''اچھا ہی ہے کہ وہ عجوبہ اور کچھ راتوں تک نظر نہ آئے۔ یہ مسلمان دولتمند خوب ہاتھ لگے ہیں۔ مجھے عیش کرا رہے ہیں۔''

دوسرے دن شام سے پہلے ہی عالی اور ایمان علی واپس آ گئے۔ وہ ریسٹ ہاؤس کے ایک کمرے میں مدہوش پڑا ہوا تھا۔ چوکیدار نے کہا۔ ''مسٹر پکارڈو صبح سے خوب کھاتے پیتے رہے ہیں۔ پچھلے کئی گھنٹوں سے اسی طرح مدہوش پڑے ہیں۔''

چوکیدار ان کے آگے شام کی چائے رکھ کر چلا گیا۔ ایمان نے پکارڈو کو جھنجھوڑتے ہوئے آواز دی۔ ''اے مسٹر! اٹھو شام ہو چکی ہے۔ آج رات ہمیں جنگل میں جانا ہے۔''

اس نے ایک ذرا آنکھیں کھول کر دیکھا پھر بڑبڑاتا ہوا سو گیا۔ ایمان نے کہا۔ ''اس کم بخت نے بہت زیادہ پی لی ہے۔ جب تک نشہ نہیں اترے گا۔ ہوش میں نہیں آئے گا۔''

عالی نے کہا۔ ''فکر نہ کرو، میں ابھی اس کا نشہ اتار دیتی ہوں۔''

اس نے پکارڈو کی کھوپڑی میں پہنچ کر ایک ذرا ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر تڑپنے لگا۔ عالی فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو تھپکنے لگی، آرام پہنچانے لگی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ایمان نے مسکرا کر عالی کو محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم بھی خوب ہو۔''

پکارڈو دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہہ رہا تھا۔ ''مجھے کیا ہو گیا تھا؟ ایسا لگا جیسے آسمان مجھ پر آ گرا ہے اور زمین لرز رہی ہے۔''

ایمان نے کہا۔ ''اگر اسی طرح پیتے رہے تو جیتے رہنے کی آس چھوڑ دو۔ مدہوشی میں دم نکلے گا تو پتا بھی نہیں چلے گا کہ کس طرح زندگی ہار گئے ہو۔''

وہ بولا۔ ''میرا سر دُکھ رہا ہے۔ آج ہم جنگل میں نہیں جائیں گے۔''

عالی نے کہا۔ ''فوراً باتھ روم میں جاؤ۔ شاور لو گرم کافی پیو۔ طبیعت بحال ہو جائے گی۔''

عالی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اٹھ کر باتھ روم میں چلا گیا۔ ایک گھنٹے بعد نہا دھو کر کافی پی کر تازہ دم ہو گیا۔ ایمان علی نے اسے ایک زرد رنگ کا لباس دکھاتے ہوئے کہا۔ ''ہم نے ایسے تین لباس تیار کرائے ہیں۔ ہم تینوں آج رات اسی لباس میں رہیں گے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''یہ بھی کوئی لباس ہے؟ میں اسے پہن کر کارٹون بننا نہیں چاہوں گا۔ سوری، یہ تم دونوں کو ہی مبارک ہو۔''

ایمان دوسروں کو یہ کبھی نہیں بتاتا تھا کہ اسے آگہی ملتی ہے۔ قدرتی اور غیر معمولی صلاحیتوں کو چھپایا جاتا ہے۔ عالی اور ایمان نے اسے بہتیرا سمجھایا کہ وہ ان کی بات مان کر صرف ایک رات کے لیے وہ لباس پہن لے۔ جب وہ عجوبہ مل جائے گا۔ اپنا مقصد پورا ہو جائے گا تو اس لباس کو اتار کر پھینک دیا جائے گا لیکن وہ اپنی ضد کا پکا تھا۔ اس لباس کو پہننے کے لیے راضی نہ ہوا۔

جب وہ جنگل میں پہنچے تو ایمان نے عالی کو چپکے سے کہا۔ ''میں نے آگہی کے دوران یہی منظر دیکھا تھا۔ ہم دونوں زرد لباس میں تھے اور پکارڈو عام لباس میں تھا۔ ہمارے چہرے اسی طرح زرد لباس میں چھپے ہوئے تھے اور پکارڈو کانوں سے ائیر فون لگائے موسیقی سنتا ہوا رقص کرتا آگے آگے جا رہا تھا۔''

عالی نے ہمدردی سے پکارڈو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں دل سے دعا مانگ رہی ہوں، وہ عجوبہ ہمیں نہ دیکھ سکے اور پکارڈو ہمارے ساتھ زندہ سلامت واپس جائے۔''

ایمان نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''انشاء اللہ ہم اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔''

عالی نے پوچھا۔ ''ہم کیسے حفاظت کر سکیں گے؟ ہمیں تو اس بلا سے چھپ کر رہنا ہے۔''

وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''ہاں، چھپنا بھی ہے اور اس کے لیے کچھ کرنا بھی ہے اگر وہ عجوبہ اس پر حملہ کرے گا تو ہم چپ چاپ تماشا نہیں دیکھیں گے۔''

وہ تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ ''ہمیں اس کے ساتھ رہنا چاہیے۔ اسے تنہا چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔''

وہ ان سے ذرا دور تھا۔ پلٹ کر بولا۔ ''تم دونوں میرے پیچھے چلے آ رہے ہو جبکہ تینوں کو تین مختلف سمتوں میں جا کر اسے تلاش کرنا چاہیے۔''

عالی نے کہا۔ ''وہ ایک خطرناک بلا ہے۔ اس سے سامنا ہو گا تو اسے دوستی کی آفر کی جائے گی اگر اس نے دشمنی کی تو ہم تینوں متحد ہو کر اس سے مقابلہ کریں گے لہٰذا ہمیں ایک دوسرے کے قریب رہنا چاہیے۔''

اس نے بے پروائی سے کہا۔ ''اس سے مقابلہ کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ میرے پاس ریوالور ہے۔ میں ذرا ادھر جا رہا ہوں۔ میرے پیچھے نہ آؤ۔''

اس نے گھنی جھاڑیوں کی طرف اشارہ کیا۔ ایمان نے پوچھا۔ ''وہاں کیوں جا رہے ہو؟''

''سمجھا کرو۔ شوشو۔ شوشو...''

وہ مزے میں کہتا ہوا آگے بڑھا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ عالی اور ایمان وہیں آس پاس ٹہلنے لگے۔ وہ دور تک متلاشی نظروں سے دیکھتے ہوئے عجوبے کو پا لینے کی توقع کر رہے تھے پھر ایمان نے گھنی جھاڑیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''یہ پکارڈو وہاں اتنی دیر سے کیا کر رہا ہے؟''

عالی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اس کے اندر پہنچی پھر واپس آ کر بولی۔ ''وہ کم بخت ہم سے چھپ کر شراب پی رہا ہے۔ تم نے اسے سختی سے کہا تھا کہ وہ ایک مسلمان لڑکی کی موجودگی میں نہ پیا کرے۔ اس لیے وہ جھاڑیوں کے پیچھے جا کر پیاس بجھا رہا ہے۔''

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے وہاں پہنچے تو وہ جلدی سے بوتل کو بیگ میں چھپاتے ہوئے بولا۔ ''وہ! میں... تھوڑی سی چھپا کر لے آیا تھا۔ ذرا شغل کر رہا تھا۔ ویسے بالکل ٹھیک ہوں۔ نشے میں نہیں ہوں۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے ساتھ چلنے لگا۔ اس کی بے تکی حرکتوں سے وقت گزر رہا تھا۔ آدھی رات ہو چکی تھی۔ اس نے کہا۔ ''مجھے اُمید نہیں ہے کہ وہ کم بخت آج بھی نظر آئے۔''

اسی لمحے دور کہیں سے ایک نسوانی چیخ سنائی دی۔ انہوں نے چونک کر آواز کی سمت کا اندازہ کیا پھر تیز قدموں سے چلتے ہوئے ادھر جانے لگے۔ پکارڈو نے کہا۔ ''میں نے اس کی آواز پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ کیا وہ عورتوں کی طرح چیختا ہے؟''

وہ تینوں دوڑ رہے تھے۔ وقفے وقفے سے نسوانی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس عجوبے نے دور سے ہی دوڑتے ہوئے قدموں کی دھمک سن لی تھی۔ وہ پیش آنے والے خطرے کے لیے محتاط اور مستعد ہو گیا تھا۔ وہ تینوں ادھر پہنچتے ہی ٹھٹک گئے۔ ان کے سامنے بہت فاصلے پر ایک نیم برہنہ بہت ہی خوبصورت جوان عورت گھاس پر پڑی ہوئی تھی۔ وہاں کی سچویشن نے سمجھا دیا کہ وہ عجوبہ اس عورت سے زیادتی کر رہا تھا۔

پکارڈو نے اسے دیکھتے ہی بیگ سے کیمرا نکالتے ہوئے کہا۔ ''وی آر فرینڈز... ہم دوست ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ذرا تصویر اتارنے دو۔''

چاندنی رات میں فلش لائٹ بجلی کی طرح چمک کر بجھ گئی۔ اس لمحے میں عجوبہ جیسے فضا میں اُڑتا ہوا آیا۔ اس نے ایک فلائنگ کک پکارڈو کے سینے پر ماری۔ وہ کراہتا ہوا پیچھے

جا گرا۔

ایمان اس کی مدد کے لیے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ عالی نے اسے روک کر خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''اس سے ہاتھا پائی نہ کرو۔ ہم دور ہی دور سے حملہ کریں گے۔ اسے الجھائیں گے۔ یہ یقین ہو چکا ہے کہ وہ ہمیں دیکھ نہیں پا رہا ہے۔''

یہ کہتے ہی عالی نے ایک پتھر اٹھایا پھر اسے کھینچ کر مارا۔ وہ دونوں لڑتے ہوئے اِدھر اُدھر جا رہے تھے۔ اس لیے وہ پتھر اسے نہیں لگا۔ ایسے وقت پکارڈو کی گردن اسکی گرفت میں آ گئی تھی۔ ایمان علی ایک دم سے چونک گیا۔ بالکل وہی آگہی والا منظر تھا۔ وہ اس کی گردن توڑنے والا تھا۔ ایمان نے فوراً ہی چھلانگ لگاتے ہوئے اس کے سر پر ایک کک ماری وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ پکارڈو زمین پر گر پڑا۔

ایمان کی لات کھانے کے بعد عجوبہ حیرانی سے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ ابھی کس نے اس پر حملہ کیا تھا؟ اسی وقت عالی نے گھوم کر اس کے منہ پر لات ماری۔ وہ پھر لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ اس بار وہ خوف زدہ ہو گیا۔ حملہ کرنے والے نظر نہیں آ رہے تھے۔ وہ دونوں چاہتے تھے کہ وہ خوفزدہ ہو کر فرار نہ ہونے پائے۔ اسے گرفتار کر کے وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کر سکتے تھے۔

عالی نے دوسری بار اس پر حملہ کرنا چاہا۔ تو وہ جوان عورت گھاس پر سے اٹھ کر دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی۔ اسے حملے سے باز رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ یہ حیرانی کی بات تھی۔ تھوڑی دیر پہلے وہ تکلیف پریشانی یا خوف کے مارے چیخ رہی تھی اور اب اسی ظالم کی حمایت میں عالی سے لڑ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''اسے چھوڑ دو۔ اسے نہ مارو۔ یہ میرا آدمی ہے۔ میں اسے یہاں سے لے جاؤں گی۔''

عجوبہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ اسے عالی اور ایمان نظر نہیں آ رہے تھے مگر اس جوان عورت کے ایک سمت دیکھنے اور بات کرنے سے یہ اندازہ ہو گیا کہ نادیدہ حملہ آور کدھر ہیں۔ اس نے فوراً ہی عالی پر چھلانگ لگائی لیکن وہاں تک پہنچنے سے پہلے اس کے منہ پر ایمان کا گھونسا پڑا۔ وہ فضا میں اُچھلنے کے دوران اوندھے منہ زمین پر گرا پھر جیسے اس کے بدن پر اسپرنگ لگی ہو۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ وہاں ایک نہیں دو دشمن ہیں اور وہ نادیدہ حملہ آوروں سے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ وہ وہاں سے بھاگنے لگا۔

پکارڈو کا ریوالور ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ ایمان نے اسے اٹھا کر فوراً ہی اس کی طرف گولی چلائی مگر وہ دونوں پیروں سے نہیں دوڑ رہا تھا۔ اس کی دونوں ٹانگیں جڑی ہوئی تھیں اور وہ تیر کی طرح جیسے اڑتا ہوا سنسناتا ہوا جا رہا تھا۔ اسے گولی نہیں لگی تھی۔ اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ دوسری گولی چلانے تک وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

اس کے فرار ہوتے ہی وہ عورت بھی وہاں سے بھاگنے لگی۔ ایمان نے لپک کر اسے پکڑ لیا۔ ''تم کہاں جاؤ گی؟ تمہاری حرکتوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ اس عجوبے سے تمہارا پرانا اور پکا یارانہ ہے۔''

پکارڈو گھاس پر پڑا ہوا تھا۔ عالی اس پر جھکی ہوئی خیال خوانی کے ذریعے کہہ رہی تھی۔ ''ایمان! تمہاری آگہی درست نکلی۔ اس عجوبہ نے اس کی گردن توڑ دی ہے۔ ہی از نو مور...''

ایمان نے بڑے دُکھ سے پکارڈو کی طرف دیکھا پھر اس کی سوچ نے کہا۔ ''تم اس عورت کے خیالات پڑھو۔ عجوبے کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو سکے گا۔''

عالی اس کے اندر پہنچی تو واقعی عجوبے کی آواز سنائی دی۔ وہ اس عورت سے کہہ رہا تھا۔ ''رُونا رُو! میری جان! پریشان نہ ہونا۔ میرے بارے میں کسی سے کچھ نہ کہنا۔ میں دور رہ کر بھی تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔''

وہ بولی۔ ''میں نہ تو کمزور ہوں، نہ نادان۔ تمہارے متعلق کسی سے کچھ نہیں کہوں گی مگر تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گی پھر ہم کب مل سکیں گے؟''

''میں بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ تمہیں اپنی خفیہ پناہ گاہ میں جلد ہی لے آؤں گا۔ مجھے ان کے متعلق بتاؤ وہ حملہ کرنے والے کتنے تھے؟''

وہ بولی۔ ''یہ دو ہیں۔ ان میں سے ایک اپنی گاڑی ادھر لے آیا ہے۔ یہ اپنے ساتھی کی لاش یہاں سے لے جائیں گے۔ مجھے بھی نہیں چھوڑیں گے۔ پولیس کے حوالے کر دیں گے۔''

''فکر نہ کرو۔ کوئی تمہارے بدن پر ہلکی سی خراش بھی نہ ڈال سکے گا۔ جو تم سے بدتمیزی کرنا چاہے گا۔ اس کی کھوپڑی گھما کر رکھ دوں گا۔''

اس عورت کا نام رُونا رُو تھا۔ وہ بولی۔ ''جوجو! تم بہت ہی غیر معمولی صلاحیتیں اور قوتیں رکھتے ہو پھر ان دونوں کو کیوں نہیں دیکھ سکے؟''

اس نے پوچھا۔ ''یہ بتاؤ ان دونوں نے کس رنگ کا لباس پہنا ہوا ہے؟''

''دونوں ہی سر سے پاؤں تک زرد رنگ کے لباس میں

ہیں۔ چہرے اور سر کے بال بھی کنٹوپ نما نقاب میں چھپے ہوئے ہیں۔ ان کی جرابیں اور جوتے بھی اسی رنگ کے ہیں اور وہ ایک دوسرے سے کچھ بولتے بھی نہیں ہیں۔''

''تم انہیں بولنے پر مائل کرو۔''

عالی نے فوراً ہی ایمان کے اندر آ کر کہا۔ ''تم مجھ سے باتیں نہ کرنا۔ ہم بدستور گونگے بنے رہیں گے۔''

وہ پھر رونارو کے اندر آ گئی۔ وہ سب ایک گاڑی میں فارسٹ آفس کی طرف جا رہے تھے۔ جوجو کراہتے اس کے اندر کہہ رہا تھا۔ ''میں حیران ہوں' یہ کیسے جانتے ہیں کہ میں یلو کلر بلائنڈ (زرد رنگ کا اندھا) ہوں؟ یہ بات صرف میری نسل کے لوگ جانتے ہیں۔ اس دنیا کے ان دو بندوں کو میری یہ کمزوری کیسے معلوم ہو گئی؟''

رونارو نے کہا۔ ''تم ان کے اندر جا کر معلوم کرو۔''

''اسی لیے کہہ رہا ہوں ان سے باتیں کرو۔ کسی کی آواز سن کر ہی میں اس کے اندر جا کر بہت کچھ معلوم کر سکوں گا۔''

''یہ دونوں تو گونگے بنے ہوئے ہیں۔ اس نوجوان نے جنگل میں مجھ سے صرف ایک بات کی تھی۔ اب میری کسی بات کا جواب نہیں دے رہا ہے۔''

وہ قدرے پریشان ہو کر بولا۔ ''پتا نہیں یہ کون ہیں؟ گونگے بن گئے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ میں یلو کلر بلائنڈ ہوں۔ نہ یہ رنگ مجھے دکھائی دیتا ہے نہ ہی اس رنگ میں چھپی ہوئی کوئی چیز یا کوئی شخص دکھائی دیتا ہے۔ پتا نہیں' یہ میرے اور کتنے راز جانتے ہیں؟ مجھے جلد سے جلد معلوم کرنا ہوگا کہ یہ خطرناک لوگ کون ہیں؟ اور کس طرح میری کمزوریوں تک پہنچ رہے ہیں؟''

وہ بولی۔ ''میرے جوجو! تم بہت پریشان ہو رہے ہو۔ مجھے بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟''

''ابھی تو یہی سمجھ میں آ رہا ہے کہ تم ان سے قریب رہنے کی کوشش کرتی رہو۔ اس طرح میں تمہارے ذریعے ان پر نظر رکھوں گا۔''

عالی نے خیال خوانی کے ذریعے ایمان سے کہا۔ ''یہ رُونا رُو ہمیں آئندہ نظروں میں رکھنا چاہے گی۔ جو جو اس کے ذریعے ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔''

ایمان نے کہا۔ ''آئندہ ہمارا بھی یہی طریقہ کار ہونا چاہیے۔ ہم رُونا رُو کی نظروں سے اوجھل رہیں گے لیکن اسے نظروں میں رکھیں گے۔ جو جو نے اس سے کہا ہے کہ وہ جلد ہی اسے اپنی خفیہ پناہ گاہ میں لے جائے گا۔''

''بے شک، اس حوالے سے یہ عورت ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ ہم اسے جو جو تک پہنچنے کا ذریعہ بنا سکتے ہیں۔''

فارسٹ آفیسر نے پکارڈو کی لاش دیکھتے ہی پولیس والوں کو طلب کیا۔ وہاں عالی اور ایمان علی گونگے بن کر نہیں رہ سکتے تھے۔ وہ مرڈر کیس تھا۔ ان دونوں کو طرح طرح کے سوالات کے جواب دینے پڑے۔ ایسے وقت انہوں نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔

ایمان نے کہا۔ ''ہائے جوجو! ہم ایک سیارے سے آئے ہیں۔ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس سوال کا صحیح جواب ملنے کے بعد ہی آگے بات ہوگی۔''

اس نے چند سیکنڈ تک جواب کا انتظار کیا پھر سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ دوسرے ہی لمحے عالی نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ ''میرا بھی وہی سوال ہے۔ جواب دو یہاں سے نکل جاؤ۔''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''تم دونوں بکواس کر رہے ہو۔ کسی سیارے سے نہیں آئے ہو۔ اسی دنیا کے رہنے والے ہو۔''

عالی نے پوچھا۔ ''اور تم.....؟''

وہ بولا۔ ''جب اس دنیا میں ہوں تو پھر یہیں کا انسان ہوں۔''

وہ طنزیہ انداز میں بولی۔ ''شاید تم آئینہ نہیں دیکھتے ورنہ سمجھ لیتے کہ ہم انسانوں سے مختلف ہو۔ یہ مان لو کہ اس دنیا کے انسان نہیں ہو۔ اگر انسان نہیں ہو تو کیا جانور ہو؟ اور اگر جانور نہیں ہو تو پھر اپنی اصلیت بتا دو؟''

''یو شٹ اپ۔ میں تم دونوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

''مجھے سمجھنے کی نہیں۔ میرے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کر رہے ہو۔ تمہیں چور راہے کی سرخ لائٹ دکھائی دے رہی ہے۔ یعنی معلومات کا راستہ بند ہے لہٰذا دفع ہو جاؤ۔''

اس نے سانس روک لی۔ عالی اور ایمان علی اس کے لیے زبردست چیلنج بن گئے تھے۔ وہ اب تک بڑی آسانی سے امریکا اور یورپ کے اکابرین اور برین ماسٹر کو مرعوب کرتا اور اپنے زیر اثر لاتا جا رہا تھا۔ ایک فرہاد تھا جو اس کی گرفت میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسی فرہاد کی بیٹی اب اس کے لیے دردِ سر بن گئی ہے۔

وہ رُونا رُو کے اندر آیا۔ ایک پولیس افسر اس سے سخت لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ''میں تمہاری جیسی بازاری عورتوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ بازار والیاں بڑے بڑے بادشاہوں کو پھانس

لیتی ہیں۔ تم نے تو کمال کر دیا۔ جس عجوبے کو خلائی مخلوق کہا جا رہا ہے تم نے اسے پھانس رکھا ہے۔''

وہ بولی۔ ''میں کہہ چکی ہوں۔ اسے نہیں جانتی اور نہ ہی میں نے اسے دیکھا ہے۔ وہ مجھے گھر سے اٹھا کر جنگل میں لے گیا تھا۔''

افسر نے کہا۔ ''میری جان! میں تمہیں اس جنگل سے اٹھا کر بیڈروم میں لے جاؤں گا اگر تم نے سچ نہ کہا تو...''

وہ اس کے رُخسار کو ایک چٹکی میں لے کر نوچنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ چیختا ہوا اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ دماغی تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ سپاہی اور ماتحت افسر پریشان ہو کر اسے سنبھالنے لگے۔

اس نے رُونارُو سے کہا۔ ''کسی سے خوف نہ کھاؤ۔ ڈنکے کی چوٹ پر کہو کہ تم میری امانت ہو۔ جو تم سے بدتمیزی کرے گا وہ حرام موت مارا جائے گا۔''

فارسٹ آفیسر حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔ ''اچانک پولیس افسر کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا اسے مرگی کا دورہ پڑتا ہے؟''

رُونارُو نے کہا۔ ''جونہی مجھ سے بدتمیزی کرے گا اس پر ایسے ہی دورے پڑتے رہیں گے۔ اب میں فخر سے کہتی ہوں کہ میں اپنے جوجو کی محبوبہ ہوں۔''

افسر نے پوچھا۔ ''یہ جوجو کون ہے؟''

وہ بولی۔ ''جسے تم سب عجوبہ کہتے ہو۔ اس کا نام جوجو کرانتے ہے۔ وہ اتنا طاقتور ہے کہ پوری دنیا کو اپنی ایک انگلی پر نچاتا رہے گا اور جو مجھے ایک انگلی سے بھی چھونے کی غلطی کرے گا۔ وہ اسے اسی طرح کے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ جس میں یہ مغرور پولیس والا ابھی مبتلا ہوا تھا۔''

فارسٹ آفیسر ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا تمہارا وہ جوجو کوئی جادوگر ہے؟ تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ یہاں موجود نہ ہونے کے باوجود اس پولیس افسر کو سزا دے رہا ہے؟''

وہ بولی۔ ''بے شک، وہ ایسی غیر معمولی صلاحیتیں اور قوتیں رکھتا ہے کہ ساری دنیا اسے جادوگر ہی کہے گی جبکہ وہ ایک عظیم اور بے مثال سائنسدان ہے۔''

اس نے ناگواری سے کہا۔ ''اونہہ، میں نہیں مانتا کہ اس نے ابھی اس افسر کو سزا دی ہے۔ کیا میں تمہیں پکڑ کر اپنے بیڈروم میں لے جانا چاہوں تو وہ مجھے سزا دے گا؟''

وہ بڑے فخر سے بولی۔ ''تم بیڈروم میں لے جانے کی بات کر رہے ہو جبکہ بری نیت سے مجھے چھو بھی نہیں سکو گے۔''

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ ''تو پھر آؤ، میں ابھی تمہارے حسن و شباب کی ایسی کی تیسی کرتا ہوں۔''

اس نے اسے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو وہ ہاتھ قریبی میز سے اتنی قوت کے ساتھ ٹکرایا کہ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی پھر دوسری بار بھی اس کا ہاتھ اسی میز سے ٹکرا گیا۔ وہ اپنے ہاتھ کو روکنا چاہتا تھا مگر روک نہیں پا رہا تھا۔ اسکا اپنا ہاتھ اس کے اپنے اختیار سے باہر ہو گیا تھا اور بار بار اس میز سے ٹکرا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ کی ہڈی جیسے تڑخ گئی تھی، ٹوٹنے والی تھی۔

وہ فوراً ہی رُونارُو کے قدموں میں گر کر بولا۔ ''مجھے معاف کر دو۔ میری نیت بری نہیں ہے۔ تم میری ماں ہو، میری بہن ہو۔''

وہ بڑے ہی شاہانہ انداز میں اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر سینہ تان کر بولی۔ ''میں جا رہی ہوں۔ جس نے بھی ماں کا دودھ پیا ہے۔ وہ مجھے روکے پھر اسی طرح میرے قدموں میں آ کر گرے اور معافی مانگے۔''

وہ چیلنج کر کے وہاں سے جانے لگی۔ پولیس اور فارسٹ آرمی کے جوان سب ہی موجود تھے لیکن کسی نے آگے بڑھ کر اسے روکنے کی جرأت نہیں کی۔ وہ سب ایک پولیس افسر اور فارسٹ آفیسر کا انجام دیکھ چکے تھے۔

ایمان علی نے سامنے آ کر اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔ ''تم چپ چاپ چلی جاتیں تو بہتر ہوتا مگر یہ چیلنج کیا ہے کہ جس نے بھی ماں کا دودھ پیا ہے وہ تمہیں روکے۔ بھئی میں نے تو اپنی ماں کا دودھ پیا ہے۔ اس لیے راستہ روک رہا ہوں۔ اپنے یار سے پوچھو وہ میرا کیا بگاڑ سکے گا؟''

جوجو اپنی محبوبہ کے اندر تھا۔ ایمان علی کی اس جرأت سے ذرا پریشان ہو گیا۔ وہ ایمان اور عالی کے دماغوں میں جانے کی کوششیں کر چکا تھا۔ اسے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ دونوں ہی یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔

اس نے مجبور ہو کر کہا۔ ''رُونارُو! میں اس کم بخت کے دماغ میں جا کر اسے نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔ تم اس سے سمجھوتا کر لو۔''

وہ اچانک ہی مسکرا کر ایمان سے بولی۔ ''میں نے تمہیں چیلنج نہیں کیا تھا۔ بے شک، تم نے ماں کا دودھ پیا ہے۔ پلیز، مجھے جانے دو۔''

ایمان نے پولیس اور آرمی کے افسروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اسے گرفتار کر کے آپ کے حوالے کیا تھا۔ میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں۔ اب آپ حضرات اسے سلاخوں کے پیچھے لے جائیں یا اسے یہاں سے جانے

دیں۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔''

وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ اس نے بڑے غرور سے ان تمام انسان کو دیکھا پھر مچلتی مٹکتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

برین ماسٹر کی پُراسراریت ختم ہونے والی تھی۔ وہ ایک طویل مدت تک روپوش رہ کر سپر پاور بننے کے لیے فرہاد اور اس کی فیملی کے لیے زبردست چیلنج بنا ہوا تھا۔ کوئی اسے بے نقاب کر کے منظرِ عام پر نہ لا سکا۔ پہلی بار جو جوجو اس کی خفیہ پناہ گاہوں تک پہنچ رہا تھا پھر اس نے کرونا اور ٹونی جے کو بھی اس کے پاس پہنچا دیا تھا۔ اس عجوبے کی تیز رفتاری بتا رہی تھی کہ وہ جلد ہی امریکا اور یورپ کے اکابرین کے سامنے اسے جلد ہی بے نقاب کر دے گا۔

اس بلا سے بچنے کی کوئی تدبیر سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ میک اپ کے ذریعے چہرہ بدل کر آواز اور لب و لہجے میں تبدیلی کر کے اس سے چھپنا ممکن نہ رہا تھا۔ ہزار پردوں میں چھپنے کے باوجود ٹریننگ مشین اسے اپنے مطلوبہ مخالفین تک پہنچا دیتی تھی۔

وہ اور تمام اکابرین اس بات پر حیران تھے کہ فرہاد روپوش رہنے میں کس طرح کامیاب ہو رہا ہے؟ اور وہ کیسی تدابیر آزما کر اسے دھوکا دے رہا ہے؟ انہوں نے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا۔ وہاں کے انچارج سے استدعا کی کہ مجھ (سونیا) سے بات کرائی جائے۔ ہمارے تمام مخالفین یہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ فرہاد کے بعد اس کی فیملی کے تمام معاملات میں ہی نمٹایا کرتی ہوں۔ اس لیے وہ مجھ سے بات کرنا چاہتے تھے۔

انچارج نے مجھ سے پوچھا۔ ''کیا آپ ان سے گفتگو کرنا چاہیں گی؟''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے ان سے رابطہ کراؤ۔''

تھوڑی دیر بعد فون پر ایک امریکی اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''میڈم! آپ لوگوں نے بڑی کامیابی سے فرہاد صاحب کی موت کا ڈراما پلے کیا تھا۔ ہمیں اسی خوف میں مبتلا رکھا کہ فرہاد کی آتما مطلوبہ اکابرین سے انتقام لے رہی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اور تم سب بچوں کی طرح کسی نادیدہ آتما سے ڈرتے رہے۔ کیا یہی کہنے کے لیے فون کیا ہے؟''

''نہیں، ایک اہم معاملہ ہے۔ ہم فرہاد صاحب سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''گدھا چارے سے دوستی کرے گا تو کھائے گا کیا؟ کیا فرہاد سے دشمنی کیے بغیر تم لوگوں کا ہاضمہ دُرست رہ سکے گا؟''

اس نے کہا۔ ''پلیز، آپ ہمیں غلط نہ سمجھیں۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کبھی دشمنی اور کبھی دوستی ہوتی ہی رہتی ہے۔''

''لیکن تمہاری دوستی اور ہم سے...؟ گویا کافر سے مسلمان ... ہونا چاہتے ہو؟ ویسے ایک بات ہم بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ کافروں کو دنیا جہاں کی نعمتیں حاصل ہو سکتی ہیں لیکن کلمہ طیبہ انہیں کبھی نصیب نہیں ہوتا۔ دشمن کے منہ سے کبھی دوستی کی بُو آ نہیں سکتی لہٰذا تم سے سطحی طور پر تعلقات تو رکھے جا سکتے ہیں لیکن تم پر کبھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔''

''چلیں دوستی نہیں ہو سکتی لیکن انسانیت کے ناطے ہم ایک دوسرے کے کام تو آ سکتے ہیں؟''

''بے شک، انسانیت بہت بڑی چیز ہے۔ اس کے بغیر انسان انسان نہیں رہتا۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

وہ ایک ذرا چپ رہا پھر بولا۔ ''آپ تو جانتی ہیں۔ جوجو کرانتے نامی ایک ایسا دشمن مقابلے پر آیا ہے جو سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہم سے بہت آگے ہے۔ آپ یہ بھی جانتی ہوں گی کہ ہم میں سے کوئی میک اپ کرنے اور لب و لہجہ بدلنے کے باوجود اس سے چھپ نہیں پاتا۔''

میں نے تسلیم کیا۔ ''بے شک، وہ بہت خطرناک ہے۔ سب ہی کے لیے چیلنج بنا ہوا ہے۔''

وہ خوشامدانہ انداز میں بولا۔ ''فرہاد صاحب واقعی ناقابلِ شکست ہیں۔ اس خطرناک بلا کے لیے بھی چیلنج بن گئے ہیں۔ یہ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ اس کی ٹریننگ مشین بھی انہیں ڈھونڈ نہیں پا رہی ہے۔''

میں نے صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ میرا فرہاد جہاں بھی ہے۔ محفوظ ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''آپ روپوش نہیں ہوئیں؟ کیا آپ کو اس عجوبے سے خطرہ نہیں ہے؟''

''نہیں، ابھی تک تو نہیں ہے۔ جب خطرے کی کوئی بات ہو گی تو میں بھی کہیں گم ہو جاؤں گی۔''

''پلیز میڈم...! ہماری مدد فرمائیں۔ ہمیں بھی اس سے چھپ کر رہنے کی تدبیر بتائیں؟''

''ہم مسلمان ہیں۔ دل کی گہرائیوں سے ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور آخری رسول کو مانتے ہیں۔ اس لیے ہمیں بابا صاحب کے ادارے میں تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ وہاں دشمن خیال خوانی کی لہریں داخل نہیں ہو پاتیں اور نہ

سائنس اور ٹیکنالوجی کی شر انگیزی اثر انداز ہوتی ہے۔''

''بے شک، یہ تو ہم ایک طویل عرصے سے دیکھتے آرہے ہیں۔ ہم نے اور کتنے ہی مخالفین نے بابا صاحب کے ادارے میں بار ہا داخل ہونے کی کوششیں کیں۔ طرح طرح کی سازشیں کیں۔ سرنگیں بنائیں، چور دروازے تلاش کیے مگر کسی بھی حکمت عملی یا مکاری سے اس ادارے کے اندر جھانک بھی نہ سکے۔ شاید اس عجوبہ کی ٹریسنگ مشین بھی اس ادارے کی دہلیز تک پہنچ نہیں پا رہی ہے۔''

''میں نہیں جانتی کہ وہ اپنی ٹریسنگ مشین کو بابا صاحب کے ادارے کے خلاف استعمال کر رہا ہے یا نہیں؟''

''وہ یقین سے بولا۔'' بے شک، وہ استعمال کر رہا ہے۔ یہ بات موٹی عقل سے بھی سمجھ میں آتی ہے کہ فرہاد صاحب اسی ادارے میں چھپے ہوئے ہیں اور وہ مشین ان کی نشاندہی نہیں کر پا رہی ہے۔''

''یقین کر دیا نہ کرو۔ فرہاد اس ادارے میں نہیں ہے۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہوں گے؟''

''اگر وہ بابا صاحب کے ادارے میں نہیں ہیں تو پھر تم لوگوں نے اس خطرناک بلا سے چھپنے کی کوئی ایسی تدبیر کی ہے جسے ہم سب سے چھپا رہی ہو؟''

''میں اس سلسلے میں بحث نہیں کروں گی۔ بہتر ہے یہ رابطہ ختم کیا جائے۔''

''یعنی آپ ہماری مدد کرنے.... اور اس سے چھپنے کا کوئی نسخہ بتانے سے انکار کر رہی ہیں؟''

''میں نہ تو کوئی ایسی تدبیر جانتی ہوں۔ نہ ہی اس سلسلے میں بحث کرنا چاہتی ہوں۔ گڈ بائی سوفار۔''

یہ کہہ کر میں نے فون بند کر دیا۔ عالی نے مجھے جوجو کرانتے کے متعلق بہت کچھ بتایا تھا تب سے میں سوچ رہی تھی کہ اس سے چھپنے کی بس ایک تدبیر ہے اور وہ یہ کہ بابا صاحب کے ادارے میں اس وقت تک رہائش اختیار کی جائے۔ جب تک جوجو کے کس بل ڈھیلے نہ ہو جائیں۔

اسی وقت الپا نے مجھے مخاطب کیا۔''مما! کچھ اہم معلومات فراہم کرنے آئی ہوں۔''

''اچھا ہوا کہ تم آ گئیں۔ میں اس کم بخت کے معاملے میں ذرا الجھی ہوئی ہوں۔ مجھے بتاؤ اس کے متعلق کیا جانتی ہو؟''

''اسی عجوبہ کے سلسلے میں پہلے تو یہ کہنا چاہتی ہوں کہ کرونا نے آپ سے بدتمیزی کی تھی۔ میں اسے سزا دینے کے لیے اس کی ناک میں رہتی تھی۔ اب سے تھوڑی دیر پہلے اس کے اندر گئی تو اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ پتا چلا کہ برین ماسٹر نے اپنے آلہ کار کے ذریعے اسے اور ٹونی جے کو زخمی کرایا ہے۔''

میں نے کہا۔''اس مغرور کے ساتھ یہی ہونا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنانا چاہتی تھی۔ ایک نمایاں مقام حاصل کرنے کا جنون سوار ہوا تھا۔ اب کیا حال ہے اس کا؟''

''وہ سمجھ رہی تھی کہ ماسٹر اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنا لے گا۔ لیکن اس سے پہلے وہ عجوبہ اس کے اور ٹونی جے کے دماغوں پر مسلط ہو گیا ہے۔''

''جب وہ مسلط ہو گیا ہے تو تم ان دونوں کے اندر کیسے پہنچیں؟''

''مما! یہ نئی بات ہے کہ وہ عجوبہ جس کا نام جوجو کرانتے ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود کسی پر تنویمی عمل نہیں کرتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ معمول بنائے بغیر کسی کو بھی اپنا غلام بنا کر اپنی مرضی کے مطابق اس سے کام لے سکتا ہے۔''

''ہاں، یہ بات سمجھ میں آتی ہے وہ اپنی غیر معمولی حیرت انگیز مشینوں کے ذریعے ایسا کر سکتا ہے۔''

''وہ برین ماسٹر کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ گیا ہے۔ اس نے کرونا اور ٹونی جے کو بھی وہاں پہنچا دیا ہے۔ اسے وارننگ دی ہے کہ وہ آئندہ ان دونوں کو اور تمام اکابرین کو نقصان پہنچائے گا تو وہ اس کے اکلوتے بیٹے جارج کو مار ڈالے گا۔''

میں نے طنزیہ انداز میں افسوس کیا۔''بیچارا برین ماسٹر... اب وہ پُراسرار بن کر نہیں رہ سکے گا۔''

الپا نے کہا۔''جوجو نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے معمول اور تابع دار نہیں بنایا ہے۔ صرف یہ دھمکی دی ہے کہ وہ کبھی اسے دھوکا دینا چاہے گا تو...''

میں نے بات کاٹ کر کہا۔''تو وہ اس کے بیٹے کو ہلاک کر دے گا۔ اس کا بیٹا ماسٹر کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ وہ اس کی خاطر جان بھی دے سکتا ہے۔''

''مما! وہ پاپا کو تلاش کرنے کے لیے آئندہ ہمارے پیچھے پڑ جائے گا۔ میرے ذہن میں یہ بات آ رہی ہے کہ آپ کو پورس، کبریا، عالی اور ایمان کو یہاں ادارے میں آ کر رہنا چاہیے۔ پہلے ہم اس کی کمزوریاں معلوم کریں گے پھر اسے زیر کریں گے۔''

''درست کہتی ہو۔ میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ تم پورس اور کبریا سے کہو کہ وہ ادارے میں چلے جائیں۔ میں بے باک کے ساتھ آ جاؤں گی۔''

سخت گرمی کا موسم، لوڈ شیڈنگ اُس پر
چُن بُن چُن بُن کرتے گرمی دانے
پاؤڈر لگایا مگر وہ تو فوری اُڑ گیا!
لہٰذا لگائیں صرف
انگلش پرکلی ہیٹ کریم

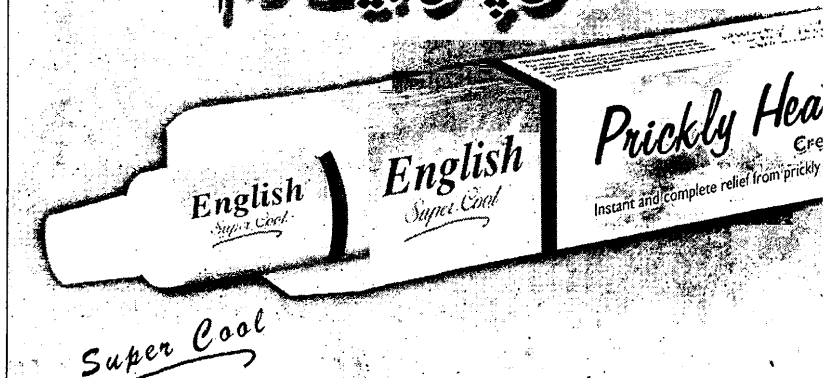

پائیں فوری آرام کیونکہ یہ جلد میں جذب ہو کر
اثر دکھائے اور بھرپور ٹھنڈک کا احساس دلائے۔

EHC-004 THE LASER

ایسے وقت عالی کی آواز سنائی دی۔ ''ہائے مما! میں سسٹر کی آواز سن رہی ہوں۔ ہائے سسٹر! کیسی ہو؟''

الپا نے کہا۔ ''فائن۔ تھینک یو۔ میں ابھی مما سے کہہ رہی تھی کہ تمہیں اس عجوبہ سے بچنے کے لیے ادارے میں آکر رہنا چاہیے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''میں اور ایمان علی اس سے ٹکرا چکے ہیں اور اس کی پٹائی کر چکے ہیں۔''

الپا نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم نے واقعی اس خطرناک بلا سے مقابلہ کیا ہے؟ بائی داوے۔ تم آج کل کہاں ہو؟ اور وہ کم بخت تم سے کہاں ٹکرایا تھا؟''

''مما جانتی ہیں۔ میں صومالیہ کے شہر میراگ کے قریب ہوں۔ آپ کو اور مما کو یہ سن کر یقین نہیں آئے گا کہ ایمان علی نے اس بلا کو اندھا بنا دیا ہے۔''

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا سچ کہہ رہی ہو؟''

''یس مما! وہ ساری دنیا کو دیکھ سکتا ہے۔ صرف مجھے اور ایمان کو دیکھ نہیں پاتا ہے۔''

میں بیٹی کی باتیں سن کر حیران ہو رہی تھی۔ بے یقینی سے بولی۔ ''یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا ایمان علی نے اس کی کوئی کمزوری معلوم کی ہے؟''

''بالکل یہی بات ہے۔ ایمان کو آگہی ملی تھی کہ جوجو کرانتے بلو کلر بلائنڈ ہے۔ اس آگہی کے مطابق جب ہم نے زرد رنگ کے لباس اور نقاب میں خود کو سر سے پاؤں تک چھپا لیا تو وہ روبرو آکر ہمیں نہ دیکھ سکا۔ چونکہ ہم اس کے لیے نادیدہ تھے۔ اس لیے اس نے ہم سے مقابلہ کرنے کی حماقت نہیں کی۔ فوراً ہی وہاں سے فرار ہو گیا۔''

وہ جوجو اور اس کی محبوبہ رُونا رُو کے متعلق پوری تفصیل سے بتانے لگی۔ الپا نے کہا۔ ''یہ تو کمال ہو گیا۔ جوجو کی کمزوری ہمارے ہاتھ آگئی ہے۔ جب کبھی اس کا سامنا ہو گا تو زرد رنگ کے لباس میں اس کی نظروں سے اوجھل ہوں سکیں گے۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا ہم ہمیشہ زرد رنگ کے لباس میں رہ سکیں گے۔ اچانک اس سے سامنا ہو گا تو کیا اپنچی سے لباس نکال کر پہنیں گے؟ کیا اتنا وقت ہمیں ملے گا؟''

عالی نے کہا۔ ''ایسا ممکن نہیں ہے کہ ہم دن رات ایک ہی رنگ کے لباس میں سر سے پاؤں تک چھپے رہیں۔ اس سلسلے میں ایک اور اہم بات ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ کیا ہے؟''

''جوجو کی نظریں زرد رنگ نہیں دیکھ پاتیں۔ کیا اس کی ٹریننگ مشین بھی ہمیں دیکھ نہیں پائے گی؟''

میں نے کہا۔ ''میری عقل کہتی ہے۔ ہم خواہ کسی رنگ کے بھی لباس میں رہیں گے ٹریننگ مشین ہمیں ٹریس کر لے گی۔''

الپا نے پوچھا۔ ''عالی! کیا وہ پلٹ کر تم پر حملہ کر سکتا ہے؟''

''وہ ہمیشہ روپوش رہتا ہے۔ راتوں کو شاید کھلی فضا میں ہوا خوری کے لیے نکلتا ہے۔ ہم پر حملہ کرنے انسانی آبادی میں نہیں آئے گا لیکن اپنے آلہ کاروں کے ذریعے وہ انتقاماً کچھ بھی کر سکتا ہے۔ فی الحال تو وہ ہمارے متعلق معلومات حاصل کرنے کی فکر میں ہو گا کہ ہم کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں؟''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تم دونوں اسی رنگ کے لباس میں ہو؟''

''ہم نے سوچا ہے کہ چوبیس گھنٹے اسی لباس میں رہ کر رُونا رُو کے خیالات پڑھتے رہیں گے۔ ابھی اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ میں خیال خوانی کر سکتی ہوں۔ وہ اپنی اس عورت کے اندر آکر بولتا رہتا ہے۔ اسی طرح ہمیں معلوم ہو سکے گا کہ اس کی ٹریننگ مشین زرد رنگ کے لباس میں ہماری نشاندہی کر رہی ہے یا نہیں؟''

''اگر وہ نشاندہی کرے گی تو جو جو ضرور اپنے آلہ کاروں کے ذریعے تم دونوں کے پیچھے پڑ جائے گا۔ بہتر ہے تم ایمان کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں چلی آؤ۔''

''مما! جب خطرہ بڑھے گا تب ہم ضرور آئیں گے۔ اب میں جا رہی ہوں۔''

وہ چلی گئی۔ میں نے الپا سے کہا۔ ''تم پورس اور کبریا سے کہو کہ وہ ادارے میں چلے آئیں۔ میں بے باک کے ساتھ آرہی ہوں۔''

میں بے باک کے ساتھ ویسٹ بورن کے اپنے ذاتی بنگلے میں تھی۔ اس وقت وہ اینا سے ملنے گیا تھا۔ میں اس کا انتظار کرنے لگی۔

☆☆☆

برین ماسٹر نے یہ طے کیا تھا کہ مونیکا کی شخصیت تبدیل کر کے اسے اپنے بیٹے کے پاس پہنچا دے گا پھر وہ اپنی ہونے والی بہو کو دیکھ سکے گی اور ان کی شادی میں شریک ہو سکے گی۔ ویسے بھی موجودہ حالات کہہ رہے تھے کہ وہ ماں بیٹے اپنی سوسائٹی میں اور اپنے ماحول میں کبھی کھل کر نہیں مل سکیں گے۔ راز داری سے ہی وہ بیٹے، بہو اور شوہر کے ساتھ

گھریلو زندگی گزار سکے گی۔

مونیکا چاہتی تھی کہ اپنی بیٹی اینا کو بھی ساتھ لے جائے۔ ماسٹر نے کہا۔ ''اسے ساتھ لے جانے کا مطلب ہے کہ ہمارا راز کھل جائے گا۔ بے باک اس کے خیالات پڑھ کر ہم سب کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا معلوم کر لے گا۔''

مونیکا نے کہا۔ ''ہماری بیٹی اس کی ایسی دیوانی ہے کہ اسے چھوڑ کر ہمارے ساتھ نہیں رہے گی۔''

''سیدھی سی بات ہے۔ تمہیں بیٹے کے ساتھ رہنے کے لیے بیٹی کو چھوڑنا ہو گا۔''

وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک سرد آہ بھرتے ہوئے بولی۔ ''آہ....! کس دل سے جوان بیٹی کو اس کلوٹے کے حوالے کر کے جا سکوں گی؟''

''اس کے حوالے کر دیا نہ کرو۔ مجھے تو یہ کہتے ہوئے اپنی انسلٹ محسوس ہوتی ہے کہ وہ اپنا سب کچھ اس پر نچھاور کر چکی ہے۔ فی الحال اسے بھول جاؤ۔ میں دور ہی دور سے اس کا خیال رکھوں گا۔ جب اسے ٹھوکر لگے گی تو عقل آئے گی پھر ہم اسے اپنے پاس لے آئیں گے۔''

وہ ایک ذرا مطمئن ہو کر بولی۔ ''تم بہت اچھے باپ ہو۔ بیٹے کی طرح بیٹی کو بھی دل و جان سے چاہتے ہو۔''

''کیا وہ ابھی گھر میں ہے؟''

''نہیں، بے باک سے ملنے گئی ہے۔ اس کی دیوانگی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ آج کل صبح ملنے جاتی ہے تو شام کو لوٹ کر آتی ہے۔ جیسے صبح کی بھولی ہو۔ شام کو گھر آ گئی ہو مگر دوسری صبح پھر یہاں سے جا کر ماں کو بھول جاتی ہے۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''مونیکا! یہ اچھا موقع ہے۔ بے باک اس کے ساتھ تفریح میں مصروف ہے۔ تمہارے اندر نہیں آئے گا اور نہ ہی میرے تنویمی عمل کے دوران میں مداخلت کرے گا۔ چلو بیڈ پر لیٹ جاؤ۔ میں ابھی تمہارا برین واش کروں گا۔ تمہاری شخصیت تبدیل کروں گا۔''

''تمہارے عمل کے بعد میں بیٹی سے نہ جانے کتنی مدت تک دور رہوں گی؟ اس کے نام ایک چھٹی لکھ کر جانا چاہتی ہوں۔''

وہ میز کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ ماسٹر نے کہا۔ ''جیسا میں کہتا ہوں ویسا ہی لکھو۔''

وہ اس کی مرضی کے مطابق لکھنے لگی۔ ''اینا! میری جان! میں بہت بدنصیب ماں ہوں۔ ایک جوان بیٹے کو کھو چکی ہوں۔ اس سے ملنا چاہوں گی تو دشمن اسے مار ڈالیں گے۔ میں نے بیٹے کی سلامتی کے لیے دل پر پتھر رکھ لیا ہے۔

آہ! مگر یہ ذلت کیسے برداشت کر لوں کہ تم ایک کالے مسلمان کی خاطر اپنی پیدا کرنے والی ماں سے دور ہو چکی ہو۔ اب کبھی ہمارے مذہب، ہماری سوسائٹی میں واپس نہیں آؤ گی۔ تم رسمی طور سے میرے ساتھ رہتی ہو اور میں ایسا دکھاوے کا ساتھ نہیں چاہتی۔

میری محرومیوں کو تم نہیں سمجھو گی۔ شوہر تو پہلے ہی ساتھ نہیں رہتا ہے۔ مہمان کی طرح کبھی کبھی آتا ہے۔ بیٹا جیتے جی ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا ہے۔ اس سے ملنے کی آس ختم ہو گئی ہے۔ تم نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اب میں جیوں تو کس کے لیے؟ اور تنہا جی کر کیا کروں؟

جب میرے خون کے رشتوں نے کچھ نہیں دیا ہے تو مجھے اس دنیا سے کچھ نہیں لینا ہے اور نہ ہی ایک پل کے لیے بھی یہاں سانس لینا ہے۔ لہٰذا میں ایسی جگہ جان دینے جا رہی ہوں، جہاں سے میری لاش بھی تمہیں نہ ملے۔ میں نہیں چاہتی کہ مرنے کے بعد تم میرا منہ دیکھو۔ گاڈ بلیس یو۔ مائی چائلڈ!.... تمہاری بدنصیب ماں مونیکا....''

مونیکا نے وہ خط لکھ کر کہا۔ ''یہ تو بہت ہی دل ہلا دینے والا اور رُلا دینے والا خط ہے۔ اینا صدمے سے ٹوٹ جائے گی۔ بہت روئے گی۔''

''میں یہی چاہتا ہوں کہ اسے شدید صدمہ پہنچے۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو۔ بس اب اٹھو اور بستر پر لیٹ جاؤ۔''

وہ بیڈ پر آکر لیٹ گئی۔ ماسٹر نے خیال خوانی کے ذریعے پہلے اسے گہری نیند میں پہنچایا پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اینا اکثر شام کو گھر آیا کرتی تھی۔ اس روز اس نے بے باک سے کہا۔ ''میرے ساتھ گھر چلو۔ آج ممی سے آخری بار فیصلہ ہو گا اگر وہ اور پاپا راضی نہ ہوئے۔ انہوں نے تمہیں قبول نہ کیا تو ہم دوسرے دن کورٹ میرج کر لیں گے۔''

بے باک نے کہا۔ ''یہ تو ایک دن ہونا ہی ہے۔ کورٹ میرج خواہ کل کر دو یا برسوں بعد۔ تمہارے ماں باپ کبھی راضی نہیں ہوں گے۔''

وہ بڑے ہی مستحکم لہجے میں بولی۔ ''آج تو ممی کو راضی ہونا ہی پڑے گا۔ چلو میرے ساتھ...''

وہ بے باک کے ساتھ اپنے بنگلے میں آئی۔ باہر پورچ میں مونیکا کی کار کھڑی ہوئی تھی مگر وہ گھر میں نہیں تھی۔ اس نے پریشان ہو کر بے باک سے کہا۔ ''وہ گاڑی کے بغیر کہاں جا سکتی ہیں؟ تم ان سے رابطہ کرو۔''

بے باک نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچا

چاہا پھرنا کام ہو کر بولا۔ ''تعجب ہے! تمہاری ممی کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ میری سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آ رہی ہیں۔''

اینا نے پوچھا۔ ''اس کا مطلب کیا ہوا؟''

''اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ تمہارے پاپا تنویمی عمل کر کے ان کی شخصیت اور لب ولہجہ بدل چکے ہیں اور انہیں یہاں سے کسی دوسری جگہ لے گئے ہیں۔''

''نہیں، پاپا تمہارے دشمن سہی میرے دشمن نہیں ہیں۔ میری ممی کو مجھ سے جدا نہیں کریں گے۔''

''اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے تو تمہاری ممی اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔''

وہ صدمے سے چیخ کر بولی۔ ''نہیں، ایسی بات منہ سے نہ نکالو۔ میری ممی کو کچھ نہیں ہوا ہے۔''

''میری سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آ رہی ہیں۔ میں ان کی دو وجوہات بتا چکا ہوں۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی مونیکا کے کمرے میں آئی۔ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ ماں اگر کہیں گئی ہے تو اپنا کچھ ضروری سامان بھی ضرور لے کر جائے گی۔ ایسے وقت مونیکا کا لکھا ہوا خط میز پر نظر آیا۔ اس نے اسے اٹھا کر پڑھا پھر صدمے سے چیخ مار کر رونے لگی۔ کہنے لگی۔ ''پتا نہیں، یہ انہوں نے کب لکھا ہو گا؟ اب تک وہ خودکشی کر چکی ہوں۔ بے باک...! کسی طرح انہیں تلاش کرو۔''

اس نے وہ خط پڑھتے ہوئے کہا۔ ''انہوں نے لکھا ہے ایسی جگہ جان دینے جا رہی ہیں، جہاں سے ان کی لاش بھی نہیں ملے گی۔ میں نہیں مانتا کہ انہوں نے خودکشی کی ہو گی۔ وہ تمہارے پاپا سے ناراض نہیں تھیں۔ ان سے کوئی شکایت نہیں تھی پھر یہ آس تھی کہ کبھی نہ کبھی بیٹے سے ملاقات ہو گی۔ کیا آج صبح یا کل رات تم نے انہیں پریشان ہوتے یا کسی طرح کا دکھ اٹھاتے دیکھا تھا؟''

''نہیں مگر یہ تحریر...؟''

''یہ مجھے تمہارے پاپا کی چال معلوم ہوتی ہے۔ وہ سمجھ چکے ہیں کہ تم ان کے قابو میں نہیں آؤ گی۔ میرے ساتھ زندگی گزارتی رہو گی۔''

یہ کہہ کر وہ سوچنے لگا۔ وہ بولی۔ ''تمہاری یہ بات سن کر میرا بھی دل کہہ رہا ہے کہ ممی خودکشی نہیں کریں گی۔ تم کیا سوچ رہے ہو؟''

''یہی کہ انہوں نے تمہاری ممی کا برین واش کیا ہے۔ ان کا لب ولہجہ بدل دیا ہے۔ اس لیے میری سوچ کی لہریں انہیں ڈھونڈ نہیں پا رہی ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں وہ زندہ ہیں۔''

''مگر یہ... یہ انہوں نے میرے نام خط کیوں لکھا ہے؟''

''یہ سراسر ڈراما پلے کیا گیا ہے۔ ان کی سوچ کے مطابق تم مجھ سے پیار کر کے اور مجھے ان پر ترجیح دے کر اخلاقی پستی کا مظاہرہ کر رہی ہو۔ انہوں نے تمہیں شرمندہ کرنے کے لیے یہ سب کچھ لکھا ہے۔''

''کیا سچ کہتے ہو؟ ممی زندہ ہوں گی؟''

وہ اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا۔ ''یہ موتی بہت قیمتی ہیں۔ انہیں سنبھال کر رکھو اور خوش رہا کرو۔ تمہاری ممی کو کچھ نہیں ہوا ہے۔ میں جلد ہی انہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔''

وہ قریب ہو کر اس کے سینے پر سر رکھتے ہوئے بولی۔ ''تم بہت اچھے ہو۔ مجھے حوصلہ دے رہے ہو۔ ممی جب تک واپس نہیں آئیں گی۔ میں یہاں تنہا کیسے رہوں گی؟''

''جب میں ہوں تو تنہائی کیسی؟ یہ فیصلہ تو ہو چکا ہے کہ ہم کل ہی کورٹ میرج کریں گے۔ مسز بے باک مومن بنتے ہی تمہیں میرے پاپا فرہاد علی تیمور کا پورا خاندان ملے گا۔ تم خود کو کبھی تنہا محسوس نہیں کرو گی۔''

''کل تو بہت دور ہے۔ آج کی رات تنہا کیسے گزاروں گی؟''

''تم مجھے اپنی ممی کے پاس لائی تھیں۔ اب میری مما کے پاس چلو۔ تمہیں بچھڑنے والی ماں کا پیار ملے گا۔''

وہ دونوں میرے پاس آ گئے۔ اینا پہلی بار میرے سامنے آئی تھی۔ میں نے اسے گلے لگا کر پیار کیا۔ بے باک نے مونیکا کا لکھا ہوا خط مجھے پڑھنے کو دیا۔ میں نے پڑھ کر اینا کو دیکھا۔ اسے ماں کی موت کا کوئی صدمہ نہیں تھا۔ میں نے بے باک سے پوچھا۔ ''کیا تم مونیکا کے اندر گئے تھے؟''

''جی ہاں، میری سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آ گئی تھیں۔ ویسے وہ زندہ ہیں۔ اس کے پاپا ڈراما پلے کر رہے ہیں۔ اس کی ممی کی شخصیت اور لب ولہجہ بدل چکے ہیں۔''

میں نے تائید میں سر ہلایا۔ ''بائی داوے۔ میں نے تمہیں عجوبے کے متعلق بتایا تھا۔ اس سلسلے میں کچھ نئی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔''

میں نے انہیں بتایا کہ عالی اور ایمان علی نے عجوبے کی ایک کمزوری معلوم کی ہے اور برین ماسٹر اس عجوبے جوجو کو اپنے کنٹرول کا تابع دار بن چکا ہے۔ بے باک نے کہا۔ ''یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ ماسٹر نے آئندہ جوجو کی پناہ میں

رہنے کے لیے مونیکا کی شخصیت تبدیل کی ہے اور اسے اپنے پاس بلایا ہے۔''

''میں بھی یہی سمجھتی ہوں۔ مونیکا آئندہ شوہر اور بیٹے کے ساتھ رہے گی۔ بیٹی کو فی الحال اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ یہ ہماری ہو چکی ہے۔ ہمیں چھوڑ کر ماں باپ اور بھائی کے ساتھ نہیں رہے گی۔''

اینا نے کہا۔ ''اب اچھی طرح بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ اگر وہ مجھے اپنے ساتھ لے جاتیں تو میرے ذریعے پاپا اور جارج کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا بے باک کو معلوم ہو جاتا۔ وہ ایسا نہیں چاہتے تھے۔ اس لیے حالات سے مجبور ہو کر مجھے بے باک کے پاس چھوڑ گئے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''بیٹی! اب تمہیں اپنی زندگی کے اہم فیصلے خود کرنے ہوں گے۔ تمہارا باپ ہمارا دشمن ہے۔ وہ جوجو کو ہمارے خلاف بھڑکائے گا کہ ہم بیٹی کو باپ سے چھین کر لے آئے ہیں پھر جوجو تمہیں ہم سے چھین کر لے جانے کے لیے فرہاد کی پوری فیملی کے پیچھے پڑ جائے گا۔''

وہ شرمندہ سی ہو کر بولی۔ ''میری وجہ سے آپ لوگوں پر مصیبتیں نازل ہوں گی۔''

بے باک نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''ایسی بات نہیں ہے۔ تم یہاں نہ آتیں تب بھی جوجو ہمارے پاپا کی تلاش میں بھٹک رہا ہے۔ ان تک پہنچنے کے لیے وہ ہمارے پیچھے پڑنے والا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اس سے پہلے کہ وہ ہم میں سے کسی کو نقصان پہنچائے۔ ہمیں بابا صاحب کے ادارے میں جا کر رہنا ہو گا۔''

بے باک نے اینا کو دیکھا پھر مجھ سے کہا۔ ''میری بڑی خواہش رہی ہے کہ کبھی بابا صاحب کے ادارے میں جاؤں۔ کیا میرے ساتھ اینا کو بھی وہاں رہنے کی اجازت ملے گی؟''

میں نے سوچتے ہوئے اسے دیکھا پھر بے باک سے کہا۔ ''تم تو جانتے ہو کہ ضروری معاملات سے تعلق رکھنے والے غیر مسلم بھی کبھی وہاں جاتے ہیں۔ اس سے پہلے جناب علی اسد اللہ تبریزی روحانی عمل کے ذریعے مطمئن ہوتے ہیں کہ ادارے میں آنے والے غیر مسلم جاسوس اور دغا باز نہیں ہیں۔ اس کے باوجود انہیں ادارے کے صرف اسی حصے تک محدود رکھا جاتا ہے۔ جہاں سے ان کا تعلق ہوتا ہے۔''

میں نے اینا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''پتا نہیں اس عجوبے جوجو پر کب تک غلبہ حاصل کیا جا سکے گا؟ ایک طویل عرصہ لگ سکتا ہے۔ کیا وہاں مستقل رہائش کے لیے ہمارا دین اسلام قبول کرو گی؟''

اس نے بے باک کو دیکھا پھر بڑی محبت سے اس کے ہاتھ کو تھام کر کہا۔ ''یہ میرا دین ہے۔ دنیا ہے اور میری پوری کائنات ہے۔ جو اس نے قبول کیا وہ میں نے قبول کیا۔ اس کا خدا میرا خدا ہے اور اس کا رسول میرا رسول ہے۔''

میں نے کہا۔ ''خدا تمہیں سلامتی دے۔ اب تو کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ تم ادارے میں پہنچ کر اسلام قبول کرو گی۔''

بے باک نے کہا۔ ''ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ کل کورٹ میرج کریں گے۔ یہ مسلمان ہو جائے گی تو ادارے میں ہی ہمارا نکاح پڑھایا جا سکے گا۔''

میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''یقیناً نکاح پڑھایا جا سکتا ہے لیکن میاں بیوی کو وہاں ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ شادی کے بعد تمہیں ادارے سے باہر آ کر ازدواجی زندگی گزارنی ہو گی جبکہ موجودہ حالات میں ادارے میں رہ کر ہی سلامتی کی ضمانت مل سکتی ہے۔''

انہوں نے ایک دوسرے کو جھکی جھکی نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''یہ نکاح پڑھایا جائے گا تو تم دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں رہ سکو گے۔ دانشمندی یہ ہے کہ کچھ عرصے تک نکاح نہ پڑھواؤ۔ وہاں پابندیوں میں رہا کرو۔ جوجو سے جلد ہی نمٹنے کی کوشش کی جائے گی۔''

حالات کچھ ایسے تھے کہ ان دونوں کو راضی ہونا پڑا۔ بے باک نے اینا کے اندر آ کر کہا۔ ''اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ تم میرا دین قبول کر رہی ہو۔ فی الحال نکاح قبول کرو یا نہ کرو۔ ہم وہاں ایک دوسرے سے ملتے رہا کریں گے۔ آئندہ جب چاہیں گے نکاح پڑھوا کر اس ادارے سے باہر چلے آئیں گے۔''

ہم تینوں نے وہ رات لندن میں گزاری پھر دوسرے دن ایک فلائٹ سے پیرس آ گئے۔ وہاں سے شام تک بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئے۔ پورس اور کبریا بھی وہاں آ گئے تھے۔ صرف عالی اور ایمان علی ادارے سے باہر تھے۔ جناب تبریزی اس عجوبہ جوجو کرانتے کے سلسلے میں بالکل خاموش تھے۔ نہ وہ کچھ بول رہے تھے اور نہ ہی ہم ان سے کچھ پوچھ رہے تھے۔ جب وہ ضروری سمجھتے تب ہی ہمیں ضروری ہدایات دیا کرتے تھے۔

ثنا (نومی کرسٹل) وہاں یوگی کے دن گزار رہی تھی۔ چار ماہ دس دن کے بعد وہ ادارے کے کسی نہ کسی معاملے کو نمٹانے کے لیے باہر جانے والی تھی۔ آمنہ نے اسے اپنے

پاس بلایا۔ وہ اس کے پاس آ کر ادب سے دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔

آمنہ نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم فرہاد کی دیوانی ہو۔ سونیا کی ہم شکل ہو۔ اسے سونیا سے چھین لینے کے لیے ایک عرصے تک سب ہی سے دشمنی کرتی رہیں۔''

ثنا نے کہا۔ ''مجھے اپنی ذہانت اور ٹیلی پیتھی کے علم پر بڑا ناز تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں جبرا فرہاد کو حاصل کر لوں گی۔ میں نے ماضی میں جو غلطیاں کیں۔ ان پر شرمندہ ہوں۔''

میں نے تمہیں شرمندہ کرنے کے لیے نہیں بلایا ہے۔ ہم نے اپنے علوم سے معلوم کیا تھا کہ تم گمراہیوں سے باز آ چکی ہو۔ تم نے صدق دل سے اسلام قبول کیا ہے۔ اسی لیے تمہیں اس ادارے میں رہایش کی اجازت دی گئی ہے۔ جناب تبریزی نے فرمایا ہے کہ تم آزمایشوں سے گزر چکی ہو۔ اب تم سے کوئی بات چھپائی نہیں جائے گی۔''

ثنا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر پوچھا۔ ''کیا اب تک میں آزمایشوں سے گزر رہی تھی؟ کیا مجھ سے کوئی خاص بات چھپائی جا رہی ہے؟''

آمنہ نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''ابھی جاؤ، یہ ماتمی لباس اُتار دو۔ اب تم اپنی پسند کے رنگین لباس پہن سکتی ہو...''

ثنا نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بولی۔ ''تم بیوہ نہیں ہو، سہاگن ہو۔ تمہارا فرہاد زندہ سلامت ہے۔''

اسے مسرتوں کا ایک جھٹکا سا لگا۔ ہمارے ذہن میں یہ بات رہتی ہے کہ ہمارا کوئی مرنے والا کاش نہ مرا ہو۔ کہیں سے اچانک زندہ ہو کر آ جائے اور ہمیں از سرِ نو زندگی کی مسرتوں سے مالا مال کر دے۔ جب خوش قسمتی سے کبھی ایسی خوشخبری ملتی ہے تو فوراً ہی یقین نہیں آتا۔

ثنا حیرانی اور بے یقینی سے آمنہ کا منہ تک رہی تھی۔ آمنہ نے کہا۔ ''تمہیں یقین کر لینا چاہیے۔ اس ادارے میں کہی ہوئی ہر بات سچی ہوتی ہے یہاں جھوٹ اور شیطان کا گزر نہیں ہوتا۔''

آمنہ مصلّے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ثنا خوشی کے مارے چیختی ہوئی روتی ہوئی اس کے آگے جھک گئی۔ اس کے زانو پر سر رکھ کر اس سے لپٹ گئی۔ ''یا خدا...! تیرا شکر ہے... لاکھ لاکھ شکر ہے۔ میں کبھی سوچ نہیں سکتی تھی کہ میری گمشدہ مسرتیں یوں اچانک مل جائیں گی۔ ہائے...! میں تو خوشی سے مر جاؤں گی۔''

آمنہ اسے محبت سے تھپکنے لگی۔ اسے جوجو کرانتے کے متعلق بتانے لگی۔ جس کی دشمنی کے باعث فرہاد نے اپنی موت کا ڈراما پلے کیا تھا۔ ثنا نے جوجو کی ہسٹری سننے کے بعد کہا۔ ''آپ یہ تو بتا سکتی ہیں کہ میرا فرہاد کہاں ہے؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''اگر جانتی تو ابھی بتا دیتی۔ جناب تبریزی کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کتنے عرصے تک ہماری نظروں سے دور رہے گا؟''

''کیا میں اسے تلاش کرنے جا سکتی ہوں؟''

''ابھی تمہیں بتا چکی ہوں، جوجو ٹریننگ مشین کے ذریعے پاتال میں پہنچ کر سمندر کی گہرائیوں میں جا کر اپنے مخالفین کو ڈھونڈ نکالتا ہے۔ اس سے محفوظ رہنے کے لیے ہمارے خاندان کے تمام افراد اس ادارے میں آ گئے ہیں۔''

ثنا نے کہا۔ ''سونیا کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ فرہاد کے لیے آکسیجن ہے۔ مصائب کی گھٹاؤں میں اس کے ساتھ رہتی ہے۔ کیا وہ بھی اس کی تلاش میں نہیں جائے گی؟ کیا وہ بھی یہیں رہے گی؟''

''فی الحال تو وہ خاندان کے تمام افراد کو لے کر یہاں آ گئی ہے۔ اس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اچانک ہی کہاں جائے گی؟ اور کیا کر بیٹھے گی؟''

وہ آمنہ کا ہاتھ تھام کر بولی۔ ''میں بھی اپنے فرہاد کی خاطر کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ آپ روحانی علوم کے ذریعے مجھے کوئی راستہ دکھائیں۔''

''ہمیں قدرتی معاملات میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں ہے اور یہ قدرت کی منشا ہے کہ جوجو کرانتے ابھی کچھ عرصے تک اس دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو اپنے شکنجے میں رکھے گا۔ شاید اسی لیے سونیا اس سے مقابلے کا خیال دل سے نکال چکی ہے۔ جس دن جناب تبریزی اسے اجازت دیں گے، وہ یہاں سے نکل کر جوجو پر بجلی کی طرح گرے گی۔''

پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''سوری ثنا...! میں قدرتی منشا کے خلاف تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکوں گی اور نہ ہی کسی طرح تمہاری رہنمائی کر سکوں گی۔''

ثنا نے سر جھکا لیا۔ اب سونیا سے مقابلہ کرنے کا خیال بھولے سے بھی اس کے ذہن میں نہیں آتا تھا۔ وہ اس کے خلاف منفی انداز میں کبھی نہیں سوچتی تھی۔ اس وقت صرف دل ہی دل میں فرہاد تک پہنچنے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ اس سے ملنے کے سلسلے میں کوئی اسے روکنے والا نہیں تھا۔ بابا صاحب کے ادارے سے باہر جانے کے سلسلے میں کوئی پابندی نہیں

تھی۔ بس ایک عجوبہ رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ وہ اپنی غیر معمولی ذہانت کو کام میں لاتے ہوئے سوچنے لگی کہ کس طرح جوجو کو مات دے سکتی ہے یا فرہاد کی طرح اسے اپنے آگے بھی بے بس اور مجبور بنا سکتی ہے؟

☆☆☆

عالی اور ایمان علی نے جب جوجو پر پہلی بار حملہ کیا تھا تو وہ تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا کہ یلوکلر بلائنڈ ہے۔ وہ اس دنیا میں روحانی قوتوں کو کچلنے آیا تھا۔ اسے حملہ کرنے والے نظر نہیں آئے تو اس نے بوکھلا کر سوچا۔ ''کیا یہ کوئی روحانی قوت ہے؟ کیا روحانیت جادو کی طرح ہوتی ہے کہ نظر نہیں آتی اور چھپ کر نقصان پہنچاتی ہے؟''

پھر رُونارُو نے اسے بتایا کہ وہ حملہ کرنے والے زرد رنگ کے لباس میں چھپے ہوئے ہیں تب اس نے حیرانی سے سوچا۔ ''ان حملہ آوروں کو میری یہ کمزوری کیسے معلوم ہو گئی؟ انہوں نے پہلے سے بچاؤ کی پلاننگ کی۔ میرا سامنا کرنے سے پہلے زرد رنگ میں چھپ کر آئے تھے۔ کیا یہ روحانی قوتوں کے حامل ہیں؟''

وہ رُونارُو کے اندر آ کر بولتا رہتا تھا۔ اس کی محبوبہ نے بتایا۔ ''ان حملہ کرنے والوں میں سے ایک لڑکی شاید اٹھارہ برس کی ہے اور ایک جوان بیس بائیس برس کا ہے۔ یہ دونوں گونگے بنے ہوئے ہیں۔''

جب فارسٹ آفس میں انہوں نے بیان دیا تو جوجو نے ان کی آوازیں سن کر ان کے دماغوں میں پہنچنے کی ناکام کوشش کی پھر یقین ہو گیا کہ دونوں یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔ اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ عالی ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

وہ اس دنیا میں اپنی کمزوری نہ تو کسی پر ظاہر کرنا چاہتا تھا اور نہ کسی کے آگے مجبور اور بے بس ہونا چاہتا تھا۔ وہ برین ماسٹر، امریکا اور یورپ کے تمام اکابرین کو اپنے زیرِ اثر لا کر زبردست کامیابی حاصل کر چکا تھا۔ پہلی بار دو کم عمر جوانوں نے اسے مجبور اور بے بس بنا دیا تھا۔ اب وہ دونوں کی شہ رگ تک پہنچے بغیر آرام سے بیٹھنے والا نہیں تھا۔

وہ اپنی خفیہ پناہ گاہ میں آ کر ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گیا۔ اس نے عالی اور ایمان علی کی آوازوں اور لب و لہجے کو سنا تھا۔ اس کی آڈیو مشین بتا سکتی تھی کہ وہ ان کی اصل آوازیں اور لب و لہجے ہیں یا نہیں؟ اور اگر نہیں ہیں تو اس مشین میں جتنے افراد کی آوازیں پہلے سے محفوظ ہیں۔ کیا ان میں سے کسی کی آواز ہے؟

اس نے آڈیو مشین کی طرف دیکھ کر پلکیں جھپکائیں وہ آن ہو گئی اور اس کے دماغ سے منسلک ہو گئی۔ اس نے سوچ کے ذریعے عالی اور ایمان کی آوازیں اس میں ریکارڈ کیں پھر پلکیں جھپکائیں تو مانیٹر پر اس کی سوچ تحریر کی صورت میں اُبھرنے لگی۔

وہاں لکھا ہوا تھا۔ ''ان آوازوں اور لب و لہجوں کو ٹریس کیا جائے۔''

وہ انتظار کرنے لگا پھر وہاں جواباً تحریر اُبھرنے لگی۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ ''مرد کی آواز اور لہجہ اس ریکارڈر مشین میں نہیں ہے۔ عورت کی آواز آڈیو فائل نمبر زیرو سیون ہنڈریڈ میں ہے۔''

اس نے پلکیں جھپکا کر مانیٹر پر کہا۔ ''زیرو سیون ہنڈریڈ کی آڈیو فائل اوپن کر کے اس کا ریکارڈ پیش کیا جائے۔''

تھوڑی دیر بعد ہی جواباً عالی کی آواز اور لب و لہجہ سنائی دیا۔ اس کے ساتھ مانیٹر پر تحریر اُبھری۔ ''آواز... اعلیٰ بی بی عرف عالی بنت فرہاد علی تیمور...''

جوجو کے اندر ایک دھماکا سا ہوا۔ وہ ریوالونگ چیئر پر سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ یہ خیال ذہن میں بجلی کی طرح کوندا۔ ''کیا عالی اس وقت جنگل میں اپنے باپ فرہاد علی تیمور کے ساتھ تھی؟''

پھر اس نے انکار میں سر ہلایا۔ ''نہیں، رُونارُو کہہ رہی تھی۔ عالی کے ساتھ بیس بائیس برس کا جوان تھا جبکہ فرہاد بوڑھا ہے۔ ویسے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ کہیں روپوش رہ کر بیٹی کو میرے خلاف استعمال کر رہا ہے۔ یقیناً دونوں باپ بیٹی کا رابطہ رہتا ہوگا۔ اگر ایسا ہے تو میں بہت جلد فرہاد کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔''

وہ پھر آرام سے بیٹھ گیا۔ اس بار اس نے ٹریننگ مشین کو دیکھ کر پلکیں جھپکائیں وہ آن ہو گئی۔ دوسری بار پلکیں جھپکانے کے بعد مانیٹر پر تحریر اُبھرنے لگی۔ ''فائل نمبر سیون زیرو ہنڈریڈ کی اعلیٰ بی بی عرف عالی کو تلاش کیا جائے۔ وہ صومالیہ کے ایک شہر میراگ کے آس پاس ہے۔''

دوسرے ہی لمحے صومالیہ کے شہر میراگ کا نقشہ مانیٹر پر اُبھرا۔ ایک جلتا بجھتا ہوا سرخ نقطہ اس شہر کے مختلف علاقوں سے گزرنے لگا۔ جوجو بڑی توجہ سے اُدھر دیکھ رہا تھا۔ وہ نقطہ اسٹریٹ ایکونا میں پہنچ کر رُک گیا۔ مانیٹر پر ایکونا اسٹریٹ کا ایک ایک مکان اور ایک ایک عمارت دکھائی دینے لگی۔

وہ نقطہ پھر جلتے بجھتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ اس اسٹریٹ کے آخری سرے پر ایک بڑی شاہراہ کے رُخ پر ہوٹل ڈیکونا لکھا ہوا تھا۔ وہ نقطہ وہاں پہنچ کر رُک گیا۔ اس کے

ساتھ مانیٹر پر ہوٹل ڈیکونا کے اندرونی مناظر دکھائی دینے لگے۔

کاؤنٹر کے پیچھے دیوار پر ایک بڑا سا کی بورڈ تھا۔ وہاں ہوٹل کے ہر کمرے کی چابی لٹکائی جاتی تھی۔ وہ سرخ نقطہ کمرا نمبر چار سو بتیس پر آ کر ٹھہر گیا۔

سراغ مل گیا۔ عالی اس ہوٹل کے کمرا نمبر چار سو بتیس میں تھی۔ موت کسی بھی لمحے اس کے پاس پہنچ سکتی تھی... لیکن کیسے؟

دن کا وقت تھا اگر رات ہوتی تب بھی جوجو انسانی آبادی میں نہیں جا سکتا تھا۔ دوسروں کو آلہ کار بنا کر ہی عالی کو ٹریپ کر سکتا تھا۔ اب سے پہلے اسے ان علاقوں میں کسی آلہ کار کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ وہ فوری طور پر اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ نئے آلہ کاروں کو اس کے پاس بھیجنے میں اچھا خاصا وقت لگنے والا تھا پھر یہ کہ عالی کے ساتھی نوجوان کو ٹریس کرنا ضروری تھا۔ یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ وہ نوجوان بھی اسی ہوٹل میں ہوگا پھر اس نے اکابرین میں سے ایک اعلیٰ عہدیدار کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''میں چاند ستاروں کی دنیا کا رہنے والا آقا جو جو کرا نتے بول رہا ہوں۔''

وہ عہدیدار فوراً ہی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ بڑی خاکساری سے بولا۔ ''یس سر! حکم صادر کریں۔''

وہ طنزیہ انداز میں بولا۔ ''کیا سونیا کے تلوے چاٹ کر آ گئے؟ کیا مجھ سے چھپ کر رہنے کا نسخہ معلوم ہو گیا؟''

وہ جھجکتے ہوئے بولا۔ ''مسٹر جوجو! زنجیریں توڑنا اور نجات حاصل کرنا ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔ تمہارے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم بغاوت کرنے کے باوجود ہمیشہ تمہاری غلامی کرتے رہیں گے۔''

''وہ تو کرنا ہی ہوگا۔ فی الوقت میرے دو اہم معاملات ہیں۔ تمہیں ان سے ابھی نمٹنا ہے۔''

''میں حاضر ہوں حکم کرو؟''

''صومالیہ تمہارے ملک کے زیر اثر ہے۔ وہاں میرا گ شہر میں فرہاد کی بیٹی عالی ہے۔ وہ ہوٹل ڈیکونا کے کمرا نمبر چار سو بتیس میں ہے۔ اس کے ساتھ ایک جوان بھی ہوگا۔ ان دونوں کو گھیر کر زخمی کرنا اور اپاہج بنانا ہے پھر میں جہاں کہوں وہاں انہیں پہنچانا ہے۔''

''یس سر! ابھی وہاں کی پولیس انہیں اپاہج بنائے گی۔''

''اس کام کو آسان نہ سمجھنا۔ وہ دونوں بہت چالاک ہیں۔ مجھ تک پہنچنے کی کوششیں کر چکے ہیں۔ تمہاری پولیس کو دھوکا دے سکتے ہیں۔''

''اطمینان رکھو۔ میں نے سونیا سے مدد مانگی تھی۔ اس نے دھتکار دیا تھا۔ میں اس کی بیٹی عالی کو اس ہوٹل سے بچ کر جانے نہیں دوں گا۔''

جوجو نے قائل ہو کر کہا۔ ''بے شک، تم انتقاماً ایسا کر سکو گے۔ میرا دوسرا معاملہ بھی اہم ہے۔ اسی شہر میں رُونارُو نامی ایک حسین عورت رہتی ہے۔ ایک شکاری کو قتل کرنے کے سلسلے میں اسے پریشان کیا جا رہا ہے۔ وہاں کی پولیس اور آرمی والوں کو میری یہ دھمکی پہنچا دو کہ آئندہ رُونارُو کی مرضی کے بغیر جو اس کے قریب آئے گا۔ وہ اپنے پورے خاندان کے ساتھ نیست و نابود ہو جائے گا۔''

''میں ابھی انتظامات کرتا ہوں۔ آئندہ رُونارُو کے مزاج اور مرضی کے خلاف کوئی اس سے بات بھی نہیں کرے گا۔''

''ٹھیک ہے، میں جا رہا ہوں۔ تمہارے اندر آ کر دیکھتا رہوں گا کہ کس طرح میرے احکامات کی تعمیل کر رہے ہو؟''

وہ اپنی ریوالونگ چیئر پر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ یہ بات بار بار اسے کھٹک رہی تھی۔ اسے غصہ دلا رہی تھی کہ عالی اور اس کے ساتھی نے کس طرح اس کی ایک کمزوری پکڑ لی ہے؟ اس نے سوچ لیا تھا کہ انہیں اپاہج بنا کر ان کے دماغوں میں جا کر خیالات پڑھے گا کہ انہوں نے زرد رنگ کو ڈھال بنانے کا طریقہ کہاں سے معلوم کیا ہے؟

اس کی ایک اور بڑی کمزوری عورت تھی۔ وہ جہاں سے آیا تھا۔ وہاں کی عورتوں کی تھوتھنی خرگوش کی طرح آگے کو نکلی ہوئی تھی۔ ان میں حسن و شباب کی کوئی ادا کوئی کشش نہیں ہوتی تھی۔ وہ یہاں آ کر ٹی وی کے مختلف چینلز پر ایک سے ایک طرح دار حسینہ کو لچائی ہوئی نظر سے دیکھتا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کو لوٹ لینا چاہتا تھا۔

اور وہ ایسا کر سکتا تھا لیکن اس کے سیارے کے اکابرین نے سختی سے تاکید کی تھی کہ کبھی کسی عورت کو اپنی خفیہ پناہ گاہ میں نہ لے جانا۔ کسی عورت کی خاطر کبھی کسی انسانی آبادی میں نہ جانا۔ جب تک انسانوں سے دور پاتال میں رہو گے تب تک پوری دنیا کو زیر کرتے رہو گے۔ زمین کی سطح پر آؤ گے تو مارے جاؤ گے۔

اور وہ دیکھ چکا تھا کہ عالی اور ایمان سے سامنا ہوتے ہی اس کی شامت آ گئی تھی۔ اگر وہ فرار نہ ہوتا تو مارا جاتا یا ان کی گرفت میں آ جاتا۔ اس کے موجودہ حالات میں عالی اور ایمان نے اس کے غیر معمولی مشینی ذرائع کو اور اس کے غرور کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔

وہ اور زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ پہلے اس نے سوچا تھا کہ رُونارُو کو کسی بھی طرح رازداری سے اپنی خفیہ پناہ گاہ میں لے آئے گا۔ زمینی عورتیں اسے بہت للچا رہی تھیں۔ وہ احتیاطاً ایک ہی عورت پر اکتفا کرنا چاہتا تھا۔ اسے دن رات اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا لیکن خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ وہ گھنٹی اسے سمجھا رہی تھی کہ رُونارُو سے کبھی دور ہی کی دوستی رکھے۔ راتوں کو کسی جنگل ویرانے میں اس کے ساتھ وقت گزار لیا کرے اور... بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

اس نے رُونارُو کے اندر آ کر پوچھا۔ ''کیسی ہو میری جان!''

وہ روٹھنے کے انداز میں بولی۔ ''میری جان نہ کہو۔ تمہاری جان ہوتی تو مجھے یوں دور نہ رکھتے۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے اپنی خفیہ پناہ گاہ میں لے جاؤ گے۔''

''تم نہیں جانتیں۔ میرے حالات ناموافق ہیں۔ فرہاد کی بیٹی میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔ پتا نہیں وہ میرے اندر کی باتیں کیسے معلوم کر لیتی ہے؟ اگر تمہیں اپنی پناہ گاہ میں لاؤں گا تو وہ اپنے نامعلوم ذرائع سے یہ معلوم کر لے گی اور ہمارے پیچھے اس پناہ گاہ میں چلی آئے گی۔''

''میں نے سنا تھا کہ چیونٹی ہاتھی کی سونڈ میں گھس کر اسے بے چین کر دیتی ہے۔ آج یہ آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ تمہارے جیسا ناقابل شکست شہزور ایک لڑکی کے ہاتھوں پریشان ہو رہا ہے۔''

''یہ پریشانی چند گھنٹوں کی ہے۔ میری ٹریننگ مشین نے بتایا ہے کہ اس لڑکی کا نام عالی ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہے اور ابھی میراگ کے ہوٹل ڈیکونا کے روم نمبر چار سو بتیس میں ہے۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''یہ تو کمال ہو گیا۔ تم نے بڑی جلدی ان کا سراغ لگا لیا۔''

وہ بولا۔ ''جلد ہی میرے آلہ کار اسے اور اس کے ساتھی کو اپاہج بنا کر مجھے ان کے دماغوں میں پہنچانے والے ہیں۔''

اس وقت عالی رُونارُو کے اندر موجود تھی۔ یہ باتیں سن کر چونک گئی۔ ایمان علی دوسرے کمرے میں تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بولی۔ ''ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر یہ ہوٹل چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ... خطرہ ہے۔ میں بعد میں رابطہ کروں گی۔ ابھی ضروری معلومات حاصل کر رہی ہو۔''

یہ کہہ کر وہ پھر رُونارُو کے اندر آ گئی۔ اس نے عالی کی مرضی کے مطابق جوجو سے پوچھا۔ ''وہ دونوں زرد رنگ کے لباس میں ہوں گے۔ کیا تمہاری مشین نے زرد رنگ کے پیچھے انہیں ڈھونڈ لیا ہے؟''

''میں یلو کلر بلائنڈ ہوں۔ میری مشین اندھی نہیں ہے۔ اس نے فرہاد کی بیٹی کا نام پتا بتایا مگر اس کا جو نوجوان ساتھی ہے۔ وہ فرہاد اور برین ماسٹر کی طرح کوئی نمایاں نام یا مقام نہیں رکھتا ہے۔ اس لیے میری آڈیو، وڈیو اور ٹریننگ مشین میں اس نوجوان کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔''

وہ بیزاری سے بولی۔ ''میں خوامخواہ تمہارے دشمنوں کی باتیں کر رہی ہوں۔ تم میری باتیں کرو۔ آج رات کس ویرانے میں ملو گے؟''

''میں دو چار گھنٹوں کے بعد فیصلہ کروں گا کہ ہمیں کہاں ملنا چاہیے؟ فرہاد کی بیٹی نے مجھے اُلجھا دیا ہے۔''

''جب وہ قابو میں آنے والی ہے تو اُلجھن کیسی؟''

''قابو میں جب آئے گی تب آئے گی۔ ابھی یہ خیال اُلجھا رہا ہے کہ فرہاد کی فیملی میں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ کیا عالی بھی یہ علم جانتی ہوگی؟''

''پھر اپنی باتیں چھوڑ کر دشمنوں کا ذکر کر رہے ہو اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو ہماری بلا سے... وہ تمہارا کیا بگاڑ لے گی؟''

''یہی تو سمجھنے کی بات ہے اگر وہ خیال خوانی جانتی ہے تو اس وقت تمہارے دماغ میں چھپی ہوگی اور ہماری باتیں سن رہی ہوگی۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''تم مجھے ڈرا رہے ہو۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہارے سوا کوئی میرے اندر کی باتیں معلوم کرے۔''

''تمہارے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ اگر وہ موجود ہوگی اور میں تمہیں کہوں گا کہ آج ضرور ملنا ہے۔ فلاں جگہ ملنا ہے تو وہ پچھلی رات کی طرح پھر زرد رنگ کے لباس میں چھپ کر چلی آئے گی۔''

''اوہ گاڈ! اب سمجھ میں آ رہا ہے کہ وہ کتنی خطرناک ہے۔ کیا وہ ابھی میرے اندر ہے؟''

''ذرا صبر کرو۔ میرے آلہ کار اسے زخمی کرنے والے ہیں پھر میں بہت کچھ معلوم کر سکوں گا۔''

''کیا تم فرہاد کی فیملی کے کسی فرد کے اندر جا کر معلوم نہیں کر سکتے؟''

''میں اب تک بڑے اہم معاملات میں اُلجھا رہا۔ اس کے فیملی ممبرز کی طرف توجہ نہیں دی۔ میں جا رہا ہوں۔ ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

اس نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر آڈیو مشین کو دیکھا پھر پلکیں جھپکائیں۔ اس کے مخصوص طریقہ کار کے مطابق مانیٹر پر تحریر ابھری۔ ''سونیا کی آواز اور لب و لہجہ سنایا جائے۔''

تھوڑی دیر بعد سونیا کی آواز سنائی دی۔ وہ کبھی کسی سے باتیں کر رہی ہوگی۔ اس وقت کی آواز ریکارڈ کی ہوئی تھی۔ جو جو نے اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس کی سمجھ میں آیا کہ سونیا نے آواز اور لب و لہجہ بدل لیا ہے۔

اس نے باری باری پارس، پورس، الپا اور کبریا وغیرہ کی آوازیں سن کر ان کے اندر جانا چاہا۔ ہر بار ناکامی ہونے لگی۔ اس کی سوچ کی لہریں ان میں سے کسی کے اندر پہنچ نہیں پا رہی تھیں۔ اس نے ٹریننگ مشین کے ذریعے معلوم کیا تو پتا چلا کہ وہ سب کے سب بابا صاحب کے ادارے میں ہیں۔

ٹریننگ مشین کا سرخ نقطہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ کر رک گیا تھا۔ اس کے بعد مانیٹر پر اس ادارے کا اندرونی حصہ دکھائی دیتا تو وہ نقطہ اندر پہنچ کر سونیا وغیرہ کی نشاندہی کرتا لیکن اس ادارے کا کوئی اندرونی حصہ مانیٹر پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ سرخ نقطہ جہاں تھا۔ وہیں اٹک گیا تھا۔

جب وہ فرہاد کو تلاش کرتا تھا تب بھی یہی ہوتا تھا۔ نہ وہ نقطہ آگے بڑھتا تھا نہ مونیٹر پر کوئی منظر اُبھرتا تھا۔ جو جو نے سمجھ لیا، آگے روحانی قوت راستہ روک رہی ہے۔ فرہاد کی طرح اس کی فیملی کے تمام افراد گم ہو گئے ہیں۔

ان حالات میں ایک سوال پیدا ہوا۔ ''کیا فرہاد بھی اسی ادارے میں پہنچ کر گم ہوا ہے؟''

اس نے ایک مشین کے مانیٹر کو دیکھ کر پلکیں جھپکائیں۔ وہاں ایک تحریر اُبھرنے لگی۔ ''ٹریننگ مشین پھر ناکارہ ہو رہی ہے۔ سرخ نقطہ بابا فرید واسطی کے ادارے کے سامنے رُک گیا ہے۔ مجھے گائیڈ کیا جائے۔''

تھوڑی دیر بعد جوابی تحریر اُبھری۔ ''اس زمین پر تمہیں صرف روحانی قوتیں ہی روک سکتی ہیں۔ ٹریننگ مشین ناکارہ نہیں ہوئی ہے۔ اسے فی الحال آف کر دو۔ روحانی قوتوں کو سمجھو پھر ان کے خلاف کوئی حکمت عملی اختیار کرو۔''

اس نے مشین کو آف کیا۔ گہری سنجیدگی سے سوچنے لگا۔ ''فرہاد کسی روحانی قوت کے ذریعے روپوش ہے۔ اب اس کا پورا خاندان بھی میرے لیے نادیدہ ہو گیا ہے۔ یہ روحانی قوتیں بھی ہیں اور ان کی حکمت عملی بھی ہے۔ کیونکہ فرہاد کی بیٹی اپنی حکمت عملی سے میرے سامنے آکر روپوش ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی روحانی قوت نہیں ہے۔''

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ سوچنے لگا کہ اس خاندان کے لوگ کیسی غیر معمولی ذہانت رکھتے ہیں؟ میرے راستے میں عجیب طرح کی رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں۔ عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ آئندہ مجھے پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوگا۔

وہ ٹہل رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ زمین اتنی خوبصورت ہے کہ دوسرے سیاروں کے اکابرین یہاں قدم جما کر اس دنیا کو اپنے نام کر لینا چاہتے ہیں۔ ہمیں یہاں کا اناج پھل اور میوے کھانے کے بعد معلوم ہوا کہ ذائقہ کیا ہوتا ہے؟ ہم چند عورتوں کو اغوا کر کے سیارے میں لے گئے تھے۔ ان کے ذریعے مزید خوبصورت عورتیں اور خوبصورت نسل پیدا کرنا چاہتے تھے لیکن زمین سے لے جائی جانے والی عورتیں وہاں کی آب و ہوا میں زیادہ دنوں تک نہ جی سکیں۔ ایک ایک کر کے مر گئیں۔

وہ سوچ رہا تھا۔ ''میں نے یہاں آکر چھپ چھپا کر رُونا رُو کو حاصل کیا ہے۔ اب یہ بھی میرے ہاتھوں سے نکلتی دکھائی دے رہی ہے۔ میں اس سے ملنے گلی فضا میں جاؤں گا تو عالی اپنے ساتھی کے ساتھ پھر وہاں پہنچ سکتی ہے۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہوں گا۔''

واقعی عورت اس کی کمزوری تھی۔ اس کے بغیر وہ نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ اس کی مجبوری تھی' وہ کسی انسانی آبادی میں نہیں جا سکتا تھا۔ اس عجوبے کو دیکھتے ہی سب ہی اس کے پیچھے پڑ جاتے۔ اس نے اپنے جتنے دشمن اب تک پیدا کیے تھے۔ وہ سب اسی تاک میں تھے کہ کہیں وہ نظر آجائے تو اس طرح اسے دبوچ لیا جائے کہ نہ وہ زمین کے اوپر رہ سکے نہ اندر جا سکے اور نہ ہی اپنے سیارے میں پہنچ سکے... وہ کوئی غلطی کر کے اپنے سیارے کے اکابرین کو مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس کے اکابرین فیصلہ کر چکے تھے کہ زمین پر حکومت کریں گے۔ یہاں کی عورتوں کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارتے ہوئے آئندہ خوبصورت نسل پیدا کراتے رہیں گے۔ سیارے کے سائنس دانوں نے اپنے اکابرین کو بتایا تھا کہ ایٹمی ٹیکنالوجی کے لیے زمین سے وافر مقدار میں یورینیم حاصل کی جا سکتی ہے۔ زمین چونکہ سورج سے قریب ہے لہٰذا شمسی شعاعوں کے ذریعے سائنس کے شعبے میں نت نئے تجربات کیے جا سکتے ہیں۔

اس کے اکابرین نے کہا تھا کہ زمین پر قبضہ جمانے اور وہاں حکومت کرنے کے لیے جنگ لڑنا اور ایٹمی ہتھیار

استعمال کرنا ضروری نہیں ہے۔ جو جو کرانتے ہماری اور اپنی حکمت عملی سے زمین پر رہنے والی تمام بڑی طاقتوں کو اپنے زیر اثر لا سکتا ہے۔

اور یہ کہا گیا تھا کہ زمین پر سب سے بڑی طاقت روحانیت کی ہے۔ اسے زیر کر لیا جائے تو کسی بھی خون خرابے کے بغیر پوری دنیا میں ان کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ عورتوں، اناج اور ایٹمی توانائیوں کے وسائل پر قبضہ جمانے کے لیے جو جو کرانتے کو تمام سائنسی ساز و سامان کے ساتھ زمین پر اتارا گیا تھا۔ اس کے لیے یہ طریقہ کار طے کیا گیا تھا کہ وہ پہلے اس دنیا میں سُپر پاؤرز... اور ناقابل شکست کہلانے والوں کو زیر کرے گا۔ انہیں اپنا محکوم اور غلام بنائے گا۔ اس دوران میں کوئی روحانی طاقت آڑے آئے گی تو پھر اس سے نمٹا جائے گا۔

پھر یہی ہوا تھا۔ جو جو غیر معمولی مشینوں کے ذریعے ناقابل تسخیر کہلانے والوں کو تسخیر کرنے لگا۔ امریکا اور یورپ کے اکابرین فرہاد، برین ماسٹر، خطرناک جادوگر اور کتنے ہی بدنام زمانہ مجرموں کے روپ بہروپ والے چہرے' ان کے نام اور تمام خفیہ اڈے اس کی ٹریننگ مشین میں محفوظ کر لیے گئے تھے۔

اس نے اتفاقاً سب سے پہلے فرہاد کو ہی ٹارگٹ بنانے کے لیے اس کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کہ پچھلے اٹھائیس برسوں میں اس نے کبھی کسی سُپر پاؤر.... اور کسی بھی خطرناک تنظیم سے شکست نہیں کھائی ہے۔ کبھی عارضی طور سے مات کھاتا ہے تو پلٹ کر دشمن کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔

فرہاد کی پوری ہسٹری معلوم کرنے کے بعد جو جو نے فیصلہ کیا کہ ایسے خطرناک شخص کو کسی چیلنج کے بغیر خاموشی سے ہلاک کر دینا چاہیے۔ اس کی ٹریننگ مشین نے بتایا تھا کہ ان دنوں وہ سومیٹر رلینڈ کے ایک کالج میں ہے۔ اس نے اسی کالج میں اس کی موت کا وقت مقرر کر دیا تھا۔

زندگی میں پہلی بار فرہاد اپنے اس اجنبی دشمن سے اور اپنی مقرر کردہ موت سے بے خبر رہا۔ اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے کس طرح اسے غائب دماغ بنا کر وہاں سے دوسری جگہ پہنچا دیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اس کا برین واش ہو چکا تھا۔ اعلیٰ حضرت چاہتے تھے کہ فرہاد کچھ عرصے تک اپنا نام اپنی شخصیت بھول جائے۔

روحانی نیلی پیتھی کے ذریعے جو عمل اس پر کیا گیا تھا۔ اس کے نتیجے میں کوئی ٹریننگ مشین، کوئی سائنسی آلہ فرہاد تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جو جو دھوکا کھا گیا۔ کچھ عرصے تک سمجھ نہیں پایا کہ اس کا حملہ ناکام رہا ہے اور اس نے شنکر نارائن کو فرہاد سمجھ کر اس کے دماغ میں جا کر اسے ہلاک کیا ہے۔

اسے بعد میں پتا چلا کہ فرہاد کے سلسلے میں ٹریننگ مشین عارضی طور سے ناکارہ ہو جاتی ہے۔ اس کے اکابرین نے اسے بتایا کہ اس سلسلے میں روحانی قوت آڑے آرہی ہے۔ وہ بابا فرید واسطی کے ادارے سے براہ راست نہ سہی۔ بالواسطہ ٹکرانے والا ہے اور اس کی ابتدا فرہاد کے ٹکراؤ سے ہو چکی ہے۔

وہ سوچ رہا تھا۔ آئندہ اپنے منصوبوں میں اپنے طریقہ کار میں تبدیلیاں کر کے عالی اور ایمان علی سے نمٹنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ ان دونوں کے ذریعے فرہاد تک پہنچ جائے گا۔

عالی اور ایمان کے لیے اب زرد لباس پہننا ضروری نہیں تھا۔ اس لباس میں ٹریننگ مشین ان کی نشاندہی کر رہی تھی۔ ابھی یہ بات ان کے حق میں تھی کہ جو جو انسانی آبادی میں نہیں آسکتا تھا۔

عالی نے خیال خوانی کے ذریعے ایمان سے پوچھا۔ ''تم کہاں ہو؟''

''میں ہوٹل کے باہر کچھ فاصلے پر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔''

''میں ایک بنگلے کا ایڈریس بتا رہی ہوں۔ وہاں رُونا رُو رہتی ہے۔ فوراً اسے ٹریپ کر دو۔ اسے گن پوائنٹ پر رکھو....''

عالی نے اسے وہاں کا پتا بتاتے ہوئے کہا۔ ''ہم دیکھیں گے کہ وہ اپنی محبوبہ کی سلامتی کے لیے ہمارے سامنے کمزور پڑے گا یا نہیں؟''

وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ادھر جاتے ہوئے بولا۔ ''کیا تم اب تک اسی ہوٹل میں ہو؟''

''نہیں، ہوٹل سے بہت دور ہوں مگر وہ کم بخت ٹریننگ مشین کے سامنے بیٹھا معلوم کر رہا ہوگا کہ میں چھپنے کے لیے کہاں کہاں جا رہی ہوں؟ رُونا رُو کو قابو میں کر کے اسے ٹریننگ مشین کے سامنے سے ہٹایا جا سکے گا۔''

ایمان سے رخصت ہو کر وہ ہوٹل کی ایک کاؤنٹر گرل کے پاس پہنچ گئی۔ وہاں آرمی کا ایک افسر کی بورڈ کو دیکھتے ہوئے کاؤنٹر گرل سے پوچھ رہا تھا۔ ''یہاں روم نمبر چار سو بتیس کی چابی لگی ہوئی ہے؟ کیا وہ اپنے کمرے میں نہیں ہے؟''

لڑکی نے کہا۔ ''نہیں، وہ ابھی ہوٹل چھوڑ کر گئی ہے۔''

جو جو آرمی کے دو اعلیٰ افسران کے اندر پہنچا ہوا تھا۔

سسپنس ڈائجسٹ کا
مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

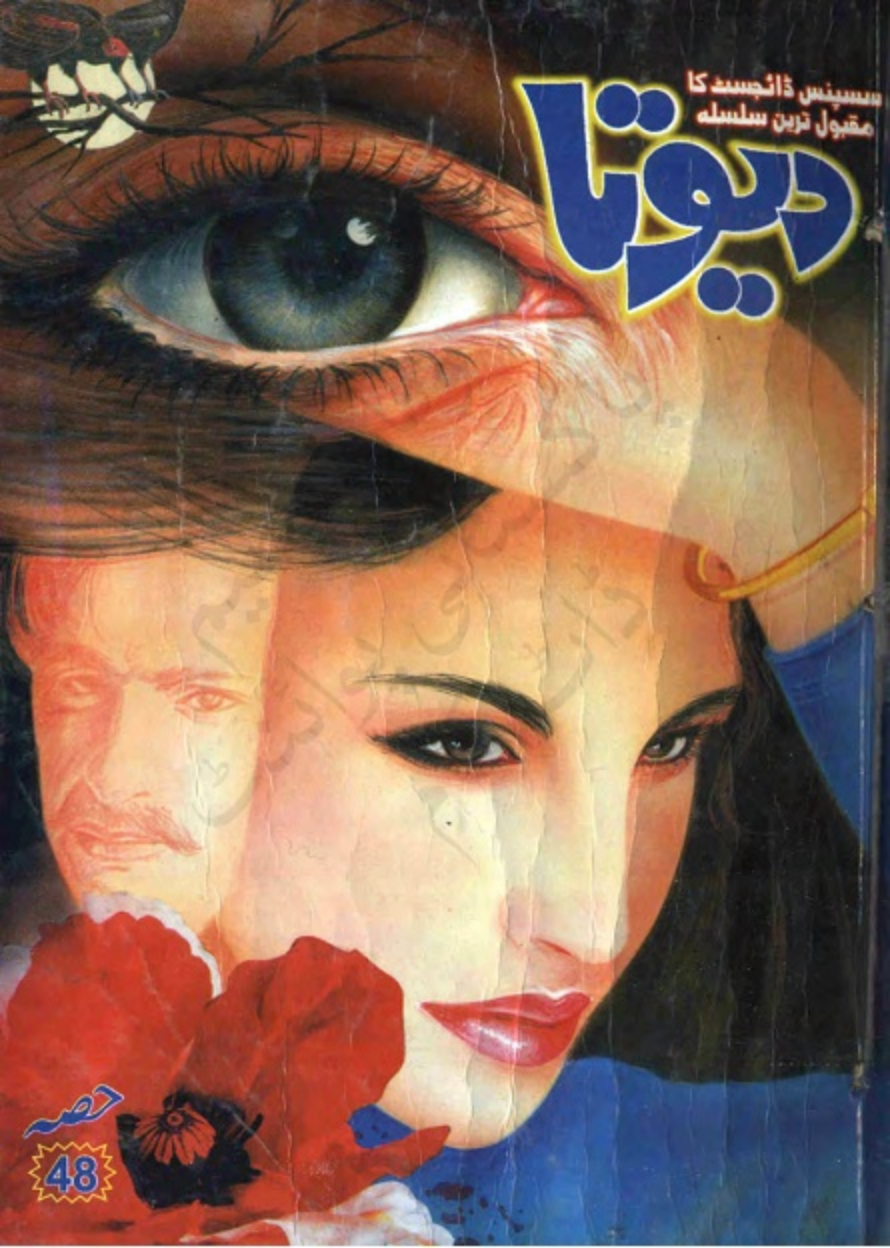

حصہ
48

عالی بھی اس کاؤنٹر گرل کے ذریعے ان کی باتیں سن کر ان کے دماغوں میں پہنچ گئی۔ اس وقت جو جو ایک افسر سے کہہ رہا تھا۔ اس ہوٹل کے پیچھے کچھ فاصلے پر نیشنل میوزیم ہے۔ عالی وہاں موجود ہے۔ فوراً ادھر جاؤ۔''

عالی نے اس افسر کو دوسرے سے بات کرنے پر مائل کیا۔ اس نے چند منٹوں میں تین افسروں اور کئی سپاہیوں کی آوازیں سن لیں اور ان کے دماغوں میں جگہ بنالی۔ وہ سب ہوٹل سے باہر آکر اپنی گاڑیوں میں بیٹھنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت دو سپاہیوں نے تین گاڑیوں کے پہیّوں پر فائرنگ کی۔ ان کے پہیے دھماکے کرتے ہوئے بے کار ہو گئے۔ ایک افسر نے غصے سے پوچھا۔ ''یہ کیا حماقت ہے؟''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''اگر یہ ایسی حماقت نہ کرتے تو میں کرتا۔ دیکھو اس طرح...''

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور نکال کر اس افسر کی ٹانگ پر گولی ماری۔ دوسرے سپاہی نے چیخ کر کہا۔ ''فرہاد علی تیمور کی بیٹی حکم دیتی ہے کوئی اس کے پیچھے نہ آئے۔ وہ اجنبی جو ہمارے اندر آکر بولتا ہے۔ وہ ہم سب کو موت کے منہ میں دھکیلنا چاہتا ہے۔''

جو جو خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا۔ اس سپاہی کی باتیں سن کر چونک گیا۔ یہ معلوم ہو گیا کہ عالی ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس نے غصے سے اس سپاہی کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ بیچارا چیخیں مارتا ہوا زمین پر گر کر تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔

جو جو نے ایک افسر کی زبان سے کہا۔ ''جو اس لڑکی کے پیچھے جانے اور اسے گولی مارنے سے انکار کرے گا' وہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر مرے گا۔''

عالی اسی وقت ایک ایک سپاہی کے اندر جا کر فائرنگ کرنے لگی۔ وہ بڑی پھرتی سے ایک کے بعد دوسرے' تیسرے اور پھر چوتھے کے اندر جا رہی تھی۔ وہ سب اپنے افسران پر اور گاڑیوں پر فائرنگ کر رہے تھے۔ اس طرح وہ افسران مارے گئے' جن کے اندر جو جو نے جگہ بنائی تھی۔ جب فائرنگ تھم گئی تو گہری خاموشی چھا گئی۔ جو لوگ جان بچا کر دور بھاگتے چلے گئے تھے۔ ان سب پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔

اب وہاں ایسا کوئی نہیں رہا تھا۔ جس کے ذریعے جو جو نئے آلۂ کار بناتا۔ وہ فوراً ہی کاؤنٹر گرل کے اندر آکر اسے دوڑاتا ہوا وہاں لے آیا۔ وہ اس کے ذریعے عالی سے بات کرنا اور اسے چیلنج کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت عالی نے فوراً ہی ایمان کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ ''کیا تم وہاں پہنچ گئے ہو؟''

''ہاں، رُونارُو میرے گن پوائنٹ پر ہے۔''

عالی اپنے ایک آلہ کار سپاہی کے اندر آ گئی۔ جو جو اس کاؤنٹر گرل کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ ''عالی! خوامخواہ بے گناہوں کا خون بہا رہی ہو۔ تم اس شہر سے باہر نہیں جا سکو گی۔ مجھ سے سمجھوتا کرو گی تو تمہیں نئی زندگی ملے گی۔''

وہ بولی۔ ''زندگی دینے والا اور لینے والا صرف خدا ہے۔ کیا تم اپنی رُونارُو کی سلامتی نہیں چاہو گے؟''

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اپنی محبوبہ کے پاس پہنچا۔ وہ سہمی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میری جان! گھبراؤ نہیں۔ میں آ گیا ہوں۔ تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔''

وہ رونے کے انداز میں بولی۔ ''اس نوجوان کے ریوالور کو میرے سامنے سے ہٹاؤ۔ گولی چل جائے گی۔ میں مر جاؤں گی۔''

''تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ تم اس سے بات کرو۔ اس کا نام اور پتا ٹھکانا معلوم کرو۔ میں اپنی ٹریننگ مشین کے ذریعے چند گھنٹوں میں اس کی پوری ہسٹری معلوم کروں گا پھر یہ بھی میری ٹریننگ مشین کی فائلوں میں آ جائے گا۔ عالی کی طرح یہ بھی مجھ سے بھاگتا پھرے گا۔''

عالی نے ایمان کے پاس آ کر کہا۔ ''جب تک تمہارا نام اور پتا جو جو کو معلوم نہیں ہوگا۔ وہ کبھی تمہارے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔''

اسی وقت رُونارُو نے ایمان سے کہا۔ ''تم خوامخواہ مجھ سے کیوں دشمنی کر رہے ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟''

ایمان علی نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم کو نام کے بعد میری رہائش گاہ بھی پوچھو گی اور جو جو کی مشکل آسان کرو گی۔ اس گدھے سے کہو، تمہارے دماغ کے اندر ہونے والی سرگوشی مجھ تک پہنچتی رہتی ہے۔''

وہ جھنجلا کر جو جو سے بولی۔ ''میں پہلے ہی کہتی تھی کہ دماغ کو لاک کرو مگر تمہیں فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ تم ڈینگیں مارتے تھے کہ ہمارے تعلقات کا علم کسی کو نہیں ہوگا۔ کوئی دشمن مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اب یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

جو جو نے عالی سے پوچھا۔ ''کیا تم ابھی رُونارُو کے اندر موجود ہو؟''

''ہاں مگر مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو تو رُونارُو کی زبان سے بولو تاکہ میرا ساتھی بھی تمہاری باتیں سن سکے۔''

اس نے اپنی محبوبہ کی زبان سے کہا۔ ''ذرا عقل سے سوچو میرے سامنے ایک عورت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تم اسے مار ڈالو گی تو مجھے دوسری مل جائے گی۔''

عالی نے کہا۔ ''میں رُونارُو کے چور خیالات پڑھ کر تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم کر چکی ہوں۔ تم نے اسے بتایا ہے کہ تمہارے سیّارے کے اکابرین نے عورتوں سے دور رہنے کی تاکید کی ہے اگر تم ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری سے تعلق رکھو گے تو کہیں نہ کہیں دھوکا کھاؤ گے۔ اپنے مخالفین کی نظروں میں آ جاؤ گے۔''

ایمان علی نے کہا۔ ''تم ہمارے بارے میں نہیں جانتے۔ عالی کے پاس ٹیلی پیتھی کا علم ہے اور میں قدرتی طور پر سونگھنے کی غیر معمولی حس رکھتا ہوں۔ پچھلی بار جب اس جنگل میں تمہارے قریب آنے کا موقع ملا تھا تو میں نے تمہاری بو سونگھ لی تھی۔ آئندہ تم جب بھی کھلی فضا میں آؤ گے تو مجھے تمہاری بو کے ذریعے معلوم ہو جائے گا کہ تم کس سمت میں کتنے فاصلے پر ہو؟''

اس کے پاس ایسی کوئی غیر معمولی صلاحیت نہیں تھی لیکن دشمن کو اُلجھانے اور فریب دینے کے لیے باتیں بنانی پڑتی ہیں۔ اس بات نے جو جو کو پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا۔ عالی نے کہا۔ ''اگر تم میرے ساتھی کی سونگھنے کی حس کو آزمانا چاہتے ہو تو اپنی خفیہ چار دیواری سے باہر آؤ۔ ہم آدھے گھنٹے کے اندر تمہاری شامت بن کر وہاں پہنچ جائیں گے۔''

وہ ایسا چیلنج قبول کرنے کی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ ''یہ اچھا ہی ہوا کہ مجھے ایک نئے خطرے سے آگاہی مل گئی ہے۔ میں یہ ملک چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں اپنی پناہ گاہ بناؤں گا۔ ہزاروں میل دور جانے کے بعد اس جوان کو میری بو نہیں ملے گی۔''

رُونارُو بڑے صدمے سے بولی۔ ''جو جو! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا مجھے ان کے ہاتھوں مرنے کے لیے چھوڑ جاؤ گے؟''

''نہیں، اس دنیا میں آنے کے بعد مجھے خوش کرنے والی، مجھے دیوانہ بنانے والی پہلی عورت تم ہو۔ تم مجھے مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچتی ہو۔ تمہیں چھوڑ کر میں دوسری عورتوں کے چکر میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہوں گا۔ تم خاموش رہو۔ مجھے ان سے باتیں کرنے دو۔''

پھر اس نے عالی سے کہا۔ ''اگر میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں۔ تمہیں آزادی سے کہیں بھی جانے دوں تو کیا تم دونوں اس کا پیچھا چھوڑ دو گے؟''

عالی نے کہا۔ ''تم میرا پیچھا چھوڑ کر میرے اوپر احسان نہ کرو۔ میں دشمنوں کا احسان نہیں اٹھاتی۔ ہم تمہاری عورت کو اپنے ساتھ پیرس لے جائیں گے۔ وہاں بابا صاحب کے دروازے پر پہنچ کر اسے تمہارے لیے آزاد کر دیں گے اگر اس دوران میں ہمیں نقصان پہنچانا چاہو گے تو ہم اسے تڑپا تڑپا کر مار ڈالیں گے۔''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''اسے تڑپانے اور مارنے کی بات نہ کرو۔ مجھے غصہ آ جاتا ہے۔ میں اپنی عورت کی خاطر اس دنیا کی ایک لڑکی سے سمجھوتا کر رہا ہوں۔ ٹھیک ہے، اسے بابا صاحب کے دروازے تک لے جاؤ۔ میں اس کے اندر رہ کر اس کی حفاظت کرتا رہوں گا۔''

ایمان نے کہا۔ ''اس دوران نہ تم اس کے دماغ کو لاک کرنے کی کوشش کرو گے اور نہ ہم کریں گے۔ کوئی بھی کسی کو دھوکا نہیں دے گا۔''

جو جو کرانتے نے ان کی بات مان لی۔ اس نے چند لمحوں میں فیصلہ کر لیا تھا کہ ان سے سمجھوتا کرنے میں اس کا فائدہ ہے۔ فی الحال اس کی سلامتی اس طرح ہے کہ وہ بُو سونگھنے والا جوان وہاں سے ہزاروں میل دور پیرس جائے گا تو وہ راتوں کو پاتال سے نکل کر کھلی فضا میں صبح تک آزادی سے تفریح کر سکے گا اور جلد ہی کسی دوسرے ملک میں اپنی خفیہ پناہ گاہ بنا سکے گا۔

میرا (سونیا) ریکارڈ اس کی ٹریننگ مشین میں تھا۔ وہیں اس نے میری ہسٹری پڑھی تھی۔ جب ایمان نے اس سے جھوٹ کہا کہ وہ سونگھنے کی غیر معمولی حس رکھتا ہے تب اسے یاد آیا تھا کہ یہ غیر معمولی صلاحیت سونیا میں بھی ہے لہٰذا اس جوان میں بھی ہوگی۔ فرہاد کی فیملی سے تعلق رکھنے والے سب ہی عجیب و غریب صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ چونکا دینے والے انداز میں اپنے مخالفین کی جڑوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ جیسا کہ وہ دونوں اچانک ہی جنگل میں اس کے مقابلے پر آ گئے تھے اور اس کے یلو کلر بلائنڈ ہونے کی کمزوری سے پورا فائدہ اٹھانے والے تھے۔

ان تمام حقائق کے پیشِ نظر جو جو نے اس دنیا کی پہلی لڑکی سے سمجھوتا کرنے میں ہی اپنی بہتری سمجھی تھی۔ اس کے سازشی ذہن میں منصوبے پک رہے تھے کہ آئندہ اسے کیا کرنا ہے؟

☆☆☆

برین ماسٹر نے ایسے وقت مونیکا کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ اس کا برین واش کیا تھا جب کسی بھی مخالف ٹیلی پیتھی

Pakistanipoint Waqar Azeem

جاننے والے کی مداخلت کا اندیشہ نہیں رہا تھا۔ اس کا سب سے زبردست مخالف بے باک مومن تھا۔ وہ بھی ایسے وقت برین ماسٹر کے منصوبے سے بے خبر تھا اور اینا کے ساتھ سیر و تفریح میں وقت گزار رہا تھا۔

بہرحال وہ اپنی بیوی کی آواز' لب ولہجہ اور شخصیت بدل چکا تھا۔ وہ خود ایک بزنس مین رابنسن کی حیثیت سے ایک نئی سماجی زندگی گزارنے لگا تھا۔ جوجو نے کہا تھا کہ اس کی نئی شخصیت، نئے روپ پر کوئی شبہ نہیں کرے گا اور وہ اسے تحفظ دیتا رہے گا۔

وہ اپنے بیٹے جارج اور مونیکا کی خاطر جوجو کے زیر اثر آ گیا تھا۔ اس کی بیوی مونیکا اب مسز مارتھا رابنسن کہلاتی تھی۔ جارج موجودہ زندگی میں وکی بوائے کہلا رہا تھا۔ اس نے مونیکا کی یادداشت سے اینا کو مٹا دیا تھا۔ وہ بیٹی کو بھول کر بیٹے کے ساتھ رہنے لگی تھی۔

برین ماسٹر اگرچہ بیٹی کے بغیر اور بیوی بیٹے کے ساتھ بہت ہی خوشحال فیملی لائف گزار رہا تھا۔ خاص طور پر بیٹے کی قربت سے بہت ہی مطمئن اور آسودہ رہتا تھا تاہم جوجو کی تابع داری اس کے مزاج کے خلاف تھی۔ وہ اپنی تمام تر ذہانت کو استعمال کر کے اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا مگر غلامی سے آزادی کی طرف لانے والی کوئی راہ سجھائی نہیں دیتی تھی۔ اسے یہ خوف تھا کہ وہ جوجو کے خلاف ایک قدم بھی اٹھائے گا تو اس کا اکلوتا بیٹا اور بیوی دونوں ہی موت کے گھاٹ اتار دیے جائیں گے۔

لیکن ایک بات کا اطمینان تھا کہ جوجو نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابع دار نہیں بنایا تھا۔ وہ اس کے دماغ میں جبراً نہیں آتا تھا۔ اس کے چور خیالات نہیں پڑھتا تھا۔ وہ کسی پر تنویمی عمل کرنے کا عادی نہیں تھا۔ اس نے تمام اکابرین، کرونا اور ٹونی جے کو بھی آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اسے خود پر اعتماد تھا کہ جب چاہے گا ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کے بغیر کسی کو بھی اپنے زیر اثر لے آئے گا۔ وہ ایسے طریقہ کار کے مطابق کتنی ہی بڑی طاقتوں کو جی حضوری پر مجبور کر رہا تھا۔

اس نے بیٹے کے دماغ میں آ کر باپ کو دیکھا پھر مخاطب کیا۔ ''ہیلو برین ماسٹر...!''

ماسٹر نے چونک کر اپنے بیٹے کو دیکھا۔ وہ بولا۔ ''اس وقت میں تمہارا بیٹا نہیں جوجو ہوں۔ میرا ایک بہت اہم کام ہے۔ اسے نمٹانے کے لیے فوراً خیال خوانی شروع کرو۔ تم اسی لمحے سے فرہاد کی بیٹی عالی کی نگرانی کرو گے۔''

اس نے پوچھا۔ ''عالی کہاں ہے؟ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اسے یوگا میں مہارت حاصل ہے۔ کیا میں اس کے اندر جا سکوں گا؟''

وہ بولا۔ ''میری ایک محبوبہ کا نام رُونا رُو ہے۔ میں اپنی آڈیو مشین کے ذریعے اس کی آواز سنا رہا ہوں۔ تم اس کے اندر پہنچ کر خاموشی سے اس کے خیالات پڑھو گے تو تمہیں رُونا رُو، عالی اور میری موجودہ پوزیشن معلوم ہو جائے گی۔''

وہ بولا۔ ''ٹھیک ہے، جیسا تم چاہتے ہو میں ویسا ہی کروں گا۔''

''رُورنا رُو کے اندر عالی موجود رہے گی۔ اسے شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ تم اُس کے دماغ میں چھپ کر عالی کو نقصان پہنچانے والے ہو۔''

''میں تمہاری محبوبہ کے اندر کبھی خود کو ظاہر نہیں کروں گا۔''

''میں تمہارے بیٹے کے دماغ سے جا رہا ہوں۔ تم ایک منٹ کے اندر فون کے ذریعے رُونا رُو کی آواز سنو گے۔''

جوجو نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر فون کے ذریعے برین ماسٹر سے رابطہ کیا پھر آڈیو مشین میں ریکارڈ کی ہوئی رُونا رُو کی آواز اسے سنائی۔ اس نے آواز سن کر کہا۔ ''ٹھیک ہے، میں تمہاری محبوبہ کے اندر جا رہا ہوں۔''

جوجو نے کہا۔ ''میں تھوڑی دیر بعد تمہارے بیٹے کے اندر آ کر تمہیں اپنی پلاننگ بتاؤں گا۔ ابھی رُونا رُو کے خیالات پڑھتے رہو۔''

وہ فون بند کر کے کرونا اور ٹونی جے کے پاس آ گیا۔ انہیں بھی یہی حکم دیا کہ وہ دونوں اس کی محبوبہ کے اندر رہ کر عالی اور اس کے ساتھی پر نظر رکھیں پھر موقع ملتے ہی ان دونوں کو زخمی کر کے اپاہج بنا دیں۔ جان سے نہ ماریں۔ کیونکہ انہیں فرہاد تک پہنچنے کا زینہ بنایا جائے گا۔

یہ ٹونی جے کے لیے مشکل مرحلہ تھا۔ وہ فرہاد اور اس کی فیملی کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ ''یا خدا! میں کیا کروں؟ نہ عالی کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہوں' نہ جوجو کو ناراض کر سکتا ہوں۔ میں اس کی گرفت میں ہوں۔ اس کا کام نہیں کروں گا تو مارا جاؤں گا۔''

اسے اپنے اندر جوجو کی آواز سنائی دی۔ ''بے شک، تم بے موت مارے جاؤ گے۔ میں پہلے ہی دن تمہارے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا کہ تم فرہاد کے وفادار ہو۔ کرونا نے ٹھیک کیا تھا۔ تمہارا برین واش کر کے تمہیں فرہاد اور اس کی فیملی کے خلاف استعمال کرتی رہی تھی۔ میں بھی تم پر تنویمی عمل کر سکتا ہوں مگر ابھی میرے پاس وقت نہیں ہے۔ عالی سے

ملنے کے بعد تمہاری کھوپڑی فرہاد کی طرف سے گھما دوں گا۔''

ٹونی جے چپ چاپ سر جھکائے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ جوجو نے کہا۔ ''تم قابل اعتماد نہیں ہو۔ میرا کام بگاڑ دو گے۔ فی الحال میرے اور عالی کے معاملے سے دور رہو۔ میں اس سے نمٹنے کے بعد تم سے نمٹ لوں گا۔''

عالی نادان نہیں تھی کہ آسانی سے اس کے قابو میں آ جاتی۔ اس نے اور ایمان نے رُونا رُو کو یرغمال بنایا ہوا تھا۔ وہ اس کے سامنے راز کی باتیں نہیں کر سکتے تھے۔ عالی نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''ایمان! خدا کا شکر ہے جوجو کی ٹریننگ مشین میں تمہاری رپورٹ فائل نہیں ہے۔ ابھی تم مجھ سے اور رُونا رُو سے دور ہو جاؤ۔ کہیں چلے جاؤ تو جوجو تمہیں تلاش نہیں کر سکے گا۔''

ایمان نے کہا۔ ''میں سمجھ رہا ہوں' وہ اس عورت کے اندر رہ کر میری نگرانی کرے گا۔ مجھے نظروں سے اوجھل ہونے نہیں دے گا۔''

''اسی لیے کہتی ہوں۔ تمہیں فوراً اس کی نظروں سے اوجھل ہو جانا چاہیے۔''

''میں ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ مجھے رُونا رُو سے دور ہو کر اپنا چہرہ اور نام تبدیل کر لینا چاہیے۔''

''میں خیال خوانی کے ذریعے یہاں کے پاسپورٹ آفس سے ایک گھنٹے کے اندر تمہارا نیا پاسپورٹ حاصل کر لوں گی۔ جس طیارے میں رُونا رُو کے ساتھ سفر کروں گی۔ تم بھی اسی طیارے میں نئے نام اور نئے روپ کے ساتھ رہو گے۔''

ابھی عالی اور ایمان کے ذہن میں مکمل منصوبہ نہیں تھا کہ آگے چل کر اور کیا کرنا ہے؟ وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے منصوبے میں پختگی لا رہے تھے اور اس کے مطابق عمل کر رہے تھے۔ ایمان علی اسی وقت وہاں سے چلا گیا۔ عالی نے الپا کو مخاطب کیا۔ ''ہائے سسٹر! مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔''

وہ بولی۔ ''ہاں کہو میری جان! مجھ سے کیا چاہتی ہو؟''

''میرے اندر آ جاؤ۔ میں ابھی کبریا کے پاس جا رہی ہوں۔''

الپا اس کے اندر آئی وہ کبریا کے پاس پہنچ کر بولی۔ ''ہائے کبریا! میرے ساتھ سسٹر بھی آئی ہیں۔ تم دونوں میرے اندر رہ کر خیالات پڑھو۔ میرے موجودہ حالات سے اچھی طرح آگاہ ہو جاؤ۔''

وہ دونوں اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ اس وقت عالی خیال خوانی کے ذریعے پاسپورٹ آفس کے اعلیٰ افسر کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ ایمان علی اس آفس میں نئے چہرے کے ساتھ اپنی اور عالی کی تصویریں اور ضروری کاغذات لیے بیٹھا تھا۔ الپا اور کبریا اس وقت عالی کے خیالات بھی پڑھ رہے تھے اور ان کے نئے پاسپورٹ کے سلسلے میں اس کی مدد بھی کر رہے تھے۔ انہوں نے وہاں کے متعلقہ افسروں کے دماغوں میں گھس کر ایک گھنٹے کے اندر دو نئے پاسپورٹ حاصل کر لیے۔

الپا نے ایمان سے کہا۔ ''تم دونوں کمال کر رہے ہو۔ وہ عجوبہ جو اس دنیا میں نمودار ہوتے ہی تمام بڑی طاقتوں پر حاوی ہو گیا تھا۔ بہت ہی پراسرار اور ناقابل تسخیر بنتا جا رہا تھا' اسے تم دونوں نے اپنے پیچھے بھگانا اور ہلکان کرنا شروع کر دیا ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''یہ سب ایمان کی آگہی کا کمال ہے جو اب تک حیران اور پریشان ہے کہ اس کے یلوکلر بلائنڈ ہونے والی بات ہمیں کیسے معلوم ہو گئی؟''

الپا نے پوچھا۔ ''جیسا کہ تم نے رُونا رُو کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے' وہ کسی سیارے سے آیا ہے۔ کیا اس نے سیارے کا نام بتایا ہے؟''

''نہیں، اس نے رُونا رُو کو وہاں کا نام اور وہاں کے تفصیلی حالات نہیں بتائے ہیں۔ بس یہی مختصر سی معلومات حاصل ہوئی ہیں کہ وہ یہاں کے اناج، عورتوں اور ایٹمی توانائی کے وسائل پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں۔''

الپا نے کہا۔ ''یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں ہم دنیا والوں سے بہت آگے ہیں۔''

ایمان نے کہا۔ ''اور یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ وہ دین' ایمان اور روحانیت سے بے بہرہ ہیں۔ اس سیارے کے اکابرین یہ نہیں جانتے ہیں کہ زمین پر کوئی نادیدہ ہستی ہے جسے ہم اپنا ربّ کہتے ہیں اور ایسی نادیدہ قوت ہے جو روحانیت کہلاتی ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''ان کا سب سے بڑا اور اہم مشن روحانیت پر قابو پانا' یا اسے ختم کر دینا ہے۔''

کبریا نے کہا۔ ''ایسا ممکن نہیں ہے مگر عالی اور ایمان! تم دونوں کو ہر لمحہ محتاط رہنا ہوگا۔ ہم اس دشمن کی کتنی ہی غیر معمولی صلاحیتوں سے ابھی پوری طرح واقف نہیں ہیں۔''

الپا نے کہا۔ ''موجودہ حالات پر باتیں کرو۔ جس طرح عالی نے ہمیں مدد کے لیے بلایا ہے۔ اسی طرح جو جو اپنے تابعدار ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کام لے رہا ہوگا۔''

کبریا نے کہا۔ ''اس کے خیال خوانی کرنے والے تم دونوں کے اندر نہیں آسکیں گے لیکن سب کے سب رُونارُو کے اندر چھپ کر تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔''

عالی نے کہا۔ ''میں ایسی چالوں کو سمجھتی ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے تک وہ کسی بھی جگہ کسی بھی وقت ہم پر جان لیوا حملے کر سکتے ہیں۔''

''صومالیہ سے پیرس اور پھر بابا صاحب کے ادارے تک کا پورا نقشہ ان کے آگے میدان جنگ کی طرح بچھا ہوا تھا۔ یہی نقشہ جوجو برین ماسٹر اور کرونا کے آگے تھا۔ یہاں سے وہاں تک سفر کرنے کے دوران میں دشمنوں کو حملہ کرنا تھا اور عالی اور ایمان کو اپنا بچاؤ کرتے رہنا تھا۔

انہوں نے وہاں سے روانگی کے سلسلے میں جلدی نہیں کی۔ جوجو سے کہہ دیا کہ چوبیس گھنٹے کے بعد ایک فلائٹ میں ان تینوں کی سیٹیں او کے ہو چکی ہیں۔ عالی سختی سے رُونارُو کی نگرانی کر رہی تھی۔ اس نے عالی سے پوچھا۔ ''تمہارا وہ ساتھی کہاں ہے؟ پچھلے دو گھنٹوں سے دکھائی نہیں دے رہا ہے۔''

''وہ مزید آٹھ گھنٹوں تک دکھائی نہیں دے گا۔ کیونکہ وہ سو رہا ہے۔''

آٹھ گھنٹے گزر گئے تو جوجو کو تشویش ہوئی۔ اس نے اپنی محبوبہ کے ذریعے پوچھا۔ ''عالی! سچ بتاؤ' تمہارا ساتھی کہاں ہے؟''

وہ بولی۔ ''ہاں، اب تو سچ بولنا ہی پڑے گا۔ وہ آٹھ گھنٹے پہلے اس شہر سے اور اس ملک سے جا چکا ہے۔ جاؤ۔ اپنی ٹریننگ مشین کے ذریعے اسے ڈھونڈ لو۔''

وہ غصے سے بولا۔ ''تم لوگ زیادہ ہی چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ کیا تنہا رُونارُو کو یرغمال بنا کر اپنے ادارے تک لے جا سکو گی؟''

''اسے وہاں تک لے جانے میں مشکل کیا ہے؟ تم سفر کے دوران میں اپنے کسی آلہ کار کے ذریعے نقصان پہنچانا چاہو گے تو دیکھو گے کہ میں کس طرح خود کو بچاتے ہوئے خیر خیریت سے اپنوں تک پہنچوں گی لیکن دشمنی کے نتیجے میں تم اپنی محبوبہ سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔''

''رُونارُو میری جان ہے۔ اسی کی خاطر میں تمہیں ڈھیل دے رہا ہوں۔''

عالی اس کے اندر خاموش رہی۔ رات کو رُونارُو سونے کے لیے ایک بیڈ روم میں گئی۔ وہ اسے اسی کمرے میں لاک کر کے بولی۔ ''آرام سے سوتی رہو۔ دروازہ صبح کھلے گا۔ اس سے پہلے دروازہ پیٹتی رہو گی تب بھی یہ نہیں کھلے گا۔''

رُونارُو تمام دن ٹینشن میں رہی تھی۔ وہ گہری نیند سو گئی۔ برین ماسٹر نے بابر (ڈمی فرہاد) اور آوڈی مین کو حکم دیا تھا کہ وہ مراکش کے شہر رباط پہنچ جائیں۔ عالی اور رُونارُو صومالیہ کے شہر میراگ سے آرہی ہیں۔ ان کا جہاز ایک گھنٹے کے لیے رباط میں رُکے گا۔ وہیں عالی کو ٹریپ کیا جائے گا۔ اگر وہ قابو میں نہ آسکی تو بابر اسی طیارے میں اس کے ساتھ پیرس تک جائے گا اور کسی بھی طرح اسے زخمی کر کے دماغی طور پر کمزور بنائے گا۔

صومالیہ افریقا کے مشرقی کنارے پر ہے۔ کرونا لندن سے فوراً ہی اتنی دور نہیں پہنچ سکتی تھی لہٰذا اس نے بھی مراکش کے شہر رباط پہنچ کر اسی طیارے میں اپنے لیے ایک سیٹ او کے کرائی تھی، جو عالی اور رُونارُو کو لے کر وہاں آنے والا تھا۔

کرونا' برین ماسٹر اور بابر بہت مصروف ہو گئے تھے۔ مسلسل خیال خوانی کے ذریعے رُونارُو کے اندر آتے جاتے رہتے تھے۔ انہوں نے رات کو جوجو سے کہا۔ ''تم دیکھ رہے ہو' عالی نے تمہاری محبوبہ کو صبح تک کے لیے ایک کمرے میں بند کر دیا ہے۔ نہ وہ باہر نکلے گی' نہ ہی کسی سے کوئی بات کر سکے گی۔ ہم بھی دو چار گھنٹے نیند پوری کر لیں تو کیا حرج ہے؟''

وہ سخت لہجے میں بولا۔ ''ہرگز نہیں، اس نے رُونارُو کو صبح تک کے لیے لاک کیا ہے۔ یہ اس کی کوئی چال ہو سکتی ہے۔ شاید وہ یہی چاہتی ہے کہ میں اور میرے آلہ کار مطمئن ہو کر صبح تک اس کے اندر نہ آئیں اور وہ موقع پا کر اس کے دماغ کو لاک کر دے پھر ہم میں سے کوئی اُس کے اندر نہ جا سکے۔ اس کی نگرانی نہ کر سکے۔ نہیں، تم میں سے کوئی نہیں سوئے گا۔''

اسے سمجھایا گیا کہ ذاتی طور پر تازہ دم رہنے کے لیے نیند لازمی ہے۔ برین ماسٹر نے کہا۔ ''میں چار گھنٹے کی نیند لوں گا تب تک میرا آلہ کار بابر رُونارُو کے خوابیدہ دماغ میں رہے گا۔''

کرونا نے کہا۔ ''جوجو! تم بھی دو چار گھنٹے کے لیے سو جاؤ۔ اس کے بعد مجھے بھی سونے کا موقع دو۔''

جوجو نے انہیں نیند پوری کرنے کی اجازت دے دی۔ اس طرح وہ سب باری باری سوتے بھی رہے اور رُونارُو کے اندر موجود بھی رہے۔ انہوں نے دیکھا کہ عالی نے صبح تک

رُونارُو کی نیند میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ یہی بات سمجھ میں آرہی تھی کہ اس نے خود آرام سے سونے کے لیے اسے کمرے میں لاک کیا تھا۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ حقیقت بعد میں ظاہر ہوتی ہے کہ فرہاد اور اس کی بیٹی اور بیٹے کس طرح قیامت کی چال چلتے ہیں؟

ویسے برین ماسٹر' بابر اور کرونا اسی کوشش میں تھے کہ وہاں سے عالی کی روانگی سے پہلے ہی اسے ٹریپ کر لیا جائے لیکن وہ بہت محتاط تھی پھر جوجو نے اپنے لوگوں سے کہا تھا۔ ''اسے یہاں نقصان پہنچانے کے سلسلے میں ناکامی ہو سکتی ہے اگر سفر کے دوران طیارے کو ہائی جیک کیا جائے۔ تو اسے فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔''

یہی مناسب تھا۔ اسی میں اُن کی کامیابی تھی۔ جب عالی رُونارُو کے ساتھ طیارے میں سوار ہوئی تو سب ہی خاموش تماشائی بنے رہے۔ دو گھنٹے بعد وہ رباط پہنچ گئے۔ وہاں طیارے کے مسافروں میں کرونا اور بابر کا اضافہ ہو گیا۔ عالی اور رُونارُو کے پیچھے ان کی سیٹیں تھیں۔ جب طیارے نے وہاں سے پرواز کی تو بابر نے آگے بیٹھی ہوئی عالی کو دیکھا پھر اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔ ''ہائے عالی! یہ تم کس حسینہ کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہو؟''

عالی نے سر گھما کر پیچھے دیکھا پھر کہا۔ ''تمہاری ماں کو لے جا رہی ہوں۔''

بابر کے ساتھ بیٹھی ہوئی کرونا نے بڑے غور سے عالی کو دیکھ کر کہا۔ ''میں دن رات عالی کے ساتھ رہ چکی ہوں۔ اسے اچھی طرح پہچانتی ہوں۔ یہ عالی نہیں ہے۔ اسے عالی کی ہم شکل بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔''

جوجو اور ماسٹر رُونارُو کے اندر تھے۔ کرونا کی بات سن کر چونک گئے۔ برین ماسٹر نے بابر سے پوچھا۔ ''تم اسے توجہ سے دیکھو اور بتاؤ کیا یہ عالی نہیں ہے؟''

بابر نے کہا۔ ''میں نے پہلے کبھی عالی کو رُوبرو نہیں دیکھا ہے۔ اس کی جو تصویر دیکھی ہے۔ اس کے مطابق یہ عالی ہی دکھائی دے رہی ہے۔''

جوجو نے کہا۔ ''میں ابھی اس کی آواز سن کر چونک گیا تھا۔ اس کا لب و لہجہ کچھ مختلف ہے۔''

یہ کہتے ہی وہ رُونارُو کے پاس بیٹھی ہوئی عالی کے اندر پہنچ گیا۔ عالی نے سانس نہیں روکی۔ کیونکہ وہ بیچاری نہ تو یوگا میں مہارت رکھتی تھی' نہ ہی ٹیلی پیتھی جانتی تھی۔ اس کے مختصر سے خیالات نے بتایا کہ وہ میراگ شہر کی ایک کال گرل ہے۔ اپنے ایک آشنا کو قتل کر کے قانون کے محافظوں سے چھپتی پھر رہی تھی۔ عالی نے اسے اپنے میک اپ میں چھپا لیا تھا پھر اسے رُونارُو کے پاس پہنچا کر اس کے دماغ میں موجود رہتی تھی۔ یہ شبہ کرنے کا موقع نہیں دیتی تھی کہ وہ عالی نہیں ہے۔

اب جوجو کی سمجھ میں آیا کہ پچھلی رات عالی نے رُونارُو کو اس کے کمرے میں کیوں لاک کیا تھا؟ وہ اسی وقت کہیں چلی گئی تھی اور دوسری صبح اپنی جگہ اس ڈمی کو بھیج دیا تھا۔

جوجو اپنی پناہ گاہ کے ایک دور افتادہ حصے میں بیٹھا ہوا تھا۔ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر اس حصے کی طرف جانے لگا۔ جہاں تمام مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔ برین ماسٹر فون پر کہہ رہا تھا۔ ''مسٹر جوجو! اس لڑکی نے ہم سب کو چکرا کر رکھ دیا ہے۔ اس طیارے میں نہ وہ ہے' نہ اس کا ساتھی ہے۔ صرف ہمارے لوگ ہیں۔ تمہاری وہ محبوبہ اور تمہاری آلہ کار کرونا اور میرا آلہ کار بابر تو ہیں مگر وہ دونوں تو جیسے چھومنتر ہو گئے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس وقت وہ عالی کہاں ہوگی؟''

''میں یہی دیکھنے اپنی ٹریننگ مشین کے پاس جا رہا ہوں۔ ابھی معلوم کرتا ہوں کہ وہ کم بخت ہمیں دھوکا دے کر کہاں پہنچی ہوئی ہے؟''

جوجو نے اپنا فون بند کیا۔ اس کے ساتھ ہی پھر بزر سنائی دینے لگا۔ اس نے اسے کان سے لگا کر جھنجلاتے ہوئے پوچھا۔ ''ہیلو، کیا بات ہے؟''

کرونا کی آواز سنائی دی۔ ''تمہاری رُونارُو بہت پریشان ہے۔ کہہ رہی ہے کہ ابھی اس نے اپنے اندر ایک اجنبی کی آواز سنی ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے۔''

جوجو کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ کیا فرہاد مقابلے پر آگیا ہے...؟ اس نے کرونا سے کہا۔ ''کیا تم رُونارُو کے اندر جا کر اس کی آواز سن چکی ہو؟''

''میں ابھی فون بند کر کے اس کے اندر جا رہی ہوں۔ پلیز، تم بھی چلے آؤ۔''

جوجو نے فون بند کیا پھر اس کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''کیا تم نے فرہاد علی تیمور کی آواز سنی ہے؟''

وہ بولی۔ ''میں نہیں جانتی کہ فرہاد علی تیمور کون ہے؟ لیکن کوئی اجنبی میرے اندر یہی کہہ رہا تھا کہ اس کا نام فرہاد ہے۔''

کرونا اور بابر بھی اس کے اندر آگئے تھے۔ اس سے کہہ رہے تھے کہ وہ بولنے والا فرہاد ہوگا تو دوبارہ ضرور بولے گا۔ اس جہاز کی ایئر ہوسٹس کا ایک ساتھی اسٹیوارڈ وہاں آکر کھڑا ہو گیا پھر اپنے لباس سے ریوالور نکالتے ہوئے بولا۔

''خوامخواہ اس کے اندر تلاش کر رہے ہو۔ میں تو یہاں ہوں۔''

جوجو نے چونک کر کہا۔ ''ہاں، ہاں، وہی آڈیو مشین والی آواز اور لب ولہجہ ہے۔ تم... تم فرہاد علی تیمور ہو؟''

وہ اپنی بھاری بھرکم آواز میں بولا۔ ''میں موت ہوں۔ یہ طیارہ تین افراد کا مقبرہ بننے والا ہے۔''

اس نے ریوالور سے بابر کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ ''تم نے بہت عرصے تک ڈمی فرہاد بن کر بڑے گل کھلائے ہیں، بڑے فسادات برپا کیے ہیں، بہت پریشان کیا ہے۔ کب تک برین ماسٹر کی غلامی کرتے رہو گے؟ جاؤ۔ تمہارا وقت پورا ہو چکا ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے بابر کو گولی ماردی۔ بابر نے ایک طویل عرصے تک فرہاد کی حیثیت سے بڑی دھاک جمائی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کا کھویا ہوا وقار اور دبدبہ پھر حاصل ہو جائے گا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یوں اچانک موت آجائے گی۔ وہ اپنے تمام رُعب و دبدبے اور تمام مکاریوں کے ساتھ جہاز کی اُس سیٹ پر ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

اسٹیوارڈ نے ریوالور کا رُخ کرونا کی طرف کیا۔ وہ خوف سے کانپتے ہوئے بولی۔ ''نہیں پاپا...! آپ نے مجھے بیٹی بنایا ہے۔ آپ مجھے نہیں ماریں گے۔''

وہ سخت لہجے میں بولا۔ ''تم نے بیٹی بن کر رہنے کا حق کھو دیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم اپنی زبان سے دوسری بار مجھے پاپا کہو۔ لہٰذا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاؤ۔''

دوسری گولی چلی پھر کرونا بھی اسی سیٹ پر تڑپ کر ٹھنڈی ہو گئی۔ اس نے ریوالور کا رخ رُونا رُو کی طرف کیا۔ جوجو نے ایک دم سے تڑپ کر کہا۔ ''نو مسٹر فرہاد! رُک جاؤ۔ اسے گولی مارنا بہت مہنگا پڑے گا۔''

اسے جواب ملا۔ ''جوجو کرانتے! تمہیں اس دنیا میں رہ کر معلوم ہوگا کہ میں ہمیشہ مہنگا سودا کرتا ہوں اور سستی موت مارتا ہوں۔ اس کے دماغ سے جاؤ۔ اپنی ٹریننگ مشین کے ذریعے اعلیٰ بی بی عرف عالی کو تلاش کرو۔''

یہ کہتے ہی اس سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے تیسری گولی چلی۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کا دماغ مردہ ہو گیا۔ جوجو کی سوچ کی لہریں وہاں سے نکل گئیں۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ غصے سے کانپنے لگا۔ اس دنیا میں آنے کے بعد فرہاد اس کا پہلا دشمن تھا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہی اس کا آخری دشمن ہوگا۔ اس نے ہمیشہ کے لیے اس کی محبوبہ کو چھین لیا تھا۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا ٹریننگ مشین کے سامنے آیا۔ پلکیں جھپکائیں تو مانیٹر آن ہو گیا۔ دوسری بار پلکیں جھپکائیں تو وہاں تحریر اُبھرنے لگی۔ ''اعلیٰ بی بی عرف عالی بنت فرہاد علی تیمور کو تلاش کیا جائے۔''

تھوڑی دیر بعد ہی مانیٹر پر افریقا کا نقشہ اُبھر آیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک سرخ نقطہ جلنے بجھنے لگا لیکن وہ نقطہ آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ کہیں جا کر یہ نہیں بتا رہا تھا کہ عالی صومالیہ سے نکل کر کس ملک کے کس شہر میں پہنچی ہوئی ہے؟ جوجو نے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر مانیٹر سے سوال کیا۔ ''کیا بات ہے، ٹریننگ مشین بالکل درست ہے پھر یہ میری ایک مطلوبہ لڑکی کی نشاندہی کیوں نہیں کر رہی ہے؟''

تھوڑی دیر بعد ہی جواب اُبھرا۔ ''نشاندہی کے راستے میں وہ نادیدہ رکاوٹ ہے جو فرہاد علی تیمور کے سلسلے میں ہوا کرتی ہے۔ تم روحانیت سے ٹکرا رہے ہو۔ محتاط رہو۔''

وہ پریشان ہو کر مانیٹر کو تکنے لگا۔ ''فرہاد کے سلسلے میں اب تو کوئی رکاوٹ نہیں رہی ہے۔ ابھی میں نے اس کی آواز سنی ہے۔ مجھے پھر اس سے بات کرنی چاہیے... مگر کیسے؟ اس طیارے میں میرے تمام آلہ کار مر چکے ہیں۔ میں اس سے بات کرنے کے لیے اب کسے آلہ کار بناؤں؟''

دور... بہت دور ایک پہاڑی آبشار کے پاس ایک وسیع چٹان پر انوشے دوزانو بیٹھی خلا میں تک رہی تھی۔ آبشار کچھ فاصلے پر تھا۔ پانی کے چھینٹے اس پر پڑ رہے تھے۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر ایک سمت دیکھ رہی تھی۔ جہاں اسے ٹریننگ مشین دکھائی دے رہی تھی اور اس کے مانیٹر کا وہ سرخ نقطہ اپنی جگہ ٹھہر گیا تھا۔

جناب اسد اللہ تبریزی نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی میری پوتی انوشے کو میرے پاس بھیجا تھا۔ میں اس روحانی صلاحیتیں رکھنے والی بچی کو بڑے پیار سے دیکھ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہوں۔ اس معبود نے مجھے بڑی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے بچوں سے نوازا ہے۔

انوشے ان سب میں نمایاں ہے۔ اس کے آگے جو جو کیا بیتتا ہے اور کیا پلکیں جھپکاتا ہے؟ انوشے نے پلکیں جھپکائی تھیں تو وہ مشین اس کے دماغ کے سامنے آگئی تھی پھر اس نے پلکیں جھپکائیں تو وہ سرخ نقطہ بجھ گیا۔ آخری بار پلکیں جھپکائیں تو وہ سرخ نقطہ اس مشین کے ساتھ گم ہو گیا۔

.... جی ہاں، وہ میری پوتی انوشے ہے اور میں اس کا دادا فرہاد علی تیمور ہوں۔ اپنی داستان میں واپس آچکا ہوں۔

نیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

عالی اور ایمان علی بھی اسی طیارے میں سفر کر رہے تھے۔ عالی نے خیال خوانی کے ذریعے اپنی ڈی کو رُونارُو کے ساتھ اس جہاز میں پہنچا دیا تھا اور خود ایمان کے ساتھ سب سے پیچھے والی سیٹ پر سفر کرتی رہی تھی۔ جب وہ جہاز مراکش کے شہر رباط میں ایک گھنٹے کے لیے رُکا تو انہوں نے کرونا اور بابر کو دیکھا۔ وہ دونوں رُونارُو اور ڈی عالی کے پیچھے والی سیٹوں پر آ کر بیٹھ گئے تھے۔

عالی نے ایمان سے کہا۔ ''تم ہمارے دشمنوں کو نہیں پہچانتے ہو۔ وہ جو اورنج کلر کے بلاؤز اور بلیک اسکرٹ میں ہے' اس کا نام کرونا ہے۔''

ایمان اُدھر دیکھتے ہوئے بولا۔ ''ہُوں، تم نے اس کا ذکر کیا تھا۔ یہ تمہارے پاپا کی بیٹی بنی ہوئی تھی۔ ان کی موت کی خبر پھیلی تو اس نے گرگٹ کی طرح رنگ بدل لیا اور بڑے غرور سے تمہاری مما کو چیلنج کیا تھا۔''

عالی نے کہا۔ ''اب یہ مجھ سے دشمنی کرنے یہاں آئی ہوگی۔ شاید یہ جوجو کے لیے کام کر رہی ہے۔''

تھوڑی دیر بعد بابر طیارے میں آیا۔ ایمان علی نے چونک کر کہا۔ ''عالی...! وہ دیکھو۔ وہ... تمہارے پاپا...''

پہلے تو وہ بھی چونک گئی۔ باپ کے ہم شکل کو دیکھ کر دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں عمر رسیدہ ہو چکا ہوں۔ اگرچہ صحت مند ہوں مگر چہرے سے بزرگی جھلکنے لگی ہے۔ میرے برعکس بابر پچیس تیس برس کا جوان دکھائی دیتا تھا۔ وہ کرونا کی ساتھ والی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔

عالی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''اوہ گاڈ...! میں بھی ذرا دیر کے لیے دھوکا کھا گئی۔ یہ کم بخت پاپا کی ڈی بابر ہے۔''

ایمان نے اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اچھا تو یہ وہی ذات شریف ہے۔ یہ بھی یقیناً جوجو کا آلہ کار بن کر یہاں آیا ہوگا۔''

عالی نے سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے کہا۔ ''اگر ہم روپ بدلنے کی چال نہ چلتے تو جوجو کے یہ دونوں آلہ کار ہمارے پیچھے آ کر بیٹھ جاتے۔ دیکھتے ہیں، آگے کیا ہونے والا ہے؟''

جو ہونے والا تھا وہ ہونے لگا۔ طیارہ رَن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہوا پھر اس کی پرواز ہموار ہو گئی تو بابر نے ڈی عالی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے مخاطب کیا۔ ادھر عالی اپنی ڈی کے اندر رہ کر اس کی اور کرونا کی باتیں سن رہی تھی اور ایمان کو بتا رہی تھی کہ کرونا اور بابر کو دھوکے کا علم ہو چکا ہے۔ وہ سمجھ گئے ہیں کہ یہاں عالی کی جگہ اس کی ڈی بیٹھی ہوئی ہے۔

پھر اس نے ایمان کو بتایا کہ جوجو اور برین ماسٹر بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں پہنچ گئے ہیں۔ انہیں یہ معلوم ہو رہا ہے کہ رُونارُو کے اندر فرہاد علی تیمور کی آواز سنی گئی ہے۔

یہ دشمنوں کو خوفزدہ اور بے چین کر دینے والی بات تھی۔ ایسے وقت ایک اسٹیوارڈ نے ان کے قریب آ کر ایک ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ ''خوامخواہ اس کے اندر تلاش کر رہے ہو۔ میں تو یہاں ہوں...''

اِدھر جوجو نے اس کی آواز سن کر تسلیم کیا کہ وہ فرہاد ہے۔ اُدھر عالی نے بڑے جوش اور جذبے سے ایمان کے بازو کو تھام کر کہا۔ ''وہ... وہ میرے پاپا ہیں۔ ایک اسٹیوارڈ بن کر آئے ہیں۔''

ایمان نے سوالیہ مگر نہایت عقیدت مندانہ انداز سے اس اسٹیوارڈ کو دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اس طیارے کو تین دشمنوں کا مقبرہ بنانے آیا ہے پھر اس نے یہی کیا۔ پہلے بابر پھر کرونا اور اس کے بعد رُونارُو کو ایک ایک گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ پورے جہاز میں کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔ مسافر عورتیں اور بچے خوفزدہ ہو کر چیخ رہے تھے، رو رہے تھے۔

اسٹیوارڈ نے گرجتے ہوئے کہا۔ ''خاموش ہو جاؤ، یہاں اور کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔''

تین قتل کرنے والے اس قاتل نے خوفزدہ لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں اقرار کرتا ہوں کہ ایک قاتل اور بہروپیا ہوں۔''

عالی نے مایوس ہو کر اسے دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں رباط میں کارِ بم دھماکا کرنے کے بعد فرار ہو رہا تھا کہ پتا نہیں کس نے مجھے پکڑ لیا' اندر سے جکڑ لیا۔ میں سزا اور موت سے بھاگ نہیں سکوں گا لہٰذا خود اپنے ہاتھوں سزا پا رہا ہوں۔''

اس نے یہ کہتے ہی ریوالور کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس کی نال کو اپنی پیشانی سے لگایا اور ٹریگر دبا دیا۔ سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے دبی دبی آواز اُبھری اور وہ موت کی تاریکی میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر تک پورے جہاز میں خاموشی رہی۔ تمام مسافر دم بخود رہ گئے تھے پھر وہ سب ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔

عالی اور ایمان ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔ وہ بولی۔ ''میں یقین سے کہتی ہوں۔ اس کے اندر میرے پاپا تھے۔''

ایمان نے پوچھا۔ ''کیا وہ جانتے ہوں گے کہ تم بھی یہاں موجود ہو؟''

وہ سوچنے کے انداز میں سر ہلا کر بولی۔ ''شاید وہ جانتے ہیں۔ مجھ سے انجان بن کر گئے ہیں تو اس میں ضرور کوئی

مصلحت ہوگی۔''

''عالی...! تم ابھی خطرے سے باہر نہیں ہو۔ جو جوابی محبوبہ کی ہلاکت پر تلملا رہا ہوگا۔ اسے معلوم ہو چکا ہے کہ اس جہاز میں تمہاری ڈی ہے، تم نہیں ہو۔ وہ ٹریننگ مشین کے ذریعے تمہیں تلاش کرے گا۔''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ ''ایسا کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اسی طیارے میں نقلی کے ساتھ اصلی عالی بھی موجود ہے۔ وہ زخمی درندے کی طرح پھر مجھ پر جھپٹے گا۔''

ایمان نے کہا۔ ''اب وہ پیرس میں ہی تمہارے خلاف کچھ کر سکے گا۔ یہاں تو اس کا کوئی آلہ کار زندہ نہیں بچا ہے۔''

''ایک ابھی زندہ ہے۔ تم میری ڈی کو بھول رہے ہو۔ وہ وہاں زندہ سلامت حیران' پریشان بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ جوجو اسے آلہ کار بنا سکتا ہے۔''

''وہ تمہاری معمولہ ہے۔ اس کے دماغ کو لاک کر کے جوجو کا راستہ روک دو۔''

''نہیں ایمان...! جوجو کو اس کے اندر آنے دو۔ میں اس کی مصروفیات کو سمجھتی رہوں گی اور میں دیکھ رہی ہوں' اچھا خاصا وقت گزرنے کے بعد بھی وہ میری ڈی کے اندر نہیں آ رہا ہے۔''

''شاید وہ سمجھ رہا ہے کہ تمہارے پاپا اب بھی خیال خوانی کے ذریعے کسی کے اندر موجود ہیں لہٰذا اس کا حملہ اب یہاں کامیاب نہیں ہوگا۔''

ایسے وقت الپا نے کہا۔ ''فکر نہ کرو، میرے اور کبریا کے علاوہ بابا صاحب کے ادارے کے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیرس کے ایئرپورٹ سے ادارے کے دروازے تک تم دونوں کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ایک گھنٹے بعد ہم پیرس ایئرپورٹ میں ملیں گے۔''

عالی نے مسکرا کر ایمان کو دیکھا۔ وہ خدا کا شکر ادا کر رہا تھا۔

☆☆☆

جوجو حیران، پریشان تھا اور بڑی بے بسی سے ٹریننگ مشین کو تک رہا تھا۔ وہ اس مشین کے ذریعے پاتال میں اور سمندر کی تہ میں چھپے ہوئے دشمنوں تک پہنچ جاتا تھا۔ اپنے سیارے سے لائی ہوئی مشینوں پر اسے بڑا ناز تھا لیکن میری تلاش میں ناکامی کے بعد وہ مشین پھر ایک بار میری بیٹی کو تلاش کرنے میں بھی ناکام رہی تھی۔

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔

اس کے ذہن میں سوال پیدا ہو رہا تھا۔ کیا فرہاد اور اس کی بیٹی کے خلاف اس مشین پر تکیہ نہ کیا جائے؟ کیا انہیں ڈھونڈ نکالنے کے سلسلے میں یہ کبھی کام نہیں آئے گی؟

فی الحال اس سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔ اس کے اکابرین بھی روحانیت کے حوالے سے کسی نادیدہ قوت کے متعلق کچھ جانتے تھے اور نہ ہی اسے گائیڈ کر سکتے تھے۔ صرف اتنا ہی کہتے تھے کہ روحانیت کے خلاف کوئی حکمتِ عملی اختیار کرو۔ پوری کائنات میں ذہانت سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں ہے۔ ذہانت سے ہر عمل کا توڑ کیا جا سکتا ہے۔ روحانیت کا توڑ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔

اگر ممکن ہے تو وہ کیا کر سکتا ہے؟ کس طرح ذہانت سے کام لے سکتا ہے؟ اس سلسلے میں ابھی اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔ وہ تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ اس دنیا کے لوگ ہوں یا کسی بھی سیارے کی مخلوق۔ سب ہی اپنے اپنے مقدر کے حصار میں رہتے ہیں۔ خواہ وہ کتنے ہی ذہین ہوں۔ قدرتی گردش کے دوران ذہانت سے کام لینا بھول جاتے ہیں۔ جیسا کہ جوجو کا ذہن اس وقت طیارے میں بیٹھی ہوئی ڈی عالی کو بھول گیا تھا۔ اگر وہ یاد آتی اور وہ اس کے اندر چھپ کر معلومات حاصل کرتا رہتا تو ٹریننگ مشین کے بغیر عالی اور ایمان تک پہنچ جاتا پھر ان کے پیرس پہنچتے ہی ان پر زبردست حملے کراتا لیکن ذہانت کو سب کچھ سمجھنے والا کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔

ہر دن' ہر رات' ہر لمحہ انسان کو اس کے اچھے برے حالات سمجھاتے ہیں کہ خدا صرف عقل سے نہیں.... عقل کے ساتھ سچے عقیدے سے بھی سمجھ میں آتا ہے۔ پاکیزگی' ایمان اور عقیدے کی سچائی کا نام ہی روحانیت ہے۔ یہ حقیقت جو جوجو اور اس کے اکابرین کی سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔

وہ اب تک اسی جستجو میں تھا کہ جتنے سپر پاورز اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے تابع دار بن گئے ہیں' اُن کے ذریعے مجھے ڈھونڈ نکالے لیکن جب اچانک ہی میں اس کے سامنے آیا تو وہ بری طرح بوکھلا گیا جبکہ میں روبرو نہیں آیا تھا۔ اسے صرف اپنی آواز سنائی تھی مگر اسے یوں لگ رہا تھا' جیسے ایک طوفان آ کر گزر گیا ہے۔ دو آلہ کار دن اور اس کے دل میں دھڑکنے والی' اس کی جان بن کر رہنے والی رُونارُو کو تنکوں کی طرح اُڑا کر لے گیا ہے۔

رُونارُو کی دائمی جدائی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ ایک عورت کے سلسلے میں ابھی بہت کچھ سوچنا اور سمجھنا تھا' بہت کچھ کرنا تھا لیکن میری آمد نے اسے الجھا دیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' میں کہاں تھا؟ کہاں سے آیا تھا اور چشم زدن میں پھر

کہاں گم ہو چکا ہوں؟ مجھ سے کچھ بولئے' کچھ کہنے سننے کا کوئی ذریعہ اس کے پاس نہیں تھا۔

میں نے طیارے میں خیال خوانی کے ذریعے اس سے بہت مختصر سا رابطہ قائم کیا تھا۔ اب اسے اندیشہ تھا کہ کبھی... کسی بھی وقت کسی بھی جگہ میں اچانک اس کے روبرو آ سکتا ہوں لہٰذا اسے اپنی پناہ گاہ سے باہر کھلی فضا میں یا کسی جنگل ویرانے میں بھی نہیں جانا چاہیے۔ جتنی جلدی ممکن ہو' اس ملک سے اور براعظم افریقا سے دور نکل کر امریکا' یورپ یا ایشیا کے کسی علاقے میں نئی پناہ گاہ بنانی چاہیے۔

موبائل فون کے بزر نے اسے چونکا دیا۔ ایک دم سے یوں لگا جیسے میں اسے للکارتے ہوئے رابطہ کر رہا ہوں۔ اس نے فوراً ہی فون اٹھا کر اس کی ننھی سی اسکرین پر نمبر پڑھے۔ برین ماسٹر کال کر رہا تھا۔ اس نے بٹن دبا کر فون کان سے لگایا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''مسٹر جوجو! کیا عالی کا سراغ مل گیا؟''

وہ مایوسی سے بولا۔ ''نہیں، وہ کہیں گم ہو گئی ہے۔''

اس نے کہا۔ ''وہ ہماری نظروں سے گم ہو سکتی ہے مگر تم تو چشم زدن میں مشین کے ذریعے اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر سکتے ہو۔''

''مشین کی بات نہ کرو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں' اسے کسی بھی طرح ٹریپ کرو۔ ابھی موقع ہے' وہ یہاں سے کسی بھی فلائٹ میں گئی ہوگی تو اتنی جلدی پیرس نہیں پہنچے گی۔ اسے بابا صاحب کے ادارے تک نہ پہنچنے دو۔''

''مسٹر جوجو! تم نے دیکھا ہے' میرا ایک بہت اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا بابر مارا گیا ہے۔ وہ میرا بہت بڑا سرمایہ تھا۔ میرے بہت کام آتا تھا۔ اس کے بغیر میں پھرتی سے تمہارا یہ کام نہیں کر سکوں گا۔ میں اکیلا خیال خوانی کرنے والا رہ گیا ہوں۔ ابھی نئے آلہ کار بنا کر ان کے ذریعے عالی کو ادارے تک پہنچنے سے پہلے زخمی کروں گا۔''

''میرا کام کرتے ہوئے تمہارا ایک اہم آدمی مر گیا۔ مجھے افسوس ہے۔ میری جان سے زیادہ عزیز رُونارُو بھی ماری گئی ہے۔ وہ کم بخت روپوش ہو گیا تھا۔ اس نے اچانک آ کر ہمیں بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ آئندہ بھی اچانک ہمارے خلاف بہت کچھ کر سکتا ہے۔ کیا تم کسی بھی طرح اس کی کسی کمزوری تک نہیں پہنچ سکتے؟''

برین ماسٹر نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ ''اس کی بیٹی عالی کو ٹریپ کیا جائے گا تو اس کی بہت بڑی کمزوری ہمارے ہاتھ آ جائے گی۔''

وہ سر اٹھا کر جیسے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''میں یشورارا سے التجا کروں گا۔ وہ میری مدد کو آئے گا تو ساری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔''

ماسٹر نے پوچھا۔ ''یہ یشورارا کون ہے؟''

''ہمارے سیارے کا گرو گھنٹال ہے۔ جس طرح تم لوگ یہاں کسی اَن دیکھے گاڈ کو مانتے ہو' اس کی پرستش کرتے ہو' اس سے مدد مانگتے ہو۔ اسی طرح ہم یشورارا کے قدموں میں جھکتے ہیں۔ وہ تمہارے گاڈ کی طرح اسرار کے پردوں میں نہیں رہتا۔ روبرو آتا ہے اور ہماری مشکلیں آسان کرتا ہے۔''

''پھر تو تمہیں پہلی فرصت میں اس سے مدد حاصل کرنی چاہیے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''افسوس... وہ فوری طور پر میری دستگیری کے لیے نہیں آئے گا۔ مجھے کم از کم ایک ماہ تک انتظار کرنا ہوگا۔''

''جب وہ یشورارا خود مختار ہے' ہمارے گاڈ کی طرح قوی اور قدرت والا ہے تو ابھی تمہاری مدد کے لیے کیوں نہیں آ سکتا؟''

''میں اس کے بارے میں اور کچھ نہیں بتاؤں گا۔ تم باتوں میں وقت ضایع نہ کرو۔ بابا صاحب کے ادارے کے سامنے تمام راستوں میں رکاوٹیں پیدا کرو۔ عالی کو وہاں سے بخیریت گزرنے نہ دو۔ میں معلوم کرتا رہوں گا کہ تم اسے ٹریپ کرنے کے سلسلے میں کتنی محنت کر رہے ہو؟''

اس نے فون بند کر دیا۔ برین ماسٹر کو یشورارا کے بارے میں مزید کچھ بتانا ضروری نہیں تھا۔ وہ اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ وہ جہاں سے آیا تھا۔ وہاں تین ماہ تک سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ ہر لمحہ دن کا اُجالا رہتا تھا پھر وہ اجالا تاریکی میں تبدیل ہونے لگتا تھا اور اگلے تین ماہ کے لیے رات ہو جاتی تھی۔ یشورارا تین ماہ تک راتیں گزارنے کے لیے کہیں چلا جاتا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں گم ہو جاتا ہے؟ پھر اچانک واپس آ کر تین ماہ تک دن کی روشنی میں ان کے ساتھ رہنے لگتا ہے۔

پچھلے دو ماہ سے وہاں رات تھی۔ مزید ایک ماہ تک وہ کئی راتیں گزارنے کے بعد واپس آنے والا تھا۔ اسی حساب سے جوجو نے برین ماسٹر سے کہا تھا کہ اس سے مدد حاصل کرنے کے لیے ایک ماہ تک یشورارا کا انتظار کرنا ہوگا۔

یشورارا' جوجو اور سیارے کے دیگر اہم اکابرین کے متعلق مجھے بعد میں بہت کچھ معلوم ہوا۔ میں اپنی داستان میں واقعات کا تسلسل قائم رکھنے کے لیے ان تمام معلومات کو ابھی قلم بند کر رہا ہوں۔

یشورارا ایک انتہائی شیطانی ذہن رکھنے والا ڈاکٹر اور سائنسدان تھا۔ جوجو کے پاس جو بھی غیر معمولی کارکردگی دکھانے والی مشینیں تھیں، انہیں اسی سائنس دان نے ایجاد کیا تھا۔ سرجری میں بھی اسے ایسی مہارت حاصل تھی کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی تھی۔ ناک کے نچلے حصے کو انجکشن کے ذریعے بے حس کر کے اپنی تھوتھنی کو کاٹ کر الگ کر دیا تھا۔ آگے کے تمام دانت بھی الگ ہو گئے تھے۔ وہاں نئی کھال منڈھی گئی تھی۔ آپریشن کی تکمیل کے بعد اس کا چہرہ انسانوں کی طرح ہو گیا تھا۔ خرگوش کی طرح منہ آگے کو نکلا ہوا نہیں تھا۔

آپریشن کے بعد وہ خوبرو تو نہیں ہوا تھا لیکن بدصورت بھی نہیں تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ناک کے نیچے سے تھوڑی تک الگ سے دوسرا چہرہ جوڑ دیا گیا ہو۔ اس کی کامیابی یہ تھی کہ اب وہ عجوبہ نہیں لگتا تھا۔ اس کے بعد سیارے کے تمام اکابرین اس سے التجائیں کر رہے تھے کہ ان کے چہروں کی بھی پلاسٹک سرجری کی جائے۔ اس نے سرجری کا جو معاوضہ طلب کیا' وہ یہ تھا کہ اپنی تجربات کے لیے زمین سے وافر مقدار میں یورینیم لائی جائے یا کھیتوں سے اگنے والا اناج اور باغوں میں پکنے والے پھل اس کے لیے لائے جائیں۔ زمین پر رہنے والی حسین و جمیل عورتوں کے لیے وہاں سب ہی للچاتے تھے۔ کیونکہ اُن کی عورتیں بدصورت اور بے ڈھنگی ہوتی تھیں۔ یشورارا کچھ زیادہ ہی ہوس پرست تھا۔ ان سے کہتا تھا' جو وہاں سے عورتوں کو اغوا کر کے لائے گا۔ اس کے چہرے کی سرجری پہلے کی جائے گی۔

اگرچہ اس دنیا کی عورتیں اس سیارے میں زیادہ عرصے تک زندہ نہیں رہ پاتی تھیں۔ لیکن کچھ دنوں کے لیے ہی سہی یشورارا ان کے ساتھ رنگین لمحات گزارنا چاہتا تھا۔ بعد میں وہ مر جاتیں تو کوئی فرق نہ پڑتا پھر دوسری آ جاتیں۔

یشورارا نجومی نہیں تھا لیکن اس نے ایسی ہی پیش گوئی کرنے والی ایک مشین ایجاد کی تھی۔ اس مشین سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ کس دوا سے کون سی بیماری ہمیشہ کے لیے ختم ہو سکتی ہے؟ وہ اس مشین کے ذریعے لاعلاج امراض کا بڑی کامیابی سے علاج کرتا تھا۔

اس کی مشین نے اسے بتایا تھا کہ اس کی موت طبعی نہیں ہوگی۔ وہ کسی کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ اس پیش گوئی کے بعد وہ محتاط رہنے لگا تھا۔ اس کے ساتھ سیکورٹی گارڈز ہوا کرتے تھے۔ وہ سرجری کے بعد عجوبہ نہیں رہا تھا۔ زمین پر آ کر حسین عورتوں کے ساتھ اپنے دن' اپنی راتیں گزار سکتا تھا۔ لیکن یہ اندیشہ اس پر مسلّط رہتا تھا کہ وہ جس کے ہاتھوں قتل ہونے والا ہے وہ زمین کا کوئی باشندہ ہو سکتا ہے۔

جوجو کرانتے ٹریننگ مشین کے بغیر عارضی طور پر بے دست و پا ہو گیا تھا۔ یشورارا شاید اس کی مشکل آسان کر سکتا تھا۔ اگر وہ ہمارے خلاف کچھ نہ کر پاتا' تب بھی یقیناً مشین کی کوئی خرابی دور کر سکتا تھا۔ جوجو اس کا انتظار کر رہا تھا۔ غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے تو مے نوش غم غلط کرنے کے لیے خوب پیتے ہیں۔ جوجو کو غم غلط کرنے کے لیے شراب کی نہیں' شباب کی ضرورت تھی۔ اس کے اکابرین نے سمجھایا تھا کہ اسے اس دنیا کی عورتوں کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔ اپنی مشینوں اور خیال خوانی کے ذریعے دنیا کی بڑی طاقتوں کو زیر کرنا چاہیے لیکن عورت اعصاب پر سوار ہو جائے تو پھر مرتے دم تک سواری کرتی رہتی ہے۔ اس سیارے والی مخلوق پر بھی یہ شعر صادق آتا تھا۔

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

رُونارُو کے عشق نے یا ایک عورت کی تڑپ نے جوجو کا کھیل بگاڑ دیا تھا۔ وہ اس سے ملنے جنگل میں آتا تھا۔ وہاں بندروں کے شکاری پکارڈو کی نظر میں آ گیا تھا پھر بات بڑھتے بڑھتے رُونارُو کی موت پر ختم ہوئی تھی۔ اس کے بعد اب ایک نئی عورت کی طلب اس کے اندر شور مچانے لگی تھی۔

صرف وہی نہیں۔ سیارے کے تمام باشندے عورتوں کے بھوکے تھے۔ سانس لینے کے بعد ان کی دوسری اہم ضرورت عورت تھی۔ وہ کچھ کھائے پیئے بغیر پچاس گھنٹے زندہ رہ سکتے تھے لیکن عورت کے بغیر پندرہ گھنٹے نہیں گزار سکتے تھے۔ وہ مختلف چینلز کے ذریعے حسن و شباب کا نشہ چھلکاتی ہوئی عورتوں کو دیکھ کر للچاتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے وہ زمین سے کئی عورتوں کو اغوا کر کے اپنے سیارے پر لے گئے تھے لیکن وہ بے چاریاں وہاں کی آب و ہوا میں زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہ سکی تھیں۔

اب یہی صورت رہ گئی تھی کہ وہ ہماری دنیا میں آ کر عورتوں کے ساتھ رہا کریں مگر یہاں کی عورتیں اپنے مردوں کے مقابلے میں ان خرگوش نما لوگوں کو پسند نہ کرتیں۔ وہ زمین کے حکمران بن کر یہاں کے شہروں کو مات دے کر عورتوں کو جبراً حاصل کر سکتے تھے۔

انہیں اُمید تھی کہ جوجو کرانتے جلد ہی اس زمین پر اپنے قدم جما کر ان سب کے لیے وہاں کی راہیں ہموار کرے گا۔ وہ جتنی تیزی سے کامیابیاں حاصل کر رہا تھا۔ اس کے پیش نظر

یقین ہو رہا تھا کہ وہ جلد ہی سیارے سے زمین پر اتر آئیں گے پھر پھولوں کی طرح کھلنے اور خوشبو لٹانے والی ارضی حسینائیں ان کے گلے کا ہار بن جائیں گی۔ لیکن مجھے ٹریپ کرنے اور ہلاک کرنے کے سلسلے میں جو جوکی ناکامی انہیں سمجھانے لگی کہ یہ ارضی دنیا تر نوالہ نہیں ہے۔ وہ اسے اپنے حلق سے اتارنا چاہیں گے تو یہ گلے میں ہڈی کی طرح اٹک جائے گی۔

ان کی سب سے بڑی مجبوری یہ تھی کہ سیارے میں ان کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ نہیں تھی۔ جبکہ زمین پر لوگ اربوں کی تعداد میں تھے۔ سیارے کے سب ہی افراد جوجو کی طرح سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت نہیں رکھتے تھے۔ ان کے چند ایک اکابرین ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ مختصر یہ کہ وہ کھل کر دنیا والوں سے جنگ نہیں لڑ سکتے تھے۔ روپوش رہ کر ہی یہاں کی بڑی طاقتوں کو زیر کر سکتے تھے۔ جیسا کہ جوجو کر رہا تھا۔

اس نے برین واشر، امریکا اور یورپ کے اکابرین کو کسی حد تک اپنا تابع دار بنالیا تھا لیکن ابھی ان پر گرفت مضبوط نہیں ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں جوجو اور اس کے اکابرین کے درمیان مذاکرات ہوتے رہتے تھے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ روحانی قوتوں سے ٹکراؤ شروع ہو چکا ہے لہٰذا جوجو کی مدد کے لیے چند ٹیلی پیتھی جاننے والے اکابرین کو زمین پر جانا چاہیے۔

زمین پر حسین بھی ہے اور کشش بھی ہے لیکن یہ ناقابل برداشت پابندی بھی کہ وہاں زیرِ زمین چھپ کر رہنا پڑتا تھا۔ وہ دنیا والوں کی نظروں میں آکر عجوبہ کہلانا اور تماشا بننا نہیں چاہتے تھے۔ یہ بھید کھل چکا تھا کہ جوجو کی سیارے سے آیا ہے اور اس کے ارادے خطرناک ہیں لہٰذا اس کی طرح خرگوش جیسی تھوتھنی والا جو بھی دکھائی دے گا' اسے دنیا والے مار ڈالنے کی کوششیں کریں گے۔

ان کے سامنے بس یہی ایک راستہ تھا کہ وہ زمین پر پہنچ کر جوجو کی طرح چھپ کر رہیں یا معاوضے کے طور پر پریشر ارا کے مطالبات پورے کریں اور چہروں کی پلاسٹک سرجری کرانے کے بعد ہماری دنیا میں آئیں پھر حسین عورتوں کے ساتھ وقت بھی گزاریں اور اس دنیا پر قبضہ جمانے کے لیے اپنے منصوبوں پر عمل بھی کرتے رہیں۔

☆☆☆

میں نے تقریباً دو ماہ تک عجیب زندگی گزاری تھی۔ میں زندہ تھا مگر جیسے مر چکا تھا۔ اپنے آپ کو بھول کر اس دنیا سے خود کو گم کر چکا تھا۔ ایک جوگی کی طرح نگری نگری' دوارے دوارے جاتا رہا۔ نہ رہنے کا ٹھکانا تھا' نہ کھانے کی فکر۔ یہ عبرت کا مقام تھا کہ تقدیر بگڑتی ہے تو حالات بگڑ جاتے ہیں۔ بڑے بڑے بادشاہ اور شہزور زر کے بھکاری بن جاتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ میں نے بھیک نہیں مانگی۔ جب بھوک لگتی تھی تو من پسند کھانا کسی نہ کسی بندے کے ذریعے مجھ تک پہنچ جاتا تھا۔ رات ہوتی تھی تو کوئی نہ کوئی آکر میرا ہاتھ تھام لیتا تھا۔ اپنی چار دیواری کے اندر مجھے اپنے بستر پر چھوڑ جاتا تھا۔ دراصل جناب علی اسد اللہ تبریزی نے آمنہ کو ہدایت کی تھی۔ وہ روحانی ٹیلی کے ذریعے میرے اندر موجود رہا کرتی تھی۔ میں نے کبھی اس کی موجودگی محسوس نہیں کی۔

ان حالات میں میری یادداشت کو گم کرنا اور میری شخصیت کو تبدیل کر دینا لازمی تھا۔ جوجو وقتاً فوقتاً ٹریننگ مشین کے ذریعے مجھے تلاش کر رہا تھا۔ چونکہ جناب تبریزی میری نگرانی کر رہے تھے۔ آمنہ بھی میرے اندر موجود رہتی تھی۔ اس لیے مشین کا وہ سرخ نقطہ مجھ تک پہنچ نہیں پاتا تھا۔ میرے لیے دفاعی طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ جوجو پر جوابی حملہ نہیں کیا جا رہا تھا۔

وہ روحانیت کے حامل قدرتی قوانین کے پابند رہتے تھے۔ ان کے علم میں یہ بات تھی کہ سیارے سے ایک طاقت کا آنا قدرت کی منشا ہے۔ جوجو کے علاوہ دوسری منفی قوتیں ہماری دنیا میں طاقت کا مظاہرہ کرتی رہیں گی اور ہماری ذہنی صلاحیتوں اور روحانی قوتوں کو للکارتی رہیں گی لہٰذا جناب تبریزی نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ روحانیت کے ذریعے ہمارا دفاع کیا جا رہا تھا اور جوابی کارروائیاں ہم پر چھوڑ دی گئی تھیں۔ ہمیں اپنی صلاحیتوں سے منفی قوتوں کے خلاف آئندہ لڑتے رہنا تھا۔

میں ہندوستان کے ایک شمالی سرد علاقے میں تھا۔ میرے بدن پر گیروے رنگ کا لباس ہوتا تھا۔ داڑھی اور سر کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ وہاں کی وادیوں میں رہنے والے مجھے رَمتا جوگی سمجھتے تھے۔ میں جس وادی کی' جس بستی سے گزرتا تھا۔ وہاں کے لوگ اپنی مرادیں پوری کرنے کو کہتے تھے۔ مجھے رہنے کے لیے کٹیا اور پیٹ بھرنے کے لیے کھوک چڑھاتے تھے۔ میں ان کے لیے دعائیں کرتا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ آمنہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی مرادیں پوری کرتی ہے۔ وہ لوگ خوش ہو کر میرے نام کی مالا جپتے تھے۔ میرا کوئی نام نہیں تھا۔ سب مجھے جوگی مہاراج کہا کرتے تھے۔

وہیں ایک خوبصورت سی وادی میں پہاڑ کی بلندی سے

آبشار بہتی تھی' وہاں ہریالی تھی' رنگ برنگے پھول کھلتے تھے۔ ایک وسیع و عریض چٹان پر لکڑیوں سے بنا ہوا ایک کاٹج تھا۔ میں نے وہاں رہائش اختیار کر لی۔ اس پہاڑی وادی میں سیکڑوں مکانات، اونچے نیچے ٹیلوں پر دور دور تک دکھائی دیتے تھے۔ میں بازار سے اناج لا کر خود پکاتا تھا۔

بستی کی عورتیں اور مرد ہاتھ جوڑ کر التجا کرتے تھے کہ میں اپنا کھانا خود تیار نہ کروں۔ وہ میری خدمت کرنا چاہتے تھے۔ اپنی عورتوں اور جوان لڑکیوں کو میری سیوا کے لیے بھیجتے تھے۔ ایک دن میں نے کہا۔ ''میری خدمت کے لیے کوئی نہ آئے۔ میں عبادت میں مصروف رہتا ہوں۔ میری خدمت کرنے کے لیے آکاش سے ایک دیوی آنے والی ہے۔''

میں نہیں جانتا تھا کہ وہاں کے لوگوں سے میں نے ایسی بات کیوں کہہ دی؟ مجھے آنے والی کسی دیوی کا علم نہیں تھا۔ ان دنوں رفتہ رفتہ میری یادداشت واپس آ رہی تھی۔ میں خود کو پہچان رہا تھا۔ ماضی کی ایک ایک بات یاد آتی جا رہی تھی۔ آمنہ چپ چاپ میرے اندر کی گرہیں کھول رہی تھی۔ صرف ایک بات معلوم نہیں ہو رہی تھی کہ میں سوئٹزرلینڈ میں تھا۔ وہاں سے ہزاروں میل دور برف سے ڈھکی ہوئی اس وادی میں کیسے پہنچ گیا تھا؟

ایک صبح بستی کے کچھ لوگوں نے ایک پہاڑی پر کسی ہستی کو دیکھا۔ وہ سر سے پاؤں تک سفید براق لباس میں تھی۔ انہوں نے شور مچا کر تمام بستی والوں کو پکارا۔ ''لوگو! جاگو... دوڑو، ادھر آؤ۔ وہ دیکھو۔ جوگی مہاراج نے کہا تھا' آکاش سے ایک دیوی آنے والی ہے۔ وہ آ گئی ہے...وہ آ گئی ہے...''

میں نے کاٹج سے باہر آ کر دیکھا۔ وہ پہاڑی سے اتر رہی تھی۔ بستی کی عورتیں' مرد' بچے اور بوڑھے بڑی عقیدت سے ہاتھ جوڑ رہے تھے' سر جھکا رہے تھے اور حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ دیوی دس یا گیارہ برس کی بچی تھی۔ اگرچہ قد آور تھی مگر چہرے سے بزرگی نہیں جھلکتی تھی۔ سرتاپا معصومیت کا مجسمہ تھی۔ جب وہ قریب آئی تو میں خوشی سے کھل گیا۔ اپنے دونوں بازو پھیلا دیے۔ وہ دوڑتی ہوئی آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ وہ میری جان' میری پوتی' انوشے تھی۔

میں نے بستی والوں کو مخاطب کیا۔ ''لوگو...! میں نے کہا تھا۔ آکاش سے ایک دیوی اتر کر آنے والی ہے۔ تم سب دیکھ رہے ہو' یہ آ چکی ہے.....یہ آسمان کی بیٹی ہے۔ آج سے ہماری تمہاری سب کی بیٹی بن کر رہے گی۔''

وہ سب عقیدت اور احترام سے انوشے کے آگے جھکنے لگے۔ میں نے کہا۔ ''زمین سے اٹھو۔ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ اس ننھی دیوی کا احترام ضرور کرو مگر اس کے آگے کبھی سر نہ جھکاؤ۔ ہم اپنے خدا کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ تم اپنے بھگوان کے آگے سر جھکاتے ہو۔''

وہاں کے بچے بوڑھے سب ہی میری بات مانتے تھے۔ میں جو کہتا تھا، سر تسلیم خم کر کے اس پر عمل کرتے تھے۔ انوشے نے مجھے بتایا کہ روحانی عمل کے نتیجے میں میری یادداشت گم ہو گئی تھی۔ میں اعلیٰ حضرت جناب علی اسد اللہ تبریزی کی مرضی کے مطابق سوئٹزرلینڈ سے ہندوستان کے اس شمالی علاقے میں پہنچ گیا تھا پھر اس نے جوجو کرانتے کے متعلق تفصیلی حالات اور تمام واقعات بتائے۔ میں کسی سیارے سے آنے والی اس بلا کے متعلق حیرانی سے سنتا رہا۔

انوشے نے کہا۔ ''گرینڈ پا! بے شک، آپ ناقابلِ شکست ہیں۔ آپ کے مقابلے پر آنے والے دشمنوں کے قدم اکھڑ جاتے ہیں لیکن اب حالات مکمل طور پر آپ کے موافق نہیں ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''موجودہ حالات میرے موافق کیوں نہیں ہیں؟''

''میں ابھی کہہ چکی ہوں۔ اس نامعلوم سیارے کے لوگ روحانیت کے خلاف محاذ آرائی کے لیے آ رہے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''آ رہے ہیں کا مطلب کیا ہوا؟ یہ جوجو تو آ چکا ہے۔''

وہ بولی۔ ''جوجو کے بعد اس کے اکابرین ہیں۔ ان سب کا گروگھنٹال یشو رارا ہے۔ یہ سب ہی ہماری زمین پر بڑے ہنگامے کرنے والے ہیں۔ آپ کے پاس ذہانت ہے' غیر معمولی صلاحیتیں ہیں' چٹانی حوصلے ہیں لیکن روحانی صلاحیتیں نہیں ہیں۔ آپ اس سلسلے میں ادھورے ہیں۔ اپنے دادا جان کو مکمل کرنے کے لیے اس پوتی کو یہاں بھیجا گیا ہے۔''

میں نے بڑی محبت سے اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔ ''کوئی اور میری مدد کے لیے آتا تو میں سبکی محسوس کرتا۔ ایک ذرا ندامت سی ہوتی۔ مجھے فخر ہے کہ میری پوتی آئی ہے۔ میرا ہی لہو' میری تکمیل کے لیے آیا ہے۔''

اس نے جوجو کے متعلق بتایا تھا کہ وہ کہیں زیرِ زمین رہتا ہے۔ انسانی آبادی کا رخ نہیں کرتا۔ کسی کے روبرو نہیں آتا۔ کھلی فضا میں سانس لینے اور ایک عورت رُونارُو سے ملنے رات کے وقت کسی جنگل کے کسی ویرانے میں آتا تھا۔

میں نے انوشے سے کہا۔ ''دادای اماں! یہ بتاؤ کہ اعلیٰ حضرت مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟''

وہ بولی۔ ''انہوں نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا ہے۔ آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ موجودہ حالات میں آپ کو کیا کرنا چاہیے؟''

وہ میرے سامنے سے اٹھ کر کچن کا کام سنبھالنے چلی گئی۔ میں اپنے آگے بچھی ہوئی شطرنج کی نئی بساط پر غور کرنے لگا۔ ایک نیا اور خطرناک شاطر بڑی تیزی اور کامیابی سے اپنی چالیں چل رہا تھا۔ وہ امریکا اور یورپ کے اکابرین کو اپنے زیر اثر لے آیا تھا۔ جس برین ماسٹر کی خفیہ پناہ گاہ تک میں کبھی پہنچ نہیں پایا تھا۔ وہ وہاں پہنچ کر اسے بھی اپنا تابع دار بنا چکا تھا۔

میں نے تسلیم کیا' جوجو بہت زیادہ شاطر تھا مگر ذہین نہیں تھا۔ وہ اپنی ذہانت سے نہیں صرف' ٹیلی پیتھی اور غیر معمولی مشینوں کے ذریعے کامیابیاں حاصل کر رہا تھا۔ بڑے خلوص .....اور فخر سے یہ کہتا تھا کہ کسی بھی تابع دار پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول بنانا ضروری نہیں ہے۔ وہ جب چاہے گا' مشینوں کے ذریعے غداری کرنے والے تابع داروں کی شہ رگ تک پہنچ جایا کرے گا۔

میں فی الوقت اس کے اسی خلوص اور اس خوش فہمی سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ میں نے سوچا۔ ''اگر میں اس کے زیر اثر آنے والے تمام اکابرین پر باری باری تنویمی عمل کرتا رہوں' اُن کے دماغوں کو لاک کر کے اُن سب کو اس سے چھینتا رہوں تو اس کا ردعمل کیا ہوگا؟''

سیدھی سی بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ پھر جوجو خیال خوانی کے ذریعے اُن کے اندر پہنچ نہ پاتا لیکن وہ ہزار پردوں اور فولادی قلعوں میں جا کر چھپ جاتے تب بھی وہ ٹریننگ مشین کے ذریعے ان کا سراغ لگا لیتا۔ خفیہ پناہ گاہوں پر حملے کرتا اور ان کے بیوی بچوں کو عذاب میں مبتلا کر دیتا۔ ان حالات میں وہ مجبور ہو کر اپنی پناہ گاہوں سے نکل کر اس کے آگے پھر گھٹنے ٹیک دیتے۔

میری ایسی کارروائی نتیجہ خیز نہ ہوتی۔ میں نے دوسرے پہلوؤں سے غور کیا۔ میری ذہانت نے سمجھایا۔ ''مجھے تمام اکابرین کو اپنا معمول اور تابع دار اس طرح بنانا چاہیے کہ فی الحال جوجو کو اس کا علم نہ ہو۔ اُن کے دماغوں کو لاک نہ کیا جائے۔ وہ آسانی سے ان کے اندر آتا جاتا رہے اور اپنے احکامات صادر کرتا رہے۔ اس طرح مجھے اس کے خفیہ منصوبوں اور مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہیں گی۔''

پھر میں نے یہی کیا۔ تمام اکابرین کے دماغوں میں باری باری جاتا رہا۔ روزانہ دو چار اعلیٰ حکام اور اعلیٰ عہدیداروں کو اپنا معمول بنا کر ان کے دماغوں میں یہ بات نقش کرتا رہا کہ وہ بظاہر میرے تنویمی عمل کو عارضی طور پر بھول جائیں۔ اس طرح جوجو بھی ان کے چور خیالات پڑھ کر حقیقت معلوم نہیں کر سکے گا۔

میں نے ان کے اندر دوسری اہم بات یہ نقش کی کہ جوجو کبھی ان پر تنویمی عمل کرے تو وہ اس عمل کو سطحی طور پر قبول کریں۔ اس کے بعد پھر میرا تنویمی عمل مستحکم اور دیرپا رہے گا۔ وہ سب در پردہ میرے معمول اور تابع دار رہیں گے۔

انوشے نے کہا۔ ''یہ طریقہ کار خوب ہے۔ لیکن آپ کا تنویمی عمل میری روحانی ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے بغیر مستحکم اور پائیدار نہیں ہوگا۔''

وہ دُرست کہہ رہی تھی۔ ایسے ہی معاملات میں مجھے اس سے روحانی تعاون حاصل ہو سکتا تھا۔ اس نے یہی کیا۔ جب بھی میں کسی پر تنویمی عمل کرتا تو وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے مستحکم اور پائیدار بنا دیتی تھی۔ یوں ہم دادا اور پوتی اس دشمن جوجو کے قصور سے بھی دور بہت دور ایک برفانی وادی کے کانچ میں بیٹھے' اُس کی جڑیں کمزور کرتے جا رہے تھے۔

ہمیں کوئی مناسب موقع ملتا تو ہم اس کی ٹریننگ مشین کو ہمیشہ کے لیے تباہ کر دیتے اور اس کی یہ خوش فہمی دور کر دیتے کہ تمام اکابرین اس کے زیر اثر ہیں۔ ہمیں امید تھی کہ ایک دن ایسا موقع ضرور ملے گا۔

جب وہ عجوبہ برین ماسٹر اور اس کے بیٹے جارج رِچ مین کو ٹریپ کر رہا تھا' تب میں ٹونی جے کے اندر موجود رہا کرتا تھا۔ ٹونی جے مجھ سے بڑی محبت اور عقیدت رکھتا تھا۔ میں اسے رفتہ رفتہ کرونا اور برین ماسٹر کے اثر سے نکالنے والا تھا۔ برین ماسٹر کی رہائش گاہ اب خفیہ نہیں رہی تھی۔ ٹونی جے جب جوجو کا تابع دار بن کر پہلی بار اس کی رہائش گاہ میں کرونا کے ساتھ گیا' تب میں نے اس کے بیٹے جارج رِچ مین کی آواز سنی۔ میں اسے اور اس کے باپ کو ٹریپ کر سکتا تھا۔

برین ماسٹر نے اپنے بیٹے کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ مجھے اس لاک کو توڑنا تھا۔ میں نے انوشے سے کہا۔ ''اس مرحلے پر تمہاری روحانی ٹیلی پیتھی لازمی ہوگی ہے۔''

کسی کا دماغ لاک کیا گیا ہو یا کوئی یوگا کا ماہر ہو' تب بھی وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ جاتی تھی۔ اس نے جوجو کی عدم موجودگی میں مجھے دونوں باپ بیٹے کے اندر پہنچا دیا۔ میں نے ان پر بھی اکابرین کی طرح عمل کیا پھر

انوشے نے میرے عمل کو مستحکم اور پائیدار بنا دیا۔

وہ پُراسرار بن کر رہنے والا برین ماسٹر یہ کبھی معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ سطحی طور پر جوجو کا تابع دار ہے لیکن بنیادی طور پر میرا غلام بن چکا ہے۔ جوجو دنیا والوں کے سامنے بڑی زبردست کامیابیاں حاصل کر رہا تھا اور میں در پردہ اس پر سبقت لے جا رہا تھا۔ جب تک اُس کی غیر معمولی مشینیں تباہ نہ ہو جاتیں' تب تک اُس کا پلڑا بھاری رہنے والا تھا۔ فی الحال مجھے مناسب وقت کا انتظار کرنا تھا۔ ایسی کوئی جلدی بھی نہیں تھی۔ مجھے بڑے آرام سے اس کی جڑیں کھوکھلی کرتے رہنے میں مزہ آ رہا تھا۔

☆☆☆

جوجو کرانتے کا نکراؤ عالی اور ایمان علی سے ہوا تھا۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ میں ایسے وقت برین ماسٹر اور متعلقہ اکابرین کے اندر رہ کر یہ معلوم کرتا رہا کہ وہ کس طرح میری بیٹی عالی کو طیارے میں گھیر کر زخمی اور اپاہج بنانا چاہتا ہے؟ عالی اور ایمان اپنے طور پر بچاؤ کی تدابیر پر عمل کرتے رہے۔ میں نے اور انوشے نے طے کیا تھا کہ جب عالی بے بس اور ناکام ہونے لگے گی تب ہم اس کے کام آئیں گے۔

خدا کا شکر ہے ایسی آزمایش کی گھڑیوں میں میری بیٹی کسی پر تکیہ نہیں کرتی۔ اپنی ذہانت اور حکمتِ عملی سے مخالفین کو منہ توڑ جواب دیتی رہتی ہے۔ میں جوجو اور برین ماسٹر کو شاک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے طیارے میں پہنچ کر بابر' کردنا اور رُونا رُو کو ہلاک کیا تھا۔

عالی کی مدد کرنا اس وقت لازمی ہو گیا جب جوجو ٹریننگ مشین کے ذریعے اسے تلاش کرنا چاہتا تھا۔ انوشے نے اپنی روحانی قوت سے اس مشین کو عارضی طور پر ناکارہ بنا دیا تھا۔ جوجو نے پہلی بار میرے معاملات میں شکست کھائی تھی۔ دوسری بار میری بیٹی کو تلاش کرنے میں ناکام رہا تھا۔ سیارے کے اکابرین نے کہہ دیا تھا کہ روحانی قوتیں آڑے آ رہی ہیں۔ اسے ایسی قوتوں کو سمجھ کر ان کا توڑ کرنا چاہیے۔

اس مرحلے پر غرور کے غبارے سے ہوا نکل رہی تھی۔ ایسے وقت نہ ٹیلی پیتھی کام آ سکتی تھی' نہ مشینیں کام آ رہی تھیں۔ ناکامیوں کے اندھیرے میں صرف عقل کام آتی ہے اور وہ غیر معمولی ذہانت کا حامل تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ موجودہ حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے؟

عالی اس کے دماغ میں کیل کی طرح چبھ رہی تھی۔ عقل نے سمجھایا، ابھی وہ بابا صاحب کے ادارے میں نہیں پہنچی ہوگی۔ اسے ٹریپ کرنے کی گنجایش ہے۔ اس نے فوراً ہی برین ماسٹر کو حکم دیا تھا کہ وہ اسے ٹریپ کرے۔ ادارے میں پہنچنے سے پہلے ہی اسے زخمی کر دے تاکہ اس کے دماغ میں جگہ بنائی جا سکے۔

وہ حکم ماننے والا غلام بن چکا تھا۔ پیرس میں اس کے آلہ کار تھے۔ وہ اس کا حکم سنتے ہی اپنی اپنی گاڑیوں میں بابا صاحب کے ادارے کی طرف چل دیے۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ ایک نوجوان لڑکی ایک نوجوان مرد کے ساتھ کسی کار میں ہوگی۔ ایسی کوئی کار ادارے کے بڑے گیٹ کی طرف مڑ کر جائے تو اسے فوراً روک کر اس لڑکی کو زخمی کر دیا جائے مگر جان سے نہ مارا جائے۔

اس کے دو آلہ کار پیرس کے ایئرپورٹ میں تھے۔ ہر آنے والی فلائٹ کے مسافروں میں کسی جوان لڑکی اور کسی جوان مرد کو دیکھتے تھے پھر ان سے دو باتیں کرتے تھے۔ برین ماسٹر ان آلہ کاروں کے ذریعے ان کی آوازیں سن کر ان مسافروں کے اندر جاتا تھا پھر مایوس ہو جاتا تھا۔

اس نے سوچا۔ ''عالی نظر نہیں آ رہی ہے۔ کیا وہ ادارے کے اندر جا چکی ہے؟''

یہ خیال آتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ عالی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اس طرح یہ معلوم ہوا کہ عالی ادارے کے اندر نہیں ہے۔ اگر وہاں ہوتی تو خیال خوانی کی لہریں اس کے دماغ تک نہ پہنچتیں۔ اس طرح یہ پتا چل گیا کہ وہ کسی وقت ادارے کی طرف جانے والی ہے۔

اس نے فون کے ذریعے جوجو سے کہا۔ ''میں اور میرے آلہ کار اس کی تاک میں ہیں۔ وہ ابھی تک پیرس نہیں پہنچی ہے۔''

جوجو نے کہا۔ ''اس کے ساتھی نوجوان کے بارے میں معلوم کرو۔ وہ کون ہے؟ اس کا صحیح نام اور پتا ٹھکانا معلوم ہوگا تو میں اسے ٹریننگ مشین میں محفوظ کر لوں گا پھر وہ نوجوان بھی کہیں چھپ کر نہیں رہ پائے گا۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''میں نے اس نوجوان کا ذکر سنا ہے۔ جب عالی اس کے ساتھ ہندوستان کے شہر حیدر آباد میں تھی تب میں نے اسے ٹریپ کرنے کے لیے بابر اور آؤ ڈی مین کو وہاں بھیجا تھا۔ لیکن نہ تو وہ ہتھے چڑھی اور نہ ہی اس کے ساتھی کے بارے میں ضروری معلومات حاصل ہو سکیں۔''

میں نے انوشے سے کہا۔ ''وہ لوگ عالی اور ایمان کا راستہ روکنے کے لیے پوری طرح مستعد ہیں۔ وہ دونوں اندھیرے میں ہیں۔ یہ جان نہیں پا رہے ہیں کہ آئندہ ان

کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ میں چاہتا ہوں' ابھی تم دشمنوں کے درمیان عالی کا رول ادا کرو۔''

میں نے اسے سمجھایا کہ اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے موبائل فون کے ذریعے جوجو سے رابطہ کیا۔ عالی کے لب ولہجے میں کہا۔ ''تمہاری ٹریننگ مشین کی ناکامی کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اب آنکھ مچولی کھیلنے کا مزہ آرہا ہے۔''

وہ چونک کر بولا۔ ''تمہیں میرا یہ فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟''

''جب مجھے تمہارا یہ راز معلوم ہوسکتا ہے کہ تم بلوکلر بلائنڈ ہو تو فون نمبر معلوم کرنے میں کتنی دیر لگتی ہے؟''

وہ غصے سے بولا۔ ''میری یہ بات لکھ لو' میں تمہیں بابا صاحب کے ادارے تک پہنچنے نہیں دوں گا۔ تمہیں زخمی اور اپاہج بنادوں گا۔''

''یہ کوششیں تم کر چکے ہو۔ کوئی نئی بات کرو۔ میں نے کہا تھا' بابا صاحب کے ادارے تک پہنچ کر تمہاری رُونائرُو کو آزاد کردوں گی۔ اگر تم نے اس سے پہلے دھوکا دیا تو اپنی محبوبہ سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ آخر وہی ہوا' جو میں نے کہا تھا۔''

وہ بولا۔ ''دنیا کا کوئی بھی شہزور ہمیشہ میدان نہیں مارتا۔ کبھی مات بھی کھاتا ہے۔ جیسا کہ میں ابھی عارضی طور پر مات کھا رہا ہوں اور تم میدان مار رہی ہو مگر اب نہیں... اب اوندھے منہ گرنے کی باری تمہاری ہے۔''

''کیوں ہوا میں تیر چلا رہے ہو؟ تمہارا آلہ کار برین ماسٹر اندھا ہے۔ اس اندھے کے آلہ کار بھی اندھے ہیں۔ میں اپنے ساتھی کے ساتھ پیرس میں ہوں۔ ایرپورٹ کے ویٹنگ ہال اور وزیٹرز لابی سے گزر کر عمارت سے باہر آگئی ہوں۔ لیکن تمہارا کوئی اندھا مجھے دیکھ نہیں پایا۔''

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''تم، تم جھوٹ بول رہی ہو۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

وہ رابطہ ختم کرکے برین ماسٹر کے فون پر دھاڑتے ہوئے بولا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ عالی ایرپورٹ کی عمارت سے باہر جا چکی ہے۔ تمہارے آلہ کاروں نے اسے کیوں نہیں دیکھا؟ کیا وہ سو رہے ہیں یا مر گئے ہیں؟''

برین ماسٹر اپنے آلہ کاروں کو ڈانٹنے لگا۔ وہ بے چارے اپنی صفائی پیش کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے انوشے کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''میں نے ایک عمر رسیدہ خاتون کو ایک نوجوان مرد کے ساتھ سرخ رنگ کی کار میں جاتے دیکھا تھا۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ جوان لڑکی تھی مگر اس نے عمر رسیدہ خاتون کا میک اپ کیا ہوا تھا۔''

جوجو نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ ''وہی عالی تھی۔ تمہارے اندھوں کے سامنے نکل گئی۔ اس سے کار کا نمبر پوچھو؟''

اس آلہ کار نے انوشے کی مرضی کے مطابق سرخ کار کے نمبر بتائے۔ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے چشم زدن میں اہم معلومات حاصل کر لیتی تھی۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے ماسٹر کی بیوی مونیکا کے اندر پہنچ کر دیکھا تھا۔ وہ اپنے جوان بیٹے جارج رِچ مین کے ساتھ پیرس آئی ہوئی تھی اور ایک سرخ رنگ کی رینٹیڈ کار میں ہائی وے پر جا رہی تھی۔

اسے صرف چند کلو میٹر تک بیٹے کے ساتھ جانا تھا پھر وہاں سے واپس آجانا تھا۔ لیکن انوشے نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردی کہ وہ بابا صاحب کے ادارے تک جائے گی۔

برین ماسٹر یہ تو جانتا تھا کہ اس کی بیوی اپنی ہونے والی بہو سے ملنے بیٹے کے ساتھ پیرس گئی ہوئی ہے۔ لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے جو کار رینٹ پر حاصل کی ہے' وہ سرخ رنگ کی ہے اور اس کا نمبر وہی ہے جو اس کے آلہ کار نے ابھی بتایا تھا۔

وہ جوجو کی تابع داری میں اس قدر مصروف تھا کہ بیوی اور بیٹے سے رابطہ کرنے کی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ عالی ان کے لیے چیلنج بن گئی تھی۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ پیرس پہنچ گئی ہے اور عمر رسیدہ عورت کے میک اپ میں ایک نوجوان کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کی طرف جا رہی ہے۔

انوشے نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ''ہیلو برین ماسٹر.....! میں عالی بول رہی ہوں۔''

اس نے چونک کر پوچھا۔ ''تمہیں میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟''

وہ بولی۔ ''تم جوجو کے غلام ہو۔ تمہارے آقا کا کوئی راز مجھ سے نہیں چھپتا۔ وہ بھی حیران ہو رہا تھا کہ میں اس کا فون نمبر کیسے جانتی ہوں؟''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''تم نے مجھے فون کیوں کیا ہے؟ کیا مجھے باتوں میں اُلجھا کر اس ادارے کے دروازے تک پہنچنا چاہتی ہو؟''

''وہ تو میں اُدھر جا ہی رہی ہوں۔ تمہارے آلہ کاروں میں سے کوئی میرا راستہ اس لیے نہیں روک سکے گا کہ وہ بیچارے مجھے صورت شکل سے نہیں پہچانتے ہیں۔ بائی داوے۔ تم نے بھی مجھے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہے۔ خوامخواہ کسی بیچاری کو عالی سمجھ کر اس کا راستہ روکو گے اور اسے گولی

مار دو گے۔''

''تم خود کو بہت چالاک سمجھتی ہو؟ تھوڑی دیر بعد پتا چلے گا کہ ہم کس طرح تمہیں زخمی اور اپاہج بنا دیں گے؟ ویسے میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں' اس وقت تم مجھے باتوں میں الجھا رہی ہو لہٰذا فون بند کرتا ہوں۔ بہت جلد تمہارے دماغ میں آ کر بولوں گا۔''

اس نے فون بند کیا۔ اسی وقت پھر بزر بولنے لگا اس کا ایک آلہ کار کال کر رہا تھا۔ اس نے فون کو بند رکھا اور خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس آلہ کار نے کہا۔ ''سر...! وہ سرخ رنگ کی کار دور سے دکھائی دے رہی ہے۔ ہم بابا صاحب کے ادارے کے قریب چھپے ہوئے ہیں۔ وہ کار اسی طرف چلی آ رہی ہے۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، وہ قریب آئے تو اس کا نمبر ضرور پڑھنا۔ جب یقین ہو جائے کہ یہ وہی کار ہے تو اسے آگے بڑھ کر بابا صاحب کے ادارے تک جانے نہ دینا۔ تم سب اسے آگے جانے سے روکو گے پھر کار سے باہر آنے والوں کو زخمی کرو گے۔''

اس نے جوجو کو فون پر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ کار ادھر ادارے کی طرف آ رہی ہے۔ تم میرے کسی بھی آلہ کار کے اندر پہنچ کر دیکھو۔ ہم ابھی عالی کو زخمی کر کے تمہارے لیے اس کے دماغ کا دروازہ کھولیں گے۔''

جوجو ایک آلہ کار کے دماغ میں آ گیا۔ اس وقت تک وہ کار قریب آ گئی تھی۔ اس کا نمبر پڑھا گیا۔ وہی ان کی مطلوبہ سرخ رنگ کی گاڑی تھی۔ اچانک ہی دائیں بائیں طرف سے اس کار پر فائرنگ ہونے لگی۔ چاروں طرف کے پہیے برسٹ ہو گئے۔ جارج رچ مین نے بڑی مشکل سے اسٹیرنگ کو قابو میں کرتے ہوئے بریک لگائی۔ گاڑی رک گئی۔

جوجو اور برین ماسٹر نے آلہ کاروں کے اندر چیختے ہوئے کہا۔ ''ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔ انہیں فوراً گاڑی سے باہر کھینچ کر زخمی کرو۔ ہم اُن کے اندر پہنچنا چاہتے ہیں۔''

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ کار کے دروازوں کو کھول کر ایک طرف سے جارج کو پکڑ کر باہر کھینچا گیا۔ دوسری طرف سے مونیکا کو باہر کھینچتے ہی اس کی ٹانگ پر گولی مار دی گئی۔ جارج رچ مین کو بھی گولی مار کر زخمی کر دیا گیا۔ مونیکا تکلیف کی شدت سے چیختے ہوئے کہنے لگی۔ ''ہمیں گولی نہ مارو، ہمارے پاس جتنی بھی رقم ہے' وہ لے لو۔ خدا سے ڈرو۔ جو جیسا کرتا ہے۔ ویسا بھرتا ہے۔ خدا نے چاہا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا۔''

اور ایسا ہی ہو رہا تھا۔ برین ماسٹر اپنے آلہ کار کے ذریعے مونیکا کی آواز سن کر چونک گیا۔ اس کے اندر پہنچ کر دیکھا تو ایک دم سے لرز گیا۔ یہ جانتا تھا کہ ماں کے ساتھ بیٹا بھی ہے۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا کہ وہ گولی کھا کر زمین پر پڑا ہوا ہے۔ وہ صدمے کی شدت سے چیخنے لگا۔ آلہ کاروں سے کہنے لگا۔ ''یہ میری بیوی ہے، وہ میرا بیٹا ہے۔ ہم دھوکا کھا گئے ہیں۔ انہیں فوراً کسی اسپتال میں لے جاؤ۔''

پھر اس نے فون پر جوجو سے کہا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں تمہارا تابع دار بن کر سراسر نقصان اٹھا رہا ہوں۔ تمہارا کام کرتے ہوئے میرا سب سے اہم آلہ کار بابر مارا گیا۔ اب میری بیوی اور بیٹے کو گولی ماری گئی ہے۔ یہ سب ہمارے ہی حکم سے ہوا ہے۔ ان حالات میں صرف مجھے ہی نہیں۔ تمہیں بھی شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔''

جوجو نے گرجتے ہوئے کہا۔ ''بکواس مت کرو، مجھے سمجھنے دو کہ یہ کیا ہو گیا ہے؟''

جوجو نے فون بند کر دیا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ وہ اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گیا۔ یہ بات دماغ میں ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی کہ وہ میرے مقابلے میں مسلسل شکست کھا رہا ہے۔ ان لمحات میں سوچ رہا تھا۔ ''یہ کیسا دشمن ہے؟ پہلے سمجھ میں نہیں آتا' کیا کرنے والا ہے؟ اور جب کر گزرتا ہے تو وہ بات بالکل ہی توقع کے خلاف ہوتی ہے۔''

میں نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ وہ فون اٹینڈ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بری طرح جھنجلایا ہوا تھا۔ اس نے اسکرین پر نمبر پڑھے تو وہ نئے نمبر تھے۔ اب سے پہلے اس نمبر سے کسی نے کال نہیں کی تھی۔ اس نے فون اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے تقریباً دھاڑتے ہوئے پوچھا۔ ''کون ہو تم؟ کیا کہنا چاہتے ہو؟''

وہ ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ میری آواز سنتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا۔ ''تم نے طیارے میں میری آواز سنی تھی۔ اب دوسری بار سن رہے ہو۔ جب بھی تم پر قیامت ٹوٹے گی۔ تمہیں میری آواز سنائی دے گی۔ بہت جلد یہ دنیا اتنی مہنگی پڑے گی کہ اپنی سلامتی کے لیے یہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔''

وہ بولا۔ ''یو شٹ اپ! میری ناکامی کے پیچھے بھی کامیابی چھپی ہوئی ہے۔ میں تمہیں ڈھونڈ نکالنا چاہتا تھا مگر تم اپنی خفیہ پناہ گاہ سے باہر نہیں نکل رہے تھے۔ میں نے تمہاری بیٹی پر حملے شروع کیے تو اپنے بل سے باہر آنے پر مجبور

ہو گئے۔ تم میری حکمتِ عملی کیا سمجھو گے؟ ذرا دیکھتے جاؤ' میں کرتا کیا ہوں؟''

میں نے کہا۔ ''کچھ نہیں کر پاؤ گے۔ صرف ڈینگیں مارتے رہو گے۔ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں' اپنے بل سے باہر نکل کر دیکھو اور تمہیں تو نکلنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ عورت کے بغیر رہ نہیں سکتے۔ تمہاری عورت میرے ہاتھوں ماری گئی ہے۔ اس کے بعد دوسری کی تلاش میں تمہیں اپنی پناہ گاہ سے نکلنا ہی پڑے گا۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔''

یہ کہہ کر میں نے فون بند کر دیا۔ ادھر مونیکا اور جارج رچ مین کو قریبی اسپتال میں پہنچایا گیا تھا۔ برین ماسٹر اپنی بیوی اور بیٹے کے دماغ میں باری باری جا رہا تھا اور انہیں تسلیاں دے رہا تھا۔ ''بیٹے! حوصلہ کرو۔ تمہارا باپ جسمانی طور پر دور ہوتے ہوئے بھی تمہارے قریب ہے۔ تمہارے اندر ہے۔ تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔''

پھر اس نے بیوی کے اندر آ کر کہا۔ ''مونیکا! تم حوصلہ کرو گی تو بیٹے کو بھی حوصلہ ملے گا۔ مجھے اس بات کا اطمینان ہے کہ زخم گہرے نہیں ہیں۔ تم دونوں جلد ہی چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤ گے۔''

جارج نے کہا۔ ''مجھے زخم کھانے کا افسوس نہیں ہے لیکن اس خیال سے تکلیف پہنچ رہی ہے کہ آپ کتنے پُراسرار اور شہ زور تھے مگر اب کیسے جھکتے اور شکست کھاتے جا رہے ہیں۔ آپ نے جوجو کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے لیکن وہ بھی فرہاد کے آگے مات کھا رہا ہے۔''

مونیکا نے ماسٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''تم نے بتایا ہے، فرہاد کی بیٹی عالی کو ٹیپ کرنا چاہتے تھے۔ اس کے دھوکے میں تمہارے آدمیوں نے مجھے اور جارج کو گولی ماری۔ یہ بڑے دکھ کی بات ہے۔ تمہارے لیے عبرت کا مقام ہے کہ تم فرہاد کی بیٹی کو گولی مارنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ گولی تمہارے بیٹے کو لگی۔ تمہاری بیوی کو لگی۔''

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے بولا۔ ''میں اس کی بیٹی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

مونیکا نے کہا۔ ''یہ غصہ کرنے اور جھنجلانے کا وقت نہیں ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ لڑکی ہماری دشمن ہی سہی لیکن اس نے ایک اچھا سبق سکھایا ہے۔ دوسروں کے لیے گڑھا کھودنے والے خود اس میں گرتے ہیں۔ تم پھر انتقام لینے کی بات کر رہے ہو۔ ایسا نہ ہو' اس بار وہ ہمیں زخمی نہ کرے۔ جان سے ہی مار ڈالے۔ تب کیا کرو گے؟''

جارج نے کہا۔ ''ہاں پاپا...! آپ تو ہماری سلامتی کے لیے بڑی سے بڑی قربانیاں دیتے ہیں۔ جب کسی دوسری دنیا سے آنے والی عجیب و غریب مخلوق کے آگے جھک سکتے ہیں تو کیا فرہاد سے دوستی نہیں کر سکتے؟ اس کی دوستی سے ہمیں یقیناً سلامتی ملے گی۔''

اس نے کہا۔ ''بیٹے! تم ٹیلی پیتھی کی دنیا کی سیاست کو نہیں سمجھ رہے ہو۔ فرہاد سے ہماری دوستی ہو ہی نہیں سکتی۔''

مونیکا نے کہا۔ ''کیوں نہیں ہو سکتی؟ وہ سوَر کا منہ رکھنے والا جوجو یہاں آتے ہی ہم انسانوں سے دشمنی کر رہا ہے تو اس سے تمہاری دوستی ہو جاتی ہے اور محبت کرنے والے فرہاد سے دوستی نہیں کرنا چاہتے۔ ہماری بیٹی اپنا فرہاد کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ میرے سامنے اکثر اس کا ذکر کرتی رہی ہے۔ اپنے بیٹے کی بات پر بھی غور کرو۔ دشمنی کا خیال دل سے نکال کر فرہاد سے دوستی کر کے دیکھو۔ میرا دل کہتا ہے' اس سے دوستی ہو گی تو ہم ہمیشہ خیر خیریت سے زندگی گزارتے رہیں گے۔''

ایسے وقت انوشے ماسٹر کے اندر تھی۔ اس کی بیوی اور بیٹے کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے اسے عالی کے لب و لہجے میں مخاطب کیا۔ ''ہیلو برین ماسٹر! میری آواز پہچان رہے ہو؟''

وہ اپنے اندر عالی کی آواز سنتے ہی ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ یوگا کی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سانس روک کر اسے بھگانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن روحانی ٹیلی پیتھی کی لہریں اس کے عمل سے متاثر نہیں ہو رہی تھیں۔ انوشے اسے سانسیں روکنے کے سلسلے میں بہت ہی کمزوری کوششیں کرنے کا موقع دے رہی تھی۔

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''تم میرے دماغ میں کیسے آ گئیں؟''

انوشے نے کہا۔ ''تمہارے دماغ میں آنے والی میں پہلی نہیں ہوں۔ مجھ سے پہلے جو تمہارے اندر آ چکا ہے۔''

وہ بولا۔ ''کیا بکواس کر رہی ہو۔ وہ میرے دماغ میں نہیں آتا ہے۔ مجھ سے فون کے ذریعے باتیں کرتا ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''وہ تمہیں الو بنا رہا ہے اور تم بن رہے ہو۔ اس نے تم سے وعدہ کیا کہ تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں اپنا تابع دار نہیں بنائے گا۔ تم نے یقین کر لیا۔ خود کو بہت عقلمند کہتے ہو۔ لیکن یہاں احمق بن کر اس کی بات پر یقین کر رہے ہو۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''میں نے پچھلی رات سوچا' تم سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا جائے۔ یہ سوچ کر تمہارے دماغ میں آئی تو حیران رہ گئی۔ تم نے سانس نہیں

روکی۔ مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کیا۔ تب تھوڑی دیر بعد میں نے اپنے اندر جوجو کی آواز سنی۔ وہ تم پر تنویمی عمل کر رہا تھا۔ اس وقت مجھے پتا چلا کہ اس نے تمہاری بیوی مونیکا کو غائب دماغ بنا کر اس کے ذریعے تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے والی دوا کھلائی ہے۔ وہ تم پر عمل کر رہا تھا اور تم اس کے معمول اور تابع دار بنتے جا رہے تھے۔ اس نے تمہارے دماغ میں یہ باتیں نقش کر دیں کہ اپنی اعصابی کمزوری کو بھول جاؤ گے۔ یہ یاد نہیں رکھو گے کہ تم پر کسی نے تنویمی عمل کیا ہے اور تم کسی کے تابع دار بن چکے ہو۔''

وہ شکست خوردہ انداز میں ایک صوفے پر گر پڑا۔ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''نہیں، میں یقین نہیں کر سکتا کہ جوجو نے ایسا کیا ہوگا۔ میں، میں کبھی کسی کا تابع دار اور غلام نہیں بن سکتا۔''

''اگر نہیں بن سکتے تو میں تمہارے اندر کیسے آ گئی؟ اس نے ایک مخصوص لب ولہجہ نقش کیا ہے۔ اس کے ذریعے جب وہ آتا ہے تو تم اسے محسوس نہیں کرتے۔ یہی لب ولہجہ میں نے اپنے ذہن میں نقش کر لیا ہے۔ اسی کے ذریعے یہاں موجود ہوں۔ بہت دیر سے تمہاری بیوی اور بیٹے کی باتیں سن رہی ہوں۔ اگر میں مخاطب نہ کرتی تو تم کبھی جان نہیں سکتے تھے کہ جوجو کے غلام اور تابع دار بن ہی چکے ہو۔ اب میرے آگے بھی بے بس ہو چکے ہو۔ مجھے بھی اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکتے۔''

وہ صوفے پر نیم دراز تھا۔ چاروں شانے چت ہونے کے انداز میں پڑا ہوا تھا۔ خلا میں تکتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ ''کیا ایسا ہو چکا ہے؟ کیا میں اتنا گر چکا ہوں کہ جوجو کے زیر اثر آتے ہی دوکوڑی کا ہو رہا ہوں؟ پہلے کبھی کوئی میری خفیہ رہایش گاہ تک پہنچ نہیں پاتا تھا۔ میری اس سے بڑی انسلٹ اور کیا ہوگی کہ وہ معمولی سی ٹیلی پیتھی جاننے والی کرونا اور ٹونی جے میرے گھر تک پہنچ گئے؟''

وہ سوچ رہا تھا۔ ''اُنگلی پکڑنے والے پہونچے تک پہنچ جاتے ہیں۔ جوجو نے بھی یہی کیا۔ میری غفلت سے فائدہ اٹھا کر مجھے اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا۔ اس کی وجہ سے فرہاد کی بیٹی میرے اندر پہنچ گئی ہے۔''

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا۔ ''یہ جوجو بڑی مکاری دکھا رہا ہے۔ مجھے درپردہ اپنا معمول اور غلام بنا کر بظاہر فون کے ذریعے باتیں کرتا رہتا ہے۔ یہ تاثر دیتا ہے کہ اپنی زبان پر قائم ہے۔ اس نے مجھے اپنا معمول نہیں بنایا ہے۔''

اس نے چونک کر سوچا۔ ''اوہ! میں تو عالی کو بھول ہی گیا تھا۔ یہ میرے اندر موجود ہے۔''

وہ خلا میں تکتا ہوا اسے اپنے اندر محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ دماغ کے اندر خاموشی تھی۔ کوئی ہلکی سی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''عالی...! کیا تم موجود ہو؟''

اسے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا پھر یقین ہو گیا کہ وہ جا چکی ہے۔ اس نے غصے سے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے جوجو کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی تو پھر فون پر رابطہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یو نان سنس۔ چیٹر.....! تم نے مجھے بہت بڑا دھوکا دیا ہے۔ میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں۔''

وہ غصے سے بولا۔ ''یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا ابھی تم نے میرے اندر آنے کی کوشش کی تھی؟''

وہ غصے سے دھاڑتے ہوئے بولا۔ ''ہاں، میں غصے میں بھول گیا تھا کہ تم مجھے اپنے اندر آنے نہیں دو گے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ ابھی میرے اندر آ کر مجھ سے بولو۔''

''کیا میں آؤں گا تو تم سانس نہیں روکو گے؟''

''زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ مونیکا کے ذریعے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے مجھ پر تنویمی عمل کیا ہے اور اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا ہے۔''

جوجو نے کہا۔ ''معلوم ہوتا ہے' بیوی اور بیٹے کو گولی لگنے کے باعث تمہارا دماغ اُلٹ گیا ہے۔ تب ہی ایسی اُلٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو۔ میں تمہارا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں اور تم مجھے اپنا دشمن سمجھ رہے ہو؟''

''زیادہ نہ بولو۔ میرے اندر آؤ۔''

انوشے خاموشی سے اس کے اندر موجود تھی۔ اگر وہ وہاں سے چلی جاتی تو برین ماسٹر جوجو کو اپنے اندر محسوس کر لیتا اور وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔

چند لمحوں کے بعد ہی برین ماسٹر کے اندر جوجو کی آواز سنائی دی۔ ''میں آ گیا ہوں۔ تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''ابھی میرے خیالات نہ پڑھو۔ مجھے یہ بتاؤ' تم اپنی زبان سے کیوں پھر گئے؟ تم نے کہا تھا' مجھ پر تنویمی عمل کبھی نہیں کرو گے۔ اس عمل کے ذریعے مجھے اپنا معمول نہیں بناؤ گے اور میں نے وعدہ کیا تھا' اس احسان کے بدلے ہمیشہ تمہارا تابع دار بن کر رہوں گا۔ میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں۔ تمہاری تابع داری کے باعث میں نے بابر جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمیشہ کے لیے کھو دیا۔ تمہاری وجہ سے میری

بیوی اور بیٹے کو گولی ماری گئی اور تم نے اس کا صلہ یہ دیا کہ دھوکے سے مجھے اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا؟''

''میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ تم خوامخواہ بکواس کر رہے ہو۔ تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں' تھوڑی دیر پہلے عالی تمہارے پاس آئی تھی۔ وہ میرے خلاف بول رہی تھی۔''

''بے شک وہ تمہارے خلاف تھی مگر سچ بول رہی تھی۔ جب تم مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے مجھ پر تنویمی عمل کر رہے تھے تو وہ میرے اندر پہنچ گئی تھی۔ تمہیں تنویمی عمل کرتے سنتی رہی تھی۔ تم نے میرے ذہن میں جو مخصوص لب و لہجہ نقش کیا ہے۔ اسے اس نے بھی اچھی طرح یاد کر لیا ہے۔ جس طرح تم میرے اندر آتے ہو اور میں تمہیں محسوس نہیں کر پاتا۔ اسی طرح اب اس کی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس نہیں کر پاتا ہوں۔ تم نے مجھے دشمن کی بیٹی کے قدموں تلے پہنچا دیا ہے۔ وہ جب چاہے گی' مجھے ٹھوکروں سے اڑاتی رہے گی۔''

''تم میری بات کا یقین نہیں کرو گے۔ وہ تمہیں میرے خلاف بہکا رہی ہے۔ ہمارے درمیان پھوٹ ڈالنا چاہتی ہے۔ اس اتحاد کو ختم کر دینا چاہتی ہے۔''

''اگر وہ ایسا چاہتی ہے تو مجھے صرف ایک بات کا جواب دو' تم میرے دماغ میں کیسے چلے آتے ہو؟ جبکہ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کبھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر نہیں آ سکا۔ تم کیسے آ جاتے ہو؟ تمہاری وجہ سے وہ بھی میرے اندر آ کر بولنے لگی ہے۔ اب تو میری نیندیں اُڑ جائیں گی۔ کھانا پینا، سونا جاگنا، سب ہی حرام ہو جائے گا۔ تم مجھ سے ایسی دشمنی کیوں کر رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''تم بکواس کرتے رہو۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ بیوی اور بیٹے کو گولی لگنے کے بعد تم ذہنی طور سے اپنا نارمل ہو گئے ہو۔ یہ سمجھنے سے قاصر ہو کہ روحانی قوت میرے راستے کی رکاوٹ بن رہی ہے۔ وہی تمہارے پیچھے بھی پڑ گئی ہے۔''

''آج تک کسی روحانی قوت نے مجھے کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ کیا تمہارے آتے ہی وہ مجھ سے بھی دشمنی کرنے لگے گی؟''

''بے شک، یہی ہو رہا ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ تم نے مجھ سے اتحاد کیا ہے۔ ان کے خلاف میرے کام آ رہے ہو۔ اس لیے وہ روحانی قوتیں تمہارے خلاف ہو گئی ہیں۔''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا' اس وقت مجھے کیا سوچنا چاہیے؟ کیا سمجھنا چاہیے؟ فار گاڈ سیک، میرے اندر سے چلے جاؤ۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔''

ایسے وقت عالی کی آواز سنائی دی۔ انوشے اس کے لب ولہجے میں کہہ رہی تھی۔ ''برین ماسٹر تم نادان نہیں ہو۔ جوجو جیسے شاطر کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرو گے تو اسی طرح اوندھے منہ گرتے رہو گے۔''

پھر اس نے جوجو کو مخاطب کیا۔ ''ہائے جوجو! تم مجھے پکڑنے' مجھے زخمی کرنے اور اپنے زیر اثر لانے کے لیے جنوبی افریقا سے دوڑتے آ رہے ہو۔ تم نے دیکھ لیا کہ بابا صاحب کے دروازے پر کیا ہوا؟ جس نے میرے لیے گڑھا کھودا' وہ خود اس میں گر رہا ہے۔ بیوی بچوں کو نقصان پہنچا چکا ہے۔ تمہارا غلام بن چکا ہے۔ تمہاری مکاری کی داد دینی چاہیے۔ اس بیچارے کو خوب الو بنا رہے ہو۔''

جوجو نے ایکدم سے بپھر کر کہا۔ ''یو شٹ اپ، تم اسے میرے خلاف بھڑکا رہی ہو۔''

وہ بولی۔ ''اسے چھوڑو میری بات کرو۔ اب مجھے کیسے گرفتار کرو گے؟ میرا ہیلی کاپٹر اس وقت بابا صاحب کے ادارے کے ہیلی پیڈ پر اتر رہا ہے۔ میں ادارے میں پہنچ چکی ہوں۔ اپنے دماغ کے دروازے کھول دیے ہیں۔ تم سب کو دعوت دیتی ہوں۔ جو خیال خوانی کے ذریعے آنا چاہے' چلا آئے۔''

پھر اس نے ماسٹر سے کہا۔ ''جاتے جاتے تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تم اپنا سڑا گلا مقدر خود اپنے ہاتھوں سے لکھ رہے ہو اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی بیوی بیٹے کی تباہی بھی لکھتے جا رہے ہو۔ اگر کبھی اس خبیث جوجو سے نجات حاصل کرنا چاہو تو میرے پاپا کو یاد کر لینا۔ تمہاری مشکل آسان ہو جائے گی۔''

وہ بولا۔ ''میری مشکلات اور بڑھ جائیں گی۔ میں جوجو سے غداری نہیں کر سکتا۔ تم سب مسلمان ہو۔ اس کی ٹریننگ مشین سے بچنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں جا کر چھپ جاتے ہو۔ ہمارے چھپنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ کیا مجھے میری فیملی کو بابا صاحب کے ادارے میں جگہ ملے گی؟''

انوشے نے کہا۔ ''تمہاری بیٹی نے اسلام قبول کیا۔ اسے وہاں پناہ مل گئی۔ ہم کسی سے جبراً اپنا دین قبول نہیں کراتے۔ تمہارے علاوہ امریکا اور یورپ کے اکابرین سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ وہ بھی جوجو سے چھپنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں آنا چاہیں گے۔ تب یہ سوال پیدا ہوگا کہ وہ کتنے عرصے تک چھپے رہ سکیں گے؟ کیا اپنی حکومت

کی ذمے داریاں بھول جائیں گے؟ اپنے فرائض ادا نہیں کریں گے؟ منہ چھپا کر ایک پناہ گاہ میں بیٹھے رہیں گے؟''

انوشے نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''نہیں، جب سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں سب ہی جوجو کے خلاف بغاوت کریں گے تو یہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ٹریننگ مشین کے ذریعے اگر ایک کا سراغ لگا کر اس پر حملہ کرے گا تو دوسرے تمام اکابرین اسے سیکورٹی دیں گے۔ حملہ کرنے والا بھی ہماری ہی دنیا کا انسان ہوگا۔ ہم سب مل کر اسے جوجو کا آلہ کار بننے سے باز رکھیں گے۔''

جب ہماری دنیا کا کوئی بندہ اس کے کام نہیں آئے گا تو یہ بے دست و پا ہو جائے گا۔ اس دوران ہم سب اسے تلاش کریں گے اور میں یقین دلاتی ہوں' میرے پاپا اسے چوبیس گھنٹوں کے اندر ڈھونڈ نکالیں گے۔ شرط یہ ہے کہ پہلے سب ہی اس کے خلاف متحد ہو جائیں۔

یہ کہیں زیرِ زمین چھپ کر رہتا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق بالکل تنہا ہے لہٰذا ایک وقت میں تم میں سے کسی ایک پر حملہ کرے گا تو سب ہی مل کر اُس کا دفاع کریں گے۔ اُسے جوجو کی شر پسندی سے بچائیں گے لیکن میں جانتی ہوں۔ تم لوگ نہ کبھی ایسا حوصلہ کرو گے اور نہ کبھی متحد ہو کر جوجو کو اس دنیا سے بھگا سکو گے۔ میں جا رہی ہوں۔ شاید آنے والا وقت تم سب کو متحد ہونا سکھا دے... گڈ بائے ماسٹر! تمہارا تو خدا ہی حافظ ہے۔''

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ جوجو نے کہا۔ ''وہ بہت زبردست پلاننگ کے ساتھ کسی روحانی قوت کے ذریعے تمہارے دماغ میں گھس آئی ہے۔ اسی نے میرے لیے بھی جگہ بنائی ہے۔ وہ اور اس کا باپ صرف تمہیں ہی نہیں' دوسرے تمام اکابرین کو بھی میرے خلاف بھڑکاتے رہیں گے۔ مجھے اس بات کی فکر نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی میرا آلہ کار بن کر رہے گا یا مجھ سے بغاوت کرے گا۔ میں جسے چاہوں گا' اسے اپنی تابع داری پر مجبور کر دوں گا۔ ابھی جا رہا ہوں۔ تم اپنے موجودہ حالات پر غور کرتے رہو۔''

جوجو اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا پھر اس نے سیارے کے اکابرین سے رابطہ کرنے والی مشین کی طرف دیکھ کر پلکیں جھپکائیں۔ وہاں مانیٹر پر اس کی سوچ کے مطابق تحریر ابھرنے لگی۔

''اٹین شن پلیز، میں اپنے موجودہ حالات بیان کر چکا ہوں۔ اگرچہ میں نے فرہاد کے مقابلے میں شکست نہیں کھائی ہے۔ صرف اتنا ہوا ہے کہ میرے منصوبے ناکام ہوئے ہیں۔ جس طرح وہ میری گرفت میں نہیں آیا۔ اسی طرح اس کی بیٹی بھی میری گرفت سے نکل چکی ہے۔

یہ میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ باپ بیٹی اپنے پورے خاندان کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں پناہ لے رہے ہیں اور وہاں تک ہماری مشینیں اپنی کارکردگی نہیں دکھا پا رہی ہیں۔ خیال خوانی کی لہریں بھی وہاں تک پہنچ نہیں پاتیں۔

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں' میں نے شکست تسلیم نہیں کی ہے۔ اگرچہ بابا صاحب کا ادارہ ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی اور دینی اکابرین کی مرضی کے خلاف وہاں کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔ میں معلوم کروں گا کہ سپر پاورز اور بڑے بڑے ملکوں کے حکمران اور فوجی اس ادارے میں گھس کر وہاں کی پُراسراریت کو ختم کیوں نہیں کرتے ہیں؟ میں بہت جلد اس قلعے کے دروازے کو توڑ کر اپنے آلہ کاروں اور تابع داروں کو وہاں پہنچاؤں گا۔ مجھے اس سلسلے میں مزید ہدایات دی جائیں۔

دوسرا اہم مسئلہ عورت کا ہے۔ میری ایک داشتہ روناروماری گئی ہے۔ آیندہ میں عورت کے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ اپنی پناہ گاہ سے باہر نکل کر کسی عورت کو ٹریپ کرنا اور اس کے ساتھ وقت گزارنا آسان نہیں ہوگا۔ میں کسی کی نظروں میں آ سکتا ہوں۔ اس سلسلے میں میری مدد کی جائے۔ یہ تمام مشینیں اور اہم ساز و سامان اس دنیا کے کسی دوسرے علاقے میں پہنچا دی جائیں۔ آپ کے سامنے دنیا کا پورا نقشہ ہے۔ یہ فیصلہ کریں کہ چند گھنٹوں میں مجھے یہاں سے کہاں پہنچایا جا سکتا ہے؟''

تھوڑی دیر بعد جواب موصول ہوا۔ اسکرین پر لکھا ہوا تھا۔ ''صومالیہ کے وقت کے مطابق رات کے دو بجے ہماری فلائنگ ساسر وہاں اُترے گی اور تمہیں تمام ساز و سامان کے ساتھ ہمارے سیارے میں لے آئے گی۔ جب ایشیا کے ملک ہندوستان میں آدھی رات گزر چکی ہوگی تو تمہیں تمام ساز و سامان اور مشینوں کے ساتھ راجستھان کے علاقے میں پہنچا دیا جائے گا۔''

جوجو نے اطمینان کی سانس لی۔ اس کا خیال تھا' آیندہ مجھ سے بہت دور جا کر کسی کی نظروں میں آئے بغیر وہاں کی عورتوں کو حاصل کر سکے گا اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی کر سکے گا۔ جب تقدیر ساتھ نہ دے تو گردش حالات فرار ہونے والے کو غلط جگہ پہنچا دیتے ہیں۔ وہ سمجھ رہا تھا' ہندوستان پہنچ کر مجھ سے ہزاروں میل دور ہو جائے گا۔ جبکہ میں بڑی رازداری سے اسی ملک کے شمالی علاقے میں

اپنی پوتی کے ساتھ موجود تھا۔

یہ کہنا چاہیے کہ اس کی شامت اسے جنوبی افریقا سے ہندوستان پہنچا رہی تھی۔ وہ آسمان سے گر کر کھجور میں اٹکنے والا تھا۔

☆☆☆

میں اور انوشے اس شمالی برفانی پہاڑیوں کی وادی میں بڑے آرام اور سکون سے رہنے لگے تھے۔ ہمارا کاٹج ایک اونچے سے ٹیلے پر بنا ہوا تھا۔ وہاں سے چاروں طرف پہاڑ، دریا، میدان، ہری بھری چراگاہیں اور بستی کے مکانات اور دکانیں دکھائی دیتی تھیں۔ بستی کے لوگ وہاں سے گزرتے وقت سر اٹھا کر اُونچائی پر ہمارے کاٹج کو دیکھتے تھے پھر ہاتھ جوڑ کر احتراماً سر جھکا کر وہاں سے آگے بڑھ جاتے تھے۔

جب سے ہم نے اس علاقے میں رہائش اختیار کی تھی۔ تب سے وہاں کی غریب عورتوں، بچوں، مردوں اور بوڑھوں کے دکھ اور ان کی بیماریاں ختم ہونے لگی تھیں۔ وہ انوشے کو ننھی سی دیوی اور مجھے بھگوان کا اوتار ماننے لگے تھے۔ وہ لوگ بہت ہی غریب تھے۔ ان کا کوئی معقول روزگار نہیں تھا۔ وہاں سے اسّی کلو میٹر کے فاصلے پر بہت ہی خوبصورت شملہ شہر تھا۔ جہاں فوجی چھاؤنی بھی تھی اور بڑے بڑے سیاست دانوں کی رہائش گاہیں بھی تھیں۔ ہندوستان کے بڑے بڑے تاجر وہاں قیام کرتے تھے۔

ہماری بستی کے جوان اور بوڑھے اس شہر میں جا کر محنت مزدوری کرتے تھے۔ کبھی ہفتوں میں کبھی مہینوں میں اپنے گھروں کو واپس آتے تھے اور اتنا کما کر لاتے تھے کہ گھر والے تینوں وقت آرام سے روٹیاں کھا لیتے تھے۔

چھوٹے درجے کے چھوٹے بنیے شہر سے اناج اور کپڑے لا کر مہنگے داموں فروخت کرتے تھے۔ ان کی مسلط کی ہوئی مہنگائی کے باعث بیچارے دو وقت کھانے والے ایک وقت کھانے لگے تھے۔ زیادہ سے زیادہ فاقے کرنے لگے تھے۔

وہ ایسی مفلسی اور بدحالی سے پریشان ہو کر میرے پاس آتے تھے۔ مجھ سے التجائیں کرتے تھے کہ میں بھگوان سے پراتھنا کروں۔ کسی طرح انہیں فاقوں کے بیماریوں سے اور پریشانیوں سے نجات دلاؤں۔

ابتدا میں انوشے میرے ساتھ نہیں تھی۔ میں اس وقت اپنے آپ کو بھولا ہوا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی مدد بھی نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن یہ دیکھ کر حیران ہو جاتا تھا کہ ان کی بہتری کے لیے، انہیں تسلیاں دینے کے لیے جب بھی کہتا تھا کہ ان کے دلدّر دور ہو جائیں گے تو واقعی ایسا ہو جاتا تھا۔ کسی کی پریشانیاں کم ہو جاتی تھیں۔ کسی کی بیماری دور ہو جاتی تھی اور وہ صحت یاب ہو جایا کرتا تھا۔ دراصل آمنہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا کرتی تھی۔ اس طرح ان کے دلوں میں میرے لیے عقیدت پیدا کر کے مجھے ان کی نظروں میں معزز اور محترم بناتی رہتی تھی۔

جب میری یادداشت واپس آ گئی، میں خیال خوانی کرنے لگا اور انوشے میرے پاس پہنچ گئی تو میں نے کہا۔ ''ہم یہاں رہتے ہیں۔ ہمیں اس وادی میں رہنے والوں کی دکھ بیماری کا علاج کرنا چاہیے۔ جب ہم تین وقت کھاتے ہیں تو اس بستی کے رہنے والے ہر گھر کے فرد کو تین وقت کی روٹیاں ملنی چاہئیں۔ یہاں جو لوگ بیمار ہو جاتے ہیں۔ ان کے لیے ڈاکٹروں اور دواؤں کا بندوبست کرنا چاہیے۔''

انوشے نے کہا۔ ''گرینڈ پا! آپ میری رہنمائی کریں۔ ہم کس طرح ان کے کام آ سکتے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''یہاں منافع خور بنیے دکانیں کھولے بیٹھے ہیں۔ اناج کپڑا اور دوسری ضرورت کی چیزیں ان کے قبضے میں ہیں۔ یہ ان کی منہ مانگی قیمت لگا کر زیادہ سے زیادہ منافع کماتے رہتے ہیں۔''

انوشے نے کہا۔ ''اگر آپ انہیں نصیحت کریں گے کہ منافع خوری سے باز آ جائیں تو یہ کبھی ہماری بات نہیں مانیں گے۔''

''بے شک، گھوڑا اگر گھاس سے محبت کرے تو کھائے گا کیا؟ منافع خوری کے بغیر تجارت نہیں کی جا سکتی۔ ان کے علاوہ دو بڑے زمیندار ہیں۔ جن کے چائے کے باغات ہیں۔ یہ غریب مزدوروں کو کم سے کم مزدوری دے کر ان سے دن رات کام لیتے رہتے ہیں۔''

میں اور انوشے ان سب کے دماغوں میں جا کر ان کے خیالات پڑھنے لگے۔ ان دنوں ہمارا اور ہماری پوری دنیا کا بدترین دشمن جو جو کراتے تھا پھر اس کے پیچھے اس کے اکابرین اور نہ جانے کیسے کیسے دشمن چھپے ہوئے تھے؟ خدا جانے ہماری دنیا کو کس طرح تباہ و برباد کرنا چاہتے تھے؟ ہم اس سے غافل نہیں تھے۔ ہم نے دو بار اسے بری طرح شکست دی تھی۔ ہمارے خلاف اس کے منصوبے دو بار ناکام ہوئے تھے۔ پتا نہیں' وہ تیسری بار کس طرح محاذ آرائی کرنا چاہتا تھا؟ فی الوقت خاموش تھا۔

وہ عارضی طور پر کہیں گم ہو گیا تھا۔ یہ بعد میں پتا چلا کہ

اس نے اپنی جگہ تبدیل کی ہے۔ انڈیا میں راجستھان کے ایک صحرائی علاقے میں پہنچا ہوا ہے۔ وہ جب بھی ہم پر اچانک حملہ کرتا تو ہمیں غافل نہ پاتا۔ ہم بالکل مستعد تھے۔ ہمارے پاس اچھا خاصا وقت تھا۔ اس لیے ہم اس وادی کے لوگوں کے کام آرہے تھے۔

وہاں دھرم داس نامی ایک دولت مند بنیا تھا۔ اس کی ایک بیوی اور دو بچیاں تھیں۔ وہ سب کچھ دنوں سے بیمار رہنے لگے تھے۔ سرکاری اسپتال کے ڈاکٹر سے علاج کرنے کے باوجود ان کی بیماریاں بڑھتی جارہی تھیں۔

وہ اپنی دھرم پتنی کے ساتھ میرے سامنے آکر گھٹنے ٹیک کر بولا۔ ''مہاراج! ہم نے آپ کا بڑا چرچا سنا ہے۔ یہاں سب ہی آپ کو بھگوان کا اوتار مانتے ہیں۔ جب سے اس بستی میں آئے ہیں تب سے یہاں کا ایک بچہ بھی بھوکا نہیں رہتا ہے۔ آپ کی دیا سے نہ جانے کس طرح ان کے گھروں میں دال چاول پہنچ جاتا ہے اور وہ پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں؟''

اس کی دھرم پتنی نے کہا۔ ''ہم پچھلے دو ہفتوں سے بیمار ہیں۔ سرکاری ڈاکٹروں کا علاج کرا رہے ہیں لیکن بیماری ہے کہ بڑھتی جارہی ہے۔''

اس کا اور اس کے پتی دھرم داس اور اس کی بیٹیوں کا ہاضمہ خراب ہوگیا تھا۔ وہ پیٹ کی مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوگئے تھے اور میں نے ہی جان بوجھ کر انہیں ایسی بیماریوں میں مبتلا کیا تھا۔

ہوا یہ تھا کہ دھرم داس لکڑیوں کا باریک برادہ آٹے میں ملایا کرتا تھا۔ سرخ اینٹوں کو پیس کر مرچوں میں ملاتا تھا۔ مختلف دالوں میں باریک باریک کنکریوں کی ملاوٹ کیا کرتا تھا۔ ایسا ملاوٹ شدہ مال دکان میں رکھتا تھا۔ ایک تو اناج مہنگا فروخت کرتا تھا اوپر سے ملاوٹ کے ذریعے منافع کی شرح بڑھا دیتا تھا۔ اس کا یہ تمام مال ایک گودام میں محفوظ رہتا تھا۔ جو خالص کھانے پینے کا سامان ہوتا' وہ انہیں اسے گھر کے کمرے میں رکھتا تھا۔ جسے بیوی بچوں کے ساتھ استعمال کیا کرتا تھا۔

میں نے اور انوشے نے ایک رات دھرم داس اور اس کے ملازموں کے دماغوں پر قبضہ جمایا۔ اس کی بیوی اور بیٹیاں سو رہی تھیں۔ انہوں نے چپ چاپ اپنی دکان کا سارا ملاوٹی سامان اٹھا کر اپنے اس کمرے میں پہنچا دیا' جہاں خالص مال رکھا ہوا تھا اور وہ خالص مال اٹھا کر ان دونوں نے دکان میں پہنچا دیا پھر انہیں اپنی اپنی جگہ پہنچا کر صبح تک کے لیے سلا دیا۔

دوسرے دن سے بستی کے لوگوں کو اس کی دکان سے خالص مال ملنے لگا اور وہ میاں بیوی' بچے ملاوٹی اناج کھانے لگے۔ رفتہ رفتہ بیمار ہونے لگے۔ وہ اس قدر بے ایمان تھا کہ اپنے گاہکوں کے سامنے سامان نہیں تولتا تھا۔ وہاں آنے والے گاہک سیر دو سیر جتنا بھی اناج مانگتے' وہ اپنی دکان کے پیچھے جا کر کم سے کم تول کر ان کے حوالے کرتا تھا۔ جب کوئی گاہک تول میں کم ہونے کی شکایت کرتا تو اسے جھڑک کر کہتا۔ ''اگر میں بے ایمان ہوں تو جاؤ۔ کسی دوسری دکان سے خرید لو۔''

میں اور انوشے اپنا زیادہ سے زیادہ وقت ان کے دماغوں میں رہ کر گزارنے لگے۔ جب بھی وہ دکان کے پیچھے جا کر اناج تولتے تھے تو ایسے وقت ہم انہیں غائب دماغ بنا کر سیر کی جگہ ڈیڑھ سیر اناج باہر کھڑے ہوئے گاہکوں تک پہنچا دیتے تھے۔ اس طرح ان غریبوں کو اناج خالص مل رہا تھا اور زیادہ بھی مل رہا تھا۔

بھارت سرکار غریب جنتا کے لیے خالص دوائیں بھیجا کرتی تھی لیکن سرکاری اسپتال کا ڈاکٹر اپنے ماتحت کمپاؤڈر سے مل کر ہیرا پھیری کرتا تھا۔ وہ غریب مریضوں کو دوا کم اور پانی زیادہ پلاتا تھا۔ وہاں کے زمینداروں اور مہاجنوں کو خالص دوائیں دے کر یہ ثابت کرتا تھا کہ وہ صحیح علاج کر رہا ہے۔ بیچارے غریب جو بیماری میں مبتلا رہ کر اور زیادہ بیمار ہوتے جاتے تھے۔ ان کی پہنچ سرکاری اعلیٰ عہدیداروں تک نہیں تھی۔ وہ کسی سے شکایت نہیں کر سکتے تھے۔

اس ڈاکٹر کا جوان بیٹا بیمار ہوگیا تھا۔ انوشے نے ڈاکٹر کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ذریعے اس کے بیٹے کو ملاوٹی دوائیں پلائیں۔ اسے شفا حاصل نہ ہوسکی۔ وہ بیٹے کو لے کر شہر کے بڑے اسپتال میں گیا۔ مہنگا علاج کرایا لیکن جوان بیٹا مسلسل بیمار رہنے کے باعث ہڈیوں کا ڈھانچا بننے لگا تب اسے کہا گیا کہ دوا کے ساتھ دعا بھی لازمی ہوتی ہے۔ جوگی مہاراج کے پاس جا کر ان سے دعا کرائی جائے تو بیٹے کو شفا حاصل ہوگی۔

وہ بے ایمانی سے دوا کرنے والا ایمانداری سے دعا کرانے میرے پاس آیا۔ پہلے تو میں نے دھرم داس سے کہا۔ ''تم دنیا کے کسی بھی ڈاکٹر سے علاج کراؤ گے تو شفا حاصل نہیں ہوگی کیونکہ تم اپنی بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ ملاوٹی اناج کھا رہے ہو۔''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''نہیں مہاراج...! ہم تو خالص اناج کھاتے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تمہارے گودام میں ملاوٹ سے بھرا ہوا اناج نہیں ہے؟''

وہ ہچکچانے لگا۔ مجھ سے جھوٹ بولنا چاہتا تھا۔ اس کی دھرم پتنی نے کہا۔ ''ہمارے مہاراج انتر گیانی ہیں۔ ان سے سچ بولو۔ کوئی بات چھپاؤ گے تو ہمارے ساتھ ہمارے بچے بھی اسی طرح بیمار رہا کریں گے۔ دوائیں اثر نہیں کر رہی ہیں۔ دعاؤں کو اثر کرنے دو۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''جی ہاں مہاراج! میرے گودام میں ملاوٹی اناج ضرور ہے لیکن ہم بیوی بچے اسے استعمال نہیں کرتے ہیں۔''

''تم سب استعمال کر رہے ہو۔ اسی لیے پیٹ کی بیماریوں نے تمہارے معدے کو کمزور کر دیا ہے۔ گھر جا کر دیکھو کہ تم کیسا اناج استعمال کر رہے ہو؟''

وہ اپنی دھرم پتنی کے ساتھ گھر واپس آیا۔ وہاں اپنے ایک کمرے میں رکھے ہوئے اناج کو نکال کر اس کا بغور معائنہ کیا تو پتا چلا کہ ان سب میں ملاوٹ ہے۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''یہ ملاوٹ والا مال اس کمرے میں کیسے آگیا؟''

بیوی نے کہا۔ ''میں کیا جانوں؟ میں تو اسے خالص اناج سمجھ کر پکاتی ہوں اور ہم سب کھاتے ہیں۔''

وہ حیرانی سے اس کمرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''اتنے بڑے کمرے میں تقریباً بیس من آٹا' دال، چاول اور سرخ مرچیں تھیں۔ وہ تمام خالص مال کہاں چلا گیا ہے؟ یہ ملاوٹی اناج ہمارے پیٹ میں پہنچ رہا ہے اور ہمیں کچھ پتا بھی نہیں چل رہا ہے۔ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ کیسے ہو رہا ہے؟''

دکان کے ملازم نے کہا۔ ''مالک! ہمارے پاس جو بیمار گاہک آتے تھے۔ اب وہ بیمار نظر نہیں آتے ہیں۔ یہاں آکر تعریفیں کرتے ہیں کہ ہم آج کل انہیں خالص اناج دے رہے ہیں۔ وہ آپ کو دعائیں دیتے رہتے ہیں۔''

یہ سنتے ہی دھرم داس دکان میں آکر وہاں رکھے ہوئے مال کا معائنہ کرنے لگا تو پتا چلا کہ وہ سب خالص ہے۔ وہ چکرا کر بیٹھ گیا۔ بیوی نے پاس آکر پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟''

وہ اپنے سر کے بالوں کو نوچتے ہوئے بولا۔ ''میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' جو خالص مال میں نے کمرے میں رکھا تھا' وہ دکان میں کیسے پہنچ گیا اور دکان کا ملاوٹی مال میرے گھر میں کیسے آگیا؟ جو اناج یہاں کے غریب اور سڑے گلے لوگوں کو کھانا چاہیے' وہ ہم کھا رہے ہیں۔''

بیوی نے کہا۔ ''اسی دن کے لیے سمجھاتی تھی کہ زیادہ بے ایمانی اچھی نہیں ہوتی۔ ہم پر غریبوں کی ہائے پڑے گی۔ بھگوان دیر سے سزا دیتے ہیں مگر دیتے ضرور ہیں۔''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''بکواس مت کرو، پکانے کے لیے یہاں سے اناج لے جاؤ۔''

وہ چاول دال اور دوسری ضروری چیزیں لینے کے لیے گھر سے برتن لے آئی۔ دھرم داس نے ملازم سے کہا۔ ''اس میں پکانے کا سامان ڈالو اور رسوئی تک پہنچا دو۔''

جب اس نے برتنوں میں چاول دال اور ضرورت کی چیزیں ڈالنے کے بعد اسے اٹھانا چاہا تو وہ تمام برتن بھاری پتھر کی طرح ہوگئے۔ اس سے اٹھائے نہیں جا رہے تھے۔

دھرم داس نے کہا۔ ''گدھے کے بچے! تین وقت پیٹ بھر کر کھاتا ہے اور اتنا سا سامان نہیں اٹھا سکتا۔''

وہ بولا۔ ''مالک! میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں اسے کیوں نہیں اٹھا پا رہا ہوں؟ آپ ذرا اٹھا کر دیکھیں۔''

دھرم داس نے آگے آکر ان برتنوں کو ایک ایک کر کے اٹھانا چاہا تو ایک برتن بھی نہ اٹھ سکا۔ وہ سب کے سب بھاری پتھر کی طرح اپنی اپنی جگہ رکھے رہے۔ جب بھی وہ ان میں سے کسی کو اٹھانا چاہتے تھے تو میں ان کے دماغ پر قبضہ جما لیتا تھا۔ ایسے وقت وہ ان برتنوں کو اٹھاتے نہیں تھے۔ خوامخواہ یوں زور لگاتے تھے' جیسے اٹھانے کی کوشش کر رہے ہوں۔ ان کے ذہن میں یہی بات آتی تھی کہ وہ سب بھاری پتھر بن گئے ہیں اور ان سے اٹھائے نہیں جائیں گے۔

اس کی بیوی نے ایک برتن میں سے چاول نکال نکال کر واپس بوری میں ڈالنا شروع کیے۔ وہ برتن خالی ہوگیا پھر اسے اٹھایا گیا تو وہ اٹھ گیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''صاف پتا چل رہا ہے' بھگوان کی طرف سے ہمیں سزا مل رہی ہے۔ میں یہ خالی برتن رسوئی تک لے جا سکتی ہوں مگر اس میں یہاں کا اناج نہیں لے جا سکتی۔ جو کہ خالص ہے اور جو ملاوٹی ہے وہ ہمارے گھر کے کمرے میں پہنچ گیا ہے۔ ہمیں وہی کھانا ہوگا۔''

وہ سب دوڑے دوڑے میرے پاس آئے۔ میرے سامنے جھکنا چاہتے تھے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر سختی سے کہا۔ ''خبردار! میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں' میرے آگے کبھی سر نہ جھکاؤ۔ جو بات ہے' سیدھی طرح بیٹھ کر کہو۔''

وہ میاں بیوی اپنا دکھڑا سنانے لگے۔ میں نے کہا۔ ''وہ ملاوٹی اناج یہاں کے غریب عوام برسوں سے کھا رہے ہیں پھر تم کھانے سے کیوں انکار کر رہے ہو؟''

دھرم داس نے کہا۔ ''آپ کیسی باتیں کرتے ہیں مہاراج! کیا میں آنکھوں سے دیکھتے ہوئے زہر کھاؤں گا اور اپنے بیوی بچوں کو کھلاؤں گا؟''

''جب اسے زہر سمجھتے ہو تو پھر ان بیچارے غریبوں کو کیوں کھلاتے ہو؟ کیوں انہیں آہستہ آہستہ مار رہے ہو؟ کیا یہ ظلم تمہاری سمجھ میں نہیں آتا؟''

وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اس کی بیوی نے کہا۔ ''مہاراج کے سامنے وعدہ کرو پھر کبھی ملاوٹی اناج اپنی دکان میں نہیں رکھو گے۔ منافع کمانے کے لیے غریبوں سے دشمنی نہیں کرو گے۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''آیندہ دشمنی نہیں کروں گا مگر میرے گودام میں دو لاکھ روپے کا اناج پڑا ہوا ہے۔ اسے تو کسی طرح بیچنا ہی ہوگا۔ نہیں تو میرے لاکھوں روپے ڈوب جائیں گے۔''

''جب تک تمہارے گودام میں اور تمہاری دکان میں ملاوٹی اناج کا ایک دانہ بھی رہے گا۔ تب تک تم مصیبتوں سے چھٹکارا نہیں پاؤ گے۔ تمہیں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ وہی اناج کھانا ہوگا۔ خالص اناج تمہاری رسوئی تک کبھی نہیں پہنچ پائے گا۔''

وہ جھنجلا کر وہاں سے چلا آیا۔ بیوی نے گھر آ کر کہا۔ ''تمہیں مہاراج کے سامنے اس طرح غصہ دکھا کر نہیں آنا چاہیے تھا۔''

وہ بولا۔ ''اور کیا کروں؟ کیا لاکھوں روپے کا اناج مٹی میں ملا دوں؟ وہ کوئی بھگوان کا اوتار نہیں ہے۔ کوئی انتر گیانی نہیں ہے۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، وہ کالا جادو جانتا ہے۔ مجھ پر جادو کر رہا ہے۔ مجھے کنگال بنا کر مار ڈالنا چاہتا ہے۔ میں اس کے جادو کا توڑ کر کے رہوں گا۔''

وہ اسی دن اپنی گاڑی میں بیٹھ کر شملہ گیا۔ وہاں سے ایک جادوگر کو پکڑ کر لے آیا۔ اس جادوگر نے دعویٰ کیا۔ ''میں آج رات ایسا منتر پڑھوں گا کہ اس جوگی مہاراج کے کاٹج میں آگ لگ جائے گی اور وہ اس میں جل مرے گا۔''

اس کی بیوی نے پریشان ہو کر کہا۔ ''بھگوان کے لیے ایسا نہ کرو۔ جوگی مہاراج بہت اونچے ہوئے ہیں۔ سب ہی انہیں بھگوان کا اوتار کہتے ہیں۔ تم ان کے خلاف کچھ کرو گے تو اور زیادہ نقصان اٹھاؤ گے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میرے بچوں کو کوئی نقصان پہنچے۔''

دھرم داس نے کہا۔ ''آج رات جب وہ بھگوان کا اوتار اپنے کاٹج میں جل کر مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی ہمیں نقصان پہنچانے والا نہیں رہے گا۔ تم چپ رہو۔ خاموشی سے تماشا دیکھتی جاؤ۔''

اس رات اس جادوگر نے برگد کے سائے میں الاؤ روشن کیا۔ وہاں اپنے سامنے جنتر منتر کا سارا سامان رکھا۔ دھرم داس اور اس کی بیوی ذرا دور بیٹھے تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ منتر پڑھتا جا رہا تھا۔ بڑے ہی جوش میں آ کر الاؤ کے چاروں طرف گھوم گھوم کر ناچ رہا تھا۔ اس طرح منتر پڑھ رہا تھا۔ جیسے اب تب میں الاؤ کی وہ آگ کاٹج میں پہنچ کر جوگی مہاراج کو جلا کر خاک کر دے گی۔

آدھی رات کے بعد اس کا ملازم تیزی سے چیختا ہوا آ گیا۔ ''آگ لگ گئی... مالک...!''

دھرم داس خوشی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بولتا آ رہا تھا اور کہتا جا رہا تھا۔ ''غضب ہو گیا مالک! آگ اتنی زور کی بھڑک رہی ہے کہ ساری بستی والے بھی بجھا نہیں پا رہے ہیں۔ اب ہمارا کیا ہوگا مالک...!''

وہ رونے لگا۔ دھرم داس نے کہا۔ ''ابے گدھے کے بچے! رو کیوں رہا ہے؟ یہ بتا' کاٹج کے ساتھ وہ مہاراج بھی جل مرا ہے یا نہیں؟''

وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آگ مہاراج کے کاٹج میں نہیں، آپ کے گودام میں لگی ہے۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہا ہوں۔ وہاں اناج کا ایک دانہ بھی نہیں بچا ہے۔ سب کچھ جل کر راکھ ہو گیا ہے۔''

وہ سن رہا تھا مگر یقین نہیں ہو رہا تھا۔ ایسے وقت بستی کے اور کئی لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ اس سے ہمدردی کرنے لگے۔ ان کی باتیں سن کر یقین کرنا پڑا کہ اس کا گودام جل کر خاک ہو چکا ہے۔ تب اس نے الاؤ سے جلتی ہوئی لکڑی اٹھا کر جادوگر کی پٹائی کی۔ ''کتے کے بچے! تو نے الٹا جادو کیا ہے۔ میرے ہی گودام کو آگ لگا دی ہے۔ میں تجھے یہاں سے زندہ نہیں جانے دوں گا۔ بستی والو! اسے پکڑو۔ اسی نے یہاں منتر پڑھ کر یہ آگ لگائی ہے۔''

اس جادوگر نے ایک سفوف مٹھی میں لے کر الاؤ پر پھینکا تو آگ اتنی زور سے بھڑکی جیسے دھماکا ہوا ہو۔ سب ہی پیچھے ہٹ گئے۔ وہ گرجتے ہوئے بولا۔ ''خبردار! کوئی مجھے پکڑنے آئے گا تو میں اسے جلا کر راکھ کر دوں گا۔ میں نہیں جانتا' جادو کیسے الٹ گیا؟ کیسے یہاں کی آگ وہاں لگ گئی؟ مگر میں سمجھ گیا ہوں۔ وہ جوگی مہاراج سچ مچ بھگوان کا اوتار ہے۔ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔ مجھے یہاں سے بھاگ جا

چاہیے۔''

یہ کہتے ہی وہ وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ دھرم داس کے اناج کی صورت میں دو لاکھ روپے جل چکے تھے۔ وہ اتنا بڑا صدمہ برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ چکرا کر زمین پر گر پڑا۔

دوسرے دن سرکاری اسپتال کا ڈاکٹر میرے پاس آیا۔ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''پوری بستی میں آپ کی جے جے کار ہورہی ہے۔ آپ سچ مچ مہان ہیں۔ میرے بیٹے کے لیے دُعائیں کریں گے تو اس کی دکھ بیماریاں دور ہوجائیں گی۔''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''تمہارے ساتھ بھی دھرم داس والا معاملہ ہے۔ وہ اناج میں ملاوٹ کیا کرتا تھا، تم دواؤں میں ملاوٹ کرتے ہو۔ غریبوں کو پانی ملی دوائیں دیتے ہو اور خالص دواؤں کا اسٹاک بیچا کر انہیں شملہ لے جا کر فروخت کرتے ہو۔ اس طرح ہزاروں روپے کماتے ہو۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''نہیں مہاراج! میں ایسا بے ایمان نہیں ہوں۔ کسی نے آپ کو میرے خلاف بھڑکایا ہے۔''

''یہاں کوئی انسان مجھے بھڑکانے کے لیے نہیں آتا۔ وہ اوپر والا مجھے اندر کی باتیں بتا دیتا ہے۔ میں تمہارے بیٹے کے لیے دعا کروں گا۔ لیکن اس کا علاج یہی ہے کہ تم بے ایمانی سے باز آجاؤ۔ خالص دواؤں کے ذریعے یہاں کے غریب لوگوں کا علاج کرو۔ سرکاری دواؤں پر صرف یہاں کی بیمار جنتا کا حق ہے۔ انہیں بازار میں لے جا کر فروخت نہ کرو۔''

وہ میرے سامنے سے اٹھ گیا۔ وہاں سے جانے لگا۔ میں نے کہا۔ ''میری آخری بات سنتے جاؤ۔ تمہارے لیے آج کا اور کل کا دن بہت بھاری ہے۔ ہوشیار رہنا۔''

وہ میری کوئی بات ماننے کو تیار نہیں تھا۔ وہاں کے غریب بیماروں کا علاج خالص دواؤں کے ذریعے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دوائیں فروخت کرنے سے اسے ہر ماہ بیس پچیس ہزار کا منافع ہوتا تھا۔ وہ اونچے نیچے پہاڑی راستے پر ٹریکٹر کی سواری کیا کرتا تھا۔ اس کا ٹریکٹر باہر کھڑا ہوا تھا۔

جب وہ اُدھر جانے لگا تو میں نے اس کے پیروں میں لڑکھڑاہٹ پیدا کی۔ وہ ایک دم سے گر کر ڈھلان میں لڑھکتا چلا گیا۔ پتھریلی ڈھلان میں لڑھکتے رہنے کے باعث لباس پھٹ گیا تھا۔ جسم پر خراشیں آرہی تھیں۔ جگہ جگہ سے زخمی ہوگیا تھا۔ بستی والوں نے اسے سنبھال کر ٹریکٹر پر بٹھایا اور اسپتال تک پہنچا دیا۔ اس وقت اس کے ذہن میں میری یہ بات گونج رہی تھی کہ اس کے لیے آج کا اور کل کا دن بہت بھاری ہے۔

اس کے کمپاؤڈر نے زخموں کی مرہم پٹی کی۔ وہ اس سے بولا۔ ''یہ جوگی مہاراج کوئی ڈھونگی ہے۔ خوامخواہ نصیحتیں کرتا ہے۔ یہ بتاؤ، ہمارے اسٹور میں دواؤں کا کتنا اسٹاک ہے؟''

''اچھا خاصا ہے۔ اگر انہیں بیچا جائے تو پچیس تیس ہزار روپے ملیں گے۔''

''ہم کل ہی شہر جا کر یہ سارا اسٹاک بیچ دیں گے۔ مجھے بھاری رقم کی ضرورت ہے۔ میں بیٹے کو دہلی لے جا کر اس کا علاج کراؤں گا۔''

رات تو ہو ہی چکی تھی۔ دوسرے دن وہ کمپاؤڈر کے ساتھ دواؤں کا اسٹاک اپنی گاڑی میں لاد کر وہاں سے شملہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے پھر وہی باتیں یاد دلائیں۔ ''تمہارا آج کا اور کل کا دن بہت بھاری ہے۔''

اس نے سر جھٹک کر یہ خیال دماغ سے نکال دیا۔ ویسے اندر سے سہما ہوا تھا۔ کیونکہ پچھلا دن بھاری پڑا تھا۔ وہ اونچائی سے لڑھکتا ہوا نیچے آکر زخمی ہوگیا تھا۔ اب وہ اپنے آپ کو سمجھا رہا تھا، اب ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ وہ بہت محتاط رہے گا۔

شملہ میں دو چار دکاندار ایسے تھے، جو چوری کا مال خریدتے تھے۔ اس نے ایک کیمسٹ کے پاس آکر کہا۔ ''آج میں تیس ہزار روپے کا مال لایا ہوں اور ایک ہی جگہ فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ تم نہیں لو گے تو میں کسی دوسرے کیمسٹ کے پاس چلا جاؤں گا۔''

دکاندار نے خوشآمدانہ لہجے میں کہا۔ ''نہیں ڈاکٹر صاحب! آپ غیروں کی طرح باتیں نہ کریں۔ آپ پچاس ہزار کا بھی مال لائیں گے تو ہم خرید لیں گے۔ بس وہ مال ہمیں ذرا چیک کرنے دیں۔''

دُکان کے ملازم مال چیک کرنے لگے۔ میں اس مالک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق دکان کے پیچھے ایک کمرے میں آکر فون کے ذریعے اے سی پی یعنی اسسٹنٹ کمشنر آف پولیس سے رابطہ کیا اور کہا۔ ''اے سی پی صاحب! میں وکرم ڈرگ اینڈ کیمسٹ کی دکان سے بول رہا ہوں۔ آپ فوراً آکر یہاں چھاپا ماریں۔ آپ کو یہاں چوری کا مال ملے گا۔''

اے سی پی کا دفتر وہاں سے دور نہیں تھا۔ پندرہ منٹ کے اندر ہی پولیس نے چھاپا مارا اور چوری کے مال کے ساتھ ڈاکٹر اور کمپاؤڈر کو گرفتار کرلیا۔ اس وقت میں اس کے اندر موجود تھا۔ اے سی پی نے اسے بیان لکھنے کو کہا تو وہ انکار نہ کرسکا۔ میری مرضی کے مطابق تحریری طور پر اپنے اور کمپاؤڈر

کے جرم کا اعتراف کیا پھر اس بیان پر ان دونوں نے دستخط کیے۔

ایک ہفتے کے اندر ہی ہماری بستی میں ایک نئے ڈاکٹر کا تقرر ہوا۔ اس نے وہاں پہنچتے ہی میرے پاس آکر کہا۔ ''میں نے آپ کا بہت ذکر سنا ہے۔ بستی والے آپ کو بھگوان کا اوتار کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو اس بستی میں رہ کر چوری، بے ایمانی اور دغابازی کرے گا۔ وہ ہمیشہ نقصان اٹھاتا رہے گا۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ دواؤں میں ملاوٹ نہیں کروں گا۔ بڑی توجہ سے غریبوں کا علاج کروں گا۔ آپ میرے لیے دعا کرتے رہیں۔''

میں نے اس کے سر پر بڑی شفقت سے ہاتھ رکھا پھر کہا۔ ''جاؤ، میں نے تمہارے دل میں جھانک کر دیکھ لیا ہے۔ تم واقعی سچے اور ایماندار ہو۔ بھگوان تمہیں سلامتی دے۔''

وہ میرے سامنے سے اٹھ گیا۔ ہاتھ جوڑ کر الٹے پاؤں چلتا ہوا کاٹج سے باہر چلا گیا۔ بستی والوں کی خدمت کر کے مجھے اور انوشے کو دلی سکون اور روحانی مسرتیں حاصل ہورہی تھیں۔

اس سلسلے میں ہمیں جوجو کا احسان ماننا چاہیے۔ وہ کچھ روز تک روپوش رہ کر خاموشی اختیار کر کے ہمیں ان غریبوں کی مدد کرنے کا موقع دے رہا تھا۔ اس بستی میں دین دھرم ایمان اور سچائی کا بول بالا ہورہا تھا۔ جو جھوٹے، بے ایمان اور شر پسند تھے۔ وہ سہمے ہوئے تھے۔ ان میں سے دو بڑے زمیندار ایسے تھے۔ جو مجھے اس بستی سے بھگا دینا چاہتے تھے یا کسی طرح ہلاک کرا دینا چاہتے تھے۔

میں ان کا ذکر بعد میں کروں گا۔ اب جوجو کا ذکر لازمی ہوگیا ہے۔ وہ اپنی جگہ تبدیل کر چکا تھا۔ اس کے زمین پر آنے کا طریقہ کار یہ تھا کہ ان کی فلائنگ ساسر خلا سے رات کی تاریکی میں آتی اور کسی ویرانے میں پہنچ کر زمین پر اس طرح اُترتی تھی کہ زمین کا وہ حصہ دھنستا ہوا اندر چلا جاتا تھا۔ ان کے پاس ایسی مشینیں تھیں۔ جو زیر زمین رہائش کے لیے وسیع و عریض جگہ بناتی چلی جاتی تھیں۔ ایسے جنریٹر تھے جو بے آواز تھے۔ وہاں روشنی اور ٹھنڈک پیدا کرتے تھے۔ جوجو نے راجستھان کے ایک ویران صحرا میں اپنے لیے جگہ بنائی تھی۔

اس بار اس کے ساتھ سیارے کے دو اور ٹیلی پیتھی جاننے والے آئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام گوا گوا اور دوسرے کا نام جانانا تھا۔ وہ تینوں تقریباً تین ہفتوں کے بعد زمین پر آئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایشورارا نے ان کے چہروں کی پلاسٹک سرجری کی تھی۔ اب ان تینوں کے منہ خرگوش کی تھوتھنی کی طرح باہر نکلے ہوئے نہیں تھے۔ بڑی حد تک انسانی ہوگئے تھے۔ ان تینوں نے ایشورارا سے وعدہ کیا تھا، زمین پر پہنچنے کے بعد اس کے لیے عورتوں کو اغوا کریں گے پھر ان کے ساتھ یہاں کا اناج اور پھل سیارے میں بھیجا کریں گے۔

ایشورارا نے کہا تھا۔ ''تم تینوں کو باری باری ایک ایک ماہ کے بعد سیارے میں واپس آنا ہوگا۔ کیونکہ سرجری عارضی ہے۔ میں رفتہ رفتہ اسے مستقل کروں گا۔''

انہوں نے اپنے گروگھنٹال ایشورارا کے سامنے دست بستہ عرض کیا۔ ''تم ہمیں وہ انجکشن اور دوائیں دے دو تاکہ ہم زمین پر جا کر اپنے ہاتھوں سے اپنا علاج کرتے رہیں۔''

ایشورارا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''نہیں، مجھے ان تین مہینوں میں یہ بھی دیکھنا ہے کہ میرے لیے عورتیں، اناج اور پھل یہاں پہنچا رہے ہو یا نہیں؟ اگر ایسا نہیں کرو گے تو تمہارا علاج نہیں کروں گا۔ تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ اپنا وعدہ پورا کرتے رہو۔ میری مطلوبہ چیزیں میرے پاس بھیجتے رہو پھر تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ میں ایسا علاج کروں گا کہ چھ ماہ تک تمہیں میری ضرورت پیش نہیں آئے گی۔''

وہ سب اس کے آگے مجبور تھے۔ اپنے آباواجداد کے زمانے سے دیکھتے آئے تھے کہ وہ اپنی ذات میں آسمانی طاقتیں رکھتا ہے۔ وہاں کے باشندوں کی طبعی عمر زیادہ سے زیادہ پچاس برس ہوتی تھی۔ اس سے زیادہ وہاں کوئی جی نہیں پاتا تھا۔ ان کے بزرگ کہتے آئے تھے کہ ایشورارا پچھلے اسّی برسوں سے زندہ ہے اور نہ جانے کتنے عرصے تک زندہ رہے گا؟ شاید کبھی نہیں مرے گا۔ وہ اس سیارے کا مالک و مختار ہے۔ ان سب کی زندگی اور موت اسی کے ہاتھوں میں ہے۔

ان تینوں نے زیر زمین اچھی طرح ٹھکانا بنانے کے بعد سب سے پہلے ارضی دنیا کی حسین عورتوں کی خواہش کی۔ جوجو کرانتے کے نئے ساتھی گوا گوا اور جانانا نے کہا۔ ''تم تو ایک ماہ پہلے یہاں رہ کر ایک حسین عورت کے مزے لوٹ چکے ہو۔ ہم تم سے زیادہ بھوکے ہیں۔ ہماری طلب شدید ہے۔ پہلے ہم عورتوں کو شکار کریں گے۔ اس کے بعد یہاں کے سپر پاورز اور شہزوروں سے نمٹیں گے۔''

جوجو نے کہا۔ ''عورتوں کو حاصل کرنے کا جنون مجھ میں بھی ہے۔ لیکن ہمیں ایشورارا کو نہیں بھولنا چاہیے۔ اگر ہم نے اس کے لیے عورتیں، پھل اور اناج نہ بھیجے تو وہ ہمیں سخت

سزائیں دے گا۔ ہماری زندگیاں موت سے بدتر ہو جائیں گی۔''

جانانا نے کہا۔ ''کل ہم دن کے وقت انسانی آبادی میں جائیں گے۔ اناج اور پھل اکٹھا کریں گے پھر موقع ملا تو اسی وقت تین عورتوں کو اغوا کر کے لے آئیں گے۔ اگر موقع نہ ملا تو رات کو یہ واردات کی جائے گی۔''

گوا گوانے کہا۔ ''ہمیں ہر حال میں ایشوارا کو خوش رکھنا ہوگا۔ اس دنیا کے لوگ ستر برسوں تک زندہ رہتے ہیں۔ کچھ لوگ تو اس سے بھی زیادہ عمر پاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے' ہم مسلسل اس دنیا میں رہیں تو ہماری عمر بھی بڑھ جائے پھر ہم بھی ایشوارا کی طرح ایک لمبی زندگی گزارتے رہیں گے اور اس دنیا کے مزے لوٹتے رہیں گے۔''

جوجو نے کہا۔ ''ہمیں ایک لمبی عمر پانے اور اس دنیا میں مسلسل رہنے کے لیے ایشوارا کو خوش رکھنا ہوگا۔ اس کی مہربانیوں سے ہمارے چہرے ایسے ہو گئے ہیں کہ ہم اس دنیا میں کہیں بھی عجوبہ نہیں سمجھے جائیں گے۔''

وہ راجستھان کے ایسے ویران خشک صحرا میں تھے۔ جہاں پانی کی ایک بوند بھی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ ایسی جگہ انسانی بستی بسائی نہیں جاتی۔ کبھی کبھی کوئی قافلہ بھٹک کر ادھر سے گزرتا تھا۔ وہ خشک صحرائی علاقہ صدیوں سے غیر آباد اور ویران رہا ہے۔ وہ تینوں جہاں زیرِ زمین تھے۔ وہاں سے اسّی کلومیٹر کے بعد انسانی بستیاں دکھائی دیتی تھیں۔ ان بستیوں سے آگے راجستھان کا بہت بڑا شہر جے پور آباد تھا۔

جے پور ان کی خفیہ پناہ گاہ سے تقریباً ستر کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ یہ فاصلہ طے کرنے کے لیے ان کے پاس گاڑیاں نہیں تھیں۔ ایسے وقت وہ اپنے دونوں پاؤں جوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک ہاتھ سینے پر رکھتے اور پلکیں جھپکاتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی تیر کی طرح اپنی منزل کی طرف چل پڑتے تھے۔

انہوں نے سوچا تھا اپنی مطلوبہ چیزیں حاصل کرنے کے لیے سیدھے جے پور جائیں گے لیکن پہلے ایک انسانی آبادی کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ انہوں نے مختلف چینلز پر ایسی حسین اور جوان عورتوں کو دیکھا تھا' جو رنگ برنگی چولی' بلاؤز اور گھاگھرے میں بڑے ناز و انداز سے مٹک مٹک کر چلتی تھیں اور پنگھٹ پر پانی بھرتی تھیں۔ ایک گگری سر پر اور دوسری کمر پر رکھ کر ایسے بل کھاتی ہوئی جاتی تھیں کہ وہ سیارے والے ان کے بدن کے زاویوں کو دیکھتے ہی رہ جاتے تھے۔

اس وقت انہوں نے اس بستی میں ایسی ہی سندر ناریوں کو دیکھا۔ وہ ایک پنگھٹ پر پانی بھر رہی تھیں۔ ایک دوسرے کو چھیڑ رہی تھیں۔ ہنس بول رہی تھیں۔ کہیں کوئی گنگنا رہی تھی۔ وہ تینوں درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے چھپے ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے اور سحر زدہ ہو رہے تھے۔

جانانا نے کہا۔ ''ان میں سے کوئی ایک مل جائے تو میں اس کے ساتھ ساری زندگی گزار دوں گا۔''

گوا گوانے کہا۔ ''ہاں، ہم بھوکے ہیں۔ ہمیں ایک ہی مل جائے تو بہت ہے۔''

جوجو نے کہا۔ ''پھر بہک رہے ہو۔ پہلے اپنے لیے نہیں۔ ایشوارا کے لیے سوچو۔ پہلے یہ مال اسے پارسل کیا جائے گا۔ اس کے بعد ہماری باری آئے گی۔''

جے پور شہر وہاں سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ شہر کے بڑے بڑے مہاجنوں نے اس بستی میں اناج کے گودام بنائے تھے۔ وہ تینوں وہاں پہنچے تو سب ہی انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اگرچہ اب وہ عجوبہ نہیں تھے لیکن صاف پتا چلتا تھا کہ کسی دوسرے ملک کے باشندے ہیں۔ انہیں اس علاقے میں پہنچانے سے پہلے ان کے دماغوں میں ہندی زبان نقش کر دی گئی تھی۔ جب وہ ہندی بولنے لگے تو بستی والے بڑے خوش ہوئے۔ ان کی آؤ بھگت کی گئی۔ انہیں اچھے سے اچھا کھلایا پلایا گیا۔ اس بستی کے مہاجن نے پوچھا۔ ''آپ یہاں کس سلسلے میں آئے ہیں؟''

جوجو نے کہا۔ ''ہم آپ سے اکیلے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔''

وہ انہیں اپنے گھر لے آیا۔ اس مہاجن کی چھ جوان بیٹیاں تھیں اور سب ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ انہیں دیکھتے ہی ان کے منہ میں پانی آنے لگا۔ جانانا نے مہاجن سے کہا۔ ''ہم آپ سے دو چار من آٹا' دال اور چاول خریدنا چاہتے ہیں لیکن ہمارے پاس ہندوستانی کرنسی نہیں ہے۔ سونے کی اینٹیں ہیں۔''

گوا گوانے اپنے بیگ میں سے دو چار سونے کی اینٹیں نکال کر دکھائیں۔ مہاجن کی للچائی ہوئی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے فوراً ہی سونے کو کسوٹی پر پرکھا۔ وہ کھرا نکلا پھر اسے تول کر دیکھا۔ ایک ایک اینٹ ایک ایک کلو کی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں ایک اینٹ لوں گا اور ایک من اناج دوں گا۔ تم کتنا اناج چاہتے ہو؟''

جوجو نے کہا۔ ''ہم چھ من اناج اور موسم کے تازہ پھل اور خشک میوے ایک بیل گاڑی پر لاد کر لے جائیں گے۔ اس

گاڑی کی قیمت بھی ادا کریں گے پھر دوسرے تیسرے دن وہ گاڑی یہاں پہنچا دیں گے۔ اگر تم راضی ہو جاؤ تو ہم سونے کی دس اینٹیں تمہیں دیں گے۔''

وہ فوراً ہی راضی ہو گیا۔ اس نے پوچھا۔ ''اتنا اناج تم کہاں لے جاؤ گے؟''

جانانا نے کہا۔ ''تمہارے بھارت دیس میں بہت سے بھوکے لوگ ہیں۔ ہم یہ اناج ان میں تقسیم کرتے جائیں گے۔''

جوجو نے کہا۔ ''ہم چاہتے ہیں۔ ہمارا یہ لین دین راز میں رہے۔ تم کسی کو نہ بتاؤ کہ ہم اتنا سامان کہاں لے جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ اگر راز دار بن کر رہو گے تو ہم آئندہ بھی یہاں آتے رہیں گے اور تمہیں سونے کی اینٹیں دے کر اناج لے جاتے رہیں گے۔''

وہ تینوں اس سے بول رہے تھے اور خیال خوانی کے ذریعے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر رہے تھے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سونے کی اینٹیں حاصل کرنے کے لیے ان کا راز دار بن کر رہے گا۔

وہ چھ من اناج' تازہ پھل اور خشک میوے ایک بیل گاڑی میں لاد کر ان کے ساتھ بستی کے باہر دور تک آیا۔ وہ بہت خوش تھا کہ ان اجنبیوں کو بے وقوف بنا کر کئی گنا زیادہ منافع حاصل کر رہا ہے۔ وہ تینوں اس کے خیالات پڑھ کر مسکرا رہے تھے۔ ان کی نظروں میں سونے کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اس دور افتادہ سیارے میں سونے اور ہیرے جواہرات کا اتنا ذخیرہ تھا کہ وہ اس دولت سے ہماری دنیا کے تمام انسانوں کو خرید سکتے تھے۔ فی الحال مہاجن کو خرید کر جا رہے تھے۔

جب وہ بستی سے بہت دور نکل آئے تو انہوں نے بیلوں کو گاڑی سے الگ کر دیا۔ ان کی رسیوں کو ایک بڑے سے پتھر کے ساتھ باندھ دیا۔ انہیں تقریباً ستر کلومیٹر کا فاصلہ چند منٹوں میں طے کرنا تھا۔ اس بیل گاڑی پر تقریباً ساڑھے چھ من اناج' پھل اور خشک میوے رکھے ہوئے تھے۔

انہوں نے اس گاڑی کے نیچے آ کر اسے اپنے سروں پر اٹھا لیا۔ دونوں پاؤں جوڑے' سینے پر ہاتھ رکھا پھر پلکیں جھپکاتے ہی تیر کی طرح وہاں سے اپنی منزل کی طرف جانے لگے۔ وہ بوجھ جیسے ان کے لیے کچھ نہیں تھا۔ وہ ہوا میں اڑتے چلے جا رہے تھے۔

ابھی ان کی ضرورت کی اہم چیز عورت رہ گئی تھی۔ انہوں نے مہاجن کی چھ بیٹیوں کو تاڑ لیا تھا۔ دوسری کھیپ میں انہیں لے جانے والے تھے۔ بیل گاڑی کا تمام سامان ان کی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچ گیا۔ گوا گوانے سیارے سے رابطہ کرنے والی مشین کو اٹینڈ کیا پھر اس کے ذریعے ایشوارا کو مخاطب کیا۔ اس مشین کے مانیٹر پر تحریر ابھرنے لگی۔ ''اے ایشوارا! ہم نے زمین پر پہنچتے ہی سب سے پہلے تیرا کام کیا ہے۔ ہم اس میں سے چھ اناج اور پھل میوے اپنے پاس رکھیں گے۔ باقی سب تیرے لیے بھیج دیں گے۔

آدھی رات کے بعد چھ لڑکیاں بھی یہاں لے آئیں گے۔ ان میں سے تین اپنے لیے رکھیں گے۔ باقی تین تیرے لیے روانہ کر دیں گے۔ ہندوستانی وقت کے مطابق رات کے دو بجے فلائنگ ساسر بھیج دے۔ تمام مطلوبہ چیزیں تیرے پاس پہنچ جائیں گی۔''

وہ رات کے وقت پھر زمین کی تہ سے باہر آئے۔ اس بیل گاڑی کو اٹھا کر اسی جگہ لے گئے جہاں دو بیل بندھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بیلوں کے آگے چارا اور پانی رکھا پھر آدھی رات کے بعد اس بستی میں پہنچ گئے۔ سڑکوں اور گلیوں میں ویرانی تھی۔ کسی کسی گھر کی کھڑکیوں سے روشنی جھلک رہی تھی۔ وہاں کے لوگ جلدی سونے کے عادی تھے۔ وہ تینوں چہروں پر گیس ماسک چڑھا کر مہاجن کے گھر میں داخل ہو گئے۔

وہ دولت مند مہاجن اپنی دھن دولت کی حفاظت کی خاطر دروازے اور کھڑکیوں کو اندر سے بند کر کے سوتا تھا۔ ان تینوں کے لیے مقفل دروازے کھول لینا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ انہوں نے اندر آتے ہی ایک دوا اسپرے کی۔ جس کے نتیجے میں سونے والے سوتے ہی رہ گئے۔ بے ہوش ہونے سے پہلے آنکھ کھول کر دیکھنے کے قابل نہ رہے کہ ان کے گھر میں کون گھس آیا ہے؟

وہ لڑکیاں بے ہوش ہو گئی تھیں۔ جب وہ تینوں وزنی بیل گاڑی اٹھا سکتے تھے تو چھ لڑکیوں کا وزن بھلا ان کے لیے کیا اہمیت رکھتا تھا؟ ان میں سے ہر ایک نے دو دو لڑکیوں کو اپنے کاندھوں پر لاد لیا۔ گھر سے باہر آ کر انہیں بیل گاڑی پر ڈالا۔ وہاں بیل نہیں تھے' ان کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ انہوں نے اپنے پیروں کو جوڑ کر سینے پر ہاتھ رکھ کر پلکیں جھپکائیں پھر بندوق کی گولی کی طرح سنسناتے ہوئے جانے لگے۔

وہ لڑکیاں کئی گھنٹوں تک بے ہوش رہنے والی تھیں۔ انہوں نے اپنی پناہ گاہ میں پہنچ کر مشین کے ذریعے ایشوارا کو مخاطب کیا۔ ''اے ایشوارا! ہم لڑکیوں کو بھی لے آئے ہیں۔ تُو جب چاہے' اپنے حصے کا مال یہاں سے لے جا سکتا

ہے۔ ہم فلائنگ ساسر کا انتظار کررہے ہیں۔''

ایشورارا نے سیارے کے کسی باشندے کے سامنے کبھی خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے مطلوبہ افراد کے دماغوں میں چپ چاپ پہنچ کر ان کے چور خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ جوجو، گوا گوا اور جانانا کے اندر بھی آتا رہتا تھا۔ یہ دیکھتا رہتا تھا کہ وہ اس کے مطالبات پورے کرنے کے لیے کس طرح مصروف عمل ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں؟ اس نے کبھی خیال خوانی کے ذریعے کسی مطلوبہ شخص کو مخاطب نہیں کیا۔ اس کے باوجود سب ہی مانتے تھے کہ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے۔ کسی کی کوئی بات اس سے چھپی نہیں رہتی۔

اس نے مشین کے ذریعے جواب دیا۔ ''مجھے مانیٹر پر ان چھ جوان عورتوں کو دکھایا جائے۔ ان میں سے جو میری پسند کی ہوں گی۔ انہیں وہاں سے روانہ کیا جائے۔''

وہ مختلف بیڈز پر بے ہوش پڑی ہوئی تھیں۔ ایک کیمرے کے ذریعے ان کی تصویریں مشین میں فیڈ کی گئیں اور ایشورارا تک پہنچائی گئیں۔ اس نے اپنے مانیٹر پر سب کو لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر تحریر کے ذریعے کہا۔ ''سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ کسی کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ لیکن تم تینوں نے میرے لیے بڑی محنت کی ہے۔ میں تمہارا حصہ بہ خوشی دوں گا۔ ان میں سے ایک حسینہ کی ٹھوڑی کے نیچے تل ہے۔ دوسری حسینہ کے بال سنہری ہیں اور تیسری نے سرخ رنگ کا گھاگھرا پہنا ہوا ہے۔ ان تینوں کو میرے پاس بھیج دیا جائے۔''

رات کے دو بجے فلائنگ ساسر آئی پھر ان تین لڑکیوں کے ساتھ دوسرا تمام ضروری سامان لے کر واپس چلی گئی۔ انہوں نے دن کے وقت انسانی بستی میں پہنچ کر بھوکی روٹی اور بھنا ہوا گوشت کھایا تھا۔ آئندہ بھی کھانے کے لیے ان کے پاس اناج، پھل اور خشک میوے تھے اور ہوس پوری کرنے کے لیے تین لڑکیاں مل گئی تھیں۔

وہ بے چاریاں ہوش میں آنے کے بعد چیختی چلاتی اور روتی رہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اپنے گھر سے اٹھ کر کہاں چلی آئی ہیں؟ جانانا نے کہا۔ ''یہ سمجھ لو کہ اپنی دنیا سے رخصت ہو کر ہمیشہ کے لیے آگئی ہو۔ اس پناہ گاہ سے کبھی باہر جا نہیں سکو گی۔ یہاں ہر طرح کے عیش و آرام میں رہو گی۔ لیکن سورج کی روشنی کبھی نہیں دیکھ سکو گی۔''

عورتیں تو گائے کی طرح ہوتی ہیں۔ جہاں چاہو ہانک کر لے جاؤ۔ چلی جاتی ہیں۔ جہاں چاہو باندھ کر رکھ لو۔ وہیں بندھ کر رہ جاتی ہیں۔ وہ تینوں رفتہ رفتہ ان سے راضی ہوگئیں۔

وہ تینوں ان کی ہر ضرورت پوری کرتے تھے۔ بڑی سختی سے نگرانی کرتے تھے۔ باہر جانے سے پہلے انہیں ہتھکڑیاں پہناتے تھے پھر ایک لمبی زنجیر سے تینوں کو الگ الگ باندھ دیتے تھے۔ اس طرح وہ ایک دوسرے کے کمروں تک اور کچن تک آتی جاتی رہتی تھیں۔ ان کی عدم موجودگی میں ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارتی رہتی تھیں۔

وہ دو دنوں کے بعد اپنی پناہ گاہ سے باہر آئے۔ انہوں نے مہاجن کے خیالات پڑھے تھے۔ چھ بیٹیوں کا ایک ہی رات میں گم ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اس بستی سے لے کر جے پور شہر تک ہلچل سی مچ گئی تھی۔ پولیس والے، انٹیلی جنس والے اس معاملے کی تحقیقات کرنے اس بستی میں آئے ہوئے تھے۔

مہاجن کے بیان سے اتنا ہی پتا چلا کہ لڑکیوں کو بے ہوش کرنے کے بعد اغوا کیا گیا ہے۔ اس لیے کوئی چیخ و پکار، کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ بستی والے بے خبر سوتے رہے اور نامعلوم مجرم ان لڑکیوں کو اٹھا کر لے گئے۔

جاسوس اور پولیس والوں نے بستی کے اطراف دور دور تک معلومات حاصل کیں۔ ریگستانی علاقے میں نہ تو قدموں کے نشان تھے۔ نہ کسی گاڑی کے گزرنے کے نشانات پائے گئے۔ انہیں کئی کلو میٹر دور ایک پہاڑی پتھر سے بندھے ہوئے دو بیل دکھائی دیئے۔ ان بیلوں کو بستی والے پہچانتے تھے۔ مہاجن ان کا مالک تھا لہٰذا اسے یہ بیان دینا پڑا کہ اس کے پاس تین اجنبی آئے تھے۔ اس سے اناج خرید کر اور بیل گاڑی کے دام دے کر بستی سے کہیں چلے گئے تھے۔

اس مہاجن کے خیالات پڑھنے کے بعد جوجو نے کہا۔ ''اب ہمیں بستی کی طرف نہیں جانا چاہیے۔ وہاں کے لوگوں نے ہمیں اس گاڑی پر اناج لاد کر لے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔''

جانانا نے کہا۔ ''مہاجن کے خیالات بتا رہے ہیں، جاسوس اور پولیس والوں نے ان بیلوں کو وہاں اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ شاید وہ اجنبی انہیں گاڑی میں جوت کر پھر اناج لینے کے لیے بستی میں آئیں گے اور جب وہ آئیں گے تو ان کا سختی سے محاسبہ کیا جائے گا۔''

گوا گوا نے کہا۔ ''دانشمندی یہی ہے کہ اب ہم ادھر کا رخ نہ کریں۔ جے پور شہر کی طرف بھی نہ جائیں۔ کیونکہ بستی کا مہاجن وہاں بھی کاروبار کرتا ہے۔ یہاں کے لوگ کبھی کبھی ادھر جاتے ہوں گے۔ کسی نے ہمیں دیکھ لیا تو خوامخواہ پولیس

اور انٹیلی جنس والے ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے۔''

وہ تینوں اپنی پناہ گاہ میں لوٹ آئے۔ انہوں نے لڑکیوں کو زنجیروں سے آزاد کر دیا۔ ان کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارتے رہے۔ اپنا دل بہلاتے رہے پھر غیر معمولی مشینوں کے پاس آکر بیٹھ گئے۔

جوجو نے کہا۔ ''ہمیں اپنے کام کی طرف دھیان دینا چاہیے۔ تم دونوں میرے اندر آؤ۔ میں ان اکابرین کے دماغوں میں تمہیں پہنچاؤں گا۔ جنہیں اپنے زیر اثر لا چکا ہوں۔''

وہ دونوں اس کے دماغ میں آگئے۔ وہ انہیں امریکا اور یورپ کے اکابرین کے اندر پہنچانے لگا پھر اس نے کہا۔ ''برین ماسٹر اس دنیا کا سب سے پُراسرار مجرم سمجھا جاتا تھا۔ کبھی کوئی اس کی پناہ گاہ تک نہیں پہنچ پایا تھا۔ ہماری ٹریننگ مشین لاجواب ہے۔ اس کے ذریعے ہم اس کی تمام پناہ گاہوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ وہ پُراسرار مجرم بھی میرا تابع دار بن چکا ہے۔''

اس نے ہماری دنیا میں آکر جتنی کامیابیاں حاصل کی تھیں اور جونا کامیاں اس کے حصے میں آئی تھیں۔ ان سب کے بارے گوا گوا اور جانانا کو تفصیل سے بتانے لگا۔ آخر میں اس نے کہا۔ ''فرہاد کے سلسلے میں بار بار ناکامی ملتی رہی ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ فرہاد بھی ہماری طرح کہیں روپوش رہتا ہے۔ جس طرح ہم ٹریننگ مشین کے ذریعے اسے تلاش نہیں کر پا رہے ہیں۔ اسی طرح وہ ہمیں روحانیت کے ذریعے تلاش کرنے میں ناکام ہو رہا ہے۔ اگر اسے ہماری اس خفیہ پناہ گاہ کا علم ہو جائے تو وہ آج ہی ہمیں اس زمین کے نیچے دفن کر دے گا۔ باہر نکل کر سیارے تک جانے نہیں دے گا۔''

جانانا نے پوچھا۔ ''اور دوسری وجہ کیا ہے؟''

''وہی روحانیت ہے۔ یہ روحانیت کیا ہے؟ اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ اگر یہ جادو کی طرح کوئی عمل ہوتا تو ہم اب تک اس کا توڑ نکال چکے ہوتے۔''

گوا گوا نے کہا۔ ''ہم یہاں کے جادوگروں کو جانتے ہیں۔ وہ کسی مطلوبہ فرد پر جادو کرتے وقت طرح طرح کے منتر پڑھتے ہیں۔ کیا روحانی عمل کے دوران ایسا کچھ نہیں کیا جاتا؟''

''میں نے سنا ہے، مسلمانوں کے پاس کوئی آسمانی کتاب (قرآن مجید) ہے۔ وہ پانچوں وقت عبادت کرتے ہیں۔ اس آسمانی کتاب کی آیتیں پڑھتے رہتے ہیں۔ ہم سے مقابلہ کرتے وقت وہ اس کتاب کے کچھ حصوں کو پڑھتے ہوں گے۔ ان آیتوں میں یقیناً کوئی تاثیر چھپی ہوگی۔ اسی لیے میں ان کے مقابلے میں ناکام ہوتا رہا ہوں۔''

جانانا نے کہا۔ ''تم نے بتایا ہے، فرہاد کی بیٹی برین ماسٹر کے مقفل دماغ میں گھس آئی تھی۔ یہ تو ناممکن سی بات ہے۔ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی سوچ کی لہریں پوگا جاننے والوں کے مقفل دماغ میں نہیں آسکتیں پھر وہ کیسے آگئی تھی؟''

جوجو نے کہا۔ ''عالی نے برین ماسٹر کو یہ کہہ کر میرے خلاف بھڑکانا چاہا کہ میں نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا ہے اور اس کے دماغ کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اسی لیے وہ اس کے اندر آکر بول رہی ہے۔ اس بات پر ماسٹر مجھ سے بدظن ہوگیا تھا۔''

جوجو نے اپنے دونوں ساتھیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''وہ باپ بیٹی بہت ہی چالباز ہیں۔ میں سمجھ رہا تھا، عالی نے اس کی بیوی مونیکا کو آلہ کار بنا کر اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا ہوگا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے مونیکا کے چور خیالات پڑھے۔ اس کے بیٹے جارج رچ مین کے بھی پڑھے۔ پتا چلا، وہاں کسی کو بھی آلہ کار نہیں بنایا گیا تھا اور نہ ہی ماسٹر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا گیا تھا۔ تب یہی بات سمجھ میں آئی کہ ان لوگوں نے روحانیت کے ذریعے اس کے دماغ کے اندر جگہ بنائی ہے اور اسے میرے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے۔''

''یعنی اب وہ ماسٹر تم سے بدظن ہوگیا ہے؟ آئندہ تمہارا تابع دار بن کر نہیں رہے گا؟''

جوجو نے کہا۔ ''اس کا تو باپ بھی تابع داری کرے گا۔ اس کے اکلوتے بیٹے اور بیوی کی جان میری مٹھی میں ہے۔''

جانانا نے کہا۔ ''یہ ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں، امریکا، یورپ کے اکابرین ہوں یا برین ماسٹر۔ ہم ہر جگہ دنیا کے ہر خطے میں کامیابیاں حاصل کرتے رہیں گے۔ بڑے بڑے شہزوروں کو اپنے زیر اثر لاتے رہیں گے۔ بس ایک روحانیت ایسی ہے جس سے نمٹنا ذرا مشکل ہوگا۔''

جوجو نے کہا۔ ''روحانیت کو کمزور کرنے یا ختم کرنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ بابا صاحب کے ادارے کو پراسرار نہ رہنے دیا جائے۔ جب تک اس کے دروازے بند رہیں گے۔ تب تک یہ بھید نہیں کھلے گا کہ ان آہنی پردوں کے پیچھے کیا چھپا ہوا ہے؟ اس فولادی قلعے کے دروازے کھلیں گے پھر یہ بات کھل کر سامنے آئے گی کہ وہ روحانیت کا کھیل کس طرح کھیلتے ہیں؟''

گوا گوانے کہا۔ ''یہاں کے تمام اکابرین اور ماسٹر جیسے شہزور اس قلعے کا دروازہ کھلوا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان سے باتیں کی جائیں تو بہتر ہوگا۔''

وہ اکابرین اور برین ماسٹر کے ذریعے ہمارے خلاف محاذ آرائی کر سکتے تھے لہٰذا انہوں نے ان کے دماغوں میں جا کر کہا۔ ''فوراً ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا جائے۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد یہ اجلاس پیرس میں منعقد ہوگا۔ وہاں امریکا اور یورپ کے جو سفیر موجود ہیں' وہ اپنے ملک کی نمائندگی کے لیے حاضر ہوں گے اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں رہ کر اس اجلاس کی تمام کارروائیاں اپنے حکمرانوں کے سامنے پیش کرتے رہیں گے۔''

جوجو نے خیال خوانی کے ذریعے برین ماسٹر سے رابطہ کرنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ حقیقتاً اعصابی کمزوری میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔ انوشے نے عارضی طور پر اس کے دماغ میں جگہ بنا کر جوجو کو اس کے خلاف بھڑکایا تھا۔ جوجو نے دوسری بار فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ ماسٹر نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تم پھر واپس آ گئے؟ میں تو سمجھ رہا تھا ہماری دنیا سے واپس جا چکے ہو؟''

وہ بولا۔ ''مجھ سے پیچھا چھڑانے کا خیال دل سے نکال دو۔ میں اور میرے اکابرین بہت جلد اس دنیا پر قبضہ جما کر یہاں حکمرانوں کی شان و شوکت سے رہا کریں گے۔''

ماسٹر نے پوچھا۔ ''کیا ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے میرے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی؟''

''ہاں، اور تم نے سانس روک لی تھی۔ اس بات سے تم سمجھ سکتے ہو کہ فرہاد کی بیٹی نے جھوٹ کہا تھا۔ نہ میں نے تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا ہے اور نہ ہی تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابع دار بنایا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں کسی مخصوص لب و لہجے کے ذریعے تمہارے دماغ میں آ کر باتیں کر سکتا تھا۔''

وہ قائل ہو کر بولا۔ ''تم دُرست کہتے ہو۔ عالی نے مجھے تمہارے خلاف بھڑکانے کے لیے کوئی چال چلی ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا' وہ میرے دماغ میں کیسے گھس آئی تھی؟ اس کے بعد اب تک میں نے اس کی آواز نہیں سنی ہے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے کے بعد گم ہو چکی ہے۔''

''یہ بابا صاحب کا ادارہ بھول بھلیاں ہے۔ سب ہی وہاں جا کر گم ہو جاتے ہیں اور میں ان تک پہنچ نہیں پاتا ہوں۔ اسی سلسلے میں باتیں کرنے کے لیے ابھی ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا گیا ہے۔ پیرس کے وقت کے مطابق ٹھیک گیارہ بجے تم اس اجلاس میں پہنچ جاؤ۔ ہم سب مل کر اس ادارے کی پُراسراریت کو ختم کریں گے۔''

جوجو نے فون کا رابطہ ختم کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''ہم تینوں اس اجلاس میں کسی نہ کسی کو آلہ کار بنا کر ان کے دماغوں میں رہ کر بولتے رہیں گے۔''

گوا گوا نے پوچھا۔ ''فرہاد کی فیملی میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟''

''یہ پوری طرح معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ اب تک برین ماسٹر اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مقابلہ فرہاد، الپا، کبریا، عالی اور بے باک مومن سے ہوتا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے' ان کے علاوہ اور بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس خاندان میں موجود ہیں۔''

''امریکا میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟''

''وہاں پانچ تھے۔ برین ماسٹر نے ان میں سے تین کو اغوا کیا تھا پھر کرونا ان تینوں کو ماسٹر سے چھین کر لے گئی تھی۔ ان میں سے ایک امریکی واپس پہنچ گیا ہے۔ اس طرح امریکا میں فی الوقت تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔''

''باقی دو واپس نہیں آئے۔ وہ کہاں ہیں؟''

''وہ امریکیوں کے لیے اور ماسٹر کے لیے لاپتا ہیں۔ میں ٹریسنگ مشین کے ذریعے انہیں ڈھونڈ سکتا ہوں۔ اپنا غلام بنا سکتا ہوں۔ لیکن فرہاد اور اس کی بیٹی نے مجھے اس قدر الجھا دیا تھا کہ اس طرف توجہ نہ دے سکا۔ ابھی جو اجلاس ہو رہا ہے۔ اس کے بعد ہم انہیں ڈھونڈ کر اپنا تابع دار بنا لیں گے۔''

پھر وہ چونک کر بولا۔ ''اوہ... میں ٹونی جے کو بھول ہی گیا تھا۔ وہ کم بخت فرہاد کا وفادار ہے۔ میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمہیں اس کے پاس لے جاتا ہوں۔''

ان دونوں نے اس کے ذریعے ٹونی جے کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ وہ تینوں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ جانانا نے کہا۔ ''جوجو! تم تو کہہ رہے تھے' وہ تمہارا تابع دار ہے؟ تم اس کے اندر جا سکتے ہو؟''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''میری چند دنوں کی غیر حاضری میں اس نے نجات حاصل کر لی ہے۔ لیکن بچ کر کہاں جائے گا؟ ٹریسنگ مشین اسے ڈھونڈ نکالے گی مگر یہ سب کچھ اجلاس سے فارغ ہونے کے بعد کیا جائے گا۔''

میں اور میری پوتی تبسّتی والوں کے معاملات میں مصروف تھے۔ انوشے نے بتایا۔ ''گرینڈ پا! جو جو ایک طویل

خاموشی کے بعد پھر میدانِ عمل میں آ چکا ہے۔ اس کے حکم سے پیرس میں ایک اجلاس ہو رہا ہے۔ آپ فوراً وہاں پہنچیں۔''

ہم دونوں وہاں پہنچ گئے۔ اس اجلاس میں امریکا اور یورپ کے اکابرین کے علاوہ برین ماسٹر اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی موجود تھے۔ اس وقت جوجو کہہ رہا تھا۔ ''میں کچھ عرصے کے لیے یہاں سے چلا گیا تھا۔ اب تنہا نہیں ہوں۔ میرے سیارے کے انتہائی ذہین اور باصلاحیت افراد میرے ساتھ ہیں۔ اس وقت خیال خوانی کے ذریعے تمہارے درمیان موجود ہیں۔''

گوا گوا نے ایک آلہ کار کے ذریعے کہا۔ ''میں اپنے سیارے کے اکابرین میں سے ایک اعلیٰ عہدیدار ہوں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے' اس زمین پر امریکا کو ہی سپر پاور بن کر رہنا چاہیے۔ ہماری دشمنی نہ تو یہاں کے حکمرانوں سے ہے اور نہ ہی کسی عام آدمی سے ہے۔''

جانانا نے اپنے آلہ کار کے ذریعے کہا۔ ''ہماری دشمنی صرف مسلمانوں سے ہے۔ ہم ایک مقصد لے کر اس زمین پر آئے ہیں۔ اگر اس مقصد کی تکمیل تک تم سب نے اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارا ساتھ دیا تو ہم انہیں نیست و نابود کرنے کے بعد اس دنیا کو سپر پاور کے حوالے کر کے چلے جائیں گے۔''

امریکی سفیر اس کے نمائندے اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ سن کر خوش ہو رہے تھے کہ سیارے کے اکابرین انہیں سپر پاور تسلیم کرتے ہیں۔ آئندہ بھی اس دنیا میں ان کی برتری قائم رکھنا چاہتے ہیں۔

دوسری خوشی کی بات یہ تھی کہ وہ مسلمانوں سے دشمنی کا اظہار کر رہے تھے۔ انہیں نیست نابود کر دینا چاہتے تھے۔ یوں ان کے دل میں چھپی ہوئی باتیں کہہ رہے تھے۔

تمام اکابرین کے دل خوش کرنے والی بات یہ بھی تھی کہ سیارے سے آنے والی بلائیں مسلمانوں کو ختم کرنے کے بعد یہ دنیا چھوڑ کر جانے والی تھیں۔ وہ یقین دلا رہے تھے کہ پھر کبھی واپس نہیں آئیں گے۔

امریکی سفیر نے کہا۔ ''مسٹر جوجو! تم نے ہمیں اپنا تابع دار بنا لیا ہے۔ اب تمہارے دو ساتھی اور آ گئے ہیں۔ تم ہم پر مسلط ہو چکے ہو۔ اس کے باوجود ہمیں نقصان نہیں پہنچا رہے ہو۔ بلکہ فائدہ پہنچانے والی باتیں کر رہے ہو۔ پہلے تو ہم مجبوراً حکم مانتے تھے مگر اب دل و جان سے تمہارے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہیں گے۔''

یورپ کے اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''پوری دنیا میں عیسائیت کے بعد مسلمان ہر چھوٹے بڑے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ پاکستان، بنگلا دیش، تاجکستان، ازبکستان اور افغانستان، ایران، سعودی عرب، شام، لبنان، الجزائر، لیبیا، بخارا وغیرہ میں ان کی حکومتیں قائم ہیں۔ یہ حکمران انتہائی دولت مند ہیں۔ اگرچہ ہم نے سیاسی طور پر انہیں اپنے دباؤ میں رکھا ہوا ہے لیکن مذہبی طور پر ان سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے ہیں۔ یہ دین اسلام کے بارے میں بہت ہی جنونی ہیں۔ اپنے مذہب کے خلاف ایک بات بھی سننا گوارا نہیں کرتے ہیں۔''

اکابرین میں سے ایک اور عہدیدار نے کہا۔ ''اسی لیے ہم ان سے مذہبی جنگ نہیں لڑتے۔ انہیں سیاسی مار مارتے ہیں۔ تمہاری یہ بات دل کو لگتی ہے کہ مسلمان ختم ہو جائیں گے تو اسلام بھی ختم ہو جائے گا۔ کیا انہیں نابود کرنے کے سلسلے میں تمہارے پاس کوئی اہم پلاننگ ہے؟''

جوجو نے کہا۔ ''ان کی روحانیت کو ختم کیا جائے گا تو وہ خود ہی فنا ہو جائیں گے اور ان کی روحانی قوتوں کا مرکز بابا صاحب کا وہ ادارہ ہے۔''

اس بات پر کئی اکابرین نے تائید میں سر ہلایا اور کتنوں نے ہی زبان سے کہا۔ ''بے شک، بے شک... وہ ادارہ ہمارے لیے بہت ہی پُراسرار ہے۔''

جوجو نے کہا۔ ''جب ہم وہاں کے اسرار کو سمجھ لیں گے تو یہ پُراسراریت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ یہاں میں تم سب سے ایک سوال کر رہا ہوں۔''

وہ سب ہی سوالیہ نظروں سے اس آلہ کار کو دیکھنے لگے۔ جس کے ذریعے جوجو بول رہا تھا پھر وہ بولنے لگا۔ ''سوال یہ ہے کہ تم سب بڑے بڑے ممالک کے حکمران ہو۔ سپر پاورز کہلاتے ہو۔ تمہارے پاس ایٹمی فوجی قوت ہے پھر اس ادارے کے اندر پہنچ کر وہاں کے بھید معلوم کیوں نہیں کرتے؟''

جانانا نے کہا۔ ''ہماری معلومات کے مطابق وہ ادارہ پچیس یا تیس کلومیٹر کے رقبے تک پھیلا ہوا ہے۔ دنیا کے نقشے میں وہ ایک ذرے کے برابر بھی نہیں ہے پھر تم اس ادارے کے اندر کیوں نہیں گھستے؟ اگر وہ روکنا چاہتے ہیں تو کیوں رک جاتے ہو؟ کیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے؟''

امریکی سفیر نے کہا۔ ''ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں مگر کر نہیں پاتے۔ ابتدا میں ہم نے عالمی قوانین کے مطابق عالمی عدالت سے یہ فیصلہ صادر کرایا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کو وقتاً فوقتاً معائنے کے لیے کھلا رکھا جائے۔ وہاں غیر

مسلموں کو بھی داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''انہوں نے اجازت دی مگر اپنی شرائط پر عمل کرایا۔ ان کی شرائط یہ تھیں کہ وہاں داخل ہونے والا شخص پاک صاف رہے۔ اپنے دل میں سچائی' ایمان اور محبت لے کر آئے۔ اس ادارے کے اندر ایسے مخصوص مقامات ہیں۔ جہاں آنے والوں کو ننگے پاؤں جانا ہوگا۔ وہاں کسی کو جوتے پہن کر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ان کی یہ شرط بھی تھی کہ اندر آنے والے اپنے ساتھ کیمرے نہیں لائیں گے۔ ادارے کے اندرونی حصے کی کوئی تصویر باہر نہیں جائے گی۔''

ایک اور عہدیدار نے کہا۔ ''ہماری طرف سے پچیس افسروں اور جاسوسوں کا ایک وفد اس ادارے کے دروازے پر پہنچا تو وہاں کے انچارج نے ایک افسر سے کہا' تمہارے دل میں جھوٹ اور بے ایمانی ہے۔ تمہارے پاس جو لائٹر ہے۔ اس میں خفیہ کیمرا نصب کیا گیا ہے لہٰذا تمہیں اندر آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

دوسرے جاسوس سے کہا گیا کہ تم نے اپنے جوتے میں مائیکروفوٹوگرافی کا کیمرا چھپا رکھا ہے لہٰذا تم بھی اندر نہیں جا سکو گے۔ انہوں نے کہا کہ وہ یہ کیمرے باہر چھوڑ کر جائیں گے مگر وہ انچارج انکار کرتے ہوئے بولا۔ ہم نے پہلے ہی کہہ دیا تھا جھوٹے اور بے ایمان لوگوں کے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے لہٰذا واپس جاؤ۔

ایک لیڈی جاسوس نے اپنے بالوں میں جو کلپ لگایا تھا۔ اس میں مائیکروفوٹوگرافی کے لیے کیمرا نصب کیا گیا تھا۔ اسے روکا نہیں گیا۔ جانے کی اجازت دے دی گئی۔ ہم نے یہی سمجھا کہ اس ادارے کے لوگ دھوکا کھا گئے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ دراصل ہم دھوکا کھا رہے تھے۔ وہ ہمیں یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ جھوٹ بول کر اور فریب دے کر بھی ہم وہاں سے کچھ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ جب وہ لیڈی جاسوس اس ادارے کے مختلف اہم حصوں کی تصاویر اتار کر لائی اور ہم نے ڈارک روم میں پہنچ کر ان تصاویر کو ڈیولپ کرنا چاہا تو پتا چلا' وہ پوری مائیکروفلم بلینک ہے۔ اس ادارے کی ایک بھی تصویر دکھائی نہیں دی۔''

ایک اور عہدیدار نے کہا۔ ''ہمارا ایک نوجوان آرمی افسر غیر معمولی ذہانت کا حامل ہے۔ اس کی یادداشت اتنی تیز ہے کہ پہلی نظر میں جو دیکھتا ہے۔ وہ اس کے ذہن میں ہمیشہ کے لیے نقش ہو جاتا ہے۔ اسے تاکید کی گئی تھی کہ وہ بابا صاحب کے سائنسی شعبے کا بغور جائزہ لے گا اور وہاں کی ایک ایک بات اپنے ذہن میں نقش کر لے گا۔ اس نے واپس آ کر کہا کہ سائنسی شعبے میں کوئی اہم بات نہیں ہے۔ طالب علموں کو سکھانے کے لیے ان کی لیبارٹری میں ایسے آلات ہیں' جو بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں ہوا کرتے ہیں۔ وہاں نہ تو یورینیم ہے اور نہ کوئی ایٹمی اسلحہ تیار ہوتا ہے۔ وہاں کوئی ایسا کام نہیں ہوتا' جسے بہانہ بنا کر ادارے کے بڑے بڑے لوگوں کو قانونی گرفت میں لایا جا سکے۔''

امریکی سفیر نے کہا۔ ''ہماری دنیا میں یہ قانون ہے کہ کسی مذہبی ادارے میں جبراً داخل نہیں ہوا جا سکتا۔ وہاں جانے کے لیے قانونی اجازت حاصل کی جاتی ہے۔ وہ اجازت ہم نے حاصل کی تھی لیکن اس ادارے سے ان کے خلاف کوئی ثبوت حاصل نہ کر سکے۔ یہ بھی قانون ہے کہ کسی مذہبی ادارے کو جبراً اپنی طویل میں نہیں لیا جا سکتا۔''

جوجو نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، تم یہ باتیں قانونی نقطہ نظر سے کہہ رہے ہو مگر یہ عالمی قوانین تم سب نے مل کر بنائے ہیں۔ عالمی عدالت بھی تمہاری قائم کردہ ہے۔ اپنی بنائی ہوئی چیز توڑی جا سکتی ہے۔ اس دنیا میں تم سے اوپر کوئی طاقت نہیں ہے جو آ کر تمہارا ہاتھ پکڑ لے۔''

امریکی سفیر نے کہا۔ ''بے شک، ہم ایسا کر سکتے ہیں اور ہم نے ایسا ہی کیا تھا۔ عالمی قوانین اور عالمی عدالت کو بالائے طاق رکھ کر ہم نے اور یورپ کے تمام اکابرین نے متحد ہو کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے میں اگر غیر مسلموں کو آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس کے دروازے ہمارے لیے ہمیشہ کھلے نہیں رکھے جائیں گے تو ہم ایک مقررہ وقت پر فوج کشی کریں گے۔ زمین سے راکٹ برسانے کے علاوہ ہوائی حملے بھی کیے جائیں گے۔

بابا صاحب کے ادارے میں صرف سکیورٹی گارڈز صدر دروازے پر رہتے ہیں۔ ورنہ اندر ان کے پاس کوئی مسلح آرمی نہیں ہے۔ یہ کہنا چاہیے کہ ان کے پاس ایک ہتھیار بھی نہیں ہے۔ ہماری دھمکیوں کے آگے انہیں گھٹنے ٹیک دینے چاہیے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ دروازہ کھول کر ہم سے معافی مانگیں گے اور اس ادارے کو ہمارے حوالے کر دیں گے۔''

جاناتا نے کہا۔ ''مگر ایسا نہیں ہوا۔ یہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ لوگ آج بھی آزاد اور خود مختار ہیں۔ تم لوگوں نے ان پر زمینی اور فضائی حملہ کیوں نہیں کیا؟''

سفیر نے کہا۔ ''ہمارے اس وقت کے اکابرین حواس باختہ ہو گئے تھے۔ ان کے بچے اسکول جاتے تھے مگر واپس نہیں آتے تھے۔ وہ روز ہی انہیں ڈھونڈ کر لاتے تھے۔ وہ

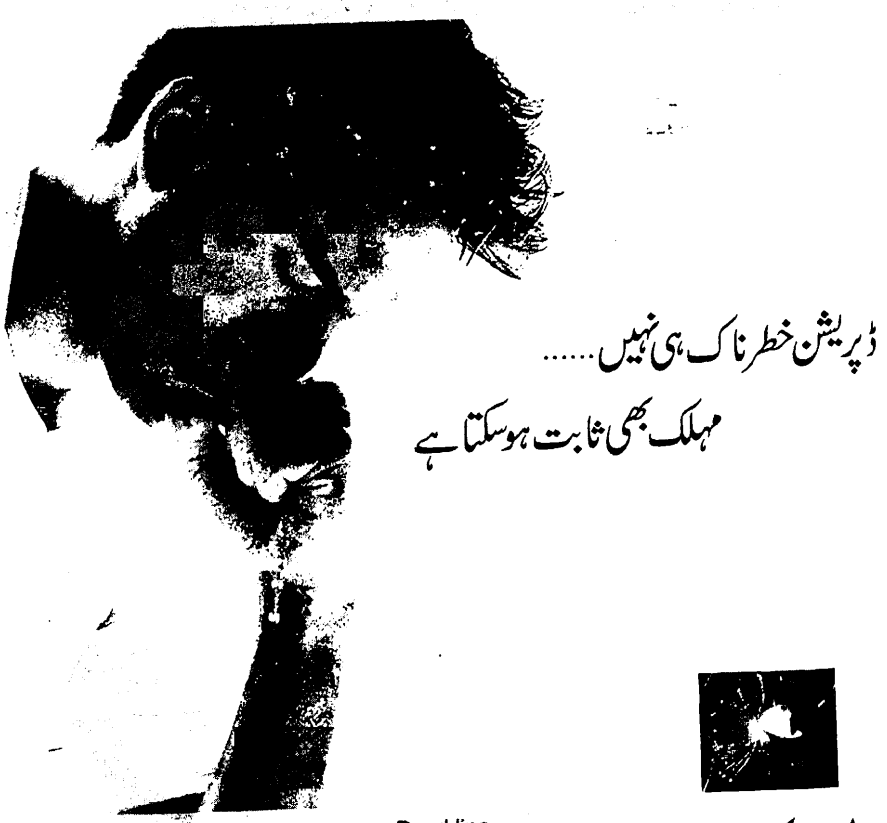

لیکان

مایوسی اور اداسی سے نجات

ڈپریشن (یاسیت) ایک نفسیاتی مسئلہ ہے جس میں کوئی بھی عام فرد کسی نہ کسی درجہ مبتلا رہتا ہے ہمارے ہاں اسے عموماً سے بیماری نہیں سمجھا جاتا۔ اس کی مختلف علامتیں ہیں مثلاً ذہن ہر وقت تناؤ کا شکار رہتا ہے کوئی انجانا خوف یا پریشانی سوار رہتی ہے جس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں ہوتی، مزاج میں اداسی، کام میں دل کا نہ لگنا، طبیعت میں چڑچڑا پن، نقصان کا اندیشہ یا موت کا خوف اس کی اہم علامات ہیں۔ لیکان ڈپریشن سے متعلق مسائل کا بہترین حل ہے۔ لیکان دنیا کی مشہور ہربل دوا St! Jhon's Wort (Hypericum perforatum) سے حاصل شدہ جز ہے جو بہترین نتائج کے ساتھ ساتھ نہ صرف مضر اثرات سے محفوظ ہے بلکہ صحت یابی کے بعد مریض اس کا عادی نہیں ہوتا۔

SCHWABE

AVAILABLE AT ALL LEADING MEDICAL & HOMEOPATHIC STOR

Dr. Hamid General Homoeo (Pvt.) Ltd.
KARACHI : Tel : 2628754, 2211895 LAHORE : Tel : 6304657, 6363664

A researched product
Dr. Willmar Schwabe, Ger

بچے کہیں نالی، گٹر اور کچرے میں مرے ہوئے ملتے تھے۔ ان کی بیویاں دھمکیاں دیتی تھیں کہ بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کیا گیا تو وہ اپنی جانیں دے دیں گی یا پھر ان کے کھانے میں زہر ملا دیں گی۔ وہ تمام اکابرین ذہنی طور پر اپنا نارمل ہو گئے تھے۔ حکومتی ذمے داریاں پوری کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ آیندہ الیکشن سے پہلے ہی انہیں اقتدار سے محروم ہونا پڑا پھر جو نئے حکمران آئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے پر حملہ نہیں کریں گے۔ دوستانہ رویہ اختیار کریں گے۔''

جانانا نے پوچھا۔''یعنی بابا صاحب کے ادارے والوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس وقت کے اکابرین، ان کی بیویوں اور بچوں کو عذاب میں مبتلا کیا۔ خیال خوانی کے ذریعے انہیں اس طرح اپنا نارمل بنایا کہ وہ اقتدار قائم رکھنے کے قابل نہ رہے؟''

ایک امریکی حاکم نے کہا۔''ایسی بات نہیں ہے۔ اس وقت کے اکابرین میں سے کتنے ہی یوگا کے ماہر تھے۔ ان کے دماغوں میں خیال خوانی کی لہریں پہنچ نہیں پاتی تھیں لیکن وہ بھی اپنا نارمل ہو گئے تھے۔ ہماری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں، اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے ان اکابرین پر حاوی ہو گئے تھے۔''

''گویا ان لوگوں نے تم پر یہ دہشت طاری کر دی ہے کہ جب بھی ان کے خلاف جارحانہ کارروائی کی جائے گی' اس سے پہلے ہی تم سب پر طرح طرح کے عذاب نازل کیے جائیں گے۔''

''یہ دہشت تو ہے لیکن اس کے ساتھ صلح جوئی اور امن پسندی کی یہ بات یقینی ہے کہ وہ روحانی قوتوں کے ذریعے کبھی کسی پر جبر نہیں کرتے۔ جب انہیں مجبور کیا گیا' تب انہوں نے ہمارے اکابرین کے خلاف جوابی کارروائی کی۔ ورنہ آج تک کبھی انہوں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ وہ اپنی جگہ امن وسلامتی سے رہتے ہیں۔ اپنے عمل سے سمجھاتے ہیں کہ ہمیں بھی امن وسلامتی سے رہنا چاہیے۔''

اکابرین میں سے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔''ہم ایک عرصے سے یہ دیکھتے آرہے ہیں کہ جب بھی فرہاد یا اس کی فیملی کے کسی فرد سے ہمارا جھگڑا ہوتا ہے۔ ہم طویل عرصے تک ایک دوسرے کے خلاف کارروائیاں کرتے رہتے ہیں تب بابا صاحب کے ادارے والے مداخلت نہیں کرتے۔ فرہاد اور اس کی فیملی کی حمایت میں نہ تو ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرتے ہیں۔ نہ ہی کوئی شکایت کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ غیر جانب دار رہتے ہیں۔''

جوجو نے کہا۔''ہم یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ بے شک وہ بظاہر ایسا نہیں کرتے ہوں گے۔ لیکن در پردہ روحانی قوتوں کے ذریعے فرہاد اور اس کی فیملی کی مدد کرتے ہوں گے۔ جیسا کہ وہ ہمارے خلاف کمربستہ ہے ہیں۔''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔''تم درست کہہ رہے ہو۔ ہم یہ دیکھتے آرہے ہیں۔ تم غیر معمولی مشینیں رکھنے کے باوجود فرہاد تک نہیں پہنچ پا رہے ہو۔ سنا ہے' اس کی بیٹی عالی بھی تمہارے قابو میں نہ آسکی؟ اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ان کے پس پردہ روحانی قوتیں ہیں۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔''ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ فرہاد کی فیملی کے تمام افراد ادارے میں جا کر رہائش اختیار کر چکے ہیں اور تم ان میں سے کسی بھی فرد تک پہنچ نہیں پا رہے ہو۔ اس طرح یہ ثابت ہو رہا ہے کہ ان کے پیچھے روحانی قوتیں کام کر رہی ہیں۔''

جوجو نے کہا۔''ہم مادہ پرست لوگ ہیں۔ روحانیت نہ تو ہماری سمجھ میں آتی تھی۔ نہ ہم سمجھنا چاہتے تھے۔ اب ضروری ہو گیا ہے کہ یہ بھید معلوم کیا جائے۔ آخر یہ روحانی قوتیں کیا ہیں؟ کیسے پیدا ہوتی ہیں؟ یہ معلوم کرنے کے لیے ہمیں بابا صاحب کے ادارے کا دروازہ ہر حال میں کھلوانا ہوگا۔ یہ بھید معلوم کرنا ہوگا کہ وہاں ہماری ٹیلی پیتھی کی لہریں کام کیوں نہیں کرتی ہیں؟

کیا وہ ایسا عمل کرتے ہیں کہ وہاں جانے والے اپنی ذہانت سے کام لینا بھول جاتے ہیں؟ ان کے پاس ایسی کون سی نادیدہ قوت ہے' جو ہم جیسے مخالفانہ رویہ اختیار کرنے والوں کے دماغوں کو اسیر کر لیتی ہے اور جب اس ادارے سے باہر آتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ ہم نے وہاں کچھ نہیں دیکھا۔ وہ محض ایک اسلامی یونیورسٹی ہے۔ وہاں ننھے بچوں سے لے کر بڑی عمر کے افراد تک تعلیم وتربیت حاصل کرتے ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں موجودہ دور کے مطابق زیادہ سے زیادہ مہارت حاصل کرتے ہیں۔''

جانانا نے کہا۔''تم سب کو ایک عرصے سے اسی طرح دھوکا دیا جا رہا ہے کہ وہ محض ایک اسلامی یونیورسٹی ہے۔ یہ کوئی نہیں جانتا' کہ اس ادارے میں در پردہ کیا ہوتا رہتا ہے؟ وہ اسرار کیا ہیں جنہیں تم سب اب تک معلوم نہیں کر پائے ہو؟''

امریکی سفیر نے کہا۔''تم اس ادارے کا دروازہ کھلوانا چاہتے ہو۔ یہ بتاؤ، کیا خود اس ادارے کے اندر جاؤ گے؟''

''ہم اتنے نادان نہیں ہیں کہ دشمنوں کی نظروں میں آجائیں۔ ان کے روبرو پہنچ کر انہیں اپنے پیچھے لگا کر اپنی خفیہ پناہ گاہ تک لے آئیں۔ ہم سے ایسی غلطی نہیں ہوگی۔''

''تو پھر تم یہ چاہتے ہو کہ ہم انہیں چیلنج کریں اور ادارے کا دروازہ کھولنے پر مجبور کر دیں؟ پھر ہم میں سے جو لوگ وہاں جائیں گے۔ تم سب ان کے اندر خیال خوانی کے ذریعے موجود رہو گے؟''

''بے شک، ہم یہی چاہتے ہیں۔''

''یہ بیان ہو چکا ہے کہ ہم سے پہلے ہمارے اکابرین نے بھی یہی کیا تھا اور ان کے ساتھ کیا ہو چکا ہے؟''

''ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ جو تمہارے اکابرین کے ساتھ ہو چکا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ تم بابا صاحب کے ادارے والوں کو نہ تو چیلنج کرو گے۔ نہ ہی انہیں دروازہ کھولنے پر مجبور کرو گے۔ یہ سب ہم کریں گے۔ ہم تمہارے لوگوں کو اپنا آلہ کار بنا کر اس ادارے کے اندر پہنچیں گے۔''

جوجو نے کہا۔''فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والے یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے تم سب کو زیر کر لیا ہے۔ اپنا تابع دار بنا لیا ہے لہٰذا ہم تمہارے ذریعے انہیں چیلنج کریں گے۔ وہ تمہیں کوئی الزام نہیں دیں گے۔ ان کے لیے ہم چیلنج بن کر رہیں گے۔''

''اگر ایسی بات ہے تو اپنا کام شروع کرو۔ تم نے وعدہ کیا ہے' مسلمانوں کو نابود کرنے کے بعد ہمیں یہاں حکمران بن کر رہنے دو گے۔ ہماری دنیا چھوڑ کر سیارے میں واپس چلے جاؤ گے۔ ہمارے لیے اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے؟ ہم دل وجان سے تمہارے تابع دار بن کر رہیں گے اور تمہارے احکامات کی تعمیل کرتے رہیں گے۔''

جوجو نے کہا۔''اس اجلاس میں برین ماسٹر بھی موجود ہے۔ وہ بالکل خاموش ہے۔ اسے اس سلسلے میں کچھ کہنا چاہیے۔''

ماسٹر نے اپنے ایک آلہ کار کے ذریعے کہا۔''کسی غلام کے منہ میں اس کی اپنی زبان نہیں ہوتی۔ وہ اپنی کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔ نہ ہی اپنے آقا کی کسی بات سے انکار کر سکتا ہے۔ میں تو حکم کا بندہ ہوں۔ مجھ سے جو کہا جائے گا۔ اس پر عمل کرتا رہوں گا۔''

میں اور انوشے وہاں موجود تھے۔ ان لوگوں کی ساری باتیں سن رہے تھے۔ ہمارا کچھ کہنا ضروری نہیں تھا لہٰذا ہم نے اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی۔ اجلاس کے اختتام پر چپ چاپ اپنی جگہ واپس چلے آئے۔

☆☆☆

ایشورارا جوجو اور اس کے دونوں ساتھیوں سے ایک حقیقت چھپا رہا تھا۔ وہ حقیقت پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ اس کی اپنی بنائی ہوئی ایک پیش گوئی مشین نے کہا تھا کہ وہ طبعی موت نہیں مرے گا۔ کسی کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ مشین نے بتایا تھا، اسے ایک مقررہ وقت پر اس خوبصورت دنیا میں جانا ہوگا۔ وہاں جانے کے بعد وہ واپس نہیں آئے گا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اس کی موت اسی زمین پر کسی کے ہاتھوں ہوگی لہٰذا وہ زمین پر آنے سے کترا رہا تھا۔

جوجو، گوا گوا اور جانانا اکابرین کے اجلاس سے واپس آگئے تھے۔ اب انہیں بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ایک بہت بڑی جنگ شروع کرنی تھی۔ انہیں وہاں کے سب سے بڑے معلم اور روحانی پیشوا جناب علی اسد اللہ تبریزی سے رابطہ کرنا تھا۔ انہیں چیلنج کرنا تھا کہ انہوں نے ان سب کے لیے ادارے کا دروازہ کھولنے سے انکار کیا تو انہیں یہ انکار بہت مہنگا پڑے گا۔ وہ جتانا چاہتے تھے کہ سیارے کی مخلوق اس قدر طاقتور ہے کہ انہیں اندر آنے کی اجازت نہ دی گئی تو وہ اس ادارے کو نیست ونابود کر دیں گے۔

جوجو کے پاس عالی کا فون نمبر تھا۔ اس کے علاوہ اکابرین کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج کا فون نمبر بھی حاصل کیا گیا تھا۔ رابطہ کرنے پر انچارج کی آواز سنائی دی۔''ہیلو...! فرمایئے آپ کون ہیں؟''

اس نے کہا۔''میرا نام جوجو کراتے ہے۔''

جواب سنائی دیا۔''نام نہیں...کام بتاؤ؟''

اس نے کہا۔''میں ایک سیارے سے بول رہا ہوں۔''

جواب ملا۔''جھوٹ بول رہے ہو اور ہم جھوٹ بولنے والوں سے بات نہیں کرتے۔''

یہ کہہ کر فون بند کر دیا گیا۔ جوجو نے جھنجلا کر اپنے فون کو دیکھا۔ گوا گوا اور جانانا ایک آڈیو مشین کے ذریعے دوسری طرف سے ہونے والی باتیں سن رہے تھے۔ ایک نے کہا۔''یہ لوگ بہت مغرور ہیں۔''

دوسرے نے کہا۔''اس ادارے کے انچارج کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو اور اس وقت سیارے میں نہیں...اسی زمین پر ہو؟''

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا پھر بولا۔''پتا نہیں یہ لوگ کیا ہیں؟ کس طرح ہماری ڈھکی چھپی باتوں کو سمجھ لیتے ہیں؟ اس کی بیٹی اور اس کے جوان ساتھی نے میری ایک کمزوری کو سمجھ

لیا تھا کہ میں بلوکلر بلائنڈ ہوں۔''

جانانا نے کہا۔ ''ابھی اجلاس میں ان اکابرین نے کہا تھا کہ ادارے والے اپنے مخالفین کے جھوٹ اور فریب کو پکڑ لیتے ہیں۔ ان سے کوئی بات نہیں چھپتی لہٰذا تم ان سے جھوٹ نہ بولو۔ سچ بول کر اپنے مطلب کی بات کرو۔''

اس نے پھر نمبر پنچ کیے۔ دوبارہ رابطہ ہوا تو اس نے کہا۔ ''مسٹر...! فون بند نہ کرنا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں جھوٹ بول رہا تھا۔ اب سچ کہہ رہا ہوں۔ اسی زمین پر ہوں۔ تمہارے ادارے کے سب سے بڑے معلم اور پیشوا سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

وہاں سے پوچھا گیا۔ ''کس موضوع پر اور کس معاملے پر گفتگو کرنا چاہتے ہو؟''

''یہ میں انہی کو بتانا چاہتا ہوں۔''

''سوری مسٹر جوجو! کوئی سطحی معاملہ ہو تو میں اس کا جواب دے دیتا ہوں۔ اگر کوئی بہت اہم بات ہے' تب بھی مجھے ہی بتانی پڑے گی۔ تمہاری طرف سے وہ بات میں ان کے سامنے پیش کروں گا پھر وہ ضروری سمجھیں گے تو تم سے گفتگو کریں گے۔''

اس نے کہا۔ ''میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس ادارے میں آنا چاہتا ہوں۔ یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے لیے دروازے کھولے جائیں۔''

''سچ بولو گے تو بات آگے بڑھے گی۔ ورنہ فون بند ہو جائے گا لہٰذا سچ سچ بتاؤ' خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ آؤ گے یا اپنے نمائندے بھیجو گے؟''

اس نے کہا۔ ''میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اس ادارے میں آنا چاہتا ہوں۔''

''تو پھر چلے آؤ مگر یاد رکھو اگر تم اور تمہارے ساتھی نہ آئے تو دروازے پر آنے والے بہروپیوں کو دھتکار دیا جائے گا۔''

یہ کہہ کر فون بند کر دیا گیا۔ جوجو نے اپنے فون کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ لوگ مغرور ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے ہی سخت مزاج کے حامل ہیں۔ بہرحال ہم ان سے نمٹ لیں گے۔''

گواگوا نے کہا۔ ''تم نے پھر ان سے جھوٹ کہا ہے کہ ہم اس ادارے کے اندر جائیں گے۔ جبکہ ہم اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لیں گے۔ اپنے تین آلہ کاروں کو جوجو' گواگوا اور جانانا بنا کر وہاں بھیجیں گے۔''

جوجو نے کہا۔ ''ہم اپنے آلہ کاروں کا برین واش کر کے ان کی شخصیت بدل دیں گے پھر ان کے اندر رہ کر وہاں کے حالات معلوم کریں گے۔ ادارے والوں کو کوئی شبہ نہیں ہوگا۔ وہ تسلیم کریں گے کہ ہم تینوں اس ادارے میں پہنچے ہوئے ہیں۔''

جانانا نے کہا۔ ''ٹھیک ہے' ہمیں پہلی فرصت میں تین افراد کو آلہ کار بنانا ہے۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں تو بہتر ہوگا۔''

گواگوا نے کہا۔ ''جوجو! تمہارے پاس تین ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' جو لاپتا ہو گئے ہیں۔ ان میں سے ایک ٹونی جے ہے اور دوسرے دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔''

''بے شک، ابھی ہمارے پاس وقت ہے۔ ہم انہیں ٹریننگ مشین کے ذریعے ڈھونڈ سکتے ہیں۔''

جوجو نے ٹریننگ مشین کی طرف دیکھ کر پلکیں جھپکائیں تو وہ آن ہو گئی۔ دوسری بار پلکیں جھپکائیں تو اس کی مرضی کے مطابق تحریر اُبھرنے لگی۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ ''ٹونی جے اور دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ریکارڈ موجود ہے۔ انہیں فوراً ٹریس کیا جائے۔ ہمیں بتایا جائے، وہ اس وقت کہاں ہیں؟''

اس تحریر کے جواب میں اسکرین پر ایک فائل نظر آئی۔ اس پر ٹونی جے لکھا ہوا تھا پھر مانیٹر پر پیرس کا نقشہ دکھائی دینے لگا۔ سرخ نقطہ جلتا بجھتا ہوا پیرس کی اسٹریٹ کے ایک بنگلے میں پہنچ کر رک گیا تھا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ ٹونی جے کا دماغ مقفل ہو چکا ہے۔ اس کی خیال خوانی کی لہروں کو قبول نہیں کرے گا لہٰذا اس نے پلکیں جھپکائیں تو اس کی مرضی کے مطابق تحریر اُبھرنے لگی۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ ''ٹونی جے کے پڑوسی کا نام اور نمبر بتایا جائے؟''

دوسرے ہی لمحے میں منظر بدل گیا۔ وہاں دوسری تحریر اُبھری۔ جوجو کی مرضی کے مطابق ٹونی جے کے پڑوسی کا نام اور نمبر وہاں لکھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے فون پر وہ نمبر پنچ کیے۔ اسے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو...! کون...؟''

وہ فون بند کر کے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ فون اٹینڈ کرنے والا صحت مند جوان تھا۔ ریسیور کان سے لگائے ''ہیلو ہیلو'' کہہ رہا تھا۔ جوجو نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ ریسیور رکھ کر اپنی الماری کے پاس گیا۔ اسے کھول کر اس کی دراز سے ایک ریوالور نکالا پھر تیزی سے چلتا ہوا۔ اپنے بنگلے سے نکل کر پڑوس والے بنگلے میں پہنچ گیا۔ وہاں

دروازے پر آ کر کال بیل کا بٹن دبایا۔

ٹونی جے کہیں جانے کے لیے تیار تھا۔ دروازہ کھول کر باہر آیا تو پڑوسی نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''خبردار! آواز نہ نکالنا۔ اندر چلو۔''

وہ حکم کے مطابق دونوں ہاتھ اٹھائے اندر آ گیا۔ وہ آگے آگے تھا اور پڑوسی پیچھے پیچھے.... جوجو نے اسی وقت ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ ٹونی جے چکرا کر زمین پر گر پڑا۔ اب پڑوسی کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ جوجو نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ حیرانی سے اس پڑوسی اور اپنے آپ کو دیکھنے لگا پھر ریوالور کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''میں یہاں کیوں آیا تھا؟ کیوں اس بیچارے کو زخمی کیا ہے؟ اوہ گاڈ! کوئی مجھے دیکھ لے گا تو میں پکڑا جاؤں گا۔''

وہ وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ جوجو اور اس کے دونوں ساتھی بیک وقت ٹونی جے کے اندر پہنچ گئے تھے۔ اس کا دماغ مقفل نہیں رہا تھا۔ جوجو نے کہا۔ ''گواگوا! تم اسے سنبھالو۔ تنویمی عمل کر کے اس کا برین واش کرو اور اس کے ذہن میں اپنی شخصیت نقش کر دو۔ تاکہ یہ خود کو گواگوا سمجھتا رہے۔''

جوجو اور جانانا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ ٹریننگ مشین نے انہیں دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا پتا بتایا تھا۔ وہ جرمنی میں تھے۔ انہوں نے ان دونوں کو بھی اسی طرح ٹریپ کیا اور اپنی اپنی شخصیت ان کے دماغوں میں نقش کر دی۔

اب ان امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک جوجو تھا اور دوسرا جانانا۔ وہ اس وقت جرمنی میں تھے۔ ایک فلائٹ کے ذریعے پیرس پہنچ گئے۔ وہاں ٹونی جے سے ملاقات کی۔ اس وقت وہ ٹونی جے نہیں... گواگوا تھا۔ وہ تینوں ایک کار میں بیٹھ کر بابا صاحب کے ادارے کی طرف روانہ ہو گئے۔

جوجو نے راستے میں فون کے ذریعے ادارے کے انچارج سے رابطہ کیا۔ وہاں سے پوچھا گیا۔ ''یس مسٹر! فرمایئے؟''

''میں جوجو کرانتے بول رہا ہوں۔ اپنے دو ساتھیوں گواگوا اور جانانا کے ساتھ ابھی ادارے کے دروازے پر پہنچنے والا ہوں۔ تم نے کہا تھا' ہمیں اندر جانے کی اجازت مل جائے گی۔''

''بے شک، ہم اپنی زبان سے نہیں پھرتے۔ تم جب بھی یہاں آؤ گے۔ تمہارے لیے دروازہ کھل جائے گا۔ بس یہ یاد رکھنا' ہم سے جھوٹ نہ بولنا۔ کوئی دھوکا نہ دینا۔''

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ جوجو نے اپنا فون بند کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ہم دھوکا دے رہے ہیں۔ جھوٹ بول رہیں مگر اس بار وہ انچارج ہمارا جھوٹ نہ پکڑ سکا کیونکہ اس وقت میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں بلکہ مکمل طور پر جوجو ہوں۔ ہم تینوں صرف اوپر سے ہی نہیں اندر سے بھی تبدیل ہو چکے ہیں۔''

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے آخر بابا صاحب کے ادارے کے سامنے پہنچ گئے۔ وہاں سکیورٹی گارڈ نے کہا۔ ''کار یہاں چھوڑ دیں اور دروازے کے سامنے چلے آئیں۔''

وہ تینوں کار سے اتر کر دروازے کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک گارڈ نے کہا۔ ''آپ خاموش کھڑے رہیں۔ آپ تینوں کی چیکنگ ہو رہی ہے۔''

وہ سمجھ گئے تھے کہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر آ کر چور خیالات پڑھے جا رہے ہیں۔ انہوں نے یوگا کی مہارت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ سانس نہیں روکی۔ پوری طرح خود کو جوجو، گواگوا اور جانانا ثابت کرتے رہے۔ اپنے اندر یہی سوچ رکھی کہ وہ تینوں سیارے سے آئے ہوئے باشندے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ادارے کے اس بڑے سے آہنی دروازے کا ایک چھوٹا ضمنی دروازہ کھل گیا۔ کھلے ہوئے دروازے کے پیچھے ایک سکیورٹی آفیسر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ ''آپ حضرات کی چیکنگ ہو چکی ہے۔ ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اندر تشریف لائیں۔''

وہ تینوں ایک ایک کر کے اندر داخل ہو گئے۔ انہی لمحات میں وہ تینوں اچانک ہی ان آلہ کاروں کے دماغ سے نکل گئے۔ اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ کچھ سمجھنے اور کچھ کہنے سے پہلے ہی انہوں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اپنے ان تین آلہ کاروں کے دماغوں میں پہنچنا چاہا تو خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔

جانانا نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ ''یہ کیا ہو گیا؟''

جوجو نے پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ''اوہ مائی لارڈ ایشورارا! ہم تو بھول ہی گئے تھے۔ اب تجربہ ہوا ہے تو یاد آ رہا ہے' ڈشنوں کی سوچ کی لہریں ادارے کے اندر نہیں پہنچتیں۔ ہم تینوں سوچ کے ذریعے اپنے آلہ کاروں کے اندر تھے۔ جب وہ اندر گئے تو ہماری سوچ کی لہریں باہر آ گئیں۔''

جانانا نے کہا۔ ''بے شک، یہی ہوا ہے۔ اس کا مطلب

تو یہ ہوا کہ ہم اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہو چکے ہیں؟''

اس نے فوراً ہی فون کے ذریعے ادارے کے انچارج سے رابطہ کیا پھر اس کی آواز سنتے ہی غصے سے کہا۔ ''ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ کیا بابا صاحب کے ادارے کے لوگ بھی جھوٹ بولتے ہیں؟''

وہاں سے کہا گیا۔ ''اگر اس ادارے سے کسی نے جھوٹ بولا ہے تو ثابت کرو؟''

''ہم سے کہا گیا تھا، ادارے کے دروازے کے سامنے کھڑے رہیں۔ ہماری چیکنگ ہو رہی ہے۔ ہم تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر دروازہ کھل گیا۔ وہاں کھڑے ہوئے سکیورٹی افسر نے کہا، چیکنگ ہو چکی ہے۔ ہم پر کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس لیے ہم اندر آ سکتے ہیں۔''

دوسری طرف سے انچارج نے کہا۔ ''نو مسٹر جوجو! تم بات کو بڑھا کر بول رہے ہو۔ ہمارے سکیورٹی افسر نے صرف اتنا کہا تھا کہ چیکنگ ہو چکی ہے۔ ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اندر تشریف لائیں۔ سچ بولو۔ تم لوگوں سے اتنا کہا گیا تھا یا نہیں؟''

جوجو نے کہا۔ ''ہاں، اتنا ہی کہا گیا تھا مگر...''

''اس کے بعد اگر مگر کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ بے شک ہم نے چیکنگ کی تھی۔ ہمیں پتا چلا' ان میں سے ایک ٹونی جے ہے۔ وہ فرہاد کا عقیدت مند ہے۔ اس سے محبت کرتا ہے۔ اس کا وفادار ہے لہٰذا وہ واپس آیا ہے تو اسے ادارے میں قبول کرنا چاہیے۔ ان دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سونیا میڈم سے چھینا گیا تھا۔ وہ خود ہی ہمارے ادارے میں چلے آئے ہیں۔ ہم نے ان تینوں کو قبول کر لیا ہے۔ تم تینوں جھوٹے اور بے ایمان تھے۔ اس لیے تمہاری سوچ کی لہریں واپس چلی گئیں۔ تم جہاں تھے' وہیں پہنچ گئے۔ اب ہم سے بات کرنا چاہو گے تو رابطہ نہیں ہو سکے گا۔''

فون بند کر دیا گیا۔ جوجو نے جھنجلا کر اپنا فون پٹختے ہوئے کہا۔ ''شٹ... اب ہم فون کے ذریعے رابطہ نہیں کریں گے۔ انہیں منہ توڑ جواب دیں گے۔''

گوا گوا نے کہا۔ ''تم بار بار ان سے مات کھا رہے ہو اور جھنجلا کر ڈینگیں مارتے جا رہے ہو۔ پہلی بار تم نے فرہاد کی موت کا وقت مقرر کیا۔ یہ دعویٰ کیا کہ اسے ہلاک کر چکے ہو۔ بعد میں پتا چلا' تم نے بہت بڑا دھوکا کھایا ہے۔ فرہاد کے دھوکے میں کسی اور کو ہلاک کر دیا ہے۔ وہ تو اب بھی زندہ ہے اور تمہیں ہر حملے کا منہ توڑ جواب دے رہا ہے۔''

جانانا نے کہا۔ ''دوسری بار تم نے اس کی بیٹی کو ٹریپ کرنا چاہا لیکن وہ تمہیں اپنے پیچھے دوڑاتی ہوئی بابا صاحب کے ادارے میں چلی گئی اور تم منہ دیکھتے رہ گئے۔''

اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ ''تم دونوں مجھے طعنے دے رہے ہو۔ یہ نہیں دیکھتے کہ میں زبردست پلاننگ کرتا ہوں۔ اس پر پوری طرح عمل کرتا ہوں۔ ابھی تمہارے ساتھ مل کر میں نے ایک زبردست پلاننگ پر عمل کیا تھا پھر بھی دھوکا کھا گیا۔ اس بار تم دونوں بھی میرے ساتھ شامل تھے۔ اگر میں نے تیسری بار حملہ کرنے میں کوئی حماقت کی ہے تو میری اس حماقت میں تم بھی برابر کے شریک ہو۔ تمہیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ ہم نے چال خوب چلی تھی مگر اس بار بھی روحانی قوت آڑے آ گئی۔''

جانانا نے کہا۔ ''بے شک، اس بار جو شکست کھائی ہے۔ اس میں ہم برابر کے شریک ہیں۔ تمہیں طعنے نہیں دے رہے ہیں۔ صرف اتنا کہہ رہے ہیں کہ خوامخواہ ڈینگیں نہ مارو۔ یہ نہ کہو کہ انہیں منہ توڑ جواب دو گے۔ تمہیں صرف اتنا کہہ رہے ہیں کہ پہلے ان کی طاقت کو سمجھو' ان کی کمزوریاں معلوم کرو تب ہی ہمیں کامیابی نصیب ہو گی۔''

جوجو نے نرم پڑتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے، فی الحال اس ناکامی کو ذہن سے نکال دو۔ ہم دو چار گھنٹے تفریح کریں گے۔ جب ذہن فریش ہو گا تو پھر سوچا جائے گا کہ آئندہ کرنا کیا ہے؟''

وہ تینوں وہاں سے اٹھ کر اپنے اپنے کمروں میں اپنی اپنی عورتوں کے پاس چلے گئے۔

☆☆☆

ابھی جوجو ہمارے ساتھ زبردست رسہ کشی میں مصروف تھا۔ موجودہ حالات میں اس کا ذکر مسلسل ہونا چاہیے۔ میں انوشے کے ساتھ جہاں ہوں' وہاں کے حالات بیان کرنا بھی لازمی ہے۔ مقدر ہمیں وقت بے وقت بھٹکاتا رہتا ہے پھر بھٹکاتے ہوئے ایسی جگہ پہنچا دیتا ہے جو توقع کے بالکل خلاف ہوتی ہے۔

اس وادی میں ہمارے دشمن پیدا ہو گئے تھے۔ وہاں کے جوزمیندار چائے کے باغات کے مالک تھے۔ وہ بظاہر چائے کے کاروباری تھے لیکن پس پردہ اسمگلنگ کا دھندا جاری رکھتے تھے۔ تبت کی سمت سے آنے والے اسمگلر افیون اور چرس کا ذخیرہ لاتے تھے اور زمینداروں کے ذریعے بھارت کے اندرونی علاقوں تک اپنا مال پہنچاتے تھے۔

ایک بار میں نے خیال خوانی کے ذریعے پولیس پارٹی کو

وہاں پہنچا دیا۔ انہوں نے اچانک ہی آ کر چھاپا مارا۔ تقریباً پانچ لاکھ روپے کی افیون اور چرس برآمد ہوئی۔ انہوں نے پولیس کو دو لاکھ روپے دے کر اپنی جان چھڑائی۔ ایک زمیندار نے دوسرے سے کہا۔ ''یہ جوگی مہاراج تو سچ مچ بھگوان کا اوتار ہے یا پھر بہت بڑا ہپناٹزم جانتا ہے۔''

دوسرے زمیندار نے کہا۔ ''ہم یہاں دو لاکھ روپے کا نقصان اٹھا رہے ہیں۔ ایسے وقت تمہیں وہ جوگی مہاراج کیوں یاد آ رہا ہے؟''

''اس لیے یاد آ رہا ہے کہ اس نے کل ہی پیش گوئی کی تھی۔ مجھ سے کہا تھا، میں غلط دھندے سے باز آ جاؤں۔ ورنہ آنے والا کل مجھ پر بھاری پڑے گا اور تم دیکھ ہی رہے ہو' اس کی بات کس قدر سچ نکلی ہے؟ آج کا دن ہم دونوں پر بھاری پڑ چکا ہے۔ ایک لاکھ تمہارے گئے۔ ایک لاکھ میرے بھی جا چکے ہیں۔''

دوسرے نے اسے تھوڑی دیر تک سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ ''یہ ہمارے دیش کا بہروپیا جاسوس ہے۔ اسی نے پولیس کو اطلاع دی ہو گی ورنہ کون جانتا ہے کہ ہم کیا دھندا کرتے ہیں؟ اپنا مال کہاں چھپا کر رکھتے ہیں؟''

''تم دُرست کہہ رہے ہو۔ پولیس والے ٹھیک اسی جگہ پہنچے تھے' جہاں مال چھپا کر رکھا تھا۔ آخر ان لوگوں کو یہاں پہنچتے ہی یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ مطلوبہ مال وہاں رکھا گیا ہے؟''

وہ دونوں غصے سے طنطناتے ہوئے میرے پاس آئے۔ تمام بستی والے میرے عقیدت مند تھے۔ جیسے میری پوجا کرتے تھے۔ وہ دونوں وہاں آ کر مجھ سے بدتمیزی نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے دوسروں کی موجودگی میں میرے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر کہا۔ ''مہاراج! ہم آپ سے اکیلے میں باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

میں نے دوسرے عقیدت مندوں کو باہر جانے کے لیے کہا۔ جب وہ چلے گئے تو ایک زمیندار نے گھورتے ہوئے مجھے دیکھا پھر پوچھا۔ ''سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟ تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ آج کا دن ہم پر بھاری پڑنے والا ہے؟ اس سے پہلے پولیس نے ہماری طرف کبھی رُخ نہیں کیا۔ انہوں نے اچانک ہی آ کر چھاپا مارا ہے۔ ہمیں دو لاکھ روپے کا نقصان ہوا ہے۔''

''اگر غلط دھندے سے باز نہیں آؤ گے تو اس سے بھی زیادہ نقصان اٹھاؤ گے۔''

''یعنی تم چیلنج کر رہے ہو کہ پولیس کو پھر ہمارے پاس بھیجو گے؟''

''تم یقین کرو یا نہ کرو۔ پولیس والوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اپنے دھیان گیان سے معلوم کر لیتا ہوں کہ آنے والے دنوں میں کیا ہونے والا ہے؟''

ایک نے پوچھا۔ ''کیا ہونے والا ہے؟''

دوسرے نے کہا۔ ''ہمارے بارے میں بولو۔ آنے والے دنوں میں ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

''میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ اب بھی یہی کہتا ہوں' غلط دھندے سے باز نہیں آؤ گے تو آج سے تیسرے دن بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔''

وہ بہت ہی بری گالی دیتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ اپنی زبان دانتوں تلے لے آیا پھر تکلیف سے بلبلانے لگا۔ میں نے دوسرے زمیندار سے کہا۔ ''تمہارے پارٹنر کے منہ سے گالیاں نکلنے والی تھیں۔ اس سے پہلے ہی اس کی زبان زخمی ہو گئی ہے۔ تم دونوں اپنی بھلائی چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ ورنہ...''

میں بات ادھوری چھوڑ کر انہیں گھور کر دیکھنے لگا۔ وہ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ تمام راستے بڑبڑاتے رہے۔ میں نے ان کے چور خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ آج سے تیسرے دن ان کے پاس دس لاکھ روپے کا مال پہنچنے والا ہے۔ اسی لیے میں نے وارننگ دی تھی کہ وہ دونوں میں اپنی غلطیوں سے باز نہیں آئیں گے۔ غلط دھندے سے پرہیز نہیں کریں گے تو تیسرے دن ان پر آفت نازل ہو گی۔

ایک زمیندار نے دوسرے سے کہا۔ ''اس جوگی کو کسی طرح پتا چل گیا ہو گا کہ ہم نے پچھلا مال کہاں چھپایا تھا؟ اب اس کے باپ کو بھی معلوم نہیں ہو سکے گا۔ وہ مال جو کل پہنچنے والا ہے۔ ہم اسے چائے کے باغات والے گودام میں چھپائیں گے۔''

وہ اپنی حرکتوں سے باز آنے والے نہیں تھے۔ اس رات جب وہ پولیس افسر گہری نیند میں تھا تو میں نے اس کے خوابیدہ دماغ میں آ کر اسے مخاطب کیا۔ وہ خواب کی اسکرین پر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ ''پچھلی بار میں نے بتایا تھا کہ افیون اور چرس کہاں چھپائی گئی ہیں؟ اس کے بعد تمہیں دو لاکھ روپے کا منافع ہوا تھا۔ اس بار تینی وار کی شام چائے کے باغات والے گودام میں جا کر چھاپا مارو۔ وہاں سے دس لاکھ کا مال برآمد ہو گا۔ تم کم سے کم پانچ لاکھ روپے ان سے وصول کر سکو گے۔ اس بار اچھے خاصے مسلح سپاہیوں کو لے جاؤ۔ وہ

مقابلہ بھی کر سکتے ہیں۔''

وہ دوسری صبح سو کر اٹھا تو خواب یاد آ رہا تھا۔ پچھلی بار بھی اس نے مجھے خواب میں دیکھا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کا سپنا سچ ہوگا لیکن میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کشاں کشاں وہاں لے گیا تھا۔ اس بار وہ سوچ رہا تھا۔ ''پہلا خواب سچا تھا تو یہ دوسرا خواب بھی سچا ہوگا۔ مجھے شنی وار کی شام وہاں چھاپا مارنا چاہیے۔''

وہ دونوں زمیندار مطمئن تھے کہ ان کے مال تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا لیکن میری پیش گوئی کے مطابق تیسرا دن ان پر بھاری پڑ گیا۔ وہ افسر مسلح سپاہیوں کے ساتھ وہاں آیا اور سیدھا اسی گودام میں پہنچ کر بولا۔ ''اسے کھولو۔ تمہارے پاس نئے مال کی کھیپ آئی ہے۔''

دونوں زمینداروں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ انہوں نے کہا۔ ''یہاں صرف چائے کی پتیاں پڑی ہوئی ہیں۔ کوئی ایسا ویسا مال نہیں ہے۔ آپ کو غلط اطلاع دی گئی ہے۔''

''اگر اطلاع غلط ہوئی تو ہم تلاشی لینے کے بعد ناکام لوٹ جائیں گے۔''

دونوں زمینداروں نے بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ایک نے کہا۔ ''آپ خوامخواہ تلاشی لینے کی زحمت کریں گے۔ ایسا کریں، ہم سے ایک لاکھ روپے لیں اور چلے جائیں۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''ہرگز نہیں، اس بار میں پانچ لاکھ روپے لوں گا۔ یا پھر مال کے ساتھ تمہیں گرفتار کر کے لے جاؤں گا۔''

وہ دونوں اسے سمجھاتے رہے۔ دو لاکھ پھر تین لاکھ دے کر ٹالنے کی کوششیں کرتے رہے لیکن میں افسر کے اندر تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا۔ اس نے سختی سے کہا۔ ''اب مجھ سے بحث نہ کرنا۔ آگے کچھ بولو گے تو میں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دوں گا۔''

انہوں نے مجبور ہو کر کہا۔ ''ٹھیک ہے، آپ یہاں انتظار کریں۔ ہم اپنے گھروں سے رقم لے کر آتے ہیں۔''

انہوں نے طے کیا کہ دونوں زمیندار اپنے اپنے گھروں سے ڈھائی لاکھ روپے لے کر آئیں گے۔ لیکن جب وہ گھر پہنچ کر اپنی تجوری سے رقم نکالنے لگے تو میں باری باری ان کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ انہیں غائب دماغ بنا دیا۔ وہ ڈھائی لاکھ کی جگہ پانچ پانچ لاکھ روپے اپنے بیگ میں رکھ کر لے آئے۔ اس طرح وہ پانچ لاکھ کی جگہ دس لاکھ ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے افسر کے سامنے دونوں بیگ رکھتے ہوئے کہا۔ ''لیں، یہ رقم گن لیں۔''

افسر نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''میرے پاس گننے کا وقت نہیں ہے۔ رقم ٹھیک ہی ہوگی۔''

یہ کہہ کر وہ بیگز اٹھا کر وہاں سے جانے لگا۔ ان دونوں نے اس کے پیچھے چلتے ہوئے پوچھا۔ ''ایک بات بتاتے جائیں، آپ کو یہ کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے پاس نئے مال کی کھیپ آئی ہے اور ہم نے اسے کہاں چھپایا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''مجھ پر جوگی مہاراج کا آشرواد ہے۔ وہ خوابوں میں آ کر مجھے بتاتے ہیں اور میں یہاں پہنچ جاتا ہوں۔''

یہ سنتے ہی وہ دونوں سر سے پاؤں تک سلگ گئے۔ انہوں نے پولیس افسر کے جانے کے بعد فیصلہ کیا کہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میرے کانچ کو آگ لگا دیں گے۔

اب سے پہلے ایک بنیے دھرم داس نے بھی یہی کیا تھا۔ وہ میرے کانچ کو آگ لگوانا چاہتا تھا۔ میں نے جواباً اس کے گودام میں آگ لگوا دی۔ اس بار بھی میں ان کے چائے کے باغات میں آگ لگا سکتا تھا۔ لیکن اس رات علی اسد اللہ تبریزی نے کہا۔ ''وہ جگہ چھوڑ دو۔ راجستھان کے علاقے میں جاؤ۔ یہاں تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔''

انہوں نے مختصر سی ہدایت کی پھر میرے دماغ سے چلے گئے۔ میں نے انوشے سے کہا۔ ''اپنا ضروری سامان سفری بیگ میں رکھو۔ ہم رات کے وقت یہاں سے نکلیں گے۔''

ان دونوں زمینداروں نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا تھا کہ آج آدھی رات کے بعد وہ میرے کانچ میں آگ لگا دیں اور مجھے اس کے اندر جل کر مرنے کے لیے چھوڑ دیں۔

جب میں آدھی رات سے پہلے انوشے کے ساتھ کانچ سے نکلا تو دور دور کے مکانوں میں بتیاں بجھ چکی تھیں۔ کوئی ہمیں وہاں سے جاتے ہوئے دیکھ نہ سکا۔ ہمارے جانے کے ایک گھنٹے بعد دشمنوں نے اس کانچ میں آگ لگوا دی۔ اس کی کھڑکیاں اور دروازے بند تھے۔ انہوں نے جھانک کر نہیں دیکھا کہ ہم موجود ہیں یا نہیں؟ انہیں یقین تھا کہ جوگی مہاراج اپنی ننھی دیوی کے ساتھ سو رہے ہیں۔ وہ آگ لگانے کے بعد دور جا کر تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے۔ جلتے ہوئے کانچ سے کوئی باہر نہیں آیا تو انہوں نے سمجھ لیا کہ ہم اندر جل کر مر گئے ہیں۔

جب کانچ پوری طرح جلنے لگا تو اس کی روشنی وادی میں دور دور تک پھیلنے لگی۔ گاؤں والے اٹھ گئے۔ شور مچانے لگے۔ ''جوگی مہاراج کا کانچ جل رہا ہے۔ دوڑو... آگ

بجھاؤ...''

سب ہی اپنے اپنے گھروں سے بالٹیوں اور مٹکوں میں پانی بھر بھر کر لانے لگے۔ آگ بجھانے کی کوششیں کرنے لگے۔ آگ ایسی تیزی سے بھڑک رہی تھی کہ شعلے آسمان سے باتیں کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ عورتیں، مرد، بچے، بوڑھے سب ہی رو پڑے۔ دیکھتے رہے اور روتے رہے۔ روتے روتے کہتے رہے۔ ''نہ مہاراج باہر آئے ہیں۔ نہ ننھی دیوی دکھائی دے رہی ہے۔ ہے رام! وہ بیچارے زندہ جل مرے ہیں۔''

ایک بوڑھے نے روتے ہوئے کہا۔ ''چپ ہو جاؤ۔ ہمارے جوگی مہاراج کو کچھ نہیں ہوگا۔ وہ بھگوان کا اوتار ہیں۔ انہیں آگ چھو بھی نہیں سکتی۔ تم سب دیکھ لینا، جب آگ بجھ جائے گی تو وہ اپنی ننھی دیوی کے ساتھ اس راکھ کے ڈھیر سے چلتے ہوئے ہمارے پاس آئیں گے اور ہمیشہ کی طرح ہمارے سروں پر ہاتھ رکھیں گے۔''

میں اور انوشے اس بستی سے بہت دور نکل آئے تھے۔ شملہ جانے کے لیے وہاں سے رات کو بس نہیں چلتی تھی۔ میں نے پہلے ہی ایک زمیندار کے ڈرائیور کو اپنا آلہ کار بنا کر رکھا تھا۔ اِدھر وہ لوگ اس سے دشمنی کرنے میں مصروف تھے۔ اُدھر یہ ڈرائیور میرے لیے گاڑی لے آیا تھا۔ میں انوشے کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر شملہ کی طرف چل پڑا۔

کانچ کی آگ کئی گھنٹوں تک بھڑکتی رہی پھر رفتہ رفتہ مدھم پڑ گئی۔ صبح ہوتے ہوتے آگ بجھ گئی۔ بستی والوں نے بھی پانی پھینک پھینک کر رہی سہی آگ بجھائی پھر اس راکھ کے ڈھیر میں ہماری جلی ہوئی لاشیں تلاش کرنے لگے۔ ہم وہاں ہوتے تو ملتے۔ انہیں ایک جلا بھنا چڑیا کا بچہ بھی نہیں ملا تب وہ اطمینان سے رام نام جپنے لگے۔ کہنے لگے۔ ''ہمارے مہاراج سچ مچ بھگوان کے اوتار ہیں۔ بھگوان نے انہیں جلنے مرنے سے بچا لیا ہے۔ انہیں ننھی دیوی کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھا لیا ہے۔''

وہ خوش ہو رہے تھے اور بڑے دُکھ سے سوچ رہے تھے کہ جوگی مہاراج پھر واپس آئیں گے یا نہیں؟ مرنے والے کبھی واپس نہیں آتے۔ لیکن انہیں تو زندہ اٹھایا گیا ہے۔ شاید وہ واپس آ جائیں۔

وہ سب ہمارے لیے نیک جذبات رکھتے تھے۔ دل سے ہمارے عقیدت مند تھے۔ ہمارے بارے میں طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ ایسے وقت وہ دونوں زمیندار اور تبت کی سمت سے آنے والے اسمگلر وہاں پہنچ گئے۔ میں اور انوشے ان کے دماغوں پر مسلط تھے۔ وہ سب اونچے ٹیلے پر میرے کانچ کے پاس آ کر رونے لگے۔ سینہ پیٹ کر کہنے لگے۔ ''ہائے ہائے! ہم نے یہ کیا کیا؟''

زمینداروں نے کہا۔ ''بستی کے لوگو...! اس کانچ میں ہم نے آگ لگوائی تھی۔ ہم نے انہیں زندہ جلا کر مار ڈالا ہے۔ اب ہمیں جینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہم بھی یہیں اپنی جان دیں گے اور یہ تبت کے باشندے ہیں۔ افیون اور چرس کا کاروبار کرتے ہیں۔ مہاراج نے ہمیں سمجھایا تھا کہ ہم یہ غلط دھندا نہ کریں مگر ہم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے اور بار بار نقصان اٹھاتے رہے۔ اب ہم اس دنیا سے جا رہے ہیں۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے خود اپنے ہاتھوں سے سزا پا رہے ہیں۔''

انہوں نے ریوالور نکال کر پہلے ان اسمگلروں کو گولیوں کا نشانہ بنایا پھر ان دونوں نے ایک دوسرے کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ ''بستی کے لوگو! ہم آخری بار مہاراج کی جے جے کار سننا چاہتے ہیں۔ بولو۔ جوگی مہاراج کی جے۔''

وہ سب میری جے جے کار کرنے لگے۔ اسی وقت انہوں نے ٹریگر دبائے۔ ایک کی گولی دوسرے کو لگی۔ دونوں وہیں راکھ کے ڈھیر میں گر کر ہمیشہ کے لیے اوپر پہنچ گئے۔

میں انوشے کے ساتھ شملہ پہنچ گیا تھا۔ ہم ایرپورٹ کے ویٹنگ روم میں بیٹھے اپنی فلائٹ کا انتظار کر رہے تھے۔ ہمارے سامنے والے صوفے پر ایک تیس برس کا جوان سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ کوئی خاص بات متوجہ کرنے والی ہو تو انوشے کو قدرتی طور پر اشارہ مل جاتا ہے۔ وہ میرے قریب ذرا جھکتے ہوئے سرگوشی میں بولی۔ ''گرینڈ پا! وہ جو سامنے جوان بیٹھا ہے۔ اس کے خیالات پڑھیں۔''

میں نے کہا۔ ''میں نے ابھی تک اس کی آواز نہیں سنی۔ اسے مخاطب کرنا ہوگا۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ میرے اندر آئیں۔''

میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے مجھے سامنے والے جوان کے اندر پہنچا دیا۔ وہ بہت مغموم تھا۔ اس کی محبوبہ کو اغوا کر لیا گیا تھا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے اسے تلاش کرتے کرتے تھک ہار گئے تھے۔ اس کی واپسی کی امید نہیں رہی تھی۔ وہ جوان وہاں بیٹھا صدمے سے ٹوٹ رہا تھا اور اسے یاد کر رہا تھا۔

اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ اس کی محبوبہ کی اور پانچ بہنیں تھیں۔ ایک رات اچانک ہی ان چھ بہنوں کو بیک وقت اغوا کیا گیا تھا۔ چھ جوان لڑکیوں کو ایک ہی گھر سے اغوا کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی لیکن تو کوئی شور ہنگامہ ہوا اور نہ ہی بستی والوں کو خبر ہوئی تھی۔ وہ چھ بہنیں ایسی خاموشی سے غائب ہوئی تھیں۔ جیسے انہیں بیک وقت زمین نگل گئی ہو یا آسمان کھا گیا ہو۔

وہ سوچ رہا تھا اور ان چھ لڑکیوں کے باپ کو کوس رہا تھا۔ ان کے باپ کا نام مرلی دھر تھا۔ وہ جے پور شہر کا بہت بڑا مہاجن تھا۔ شہر سے دور ایک بستی میں رہتا تھا۔ وہاں اس کے اناجوں کا گودام تھا۔ شہر سے دور رہنے کے باعث اخراجات کم ہوتے تھے۔ وہ بہت ہی کنجوس تھا۔ اپنی بیٹیوں کی شادیاں نہیں ہونے دیتا تھا۔ ان کی شادی ہوتی تو ہر بیٹی کو لاکھوں روپے کا جہیز دینا پڑتا۔ وہ گھاٹے کا سودا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کبھی کبھی ان سب سے کہتا تھا۔ ''میرے گھر میں کیوں پیدا ہوگئیں؟ اور پیدا ہو کر جوان کیوں ہوگئیں؟ اور جوان ہوگئیں ہو تو مر کیوں نہیں جاتیں؟ کسی کے ساتھ بھاگ کیوں نہیں جاتیں؟''

اس کی سب سے چھوٹی بیٹی نرملا اس جوان کی محبوبہ تھی۔ اس کی عمر پچیس برس تھی۔ اس حساب سے باقی پانچ بہنوں کی عمر کا حساب کیا جاتا۔ تو وہ پچاریاں تیس، بتیس، چھتیس اور چالیس برس کی عمر کو پہنچ رہی تھیں اور اب تک بن بیاہی بیٹھی ہوئی تھیں۔

اس بار اس جوان نے نرملا کو پیغام بھیجا تھا۔ ''جب تمہارا باپ کہتا ہے کسی کے ساتھ بھاگ جاؤ تو میں تمہیں بھگا کر لے جانے آرہا ہوں۔ تیار رہو۔ ہم کہیں جا کر کسی مندر میں شادی کرلیں گے۔''

اس جوان نے بڑی حسرت سے ایک گہری سانس لیتے ہوئے اپنے پاس رکھی ہوئی ایک ڈائری کو دیکھا پھر اسے اٹھا کر کھولا۔ اندر نرملا کی ایک تصویر رکھی ہوئی تھی۔ اس نے اس تصویر کو اٹھا کر بڑی محبت سے دیکھا۔ اسے چوما پھر سینے سے لگالیا۔

انوشے نے کہا۔ ''گرینڈ پا! اعلیٰ حضرت نے مجھے غیر ضروری معاملات میں خیال خوانی کرنے سے منع کیا ہے۔ تاکید کی ہے کہ میں کبھی قدرتی معاملات میں مداخلت نہ کروں۔ آپ اس بیچارے کی مدد کریں۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے اس کی محبوبہ کو تلاش کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ آپ اس کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔''

میں نے اس جوان کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر نرملا کی تصویر مجھے پیش کی۔ میں اسے دیکھنے لگا۔ وہ اچھی خوبصورت سی لڑکی تھی۔ میں اس تصویر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ زندہ سلامت تھی۔ ایک ایسے وسیع و عریض کمرے میں تھی۔ جس کی دیواریں پتھروں اور چٹانوں سے تراشی گئی تھیں۔ چھت بھی چٹانوں اور پتھروں کی بنی ہوئی تھی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ تین اجنبیوں نے ان چھ بہنوں کو اغوا کیا تھا۔ کس طرح کیا تھا وہ یہ نہ جان سکیں۔ کیونکہ بے ہوش تھیں۔ ان میں سے تین بہنوں کو کئی من اناج کے ساتھ کہیں بھیج دیا گیا ہے۔

نرملا اپنی دو بہنوں کے ساتھ ایک تہ خانے میں ہے۔ وہ تینوں افراد بھی وہیں تہ خانے میں ان کے ساتھ رہتے ہیں۔ ایسے ہوس پرست ہیں کہ تینوں بہنوں کو بری طرح استعمال کرتے ہیں۔ وہ کسی ایک کے لیے مختص نہیں ہیں۔ آپس میں ان کا تبادلہ کرتے رہتے ہیں۔

میں نے اس کے ذہن میں سوال پیدا کیا۔ ''آخر وہ تینوں کون ہیں؟ عیاشی کے علاوہ دن رات کیا کرتے ہیں؟''

اس کی سوچ نے جواباً کہا۔ ''وہ تینوں کوئی بہت ہی ذہین سائنس داں معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے پاس عجیب وغریب مشینیں ہیں۔ انہوں نے ہمیں بتایا ہے، وہ کسی سیارے سے آئے ہیں۔ یہ بات اس لیے بتائی گئی ہے کہ ہمارے ذریعے ان کا راز فاش نہیں ہوگا کیونکہ ہم کبھی اس تہ خانے سے باہر جا کر سورج کی روشنی نہیں دیکھ پائیں گی۔''

اس کے یہ خیالات پڑھتے ہی میں ایکدم سے چونک گیا۔ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ نرملا میری مرضی کے مطابق اس کمرے سے چلتی ہوئی تہ خانے کے دوسرے حصوں سے گزرنے لگی۔ میں نے اس کے ذریعے وہاں عجیب وغریب مشینیں دیکھیں پھر وہ ایسے حصے میں پہنچی۔ جہاں وہ تینوں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔ ''تم یہاں کیوں آئی ہو؟''

اس کی آواز سنتے ہی میں پھر ایک بار چونک گیا۔ جو جوکرانتے بول رہا تھا۔

میں نے خوش ہو کر انوشے کو دیکھا پھر اس کے ہاتھ کو تھام کر کہا۔ ''بے شک! اعلیٰ حضرت نے بہت سوچ سمجھ کر تمہیں میرے پاس بھیجا ہے۔ تمہاری وجہ سے میں اس وقت جوجو کرانتے کی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچ گیا ہوں۔ خدا کی قسم...! اب مزہ آئے گا...''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

جب میں الوشے کے ساتھ وادی میں تھا اور جناب علی اسد اللہ تبریزی نے مجھے راجستھان کے علاقے میں جانے کی تاکید کی تھی تب ہی میں سمجھ گیا تھا کہ وہاں ضرور کچھ اہم معاملات پیش آئیں گے لیکن یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی جلدی اچانک ہی جوجو کرانتے کی خفیہ پناہ گاہ کا سراغ مل جائے گا۔

صرف سراغ ہی نہیں ملا تھا بلکہ انتہائی خوشی اور کامیابی کی بات یہ تھی کہ میں نرملا کے اندر جا کر جوجو کی خفیہ پناہ گاہ تک بھی پہنچ گیا تھا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں... اور میں خیال خوانی کی آنکھوں سے اس تہ خانے میں جوجو کے علاوہ گوا گوا اور جانانا کو بھی دیکھ رہا تھا۔

اسے کہتے ہیں، کسی کی خوش بختی اور کسی کی بدبختی۔

وہ بدبخت لوگ بابا صاحب کے ادارے کا دروازہ کھلوانا چاہتے تھے۔ اس کے برعکس ان کی پناہ گاہ کا چور دروازہ کھل گیا تھا مگر وہ اپنی جگہ بے خبر اور مطمئن بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں بڑا ناز تھا کہ وہ دوسروں کو ننگا کر سکتے ہیں۔ انہیں کوئی بے لباس نہیں کر سکتا۔ اب تو ہم انہیں ننگا نچانے والے تھے۔

میں نے الوشے کو اس کامیابی کے متعلق بتایا تو وہ خوشی سے کھل گئی۔ میرے ذریعے وہ بھی نرملا کے اندر آئی وہاں اُس کی دو بہنیں اور تھیں۔ ہم بڑی خاموشی سے ان کے اندر بھی پہنچ گئے۔ باقی وہ تینوں یوگا کے ماہر تھے۔ میں نے ان کے دماغوں کو نہیں چھیڑا۔ خوامخواہ وہ سانسیں روک لیتے اور قریب آنے والے خطرے کی بو سونگھ لیتے۔

الوشے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے اندر کسی وقت بھی پہنچ سکتی تھی۔ اس نے پہلے بھی جوجو کی آواز سنی تھی لیکن جناب علی اسد اللہ تبریزی نے اسے محدود خیال خوانی کی اجازت دی تھی۔

اس نے کہا۔ ''گرینڈ پا! اعلیٰ حضرت نے تاکید کی ہے' میں اپنے طور پر کوئی بھی کارروائی نہیں کر سکتی۔ کسی دشمن کے دماغ میں جا کر اس کے معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتی لیکن جب وہ آپ کے لیے بہت بڑا مسئلہ بن جائیں گے اور آپ کو ان سے نمٹنے کا کوئی راستہ نہیں ملے گا تب میں آپ کی خاطر روحانی ٹیلی پیتھی کا سہارا لیتی رہوں گی۔''

میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے دادا کی جان...! تم فضائی سفر کو انجوائے کرو۔ میں اپنے طور پر مصروف رہوں گا۔''

ہم جہاز میں آ کر بیٹھ گئے تھے۔ وہ راجستھان کے شہر جے پور کے لیے پرواز کرنے والا تھا۔ میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا پھر نرملا اور اس کی بہنوں کے پاس پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر پہلے نرملا میری مرضی کے مطابق اپنے کمرے سے نکل کر تہ خانے کے مختلف حصوں سے گزرتی رہی تھی اور میں اس کے ذریعے وہاں کے مناظر دیکھ کر سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ پتھروں اور چٹانوں کی چار دیواری میں کہاں پہنچی ہوئی ہے؟

اس بیچاری کے خیالات بتا رہے تھے کہ جب سے وہاں آ کر قیدی بنی ہے تب سے ان پتھروں اور چٹانوں سے باہر اس نے سورج کی روشنی نہیں دیکھی۔ وہ نہیں جانتی کہ ہندوستان کے کس علاقے میں ہے؟ یا کسی دوسرے ملک کی کال کوٹھڑی میں زندگی گزارنے آئی ہے؟ اس کی دو بہنیں بملا اور اُرمیلا بھی اپنے اُن صیادوں سے وہاں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر پائی تھیں۔

جب نرملا وہاں کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی جوجو، واگوا اور جانانا کے وسیع و عریض کمرے میں پہنچی تو جوجو نے پوچھا۔ ''تم یہاں کیوں آئی ہو؟''

وہ خود نہیں جانتی تھی کہ تہ خانے میں کیوں بھٹک رہی ہے؟ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''میرا دل گھبرا رہا ہے۔ اس تہ خانے میں گھٹن سی ہو رہی ہے۔ اِدھر اُدھر جا کر دل بہلا رہی ہوں۔''

جانانا نے کہا۔ ''تمہیں یہاں پر کتنے دن ہو چکے ہیں اب تمہیں یہاں کا عادی ہو جانا چاہیے۔''

ایسے وقت اس کی دونوں بہنیں بھی وہاں آ گئیں۔ اُرمیلا نے کہا۔ ''جوجو...! تم نے وعدہ کیا تھا' مجھے تھوڑی دیر کے لیے کھلی فضا میں لے جاؤ گے اور سورج کی روشنی دکھاؤ گے۔ بھگوان کے لیے... ہمیں کچھ دیر تک کھلی فضا میں سانس لینے دو۔''

جوجو نے کہا۔ ''میں اپنا وعدہ پورا کروں گا مگر ابھی حالات موافق نہیں ہیں۔ ہم تمہیں باہر نہیں لے جا سکتے۔''

وہ بولی۔ ''حالات تمہارے موافق نہیں ہیں پھر بھی تم تینوں باہر جاتے رہتے ہو۔''

بملا نے کہا۔ ''ہمیں تو یہاں پتا ہی نہیں چلتا کہ کب دن نکلتا ہے' کب رات ہو جاتی ہے؟ میں تو گھبرا کر مر جاؤں گی۔''

وہ گوا گوا کی داشتہ تھی۔ جوجو نے مسکرا کر کہا۔ ''بملا...! مرنے کی بات نہ کر۔ اگر واقعی مر جائے گی تو تجھے باہر پھینک کر دوسری لانی ہوگی مگر انسانی آبادی میں جا کر کسی عورت کو اُٹھا کر لانا ایک مسئلہ ہے۔ ہم کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتے۔''

جوجو نے کہا۔ ''تم بہنوں کی وجہ سے ہم جے پور اور اس کے آس پاس کی بستیوں میں نہیں جا سکتے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔''

''تم میرے بستر پر آتے ہو تو بڑی ڈینگیں مارتے ہو۔ کہتے ہو کہ یہاں کی سپر پاور اور بڑے بڑے ملکوں کے حکمرانوں کو اپنا غلام بنا چکے ہو۔ اتنے بڑے لوگوں کے سامنے یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے کچھ نہیں ہیں۔ کیا انہیں زیر کر کے یہاں حکومت نہیں کر سکتے؟ ہمیں ڈنکے کی چوٹ پر باہر کھلی فضا میں نہیں لے جا سکتے؟''

وہ بولا۔ ''تم نہیں سمجھو گی۔ حکمران تعداد میں چند ہوتے ہیں۔ انہیں تابع دار بنا کر کنٹرول کیا جا سکتا ہے لیکن عوام لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ یہاں کے لوگ ہماری برتری قبول نہیں کریں گے۔ ہم روپوش رہ کر ہی سب پر حاوی ہوتے رہتے ہیں۔''

اُرمیلا نے کہا۔ ''تم سب اپنے معاملات میں بہت مصروف رہتے ہو۔ اس لیے تمہیں گھٹن نہیں ہوتی۔ یہاں اپنی مرضی سے وقت گزارتے ہو۔ ایک طریقے سے ہمارا وقت بھی اچھا گزر سکتا ہے۔''

''ہاں بولو، کیا چاہتی ہو؟ یہاں تہ خانے کے اندر تمہاری ہر ضرورت' ہر خواہش پوری کی جائے گی۔''

وہ تینوں بہنیں میری مرضی کے مطابق بول رہی تھیں۔ میں چاہتا تھا کہ وہاں ان سیارے والوں کی دن رات کی مصروفیات معلوم کرتا رہوں۔ یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا تھا' جب وہ تینوں بہنیں ان کی مصروفیات کے وقت ان کے آس پاس رہا کرتیں۔ یوں میں ان کے اندر رہ کر اپنا مقصد حاصل کر سکتا تھا۔

اُرمیلا نے کہا۔ ''تم اپنے معاملات میں مصروف رہتے ہو۔ ایسے وقت مجھے بھی اپنے ساتھ رکھا کرو۔''

نرملا نے کہا۔ ''جانانا! میں بھی تمہارے ساتھ ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔''

بملا نے گوا گوا سے کہا۔ ''اور میں بھی تمہارے ساتھ رہا کروں گی تو دل بہلتا رہے گا۔''

اُرمیلا نے کہا۔ ''اس طرح ہم تینوں' تم تینوں کو چائے پلا کر تمہاری خدمت کر کے تمہیں فریش رکھا کریں گی۔''

جوجو نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''یہ تینوں ہماری دیوانی ہو چکی ہیں۔ ایک پل بھی ہمارے بغیر رہنا نہیں چاہتیں۔''

جانانا نے کہا۔ ''چلو اچھا ہے۔ یہ ہمارے ساتھ ماتحت بن کر کام کرتی رہیں گی۔''

میں نے انہیں اپنی نظروں میں رکھنے کے لیے کسی حد تک راہ ہموار کر لی تھی پھر بھی فوری طور پر مزید کامیابیاں حاصل نہ ہو سکیں۔ کیونکہ وہ کسی قدر محتاط بھی تھے۔ برین ماسٹر اور اکابرین کے معاملات پر اپنی عورتوں کے سامنے سیارے کی نہ سمجھ میں آنے والی زبان بولتے تھے۔

میں بہت پہلے اکابرین کو بڑی رازداری سے اپنا معمول اور تابع دار بنا چکا تھا۔ ان کے اندر پہنچ کر جوجو وغیرہ کی مصروفیات کو سمجھ لیتا تھا اور بہت ضروری ہوتا تو الوشے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے برین ماسٹر اور دوسرے یوگا جاننے والے کے اندر پہنچ جایا کرتی تھی۔

لیکن جب وہ اپنی مخصوص زبان میں ہمارے خلاف پلاننگ کرتے تھے تو میں ان کی باتیں سمجھ نہیں پاتا تھا۔ الوشے کہتی تھی۔ ''گرینڈ پا! اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں' دشمنوں کا ہر بھید معلوم کرنا ضروری نہیں ہے۔ آپ رفتہ رفتہ بہت کچھ معلوم کرتے رہیں گے۔''

ان کی ذاتی مصروفیات کے بارے میں معلوم ہوا کہ جوجو نے اُرمیلا کو اپنی داشتہ بنایا تھا۔ بملا کو گوا گوا نے اور نرملا کو جانانا نے پسند کیا تھا۔ وہ شادی بیاہ کے حوالے سے ازدواجی رشتوں کو نہیں مانتے تھے۔ اپنے دستور کے مطابق سیارے میں کسی ایک عورت کے ساتھ اس وقت تک دن رات گزارتے تھے' جب تک وہ عورت ان سے حاملہ نہ ہو جاتی اور ان کے لیے ایک بچے کو جنم نہ دیتی۔ جب ان سے ایک بچہ ہو جاتا تو وہ اس بچے کو اپنے نام کرنے کے بعد اس عورت کو چھوڑ دیتے تھے۔

چونکہ سیارے میں عورتیں بہت کم تھیں۔ اس لیے اگر ایک مرد کسی عورت کو فارغ کر دیتا تھا تو دوسرے کئی مرد اسے ہاتھوں ہاتھ لے لیتے تھے۔ اگرچہ وہاں کی عورتوں میں کوئی کشش اور جاذبیت نہیں ہوتی تھی لیکن فطری تقاضے پورے کرنے کے لیے سیارے میں ان کی بڑی اہمیت تھی۔

اب وہ تینوں ارضی دنیا کی تین حسین عورتوں کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے۔ جیسا کہ مرد حضرات کی فطرت ہوتی ہے اور اس فطرت کے مطابق یہ کہاوت بھی دُرست ہے کہ دوسروں کی بیویاں خوبصورت لگتی ہیں۔ جسے نہیں پایا ہے، اسے پا لینے کی حسرت پکارتی رہتی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر جوجو چونکہ ارمیلا کو حاصل کرتا رہتا تھا۔ باقی دو اس کی دسترس میں نہیں تھیں۔ اس لیے وہ اُن کے لیے للچاتا تھا۔ اسی طرح گوا گوا اور جانانا بھی اپنی اپنی داشتاؤں کے ساتھ رہتے تھے لیکن اُن دوسری بہنوں کے لیے بھی للچاتے رہتے

تھے۔

ان کے لیے یہ کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ وہ جب چاہتے ان عورتوں کا آپس میں تبادلہ کر سکتے تھے لیکن یہ طے کیا گیا تھا کہ جب تک اپنی اپنی داشتہ کے ذریعے ان کی اولاد نہیں ہو گی۔ اس وقت تک وہ اپنی والی کو دوسرے کے پاس نہیں بھیجیں گے۔

سیارے میں ان کے ساتھ ایسا ہوتا تھا کہ وہاں کسی مرد کے پاس کوئی عورت آتی تو دو چار ماہ کے اندر اس کے پاؤں بھاری ہو جاتے تھے پھر اگلے نو دس ماہ تک ایسی حاملہ عورتوں کو قرنطینہ میں رکھا جاتا تھا۔ یعنی ماں بننے والیوں کے لیے وہ ایسا میٹرنٹی ہوم تھا جہاں کوئی مرد ان کے پاس نہیں آ سکتا تھا۔ جب وہ زچگی سے فارغ ہو جاتی تھیں تو زیادہ سے زیادہ ایک ماہ تک اپنے بچے کو دودھ پلاتی تھیں پھر اسے اُس کے باپ کے حوالے کر کے کسی دوسرے کے پاس چلی جاتی تھیں۔

وہاں کی خرگوش نما عورتوں کا کام بس اتنا ہی تھا کہ وہ مردوں کی ضروریات پوری کرتی تھیں۔ ان کے بچے پیدا کرتی تھیں اور وہ زیادہ سے زیادہ چالیس یا پچاس برس تک زندگی گزارنے کے بعد مر جاتی تھیں۔ ایک ماہ کے بعد ہی بملا کو اُلٹیاں ہونے لگیں۔ ماں بننے کے آثار پیدا ہو گئے۔ گواگوا نے خوش ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''میں نے تو بازی مار لی۔ یہ سیارے کی مخلوق کا پہلا بچہ ہے جو ارضی دنیا میں پیدا ہو گا۔''

جوجو اور جانانا نے اسے مبارکباد دی۔ بملا نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''یہاں میری زچگی کیسے ہو گی؟ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ اس گھٹن میں طبیعت اور خراب ہوتی جائے گی۔ زچگی ہونے تک میڈیکل چیک اپ ہوتا رہتا ہے۔ یہ سب کچھ کیسے ہو گا؟''

''جیسا تم چاہتی، ہو ویسا ہی ہو گا۔ میری بھی پوری کوشش یہ ہو گی کہ یہ بچہ زندہ سلامت پیدا ہو اور یہاں رہنے والوں کی طرح اسے بھی ایک لمبی زندگی ملتی رہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا مجھے اس تہ خانے سے باہر کسی شہر میں، کسی اسپتال میں یا میرے رشتہ داروں کے پاس پہنچایا جائے گا؟''

جوجو نے کہا۔ ''ہاں، تمہاری اور تم سے ہونے والے بچے کی سلامتی کے لیے تمہیں اس تہ خانے سے باہر لے جایا جائے گا۔ تم جس بستی میں رہتی ہو۔ اس کے پاس جے پور شہر ہے۔ وہاں ہم میں سے کوئی نہیں جا سکے گا۔ وہاں سے دور تم کسی دوسری جگہ دوسرے رشتے داروں کے پاس جا کر رہنا چاہو گی تو ہم تمہیں وہاں پہنچا دیں گے۔''

وہ خوش ہو کر گواگوا سے لپٹ گئی۔ کہنے لگی۔ ''یہ بچہ تو میرے لیے آزادی کا پیغام لا رہا ہے۔''

گواگوا نے اسے چومتے ہوئے کہا۔ ''ہمارے ہاں کا دستور ہے، جب ہماری عورت ایک بچے کو جنم دیتی ہے۔ اسے ایک یا دو ماہ تک دودھ پلاتی ہے تو اس کے بعد ہم اس سے بچہ لے لیتے ہیں اور عورت کو آزاد کر دیتے ہیں۔ تمہیں بھی اسی طرح آزاد کر دیا جائے گا پھر تمہاری جگہ کسی دوسری کو لے آؤں گا۔''

جانانا نے کہا۔ ''بھئی گواگوا! تم بہت ہی لکی ہو۔ ایک حسین عورت سے مزے لوٹتے رہے۔ اب تمہیں ایک بچہ بھی ملے گا اور بملا کی جگہ نئی عورت بھی مل جائے گی۔ ہمارے مقدر میں یہ پرانی عورتیں ہی رہیں گی۔''

اُرمیلا اور نرملا دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہی تھیں کہ وہ بھی حاملہ ہو جائیں پھر بملا کی طرح انہیں بھی اس تہ خانے سے رہائی مل جائے اور ان سیارے والوں سے بھی چھٹکارا مل جائے گا۔

جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں، میں نے نرملا کے ایک عاشق کے پاس اس کی تصویر دیکھی تھی۔ اس تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر میں نرملا اور اس کی دونوں بہنوں تک پہنچا تھا پھر ان تینوں کے ذریعے سیارے والوں تک رسائی ممکن ہوئی تھی۔ نرملا کے اس عاشق کا نام جے پرکاش تھا۔ اس نے انجانے میں مجھ پر بہت بڑا احسان کیا تھا۔ میں اس کے احسان کا بدلہ اسی طرح چکا سکتا تھا کہ اس کی نرملا کو اس کے پاس پہنچا دیتا۔

دوسرے ہی دن میں نے نرملا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اپنے بال بکھیرے پریشانی ظاہر کی اور خوامخواہ اُبکائیاں لینے لگی۔ یہ انکشاف کیا کہ وہ بھی ماں بننے والی ہے۔

جانانا نے خوشی سے اُچھل کر کہا۔ ''وہ مارا... یہ میری والی بھی مجھے ایک بچے کا باپ بنانے والی ہے۔ اب میری بھی یہ پرانی یہاں سے جائے گی اور نئی آئے گی۔''

جوجو نے بڑی مایوسی سے اُرمیلا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم مجھے کب خوشخبری سناؤ گی؟''

وہ بھی مایوس ہو رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں تو ہمیشہ بھگوان سے پرارتھنا کرتی رہتی ہوں کہ میرے بھی پاؤں بھاری ہو جائیں۔ مجھے بھی باہر کا سورج دیکھنے کو ملے۔ پتا نہیں کب میرے بھاگ جاگیں گے؟''

بملا نے گواگوا سے کہا۔ ''تم کہہ رہے تھے، بچہ ہو گا تو اسے مجھ سے لے لو گے پھر مجھے ہمیشہ کے لیے آزاد کر دو گے۔ مجھے میری دنیا میں چھوڑ دو گے؟''

''ہاں، ہمارا دستور یہی ہے اور میں یہی کروں گا۔''

وہ بولی۔ ''تم تینوں جے پور کی طرف نہیں جانا چاہتے۔ کوئی بات نہیں، اُودے پور میں میرا ننھیال ہے۔ میرے بہت سے رشتے دار ہیں۔ میں وہاں جا کر رہوں گی اور وہیں میری زچگی ہو گی۔ کیا تم وہاں میرے ساتھ رہو گے؟''

''ہم اتنے احمق نہیں ہیں۔ روپوش رہنے میں ہی ہماری سلامتی ہے۔ میں اور جانانا تم دونوں بہنوں کو اُودے پور پہنچا دیں گے پھر روپوش رہ کر خیال خوانی کے ذریعے تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔ جب ہمارے بچے پیدا ہوں گے اور تم انہیں ایک دو ماہ تک دودھ پلاؤ گی تو اس کے بعد ہم اپنے بچوں کو اس طرح لے آئیں گے کہ تمہیں اور تمہارے رشتے داروں کو خبر تک نہ ہو گی۔''

جانانا نے کہا۔ ''اور تم دونوں یہ تمام باتیں اپنے کسی بھی رشتے دار کو نہیں بتاؤ گی۔ اگر زچگی ہونے تک اور ہمارا بچہ ہمیں ملنے تک تم زبان بند رکھو گی تو سمجھ لو، ہمیشہ کے لیے آزاد رہ کر اپنی دنیا میں مزے سے زندگی گزارو گی اور اگر کسی سے اس تہ خانے کے بارے میں اور یہاں کی مشینوں کے بارے میں کچھ کہو گی تو ہم تمہیں پھر اغوا کر کے اس تہ خانے میں لا کر ہمیشہ کے لیے قید کر دیں گے۔ پھر مرتے دم تک کھلی فضا میں سانس لینے اور سورج کی روشنی دیکھنے کے لیے ترستی رہو گی۔''

ان دونوں نے کان پکڑ کر قسم کھاتے ہوئے کہا۔ ''ہم آزاد رہ کر اپنی دنیا میں زندگی گزارنا چاہتی ہیں۔ کبھی تمہارے خلاف کچھ کہنے کی غلطی نہیں کریں گی۔''

گواگوا نے کہا۔ ''ہم آج ہی آدھی رات کے بعد تم دونوں کو اُودے پور پہنچا دیں گے۔ جاؤ، ہمارے لیے کھانا تیار کرو۔''

وہ تینوں وہاں سے چلی گئیں۔ جوجو نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا۔ ''تم آدھی رات کے بعد انہیں اُودے پور پہنچا دو گے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں، ان کے بعد عورت کے بغیر نہیں رہ سکو گے۔ وہاں سے دو عورتیں شکار کر کے ضرور لاؤ گے۔''

جانانا نے کہا۔ ''یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ تم یہاں اُرمیلا کے ساتھ رہو گے۔ ہم ایک عورت کو تمہارے پاس دیکھتے رہیں گے اور ترستے رہیں گے۔ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔''

''پھر کیا کرنے کا ارادہ ہے؟''

گواگوا نے کہا۔ ''کوئی ضروری نہیں ہے کہ آج ہی رات ہمیں دو نئی عورتیں مل جائیں پھر یہ کہ ہم نے جلد بازی میں اغوا کی واردات کی تو کسی مصیبت میں گرفتار ہو سکتے ہیں۔ میں تو اُودے پور میں کچھ روز بیرونی ملک کے سیاح کی حیثیت سے رہوں گا۔ تم کیا کہتے ہو جانانا...!''

وہ بولا۔ ''میں بھی عورت کے بغیر نہیں رہوں گا۔ اب ہم ایک ساتھ اپنا شکار لے کر یہاں آئیں گے۔''

جوجو نے کہا۔ ''پھر میں تم دونوں سے پیچھے کیوں رہوں گا؟ تمہارے پاس نئی عورتیں ہوں گی اور میں انہیں دیکھ کر للچاتا رہوں گا لہٰذا میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا اور اپنے لیے نئی عورت لے کر آؤں گا۔''

گواگوا نے کہا۔ ''بے شک، تم ایسا کرو لیکن یہاں عورتوں کی بھیڑ نہ لگاؤ۔ اگر نئی لانا چاہتے ہو تو اس پرانی کو بھی وہیں اُودے پور میں چھوڑ دو۔''

وہ تینوں آپس میں بول رہے تھے۔ جو پلاننگ کر رہے تھے، اس کے ہر پہلو پر غور کرتے جا رہے تھے پھر جوجو نے کہا۔ ''ہم نئی عورتوں میں مصروف اور مست رہیں گے۔ ہمیشہ پرانی عورتوں کے دماغوں میں جا کر ان کے حالات معلوم نہیں کر سکیں گے۔ نہ ہی تنویمی عمل کے ذریعے ہمیشہ کے لیے ان کے دماغوں کو لاک کر سکیں گے کیونکہ تنویمی عمل کا اثر دیرپا نہیں ہوتا ہے۔''

جانانا نے کہا۔ ''ہم تمہاری بات سمجھ رہے ہیں مگر وہ تینوں پرانی عورتیں اپنے رشتے داروں کے پاس جا کر اپنی دنیا میں رہیں گی تو رفتہ رفتہ یہاں کی ساری باتیں وہاں کے لوگوں کو بتاتی رہیں گی لہٰذا جب ہم اپنے بچے ان کے پاس سے لے آئیں گے تو پھر ان تینوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

جوجو نے کہا۔ ''میں تو اُرمیلا کو اُودے پور پہنچانے کے بعد ہی مار ڈالوں گا۔''

گواگوا نے کہا۔ ''ایسی غلطی نہ کرنا۔ وہ طبعی موت نہیں مرے گی تو باقی دو بہنوں کو شبہ ہو گا کہ ہم نے اُرمیلا کو مار ڈالا ہے پھر انہیں یہ خوف رہے گا کہ جب وہ بچے پیدا کر کے انہیں ہمارے حوالے کریں گی تو انہیں بھی مار دیا جائے گا۔''

جانانا نے کہا۔ ''اُرمیلا کے معاملے میں جلدی نہ کرو۔ تینوں بہنوں کو ایک ساتھ ہی اس دنیا سے رُخصت کیا جائے

گا۔''

ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ وہ ان تین بہنوں کے سلسلے میں کیا منصوبہ بنا رہے ہیں اور کس طرح اس پر عمل کرنے والے ہیں؟ میں تو جناب اعلیٰ حضرت کے متعلق سوچ رہا تھا اور عقیدت سے سر جھک رہا تھا۔ وہ بے شک اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ انہیں آئندہ پیش آنے والے واقعات کا علم ہو جاتا تھا۔

اعلیٰ حضرت جانتے تھے کہ وہ سیارے والے ان تینوں بہنوں کو ہمیشہ تہ خانے میں قید کر کے نہیں رکھ سکیں گے۔ ان کے ساتھ ایسے حالات پیدا ہوں گے کہ وہ انہیں باہر لے جانے پر راضی خوشی آمادہ ہو جائیں گے۔ اپنا بچہ حاصل کرنے کی خوشی بھی ہوگی اور نئی عورتوں کو پانے کی ہوس بھی... وہ ان تین بہنوں کے ساتھ باہر نکلنے پر مجبور جائیں گے پھر یہ مجبوری انہیں ایسی جگہ پہنچائے گی۔ جہاں میں پہنچنے والا تھا۔

اسی لیے اعلیٰ حضرت نے ہدایت فرمائی تھی کہ مجھے اس وادی کو چھوڑ کر راجستھان کے علاقے میں جانا چاہیے۔ اس علاقے میں پہنچنے سے پہلے ہی میں ان تینوں کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ گیا تھا۔ وہاں ان کی مصروفیات اور دیگر تماشے دیکھ رہا تھا۔ بڑی معلومات حاصل ہو رہی تھیں لیکن یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ ان کی وہ خفیہ پناہ گاہ کہاں ہے؟

چھ بہنوں کو اغوا کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں پولیس اور انٹیلی جنس والوں نے مجرموں کو کئی کلومیٹر دور تک تلاش کیا تھا۔ انہیں ایسی کوئی چار دیواری نظر نہیں آئی تھی' جہاں مجرموں کی روپوشی کا شبہ ہوتا۔ مجھے اتنا معلوم ہوا تھا کہ ان کی پناہ گاہ زیر زمین ہے۔ وہ زمین کی سطح پر نہ دکھائی دیں گے، نہ کبھی پکڑے جائیں گے۔

راجستھان کا ویران ریگستانی علاقہ سیکڑوں کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔ اگر وہاں ہیلی کاپٹر کے ذریعے دیکھا جاتا تب بھی زمین کا وہ حصہ نظر نہ آتا۔ جہاں تہ میں ان کی پناہ گاہ تھی۔ جب فلائنگ ساسر انہیں زمین کی تہ میں پہنچاتا تھا تو وہاں دو ہزار گز کے رقبے تک گہرا گڑھا پڑ جاتا تھا پھر وہ فلائنگ ساسر واپس چلا جاتا تھا تو ایک مشین کے ذریعے دو ہزار گز کی زمینی سطح ہموار کر دی جاتی تھی۔

اس تہ خانے سے باہر جاتے وقت اسی مشین سے چور راستہ بنایا جاتا تھا پھر باہر کی مصروفیات سے نمٹ کر تہ خانے میں واپس آنے کے بعد اس چور راستے کی زمینی سطح کو بھی ہموار کر دیا جاتا تھا۔ یہ ایسی تکنیک تھی' ایسا طریقہ کار تھا کہ دنیا کی کوئی سراغ رساں ٹیم اس پناہ گاہ کو ڈھونڈ نہیں سکتی تھی۔

ہمیں اُمید تھی کہ جوجو اور اس کے ساتھیوں سے کوئی غلطی ہوگی تو اس کے نتیجے میں ہی ان کی پناہ گاہ کی نشاندہی ہو سکے گی۔ فی الحال ان تین بہنوں کے اندر رہ کر یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ آدھی رات کے بعد انہیں اُودے پور پہنچانے والے ہیں اور میں پہلے ہی وہاں پہنچا ہوا تھا۔ آدھی رات کے بعد ہی شاید ان کی گردنیں میری گرفت میں آنے والی تھیں۔

☆☆☆

تمام چھوٹے بڑے ممالک' تمام فوجی قوتیں اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے میں کسی بھی غیر مسلم کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ کبھی کسی ملک سے دوستانہ سمجھوتا ہو اور وہاں کے اکابرین یا فوج کے اعلیٰ افسران ادارے میں آنا چاہیں تو ان کے خیالات اچھی طرح پڑھنے کے بعد بڑی خوشدلی سے ان کا استقبال کیا جاتا تھا۔ انہیں ادارے کے ہر شعبے کا معائنہ کرنے کی اجازت دی جاتی تھی پھر وہ بڑے ہی دوستانہ انداز سے رُخصت ہو جاتے تھے۔

اس بار ٹونی جے اور دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ادارے کے اندر آنے کی اجازت دی گئی تھی۔ ان تینوں سے نہ تو کسی طرح کا لین دین کرنا تھا' نہ ہی کسی بات پر کوئی سمجھوتا ہوا تھا۔ دراصل جوجو کو اس کی مکاری کا منہ توڑ جواب دینا ضروری ہو گیا تھا۔ وہ اپنے دونوں ساتھیوں کو اغوا اور جاننا کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں گھس کر وہاں کے بھید معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے ٹونی جے اور دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر جگہ بنائی تھی۔ انہیں اپنا آلۂ کار بنا کر بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کے لیے دروازے تک پہنچ گیا تھا۔

ادارے کے انچارج نے ان کے لیے دروازہ کھول دیا تھا۔ وہ تینوں اندر گھسے تھے اور جو جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ دماغی طور سے اپنی جگہ حاضر ہو گیا تھا۔ تینوں کی خیال خوانی کی لہروں کو بابا صاحب کے ادارے میں جانے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ وہ اپنے منصوبے میں بری طرح ناکام رہا تھا۔

جوجو' گوا گو اور جانا نا اپنی ناکامی کا غم غلط کرنے کے لیے فی الوقت تین عورتوں سے خود کو بہلا رہے تھے۔ انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ ان عورتوں کے ساتھ اچھا خاصا رنگین سنگین وقت گزارنے کے بعد ذہنی طور پر فریش ہو کر اپنی ناکامی کے سلسلے میں اپنا محاسبہ کریں گے پھر بابا صاحب کے

ادارے کے خلاف کوئی ٹھوس منصوبہ بنانے کے بعد اس پر عمل کریں گے۔

پھر ان کے سامنے نئے معاملات درپیش ہوئے۔ بہلا اور نرملا نے مائیں بننے کی خوشخبری سنائی تو ان تینوں نے یہی فیصلہ کیا کہ اب ان تینوں کو اُودے پور پہنچا کر تین نئی عورتیں وہاں لائی جائیں گی۔ یعنی وہ اب تک اسی معاملے میں اُلجھے ہوئے تھے۔ وہ نئی عورتیں لاتے تو نئی عیاشیوں اور نئی رنگینیوں میں ڈوبے رہتے۔ ابھی وہ کچھ عرصے تک بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔

اُدھر بابا صاحب کے ادارے میں ٹونی جے اور دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اندر آنے کی اجازت دی گئی تھی۔ انہیں گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرایا گیا تھا۔ سونیا نے آکر ان سے ملاقات کی پھر ٹونی جے سے کہا۔ ''ہم سب یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم فرہاد سے محبت کرتے ہو اور اس سے دلی عقیدت رکھتے ہو۔ اسی لیے تمہیں عارضی طور پر اس ادارے میں آنے کی اجازت دی گئی ہے۔ تاکہ تم جوجو کی انتقامی کارروائی سے محفوظ رہ سکو۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''میں آپ سب کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ جوجو ہماری زمین پر اس طرح بلا بن کر نازل ہوا ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے خود کو کہیں چھپا نہیں پاتے ہیں۔ اس کی گرفت میں آ جاتے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہاں، اسی لیے میں اپنی پوری فیملی کے ساتھ اس ادارے میں آ گئی ہوں۔ اس کی ٹریننگ مشین کا توڑ کرنے کے بعد ہی اس سے نمٹا جائے گا۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا میں بھی اسی ادارے میں رہ کر محفوظ رہ پاؤں گا؟''

''سوری، تم یہودی ہو اور بابا صاحب کے ادارے کے اصول بہت سخت ہیں۔ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ تمہیں تحفظ دیں گے لیکن تم یہاں نہیں رہ سکو گے۔''

''میں باہر جا کر ان سیارے والوں سے کس طرح محفوظ رہ سکوں گا؟''

وہ بولی۔ ''تمہاری شخصیت، تمہارا لب ولہجہ تبدیل کیا جائے گا پھر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے دماغ میں آتے جاتے رہیں گے۔ جب بھی جوجو تمہیں ٹریننگ مشین کے ذریعے ڈھونڈنا چاہے گا تو اس مشین کو عارضی طور پر ناکارہ بنا دیا جائے گا۔ جس طرح وہ ہم سے مایوس ہو چکا ہے' ہمیں تلاش نہیں کر رہا ہے۔ اسی طرح وہ تم سے بھی مایوس ہو کر تمہارا خیال اپنے ذہن سے نکال دے گا۔''

''میں اپنے گاڈ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ میں یہودی ہوں۔ آپ سب مسلمان ہیں۔ ہم آگ اور پانی سمجھے جاتے ہیں۔ کبھی ایک نہیں ہوتے۔ اس کے باوجود مجھے بابا صاحب کے ادارے سے تحفظ اور سلامتی مل رہی ہے۔ میں آپ سب کے نیک جذبوں کو اور اس مقدس ادارے کو سلام کرتا ہوں۔''

سونیا نے کیریا کو بلا کر کہا۔ ''تم ٹونی جے پر تنویمی عمل کرو گے۔ اس کی شخصیت اور لب ولہجہ تبدیل کرو گے۔ جب یہ نیند سے بیدار ہوگا تو اسے یہاں سے رُخصت کیا جائے گا۔''

یہ کہہ کر وہ ادارے کے انچارج کے پاس آئی پھر اس سے کہا۔ ''امریکن آرمی کے اس اعلیٰ افسر سے بات کراؤ جو یوگا کا ماہر ہے۔''

امریکن آرمی کے مختلف شعبوں میں ایسے دس اعلیٰ افسران تھے' جو یوگا میں مہارت رکھتے تھے۔ اس دنیا میں جتنے بھی دوست اور دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ وہ ان سب سے محفوظ رہتے تھے۔ کوئی ان کے دماغوں میں نہیں آ سکتا تھا اور نہ ہی ان کے اہم فوجی راز کے متعلق کچھ جان سکتا تھا۔

ان کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ان کے اندر پہنچ نہیں پاتے تھے۔ نہ ہی ان کو اس بات کی اجازت دی جاتی تھی۔ جوجو کرانتے کی ایک مشین میں پوری دنیا کا ریکارڈ موجود تھا کہ یہ دنیا کتنی بڑی ہے؟ یہاں کتنے ممالک ہیں؟ کتنے حکمران شہزور ہیں؟ کتنے کمزور ہیں؟

وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی صحیح تعداد نہیں جانتے تھے۔ لیکن یہ بات ان کے ریکارڈ میں تھی کہ بابا صاحب کے ادارے میں سب سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ ان کی وہ معلومات فراہم کرنے والی مشین جو انسائیکلوپیڈیا مشین کہلاتی تھی۔ اُس میں بہت کچھ ہونے کے باوجود سب کچھ نہیں تھا۔

جیسا کہ وہ مشین اعلیٰ بی بی اور ایمان علی کے بارے میں مکمل معلومات فراہم نہیں کر پائی تھی۔ ایمان علی کے بارے میں تو کوئی معلوماتی فائل اس مشین میں نہیں تھی اور ثنا کے بارے میں بھی کوئی ہسٹری محفوظ نہیں تھی۔ اسی طرح اس مشین میں ان امریکن آرمی کے یوگا جاننے والے افسران کے بارے میں بھی کوئی ریکارڈ موجود نہیں تھا۔

بابا صاحب کے ادارے کے انچارج نے ایسے ہی ایک

امریکن آرمی کے اعلیٰ افسر سے فون پر کہا۔ ''ہماری میڈم سونیا آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔ پلیز ہولڈ آن۔''

سونیا نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ ''ہیلو مسٹر کیری گرانٹ...! جب سے یہ سیارے والے ہماری زمین پر آئے ہیں۔ تب سے ہم سب ان سے چھپتے پھر رہے ہیں۔ کیا یہ دُرست ہے؟''

وہ بولا۔ ''بالکل دُرست ہے۔ میں حیران ہوں کہ آپ جیسی آسمان سے گرنے والی بجلی بھی ان سے منہ چھپا رہی ہے۔''

''میں چھپ نہیں رہی ہوں۔ دراصل جوجو کو چیلنج کیا جا رہا ہے کہ پہلے وہ ایک فرہاد کو ہی ڈھونڈ نکالے۔ کم از کم اس کے سائے تک ہی پہنچ کر دکھا دے۔ اس کے بعد میری باری آئے گی تو کوئی بھی سیارے سے آنے والا ہماری دنیا میں رہ نہیں پائے گا۔ یا تو مرے گا یا زمین چھوڑ کر بھاگے گا۔''

اس نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ ''وہ قیامت کا دن کب آئے گا؟''

''جب وہ تم سب کی گردنیں دبوچ لے گا۔''

اس نے کچھ پریشان ہو کر پوچھا۔ ''تم کہنا کیا چاہتی ہو؟''

''تم دس یوگا جاننے والے افسران یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ تم سب کی ہسٹری فائل اس کی ٹریننگ مشین میں نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو وہ اب تک تم جیسے اہم افسران کو بھی اپنا غلام بنا چکا ہوتا۔''

''آپ دُرست فرما رہی ہیں۔''

''میں ابھی تم لوگوں کی ہسٹری فائل جوجو تک پہنچا سکتی ہوں۔''

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا۔ ''نہیں میڈم! آپ ہم سے ایسی دشمنی نہیں کریں گی۔''

''ابھی تو طنزیہ انداز میں بول رہے تھے۔ یہ لہجے میں عاجزی کیسے آ گئی؟''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''سوری... مجھ سے غلطی ہو گئی۔ یہ بھول گیا تھا کہ آپ اور مسٹر فرہاد ہماری مخالفت پر آئیں گے تو ہم آہنی پردوں کے پیچھے بھی چھپ نہیں پائیں گے۔''

''ہم نے پہلے بھی کسی موقع پر مخالفت کرنے میں پہل نہیں کی۔ نہ اب کریں گے۔ نہ ہم نے کبھی ایسی دشمنی کی جیسی سیارے والے کر رہے ہیں۔ انہوں نے تو تمہارے تمام اکابرین کو تابع دار بنا لیا ہے۔ اپنے ان اہم افراد کو نجات دلانے کے لیے کیا کر رہے ہو؟''

''فی الحال سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کیا آپ گائیڈ کرنا پسند کریں گی؟''

''سیدھی سی بات ہے۔ ان کی ذہانتوں' صلاحیتوں اور قوتوں کے علاوہ ان کی کمزوریوں تک پہنچنے کی کوششیں کرو۔ تمہارے سائنس داں چاند تک پہنچ گئے ہیں۔ ستاروں پر کمند ڈال رہے ہیں۔ کیا وہ معلوم نہیں کر سکتے کہ یہ جوجو وغیرہ کس سیارے سے آئے ہیں؟''

سونیا نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''جب وہ یہاں تک پہنچ سکتے ہیں تو کیا تم لوگ اُن کے سیارے تک نہیں پہنچ سکتے؟ اگر وہاں پہنچ گئے تو ان کے بہت سے راز، بہت سی کمزوریاں تمہیں معلوم ہوتی رہیں گی۔ جس طرح انہوں نے تمہارے اکابرین کو تابع دار بنایا ہے۔ اسی طرح تم ان کے اکابرین کو، سائنس دانوں کو اور ان کے دیگر اہم افراد کو اپنے دباؤ میں رکھ کر برتری حاصل کر سکتے ہو۔''

''آپ یقین کریں ہم یہی کر رہے ہیں۔ ہمارے سائنس داں اور سراغ رساں ان کے سیارے کو کھوج نکالنے میں دن رات مصروف رہتے ہیں۔''

''کیا وہ لامحدود کائنات میں ایک نامعلوم سیارے کا محلِ وقوع معلوم کر سکیں گے؟''

''یقین سے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ ہو سکتا ہے' کوئی دھندلا سا ہی سراغ مل جائے۔ باقی داؤ دے۔ آپ اس سلسلے میں کوئی دوستانہ مشورہ دینا چاہیں گی؟''

سونیا نے کہا۔ ''ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ جوجو کے علاوہ اس سیارے کے دو اور باشندے آئے ہوئے ہیں۔ ان تینوں کی خفیہ پناہ گاہ ایک ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو بڑی رازداری سے گرفتار کرو پھر اس کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ وہ اپنے سیارے کی ایک ایک بات بتانے پر مجبور ہو جائیں۔''

اس نے کہا۔ ''ایسی تدبیر ہمارے ذہن میں آئی تھی مگر آپ سمجھ سکتی ہیں' ہم ان میں سے کسی کو گرفتار کر کے کہیں بھی چھپائیں گے تو وہ ٹریننگ مشین کے ذریعے خفیہ ٹارچر سیل تک پہنچ جائیں گے۔ اس طرح ہم دس یوگا جاننے والے بھی ان کی نظروں میں آ جائیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہاں، تم لوگوں کے ساتھ یہی پرابلم ہے۔''

''یہ پرابلم آپ لوگوں کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ان میں سے کسی کو اغوا کر کے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچایا

جائے گا تو وہ ٹریننگ مشین ان کے اس ساتھی کا سراغ نہیں لگا سکے گی۔''

یہ ضروری نہیں تھا کہ ہم جوجو یا اس کے کسی ساتھی کو اغوا کر کے بابا صاحب کے ادارے میں لے جاتے اور اس سے سیارے کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرتے۔ ایسا اس لیے ضروری نہیں تھا کہ جناب علی اسداللہ تبریزی اپنی روحانی صلاحیتوں کے ذریعے اس سیارے کے متعلق یقیناً بہت کچھ جانتے تھے لیکن قدرتی معاملات میں مداخلت کرنا نہیں چاہتے تھے۔

اعلیٰ حضرت اس بنیادی حقیقت سے واقف تھے کہ روحانیت کو ختم کرنے کی ناپاک سازشیں شیطان کی جانب سے ہوں یا سیارے والوں کی شر پسندی سے۔ ان کی ایسی سازشوں کو اور کوششوں کو دنیا والوں کے سامنے تماشا بنانا ہے۔ لوگوں کو سمجھانا ہے کہ نیکی اور بدی کی جنگ ازل سے جاری ہے۔ ہر نئے دور میں' نئے زمانے میں جاری رہے گی۔ یوں سائنسی ترقیوں کی بلندیوں پر پہنچنے والوں کو یہ سبق حاصل ہوتا رہے گا کہ دین اور اس کی بنیاد روحانیت اٹل ہے۔ یہ ناقابل شکست رہے گی۔ انسان کو اس کی سائنسی فتوحات سمیت ایک خدا کے آگے جھکنے پر مجبور کرتی رہے گی۔

سونیا نے امریکن آرمی کے افسر کیری گرانٹ کو جواب دیا۔ ''بے شک، ہم ان میں سے کسی کو اغوا کریں گے تو ان کی ٹریننگ مشین اس اغوا کیے جانے والے بندے کی نشاندہی نہیں کر سکے گی لیکن ہم نہ تو اغوا کی کوئی واردات کرنا چاہتے ہیں۔ نہ ہمیں سیارے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا شوق ہے۔''

وہ بولا۔ ''جوجو اور اس کے ساتھی فرہاد صاحب سے دشمنی کر رہے ہیں۔ انہیں ڈھونڈ کر نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے آپ سب کو ادارے میں چھپ کر رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ کیا آپ کی طرف سے جوابی کارروائی نہیں ہوگی؟''

''ہم جوابی کارروائی کے طور پر انہیں منہ توڑ جواب دے چکے ہیں۔ آخری بار انہوں نے تمہارے دو گمشدہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کیا تھا۔ انہیں آلۂ کار بنا کر ہمارے ادارے میں گھسنا چاہتے تھے مگر یہاں تک ان کی سوچ کی لہریں پہنچ نہ سکیں۔ جیسے ہی وہ دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ادارے کے اندر آئے۔ ان کی سوچ کی لہریں باہر بھاگ گئیں۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ''ہم اس طرح ہر محاذ پر انہیں شکست دے کر احساس کمتری میں مبتلا کرتے رہیں گے۔ انہیں مایوس اور کمزور بناتے رہیں گے۔''

اس اعلیٰ افسر کیری گرانٹ نے بڑی بے چینی سے پوچھا۔ ''کیا ہمارے دو گمشدہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے میں ہیں؟''

''ہاں، اس ادارے میں کسی غیر مسلم کو رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اس لیے ہم انہیں تمہارے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''میڈم! یہ آپ لوگوں کا بڑا پن ہے کہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا معمول اور تابع دار نہیں بناتے ہیں۔ آپ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو ہماری تحویل میں دے رہی ہیں۔ ہم اس احسان اور دوستانہ رویے کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''تمہارے ان دو خیال خوانی کرنے والوں کی ہسٹری فائل جو جو کی ٹریننگ مشین میں نہیں ہے۔ میرا یہ نیک مشورہ ہے کہ تم ان دونوں کو رازداری سے اپنے ساتھ رکھو۔ اپنے اکابرین کو اس سلسلے میں کچھ نہ بتاؤ ورنہ جوجو اور اس کے ساتھی ان اکابرین کے دماغوں سے بہت کچھ معلوم کر لیں گے۔''

''بے شک، ہم یہی کریں گے۔ یہاں سے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حاصل کر کے انہیں اپنے اکابرین سے بھی چھپا کر رکھیں گے۔''

''آج رات دس بجے روانہ ہونے والی ایک فلائٹ میں ان دونوں کی سیٹیں او کے کرا دی گئی ہیں۔ تم انہیں نیویارک میں ریسیو کر سکتے ہو۔''

''ویری نائس آف یو میڈم...!''

سونیا نے کہا۔ ''ان کے دماغوں میں نہ کوئی دشمن ہے۔ نہ ہماری طرف سے تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ اس لیے وہ تم سے تعاون کریں گے اور آئندہ تمہارے ساتھ رازداری سے رہا کریں گے۔''

''بہت بہت شکریہ میڈم...! آپ جناب علی اسداللہ تبریزی تک ہماری نیک خواہشات پہنچا دیں۔ ہم ہمیشہ ان کے احسان مند رہیں گے۔''

''تمہاری نیک خواہشات اور نیک ارادے اسی لمحے ان تک پہنچ رہے ہیں۔ او کے... سو فار...''

اس نے رابطہ ختم کیا پھر انچارج کا شکریہ ادا کر کے اس ریسپشن روم سے باہر آ گئی۔ ایک ٹو سیٹر ٹرالی میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ ایسے وقت الپا نے

خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''مما...! آج میں بہت خوش ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میری بیٹی' میری جان انوشے میرے اندر آئی تھی۔ اوہ مما! میں کیا بتاؤں؟ اعلیٰ حضرت نے انوشے کو اتنی سی عمر میں انتہائی سنجیدہ' ذمے دار اور روحانی صلاحیتوں کا حامل بنا دیا ہے۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''ہماری انوشے کیا کہہ رہی تھی؟''

''اس نے آپ کو وش کیا ہے۔ کہہ رہی تھی، اسے وہاں محض ایک بت بن کر رہنا چاہیے مگر آج کل وہ اپنے دادا جان کی دادی جان بنی ہوئی ہے۔''

اس بات پر وہ دونوں ہنسنے لگیں۔ سونیا نے کہا۔ ''وہ یقیناً اپنی روحانی صلاحیتوں کے ذریعے فرہاد کو گائیڈ کر رہی ہوگی اور وہ حضرت اپنی پوتی کی انگلی پکڑے آگے بڑھ رہے ہوں گے۔''

الپا نے فرط مسرت سے جھوم کر کہا۔ ''میں تو خوشی کے مارے ہواؤں میں اڑ رہی ہوں۔ پارس کا سینہ فخر سے تن گیا ہے۔ ہماری بیٹی ناقابل شکست کہلانے والے فاتح اعظم دادا جان کی گائیڈ بنی ہوئی ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''آمنہ کے پاس جا کر شکریہ ادا کرو۔ وہی انوشے کو دن رات روحانی تعلیمات سے سنوارتی رہی ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''میں اور پارس اس وقت ماما (آمنہ) کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ کہتی ہیں' آپ نے بھی انوشے پر بڑی محنت کی ہے۔ اسے ہمہ وقت مستعد' چوکنا اور حاضر دماغ رہنے کی تربیت دیتی رہی ہیں۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''انوشے نے یہ تو بتایا ہوگا' وہ اپنے گرینڈ پا کے ساتھ کہاں ہے اور وہ حضرت کیا کر رہے ہیں؟''

وہ ذرا مایوس ہو کر بولی۔ ''نہیں مما...! اعلیٰ حضرت نے اسے مجھ سے صرف دو باتیں کرنے کی اجازت دی ہے۔ تاکہ بیٹی کی طرف سے مجھے دلی سکون حاصل ہو جائے۔ اس نے مجھ سے رابطہ کرتے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ گرینڈ پا کے ساتھ اپنی مصروفیات کے سلسلے میں نہ کوئی سوال سنے گی۔ نہ کوئی جواب دے گی۔''

''پھر تو واقعی یہ پوتی ہماری دادی اماں بن گئی ہے۔''

سونیا نے جناب تبریزی کے حجرے کے سامنے موٹر ٹرالی روکتے ہوئے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت سے ملاقات کا وقت مقرر ہے۔ یہاں سے نکل کر تمہارے اور پارس کے پاس آؤں گی۔ اچھا... خدا حافظ۔''

الپا اس کے اندر سے چلی گئی۔ وہ حجرے کے بند دروازے کے پاس آئی تو اندر سے اعلیٰ حضرت کی آواز سنائی دی۔ ''آ جاؤ...!''

ان کے دروازے پر کوئی دربان' کوئی خدمت گار اور کوئی مرید موجود نہیں رہتا تھا۔ وہاں پیری مریدی کا کوئی سلسلہ نہیں تھا۔ یہ اصول تھا کہ کسی ایک کو پیر نہیں ماننا چاہیے۔ کیونکہ وہاں جناب علی اسداللہ تبریزی کے علاوہ اور کئی علما کرام تھے جو روحانی علوم کے مراحل سے گزرتے گزرتے اپنی عمر کے آخری حصے تک آ پہنچے تھے۔ وہ بزرگ حضرات دینی اور روحانی تعلیمات حاصل کرنے والوں کو مرید نہیں طلبا اور طالبات کہتے تھے۔ ایک معلم کی حیثیت سے انہیں درس دیتے تھے اور روحانیت کی روشنی میں ان کی رہنمائی فرمایا کرتے تھے۔

سونیا حجرے میں آ کر ان کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔ وہاں ثنا اور پورس پہلے سے سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''جب سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ فرہاد کہیں زندہ و سلامت ہے۔ تب سے سب ہی جوجو کے خلاف محاذ آرائی کرنے کے لیے یہاں سے باہر جانا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں تم سب اپنے دلی جذبات بیان کر سکتے ہو۔''

پورس نے کہا۔ ''فی الوقت سیارے والوں کی پوری توجہ ہمارے پاپا پر ہے۔ اگر ہم یہاں سے نکل کر مختلف سمتوں سے ان کے لیے مسائل پیدا کرتے رہیں گے تو ان کی توجہ بٹ جائے گی۔''

انہوں نے کہا۔ ''بے شک، دشمنوں کو مختلف محاذوں پر منتشر کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح ان کی طاقت بھی کم ہوگی اور وہ قدرے کمزور بھی ہوتے چلے جائیں گے لیکن...''

وہ ذرا چپ ہوئے۔ ان تینوں نے انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ ذرا توقف سے بولے۔ ''کچھ عرصے تک فرہاد کو صرف انوشے کے ساتھ رہنا ہے۔ اس کے قریب کسی کو نہیں جانا چاہیے۔''

ثنا نے کہا۔ ''میں وعدہ کرتی ہوں' جب تک آپ اجازت نہیں دیں گے۔ تب تک میں فرہاد کو تلاش نہیں کروں گی۔ ان کے قریب نہیں جاؤں گی۔ دور ہی دور سے ان کے لیے ڈھال بنتی رہوں گی اور دشمنوں کے لیے مشکلات پیدا کرتی رہوں گی۔''

اب سونیا کی باری تھی۔ اسے بھی میرے لیے اپنے جذبات کا اظہار کرنا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر اعلیٰ حضرت کو

دیکھا پھر سر جھکالیا۔ اس نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ اعلیٰ حضرت نے اسے بڑی اپنایت سے دیکھا۔ وہ اس بات کے معترف تھے کہ وہ بہت گہری ہے۔ غیر معمولی ذہانت کی حامل ہے۔ موجودہ حالات کا تجزیہ کر کے یہ سمجھ چکی ہے کہ فرہاد کے لیے جو بھی جذبات ہیں' انہیں فی الحال تھپک کر سلا دینا چاہیے۔

انہوں نے پورس سے کہا۔ ''میرے علم کے مطابق تمہیں اس ادارے سے باہر جانا چاہیے۔''

اس نے خوش ہو کر سونیا اور ثنا کو دیکھا۔ اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''وہ لوگ اپنی مشینوں کے ذریعے یہ معلوم کر لیں گے کہ تم فرہاد علی تیمور کے بیٹے پورس ہو۔''

وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہے تھے۔ ''وہ تمہیں ٹریپ کریں گے۔ ایسے وقت تم راضی خوشی ان کی گرفت میں آؤ گے پھر ان کے زیر اثر رہ کر ان کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹکتے رہو گے۔''

پورس نے مسکراتے ہوئے ایک گہری سانس لی۔ میری فیملی کے تمام افراد پر روحانی عمل کیا گیا تھا۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر آ کر چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ سیارے والے بھی پورس پر تنویمی عمل کرتے تو وہ بظاہر ان کا معمول اور تابع دار بن جاتا لیکن در پردہ اپنی اصلی شخصیت کے مطابق آزاد اور خود مختار رہتا۔

اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''اب تم جا سکتے ہو۔''

وہ سر جھکا کر سلام کرتا ہوا اُلٹے قدموں چلتا ہوا حجرے سے باہر چلا گیا۔ انہوں نے ثنا سے کہا۔ ''جوجو کی ٹریننگ مشین میں تمہاری ہسٹری نہیں ہے۔ جب تک تم گمنام اور پُراسرار بن کر رہو گی۔ تب تک سیارے والے اس مشین کے ذریعے تمہیں تلاش نہیں کر سکیں گے۔''

ثنا نے کہا۔ ''اگر میں زبان سے نہ بولوں۔ گونگی بن جاؤں۔ اپنا اصلی چہرہ کسی کو نہ دکھاؤں۔ ہمیشہ بہروپ میں رہوں تو کیا اس مشین سے محفوظ رہ سکوں گی؟''

انہوں نے کہا۔ ''اتنی احتیاط کے باوجود ایک اور پہلو رہ جاتا ہے۔''

وہ سیارے والے ایسی بلا تھے کہ ان سے دور اور محفوظ رہنے کے لیے ایک ایک پہلو کو پیش نظر رکھنا لازمی تھا۔ انہوں نے کہا۔ ''تم اپنے حالات کے مطابق کتنے ہی آلۂ کار بناتی رہو گی۔ خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر بولتی رہو گی تو وہ لوگ تمہارے کسی نہ کسی آلۂ کار کے اندر آ کر تمہاری آواز اور لب ولہجہ بن لیا کریں گے۔''

ثنا نے کہا۔ ''میں اپنی آواز اور لب ولہجہ بدلتی رہوں گی۔''

''ان کی وہ ٹریننگ مشین آواز' لب ولہجہ اور شخصیت بدلنے کے باوجود اصل شخصیت اور لب ولہجے کو ڈھونڈ نکالتی ہے۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''میری تو عقل کام نہیں کر رہی ہے... مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

اس نے سونیا کو دیکھا۔ سونیا نے کہا۔ ''سب مانتے ہیں' تم حد سے زیادہ ذہین ہو۔ میری طرح حاضر دماغی سے کام لینا جانتی ہو۔ بچاؤ کی اور بھی تدبیر ہے۔ تم اعلیٰ حضرت سے نہ پوچھو۔ خود سوچو اور سمجھو۔ جب سمجھ نہیں پاؤ گی۔ تھک ہار جاؤ گی تو میں تمہاری مشکل پار لگا دوں گی۔''

اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''تم جا سکتی ہو۔ یہاں سے روانگی کی تیاری کرو۔''

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ سر جھکا کر سلام کرتی ہوئی، اُلٹے قدموں چلتی ہوئی باہر جانے لگی۔ اعلیٰ حضرت نے سونیا سے کہا۔ ''تم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ موجودہ حالات میں یہاں سے باہر جانا ضروری نہیں ہے۔ ابھی تم آرام کرو گی؟''

وہ سر جھکا کر بولی۔ ''جوجو جیسے دشمن میرے سامنے بچے ہیں۔ میں ان کے منہ کیا لگوں؟ وہ تو میری بیٹی عالی سے مات کھا گیا۔ اب سیارے سے دوسرے بھی آئے ہیں۔ ان سے ثنا اور پورس نمٹ لیں گے۔''

وہ سامنے دیوار کو تک رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ ''ہُوں، آئندہ اس سیارے سے اور بھی شیطانی قوتیں زمین پر نازل ہوتی رہیں گی۔ بڑی تباہی اور بربادی کے منظر دیکھنے میں آئیں گے۔ وہاں کے خطرناک اور چالباز سائنس داں ارضی دنیا کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو اپنی غیر معمولی مشینوں کے شکنجے میں لے لیں گے۔ ان کے خلاف آخری ہتھیار تم ہو... صرف تم۔ کچھ عرصے بعد تمہیں باہر جا کر ان سے ٹکرانا ہے۔ جاؤ۔ فی الحال حالات کا جائزہ لیتی رہو اور دشمنوں پر نفسیاتی حملے کرنے کے لیے ان کی اسٹڈی کرتی رہو۔''

وہ اعلیٰ حضرت کے ہاتھ کو تھام کر ان کی ہتھیلی کی پشت کا بوسہ لے کر وہاں سے جانے کے لیے اٹھ گئی۔

ثنا حجرے سے باہر آئی تو سامنے موٹر ٹرالی پر پورس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دونوں تقریباً ہم عمر تھے۔ ثنا میری شریک حیات تھی۔ اس حوالے سے ان کے درمیان ماں بیٹے کا رشتہ قائم

ہو گیا تھا۔

وہ پورس کو دیکھ کر بولی۔ ''تم ابھی تک یہیں ہو۔ کیا مما کا انتظار کر رہے ہو؟''

وہ ٹرالی سے اُترتے ہوئے بولا۔ ''صرف مما کا ہی نہیں۔ تمہارا بھی انتظار کر رہا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''کیوں منہ دیکھی بات کر رہے ہو؟ تم پچھلے ہفتے سے اس ادارے میں ہو۔ ایک بار بھی مجھ سے ملنے نہیں آئے۔''

''کیسے آتا؟ میں نے سنا تھا' تم عدت کے ایام گزار رہی ہو۔ تم سے کوئی مل نہیں سکتا پھر میں کیسے آ کر ملتا؟''

''زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ یہاں آتے ہی تمہیں معلوم ہو گیا تھا کہ میرا سہاگ سلامت ہے۔ میں بیوہ نہیں ہوں۔ اب عدت کے دن نہیں گزار رہی ہوں۔''

''ہاں، یہ معلوم ہو گیا تھا مگر تم سے ملنے میں پھر ایک مسئلہ آڑے آ گیا۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیسا مسئلہ...؟''

''بڑا گمبھیر مسئلہ ہے۔ تم پاپا کے رشتے سے میری ماں ہو مگر میری ہم عمر ہو۔ فرض کرو۔ ابھی ہم کسی شاپنگ سینٹر یا کسی پارک یا کسی تقریب میں یوں ایک ساتھ دکھائی دیں گے تو سب ہی ہمیں دوست سمجھیں گے۔ میں تمہیں ماں کہوں گا تو سننے والے حیران ہوں گے۔''

''تو کیا ہوا...؟ انہیں حیران ہونے دو۔''

''کوئی یقین نہیں کرے گا کہ ہم ماں بیٹے ہیں۔ تم سے پوچھیں گے کہ تم نے پیدا ہوتے ہی مجھے پیدا کر دیا تھا کہ ہم ماں بیٹے بن گئے ہیں؟''

اس بات پر دونوں ہنسنے لگے۔ وہ بولا۔ ''میری ماما (آمنہ) نے مجھے پیدا کیا۔ وہ میری دوست بن کر رہتی ہیں۔ میری مما (سونیا) نے مجھے تربیت دی۔ مجھے فولادی جوان بنا دیا۔ وہ بھی ماں سے زیادہ دوست بن کر رہتی ہیں۔ تم بھی میری ماں ہو مگر ہم دوست بن کر رہیں گے۔''

وہ ثنا کے دونوں بازوؤں کو تھام کر بولا۔ ''آئی لو یو موی...!''

وہ حیرانی سے بولی۔ ''موی...؟ کیا یہ میرا نیا نام رکھ رہے ہو؟''

وہ مسکرا کر بولا۔ ''یہ نام نہیں ہے۔ یہ تمہاری جیسی دوست ماں کے لیے ایک نیا اندازِ تخاطب ہے۔ میں دوسروں کے سامنے تمہیں ممی کہہ کر ہر جگہ خود کو اور تم کو سوالیہ نشان نہیں بنانا چاہتا۔''

''اچھا تو پھر...؟''

''پھر یہ کہ ماما اپنی جنم دینے والی کو کہتا ہوں۔ مما تو ساری دنیا میں ایک ہی ہیں۔ کوئی دوسری مما ایسی ہو نہیں سکتیں۔ اب حساب کرو۔ ممی، ماما اور مما کے بعد کہنے کے لیے موی رہ جاتا ہے۔ اس میں بھی دو میم ہیں۔''

وہ بڑی اپنایت سے بولا۔ ''جب ایک بیٹے کے جذبے سے موی کہوں گا تو ماں کی خوشبو آئے گی اور موی نام کی دوست بھی کہلاؤ گی۔''

وہ قد آور تھا۔ ثنا نے مسکرا کر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنی طرف جھکایا پھر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ ''آئی لو یو مائی سن...! بائی دا وے تم یہ کہہ رہو کہ یہاں سے نکلنے کے بعد ہم کہیں ساتھ ساتھ دیکھے جائیں گے؟''

''میں نے تو بس یوں ہی کہا تھا۔ میں ساتھ رہوں گا تو تمہیں نقصان پہنچے گا۔ اعلیٰ حضرت نے پیش گوئی کی ہے کہ سیارے والے مجھے قیدی بنا کر رکھیں گے۔ جب ایسا ہو گا تو میرے ساتھ تم بھی بری طرح پھنسو گی۔''

ثنا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''میں خیال خوانی کے ذریعے تو تمہارے ساتھ رہ سکتی ہوں؟''

''تم میرے اندر آ کر بولو گی تو وہ دشمن میرے ذریعے تمہاری باتیں سنیں گے۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم میری ماں اور فرہاد علی تیمور کی بیوی ہو پھر وہ ٹریننگ مشین کے ذریعے تمہاری خفیہ پناہ گاہ تک بھی پہنچ جائیں گے۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''ان سیارے والوں نے ہمارے لیے بڑی مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ مجھے یہاں سے باہر جانے کے بعد بہت محتاط رہنا ہو گا۔''

اسی وقت سونیا حجرے سے باہر آئی۔ انہیں دیکھ کر بولی۔ ''کیا تم دونوں میرا انتظار کر رہے ہو؟''

پورس نے ثنا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ موی نہیں۔ صرف میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔''

سونیا نے ثنا کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''موی...؟''

وہ بولا۔ ''یس ماما! موی کا مطلب ہے نئی ماں...''

وہ اسے پیار سے گھور کر بولی۔ ''یہ مطلب اور معنی کس ڈکشنری میں ہیں؟''

''اس عالم فاضل بیٹے کی ڈکشنری میں لکھے ہوئے ہیں۔ ایک ماں کو ماما اور دوسری کو یعنی آپ کو مما کہتا ہوں۔ نئی ماں کو ممی اس لیے نہیں کہنا چاہتا کہ یہ ہم عمر ہیں۔ ماں نہیں'

چھوٹی بہن دکھائی دیتی ہیں لہٰذا انہیں موی کہا کروں گا۔''

سونیا نے اس کا ایک کان پکڑتے ہوئے کہا۔ ''باتیں بنانے میں تمہارا جواب نہیں ہے۔ تمہیں ایک خطرناک مہم پر روانہ ہونا ہے۔ اپنے نئے اہم معاملات پر توجہ دو۔ یہ بتاؤ میرا انتظار کیوں کر رہے تھے؟''

''میں آج رات یہاں سے چلا جاؤں گا اس لیے آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے، ابھی چلتے ہیں۔ پہلے ثنا سے باتیں کرلوں۔''

پھر وہ ثنا سے بولی۔ ''یہاں سے باہر جانے کے بعد تم سے دو غلطیاں ہوسکتی ہیں۔ کیا تم ابھی سے ان غلطیوں کو سمجھ رہی ہو؟''

''ہاں، میں جوش اور جذبے میں عقل کو بالائے طاق رکھ کر فرہاد کو تلاش کروں گی۔ ان کے قریب جاؤں گی تو میرے ساتھ انہیں بھی نقصان پہنچے گا لہٰذا میں ایسی کوئی غلطی نہیں کروں گی۔''

پورس نے پوچھا۔ ''اور دوسری غلطی کیا ہوسکتی ہے؟''

وہ بولی۔ ''ابھی ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ خیال خوانی کے ذریعے تم سے یا کسی بھی آلۂ کار سے رابطہ رکھوں گی اور اس کے اندر آکر بولوں گی تو دشمن مجھے ٹریس کرلیں گے۔''

پھر وہ سونیا سے بولی۔ ''آپ نے حجرے میں کہا تھا کہ میرے بچاؤ کی ایک تدبیر ہے؟''

سونیا نے کہا۔ ''ہاں ماشاءاللہ تم ذہین ہو۔ تدبیر سوچو یا میں بتاؤں؟''

وہ سونیا کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''حجرے میں آپ کا یہ مشورہ میرے لیے چیلنج بن گیا تھا۔ وہاں سے باہر آتے ہی تدبیر ذہن میں آگئی۔''

پورس نے پوچھا۔ ''کیا ہمیں بتاؤ گی؟''

وہ بولی۔ ''اگر میں تمہارے اندر آؤں اور سوچ کی لہروں کے ذریعے کچھ نہ بولوں تو دشمنوں کو بھی میری موجودگی کا علم نہیں ہوگا۔''

''تم سوچ کے ذریعے نہیں بولو گی تو میرے اندر آنے کا فائدہ کیا ہوگا؟''

''ہوگا، بڑے فائدے حاصل ہوں گے۔ میں تمہاری سوچ میں تمہارے لب و لہجے میں بولوں گی تو دشمن یہی سمجھیں گے کہ تم اپنی سوچ میں خود ہی سوال کر رہے ہو اور خود ہی جواب دے رہے ہو۔ میں کسی بھی آلۂ کار کی سوچ یا لب و لہجے میں بولوں گی تو دشمن اسی طرح دھوکا کھائیں گے۔ کسی کو کبھی شبہ نہیں ہوگا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود ہوں۔''

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ ''شاباش! میرے ذہن میں بھی یہی تدبیر تھی۔''

اس نے سونیا کے شانے کو تھپک کر کہا۔ ''آؤ، آمنہ، الپا اور پارس کے پاس چلیں پھر میں پورس کے ساتھ تنہا وقت گزاروں گی۔''

وہ تینوں فورسیٹر موٹر ٹرالی میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔

☆☆☆

برین ماسٹر اپنے مزاج کے خلاف جو جو کا تابع دار بن گیا تھا مگر اندر ہی اندر غصے اور بے بسی سے پیچ و تاب کھاتا رہتا تھا۔ جو جو اس کی بے بسی پر ہنستا رہتا تھا۔ کہتا رہتا تھا۔ ''سوچو، میرے خلاف دن رات سوچتے رہو۔ مجھ سے بھاگ کر دنیا کے آخری سرے تک چلے جاؤ مگر تمہیں راہ نجات نہیں ملے گی۔ تمہارے مقدر میں غلامی لکھی جا چکی ہے۔''

وہ سمجھتا تھا کہ نجات پانے کی کسی بھی تدبیر پر عمل کرے گا تو جو جو اس کے بیٹے اور بیوی کی زندگی حرام کردے گا پھر بھی وہ اس امید پر راہ نجات ڈھونڈ رہا تھا کہ جو جو دن رات اس کی طرف توجہ نہیں دیتا ہے۔ اپنے دوسرے معاملات میں بھی مصروف رہتا ہے۔ ایسے وقت اس کی غیر موجودگی میں وہ کسی تدبیر پر کامیابی سے عمل کرے گا تو شاید بیٹے اور بیوی کو اس بلا سے دور رکھ سکے گا اور میری طرح روپوش رہنے میں کامیاب ہو سکے گا۔

یہ معلوم ہوا تھا کہ سیارے سے دو مصیبتیں اور آئی ہوئی ہیں۔ آئندہ ان کی تعداد بڑھنے والی تھی۔ ان سیارے والوں سے بچاؤ کی دو ہی تدابیر سوجھ رہی تھیں۔ ایک تو یہ کہ ہمارے سائنس داں ان کی ٹریننگ مشین کے توڑ کے لیے کوئی منہ توڑ مشین تیار کریں۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر چکا تھا کہ امریکی اور یورپی اکابرین اپنے سائنس دانوں کو اس کام پر لگا چکے ہیں۔ یہ امید کر رہے ہیں کہ جلد ہی توڑ کرنے والی ایک مشین تیار ہو سکے گی۔ ان بلاؤں سے نجات حاصل کرنے کی دوسری تدبیر یہ تھی کہ کسی بہت ہی تجربہ کار خطرناک جادوگر کے ذریعے انہیں اپنی زمین سے بھگایا جائے۔ ان سیارے والوں کی غیر معمولی مشینیں بھی جادو سے کم نہیں تھیں۔

مصیبت کے ماروں کی مصیبتیں جب دور نہیں ہوتیں تو

وہ دعائیں مانگتے ہیں یا پھر جادو ٹونہ کراتے ہیں۔ امریکی اور یورپی اکابرین بھی یہی کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے مذہبی پیشواؤں کو طلب کیا تھا اور ان سے پوچھ رہے تھے کہ جب مسلمان روحانیت کے ذریعے سیارے والوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں تو ہمارے پیشوا بھی ہمیں تحفظ فراہم کرسکتے ہیں۔ کیا آپ سب ہمارے لیے ایسا نہیں کرسکتے؟''

ایک راہب اعظم نے کہا۔ ''بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں ہمیں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی جائیں۔ ہماری اب تک کی معلومات کے مطابق مسلمان علما نے مذہب کے نام پر ایک پُراسرار ادارہ قائم کیا ہے۔''

ایک پروہت نے کہا۔ ''کبھی کبھی چمتکار (معجزہ) دیکھنے میں آتا ہے۔ کوئی ہمیں دن رات چمتکار دکھائے تو وہ روحانیت نہیں ہوتی۔ سراسر جادو ٹونہ ہوتا ہے۔''

ایک بوڑھے پیشوا نے کہا۔ ''مسلمانوں کے اس ادارے کے اندر بیٹھے ہوئے علما یا اکابرین بہت ہی پُراسرار بازی گر ہیں۔ وہ لوگ جادو اور جدید سائنس کی ملی جلی تکنیک سے کامیابیاں حاصل کرتے ہیں اور اپنے طریقہ کار کو روحانیت کا نام دیتے ہیں۔''

ایک کلیسا کے بزرگ فادر نے کہا۔ ''ایک بار تمام مذاہب کے پیشواؤں کا وفد بابا صاحب کے ادارے میں گیا تھا۔ میں بھی اس وفد میں شامل تھا۔ وہاں ہم نے عبادت اور ریاضت کرنے والے عالموں سے باتیں کیں۔ وہاں تعلیم و تربیت دینے کے بہت سے طور طریقے دیکھے۔ ہم نے انہیں ہر طرح سے آزمایا۔ وہ سب سچ بولتے ہیں۔ جھوٹ اور فریب انہیں چھو کر بھی نہیں گزرتا۔''

ایک اور بزرگ پیشوا نے کہا۔ ''ہم نے اپنی آنکھوں سے وہاں ایک معلم کو دیکھا۔ اس معلم سے انجانے میں ایک جھوٹ بات زبان سے نکل گئی تھی۔ اوہ گاڈ...! ہم کیا بتائیں وہ خوف خدا سے لرز رہا تھا۔ جناب تبریزی اور دوسرے علما نے اس معلم کو سمجھایا کہ تم نے فوراً ہی اپنا جھوٹ خود ہی پکڑ لیا ہے۔ اس کا اعتراف کیا ہے۔ اس کی تلافی کرنا چاہتے ہو لہٰذا یقین رکھو اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے۔ وہ معبود تمہارے ضمیر کی سچائی کو سمجھتا ہے۔ تمہیں انجانی غلطی کی معافی ملے گی لیکن جھوٹ خواہ انجانے یا لاعلمی میں بولا جائے وہ ایک ایمان والے کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اس معلم پر اللہ تعالیٰ کا خوف اتنا طاری ہوا کہ لرز لرز تے اس کا دم نکل گیا۔''

یہ واقعہ سن کر اکابرین کے اجلاس میں خاموشی طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک بزرگ فادر نے کہا۔ ''دراصل روحانیت دیکھنے اور چھونے کی چیز نہیں ہے۔ یہ بازار میں نہیں ملتی کہ اسے خرید کر لایا جائے۔ یہ سچائی اور ایمان کی پختگی کے مراحل سے گزرنے کا ایک مسلسل عمل ہے۔ ایمان کو مستحکم رکھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے اور تلوار کی دھار پر سچ بولنا بہت مشکل ہے۔ ہماری دنیا میں بڑے بڑے کارنامے انجام دینے والے بے شمار ہیں لیکن آخری سانس تک سچ بولنے والوں کی تعداد بس اتنی ہی ہے کہ انہیں انگلیوں سے گنا جا سکتا ہے۔''

بزرگ فادر نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''دنیا کے کسی بھی خاندان کسی بھی برادری کے تمام افراد سچے نہیں ہوتے۔ یہ مثال صرف بابا صاحب کے ادارے میں ملتی ہے۔ وہاں کا ایک ایک فرد سچا ہے اور اپنی ذات میں ایمان کامل رکھتا ہے۔ کسی کو جھوٹ اور فریب چھو کر بھی گزرے تو وہاں کے بزرگ معلموں کو خبر ہو جاتی ہے پھر غلطی کرنے والے کی تطہیر کی جاتی ہے۔ اسے ادارے سے باہر عبادت اور ریاضت کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔''

بزرگ پیشوا نے تمام اکابرین سے پوچھا۔ ''کیا آپ بابا صاحب کے ادارے کی طرح کوئی ایسا ادارہ قائم کرسکتے ہیں جہاں کا بچہ بچہ سچ بولے؟ مستحکم ایمان کی مثالیں پیش کرتا رہے؟ نہیں، ہر ایک کا قبلہ درست کرنا بہت مشکل کام ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو ہمیں پھر کبھی روحانی خوراک حاصل نہیں ہو سکے گی۔''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ جب مسلم علما ایسا ادارہ قائم کرسکتے ہیں تو ہم بھی کرسکتے ہیں اور ہم ایسا کر کے دکھائیں گے۔''

وہ تمام اکابرین اپنے اپنے مذہبی پیشواؤں کے ذریعے ایسے ادارے کی بنیاد ڈالنے کے سلسلے میں صلح مشورے کرنے لگے۔ برین ماسٹر اس معاملے میں ان کے ساتھ نہیں تھا۔ اس نے کہہ دیا کہ سچائی اور ایمان کی آزمایش ایک دو دن میں، ایک دو برس میں نہیں ہوتی۔ بابا صاحب کے کتنے ہی علما کرام اور خدا کے برگزیدہ بندے برسہا برس سے سچائی کے کانٹوں پر چل کر ایمان کے پھول چنتے آئے ہیں۔ اتنے عرصے بعد انہیں روحانیت میں کمال حاصل ہو رہا ہے۔ ہمارے پیشواؤں کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ اتنے عرصے تک روحانی مراحل سے گزریں۔ تب تک سیارے والے ہمیں غلام بنا کر ذلت کی پستیوں میں پھینک کر ہمارے مالک و مختار بن چکے ہوں گے۔

یہ سب نے تسلیم کیا کہ برین ماسٹر درست کہہ رہا ہے

لیکن کتنے ہی مذہبی پیشواؤں نے دعویٰ کیا کہ وہ سچے دیندار ہیں۔ وہ سب مل کر ایک مکمل اور مؤثر دینی ادارہ قائم کر سکتے ہیں۔ تمام اکابرین بڑے اعتماد کے ساتھ ایسے ادارے کے قیام میں ان کی مدد کرنے کا وعدہ کر رہے تھے۔ انہوں نے تمام بزرگوں اور پیشواؤں سے کہا کہ وہ اس ادارے کے ذریعے خاطر خواہ نتائج چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ کوئی حیل وحجت سننا نہیں چاہیں گے۔

یہاں یہ وضاحت کر دوں کہ میں جذباتی انداز میں آنکھیں بند کر کے اپنے دینی علما کو سچا اور ایماندار اور دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کو جھوٹا اور بے ایمان نہیں کہہ رہا ہوں۔ اب تک میں نے ایسا کچھ نہیں کہا ہے اور نہ ہی آئندہ مذہبی معاملے میں کسی کے بارے میں سوچے سمجھے بغیر انہیں کم تر کہوں گا۔

دراصل بابا صاحب کے ادارے کے پیش نظر جو حقائق ہمارے سامنے ہیں۔ انہیں دیکھ کر اور سمجھ کر ہی کہہ رہا ہوں کہ وہاں جھوٹ اور فریب کا گزر نہیں ہوتا۔ ایسا کوئی ادارہ آج تک قائم نہیں ہو سکا۔ مسلمان بھی بہتّر فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ دین اسلام کے علما بھی مختلف عقائد کے حامل ہیں اور مختلف مسالک پر گامزن رہتے ہیں۔ اگر مسلمان بھی بابا صاحب کے ادارے جیسا ایک اور صرف ایک ادارہ قائم نہیں کر پاتے تو یہ تمام مسلمانوں کے لیے بڑے شرم کی بات ہے۔ ہم اس بحث میں کیوں پڑیں کہ دوسرے مذاہب کے لوگ کیسے ہیں؟ اور کیا کرتے ہیں؟

☆☆☆

وہ جتنی حسین تھی، اتنی ہی دل نشین تھی۔ ایسی صحت مند، ایسی قد آور، ایسی جاذب نظر اور ایسی منفرد شخصیت کی حامل تھی کہ اسے ایک بار دیکھنے والے دوسری بار دیکھنے کی ہوس کرتے تھے۔ اسے چھو کر دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ گلاب کی کلی ہے۔ خوشبو میں پلی ہے یا مصری کی ڈلی ہے؟ مگر وہ چھونے والوں کو ایسا کرنٹ مارتی تھی کہ وہ پلٹ کر گھر نہیں جاتے تھے۔ اسپتال پہنچ جاتے تھے۔

اس کا نام ماؤرا تھا۔ وہ ایشور لال کی بیٹی تھی۔ بیٹی کا اصل نام ماؤرا اور باپ کا اصل نام ایشورارا تھا۔ اس مختصر سے تعارف نے واضح کر دیا ہوگا کہ یہ سیارے سے آنے والی بہ الفاظ دیگر آسمان سے اتر کر آنے والی ہستیاں ہیں۔

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سیارے کے لوگ خوبصورت نہیں ہوتے۔ ماؤرارا بھی جب پیدا ہوئی تو عجوبہ تھی۔ اس کا منہ بھی خرگوش کی تھوتھنی کی طرح آگے کو نکلا ہوا تھا۔ ایشورارا کا ایک اور بیٹا دامورارا تھا۔ وہ بھی اپنے باپ دادا کی طرح عجوبہ تھا۔ باپ نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے دونوں بچوں کو ارضی دنیا کے انسانوں کی طرح خوبرو اور دلکش بنائے گا پھر اس نے یہی کیا تھا۔

جب ماؤرارا اور دامورارا بچے تھے۔ تب ہی سے اس نے دونوں کے چہروں کی پلاسٹک سرجری کئی بار کی تھی۔ ہر دو برس' چار برس کے بعد انہیں خوب سے خوب تر بناتا رہا۔ اس کے پاس جس قدر سائنس اور ٹیکنالوجی کے علوم تھے۔ وہ سب ان دونوں کے ذہنوں میں نقش کرتا رہا۔ اس سیارے کی آب وہوا ایسی تھی کہ سوچ کی لہریں ایک کے دماغ سے نکل کر با آسانی دوسروں کے دماغوں تک پہنچ جاتی تھیں۔ وہاں باقاعدہ ٹیلی پیتھی سیکھنا نہیں پڑتی تھی۔ یہ علم ماں کی کوکھ سے ہی ان کے ساتھ پیدا ہوتا تھا۔

سائنس، ٹیکنالوجی اور ٹیلی پیتھی کے علوم کے حوالے سے وہ دونوں بہن بھائی ارضی دنیا والوں سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ اس سیارے میں ایسی لینگویج مشین بھی تھی' جس میں ہماری دنیا کی تمام زبانوں کا ریکارڈ محفوظ کیا گیا تھا۔ وہ اس مشین کو آن کر کے تنویمی عمل کے ذریعے کسی بھی زبان کو اپنے ذہن میں نقش کر لیتے تھے۔ ماؤرارا اور دامورارا نے ہماری دنیا کی دس زبانیں سیکھ لی تھیں۔

ایشورارا نے ان دونوں کو زیادہ سے زیادہ تعلیم اور ماہرانہ تربیت دی تھی۔ انہیں طرح طرح کی بھرپور صلاحیتوں سے مالا مال کرتا رہا تھا۔ اس فور کاسٹ کرنے والی مشین نے بتایا تھا کہ ماؤرارا اور دامورارا کو ارضی دنیا کے مشرقی ملک ہندوستان میں رہنا چاہیے۔ وہ دونوں مستقبل میں بڑا نام کمائیں گے۔ عروج حاصل کرتے رہیں گے اور طویل عمر تک زندگی گزارتے رہیں گے۔

اس سیارے کے باشندوں کو زیادہ سے زیادہ پچاس برس تک طویل عمر حاصل ہوتی تھی۔ اس سے زیادہ جینے کے لیے انہیں آکسیجن نہیں ملتی تھی۔ ارضی دنیا کے باشندے اگرچہ آلودہ آب وہوا کے باعث پچاس برس سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ تاہم کتنے ہی خوش نصیب سو برس بھی جی لیتے ہیں۔ ایشورارا نے اپنے بچوں کو طویل عمر دینے کے لیے ہندوستان کے شہر ممبئی میں ان کی رہائش کے انتظامات کیے تھے۔

اگرچہ وہ دونوں بچے انسانوں کی طرح خوبرو اور پُرکشش ہو گئے تھے لیکن کسی بھی ملک کا قانون یہ پوچھ سکتا تھا کہ وہ کون ہیں؟ دنیا کے کس حصے سے آئے ہیں؟

ان دونوں نے ہندی زبان اور ہندو تہذیب کو اس طرح اپنے اندر اتار لیا تھا کہ وہ وہیں کے پیدائشی ہندو لگتے تھے۔ اس نے اور اس کے بیٹا بیٹی نے خیال خوانی کے ذریعے انڈیا کے متعلقہ افسران کے اندر گھس کر ایسے دستاویزات شناختی کارڈز اور دیگر کاغذات تیار کرائے' جن سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ دونوں بھارت کے قدیم سورج بنسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور حال ہی میں جنوبی افریقا سے آئے ہیں۔

انہوں نے اپنے ناموں سے دو حروف 'رے اور الف' ختم کر دیئے تھے۔ اب باپ ایشور لال' بیٹی ماؤرا اور بیٹا دامودر کہلانے لگا تھا۔ انہوں نے ممبئی کے ایک مہنگے علاقے میں عالیشان کوٹھی خریدی تھی۔ اس کے احاطے میں قیمتی گاڑیاں کھڑی رہتی تھیں۔ وہاں سیکورٹی گارڈز کافی تعداد میں ہوتے تھے۔ کوٹھی کے اندر خادم اور خادماؤں کی کمی نہیں تھی۔ وہاں ایک تہ خانے میں سیارے سے لائے ہوئے ہیرے جواہرات اور سونے کی اینٹوں کا ذخیرہ موجود تھا۔ ماؤرا اور دامودر کسی ملک کی راجکماری اور راجکمار کی طرح زندگی گزارنے لگے تھے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' فور کاسٹ کرنے والی مشین نے ایشورارا کے متعلق کہا تھا کہ اس کی موت طبعی نہیں ہوگی۔ وہ کسی کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ سیارے میں کوئی اس کا دشمن نہیں تھا۔ سب ہی تابع دار اور عقیدت مند تھے۔ اس کے آگے جھکتے تھے۔ وہاں کسی کے ہاتھوں مارے جانے کا اندیشہ نہیں تھا۔ گمان غالب تھا کہ ارضی دنیا میں رہے گا تو بے موت مارا جائے گا۔

لہٰذا اس نے طے کیا تھا کہ سیارے میں ہی رہا کرے گا۔ وہیں سے زمین پر رہنے والی بیٹی اور بیٹے کو تحفظ فراہم کرتا رہے گا۔ کبھی بہت ضروری ہوگا تو چند دنوں کے لیے ان کے پاس جائے گا پھر سیارے پر واپس چلا آئے گا اور وہ یہی کر رہا تھا۔

ماؤرا اٹھارہ برس کی تھی اور دامودر سولہ برس کا تھا۔ ذہانت اور غیر معمولی صلاحیتوں کے باعث انہیں پختہ عمر کے تجربہ کار بوڑھے کہا جا سکتا تھا۔ وہ اتنے قابل تھے کہ زمین پر رہ کر علم وہنر حاصل کرنا ضروری نہیں رہا تھا پھر بھی دکھاوے کے طور پر ایک بہت بڑے کالج میں داخلہ لیا گیا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ان کے ماتا پتا جنوبی افریقا میں رہتے ہیں۔ وہاں وہ ایک ہیرے کی کان کے مالک ہیں۔

ایشورارا نے دونوں کو بچپن ہی سے ہوس پرستی کی طرف مائل ہونے نہیں دیا تھا۔ وہاں کے مرد ارضی دنیا کی عورتوں کے بھوکے تھے۔ باپ نے اپنے بیٹے دامودر کو اعتدال پسندی سکھائی تھی۔ یہی تربیت بیٹی کو بھی دی تھی۔ وہ دونوں کالج کے طلبہ اور طالبات سے دوستی تو کرتے تھے مگر عشقیہ انداز میں کسی کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے۔ کتنی ہی فلرٹ کرنے والی لڑکیاں دامودر سے لفٹ لینا چاہتی تھیں۔ کتنے ہی عاشق' دلدار اور شہزور مرد ماؤرا کے لیے آہیں بھرتے تھے مگر وہ دونوں اُونہہ... کہہ کر چاہنے والیوں اور والوں کے سامنے سے گزر جاتے تھے۔

وہ اس طرح اُونہہ کہتے اور حقارت سے نظر انداز کرتے تھے کہ ان کے طلبگاروں کو توہین کا احساس ہوتا تھا۔ ماؤرا کتنے ہی شہزوروں کے لیے چیلنج بن گئی تھی۔ ایک باڈی بلڈر نے اس کا راستہ روکتے ہوئے ناگواری سے پوچھا۔ ''تم خود کو سمجھتی کیا ہو؟ کیا آکاش سے دھرتی پر آنے والی اپسرا ہو؟''

وہ غرور سے سینہ تان کر بولی۔ ''میرے آگے اپسرا کیا ہے؟ وہ تو میرے پاؤں دھو کر پیتی ہے۔''

وہ اپنی باڈی اور مسلز دکھاتے ہوئے بولا۔ ''میں فولاد ہوں فولاد... بڑے سے بڑے شہزوروں کو پچھاڑ دیتا ہوں۔ تجھے اُٹھا کر لے جاؤں گا تو کوئی مائی کا لعل میرا راستہ نہیں روک سکے گا۔''

ماؤرا نے وہاں کھڑے ہوئے کالج کے کتنے ہی نوجوانوں کو دیکھا پھر پوچھا۔ ''کیا مجھے اس باڈی بلڈر سے بچانے والا کوئی ہے؟''

وہ سب بے بسی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ایک نوجوان نے ماؤرا سے کہا۔ ''اے لڑکی! بات نہ بڑھاؤ۔ اس سے معافی مانگ لو۔ یہ تمہیں معاف کر دے گا۔''

دامودر نے کہا۔ ''غلطی اس باڈی بلڈر کی ہے۔ اسے میری بہن سے معافی مانگنی چاہیے۔ یہ صاف پتا چل رہا ہے کہ یہاں کوئی مرد نہیں ہے۔''

دوسرے نوجوان نے غصے سے کہا۔ ''تو بھی تو مرد ہے۔ اپنی بہن کی رکھشا کیوں نہیں کرتا؟ ہمیں کیوں طعنے دیتا ہے؟''

دامودر نے بہن سے دور جاتے ہوئے کہا۔ ''میری ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ ایسے سر پھرے سے خود ہی نمٹ لے گی۔''

ماؤرا نے اپنی پانچوں اُنگلیاں آگے بڑھاتے ہوئے باڈی بلڈر سے کہا۔ ''مرد ہے تو مجھ سے پنجہ لڑا اور مجھے یہاں

سے اُٹھا کر لے جا...''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''میں مرد ہو کر ایک چھوکری سے پنجہ لڑاؤں گا؟ تو میری باڈی بلڈنگ اور طاقت کا مذاق اُڑا رہی ہے۔''

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا۔ اسے اُٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد کر لے جانے کا ارادہ تھا لیکن قریب آتے ہی اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ پڑا۔ ماؤرا کا ہاتھ فولادی نہیں تھا۔ نہ ہی اس نے فائٹنگ کی تربیت حاصل کی تھی۔ اس نے ایک ہلکا سا تھپڑ مارتے ہی اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچایا تھا۔ اس لیے وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا تھا۔ اسے یہ احساس دلایا گیا تھا کہ تکلیف دماغ میں نہیں منہ پر ہے۔ جہاں ایک لڑکی کا ہاتھ پڑا تھا۔

وہ دماغی تکلیف سے سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تمام لوگ حیرانی سے اس شہزور کو دیکھ رہے تھے۔ وہ جوابی حملہ نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ منہ پر ہاتھ رکھے تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ ماؤرا نے آگے بڑھ کر دوسرا ہاتھ مارا۔ اس بار دامودر نے اس کے اندر رہ کر اسے چیخنے پر مجبور کر دیا۔ جیسے ماؤرا کا زبردست ہاتھ پڑا ہو پھر وہ گول گھوم گیا۔ دوسری اور تیسری بار بھی اسی طرح گھوم کر زمین پر گر پڑا۔ جیسے چکرا کر زمین بوس ہو گیا ہو۔

تمام تماشائی ماؤرا کا ساتھ نہ دینے پر شرمندہ تھے۔ ایک خوبصورت اور نازک سی لڑکی کی جرأت اور طاقت دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ وہ بولی۔ ''تم سب جاؤ اور شرم سے ڈوب مرو۔ تمہاری بیٹیوں اور بہنوں کو غنڈے اُٹھا کر لے جائیں گے تو تم سب متحد ہو کر ان سے نہیں لڑو گے؟ اپنے اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھے رہو گے؟ تھو ہے تم پر...''

وہ ان کی طرف تھوک کر زمین پر پڑے ہوئے باڈی بلڈر کو ٹھوکر مار کر بھائی کے ساتھ ہجوم کے درمیان سے گزرتی چلی گئی۔ تمام اسٹوڈنٹس نے ماؤرا کی جسمانی قوت کا مظاہرہ دیکھا تھا اور مرعوب ہو گئے تھے۔ اسے میری جان' چھمک چھلو کہنے والے اب بہن' دیدی اور سسٹر کہنے لگے تھے۔

اس کے برعکس دامودر کے بارے میں غلط تاثرات پیدا ہو رہے تھے۔ وہ لڑکیوں میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ انہیں لفٹ نہیں دیتا تھا۔ انگور نہ ملیں تو کہا جاتا ہے کہ کھٹے ہیں۔ دامودر کے متعلق بھی لڑکیوں کا یہی خیال تھا۔ کالج کی ایک اسٹوڈنٹ نے کہا۔ ''وہ اوپر سے جتنا خوبرو' گبرو اور طاقتور دکھائی دیتا ہے۔ اندر سے اتنا ہی کھوکھلا اور بزدل ہے۔''

دوسری لڑکی نے کہا۔ ''اور نہیں تو کیا۔ اس کی بہن کو ایک مسٹنڈہ چھیڑ رہا تھا اور وہ بزدل دور کھڑا تماشا دیکھ رہا تھا۔''

ایک اور دل جلی نے کہا۔ ''وہ صرف بزدل ہی نہیں۔ بے غیرت بھی ہے۔ میں تو کبھی اسے منہ نہ لگاؤں۔''

ایک منچلی نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''جب وہ لگاتا ہی نہیں چاہتا تو تم اسے کیا منہ لگا سکو گی؟ یہ کہو کہ دل کے پھپھولے پھوڑ رہی ہو۔''

اس کا نام کچھ اور تھا مگر وہ پورے کالج میں منچلی کے نام سے مشہور تھی۔ سب جانتے تھے' وہ بڑی دل پھینک ہے۔ جو نوجوان پسند آتا تھا' اسے چٹکیوں میں اڑا کر لے جاتی تھی۔ کچھ روز اس کے ساتھ رہتی تھی۔ پھر اسے اپنی ہوس کے دروازے سے باہر پھینک دیتی تھی۔

اس بڑے اور مہنگے کالج میں امیر کبیر گھرانے کی لڑکیاں اور لڑکے پڑھتے تھے۔ ان لڑکیوں نے منچلی سے کہا۔ ''ہم تمام لڑکیوں کی طرف سے تمہارے لیے پچاس ہزار روپے کا انعام ہے۔ تمہارا دعویٰ ہے' تم مغرور اور منہ زور جوانوں کو پھانس لیتی ہو۔''

دوسری اسٹوڈنٹ نے کہا۔ ''تمہارے ڈیڈ نے سیاسی غنڈے پال رکھے ہیں۔ اگر تم دامودر کو پھانس لو گی اور اس کی صورت بگاڑ کر اسے اپاہج بنا دو گی تو ہم تمہیں پچاس ہزار دیں گے۔''

منچلی یہ دیکھتی آ رہی تھی کہ دامودر لوہے کا چنا ہے۔ اسے چبا نہیں سکے گی لیکن یہ ضد تھی کہ ایک دن چبا کر ہی رہے گی۔ اب کالج کی تمام لڑکیاں اسے چیلنج کر رہی تھیں اور پچاس ہزار بھی دینا چاہتی تھیں۔ اس نے چیلنج قبول کرتے ہوئے کہا۔ ''میں اڑتالیس گھنٹوں کے اندر اسے اپنا دیوانہ بنا کر اس کا حلیہ بگاڑ دوں گی۔''

لڑکیاں خوش ہو گئیں۔ ایک نے کہا۔ ''تم جو تماشا کرو گی۔ اسے ہم آنکھوں سے دیکھنا چاہیں گے۔''

منچلی نے کہا۔ ''جب میں فون پر کال کروں تو ہوٹل سی ویو کارنر میں چلی آنا۔''

ایک لڑکی نے کہا۔ ''ہمیں پتا ہے' اس ہوٹل کا ایک کمرا تمہارے لیے بک رہتا ہے۔ جب چاہتی ہو' کسی بھی مرغے کو وہاں لے جاتی ہو۔''

اس بات پر سب ہنسنے لگیں۔ منچلی ایک کلاس اٹینڈ کرنے کے بعد کینٹین کی طرف جا رہی تھی۔ دامودر نے اسے مخاطب کیا۔ ''ہائے منچلی...! آج تمہارا یہ لباس غضب ڈھا رہا ہے۔''

MEDICAM
Sweetener
چینی چھوڑیئے
میڈی کیم سوئیٹنر اپنایئے
لائے زندگی میں رنگ
MEDICAM
Sweetener
100 TABL
TASTE AS GOOD AS SUGAR
Retail Price Rs.50/-
Retail Price
Rs.50/-
Now Available in UAE & Saudi Arabia
THE LASERDOT

منچلی کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ جوان کسی لڑکی سے بات کرنا گوارا نہیں کرتا تھا۔ کجا یہ کہ آج خود اسے مخاطب کر رہا تھا۔ وہ اسے پھانسنا چاہتی تھی' وہ خود پھنسنے آ رہا تھا۔ اس نے بڑی حیرانی سے کہا۔ ''ہائے دامودر! یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم مجھے مخاطب کر رہے ہو اور میری تعریف کر رہے ہو؟''

''تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں نے تمہاری نہیں۔ تمہارے لباس کی تعریف کی ہے۔''

وہ ذرا بجھ سی گئی پھر مسکرا کر بولی۔ ''چلو، میرے لباس کی ہی سہی مگر کسی نہ کسی جذبے سے بات تو کر رہے ہو۔ آج میں بہت خوش ہوں۔''

''تم پھر غلط سمجھ رہی ہو۔ میں اپنے کسی جذبے سے نہیں۔ اپنی بہن ماؤرا کے جذبات کے پیشِ نظر بول رہا ہوں۔''

وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''میں کچھ سمجھی نہیں...؟''

''میں سمجھاتا ہوں۔ دراصل ماؤرا کو یہ کپڑا اور اس کا پرنٹ بہت پسند آیا ہے۔ میں ایسا ہی ایک اپنی بہن کے لیے خریدنا چاہتا ہوں۔''

وہ پھر بجھ گئی کیونکہ اسے ہر حال میں پھانسنا تھا۔ اس لیے جبراً مسکرا کر بولی۔ ''ایسا ہی ایک بالکل نیا ریڈی میڈ سوٹ میرے پاس ہے۔ میں نے استعمال نہیں کیا ہے۔ اگر میں ایک بہن کو وہ سوٹ گفٹ کروں تو یہ بھائی میری ایک بات مانے گا؟''

''میں اپنی بہن کی خاطر تمہاری کوئی بھی بات مان لوں گا۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''آؤ، وہاں درخت کے سائے میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔''

وہ دونوں درخت کے سائے میں ایک بنچ پر بیٹھ گئے۔ وہ بولی۔ ''تم نہیں جانتے' اس کالج کی لڑکیاں تمہاری بے رخی سے مایوس ہو کر تمہارے خلاف طرح طرح کی باتیں کرتی رہتی ہیں۔''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ''مجھے سن گن ملتی رہتی ہے۔''

''یہ لڑکیاں تمہیں کسی نہ کسی کے آگے جھکا کر تمہاری انسلٹ کرنا چاہتی ہیں۔ وہ نہیں چاہتیں کہ تم بال بھرم چاری اور پاکباز فرشتہ بن کر رہو۔''

اس نے بے پروائی سے کہا۔ ''ان کے چاہنے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ میں اپنی فطرت سے مجبور ہوں۔ اپنی شخصیت اور مردانگی صرف اپنی آئیڈیل کے لیے سنبھال کر رکھنا چاہتا ہوں۔''

منچلی نے دیدے مٹکاتے ہوئے پوچھا۔ ''وہ خوش نصیب آئیڈیل کون ہے؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''پتا نہیں، وہ کون ہے جو کبھی میرے سامنے آئے گی۔ مجھے متاثر کرے گی اور میری زندگی کا سب سے اہم حصہ بن جائے گی؟''

وہ بولی۔ ''ابھی تو وہ نہیں ہے۔ ابھی ہم ایک گیم کھیل سکتے ہیں۔''

اس نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ ''کیسا گیم...؟''

''ان لڑکیوں نے تمہارے خلاف پچاس ہزار کا انعام رکھا ہے۔ وہ کہتی ہیں' جو لڑکی تمہیں پھانس کر ہوٹل سی ویو کارنر کے ایک کمرے میں لے جائے گی۔ اسے یہ انعام دیا جائے گا۔''

''نہ میں کسی کے ساتھ جاؤں گا' نہ یہ انعام کسی کو مل سکے گا۔''

''ہم انہیں بیوقوف بنا کر یہ انعام حاصل کر سکتے ہیں۔''

''انہیں کس طرح بیوقوف بنایا جائے گا؟''

''بہت آسان ہے مگر تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا۔ تم انہیں بیوقوف بنا کر ان کی انسلٹ بھی کرو گے اور خوب انجوائے بھی کرو گے۔''

''مگر کیسے...؟ تم چاہتی کیا ہو؟''

''دیکھو! تم نے وعدہ کیا ہے' میں ایسا نیا لباس تمہاری بہن کو گفٹ کروں گی تو تم میرا ایک کام کرو گے اور کام یہی ہے کہ آج رات آٹھ بجے میرے ساتھ ہوٹل سی ویو کارنر میں چلو۔ لڑکیاں وہاں آ کر دیکھیں گی کہ میں نے تمہیں پھانس لیا ہے تو وہ مجھے انعام کی رقم دے کر چلی جائیں گی۔''

''مگر وہ تو جیت جائیں گی اور میرا سر جھک جائے گا۔''

''میں تمہارا سر کبھی جھکنے نہیں دوں گی۔ ہم کل یہاں کالج میں آ کر ان لڑکیوں سے کہیں گے کہ ہم نے ہوٹل میں رات نہیں گزاری ہے۔ ہمارے درمیان جسمانی رشتہ قائم نہیں ہوا ہے۔ اس کے برعکس انہیں بیوقوف بنا کر پچاس ہزار روپے حاصل کیے گئے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''ہم سب رئیس زادے اور زادیاں ہیں۔ کسی کا باپ کروڑ پتی ہے' کسی کا ارب پتی ہے۔ ہمارے سامنے

پچاس ہزار کی کیا اہمیت ہے؟ پھر بھی ان لڑکیوں کو بیوقوف بنانے اور شرمندہ کرنے میں بڑا مزہ آئے گا۔ میں راضی ہوں۔ ہم یہ گیم کھیلیں گے۔''

منچلی خوشی سے اُچھل کر اس سے لپٹنا چاہتی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے پھر بٹھا دیا۔ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں رات کے ٹھیک آٹھ بجے ہوٹل سی ویو کارنر میں پہنچ جاؤں گا۔''

وہ اس سے رُخصت ہو کر پارکنگ ایریا میں آ کر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ اسی وقت ماؤرا نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ ''کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟''

''ابھی کالج سے نکل رہا ہوں۔ اس دنیا کے لوگ ہمارے لوگوں کو عجوبہ کہتے ہیں لیکن خود عجیب و غریب ہیں۔ ہم ان سے کوئی تعلق نہ رکھیں' انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں تب بھی یہ اپنے پرس سے ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کر کے ہمیں کمتر بنانا' ہمیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔''

''آخر بات کیا ہے؟ کیا تم کسی معاملے میں اُلجھ رہے ہو؟''

وہ ماؤرا کو منچلی اور ان لڑکیوں کی پلاننگ کے بارے میں بتانے لگا پھر بولا۔ ''میں بہت پہلے ہی منچلی کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا کہ میری صورت بگاڑنے اور مجھے اپاہج بنانے کی سازش کی جا رہی ہے۔ وہ مجھے ٹریپ کرنا چاہتی ہے۔ یہ نہیں جانتی کہ میں اسے ٹریپ کر رہا ہوں۔''

ماؤرا نے تاکید کی۔ ''کچھ بھی ہو۔ تم ہوٹل سی ویو کارنر نہیں جاؤ گے۔''

''میں کوئی پاگل نہیں ہوں کہ دلدل میں پاؤں رکھوں گا۔ دور ہی دور سے ہلدی لگے گی نہ پھٹکری۔ رنگ چوکھا ہوگا۔''

منچلی بہت خوش تھی۔ اس نے تمام لڑکیوں کو یہ خوشخبری سنا دی کہ جو فرشتہ پارسا بن کر رہتا تھا۔ اسے شیشے میں اتار لیا گیا ہے۔ جسے تماشا دیکھنا ہو، وہ رات کو آٹھ بجے اس ہوٹل میں چلی آئے۔ وہاں دامودر کا چہرہ بگاڑنے سے پہلے اسے بے لباس کر کے تصویریں اُتاری جائیں گی۔

دامودر نے ماؤرا سے رابطہ ختم کیا پھر منچلی کے دماغ میں آ گیا۔ وہ اپنے باپ کے جن سیاسی غنڈوں سے کام لینا چاہتی تھی۔ ان سے فون پر باتیں کر رہی تھی۔ انہیں حکم دے رہی تھی کہ وہ رات کے آٹھ بجے ہوٹل سی ویو کارنر میں آ کر ایک نوجوان کے ساتھ بدترین سلوک کریں۔

دامودر نے اس کے ذریعے غنڈوں کے دادا کی آواز سنی پھر اس کے اندر پہنچ کر اس کے ان حواریوں کے دماغوں پر قبضہ جمانے لگا' جو رات کو ہوٹل میں آ کر اس سے دشمنی کرنے والے تھے۔

وہ تعداد میں چار تھے۔ دامودر کی مرضی کے مطابق اپنے اپنے گھروں میں جا کر بیڈ پر لیٹ گئے۔ اس نے باری باری ان پر مختصر سا تنویمی عمل کر کے یہ حکم دیا کہ وہ رات آٹھ بجے سے بارہ بجے تک بظاہر نارمل رہیں گے پھر اپنے اندر آنے والے عامل کی آواز سنتے ہی اس کے احکامات کی تعمیل کرنے لگیں گے۔

منچلی نے آٹھ بجے فون پر دامودر سے پوچھا۔ ''تم کہاں ہو؟ میں ہوٹل میں پہنچنے والی ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''میں گھر سے نکل رہا ہوں۔ ایک گھنٹے کے اندر پہنچ جاؤں گا۔''

اس ہوٹل میں منچلی کے وہ چاروں غنڈے پہلے سے موجود تھے۔ وہ وزیٹرز لابی میں ان کے پاس آ کر بولی۔ ''میں روم نمبر ایک سو بیس میں جا رہی ہوں۔ جب وہ آئے گا تو میں تمہارے موبائل فون پر اطلاع دوں گی۔ تم چاروں فوراً وہاں چلے آنا۔''

وہ ہوٹل کے اس کمرے میں چلی گئی۔ پندرہ ایک غنڈے نے اپنے تینوں ساتھیوں سے کہا۔ ''پہلے میں جا رہا ہوں۔ اس کے بعد تم تینوں باری باری آؤ گے اور کیمرا بھی اپنے ساتھ لے آنا۔''

وہ وہاں سے چلتا ہوا۔ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اس کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دامودر نے منچلی کو غائب دماغ بنا دیا تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ اندر آ گیا۔ دامودر نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ چونک کر اپنے پالتو غنڈے کو دیکھ کر بولی۔ ''تم ابھی کیوں آ گئے؟ پہلے دامودر کو آنے دو۔''

وہ سائیلنسر لگا ہوا ریوالور نکال کر بولا۔ ''کوئی دامودر نہیں آئے گا۔ آج تمہاری جوانی کا دسترخوان ہمارے لیے ہے۔''

وہ غصے سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس نے ٹریگر دبا دیا۔ فائر کی ہلکی سی آواز کے ساتھ گولی اس کے قریب سے گزر کر لکڑی کی دیوار میں پیوست ہو گئی۔ منچلی کے ہوش اُڑ گئے۔ اتنے میں دوسرا غنڈا کیمرا لے کر آ گیا۔ ان دونوں نے منچلی کو اُٹھا کر بیڈ پر پٹخ دیا۔ وہ کبھی ان کی خوشامدیں کر رہی تھی۔ کبھی دھمکیاں دے رہی تھی کہ اس کے پتا جی لوک سبھا کے منتری ہیں۔ انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے لیکن دھمکیوں کا کوئی اثر

نہیں ہو رہا تھا۔ ان کے دماغوں میں جو احکامات نقش کر دیے گئے تھے۔ وہ ان کی تعمیل کر رہے تھے۔

آدھے گھنٹے بعد ایک بدمعاش وزیٹرز لابی میں واپس آ گیا۔ تیسرا بدمعاش اس کمرا نمبر ایک سو بیس میں جا کر احکامات کی تعمیل کرنے لگا، جو کچھ ہو رہا تھا۔ اس کی تصویریں بھی اتاری جا رہی تھیں۔ ایسے وقت کالج کی وہ تین لڑکیاں آ گئیں جو داموردر کی مخالفت میں پیش پیش رہتی تھیں۔ وہ منچلی سے ملنے اور داموردر کی انسلٹ کرنے اس کمرے میں پہنچیں تو چاروں غنڈوں نے انہیں گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ ان سے کہا۔ ''منہ سے آواز نہ نکالنا۔ شور مچاؤ گی تو اس سے پہلے ہی ماری جاؤ گی۔''

وہ موت سے ڈرتی تھیں۔ جان بچانے کے لیے ان چاروں غنڈوں کی خوراک بننے لگیں۔ ان کی بھی ہیجان انگیز تصویریں اتاری جانے لگیں۔ وہ رو رہی تھیں۔ گڑگڑا رہی تھیں لیکن کسی کو ان پر ترس نہیں آ رہا تھا۔ وہ شرمناک کھیل آدھی رات تک جاری رہا پھر ان غنڈوں نے وہاں سے جاتے ہوئے کہا۔ ''تم چاروں بہت دولت منداور عزت دار گھرانے کی لڑکیاں ہو۔ کسی کا باپ سائستداں، کسی کا باپ انڈیا کا سب سے بڑا بزنس مین ہے اور کسی کا باپ ڈپٹی کمشنر آف پولیس ہے۔ اگر کسی نے اپنے باپ سے ہماری شکایت کی تو اس کیمرے کی تمام تصویریں پورے شہر اور پورے دیش میں پھیلا دیں گے۔''

وہ دھمکی دے کر وہاں سے چلے گئے۔ منچلی اور تینوں لڑکیاں ایک دوسرے سے لپٹ کر رونے لگیں۔ اگر اس ہوٹل کی چار دیواری میں خاموشی سے عزت آبرو کا کباڑا ہوتا تو انہیں اتنا صدمہ نہ پہنچتا۔ وہ یوں بھی مرد مار تھیں۔ جو پسند آتا تھا۔ اسے اپنے بیڈ پر رات سے صبح تک ہوس کی مار مارتی رہتی تھیں اور مار کھاتی رہتی تھیں لیکن موجودہ حالات میں یہ سوچ سوچ کر دھڑکا لگا ہوا تھا کہ ان کی شرمناک تصویریں اُونچی سوسائٹی میں پہنچیں گی تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گی۔ ان کا سارا غرور خاک میں مل چکا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ غنڈے اس کمرے میں واپس آ گئے۔ وہ انہیں دیکھتے ہی خوف سے چیخ پڑیں لیکن وہ چاروں خلاف توقع منچلی کے آگے ہاتھ جوڑ کر گھٹنے ٹیک کر گڑگڑانے لگے۔ ''ہمیں معاف کر دو۔ ہم نہیں جانتے' ہم سے اتنا بڑا پاپ کیسے ہو گیا؟ دُرگا مَیا کی قسم! ہم اس وقت ہوش میں نہیں تھے۔''

انہوں نے اپنی اپنی گن لڑکیوں کے آگے رکھ دی۔

ایک نے کہا۔ ''آپ ہمیں گولی مار دیں۔ یہی ہماری سزا ہے۔''

ایک لڑکی نے ریوالور اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ کہتے ہیں' ہوش میں نہیں تھے۔ کیا پتا پھر یہ دیوانے درندے بن جائیں۔ ان کو تو مار ڈالنا چاہیے۔''

منچلی نے کہا۔ ''ایک تو ہم آبرو باختہ اور بے شرم کہلائیں گی۔ اوپر سے قاتلہ بھی کہلانا چاہتی ہو؟''

ایک غنڈے نے کہا۔ ''وہ نوجوان کوئی جادوگر تھا۔ اس نے ہماری کھوپڑی گھمادی تھی۔ ہم یہاں سے نکل کر وزیٹرز لابی میں پہنچے تو وہ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہم سے کیمرا لے کر کہا، ان لڑکیوں سے جا کر کہہ دو کہ اپنی اپنی تصویریں لینے کل صبح کالج ضرور آئیں۔ نہیں آئیں گی تو وہ تصویریں تمام اسٹوڈنٹس، پروفیسرز اور پرنسپل کے ہاتھوں میں پہنچ جائیں گی۔''

وہ چاروں پریشان ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں۔ منچلی نے پوچھا۔ ''وہ نوجوان کون تھا؟ کیا تم چاروں اسے پکڑ کر یہاں نہیں لا سکتے تھے؟''

''ماں قسم، اس وقت بھی ہم اپنے اختیار میں نہیں تھے۔ جب وہ ہم سے کیمرہ لے کر چلا گیا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا تب ہم کو ہوش آیا کہ ہم نے گھور پاپ کیا ہے۔ آپ کے پتا جی ہم کو زندہ نہ ہی چھوڑیں گے۔''

ایک لڑکی نے کہا۔ ''اب تو ہوش میں ہو۔ اُسے جا کر پکڑ سکتے ہو؟ اس سے کیمرا اور تصویروں کا وہ رول چھین کر لا سکتے ہو؟''

وہ چاروں اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا۔ ''ہم اسے ڈھونڈ کر اپنی چیزیں بھی واپس لا سکتے ہیں اور اسے نرک میں بھی پہنچا سکتے ہیں۔''

''تو پھر باتیں نہ بناؤ۔ جلدی جاؤ۔ وہ جہاں بھی ملے' پہلے اس سے فلم کا رول چھین لو۔ اسے ہمارے پاس لے آؤ۔ ہم تمہیں ایک لاکھ روپے دیں گے۔''

وہ چاروں وہاں سے دوڑنے کے انداز میں چلے گئے۔ وہ چاروں آپس میں بولنے لگیں۔ ''یہ کہہ رہے تھے' کسی نوجوان جادوگر نے ان پر جادو کیا تھا اور ابھی ہوٹل میں آ کر ان سے کیمرا لے گیا ہے۔ کیا داموردر نے ایسا کیا ہو گا؟''

وہ یقین سے نہیں کہہ سکتی تھیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ خلاف توقع یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ دوسرے دن کالج میں داموردر نے انہیں ایک ایک لفافہ دیتے ہوئے کہا۔

''تم سب غرور میں آنکھیں بند کر کے دوسروں کو ذلیل کرتی ہو۔ یہ لفافے کھول کر دیکھو۔ تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی۔''

وہ چاروں اپنے اپنے لفافے کو مضبوطی سے تھامے' سر جھکائے بیٹھی رہیں۔ وہاں اور کئی لڑکیاں تھیں۔ وہ سب کے سامنے ننگی نہیں ہونا چاہتی تھیں۔ داموردر نے کہا۔ ''ان تمام لڑکیوں سے نہ شرماؤ۔ یہ بھی میرے خلاف سازشوں میں شریک تھیں۔ انہیں بھی معلوم ہونا چاہیے کہ دوسروں کے لیے گڑھا کھودنے والے خود اسی گڑھے میں گرتے ہیں۔''

منچلی نے عاجزی سے کہا۔ ''ہمیں معاف کر دو۔ ایسی غلطی پھر کبھی نہیں ہو گی۔ ہمیں ان تصویروں کے نیگیٹو دے دو۔''

''نیگیٹو کبھی نہیں ملیں گے۔ چلو، میرے سامنے نہ سہی، میرے جانے کے بعد انہیں دیکھ کر ڈوب مرنا۔''

وہ ان کے درمیان سے گزرتا ہوا چلا گیا۔ اس دن سے مخالفت کرنے والی لڑکیاں اس کے سامنے سر جھکا کر چلنے لگیں۔ وہاں کے جوان مرد تو پہلے ہی ماؤرا سے مرعوب ہو چکے تھے۔ یوں ان بہن بھائی کا رُعب و دبدبہ قائم ہو گیا تھا۔ ان کی ذہانت بے مثال سمجھی جاتی تھی۔ وہ امتحانات میں سو فیصد نمبر حاصل کرتے تھے۔ پرنسپل اور پروفیسر بھی ان کی عزت کیا کرتے تھے۔

ماؤرا نے بڑے فخر سے کہا۔ ''داموردر! اس دنیا کے لوگ عقل سے پیدل ہیں۔ ہمارے مقابلے میں کم تر ہیں۔ میرا خیال ہے' مجھے اس زمین پر اپنا آئیڈیل نہیں ملے گا۔''

وہ بولا۔ ''ایسی بات نہیں ماؤرا! اس دنیا میں بڑے بڑے ذہین، شہزور اور ناقابل شکست لوگ ہیں۔ یاد ہے، پاپا (ایشورارا) کی مشین نے پیش گوئی کی تھی کہ یہاں بڑے جی دار لوگوں سے سابقہ پڑے گا۔ ایسے وقت ہم ثابت قدم رہیں گے تو ہمیں کامیابی اور عروج حاصل ہو گا۔''

وہ بولی۔ ''جس طرح یہاں کے نجومی کھل کر مستقبل کی باتیں نہیں بتاتے۔ اسی طرح پاپا کی مشین بھی وضاحت سے نہیں بتاتی کہ ہمیں کن حالات سے گزرنا ہے؟''

''پاپا اس مشین سے لگے رہتے ہیں۔ کچھ تبدیلیاں کرنا چاہتے ہیں پھر وہ مشین آیندہ کے حالات کے متعلق پوری تفصیل بتا سکے گی۔ یہاں کے مشہور جین مندر میں ایک یوگی مہاراج آئے ہوئے ہیں۔ وہ ہاتھ کی لکیریں پڑھ کر' چہرہ دیکھ کر اور آنکھوں میں جھانک کر سامنے والے کی اگلی پچھلی تمام باتیں بالکل دُرست بتا دیتے ہیں۔''

''جب آنکھوں میں جھانکتے ہیں تو وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہوں گے؟ سامنے والے کے دماغ میں گھس کر چور خیالات پڑھ کر سارا بھید معلوم کر لیتے ہوں گے۔ اس طرح سب ہی ان سے متاثر ہوتے ہوں گے۔''

داموردر نے کہا۔ ''کیوں نہ ہم ان کے دماغ میں گھس کر ان کی اصلیت معلوم کریں؟''

''وہ یوگا کے ماہر ہوں گے۔ سانس روک کر بھگا دیں گے۔''

''میں نے ایک میگزین میں ان کی تصویر دیکھی ہے۔ وہ بالکل ہڈیوں کا ڈھانچا ہیں۔ بہت کم کھاتے پیتے ہیں۔ دن رات تپسیا میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ مشکل سے سانس لیتے ہیں۔ ہماری آمد پر بھلا سانس کیسے روکیں گے؟''

''تو پھر آؤ جین مندر چل کر ان کے درشن کریں۔''

وہ بہن بھائی ایک کار میں بیٹھ کر وہاں پہنچے۔ مندر کے بہت بڑے آشرم میں یوگی مہاراج کو قیام کرنے کے لیے ایک کمرا دیا گیا تھا۔ وہاں عقیدت مندوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ وہ سب اپنی اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ اس دیش کے حکمران راشٹر پتی اور پردھان منتری بھی مہاراج کے عقیدت مند تھے۔ وہ سچے تھے۔ اسی لیے ادنا سے اعلیٰ سب ہی ان کو مانتے تھے۔

ماؤرا اور داموردر نے ان کے چیلے کے پاس آ کر اپنے نام لکھوائے پھر باری کا انتظار کرنے کے لیے آشرم کے ایک ویٹنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے۔ وہاں انہوں نے اس چیلے کے ذریعے یوگی مہاراج کی آواز سنی پھر ان کے دماغ میں پہنچے تو آسانی سے جگہ مل گئی۔ مہاراج نے ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ایک عقیدت مند سے باتیں کر رہے تھے۔ اپنے اندر والوں سے بے خبر تھے۔

ان کے خیالات نے بتایا' وہ دنیا داری سے دور رہنا چاہتے تھے لیکن پورے بھارت میں ان کے اتنے عقیدت مند ہیں کہ وہ انسانی آبادی سے دور جنگلوں میں جا کر تپسیا کرنا چاہتے ہیں تو وہاں بھی لوگ ہجوم کی صورت میں پہنچ جاتے ہیں۔

ان کے خیالات بتا رہے تھے کہ گھور تپسیا کے نتیجے میں انہیں دھیان گیان کی شکتی حاصل ہوئی ہے۔ وہ ہاتھوں کی لکیریں اور چہرے پڑھ کر ماضی' حال اور مستقبل کی صحیح باتیں بتا دیتے ہیں۔ ان کی سوچ نے بتایا کہ نہ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور نہ یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔ ماؤرا نے قائل ہو کر

کہا۔ ''بے شک، یہ ایک سچے اور بہت ہی اچھے انسان ہیں۔ میں ان سے معلوم کروں گی کہ میرا آئیڈیل محبوب مجھے کب اور کہاں ملے گا؟''

دامودر نے کہا۔ ''میری تو سمجھ میں نہیں آتا' مجھے کیا پوچھنا چاہیے؟ وہ اپنے طور پر جو بتاتے رہیں گے' میں سنتا رہوں گا۔''

☆☆☆

تقریباً دو گھنٹے بعد ان کی باری آئی۔ وہ دونوں یوگی مہاراج کے کمرے میں آگئے۔ وہ ننگے فرش پر پلتھی مارے بیٹھے ہوئے تھے۔ ماؤرا اور دامودر ان کے آگے جھک کر پیروں کو چھو کر کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے۔ یوگی مہاراج نے کہا۔ ''یہاں سب اپنی اگلی پچھلی زندگی کے بارے میں معلوم کرنے آتے ہیں۔ اب یہ سلسلہ الٹ گیا ہے۔ تم دونوں میری اگلی پچھلی زندگی کے بارے میں بتاؤ' کیا جانتے ہو؟''

انہوں نے حیرانی سے یوگی مہاراج کو دیکھا۔ دامودر نے کہا۔ ''آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ بھلا ہم آپ کے بارے میں کیا بتا سکتے ہیں؟''

ماؤرا نے کہا۔ ''ہم پہلی بار آپ سے مل رہے ہیں۔ آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ ہم کچھ نہیں جانتے۔''

وہ بڑی گہری آواز میں بولے۔ ''جھوٹ انسان کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ ہم انسان اپنی زندگی میں پیش آنے والے واقعات سے سبق کیوں نہیں سیکھتے؟ ابھی پچھلے دنوں تمہیں دھوکا دینے والے خود بری طرح دھوکا کھا گئے۔ یہ تمہارے ہی الفاظ ہیں کہ دوسروں کے لیے گڑھا کھودنے والے خود اس گڑھے میں گرتے ہیں۔''

دامودر چونک گیا۔ اس نے منچلی اور دوسری لڑکیوں سے یہی کہا تھا۔ انہوں نے ماؤرا سے کہا۔ ''کیا تم نے میرے خیالات نہیں پڑھے؟''

اس بات پر وہ دونوں چونک گئے۔ جھینپ کر نظریں چرانے لگے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''تمہیں معلوم ہوا کہ میں ناگ پور میں پیدا ہوا تھا اور میری موت کے بارے میں معلوم ہوا کہ جس دن عجیب وغریب لوگ میرے سامنے آئیں گے' اسی دن میری ہتیا (قتل) ہوگی۔ مجھے اس سنسار سے ملتی ملے گی۔''

ماؤرا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ''بے شک، آپ مہا گیانی ہیں۔ میں اپنے لیے کچھ پوچھنے سے پہلے آپ کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں۔ وہ عجیب وغریب لوگ کون ہو سکتے ہیں؟ آپ کے سامنے کب آئیں گے؟''

وہ بولے۔ ''وہ وقت آگیا ہے۔ تم دونوں آچکے ہو۔''

دونوں کے ذہنوں کو ایک جھٹکا سا لگا۔ دنیا والے ان سیارے کے باشندوں کو عجوبہ کہتے تھے۔ وہ یوگی مہاراج بھی ان کو یہی کہہ رہے تھے جبکہ وہ مکمل کامیاب پلاسٹک سرجری کے بعد کسی پہلو سے بھی عجوبہ نہیں لگتے تھے۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ ہماری دنیا میں جناب علی اسد اللہ تبریزی اور یوگی مہاراج جیسے مہا گیانی' پہنچے ہوئے لوگ ہیں۔ جو دنیاوی اور انسانی معاملات میں دور تک اور گہری جڑوں تک پہنچ جاتے ہیں۔

دامودر نے کہا۔ ''آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا ہم بہن بھائی آپ کو عجیب وغریب دکھائی دے رہے ہیں؟''

وہ بڑے اعتماد سے بولے۔ ''دکھائی نہیں دے رہے ہو۔ پردہ کر چکے ہو۔ اس دھرتی کے انسانوں جیسے ہو مگر نہیں ہو۔''

ماؤرا نے پوچھا۔ ''آپ کس بنیاد پر ہمیں دوسروں سے الگ کہہ رہے ہیں؟''

''یہ مجھ سے نہ پوچھو۔ تمہارے سوال کا جواب تمہارے اپنے ہی اندر ہے۔ میرے پاس اس دیش کے حکمران' بڑے بڑے سرکاری عہدیدار اور انٹیلی جنس والے آتے رہتے ہیں۔ میں نے کسی سے نہیں کہا کہ ہماری دھرتی پر ایسے لوگ بھی ہیں' جن کا تعلق ہم سے نہیں ہے۔ جب میں نے ان سے نہیں کہا تو تم سے کیا کہوں؟ کیا تم پر وہ رکھنا نہیں چاہتیں؟''

ماؤرا نے بھائی کو دیکھا۔ کوئی اپنا بھید کھولنا نہیں چاہتا۔ دامودر نے پوچھا۔ ''اگر آپ کی دھرتی پر کچھ لوگ کہیں باہر سے آئے ہیں تو کیا آپ کو اعتراض نہیں ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں' وہ اس دھرتی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے؟''

''پہنچائیں گے۔ ہمیں بھی نقصان پہنچائیں گے اور خود بھی نقصان اٹھائیں گے۔''

''پھر آپ ان کے خلاف حکمرانوں اور انٹیلی جنس والوں سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ انہیں اپنی زمین سے اکھاڑ پھینکیں؟''

یوگی مہاراج نے ایک اُنگلی اوپر کی جانب اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''ایشور کی لیلا نیاری ہے۔ وہ اس سنسار کو اپنے ڈھنگ سے چلاتا ہے۔ ہم یوگی ہیں۔ مٹی کے ذرے ہیں۔ بھگوان کے کاموں میں دخل نہیں دیتے۔ وہ پربھو جو کرتا ہے، ہماری اور اس دنیا کی بہتری کے لیے کرتا ہے۔''

وہ بالکل وہی باتیں کہہ رہے تھے جو ہمارے دین اسلام

میں روحانیت کے حامل کہتے ہیں۔ دنیا کا کوئی مذہب ہو' وہاں دھرم کرم کے حوالے سے جس کے اندر سچائی اور ایمان کی پختگی ہوتی ہے۔ اسے آتما شکتی ضرور حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے روحانیت میں کمال کا درجہ عطا کیا جاتا ہے۔ یوگی مہاراج کو بھی آتما شکتی حاصل تھی۔ وہ بھی جناب اعلیٰ حضرت کے اصولوں کے مطابق قدرتی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے تھے۔

وہ بول رہے تھے۔ ماؤرا نے ایسے وقت خیال خوانی کے ذریعے اپنے باپ ایشورارا کو بلا لیا تھا۔ وہ بیٹی کے اندر رہ کر یوگی مہاراج کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ سوچ کر تشویش میں مبتلا ہو رہا تھا کہ یہ یوگی سیارے والوں کے متعلق بہت کچھ جانتا ہے۔ کسی بھی وقت ہمارے لوگوں کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ شاید یہ بھی جانتا ہے کہ جوجو گوا گوا اور جانانا کی خفیہ پناہ گاہ راجستھان کے علاقے میں ہے۔ یہ بوڑھا یوگی ہمارے لیے بہت خطرناک ہے۔

ماؤرا نے کہا۔ ''پاپا ایشورارا! تمہیں اس مہا گیانی کے اندر جا کر اپنے طور پر بہت کچھ معلوم کرنا چاہیے۔''

اس نے کہا۔ ''تم دونوں اس بوڑھے کے اندر چھپ کر خیال خوانی کر رہے تھے لیکن اسے معلوم ہو گیا تھا۔ اسی طرح یہ میری سوچ کی لہروں کو بھی محسوس کر لے گا۔''

یوگی مہاراج نے ماؤرا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''بیٹی! میں اپنے آس پاس آنے والوں کی آہٹ سن لیا کرتا ہوں۔ اپنے باپ سے کہو، مجھ سے پردہ نہ کرے۔''

ایشورارا نے اس کے اندر آکر کہا۔ ''بے شک، آپ مہا گیانی ہیں۔ سیارے میں سب ہی مجھے دیوتا یا بھگوان مانتے ہیں۔ میرے آگے سجدہ یا ڈنڈوت کرتے ہیں۔ میں آپ سے دور ہوں' پھر بھی سوچ کے ذریعے سر جھکا رہا ہوں۔ میری جگہ میرے بچے ڈنڈوت کریں گے۔''

کسی بزرگ کے قدموں میں آکر اوندھے منہ لیٹ کر سجدہ کرنے کو ڈنڈوت کہتے ہیں۔ ایشورارا کا حکم سنتے ہی ماؤرا اور دامودر یوگی مہاراج کے آگے اوندھے لیٹ کر بولنے لگے۔ ''جے ہو یوگی مہاراج کی.... ہم آپ کے داس ہیں۔ آپ کے چرنوں کی دھول ہیں۔ ہماری عقیدت مندانہ تابع داری سویکار کریں۔''

انہوں نے کہا۔ ''اُٹھو، آرام سے بیٹھو۔ تمہارا باپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ ہماری باتیں سنو۔ یہ بعد میں تمہارے کام آئیں گی۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''واقعی! میں آپ سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ انتر گیانی ہیں۔ اندر کی باتیں جان لیتے ہیں۔ ابھی آپ کے پاس آنے سے پہلے میں سمجھتا تھا، اس دنیا میں صرف جناب علی اسد اللہ تبریزی کو ہی آتما شکتی حاصل ہے لیکن آپ کا تو جواب ہی نہیں ہے۔ آپ تو ان کی روحانی قوتوں کا منہ توڑ جواب ہیں۔''

یوگی مہاراج نے دونوں کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا۔ ''جناب علی اسد اللہ تبریزی ہمارے لیے معزز اور محترم ہیں۔ تم ایسی باتیں نہ کرو۔ میں کسی کا منہ توڑنا تو کیا۔ کسی کا دل بھی نہیں دکھاتا۔ تم اپنی بات کرو۔ کیا چاہتے ہو؟''

وہ بولا۔ ''یہ تو میں بتا چکا ہوں کہ اپنے سیارے کا خدا ہوں۔''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولے۔ ''توبہ کرو۔ کان پکڑو اور سارے جہاں کے اور کل کائنات کے ایک خدا سے معافی مانگو۔ وہ خدا کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ کسی سے مدد نہیں مانگتا اور تم مجھ سے مدد مانگنے آئے ہو؟''

''میں کیا کر سکتا ہوں؟ جبکہ سیارے والے مجھے خود ہی اپنا بھگوان مانتے ہیں۔''

''تم نے اپنی ذہانت سے، سائنس اور ٹیکنالوجی میں غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے خود کو منوایا ہے تب ہی وہ تمہیں بھگوان مانتے ہیں۔''

''چلو یہی سہی۔ سب ہی ایک دوسرے سے برتر رہنا چاہتے ہیں۔ میں نے اپنی برتری منوائی ہے تو یہ انسانی فطرت ہے۔ آپ میری مدد کریں گے تو ہم جناب علی اسد اللہ تبریزی سے برتر ہو کر ان کے پُراسرار ادارے کو ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کر دیں گے۔''

انہوں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''میرے پاس آکر کسی کی بربادی کی نہیں۔ آبادی کی' شادمانی و کامرانی کی باتیں کرو۔ بھگوان تمہیں بھی شاد و آباد رکھے گا۔''

ذرا دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ ایشورارا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس مہان آتما شکتی والے کو کس طرح بابا صاحب کے ادارے کے خلاف استعمال کرے؟ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ اسی مثال کے مطابق وہ آتما شکتی کے ذریعے روحانیت کو کاٹ چھانٹ کر ختم کرنا چاہتا تھا۔

ماؤرا نے پوچھا۔ ''مہاراج! آپ کی طرح اور جناب تبریزی کی طرح اور بھی اس دنیا میں آتما شکتی والے ہوں گے؟''

''بے شک ہیں، ایسے کئی ہیں جو خدائے واحد لاشریک سے لَو لگاتے رہتے ہیں۔ دن رات تپسیا کرتے

ہیں۔ دنیا والوں کو نیک ہدایات دیتے ہیں اور گمراہ ہونے والوں کو راہِ راست پر لانے کی کوششیں کرتے ہیں۔ تم باپ اور بچوں کو بھی یہ ہدایت ہے۔ ہماری زمین پر آئے ہو تو سب کی سلامتی چاہو پھر تم بھی سلامت رہو گے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''آپ سے التجا ہے' ہمیں دوسرے آتما شکتی رکھنے والوں کے نام اور پتے بتائیں۔ ہم بڑی عقیدت سے ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔''

''میرے سامنے جھوٹ نہیں چھپتا۔ تم عقیدت سے نہیں' اپنی ضرورت سے ان کے پاس جانا چاہتے ہو۔ تم نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ روحانیت کو ختم کیے بغیر اس دھرتی پر حکمران بن کر نہیں رہ سکو گے۔''

دامودر نے کہا۔ ''آپ کے متعلق سنا ہے کہ کسی کو مایوس نہیں کرتے؟ جو یہاں آتا ہے اس کی جھولی مرادوں سے بھر دیتے ہیں؟ کیا آپ ہماری ایک مراد پوری نہیں کریں گے؟''

ماؤرا نے کہا۔ ''ہم آپ کو بھگوان کا واسطہ دیتے ہیں۔ ہمیں دوسرے آتما شکتی والوں کے نام اور پتے بتا دیں؟''

''بھگوان کا واسطہ نہ دو تب بھی بتاؤں گا۔ یہ قدرت کی مرضی ہے کہ ابھی تمہاری روکاوٹیں دور کروں۔ بعد میں کیا ہوگا؟ یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''آپ آنے والے وقت سے آگاہ رہتے ہیں۔ باقی دنیا والے بے خبر رہتے ہیں۔ جو اچھا برا وقت آتا ہے۔ اس سے گزر جاتے ہیں۔ ہمارے ساتھ بھی جو ہوگا' ہم نمٹ لیں گے۔ پلیز، آپ ہمیں ان کے نام اور پتے بتا دیں؟''

یوگی مہاراج نے آنکھیں بند کرلیں۔ ذرا دیر چپ رہے پھر بولے۔ ''شہر روم میں ایک زاہد گوشہ نشین فادر جوزف ہے۔ وہ اپنے گاڈ کے نیک بندے ہیں۔ کلیسا کے درویش کہلاتے ہیں۔ قدرت کے بھید جانتے ہیں مگر چپ رہتے ہیں۔ جب قدرت کی جانب سے اشارہ ملتا ہے' تب وہ کسی کو پیش آنے والے حالات سے آگاہ کرتے ہیں پھر خاموشی اختیار کرلیتے ہیں۔''

وہ ذرا چپ ہوئے۔ ایشورارا نے کہا۔ ''بہت بہت شکریہ۔ اس زمین پر اور بھی معرفت کل رکھنے والے بندے ہیں؟''

''بے شک ہیں، جنوب مغربی افریقا میں انگولا کے ایک شہر گوانزا کے قریب ہزاروں سال پرانا ایک مندر ہے۔ وہاں کے لوگ ہم ہندوستانیوں کی طرح بت پرست ہیں۔ اس مندر کی ایک پجارن کوکا ہینہ کہتے ہیں۔ وہ غیب کی باتیں بتاتی ہے۔ اس کی نوے فیصد باتیں دُرست ہوتی ہیں۔''

ماؤرا اور دامودر کے دماغوں میں رہنے والا ایشورارا خوش ہو رہا تھا۔ یوگی مہاراج نے ذرا ٹھہر ٹھہر کر کہا۔ ''کوہِ طور... جہاں حضرت موسیٰ نے خدا کو دیکھنے کی ضد کی تھی اور خدا کی جانب سے ایک تجلی کو برداشت نہ کرسکے تھے۔ اسی کوہِ طور کے ایک غار میں علم بسیط رکھنے والے یہودیوں کے پیشوا برائٹ موسس رہتے ہیں۔''

بابا صاحب کے ادارے کے خلاف زبردست محاذ آرائی کے لیے زبردست معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ ایشورارا خوش ہو رہا تھا۔ بیٹھے بٹھائے اس کے من کی مراد پوری ہو رہی تھی۔ یوگی مہاراج نے کہا۔ ''ایسے کئی خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ تم ایک سے ملاقات کا شرف حاصل کرو گے تو ایک کے بعد ایک کا نام اور پتا ٹھکانا معلوم ہوتا رہے گا۔''

وہ بولا۔ ''میں اور زیادہ کچھ نہیں پوچھوں گا۔ صرف ایک ایسا نام بتا دیں' جو تمام آتما شکتی جاننے والوں سے برتر ہو اور آپ سب ہی انہیں کامل رہنما تسلیم کرتے ہوں۔''

انہوں نے آنکھیں بند کرلیں۔ ذرا دیر چپ رہے پھر آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔ ''خدا کے ایک محبوب بندے ہیں۔ حضرت محمدؐ خدا کے محبوب بندے بھی ہیں اور آخری رسولؐ بھی... میں جن کی بات کر رہا ہوں۔ وہ رسول نہیں ہیں۔ صرف محبوب بندے ہیں۔ انہیں روحانیت میں کمال کا درجہ حاصل ہے۔ وہ وفات پا چکے ہیں... مگر زندہ ہیں۔''

ماؤرا نے حیرانی سے پوچھا۔ ''جب وفات پا چکے ہیں تو پھر زندہ کیسے ہیں؟''

''یہ قدرت کا کرشمہ ہے۔''

یوگی مہاراج نے خلا میں تکتے ہوئے کہا۔ ''وہ دو ہم شکل بھائی تھے۔ دونوں ہی عالم کامل تھے۔ ان میں سے ایک عالم چھ ماہ کے لیے ایک غار میں عبادت کے لیے جاتے تھے۔ دوسرے عالم دنیا والوں کے درمیان موجود رہتے تھے۔ چھ ماہ بعد وہ واپس آتے تو دوسرے عالم چھ ماہ کے لیے اسی غار میں چلے جاتے تھے۔ دونوں ہی کامل روحانیت کے حامل تھے۔ ایک اب بھی ہیں۔ دوسرے وفات پا چکے ہیں۔ ان کے مسلمان عقیدت مند یہ نہیں جانتے کہ وہ زندہ ہیں۔''

وہ ذرا چپ ہوئے پھر بولے۔ ''صرف جناب علی اسد اللہ تبریزی اور ہم جانتے ہیں۔ انہوں نے ایک بھائی کی وفات سے پہلے ہی اس دنیا کو تیس برس کے لیے چھوڑ دیا تھا اور دن رات عبادت کرنے کے لیے اسی غار میں چلے گئے

تھے۔ وہ مدت پوری ہونے والی ہے۔ دو برس بعد وہ اس نامعلوم مقام سے نکل کر بابا صاحب کے ادارے میں آئیں گے۔''

ایشورارا نے پریشان ہو کر کہا۔ ''کیا مصیبت ہے؟ وہ اسی ادارے میں آئیں گے' جسے ہم ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ آخر وہ کون ہیں؟ کیا نام ہے ان کا...؟''

''میں اس سے آگے کچھ نہیں بتاؤں گا۔ جتنا بتایا ہے' اس کے پیش نظر انگلیوں پر گن لو' تمہارے پاس صرف دو برس ہیں۔ اس عرصے میں تم نے کامیابیاں حاصل نہ کیں تو ان بزرگ کے آتے ہی تم سیارے والوں کے قدم اس دھرتی سے اکھڑ جائیں گے۔''

''اگر میں زندہ رہا تو ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ کیا بتا سکتے ہو' میری زندگی کتنی ہے اور میری موت کیسے ہوگی؟''

''یہ تم اپنی فور کاسٹ کرنے والی مشین سے معلوم کر چکے ہو۔''

''یعنی آپ یہی کہتے ہیں کہ کسی کے ہاتھوں میری ہلاکت ہوگی؟''

''یہ سچ ہے...''

''مگر میں سمجھتا ہوں، طبعی موت مروں گا کیونکہ میں پلک جھپکتے ہی اپنا چہرہ، اپنی شخصیت بدل لیتا ہوں۔ چشم زدن میں مرد سے عورت، عورت سے بچہ اور بچے سے بوڑھا بن جاتا ہوں۔ کوئی قاتل مجھے کیسے پہچان سکے گا؟''

''دُرست کہتے ہو۔ تمہارے کئی دشمن ہوں گے۔ تمہیں تلاش کرتے رہیں گے۔ تمہارے قریب آکر بھی پہچان نہ پائیں گے۔ الٹا تمہارے ہاتھوں مارے جائیں گے۔''

''پھر کس میں اتنا دم خم ہوگا کہ مجھے قتل کرنے آئے گا؟''

''بے شک، تم سب ہی کے لیے چیلنج بن جاؤ گے۔ اس چیلنج کا جواب ایک عورت دے گی۔ تم ایک عورت کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔''

ایشورارا نے حقارت سے پوچھا۔ ''عورت...؟ میں سیارے کا بھگوان ہوں۔ اس ارضی دنیا کو فتح کرنے والا ہوں اور مجھے ایک عورت مات دے گی؟ نہیں، میں نہیں مانتا۔''

انہوں نے سرد لہجے میں کہا۔ ''مان جاؤ گے۔''

اس نے پوچھا۔ ''آپ اس دنیا میں سب سے زیادہ کسے چاہتے ہیں؟''

''اپنے بھگوان کو...''

''میں اسی بھگوان کا واسطہ دیتا ہوں' اس عورت کو راز میں نہ رکھیں۔ مجھے اس کا نام اور پتا بتائیں۔''

وہ ذرا چپ رہے۔ ایشورارا نے پوچھا۔ ''کیا آپ کسی مشکل میں پڑ گئے ہیں؟''

''نہیں، تم مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ اگر اسے چھیڑو گے تو تمہاری نیندیں حرام ہو جائیں گی۔ کھانا پینا بھول جاؤ گے۔ اگر اس سے دور رہو گے تو یہ اندیشہ ستاتا رہے گا کہ پتا نہیں' وہ کب کہاں سے آکر شب خون مارے گی؟''

''مجھے اور تجسس میں مبتلا نہ کریں۔ اس کا نام بتائیں؟''

''تم اپنی انفارمیشن مشین میں اس کی پوری ہسٹری پڑھ چکے ہو۔ ساری دنیا مانتی ہے اور کہتی ہے' شی از اے اولڈ فرام دی بلیو۔ (وہ آسمان سے کڑکنے اور لپکنے والی بجلی ہے)''

ایشورارا نے چونک کر کہا۔ ''اوہ یس، یہ اس کی لائف ہسٹری میں لکھا ہوا ہے۔ آپ فرہاد علی کی وائف سونیا سے ڈرا رہے ہیں؟ ہوسکتا ہے، اس نے اپنی زندگی میں کبھی کسی سے مات نہ کھائی ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے' وہ میرے ہاتھوں مرنے کے لیے اب تک زندہ ہو؟''

یوگی مہاراج نے کہا۔ ''اب اس سلسلے میں نہ تم کچھ بولو' نہ ہی مجھے کچھ بولنا چاہیے۔ باہر دوسرے عقیدت مند اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔''

ماؤرا اور دامودر اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے چرنوں کو چھو کر وہاں سے باہر چلے آئے۔

ایشورارا ان کے اندر موجود تھا۔ ماؤرا نے کہا۔ ''پاپا! تم نے اس عورت کی پوری ہسٹری پڑھی ہے۔ کیا وہ سچ مچ بہت خطرناک ہے؟''

''میں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ بس پڑھا ہے۔ ہوسکتا ہے، کچھ بڑھ چڑھ کر ہسٹری بیان کی گئی ہو۔ ڈونٹ وری۔ جب سامنا ہوگا تو دیکھوں گا' وہ کتنے پانی میں ہے؟''

دامودر نے کہا۔ ''پاپا! وہ بابا صاحب کا ادارہ تو اور زیادہ پُراسرار اور خطرناک ہو گیا ہے۔ پتا نہیں' وہ آتما شکتی والا کون ہے؟ کیا واقعی دو برس بعد اس ادارے میں آکر ہمارے قدم یہاں سے اکھاڑ دے گا؟''

''بیٹے! تم جب بھی کسی سے مقابلہ کرنے جاؤ گے تو وہ مقابلے پر آنے والا اپنے بارے میں خوب بڑھ چڑھ کر ڈینگیں مارے گا۔ فکر نہ کرو۔ ہمیں روحانیت کا تو ڑ کرنے کے

لیے کتنے ہی آتما شکتی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم ہو گئے ہیں۔ میں ان سب سے دوستی کروں گا یا انہیں زیر اثر لا کر بابا صاحب کے ادارے کے خلاف استعمال کروں گا۔''

وہ اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ ایشورارا نے کہا۔ ''تم دونوں جاؤ۔ مجھے یوگی مہاراج سے نمٹنا ہے۔''

''پاپا! نمٹنے کا مطلب مخالفانہ کارروائی ہے؟''

''ہاں، اس یوگی نے جہاں زبردست معلومات فراہم کی ہیں۔ وہاں بہت سے اہم راز بھی چھپائے ہیں۔ اگر وہ تمام راز اگل دے گا تو میری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔''

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا یوگی مہاراج کے اندر پہنچ گیا۔ انہوں نے کہا۔ ''آؤ ایشورارا! میں تمہارا ہی انتظار کر رہا ہوں۔ یہ میرے جیون کی انتم گھڑیاں ہیں۔ مجھے تمہارے ہاتھوں اپنے بھگوان کے پاس جانا ہے۔''

''میری بات مانو گے تو زیادہ دن جیو گے۔''

''میرے ہاتھ کی ریکھا میں آج کے بعد زندگی کی سانسیں نہیں ہیں۔ تم چاہو گے' میں بابا صاحب کے ادارے کے خلاف تمہارے کام آتا رہوں اور میں اس ادارے کی مخالفت میں ایک قدم بھی نہیں اٹھاؤں گا۔''

''تم نے بہت سے اہم راز چھپائے ہیں۔ وہی بتا دو۔''

''میں کہہ چکا ہوں' قدرت کی منشا کے خلاف کوئی بات کسی کو نہیں بتا سکتا۔''

''پھر تو تم میرے دشمن ہو۔ یہاں کے انٹیلی جنس والوں کو ہماری اصلیت بتا کر انہیں میری بیٹی اور بیٹے کے پیچھے لگا سکتے ہو۔ میں بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کوئی قدم اٹھاؤں گا تو تمہیں خبر ہو جائے گی۔ تم رکاوٹیں پیدا کرو گے۔''

''بے شک، یہی کروں گا۔ دین دھرم کے اور سچے لوگوں کے کام آنا میرا کرتو (فرض) ہے۔''

وہ غصے سے بولا۔ ''تم اپنے کرتو کے ساتھ نرک میں جاؤ۔''

یہ کہتے ہی اس نے مہاراج کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ بیٹھے ہوئے تھے' اُچھل کر فرش پر گر پڑے۔ تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''اب بھی وقت ہے' راضی ہو جاؤ۔ میرے کام آؤ۔ اپنی عمر بڑھاؤ ورنہ یہ آخری ذہنی جھٹکا ...''

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ سوچ کی لہریں باہر نکل آئیں۔ یوگی مہاراج کا دماغ مردہ ہو چکا تھا۔ وہ اپنی پیش گوئی کے مطابق اپنی سانسیں پوری کر چکے تھے۔

☆☆☆

اس زیر زمین خفیہ پناہ گاہ میں جوجو' گوا گوا اور جانانا بہت خوش تھے۔ گوا گوا کے ساتھ رہنے والی بملا نے خوشخبری سنائی تھی کہ اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔

دوسرے دن نرملا نے جانانا کو یہ نوید دی کہ وہ بھی باپ بننے والا ہے۔ اُرمیلا نے جوجو کو کوئی اچھی یا بری خبر نہیں سنائی۔

ان تینوں نے فیصلہ کیا کہ بملا اور نرملا کو دس ماہ کے لیے اودے پور پہنچا دیا جائے۔ وہاں ان کی زچگی ہو گی پھر وہ دونوں اپنے بچے لے کر بملا اور نرملا کو آزاد کر دیں گے۔ انہیں زیر زمین پناہ گاہ میں قیدی بنا کر نہیں رکھیں گے۔ یہی فیصلہ جوجو نے کیا تھا۔ وہ تینوں ان تین استعمال شدہ عورتوں سے قطع تعلق کر کے تین نئی عورتوں کو اپنے خفیہ اڈے میں لانا چاہتے تھے۔

وہ سب آدھی رات کے بعد زیر زمین پناہ گاہ سے باہر آئے۔ تینوں بہنیں کھلی فضا میں آتے ہی گہری گہری سانسیں لینے لگیں۔ وہ بہت خوش تھیں۔ ان تینوں صیادوں نے یہ یقین دلایا تھا کہ اس تہ خانے میں انہیں دوبارہ نہیں لایا جائے گا۔ بچے پیدا کرنے کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے آزاد ہونے والی تھیں اور اپنی مرضی سے شادیاں کر کے اپنے رشتے داروں کے درمیان زندگی گزارنے کے خواب دیکھ رہی تھیں۔

میں ان بہنوں کے دماغوں میں تھا۔ جوجو وغیرہ نے روانہ ہونے سے کئی گھنٹے پہلے ان عورتوں پر تنویمی عمل کیا تھا۔ یہ باتیں نقش کی تھیں کہ وہ اپنے رشتے داروں میں جا کر زیر زمین قیدی بن کر رہنے والی باتیں کسی کو نہیں بتائیں گی۔ ان تینوں کے نام بھول جائیں گی۔ تنویمی عمل دیرپا نہیں ہوتا۔ وہ آئندہ بھی ان پر عمل کرنے والے تھے۔

میں نے ان کے عمل کے دوران مداخلت نہیں کی تھی۔ میں ان عاملوں کے مخصوص لب و لہجے کے ذریعے ان بہنوں کے اندر رہ سکتا تھا۔ جوجو نے ارمیلا سے پوچھا۔ ''تمہارے رشتے دار اودے پور میں کہاں رہتے ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''اودے پور سے دور ایک چھوٹا سا شہر سجن گڑھ ہے۔ وہاں ہمارے ماما کی حویلی ہے۔''

''کیا وہاں رات کو بھی چہل پہل رہتی ہے؟''

بملا نے کہا۔ ''نہیں، وہ ایک چھوٹا سا ٹاؤن ہے۔ رات ہوتے ہی گھروں کی بتیاں بجھ جاتی ہیں۔ صرف

اسٹریٹ لیمپس کی روشنی رہتی ہے۔''

نرملا نے کہا۔ ''آدھی رات ہو چکی ہے۔ اس وقت کوئی گھر سے نکل کر تمہیں نہیں دیکھے گا۔''

جانانا نے کہا۔ ''کسی نے دیکھ بھی لیا تو کیا فرق پڑے گا؟ ہم تو بالکل یہاں والوں جیسے ہو گئے ہیں۔ کسی پہلو سے عجوبہ نہیں ہیں۔''

ارمیلا نے کہا۔ ''تم سب ہمارے ساتھ دیکھے جاؤ گے تو طرح طرح کے سوالات اٹھیں گے کہ ہمارے ساتھ یہ تین اجنبی کون ہیں؟ تمہارا محاسبہ کیا جائے گا۔''

''ہم اس جھمیلے میں نہیں پڑیں گے۔ تم تینوں کو سجن گڑھ کے قریب پہنچا کر دور ہو جائیں گے پھر دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔ اب چلو یہاں سے...''

پھر انہوں نے اپنی اپنی عورت کو اُٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔ دونوں پیروں کو جوڑ کر پنڈلیں جھپکائیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ تیر کی تیز رفتاری سے ایک سمت جانے لگے۔ وہ اُودے پور سے تقریباً دو سو کلو میٹر کے فاصلے پر تھے اور آدھے گھنٹے میں سجن گڑھ پہنچنے والے تھے۔

میں اس وقت اُودے پور کے شیونو اس پیلس ہوٹل میں تھا۔ میرے ساتھ والے کمرے میں انوشے سو رہی تھی۔ اس وقت تہجد کی نماز ادا کرنے کے لیے بیدار ہو گئی تھی۔ اس نے نماز شروع کرنے سے پہلے مجھے مخاطب کیا۔ ''گرینڈ پا! وہ تینوں آ رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''جانتا ہوں بیٹی! تم عبادت میں مصروف رہو۔ فی الوقت مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔''

''ضرورت ہے گرینڈ پا! وہ آنے والے آندھی طوفان کی رفتار سے فرار ہو جائیں گے۔ آپ ان کا تعاقب نہیں کر سکیں گے۔''

''وہ فرار نہیں ہوں گے۔ تین نئی عورتوں کو یہاں سے لے جانے کے لیے مناسب موقع کا انتظار کریں گے۔ وہ اسی شہر میں یا شہر سے باہر کہیں چھپ کر رہیں گے۔ تم عبادت سے فارغ ہو کر مجھے بتا سکتی ہو کہ وہ تینوں کہاں ہیں؟''

اب تک مجھے یہ سہولت حاصل تھی کہ ان بہنوں کے اندر رہ کر ان تینوں کی مصروفیات پر نظر رکھتا تھا۔ آئندہ بھی ان کے قریب رہنے کے لیے ان کی نئی عورتوں کے دماغوں میں جگہ بنانا ضروری تھا اور وہ نئی عورتوں کو کہاں سے اُٹھا کر لے جائیں گے' یہ میں نہیں جانتا تھا۔

وہ تینوں سجن گڑھ پہنچ گئے۔ انہوں نے عورتوں کو کاندھوں سے اتارتے ہوئے کہا۔ ''تم تینوں یہاں سے اپنے ماما کے گھر جاؤ۔ ہم تمہارے اندر رہ کر تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔''

بملا نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''میں نہیں چاہتی' تم کسی نئی عورت کے چکر میں پکڑے جاؤ۔ ہمارے ماما کے محلے میں ایک سے ایک حسین عورت ہے۔ تم تینوں کو اگر یہیں سے عورتیں مل جائیں تو اُودے پور جا کر بھٹکنے سے اور لوگوں کی نظروں میں آنے سے محفوظ رہو گے۔''

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ گوا گوا نے کہا۔ ''یہ ٹھیک کہتی ہے۔ پہلے اسی علاقے میں کوشش کی جائے۔ یہاں کی عورتوں کو دیکھا جائے۔ کوئی پسند نہیں آئے گی تو ہم آگے جائیں گے۔''

نرملا نے کہا۔ ''ہماری حویلی سے کچھ فاصلے پر ایک بڑا سا لگژری ہوٹل ہے۔ وہاں تم بزنس مین یا سیاحوں کی حیثیت سے رہ سکتے ہو۔''

جانانا نے کہا۔ ''ہم یہاں رُک جاتے ہیں مگر ہر لحہ تم تینوں کے اندر رہیں گے۔ تم میں سے کسی نے بھی ہمارے خلاف سازش کی یا پولیس والوں کو ہمارے پیچھے لگایا تو ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ اس کے بعد تم تینوں کو اسی تہ خانے میں لے جا کر مرنے نہیں دیں گے مگر ہر روز آدھی جان نکالتے رہیں گے۔''

اُرمیلا نے کہا۔ ''تم ہمیں ہمیشہ کے لیے آزادی دے رہے ہو۔ ہم اس احسان کے بدلے دغا نہیں دیں گے۔ تمہارے کام آتے رہیں گے۔''

''ٹھیک ہے، تم تینوں آگے آگے چلو۔ ہم کچھ فاصلہ رکھ کر پیچھے پیچھے آئیں گے۔ خیال خوانی کے ذریعے تم سے معلوم کریں گے کہ تمہاری حویلی کے قریب وہ لگژری ہوٹل کہاں ہے؟''

وہ سب کافی فاصلہ رکھ کر آگے پیچھے چلنے لگے۔ میں نے لباس تبدیل کیا پھر پہلی بار اپنے مزاج اور اپنے دستور کے خلاف ایک سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کو لباس میں چھپا لیا۔ انوشے عبادت میں مصروف تھی۔ تہجد کی نماز کے بعد کلام پاک کی تلاوت کر رہی تھی پھر فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد سونے والی تھی۔ اسے کچھ بتانا ضروری نہیں تھا۔ وہ مجھے کمرے میں نہ پا کر خود ہی میری موجودہ مصروفیات کو سمجھ لیتی۔

باہر کرائے کی موٹر سائیکل تھی۔ میں نے بہت عرصے کے بعد بائیک کی سواری کی۔ سجن گڑھ کی طرف جانے لگا۔ وہاں تینوں بہنیں حویلی میں پہنچیں تو سارے رشتے دار نیند

سے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ بڑی حیرت سے اور مسرت سے انہیں گلے لگا کر پوچھنے لگے کہ وہ اتنے دنوں تک کہاں تھیں اور اتنی رات کو کہاں سے آرہی ہیں؟

جوجو، گوا گوا اور جانانا ان کے دماغوں میں تھے۔ وہ تینوں رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں۔ ''ہم نہیں جانتیں' ہمارے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے؟ ایسا لگتا ہے' جیسے بھیانک خواب دیکھتی رہی تھیں۔''

اُرمیلا نے کہا۔ ''وہ تین جادوگر تھے۔ انہوں نے ہمیں ایک شاندار محل میں رکھا تھا۔ بملا اور نرملا ان کے بچوں کی مائیں بننے والی ہیں۔''

یہ سن کر عورتوں' مردوں اور تمام بزرگوں کے سر جھک گئے۔ ان کے ماما نے پوچھا۔ ''تم تینوں اس محل سے کیسے نکل آئیں؟''

نرملا نے کہا۔ ''ان کا دل بھر گیا تھا۔ انہوں نے ہم سے آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ جب ہم نے آنکھیں بند کیں اور پھر کھولیں تو خود کو اس حویلی کے باہر پایا۔''

ایک بوڑھی عورت نے کہا۔ ''ہے بھگوان! ہماری بچیوں کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہیں کچھ کھانے پینے کے لیے تو دو۔''

ماما نے کہا۔ ''میں ابھی پولیس آفیسر کو فون کرتا ہوں۔ وہ ان جادوگروں کا کھوج لگائیں گے۔''

ان تینوں بہنوں نے سختی سے کہا۔ ''نہیں ماما! آپ ہماری بھلائی چاہتے ہیں تو پولیس والوں کو ہمارے بارے میں کچھ نہ بتائیں۔ وہ جادوگر پھر ہمیں جادو سے اُٹھا کر لے جائیں گے تو کیا پولیس والے واپس لاسکیں گے؟''

نرملا نے کہا۔ ''ہرگز نہیں، ہمارا معاملہ حویلی سے باہر جائے گا تو ہم یہاں سے چلی جائیں گی۔''

بملا نے کہا۔ ''وہ جادوگر کہہ رہے تھے کہ ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی تو وہ جادو کے زور سے اس حویلی کو جلا کر بھسم کردیں گے۔''

یہ سنتے ہی ماما اور مامی سہم گئے۔ مامی نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''وہ حویلی میں آگ لگائیں گے تو ہم سب جل مریں گے نہیں۔ ہم پولیس والوں کو نہیں بلائیں گے۔ محلے والوں سے یہی کہیں گے کہ تم تینوں بے پور سے آئی ہو۔''

ان تینوں نے خیال خوانی کے ذریعے ان بہنوں سے کہا۔ ''شاباش! ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ ہمارے احسان کے بدلے کبھی دغا نہیں کروگی۔ ہم ہمیشہ تمہارا خیال رکھیں گے۔ بچوں کے باپ بننے کے بعد تمہیں سونے کی اینٹیں انعام میں دے کر جائیں گے۔''

وہ تینوں مطمئن ہو گئے تھے۔ ان بہنوں کے چور خیالات بھی بتا رہے تھے کہ وہ کبھی انہیں دھوکا نہیں دیں گی۔ جب اطمینان ہوگیا۔ کوئی اندیشہ نہ رہا تو مستی سوجھنے لگی۔ انہوں نے ہوٹل میں تین کمرے لیتے وقت کاؤنٹر کے پاس چھ عورتوں کو دیکھا۔ وہ سب دھندا کرنے والیاں تھیں۔ جب جوان تھیں تو ممبئی شہر میں سونے کے بھاؤ بکتی تھیں۔ جب بھاؤ گرنے لگا تو اُودئے پور آگئیں۔ ممبئی سے بیماریاں لے کر آئی تھیں۔ اُودئے پور میں زیادہ نہ چل سکیں۔ اس لیے اس کے مضافاتی شہر بجن گڑھ آگئیں۔ وہاں بھی رات کے وقت میک اپ کا گاڑھا لیپ چڑھا کر ہوٹلوں میں جاتی تھیں۔ عموماً شرابی کبابی نشے کی دھن میں ڈھول کا پول نہیں دیکھتے تھے۔ دو چار سو میں لے جاتے تھے پھر تھوڑی دیر بعد ہی انہیں کمرے کے باہر دھکا دے دیتے تھے۔

وہ تینوں اناڑی نہیں تھے۔ اُرمیلا، نرملا اور بملا کے باغات سے تازہ پھل کھا چکے تھے۔ باسی کی پہچان دور سے ہو گئی تھی۔ وہ عورتیں انہیں لبھانے کے لیے آس پاس منڈلا رہی تھیں۔ جوجو نے ایک سے کہا۔ ''ہم فریش آئٹم چاہتے ہیں۔ ایک رات کے دس ہزار دیں گے۔''

''دس ہزار...'' ان عورتوں کے منہ حیرانی سے کھل گئے۔ ایک عورت نے کہا۔ ''ہمیں پانچ برس پہلے ایک رات کے پندرہ ہزار روپے ملتے تھے۔ کچھ ریٹ بڑھاؤ۔''

دوسری عورت نے کہا۔ ''ہمارے برے دن آگئے ہیں۔ ہمیں تو کوئی پندرہ پیسوں میں بھی نہیں پوچھتا۔ میری ایک بہن ہے۔ ابھی کسی نے اسے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ پچیس ہزار دو گے تو اسے لے آؤں گی۔''

جوجو نے کہا۔ ''ابھی لاؤ۔ ابھی رقم لو۔''

دوسری عورت نے کہا۔ ''اب تو ہم دو دو وقت کے فاقے کرنے لگے ہیں۔ میرا ایک بچہ بیماری سے مرگیا۔ میں اس کا علاج نہ کرا سکی۔ میری چودہ برس کی کم سن بیٹی ہے۔ پچیس ہزار دو گے تو اسے لے آؤں گی۔''

ہندوستان میں اتنی غربت ہے کہ بھیک مانگنے والے قدموں سے لپٹ جاتے ہیں۔ دو وقت کی روٹی کے لیے اپنے بچوں کو فروخت کردیتے ہیں۔ ایک گھنٹے کے اندر ان کے کمروں میں تین کوری کنواریاں پہنچا دی گئیں۔ انہوں نے ان کی ایک رات کی قیمت ادا کردی۔ ایسے وقت میں وہاں پہنچ گیا۔

رات کے تین بجے تھے۔ ہوٹل کے اندر اور باہر گہری

خاموشی تھی۔ سب ہی گہری نیند میں تھے۔ کاؤنٹر مین بھی ایک کرسی پر بیٹھا سو رہا تھا۔ میں راستے میں ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے خود کو تبدیل کر چکا تھا۔ میرے چہرے پر داڑھی مونچھوں کا اضافہ ہوگیا تھا۔ ناک کے نتھنے پھیل گئے تھے اور سیاہ چشمے نے آنکھوں کو چھپا لیا تھا۔

میں نے کاؤنٹر مین کو آواز دی تو وہ ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ ''یس سر...! آپ کو کمرا چاہیے؟''

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق رجسٹر کھول کر پڑھتے ہوئے بولا۔ ''ابھی رات کے ڈھائی بجے تین بزنس مین آئے ہیں۔ وہ کمرا نمبر پچاس اکیاون اور باون میں ہیں۔''

یہ کہہ کر اس نے رجسٹر بند کردیا پھر دراز کھول کر ایک ماسٹر کی نکالی۔ اس ایک چابی سے ہوٹل کے تمام کمروں کے دروازے کھل جاتے تھے۔ وہ مجھے ماسٹر کی دے کر کرسی پر جا کر بیٹھ گیا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ خراٹے لے رہا تھا۔

میں لفٹ کے ذریعے پانچویں فلور پر آگیا۔ ارادہ تھا، سب سے پہلے جوجو کے سر پر پہنچوں گا۔ اس کم بخت کی وجہ سے میں در بدر کا ہوگیا تھا۔ اپنوں سے دور دیارِ غیر میں بھٹک رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ تینوں میں سے کس کمرے میں جوجو ہے؟ میں نے روم نمبر ففٹی کے سامنے آکر بڑی خاموشی سے مقفل دروازے کو کھولا پھر دبے قدموں اندر آگیا۔ میں انہیں چہروں سے نہیں پہچانتا تھا۔

ایک چودہ برس کی کم سن لڑکی دیوار سے لگی کھڑی رو رہی تھی۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ اس کا گاہک پچکارتے ہوئے اس سے کہہ رہا تھا۔ ''آ... آ جا... تُو کترا رہی ہے۔ مجھے دوڑا رہی ہے مگر تیرے ساتھ اس چوہے بلی کے کھیل میں مزہ آرہا ہے۔''

اچانک لڑکی نے مجھے دیکھا پھر روتی ہوئی گڑگڑاتی ہوئی بولی۔ ''مجھے بچاؤ... میں پاپ نہیں کرنا چاہتی۔ بھگوان کے لیے میری عزت بچاؤ۔''

وہ شخص پلٹ کر مجھے دیکھتے ہی حیرت سے اُچھل پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا یا مجھ پر حملہ کرتا۔ میں نے فائر کردیا۔ سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے آواز نہیں گونجی۔ اس کے حلق سے ایک کراہ اُبھری۔ وہ زخمی ہوکر فرش پر گر پڑا۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔

وہ گوا گوا تھا۔ وہ لڑکی دوڑتی ہوئی آکر میرے پیروں سے لپٹ گئی۔ میں نے اسے الگ کیا۔ بستر سے چادر اُٹھا کر اس پر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''اُدھر آرام سے بیٹھو۔ تمہیں کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔''

وہ زمین پر پڑا' سہما ہوا سا' سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔ اپنے ساتھیوں سے رابطہ کرکے انہیں خطرے سے آگاہ نہیں کرسکتا تھا۔ میں اس کے قریب ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس کے اندر بولا۔ ''چپ چاپ پڑے رہو۔ مجھے چور خیالات پڑھنے دو۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے ایک لات ماری وہ اٹھتے اٹھتے گر پڑا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں چور خیالات پڑھ کر ان کے اہم راز معلوم کروں۔ وہ پھر اٹھنے لگا۔ اس بار میں نے اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر فرش پر تڑپنے لگا۔ اب اس میں اٹھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ میں آرام سے خیالات پڑھنے لگا۔

میں نے سب سے پہلے ان کی خفیہ پناہ گاہ کا محلِ وقوع معلوم کیا۔ یہ طریقہ کار معلوم ہوا کہ وہ کس طرح ایک ننھی سی مشین کے ذریعے چور راستہ بنا کر زمین کے اندر تہ خانے میں جاتے ہیں پھر اسی مشین کے ذریعے اس چور راستے کو بند کردیتے ہیں۔ وہ ننھی سی مشین ان تینوں کے سفری بیگ میں رہتی ہے۔

پھر میں نے ان کے سیارے کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ وہ اپنی زبان میں اس سیارے کو بائو راما کہتے تھے۔ وہاں کے باشندے ایک بھگوان یا بھگوان کے اوتار ایشورارا کے آگے سر جھکاتے تھے۔ اس کے ہر جائز اور ناجائز حکم کی تعمیل کرتے رہتے تھے۔ جب سیارے میں تین ماہ کے لیے رات ہوتی تھی تو ایشورارا کہیں چلا جاتا تھا پھر جب تین ماہ کے لیے سورج کی روشنی پھیلتی تھی تو وہ واپس آجاتا تھا۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ تین ماہ تک کہاں گم رہتا ہے؟ وہ ان سے اتنا ہی کہتا تھا کہ اس کے اوپر بھی ایک زبردست ایشورارا ہے۔ کبھی وہ عظیم ایشورارا ان کے سیارے بائو راما میں آئے گا تو سب کو اس کے آگے جھکنا پڑے گا۔ کبھی وہ ارضی دنیا میں جائے گا تو اس دنیا کی کایا پلٹ دے گا۔ پوری دنیا کا حاکم مطلق بن جائے گا مگر ابھی وہ اندھیروں میں گم ہے۔ اس نے ارضی دنیا کو تسخیر کرنے کی ذمے داری موجودہ ایشورارا کو دی ہے۔

یہ بھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ ایشورارا نے اپنی بیٹی ماؤرا اور بیٹے دامودر کو ارضی دنیا کا باشندہ بنا دیا ہے۔ ان کے لیے انڈیا کی شہریت حاصل کرچکا ہے۔ یہ بات گوا گوا بھی نہیں جانتا تھا۔ اس لیے مجھے بھی اس وقت کچھ معلوم نہ ہوسکا۔

پہلے تو یہ معلوم ہوا کہ بائو راما کے باشندے ایشورارا کو پوجتے ہیں پھر پتا چلا کہ اس ایشورارا سے اوپر بھی ایک عظیم ایشورارا ہے' جو کہیں اندھیروں میں چھپا ہوا ہے۔ جب بائو راما کے باشندے ارضی دنیا کو تسخیر کرنے میں ناکام رہیں گے' تب وہ عظیم ایشورارا منظرعام پر آئے گا۔

یہ ساری معلومات تجسس میں مبتلا کر رہی تھیں اور یہ تجسس اپنے مخصوص وقت سے پہلے ختم ہونے والا نہیں تھا۔ بہرحال یہ وقت تو آ گیا تھا کہ میں پراسرار بننے والوں کی شہ رگ تک پہنچ رہا تھا۔ ان کی خفیہ پناہ گاہ کا صحیح پتا ٹھکانا معلوم کر چکا تھا۔

گواگوا کے خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ لوگ زیادہ دیر تک دماغی تکلیف اور کمزوری میں مبتلا نہیں رہتے ہیں۔ جلد ہی ان کی توانائی بحال ہو جاتی ہے۔ میں نے اسے گولی کا زخم دیا تھا پھر اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اس لیے وہ بری طرح نڈھال ہو گیا تھا۔

میں اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اور بہت سی اہم معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس وقت وہ سوچ رہا تھا۔ ''میں ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ اپنے دونوں ساتھیوں کو خطرے سے آگاہ نہیں کر سکتا لیکن وہ کسی بھی وقت کسی بھی ضرورت سے میرے اندر آ کر میرا حال زار معلوم کر سکتے ہیں۔''

میں نے اہم معلومات حاصل کرنے کی دُھن میں اس پہلو پر دھیان نہیں دیا تھا کہ اس کے ساتھی کسی ضرورت سے ابھی اس کے پاس آ سکتے ہیں۔ چونکہ وہ ہوس پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس لیے ساری دنیا کو حتیٰ کہ اپنے ساتھیوں کو بھی بھولے ہوئے تھے۔

میں نے اسے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ ''چل آنکھیں کھول۔ اپنی موت کو کھلی آنکھوں سے دیکھ...''

اس نے آنکھیں کھول کر مجھے اور ریوالور کو دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''تو دُرست سوچ رہا ہے' تیرے ساتھی کسی وقت بھی تیرے اندر آ سکتے ہیں اور اپنی آنے والی موت سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ میں انہیں سلامتی حاصل کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔''

یہ کہتے ہی میں نے اسے گولی مار دی۔ لڑکی سہمی ہوئی دیکھ رہی تھی۔ میں نے گواگوا کا سفری بیگ اٹھا لیا۔ اس کے اندر بڑی اہم چیزیں تھیں۔ میں نے ان تمام چیزوں کے متعلق بہت کچھ معلوم کیا تھا۔ آئندہ وہ سب میرے کام آنے والی تھیں۔ میں نے لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''ڈرو نہیں۔ میرے ساتھ آؤ...''

وہ میرے ساتھ اس کمرے سے باہر آ گئی۔ میں نے پوچھا۔ ''تم تنہا اپنے گھر جا سکتی ہو؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ ''ہوٹل کے باہر ماں جی میرے لیے بیٹھی ہوں گی۔''

میں نے بیگ میں ہاتھ ڈال کر سونے کی ایک اینٹ نکالی پھر اسے دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ اصلی سونا ہے۔ تمہیں لاکھوں روپے ملیں گے۔ ماں سے کہنا کہ تم سے دھندا نہ کرائے شادی کر دے۔''

وہ خوشی سے روتی ہوئی میرے قدموں میں گرنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے روک کر کہا۔ ''تم میری پوتی جیسی ہو۔ قدموں میں نہ جھکو۔ ماں کے ساتھ فوراً یہاں سے ممبئی چلی جاؤ ورنہ مرڈر کیس میں پھنسو گی۔''

میں نے اس کی پیشانی کو چوم کر اسے رُخصت کر دیا۔ اس کے جاتے ہی کمرا نمبر ایکاون کی طرف دیکھا۔ اس کا دروازہ بھی اندر سے مقفل تھا۔ میں نے ماسٹر کی سے اُسے کھولا۔ اگرچہ دبے قدموں اندر پہنچا تھا لیکن انہوں نے آہٹ سن لی۔ دونوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔ جانانا بستر سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اسے خود کو چادر سے ڈھانپنے کا موقع بھی نہ ملا۔ میں نے گولی چلا کر اسے زخمی کر دیا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ''کک... کون ہو تم؟ مجھ سے دشمنی نہ کرو۔ لوٹنے آئے ہو تو اچھی خاصی رقم دوں گا۔''

میں نے کہا۔ ''تم نہ دو۔ تب بھی تمہارا بیگ اُٹھا کر لے جاؤں گا۔ اس میں سونے کی اینٹیں' ہیرے جواہرات اور ایسے آلات ہیں' جو میرے بہت کام آئیں گے۔ مجھے تمہارے خفیہ تہ خانے میں پہنچا دیں گے۔''

وہ حیرت اور تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ''تم کس خفیہ تہ خانے کی بات کر رہے ہو؟ ہمارے بارے میں کیا جانتے ہو؟''

''تم اتنا ہی جان لو کہ مجھے جوجو کی تلاش ہے۔ وہ پاس والے کمرے میں ہے۔ میں وہاں پہنچنے میں دیر نہیں کرنا چاہتا۔''

یہ کہتے ہی میں نے اسے گولی مار دی۔ وہ جوان عورت سہمی ہوئی تھی۔ جلدی جلدی لباس پہن رہی تھی۔ میں نے جانانا کے بیگ سے سونے کی ایک اینٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ اصلی سونا ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے' اس علاقے سے دور چلی جاؤ۔ ورنہ پولیس والے پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔''

میں نے جانانا کے بیگ کا ضروری سامان اور ہیرے جواہرات گواگوا کے بیگ میں رکھے۔ وہ عورت وہاں سے جا رہی تھی۔ میں بھی بیگ اُٹھا کر کمرے سے نکل آیا۔ تیزی سے کمرا نمبر باون کے سامنے پہنچا تو اس کا دروازہ کھلا ہوا نظر آیا۔ ایک جوان عورت اپنا لباس دُرست کرتی ہوئی باہر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا وہ اندر ہے؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''نہیں، وہ اچانک ہی مجھے چھوڑ کر کمرے سے بھاگتا ہوا گیا ہے۔ پتا نہیں اسے کیا ہو گیا تھا؟''

میں نے کمرے میں آ کر دیکھا۔ جوجو وہاں نہیں تھا۔ اس نے کسی ضرورت کے تحت اپنے ساتھیوں سے رابطہ کرنا چاہا ہو گا۔ ایسے وقت خطرے سے آگاہی مل گئی پھر اس نے فرار ہونے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہیں کی۔ میں نے کمرے کی تلاشی لی۔ وہ اپنا سفری بیگ ساتھ لے گیا تھا۔ وہاں اس نے اپنی کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی۔ اب اس کا تعاقب کرنا فضول تھا۔ نہ جانے وہ بندوق کی گولی کی طرح کتنی دور نکل گیا ہو گا؟

میں ہوٹل سے باہر آ گیا۔ بائیک پر بیٹھ کر اُودے پور کے ہوٹل میں پہنچا۔ اس وقت تک صبح ہو چکی تھی۔ انوشے اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔ پتا نہیں' جوجو کہاں گیا ہو گا؟ مجھ سے انتقام لینے کے لیے کہیں چھپا ہو گا یا اپنی سلامتی کے لیے خفیہ پناہ گاہ کی طرف گیا ہو گا؟ میں نے سوچا۔ ''ابھی انتظار کرنا چاہیے۔ انوشے بیدار ہو گی تو مجھے بتائے گی کہ وہ کہاں ہے؟''

☆☆☆

ثنا بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ گئی تھی۔ پیرس کے جھیل کنارے والے کاٹج میں بیٹھی اپنے منصوبے پر عمل کرنے سے پہلے نظر ثانی کر رہی تھی۔ یہ خوب سمجھتی تھی کہ جب تک سیارے سے آنے والے دشمنوں کی توجہ میری طرف سے کم نہیں کرے گی' انہیں اپنے پیچھے نہیں لگائے گی۔ اس وقت تک میری مصروفیات کم نہیں ہوں گی اور جب مصروفیات کم ہونے لگیں گی تو میں روپوشی ترک کر کے اس کے پاس چلا آؤں گا۔

وہ مجھے پانے کے لیے ہی بابا صاحب کے ادارے سے نکلی تھی۔ یہ پلاننگ کی تھی کہ جوجو نے جتنے اکابرین کو اور برین ماسٹر جیسے شہ دروں کو تابع دار بنایا ہے۔ ان سب کے اندر جا کر جوجو کو پہنچ کرے گی۔ اسے ایسے سنگین مسائل میں اُلجھائے گی کہ وہ عارضی طور پر مجھے بھول کر اس کے پیچھے پڑ جائے گا۔

وہ ادارے سے باہر نکلتے ہی گونگی بن گئی تھی۔ اس نے طے کیا تھا کہ تنہائی میں دیواروں سے بھی نہیں بولے گی۔ کسی کے دماغ میں پہنچ کر اپنی سوچ کا لب و لہجہ بھی نہیں سنائے گی۔ یوں سیارے سے آنے والے اس کا نام، پتا، ٹھکانا معلوم نہیں کر پائیں گے۔ نہ اس کی آواز اور لب و لہجے کو سن پائیں گے اور نہ اپنی مشینوں کے ذریعے اسے ڈھونڈ سکیں گے۔

اس نے موبائل فون میں ایک نئی سم ڈالی۔ وہ سم گونگی بن کر فون کرنے اور دوسروں کی آواز سننے کے لیے تھی۔ اس نے ایک امریکی اعلیٰ عہدیدار کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر اس کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو...!''

وہ جواباً چپ رہی۔ ادھر سے پوچھا گیا۔ ''ہیلو، کون ہے؟''

وہ فون بند کر کے اس کے اندر پہنچ گئی۔ اعلیٰ عہدیدار سوچ رہا تھا۔ ''یہ رانگ کال نہیں تھی۔ کسی نے مجھ سے رابطہ کر کے خاموشی اختیار کی ہے پھر میری آواز سننے کے بعد اپنا فون آف کر دیا ہے۔ کیا یہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے؟''

ثنا نے اعلیٰ عہدیدار کی سوچ اور لب و لہجے میں کہا۔ ''یہ ضرور سیارے سے آنے والا جوجو ہو گا۔''

اس کی سوچ نے جواباً کہا۔ ''نہیں، جوجو فون نہیں کرتا ہے۔ سیدھا دماغ میں چلا آتا ہے۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں سے اس نے رابطہ نہیں کیا ہے۔ دوسرے اکابرین بھی جوجو کی مسلسل خاموشی سے اُلجھے ہوئے ہیں۔''

ثنا نے پھر باری باری کتنے ہی اکابرین سے رابطہ کیا۔ ان کے اندر پہنچ کر معلومات حاصل کیں۔ سب ہی کے خیالات نے بتایا کہ جوجو نے پچھلے چوبیس گھنٹوں میں کسی سے کوئی بات نہیں کی ہے۔ اس کی طویل خاموشی اور لاتعلقی سے طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ ''وہ عارضی طور پر سیارے میں گیا ہے۔ کسی دن کسی وقت بھی واپس آ سکتا ہے۔''

کسی کا خیال تھا کہ وہ کہیں مر کھپ گیا ہے۔ سب ہی کے دلوں سے دعائیں نکل رہی تھیں کہ وہ مر ہی جائے۔ اس سلسلے میں ماسٹر سے بھی پوچھا گیا۔ اس نے جواب دیا۔ ''وہ ضرور فرہاد کے معاملے میں اُلجھا ہوا ہو گا۔ اسے ہم سے رابطہ کرنے کی فرصت نہیں مل رہی ہو گی۔''

کئی اکابرین نے برین ماسٹر کو ثنا کے موبائل فون کا نمبر بتایا پھر پوچھا۔ ''کیا اس نمبر سے تمہارے پاس گونگی کال

آرہی ہے؟''

اس نے پوچھا۔ ''گونگی کال کا مطلب کیا ہوا؟''

جواباً کہا گیا۔ ''کوئی ہمارے نمبر پنچ کرتا ہے۔ ہماری ہیلو ہیلو سنتا ہے پھر فون بند کر دیتا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''نہیں، میرے پاس ایسی کوئی گونگی کال نہیں آئی۔ ہوسکتا ہے کال کرنے والے کے پاس میرا نمبر نہ ہو۔''

ماسٹر نے رابطہ ختم کیا۔ ثنا اس اعلیٰ افسر کے اندر رہ کر اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے اس کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر وہ فون کو کان سے لگا کر بولا۔ ''ہیلو...!''

ثنا خاموش رہی۔ برین ماسٹر نے اپنے فون کی ننھی اسکرین کو دیکھا۔ ابھی ایک اعلیٰ حاکم نے اسے جو فون نمبر بتایا تھا وہی نمبر اسکرین پر نظر آرہا تھا۔ وہ اسے پھر کان سے لگا کر سخت لہجے میں بولا۔ ''کون ہو تم؟ کتنے ہی معزز افراد نے تمہاری شکایت کی ہے۔ کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ کسی کی آواز سن کر دماغوں میں پہنچ جاتے ہو؟ اگر ایسا ہے تو تمہیں مایوسی ہوگی۔ تمہیں میرے اندر جگہ نہیں ملے گی۔''

وہ چپ ہو کر کسی کے بولنے کا انتظار کرنے لگا پھر خود ہی بولا۔ ''میرے اندر پہنچنے میں ناکام ہو رہے ہو تو اپنا فون بند کیوں نہیں کرتے؟''

اس نے پھر انتظار کیا۔ آخر جھنجلا کر اپنا فون بند کر دیا۔ جوجو کی طویل خاموشی نے سب ہی کو بے چین کر دیا تھا۔ ایسے وقت گونگی کال نے ایسا تجسس پیدا کیا تھا کہ بے چینی اور بڑھ گئی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک اِدھر سے اُدھر ٹہلتا رہا پھر اس نے ایک کرسی پر بیٹھ کر فون اُٹھا کر میسج لکھا۔ ''تم بول نہیں سکتے۔ لکھ تو سکتے ہو؟ پلیز ریپلائے۔''

اس نے وہ میسج ثنا کے فون نمبر پر ڈلیور کیا۔ دو منٹ کے اندر جواب موصول ہوا۔ ''یس...؟''

اس کے بعد میسج کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ برین ماسٹر نے پوچھا۔ ''کیا ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟''

''یس...؟''

''کیا یوگا میں مہارت رکھتے ہو؟''

''نو...!''

''کیا اپنا نام اور کام بتانا پسند کرو گے؟''

''سوری...!''

''تمہاری گونگی کال کا کوئی تو مقصد ہوگا؟''

''انفارمیشن... جوجو اسی زمین پر ہے۔ فرہاد نے اسے دلدل میں پہنچا دیا ہے۔ وہ دلدل سے نکلے گا' تب تم سے رابطہ کرے گا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ۔ غلامی کی زنجیریں توڑنے کا یہی وقت ہے۔''

اس نے میسج کے ذریعے پوچھا۔ ''تم نے فرہاد اور جوجو کے متعلق کہاں سے انفارمیشن حاصل کی ہے؟''

جواب موصول ہوا۔ ''سوری...!''

''میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔''

''سوری...!''

''دوستی نہ سہی۔ کیا جوجو کے خلاف میری تھوڑی سی مدد کر سکتے ہو؟''

''سوری...!''

اس نے جھنجلا کر لکھا۔ ''کیا سوری سوری کر رہے ہو؟ پوری طرح بات تو کرو۔''

''سوری...!''

وہ تپ کر رہ گیا۔ جی میں آیا' فون کو فرش پر دے مارے مگر اپنا ہی نقصان ہوتا پھر زیادہ غصے میں آنے والی بات نہیں تھی۔ ثنا نے اسے نیک مشورہ دیا تھا کہ موقع غنیمت ہے۔ جوجو کی عدم موجودگی میں اسے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ثنا نے یہی نیک مشورے میسج کے ذریعے دوسرے تمام اکابرین کو بھی دیے۔ اتنی بھاگ دوڑ کے بعد اسے ذاتی طور پر کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ وہ برین ماسٹر اور دوسرے اکابرین کو چھیڑ کر جوجو کے لیے ایک چیلنج بننا چاہتی تھی مگر اس کی عدم موجودگی اور طویل خاموشی کہہ رہی تھی کہ اسے صبر و تحمل سے جوجو کی واپسی کا انتظار کرنا ہوگا۔

اس کے اندر ایک کھلبلی سی تھی۔ میرے پاس آنے کی جلدی تھی۔ جوجو کی غیر موجودگی مجھے اس سے دور کر رہی تھی۔ یہ بات نہیں تھی کہ صرف وہی میرے لیے تڑپ رہی تھی۔ میں بھی اسے یاد کرتا رہتا تھا۔ وہ مجھے حاصل کرنے کے لیے ڈمی سونیا بن کر جھوٹ بولتی رہی تھی۔ فریب دیتی رہی تھی۔ مجھے پالینے کی دیوانگی میں اس نے بدترین دشمنی بھی کی تھی اور جب راہِ راست پر آئی تو دین اسلام قبول کر کے بہترین شریک حیات ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔

میں اپنی بیویوں اور بچوں سے رابطہ نہیں کر سکتا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے تاکید کی تھی کہ ابھی اور کچھ عرصے تک ان سے دور رہوں۔ کسی کو اپنی آواز بھی نہ سناؤں۔ میں ان حالات میں انوشے سے پوچھتا تھا۔ وہ سب ہی کی خیر خیریت اور ان کی مصروفیات بتاتی رہتی تھی۔ اس نے ثنا کے متعلق بھی بتایا۔ مجھ سے ملنے کے لیے اس کی بیتابی بیان کی۔

میں نے کہا۔ ''بیٹی! تمہارے بیان کے مطابق وہ جوجو کے لیے چیلنج بن کر مجھ تک پہنچنے کی راہ نکال رہی ہے۔ اب اس کی طویل خاموشی اور عدم موجودگی سے پریشان ہو رہی ہے۔''

''یہی بات ہے گرینڈ پا! وہ میری چھوٹی گرینڈ مدر ہیں۔ ان کی پریشانی دور کرنی چاہیے۔''

میں سوچنے لگا۔ پچھلی رات نجن گڑھ میں گوا گوا اور جانانا کو ہلاک کرنے کے بعد اُودے پور کے ہوٹل میں واپس آگیا تھا۔ جوجو فرار ہو گیا تھا۔ انوشے نے کہا۔ ''گرینڈ پا! آپ دو چار گھنٹے کی نیند پوری کر لیں۔ اس کے بعد جوجو سے نمٹنا مناسب ہوگا۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے مگر سونے سے پہلے ثنا کی پریشانیاں کم کرنا چاہتا ہوں۔''

''آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟''

''میں براہِ راست اس سے بول نہیں سکتا مگر اس کی طرح ایک اجنبی انفارمر بن کر جوجو کے بارے میں کچھ کہہ سکتا ہوں۔ مجھے اس کا موبائل نمبر بتاؤ؟''

انوشے نے آنکھیں بند کیں پھر چند سیکنڈ بعد آنکھیں کھول کر نمبر بتا دیے۔ میں نے ایک میسج لکھا۔ ''انفارمیشن... الیکشن پلیز... جوجو کے دو ساتھی گوا گوا اور جانانا مارے گئے ہیں۔''

ثنا نے تڑپ کر میسج لکھا۔ ''تم کون ہو...؟''

میں نے اسی کے انداز میں لکھا۔ ''سوری...!''

''کیا تم صحیح اطلاع دے رہے ہو؟''

''یس...!''

''کیا تم بتا سکتے ہو وہ دونوں کہاں مارے گئے ہیں؟''

''انڈیا کے شہر اُودے پور کے ایک مضافاتی ٹاؤن نجن گڑھ کے ایک لگژری ہوٹل کے دو کمروں میں دونوں کی لاشیں پائی گئی ہیں۔ ہوٹل کے رجسٹر میں ان کے فرضی نام لکھے ہوئے ہیں۔''

''کیا فرہاد نے انہیں جہنم میں پہنچایا ہے؟''

''سوری...!''

''پلیز، کچھ اور انفارمیشن دو؟''

''اس لگژری ہوٹل کے قریب راجا مُرلی دھر کی حویلی ہے۔ اس حویلی میں اُرمیلا' بملا اور نرملا نامی تین عورتیں ہیں۔ ان کے چور خیالات پڑھو۔''

میں نے میسج میں اس ہوٹل کے دو نمبر لکھے۔ ثنا خوش ہو گئی تھی۔ اسے بڑی اہم اطلاع مل رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''پلیز، جوجو کے بارے میں بتاؤ؟''

''چند گھنٹوں بعد انفارمیشن ملے گی۔ ڈیٹس آل...''

میں نے فون بند کر کے سونے کے لیے بیڈ پر آگیا۔ ثنا نے اسی وقت ہوٹل کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر منیجر کی آواز سنائی دی۔ وہ فون بند کر کے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے ذریعے وہاں کے ملازم کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ہوٹل سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا دو چار گلیوں سے گزرتا ہوا راجا مُرلی دھر کی حویلی کے سامنے پہنچ گیا۔ وہاں ایک ملازم تالاب میں جھاڑو لگا رہا تھا۔ ثنا کے آلہ کار نے حویلی کے ملازم سے کہا۔ ''اندر جا کر بولو۔ ڈاک خانے سے ہرکارہ آیا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''ابھی جا کر بولتا ہوں۔''

وہ حویلی کے اندرونی حصے میں گیا پھر ان بہنوں کے ماما راجا مُرلی دھر سے بولا۔ ''ڈاک خانے سے ایک ہرکارہ آیا ہے۔ آپ کو بلاتا ہے۔''

مُرلی دھر نے کہا۔ ''اسے اندر بلاؤ۔''

ملازم چلا گیا مگر باہر کوئی نہیں تھا۔ جو آیا تھا، وہ جا چکا تھا۔ ثنا حویلی کے اندر ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کے اندر پہنچتی ہوئی اُرمیلا تک پہنچ گئی۔

جب اس کے خیالات پڑھے تو یہ معلوم کر کے خوشی کا ٹھکانا نہ رہا کہ جوجو کی خفیہ پناہ گاہ کا پتا مل رہا ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ راجستھان کے ایک علاقے میں زیرِ زمین رہا کرتا تھا۔ وہ تینوں بہنیں وہاں ان تینوں کی داشتائیں بن کر رہتی تھیں۔

پورے نجن گڑھ میں خبر پھیل گئی تھی کہ ایک لگژری ہوٹل کے کمروں میں دو لاشیں پائی گئی ہیں۔ ان کی شناخت نہیں ہو رہی ہے۔ وہ قتل ہونے والے کون تھے اور کہاں سے آئے تھے؟ لیکن فرار ہونے سے پہلے جوجو نے خیال خوانی کے ذریعے ان بہنوں کو بتا دیا تھا کہ اس ہوٹل میں گوا گوا اور جانانا مارے گئے ہیں۔ پتا نہیں، وہ دشمن قاتل کون ہے؟ اس کی قسمت اچھی تھی کہ وہ فوراً ہی ہوٹل سے نکل بھاگا۔ اگر ذرا بھی دیر کرتا تو وہ قاتل اسے بھی زندہ نہ چھوڑتا۔

اُرمیلا کے خیالات پڑھ کر ثنا نے دل ہی دل میں کہا۔ ''میرا دل کہتا ہے' ان کم بخت سیارے والوں کو میرے فرہاد نے ہی ہلاک کیا ہے۔ جوجو اسی سے خوفزدہ ہو کر بھاگتا پھر رہا ہے اور... اور یقیناً میرے فرہاد نے ہی اجنبی انفارمر بن کر مجھے وہ میسج دیا تھا۔''

وہ خوشی سے جھومتی ہوئی ایک کرسی پر آکر بیٹھ گئی پھر فون

کے ذریعے ایک ٹریولنگ ایجنسی سے رابطہ کرنے لگی۔ وہ انڈیا جانے والی کسی بھی پہلی فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کرنا چاہتی تھی۔ عموماً فوری طور پر سیٹ نہیں ملتی مگر اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہیرا پھیری کر کے اپنے لیے ایک سیٹ او کے کرالی۔

☆☆☆

سمندر کے ساحل پر بڑی رونق تھی۔ رنگ برنگے ملبوسات میں ہر عمر کی عورتیں دور دور تک دعوت نظارہ دے رہی تھیں۔ بچے، جوان اور بوڑھے سمندر کی لہروں سے کھیل رہے تھے۔ ساحل پر ہونے والے کھیل تماشوں سے دل بہلا رہے تھے۔ ماؤرا بھی ساحل کی کھلی فضا میں آ کر خوشی سے کھل جاتی تھی۔ وہ کبھی ناچ رہی تھی، گا رہی تھی۔ کبھی دونوں بانہیں پھیلا کر اِدھر سے اُدھر یوں دوڑتی پھر رہی تھی جیسے ہوا میں اڑتی جا رہی ہو۔ پورس دور ہی دور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ شیوانی کی موت کے بعد اس نے پھر کسی حسینہ کو کبھی نظر بھر کر نہیں دیکھا تھا مگر اس وقت ماؤرا کو دیکھ رہا تھا۔ پتا نہیں کیوں، وہ منفرد سی مختلف سی لگ رہی تھی؟ جی چاہتا تھا، اسے دیکھتا رہے اور سمجھنے کی کوشش کرتا رہے۔

پھر اس نے بھی ماؤرا کی طرح اُڑنے کے لیے اپنے دونوں بازو پھیلا دیے۔ اسی کی طرح مستی و سرشاری میں اِدھر سے اُدھر دوڑنے لگا۔ پہلی بار ماؤرا نے اسے دیکھا تو ایک جگہ رُک گئی۔ ذرا گھبرا سی گئی۔ وہ مست ہاتھی کی طرح مستی میں دوڑتا ہوا اسی کی طرف آ رہا تھا۔ وہ ٹکراؤ سے بچنے کے لیے بھاگتی ہوئی جدھر گئی، اُدھر وہ بھی چلا آیا۔ بس یوں لگا کہ اب ٹکر ہونے ہی والی ہے۔ وہ چیخ کر بولی۔ ''اے...! تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟''

اس نے قریب پہنچتے ہی فضا میں اُچھلتے ہوئے ایک قلابازی کھائی پھر اس کے سر کے اوپر سے گزرتا ہوا پیچھے جا کر ریتیلی زمین پر کھڑا ہو گیا۔ ماؤرا نے پلٹ کر اسے گھورا۔ وہ پھر اُچھل کر فضا میں قلابازی کھاتا ہوا اس کے پیچھے چلا گیا۔ اس نے پھر پلٹ کر دیکھا تو وہ ریت پر کھڑا ہوا تھا۔

پورس نے ایک بار پھر وہی حرکت کی۔ ماؤرا خوش ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ اسے یہ تماشا اچھا لگ رہا تھا۔ وہ سامنے دیکھتی تھی تو وہ فضا میں قلابازی کھاتا ہوا اس کے سر کے اوپر سے گزرتا ہوا پیچھے چلا جاتا تھا۔ وہ پیچھے پلٹ کر دیکھتی تھی تو وہ پھر قلابازی کھاتا ہوا اس کے پیچھے چلا جاتا تھا۔ کتنی ہی عورتیں، مرد اور بچے وہ تماشا دیکھنے کے لیے قریب آتے جا رہے تھے اور تالیاں بجاتے جا رہے تھے۔

ماؤرا کچھ بوکھلا سی گئی کیونکہ بار بار گھوم گھوم کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ خود بھی تماشا بنتی جا رہی تھی پھر وہ رک گیا۔ عورتوں، مردوں اور بچوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے کہنے لگا۔ ''بہنو! بھائیو! بچو! اور بزرگو! یہ بندہ ناچیز آپ کو خوش کرنے کے لیے یہ تماشا کر رہا ہے۔ میں پورس ہوں۔''

اس نے ماؤرا کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اور یہ میری پورسی ہے۔ ہم پانی پیٹ کی خاطر آپ کو اور بھی تماشے دکھائیں گے۔''

اس نے سر پر رکھا ہوا گلف کیپ اتار کر بھیک مانگنے کے انداز میں کہا۔ ''بھگوان کے نام پر ہمیں کچھ دیتے رہو اور آگے بھی تماشا دیکھتے رہو۔''

لوگ گلف کیپ کے کانے میں چھوٹے بڑے نوٹ اور سکے ڈالنے لگے۔ ماؤرا نے گھور کر پوچھا۔ ''اے! یہ پورسی کیا ہوتی ہے؟ تم نے مجھے پورسی کیوں کہا ہے؟''

وہ ہجوم میں ایک ایک فرد کے سامنے سے گزرتے ہوئے بولا۔ ''مائی ڈیئر پورسی! دھندے کے وقت سوال جواب نہیں کرتے۔ اب ہم بازی گری کا اگلا آئٹم پیش کرنے جا رہے ہیں۔''

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی۔ ''کوئی اگلا آئٹم نہیں ہوگا۔ تم اپنے ساتھ مجھے بھی بھکاری بنا رہے ہو۔''

''ہم بھیک نہیں مانگ رہے ہیں۔ بازی گری ایک بہت بڑا آرٹ ہے۔ ہم آرٹ کے تینوں گلا کے یعنی فن اور ہنرمندی کے ذریعے کمائی کرنے یہاں آئے ہیں۔ گھر میں بچے بھوک سے بلک رہے ہیں۔ کم سے کم اپنے بچوں کی خاطر ہی چپ رہو۔''

وہ غصے سے پاؤں پٹخ کر بولی۔ ''بچے...؟ میرے بچے بھی...؟ شٹ! ابھی میری شادی نہیں ہوئی اور...''

پورس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، شادی نہیں ہوئی... بہنو! بھائیو! دیوی اور دیوتاؤں! یہ لڑکیاں ہم سے زیادہ بازی گر ہوتی ہیں۔ ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہیں۔ شادی کے بغیر بچے پیدا کرتی چلی جاتی ہیں۔''

اس بات پر سب ہی قہقہے لگانے لگے۔ وہ چیخ چیخ کر کہنے لگی۔ ''یہ جھوٹا ہے۔ جھوٹ بول رہا ہے۔ میرا کوئی بچہ نہیں ہے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک بچے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ روتے ہوئے ''ماں ماں'' پکار رہا تھا۔ پورس نے جذباتی انداز میں اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

''پورسی! ہمارا پپو بھوک سے بلکتا ہوا آ گیا ہے۔ اب اتنے لوگوں کے سامنے دودھ کیسے پلاؤ گی؟''

وہ تمام تماشائی آواز کی طرف گھوم کر دیکھ رہے تھے۔ تین برس کا ایک بچہ ننھے ننھے پیروں سے چلتا ہوا، روتا ہوا اس طرف آ رہا تھا۔ پورس نے دوڑ کر اسے بازوؤں میں بھر لیا۔ بڑے جذبے سے چومتے ہوئے کہا۔ ''میرے بچے! میرے پپو! تُو بھوکا نہیں رہے گا۔ تُو اپنی ماں کے پاس پہنچ گیا ہے۔''

پھر اس نے لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''لوگو! دیکھو! کیسا زمانہ آ گیا ہے؟ ایک ماں اپنے بچے کی ماں ہونے سے انکار کر رہی ہے۔ بھگوان کی لیلا نیاری ہے۔ اس نے بچے کو ماں کے پاس پہنچا دیا ہے۔''

وہ بچے کو اٹھائے ماؤرا کے پاس آیا پھر بولا۔ ''کنواری بننے کے شوق میں اپنی ممتا کو نہ مار دو۔ اسے سینے سے لگاؤ اور پلاؤ۔''

وہ غصے سے بولی۔ ''کیا پلاؤں...؟''

''سمجھا کرو، بچے کیا پیتے ہیں؟''

ایک عورت نے کہا۔ ''اے بٹی! ایسی کٹھور (سنگدل) نہ بنو۔ اُدھر جا کر، منہ پھیر کر اسے دودھ پلاؤ۔''

وہ غصے میں تلملا رہی تھی۔ پورس نے اس کی طرف جھک کر دھیمی آواز میں کہا۔ ''مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔''

وہ بولی۔ ''ہُوں، اب تمہیں احساس ہو رہا ہے۔ چلو... سب کے سامنے کہو کہ تم جھوٹ بول رہے تھے۔''

''یہ سب کے سامنے بولنے کی بات نہیں ہے۔''

وہ جھنجلا کر بولی۔ ''آخر بات کیا ہے؟''

وہ اس کے قریب اور جھک کر رازدارانہ انداز میں بولا۔ ''وہ، میں نے ابھی نیکر کے اندر دیکھا ہے۔ یہ پپو نہیں ہے، پپی ہے۔''

اس کا غصہ انتہا کو پہنچ رہا تھا۔ وہ پورس کو مارنے کے لیے آگے بڑھی۔ اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ ''ایک تو غلطی کرتی ہو۔ اوپر سے غصہ دکھاتی ہو۔ میں نے بیٹا مانگا تھا۔ تم نے بیٹی کیوں پیدا کی؟''

ایسے ہی وقت ایک عورت پریشانی سے آوازیں دیتی ہوئی ادھر آئی۔ ''ڈولی...! میری بچی! تم کہاں ہو...؟''

پھر اس نے پورس کے پاس آ کر بچی کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔ اسے چومنے لگی۔ ماؤرا نے کہا۔ ''لوگو! دیکھو اس بچی کی اصلی ماں آ گئی ہے۔ یہ جھوٹا اور مکار ہے۔ اسے مارو۔ اس کی پٹائی کرو۔''

پورس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ ''بہنو! اور بھائیو! جھوٹ اور ہیرا پھیری کے بغیر کوئی تماشا دلچسپ نہیں ہوتا۔ بازی گر کبھی فریب نظر سے اور کبھی اپنی باتوں سے جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ میں ابھی تماشا کر رہا تھا۔ کیا آپ دلچسپی نہیں لے رہے تھے؟ کیا آپ کو مزہ نہیں آ رہا تھا؟ کیا ابھی آپ کا وقت اچھا نہیں گزر رہا تھا؟''

سب نے بیک وقت کہا۔ ''ہاں... ہاں، بہت مزہ آیا۔ تم نے زبردست ناٹک کیا ہے۔ ہم جھوٹ کو سچ سمجھ رہے تھے۔''

ماؤرا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ سب ہی پورس کی واہ واہ کر رہے تھے۔ اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ''یہ ہینڈسم جوان لوگوں کے سامنے مجھے تماشا بنا کر بہت خوش ہو رہا ہے۔ اب میں اسے تماشا بناؤں گی۔''

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اُونچی آواز میں بولی۔ ''بہنو! بھائیو! بچو اور سنجو! ابھی تماشا ختم نہیں ہوا ہے۔ اس جوان کی طرح میں بھی آپ سب کو خوش کرنا چاہتی ہوں۔ کیا آپ دلچسپ اور زبردست تماشا دیکھنا چاہیں گے؟''

سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ ''ہاں ہاں، ہم دیکھیں گے۔ ضرور دیکھیں گے۔''

ایسے ہی وقت پورس چونک گیا۔ وہ اس کے اندر آ کر بولی۔ ''تم کیا سمجھتے ہو؟ مجھے بیوقوف بنا کر آسانی سے چلے جاؤ گے؟''

پورس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ حیرانی سے لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ارے یہ تو کمال ہو گیا۔ میں اس حسینہ کی آواز اپنے اندر سن رہا ہوں۔ یہ تو زبردست جادو ہے۔''

وہ سمجھ گیا تھا۔ اس نے دل میں کہا۔ ''ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی حسینہ سے ٹکرا گیا ہوں۔ اب حقیقتاً میری زندگی میں دلچسپ تماشے ہوتے رہیں گے۔''

میرے خاندان کے تمام افراد پر ایسا روحانی عمل کیا گیا تھا کہ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ تو ان کے اندر زلزلہ پیدا کر سکتا تھا۔ نہ ہی کامیابی سے تنویمی عمل کر سکتا تھا۔ اگر کر بھی لیتا تو وہ عمل دیرپا نہ ہوتا۔

پورس کے بارے میں جناب علی اسداللہ تبریزی نے یہ پیشگوئیاں کی تھیں کہ وہ دشمنوں کے شکنجے میں جائے گا اور اسے راضی خوشی ان کے زیر اثر آ کر ان کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک کر رہنا ہے۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ وقت آ چکا ہے۔

ماؤرا کہہ رہی تھی۔ ''اب یہ جوان آپ کے سامنے زمین پر گر کر یوں تڑپنے لگے گا جیسے اس کی جان نکل رہی ہو۔''

پورس سمجھ گیا تھا کہ وہ دماغ کے اندر زلزلہ پیدا کرے گی اور اس نے یہی کیا۔ وہ ایک چیخ مارتا ہوا اُچھل کر زمین پر گر پڑا۔ یوں تڑپنے لگا جیسے مشکل سے جان نکل رہی ہو۔ سب ہی پریشان ہو کر اسے دیکھ رہے تھے۔ سمجھنے کی کوششیں کر رہے تھے کہ یہ تماشا ہے یا صحیح معنوں میں اس کی جان نکل رہی ہے؟

ماؤرا نے اس کے اندر آ کر کہا۔ ''تم نے مجھے بیوقوف بنایا تھا۔ سب کے سامنے میری انسلٹ ہو رہی تھی اور تم خوش ہو رہے تھے۔ اب بتاؤ' خوش ہونے کی سزا کیسے مل رہی ہے؟ کیا دماغ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا ہے؟''

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ''ہاں، بہت تکلیف ہو رہی ہے مگر بڑا مزہ آ رہا ہے۔''

وہ بہت حیران ہوئی۔ کیا یہ ایسا سخت جان اور جی دار ہے کہ شدید دماغی تکلیف کے بھی مزے لے رہا ہے؟

وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو تھپکتے ہوئے بولی۔ ''تمہیں اب آرام آ رہا ہے۔ تم میرا حکم سنتے ہی اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ گے۔''

پھر وہ مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔ ''آپ دیکھ رہے ہیں یہ جان لیوا تکلیف میں مبتلا ہے لیکن میرا حکم سنتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو جائے گا۔ خوشی سے ناچنے لگے گا۔''

پھر اس نے حکم دیا۔ ''ارے او بازیگر! چل اُٹھ کر کھڑا ہو جا...''

سب نے حیرانی سے دیکھا۔ وہ اچانک یوں اُچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ ماؤرا بھی یہ سوچ کر حیران ہو رہی تھی کہ ایک دماغی جھٹکے کے بعد اسے کمزور اور نڈھال ہو جانا چاہیے تھا لیکن وہ بڑا ہی چاق و چوبند دکھائی دے رہا تھا۔ حاضرین کو جھک جھک کر سلام کر رہا تھا۔

وہ اتنے بڑے مجمع میں اسے ایک مذاق بنانا چاہتی تھی۔ اس کی توہین کر کے خوش ہونا چاہتی تھی۔ وہ بولی۔ ''تمہاری تکلیف دور ہو گئی ہے۔ خوش ہو کر ناچ دکھاؤ۔''

وہ ناچنے لگا۔ ناچتے ناچتے ماؤرا کے قریب آتے ہوئے بولا۔ ''میں بہت خوش ہوں۔ لوگ تو خوشی سے پاگل ہو جاتے ہیں۔ میں بھی پاگل ہو کر اپنے مسیحا کو پیار کر رہا ہوں۔''

یہ کہتے ہی اس نے ماؤرا کو دبوچ کر اپنے ہونٹوں سے اس کے لبوں پر مہر لگا دی۔ پورا مجمع تالیاں بجانے لگا۔ دل پھینک افراد کہنے لگے۔ ''اس سے زیادہ دلچسپ اور زبردست تماشا کوئی نہیں ہو سکتا۔''

وہ تڑپ رہی تھی۔ اس کی فولادی گرفت سے نکلنے کی ناکام کوششیں کر رہی تھی اور نڈھال ہو رہی تھی پھر اس نے خود ہی اسے چھوڑ دیا۔ وہ ہانپنے لگی۔ گہری گہری سانس لیتے ہوئے اسے یوں دیکھنے لگی جیسے سر چکرا رہا ہو اور ڈگمگا کر اسی صیاد کے بازوؤں میں گرنے والی ہو مگر وہ دماغی توانائی کو کام میں لاتے ہوئے سنبھل رہی تھی۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ اس سے دور ہو جانا چاہیے ورنہ پھر کچھ ہو جائے گا تو اپنے لیے کچھ نہیں کر پائے گی۔

وہ ایک دم سے پلٹ کر اپنا بیگ اٹھا کر وہاں سے جانے لگی۔ ان لمحات میں خیال خوانی بھول گئی تھی۔ دل کی دھڑکنیں بے حال ہو رہی تھیں۔ جذبے کچھ عجیب سی زبان میں بول رہے تھے۔ جنہیں وہ سمجھتے ہوئے بھی سمجھنے سے انکار کر رہی تھی۔ ضدی بن کر سوچ رہی تھی۔ ''دیکھ لوں گی۔ اُسے... اُس کی ساری شوخیاں بھلا دوں گی۔ وہ خود کو سمجھتا کیا ہے؟ میں ذرا سنبھل جاؤں پھر اس سے نمٹ لوں گی۔''

لیکن یہ سنبھلنے کی نہیں۔ ڈگمگانے کی' بہکنے اور بھٹکنے کی عمر ہوتی ہے۔ وہ گھر آ کر اپنے بیڈ پر گر پڑی۔ اس وقت اندر کی بات سمجھ میں آئی کہ وہ تو ایسے ہی فولادی جواں مرد آئیڈیل کے لیے سوچتی رہتی تھی۔ اب وہ آ چکا ہے تو جھنجلا کیوں رہی ہے؟ اگر اس کا انداز جارحانہ تھا تو عورت جانے انجانے میں جارحیت سے ہی مغلوب ہوتی ہے اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف جھکتی جا رہی تھی۔ اوپر سے ناں... ناں کر رہی تھی۔ اندر سے ہاں ہوتی جا رہی تھی۔

اس نے سوچا۔ ''میں بعد میں انتقامی کارروائی کروں گی۔ پہلے معلوم تو کروں' وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے اور کیا کرتا ہے؟''

اس کے اندر سے ایک ہائے نکلی۔ ''ہائے...! کیسے عجیب انداز سے آیا ہے؟ میں متاثر نہیں ہونا چاہتی تھی مگر یوں لگتا ہے' جیسے وہ اِدھر اُدھر سے مجھے جکڑتا جا رہا ہے۔''

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ساحلی ریت پر بیٹھا سمندر کی آتی جاتی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر چکا تھا مگر انجان بنا ہوا تھا۔ ماؤرا کی مرضی کے مطابق سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ ''میرا نام پورس ہے۔ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔''

ماؤرا کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ

بذریعہ ڈاک داخلے جاری ہیں
انٹرنیشنل اکیڈمی
علی پلازہ، 10-I مرکز اسلام آباد

لڑکے اور لڑکیوں کی گھر بیٹھے تعلیم و ہنر

Fax: 051-4102688
www.iai93.bravehost.com

فری پراسپکٹس منگوانے کے لئے رابطہ کریں: 03345502219, 051-4441148

آپ کو پاکستان سے باہر جانا ہو یا روزگار حاصل کرنا ہو ہر صورت میں آپکو ہنرمند ہونا چاہیے۔ انٹرنیشنل اکیڈمی عرصہ دراز سے طلباء و طالبات کو گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک تعلیم و ہنر سکھا رہی ہے۔ ہر ماہ ایک نئے گروپ کے داخلے ہوتے ہیں۔ آپ بھی داخلے کے لئے آج ہی خط لکھیں ہمارے کورسز میں سے کوئی نہ کوئی آپ کے رجحانات کے عین مطابق ہوگا جس میں آپ کے لئے ترقی اور روزگار کے مواقع ہونگے سارے کورسز اردو میں بالتصویر ہیں اور ایم اے، بی ایڈ اساتذہ کی نگرانی میں بذریعہ ڈاک لڑکے لڑکیوں کو پڑھائے جاتے ہیں ان کو رسز پر فوٹس، لٹریچر اور کتب بھی اہم اپنی جانب سے فراہم کرتے ہیں۔ کورس کے دوران اور سند لینے کے بعد بھی مکمل رہنمائی دی جاتی ہے (دو ماہ کا کورس ایک ساتھ بھیجا جاتا ہے) فیسوں کی ادائیگی بھی آپ اپنے پوسٹ مین کو کورس لیتے وقت کرینگے۔ کورس نہ پسند آنے پر ایک ماہ کے اندر تبدیل بھی ہو سکتا ہے۔ داخلہ فیس آج کل معاف ہے داخلے کے لئے بذریعہ FAX بھی درخواست بھیج سکتے ہیں۔ Fax No. 051-4102688 ایک وقت میں ایک کورس میں داخلہ دیا جاتا ہے۔ **آج ہی جوابی لفافے کے ساتھ خط لکھیں۔**

داخلہ فیس آج کل معاف ہے داخلے کیلئے بذریعہ FAX بھی درخواست بھیج سکتے ہیں۔ Fax No. 051-4102688

ایک وقت میں ایک کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔ آج ہی جوابی لفافے کے ساتھ خط لکھیں۔

انگلش لینگویج ۱۲	بیوٹی پارلر ۸	ریفریجریشن ۸	ڈریس میکنگ ۸	کمپیوٹر ہارڈ ویئر ۶	کمپیوٹر سافٹ ویئر ۸	ڈیزل مکینک ۸	لیڈیز ٹیلرنگ ۶	سکول ٹیچنگ میتھڈ ۶	ریڈیو ٹی وی اور ٹیپ ریکارڈر ۶،۶،۶	الیکٹریشن ڈیپلومہ ۶
مڈل تک فرسٹ ایڈ ۶	عربی لینگویج ۶	آٹو چیکنگ ۶	پلمبر ۶	لیڈیز ڈیزائن ۸	الیکٹریشن ۶	فوٹو گرافی ۵	کوکنگ بیکنگ ۴	ایئر کنڈیشننگ ۲	فریزر تھراپی ۴	باغبانی ۴
فلاور میکنگ ۳	پینٹنگز (فوٹو سے) ۳	فریکل ہیوٹی ۴	آٹو الیکٹریشن ۴	آئل پینٹنگ ۳	ٹیپ ریکارڈر مرمت ۳	پولٹری فارم ۸	فن مصوری ۳	آٹو مکینک ۳	صحافت ۳	کرنٹل آرٹ ۳
ایپورٹ ایکسپورٹ ۳	مہر سازی ۳	کمپیوٹر مرمت ۳	موٹر وائنڈنگ ۳	باڈی بلڈنگ ۳	ویلڈنگ ۴	بلڈنگ پروازر ۸	مچھلی فارمنگ ۴	خراد کا ہنر ۸	شہد سے علاج ۳	ملاوٹ خوشبو کی مرمت ۳
ٹیپر فارمنگ ۴	سرویئر لینڈ لیونگ ۸	سکرین پرنٹنگ ۳	لیبارٹری ٹیکنیشن ۴	ایکسرے ٹیکنیشن ۴	ایئر کنڈیشنر فالٹ فائنڈنگ ۲	جنسی امراض و علاج ۶	چھلوں سے علاج ۳	پینٹ سازی ۴	سنسنی توانائی ۳	ڈریسنگ (میکنگ) ۳
ہوٹل مینجمنٹ ۳	بزنس مینجمنٹ ۴	ٹکٹ جنرل نالج ۱۲	سیلاٹ کیٹ ٹیکنیشن ۶	مڈوائفری ۴	بیٹری چارجر ۴	گھڑی سازی ۳	ڈرائنگ استری ۱۲	سٹیل فکسنگ ۳	ائی سی ایل انٹرنیٹ ۴	سوسائٹی سوپر گرگ ۴

انٹرنیشنل اکیڈمی

پوسٹ بکس نمبر: 2029 جی پی او اسلام آباد

Registered with CBR, Govt of Pakistam

TIME & SPACE MEDIA

بیٹھی۔ اگرچہ وہ اپنے باپ ایشورارا کے معاملات کو زیادہ نہیں جانتی تھی مگر یہ معلوم تھا کہ اس کا باپ ارضی دنیا کا حکمران بننے کے لیے سیاسی چالیں چل رہا ہے اور اس کے راستے میں دو بڑی رکاوٹیں ہیں۔ ایک تو بابا صاحب کا ادارہ ہے اور دوسری رکاوٹ فرہاد علی تیمور ہے۔

ایشورارا کسی بھی حربے سے، کسی بھی ہتھکنڈے سے جو جو وغیرہ کے ذریعے مجھے زیر کرنا چاہتا تھا لیکن اب ناکام ہوتا آرہا تھا۔ اس نے اپنی بیٹی اور بیٹے کے سامنے ایک بار کہا تھا کہ فرہاد کی کوئی کمزوری ہاتھ آجائے تو اسے کچل ڈالنا آسان ہوگا۔

اس وقت وہ پورس کے دماغ میں میرا نام سنتے ہی ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی تھی۔ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔ ''پاپا ایشورارا! بہت بڑی خبر ہے۔ فرہاد علی تیمور کی ایک کمزوری ہمارے ہاتھ آرہی ہے۔''

وہ بے یقینی سے بولا۔ ''فرہاد کی کوئی کمزوری اچانک ہمارے ہاتھ کیسے آرہی ہے؟''

وہ بولی۔ ''تم فرہاد کے تمام فیملی ممبرز کو جانتے ہو۔ اس کا ایک بیٹا پورس ہے۔''

''ہاں، پارس اور پورس دو ہم شکل بھائی ہیں اور تیسرا بیٹا کبریا ہے۔''

''میں ابھی پورس سے سمندر کے ساحل پر مل کر آرہی ہوں اور تمہیں اس کے دماغ میں پہنچا سکتی ہوں۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔ اسے تمہاری موجودگی کا بھی پتا نہیں چلے گا۔''

ایشورارا دوسرے ہی لمحے بیٹی کے اندر آکر بولا۔ ''مجھے ابھی وہاں پہنچاؤ۔''

وہ باپ بیٹی پورس کے اندر پہنچ گئے۔ وہ ساحل کی ریت پر اسی طرح انجان بنا بیٹھا تھا البتہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس بار ماؤرا کے ساتھ اس کا باپ بھی اس کے خیالات پڑھنے پہنچا ہوا ہے۔ وہ ریت پر چاروں شانے چت لیٹ کر خراماں خراماں گزرتے ہوئے بادلوں کو دیکھنے لگا۔

انہوں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ ''میں اب تک کہاں تھا اور کہاں سے آرہا ہوں؟''

پورس نے اپنی سوچ میں کہا۔ ''میں عالمِ ارواح میں تھا اور ماں کے پیٹ سے آیا ہوں۔''

وہ دونوں اس جواب سے اُلجھ گئے۔ ماؤرا نے کہا۔ ''اے مسٹر بازی گر! میں بول رہی ہوں۔ مجھ سے سیدھی طرح بات کرو۔''

وہ خوش ہوکر بولا۔ ''ہائے میری پوری! تم تو میرے پاپا کی طرح دماغ میں آکر بولتی ہو۔''

اس نے پوچھا۔ ''تمہارے پاپا کہاں ہیں؟''

''ان ہی کی تلاش میں گھر سے نکلا ہوں۔ میرے پاپا بڑے وہ ہیں۔ کئی بار مر چکے ہیں پھر زندہ ہوکر چلے آتے ہیں۔''

''احمقانہ باتیں نہ کرو۔ آدمی ایک بار مر جائے تو زندہ ہوکر واپس نہیں آتا۔''

اس نے کہا۔ ''معلوم ہوتا ہے، تم اس دنیا میں نہیں رہتی ہو؟ کسی سیارے سے آئی ہو؟''

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ یوں لگا، جیسے اس کا بھید کھل گیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''بڑے بڑے ممالک کے ریکارڈ روم میں میرے پاپا کی پوری لائف ہسٹری موجود ہے۔ تمہارا کوئی بھی رشتے دار وہاں جاکر پڑھ سکتا ہے اور معلوم کرسکتا ہے کہ میں سچ بول رہا ہوں۔''

ایشورارا نے بیٹی کے دماغ میں آکر کہا۔ ''یہ سچ کہہ رہا ہے۔ فرہاد نے کئی بار بڑی کامیابی سے اپنی موت کا ڈراما پلے کیا ہے۔ آخری بار اس نے موت کا ناٹک کھیل کر ہمیں بھی اُلو بنایا ہے۔ اب میں تمہاری آواز اور لب و لہجے میں اس جوان سے بات کرتا ہوں۔''

اس نے بیٹی کا لب و لہجہ اختیار کیا پھر کہا۔ ''میں مانتی ہوں، تمہارے پاپا کئی بار مر کر زندہ ہوچکے ہیں۔ یہ بتاؤ، تم انہیں کہاں ڈھونڈو گے؟ کیسے ان کے پاس پہنچو گے؟''

''کیسے پہنچنا ہے؟ یہ معلوم ہوتا تو اب تک ان کی گود میں بیٹھا ٹافی کھا رہا ہوتا۔''

''کیا تمہارے پاپا تم سے رابطہ نہیں کرتے ہیں؟''

''کرتے ہوں گے۔ چپ چاپ دماغ میں آکر خیریت معلوم کرکے چلے جاتے ہوں گے۔''

''تم اپنے پاپا کی کسی بھی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ان کے پاس پہنچ سکتے ہو۔''

''تم میرے پاپا کے بارے میں بولتی جارہی ہو۔ تمہیں ایک بزرگ سے کیا دلچسپی ہے؟ میں جوان ہوں۔ تم جوان ہو۔ تم مجھ پر مہربان ہو۔ میں تم پر قربان ہوتا رہوں۔ چلو اب سہاگ رات کی باتیں کریں۔''

ایشورارا نے جھینپ کر بیٹی سے کہا۔ ''باپ جتنا ذہین ہے، بیٹا اتنا ہی احمق ہے۔ الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے۔ ہمیں فرہاد کے متعلق اس سے کوئی اہم بات معلوم نہیں ہوسکے گی۔''

ماؤرا نے کہا۔ ''کیا ہم بیٹے کو باپ کی کمزوری نہیں بنا سکتے؟''

''بے شک بنا سکتے ہیں۔ ہم اسے اپنا قیدی بنا کر فرہاد کو سمجھوتا کرنے پر اور اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کرسکیں گے۔ فی الحال تم اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا غلام بناؤ۔ یہ ہمارے بہت کام آئے گا۔''

اس نے باپ کی ہدایت کے مطابق پورس سے کہا۔ ''میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔''

''تم یہاں غصہ دکھا رہی تھیں۔ کیا دوبارہ مل کر میری پٹائی کرنا چاہتی ہو؟''

''میں غصے اور نفرت سے نہیں۔ محبت سے بلا رہی ہوں۔ میرے بنگلے میں آجاؤ۔''

''کہاں ہے تمہارا بنگلا...؟''

''تم کسی ٹیکسی میں بیٹھو۔ میں تمہیں گائیڈ کروں گی۔''

''میں اپنی کار چھوڑ کر ٹیکسی میں جاؤں گا تو کوئی اسے چرا کر لے جائے گا۔''

''عجیب احمق ہو۔ جب کار ہے تو ٹیکسی میں کیوں آؤ گے؟''

''تم جو کہہ رہی ہو۔''

''تم وہاں بھیک مانگ رہے تھے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تمہارے پاس کار ہوگی۔''

''میں فرہاد کا بیٹا ہوں۔ چٹکی بجا کر ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹر خرید سکتا ہوں۔ بس ابھی آیا۔''

وہ وہاں سے چلتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''مجھے کس سمت میں جانا ہے؟''

''بائی پاس کی طرف چلتے رہو۔''

وہ اس کی ہدایت کے مطابق ڈرائیو کرتا ہوا اس کے بنگلے کے احاطے میں پہنچ گیا۔ وہ دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ پورس نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ ''یہ عالیشان بنگلا کم از کم اسّی کروڑ روپے کا ہوگا۔''

وہ بڑے فخر سے بولی۔ ''میرے پاپا ہیروں کے سوداگر ہیں۔ ہم اربوں کھربوں میں کھیلتے ہیں۔''

''ابھی تمہارے کھانے، کھیلنے کے دن ہیں۔ میں بھی کھیلنے آیا ہوں۔''

''اندر آؤ۔ ایسا کھیل کھیلوں گی کہ مجھ سے زندگی بھر پیچھا نہیں چھڑا سکو گے۔''

''کیا بات ہے؟ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔''

وہ اس کے ساتھ بنگلے کے اندر چلا گیا۔ دونوں کھلاڑی جانتے تھے کہ اپنا اپنا کھیل کس ڈھنگ سے کھیلنا ہے؟

☆☆☆

ابھی صورتِ حال یہ تھی کہ ہائو راما سیارے کے دو باشندے مارے گئے تھے۔ جو جو جان بچا کر نکل بھاگا تھا۔ اس کے پاس اپنا ایک سفری بیگ تھا جس میں سونے کی چند اینٹیں اور کچھ ہیرے جواہرات تھے۔ اس میں ایک ایسی ننھی سی مشین تھی جس کے ذریعے وہ چور راستہ بنا کر زیرِ زمین پناہ گاہ میں جاتے تھے پھر اسی مشین کے ذریعے اس چور راستے کو بند کردیتے تھے۔

اس خفیہ پناہ گاہ میں ایک بڑے سے ڈرم کے اندر دھماکا خیز مواد بھرا ہوا تھا۔ اس ڈرم سے ایک ریموٹ کنٹرولر کو منسلک کیا گیا تھا۔ زیرِ زمین پناہ گاہ سے دو کلومیٹر کی دوری تک پہنچ کر اس ریموٹ کنٹرولر کو آپریٹ کیا جاتا تو ایک زبردست دھماکے کے ساتھ وہ تہ خانہ تمام غیر معمولی مشینوں سمیت تباہ ہوجاتا پھر وہاں سیارے سے لایا ہوا ایک تنکا بھی ہمارے لیے نہ بچتا۔ جو جو نے ہمیں اپنی تمام اہم چیزوں سے محروم رکھنے کے لیے ایسے تباہ کن انتظامات کیے تھے۔

وہ سیارے والے جانتے تھے، کبھی ان پر برا وقت آسکتا ہے۔ ایسے وقت وہ ہمیں اپنی غیر معمولی مشینوں سے استفادہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ اس لیے ان میں سے جو بھی زیرِ زمین پناہ گاہ سے باہر جاتا تھا۔ اپنے پاس ایک ایسا ریموٹ کنٹرولر ضرور رکھتا تھا۔ گوا گوا اور جانانا کے پاس بھی تھا۔ اب یہ تمام آلات اور ننھی مشینیں میرے پاس تھیں۔

انوشے نے کہا۔ ''مجھے اجازت نہیں ہے کہ جو جو کو تلاش کرنے کے سلسلے میں آپ کو گائیڈ کروں۔ آپ جو جو کے فون پر رابطہ کریں۔ کچھ معلومات حاصل ہوسکیں گی۔''

میں نے فون پر رابطہ کیا۔ اس کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو کون...؟''

میں نے کہا۔ ''میں وہی ہوں جس سے ڈر کر بھاگتے پھر رہے ہو۔''

''ہُوں...'' اس نے ایک لمبی ہُوں کے ساتھ کہا۔ ''تو تم فرہاد ہو؟ ماننا پڑتا ہے، واقعی خطرناک ہو۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یوں اچانک موت بن کر پہنچو گے؟ میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ تم نے ہمارا سراغ کس طرح لگایا؟ کیسے معلوم ہوا کہ ہم نجن گڑھ کے اس ہوٹل میں ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''ہماری دنیا میں بڑے سے بڑے شہزوروں کو عورتیں لے ڈوبتی ہیں۔ تم سب کو وہ تین بہنیں لے ڈوبیں...''

اس نے تعجب سے پوچھا۔ ''وہ کیسے...؟''

میں نے کہا۔ ''تمہاری کھوپڑی میں یہ بات نہیں آئی کہ ان بہنوں کی تصویریں ان کے رشتے داروں کے پاس ہوں گی اور میں کسی تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر ان کے اندر پہنچ جاؤں گا۔ اس طرح ان عورتوں کے اندر رہ کر تمہاری شہ رگ تک پہنچتا رہوں گا۔''

وہ میری باتیں سن کر چپ رہا۔ شاید پچھتا رہا تھا پھر بولا۔ ''بے شک، ہم پر عورتوں کا ایسا نشہ طاری تھا کہ خیال خوانی کا یہ اہم پہلو ہمارے ذہن سے نکل گیا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہماری خفیہ پناہ گاہ میں جاسکو گے؟''

''یہی سوال تم سے کرتا ہوں۔ کیا چھپنے کے لیے اس زیر زمین رہائش گاہ میں جاسکو گے؟''

''میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ یہ خوب سمجھتا ہوں، تم نے میرے ساتھیوں کو قتل کرنے سے پہلے ان کے چور خیالات پڑھے ہوں گے۔ زیر زمین اڈے کی تفصیلات معلوم کی ہوں گی۔ ان کے بیگ میں جو ریموٹ کنٹرولر تھا۔ وہ اب تمہارے پاس ہوگا۔ میں وہاں جاؤں گا تو تم ایک دھماکے سے میرے ساتھ اس پناہ گاہ کو نیست و نابود کردو گے۔''

''اور میں وہاں جاؤں گا تو تم بھی یہی کرو گے؟''

''بے شک، میں اپنی آخری سانس تک تمہیں ان غیر معمولی مشینوں کے قریب پہنچنے نہیں دوں گا۔''

''اس خفیہ پناہ گاہ کے چاروں طرف کئی کلو میٹر دور تک میرے جاسوس تمہاری تاک میں رہیں گے۔ نہ تم ادھر جاسکو گے۔ نہ ریموٹ کنٹرولر کو استعمال کرسکو گے۔''

اس نے کہا۔ ''میں تمہاری اس بات کا جواب آدھے گھنٹے بعد دوں گا۔''

میں نے کہا۔ ''سنا ہے، تم تیز رفتار ہو، میلوں کا فاصلہ منٹوں میں طے کرتے ہو؟''

اس نے جواب نہیں دیا۔ فون بند کردیا۔ دراصل وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں نے اس کے مقتول ساتھیوں کا ریموٹ کنٹرولر اپنے پاس رکھا ہے یا نہیں؟ میں اس کا استعمال جانتا ہوں یا نہیں؟ جب میری باتوں سے یقین ہوگیا کہ میں بہت کچھ جانتا ہوں تو اس کے لیے یہ فیصلہ کرنا آسان ہوگیا کہ اپنی خفیہ پناہ گاہ کی مشینوں کو تباہ کردیا جائے۔

اس کے سامنے یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ اس زیر زمین پناہ گاہ کی تباہی کے بعد وہ پھر زمین کے اندر اپنے لیے نئی پناہ گاہ نہیں بنا سکتا تھا کیونکہ ایسی خفیہ جگہ بنانے والی مشین سیارے سے فلائنگ ساسر کے ذریعے آتی تھی پھر واپس چلی جاتی تھی۔

وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے اکابرین سے رابطہ نہیں کرسکتا تھا۔ خیال خوانی کی لہریں کشش ثقل کے باعث ہماری دنیا کی آب و ہوا تک محدود رہتی ہیں۔ اس سے پرے کسی سیارے تک نہیں جاتیں۔ اس لیے وہ تہ خانے میں کمیونیکیشن مشین کے ذریعے اپنے اکابرین سے باتیں کیا کرتا تھا اور اب وہ سلسلہ ختم ہو رہا تھا۔ وہ تمام مشینوں اور اس خفیہ اڈے کو تباہ کرنے جا رہا تھا۔

وہ دونوں پیروں کو جوڑ کر پلکیں جھپکاتے ہی بندوق کی گولی کی طرح خفیہ پناہ گاہ کی سمت جانے لگا۔ یہ یقین تھا کہ ایشورارا ابھی کہیں مصروف ہے۔ جب اسے اس کی شکست خوردگی اور بدحالی کا پتا چلے گا تو وہ فلائنگ ساسر بھیج کر یا تو اسے واپس بلائے گا یا پھر زمین کی تہ میں اس کی دوسری رہائش گاہ بنادے گا۔

وہ جہاں تھا۔ وہاں سے بیس منٹ کے اندر اپنے ٹارگٹ تک پہنچ گیا۔ وہیں رک گیا۔ زیر زمین پناہ گاہ اس سے دو کلو میٹر کے فاصلے پر تھی۔ اس نے دیر نہیں کی۔ ریموٹ کنٹرولر کو آپریٹ کیا تو چشم زدن میں دو کلو میٹر دور ایک زبردست دھماکا ہوا۔ وہاں کی زمین پھٹ گئی۔ ریت دھوئیں کی طرح اُڑتی ہوئی آسمان کی بلندیوں کی سمت جانے لگی۔ اس علاقے میں جیسے ریت کا طوفان آگیا تھا۔ وہ پلٹ کر دونوں پیروں کو جوڑ کر تیر کی طرح سنسناتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

پھر آدھے گھنٹے بعد فون پر مجھ سے بولا۔ ''سب کچھ تباہ ہو چکا ہے۔ وہاں سے کسی مشین کا ایک پرزہ بھی تمہیں نہیں ملے گا۔''

میں نے کہا۔ ''یہ تو میں جانتا تھا کہ مشینوں تک پہنچنا چاہوں گا تو تم ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دبادو گے۔ میں نے ایسی کوئی غلطی نہیں کی۔ میری پلاننگ کے مطابق تم نے غلطی کی۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر کو تباہ کردیا۔ اب کہاں چھپو گے؟ جب تک سیارے سے مدد نہیں آئے گی، تم کوئی زیر زمین پناہ گاہ نہیں بنا سکو گے۔ اب بھاگو۔ اس زمین کے اوپر چھپتے رہو اور بھاگتے رہو۔ تم مجھے اپنے پیچھے پاؤ گے۔''

اسے چپ لگ گئی۔ میں نے کہا۔ ''اور ہاں، اپنے اکابرین سے کہہ دینا، تمہارے لیے کوئی دوسری زیر زمین پناہ گاہ نہ بنائیں کیونکہ ایسی پناہ گاہوں کو تباہ کرنے والا ریموٹ کنٹرولر اب میرے پاس بھی ہے... تم اپنے ہی ہتھیار سے مارے جاؤ گے... چلو بھاگو...''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

ایشورارا جیسے سچ مچ بھگوان بن گیا تھا۔ وہ بائو راما کے باشندوں کا اَن داتا بن کران سے بے نیاز رہتا تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ جو ضرورت مند ہوتے ہیں، وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کے قدموں میں جھکنے چلے آتے ہیں۔ ازل سے خدائی کا دعویٰ اسی طرح کیا جارہا ہے کہ خود لبالب کنواں بن جاؤ، اپنی جگہ جم جاؤ، کسی کے پاس نہ جاؤ۔ پیاسے خود ہی کھنچے آتے ہیں۔

اس نے ہماری دنیا کو تسخیر کرنے کی ذمے داری جوجو کو اور سیارے کے دیگر اکابرین کو دی تھی پھر ان سے لاتعلق ہوگیا تھا۔ دنیاوی معاملات میں کوئی رُکاوٹ پیش آتی تو اکابرین خود ہی اس سے رابطہ کرکے مدد مانگتے تھے۔ ایک کمیونیکیشن مشین کے ذریعے اس سے رابطہ کیا جاتا تھا یا پھر ایشورارا خود اپنی مرضی کے مطابق مختلف ذرائع سے رابطہ کیا کرتا تھا۔

اب حالات بدل گئے تھے۔ تمام غیر معمولی مشینیں اس خفیہ پناہ گاہ کے ساتھ ہی تباہ ہوگئی تھیں۔ جو دور بدر ہونے کے بعد ایشورارا اور سیارے کے دیگر اکابرین سے رابطہ نہیں کرسکتا تھا۔ خیال خوانی کی لہریں اس سیارے تک نہیں جاتی تھیں۔ سب سے بے نیاز رہنے والا ایشورارا اپنی بیٹی، بیٹے اور پورس کے معاملات سے دلچسپی لے رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ گوا گوا اور جانا نا میرے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ خفیہ پناہ گاہ تباہ ہوچکی ہے اور میں موت بن کر جوجو کا پیچھا کررہا ہوں۔

لوگ اپنی ہی موت سے غافل رہتے ہیں۔ دوسروں کی طرف کیا دھیان دیں گے کہ موت کس کا پیچھا کررہی ہے؟ ایشورارا تو ہوس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ اپنی فطرت سے مجبور تھا۔ کسی جوان عورت کو اغوا کرکے سیارے میں لے جاتا تو وہ زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہ پاتی تھی۔ ان حالات میں ایشورارا کو زمین پر آنا پڑتا تھا۔ جبکہ وہ اپنی سلامتی کی خاطر اور طویل عمر تک جینے کی ہوس میں زمین سے دور رہنا چاہتا تھا۔

حالات مجبور کردیتے تھے۔ اس کی بھی دو اہم مجبوریاں تھیں۔ ایک تو بیٹی اور بیٹے کی نگرانی ہمیشہ دور سے نہیں کی جاسکتی تھی۔ اکثر ان کے پاس آنا پڑتا تھا پھر ایک حسین اور گدرائے ہوئے بدن کی عورت نے اسے دیوانہ بنادیا تھا۔ وہ کلاوتی کہلاتی تھی۔ کلا (فن) کا جیتا جاگتا نمونہ تھی۔ غضب کی رقاصہ تھی۔ ایشورارا نے ایک چینل پر اسے رقص کا جادو جگاتے دیکھا تھا۔ کیا بدن کا لوچ تھا؟ انگ انگ لچکتا تھا۔ لپک جھپک کہتا تھا' اگر وہ خزانہ نہ ملا تو وہ ہمیشہ کنگال رہے گا۔

جب اسکرین پر کلاوتی کا کلوز اپ آیا تو وہ اس کی آنکھوں میں ڈوبتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ چور خیالات پڑھنے لگا۔ جیسا انگ انگ غضبناک تھا' ویسے اس کے تیور غضب کے تھے۔ ایسی مغرور تھی کہ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی تھی۔ کسی مرد کو پاس پھٹکنے نہیں دیتی تھی۔ چار بٹے کے مسٹنڈے باڈی گارڈز اس کے اردگرد فولادی دیوار بنے رہتے تھے۔ کسی کو قریب پھٹکنے نہیں دیتے تھے۔

جسے بڑے سے بڑے شہزور غنڈے موالی چھو نہیں سکتے' اُسے قانون کے رکھوالے اور عیاش حکمران جھپٹ لینا چاہتے ہیں۔ اس دیش کا ہوم منسٹر اسے حاصل کرنے کے لیے للچا رہا تھا۔ کلاوتی کا انکار اسے تڑپا رہا تھا۔ طیش دلا رہا تھا۔ اس نے فون پر کہا۔ ''کلاوتی...! میں ٹیڑھی اُنگلی سے گھی نکالنا جانتا ہوں۔ تمہیں قانونی شکنجے میں اس طرح پھنساؤں گا کہ تم پھڑ پھڑاتی رہ جاؤ گی تب رہائی کا ایک ہی راستہ ہوگا۔ تم اپنی ایک رات مجھے دینے پر مجبور ہوجاؤ گی۔''

وہ بولی۔ ''مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تم منسٹر ہوکر کس طرح اپنے اختیارات کے ذریعے مجھے مجبور کرسکتے ہو؟''

وہ بڑے فخر سے بولا۔ ''بہت آسان ہے' تم نے جو نیا سیکریٹری رکھا ہے' وہ مسلمان ہے۔''

''تو کیا ہوا...؟''

''میں نے اُس مسلمان شخص جواد کے خلاف ایسی خفیہ دستاویزات اور تصاویر تیار کرائی ہیں' جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ پاکستانی جاسوس ہے۔ ہمارے دیش کے فوجی راز چرانے آیا ہے۔ درپردہ تخریبی کارروائیاں کرتا رہتا ہے اور تم نے یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس کی اصلیت چھپانے کے لیے اسے دکھاوے کے طور پر اپنا پرسنل سیکریٹری بنا رکھا ہے۔''

وہ بولی۔ ''یہ تو مجھ پر بہت ہی سنگین الزام ہوگا۔ کیا بتا سکتے ہو' اس کی سزا کیا ہوگی؟''

''یوں تو سات یا دس برس کی قید بامشقت کی سزا ہوسکتی ہے لیکن غیر ملکی جاسوسوں کو حراست میں لے کر انہیں بڑی رازداری سے گولی ماردی جاتی ہے۔''

وہ سہمے ہوئے انداز میں بولی۔ ''میں مرنا نہیں چاہتی۔ اگر تمہاری بات مان جاؤں تو کیا جواد کی تمام دستاویزات اور تصویریں نیگیٹیو کے ساتھ واپس کردو گے؟''

وہ فاتحانہ انداز میں ہنستے ہوئے بولا۔ ''آج اپنی ایک رات دو۔ آج ہی تمام چیزیں واپس کردوں گا۔''

وہ اچانک ہی قہقہے لگانے لگی۔ منسٹر نے حیرانی سے اپنے ریسیور کو دیکھا پھر پوچھا۔ ''تمہیں کس بات پر ہنسی آرہی ہے؟''

وہ تلخ لہجے میں بولی۔ ''میں تم جیسوں کو اُلو بنانا خوب جانتی ہوں۔ میرے ٹیلی فون سے ایک آڈیو ریکارڈر منسلک ہے۔ تمہاری تمام باتیں ریکارڈ ہورہی ہیں۔ ریکارڈنگ کی ایک کاپی عدالت میں پیش کروں گی تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔ پیروں تلے سے زمین کھسک جائے گی۔ اقتدار کی کرسی سے اوندھے منہ نیچے گر پڑو گے۔ میں تم پر تھوکتی ہوں۔ آخ تھو...''

منسٹر نے فوراً ہی اپنا ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ رومال سے چہرے کو پونچھنے لگا۔ غصے سے تلملا کر قسمیں کھانے لگا کہ اس مکار حسینہ کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ نرک میں پہنچانے سے پہلے اس کے حسن و شباب کی ایسی تیسی کردے گا۔

ایشورارا کو کلاوتی کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اتنی چالاکی دکھانے کے باوجود سہمی ہوئی ہے۔ وہ منسٹر بہت ہی طاقتور اور وسیع اختیارات کا مالک تھا۔ اس کے گھر میں گھس کر آڈیو ٹیپ چھین کر ضایع کرسکتا تھا پھر اسے بھی ایسا ضایع کرتا کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتی۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ ''جن کے ہاتھوں میں ملک و قوم کی باگ ڈور ہوتی ہے' جو قانون بنانا اور بگاڑنا جانتے ہیں' میں ان کے خلاف کچھ نہیں کرپاؤں گی۔''

ایشورارا نے دھیمی سرگوشی میں کہا۔ ''میں ہوں نا...''

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ سمجھ میں نہیں آیا' وہ آواز اندر سے ابھری تھی یا کسی نے قریب آکر کان میں سرگوشی کی تھی؟ یا یونہی کان بجنے لگے تھے؟

پھر اس نے سر جھٹک کر سوچا۔ ''یہاں میرے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے پھر سرگوشی کون کرے گا؟ ضرور مجھے دھوکا ہوا ہے۔''

وہ بولا۔ ''میں دھوکا نہیں... ایک حقیقت ہوں... تمہارے اندر کی شکتی ہوں۔''

وہ حیرانی سے اُچھل کر کھڑی ہوگئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بڑبڑانے لگی۔ ''یہ میرے اندر کیا ہورہا ہے؟ ایسا لگتا ہے' کوئی بول رہا ہے۔''

''یہ سچ ہے... میں بول رہا ہوں... مجھ سے نہ ڈرو۔ مجھے اپنا سمجھو۔ میں تمہیں پچھلا جنم یاد دلانے آیا ہوں۔''

کلاوتی نے حیرانی سے پوچھا۔ ''پچھلا جنم...؟''

''ہاں، تمہیں یاد نہیں ہے۔ اب سے پانچ برس پہلے دشمنوں نے ہمیں پیار کرنے کی سزا دی تھی۔ ایک اونچی پہاڑی سے گرا کر مار ڈالا تھا۔''

وہ ہندو تھی۔ اس کا عقیدہ تھا کہ انسان مرنے کے بعد سات بار جنم لیتا ہے۔ جو اچھے کرم کرتے ہیں' من سے تپسیا کرتے ہوئے ہر جنم میں جان دیتے ہیں' ان کا پُنر ملن' ساتویں جنم میں ہوتا ہے۔ ہندو دھرم کی یہ تمام باتیں ایشورارا انفارمیشن مشین کے مانیٹر پر پڑھ چکا تھا۔

اس نے کہا۔ ''میری جان...! یہ ہمارا ساتواں اور آخری جنم ہے۔ یہاں ہمارا پُنر ملن ہوگا پھر ہم مرنے کے بعد سیدھے سورگ میں چلے جائیں گے۔''

وہ ڈوبتے ہوئے دل سے بولی۔ ''کیا میرا آخری وقت آگیا ہے؟ کیا تم مجھے لینے آئے ہو؟''

''نہیں... تمہارے ساتھ ایک نئی زندگی گزارنے آرہا ہوں۔ تمہیں اس سنسار سے ڈرنا نہیں چاہیے۔''

اس نے کہا۔ ''مجھے اپنے پچھلے جنم کی کوئی بات یاد نہیں ہے۔ میرے بھاگ (قسمت) میں ہوگا تو اس جنم میں تم سے ملن ہوجائے گا۔ ورنہ میں کسی کی قربت نہیں چاہتی۔ البتہ ایک ایسا محافظ چاہتی ہوں جو مجھے منسٹر جیسے خطرناک شہزوروں سے تحفظ دیتا رہے گا۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ''تم میرے قریب نہ آؤ تو بہتر ہے۔ منسٹر قانون سے کھیلنا جانتا ہے۔ وہ تمہیں اس جنم میں بھی کچل کر...''

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ''مجھے پتا ہے' تم نے اس پر تھوک دیا ہے۔ میری پروانہ کرو۔ وہ ہم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

''تم حوصلہ تو دے رہے ہو مگر میں یقین کرنا چاہتی ہوں کہ تم اس شیطان سے مجھے تحفظ دے سکو گے۔''

''فکر نہ کرو۔ یقین بھی آجائے گا اور مجھ پر بھروسا بھی کرنے لگو گی۔ رات گزر رہی ہے۔ اب سو جاؤ۔ باقی باتیں کل ہوں گی۔''

وہ خاموش ہوکر پھر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ ''یہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے' میرے اندر آکر بولتا ہے پھر تو یہ دشمن کے اندر بھی جاکر اس کی بہت سی کمزوریاں معلوم کرسکتا ہے اور پتا نہیں کیا کچھ کرسکتا ہے؟ اگر یہ میرا دوست بن کر رہے گا تو مجھے کسی باڈی گارڈ کی ضرورت پیش نہیں آئے گی مگر ہاں... صرف دوست بن کر رہے۔ پچھلے جنم کا پریمی بننے کی کوشش نہ کرے۔ نہ میں پریم کروں گی' نہ اپنے بدن کو چھونے دوں گی۔''

اس کی سوچ اور مزاج کی تختی کہہ رہی تھی کہ وہ گرم نوالہ ہے' پھونک پھونک کر کھانا ہوگا۔ ایشورارا کے پاس اتنا وقت

نہیں ہوتا تھا پھر وہ ہمیشہ گرم کھانے کا ہی عادی تھا۔

وہ بستر پر ایسے پڑی ہوئی تھی' جیسے بکھر گئی ہو' سمیٹنے والے کو پکار رہی ہو۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق سوچنے اور محسوس کرنے لگی۔ پہلے تو یوں لگا' جیسے کوئی آ گیا ہے۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ کوئی نہیں تھا... مگر کوئی تھا۔

وہ اسے اپنی سانسوں کے قریب محسوس کر رہی تھی۔ وہ خیال خوانی کی اُنگلیوں سے چھو رہا تھا اور وہ صاف طور پر یہی محسوس کر رہی تھی کہ اَن دیکھی' انجانی اُنگلیاں اس کے چہرے کو آہستہ آہستہ سہلا رہی ہیں' گلابی بے داغ لبوں کو چھو رہی ہیں۔

وہ سحر زدہ سی ہو رہی تھی۔ جو ہو رہا تھا، اس پر اعتراض نہیں تھا۔ اگر سچ مچ کوئی ہوتا تو وہ چیخ پڑتی۔ گارڈز کو بلا لیتی یا اپنے ہی ہاتھوں سے اسے گولی مار دیتی۔ اس پر عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ یہ حیرانی بھی تھی کہ کوئی نہیں تھا' اس کے باوجود وہ صاف طور پر اسے محسوس کر رہی تھی اور اب تو اس کے احساسات میں ایک نادیدہ پہاڑ جیسا جسم تھا' جو اس کے بدن سے لگ رہا تھا۔

اُنگلیاں چہرے سے گردن پر اتر رہی تھیں، کچھ زیادہ ہی شوخ اور شریر ہو رہی تھیں۔ جب وہ اور بھٹکنے لگیں تو اس کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ وہ ذرا بدحواس سی ہو کر اسے دونوں ہاتھوں سے ہٹانے لگی مگر وہ تھا کہاں جو ہٹ جاتا...؟ اور وہ تھا کہ ہٹائے نہیں ہٹ رہا تھا۔

ایسی زور زبردستی تو اس نے نہ کسی فلم میں دیکھی تھی' نہ کسی سے سنی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی جن اس پر عاشق ہو گیا ہے۔ اسے حال سے بے حال کر رہا ہے۔ وہ سمٹ رہی ہے اور وہ اسے بکھیر رہا ہے۔ اس کے پُرزے پُرزے کر رہا ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

وہ دکھائی دیتا تو ایسی بدحواسی طاری نہ ہوتی۔ جذبات کا تیز و سیلاب تھا' وہ پوچھ بھی نہیں پا رہی تھی کہ بندہ کون ہے۔ وہ دکھائی نہیں دیتا' نہ دے... سنائی تو دے... ایسا اَن دیکھا طوفان تو شاید کسی کی زندگی میں نہیں آیا ہوگا۔ نہ تھم رہا تھا' نہ ذرا دم لے رہا تھا۔

آخر وہ تھم ہی گیا۔ تھکن سے اس کا برا حال تھا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ بستر کی چادر پر اتنی شکنیں پڑی ہوئی تھیں جیسے وہ بری طرح نچوڑ کر گیا ہو۔ وہ ایسی نڈھال ہو گئی تھی کہ آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔ کوئی اس کے ذہن کو مَتا بھرے انداز میں تھپک رہا تھا۔ وہ خیال خوانی کی لوری سنتے سنتے سو گئی۔

دوسری صبح وہ شاور لے رہی تھی اور بری طرح اُلجھی ہوئی تھی۔ بار بار یہی بات ذہن میں آ رہی تھی کہ پچھلی رات کوئی آیا تھا۔ وہ شاید گہری نیند میں یا گہری غفلت میں تھی۔ اسے دیکھتے ہوئے بھی نہ دیکھ سکی۔ ایسا تو کوئی جن ہوتا ہے یا بلا ہوتی ہے۔ جو دکھائی نہیں دیتی اور پیچھا بھی نہیں چھوڑتی۔ یہ خوف بھی تھا کہ کوئی بری آتما اس کے پیچھے پڑ گئی ہے۔

دوسری رات جب وہ اس کے دماغ میں آ کر بولنے لگا تو اسے یوں لگا جیسے پچھلی رات کا وہ نادیدہ شخص آ گیا ہے۔ وہ رات کو بھی نظر نہیں آیا تھا اور اب بھی نہیں آ رہا ہے۔ کیا اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا کیا ہوگا؟

وہ اس کی سوچ پڑھ رہا تھا اور انجان بن کر کہہ رہا تھا۔ ''تم اچھی طرح جانتی ہو کہ ہوم منسٹر کتنے اختیارات اور وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ یہ لوگ خود قانون بناتے ہیں اور خود بگاڑتے ہیں۔ تمہیں بھی اچھی طرح بگاڑ کر رکھ دیں گے۔ میں ہی ان حالات میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ ان سب کو تمہارے سامنے گھٹنوں کے بل گرا سکتا ہوں۔''

کلاونتی نے کہا۔ ''تمہاری باتوں سے حوصلہ مل رہا ہے۔ تم کہاں ہو؟''

''میں تم سے دور نہیں ہوں۔ تمہارے پاس ہی آ رہا ہوں۔''

وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ ''اتنی رات کو آؤ گے؟''

وہ بولا۔ ''گھبراؤ نہیں۔ میں کسی جنم میں تمہارا پریمی اور کسی جنم میں تمہارا پتی رہ چکا ہوں۔ مجھے تمہارے بدن کا پورا جغرافیہ یاد ہے۔ کیا مجھ سے بھی ہچکچاؤ گی؟''

وہ سر جھٹک کر بولی۔ ''ایسی باتیں نہ کرو۔ میرے بدن کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا ہے۔''

''میں نے کہا نا... پچھلے چھ جنموں سے تمہیں سر سے پاؤں تک دیکھتا آ رہا ہوں۔ تمہارے دائیں کولہے پر ایک زخم کا نشان ہے جسے تم ماؤنگ کے وقت ساری دنیا سے چھپاتی ہو۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''ہے بھگوان! تم کیسے جانتے ہو؟''

''میں کیا نہیں جانتا؟ سنو... میں کیا کیا جانتا ہوں؟''

وہ سنانے لگا۔ وہ سن رہی تھی اور حیران ہو رہی تھی۔ کبھی شرما رہی تھی، کبھی بل کھا رہی تھی۔ یہ مان رہی تھی کہ وہ اس

کے جنم جنم کا ساتھی ہے اور اسے کئی جنموں سے اسے اچھی طرح کھنگال چکا ہے۔

وہ پوری زندگی تنہا نہیں گزار سکتی تھی۔ کسی کو تو اپنی تنہائیوں کا ساتھی بنانا ہی تھا اور ایشورارا کی باتوں سے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ وہی اس کا محرمِ راز رہ چکا ہے۔ اسی کو اپنا ساتھی بنانا ہوگا۔ وہ شرماتے ہوئے' جھجکتے ہوئے بولی۔ ''وہ... میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس جنم میں ہماری پہلی ملاقات ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ...''

''تم کچھ نہیں چاہتی ہو۔ تمہیں یاد نہیں ہے کہ میں کتنا ضدی ہوں؟ ہمیشہ اپنی بات منواتا ہوں۔ زیادہ باتیں نہ کرو۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔ اب تم میرے آنے پر اُٹھو گی۔''

ایشورارا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گئی پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تو اسے اپنی معمولہ اور تابع دار بنا لیا۔ وہ بہت ہی مستقل مزاج اور ضدی تھی۔ یہ طے کر چکی تھی کہ اپنے طلب گاروں کو دور ہی دور سے لپٹائے گی۔ کبھی کسی کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ اسے کسی مرد کی ہوس نہیں تھی۔ یہ شدید خواہش تھی کہ للچانے والوں کو ٹھینگا دکھاتی رہے۔ ایسا کرتے ہوئے اسے دلی اور روحانی سکون حاصل ہوتا تھا۔ وہ خوب انجوائے کرتی تھی۔

عورت کو سب کچھ کرنا چاہیے مگر مردوں کی دنیا میں رہ کر انہیں چیلنج نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ اسے کوئی ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے زیر کرے گا اور وہ سارا غرور بھول کر اپنا سب کچھ ہارتی چلی جائے گی۔

اس نے معمولہ بننے کے بعد کوٹھی کے اندر اور باہر سیکورٹی گارڈز کو حکم دیا کہ ابھی ایک مہمان آ رہا ہے۔ اسے گیٹ پر نہ روکا جائے۔ عزت سے کوٹھی کے اندر پہنچا دیا جائے۔

وہ ایسا حکم دینے اور اس کا انتظار کرنے کے دوران سوچتی رہی۔ ''میں ایسا کیوں کر رہی ہوں؟ کیا سچ مچ میرے جنم جنم کا ساتھی آنے والا ہے؟''

جب وہ آ گیا تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس آنے والے کو کیا دیکھ رہی ہے؟ کیا سمجھ رہی ہے؟ اس سے کیوں متاثر ہو رہی ہے؟ اس کے احکامات کیوں مان رہی ہے؟ وہ جیسے برت رہا ہے' اس پر اعتراض کیوں نہیں کر رہی ہے؟ اسے کھلی چھٹی کیوں دے رہی ہے؟

اس کی عجیب حالت تھی، وہ مست بھی ہو رہی تھی اور

قارئین متوجہ ہوں

قرآن حکیم کی مُقدس آیات و احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر آیات اور احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مُطابق بے حُرمتی سے محفوظ رکھیں۔

اپنے مزاج سے گر کر پست بھی ہو رہی تھی۔

اسے پتا نہ چلا کہ کتنا وقت گزر چکا ہے؟ جب ایشورارا نے اس کے دماغ پر گرفت ڈھیلی کی' اسے آزاد چھوڑا تو وہ چونک گئی۔ پہلی بار اس کی صورت دیکھ رہی تھی۔ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ اِدھر اُدھر پڑے ہوئے لباس کو اُٹھا اُٹھا کر پہنتے ہوئے' چیختے ہوئے بولی۔ ''تم کون ہو؟ میرے بیڈ روم میں کیسے آ گئے؟''

وہ بڑے آرام سے بستر پر نیم دراز تھا۔ انگور کا ایک ایک دانہ چباتے ہوئے بولا۔ ''یاد کرو... مجھے پہچانو' میں تمہارے پچھلے جنم کا پریمی ہوں۔''

وہ اسے گھور کر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''اگر تم پریمی ہو تو ڈاکو بن کر میری عزت کیوں لوٹی؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''تم میری چیز ہو۔ میں جس طرح چاہوں' تمہیں برت سکتا ہوں۔ تم مجھے غصہ دکھا رہی ہو۔ مجھ سے دور ہو گئی ہو۔ یہ ادائیں اچھی لگ رہی ہیں۔ تمہیں بھی بڑا مزہ آئے گا۔ دیکھو ناراضگی بھول کر پھر میرے پاس چلی آؤ گی۔''

اس نے اندر آ کر اسے پچکارا۔ وہ اس کے اثر میں آ کر ناراضگی بھول گئی۔ پاس آ کر پھر گلے کا ہار بن گئی۔ اس نے اسے ذرا آزاد چھوڑا تو وہ پھر ایک دم سے چونک کر الگ ہوئی۔ اسے گھور کر دیکھا پھر ہنستی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔ یہ مان گئی کہ اس کے آگے ہارنا ہی ہوگا۔

ہارتے ہوئے بھی عجیب سرشاری کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ مست ہو کر بولی۔ ''تم نے میرا غرور خاک میں ملا دیا ہے۔ تم بڑے وہ ہو...''

پھر وہ ہنستی ہوئی بولی۔ ''جب تمہارے جادو کا اثر ختم ہوگا تو میں تمہیں گولی مار دوں گی۔ ابھی تو تم مجھے مار ڈالو۔ اچھی طرح کچل ڈالو۔''

صبح تک یہی تماشا ہوتا رہا۔ وہ کبھی پھر بنتی رہی' کبھی موم کی طرح اس کی آغوش میں پگھلتی رہی۔ صبح ہوتے ہی وہ اسے گہری نیند سلا کر چلا گیا۔ اسے خود سے غافل کر دیا۔

دن کے بارہ بجے آنکھ کھلی تو وہ سوچنے لگی۔ ''رات بھر کیا ہوتا رہا؟ کیا میں خواب دیکھتی رہی تھی؟''

وہ اُٹھ کر آئینے کے سامنے آئی تو آئینے نے کہا۔ ''تیری صبح کہہ رہی ہے' تیری رات کا فسانہ۔''

وہ آکر جانے والا جگہ جگہ اپنے نشانات چھوڑ گیا تھا۔ صرف چہرہ بے داغ تھا اور یہ غنیمت تھا۔ چہرے سے کوئی چوری پکڑ نہیں سکتا تھا۔ باقی بدن تو لباس میں چھپا رہتا ہے۔

وہ باتھ روم میں شاور کے نیچے آگئی۔ خود کو سمجھانے لگی۔ ''کیا کیا جائے؟ عورت کو کسی نہ کسی مرد کے سامنے ہارنا ہی پڑتا ہے۔ میرے نصیب میں اسی طرح ہارنا لکھا تھا۔ مجھے حالات سے سمجھوتا کرنا ہوگا۔''

ایک گھنٹے بعد وہ ناشتے کی ٹیبل پر تھی۔ ایک ملازم نے آکر کہا۔ ''منسٹر صاحب آئے ہیں۔ میں نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔''

ایشورارا نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ جب بھی کوئی دشمن اس کے قریب آئے گا تو وہ فوراً ہی ایک مخصوص فون نمبر پر اس سے رابطہ کرے گی۔ اس نے وہ فون نمبر اس کے دماغ میں نقش کیا تھا۔ وہ موبائل فون کے ذریعے اس سے رابطہ کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کی آواز سنائی دی۔ کلاونتی نے کہا۔ ''وہ منسٹر مجھ سے ملنے کے لیے یہاں آیا ہوا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''گھبراؤ نہیں۔ اس سے ملاقات کرو۔ باتیں کرو۔ میں بس ابھی پہنچ رہا ہوں۔''

وہ فون بند کر کے ڈرائنگ روم میں آگئی۔ منسٹر اپنے ساتھ دو فوجی افسروں کو لایا تھا۔ اسے دیکھتے ہی بولا۔ ''جب موت آتی ہے تو چیونٹی کے پر نکل آتے ہیں۔ تمہارے بھی پر نکل آئے ہیں۔ یہ آرمی کے افسران ہیں۔ تمہارے مسلمان سیکریٹری کے ساتھ تمہیں بھی گرفتار کر کے لے جائیں گے۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''میرا قصور کیا ہے؟''

ایک آرمی افسر نے کہا۔ ''معصوم نہ بنو۔ تم نے ایک مسلمان کو اپنے گھر میں...''

وہ بولتے بولتے چیخ پڑا۔ اس کی زبان دانتوں کے نیچے آگئی تھی۔ منسٹر نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

وہ ہائے ہائے کر رہا تھا۔ جواب نہیں دے پا رہا تھا۔ دوسرے افسر نے کلاونتی سے کہا۔ ''تم اس جاسوس کے ساتھ بدنام ہونا اور جیل جانا چاہتی ہو یا منسٹر صاحب سے سمجھوتا کرنا چاہتی ہو؟''

کلاونتی نے منسٹر کو دیکھا۔ وہ بولا۔ ''تم نے میری جو فون کال ٹیپ کی ہے۔ اسے میرے حوالے کر دو ورنہ میں تمہیں یہیں ننگا کر کے...''

بولتے بولتے زبان دانتوں کے درمیان آکر کچل گئی تھی۔ وہ صوفے پر گر کر تڑپنے لگا۔ ایشورارا نے کلاونتی کے اندر کہا۔ ''تم مجھے جادوگر کہتی ہو' دیکھو میرے جادو کا تماشا ...یہ تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکیں گے۔''

وہ مطمئن ہو کر مسکرانے لگی۔ دوسرے آرمی افسر نے کلاونتی سے کہا۔ ''تم نے سنا نہیں... منسٹر صاحب کا وہ آڈیو ٹیپ ابھی لے آؤ۔''

وہ بولی۔ ''ان دونوں کی حالت دیکھو۔ کیا تم بھی ہائے ہائے کرنا چاہتے ہو؟''

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ان دونوں کو دیکھا پھر پوچھا۔ ''کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہاری طرف سے انہیں سزا مل رہی ہے؟''

''ہاں، تمہیں یہی سمجھانا چاہتی ہوں۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو انہیں یہاں سے لے جاؤ۔''

''بکواس مت کرو۔ وہ آڈیو ٹیپ...''

وہ بھی اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ دونوں ہاتھوں کو منہ پر رکھ کر ہائے ہائے کرنے لگا۔ اس وقت تک منسٹر اور دوسرے آرمی افسر کو ذرا آرام آگیا تھا۔ اس افسر نے ریوالور نکال کر کلاونتی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ ''تم کوئی جادو کر رہی ہو۔ جانتی ہو' میں تمہیں کس طرح گولی ماروں گا...؟ دیکھو... اس طرح...''

یہ کہتے ہی اس نے منسٹر کی ٹانگ پر فائر کیا۔ گولی لگتے ہی وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ شدید حیرانی کے باعث افسر کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ دونوں افسران جلدی سے آگے بڑھ کر اسے سنبھالنے لگے۔ کلاونتی نے کہا۔ ''اس کے بعد تم دونوں کو بھی گولیاں لگیں گی۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو اسے اٹھا کر یہاں سے چلے جاؤ۔''

منسٹر نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا۔ ''یہ عورت نہیں ہے۔ کوئی بلا ہے۔ یہاں سے نکل چلو۔''

دونوں افسر اسے سہارا دے کر لے جانے لگے۔ کلاونتی نے کہا۔ ''یاد رکھو، اگر تم نے میرے اور اس مسلمان سیکریٹری کے خلاف کوئی کارروائی کرنی چاہی تو دوسری گولی ٹانگ میں نہیں' سینے میں لگے گی۔ ٹھیک دل کی جگہ پر...''

وہ کوئی جواب دیے بغیر وہاں سے چلے گئے۔ ایشورارا

نے کہا۔ ''اتنی بڑی دنیا میں کوئی عورت ایک مرد کے بغیر صحیح سلامت نہیں رہ سکتی۔ ذرا سوچو' میں نہ ہوتا تو تمہارا کیا انجام ہوتا...؟''

اس نے پوچھا۔ ''کیا تم ہمیشہ اسی طرح میرے کام آتے رہو گے؟''

''ہمیشہ... مرتے دم تک کوئی مائی کا لال کبھی تمہیں چھو بھی نہیں سکے گا۔''

اس نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ کہیں تو جھکنا پڑتا ہے۔ حالات نے اسے جھکا دیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر اسے اپنا جیون ساتھی قبول کر لیا۔

☆☆☆

جو جو فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ میرے ہاتھ نہیں آرہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ جلد ہی اس کی گردن دبوچ لوں گا۔ زیرِ زمین پناہ گاہ نہیں رہی تھی اور زمین کی سطح پر وہ زیادہ عرصے تک مجھ سے آنکھ مچولی نہیں کھیل سکتا تھا۔

انوشے نے میرے پاس آکر کہا۔ ''گرینڈ پا! میں آپ سے جدا ہونے والی ہوں۔''

میں نے چونک کر اسے دیکھا پھر اسے بازوؤں میں لے کر کہا۔ ''دادا کو چھوڑ کر جانے کی بات کر رہی ہو؟ اگر میں جدا نہ ہونا چاہوں تو...؟''

وہ سر جھکا کر بولی۔ ''فاصلہ رکھنے میں ہماری بہتری ہے۔''

میں نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ ''ہُوں... کوئی خاص بات ہے؟''

''جی ہاں، مجھے ادارے میں واپس جانا ہوگا۔ یہ اعلیٰ حضرت کی ہدایت ہے۔''

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''اس کا مطلب ہے' میری زندگی میں پھر کوئی بڑی تبدیلی آنے والی ہے؟''

وہ بولی۔ ''ممکن ہے' ایسی ہی کوئی بات ہو۔ میں اتنا ہی جانتی ہوں کہ آپ کی سکیورٹی کے لیے میرا ساتھ رہنا ضروری نہیں رہا ہے۔''

میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''بات کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ جو جو نے پہلی بار سیارے سے آکر جس زور و شور سے اچانک ہی حملہ کیا تھا، اس وقت میرا روپوش ہونا اور اپنی موت کا ناٹک کھیلنا ضروری ہو گیا تھا۔ اب اس کا زور ٹوٹ چکا ہے۔ اس کے پاس ٹریننگ مشین تھی۔ اب وہ نہیں رہی۔ آئندہ جب ایسا کوئی خطرہ پیش آئے گا تو دیکھیں گے کہ اعلیٰ حضرت ہمارے لیے کیا کرتے ہیں؟''

انجمن کنگھیں

چائے جو سچ مچ کی چائے ہے وہ تو ایک ہی ہے یہ اور بات ہے کہ مشرقی اچھوانی پینے والوں نے چائے کی بھی متعدد قسمیں پیدا کر دی ہیں۔ ہری چائے، کشمیری چائے، دیسی چائے اور انگریزی چائے اور انہی اقسام کی بنا پر چائے کی متعدد خصوصیات بھی قرار دے دی گئی ہیں مثلاً چائے کی خصوصیات میں سے یہ فارسی قسم کی خصوصیتیں ہیں کہ چائے لب بند، لب ریز، لب سوز ہو لیکن کشمیری چائے میں یہ تین صفات ایک اضافے کے بعد چار ہو جاتی ہیں یعنی لب بند، لب ریز، لب سوز اور لب دھڑ کہ اس کو بالائی کے ملغوبے سے خدا جانے کیا بنا دیا جاتا ہے۔ وہ چائے کیا ہوتی ہے ایک قسم کا میٹھا سالن ہوتا ہے جن میں سیکڑوں قسم کے تو مسالے ڈالے جاتے ہیں اور جوش اس قدر دیا جاتا ہے کہ گویا گوشت دیگ تیار ہو رہی ہے۔ شیرینی کا یہ حال ہوتا ہے کہ گویا امرتیوں کا توام ڈالا گیا ہے اور ان ترکیبوں سے تیار ہو کر جو چیز بنتی ہے اس پر وہ لوگ چائے کی تہمت لگاتے ہیں اور اسی کی یہ خصوصیات قرار دی گئی ہیں کہ لب ریز، لب بند، لب سوز ہو لیکن ہماری خاطر سے ایک خصوصیت کا اور اضافہ کر لیا جائے کہ لب دھڑ ہو لیکن یہ چائے اگر کسی حقیقی چائے نوش کو پلا دی جائے تو وہ ناک بھوں چڑھا کر فوراً حضرت ریاض کا شعر اس طرح پڑھے گا:

ارے بیرا ذرا لپٹن کی چائے دم تو کر لانا
یہ دیسی چائے بالکل انجمیں معلوم ہوتی ہے

شوکت تھانوی کی کتاب بحرِ تبسم سے کھلکھلاتا انتخاب،
مرسلہ: رفعت رضا، کراچی

میں نے اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ ''مجھے اپنی پوتی پر فخر ہے۔ جاؤ بیٹی! ویسے میں تمہیں بہت مِس کروں گا۔''

''اور گرینڈ پا...! میں بھی آپ کو بہت مِس کروں گی۔''

میں نے صبح آٹھ بجے اُودے پور کے ایرپورٹ پر اسے الوداع کہا۔ ممبئی سے پیرس جانے والی ایک فلائٹ سے اس کی فلائٹ منسلک تھی۔ کوئی فکر و پریشانی کی بات نہیں تھی۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے والے تھے۔ جب اس کا جہاز وہاں سے پرواز کرنے لگا تو اس نے میرے اندر آکر کہا۔ ''گرینڈ پا! اعلیٰ حضرت نے مجھے سختی سے

تاکید کی ہے کہ میں کبھی قدرتی معاملات میں مداخلت نہ کیا کروں۔''

''بے شک، تمہیں ان کی ہدایات پر عمل کرنا چاہیے۔''

''میں تو سختی سے عمل کرتی ہوں مگر آپ کی محبت تڑپانے لگتی ہے۔ شاید اسی لیے اعلیٰ حضرت مجھے واپس بلا رہے ہیں؟''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''کوئی بات نہیں...''

''کوئی بات کیسے نہیں ہے؟ اس بڑھاپے میں آپ کو آرام کرنا چاہیے اور دشمن ناحق پریشان کرنے آجاتے ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ جو جو آپ کو اور زیادہ پریشان کرے۔''

''میری بچی! میری جان! تمہارا دادا ابھی بوڑھا نہیں ہوا ہے۔ میری فکر نہ کرو۔''

''نہیں کروں گی مگر جاتے جاتے یہ ضرور بتاؤں گی کہ جو جو ممبئی میں ہے۔ وہ کل رات پناہائی کے کوٹھے پر ملے گا۔''

''اوہ گاڈ! تم نے ہدایات کے خلاف مجھے اطلاع دی...؟''

''سوری گرینڈ پا! میں اپنے دل سے مجبور ہوں... او کے فی امان اللہ...''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں ایئرپورٹ سے نکل کر ہوٹل میں چلا آیا۔ وہ آدھے گھنٹے بعد ممبئی پہنچنے والی تھی۔ میں نے سوچا' اسی وقت اس سے رابطہ کروں گا مگر سوچنے سے کیا ہوتا ہے؟ ہوتا تو وہی ہے جو مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔

وہ ڈومیسٹک فلائٹ میں سفر کر رہی تھی۔ کھڑکی کے پاس بیٹھی باہر سفید بادلوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ طیارہ ان صاف و شفاف بادلوں کے اندر سے گزر رہا تھا اور وہ بادل دیکھتے ہی دیکھتے جناب علی اسد اللہ تبریزی کے پرنور چہرے میں تبدیل ہو رہے تھے۔ وہ بڑی عقیدت سے انہیں دیکھ رہی تھی پھر اس کے اندر ان کی آواز سنائی دی۔ ''بیٹی...! راہیں بدلتی رہتی ہیں۔ تم بھی راہ بدل دو۔ ادارے میں واپس نہ آؤ۔ جس شہر میں پہنچ رہی ہو۔ اسی شہر میں قیام کرو۔ تمہیں وقتاً فوقتاً ہدایات ملتی رہیں گی۔''

وہ سر جھکا کر بولی۔ ''اعلیٰ حضرت! شکریہ... آپ مجھے اس قابل بنا رہے ہیں کہ میں چھوٹی سی عمر میں عملی زندگی گزار رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کی ہدایات پر عمل کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔''

ان کی ایمان افروز آواز سنائی دی۔ ''آمین...''

وہ باہر بادلوں میں انہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ بولے۔ ''فرہاد سے ایک بار رابطہ کرو پھر کچھ عرصے کے لیے دادا پوتی کے رشتے کو بھول جاؤ۔''

پھر اس کے اندر خاموشی چھا گئی۔ ان کا پرنور چہرہ بادلوں میں تحلیل ہو گیا۔ وہ نگاہوں کے سامنے سے گم ہو گئے تھے مگر ان کی شخصیت' ان کی آواز اور لب و لہجہ اس کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ وہ بڑی عقیدت مندی سے سر جھکائے بیٹھی رہی پھر اس نے میرے اندر آ کر کہا۔ ''گرینڈ پا...! میں ممبئی پہنچنے والی ہوں۔ آپ سے آخری بار رابطہ کر رہی ہوں۔''

میں نے تعجب سے پوچھا۔ ''آخری بار کیوں...؟''

''آپ سمجھ سکتے ہیں۔ مجھے ہدایات مل رہی ہیں۔ ہم کچھ عرصے تک ایک دوسرے کی خیریت بھی دریافت نہیں کریں گے۔''

میں نے کہا۔ ''ان ہدایات سے اندازہ ہوتا ہے' اِدھر میرے ساتھ اور اُدھر تمہارے ساتھ بہت کچھ ہونے والا ہے۔''

''جی ہاں... اور ایسے وقت ہم ایک دوسرے سے بے خبر رہیں گے۔ او کے گرینڈ پا...! فی امان اللہ...''

وہ واپس چلی گئی۔ میرے لیے تاریکیوں میں گم ہو گئی۔ میں ٹیلی پیتھی کی ٹارچ روشن کر کے بھی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ویسے میں اپنی پوتی پر' پارس اور الپا اپنی اس بیٹی پر فخر سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت اسے پُراسرار بنانے کے مراحل سے گزار رہے تھے۔

ابھی فرصت تھی۔ جو جو سے آج کے بعد کل رات ممبئی میں ٹکراؤ ہونے والا تھا۔ میں نے وہاں جانے کے لیے دوسرے دن کی فلائٹ میں ایک سیٹ او کے کرالی تھی۔ ویسے دیکھا جائے تو میری داستان کے تمام اہم کردار ممبئی شہر پہنچ رہے تھے۔ پورس پہلے ہی ماڑا اور دامودر کے ساتھ وہاں رہائش اختیار کر چکا تھا۔ ایشوارا اپنی کلاونتی کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ انوشے وہاں قیام کرنے والی تھی اور میں بھی وہیں پہنچنے والا تھا۔ وہ شہر دوستوں اور دشمنوں کی آماجگاہ بن چکا تھا۔

مگر یہ بارہ مصالحے کی چاٹ ذرا پھیکی تھی۔ تب اس میں ذرا اور نمک شامل ہو گیا۔ چٹخارا بڑھ گیا۔ وہ ایسے کہ شنا بھی ممبئی پہنچ گئی۔ میں نے پچھلی بار اپنا نام ظاہر کیے بغیر اسے ایس ایم ایس کے ذریعے بتایا تھا کہ جو جو راجستھان کے علاقے میں کہیں ہے۔ یہ سنتے ہی وہ انڈیا چلی آئی تھی۔ اسے امید تھی کہ وہ جو جو کو تلاش کرتے کرتے مجھ تک پہنچ جائے گی۔

اگرچہ میں نے اجنبی بن کر اس سے رابطہ کیا تھا لیکن

اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ اجنبی میں ہی ہوں۔ چونکہ مجھے اپنوں سے دور رہنے کی ہدایات دی گئی تھیں۔ اس لیے میں نے ایس ایم ایس کے بہانے اس سے رابطہ کیا تھا۔

اس کے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ میں گمنام اور روپوش رہنے کے باوجود اسے یاد کرتا رہا ہوں۔ ادھر جو جو کا زور ٹوٹ رہا تھا۔ اپنوں سے دور رہنے والی پابندیاں ختم ہونے والی تھیں۔ میں نے ثنا کے نام ایک ایس ایم ایس لکھ کر بھیجا۔ ''میں ہوں تمہارا انفارمر...''

اس نے جواب لکھا۔ ''میرے انفارمر! تم اس ننھی سی اسکرین پر آتے ہو تو میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ پتا نہیں کیوں...؟ کیا تم بتا سکتے ہو؟''

''میں دلوں کا انفارمر نہیں ہوں۔ تمہارے دل کا حال تم جانو۔''

''میں تو اتنا جانتی ہوں کہ ایک اجنبی انفارمر سے باتیں کرتے وقت اس دل کی دھڑکنیں میرے فرہاد تک پہنچ رہی ہیں۔''

میں نے انجان بن کر جواب لکھا۔ ''خدا کرے' پہنچتی رہیں۔ کبھی راہ چلتے فرہاد ملا تو اسے تمہارے دل کا حال سناؤں گا۔''

''میری محبت تمہارا اور نہ ہی کسی اور کا سہارا ڈھونڈتی ہے۔ یہ آپ ہی آپ میرے یار کو ابھی... ہاں، ابھی چھو رہی ہے۔''

اس کے بولنے کا یہ انداز مجھے اس کی جانب کھینچ رہا تھا۔ عقل نے سمجھایا، صبر کیا جائے۔ جذبات میں خود اُلجھنا اور اسے اُلجھانا مناسب نہیں ہے۔ میں نے لکھا۔ ''پلیز، اپنے جذبات اپنے میاں کے لیے سنبھال کر رکھو۔ مجھ سے صرف کام کی باتیں کرو۔ ابھی تمہارے لیے ایک اہم اطلاع ہے۔''

''تم بہت مہربان ہو۔ پہلے بھی ایک اہم اطلاع دی تھی۔ جو جو کی خبر ملتے ہی میں ممبئی پہنچ گئی ہوں۔ اب راجستھان کی طرف جانے والی ہوں۔''

''اُدھر نہ جاؤ۔ وہ دشمن اسی شہر میں ملے گا۔ جہاں تم پہنچی ہوئی ہو۔''

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''کیا واقعی...؟''

''ہاں، ایک اور اہم اطلاع ہے۔ جو جو کی زیرِ زمین پناہ گاہ تباہ ہو چکی ہے۔ ابھی وہ ایک عرصے تک ایسی دوسری پناہ گاہ بنانے میں ناکام رہے گا اور یہاں کے مختلف علاقوں میں بھٹکتا رہے گا۔''

''اور تمہاری انفارمیشن کے مطابق وہ اسی شہر میں بھٹک رہا ہے۔ میں اسے ڈھونڈ نکالوں گی۔ جب تم اتنی معلومات رکھتے ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ وہ اس شہر میں کہاں مل سکتا ہے؟''

''سوری، میں نہیں جانتا۔''

''تم اچھے انفارمر ہو۔ چاہو تو ایک صحیح اطلاع دے سکتے ہو۔''

''جو بات مجھے معلوم ہے' اُسے نہیں چھپاؤں گا۔''

''میں پورے یقین سے کہتی ہوں' وہ بات تمہیں معلوم ہے۔''

''تو پھر پوچھو...''

''دیکھو! تم نے وعدہ کیا ہے' نہیں چھپاؤ گے۔ اس لیے پوچھ رہی ہوں' کیا تم بھی اسی شہر میں ہو؟''

میں اس وقت اُدے پور میں تھا۔ اس لیے میں نے کہا۔ ''نہیں۔''

وہ بے یقینی سے بولی۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ بدترین دشمن یہاں آئے اور تم اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے اس شہر میں نہ رہو؟ کیا واقعی دور ہو؟''

''فی الوقت اس سے دور رہنا میری حکمتِ عملی ہے۔ اس سے آگے میرے متعلق کوئی سوال نہ کرو۔''

''ٹھیک ہے، میرے متعلق بتاؤ' مجھے کیا کرنا چاہیے۔''

''اچھے دنوں کا انتظار کرو۔''

''میری زندگی کا سب سے اچھا دن وہ ہوگا' جب میرا فرہاد مجھے ملے گا۔''

''سب ہی محبت کرنے والوں کے لیے وصال کا دن عید اور وصال کی رات شب برات ہوتی ہے۔ تم کام کی بات کرو۔''

''وصال کی بات چل نکلے تو بات کرنے والے کسی کام کے نہیں رہتے۔''

''ایک کام کرو۔ اگرچہ برین ماسٹر ہمارا بدترین دشمن ہے پھر بھی اس کے کام آؤ۔ جو جو اس کی بیوی اور بیٹے کو نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دیتا رہا ہے۔ اب تم برین ماسٹر سے کہہ سکتی ہو کہ وہ جو جو کے موجودہ بدترین حالات سے فائدہ اٹھائے۔ اس کے اور تمام اکابرین کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ زیرِ زمین پناہ گاہ کے ساتھ ٹریسنگ مشین بھی تباہ ہو چکی ہے۔ فی الحال وہ اس مشین کے بغیر اپنے کسی بھی مطلوبہ شخص تک پہنچ نہیں پائے گا۔''

پھر میں نے دوسرا میسج بھیجا۔ ''اب میں رابطہ ختم کر رہا ہوں پھر کوئی اہم انفارمیشن ہو گی تو ایس ایم ایس کروں گا۔''

مسیج کی آنکھ مچولی ختم ہوگئی۔ ثنا ایک مہنگے ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ یہ اطلاع اسے بے چین کررہی تھی کہ جوجو اسی شہر میں ہے۔ وہ سوچ رہی تھی۔ ''اس دشمن کو ڈھونڈ کر کسی طرح جہنم میں پہنچاؤں گی تو اپنے فرہاد کی محبت کا قرض ادا کر سکوں گی مگر اسے کہاں ڈھونڈوں؟ وہ کہاں چھپا ہوگا؟''

پھر فوراً یاد آیا کہ سیارے کے باشندے ہوس پرست ہوتے ہیں۔ وہ ضرور عورتوں کے جھمیلے میں' حسینوں کے میلوں میں کہیں ہوگا۔ اسے ایسی ہی کسی جگہ ڈھونڈنا ہوگا۔

وہ ہوٹل کے کمرے سے نکلنے کے لیے لباس بدلنے لگی۔ ایک سوال پیدا ہوا کہ وہ جوجو کو کیسے پہچانے گی؟ اس کی صورت عالی اور ایمان علی نے دیکھی ہے لیکن یہ اس وقت کی بات ہے' جب جوجو اور سیارے کے دیگر اکابرین نے اپنے اپنے چہروں کا آپریشن نہیں کرایا تھا۔ اب ان کا منہ خرگوش کی تھوتھنی جیسا نہیں ہوگا۔ وہ عام انسانوں کی طرح دکھائی دیتے ہوں گے۔

اس نے پھر ایس ایم ایس کے ذریعے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ''پلیز، مجھے جوجو کی کوئی پہچان بتادو۔''

میں نے جواباً لکھا۔ ''چہرے کی تھوتھنی والے حصے کو الگ کر کے ہم انسانوں جیسے ہونٹ' ٹھوڑی اور جبڑے بنائے گئے ہیں۔ اب جوجو کا چہرہ ہماری طرح ہے۔ بس ذرا سا فرق ہے۔ ناک اور ہونٹوں کا درمیانی حصہ ذرا چوڑا ہے۔ دیکھنے میں عجیب سا لگتا ہے مگر ہم سے الگ نہیں لگتا۔''

اس نے پوچھا۔ ''کوئی اور پہچان ہے؟''

میں نے لکھا۔ ''ہاں، پورے چہرے پر پلاسٹک سرجری ہوئی ہے لہٰذا پلاسٹک کی جلد سے داڑھی مونچھیں نہیں اُگتی ہیں۔ چین اور تبت کے باشندوں کی طرح اس کا چہرہ چکنا سا ہوگا۔''

''تھینک یو مسٹر انفارمر...! جلد ہی ہماری ملاقات ہوگی۔''

میں نے جواب نہیں دیا۔ اسے پورا یقین تھا کہ میں ہی انفارمر بن کر اس سے بولتا رہتا ہوں۔ اس نے ہوٹل سے ایک رینٹڈ کار حاصل کی پھر شہر کے مختلف علاقوں اور گلیوں کوچوں سے گزرنے لگی۔

وہ بابا صاحب کے ادارے سے نکلتے وقت گونگی بن گئی تھی۔ کسی کے دماغ میں پہنچ کر سوچ کے ذریعے بھی نہیں بولتی تھی۔ یہ اندیشہ تھا کہ ٹریننگ مشین اس کی آواز اور لب و لہجے کو کیچ کر لے گی پھر اس کی لائف ہسٹری بھی اس مشین میں محفوظ ہو جائے گی۔ اب عارضی طور پر ہی سہی' یہ اندیشہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ جوجو کو ڈھونڈنے کے سلسلے میں کسی نہ کسی سے کچھ پوچھ لیتی تھی۔

ویسے وہ زیادہ تر خیال خوانی کے ذریعے دوسروں کے اندر پہنچ کر اپنا کام کررہی تھی۔ رات کے وقت جہاں جہاں عورتوں کا میلہ لگا رہتا ہے' وہاں جارہی تھی۔ بازارِ حسن میں جسم فروشی کے اڈوں میں اور نائٹ کلبز میں پہنچ رہی تھی۔ آخر کار آدھی رات کے قریب پنا بائی کے کوٹھے پر پہنچ گئی۔

انوشے نے پیش گوئی کی تھی کہ دوسری رات جوجو اسی کوٹھے پر ملے گا۔ ثنا ایک رات پہلے ہی وہاں پہنچ گئی تھی۔ پنا بائی کو خبر پہنچی کہ ایک حسین و جمیل عورت بہت مہنگی گاڑی میں آئی ہے اور سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اسی کوٹھے پر آرہی ہے۔

وہ اس کے استقبال کے لیے دروازے پر آگئی۔ ثنا کی بلائیں لیتے ہوئے بولی۔ ''میں صدقے... میں واری... ہم نے ساری جوانی یہاں مردگاہوں کو آتے دیکھا ہے۔ جندگانی میں پہلی بار ایک عورت دروجے پر آئی ہے۔ آؤ... پدھارو... بولو کا سیوا کریں؟''

ثنا نے ایک کاغذ اسے دیا۔ وہ اس کاغذ کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''ای کا ہے؟''

ثنا نے اشارے سے سمجھایا کہ اس کاغذ پر جو لکھا ہے' وہ اسے پڑھے۔ پنا بائی اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کا تم بول نہیں سکتیں؟''

اس نے ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا کہ وہ گونگی ہے۔ بول نہیں سکتی۔ پنا بائی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم بول نہیں سکتیں اور ہم پڑھ نہیں سکتے۔ پر پھکر نہ کرو۔ ہماری بھانجی شلپا ہے نا... ہماری بہن نے اسے دس جماعتیں پڑھائی ہیں۔ یہ تو اچھا ہوا کہ وہ یہاں آئی ہوئی ہے۔ ہم ابھی اسے بلاتے ہیں۔ وہ پڑھ لے گی۔''

پھر اس نے اندرونی کمروں کی طرف منہ کر کے بلند آواز میں کہا۔ ''شلپا! اری او شلپا...! ادھر آ۔''

تھوڑی دیر بعد ہی ایک نازک اندام سی لڑکی نپے تلے قدموں سے چلتی ہوئی ان کے پاس آگئی۔ پنا بائی نے وہ کاغذ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''جرا اسے پڑھ کے سُنا...''

وہ بلند آواز میں پڑھنے لگی۔ اس میں لکھا تھا۔ ''میں گونگی ہوں۔ بول نہیں سکتی تھی۔ میرا پتی مجھے چھوڑ کر کسی کوٹھے میں رہتا ہے۔ میں روٹھے ہوئے کو منا کر لے جانا چاہتی ہوں۔ کیا وہ یہاں آیا ہے؟''

پنا بائی نے یہ سن کر گہری سانس لیتے ہوئے بڑے دکھ

سے کہا۔ ''آئے ہائے... اتنی سُندر اور مالدار عورت کو اس کا پتی چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ یہ مُوئے پتی ہوتے ہی ہر جائی ہیں...''

پھر اس نے شنا سے کہا۔ ''تمہارا پتی نہ ہمارے پاس ہے' نہ آس پاس کے کسی کوٹھے پر ہے۔ تمہاری طرح وہ بھی مالدار ہوگا۔ اسے کسی مہنگے نائٹ کلب میں ڈھونڈو...''

شنا بظاہر مایوس ہو کر سیڑھیاں اترتی ہوئی کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ پنا بائی کے چور خیالات نے بتایا کہ ایک شخص پچھلی رات کوٹھے پر آیا تھا۔ وہ بہت مالدار تھا۔ اس کے پاس سونے کی اینٹیں تھیں۔ اس لیے پنا بائی نے اسے اپنے ایک کمرے میں پناہ دی تھی اور اپنی ایک سندر بیٹی کو اس کے حوالے کیا تھا۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ اتنی مالدار اسامی ہاتھ سے نکل جائے لہٰذا اس نے شنا کو ٹرخا دیا تھا۔ وہ کار میں بیٹھ گئی اور پھر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی آگے چلا کر رُک گئی۔ پنا بائی کی اس سوچ نے چونکا دیا تھا کہ اس شخص کے پاس سونے کی اینٹیں ہیں۔ شنا نے بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر معلومات حاصل کی تھیں کہ ان سیارے والوں کے پاس اس دنیا کی کوئی کرنسی نہیں ہے۔ صرف سونے کی اینٹوں اور ہیرے جواہرات کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ جن کے عوض وہ اس دنیا کی کرنسی حاصل کرتے ہیں۔

پھر پنا بائی کی سوچ نے بتایا کہ اس شخص کا چہرہ کچھ عجیب سا ہے۔ ناک اور ہونٹوں کا درمیانی فاصلہ کچھ زیادہ ہے اور اس کی داڑھی مونچھیں بھی نہیں ہیں۔ یوں پوری طرح تصدیق ہوگئی کہ وہی جوجو ہے۔ اس وقت وہ کوٹھے پر موجود نہیں تھا۔ پنا بائی کی بیٹی نمو کے ساتھ گووا گیا ہوا تھا۔ اسے کہتے ہیں' مقدر کی ہیرا پھیری... وہ شنا کے ہاتھ آتے آتے دور ہو چکا تھا۔

وہ اس کا پیچھا چھوڑنے والی نہیں تھی۔ اس نے پنا بائی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ یہ معلوم کیا کہ اس کی بیٹی نمو کی ایک ویڈیو کیسٹ ہے جو اس کی سالگرہ کی تقریب میں بنائی گئی تھی۔ پنا بائی شنا کی مرضی کے مطابق اسے وی سی آر میں لگا کر دیکھنے لگی۔ ٹی وی اسکرین پر نمو ہنستی بولتی دکھائی دے رہی تھی۔

شنا اس کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی نمو کے اندر پہنچ گئی۔ وہ جوجو کے ساتھ گووا کے ایک شہر ماپسا میں تھی۔ وہ دونوں دریائے مُنڈاوی کے کنارے ایک بنگلے میں عیش کر رہے تھے۔ شنا نے اپنی کار کی ٹنکی فل کرائی پھر ممبئی سے 594 کلو میٹر دور گووا کی سمت جانے لگی۔

اب سے پہلے میں تین بہنوں کے دماغوں میں رہ کر جوجو اور اس کے ساتھیوں کی مصروفیات پر نظر رکھتا تھا۔ یہی موقع شنا کو مل رہا تھا۔ وہ نمو کے اندر رہ کر اپنے شکار پر نظریں رکھے ہوئے تھی۔

یہ نہیں جانتی تھی کہ جوجو نے بھی اپنے طور پر حفاظتی انتظامات کیے ہوئے ہیں۔ اس نے پچھلی رات کوٹھے میں آ کر پنا بائی اور نمو پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنی معمولہ اور تابع دار بنا لیا تھا۔ ان ماں بیٹی نے اس کے بیگ میں سونے کی اینٹیں اور ہیرے جواہرات دیکھے تھے مگر اپنے غنڈوں کے ذریعے اسے لوٹ نہ سکیں کیونکہ دونوں اس کی تابع دار بن چکی تھیں۔ اپنے عامل کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھیں۔

جوجو گووا آنے کے بعد بھی ہر دو چار گھنٹوں کے بعد پنا بائی کے دماغ میں جاتا آتا رہتا تھا۔ اس کے خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ وہ مجھ سے بری طرح خوفزدہ تھا۔ یہ دیکھ چکا تھا کہ میں اچانک موت کی طرح کہیں سے بھی آ کر دشمنوں کی شہ رگ تک پہنچ جاتا ہوں۔ اس نے رات کو سونے سے پہلے پنا بائی کے خیالات پڑھے پھر ایک دم سے ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔

پنا بائی کی سوچ کہہ رہی تھی کہ آج رات دس بجے ایک حسین اور مالدار عورت قیمتی گاڑی میں وہاں آئی تھی۔ وہ گونگی تھی اور اپنے ہر جائی پتی کو تلاش کر رہی تھی۔ جوجو نے اس کے اندر سوال پیدا کیا۔ ''کیا اس نے اپنے پتی کا حلیہ بیان کیا تھا؟''

پنا بائی کی سوچ نے کہا۔ ''نہیں، وہ گونگی تھی۔ اس نے تحریر کے ذریعے اپنے پتی کے بارے میں پوچھا پھر یہاں سے چلی گئی۔''

''کیا آج سے پہلے کوئی کسی کو تلاش کرتا ہوا کوٹھے پر آیا تھا؟''

''نہیں... پہلی بار ایک عورت اپنے پتی کے بارے میں پوچھنے آئی تھی۔''

وہ بے چین ہوگیا۔ اس کے اندر اندیشے سر اٹھانے لگے تھے۔ یہ سوال چبھ رہا تھا کہ پنا بائی کے پاس کوئی عورت واقعی اپنے پتی کی تلاش میں آئی تھی یا فرہاد اس عورت کو آلہ کار بنا کر اسے ڈھونڈتا پھر رہا ہے؟

اس نے سر گھما کر نمو کو دیکھا' وہ تھک ہار کر اس کے پہلو میں گہری نیند سو رہی تھی۔ عقل نے سمجھایا۔ ''کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہیے۔ اس عورت کا بھوکا ہو کر یہاں پڑا رہوں گا تو دھوکا کھا جاؤں گا۔ مجھے نمو سے دور رہ کر خیال خوانی کے

ذریعے معلوم کرنا چاہیے کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟''

وہ اپنا سفری بیگ اٹھا کر بے قدموں چلتا ہوا اس بنگلے سے باہر چلا آیا۔ وہ ایک رینٹڈ کار میں نمو کے ساتھ وہاں آیا تھا' اسی کار میں بیٹھ کر ممبئی کی سمت واپس جانے لگا۔ ادھر سے شنا کار ڈرائیو کرتی آ رہی تھی۔ وہ باگا کے پٹرول پمپ پر رک کر فیول ڈلوانے لگی۔ ایسے ہی وقت جوجو دوسری طرف سے آ کر اپنی کار کی ٹنکی فل کروانے لگا۔

دونوں کی گاڑیاں ایک دوسرے کے سامنے کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ ونڈ اسکرین کے پار ایک دوسرے کو بالکل آمنے سامنے دیکھ سکتے تھے لیکن دونوں گاڑیوں کے اندر لائٹ بجھی ہوئی تھی۔ تاریکی میں صورتیں واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ یوں کہنا چاہیے کہ وہ مقدر کی مرضی کے بغیر ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔

شنا اس کے چہرے کی جھلک دیکھ لیتی تو شاید پہچان لیتی لیکن انوشے پیش گوئی کر چکی تھی کہ جوجو مجھے دوسری رات پنا بائی کے پاس ملے گا۔ اس کی پیش گوئی اٹل تھی۔ وہ میرے ہی ہاتھ لگنے والا تھا۔ اس لیے شنا اپنے قریب سے گزرنے والے شکار کو دیکھ نہ سکی۔ وہ بار بار نمو کے اندر جا رہی تھی اور اسے گہری نیند میں پا رہی تھی۔

جوجو کے لیے سب سے پریشان کن مسئلہ یہ تھا کہ کمیونیکیشن مشین کے بغیر سیارے کے اکابرین سے کس طرح رابطہ کرے؟ خیال خوانی کی لہریں وہاں تک پہنچ نہیں پاتی تھیں۔ اس کی معلومات کے مطابق ایشورارا ابھی کبھی زمین پر آتا تھا مگر یہ علم نہیں تھا کہ وہ کب آتا ہے اور کب جاتا ہے؟ اس لیے وہ ہر چار چھ گھنٹوں کے بعد اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرتا تھا' ہر بار سوچ کی لہریں واپس آ جاتی تھیں۔ جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہ زمین پر نہیں ہے۔ سیارے میں ہے۔

اور وہ ایسا بے نیاز رہتا تھا کہ جوجو غیرہ سے خود کبھی رابطہ نہیں کرتا تھا۔ بس ایک ہی صورت تھی کہ وہ زمین پر آئے گا تو اس کا مسئلہ حل کرے گا یا سیارے کے لوگ جب یہ دیکھیں گے کہ کمیونیکیشن مشین سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے اور جوجو کی خبر نہیں مل رہی ہے تو وہ ایشورارا کے پاس جا کر تشویش ظاہر کریں گے تب ہی اس سے رابطہ کیا جائے گا اور اس کے مسائل حل کیے جائیں گے۔

اس نے دوبارہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کی تو خوشی سے اُچھل پڑا۔ ایشورارا کے دماغ میں جگہ مل رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ زمین پر پہنچا ہوا ہے۔

وہ اپنی کار کو سڑک کے کنارے روکتے ہوئے بولا۔ ''اے ایشورارا...! میں بری طرح برباد ہوگیا ہوں۔ گوا گوا اور جانا نا مارے گئے ہیں۔ زیرِ زمین پناہ گاہ ہماری تمام غیر معمولی مشینوں کے ساتھ تباہ ہوگئی ہے۔ فرہاد نے مجھے اس حال کو پہنچایا ہے کہ میں اس سے جان بچانے کے لیے چھپتا پھر رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے کوئی مستقل محفوظ پناہ گاہ نہیں مل رہی ہے۔''

ایشورارا کو یہ اطلاع شاک پہنچا رہی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا فرہاد نے ایسا کیا ہے؟ وہ تم لوگوں تک کیسے پہنچ گیا تھا؟''

وہ بولا۔ ''اے ایشورارا...! تم سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ تم یوگا جاننے والوں کے اندر کی باتیں بھی جان لیتے ہو۔ اس لیے میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ ہم نے جن عورتوں کو داشتہ بنا کر اس پناہ گاہ میں رکھا تھا' فرہاد ان کی تصویریں دیکھ کر ان کے دماغوں میں پہنچ گیا تھا۔''

پھر وہ تفصیل سے بتانے لگا کہ میں نے کس طرح گوا گوا اور جانا نا کو ہوٹل میں قتل کیا تھا؟ ان دونوں کے بیگ کا سامان میرے پاس ہے۔ وہ ریموٹ کنٹرولر بھی ہے جس کے ذریعے میں ان کی پناہ گاہ کو تباہ کر دیتا یا ایک ننھی مشین کے ذریعے چور راستہ بنا کر اس پناہ گاہ کے اندر پہنچ جاتا اور ان تمام غیر معمولی مشینوں کا راز معلوم کر لیتا لہٰذا جوجو نے اپنے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے اس پناہ گاہ کو خود ہی تباہ کر دیا تھا۔

ایشورارا نے غصے سے کہا۔ ''تم پر اور تمہارے مرنے والے ساتھیوں پر لعنت ہے۔ ہم پوری زمین کے حکمران بننا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ہی وہ زیرِ زمین سیٹ اَپ قائم کیا گیا تھا۔ وہ پناہ گاہ ہماری بنیاد تھی۔ تم تینوں نے عورتوں کی ہوس میں اس بنیاد کو تباہ کر ڈالا ہے۔''

''اے ایشورارا...! میں شرمندہ ہوں۔ اپنی غلطیوں کی معافی چاہتا ہوں۔''

''اتنا بڑا نقصان پہنچا کر معافی کی توقع کر رہے ہو؟ تمہیں تو ایسی سزا ملے گی کہ بائو راما کے دوسرے باشندے عبرت حاصل کریں گے۔''

وہ سر جھکائے سن رہا تھا۔ ایشورارا کہہ رہا تھا۔ ''تمام غیر معمولی مشینیں دو دو کی تعداد میں تھیں۔ اب بائو راما میں ایک ایک کی تعداد میں رہ گئی ہیں۔ ان آخری مشینوں کو ہم زمین پر لا کر مزید نقصان اٹھانا نہیں چاہیں گے۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ زمین والے لوہے کا چنا ہیں۔ انہیں چباتے ہوئے دانت ٹوٹ رہے ہیں۔ ہماری رہی سہی مشینیں یہاں

لائی جائیں گی تو وہ بھی تباہ ہو جائیں گی۔ ہم ان سے محروم ہونا نہیں چاہیں گے۔''

وہ بولا۔ ''ایشورارا! تمہاری ذہانت۔ تمہاری طاقت لا محدود ہے۔ تم پھر ایسی مشینیں بنا سکتے ہو۔''

''ایسی مشینیں تو ہر حال میں تیار کرنی ہوں گی لیکن اس کے لیے ایک طویل عرصہ درکار ہوگا۔ تم نے میری مشکلات بڑھا دی ہیں۔ تمہاری سزا یہی ہے کہ تم بے یارومددگار اس زمین پر بھٹکتے رہو۔ تمہیں کہیں پناہ نہ ملے۔''

''رحم ایشورارا.....!رحم...''

''فرہاد تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ تمہارے تعاقب میں ہوگا اگر تم اس سے سبقت لے جاؤ گے' اسے مار ڈالو گے تو تمہاری غلطیاں بھی معاف کر دی جائیں گی اور تمہیں میرے خاص مصاحب کا درجہ بھی حاصل ہوگا۔''

وہ سر جھکا کر بولا۔ ''یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہوگا۔ میں اس دشمن کو ختم کرنے کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں' تمام طاقتیں سرف کر دوں گا۔ ابھی تم سے تھوڑی سی مدد چاہتا ہوں۔ مجھے صرف اتنا بتا دو کہ فرہاد ابھی کہاں ہوگا؟ میں اچانک ہی اس کی شہ رگ تک پہنچنا چاہتا ہوں۔''

''بے وقوف...!اگر مجھے معلوم ہوتا کہ فرہاد کہاں ہے تو ہمیں ٹریننگ مشین کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ میں ہانو راما میں مشین کے بغیر مطلوبہ افراد تک پہنچ جاتا ہوں لیکن میری یہ صلاحیت زمین پر اور خصوصاً روحانی علوم جاننے والوں کے خلاف کام نہیں آ رہی ہے۔ تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں' مر جاؤ... یا دشمن کو مار ڈالو... بس اب میرے پاس مدد مانگنے نہ آنا۔ تم زندہ رہے تو میں خود تمہیں انعام دینے آؤں گا۔''

ایشورارا اس کے دماغ سے چلا آیا۔ اس وقت کلاونتی کی خوابگاہ میں تھا۔ اپنی زندگی کے بڑے ہی خوبصورت لمحات گزار رہا تھا۔ ایسے میں دل و دماغ کو جھنجھوڑ دینے والی یہ خبر ملی تھی کہ زیرِ زمین پناہ گاہ کے ساتھ تمام غیر معمولی مشینیں تباہ ہو چکی ہیں۔ ایسی تباہی نے اس کی بہت سی ذمے داریوں میں اضافہ کر دیا تھا۔

اب تو کئی پہلوؤں سے اس کی مصروفیات بڑھ گئی تھیں۔ پہلی مصروفیت یہ تھی کہ اسے اپنی بیٹی ماؤرا اور بیٹے دامودر کی نگرانی کرنی پڑتی تھی۔ دوسرا ذاتی معاملہ تھا۔ وہ کلاونتی سے دور نہیں رہ سکتا تھا۔ اس کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارتا تھا۔ ایسے وقت یہ ضروری ہو گیا تھا کہ وہ سیارے پر جائے اور نئے سرے سے وہ تمام غیر معمولی مشینیں تیار کرے۔ اگر وہ دن رات لگا رہتا تو چھ ماہ میں مشینیں تیار ہو جاتیں مگر دوسری مصروفیات کے پیشِ نظر کئی برس لگ سکتے تھے۔

پھر سب سے اہم کام یہ تھا کہ روحانیت کے خلاف محاذ آرائی کو مستحکم اور تیز تر کرنا تھا۔ جس جوگی مہاراج کو اس نے قتل کیا تھا۔ اس جوگی نے اسے دوسرے عظیم روحانی عالم اور مہاآتما شکتی جاننے والوں کے نام بتائے تھے۔ وہ ان کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کو کمزور بنا سکتا تھا لہٰذا رشی جوگیوں' راہبوں اور کاہنوں کے پاس جانا لازمی تھا۔ مسلمانوں کے خلاف انہیں اپنا ہم خیال اور دوست بنانے کے لیے ارضی دنیا میں اچھا خاصا وقت گزارنا ضروری ہو گیا تھا۔

اس نے سر گھما کر کلاونتی کو دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ جوجو نے بتایا تھا کہ میں ان تین بہنوں میں سے کسی کی تصویر دیکھ کر ان کے دماغوں میں پہنچ گیا تھا۔ اگر جوجو اور اس کے ساتھی ان بہنوں کے دماغوں کو لاک کر دیتے تو جان سے بھی نہ جاتے اور مشینیں بھی تباہ نہ ہوتیں۔ ایشورارا نے یہ غلطی نہیں کی تھی۔ پہلے ہی دن کلاونتی کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ اب بھی وہ ہر دوسرے تیسرے دن اس پر عمل کرتا رہتا تھا۔ تاکہ میں بھی اس کے اندر آ کر یہ معلوم نہ کر سکوں کہ کلاونتی کو کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی داشتہ بنا رکھا ہے۔

بہت بڑی تباہی سے دوچار ہونے کے بعد اب وہ اہم معاملات میں مصروف رہنا چاہتا تھا۔ وہاں سے جانا ضروری ہو گیا تھا۔ اس نے جانے سے پہلے پھر ایک بار کلاونتی پر عمل کیا۔ اس کے دماغ کو لاک کرنے کے بعد اطمینان ہوا تو وہ وہاں سے اپنی ایک خفیہ پناہ گاہ کی طرف چلا گیا۔

ثانارات کو تین بجے گووا پہنچ گئی۔ ایک لگژری ہوٹل میں کمرا حاصل کر کے وہاں آرام سے بیٹھ گئی پھر نمو کے اندر پہنچ کر دیکھا، وہ بدستور گہری نیند میں تھی۔ ثانا یہ سوچ کر آئی تھی کہ نمو کے ذریعے جوجو کو زخمی کرے گی پھر اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنا اسیر بنا لے گی۔ مجھے خوشخبری سنائے گی کہ اس نے میرے بدترین دشمن کو ٹریپ کر لیا ہے۔

نمو کی خوابیدہ سوچ نے بتایا کہ اس کے پرس میں ایک چھوٹا سا چاقو رکھا ہوا ہے' وہ اس کے ذریعے جوجو کو زخمی کر سکتی ہے۔ وہ نمو کے دماغ میں تھی۔ ایسے ہی وقت اس نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔ نیند سے بیدار ہو کر سر گھما کر دیکھا تو اس کے بیڈ پر جوجو نہیں تھا۔

ثانا نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''یہ کہاں ہے؟ شاید دوسرے کمرے میں یا باہر برآمدے میں ہوگا؟''

نمو بیڈ سے اُتر کر اسے ڈھونڈنے لگی۔ وہ کسی کمرے یا

برآمدے میں نہیں تھا۔ اس نے واپس اپنی خوابگاہ میں آ کر دیکھا تو اس کا سنہری بیگ بھی وہاں نہیں تھا۔ تب یہ سمجھ میں آیا کہ وہ اچانک ہی اسے چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے۔ نمو نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ''ہیلو...! تم کہاں ہو؟''

اس نے پوچھا۔ ''تم گہری نیند میں تھیں۔ کیسے بیدار ہو گئیں؟''

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ میں نے پورا بنگلا دیکھ لیا ہے۔ تم یہاں نہیں ہو۔ سچ بتاؤ' مجھے چھوڑ کر کس ملکوہی کے پاس چلے گئے ہو؟''

''میں کسی دوسری کے پاس نہیں ہوں۔ ایک ضروری کام سے کہیں جا رہا ہوں۔ تم کل صبح ممبئی چلی جاؤ۔ مجھے اپنے معاملات سے فرصت ملے گی تو میں تمہیں اپنے پاس بلا لوں گا۔''

''مجھے کیوں بلاؤ گے؟ میرے کوٹھے پر کیوں نہیں آؤ گے؟''

وہ بولا۔ ''تم میرے معاملات کو نہیں سمجھتی ہو۔ ایک دشمن میری جان کا عذاب بنا ہوا ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ اس نے تمہارے کوٹھے کو تاڑ لیا ہے لہٰذا میں کسی دوسری جگہ تم سے ملاقات کروں گا۔ فی الحال لمبی باتیں نہیں کر سکوں گا۔ فون بند کر رہا ہوں۔ شبھ راتری...''

اس نے فون بند کر دیا۔ ثانا سوچ میں پڑ گئی کہ اس کم بخت کو اپنا یک کیسے شبہ ہو گیا؟ آسانی سے ہاتھ آنے والا شکار خلافِ توقع کہیں دور چلا گیا تھا۔ وہ تقریباً پونے چھ سو کلو میٹر کی لانگ ڈرائیو کے بعد وہاں پہنچی تھی اور خالی ہاتھ رہ گئی تھی۔

وہ تھکے ہوئے انداز میں بیڈ پر آ کر گر پڑی۔ اتنی بھاگ دوڑ کے بعد آرام کرنا لازمی تھا۔ وہ دماغ کو ہدایت دے کر سو گئی۔ دوسری صبح نو بجے تک گہری نیند کے مزے لیتی رہی پھر آنکھ کھل گئی۔ ایسے وقت فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے نمبر پڑھے۔ برین ماسٹر کال کر رہا تھا۔ اب سے پہلے ثانا نے گونگی بن کر اسے اور کئی اکابرین کو فون پر خاموش کال کی تھی۔ بعد میں ایس ایم ایس کے ذریعے ان سے تحریری گفتگو کرتی رہی تھی۔

اس نے فون کا بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے برین ماسٹر نے کہا۔ ''یہ جانتا ہوں کہ تم گونگے بن کر رہو گے۔ کوئی بات نہیں... تم نے ایس ایم ایس کے ذریعے بڑی اہم معلومات فراہم کی تھیں۔ ہم نے اور دیگر اکابرین نے تصدیق کی ہے۔ واقعی انڈیا کے ایک علاقے میں جوجو کے دونوں ساتھی مارے گئے ہیں۔ تم کمال کے انفارمر ہو۔ تمہاری انفارمیشن کے مطابق جوجو ابھی زندہ ہے۔ کیا بتا سکتے ہو' وہ اس وقت کہاں ہے؟ کیا انڈیا میں ہی کہیں ہے؟ بے شک، گونگے بن کر رہو۔ میسج کے ذریعے جواب دے دو۔''

وہ بولی۔ ''اب میں گونگی نہیں رہی۔''

اس کی آواز سنتے ہی وہ خوش ہو کر بولا۔ ''میں سمجھ رہا تھا' کوئی مرد انفارمر ہے۔ تم تو عورت ہو۔ شکریہ کہ تم بولنے لگی ہو۔''

''اس لیے بول رہی ہوں کہ فی الحال سیارے والوں سے خطرہ نہیں ہے۔ وہ ہم میں سے کسی کو ٹریننگ مشین کے ذریعے تلاش نہیں کر سکیں گے۔''

''کیوں تلاش نہیں کر سکیں گے؟ کیا وہ لوگ کسی پرابلم میں ہیں؟''

''بہت بڑی پرابلم سے دوچار ہو رہے ہیں۔ ان کی زیرِ زمین پناہ گاہ اور ٹریننگ مشین جیسی دوسری تمام غیر معمولی مشینیں بھی تباہ ہو گئی ہیں۔''

وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔ ''کیا واقعی...؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ ان پر اتنی بڑی تباہی کیسے آ گئی؟''

''ایک ہی جیالا ہے جو ایسے کارنامے انجام دیتا ہے۔''

''اوہ گاڈ...! یقیناً فرہاد نے ان سیارے والوں کے ہوش اُڑائے ہیں۔''

''پھر بھی اس کا احسان نہیں مانو گے۔ اس نے تم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ جب تک جوجو مصیبت میں مبتلا ہے' تب تک اپنی بیوی اور بیٹے پر عمل کر کے ان کی شخصیت اور لب و لہجے تبدیل کر دو تاکہ جوجو آئندہ ان کے ذریعے تمہیں کمزور نہ بنا سکے۔''

''تمہارا بہت بہت شکریہ... تم نے میری بہتری کے لیے معلومات فراہم کیں۔ میری بیوی اور بیٹے کو بھی تحفظ دینے کا مشورہ دے رہی ہو۔ تم کون ہو؟ پلیز، خود کو مجھ سے نہ چھپاؤ۔''

وہ بولی۔ ''میرا ایک مشورہ اور ہے' وہ یہ کہ نہ مجھے ظاہر ہونے کو کہو' نہ خود کو ظاہر کرو۔ ہو سکے تو اپنی شخصیت اور لب و لہجہ بھی بدل ڈالو۔ آج ان دشمنوں کے پاس ٹریننگ مشین نہیں ہے۔ جلد ہی وہ دوسری لا سکتے ہیں۔ اس سے پہلے خود کو اور اپنی فیملی کو روپوش رکھنے کے انتظامات کر لو۔''

''میں یہی کروں گا۔ کیا تمہیں جوجو کا فون نمبر معلوم ہے؟''

ثانا نے اسے نمبر بتائے۔ وہ بولا۔ ''یہ نمبر میرے اور

دوسرے تمام اکابرین کے پاس ہے لیکن اس سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس کا فون گم ہو چکا ہے یا وہ اسے آف رکھتا ہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ فوراً نمبر پنچ کرو۔ رابطہ ہو جائے گا... اوکے سوفار...''

ثنا نے پچھلی رات کو نمود اور جوجو کی ٹیلی فونک باتیں سنی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ جوجو اپنا فون آن رکھنے لگا ہے۔ برین ماسٹر نے رابطہ ہونے پر کہا۔ ''ہیلو مسٹر جوجو...! کہاں گم ہو؟ کیا فون کے ذریعے ہم سے رابطہ کرنا بھول گئے ہو؟''

وہ بولا۔ ''میں ابھی بہت مصروف ہوں پھر کسی وقت بات کروں گا۔''

برین ماسٹر نے پوچھا۔ ''پھر کسی وقت کیسے باتیں کرو گے؟ کیا فرہاد آئندہ کسی لمحے میں تمہیں سانس لینے کی اجازت دے گا؟''

وہ غصے سے بولا۔ ''وہ کوئی موت کا فرشتہ نہیں ہے۔ بہت جلد ساری دنیا سنے گی کہ وہ میرے ہاتھوں مارا گیا ہے۔''

''اگر خوش فہمی سے نکل آنا چاہو گے تو میں تمہاری جان بچا سکتا ہوں۔''

اس نے پوچھا۔ ''تم میرے لیے کیا کر سکو گے؟''

''بہت کچھ... یہ سب ہی جانتے ہیں کہ میری طرح روپوش رہنا کوئی نہیں جانتا۔ فرہاد بھی آج تک میری کسی خفیہ پناہ گاہ تک نہیں پہنچ سکا ہے۔ ذرا سوچو! میں تمہیں جہاں چھپاؤں گا' وہ کبھی وہاں پہنچ نہیں پائے گا۔''

اس نے جلدی سے پوچھا۔ ''تم مجھے کہاں چھپاؤ گے؟''

''فی الحال نہیں بتا سکتا۔ جب چھپنے آؤ گے تو تمہیں وہاں لے جاؤں گا۔''

''کیا مجھے اُلو سمجھتے ہو؟ میں تمہارے پاس آؤں تو تم مجھے مار ڈالو یا زخمی کر کے مجھے اپنا غلام بنا لو؟ یعنی فرہاد کے آسمان سے گر کر تمہارے کھجور میں اٹک جاؤں؟''

''اپنی سلامتی کے لیے کسی پر تو بھروسا کرنا ہی پڑے گا۔''

''میں اپنی سلامتی کے لیے تم جیسوں پر بھروسا نہیں کروں گا۔''

''جوجو...! حالات کو سمجھو۔ میں تمہارے دباؤ میں ہوں۔ تم اپنی بد حالی کے باوجود میری بیوی اور بیٹے کے دماغوں میں جا کر انہیں نقصان پہنچا سکتے ہو۔ کیا میں ایسی صورت میں تمہیں نقصان پہنچانے کی جرأت کر سکوں گا؟''

''ہاں، ایسے ہی وقت میں پناہ لینے تمہارے پاس آؤں گا تو تم ایک لمحہ بھی ضایع کیے بغیر مجھے گولی مار دو گے پھر تمہاری بیوی اور بیٹے کو ہمیشہ کے لیے مجھ سے نجات مل جائے گی۔ ایسی احمقانہ باتوں سے مجھے شریپ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ جاؤ۔ دفع ہو جاؤ۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ برین ماسٹر مایوس ہو گیا۔ وہ اس کے دام میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے یہ طے کیا کہ پہلے اپنا اور بیوی بیٹے کا لب ولہجہ اور شخصیت تبدیل کرے گا پھر جوجو کی تلاش میں انڈیا جائے گا۔

اس نے سب سے پہلے بیوی اور بیٹے کے دماغوں کو مختصر سے تنویمی عمل کے ذریعے لاک کر دیا تاکہ جوجو ان کے اندر نہ پہنچ سکے۔ یوں عارضی طور پر اطمینان حاصل ہو گیا۔ فی الوقت جوجو اس کی کسی کمزوری سے نہیں کھیل سکتا تھا۔

ثنا نے اس سے رابطہ ختم کر کے نمو کی خبر لی تھی۔ پتا چلا' اس نے ممبئی جانے والی ایک ڈومیسٹک فلائٹ میں سیٹ او کے کرائی ہے۔ وہ واپس جا رہی تھی۔ فی الوقت ثنا کے کسی کام کی نہیں رہی تھی۔ جوجو اس سے کنترا کر نکل گیا تھا۔ جب تک اس کے اندیشے دور نہ ہوتے' وہ نمو کے قریب آنے والا نہیں تھا۔ ثنا ایک بار پھر تاریکی میں پہنچ گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس فرار ہونے والے کے تعاقب میں کہاں جانا چاہیے؟

وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ہوٹل کے ریسٹورنٹ میں آ گئی۔ ناشتا کرنے کے دوران ایک میگزین کی ورق گردانی کرنے لگی۔ ایسے ہی وقت ایک صفحے پر رُک گئی۔ وہاں ہوم منسٹر اور کلاوتی کی تصویروں کے ساتھ ان دونوں کے متعلق ایک مضمون بھی شایع کیا گیا تھا۔ مضمون کا عنوان تھا ''جادو یا ٹیلی پیتھی...؟''

وہ پڑھنے لگی۔ مضمون نگار نے لکھا تھا۔ ''پورا ہندوستان جانتا ہے' کلاوتی ایک حسین وجمیل ٹاپ کی ماڈل ہے۔ اس کے بے شمار دیوانے ہیں مگر وہ کسی کو گھاس نہیں ڈالتی۔ اس کے بارے میں کبھی کوئی اسکینڈل شایع نہیں ہوا ہے۔ اس کا غرور اور حسن وشباب بڑے بڑوں کے لیے چیلنج بنا ہوا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ہمارے ہوم منسٹر بھی اس کے دیوانے ہیں بلکہ ایسے پروانے ہیں کہ اس حسینہ کی آگ میں جلنے کے لیے اس کے گھر پہنچ گئے تھے پھر وہاں سے گولی کا زخم کھا کر واپس آئے تھے۔

ہوم منسٹر کا بیان ہے کہ انہیں کلاوتی پر شبہ ہے۔ اس نے ایک پاکستانی جاسوس کو اپنا سیکریٹری بنا کر پناہ دی ہے۔ اس

مسلمان جاسوس کے خلاف ٹھوس دستاویزات اور اہم تصاویر بھی موجود ہیں۔ اس بنیاد پر ہوم منسٹر آرمی افسران کے ساتھ اسے گرفتار کرنے گئے تو وہ حسین بلا ان پر جادو کرنے لگی۔

ایک آرمی افسر نے اس کے جادو کے زیر اثر آ کر ہوم منسٹر کی ٹانگ پر گولی مار دی۔ وہ کلاوتی کے خلاف کچھ کہنا چاہتے تھے تو ان کی زبانیں دانتوں تلے آ کر کچلی جاتی تھیں۔ دونوں آرمی افسران کا بیان ہے کہ وہ جادو نہیں ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ ان کے دماغوں میں آ کر ان کی کھوپڑی گھما رہی تھی۔ وہ خوفزدہ ہو کر وہاں سے چلے آئے تھے۔

برسر اقتدار پارٹی نے ہوم منسٹر سے کہا تھا کہ وہ کلاوتی اور پاکستانی جاسوس کے خلاف تمام دستاویزات عدالت میں پیش کریں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ ان کا بیان ہے کہ وہ تمام اہم ڈوکومینٹس ان کے مقفل سیف سے چرا لی گئی ہیں یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے سیف میں جھاڑو پھیر دی گئی ہے۔

عدالت اور برسر اقتدار پارٹی ٹیلی پیتھی کے حوالے کو تسلیم نہیں کر رہی ہے۔''

اس پر الزام لگایا جا رہا تھا کہ وہ معزز ہوم منسٹر ہو کر ایک ماڈل گرل کی کوٹھی میں جبراً گھس گیا تھا۔ اس حسینہ پر جھوٹے الزامات لگا رہا تھا۔ چونکہ وہ اپنی برسر اقتدار پارٹی کی بدنامی کا باعث بن گیا تھا لہٰذا اسے منسٹر کے اعلیٰ عہدے سے استعفیٰ دینا پڑا۔

ثنا نے سوچا۔ ''اصل کہانی کچھ اور ہے۔ صحیح حقیقت ہوم منسٹر اور کلاوتی کے ذریعے ہی معلوم ہو سکے گی۔''

وہ معلومات حاصل کرنے کے لیے بے چین ہو گئی۔ میگزین میں ہوم منسٹر اور کلاوتی کی تصویروں کو دیکھنے لگی پھر کلاوتی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن وہاں پہنچتے ہی اس نے سانس روک لی۔ شاد مانی طور پر حاضر ہو گئی۔ میگزین کی تصویر میں وہ ماڈل گرل ایک بھرپور صحت مند عورت دکھائی دے رہی تھی۔ ثنا نے سوچا۔ ''اسے یوگا میں مہارت ہو گی یا پھر کسی عامل نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔''

یہ سوچا نہیں جا سکتا تھا کہ ماڈلنگ کرنے والی ٹیلی پیتھی جانتی ہو گی۔ وہ ہوم منسٹر کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی اُس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات ثنا کو وہ ساری باتیں بتانے لگے' جن کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔ وہ تمام باتیں سن کر یقین ہو گیا کہ کلاوتی کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔

ہوم منسٹر نے ثنا کی مرضی کے مطابق کلاوتی کے گھر کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر ایک نوکرانی نے کہا۔ ''مالکن ریکارڈنگ کے لیے گئی ہیں۔ شام تک آئیں گی۔''

ثنا اس ملازمہ کے اندر پہنچ گئی۔ وہ وہاں کی باورچن تھی۔ ریسیور رکھنے کے بعد کچن میں آ کر رات کا کھانا تیار کر رہی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ ''مالکن جب بھی شوٹنگ اور ریکارڈنگ سے تھک کر آتی ہیں تو فروٹ جوس ضرور پیتی ہیں۔ وہ جوس ہمیشہ فریج میں تیار رکھا رہتا ہے۔''

کلاوتی ذہنی پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے کبھی کبھی نشے کی ایک دوا استعمال کرتی تھی۔ ثنا نے ملازمہ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے غائب دماغ ہو کر فروٹ جوس میں وہ دوا ملا دی پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر کچن کا کام کرنے لگی۔ ثنا کو کلاوتی کے تمام فون نمبرز اور کوٹھی کا پتا معلوم تھا۔ وہ گودا سے پھر ممبئی واپس جانے لگی۔

ایشورا را جیسا سب سے بڑا مہرہ اس کے ہاتھ لگ سکتا تھا۔ اس کے سامنے جو جو کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر ممبئی آ گا ہی لینے آئی جہاں اسے انتہائی عروج ملنے والا تھا۔ یہ مقدر کی بات ہوتی ہے۔ کبھی پتھر ملتے ہیں' کبھی ہیرا مل جاتا ہے۔

وہ آرام سے ڈرائیو کرتی ہوئی ممبئی پہنچ گئی۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ اس نے ایک ہوٹل میں کمرا لیا پھر وہاں بیٹھ کر کلاوتی کے اندر پہنچ گئی۔ وہ جوس پینے کے بعد کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ کیونکہ ملازمہ نے نشے کی وہ دوا مقررہ خوراک سے کچھ زیادہ ہی ملا دی تھی۔ کلاوتی نے اپنے ایک خاص ڈاکٹر کو بلا لیا تھا۔ اس وقت وہ اسے انجکشن لگاتے ہوئے تسلی دے رہا تھا۔ ''آپ پریشان نہ ہوں۔ اس انجکشن سے جلد ہی کمزوری دور ہو جائے گی۔ آپ پہلے کی طرح توانائی محسوس کریں گی۔''

ثنا اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ یہ معلوم کر کے حیران ہو رہی تھی کہ کوئی پُراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والا اس پر حاوی ہو چکا ہے۔ یہ تفصیل معلوم ہو رہی تھی کہ اس شخص نے کس طرح کلاوتی کو ٹریپ کیا تھا؟ وہ اپنے مزاج کے خلاف اس کے زیر اثر آ کر اس کی داشتہ بن گئی تھی۔

شاد دماغ پر زور ڈال کر سوچنے لگی۔ ''ہماری ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایسا کون ہے جو پُراسرار بن کر کلاوتی کے بیڈروم میں پہنچ جاتا ہے؟ رات کو آتا ہے اور صبح ہونے سے پہلے چلا جاتا ہے۔''

وہ ثنا کی مرضی کے مطابق اس کا حلیہ بتانے لگی۔ ''اس آنے والے کا نام ایشور لال ہے۔ اس کا چہرہ کچھ عجیب سا

ہے۔ناک اور ہونٹوں کا درمیانی فاصلہ کچھ زیادہ ہے۔''

یہ خیال پڑھتے ہی وہ چونک گئی۔ اس نے سوال پیدا کیا۔ ''کیا اس کی داڑھی مونچھیں ہیں؟''

کلاونتی کی سوچ نے جواب دیا۔ ''میں نے ہمیشہ اسے کلین شیوڈ دیکھا ہے۔ چہرے کی چکناہٹ سے اندازہ ہوتا ہے' اس کی داڑھی مونچھیں نہیں اُگتی ہوں گی۔''

یہ تصدیق ہوگئی کہ وہ باٹو راما سیارے کا باشندہ ہے۔ ثنا اب تک یہی سمجھ رہی تھی کہ گواگوا اور جانانا کی ہلاکت کے بعد صرف جوجو اس زمین پر رہ گیا ہے۔ کلاونتی کے خیالات اور حالات بتا رہے تھے کہ کوئی اور ابھی ارضی دنیا میں ہے۔ وہ بڑی کامیابی سے یہاں روپوش رہتا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے ایس ایم ایس کے ذریعے مجھ سے پوچھا۔ ''کیا جوجو کے علاوہ باٹو راما کے دوسرے باشندے بھی ہماری دنیا میں روپوش رہتے ہیں؟''

میں نے جواباً لکھا۔ ''ہوسکتا ہے' سیارے کے دوسرے لوگ بھی یہاں کئی خفیہ پناہ گاہیں بنا کر رہتے ہوں؟ لیکن ان کے پاس غیر معمولی مشینیں نہیں ہیں۔ اگر ہوتیں تو وہ ہمارے خلاف کچھ نہ کچھ کرتے رہتے۔ کیا تمہیں شبہ ہے کہ جوجو کے علاوہ سیارے کا کوئی اور باشندہ بھی اس شہر میں موجود ہے؟''

وہ مجھے کلاونتی اور اس کے پُراسرار عامل کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگی۔ میں نے وہ تمام حالات اور واقعات سننے کے بعد کہا۔ ''یقیناً وہ پُراسرار عامل باٹو راما سیارے سے آیا ہے۔ ہم اب تک اس سے بے خبر تھے۔ فی الوقت وہ اس بات سے بے خبر ہے کہ تم اس کے قریب پہنچنے والی ہو۔ تمہیں اس کی غفلت سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔''

''پلیز، کوئی مشورہ دو۔ میں کیا کرسکتی ہوں؟''

میں نے لکھا۔ ''اس سیارے کے باشندوں کی سب سے بڑی کمزوری ہم جانتے ہیں۔ وہ عورتوں کے معاملے میں بہت زیادہ ہوس پرست ہیں۔ اس پُراسرار شخص کو کسی دوسری حسین عورت کے ذریعے ٹریپ کرنے کی کوشش کرو اور مجھے کلاونتی کے تمام فون نمبرز بتاؤ۔''

اس نے ایس ایم ایس کے ذریعے تمام فون نمبرز لکھ بھیجے پھر رابطہ ختم کرکے کلاونتی کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنے لگی کہ ماڈلنگ کی دنیا میں اس کی ٹکر کی حسینہ کون ہے؟

کوئی عورت اپنے مقابلے میں کسی دوسری عورت کو حسین نہیں مانتی۔ کلاونتی بھی خود کو سب سے برتر اور نمبر ون ماڈل کہتی تھی مگر اندر ہی اندر ایک حسین اور پُرکشش ماڈل دلربا سے جلتی کڑھتی رہتی تھی۔ ماڈلنگ کی دنیا میں دلربا رفتہ رفتہ کلاونتی کو پیچھے چھوڑتی جارہی تھی۔

ثنا نے اس ماڈل گرل کے فون نمبرز معلوم کیے پھر اس کے موبائل فون پر رابطہ کیا تو اس کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو...کون...؟''

وہ فون بند کرکے اس کے اندر پہنچ گئی۔ دلربا کے خیالات نے بتایا کہ وہ ایک ارب پتی سیٹھ کی داشتہ ہے۔ مہینے میں صرف ایک رات اس کے ساتھ گزارتی ہے اور ماہانہ ایک کروڑ روپے لیتی ہے۔ دوسرے بڑے بڑے سرمایہ داروں کی طرف سے بھی بڑی بڑی آفرز آتی رہتی ہیں لیکن وہ اپنے بدن کے حسن پر داغ دھبے نہیں چاہتی۔ اپنے حسین سراپا کو بہت سنبھال کر رکھتی ہے اور دنیا والوں کی نظروں میں اَن ٹچڈ بنی رہتی ہے۔

ثنا کو یقین ہوگیا کہ وہ پُراسرار شخص دلربا کو دیکھے گا تو ضرور للچائے گا۔ اسے بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کرنا چاہے گا۔ ثنا نے اسی رات دلربا پر تنویمی عمل کیا' اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی۔ ''کبھی کوئی تم پر تنویمی عمل کرے گا تو تم اس کی معمولہ اور تابع دار بن جاؤ گی لیکن تمہارا دماغ میرے لب و لہجے کو سنتے ہی مقفل نہیں رہے گا۔ ان لمحات میں تم میری تابع دار بن کر میرے احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی۔''

یہ اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کرنے کے بعد اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ ادھر کلاونتی کی سوچ نے بتایا تھا کہ وہ عامل ایشورلال کچھ دنوں کے لیے کہیں گیا ہوا ہے۔ اس سے کہہ گیا ہے کہ جلد ہی لوٹ کر آئے گا۔ ثنا نے اسے ٹریپ کرنے کی تمام تیاریاں کرلی تھیں۔ بس اس کی واپسی کا انتظار تھا۔

☆☆☆

ایشورارا شہر روم پہنچا ہوا تھا۔ ہندوستان کے ایک جوگی مہاراج نے اسے مختلف مذاہب کے عالموں' راہبوں اور کاہنوں کے نام اور پتے بتائے تھے۔ ان کے بارے میں کہا تھا کہ وہ تمام بزرگ عالم و عامل اپنے اپنے دھرم کے مطابق روحانیت کے حامل ہیں۔ جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ اسی طرح ایشورارا نے طے کرلیا تھا کہ وہ تمام عامل حضرات اس سے تعاون کرنے کے لیے راضی ہوجائیں گے تو وہ سب اپنی آتما شکتی سے بابا صاحب کے ادارے کو خاک میں ملادیں گے۔

باٹو راما کے باشندے بڑی عقیدت مندی سے مانتے تھے کہ ایشورارا خدائی قوتوں کا مالک ہے۔ خود اسے بھی گمان

تھا اور یہ یقین تھا کہ ارضی دنیا کے آتما شکتی رکھنے والوں کے تعاون سے وہ روحانیت کا خاتمہ کرسکے گا۔ اس نے روم پہنچ کر ثنا نمبر کے علاقے میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے قیام کیا تھا۔ وہاں اس نے کتنے ہی لوگوں سے دریافت کیا کہ کس چرچ میں فادر جوزف سے ملاقات ہوسکے گی؟

فادر جوزف اکثر گوشہ نشینی اختیار کرتے تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں پائے جاسکتے ہیں؟ ایک بزرگ نے کہا۔ ''سادھو' سنت اور عبادت گزار بندے عبادت گاہوں میں ہی مل سکتے ہیں۔''

اس بزرگ نے دونوں بازو پھیلا کر کہا۔ ''روم گرجا گھروں کا شہر کہلاتا ہے۔ ہر کلیسا میں جاتے رہو۔ کہیں نہ کہیں ان کے درشن ہوجائیں گے۔''

وہ سب سے پہلے سینٹ پیٹر کے کلیسا میں گیا۔ وہ دنیا کا سب سے بڑا چرچ کہلاتا ہے۔ وہاں مصور و سنگ تراش مائیکل اینجلو کے ایسے ایسے شاہکار مجسمے اور ایسی بے مثال مصوری کے نمونے ہیں کہ وہ پورے چرچ کے اندر اور باہر گھوم گھوم کر بڑی دلچسپی سے دیکھتا رہا۔ فادر جوزف کے متعلق پوچھتا رہا۔ ایک راہب نے کہا۔ ''ہمارے وہ عظیم فادر کل تک یہیں تھے پھر چرچ میریا کی طرف گئے ہیں۔ وہاں جاؤ۔ ملاقات ہوجائے گی۔''

مائیکل اینجلو کو دنیا کا سب سے بڑا ماہر سنگ تراش کہا جاتا ہے۔ اس نے موسیٰؑ کا ایک مجسمہ بنایا تھا۔ پتا نہیں وہ حضرت موسیٰؑ کا مجسمہ ہے یا کسی یہودی پیشوا کا...؟ وہاں صرف موسیٰؑ کا مجسمہ کہا جاتا ہے۔ یہ روایت ہے کہ مائیکل اینجلو نے اسے تراش کر کاریگری اور ہنرمندی کی انتہا کردی ہے۔ اسے دیکھتے ہی یوں لگتا ہے' جیسے سچ مچ جیتا جاگتا ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور اب تب میں بول پڑے گا۔

مائیکل اینجلو مجسمے کے ایک گھٹنے کو چھینی اور ہتھوڑے سے تراش رہا تھا۔ ایسے وقت اس نے مغرور ہوکر خدائی دعویٰ کیا اور ہتھوڑی کی ایک ضرب لگاتے ہوئے اس مجسمے کو حکم دیا۔ ''اب تُو بول پڑے گا۔ میں نے تجھ میں مکمل ہنرمندی کی روح پھونک دی ہے۔ بول مجسمے بول...''

اسی لمحے میں ہتھوڑی کی ضرب ذرا بہک گئی اور مجسمے کے گھٹنے میں نقص پیدا ہوگیا۔ مائیکل اینجلو نے اپنی تمام فنکارانہ صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے اس نقص کو دور کرنا چاہا لیکن ہر ممکن کوشش کرنے کے باوجود جو خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ دور نہ ہوسکی۔ ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی اس مجسمے کے گھٹنے میں آج بھی وہ عیب موجود ہے۔

انسانی تاریخ میں کتنے ہی خدائی دعویٰ کرنے والوں کو شرمندگی اُٹھانی پڑی۔ کتنے ہی دعویدار عبرتناک انجام کو پہنچے مگر آج بھی خدا بن کر حکومت کرنے والے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔ انسان بڑا ضدی ہے۔ خدا بننے کی ضد کرتا رہتا ہے اور ہر دور میں اپنا ایک عبرتناک انجام چھوڑ جاتا ہے۔

ایشورارا فادر جوزف کی تلاش میں بھٹک رہا تھا۔ وہ چرچ میریا میں پہنچا تو وہاں بھی مایوسی ہوئی۔ اس نے ایک نوجوان راہبہ کو دیکھ کر پوچھا۔ ''ایکسکیوزمی...کیا تم مجھے فادر جوزف تک پہنچا سکتی ہو؟''

اگرچہ اس راہبہ نے ڈھیلا ڈھالا سا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے باوجود بھرپور لگ رہی تھی۔ وہ باتیں کرتے وقت اس کی طرف کھنچا جارہا تھا۔ راہبہ نے کہا۔ ''جو لوگ دل کے سچے ہوتے ہیں اور یہاں نیک نیتی سے آتے ہیں فادر انہی کو دکھائی دیتے ہیں۔ اس کوریڈور کے آخری موڑ پر جو حجرہ ہے، وہاں ان سے ملاقات ہوسکتی ہے۔''

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ اس نے کہا ''سنو..!''

ایشورارا اس کی طرف کھنچا جارہا تھا۔ اُس نے کہا۔ ''تم بہت خوبصورت ہو۔ میں چاہتا ہوں' اس حجرے تک میرے ساتھ چلو۔''

وہ اس کے ساتھ چلنے لگی۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا آج رات میرے ساتھ کھانا پسند کرو گی؟''

''کیا تم نہیں جانتے' ہم دنیاداری کو ترک کرکے راہبانیت اختیار کرتے ہیں۔ کسی سے دوستی اور رشتہ داری نہیں رکھتے مگر دُکھی انسانیت کے کام آتے رہتے ہیں۔''

عورت کا انکار مرد کو ضدی بنا دیتا ہے۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں اسے ایک مردانہ بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ ''اے ایشورارا! تجھے اس معصوم راہبہ کے اندر نہیں' میرے حجرے میں آنا چاہیے۔''

اس نے حیرانی سے راہبہ کو دیکھا۔ اس کی آواز مردانہ نہیں تھی۔ وہ دروازہ کھولتے ہوئے سریلی آواز میں بولی۔ ''اندر آجاؤ۔''

وہ اس کے پیچھے چلتا ہوا حجرے میں داخل ہوگیا پھر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ راہبہ واپس جارہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''فادر کہاں ہیں؟''

وہ دروازے پر رُک کر بولی۔ ''وہ دکھائی دیں تو باتیں کرو ورنہ باہر آجاؤ۔''

وہ چلی گئی۔ اس نے پھر حیرانی سے گھوم گھوم کر دیکھا۔ حجرہ خالی تھا۔ اسے وہی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ ''جو دل

کے بچے ہوتے ہیں اور یہاں نیک نیتی سے آتے ہیں' میں انہیں دکھائی دیتا ہوں۔ یہ بات راہبہ تم سے کہہ چکی ہے۔''

وہ بولا۔ ''محترم فادر! میں یہاں نیک نیتی سے آیا ہوں۔''

وہی آواز سنائی دی۔ ''تم سچے نہیں ہو۔ کھلا جھوٹ بول رہے ہو۔ راہبہ پر تمہاری نیت خراب ہوگئی ہے۔ جاؤ... پہلے دل و دماغ کو تمام غلاظتوں سے پاک کرو پھر آؤ...''

وہ کچھ بولنا چاہتا تھا مگر اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اسے دروازے کی طرف دھکیل رہا ہے۔ وہ بے اختیار لڑکھڑاتا ہوا حجرے سے باہر آگیا۔ اسے شدت سے اپنی توہین کا احساس ہو رہا تھا۔ سچ مچ یہی لگ رہا تھا کہ اسے دھکا دے کر حجرے سے باہر کیا گیا ہے۔

وہ بڑبڑاتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ ''یہ میری انسلٹ ہے۔ کوئی مجھے ہاتھ لگانے کی بھی جرأت نہیں کرسکتا اور یہاں مجھے دھکے دیے گئے ہیں۔''

وہ سوچنے لگا۔ ''مگر دھکے دینے والے ہاتھ دکھائی نہیں دیئے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود نظر نہیں آئے۔ یہ زمین پر روحانیت کا پرچار کرنے والے بڑے ہی با کمال ہوتے ہیں۔ ایسے کمالات دکھاتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا ہو رہا ہے؟ اور کیسے ہو رہا ہے؟''

وہ اپنے عظیم ایشورارا کے متعلق سوچنے لگا۔ بائورامیں اس سے اوپر' اس سے برتر ایشورارا تھا۔ وہ بھی فادر جوزف کی طرح باکمال تھا۔ سامنے آکر بولتا تھا مگر دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ روحانیت کے ذریعے نہیں' ایک مشین کے ذریعے ایسا کرتا تھا۔ اس مشین کو اس طرح آپریٹ کرتا تھا کہ پلک جھپکتے ہی نادیدہ ہو جاتا تھا۔ موجود ہوتے ہوئے بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔

وہ مشین مسلسل بیس گھنٹے تک آن رہتی تھی پھر بند ہو جاتی تھی۔ اس کے بند ہوتے ہی عظیم ایشورارا نظر آنے لگتا تھا۔ دوبارہ نادیدہ ہونے کے لیے وہ مشین پھر سے آپریٹ کی جاتی تھی۔

وہ حجرے سے نکلنے کے بعد اپنی رہائش گاہ میں آگیا۔ اسے فادر جوزف پر غصہ آرہا تھا مگر وہ ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ اسے اس روحانی عامل سے دشمنی نہیں کرنی تھی۔ اسے دوست بنانے کے لیے صبر کرنا لازمی تھا۔ یہ کہاوت اچھی طرح یاد تھی کہ پانی میں رہ کر مگرمچھ سے بیر نہیں کرنا چاہیے لہٰذا وہ زمین پر رہ کر آسمتا شکتی جاننے والوں سے مخالفت مول نہیں لے سکتا تھا۔

اس سلسلے میں دشواری پیش آرہی تھی۔ اس دنیا میں اس کی ملاقات سب سے پہلے جوگی مہاراج سے ہوئی تھی۔ وہ بھی آتما شکتی رکھتے تھے لیکن انہوں نے ایسی باتیں کی تھیں' جو ایشورارا کے مزاج اور مقاصد کے خلاف تھیں لہٰذا اس نے جوگی مہاراج کو قتل کر دیا تھا۔ اب دوسرے روحانیت کے حامل فادر جوزف سے ملاقات ہوئی تھی مگر ادھوری.... کیونکہ وہ ملے تھے لیکن دکھائی نہیں دیے تھے۔ ان کا رویہ ایشورارا کو مشتعل کرتا رہا تھا۔ وہ آرام سے سوچنے لگا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ واقعی اس سے غلطی ہوئی تھی۔ اس نے راہبہ کو بری نیت سے دیکھا تھا۔ فادر سے بھی جھوٹ بول رہا تھا۔ اسی لیے اپنے اعمال کے باعث دھتکارا گیا تھا۔ اس نے یہ ارادہ کیا کہ جب تک فادر کو اپنا دوست اور مددگار نہیں بنائے گا' تب تک کسی عورت کو بری نظر سے نہیں دیکھے گا۔ کسی سے جھوٹ نہیں بولے گا۔ اسی طرح فادر کا اعتماد حاصل کر سکے گا۔

تھوڑی دیر بعد کال بیل کی آواز سنائی دی۔ اس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو آنکھیں روشن اور دل باغ باغ ہوگیا۔ نگاہوں کے سامنے ایک خوبصورت لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔ بڑی ادا سے بل کھاتے ہوئے بولی۔ ''ہائے...! میں مالک مکان کی بیٹی ہوں۔ تمہاری ضرورت پوری کرنے آئی ہوں۔''

اس نے خوش ہوکر پوچھا۔ ''میری ضرورت پوری کرنے...؟''

ایسے وقت اس کے اندر یہ سوچ پیدا ہوئی۔ ''ابھی میں نے عہد کیا ہے کہ یہاں کسی کو بری نظر سے نہیں دیکھوں گا۔''

وہ اپنی سوچ کے خلاف بولا۔ ''میں اسے پھانسنے نہیں گیا۔ یہ مجھے پھانسنے آئی ہے۔ اگر پکا ہوا پھل خود ہی درخت سے ٹوٹ کر جھولی میں آئے تو وہ اوپر والے کی دین ہوتی ہے۔''

اس کی پہلی مثبت سوچ نے کہا۔ ''اوپر والا دے رہا ہے تو اسے بہن بیٹی بھی بنایا جاسکتا ہے۔ اس طرح فادر جوزف خوش ہو جائیں گے۔''

اس کی منفی سوچ نے کہا۔ ''فادر جوزف یہاں دیکھنے نہیں آرہے ہیں اور میں ان کی کسی راہبہ پر نیت خراب نہیں کر رہا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''ہائے... کس سوچ میں پڑ گئے؟ اندر آنے کو نہیں کہو گے؟''

وہ ہڑبڑی سے ایک طرف ہٹتے ہوئے بولا۔ ''ہاں، ہاں، آؤ۔ اندر آجاؤ۔''

وہ اندر آتے ہوئے بولی۔ ''میں نے کہا نا کہ ضرورت پوری کرنے آئی ہوں... تو بولو! کیا چاہتے ہو؟ کھانے کا وقت ہے' کھانا لے آؤں؟ یہ بتاؤ' کھانے سے پہلے وائن پیو گے یا وہسکی... تمہیں کون سی شراب پسند ہے؟''

مجھے جوانی کی شراب پسند ہے۔''

وہ اس کی طرف بڑھا۔ حسینہ پیچھے ہٹ کر بولی۔ ''مجھ سے دور رہو۔ میں کسی نوجوان باڈی بلڈر کے سپنے دیکھی ہوں اور تم کچھ عمر رسیدہ ہو۔''

وہ اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ ''میرے ظاہری روپ پر نہ جاؤ۔ میں پلک جھپکتے ہی جوانوں سے بھی زیادہ جوان بن جاتا ہوں۔''

ایشورارا کو یہ کمال آتا تھا۔ وہ کسی نامعلوم عمل سے چشم زدن میں مرد سے عورت' عورت بچہ یا بوڑھا بن جاتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کوئی سا بھی روپ اختیار کر لیتا تھا۔ وہ بولی۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کوئی اچانک بوڑھے سے جوان کیسے بن سکتا ہے؟ تم خوامخواہ ڈینگیں مار رہے ہو۔''

''میں جو کہتا ہوں، کر دکھاتا ہوں۔ وعدہ کرو، میں جان باڈی بلڈر بن جاؤں گا تو تم میری آغوش میں آجاؤ گی۔''

''اگر تم ایسا کمال کر دکھاؤ گے تو میں تمہارے گلے کا ہار بن جاؤں گی۔''

اس نے دونوں ہاتھ اپنی کمر پر رکھ کر سینہ تان کر کہا۔ ''تو پھر ایک بار اپنی پلکیں جھپکاؤ اور تماشا دیکھو۔''

لڑکی نے پلکیں جھپکائیں۔ ایک ساعت کے لیے آنکھیں بند کیں پھر کھولیں تو سامنے ایک صحت مند باڈی بلڈر کھڑا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''چلو آؤ' میری گردن میں بانہیں ڈالو اور سینے سے لگ جاؤ۔''

وہ بولی۔ ''میں اپنا وعدہ پورا کروں گی' اپنے اصلی روپ میں آکر تمہارے سینے سے لگ جاؤں گی۔ تم نے تو پلک جھپکانے کو کہا تھا۔ میں تو تمہاری پلک جھپکنے سے پہلے ہی....''

اس نے بات پوری کرنے سے پہلے ہی روپ بدل لیا۔ وہ اسی بلاؤز اور اسکرٹ میں تھی مگر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی۔ سر سے پاؤں تک ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں۔ گوشت کا ایک ریشہ بھی نہیں تھا۔ گوری چمڑی جلد بھی نہیں رہی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

ڈھانچے نے اپنی استخوانی بانہیں پھیلا کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ''آؤ... مجھے آغوش میں لو اور اپنی ہوس پوری کرو۔''

وہ پیچھے ہٹ کر بولا۔ ''تم... تم بھی میری طرح روپ بدل لیتی ہو...؟''

ڈھانچے نے کہا۔ ''یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ ہماری دنیا میں میک شو کرنے والے ایسے تماشے دکھاتے رہتے ہیں۔''

پھر آواز بدل گئی۔ فادر جوزف کا لب و لہجہ سنائی دے رہا تھا۔ ''یہ تیری خوش فہمی ہے۔ تو سمجھتا ہے' بار بار روپ بدل کر اپنے دشمنوں کو دھوکا دیتا رہے گا۔ تجھے جوگی مہاراج نے کہا تھا' میں بھی کہتا ہوں' تو لاکھوں بھیس بدل کر بھی اُس موت کو دھوکا نہیں دے سکے گا' جو ایک عورت کے ہاتھوں ملنے والی ہے۔''

وہ ڈھانچہ بولتا ہوا' دروازے سے باہر جاتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ گم صم کھڑا ہوا تھا۔ اس کے دماغ کے اندر ایک بجلی کڑک رہی تھی۔ ''اے تھنڈر بولٹ فرام دی بلیو... (آسمان سے گرنے والی بجلی)''... ایسا صرف سونیا کو کہا جاتا ہے۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازے پر آیا۔ وہاں اس نے دور تک دیکھا۔ نہ وہ لڑکی دکھائی دے رہی تھی' نہ ڈھانچہ... اس نے اس خوبصورت لڑکی پر نیت خراب کرتے ہوئے سوچا تھا کہ یہاں فادر جوزف دیکھنے نہیں آرہے ہیں جبکہ وہ دیکھ رہے تھے اور اس کے سامنے آکر چلے گئے تھے۔ اس بار بھی وہ انہیں دیکھ نہیں پایا تھا۔

وہ مان گیا کہ واقعی فادر پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ ان کی نظروں سے اوجھل ہو کر' ان سے دور رہ کر بھی انہیں دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ اس نے عہد کر لیا کہ آئندہ نہ دھوکا دے گا' نہ جھوٹ بولے گا اور جب تک اس شہر میں ہے تب تک عورتوں سے دور رہے گا۔ کچھ دنوں تک عورتوں سے پرہیز کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ وہ صبر کرتا رہے گا' دل پر جبر کرتا رہے گا۔

وہ اپنے کمرے میں واپس جانا چاہتا تھا پھر رُک گیا۔ وہی حسین اور شباب سے بھرپور لڑکی اس کی طرف آرہی تھی۔ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔ ''ہیلو مسٹر ہیانگ گیسٹ...! میں مالک مکان کی بیٹی جینی ہوں۔ تمہاری ضرورت پوری کرنے آئی ہوں۔''

وہ ادب سے سر جھکا کر بولا۔ ''میں جانتا ہوں' مانتا ہوں' آپ بڑی کرامات دکھاتے ہیں۔ اب ہزار بار میرا امتحان لیں۔ میں کامیاب رہوں گا۔ یقین کر لیں' میں جھوٹ اور فریب سے توبہ کر چکا ہوں۔''

ایسے وقت مالک مکان نے آکر بیٹی سے کہا۔ ''جینی! تم یہاں ہو...؟ وہاں میں پریشان ہو رہا ہوں۔ گاڑی خراب

ہو گئی ہے۔ کسی مکینک کو بلانا ہوگا۔''

جینی نے ٹھنک کر کہا۔ ''او پاپا! مجھے ابھی نیپلز جانا ہے۔ میں لیٹ ہو جاؤں گی۔''

باپ نے کہا۔ ''ٹیکسی سے چلی جاؤ یا کسی سے لفٹ لے لو۔''

وہ چور نظروں سے ایشورارا کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''نو پاپا! میں کسی سے لفٹ لوں گی تو وہ مجھ سے لفٹ لینا شروع کر دے گا۔''

وہ ان کی باتیں سن رہا تھا اور یہ یقین ہو رہا تھا کہ واقعی وہ مالک مکان کی بیٹی ہے اور نیپلز جانے کے سلسلے میں پریشان ہو رہی ہے۔ کسی کی پریشانی دور کرنا نیکی ہے اور وہ نیکی کر کے فادر جوزف کو خوش کر سکتا ہے۔ وہ بولا۔ ''یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ میں اپنی گاڑی میں تمہیں لے جا سکتا ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''تھینک یو... مگر...''

''مگر کیا...؟''

باپ نے کہا۔ ''یہ کہ تم اجنبی کرایہ دار ہو۔ ہم نہیں جانتے کہ تمہاری نیت کیسی ہے؟''

''میں بہت نیک اور پرہیز گار بندہ ہوں۔ میں نے فادر جوزف سے وعدہ کیا ہے یہاں کسی عورت پر نیت خراب نہیں کروں گا۔''

''جب تم نے فادر جوزف سے وعدہ کیا ہے تو میں آنکھ بند کر کے اپنی جوان بیٹی کو تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دیتا ہوں۔''

وہ اس کم سن الہڑ دوشیزہ کے ساتھ اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے اپنے دل کو سمجھانے لگا۔ ''میں وعدے کے مطابق اسے حاصل کرنے کے لیے نہیں للچاؤں گا۔ دور ہی دور سے حسن و شباب کا نظارہ کرتا رہوں گا۔ میری تسلی ہوتی رہے گی اور یہ کوئی گناہ نہیں ہوگا۔''

تسلی کیا ہونی تھی؟ یہ تو بھڑکانے والی بات تھی کہ وہ اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر ٹانگیں پھیلائے بیٹھی ہوئی تھی۔ بلاؤز کا گریبان اتنا کھلا ہوا تھا کہ اس کے بعد کھولنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ ونڈ اسکرین کے پار دیکھا بھول جاتا تھا۔ بار بار سورج کے طلوع ہونے کا منظر دیکھنے لگتا تھا۔ وہ اسے ٹوکتی تھی۔ ''آگے دیکھو۔ نہیں تو ایکسیڈنٹ ہو جائے گا۔''

نظریں بھی بہک رہی تھیں۔ اسٹیرنگ بھی بہکتے رہ جاتا تھا۔ ایسی حالت میں وہ راستے سے بھٹک گیا تھا۔ شہر سے نکلتے ہی کسی دوسری سڑک پر آگیا تھا۔ اب وہ پہاڑی کے دامن سے گزرنے والے ایک راستے پر تھے۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''یہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ میں دیکھ رہی ہوں' تمہاری نیت بدلتی جا رہی ہے۔''

''تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں یہاں کے راستے نہیں جانتا۔ تمہیں گائیڈ کرنا چاہیے۔''

''جب راستہ نہیں جانتے تو مجھے اپنے ساتھ کیوں لائے ہو؟ گاڑی روکو...''

وہ گاڑی روک کر بولا۔ ''میری جان جینی!''

وہ کچھ سننے سے پہلے ہی دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر آگئی۔ سامنے ایک بڑا سا غار دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بڑے ہی کافرانہ انداز میں چلتی ہوئی اُدھر جانے لگی۔ ایشورارا نے پہلے آواز دی پھر اسے روکنے کے لیے خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا۔ ان لمحات میں اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ ''یہ تو بالکل ہی اناڑی ہے۔ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ لڑکیاں زبان سے نہ نہ کرتی ہیں۔ نخرے دکھاتی ہیں مگر دل سے چاہتی ہیں کہ کوئی ان کے پیچھے آئے۔''

اس کی سوچ ایسی جذباتی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے نہ روک سکا۔ وہ غار کے اندر جا کر تیزی سے چلتا ہوا وہاں آیا۔ غار کے اندر نیم تاریکی اور دھیمی دھیمی سی روشنی تھی۔ دور تک دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''تم کہاں ہو؟''

اس کی آواز گونجنے لگی۔ ''کہاں ہو... ہو... ہو...؟''

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ سنبھل سنبھل کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ چھپ کر اسے للچا رہی تھی۔ اپنی اداؤں سے یہ بھلا رہی تھی کہ اس نے کسی سے کیا وعدہ کیا ہے؟ وہ نیم تاریکی میں ذرا آگے بڑھا تو ٹھٹک گیا۔ پتھریلی زمین پر اس کا بلاؤز پڑا ہوا تھا۔ آگے جانے والی پیچیدہ راہداری کا اشارہ چھوڑ گئی تھی۔ اس کی تو کھوپڑی ہوا میں اڑنے لگی۔ وہ بلاؤز کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے دیوانہ وار آگے بڑھنے لگا۔ ''جینی...! جینی...! تم کہاں ہو...؟ پلیز، مجھے نہ تڑپاؤ۔ آجاؤ...''

وہ اندھا دھند آگے بڑھتے بڑھتے لڑکھڑا گیا۔ گرنے سے پہلے سنبھل گیا۔ نیچے زمین پر اس کا اسکرٹ پڑا ہوا تھا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ چیخ چیخ کر آوازیں دینے لگا۔ دوڑنے کے انداز میں ادھر سے ادھر جانے لگا۔ اس غار میں سُرنگ کی طرح کئی راستے کئی سمتوں میں گئے تھے۔

وہ اس کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ معلوم کر رہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ مگر اس غار کی بھول بھلیوں میں وہ خود نہیں جانتی

تھی کہ کہاں پہنچی ہوئی ہے؟ لہٰذا خیال خوانی کے ذریعے بھی رہنمائی نہیں مل رہی تھی۔ ایشورارا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ایک جگہ روک دیا۔

ایسی جذباتی بھاگ دوڑ نے اسے تھکا مارا تھا۔ وہ ایسے ہانپ رہا تھا' جیسے صدیوں سے اس کے پیچھے دوڑتا آرہا ہو۔ وہ ایک جگہ رک کر یہ طے کرنے لگا کہ کس سُرنگ میں جانا چاہیے۔ اس کی آواز سنائی دی۔ ''میں یہاں ہوں... مگر سمجھ میں نہیں آتا، کن راستوں سے گزر کر یہاں تک آئی ہوں؟''

وہ گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھنے لگا کیونکہ آواز چاروں سمتوں میں گونج رہی تھی۔ وہ ایک سُرنگ میں داخل ہوکر جھکتا ہوا آگے بڑھا۔ آگے جا کر وہ سُرنگ ختم ہوگئی۔ وہ غار کے ایک کشادہ حصے میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں تاریکی کچھ زیادہ تھی۔ صرف ایک شگاف سے روشنی اندر آرہی تھی۔

ایک جانب ایک اُونچے سے پتھر پر وہ بیٹھی ہوئی تھی۔ واضح نہیں تھی۔ سایہ سایہ سی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے' ہانپتے ہوئے بولا۔ ''تم نے تو مجھے دوڑا دوڑا کر ہلکان کر دیا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ محنت کے بعد چارہ ملے تو اس کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔''

وہ بہت بھر گیا تھا۔ چھلکتا ہوا جام ہوگیا تھا۔ بڑی مستی میں آگے بڑھ رہا تھا پھر ایک دم سے ٹھٹھک گیا۔ اس اونچے سے پتھر پر ہڈیوں کا ڈھانچہ بیٹھا ہوا تھا۔

وہ جیسے چکرا کر رہ گیا۔ فادر جوزف کی آواز سنائی دی۔ ''ڈھانچے کسی لباس کے محتاج نہیں ہوتے۔ یہ پہچانے بھی نہیں جاتے کہ عورت ہیں یا مرد...؟ یہ میں ہوں یا جینی...؟''

وہ جینی کا لباس ایک طرف پھینکتے ہوئے بولا۔ ''وہ... میں اس کا یہ لباس دینے کے لیے ہی اسے ڈھونڈ رہا تھا۔''

''پھر جھوٹ بول رہے ہو۔ جسے اتارنا چاہتے تھے' وہ خود ہی اتر گیا۔ لباس کی طرح کھال اور گوشت بھی اتر جائے تو یہ ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ پتا نہیں کیوں' انسان اپنی اوقات بھول جاتا ہے؟''

''فادر...! آپ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ میں بھی آپ کی طرح سادھو سنت اور فرشتہ بن جاؤں؟''

''میرے پاس آئے ہو تو ایسا چاہتا ہوں۔ نہیں آؤ گے تو تم سے کچھ نہیں چاہوں گا۔ پہلے کی طرح مجھ سے دور رہو گے تو میں تم سے کوئی واسطہ نہیں رکھوں گا۔''

''یہی تو مشکل ہے۔ مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ اسی لیے آیا ہوں۔''

''آئے ہو تو یہ سمجھو کہ صرف آواز کیوں سن رہے ہو؟ مجھ سے سامنا کیوں نہیں ہو رہا ہے؟''

''پلیز، مجھے سمجھا دیں۔''

''تم روحانیت کے خلاف محاذ آرائی کے لیے آئے ہو۔ مجھ سے تعاون چاہتے ہو۔ کیا یہ سمجھ رہے ہو کہ میں اپنے ہی خلاف تم سے تعاون کروں گا؟''

''میں آپ کے نہیں، مسلمانوں کے خلاف مدد چاہتا ہوں۔''

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں مسلمان ہوں۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ نہیں، آپ تو کرسچن ہیں۔''

''ہاں، عیسائی بھی ہوں۔ ہندو اور یہودی بھی ہوں۔ جو روحانیت کے حامل ہوتے ہیں' ان کے درمیان دین دھرم کی سرحدیں نہیں ہوتیں۔ ہم سب کا ایک اور صرف ایک خدا ہوتا ہے۔ وہی ہماری روحانیت کا سرچشمہ ہے۔ وہی بنیاد ہے۔ وہی اول ہے اور وہی آخر کے بعد بھی ہے۔ اس کا کوئی اختتام نہیں ہے۔''

وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔ ''آپ تو مجھے مایوس کر رہے ہیں۔''

''کیا مجھ سے پہلے جوگی مہاراج نے مایوس نہیں کیا تھا؟ میں جو کہہ رہا ہوں' وہی انہوں نے کہا تھا۔ انہوں نے بھی اس ادارے کے خلاف تم سے تعاون نہیں کیا تھا اور تم نے انہیں ہلاک کر دیا تھا۔''

غار کی نیم تاریکی میں فادر کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''تم کیا سمجھتے ہو' ان کی موت تمہاری مرضی سے ہوئی تھی؟ نہیں... کاتب تقدیر نے یہی لکھا تھا اور کاتب تقدیر نے یہی تمہارے لیے بھی لکھا ہے۔''

''ہاں، میری فورکاسٹ کرنے والی مشین نے بھی یہی بتایا ہے۔''

''تم اس دنیا پر اپنی اور اپنے گریٹ ایشورارا کی حکمرانی چاہتے ہو اور اس مقصد کے لیے روحانی قوتوں کو ختم کر دینا چاہتے ہو۔''

''آپ بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ یہی بتا دیں' کیا اس زمین پر ہماری حکومت قائم ہو سکے گی؟''

''ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی ہو سکتی...''

''پلیز، کوئی ایک بات بتائیں۔''

''میں اتنا جانتا ہوں' تمہاری کامیابی اور ناکامی کا انحصار بدلتے ہوئے حالات پر ہے۔ اگر دو برس کے اندر تمہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی تو پھر کبھی نہیں ہو سکے گی۔''

''ہمارے لیے دو برس بہت ہیں۔ بائی دا وے... دو برس بعد ناکامی کیوں ہوگی؟''

فادر نے کہا۔ ''کیا جوگی مہاراج نے یہ نہیں بتایا تھا کہ روحانیت کے سب سے بڑے عامل پچھلے تیس برسوں سے ایک غار میں ہیں۔ وہ دن رات عبادت میں مصروف رہتے ہیں؟''

''ہاں، جوگی مہاراج نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ وہ دو برس بعد بابا صاحب کے ادارے میں آئیں گے۔''

''بے شک پھر بانو راما کے تمام اکابرین اور بڑے بڑے شہ زوروں کو یہاں سے واپس جانا ہوگا۔''

''پلیز، یہ بتا دیں بابا صاحب کے ادارے میں آنے والے وہ عظیم عامل کون ہیں؟ ابھی کس غار میں رہتے ہیں؟''

''سوری، نہ میں بتاؤں گا اور نہ تمہیں کبھی معلوم ہو سکے گا۔ اب جاؤ یہاں سے... یہ شہر' یہ ملک چھوڑ دو۔ یہاں تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔''

وہ سر جھکا کر وہاں سے جانے لگا۔ اندر ہی اندر فادر جوزف پر غصہ آرہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو وہ جوگی مہاراج کی طرح انہیں بھی قتل کر دیتا... مگر کسے قتل کرتا؟ وہ تو پہلے ہی ہڈیوں کا ڈھانچہ بنے ہوئے تھے۔ اپنی موت کا منظر پیش کر رہے تھے۔ یہ کمال تھا کہ زندہ بھی تھے۔

☆☆☆

انوشے ابھی بارہ برس کی تھی۔ قد آور ہونے کے باوجود ایک بچی ہی تھی۔ کم سن دکھائی دیتی تھی۔ ایسی صورت میں کہیں تنہا آنا جانا اور کسی جگہ قیام کرنا ایک مسئلہ تھا۔ سب ہی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا۔ ''یہ بچی کون ہے؟ تنہا کہاں سے آرہی ہے؟ کہاں جا رہی ہے؟''

وہ مجھ سے رُخصت ہو کر ممبئی جا رہی تھی۔ جہاز میں جس خاتون کے برابر بیٹھی تھی' اس نے بھی یہی پوچھا۔ ''تم اکیلی ہو؟''

اس نے مختصر سا جواب دیا۔ ''نہیں...''

''تمہارے ماں باپ نہیں ہیں؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''نہ ہوتے تو پیدا کیسے ہوتی؟''

وہ جھینپ کر بولی۔ ''میرا مطلب ہے' وہ تمہارے ساتھ نہیں ہیں؟''

''ساتھ ہوتے تو دکھائی دیتے...''

خاتون نے جھنجھلا کر کہا۔ ''تم سمجھتی کیوں نہیں؟''

''آپ سمجھاتی کیوں نہیں...؟ بچی ہوں' سمجھانے سے سمجھوں گی۔''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''خدا کی پناہ... تم بچی ہو؟''

''جی ہاں، کسی سے بھی پوچھ لیں۔''

پھر وہ اپنی سیٹ سے اُٹھ کر آگے پیچھے بیٹھے ہوئے مسافروں سے بولی۔ ''ویل جنٹلمین! میں ابھی بچی ہوں نا...؟''

ایک نے کہا۔ ''یس، آف کورس...''

دوسرے نے کہا۔ ''ویری کیوٹ بے بی ہو۔''

تیسرے نے کہا۔ ''اینڈ ویری سوئیٹ بے بی ہو۔''

وہ خاتون کے پاس بیٹھ کر بولی۔ ''سن لیا آپ نے...؟''

وہ منہ پھیر کر بولی۔ ''مجھے کچھ نہیں سننا ہے۔ جب کسی فراڈ مرد یا عورت سے پالا پڑے گا تو ساری شوخیاں بھول جاؤ گی۔''

ممبئی کی فلمی دنیا میں اتنی کشش ہے کہ اسّی فیصد جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو ہیرو اور ہیروئن بننے کا شوق بھڑکاتا ہے۔ ہندوستان کے ہر حصے سے بے شمار لڑکیاں اور لڑکے اس شہر میں کھنچے چلے آتے ہیں۔ اس شہر کی بندرگاہ' ریلوے اسٹیشن اور ایرپورٹ میں ایسے شکاری موجود ہوتے ہیں جو وہاں آنے والے رنگروٹوں کو فلمی ہیرو ہیروئن بنانے کے سبز باغ دکھا کر لوٹ لیتے ہیں۔

انوشے جہاز سے اُتر کر ایرپورٹ کی عمارت میں آئی تو ایک عمر رسیدہ خاتون اسے تنہا دیکھ کر خوش ہوگئی۔ یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ تنہا کیوں ہے؟ صاف ظاہر ہو رہا تھا' فلموں میں کام کرنے اور نام کرنے کے لیے گھر سے بھاگ کر آئی ہے۔

وہ آگے بڑھ کر بولی۔ ''آؤ بیٹی...! آؤ... ممبئی بہت بڑا شہر ہے۔ یہاں اتنے غنڈے بدمعاش ہیں کہ تمہیں قدم قدم پر نوچ کھسوٹ کر مار ڈالیں گے۔ تم میرے ساتھ عزت آبرو سے محفوظ رہو گی۔''

انوشے نے ایک جگہ بیٹھ کر کہا۔ ''میں تو ایک چھوٹی سی بچی ہوں۔ مجھے بھلا کون لوٹے گا اور مارے گا؟''

وہ اس کے پاس بیٹھ کر بلائیں لیتے ہوئے بولی۔ ''بہت ہی بھولی اور نادان ہو۔ یہاں چھوٹی لڑکیوں کو پھانس کر دھندا کرنے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ میں تمہیں کسی کے چکر میں پڑنے نہیں دوں گی۔ تم میرے ساتھ چلو۔''

''اچھا چلوں گی۔ مجھے پیاس لگ رہی ہے' پہلے بوتل پلاؤ۔''

''تم یہاں بیٹھو۔ میں ابھی لائی۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر قریبی اسٹال کی طرف جانے لگی۔ ایشورارا کے بیٹے دامودر کی نظر انوشے پر پڑی تو وہ اسے ایسے دیکھنے لگا جیسے بے اختیار اس کی طرف کھنچا جا رہا ہو۔ حالانکہ وہ جوان بھی نہیں ہوئی تھی مگر اس کے چہرے پر ایک عجیب سا نور تھا۔ شخصیت میں ایسی پاکیزگی اور ایسا تقدس تھا جو دیکھنے والوں کو متاثر کرتا تھا۔

دامودر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیوں اچھی لگ رہی ہے؟ کچھ سمجھے بغیر دل کیوں اِدھر کھنچا جا رہا ہے؟

پہلے تو اس نے یہی سمجھا کہ وہ اس خاتون کی بیٹی ہے' جو سافٹ ڈرنک لینے اسٹال پر آئی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر خاتون سے کہا۔ ''نمستے ماں جی! کیا وہ آپ کی بیٹی ہے؟''

خاتون نے چونک کر اسے دیکھا۔ یہی سمجھا کہ وہ بھی کوئی شکاری ہے۔ لڑکیوں کو پھانسنے آیا ہے۔ اس نے گھور کر پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟ جب وہ میرے ساتھ ہے تو میری بیٹی ہی ہو سکتی ہے۔''

وہ پلٹ کر دوسری طرف جاتے ہوئے خاتون کے خیالات پڑھنے لگا۔ سارا بھید کھل گیا۔ اس بڑھیا کا نام صنم بائی تھا۔ وہ ایک نائیکہ تھی۔ لڑکیوں کے دھندے میں لاکھوں روپے کماتی رہتی تھی۔ ابھی اس نے اس کمسن لڑکی کو پھانسا تھا۔

وہ بوتل لے کر انوشے کے پاس آ گئی۔ ''لو بیٹی..! اسے پیو... یہ پسند نہ آئی تو دوسری لے آؤں گی۔''

انوشے نے ایک گھونٹ پی کر کہا۔ ''یہ کافی ہے۔''

دامودر نے اس خاتون کے ذریعے انوشے کی آواز اور لب و لہجے کو سنا پھر چپ چاپ اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے دماغ میں نور ہی نور تھا۔ کوئی وہاں چوری چھپے نہیں آ سکتا تھا۔ آنے والے کی سوچ کا بھی لب و لہجہ ہوتا ہے۔ اسے انوشے کی روحانی ٹیلی پیتھی نے اپنی گرفت میں لے لیا مگر جواباً کوئی ردِعمل پیش نہیں کیا۔ خاموش تماشائی بنی رہی۔

دامودر نے اس کی سوچ پڑھ کر معلوم کیا کہ وہ ایک مسلمان گھرانے کی لڑکی ہے۔ اس کا نام شبانہ ہے۔ وہ فلموں میں کام کرنے آئی ہے۔ اگرچہ ہیروئن بننے کی عمر نہیں ہے لیکن فلمی جنون اسے وہاں لے آیا ہے۔ وہ گھر سے بھاگ کر آئی ہے' اب کبھی واپس نہیں جائے گی۔

صنم بائی کو بھی یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی ہے۔ وہ خوشی سے کھل گئی تھی۔ ایسی بھگوڑی لڑکیاں جلد ہی قابو میں آ جاتی تھیں۔ اُدھر دامودر نے یہ طے کر لیا کہ اس معصوم لڑکی کو برباد نہیں ہونے دے گا۔

انوشے کو دامودر اور صنم بائی کے ارادے سے معلوم ہو رہے تھے۔ وہ مطمئن ہو گئی تھی کہ اسے کچھ نہیں کرنا ہوگا۔ وہ دونوں اسے اپنا بنائے رکھنے کے لیے آپس میں لڑتے رہیں گے۔

دامودر کا دماغ اگرچہ متفکل رہتا تھا لیکن روحانی ٹیلی پیتھی کی لہریں اس کے اندر پہنچ گئیں۔ تب انوشے کو معلوم ہوا کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے اسے اس شہر میں رہنے کی ہدایت کیوں کی تھی؟ وہ بائو راما سیارے والوں تک پہنچ گئی تھی۔

اسے معلوم ہوا کہ ایشورارا نے اپنی بیٹی ماؤرا اور بیٹے دامودر کی مستقل رہائش کے انتظامات ممبئی میں کیے ہیں اور یہ اہم بات بھی معلوم ہوئی کہ اس کے انکل پورس نے ماؤرا اور دامودر سے دوستی کر لی ہے۔ آج کل انہی کے ساتھ رہتے ہیں۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ان باپ بیٹی اور بیٹے نے پورس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ وہ میرا بیٹا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا لیا تھا۔ ایشورارا نے بیٹی اور بیٹے سے کہا تھا کہ اسے بدستور تابع دار بنا کر رکھا جائے۔ یہ بیٹا اپنے باپ فرہاد علی تیمور کی کمزوری بن کر ان کے پاس رہے گا پھر کسی خاص موقع پر فرہاد کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

انوشے جانتی تھی کہ اس کے انکل پورس پر کسی کے تنویمی عمل کا اثر نہیں ہوتا ہے۔ وہ اپنی پلاننگ کے مطابق نمائشی طور پر ان کے تابع دار بن کر رہتے ہوں گے پھر بھی اس نے احتیاطاً پورس کے اندر جا کر اس کے چور خیالات پڑھے۔ یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ ایشورارا' اس کی بیٹی اور بیٹے کے ساتھ تماشا کر رہا ہے۔

وہ صنم بائی کے عالیشان کوٹھے پر آ گئی۔ وہاں کا آرائشی سامان اور شان و شوکت بتا رہی تھی کہ وہ نائیکہ لاکھوں روپے کماتی ہے۔ وہاں چار بہت ہی حسین اور جوان عورتیں تھیں۔ ان کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ وہ مجبوراً وہاں رہتی ہیں۔ ناچتی' گاتی اور اپنے جسموں کا سودا کرتی ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ جب نئی آنے والیاں پہلے پہل انکار کرتی ہیں تو صنم بائی کے پالتو بٹے کسے مسٹنڈے انکار کرنے والیوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتے ہیں اور انہیں دھندا کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

انوشے کو رہنے کے لیے قیمتی ساز و سامان سے آراستہ بیڈروم دیا گیا تھا۔ صنم بائی اسے کہہ کر گئی تھی۔ ''تم ابھی آرام

کرو۔ آج رات فلمی پروڈیوسر اور ڈائریکٹر آئیں گے تو ان سے تمہارا تعارف کراؤں گی۔''

انوشے ایک صوفے پر آ کر آرام سے بیٹھ گئی۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ وہ پروڈیوسر ڈائریکٹر کون لوگ ہوں گے؟ ایسے وقت دامودر نے اس کے اندر آ کر اسے مخاطب کیا۔ ''ہیلو شبانہ...!''

وہ سمجھ گئی کہ کون آیا ہے؟ پھر بھی اس نے انجان بن کر چونکتے ہوئے کہا۔ ''یا اللہ! یہ میرے اندر کیسی آواز تھی؟ کس نے میرا نام لیا ہے؟''

وہ بولا۔ ''تمہیں ڈرنا یا پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں تمہارا دوست ہوں۔''

وہ بڑی معصومیت سے بولی۔ ''میرا تو کوئی دوست نہیں ہے۔ ہاں، دہلی میں میری سہیلیاں ضرور ہیں۔''

''میں تمہارا نیا دوست بننا چاہتا ہوں۔ تم بہت اچھی ہو۔ بہت پیاری پیاری سی' من موہنی سی لڑکی ہو۔ مجھ سے دوستی کرو گی تو بہت فائدے میں رہو گی۔''

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''کیا تم مجھے فلمی ہیروئن بنا سکتے ہو؟''

''یہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مگر تمہیں صنم بائی جیسی مکار عورت پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ لڑکیوں سے دھندا کراتی ہے۔''

اس نے پھر معصومیت سے پوچھا۔ ''یہ لڑکیوں سے کیا دھندا کرایا جاتا ہے؟''

''تم بچی ہو۔ ابھی نہیں سمجھو گی۔ تمہیں اس گندے ماحول میں نہیں رہنا چاہیے۔ یہاں گندے لوگ آتے ہیں اور لڑکیوں کی عزت سے کھیلتے ہیں۔''

''پھر تو سچ مچ یہ برے لوگ ہیں مگر میں یہاں سے نکل کر کہاں جاؤں گی؟''

''فکر نہ کرو۔ فی الحال میں کسی ہوٹل میں تمہاری رہائش کا بندوبست کروں گا پھر تمہارے لیے ایک خوبصورت سا بنگلا خریدوں گا۔''

''پھر تو تم بہت اچھے ہو۔ میں ابھی یہاں سے نکلتی ہوں۔''

''پہلے میری بات سنو۔ یہ لوگ تمہیں آسانی سے جانے نہیں دیں گے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں مجبور کروں گا۔''

وہ حیرانی سے بولی۔ ''ہاں، میں نے ٹیلی پیتھی کے بارے میں سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے۔ تم میرے اندر آ کر بول رہے ہو یہی ٹیلی پیتھی ہے نا...؟''

''ہاں، ابھی میں تماشا دکھاتا ہوں۔ تم اپنا سفری بیگ اُٹھا کر صنم بائی کے پاس جاؤ۔ اس لمحے سے تم یہاں جسے بھی' جس طرح نچانا چاہو گی' وہ ناچے گا۔ سب یہی سمجھیں گے کہ تم کوئی جادوگرنی ہو۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''پھر تو بڑا مزہ آئے گا۔ تم واقعی بہت اچھے دوست ہو۔''

وہ اپنا بیگ اُٹھا کر کمرے سے باہر آ گئی۔ ایک نوجوان عورت نے پوچھا۔ ''یہ بیگ اٹھا کر کہاں جا رہی ہو؟''

وہ بولی۔ ''میں یہاں نہیں رہوں گی۔ یہ بہت گندی جگہ ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''جب میں پہلی بار آئی تھی تو یہی کہتی تھی' یہاں نہیں رہوں گی مگر صنم بائی کے خطرناک غنڈوں نے میری ایسی دُرگت بنائی کہ میں رام دہائی دینے لگی۔ تم بھی اللہ اللہ کرنے لگو گی۔''

وہاں دوسری عورتیں بھی جمع ہو گئیں۔ اسے سمجھانے لگیں کہ نئی آنے والیاں مرنے کے بعد ہی وہاں سے نکالی جاتی ہیں۔ زندگی میں کبھی رہائی نہیں ملتی۔

انوشے نے پوچھا۔ ''اگر میں تم سب کو رہائی دلاؤں تو گنا ہوں سے توبہ کرو گی؟''

ایک نے کہا۔ ''ہم اپنی مرضی سے ایسا نہیں کرتی ہیں۔ تم ہمیں رہائی کے سہانے سپنے نہ دکھاؤ۔''

اس نے کہا۔ ''تم سب کے لیے اب تک جو سپنا تھا' وہ ابھی حقیقت بن جائے گا۔ آؤ دیکھو' میں کیا کرتی ہوں؟''

وہ وہاں سے چلتی ہوئی ایک وسیع و عریض ہال میں آ گئی۔ اس کے پیچھے وہ عورتیں بھی تھیں' وہ سب ایک نئی لڑکی کی دُرگت بننے کا تماشا دیکھنا چاہتی تھیں۔ اس بڑے ہال میں راتوں کو مجرا ہوا کرتا تھا۔ صنم بائی ایک شاہانہ طرز کی اُونچی کرسی پر بیٹھی دو غنڈوں سے کہہ رہی تھی۔ ''میں تم لوگوں کو اچھی خاصی رقم دیتی رہتی ہوں۔ تم لوگوں کو چربی چڑھ گئی ہے۔ ایک ہفتہ گزر چکا ہے اور تم اس لڑکی کو اٹھا کر نہ لا سکے۔''

انوشے نے وہاں آ کر پوچھا۔ ''تم کس لڑکی کو اٹھوانا چاہتی ہو؟''

وہ چونک کر اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''اری شبانہ! تم یہ بیگ اُٹھا کر کیوں آئی ہو؟''

وہ تن کر بولی۔ ''میں جا رہی ہوں اور جانے سے پہلے تمہارا یہ دھندا چوپٹ کر کے جاؤں گی۔''

صنم بائی نے ذرا چونک کر اسے دیکھا پھر ناگواری سے

کہا۔ ''بچی ہو۔ بچوں جیسی ہی باتیں کرو گی۔ اب جاؤ اور اچھے بچوں کی طرح اپنے کمرے میں رہو۔''

وہ پلٹ کر جاتے ہوئے بولی۔ ''میں تو یہاں سے جا رہی ہوں۔''

بائی نے اسے غصے سے دیکھا پھر ایک غنڈے کو حکم دیا۔ ''اسے پکڑو اور اٹھا کر کمرے میں پھینک آؤ...''

ایک غنڈا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ انوشے نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''دوست...! یہ مجھے پکڑنے آرہا ہے۔''

دامودر نے کہا۔ ''فکر نہ کرو۔ پلٹ کر اسے دیکھو۔''

اس نے پلٹ کر غنڈے کو گھورتے ہوئے دیکھا تو وہ چیخیں مارتا ہوا اُچھل کر فرش پر گر پڑا۔ دماغی تکلیف کے باعث ایسے تڑپنے لگا' جیسے جان نکل رہی ہو۔ سب ہی عورتیں حیرانی سے یہ تماشا دیکھنے لگیں۔ اس لڑکی نے ہاتھ لگائے بغیر اس مسٹنڈے کو اٹھا کر پٹخ دیا تھا۔ صنم بائی بھی حیران پریشان سی ہو کر اس کے پاس آتے ہوئے پوچھنے لگی۔ ''کنگو...! یہ تجھے کیا ہو رہا ہے؟''

انوشے نے کہا۔ ''اس سے کیا پوچھتی ہو' مجھ سے پوچھو... یہ مجھے چھونا چاہتا تھا۔ میں نے اسے سزا دی ہے۔ اب تمہیں سزا ملے گی۔''

اس نے دوسرے غنڈے کو حکم دیا۔ ''اے...! اپنی صنم بائی کو ایک تھپڑ مارو۔''

یہ حکم سنتے ہی اس غنڈے نے نائیکہ کے قریب آکر اسے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ اس بار تو سب ہی دنگ رہ گئے۔ یہ یقین ہونے لگا کہ وہ بچی جادو منتر جانتی ہے۔ تھپڑ مارنے والے نے پریشان ہو کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ ''یہ... یہ میں نے کیا کیا...؟ بائی جی! مجھے معاف کردو۔''

یہ کہہ کر اس نے آگے بڑھتے ہوئے دوسرا تھپڑ رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی اپنی شاہانہ کرسی کے پاس آکر گر پڑی۔ انوشے نے بچوں کی طرح تالیاں بجاتے ہوئے کہا۔ ''ویلڈن۔ ویلڈن۔ بڑا مزہ آرہا ہے۔ دوست...! تم تو زبردست کمال دکھا رہے ہو۔''

دامودر نے کہا۔ ''سب کے سامنے مجھے دوست کہہ کر مخاطب نہ کرو۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ ان کے لیے خطرناک ہو۔ اس طرح سب تم سے خوف کھاتے رہیں گے۔''

وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''ہائے۔ میں بھول گئی تھی۔ اب یہ غلطی نہیں ہوگی۔''

پھر اس نے اس غنڈے کو حکم دیا۔ ''اے! اب تم دوڑتے ہوئے جاؤ اور سامنے والی دیوار سے ٹکراؤ پھر وہاں سے دوڑتے ہوئے جا کر دوسری دیوار سے ٹکرا جاؤ۔''

وہ اسی لمحے میں دوڑتا ہوا سامنے والی دیوار سے ٹکرایا تو حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ اُلٹ کر فرش پر گر پڑا پھر کراہتے ہوئے اُٹھنے لگا۔ اس کے حکم کی تعمیل ضروری تھی۔ وہ دوڑتا ہوا جا کر دوسری دیوار سے ٹکرا گیا۔ دھم کی آواز سے یوں لگا' جیسے سر پھٹ گیا ہو۔ وہ فرش پر گرا تو پھر اٹھ نہ سکا۔ بے ہوش ہوگیا۔

سب ہی عورتیں شدید حیرانی سے منہ کھولے کھڑی تھیں۔ انہوں نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا دیے۔ صنم بائی نے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ ''اے بیٹی! تم کون ہو؟ مجھے معاف کردو۔''

وہ ڈانٹ کر بولی۔ ''خبردار! مجھے بیٹی نہ کہنا۔ تمہاری جیسی گناہ گار عورت کسی کی ماں نہیں ہوسکتی۔ معافی چاہتی ہو تو یہ دھندا بند کردو۔ ان چاروں عورتوں کو پانچ پانچ لاکھ روپے دے کر یہاں سے جانے دو۔''

وہ گڑگڑانے لگی۔ ''ایسا حکم نہ دو۔ میں کنگال ہو جاؤں گی۔''

وہ بدمعاش جو ذہنی زلزلے کا جھٹکا کھا کر فرش پر گرا تھا۔ اب اٹھ کر بیٹھ رہا تھا۔ اس نے دامودر کی مرضی کے مطابق نائیکہ کو ایک طمانچہ مارتے ہوئے کہا۔ ''یہ بھی دیوی جی حکم دے رہی ہیں۔ فوراً عمل کرو۔ میں تمہیں طمانچے مار رہا ہوں۔ مجھے معاف کردو۔''

اس نے پھر طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ دیوی جی چلی جائیں گی تو میں تم پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ تم مار سے بچنا چاہتی ہو تو فوراً حکم کی تعمیل کرو۔''

صنم بائی جلدی سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولی۔ ''تم سب آؤ۔ میں ابھی مطلوبہ رقم دیتی ہوں۔''

اس نے اپنے کمرے میں آکر ایک تجوری کو کھول کر چاروں عورتوں کو بیس لاکھ روپے دیے۔ انوشے نے ان عورتوں سے کہا۔ ''تمہارے پاس سونے کے جتنے زیورات ہیں اور جو ضروری چیزیں یہاں ہیں' وہ سب لے جاؤ۔''

پھر اس نے صنم بائی سے کہا۔ ''میں جا رہی ہوں۔ یاد رکھو! اگر ان چار عورتوں کے پیچھے تم نے اپنے غنڈے لگائے تو سمجھو' موت تمہارے پیچھے پڑ جائے گی۔''

صنم بائی نے انکار میں سر ہلا کر اپنے کان پکڑے۔ وہ عورتیں انوشے کے آگے عقیدت سے جھک کر اس کے پیروں کو چھونا چاہتی تھیں۔ اس نے ایسا کرنے سے انہیں روک

ماہنامہ دلکش کراچی

اگست 07ء کی حسین قوس قزح

سلسلے وار ناول

''نہ جانا شہر دل سے''
انجم انصار کے

کہنہ مشق قلم کا شاہکار

''تو جیون کی ہری کلی''
زاہدہ پروین کے قلم سے نکلی

اردو زبان و بیان کے
خوبصورت امتزاج سے
مرصّع دلکش داستان

دلکش ناولٹ : شیریں حیدر اور پروین زبیر کے قلم سے لکھی ضمیر کو جھنجوڑتی اور خوبصورت جذبوں کی عکاس تحریریں

مکمل ناول : شہلا شکور پر کشش اندازِ بیان اور سحر انگیز جملوں سے سجی دو دلوں کی دلکش داستان

افسانے : عطیہ عمر، عنیزہ سید، سعدیہ رئیس، ممتاز خانم، فرحانہ ناز ملک اور قرۃ العین طارق کے قلم سے گدگداتے جذبوں پر مشتمل افسانے

جگ بیتیاں : معاشرتی رویوں اور حساس دلوں کا پر اثر احوال

سفرنامے : ہر دلعزیز محترم قلمکار ساجدہ حبیب کے سرزمین حجاز کے سفر کا پُر عقیدت احوال

اس کے علاوہ : دلکش و حسین اور معلوماتی مستقل سلسلے

قارئین کی آرا و تجاویز و تبصروں سے سجی شوخ و رنگین محفل ''خوش آمدید''

اور نصیب : ماہ اگست میں نیلوفر عباسی سے دلچسپ گفتگو

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
فون: 5895313
فیکس: 5802551
C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی
E-mail:jdpgroup@hotmail.com

دیا۔ وہ سب اپنا ضروری سامان لے کر وہاں سے چلی گئیں۔ دامودر نے کہا۔ ''شبانہ! تم ابھی شہر کے کسی بھی مہنگے ہوٹل میں جا کر ایک کمرا لو۔ تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس لاکھوں روپے پہنچ جائیں گے۔''

وہ اس کوٹھے سے نکل کر ایک مہنگے ہوٹل کے کمرے میں آ گئی۔ دامودر اپنی دانست میں اس کے چور خیالات پڑھتا تھا اور خوش ہوتا تھا کہ ایک عجیب طرح کی کشش رکھنے والی لڑکی اس کی دوست بن گئی۔ وہ بہت معصوم ہے۔ دنیا والوں کے مکر و فریب کو نہیں سمجھتی ہے۔ اس کی عمر معلوم ہوئی تھی کہ وہ بارہ برس کی ہے۔ جبکہ وہ بائیس برس کا تھا۔ اسے ایک بھرپور جوان دوشیزہ سے عشق و محبت کا سلسلہ رکھنا چاہیے تھا لیکن اس کا دل اب تک کسی حسینہ پر مائل نہیں ہوا تھا۔

انوشے کے متعلق اس کی سوچ یہ تھی کہ ابھی بچی ہے۔ صرف دوستی کر کے اس کے ساتھ اچھا وقت گزر سکتا ہے۔ جب وہ جوان ہوگی تو دیکھا جائے گا۔ اچھے اور سچے دوست کسی پہلو سے غرض مند نہیں ہوتے۔

انوشے نے اس کے چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ذہن کے تاریک گوشوں میں بھی پہنچ جاتی تھی۔ وہاں چھپی ہوئی چوری اور بد نیتی کو سمجھ لیتی تھی۔ اس نے اچھی طرح اطمینان کیا تھا۔ دامودر کے اندر بد نیتی نام کو نہیں تھی۔

وہ ایک گھنٹے کے اندر نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اسے دیتے ہوئے بولا۔ ''یہ دس لاکھ روپے ہیں۔ انہیں دل کھول کر خرچ کرو اور آجائیں گے۔''

وہ بولی۔ ''جب بیٹھے بٹھائے اتنی دولت مل رہی ہے تو میں فلمی چکر میں نہیں پڑوں گی۔ سنا ہے کہ وہ بھی گندی جگہ ہے۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ میں بھی نہیں چاہتا کہ تم فلمی دنیا میں جاؤ۔ میں تمہیں اتنی دولت دوں گا کہ تم گنتے گنتے گننا بھول جاؤ گی۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آتی ہے؟ تم کیا کرتے ہو؟''

''میں کچھ نہیں کرتا۔ میرے پاپا ساؤتھ افریقا میں ہیروں کی ایک کان کے مالک ہیں۔ میرے پاس اتنے ہیرے جواہرات ہیں کہ تم دیکھو گی تو دنگ رہ جاؤ گی۔''

وہ پوری سچائی سے انوشے کا دوست بن کر رہنا چاہتا تھا۔ صرف اپنے باپ کے معاملے میں اس سے جھوٹ بول رہا تھا۔ ایشورا رانے بیٹے اور بیٹی کو سختی سے تاکید کی تھی کہ اس دنیا کی کسی بھی ہستی پر بھروسا نہ کرنا۔ کسی سے خواہ کتنی ہی محبت اور اعتماد پیدا ہو جائے' اسے اپنے سیارے اور اپنی اصلیت کے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ اسی لیے وہ انوشے سے اپنی ہسٹری چھپا رہا تھا۔

اور انوشے اس کی پوری ہسٹری معلوم کر چکی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ بہت مجبور ہو کر جھوٹ بول رہا ہے۔ آئندہ اس سے اس قدر متاثر ہوگا کہ اپنے تمام راز کھول کر رکھ دے گا۔

☆☆☆

میری پوتی نے پیش گوئی کی تھی کہ دوسری رات جو جو میری گرفت میں آ سکتا ہے۔ ایک رات گزر چکی تھی۔ دوسرے دن میں ممبئی میں تھا۔ وہ دن گزرنے والا تھا اور میں رات ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس شہر میں پہنچتے ہی میں نے معلوم کیا تھا کہ پناہ گاہ کا کوٹھا کہاں ہے؟

میں ثنا کے تعاون سے پناہ گاہ اور اس کی بیٹی نمو کے دماغوں میں پہنچا ہوا تھا۔ جوجو کے اچانک کہیں چلے جانے کے باعث وہ ماں بیٹی پریشان ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اس کے بیگ میں سونے کی اینٹیں اور ہیرے جواہرات دیکھے تھے۔ یہ سوچ کر گڑھ رہی تھیں کہ ایک موٹی اسامی ہاتھ سے نکل گئی ہے۔

میں سمجھ رہا تھا کہ وہ اندیشوں میں مبتلا ہو کر ان سے دور چلا گیا ہے۔ کیا وہ کوئی خطرہ مول لینے کے لیے دوبارہ اس کوٹھے پر آئے گا؟

مجھے اُمید تو نہیں تھی مگر اپنی پوتی کی پیش گوئی کو آزمانا ضروری تھا۔ میں نے ثنا سے ایس ایم ایس کے ذریعے پوچھا۔ ''کلاونتی کے عاشق ایشور لال کا کیا بنا؟ کیا وہ واپس نہیں آیا ہے؟''

ثنا نے تحریری جواب دیا۔ ''میں کلاونتی کے اندر جاتی رہتی ہوں۔ ابھی اس کی سوچ نے بتایا ہے' ایشور لال آج رات کسی وقت آ سکتا ہے۔''

''یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سیارے سے آنے والا وہ شخص کون ہے؟ اس کا نام ہندوانہ نہیں ہو سکتا۔ ایشور لال اس کا فرضی نام ہوگا۔ مجھے امید ہے' آج تم اسے ٹریپ کر سکو گی۔''

''بشرطیکہ آج وہ آ جائے۔ میں اسے بچ کر جانے نہیں دوں گی۔''

''جیسے ہی اس کی آمد کا پتا چلے' مجھے خبر کرو۔''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی کلاونتی کے اندر پہنچ گئی۔ اس وقت وہ ایک اشتہاری فلم

کی شوٹنگ میں مصروف تھی۔ ایشور لال نے ابھی اس سے رابطہ نہیں کیا تھا مگر اسے یقین تھا کہ وہ اس کے بغیر نہیں رہتا ہے۔ جب اس نے آنے کی بات کہی ہے تو آج رات ضرور آئے گا۔

ہم اس کے موجودہ حالات سے بے خبر تھے کہ وہ کہاں ہے اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کس طرح محاذ آرائی کر رہا ہے؟ وہ روم شہر میں رہ کر فادر جوزف سے مایوس ہو چکا تھا۔ انہوں نے اسے آزمایشوں میں مبتلا کر کے تھکا مارا تھا پھر صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ وہ کسی بھی مسلمان روحانی عامل کے خلاف اس کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔

وہ اپنی فطرت سے مجبور تھا۔ ہر روز ایک عورت سے دوستی کرنا اس کے لیے لازمی تھا۔ اس نے پہلے ایک راہبہ پر نیت خراب کی پھر مالک مکان کی بیٹی جینی کو حاصل کرنا چاہا مگر فادر جوزف نے ایسا ہونے نہیں دیا۔ ان حالات میں وہ بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ اس شہر میں بلکہ اس ملک میں فادر اسے کسی کے ساتھ منہ کالا کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

وہ سوچ رہا تھا کلاونتی کے پاس انڈیا چلا جائے اور ذرا آسودگی حاصل کرے لیکن دوسرے مذہبی پیشواؤں اور آتما شکتی والوں سے ملنا بھی ضروری تھا۔ جوگی مہاراج نے جن عامل کامل افراد کے نام بتائے تھے ان میں ایک بہت پہنچی ہوئی آتما شکتی جاننے والی کا ہنہ تھی۔ افریقا میں انگولا کے ایک شہر گوانزا کے قریب ہزاروں سال پرانا ایک مندر ہے۔ وہ اسی مندر میں رہتی تھی۔ غیب کی باتیں بتاتی تھی اور اس کی نوے فیصد باتیں دُرست ہوا کرتی تھیں۔ جوگی مہاراج اور فادر جوزف کی طرح وہ بھی حیران کن کمالات دکھاتی تھی۔

انگولا سے انگولا زیادہ دور نہیں تھا۔ وہ انڈیا چار گھنٹوں میں پہنچتا جبکہ انگولا ڈھائی گھنٹے میں پہنچ سکتا تھا اور یہ تھکا دینے والا سفر نہ ہوتا پھر عورتوں کا کیا ہے؟ یہ تو دنیا کے ہر ملک' ہر شہر اور ہر چھوٹی بڑی آبادی میں مل جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں ایک ہی اندیشہ رہتا تھا۔ ایسے بڑے بڑے شہروں کی مثالیں موجود تھیں جو عورتوں کے چکر میں گھن چکر ہو کر مات کھا گئے تھے۔ خود اس کا سب سے بڑا زیرِ زمین سیٹ اپ تین عورتوں کی قربت کے باعث تباہ ہو گیا تھا اور سیارے کے دو اہم باشندے مارے گئے تھے۔

اس نے طے کر لیا، انگولا پہنچ کر ایک نئی عورت سے دوستی کرنے کا خطرہ مول لے گا۔ وہ کلاونتی کے اندر پہنچ کر بولا۔ 'میری جان! میں بہت مصروف ہوں۔ تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں مگر موقع نہیں مل رہا ہے۔ تم خیریت سے ہو نا...؟''

اس وقت ثنا کلاونتی کے اندر موجود تھی۔ یہ سن کر مایوس ہو رہی تھی کہ وہ شکار ابھی ادھر نہیں آئے گا۔ کلاونتی کہہ رہی تھی۔ ''میں خیریت سے ہوں اور شوٹنگ میں مصروف ہوں۔''

ثنا نے اسی لمحے میں کلاونتی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ایشورا را سے بولی۔ ''میری ایک پرابلم ہے۔ اسے تم ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ختم کر سکتے ہو۔''

اس نے کہا۔ ''بولو میری جان! میں ابھی تمہارا مسئلہ حل کر دوں گا۔''

وہ بولی۔ ''میرے مقابلے میں ایک ماڈل گرل ہے۔ بہت ہی حسین اور بہت ہی بھرپور ہے۔ اسے دیکھتے ہی مردوں کے منہ میں پانی آ جاتا ہے۔''

یہ سنتے ہی ایشورا را کے منہ میں پانی آ گیا۔ اس نے پوچھا۔ ''اس کا نام کیا ہے؟ وہ کہاں رہتی ہے؟ ویسے میں اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔ تمہاری خبیث حسین عورت کے آگے اسے منہ بھی نہیں لگاؤں گا۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''سچ کہہ رہے ہو؟''

''ہاں، تم ایسا کرو، ابھی اس کے نمبر پنچ کر کے مجھے اس کی آواز سناؤ۔''

''میں اس دشمن عورت سے فون پر بھی بات نہیں کرنا چاہتی۔''

''نہ کرو۔ رابطہ ہونے پر صرف اس کی آواز سنو پھر کچھ کہے بغیر فون بند کر دو۔''

اس نے پوچھا۔ ''اس طرح مجھے کیا فائدہ پہنچے گا؟''

''میں اس کی آواز سنتے ہی اس مغرور حسینہ کے دماغ میں پہنچ کر ایسا زلزلہ پیدا کروں گا کہ وہ ماڈلنگ کے قابل نہیں رہے گی۔ تمہارا میدان صاف ہو جائے گا۔''

کلاونتی نے خوش ہو کر اس کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر اس دوسری حسین ماڈل دلربا کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو... آج سورج کدھر سے نکل آیا؟ کلاونتی...! تم مجھے کال کر رہی ہو؟ تعجب ہے...''

کلاونتی نے فوراً ہی رابطہ ختم کر دیا۔ ثنا سمجھ رہی تھی کہ ایشور لال دلربا کے اندر پہنچ گیا ہوگا۔ وہ بھی وہاں پہنچ گئی۔ دلربا آئینے کے سامنے اپنے میک اپ کی ری ٹچنگ کر رہی تھی۔ اس کے اندر خاموشی تھی۔ یہ بھی سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ وہ چپ چاپ اس کے چور خیالات پڑھ رہا ہوگا۔ دلربا حیرانی سے یہ نہیں سوچ رہی تھی کہ اس کی مخالفت کرنے والی

کلاونتی نے آج اسے کال کیوں کی؟ پھر کچھ کہے سنے بغیر رابطہ کیوں ختم کردیا؟ اس کے برعکس وہ اپنے حسن و شباب کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اس کا بدن کیسا غضب کا ہے۔ وہ کس طرح اپنی اداؤں سے غضب ڈھاتی ہے؟ اس کے بے شمار دیوانے ہیں اور وہ اپنے تمام طلب گاروں کو ٹھوکروں میں اُڑاتی ہے۔

ثنا نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ وہ دلربا کی سوچ میں ایسی جذباتی اور بھڑکانے والی شبابی خوبیاں پیش کررہی تھی کہ ایشورارا ہواؤں میں اُڑنے لگا تھا۔ اس کے اندر اسے پالینے کی ہوس چیخ رہی تھی۔ اسے مجبور کررہی تھی کہ وہ ابھی کچھ کر گزرے۔

دلربا نے اچانک اپنے اندر کمزوری محسوس کی۔ اس کا سر بھاری ہورہا تھا اور دل گھبرا رہا تھا۔ اس نے ڈائریکٹر سے کہا۔ ''میری طبیعت خراب ہے۔ شوٹنگ کینسل کرو۔ مجھ سے بعد میں فون کرکے شوٹنگ کا کوئی دوسرا دن رکھ لو۔''

وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر گھر آگئی۔ بیڈروم میں پہنچ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی پھر اس نے ٹی وی کو آن کیا۔ یہ سب کچھ وہ بے اختیار کررہی تھی۔ ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے چینل بدلنا چاہتی تھی ایسے وقت اسے اپنے اندر آواز سنائی دی۔ ''چینل تبدیل نہ کرو۔''

اس نے گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ ''تمہیں گھبرانا نہیں چاہیے۔ یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔''

اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

وہ بولا۔ ''سامنے ٹی وی اسکرین پر دیکھتی رہو۔ میں ٹیلی پیتھی کا کمال دکھاتا ہوں۔ وہ جو خبریں پڑھ رہا ہے۔ یوں سمجھ لو کہ وہ میں ہوں۔ سنو... میں تم سے کیا کہہ رہا ہوں؟''

وہ توجہ سے اسکرین پر نیوز ریڈر کو دیکھنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''دلربا...! دنیا والے اس بے چارے کو سن رہے ہوں گے مگر تم مجھے سن رہی ہو۔ ایسے کمالات میں ہی دکھا سکتا ہوں۔ اگر مجھ سے دوستی کروگی تو پوری دنیا میں سب سے ٹاپ ماڈل بن کر کروڑوں روپے کمائی رہوگی۔''

دلربا نے ثنا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''اگر ایسی بات ہے تو تم بھگوان کا اوتار بن کر میری زندگی میں آؤ گے۔ میں چاہتی ہوں، تم آج ہی بلکہ ابھی چلے آؤ۔''

''میرا بس چلے تو پر لگا کر اُڑتا ہوا شہر حسن میں پہنچ جاؤں مگر یہاں میری مصروفیات بہت زیادہ ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''تم کہاں ہو؟''

''میں جہاں ہوں، وہاں تمہیں بلا رہا ہوں۔ تم کسی بھی پہلی فلائٹ سے آؤ گی۔''

''معلوم تو ہو، کہاں آنا ہے؟''

''ابھی معلوم ہو جائے گا۔ چلو اُٹھو اور بیڈ پر لیٹ جاؤ۔''

اس کے دماغ پر قبضہ جمایا گیا تھا۔ وہ ٹی وی پر خبریں سنانے والا گم ہو چکا تھا۔ اسکرین کا منظر بدل گیا تھا۔ دلربا کوئی بحث کیے بغیر خاموشی سے اُٹھ کر بیڈ پر آگئی۔

ثناذرادیر کے لیے مایوس ہوئی تھی کہ وہ مصروف ہے۔ انڈیا نہیں آئے گا پھر یہ سن کر اطمینان ہوا کہ وہ جہاں ہے، وہاں دلربا کو بلا رہا ہے۔ ابھی تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ راز نقش کرے گا کہ وہ آج کل کہاں ہے اور وہ کس طرح اس کے پاس پہنچے گی؟

وہ یہی کررہا تھا۔ اسے اپنی معمولہ اور تابع دار بنا کر حکم دے رہا تھا۔ ''تم کسی سے نہیں کہوگی کہ افریقا کے ایک ملک انگولا جارہی ہو۔ جب وہاں پہنچوگی تو بتاؤں گا کہ آگے تمہیں کہاں آنا ہے؟''

اس نے ایک خاص آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کردیا۔ ثنا نے ایس ایم ایس کے ذریعے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے سوچا تھا، وہ ایشور لال کلاونتی سے یا دلربا سے ملنے ممبئی آئے گا لیکن وہ انگولا میں مصروف ہے۔ یہاں نہیں آئے گا۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ انگولا میں کہاں ہے؟''

اس نے جواباً لکھا۔ ''دلربا اس کی معمولہ اور تابع دار بن چکی ہے۔ وہ اسے وہاں بلا رہا ہے۔ جب وہ وہاں پہنچے گی تو اسے بتائے گا کہ وہ انگولا کے کس شہر یا کس قصبے میں ہے؟ مجھے بھی اسی وقت معلوم ہوگا۔''

میں نے لکھا۔ ''مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ کس آواز اور لب و لہجے کے ذریعے دلربا کے دماغ کو لاک کیا گیا ہے؟''

''ایس ایم ایس میں تحریر سے لب و لہجہ سنایا نہیں جاسکتا۔ سننا چاہتے ہو تو دو ہی صورتیں ہیں۔ تم میرے اندر آؤ یا مجھے اپنے اندر آنے دو۔''

میں ذرا گڑبڑا گیا۔ یہی بات سمجھ میں آئی کہ دو میں سے کوئی ایک بات ماننی پڑے گی۔ دماغوں میں آنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے ایک دوسرے کو پالیا ہے جبکہ ہمیں دور رہنے کی تاکید کی گئی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''کس سوچ میں پڑ گئے؟''

میں نے لکھا۔ ''دلربا کے اندر جاؤ۔ تم وہاں رہوگی تو اس کا دماغ متفلل نہیں رہے گا۔ میں ایک منٹ کے اندر وہاں پہنچ رہا ہوں۔''

اس نے پوچھا۔ ''میرے اندر آؤ گے تو کیا تمہارا بھید کھل جائے گا؟''

میں نے مسکرا کر لکھا۔ ''زیادہ نہ بولو۔ میں دلربا کے اندر پہنچ رہا ہوں۔''

میں نے اپنا فون بند کیا پھر ایک منٹ کے بعد پہنچا تو دلربا کے متفلل دماغ میں جگہ مل گئی۔ ثنا نے ایشورارا کے مخصوص لب و لہجے کو اس کے اندر دہرایا۔ میں نے دلربا کی سوچ میں کہا۔ ''شکریہ...''

ایسے وقت دلربا غائب دماغ تھی۔ ہمارے جانے کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں پھر حیرانی سے سوچنے لگی۔ ''یہ مجھے کیا ہوگیا تھا؟ ابھی بیڈ پر لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی تھی۔ صرف دس منٹ کی نیند ہوئی، پھر آنکھ کھل گئی۔''

وہ ذرا الجھنے کے بعد سفر کی تیاریاں کرنے لگی۔ ایسے وقت ایک ملازم نے آکر کہا۔ ''ایک صاحب یہاں آئے تھے۔ آپ کے لیے گفٹ پیکٹ دے کر گئے ہیں۔''

ایشورارا نے کئی گھنٹے پہلے دلربا کے اندر آکر کہا تھا کہ کوئی اجنبی اس کے گفٹ لے کر آئے گا۔ وہ اسے قبول کرے گی پھر تنہائی میں اس پیکٹ کو کھولے گی۔

وہ اس پیکٹ کو لے کر اپنے کمرے میں آگئی۔ دروازے کو اندر سے بند کرکے پیکٹ کو کھولا تو حیرانی سے خوش ہوکر ہیرے جواہرات کو دیکھنے لگی۔ وہ لاکھوں کروڑوں روپے کماتی تھی۔ ہیرے موتیوں سے جڑے ہوئے سونے کے زیورات بڑے شوق سے پہنتی تھی مگر ایسے بیش قیمت ہیرے موتی اور قیمتی پتھر وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

اس کے ذہن میں ایک موبائل فون نمبر نقش تھا۔ اس نے فوراً ہی وہ نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہوتے ہی ایشورارا کی آواز سنائی دی۔ ''کیا میرا بھیجا ہوا تحفہ مل گیا؟''

وہ خوش ہوکر بولی۔ ''اوہ گاڈ...! ایسے چمکتے دمکتے ہیرے جواہرات ہیں کہ ان پر آنکھیں نہیں ٹھہرتیں۔ کوئی ان کی قیمت کا اندازہ نہیں کرسکے گا۔''

اس نے کہا۔ ''یہ کروڑوں روپے کے ہیں۔ آئندہ اس سے بھی زیادہ ملیں گے۔ بس میرے پاس چلی آؤ۔''

''آرہی ہوں۔ کل صبح کی فلائٹ میں سیٹ او کے ہوگئی ہے۔ شام سے پہلے انگولا پہنچ جاؤں گی۔''

ثنا نے ایس ایم ایس کے ذریعے مجھ سے کہا۔ ''وہ دوسرے دن صبح کی فلائٹ سے جانے والی ہے۔ کیا مجھے اس کا پیچھا کرنا چاہیے؟''

میں نے لکھا۔ ''یہ مناسب نہیں ہوگا۔ اس شخص کو شبہ ہوسکتا ہے کہ کوئی دلربا کے تعاقب میں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ خیال خوانی کے ذریعے اس ماڈل کے اندر رہو اور اس کے آس پاس رہنے والوں کو آلہ کار بنا کر اس کی نگرانی کرتی رہو۔''

اس نے پوچھا۔ ''تم بھی یہی کروگے؟''

''ہاں، ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اسے شبہ نہ ہو اور وہ آسانی سے گرفت میں آجائے۔''

ثنا میری آج رات کی مصروفیات کے بارے میں نہیں جانتی تھی کہ انوشے کی پیش گوئی کے مطابق جو جو ہاتھ لگنے والا ہے۔ میں بار بار پنابائی اور اس کی بیٹی نمو کے اندر جارہا تھا۔ مجھے مایوسی ہورہی تھی۔ وہ کم بخت ان سے رابطہ نہیں کررہا تھا۔ شاید چپ چاپ ان کے اندر جاکر معلوم کرتا ہوگا کہ اس کے لیے وہاں خطرہ ہے یا نہیں؟

فی الحال ہم اس سے بے خبر تھے اور وہ یہی کررہا تھا۔ ایک ہوٹل کے کمرے میں رہ کر یہ معلوم کرنے کی کوششیں کررہا تھا کہ میں کہاں ہوسکتا ہوں؟ وہ مجھ پر قابو پاکر مجھے ہلاک کرکے ایشورارا کو خوش کرنا اور انعام کے طور پر اس کا مصاحب خاص بننا چاہتا تھا۔

اس نے سوچا۔ ''اگر فرہاد کسی عورت کے ذریعے مجھے تلاش کرتا ہوا پنابائی کے کوٹھے پر گیا تھا تو وہ اب بھی اس کوٹھے کی نگرانی کررہا ہوگا اور خیال خوانی کے ذریعے پنابائی کے دماغ میں جاتا ہوگا۔ میں اسے زبردست دھوکا دے سکتا ہوں۔''

وہ پنابائی کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم ہوا کہ پالی ہل میں اس نائیکہ کی ایک کوٹھی ہے، جو متفلل رہتی ہے۔ وہ کبھی کبھی وہاں جاتی ہے۔ ایسی کوٹھی جو جو کے لیے محفوظ پناہ گاہ ثابت ہوسکتی تھی۔ اس نے فون کے ذریعے پنابائی کو مخاطب کیا۔ وہ خوش ہوکر بولی۔ ''تم اچانک کہاں غائب ہوگئے ہو؟ کیا ابھی آرہے ہو؟''

''ابھی نہیں... ذرا سوچ سمجھ کر رات کو آؤں گا۔''

وہ بولی۔ ''تم میری بیٹی کو گودا میں تنہا چھوڑ کر بھاگ آئے۔ اگر اسے کچھ ہوجاتا تو...؟''

''میں اس سے دور نہیں تھا۔ اس کی نگرانی کررہا تھا۔ اسے کچھ نہیں ہوا ہے، تم شکایت نہ کرو۔''

''میں کچھ نہیں بولوں گی۔ بس تم آجاؤ۔ ہمیں چھوڑ کر نہ

جاؤ۔''

''ٹھیک ہے، میں آج رات دس بجے تک آسکوں گا۔''

اس نے فون بند کردیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اگر میں پنا بائی کے دماغ میں آتا جاتا ہوں تو مجھے اس عورت کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوگا کہ وہ آج رات دس بجے تک کوٹھے پر آنے والا ہے پھر تو یہ یقینی بات ہوتی کہ میں اسے شکار کرنے کے لیے ضرور وہاں پہنچوں گا۔ ایسے وقت وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے مجھے ہلاک کرسکے گا۔

وہ پچھلی رات اس ہوٹل میں آکر سوگیا تھا۔ بیدار ہونے کے بعد باہر کھلی فضا میں گھومنا پھرنا چاہتا تھا لہٰذا لباس تبدیل کرکے کمرے سے باہر آگیا۔ ہوٹل کی ایک رینٹڈ کار لے کر ممبئی شہر گھومنے لگا۔ اس کے ستارے گردش میں تھے۔ وہ کہیں ایک جگہ چھپ کر رہ بھی نہیں سکتا تھا۔ یہ اندیشہ رہتا تھا کہ میں اچانک ہی کہیں سے آپہنچوں گا۔ اس کے برعکس وہ اچانک مجھ تک پہنچ کر میری غفلت سے فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔

وہ ایک میوزیم کے گارڈن میں پہنچ گیا۔ اس نے رنگ برنگے پھولوں کے درمیان ماؤرا کو دیکھا تو اس حسن سراپا کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ واقعی اس کے ستارے گردش میں آگئے تھے۔ وہ جس ایشورارا کو بھگوان مانتا تھا' اسی کی بیٹی پر ہزار جان سے عاشق ہورہا تھا۔ اسے یہ تو معلوم تھا کہ اس کے نام نہاد بھگوان کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ ایک ڈاکٹر اور سائنس دان باپ نے اپنے بچوں کو اس قدر حسین بنادیا ہوگا۔

اور ماؤرا تو اس قدر حسین تھی کہ مقابلہ حسن کے میلے میں نمبر ون کہلائی جاسکتی تھی۔ جوجو نے دیکھا۔ کباب کے ساتھ ہڈی بھی تھی۔ ایک خوبرو قد آور باڈی بلڈر اس کے ساتھ تھا۔ ماؤرا اس کے ساتھ بڑی بے تکلفی سے ہنس بول رہی تھی۔ جوجو نے اندازہ کیا کہ وہ عاشق معشوق ہیں یا پھر میاں بیوی ہیں۔

وہ ان کے سلسلے میں دھوکا کھا رہا تھا۔ ایک تو اس کے بھگوان ایشورارا کی بیٹی تھی۔ دوسرا میرا بیٹا پورس تھا۔ گیدڑ کی جب موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف آتا ہے۔ اس کی موت نہیں آئی تھی' شامت آئی تھی۔ اس لیے گارڈن میں چلا آیا تھا۔ پورس کو دیکھ کر رقابت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ''مقابلہ کروں گا تو وہ باڈی بلڈر مجھ پر حاوی ہوجائے گا۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے مارنا ہوگا۔ وہ بہت ہی تگڑا اور صحت مند ہے۔ یوگا کا ماہر ہوگا۔ مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے گا۔''

وہ ماؤرا اور پورس کی آوازیں سننا چاہتا تھا مگر موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ کبھی ان کے قریب سے گزرتا تو وہ چپ رہتے یا ایسی پیار کی سرگوشیاں کرتے رہتے کہ وہ پاس سے گزرنے والا کچھ سن نہیں پاتا تھا۔ وہ دونوں اس گارڈن سے نکل کر خراماں خراماں چلتے ہوئے ایک قریبی کلب میں داخل ہوگئے۔ وہاں کتنی ہی عورتیں اور مرد طرح طرح کی تفریحات میں مشغول تھے۔ ماؤرا اور پورس سافٹ ڈرنک پینے کے لیے ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔

ماؤرا نے پورس کی طرف جھک کر کہا۔ ''کیا تمہیں پتا ہے' ایک شخص میوزیم گارڈن سے ہمارا پیچھا کرتا ہوا یہاں آیا ہے؟''

''مجھے کیا خبر ہوگی؟ میں تو ساری دنیا کو بھول کر تمہیں دیکھتا رہتا ہوں۔ اگر میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہ رہے تو میں کسی گاڑی سے ٹکرا جاؤں۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''یہ تو میں جانتی ہوں کہ تم میرے دیوانے ہوگئے ہو مگر دنیا کی بھی خبر رکھا کرو۔ تمہاری بے خبری میں کوئی مجھے اُٹھا کر لے جائے گا تو ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔''

وہ اس کے ایک بازو کو جکڑ کر بولا۔ ''تم میری چیز ہو۔ کوئی تمہیں چھو بھی نہیں سکے گا۔ جو تمہیں اٹھانے آئے گا' وہ دنیا سے اُٹھ جائے گا۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ''اگر ایسی بات ہے تو میں اسے لفٹ دے رہی ہوں۔ بے چارہ کتنی دیر سے پیچھے پڑا ہے۔ ذرا آکر چھو لے گا تو کیا فرق پڑے گا؟ اور... تم اس کا کیا بگاڑ لوگے؟''

اس نے کہا۔ ''کسی کو اپنے پیچھے لگانا دانش مندی نہیں ہے۔''

''دانش مندی ہے۔ مجھے یہ آزمانا ہے کہ تم میرے پرفیکٹ باڈی گارڈ ہو یا نہیں؟''

وہ اس کی طرف جھک کر سرگوشی میں بولا۔ ''کیا میں تنہائی میں تمہاری باڈی کو گارڈ نہیں کرتا ہوں؟ آزمانے کے لیے کچھ ابھی رہ گیا ہے؟''

وہ اس کے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔ ''بے شرم... تنہائی کی باتیں تنہائی میں کیا کرو۔''

جوجو زافا صلے پر بیٹھا جوس پی رہا تھا۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ پورس نے سمجھایا۔ ''ایسی حرکت نہ کرو۔ خوامخواہ یہاں کوئی تماشا شروع ہوجائے گا۔''

''جو بھی تماشا ہوگا' دلچسپ ہوگا۔''

وہ پھر مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔ جوجو کی باچھیں کھل گئی

تھیں۔ وہ جسے پھانسنا چاہتا تھا' اس سے لفٹ مل رہی تھی۔ ماؤرا نے اسے آنکھ ماری۔ اس نے اشارے سے پوچھا۔ ''کیا میں تمہارے پاس آسکتا ہوں؟''

وہ جواباً شرمانے لگی۔ اس کی ادائیں کہہ رہی تھیں۔ ''آ سکتے ہو...''

جوجو نے ذرا جھجکتے ہوئے پورس کو دیکھا پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر ان کی میز کے پاس آگیا۔ ماؤرا کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''ایکس کیوزمی... میں تنہائی محسوس کررہا تھا۔ تم سے کمپنی چاہتا ہوں۔''

پھر اس نے پورس سے پوچھا۔ ''تم مائنڈ تو نہیں کررہے ہو؟''

ماؤرا نے مسکراتے ہوئے چور نظروں سے پورس کو دیکھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ کباب میں پڑی بننے والے کی ایسی کی تیسی کردے گا لیکن وہ خلاف توقع مسکراتے ہوئے بولا۔ ''میں بھلا مائنڈ کرنے والا کون ہوتا ہوں؟ تم یہاں شوق سے بیٹھو اور اس حسینہ سے لفٹ لیتے رہو۔''

وہ پورس کو گھورتے ہوئے بولی۔ ''کیا بکواس کررہے ہو؟ ایک اجنبی سے کہہ رہے ہو کہ مجھ سے لفٹ لیتا رہے؟''

''اور کیا کہوں؟ یہ بے چارہ ایک شریف آدمی ہے۔ تم نے اسے آنکھ ماری تو مرگیا۔ رہی سہی جان دینے تمہارے پاس آیا ہے۔''

پھر وہ جوجو سے بولا۔ ''کیوں مسٹر...! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا...؟ جب تک عورت حوصلہ نہیں دیتی۔ مرد قریب آنے کی جرأت نہیں کرتا۔''

جوجو نے ماؤرا کو دیکھ کر کہا۔ ''یہ مِس... مِس...''

''مِس کا نام ماؤرا ہے۔''

وہ بولا۔ ''یہ مِس ماؤرا کا احسان ہے۔ انہوں نے مجھے حوصلہ دیا ہے۔ اپنی کمپنی کے قابل سمجھا ہے۔''

پورس نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''اُصولاً ایک ہی مرد کی عورت کو کمپنی دینا ہے۔ اس لیے میں جارہا ہوں۔''

ماؤرا نے فوراً ہی اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں شرم نہیں آتی' اپنی عورت کو دوسرے کے حوالے کررہے ہو؟''

وہ اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولا۔ ''جب عورت ہی کسی دوسرے کے حوالے ہونا چاہے تو بے چارہ مرد کیا کرسکتا ہے؟''

''یُو شٹ اَپ... تم جانتے ہو' میں ایسی نہیں ہوں۔''

وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''آہ... آج تم نے دوسرے کو آنکھ مار کر میرا دل توڑ دیا ہے۔ اگر تم ایسی ویسی نہیں ہو تو جس طرح آنکھ ماری ہے' اسی طرح اسے لات مارو۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ''اسے لات مار سکتی ہوں' اس پر تھوک بھی سکتی ہوں لیکن یہ مہذب لوگوں کا کلب ہے۔ یہاں ایسی حرکتیں نہیں کی جاسکتیں۔''

پھر وہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے جوجو سے بولی۔ ''اے مسٹر...! کیا تم نہیں سن رہے ہو' میں تم سے تھوکنے اور لات مارنے کی بات کررہی ہوں؟ تمہیں تو...''

وہ بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ''یہ... یہ غلط ہے۔ تم مجھے بلاکر میری انسلٹ کررہی ہو۔ میں ایک شریف آدمی ہوں۔''

پورس نے کہا۔ ''اور نہیں تو کیا... جس طرح چٹکی بجا کر 'آؤ ٹو ٹو...' کہنے سے کتا آتا ہے۔ اسی طرح آنکھ مارنے سے ایسے شریف آدمی آتے ہیں۔''

وہ پورس کو گھونسا دکھاتے ہوئے بولا۔ ''اے...! تم مجھے کتا کہہ رہے ہو۔ تمہیں پتا نہیں ہے' میں تمہارا کیا حشر کرسکتا ہوں؟''

یہ کہتے ہی وہ پورس کے اندر پہنچ گیا۔ پہلے اس کے خیالات پڑھنے لگا کہ وہ کون ہے اور ماؤرا کون ہے؟ کہاں رہتی ہے اور اس کی کیا لگتی ہے؟

پورس نے میز کے نیچے ماؤرا کے پاؤں پر پاؤں رکھا۔ یہ ایک اشارہ تھا۔ وہ فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس وقت پورس کی سوچ جوجو سے کہہ رہی تھی۔ ''میں ایک غریب آدمی تھا۔ اس حسینہ کا دل مجھ پر آگیا۔ یہ بہت دولت مند ہے۔ شاید جادو جانتی ہے؟ میں اس کا غلام بن کر رہ گیا ہوں۔ جو بھی اس کے چکر میں آئے گا وہ غلام بن کر رہ جائے گا۔''

جوجو نے اس کے اندر سوالات پیدا کیے۔ ''اس حسینہ نے مجھے کس طرح غلام بنایا ہے؟ اپنا تابع دار بنانے کے لیے کیسے ہتھکنڈے استعمال کیے ہیں؟ کیا اس نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا...؟''

ماؤرا چپ چاپ یہ باتیں سن رہی تھی۔ جوجو کبھی کبھی چور نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ''یہ حسینہ جادوگرنی نہیں لگتی پھر کیا ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟''

ماؤرا پریشان ہوکر سوچ رہی تھی۔ ''یہ شخص خیال خوانی کرتا ہے۔ پتا نہیں' کتنا خطرناک ہوگا' یہ تو آگے چل کر ہی معلوم ہوسکے گا۔ مجھے اس خطرے کو ساتھ نہیں لگانا چاہیے۔ میں نے اسے لفٹ دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔''

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اپنے باپ کو

مخاطب کیا۔ ''پاپا! جلدی آؤ۔ ایک خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھ سے عشق کرنے اور مجھے ٹریپ کرنے آیا ہے۔ پلیز، اسے میرے سامنے سے بھگا دو۔''

ایشورارا نے بیٹی کے دماغ میں آ کر کہا۔ ''مجھے اس کی آواز سناؤ۔''

ماؤرا نے جوجو سے کہا۔ ''مسٹر! تم نے اپنا نام نہیں بتایا؟ بڑی دیر سے چپ ہو۔ ایسا لگتا ہے، کوئی منتر پڑھ رہے ہو۔''

وہ ذرا اکڑ کر بولا۔ ''تمہارے اندر آ کر منتر پڑھوں گا تو تم اپنے حسن و شباب کا تمام خزانہ مجھ پر لٹانے لگو گی۔''

ایشورارا نے اس کی آواز سنتے ہی اسے پہچان لیا۔ غصے سے تپ گیا۔ اس کے اندر آ کر بولا۔ ''کتے...! کمینے...! تو میری بیٹی سے حسن و شباب کی باتیں کر رہا ہے؟ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

وہ گھبرا کر بولا۔ ''اے ایشورارا! یہ... یہ تیری بیٹی ہے...؟ میں تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ تو دلوں کا بھیدی ہے۔ یہ جان سکتا ہے کہ میں نے جان بوجھ کر یہ غلطی نہیں کی ہے پھر بھی میں تجھ سے...''

وہ آگے نہ بول سکا۔ اچانک اس کے اندر ایک زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا اپنی جگہ سے اُچھل کر کرسی سمیت فرش پر گر پڑا۔ شدید تکلیف کے باعث مچھلی کی طرح پھڑ پھڑانے لگا۔ کلب میں بیٹھے ہوئے افراد دوڑتے ہوئے قریب آنے لگے۔ پوچھنے لگے۔ ''اسے کیا ہوا ہے؟''

پورس نے کہا۔ ''پتا نہیں، شاید اسے کسی قسم کا دورہ پڑتا ہے؟''

وہاں ایک ڈاکٹر بھی تھا۔ وہ اس کا معائنہ کرتے ہوئے بولا۔ ''یہ اچھا صحت مند ہے۔ اسے کوئی بیماری نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے، دماغی مریض ہو۔ اسے اسپتال پہنچانا چاہیے۔''

جوجو کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ ایشورارا اپنی بیٹی کے خلاف کوئی بدتمیزی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ جوجو کو مار ڈالنا چاہتا تھا لیکن یہ جانتا تھا کہ ابھی اس کی موت کا وقت نہیں آیا ہے۔ وہ اسے ہلاک کرنا چاہے گا تب بھی اس کی سانسیں چلتی رہیں گی۔

یہ جاننے کے باوجود اس نے غصے سے کہا۔ ''تو نے اپنی حماقتوں سے ہمارے بہت بڑے منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔ میری تمام غیر معمولی مشینوں کو برباد کر دیا۔ تیری وجہ سے اس دنیا پر حکومت کرنے کا خواب پورا نہیں ہو رہا ہے۔ میں نے پھر بھی تجھے معاف کیا تھا۔ غلطیوں کی تلافی کے لیے تجھے مہلت دی تھی مگر تو کتا ہے۔ میری ہی بیٹی کو کاٹنے آیا ہے۔''

اس نے پھر طیش میں آ کر دوسری بار زلزلہ پیدا کیا۔ جوجو میں اب چیخنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ بری طرح تڑپ رہا تھا۔ اس کے حلق سے بڑی کربناک کراہیں نکل رہی تھیں پھر وہ ایک دم سے ساکت ہوگیا۔ ایسا لگا جیسے دم نکل گیا ہو لیکن اس میں جان تھی۔ وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔

اسے اسپتال پہنچا دیا گیا۔ ماؤرا اور پورس اپنے بنگلے میں آ گئے۔ پورس نے انجان بن کر اس سے پوچھا۔ ''کیا تم نے اس کے اندر زلزلے پیدا کیے تھے؟''

وہ بے اختیار بولی۔ ''پاپا نے...''

وہ بولتے بولتے رک گئی پھر ذرا سنبھل کر کہنے لگی۔ ''ہاں، میں نے اسے سزا دی ہے۔''

اس نے کہا۔ ''ابھی تم اپنے پاپا کے بارے میں کچھ کہتے کہتے رُک گئیں۔''

''وہ، میں... ابھی انہیں یاد کر رہی تھی۔ کتنے دنوں سے ان کی خیریت معلوم نہیں ہوئی۔''

''پرابلم کیا ہے؟ تم تو آسانی سے ان کے دماغ میں جا سکتی ہو؟''

''ہاں، میں ابھی ان سے باتیں کرتی ہوں۔ تم ذرا خاموش رہو۔''

وہ میگزین اُٹھا کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔ ''میں چپ رہوں گا۔''

وہ ان باپ، بیٹی اور بیٹے کی حقیقت سے واقف تھا کہ وہ سیارے سے آئے ہیں اور خیال خوانی جانتے ہیں۔ ان کا باپ سیارے کا کوئی بہت بڑا عہدے دار ہے۔ پورس کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ باٹو راما میں بھگوان کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ ابھی ہم میں سے بھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ مجھے اپنے بیٹے کے متعلق معلوم تھا کہ وہ ایشور لال کہلانے والے ایک دولت مند کی بیٹی اور بیٹے کے ساتھ ممبئی میں رہتا ہے۔

جوجو اسپتال میں تھا۔ شام تک بے ہوش پڑا رہا۔ اس کے دماغ میں ایسے زلزلے پیدا کیے گئے تھے کہ اسے مر جانا چاہیے تھا مگر ابھی کچھ زندگی باقی تھی۔ جب وہ ہوش میں آیا تو دماغی کمزوری کے باعث یادداشت گم ہوگئی۔ نہ وہ خود کو پہچان رہا تھا، نہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اسے کہاں پہنچایا گیا ہے؟ وہ کون ہے؟ اس کے متعلق کوئی نہیں جانتا تھا۔ یہ معلوم

THE LASERDOT

کرنے کے لیے اس کے لباس کی تلاشی لی گئی۔ ایک موبائل فون، ہوٹل کے کمرے کی چابی اور کچھ کرنسی برآمد ہوئی۔ فون کے ذریعے جن سے رابطہ ہوتا ہے، ان کے نمبر موبائل فون میں محفوظ رہتے ہیں۔ جوجو نے ان نمبروں کو مٹا دیا تھا۔ صرف پنا بائی اور نمو کے نمبر محفوظ تھے۔ اسپتال والوں نے پنا بائی سے رابطہ کر کے پوچھا۔ ''جس فون سے ابھی رابطہ کیا جا رہا ہے، کیا اس فون والے کو تم جانتی ہو؟''

پنا بائی اپنے فون پر وہ نمبر پڑھ کر چونک گئی۔ فوراً ہی بولی۔ ''جانتی ہوں۔ یہ میرا ہونے والا داماد ہے۔ اس سے میری بات کراؤ۔''

اس سے کہا گیا۔ ''یہ شخص دیویکا اسپتال میں ہے۔ فوراً چلی آؤ۔''

جوجو کے پاس جو شناختی کاغذات تھے، ان میں اس کا نام جے پرکاش تھا۔ پنا بائی نے نمو سے کہا۔ ''جے پرکاش اسپتال میں ہے۔ جلدی چلو۔ اس کے پاس سونے کی اینٹوں والا بیگ ہے۔ وہ کسی دوسرے کے ہاتھ لگ سکتا ہے۔ تم اسپتال پہنچتے ہی جے پرکاش کی سیوا کرو گی۔ میں وہ بیگ اُٹھا کر اپنے پاس رکھ لوں گی۔''

وہ ماں بیٹی بھاگم بھاگ اسپتال پہنچیں تو پتا چلا، اس کی یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔ وہ کسی کو نہیں پہچان رہا ہے۔ پنا بائی نے اسپتال والوں سے اس کا موبائل فون لیا۔ ہوٹل کے کمرے کی چابی لی پھر کہا۔ ''میں ہوٹل سے اس کا سامان لا رہی ہوں پھر اسے اپنے گھر لے جاؤں گی۔''

نمو نے ماں کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ ''وہ بیگ ہوٹل کے کمرے میں ہو گا اور ہوٹل والے اُصولی کارروائیوں کے بغیر وہاں سے سامان لانے کی اجازت نہیں دیں گے۔''

پنا بائی نے کہا۔ ''میں سب سمجھتی ہوں۔ وہ خزانے سے بھرا ہوا بیگ پولیس والوں کے ہاتھ بھی لگ سکتا ہے۔ میں ایسا ہونے نہیں دوں گی۔ وہ بیگ اس طرح لاؤں گی کہ کسی کو خبر بھی نہ ہو گی۔''

وہ بیٹی کو جوجو کے پاس چھوڑ کر ہوٹل میں آ گئی۔ وہاں آنے جانے والوں کو روکا ٹوکا نہیں جاتا تھا۔ اس نے لفٹ کے ذریعے اُوپر پہنچ کر چابی سے دروازے کو کھولا پھر اندر آ کر اسے بند کر دیا تاکہ اِدھر سے گزرنے والے یہی سمجھیں کہ کمرا صبح سے بدستور بند ہے۔

وہاں اور کوئی سامان نہیں تھا۔ صرف وہی ایک بیگ رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے کھول کر اپنی تسلی کی۔ اس کے اندر کچھ سونے کی اینٹیں، ہیرے جواہرات اور کچھ انڈین کرنسی تھی۔

اس بیگ میں اتنی دولت تھی کہ اس نے اسے اُٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ پہلے دروازہ کھول کر ذرا سا جھانک کر دیکھا۔ کوریڈور ویران تھا۔ اسے کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ وہ کمرے سے نکل کر اسے پہلے کی طرح لاک کر کے ایمرجنسی زینے کے پاس آ گئی۔

وہ بڑی گھاگ نائیکہ تھی۔ اتنی ساری دولت لفٹ کے ذریعے لے جا کر کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ زینے سے اترتی ہوئی ہوٹل کے پچھلے حصے میں پہنچ گئی۔ اس حصے میں ایک آدھ ملازموں نے اسے دیکھا مگر کسی نے کوئی شبہ نہیں کیا۔ اس نے باہر آ کر فون کے ذریعے بیٹی سے کہا۔ ''مال ہاتھ آ گیا ہے۔ اسے اسپتال لے کر آنا مناسب نہیں ہے۔ میں سیدھی گھر جا رہی ہوں۔ تم اسپتال کا بل ادا کر کے جے پرکاش کو لے آؤ۔''

اچھی خاصی دولت ہاتھ لگی تھی۔ وہ جوجو کو برے حال میں چھوڑ سکتی تھی لیکن جب اس کی یادداشت واپس آ جاتی تو وہ ان ماں بیٹی کے پیچھے پڑ جاتا۔ اسپتال والے بیان دیتے کہ پنا بائی ہوٹل کے کمرے کی چابی لے گئی تھی۔ اس کے علاوہ ان کے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ پتا نہیں، اس جے پرکاش کے پاس اور کتنی دولت ہو گی؟ آئندہ وہ اس سے بہت کچھ حاصل کر سکیں گی۔ ایسی بہت سی باتوں کے پیشِ نظر وہ جوجو کو اپنے کوٹھے پر لے آئیں۔

غور کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ تقدیر کا لکھا کس طرح پورا ہوتا ہے؟ کس طرح مقدر بندوں کو بڑی ہیرا پھیری سے اسی مقام پر پہنچا دیتا ہے، جہاں اسے پہنچنا چاہیے۔ میری پوٹی انوشے کی پیش گوئی کے مطابق جوجو دور بھاگنے کے باوجود پنا بائی کے کوٹھے پر پہنچ گیا تھا۔

وہ نمو کے بیڈروم میں پڑا ہوا تھا۔ خود کو عارضی طور پر بھول گیا تھا۔ نمو سے پوچھ رہا تھا۔ ''تم کون ہو؟ مجھ لاوارث سے ہمدردی کر رہی ہو۔ اپنے گھر لے آئی ہو۔ کیا یہ جانتی ہو کہ میں کون ہوں؟''

نمو نے اسے تھپک کر کہا۔ ''زیادہ نہ سوچو۔ رفتہ رفتہ تمہیں سب کچھ یاد آ جائے گا کہ میں تمہاری پتنی ہوں اور تم میرے پتی ہو۔''

ان حالات میں وہ بہت ہی معصوم اور قابلِ رحم ہو گیا تھا۔ اگر ایسا ہی ہوتا، جیسا اب ہو گیا ہے تو ہم کبھی اس سے دشمنی نہ کرتے۔ انسان اسی طرح بے ضرر رہے، اپنی ذات سے کسی کو نقصان نہ پہنچائے تو دوسرے بھی اسے نقصان نہیں پہنچاتے۔ مشکل یہ ہے کہ ہماری دنیا میں ایک دوسرے کو فائدہ

پہنچانے والی باتوں پر عمل نہیں کیا جاتا۔ صرف اپنا ہی مفاد حاصل کرنے کی دُھن سوار رہتی ہے۔

جوجو نے مجھے جھانسا دینے کے لیے پنا بائی سے کہا تھا کہ وہ آج رات کو ٹھے پر آنے والا ہے۔ اس طرح یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں پنا بائی کے ذریعے اس کی تاک میں لگا ہوا ہوں یا نہیں...؟ اور واقعی میں جھانسے میں آ گیا تھا۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ وہ کس وقت کوٹھے پر پہنچ رہا ہے، میں بار بار ان ماں بیٹی کے اندر جاتا رہتا تھا۔ آخر رات کے آٹھ بجے معلوم ہو گیا کہ ہمارا وہ شکار اپنی قربان گاہ پر پہنچ گیا ہے۔

میں کئی بار جوجو کی آواز سن چکا تھا۔ اس کا لب و لہجہ میرے ذہن میں نقش تھا۔ میں چشمِ زدن میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ خود فراموشی کی حالت میں تھا۔ میں دماغ کے یادداشت والے حصے میں پہنچا ہوا تھا۔ یہ لازمی تھا کہ پہلے اس کا حافظہ درست کیا جائے لہٰذا وہاں جو کمزوری تھی۔ میں اسے دور کرنے لگا۔ اس کے حالات اور پچھلے تمام واقعات کو فلم کی طرح اس کی دماغی اسکرین پر چلانے لگا۔

میں ان لمحات میں ایسا ڈاکٹر تھا جو دماغ کے اندر گھس کر ایک مریض کا علاج کر رہا تھا پھر وہ کیسے نارمل نہ ہوتا؟ تقریباً بیس منٹ میں اس کی دماغی توانائی بحال ہو گئی۔ اگلی پچھلی تمام باتیں یاد آ گئیں اور جب یاد آئیں تو اس نے ایک دم سے گھبرا کر پنا بائی اور نمو کو دیکھا۔ سہم کر بستر سے اُتر کر کھڑا ہو گیا۔ نمو نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''میں یہاں کیسے آ گیا؟ یہاں میرے لیے خطرہ ہے۔ مجھے ابھی جانا ہو گا۔''

وہ جانے کے لیے آگے بڑھا۔ ان ماں بیٹی نے اسے پکڑتے ہوئے کہا۔ ''رُک جاؤ، تم بیمار ہو۔''

وہ انہیں دھکا دے کر جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ پیدا کی۔ وہ اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔ میں اسے کمزوری کا احساس بھی دلا رہا تھا۔ وہ فوراً ہی وہاں سے اُٹھ نہ سکا۔ وہ ماں بیٹی اسے سہارا دے کر اٹھانے لگیں۔ پنا بائی نے کہا۔ ''اپنی حالت کو سمجھو۔ بیمار اور کمزور ہو۔ ہمارے سوا کوئی تمہارا خیال رکھنے والا اور خدمت کرنے والا نہیں ہے۔ کہیں جانے کی بات نہ کرو۔''

وہ ان کے سہارے چلتا ہوا بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ نمو نے پوچھا۔ ''آخر تمہیں کس سے خطرہ ہے؟ تم گووا میں بھی مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ یہاں سے بھی جانا چاہتے ہو۔ ہم پر بھروسا کرو۔ ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔''

وہ پریشان ہو رہا تھا۔ کمزوری کے باعث وہاں سے اُٹھ کر جا نہیں سکتا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامتے ہوئے بولا۔ ''پتا نہیں، وہ کب میرے اندر گھس آئے گا؟ اس نادیدہ دشمن کو نہ تم دیکھ سکو گی، نہ میری حفاظت کر سکو گی۔''

میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ جس ایشورارا کو بھگوان مانتا ہے۔ اس کی بیٹی کو پھانسنے کی حماقت کر رہا تھا۔ اس کے نتیجے میں ایسی سزا ملی تھی کہ دماغ پھوڑا بن گیا تھا۔ عارضی طور پر یادداشت کھونے کے باعث ایک اسپتال سے ہوتا ہوا اسی پنا بائی کے کوٹھے پر پہنچ گیا تھا جہاں مجھے ٹریپ کر کے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ وہ میرے لیے گڑھا کھود کر خود اس میں گر پڑا تھا۔

اس کے کمزور دماغ سے یہ اہم بات معلوم ہوئی کہ ایشورارا کون ہے؟ کیا ہے؟ اور ہماری دنیا کو تسخیر کرنے کے سلسلے میں وہی تمام منصوبے بناتا ہے۔ آج کل وہ اسی ارضی دنیا میں ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا۔ ''کیا ایشورارا کے علاوہ سیارے کے اور باشندے بھی اس زمین پر ہیں؟''

اس کی سوچ نے کہا۔ ''نہیں، ابھی اس دنیا میں ہوں اور ہمارا ایشورارا ہے۔ تمام غیر معمولی مشینیں تباہ ہو چکی ہیں۔ فی الحال سیارے سے کوئی نہیں آئے گا۔ ایشورارا جانتا ہے کہ بعد میں وہاں سے کن لوگوں کو آنا ہے؟ اور کب آنا ہے؟''

اس کی ان باتوں سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ جو شخص کلاونتی اور دلربا کے چکروں میں پڑا ہوا ہے، وہی ان کا بھگوان کہلانے والا ایشورارا ہے۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے جوجو کے اندر زلزلے پیدا کیے تھے۔ اگر وہ سیارے میں ہوتا تو اس کی سوچ کی لہریں جوجو کے اندر پہنچ نہ پاتیں۔ یہ پورا یقین ہو گیا تھا کہ وہ اسی زمین پر ہے اور انگولا کے کسی شہر یا قصبے میں پہنچا ہوا ہے۔ دوسرے دن دلربا وہاں پہنچنے والی تھی۔

یہ بڑی اہم بات معلوم ہوئی تھی۔ ہم بڑی احتیاط اور حکمتِ عملی سے انگولا میں ایشورارا کو ٹریپ کر سکتے تھے۔ میں نے ایس ایم ایس کے ذریعے ثنا سے کہا۔ ''جسے شکار کرنا چاہتی ہو۔ وہ تمہارا منتظر ہے مگر اسے جان سے نہ مارنا۔''

یہ میسج پڑھتے ہی وہ پنا بائی کے دماغ میں پہنچ گئی پھر اس کے ذریعے جوجو کی آواز سن کر اس کے دماغ میں آ گئی۔ اسے مخاطب کیے بغیر بڑی خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ یہ مزید معلومات حاصل ہوئیں کہ سیارے میں ایشورارا سے اوپر ایک اور گریٹ ایشورارا ہے۔ اسے سیارے والوں

نے بھی نہیں دیکھا۔ صرف اس کی آواز سنی ہے۔

دی گریٹ ایشورارا نے سیارے والوں سے کہا ہے کہ ابھی جو ایشورارا ان کے درمیان ہے وہی اپنے گریٹ ایشورارا کا نمایندہ ہے اور وہ بہت جلد باٹو راما کے باشندوں کو ارضی دنیا میں لے جائے گا پھر وہ ایسی دنیا پر حکومت کریں گے جہاں رنگ برنگے پھول کھلتے ہیں، لذیذ پھل، میوے، چاول، گندم اور طرح طرح کی لذیذ چیزیں کھانے کو ملتی ہیں۔ ازدواجی زندگی گزارنے اور خوبصورت نسل بڑھانے کے لیے حسین عورتیں حاصل ہوتی ہیں۔

جوجو کے خیالات پڑھ کر اندر کی باتیں معلوم ہو رہی تھیں۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ گھبرا کر بولا۔ ''یہ... یہ میرے اندر کون سانسیں لے رہا ہے؟''

وہ لیٹا ہوا تھا۔ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ نمو اور پناہ گاہ سے کہنے لگا۔ ''وہ شاید... وہ آ گیا ہے؟ میرے اندر سے سانسیں نکالنے آیا ہے۔ نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے اپنے سیارے میں واپس جانے دو۔''

میں ہنسنے لگا۔ ہنسنے سے خون بڑھتا ہے مگر اس کا خون خشک ہو رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''تیرا سیارہ پتا نہیں کتنی بلندی پر ہے؟ تجھے تو اس بلندی سے بھی اُوپر جانا ہے۔''

وہ بڑی عاجزی سے بولا۔ ''مسٹر فرہاد! میں جانتا ہوں' یہ تم ہی ہو۔ مجھ سے سمجھوتا کرو۔ میں تمہارا تابع دار بن کر تمہارے بہت کام آتا رہوں گا۔''

میں نے کہا۔ ''تیری تمام غیر معمولی مشینیں تباہ ہو چکی ہیں۔ ان مشینوں کے بغیر تُو اتنا بے بس ہو گیا ہے کہ اپنے کام نہیں آ سکتا، میرے کیا کام آئے گا؟''

وہ سمجھ گیا کہ موت ٹلنے والی نہیں ہے۔ اسے چپ لگ گئی۔ وہ خلا میں تکنے لگا۔ میں نے کہا۔ ''تیرے ایشورارا اور دی گریٹ ایشورارا نے اپنے دو باشندوں کا انجام دیکھ لیا ہے۔ اب انہیں اپنے پاس بلاتا کہ وہ تیرا انجام بھی دیکھ کر یہ سمجھ لیں کہ زمین والے لوہے کا چنا ہیں۔ وہ ہمیں آیندہ بھی چبانا چاہیں گے تو ان کے دانت اسی طرح ٹوٹتے رہیں گے۔''

اس نے میری مرضی کے مطابق فون کے ذریعے ایشورارا سے رابطہ کیا۔ اس نے غصے سے پوچھا۔ ''کتے! تُو ابھی زندہ ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں نہیں جانتا' کیسے زندہ ہوں؟ تُو نے تو مار ہی ڈالا تھا لیکن مقدر سے مجھے. سانسیں مل رہی ہیں۔''

''تجھے میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟''

''مجھے فرہاد نے بتایا ہے۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا بکواس کرتا ہے؟ اسے میرا فون نمبر کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟''

''وہ میرے اور تیرے بارے میں پتا نہیں' کیا کچھ جانتا ہے؟ اس وقت بھی وہ ہماری باتیں سن رہا ہے۔''

وہ شدید حیرانی اور پریشانی سے بولا۔ ''کیا وہ تیرے اندر پہنچا ہوا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''ہاں، میں اس کے دماغ میں ہوں۔ اپنے سیارے میں اَن داتا اور بھگوان کہلانے والے تُو اپنی اہم قیمتی مشینوں کو تباہی سے نہ بچا سکا۔ زمین پر آنے والے تیرے دو ماتحت مارے گئے۔''

وہ بولا۔ ''مجھے طعنے نہ دے۔ تُو نے میری لاعلمی میں یہ کامیابیاں حاصل کی ہیں۔''

''ابھی تو تُو بے خبر نہیں ہے۔ تیرا یہ اہم کارندہ مرنے والا ہے۔ تُو بھگوان ہے تو اسے بچا لے۔''

وہ بولا۔ ''آج اس کی موت کا وقت مقرر ہے۔ اس لیے میں اسے نہیں بچاؤں گا۔''

''ایشورارا...! کیا یہ بھول گیا ہے' تُو نے جوجو کے ذریعے میری موت کا وقت مقرر کیا تھا۔ تیری مقرر کردہ موت مجھے نہیں آئی۔ عین وقت پر میرے خدا نے مجھے بچا لیا۔ تُو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو ابھی جوجو کو بچا کر لے جا۔ یہ ثابت کر دے کہ تُو سیارے والوں کا خدا ہے۔''

''مجھے یہ ثابت کر کے تجھ سے کوئی تمغا حاصل نہیں کرنا ہے۔ اس کم بخت کو تو میں خود ہی مارنا چاہتا تھا۔ اب یہ تیرے ہاتھوں مر رہا ہے تو مر ہی جائے۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''ایک آخری بات سن لے۔ میری حکمتِ عملی مجھے یقین دلا رہی ہے کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر تُو بھی جوجو کی طرح میرے شکنجے میں آ کر ایسی بے بسی کی موت مرنے والا ہے۔''

یہ کہتے ہی میں جوجو کے اندر مسلسل زلزلے پیدا کرنے لگا۔ وہ تڑپ تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا۔

جو ایمان کے سچے اور اعتقاد کے پکے ہوتے ہیں، وہی سمجھتے ہیں کہ روحانیت اور قدرت خداوندی کیا ہوتی ہے؟ جو بھی اچھے برے واقعات پیش آتے ہیں ان کے لیے ایک خاص وقت مقرر ہوتا ہے۔ میری پوتی نے ایسا ہی ایک مقررہ وقت مجھے بہت پہلے بتا دیا تھا۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اہل مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

جوجو کے آخری وقت میں ثنا اس کے اندر تھی۔ اس نے خیالات پڑھ کر سیارے اور ایشورارا کے متعلق بہت سی اہم معلومات فراہم کی تھیں۔ سب سے اہم بات یہ معلوم ہوئی تھی کہ سیارے میں بھگوان کہلانے والا ایشورارا آج کل ہماری دنیا میں مصروف ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اس بھگوان کا بھی ایک بھگوان ہے جو گریٹ ایشورارا کہلاتا ہے۔ اس نے موجودہ ایشورارا کو سیارے میں اپنا نمایندہ بنایا تھا اور اب اسے زمین پر نمایندگی کے لیے بھیجا تھا تاکہ وہ یہاں بانو راما سیارے والوں کی حکومت قائم کرسکے۔

یہ راز بھی کھل گیا تھا کہ جوشخص کلاونتی اور دلربا کے چکر میں پڑا ہوا ہے' وہی ایشورارا ہے جو آیندہ نام نہاد خدائی دعووں کے ساتھ ہم سے ٹکرانے والا ہے۔ ابھی اس حد تک معلوم ہوا تھا کہ وہ انگولا میں ہے۔ دلربا اس سے ملنے دوسری صبح کی فلائٹ سے وہاں جانے والی تھی۔ ہم محتاط رہ کر یہ معلوم کرسکتے تھے کہ انگولا میں ایشورارا کی مصروفیات کیا ہیں؟

ابھی ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کس طرح محاذ آرائی کررہا ہے؟ وہ روحانی قوتوں کو کمزور کرنے کے لیے جوگی مہاراج اور فادر جوزف سے مل چکا تھا۔ ان بزرگوں نے اسے صاف اور سیدھا جواب دیا تھا کہ وہ اس ادارے کے خلاف اس کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔

آیندہ ہمیں یہ معلوم ہونے والا تھا کہ وہ ایک اور آتما شکتی جاننے والی کاہنہ سے ملنے انگولا گیا ہے۔ فی الوقت ثنا بہت خوش تھی کہ جوجو مارا گیا ہے اور وہ ایشورارا کو ٹریپ کرنے کے لیے دلربا کو اپنی آلۂ کار بنائے رکھے گی۔ اس سلسلے میں وہ مجھ سے رابطہ کرنے والی تھی۔ اسے اب تک جوجو کی تلاش تھی۔ اس کی تلاش میں اس نے رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ سوچ رہی تھی' پہلے ڈائننگ ہال میں جاکر ڈنر کرنا چاہیے یا مجھ سے رابطہ کرنا چاہیے؟

میں نے ایسے وقت ایس ایم ایس کے ذریعے کہا۔ ''مبارک ہو! سیارے کا تیسرا اہم شخص جہنم میں پہنچ گیا ہے۔''

اس نے لکھا۔ ''تم مبارکباد کے زیادہ مستحق ہو۔ تم ہی نے اسے عبرتناک انجام تک پہنچایا ہے۔''

میں نے انجان بن کر پوچھا۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں نے نہیں... تمہارے فرہاد صاحب نے اس دشمن کو ٹھکانے لگایا ہے' جس نے انہیں عارضی موت کا ڈراما پیش کرنے اور روپوش رہنے پر مجبور کردیا تھا۔''

اس نے لکھا۔ ''جو جو مر چکا ہے۔ اب روپوشی ضروری نہیں ہے۔ اب تو مان لو... تم میرے فرہاد ہو۔''

''جب فرہاد صاحب تم سے ملیں گے تب تمہیں یقین ہوگا کہ میں صرف ایک انفارمر ہوں اور اس وقت بھی ایک اہم اطلاع دینے آیا ہوں۔''

''یہ تو میں مانتی ہوں' تم انفارمر کی حیثیت سے بڑی اہم اطلاعات فراہم کرتے رہتے ہو۔ اب نئی اور اہم اطلاع کیا ہے؟''

''یہ ہے کہ جوجو کی موت کے بعد مسٹر فرہاد کو روپوش نہیں رہنا چاہیے۔ کم از کم تم سے ملنا چاہیے مگر وہ نہیں ملیں گے۔''

اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''کیوں نہیں ملیں گے؟''

''یہ معلوم ہوا ہے کہ تم دشمنوں کی نظروں میں آگئی ہو۔ کوئی شخص تمہاری نگرانی کررہا ہے۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''میری نگرانی؟ میں کسی کی نظروں میں کیسے آسکتی ہوں؟''

''سیارے سے آنے والوں کو بھی یہ یقین تھا کہ وہ کسی کی نظروں میں نہیں آئیں گے مگر آگئے اور موت کے ہتھے چڑھ گئے۔''

اس نے بند دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے لکھا۔ ''کیا میری نگرانی کرنے والا اس ہوٹل میں ہے؟''

''ہوسکتا ہے، تمہیں اپنے سائے سے بھی محتاط رہنا چاہیے۔''

''میں ابھی ڈائننگ ہال میں جارہی ہوں۔ اسے تاڑنے کی کوشش کروں گی۔''

''میرا مشورہ ہے' کمرے سے باہر نہ جاؤ۔ کھانا یہیں منگوالو۔ میں اسے تلاش کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ جیسے ہی وہ نظروں میں آئے گا' میں تمہیں انفارم کروں گا۔''

اس نے کھانے کا آرڈر دیا۔ میں نے تھوڑی دیر بعد رابطہ کرکے پوچھا۔ ''کیا کررہی ہو؟''

اس نے جواباً لکھا۔ ''کھانے کا انتظار کررہی ہوں۔ کیا وہ نظروں میں آگیا ہے؟''

''ہاں، ایک شخص پر شبہ ہورہا ہے۔ میں تصدیق کرنے کے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔''

میں ایس ایم ایس کا رابطہ ختم کرتے ہوئے اس کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے دستک کی آواز سنتے ہی دروازے کے قریب آکر پوچھا۔ ''کون ہے؟''

میں نے کہا۔ ''روم سروس میم...!''

وہ بہت محتاط تھی۔ آواز سنتے ہی میرے دماغ میں پہنچ گئی۔ میری سوچ نے اسے بھٹکایا کہ میں ہوٹل کا ملازم ہوں۔ کھانا لے کر آیا ہوں۔ اس نے مطمئن ہوکر لاک کو ہٹایا۔ میں نے اسی لمحے میں ایک جھٹکے سے دروازے کو پوری طرح کھول دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے چلی گئی۔ میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر جوابی حملہ نہ کرسکی۔ غصے سے بولی۔ ''کون ہو تم...؟''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''تم میرے اندر آکر معلوم کرچکی ہو۔ میں بے چارہ ہوٹل کا ایک ملازم ہوں۔ تمہاری جوانی سے کھیلنے آیا ہوں۔''

اس نے چونک کر میرے پیچھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

میں اس کے جھانسے میں آگیا۔ ایک ذرا گردن گھما کر دیکھا تو اس نے میرے ہاتھ پر ایک کک ماری۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر دور چلا گیا۔ اس کی دوسری لات میرے سینے پر پڑنے والی تھی۔ میں نے وہ ٹانگ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا تو وہ کھنچی چلی آئی۔ میرے بازوؤں کے شکنجے میں پھنس گئی۔

وہ نجات پانے کے لیے زور آزمائی کرسکتی تھی۔ یا کوئی داؤ آزما سکتی تھی لیکن وہ ڈھیلی پڑگئی۔ خود کو میرے حوالے کردیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے پہچان گئی ہے اور اپنا چہرہ میرے چہرے کی طرف اُٹھا کر اپنے سلگتے ہوئے سرخ ہونٹ پیش کررہی ہے۔ میں انہیں چومنے کے لیے ذرا جھک گیا۔ ایسے ہی وقت میرے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ اس نے میرے پیٹ میں کہنی ماری تھی۔ میں تکلیف کی شدت سے دُہرا ہونے لگا۔

ایک طویل مدت کے بعد ایک انوکھے انداز میں اس سے ملنا چاہتا تھا مگر ایسا ہنی مون بڑا مہنگا پڑرہا تھا۔ وہ ذہانت اور ایکشن میں تقریباً سونیا جیسی تھی۔ آسانی سے تو کیا، مشکل سے بھی قابو میں نہیں آتی تھی۔ اب وہ میرے منہ پر گھونسا مارنا چاہتی تھی۔ میں نے جھک کر خود کو بچایا پھر اسے کاندھے پر اُٹھا کر بیڈ پر لاکر پھینک دیا۔ اس کے اُٹھنے سے پہلے ہی میں اُچھل کر اس پر آگیا۔ وہ اِدھر اُدھر سے نکلنے کی کوششیں کرنے لگی۔ اس بار میں نے اس طرح جکڑ لیا تھا کہ وہ کوئی داؤ یا ہتھکنڈا آزمانے میں ناکام ہورہی تھی۔

وہ پھر ڈھیلی پڑتے ہوئے بولی۔ ''تم زبردست ہو۔ میں ہار مانتی ہوں۔ مجھے ذرا دم لینے دو۔ میری جوانی سے کھیلنے آئے ہو تو ذرا آرام سے کھیلو۔ اب میں تمہاری ہر بات مانتی رہوں گی۔''

میں نے کہا۔ ''اور اب میں تمہارے جھانسے میں آنے والا نہیں ہوں۔ میری دلیری کی داد دو۔ یہاں آنے سے پہلے تمہیں ایس ایم ایس کے ذریعے انفارم کرچکا تھا کہ کوئی تمہاری تاک میں ہے۔''

اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر پوچھا۔ ''کیا وہ ایس ایم ایس تم نے کیا تھا؟ لیکن وہ تو میرا ایک مہربان انفارمر ہے جو...''

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ ''وہ مہربان میں ہی ہوں۔ تمہیں حاصل کرنے کے لیے انفارمر بن کر تمہارا دل جیتتا رہا۔ آج تمہاری جوانی کو جیتنے آیا ہوں۔''

وہ مجھے بڑی توجہ سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کیا سچ کہہ رہے ہو؟ تم وہی انفارمر ہو؟''

ایسا کہتے ہوئے اس نے اپنا منہ میری گردن سے لگادیا۔ میں پسینے سے بھیگ رہا تھا۔ اس نے ایک آدھ بار گہری سانسیں لیں پھر یکبارگی قہقہہ لگاتی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی۔ ''ہائے فرہاد...! یہ تم ہو؟ ہاں، تم ہو۔ میں پہلے ہی پسینے کی بو پر توجہ دیتی تو تمہارے فریب نہ آتی۔ ہائے... کیسے انوکھے انداز میں وصال کی مسرتیں دے رہے ہو؟''

پہلے میں اسے شکنجے میں لے رہا تھا۔ اب وہ جونک کی طرح چمٹ گئی تھی۔ خوشی کے مارے روتی جارہی تھی' ہنستی جارہی تھی اور اپنی ایک ایک سانس میں مجھ پر قربان ہوتی جارہی تھی۔

☆☆☆

ایشورارا کی پریشانیاں بڑھ گئی تھیں۔ جوجو کی موت نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ میں آیندہ بھی سیارے سے آنے والوں کی تاک میں رہوں گا اور انہیں زندہ سلامت واپس جانے نہیں دوں گا۔ اس کے لیے اب یہ ضروری ہوگیا تھا کہ جلد سے جلد غیر معمولی مشینیں تیار کرے جبکہ ان کی تیاری میں اچھا خاصا وقت لگنے والا تھا۔ وہ آسانی سے کم وقت میں تیار نہیں ہوسکتی تھیں اور جب تک وہ تیار نہ ہوتیں تب تک اس نے قسم کھائی کہ مجھے چین سے بیٹھنے نہیں دے گا۔

ہماری دنیا میں ایسے بے شمار لوگ ہیں جو عورتوں سے خاص دلچسپی نہیں رکھتے۔ برہم چاری ہوتے ہیں۔ اپنی پوری زندگی عورتوں سے دور رہ کر گزار دیتے ہیں۔ بانو راما سیارے میں بھی ایسے کئی لوگ تھے۔ ایشورارا نے طے کیا کہ ایسے ہی شہزور اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کو میرے مقابلے پر لائے گا۔

یہ تلخ حقیقت اس کے سامنے تھی کہ اس کے تین اہم کارندے جوجو' گوا گوا اور جانانا عورتوں کی طلب میں حرام موت مارے گئے تھے۔ اب عقل یہ سمجھا رہی تھی کہ عورتوں سے بیزار رہنے والے شہزور ہی ارضی دنیا میں آکر کامیاب رہ

سکیں گے۔

ایسے شہزوروں کو تلاش کرنے اور نئی مشینری کی تیاری کے لیے سیارے پر جانا ضروری تھا۔ اس وقت وہ انگولا کے شہر گوانزا میں تھا۔ اس کی اگلی منزل وہاں سے سو کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ ادھر ایک جنگل میں ہزاروں سال پرانا ایک مندر تھا۔ جہاں ایک آتما شکتی رکھنے والی کاہنہ رہتی تھی۔ اس کے اتنے قریب آکر ملاقات کیے بغیر سیارے پر واپس جانا مناسب نہ ہوتا۔ جوگی مہاراج اور فادر جوزف نے مایوس کیا تھا۔ اسے امید تھی کہ وہ پراسرار کاہنہ اس کی مرادیں ضرور پوری کرے گی۔

ان حالات میں اس نے فیصلہ کیا کہ کاہنہ سے ملاقات کرنے، اس سے دوستی اور اس کا تعاون حاصل کرنے کے بعد ہی سیارے کی طرف کوچ کرے گا پھر وہاں سے اسرنو بھرپور تیاریوں کے ساتھ جلد ہی واپس آئے گا۔ فی الحال وہ منصوبے ہی بنا سکتا تھا۔ ان پر عمل کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا پھر بیٹی اور بیٹے کے سلسلے میں بھی ذمے داریاں تھیں۔ وہ ان دونوں سے رابطہ رکھتا تھا اور ان کی خیریت معلوم کرتا رہتا تھا۔

اس بار بھی وہ اپنی اولاد کی خبر رکھنے کے لیے پہلے ماؤرا کے دماغ میں آیا۔ اس نے سوچا تھا کہ پہلے چپ چاپ بیٹی کے خیالات پڑھے گا پھر اسے مخاطب کرے گا لیکن وہاں پہنچتے ہی فوراً واپس چلا آیا۔ اس کی بیٹی اور پورس کا جذباتی سین چل رہا تھا۔ وہ بری طرح جھینپ کر دماغی طور پر حاضر ہوگیا تھا۔

پہلی بار اس کی عقل میں یہ بات آئی کہ بیٹی جوان ہے' دروازے پر دستک دیے بغیر اس کے کمرے میں نہیں جانا چاہیے۔ کجا یہ کہ اس کے دماغ میں گھس آیا تھا۔ اب بری طرح شرمندہ ہو رہا تھا اور یہ سوچ کر غصہ بھی آرہا تھا کہ میں اس کا جانی دشمن ہوں اور میرا بیٹا اس کی بیٹی کی زندگی میں بڑی گہرائی تک اتر چکا ہے۔

اس کے لیے یہ تضاد ناقابلِ برداشت تھا کہ ایک طرف ہمارے درمیان مار ڈالنے یا مرجانے کی حد تک دشمنی تھی' دوسری طرف ہمارے بچے محبت اور دوستی بڑھا رہے تھے۔ وہ اپنے بیٹے دامودر کے اندر آکر غصے سے بولا۔ ''پورس کو اپنا معمول اور تابع دار بنایا گیا تھا لیکن ماؤرا نے اسے سرچڑھا لیا ہے۔ کیا تم ان دونوں کے افیئر سے بے خبر ہو؟''

اس نے کہا۔ ''نو پاپا! میں جانتا ہوں' وہ ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔''

''ایک غلام سے چاہت کیسی؟ اسے تو ٹھوکروں میں رکھنا چاہیے۔''

''پتا نہیں پاپا! اس میں کیا بات ہے؟ وہ ایسا زندہ دل ہے' اتنا اچھا ہے کہ دشمن کو بھی دوست بنالیتا ہے۔ مجھ سے بھی بڑی اچھی دوستی ہے۔''

''بکواس مت کرو۔ جب فرہاد کی کمر توڑنے کے لیے میں تمہیں حکم دوں گا کہ پورس کو گولی مار دو تو کیا اس وقت بھی تم دوستی نبھاؤ گے؟''

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''اوہ، پاپا! ہمیں مشکل میں نہ ڈالو۔ اگر دشمنی کرنی تھی تو پورس کو ہمارے ساتھ ایک چھت کے نیچے نہ رکھا ہوتا۔ میں کیسے سمجھاؤں' وہ میرے اور ماؤرا کے دل میں جگہ بنا چکا ہے۔ اگر ہم سے کہا جائے کہ اسے چھوڑ کر سیارے پر واپس چلے جائیں تو ہم کبھی نہیں جائیں گے۔''

اس نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''ہُوں، تم اس کے لیے ایسے جذبات رکھتے ہو تو ماؤرا ایک لڑکی ہے۔ وہ تو اور زیادہ جذباتی اور دیوانی ہوچکی ہوگی۔ کیا تم جانتے ہو' اس نے اپنے باپ کا سر جھکا دیا ہے؟ میری ناک نیچی کردی ہے۔''

''وہ کیسے پاپا...؟''

''اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں؟ میں نے تم بہن بھائی کو جوانی کے اندھے کھیل سے باز رکھنے کے لیے فرشتہ بنا دیا تھا۔ تمہارے دماغوں سے گناہ کا کھیل کھیلنے والے تمام جذبات مٹا دیے تھے۔''

اس نے پوچھا۔ ''یہ گناہ کا کھیل کیا ہوتا ہے پاپا...!''

''یہ کھیل مرد کو اُلّو بنا کر عورت کو اس پر حاوی کردیتا ہے لیکن میرے گھر میں یہ کھیل اُلٹا ہوگیا ہے۔ میری بیٹی نے اُلّو بن کر ایک مرد کو اپنے اوپر مسلّط کرلیا ہے۔ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں' ماؤرا نے اپنا بدن اس کے حوالے کردیا ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''بدن کیسے حوالے کرتے ہیں پاپا...!''

وہ بے بسی سے ذرا چپ رہا پھر بولا۔ ''تم عشق و محبت کے جذبات کو سمجھ سکتے ہو مگر اس سے آگے کی باتیں نہیں سمجھتے۔''

''پلیز، تم سمجھا دو۔''

''دیکھو بیٹے! میں نے تاکید کی تھی' کبھی کسی کے سامنے کپڑے نہ اُتارنا۔ یہ ننگا پن ہوتا ہے۔ کیا تم ایسی غلطی کرتے ہو؟''

''نو پاپا! میں نے کبھی ایسی غلطی نہیں کی ہے۔''

''تمہاری بہن ایسی ہی غلطی کررہی ہے۔ پتا نہیں' میری تعلیم و تربیت کو کیسے بھول گئی ہے؟''

''ہم تمہیں بہت چاہتے ہیں پاپا! تم جتنا کہتے ہو' اُتنا ہی کرتے ہیں۔ اس سے آگے کچھ نہیں کرتے۔ اگر

ماؤرا تمہاری تربیت کے خلاف ایسا کچھ کررہی ہے تو یہ اس کی نادانی ہے۔ میں اسے سمجھاؤں گا۔''

وہ سوچنے لگا۔ ''جب میں باپ ہوکر نہ سمجھا سکا تو بیٹا کیا سمجھائے گا؟ یہ ازلی حقیقت ہے کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ جب اس کے پر نکلتے ہیں تو وہ پرواز کرتے وقت بزرگوں کی نصیحتوں کو بھول جاتی ہے۔ کسی دن یہ بیٹا بھی کسی حسینہ کے آگے میرا پڑھایا ہوا سبق بھول جائے گا۔''

وہ کبھی کبھی بیٹی اور بیٹے کے چور خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ اب تک یہی اطمینان تھا کہ وہ عشق و محبت کو محض دور کی دوستی سمجھتے ہیں۔ دوستی میں کسی کے قریب جانے کی خواہش ان میں پیدا نہیں ہوتی۔ اس کا بیٹا کتنی ہی لڑکیوں سے ملتا تھا' باتیں کرتا تھا' ان کے ساتھ تفریح کے لیے جاتا تھا۔ اس حد سے آگے بڑھنے والیوں سے صاف کہہ دیتا تھا۔ ''اگر ننگے پن کی باتیں کروگی تو دوستی ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گی۔''

وہ لڑکیاں اسے کھٹا انگور کہہ کر دوسرے بوائے فرینڈز کی طرف چلی جاتی تھیں۔ ایشور رارا نے سوچا۔ ''بیٹی میری توقع کے خلاف بہک گئی ہے۔ کیا بیٹا بھی جانے انجانے میں کہیں بہک رہا ہے؟''

وہ دامودر کے خیالات پڑھنے لگا تب یہ انکشاف ہوا کہ وہ شبانہ نامی ایک لڑکی سے اس قدر متاثر ہے کہ اسے دل و جان سے چاہنے لگا ہے لیکن اس کی چاہت نادان بچوں جیسی ہے۔ وہ شبانہ کے ساتھ ہنسنا' کھیلنا اور دن رات اس کے قریب رہنا چاہتا ہے۔ ایسی قربت کی خواہش میں کوئی حیوانی ہوس نہیں ہے۔

یوں بیٹے کی طرف سے اطمینان ہوا کہ اس کی جوانی میں ابھی بچپنا ہے لیکن وہ کسی شبانہ پر بھروسا نہیں کرسکتا تھا۔ کوئی بھی عورت اس کی خلوت میں پہنچ کر اس بچے کو ہڑبڑا کر جوان بنا سکتی تھی۔

اس نے بیٹے سے پوچھا۔ ''یہ شبانہ کون ہے؟''

وہ خوش ہوکر بولا۔ ''او پاپا...! تم نے اس کا نام لیا ہے تو میری نگاہوں کے سامنے پھول کھلنے لگے ہیں۔''

''میں پوچھتا ہوں' وہ کون ہے؟''

''ایک بہت ہی سندر لڑکی ہے۔ جتنی سندر ہے' اتنی ہی معصوم اور بھولی بھالی ہے۔ اسے دیکھ کر ماننا پڑتا ہے کہ یہ ارضی دنیا واقعی بہت خوبصورت ہے۔''

''بیٹے! عورت کی خوبصورتی ہمیشہ فریب دیتی ہے۔''

''او نو پاپا...! وہ عورت نہیں ہے۔ ایک چھوٹی سی لڑکی ہے۔ یہی کوئی بارہ تیرہ برس کی ہوگی۔''

وہ حیرت سے تقریباً چیختے ہوئے بولا۔ ''کیا....؟ اتنی چھوٹی بچی...؟ ارے نالائق! کیا اسے گود میں بٹھا کر فیڈر سے دودھ پلائے گا؟''

''اب وہ اتنی چھوٹی بھی نہیں ہے۔ میں چھ فٹ سے کچھ کم ہوں۔ وہ قد آور ہے۔ میرے کاندھے تک آتی ہے۔''

''ایسی قد آور لڑکی جوان ہوگی تو تم اس کے کاندھے تک آؤ گے۔''

''کوئی بات نہیں، میں چاہتا ہوں وہ صرف مجھ سے نہیں ساری دنیا سے قد آور ہو جائے۔ سب اسے سر اٹھا کر دیکھیں۔ سب کی گردنیں ٹیڑھی ہوتی رہیں۔''

باپ نے پوچھا۔ ''اس لڑکی کے لیے بس یہی آرزو ہے یا اور بھی کوئی خواہش ہے؟ تمہارے چور خیالات سے پتا نہیں چل رہا ہے۔ تم کس قسم کے عاشق ہو؟ آخر اس لڑکی کے متعلق کچھ تو ارادے ہوں گے کہ آگے چل کر کیا کرنا ہے؟''

''کچھ سوچا ہے نہ کوئی ارادہ ہے۔ وہ جو کہے گی' وہی کرتا رہوں گا۔ اسے دنیا جہان کی مسرتیں دیتا رہوں گا۔''

''تم اندیشے پیدا کررہے ہو۔ مجھے لگتا ہے' وہ جادو جانتی ہے یا اس کے پیچھے کوئی جادو جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ ہمارا دشمن فرہاد بھی ہوسکتا ہے۔ وہ روحانی علوم جاننے والے بابا صاحب کے ادارے کے لوگ بھی ہوسکتے ہیں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے پاپا...! وہ ایک انڈین مسلمان لڑکی ہے۔ فلمی ہیروئن بننے کے شوق میں ماں باپ کا گھر چھوڑ کر ممبئی آئی ہے۔''

''تم زیادہ وکالت نہ کرو۔ مجھے اس کے اندر پہنچاؤ۔ میں چور خیالات پڑھ کر اس کی حقیقت معلوم کروں گا۔''

امودر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا انوشے کے اندر پہنچا۔ وہ کلام پاک کی تلاوت کررہی تھی۔ اس کی روحانی قوت نے بتایا کہ... دو افراد کی سوچ کی لہریں اس کے اندر ہیں۔ وہ یہ سوچتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھ گئی کہ تلاوت ہوچکی ہے۔ اب کھانا اپنے کمرے میں منگوانا چاہیے۔

دامودر نے اسے مخاطب کیا۔ ''ہائے شبانہ! تمہارے سامنے کوئی کتاب نہیں تھی پھر تم کیا پڑھ رہی تھیں؟''

''میں قرآن مجید کی تلاوت کررہی تھی۔ یہ مقدس کتاب سیکڑوں صفحات پر مشتمل ہے۔ میں نے اسے حفظ کیا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف میرے ذہن میں نقش ہے۔''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''کمال ہے! سیکڑوں صفحات کی کتاب تمہیں زبانی یاد کیسے ہوگئی؟''

''یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ بے شمار مسلمان قرآن مجید کے

حافظ ہیں۔ وہ سب میری طرح کتاب سامنے رکھے بغیر پڑھتے رہتے ہیں۔ یہ بتاؤ' ابھی کیسے آنا ہوا؟''

''تم ابھی کی بات پوچھ رہی ہو۔ میرا دل تو چاہتا ہے' تمہارے پاس آؤں تو کبھی واپس نہ جاؤں۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ''تم بہت اچھے دوست ہو۔ جسٹ آ منٹ۔ میں ابھی کھانے کا آرڈر دے رہی ہوں پھر بات کروں گی۔''

انوشے نے چشم زدن میں دامودر کے اندر پہنچ کر معلوم کرلیا کہ اس کا باپ ایشورارا اس کے اندر پہنچا ہوا ہے اور چور خیالات پڑھ کر اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہے۔ وہ انجان بن کر فون کے ذریعے کھانے کا آرڈر دینا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے بولی۔ ''دامودر! کیا تم نے کھالیا ہے؟''

وہ بولا۔ ''ابھی ذرا مصروف ہوں۔ تھوڑی دیر بعد کھاؤں گا۔''

وہ ریسیور رکھتے ہوئے بولی۔ ''میں بھی تھوڑی دیر بعد کھاؤں گی۔ تم یہاں چلے آؤ۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''دراصل میرے پاپا کا فون آنے والا ہے۔ میں انتظار کررہا ہوں۔ پتا نہیں' کتنی دیر ہو جائے گی؟ تم کھالو۔ میں جلد ہی آنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

''تم جلدی آؤ یا دیر سے۔ میں بھوکی رہوں گی۔ تمہارے ساتھ ہی کھاؤں گی۔''

وہ بڑی معصومیت سے محبت اور لگاوٹ ظاہر کررہی تھی اور وہ نہال ہورہا تھا۔ ایشورارا کو اس کے خیالات پڑھ کر وہی معلوم ہوا جو دامودر اسے بتا چکا تھا۔ اس نے چپ چاپ خیالات پڑھتے ہوئے انوشے عرف شبانہ کے والدین کے نام اور ٹیلی فون نمبرز معلوم کیے پھر بیٹے کے اندر آکر کہا۔ ''میں ابھی فون کے ذریعے اس کے ماں باپ کی آوازیں سنوں گا پھر ان کے بھی خیالات پڑھوں گا تب مجھے اطمینان ہوگا۔''

وہ بولا۔ ''پاپا! آپ کچھ بھی کرتے رہیں۔ اب مجھے اجازت دیں۔ شبانہ میرے انتظار میں بھوکی ہے۔ میں اس کے پاس جارہا ہوں۔''

''تمہاری یہ دیوانگی مجھے کھٹک رہی ہے۔ اس نے لبھانے کے انداز میں کہہ دیا کہ تمہارے انتظار میں بھوکی رہے گی اور تم ریشہ خطمی ہوگئے۔''

''پاپا...! اس کا انداز لبھانے والا نہیں تھا۔ وہ ایسے ہی سیدھے سادے انداز میں بولتی ہے۔ اس کی کسی بھی بات میں ایک ذرا بھی بناوٹ ہوتی تو میں سمجھ لیتا۔ پلیز، اپنے بیٹے کو نادان نہ سمجھو۔''

''کسی عورت کے چکر میں پڑنے والا سب سے پہلے سمجھداری سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔''

''وہ عورت نہیں ہے۔ کیا اس کے خیالات نے یہ نہیں بتایا کہ وہ ایک بے ضرر سی بچی ہے؟ پلیز، مجھ پر بھروسا کرو۔ میں اس سے دھوکا نہیں کھاؤں گا۔''

''جب تک میں اس کی حقیقت معلوم نہیں کروں گا تب تک تم پر بھروسا بھی نہیں کروں گا اور تمہیں اس کے پاس جانے بھی نہیں دوں گا۔''

ماؤرا ایک بیڈروم میں پورس کے ساتھ تھی۔ وہ تھوڑی دیر پہلے بھائی سے بات کرنے اس کے دماغ میں آئی تو دامودر نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ ایشورارا پہلے سے وہاں موجود تھا۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ باپ کو اپنی بیٹی اور پورس کے تعلقات کا پتا چل گیا ہے۔ آیندہ وہ بیٹی کا محاسبہ کرنے والا ہے۔

وہ پورس کو بتانے لگی کہ ڈرائنگ روم میں باپ بیٹے کے درمیان کیا باتیں ہورہی ہیں؟ آیندہ ماؤرا کا تو صرف محاسبہ ہوگا مگر پورس پر بڑا سخت عتاب نازل ہونے والا ہے۔ پھر ماؤرا نے پورس کو بتایا کہ ایک لڑکی شبانہ کے سلسلے میں دامودر کا محاسبہ کیا جارہا ہے۔ ایشورارا ان کے درمیان دیوار بن گیا ہے۔ بیٹے سے کہہ رہا ہے کہ جب تک شبانہ کی حقیقت معلوم نہیں کرے گا تب تک اس لڑکی سے ملنے کی اجازت نہیں دے گا۔

پورس نے ماؤرا کو اپنی طرف کھینچ کر بازوؤں میں بھرتے ہوئے کہا۔ ''سالا مصیبت میں ہو تو اس کی مدد کرنا بہنوئی کا فرض ہوتا ہے۔''

وہ بولی۔ ''تم اس کی مدد کرنے جاؤ گے تو پاپا تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔''

''میں تو باہر جارہا ہوں۔ تم دامودر کے پاس جاکر کہو' میں تھوڑی دیر پہلے باہر گیا تھا۔ میرا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ میں فون کے ذریعے تمہیں یہ بتا کر بے ہوش ہوگیا ہوں کہ حادثہ رام مندر کے سامنے ہوا ہے۔''

''میں سمجھی نہیں، اس طرح دامودر کا کیا فائدہ ہوگا؟''

''دامودر میری مدد کرنے کے لیے یہاں سے باہر جاسکے گا اور ہم اسے اس کی شبانہ تک پہنچا سکیں گے۔''

''تم یہ بھول رہے ہو کہ پاپا تمہارے دماغ میں پہنچیں گے اور فوراً معلوم کرلیں گے کہ... حادثہ ہوا ہے اور نہ تم بے ہوش ہو۔''

پورس نے کہا۔ ''میری جان! صرف وہی نہیں۔ تم بھی میرے اندر آؤ گی تو مجھے بے ہوش پاؤ گی۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا تم سچ مچ بے ہوش ہو جاؤ گے؟''

''تم اپنا من دے سکتی ہو۔ تن دے سکتی ہو تو میں تمہارے بھائی کے لیے جان بھی دے سکتا ہوں۔ فی الحال صرف بے ہوش ہونا ہے۔ تم جاؤ، بحث نہ کرو۔''

''تم دامودر کی مشکل آسان کرنے کے لیے مجھے مشکل میں ڈالنا چاہتے ہو۔ میں وہاں ڈرائنگ روم میں جاؤں گی تو پاپا میرا محاسبہ کرنے لگیں گے۔''

''ان سے ڈرنا فضول ہے۔ وہ آج نہیں تو کل۔ ابھی نہیں تو پھر کبھی تمہارے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے لہٰذا بھائی کی خاطر ابھی یہ سختی جھیلنے کے لیے جاؤ۔''

وہ پچھلے دروازے سے کوٹھی کے باہر آگیا۔ دامودر ڈرائنگ روم میں تنہا بیٹھا خیال خوانی کے ذریعے باپ سے ناراضگی ظاہر کررہا تھا۔ اپنی شبانہ کے پاس جانے کی ضد کررہا تھا۔

ماؤرا نے وہاں آکر پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''دامودر! غضب ہوگیا۔ فوراً اُٹھو، رام مندر کے سامنے پہنچو۔ وہاں پورس کو حادثہ پیش آیا ہے۔ وہ فون پر مجھے اطلاع دیتے ہی بے ہوش ہوگیا ہے۔''

ایشورارا نے اس کے اندر آکر کہا۔ ''اچھا، تو تم سہاگ رات منا کر آرہی ہو۔ بے شرم...! کیا یہ نہیں جانتیں کہ وہ ہمارے دشمن کا بیٹا ہے؟''

وہ بولی۔ ''پلیز پاپا! پہلے پورس کی مدد کرنے دو۔ دامودر! کھڑے کیا ہو؟ فوراً جاؤ۔''

وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر جانے لگا۔ ایشورارا نے کہا۔ ''میں ابھی پورس کے اندر جاکر حقیقت معلوم کرتا ہوں۔''

وہ جیسے ہی ماؤرا کے دماغ سے گیا۔ ماؤرا فوراً ہی بھائی کے دماغ میں آکر بولی۔ ''پورس خیریت سے ہے۔ تمہیں شبانہ تک پہنچانے کے لیے یہ چال چلی گئی ہے۔ تم اپنی محبوبہ کے پاس جاؤ۔''

ادھر ایشورارا پورس کے اندر پہنچا تو اس کی مرضی کے مطابق یہی ظاہر ہوا کہ وہ کہیں بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ ایسے وقت ماؤرا نے بھی اس کے اندر آکر بڑی حیرانی سے اسے بے ہوش پایا۔ ایشورارا نے اس کے پاس آکر کہا۔ ''اچھا ہے، اس کم بخت کو مرجانا چاہیے۔ یہ ہوش میں آئے گا تو میں اس کے اندر زلزلہ پیدا کروں گا۔''

''نہیں پاپا! تم ایسا نہیں کرو گے۔''

''کیا تم اپنے باپ کو ایسا کرنے سے روکو گی؟''

''نہیں، میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ پورس اپنے باپ کی یعنی تمہارے دشمن کی کمزوری ہے۔ اس کمزوری کو ختم کردو گے تو دشمن کی کمر کیسے جھکاؤ گے؟''

وہ ذرا چپ رہا پھر بولا۔ ''یہ کم بخت میرے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک رہا ہے مگر میں اسے نگل بھی سکتا ہوں اور اگل بھی سکتا ہوں۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اسے اس گھر سے اگل کر باہر پھینک چکا ہوں۔ وہ اب یہاں نہیں رہے گا۔ میں اسے کہیں دور پہنچا کر قیدی بنا کر رکھوں گا۔''

''نو پاپا! پلیز ایسا فیصلہ نہ کرو۔ جس طرح میں اور دامودر تمہاری جان ہیں۔ اسی طرح پورس ہم بھائی بہن کی جان ہے۔ وہ یہاں سے جائے گا تو ہماری جان نکل جائے گی۔ تم اپنی بیٹی اور بیٹے دونوں کو ہار جاؤ گے۔''

''زیادہ جذباتی نہ بنو۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے تم دونوں کا برین واش کروں گا تو تم پورس کو اور وہ شبانہ کو بھول جائے گا۔ ابھی تو میں جارہا ہوں پھر کسی وقت آکر دیکھوں گا کہ تمہارے دماغوں سے عشق کا بھوت اتر چکا ہے یا نہیں....؟''

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے جب انوشے سے کہا تھا کہ اسے ممبئی میں رہنا ہے تو وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آیندہ کیسے حالات پیش آئیں گے؟ ان کے پیش نظر انہوں نے الپا اور پورس کی رہایش کے لیے دہلی میں انتظامات کرائے تھے۔ جب ایشورارا نے انوشے کے اندر رہ کر اس کے والدین کا پتا ٹھکانا اور فون نمبرز معلوم کیے تو اسے الپا اور پارس کی رہایش گاہ کا پتا معلوم ہوا۔ اس نے فون پر رابطہ کیا۔ اسے پارس کی آواز سنائی دی۔ ''ہاں جی... میں رمضان بھائی پان والا بول رہا ہوں اور یہ سمجھ رہا ہوں کہ تو اُلّو کا پٹھا کون ہے؟''

ایشورارا نے غصے سے کہا۔ ''اے، اُلو کا پٹھا ہوگا تُو، تیرا باپ۔ تُو مجھے کیسے پہچانتا ہے؟''

پارس نے لہک کر کہا۔ ''ارے کمینے! میں تو تیری رگ رگ کو پہچانتا ہوں۔ تیرے پورے خاندان کو جانتا ہوں۔ تیری بیوی مرچکی ہے۔ تیری ایک بیٹی ہے۔ ایک بیٹا ہے۔ تُو ان جوان بچوں کو چھوڑ کر پتا نہیں کہاں کہاں عیاشی کرتا پھرتا ہے؟''

ایشورارا حیران ہوکر سوچ رہا تھا کہ اس شخص کو اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟ وہ اس کی بیٹی اور بیٹے کے بارے میں کیسے جانتا ہے؟ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو

چھوڑ کر دوسری جگہ عیاشی کرتا پھرتا ہے؟

پارس کی آواز سنائی دی۔ ''اے! تجھے چپ کیوں لگ گئی؟ تیری بولتی کیوں بند ہوگئی؟ اب بولتا کیوں نہیں...؟''

اس نے کہا۔ ''اگر تُو مجھے جانتا ہے تو پھر یہ بتا کہ میرا نام کیا ہے؟''

''تیرا نام دیش پانڈے پرچون والا ہے۔ میں پان والا ہوں۔ تُو پرچون والا ہے۔ میں پان لگاتا ہوں اور تُو سب کو چونا لگاتا ہے۔ تیری بیٹی کا نام شرمیلی ہے اور بیٹے کا نام شنکر پانڈے ہے۔''

ایشورارا نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن پارس ایسے فرفر بول رہا تھا کہ اسے بولنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''ابے او بڈھے! مجھ سے پانچ ہزار کا مال ادھار لے کر گیا اور اب تک پانچ روپے بھی ادا نہیں کیے۔ تُو کنگال نہیں ہے۔ بازار والیوں پر رقم لٹاتا رہتا ہے لیکن میرا اُدھار نہیں چکاتا۔ ابے او بازار میں منہ کالا کرنے والے! تجھے پتا بھی ہے' تیری جوان بیٹی کیا کر رہی ہے؟''

ایشورارا کو یوں لگا' جیسے وہ ماؤرا کے متعلق پوچھ رہا ہے۔ پارس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ بول رہا تھا۔ ''اس نے میرے بیٹے کو پھانس لیا ہے۔ میرا بیٹا بھی اُلو کا پٹھا ہے۔ مجھ سے لڑ جھگڑ کر یہاں سے گیا اور تیرے گھر میں جا کر گھس گیا۔ تُو نے بھی اسے منع نہیں کیا۔ اب پتا چل رہا ہے کہ اپنی بیٹی کے ساتھ پھانسنے کے لیے تُو نے اسے اپنے گھر میں پناہ دی ہے ہاں...؟''

وہ جو کچھ کہہ رہا تھا' وہی ایشورارا کے گھر کی ہسٹری تھی۔ اس نے بھی اپنے گھر میں پورس کو پناہ دی تھی اور پورس اس کی بیٹی کے جال میں پھنس گیا تھا۔ یا بیٹی اس کے جال میں پھنس گئی تھی۔ چھر اخر بوزے پر گرے یا خربوزہ چھرے پر... بات تو ایک ہی ہے۔ پارس نے اسے اپنی باتوں میں اس طرح اُلجھا دیا تھا کہ وہ خیال خوانی کرنا بھول گیا تھا۔

پھر اچانک اسے یاد آیا۔ اس نے جھنجلا کر کہا۔ ''لعنت ہے تم پر... مجھے کیا کرنا چاہیے اور میں کیا کر رہا ہوں؟''

یہ کہتے ہی اس نے فون بند کیا اور خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا پارس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ دہلی شہر میں پان اور چھالیا کا تھوک بیوپاری ہے۔ اس کی بیٹی شبانہ فلمی ہیروئن بننے کے شوق میں گھر سے بھاگ گئی تھی لیکن آج ہی اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا ہے اور ماں باپ سے معافی مانگی ہے۔ یہ اچھی خبر سنائی ہے کہ دامودر نامی ایک نوجوان نے اس کے دماغ سے ہیروئن بننے کی خواہش کو یکسر مٹا دیا ہے۔

ایشورارا نے اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ اسے بیٹی کو اپنے پاس بلانا چاہیے۔

پارس کی سوچ نے کہا۔ ''کیوں بلانا چاہیے؟ میرے دماغ میں ایسی بات کیوں پیدا ہو رہی ہے؟''

ایشورارا نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔ ''میں اس لیے ایسا سوچ رہا ہوں کہ ایک بیٹی کا باپ ہوں۔ اپنی نادان اور کم سن بیٹی کو اتنی آزادی نہیں دینی چاہیے کہ وہ ماں باپ کو چھوڑ کر' ایک شہر سے دوسرے شہر جا کر رہنا شروع کر دے اور پھر واپس آنے کا نام نہ لے۔''

پارس کی سوچ نے کہا۔ ''میری بیٹی کم سن ہے مگر نادان نہیں ہے۔ اگر وہ ہم سے دور ممبئی شہر میں جا کر رہتی ہے تو پھر اسے وہیں رہنا چاہیے۔ دنیا کو دیکھنا اور نت نئے تجربات حاصل کرنے چاہئیں۔''

اس نے پارس کو ناگواری سے سوچنے پر مجبور کیا۔ ''نت نئے تجربات کرنے والی لڑکیاں دو کوڑی کی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ ان کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔''

اس نے زیرِ لب کہا۔ ''آئے ہائے، ہماری عزت اب کہاں رہی؟ دیش پانڈے پرچون والا کی بیٹی نے میرے بیٹے کی عزت لوٹ لی۔ سو جائے تو اس طرح اس کی بیٹی کی عزت بھی لٹ چکی ہے۔ ابے او دیش پانڈے پرچون والے! تیری ناک کٹ گئی ہے۔ نہیں کٹی ہے تو ابھی اسے کاٹ کر نالی میں پھینک دے۔''

ایشورارا نے جھنجلا کر اس کی سوچ میں کہا۔ ''مجھے اپنی بیٹی کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ وہ ممبئی میں اکیلی ہے۔ کوئی اسے اٹھا کر لے جائے گا۔''

پارس کی سوچ نے کہا۔ ''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میری بیٹی اگرچہ چھوٹی ہے مگر موٹی ہے۔ اس کا وزن دس من ہے۔ دس بندے مل کر بھی اسے نہیں اٹھا سکیں گے۔ وہ اتنی سمجھدار ہے کہ کبھی اپنی عزت پر آنچ نہیں آنے دے گی جو بھی دشمن اس کے پاس آئے گا' جوتے کھا کر واپس جائے گا۔''

وہ بری طرح جھنجلا گیا تھا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ ''عجیب پاگل کا بچہ ہے۔ بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ وہ ممبئی جیسے شہر میں تنہا محفوظ رہے گی؟ میں ابھی اس کے لیے پرابلم پیدا کروں گا تو بیٹی کے اور باپ کے ہوش اڑ جائیں گے۔''

ویسے یہ اطمینان حاصل ہو گیا تھا کہ شبانہ جادو نہیں جانتی

ہے۔ نہ ہی کوئی جادو جاننے والا اس کے پیچھے ہے۔ اس کا باپ تو بالکل ہی احمق ہے۔ نہ وہ کسی کا دشمن ہے' نہ کوئی اس سے دشمنی کرتا ہے۔

اس نے سوچا۔ ''پھر بھی میں چاہتا ہوں' وہ لڑکی یہاں سے اپنے گھر واپس چلی جائے۔ جب وہ دامودر سے دور ہو جائے گی تو رفتہ رفتہ بیٹے کے سر سے عشق کا بھوت اُتر جائے گا بلکہ میں تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن سے شبانہ کو مٹا دوں گا۔''

ایشورارا نے ممبئی میں کتنے ہی غنڈوں کو اپنا آلہ کار بنا رکھا تھا۔ اس نے دو غنڈوں کو اس ہوٹل کا ایڈریس سمجھاتے ہوئے حکم دیا۔ ''وہاں شبانہ نام کی ایک لڑکی ہے۔ اسے اٹھا کر اپنے کسی خفیہ اڈے میں پہنچا دو۔''

ایسے وقت وہ چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا دامودر خیال خوانی کے ذریعے شبانہ سے رابطہ نہ رکھے ورنہ اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ غنڈے اس کی محبوبہ کو اٹھا کر کس خفیہ اڈے میں لے جا رہے ہیں؟ اول تو یہ کہ دامودر اسے اغوا ہونے ہی نہیں دے گا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان موالیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دے گا۔

وہ بیٹے کو اس سے دور رکھنے کے لیے اس کے اندر پہنچا تو پتا چلا کہ بیٹا بہت پہلے ہی شبانہ کے پاس پہنچا ہوا ہے۔ وہ دونوں ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں تھے۔ ہنستے بولتے کھا پی رہے تھے اور مزے سے وقت گزار رہے تھے۔

ایک ہنستی کھیلتی زندگی گزارتے وقت کوئی یہ نہیں سوچتا کہ اس پر ناگہانی آفت آنے والی ہے۔ ایک بیٹا بھی یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ باپ اس کے لیے مصیبت بن جائے گا لیکن انوشے کو آگاہی مل چکی تھی۔ وہ باتیں کرنے کے دوران اُن غنڈوں کے اندر جاتی تھی پھر واپس آ جاتی تھی۔

جب وہ دونوں واردات کرنے کے لیے ہوٹل کے قریب آنے لگے تو انوشے نے گاڑی ڈرائیو کرنے والے کے ذہن کو بھٹکا دیا۔ وہ گاڑی ایک ہیوی ٹرالر سے ٹکرا گئی۔ اس کے ساتھ ہی دونوں کے دماغ تاریکی میں ڈوب گئے۔ وہ ایک بے قصور بچی کو اغوا کرنے والے تھے۔ موت انہیں اغوا کر کے لے گئی۔

اِدھر وہ بیٹے کو انوشے کے ساتھ دیکھ کر غصے سے بولا۔ ''تم پورس کو اسپتال پہنچانے گئے تھے۔ یہاں کیسے آ گئے؟''

اس نے کہا۔ ''پورس ہوش میں آ گیا ہے۔ اسے اسپتال پہنچانا ضروری نہیں تھا۔ اس لیے میں ادھر چلا آیا۔''

''میں نے منع کیا تھا' تمہیں میری اجازت کے بغیر اس لڑکی سے نہیں ملنا چاہیے۔ میری چھٹی حس کہتی ہے' کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے۔''

''اور میری چھٹی حس کہتی ہے پاپا...! محبت بڑھنے والی ہے۔''

''بکواس مت کرو۔ اٹھو یہاں سے اور بنگلے میں واپس جاؤ۔''

وہ بڑی بے بسی سے انوشے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''پاپا مجھے گھر جانے کو کہہ رہے ہیں مگر میں تم سے دور نہیں ہونا چاہتا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے' میں کیا کروں؟''

وہ بولی۔ ''ہم بچے ہیں۔ اپنے بزرگوں کا حکم ماننا ہمارا فرض ہے۔ تم گھر جاؤ۔ ہمارے نصیب میں ملاقات ہوگی تو ہم جلد ہی ملیں گے۔''

وہ بولا۔ ''دیکھو پاپا! یہ کتنی اچھی ہے؟ تم اس سے دشمنی کر رہے ہو پھر بھی یہ تمہاری عزت کر رہی ہے۔ مجھے تمہارے خلاف بھڑکانے کے بجائے، نصیحت کر رہی ہے۔''

وہ بڑی بے دلی سے اُٹھتے ہوئے بولا۔ ''شبانہ! میں خیال خوانی کے ذریعے تم سے ملتا رہوں گا اور پاپا کو تمہاری مخالفت سے باز رکھنے کی کوششیں کرتا رہوں گا۔''

وہ وہاں سے چلا گیا۔ ایشورارا نے سوچا۔ ''وہ غنڈے کہاں مر گئے؟ اب تک تو انہیں یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔''

اس نے ان کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ یہ حیرانی ہوئی کہ وہ اچانک کیسے مر گئے؟ اس نے دوسرے آلہ کاروں کے ذریعے معلوم کیا۔ ایک آلہ کار کی سوچ نے بتایا۔ ''گنگو کو کوئی واردات کرنے سے پہلے پیتا ہے۔ اس بار اس نے کچھ زیادہ ہی پی لی تھی۔ اس لیے اس کی گاڑی ایک ہیوی ٹرالر سے ٹکرا گئی۔''

اگر اس غنڈے کے شراب پینے اور مدہوش رہنے کی رپورٹ نہ ملتی تو ایشورارا کو پھر یہی شبہ ہوتا کہ وہ کم سن لڑکی جادو جانتی ہے یا اس کے پیچھے روحانی قوتیں اپنا کام کر رہی ہیں پھر بھی وہ انوشے کے اندر آ کر چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہی معلوم ہوتا رہا کہ وہ بے چاری اپنے خلاف ہونے والی سازشوں سے بے خبر ہے۔

اس نے سوچا۔ ''میں اس لڑکی کو ممبئی سے بھاگنے پر مجبور کر دوں گا یا اسے ٹھکانے لگا دوں گا۔ ابھی مجھے اپنی بیٹی اور بیٹے سے نمٹنا چاہیے۔ آثار بتا رہے ہیں کہ میرے بچے عشق و محبت کے چکر میں میری نافرمانی پر اتر آئیں گے۔ اس سے پہلے ہی دونوں کا برین واش کرنا ہوگا۔ ان کے اندر سے عشق و محبت کے سارے جذبات دھونے ہوں گے۔''

وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بیٹا گھر پہنچا ہے یا نہیں؟ اس کے خیالات نے بتایا، وہ ایک اسپتال کی طرف جا رہا ہے۔ ماؤرا کو ایک زہریلے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کی حالت بہت ہی نازک ہے۔ وہ اسی لمحے میں بنی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بے ہوش تھی، اپنے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ وہ دامودر کے پاس آ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ ''وہ پورس کے ساتھ گھر کے لان میں ٹہل رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک جھاڑی میں چھپے ہوئے سانپ نے اسے ڈس لیا۔''

وہ غصے سے بولا۔ ''پورس بہت منحوس ہے۔ میں نے حکم دیا تھا کہ اسے گھر کے اندر نہ آنے دیا جائے۔''

دامودر نے کہا۔ ''پاپا! اسے منحوس نہ کہو۔ اس نے ماؤرا کے بدن سے سانپ کا سارا زہر چوس کر اس کی جان بچائی ہے۔ یہاں کے ڈاکٹر حیران ہیں کہ پورس نے ایسے اچھا دھاری سانپ کا زہر کیسے چوس لیا اور ایسا کرنے کے بعد وہ اب تک زندہ کیسے ہے؟''

وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ میری طرح میرے دونوں بیٹے پارس اور پورس بھی زہریلے ہیں۔ ہمارے اندر ناگ سانپ کا زہر بھی پانی ہو جاتا ہے۔ ایشورارا بیٹے کے ذریعے ڈاکٹر کے اندر پہنچ گیا۔ ایک کمرے میں پورس چار ڈاکٹروں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سب اس سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ ایک ڈاکٹر نے پوچھا۔ ''آپ کہتے ہیں کہ سانپوں کا منتر نہیں جانتے پھر آپ نے اچھا دھاری جیسے خطرناک سانپ کی گردن کیسے مروڑ ڈالی؟''

پورس نے کہا۔ ''آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ ایسے خطرناک سانپ کا زہر بھی مجھ پر اثر نہیں کر رہا ہے پھر میں سانپ سے کیوں ڈرتا؟ مجھے کسی طرح منتر سیکھنے یا پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔''

ایک لیڈی ڈاکٹر نے کہا۔ ''آپ مس ماؤرا کے بدن سے زہر چوسنے کے بعد یہاں آرام سے بیٹھے ہیں۔ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا ہے کہ آپ زندہ ہیں۔''

اس نے مسکرا کر کہا۔ ''مجھے زندہ نہ سمجھیں۔ اس وقت آپ کے سامنے میری زہریلی آتما بیٹھی ہوئی ہے۔''

ایشورارا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ پورس کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ ماؤرا اب خطرے سے باہر ہے۔ اس زہریلے جوان نے اسے نئی زندگی دی ہے۔ اس نے سیارے میں ہی انفارمیشن مشین کے ذریعے ہماری ہسٹری پڑھی تھی۔ یہ بھول گیا تھا کہ ہم باپ بیٹوں پر کسی سانپ کا زہر اثر نہیں کرتا ہے۔

اب بیٹی کو زہریلے حالات سے گزرتے دیکھ کر یقین ہو گیا کہ ہم سانپوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ ان حالات میں وہ اپنی بیٹی اور بیٹے کو غیر محفوظ سمجھ رہا تھا۔ عقل سمجھا رہی تھی اور وہ سوچ رہا تھا۔ ''میں یہ کیوں بھول گیا تھا کہ فرہاد نادان نہیں ہے؟ وہ اپنے بیٹے کے دماغ میں آتا جاتا ہوگا۔ اسے معلوم ہوگا کہ وہ ایک جوان لڑکی اور لڑکے کے ساتھ رہتا ہے۔ ان کا باپ ایشورلال افریقا میں ہیرے کی کان کا مالک ہے۔ کیا وہ آسانی سے یقین کر لے گا؟''

اس نے خود ہی جواباً سوچا۔ ''نہیں، فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بہت وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ وہ معلوم کر سکتے ہیں کہ افریقا میں کوئی ایشورلال نامی شخص کسی ہیرے کی کان کا مالک نہیں ہے۔ پتا نہیں، وہ میری بیٹی اور بیٹے کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے درپردہ کیا کر رہا ہوگا؟''

وہ قائل ہو کر سوچ رہا تھا۔ ''فرہاد بڑی خاموشی سے شب خون مارتا ہے۔ اس نے اچانک ہی گوا گوا جانا اور جو جو تک پہنچ کر انہیں ہلاک کیا تھا۔ جب وہ پانی کی طرح سر سے گزر جاتا ہے تب پتا چلتا ہے کہ کس طرح بازی مار کر گیا ہے؟''

اب یہ بات اس کی عقل میں آ رہی تھی کہ جس طرح اس نے پورس کو میری کمزوری بنا کر اپنے پاس رکھا ہے، اسی طرح میں نے ماؤرا اور دامودر کو پورس کے ذریعے اپنی نگرانی میں رکھا ہے۔ میں کسی بھی وقت پورس کو حکم دوں گا کہ وہ اس کی بیٹی اور بیٹے کو ڈس لے تو وہ زہریلا بیٹا ایک لمحے کی بھی دیر نہیں کرے گا۔ اس کی بیٹی کے بدن سے زہر چوسنے والا، اس کی زندگی بچانے والا اپنے باپ کے حکم سے اسے بھی ہلاک کر سکتا ہے۔

اس پہلو سے ایشورارا کے سامنے یہ واضح ہو رہا تھا کہ اس کی بیٹی اور بیٹا پورس کے روپ میں ایک زہریلے ناگ کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس سانپ کا سر کچل دینا چاہیے اور جب تک وہ قابو میں نہ آئے، اپنی اولاد کو اس سے دور رکھنا چاہیے۔

اس وقت پورس اسپتال سے بنگلے میں آ گیا تھا۔ ماؤرا دوسرے دن اسپتال سے ڈسچارج ہونے والی تھی۔ ایشورارا نے اس کے اندر آ کر کہا۔ ''میں نے اپنے بچوں کو حکم دیا تھا کہ وہ تمہارے ساتھ نہ رہیں۔ تمہیں اس گھر میں نہ آنے دیں مگر انہوں نے زندگی میں پہلی بار حکم عدولی کی ہے۔ میری مرضی کے خلاف تمہارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔''

پورس نے کہا۔ ''تم کیسے باپ ہو؟ میں نے تمہاری بیٹی کی جان بچائی ہے۔ تمہیں احسان ماننا چاہیے مگر تم میری مخالفت کررہے ہو۔''

''زیادہ نہ بولو۔ اپنا ضروری سامان سمیٹو اور یہاں سے ابھی اسی وقت نکل جاؤ۔''

اس نے پوچھا۔ ''تمہارا ارادہ کیا ہے؟''

''پہلے یہاں سے نکلو۔ میں تمہارے اندر رہوں گا۔ تمہیں ایسی جگہ پہنچاؤں گا' جہاں سے تم کبھی میری بیٹی کے پاس نہیں آسکو گے۔''

وہ بولا۔ ''سسٹر صاحب! میں...''

وہ ڈپٹ کر بولا۔ ''خبردار! مجھے سسٹر نہ کہنا ورنہ...''

''عجیب احمق انسان ہو۔ تمہاری بیٹی میری آغوش میں کھیلتی ہے۔ یوں کھیل ہی کھیل میں تم میرے سسٹر بن چکے ہو۔ کیا یہ بھی تمہیں سمجھانا ہوگا؟''

ایشورارا نے غصے میں آکر اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پہلے سے محتاط تھا۔ اس کے دماغ میں جو روحانی عمل کیا گیا تھا' وہ اس عمل کے سائے میں پہنچا ہوا تھا۔ ایشورارا نے شدید حیرانی سے دیکھا' زلزلہ پیدا کرنے کا کوئی ردِعمل نہیں ہورہا تھا۔ پورس اپنا سر کھجاتے ہوئے' ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میرے دماغ میں گدگدی ہورہی ہے سسٹر جی! تم بھی خوب مذاق کرتے ہو۔ ارے گدگدی نہ کرو۔ کام کی باتیں کرو اور کام کی بات یہ ہے کہ تمہاری بیٹی میرے بغیر نہیں رہے گی۔ میں بھی اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ بہتری اسی میں ہے کہ تم ہمیں چھوڑ کر دفع ہوجاؤ۔''

ایشورارا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اس کا سر گھوم رہا تھا۔ اچانک ہی یہ انکشاف ہورہا تھا کہ وہ پورس کو اپنی جھپت کے نیچے رکھ کر' میرے خلاف اسے پھانس کر خود بری طرح پھنس رہا ہے۔ اس بھگوان کے پاس دو ہی بڑے ہتھیار تھے' ان میں سے ایک وہ غیر معمولی مشینیں تھیں جو تباہ ہوچکی تھیں اور دوسرا ہتھیار اس کی ٹیلی پیتھی تھی۔ یہ بھی بے اثر ہورہی تھی۔ وہ پورس کے اندر زلزلہ پیدا کرنے میں ناکام رہا تھا۔

یہ خوش فہمی ختم ہورہی تھی کہ اس نے میرے بیٹے کو معمول اور تابع دار بنا رکھا ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے دو بڑے غیر معمولی ہتھیار یوں بے اثر ہوکر اسے بالکل ہی کھوکھلا کردیں گے۔ اس نے پھر ایک بار کوشش کی۔ پورس کے دماغ پر پوری طرح گرفت رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں حکم دیتا ہوں' فوراً اپنا سامان اٹھا کر یہاں سے نکل جاؤ۔''

پورس نے جواب نہیں دیا۔ وہ بیڈ پر سونے جارہا تھا۔ اس پہلے فون کے ذریعے ماؤرا سے رابطہ کررہا تھا۔ ایشورارا نے دوسری بار گرجتے ہوئے حکم دیا۔ ''یہاں سے اُٹھو۔ اس گھر سے فوراً نکل جاؤ...''

اسے یوں لگا، جیسے پورس کا دماغ ایک گنبد ہے۔ وہاں اس کی اپنی ہی سوچ کی لہریں گونج رہی تھیں۔ اگر خیال خوانی کی لہروں میں توانائی ہوتی تو وہ پورس کو بستر سے نیچے گرا دیتا مگر وہ ایسا کرنے میں ناکام ہورہا تھا۔ ادھر وہ بڑے آرام سے ماؤرا کو مخاطب کررہا تھا۔ ''ہیلو میری جان...! ابھی تمہارا باپ میرے اندر آیا تھا۔ مجھے اس گھر سے اور میری زندگی سے نکل جانے کو کہہ رہا تھا پھر خود ہی چپ ہوگیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے، میرے دماغ سے جاچکا ہے۔''

وہ موجود تھا۔ حیرانی سے اس کی یہ بات سن رہا تھا کہ وہ اسے اپنے اندر محسوس نہیں کررہا ہے۔ یہ عجیب سی بات تھی۔ وہ اس کے دماغ میں نہیں تھا تو پھر کہاں تھا؟ وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگا۔ ''میں تو ابھی اس کے اندر تھا پھر میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ کو گرفت میں کیوں نہیں لے رہی تھیں؟ کیا اس کے پیچھے روحانی قوتیں کارفرما ہیں؟''

ہر پہلو سے سوچنے اور غور کرنے کے بعد اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ میں اپنے بیٹے پورس کے ذریعے اس کے گھر میں گھس آیا ہوں۔ اب وہ مجھے اور میرے بیٹے کو وہاں سے نکال نہیں سکے گا۔ یہ اس کی بہت بڑی شکست تھی۔ میں اس کی جان نہیں لے رہا تھا مگر اسے لگ رہا تھا، آیندہ میں کسی بھی لمحے میں اس کی جان نکال سکتا ہوں۔

فی الحال بچاؤ کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ جلد سے جلد بیٹی اور بیٹے کا برین واش کردے۔ ان کی آواز، لب ولہجہ اور شخصیت تبدیل کرکے بڑی رازداری سے انہیں پورس سے دور کردے پھر ہم باپ بیٹے انہیں ڈھونڈ نہیں پائیں گے۔

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ ماؤرا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے بدن سے زہر نکل چکا تھا پھر بھی وہ نشے کی حالت میں رہتی تھی۔ وہ فون پر پورس سے دیر تک باتیں نہ کرسکی۔ اس پر زہریلا نشہ مسلّط ہوا تو وہ سوگئی۔ ایشورارا نے بیٹی کے خوابیدہ دماغ سے کہا۔ ''ماؤرا! تم میری سوچ کی لہروں کو سن رہی ہو؟''

وہ نیند میں یا نشے میں مست تھی۔ نڈھال سے لہجے میں بولی۔ ''کون ہے؟ پلیز، مجھے سونے دو۔''

اس کی حالت نے سمجھا دیا کہ وہ ذہنی طور پر کمزور ہے۔ اس پر تنویمی عمل کا خاطر خواہ اثر نہیں ہوگا۔ اسے صبح تک انتظار کرنا ہوگا۔ وہ اس سے عارضی طور پر مایوس ہوکر بیٹے کے پاس آگیا۔ انوشے نے روحانی عمل کے ذریعے دامودر کے ذہن کو خود سے منسلک کیا تھا تاکہ ایشورارا بیٹے کے اندر آکر اس کی مخالفت میں کوئی کارروائی کرے تو اسے معلوم ہوجائے۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ ایسے ہی وقت اس کی آنکھ کھل گئی۔ بند آنکھوں کے پیچھے آگاہی ملی تھی کہ دامودر کے ساتھ کچھ گڑبڑ ہورہی ہے۔ وہ فوراً ہی اس کے اندر پہنچ گئی۔

وہاں ایشورارا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اپنے بیٹے سے کہہ رہا تھا۔ ''تم گہری نیند میں ہو مگر میری آواز سن رہے ہو اور میرے زیرِاثر آرہے ہو...''

وہ اس پر تنویمی عمل کررہا تھا۔ ایسے وقت بیٹے کو کہنا چاہیے تھا کہ وہ اپنے عامل باپ کے زیرِاثر آرہا ہے لیکن وہ انوشے کی مرضی کے مطابق خاموش تھا۔ ایشورارا نے کہا۔ ''میں تمہیں حکم دیتا ہوں' خاموش نہ رہو۔ جواب دو' میرے زیرِاثر آرہے ہو....''

وہ انتظار کرنے لگا۔ دامودر ایسے خاموش تھا' جیسے باپ کی آواز سن نہ رہا ہو۔ وہ ڈانٹ کر بولا۔ ''دامودر...! جواب دو۔ کیا تمہارا دماغ میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا ہے؟''

اس کی مسلسل خاموشی کہہ رہی تھی کہ اسے یا تو سنائی نہیں دے رہا ہے یا وہ اس کے دماغ میں پہنچ نہیں پایا ہے۔ اس نے دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچا۔ ''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں دامودر کی آواز اور لب ولہجے کو اچھی طرح گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچا تھا۔ وہ دامودر کا ہی دماغ تھا پھر وہ میری سوچ کی لہروں کو سن کیوں نہیں رہا ہے؟ کیا وہ مرگیا ہے؟''

پھر اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے سوچا۔ ''نہیں، میں اس کے اندر رہ کر محسوس کررہا تھا' وہ زندہ ہے۔ سانسیں لے رہا ہے۔''

اس نے اپنا موبائل فون اٹھا کر دامودر کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر بیٹے کی نیند بھری آواز سنائی دی۔ ''ہیلو...کون ہے؟''

''میں تمہارا باپ بول رہا ہوں۔ کیا دو منٹ پہلے تم میری خیال خوانی کی لہروں کو نہیں سن رہے تھے؟''

''او پاپا...! میں سو رہا ہوں۔ تم دماغ میں آکر بولو گے تو ضرور سنوں گا۔''

اس نے اسی لمحے میں بیٹے کے اندر جاکر پوچھا۔ ''کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟''

دامودر چپ چاپ فون کان سے لگائے بیٹھا تھا اور پوچھ رہا تھا۔ ''پاپا...! چپ کیوں ہو؟ میرے اندر آکر بولو یا پھر فون پر کچھ کہو۔''

اس نے فون پر کہا۔ ''ابھی میں تمہارے اندر بول رہا تھا۔ تم نے میری آواز کیوں نہیں سنی؟''

''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تم میرے اندر آکر بولو گے تو میں ضرور سنوں گا۔''

''اچھا لو سنو...میں پھر تمہارے اندر آکر بولتا ہوں۔''

ایشورارا نے بیٹے کے دماغ میں آکر اسے مخاطب کیا مگر دامودر فون کان سے لگائے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے جھنجلا کر فون پر کہا۔ ''میں تمہارے اندر بولتا ہوں' تم جواب کیوں نہیں دیتے؟''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''پاپا! تم کس کے اندر جاکر بولتے ہو؟ میرے اندر کیوں نہیں آتے ہو؟ اگر آتے ہو تو بھٹک کر کہاں چلے جاتے ہو؟ کیا خیال خوانی بھول گئے ہو؟''

''میری سوچ کی لہریں تمہاری آواز اور لب ولہجے کو اچھی طرح گرفت میں لیتی ہیں۔ میں پورے یقین کے ساتھ تمہارے اندر پہنچتا ہوں۔ مجھے تمہارے دماغ میں اپنی سوچ کی لہریں سنائی دیتی ہیں پھر یہ تمہیں سنائی کیوں نہیں دیتیں؟''

اس بار بیٹے نے اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا۔ ''کیا میری سوچ کی لہریں سنائی دے رہی ہیں؟''

وہ جلدی سے بولا۔ ''بے شک، میں سن رہا ہوں۔ یہ اچانک کیا ہوگیا ہے؟ تمہاری دماغی سماعت بہری کیوں ہوگئی ہے؟ تم مجھے کیوں نہیں سن پارہے ہو؟''

دامودر نے مشورہ دیا۔ ''ایسا کرو' کسی دوسرے کے اندر جاکر بولو اور دیکھو' اسے تمہاری آواز سنائی دے رہی ہے یا نہیں...؟''

''ٹھیک ہے، پہلے تم میرے اندر سے جاؤ۔''

دامودر چلا گیا۔ اس نے دلربا کی آواز اور لب ولہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی تو وہاں پہنچ کر پتا چلا کہ وہ گہری نیند میں ہے۔ اس نے پوچھا۔ ''دلربا! کیا تم میری آواز سن رہی ہو؟''

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''ہاں، سن رہی ہوں۔ یہ بھی سمجھ رہی ہوں کہ تم بے چینی سے میرا انتظار کررہے ہو۔ بس یہ رات گزرتے ہی صبح کی فلائٹ سے آرہی ہوں۔''

''ہاں، میں یہی اطمینان کرنا چاہتا تھا۔ اب تم سوجاؤ۔''

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس کی مرضی کے مطابق بستر پر لیٹ گئی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگا۔ ''میری ٹیلی

پیٹھی کی لہریں دُرست سمت میں جاتی ہیں اور یہ یقین سے کہتا ہوں کہ اب تک بیٹے کے دماغ میں ہی پہنچتا رہا ہوں پھر وہ میری آواز کیوں نہیں سن پاتا؟''

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ آنکھیں بند کر کے' خالی الذہن رہ کر سوچنے سے یہ بات سمجھ میں آئی۔

''میں اپنے بیٹے کو فرہاد کے بیٹے سے دور کرنے کے لیے اس کا بریئن واش کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے دن ماؤرا کے ساتھ بھی یہی کرنے والا ہوں۔ اس طرح وہ دونوں پورس کو بھول کر کسی دوسرے ملک میں جا کر نئے سرے سے نئی زندگی شروع کرتے اور دشمنوں سے محفوظ رہتے لیکن میں اپنی اس پلاننگ میں ناکام ہو رہا ہوں یا روحانی قوتیں مجھے ناکام بنا رہی ہیں۔

ہاں، یہی بات ہے۔ فرہاد نہیں چاہتا کہ میں اپنے بچوں کی شخصیت بدل کر انہیں پورس سے دور کر دوں۔ دوسرے الفاظ میں وہ میرے بچوں کے ذریعے مجھے ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے پیچھے جو روحانی قوت ہے، اس نے دامودر اور ماؤرا کے دماغوں کو اس طرح لاک کیا ہے کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو سن نہیں پا رہے ہیں۔ کیا خیال خوانی کے ذریعے میں ماؤرا سے بھی باتیں نہیں کر سکوں گا؟ کیا اس کی بھی شخصیت تبدیل نہیں کر سکوں گا؟''

اس نے دوسرے دن بیٹی کے اندر پہنچ کر اسے مخاطب کیا تو وہی ہوا جو پچھلی رات بیٹے کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ یقین ہو گیا کہ روحانیت کے ذریعے باپ، بیٹی اور بیٹے کے درمیان خیال خوانی کا رابطہ منقطع کر دیا گیا ہے۔ وہ بھی بچوں سے ملنے جائے گا تو جو جو وغیرہ کی طرح اسے بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے گا۔

اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ روحانیت کی جانب سے جوردِعمل پیش کیا جائے گا، وہ اس قدر خاموش اور پُرسکون ہوگا۔ اسے کوئی چیلنج نہیں کرے گا۔ کوئی اس سے جنگ نہیں لڑے گا اور کسی لڑائی کے بغیر ہی اسے مات ملتی رہے گی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جوابی حملہ کس پر کرے؟ لے دے کر ایک میں ہی تھا اور میں بھی اسے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میرا بیٹا پورس اس کی نظروں میں تھا لیکن وہ دور ہی دور سے اس پر حملے نہیں کرا سکتا تھا۔ پورس کے سلسلے میں بھی اس کی ٹیلی پیتھی بے اثر ہو رہی تھی۔

ایسے بدترین حالات میں اسے سب سے زیادہ فکر اپنے بچوں کی تھی۔ وہ کسی بھی طرح انہیں میرے شکنجے سے نکال کر کہیں دور بھیج دینا چاہتا تھا۔ حالانکہ میں نے کسی کو شکنجے میں نہیں لیا تھا۔ اسے ایسے بدترین حالات سے گزارنے والا میں نہیں تھا' میری پوتی انوشے تھی۔ فی الحال ایشورارا کی عقل یہی سمجھا رہی تھی کہ آتما شکتی جاننے والی کاہنہ ہی اس کے بچوں کو روحانی قوتوں کی گرفت سے نکال سکے گی۔

☆☆☆

ثنا ساحل سمندر کے ایک کاٹج میں میرے ساتھ تھی۔ میں ایک طویل عرصے کے بعد ایک خوبصورت ازدواجی اور گھریلو زندگی گزار رہا تھا۔ ہم تفریح بھی کر رہے تھے اور ایشورارا کے معاملات میں مصروف بھی رہتے تھے۔ دوسری صبح دلربا ممبئی سے روانہ ہو چکی تھی۔ چار گھنٹوں بعد انگولا پہنچنے والی تھی۔ ہم نے اسے معلومات کا ذریعہ بنا رکھا تھا۔

دلربا اشتہاری فلم کی شوٹنگ میں پہلے بھی انگولا آ چکی تھی۔ اس نے گوانزا کے ایک مہنگے ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اس بار بھی اس نے اسی ہوٹل کا ایک کمرا بک کرایا تھا۔ ہم نے اس کے خیالات پڑھ کر ہوٹل کے فون نمبرز معلوم کیے پھر ایک فون نمبر کے ذریعے وہاں کے منیجر تک پہنچ گئے۔ اس کے ذہن سے ہمیں ان گائیڈز کے نام اور فون نمبرز معلوم ہوئے جو وہاں آنے والے سیاحوں کو ان علاقوں کی سیر کراتے تھے۔

ثنا ایک گائیڈ کے اندر گئی۔ میں دوسرے گائیڈ کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہاں ایسی کیا باتیں ہیں اور کون سے مقامات ہیں' جنہیں سیاح دلچسپی سے دیکھتے ہیں؟ میں نے ہوٹل کی وزیٹرز لابی میں ایک انتہائی حسین و جمیل اور بارعب عورت کی قد آدم تصویر دیکھی تھی۔ گائیڈ کے خیالات نے بتایا۔ ''وہ جس قدر حسین ہے' اسی قدر ظالم بھی ہے جو اس کے قہر و غضب کا شکار ہو جاتا ہے' وہ اس کا خون پی لیتی ہے۔''

میں نے گائیڈ کے اندر سوال پیدا کیا۔ ''یہ ماضی کا کوئی قصہ ہوگا۔ یا شاید اس علاقے میں کبھی کوئی ایسی خونخوار عورت رہی ہوگی؟''

گائیڈ کی سوچ نے کہا۔ ''ماضی میں ایسا ہوتا رہا تھا' آج بھی ایسا ہو رہا ہے۔''

''موجودہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں کسی خون آشام چڑیل کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔''

اس کی سوچ نے کہا۔ ''وہ چڑیل نہیں ہے۔ اگرچہ ظالم ہے مگر مہربان بھی ہے۔ جسے دعائیں دیتی ہے' وہ بدحال سے خوشحال ہو جاتا ہے۔ یہاں سے سو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک گھنا جنگل ہے۔ وہ جنگل شیر چیتے جیسے خونخوار درندوں کا مسکن ہے۔ وہیں ہزاروں سال پرانا ایک مندر ہے۔ یہ تصویر والی حسینہ اسی مندر کی کاہنہ ہے۔''

گائیڈ میری مرضی کے مطابق کاہنہ کی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''وہ مندر جتنا پرانا ہے' یہ کاہنہ بھی اتنی ہی پرانی ہے۔''

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''مندر ہزاروں سال پرانا ہے۔ کیا یہ کاہنہ ہزاروں سال سے زندہ ہے؟''

''ہاں، ہزاروں سال سے زندہ بھی ہے اور روزِ ازل کی طرح حسین اور جوان بھی ہے۔''

'کیا آج کے دور میں یہ یقین کرنے والی بات ہے؟''

''جو یقین نہیں کرتا، وہ بعد میں سر جھکا کر تسلیم کر لیتا ہے۔ پچھلی کئی صدیوں سے کئی محققین' عمرانیات اور آثارِ قدیمہ کے ماہرین اس کاہنہ کے متعلق تحقیق کرتے آئے ہیں۔ پچھلی صدیوں میں فوٹو گرافی نہیں تھی۔ کاہنہ کی جو تصویریں ہاتھوں سے بنائی گئی تھیں اور اب جو تصویریں کیمروں سے اتاری گئی ہیں' وہ سب یہاں کے میوزیم میں موجود ہیں۔ پرانی اور موجودہ تمام تصویروں میں وہی کاہنہ ہے۔ وہی چہرہ' وہی رنگ روپ' وہی قد و قامت اور وہی مہربان اور ظالمانہ تیور ہیں۔''

وہ ایسے ثبوت پیش کر رہا تھا جو وہاں کے میوزیم میں کھلی کتاب کی طرح موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر نہ ماننے والے بھی یہ ماننے پر مجبور ہو جاتے کہ وہ ہزاروں سال سے زندہ ہے۔ اس کے حسن و شباب کے ذکر پر مجھے ایشورارا یاد آیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ سوال ذہن میں اُبھرا۔ ''کیا وہ اس پر شباب حسین کاہنہ کو حاصل کرنے انگولا کے اس علاقے میں آیا ہے؟''

یہ حقیقت ہم سب بھی جانتے تھے کہ سیارے کے باشندے ہوس پرست ہیں۔ ہماری دنیا کی عورتوں کے دیوانے ہیں۔ ایشورارا کے متعلق بھی معلوم تھا کہ وہ کلاوتی اور دلربا جیسی حسین عورتوں کے چکر میں رہتا ہے۔

میں نے ثنا سے کہا۔ ''میرے اندر آ کر خیالات پڑھو۔''

وہ آ کر پڑھنے لگی۔ اسے کاہنہ کے بارے میں معلوم ہونے لگا۔ وہ بولی۔ ''فرہاد! عقل تسلیم نہیں کرتی۔ وہ کاہنہ فراڈ ہے۔ اس کی ماں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے اپنی ہم شکل بنایا ہوگا۔ وہ ایسا کسی پراسرار علم کے ذریعے بھی کر سکتی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ہزاروں سال سے اب بے شمار نسلیں گزر چکی ہیں۔ نہ جانے کتنی کاہنائیں پیدا ہوئی ہوں گی؟ کیا وہ سب اپنی بیٹیوں کو ہم شکل بناتی رہی ہیں؟''

ثنا نے کہا۔ ''آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی پراسرار علوم کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ میری عقل یہ کہتی ہے کہ ہزاروں سال سے ہر کاہنہ اپنی بیٹی کو کسی ناقابلِ فہم علم سے اپنی ہم شکل بناتی آ رہی ہے اور وہ تمام کاہنائیں بڑی رازداری سے ایسا کرتی آ رہی ہیں۔''

''بے شک، تمہاری یہ بات قابلِ قبول ہے۔''

''باقی دادے۔ تم ایشورارا کو چھوڑ کر کاہنہ کے چکر میں کیوں پڑے ہو؟''

''میری عقل کہتی ہے، ایشورارا اس حسین کاہنہ کے چکر میں پڑا ہے تب ہی یہاں پہنچا ہوا ہے۔ اس علاقے میں عورتوں کے سوا اس کے اور کیا اہم معاملات ہو سکتی ہیں؟''

''عورتوں کے حوالے سے سوچا جائے تو وہ کم بخت اسی کاہنہ کے پاس گیا ہوگا۔''

ہمارا اندازہ دُرست ہو سکتا تھا۔ یہ معلوم کرنا تھا' کیا وہ کاہنہ کا مہمان بن کر وہاں چھپا ہوا ہے؟ ثنا نے کہا۔ ''ایسا نہیں ہے۔ اگر کاہنہ جیسی حسین بلا اسے حاصل ہو جاتی تو وہ دلربا کو یہاں نہ بلاتا۔''

''ہُوں، یہ بات بھی سمجھ میں آ رہی ہے۔ وہ بھوکا ہے، اسی لیے دلربا کو چارہ ڈال کر بلا رہا ہے پھر بھی کاہنہ کے متعلق معلوم کرنا چاہیے کہ پورے انگولا میں اس کی تصویریں اور مجسمے عقیدت کے طور پر کیوں رکھے جاتے ہیں؟''

دلربا کے وہاں پہنچنے کے بعد ہی ایشورارا اس سے رابطہ کرنے والا تھا اور ہمیں معلوم ہونے والا تھا کہ وہ اس سے کہاں ملاقات کرے گا؟ تب تک ہمیں فرصت تھی۔ ہم کاہنہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے۔ جیسا کہ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ہزاروں سال پرانا مندر سو کلومیٹر دور ایک گھنے جنگل میں ہے۔

حیرانی کی بات صرف یہ نہیں تھی کہ وہ درندوں کے مسکن میں رہتی تھی، بات یہ بھی تھی کہ کاہنہ سے عقیدت رکھنے والے ایک مخصوص راستے سے اس مندر تک پہنچتے تھے اور اس راستے سے گزرنے والوں پر شیر چیتے وغیرہ حملے نہیں کرتے تھے۔ مندر کے اطراف دور تک گھاس پھوس کے چھوٹے چھوٹے کاٹج بنے ہوئے تھے۔ زائرین وہاں دن رات گزار کر آتے تھے۔ ضرورت کی چیزیں حاصل کرنے کے لیے وہاں چھوٹی چھوٹی دُکانیں بھی تھیں۔

انگولا کے تمام گائیڈ سیاحوں سے کہتے تھے کہ وہاں عورتیں، مرد، بچے اور بوڑھے کثیر تعداد میں ہوتے ہیں۔ کھیل تماشے کرتے ہیں۔ راتوں کو الاؤ کی روشنی میں عورتیں اپنے مردوں کے ساتھ ناچتی گاتی ہیں۔ وہاں ہمیشہ ایک میلے کا سماں رہتا ہے۔ اگر یہ دیکھنا ہو کہ جنگل میں منگل کس طرح

منایا جاتا ہے تو وہاں جا کر دیکھا جا سکتا ہے۔

میں نے گائیڈ کے اندر سوال کیا۔ ''کاہنہ کہاں رہتی ہے؟''

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ ''مندر کے کسی حصے میں رہتی ہے۔ اس کے اندر تمام عقیدت مند جاتے آتے ہیں مگر کسی نے اس کاہنہ کو نہیں دیکھا۔ وہ ہفتے میں دو بار مندر کے بڑے ہال میں اپنے عقیدت مندوں کو درشن دیتی ہے۔ ایسے وقت وہ ایک بہت بڑے بت کی پیٹ سے نکل کر سب کے سامنے آتی ہے۔ ضرورتمندوں کی التجائیں اور خواہشیں سنتی ہے پھر ہاتھ اٹھا کر آشرواد دینے کے انداز میں کہتی ہے' ہم اپنے دیوتاؤں کے سامنے تمہاری خواہشیں اور التجائیں پیش کریں گے۔ دیوتا جن پر مہربان ہوں گے' ان کی مرادیں پوری ہو جائیں گی۔''

گائیڈ کی سوچ نے بتایا کہ کتنے ہی عقیدت مندوں کی مرادیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔ اس لیے سب ہی اس کاہنہ کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ کچھ ایسے ضرورت مند بھی ہوتے ہیں جن سے کاہنہ تنہائی میں گھڑی دو گھڑی کے لیے ملتی ہے۔

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ ''جب وہ کسی بہت بڑے بت کے پیٹ سے باہر آتی ہے تو پھر یقیناً اس مندر کے تہ خانے میں رہتی ہوگی؟''

اس نے جواب دیا۔ ''اب سے کئی برس پہلے مندر کا سرچ وارنٹ جاری کیا گیا تھا۔ تلاشی لینے والے اس بت کے پیٹ کے اندر گئے تھے لیکن انہیں آگے کوئی راستہ نہیں ملا۔ وہ وہاں کے فرش کی کھدائی کرنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت انگولا کے تمام باشندے احتجاج کرنے لگے۔ وہ کاہنہ سے دلی عقیدت رکھتے تھے۔ اس مندر کی بے حرمتی ہونے سے پہلے اپنی جان دے دینا چاہتے تھے مگر کاہنہ کے حکم سے وہ سب شانت ہو گئے۔''

''کسی مندر کے فرش کی کھدائی کی گئی تھی؟''

اس نے جواب دیا۔ ''ایسا کوئی بھی نہ کر سکا۔ کھدائی کرنے والی جو بھی ٹیم اور مسلح سپاہی وہاں جاتے تھے۔ جنگل کے خونخوار درندے ان پر حملے کرتے تھے۔ کتنے ہی ان درندوں کا لقمہ بن گئے تھے جو جان بچا کر بھاگے اور پلٹ کر مندر کی طرف جانے کی جرأت نہ کر سکے۔''

اس کی باتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کاہنہ ایسی پراسرار قوتیں رکھتی ہے جن کے ذریعے خونخوار درندے بھی اس کے تابع دار بن کر رہتے ہیں۔ وہ جنگلی جانور اس کے حکم سے حملے کرتے ہیں اور اسی کے حکم سے وہاں جانے والے عقیدت مندوں کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچاتے۔''

شانے کہا۔ ''یہ تو واقعی باکمال، پُراسرار اور انتہائی خطرناک عورت ہے۔ ایشورارا سے نمٹنے کے بعد ہم اس کے درشن کریں گے۔''

ایشورارا اسی شہر میں تھا۔ ہمارا یہ اندازہ غلط تھا کہ وہ کاہنہ کے حسن و شباب کا دلدادہ ہوگا۔ وہ ہماری توقع کے خلاف اس پراسرار عورت سے مدد مانگنے آیا تھا۔ اس نے انگولا پہنچ کر پہلی بار اس کاہنہ کی تصویریں اور مجسمے دیکھے تو ہزار جان سے اس پر عاشق ہو گیا اور جب اس کی پوری ہسٹری سنی کہ وہ کس قدر خطرناک ہے تو اس نے کان پکڑ لیے' کبھی اس کاہنہ کی ہوس نہیں کرے گا۔ صرف اپنا کام نکالنا چاہے گا۔

وہ دو دنوں سے اس شہر میں تھا۔ یہ معلوم ہوا تھا کہ کاہنہ ہفتے میں صرف دو دن عقیدت مندوں کے سامنے آتی ہے۔ ایشورارا کو اس دن کا انتظار کرنا تھا مگر ملاقات کی بے چینی ایسی تھی کہ وہ کاہنہ کی تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ غصے سے بولی۔ ''کون ہے...؟''

وہ بڑی عاجزی سے بولا۔ ''معافی چاہتا ہوں' میں اس قدر مجبور ہو گیا ہوں کہ تم سے نہ ملا اور تمہاری مدد نہ لی تو اپنی اولاد سمیت بے موت مارا جاؤں گا۔ میں بہت مجبور ہو کر خیال خوانی کے ذریعے تمہیں مخاطب کر رہا ہوں۔''

وہ کڑکتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''واپس جا اور کل رات مندر میں آ... میرے درشن ہو جائیں گے۔''

س نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس کاہنہ سے صرف دو باتیں ہوئی تھیں اور اس مختصر سے وقت میں وہ پسینا پسینا ہو گیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ دہکتی ہوئی آگ تھی جہاں سے آنچ کھا کر آ رہا ہے۔

وہ بری طرح متاثر ہو گیا تھا۔ یہ تسلیم کر رہا تھا کہ وہ زبردست آتما شکتی رکھتی ہے۔ اگر وہ راضی ہو جائے گی' اس کی مدد کرے گی تو دیکھتے ہی دیکھتے میں اس کے قدموں میں آ گروں گا اور بابا صاحب کے ادارے کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔

اس نے بڑی بے چینی سے وہ رات گزاری۔ دوسرے دن ایک گائیڈ کے ساتھ مندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ ایک جیپ میں سفر کر رہا تھا۔ جنگل میں گھنی جھاڑیوں اور درختوں کے درمیان ایک پختہ راستہ مندر کی طرف گیا تھا۔ اس نے راستے میں چیتے اور شیر ببر کو ٹہلتے ہوئے دیکھا تو ہوش اُڑ گئے۔ گائیڈ نے کہا۔ ''ڈرو نہیں، دیوی کاہنہ بہت شکتی والی ہے۔ یہ درندے اس کی اجازت کے بغیر ہماری طرف نہیں آئیں گے۔''

وہ بری طرح سہما ہوا تھا۔ یہ یقین ہو رہا تھا کہ وہ درندے واقعی ان کی طرف نہیں آ رہے تھے۔ یہ ثابت کر رہے تھے کہ کاہنہ اس جنگل کی ملکہ ہے۔ آتما شکتی کے حوالے سے کوئی اس کا ثانی نہیں ہے۔ وہ وسیع و عریض اور بلند و بالا مندر دور سے نظر آتا تھا۔ برسوں پرانے مندر کو کھنڈر ہو جانا چاہیے تھا مگر وہ بہت ہی خوبصورت' شاندار اور ہر اعتبار سے مکمل تھا۔ جہاں سے بھی اس کی ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہوگی' وہاں نئی طرزِ تعمیر کے مطابق مرمت ہوتی رہتی ہوگی۔

وہ مندر کے باہر اور اندر گھوم گھوم کر اسے دیکھتا رہا۔ وہاں کے پروہتوں سے پوچھتا رہا۔ ''دیوی کاہنہ سے کب ملاقات ہو سکے گی؟''

ایک پروہت نے آدھی رات کو کہا۔ ''تو بڑے نصیبوں والا ہے۔ دیوی کاہنہ نے تجھے طلب کیا ہے۔ میرے پیچھے چلا آ...''

وہ اس کے پیچھے جانے لگا۔ مندر کے مختلف حصوں سے گزرنے کے بعد پروہت ایک دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ ہاتھ کے اشارے سے بولا کہ وہ دروازے کو کھول کر اندر چلا جائے۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا تو خوشبو کا ایک جھونکا سا آیا اور اسے مسحور کرتا چلا گیا۔

اندر نیم تاریکی تھی۔ ایک گوشے میں رکھی ہوئی شمع کی روشنی اس بڑے سے کمرے کو پوری طرح روشن نہیں کر پا رہی تھی۔ ایسے وقت دو داسیاں شمع دان اٹھائے وہاں آ گئیں۔ کمرے کی تمام چیزیں واضح طور پر دکھائی دینے لگیں۔ ایک جانب اونچی سی شاہانہ طرز کی کرسی رکھی ہوئی تھی۔ ان دو شمع دانوں کو اس کرسی کے اطراف رکھ دیا گیا۔ لوبان کا مہکتا ہوا دھواں وہاں کی محدود فضا میں پھیل رہا تھا۔ ایسے دُھواں دُھواں سے ماحول میں وہ نمودار ہوئی۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ دُھویں کی سفید دُھند میں وہ مٹی مٹی سی دکھائی دے رہی تھی۔ یہ درشن دینے کا ایسا انداز تھا کہ وہ کچھ زیادہ ہی پراسرار اور پرکشش ہو گئی تھی۔ بڑی ہی تمکنت اور وقار سے آ کر اپنی نشست پر بیٹھ رہی تھی۔ وہ اس قدر متاثر ہو گیا تھا کہ اس کے آگے سر جھکا کر گھٹنے ٹیک دیے تھے۔ بڑی خاکساری اور عاجزی سے اپنی تمام مصیبتیں' تمام ہسٹری بیان کر دینا چاہتا تھا مگر اس عظیم الشان دیوی کے آگے محسوس کر رہا تھا کہ کچھ بول نہیں پائے گا۔

ایسے ہی وقت وہ کھنکتی ہوئی آواز میں بولنے لگی۔ وہاں کی محدود فضا میں جیسے چاندی کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''تُو اس دنیا کا جانور نہیں ہے۔ بہت دور کسی سیارے سے آیا ہے۔''

وہ سجدہ کرنے کے انداز میں دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر بولا۔ ''دیوی ماں کی جے ہو۔ تُو انتریامی ہے۔ دُرست کہہ رہی ہے۔''

وہ بولی۔ ''تُو سیارے میں بھگوان کا درجہ رکھتا ہے لیکن تجھ سے بھی اوپر تیرا ایک بھگوان عظیم ایشورارا ہے۔ تیرا وہ بھگوان جادو یا دوسرے پُراسرار علوم نہیں جانتا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبے میں اسے اتنی مہارت حاصل ہے کہ جدید مشینوں کے ذریعے جادوئی تماشے دکھا کر سب کو حیران کر دیتا ہے۔ عقل دنگ رہ جاتی ہے، کوئی سمجھ نہیں پاتا۔ سب ہی اسے بھگوان اور عظیم ایشورارا مان لیتے ہیں۔''

ایشورارا کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ ''بے شک۔ ہمارے سیارے میں روحانیت کو کوئی نہیں مانتا۔ سب ہی سائنس اور ٹیکنالوجی سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ ہمارا نظریہ ہے کہ آپ ہی آپ قدرتی طور پر کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے' اس کی ٹھوس وجوہات ہوتی ہیں۔ قدرتی وجوہات کو وہاں کوئی نہیں مانتا۔''

کاہنہ نے اپنی کھنکتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''اور تُو اس دنیا میں آ کر مان گیا ہے۔ جن روحانی قوتوں کو چیلنج کر رہا ہے' ان کے مقابلے میں شکست کھاتا جا رہا ہے۔ تیری عقل سمجھاتی ہے کہ جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اسی طرح ایک مذہب کی روحانیت کو دوسرے مذاہب کی روحانیت اور آتما شکتی کاٹ سکتی ہے۔ ختم کر سکتی ہے اور اسے کچل کر تجھے فاتح بنا سکتی ہے۔ تُو شکست کھا کر یہاں سے واپس جانا نہیں چاہتا۔''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''میں مانتا ہوں۔ میرا گریٹ ایشورارا ابھی تجھے مان لے گا کہ تُو مہاشکتی مان ہے۔ تُو ہی ہماری مشکل آسان کر سکتی ہے۔''

وہ بولی۔ ''تمہاری مشکل یہ ہے کہ تم لوگ اس دنیا کے حکمران بن کر رہنا چاہتے ہو اور تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہو رہی ہے۔''

''ہمارے پاس سائنس اور ٹیکنالوجی کی ایسی قوتیں ہیں' ایسی صلاحیتیں ہیں کہ ہمارے آگے یہ دنیا والے کبھی سر نہیں اٹھا سکیں گے۔ ہمیشہ مات کھاتے رہیں گے۔''

پھر وہ بڑی بے بسی سے ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''بس ہم روحانیت کے محاذ پر مات کھا رہے ہیں۔ اگر تُو ہماری مدد کرے گی' ہمارا بیڑا پار کرنے کے لیے ناخدا بن جائے گی تو ہم تجھے خدا کی جگہ دیں گے۔ تجھے جگ ماتا اور

اس دنیا کی پالنہار مان لیں گے۔ اس زمین پر جہاں جہاں ہماری حکومت قائم ہوگی، وہاں ہم تیرے بڑے بڑے مجسمے بنوا کر اپنی رعایا سے تیری پوجا کرائیں گے اور خود تیرے آگے سجدے کرتے رہیں گے۔''

کاہنہ اس کی باتیں سن رہی تھی اور اسے گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں تیرے اندر گھس کر تیری نیت کو اور ارادوں کو خوب سمجھ رہی ہوں۔ تُو جو کہہ رہا ہے، بے شک وہی کرے گا۔ تیرا وہ عظیم ایشورارا بھی وہی کرے گا۔ تم سب یہاں حکومت کرتے رہنے کے لیے ہمیشہ میرے آگے جھکتے رہو گے لیکن حکمران بننے کے بعد تیرے عظیم ایشورارا کی نیت اور ارادے کیا ہوں گے یہ ابھی میں نہیں جانتی۔''

''میں تجھے یقین دلاتا ہوں، دی گریٹ ایشورارا کبھی تیری نافرمانی نہیں کرے گا پھر تُو تو مہاشکتی مان ہے۔ نافرمانی کرنے والوں کو ایک پل میں سزا دے سکتی ہے۔''

''بے شک، تجھے یہ حقیقت معلوم ہو چکی ہے کہ میں کئی ہزار برسوں سے زندہ ہوں۔ اس دنیا کی ایسی ہستی ہوں، جسے موت نہ کبھی آئی ہے، نہ کبھی آئے گی۔ تم میں سے کوئی کبھی میری موت کا سامان کرنا چاہے گا تو میں اسی لمحے میں تم سب کو بھسم کر کے رکھ دوں گی۔''

''بے شک، تُو ایسا کر سکتی ہے۔ میں تیری غیر معمولی صلاحیتوں کو اور قوتوں کو مانتا ہوں۔ تیرے آگے سر جھکاتا ہوں۔ میرے بعد دی گریٹ ایشورارا اور پورے سیارے والے بھی تیرے آگے جھکتے رہیں گے، تیری پرستش کرتے رہیں گے۔''

ان کے درمیان جو گفتگو ہو رہی تھی، اس سے ایشورارا کو یقین ہو رہا تھا کہ کاہنہ کا رجحان اس کی طرف ہے اور وہ آئندہ اس کی مدد کرنے والی ہے۔ اس نے اتنی دیر بعد پہلی بار نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ سوچا تھا، ایک جھلک دیکھ کر نظریں جھکا لے گا لیکن جب دیکھا تو دیکھتا ہی چلا گیا۔ یوں لگ رہا تھا کہ جو قیامت کبھی آنے والی ہے، وہ کاہنہ کے روپ میں مجسم ہو کر چلی آئی ہے۔ بڑے طمطراق سے اونچی مسند پر، بڑے کروفر سے بیٹھی ہوئی ہے۔ کیا رنگ تھا، کیا روپ تھا، جوانی کے ایسے تیور تھے کہ دیکھتے ہی ہوس کے پیٹ میں کھلبلی پیدا ہو جاتی تھی۔ جب تک اسے پیٹ میں نہ اتار جاتا، ہضم نہ کیا جاتا، کھلبلی کبھی دور نہ ہوتی۔

کاہنہ نے اسے گھور کر دیکھا پھر بجلی جیسی کڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''اے کتے! صرف میری پوجا کرنے کی نیت رکھ۔ اس سے آگے سوچے گا تو بے موت مارا جائے گا جو میری خلوت میں آتا ہے، میں اس کا خون پی لیتی ہوں۔''

وہ ایک دم سے سہم گیا۔ فوراً ہی اٹھ کر اس کے قدموں میں اوندھے منہ گر گیا۔ گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگا۔ ''تُو میری ماں ہے... دیوی ماں ہے۔ میں ایک پجاری بن کر تیرے قدموں کی دھول بن کر رہوں گا۔ مجھ سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوگی۔ اگر ہوگی تو یہ جان تیری ہے۔ تُو جب چاہے لے سکتی ہے۔''

وہ اپنا ایک پاؤں اٹھا کر اس کے سر پر رکھتے ہوئے بولی۔ ''میں جانتی ہوں، تُو جو کہہ رہا ہے، وہی کرے گا۔ میرا وفادار کتا بن کر رہے گا۔ اس لیے میں بھی تیری مشکلیں آسان کرتی رہوں گی۔ چل اب اُٹھ کر بیٹھ جا...''

وہ اس کے سامنے فرش پر دوزانو ہو گیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اب اس میں سر اٹھا کر اس سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں رہی تھی۔ وہ بولی۔ ''ہماری دنیا کے لوگوں کا مقدر ایک دوسرے سے وابستہ رہتا ہے۔ ہم ایک دوسرے سے جو رویہ اختیار کرتے ہیں، جو سلوک کرتے ہیں، اسی کے نتیجے میں ہمارے حالات بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں۔''

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''تُو مجھ سے لاکھوں میل دور کسی سیارے پر تھا لیکن تقدیر تجھے یہاں میرے پاس لے آئی۔ میں پہلے سے جانتی تھی کیونکہ یہ پیش گوئی میری کتابِ مقدر میں درج ہے۔''

وہ ایک ذرا تو قف سے بولی۔ ''اس کتابِ مقدر میں لکھا ہے کہ کائنات کے کسی حصے سے ایک شخص میرے پاس آئے گا۔ میں ہزاروں سالوں سے زندہ ہوں لیکن وہ آنے والا میری موت کا باعث بنے گا اور تُو آ گیا ہے۔''

ایشورارا نے ایک دم سے چونک کر اسے دیکھا جبکہ اسے دیکھنے کی جرأت نہیں کر رہا تھا۔ پل بھر کو نگاہیں ملیں پھر یکلخت جھک گئیں۔ وہ بول رہی تھی۔ ''تُو میری موت نہیں ہے مگر موت کا ذریعہ ہے۔ تیرے پیچھے فرہاد علی تیمور میری طرف چلا آ رہا ہے۔ تُو نہ آتا تو وہ کبھی ادھر نہ آتا لیکن کیا کیا جائے، کتابِ مقدر میں یہی لکھا ہے۔''

وہ بولا۔ ''اے دیوی ماں! تیری موت کیسے ہو سکتی ہے؟ تُو ہزاروں سال سے زندہ ہے۔ میں پوچھنے کی جرأت نہیں کرنا چاہتا مگر پوچھے بغیر رہ بھی نہیں سکتا۔ کیا فرہاد تیری موت بنے گا؟''

''ہاں، اور میں اس کی موت بن جاؤں گی۔''

اس کی آواز میں بجلی کی سی کڑک تھی۔ وہ بڑے اعتماد سے بول رہی تھی۔ ''پتا نہیں یہ کیسے ہوگا اور کیسے حالات پیش

آئیں گے؟ کتاب میں وضاحت سے لکھا ہوا نہیں ہے مگر ہزاروں برس کے بعد اب وہ مجھے فنا ہونے والی ہستی بنا دے گا اور میں اس ناقابلِ شکست کو شکست خوردہ بنا کر موت کے قریب پہنچا دوں گی۔''

وہ اطمینان کی ایک گہری سانس لے کر سوچنے لگا۔ ''میں صحیح جگہ آ گیا ہوں۔ یہاں مجھے فرہاد سے نجات مل سکے گی۔''

یوں اطمینان کے باوجود یہ تشویش ہوئی۔ ''کیا فرہاد میرے پیچھے اس کاہنہ کی طرف آ رہا ہے؟ مگر کیسے...؟ وہ کیسے جانتا ہے کہ میں اس عظیم کاہنہ سے ملاقات کرنے یہاں آیا ہوں؟''

وہ اسے توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس کی خیال خوانی میں ایسی قوت تھی کہ ایشورارا اسے اپنے اندر محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''تُو نہیں جانتا۔ میں جانتی ہوں۔ ہم اپنی لاعلمی میں مصیبتوں کو اپنے پیچھے بلا لیتے ہیں۔ تُو نے ایک فاتح کی طرح کلاونتی کو حاصل کیا اور اس بات سے بے خبر رہا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کلاونتی کے چور خیالات پڑھ چکی ہے۔ اسی نے تجھے دلربا کے جال میں پھنسایا پھر اس کے ذریعے معلوم کیا کہ وہ تجھ سے ملنے یہاں کو انزا پہنچ رہی ہے۔''

وہ ہکا بکا سا رہ گیا۔ اس کی لاعلمی میں اتنا کچھ ہوتا رہا اور وہ ان حقائق سے بے خبر رہا۔ اس نے پوچھا۔ ''وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کون ہے؟ کیا وہ دلربا کا تعاقب کرتی ہوئی یہاں آ رہی ہے؟''

''وہ مسز فرہاد علی تیمور ہے۔ اپنے شوہر کے ساتھ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کو انزا کے اس ہوٹل میں پہنچ چکی ہے، جہاں کل دلربا پہنچنے والی ہے۔''

ایشورارا کا سر گھومنے لگا۔ وہ بولا۔ ''اے دیوی ماں! میرے ساتھ اتنا بڑا فراڈ ہو رہا تھا۔ اگر تُو مجھے نہ بتاتی تو میں کل بے خبری میں مارا جانے والا تھا۔''

''میں نے اس لیے بتا دیا کہ تیرے مقدر میں ابھی زندگی ہے۔ تیری موت اسی طرح ہوگی جس طرح تیری انفارمیشن منسٹین نے، جوگی مہاراج نے اور فادر جوزف نے بتایا ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا میں تیری مدد سے فرہاد اور اس کی بیوی کو ٹریپ کر سکتا ہوں؟''

''ہوا کو کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ خیال خوانی کرنے والے بھی ہوا کی طرح آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے اس ہوٹل میں موجود رہیں گے پھر تُو دلربا سے ملنے جائے گا یا اسے کہیں بلائے گا تو وہ اس کے پیچھے تیری شہ رگ تک پہنچ جائیں گے۔''

''میں دلربا سے ملنے کی غلطی نہیں کروں گا پھر بھی فرہاد اسی شہر میں ہے، جہاں میں ہوں۔ مجھے اب وہاں نہیں جانا چاہیے۔ کیا میں یہاں تیرے قدموں میں رہ سکتا ہوں؟''

اس نے اپنا ایک ہاتھ یوں جھٹکا، جیسے مکھی اڑا رہی ہو پھر کہا۔ ''نہیں، میں اس مندر میں اپنی داسیوں اور پروہتوں کے ساتھ رہتی ہوں۔ باہر سے کوئی آ کر یہاں نہیں رہ سکتا۔ کل صبح تجھے واپس جانا ہوگا۔''

''اے دیوی ماں...! میں تیری رہنمائی چاہتا ہوں۔ مجھے بتا کہ میں اپنے بدترین دشمن فرہاد پر اور بابا صاحب کے ادارے والوں پر کب تک غالب آ سکوں گا؟ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا ہوگا؟''

وہ بولی۔ ''مریض اس لیے بستر پر گر جاتے ہیں کہ ان میں کھڑے رہنے کی سکت نہیں رہتی۔ تُو ابھی بیمار ہے۔ تیری غیر معمولی مشینوں کو تباہ و برباد کر کے تیری توانائیاں چھین لی گئی ہیں۔ یہ توانائیاں حاصل کرنے کے لیے تجھے سیارے پر واپس جانا ہوگا۔''

''میں واپس جاؤں گا پھر تمام تر صلاحیتوں اور توانائیوں کے ساتھ واپس آؤں گا۔''

''مگر تم سب کی ایک کمزوری ہے، جس کی وجہ سے مات کھا جاتے ہو۔''

''میں سمجھ رہا ہوں، عورت ہماری کمزوری بن جاتی ہے۔ میرے سیارے میں ایسے شہزور اور باصلاحیت افراد ہیں جو عورتوں کی طرف بالکل مائل نہیں ہوتے۔ میں ایسے لوگوں کو یہاں لاؤں گا۔''

''دوسروں کی نہیں، اپنی بات کر۔ جس طرح تیرے دو ماتحت عورتوں کے چکر میں مارے گئے، اسی طرح کل تُو بھی کلاونتی اور دلربا کے چکر میں مارا جانے والا تھا۔ آئندہ کیا ہوگا؟ کیا تُو اپنی یہ کمزوری دور کر سکے گا؟''

''تُو بہتر جانتی ہے۔''

''ہاں، جانتی ہوں۔ عورت کی ہوس تیرے اندر سے نہیں جائے گی مگر میں تجھ پر ایسا عمل کروں گی کہ تُو سیارے سے واپس آنے کے بعد یہاں کی عورتوں سے بیزار ہو جائے گا۔ یہی تیرے لیے بہتر ہوگا۔ عورتوں سے دور رہنے والے ہی اپنے اہم مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔''

''میں تیرے قدموں میں بیٹھ کر اس دنیا کا حکمران بننا

چاہتا ہوں اور اس کے لیے عورتوں سے بیزار ہو جانا چاہتا ہوں۔''

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''بس... تجھ سے ملاقات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اب یہاں سے چلا جا...''

وہ فرش پر سے اٹھتے ہوئے بولا۔ ''کیا میں کسی ضرورت کے تحت خیال خوانی کے ذریعے تجھ سے رابطہ کر سکتا ہوں؟''

''تجھے کبھی رابطہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ جب بھی تجھ پر کوئی برا وقت آئے گا' میں تیرے پاس موجود رہوں گی۔ اب یہاں سے جا...''

وہ سر جھکائے اُلٹے قدموں چلتا ہوا وہاں سے باہر آ گیا۔ اس نے وہ رات وہاں کے ایک کالج میں گزاری۔ وہ دل و جان سے کاہنہ کا عقیدت مند بن چکا تھا۔ اگر وہ نہ ہوتی' اسے کل کے بارے میں نہ بتاتی تو وہ میرے ہاتھوں مارا جاتا۔ وہ فرش پر اوندھے منہ لیٹ کر ڈنڈوت کرتے ہوئے بولا۔ ''مے ہو دیوی ماں کی... تُو نے مجھے نئی زندگی دی ہے۔ اب یہ زندگی تیرے ہی نام رہے گی اور میں خود کو تیرا وفادار ثابت کرتا رہوں گا۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں تیرے ہی ذریعے فرہاد کو مات دے سکوں گا اور بابا صاحب کے ادارے کی روحانی قوتوں کو کمزور کر سکوں گا۔ تیرا جواب نہیں ہے دیوی ماں...! تُو مہاشکتی مان ہے...''

دوسرے دن وہ اس جنگل سے نکل کر شہر میں آ گیا۔ اس نے گائیڈ کو چھٹی دیدی۔ شام تک دلربا وہاں پہنچنے والی تھی اور یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میں اس ہوٹل میں ثنا کے ساتھ موجود ہوں۔

دیکھا جائے تو اس کے سر پر خطرہ منڈلا رہا تھا لیکن وہ خوفزدہ نہیں تھا۔ اسے یقین تھا کہ دیوی ماں اس کی حفاظت کرتی رہے گی مگر اسے خود بھی حفاظتی تدابیر پر عمل کرنا تھا۔ وہ اپنے سفری بیگ میں سے ایک آلہ نکال کر آئینے کے سامنے آ گیا پھر اس آلے کو آپریٹ کرنے لگا اور آئینے میں دیکھنے لگا۔ یہ اس کی سائنسی ایجاد تھی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ اور اس کا گریٹ ایشورارا سائنس اور ٹیکنالوجی میں ارضی دنیا کے انسانوں سے ایک صدی آگے ہیں۔ انہوں نے ایسی ایسی مشینیں ایجاد کی ہیں' جنہیں یہاں کے سائنسدان شاید ایک صدی بعد کر پائیں گے۔

اس نے اس آلے کو آپریٹ کرنے کے بعد ایک بٹن کو دبایا تو پلک جھپکتے ہی اس کا روپ بدل گیا۔ اب آئینے کے سامنے وہ خود کو ایک بوڑھے کے روپ میں دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ' اس کی شخصیت اور لب و لہجہ سب ہی کچھ بدل چکا تھا۔ اگر ہم نے کبھی اسے ایک جوان کے روپ میں دیکھا ہوتا تو اس بوڑھے کے روپ میں کبھی پہچان نہ پاتے۔

اس نے خود کو اسّی سال کا بوڑھا اس لیے بنایا تھا کہ کبھی ہم سے سامنا ہوتا تو ہمیں اتنے ضعیف شخص پر کبھی شبہ نہ ہوتا۔ اس نے وہاں اپنے چند آلہ کار بنا رکھے تھے۔ ان میں سے ایک شخص پر تنویمی عمل کر کے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ اس دنیا کا انسان نہیں ہے۔ بائو راما سیارے سے آیا ہوا ایشورارا ہے۔ اس نے اس ڈمی کی آواز اور لب و لہجہ بھی اپنے جیسا بنا دیا تھا۔ ہم بڑی آسانی سے دھوکا کھا سکتے تھے۔

شام کو دلربا نے فون پر پوچھا۔ ''ہائے...! تم کہاں ہو؟ میں یہاں پہنچ گئی ہوں اور تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔''

ایسے وقت ہم دلربا کے اندر موجود تھے۔ ہم نے فون کے ذریعے ایشورارا کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''یہاں کے سفاری پارک میں چلی آؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔''

ثنا نے میرے دماغ میں آ کر کہا۔ ''میں نے کلاوتی اور دلربا کے ذریعے اس کی آواز سنی ہے۔ یہ ایشورارا ہی بول رہا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ہُوں، وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ہم اسے دلربا کے ذریعے ٹریپ کر رہے ہیں۔ اسی لیے وہ مطمئن ہو کر اس سے ملنے والا ہے۔''

ہم نے خیال خوانی کے ذریعے وہاں کئی آلہ کار بنا لیے تھے۔ ان میں سے دو مسلح افراد ہماری مرضی کے مطابق سفاری پارک پہنچ گئے۔ ایشورارا نے اس پارک کے اندر میلوں دور تک گھومنے کے لیے ایک گاڑی کرائے پر لی تھی۔ دلربا وہاں پہنچ کر فون کے ذریعے پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ کہاں ہے؟ اسے کس طرح پہچانے گی؟

اس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''میری پہچان یہ ہے کہ میں ان لمحات میں تمہارے پیچھے کھڑا ہوا ہوں۔''

اس نے پلٹ کر دیکھا تو ایک ہٹا کٹا جوان وہاں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ دلربا نے بھی مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھایا تو اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ بازوؤں میں بھرتے ہوئے کہا۔ ''ہماری پہلی ملاقات بڑے پیار سے ہونی چاہیے۔''

یہ کہہ کر اس نے اسے چومنا چاہا تو وہ اپنا چہرہ اِدھر اُدھر پھیر کر اس سے بچتے ہوئے بولی۔ ''یہ کیا کر رہے ہو؟ پلک پلیز میں مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا۔ پلیز، کہیں تنہائی میں چلو۔''

وہ بولا۔ ''سفاری پارک میں کئی جگہ تنہائی ملے گی۔ وہاں ہم پہلی ملاقات کا لطف اٹھائیں گے۔ آؤ' گاڑی میں بیٹھو۔''

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی ایک بکتر بند میں آ کر بیٹھ گئی۔ ایشورارا ایسی بھرپور اپنائیت اور محبت کا اظہار کر رہا تھا کہ ہم دھوکا کھاتے جا رہے تھے۔ یہی سمجھ رہے تھے کہ جو شخص دلربا کے ساتھ ہے' وہی ہمارا شکار ہے۔ جب وہ اس پارک کے اندر بہت دور نکل گیا تو ہمارے آلہ کاروں نے اپنی گاڑی کی رفتار بڑھا کر اس سے آگے ہو کر اس کا راستہ روک دیا۔

ڈمی ایشورارا نے گاڑی سے اترتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ کیا حرکت ہے؟ تم ہمارا راستہ کیوں روک رہے ہو؟''

میں نے آلہ کار کے ذریعے کہا۔ ''تمہاری زندگی کا راستہ یہیں تک ہے۔ تم یہاں اس لیے آئے ہو کہ تمہاری موت یہیں لکھی ہوئی ہے۔''

وہ میری آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر میرے اندر آیا تو میں نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی کہا۔ ''آ جاؤ... مگر میرے اندر زلزلہ پیدا نہیں کر سکو گے اور نہ ہی نیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ہلاک کر سکو گے۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''او... اب مجھے یاد آ رہا ہے۔ جو جو کی موت کے وقت میں نے یہی آواز سنی تھی۔ کیا تم فرہاد علی تیمور ہو؟''

وہ بڑی چالاکی سے اور کامیابی سے مجھے دھوکا دے رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''ہاں، میں وہی فرہاد ہوں۔ تمہارے سیارے کے تین ساتھیوں تک اسی طرح موت بن کر پہنچا تھا۔ اب تمہاری باری ہے۔''

یہ سنتے ہی اس نے اپنے لباس سے ریوالور نکال لیا۔ اس سے پہلے ہی میں نے اپنے آلہ کار کے ذریعے فائر کیا۔ گولی اس کے شانے پر لگی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر گر پڑا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ دلربا چیخیں مار کر رو رہی تھی۔ پیچھے ہٹتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''مجھے نہ مارو۔ فار گاڈ سیک... مجھے جانے دو۔ جتنی رقم چاہتے ہو' مجھ سے لے لو۔ میرے پرس میں پچاس ہزار ڈالرز ہیں میں یہ سب تمہیں دے دوں گی مگر مجھے یہاں سے جانے دو۔''

میں نے اسے ڈانٹ کر کہا۔ ''خاموش ہو جاؤ۔ یہاں سے گاڑی ڈرائیو کرتی ہوئی واپس چلی جاؤ۔ تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔''

وہ فوراً ہی گاڑی میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتی واپس جانے لگی۔ ایک گولی کھانے کے بعد ایشورارا کو زخمی ہو کر تکلیف سے کراہنا چاہیے تھا اور وہ اپنی ڈمی کے اندر بڑی کامیابی سے یہی اداکاری کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''تم سیارے میں بھگوان کہلاتے ہو اور سنا ہے' وہاں تم سے بڑا بھگوان بھی موجود ہے؟ اب یہ بتاؤ' تمہاری موت کے بعد کیا وہ یہاں آنے والا ہے؟''

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ''ہاں، جب وہ یہاں آئے گا تو تمہیں اس کے شکنجے سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ وہ بہت خطرناک ہے۔ اپنے شکار کی بو سونگھ کر اس کی شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے۔ یوں سمجھو کہ تمہارا بھی آخری وقت جلد آنے والا ہے۔''

میرے علاوہ ثنا بھی اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ ہمیں اس پر ایک ذرا شبہ نہیں ہو رہا تھا۔ ثنا نے کہا۔ ''خوامخواہ وقت ضائع نہ کرو۔ اس کم بخت کو ختم کر دو۔''

میں نے اسے دوسری گولی ماری تو وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ میں اور ثنا ممبئی کے ساحلی کالج میں دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ پوری طرح مطمئن ہو گئے کہ بائو راما سیارے کے اس آخری شخص کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اب اس کی بیٹی اور بیٹے کے سوا کوئی اس زمین پر نہیں ہے۔

ثنا نے کہا۔ ''اس نے مرتے وقت چیلنج کیا ہے کہ اب اس کا گریٹ ایشورارا یہاں آئے گا۔ پتا نہیں' وہ کم بخت کب تک ہمارے لیے پریشانی کا باعث بنتا رہے گا؟''

میں نے کہا۔ ''جب آئے گا تب دیکھا جائے گا۔ ابھی سے اس کے متعلق سوچ کر پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ چلو... باہر چلتے ہیں۔ کہیں لمبی آؤٹنگ کریں گے۔''

جب کوئی دشمن نہ رہے' جب ساری مصیبتیں دور ہو جائیں تو اتنی آسودگی' اتنی مسرتیں ملتی ہیں کہ خوشی کے مارے بندہ ہواؤں میں اڑنے لگتا ہے۔ یہی حال ہمارا ہو رہا تھا۔ ہم نے اپنی دانست میں بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ آئندہ نہ جانے کب تک اسی خوش فہمی میں مبتلا رہنے والے تھے؟ یہ خوش فہمی ہمیں اچانک ہی نقصان پہنچا سکتی تھی۔

☆☆☆

ایشورارا کچھ عرصے کے لیے سیارے پر واپس جا رہا تھا۔ اس نے جانے سے پہلے اپنی بیٹی اور بیٹے سے رابطہ کیا۔ پہلے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے بیٹے کے پاس پہنچنا چاہا تو اس کے اندر جگہ مل گئی لیکن وہ اس کی سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا تھا۔ وہی پہلے والے حالات تھے۔ اس کا دماغ باپ کی سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کر رہا تھا۔

جب وہ پچھلی بار اس کے اندر پہنچا تھا تو بیٹے کی آواز سنتا رہا تھا۔ اس بار اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ یوں لگ رہا

تھا' جیسے وہ کسی گنبد نما تاریک کمرے میں پہنچ گیا ہے۔ جہاں اسے اپنی ہی آواز کی گونج سنائی دے رہی تھی۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں سمجھ رہا تھا، بیٹے اور بیٹی سے عارضی طور پر رابطہ منقطع ہو گیا ہے۔ بعد میں سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا مگر اب تو اور زیادہ مایوسی ہو رہی ہے۔ دامودر کی سوچ کی لہریں بھی سنائی نہیں دے رہی ہیں۔ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے؟ کیا کر رہا ہے؟ میں تو اس کی طرف سے بالکل ہی اندھا ہو چکا ہوں۔''

اس نے فون کے ذریعے بیٹے کو مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ ''ہائے پاپا! کیسے ہو؟ مجھے کیسے یاد کیا؟''

''میں ابھی تمہارے دماغ میں پہنچا تھا۔ تمہیں مخاطب کر رہا تھا، نہ تم میری آواز سن رہے تھے نہ تمہاری آواز مجھے سنائی دے رہی تھی۔''

''پاپا! تم نے پہلے بھی یہ شکایت کی تھی۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا تم خیال خوانی کے سلسلے میں ناکام کیوں ہو رہے ہو؟''

''میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں سلامت ہیں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ جاتا ہوں۔ صرف تم تک پہنچ نہیں پا رہا ہوں۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ تم روحانی عمل کرنے والوں کے شکنجے میں آ گئے ہو۔ انہوں نے ہم باپ بیٹے کے درمیان خیال خوانی کا رابطہ ختم کر دیا ہے۔''

بیٹے نے کہا۔ ''پاپا! چھوٹا منہ اور بڑی بات ہو گی مگر مجھے اپنی 'ماؤرا' کی اور تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہا ہوں کہ تم فرہاد انکل سے دشمنی نہ کرو۔''

وہ ایک دم سے بپھر کر بولا۔ ''کیا...؟ تم...؟ تم فرہاد کو انکل کہہ رہے ہو؟ یونان سنس..... جو باپ کا جانی دشمن ہے' وہ تمہارا انکل کیسے ہو گیا؟''

''انصاف کی بات کرو پاپا! وہ تم سے دشمنی کرنے سیارے پر نہیں گئے۔ تم ان کی دنیا میں آ کر حکومت کرنا چاہتے ہو۔ دشمنی تو تم نے شروع کی ہے۔''

''تمہارے منہ میں پورس کی زبان بول رہی ہے۔''

''اس کی زبان میں محبت ہے' مٹھاس ہے' سچائی ہے۔ وہ اپنا بن کر اور اپنا بنا کر رہنا جانتا ہے۔''

وہ گرجتے ہوئے بولا۔ ''بس... آگے کچھ نہ بولو۔ انہوں نے روحانیت کے ذریعے ہمارے درمیان صرف خیال خوانی کا رابطہ ختم نہیں کیا ہے' بلکہ تمہارا برین بھی واش کر دیا ہے۔ باپ کو کمتر اور پورس کو برتر بنا دیا ہے۔''

''میں وہی کہہ رہا ہوں جو سچ ہے۔ تم فرہاد انکل سے ایک بار دوستی کر کے دیکھو۔ تمہاری ساری مشکلیں آسان...''

وہ حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے بولا۔ ''یو شٹ اَپ... میں سیارے میں جا رہا ہوں۔ واپس آ کر تمہیں روحانی عمل کرنے والوں کے شکنجے سے ضرور نجات دلاؤں گا۔ تم ابھی ان کے زیر اثر ہو۔ اس لیے میں تمہاری بکواس نہیں سنوں گا۔ میری واپسی کا انتظار کرو۔''

وہ فون بند کر کے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ غصے سے ٹہلنے لگا۔ یہ بہت بڑی شکست تھی کہ بیٹے کو اس سے چھین لیا گیا تھا۔ وہ سوچنے لگا۔ ''کیا اس سلسلے میں دیوی کاہنہ سے رجوع کیا جائے؟ وہ مہاشکتی مان ہے۔ دامودر کو روحانی شکنجے سے ضرور نجات دلا سکے گی۔''

اسے اپنے اندر کاہنہ کی آواز سنائی دی۔ ''میں تیرے حالات سے بے خبر نہیں ہوں۔ اب تُو اپنی بیٹی سے رابطہ کر... میں اس کے حالات بھی معلوم کرنا چاہتی ہوں۔''

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ بیٹی کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''میری جان! تم کیسی ہو؟ کیا اسپتال سے گھر آ گئی ہو؟''

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ ماؤرا کے دماغ میں بھی اسے اپنی آواز کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ کاہنہ نے کہا۔ ''بیٹی سے بھی خیال خوانی کا رابطہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اس سے فون پر بات کر... میں اس کی آواز اور لب و لہجہ سننا چاہتی ہوں۔''

اس نے فون کے ذریعے بیٹی کو مخاطب کیا۔ ''ماؤرا...! میری جان...! تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ کیا اسپتال سے گھر آ گئی ہو؟''

وہ بولی۔ ''پاپا! میں تم سے ناراض ہوں۔ مجھے خطرناک سانپ نے ڈس لیا تھا۔ میں زندہ رہنے کے لیے موت سے لڑ رہی تھی مگر تم نے میری خبر نہیں لی۔''

''بیٹی...! میں ایک بار تمہارے دماغ میں آیا تو تم بے ہوش تھیں۔ دوسری تیسری بار گہری نیند میں تھیں۔ تم پر زہر کا نشہ طاری تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تمہارے اندر آیا تو پتا چلا' روحانی عمل کرنے والوں نے ہمارے درمیان خیال خوانی کا رابطہ ختم کر دیا ہے۔''

''او پاپا! ابھی دامودر نے بتایا ہے کہ ہمارے درمیان خیال خوانی کا رابطہ ختم ہونے کے باوجود تم فرہاد انکل سے دشمنی قائم رکھنا چاہتے ہو۔''

''نان سنس... تم بہن بھائی کی عقل میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ وہ لوگ ہمارے درمیان خیال خوانی کا سلسلہ ختم کر کے ایک باپ کو اس کے بچوں سے دور کر رہے ہیں۔''

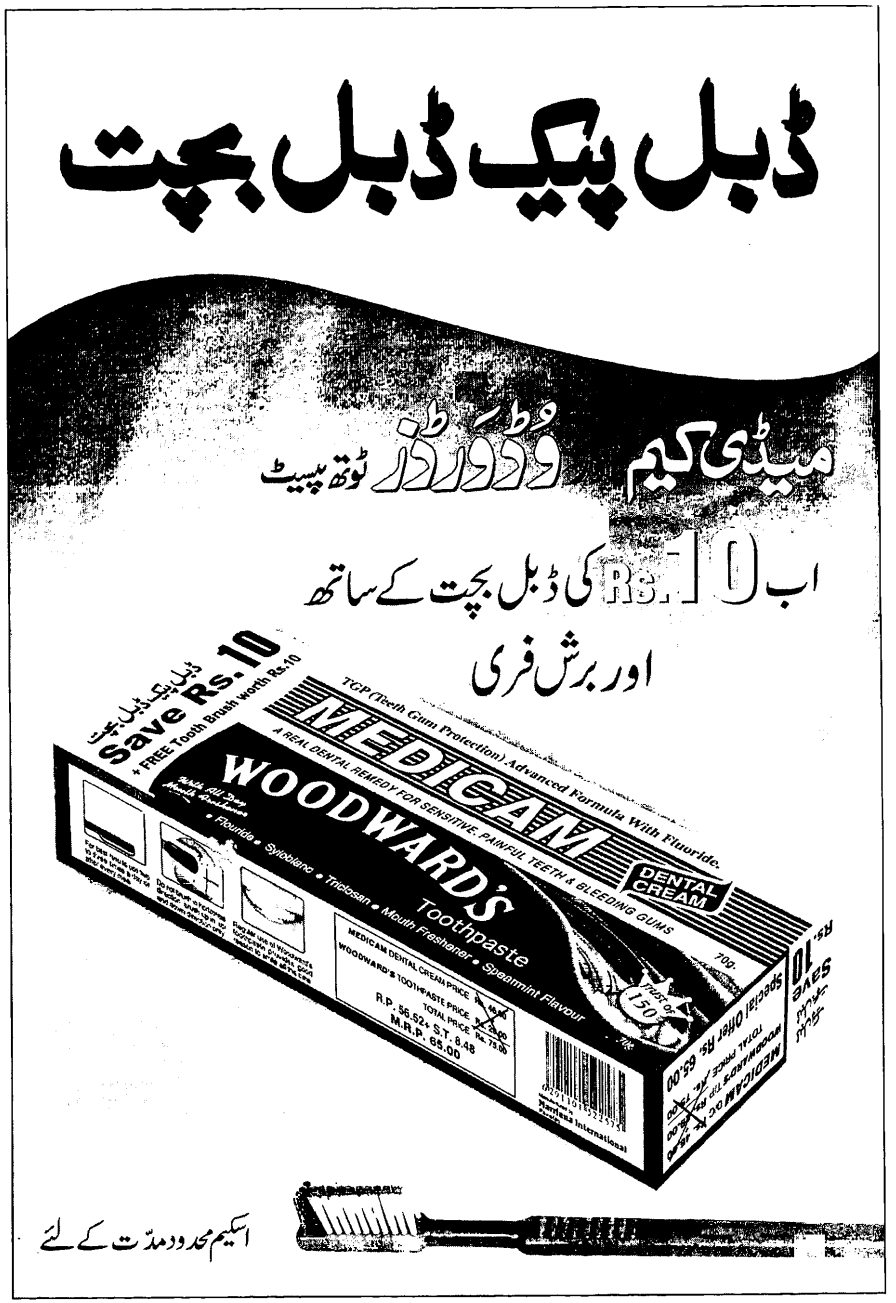

ماؤرا نے کہا۔ ''یہ دشمنی نہیں ہے۔ اس میں بھی ہماری بہتری ہے اگر تم میرے اندر آ کر مجھے پورس سے دور کرنے کے لیے میرا برین واش کرتے' مجھے اس سے دور کر دیتے تو میں تمہاری ٹیلی پیتھی کی قوت کے آگے دم نہیں مار سکتی تھی۔ اب تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ تمہاری بیٹی حیا والی ہے۔ پورس کو اپنا تن من سونپنے کے بعد ساری دنیا پر صرف اپنے مرد کو ترجیح دے گی۔ اب پورس ہی میری دنیا ہے، میرا دین ہے۔ کل جمعے کا دن ہے۔ میں اس کا دین قبول کرنے کے بعد اس کے نکاح میں آنے والی ہوں۔''

وہ گرجتے ہوئے بولا۔ ''بکواس بند کرو۔ میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ اس سے پہلے ہی پورس کو خاک میں ملا دوں گا.... انتظار کرو اور دیکھو کہ کس طرح اس پر موت جھپٹنے والی ہے؟''

اس نے غصے سے فون بند کر دیا۔ خلا میں تکتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''دیوی ماں...! تو سن رہی ہے' دیکھ رہی ہے۔ میں تیری مہربانی اس دنیا کا حکمران بننے والا ہوں۔ میری بیٹی اس دشمن کی آغوش میں رہے گی تو میرا سر جھکا رہے گا۔ میری مدد کر... پورس کو اس کی زندگی سے نوچ کر پھینک دے۔''

کاہنہ کی آواز سنائی دی۔ ''سارے کام پلک جھپکتے ہی نہیں ہو جاتے۔ جب لوہے سے لوہا ٹکراتا ہے تو کسی ایک کو ٹوٹنے میں دیر لگتی ہے۔ ذرا صبر کر... مجھے مخالفین کی حکمت عملی سمجھنا ہے۔ ابھی میں دامودر اور ماؤرا کے اندر جا کر ان کے خیالات پڑھنا چاہتی تھی۔ افسوس... میرے ساتھ بھی وہی ہوا جو تیرے ساتھ ہو چکا ہے۔''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''اب کیا ہوگا؟ میرے بچوں کو ان سے کب نجات ملے گی؟''

''ملے گی... ضرور ملے گی۔ ان بچوں کے دماغوں کو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے لاک کیا گیا ہے۔ آج آدھی رات کے بعد عمل کروں گی۔ وہ لاک ٹوٹ جائیں گے۔ ان کے دماغوں کے دروازے ہمارے لیے کھل جائیں گے۔''

''جے ہو دیوی ماں کی.... جے ہو... کیا میں مطمئن ہو کر سیارے میں جاؤں؟''

''تجھے جانا چاہیے پھر تمام صلاحیتوں اور قوتوں کے ساتھ واپس آنا چاہیے۔''

اس نے پوچھا۔ ''اے شکتی رکھنے والی دیوی ماں...! کیا تو خیال خوانی کے ذریعے سیارے میں مجھ سے رابطہ کرے گی؟''

''نہیں، تُو جانتا ہے' خیال خوانی کی لہریں اس زمین کی کشش تک محدود رہتی ہیں۔ باہر نہیں جاتیں۔''

''تُو یقیناً جانتی ہوگی کہ میں اپنے سیارے والوں سے کس طرح رابطہ رکھتا ہوں؟''

''جانتی ہوں' تیرے پاس ایک چھوٹا سا آلہ ہے۔ جسے آپریٹ کر کے تُو اپنا روپ بدل لیتا ہے اور سیارے میں واپس جانے کے لیے اسی آلے کے ذریعے وہاں سے فلائنگ ساسر طلب کرتا ہے پھر اس میں بیٹھ کر بائو راما میں واپس جاتا ہے۔''

''ہاں، بڑی احتیاط سے میرے لیے وہ فلائنگ ساسر یہاں بھیجی جاتی ہے۔ اس دنیا کے سائنسدانوں کو راڈر کے ذریعے معلوم ہو جاتا ہے کہ خلا کے کس حصے سے کوئی چیز زمین پر اتاری گئی ہے۔ یہاں کے اخبارات میں بھی فلائنگ ساسر کا چرچا ہوتا رہا ہے۔''

وہ بڑے فخر سے بولی۔ ''آئندہ کوئی راڈر تیری فلائنگ ساسر کی نشاندہی نہیں کرے گا۔ میں ایسا عمل کروں گی کہ تیرے آنے جانے کی سواری اسرار کے پردے میں چھپ جائے گی۔ تیری وہ فلائنگ ساسر یہاں اس جنگل میں اُترا کرے گی۔''

''دیوی ماں کی جے ہو... تُو میری مشکلیں آسان کر رہی ہے۔''

''مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ سیارے سے تیری فلائنگ ساسر کب آیا جایا کرے گی؟ اس مقصد کے لیے میرے پاس وہی رابطہ کرنے والا آلہ ہونا چاہیے جو ابھی تیرے پاس ہے۔''

''بے شک، یہ آلہ تیرے لیے ضروری ہے۔ میں اسے تیرے حوالے کر کے جاؤں گا۔ سیارے میں میرے پاس ایسے کئی آلات ہیں۔''

''اس آلے کو کس طرح آپریٹ کرنا چاہیے؟ اس کی تکنیک سمجھانے کے لیے تجھے یہاں آنا ہوگا۔ تُو اس جنگل میں ساسر طلب کر کے یہاں سے سیارے میں جائے گا۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں پھر تیرے قدموں میں آؤں گا۔ تیرے درشن کروں گا۔ یہ میرے لیے بہت اعزاز کی بات ہے کہ میری سائنسی ایجاد تیرے بھی کام آئے گی۔ تُو اس کے ذریعے جب چاہے گی' اپنا روپ بدل سکے گی۔''

تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اب یہ طے پا رہا تھا کہ وہ سیارے سے اور بھی کئی طرح کے سائنسی آلات لا کر

کاہنہ کو پیش کرے گا۔ آئندہ جو غیر معمولی مشینیں اس دنیا میں لائی جائیں گی' انہیں اسی جنگل میں رکھا جائے گا۔ کسی بھی بڑے ملک اور سپر پاور کی فوجیں ان مشینوں تک پہنچ نہیں پائیں گی۔

کاہنہ کو پراسرار علوم میں کمال حاصل تھا۔ وہ ایشورارا کے سائنسی آلات کی محتاج نہیں تھی لیکن اس کی پیشکش کو قبول کر کے اضافی صلاحیتیں اور قوتیں حاصل کرنے والی تھی۔

وہ پھر اس مندر میں آ گیا۔ اسے کاہنہ کی آواز سنائی دی۔ ''اس مندر کے جنوب میں گھنی جھاڑیاں ہیں۔ ان کے درمیان ایک راستہ ہے' اس راستے پر چلتا جا... مجھ سے ملاقات ہو جائے گی۔''

وہ اس کی ہدایت کے مطابق ان جھاڑیوں کے درمیان سے گزرنے لگا۔ آگے جا کر وہ جھاڑیاں ختم ہو گئیں۔ گھنے درختوں کے سائے میں کہیں خونخوار چیتے بیٹھے ہوئے تھے' کہیں شیر ببر ٹہل رہے تھے۔ ایشورارا کے تو ہوش اڑ گئے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو جھاڑیوں کے درمیان ایک شیر ببر کھڑا ہوا تھا۔ اس کی واپسی کا راستہ بھی بند ہو گیا تھا۔

کاہنہ کی آواز سنائی دی۔ ''ڈرتا کیوں ہے؟ میں ہوں نا...''

اس نے آواز کی سمت دیکھا۔ ایک گھنے درخت کے سائے میں ایک بوڑھی عورت دکھائی دی۔ وہ چھڑی ٹیکتی ہوئی' ایک چیتے کے قریب سے گزرتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''تُو اس صورت سے اور میرے سراپا سے مجھے پہچان نہیں پائے گا۔ جب میں مندر سے کبھی بے وقت نکلتی ہوں تو اسی طرح روپ بدل لیا کرتی ہوں۔ تُو مجھے آواز اور لب و لہجے سے پہچان لے۔ میں دیوی کاہنہ ہوں۔''

وہ بڑی حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ قریب آ کر ایک پتھر پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''تُو سائنسی آلے سے روپ بدلتا ہے۔ میرا پراسرار علم مجھے جوان سے بوڑھی اور بوڑھی سے بچی بنا دیتا ہے۔ انسان قدیم زمانے سے پراسرار علوم کے ذریعے جو کمالات دکھاتا آ رہا ہے' وہی کمالات اب سائنسی ایجادات کے ذریعے دکھائے جاتے ہیں۔''

وہ اسے ایک پتھر پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ ''میں ہزاروں سال سے زندہ ہوں۔ اس دنیا میں ہونے والے ہزار ہا تماشوں کو دیکھتی آ رہی ہوں۔ میں نے دیکھا ہے، کبھی جادوگر اُڑن طشتری میں بیٹھ کر پرواز کرتے تھے۔ اب ہوائی جہاز کے ذریعے مسافروں کو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اُڑا کر لے جایا جاتا ہے۔ پہلے طلسمی آئینے میں دور دراز کے کسی مطلوبہ شخص کو دیکھا جاتا تھا۔ آج ٹی وی چینلز کے ذریعے دنیا جہان کے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے۔ میں تیرے سائنسی آلات کی محتاج نہیں ہوں پھر بھی یہ بڑے کام کی چیزیں ہیں۔ میں چاہتی ہوں' سیارے سے تمام غیر معمولی مشینیں اور سائنسی آلات یہاں لائے جائیں۔ میں ضمانت دیتی ہوں' نہ کوئی دشمن یہاں تک آ سکے گا اور نہ ہی ان مشینوں کو نقصان پہنچا سکے گا۔''

ایشورارا نے رابطہ کرنے والے آلے کے ذریعے سیارے کے اکابرین سے کہا۔ ''ساؤتھ افریقا میں رات کی تاریکی پھیلتے ہی فلائنگ ساسر بھیجی جائے۔ میں واپس آ رہا ہوں۔''

کاہنہ اس آلے کو آپریٹ کرتے ہوئے دیکھتی رہی اور روپ بدلنے کی تکنیک بھی سیکھتی رہی۔ شام ہو چکی تھی۔ رات کا اندھیرا پھیلنے کے دو گھنٹے بعد ہی فلائنگ ساسر آ گئی۔ اس دوران میں کاہنہ زیر لب کچھ پڑھتی رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''بے فکری سے جا... اس دنیا کے کسی راڈر نے فلائنگ ساسر کو نہ آتے ہوئے ٹریس کیا ہے' نہ جاتے ہوئے کرے گا۔''

وہ رابطہ کرنے والا آلہ کاہنہ کو دے کر ساسر میں بیٹھ کر پرواز کرتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ مندروں میں تہ خانے ہوتے ہیں۔ اس پرانے مندر میں بھی ایک ایسا تہ خانہ تھا جس کا چور راستہ کاہنہ' اس کی دو داسیاں اور دو پروہت جانتے تھے۔ اس تہ خانے میں کاہنہ کا ایک خفیہ چیمبر تھا۔ وہاں اس کی داسیوں اور پروہتوں کو بھی قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

اس خفیہ کمرے میں صدیوں کے راز چھپے ہوئے تھے۔ پُراسرار علوم سے تعلق رکھنے والی طرح طرح کی عجیب و غریب چیزیں بڑے جتن سے رکھی گئی تھیں۔ نئی اور پرانی کئی ضخیم کتابیں تھیں۔ کچھ تو اتنی پرانی تھیں کہ ان کے کسی صفحے پر انگلی رکھتے ہی کرم خوردہ کاغذ اس جگہ سے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا تھا۔ کچھ ایسی پراسرار باتیں تھیں جو چوڑی اور سپاٹ ہڈیوں پر لکھی گئی تھیں۔ وہ ہزاروں سال پرانی زبان میں تھیں۔ انہیں صرف کاہنہ ہی پڑھ سکتی تھی۔

کئی صدیوں پہلے لکھی گئی اس کرم خوردہ کتاب کی تمام باتیں موجودہ صدی میں نئے سرے سے لکھی گئی تھیں۔ ہڈیوں پر لکھی گئی باتوں کو بھی نئی کتاب میں منتقل کیا گیا تھا۔ یہ سب کاہنہ نے خود کیا تھا اور وہ اسے کتاب مقدر کہتی تھی۔

اس کتاب کو صدیوں پہلے ایک سو سالہ بوڑھے عالم نے

لکھا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو ہزار برسوں تک اس مندر میں کاہنہ کا بول بالا رہے گا۔ سن ۲۰۰۶ء کے آخر میں خلا کے کسی سیارے سے ایک اجنبی مدد مانگنے کاہنہ کے پاس آئے گا اور اس اجنبی کا دشمن ایک خدا اور آخری پیغمبر کو ماننے والا ہوگا۔ وہی کاہنہ کے زوال کا باعث بنے گا۔ وہ اس مندر سے ہمیشہ کے لیے کاہنت کا خاتمہ کردے گا۔

کاہنہ کی حقیقت کیا تھی؟ کیا واقعی وہ کئی ہزار برسوں سے زندہ تھی اور اس کے لیے فنا نہیں تھی؟ ایسا تو نہ کبھی ہوا ہے' کبھی ہوگا۔ یہ دنیا فانی ہے۔ یہاں کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ صرف ایک اللہ' ایک معبودِ حقیقی ہے جو دائم و قائم رہنے والا ہے۔

صحیح قدیم واقعات یہ ہیں کہ دو ہزار سال پہلے اس جنگل میں ایک مندر تعمیر کیا گیا تھا۔ ایک پجاری جو پراسرار علوم پر دسترس رکھتا تھا، وہ جادوئی کمالات کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں دہشت اور اپنے لیے عقیدت پیدا کر چکا تھا۔ اس مندر کا دیوتا بن گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے بعد لوگ اس کے بیٹے کو بھی دیوتا مان کر اس کی پوجا کرتے رہیں لیکن بد قسمتی سے اس کا بیٹا دس برس کی عمر پا کر مرگیا پھر کوئی بیٹا نہ ہوا۔ ایک بیٹی رہ گئی تھی۔ اس نے بیٹی کو تمام پُراسرار علوم سکھا دیے۔

وہ لوگوں کے سامنے اپنی بیٹی کو کاہنہ کہتا تھا کیونکہ وہ غیب کی باتیں بتاتی تھی، ایسے ایسے جادوئی تماشے دکھاتی تھی کہ سب اسے آسمانی دیوی مان کر اس کے آگے سر جھکاتے تھے۔ اس کے دیوتا باپ نے یہ دعویٰ کیا۔ ''میری بیٹی لافانی ہے۔ اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ میں مر جاؤں گا۔ تم سب مرتے رہو گے۔ تمہاری نسلیں ایک کے بعد ایک پیدا ہوتی رہیں گی اور میری کاہنہ کو اسی طرح زندہ سلامت اور سدا بہار دیکھتی رہیں گی۔''

اس نے تنہائی میں بیٹی سے کہا۔ ''میں نے جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔ نہ آج تک ہمیشہ کوئی زندہ رہا ہے' نہ تُو رہے گی۔ تجھے ایک دن مرنا ہے۔''

بیٹی نے کہا۔ ''بابا! اس طرح تُو جھوٹا دیوتا کہلائے گا۔''

وہ بولا۔ ''نہیں، میں جھوٹ کو سچ میں بدلنا جانتا ہوں۔ ہم باپ بیٹی پراسرار علم کے ذریعے اپنی شکل تبدیل کر لیتے ہیں' اسی طرح تجھ سے جو بیٹی ہوگی اسے بھی یہ علم سکھایا جائے اور اسے تیری ہم شکل بنا دیا جائے گا۔''

وہ بولی۔ ''ایسا تو بڑی رازداری سے کرنا ہوگا۔''

''ہاں، اتنی رازداری کہ میرے بعد تم ماں بیٹی کے سوا کسی کو یہ راز معلوم نہ ہو۔ تیری بیٹی بھی جوان ہو کر ایک بیٹی پیدا کرے گی۔ وہ بھی تیری طرح اسے اپنی ہم شکل بنائے گی۔ اس طرح یہ سلسلہ صدیوں تک جاری رہے گا۔ آنے والے زمانے کے لوگ یہ تسلیم کرتے رہیں گے کہ تُو لافانی کاہنہ ہے۔ تجھے کبھی موت نہیں آئے گی۔''

اس نے پوچھا۔ ''اگر میری بیٹی کی بیٹی اور بیٹی کی بیٹی میں سے کوئی بانجھ ہوئی تو...؟''

باپ نے کہا۔ ''تو بڑی رازداری سے کسی کی سندر بچی کو گود لیا جائے گا اور اسے اپنی ہم شکل بنایا جائے گا۔''

اپنے دور میں اور آنے والے ادوار میں اس حیرت انگیز جھوٹ کو سچ بنانے اور ہمیشہ دائم و قائم رہنے والی کاہنہ کا رُعب اور دبدبہ قائم رکھنے کے کچھ اُصول اور طور طریقے مرتب کیے گئے۔ باپ بیٹی نے عہد کیا کہ آیندہ آنے والی نسلوں کو بھی انہی اصولوں کا پابند بنایا جائے گا۔

اُصول یہ تھے کہ ہر بیٹی کی بیٹی لازماً ایک بیٹی کو جنم دے گی۔

بیٹی نہ ہوئی تو کسی بچی کو گود لے گی اور اس بچی کے ماں باپ کو قتل کر دیا جائے گا تاکہ کوئی تیسرا اس راز میں شریک نہ ہو سکے۔

جب کاہنہ کے پاؤں بھاری ہوں تو پُراسرار علم کے ذریعے معلوم کیا جائے کہ بیٹی ہوگی یا نہیں؟ اگر بیٹی ہوگی تو کاہنہ اپنے شوہر کو رازداری سے ہلاک کر دے گی پھر کسی دوسرے مرد کی اولاد پیدا نہیں کرے گی۔

پاؤں بھاری ہوتے ہی اعلان کرے گی کہ وہ دس ماہ تک تپسیا کرنے کے لیے روپوش ہو رہی ہے۔ دو داسیوں کو تنویمی عمل کے ذریعے معمولہ اور تابع دار بنایا جائے گا۔ وہ مندر کے تہ خانے میں اس بچی کی پرورش کرتی رہیں گی۔ جوان ہونے تک اسے تمام پراسرار علوم سکھائے جائیں گے۔

اگر بیٹا پیدا ہوگا تو تابع دار داسیاں اسے بڑی رازداری سے مندر کی سیڑھیوں پر چھوڑ آئیں گی۔ وہ لاوارث کہلائے گا پھر کاہنہ لوگوں کے سامنے اس کی پرورش کی ذمے داری لے گی۔ جب وہ جوان ہوگا تو اسے مندر کا پروہت بنا دے گی۔

کاہنہ کو بیس اکیس برس کی عمر تک ایک بیٹی کی ماں بن جانا چاہیے تاکہ اس کے جوان رہنے تک بیٹی جوان ہو جائے اور جب وہ کاہنہ کی جگہ آئے تو کاہنہ روپ بدل کر اس مندر کی پجارن بن جائے اور بیٹی کے رازوں کی امین بن کر رہے۔

ایسے ایسے اُصول مرتب کیے گئے تھے اور ان پر ایسی

پابندیوں سے عمل کیا گیا تھا کہ اصل حقیقت کبھی ظاہر نہیں ہو سکی تھی۔ موجودہ کاہنہ بیس برس کی تھی۔ اسے اب تک شادی کر کے ایک بیٹی کی ماں بن جانا چاہیے تھا لیکن اس کے مقدر میں کچھ اور لکھا تھا۔

ایک سو سالہ بزرگ نے آخری کاہنہ کے متعلق بے شمار پیش گوئیاں کی تھیں۔ وہ سب کاہنہ کی کتابِ مقدر میں درج تھیں۔ یہ لکھا تھا کہ شادی کب ہوگی اور جس سے ہوگی اس کی بھی نشانیاں بتائی گئی تھیں۔

اور جو نشانیاں بتائی گئی تھیں، ان کے مطابق ایشورارا خلا سے زمین پر اس کی مدد حاصل کرنے آیا تھا۔ اس سے پتا چلا کہ میں اس کا جانی دشمن ہوں۔ کتابِ مقدر میں لکھا تھا' خلا سے آنے والے شخص کا جانی دشمن ہی کاہنہ کی بیٹی کا باپ بنے گا پھر اپنی بیٹی کو نہ کاہنہ کی ہم شکل بننے دے گا اور نہ کاہنہ کے فراڈ کو آیندہ جاری رہنے دے گا۔ ہمیشہ کے لیے کاہنت کا خاتمہ کر دے گا۔

بہ صورت دیگر ایک اور پیش گوئی درج تھی کہ کاہنہ اپنی حکمت عملی سے مجھ پر غالب آ سکے گی اور حکمتِ عملی یہ ہوگی کہ وہ کبھی مجھ سے شادی نہ کرے۔ اس طرح خلا سے آنے والوں کے ساتھ پوری دنیا پر حکومت کرتی رہے گی اور لافانی کاہنہ کہلاتی رہے گی۔

اور اگر فرہاد سے بیٹی پیدا نہیں کرے گی تو پھر کسی سے اولاد نہیں ہوگی اور نہ ہی رازداری سے کسی بچی کو گود لے سکے گی۔ فرہاد اسے ایسا کرنے نہیں دے گا۔ وہ اولاد کے بغیر مرے گی تو خود بہ خود کاہنت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اس کتابِ مقدر میں میرے لیے بھی پیش گوئی کی گئی تھی کہ میں کاہنہ سے ازدواجی رشتہ قائم کروں گا تو ایک بیٹی کا باپ بننے کے بعد میری زندگی مختصر ہو جائے گی۔ کاہنہ کے زوال اور اس کی موت کے بعد میں بھی رفتہ رفتہ موت کی طرف بڑھتا چلا جاؤں گا۔

یہ بھی درج تھا کہ میری موت رک رک کر آئے گی۔ ایک بہت ہی بصیرت شناس' ہمہ دان' معرفت... اور علم بسیط رکھنے والے بزرگ تیس برس ایک غار میں عبادت کرتے رہنے کے بعد اپنے قائم کردہ ادارے میں تشریف لائیں گے۔ ان کی آمد کے چالیس دن بعد میری موت واقع ہوگی۔

یہ ساری پیش گوئیاں میں ابھی نہیں جانتا تھا۔ یہ باتیں مجھے رفتہ رفتہ معلوم ہونے والی تھیں۔ فی الحال کاہنہ فکر میں مبتلا تھی۔ پیش گوئی کے مطابق میرے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کرنے میں نقصان تھا اور نہ کرنے میں بھی یہ نقصان تھا کہ وہ نہ تو کسی دوسرے سے شادی کر سکے گی اور نہ ہی بیٹی پیدا کر سکے گی۔

اس کی عقل سمجھا رہی تھی کہ میری بیٹی کی ماں بنے گی تو میں اس پر حاوی رہوں گا اور وہ اپنی بیٹی کو کاہنہ نہیں بنا سکے گی لہٰذا مجھ سے دور ہی رہنا چاہیے۔ اس طرح وہ میرے دباؤ میں نہ رہ کر آزاد اور خود مختار رہے گی۔

پھر عقل نے یہ بھی سمجھایا کہ پیش گوئیاں سو فیصد دُرست نہیں ہوتیں۔ کوئی غلط بھی ہو جاتی ہے۔ یہ پیش گوئی بھی غلط ہو سکتی ہے کہ وہ کسی دوسرے مرد سے بیٹی پیدا نہیں کر سکے گی۔ وہ کئی طرح کے پراسرار علوم جانتی تھی اور کئی طرح کے ہتھکنڈوں سے ایک بیٹی پیدا کر سکتی تھی۔ اس نے عہد کیا کہ مجھے ٹھکرا کر کسی دوسرے سے ایک بیٹی کی ماں بن کر دکھائے گی۔

اس کے دماغ میں پہلے سے میری مخالفت بھری ہوئی تھی لہٰذا وہ میرے خلاف ایشورارا کی مدد کرنے کے لیے راضی ہوگئی تھی۔ اسے پہلی بار میرا نام معلوم ہوا تھا پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ ایشورارا کی بیٹی جس کی دیوانی ہے' جس کی محبت میں دین اسلام قبول کر رہی ہے اس کا نام پورس ہے اور وہ میرا بیٹا ہے۔

اس نے ایشورارا سے وعدہ کیا تھا کہ اس کی بیٹی اور بیٹے کو روحانی عمل کی گرفت سے نجات دلائے گی۔ جب وہ سیارے سے واپس آئے گا تو خیال خوانی کے ذریعے ان سے باتیں کر سکے گا۔ اسے یقین تھا کہ وہ روحانی عمل کا توڑ کر سکے گی۔ اس نے خفیہ چیمبر میں آ کر ایک شمع روشن کی پھر اس کے سامنے فرش پر پالتھی مار کر بیٹھ گئی۔ وہ ماؤرا اور دامودر کی آواز اور لب و لہجے کو سن چکی تھی۔ انہیں اپنی گرفت میں لے کر شمع کی لَو کو تکنے لگی۔ ان پر جو عمل کیا گیا تھا' اس کا توڑ کرنے کے لیے زیرلب کچھ پڑھنے لگی۔

انوشے عشا کی نماز پڑھنے کے بعد مصلّے سے اٹھنا چاہتی تھی۔ اسی وقت جناب علی اسد اللہ تبریزی کی آواز سن کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے پوچھا۔ ''کیسی ہو بیٹی...؟''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''شکر الحمدُ للہ... آپ کی دعاؤں سے مجھے روحانی سکون حاصل ہوتا رہتا ہے۔ آپ کو اپنے اندر محسوس کر کے بڑی توانائی ملتی ہے۔''

انہوں نے کہا۔ ''بیٹی...! ایک منفی قوت تمہاری روحانی ٹیلی پیتھی کا توڑ کر رہی ہے۔ تم نے ماؤرا اور دامودر کے دماغوں کو لاک کھول دو۔ وہ لاک کھول دو۔ اس منفی قوت کو خوش ہونے دو۔''

''آپ کی ہدایت سر آنکھوں پر... میں ابھی عمل کرتی ہوں مگر کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔''

''یہی کہ میں منفی قوت کو راستہ کیوں دے رہا ہوں؟ وہ اس لیے کہ فی الوقت ماؤرا اور دامودر کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ جب خطرہ پیش آئے گا تو راستہ روک دیا جائے گا۔ تم بہت اچھی جارہی ہو بیٹی...! فی امان اللہ...''

وہ چلے گئے۔ انوشے نے فوراً ہی ماؤرا اور دامودر کے اندر جا کر مختصر سا عمل کیا پھر دامودر کی سوچ میں کہا۔ ''مجھے شبانہ سے بات کرنی چاہیے۔''

وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر جا کر بولا۔ ''تم سوتے' جاگتے' اٹھتے' بیٹھتے یاد آتی رہتی ہو۔ جی چاہتا ہے' دن رات تم سے باتیں کرتا رہوں۔''

''ابھی تمہارے پاپا آجائیں گے تو باتیں کرنے کی حسرت ہی رہ جائے گی۔''

''وہ نہیں آئیں گے۔ پتا نہیں' انہیں کیا ہوا ہے؟ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہے ہیں۔ میری قسمت اچھی ہے۔ اب وہ میرے اندر کی باتیں معلوم نہیں کرسکیں گے۔''

ادھر کاہنہ اپنے خفیہ چیمبر میں فرش پر بیٹھی شمع کی لَو کو تک رہی تھی۔ زیرلب کچھ پڑھتی جارہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ روحانی عمل کا توڑ کرنے میں خاصا وقت لگے گا اور یہ بھی توقع تھی کہ روحانی عمل کرنے والی کوئی ہستی اس پر جوابی حملہ کرسکتی ہے لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اس کی توقع کے خلاف پہلا عمل پڑھتے ہی اسے دامودر کے دماغ میں جگہ بھی مل گئی اور اس کی آواز بھی سنائی دی۔ وہ شبانہ سے باتیں کررہا تھا۔

وہ حیران ہورہی تھی کہ اتنی آسانی سے کامیابی کیسے حاصل ہوگئی؟ وہ کچھ سوچنے کے بعد کوئی عمل کیے بغیر ماؤرا کے دماغ میں آئی تو اس کی آواز سنائی دی۔ وہ پورس کے ساتھ تھی۔ اس سے باتیں کررہی تھی۔ یعنی کوئی عمل کیے بغیر ہی ان بہن بھائی کے دماغوں سے لاک ہٹ گئے تھے۔

وہ پورس کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے چور خیالات نے یہی بتایا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور ماؤرا کے عشق میں مبتلا ہوکر اس کے ساتھ رہنے لگا ہے۔ اس نے خیالات پڑھنے کے بعد پورس کے ذہن میں سوال پیدا کیا۔ ''میرے پاپا کہاں ہوں گے؟''

اس کی سوچ نے کہا۔ ''پاپا کی یہ عادت بہت ہی خراب ہے' مجھ سے پوچھ کر کہیں نہیں جاتے۔ وہ آئیں گے تو ڈانٹ کر پوچھوں گا۔ کیوں بڑے میاں! کہاں گئے تھے؟''

کاہنہ نے یہ سوچ پیدا کی۔ ''مجھے پاپا کی مصروفیات کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے۔''

اس کی سوچ نے کہا۔ ''معلوم کیا کرنا ہے؟ میں سب جانتا ہوں۔''

''کیا جانتا ہوں؟ وہ کہاں ہوں گے؟ کیا کررہے ہوں گے؟''

وہ بولا۔ ''ہائے! کیا بتاؤں، انہیں میری فکر کھائے جاتی ہے۔ میرے لیے ایک نئی ممی کی تلاش میں بھٹک رہے ہوں گے۔''

وہ سوچنے لگی۔ ''یہ فرہاد کا بیٹا ہے؟ کیسی بے تکی باتیں کرتا ہے؟ میں کسی اور جواب کی توقع کرتی ہوں' یہ کوئی اور جواب دیتا ہے۔''

اس بار کاہنہ نے براہِ راست اسے مخاطب کیا۔ ''اے مسٹر...! اپنے باپ فرہاد علی تیمور کا پرسنل فون نمبر بتاؤ۔''

پورس نے ماؤرا سے کہا۔ ''میرے اندر کوئی بول رہی ہے۔ پاپا کا فون نمبر پوچھ رہی ہے۔''

ماؤرا نے پوچھا۔ ''کون ہے وہ...؟''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ کون ہے؟ پاپا کے پیچھے تو فون نمبر پوچھنے والیوں کی لائن لگی رہتی ہے۔ تم تو جانتی ہو' میں نے آج تک کبھی پاپا سے فون پر بات نہیں کی۔ اس لیے نمبر بھی نہیں جانتا۔''

کاہنہ نے ماؤرا کے اندر آکر کہا۔ ''تمہیں شرم آنی چاہیے۔ اپنے باپ کے دشمن سے محبت کررہی ہو؟''

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر بولی۔ ''پورس! اب یہ میرے اندر آکر تمہارے خلاف بول رہی ہے۔''

''اس کا مطلب ہے وہ تمہیں میرے خلاف بھڑکا کر مجھ سے دور کرے گی پھر تمہاری جگہ لینے کے لیے مجھ سے فلرٹ کرے گی۔ اس عورت کے ارادے خطرناک ہیں۔ کبھی پاپا کا فون نمبر پوچھتی ہے' کبھی میری طرف لڑھکتی ہے۔ باپ نہ سہی تو بیٹا... بیٹا نہ سہی تو باپ۔ باپ رے باپ..... مجھے اس عورت سے بچاؤ ماؤرا...!''

ماؤرا غصے سے بولی۔ ''اے! تم کون ہو؟ کیوں میرے پورس کو مجھ سے چھین لینا چاہتی ہو؟''

کاہنہ نے جھنجلا کر کہا۔ ''یہ اُلٹی سیدھی باتیں کرنے والا بے وقوف تمہیں کیوں اچھا لگتا ہے؟ میں اور اس سے فلرٹ کروں گی؟ اُونہہ... میں تو اسے ٹھوکروں میں اڑاؤں گی۔ اس سے کہو' ابھی یہاں سے چلا جائے۔ ورنہ میں دماغی جھٹکے پہنچا کر اسے مار ڈالوں گی۔''

ماؤرا نے گھبرا کر کہا۔ ''پورس! یہ کہتی ہے' تم ابھی یہاں

سے نہیں جاؤ گے تو....''

''تو وہ یہاں آجائے گی... اس سے کہہ دو' میں اسے تمہاری جگہ نہیں دوں گا۔''

وہ پورس کے اندر آکر بولی۔ ''گدھے کے بچے! ٹوسزا پانے کے بعد ہی یہاں سے بھاگے گا۔''

یہ کہتے ہی اس نے زلزلہ پیدا کیا۔ وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے بولا۔ ''ماؤرا! یہ مجھے گدگدی کررہی ہے۔ اس نے لفٹ لینا شروع کردی ہے۔''

کاہنہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوکر سوچنے لگی۔ ''میں نے ایسا دماغی جھٹکا پہنچایا تھا کہ وہ مرہی جاتا مگر وہ ایک ذرا سا بھی متاثر نہیں ہوا۔ اتنے زبردست حملے کے باوجود نارمل ہے۔ یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ اسے روحانی عمل کے ذریعے تحفظ دیا جارہا ہے۔''

وہ پھر اس کے دماغ میں چلی آئی۔ پورس نے کہا۔ ''کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم اپنا صحیح تعارف پیش کرو؟ ہمیں دشمنی کی وجہ تو معلوم ہو؟''

وہ بولی۔ ''میں جو کوئی بھی ہوں۔ بس اتنا سمجھ لو کہ جب تک ایشورارا یہاں نہیں ہے تب تک میں ماؤرا اور دامودر کی نگرانی کروں گی۔ تمہیں ان سے دور کردوں گی۔ ابھی یہ معلوم ہوا ہے کہ تم پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ اسی لیے بہت بڑی سزا سے محفوظ ہو مگر میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ یہ لکھ لو، تمہاری موت میرے ہاتھوں سے ہی ہوگی۔''

پورس نے کہا۔ ''ماؤرا کے باپ کو ایسا غصہ دکھانا اور چیلنج کرنا چاہیے مگر تم چیلنج کررہی ہو۔ وہ کہاں گم ہوگیا ہے؟ زندہ تو ہے؟''

وہ بولی۔ ''وہ تو زندہ ہے مگر تمہارا باپ بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ اس کی ڈمی کو قتل کرکے سمجھ رہا ہے' ایشورارا کو ختم کرچکا ہے۔''

''مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ میرے پاپا نے اتنا بڑا دھوکا کھایا ہوگا۔''

ماؤرا نے پوچھا۔ ''میرے پاپا کہاں ہیں؟''

وہ بولی۔ ''سیارے میں گیا ہے۔ وہاں سے غیر معمولی مشینیں لاکر فرہاد کو پھر ایک بار چوہے کی طرح کسی بل میں چھپنے پر مجبور کردے گا۔''

پورس نے کہا۔ ''پاپا اسی دنیا میں تھے اور اس کی ٹریسنگ مشین انہیں ڈھونڈ نہیں پائی تھی۔ اب بھی وہ سیارے سے واپس آکر کچھ نہیں کرپائے گا۔ تم بھی سن لو' سر پٹختی رہ جاؤ گی مگر مجھے اور ماؤرا کو جدا نہیں کرپاؤ گی۔''

وہ سخت لہجے میں بولی۔ ''میں ماؤرا کو دماغی جھٹکے پہنچاؤں گی۔ اسے تکلیف میں مبتلا کروں گی تو کیا اس کی سلامتی کی شرط پر یہاں سے نہیں جاؤ گے؟''

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''تم ایسا نہیں کرو گی۔ اس کے باپ کی طرف سے اس کی نگراں اور محافظ ہو۔ اسے بھی نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔''

''میں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہوں۔''

کاہنہ نے دیکھا تھا کہ ماؤرا اور دامودر پر جو روحانی عمل کیا گیا تھا' وہ ختم ہوچکا ہے۔ وہ ماؤرا کو معمولی سی سزا دے کر' ہلکا سا زلزلہ پیدا کرکے پورس کو اس سے دور رہنے پر مجبور کرسکتی تھی۔ ماؤرا سہم کر پورس سے لپٹ گئی تھی۔ کہہ رہی تھی۔ ''تم نے مجھے زہریلے سانپ سے بچایا ہے۔ کسی طرح اس عورت سے بھی بچاؤ۔''

کاہنہ نے کہا۔ ''ایک ہی شرط پر خود کو بچاسکتی ہو۔ کل دینِ اسلام قبول کرکے اس کی شریکِ حیات بننا چاہتی ہو بس یہ غلطی نہ کرو۔ اس سے صاف کہہ دو کہ اس کا دین قبول نہیں کرو گی۔''

ماؤرا نے کہا۔ ''ہم نیک کام میں دیر نہیں کرتے۔ تم کل کی بات کررہی ہو۔ پورس آج شام کو ہی مجھے کلمہ پڑھا چکا ہے۔ میں مسلمان ہوچکی ہوں۔ جس دین کی مہر میرے دل پر لگ چکی ہے' اسے تم مٹا نہیں سکو گی۔''

''یہ بات ہے تو لو... پہلی سزا پاؤ۔''

یہ کہہ کر اس نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پورس کے سینے پر سر رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی۔ ''پتا نہیں' وہ دشمن عورت کیا کرنے والی ہے؟''

وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا کررہی ہے؟ ایک بار ناکامی کے بعد اس نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا۔ تیسری بار ماؤرا کے اندر اجنبی زبان میں کچھ پڑھنے لگی۔ اس نے کہا۔ ''یہ میرے اندر کچھ پڑھ رہی ہے۔''

پورس نے کہا۔ ''تم کلمہ طیبہ پڑھتی رہو۔ فی الحال تمہیں یہی یاد ہے۔''

وہ کلمہ طیب پڑھنے لگی۔ کاہنہ بلند آواز میں شروع ہوگئی۔ ماؤرا اس سے بھی بلند آواز میں بار بار کلمہ پڑھ رہی تھی۔ اس نے پراسرار علم کا سہارا لے کر ایک بار پھر زلزلہ پیدا کیا مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ وہ محفوظ تھی اور مسلسل کلمہ پڑھتی جارہی تھی۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے جب انوشے کو ہدایت کی

تھی کہ ان بہن بھائی کے دماغوں سے لاک ہٹا دے تب ہی انہوں نے ان پر روحانی عمل کر دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں منفی خیال خوانی انہیں نقصان نہیں پہنچا رہی تھی۔

کاہنہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ وہ بہت دیر سے عمل کر رہی تھی۔ اس کے سامنے جلتی ہوئی موم بتی پگھل کر مختصر ہوگئی تھی۔ وہ بھی اس موم بتی کی طرح روحانیت کے سامنے سکڑ سی گئی تھی۔ تمام خوش فہمیاں پگھل چکی تھیں۔ شدید مایوسی مل رہی تھی' دل ڈوب رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اس کا کوئی پراسرار علم ناکامی سے دوچار ہوا تھا۔ اسے غصہ آ رہا تھا۔

اگرچہ وہ اور بھی کئی علوم جانتی تھی۔ آیندہ انہیں آزما سکتی تھی لیکن پہلی ناکامی سمجھا رہی تھی کہ وہ بچوں کا کھیل کھیلنے میدان عمل میں نہیں آئی ہے۔ آیندہ پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہوگا۔ وہ تھکی ہاری سی فرش پر اوندھے منہ لیٹ گئی۔ ہزاروں برس سے جس خیالی دیوتا کی پرستش کی جا رہی تھی' اس کے آگے اوندھی ہو کر زیر لب کچھ پڑھنے لگی۔

اسے تھوڑی دیر بعد ہی محسوس ہونے لگا کہ شکست خوردگی کا صدمہ کم ہو رہا ہے۔ اس کے اندر غم و غصہ نہیں رہا تھا۔ وہ سکون سے سوچ رہی تھی۔ ''مجھے بڑی حکمت عملی سے یہ جنگ لڑنی ہوگی۔ آیندہ روحانیت سے براہِ راست ٹکرانا دانشمندی نہیں ہوگی۔ میں بالواسطہ ان کے خلاف بہت کچھ کر سکتی ہوں۔''

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ایشورارا رابطہ قائم کرنے کے لیے اسے ایک آلہ دے گیا تھا۔ وہ اسے ہاتھوں میں لے کر آپریٹ کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی ننھی اسکرین پر تحریر ابھری۔ ''دیوی ماں کی جے ہو.... میں ایشورارا آن لائن ہوں۔''

وہ تحریر کے ذریعے بولی۔ ''تمہاری بیٹی اور بیٹے کے دماغوں سے لاک ہٹ گئے ہیں۔ تم واپس آ کر ان سے باتیں کر سکو گے۔''

اس کی تحریر نے کہا۔ ''دیوی ماں! تُو نے خوش کر دیا ہے۔ واقعی تُو مہاشکتی مان ہے۔ میں چاہتا ہوں' میرے بچوں کا دماغ پورس کی طرف سے پھیر دے۔ اپنے عمل سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا کر دے۔''

وہ بولی۔ ''روحانی قوتوں سے ٹکرانا بہت مشکل ہے۔ اس سلسلے میں میرا پراسرار علم کام تو کرے گا مگر سہارے کے لیے تیری غیر معمولی مشینیں بہت ضروری ہیں۔ تُو کب تک انہیں یہاں لا سکے گا؟''

''اے دیوی ماں! ایک نہیں، کئی مشینیں تیار کرنی ہوں گی۔ ان کی تیاریوں میں بہت وقت لگے گا۔ میری کوشش ہوگی کہ چار سے چھ ماہ کے اندر میرا ٹارگٹ مکمل ہو جائے۔ اس عرصے میں جتنی بھی مشینیں تیار ہوں گی' میں انہیں زمین پر لے آؤں گا۔''

''کوئی بات نہیں، چھ ماہ سہی... دیر آید دُرست آید ... میں انتظار کروں گی۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ فکر اور پریشانی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ وہ روحانیت کے خلاف اتنا مضبوط محاذ بنانا چاہتی تھی کہ پھر کبھی شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ ابھی اس کے آگے کئی راستے تھے۔ کئی منتشر قوتیں تھیں جنہیں وہ یکجا کرنا چاہتی تھی۔

وہ رات گزرتی جا رہی تھی، صبح ہونے والی تھی مگر آنکھوں سے نیند اُڑی ہوئی تھی۔ خاطر خواہ محاذ آرائی کے بغیر اسے نیند آنے والی نہیں تھی۔ وہ دوسری شمع روشن کر کے پھر فرش پر پلتھی مار کر بیٹھ گئی۔ جوگی مہاراج نے ایشورارا سے کہا۔ ''کوہِ طُور... جہاں حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے خدا کو دیکھنے کی ضد کی تھی اور خدا کی جانب سے ایک تجلی کو برداشت نہ کر سکے تھے۔ ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی تھی۔ اسی کوہِ طُور کے غار میں علم بسیط رکھنے والے یہودیوں کے پیشوا برائٹ موسس رہتے ہیں...''

کاہنہ شمع کی لَو کو تکتے ہوئے انہی بزرگ پیشوا کا دھیان کر رہی تھی۔ آتما شکتی اور روحانی علوم جاننے والوں کے درمیان ایک ایسا تصوراتی رابطہ قائم ہوتا ہے کہ وہ تصور عارضی حقیقت بن جاتا ہے اور جس کا دھیان کیا جاتا ہے' وہ مجسم سامنے دکھائی دینے لگتا ہے۔

شمع کی لَو کے اس پار عظیم پیشوا کا جو تصور تھا، وہ واضح طور پر مجسم ہونے لگا۔ ان کی عمر اسّی برس تھی۔ داڑھی' مونچھ اور سر کے بال ایسے سفید تھے کہ چاندی کی طرح چمک رہے تھے۔ وہ ایک سرخ کمبل میں لپٹے ہوئے تھے۔ دھیمے لہجے میں بول رہے تھے اور وہ دھیمی آواز بھی دل تک پہنچ کر گونجتی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ ''اے کاہنہ! تُو مجھے کیوں یاد کر رہی ہے؟''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کے بولی۔ ''اے پیشوائے اعظم..! میں تجھے مشکل کشا مانتی ہوں۔ بڑی مشکل میں ہوں تیری نظرِ کرم اور مہربانیاں چاہتی ہوں۔''

انہوں نے آنکھیں بند کر لیں پھر بند آنکھوں کے پیچھے کاہنہ کو دیکھنے لگے کہ وہ کن حالات سے گزرتی آئی ہے؟ بہت کچھ معلوم کرنے کے بعد انہوں نے آنکھیں کھول کر کہا۔ ''تُو بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی کر رہی ہے۔ ہماری دنیا میں باٹو راما کے گریٹ ایشورارا کی حکومت قائم کرنا چاہتی ہے۔''

وہ بولی۔ ''اب تک یہی ارادہ تھا مگر تیری بھرپور مدد ملتی رہی تو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہودی قوم حکومت کرے گی۔''

انہوں نے کہا۔ ''روحانیت کے مراحل سے گزرنے والے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، کبھی ایک دوسرے کے خلاف نہ کچھ بولتے ہیں، نہ کچھ سنتے ہیں لیکن بابا صاحب کے ادارے والوں نے ہمارے درمیان دیوار کھڑی کر دی ہے۔ اپنے ادارے کو فولادی قلعہ بنا دیا ہے۔ میرے عقیدت مند یہودیوں کو وہاں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔''

انہوں نے ایک ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ ''ہم یہودی کسی سے کمتر نہیں ہیں۔ مجھے آگاہی مل چکی تھی کہ تُو سیارے والوں کی ٹیم لے کر میرے پاس آئے گی۔ اگر میں نے تیرا ساتھ دیا تو میری قوم کو سب پر برتری حاصل ہو جائے گی۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''تیرے پاس روحانی قوتیں ہیں۔ میں پراسرار علوم کی ماہر ہوں اور سیارے والے حیرت انگیز' غیر معمولی مشینیں رکھتے ہیں۔ اس تین طرفہ محاذ آرائی سے ہم اتنے مستحکم اور ناقابل شکست بن جائیں گے کہ بابا صاحب کا وہ فولادی قلعہ مٹی کا ملبہ بن کر رہ جائے گا۔''

پیشوائے اعظم نے کہا۔ ''میرا دل کہتا ہے' ہمارے پاس سیاسی قوت بھی ہونی چاہیے۔ اگر یورپ اور امریکا کی تمام عیسائی قوتیں ہمارا ساتھ دیں گی تو مسلمانوں کو روحانی اور جسمانی طور پر کچلنے میں دیر نہیں لگے گی۔''

''بے شک، جب دنیا کے تمام مذاہب' تمام قومیں اور تمام قوتیں متحد ہو جائیں گی تو مسلمان ایک کونے میں سمٹ جائیں گے۔ ان کے مقدر میں صرف پسپائی اور غلامی ہوگی۔''

پہلے بھی بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کئی بار سازشیں کی گئیں۔ ہر سازش میں یہودی اور نصاریٰ شامل رہے۔ اس بار ان کے ساتھ یہودیوں کا روحانی پیشوا' پراسرار علوم جاننے والی کاہنہ اور غیر معمولی مشینیں رکھنے والے ایشورارا اور دی گریٹ ایشورارا تھے۔ ادارے کے خلاف بہت ہی مضبوط اور ناقابل شکست اتحاد قائم ہونے والا تھا۔ ایسا زبردست منصوبہ پہلے کبھی نہیں بنایا گیا تھا۔ آثار بتا رہے تھے بڑی ہی ہنگامہ خیز جنگ شروع ہوگی اور قیامت کا منظر دیکھنے میں آئے گا۔

☆☆☆

میں اور ثنا بہت خوش تھے۔ جیسے ایک شکاری کسی خونخوار شیر کو مار کر خوش ہوتا ہے' ویسی ہی خوشی ہمیں مل رہی تھی۔ ثنا نے کہا۔ ''اس کی بیٹی اور بیٹا یہیں ممبئی میں ہیں۔ پورس ان کے ساتھ ہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ایشورارا مارا گیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''تم ٹھیک کہتی ہو' اس کے بچوں کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا باپ اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔''

میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا پورس کے اندر پہنچ گیا۔ اس وقت مجھے اس کے اندر ایک عورت کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''جب تک ایشورارا یہاں نہیں ہے تب تک میں ماؤرا اور دامودر کی نگرانی کروں گی۔ تمہیں ان سے دور کر دوں گی۔ ابھی یہ معلوم ہوا ہے کہ تم پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ اسی لیے بہت بڑی سزا سے محفوظ ہو مگر میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ یہ لکھ لو، تمہاری موت میرے ہاتھوں سے ہی ہوگی۔''

پتا نہیں وہ کون تھی؟ میں چپ چاپ اس کی باتیں سن رہا تھا۔ پورس نے اس کے جواب میں کہا۔ ''ماؤرا کے باپ کو ایسا غصہ دکھانا اور چیلنج کرنا چاہیے مگر تم چیلنج کر رہی ہو۔ وہ کہاں گم ہو گیا ہے؟ زندہ تو ہے؟''

وہ بولی۔ ''وہ تو زندہ ہے مگر تمہارا باپ بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ اس کی ڈمی کو قتل کر کے سمجھ رہا ہے' ایشورارا کو ختم کر چکا ہے۔''

ثنا میرے اندر موجود تھی۔ ہم دونوں نے اس عورت کی بات سنی تو ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ پورس کہہ رہا تھا۔ ''مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ میرے پاپا نے اتنا بڑا دھوکا کھایا ہوگا۔''

ماؤرا نے اپنے باپ کے متعلق پوچھا۔ ''میرے پاپا کہاں ہیں؟''

اس عورت کی آواز سنائی دی۔ ''سیارے میں گیا ہے۔ وہاں سے غیر معمولی مشینیں لا کر فرہاد کو پھر ایک بار چوہے کی طرح کسی بل میں چھپنے پر مجبور کر دے گا۔''

پورس کہہ رہا تھا۔ ''پاپا اسی دنیا میں تھے اور اس کی ٹریننگ مشین انہیں ڈھونڈ نہیں پائی تھی۔ اب بھی وہ سیارے سے واپس آ کر کچھ نہیں کر پائے گا۔ تم بھی سن لو، سر پٹختی رہ جاؤ گی مگر مجھے اور ماؤرا کو جدا نہیں کر پاؤ گی۔''

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ثنا مجھے حیرانی سے تک رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''فرہاد! یہ سب کیا ہے؟ کیا واقعی ہم نے ایشورارا کی ڈمی کو ہلاک کیا ہے اور وہ کم بخت ابھی

تک زندہ ہے؟''

میں نے کہا۔ ''پورس کے پاس آنے والی وہ عورت کہہ رہی ہے، وہ سیارے میں چلا گیا ہے۔''

''ہمیں اس کے اندر جا کر معلوم کرنا چاہیے۔''

ہم نے بیک وقت خیال خوانی کی پرواز کی۔ ایشورارا کے اندر پہنچنا چاہا تو ہماری سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ ثنا نے کہا۔ ''جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے مردہ دماغ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔ سوچ کی لہریں بھٹکنے لگتی ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''کوئی ذہین کی کشش سے باہر چلا جائے تب بھی یہی ہوتا ہے۔ ایشورارا زندہ ہے اور زمینی کشش سے دور سیارے میں جا چکا ہے۔''

ہم پھر پورس کے اندر پہنچ گئے۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ عورت پورس اور ماؤرا کو نقصان پہنچانے میں ناکام ہو کر واپس چلی گئی ہے۔ وہ دونوں حیران تھے کہ وہ دشمن عورت کون تھی؟ کیوں ان سے دشمنی کررہی تھی؟ اس نے اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ اس وقت یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ پراسرار علوم جاننے والی خطرناک کاہنہ ہے۔

ثنا نے کہا۔ ''ہم نے خیال خوانی کے ذریعے اسے ٹریپ کیا تھا اگر اس کا کام تمام کرتے وقت وہاں موجود رہتے تو اتنا بڑا دھوکا نہ کھاتے۔''

میں نے کہا۔ ''ہم اسے ٹریپ کرتے وقت بھی دھوکا کھا رہے تھے۔ وہ شیطان جانتا تھا کہ ہم اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ جان بوجھ کر انجان بنتا رہا۔ سفاری پارک میں پہلی بار دلربا سے ملنے کے لیے خود نہیں آیا۔ اسی مرحلے پر ہم اس کی چالبازی کو سمجھ نہیں پائے۔''

ثنا ذہن پر زور ڈال کر سوچ رہی تھی پھر بولی۔ ''اسے کیسے معلوم ہوا ہوگا کہ ہم دلربا کے ذریعے اسے ٹریپ کرنے والے ہیں۔ فرہاد! اس پہلو سے سوچو کہ ایشورارا گوانزا میں کیوں تھا؟ وہاں کیا کررہا تھا؟ کیا اس کاہنہ کے پراسرار علوم سے فائدہ اٹھانے گیا تھا؟''

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی بات دل کو لگی تھی۔ دماغ میں یہ خیال پیدا ہوا۔ ''کیا ابھی پورس اور ماؤرا کے پاس آنے والی وہ عورت کاہنہ تھی؟''

میں نے کہا۔ ''وہ عورت کہہ رہی تھی کہ ماؤرا کا باپ سیارے میں گیا ہے۔ کیا وہ ایشورارا کی رازدار ہے؟ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کیا کاہنہ ہوسکتی ہے؟ ابھی تم نے خیال ظاہر کیا ہے کہ ایشورارا کاہنہ کے پراسرار علوم سے فائدہ اٹھانے گوانزا گیا ہوگا۔ غیب کی باتیں بتانے والی نے اسے ہمارے خطرے سے آگاہ کیا ہوگا۔''

''بے شک، ایشورارا پراسرار علوم نہیں جانتا ہے۔ کاہنہ نے اسے ہماری انتقامی کارروائیوں سے بچایا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ہمیں خیال خوانی کے ذریعے اس مندر میں جانا چاہیے تھا مگر ہم دشمن کی ڈمی کو ہلاک کر کے مطمئن ہوگئے اور کاہنہ کو بھول گئے۔''

''ہم ابھی اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کرسکتے ہیں۔''

''ہاں، معلوم کرنا ہوگا۔ جب تک وہ سیارے سے واپس نہیں آئے گا تب تک وہ دشمن عورت یا کاہنہ پورس، ماؤرا اور دامودر کے پیچھے پڑی رہے گی۔ ہماری لاعلمی میں ہمیں بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔''

وہ بولی۔ ''میں نے پورس کے اندر اس عورت کی آواز سنی تھی۔ مجھے اس کا لب ولہجہ یاد ہے۔''

''مجھے بھی یاد ہے مگر وہ ہمیں اپنے اندر آنے نہیں دے گی۔ ہم اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکیں گے۔''

''وہاں دو گائیڈز ہمارے آلہ کار ہیں۔ کیوں نہ ان کے ذریعے کاہنہ کے مندر تک پہنچا جائے۔''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہم اس سے اپنی اصلیت چھپانے کی کوشش کریں گے۔ دیکھیں گے کہ وہ کتنی پہنچی ہوئی ہے؟''

ہم دونوں ان گائیڈز کے اندر پہنچ گئے۔ ہم نے پہلے بھی ان کے ذریعے کاہنہ کے سلسلے میں بہت کچھ معلوم کیا تھا لیکن وہ مندر کے تہ خانے میں کیسی پراسرار زندگی گزارتی ہے، یہ نہ تو گائیڈز جانتے تھے اور نہ ہمیں اب تک معلوم ہوسکا تھا۔

اندر کی باتیں معلوم کرنے کے لیے لازمی تھا کہ ہم کاہنہ کے عقیدت مندوں کو آلہ کار بنا کر اس کے سامنے جاتے اور اس کی باتیں سنتے۔ وہ عقیدت مندوں کی بھیڑ میں ہمیں پہچان نہ پائی۔ وہ دونوں گائیڈز ہماری مرضی کے مطابق اس جنگل میں پہنچ گئے۔ مندر کے چھوٹے چھوٹے کاٹجز میں جا کر عقیدت مندوں سے ملاقات کرنے لگے۔ ہڈسن نامی ایک یورپی نوجوان کاہنہ سے ملاقات کے شوق میں آیا ہوا تھا۔ وہ ایک سیاح تھا۔ اس وقت اپنے کاٹج میں سو رہا تھا۔ میں نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابع دار بنالیا۔

ثنا نے ایک نوجوان عورت کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا۔ اس عورت کا نام ماریا تھا۔ وہ فریاد کرنے آئی تھی کہ انگولا کے ایک سیاسی لیڈر نے اس کی عزت لوٹی ہے۔ اب اس کے پاؤں بھاری ہوگئے ہیں۔ وہ دیوی کاہنہ سے التجا کرنا چاہتی تھی کہ اس ظالم کو سزائے موت دے کر اس سے انصاف کرے۔

کاہنہ کے اپنے کئی مسائل تھے۔ سب سے بڑا مسئلہ اپنی پراسرار شخصیت کے رعب اور دبدبے کو قائم رکھنا تھا۔ اگر ایشورارا واپس آکر یہ دیکھتا کہ وہ روحانی قوتوں کے آگے کمزور پڑ رہی ہے تو اس کے آگے جھکنے سے انکار کردیتا لہٰذا اپنی اہمیت بڑھانے کے لیے اس نے یہودی پیشوائے اعظم سے گٹھ جوڑ کیا تھا۔ وہ یہودی پیشوا یورپ اور امریکا کی سیاسی قوتوں کو اپنی حمایت میں یکجا کررہا تھا۔ اس پہلو سے اطمینان ہوگیا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف بڑا زبردست اتحاد قائم کررہی ہے۔

اسے اپنا ذاتی مسئلہ اُلجھا رہا تھا۔ وہ بیس برس کی ہوگئی تھی۔ اکیسواں برس لگ چکا تھا۔ صدیوں سے جن اصولوں پر عمل کیا جاتا رہا تھا' ان کے مطابق اسے اب تک کسی سے شادی کر کے ایک بیٹی کو جنم دینا چاہیے تھا مگر وہ ایسا کر نہیں پائی تھی۔ اب یہ طے کررہی تھی کہ جلد از جلد کسی کو پھانس کر اس سے ایک بیٹی کی ماں بنے گی۔

اس نے دوسرے دن مندر کے بڑے ہال میں تمام عقیدت مندوں کو درشن دیے۔ میں اور ثنا پہلی بار اسے ذرا فاصلے سے اپنے روبرو دیکھ رہے تھے۔

ہم اب سے پہلے اس کی تصویریں اور مجسمے دیکھ چکے تھے۔ وہ بلاشبہ بہت ہی حسین اور پرکشش تھی۔ یہ کہا نہیں جا سکتا تھا کہ وہ قدرتی طور پر اس قدر حسین ہے یا کسی پراسرار علم کے ذریعے اپنے اندر ایسی کشش اور جاذبیت پیدا کرتی رہتی ہے۔ میں تو اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس وقت ثنا کی آلہ کار ماریا اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر اپنا دُکھڑا سنا رہی تھی۔

کاہنہ نے کہا۔ ''میں بھی ایک عورت ہوں لہٰذا عورتوں کی توہین برداشت نہیں کروں گی۔ آج رات ٹھیک دس بجے اس شخص کے پاس چلی جا۔ اس سے باتیں کر... میں اسے تیرے قدموں میں جھکا دوں گی۔''

میرا آلہ کار ہڈسن بہت ہی ہینڈسم اور اسمارٹ نوجوان تھا۔ کاہنہ جب سے عقیدت مندوں کے سامنے آئی تھی تب سے کئی بار اسے دیکھ چکی تھی۔ جب ہڈسن کی باری آئی تو اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ ''میں لندن کے ایک اخبار دی نیوز کا رپورٹر اور فوٹو گرافر ہوں۔ دیوی جی کا انٹرویو لینا اور تصویریں اتارنا چاہتا ہوں۔''

کاہنہ نے پاس کھڑے ہوئے پروہت کو حکم دیا۔ ''یہ میرا مہمان ہے۔ اسے مہمان خانے میں پہنچا دو۔ آج رات کسی وقت اس سے ملاقات کروں گی۔''

پروہت نے حکم کی تعمیل کی۔ ہڈسن کو مہمان خانے میں پہنچا دیا۔ کاہنہ کی کتاب مقدر میں لکھا تھا کہ وہ مجھ سے ازدواجی رشتہ قائم کرے گی تو میں اس سے ہونے والی بیٹی کو کاہنہ بننے نہیں دوں گا پھر یہ کہ وہ مجھ سے تعلق رکھنے کے باعث ماری جائے گی لہٰذا وہ مجھ سے رشتہ جوڑ کر اپنی موت کو دعوت دینا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے جو سوچ لیا تھا۔ اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کرچکی تھی۔

ایک گھنٹے بعد اس نے ہڈسن کے اندر آکر دیکھا۔ وہ اس کا انتظار کررہا تھا۔ اس نے خود بروہمان کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بیڈ پر لیٹنے کا حکم دیا۔ جب وہ لیٹ گیا اور گہری نیند سو گیا تو اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا پھر اسے حکم دیا۔ ''تو ابھی تنویمی نیند پوری کرے گا۔ آدھی رات کے بعد ہماری ملاقات ہوگی۔''

وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ثنا سے پوچھا۔ ''تم نے اسے دیکھا... کیسی بھرپور اور رعب و دبدبے والی ہے؟ دیکھنے والوں کو سحرزدہ کردیتی ہے۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''اچھا تو حضور اس پر مرمٹے ہیں؟''

میں نے سر جھٹک کر کہا۔ ''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم سنجیدگی سے بولو! کیسی زبردست پرسنالٹی ہے؟''

''بے شک، شیطانی فطرت رکھنے والوں میں بڑی کشش ہوتی ہے۔ وہ پہلی ملاقات میں متاثر کردیتے ہیں۔ تم ہڈسن کے اندر تھے۔ اس سے پہلی ملاقات کیسی رہی؟''

''میں یہ بات نوٹ کررہا تھا کہ وہ ہڈسن کو چور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں سمجھ رہا تھا' تنہائی میں لگاوٹ کی باتیں ہوں گی مگر کچھ نہ ہوا۔ اس نے ہڈسن کے اندر آکر اس سے بات تک نہیں کی۔ اس پر تنویمی عمل کر کے یہ حکم دیا کہ ابھی وہ تنویمی نیند پوری کرتا رہے۔ آدھی رات کے بعد ملاقات ہوگی۔''

''پھر تو آدھی رات کے بعد ہی گڑبڑ ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے، وہ جوان مردوں کو عیاشی کے لیے اسی طرح پھانستی ہے؟''

میں نے کہا۔ ''اس نے تمہاری آلہ کار عورت ماریا کو رات دس بجے اس سیاستداں کے پاس جانے کو کہا ہے۔ وہ اسے سزا دینا چاہتی ہے۔''

''میں اس وقت ماریا کے اندر جا کر دیکھوں گی کہ کیا ہوتا ہے؟ لیکن اس طرح ہمیں کاہنہ کے اندرونی معاملات معلوم

نہیں ہوسکیں گے۔''

''شاید میں ہڈسن کے ذریعے کچھ معلوم کرسکوں گا اگر ناکامی ہوئی تو کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا جائے گا۔''

ہم یہ حقیقت معلوم کرنا چاہتے تھے کہ پورس اور ماؤرا کو دھمکیاں دینے والی عورت اور کاہنہ ایک ہی ہستی ہے یا نہیں...اگر ان کے پاس آنے والی کاہنہ ہی تھی تو اس خیال کی بھی تصدیق ہو جاتی کہ ایشورارا سے اس کا گٹھ جوڑ ہوگیا ہے۔ اسی نے ایشورارا کو ہمارے جان لیوا حملے سے بچایا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے کے لیے ہمیں زبردست نقصان پہنچانے والے ہیں۔

رات دس بجے ثنا اپنی آلہ کار کے اندر پہنچی تو وہاں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ کاہنہ نے عام روٹین کے مطابق خیال خوانی کے ذریعے اس عیاش سپاستداں کو سزائیں دیں، اسے ماریا کے سامنے جھک کر معافی مانگنے پر مجبور کیا اور یہ منوایا کہ وہ دوسرے دن اس عورت سے شادی کرکے اسے عزت آبرو کے ساتھ اپنی شریک حیات بنا کر رکھے گا۔

کاہنہ نے آدھی رات کو ہڈسن کے اندر آکر کہا۔ ''میری ایک داسی تیرے پاس آرہی ہے۔ تُو اس کے ساتھ چلا آ...''

وہ لباس تبدیل کرکے جانے کے لیے تیار ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک داسی وہاں آئی۔ میں اس کی آواز سننا چاہتا تھا۔ ہڈسن نے میری مرضی کے مطابق پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

وہ بولی۔ ''میں دیوی ماں کی داسی ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو۔''

وہ اس کے ساتھ مہمان خانے سے نکل کر مندر میں آگیا۔ ایسے وقت میں نے محسوس کیا کہ کاہنہ نے اسے غائب دماغ بنا دیا تھا تاکہ وہ مندر کے اندرونی حصوں کو اور تہ خانے کے چور راستے کو دیکھتے ہوئے بھی دیکھ نہ سکے اور دیکھے ہوئے اندرونی مناظر اس کے ذہن سے مٹتے چلے جائیں۔

میں وہاں کے بارے میں ہڈسن کا محتاج تھا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو پڑھ کر ہی سمجھ سکتا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے؟ اور کیا دیکھ رہا ہے؟

چونکہ وہ غائب دماغ ہوگیا تھا۔ اس لیے اس کی سوچ کی لہریں مجھے کچھ نہیں بتا رہی تھیں اگر میں اسے حاضر دماغ بناتا تو کاہنہ فوراً ہی سمجھ لیتی کہ کوئی اس معمول کے اندر چھپا ہوا ہے۔ میں نے ایسی غلطی نہیں کی۔ یہ طے کیا کہ بعد میں داسی کے ذریعے بہت کچھ معلوم کرلوں گا۔

کاہنہ نے خوب سنگھار کیا تھا۔ اس کے عقیدت مندوں نے اسے ہمیشہ سادے لباس میں دیکھا تھا مگر اس وقت وہ سرخ ریشمی جوڑا پہنے ہوئے تھی۔ بدن پر سونے کے زیورات تھے، ان میں ہیرے موتی جگمگا رہے تھے۔ اُجلے نرم، لچک دار بستر پر پھولوں کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ بڑے ارمانوں اور بڑے جذبوں سے اپنی پہلی سہاگ رات منانا چاہتی تھی۔

اس نے کتابِ مقدر میں پڑھا تھا۔ ''آج اس کی سہاگ رات نہیں ہے۔ ایسی رات وہ اسی شخص کے ساتھ منا سکے گی جو اس کے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا اس کی سیج پر نہیں آئے گا۔''

اور وہ طے کرچکی تھی کہ جو شخص اس کے زوال کا اور پھر موت کا سبب بنے گا' اس کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم نہیں کرے گی۔ کسی دوسرے کی بیٹی پیدا کرکے مرقوم مقدر کو اپنی تدبیر سے بدل دے گی۔ ایسا ہوتا ہے جو ضدی اور ارادے کے پکے ہوتے ہیں' وہ تدبیر سے تقدیر کو بدل دیتے ہیں۔

اور کاہنہ کے آگے کوئی رُکاوٹ نہیں تھی۔ دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ جوانی کی تمام ڈشیں چن دی گئی تھیں۔ اس عروسی کمرے میں کوئی انہیں روکنے والا نہیں تھا۔ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ کوئی نادیدہ قوت اچانک ہی آکر اسے ہڈسن سے دور کردے گی۔

وہ اس کا معمول اور تابع دار تھا۔ حجلہ عروسی میں بیڈ کے پاس کھڑا اس کے دمکتے ہوئے حسن کو اور چمکتے ہوئے شباب کو دیکھ کر سحر زدہ ہو رہا تھا اور مجھے سچ کہنا چاہیے کہ میری بھی یہی حالت تھی۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے وہ خواب میں دکھائی دے رہی ہو۔ میرے بچے جوان تھے۔ میں دادا جان، گرینڈ پا بن چکا تھا۔ مجھے ایسی حسین بلا کو دیکھ کر نظریں جھکا لینی چاہیے تھیں لیکن اس کی طرف شاید اس لیے مائل ہو رہا تھا کہ وہ میرے مقدر میں لکھی جا چکی تھی۔

یہ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ میرے نام کی گنی ہے اور اس حجلہ عروسی میں ہڈسن میرا رقیب ہے۔ معلوم ہوتا تو شاید رنگ میں بھنگ ڈال دیتا۔ اپنے نام ہونے والی کو کبھی اس کے ہاتھ نہ لگنے دیتا مگر نہ تو میں آیندہ ہونے والی باتیں جانتا تھا اور نہ ہی ہڈسن کا رقیب بننے کا ارادہ رکھتا تھا۔ یہ سوچ لیا تھا کہ ان کے درمیان جذباتی معاملات آگے بڑھیں گے اور حجاب لازم ہو جائے گا تو میں ہڈسن کے دماغ سے چلا جاؤں گا۔

میں آگے تماشائی نہیں بننا چاہتا تھا لیکن تقدیر مجھے تماشہ دکھانے والی تھی۔ وہ دونوں جذباتی انداز میں ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ہڈسن کے دونوں ہاتھ اس کی کمر پر آئے۔ کاہنہ کی باہیں اس کی گردن میں حمائل ہوگئیں۔ اس

تندرستی لائے ہر پل خوشی

اپنے خاندان اور چاہنے والوں کا خیال رکھنے کے لیے نسل در نسل ڈاکٹر ولمار شوابے کی ادویات پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔

اور ڈاکٹر ولمار شوابے نے مختلف بیماریوں کا علاج کرنے کے لیے بھروسہ کیا ہے قدرتی جڑی بوٹیوں پر۔

140 سالہ طویل تجربات اور تحقیقات نے ڈاکٹر ولمار شوابے کو ہر گھر میں متعارف کروایا ہے تاکہ آپ کی زندگی میں بھی تندرستی لائے ہر پل خوشی۔

SCHWABE

Schwabe cares - Schwabe cures

Dr. Willmar Schwabe GmbH & Co. KG, Germany

AUTHORISED DISTRIBUTORS

Dr. Hamid General Homoeo (Pvt.) Ltd.
Arambagh Road, Karachi-74200
Tel: Karachi: 2211895, 2628754
Lahore: 6304657, 6363664

Darul Adviat
P.O. Box No. 10815, SF 10, Block E
Hussain Square, North Nazimabad
Karachi-74700. Tel: 6638814

Hameed Organisation
C.P.O. Box No. 6686,
Karachi-74000
Tel: 2428024,2411233

لمحے میں وہ ٹھٹک گئی۔ کچھ پریشان سی ہوگئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تقدیر اسے یوں اچانک روک دے گی۔ وہ اس سے الگ ہوگئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بستر پر بیٹھ گئی۔ ہڈسن نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

وہ اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولی۔ ''کچھ نہیں، جایہاں سے...''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''تم یہاں بلا کر مجھے خوش کررہی تھیں۔ اب اچانک جانے کو کہہ رہی ہو۔''

وہ ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ ''کوئی بحث نہ کر۔ اپنے مہمان خانے میں واپس جا...''

اس نے داسی کو آواز دی۔ وہ فوراً ہی دوڑتی چلی آئی۔ ہڈسن اس کا معمول اور تابع دار تھا۔ کوئی بحث نہیں کرسکتا تھا۔ اس کی مرضی کے بغیر اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا تھا لہٰذا داسی کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی وہ اپنے خیالی دیوتا کے سامنے فرش پر اوندھے منہ لیٹ گئی۔ ''اے آسمانی دیوتا...! تُو عظیم ہے۔ ہمارے مقدر میں جو لکھ دیتا ہے، وہی ہوتا ہے۔ میں جو سوچ بھی نہیں سکتی تھی، وہ ہوگیا اور ایسا تیری ہی مرضی سے ہوا ہے۔''

وہ اپنے تقدیر ساز دیوتا کی عظمت کو تسلیم کررہی تھی۔ پہلے تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے سہاگ رات منانے سے اچانک ہی کیوں انکار کردیا؟ پھر عقل میں بات آئی کہ دنیا کی ہر عورت کو ہر ماہ چھ سات دنوں کے لیے ایک عارضی روگ لگتا ہے اور وہ اپنے مرد سے دور رہنے پر مجبور ہوجاتی ہے۔ وہ بھی مجبور ہوگئی تھی۔

میں نے اس کی داسی کی آواز سنی تھی۔ یہ سوچا تھا، جب کاہنہ کے پاس ہڈسن نہیں رہے گا تو میں داسی کے اندر رہ کر اس کی مالکہ کی مصروفیات کو دیکھتا اور اس کے اندرونی معاملات کو سمجھتا رہوں گا۔ ہڈسن جاچکا تھا۔ اب میں داسی کے ذریعے ہی کاہنہ کے آس پاس رہ سکتا تھا لہٰذا میں اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہاں پہنچتے ہی گڑبڑ ہوگئی۔ داسی نے یکبارگی چیخ کر کہا۔ ''دیوی ماں کی جے ہو... کوئی میرے اندر آیا ہے۔ اسے بھگا دو دیوی ماں...! یہ کوئی دشمن ہے۔''

وہ داسی سانس روک کر مجھے بھگا سکتی تھی مگر ایسا نہ کرسکی۔ بے چاری دمے کی مریضہ تھی۔ کاہنہ تیزی سے پلٹ کر ایک صندوق کے پاس گئی پھر اسے کھول کر وہاں سے ایک خنجر نکال کر داسی کو گھورنے لگی۔ غصے سے لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

''کون ہے تُو...؟''

میں اتنی دیر میں داسی کے چور خیالات سے ایک اہم بات معلوم کرچکا تھا۔ اگرچہ اس عمر رسیدہ داسی نے میرا کام بگاڑ دیا تھا مگر اہم معلومات بھی فراہم کی تھی۔ کاہنہ بجلی کی طرح کڑکتی ہوئی آواز میں پوچھ رہی تھی۔ ''کون ہے تُو...؟ اگر نہیں بولے گا تو میں اس کا کام تمام کردوں گی پھر یہاں تجھے کسی اور کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔''

میں نے کہا۔ ''تُو اسے نہیں مارے گی کیونکہ یہ داسی بن کر رہنے والی تیری ماں ہے۔ اس نے تجھے جنم دیا ہے۔''

وہ گھور کر اپنی ماں کو نہیں... مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''تیرا بھانڈا پھوٹ چکا ہے۔ تُو ہزاروں سال سے زندہ نہیں ہے۔ صدیوں سے یہ ہوتا آرہا ہے کہ جب ایک کاہنہ کی بیٹی جوان ہوتی ہے تو اس کی ماں اسے کاہنہ بنا کر اپنا روپ بدل لیتی ہے اور دکھاوے کے طور پر اپنی بیٹی کی داسی بن کر رہتی ہے۔''

ایسے وقت ثنا میرے اندر تھی۔ میں کاہنہ کو باتوں میں اُلجھا رہا تھا اور وہ ان ماں بیٹی کی پوری ہسٹری پڑھ رہی تھی۔ اس مندر میں صدیوں سے جو واقعات پیش آتے رہے تھے اور ایک کے بعد دوسری ہم شکل کاہنہ بننے کے جن اُصولوں اور طور طریقوں پر عمل کیا جاتا رہا تھا۔ وہ ساری باتیں بڑی تفصیل سے معلوم ہورہی تھیں۔

کاہنہ غصے سے تلملا رہی تھی۔ اندر سے پریشان تھی کہ صدیوں سے جس راز کی حفاظت کی گئی، وہ کھل چکا ہے۔ وہ بولی۔ ''یہ مانتی ہوں کہ مجھ سے باتیں کرنے کے دوران تُو میری ماں کے چور خیالات اب نہیں پڑھ رہا ہے اور میں تجھے پڑھنے بھی نہیں دوں گی۔ میرا فون نمبر نوٹ کر... تُو یہاں سے جائے گا اور فون کے ذریعے بات کرے گا۔''

اس نے اپنا نمبر نوٹ کرایا۔ میں نے ثنا کو زیادہ سے زیادہ موقع دینے کے لیے کاہنہ سے کہا۔ ''جسٹ اے منٹ... کاغذ قلم دوسرے کمرے میں ہے۔ میں لے کر آتا ہوں۔''

وہ چیخ کر بولی۔ ''میں دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ تجھے مزید کچھ معلوم نہیں کرنے دوں گی۔''

''میں تیری ماں کے اندر مسلسل بولتا رہوں گا تو اس کے مزید خیالات نہیں پڑھ سکوں گا۔ تُو سمجھتی کیوں نہیں ہے، میں تیرا بتایا ہوا نمبر زبانی یاد نہیں رکھ سکوں گا... یہ لے میں دوسرے کمرے میں آگیا ہوں۔ ہاں... وہ ادھر میز کی دراز

میں کاغذ بھی ہے اور قلم بھی... میں ابھی نوٹ کرتا ہوں۔ خوامخواہ شبہ کرتی ہے۔ سن رہی ہے نا... مسلسل بولتا جارہا ہوں۔''

میں روانی سے بولتا جارہا تھا۔ اسے مطمئن کررہا تھا کہ ایسی روانی سے بولتے وقت کوئی کسی طرح کی کتاب بھی نہیں پڑھ سکتا۔ ثنا نے کہا۔ ''بس اسے تھوڑا سا اور اُلجھاؤ... بہت اہم معلومات حاصل ہورہی ہیں۔''

میں نے کاہنہ سے کہا۔ ''ہاں، نمبر بولو۔''

وہ کوڈ نمبر بتاتے ہوئے بولی۔ ''فائیو۔ زیرو۔ ون۔ فور...''

میں اس کے ساتھ بولتا جارہا تھا۔ ''فائیو۔ زیرو۔ سیون۔ فور...''

وہ بولی۔ ''سیون۔ فور نہیں... ون۔ فور...''

میں نے کہا۔ ''اچھا۔ ون۔ فور... آگے بولو۔''

وہ آگے بولی۔ ''ون۔ تھری۔ سیون۔ فور...''

میں نے کہا۔ ''سیون۔ تھری۔ ون۔ فور''

وہ غصے سے چیخ کر بولی۔ ''ون۔ تھری۔ سیون۔ فور...''

''ہاں، ہاں، لکھ رہا ہوں۔ غصہ کیوں دکھاتی ہو؟''

وہ اسی طرح چیخ کر بولی۔ ''اب اپنا نمبر بتا... ایک لمحہ بھی ضایع نہ کر... میرے سامنے تیری چالاکی نہیں چلے گی۔''

''مجھے اپنا نمبر بتانے میں دیر نہیں لگے گی۔ بھلا اپنا نمبر بھی کوئی بھولتا ہے؟ یہ تو مجھے ماں کے دودھ کی طرح یاد رہتا ہے۔''

وہ جھنجلا کر بولی۔ ''نمبر بتا...''

میں نے اچھا خاصا وقت ضایع کرتے ہوئے اپنا فون نمبر بتایا تو اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ یہ نمبر جو جو اور ایشورارا کو معلوم تھا پھر کاہنہ کیسے معلوم نہ ہوتا؟ وہ شدید حیرانی اور غصے سے چیخ کر بولی۔ ''فرہاد...!''

پھر اس نے ''نہیں...'' کہہ کر چیختے ہوئے خنجر کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ ماں کی گردن آدھی کٹ کر شانے پر جھول گئی۔ وہ فرش پر گر کر تڑپتے تڑپتے مرگئی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میں نے اس کا ایک ہی راز معلوم کیا ہے۔ باقی تمام رازوں کو چھپانے کے لیے اس نے ماں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

میری اور ثنا کی سوچ کی لہریں اس کے مردہ دماغ سے نکل آئیں۔ ہم دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئے۔ ثنا نے حیرانی سے کہا۔ ''یا خدا...! تُو بڑا کارساز ہے۔ آج ایسی ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں کہ نہ معلوم ہوتیں تو ہم دشمنوں کی طرف سے اندھے بن کر رہتے اور اس اندھے پن میں ان سے بری طرح مات کھاتے۔''

''میں ابھی ساری باتیں تفصیل سے سنوں گا۔ پہلے وہ آجائے۔''

اس نے تعجب سے پوچھا۔ ''کون آجائے؟''

''وہی... انگاروں پر لوٹ رہی ہوگی۔ اس کا سکون غارت ہوچکا ہوگا۔ مجھ سے باتیں کیے بغیر نہیں رہ سکے گی۔''

فطرتاً اسے رابطہ کرنا تھا مگر ابھی وہ تلملا رہی تھی۔ یہ سچائی ہضم نہیں ہورہی تھی کہ میں مندر کے تہ خانے میں اس کے بیڈ روم تک پہنچ گیا ہوں۔ یہ اندیشہ ستا رہا تھا کہ اس سے بھی آگے اس خفیہ چیمبر تک پہنچ سکتا ہوں، جہاں صدیوں سے پراسرار علوم کا ساز و سامان محفوظ تھا اور وہ اس بند چیمبر میں ان علوم کے مطابق عمل کیا کرتی تھی۔

اسے سارے راز کھلتے اور مندر کی دیواریں گرتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ تو اس کتاب مقدر میں بھی لکھا تھا کہ میں اس کی زندگی میں آؤں گا تو اس کے زوال کے آثار پیدا ہونے لگیں گے۔ یہ عجیب اتفاق تھا یا مقدر کی چال تھی کہ وہ میری امانت ہو کر خیانت کرنے جس کے پاس جارہی تھی، میں اسی کے دماغ میں بیٹھ کر اس کی خلوت میں پہنچ گیا تھا۔

میرے فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے مسکرا کر ثنا سے کہا۔ ''آگئی...''

وہ جواباً مسکرا کر بولی۔ ''کمبل بننے والی ہے۔ چلو اٹینڈ کرو۔''

''ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ اسے ذرا تڑپنے دو۔''

اس نے فون اُٹھا کر مجھے دیتے ہوئے کہا۔ ''خوامخواہ اس کا بلڈ پریشر نہ بڑھاؤ۔''

میں نے فون کا بٹن دبا کر اسے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، بولو...''

ثنا میرے اندر آگئی۔ کاہنہ نے پوچھا۔ ''تُو فرہاد ہے...؟''

میں نے کہا۔ ''یہ فرہاد کا فون ہے تو میں فرہاد ہی ہوں۔ میں نے ہی تھوڑی دیر پہلے تیرا نمبر نوٹ کیا تھا اور اپنا نمبر بتایا تھا۔''

وہ بولی۔ ''میں نے ہڈسن کو اپنا معمول اور تابع دار بنایا تھا۔ اس کے مقفل دماغ میں کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تُو کیسے پہنچ گیا؟''

''سوال نہ کر۔ جواب نہ پوچھ۔ تجھے رفتہ رفتہ معلوم ہوگا کہ جہاں کوئی نہیں پہنچ پاتا، وہاں فرہاد علی تیمور پہنچ جاتا ہے۔''

''میں تیرا غرور خاک میں ملادوں گی۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔''غصے میں ایسے ہی ڈائیلاگ بولے جاتے ہیں...آگے بول...''

''آج میں نے تیری وجہ سے اپنی ماں کو مار ڈالا ہے۔ میری ماں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ اس کے بدلے میں تیرے کسی بھی رشتہ دار کو جلد ہی موت کے گھاٹ اتارنے والی ہوں۔''

''چل خوش ہوجا...انتقام کے شعلے مجھ تک پہنچ رہے ہیں اور میں خوف سے کانپ رہا ہوں۔''

''ابھی مذاق اُڑالے۔ جب میں اپنی پراسرار قوتوں کا مظاہرہ کروں گی تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جائے گا۔''

''اتنی زور زور سے کیوں گرج رہی ہے؟ میرے بیٹے پورس کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اس پر برس کر دکھا تو تجھے برسنے والی مان جاؤں گا۔''

''صرف ایک بیٹا نہیں، تیرا پورا خاندان میرے نشانے پر رہے گا۔ انتظار کر اور دیکھ کہ پہلے کس کی شامت آتی ہے؟ ویسے تیرے سامنے دو راستے ہیں۔ مجھ سے سمجھوتا کرلے یا میرا چیلنج قبول کر...''

''بچوں کی طرح چیلنج کررہی ہے۔ پہلے بالغ تو ہوجا۔ یہ تو سمجھ لے کہ سمجھوتا تجھے کرنا چاہیے کیونکہ مشکل میں' میں نہیں ہوں' تُو ہے۔''

''میری ایک بات کا صحیح جواب دے۔ کیا تُو دوسری بار بھی مندر کے تہ خانے میں آسکتا ہے؟''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔''تجھے یہی فکر ستارہی ہے کہ میں پھر تیری خفیہ پناہ گاہ تک آسکتا ہوں۔ تجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ تُو نے مجھے وہاں آنے پر مجبور کیا تھا۔''

''میں نے تجھے مجبور نہیں کیا۔ اب سے پہلے کبھی تجھ سے رابطہ بھی نہیں کیا۔''

''تُو نے میرے بیٹے کے پاس آکر مجھے یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ ایشورارا کو میرے جان لیوا حملے سے بچانے والی تُو ہی ہے۔ جب تُو نے میرے معاملات میں مداخلت کی ہے تو کیا میں تجھے چین سے رہنے کے لیے چھوڑ دیتا؟ جو بویا ہے' اسے تو کاٹنا ہی ہوگا۔ اب تیری راتوں کی نیندیں اڑتی رہیں گی۔''

''اُونہہ...تُو میرا کیا بگاڑ لے گا؟ آگے آگے دیکھ ہوتا ہے کیا؟''

ایسے وقت ثنا کو اچانک ہی چھینک آگئی۔ وہ چھینکتے ہوئے بولی۔''سوری فرہاد...! میں دوسرے کمرے میں جاتی ہوں۔''

وہ اُٹھ کر جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت خیال خوانی کی لہریں محسوس ہوئیں۔ وہ سانس روک کر اسے بھگاتے ہوئے بولی۔

''فرہاد...! یہ میرے اندر آنا چاہتی تھی۔ میں نے بھگا دیا ہے۔ اس نے ابھی فون کے ذریعے میری آواز سنی ہے۔''

کاہنہ نے کہا۔''ہاں، اب بھی سن رہی ہوں۔ کون ہے یہ...؟''

''میری لائف پارٹنر...میری شریک حیات ہے۔''

''اچھا تو یہ تیری پہلی بیوی ہے۔''

''نہیں...''

''دوسری ہوگی...''

''نہیں...''

''پھر تو تیسری ہے۔''

''ہاں۔''

''اس کا نام کیا ہے؟''

''ایکس وائی زیڈ کچھ بھی ہو۔ تجھے نام سے کیا لینا ہے؟''

''نام ضروری نہیں ہے۔ میرا کام ہوجائے گا۔ اب تُو تماشا دیکھے گا۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔ اس کی آخری بات میں چیلنج تھا۔ میں نے پرواہ نہیں کی۔ ثنا سے کہا۔''اس مغرور عورت کو بات بات پر چیلنج کرنے کا شوق ہے۔ تم بتاؤ اس کی ماں کے خیالات پڑھ کر کیا معلوم کرتی رہیں؟''

اس نے کہا۔''جس مندر میں ہم خیال خوانی کے ذریعے گئے تھے، وہاں ہزاروں سال سے عورتوں کی حکومت ہے۔ ایک کاہنہ کے لیے لازمی ہوتا ہے کہ وہ بیس اکیس برس کی عمر میں کسی بھی مرد سے ایک بیٹی پیدا کرے۔ اسے تمام پراسرار علوم سکھاتی رہے۔ اس حساب سے بیٹی بیس برس کی ہوتی تو ماں چالیس برس کی ہوجاتی۔ اسے چالیس برس تک جوان اور خوبصورت بن کر رہنا پڑتا ہے پھر بیٹی اس کی جگہ لے کر کاہنہ بنتی ہے اور اس کی ماں روپ بدل کر اسی مندر میں داسی وغیرہ کی حیثیت سے رہتی ہے۔''

میں نے پوچھا۔''اور باپ کیا کرتا ہے؟''

''جب بیٹی پیدا ہونے کے آثار پیدا ہوتے ہیں تو باپ بننے والے کو ہلاک کردیا جاتا ہے یا اس کا برین واش کرکے کسی دوسرے ملک میں بھیج دیا جاتا ہے تاکہ کوئی ان کا راز دار بن کر نہ رہے۔ وہاں صرف عورتوں کا بول بالا رہے۔''

وہ ان کے تمام اُصول اور طور طریقے بتارہی تھی پھر اس

نے کہا۔''سب سے اہم معلومات یہ ہے کہ ایشورارا بابا صاحب کے ادارے اور روحانیت کے خلاف بہت مضبوط محاذ بنا رہا ہے۔ اس سلسلے میں وہ انڈیا کے جوگی مہاراج اور اٹلی کے فادر جوزف کے پاس گیا تھا۔ انہوں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کردیا تھا لیکن کاہنہ راضی ہوگئی ہے اور اس کی رضامندی کی ایک خاص وجہ ہے۔''

''ہُوں...وہ خاص وجہ کیا ہے؟''

وہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔''وجہ تم ہو۔''

میں نے حیرانی سے پوچھا۔''میں... اچھا..؟ وہ کیسے...؟''

''اس کے پاس صدیوں پرانی ایک کتاب ہے۔ جسے وہ کتابِ مقدر کہتی ہے۔ اس میں بے شمار پیش گوئیاں کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک پیش گوئی یہ ہے کہ اس کاہنہ سے جو بیٹی ہوگی، وہ تمہاری ہوگی۔ میری طرف سے پیشگی مبارک باد قبول کرو۔''

اس کا آخری فقرہ ذرا طنزیہ تھا۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا پھر پوچھا۔''کیوں مذاق کررہی ہو؟''

''اسے مذاق نہ سمجھو۔ پیش گوئی یہ ہے کہ اس مندر کی آخری کاہنہ کے پاس سیارے سے ایک اجنبی مدد مانگنے آئے گا جو اس اجنبی کا جانی دشمن ہوگا' وہی دشمن کاہنہ کی بیٹی کا باپ بنے گا اور وہ اس بیٹی کو کاہنہ نہیں بننے دے گا۔''

میں نے تعجب سے کہا۔''سیارے سے آنے والے ایشورارا کا دشمن تو میں ہوں۔''

''اسی لیے تو مبارکباد دے رہی ہوں۔ بڑی زبردست چیز ہے۔ تمہارے لیے ایک بیٹی پیدا کرے گی۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔ کیا میں اس چڑیل سے ازدواجی تعلقات رکھوں گا؟''

وہ کہنی مارتے ہوئے بولی۔''کس دل سے چڑیل کہہ رہے ہو؟ تم نے بھی اسے دیکھا ہے اور میں نے بھی۔ دل پر ہاتھ رکھ کر بولو...کیا حسین اور دلنشین نہیں ہے؟''

''ہاں ہے مگر...جب یہ جانتا ہوں کہ آگ سے کھیلنے والے جل جاتے ہیں تو میں جلنا نہیں چاہوں گا۔ ابھی کام کی بات کرو۔ جو اہم معلومات ہیں' انہیں تفصیل سے بتاؤ...''

وہ بتانے لگی کہ کاہنہ سے یہودی پیشوائے اعظم سے گٹھ جوڑ کیا ہے۔ آئندہ وہ دونوں یورپ اور امریکا کی سیاسی قوتوں سے الحاق کریں گے۔ اس طرح بابا صاحب کے ادارے کے خلاف بہت زبردست محاذ آرائی کی جائے گی۔ چار یا چھ ماہ بعد انہیں سیارے والوں سے غیر معمولی مشینوں کے ذریعے ایسی طاقت حاصل ہوگی کہ وہ ہمارے مقابلے میں ناقابلِ شکست ہوجائیں گے۔

بڑی تشویشناک معلومات حاصل ہوئی تھی۔ ساری دنیا اور خلائی سیارے کی قوتیں متحد ہوکر ایک اکیلے تنہا بابا صاحب کے ادارے پر یلغار کرنے والی تھیں۔ میں نے اسی لمحے میں آمنہ کو مخاطب کیا۔ وہ اپنے معمول کے مطابق عبادت میں مشغول تھی۔ اس نے کہا۔''تمہیں عبادت میں مخل نہیں ہونا چاہیے۔''

میں نے کہا۔''ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔''

''اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی انجان اور غافل نہیں ہیں۔ پلیز یہاں سے جاؤ...''

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ ثنا مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔''جو باتیں ہمیں حالات اور مقررہ وقت کے مطابق رفتہ رفتہ معلوم ہوتی ہیں' وہ سب بہت پہلے سے اعلیٰ حضرت کے علم میں ہوتی ہیں۔ خدا کے بعد وہ بہتر جانتے ہیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے اور جو بھی ہونے والا ہے' ان قدرتی معاملات میں انہیں کس حد تک مداخلت کرنی چاہیے؟ ان کی باتیں چھوڑو...اور بتاؤ' تم نے کیا کچھ معلوم کیا ہے؟''

ہم اِدھر اہم گفتگو میں مصروف تھے۔ اُدھر کاہنہ حملے کی تیاری کررہی تھی۔ وہ اپنے خفیہ چیمبر میں تھی۔ ثنا کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر زیرلب کچھ پڑھتی جارہی تھی۔ اس کے سامنے ایک شمع روشن تھی۔ وہ فرش پر پلٹھی مارے شمع کی لَو کو تک رہی تھی۔ ثنا کی آواز اور لب و لہجے کو اس جلتی ہوئی لَو میں اتار رہی تھی۔ اس کا ایک خیالی پیکر بنا رہی تھی۔

وقت گزرتا جارہا تھا۔ رفتہ رفتہ شمع کی لَو کے اس پار ایک انسانی ہیولا بن رہا تھا۔ اس کی صورت شکل واضح نہیں تھی۔ وہ بڑی تندہی سے پڑھتی جارہی تھی پھر اس ہیولے سے ثنا کی آواز ابھرنے لگی۔ اس نے چھینکنے کے بعد جو بات مجھ سے کہی تھی' وہی فقرہ سنائی دے رہا تھا۔''سوری فرہاد...! میں دوسرے کمرے میں جاتی ہوں...''

کاہنہ نے اپنی چٹکی میں ایک سوئی دبا رکھی تھی۔ اس ہیولے سے پھر وہی آواز اُبھری۔''سوری فرہاد...! میں دوسرے کمرے میں جاتی ہوں۔''

کاہنہ نے اسی لمحے میں اس سوئی کو شمع کی لَو پر رکھ دیا۔ وہ سوئی اس کی چٹکی سے نکل کر فضا میں تیر کی طرح جاتی ہوئی اس ہیولے میں پیوست ہوگئی۔

خدا سب کو شر سے بچائے۔ ثنا کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی۔ وہ بیڈ کے سرے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر گر پڑی۔ بستر پر اِدھر اُدھر تڑپنے لگی۔ میں نے گھبرا کر پوچھا۔ ''کیا ہوا...؟ یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟''

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی۔ ''کوئی چیز میرے دماغ میں چبھ رہی ہے۔ یہ چبھن مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ میرے ہاتھ پاؤں سے جان نکل رہی ہے۔ کچھ کرو... پلیز کچھ کرو۔''

میں اسے اسپتال لے جا سکتا تھا۔ بڑے سے بڑے تجربہ کار ڈاکٹر کو خیال خوانی کے ذریعے بلا سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ ''میں تمہیں کسی قریبی اسپتال میں لے چلتا ہوں۔''

میں اسے دونوں بازوؤں میں اُٹھانے کے لیے جھک رہا تھا پھر ٹھٹک گیا۔ کاہنہ کا قہقہہ سنائی دے رہا تھا۔ وہ ثنا کے ذریعے قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''اسے کہاں لے جا رہا ہے؟ اس کا وقت پورا ہو چکا ہے۔ یہ مجھے اپنے اندر آنے سے روک رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہی ناکارہ بنا دیا ہے۔ اب اس پر میرا قبضہ ہے۔''

میں اس کی بکواس کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے بازوؤں میں اٹھانے کے لیے جھکا تو اس نے ایک زور کی لات ماری۔ میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ وہ پھر تکلیف سے تڑپ رہی تھی اور کاہنہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔ ''قریب آئے گا تو میں اسے تیرے ہاتھ نہیں آنے دوں گی۔ میں نے کہا تھا، میری ماں کا خون رائگاں نہیں جائے گا۔ میں تیرے کسی ایک رشتے کو کھا جاؤں گی...''

وہ بول رہی تھی اور قہقہے لگا رہی تھی۔ کالے عمل کا توڑ روحانیت کے ذریعے ہی ہو سکتا تھا۔ میں تھوڑی دیر پہلے آمنہ کے پاس گیا تھا۔ وہ عبادت میں مصروف تھی۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ ایسے وقت مجھے اس کے اندر نہیں آنا چاہیے۔ میں نے فوراً ہی انوشے کو مخاطب کیا۔ ''بیٹی...! فوراً ثنا کے اندر پہنچو...! اسے کالے علم کے ذریعے ہلاک کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔''

وہ بڑی عاجزی سے بولی۔ ''سوری گرینڈ پا...! میں شیطانی قوتوں کا منہ توڑ جواب دے سکتی ہوں مگر قدرتی معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں ہے۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے، مقدر سے ہو رہا ہے۔''

میں نے تڑپ کر کہا۔ ''انوشے! تم میری پوتی ہو۔ کسی بھی طرح ثنا کو بچاؤ۔ اپنے دادا کا حکم مانو۔ کچھ کرو بیٹی..! دیکھو یہ کس طرح تکلیف سے تڑپ رہی ہے؟ مجھ سے دیکھا نہیں جا رہا ہے۔''

''گرینڈ پا! میں آپ کا حکم کیسے مانوں؟ فار گاڈ سیک... قدرت کا جو منشا ہے مجھے اس کے خلاف کچھ کرنے کا حکم نہ دیں۔''

میں نے غصے سے کہا۔ ''تم میرا ساتھ نہ دو۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ کالا عمل کالے عمل کو کاٹے گا۔ میں ایک ایسے عامل کو جانتا ہوں، ابھی اسے یہاں بلاتا ہوں۔''

انوشے نے کہا۔ ''ہرگز نہیں... ہمارے دین میں کالا عمل کرنے اور کرانے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ آپ کسی عامل سے رجوع نہیں کریں گے۔''

ثنا تکلیف کی شدت سے ایسی نڈھال ہو گئی تھی کہ اب حلق سے چیخیں نہیں نکل رہی تھیں۔ کبھی کبھی ہلکی سی کراہ سنائی دیتی تھی۔ اس میں تڑپنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ بدن ٹھہر ٹھہر کر ذرا سا لرزتا تھا۔ میں نے تڑپ کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ ایک تانترک مہاراج کے اندر پہنچنا چاہتا تھا مگر سوچ کی لہریں ایسی جگہ پہنچیں جہاں نور ہی نور تھا۔ مجھے اپنی پوتی کی آواز سنائی دی۔ ''لو گرینڈ پا! میں آپ کو دیئے احکامات کے خلاف ایسا نہیں کرنے دوں گی۔''

میں نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا۔ ''ہٹ جاؤ انوشے...! میرا راستہ نہ روکو۔ میں اپنی ثنا کو مرنے نہیں دوں گا۔''

وہ عاجزی سے بولی۔ ''یہی حقیقت آپ بھول رہے ہیں گرینڈ پا! آپ جیسے فاتح اعظم بھی موت کو نہیں روک سکتے۔ خدا کے لیے کالے عمل سے توبہ کریں۔ کفر سے باز آجائیں۔ میں بہت مجبور ہو کر راستہ روک رہی ہوں۔ آپ ان لمحات میں خیال خوانی نہیں کر سکیں گے۔''

میں دم بخود رہ گیا۔ انوشے نے میری صلاحیتوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ میں ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہلاتا ہوں۔ اس نے شہنشاہ کہلانے والے دادا کی خیال خوانی کو عارضی طور پر مفلوج کر دیا تھا۔

میں نے سر گھما کر ثنا کو دیکھا تو دل دھک سے رہ گیا۔ وہ بیڈ پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گئی تھی۔

آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ تھوڑی دیر پہلے ہنسنے بولنے والی اپنی سانسیں پوری کر چکی ہے۔

کیا بھروسا ہے زندگانی کا
آدمی بلبلہ ہے پانی کا

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

میں بیان نہیں کرسکتا کہ صدمات سے کس قدر ٹوٹ گیا تھا۔ مرنے والوں کے لیے سب ہی کے دل روتے ہیں۔ میرا بھی دل رو رہا تھا۔ بات محض رونے کی نہیں تھی۔ دل دُکھانے اور شرمندہ کرنے والی بات یہ تھی کہ میں ثنا کے آخری لمحات میں کام نہ آسکا تھا۔

یہ سوچ سوچ کر شرمندگی ہو رہی تھی کہ دنیا والے مجھے کیوں ناقابلِ شکست کہتے ہیں؟ کیوں یہ کہتے ہیں کہ میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی گزارتا ہوں؟ اگر میں ایسا سورما ہوں تو اپنی شریک حیات کو ایک چڑیل سے کیوں نہ بچا سکا؟ جس طرح میں اپنا تمام موت بن کر دشمنوں پر جھپٹتا ہوں، اسی طرح وہ کاہنہ توقع کے خلاف ثنا پر جھپٹ پڑی تھی اور میں تلملا کر رہ گیا تھا۔ اسے بچانے کے لیے کسی پہلو سے کچھ نہیں کر پایا تھا۔

وقت گزر جاتا ہے، زخم مندمل ہو جاتے ہیں مگر زخموں کے نشان رہ جاتے ہیں۔ میں اپنی بے بسی اور بے چارگی کبھی بھول نہیں پاؤں گا۔ اس کی تدفین ہو چکی تھی۔ آمنہ، سونیا اور میرے تمام بچے فون کے ذریعے تعزیت کر رہے تھے۔ یہ تو دنیا کا دستور ہے۔ سب ہی ہمدردی اور دلجوئی کرتے ہیں مگر میرے اندر جو ندامت چھپی ہوئی تھی اسے کوئی سمجھ سکتا تھا اور نہ ہی ختم کرسکتا تھا۔

انوشے نے میرے اندر آکر کہا۔ ''گرینڈ پا! میں بہت شرمندہ ہوں۔ آپ کے پاؤں کی دُھول ہو کر آپ کے راستے کا پتھر بن گئی تھی۔''

وہ رونے لگی۔ میں چپ رہا۔ اس نے کہا۔ ''آپ (ثنا) کو بچا سکتے تھے۔ کاہنہ کے کالے عمل کا توڑ کرسکتے تھے لیکن میں نے آپ کو کالا عمل کرانے کا موقع نہیں دیا۔ میں اپنے گرینڈ پا کو دینی احکامات کے خلاف کوئی قدم اٹھاتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔''

میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ''تم نے دین ایمان کے مطابق جو کیا، ٹھیک ہی کیا۔ جو ہونا تھا، وہ ہوگیا۔ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ اب جاؤ، میں تنہائی چاہتا ہوں۔''

وہ روتی ہوئی چلی گئی۔ ایسے وقت کاہنہ نے فون پر مخاطب کیا۔ ''اے سُورما! میں نے اپنی ماں کی چتا جلائی ہے مگر اس سے پہلے تیری بیوی کو مٹی میں ملا دیا ہے۔ بول... یہ منہ توڑ جواب کیسا لگا؟''

میں نے بڑے ہی تحمل سے جواب دیا۔ ''سارے دروازے بند کردے پھر بھی میں تیرے خفیہ چیمبر میں چلا آؤں گا۔ آج سے تُو دیکھے گی کہ کس طرح نیندیں اُڑ جاتی ہیں؟ میرے انتظار میں تیری آنکھیں کھلی رہیں گی۔''

یہ کہتے ہی میں نے فون بند کیا۔ اور سم نکال لی۔ کاہنہ کے پاس رابطے کا یہی ایک ذریعہ تھا۔ اسے ختم کردیا۔ آئندہ مجھے چیلنج کرنے کے بہانے وہ یہ معلوم نہیں کرسکتی تھی میں کہاں ہوں اور کب تک اس مندر کے تہ خانے میں پہنچنے والا ہوں؟ میرے اس طریقۂ کار سے وہ ایک لمحے کے لیے بھی سکون سے نہیں رہ سکتی تھی۔ ہر وقت دھڑکا لگا رہتا کہ میں کسی بھی لمحے میں وہاں پہنچنے والا ہوں۔

اور اس کے ساتھ یہی ہونے لگا۔ وہ ہر گھنٹے دو گھنٹے میں مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ پورس اور ماؤرا کے دماغوں میں جاتی رہی۔ کسی بھی طرح معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں کہاں ہوں اور کب تک اس کے مندر پہنچنے والا ہوں؟

اس نے مندر میں آنے والے عقیدت مندوں کو منع کردیا کہ وہ ادھر کا رُخ نہ کریں۔ یہ اعلان کردیا کہ نامعلوم مدت کے لیے مندر تک جانے والے مخصوص راستے کو بند کیا جا رہا ہے۔ جو بھی اس کی اجازت کے بغیر جنگل میں قدم رکھے گا وہ شیر چیتوں کی خوراک بن جائے گا۔

اس طرح اس نے میرے وہاں تک پہنچنے کا راستہ بند کردیا تھا پھر بھی اسے سکون نہیں مل رہا تھا۔ ایشورارا نے اسے بتایا تھا کہ میں نہ جانے کیسے پاتال میں یا سمندر کی تہ میں دشمنوں تک پہنچ جاتا ہوں؟ وہ پوری ذہانت سے سوچنے اور سمجھنے کی کوششیں کر رہی تھی کہ اس قدر احتیاطی اور حفاظتی تدابیر کے باوجود میں کس چور دروازے سے اس کی شہ رگ تک پہنچ سکتا ہوں؟ اس کی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ میں نے جو دھڑکا پیدا کردیا تھا۔ اس سے نجات ملنے والی نہیں تھی۔

وہ ایسے پُراسرار علوم جانتی تھی۔ جن پر عمل کرنے کے لیے پاکیزگی لازمی تھی۔ وہ پاک وصاف رہ کر دیوی کی پوجا کرتے ہوئے میرے بارے میں بہت کچھ معلوم کرسکتی تھی لیکن ماہانہ عارضی روگ کے باعث سات دنوں تک پاک صاف نہیں رہ سکتی تھی۔ ایسی رکاوٹ پر وہ جھنجلا رہی تھی۔ سات دن بہت ہوتے ہیں۔ اس کے اندر اندیشے ستا رہے تھے کہ پتا نہیں میں اگلے سات پل میں کیا کرنے والا ہوں؟

میں نے پورس سے کہا تھا کہ جب بھی وہ کاہنہ اس کے اندر آئے تو وہ فوراً مجھے اپنے پاس بلا لے۔

پورس نے ماؤرا اور دامودر سے کہا تھا کہ ایسے وقت وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھے اطلاع دیا کریں گے۔ کاہنہ کی نظروں میں وہی تینوں ایسے تھے جن کے ذریعے میرے متعلق اسے کچھ سن گن مل سکتی تھی۔

دوسرے ہی دن ماؤرا نے میرے اندر آکر کہا۔ ''آپ فوراً آئیں۔ وہ پورس سے باتیں کر رہی ہے۔''

میں اپنے بیٹے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بڑے دوستانہ انداز میں بول رہی تھی۔ ''تم یقین کرو ایشورارا نے تمہارے خلاف مجھے بھڑکایا تھا اس لیے میں پچھلی بار دشمن بن گئی تھی۔ آج اپنی غلطی کا اعتراف کرنے آئی ہوں۔''

پورس نے کہا۔ ''صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے مگر تم شام کو بھی یہاں آکر بھول کر رہی ہو اور سمجھ رہی ہو کہ میں تمہیں دوست اور ہمدرد سمجھ لوں گا؟''

وہ بولی۔ ''تم نے ابھی الزام لگایا ہے کہ میں نے تمہاری ممی ثنا کو ہلاک کیا ہے۔ یہ کیسے یقین دلاؤں کہ میں کاہنہ نہیں ہوں۔ ایشورارا کی ایک داشتہ ہوں۔ کاہنہ ایشورارا کو مجھ سے چھین کر لے گئی ہے اور وہ یہ کہہ کر مجھ سے دور ہوگیا کہ سیارے میں واپس جا رہا ہے اگر اس کی واپسی تک میں تمہیں ماؤرا سے دور کردوں تو وہ کاہنہ کو چھوڑ کر میرے پاس آجائے گا۔''

پورس نے کہا۔ ''اب تم یہ کہنے آئی ہو کہ ہم سے دشمنی نہیں کروگی۔ مجھے ماؤرا سے الگ نہیں کروگی۔ یہ بتاؤ، تم چاہتی کیا ہو؟''

''میں کیا بتاؤں؟ تم بتائے بغیر سمجھ سکتے ہو کہ کاہنہ میرے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہی ہے۔ ثنا کی ہلاکت کا الزام مجھ پر لگا کر مجھے کاہنہ ثابت کرنا چاہتی ہے۔ اس کی پلاننگ کے مطابق تم اور تمہارے پاپا دونوں ہی دھوکا کھا رہے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''میری ممی کی ہلاکت کے بعد آئندہ دھوکا کھانے کے لیے اور کچھ نہیں رہا ہے۔ چلو ہم مان لیتے ہیں، تم کاہنہ نہیں ہو۔ ہماری طرف سے مطمئن ہو کر جاؤ۔''

''جب تک اس کاہنہ کو جہنم میں نہیں پہنچاؤں گی، تب تک مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔''

''تو پھر پہنچا دو اسے جہنم میں... تمہیں روکا کس نے ہے؟''

''میں تنہا اس کا مقابلہ نہیں کرسکوں گی۔ میں اور تمہارے پاپا ایک ہی ناگن کے ڈسے ہوئے ہیں۔ وہ ہم دونوں کی دشمن ہے۔ میں تمہارے پاپا کے بغیر اور تمہارے پاپا میرے بغیر اس بلا تک پہنچ نہیں پائیں گے۔''

پورس نے کہا۔ ''میرے پاپا کی فکر نہ کرو۔ وہ کاہنہ کے مندر کا راستہ جانتے ہیں۔''

''فرہاد نہیں جانتا۔ اس راستے پر موت ہے۔ کاہنہ نے جنگل کے درندوں پر ایسا عمل کیا ہے کہ اب وہ مندر کی طرف جانے والوں کو کچا چبا جائیں گے۔''

''تم کیسے جانتی ہو کہ کاہنہ نے جنگل کے درندوں پر عمل کیا ہے؟''

''میں انگولا کے شہر گوانزا میں ہوں۔ یہاں سب ہی یہ جانتے ہیں کہ کاہنہ نے اپنے تمام عقیدت مندوں کو غیر معینہ مدت کے لیے مندر کی طرف آنے سے منع کیا ہے۔ یہ کہا ہے کہ جو بھی ادھر آئے گا، شیر چیتوں کی خوراک بن جائے گا۔''

''میرے پاپا بہتر سمجھتے ہیں کہ ان حالات میں انہیں کیا کرنا چاہیے؟''

''انہیں میرا تعاون حاصل کرنا چاہیے۔ میں مندر تک پہنچنے کا چور راستہ جانتی ہوں مگر تنہا وہاں جا کر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گی۔ فرہاد کو وہاں تک پہنچا کر اس سے انتقام لے سکتی ہوں۔ مجھے ایک بار ان سے ملا دو۔''

''تو صاف صاف کہو ناں کہ پاپا سے ملنا چاہتی ہو۔ یہ تو کوئی پرابلم ہی نہیں ہے؟''

''مجھے ان کا پتا بتاؤ، میں ان کے پاس پہنچ جاؤں گی۔''

''پتا ٹھکانا معلوم ہوتا تو یہ بیٹا سب سے پہلے اپنے باپ کے پاس پہنچ جاتا۔ وہ میرے اندر آتے ہیں تو آدھی ملاقات ہو جاتی ہے۔ تم اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھو گی تو تم سے بھی آدھی ملاقات ہو جائے گی۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ''میں..... میں کسی کو اپنے اندر نہیں آنے دیتی۔ ان کا پتا نہ سہی۔ فون نمبر ہی بتا دو؟''

پورس نے کہا۔ ''راہ چلتے موبائل فون چھینے جاتے ہیں۔ اس لیے اب وہ اپنے پاس فون نہیں رکھتے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کو اپنے اندر آنے نہیں دیتے۔ تم انہیں آنے نہیں دو گی اور وہ تمہیں اپنے دماغ میں گھسنے نہیں دیں گے پھر بات کیسے بنے گی؟''

''اس طرح بنے گی کہ تمہارے پاپا گوانزا آجائیں۔''

''وہ تو شاید وہیں پہنچے ہوئے ہیں۔''

اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا فرہاد یہاں گوانزا میں ہے؟''

''شاید اس جنگل میں بھی ہیں۔ شاید اس مندر میں بھی ہیں۔''

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولی۔ ''کیا بکواس کر رہے ہو؟''

پھر سنبھل کر بولی۔ ''سوری، میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مجھ سے سنجیدگی سے بات کرو۔ جب مندر کی طرف جانے کا راستہ بند ہے تو فرہاد وہاں کیسے پہنچ سکتا ہے؟''

''تعجب ہے، تم ٹیلی پیتھی جانتے ہوئے بھی یہ سوال

کررہی ہو؟ کیا خیال خوانی کے ذریعے وہاں تک پہنچا نہیں جا سکتا؟''

وہ پہلے بھی دیکھ چکی تھی کہ میں ایک سیاح کے ذریعے مندر کے تہ خانے میں پہنچ گیا تھا پھر میں نے اس کی ماں کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ لہٰذا اب بھی کسی آلہ کار کے ذریعے وہاں پہنچنا میرے لیے مشکل نہ ہوتا۔

اس کے اندر جیسے آندھیاں سی چلنی لگیں۔ وہ بے اختیار گڑبڑا کر بولی۔ ''وہ ادھر کیسے آسکتا ہے؟ میں نے تمام پجاریوں اور پروہیوں کو یہاں سے...''

وہ کہتے کہتے ٹھٹک گئی۔ پورس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''ہاں ہاں، بولو کاہنہ...! تم نے پجاریوں اور پروہیوں کو بھی مندر سے دور بھیج دیا ہے تاکہ پاپا کسی کو آلہ کار نہ بنا سکیں؟''

وہ غصے سے بولی۔ ''یُو شٹ اپ۔''

پورس نے کہا۔ ''تم یہاں سے دفع ہو جاؤ اور اپنے آس پاس دیکھو کہ پاپا کہاں ہیں؟ کس بھیس میں ہیں؟ تمہاری کس داسی کے اندر ہیں؟ وہ وہاں پہنچ کر اگر خاموش ہیں تو اس خاموشی کے پیچھے کیا گل کھلانے والے ہیں؟''

پورس نے میری مرضی کے مطابق سانس روکی۔ اس کی سوچ کی لہریں باہر نکل گئیں۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر اس مندر کے تہ خانے کو سہمی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس نے پیدائش کے دن سے اب تک وہیں پرورش پائی تھی۔ تعلیم حاصل کرنے اور دنیا کو دیکھنے سمجھنے کے لیے کئی ممالک میں جاتی رہی تھی مگر لوٹ کر اسی مندر میں آتی رہی تھی۔

وہ تہ خانہ ایک مضبوط اور قابلِ اعتماد قلعہ تھا۔ وہاں اس کی اجازت کے بغیر ایک چیونٹی بھی رینگتی نظر نہیں آسکتی تھی۔ ایسے مضبوط قلعے میں اب اسے میری آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہاں کی دیواریں کمزور اور گرتی ہوئی سی لگ رہی تھیں۔ اس کی دو خاص داسیاں تھیں۔ جن کے دماغ مقفل رہتے تھے۔ اب ان پر بھی بھروسا نہیں رہا تھا۔ وہ انہیں ایسی ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہتی تھی، جیسے ان کے اندر مجھے ڈھونڈ لینا چاہتی ہو۔

میرے طریقہ کار نے اس کی زندگی کو کانٹوں کا بستر بنا دیا تھا۔ جب ایشورارا اس سے بددعا مانگنے نہیں آیا تھا اور اس کے کانوں میں میرے نام کی گونج سنائی نہیں دیتی تھی، تب وہ اپنے دن رات بڑے سکون سے گزارتی تھی۔ اب سے پہلے بھی اس نے دوست اور دشمن دیکھے تھے اور دشمنوں کو ہمیشہ ایک چٹکی میں مسلتی رہی تھی۔ یہ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ دشمن مجھ جیسے بھی ہوتے ہیں جو موت کی طرح نادیدہ ہوتے ہیں۔

خیال خوانی کے ذریعے بھی نہیں آتے اور دماغ میں ہر لمحے خطرے کی گھنٹی بجاتے رہتے ہیں۔

اسے سب سے پہلے اپنی سلامتی عزیز تھی۔ یوں لگ رہا تھا، جیسے اپنے پیدائشی مندر میں نہیں، کہیں حبسِ بے جا میں ہے۔ وہاں زیادہ دیر رہے گی تو دم گھٹ جائے گا یا دم گھوٹنے والا آجائے گا۔

وہ اپنی خواب گاہ میں آگئی۔ اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اس تہ خانے سے کہیں دور چلی جائے گی۔

مندر میں جتنی داسیاں، پجاری اور پروہت تھے۔ وہ سب تنویمی عمل کے ذریعے اس کے تابع دار بنے ہوئے تھے۔ ان کے دماغوں کو لاک کیا گیا تھا۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر نہیں جاسکتا تھا۔ اس کے باوجود میں اس کی ماں کے اندر اس لیے پہنچ گیا تھا کہ وہ ان دنوں دمے کی مریضہ تھی۔ کاہنہ کو اندیشہ تھا کہ پھر کوئی داسی یا پروہت بیمار ہو کر میرا آلہ کار بن سکتا ہے۔ مجھے اس کے قریب پہنچا سکتا ہے۔ اس نے ہر ایک دماغ میں گھس کر اطمینان حاصل کرلیا تھا فی الوقت وہاں کوئی بیمار نہیں تھا۔

پھر بھی اس نے تمام خدمت گار داسیوں اور پروہتوں کو تہ خانے میں آنے سے منع کردیا تھا۔ صرف وہ دو راز دار داسیاں اس کے قریب آتی تھیں۔ ان میں سے ایک داسی بہت زیادہ عبادت میں مصروف رہتی تھی۔ دن رات چلتے پھرتے اپنے عظیم دیوتا کو یاد کرتی تھی اور زیرِلب اسی کے گن گاتی رہتی تھی۔ ایک خیالی دیوتا اس کے حواس پر اس قدر چھا گیا تھا کہ وہ اپنے اندر اس کی آواز سننے لگی تھی اور یہی عقیدہ اس کی کم بختی کا سبب بن گیا۔

اس نے خوش ہو کر کاہنہ سے کہا۔ ''دیوی ماں کی جے ہو... جوئو دیوتا مجھ سے راضی ہے۔ میرے اندر آکر مجھ سے باتیں کرتا ہے۔''

کاہنہ نے چونک کر پوچھا۔ ''کیا...؟ تُو کیا کہہ رہی ہے؟ کوئی تیرے اندر آکر تجھ سے کیسے باتیں کرتا ہے؟''

''میں کسی اور کی نہیں... اپنے جوئو دیوتا کی بات کررہی ہوں۔''

کاہنہ نے سہمی ہوئی نظروں سے اسے یوں دیکھا، جیسے مجھے دیکھ رہی ہو۔ اس نے کہا۔ ''میں تیرے اندر آرہی ہوں۔ دیوتا سے بول کہ وہ تجھ سے باتیں کرے۔''

وہ اس کے اندر آگئی۔ داسی نے بڑی عقیدت سے آنکھیں بند کیں پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی۔ ''اے عظیم دیوتا! اے دنیا کے پالنہار! میں اپنی دیوی ماں کو تیری آواز

سنانا چاہتی ہوں۔ مجھے یہ اعزاز حاصل کرنے دے کہ تُو مجھ سے بولتا رہتا ہے۔ میرے پاس آجا... میرا مان رکھ لے۔''

اسے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ اس کے اندر کوئی دیوتا نہیں، اس کا عقیدہ بولتا تھا مگر اس وقت بول نہیں رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ ''میرا دیوتا تنہائی میں مجھ سے بولتا ہے۔ کسی اور کی موجودگی میں بولنا نہیں چاہتا۔''

پھر وہ خود ہی جواباً سوچنے لگی۔ ''دیوی ماں کو یہ بات بری لگے گی کہ دیوتا مجھے مان دے رہا ہے اور اسے نظر انداز کررہا ہے۔''

کاہنہ اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولی۔ ''معافی چاہتی ہوں دیوی ماں...! دیوتا چپ ہیں۔ شاید ابھی کچھ بولنا نہیں چاہتے۔''

کاہنہ نے صندوق کھول کر وہی خنجر نکالا جس سے اپنی ماں کو ہلاک کیا تھا۔ وہ غصے سے بولی۔ ''تیرے اندر دیوتا نہیں فرہاد بولتا رہا ہے۔ تجھے اُلّو بناتا رہا ہے۔ اس وقت بھی وہ تیری سوچ اور تیرے ہی لب و لہجے میں بول رہا تھا کہ میری موجودگی میں خاموش رہے گا۔''

وہ اس کے قدموں میں آکر بولی۔ ''میں سچ کہتی ہوں، میرا دیوتا مجھ سے بول...''

وہ آگے نہ بول سکی۔ کاہنہ نے اس کی جھکی ہوئی گردن پر خنجر کا ایک ہاتھ مارا۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ کاہنہ اسے دیکھ کر کہہ رہی تھی۔ ''فرہاد! میں دوسری بار دھوکا کھانے والی تھی۔ اب کسی داسی کو اپنے قریب نہیں آنے دوں گی۔ تُو کسی کو آلہ کار بنا کر مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

وہ بے چاری تڑپ تڑپ کر مرگئی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس تہ خانے میں میرے حوالے سے کیا ہو رہا ہے؟ جو بھی ہو رہا تھا، اس سے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ میں کاہنہ کے حواس پر ایک آسیب بن کر چھا گیا ہوں۔ اب وہ اپنے سائے سے بھی ڈرتی رہے گی۔ اگرچہ میں نے ثنا کی ہلاکت کے جواب میں اسے ہلاک نہیں کیا تھا۔ اس کے قریب بھی نہیں پہنچا تھا۔ اس کے باوجود وہ موت سے بھی بدتر حالات سے گزر رہی تھی۔

اس نے پروہتوں کو بلا کر حکم دیا۔ ''اس داسی کی لاش کو جنگل میں لے جا کر پھینک دو۔ کل سے تم پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ تم سب پہلے کی طرح تہ خانے میں آتے رہو گے۔''

وہ لوگ اس لاش کو اُٹھا کر لے گئے۔ اس کی دو راز دار داسیوں میں سے ایک رہ گئی تھی۔ اس نے اسے بلا کر بستر پر لیٹنے کا حکم دیا۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ پہلے ہی اس کی معمولہ اور تابع دار بنی ہوئی تھی۔ کاہنہ نے دوبارہ تنویمی عمل کر کے اس کی شخصیت بدل دی۔ اس کے ذہن میں اپنی آواز اور لب و لہجہ نقش کیا پھر کہا۔ ''تُو میرے طور طریقے، میرا مزاج، میری عادتیں، میرا ناز و انداز سب ہی اپنائے گی اور میری جگہ یہاں کی کاہنہ بن کر رہا کرے گی۔''

اس نے خاص طور پر حکم دیا۔ ''تُو ہر حال میں فرہاد کی دشمن بن کر رہے گی۔ اگر وہ تجھ سے لگاوٹ ظاہر کرے گا تو تُو اسے محبت کا فریب دے گی۔ ایسے وقت میں تیرے اندر رہ کر تجھے گائیڈ کرتی رہوں گی۔''

اس نے طے کیا تھا کہ وہ مجھے ترنوالہ نہیں سمجھے گی۔ ڈمی کاہنہ کے ذریعے محبت کا کھیل کھیلتی رہے گی۔ جب ہر پہلو سے یقین ہو جائے گا کہ اس کا حملہ خالی نہیں جائے گا، تب وہ مجھے موت کے گھاٹ اتارے گی۔ اس نے اچھی طرح داسی کا برین واش کیا۔ اسے مکمل طور پر کاہنہ بنا کر سونے کا حکم دیا پھر وہاں سے چلتی ہوئی ایک قدِ آدم آئینے کے سامنے آگئی۔

اس آئینے میں وہ داسی بستر پر دکھائی دے رہی تھی۔ وہ ایک پُراسرار عمل پڑھنے لگی۔ ذرا دیر بعد ہی وہ داسی میں تبدیل ہونے لگی۔ اس کا چہرہ اور جسامت بدل رہی تھی۔ اب اس آئینے میں دو کاہنہ دکھائی دے رہی تھیں۔ ایک آئینے میں کھڑی ہوئی تھی، دوسری بستر پر محوِ خواب تھی۔

پھر وہ کاہنہ خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے زیرِلب کچھ پڑھنے لگی۔ آہستہ آہستہ تبدیل ہونے لگی۔ دیکھتے دیکھتے وہ کاہنہ گم ہوگئی۔ اس کی جگہ ایک انتہائی حسین دوشیزہ نظر آنے لگی۔ اس نے دائیں بائیں گھوم گھوم کر اپنے آپ کو دیکھا۔ یہ اطمینان ہوا کہ وہ نیا حسن و شباب تو بہ شکن ہے۔ آئندہ وہ کسی چاہنے والے کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار سکے گی۔

وہ ایک سفری بیگ میں اپنی ضرورت کا کچھ سامان رکھ کر اس مندر سے باہر چلی گئی۔

☆☆☆

میں نہیں جانتا تھا کہ اس نے کیا منصوبہ بنایا ہے اور اس پر کس طرح عمل کررہی ہے؟ البتہ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ اس کا سکون غارت ہو چکا ہے۔ وہ میری جوابی کارروائی کو سمجھنے کے لیے بے چین رہتی ہے۔ وہ پورس کے ذریعے مجھ تک پہنچنے کی ناکام کوششیں کرچکی تھی۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ اس نے غیر معینہ مدت کے لیے اپنے عقیدت مندوں سے منہ موڑ لیا ہے۔ انہیں مندر کی طرف آنے سے منع کردیا ہے۔

جس طرح وہ نہیں جانتی تھی کہ میں آئندہ اس کے خلاف کیا کرنے والا ہوں؟ اسی طرح میں بھی اس سے بے خبر تھا۔

باخبر رہنے کے لیے گوانزا ہوٹل کے صرف وہ گائیڈز تھے جنہیں میں پہلے بھی آلہ کار بنا چکا تھا۔ ان کی سوچ نے کہا۔ ''اب سے پانچ دن پہلے کاہنہ نے مندر میں آنے والوں تک یہ اطلاع پہنچائی تھی کہ اس کے اگلے حکم تک ادھر کوئی نہیں آئے گا۔''

اس کے حکم کے بغیر کوئی اس جنگل میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ کہتے ہیں' اندھی عقیدت رکھنے والے دو چار افراد اس مندر کی طرف گئے تھے' پھر وہ واپس نہیں آئے۔ ان کی لاشیں بھی نہیں ملیں۔ جنگلی جانور انہیں چیر پھاڑ کر کھا گئے تھے۔ انہیں کاہنہ کے حکم کے خلاف وہاں جانے کی سزا مل گئی تھی۔

گائیڈ کی سوچ نے کہا۔ ''مگر یہ پابندی چار دنوں تک رہی۔ پانچویں دن عقیدت مندوں کو مندر میں آنے کی اجازت مل گئی۔ سنا ہے' اب وہاں پہلے جیسی چہل پہل ہے۔ کاہنہ اپنے معمول کے مطابق عقیدت مندوں کو درشن دیتی ہے۔''

پہلے جب اس نے عقیدت مندوں پر پابندی عائد کی تو اس کی وجہ میں تھا۔ وہ میری طرف سے اندیشوں میں مبتلا تھی۔ ان میں سے ایک اندیشہ یہ تھا کہ میں کسی عقیدت مند کو آلہ کار بنا کر پہلے کی طرح اس تہ خانے تک پہنچ سکتا ہوں۔ سوال پیدا ہوا کہ اب اس نے پابندی کیوں ختم کر دی ہے؟ بے باکی سے عقیدت مندوں کو درشن کیوں دے رہی ہے؟

کیا میری طرف سے اس کا خوف ختم ہو چکا ہے؟ کیا اس نے مندر کو ایک مضبوط قلعہ بنا لیا ہے؟ کیا یہ یقین ہو گیا ہے کہ میں وہاں پہنچ کر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکوں گا؟

وہ تو جیسے مجھے چیلنج کر رہی تھی۔ ''آ.... اگر آنے کا حوصلہ ہے تو آ.... میں نے مندر کے دروازے اور اپنی طرف آنے کے تمام راستے کھول دیئے ہیں۔ تُو جسے چاہے آلہ کار بنا کر آ سکتا ہے۔''

وہ راستے کھول کر اپنے پاس آنے کی دعوت دے رہی تھی۔ ظاہر ہے' میرے سامنے فی الوقت یہی راستہ تھا کہ میں کسی کو آلہ کار بنا کر مندر کے اندر جاؤں اور اس دشمن عورت تک پہنچوں۔ یہ میں نہیں جانتا تھا کہ وہاں پہنچ کر مجھے ڈمی کاہنہ ملے گی۔

ان حالات میں میرا وقت بھی ضایع ہونے والا تھا اور میں بری طرح دھوکا بھی کھانے والا تھا لہٰذا اس داستان کا رُخ موڑ کر یہودی پیشوائے اعظم کا ذکر کر رہا ہوں۔

وہ اپنے منصوبے کے مطابق میرے اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف زبردست محاذ آرائی کر رہا تھا۔ پیرس کے ایک سرکاری کانفرنس ہال میں امریکا، یو کے فرانس، جرمن اور روس کے اکابرین کے علاوہ برین ماسٹر بھی موجود تھا۔ وہ سب پیشوائے اعظم برائٹ موسس کی روحانی کال پر وہاں آئے تھے۔

جب وہ اکابرین اس ہال میں جمع ہو گئے تو برائٹ موسس نے روحانی کمالات دکھاتے ہوئے ایک عمل کے ذریعے امریکا کے اعلیٰ عہدیدار کو اختلاج قلب میں مبتلا کر دیا۔

اس کے لیے فوراً ہی ایک ڈاکٹر کو طلب کیا گیا۔ پیشوائے اعظم نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ ''ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہاں موجود ہوں۔''

اس نے مریض کے پاس آ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ایک منٹ تک زیرِ لب کچھ پڑھتا رہا۔ تمام معزز حاضرین اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اعلیٰ عہدیدار سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ہشاش بشاش نظر آنے لگا۔

اس نے پیشوائے اعظم کے ہاتھ کو چوم کر کہا۔ ''یہ مجھ پر دوسری بار دورہ پڑا تھا مگر آپ نے تو معجزہ دکھایا ہے۔ کسی دوا اور ڈاکٹر کے بغیر میری تکلیف دور کر دی۔''

برائٹ موسس نے اپنی جگہ واپس آ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''اسے نوٹ کر لے.... تجھ پر تیسرا دورہ نہیں پڑے گا۔ اب تو دل کا مریض نہیں کہلائے گا۔''

تمام حاضرین بڑی عقیدت اور تعریفی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ اس نے جرمنی فوج کے اعلیٰ افسر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تُو ناحق اپنی بیوی پر شبہ کرتا ہے۔ اس نے تیرے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا ہے۔ تُو نے جو بلیو فلم دیکھی ہے۔ اسے بڑی چالبازی سے تیار کیا گیا ہے۔ اس فلم کے کردار کو تیری بیوی کی ہم شکل بنایا گیا تھا اگر تُو اپنی بیوی کو طلاق دے گا تو تجھ پر عذاب نازل ہوگا۔''

اس اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اے پیشوائے اعظم! بے شک، تُو غیب کی باتیں جانتا ہے۔ یہ بھی بتا دے کہ مجھ سے اور میری بیوی سے کون دشمنی کر رہا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''اس کانفرنس ہال کے باہر تیرا باڈی گارڈ کھڑا ہے۔ وہ تیری بیوی پر عاشق ہے۔ اسے تجھ سے جدا کرنا چاہتا ہے۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا۔ ''میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

برائٹ موسس نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ ''بیٹھ جا.... جب تُو کانفرنس کے بعد یہاں سے نکلے گا تو وہ باہر مردہ پڑا ہوگا۔''

اس ہال میں بیٹھے ہوئے کئی ممالک کے اکابرین بڑی

عقیدت سے متاثر ہو رہے تھے۔ ایسے وقت یو کے کا ایک اعلیٰ عہدیدار وہاں آ کر اپنی سیٹ پر جاتے ہوئے بولا۔ ''مجھے افسوس ہے' میں اس وجہ سے ذرا لیٹ ہو گیا کہ....''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''کہ تیری کار کو حادثہ پیش آیا تھا۔''

وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ بول رہا تھا۔ ''تیرا ڈرائیور بری طرح زخمی ہو کر اسپتال پہنچ گیا ہے۔ سب دیکھ رہے ہیں کہ میں یہاں ہوں مگر وہاں تیرے ساتھ بھی تھا۔ اس لیے تُو صحیح سلامت پہنچ گیا ہے۔''

وہ بولا۔ ''تُو دُرست کہتا ہے۔ اس سے پہلے کہ میری کار آگے جا کر ایک اسٹریٹ پول سے ٹکراتی۔ میری سائیڈ کا دروازہ کھل گیا تھا۔ میں نے صاف محسوس کیا تھا کہ کوئی مجھے کھینچ کر باہر نکال رہا ہے۔ میں چلتی گاڑی سے باہر آ کر گرا مگر مجھے چوٹ نہیں آئی اور ادھر میرا ڈرائیور بری طرح زخمی ہو گیا۔''

تمام معزز حاضرین اسے صحیح سلامت دیکھ کر پیشوائے اعظم کی روحانی قوتوں کا اعتراف کرنے لگے۔ اس کی شان میں تعریفی الفاظ ادا کرنے لگے۔ اس نے کہا۔ ''اب ہمیں اپنے اصل مقصد کی طرف آنا چاہیے۔ تم سب جانتے ہو کہ بابا صاحب کے ادارے کے بزرگ حضرات کس قدر روحانی قوتوں کے حامل ہیں۔ تم سب ہر پہلو سے سپر پاور کہلانے کے باوجود انہیں زیر نہ کر سکے۔ کبھی ان کی دہلیز پر قدم بھی نہ رکھ سکے لیکن اب....''

اس نے پورے ہال پر نظریں دوڑائیں پھر کہا۔ ''اب حالات بدل رہے ہیں۔ میرا روحانی علم کہتا ہے کہ ہم متحد ہو کر اس پُراسرار ادارے کا طلسم توڑ سکیں گے۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''اے پیشوائے اعظم! ہم تیری روحانی قوتوں کے معترف ہیں۔ کیا ہمارے متحد ہونے سے تیری قوتوں میں اضافہ ہوگا؟''

''بے شک ہوگا۔ اسی لیے میں نے تم سب کو یہاں ایک چھت کے نیچے بلایا ہے۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''بابا صاحب کے ادارے میں بے شمار روحانی علوم کے حامل ہیں اور تُو ان کے مقابلے میں تنہا ہے۔ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کے علاوہ فوجی قوت ہے مگر مقابلہ روحانیت کے....''

برائٹ موسس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''میں ایک ہوں مگر سو پر بھاری ہوں۔ تُو یہاں جسمانی طور پر موجود نہیں ہے۔ اپنے آلہ کار کے ذریعے بول رہا ہے۔ آج تک ساری دنیا سے چھپتا آیا ہے لیکن میں تجھے دیکھ رہا ہوں۔ تُو اس وقت دریائے ڈیمز میں ایک فشنگ بوٹ پر ہے اور انڈر ویئر پہنے سن باتھ لے رہا ہے۔''

ماسٹر واقعی ایک بوٹ کے تختے پر چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ پریشان ہو کر یوں چاروں طرف دیکھنے لگا، جیسے اس چھپے ہوئے پیشوائے اعظم کو ڈھونڈ رہا ہو۔ اسے اپنے اندر آواز سنائی دی۔ ''تُو یوگا کا ماہر ہے پھر بھی میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہے۔ آ.... کا نفرنس ہال میں اپنے آلہ کار کے پاس آ کر سب کے سامنے میری روحانی قوت کا اعتراف کر۔''

وہ کانفرنس ہال میں اپنے اس آلہ کار کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''اے پیشوائے اعظم! بے شک تُو عظیم ہے۔ تیری یہ روحانی صلاحیتیں یقین دلا رہی ہیں کہ ہم تیرے زیرِ سایہ متحد ہو کر بابا صاحب کے ادارے کو نابود کر سکتے ہیں۔''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''ایک حقیقت واضح کرنا چاہتا ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے کے روحانی علما کسی مدد کے محتاج نہیں ہیں مگر میں محتاج ہوں۔ کیونکہ ہم یہودیوں اور تم عیسائیوں کے پاس روحانیت کے حوالے سے کوئی مضبوط ادارہ نہیں ہے۔ میں تمہاری سیاسی اور فوجی قوتوں کے علاوہ پراسرار علوم جاننے والی کاہنہ اور باٹو راما سیارے کے سائنس دانوں سے بھی مدد حاصل کر رہا ہوں۔''

''باٹو راما....!'' سب ہی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

ایک نے کہا۔ ''اس سیارے کے سائنس دان ہمارے سائنس دانوں سے زیادہ ذہین ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہم سے بہت آگے ہیں اور یہاں آ کر ہم پر مسلط ہو کر پوری دنیا پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''تم کسی کو خواب دیکھنے سے نہیں روک سکتے۔ اگر وہ یہاں حکمرانی کے خواب دیکھ رہے ہیں تو دیکھنے دو۔ ہم ان سے دوستی کر کے انہیں سبز باغ دکھائیں گے اور ان کی غیر معمولی مشینوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔''

یہ بات سب تسلیم کر رہے تھے کہ ایسا کیا جا سکتا ہے۔ پیشوائے اعظم نے کہا۔ ''تم نے دیکھا تھا کہ ان مشینوں کے خوف سے فرہاد روپوش ہو گیا تھا۔ اس کے تمام ٹیلی ممبرز اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے میں جا کر چھپ گئے تھے۔ اگر ان سیارے والوں کو تمہارا سیاسی اور فوجی تعاون حاصل ہوتا اور میری روحانی قوتیں بھی ان

کے ساتھ ہوتیں تو وہ بابا صاحب کے ادارے کو تہس نہس کر چکے ہوتے۔''

ایک فوجی اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''بے شک، ایسا ہو سکتا تھا مگر سیارے والے یہاں آتے ہی ہمارے دشمن بن گئے تھے۔''

''وہ مغرور تھے۔ اب ان کا غرور ٹوٹ چکا ہے۔ ان کا ایشورارا کاہنہ کے ذریعے ہماری مدد چاہتا ہے۔ ہم سے اتحاد کے لیے راضی ہے۔''

ایک نے پوچھا۔ ''یہ کاہنہ کون ہے؟''

دوسرے نے پوچھا۔ ''کیا وہ تو نہیں جو انگولا میں ہزاروں برسوں سے زندہ رہنے والی دیوی سمجھی جاتی ہے اور وہاں کے باشندے اس کی پوجا کرتے ہیں؟''

''ہاں، میں اسی کاہنہ کی بات کر رہا ہوں۔ وہ دو پہلوؤں سے ہمارے لیے اہم ہے۔ ایک تو یہ کہ ایشورارا اس پر اندھا اعتماد کرتا ہے۔ اسی کا حکم مان کر ہم پر بھروسا کرے گا اور اس شرط پر ہمارا ساتھ دے گا کہ اس دنیا پر اس کی حکمرانی قائم کی جائے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ ہم اسے سبز باغ دکھائیں گے۔ کسی بھی طرح اس کی غیر معمولی طاقتیں چھین کر اسے یہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''یہ بہت ہی زبردست منصوبہ ہے مگر ایک رکاوٹ ہے۔ وہ اپنی مشینوں کو کہیں زمین کی تہ میں چھپا کر رکھتے ہیں۔ ہمارے جاسوس وہاں تک پہنچ نہیں پائیں گے۔''

پیشوائے اعظم نے بڑے اعتماد سے کہا۔ ''ہم آسانی سے پہنچ جائیں گے۔ وہ کاہنہ ہمارے بہت کام آتی رہے گی۔ وہ خونخوار شیر، چیتوں اور جنگلی درندوں سے بھرے ہوئے جنگل میں رہتی ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر کوئی وہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔ ایشورارا آئندہ اپنی تمام مشینوں کو اسی جنگل کے پاتال میں رکھے گا۔ وہ مشینیں ہماری نظروں میں رہیں گی اور کاہنہ ہمارے جاسوسوں کو وہاں تک پہنچنے کا موقع دے گی۔''

''پھر تو وہ کاہنہ ہمارے لیے بہت اہم ہے۔''

''اس کی صرف ایک ہی شرط ہے کہ حکومت قائم ہونے کے بعد دنیا کے ہر ملک، ہر علاقے میں اس کے مجسمے بنوا کر رکھے جائیں۔ سب ہی اس کی پوجا کرتے رہیں۔ اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ دنیا والے اس کی پرستش کریں یا نہ کریں ہم اس کے لاکھوں مجسمے بنوا دیں گے۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ پیش گوئی ہے۔''

تمام حاضرین اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔ ''فرہاد کی قسمت اس کاہنہ سے منسلک ہو گئی ہے۔ اگر وہ فرہاد سے جسمانی تعلق رکھے گی اور اس کی ایک بیٹی کو جنم دے گی تو اس کے بعد اس کی موت لازمی ہوگی اور وہ فرہاد پر بھی اثر انداز ہوگی۔ وہ رفتہ رفتہ بیمار رہ کر مر جائے گا۔''

وہ تمام حاضرین سن رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ باری باری سب ہی پوچھ رہے تھے۔ ''وہ مبارک گھڑی کب آئے گی؟ فرہاد کو کب موت آئے گی؟''

پیشوائے اعظم نے کہا۔ ''ہمارا علم، ہماری پیش گوئی اگر مگر میں اُلجھی ہوئی ہے اگر فرہاد کاہنہ سے جسمانی رشتہ قائم کرے گا، تب ایسا ہوگا۔ بابا صاحب کے ادارے میں ایک بہت بڑے بزرگ تیس برس کے بعد واپس آنے والے ہیں۔ اٹھائیس برس گزر چکے ہیں۔ وہ دو برس بعد آئیں گے۔ ان کی آمد کے چالیس دنوں بعد فرہاد کی موت ہوگی۔''

وہ پھر ایک توقف سے بولا۔ ''مگر... یہ اگر مگر کا الجھاوا ہے۔ اگر فرہاد اس کاہنہ سے کترا جائے گا۔ اس سے جسمانی تعلق نہیں رکھے گا تو پیش گوئی بدل جائے گی۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''ہم یہ کوشش کریں گے کہ ان دونوں میں دوستی ہو جائے۔ دوستی نہ ہو، تب بھی کسی طرح جسمانی تعلق قائم ہو جائے۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''ہم سب کوشش کریں گے۔ ان کے درمیان رشتہ ہوگا تو موت فرہاد سے رشتہ جوڑنے آجائے گی۔ وہ ہم سب کے لیے مصیبت ہے۔ اسے دنیا سے اٹھ جانا چاہیے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''دیکھا جائے تو بابا صاحب کے ادارے کی آدھی طاقت فرہاد ہے۔ سیارے والوں نے تمام بڑے ممالک کے اکابرین کو زیر کر لیا تھا لیکن اسے زیر کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اسی نے انہیں موت کے گھاٹ اتارا ہے اور اسی سے مرعوب ہو کر ایشورارا ہم سے دوستی اور اتحاد رکھے گا۔ یہ شخص ناقابلِ تسخیر جادوگر ہے۔ اسے مر جانا چاہیے۔''

''کوسنے اور بددعائیں دینے سے وہ نہیں مرے گا۔ پیشوائے اعظم ہمیں بتائیں کہ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''کاہنہ میرے زیر اثر رہتی ہے۔ میرے مشوروں پر عمل کرتی ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں اسے فرہاد کی خلوت میں پہنچا دوں گا۔ یہ ہر حال میں چاہوں گا کہ میری پیش گوئی درست ہو جائے۔''

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ

نومبر 2007ء کا ہنگامہ خیز شمارہ

سیاست پس سیاست

عالمی سیاست کے غضب ناک سمندر میں ہچکولے لیتی داستاں در داستاں تحریر۔ حقیقت اور افسانے کے رنگوں سے آراستہ ایک عجیب تصویر۔ **کاشف زبیر** کی تخلیق۔

مستقبل شناس

راؤ پرویز کے ماجرا پرور اور ہنگامہ خیز سفر کا احوال **ایچ اقبال** کے قلم سے

دیوی

موت کی ہول ناک قربت کے بعد زندگی کی طلسماتی نزاکتیں **طاہر جاوید مغل** کا جادو

شترمرغ کی چوری

غیر اہم اشیا بھاری معاوضے پر چرانے والے چہیتے چور کی تازہ ترین واردات

گوشۂ خاص

قصر انا میں قید ایک ہستی کی اذیت کا عالم۔ **اسما قادری** کی سوغات

سرورق کے رنگ

مریم کے خان اور **شگفتہ پروین** کی 'دل کو دھڑکاتی' آنچ دیتی تحریریں۔

ان کے علاوہ

مغرب میں ہونے والی تازہ ترین وارداتوں کی لفظی تصویریں

''تحفہ'' اور ''ازالہ'' اور **چینی 'نکتہ چینی**

وہ سب کچھ جو جاسوسی کی پہچان ہے!

تازہ شمارہ فوری حاصل کیجیے

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی

فون: 5895313

فیکس: 5802551

E-mail:jdpgroup@hotmail.com

ان کے درمیان یہ طے پایا کہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف وہ سب متحد رہیں گے اور سیارے والوں کو بظاہر سر پر چڑھا کر ان کی مشینیں حاصل کر کے انہیں اپنی دنیا میں ہی ختم کر دیں گے۔ سیارے میں واپس نہیں جانے دیں گے۔

کاہنہ سے بھی اسی طرح نجات حاصل ہوگی کہ اسے میری آغوش میں پہنچا دیا جائے گا۔ یوں پیش گوئی کے مطابق عمل جاری رہے گا تو میری موت بھی لازمی ہو جائے گی۔

☆☆☆

کاہنہ کے پاسپورٹ پر اس کا نام رسمیلی لکھا ہوا تھا۔ وہ مندر سے باہر آ کر اسی نام سے جانی پہچانی جا رہی تھی۔ وہ اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے امریکا اور یورپ کے کئی ممالک کی شہریت مختلف ناموں سے حاصل کر چکی تھی۔ ان ناموں کے مطابق اس کی شخصیت بھی بدل جایا کرتی تھی۔ فی الحال وہ رسمیلی نام کی ایک حسین دوشیزہ تھی۔ پیرس کے ایک مہنگے علاقے میں اس کا ایک خوبصورت بنگلا تھا اور وہ اپنے ڈمی ماں باپ کے ساتھ وہاں رہتی تھی۔

وہاں پہنچ کر یہ اطمینان ہوا کہ میرے فرشتے بھی اسے ڈھونڈ نہیں پائیں گے۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ میں اس کی تلاش میں مندر کی طرف بھٹکتا رہوں گا لہٰذا وہ ہر گھنٹے دو گھنٹے میں ڈمی کاہنہ کے اندر جاتی تھی۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرتی تھی کہ میں کسی کو آلہ کار بنا کر وہاں پہنچ رہا ہوں یا نہیں؟

وہ ڈمی خود کو سچ مچ کاہنہ سمجھ رہی تھی اور مندر کے معاملات سے بخوبی نمٹ رہی تھی۔ ہفتے میں دو دن مندر کے بڑے ہال میں آ کر عقیدت مندوں کو درشن دیتی تھی۔ اس نے اپنی ڈمی کے ذہن میں یہ باتیں نقش کیں کہ اسے روز درشن دینے کے لیے عقیدت مندوں کے سامنے آنا چاہیے۔ فرہاد کسی آلہ کار کے ذریعے وہاں آئے تو بڑے ہی جذباتی انداز میں اس سے دوستی کرنی چاہیے۔

وہ ڈمی اس کی مرضی کے مطابق عمل کر رہی تھی۔ دو ہفتے گزر گئے پھر ایک مہینا گزر گیا۔ وہ بے چینی سے میرا انتظار کر رہی تھی۔ یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ میں اس کے خلاف انتقامی کارروائی کیوں نہیں کر رہا ہوں؟

اس نے پیشوائے اعظم برائٹ موسس کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ ''اے عظیم پیشوا! تیری یہ کنیز تجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔''

پرائٹ موسس نے اس کے اندر آ کر کہا۔ ''فرہاد کی خاموشی تجھے پریشان کر رہی ہے۔ تُو کیا سمجھتی ہے' اسے اپنی ڈمی کے ذریعے فریب کر سکے گی؟''

''میں اس سلسلے میں تیری رہنمائی چاہتی ہوں۔''

''وہ نادان نہیں ہے۔ جس طرح تُو نے اپنی ڈمی مندر میں رکھی ہے' اسی طرح وہ اپنی ڈمی وہاں پہنچائے گا۔ تُو اصل فرہاد کو نہ ٹریپ کر سکے گی' نہ ہلاک کر سکے گی۔''

''پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''وہی جو تیری کتابِ مقدر میں لکھا ہے۔ تُو اس سے دوستی کر کے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر کے اس کی موت کا سبب بھی بن سکتی ہے۔''

''کتابِ مقدر میں لکھا ہے' فرہاد سے پہلے میری موت ہوگی۔ اگر میں اس سے جسمانی تعلق نہیں رکھوں گی تو پیش گوئی بدل جائے گی۔ میں ایک لمبی عمر جی سکوں گی۔''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''کوئی موت کے راستے پر جانا نہیں چاہتا۔ تُو بھی اس راستے سے کترانے کے لیے فرہاد سے دور بھاگ رہی ہے۔ میں تیرا محافظ ہوں۔ اس دشمن کو تیرے قریب نہیں آنے دوں گا۔''

وہ خوش کر بولی۔ ''تیرا سایہ مجھ پر رہے گا تو میں سکون سے رہ سکوں گی۔ فرہاد سے ٹکرانے کا خوف دل سے نکل جائے گا۔''

''اسے اپنے دل سے اور اپنی زندگی سے نکال دینے کے لیے لازمی ہے کہ تُو کسی دوسرے مرد کو اپنا جیون ساتھی بنا لے۔''

''ہاں، میرا پُراسرار علم بھی یہی کہتا ہے۔ کوئی دوسرا میری زندگی میں آئے گا تو فرہاد کے آنے کا چانس ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔''

''اور تُو نے ایسا کرنا چاہا تھا۔ کسی دوسرے کے ساتھ سہاگ رات منانا چاہتی تھی مگر تیری یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔''

''یہی دیکھ کر اور سوچ کر فرہاد سے ڈر لگتا ہے۔ اگر وہ میری ماں کے دماغ میں پہنچ کر میرے بیڈ روم نہ آتا تو میں اب تک کسی اور کی ہو چکی ہوتی۔ اب بھی یہ اندیشہ ستاتا ہے کہ آئندہ وہ کسی چور دروازے سے میری خلوت میں چلا آئے گا۔''

''میری ہدایات پر عمل کرے گی تو وہ کسی چور دروازے سے نہیں آ سکے گا۔ تُو کئی طرح کے پُراسرار علوم جانتی ہے۔ تجھے دو دنوں تک وہ عمل پڑھنا چاہیے' جس کے اثر سے کوئی ناپسندیدہ ہستی قریب نہیں آتی۔ دور بھاگ جاتی ہے پھر میں ایک خوبرو شخص کو تیرے سامنے پہنچاؤں گا۔ تُو اسے جیون

ساتھی بنائے گی۔ اس کے بعد فرہاد کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں رہے گا۔''

''میں تیری شکر گزار رہوں۔ تیرا یہ احسان ساری عمر یاد رکھوں گی۔ میں آج سے ہی عمل پڑھنا شروع کرتی ہوں۔''

برائٹ موسس دوسرے دن آنے کا وعدہ کر کے اپنی جگہ دماغی طور سے حاضر ہو گیا۔ کاہنہ' ایشورارا اور تمام اکابرین سے جو معاملات طے پا چکے تھے۔ ان کے مطابق عملی اقدامات کرنے میں دیر ہو رہی تھی۔ کیونکہ ان سب کو سیارے سے آنے والی غیر معمولی مشینوں کا انتظار تھا مگر وہ مشینیں چھ ماہ سے پہلے آنے والی نہیں تھیں۔

پیشوائے اعظم نے یہودی اکابرین کو یقین دلایا تھا کہ انجام کار پوری دنیا میں یہودیوں کی حکومت قائم ہوگی جو اتحاد کرنے والے حکمران بننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ان کی جڑوں کو ابھی سے کاٹنا تھا۔ ایشورارا کے متعلق یہ متفقہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ اس سے تمام مشینیں چھین لینے کے بعد اسے ٹھکانے لگا دیا جائے گا۔

اسی طرح حتمی کامیابی حاصل ہونے کے بعد کاہنہ رسمیلی بھی خوامخواہ دردِ سر بن جاتی۔ برائٹ موسس کو اپنی یہودیت عزیز تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہودیوں کی سلطنت میں کاہنہ کے مجسموں کی پرستش کی جائے۔ اس سے پہلے اسے بھی پیش گوئی کے مطابق موت کی آغوش میں پہنچایا جا سکتا تھا۔

اس کا سیدھا اور آسان سا راستہ یہی تھا کہ کاہنہ رسمیلی کو میری آغوش میں پہنچا دیا جائے۔ برائٹ موسس کو بھی اس کے پُراسرار علم نے یہی بتایا تھا کہ میرا اور کاہنہ کا ملاپ ہم دونوں کو لے ڈوبے گا۔ اس طرح میرے تمام دشمنوں کو مجھ سے نجات مل جائے گی۔ برائٹ موسس ایسا نیک کام پہلی فرصت میں کرنا چاہتا تھا۔

کوئی مجھے زبردستی کاہنہ کی خلوت میں لے جا نہیں سکتا تھا۔ کسی کے سمجھانے' منانے اور سبز باغ دکھانے کے باوجود میں اس دشمن عورت کو چھونا بھی نہیں چاہتا تھا لیکن وہ پیشوائے اعظم بہت پہنچا ہوا تھا۔ بڑی خاموشی سے میرے اندر پہنچ گیا۔

میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں لیکن اسے محسوس نہ کر سکا۔ وہ بھی روحانی ٹیلی پیتھی جیسا علم جانتا تھا۔ کسی طرح کی روحانی قوت تھی کہ میں زندگی میں پہلی بار اپنے اندر آنے والے دشمن سے بے خبر رہا۔

پیشوائے اعظم برائٹ موسس کے متعلق یہ نہیں کہنا چاہیے کہ وہ روحانیت کا حامل تھا۔ دل و دماغ کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی طلب میں غرق ہو جانے کا نام روحانیت ہے۔ یہ ایک مذہبی مثبت عمل ہے۔

برائٹ موسس خود کو روحانیت کا حامل کہتا تھا۔ اسے کوئی مسلمان تسلیم نہیں کر سکتا کیونکہ اسے جو پُراسرار قوتیں حاصل تھیں۔ انہیں وہ منفی مقاصد کے لیے استعمال کر رہا تھا۔

بہرحال جب وہ میرے اندر آیا تو میں گہری نیند میں تھا۔ میں نے خواب کی اسکرین پر ایک بزرگ کو دیکھا۔ اس کی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے۔ ڈھیلا ڈھالا سا لباس بھی کفن کی طرح سفید تھا۔ وہ دھند میں چھپا ہوا تھا۔ چہرہ واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں تُو رہوں۔ تاریکی میں راستہ دکھاتا ہوں۔ تجھے کاہنہ تک پہنچانے آیا ہوں مگر پہلے ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔''

مجھے یوں لگ رہا تھا' جیسے جناب علی اسد اللہ تبریزی مجھ سے بول رہے ہوں جبکہ آواز اور لب و لہجہ اعلیٰ حضرت جیسا نہیں تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''تجھے کاہنہ سے نفرت نہیں محبت کرنی ہوگی۔ اس کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کرنا ضروری ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''آپ کیوں چاہتے ہیں کہ میں ایک دشمن عورت کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاروں؟''

''یہ میں نہیں چاہتا۔ قدرت کی جو منشا اسے کسی حیل و حجت کے بغیر پورا کرنا چاہیے۔''

''وہ مجھ سے چھپتی پھر رہی ہے۔ میں اس کے پاس کیسے پہنچ سکتا ہوں؟''

مجھے خواب کی اسکرین پر وہ علاقہ دکھائی دیا' جہاں ایک بنگلے میں ایک حسین دوشیزہ نظر آ رہی تھی۔ اس بزرگ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ''یہ کاہنہ ہے۔ روپ بدل کر رہتی ہے۔ تجھے بھی روپ بدل کر' نام بدل کر اس سے رشتہ جوڑنا ہوگا۔ کبھی اپنی اصلیت اسے نہیں بتائے گا۔ وہ بھی اپنی اصلیت تجھ سے چھپاتی رہے گی۔''

''میں عمر کے اس حصے میں پہنچ گیا ہوں۔ جہاں شادی نہیں کرنی چاہیے۔''

''تجھے شادی بھی کرنی ہے اور اس کاہنہ سے ایک بیٹی بھی پیدا کرنی ہے۔''

''جس کا تعلق میرے مذہب سے نہ ہو' میں اس سے کوئی اولاد نہیں چاہوں گا۔''

برائٹ موسس میرے پورے خاندان کی ہسٹری جانتا تھا۔ اس نے کہا۔ ''تیری بہو الپا کا تعلق تیرے مذہب سے نہیں تھا۔ اس نے جو بیٹی (انوشے) پیدا کی۔ اس پر تم سب فخر کرتے رہے۔ اس کاہنہ سے بھی جو بیٹی ہوگی' اس پر تم سب فخر

کرو گے۔''

وہ مجھے قائل کر رہا تھا اور میں جیسے سحر زدہ ہو کر قائل ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''کسی بھی پہلی فلائٹ سے پیرس چلا جا۔ وہ تجھ سے نفرت کرنے اور دور بھاگنے والی کسی دوسرے روپ میں تجھے مل لے گی۔''

خواب کی اسکرین سے دھند لکا چھٹ گیا۔ برائٹ موسس جسے میں کوئی پہنچا ہوا بزرگ سمجھ رہا تھا' وہ اسکرین سے گم ہو گیا تھا۔ ایک حسین دوشیزہ بڑے ناز و انداز سے چلتی ہوئی' آنچل لہراتی ہوئی میری طرف آ رہی تھی۔ وہ کاہنہ سیملی تھی۔ رس بھری آواز میں کہہ رہی تھی ''ہائے...! آ جا...آ بھی جا...دیر نہ کر...اندھیر نہ کر...آ...آ جا...''

جب میری آنکھ کھلی تو اس خواب کے متعلق سوچنے لگا۔ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے کبھی خواب میں آ کر مجھ سے کلام کیا ہو۔ وہ میرے دماغ میں آ جاتے تھے یا مجھے اپنے حجرے میں طلب کرتے تھے۔ میرے ذہن میں یہ خیال آ رہا تھا کہ وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ انہوں نے خواب میں آ کر میری رہنمائی کی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ میں کاہنہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اسی لیے انہوں نے خواب کی اسکرین پر کاہنہ کا موجودہ نام' پتا اور صورت شکل دکھا دی ہے۔

مجھے آسانی سے منزل کا پتا مل گیا تھا۔ میں نے پیرس جانے والی فلائٹ میں ایک سیٹ او کے کرالی۔ برائٹ موسس کی پلاننگ یہ تھی کہ میں اور کاہنہ جلد ہی ایک جان دو قالب ہو جائیں گے تو نو دس مہینے یا ایک برس بعد ایک بیٹی کے والدین بن جائیں گے۔ اس سے پہلے چھ ماہ میں ہی سیارے سے مشینیں آ جائیں گی اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف متحدہ محاذ آرائی شروع ہو جائے گی۔ ایک طرف ایشورارا سے تمام مشینیں چھین لی جائیں گی۔ دوسری طرف پیش گوئی کے مطابق کاہنہ لب دم آ چکی ہوگی۔ اس کے حساب سے وہ ایک یا ڈیڑھ برس بعد پوری دنیا میں یہودیوں کی حکومت قائم کرنے والا تھا۔

میں اس خواب سے متاثر ہو گیا تھا۔ دوسرے دن پیرس پہنچ گیا۔ وہاں سے تقریباً اسّی میل کے فاصلے پر بابا صاحب کا ادارہ تھا۔ میں نے جناب تبریزی اور آمنہ سے اس خواب کے سلسلے میں پوچھنا ضروری نہیں سمجھا۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ ان میں سے کسی نے ہی مجھے کاہنہ کا نام اور پتا ٹھکانا بتایا ہے۔

خدا کا شکر ہے۔ آمنہ اور اعلیٰ حضرت ہمہ وقت میرا خیال رکھتے ہیں۔ ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں تھی کہ مجھے ٹریپ کیا جا رہا ہے۔ میں پیرس پہنچ کر سب سے پہلے جھیل کنارے والے کاٹیج میں آیا۔ وہاں کے کئی کاٹیجز میرے فیملی ممبرز کی ملکیت تھے۔ میں وہاں سے فریش ہو کر کاہنہ کے پاس جانا چاہتا تھا مگر نہ جا سکا۔

میں نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر سوچا کہ تھوڑی دیر لیٹ کر کمر سیدھی کی جائے۔ تھکن دور کی جائے پتا نہیں کیوں تھکن کا احساس ہونے لگا تھا؟ میں نے لیٹ کر آنکھیں بند کیں تو پتا ہی نہ چلا کہ کیسے گہری نیند میں ڈوب گیا؟ کئی گھنٹے بعد آنکھ کھلی تو حیران رہ گیا۔ میں بابا صاحب کے ادارے کے رہائشی کوارٹر میں تھا۔ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ میں کبھی ایسی گہری نیند نہیں سوتا۔ ہلکی سی آہٹ پر جاگ جاتا ہوں۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا۔ مجھے پیرس سے اُٹھا کر اس ادارے میں لایا گیا اور میں بے خبر سوتا رہا۔ ایسا یقیناً کسی روحانی عمل کے ذریعے کیا گیا تھا۔

آمنہ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ''تمہارے معاملے میں روحانی عمل لازمی ہو گیا تھا۔''

وہ دروازے پر تھی۔ اندر آتے ہوئے بولی۔ ''برائٹ موسس بار بار تمہارے اندر آتا جاتا تھا۔ اسے ٹالنے کے لیے تمہیں گہری نیند سلایا گیا۔ اس نے تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ تم تھکے ہوئے ہو۔ دو چار گھنٹے سونا چاہتے ہو۔ واقعی جب تم سو گئے تو وہ مطمئن ہو کر تھوڑی دیر کے لیے چلا گیا۔ بس اتنی سی مہلت کافی تھی۔ وہاں کاٹیج میں تمہاری ڈمی کو سلا دیا گیا ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''یہ برائٹ موسس کون ہے؟ کیا وہ میری ڈمی سے دھوکا کھا جائے گا؟''

آمنہ نے یہودی پیشوائے اعظم کے متعلق بتایا کہ وہ کس طرح کاہنہ ایشورارا اور تمام بڑے ممالک کی ایک متحدہ تنظیم بنا کر بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا۔ ''کاہنہ اور برائٹ موسس کا پُراسرار علم کہتا ہے کہ تم اس کاہنہ کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارو گے تو اس سے ایک بیٹی پیدا ہوگی۔ تم اسے کاہنہ بننے نہیں دو گے۔ اس طرح ہزاروں برسوں سے زندہ رہنے والی کاہنہ کا جو ڈھونگ رچایا گیا ہے۔ وہ جھوٹ کھل جائے گا۔ وہ مر جائے گی اور اس سے تعلق رکھنے کے نتیجے میں تم بھی اپنی موت کے قریب پہنچ جاؤ گے۔''

کیا واقعی ایسا ہونے والا تھا؟

''کیا ہونے والا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دوسرے مذاہب کے لوگ علم نجوم' علم رمل اور تاش کے پتوں سے بعض اوقات سچی پیش گوئیاں کرتے ہیں۔ بہر حال کاہنہ کی کتاب مقدر میں لکھا تھا کہ وہ تم سے جسمانی تعلق نہیں رکھے گی تو پیش گوئی بدل جائے گی۔ اس لیے تمہاری جگہ ڈمی فرہاد کو پہنچا کر ہونی کو انہونی بنایا جا رہا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''دھینکس گاڈ! میں ایک زبردست دھوکا کھانے والا تھا۔''

''اور یہ فریب تمہیں موت کی ٹھنڈی چھاؤں میں پہنچانے والا تھا۔ کیا تم آئینہ نہیں دیکھتے؟''

''یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟''

''آئینہ دیکھو گے تو بڑھاپا نظر آئے گا۔ آخر یہ جوانی کی مستیاں کب ختم ہوں گی؟ ایک دشمن نے خواب میں آ کر کہہ دیا کہ کاہنہ جیسی حسینہ کی آغوش میں جانا ہے اور حضور فوراً ہی انڈیا سے یہاں بھاگ چلے آئے؟''

''تم طعنے دے رہی ہو۔ مجھے ہمیشہ اعلیٰ حضرت کی طرف سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ وہ مجھے کاہنہ کے پاس....''

وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولی۔ ''اعلیٰ حضرت نے کبھی ایسا بے ہودہ مشورہ نہیں دیا۔ یہ بڑھاپے کی خرمستی تمہیں وہاں لے جا رہی تھی۔''

میں نے مسکرا کر آمنہ کو دیکھا پھر کہا۔ ''تم نے دنیا داری ترک کر دی تھی۔ آج ایک طویل مدت بعد بیوی بن کر طعنے دے رہی ہو۔ کیا ارادہ ہے؟ کیا پھر دنیا داری کی طرف آ رہی ہو؟''

''کسی خوش فہمی میں نہ رہو۔ تم انجانے میں موت کی طرف جا رہے تھے۔ اسی لیے سمجھانے چلی آئی۔ یہ معاملہ سنگین نہ ہوتا تو تمہیں ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ دیتی۔''

یہ کہہ کر وہ اپنے کوارٹر کی طرف جانے لگی مگر خیال خوانی کے ذریعے بولتی رہی۔ ''تمہیں وقتاً فوقتاً اپنی ڈمی کے اندر جانا چاہیے۔''

میں نے پوچھا۔ ''اس کی آواز اور لب و لہجہ میری طرح ہوگا؟''

''کیا تم محسوس نہیں کر رہے ہو کہ تمہارا لب و لہجہ بدل چکا ہے؟ وہ ڈمی ہر لحاظ سے ایک مکمل فرہاد ہے۔ برائٹ موسس کی خیال خوانی کی لہریں اس کے اندر پہنچتی رہیں گی۔''

''کیا اس ڈمی کو بابا صاحب کے ادارے سے لایا گیا ہے؟''

''نہیں، وہ برائٹ موسس کا اکلوتا بیٹا ڈینی ہے۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''اچھا تو اسی کا جوتا اسی کے سر پر پڑ رہا ہے۔''

''میں نے روحانی صلاحیتوں سے اس پیشوائے اعظم کی پوری ہسٹری معلوم کی ہے۔ اب سے چالیس برس پہلے اس نے شادی کی تھی۔ چار برس بعد بیوی ایک بیٹے کو جنم دے کر مر گئی۔ اب وہ بیٹا پچھتیس برس کا ہے۔ جب برائٹ موسس نے تمہیں ٹریپ کیا تو میں نے ڈینی کو اپنی گرفت میں لے کر اس کا برین واش کر دیا۔ اسے پوری طرح تمہاری شخصیت میں ڈھال دیا ہے۔ وہ کبھی معلوم نہیں کر سکے گا کہ اپنے ہی بیٹے کو کاہنہ کے پاس پہنچا رہا ہے۔''

''کیا اسے اپنے بیٹے کی گمشدگی کا پتا نہیں چلے گا؟''

''وہ بتیس برس پہلے ڈینی کو اپنے چھوٹے بھائی کی سرپرستی میں دے کر گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ کبھی کبھی بیٹے سے ملاقات کرتا ہے یا خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں کرتا ہے۔''

''ٹھیک ہے، جب اسے ڈینی کی گمشدگی کا پتا چلے گا تو دیکھیں گے کہ وہ کیا کرتا ہے؟''

میں اپنے سابقہ لب و لہجے کو گرفت میں لے کر ڈینی کے اندر پہنچ گیا۔ اسے روحانی تنویمی عمل کے ذریعے مکمل فرہاد بنا دیا گیا تھا۔ برائٹ موسس نے اپنی دانست میں زبردست روحانی قوتیں حاصل کی تھیں۔ اس کے باوجود وہ اپنے بیٹے کے اندر آ کر اسے پہچان نہ سکا۔ جب اس نے کاٹیج میں تھوڑی دیر بعد آ کر دیکھا کہ فرہاد گہری نیند سو رہا ہے تو وہ پُراسرار قوتوں کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابع دار بنانے لگا۔

اس بیچارے ڈینی کی یہ حالت تھی کہ اس کی اپنی شخصیت ختم ہو چکی تھی۔ اس پر فرہاد علی تیمور کا ملمع چڑھا دیا گیا تھا۔ اب اس پر برائٹ موسس ایک نئی شخصیت کی چھاپ لگا رہا تھا۔ اسے فٹ بال کا ایک کھلاڑی بنا رہا تھا تاکہ کاہنہ اسے فرہاد کی حیثیت سے نہ پہچان سکے۔

موسس نے دستور کے مطابق بیٹے کے دماغ کو لاک کر دیا۔ میں ڈینی کے اندر بڑی خاموشی سے یہ ساری کارروائی سن رہا تھا۔ جس مخصوص لب و لہجے کے ذریعے دماغ کو لاک کیا گیا تھا۔ اس کے ذریعے میں کسی وقت بھی ڈینی کے اندر پہنچ سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی گئی کہ وہ ایک لگژری اپارٹمنٹ میں رہتا ہے۔ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد اس اپارٹمنٹ میں جا کر رہے گا۔ وہاں کے قریبی شاپنگ پلازا میں جائے گا تو اس شاپنگ سینٹر میں

کاہنہ سے سامنا ہوگا۔

جب کبھی پیشوائے اعظم کو ہماری شطرنجی چال کا علم ہوتا تو وہ مجھ تک پہنچ نہ پاتا کیونکہ میرا لب ولہجہ بدل چکا تھا۔ اگر وہ اپنی نام نہاد روحانی صلاحیتوں یا پُراسرار قوتوں کے ذریعے میرا سراغ لگانا چاہتا تو وہ قوتیں بابا صاحب کے ادارے کی دہلیز تک پہنچ نہ پاتیں۔ اسی لیے مجھے اس ادارے میں رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔

کاہنہ رسمیلی اپنے بنگلے میں تھی۔ ایشورارا اسے ایک چھوٹا سا آلہ دے کر گیا تھا جس کے ذریعے وہ سیارے میں اس سے باتیں کرسکتی تھی۔ اس وقت وہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھی تحریری میسج کررہی تھی۔ سب سے پہلے یہی پوچھتی تھی کہ مشینوں کی تیاریاں کس مرحلے پر ہیں؟

وہ تحریری جواب دیتا تھا۔ ''میں دن رات اسی کام سے لگا رہتا ہوں۔ مجھے اپنی بیٹی اور بیٹے کی فکر ہے۔ کیا تُو ان کی نگرانی کررہی ہے؟''

اس نے جواباً لکھا۔ ''انہوں نے ماؤرا اور دامودر کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔ جب تک فرہاد قابو میں نہیں آئے گا۔ میں تیرے بچوں تک نہیں پہنچ پاؤں گی۔ وہ ٹریننگ مشین کے ذریعے ہی ہماری نظروں میں آسکتا ہے۔''

''اب سے پہلے ہماری ٹریننگ مشین اس کا سراغ لگانے میں ناکام رہی تھی۔''

''پہلے میرے پُراسرار علوم اور پیشوائے اعظم کی روحانی قوتیں تیرے ساتھ نہیں تھیں۔ آیندہ تیری مشین فرہاد کی نشاندہی کرے گی اور ہم اسے پُراسرار علوم کے ذریعے اپنے شکنجے میں لے سکیں گے۔''

برائٹ موسس اس کاہنہ کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اس نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گئی۔ ایشورارا سے بولی۔ ''میں پھر کسی وقت تم سے رابطہ کروں گی۔ ابھی کچھ ضروری معاملات سے نمٹنا ہے۔''

وہ رابطہ ختم کرکے بولی۔ ''اے پیشوائے اعظم! تُو میرے پاس آتا ہے تو مجھے بڑی توانائیاں محسوس ہوتی ہیں۔ تُو نے کہا تھا' دو دنوں بعد مجھے میری پسند کا ایک شخص ملے گا۔ آج دوسرا دن پورا ہورہا ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں نے جو کہا ہے' وہی ہوگا۔ آج رات آٹھ بجے شاپنگ پلازا میں اس سے ملاقات ہوگی۔ اس کے ساتھ ازدواجی زندگی شروع کرے گی تو پھر فرہاد کبھی تیری زندگی میں نہیں آئے گا۔''

وہ خوش ہوکر بولی۔ ''بس میں اتنا ہی چاہتی ہوں۔ وہ کم بخت میری زندگی میں نہ آئے۔ اگر کبھی آئے تو اس سے پہلے ہی مجھے معلوم ہوجائے تاکہ میں اپنا بچاؤ کرسکوں اور اسے خاطر خواہ نقصان پہنچا سکوں۔ وہ مجھ سے مرعوب ہونے کے بعد پھر کبھی میری طرف رُخ نہیں کرے گا۔''

اس رات وہ خوب بن سنور کر شاپنگ پلازا میں پہنچی۔ وہاں عورتوں کی ضرورت کا ہر سامان فروخت ہوتا تھا لیکن اسے کچھ خریدنا نہیں تھا۔ وہ تو خود کو کسی کے آگے فروخت کرنے آئی تھی۔ اس کی متلاشی نگاہیں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔ ''کون ہوگا وہ دلدار جو میرے جسم وجان کا مالک بنے گا؟''

ایسے وقت اس نے برائٹ موسس کی آواز سنی۔ وہ اس کے اندر کہہ رہا تھا۔ ''سامنے جیولری کی دکان ہے۔ وہاں چلی جا۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی وہاں پہنچی۔ دکان میں دو چار عورتیں اپنے مردوں کے ساتھ خریداری میں مصروف تھیں۔ ایک کاؤنٹر کے پاس ایک خوبرو قد آور شخص تنہا کھڑا کچھ خرید رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی۔ اسے سر سے پاؤں تک یوں ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی جیسے وہاں زیور کی جگہ اسے خریدنے آئی ہو۔ دکاندار اس شخص سے کہہ رہا تھا۔ ''مسٹر! کچھ معلوم تو ہو' آپ کیسی انگوٹھی چاہتے ہیں؟''

اس اجنبی کے سامنے کاؤنٹر پر کتنی ہی انگوٹھیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک انگوٹھی کو اُٹھا کر کہا۔ ''ایسی چاہتا ہوں جسے پہناتے ہی حسینہ میری آغوش میں آجائے۔''

دکاندار نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''میرے پاس ایسی کوئی جادوئی انگوٹھی نہیں ہے۔''

اس اجنبی نے رسمیلی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مس...! میں یہ انگوٹھی تمہیں پہنا کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ کسی کی خوبصورت سی انگلی میں یہ کیسے سجتی ہے؟''

رسمیلی نے مسکراتے ہوئے اپنا ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ برائٹ موسس اس کے اندر موجود تھا۔ اسے اس شخص کی طرف مائل کررہا تھا۔ جب اس نے ایک انگلی میں انگوٹھی پہنائی تو رسمیلی نے دونوں بانہیں اس کی گردن میں حمائل کردیں۔ اس کے سینے سے لگ گئی۔

وہ تھینک یو کہتا ہوا اس کے کورے لبوں پر جھک گیا۔ دکان میں موجود تمام عورتیں اور مرد تالیاں بجانے لگے۔ دکاندار نے حیرت اور مسرت سے کہا۔ ''میں نہیں جانتا تھا کہ میری دکان میں ایسی کوئی جادوئی انگوٹھی بھی رکھی ہوئی ہے۔''

اس بات پر سب ہی قہقہے لگانے لگے۔ وہ اسے چوم کر بولا۔ ''تمہارے گلابی ہونٹ رس بھرے ہیں۔ میرے ہونٹوں میں گھل جاتے ہیں۔''

وہ سرگوشی میں بولی۔ ''میں بال بال کنواری ہوں اور تم...!''

''میں بھی بال برہمچاری ہوں۔ میرا نام کنور پرتاپ سنگھ ہے اور تمہارا...؟''

''مجھے رسمیلی کہتے ہیں۔''

''تم اپنے نام کی طرح سر سے پاؤں تک رس بھری لگ رہی ہو۔''

اس نے انگوٹھی کا بل ادا کیا پھر اسے دونوں بازوؤں میں اُٹھا کر وہاں سے چلتا ہوا' شاپنگ پلازا کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا باہر آگیا۔ رسمیلی نے بتایا کہ اس کی کار پارکنگ کے کس حصے میں ہے؟ وہ بڑی صحت مند بڑی بھرپور تھی۔ یقیناً کچھ وزن رکھتی ہوگی لیکن وہ اسے ایسے اُٹھا کر لے جارہا تھا جیسے پھولوں کا گلدستہ سینے سے لگائے جارہا ہو۔

برائٹ موسس نے سرگوشی کی۔ ''یہ کیسا لگ رہا ہے؟''

''بہت اچھا لگ رہا ہے میرے محسن...! تُو نے میرے لیے ایک بھرپور مرد کا انتخاب کیا ہے۔ اب آگے دیکھنا چاہتی ہوں کہ کیا ہونے والا ہے؟''

''کیا تجھے شبہ ہے کہ اس کے ساتھ تعلق قائم نہیں کرسکے گی؟''

''ایک بار آزما چکی ہوں۔ کتاب مقدر میں جو لکھا ہوا تھا اس کے خلاف ایک شخص کے ساتھ سہاگ رات گزارنا چاہتی تھی۔ تُو جانتا ہے' کس طرح ناکام رہی تھی؟''

''اس وقت میں تیرے ساتھ نہیں تھا پھر یہ کیوں بھولتی ہے کہ کتاب مقدر میں تبدیلی کی گنجائش ہے۔ جو پیش گوئی ہوچکی ہے' اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے۔ کوئی دوسرا شخص تیری زندگی میں آئے گا تو فرہاد ہمیشہ کے لیے تجھ سے دور ہوجائے گا۔''

کنور پرتاپ سنگھ عرف ڈینی عرف فرہاد علی تیمور نے رسمیلی کو کار کی اگلی سیٹ پر بٹھا دیا پھر خود ڈرائیونگ سیٹ پر آکر اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔ ''پہلے شراب ہوگی، کباب ہوگا پھر شباب ہوگا...''

وہ وہاں سے ایک مہنگے ہوٹل کے سوئمنگ پول کے پاس آگئے۔ پول کے صاف اور شفاف چمکتے ہوئے پانی میں کتنی ہی حسینائیں ادھر سے ادھر مچھلیوں کی طرح تیر رہی تھیں اور اپنے بدن کی نمائش کررہی تھیں۔ پول کے اطراف کھانے کی میزیں لگی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں ایک میز کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔

برائٹ موسس ایک اچھی پلاننگ کے تحت کاہنہ کو دھوکا دے رہا تھا۔ وہ اسے خود سے برتر اور بزرگ سمجھتے ہوئے اس پر اندھا اعتماد کرتی تھی اور وہ اسے اندھے کنویں میں گرا رہا تھا۔ اپنی دانست میں اسے فرہاد کی آغوش میں پہنچا رہا تھا۔

کیا خوب چکر چل رہا تھا۔ فریب دینے والا خود ہی فریب کھا رہا تھا۔ اپنے ہی بیٹے کو کاہنہ کی آغوش میں پہنچا رہا تھا۔ وہ دونوں پی رہے تھے کھا رہے تھے اور بڑی ہی پیار بھری جذباتی باتیں کررہے تھے۔ وہ اپنے عاشق کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات بھی پڑھتی جارہی تھی اور مطمئن ہورہی تھی۔ کنور پرتاب سنگھ کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ انڈیا سے آیا ہے۔ جے پور میں اس کے بیوی بچے ہیں۔ وہ ایک اچھی ازدواجی اور گھریلو زندگی گزارتا رہا ہے۔ سیر وتفریح کے لیے پیرس آیا ہے پھر یہاں سے سوئیٹزرلینڈ جائے گا۔

رسمیلی نے یہ طے کرلیا تھا کہ میں اس پر ایسا عمل کروں گی کہ یہ گھر کا راستہ بھول جائے گا۔

اس کے گلے میں ایک خوبصورت سا نیکلس جھول رہا تھا۔ اس نیکلس کے لاکٹ میں انتہائی قیمتی ہیرا جگمگا رہا تھا۔ کنور پرتاب سنگھ نے کہا۔ ''ہم مہاراجاؤں کے خاندان سے ہیں۔ ہیرے جواہرات سے کھیلتے ہیں لیکن ایسا ہیرا پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔''

وہ ہزاروں برس سے زندہ جاوید رہنے والی کاہنہ کہلاتی تھی۔ حقیقتاً اپنی دادی پردادی کے زمانے سے ہیرے جواہرات کا ایک ذخیرہ اس کے پاس تھا۔ ان ہی میں سے ایک ہیرا اس کے نیکلس میں جگمگا رہا تھا۔

وہ بڑے فخر سے بولی۔ ''یہ بھی ہمارے آباواجداد کے زمانے کا ہیرا ہے۔ بہت ہی نایاب ہے۔ اسے بڑے بڑے رئیس اعظم دیکھ کر للچاتے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''میں بڑی دیر سے دیکھ رہا ہوں یہاں سے گزرنے والے اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے جاتے ہیں۔ بے شک اس میں ایسی کشش ہے۔ میں تمہیں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔''

''تم جو بھی مشورہ دو گے میں اس پر عمل کروں گی۔''

''اتنا قیمتی ہیرا پہن کر تنہا نہ نکلا کرو۔ واردات کرنے والے تمہیں اُٹھا کر لے جائیں گے۔ اگر نہ لے جاسکے تو گردن کاٹ کر یہ ہیرا ضرور لے جائیں گے۔''

اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ''ابھی ایسا کوئی مائی کا لعل

پیدا نہیں ہوا جو میرے ناخن کو بھی چھو کر گزر جائے۔''

پھر وہ مسکرا کر بولی۔ ''اب تو تم آ گئے ہو۔ نہ میں تنہا رہوں گی اور نہ کسی لٹیرے کا اندیشہ رہے گا۔''

وہ کھانے کے دوران میں بھی پیتا جا رہا تھا۔ رسمیلی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ''بس، اور زیادہ نہ پیئو۔''

وہ نشے کے ترنگ میں جھومتے ہوئے، مسکراتے ہوئے بولا۔ ''کیا تم چاہتی ہو، میں ہوش میں رہ کر تمہارے بدن کے ذرّے ذرّے کو وصول کرتا رہوں؟''

''ایسی باتیں نہ کرو۔ میرے اندر گرم ہوائیں چل رہی ہیں۔ میں بیٹھے بیٹھے تپ رہی ہوں۔ چلو اٹھو بل ادا کرو اور یہاں سے چلو۔''

ایک شراب کے نشے میں اور دوسری جوانی کے نشے میں چُور تھی۔ وہ جھومتے ہوئے اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ راستے میں کاہنہ نے اسے لیمن جوس پلایا تاکہ نشہ اتر جائے یا کم ہو جائے۔ جب وہ اسے اپنے بنگلے میں لے کر پہنچی تو اس کی مرضی کے مطابق اس کا نشہ کم ہو چکا تھا۔ وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ ''میرے بدن سے زیورات اتارو پھر جو مرضی پہناتے رہو یا اتارتے رہو۔''

وہ اس کے کانوں سے بُندے اور گلے سے ہار اتارنے لگا۔ کبھی چہرے پر اور کبھی بدن پر انگلیاں پھیرنے لگا۔ اس کا گورا رنگ ایسا سرخ ہو رہا تھا، جیسے انگاروں کو ہوا دی جا رہی ہو اور وہ دہک رہے ہوں۔

آج پھر اس کی سہاگ رات تھی لیکن میری طرف سے کوئی اندیشہ نہیں تھا کہ میں اچانک آ کر رنگ میں بھنگ ڈالوں گا۔ اسے پورا یقین تھا کہ برائٹ موسس ان کی نگرانی کر رہا ہے۔ اس کے روحانی عمل کے سامنے میں بے دست و پا ہو جاؤں گا۔

اور برائٹ موسس کو کیا پڑی تھی کہ خوامخواہ اس کی نگرانی کرتا؟ وہ تو جان بوجھ کر مجھے اس کی آغوش میں پہنچا رہا تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ میں اس کا تابع دار بن کر کتاب مقدر کے مطابق کاہنہ سے جسمانی رشتہ قائم کر رہا ہوں۔ وہ مطمئن تھا۔ ایسے جذباتی لمحات میں ان کے درمیان رہنا نہیں چاہتا تھا لہٰذا وہاں سے جا چکا تھا۔

ویسے بھی اسے جانا چاہیے تھا۔ بیٹے اور بہو کی خلوت میں نہیں رہنا چاہیے تھا۔ وہاں سہاگ رات کے تقاضے پورے ہونے والے تھے مگر ایسے ہی وقت کہا جاتا ہے۔ حسرت ان غنچوں پر جو بن کھلے مرجھا گئے...

کتاب مقدر نے اپنا کرشمہ دکھایا۔ انہوں نے دروازے کو اندر سے لاک کیا تھا لیکن کسی نے باہر سے فائر کر کے لاک کو توڑ دیا۔ بے آواز ریوالور سے فائرنگ کی گئی تھی پھر دروازے کو زوردار لات ماری گئی تو وہ ایک دھڑاکے سے کھل گیا۔ وہ دونوں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔

وہ آنے والے دو تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ ایک نے کہا۔ ''ایک لمحہ بھی ضایع کیے بغیر وہ ہیرے والا نیکلس ہمارے حوالے کر دو۔ ہم چپ چاپ چلے جائیں گے۔''

ایسا کہتے وقت ان کی نظریں بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر گئیں وہاں وہ نیکلس رکھا ہوا تھا۔ ایک نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔ رسمیلی نے اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا تو وہ چیخیں مارتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ دوسرے نے اپنے ساتھی کی یہ حالت دیکھی تو کنور پرتاب سنگھ کا نشانہ لے کر کہا۔ ''یو سن آف اے بچ! تُو کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔''

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلا دی۔ کاہنہ نے اس کے اندر بھی زلزلہ پیدا کیا پھر اپنے عاشق کی خبر لی۔ وہ سہاگ رات کا دولہا بستر پر پڑا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ گولی اس کے بازو میں پیوست ہو کر آر پار ہو گئی تھی۔ وہ کراہتے ہوئے بولا۔ ''مجھے فوراً ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔ وہ انجکشن لگائے گا، دوائیں دے گا تو ابتدائی طبی امداد سے آرام آ جائے گا۔''

رسمیلی نے گھور کر ان دونوں کو دیکھا۔ وہ فرش پر پڑے تکلیف سے تڑپ رہے تھے۔ وہ غصے سے دانت پیس کر بولی۔ ''اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً ریوالور اٹھاؤ اور یہاں سے باہر چلے جاؤ۔''

وہ دونوں سمجھ رہے تھے کہ سزائے موت مل رہی ہے لیکن وہ تو انہ کے ریوالور واپس کر رہی تھی اور انہیں جانے کو کہہ رہی تھی۔ انہوں نے اپنے ریوالور اٹھا لیے۔ دماغی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اسی طرح اٹھ کر لڑکھڑاتے، ڈگمگاتے وہاں سے باہر چلے گئے۔

رسمیلی کا دل کڑھ رہا تھا۔ وہ دوسری سہاگ رات بھی ماتمی ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اپنے زخمی دولہے کے ساتھ باہر آئی پھر کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگی۔ وہ دونوں واردات کرنے والے بھی اپنی گاڑی میں آئے تھے۔ اب وہاں سے جا رہے تھے۔ جب وہ کچھ دور نکل گئے تو اس نے ایک کے دماغ پر قبضہ جما کر دوسرے کو گولی مار دی پھر جو باقی رہ گیا اسے خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا۔

ادھر برائٹ موسس مطمئن ہو کر اپنے دوسرے

معاملات میں مصروف ہو گیا تھا۔ ایسے وقت اس کے بھائی نے فون پر مخاطب کیا۔ ''برادر! ہمارا ڈینی صبح سے کہیں گیا ہوا ہے۔ اب تک واپس نہیں آیا۔ میں نے فون پر رابطہ کرنا چاہا تو پتا چلا فون بند ہے۔ وہ فون اب تک بند پڑا ہے۔ وہ آج اپنے آفس میں بھی نہیں تھا۔''

برائٹ موسس نے پریشان ہو کر کہا۔ ''میرا بیٹا کہاں جا سکتا ہے؟ اپنے کسی دوست یا کسی گرل فرینڈ کے پاس ہوگا۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ایسا تو اس وقت ہوتا ہے، جب کوئی مر جاتا ہے اور اس کی مردہ کھوپڑی سے سوچ کی لہریں واپس آ جاتی ہیں۔

اس کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنے بیٹے کا زائچہ بنایا تھا۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں، وہ ایک لمبی عمر تک جینے والا ہے۔ ابھی اس کو موت نہیں آئے گی پھر وہ کیسے مر سکتا ہے؟''

ایک بات کھٹک رہی تھی کہ زائچہ غلط ہو سکتا ہے۔ آخر وہ بھی انسان ہے۔ زائچہ بناتے وقت اس سے کوئی غلطی ہو گئی ہو گی پھر یہ تو سب ہی مانتے ہیں کہ کسی بھی پراسرار علم کے ذریعے مستقبل کے حالات معلوم کیے جائیں اور پیش گوئی کی جائے تو وہ الف سے یے تک دُرست نہیں ہوتی۔

اس کا دعویٰ تھا کہ وہ کامل روحانیت کے درجات سے گزر چکا ہے۔ ناممکن کو بھی ممکن بنا سکتا ہے۔ وہ فوراً ہی اپنے ایک خاص کمرے میں پہنچا۔ وہاں اپنے روحانی علوم کو آزمانے لگا۔ طرح طرح سے معلومات حاصل کرنے لگا کہ بیٹا زندہ ہے یا مر چکا ہے؟

اس کمرے میں بڑی بڑی پچیس موم بتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ برائٹ موسس انہیں ایک ایک کر کے روشن کر رہا تھا اور زیرلب کچھ پڑھتا جا رہا تھا۔ جب شمعیں روشن ہو گئیں تو اس نے فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے پھر دھیمی آواز میں گنگنانے لگا۔ اپنے طور پر نامعلوم پُراسرار قوتوں کی مناجات کرنے لگا۔

اس عبادت گاہ کی مختصر سی فضا میں عود اور عنبر کا دھواں پھیل رہا تھا۔ وہاں خاموشی تھی اور اس کی دھیمی دھیمی سی گونجتی ہوئی گنگناہٹ بھی تھی پھر وہ کہنے لگا۔ ''اوہ گاڈ! تُو نے ہمیں پیدا کیا۔ تُو ہی ہمیں موت دیتا ہے۔ تُو نے اپنے محبوب پیغمبروں کو بھی موت دی۔ ہمیں بھی ایک دن موت دے گا۔ میری معلومات کے مطابق ابھی میرے بیٹے ڈینی کے مقدر میں زندگی تھی۔ اسے وقت سے پہلے مرنا نہیں تھا پھر وہ اس دنیا سے کہاں گم ہو گیا ہے؟''

کسی بھی شمع کی لو میں لرزش نہیں تھی۔ سب ہی خاموش اور ٹھہری ہوئی تھیں۔ جیسے اس کی فریاد سن رہی ہوں۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں برسوں گوشہ نشین رہ کر تیری عبادت کرتا رہا۔ تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دنیا داری ترک کر دی تب مجھے ندائے غیب سنائی دینے لگی۔ آگاہی حاصل ہونے لگی۔ میری جھولی میں پُراسرار علوم کے خزانے آ گئے۔ میں ان علوم کے ذریعے اپنے بیٹے ڈینی تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ او لارڈ آف دی یونیورس...! میری مدد فرما...''

اس نے زیرلب پڑھتے ہوئے دونوں ہتھیلیوں کو فضا میں پھیلایا تو ایک شیشے کی دیوار سامنے آ گئی۔ وہ کچھ پڑھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''میں اپنے ڈینی کو اس شیشے میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ زندہ ہے تو نظر آئے۔ مردہ ہے تو بھی نظر آئے۔''

وہ دیدے پھیلائے شیشے کو تک رہا تھا۔ اس کے متحرک ہونٹ کچھ پڑھتے جا رہے تھے۔ شیشے کے اس پار یہ تھا اور اس پار پچیس موم بتیاں روشن اور گم صم تھیں۔ دونوں کے درمیان عود اور عنبر کا دھواں پھیل رہا تھا۔ اس دُھویں میں موم بتیاں اوجھل ہو رہی تھیں اور ڈینی کا سراپا آہستہ آہستہ ابھر رہا تھا۔ وہ چلتا پھرتا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ زندہ ہے لیکن اس کے آگے کتنے ہی مہین پردے لہرا رہے تھے۔ یہ سمجھا رہے تھے کہ وہ اسرار کے پردوں میں چھپا ہوا ہے۔

وہ ایسا علم پڑھنے لگا جس کے اثر سے فولادی دیواریں گر جاتی ہیں۔ پردے اٹھ جاتے ہیں لیکن اسے ناکامی ہو رہی تھی۔ وہ لہراتے ہوئے مہین پردے دبیز ہوتے جا رہے تھے۔ بیٹے کو اس کی نگاہوں سے اوجھل کرتے جا رہے تھے۔ وہ بڑے جوش اور جذبے سے پڑھنے لگا۔ اس کی آواز بلند ہو رہی تھی مگر بیٹے تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ وہ نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

وہ ایسے ہانپنے لگا جیسے میلوں دور سے دوڑتا آ رہا ہو۔ اس حد تک اطمینان حاصل ہوا تھا کہ بیٹا زندہ ہے۔ اب فکر اور تشویش یہ تھی کہ گم کیسے ہو گیا؟ وہ اسرار کے پردے کہاں سے حائل ہو رہے ہیں؟ کیا کوئی دشمن ہے جو بیٹے کو باپ سے چھپا رہا ہے؟

وہ دشمنوں تک پہنچنے کے لیے دوسرا علم پڑھنے لگا۔ جو بھی اس کا مخالف دشمن ہوتا۔ وہ پُراسرار علم کے اثر سے شیشے پر نظر آنے لگتا۔ یہ تو وہ جانتا تھا کہ میں ان سب کا دشمن ہوں لیکن

شیشے پر میں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کیونکہ میں اس کے خلاف کچھ نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ میرے خلاف چالیں چل رہا تھا پھر یہ کہ میں اس کے بیٹے کو فرہاد بنا کر کاہنہ کے سامنے پیش نہیں کر رہا تھا۔ ایسا آمنہ میری سلامتی کے لیے کر رہی تھی۔ وہ برائٹ موسس کو ایک عبرت ناک سبق سکھا رہی تھی۔ چونکہ وہ اس کی مخالفت کر رہی تھی لہٰذا اس جادوئی شیشے میں اسے نظر آنا چاہیے تھا لیکن وہ روحانیت کے سایے میں تھی۔ نامحرم تھی' اس صورت کسی کے سامنے نہیں آسکتی تھی۔

وہ پورے جوش و جذبے سے پڑھ رہا تھا اور حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ شیشے پر نور ہی نور پھیلا ہوا تھا۔ اس نور کے اجالے میں بڑی صباحت' بڑی نرمی اور بڑی ٹھنڈک تھی۔ وہ ٹھنڈک اس کی آنکھوں میں' دل میں اور دماغ میں پہنچ رہی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا' جیسے گھنے درخت کی چھاؤں میں بیٹھا ہوا ہے۔

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ''یہ نور اور یہ ٹھنڈک کہہ رہی ہے کہ میرا بیٹا جہاں بھی ہے' آرام سے ٹھنڈی چھاؤں میں ہے۔ یہ شیشہ سادہ ہو چکا ہے۔ کسی دشمن کی تصویر نہیں ابھر رہی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ نامواقف حالات نے اسے جدا کر دیا ہے۔ وہ ہم سے شاید اس لیے رابطہ نہیں کر رہا ہے کہ کسی حادثے میں اپنی یاد داشت کھو چکا ہے۔ ہمیں بھول چکا ہے۔''

وہ ایسا سوچ کر خود کو دلاسے دے رہا تھا مگر رہ رہ کر یہ بات کھٹک رہی تھی کہ اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے بیٹے تک کیوں پہنچ نہیں پا رہا ہے؟ اس کا ایک پُراسرار علم ایسا تھا' جس کے ذریعے وہ گمشدہ افراد تک پہنچ جاتا تھا۔ یہ فکر اور پریشانی کی بات تھی کہ بیٹے کا پتا ٹھکانا کیوں معلوم نہیں ہو رہا ہے؟ وہ نامعلوم پردے کیوں حائل ہو رہے ہیں؟

اِدھر وہ اُلجھا ہوا تھا۔ اُدھر رسمیلی اُلجھ گئی تھی۔ دوسری بار بھی وہ کسی کے ساتھ جسمانی تعلق قائم کرنے میں ناکام ہو رہی تھی۔ کنور پرتاب سنگھ کی مرہم پٹی کرانے کے بعد اسے بنگلے میں لے آئی تھی۔ یہ امید تھی کہ زخم کی تکلیف کم ہو گی تو وہ اس کے حسن و شباب کے آگے رہی سہی تکلیف بھول جائے گا۔ اس کے من کی مرادیں پوری کرے گا۔

لیکن وہ بیڈ پر پہنچ کر انجکشن اور دواؤں کے اثر سے گہری نیند سو گیا۔ وہ تلملا کر رہ گئی۔ سونے والے پر غصہ بھی آرہا تھا اور ترس بھی۔ بیچارے کا کوئی قصور نہیں تھا ایک تو واردات کرنے والوں نے اسے گولی ماری تھی۔ دوسرا یہ کہ ڈاکٹر نے دواؤں کے ذریعے اسے سلا دیا تھا۔ صاف سمجھ میں آرہا تھا کہ تقدیر اس کو منہ چڑھا رہی ہے۔

وہ بیڈ کے سرے پر بیٹھ کر حسرت سے اسے تک رہی تھی۔ کھانا سامنے تھا' مگر ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات سے معلوم کرنے لگی کہ کھانا صبح سے پہلے گرم ہو سکے گا یا نہیں...؟

لیکن چشم زدن میں کچھ سے کچھ ہو گیا۔ وہ اس کے خیالات پڑھتے ہی چونک گئی۔ وہ جو زخمی ہونے سے پہلے کنور پرتاب سنگھ تھا۔ اب فرہاد علی تیمور ثابت ہو رہا تھا۔

یہ کیا ہو گیا تھا؟ جن حالات سے ڈینی گزر رہا تھا۔ ان حالات میں یہی ہونا تھا۔ پہلے تو آمنہ نے روحانی تنویمی عمل کے ذریعے ڈینی کو فرہاد بنایا تھا۔ اس روحانی عمل کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی تھی پھر برائٹ موسس نے اپنے بیٹے کو فرہاد سمجھ کر اس پر تنویمی عمل کر کے اسے کنور پرتاب سنگھ بنا دیا تھا۔ گولی کا زخم کھاتے ہی برائٹ موسس کا تنویمی عمل زائل ہو گیا تھا۔ اس کے پیچھے چھپا ہوا ڈینی فرہاد ظاہر ہو گیا تھا۔

یہ معلوم ہوتے ہی رسمیلی اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ بیڈ سے دور ہو کر سہمی ہوئی نظروں سے اپنے دشمن کو دیکھنے لگی۔ بار بار اس کے اندر جا کر یقین کرنے لگی کہ وہ فرہاد علی تیمور ہی ہے۔ اس نے اس کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا۔ ''کس نے تنویمی عمل کے ذریعے تجھے کنور پرتاب سنگھ بنایا ہے؟''

اس کی خوابیدہ سوچ نے کہا۔ ''میں نہیں جانتا' میرا عامل کون تھا؟''

''تیری ہی فیملی کا بابا یا صاحب کے ادارے کا کوئی ٹیلی پیتھی جانے والا ہو گا؟''

اس نے جواب دیا۔ ''ہو سکتا ہے' میرے ہی لوگوں نے کسی مصلحت سے ایسا کیا ہو۔''

''اوہ گاڈ! میں سمجھ رہی تھی' میری تقدیر خراب ہے۔ میں اس دوسرے شخص کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم نہیں کر سکوں گی مگر میری تقدیر تو بہت اچھی ہے۔ میں اس دشمن فرہاد کی آغوش میں جانے سے بچ گئی۔ اگر اس سے جسمانی تعلق ہو جاتا تو میں ایک بیٹی کو جنم دے کر برس دو برس میں مر جاتی۔ شٹ اپ گاڈ! اب تو یہ مرے گا۔ یہاں سے زندہ نہیں جائے گا۔''

اس نے خیال خوانی کے ذریعے برائٹ موسس کو مخاطب کیا۔ ''اے پیشوائے اعظم! ہم بہت بڑے فریب میں مبتلا ہونے والے تھے۔ تُو نے جس شخص کو میرے پاس بھیجا ہے۔ وہ کنور پرتاب سنگھ نہیں ہے۔ فرہاد علی تیمور ہے۔''

برائٹ موسس اس بات پر چونک گیا کہ کاہنہ کو جو فریب

دینا چاہتا تھا' وہ ظاہر ہو گیا ہے۔ اس نے اس کے اندر آ کر پوچھا۔ ''یہ تُو کیا کہہ رہی ہے؟''

وہ بولی۔ ''تُو خود اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا ہے۔ میرے ذہن کو زیر دست دھچکا لگا ہے۔ یہ بھید نہ کھلتا تو میں بے موت ماری جاتی۔''

اس نے بیٹے کے اندر آ کر خیالات پڑھے تو وہ مکمل طور پر فرہاد علی تیمور تھا۔ برائٹ موسس نے سمجھ لیا کہ گولی لگنے کے باعث اس کا تنویمی عمل زائل ہو چکا ہے۔ اس نے سوچا۔ ''شٹ اپ گاڈ! کاہنہ کو مجھ پر شبہ نہیں ہے۔ وہ یہی سمجھ رہی ہے کہ فرہاد کے لوگوں نے ہی مصلحتاً اسے کنور پرتاب سنگھ بنا کر پیش کیا ہے۔''

وہ کاہنہ سے بولا۔ ''یہ مسلمان روحانیت کے حامل بڑے چالباز ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں بھی دھوکا کھا گیا۔ کوئی بات نہیں۔ کسی طرح کا نقصان پہنچنے سے پہلے ہی اس کی اصلیت سامنے آ گئی ہے۔ ہمیں وقت ضایع نہیں کرنا چاہیے۔ اسے ابھی ہلاک کر دینا چاہیے۔''

واہ.... تقدیر کیا تماشے دکھاتی ہے؟ باپ اپنے بیٹے کو مار ڈالنے کا مشورہ دے رہا تھا۔ رسمیلی نے کہا۔ ''اس کے اندر زلزلہ پیدا کروں گی تو یہ تھوڑی دیر میں مر جائے گا۔ میں اسے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتی ہوں۔''

''تُو اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتی ہے؟''

''میں اس کے زخم پر نمک ڈالوں گی تو اسے ناقابل برداشت تکلیف پہنچے گی۔ یہ چیخ چیخ کر موت مانگے گا مگر اسے ہر بار مرنے والی زندگی ملتی رہے گی۔''

وہ کچن میں جا کر ایک پلیٹ میں نمک لے آئی۔ برائٹ موسس نے کہا۔ ''آج تک فرہاد کو کوئی نہ مار سکا۔ جب بھی اسے ہلاک کیا گیا تو پتا چلا کہ وہ زندہ ہے اور دھوکے سے ڈمی فرہاد کو مارا جاتا رہا ہے۔''

رسمیلی نے کہا۔ ''مگر ہم دھوکا نہیں کھا رہے ہیں۔ یہ اصلی فرہاد ہے۔ اپنے ہی لوگوں کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر آپ ہی آپ یہاں چلا آیا ہے۔''

برائٹ موسس نے دل ہی دل میں کہا۔ ''بے شک، میں انڈیا سے یہاں تک اس کے دماغ میں رہتا آیا ہوں۔ یہ بلاشبہ فرہاد ہے۔''

وہ بے چارا گہری نیند میں تھا۔ کاہنہ نے بازو کی پٹی کھول کر مٹھی بھر نمک اس کے زخم پر ڈال دیا۔ وہ فلک شگاف چیخیں مارتا ہوا اُچھل کر بیٹھ گیا۔ بیڈ سے تڑپتا ہوا نیچے گر کر اِدھر سے اُدھر ماہی بے آب کی طرح پھڑ پھڑانے لگا۔ تکلیف کی شدت سے چیخیں نہیں رک رہی تھیں۔ اِدھر کاہنہ اور اُدھر اس کا باپ دونوں ہی قہقہے لگا رہے تھے۔

ڈینی کبھی فرش پر ہاتھ مار رہا تھا۔ کبھی اپنے بال نوچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''مجھے بچاؤ۔ مجھے اس تکلیف سے نجات دلاؤ۔ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ تم قہقہے کیوں لگا رہی ہو؟''

وہ اس پر تھوکتے ہوئے بولی۔ ''اس لیے کہ تُو میرا جانی دشمن فرہاد ہے۔ تیرا بھید کھل چکا ہے۔''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''کتے کے بچے! تُو آج تک اپنی کسی نہ کسی ڈمی کو قربانی کا بکرا بنا کر دشمنوں کو اُلو بناتا رہا مگر آج سچ مچ تیری موت ہو گی۔''

رسمیلی نے کہا۔ ''تیری یہ تکلیف کم ہو گی تو میں تیرے دوسرے بازو میں گولی مار کر اس زخم پر بھی نمک ڈالوں گی پھر تیری ایک ٹانگ پر پھر دوسری ٹانگ پر گولی مارتی رہوں گی اور زخموں پر نمک چھڑکتی رہوں گی۔ مجھے اسی طرح تڑپا تڑپا کر تھوڑا تھوڑا مارتی رہوں گی۔''

یہ کہہ کر اس نے دوسرے بازو پر گولی ماری پھر اس تازہ زخم پر بھی مٹھی بھر نمک ڈالتے ہوئے بولی۔ ''چیختا رہ، چلاتا رہ۔ روحانیت کا دعویٰ کرنے والوں کو چیخ چیخ کر بلا.... ایسی تڑپانے والی موت کے شکنجے سے کوئی تجھے بچا نہیں سکے گا۔''

باپ تماشائی تھا اور بیٹے کی تکلیف ایسی ناقابلِ برداشت تھی کہ آدھی جان نکل چکی تھی۔ آمنہ نے مجھ سے کہا۔ ''میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ میرے اس عمل کے نتیجے میں ایک بیٹا اپنے باپ کے سامنے میں ہلاک ہو گا۔ وہ کم بخت بیٹے کے مرنے اور تڑپنے کا تماشا دیکھتا رہے گا مگر میں یہ ظلم نہیں ہونے دوں گی۔ ڈینی پر عمل کر رہی ہوں۔ تم اس کے اندر جا کر برائٹ موسس کو دن میں تارے دکھاؤ۔''

میں ڈینی کے اندر پہنچ گیا۔ آمنہ نے پلک جھپکتے ہی اس کی شخصیت تبدیل کر دی۔ اسے یاد آ گیا کہ وہ ڈینی ہے۔ اس وقت کاہنہ اس کی ایک ٹانگ میں گولی مارنا چاہتی تھی۔ وہ چیخ کر بولا۔ ''پاپا! مجھے بچاؤ....''

وہ بیٹے کی آواز اور لب و لہجہ سن کر چونک گیا۔ وہ بول رہا تھا۔ ''تم کہاں ہو پاپا!....؟ میں تمہارا بیٹا ڈینی ہوں۔ تم اندر کی باتیں جانتے ہو۔ میری ایک آواز پر آ جاتے ہو۔ مجھے بچاؤ پاپا...!''

برائٹ نے تڑپ کر کاہنہ سے کہا۔ ''رک جا... خبردار! اسے گولی نہ مارنا۔ میں اپنے بیٹے کی آواز لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں۔ مجھے پھر ایک بار اس کے خیالات

پڑھنے دے۔''

کاہنہ بھی اس کے اندر پہنچ گئی۔ دونوں اس کے خیالات پڑھ کر حیران ہو رہے تھے۔ وہ سچ مچ ڈینی ثابت ہو رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا۔ ''میں صبح آفس جانے کے لیے گھر سے نکلا تو کار ڈرائیو کرتے کرتے اچانک غائب دماغ ہو گیا۔ مجھے پتا ہی نہ چلا کہ اس دنیا میں موجود ہوں یا نہیں؟ ابھی یہاں معلوم ہوا کہ میں زخمی ہوں اور یہ ظالم عورت مجھے گولی مار کر زخم پر نمک ڈال رہی ہے۔''

وہ بیٹے کی باتیں سن کر تڑپ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر روتے ہوئے بولا۔ ''میں زندگی میں پہلی بار رو رہا ہوں۔ مجھ جیسا روحانیت کا حامل انتہا زبردست دھوکا کھا گیا۔ اپنے ہی بیٹے کو کاہنہ کے ہاتھوں ہلاک کرانے والا تھا۔''

ایسے وقت میں نے کہا۔ ''اور بیٹے کے زخموں پر نمک چھڑکنے اور اسے تڑپا تڑپا کر مارنے کا تماشا دیکھ رہا تھا؟ یہ سمجھ کر قہقہے لگا رہا تھا کہ فرہاد کو بڑی درندگی سے مارا جا رہا ہے۔''

اس نے چونک کر پوچھا۔ ''تُو... تُو فرہاد ہے؟''

''ہاں، میں وہی ہوں' جسے تُو نے نیند کی حالت میں ٹریپ کیا تھا۔ اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا کہ میں تیرا معمول اور تابع دار بن چکا ہوں۔''

کاہنہ نے چونک کر برائٹ موسس سے پوچھا۔ ''تُو نے مجھ سے یہ بات کیوں چھپائی کہ فرہاد کو اپنا معمول اور تابع دار بنا چکا ہے؟''

''تجھے بدظن نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے مصلحتاً ایسا کیا تھا۔''

میں نے کاہنہ سے کہا۔ ''ہاں، تجھے بدظن نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اُلو بنا رہا ہے۔ تجھے اُلو بننا چاہیے۔ تُو مجھے دھوکا دینے کے لیے مندر کی طرف بھگانا چاہتی تھی لیکن اس پیشوائے اعظم نے مجھے بتا دیا کہ تُو رسمیلی کے نام سے اس بنگلے میں رہتی ہے۔''

کاہنہ نے گرج کر پوچھا۔ ''یہ کیا کہہ رہا ہے؟''

وہ ہڑبڑا کر بولا۔ ''یہ جھوٹ بول رہا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اگر یہ جھوٹ ہے تو مجھے کاہنہ کا نام اور پتا کیسے معلوم ہوا اور جب برائٹ موسس کی چالبازی معلوم ہوئی تو میں نے اس کے ہی بیٹے کو ٹریپ کر کے اسے فرہاد بنا کر اپنی جگہ پہنچا دیا۔ تب سے یہ باپ دھوکا کھا رہا تھا اور اپنے بیٹے کو فرہاد سمجھ کر اسے موت کے گھاٹ اتار رہا تھا۔''

یہ ایسی زہریلی حقیقت تھی کہ برائٹ موسس کو چپ لگ گئی تھی۔ میں نے کہا۔ ''مجھ جیسے دشمن کو سلام کر... میں عین وقت پر ڈینی کے دماغ سے اپنا عمل ختم نہ کرتا اور یہ تجھے پاپا کہہ کر مخاطب نہ کرتا تو اب تک تُو اپنے بیٹے کا قاتل بن چکا ہوتا۔''

وہ اپنی غلطی پر نادم تھا مگر اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ میرے ذریعے اس کی سبکی ہو رہی ہے۔ اس نے ناگواری سے کہا۔ ''مجھ سے زندگی میں پہلی بار ایسی غلطی ہوئی ہے۔ جس کے نتیجے میں میرا بیٹا مارا جانے والا تھا۔ میں اپنے بیٹے سے اس غلطی کی معافی مانگتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میرا بیٹا مجھے معاف کر دے گا۔''

میں نے کہا۔ ''کس سے معافی مانگ رہا ہے؟ یہ تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو چکا ہے۔''

وہ بولا۔ ''ابھی میرے آلہ کار آئیں گے اور اسے اسپتال پہنچائیں گے۔ میں ایک پراسرار علم کے ذریعے اس کے زخموں کی تمام تکلیف دور کر دوں گا۔''

کاہنہ نے کہا۔ ''جانے سے پہلے یہ بتا دے کہ فرہاد کو میری خلوت میں کیوں پہنچا رہا تھا؟''

''میرے پاس کچھ بولنے کا وقت نہیں ہے۔ مجھے اپنے بیٹے کی فکر ہے۔ بس یہ یقین کر لے کہ میں تیرا دشمن نہیں ہوں۔ تیری کتابِ مقدر کے مطابق فرہاد کو تیرے پاس پہنچانا ضروری تھا۔''

وہ بولی۔ ''یہ جانتے ہوئے بھی کہ پیش گوئی بدل سکتی ہے۔ فرہاد کی جگہ کوئی دوسرا میرا لائف پارٹنر بنے گا تو میں ایک لمبی عمر جی سکوں گی۔ اے پیشوائے اعظم! تیرے دل میں کھوٹ ہے۔ تُو سچ نہیں بول رہا ہے۔''

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے کہا۔ ''تُو دیواروں سے باتیں کر رہی ہے۔ وہ جا چکا ہے۔''

وہ غصے سے بولی۔ ''میں اسے سمجھ لوں گی۔''

میں نے کہا۔ ''مجھے بھی اچھی طرح سمجھ لے۔ میں تجھ سے نفرت کرتا ہوں۔ یہ خیال دل سے نکال دے کہ کبھی تیرا دیوانہ بن کر آؤں گا۔ تجھ پر ایک بار نہیں ہزار بار لعنت ہے۔''

میں وہاں سے چلا آیا۔ وہ ایسی توہین برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگی۔ مجھے گالیاں دینے لگی مگر میں سننے کے لیے وہاں موجود نہیں تھا۔ برائٹ موسس کے چار آلہ کار آ کر ڈینی کو وہاں سے لے گئے۔ کاہنہ کی سوچ پیشوائے اعظم کی طرف مبذول ہو گئی۔

اس پیشوا نے اس کے اعتماد کو اور اعتقاد کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ وہ اس پر اندھا اعتماد کرتی تھی اور وہ اسے اندھی بنا کر میری آغوش میں پہنچانا چاہتا تھا۔ گویا اسے موت کے راستے پر لے جا رہا تھا۔ اس نے سوچا۔ ''وہ ایسا کیوں کر رہا تھا؟''

جواب صاف سمجھ میں آیا کہ اس کی نیت میں فتور ہے۔ وہ متحدہ تنظیم کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کو نیست و نابود کرنے کے بعد ایک کاہنہ کو اقتدار میں شریک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی اسے موت کے راستے پر لے جا رہا تھا۔

اس نے قسم کھائی کہ آئندہ پیشوائے اعظم کے زیرِ اثر نہیں رہے گی۔ اس نے اسی وقت ایک پُراسرار علم کے ذریعے اپنے دماغ کو اس طرح لاک کیا کہ وہ اپنی روحانی قوت کے ذریعے بھی اس کے اندر نہیں آ سکتا تھا۔

وہ رات کے پچھلے پہر تک مختلف علوم کے ذریعے خود پر عمل کرتی رہی۔ اب پیشوائے اعظم کہلانے والے روحانیت کے عامل سے ٹھن گئی تھی۔ وہ اپنے آپ کو ہر پہلو سے مستحکم بنا رہی تھی۔

پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ ''میں اپنے بیٹے پر تمام رات عمل کرتا رہا ہوں۔ اسے زخموں کی تکالیف سے نجات مل گئی ہے۔ وہ سکون سے سو رہا ہے۔ میں بھی سونا چاہتا ہوں۔ کل تجھ سے باتیں کروں گا۔''

وہ بولی۔ ''مجھے کوئی خاص بات نہیں کرنی ہے۔ بس... چند سیکنڈ کے لیے میرے دماغ میں آ جا۔''

وہ اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں اسے سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ دوسری بار پھر وہی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے پھر انہیں بھگا دیا۔ فون کے ذریعے رابطہ کر کے کہا۔ ''ہیلو! کیا ہوا پیشوائے اعظم! کیا خیال خوانی بھول گیا ہے؟''

وہ غصے سے بولا۔ ''میرا مذاق اڑا رہی ہے؟ کیا یہ جتانا چاہتی ہے کہ آئندہ تیرے دماغ میں نہیں آ سکوں گا؟''

''نہ آ سکے گا اور نہ ہی میرا پیشوا بن کر میرے دل میں رہ سکے گا۔ دنیا والے ذرست کہتے ہیں۔ شیطان پر ایک بار بھروسا کر لو مگر کوئی یہودی ہتھیلی پر انگارے رکھ کر قسم کھائے تب بھی اس پر اعتبار نہ کرو۔''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''یہ کیا بکواس کر رہی ہے؟''

اس نے کہا۔ ''میں تیرا اتحاد توڑ رہی ہوں۔ آئندہ میں درسیارے والے تیرا ساتھ نہیں دیں گے۔''

وہ ایک دم سے بوکھلا کر بولا۔ ''ارے یہ کیا کہہ رہی ہے؟ ہمارے درمیان یہ اسی رنجش پیدا ہو گئی ہے۔ میں اسے دور کر دوں گا۔ تجھے مطمئن کر دوں گا۔ تُو اتنی سی بات پر اتنا بڑا قدم اٹھانا چاہتی ہے؟ ہم سب نے مل کر بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرنے کا زبردست منصوبہ...''

وہ بات کاٹتے ہوئے بولی۔ ''مجھے نیند آ رہی ہے۔ سوری...''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ فوراً اپنا ضروری سامان پیک کرنے لگی۔ اس کی رہائش گاہ میری اور برائٹ موسس کی نظروں میں تھی۔ ہم میں سے کوئی بھی کسی وقت بھی اچانک اسے نقصان پہنچا سکتا تھا۔ اس نے ایک گھنٹے کے اندر وہ بنگلا' وہ علاقہ اور وہ شہر چھوڑ دیا۔ آئندہ وہ کسی دوسرے روپ میں کسی دوسرے ملک میں رہنے والی تھی۔

☆☆☆

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے مجھے اور آمنہ کو طلب کیا تھا۔ ہم دونوں حجرے میں ان کے سامنے سر جھکائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے آمنہ کو دیکھا پھر فرمایا۔ ''میں نے تم سے کہا تھا کہ روحانیت کے مراحل سے گزرنا آسان نہیں ہے۔ بندے کو بڑی آزمایشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تم نے بڑے عزم سے کہا تھا کہ مستقل مزاجی سے روحانی علوم حاصل کرتی رہو گی۔ کسی بھی آزمایش میں ناکام نہیں رہو گی۔''

وہ ذرا چپ ہوئے پھر بولے۔ ''بے شک، پچھلے دس برس سے تم دن رات عبادت میں مصروف رہی ہو۔ طلبہ و طالبات کو تعلیم دینے کے دنیاوی فرائض بھی ادا کرتی رہی ہو۔''

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''ہم پر لازم ہوتا ہے کہ ہم قدرت کے پُراسرار بندوں پر ظاہر نہ کریں۔ اپنے لہو کے رشتوں پر بھی کوئی مصیبت آئے تو آنے دیں۔ جب تک قدرت کی طرف سے اشارہ نہ ملے۔ کسی کو پیش آنے والی مصیبت سے آگاہ نہ کریں۔ جو کاتبِ تقدیر نے لکھ دیا ہے۔ اسے ہونے دیا جائے۔''

وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہے تھے۔ ''مگر تم نے دس برسوں کی عبادت اور ریاضت کے بعد یہ بہت بڑی غلطی کی۔ فرہاد کو اس کاہنہ کی طرف جانے سے روک دیا جبکہ تم جانتی تھیں کہ فرہاد اور کاہنہ ایک دوسرے کے مقدر میں لکھے گئے ہیں۔''

آمنہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''کاہنہ کی کتابِ مقدر سے اور برائٹ موسس کے علمِ نجوم اور علمِ رمل سے یہ بات سامنے آئی تھی کہ مقدر میں جو لکھا ہے' اس میں تبدیلی آ سکتی ہے۔''

انہوں نے پوچھا۔ ''ہمارا روحانی علم کیا کہتا ہے؟''

وہ بولی۔ ''ہمارا علم کہتا ہے' فرہاد اور کاہنہ کی تقدیر میں جو

لکھا ہے۔ اس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ دونوں کو اس راہ پر چلنا ہوگا' جو زندگی کے اختتام تک لے جاتی ہے۔''

''اور تم نہیں چاہتی تھیں کہ تمہارے شوہر کی زندگی اختتام کو پہنچے۔ کیا فرہاد کو قیامت تک زندہ رکھنا چاہتی ہو؟''

وہ ندامت سے بولی۔ ''میں شرمندہ ہوں۔ شوہر کی محبت نے مجھے اُلجھا دیا تھا۔ اس پہلی غلطی کی معافی چاہتی ہوں۔ آیندہ میں فرہاد سے بات بھی نہیں کروں گی۔ ان سے پردہ کروں گی۔''

''ایسا کرو گی تو یہ دوسری غلطی ہوگی۔ فرہاد تمہارا مجازی خدا ہے۔ اس سے کیوں پردہ کرو گی؟ اگر بات بھی نہیں کرو گی تو گویا ازدواجی رشتے سے انکار کر کے رہبانیت اختیار کرو گی۔ ہمارے دین میں دنیا داری ترک کر کے راہبہ بننے کی اجازت نہیں ہے۔''

اس نے کہا۔ ''آپ نصیحتیں کرتے ہیں ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ اس طرح ہمیں اپنے دین کے مطابق زندگی گزارنے کا سلیقہ آتا ہے۔ جو غلطیاں مجھ سے ہو رہی ہیں آیندہ ان سے پرہیز کروں گی۔''

انہوں نے مجھ سے کہا۔ ''تم کیا سمجھتے ہو' اُن کی کتاب مقدر میں جو لکھا ہے وہی پیش آئے گا؟ ایسی کتابیں لکھنے والے انسان ہوتے ہیں۔ ستاروں کی چال سے' اعداد کے جوڑ توڑ سے اور تاش کے پتوں سے جو باتیں سمجھ میں آتی ہیں' وہ لکھ دیتے ہیں۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے تمہارا ایمان یہ ہونا چاہیے کہ کاتبِ تقدیر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس معبود نے ہمارے تمہارے مقدر میں جو لکھ دیا ہے' وہ اٹل ضرور ہے مگر وہ رحیم و کریم ہے۔ جب کرم کرتا ہے تو بگڑی کو بنا دیتا ہے۔ اپنے ہی لکھے کو بدل دیتا ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے' جو چاہے کر سکتا ہے۔''

میرا سر جھکا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ ''آپ دُرست فرماتے ہیں۔ میں اس دنیا کی کسی کتابِ مقدر کو نہیں مانتا۔ بے شک، ہمارے ساتھ جو ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہی ہوتا ہے۔''

انہوں نے کہا۔ ''اور وہ معبود راضی ہو تو تمہاری موت کے مقررہ وقت کو بھی ٹال سکتا ہے۔ مومن وہی ہوتے ہیں جو خود کو خدا کے حوالے کر دیتے ہیں۔''

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''میں تمہاری حیات و موت کے متعلق کچھ نہیں کہوں گا۔ مگر یہ اٹل ہے کہ وہ کافر عورت تمہاری زوجیت میں آئے گی۔ آگے بہت کچھ ہونے والا ہے مگر میری زبان بند ہے۔ جاؤ.... ادارے سے باہر چلے جاؤ۔''

انہوں نے آمنہ سے کہا۔ ''نماز کا وقت ہو رہا ہے۔ تم بھی جا سکتی ہو۔''

ہم دونوں سر جھکائے الٹے پاؤں چلتے ہوئے حجرے سے باہر آ گئے۔ وہاں سونیا ایک موٹر ٹرالی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے آمنہ سے کہا۔ ''آؤ تمہیں کوارٹر تک پہنچا دوں۔''

ہم اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ وہ ٹرالی ڈرائیو کرتے ہوئے بولی۔ ''اگلے چار ماہ میں بڑی تبدیلیاں ہونے والی ہیں۔ الپا اور پارس کو واپس آنا ہوگا۔ انوشے اور پورس انڈیا میں رہیں گے اور میں ایک اہم مشن پر ادارے سے باہر نکلوں گی۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ اہم مشن کیا ہے؟''

''پتا نہیں، یہاں سے نکلتے وقت معلوم ہوگا۔''

اس نے آمنہ سے پوچھا۔ ''تم کچھ بتا سکتی ہو؟''

وہ عاجزی سے بولی۔ ''پلیز، مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ میں فرہاد کی محبت میں اندھی ہو کر ایک غلطی کر چکی ہوں۔ آیندہ تم لوگوں کے معاملات میں نہیں پڑوں گی۔ جب اعلیٰ حضرت اجازت دیں گے' تب ہی تم سے کچھ کہہ سکوں گی۔''

سونیا نے اس کے کوارٹر کے سامنے ٹرالی روک دی۔ وہ اتر کر کوارٹر میں چلی گئی۔ سونیا اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی پھر ٹرالی کو آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''آمنہ کچھ بجھی بجھی سی ہے۔ کیا بات ہے؟''

میں نے اسے اپنے اور کاہنہ کے معاملات بتائے۔ یہ بھی بتایا کہ اس سے ہونے والے ازدواجی رشتے کے نتیجے میں برس دو برس کے اندر میری موت ہو سکتی ہے۔ آمنہ نے میری موت کا راستہ بدلنے کے لیے مجھے کاہنہ سے دور کر دیا تھا۔ اس نے سراسر قدرت کی منشا کے خلاف ایسا کیا تھا۔ اس لیے اعلیٰ حضرت اس سے ناراض تھے۔ اب نہیں ہیں۔ انہوں نے اسے معاف کر دیا ہے۔

سونیا نے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت نے دُرست فرمایا ہے۔ ہمیں تقدیر سے نہیں اپنے حالات سے لڑنا چاہیے۔ خدا جہاد کرنے والوں کی تقدیر بدل دیتا ہے۔ تمہیں کاہنہ سے نہیں کترانا چاہیے۔ جو ہوتا ہے' ہونے دو۔''

''ہوں، اعلیٰ حضرت نے آگے کچھ بھی بتانے سے احتراز کیا ہے۔ کچھ زیادہ تشویش کی بات ہوتی تو وہ میرا راستہ بدل دیتے۔ یہ تو ہم دیکھتے آئے ہیں کہ وہ ہمیشہ ہماری بہتری اور سلامتی چاہتے ہیں۔''

وہ میری پسلی میں کہنی مارتے ہوئے بولی۔ ''تمہاری تو

پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں۔ اس بڈھا پے میں نئی دُلہنیا ملنے والی ہے۔ یہ بتاؤ' کیسی ہے؟''

''وہ روپ بدلتی رہتی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کیسی ہے اور آیندہ کیسی ہوگی؟ مگر میں اس سے نفرت کرتا ہوں۔''

''نفرت کی کوئی وجہ تو ہوگی؟''

''وہ بہت ہی خود غرض اور موقع پرست ہے۔ وہ چاہتی تھی کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے قریب نہ آؤں۔ میں نے اس کی ماں کو آلہ کار بنایا تو اس نے جنم دینے والی ماں کو قتل کر دیا۔''

''ہاں، ہماری دنیا میں ایسے بے مروت ہوتے ہیں' جو ماں کے دودھ کو بھول جاتے ہیں۔''

''وہ نہیں جانتی' محبت کس چڑیا کا نام ہے اور وفا کیا ہے؟ ثنا نے اپنی ہلاکت سے پہلے اس کے چور خیالات پڑھے تھے۔ اس کے خاندان میں ہر دور کی کاہنہ ایک بیٹی کو جنم دیتے ہی اپنے شوہر کو ہلاک کر دیتی ہے۔ یا اسے دماغی مریض بنا کر کہیں دور بھیج دیتی ہے۔''

''وہ کاہناؤں ایسا کیوں کرتی ہیں؟''

میں نے اسے بتایا کہ ہزاروں سال سے زندہ رہنے والی کاہنہ کا جھوٹ اور فریب برقرار رکھنے کے لیے وہ عورتیں ایسا کرتی ہیں۔ ہر کاہنہ اپنی بیٹی کو اپنی ہم شکل بنا کر ہزاروں سال سے عقیدت مندوں کو دھوکا دیتی آ رہی ہے۔

میں نے کہا۔ ''موجودہ کاہنہ بھی ایک بیٹی کو جنم دینے کے لیے مجھ سے کترا رہی ہے جبکہ مقدر میں ہماری ازدواجی زندگی لکھی گئی ہے۔ وہ دو بار کسی بھی شخص کو اپنی سیج پر لانے کی کوششیں کر چکی ہے مگر ہر بار ناکام ہو چکی ہے۔''

''وہ مقدر کے حصار سے نکل نہیں پا رہی ہے اس حصار میں صرف تم ہی اس کے نام ہو چکے ہو۔ بائی دا وے وہ کہاں ہے؟''

''پچھلی رات تک پیرس میں تھی۔ اب اپنا روپ اور اپنی جگہ بدل چکی ہوگی میں یہاں سے جا رہا ہوں مگر اسے تلاش نہیں کروں گا۔ تقدیر کا تماشا دیکھتا رہوں گا کہ وہ کس طرح میری زوجیت میں آئے گی؟''

میں اعلیٰ حضرت کی ہدایت کے مطابق اسی دن ادارے سے باہر چلا گیا۔

☆☆☆

کاہنہ نے یہ دیکھا تھا کہ میں پیرس میں ہوں۔ اس لیے وہ مجھ سے ہزاروں میل دور لکھنؤ چلی آئی۔ اس نے پراسرار علم کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ نواب امجد علی شاہ کی صاحبزادی کو چیچک ہوگئی ہے۔ اسے شہر سے دور قرنطینہ میں رکھا گیا ہے۔ وہاں دوسرے چھوت کے مریض بھی تھے۔ ان کے رشتے داروں کو بھی قرنطینہ کی چھوٹی سی عمارت میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ وہاں صرف ایک ادھیڑ عمر کی عورت اور ایک مرد ان مریضوں کی خدمت کے لیے آتے جاتے رہتے تھے۔

نواب امجد علی شاہ کی صاحبزادی کا نام شہناز بانو تھا۔ کاہنہ اس کے متعلق اہم معلومات حاصل کرتی رہی۔ اسی دوران اس کا انتقال ہو گیا۔ قرنطینہ کی بوڑھی ملازمہ اور ملازم اس کی موت کی اطلاع دینے کے لیے دفتری کمرے میں فون کے پاس آئے تو وہاں شہناز بانو کو زندہ اور صحت مند دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس کے چہرے پر چیچک کے داغ بھی نہیں تھے۔

وہ ان دونوں کے سامنے نوٹوں کی گڈیاں رکھتے ہوئے بولی۔ ''یہ دو لاکھ روپے ہیں۔ میرے رازدار بن کر رہو گے تو اس سے بھی زیادہ دوں گی۔''

وہ دونوں راضی ہو گئے۔ انہوں نے کاہنہ کے حکم کے مطابق شہناز بانو کی لاش کو رات کی تاریکی میں دور لے جا کر جلا ڈالا پھر فون پر ڈاکٹر اور نواب صاحب کو اطلاع دی کہ شہناز بانو صحت یاب ہو چکی ہے اور قرنطینہ سے جانا چاہتی ہے۔

ڈاکٹر اور نواب صاحب اپنے رشتے داروں کے ساتھ وہاں آئے۔ انہوں نے حیرانی سے دیکھا کہ وہ مکمل طور سے صحت یاب ہو چکی تھی۔ چہرے پر ایک ذرا سا بھی داغ دھبا نہیں رہا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے چھٹی دے دی۔ نواب امجد علی شاہ اسے اپنی حویلی میں لے آئے۔ بیٹی کی صحت یابی کی خوشی میں خوب جشن منانے لگے۔ کاہنہ ایسے معزز خاندان میں ایسے ٹھوس ثبوت کے ساتھ شہناز بانو بن گئی تھی کہ کوئی دشمن اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ نیا روپ اور نیا مقام حاصل کرنے کے دوران اہم معاملات سے بھی نمٹتی رہی تھی۔ سب سے اہم معاملہ یہ تھا کہ اس نے پُراسرار فولادی قوتیں رکھنے والے برائٹ موسس کو چیلنج کیا تھا۔ آیندہ اس سے محتاط رہنا اور اپنے مقابلے میں اسے کمزور بنائے رکھنا ضروری ہو گیا تھا۔

دوسری طرف برائٹ موسس اس کی مخالفت سے پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے تمام بڑے ممالک کے اکابرین کو یہودیوں اور عیسائیوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا تھا۔ کاہنہ اور سیاروں والوں سے بھی اتحاد قائم ہو گیا تھا۔ اب سے پہلے

مسلمانوں کے خلاف اتنی بڑی متحدہ تنظیم قائم نہیں ہوئی تھی۔ انہیں یقین تھا کہ دنیا کی تمام طاقتیں بابا صاحب کے ادارے کو ایک ہی پھونک میں اڑا دیں گی۔ ایسے میں کاہنہ اس عظیم اتحاد کو توڑنے کی بات کہہ چکی تھی۔

اس رات برائٹ موسس نے دوسری بار اس سے فون پر رابطہ کیا۔ اس نے پھر یہ کہہ کر فون بند کر دیا کہ وہ چوبیس گھنٹے بعد اس سے بات کرے گی۔ اس سے پہلے وہ موبائل فون اسے مردہ ملے گا۔ وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ کاہنہ نیا روپ بدلنے اور روپوش ہونے کے لیے چوبیس گھنٹوں تک لاپتا رہے گی۔

وہ اپنے ہتھکنڈوں سے باز آنے والا نہیں تھا۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا لہٰذا کتنے ہی پُراسرار علوم کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ وہ کہاں گئی ہو گی؟ کس روپ میں ہو گی اور کیا کر رہی ہو گی؟

لیکن وہ اب اس کے جال میں پھنسنے والی نہیں تھی۔ اس نے پہلے ہی خود پر ایسا عمل کیا تھا۔ اپنے اطراف ایسا نادیدہ حصار باندھ لیا تھا کہ برائٹ موسس کسی بھی پُراسرار علم کے ذریعے اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

کاہنہ نے ایشورارا سے رابطہ کیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''میں نے پیشوائے اعظم برائٹ موسس کی تعریفیں کی تھیں لیکن اب حقیقت معلوم ہوئی ہے کہ وہ اوّل درجے کا مکار اور فریبی ہے۔ ہمارے ذریعے کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد پوری دنیا میں یہودیوں کی حکومت قائم کرے گا اور ہمیں اقتدار سے الگ کر دے گا۔''

ایشورارا نے جواباً لکھا۔ ''یہ اچھا ہوا کہ وقت سے پہلے اس کی بدنیتی معلوم ہو گئی۔ مجھے یہ بتا کہ تُو اس کے خلاف کیا کرنا چاہتی ہے اور میں تیرے لیے کیا کر سکتا ہوں؟''

''یوں سمجھ لے کہ ہم دونوں اس کی متحدہ تنظیم سے الگ ہو چکے ہیں۔ اس طرح ان کی آدھی سے زیادہ طاقت ختم ہو چکی ہے۔''

''بے شک، تیری پُراسرار قوتوں اور ہماری غیر معمولی مشینوں کے بغیر وہ بابا صاحب کے ادارے کو چیلنج نہیں کر سکیں گے۔''

''میں تجھے یہ سمجھانا چاہتی ہوں کہ وہ تیری مشینوں سے کام لینے کے لیے تجھ سے جھوٹے وعدے کریں گے۔ تجھے پوری دنیا پر حکمرانی کے سبز باغ دکھائیں گے۔ کیا ایسے وقت تُو ان کے فریب میں آ جائے گا؟ میرا ساتھ چھوڑ دے گا؟''

''میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ تیرا پجاری ہوں۔ آخری دم تک تیری پوجا کرتا رہوں گا۔ ہم ان کے خلاف زبردست منصوبہ بنائیں گے۔''

''میں سب سے پہلے برائٹ موسس کو کمزور بنا کر کچل دینا چاہتی ہوں۔ یہ سوچ کہ اس سلسلے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ میں بھی سوچ رہی ہوں۔ ہماری دنیا کے وقت کے مطابق بیس گھنٹے بعد تجھ سے رابطہ کروں گی۔''

وہ رابطہ ختم کر کے سوچنے لگی۔ جب ایشورارا اپنی غیر معمولی مشینیں لائے گا تو انہیں مندر سے دور جنگل میں چھپا دیا جائے گا۔ یہ بات وہ برائٹ موسس کو بتا چکی تھی۔ اب پچھتا رہی تھی کہ یہ راز اسے کیوں بتا دیا؟

یہ اندیشہ تھا کہ جب وہ مشینیں اس کے کام نہیں آئیں گی تو وہ بڑے ممالک کی فوج کو وہاں پہنچائے گا۔ شیر اور چیتوں کے خوف سے فوجی اگر زمینی راستے سے نہیں آئیں گے تو فضائی حملے کریں گے۔ پاتال میں چھپی ہوئی مشینوں کو بمباری کے ذریعے تباہ کر دیں گے۔

وہ مشینیں بہت اہم تھیں۔ ان کی تباہی سے ایشورارا بے دست و پا ہو جاتا۔ اس کی کمزوری کاہنہ کو کمزور بنا دیتی لہٰذا سب سے پہلے ان مشینوں کے لیے حفاظتی انتظامات لازمی تھے۔ انہیں اب اس جنگل میں چھپانا مناسب نہیں تھا۔ کوئی دوسری محفوظ جگہ تلاش کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

جب ایشورارا سے دوبارہ رابطہ ہوا تو کاہنہ نے یہ مسئلہ پیش کیا۔ اس نے کہا۔ ''میرے ایک ماتحت جوجو نے پہلی بار اس دنیا میں آتے ہی بڑے ممالک کے بے شمار اکابرین کو اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا تھا۔ اس بار میرے درجنوں ماتحت ارضی دنیا میں آئیں گے۔ وہ سب ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے تمام اکابرین کو اپنا تابع دار بنائیں گے تو ہمیں وقت سے پہلے ہی ان کے ذریعے پتا چل جائے گا کہ وہ ہماری مشینوں کو تباہ کرنے کے لیے کیسی پلاننگ کر رہے ہیں؟''

کاہنہ نے خوش ہو کر کہا۔ ''تمام بڑے ممالک کے اعلیٰ حکام ہمارے زیر اثر رہیں گے تو ان میں سے کسی بھی ملک کی فوج میرے مندر اور جنگل کی طرف نہیں آئے گی۔ تُو نے میری فکر اور اندیشوں کو ختم کر دیا ہے۔''

''ہمارے سیارے والے مادہ پرست ہیں۔ روحانیت کو نہیں مانتے۔ اگر انہوں نے کسی عمل سے میری بیٹی اور بیٹے کے دماغوں کو لاک کر دیا ہے اور باپ کو اپنے بچوں سے دور کر دیا ہے تو وہ اپنے عمل کو روحانیت کہہ سکتے ہیں لیکن میں اسے جادو کہتا ہوں۔ ہم سیارے والے سب سے پہلے بابا

صاحب کے جادوگروں سے نمٹنا اور انہیں نابود کرنا چاہتے ہیں۔''

''بے شک، میں بھی یہی چاہتی ہوں۔''

''مگر اس کے لیے بڑے ممالک کے اکابرین سے اتحاد لازمی ہے۔ ہم تمام دنیا کی طاقتوں کو متحد کر کے بابا صاحب کے ادارے کو ختم کر سکتے ہیں۔''

''کیا تُو برائٹ موسس سے اتحاد رکھنا چاہتا ہے؟''

''نہیں... تمام اکابرین ہم سے اتحاد چاہیں گے تو ہم ان سے متحد ہونے کی یہ شرط رکھیں گے کہ برائٹ موسس کو متحدہ تنظیم سے خارج کر دیا جائے۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''شاباش! تُو سیاسی چالیں جانتا ہے۔ برائٹ موسس کو متحدہ تنظیم سے نکال کر اسے تنہا کر کے ہم اس کا سر کچل سکتے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''تجھے یہ اندیشہ ہے کہ متحدہ تنظیم کے اکابرین بابا صاحب کے ادارے کو نابود کر کے تمام اسلامی حکومتوں کو ختم کر کے پوری دنیا کے حکمران بن جائیں گے پھر ہمیں دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکیں گے..؟ نہیں، کیونکہ تمام اکابرین ہمارے معمول اور تابع دار ہوں گے۔ ہم پوری دنیا پر حکومت کریں گے اور وہ ہمارے زیر اثر رہا کریں گے۔''

اگلے چار ماہ میں انہیں جو کرنا تھا اس کی بڑی ٹھوس پلاننگ ہو رہی تھی۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو کاہنہ اور ایشورارا کا پلڑا بھاری تھا۔ ابھی متحدہ تنظیم بننے نہ پائی تھی کہ ٹوٹنے اور بکھرنے لگی تھی۔ دوسری طرف برائٹ موسس چند اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کے ساتھ ایک خفیہ میٹنگ میں مصروف تھا۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''کاہنہ آپ سے بدظن کیوں ہو گئی ہے؟''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''میں بھی جانتا ہوں وہ بھی جانتی ہے کہ فرہاد کے ساتھ جسمانی تعلق رکھے گی تو ایک آدھ برس میں مر جائے گی۔ فرہاد بھی موت کے قریب پہنچ جائے گا۔ کیا تم سب نہیں چاہتے کہ وہ دونوں جلد مر جائیں؟''

سب نے کہا کہ بے شک، وہ یہی چاہتے ہیں۔ اس نے کہا۔ ''اس مقصد کے لیے میں نے دونوں کو دھوکے سے ملانا چاہا تاکہ ان کے درمیان جسمانی تعلق قائم ہو جائے لیکن میرا فراڈ کاہنہ کو معلوم ہو گیا۔ اب وہ میری دشمن بن کر ہماری متحدہ تنظیم سے الگ ہونے کی دھمکی دے چکی ہے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''اس سے علیحدگی کا مطلب یہ ہو گا کہ ایشورارا بھی ہماری تنظیم میں نہیں رہے گا؟''

''ہاں، وہ کاہنہ کا پرستار ہے۔ اس کی حمایت کرے گا۔ ان حالات میں یہ سمجھنا چاہیے کہ آئندہ کیا ہو سکتا ہے؟''

ایک نے کہا۔ ''سیارے والوں نے پچھلی بار ہمارے دماغوں کو اپنی گرفت میں رکھا تھا۔ وہ لوگ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ تمام اہم اکابرین ان کے زیر اثر آ گئے تھے۔''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''آئندہ وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ آج سے میں ہر ملک کے اہم اکابرین پر عمل کر کے ان کے دماغوں کو لاک کرتا رہوں گا۔ ان اکابرین کے بیوی بچوں کے دماغ بھی مقفل ہو جائیں گے۔ سیارے والے کسی کے بیوی بچوں کو کمزور بنا کر بھی ہمیں مجبور نہیں کر سکیں گے۔''

''وہ ٹریننگ مشین کے ذریعے ہمارے اہم افراد تک پہنچ جائیں گے۔''

''وہ پہنچ کر کیا بگاڑ لیں گے؟ ہمارے اکابرین کے دماغ مقفل رہیں گے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے نہیں آ سکیں گے۔ جسمانی طور پر آ کر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکیں گے۔ اول تو وہ تعداد میں کم ہوں گے۔ دوئم یہ کہ ہماری سکیورٹی بہت مضبوط ہو گی۔''

''آپ بے شمار دماغوں کو کب تک لاک کر سکیں گے؟''

''کاہنہ نے بتایا تھا کہ ان کی مشینیں چھ ماہ میں تیار ہوں گی۔ دو ماہ گزر چکے ہیں۔ باقی چار ماہ میں چار سو اکابرین کو اور ان کے بیوی بچوں سمیت تحفظ دے سکوں گا۔''

''پھر تو ہم اس پہلو سے مضبوط رہیں گے۔ سیارے کے لوگ اپنی ٹیلی پیتھی اور غیر معمولی مشینوں کے ذریعے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم آپ کی روحانی قوتوں کے معترف ہیں۔ آپ پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ اب کاہنہ سے بات کرنی چاہیے۔ اگر وہ ہم سے متحد رہنے کے لیے راضی ہو گی تو ہماری متحدہ تنظیم اور مضبوط ہو جائے گی۔''

برائٹ موسس نے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا اور فون کے وائڈ اسپیکر کو آن کر دیا۔ دوسری طرف سے کاہنہ کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو فراڈ پیشوا! کیا کہنا چاہتا ہے؟''

وہ بولا۔ ''یہاں کئی ممالک کے اکابرین موجود ہیں۔ ہماری باتیں سن رہے ہیں۔ اگر اپنی زبان دُرست رکھے گی تو کچھ اہم باتیں ہو سکیں گی۔''

''میں تمام اکابرین کی عزت کرتی ہوں مگر تُو عزت کے قابل نہیں ہے۔ کسی اعلیٰ حاکم یا اعلیٰ افسر کو ریسیور دے پھر میں مہذب انداز میں گفتگو کروں گی۔''

موسس نے ایک اعلیٰ افسر کو ریسیور دے دیا۔ اس افسر نے کہا۔ ''تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ محترم برائٹ موسس ہمارے پیشوائے اعظم ہیں لہٰذا ہمارے درمیان جو گفتگو ہو اس میں ان کا ذکر نامناسب الفاظ میں نہ کرنا۔ ہم جانتے ہیں، تو ان سے کس لیے ناراض ہے؟ ہم چاہتے ہیں، کسی بھی طرح تیری ناراضی دور ہوجائے اور ہمارا مضبوط اتحاد قائم رہے۔''

اس نے کہا۔ ''اپنے پیشوا کو متحدہ تنظیم سے نکال دو۔ تب مجھ سے اور سیارے والوں سے اتحاد ہو سکے گا۔''

''پیشوائے اعظم ہماری تنظیم کی بنیاد ہیں۔ ہماری جان ہیں۔ ہم اپنی جان نہیں نکالیں گے۔''

''تو پھر جہنم میں جاؤ۔''

''تم بہت ہی بدتمیز عورت ہو۔ آخر کس کے بل بوتے پر یہ غرور دکھا رہی ہو؟ کیا تم پر آفت آئے گی تو سیارے والے تمہیں بچانے آئیں گے؟''

''میں کسی کی محتاج نہیں ہوں۔ اپنی حفاظت کرنا جانتی ہوں۔''

''تو پہلے اپنے مندر کی حفاظت کرو۔ وہ کل تک کھنڈر بن جائے گا۔''

وہ بڑے اعتماد سے بولی۔ ''کل تو بہت دور ہے۔ ابھی دیکھو کہ کیا قیامت آتی ہے؟''

یہ کہتے ہی اس نے اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا کرسی سے نیچے گر پڑا۔ دوسرے اکابرین پریشان ہوکر اسے دیکھنے لگے۔ برائٹ موسس نے ریسیور لے کر کہا۔ ''یہ کیا حماقت کررہی ہے؟ کیا اس طرح اپنے مندر کو تباہی سے بچالے گی؟''

وہ بولی۔ ''میں فی الحال دس اکابرین کے اندر جاکر انہیں دماغی مریض بنا سکتی ہوں پھر ان کے ذریعے دوسرے تمام اکابرین تک پہنچ سکتی ہوں۔ میرے مندر کی طرف رُخ کرنے والے اپنے اپنے گھروں میں ماتم کرتے دکھائی دیں گے۔''

''ٹھیک ہے، میں مانتا ہوں، تُو ایسا کرسکتی ہے۔ ہم اپنے الفاظ واپس لیتے ہیں۔ تیرے مندر پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔''

''پھر میں بھی کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔''

کاہنہ نے رابطہ ختم کردیا۔ موسس اس اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر ایک عمل کے ذریعے اسے آرام پہنچانے لگا۔ وہ ایک منٹ بعد ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس پیشوا نے کہا۔ ''اس نے تمہیں تکلیف پہنچائی، میں نے آرام پہنچایا۔ ابھی اسے چیلنج نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جیسا میں کہہ چکا ہوں۔ اس کے مطابق آپ سب کو تحفظ دوں گا۔ اس کے بعد ہی اس سے نمٹا جاسکے گا۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''آپ آج ہی سے ہم سب پر عمل کرنا شروع کردیں۔ ہم تو سیارے والوں کی ٹیلی پیتھی سے پریشان تھے۔ ان کے آنے سے پہلے یہ چڑیل عذاب جاں بن رہی ہے۔''

موسس نے کہا۔ ''یہ عارضی پریشانیاں ہیں۔ چند دنوں میں آپ سب کو تحفظ حاصل ہوجائے گا۔ ابھی اس کاہنہ کو خوش فہمی میں مبتلا رہنا چاہیے۔ جلد ہی اسے معلوم ہوجائے گا کہ میں نے اس کے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو ناکارہ بنا دیا ہے۔''

ادھر کاہنہ چاہتی تھی کہ فون کا رابطہ ختم کرکے کسی اعلیٰ افسر کے اندر پہنچے اور ان سب کی گفتگو سنتی رہے لیکن وہ شہناز بانو کی حیثیت سے ایک شاندار حویلی میں پہنچی ہوئی تھی۔ قرنطینہ سے صحت یاب ہوکر آئی ہوئی تھی۔ اس لیے کتنے ہی رشتے دار اس سے ملنے اور باتیں کرنے آتے تھے۔ ان سب سے دامن بچانے کے لیے اس نے دماغی کمزوری کا بہانہ کیا تھا۔ یہ ظاہر کررہی تھی کہ متعدی مرض کے باعث اس کا حافظہ کمزور ہوگیا ہے۔ وہ کسی کو پہچان نہیں پارہی ہے۔ اپنے کمرے میں زیادہ سے زیادہ تنہا رہنا چاہتی ہے۔

وہاں پہنچ کر اس نے شہناز کے ماں باپ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ انہیں اپنا تابع دار اور ہمنوا بنا لیا تھا۔ انہوں نے تمام رشتے داروں سے کہہ دیا تھا کہ جب تک اس کی یادداشت بحال نہیں ہوگی۔ کوئی اس سے ملنے نہیں آئے گا۔ اس طرح وہ اپنی خواب گاہ میں تنہا رہ کر خیال خوانی کے ذریعے اپنے اہم معاملات سے نمٹتی رہتی تھی۔

اسے معلوم ہوا کہ ایک خوبرو شخص سے اس کا نکاح ہوچکا ہے مگر ابھی رُخصتی نہیں ہوئی ہے۔ اس کا نام اعظم ہمدانی ہے۔ اگرچہ وہ کچھ عمر رسیدہ ہے مگر بہت ہی دولت مند ہے۔

اندھا کیا چاہے؟ دو آنکھیں...

وہ تو چاہتی تھی کہ اس کی زندگی میں کوئی مرد آئے تاکہ میرے آنے کا چانس ختم ہوجائے۔ اور وہ اپنے خاندانی دستور کے مطابق جلد سے جلد ایک بیٹے کی مان بن جائے۔

اس نے الماری سے البم نکال کر تمام رشتے داروں کی تصویریں دیکھیں۔ ان میں اعظم ہمدانی کی بھی تصویر تھی۔ وہ تصویر کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔

سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ وہ عمر رسیدہ شوہر صحت مند اور شادی کے قابل ہے یا نہیں؟

چور خیالات جو دماغ کی تہ میں چھپے ہوتے ہیں۔ وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ پتا چلا کہ وہ چالیس برس کا ہے مگر کمزور اور بیمار نہیں ہے۔ قدآور پہلوان ہے۔ کروڑپتی ہے۔ اس کی زمین جائداد دیکھ کر ہی نواب امجد علی شاہ نے اپنی بیس برس کی بیٹی کو اس سے منسوب کیا تھا۔

اس حد تک معلوم کرنے کے بعد اس سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اعظم ہمدانی دور کے رشتے سے اس کا کزن تھا۔ حویلی میں آتا جاتا رہتا تھا۔ ان دنوں کلکتہ گیا ہوا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ شہناز قرنطینہ سے واپس آگئی ہے۔ کاہنہ نے اس کے اندر سوچ پیدا کی۔ ''مجھے شہناز کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔''

اس کی سوچ نے جواباً کہا۔ ''آہ...! میری شہناز قرنطینہ میں ہے۔ وہاں اس سے فون پر بات نہیں ہوسکے گی۔ میں پرسوں لکھنؤ پہنچتے ہی سب سے پہلے قرنطینہ جاؤں گا۔ ڈاکٹر ملنے کی اجازت نہیں دے گا تو رشوت دے کر اپنی شہناز تک پہنچوں گا۔''

کاہنہ نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''اتنی محبت ہے، اس کے لیے اتنا تڑپ رہا ہوں تو آج ہی کسی فلائٹ سے مجھے وہاں جانا چاہیے۔''

وہ کسی کاروباری معاملے میں اُلجھا ہوا تھا مگر کاہنہ نے اس کے اندر ملنے کی ایسی شدت پیدا کی کہ اس نے شام کی ایک فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ او کے کرالی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتی رہی۔ اس کے اندر اپنی محبت اور اپنی طلب شدت سے پیدا کرتی رہی۔ وہ دیوانہ ہورہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ''پتا نہیں کیوں، اُمڈ اُمڈ کر آنے والے بادلوں کی طرح وہ یاد آتی چلی جارہی ہے؟''

اس نے حویلی کے فون نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر شہناز کی والدہ نے خوش ہوکر کہا۔ ''مبارک ہو، شہناز پوری طرح صحت یاب ہوکر گھر آگئی ہے۔ ہم تمہیں فون پر بتانا چاہتے تھے مگر رابطہ نہیں ہورہا تھا۔''

اس نے کہا۔ ''میرا فون کہیں گم ہوگیا ہے۔ میں اب اس نئے فون سے بول رہا ہوں۔ کیا شہناز سے بات کرسکتا ہوں؟''

''ہاں، ضرور کرسکتے ہو مگر بیٹے بیماری کے باعث اس کا حافظہ ذرا کمزور ہوگیا ہے۔ وہ کچھ کچھ بھول گئی ہے۔ ہم یاد دلاتے ہیں تو اسے یاد آجاتا ہے۔ اس کا فون نمبر نوٹ کرو۔''

کاہنہ اس کے اندر رہ کر اس کی بے تابی دیکھ رہی تھی اور خوش ہورہی تھی۔ اسے اپنے فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے کال ریسیو کرکے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو، کون....؟''

وہ بڑے ہی جذباتی انداز میں بولا۔ ''آپ نقار خانے میں بھی ہماری آواز سن لیتی ہیں اور پہچان لیتی ہیں۔''

وہ بولی۔ ''ہمیں افسوس ہے۔ حافظے کی کمزوری شرمندہ کرتی ہے۔ ہم کسی کو فوراً ہی پہچان نہیں پاتے۔''

''آپ کو شرمندہ نہیں ہونا چاہیے۔ چچی جان نے ہمیں سب کچھ بتا دیا ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی آپ کی یادداشت بحال ہوجائے گی۔''

''شکریہ، آپ بہت اچھے ہیں۔ ہمیں حوصلہ دے رہے ہیں مگر آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا؟''

''آپ کے اس دیوانے عاشق کو اعظم ہمدانی کہتے ہیں۔''

وہ شرمانے کے انداز میں بولی۔ ''ہائے اللہ! آپ ہیں...؟ ہائے! ہم کیا کریں...؟ ہمارا دوپٹا کہاں ہے؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''موبائل فون کی آنکھیں نہیں ہوتیں۔ ہم نہیں دیکھ رہے ہیں۔ آپ دوپٹے کے بغیر گفتگو جاری رکھ سکتی ہیں۔''

وہ اس انداز میں بولنے لگی جیسے دوپٹا اوڑھ رہی ہو۔ ''آں... ہاں... یہ مل گیا ہے۔ ذرا ایک منٹ... بس ابھی آئی۔ توبہ ہے یہ تو سر پر ٹھہرتا ہی نہیں ہے۔''

وہ سن رہا تھا اور ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''واقعی کم سن ہو۔ الہڑ اور نادان ہو۔ باخدا بہت ہی معصوم ہو۔ تم پر قربان ہوجانے کو جی چاہتا ہے۔''

وہ بے چارا نہیں جانتا تھا کہ کس بلا کو معصوم اور نادان کہہ رہا ہے؟ کاہنہ نے اپنی خواب گاہ میں بندرہ کر شہناز بانو کی ویڈیو فلمیں دیکھی تھیں۔ وہ حویلی میں اور شادی بیاہ کی تقریبات میں کس طرح اٹھتی بیٹھتی، چلتی پھرتی ہے اور کیسی نزاکت سے اور ناز و انداز سے بولتی ہے۔ اس کی وہ تمام ادائیں کاہنہ کے ذہن میں نقش ہوگئی تھیں۔

وہ اس شام سات بجے حویلی میں پہنچ گیا۔ ہونے والے داماد کا بڑی گرمجوشی سے خیر مقدم کیا گیا۔ وہاں پردے کا رواج تھا۔ چونکہ نکاح ہوچکا تھا۔ اس لیے بزرگوں اور رشتے داروں کی موجودگی میں انہیں ملنے اور باتیں کرنے کی اجازت تھی۔

جب اس سے سامنا ہوا تو کاہنہ اسے دیکھتے ہی اس کی

طرف مائل ہوگئی۔ وہ چالیس برس کا تھا مگر اسے عمر رسیدہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ قد آور اور باڈی بلڈر دکھائی دیتا تھا۔ کاہنہ اسے حاصل کرنے کے لیے مچل گئی۔ خیال خوانی کے ذریعے شہباز کے والدین اور اعظم ہمدانی کو اس بات پر مائل کرنے لگی کہ وہ دو چار دنوں میں ہی اسے دُلہن بنا کر اعظم کے حوالے کر دیں۔

اس خیال خوانی کے نتیجے میں سب ہی کے دماغوں میں وہی ایک بات پکنے لگی تو سب نے مان لیا مگر اتنی جلدی رُخصتی ممکن نہیں تھی۔ دور دراز کے رشتے داروں کو مدعو کرنا ضروری تھا۔ اس لیے دس دنوں کے بعد رُخصتی کی تاریخ مقرر کر دی گئی۔

☆☆☆

میں ایر پورٹ میں تھا۔ پیرس سے انڈیا کے شہر دہلی جا رہا تھا۔ وہاں ایک بک اسٹال پر کھڑا کوئی اچھا سا میگزین ڈھونڈ رہا تھا۔ دہلی میں الپا اور پارس تھے۔ وہاں ان کے قریب رہ کر کچھ وقت گزارنے کا ارادہ تھا۔ میری اپنی منزل کاہنہ تھی۔ مجھے خود اس منزل تک نہیں پہنچنا تھا اور میں راستہ بھی نہیں جانتا تھا۔ اس حسینہ کو پسند نہ کرنے کے باوجود یہ انتظار تھا کہ تقدیر مجھے کس طرح اس کے قریب پہنچائے گی؟

بک اسٹال کے اندر ایک آئینہ لگا ہوا تھا۔ میں نے یونہی نظریں اُٹھا کر دیکھا تو یوں لگا' وہ مجھے دیکھ رہی ہے۔ میں نے میگزین سے نظریں اُٹھا کر دوسری بار آئینے میں دیکھا۔ عورتوں اور مردوں کے ہجوم میں ایک حسینہ کھڑی مجھے تک رہی تھی۔ میں نے نظریں جھکا کر میگزین کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ ''یہ کون ہے؟ کیا ارادتاً دیکھ رہی ہے یا بے خیالی میں تک رہی ہے؟''

میں نے سر اُٹھا کر پھر آئینے میں دیکھا۔ وہ پلٹ کر جا رہی تھی۔ میں فوراً ہی ادھر گھوم گیا۔ وہ پلٹ کر جانے والی بھیڑ میں گم ہوگئی تھی۔ میری متلاشی نظریں ادھر ادھر دور تک دیکھ رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا' تقدیر کاہنہ سے آنکھ مچولی کھلا رہی ہے۔

انسانی نفسیات کے پیشِ نظر یہ کہا جا سکتا تھا کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی سے اجازت ملنے کے بعد وہ میری سوچ کا مرکز بن گئی تھی۔ کسی کی پرچھائیں بھی کاہنہ کی پرچھائیں لگتی تھی۔ اب خوامخواہ ہی میری نظریں اسے ڈھونڈنے لگتی تھیں۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ چشم زدن میں غائب ہونے والی وہ لڑکی کاہنہ ہی ہو سکتی ہے۔

میں نہیں جانتا تھا کہ کاہنہ لکھنؤ میں ہے۔ وہ جو کوئی بھی تھی۔ ایک گفٹ شاپ کے پیچھے چھپی ہوئی مجھے دیکھ رہی تھی۔ یہ معلوم کر کے خوش ہو رہی تھی کہ میری نگاہیں اسے تلاش کر رہی ہیں۔ وہ تو خوش ہو رہی تھی مگر میں اپنے آپ کو کوس رہا تھا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں کسی کو بھی کاہنہ کیوں سمجھ لیتا ہوں؟

میں نے مان لیا کہ وہ حقیقت نہیں تھی۔ میرا خیال تھی۔ صرف آئینے میں نظر آئی۔ اگر حقیقت ہوتی تو آئینے کے باہر بھی دکھائی دیتی۔ میں نے اسے ذہن سے جھٹک دیا۔ ایک میگزین خرید کر اپنا سفری بیگ اُٹھا کر بورڈنگ کارڈ لینے کی غرض سے جانے لگا پھر ایسے ہی وقت ٹھٹک گیا۔

وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر تھی۔ بڑے ہی ناز و انداز سے چلتی ہوئی لیڈیز واش روم کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے دروازے پر پہنچ کر ایک ذرا رک کر سر گھماتے ہوئے مجھے دیکھا پھر اندر چلی گئی۔ دروازے کو بند کر لیا۔ میں واش روم کی دیوار سے ٹیک لگا کر میگزین کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اس کی واپسی کا انتظار تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے؟ کیوں اپنی اداؤں سے مجھے اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے؟

وہ بہت خوش تھی۔ واش روم میں آ کر اس نے اپنے پرس میں سے موبائل فون نکالا پھر نمبر پنچ کرنے لگی۔ تقریباً دو ماہ پہلے وہ انگولا گئی تھی۔ وہاں اس نے مندر میں جا کر کاہنہ دیوی کے درشن کیے تھے۔ وہ اپنی آمدنی کے ذرائع پیدا کرنا چاہتی تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس کی زندگی میں کوئی لائف پارٹنر کب آئے گا؟

کاہنہ نے کہا تھا۔ ''تو بہت اچھی ہے۔ بہت خوبصورت ہے۔ میں جب بھی بلایا کروں۔ میرے پاس آ جایا کر۔ تیرے دن پھر جائیں گے۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ مجھے پسند کرتی ہیں اور مجھ سے بار بار ملنا چاہتی ہیں۔ کیا سچ مچ میرے دن پھر جائیں گے؟''

کاہنہ نے کہا۔ ''مجھ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ تیرا نام سندھیا ہے۔ تُو ماڈلنگ کرتی ہے۔ میں پیش گوئی کرتی ہوں' ایک ہفتے کے اندر تجھے ماڈلنگ کے سلسلے میں لاکھوں ڈالرز کی آفر ملے گی۔''

وہ اس کے قدموں کو چھو کر بولی۔ ''دیوی ماں کی جے ہو۔ میں بار بار آپ کے قدموں کو چھونے یہاں آیا کروں گی۔ پلیز، میرے لائف پارٹنر کے بارے میں کچھ بتائیں؟''

''اب سے تقریباً دو ماہ بعد وہ تیری زندگی میں آئے گا۔

میرا فون نمبر نوٹ کر اگر وہ نہ آئے تو فون پر مجھ سے رابطہ کرنا۔ میں اس لائف پارٹنر کو تیرے پاس بھیج دوں گی۔''

وہ کوئی سنجیدہ ہوئی نہیں تھی کہ کسی کے بارے میں پیش گوئی کرتی تو وہ پوری ہو جاتی۔ حقیقت یہ تھی کہ اس کے پاس ایک بہت بڑی کمپنی کا مالک آیا تھا۔ وہ کاہنہ کا عقیدت مند تھا۔ ایک نیا پروجیکٹ شروع کرنے سے پہلے اس کا آشرواد لینا چاہتا تھا۔ کاہنہ نے کہا تھا کہ وہ اپنے نئے پروجیکٹ میں کامیاب رہے گا۔

جب سندھیا سے ملاقات ہوئی تو کاہنہ اس سرمایہ دار کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ وہ ماڈلنگ کے لیے سندھیا کا انتخاب کرے گا اور اسے پچاس لاکھ ڈالرز دے گا تو اپنے پروجیکٹ میں ضرور کامیاب رہے گا۔

اس طرح ایک ہفتے کے اندر ہی سندھیا کو پچاس لاکھ ڈالرز کی بہت بڑی آفر ملی تو وہ خوشی سے نہال ہوگئی۔ اس نے فون کے ذریعے کہا۔ ''دیوی ماں کی جے ہو۔ آپ نے جو کہا تھا وہی ہوا۔ مجھے ایک بہت بڑی کمپنی سے ماڈلنگ کی آفر ملی ہے اور پچاس لاکھ ڈالرز مل رہے ہیں۔ میں آپ کے قدموں سے لپٹ کر اپنی خوشی کا اظہار کرنا اور آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔''

ان دنوں کاہنہ میرے اور ایشورارا کے معاملات میں اُلجھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں آج کل بہت مصروف ہوں۔ جب بھی مصروفیت کم ہوگی۔ تجھے اپنے پاس بلاؤں گی۔ جب دو ماہ بعد میری دوسری پیش گوئی پوری ہو تو مجھ سے ضرور رابطہ کرنا۔''

کاہنہ نے سوچا تھا کہ اس کی زندگی میں کوئی شخص نہیں آئے گا۔ وہ فون کرے گی تو وہ کسی بھی مرد کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کر کے اس کے پاس پہنچا دے گی۔ اس بات کو دو ماہ گزر چکے تھے۔ اتفاق سے ایئر پورٹ میں سندھیا کا دل مجھ پر آ گیا تھا۔ وہ دور ہی دور سے مجھے آزما رہی تھی کہ میں اس کی طرف مائل ہوتا ہوں یا نہیں؟

وہ نہیں جانتی تھی کہ میں اسے نہیں... کاہنہ کو تلاش کر رہا ہوں اور میری متلاشی نگاہیں اسے سمجھا رہی تھیں کہ میرا دل اس پر آ گیا ہے۔ اس نے واش روم کے دروازے کو ایک ذرا سا کھول کر دیکھا۔ میں ایک دیوار سے ٹیک لگائے میگزین کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ اسے پورا یقین ہو گیا کہ میں اس کی طرف کھنچا چلا آ رہا ہوں۔

اس نے موبائل فون کے ذریعے کاہنہ سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''دیوی ماں کی جے! آپ کی دوسری پیش گوئی بھی پوری ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ ایک خوبرو شخص میری طرف مائل ہو رہا ہے۔ میں آپ سے التجا کرتی ہوں۔ مجھے اس کے متعلق بتائیں، وہ شخص ایک اچھا اور سچا لائف پارٹنر ثابت ہوگا؟''

کاہنہ نے کہا۔ ''تو اس سے ملاقات کر اس سے باتیں کر۔ اس کے بعد میں کچھ بتا سکوں گی۔''

وہ بولی۔ ''میں واش روم میں ہوں۔ ابھی باہر جا کر اسے مخاطب کرتی ہوں۔''

وہ فوراً ہی واش روم کا دروازہ کھول کر باہر آئی۔ فون اس کے کان سے لگا ہوا تھا مگر میں وہاں نہیں تھا۔ اس نے دور تک نظریں دوڑائیں پھر شیشے کی دیوار کے اس پار دیکھا، میں بورڈنگ کارڈ حاصل کر رہا تھا۔ اس وقت کاہنہ سندھیا کے اندر رہ کر معلوم کر رہی تھی کہ وہ بھی اسی فلائٹ سے دہلی جا رہی ہے۔ اس نے فون پر کہا۔ ''کیا ہوا سندھیا...!''

وہ بولی۔ ''وہ بورڈنگ کارڈ لے کر جا رہا ہے۔ ابھی انڈیا کے شہر دہلی جانے والی فلائٹ کا اعلان ہوا ہے۔ شاید وہ اسی فلائٹ سے جا رہا ہے۔ میں بھی دہلی جا رہی ہوں۔''

''تو پھر جا اور بورڈنگ کارڈ حاصل کر۔ اس کے قریب ہی کوئی سیٹ حاصل ہوگی تو اس سے اچھی طرح باتیں کر سکے گی۔''

وہ فوراً ہی بورڈنگ کارڈ لینے وہاں پہنچ گئی۔ اس وقت تک میں وہاں سے جا چکا تھا۔ سندھیا نے کاؤنٹر پر کہا۔ ''ابھی جو صاحب یہاں سے گئے ہیں۔ میں ان کے برابر والی سیٹ چاہتی ہوں۔ وہ میرے کزن ہیں۔''

اسے میرے برابر والی سیٹ کا بورڈنگ کارڈ مل گیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی ویٹنگ روم میں آئی۔ وہاں مسافر فلائٹ کی روانگی کا انتظار کرتے تھے۔ جب انہیں کال کی جاتی تھی تو وہ جہاز میں جا کر بیٹھتے تھے اور بہت پہلے ہی کال کی جا چکی تھی۔ تمام مسافر جہاز میں جا رہے تھے اور میں بھی وہاں سے جا چکا تھا۔

کاہنہ نے سوچا تھا کہ جب سندھیا مجھ سے باتیں کرے گی تو وہ میری آواز سنتے ہی میرے اندر پہنچ جائے گی پھر میرے متعلق بہت سی معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے میری پوری ہسٹری بتائے گی۔

لیکن سندھیا کی بھاگ دوڑ کے باوجود ایسا نہیں ہو رہا تھا۔ نہ وہ مجھ سے بات کر پا رہی تھی اور نہ ہی کاہنہ مجھ تک پہنچ رہی تھی۔ میرے حالات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ

تقدیر ہم انسانوں کے ساتھ کیسے کھیل کھیلتی ہے؟ کسی کو کسی کے ساتھ عجیب انداز میں جوڑتی ہے اور کسی کو کسی سے توڑ کر جدا کر دیتی ہے۔ ہمیں معلوم نہیں ہوتا یا ہم غور نہیں کرتے کہ ہمارے ساتھ کس طرح کیا ہو چکا ہے؟ میرے حالات پر اس پہلو سے غور کیا جائے کہ مجھے ممبئی جانا چاہیے تھا۔ وہاں میری پوتی انوشے اور بیٹا پورس تھا۔

لیکن اس بار میں راستہ بدل کر دہلی جا رہا تھا۔ ارادہ بدلتا ہے تو راستے بدل جاتے ہیں۔ اس کے پیچھے کوئی مصلحت تھی' جو بعد میں ظاہر ہونے والی تھی۔ فی الحال تو میرے وہاں جانے کی دلیل یہ تھی کہ وہاں بھی میرے ہی خون کے رشتے تھے۔ میں کچھ روز الپا اور پارس کے قریب رہنا چاہتا تھا اگر ممبئی جاتا تو وہ نہ ہوتا جو اب دہلی جانے کے بعد ہونے والا تھا۔

میں انجان مسافر اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ جہاز پرواز کرنے والا تھا۔ اعلان کیا جا رہا تھا کہ مسافر اپنی اپنی سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔ ایسے ہی وقت سندھیا تیزی سے چلتی ہوئی آ کر میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا جسے اب تک دور ہی دور سے دیکھ کر تجسس میں مبتلا ہو رہا تھا، وہ اچانک ہی پاس آ کر بیٹھ گئی تھی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا اتفاقاً ہو جاتا ہے جبکہ مقدر کی باقاعدہ پلاننگ سے ایسا ہو رہا تھا۔

اس نے مسکرا کر مجھے دیکھا پھر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''ہائے...! میرا نام سندھیا ہے۔ میں دہلی جا رہی ہوں۔''

میں نے مصافحے کے لیے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ اندر سے ذرا لرز گئی۔ جذبات یہ تھے کہ ہونے والا لائف پارٹنر اس کا ہاتھ تھام رہا ہو۔ میں نے کہا۔ ''میرا نام شہزاد رضا ہے۔ میں بھی دہلی جا رہا ہوں۔''

اس نے بڑے ہی جذبے سے میرے ہاتھ کو تھام لیا تھا۔ دل کے کسی گوشے میں یہ بات تھی کہ پکڑ لیا ہے تو چھوڑنا نہیں چاہیے۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''مصافحہ ہو چکا ہے۔ کیا میرا ہاتھ واپس کرو گی؟''

وہ چونک کر میرے ہاتھ کو چھوڑتے ہوئے بولی۔ ''اوہ... سوری، یہ میری بری عادت ہے۔ جب سوچ میں گم ہوتی ہوں تو اپنے آپ کو بھول جاتی ہوں۔ ابھی میں اچانک کچھ سوچنے لگی تھی۔ سو سوری...''

میں نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ سیٹ بیلٹ باندھ لو۔''

طیارہ رَن وے پر دوڑ رہا تھا۔ وہ سیٹ بیلٹ باندھنے کے بعد پرس سے موبائل فون نکال کر رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ ''یہ کیا کر رہی ہو؟ پرواز کے دوران موبائل فون استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ پلیز، اسے پرس میں رکھ لو۔''

اس نے بے بسی سے فون کو دیکھا پھر اسے پرس میں رکھتے ہوئے سوچنے لگی۔ ''کیا کروں؟ یہ مجھ سے باتیں کر رہا ہے، مجھے دیوی ماں کو اطلاع دینی چاہیے مگر فون استعمال نہیں کر سکتی۔ کیا مصیبت ہے؟''

میں کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ میرے دل میں یہ بات تھی کہ یہ کاہنہ ہو سکتی ہے۔ روپ بدل کر دہلی جا رہی ہے۔ میں اس کے خیالات پڑھنا چاہوں گا تو یہ مجھے اپنے اندر محسوس کرتے ہی چونک جائے گی پھر میری اصلیت معلوم کرنا چاہے گی۔

پھر یہ سوچ پیدا ہوئی۔ ''میں نے خود کو شہزاد رضا کہا ہے۔ اگر یہ کاہنہ ہے تو میرے اندر آ کر چور خیالات کیوں نہیں پڑھ رہی ہے؟ کیا مجھے فرہاد کی حیثیت سے پہچان رہی ہے؟''

کاہنہ جانتی تھی کہ سندھیا جہاز کے اندر موبائل فون استعمال نہیں کر سکے گی لہٰذا وہ اس کے اندر آ گئی تھی۔ اس نے کاہنہ کی مرضی کے مطابق مجھ سے پوچھا۔ ''دہلی میں کہاں رہتے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''وہاں میرا کوئی مکان نہیں ہے۔ میں انڈیا کے بڑے بڑے شہروں میں گھومتے پھرتے جا رہا ہوں۔ دہلی کے کسی ہوٹل میں دو چار روز رہوں گا۔''

وہ بولی۔ ''ہوٹل میں رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہاں میرا اپنا اپارٹمنٹ ہے۔ میں تنہا رہتی ہوں۔ تم میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔''

میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے ساتھ...؟ نہیں۔ تمہارے ساتھ کیسے رہ سکتا ہوں؟ تم جوان عورت ہو۔ میں اپنی آبرو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔''

اس بات پر وہ ہنسنے لگی۔ ایسے وقت میں نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ بات سمجھ میں آ گئی۔ کاہنہ میرے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اسے یہی معلوم ہو رہا تھا کہ میرا نام شہزاد رضا ہے۔ میں ایک کروڑ پتی بزنس مین ہوں اور سیاحت کی غرض سے انڈیا جا رہا ہوں۔

پھر اس نے میری ہی سوچ اور لہجے میں کہا۔ ''یہ جو میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ بہت ہی حسین اور اسمارٹ ہے۔ مجھے اس سے شادی کر لینی چاہیے۔''

میں نے اپنی سوچ میں کہا۔ ''ہاں، بے شک یہ بہت ہی خوبصورت ہے۔ میرا دل اس پر آ گیا ہے۔ میں اس سے محبت کا اظہار کروں گا۔''

پیرس کے بنگلے میں جب کاہنہ کو یہ معلوم ہوا تھا کہ جسے وہ کنور پرتاب سنگھ سمجھ کر اپنے بیڈروم میں لے کر آئی ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور ہے تو اس نے اسے زخمی کیا تھا اور اس کے زخموں پر نمک چھڑکا تھا۔ اس پر تشدد کی انتہا کر دی تھی۔ اسے فرہاد سمجھ کر مار ڈالنا چاہتی تھی۔ پہلے اس نے مجھے کنور پرتاب سنگھ سمجھا تھا اور اب شہزاد رضا سمجھ کر پھر دھوکا کھا رہی تھی۔

یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ جس طرح وہ مجھ سے کترانے کے لیے کسی کنور پرتاب سنگھ کے ساتھ جسمانی رشتہ قائم کرنا چاہتی تھی۔ اسی طرح اب سندھیا بن کر شہزاد رضا کو پھانس رہی ہے۔ مجھے پورا یقین ہو گیا کہ میرے پاس بیٹھی ہوئی عورت کاہنہ ہی ہے۔ یہ نیا روپ اختیار کر کے میری زندگی میں آ رہی ہے اور دھوکا کھاتے ہوئے وہی کر رہی ہے جو تقدیر اس سے چاہتی ہے۔

میں نے بھی وہی کیا' جو وہ چاہتی تھی۔ اس کی طرف جھک کر بڑی لگاوٹ سے کہا۔ ''تم بہت خوبصورت ہو۔ میرا دل تم پر آ گیا ہے۔''

وہ ذرا شرماتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولی۔ ''تم میرے دل کی بات کہہ رہے ہو۔ میں تو پیرس ایئرپورٹ پر تمہیں دیکھتے ہی دل ہار گئی تھی۔''

میں نے کہا۔ ''آئی لو یو سندھیا...!''

وہ بولی۔ ''آئی لو یو ٹو... اب تو تم میرے ساتھ اپارٹمنٹ میں رہو گے؟''

وہ حسین تھی' جوان تھی اور اس میں بلا کی کشش تھی مگر میں بہت بدل چکا تھا۔ جوانی اور بے اعتدالی کا ایک دور گزر چکا تھا۔ اب نہ کوئی حسینہ مجھے اپنی طرف مائل کر سکتی تھی اور نہ ہی میں کبھی کسی حالت میں بہکنا چاہتا تھا۔

کاہنہ کی طرف اس لیے مائل ہو رہا تھا کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے مجھے اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کا مشورہ دیا تھا۔ میرے پاس بیٹھی ہوئی سندھیا اگر واقعی کاہنہ تھی تو میں باقاعدہ نکاح پڑھانے کے بعد اس کے ساتھ دن رات گزار سکتا تھا مگر اس سے پہلے پوری طرح یقین کرنا چاہتا تھا کہ وہ واقعی کاہنہ ہی ہے؟

سندھیا نے پوچھا۔ ''کس سوچ میں پڑ گئے؟''

میں نے کہا۔ ''آج رمضان کی پچیس تاریخ ہے۔ ہم مسلمان روزے رکھتے ہیں۔ عبادت کرتے ہیں۔ پرائی عورتوں سے دور رہتے ہیں۔ میں اگلے چار پانچ دنوں تک تمہارے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے نہیں رہ سکوں گا۔''

''کوئی بات نہیں... اس کے بعد تم میرے اپارٹمنٹ میں آؤ گے اور دن رات میرے ساتھ رہو گے؟''

اس وقت تک میں معلوم کر لیتا کہ وہ واقعی کاہنہ ہے یا نہیں؟ پھر اسی کے مطابق اس کے ساتھ رہتا یا پھر کترا جاتا۔ میں نے کہا۔ ''بے شک، اس کے بعد میں تمہارے ساتھ اپارٹمنٹ میں آ کر رہوں گا۔ بائی دا وے۔ کیا تم اس دنیا میں بالکل تنہا ہو؟''

''ہاں، میرے ماں باپ مر چکے ہیں۔ میری ماں ایک بہت مشہور ماڈل تھی۔ اس نے اپنے پیشے کے مطابق مجھے بھی تعلیم و تربیت دی۔ آج میں بھی ایک کامیاب ماڈل ہوں لیکن اس کامیابی کے پیچھے صرف میری ماں کا ہی نہیں' میری دیوی ماں کا بھی ہاتھ ہے۔''

''اچھا۔ تو تم ہندو ہو؟''

''نہیں.... میں کرسچن ہوں مگر دیوی ماں کو مانتی ہوں۔ وہ بہت پہنچی ہوئی دیوی ہیں۔ جو کہتی ہیں' وہ پورا ہو جاتا ہے۔ میں نے ان کے درشن کیے ہیں۔ وہ جلد ہی مجھے پھر درشن دینے کے لیے اپنے پاس بلائیں گی۔''

میں اس کی باتیں سن کر اُلجھ گیا۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا وہ دیوی ماں تم سے ملاقات کرتی ہے؟''

وہ بڑے فخر سے بولی۔ ''ہاں۔''

''کیا وہ تم سے باتیں بھی کرتی ہے؟''

''ہاں، شاید تم نے سنا ہو گا' انگولا میں گوانزا شہر سے چند میل کے فاصلے پر ایک گھنا جنگل ہے۔ وہاں ایک پرانے مندر میں وہ دیوی ماں ہزاروں برس سے زندہ ہے۔''

میں حیرانی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ وہ کاہنہ ہو کر خود اپنے ہی بارے میں بول رہی ہے یا وہ کاہنہ نہیں ہے؟ اس کی کوئی عقیدت مند ہے۔ اس لیے اس کی تعریفیں کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا۔ ''تم نے اس سے کہاں ملاقات کی تھی؟''

''اب سے دو ماہ پہلے ان کے مندر میں گئی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ ایک ہفتے کے اندر بہت بڑی کمپنی سے ماڈلنگ کی آفر ملے گی اور مجھے لاکھوں ڈالرز ملیں گے پھر دو ماہ بعد مجھے میری پسند کا لائف پارٹنر ملے گا۔''

وہ مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔ ''ان کی دونوں پیش گوئیاں درست ثابت ہوئی ہیں۔ مجھے ایک ہفتے کے اندر پچاس لاکھ ڈالرز ملے تھے اور یہ تو تم دیکھ رہے ہو' ٹھیک دو ماہ

بعد لائف پارٹنر کی حیثیت سے تم مجھے مل چکے ہو۔''

اس وقت ایئرہوسٹس شراب اور دیگر مشروبات کی ٹرالی لیے ہماری طرف آ رہی تھی۔ اس نے ہمارے قریب آ کر پوچھا۔ ''آپ کیا لینا پسند کریں گے؟''

میں نے سندھیا سے کہا۔ ''میں تم سے کہہ چکا ہوں۔ ہم مسلمان ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ شام سے پہلے نہ کچھ کھاؤں گا، نہ پیوں گا۔ تم جو چاہو پی سکتی ہو۔''

اس نے ایئرہوسٹس سے وہسکی کا ایک پیگ طلب کیا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ کوئی بھی نیلی پیتھی جاننے والا کسی نشے کو منہ نہیں لگاتا۔ ایئرہوسٹس ایک بڑا سا پیگ بنا کر اس کے سامنے رکھ کر دوسرے مسافروں کی طرف چلی گئی۔ اس نے پیگ اُٹھاتے ہوئے کہا۔ ''اگر اپنا ساتھی بھی پینے والا ہو تو مزہ دوبالا ہو جاتا ہے مگر تم مجبور ہو اور میں تمہارے مذہبی معاملے میں کچھ بول نہیں سکتی۔''

اس نے ''چیئرز'' کہہ کر اس جام کو منہ لگایا پھر ایک گھونٹ پیا۔ اس کے ساتھ ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ کاہنہ نہیں ہے اور میرا یقین درست نکلا۔ مجھے اس کی پوری ہسٹری معلوم ہو رہی تھی۔ کھودا پہاڑ نکلا چوہا.... خوامخواہ میں اتنا وقت ضایع کرتا رہا۔ وہ ایک عام سی عورت نکلی جس کا میرے معاملات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

ویسے اس سے مل کر اتنا تو معلوم ہوا کہ فون کے ذریعے کاہنہ اور اس کے درمیان رابطہ رہتا ہے۔ میں نے اس کا فون نمبر اچھی طرح یاد کر لیا۔ سندھیا کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ بھی دہلی پہنچ کر کاہنہ سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اسے بتانا چاہتی ہے کہ اس کی دوسری پیش گوئی بھی درست ثابت ہوتی ہے۔ شہزاد رضا اس کی طرف مائل ہو گیا ہے اور آئندہ اس کا لائف پارٹنر بننے والا ہے۔

جب وہ دہلی پہنچ کر امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر باہر آئی تو سب سے پہلے فون کے ذریعے کاہنہ کو مخاطب کیا۔ میں اس کے اندر موجود تھا۔ وہ خوش ہو کر اسے بتا رہی تھی کہ میں اس کا لائف پارٹنر بننے والا ہوں۔ وہ کاہنہ کی احسان مند تھی۔ بار بار اس کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔

اس نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''دیوی ماں! میں آپ کے قدموں میں آنا چاہتی ہوں۔ فار گاڈ سیک... مجھے بتائیں آپ کہاں ہیں؟ میں آپ سے کہاں مل سکتی ہوں؟''

''میں اپنے مندر میں نہیں ہوں۔ وہاں سے ہزاروں میل دور ہوں۔ فی الحال کسی سے مل نہیں سکتی۔''

''آپ نے پہلے بھی ملنے کی بات ٹال دی تھی جبکہ وعدہ کیا تھا کہ مجھے اپنے پاس بلائیں گی۔ دیوی ماں کو اپنا وچن نبھانا چاہیے۔''

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی پھر بولی۔ ''بے شک تُو دُرست کہتی ہے۔ مجھے اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے۔ جا... اپنے اپارٹمنٹ میں پہنچ۔ غسل کر کے فریش ہو جا اور پھر کھا پی کر سو جا۔ جب نیند سے جاگے گی تو میں تجھے اپنے پاس بلاؤں گی۔''

وہ خوش ہو کر اس کا شکریہ ادا کرتی رہی۔ اس کے گن گاتی رہی۔ میں نے سمجھ لیا کہ وہ اسے اپارٹمنٹ میں جا کر غسل کرنے اور سونے کا مشورہ کیوں دے رہی ہے؟ یقیناً نیند کی حالت میں اس پر تنویمی عمل کرنے والی ہے۔ میرا یہ اندازہ دُرست تھا یا نہیں؟ یہ مجھے ایک آدھ گھنٹے میں معلوم ہونے والا تھا۔

میں نے ایئرپورٹ سے ہی ایک رینٹیڈ کار حاصل کی پھر اسے اس کے اپارٹمنٹ میں پہنچا کر بولا۔ ''میں ہوٹل تاج محل میں رہوں گا۔ آج شام افطار کے بعد فون پر تم سے رابطہ کروں گا پھر ہم کہیں گھومنے پھرنے کا پروگرام بنائیں گے۔''

میں اسے وہاں چھوڑ کر ہوٹل تاج محل میں آ گیا۔ وہاں ایک کمرا حاصل کرنے کے بعد غسل کرنے لگا۔ اس دوران بار بار سندھیا کے دماغ میں جاتا رہا۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ہلکا پھلکا ناشتا کرنا چاہتی تھی۔ اس کے بعد سونے کا ارادہ تھا لیکن اسے جمائیاں آنے لگیں۔ میں سمجھ گیا کہ کاہنہ اس کے اندر موجود ہے۔ اسے اپنے مقصد کے لیے سلانا چاہتی ہے۔

وہ بیڈ پر آ کر لیٹتے ہی آنکھیں بند کر کے سو گئی۔ میں اس کے اندر موجود تھا۔ وہاں گہری خاموشی تھی۔ وہ نہ کچھ بول رہی تھی' نہ ہی کوئی عمل کر رہی تھی۔ شاید ٹوہ لے رہی تھی کہ وہاں اور کوئی موجود ہے یا نہیں؟ وہ پیرس سے یہاں تک میرے اور اس کے دماغ کو ٹٹولتی آئی تھی۔ میرے بارے میں یقین ہو گیا تھا کہ میں ایک سیدھا سادہ سا بیوپاری ہوں اور سندھیا سے عشق کرنے لگا ہوں۔

اسے سندھیا کی طرف سے بھی اطمینان تھا۔ وہ اسے پچھلے دو ماہ سے جانتی تھی۔ اس وقت بھی مطمئن ہو گئی کہ اس کے دماغ میں کوئی موجود نہیں ہے۔ تب وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ ''سندھیا....! تُو گہری نیند میں ہے۔ تیری آنکھیں بند ہیں اور تیرے کان دنیا کی کوئی آواز نہیں سن رہے ہیں۔ تُو صرف میری باتیں سن رہی ہے۔''

وہ جواباً بولی۔ ''ہاں، میں گہری نیند میں ہوں۔ نہ دنیا کو

دیکھ رہی ہوں۔ اور نہ ہی تیرے سوا کسی کی آواز سن رہی ہوں۔''

''میں تیرے دل و دماغ پر اور تیرے حواس پر چھا رہی ہوں۔ تُو اپنی ذات کو میری ذات میں گم کر رہی ہے۔ اپنے آپ کو بھول رہی ہے۔ اپنی قدر کھو کر میرے پاؤں کی دھول بن رہی ہے۔ آئندہ میری معمولہ بن کر رہے گی۔ میرے ہر حکم پر عمل کرے گی۔ میری تابع دار اور پجارن بن کر رہے گی۔''

وہ اپنے تنویمی عمل کے مخصوص طریقہ کار کے مطابق اسے اپنی معمولہ اور تابع دار بنا رہی تھی اور وہ بن رہی تھی پھر کاہنہ نے کہا۔ ''میرا پراسرار علم کہتا ہے' تُو نامعلوم طریقے سے میرے کام آ رہی ہے اور آئندہ بھی بہت کام آتی رہے گی۔''

بعض نجومی اور دوسرے غیر معمولی علوم جاننے والے اپنے ہی علم سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ علم کہتا کچھ ہے اور وہ سمجھتے کچھ ہیں۔ مقدر میں یہی لکھا تھا کہ وہ کسی نہ کسی ہیرا پھیری سے مجھے ملے گی' میری منکوحہ بنے گی اور اس کا علم کہہ رہا تھا کہ سندھیا نامعلوم طریقے سے اس کے کام آ رہی ہے اور آئندہ بھی کام آتی رہے گی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ سندھیا ہمارے مقدر کے مطابق اس کے کام آ رہی تھی اور آئندہ اسے میرے پاس پہنچانے والی تھی۔

چونکہ وہ اپنے پراسرار علوم کی رہنمائی کے مطابق سوچتی' سمجھتی' ان پر عمل کرتی اور ان کے مطابق زندگی گزارتی تھی لہٰذا اس نے یہی سوچا کہ سندھیا کو اس کے پاس آنا چاہیے۔ دس دن کے بعد وہ دُلہن بن کر رُخصت ہونے والی تھی۔ چار دن گزر چکے تھے۔ اب چھ دن رہ گئے تھے۔ یہ اندیشہ پیدا ہو رہا تھا کہ وہ دوبارہ سہاگ رات منانے کے سلسلے میں ناکام رہی ہے۔ تیسری بار بھی ایسا نہ ہو لہٰذا جب اس کا علم کہہ رہا ہے کہ سندھیا اس کے کام آنے والی ہے تو پھر اسے ضرور اپنے قریب بلانا چاہیے۔ شاید اس کی موجودگی سے نحوست دور ہو جائے اور وہ تیسری بار اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔

اس نے تنویمی عمل کے دوران اسے حکم دیا کہ وہ کل ہی اس کے پاس آئے گی۔ اس کے ساتھ چھ دن گزارے گی اور ساتویں دن واپس چلی جائے گی کیونکہ وہ دُلہن بن کر اپنے دولہے کی حویلی میں جانے والی ہے۔

دولہا یہاں بیٹھا ہوا تھا اور وہ وہاں کسی دوسرے دولہے کی بات کر رہی تھی۔ اسے بتا رہی تھی۔ ''میں لکھنؤ کی ایک بہت بڑی حویلی میں نواب زادی کی حیثیت سے ہوں۔ یہاں میرا نام شہناز بانو ہے۔ تُو مجھے دیوی ماں نہیں کہے گی۔ بلکہ ایک سہیلی بن کر میرے پاس آئے گی۔''

وہ اسے سمجھا رہی تھی کہ وہاں پہنچ کر سندھیا کو کس طرح لکھنؤی آداب کے مطابق اس کے ساتھ رہنا ہوگا؟ اس نے نواب امجد علی شاہ کی حویلی کا پتا بتایا پھر کہا۔ ''تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد لکھنؤ جانے والی فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ حاصل کر لے۔ کل میں تیرا انتظار کروں گی۔''

وہ نہیں چاہتی تھی کہ مجھ جیسا کوئی بھی دشمن سندھیا کو آلہ کار بنا کر اس کے قریب پہنچے لہٰذا اس نے مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ وہ ہر پہلو سے حفاظتی تدابیر پر عمل کر رہی تھی۔ اسے اچھی طرح اطمینان ہو گیا تھا۔ پوری طرح یقین ہو گیا تھا کہ میں سندھیا کو یا کسی کو بھی آلہ کار بنا کر اب اس کے قریب نہیں آ سکوں گا۔

میں نے بھی اطمینان کی سانس لی۔ میری تلاش ختم ہو چکی تھی۔ یہ سمجھ میں آ گیا تھا کہ تقدیر مجھے کس طرح اس کے قریب پہنچانے والی ہے؟ میں پانچوں وقت کا نمازی نہیں ہوں لیکن ماہ رمضان میں پورے روزے رکھتا ہوں اور پابندی سے پانچوں وقت کی نماز ادا کرتا ہوں۔ میں نے افطار کے بعد مغرب کی نماز ادا کی پھر ہوٹل سے نکل کر کار ڈرائیو کرتا ہوا سندھیا کے اپارٹمنٹ کے سامنے پہنچ گیا۔

وہ بہت خوش تھی۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد میرا ہی انتظار کر رہی تھی۔ کار میں آ کر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''فوراً کسی ٹریولنگ ایجنسی میں چلو۔ مجھے کل لکھنؤ جانا ہے۔ وہاں جانے والی فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کرنی ہے۔''

میں نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔ ''تم اچانک لکھنؤ کیوں جا رہی ہو؟''

وہ کاہنہ کی معمولہ بن چکی تھی۔ اس کے حکم کے مطابق بولی۔ ''وہاں میری ایک بہت ہی پیاری سہیلی ہے۔ اس کی شادی ہو رہی ہے۔ میرا جانا بہت ضروری ہے۔''

''کیا مجھ سے بھی زیادہ پیاری ہے؟ مجھے چھوڑ کر وہاں جا رہی ہے۔''

''میں ابھی تم سے یہی کہنے والی تھی کہ کسی طرح تم بھی میرے ساتھ چلو۔''

''میں تو انڈیا کے بڑے بڑے شہروں میں گھومنے آیا ہوں۔ لکھنؤ بھی جا سکتا ہوں لیکن تمہاری سہیلی کو اور اس کے رشتے داروں کو اعتراض ہو سکتا ہے؟''

''نہیں کیوں اعتراض ہوگا؟''

''سب ہی تم سے سوال کریں گے کہ میرا تمہارا کیا رشتہ ہے؟ تم کس رشتے سے میرے ساتھ لکھنؤ آئی ہو؟ ہم وہاں کسی ہوٹل میں رہیں گے۔ اگر تمہاری سہیلی کا تعلق کسی معزز خاندان سے ہے تو وہ ہماری دوستی پر اعتراض کریں گے۔''

وہ بولی۔ ''ہاں، میری سہیلی نواب امجد علی شاہ کی صاحبزادی ہے۔ وہ خاندانی لوگ ہیں۔ کسی رشتے کے بغیر ہم ساتھ رہیں گے تو سب ہی اعتراض کریں گے۔ کیوں نہ ہم جھوٹ کہہ دیں کہ ہماری شادی ہو چکی ہے۔ ہم میاں بیوی ہیں؟''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''میں خود کو بہت سچا نہیں کہوں گا۔ کبھی مصلحتاً جھوٹ بول لیتا ہوں لیکن ماہ رمضان میں بھولے سے بھی جھوٹ نہیں بولتا۔''

وہ مایوس ہو گئی۔ میں نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ تم کتنے دنوں کے لیے جا رہی ہو؟''

''میں آج سے ساتویں دن واپس آ جاؤں گی۔''

''تو پھر چھ دن کے لیے مجھے بھول جاؤ۔ میں ہرجائی نہیں ہوں۔ یہاں رہ کر تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا۔ ہم صبح و شام فون پر بات کریں گے اور آئندہ شادی کر کے ازدواجی زندگی گزارنے کی پلاننگ کرتے رہیں گے۔''

وہ سر ہلا کر بولی۔ ''ہاں، اس طرح مجھے اطمینان رہے گا۔ تم سے چھ دنوں کے لیے دور رہ کر بھی صبح و شام فون پر تمہاری آواز سنتی رہوں گی۔''

اس نے لکھنؤ جانے والی ایک فلائٹ میں سیٹ حاصل کر لی۔ اس کے بعد ہم نے رات کا کھانا کھایا۔ رات کو دہلی کے جن علاقوں میں رونق رہتی ہے۔ وہاں گھومتے پھرتے رہے۔ آدھی رات کے بعد وہ اپنے اپارٹمنٹ میں چلی گئی اور میں اپنے ہوٹل کے کمرے میں آ گیا۔ دوسرے دن صبح سے دوپہر تک اسی کے ساتھ وقت گزارتا رہا۔ اسے سی آف کرنے کے لیے ایرپورٹ گیا۔ جب وہ لکھنؤ کے لیے روانہ ہو گئی تو میں نے اطمینان کی سانس لی۔

میں نے یہ طے کر لیا تھا کہ دوسرے دن لکھنؤ جاؤں گا۔ کاہنہ سے ایک ہی بار رابطہ ہوا تھا۔ پیرس میں جہاں ڈینی زخمی ہوا تھا وہاں میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے نفرت کا اظہار کیا تھا۔ وہیں اس سے کچھ باتیں ہوئی تھیں۔ ابھی تک جسمانی طور پر آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔ میں لکھنؤ جا کر اسے دیکھ بھی سکتا تھا اور اس کی رُخصتی سے پہلے رنگ میں بھنگ بھی ڈال سکتا تھا۔

اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ کاہنہ کبھی آ کر میرے خیالات پڑھ سکتی ہے۔ یہ معلوم کر سکتی ہے کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟ چونکہ میرے چور خیالات اسے صحیح بات کبھی نہیں بتاتے تھے۔ اس لیے اسے یہی معلوم ہوتا کہ میں مسلسل دہلی میں ہوں اور سندھیا کی واپسی کا منتظر ہوں۔

میں ہوٹل میں واپس آ گیا۔ دروازے کو چابی سے کھولنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت پتا چلا، وہ پہلے سے ہی کھلا ہوا ہے۔ میں ایک دم سے محتاط ہو گیا۔ ایسے وقت میری پوتی انوشے کی آواز سنائی دی۔ ''گرینڈ پا! السلام علیکم، آپ اندر چلے آئیں۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

میں دروازہ کھول کر اندر آیا تو وہ دوڑتی ہوئی آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تم اچانک کیسے چلی آئی ہو؟''

وہ بولی۔ ''میں نے دیکھا' ایک بلا ٹل گئی ہے اور دوسری بلا تک پہنچنے کے لیے آپ کو میری ضرورت ہے۔ اس لیے چلی آئی۔''

میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیار سے کہا۔ ''اچھا تو تم اپنے دادا جان کی پوری خبر رکھتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''اعلیٰ حضرت نے مجھے اسی کام کے لیے ادارے سے باہر بھیجا تھا اور میں یہی کر رہی ہوں۔''

''میں تمہاری ماما اور پاپا (الپا اور پارس) سے ملنے یہاں آیا تھا مگر حالات کہیں سے کہیں لے جا رہے ہیں۔ کاہنہ کسی وقت بھی میرے دماغ میں آ سکتی ہے۔ اس لیے میں اپنے کسی رشتے دار سے مل نہیں سکتا۔ بائی دا وے۔ تم اس شہر میں کب آئیں؟''

''میں تو کل رات ہی یہاں پہنچ گئی تھی۔ ماما اور پاپا کے ساتھ ہوں۔ انہیں آپ کے تمام حالات بتا دیے ہیں۔ ان سے وعدہ کیا ہے کہ آپ آج رات ان کے گھر آئیں گے۔ میں آپ کو ان سے ملاؤں گی۔''

''اس کا مطلب ہے' میری پوتی پوری پلاننگ کے ساتھ آئی ہے کہ اب مجھے کیا کرنا ہے؟''

''آپ ابھی یہاں سے باہر نکلیں۔ اس شہر سے دور کسی ویرانے میں چلیں۔ اس کاہنہ کو یقین دلانا ہے کہ شہزاد رضا اس دنیا سے چل بسا ہے۔''

وہ میرا سفری بیگ اُٹھا کر میرے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔ ''آپ کا تمام سامان بکھرا ہوا تھا۔ میں نے اس میں رکھ دیا ہے۔ اب چلیں۔''

میں نے سفری بیگ اٹھایا پھر اس کے ساتھ ہوٹل سے

باہر آ گیا۔ ازل سے اب تک یہ ہوتا آیا ہے کہ بچے اپنے بزرگوں کی انگلی پکڑ کر چلتے ہیں۔ میری داستان کے اس موڑ پر یہ حقیقت بدل گئی تھی۔ میں اپنی بچی کی انگلی پکڑ کر شہر سے دور جا رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں لے جائے گی اور کیا کرے گی؟ میں فرہاد علی تیمور ایک نادان بچہ تھا اور وہ میری پوتی دادی اماں بنی ہوئی تھی۔

جب ہم دہلی شہر سے باہر نکلے تو رات کا اندھیرا پگھل رہا تھا۔ ہائی وے پر بیس کلومیٹر تک جانے کے بعد انوشے نے کہا۔ ''گاڑی کو دوسرے راستے پر لے چلیں۔''

دوسرے راستے پر گہری تاریکی تھی۔ صرف ہماری کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی سے دور تک اُونچی نیچی بنجر زمین دکھائی دے رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''تم چاہتی ہو کہ کاہنہ کو میری موت کا یقین ہو جائے تو پھر ابھی میں فون پر سندھیا سے بات کرتا ہوں۔''

میں نے گاڑی روک دی پھر اسے بتایا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں؟ اس نے میری باتیں سننے کے بعد کہا۔ ''ٹھیک ہے، سندھیا اس کاہنہ کے پاس پہنچ گئی ہے۔ آپ سے فون پر ہونے والی باتیں وہ بھی سنے گی۔ میں آپ کے اندر رہوں گی اور صحیح وقت پر آپ کو گولی کا نشانہ بناؤں گی۔''

میں نے سندھیا سے رابطہ کیا۔ وہ میری آواز سنتے ہی خوش ہو کر بولی۔ ''اوہ آئی لو یو۔ تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔ میرے بغیر نہیں رہ سکتے۔ میں ابھی یہاں پہنچی ہوں اس وقت تم کہاں ہو؟''

''میں شہر سے دور آؤٹنگ کے لیے نکلا ہوں۔ ہائی وے سے دور ایک راستے پر آیا تھا اور اب بھٹک گیا ہوں۔ یہاں سے تین چار راستے مختلف سمتوں میں گئے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا، مجھے کس سمت جانا چاہیے؟''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''یہ تم کہاں پہنچ گئے ہو؟ کب تک اندھیرے میں بھٹکتے رہو گے؟''

''تم فکر نہ کرو۔ میں راستہ ڈھونڈ لوں گا۔ نادان بچہ نہیں ہوں۔ تم نے تو مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ تمہاری یاد میں گم تھا، پتا ہی نہ چلا کہ کس راستے سے کس راستے پر پہنچ گیا ہوں؟''

وہ خوش ہو کر مسکراتے ہوئے بولی۔ ''محبت میں دیوانے ضرور بنو مگر گھر کا راستہ نہ بھولو۔ میں اپنی سہیلی کے پاس پہنچ گئی ہوں۔ یہ میرے پاس بیٹھی ہماری باتیں سن رہی ہے۔ یہاں شادی کی بڑی دھوم دھام ہے۔ بڑی چہل پہل ہے۔ بہت مزہ آ رہا ہے۔''

ایسے وقت انوشے نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے فائرنگ کی آوازیں سنیں۔ میں نے گھبرا کر کہا۔ ''یہ..... یہ کون لوگ آ رہے ہیں؟ اوہ گاڈ! میں..... میں کیا کروں؟''

سندھیا نے گھبرا کر پوچھا۔ ''کیا ہو گیا؟ یہ فائرنگ کی آواز کیسی ہے؟''

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسے ایک شخص کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''خبردار! اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ تمہارے پاس جو بھی نقدی ہے، جتنا قیمتی سامان ہے، ہمارے حوالے کر دو۔''

ادھر سے سندھیا نے پریشان ہو کر کہا۔ ''شہزاد! ان سے جھگڑا نہ کرو۔ وہ جو مانگتے ہیں۔ انہیں دے دو۔''

پھر وہ کاہنہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''شہزاد رضا بہت مصیبت میں ہے۔ پلیز اس کی مدد کریں۔''

کاہنہ اسی لمحے میرے دماغ میں آ گئی۔ انوشے نے اسے میرے اندر محسوس کرتے ہی فائرنگ کی ایک زوردار آواز پیدا کی۔ میں نے حلق پھاڑ کر ایک چیخ ماری پھر بالکل خاموش ہو گیا۔ انوشے نے اس طرح میرے دماغ پر قبضہ جمایا کہ کاہنہ کی سوچ کی لہریں باہر چلی گئیں۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچتی ہوئی نظروں سے سندھیا کو دیکھنے لگی۔

اس نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ میرا شہزاد خیریت سے تو ہے؟''

وہ ذرا پریشان ہو کر بولی۔ ''نہیں، کسی نے اسے گولی ماری ہے۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔''

اس نے شہزاد رضا کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس چلی آئیں۔ انوشے اسے سمجھا رہی تھی کہ شہزاد کا دماغ مردہ ہو چکا ہے۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ اس نے خیالی لٹیروں اور خیالی فائرنگ کی آوازیں پیدا کی تھیں۔ اس نے کاہنہ کو کسی گولی مارنے والے کی آواز سننے نہیں دی۔ اگر وہ سن لیتی تو اس آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچنا چاہتی لیکن اس سے پہلے ہی انوشے نے فائرنگ کی آواز پیدا کر کے شہزاد رضا کو مردہ بنا دیا۔

کاہنہ دماغی طور سے اپنی جگہ حاضر ہو گئی تھی۔ اس نے سندھیا کو ہمدردی سے دیکھتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''صبر کرو۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟''

''تمہارا وہ چاہنے والا اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ وہ مر چکا ہے۔''

سندھیا کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ کاہنہ نے فوراً ہی اس کے اندر پہنچ کر اسے قابو میں کرتے ہوئے کہا۔

''خبردار! یہاں ماتم نہ کرنا۔ یہ شادی کا گھر ہے۔''

وہ بولی۔ ''کس دل سے صبر کروں؟ مجھے ایک اچھا اور سچا چاہنے والا ملا تھا۔ ایسے لوگ کہاں ملتے ہیں؟''

''بہت ملتے ہیں۔ میں پھر تجھے ایسے ہی ایک چاہنے والے سے ملاؤں گی۔ کیا تجھے مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟''

وہ اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر بولی۔ ''میں سہیلی بن کر آئی ہوں مگر یہ کبھی نہیں بھولوں گی کہ آپ کی داسی ہوں۔ آپ کے چرنوں کی دھول ہوں۔ میں آپ پر بھروسا کرتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ شہزاد رضا کی جگہ ایسا ہی کوئی دل سے چاہنے والا مجھے ملے گا۔''

شہزاد رضا اس کا کوئی سگا نہیں تھا۔ برسوں کی جان پہچان نہیں تھی۔ پیرس سے دہلی تک صرف چار پانچ گھنٹوں کی ملاقات تھی۔ اس نے دہلی میں ایک رات اور ایک دن میرے ساتھ گھومتے پھرتے گزارا تھا۔ مجھ سے کوئی گہرا دلی لگاؤ نہیں ہو سکتا تھا جبکہ کاہنہ یہ یقین دلا رہی تھی کہ میری جگہ اب اسے کوئی دوسرا اچھا لائف پارٹنر ملنے والا ہے۔

میں نہیں جانتا روحانیت کیا ہوتی ہے اور روحانیت کے پیچھے کتنی قوتیں چھپی ہوتی ہیں؟ میں تو بس اس قوت کا مظاہرہ دیکھ رہا تھا۔ انوشے نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے چشم زدن میں میری آواز، لب و لہجہ اور شخصیت بدل دی تھی۔ مجھے فرہاد علی تیمور بنا کر شہزاد رضا کو گم کر دیا تھا۔

ہم شہر میں واپس آ گئے۔ میں نے ہوٹل کا رُخ نہیں کیا۔ اپنے بیٹے پارس اور بہو الپا کے پاس آ گیا۔ میں نے اپنی بہو کو بازوؤں میں لے کر اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔ ''میں چاہتا تھا، تم میرے لیے ایک پوتا یا پوتی پیدا کرو مگر تم نے تو میری دادی اماں پیدا کی ہے۔''

میری بات پر وہ سب ہنسنے لگے۔ ہم نے وہ رات بہت ہی ہنستے کھیلتے گھومتے پھرتے گزاری پھر سحری کرنے اور صبح کی نماز پڑھنے کے بعد ہمیں سونے کا موقع ملا۔

روزے رکھ کر زیادہ سونا اور زیادہ غفلت میں وقت گزارنا نہیں چاہیے۔ ہم نے صرف تین گھنٹوں کی نیند پوری کی۔ اس کے بعد بیدار ہو گئے۔ بہت عرصے کے بعد بیٹے بہو اور پوتی کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا موقع مل رہا تھا۔ انوشے اپنے ماں باپ کو میرے حالات بتا چکی تھی۔

میں نے کہا۔ ''تم نے انہیں میرے حالات تو بتا دیے لیکن یہ نہیں بتایا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟''

وہ بولی۔ ''سوری گرینڈ پا...! اعلیٰ حضرت نے سختی سے تاکید کی ہے کہ میں کسی کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہ

گھر صحرا سے بدتر ہے
جو اولاد نہیں
اِس دنیا میں لاکھوں گھرانے اولاد کی نعمت سے محروم سخت پریشان ہیں مگر اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا بھی گناہ ہے۔ خاتون کو اندرونی کوئی مرض ہو یا مردانہ جراثیم کا مسئلہ۔ ہم نے دیسی طبی یونانی قدرتی جڑی بوٹیوں اور نایاب قیمتی اجزاء سے ایک خاص قسم کا ایسا بے اولادی کورس ایجاد کیا ہے جو آپ کے آنگن میں بھی خوشیوں کے پھول کھلا سکتا ہے۔ آپکے ہاں بھی ایک خوبصورت بیٹا پیدا ہو سکتا ہے۔
آج ہی فون پر اپنے تمام حالات سے آگاہ کریں اور گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک VP وی پی بے اولادی کورس منگوالیں۔
المُسلم دارالحکمت رجسٹرڈ (دواخانہ)
ضلع و شہر حافظ آباد۔ پاکستان
0300-6526061
0547-521787
فون اوقات
صبح 9 بجے سے دوپہر 2 بجے تک
عصر 4 بجے سے رات 11 بجے تک
آپ کا کام فون کرنا
دوائی آپ تک پہنچانا ہمارا کام

کروں۔ ویسے جو ہونے والا ہوتا ہے' وہ ہر حال میں سامنے آ ہی جاتا ہے۔''

میں سوچنے لگا کہ شہناز بانو عرف کاہنہ کا نکاح کسی سے پڑھا دیا گیا ہے؟ میں ابھی اس کا نام نہیں جانتا تھا۔ آج سے ٹھیک پانچ دنوں کے بعد اس کی رُخصتی ہونے والی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے گھر جا کر اس کے ساتھ سہاگ رات منانے والی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے کہہ دیا تھا کہ وہ میری زوجیت میں آئے گی۔ ان پانچ دنوں میں پتا نہیں کیا سے کیا ہونے والا تھا؟ ابھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

ویسے میں تقدیر کے دلچسپ تماشے دیکھ رہا تھا کہ کس طرح سندھیا کے ذریعے کاہنہ کا موجودہ نام اور پتا معلوم ہو گیا تھا۔ یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اگلے پانچ دنوں میں کیا کرنے جا رہی ہے؟

میں نے سوچا۔ مجھے بھی اپنے طور پر کچھ کرنا چاہیے۔ دراصل یہ تجسس پیدا ہو گیا تھا کہ جو میری شریک حیات بننے والی ہے۔ اسے دیکھنا چاہیے اور ہو سکے تو مقدر کے مطابق راستہ بدل کر اس کا رُخ اپنی طرف پھیرنا چاہیے۔

میں نے انوشے سے کہا۔ ''میں کل لکھنؤ جانا چاہتا ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''

وہ بولی۔ ''آپ ضرور جائیں گے مگر کل نہیں... شاید تین دنوں کے بعد...''

میں نے اسے ایک بازو کے حصار میں لے کر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ ''تمہاری ہر بات میرے تحفظ اور سلامتی کے لیے ہوتی ہے۔ میں تم پر جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔''

میں شام کو پارس کے ساتھ جامع مسجد کی طرف گیا۔ ارادہ تھا کہ وہیں افطاری کے بعد مغرب کی نماز ادا کی جائے گی۔ امریکا اور یورپ وغیرہ سے نکل کر اسلامی ملکوں کی مسجدوں میں یا انڈیا کے دہلی اور لکھنؤ کی مسجدوں میں نمازیں ادا کرنے کا موقع ملتا ہے تو وہاں روزے رکھنے اور نمازیں ادا کرنے والے مسلمانوں کی کثیر تعداد دیکھ کر اپنے جذبہ ایمانی کو بہت زیادہ تقویت اور تازگی ملتی ہے۔

مسجد کے وسیع و عریض صحن میں ہر روزے دار اس قدر افطاری لے کر آتا ہے کہ ان کے کھانے کے بعد آدھی سے زیادہ افطاری بچ جاتی ہے جسے مسجد کے باہر غریبوں محتاجوں اور فاقہ کشوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ ماہ رمضان کے علاوہ ہر ماہ' ہر روز' ہر مسلمان کے گھر سے دو چار روٹیاں نکلتی رہیں تو محلے میں اور آس پاس کے علاقوں میں کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔

دنیا کے کئی ممالک سے آنے والے مسلمان سیاح اور انڈیا کے کئی شہروں سے آنے والے مسافر اس جامع مسجد میں ضرور آتے ہیں۔ میں اور پارس بھی دہلی کے باسی نہیں تھے۔ ہم فرانس کے شہر پیرس سے آئے تھے۔ وہاں یوں لگتا تھا جیسے دنیا بھر کے مسلمان ایک دینی مرکز پر آ کر متحد ہو گئے ہوں۔ وہ ایک دوسرے کو اپنے حالات بتاتے تھے اور دنیا بھر کی معلومات فراہم کرتے تھے۔

جب ہم افطار سے پہلے دسترخوان پر آ کر بیٹھے تو اسی طرح ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ کون کس ملک سے اور کس شہر سے آیا ہے؟ ایسے ہی وقت ایک صحت مند شخص نے کہا۔ ''میں لکھنؤ سے آیا ہوں۔ میرا نام اعظم ہمدانی ہے۔''

لکھنؤ شہر سے مجھے دلچسپی تھی۔ وہاں میری اور میری ہونے والی دُلہن کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ میں نے بڑے پیار سے اعظم ہمدانی کو دیکھا۔ وہاں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا۔ ''اعظم صاحب! آپ مجھے نہیں جانتے لیکن میں آپ کو جانتا ہوں۔ چھ ماہ قبل نواب امجد علی شاہ کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح پڑھایا گیا تھا۔ نکاح خوانی کی رسم اتنی دُھوم دھام سے ادا کی گئی تھی کہ آج بھی وہاں کے لوگ اس تقریب کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔''

میں نواب امجد علی شاہ کا نام سنتے ہی چونک گیا پھر ایک بار نظریں اُٹھا کر اعظم ہمدانی کو دیکھا اور دوسرے ہی لمحے اس کے اندر پہنچ گیا۔

مختصر سی خیال خوانی نے بتایا کہ نواب امجد علی شاہ کی صاحبزادی شہناز بانو سے اس کا نکاح پڑھایا جا چکا ہے۔ عید کے دوسرے دن شہناز بانو کی رُخصتی ہو گی۔ اعظم ہمدانی شادی کے سلسلے میں ہی کچھ ضروری خرید و فروخت کے لیے دہلی آیا ہوا تھا۔

کیا خدا کی شان ہے؟ دنیا جہاں کے مسلمان عبادت کے لیے ایک مسجد میں آ کر جمع ہوتے ہیں تو وہیں سے ان کی بگڑی ہوئی تقدیریں بننے لگتی ہیں۔ ایک جادوگرنی کو شریک حیات بنانے کے بعد اعظم ہمدانی کی تقدیر بگڑنے والی تھی۔ اسی کافر ادا سے میری تقدیر کچھ عجیب گل کھلانے والی تھی اور ہم دونوں مختلف راہوں سے گزرتے ہوئے مسجد کے اس صحن میں آ کر مل رہے تھے۔

خدا عالم الغیب ہے۔ وہی جانتا ہے کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

میں اس سے آگے اعظم ہمدانی کے خیالات نہ پڑھ سکا۔ افطار کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے سوچا، اب مغرب کی نماز کے بعد ہی اس کے باقی خیالات پڑھوں گا پھر میں نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے کہا۔ ''بیٹے! نماز کے بعد تم اعظم ہمدانی کو یہیں باتوں میں الجھائے رکھنا۔ میں چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنا چاہتا ہوں۔''

ہم نے افطار کے بعد نماز ادا کی۔ جو مقامی باشندے تھے وہ نماز کے بعد اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اب عشا کے وقت آنے والے تھے۔ لیکن جو دوسرے شہروں اور ملکوں سے آئے تھے۔ وہ وہیں مسجد کے صحن میں بیٹھے رہے۔ وہ تمام مسافر عشا کی نماز اور تراویح پڑھنے کے بعد وہاں سے جانا چاہتے تھے۔

پارس صحن کے ایک حصے میں بیٹھا اعظم ہمدانی سے باتیں کر رہا تھا۔ میں ان سے کچھ فاصلے پر خیال خوانی میں مصروف تھا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ اس نے خوابوں کے مفسر کو پورا خواب سنایا تھا۔ یہ بھی بتایا تھا کہ اسے جو روپ بدلنے والی عورت دکھائی دی تھی وہ اس کی منکوحہ ہے۔ عید کے دوسرے دن اپنے میکے سے رخصت ہو کر اس کے گھر آئے گی۔

عالم نے اسے ہمدردی سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ''سانپ جیسا زہریلا ہوتا ہے۔ اس کی فطرت بھی ویسی ہی زہریلی ہوتی ہے۔ تم اسے لاکھ دودھ پلاؤ' پھر بھی وہ تمہیں ڈس لے گا۔ بعض لوگ سانپ جیسی فطرت رکھتے ہیں۔ ان سے کبھی دوستی رکھو۔ محبت کرو پھر بھی خود غرضی اور منافع خوری کے کسی موڑ پر محبت کرنے والے دوستوں کو بھی ڈس لیتے ہیں۔''

اعظم ہمدانی نے پوچھا۔ ''لیکن میں نے اپنی منکوحہ کو اس روپ میں کیوں دیکھا؟''

''بعض اوقات خدا کے نیک بندوں کو برا وقت آنے سے پہلے آگاہی مل جاتی ہے۔ تمہیں یہ اشارہ مل چکا ہے کہ تمہاری منکوحہ زہریلی فطرت کی حامل ہے۔''

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''نہیں، میں یہ نہیں مان سکتا۔ وہ دور کے رشتے سے میری کزن ہے۔ میں اسے بچپن سے جانتا ہوں۔ اس کی صورت جتنی اچھی ہے۔ سیرت بھی اتنی ہی اچھی ہے۔ اس نے کبھی اپنی ذات سے کسی کو نقصان پہنچنے نہیں دیا۔ ہمیشہ برے وقت میں دوسروں کی مدد کرتی ہے۔''

عالم نے کہا۔ ''میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ تمہاری باتیں درست ہوں اور میری تفسیر غلط ثابت ہو جائے۔ حقیقت کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔''

اعظم ہمدانی وہاں سے چلا آیا۔ اس خواب نے اسے فکر و پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا۔ میں نے انوشے کو مخاطب کیا۔ ''بیٹی...! کیا تم بتا سکتی ہو' کاہنہ نے شہناز بانو کا روپ کیسے اختیار کیا ہے اور اصل شہناز بانو کہاں ہے؟''

وہ بولی۔ ''یس گرینڈ پا! مجھے پیش گوئی کرنے کے سلسلے میں منع کیا گیا ہے۔ لیکن میں گزری ہوئی باتیں بتا سکتی ہوں۔ اس سلسلے میں مجھ پر پابندی نہیں ہے۔''

پھر اس نے بتایا کہ شہناز بانو چیچک کے مرض میں مبتلا تھی۔ اسے قرنطینہ میں رکھا گیا تھا۔ وہیں اس کا انتقال ہو گیا اور کاہنہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اس قرنطینہ میں جو بوڑھے ملازم اور ملازمہ تھے۔ انہیں بھاری رشوت دے کر شہناز بانو کی لاش کو وہاں سے دوز پہنچا دیا تھا اور اس مسلمان لڑکی کو چتا میں جلا دیا تھا۔ اب وہ نواب امجد علی شاہ کی صاحبزادی بن کر اس حویلی میں ہے اور عید کے دوسرے دن دلہن بن کر رخصت ہونے والی ہے۔

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''اس کا دولہا اس وقت مسجد کے صحن میں آپ کے قریب ہے۔ آپ اور کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں؟''

''نہیں بیٹی! بس اتنی معلومات کافی ہیں۔''

کاہنہ کی من پسند شخص سے تعلق قائم کرنے کے سلسلے میں دو بار ناکام ہوئی تھی۔ اب تیسری بار مایوس ہونا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے کبھی کبھی اعظم کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھتی رہتی تھی۔ یہ معلوم کرتی رہتی تھی کہ کوئی دشمن اسے ٹریپ کر رہا ہے یا نہیں؟

اسے میری طرف سے اندیشہ تھا۔ میں نے دونوں بار اچانک ہی اپنے رقیبوں کو اس سے دور کر دیا تھا۔

اس روز وہ اعظم کے خیالات پڑھ کر پریشان ہو گئی۔ اس نے پچھلی رات خواب میں ایک ناگن کو دیکھا تھا اور اس ناگن نے شہناز بانو کا روپ اختیار کیا تھا۔

کاہنہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ خواب کے ایک مفسر نے شہناز بانو کو ایک منفی فطرت رکھنے والی زہریلی عورت کہا ہے۔

اس رات اعظم ہمدانی مسجد سے واپس ہوٹل کے کمرے میں آیا تو کاہنہ نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بستر پر لیٹا دیا۔ تھپک تھپک کر گہری نیند سلا دیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے یہ بات اس کے ذہن میں نقش کر دی کہ وہ بچپن سے شہناز بانو کو جانتا ہے۔ وہ ایک نیک سیرت لڑکی ہے۔ اس کی

ذات سے نہ پہلے کسی کو نقصان پہنچا ہے۔ نہ آئندہ پہنچے گا۔ وہ اپنے شوہر اعظم ہمدانی کی بہترین شریک حیات ثابت ہو گی۔

میں جانتا تھا کہ اعظم ہمدانی کی فکر و پریشانی کاہنہ سے چھپی نہیں رہے گی۔ جب اسے معلوم ہو گا تو وہ اعظم کو شکنجے میں پھنسانے کے لیے اس پر کوئی عمل ضرور کرے گی اور وہ یہی کر رہی تھی۔ تنویمی عمل کے بعد اس خواب کو اس کے ذہن سے مٹا رہی تھی۔ آئندہ وہ کاہنہ پر کسی طرح کا شبہ نہیں کر سکتا تھا۔

اس رات جب میں انوشے' الپا اور پارس کے ساتھ سحری کرنے بیٹھا تو میں نے کاہنہ کے بارے میں مسلسل معلومات حاصل کرتی رہتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''جی ہاں، یہ تو آپ جانتے ہیں' مجھے بابا صاحب کے ادارے سے آپ کی حفاظت کے لیے بھیجا گیا ہے لہٰذا جن معاملات سے آپ کا تعلق ہے' میں ان سب کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہتی ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''اس نے اعظم کے دماغ سے اس خواب کو مٹا دیا ہے۔ اپنی نیکی اور پارسائی اس کے ذہن میں نقش کر دی ہے۔ میں اس کا توڑ کرنا چاہتا ہوں۔''

''اسے اپنے عمل سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا گرینڈ پا! آپ اس کے کسی عمل کا کوئی توڑ نہ کریں۔''

''مجھے ہر حال میں کاہنہ تک پہنچنا ہے۔ اس کے لیے کچھ تو کرنا ہو گا۔''

''اس مقصد کے لیے آپ اعظم ہمدانی کا روپ اختیار کریں گے اور اس کا رول ادا کریں گے۔''

میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ پارس سے بولی۔ ''پاپا! اعظم ہمدانی ہوٹل کے کمرے میں ہے۔ وہاں ایک اٹیچی ہیں اس کی ایک بڑی سی تصویر ہے۔ آپ وہ تصویر لے آئیں۔ آپ سب ہی طرح کے میک اپ کے ماہر ہیں۔ گرینڈ پا کو اعظم ہمدانی بنا دیں۔''

اعظم ہماری طرح سحری کرنے پھر فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد سونے والا تھا۔ ایسے وقت میں نے اسے غائب دماغ بنا کر کمرے کے دروازے کو اندر سے کھلا رہنے دیا۔ نہ اس نے دروازے کو لاک کیا اور نہ ہی چٹخنی چڑھائی۔ اپنے بستر پر آ کر سو گیا۔ میں بڑی خاموشی سے یہ معلوم کر رہا تھا کہ کاہنہ اس وقت موجود ہے یا نہیں؟

وہاں حویلی میں شادی کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ دیر تک رت جگا رہتا تھا پھر وہ سب ہی دوسرے دن دیر تک سوتے رہتے تھے۔ کاہنہ بھی اس وقت سو رہی ہوگی۔ اس لیے میں نے بڑی دیر تک اعظم کے اندر رہنے کے باوجود اس کی آہٹ تک نہ سنی۔

وہ کاہنہ کے عمل سے متاثر ہو کر اپنے اس خواب کو بھول چکا تھا۔ آئندہ ہم اسے بہت کچھ بھلانے والے تھے۔ وہ ایک نیک اور شریف انسان تھا۔ ہم اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ ہم سب نے یہ طے کیا تھا کہ اس کی آواز، لب ولہجہ اور شخصیت تبدیل کی جائے گی۔ اس کے بعد وہ ایک رشتے دار بن کر الپا اور پارس کے ساتھ رہا کرے گا۔

پارس ایسے وقت اس کے کمرے میں گیا۔ جب وہ گہری نیند میں تھا۔ اس نے اٹیچی کو کھول کر دیکھا۔ وہاں اس کی تصویر کے علاوہ گولڈ کے سیٹ رکھے ہوئے تھے۔ وہ سب اس نے اپنی دلہن کے لیے خریدے تھے۔ کپڑوں کے نیچے بڑے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی رکھی ہوئی تھی۔ پارس نے ان سب چیزوں کو اپنے بیگ میں رکھ لیا۔ یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ چور صرف تصویر چرانے نہیں بلکہ پوری طرح ڈاکا ڈالنے آیا تھا۔

اعظم فجر کی نماز کے بعد سویا تھا۔ اب ظہر کے وقت بیدار ہونے والا تھا۔ میں نے اس کی تصویر دیکھی۔ الپا اور پارس نے میک اپ کا تمام سامان قد آدم آئینے کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ کے اور اعظم کے چہرے کی ساخت ایک جیسی ہے۔ آپ کو اس کا ہم شکل بنانے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔''

وہ دونوں میرے چہرے کو تبدیل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے سندھیا کے اندر پہنچا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کاہنہ وہاں کیا کر رہی ہے؟ لیکن شادی کے گھر میں رت جگے کے باعث وہ سو رہی تھی۔ اس کے ذریعے معلوم نہ ہو سکا کہ کاہنہ۔ اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے؟

میں اعظم کے اندر پہنچا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ وہاں کاہنہ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''میں اندیشوں میں مبتلا ہوں۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ تیرے ساتھ کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے یا ہو چکی ہے۔ ویسے تو خیریت سے ہے اور آرام سے سو رہا ہے مگر تیرا یہ سکون اور یہ آرام کسی طرح کا فریب تو نہیں ہے؟''

وہ خوابیدہ لہجے میں بولا۔ ''تو اندیشوں میں کیوں مبتلا ہے؟''

''تو نہیں جانتا' میرا ایک دشمن ہے۔ وہ کم بخت عین وقت پر آ کر میری خوشیاں برباد کر دیتا ہے۔ تجھے بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ کیا تو دروازہ اندر سے بند کر کے سو رہا ہے؟''

وہ کچھ الجھ سا گیا۔ نیند کی حالت میں کسمسانے لگا پھر بولا۔ ''مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے۔''

وہ بولی۔ ''تجھے بیدار ہونے کے بعد یاد نہیں رہے گا کہ خواب میں مجھ سے باتیں ہو رہی تھیں۔ چل اب اٹھ جا اور یہ دیکھ کہ دروازہ بند ہے یا نہیں....؟''

دوسرے ہی لمحے میں اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہاں سے دروازے کی طرف جانا چاہتا تھا۔ لیکن ایک طرف کھلی ہوئی اٹیچی اور بکھرا ہوا سامان دیکھ کر ایکدم سے چونک گیا۔ فوراً ہی اٹیچی کے پاس آ کر دیکھنے لگا۔ ایک ایک لباس کو اٹھا کر جھٹکنے کے باوجود نہ تو سونے کے زیورات دکھائی دیئے اور نہ ہی نوٹوں کی گڈی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا تو وہ اندر سے کھلا ہوا تھا۔

بات سمجھ میں آ گئی یا تو وہ دروازہ بند کرنا بھول گیا تھا یا کوئی چور کسی تکنیک سے دروازہ کھول کر اندر آیا تھا اور نقدی اور سونے کے زیورات لے گیا تھا۔ کاہنہ اس کے اندر رہ کر چپ چاپ یہ تماشا دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ ''کیا واقعی چور آیا تھا یا فرہاد کسی آلۂ کار کے ذریعے اعظم کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا؟ اگر ایسی بات ہے تو کیا وہ اعظم کو ٹریپ کر چکا ہے؟ کیا اس پر تنویمی عمل کر کے یہاں سے گیا ہے؟''

یہ بات دل کو نہیں لگ رہی تھی۔ دماغ بھی تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ فرہاد کسی آلۂ کار کے ذریعے وہاں آئے گا تو نقدی اور زیورات بھی چرا کر لے جائے گا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد ہی اعظم کو دوبارہ گہری نیند سلا دیا۔ ایک بار پھر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن کی گہرائیوں میں اتر کر یہ معلوم کرنے

لگی کہ کسی اور نے اس پر عمل کیا ہے یا نہیں؟

ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ نہ کسی نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور نہ ہی اسے میری آمد کے آثار مل رہے تھے۔ اعظم نے اپنے کپڑوں کو اٹھا کر صرف یہ دیکھا تھا کہ نقدی اور زیورات ہیں یا نہیں؟ جب یہ چیزیں نہیں ملیں تو اس نے اور کچھ تلاش نہیں کیا۔ اگر کرتا تو اسے پتا چلتا کہ اس کی تصویر بھی غائب ہے۔ چوری کی اتنی بڑی واردات کے بعد تصویر غیر ضروری ہو گئی تھی۔ اس نے اسے یاد نہیں کیا اور نہ ہی تلاش کیا۔ کاہنہ نے بھی اسے اہمیت نہیں دی۔

وہ اس کے خوابیدہ دماغ سے بولی۔ ''تو نے اپنی شہناز بانو کے لیے زیورات خریدے تھے۔ ان کے ساتھ نقد رقم بھی چھوڑی ہوگی۔ تجھے شاپنگ کے لیے دہلی نہیں آنا چاہیے تھا۔ جو ہو گیا' سو ہو گیا۔ بیدار ہونے کے بعد آج ہی کی فلائیٹ سے ایک سیٹ حاصل کر اور فوراً لکھنؤ چلا آ....''

پھر وہ دماغی طور سے اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اندر سے بہت پریشان تھی۔ کسی طرح بھی یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ میں اعظم کے بالکل قریب پہنچ گیا ہوں اور چند گھنٹوں میں اس کی جگہ لینے والا ہوں پھر بھی پچھلی ناکامیوں نے اسے بہت زیادہ فکر اور اندیشوں میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اعظم واپس لکھنؤ چلا آتا تو وہ بڑی حد تک مطمئن ہو جاتی۔

اس کی پریشانی یکطرفہ نہیں تھی۔ برائٹ موسس بھی دشمن بنا ہوا تھا۔ اس کی طرف سے بھی طرح طرح کے اندیشے تھے۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ وہ روحانی قوتوں کے حوالے سے بہت زیادہ طاقتور ہے۔ اسے اپنے زیر اثر لانے اور اپنی تابع دار بنانے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس سے پہلے ہی اس پیشوائے اعظم کی کوئی کمزوری اپنے ہاتھ میں لے لینی چاہیے۔

اس کا ایک ہی بیٹا تھا اور وہی اس کی سب سے بڑی کمزوری تھا۔ اس نے سوچا۔ ''پچھلی بار فرہاد نے اس کے بیٹے ڈینی کو ٹریپ کر کے میرے پاس پہنچایا تھا اور برائٹ موسس انجانے میں میرے ذریعے اپنے بیٹے پر ظلم کر رہا تھا۔ اسے ایک اچھا سبق حاصل ہوا ہوگا۔ وہ اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے آئندہ حفاظتی انتظامات کر رہا ہوگا یا کر چکا ہوگا۔''

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے ڈینی کے اندر پہنچنا چاہا تو وہاں جگہ مل گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ باپ نے ابھی تک اس کے دماغ کو لاک نہیں کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ڈینی کے دونوں بازو زخمی تھے۔ وہ زیر علاج تھا۔ اگرچہ برائٹ موسس اپنے پُراسرار عمل کے ذریعے بیٹے کی تکلیف کم کر رہا تھا۔ تاہم وہ ابھی دماغی طور سے کمزور تھا۔ اگر اس پر تنویمی عمل کرتا تو اس عمل میں استحکام پیدا نہ ہوتا۔

اسے امید تھی کہ دو تین دنوں میں بیٹے کی دماغی توانائی بحال ہو جائے گی۔ تب وہ اس کے دماغ کو لاک کرنے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہیں کرے گا۔

شادی کے سلسلے میں خوب ناچ گانا ہوتا رہتا تھا۔ کاہنہ اس حویلی میں ہنستی بولتی رہتی تھی۔ اپنی شادی انجوائے کر رہی تھی اور مسائل سے بھی دوچار ہو رہی تھی۔ ادھر بھی دیکھ رہی تھی' اُدھر بھی اپنے مخالفین سے نمٹ رہی تھی۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ اعظم میرے یا کسی دشمن کے زیر اثر نہیں ہے اور آج رات تک لکھنؤ واپس آ جائے گا تو اس نے مطمئن ہو کر ڈینی کی خبر لی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو اس کی دماغی توانائی بحال ہو چکی تھی۔ برائٹ موسس اس پر عمل کر رہا تھا۔ وہ صحیح وقت پر پہنچی تھی۔ موسس تنویمی عمل کرنے سے پہلے ایک پُراسرار علم پڑھ رہا تھا تاکہ اس کا عمل زیادہ سے زیادہ مستحکم ہو جائے۔ کاہنہ اس کا توڑ کرنے کے لیے بڑی خاموشی سے اپنے طور پر عمل کرنے لگی۔

موسس کاہنہ کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے سے خوفزدہ تھا۔ پچھلی بار اس کے بیٹے ڈینی پر آمنہ نے ہی تنویمی عمل کیا تھا اور اسے میری جگہ پہنچا کر ایک باپ کے ہوش اڑا دیئے تھے۔ وہ چاہتا تھا' آئندہ کوئی بھی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے بیٹے پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ اسی لیے وہ ایک عمل کے بعد دوسرا عمل کر رہا تھا۔ ادھر کاہنہ بھی ایک کے بعد دوسرے عمل کا توڑ کر رہی تھی۔

دیکھا جائے تو ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو کمزور بنا رہے تھے۔ برائٹ موسس کو اطمینان ہوا کہ وہ پُراسرار علوم کے ذریعے بیٹے کے ذہن کو پوری طرح گرفت میں لے چکا ہے اور اب تنویمی عمل ایسا مستحکم ہوگا کہ کوئی اس کے دماغ میں آ سکے گا اور نہ ہی اپنے طور پر اس پر دوسرا عمل کر سکے گا۔ یوں اچھی طرح اطمینان حاصل کرنے کے بعد وہ تنویمی عمل کرنے لگا۔

وہ خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کاہنہ وہاں موجود ہے اور اس کے تمام پُراسرار علوم میں شریک رہی ہے۔ وہ اس کے جس علم میں شریک نہیں ہو سکی تھی۔ اس کا اس نے توڑ کیا تھا۔ بہرحال موسس نے مختصر سا عمل کرنے کے بعد اس کے دماغ کو ایک مخصوص لب ولہجے کے ذریعے لاک کر دیا پھر بیٹے کو تنویمی نیند سلا کر وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد بھی کاہنہ بڑی دیر تک وہاں موجود رہی پھر اپنی جگہ دماغی طور

پر حاضر ہوگئی۔

ان کا عمل اور ان کا جوڑ توڑ اتنی دیر تک جاری رہا تھا کہ دوپہر سے شام ہوگئی تھی۔ اس دوران وہ اعظم ہمدانی کی طرف متوجہ نہ ہوسکی۔ جب وہ اس کے پاس آئی تو خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ میں پہنچ گئی۔ میں اعظم ہمدانی بن چکا تھا۔ اس وقت ایک ٹرین کے اے سی کیبن میں سفر کر رہا تھا۔ اس نے میری سوچ کے ذریعے معلوم کیا کہ لکھنؤ جانے والی فلائٹ میں جگہ نہ مل سکی تو میں ٹرین کے ذریعے آرہا ہوں۔

میں نے محسوس کیا' وہ جا چکی ہے۔ پرائی سوچ کی کوئی لہر میرے اندر نہیں تھی۔ میں صرف روحانی ٹیلی پیتھی کی لہروں کو محسوس نہیں کر پاتا تھا۔ لکھنؤ ریلوے اسٹیشن میں اعظم کے رشتے دار میرے لیے گاڑی لائے تھے۔ انوشے مجھے گائیڈ کر رہی تھی کہ کون رشتے میں کیا لگتا ہے؟ اور میں کس رشتے دار سے کس طرح گفتگو کرتا ہوں؟

حویلی میں خواتین اچھی خاصی تعداد میں تھیں۔ وہاں بھی انوشے میری رہنمائی کرتی رہی۔ ایک تو عید کا تہوار تھا۔ دوسرے شادی کی تقریب تھی۔ اس لیے عورتوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کا میلا سا لگا ہوا تھا۔

جب میں خاص رشتے دار خواتین سے ملاقات کر کے اپنے کمرے میں پہنچا تو کاہنہ نے فون پر مخاطب کیا۔ شہناز بانو کے انداز میں شرماتے ہوئے پوچھا۔ ''آپ خیریت سے ہیں؟ آپ کا سفر کیسا رہا؟''

میں نے کہا۔ ''میں تو خیریت سے آگیا ہوں مگر مال و اسباب سلامت نہیں رہا۔ دہلی میں چوری ہوگئی۔ میں نے تمہارے لیے دو لاکھ کے زیور خریدے تھے۔ اس کے علاوہ اٹیچی میں ایک لاکھ روپے نقد رکھے ہوئے تھے۔ وہ سب چوری ہوگئے۔''

وہ انجان بن کر سن رہی تھی اور افسوس کر رہی تھی۔ میں بھی اعظم کی حیثیت سے انجان بن کر اپنا دکھڑا سنا رہا تھا۔ اگرچہ پُراسرار علوم میں اسے مہارت حاصل تھی۔ تاہم وہ روحانی ٹیلی پیتھی کا توڑ نہیں کر سکتی تھی۔ ویسے بھی یہ نہیں جانتی تھی کہ مجھ پر روحانی قوتوں کا سایہ ہے۔ وہ بھی مجھ پر شبہ نہیں کر سکتی تھی۔

ابھی تو پردہ کر رہی تھی۔ تین دنوں کے بعد اپنے میکے سے رخصت ہو کر میری جھولی میں گرنے والی تھی۔ ایسے وقت اس کی نفرت اور پُراسرار قوتیں اس کے کام آنے والی نہیں تھیں۔

☆☆☆

بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی کرنے والوں کا آرام رفتہ رفتہ حرام ہو رہا تھا۔ کاہنہ کی مخالفت نے برائٹ موسس اور اکابرین کو فکر و پریشانیوں میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ اپنے بیٹے ڈینی کے دماغ کو لاک کرنے کے بعد مطمئن ہوگیا تھا۔ یہ یقین تھا کہ اب وہ اس کے بیٹے تک کبھی پہنچ نہیں پائے گی اور نہ اس کے ذریعے اسے کسی بھی طرح کمزور بنا سکے گی۔

برائٹ موسس اور اکابرین کو یہ فکر تھی کہ کاہنہ کی وجہ سے ان کا اتحاد کمزور پڑ رہا تھا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا کہ سیارے والے بہت زیادہ طاقتور ہیں۔ پتا نہیں آیندہ اپنی سائنس اور ٹیکنالوجی کی صلاحیتوں کا کس طرح مظاہرہ کریں گے اور کس طرح انہیں بے دست و پا بنائیں گے؟ لیکن ایک اندازہ تھا کہ وہ ارضی دنیا والوں پر حاوی ہو سکتے ہیں۔

پہلے بھی وہ سیارے والے اپنی طاقت دکھا چکے تھے۔ تمام اکابرین کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر چکے تھے۔ اگر میں ایشورارا کے تمام ماتحتوں کو ہلاک نہ کرتا اور اسے سیارے میں عارضی طور پر ہی سہی واپس جانے پر مجبور نہ کرتا تو وہ اب تک تمام اکابرین کو پوری طرح غلام بنا چکے ہوتے اور ان کے ممالک پر اپنی ..... حکومت قائم کر چکے ہوتے۔

آیندہ وہ سیاسی چالبازی سے سیارے والوں کو زیر کرنا چاہتے تھے۔ انہیں اس دنیا میں حکومت کرنے کے سبز باغ دکھا کر ان کی سائنس اور ٹیکنالوجی کی صلاحیتوں کو سمجھنا چاہتے تھے۔ ان غیر معمولی مشینوں کو چھین لینا چاہتے تھے اور ایسا اسی وقت ممکن تھا، جب ان سے اتحاد قائم ہوتا۔ وہ ایک دوسرے کے اتنے قریب آجاتے کہ ان کی مشینوں تک پہنچنا اور ان کی ٹیکنالوجی کو سمجھنا آسان ہو جاتا۔

برائٹ موسس اور تمام اکابرین نے پھر ایک اجلاس منعقد کیا تھا۔ وہاں اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ سیارے والوں کو کس طرح اپنا دوست بنایا جا سکتا ہے؟ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم ان سے دوستی کرنا چاہیں۔ لیکن کاہنہ ایسا ہونے نہیں دے گی۔''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''وہ بعد کی بات ہے۔ پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ ہم سیارے والوں تک دوستی اور خیر سگالی کا پیغام کس طرح پہنچائیں گے؟ ان سے رابطہ کرنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے؟ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔''

ایک نے پوچھا۔ ''پھر کاہنہ ان سے کس طرح رابطہ کرتی ہے؟''

وہ بولا۔ ''ایشورارا نے اسے ایک ایسی چھوٹی سی مشین

دی ہے' جس کے ذریعے ان کے درمیان تحریری پیغام رسانی ہوتی رہتی ہے۔''

''یعنی ان سے رابطہ کرنے اور دوستی کرنے کے معاملے میں بھی ہم کاہنہ کے محتاج ہیں؟''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''اسی لیے ...تو وہ اتنا اکڑتی ہے اور غرور دکھاتی رہتی ہے۔''

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''تم نے کہا تھا کہ وہ ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ اس سے پہلے ہی ہمارے دماغوں کو لاک کر دیا جائے گا؟''

اس نے کہا۔ ''میں ایسا کر رہا ہوں۔ اب تک تیس اکابرین کو ان کے بیوی بچوں سمیت تحفظ دے چکا ہوں۔ ان کے دماغوں کو لاک کر چکا ہوں۔ آپ میں سے کتنے ہی اکابرین یہاں اس بات کے گواہ ہیں۔''

دو چار اکابرین نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ ''بے شک، ہمارے دماغوں کو لاک کیا گیا ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا گیا تھا کہ وہ ہمارے دماغوں میں آئیں اور وہ آئے تھے۔ لیکن ہم نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تو وہ واپس چلے گئے۔ ہم اپنے بیوی بچوں کی طرف سے بھی مطمئن ہیں۔''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''میں ایک ماہ کے اندر تمام اکابرین کے دماغوں کو فولادی قلعہ بنا دوں گا۔ کاہنہ اور سیارے والے کبھی کسی کے دماغ میں نہ پہنچ سکیں گے اور نہ ہی کسی کو کمزور بنا کر ہمیں بلیک میل کر سکیں گے۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اصل مسئلہ یہ ہے کہ سیارے والوں سے کس طرح رابطہ کیا جائے؟ کس طرح انہیں اپنا دوست بنایا جائے؟''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''ان سے رابطہ ہوگا تو دوستی کی بات ہوگی۔ ہمیں پورا یقین ہے' ایک بار ان سے بات ہو جائے گی تو ہم بار بار باتیں کرنے کی راہ ہموار کر لیں گے اور رفتہ رفتہ انہیں اپنا دوست بنا لیں گے۔''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہو گی۔ ہم انہیں دوست بنا کر کاہنہ کو کمزور بنا سکیں گے۔ ہماری متحدہ تنظیم اس مغرور عورت کے بغیر بھی مستحکم رہے گی۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''اے پیشوائے اعظم! تم غیب کی باتیں جانتے ہو۔ ستاروں کی چالیں معلوم کرتے ہو تو کیا سیارے والوں تک نہیں پہنچ سکتے؟ ان حالات میں تم ہی اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے کوئی کرشمہ دکھا سکتے ہو۔''

اس نے کہا۔ ''میں آج تمام رات عبادت کرتا رہوں گا اور روحانی علوم کے ذریعے ایشورارا سے باتیں کرنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے امید ہے' اس سے رابطہ ہو جائے گا۔''

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''کیا یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کاہنہ کہاں ہے؟ وہ ہمارے خلاف کیا کرتی پھر رہی ہے؟''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''اس نے اپنے اطراف بڑا ہی مضبوط حصار باندھ رکھا ہے۔ اس حصار کو توڑنے کے لیے مجھے تمام رات عبادت کرنی ہوگی مگر میں اسے غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ میں تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کر رہا ہوں۔ آیندہ کاہنہ کے حملہ کرنے کی تمام راہیں مسدود کر رہا ہوں۔ میں ایشورارا سے رابطہ کرنے کے سلسلے میں تمام رات عبادت کروں گا اور اپنے روحانی علوم کو آزماؤں گا۔ اس کے بعد آپ حضرات کو کوئی خوشخبری سناؤں گا۔''

کاہنہ اگرچہ شادی کی خوشیاں منا رہی تھی۔ لیکن برائٹ موسس سے بے خبر نہیں تھی۔ یہ معلوم کرتی رہتی تھی کہ وہ متحدہ تنظیم کو مضبوط تر بنانے کے لیے اس کے خلاف کیا کر رہا ہے؟ وہ اکابرین کے ذریعے اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتی تھی۔ لیکن جب دو چار اکابرین کے اندر گئی اور انہوں نے سانس روک کر اسے بھگا دیا' تب یہ نئی بات سمجھ میں آئی کہ برائٹ موسس بڑی زبردست پلاننگ کے تحت ان اکابرین کو تحفظ دے رہا ہے۔

پھر کاہنہ نے سوچا۔ ''یورپ اور امریکا کے اکابرین ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ آخر ایک برائٹ موسس کتنوں کے دماغوں کو لاک کر سکے گا؟''

وہ ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے حاکم کے اندر جاتی رہی۔ آخر ایک کے اندر جگہ مل گئی۔ وہ ایسے وقت اس اعلیٰ حاکم کے اندر پہنچی تھی' جب برائٹ موسس ان کے ساتھ ایک اجلاس میں شریک تھا اور وہاں ایشورارا سے رابطہ کرنے کے سلسلے میں بحث ہو رہی تھی۔

کاہنہ نے اس اجلاس میں رہ کر سنا کہ برائٹ موسس نے اب تک تیس اکابرین کو ان کے بیوی بچوں سمیت تحفظ دیا ہے اور ان سب کے دماغوں کو لاک کر دیا ہے۔ آیندہ بھی دوسرے اکابرین کو اسی طرح تحفظ فراہم کرتا رہے گا۔

اس اعلیٰ حاکم کے خیالات پڑھ کر یہ بھی معلوم ہوا کہ برائٹ موسس تنہا یہ عمل نہیں کر رہا ہے۔ چار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس طرح وہ دو ماہ کے اندر ریگڑوں اکابرین کو ان کے بیوی بچوں سمیت تحفظ دے سکیں گے۔

کاہنہ کو سب سے اہم بات یہ معلوم ہوئی تھی کہ برائٹ

موسس آج تمام رات عبادت کرنے والا ہے اور اپنے مُہر اسرار علوم کے ذریعے ایشورارا سے باتیں کرنے والا ہے۔ وہ اس سلسلے میں کامیاب ہوگا یا نہیں یہ تو آئندہ معلوم ہونے والا تھا۔ لیکن کاہنہ نے طے کرلیا تھا کہ اس کے عمل کا توڑ کرتی رہے گی۔

اس رات وہ عبادت میں مصروف ہوا تو ادھر کاہنہ نے شہناز بانو کی حیثیت سے اپنے والدین اور بزرگوں کو یہ تاثر دیا کہ اس کا سر بھاری ہے۔ طبیعت خراب ہے لہٰذا وہ تنہائی چاہتی ہے۔ اس کے کمرے میں کسی خادمہ کو بھی نہ آنے دیا جائے۔

اس نے دروازے کو اندر سے بند کردیا پھر ایک شمع روشن کرکے اسے فرش پر رکھ کر وہیں پلتھی مار کر بیٹھ گئی اور اپنا ایک آزمودہ عمل شروع کردیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے برائٹ موسس کے حالات معلوم نہیں کرسکتی تھی۔ وہ کبھی اسے اپنے اندر آنے کی اجازت نہ دیتا۔ کسی کو آلہ کار بنا کر بھی معلوم نہیں کرسکتی تھی کہ وہ کہاں ہے؟ اور ایشورارا سے رابطہ کرنے کے سلسلے میں کیا کررہا ہے؟

بس وہی ایک راستہ تھا۔ وہ اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے شمع کی لو کے اس پار اسے دیکھ سکتی تھی۔ جب موسس سے دوستی تھی تو وہ ضرورت کے وقت کئی بار شمع کی لو کے اس پار اسے یا اس کے ہمزاد کو بلا چکی تھی۔

تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے تک بڑی تندہی سے ایک خاص منتر کا ورد کرتی رہی۔ شمع کی لو کے اس پار دھواں دھواں سا نظر آنے لگا۔ رفتہ رفتہ موسس کا سراپا ابھرنے لگا۔ وہ ایک جگہ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے پچیس شمعیں روشن تھیں۔ وہ بھی کسی منتر کا جاپ کررہا تھا۔

موسس نے منتر پڑھنے کے دوران اپنی دونوں ہتھیلیاں فضا میں پھیلائیں تو اس کے اور موم بتیوں کے درمیان شیشے کی ایک دیوار حائل ہوگئی۔ وہ اس شیشے میں اپنے مطلوبہ افراد کو بلا کر ان سے باتیں کیا کرتا تھا۔ پہلے تو وہ شیشہ تاریک رہا پھر وہاں ایک سیارہ ابھرنے لگا۔ یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ بانو راما سیارہ ہے۔

گویا موسس اپنے پراسرار علم کی قوت سے اس سیارے تک پہنچ گیا تھا۔ اب ایشورارا تک بھی پہنچنے والا تھا۔ کاہنہ اس کے منتر کو غور سے سن رہی تھی اور اب اس منتر کا توڑ کرنے کے لیے دوسرا منتر پڑھنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی موسس نے محسوس کیا کہ جو منتر وہ پڑھ رہا ہے' اس کا اثر زائل ہورہا ہے۔ وہ بانو راما سیارہ ابھرتے ابھرتے پھر تاریکی میں ڈوب رہا ہے۔ وہ بڑے دھیان سے بڑی لگن سے بلند آواز میں پڑھنے لگا۔ دوسری طرف کاہنہ بھی بڑے دھیان سے بڑی لگن سے پڑھتی جارہی تھی۔

زمینی کشش سے باہر خلا میں پہنچنا ممکن نہیں ہوتا۔ وہ بڑی مشکلوں سے وہاں پہنچ رہا تھا۔ ایسے میں رکاوٹ پیدا ہونے لگی تو موسس کی خیالی پرواز کمزور پڑ گئی۔ سیارہ تاریکی میں گم ہوگیا پھر رفتہ رفتہ شیشے پر سے تاریکی چھٹ گئی۔ اس کے پیچھے پچیس موم بتیاں نظر آنے لگیں۔ اس نے جھنجھلا کر سوچا۔ ''یہ کیا ہوگیا؟ میں تو کامیاب ہورہا تھا؟''

یہ بات سمجھ میں آگئی کہ کوئی اس کے عمل کا توڑ کررہا ہے اور توڑ کرنے والی وہی ایک دشمن عورت ہوسکتی ہے۔ اس نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا پھر غصے سے کہا۔ ''تُو جو دشمنی کررہی ہے۔ وہ تجھے بہت مہنگی پڑے گی۔''

وہ بولی۔ ''میں جانتی ہوں۔ تیری روحانی قوت سے کبھی مجھے نقصان پہنچ سکتا ہے لیکن نقصان اٹھا کر پچھتاتے وقت تجھ سے معافی نہیں مانگوں گی۔ تجھے کبھی ایشورارا تک پہنچنے نہیں دوں گی۔''

''یہ تو میں اچھی طرح سمجھ چکا ہوں اور اب ایشورارا کو اپنے دماغ سے نکال چکا ہوں۔ ہم اس کے بغیر بھی اپنی متحدہ تنظیم کو اور زیادہ مضبوط بنا سکتے ہیں۔ اب بابا صاحب کے ادارے کی حیثیت ثانوی ہوگئی ہے۔ اولین حیثیت تیری اور ایشورارا کی ہے۔ جیسے ہی وہ اس زمین پر آئے گا' ہم اس کا جینا حرام کردیں گے۔ تُو سوچ بھی نہیں سکتی کہ آئندہ ہم کیا کرنے والے ہیں؟''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔ اس نے اپنی باتوں سے کاہنہ کو یہ تاثر دیا تھا کہ وہ ایشورارا کے سلسلے میں مایوس ہوچکا ہے۔ آئندہ اس سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ لیکن اس نے طے کرلیا تھا کہ ہر حال میں ایشورارا سے دوستی کرنی ہے اور کاہنہ کو کمزور بنانا ہے۔

اس وقت اس نے کوئی عمل نہیں کیا۔ اپنے دماغ کو ہدایت دے کر دو گھنٹے کے لیے سوگیا۔ جب مقررہ وقت پر اس کی آنکھ کھلی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے سوچا تھا' آج رات ایشورارا سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اس نے دوسرا عمل پڑھنا شروع کیا پھر اس کے اور موم بتیوں کے درمیان شیشے کی دیوار حائل ہوگئی۔ وہ معلوم کرنے لگا کہ ایشورارا سے رابطہ کرنے میں اسے کامیابی ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ہوگی تو اسے کب رابطہ کرنا چاہیے؟

اس شیشے پر عبرانی زبان میں الفاظ ابھرنے لگے۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ ''آج سے تیسرے دن کی رات دس بجے.....''

اس نے اطمینان کی سانس لی۔ یہ یقین ہوگیا کہ اس مقررہ وقت پر ایشورارا سے ضرور رابطہ ہوگا۔ ایسے وقت کاہنہ آڑے نہیں آئے گی اور اگر آئے گی تو اس کا منتر بے اثر رہے گا۔ وہ ناکام ہوکر واپس جائے گی۔

وہ اسرائیل کے شہر تل ابیب میں تھا۔ جب وہاں رات کے دس بجتے تھے تو انڈیا میں رات کا ایک بجتا تھا۔ کاہنہ ہر رات ایک بجے کے بعد عمل کرتی تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ ایشورارا سے رابطہ کررہا ہے یا نہیں؟

پچھلی دو راتوں تک یہی معلوم ہوتا رہا کہ موسس نے سیارے والوں سے رابطہ کرنے کا ارادہ ترک کردیا ہے۔ وہ کسی طرح کا عمل نہیں کررہا ہے۔ کاہنہ تیسری رات کو اس کی خبر نہ لے سکی۔ کیونکہ اس رات بارہ بجے دلہن بن کر اپنے میکے سے رخصت ہوئی تھی اور رات ایک بجے تک اعظم ہمدانی کی' یعنی میری خوابگاہ میں پہنچ گئی تھی۔

یہ وہی وقت تھا' جب برائٹ موسس کو پُراسرار علم کے ذریعے آگاہی ملی تھی کہ وہ تیسرے دن کی رات دس بجے عمل کرسکے گا اور اس وقت تل ابیب میں رات کے دس بج رہے تھے۔ کاہنہ کے تمام خیالات اور تمام جذبات اپنی سہاگ رات پر مرکوز ہوگئے تھے۔ وہ دوبارہ ناکام ہوچکی تھی۔ اب تیسری بار دل دھڑک رہا تھا کہ کہیں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوجائے۔

ان حالات میں اس نے موسس کی طرف توجہ نہیں دی۔ یوں بھی پچھلی دو راتوں سے اطمینان ہوگیا تھا کہ اب وہ ایشورارا سے رابطہ کرنے کے سلسلے میں کوئی عمل نہیں کررہا ہے۔ وہ پھولوں بھری سیج پر بیٹھی بے چینی سے میرا انتظار کررہی تھی۔ یہ نہیں چاہتی تھی کہ میرے آنے میں دیر ہو پھر کسی بہانے اندھیرا ہو۔

باہر اعظم ہمدانی کے دوست اور رشتے دار لڑکیاں مجھے گھیرے ہوئے تھیں۔ مجھ سے بھاری رقم طلب کررہی تھیں۔ اس کے بعد ہی وہ سب مجھے حجلۂ عروسی میں جانے دیتے۔ کاہنہ کو ایسے رسم ورواج پر غصہ آرہا تھا۔ اس کا جی کررہا تھا کہ ایک ایک کے دماغ میں پہنچ کر زلزلے پیدا کرے اور ان کے ہوش اڑا دے پھر عقل نے سمجھایا ایسا کرے گی تو ایک ہنگامہ برپا ہوجائے گا۔ دولہا ان متاثرین کے علاج اور ان کی دلجوئی میں مصروف ہوجائے گا۔ ایسی گڑبڑ ہوگی تو وہ سہاگ رات نہیں منا سکے گی۔

وہ بہت پہلے ہی اعظم کو اپنا معمول اور تابع دار بنا چکی تھی۔ اس نے میرے اندر آکر حکم دیا۔ ''اپنے رشتے داروں کا مطالبہ پورا کرا اور فوراً ہی اپنی دلہن کے کمرے میں جا۔ وہ بے چینی سے تیرا انتظار کررہی ہے۔''

میں نے ایک تابع دار کی طرح حکم کی تعمیل کی۔ اپنی سالی اور سالوں کا مطالبہ پورا کیا پھر مجھے اس کمرے میں جانے کی اجازت مل گئی۔ وہ کاہنہ میرے لیے پُراسرار تو نہیں تھی مگر بڑی عجیب وغریب چیز تھی۔ بڑی ہیرا پھیری کے بعد مل رہی تھی۔

میں دروازہ کھول کر اندر آیا۔ وہ سرخ گھونگھٹ میں چھپی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ میں نے دروازے کی چٹخنی اندر سے چڑھا دی۔ اسے مقدر کے پنجرے میں بند کردیا۔ وہ جو چاہتی تھی' وہ ہونے والا نہیں تھا اور جو نہیں چاہتی تھی' وہ ہورہا تھا۔

میں اس کے پاس آکر بستر کے سرے پر بیٹھ گیا۔ رسمی جملے ادا کرتے ہوئے بولا۔ ''میں نے بچپن سے اب تک تمہیں کتنے ہی ملبوسات میں اور طرح طرح کے زیورات میں دیکھا ہے۔ تمہارے ہر انداز میں ایک نیا حسن ایک نئی دلکشی پائی ہے۔ آج تمہارا گھونگھٹ اٹھا کر ایک نئے روپ میں دیکھنے جارہا ہوں۔ اس سے پہلے میرا یہ تحفہ قبول کرو۔''

میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ ہاتھ کہہ رہا تھا کہ جو ہاتھ آئی ہے' وہ بڑی ہی اُجلی اور دمکتی ہوئی چیز ہے۔ میں اس کی انگلی میں ہیرے کی انگوٹھی پہناتے ہوئے بولا۔ ''اپنی دلہن کا گھونگھٹ اٹھانے سے پہلے یہ رشوت دینی پڑتی ہے۔ میں تصور میں دیکھ رہا ہوں۔ تم گھونگھٹ کے پیچھے زیرِ لب مسکرا رہی ہو۔''

اس کے برعکس وہ الجھ رہی تھی۔ ان لمحات میں بس یہ چاہتی تھی کہ میں اسے جلد سے جلد سرتاپا حاصل کرلوں اور سارے رسم ورواج کو بالائے طاق رکھ دوں۔ اسے ابھی تک دھڑکا لگا ہوا تھا کہ یہ سہاگ رات بھی ناکام ہوسکتی ہے۔

میں نے اس کا گھونگھٹ اٹھایا۔ پہلی بار اسے دیکھا۔ واقعی دیکھنے کی چیز تھی۔ اب سے پہلے میں نے آلہ کار کے ذریعے اسے مندر میں دیکھا تھا۔ لیکن روبرو آنکھوں سے دیکھنے کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ چہرے کے نقوش' اس کے تیور اور رنگ وروپ میں زہریلا حسن بھرا ہوا تھا۔ مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچتا تھا۔ میں اس کے حسن کا قصیدہ پڑھنا چاہتا تھا۔ اس نے کاہنہ کی حیثیت سے میرے اندر آکر حکم دیا۔ ''یہ قصیدہ گوئی بند کر۔ ایسی باتیں بعد میں بھی کی جاسکتی ہیں۔ ابھی لائٹ آف کر.....''

میں نے حکم کی تعمیل کی۔ لائٹ آف کی تو پورا کمرا تاریکی میں ڈوب گیا۔ میں نے یہ سوچ لیا تھا کہ خود کو ظاہر نہیں کروں گا۔ جب بھی بھید کھلے گا' تب اس کے ہوش اڑیں گے۔

ادھر برائٹ موسس بڑے اطمینان سے عمل کررہا تھا اور

کامیابی کی طرف گامزن تھا۔ اس کے اور موم بتیوں کے درمیان جو شیشے کی دیوار تھی، وہ تاریک ہو چکی تھی اور اس تاریکی میں ہالو راسیارہ ابھر رہا تھا۔ وہ بہت سست رفتاری سے قریب آتے آتے نگاہوں کے سامنے پھیل گیا تھا۔ موسس بڑی تندہی سے منتر پڑھتا جا رہا تھا۔ ایسے وقت اس شیشے پر ایشورارا کی تصویر ابھرنے لگی۔ جب وہ سر سے پاؤں تک نظر آیا تو وہ تصویر متحرک ہوگئی۔ وہ آگے کی سمت چلتا ہوا آکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

برائٹ موسس نے کہا۔ ''ہیلو ایشورارا! کیا تُو میری آواز سن رہا ہے؟''

وہ شیشے کی اسکرین پر واضح طور پر دکھائی دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''ہاں، میں تیری آواز سن رہا ہوں مگر تُو کون ہے؟''

''میرا نام برائٹ موسس ہے۔ یہودی اور عیسائی مجھے پیشوائے اعظم کہتے ہیں۔ تُو نے میری روحانی قوتوں کے بارے میں سنا ہوگا؟ مجھے افسوس ہے، کاہنہ میرے خلاف زہر اُگل رہی ہے اور تجھے مجھ سے بدظن کر رہی ہے۔''

وہ بولا۔ ''کاہنہ میری دیوی ماں ہے۔ میں اس کی پوجا کرتا ہوں۔ وہ کبھی مجھ سے جھوٹ نہیں بولے گی۔''

''بڑے افسوس کی بات ہے۔ تُو ایک ذہین سائنس داں ہے۔ اتنا تو جانتا ہے کہ تصویر کا ایک ہی رخ نہیں دیکھنا چاہیے۔ اس نے جو بھی کہا، اپنی زبان سے کہا۔ لیکن عملی طور پر میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں دیا۔ دراصل وہ روحانی قوتوں کی حامل نہیں ہے۔ کالا جادو جانتی ہے۔ میرے مقابلے میں بہت ہی کمتر ہے۔''

وہ بولا۔ ''تُو بھی جو کہہ رہا ہے، وہ محض زبان سے کہہ رہا ہے۔ کیا اس کے خلاف ثبوت پیش کر سکتا ہے؟''

''اگر تُو میری روحانی قوتوں کو آزمانا چاہتا ہے تو کوئی ایسی خواہش بیان کر، جسے کاہنہ نے پورا نہ کیا ہو اور میں اسے پورا کر دکھاؤں۔''

کاہنہ نے ایک بار موسس کو بتایا تھا کہ ایشورارا کی بیٹی اور بیٹے پر اس طرح روحانی عمل کیا گیا ہے کہ باپ اپنے بچوں سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں کر پاتا ہے۔ کاہنہ اس روحانی عمل کو ختم کرنے اور ان تینوں کو ملانے کے سلسلے میں ناکام رہی ہے۔

اس وقت موسس نے کاہنہ سے وعدہ کیا تھا کہ جب ایشورارا ہماری دنیا میں آئے گا تو وہ اس کی بیٹی اور بیٹے کو روحانی عمل سے نجات دلائے گا۔

اب تو کاہنہ دشمن بن گئی تھی اور وہ اس کے کام آنے والا نہیں تھا۔ ایشورارا اپنی اور بیٹے کے لیے فکرمند تھا۔ اس نے موسس سے کہا۔ ''اگر تُو انہیں روحانی عمل سے نجات دلائے گا اور میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سے رابطہ کرنے میں ناکام نہیں رہوں گا تو یہ تسلیم کرلوں گا کہ تُو روحانی معاملات میں کاہنہ سے برتر ہے۔''

''تُو جب بھی زمین پر آئے گا، میں اپنی برتری ثابت کروں گا۔ تیری بیٹی اور بیٹے کو روحانی عمل سے نجات دلا کر انہیں تیرے سائے میں پہنچا دوں گا۔''

''میں مشینوں کی تیاری میں مصروف ہوں۔ وہ مکمل ہونے والی ہیں۔ میں دو ماہ بعد آؤں گا۔''

''تیرے یہاں آنے سے پہلے میں یہ بتا دوں کہ تُو میری مدد کے بغیر یہاں کے اکابرین کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ نہ ہی کسی کو اپنا معمول اور تابع دار بنا سکے گا۔ کیونکہ میں نے ان سب کو اپنا تابع دار بنا لیا ہے۔''

''کیا تُو یہ کہنا چاہتا ہے کہ میرے زمین پر آتے ہی وہ تمام اکابرین روپوش ہو جائیں گے؟''

''نہیں، وہ روپوش نہیں ہوں گے اور نہ ہی تُو اپنی ٹریننگ مشین سے کوئی کام لے سکے گا۔ کیونکہ وہ کھل کر بڑی آزادی سے اپنے اپنے ملک میں اپنے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔ لیکن تُو اور تیرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت ان تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ وہ سب بڑے سخت حفاظتی انتظامات میں رہنے لگے ہیں۔''

ایشورارا سوچ میں پڑ گیا۔ موسس نے کہا۔ ''تجھے ہر پہلو پر غور کرنا چاہیے۔ پچھلی بار یہ دیکھ چکا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے والوں پر حاوی نہیں ہو سکے گا۔ انہیں زیر کرنے کے لیے میرے تعاون کا محتاج رہے گا۔ تجھے میری بات کا یقین نہ آئے تو ایک آدھ ہفتے کے لیے زمین پر آجا۔ جس دن یہاں آئے گا، میں اسی دن تیری بیٹی اور بیٹے کو روحانی عمل سے نجات دلا کر تیرے حوالے کر دوں گا اور تمام اکابرین کے معاملے میں اپنی بھرپور روحانی قوت کا مظاہرہ کروں گا۔ تُو دیکھے گا کہ وہ سب کس طرح میرے تابع دار بنے ہوئے ہیں۔ تیری ہزار کوشش کے باوجود وہ کبھی تیرے زیر اثر نہیں آئیں گے۔''

''تُو دوستی بھی کرنا چاہتا ہے اور مجھے چیلنج بھی کر رہا ہے۔''

''اسے چیلنج نہ سمجھ۔ میں تجھے دعوت دے رہا ہوں کہ کچھ روز کے لیے زمین پر آکر اپنی تمام صلاحیتوں کو آزما لے۔ جب تُو ناکام ہوگا تو میں تیرا دوست بن کر تیرے کام آتا رہوں گا۔ تُو اس دنیا پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ ہم آپس میں

حکمرانی کے معاملات طے کریں گے۔ میں یہودی ہوں۔ صرف ان علاقوں پر حکومت کرنا چاہوں گا، جہاں یہودیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ باقی دنیا تیرے حوالے کر دوں گا۔''

اس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، میں تیری تمام باتیں اپنے گریٹ ایشورارا تک پہنچاؤں گا پھر وہ جو حکم دے گا اسی پر عمل کروں گا۔ اگر اس نے اجازت دی تو میں دو چار روز میں زمین پر ضرور آؤں گا۔ ویسے بھی اپنی بیٹی اور بیٹے سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہوں۔''

''تیری یہ بے چینی میں دور کروں گا۔ بس جتنی جلدی ممکن ہو اس زمین پر آجا۔ میری روحانی قوتیں تجھے یہ سوچنے پر مجبور کریں گی کہ تُو میرے تحفظ سے ہی بابا صاحب کے ادارے پر حاوی ہو سکے گا۔ اب میں رابطہ ختم کر رہا ہوں۔''

وہ زیر لب کچھ پڑھنے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس اسکرین پر ایشورارا دھوئیں میں تحلیل ہوتا ہوا گم ہوگیا۔ تاریکی چھٹ گئی۔ شیشے کے آر پار پچیس موم بتیاں دکھائی دینے لگیں۔ وہ بہت خوش تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اپنی روحانی قوتوں کا مظاہرہ کر کے ایشورارا کو متاثر کرے گا۔ اپنی متحدہ تنظیم کو اور زیادہ مضبوط بنائے گا۔ اس کے ساتھ ہی کاہنہ کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکے گا۔

ایشورارا نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے کاہنہ سے رابطہ کیا۔ ''دی گریٹ ایشورارا نے مجھے حکم دیا ہے کہ زمین پر جتنی بھی بڑی قوتیں ہیں۔ ان سب سے رابطہ رکھا جائے۔ انہیں آزمایا جائے۔ ان میں جو بھی برتر اور طاقتور ہوگا۔ ان سے اتحاد قائم کیا جائے گا۔''

کاہنہ نے اپنی تحریر ارسال کی۔ اس سے پوچھا۔ ''کیا تجھے اپنی دیوی ماں پر بھروسا نہیں ہے؟ کیا تو سمجھتا ہے کہ کوئی دوسری پارٹی مجھ سے برتر ہے؟''

''میں ایسا نہیں سمجھتا۔ یہ حکم دی گریٹ ایشورارا نے دیا ہے۔ میں اس کا تابع دار ہوں۔ میں نے اس کے حکم کے مطابق برائٹ موسس سے باتیں کی تھیں۔''

کاہنہ یہ سنتے ہی چونک گئی۔ فوراً ہی سمجھ گئی کہ موسس اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ایشورارا کو شیشے میں اتار رہا ہے۔ اس نے پوچھا۔ ''موسس نے یقیناً میری برائیاں کی ہوں گی؟''

اس نے لکھا۔ ''دشمن کسی کی تعریف نہیں کرتے۔ اس نے دعویٰ کیا ہے، وہ روحانی قوتوں کے حوالے سے تجھ پر سبقت لے جائے گا۔ میں زمین پر آؤں گا تو وہ اپنی صلاحیتوں کے ذریعے اپنی برتری ثابت کرے گا۔''

اس نے غصے سے جواب دیا۔ ''وہ ڈینگیں مار رہا ہے۔''

''ڈینگیں مارنے والے بالآخر شرمندہ ہوتے ہیں اور منہ چھپاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں، تُو محتاط ہو جا۔ تجھے اس کے مقابلے میں اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اگر اس کا دعویٰ درست نکلا تو میں مجبور ہو جاؤں گا۔ دی گریٹ ایشورارا کے حکم سے مجھے اس کی طرف جھکنا پڑے گا۔ اس سے اتحاد کرنا ہوگا۔''

''میرے حساب سے تُو دو ماہ بعد آنے والا ہے۔''

''دی گریٹ ایشورارا کا حکم ہوگا تو میں دو چار روز میں آجاؤں گا۔ ابھی مشینیں اپنے ساتھ نہیں لاؤں گا۔ پہلے یہ آزماؤں گا کہ تم دونوں میں کون زیادہ برتر اور طاقتور ہے؟ اس سلسلے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج کل تُو کہاں ہے؟ کیونکہ میں تیرے مندر کے قریب اپنا فلائنگ ساسر اتارنا چاہوں گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''نہیں، تجھے یہاں نہیں اترنا چاہیے۔ میں انگولا کے اس جنگل میں نہیں ہوں۔ وہاں سے ہزاروں میل دور ایک ملک میں ہوں۔''

''تجھے میری خاطر اس جنگل میں آنا چاہیے۔''

''بے شک میں آؤں گی مگر کچھ وقت لگے گا۔ میں ایک گھنٹے بعد تجھ سے رابطہ کر کے بتاؤں گی کہ آئندہ کیا کرنے والی ہوں؟''

''اچھی بات ہے۔ میں تیری اگلی کال کا انتظار کروں گا۔''

ایشورارا نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔ برائٹ موسس اس کے لیے بہت زبردست چیلنج بن گیا تھا۔ وہ مندر اور وہ جنگل اس کی بہت مضبوط پناہ گاہ تھا۔ ایشورارا دو چار روز میں وہاں آنے والا تھا اور اس کا استقبال کرنے کے لیے جنگل میں اس کی موجودگی لازمی تھی۔ جبکہ وہ شادی اور ازدواجی زندگی کے معاملے میں یہاں الجھی ہوئی تھی۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ موسس ایسی زبردست چال چلے گا کہ ایشورارا دو ماہ سے پہلے ہی دو چار دنوں میں واپس آنا چاہے گا اور یہاں آکر ان دونوں کی پُراسرار قوتوں کو آزمائے گا۔ ابھی وہ نہیں جانتی تھی کہ برائٹ موسس کس طرح اپنی روحانی قوتوں کا مظاہرہ کرے گا اور ایشورارا کے علاوہ دی گریٹ ایشورارا کو بھی اپنی طرف مائل کر لے گا۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی ڈی کے اندر آئی۔ وہ مندر میں کاہنہ بنی ہوئی تھی۔ بڑی کامیابی سے وہاں دیوی ماں کا رول ادا کر رہی تھی۔ لیکن اب اچانک ہی پریشان ہوگئی تھی۔

پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ کئی ہزار فوجی جوان بکتر بند گاڑیوں میں مندر کے اطراف پہنچ گئے تھے۔ وہ ایسے حفاظتی انتظامات کے ساتھ آئے تھے کہ وہاں کے جنگلی جانور انہیں

نقصان نہیں پہنچا سکے تھے۔ وہ فوجی بڑی آسانی سے انہیں ہلاک کررہے تھے۔ یہ معلومات حاصل ہوتے ہی کاہنہ پر چند لمحوں کے لیے سکتہ طاری ہوگیا۔

ڈمی کاہنہ کی سوچ بتارہی تھی کہ فوجیوں نے تمام عقیدت مندوں کو مندر کی طرف آنے سے منع کردیا ہے۔ جو عقیدت میں اندھے ہوکر ادھر آنا چاہتے ہیں۔ انہیں گولی ماردی جاتی ہے۔ مندر کے پروہتوں اور کاہنوں کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ وہ اپنی چند داسیوں کے ساتھ تہ خانے میں ہیں۔ اب تک کوئی فوجی اس تہ خانے تک پہنچ نہیں پایا ہے۔

کاہنہ غصے سے تلملا گئی۔ اس نے فون کے ذریعے برائٹ موسس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے تجھ سے اور تمام اکابرین سے کہا تھا' کوئی میرے مندر اور اس جنگل کی طرف رخ نہ کرے۔ ورنہ میں ایسی انتقامی کارروائی کروں گی کہ سب کے ہوش اڑ جائیں گے۔''

موسس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''میں دیکھنا چاہتا ہوں' تو کس طرح ہمارے ہوش اڑاتی ہے؟''

''اچھی بات ہے۔ تو پھر دیکھ کہ میں کس طرح تجھے اپنے آگے جھکنے پر مجبور کرتی ہوں؟''

اب سے پہلے اس نے کئی اکابرین کے اندر جانے کی کوششیں کی تھیں۔ یہ معلوم ہوا تھا کہ موسس ان سب کے دماغوں کو لاک کرتا جارہا ہے پھر بھی کچھ باقی رہ گئے تھے۔ وہ ان اکابرین کو اپنے زیر اثر لاکر اس متحدہ تنظیم کو اچھا خاصا نقصان پہنچا سکتی تھی۔ جب چاہتی' برائٹ موسس کے بیٹے ڈینی کے اندر پہنچ کر زلزلے پیدا کرسکتی تھی۔ اسے دماغی مریض بنا سکتی تھی۔

پہلے اس نے کتنے ہی اکابرین کے اندر پہنچنے کی کوشش کی پھر یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ سب ہی کے دماغ مقفل ہوچکے تھے۔ یہ بعد میں معلوم ہوا تھا کہ تنہا برائٹ موسس نے ایسا نہیں کیا ہے۔ بلکہ امریکی لیلی پیتھی جاننے والوں نے بھی اپنے اہم اکابرین کے دماغوں کو لاک کیا ہے۔

کاہنہ نے اس پہلو سے ناکام ہونے کے بعد سوچا۔ ''برائٹ موسس خود کو بہت چالاک سمجھتا ہے۔ اس نے بڑے حفاظتی انتظامات کیے ہیں۔ لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس کا اپنا بیٹا غیر محفوظ ہے۔''

ڈینی اس کا آلہ کار تھا۔ وہ اس کے ذریعے موسس کے قدم متحدہ تنظیم سے اکھاڑ سکتی تھی اور ایشورارا کے آگے اسے ذلیل کرسکتی تھی۔ وہ بڑے اعتماد سے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے اندر پہنچی۔ لیکن پہنچتے ہی اس نے سانس روک لی اور وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ شدید حیرانی سے سوچنے لگی۔ ''یہ کیا ہوگیا؟''

وہ سمجھ رہی تھی' برائٹ موسس نے اس کی عدم موجودگی میں دوبارہ اپنے بیٹے پر تنویئی عمل کیا ہوگا اور دوسرے لب ولہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو مقفل کیا ہوگا۔ اسی لیے اب وہ اس کے اندر پہنچنے میں ناکام ہورہی ہے۔ حقیقتاً ہم یہ چاہتے تھے کہ کاہنہ برائٹ موسس کے مقابلے میں فی الحال کمزور پڑجائے تاکہ دونوں کے درمیان اچھی خاصی جنگ شروع ہوجائے۔ وہ مسلمانوں کے خلاف محاذ بنانے اور انہیں نقصان پہنچانے سے پہلے ہی آپس میں لڑتے مرتے رہیں۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے آمنہ کو ہدایت کی تھی کہ وہ ڈینی کے دماغ میں جاکر کاہنہ کو ناکام بنائے اور اس نے یہی کیا تھا۔ جب کاہنہ وہاں پہنچی تو آمنہ نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ جس کے باعث اس کی سوچ کی لہروں کو واپس جانا پڑا۔ اس کے بعد بھی اس نے دو تین بار وہاں پہنچنے کی کوشش کی اور ناکام ہوتی رہی تب اسے یقین ہوگیا کہ وہ ڈینی کو اپنا آلہ کار نہیں بنا سکے گی۔

وہ برائٹ موسس اور اکابرین کے ہوش اڑانے والی تھی۔ اب اس کے ہوش اڑ رہے تھے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اندر سے کھوکھلی ہوگئی ہے۔ تمام غیر معمولی صلاحیتیں' تمام پُراسرار علوم اس کے اندر سے نکل گئے اور وہ اب کسی کام کی نہیں رہی ہے۔

برائٹ موسس اور متحدہ تنظیم کو بلیک میل کرنے کے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں نقصان پہنچاتی۔ دوسرا یہ کہ اس کے بیٹے ڈینی کو دماغی مریض بنا دیتی۔ اگرچہ دوسرا راستہ ہم نے بند کیا تھا۔ لیکن وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ پیشوائے اعظم نے اپنے بیٹے کو تحفظ دیا ہے۔

میری پوتی انوشے مجھے اس کے حالات بتا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''اگر میں کاہنہ کے دماغ میں جانا چاہوں گا تو وہ سانس روک لے گی۔ مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔ تم اس کے اندر جاؤ اور یہ سوچ پیدا کرو کہ میں ایسے برے وقت میں اس کے کام آسکتا ہوں۔''

انوشے نے اس کے اندر پہنچ کر یہی سوچ پیدا کی۔ وہ بہت مغرور تھی۔ نقصان اٹھا رہی تھی۔ یہ کہنا چاہیے کہ رسی جل رہی تھی' مگر اس کے بل نہیں جارہے تھے۔ وہ مجھ سے کسی طرح کا بھی سمجھوتا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس نے جواباً سوچا۔ ''میں نے بڑی مشکلوں سے اعظم

ہمدانی کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کیا ہے اور فرہاد کو راستے سے ہٹایا ہے۔ سمجھوتا کرنا تو دور کی بات ہے' میں اس سے بات بھی نہیں کروں گی۔''

انوشے نے میرے پاس آکر کہا۔ ''کاہنہ کو ابھی اپنے آپ پر اعتماد ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے برائٹ موسس پر سبقت لے جائے گی مگر وہ بری طرح پچھتانے والی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''تو پھر وہ وقت آنے دو۔ جب وہ بری طرح پچھتائے۔ تم اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردو کہ طاقتور دشمنوں کے خلاف میں ہی اس کے کام آسکوں گا۔ میرے ذریعے ہی اسے برتری حاصل ہوگی۔''

انوشے کاہنہ کے دماغ میں یہ بات نقش کرکے چلی گئی۔ وہ مندر کے پجاری اور پروہتوں کے دماغوں میں جانے لگی۔ اس جنگل پر قبضہ کرنے والے ہزاروں فوجیوں نے انہیں قیدی بنا رکھا تھا۔ وہ ان کے ذریعے افسران کی باتیں سن کر ان کے دماغوں پر قبضہ جمانے لگی۔

اپنے علاقے سے انہیں بھگانا بہت ضروری تھا۔ وہ ایک ایک افسر کے اندر پہنچتی رہی اور یہ معلوم کرتی رہی کہ ان کے پاس جو گولے' بارود اور دھماکا خیز مواد ہے' اسے کہاں حفاظت سے رکھا گیا ہے؟

اس نے ایسے تباہ کن مواد کو فوجی چھاؤنی کے ہر حصے میں پہنچا دیا پھر جنگل میں جہاں دور دور چھاؤنیاں قائم کی گئی تھیں وہاں بھی طاقتور بم نصب کرا دیئے۔ اس کے بعد دھماکوں کی ابتدا کی۔ جنگل میں جہاں جہاں چھاؤنیاں قائم کی گئی تھیں۔ وہ سب بارودی دھماکوں سے اڑنے لگیں۔ ان سے دور جہاں ہیڈ کوارٹر قائم کیا گیا تھا۔ اسے بھی بالکل تباہ کر ڈالا۔ جو سپاہی جان بچانے کے لیے بھاگ رہے تھے۔ انہیں اپنے آلہ کار افسروں کے ذریعے گولیاں مارتی رہی پھر وہ آلہ کار افسر بھی ایک دوسرے کو ہلاک کرتے رہے۔

متحدہ تنظیم کو اس تباہی کی اطلاع مل رہی تھی۔ لیکن وہ کوئی جوابی کارروائی نہیں کرسکتے تھے۔ موسس نے کہا۔ ''وہاں کاہنہ خود موجود نہیں ہوگی۔ مندر میں چند پجاری اور پروہت ہیں۔ ہم اس مندر کے ساتھ زیادہ سے زیادہ انہیں تباہ کرسکیں گے۔ ہمیں ایسی انتقامی کارروائی سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمارا بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ ہم نے تمام ممالک کی ایک متحدہ فوج قائم کی تھی۔ اس کے پانچ ہزار سپاہی اس جنگل میں بھیجے گئے تھے۔ ان میں سے بمشکل پچاس واپس آئے ہیں۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''جو فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ ان کے رشتے دار پریس اور مختلف اخبارات کے ذریعے احتجاج کررہے ہیں۔ پوچھ رہے ہیں کہ ان کے پیاروں کو کس محاذ پر بھیجا گیا تھا' جہاں وہ بے موت مارے گئے ہیں؟''

موسس نے کہا۔ ''بے شک، کاہنہ نے ہمیں مشکلات میں ڈال دیا ہے۔ اس نے جھنجھلا کر ایسا انتقام لیا ہے۔ کیونکہ وہ آپ لوگوں تک پہنچ نہیں پاتی۔ میں نے آپ سب کو تحفظ دیا ہے۔ میں چاہوں گا کہ ذرا صبر و تحمل سے نقصان برداشت کیا جائے۔ جب ایشورارا یہاں آئے گا تو میں روحانی صلاحیتوں کے ذریعے اس چڑیل کو ایسی شکست دوں گا کہ وہ تلملا کر رہ جائے گی۔ لیکن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی پھر وہ سیارے والے ہم سے اتحاد ضرور قائم کریں گے۔''

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''کاہنہ نے اس جنگل میں ہمارے افسران اور سپاہیوں کو آلۂ کار بنا کر ان کے... ذریعے سب کچھ تباہ کر ڈالا ہے۔ اگر تُو اسے جلد ہی قابو میں نہیں کرے گا تو وہ ہمارے ہر ملک کی فوجی چھاؤنی میں یہی تماشے کرے گی۔ ہر ایک کے دماغ پر قبضہ جما کر ایسے ہی بم دھماکے کرے گی۔ فوج کو اور اسلحہ کو تباہ کر ڈالے گی۔ اس سے پہلے ہی اس کاہنہ کو ختم کر دینا چاہیے یا کسی طرح اسے بے بس اور مجبور کرکے اپنے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دینا چاہیے۔''

برائٹ موسس نے انہیں یقین دلایا کہ وہ ایسا کرے گا۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کاہنہ کی اس جوابی کارروائی کے جواب میں کیا کرنا چاہیے؟ بس ایک ہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ کسی بھی طرح اس کا سراغ لگایا جائے' وہ کہاں ہے اور کیا کررہی ہے؟

وہ اس سلسلے میں کئی طرح کے عمل پڑھ چکا تھا اور ناکام ہوتا رہا تھا۔ اس عورت نے اپنے اطراف اتنا مضبوط حصار باندھ رکھا تھا کہ پیشوائے اعظم کا ہر منتر اس حصار سے ٹکرا کر واپس آجاتا تھا۔

کاہنہ نے ایشورارا سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''تیرے آنے سے پہلے ہی میں موسس کے ہوش اڑا رہی ہوں۔ تُو ابھی اس سے رابطہ کرکے معلوم کرسکتا ہے کہ میں کس طرح اسے کمزور اور کمتر بناتی جارہی ہوں۔''

اس نے پوچھا۔ ''وہاں معاملات کیا ہیں؟ تیرے اور موسس کے درمیان کیا ہورہا ہے؟ مجھے کچھ تو بتا؟''

اس نے بتایا کہ اس کی متحدہ تنظیم نے اپنے پانچ ہزار فوجی اس کے جنگل میں بھیجے تھے۔ وہ اس کے مندر کو تباہ کر دینا چاہتے تھے۔ اس سے پہلے ہی اس نے تمام فوجیوں کو تباہ

کر دیا ہے۔ مختلف ممالک کے پانچ ہزار سپاہیوں کی جانیں لے کر ان کے ہوش اڑا دیئے ہیں۔ آئندہ وہ اس جنگل میں قدم رکھنے کی جرأت بھی نہیں کرسکیں گے۔

ایشورارا نے کہا۔ ''میرے پاس برائٹ موسس سے رابطہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ وہ اپنے پُراسرار علم کے ذریعے مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ کیا تُو اسے اطلاع دے سکتی ہے کہ میں اس سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں؟''

''میں ضرور اس سے تیری بات کراؤں گی مگر مجھے یہ تو بتا دے کہ تُو کس دن یہاں پہنچ رہا ہے؟ میں اس سے پہلے ہی اپنے مندر میں تیرے استقبال کے لیے پہنچ جاؤں گی۔ وہاں تُو آسانی سے اپنی فلائنگ ساسر اتار سکے گا۔ کوئی دشمن تیری طرف آنے کی جرأت نہیں کرسکے گا۔''

''تُو نے جس طرح پانچ ہزار فوجیوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعی تُو بہت طاقتور ہے۔ میں آج سے تیسری رات کو زمین پر پہنچوں گا۔ اس سے پہلے موسس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں ابھی بات کراتی ہوں۔''

اس نے ایشورارا سے رابطہ ختم کیا پھر فون کے ذریعے برائٹ موسس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ایشورارا ابھی تجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔''

وہ غصے اور نفرت سے بولا۔ ''تُو بہت ہی ذلیل کتیا ہے۔ تُو نے اسے میرے خلاف بھڑکایا ہوگا؟''

''تُو مجھے کتیا کہہ رہا ہے اور خود کتے کی طرح بھونک رہا ہے۔ جا... سیارے والوں کے تلوے چاٹنے کے لیے جا....''

تاریخ گواہ ہے کہ یہود و نصاریٰ دین اسلام کے خلاف کارروائیاں کرنے اور مسلمانوں کو کچل ڈالنے کے سلسلے میں ایسے اندھے ہوجاتے ہیں کہ اندھی کارروائیاں کرنے لگتے ہیں۔ ہم سب ایک خوبصورت سی دنیا میں رہتے ہیں۔ امن و امان سے رہ سکتے ہیں۔ لیکن اسے اندھا پن کہا جائے گا کہ وہ سیارے والوں کو دوست بنا رہے تھے اور ہمیں دشمن.... دشمنی کا یہ عمل انہیں آپس میں ہی لڑا رہا تھا۔

برائٹ موسس نے اپنے پراسرار علم کے ذریعے رابطہ کرتے ہوئے کہا۔ ''میں ایشورارا اور دی گریٹ ایشورارا کو سلام کرتا ہوں۔ کاہنہ کہہ رہی تھی' تُو مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے؟ اس لیے حاضر ہوا ہوں۔''

''وہ کہہ رہی تھی' تُو نے اس جنگل پر قبضہ جمانے کے لیے متحدہ تنظیم کی فوجیں بھیجی تھیں۔ اس نے اپنے پُراسرار علم کے ذریعے ان پانچ ہزار سپاہیوں کو مار ڈالا ہے۔ تم لوگوں نے بری طرح پسپا کیا ہے۔ آئندہ کوئی وہاں قدم نہیں رکھ سکے گا۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''کاہنہ بہت ہی جھوٹی اور مکار ہے۔ ہم نے صرف پچاس سپاہیوں کو اس جنگل کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا تھا۔ اس نے ان بیچاروں کو مار ڈالا۔ پانچ ہزار سپاہی بہت ہوتے ہیں۔ اسے جھوٹ بولتے وقت تعداد کچھ تو کم کرنی چاہیے تھی۔ تجھے اس کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے۔ جب یہاں آئے گا تو حقیقت معلوم ہوگی۔''

''میں وہاں آکر یہ نہیں دیکھوں گا کہ تم دونوں نے اب تک ایک دوسرے کے خلاف کیا کیا ہے؟ اور کس طرح برتری حاصل کی ہے؟ میں تو یہ دیکھوں گا کہ میرے بیٹے اور بیٹی کو ان مسلمانوں سے کون نجات دلاتا ہے؟ کون بابا صاحب کے ادارے کے خلاف مضبوط محاذ بنا سکتا ہے؟''

''پھر تو ابھی سے لکھ لے کہ میں ہی تیری بیٹی اور بیٹے کو مسلمانوں سے نجات دلا کر تیری آغوش میں پہنچاؤں گا۔ میری متحدہ تنظیم کو اور میری روحانی قوتوں کو دیکھ کر تُو مجھ سے ہی اتحاد قائم کرے گا۔ میرے بغیر بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کچھ نہیں کرپائے گا۔ یہ ابھی سے لکھ لے۔''

وہ بڑے ہی اعتماد سے بڑے ہی ٹھوس لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ایشورارا نے کہا۔ ''مجھے یقین ہے' تُو ہی برتری حاصل کرے گا۔ بہرحال میں آج سے تیسری رات زمین پر آرہا ہوں۔ اس کے بعد آسانی سے فون کے ذریعے رابطہ ہوسکے گا۔''

''میں اپنا ایک آلہ کار یہاں رکھوں گا۔ تُو اس کے دماغ میں آکر بولے گا۔ میں بھی اس کے دماغ میں رہ کر تجھ سے بات کروں گا۔ اس طرح ہم ٹیلی فون کے بغیر کھل کر رازداری کی باتیں کرسکیں گے۔''

''ٹھیک ہے، آئندہ خیال خوانی کے ذریعے ہماری باتیں ہوں گی۔''

''کیا تُو اسی جنگل میں اپنی فلائنگ ساسر اتارے گا؟''

''یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ میں حالات کے مطابق ہوا کا رخ دیکھ کر زمین کے کسی حصے میں بھی اتر سکتا ہوں۔''

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ موسس ایک طرف بیٹھ کر سوچنے لگا۔ ''ایشورارا عارضی طور پر یہاں کا جائزہ لینے آرہا ہے۔ اسے ہر حال میں متاثر کرنا ہوگا۔ سب سے پہلی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ وہ کاہنہ سے زیادہ قریب نہ رہے۔ آج سے تیسری رات میں اپنے علوم کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ اپنی فلائنگ ساسر زمین کے کس حصے میں اتارے گا؟''

ادھر کاہنہ فکر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اب اس کا مندر میں پہنچنا اور اس جنگل میں رہنا ضروری ہوگیا تھا۔ وہ ایشورارا کے

استقبال کے لیے وہاں موجود رہتی تو یقیناً وہ اسی جگہ زمین پر اتر تا اور پہلی ملاقات اسی سے ہوتی۔ پہلا تاثر وہی قائم کر پاتی۔

میں ایک شوہر کی حیثیت سے اس کے ساتھ دن رات رہتا تھا۔ لیکن وہ اپنی ضرورت کے وقت مجھ سے کترا جاتی تھی۔ جب بھی موسس اور ایشورا راوغیرہ سے رابطہ کرنا ہوتا اور اپنے دوسرے معاملات میں مصروف رہتا تو وہ کاہنہ کی حیثیت سے میرے اندر آکر مجھے حکم دیتی تھی کہ میں چند گھنٹوں کے لیے سو جاؤں یا تفریح کے لیے کہیں چلا جاؤں۔ میں اس کا حکم مان کر اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھتا تھا۔

رات کا کھانا کھاتے وقت میں اس کے چہرے کو غور سے تکنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ ''اس طرح کیا دیکھ رہے ہو؟''

''میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم اندر سے کچھ پریشان ہو اور اپنی پریشانیاں مجھ سے چھپا رہی ہو۔''

وہ بولی۔ ''ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تمہارے ساتھ بہت خوش ہوں۔ لیکن.....''

میں نے کہا۔ ''آخر یہ لیکن بیچ میں آ ہی گیا۔ ضرور کوئی پریشانی ہے؟''

''میں نے کہا ناں آپ کے ساتھ بہت خوش ہوں لیکن.....اس چار دیواری میں ذرا دم گھٹنے لگا ہے اور آپ ہیں کہ ہنی مون کے لیے کہیں جانے کا پروگرام نہیں بنا رہے ہیں۔''

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''بس، اتنی سی بات ہے؟ ابھی پروگرام بناتے ہیں اور کل ہی یہاں سے روانہ ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے ہنی مون کے لیے سوئٹزرلینڈ جانا پسند کرو گی؟''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''آئی لو یو۔ آپ بہت اچھے ہیں۔ ابھی کھانے کے بعد ٹریول ایجنٹ سے رابطہ کریں اور کل ہی کسی فلائٹ کی دو سیٹیں حاصل کر لیں۔''

میں نے یہی کیا۔ دوسرے دن پیرس جانے والی فلائٹ میں دو سیٹیں او کے کرالیں۔ وہ بہت خوش تھی۔ میرے ساتھ رات ایک بجے تک بہت خوبصورت لمحات گزارتی رہی پھر کاہنہ بن کر میرے اندر آکر مجھے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ بیچاری کتنی وفادار تھی؟ اپنے شوہر کو غلام بنا کر ازدواجی زندگی کا کھیل کھیل رہی تھی۔

اس نے اپنی ڈی کاہنہ کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''اب تجھے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے دشمنوں کو بھگا دیا ہے۔ کل سے یہاں عقیدت مندوں کا میلا لگا رہے گا۔ میں جلد ہی واپس آ رہی ہوں۔''

وہ وہاں جانے سے پہلے یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اس کے لیے کوئی خطرہ ہے یا نہیں؟ برائٹ موسس اس کے خلاف وہاں کوئی چال چل سکتا تھا۔ اس سے پہلے ہی وہ اپنے لیے حفاظتی انتظامات کر رہی تھی۔

وہ انگولا کے ریڈیو اور ٹی وی اناؤنسرز کے اندر باری باری جانے لگی اور کہنے لگی۔ ''میں ہزاروں برس سے زندہ رہنے والی کاہنہ اپنے عقیدت مندوں سے مخاطب ہوں۔ تم سب نے یہ دیکھا کہ بڑے بڑے ممالک کی فوجیں متحد ہو کر میرے جنگل میں آئی تھیں۔ وہاں سے میرے عقیدت مندوں کو بھگایا تھا۔ لیکن ان کا انجام کیا ہوا؟ وہ سب کے سب مارے گئے۔ وہاں ان کی لاشیں اٹھانے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ میرے شیر اور چیتوں کو اچھی خاصی خوراک مل رہی ہے۔

میرے دشمن سمجھ رہے تھے کہ تمہاری دیوی ماں کمزور ہے اور وہ مجھے شکست دیں گے۔ میرے مندر کو توڑ دیں گے۔ لیکن دنیا دیکھ رہی ہے' میں نے تنہا ہو کر بھی تمام بڑے ممالک کی فوجوں کو شکست دی ہے۔ آئندہ کوئی جنگل میں آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔

میں اپنے عقیدت مندوں سے کہتی ہوں' وہ بے خوف و خطر کل سے مندر کی طرف آ سکتے ہیں۔ وہاں رہائش اختیار کر سکتے ہیں۔ میں انہیں ضرور درشن دیتی رہوں گی۔''

اس نے دوسری صبح نیند سے بیدار ہونے کے بعد پھر انگولا کے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اپنے عقیدت مندوں کو مخاطب کیا اور انہیں حوصلہ دیا کہ وہ اس کے درشن کرنے کے لیے مندر کی طرف جا سکتے ہیں۔ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہاں جانے کے بعد معلوم ہوگا کہ دیوی ماں کس روز کس وقت انہیں درشن دے گی؟

دوسرے دن میں اعظم ہمدانی کی حیثیت سے اپنے والدین سے' بزرگوں سے اور دوسرے رشتے داروں سے رخصت ہونے لگا۔ سب ہی خوش ہو کر دعائیں دے رہے تھے۔ اعظم کی ماں نے کاہنہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے کہا۔ ''بیٹے! میری بہو بہت نازک ہے۔ زندگی میں پہلی بار ملک سے باہر جا رہی ہے۔ اس کا خاص خیال رکھنا۔ اسے بخیریت واپس لانا۔''

ایسے وقت کاہنہ دل ہی دل میں کہہ رہی تھی۔ ''جی بھر کر بیٹے کو گلے لگا لو' دعائیں دے دو۔ یہ اب واپس آنے والا نہیں ہے۔ جیسے ہی میرے وجود میں ایک بیٹی آئے گی۔ میں اسے زندہ نہیں رہنے دوں گی۔ صدیوں سے یہ دستور چلا آیا ہے۔ کوئی بھی کاہنہ اپنے شوہر کو راز دار بنا کر زندہ نہیں رکھتی۔''

ہم شام کی فلائٹ سے روانہ ہوئے اور رات کو

سوئٹزرلینڈ پہنچ گئے۔ جنیوا کے ایک ہوٹل میں کمرا حاصل کیا۔ وہاں کاہنہ نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے گہری نیند سلا دیا پھر مجھ پر نئے سرے سے تنویمی عمل کرنے لگی۔ ایسے وقت الوشے میرے اندر موجود تھی۔

کاہنہ میرا برین واش کر رہی تھی۔ اعظم ہمدانی کی حیثیت سے میری یادداشت بھلا رہی تھی۔ میرے اندر کہہ رہی تھی۔ ''ان لمحات سے تُو اپنے آپ کو بھول چکا ہے۔ بس اتنا یاد رکھے گا کہ میرا غلام ہے اور تیرا نام بھی غلام ہے۔ تُو ماضی کی کوئی بات یاد نہیں کرے گا۔ صرف میرے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔''

اس نے میرے دماغ کو لاک کرنے کے بعد مجھے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا پھر ڈی کاہنہ کے ذریعے معلوم کیا۔ پتا چلا صبح سے ہی عقیدت مند مندر کی طرف آنے لگے تھے۔ وہ بہت خوش تھے اور سب ہی مندر کے آس پاس والی رہائش گاہوں میں رہ کر ناچتے گاتے ہوئے اپنی مسرتوں کا اظہار کر رہے تھے۔

کاہنہ انگولا کی پولیس اور انٹیلی جنس والوں کے اندر جا کر معلوم کر رہی تھی کہ اس کے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے یا نہیں؟ وہ متحدہ تنظیم میں شامل ہونے والے ملکوں کی انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں بھی جا رہی تھی۔ برائٹ موسس اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔ ان میں فوج کے اعلیٰ افسران بھی شامل تھے۔ لیکن وہ ان تمام ممالک کے ہزاروں افراد کے دماغوں کو لاک نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح وہ انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران کے دماغوں کو بھی لاک نہیں کر پائے تھے۔ ان کے ذریعے پتا چل رہا تھا کہ ان کے کتنے جاسوس کس بھیس میں انگولا کے شہر گوانزا پہنچے ہوئے ہیں؟

وہ سب یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کاہنہ کب اس مندر میں پہنچے گی؟ کس دن اور کس وقت اپنے عقیدت مندوں کو درشن دے گی؟ ایسے وقت وہ عقیدت مندوں کے بھیس میں وہاں جائیں گے اور کاہنہ کو گولی مار دیں گے۔

وہ باری باری انٹیلی جنس کے ایک ایک افسر کے اندر پہنچتی رہی اور وہ اس کی مرضی کے مطابق اپنی بیویوں اور بچوں سے فون پر باتیں کرتے رہے۔ ان میں سے ہر ایک کی بیوی نے کہا۔ ''کاہنہ پتا نہیں کب اپنے عقیدت مندوں کو درشن دے گی؟ اور کب اسے ہلاک کیا جائے گا؟ اس سے پہلے میں اپنے آپ کو گولی مار رہی ہوں۔ مجھے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔''

جس نے بھی فون پر اپنی بیوی کی یہ دھمکی سنی وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ ان میں سے ایک افسر نے اپنی بیوی کی دھمکی کو مذاق سمجھا تو اس نے سچ مچ خود کو گولی مار لی۔ اس کے بچوں نے فون پر بتایا کہ ان کی ماں نے سچ مچ خودکشی کر لی ہے۔

ان حالات میں انٹیلی جنس کے تمام افسران سہم گئے۔ انہوں نے اسی وقت ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کر کے کہا۔ ''ہم کاہنہ کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ کسی عقیدت مند کے بھیس میں وہاں نہیں جائیں گے اور نہ ہی اسے گولی ماریں گے۔ ہم واپس آ رہے ہیں۔''

اکابرین نے انہیں روکنے کی کوشش کی مگر وہ رُکنے والے نہیں تھے۔ ان کی جگہ دوسرے جاسوس بھیجے گئے۔ کاہنہ ان کے دماغوں میں بھی پہنچی ہوئی تھی۔ انہوں نے انگولا پہنچتے ہی وہاں کے پولیس افسران کو گولیاں مارنی شروع کر دیں۔ ان میں سے کچھ جاسوسوں کو گرفتار کیا گیا۔ کچھ فرار ہو گئے اور اپنی جان بچانے کے لیے واپس بھاگنے لگے۔ کاہنہ نے فون کے ذریعے ایک اعلیٰ حاکم سے کہا۔ ''دیکھ! تیرے انٹیلی جنس والوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اس وقت ایک اعلیٰ افسر تیرے پاس آیا ہے اور تُو اسے یہ حکم دینے والا ہے کہ وہ بڑی رازداری سے میرے مندر میں پہنچ کر مجھے گولی مارے گا۔''

اس افسر نے کہا۔ ''کاہنہ! تیری موت آ چکی ہے۔ جتنے بھی ہتھکنڈے آزما لے۔ تجھے مرنا ہی مرنا ہے۔''

''افسوس کہ تُو میری موت نہیں دیکھ سکے گا۔ کیونکہ تیری موت سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ اس اعلیٰ افسر کو دیکھ.....! میں اس کے اندر موجود ہوں اور یہ دیکھ.....! یہ اپنا ریوالور نکال رہا ہے۔''

اس اعلیٰ حاکم نے چیخ کر کہا۔ ''بچاؤ.....اسے پکڑو.....اسے باہر بھگاؤ.....''

اس سے پہلے کہ کوئی وہاں آتا۔ اس نے گولی چلا دی۔ اعلیٰ حاکم اچھل کر فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔ کاہنہ اس آلۂ کار کو بنگلے کے اندر لے گئی۔ دوسرے کمرے میں اس کی بیوی اور جوان بیٹی تھا۔ اس نے ان دونوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اس کی جوان بیٹی خوف سے سہمی ہوئی تھی۔ کاہنہ نے آلہ کار کے ذریعے کہا۔ ''میں تجھے زندہ چھوڑ دوں گی۔ ابھی فون کر کے جتنے اکابرین کو بتا سکتی ہے' بتا دے کہ یہاں کاہنہ نے تیرے پورے خاندان کا کیا حشر کیا ہے اور آئندہ دوسروں کو بھی ان کے پورے خاندان سمیت کس طرح تباہ و برباد کر سکتی ہے؟''

اس لڑکی نے فوراً ہی فون کے ذریعے اپنے ملک کے کئی اکابرین سے رابطہ کیا پھر انہیں کاہنہ کا پیغام سنایا۔ اس ملک کے اکابرین نے دوسرے ممالک کے اکابرین کو بتایا کہ ایک

اعلیٰ حاکم کے ساتھ کیسی واردات ہو چکی ہے اور انگولا جانے والے جاسوسوں کے ساتھ بھی کیسا سلوک کیا جا رہا ہے؟

پھر انہوں نے برائٹ موسس سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا۔ ''کیا کاہنہ اسی طرح ہم پر حاوی ہوتی رہے گی؟ پانچ ہزار سپاہیوں کو مارنے کے بعد اب اس نے ایک اعلیٰ حاکم کو اس کی بیوی اور بیٹے کو مار ڈالا ہے۔ وہ ہم سب کے لیے چیلنج بن گئی ہے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمارے جو جاسوس انگولا گئے تھے۔ ان کی بیوی اور بچوں کے ساتھ بھی یہی ہونے والا تھا۔ وہ گھبرا کر واپس آ گئے ہیں اور جو جبراً وہاں تھے۔ انہوں نے وہاں کے پولیس والوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ وہ قاتل بن گئے ہیں۔ وہاں کے قوانین کے مطابق مفرور ہیں۔ انہیں تلاش کیا جا رہا ہے۔ پتا نہیں وہ کب مرے گی لیکن اس نے اچھا خاصا ہنگامہ برپا کر دیا ہے۔ سب ہی کے دلوں میں دہشت پیدا کر دی ہے۔ وہ آئندہ بہت کچھ کر سکتی ہے۔''

موسس نے کہا۔ ''کاہنہ جیسی واردات کر رہی ہے' اس سے پتا چلتا ہے' وہ بہت محتاط ہو گئی ہے اور اپنے لیے حفاظتی انتظامات کر چکی ہے۔ وہ ہمارے ہتھے نہیں چڑھے گی لہٰذا اسے ہلاک کرنے کا خیال فی الحال دل سے نکال دیا جائے۔ اس طرح ہمارے لوگ بھی محفوظ رہیں گے۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''کاہنہ ہمیں پسپا کر رہی ہے اور اپنی برتری ثابت کر رہی ہے۔''

''وقتی کامیابی کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ دشمن ہم سے برتر ہو گیا ہے۔''

ایک نے پوچھا۔ ''موجودہ حالات میں تُو ہمارے لیے کیا کر سکتا ہے؟''

''میں جانتا تھا' وہ پُراسرار علوم میں مجھ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اس سے بڑا سخت مقابلہ ہوگا۔ اسی لیے میں نے تم سب کے دماغوں کو مقفل کر دیا ہے تاکہ سب سے پہلے تم لوگوں کی حفاظت کی جائے۔''

''ہمارا وہ اعلیٰ حاکم جو مارا گیا ہے۔ اس کا دماغ بھی مقفل تھا۔ لیکن کاہنہ اپنے ایک آلہ کار کے ذریعے اس کے سامنے پہنچ گئی۔ صرف اسے نہیں' اس کی بیوی اور بیٹے کو بھی ہلاک کر دیا۔ کیا ایسا ہمارے ساتھ نہیں ہو سکتا؟''

''ہو سکتا ہے۔ جو بھی اعلیٰ افسر یا حاکم نادانی کرے گا اور اپنے ماتحتوں کو سامنے بلا کر گفتگو کرے گا۔ اس کا یہی حشر ہوگا۔ میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا کہ اپنے اطراف حفاظتی انتظامات سخت کیے جائیں۔ کسی سکیورٹی افسر کو بھی اپنے روبرو نہ بلایا جائے۔''

ایک نے کہا۔ ''بے شک، اس اعلیٰ حاکم سے غلطی ہوئی تھی۔ ہم ایسی غلطی سے پرہیز کریں گے۔ لیکن ایشورارا کا استقبال کیسے کیا جائے گا؟''

دوسرے نے کہا۔ ''آج سے دوسری رات کو وہ یہاں پہنچنے والا ہے۔ اگر جنگل میں اپنی فلائنگ ساسر اتارے گا تو پہلے کاہنہ سے ہی ملاقات ہوگی اور ہم یہ نہیں چاہیں گے۔ ہم ایشورارا سے پہلے ملاقات کر کے پہلا تاثر قائم کرنا چاہتے ہیں۔''

موسس نے کہا۔ ''ہر کام اپنی مرضی اور اپنے مزاج کے مطابق نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی حالات مجبور کرتے ہیں کہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بعد میں دو قدم آگے بڑھائے جائیں۔''

''تُو اپنے پُراسرار علم کے ذریعے معلوم کرنے والا تھا کہ اس نے اپنی فلائنگ ساسر جنگل میں نہ اتاری تو پھر کہاں اتارے گا؟''

''میں نے ایشورارا کا موبائل نمبر نوٹ کر لیا ہے۔ جب اس کی فلائنگ ساسر زمین کی کشش میں آئے گی تو میں فون پر اس سے رابطہ کروں گا۔ اپنے ایک آلہ کار کی آواز سنا کر کہوں گا کہ وہ پہلے مجھ سے خیال خوانی کے ذریعے باتیں کرے۔''

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم فی الحال اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ ایشورارا کے آنے تک اس کاہنہ کے خلاف محاذ آرائی نہ کی جائے۔ خوامخواہ ہمارے آدمی مارے جا رہے ہیں اور وہ چڑیل کی بچی کہیں چھپی ہوئی ہے۔ اس پر کوئی آنچ نہیں آ رہی ہے۔''

موسس نے کہا۔ ''بے شک، ہمیں ہر حال میں کامیابی کی امید رکھتے ہوئے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔''

کاہنہ مجھے ساتھ لے کر انگولا کے شہر گوانزا پہنچ گئی تھی۔ یہ کہنا چاہیے کہ میں کاہنہ کو لے کر گوانزا پہنچ گیا تھا۔ لیکن ایسا کہنا اس لیے مناسب نہیں تھا کہ وہ مجھے غلام بنا کر اپنے ساتھ لیے پھر رہی تھی اور میں اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ ہم نے گوانزا کے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ وہ اس کمرے میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کر رہی تھی کہ مندر میں کیا ہو رہا ہے اور مندر کے باہر جنگل سے دور گوانزا شہر تک کیسی سازشیں ہو رہی ہیں؟

مسلسل خیال خوانی کرتے رہنے کے بعد یہ یقین ہوا کہ سازشیں تقریباً ختم ہو چکی ہیں۔ کوئی دشمن نہ تو گوانزا میں ہے اور نہ ہی کسی عقیدت مند کے بھیس میں ہے پھر بھی وہ مندر میں نہیں جا رہی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا' اس کی ڈمی کاہنہ ہی وہاں رہ کر اس کا رول ادا کرتی رہے گی۔

ایشورارا نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ کاہنہ اور برائٹ موسس کے درمیان ٹھن گئی ہے۔ جب تک وہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے رہیں گے' اس وقت تک اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے لہٰذا زمین پر پہنچ کر دور ہی دور سے تماشا دیکھنا چاہیے۔ ان کا مشاہدہ کرنے جانچنے اور پرکھنے کے بعد ہی فیصلہ کیا جائے گا کہ کس سے اتحاد قائم کیا جائے؟

اس نے کہا تھا' وہ تیسری رات زمین پر آئے گا۔ لیکن دوسری رات کو ہی چلا آیا تھا۔ ایک فلائنگ ساسر نے انہیں ویران صحرا میں اتارا تھا۔ اس کے ساتھ چار ماتحت آئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام بگولا' دوسرے کا نام بے تابا' تیسرے کا نام رنداوا اور چوتھے کا نام کوندادا تھا۔ وہ چاروں ہی ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ ان چاروں کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ چاروں کسی بھی عورت کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے۔

ان کے ساتھ اپنے اپنے سفری بیگ تھے۔ ان پانچوں نے اپنے پاؤں جوڑے پھر خاص تکنیک کے مطابق تیز کی رفتار سے سفر کرتے ہوئے وہاں کے ایک شہر سن سٹی پہنچ گئے۔ انہوں نے وہاں روپوش رہ کر اس شہر کے متعلقہ افسران کے دماغوں پر قبضہ جمایا پھر اپنے لیے پاسپورٹ اور ضروری شناختی کاغذات تیار کروائے۔ ان کاغذات اور پاسپورٹ کے مطابق وہ اس دنیا کے رہنے والے سن سٹی کے باشندے بن گئے تھے۔

پھر وہ وہاں سے انگولا پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے ایک ہوٹل میں اپنے لیے کمرے حاصل کیے پھر ایشورارا نے ان چاروں سے کہا۔ ''یہاں مندر میں کاہنہ موجود ہوگی۔ میں اس کے قریب نہیں رہنا چاہتا۔ میری بیٹی اور بیٹا انڈیا میں ہیں۔ میں وہاں جاؤں گا۔ برائٹ موسس تل ابیب میں ہے۔ میں ان دونوں سے دور رہ کر اپنی پلاننگ کے مطابق ان سے ملے کرتا رہوں گا۔''

پھر اس نے بے تابا سے کہا۔ ''تُو یہاں رہ کر کاہنہ کا عقیدت مند بن کر مندر میں جائے گا اور وہاں دور ہی دور سے اس کی نگرانی کرتا رہے گا۔''

اس نے بگولا سے کہا۔ ''اسی طرح تُو تل ابیب جا کر موسس کی نگرانی کرے گا اور اس کی کمزوریاں معلوم کرنے کی کوششیں کرے گا۔''

اس نے کوندادا اور رنداوا سے کہا۔ ''تم دونوں پیرس میں رہو گے۔ اس شہر کے مضافات میں بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ تم دونوں کسی بھی مسلمان سے کوئی تعلق نہیں رکھو گے۔ اس ادارے کے لوگ بہت ہی شاطر ہیں۔ کسی بھی مسلمان کے ذریعے تمہاری اصلیت تک پہنچ جائیں گے۔ تمہیں یورپی ممالک کے اکابرین پر نظر رکھنی ہوگی۔ برائٹ موسس نے ان لوگوں کے دماغوں کو لاک کیا ہے۔ تمہاری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ کسی طرح ان کے دماغی دروازے کھل جائیں اور وہاں تمہارا تسلط قائم ہو جائے۔''

ایشورارا نے اپنے ماتحت بے تابا کو گوانزا میں رہنے کا اور کاہنہ کی نگرانی کرنے کو کہا تھا۔ لیکن وہ عقیدت مند بن کر مندر میں جاتا اور کاہنہ اس سے بات کرتی تو خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیتی کہ اس کی اصلیت کیا ہے؟ اس کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھنے کے لیے بے تابا کو انہوں نے گہری نیند سلا دیا۔ ان کے پاس ایک چھوٹی سی ٹرانسلیٹر مشین تھی۔ انہوں نے اس مشین کے تاروں کو بے تابا کی کنپٹیوں سے اور پیشانی سے لگا دیا۔ ایشورارا اس پر تنویمی عمل کر رہا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر رہا تھا کہ وہ انگولا کا باشندہ ہے۔ گوانزا میں رہتا ہے اور کاہنہ کا عقیدت مند ہے۔ نہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے' نہ یوگا میں مہارت رکھتا ہے۔ بے روزگاری سے تنگ آ گیا ہے۔ اسی لیے کاہنہ کا آشرواد لے کر روزگار حاصل کرنا چاہتا ہے۔

پھر ایشورارا نے اپنے اس معمول بے تابا سے کہا۔ ''اب تجھے انگولا کی مقامی زبان سنائی جا رہی ہے۔ یہ زبان تیرے ذہن میں نقش ہوگی اور اس کا ترجمہ تجھے معلوم ہوتا رہے گا۔ تُو اس زبان کو روانی سے بولنے لگے گا۔''

اس کے ساتھ ہی اس ٹرانسلیٹر مشین کو آن کر دیا گیا۔ آدھے گھنٹے کے اندر ایشورارا کا تنویمی عمل مکمل ہو گیا۔ بے تابا کی شخصیت بدل گئی۔ وہ انگولا کا ایک باشندہ بن گیا اور وہاں کی زبان روانی سے بولنے کے قابل ہو گیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات بھی نقش کی گئی تھی کہ وہ فی الحال خیال خوانی بھول جائے گا۔ جب ایشورارا یا اس کے دوسرے ساتھی اس کے اندر آ کر بولیں گے' تب وہ خیال خوانی کر پائے گا۔ جب وہ چلیں جائیں گے اور خیال خوانی ضروری نہیں رہے گی تو وہ ٹیلی پیتھی کا علم بھول جائے گا۔

اس کے بعد بگولا کو دوسرے بیڈ پر لٹایا گیا۔ اسے بھی گہری نیند سلا کر وہی عمل کیا گیا۔ اسے تل ابیب جا کر برائٹ موسس کے قریب رہنا تھا۔

سیارے سے آنے والے انگریزی زبان سیکھ کر آئے تھے۔ اس وقت عمل کے دوران ٹرانسلیٹر مشین کے ذریعے اس کے ذہن میں عبرانی زبان نقش کی گئی۔ وہ بھی عارضی طور

پر خیال خوانی بھول گیا۔ جب کبھی ایشورارا یا دوسرے ساتھی اس کے اندر آتے' اسے یاد دلاتے تو وہ پھر سے خیال خوانی کے قابل ہو جاتا۔

انہوں نے اپنے بنائے ہوئے منصوبوں پر پوری طرح عمل کیا پھر دوسرے دن کی فلائٹ سے رنداوا کوندا دیپرس چلے گئے۔ بگولا تل ابیب کی طرف روانہ ہوا اور ایشورارا بیٹا بیٹی کے قریب رہنے کے لیے انڈیا کی طرف جانے لگا۔ اس کا دل اپنے بچوں کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ اسے فکر تھی۔ وہ ماؤرا کے متعلق سوچ رہا تھا۔ ''پتا نہیں فرہاد کا بیٹا میری بیٹی کو کیسے برت رہا ہوگا؟ اس کی کیا حالت ہو گئی ہوگی؟ اس شانہ (انوشے) نامی لڑکی نے بھی میرے بیٹے دامودر کو اپنا دیوانہ بنا رکھا ہے۔ میرا وہ نادان بیٹا تو اس کا غلام بن چکا ہوگا۔''

اسے کاہنہ اور برائٹ موسس کی طرف سے کوئی فکر یا پریشانی نہیں تھی۔ وہ باقاعدہ ایک ٹھوس پلاننگ کے ساتھ آیا تھا اور اسی کے مطابق عمل کرنا تھا۔ آدھی رات کے بعد وہ ان سے رابطہ کر کے اطلاع دینے والا تھا کہ اس زمین پر پہنچ گیا ہے۔ اس کے بعد اچھی خاصی مصروفیات کا آغاز ہو جاتا۔

وہ شام کے چھ بجے ممبئی پہنچ گیا۔ اس نے سیارے میں جانے سے پہلے کئی بار اپنی بیٹی اور بیٹے کے دماغ میں پہنچ کر باتیں کرنے کی کوشش کی تھی اور ناکام رہا تھا۔ سیارے میں جانے کے بعد بھی اس نے کاہنہ سے معلومات حاصل کی تھیں۔ اس نے بتایا تھا' ماؤرا اور دامودر کے دماغ اگرچہ مقفل نہیں ہیں۔ لیکن وہ دونوں بے حس ہیں۔ خیال خوانی کی لہروں سے متاثر نہیں ہوتے ہیں۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کاہنہ کسی روحانی عمل کا توڑ کرنے میں ناکام رہی ہے۔ جب یہاں آنے سے پہلے موسس سے رابطہ ہوا تو یہ امید بندھی کہ وہ روحانیت کا حامل شخص اس کے بچوں کو مسلمانوں سے نجات دلا سکے گا۔

ایشورارا نے ایک لگژری ہوٹل میں کمرا حاصل کیا۔ وہاں اپنا سامان رکھا پھر ایک رینٹڈ کار ڈرائیو کرتا ہوا اپنے بچوں کے رہائشی بنگلے کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ یا تو بنگلے کے اندر تھے یا کسی کام سے کہیں گئے ہوئے تھے۔ وہ اپنے بچوں تک پہنچنے کے لیے بے چین ہو گیا۔ اگرچہ یہ جانتا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعے ان سے بات نہیں کر پائے گا پھر بھی اس نے دل سے مجبور ہو کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اپنی بیٹی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اسے جگہ مل گئی۔ یہ ایسی کامیابی اور ایسی خوشی کی بات تھی' جس کی وہ توقع نہیں کر سکتا تھا۔

اس وقت ماؤرا' دامودر اور پارس کہیں باہر جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ وہ اپنے بیٹے کے اندر آیا تو وہاں بھی جگہ مل گئی۔ وہ پہلے بھی اپنے باپ کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتے تھے۔ اس وقت بھی انہیں خبر نہ ہوئی کہ وہ ان کے اندر پہنچا ہوا ہے۔

وہ چپ چاپ ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ سب سے پہلے یہ معلوم کر رہا تھا کہ اب ان دونوں کے دماغ مقفل کیوں نہیں ہیں؟ اس نے سوچا۔ ''کیا مسلمانوں نے میرے جانے کے بعد ان دونوں کو آزاد کر دیا ہے؟ کیا اب میری آمد کی خبر ملتے ہی ان کے دماغوں کو دوبارہ لاک کر دیا جائے گا؟''

پھر اس کے ذہن میں سوال پیدا ہوا۔ ''کیا برائٹ موسس نے اپنی روحانی قوت سے ان کے دماغ کے دروازے کھولے ہیں؟''

وہ ماؤرا اور دامودر کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم کرنے لگا۔ ''کیا برائٹ موسس بھی ان کے اندر آیا تھا؟ اس نے ان پر تنویمی عمل کیا تھا؟''

جواب نفی میں تھا۔ وہ دونوں کسی برائٹ موسس کو نہیں جانتے تھے۔ ان کے چور خیالات کہہ رہے تھے۔ ''ہم پر مسلمان روحانی عالموں کا سایہ ہے۔ کوئی دوسرا آ کر ہم پر کسی طرح کا تنویمی عمل نہیں کر سکتا۔''

اس نے بیٹی کے ذہن میں یہ سوال پیدا کیا۔ ''کیا اس طرح مسلمان عالموں نے اپنے عمل کے ذریعے مجھے اپنی معمولہ اور کنیز نہیں بنا لیا ہے؟''

ماؤرا نے حیرانی سے سوچا۔ ''میں ایسا کیوں سوچ رہی ہوں؟ یہ مسلمان تو میرے اور دامودر کے لیے باعث رحمت ہیں۔ دنیا میں جو بھی لڑکی پیدا ہوتی ہے' وہ نہیں جانتی کہ جوان ہونے کے بعد کس ملک' کس مذہب اور کس قوم کے مرد سے بیاہی جائے گی اور اس کے ساتھ راضی خوشی زندگی گزارے گی؟ میں نے بھی نہیں سوچا تھا۔ پارس میری زندگی میں آیا اور میرے سوچنے کا انداز ہی بدل گیا۔ میں مسلمان ہو چکی ہوں۔ دل و جان سے پارس اور اس کے دین کو قبول کر رہی ہوں اور بہت خوش ہوں۔''

اس نے پھر دوسرا سوال پیدا کیا۔ ''کیا یہ مسرتیں حاصل کرنے کے لیے اپنے باپ سے دشمنی نہیں کر رہی ہوں؟ کیونکہ باپ کے دشمنوں سے محبت کر رہی ہوں۔''

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ ''یہ حقیقت نہیں ہے کہ مسلمان میرے پاپا کے دشمن ہیں۔ اس کے برعکس پاپا

سیارے سے یہاں روحانی قوتوں کے خلاف محاذ آرائی کرنے آئے ہیں۔ دشمنی کی ابتدا انہوں نے کی ہے۔ جب بھی وہ سیارے سے واپس آئیں گے تو ہم انہیں سمجھائیں گے کہ وہ مسلمانوں سے دوستی کر کے ہی اس دنیا میں امن و امان سے اور عزت و وقار سے رہ سکیں گے۔''

اس نے پھر ایک سوال پیدا کیا۔ ''لیکن میں پاپا سے کس طرح رابطہ کروں گی؟ مسلمانوں نے مجھ پر کچھ اس طرح کا روحانی عمل کیا ہے کہ جب پاپا آتے ہیں تو خیال خوانی کے ذریعے ہمارے اندر پہنچ نہیں پاتے۔''

ماؤرا نے جواباً سوچا۔ ''ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ پاپا دشمن بن کر آتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے اندر آ کر مسلمانوں سے دشمنی نہ کریں۔ کوئی سازش نہ کریں تو ان کے لیے ہمارے دماغوں کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔''

اس نے اپنے بیٹے دامودر کے اندر آ کر خیالات پڑھے۔ اس کے ذہن میں بھی یہی سوالات پیدا کیے تو اس نے ماؤرا کی طرح ہی جوابات دیئے۔ وہ دونوں بہت خوش تھے۔ اس وقت بنگلے سے باہر نکل آئے تھے اور کار میں بیٹھ کر سمندر کے ایک ساحلی نائٹ کلب کی طرف جا رہے تھے۔ پورس کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''دامودر! آج کل تم تنہا تنہا سے ہو۔ کبھی کبھی ہمارے ساتھ تفریح کے لیے جاتے ہو۔ ورنہ گھر میں پڑے رہتے ہو۔''

ماؤرا نے کہا۔ ''معلوم ہوتا ہے' اس کی محبوبہ اسے چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے؟''

دامودر نے کہا۔ ''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ اپنے والدین سے ملنے دہلی گئی ہے۔ دو چار دنوں میں واپس آ جائے گی۔''

ماؤرا نے کہا۔ ''یہ کیسی محبوبہ ہے کہ تم نے اب تک اپنی بہن سے ملاقات تک نہیں کرائی؟ میں اب سے پہلے بھی تمہیں کئی بار کہہ چکی ہوں' مگر تم ٹال دیتے ہو۔''

پورس نے کہا۔ ''بیچاری کوئی کالی پیلی سی لڑکی ہوگی۔ اسی لیے یہ اسے ہمارے سامنے لانے سے کترا رہا ہے۔''

''وہ کالی پیلی نہیں..... اجلی اجلی سی ہے۔ اس کے چہرے سے نور برستا ہے۔ پاکیزہ وجود سے ایسا تقدس جھلکتا ہے کہ اس کے سامنے جاتے ہی نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے اپنی کوئی بھی بات منوا سکتا ہوں۔ لیکن وہ اپنی معصومیت اور پاکیزگی سے مجھے کسی بھی بات پر قائل کر لیتی ہے۔''

''اس کا مطلب ہے' تم اپنی محبوبہ کے زیر اثر رہتے ہو؟''

''پلیز، ابھی اسے میری محبوبہ نہ کہیں۔ اگرچہ میں اس کے عشق میں مبتلا ہوں۔ لیکن اس عشق میں ایک ذرا ہوس نہیں ہے۔ نہ ہی کوئی پوشیدہ غرض ہے۔ اس سے ایسی عقیدت ہے کہ وہ دیوی بن جائے تو میں اس کی پوجا کرنے لگوں گا۔''

پورس نے کہا۔ ''تعجب ہے۔ پہلی بار سن رہا ہوں کہ اتنی حسین لڑکی سے صرف عقیدت ہو؟ اس کی کوئی طلب نہ ہو؟''

اس نے کہا۔ ''پارس بھائی! وہ کوئی بھرپور جوان دوشیزہ نہیں ہے۔ ایک گیارہ برس کی لڑکی ہے۔''

دونوں نے چونک کر شدید حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پورس نے مارے حیرت کے کار کو بریک لگائے۔ اسے سڑک کے کنارے روکا پھر پلٹ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے دامودر کو دیکھا۔ ماؤرا بھی اسے حیرانی سے تک رہی تھی اور پوچھ رہی تھی۔ ''مائی گاڈ...! تم ایک گیارہ برس کی لڑکی کے پیچھے بھاگتے رہتے ہو؟''

پورس نے اس کا ایک کان مروڑتے ہوئے کہا۔ ''اس نے اب تک ہماری ملاقات اس لڑکی سے اس لیے ہی نہیں کرائی کہ وہ ایک بچی ہے۔ ہم سے ملاقات کراتا تو ہم اس کا مذاق اڑاتے کہ ایک بچی سے عشق کر رہا ہے۔''

''پورس بھائی! کان چھوڑو۔ کیا اسے اکھاڑنے کا ارادہ ہے؟ وہ بچی تو ہے مگر بچی نہیں لگتی۔''

پورس نے کان چھوڑتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ کیا بات ہوئی کہ بچی ہے مگر بچی نہیں لگتی؟''

''وہ اچھی قد آور ہے۔ میرے شانے تک آتی ہے۔ دور سے دیکھو تو بھرپور جوان لڑکی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن میں نے اس کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اس کی اصل عمر معلوم کی ہے۔ وہ پورے گیارہ برس کی ہو چکی ہے۔''

ماؤرا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ''تم نے اب تک اس سے ہماری ملاقات کیوں نہیں کرائی؟''

دامودر نے کہا۔ ''اس نے دوستی کی یہی شرط رکھی تھی کہ وہ کسی سے ملاقات نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ ایک طرح سے گوشہ نشین رہتی ہے۔ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتی ہے۔ کلام پاک کی تلاوت کرتی ہے اور دن رات تسبیح کے دانے پڑھتی رہتی ہے۔''

پورس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تم کس مولوی کی بیٹی کے سحر میں آ گئے ہو؟''

ماؤرا نے پارس سے کہا۔ ''کیا ہم یہاں سڑک کے کنارے بیٹھے رہیں گے؟ پلیز، گاڑی آگے بڑھاؤ۔ دامودر کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ کیا اس کی باتوں سے پتا نہیں

چلتا کہ وہ لڑکی کوئی عجیب وغریب ہے؟ اے دامودر! کان کھول کر سن لو۔ میں پہلی فرصت میں اس لڑکی سے ملنا چاہتی ہوں۔ کہاں ہے وہ...؟''

''ابھی تو میں نے کہا ہے' وہ اپنے والدین سے ملنے دہلی گئی ہوئی ہے۔''

''اس شہر میں کہاں رہتی ہے؟''

''میں نے اس کے لیے ایک چھوٹا سا بہت ہی خوبصورت سا بنگلا خریدا ہے۔''

ماؤرا نے کہا۔ ''مائی گاڈ! تم نے ایک بار کہا تھا کہ اپنے اکاؤنٹ سے پانچ کروڑ روپے نکال رہے ہو اور اپنے لیے ایک اور بنگلا خریدنا چاہتے ہو۔ کیا تم نے اتنا مہنگا بنگلا اس کے لیے خریدا ہے؟''

''میں نے اسی کے لیے خریدا تھا۔ لیکن اس نے اس بنگلے کو اپنے نام نہیں ہونے دیا ہے۔ ماؤرا! تم یہ نہ سوچو کہ وہ لالچی ہے اور میری دولت دیکھ کر مجھے ٹریپ کر رہی ہے۔''

''وہ جو بھی ہے' جیسی بھی ہے۔ اسے فوراً یہاں بلاؤ۔ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔ ابھی اس کے بنگلے میں چلو۔ دیکھوں تو سہی وہ کیسا ہے؟''

اس نے پورس کو بنگلے کا پتا بتایا۔ وہ راستہ بدل کر ادھر جانے لگے۔ ماؤرا نے کہا۔ ''میں تم سے کہہ چکی ہوں' ابھی اس کے اندر جاؤ اور اسے ممبئی آنے کے لیے کہو۔''

وہ خیال خوانی کے ذریعے انوشے کے اندر پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک ہوائی جہاز میں سفر کر رہی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تم کہاں جا رہی ہو؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''میں جا نہیں رہی ہوں۔ تمہارے پاس آ رہی ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''تم نے مجھے آنے کی اطلاع کیوں نہیں دی؟''

''میں ممبئی ایرپورٹ پہنچ کر تمہیں فون کے ذریعے اطلاع دینے والی تھی۔ ابھی آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچنے والی ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔ میں ابھی تمہاری گاڑی لے کر آ رہا ہوں۔''

انوشے نے کہا۔ ''تمہیں اچھی طرح یاد ہے ناں' میں نے تم سے کیا کہا تھا؟ تم تنہا آؤ گے۔ میں تمہاری بہن' بہنوئی یا کسی اور دوست کا سامنا کرنا نہیں چاہتی۔ خوامخواہ ہمارے بارے میں اسکینڈل بنے گا۔''

وہ بولا۔ ''شبانہ! ایک دن تو ساری دنیا کو ہمارے بارے میں معلوم ہوگا۔''

''جب دنیا کو معلوم ہوگا' تب دیکھا جائے گا۔ فی الحال ہمارے درمیان دوستی ہے۔ میں نہ تو خود بدنام ہونا چاہتی ہوں نہ اس دوستی کو بدنام کرنا چاہتی ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔ میں تنہا آ رہا ہوں۔''

ایشورارا اس دوران کبھی بیٹی اور کبھی بیٹے کے اندر جا رہا تھا اور ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ جب وہ انوشے سے بات کر رہا تھا تو وہ اپنے بیٹے کے اندر تھا۔ حیرانی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ جواباً اسے انوشے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ لیکن بیٹا ایسے بول رہا تھا' جیسے دوسری طرف سے جواب مل رہا ہو اور وہ اس کے جواب میں بات کر رہا ہو۔

وہ حیرانی سے سوچنے لگا۔ ''کیا میرے بیٹے کا دماغ چل گیا ہے؟ یا وہ واقعی کسی کی آواز سن رہا ہے اور وہ آواز مجھے سنائی نہیں دے رہی ہے؟''

ادھر دامودر خوش ہو کر ماؤرا اور پورس سے کہہ رہا تھا۔ ''وہ آ رہی ہے۔ ابھی آدھے گھنٹے میں ممبئی ایرپورٹ پہنچ جائے گی۔ میں اس کے بنگلے سے اس کی گاڑی لے کر جاؤں گا مگر تم دونوں میرے ساتھ نہیں آؤ گے۔''

وہ گھور کر بولی۔ ''ہم دونوں کیوں نہیں آئیں گے؟ میں تو اسے دیکھنے کے لیے بے چین ہوں کہ آخر وہ ہے کیا چیز...؟''

وہ بولا۔ ''ماؤرا! میں کہہ چکا ہوں' وہ فی الحال کسی سے ملنا نہیں چاہتی اور نہ ہی میں اس کی مرضی کے خلاف اسے کسی سے ملانا چاہوں گا۔''

پورس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے' اسے ہم سے نہ ملاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ نہیں جائیں گے۔ لیکن دور رہ کر اسے دیکھیں گے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون ہے؟''

ماؤرا نے کہا۔ ''یہ نہ بھولو کہ ہم دشمنوں میں گھرے رہتے ہیں۔ تم کسی سے بھی دھوکا کھا سکتے ہو۔''

وہ بولا۔ ''میں کوئی نادان بچہ نہیں ہوں۔''

پورس نے کہا۔ ''جو خود کو نادان نہیں سمجھتے' وہی زیادہ دھوکا کھاتے ہیں۔ بہتر ہے' خود کو بہت زیادہ عقلمند نہ سمجھو۔ تم میرے سالے ہی نہیں' بہترین دوست بھی ہو۔ میری ہر بات مانتے ہو لہٰذا چپ چاپ اس بنگلے سے گاڑی لے کر تنہا ایرپورٹ جاؤ۔ ہم تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔ دور سے اس لڑکی کو دیکھیں گے۔''

وہ انوشے کے رہائشی بنگلے میں پہنچ گئے۔ دامودر نے گیرج سے اس کی کار نکالتے ہوئے کہا۔ ''مجھے فوراً ایرپورٹ

پہنچا ہوگا۔ میں اس بینگلے کو اندر سے نہیں دکھا سکوں گا پھر کبھی شبانہ کی غیر موجودگی میں آکر اسے دیکھ لینا۔''

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ ماؤرا اور پورس بھی اس کے پیچھے ایئرپورٹ کی طرف جانے لگے۔ ایشورارا ابھی اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا اسی سمت چل دیا۔ اس کے اندر یہ کھلبلی پیدا ہوگئی تھی کہ بیٹا خیال خوانی کے ذریعے کس سے بات کررہا تھا؟ جبکہ جواباً کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اگر واقعی کوئی بول رہی تھی اور ابھی ممبئی ایئرپورٹ پہنچنے والی تھی تو وہ اس لڑکی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا پھر کسی طرح اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بیٹے کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اس کی آواز اسے کیوں سنائی نہیں دے رہی تھی؟

اس سے پہلے وہ انوشے عرف شبانہ کے خیالات پڑھ چکا تھا۔ یہ معلوم کرچکا تھا کہ اس کے والدین دہلی میں رہتے ہیں۔ اس کا باپ پان چھالیہ کا کاروبار کرتا ہے۔ اس نے شبانہ کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح یاد کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں بھٹکتی ہوئی واپس چلی آئیں۔ اس نے حیرانی سے سوچا۔ ''یہ کیا ماجرا ہے؟ کیا میں اس کی آواز اور لب و لہجے کو صحیح طور پر گرفت میں نہیں لے سکا ہوں؟ یا میرے بیٹے دامودر نے محبوبہ بدل دی ہے؟ اب وہ پان چھالیہ بیچنے والے کی بیٹی شبانہ نہیں۔ کوئی اور ہے؟''

اس نے بیٹے کے اندر جاکر اس بات کی تصدیق کی تو پتا چلا کہ اس کی محبوبہ وہی شبانہ ہے' جس کے وہ خیالات پڑھ چکا ہے۔

تب ایشورارا کا ماتھا ٹھنکا کہ شبانہ کا تعلق بھی ان روحانی عاملوں سے ہے۔ جن کی گرفت میں ماؤرا آچکی ہے۔ وہ ایک مسلمان (پورس) کی دیوانی ہوگئی اور ادھر بیٹا اس مسلمان لڑکی کا دیوانہ ہورہا ہے۔

وہ سب آگے پیچھے ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ پتا چلا' جہاز ابھی رَن وے پر اترنے والا ہے۔ جس لڑکی کو وہ سب دیکھنے آئے تھے وہ ذرا دیر بعد ہی نظر آئے گی۔ ایسے وقت ایشورارا نے محسوس کیا کہ برائٹ موسس اپنے پُراسرار علم کے ذریعے اسے مخاطب کررہا ہے اور کہہ رہا ہے۔ ''تل ابیب کے وقت کے مطابق شام کے چھ بجے ہیں۔ تُو آج رات آنے والا تھا۔ لیکن میرا علم کہہ رہا ہے کہ تُو آچکا ہے؟''

ایشورارا نے کہا۔ ''تیرا علم سچا ہے۔ میں اس زمین پر آچکا ہوں۔ فی الحال بہت مصروف ہوں۔ فرصت ملتے ہی فون پر رابطہ کروں گا۔''

اس سے رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ سوچنے لگا۔ ''برائٹ موسس روحانی علوم میں بڑا پکا ہے۔ یہ میری بیٹی اور بیٹے کو ان مسلمانوں سے نجات دلا سکے گا۔''

وہ وزیٹرز لابی میں ایک جگہ بیٹھا دور کھڑے ہوئے بیٹے کو دیکھ رہا تھا اور بیٹا لیچ ہال کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہیں اپنی محبوبہ کو تلاش کررہی تھیں۔ ایسے وقت ایشورارا کو اپنی چھوٹی سی کمیونیکیشن مشین پر سگنل موصول ہوا۔ اس نے مشین کو بیگ سے نکال کر دیکھا تو کاہنہ اسے مخاطب کررہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''اس وقت ہماری دنیا میں شام کے ساڑھے چھ بجے ہیں۔ تُو آج کس وقت تک زمین پر آئے گا؟''

اس نے کہا۔ ''میں آچکا ہوں۔ فی الحال بہت مصروف ہوں۔ فرصت ملتے ہی تجھ سے فون پر رابطہ کروں گا۔''

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ مشین کو اپنے بیگ میں رکھ لیا۔ ایسے ہی وقت اس نے دیکھا۔ بیٹا ایک طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا پھر اس نے مصافحہ کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ کسی سے مصافحہ کررہا ہے مگر جس سے مصافحہ کیا جا رہا تھا' وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ ماؤرا اور پورس بھی دور کھڑے حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا' دامودر ہوا سے مصافحہ کررہا ہے۔

پورس نے حیرانی سے کہا۔ ''ماؤرا! فوراً اس کے اندر پہنچو اور دیکھو کیا یہ دیوانہ ہوگیا ہے؟''

دوسری طرف ایشورارا ابھی بیٹے کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ اس کے سامنے شبانہ کھڑی ہے۔ وہ مصافحہ کرنے کے بعد اس کا بیگ اٹھانا چاہتا ہے۔ لیکن شبانہ نے خود اپنا بیگ اٹھالیا ہے۔ وہ اس سے کہہ رہا ہے۔ ''بے شک، تمہارا بیگ ہلکا پھلکا ہے۔ لیکن مجھے اٹھا لینے دو۔''

انوشے نے کہا۔ ''میں اپنا بوجھ خود اٹھاتی ہوں۔ تکلف نہ کرو اور یہاں سے چلو۔''

اس کی آواز نہ تو ایشورارا کو سنائی دے رہی تھی اور نہ ہی ماؤرا کو۔ وہ پریشان ہوکر پارس سے بولی۔ ''کیا دامودر سچ مچ دیوانہ ہوگیا ہے؟ عقل سے خالی ہوگیا ہے؟ نہ کوئی اس کے ساتھ ہے۔ نہ کسی کی آواز سنائی دے رہی ہے مگر وہ ہوا سے مصافحہ کرنے کے بعد اس کے ساتھ جارہا ہے۔ وہ دیکھو! اس نے کار کا اگلا دروازہ کھول دیا ہے۔ جیسے کوئی بیٹھ رہی ہو۔''

یہ تماشا ماؤرا اور پورس بھی دیکھ رہے تھے اور ایشورارا

بھی دیکھ رہا تھا۔ دامودر دوسری طرف سے گھوم کر اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا تھا۔ کار اسٹارٹ کرکے وہاں سے جارہا تھا۔

ان سب نے سوچا تھا' کار کے قریب جاکر دامودر سے پوچھا جائے کہ وہ کس سے مصافحہ کررہا تھا اور اب کار میں کسے بٹھا کر لے جارہا ہے؟ اگر کوئی ہے تو اگلی سیٹ کو ٹٹول کر دیکھا جائے گا کہ وہاں کسی کا وجود ہے بھی یا نہیں؟

لیکن ایشورارا' ماؤرا اور پورس سوچتے ہی رہ گئے تھے کہ آگے بڑھیں گے اور اس کار تک جائیں گے مگر وہاں تک نہ جا سکے۔ اس سے پہلے ہی وہ کار وہاں سے چلی گئی۔ ماؤرا نے پورس سے کہا۔ ''تمہیں دامودر کے پاس جانا چاہیے تھا۔ پوچھنا چاہیے تھا کہ وہ ایسی حرکتیں کیوں کررہا ہے؟''

پورس نے کہا۔ ''تم اس کی بہن ہو۔ تم نے وہاں جاکر معلوم کیوں نہیں کیا؟''

''میں تو جانا چاہتی تھی مگر پتا نہیں' جاتے جاتے کیوں رک گئی؟''

پورس نے سوچا۔ ''ہاں، میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ میں جانا چاہتا تھا' مگر آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا تھا۔''

دوسری طرف ایشورارا بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ بیٹا دیوانہ ہوگیا ہے۔ اس دیوانگی میں کار چلاتے وقت حادثے کا شکار ہوسکتا ہے لہٰذا وہ اس کے اندر پہنچ گیا تاکہ حادثہ پیش آنے سے پہلے ہی اسے تحفظ دے سکے۔

انوشے شکایت کررہی تھی۔ ''میں نے تم سے کہا تھا' میں کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتی۔ تم اپنی بہن اور بہنوئی کو ساتھ نہیں لاؤ گے۔ لیکن وہ دور ہی دور سے مجھے دیکھ رہے تھے۔''

وہ بولا۔ ''وہ دونوں جبراً وہاں آگئے۔ میں انہیں کیسے روک سکتا تھا؟''

ایشورارا اپنے بیٹے کی باتیں سن رہا تھا۔ لیکن انوشے جو کچھ کہہ رہی تھی' وہ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''آج میں ایک راز کی بات بتاتی ہوں۔ وعدہ کرو' کسی سے نہیں کہو گے؟''

''میں وعدہ کرتا ہوں' تمہارا راز میرے سینے میں محفوظ رہے گا۔ یہاں سے باہر نہیں نکلے گا۔''

''جو بات میں ابھی کہوں گی' تم اسے نہیں دہراؤ گے۔ اگر حیرانی ہوگی تو صرف حیرت کا اظہار کرو گے۔''

''ٹھیک ہے، میں یہی کروں گا۔''

اس نے کہا۔ ''میں بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔''

وہ حیرت اور مسرت سے بولا۔ ''کیا واقعی...؟''

''میں پھر کچھ کہہ رہی ہوں۔ اس بات کو بھی نہ دہرانا۔ میں روحانی علوم سے کسی حد واقفیت رکھتی ہوں۔ پیش آنے والی کچھ باتیں معلوم کرلیتی ہوں۔ اپنے آس پاس دشمنوں کو بھی محسوس کرلیتی ہوں۔''

وہ شدید حیرانی سے گاڑی روک کر اسے دیکھنے لگا۔ بے یقینی سے اس بات کو دہرانا چاہتا تھا۔ انوشے نے کہا۔ ''تم نے وعدہ کیا ہے۔ میری بات کو نہیں دہراؤ گے۔''

''ہاں، بس میں حیرانی ظاہر کررہا ہوں۔ جو کچھ تم کہہ رہی ہو۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔''

''تھوڑی دیر بعد یقین ہوجائے گا۔ ایک اور حیرانی کی بات سن لو۔ تمہارے پاپا سیارے سے واپس آچکے ہیں۔ اس وقت ہمارا تعاقب کررہے ہیں۔ ابھی تمہارے اندر موجود ہیں اور تم ان کی سوچ کی لہریں محسوس نہیں کررہے ہو۔''

''ہاں، یہ تو ہے۔ وہ جب بھی آتے ہیں' ہم ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرپاتے۔''

''ایک اور بات کہہ رہی ہوں۔ اس کو بھی نہ دہرانا.... بات یہ ہے کہ وہ تمہاری آواز تو سن رہے ہیں۔ لیکن میری آواز انہیں سنائی نہیں دے رہی ہے۔''

وہ بڑی عقیدت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''کمال ہے۔ تم تو کرشمے دکھا رہی ہو۔''

انوشے نے کہا۔ ''میری ایک بات یاد رکھو' جو مجھے جبراً دیکھنا چاہے میں اسے نظر نہیں آتی۔ جو میری مرضی کے بغیر میری آواز سننا چاہے' اسے میری آواز سنائی نہیں دیتی۔ تمہارے پاپا نے ماؤرا نے اور تمہارے بہنوئی نے تمہیں ایئرپورٹ پر دیکھا ہے۔ تم مجھ سے مصافحہ کررہے تھے پھر مجھے اپنی کار میں لاکر بٹھا رہے تھے۔ لیکن میں کسی کو نظر نہیں آرہی تھی۔ آئندہ بھی جب تک چاہوں گی' انہیں دکھائی نہیں دوں گی۔''

''تم ایسی حیرت انگیز غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہو اور یہ باتیں اب تک مجھ سے چھپاتی آرہی تھیں۔ کیا مجھے اپنا رازدار بنانا نہیں چاہتی تھیں؟''

''دامودر! تم بہت اچھے ہو۔ میں تمہاری دوستی پر فخر کرتی ہوں۔ اسی لیے اپنے راز تمہیں بتا رہی ہوں۔ اب آگے کوئی شکایت نہ کرو۔''

ایسے وقت ایشورارا نے اپنے بیٹے کو مخاطب کیا۔ ''ارے او نالائق! یہ تُو اپنی کس ماں سے باتیں کررہا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''ہائے پاپا! مجھے پہلے ہی معلوم ہوچکا ہے

کہ تم سیارے سے واپس آ گئے ہو اور میرے اندر چھپ کر ہماری باتیں سن رہے ہو۔ مجھے افسوس ہے' یہ تمہیں نظر نہیں آئی اور نہ ہی آیندہ نظر آئے گی۔ کیونکہ میں ایک نادیدہ لڑکی سے دوستی کر رہا ہوں۔''

انوشے نے کہا۔ ''اپنے پاپا سے کہہ دو' ہمارا تعاقب نہ کریں راستہ بدل دیں۔ اگر ایسا نہ کیا تو کسی حادثے سے دو چار ہو جائیں گے۔''

دامودر نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ ''پاپا! ہمارا تعاقب نہ کرو۔ اپنا راستہ بدل دو۔ ورنہ آگے جا کر کسی حادثے سے دو چار ہو جاؤ گے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''اگر تُو چاہتا ہے' میں تعاقب نہ کروں تو اپنی گاڑی روک لے۔ میں آ رہا ہوں۔ مجھے اس لڑکی سے ملنے دے۔''

''وہ میرے سوا کسی اور کو دکھائی نہیں دے گی۔''

''کیا وہ ایئر پورٹ میں دوسروں کو بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی؟''

انوشے نے کہا۔ ''اپنے پاپا سے کہو' جو میری مرضی کے خلاف مجھے دیکھنا چاہتا ہے' میں صرف اسے دکھائی نہیں دیتی ہوں۔ ورنہ ایئر پورٹ میں سب ہی مجھے دیکھ رہے تھے۔''

دامودر نے اپنے باپ سے یہی کہا۔ وہ بولا۔ ''کیسے دکھائی نہیں دے گی؟ میں آ رہا ہوں۔ گاڑی روک ورنہ تُو جہاں جائے گا' میں وہاں پہنچوں گا اور اسے چھو کر ہی رہوں گا۔ دیکھتا ہوں' وہ نادیدہ ہستی چھونے سے محسوس ہوتی ہے یا نہیں...؟''

''میں نے کہا ناں ہمارا تعاقب نہ کرو ورنہ حادثے سے دو چار ہو جائے گا۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ہاتھوں سے اسٹیرنگ بہکنے لگا۔ ایشورارا نے گھبرا کر دماغی طور پر حاضر ہو کر کار کو اپنے قابو میں کیا پھر بھی وہ فٹ پاتھ پر چڑھ گئی۔ اس کا سر اسٹیرنگ سے ٹکرایا تھا مگر وہ زیادہ زخمی نہیں ہوا۔ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ اس کے آگے روحانی قوتیں حائل ہو رہی ہیں۔ کاہنہ اور برائٹ موسس ہی ان قوتوں کا توڑ کر سکتے تھے۔

دوسری طرف ماؤرا اپنے بھائی کے لیے پریشان تھی۔ پورس سے کہہ رہی تھی۔ ''تیزی سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے دامودر تک پہنچو۔ وہاں دیکھو' اس کے ساتھ وہ نادیدہ ہستی کون ہے؟ وہ میرے بھائی کو نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔''

پورس بھی پریشان تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا چکر ہے؟ اس نے کہا۔ ''تم اسٹیرنگ سیٹ پر آؤ۔ میں ابھی اپنی والدہ سے رابطہ کروں گا۔''

اس نے کار سڑک کے کنارے روکی پھر اپنی سیٹیں بدل لیں۔ ماؤرا کار ڈرائیو کرنے لگی۔ پورس نے موبائل کے ذریعے آمنہ سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''السلام علیکم ماما! میں پارس بول رہا ہوں۔''

''ہاں بیٹے! بولو.... کیا کسی نادیدہ ہستی سے پریشان ہو؟''

وہ مسکرا کر بولا۔ ''اوہ ماما! آپ تو ساری باتیں جانتی ہیں۔ اب جلدی سے بتا دیں' دامودر کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

''پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کے ساتھ تمہاری بھتیجی انوشے ہے۔''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''کیا واقعی....؟ وہ مجھے نظر کیوں نہیں آ رہی ہے؟''

''بیٹے! ایشورارا سیارے سے واپس آ گیا ہے۔ اس کے لیے کچھ مشکلات پیدا کرنی ہیں۔ جو ہو رہا ہے۔ وہ ہونے دو۔ تمہیں تجسس میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ تم انوشے کے سلسلے میں ماؤرا کو اپنا راز دار بنا سکتے ہو۔ بس اب جاؤ۔''

وہ فون بند کر کے ہنسنے لگا۔ ماؤرا نے پوچھا۔ ''تمہیں کس بات پر ہنسی آ رہی ہے۔ میرا بھائی مصیبت میں گرفتار ہے اور تم قہقہے لگا رہے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''کار کو ایک طرف روکو۔ ورنہ تم حیرانی کے باعث مجھے کسی حادثے سے دو چار کر دو گی۔''

اس نے کار روک دی۔ پورس اسے انوشے کے متعلق بتانے لگا۔ ادھر ٹریفک پولیس نے ایشورارا کو روک لیا تھا۔ اس کا چالان کیا جا رہا تھا۔ وہ جرمانے کی رقم ادا کر کے وہاں سے کار ڈرائیو کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ سوچنے لگا۔ ''میں اس جادوگرنی کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ ابھی معلوم کرتا ہوں' وہ میرے بیٹے کو کہاں لے گئی ہے؟''

اس نے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے دامودر کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اس نے کار کو سڑک کے کنارے روک کر دوسری بار خیال خوانی کی۔ سوچ کی لہریں بیٹے کے دماغ تک پہنچیں مگر پھر واپس آ گئیں۔ اس نے پریشان ہو کر ماؤرا سے رابطہ کرنا چاہا تو سوچ کی لہریں بیٹی کے دماغ سے بھی واپس آ گئیں۔

وہ جھنجھلا کر سوچنے لگا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ ابھی تو میں آسانی سے بیٹے اور بیٹی کے اندر پہنچ رہا تھا۔ اب اچانک ہی یہ رکاوٹیں کیسے پیدا ہو گئیں؟''

اس نے پارس کے اندر پہنچنا چاہا تو وہاں بھی ناکامی ہوئی۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ روحانی قوتیں اسے پسپا کر رہی ہیں۔ آیندہ بڑے صبر و تحمل سے ان قوتوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

☆☆☆

کاہنہ اور برائٹ موسس دونوں ہی جانتے تھے کہ ایشورارا اپنی بیٹی اور بیٹے کے لیے بہت پریشان رہتا ہے۔ انہیں مسلمانوں سے نجات دلانا چاہتا ہے۔ وہ اس سلسلے میں کام آ کر اس کی حمایت حاصل کر سکتے تھے۔ انہوں نے ماؤرا اور دامودر کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تو اس وقت ان کے دماغ مقفل تھے لہٰذا وہ دونوں اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے پراسرار علوم کو آزمانے لگے۔ ان کے مقفل دماغوں کے دروازے کھولنے کی کوششیں کرنے لگے۔

کاہنہ نے کئی گھنٹوں تک منتر پڑھتے رہنے اور عمل کرتے رہنے کے بعد جب ان کے اندر پہنچنا چاہا تو فوراً ہی جگہ مل گئی۔ ماؤرا اور دامودر دونوں کے ہی دماغوں کے دروازے کھل گئے تھے۔ اس نے خوش ہو کر سوچا۔ ''یہ میری بہت بڑی کامیابی ہے۔ ایشورارا پہلے سے میرا عقیدت مند ہے۔ جب میں ان دونوں کو اس کے پاس پہنچاؤں گی تو وہ میرا اور زیادہ عقیدت مند بن جائے گا اور برائٹ موسس کے خلاف مجھ سے اتحاد کرے گا۔''

اس نے موسس کا راستہ روکنے کے لیے دوسرا عمل پڑھنا شروع کیا تاکہ وہ روحانیت کا عامل ان کے اندر نہ پہنچ سکے۔ اس نے تنویمی عمل کے اور ایک پُراسرار عمل کے ذریعے ان کے دماغوں کو پھر سے لاک کر دیا۔

جس وقت وہ ایسا کر رہی تھی' اس وقت موسس بھی ماؤرا اور دامودر پر یہی عمل کر رہا تھا۔ اس نے بھی تنویمی عمل کے علاوہ ایک اور پُراسرار علم کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا تاکہ کاہنہ وہاں تک نہ پہنچ پائے۔ دونوں ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی دھن میں خود کو نقصان پہنچا رہے تھے۔

ایشورارا نے فون پر سب سے پہلے کاہنہ کو مخاطب کیا۔ وہ بولی۔ ''میں اس بات پر فخر کر رہی تھی کہ تُو یہاں آنے سے پہلے مجھے اطلاع دے گا اور میرے جنگل میں پہنچے گا مگر تُو مقررہ وقت سے بہت پہلے زمین کے کسی دوسرے حصے میں پہنچا ہوا ہے۔''

''ہاں، میرے گریٹ ایشورارا نے حکم دیا تھا کہ مجھے وقت سے پہلے اس دنیا میں آنا چاہیے۔ میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی ہے۔''

''بے شک، دی گریٹ ایشورارا کے حکم کی تعمیل کرنا چاہیے۔ لیکن تُو سیدھا میرے پاس آ سکتا تھا۔ یہاں نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ تجھے مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟''

وہ بولا۔ ''جیسا کہ تُو نے بتایا تھا' متحدہ تنظیم کی فوجوں نے جنگل میں پہنچ کر تیرے عقیدت مندوں کو بھگا دیا تھا اور جنگلی جانوروں کو ہلاک کر دیا تھا۔ بعد میں تُو نے ان تمام فوجیوں کو مار بھگایا۔''

''بے شک، یہ حقیقت انگولا کے سرکاری ریکارڈ میں درج ہو چکی ہے کہ میں نے پانچ ہزار سپاہیوں کو ہلاک کیا ہے اور اپنے جنگل کا قبضہ واپس لے لیا ہے۔''

''میں مانتا ہوں' تُو بہت طاقتور ہے۔ لیکن تیری لاعلمی میں وہ فوجی دوبارہ آ سکتے ہیں اور مجھے میرے ماتحتوں سمیت ہلاک کر سکتے ہیں۔ اچانک شب خون مارنے والوں کو نہ میں روک سکتا ہوں، نہ تُو روک سکتی ہے لہٰذا میرا جنگل ہر پہلو سے محفوظ نہیں ہے۔ وہاں کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ دوسری جگہ پہنچا ہوا ہوں۔''

میں کاہنہ کے ساتھ گوانزا کے ایک ہوٹل میں تھا۔ اس وقت وہ فون پر ایشورارا سے باتیں کر رہی تھی اور میں سن رہا تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ میں اس کا تابع دار غلام ہوں۔ اس کی مرضی کے بغیر کسی کے سامنے نہ تو زبان کھولوں گا اور نہ ہی مجھے اس کے معاملات سے کوئی دلچسپی ہے۔ وہ اسی خوش فہمی میں مبتلا رہ کر میری موجودگی میں ایشورارا سے باتیں کر رہی تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی۔ ''تُو اپنے معاملات مجھ سے بہتر سمجھتا ہے۔ جہاں تحفظ حاصل ہو' وہاں رہ سکتا ہے۔ لیکن کسی حد تک مجھ پر بھی اعتماد کرنا چاہیے۔ میں تیرے بہت کام آتی رہوں گی۔''

وہ بولا۔ ''میں فی الحال اپنی بیٹی اور بیٹے کے سلسلے میں بہت پریشان ہوں۔ ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آہ....! ان مسلمانوں نے میرے بچوں کو مجھ سے دور کر دیا ہے۔''

وہ بڑے فخر سے بولی۔ ''فکر نہ کر۔ میں ابھی تجھے ان دونوں تک پہنچاؤں گی۔ تیرے لیے ان کے دماغوں کے دروازے کھول دوں گی۔''

اس نے کہا۔ ''میں تھوڑی دیر پہلے ماؤرا اور دامودر کے اندر گیا تھا پھر پارس کے اندر بھی پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہر جگہ ناکامی ہوئی۔ میں کسی سے بھی رابطہ نہ کر سکا۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''دراصل میں نے ہی ماؤرا اور

دامودر کے دماغوں کو لاک کیا ہے اور میں ہی تجھے ان کے اندر پہنچا سکتی ہوں۔''

وہ بے چین ہو کر بولا۔ ''تو پھر دیر نہ کر۔ مجھے سب سے پہلے اپنی ماؤرا کے اندر پہنچا دے۔''

''میں تیری بیٹی کے اندر جا رہی ہوں۔ دو سیکنڈ کے بعد وہاں پہنچے گا تو تجھے جگہ مل جائے گی اور تُو اس سے باتیں کر سکے گا۔''

یہ کہہ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ماؤرا کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ وہ حیران رہ گئی۔ اس نے تنویمی عمل کے علاوہ پُراسرار علم کے ذریعے بھی اسے اپنی معمولہ اور تابع دار بنایا تھا اور اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ لیکن وہ دماغ اس کے لیے بھی مقفل ہو گیا تھا۔ اس نے ایک نہیں' دو بار ...تین بار کوشش کی اور ناکام ہوتی رہی۔

اسے فون پر ایشورارا کی آواز سنائی دی۔ ''کیا ہوا دیوی ماں! میں دو بار بیٹی کے اندر جانے کی کوشش کر چکا ہوں اور ناکام ہو رہا ہوں۔ کیا تُو اس کے اندر موجود نہیں ہے؟''

وہ غصے سے بولی۔ ''یہ برائٹ موسس بہت ہی کمینہ ہے۔ اس نے میرے عمل کے خلاف تیری بیٹی اور بیٹے پر عمل کیا ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''اگر موسس نے ان پر عمل کیا ہے تو یقیناً وہ مجھے اپنے بچوں کے اندر پہنچا سکے گا۔ میں ابھی تجھ سے رابطہ ختم کر رہا ہوں۔ بعد میں باتیں کروں گا۔''

فون بند ہو گیا۔ کاہنہ نے جھنجھلا کر اپنے موبائل فون کو دیکھا۔ وہ سوچ رہی تھی اور غصے سے تلملا رہی تھی۔ ''ایشورارا مجھے چھوڑ کر برائٹ موسس کے پاس گیا ہے۔ اگر اس پیشوائے اعظم نے اسے دامودر اور ماؤرا تک پہنچا دیا تو میں ایشورارا کی نظروں میں کمتر ہو جاؤں گی۔ وہ کم بخت یہودی مجھ سے سبقت لے جائے گا۔''

وہ بار بار خیال خوانی کے ذریعے کبھی ماؤرا اور کبھی دامودر کے اندر پہنچنے کی کوششیں کرنے لگی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ برائٹ موسس ایک باپ کو اس کے بچوں تک پہنچانے میں کامیاب ہو رہا ہے یا نہیں؟ اگر کامیاب ہوتا تو کاہنہ کو بھی ان کے اندر جگہ مل جاتی۔

ادھر برائٹ موسس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ ایشورارا کو اس کے بچوں تک پہنچا دے گا۔ اس نے بھی یہی کہا کہ ابھی وہ ماؤرا کے اندر پہنچ رہا ہے۔ ایشورارا دو سیکنڈ بعد اپنی بیٹی کے اندر آئے گا تو اس سے باتیں کر سکے گا۔

اس نے انتظار کیا۔ دو سیکنڈ گزرنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے؟ پھر اس نے بیٹی کے اندر پہنچنا چاہا تو ناکامی ہوئی۔ ادھر موسس بھی بار بار ماؤرا کے اندر پہنچنے کی ناکام کوششیں کر رہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا۔

ایشورارا نے فون پر پوچھا۔ ''کیا ہوا پیشوائے اعظم! ادھر کاہنہ نے غصے سے یہ کہا تھا کہ تُو نے میرے بچوں کے دماغوں کو لاک کر دیا ہے۔ اب کیا تُو بھی یہی الزام کاہنہ کو دے گا؟''

''بے شک، تجھے یقین کرنا چاہیے کہ کاہنہ میرے راستے کی رکاوٹ بنتی رہتی ہے۔ وہ مجھ سے دشمنی کر رہی ہے۔ خود کو برتر ثابت کرنے کے لیے ایسے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے۔ اس سے تجھے نقصان پہنچ رہا ہے اور تُو اپنے بچوں تک پہنچ نہیں پا رہا ہے۔''

وہ بولا۔ ''کاہنہ بھی تجھے یہی الزام دے رہی ہے۔''

''اگر تُو کاہنہ کو راضی کر لے کہ وہ میرے راستے کی رکاوٹ نہ بنے تو میں ابھی اپنے علم کے ذریعے تجھے ماؤرا اور دامودر تک پہنچا دوں گا۔''

''اچھی بات ہے۔ میں ابھی کاہنہ سے کہتا ہوں۔''

اس نے اس سے رابطہ کیا پھر موسس کی گزارش پیش کرتے ہوئے کہا۔ ''اگر تُو اس کے عمل کا توڑ نہ کرے تو وہ ابھی مجھے اپنے بچوں تک پہنچا دے گا۔''

وہ بولی۔ ''میں بھی یہی کہنا چاہتی ہوں' اگر وہ میرے عمل کا توڑ نہ کرے تو میں ابھی تجھے تیرے بچوں تک پہنچا دوں گی۔ وہ خوامخواہ مجھ سے برتری حاصل کرنا چاہتا ہے اور میں کم تر ہونا نہیں چاہتی۔ تُو مجھے دیوی ماں کہتا ہے۔ میں تجھے یقین دلاتی ہوں کہ موسس تھوڑی دیر کے لیے میرے راستے سے ہٹ جائے گا تو میں ابھی تجھے ماؤرا اور دامودر تک پہنچا دوں گی۔''

وہ جھنجھلا کر بولا۔ ''یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ تم دونوں مجھ سے دوستی کر رہے ہو یا دشمنی؟ میں کچھ نہیں جانتا کہ کون کس کے عمل کا توڑ کر رہا ہے؟ بس ایک بات جانتا ہوں' جو بھی میرا دوست ہوگا۔ وہ ابھی مجھے میرے بچوں تک پہنچائے گا۔''

موسس نے کہا۔ ''میں فراخدلی کا ثبوت دیتا ہوں۔ تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کاہنہ کے عمل کا توڑ نہیں کروں گا۔ اسے موقع دے رہا ہوں۔ اس سے کہہ دے' وہ تجھے تیرے بچوں تک پہنچا دے۔''

اس نے کاہنہ سے کہا۔ ''موسس نے مجھ سے وعدہ کیا

ہے' وہ تیرے عمل کا توڑ نہیں کرے گا۔ اب تجھے اپنی پُراسرار قوتوں سے یہ ثابت کرنا ہے کہ تُو مجھے میرے بچوں تک پہنچا سکتی ہے یا نہیں؟''

''میں ابھی عمل شروع کرتی ہوں۔ پندرہ بیس منٹ انتظار کر۔ اس کے بعد تُو اپنے بچوں تک پہنچ جائے گا۔''

وہ شمع روشن کر کے فرش پر پالتھی مار کر بیٹھ گئی۔ بڑی تندہی سے عمل پڑھنے لگی۔ وہ دونوں یہی سمجھ رہے تھے کہ ایک دوسرے کے عمل کا توڑ کرتے آ رہے ہیں۔ جبکہ بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے ماؤرا' دامودر اور پارس کے دماغوں کو لاک کر دیا گیا تھا۔

پندرہ منٹ کے بعد کاہنہ نے اپنے پُراسرار علم سے مطمئن ہو کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ ماؤرا کے اندر پہنچنا چاہا تو ناکامی ہوئی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرا پُراسرار علم کمزور نہیں ہو سکتا۔ ماؤرا کے دماغ کے دروازے کو کھل جانا چاہیے تھا۔ ناکامی کی صرف ایک وجہ سمجھ میں آ رہی ہے۔''

اس نے ایشورارا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''موسس نے تجھ سے جھوٹا وعدہ کیا ہے۔ میں نے بہت زبردست علم پڑھا ہے۔ یہ ایسا علم ہے کہ اس کے اثر سے پتھر بھی پگھل جاتے ہیں۔ لیکن تیرے بچوں کے دماغوں کے دروازے نہیں کھل رہے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ موسس نے تجھ سے جھوٹ کہا تھا۔ وہ در پردہ میرے عمل کا توڑ کر رہا ہے۔''

وہ بولا۔ ''تُو پھر اسے الزام دے رہی ہے۔ وہ اس الزام کو تسلیم نہیں کرے گا۔''

''ٹھیک ہے، تُو مجھ پر بھروسا کر۔ میں وعدہ کرتی ہوں' اس کے عمل کا توڑ نہیں کروں گی۔ اس سے کہہ دے کہ وہ کسی طرح تجھے تیرے بچوں تک پہنچا دے۔ میں صرف تیری خوشیاں چاہتی ہوں۔''

ایشورارا نے برائٹ موسس سے یہ بات کہی۔ اس نے بھی اپنے طور پر عمل شروع کیا پھر کچھ دیر بعد ماؤرا کے اندر پہنچنا چاہا تو ناکامی ہوئی۔ اس کے نتیجے میں وہ بھی کاہنہ کو الزام دینے لگا۔

ایشورارا نے غصے سے کہا۔ ''تم دونوں جہنم میں جاؤ۔ میں سونے جا رہا ہوں۔ بیدار ہونے کے بعد سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

وہ اپنے وقت کے مطابق سونا' جاگنا اور کھانا پینا چاہتا تھا۔ لیکن زمین پر پہنچتے ہی پہلی ناکامی نے اس کی نیندیں اڑا دی تھیں۔ یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آ رہی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی اب دور کی بات ہو گئی ہے۔ فی الحال آپس کے جھگڑے انہیں آگے بڑھنے سے روک رہے تھے اور سب سے زیادہ ایشورارا کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ وہ اپنی بیٹی اور بیٹے تک پہنچ نہیں پا رہا تھا۔

اور فرائض کی ادائیگی کہہ رہی تھی کہ وہ محض جذباتی ہو کر اپنی بیٹی اور بیٹے کے لیے زمین پر نہیں آیا ہے۔ اسے دی گریٹ ایشورارا کے حکم کے مطابق وہاں اپنی حکمرانی قائم کرنی ہے۔ اس مقصد کے لیے یہ طے پایا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف جتنے بڑے ممالک ہیں ان سے اتحاد کیا جائے گا پھر بابا صاحب کے ادارے کو بالکل تنہا کر کے اس کے خلاف اقدامات کیے جائیں گے اور اسے رفتہ رفتہ ختم کر دیا جائے گا۔

بڑے سہانے خواب تھے اور خواب دیکھنے والے یہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ ہم بڑی خاموشی سے بڑے آرام سے اپنے طور پر کارروائیاں کر رہے ہیں۔ ان کے اقدامات سے پہلے ہی ان کے قدم روک دیتے ہیں۔ وہ پہلے جہاں تھے' اب بھی وہیں ہیں۔ نہ پوری طرح متحد ہو رہے ہیں' نہ منظم ہو رہے ہیں اور نہ ہی بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ایک بھی آپریشن کر پا رہے ہیں۔

کاہنہ اپنے کمرے میں تنہا رہ کر کوئی عمل پڑھنا چاہتی تھی۔ اس نے مجھے حکم دیا۔ ''تُو باہر چلا جا اور صبح سے پہلے میرے کمرے میں نہ آنا۔''

میں نے کہا۔ ''تیرا حکم سر آنکھوں پر... مگر یہ گوانز اشہر میرے لیے انجانا ہے۔ میں پوری رات کہاں گزاروں گا؟''

''تیرے پاس یہاں کی کرنسی ہے۔ کسی نائٹ کلب میں جا سکتا ہے۔ وہاں کسی اعلیٰ درجے کی کال گرل کے ساتھ رات گزار سکتا ہے۔ میری طرف سے تجھے پوری آزادی ہے۔ اب جا یہاں سے... بحث نہ کر۔''

میں سر جھکا کر اس کمرے سے باہر آ گیا۔ اس وقت رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ قریبی بازار میں بڑی چہل پہل تھی۔ میں نے ایک دکان سے موبائل فون کی ایک نئی سم خریدی پھر اسے اپنے فون سے منسلک کر کے کاہنہ سے رابطہ کرنے لگا۔

وہ اپنے کمرے میں ایک شمع روشن کیے فرش پر پالتھی مارے بیٹھی تھی۔ شمع کی لَو کو تک رہی تھی۔ ایسے میں فون کا بزر بولنے لگا تو وہ جھنجھلا گئی۔ اس نے فون کی ننھی سی اسکرین پر نمبر پڑھے۔ کوئی نیا نمبر تھا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ کون اسے مخاطب کر

رہا ہے؟ اس نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے غصے سے پوچھا۔ ''ہیلو، کون ہے.....؟''

میں نے کہا۔ ''میں تیرا عاشق...دلدار...تیرے حسن و شباب کا طلب گار...فرہاد علی تیمور ہوں۔ تقدیر کے مطابق تُو میرے نام ہو چکی ہے۔ اس لیے میں تیرا پیچھا کر رہا ہوں۔''

وہ حقارت سے بولی۔ ''یہ خوش فہمی اپنے دل سے نکال دے۔ میرا ازدواجی رشتہ قائم ہو چکا ہے۔ میں ایک جواں مرد کے ساتھ دن رات گزارتی رہتی ہوں۔ میں نے تقدیر کا رخ پھیر دیا ہے۔''

''تُو برائٹ موسس کا رخ نہیں پھیر سکتی۔ اپنے حالات نہیں بدل سکتی' پھر تقدیر کو کیا بدلے گی؟ اگر اس یہودی پیشوا سے سہ ماہت لے جانا چاہتی ہے تو مجھ سے دوستی کر۔ میں پلک جھپکتے ہی بازی پلٹ دوں گا۔ ایشورارا اس یہودی پر تھوک کر تیرے قدموں میں آگرے گا۔''

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ شمع کی لَو کو تکنے لگی۔ میں نے کہا۔ ''یہ تُو شمع روشن کر کے جو انتر' منتر' جنتر اور چقدر جیسے علوم پڑھتی رہتی ہے ان سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ان علوم کے حوالے سے برائٹ موسس تجھ سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے۔ اِدھر تُو عمل کرتی رہے گی۔ اُدھر وہ توڑ کرتا رہے گا۔ اس وقت بھی جو عمل کر رہی ہے' موسس اپنی جگہ بیٹھا اس کا توڑ کر رہا ہے۔''

وہ برائٹ موسس کی مخالفتوں سے پریشان ہو گئی تھی۔ اسے شکست دینے اور اپنے راستے سے ہٹانے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ لے دے کر پُراسرار علوم کا سہارا لیتی رہتی تھی اور یہ دیکھ چکی تھی کہ اُدھر سے وہ اس کے عمل کا توڑ کرنے لگتا ہے۔ وہ مجبور ہو کر بولی۔ ''ٹھیک ہے، میں تجھ سے دوستی کروں گی مگر یاد رکھ! دوستی کے نتیجے میں کبھی تیرے قریب نہیں آؤں گی۔''

''میں تقدیر کو مانتا ہوں' جو لکھا جا چکا ہے' وہ ضرور ہوتا ہے لہٰذا میں اپنی طرف سے کبھی ضد نہیں کروں گا۔ نہ ہی تجھ سے ملنے کی خواہش کروں گا۔''

وہ کچھ سوچ کر بولی۔ ''تُو خوامخواہ میری مدد کیوں کرنا چاہتا ہے؟''

''میں اپنے فائدے کے لیے ایسا کر رہا ہوں۔ تیرے ذریعے اس یہودی پیشوا کو شرمناک شکست دینا چاہتا ہوں۔''

''کیا تُو میری مدد کے بغیر اس سے نمٹ نہیں سکتا؟''

''یہ ہماری کتابِ مقدر میں لکھا ہے کہ میں تیرے ذریعے ہی اسے ذلیل و خوار کر سکوں گا۔''

وہ مطمئن ہو کر بولی۔ ''ایسی بات ہے تو میں تیری دوستی قبول کرتی ہوں۔ موسس پر سہ ماہت لے جانے کے لیے جو کہے گا وہ کروں گی۔ بول مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

میں نے کہا۔ ''ایک شمع روشن کر کے اس کے سامنے فرش پر بیٹھ جا.....''

''یہ تو میں کر چکی ہوں۔ ایک شمع کے سامنے آگے فرش پر پالتھی مارے بیٹھی ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''تُو بڑے پیچیدہ منتر پڑھتی ہے۔ کیا سو سے ایک تک الٹی گنتی پڑھ سکتی ہے؟''

''یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ میں آسانی سے پڑھ سکتی ہوں۔''

''اتنا آسان بھی نہیں ہے۔ تُو گنتی پڑھنے کے دوران سر کے بل الٹی کھڑی رہے گی۔ یعنی سر نیچے اور دونوں ٹانگیں اوپر۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسا تو جمناسٹک کا کرتب دکھانے والے کرتے ہیں۔ میں نہیں کر سکوں گی۔ سر کے بل ٹانگیں اوپر کرنا چاہوں گی تو گر پڑوں گی۔''

''عقل سے کام لے۔ دیوار سے ٹیک لگا کر اپنے وجود کو الٹا کر دے۔ یوں بھی تُو الٹی زندگی گزار رہی ہے۔ خدا نے تجھے سیدھا پیدا کیا ہے لہٰذا اب الٹی ہو جا۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ''کیا ایسا کرنا ضروری ہے؟''

''بہت ضروری ہے۔ جیسے ہی تُو سو سے الٹی گنتی پڑھتے ہوئے ایک تک پہنچے گی' تجھے ماؤرا اور دامودر کے اندر پہنچنے کا راستہ مل جائے گا۔ تُو ایشورارا کو اس کے بچوں تک پہنچا سکے گی۔''

اسے یقین نہیں تھا کہ ایسا ہو سکے گا۔ لیکن وہ برائٹ موسس پر سہ ماہت لے جانے اور ایشورارا کو متاثر کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی لہٰذا وہ دیوار سے لگ کر الٹی ہو گئی۔ سر کے بل کھڑی ہو گئی اور شمع کی لَو کو تکتے ہوئے سو سے الٹی گنتی پڑھنے لگی۔ میں نے اپنی پوٹی انوشے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میری جان! کاہنہ کو عارضی طور پر پریشانیوں سے نجات دلاؤ۔ اسے برائٹ موسس پر برتری حاصل کرنے دو۔ پارس' ماؤرا اور دامودر کے دماغوں سے لاک ہٹا دو۔''

وہ بولی۔ ''آل رائٹ گرینڈ پا.....! کاہنہ ابھی خوش ہو جائے گی۔''

میں وہاں کے پُررونق بازار میں ٹہلنے لگا۔ وہ گنتی پڑھتے ہوئے ایک تک پہنچ گئی۔ اس کے ساتھ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ماؤرا کے اندر پہنچنا چاہا تو فوراً ہی جگہ مل گئی۔ وہ خوشی سے کھل گئی۔ اس نے دامودر کے اندر پہنچ کر دیکھا تو اس کے دماغ کا دروازہ بھی کھل چکا تھا۔ وہ الٹی دیوار سے لگی ہوئی تھی۔ خوشی سے چیخ مار کر سیدھی ہو گئی۔ فوراً ہی موبائل فون اٹھا کر میرے نمبر پنچ کرنے لگی۔ رابطہ ہوتے ہی میں نے پوچھا۔ ''کیا الٹی کھوپڑی نے کام دکھا دیا ہے؟''

وہ بولی۔ ''فرہاد! تُو نے کمال کر دیا ہے۔ برائٹ موسس کے عمل کا توڑ کیا ہے۔ میں اب ماؤرا اور دامودر کے اندر پہنچ سکتی ہوں۔ کیا روحانی عمل اسی طرح سر کے بل الٹا ہو کر کیا جاتا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''روحانیت کے ذریعے ہمیشہ سیدھے راستے ملتے ہیں۔ یہ جو کچھ تُو نے کیا ہے' یہ فرہاد علی تیمور کا ایک پُراسرار علم ہے۔ ادھر تُو الٹی گنتی پڑھ رہی تھی۔ ادھر میں عمل کر رہا تھا۔ بہرحال تجھے کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ جا.... ایشورارا کو یہ خوشخبری سنا دے۔''

''ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں' کیا برائٹ موسس اس عمل کا توڑ نہیں کر سکے گا؟''

''ہرگز نہیں کر سکے گا۔ تُو مطمئن رہ اور اپنا کام کر۔ ایشورارا خوش ہو جائے اور تیری برتری تسلیم کر لے تو اپنے شوہر کے ساتھ آج رات خوب جشن منا۔ اس بیچارے کو بھی خوش کر۔''

میں نے فون بند کر دیا۔ ایک دکان میں جا کر اعظم ہمدانی کی حیثیت سے سوچنے لگا۔ ''میں اپنی شہناز بانو کو کوئی تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں سے کیا خریدنا چاہیے؟''

ایسے ہی وقت وہ میرے اندر آکر بولی۔ ''کچھ خریدنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تجھ سے یہ کہنے آئی ہوں کہ تُو ابھی کسی نائٹ کلب میں نہیں جائے گا۔ نہ ہی کسی کال گرل کو ہاتھ لگائے گا۔ میں ایک آدھ گھنٹے بعد تجھے اپنے پاس بلاؤں گی۔''

میں نے خوش ہو کر کہا۔ ''میں کسی ہوٹل میں کافی پیتا رہوں گا' وقت گزارتا رہوں گا اور تیرے پاس آنے کے لیے بے چین رہوں گا۔''

وہ میرے اندر سے چلی گئی۔ اس نے فون پر ایشورارا کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ''میں اچھی طرح جانتی ہوں' تُو مجھ سے برائٹ موسس سے بیزار ہو گیا ہے۔ بس آخری بار اپنی پُراسرار قوتوں کا مظاہرہ کرنے آئی ہوں۔ میں نے ایسا علم پڑھا ہے کہ موسس اب میرے کسی علم کا توڑ نہیں کر سکے گا۔''

وہ بیزاری سے بولا۔ ''میں سونے جا رہا ہوں۔ اب کسی پر بھروسا نہیں کروں گا۔''

''میں اچھی طرح جانتی ہوں' اپنے بچوں کی فکر میں مبتلا ہے۔ تجھے نیند نہیں آئے گی۔ بس ابھی میری بات مان کر ماؤرا اور دامودر کے اندر جا۔ تجھے جگہ مل جائے گی۔''

وہ اپنے بچوں کے لیے پریشان تھا۔ یہ سنتے ہی فوراً خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ماؤرا کے اندر آیا تو واقعی اسے جگہ مل گئی۔ وہ اب اپنی بیٹی کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔ اس وقت وہ سونے کے لیے پارس کے پاس جا رہی تھی۔

اس نے کہا۔ ''بیٹی! میں تمہارا پاپا ہوں۔ سیارے سے واپس آگیا ہوں۔ ابھی تم بیڈروم میں نہ جاؤ۔ مجھ سے باتیں کرو۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''مجھے دامودر نے بتایا تھا کہ تم سیارے سے واپس آگئے ہو۔ میں انتظار کر رہی تھی کہ کب میرے دماغ میں آؤ گے؟ کیا تمہاری مصروفیات ہم سے زیادہ اہم ہیں؟ اتنی دیر بعد ہم سے رابطہ کر رہے ہو؟''

''یہ بات نہیں ہے۔ پُراسرار علوم جاننے والوں نے تمہارے اور دامودر کے دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔ اس لیے میں رابطہ نہیں کر پا رہا تھا۔ اب یہ لاک ہٹ گیا ہے۔ میں جب چاہوں گا' تم سے باتیں کر سکوں گا۔''

''پاپا! بہت دنوں کے بعد تمہاری آواز اور پیار بھرا لب ولہجہ سن کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔''

''میں بھی بہت خوش ہوں۔ آئندہ مجھے تم دونوں کے دماغوں میں جگہ ملتی رہے گی تو میں مطمئن ہو کر دوسرے معاملات میں مصروف رہ سکوں گا۔''

پھر اس نے کہا۔ ''مگر نہیں.....اطمینان میرے نصیب میں نہیں ہے۔''

ماؤرا نے پوچھا۔ ''ایسی کیا پریشانی ہے؟ کیا میں تمہارے کسی کام آسکتی ہوں؟''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''کیا تم نہیں جانتیں کہ دامودر کسی نادیدہ بلا سے محبت کر رہا ہے؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''ہاں جانتی ہوں۔ آئندہ اسے بلا نہ کہنا۔ وہ ہمارے لیے بہت ہی معزز اور محترم لڑکی ہے۔ ہمارے لیے رحمت بن کر آئی ہے۔ جب تک ہمارے ساتھ رہے گی' ہمیں کوئی دشمن نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

''کچھ معلوم تو ہونا چاہیے کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے اور تم دونوں پر مہربان کیوں ہے؟''

''پاپا! سیدھی سی بات ہے' نہ ہم ان سوالوں کے جواب جانتے ہیں' نہ جاننا چاہتے ہیں اور نہ ہی تمہیں اس سلسلے میں

کوئی بحث کرنی چاہیے۔ تم ہم سے محبت کرتے ہو لہٰذا یہ دیکھ کر خوش ہونا چاہیے کہ ہم خیر خیریت سے ہیں اور سلامتی سے زندگی گزار رہے ہیں۔''

''بے شک، یہ دیکھ کر اطمینان حاصل ہو رہا ہے۔ لیکن یہ کیسے بھول جاؤں کہ تم دونوں دشمنوں کے سائے میں ہو؟''

''پاپا! ایک سیدھی سی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ اگر ہم دشمنوں کے سائے میں ہوتے تو کیا اس طرح خیر خیریت سے ہوتے؟ تم آیندہ بھی دیکھتے رہو گے کہ ہم اسی طرح ہنستے بولتے زندگی گزارتے رہیں گے۔''

''تم ابھی بچی ہو۔ سیاسی چالوں کو سمجھ نہیں پاؤ گی لہٰذا میں بحث نہیں کروں گا۔ ابھی دامودر کے اندر جا رہا ہوں۔''

اس نے بیٹے کے اندر جا کر دیکھا تو وہ ایک مصلے پر کھڑا نماز پڑھنا سیکھ رہا تھا۔ انوشے کی رہنمائی کے مطابق کبھی اٹھ رہا تھا، کبھی بیٹھ رہا تھا اور کبھی سجدے میں جا رہا تھا۔ اس کے خیالات سے پتا چل رہا تھا کہ انوشے اس کے قریب ہی کہیں ہے۔ اس سے بول رہی ہے۔ لیکن اس کی آواز ایشورارا کو سنائی نہیں دے رہی تھی۔

دامودر مصلے پر بیٹھ کر بولا۔ ''ہیلو پاپا! ابھی انوشے نے بتایا ہے، تم میرے اندر موجود ہو لہٰذا ابھی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔''

''یہ انوشے کون ہے؟''

''وہی جس کا نام شبانہ تھا۔ اس کا اصل نام انوشے ہے۔''

''مجھے اس کی آواز سنائی کیوں نہیں دے رہی ہے؟''

''میں شاید پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اس کی مرضی کے خلاف نہ کوئی اس کی آواز سن سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اسے دیکھ سکتا ہے۔''

''تم مسلمانوں کی طرح نماز کیوں پڑھ رہے ہو؟''

''اس لیے کہ میں دین اسلام قبول کر چکا ہوں۔ میرا نام دامودر نہیں دیدار علی ہے۔''

وہ غصے سے دانت پیستے ہوئے بولا۔ ''اس کا مطلب ہے، تم اس سے سحر زدہ ہو چکے ہو۔ اس کے غلام بن چکے ہو؟''

''تمہاری سوچ کے مطابق غلام ہوں مگر اپنی سوچ کے مطابق روشن راہوں پر ایک نورانی لڑکی کا ہمسفر ہوں۔ مجھے جو آسودگی اور مسرتیں حاصل ہو رہی ہیں انہیں تم کبھی سمجھ نہیں پاؤ گے۔ ایک بات ذہن نشین کر لو، کبھی اس کے خلاف کچھ نہ بولنا۔ بولو گے تو میرے دماغ کے دروازے بند ہو جائیں گے۔''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''تم نے اور ماؤرا نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔ میں تمہاری محبت میں تڑپتا رہتا ہوں اور تم میری محبت کا یہ صلہ دے رہے ہو؟''

''اگر دل سے محبت کرتے ہو تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تمہارے بچے بہت خوش ہیں اور بڑی سلامتی سے زندگی گزار رہے ہیں۔ تم اس دنیا میں بہت بڑی جنگ لڑنے آئے ہو۔ لیکن اس جنگ کے نتیجے میں کوئی دشمن ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ کیا یہ بات تمہارے لیے اطمینان کا باعث نہیں ہے؟''

وہ قائل ہو کر بولا۔ ''ہاں، اس پہلو سے مجھے مطمئن ہونا چاہیے۔ تم دونوں اگرچہ دشمنوں کے سائے میں ہو مگر محفوظ ہو اور آیندہ بھی تمہیں وہاں تحفظ حاصل ہوتا رہے گا۔''

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ کاہنہ اب تک خیال خوانی کے ذریعے ان باپ، بیٹی اور بیٹے کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ''ہیلو ایشورارا! تو نے میری پُراسرار قوتوں کو دیکھ لیا؟ جو کام برائٹ موسس نہیں کر سکتا تھا، دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا عالم نہیں کر سکتا تھا، وہ میں نے کر دکھایا ہے۔ ایک باپ کو اس کے بچوں سے ملا دیا ہے۔''

''بے شک، تو نے مجھے متاثر کیا ہے۔ میں مانتا ہوں، تو پُراسرار علوم کے معاملے میں برائٹ موسس سے برتر ہے مگر میں بچوں سے مل کر اور زیادہ پریشان ہو گیا ہوں۔''

اس نے پوچھا۔ ''پریشانی کیا ہے؟''

''یہی کہ ہم بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی کر رہے ہیں اور میرے دونوں بچے مسلمانوں کے زیر اثر آ گئے ہیں۔ ان کا دین بھی قبول کر لیا ہے۔ وہ مسلمانوں کی سیاسی چالبازیوں کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔ دراصل انہوں نے میری بیٹی اور بیٹے کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ میں جب بھی بابا صاحب کے ادارے کو نقصان پہنچانا چاہوں گا، وہ میرے بچوں کو نقصان پہنچا کر مجھے بے دست و پا کر دیں گے۔''

کاہنہ نے قائل ہو کر کہا۔ ''ہاں، تیری دکھتی رگیں مسلمانوں کی چنگیوں میں ہیں۔ وہ جب چاہیں، مسل سکتے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''میں نے پہلے بھی تجھے دیوی ماں مان کر تیرے آگے سجدہ کیا ہے۔ تیری پوجا کرتا ہوں۔ اگر تو کسی طرح انہیں مسلمانوں کے شکنجے سے نکال لائے گی تو میں تیرے ساتھ مل کر یورپ اور امریکا کے اکابرین سے اتحاد قائم کروں گا اور اس متحدہ تنظیم سے برائٹ موسس کو نکال

دوں گا۔''

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ ابھی اس نے میری مدد سے ہی ماؤرا اور دیدار علی (دامودر) کے دماغوں سے لاک ہٹائے تھے۔ اس سلسلے میں اس کے پراسرار علوم بے اثر ثابت ہوئے تھے۔ وہ یقین سے نہیں کہہ سکتی تھی کہ آیندہ ماؤرا اور دیدار علی کو مسلمانوں کے شکنجے سے نکال سکے گی۔

ایشورارا نے پوچھا۔ ''تُو خاموش کیوں ہے؟''

وہ خیالات سے چونک کر بولی۔ ''میں سوچ رہی ہوں۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔ مجھے کئی دنوں تک مسلسل منتروں کا جاپ کرنا ہوگا۔ شاید کامیابی حاصل ہو سکے گی۔ میں اس سلسلے میں پوری کوشش کروں گی۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''موسس کو متحدہ تنظیم سے الگ کرنے کے لیے لازمی ہے کہ تمام اکابرین ہم سے متاثر ہوں اور ہمارے زیر اثر رہیں۔''

''ہاں، یہ بھی مشکل مرحلہ ہے۔ برائٹ موسس نے تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کر دیا ہے۔ ان کے بیوی بچوں کو بھی تحفظ فراہم کیا ہے۔ اگر میں ان کے دماغوں کے دروازے بھی کھول دوں تو تُو اور تیرے ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں اپنا معمول اور تابع دار بنا سکیں گے۔''

''پھر تو موسس تیرے آگے بالکل ہی صفر ہو جائے گا۔ کسی کام کا نہیں رہے گا۔ ہمارے تابع دار بن کر رہنے والے اکابرین بھی کسی حیل وحجت کے بغیر اسے متحدہ تنظیم سے نکال دیں گے۔''

''یہ تو واقعی میری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ میں جی جان سے موسس کے تنویمی عمل کا توڑ کروں گا۔ تمام اکابرین کو اس کے سحر سے نکال کر تیرے حوالے کر دوں گی۔ تُو میری اگلی کال کا انتظار کر۔ شاید میں تجھے بہت بڑی خوشخبری سنا سکوں گی۔''

اس نے ایشورارا سے رابطہ ختم کیا پھر میرے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر میں نے پوچھا۔ ''کیا پھر میری ضرورت پیش آ رہی ہے؟''

''ہاں، تیری دوستی مجھے فائدہ پہنچا رہی ہے اور تیری یہ خواہش بھی پوری ہو رہی ہے کہ موسس ذلیل و خوار ہو جائے۔ فی الحال ایشورارا کی نظروں میں اس کی اہمیت گر چکی ہے۔ اگر ایک اور محاذ پر اسے شکست دی جائے گی تو وہ بالکل ہی نظروں سے گر جائے گا۔''

''اب اسے کس محاذ پر شکست دینا چاہتی ہے؟''

''اس نے تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کر دیا ہے۔ ان کی بیوی بچوں کو بھی اسی طرح تحفظ دیا ہے۔ میں ان سب کے دماغوں سے لاک ہٹا دینا چاہتی ہوں۔''

''ایشورارا سے پہلے جو جو یہاں آیا تھا۔ اس نے آتے ہی تمام اکابرین کو اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا تھا۔ حتیٰ کہ برین ماسٹر بھی اس کا غلام بن گیا تھا۔ میں نے جو جو اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کیا تھا اور ان کی حکمرانی کے خواب کو خاک میں ملا دیا تھا۔''

''یہ ساری باتیں میں جانتی ہوں۔''

''یہ بھی جانتی ہے کہ ہم مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی ہو رہی ہے اور تُو بھی اس میں شریک ہے۔ ایشورارا کو زیادہ سے زیادہ طاقتور بنانے کے لیے ان اکابرین کے دماغوں سے لاک ہٹانا چاہتی ہے۔ یعنی میرے دشمنوں کو میرے ہی ذریعے طاقتور بنانا چاہتی ہے؟''

''تُو نے مجھ سے دوستی کی۔ سنا ہے' تُو زبان کا دھنی ہے۔ دوست بنتا ہے تو اس دوستی کو آخری حد تک نبھاتا ہے۔''

''بے شک، میں ایسا کرتا ہوں۔ لیکن جان بوجھ کر اپنے پیروں پر کلہاڑی نہیں مارتا۔''

''پلیز، مجھے مایوس نہ کر۔ میں نے تیرے ذریعے ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ برائٹ موسس کو نیچا دکھایا ہے۔ بس ایک بار اور میری مدد کر دے گا تو ہم دونوں کا بھلا ہوگا۔ مجھے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوگی اور تیرا یہودی دشمن ذلیل وخوار ہو جائے گا۔''

''یہ بتا، کیا ایشورارا اپنے ساتھ غیر معمولی مشینیں لایا ہے؟ کیا سیارے سے اپنی فوج بھی لایا ہے؟''

''نہیں، وہ مشینیں ابھی سیارے میں تیار ہو رہی ہیں۔ شاید دو ماہ بعد انہیں یہاں لایا جائے گا۔''

''کیا ایشورارا پھر سیارے میں واپس چلا جائے گا اور دو ماہ بعد واپس آئے گا؟''

وہ بیزار ہو کر بولی۔ ''میں نہیں جانتی' اس نے اس سلسلے میں کیا پلاننگ کی ہے؟ تُو ایسے سوالات کیوں کر رہا ہے؟ پلیز، میرا یہ مسئلہ حل کر دے۔''

''یہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اسے حل کروں گا تو مجھے نقصان پہنچے گا۔ میرا دشمن ایشورارا تمام اکابرین کے دماغوں پر حاوی ہو جائے گا۔ انہیں اپنے زیر اثر لے آئے گا پھر بھی میں ایک شرط پر تیرا یہ کام کر سکتا ہوں۔''

''میں تیری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں مگر میرا یہ کام ہر حال میں ہو جانا چاہیے۔ بول کیا چاہتا ہے؟''

''میں نے تجھے دور سے دیکھا ہے۔ تُو بہت ہی حسین

ہے۔ تیرا ذرخیز بدن چیخ چیخ کر اپنی طرف بلاتا ہے۔ میں تیرے پاس آنا چاہتا ہوں۔''

وہ میرا مطالبہ سن کر پریشان ہو گئی۔ سخت لہجے میں بولی۔ ''دیکھ! تُو اپنے وعدے سے پھر رہا ہے۔ تُو نے کہا تھا' کبھی میرے روبرو نہیں آئے گا۔''

''بے شک، میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔ جسمانی طور پر تیرے روبرو نہیں آؤں گا مگر خیال خوانی کے ذریعے تو آ سکتا ہوں؟''

وہ تعجب سے بولی۔ ''تُو کہنا کیا چاہتا ہے؟ کیا میرے دماغ میں آنے کا ارادہ ہے؟''

''تُو مجھے اپنے اندر کبھی نہیں آنے دے گی۔ لیکن اپنے شوہر کے اندر آنے کی اجازت دے سکتی ہے۔''

''نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ تُو اتنے قریب رہ کر میری دن رات کی مصروفیات کو سمجھتا رہے گا اور کسی نہ کسی طرح مجھے کمزور بنا کر میرے دماغ پر قبضہ جما لے گا۔''

''اچھی طرح سوچ لے۔ سمجھ لے۔ میرے بغیر ان اکابرین کے دماغوں کے دروازے کھول نہیں پائے گی۔ عقل سے کام لے گی تو میری طرف سے خوفزدہ نہیں رہے گی۔ پُراسرار علوم کے ذریعے اپنے گرد ایسا حصار باندھ لے گی کہ میں تیرے دماغ میں پہنچ کر کسی طرح کا عمل نہیں کر سکوں گا۔ میں عقل کی بات سمجھا رہا ہوں۔ سمجھ میں آ جائے تو مجھے کال کرنا۔ ورنہ دوستی ختم۔''

''دوستی اتنی جلدی ختم نہیں ہوگی۔ مجھے سوچنے کا موقع تو دے۔''

''تجھے سوچنے کی آزادی ہے۔ ساری زندگی سوچتی رہ اور فیصلہ کرتی رہ۔ اپنا بھلا برا جو سمجھ میں آئے' اس کے مطابق مجھے یاد کر۔ ورنہ بھول جا۔''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ پریشان ہو کر اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگی۔ اس نے میرے ذریعے ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی موسس کو نیچا دکھایا تھا اور ایشورارا کی حمایت حاصل کی تھی۔ آیندہ اسے تمام اکابرین کے مقفل دماغوں میں پہنچ کر اپنے قدموں میں جھکا سکتی تھی۔ وہ پہلے ہی اسے دیوی ماں کہتا تھا۔ اس کا عقیدت مند تھا۔ اگر وہ تمام اکابرین کو اس کے زیر اثر لانے کی راہیں ہموار کرتی تو وہ آخری دم تک اس کی پوجا کرتا رہتا۔

اور وہ دوسری بار میری مدد سے ایسا کر سکتی تھی۔ لیکن میری شرط بہت ہی سخت اور ناقابل قبول تھی۔ اس رات وہ کبھی سوتی رہی۔ کبھی جاگتی رہی، میرے متعلق ہر پہلو سے سوچتی رہی۔ آخر کار یہ بات سمجھ میں آئی کہ ہم مسلمانوں نے ماؤرا کو اور دیدار علی کو بڑی محبت سے ٹریپ کیا ہے۔ انہیں سحر زدہ کر کے اپنے شکنجے میں رکھا ہے۔ اگر وہ اسی طرح مجھے اپنے قریب آنے کا موقع دے گی تو میں اسے بھی بڑی محبت سے ٹریپ کروں گا پھر وہ میرے شکنجے سے نکل نہیں پائے گی۔

اس نے دانت پیستے ہوئے مٹھیاں بھینچ لیں پھر بڑی سختی سے فیصلہ کیا۔ ''نہیں، ہرگز نہیں۔ میں اس کے شکنجے میں نہیں آؤں گی۔ اسے کبھی اپنے قریب نہیں آنے دوں گی.....''

وہ ابتدا ہی سے کترا رہی تھی۔ میرے قریب سے گزرنا بھی نہیں چاہتی تھی اور بڑی بے خبری کے عالم میں میرے ساتھ دن رات گزار رہی تھی۔ فی الحال اس نے طے کر لیا کہ نہ تو مجھ سے دوستی کرے گی اور نہ ہی آیندہ کوئی مدد حاصل کرے گی۔ اس کے برعکس خود ہی اکابرین کے درمیان سرنگ بناتی ہوئی پہلے فوج کے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حاکموں کو کمزور بنائے گی۔ ان کے دماغوں میں گھسے گی پھر انہیں بڑی رازداری سے اپنا معمول اور تابع دار بناتی چلی جائے گی۔ وہ بڑے عزم سے یہ فیصلہ کر رہی تھی کہ آیندہ مجھ جیسے دشمن سے بات تک نہیں کرے۔

ادھر ایشورارا نے موسس سے رابطہ کیا۔ موسس نے اپنا ایک آلۂ کار مقرر کیا تھا۔ وہ ٹیلی فون کے ذریعے ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ اس آلۂ کار کے اندر آ رہے ہیں پھر وہ اس تیسرے شخص کے اندر پہنچ کر باتیں کرتے تھے۔

برائٹ موسس نے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے' اب تک تیری بیٹی اور بیٹا دشمنوں کے شکنجے میں ہیں۔ لیکن میں جلد ہی تجھے خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچاؤں گا۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''موسس! تُو اپنے دشمنوں کے حالات سے غافل رہتا ہے۔ جو لوگ گہری نیند سوتے ہیں' ان کے مخالفین قیامت کی چال چل جاتے ہیں۔''

''تُو کہنا کیا چاہتا ہے؟ کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو رہی ہے؟''

''بے خبر رہنا سب سے بڑی غلطی اور کمزوری ہے۔ اس بار تُو کاہنہ کے عمل کا توڑ نہ کر سکا۔ اس نے ماؤرا اور دیدار علی کے دماغوں میں جگہ بنا لی ہے۔ مجھے ان کے اندر پہنچایا ہے اور میں نے ان سے جی بھر کر باتیں کی ہیں۔''

وہ بے یقینی سے بولا۔ ''تعجب ہے' کاہنہ ان کے دماغوں سے لاک ہٹانے میں کس طرح کامیاب ہو گئی اور یہ دیدار علی کون ہے؟''

''میرے بیٹے دامودر نے دین اسلام قبول کیا ہے۔

اس نے اپنا نام بدل کر دیدار علی رکھا ہے۔ اب میری بیٹی اور بیٹا دونوں ہی مسلمان ہو گئے ہیں۔ پتا نہیں یہ دونوں کب تک مسلمانوں کے شکنجے میں رہیں گے اور میں دور ہی دور سے ایک کمزور اور بے بس باپ کی طرح یہ تماشا دیکھتا رہوں گا؟''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''کاہنہ نے تجھے ان دونوں کے اندر پہنچایا ہے۔ کیا انہیں مسلمانوں کے شکنجے سے نکالنے میں ناکام ہو رہی ہے؟''

''اس نے کہا ہے' یہ بہت مشکل کام ہے۔ اس کے لیے اسے کئی روز تک منتروں کا جاپ کرنا ہوگا۔ پتا نہیں' وہ کتنے دنوں تک عمل کرتی رہے گی اور اس کے بعد بھی کامیاب ہو سکے گی یا نہیں؟''

''تُو فکر نہ کر میں بھی عمل شروع کرتا ہوں۔ اس سے پہلے تیرے دونوں بچوں کو مسلمانوں کے شکنجے سے نکال لاؤں گا۔''

''دی گریٹ ایشورارا نے حکم دیا ہے کہ یہاں کے حالات کا مکمل جائزہ لینے کے بعد مجھے کل ہی سیارے میں واپس جانا ہوگا۔''

''کیا تُو اتنی جلدی واپس چلا جائے گا؟''

''ہاں، وہاں ہماری کئی غیر معمولی مشینیں آخری مراحل میں ہیں۔ وہ تقریباً تیار ہو چکی ہیں۔ میں کل یہاں سے جاؤں گا مگر دو ماہ بعد واپس آ جاؤں گا۔''

''اس سے پہلے میں اپنی طاقت اور اتحاد کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں۔ کل صبح دس بجے اکابرین کی ایک کانفرنس میں تجھے بلانا چاہتا ہوں۔ تُو خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود رہ کر ان سے بات کر سکتا ہے اور اس متحدہ تنظیم کے پورے منصوبے کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔''

''کانفرنس میں کیا ہوگا؟ اکابرین سے باتیں ہوں گی اور زبانی دعوے کیے جائیں گے کہ تم سب کاہنہ کے مقابلے میں برتر ہو۔''

''یہ تو صاف ظاہر ہے' وہ ایک تنہا عورت ہے لیکن میرے ساتھ دنیا کے تمام ممالک اور اکابرین ہیں۔ آنکھوں سے دیکھ کر عقل سے سمجھ کر یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ایک اکیلی عورت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔''

''تُو تصویر کا ایک ہی رخ دیکھ رہا ہے۔ دوسرا رخ یہ ہے کہ میں نے کاہنہ کی حمایت کی تو وہ اکیلی نہیں رہے گی۔ سیارے والوں کی تمام غیر معمولی مشینیں اور تمام ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کاہنہ کے ساتھ ہوں گے۔''

''اگر تُو ایسا کرے گا تو یہ تیری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہوگی۔''

''تُو مجھے ایسا کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا' تیری اور کاہنہ کی اہمیت صرف اس لیے ہے کہ تُو روحانیت کا حامل ہے اور وہ پُراسرار علوم جانتی ہے۔ میرے پاس سائنس اور ٹیکنالوجی سے تعلق رکھنے والے تمام ہتھیار ہیں' صرف روحانیت نہیں ہے۔ میں تم دونوں کے ذریعے اس کمی کو عبور کر سکتا ہوں مگر تم آپس میں لڑ رہے ہو اور خود کو برتر ثابت کرنے میں ناکام ہو رہے ہو۔ کاہنہ نے تیرے مقابلے میں ایک پوائنٹ حاصل کیا ہے۔ مجھے میرے بچوں تک پہنچایا ہے۔ اگر تُو انہیں مسلمانوں کے شکنجے سے نکال لائے گا۔ انہیں میرے حوالے کر دے گا تو یہ مان جاؤں گا کہ واقعی تُو روحانیت کا حامل ہے اور بابا صاحب کے ادارے والوں سے ہم کر مقابلہ کر سکتا ہے۔''

''میں پوری کوشش کروں گا۔ کل تیری روانگی سے پہلے ماؤرا اور دیدار علی کو ان کے شکنجے سے نکال کر تیرے حوالے کروں گا۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ روحانیت کے کسی عامل سے ٹکرانا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا' ماؤرا اور دیدار علی کو مسلمانوں کی گرفت سے نکال لانا بہت مشکل ہوگا۔ لیکن وہ اسے ناممکن نہیں سمجھ رہا تھا۔ بڑی حد تک امیدیں تھیں کہ اپنے پُراسرار علوم سے کامیابی حاصل کر لے گا۔

وہ پھر پچیس شمعیں روشن کرتے ہوئے زیر لب کوئی علم پڑھنے لگا۔ وہ اپنے معمول اور طریقہ کار کے مطابق ماؤرا اور دیدار علی کو اپنے زیر اثر لانا چاہتا تھا۔

ایسے وقت انوشے نے مجھے مخاطب کیا۔ ''السلام علیکم گرینڈ پا! ہم سب اعلیٰ حضرت کے لائحہ عمل کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ ہمارا بنیادی عمل یہ ہے کہ ہر حال میں امن و امان قائم رکھا جائے۔ دشمنوں سے جنگ نہ کی جائے۔ اس مقصد کے لیے ہمارا طریقہ کار یہی ہے کہ دشمنوں کو آپس میں ہی الجھایا جائے' لڑایا جائے اور انہیں اپنی طرف آنے کا موقع نہ دیا جائے۔''

میں نے کہا۔ ''بے شک، ہماری یہی کوشش ہے۔ اب تم کیا چاہتی ہو؟''

اس نے کہا۔ ''کاہنہ اور برائٹ موسس ایک دوسرے سے برتری لے جانے کے لیے اور ایشورارا کو اپنا حمایتی بنانے کے لیے آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ان کی لڑائی جاری رہنی چاہیے۔ کاہنہ نے موسس کے مقابلے میں ایک پوائنٹ حاصل کر کے برتری حاصل کی ہے۔ اب آپ موسس کو بھی

ایک پوائنٹ حاصل کرنے کا موقع دیں۔ اس وقت وہ اپنے طور پر عمل کرنے میں مصروف ہے۔ میں آپ کو وہاں پہنچا رہی ہوں۔''

موسس پچیس موم بتیوں کے سامنے جم کر بیٹھا ہوا تھا اور عمل پڑھنے میں مصروف تھا۔ عود و عنبر کا دھواں فضا میں پھیل رہا تھا۔ جب اس نے عمل پڑھنے کے دوران دونوں ہتھیلیوں کو فضا میں بلند کیا تو شیشے کی ایک دیوار اس کے اور موم بتیوں کے درمیان حائل ہو گئی۔ اس شیشے پر دھواں پھیل رہا تھا اور موم بتیاں گم ہو رہی تھیں۔ ایسے ہی وقت برائٹ موسس کو وہاں دور تک ایک راستہ دکھائی دیا۔ اس راستے پر میں جا رہا تھا۔ میری پشت اس کی طرف تھی۔ چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''اے میرے راہبر! میرے پُراسرار علم نے تجھے میری رہنمائی کے لیے بھیجا ہے۔ بول... مجھے روحانیت کا توڑ کرنے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟''

میں نے کہا۔ ''ارے او نادان! روحانیت کا توڑ نہ آج تک کسی نے کیا ہے' نہ آیندہ کوئی کر سکے گا۔ اس کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ کوئی مسلمان تیرا ساتھ دے تیری مدد کرے تو تجھے کامیابی حاصل ہوگی۔''

''اے میرے راہبر! مجھے اس مسلمان تک پہنچا دے۔''

''تُو پہنچا ہوا ہے۔ تیرے علم کی شکتی نے تجھے تیرے پاس پہنچایا ہے۔ میں فرہاد علی تیمور کا ہمزاد ہوں۔''

اس نے چونک کر شیشے کی اسکرین پر دیکھا۔ ایک راستہ دور تک جاتا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور اس راستے پر میں چل رہا تھا۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا تُو فرہاد علی تیمور ہے؟''

میں نے کہا۔ ''ہاں، ایشورارا کا دشمن ہوں' اس کا ساتھ دینے والوں کا بھی دشمن ہوں اور تُو اس کا ساتھ دے رہا ہے۔ لیکن تیرے علم کی شکتی نے مجھے تیرے پاس آنے پر مجبور کر دیا ہے۔''

وہ ذرا مطمئن ہو کر بولا۔ ''اس کا مطلب ہے میرے علم کی شکتی نے تجھے باندھ رکھا ہے؟ تُو مجبور ہو کر میرا کام کرے گا؟''

''ہاں لیکن میں تیرا ایک کام کروں گا تو تُو بھی میرا ایک کام کرے گا۔''

''میں کاہنہ پر برتری حاصل کرنے اور ایشورارا کو اپنی مٹھی میں لینے کے لیے تیرا کام ضرور کروں گا۔ بول کیا چاہتا ہے؟''

''جیسا کہ تُو جانتا ہے' کتاب مقدر میں لکھا ہے کہ کاہنہ میرے ساتھ ازدواجی زندگی گزارے گی مگر وہ مجھ سے کترا رہی ہے۔ میرے ہاتھ نہیں آ رہی ہے۔ کیا تُو اپنے علم کی شکتی سے اسے میرے پاس پہنچا سکتا ہے؟''

''یہ میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں اسے تیرے پاس پہنچا سکتا ہوں۔ لیکن پہلے میرا کام کرنا ہوگا۔ کیونکہ کل ایشورارا یہاں سے جا رہا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''وہ اپنی روانگی سے پہلے ہی بیٹی اور بیٹے کو اپنے پاس دیکھے گا اور انہیں جہاں چاہے گا' لے جا سکے گا۔''

''مجھے معلوم ہونا چاہیے' ایسا کب تک ہو سکے گا؟''

''ممبئی کے وقت کے مطابق صبح فجر کی نماز کے بعد میں ماؤرا اور دیدار علی کو سحر زدہ کر کے انہیں بنگلے سے باہر لاؤں گا۔ وہ ایک کار میں بیٹھ کر وہاں سے جائیں گے۔ اس کے بعد ایشورارا جہاں چاہے گا' انہیں اپنے ساتھ لے جا سکے گا۔''

وہ بولا۔ ''ایسے وقت میں ان دونوں پر عمل کروں گا تاکہ کاہنہ کوئی رکاوٹ پیدا نہ کر سکے۔''

''بے شک' تجھے کاہنہ کی طرف سے محتاط رہنے کے لیے ایسا عمل کرنا چاہیے۔''

شیشے کی وہ دیوار دھواں دھواں سی ہونے لگی۔ میں اس کی نظروں سے اوجھل ہونے لگا۔ اس کے بعد اسکرین صاف ہو گئی۔ شیشے کے آر پار پچیس موم بتیاں دکھائی دینے لگیں۔

وہ خوش ہو کر سوچ رہا تھا۔ ''میں پُراسرار علوم میں غیر معمولی مہارت حاصل کرتا جا رہا ہوں۔ آج ایک علم کی شکتی نے میرے ہی دشمن فرہاد علی تیمور کو میرا آلہ کار بنا دیا ہے۔ میں اس کے ذریعے بہت بڑی کامیابی حاصل کرنے والا ہوں۔''

جب ممبئی کے وقت کے مطابق صبح ہونے لگی تو اس نے فون کے ذریعے ایشورارا سے کہا۔ ''تیرے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے۔ میرے آلہ کار کے اندر آ جا۔''

دوسرے ہی لمحے میں وہ دونوں اس آلہ کار کے اندر پہنچ گئے۔ موسس نے کہا۔ ''تُو میری روحانی قوتوں کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ میں نے تیرے دونوں بچوں کو ان مسلمانوں کے شکنجے سے نکال لیا ہے۔''

ایشورارا نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''کیا تُو سچ کہہ رہا ہے؟''

''میں ابھی اپنی سچائی کا ثبوت دوں گا۔ اگر تُو ممبئی میں موجود ہے تو مسلمانوں کی فجر کی نماز کے بعد اپنی بیٹی کے بنگلے کے سامنے چلا جا۔ وہ دونوں تجھے گھر سے باہر نکلتے ہوئے

دکھائی دیں گے۔ جب وہ اپنی کار میں بیٹھ کر آگے نکل جائیں تو پھر تُو ان سے ملاقات کرسکتا ہے۔ انہیں اپنے ساتھ کہیں بھی لے جا سکتا ہے۔ کوئی روحانی عامل' کوئی پُراسرار علوم جاننے والی کاہنہ تیرے راستے میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکے گی۔ میرے پُراسرار علوم کا سایہ تجھ پر اور تیرے بچوں پر رہے گا۔''

وہ اپنی اہمیت جتا رہا تھا تاکہ ایک روحانی عامل کی حیثیت سے اپنے آپ کو منوا سکے۔ وہ بولا۔ ''میں ابھی اپنے بچوں کے پاس جا رہا ہوں۔ اگر تیری بات سچ نکلی تو میں تجھے کاہنہ سے برتر تسلیم کروں گا۔ اسے ایک پوائنٹ دیا تھا۔ تجھے دو پوائنٹس دوں گا۔ جو پانچ میں سے تین پوائنٹ حاصل کرلے گا' وہی وزکہلائے گا۔''

وہ ممبئی میں تھا۔ فوراً ہی ہوٹل کے کمرے سے نکل کر باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر بیٹی اور بیٹے کی رہایش گاہ کے سامنے پہنچ گیا۔ بے چینی سے ان کا انتظار کرنے لگا۔ دس منٹ کے بعد ہی وہ دونوں دکھائی دیئے۔ بنگلے سے باہر آکر کار میں بیٹھ رہے تھے پھر اسے اسٹارٹ کرکے احاطے سے باہر نکل رہے تھے۔ وہ بھی اپنی کار اسٹارٹ کرکے ان کے پیچھے جانے لگا۔

اس نے کچھ دور جانے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ ''بیٹی ماؤرا! میں تمہارا پاپا ہوں۔ تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔ کار روکو۔''

آگے جانے والی گاڑی رک گئی۔ وہ بھی اپنی کار روک کر باہر آیا۔ ماؤرا اور دیدار علی بھی باہر نکل کر اس کی طرف آرہے تھے پھر وہ تینوں ایک دوسرے سے بڑے ہی والہانہ انداز میں لپٹ گئے۔ وہ ان دونوں کو چومنے لگا۔ کہنے لگا۔ ''میرے بچوں! میں تمہیں حاصل کرنے کے لیے کتنی محنت کررہا ہوں' یہ تم نہیں جانتے۔ اپنے باپ کی محبت کو سمجھو اور میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں اس دنیا میں نہیں رہنے دوں گا۔ سیارے میں واپس لے جاؤں گا۔''

ماؤرا نے کہا۔ ''تو پاپا...! ہم تمہارے ساتھ کہیں بھی چلنے کو تیار ہیں مگر اس دنیا کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ سیارے میں ہمارے لیے کوئی کشش نہیں ہے۔''

وہ بولا۔ ''اس دنیا میں تم دونوں کے لیے قدم قدم پر خطرات ہیں۔ یہ مسلمان تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔''

دیدار علی نے کہا۔ ''ہم اپنا پیچھا چھڑا کر آئے ہیں۔ ہماری فکر نہ کر۔ تم اس دنیا میں جہاں جانے کو' جہاں رہنے کو کہو گے' ہم تمہاری بات مان لیں گے مگر سیارے میں واپس نہیں جائیں گے۔''

برائٹ موسس ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ ماؤرا اور دیدار علی کو آیندہ ایشورارا کی کمزوری بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ وہ اسی دنیا میں رہیں اور سیارے میں واپس نہ جائیں۔

اس نے فون کے ذریعے کہا۔ ''ایشورارا! میں تیرے بچوں کے اندر رہ کر ساری باتیں سن رہا ہوں۔ وہ درست کہہ رہے ہیں۔ انہیں سیارے میں واپس لے جانا مناسب نہیں ہے۔''

وہ بولا۔ ''کیوں مناسب نہیں ہے؟ کیا تُو نہیں جانتا' مسلمان پھر انہیں ٹریپ کرسکتے ہیں؟''

''میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ انہیں دوبارہ مسلمانوں کے شکنجے میں نہیں جانے دوں گا اور سیارے میں بھی واپس نہیں جانے دوں گا۔ اب صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ تیرے یہ دو بچے تیری کمزوری بن کر میری نگرانی میں رہیں گے۔''

وہ غصے سے بولا۔ ''یہ کیا بکواس کررہا ہے؟ کیا تُو میری کمزوریوں سے کھیل کر مجھے اتحاد قائم کرنے پر مجبور کرے گا؟''

''سیاسی بازیاں جیتنے کے لیے ہر وہ چال چلی جاتی ہے' جو کامیابی کی طرف لے جاتی ہے۔ تیری کامیابی یہ ہے کہ تُو مسلمانوں سے جنگ کرنے آیا ہے' ان کی روحانیت کو ختم کرنے آیا ہے۔ ان مسلمانوں کے شکنجے سے تیرے بچوں کو نجات مل گئی ہے۔ تجھے مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ تیرے بچے میری نگرانی میں محفوظ رہیں گے۔''

ایشورارا تھوڑی دیر تک سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔ ''اچھی بات ہے۔ میرے دونوں بچے تیری نگرانی میں رہیں گے۔ ابھی میں انہیں لے جا رہا ہوں۔''

''تُو جہاں چاہے لے جا سکتا ہے مجھے یہ اندیشہ نہیں ہے کہ تُو مجھے دھوکا دے گا۔ کیونکہ میں ان دونوں کے اندر موجود رہا کروں گا۔ اپنی روحانی قوت سے معلوم کرتا رہوں گا کہ یہ دونوں کہاں ہیں اور ان کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے؟''

ایشورارا نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، میں اس مسئلے پر بعد میں باتیں کروں گا۔''

اس نے فون بند کرتے ہوئے ماؤرا اور دیدار علی سے کہا۔ ''اپنی گاڑی یہیں چھوڑ دو۔ اب تمہیں اس بنگلے میں واپس نہیں جانا ہے۔ فوراً میرے ساتھ یہاں سے چلو۔''

وہ ان کے ساتھ اپنے ہوٹل کے کمرے میں آگیا۔

وہاں خیال خوانی کے ذریعے بگولا سے بولا۔ ''فوراً میرے اندر آجا۔''

وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر آیا۔ اس نے دیدار علی کی آواز سناتے ہوئے کہا۔ ''یہ میرا بیٹا ہے۔ اس کے اندر پہنچ کر تنویمی عمل کرنا ہے۔ اس کی شخصیت اور لب و لہجے کو بالکل تبدیل کردینا ہے۔ فی الحال اس کے اندر جا کر خیالات پڑھتا رہ اور ابھی خود کو ظاہر نہ کر۔ کیونکہ ایک دشمن ان کے اندر موجود ہے۔''

پھر وہ کاہنہ کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''فوراً میرے پاس چلی آ۔ بہت ضروری کام ہے۔''

کاہنہ نے اس کے اندر آکر پوچھا۔ ''کیا کام ہے؟ تُو نے فون کے ذریعے بات نہیں کی؟ مجھے خیال خوانی کے ذریعے بلایا ہے؟''

''ہاں، میں نے اپنے بیٹے اور بیٹی کو حاصل کرلیا ہے۔ یہ دونوں میرے سامنے ہیں۔ لیکن ان کے اندر موسس موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں' وہ ہماری باتیں نہ سنے۔''

وہ بے یقینی سے بولی۔ ''کیا تُو نے اپنے بچوں کو مسلمانوں کے شکنجے سے چھڑا لیا ہے؟''

وہ اسے بتانے لگا کہ کس طرح برائٹ موسس نے اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے مسلمانوں کے روحانی عمل کا توڑ کیا ہے اور اس کے بچوں کو اس کے پاس پہنچایا ہے۔ لیکن اب وہ ان دونوں کو اس کی کمزوری بنا رہا ہے۔

اس نے کہا۔ ''میں اپنی بیٹی اور بیٹے کو یہاں نہیں رہنے دوں گا۔ سیارے میں واپس بھیج دوں گا۔ لیکن موسس کہتا ہے' یہ دونوں یہیں رہیں گے تاکہ وہ ان کے ذریعہ مجھے بلیک میل کرتا رہے۔''

کاہنہ نے کہا۔ ''بے شک، اسے بلیک میلنگ کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ میں بھی یہی چاہوں گی' تیرے دونوں بچے سیارے میں واپس چلے جائیں۔ اس کے لیے سب سے پہلے ضروری ہے کہ موسس کو ان دونوں کے اندر آنے سے روکا جائے۔''

''یہی میں چاہتا ہوں۔ جب وہ ان کے اندر نہیں آئے گا تو میں تنویمی عمل کے ذریعے ان دونوں کی شخصیت اور لب و لہجہ بدل دوں گا پھر کوئی ان تک پہنچ نہیں پائے گا۔ میں با آسانی انہیں سیارے میں لے جاسکوں گا۔''

وہ بولی۔ ''مجھے کچھ سوچنے کا موقع دے۔ میں اس کے خلاف جو عمل کروں گی اس میں اچھا خاصا وقت لگے گا۔''

اس نے کہا۔ ''مجھے گریٹ ایشورارا کے احکامات کی تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ اس نے کہا ہے' آج مجھے واپس آنا چاہیے تو آج ہی جانا ہوگا۔ میں کسی حال میں بھی یہاں رک نہیں سکوں گا۔ آج رات اندھیرا پھیلنے سے پہلے مجھے میرے بچوں کو تحفظ دینا ہوگا۔ میں انہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ یاد رکھ... اگر تُو نے میرا یہ کام کردیا تو میں پھر کبھی کسی بھی معاملے میں موسس کی روحانیت کو نہیں آزماؤں گا۔ نہ ہی اسے منہ لگاؤں گا۔ دو ماہ بعد یہاں آکر تجھ سے اتحاد رکھوں گا۔ پہلے ہم دونوں اس کی متحدہ تنظیم کے چیتھڑے اڑائیں گے۔ اس کے بعد بابا صاحب کے ادارے سے نمٹیں گے۔''

کاہنہ کے اندر کھلبلی سی پیدا ہوگئی۔ اب اسے ہر حال میں موسس کے پُراسرار علوم کا توڑ کرنا تھا۔ اسے ماؤرا اور دیدار علی سے دور رکھنا تھا۔ اس نے کہا۔ ''تُو آج ہی کسی فلائٹ سے اپنے بچوں کو اغوا لے آ۔ میرے پاس ایک ایسا پُراسرار علم ہے کہ اگر یہ میرے مندر کے اندر آجائیں گے اور میں حصار باندھ لوں گی تو موسس کبھی وہاں تک پہنچ نہیں پائے گا۔''

اسی روز کسی بھی فلائٹ میں سیٹیں نہیں مل سکتی تھیں۔ لیکن ان سب نے خیال خوانی کے ذریعے متعلقہ افسران کو زیر اثر لاکر تین سیٹیں حاصل کرلیں۔ جب وہ اپنے بچوں کے ساتھ جہاز میں سفر کررہا تھا تو اس سے پہلے ہی برائٹ موسس نے اپنے آلہ کار کے ذریعے ایشورارا سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا۔ ''تُو اپنے بچوں کو کہیں بھی لے جا۔ میں سب دیکھ رہا ہوں مگر یاد رکھ... انہیں سیارے میں واپس جانے نہیں دوں گا۔''

کاہنہ ہوٹل کے کمرے میں بند ہوگئی تھی اور برائٹ موسس کے خلاف عمل کررہی تھی۔ اس کے علاوہ ایشورارا کے تمام ماتحت بگولا' بے تابا' رنداوا اور کوندا و اسب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماؤرا اور دیدار علی کے اندر پہنچ گئے تھے۔ ان کے دماغوں پر مضبوطی سے قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ جب وہ دوبارہ ان کے اندر آیا تو جگہ مل گئی۔ لیکن اس کی خیال خوانی کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

ایشورارا نے ماؤرا کے اندر برائٹ موسس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ایک نہیں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے میرے بچوں کے دماغوں کو جکڑ رکھا ہے۔ تیری سوچ کی لہریں ان پر اثر انداز نہیں ہوں گی۔ اگر پُراسرار علوم کے ذریعے آنا چاہے گا تو کاہنہ تیرا راستہ روکے گی۔ جا... اپنی قوتوں کو آزما کر دیکھ لے۔''

موسس نے کہا۔ ''تُو اور تیرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کب تک ان کے دماغوں پر قبضہ جمائے رکھیں گے؟ امریکی

ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ماؤرا اور دیدار علی کے اندر پہنچیں گے۔ میں دیکھوں گا' خیال خوانی کی اس جنگ میں کون جیتتا ہے اور کون ہارتا ہے؟ ابھی انتظار کر... تیری اور تیرے بچوں کی شامت آرہی ہے۔''

کاہنہ شام سے پہلے ہی میرے ساتھ جنگل کے اس مندر میں آگئی اور اپنے عمل کے ذریعے مندر کے اطراف حصار باندھنے لگی۔ رات کی تاریکی پھیلنے تک ایشورارا اپنی بیٹی اور بیٹے کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ میں نے پہلی بار وہاں اپنی بہو ماؤرا کو دیکھا۔ وہ مجھے نہیں پہچانتی تھی۔ میں فی الحال خود کو ظاہر نہیں کرسکتا تھا۔ میری پوتی الوشے سے دلچسپی لینے والا جوان دیدار علی بھی بہت اچھا لگا۔ میری پوتی اگرچہ عشق و محبت کے چکر میں نہیں تھی۔ ابھی کم سن تھی۔ لیکن ایمانداری اور شرافت کے حوالے سے اسے پسند کرتی تھی۔ مجھے اطمینان تھا' روحانی علوم جاننے والی کی پسند بھی غلط نہیں ہوسکتی تھی۔

ایشورارا نے کاہنہ کا سامنا ہوتے ہی اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے پھر سجدہ کرتے ہوئے کہا۔ ''دیوی ماں کی جے ہو۔ میں پہلے تیرا عقیدت مند تھا۔ آج بھی تیرا سیوک تیرا داس ہوں۔ ہم سب نے اس مندر تک ان دو بچوں کی حفاظت کی ہے۔ اب آگے تُو ہی انہیں برائٹ موسس سے دور کرسکتی ہے۔''

وہ بولی۔ ''اپنا جھکا ہوا سر اٹھا لے۔ تیری بیٹی اور بیٹا یہاں پوری طرح محفوظ ہیں۔ تُو موسس کو چیلنج کرسکتا ہے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغوں میں آئے اور انہیں کسی طرح کا نقصان پہنچائے..... وہ ان کا ایک بال بھی بیکا نہیں کرسکے گا۔''

ایشورارا نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ ماؤرا اور دیدار علی کے دماغوں سے نکل جائیں پھر اس نے موسس کے آلہ کار کے ذریعے اسے مخاطب کیا اور کہا۔ ''تُو نے چیلنج کیا تھا' میرے بچوں کو سیارے میں واپس جانے نہیں دے گا۔ اب میں تجھے چیلنج کرتا ہوں' انہیں روک سکتا ہے تو روک کر دکھا۔ میں انہیں لے جارہا ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''تُو کاہنہ کی باتوں میں آکر خوامخواہ مجھ سے دشمنی مول لے رہا ہے۔ ابھی دیکھ! میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ تیرے بچوں کے دماغوں میں پہنچ رہا ہوں۔ ہماری خیال خوانی کی قوتوں کے آگے تیرے ٹیلی پیتھی جاننے والے منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔''

اس کا چیلنج سن کر ایشورارا کچھ پریشان ہوگیا۔ اپنی بیٹی اور بیٹے کو دیکھنے لگا۔ اسے انتظار تھا کہ دشمن امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ پہنچنے والا ہے اور کچھ کرنے والا ہے۔ لیکن وقت گزرتا جارہا تھا اور برائٹ موسس کچھ کرنہیں پارہا تھا۔

اس نے اپنے پُراسرار علم کے ذریعے معلوم کیا تو پتا چلا' کاہنہ نے انہیں اپنے مندر میں بلایا ہے اور وہاں ایسا حصار باندھا ہے کہ وہ مندر تک پہنچ نہیں پارہا ہے۔

اس نے ایشورارا کو اپنے آلہ کار کے پاس بلایا پھر کہا۔ ''بے شک، کاہنہ تیرے بچوں کو تحفظ فراہم کررہی ہے۔ لیکن یہ عارضی ہے۔ تُو سیارے میں جانے کے لیے جب بھی انہیں لے کر مندر سے باہر نکلے گا تو وہ دونوں کاہنہ کے باندھے ہوئے حصار سے باہر چلے آئیں گے پھر میں ان کے دماغوں پر قبضہ جماسکوں گا۔ انہیں ذہنی مریض بناسکوں گا۔''

ایشورارا نے پریشان ہوکر کاہنہ سے کہا۔ ''یہ کم بخت کیا کہہ رہا ہے؟ کیا یہ مندر سے باہر نکلیں گے تو تیرا سحر کام نہیں کرے گا؟''

''ہاں، فی الحال یہ مجبوری ہے۔ فوری طور پر تیرے بچوں کو تحفظ دینے کے لیے میں نے یہی عمل کیا ہے۔''

''جب میں انہیں مندر سے نکال کر فلائنگ ساسر تک نہیں لے جاسکوں گا تو سیارے میں کیسے لے جاسکوں گا؟''

''میں جس حد تک تیرے بچوں کو تحفظ دے سکتی ہوں دے رہی ہوں۔ اتنا تو تُو دیکھ رہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ موسس ہو یا مسلمان روحانی علوم جاننے والے ہوں' کوئی یہاں تیرے بچوں تک نہ پہنچ سکے گا' نہ انہیں نقصان پہنچا سکے گا۔ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں اسی مندر میں چھوڑ کر چلا جا۔ میں تیرے واپس آنے تک ان کی حفاظت کرتی رہوں گی۔ اگر تُو دو ماہ تک انتظار نہیں کرنا چاہتا ہے تو دو چار دنوں میں واپس آجا۔ اس وقت تک میں ان پر ایسا عمل کرسکوں گی' جس کے نتیجے میں تُو انہیں مندر سے فلائنگ ساسر تک لے جاسکے گا اور وہاں سے انہیں سیارے میں پہنچادے گا۔''

ایشورارا نے حالات سے مجبور ہوکر کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ ابھی تو میں انہیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ دو چار دنوں میں صرف انہیں لینے کے لیے واپس آؤں۔ اگر نہ آسکا تو یہ دو ماہ تک تیرے پاس میری امانت کے طور پر رہیں گے۔''

میں ان کے درمیان خاموش تھا۔ کاہنہ کے پیچھے ایک تابع دار کی حیثیت سے کھڑا ہوا تھا۔ میری خاموشی ان کے لیے آنے والے طوفان کا پیش خیمہ تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے' سمجھ بھی نہیں سکتے تھے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟

آدھی رات کے بعد اس جنگل میں ایک فلائنگ ساسر آئی اور ایشورارا اپنے بچوں سے رخصت ہوکر سیارے میں واپس چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد ماؤرا نے چاروں طرف گھوم کر مندر کو دیکھتے ہوئے کاہنہ سے کہا۔ ''تُو نے کسی خیالی دیوتا کا اتنا بڑا اساہت بنا رکھا ہے۔ ہم اس بت خانے میں نہیں رہیں گے۔ کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔''

کاہنہ نے کہا۔ ''تمہیں خود کو مسلمان نہیں کہنا چاہیے۔ ہم تمہیں ان کے شکنجے سے نکال کر یہاں لائے ہیں۔''

دیدار علی نے کہا۔ ''اب تیری یہ خوش فہمی ختم ہوجانی چاہیے کہ نہ تو برائٹ موسس کے کسی پُراسرار علم نے روحانیت کا توڑ کیا ہے اور نہ تُو اس مندر کے اطراف حصار باندھنے میں کامیاب رہی ہے۔ الحمدللہ ہم بھائی بہن مسلمان ہیں اور روحانیت کے سائے میں ہیں۔''

ماؤرا نے کہا۔ ''ہم اس بت خانے میں نہیں رہ سکتے۔ اس لیے یہاں سے جارہے ہیں۔''

کاہنہ نے ان دونوں کو طنزیہ انداز میں دیکھا پھر کہا۔ ''اس مندر میں اور اس جنگل میں میری مرضی کے بغیر کوئی اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا۔ میں نے اتنا مضبوط حصار باندھا ہے کہ روحانیت کا کوئی عامل خیال خوانی کے ذریعے بھی یہاں نہیں پہنچ سکے گا۔''

ماؤرا نے اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''آؤ! یہاں سے چلیں۔''

وہ دونوں جانے لگے۔ کاہنہ نے خیال خوانی کے ذریعے ماؤرا کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس رُک لی پھر دیدار علی کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے بھی سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ دونوں نے پلٹ کر اسے طنزیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے انہیں دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ ''ابھی تو ان کے دماغوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے پھر بند کیسے ہوگئے؟ کیا روحانی عمل کرنے والے ان کے اندر موجود ہیں؟ اگر ہیں تو وہ میرے مضبوط حصار کو توڑ کر کیسے آگئے؟''

ایشورارا انہیں اپنی امانت کے طور پر اس کے پاس چھوڑ کر گیا تھا۔ اس سے دوستی اور اتحاد قائم رکھنے کے لیے لازمی تھا کہ وہ انہیں وہاں سے جانے نہ دیتی۔ لیکن کامیاب نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اپنے مسٹنڈے محافظوں کو حکم دیا کہ وہ فوراً مندر کے اندر آئیں اور یہاں سے جو بھی باہر جانا چاہے' اس کا راستہ روک لیں۔ اگر کوئی جبراً جانا چاہے تو اسے گرفتار کرلیں اور رسیوں سے باندھ کر قیدی بنالیں۔

پھر اس نے ماؤرا اور دیدار علی سے کہا۔ ''رک جاؤ۔ جانے سے پہلے میری بات سنو۔''

وہ دونوں رک گئے۔ کاہنہ نے پوچھا۔ ''جب تم دونوں مجھ سے یا موسس سے سحر زدہ نہیں تھے تو ممبئی سے اتنی دور یہاں کیوں چلے آئے؟''

ماؤرا نے کہا۔ ''ہمارے پاپا بہت پریشان تھے۔ وہ ہمیں مسلمانوں کے شکنجے میں سمجھ رہے تھے۔ ایسی حالت میں ہمیں چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے تھے۔ ہم ان کی تسلی کے لیے یہاں تک چلے آئے۔''

دیدار علی نے کہا۔ ''پاپا مطمئن ہوکر جاچکے ہیں۔ اس لیے ہم بھی جارہے ہیں۔''

ایسے ہی وقت کاہنہ کے چار بٹے کٹے باڈی گارڈز مندر کے بڑے دروازے سے اندر آگئے۔ کاہنہ نے ماؤرا اور دیدار علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ دونوں میری اجازت کے بغیر یہاں سے جانا چاہتے ہیں۔ تم سب کو کیا کرنا چاہیے؟''

ایک نے کہا۔ ''ہم انہیں باندھ کر قیدی بنالیں گے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''جو دیوی ماں کا حکم نہ مانے' ہم اس کی گردن اڑادیں گے۔''

ایسے وقت پورس کی آواز سنائی دی۔ وہ دروازے پر آکر دونوں ہاتھ اٹھا کر کہہ رہا تھا۔ ''دیوی ماں کی جے ہو.....!''

کاہنہ نے گھور کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''تُو کون ہے؟ میری اجازت کے بغیر یہاں آنے کی جرأت کیسے کی؟''

وہ اندر آتے ہوئے بولا۔ ''ارے دیوی ماں! میں تجھے دیوی ماں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ تُو ہزاروں سال سے زندہ ہے۔ میں تیرا کوئی عقیدت مند نہیں ہوں۔ آج نہیں تو کل یہ میرے پاپا ہی بتائیں گے کہ میں کس رشتے سے تجھے ماں کہہ رہا ہوں؟''

میں کاہنہ کے پاس کھڑا مسکرا رہا تھا اور اپنے بیٹے کو دیکھ رہا تھا۔ پہلے یہ سوچ رہا تھا کہ بات بڑھے گی تو مجھے خود کو ظاہر کرنا پڑے گا۔ لیکن وہاں قیامت برپا کرنے کے لیے میرا بیٹا آچکا تھا۔

کاہنہ نے چونک کر پورس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں پہلے بھی کئی بار تیرے اندر آچکی ہوں۔ تیری آواز سن چکی

ہوں۔ تُو فرہاد کا بیٹا پورس ہے؟''

وہ بولا۔ ''ارے دیوی ماں! تُو تو غیب کی باتیں جان لیتی ہے پھر مجھے کیسے نہیں پہچانے گی؟ مگر تجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ ناگن کو یہاں لاتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ ناگ اس کے پیچھے چلا آئے گا۔''

یہ کہتے ہی اس نے دائیں بائیں کھڑے ہوئے دو محافظوں پر اتنی پھرتی سے حملہ کیا کہ وہ سنبھل نہیں پائے۔ فولادی ہاتھ ایسے پڑے تھے کہ ناک سے اور باچھوں سے خون رسنے لگا تھا۔ باقی دو محافظ اس کی طرف بڑھنا چاہتے تھے۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''آں ہاں، بس ذرا ایک منٹ کے لیے رُک جاؤ۔''

پھر اس نے ماؤرا اور دیدار علی سے کہا۔ ''یہ دونوں زخمی ہو چکے ہیں۔ تمہیں ان کے اندر جگہ مل جائے گی۔ اب آگے کیا کرنا ہے؟''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ماؤرا اور دیدار علی ان دو زخمیوں کے اندر پہنچ گئے۔ ان کے دماغوں پر قبضہ جمایا تو وہ دونوں اپنے ہی ساتھیوں پر پل پڑے۔ انہیں لاتوں اور گھونسوں سے مارنے لگے۔ وہ اپنا بچاؤ کرنے کے لیے انہیں جواباً روک بھی رہے تھے اور مار بھی رہے تھے۔ کاہنہ نے چیخ کر کہا۔ ''رک جاؤ...!''

ان میں سے دو رک گئے۔ لیکن باقی دو ماؤرا اور دیدار علی کے زیر اثر تھے۔ انہوں نے دیوی ماں کا حکم نہیں مانا۔ اپنے ساتھیوں کی پٹائی جاری رکھی۔ نتیجے میں وہ بھی بری طرح زخمی ہو گئے۔

کاہنہ نے مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تُو خاموش کھڑا تماشا کیا دیکھ رہا ہے؟ کیا فرہاد کے بچے سے مقابلہ نہیں کر سکتا؟''

میں نے ذرا پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ ''تم تو جانتی ہو ہم لکھنؤ والے مرغ اور بٹیر لڑاتے ہیں۔ خود کبھی ہاتھا پائی نہیں کرتے۔''

پھر میں نے آستین چڑھاتے ہوئے پورس سے کہا۔ ''اے میاں صاحبزادے! آپ کو شرم نہیں آتی؟ یہاں آ کر ہماری زوجہ محترمہ کے آدمیوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں؟ ہمارا غصہ بہت خراب ہے۔ دیکھو! ہم نے آستین چڑھا لی ہے۔ اگر کچھ کر بیٹھے تو پھر ہم سے کوئی شکایت نہ کرنا۔''

پورس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔ ''بھئی آپ لکھنؤ والے تو بڑے ہی غضب کے سُورما ہوتے ہیں۔ اگر آپ نے ہمیں کوٹ کر، پیس کر سرمہ بنا کر اپنی آنکھوں سے لگا لیا تو ہمارا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔ اس سے پہلے کہ آپ کو غصہ آئے، ہم یہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔''

اس نے ماؤرا کا ہاتھ پکڑا پھر دیدار علی سے کہا۔ ''چلو یہاں سے بھاگ چلو۔''

کاہنہ پریشان ہو کر انہیں دیکھ رہی تھی، سمجھ رہی تھی کہ ان کا راستہ نہیں روک سکے گی۔ اس کے محافظوں کی طاقت اس کی ٹیلی پیتھی اور پُراسرار علوم اس وقت کام نہیں آ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ''پورس! رک جا۔ مجھ سے سمجھوتا کر۔ ایشورارا نے اپنے بچوں کو امانت کے طور پر میرے حوالے کیا ہے۔ میں انہیں اپنی نگرانی میں رکھنا چاہتی ہوں۔ مندر کے باہر ان کے لیے خطرہ ہے۔ برائٹ موسس شیطان کی طرح ان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔''

پورس نے کہا۔ ''برائٹ موسس کا باپ بھی ان کے قریب نہیں آ سکے گا۔''

وہ عاجزانہ لہجے میں بولی۔ ''میری مجبوری کو سمجھ۔ یہ دونوں میری تحویل میں نہیں رہیں گے، یہاں سے چلے جائیں گے تو میں ایشورارا کی نظروں سے گر جاؤں گی۔''

ماؤرا نے کہا۔ ''تُو ہمارے باپ کی نظروں سے گرنا نہیں چاہتی۔ ہم بھی تجھے نہیں گرائیں گے۔ تجھ سے وعدہ کرتے ہیں، جب پاپا واپس آئیں گے تو ہم تیری شکایت نہیں کریں گے۔ بلکہ یہی کہیں گے کہ تُو ہماری نگرانی کرتی رہی ہے۔ تُو جب بھی خیال خوانی کے ذریعے ہمارے پاس آنا چاہے گی تو تجھے ہمارے اندر جگہ مل جایا کرے گی۔ بس اس سے زیادہ سمجھوتا اور نہیں ہو سکتا۔''

یہ کہہ کر وہ تینوں وہاں سے چلے گئے۔ کاہنہ بے بسی سے انہیں جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ میں نے آستین کے بٹن لگاتے ہوئے کہا۔ ''دیکھا! آستین چڑھاتے ہی وہ جوان خوفزدہ ہو گیا تھا۔ دُم دبا کر بھاگ گیا ہے۔ اگر ذرا دیر رکتا تو میں ایسا دھوبی پاٹ مارتا کہ چاروں شانے چت ہو جاتا۔''

وہ غصے سے چیختے ہوئے بولی۔ ''یُو شٹ اپ۔ تُو کسی کام کا نہیں ہے۔ میں نے خوامخواہ تجھے شوپیس بنا کر رکھا ہوا ہے۔''

وہ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ اس نے درست کہا تھا، مجھے ایک شوہر کی حیثیت سے مجبوراً برداشت کر رہی تھی۔ جب اس کا مقصد پورا ہو جاتا۔ اس کے پاؤں بھاری ہوتے تو وہ مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینکنے والی تھی۔ ادھر میں بھی مجبوراً اس کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ ورنہ اس مندر کا ماحول میرے مزاج کے خلاف تھا۔ میں

وہاں رہنا نہیں چاہتا تھا۔

وہ غصہ دکھا کر جا رہی تھی۔ میں تیزی سے چلتا ہوا اس کے آگے آ کر بولا۔ ''شہناز بانو! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم اپنے خاندان کے ادب و آداب بھول کر اپنے شوہر سے گستاخی کر رہی ہو۔ تم نے مجھے شٹ اپ کہا ہے۔ یہ بے ادبی یہ گستاخی میں برداشت نہیں کروں گا۔''

وہ میری باتیں سن کر چونک گئی۔ اس نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ مجھے اپنا غلام بنایا تھا۔ میری باتیں سن کر فوراً ہی میرے اندر پہنچ گئی۔ خیالات پڑھنے لگی۔ اسے پتا چلا کہ اس کا تنویمی عمل ضائع ہو چکا ہے اور میں خود کو اعظم ہمدانی کی حیثیت سے پہچان رہا ہوں۔

وہ پریشانی سے سوچنے لگی۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے بڑی محنت سے اپنے پراسرار علم کے ذریعے مندر کے اطراف حصار باندھا تھا۔ اس حصار کو کوئی نہیں توڑ سکتا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے روحانی عمل نے اسے توڑ دیا۔ میں خیال خوانی کے ذریعہ ماؤرا اور دیدار علی کے اندر نہ جا سکی اور اب دیکھ رہی ہوں کہ میرا تنویمی عمل اعظم ہمدانی پر بھی بے اثر ہو چکا ہے۔''

وہ سر جھکا کر سوچتی ہوئی تہ خانے کی سیڑھیاں اترتی ہوئی مجھ سے دور جانے لگی۔ جب ایک راہداری سے مڑ کر نظروں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے اپنے موبائل فون کی سم تبدیل کی۔ اس کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر اس نے جھنجھلا کر پوچھا۔ ''تُو نے مجھے فون کیوں کیا ہے؟ تُو میرا بدترین دشمن ہے۔ میں تجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی۔''

''بات نہ کر مگر اپنے موجودہ حالات کو سمجھ۔ روحانی عمل کے سامنے تیرے پُراسرار علوم پانی ہو چکے ہیں۔ ماؤرا اور دیدار علی تیرے ہاتھوں سے نکل چکے ہیں۔ ایشورارا واپس آئے گا تو تُو اسے کھوکھلی نظر آئے گی۔ موسس کو معلوم ہو گا کہ تیرا پراسرار علم ناکام ہو چکا ہے۔ مندر کے اطراف جو حصار بندی کی گئی تھی، وہ ٹوٹ چکی ہے۔ تُو کئی پہلوؤں سے کمزور ہوتی جا رہی ہے، تو وہ تجھ پر ایسا حملہ کرے گا کہ تُو ایک کنیز بن کر اس کے قدموں میں لوٹتی رہے گی۔ میں اب بھی تیرے بہت کام آ سکتا ہوں۔ یہ بات عقل میں آئے تو مجھ سے رابطہ کر لینا۔''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''کیا تُو مجھے نادان بچی سمجھتا ہے؟ تم لوگوں نے جس طرح ماؤرا اور دیدار علی کو محبت کا فریب دے کر پھانس رکھا ہے۔ اسی طرح مجھے بھی پھانسنا چاہتے ہو۔ میں تیرے فریب میں آنے والی نہیں ہوں۔''

وہ آگے بھی کچھ کہہ رہی تھی۔ میں نے فون بند کر دیا۔ جلی ہوئی رسی اپنے بل دکھا رہی تھی۔ ابھی تو یہ صدمہ اس کے لیے بھاری تھا کہ روحانی قوتوں نے پہلی بار اس کے پُراسرار علوم کا توڑ کیا تھا اور اس مندر کو اندر کھوکھلا کر دیا تھا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھا دی گئی تھی کہ وہ جب بھی روحانی قوتوں کے خلاف عمل کرے گی تو اسی طرح دو کوڑی کی ہو کر رہ جائے گی۔

میں نے وہاں کے پجاریوں، پروہتوں اور داسیوں کے دماغوں میں جگہ بنائی پھر باری باری اپنے مقصد کے لیے انہیں استعمال کرتا رہا۔ ایک پروہت کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے غائب دماغ بنا کر دیوتا کے ایک بہت بڑے بت کے سینے پر چار کول سے یہ لکھوایا۔ ''فرہاد آ چکا ہے۔ یہ تیرا دیوتا کہتا ہے، جس سے تُو بھاگ رہی ہے۔ وہ تیری سانسوں میں بسا رہتا ہے۔ تیری رگوں کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔''

لکھنے والے کو پتا نہ چلا کہ وہ کیا لکھ کر وہاں سے جا چکا ہے۔ کاہنہ نے جب اس تحریر کو پڑھا تو دنگ رہ گئی۔ کبھی اپنے دیوتا کو اور کبھی اس کے سینے پر لکھی ہوئی تحریر کو حیرانی سے دیکھنے اور بار بار پڑھنے لگی پھر چیخیں مار مار کر پوچھنے لگی۔ ''یہ کس نے لکھا ہے؟''

پجاری پروہت اور داسیاں سب ہی وہاں جمع ہو گئے تھے۔ اس تحریر کو پڑھ کر حیران ہو رہے تھے اور قسمیں کھا رہے تھے کہ ان میں سے کسی نے ایسی بات نہیں لکھی ہے۔ کوئی بھلا دیوتا کے سینے پر لکھنے کی جرأت کیسے کر سکتا ہے؟

اس نے حکم دیا کہ فوراً اس تحریر کو مٹایا جائے۔ دیوتا کا وہ بت بیس فٹ بلند تھا۔ ایک پجاری ہاتھ میں گیلا کپڑا لیے سیڑھیاں چڑھتا ہوا، بت کے سینے تک پہنچا پھر تحریر کو مٹانے کے لیے اس نے جیسے ہی ہاتھ آگے بڑھایا تو میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے نیچے گرا دیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا نیچے آیا۔ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ اک ذرا تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

وہ حیرانی اور پریشانی سے کبھی اس مردہ پجاری کو اور کبھی دیوتا کی مورت کو دیکھنے لگی۔ اس کے سینے پر لکھی ہوئی تحریر اسے چڑا رہی تھی۔ بھڑکا رہی تھی۔ غصہ دلا رہی تھی۔ یہ ماننے کو تیار نہیں تھی کہ سینے پر لکھا ہوا پیغام دیوتا کی طرف سے مل رہا ہے۔

اس نے ایک ہٹے کٹے محافظ کو بلا کر حکم دیا۔ ''تُو اوپر جا اور اس تحریر کو مٹا دے۔''

وہ بھی حکم کی تعمیل کے لیے سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں کپڑا تھا مگر دل میں خوف تھا۔ میں اور زیادہ

خوف پیدا کر رہا تھا۔ سیڑھی کے ایک ایک پائدان پر چڑھتے ہوئے اس کے پاؤں لرز رہے تھے۔ نتیجہ صاف ظاہر تھا۔ میں نے گرجتی ہوئی آواز میں اس کے اندر کہا۔ ''میری آنکھوں میں دیکھ....!''

اس نے سر اٹھا کر دیوتا کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ آنکھیں جیسے اسے گھور رہی تھیں۔ اس پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے پھر وہ نیچے گرتا ہوا چیخیں مارتا ہوا فرش پر پہنچ کر تڑپنے لگا۔ دوسرے محافظ اسے اٹھا کر وہاں سے لے جانے لگے۔

کاہنہ گم صم کھڑی منہ کھولے اپنے دیوتا کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے آنکھوں سے نہیں منہ سے دیکھ رہی ہو۔ اب اسے یقین ہو رہا تھا کہ وہ تحریر دیوتا کی مرضی سے ہی اس کے سینے پر ابھری ہوئی ہے۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دیوتا کے پیٹ کے پاس آئی تو ایک دروازہ کھل گیا۔ وہ اس کے اندر چلی گئی۔ وہاں سے سیڑھیاں اترتی ہوئی تہ خانے کے اس حصے میں پہنچی' جہاں اس کا خفیہ چیمبر تھا۔ اس نے وہاں پہنچ کر اپنے معمول کے مطابق عمل شروع کیا۔ وہ اپنے پُراسرار علم کے ذریعے معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے؟

اس نے مجھے ادھر آنے سے منع کیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے؟ ایک اندازہ تھا کہ وہ تنہائی میں جا کر کوئی عمل پڑھ رہی ہوگی۔

میں نے تہ خانے کے دوسرے حصے میں جاتے ہوئے انوشے کو مخاطب کیا۔ ''بیٹی! کاہنہ اس وقت اپنے خفیہ چیمبر میں گئی ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں' وہ وہاں کیا کر رہی ہے؟''

اس نے کہا۔ ''آپ کسی کمرے میں جائیں۔ وہاں آرام سے بیٹھ کر آنکھیں بند کرلیں۔''

میں نے اپنی پوتی کی ہدایت پر عمل کیا۔ اس تہ خانے کے ایک کمرے میں آ کر آرام سے بیٹھ گیا۔ آنکھیں بند کرلیں پھر دوسرے ہی لمحے میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے خفیہ چیمبر میں پہنچ گیا۔

اس کمرے کی محدود فضا میں عود و عنبر کا دھواں پھیل رہا تھا۔ فرش پر ایک لانبی سی موم بتی روشن تھی اور وہ اس کے آگے پالتھی مارے بیٹھی ہوئی منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ میں اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ مسلسل پڑھتی جا رہی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹا گزر گیا۔ وہ بڑا ہی تھکا دینے والا عمل تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہاں کچھ ہونے والا بھی ہے یا نہیں....؟

اسے یقین تھا کہ اس کے پڑھے ہوئے منتر نتیجہ خیز ہوتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے پھر میں نے دیکھا کہ عود و عنبر کا دھواں جو اِدھر اُدھر منڈلا رہا تھا۔ وہ بل کھاتا ہوا ایک انسانی خاکے میں تبدیل ہونے لگا۔ کوئی عجیب سا دھواں دھواں سا انسان دکھائی دینے لگا۔

وہ عمل کرنے میں کامیاب ہو رہی تھی لہٰذا اور جوش و خروش سے منتر پڑھنے لگی پھر اس دھواں دھواں سے انسانی خاکے نے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔ ''وہ ہے....وہ تیرے پاس موجود ہے۔''

وہ منتر پڑھتے ہوئے بولی۔ ''اگر وہ موجود ہے تو مجھے دکھائی کیوں نہیں دیتا؟''

پھر وہی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ ''وہ تہ بہ تہ ہے۔ ایک تصویر کے پیچھے دوسری تصویر چھپی ہوئی ہے۔ تو تصویر کا ایک رخ دیکھتی آ رہی ہے....دھوکا کھاتی آ رہی ہے۔''

وہ دھواں دھواں سے خاکے کو حیرانی سے تک رہی تھی۔ بے یقینی سے سن رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''وہی ہو رہا ہے' جو کتاب مقدر میں لکھا ہے۔ جو شخص تیرے مقدر میں لکھا ہوا ہے تو اسی کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہی ہے۔''

اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا میرا شوہر فرہاد علی تیمور ہے؟''

اس کی گونجتی ہوئی سی آواز نے کہا۔ ''وہ وہی ہے' جو کتاب مقدر میں لکھا ہوا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی وہ دھواں لہرانے لگا۔ انسانی خاکہ مٹنے لگا۔ وہ ایکدم سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ مجھے زیر اثر لانے کے لیے منتر پڑھتی ہوئی وہاں سے باہر نکلی پھر تہ خانے کے اس حصے سے نکل کر دوسرے حصے میں آئی' جہاں میں کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ایک زور کی لات مار کر دروازے کو کھولا۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے پورا یقین تھا کہ وہ اپنے منتروں کے ذریعے شیر کو چوہا بنا دے گی۔

اس نے جیسے ہی قریب آ کر مجھ پر پھونک ماری میں نے اسے ایک زور کا طمانچہ رسید کیا۔ طمانچہ ایسا زبردست تھا کہ منہ دوسری طرف گھوم گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ زندگی میں پہلی بار پہلا طمانچہ پڑا تھا۔ پہلی بار ایسا اندھیرا دیکھ رہی تھی، جہاں قمقمے جلتے بجھتے جا رہے تھے پھر وہ چکرا کر ایسے گری کہ اس کا سر میرے قدموں پر آ گیا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا...

نیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

وہ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری تدبیر پر عمل کرتی رہی..... پھر بھی تقدیر کی گرفت میں آ ہی گئی۔ اس نے مجھ سے کترانے اور دور بھاگنے کی انتہا کر دی تھی۔ ایسے میں یہ زبردست شاک پہنچا کہ میں ایک شوہر کی حیثیت سے اس کی رگِ جاں کے قریب رہتا ہوں۔ اس کی سانسوں میں سما کر رگوں میں لہو کی طرح دوڑتا رہتا ہوں۔

اسے زبردست ذہنی صدمہ پہنچا تھا۔ وہ سنبھل نہیں پا رہی تھی۔ خود کو بہلانا چاہتی تھی۔ اپنے آپ کو سمجھا رہی تھی۔ ''ایسا کچھ نہیں ہوا ہے۔ فرہاد میری زندگی میں اتنی گہرائی تک نہیں پہنچا ہے۔ میں کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہی ہوں۔ آنکھ کھلے گی تو اس بھیانک سپنے کو بھول جاؤں گی۔''

وہ میرے قدموں میں پڑی ہوئی تھی۔ میں نے ایک ٹھوکر ماری تو دوسری طرف الٹ گئی۔ یہ عقل آ گئی کہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہی ہے۔ سچ مچ میرے قدموں میں پڑی ہے اور مقدر کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔

ایک طمانچہ کھانے کے بعد منہ پر ٹھوکر لگی تھی۔ ناک اور باچھوں سے لہو رسنے لگا تھا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے آہستہ آہستہ اٹھنے لگی۔

میں نے کہا۔ ''تیری کتاب مقدر کہہ رہی تھی' تجھے منہ لگانا چاہیے۔ لہٰذا لگا لیا۔ اب یہی کتاب کہہ رہی ہے' تجھ پر تھوکنا چاہیے۔ اس لیے تجھے اپنی زندگی سے باہر نکال رہا ہوں۔''

وہ فرش پر بیٹھ کر مجھے گھورنے لگی۔

میں نے کہا۔ ''میں نہیں جانتا' تُو میری بیٹی کی ماں بنے گی یا نہیں؟ میں تو چلا جاؤں گا جیسا کہ مقدر کے مطابق ہوتا آ رہا ہے' وہ بھی پیدا ہو ہی جائے گی۔''

وہ چیخ کر بولی۔ ''چپ ہو جا... میں تیری کسی اولاد کو جنم نہیں دوں گی۔ ایسے آثار پیدا ہوں گے تو اسے پیٹ میں ہی مار ڈالوں گی۔''

میں نے اسے ایک زور کی لات ماری۔ وہ تکلیف سے بلبلاتی ہوئی اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ دوڑتی ہوئی ایک صندوق کے پاس گئی اور اسے کھول کر ایک خنجر نکالا۔

میں نے کہا۔ ''یہ وہی خنجر ہے' جس سے تُو نے اپنی ماں کو ہلاک کیا تھا۔ تیرا کیا خیال ہے' یہ میرے جسم میں اترے گا یا تیرے جسم میں....؟''

اسے خنجر زنی میں مہارت حاصل تھی اچانک اس نے پینترا بدلتے ہوئے حملہ کیا۔ میں ذرا ایک طرف ہو گیا۔ وہ اپنے ہی حملے کے جھونکے میں آگے نکل گئی۔ میں نے کمر پر ایک لات ماری تو وہ سامنے دیوار سے جا کر ٹکرا گئی۔ اسے جتنی مار پڑ رہی تھی..... جتنی تکلیف پہنچ رہی تھی۔ وہ اتنا ہی غصے سے بھڑک رہی تھی۔ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔ ''تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گی۔ یہ اچھی طرح جانتی ہوں' بیٹی ہو گی تو تُو اسے کاہنہ بننے نہیں دے گا اور میں ایسا وقت آنے سے پہلے ہی تجھے ختم کر دوں گی۔''

''تُو نے پہلے بھی برے وقت کو آنے سے روکنا چاہا لیکن میں تیری زندگی میں آ گیا۔ اس سے اچھی بات اور کیا ہو گی کہ تیرے بعد ابدی زندگی کا ڈھونگ رچانے والی کوئی کاہنہ نہیں رہے گی۔ بیٹی ہو گی تو میں اسے چھین کر لے جاؤں گا۔''

وہ سمجھ رہی تھی میں باتوں میں الجھا ہوا ہوں۔ اس بار اس نے نیا تلا حملہ کیا۔ وہ اناڑی نہیں تھی مگر مار کھانے کے باعث دماغی طور پر اس حد تک کمزور ہو گئی تھی کہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی تھی اور میں اس کے اندر رہ کر حملہ کرتے وقت اسے بھٹکا دیتا تھا۔ اس بار بھی وہی ہوا۔ وہ میری طرف آئی تو میں ایک طرف ہٹ گیا۔ خنجر کا تیز پھل بستر کے ملائم گدے میں پیوست ہو گیا۔

میں نے کہا۔ ''یہ تسلیم کر لے کہ کمزور ہو چکی ہے۔ غصے میں منتر پڑھنا بھول گئی ہے۔ خنجر زنی کی مہارت سے محروم ہو گئی ہے۔ مجھ سے جوتے کھا رہی ہے... کوئی بات نہیں' گھر کی بات ہے۔ باہر کی سوچ! موسس کو تیری ناکامیاں اور کمزوریاں معلوم ہوں گی تو وہ کس طرح تجھ پر چڑھ دوڑے گا؟''

خنجر بیڈ میں پیوست تھا۔ وہ وہیں جھکے جھکے حقارت سے بولی۔ ''میں اس یہودی سے کمزور نہیں ہوں۔ اسے نیچا دکھا چکی ہوں۔ آئندہ اسے خاک میں ملا دوں گی۔''

''میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس یہودی کا ساتھ دیں گے' تجھے الٹا لٹکا دیں گے۔ تب تو کیا کرے گی؟''

وہ سوچ میں پڑ گئی اور مجھے گھورنے لگی۔ میں نے کہا۔ ''میں ایشورارا کو تیری موجودہ پوزیشن بتاؤں گا۔ بیٹی اور بیٹے کو اس کے حوالے کر کے اسے دوست بناؤں گا۔ تب کیا کرے گی؟''

وہ تڑپ کر بولی۔ ''نہیں' میں تجھے ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ اس سے پہلے ہی تجھے.....''

اس نے پھر حملہ کرنا چاہا میں نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تو اس کے حلق سے فلک شگاف چیخ نکلی۔ خنجر ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ بہت ہو چکا تھا' وہ سیدھی

طرح قابو میں آنے والی نہیں تھی۔

میں نے کہا۔ ''لاتوں کی چڑیل باتوں سے نہیں مانتی۔ میں جا رہا ہوں مگر آئندہ اسی طرح تجھے لاتیں پڑتی رہیں گی۔''

اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ تکلیف برداشت کر رہی تھی مگر آہستہ آہستہ خود کو سنبھالنے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے سنبھلنے کا موقع ملے۔ میں نے پھر ایک ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ یہ دوسرا حملہ نا قابل برداشت تھا' وہ فوراً بے ہوش ہو گئی۔

میں نے اس کے کمرے کی تلاشی لی۔ اس کے خفیہ چیمبر میں کتاب مقدر اور ہزاروں سالہ قدیم پُراسرار علوم کے نسخے رکھے ہوئے تھے۔ ایشورارا رابطہ کرنے والی چھوٹی سی مشین ایسے دے گیا تھا۔ جس کے ذریعے وہ اس سے باتیں کیا کرتی تھی۔ میں نے ان تمام چیزوں کو اپنے سفری بیگ میں رکھ لیا پھر اس مندر اور اس جنگل سے نکل کر گوانز اشہر کی طرف جانے لگا۔

انوشے وہیں موجود کاہنہ کو دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہوش میں آ گئی۔ اس کا سر بری طرح دکھ رہا تھا' پتھر کی طرح بھاری ہو گیا تھا۔ وہ فرش پر ہی پڑی ہوئی تھی۔ بڑی مشکل سے اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بیڈ کے سرے کو پکڑ کر آہستہ سے اٹھ کر ملائم بستر پر گر پڑی۔

اتنی تکلیف کے باوجود وہ غصے میں تھی' مجھے گالیاں دینا چاہتی تھی لیکن انوشے اس کے دماغ میں گھس گئی اور وہ انوشے کی مرضی کے مطابق خود کو گالیاں دینے لگی پھر پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ ''یہ میں خود کو گالیاں کیوں دے رہی ہوں؟''

یہ سوچتے وقت بھی اس کا سر بری طرح دکھ رہا تھا۔ اسے آنکھیں بند کر کے سو جانا چاہیے تھا لیکن یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ میں اس کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا رہا ہوں اور ابھی اس کے اندر موجود ہوں۔ کسی کی بھی اس سے زیادہ بدنصیبی اور کوئی نہیں ہوتی کہ دشمن اس کے اندر پہنچ جائے۔ اسے راستہ ملنے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ تنویمی عمل کے ذریعے اسے معمول اور تابعدار ضرور بنائے گا۔ یہ خیال کاہنہ کے دل کو دھڑکا رہا تھا کہ میں اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے والا ہوں۔

وہ اپنی دماغی تکلیف بھول کر کسمسانے لگی۔ پریشان ہو کر خود سے کہنے لگی۔ ''میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں' تُو میرے اندر موجود ہے۔ مجھے اپنی کنیز اور تابعدار بنانا چاہتا ہے لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ ابھی تجھے یہاں سے بھگا دوں گی۔''

وہ دشمن کو بھگانے والا منتر سوچنے لگی۔ اسے بے شمار منتر یاد تھے لیکن دماغی کمزوری کے باعث فی الوقت اچھی طرح کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ وہ دماغ پر زور دے رہی تھی اور یاد کر کے پڑھتی جا رہی تھی۔ ایسے وقت انوشے اس کی سوچ میں کہتی تھی۔ ''ابھی میں کیا پڑھ رہی تھی؟ کیا صحیح پڑھ رہی تھی؟ مجھے پھر سے پڑھنا چاہیے۔''

وہ منتر کو ادھورا چھوڑ کر پھر سے پڑھنے لگتی تھی۔ پڑھتے پڑھتے پھر بھول جاتی تھی بالآخر اس نے جھنجلا کر کہا۔ ''تُو میرے اندر ہے۔ مجھے منتر پڑھنے نہیں دے رہا ہے مگر میں ضرور پڑھوں گی۔ تجھے اپنے اندر سے ضرور بھگاؤں گی۔''

انوشے نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''میں خوا مخواہ شبہ کر رہی ہوں۔ میرے اندر کوئی نہیں ہے۔ وہ تو کب کا جا چکا ہے۔ مجھے سکون سے سو جانا چاہیے۔ اچھی طرح نیند پوری کروں گی تو فریش ہو کر منتر پڑھ سکوں گی۔''

وہ سوچتی رہی اور اپنے آپ سے غافل ہوتی رہی پھر گہری نیند میں ڈوب گئی۔ انوشے نے اسے سلا دیا تھا۔ روحانی عمل میں کچھ زیادہ دیر نہیں لگتی۔ اس نے کاہنہ کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ آئندہ وہ دماغی طور پر توانائی حاصل کر لے گی۔ پہلے کی طرح نارمل رہے گی۔ یوگا میں مہارت رکھنے کے باعث پرائی سوچ کی لہروں کو فوراً ہی محسوس کر کے انہیں بھگا دیا کرے گی۔ صرف فرہاد کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کرے گی۔

میری پوتی نے میرے لیے یہ آسانی پیدا کی پھر وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

برائٹ موسس، ایشورارا کی بیٹی اور بیٹے کو اس کی کمزوری بنا کر اپنے زیر اثر رکھنا چاہتا تھا لیکن کاہنہ نے اپنے مندر کے اطراف حصار باندھ کر اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ اس پر موسس نے کہا تھا' وہ کب تک ماؤرا اور دیدار علی کو مندر میں چھپا کر رکھے گی؟ جب بھی ایشورارا اپنے بچوں کو مندر سے نکال کر فلائنگ ساسر تک جائے گا' وہ اپنے پراسرار علم کے ذریعے ان دونوں کو ٹریپ کر لے گا۔

موسس ایسا کر سکتا تھا۔ ماؤرا اور دیدار علی کاہنہ کے پراسرار علم کے حصار سے نکل کر مندر سے باہر جاتے تو وہ انہیں اپنی روحانی قوتوں کے زیر اثر لے آتا۔ وہ جانتا تھا کہ ایشورارا رات کے کسی وقت اپنے بچوں کو نکال کر لے جائے گا اور وہ اس وقت کا انتظار کر رہا تھا۔

انتظار کرتے کرتے رات سے صبح ہوگئی پھر دوسرا دن بھی گزر گیا۔ دوسری رات آ گئی۔ وہ اپنے پراسرار علم کے ذریعے معلوم کرنے لگا کہ ماؤرا اور دیدار علی کہاں ہیں؟

وہی خفیہ کمرہ تھا۔ جہاں پچیس موم بتیاں روشن تھیں۔ عود و عنبر کا دھواں فضا میں لہرا رہا تھا۔ وہ عمل پڑھ رہا تھا۔ معمول کے مطابق شیشے کی ایک دیوار اس کے اور موم بتیوں کے درمیان حائل تھی۔ اس بار اس نے عمل کے ذریعے اپنے ہمزاد کو بلایا تھا اور منتر پڑھتے وقت کہہ رہا تھا کہ اس کے مطلوبہ افراد کی پوری خبر لائی جائے۔

تھوڑی دیر بعد شیشے کی دیوار پر لہراتا ہوا دھواں انسانی خاکے میں تبدیل ہونے لگا پھر رفتہ رفتہ وہ خاکہ واضح ہوتا چلا گیا۔ وہ اپنے سامنے خود کو دیکھ رہا تھا۔ شیشے کی اسکرین پر اس کا ہمزاد دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا ماؤرا اور دیدار علی اپنے باپ ایشورارا کے ساتھ سیارے میں جا چکے ہیں؟''

اس کے ہمزاد نے جواب دیا۔ ''نہیں، وہ دونوں نہیں گئے مگر ان کا باپ جا چکا ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا وہ دونوں ابھی تک مندر میں ہیں؟''

''نہیں، روحانی عمل کرنے والی ایک مسلمان ہستی ہے۔ اس نے ایشورارا کے جاتے ہی مندر کے حصار کو توڑ دیا تھا اب وہ بہن بھائی وہاں سے نکل کر ممبئی کی طرف جا چکے ہیں۔''

برائٹ موس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''وہ دونوں مندر کے حصار سے باہر نکل آئے پھر مجھے خبر کیوں نہ ہوئی؟''

اس کے ہمزاد نے کہا۔ ''وہ بھائی بہن اس مسلمان ہستی کے زیر اثر تھے۔ اس کی روحانی قوت نے تجھے بے خبر رکھا تھا۔''

''کیا میں روحانی قوت کا توڑ کر سکتا ہوں؟ ان دونوں کو اپنے زیر اثر لا سکتا ہوں؟''

اس کے ہمزاد نے کہا۔ ''تُو عالم فاضل ہے۔ اپنے پراسرار علوم کی قوتوں کو اور ان کے اثرات کو مجھ سے زیادہ سمجھتا ہے۔ اپنے علوم اور اپنی قوتوں کو آزما کر دیکھ لے۔ ماؤرا اور دیدار علی تیرے مطلوبہ افراد تھے۔ ان کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئیں، وہ میں نے بتا دیں۔ اب میں جا رہا ہوں۔''

دھواں دھواں سا نظر آنے والا ہمزاد شیشے کی اسکرین پر تحلیل ہوتے ہوتے نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ موس نے اسی وقت خیال خوانی کی پرواز کی۔ پہلے ماؤرا کے اندر پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ دیدار علی نے بھی اس کی سوچ کی لہروں کو بھگا دیا۔ اس نے پچھلی بار ماؤرا کے اندر رہ کر پورس کی باتیں سنی تھیں۔

وہ بہن بھائی کی طرف سے ناکام ہو کر پورس کے اندر پہنچا۔ اس نے جھنجلا کر کہا۔ ''کیا مصیبت ہے؟ اس وقت پاکستان اور ہندوستان کا سنسنی خیز میچ جاری ہے۔ پاکستان کو ایک رن سے جیتنا ہے اور آخری اوور کی آخری گیند رہ گئی ہے۔ اگر انضام نے رن نہ بنایا تو پاکستان ہار جائے گا۔ اُدھر ٹنڈولکر بولنگ کرنے کے لیے پر تول رہا ہے۔''

موس نے اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے بولا۔ ''ایسے وقت گڈگدی نہ کرو۔ ابھی بہت ہی ٹف چوپشن ہے۔ پاکستان اور ہندوستان کے تمام لوگوں کی سانسیں رکی ہوئی ہیں۔ پتا نہیں کیا ہونے والا ہے؟ پاکستانی پاکستان کی کامیابی کے لیے اور ہندو ہندوستان کی کامیابی کے لیے دعائیں مانگ رہے ہیں۔''

پورس بیٹھا ہوا تھا، اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ کہنے لگا۔ ''وہ دیکھو! ٹنڈولکر آگے بڑھ رہا ہے۔ بڑے خطرناک ارادے ہیں۔ بڑی خطرناک بولنگ کرنے والا ہے۔ پورے اسٹیڈیم پر سکتہ سا طاری ہے۔ سب ہی کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہے۔ کہیں سے کوئی آواز نہیں آ رہی ہے۔ یا خدا! کیا ہونے والا ہے؟ اے تُو کون ہے؟ ذرا دیر چپ نہیں رہ سکتا؟ خوامخواہ دماغ کے اندر گڈگدی کیے جا رہا ہے۔''

موس پراسرار علم کے ذریعے اس کے دماغ کو متاثر کرنا چاہتا تھا مگر پورس کہہ رہا تھا۔ ''گڈگدی نہ کر.... بس ایک سیکنڈ۔ پلک جھپکتے ہی انضام نے ایک ہٹ لگائی... گیند باؤنڈری کی طرف جا رہی ہے۔ یہ حساب کرنے کی فرصت نہیں ہے کہ ایک رن بنے گا یا چار بنیں گے... یا انضام نے چھکا لگایا ہے؟ بس وہ دوڑ کر ایک رن بنا چکا ہے۔ وہ مارا.... پورا اسٹیڈیم پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونج رہا ہے۔ اسکرین پر جدھر نظر جا رہی ہے۔ وہاں پاکستانی جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ دنیا کے تمام پاکستانی ناظرین خوشی سے پاگل ہو رہے ہیں.... ابے او پاگل کے بچے! تُو کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے؟ تجھے کب یقین آئے گا کہ یہاں تیری دال گلنے والی نہیں ہے؟''

ماؤرا اور دیدار علی ہنسنے لگے۔ ماؤرا نے کہا۔ ''ہم نے اسے اپنے دماغ سے بھگا دیا تھا۔ تم نے خوامخواہ آسرے میں رکھا ہوا ہے۔ بیچارہ کب تک دروازے پر کھڑا رہے؟''

پورس نے کہا۔ ''او بابا! ابھی معاف کرو..... جمعرات کو آنا...'' یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر جھنجلانے لگا۔ بڑبڑانے لگا۔ ''یہ کیا چیز ہے؟ میں دماغی جھٹکے پہنچاتا رہا مگر اس پر ذرا اثر نہیں ہوا؟ پاگل کا بچہ مجھے پاگل کہہ رہا تھا۔ اس نے کتنی دیر تک مجھے کرکٹ پیچ میں الجھائے رکھا؟ اپنے ساتھ میرا وقت بھی برباد کرتا رہا۔ لعنت ہے اس پر..... ایسے سنسنی خیز انداز میں کنٹری کر رہا تھا کہ میں بھی الجھ کر رہ گیا۔ مجھ پر بھی لعنت ہے۔''

وہ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ سب سے زیادہ فکر اور پریشانی کی بات یہ تھی کہ مسلمانوں کے روحانی عمل کے سامنے وہ ناکام ہو رہا تھا۔ بابا صاحب کا ادارہ تو بہت دور کی بات ہے۔

وہ صرف ماؤرا اور دیدار علی کو روحانی قوتوں سے چھین نہیں پا رہا تھا..... پھر یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ کاہنہ نے اپنے پراسرار علم کے ذریعے جو حصار باندھا تھا۔ اس حصار کو بھی روحانی عمل جاننے والی کسی ہستی نے توڑ دیا تھا۔

اس نے سوچا۔ ''مجھے کاہنہ کے حالات سے بھی واقف رہنا چاہیے۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اس کا پراسرار علم کس طرح بے اثر ہو رہا ہے؟''

پہلے اس عورت سے اچھے تعلقات تھے۔ وہ اپنے علم کے ذریعے اس کے ہمزاد کو بلاتا تھا اور اس سے باتیں کرتا تھا۔ وہ بھی پراسرار علم کے ذریعے اسے اپنے خفیہ چیمبر میں بلاتی تھی۔ وہ ایک دوسرے کے کام آتے رہتے تھے۔ اب وہ اس کے ہمزاد کو بلانا چاہتا تو وہ اس کے علم کا توڑ کر دیتی تھی اور آنے سے انکار کر دیتی تھی۔ اسی لیے وہ بھی اس کے خفیہ چیمبر میں نہیں جاتا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بھی ایک دوسرے کو اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

صرف فون ہی رابطے کا ذریعہ رہ گیا تھا وہ اس کا موبائل نمبر پنچ کرنے لگا۔ ادھر مندر کے تہ خانے میں ویرانی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ماؤرا اور دیدار علی کاہنہ کی گرفت سے نکل گئے تھے۔ میں بھی اسے جوتے مار کر چلا آیا تھا۔ اس نے اپنے زخموں کی مرہم پٹی کی اور گہری نیند سو گئی پھر بیدار ہونے کے بعد بڑی حد تک اس کی حالت سنبھل گئی تھی۔ دماغی توانائی بھی بحال ہو چکی تھی۔

انوشے کے روحانی عمل کے مطابق وہ بھول چکی تھی کہ مجھ سے مار کھانے کے بعد دماغی طور پر کمزور ہوگئی تھی۔ اسے اپنی کمزوری یاد نہیں رہی..... یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اس کے دماغ کے دروازے صرف میرے لیے کھول دیے گئے ہیں۔ وہ تمام پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گی لیکن مجھے محسوس نہیں کر سکے گی۔ اگر یہ بات یاد رہتی تو وہ اسی ہیبت سے مر جاتی کہ میں اس کے اندر آنے لگا ہوں اور آئندہ بھی اس کا کوئی راز، راز نہیں رہے گا۔

اس حد تک اطمینان تھا کہ میں اسے دوبارہ ٹریپ نہیں کر سکوں گا۔ وہ مجھے اپنے قریب آنے کا موقع نہیں دے گی مگر یہ فکر لاحق ہوگئی تھی کہ روحانی قوتوں کے آگے اس کے پراسرار علوم بے اثر ہو جاتے ہیں۔ آئندہ اسے اپنی قوتوں کو بڑھانا ہوگا ورنہ ایشورارا وغیرہ کے سامنے بڑی سبکی ہوگی، کوئی اس کی پراسرار شخصیت سے مرعوب نہیں ہوگا۔

اپنی تمام قوتوں کو بحال رکھنے، موس اور تمام اکابرین پر برتری حاصل کرنے کا ایک سیدھا اور آسان سا راستہ یہ تھا کہ وہ میری وفادار بن کر رہنے پر راضی ہو جاتی مگر وہ بہت ہی ضدی اور مغرور تھی۔ مجھ سے شکست کھانے کے بعد بھی یہی سوچ رہی تھی کہ آئندہ میری گرفت میں نہیں آئے گی۔ موقع ملتے ہی مجھ سے انتقام لے گی۔ اس کے اندر شیطنت بھری ہوئی تھی۔ وہ شر پسندی سے باز ہی نہیں آ سکتی تھی۔

اگرچہ اس بات سے مطمئن تھی کہ میں کبھی اس کے اندر نہیں آ سکوں گا لیکن ایک نئی پریشانی اسے ستا رہی تھی۔ میں نہ آتے ہوئے بھی اس کے اندر آؤں گا۔ آئندہ میری اولاد اس کے اندر دستک دینے والی تھی۔ اس نے بے اختیار اپنا ہاتھ پیٹ پر رکھ لیا کہ فون کے بزر نے چونکایا۔ ننھی سی اسکرین پر موس کے نمبر دکھائی دے رہے تھے۔ وہ فون کو کان سے لگا کر ناگواری سے بولی۔ ''بول..... کیا بولنے آیا ہے؟''

وہ بولا۔ ''ایک بات پوچھنے آیا ہوں۔ ان مسلمانوں کی روحانی قوتوں کے متعلق کیا خیال ہے؟''

''یہ سوال مجھ سے کیوں کر رہا ہے؟''

''تُو ہی جواب دے سکتی ہے کیونکہ میری طرح تُو بھی ان سے مات کھا رہی ہے۔''

''یہ تجھ سے کس نے کہہ دیا کہ میں ان سے مات کھا رہی ہوں؟''

''حالات بتا رہے ہیں۔ تُو نے ماؤرا اور دیدار علی کو اپنی تحویل میں رکھا تھا۔ مندر کے اطراف حصار بھی باندھا تھا۔ کوئی اس حصار کو توڑ کر اندر نہیں جا سکتا تھا لیکن روحانی عمل جاننے والی کسی مسلمان ہستی نے تیرے پراسرار علم کو بے اثر کر دیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟ میرے علم نے بس اتنا ہی بتایا ہے، وہ ہستی ان بہن بھائی کو تجھ سے چھین کر لے

گئی ہے۔''

وہ تسلیم نہیں کرنا چاہتی تھی کہ اس کا علم بے اثر ہو گیا ہے' اس لیے حقارت سے کہا۔ ''تیرا علم بہت ہی کمزور ہو گیا ہے اور تجھے غلط معلومات فراہم کر رہا ہے۔ ماؤرا اور دیدار علی کو کوئی مجھ سے چھین کر نہیں لے گیا ہے بلکہ میں نے اپنی مرضی سے انہیں جانے کی اجازت دی ہے۔''

''کیا مجھے نادان بچہ سمجھتی ہے؟ تُو بہت مکار ہے۔ ان دونوں کو اپنے زیر اثر رکھ کر ایشورارا کی کمزوری سے کھیل سکتی تھی۔ انہیں مندر سے باہر کبھی جانے نہ دیتی لیکن اس ہستی کے روحانی عمل نے تجھے بے بس کر دیا اور وہ تیرے گھر سے' تیری گرفت سے انہیں چھین کر لے گئے ہیں۔''

''اُونہہ.....! تُو اپنے دل کے پھپھولے پھوڑ لے۔ جتنا بول سکتا ہے..... بولتا جا۔ جب حقیقت معلوم ہو گی تو سر پکڑ کر رہ جائے گا۔''

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی۔

موسس نے پوچھا۔ ''چپ کیوں ہو گئی؟''

کاہنہ نے ایک گہری سانس لی۔ اس کا ہاتھ بے اختیار اپنے پیٹ پر چلا گیا۔ وہ اسے سہلاتے ہوئے بولی۔ ''میری کتابِ مقدر میں جو لکھا ہوا ہے' اسے تُو جانتا ہے۔ میں تقدیر کے خلاف فرہاد سے کتراتی رہی۔ دوسرے مردوں کو لبھانے کی کوششیں کرتی رہی اور ناکام ہوتی رہی۔ آخر تقدیر کا لکھا پورا ہوا۔''

وہ سب کچھ سمجھ گیا پھر بھی بے یقینی سے بولا۔ ''تُو کہنا کیا چاہتی ہے؟''

''وہی جو تُو سمجھ رہا ہے۔ فرہاد میری زندگی میں آ چکا ہے۔ ہمارے درمیان سمجھوتہ ہو چکا ہے۔ اس نے میرے ساتھ تقریباً پندرہ دن اور پندرہ راتیں گزاری ہیں وہ ماؤرا اور دیدار علی کو لے کر انڈیا گیا ہے۔ ہمارے درمیان یہ طے پایا ہے' وہ مہینے میں چار راتیں میرے ساتھ گزارا کرے گا اور میں کبھی نہ کبھی اس کی بیٹی کی ماں ضرور بنوں گی۔''

اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا یہ کہنا چاہتی ہے کہ ایشورارا جن روحانی قوتوں کے خلاف جنگ کرنے آ رہا ہے۔ تو ان قوتوں کے سائے میں رہنے والے فرہاد سے دوستی کر رہی ہے؟ اگر کر رہی تو پھر ایشورارا سے مل کر بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی کیسے کرے گی؟ کیا ایشورارا نادان ہے؟ تیری دوغلی پالیسی کو سمجھ نہیں پائے گا؟''

وہ ذرا اکڑ کر بولی۔ ''میں نے اور ایشورارا نے جو زبردست پلاننگ کی ہے۔ اس پر عمل کرنے سے ہمیں یقیناً کامیابی حاصل ہو گی۔ ہم فرہاد سے دوستی کی آڑ میں دشمنی کریں گے۔ کیسے کریں گے؟ اس کا نمونہ تُو دیکھ رہا ہے۔ میرا اور اس کا ازدواجی رشتہ قائم ہو چکا ہے۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ''یہ مکار عورت دوہری چالیں چل رہی ہے۔ اس طرح یہ اپنی ساکھ اور اپنی برتری قائم رکھے گی۔ اگر اسی طرح یہ چالیں چلتی رہی تو آئندہ بڑی کامیابیاں حاصل کر لے گی۔''

کاہنہ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ ''بولتا کیوں نہیں؟ تجھے چپ کیوں لگ گئی ہے؟''

کچھ دیر کے لیے بھول ہی گیا تھا کہ وہ کاہنہ سے باتیں کر رہا ہے۔ اس نے فون کو دیکھا پھر..... جواب دیے بغیر اسے بند کر دیا۔

ادھر یہ سوچنے لگی۔ ''میں نے اپنا بھرم رکھنے کے لیے موسس سے کہہ دیا ہے کہ فرہاد سے صرف ازدواجی رشتہ ہی نہیں بلکہ گہری دوستی اور سمجھوتہ بھی ہو چکا ہے۔ ایسا جھوٹ کہہ کر یہ تاثر دیا ہے کہ میں نے مسلمانوں کی روحانی قوتوں سے مات نہیں کھائی ہے بلکہ ان سے سمجھوتہ اور اتحاد کیا ہے۔ آئندہ ان روحانی قوتوں سے مجھے تقویت حاصل ہوتی رہے گی اور میں پہلے سے زیادہ ایشورارا کا اعتماد حاصل کروں گی۔''

پھر اس نے سوچا۔ ''واقعی اگر فرہاد سے دوستی اور سمجھوتہ ہو جائے تو موسس اور تمام اکابرین مجھ سے مرعوب رہیں گے۔ اس دوستی کے باعث میرا رعب دبدبہ پہلے سے زیادہ ہو جائے گا۔ دوسری طرف میں ایشورارا کو سمجھاؤں گی کہ فرہاد سے عارضی طور پر دوستی کی ہے اور مناسب موقع دیکھ کر اسے ٹھکانے لگا دوں گی۔''

وہ اپنے ذہن میں ایسا منصوبہ بناتی رہی اور اس کے ہر پہلو پر غور کرتی رہی۔ ایک یہی بات اس کی سمجھ میں آ رہی تھی کہ مجھ سے دوستی کر کے ہی وہ اپنی ہار کو جیت میں بدل سکتی ہے اور گرتی ہوئی ساکھ کو بحال کر سکتی ہے۔

اس نے سوچا۔ ''ایشورارا سے بھی رابطہ کر کے یہی جھوٹ بولنا ہو گا، یہی کہنا ہو گا کہ ماؤرا اور دیدار علی میری تحویل میں خیر خیریت سے ہیں۔ کوئی دشمن ان کی طرف آنے کی جرات نہیں کر سکتا ہے۔''

ایک چھوٹی سی کمیونیکیشن..... مشین ایشورارا نے اسے دی تھی۔ وہ سیارے میں رہ کر بھی اس کے ذریعہ کاہنہ سے باتیں کیا کرتا تھا۔ کاہنہ اسے اپنی اچیتی میں رکھتی تھی۔ وہ اس کی طرف جاتے ہوئے سوچنے لگی۔ ''اگر

ایشورارا اپنی بیٹی سے باتیں کرنا چاہے گا تو میں ماؤرا بن کر اس سے تحریری گفتگو کروں گی۔''

اس مشین کے ذریعے نہ تو آواز سنائی دیتی تھی نہ ہی کسی کی صورت دکھائی دیتی تھی۔ صرف تحریر کے ذریعے ایک دوسرے تک اپنی باتیں پہنچائی جاتی تھیں۔

وہ اٹیچی کو کھولتے ہی چونک گئی۔ مشین وہاں نہیں تھی۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔ ''کیا میں نے اسے اپنے سفری بیگ میں رکھا تھا؟''

اس نے بیگ کے پاس آ کر اس کے اندر کا سارا سامان نکال کر مشین کو تلاش کیا مگر وہ نہیں ملی۔ اس نے سوچا۔ ''تہ خانے سے میری ایک بھی چیز ادھر سے ادھر نہیں ہوتی۔ کوئی داسی اس مشین کو ہاتھ نہیں لگاتی..... پھر وہ کہاں چلی گئی؟''

وہ کبھی کبھی مشین کو اپنے خفیہ چیمبر میں بھی لے جاتی تھی۔ وہاں اطمینان سے بیٹھ کر ایشورارا سے باتیں کرتی تھی۔ اس نے سوچا۔ ''شاید وہ اسی کمرے میں رہ گئی ہے۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی ادھر جانے لگی۔ دماغ میں یہ بات بھی کلبلا رہی تھی کہ میں اس مشین کو لے جا سکتا ہوں۔ یوں اس کے اور ایشورارا کے درمیان رابطہ ختم ہو جائے گا۔ اس نے خفیہ چیمبر میں آ کر دیکھا۔ مشین وہاں بھی نہیں تھی بلکہ اور بھی کئی ہی چیزیں غائب ہو چکی تھیں۔ کئی ہزار برس پہلے کسی بزرگ نے ان کاہناؤں کے متعلق جو کتابِ مقدر لکھی تھی، وہ بھی غائب تھی۔

یہ سوچتے ہوئے اس کا دل ڈوبنے لگا کہ کیا یہ کتاب اس لیے غائب ہو گئی ہے کہ اس کی آخری پیش گوئی کے مطابق آخری کاہنہ میں ہوں۔ میرے بعد یہ سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہونے والا ہے؟ اس کے ساتھ ہی کتابِ مقدر کا بھی اختتام ہو چکا ہے؟

وہ الماری کھول کر مشین اور کتابِ مقدر کو تلاش کرنے لگی۔ پتا چلا' پراسرار علوم سے تعلق رکھنے والے ہزاروں سالہ پرانے نسخے بھی غائب ہو چکے ہیں۔ وہ تھک ہار کر بیٹھ گئی۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ میں وہ ساری چیزیں لے گیا ہوں۔

پراسرار علوم کے نسخے اسے زبانی یاد تھے۔ وہ کتابِ مقدر کے مطابق موجودہ زندگی گزار رہی تھی۔ مجھ سے ازدواجی رشتا قائم ہو چکا تھا۔ اب آگے جو ہونا تھا' وہ جلد ہی سامنے آنے والا تھا۔ لہٰذا اہمیت صرف مشین کی تھی۔

یہ تو یقینی بات تھی کہ ایشورارا نے سیارے میں پہنچ کر اپنے بچوں کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس سے رابطہ کیا ہو گا اور اس کا وہ تحریری پیغام فرہاد کی نظروں سے گزرا ہو گا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ ''پتا نہیں' اس نے اسے جواباً کیا لکھا ہو گا؟ میرے متعلق کیا کہا ہو گا؟''

یہ ایسے سوالات تھے کہ وہ سے بے چین ہو گئی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی' ایشورارا کی نظروں میں اس کی کیا اہمیت رہ گئی ہے؟ وہ موبائل فون اٹھا کر میرے نمبر پنچ کرنے لگی۔ میں اب سے پہلے کئی بار اس سے رابطہ کر چکا تھا لیکن اس نے کبھی اپنی طرف سے مجھے کال نہیں کی تھی۔ اس روز پہلی بار مجھے پکار رہی تھی۔ میں اپنے فون کی اسکرین پر اس کے نمبر پڑھ کر مسکرانے لگا اور فون کو کان سے لگاتے ہوئے بڑی بے نیازی سے بولا۔ ''ہیلو...!''

اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ''میں بول رہی ہوں۔''

''آگے بول.....؟''

''وہ ...ایشورارا نے مجھے ... کمیونیکیشن مشین دی تھی۔ اسے تُو لے گیا ہے۔''

''تُو نہیں۔ آپ کہو یا تم.... گفتگو کے آداب کے مطابق باتیں کرو۔''

''ٹھیک ہے۔ جیسا تُو.... میرا مطلب ہے جیسا تم کہو گے، اسی طرح بات کروں گی۔ وہ مشین تم لے گئے ہو نا؟''

''ہاں، میں نہیں چاہتا تھا کہ میری گھر والی سیارے والوں سے سازشی گفتگو کرے۔ اس لیے اِسے اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''ایشورارا اپنے بچوں سے بہت محبت کرتا ہے۔ اس نے سیارے پر پہنچتے ہی رابطہ کیا ہو گا۔ ان کی خیریت پوچھی ہو گی؟''

''ہاں..... اس نے رابطہ کیا تھا' خیریت بھی پوچھی تھی۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟''

وہ جیسے رونے کے انداز میں بولی۔ ''میری اہمیت ختم ہو چکی ہو گی۔ آئندہ وہ امریکہ اور یورپ کے اکابرین اور موسس کو مجھ پر ترجیح دے گا۔''

''میں نادان نہیں ہوں کہ ایشورارا کو موسس اور اکابرین کی طرف لڑھکنے کا موقع دوں گا۔''

''تم نہیں جانتے اس نے کہا تھا' وہ سیارے سے آ کر دیکھے گا کہ روحانی علوم اور پراسرار علوم میں کون برتر ہے؟ اگر میں موسس پر سبقت لے جاؤں گی' اپنی برتری ثابت کروں گی تو وہ مجھے دیوی ماں مان کر میری پوجا کرتا رہے گا اور میرے دشمنوں سے اتحاد نہیں کرے گا۔''

''میں جانتا ہوں..... میں نے تیری عزت رکھی ہے' وہ آئندہ بھی تجھے دیوی ماں سمجھ کر پوجتا رہے گا۔''

اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا سچ کہہ رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''ایشورارا نے سیارے میں پہنچنے کے بعد پیغام دیا تھا کہ وہ بخیریت پہنچ گیا ہے۔ اس نے اپنی بیٹی اور بیٹے کے متعلق پوچھا تھا کہ وہ تیری تحویل میں صحیح سلامت ہیں یا نہیں؟ اور میں نے کاہنہ بن کر اسے جواب دیا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں ماؤرا اور دیدار علی کی طرف سے بھی اسے پُرسش کیا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا ہے کہ وہ دونوں ابھی تک تیرے پاس خیریت سے ہیں۔ یہ سمجھ لے' تو اب تک اس کی نظروں میں برتر ہے اور مہان شکتی رکھنے والی دیوی ماں ہے۔''

وہ خوشی سے لہرا کر تقریباً چیختے ہوئے بولی۔ ''ہائے فرہاد.....! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میری حمایت کرو گے۔ ایشورارا کی نظروں میں میری عزت رکھو گے۔ یو آر گریٹ فرہاد! میں اب تک تمہیں غلط سمجھتی رہی۔ مجھے بتاؤ' تم کہاں ہو؟ میں ابھی تمہارے قدموں میں گر کر معافی مانگوں گی۔ جب تک مجھے معاف نہیں کرو گے' تمہارے قدموں سے اپنا سر نہیں اٹھاؤں گی۔''

''تو اپنے پچھلے رویے پر پچھتا رہی ہے۔ مجھ سے معافی مانگ رہی ہے۔ یہی بہت ہے۔ میں تجھے معاف کر چکا ہوں لیکن.....'' میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

اس نے پوچھا۔ ''لیکن کیا.....؟''

''یہ کہ آئندہ میرے قدموں سے لپٹنے کی بات نہ کرنا۔ میں نے فیصلہ کرلیا ہے..... نہ میں تیرے قریب آؤں گا..... نہ تجھے اپنے سائے تک پہنچنے دوں گا۔''

''نہیں فرہاد! تم نے مجھے معاف کر دیا ہے تو ایسا دل توڑنے والا فیصلہ نہ کرو۔ ہمیں ایک ساتھ زندگی گزارنی ہے۔ مقدر کی مرضی کے مطابق مجھے تمہاری ایک بیٹی کی ماں بننا ہے۔ ہم کم از کم ایک بیٹی کی پیدائش تک تو ساتھ رہ سکتے ہیں۔''

''سوری، میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اگر مقدر کے مطابق تمہیں میری بیٹی کی ماں بننا ہے تو ضرور بنو گی۔ ہم نے ایک ساتھ اچھا خاصا وقت گزار لیا ہے۔ اگر اب بھی اولاد نہ ہوئی تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آئندہ جب بھی مجھ سے ملنے کی بات کرو گی تو رابطہ ختم کر دیا کروں گا۔''

وہ جلدی سے بولی۔ ''ٹھیک ہے۔ میں تمہاری مرضی کے خلاف کوئی بات نہیں کروں گی۔ بس اتنا چاہتی ہوں کہ تم کسی بھی طرح میری عزت رکھو۔ مجھے دشمنوں کی نظروں میں گرنے نہ دو مگر ایک بات مجھے کھٹکتی ہے۔''

''جو بات کھٹک رہی ہے' اسے بیان کرو اگر تمہارے دل میں کوئی اندیشہ ہے تو میں اسے دور کروں گا۔''

''ایک ہی اندیشہ ہے' کبھی تمہارا مزاج بدل گیا اور تم اچانک میرا ساتھ چھوڑ گئے۔ ایسی صورت میں موسس اور اکابرین تو میرے دشمن ہیں ہی' ایشورارا بھی دشمن بن جائے گا۔ میں اِدھر کی رہوں گی' نہ اُدھر کی۔ صرف تمہارا ہی سہارا رہ جائے گا۔''

''میری ایک بات اپنے دل پر لکھ لو۔ تم جب تک موسس اور اکابرین کے خلاف لڑتی رہو گی اور ایشورارا کو ان کے معاملات میں الجھائے رکھو گی' تب تک میری حمایت حاصل رہے گی۔ میری طرف سے تمہیں ایسی بھرپور امداد ملتی رہے گی کہ دشمن تم سے سہمے رہیں گے اور ایشورارا واہ واہ کرتا رہے گا۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''بس میں یہی چاہتی ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''ایک اور بات دل پر لکھ لو..... اگر تم طاقت اور کامیابی کے زعم میں ایشورارا کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کوئی قدم اٹھانا چاہو گی تو ذلت کی ایسی پستیوں میں گرا دی جاؤ گی کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گی۔ یا تو دشمن تمہیں کتے کی موت ماریں گے یا تم خود ہی اپنی جان پر کھیل جاؤ گی۔''

''میں وعدہ کرتی ہوں' کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گی۔''

''اچھی بات ہے۔ اب میں سونے جا رہا ہوں۔''

میں نے فون بند کر دیا۔ اعظم ہمدانی کے سلسلے میں ہمارا فرض تھا کہ اسے گھر سے بے گھر نہ ہونے دیتے۔ جب وہ شادی کے سلسلے میں شانگ کرنے دہلی آیا تھا تب انوشے نے اس کی شخصیت تبدیل کر دی تھی پھر اسے اپنا رشتے دار بنا کر الپا اور پارس کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ اس طرح اسے لکھنؤ سے اور اس کے پورے خاندان والوں سے دور رکھا گیا تھا۔

اگر ایسا نہ کیا جاتا تو کاہنہ اسے اپنا شوہر بنا کر ہنی مون کے بہانے اُس مندر میں لے جاتی' جہاں مجھے لے گئی تھی۔ جب اس کا مقصد پورا ہوتا اور ایک بیٹی کی ماں بننے کے آثار پیدا ہوتے تو وہ اس بیچارے کو ہلاک کر دیتی۔

ان حالات میں وہ الپا اور پارس کے اس حفاظت سے تھا۔ جب حالات موافق ہوتے تو اسے ان کے خاندان میں واپس پہنچا دیا جاتا۔ اس وقت میں اعظم ہمدانی بن

گلا صاف آواز شفاف
● اعلیٰ درجے کے سیاہ توت سے تیار کردہ
● گلے کی خراش، درد، ورم اور آواز بیٹھ جانے میں مؤثر

کرکا ہنہ کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ ایسے میں اسے اس کے رشتے داروں تک پہنچایا جاتا تو کاہنہ کو پتا چل جاتا کہ ایک اعظم ہمدانی اس کا شوہر ہے اور دوسرا لکھنؤ پہنچا ہوا ہے۔

اعظم کے ساتھ ہمدردی کرنے اور اسے جلد سے جلد گھر پہنچانے کے لیے ہم ایسی کوئی غلطی نہیں کر سکتے تھے۔ اب وقت آ گیا تھا۔ کاہنہ کے سامنے یہ بھید کھل گیا تھا کہ وہ اب تک اعظم کے دھوکے میں میرے ساتھ ازدواجی زندگی گزارتی رہی تھی۔ میں نے اس کی اچھی خاصی پٹائی کی تھی۔ وہ میرے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہوگئی تھی۔ ایسے میں وہ اعظم ہمدانی کو کسی بھی طرح نقصان پہنچانے کی جرات نہیں کر سکتی تھی۔

پورس مندر سے ماؤرا اور دیدار علی کو ساتھ لے کر دہلی آ گیا تھا۔ وہاں الپا، پارس اور انوشے کے ساتھ کچھ عرصہ رہنے کا ارادہ تھا۔ کاہنہ کو ٹھکرانے کے بعد میں بھی وہیں پہنچ گیا تھا۔

اعظم ہمدانی خود کو ہمارے خاندان کا ایک فرد سمجھ رہا تھا۔ ہمارے درمیان بہت خوش تھا۔

ماؤرا نے مجھ سے کہا۔ ''میں تاج محل دیکھنا چاہتی ہوں۔ کیوں نہ ہم سب لمبی ڈرائیو پر چلیں؟''

الپا نے خوش ہو کر کہا۔ ''گڈ آئیڈیا... مزے کی آؤٹنگ ہوگی۔''

پوری فیملی کے ساتھ ایسی تفریح کے مواقع بہت کم نصیب ہوتے ہیں۔ ہم نے ایک بڑی ویگن کار کرائے پر لی۔ راستے کا پتا ہی نہ چلا، وقت کیسے گزر گیا اور طویل فاصلہ دیکھتے ہی دیکھتے کیسے طے ہو گیا؟ ہم نے پہلے فتح پور سیکری میں حضرت شیخ سلیم چشتی کے مزار پر حاضری دی۔

جب بادشاہ جلال الدین اکبر اولاد سے محروم تھا اور اپنے تخت کا وارث چاہتا تھا۔ تب اس نے دہلی سے فتح پور سیکری تک پیدل چل کر حضرت شیخ سلیم چشتی کے مزار پر حاضری دی تھی اور اولاد کے لیے دعاؤں کا طالب ہوا تھا۔ ان بزرگ کی دعا سے سلیم پیدا ہوا تھا جو بعد میں شہنشاہ نورالدین جہانگیر کی حیثیت سے مشہور ہوا۔ آج بھی ہندو، مسلمان، سکھ اور بدھ مت کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ چشتی بابا کے مزار پر حاضری دے کر کوئی خواہش کی جائے اور دعا مانگی جائے تو وہ پوری ہوتی ہے۔

ہم وہاں پہنچے تو ہر مذہب کی عورتوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کا میلا سا لگا تھا۔ جوان لڑکیاں، بیاہتا عورتیں اور مرد حضرات مزار کے اطراف منت مانگتے وقت احاطے کی جالیوں میں رنگین دھاگے باندھتے ہیں اور اس اعتماد سے واپس جاتے ہیں کہ ان کی مرادیں پوری ہوں گی تو واپس آ کر ان دھاگوں کو کھول کر لے جائیں گے۔ الپا پارس کے ساتھ اور ماؤرا پورس کے ساتھ کھڑی تھی۔ وہ دونوں اپنے لائے ہوئے دھاگے باندھتے ہوئے دل ہی دل میں کہہ رہی تھیں۔ ''ہمیں اپنے محبوب شوہروں کے ساتھ آخری سانسوں تک خوشحالی اور سلامتی ملتی رہے۔''

انوشے خواتین کی صف میں بیٹھی کلام پاک کی تلاوت کر رہی تھی۔ اس کے دل میں کوئی خواہش نہیں تھی۔ کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لہٰذا وہ حضرت سلیم چشتی کی مغفرت کے لیے قرآن خوانی میں مصروف تھی۔

دیدار علی دور کھڑا دھاگا باندھ رہا تھا اور انوشے کو بڑی محبت سے دیکھ رہا تھا۔ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ ''اے بلند مرتبہ چشتی بابا! انوشے مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ جی چاہتا ہے، اسے دیکھتا رہوں۔ اس کے ساتھ ساری زندگی گزاروں میری یہ خواہش پوری کر دیں۔ جب یہ جوان ہوگی اور مجھے جیون ساتھی مان کر قبول کرے گی تو میں یہاں آ کر اس دھاگے کو کھول کر لے جاؤں گا۔''

بزرگانِ دین کی کرامات صدیوں سے تسلیم شدہ ہیں۔ آج بھی سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں لاکھوں کروڑوں عقیدت مند بے شمار اولیا کرام کے مزاروں پر حاضری دیتے ہیں اور اپنی عقیدت کے مطابق مرادیں پاتے ہیں۔

ہم وہاں سے شہنشاہ اکبر کے دیوانِ عام میں آئے۔ اس عمارت میں غلام گردش کے درمیان ایک وسیع و عریض چوپیسی صحن تھا۔ جہاں اکبر بادشاہ اپنی بیگمات کے ساتھ شطرنج نما کھیل چوپیسی کھیلا کرتا تھا۔ اس صحن میں مختلف خانے بنائے گئے تھے۔ ان خانوں میں کنیزوں کو مہروں کے طور پر کھڑا کیا جاتا تھا۔ دور بیٹھی ہوئی بیگمات اپنے سامنے رکھی ہوئی چوپیسی پر چالیں چلتی، ان کے مطابق کنیزیں اپنے خانے بدل کر بیگمات کی مرضی کے خانے میں پہنچ جاتی تھیں۔

اس سے کچھ آگے پانچ منزلہ پنچ محل تھا۔ ہر منزل میں مختلف مذاہب کے لیے عبادت گاہیں تھیں۔ جلال الدین اکبر نے اپنے دور حکومت میں دین الٰہی کے نام سے ایک نیا مذہب ایجاد کیا تھا۔ جہاں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی اور بدھ مت کے لوگ آتے تھے۔ ایک دوسرے سے گلے ملتے تھے اور ایک دوسرے کی عبادت میں بھی شریک ہوتے تھے۔

وہ نیا مذہب دین الٰہی ناکام رہا۔ جلال الدین اکبر

نے آخری ایام میں توبہ کی اور کلمہ پڑھ کر اپنی جان دی لیکن وہ پنچ محل آج بھی قائم ہے۔ وہاں ہر مذہب کے پیشوا موجود ہوتے ہیں اور دعائیں دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ دنیا کے ہر دین کا راستہ ایک ہی خدا کی طرف جاتا ہے۔

یہ اپنا اپنا ذہن اپنے اپنے نظریات ہیں۔ کوئی کسی کی سوچ پر پابندی نہیں لگا سکتا۔ ہم فتح پور سیکری سے شام تک تاج محل کے احاطے میں پہنچ گئے۔ سنگ مرمر سے بنا ہوا تاج محل دور ہی سے نگاہوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اسے دیکھتے ہی دل میں ایسا حسن بھر جاتا ہے جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس حسین عمارت کی مثال ساری دنیا میں کہیں نہیں ملتی، اسی لیے اسے دنیا کا ساتواں عجوبہ کہا جاتا ہے۔

تاج محل کا نظارہ خصوصاً چاندنی رات میں قابل دید ہوتا ہے۔ دریائے جمنا کے کنارے دودھیا چاندنی میں وہ خواب خواب سا دکھائی دیتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھ رہے ہیں، آنکھ کھلے گی تو وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔

اس حسین عمارت کے اطراف دور تک سرسبز و شاداب باغ ہے۔ باغ کی راہداریوں میں بہت ہی خوبصورت فوارے ہیں۔ پانی میں جب تاج محل کا عکس جھلملاتا ہے تو نگاہیں اس پر نہیں ٹھہرتیں۔ دنیا کی حسین ترین عورتوں کی اور تمام حسین ترین نظاروں کی اتنی تصویریں آج تک نہیں اتاری گئیں، جتنی تاج محل کی اتاری گئی ہیں۔ عمومی طور پر یہ مشہور ہے کہ جس نے آگرے آ کر تاج محل نہیں دیکھا، اس نے دنیا میں کچھ نہیں دیکھا۔

میں، اعظم ہمدانی، الپا اور پارس، ماؤرا اور پورس، انوشے اور دیدار علی سب ہی اس حسین عمارت کو چھو رہے تھے، اسے ہتھیلی سے یوں سہلا رہے تھے جیسے ابدی نیند سونے والی ممتاز محل کو تھپک رہے ہوں۔ خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہوں۔ ایک بادشاہ کا پیار اور اس پیار کا حسن قیامت تک زمین کے سینے پر جگمگا تا رہے گا۔

ہم اپنی اہم مصروفیات کو بھلا کر تفریح کرتے رہے پھر دوسرے دن دہلی آ گئے۔ اسی رات ہمیں خبر ملی کہ وہاں سے لکھنؤ جانے والی ٹرین کو بہت زبردست حادثہ پیش آیا ہے۔ کئی بوگیوں کے پرخچے اڑ گئے ہیں۔ ان میں بیٹھے ہوئے مسافروں کی لاشیں بُری طرح کچل کر پہچانی نہیں جا رہی ہیں۔

میں نے انوشے، الپا، پارس اور پورس سے کہا۔ ''اگرچہ یہ حادثہ بہت ہی اندوہناک اور افسوس ناک ہے۔ تاہم اعظم ہمدانی کے حالات کے موافق ہے۔''

ان سب نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''ہم سب جانتے ہیں، شہناز بانو بہت پہلے ہی چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کر قرنطینہ میں مر چکی ہے۔''

پورس نے کہا۔ ''لیکن شہناز بانو اپنے خاندان والوں کے لیے آج بھی زندہ ہے۔ کاہنہ انہیں دھوکا دے رہی ہے۔ شاید اس فریب کو اب آپ ختم کرنا چاہتے ہیں؟''

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں، کاہنہ آئندہ کبھی شہناز بانو کے روپ میں لکھنؤ نہیں جائے گی اور نہ ہم اسے جانے دیں گے لیکن شہناز بانو کے والدین اور اس کے رشتے داروں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے..... مر چکی ہے۔''

انوشے نے کہا۔ ''میں سمجھ گئی، آپ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ٹرین کے حادثے میں شہناز بانو مر چکی ہے اور دوسرے مسافروں کی طرح اس کی لاش بھی پہچانی نہیں جا رہی ہے؟''

میں نے کہا۔ ''ہمیں یہی کرنا ہوگا۔ شہناز اور اعظم اپنے خاندان والوں سے یہ کہہ کر گئے ہیں کہ وہ پنی مون کے لیے سوئٹزرلینڈ جا رہے ہیں۔ میں نے اعظم کی حیثیت سے کئی بار اپنے اور شہناز کے گھر والوں سے رابطہ کیا ہے۔ انہیں یقین دلایا ہے کہ ہم خیر خیریت سے ہیں اور اب واپس آنے والے ہیں۔''

پارس نے کہا۔ ''پھر تو یہ کہانی یوں بنے گی کہ اعظم، شہناز کے ساتھ سوئٹزرلینڈ سے دہلی واپس آیا تھا کیونکہ لکھنؤ کے لیے کسی فلائٹ میں سیٹ نہیں ملی۔ اس لیے وہ ٹرین کے ذریعے لکھنؤ جا رہے تھے۔''

الپا نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اس طرح ٹرین کے حادثے میں شہناز بانو ماری گئی مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اعظم ہمدانی کیسے بچ گیا؟ اگر بچ گیا تو اسے بھی بُری طرح زخمی ہونا چاہئے۔''

میں نے کہا۔ ''وہ اس لیے زندہ سلامت ہے کہ ایک اسٹیشن پر ٹھنڈی بوتلیں لینے کے لیے ٹرین سے اتر گیا تھا۔ وہاں اپنی پسند کا کوئی میگزین خریدنے میں دیر ہوگئی اور ٹرین چل پڑی۔ تب وہ دوڑتا ہوا آخری ڈبے میں سوار ہوگیا۔''

سب ہی قائل ہو کر مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ ''جس ٹرین کو حادثہ پیش آیا ہے، اس کی آخری بوگیوں کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا ہے پھر بھی کئی مسافر زخمی ہوئے

ہیں۔اعظم ہمدانی کے سر پر بھی چوٹ آئی پھر بھی وہ اس تباہ شدہ بوگی کی طرف گیا جہاں اس کی اور شہناز کی سیٹیں تھیں تو شہناز بانو کی مسخ شدہ لاش کو پہچان نہ سکا۔اس کے لباس اور زیورات سے شناخت ہوئی۔تب وہ صدمے سے چکرا کر گر پڑا۔ہوش آیا تو وہ نیم پاگل سا ہوگیا تھا،خود کو پہچان نہیں پا رہا تھا۔''

''وہ اپنے گھر والوں تک کیسے پہنچے گا؟''

میں نے کہا۔''ہم ابھی اس کے گھر فون کریں گے اور کہیں گے کہ اعظم اپنی شریک حیات شہناز بانو کے ساتھ دہلی پہنچ کر ہمارے گھر آیا تھا۔ایک رات ہمارا مہمان رہا تھا۔جب کسی فلائٹ میں سیٹ نہ ملی تو وہ دونوں ٹرین کے ذریعے روانہ ہوگئے۔ہم نے انہیں سمجھایا تھا کہ وہ اپنی آمد کی اطلاع گھر والوں کو دے دیں لیکن وہ اچانک پہنچ کر سب کو سرپرائز دینا چاہتے تھے۔''

پارس نے کہا۔''میں ابھی فون کے ذریعے اس کے گھر والوں سے بات کرتا ہوں۔انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا بیٹا اور بہو اسی ٹرین میں سفر کررہے تھے۔''

میں نے انوشے سے کہا۔''بیٹی!اعظم اپنے کمرے میں آرام کررہا ہے۔تم ابھی اس کی شخصیت تبدیل کرو۔اسے اعظم ہمدانی کی اصلی حیثیت دو۔فی الحال اسے نیم پاگل سا بنا دو۔یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اپنی شریک حیات کی موت کے باعث صدمے سے بکھر چکا ہے۔خود کو عارضی طور پر بھول گیا ہے۔''

پارس نے فون کے ذریعے اس کے گھر والوں سے بات کی۔انہیں بتایا کہ جس ٹرین کو حادثہ پیش آیا ہے'اس میں اعظم ہمدانی اور شہناز بانو بھی سفر کررہے تھے۔ادھر انوشے نے اس کی شخصیت بدل دی۔اسے پھر سے اعظم ہمدانی کے اصل روپ میں لے آئی لیکن اسے عارضی طور پر نیم پاگل بنایا۔

ہم اعظم کو اسی حالت میں لے کر ہائی وے کے ذریعے الہ آباد سے آگے اس جگہ پہنچے'جہاں ٹرین کو حادثہ پیش آیا تھا۔دوسری صبح تک اعظم اور شہناز بانو کے رشتے دار بھی پہنچ گئے۔میں اتنا کہہ کر اس قصے کو مختصر کرتا ہوں کہ ہم نے ایک ٹھوس پلاننگ کے مطابق اعظم کو اس کے رشتے داروں تک پہنچا دیا تھا۔اس نے شادی سے پہلے لاکھوں روپے کے زیورات خریدے تھے جنہیں پارس ہوٹل کے کمرے سے چرا لایا تھا۔

میں نے اعظم کے ساتھ وہ زیورات واپس کرتے ہوئے کہا۔''خدا کا شکر ہے کہ ہم آپ کی امانتیں آپ تک پہنچا رہے ہیں۔''

☆☆☆

ایشورارا دو ماہ بعد مکمل تیاریوں کے ساتھ آنے کا کہہ گیا تھا۔لہٰذا کاہنہ'برائٹ موسس اور تمام اکابرین بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کررہے تھے۔اس کے ساتھ ہی اپنے تحفظ اور سلامتی کے سلسلے میں بڑے مستحکم انتظامات کررہے تھے۔رفتہ رفتہ وقت گزر رہا تھا۔تقریباً دس دنوں کے بعد اچانک ہی کاہنہ کی طبیعت خراب ہوگئی۔پتا چلا'وہ ماں بننے والی ہے۔

وہ پہلے سے ذہنی طور پر آمادہ تھی لیکن جب بوڑھی دائی نے خبر سنائی'تو اس کی حالت کچھ عجیب سی ہوگئی۔خوشی اور پریشان کے باعث خوشی اس لیے تھی کہ وہ کاہنہ دستور کے مطابق ایک بیٹی کو جنم دے کر اسے بھی کاہنہ بنانے والی تھی اور پریشانی یہ تھی کہ میں اسے ایسا کرنے نہیں دوں گا۔کاہناؤں کا یہ سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گا۔

وہ بہت ہی ضدی تھی۔بڑی ہٹ دھرمی سے اپنے دستور کے مطابق وہی کرنے والی تھی جو ہزاروں برس سے اس مندر میں ہوتا آیا تھا۔اس کے لیے لازمی تھا کہ وہ بیٹی کو مجھ سے دور رکھے۔کبھی میرا سایہ بھی اس پر پڑنے نہ دے۔وہ بیٹی کی پیدائش کو چھپا کر ہی ایسا کرسکتی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی۔''کیا ایسا ممکن ہے؟میں اپنی بیٹی کی پیدائش کو اس سے چھپا سکوں گی؟''

کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ابتدائی تین چار ماہ تک پتا نہیں چلتا کہ عورت حاملہ ہے پھر رفتہ رفتہ اس کا پیٹ چغلی کھانے لگتا ہے۔اس نے سوچا''جب ایسا وقت آئے گا تو میں کہیں دور چلی جاؤں گی۔فرہاد کے روبرو نہیں آؤں گی اور نہ ہی اسے موقع دوں گی کہ وہ مجھے دور سے بھی دیکھے۔''

اس کے دل میں سوال پیدا ہوا۔''کیا فرہاد روحانی علوم کے ذریعے حقیقت معلوم کرسکتا ہے؟وہ بہت خطرناک ہے۔کچھ بھی کرسکتا ہے۔کسی مسلمان ہستی نے اپنے روحانی عمل کے ذریعے میرے باندھے ہوئے حصار کو توڑ دیا تھا۔اس بار میں چار ماہ کے بعد ایسا زبردست عمل کروں گی اور اپنے اطراف ایسا مضبوط حصار باندھوں گی کہ فرہاد اور اس کے روحانی عمل کرنے والے مجھ تک پہنچ نہیں پائیں گے۔یہ بھی معلوم نہیں کرپائیں گے کہ میں حاملہ ہوں اور نو ماہ بعد ایک بیٹی کو جنم دینے والی ہوں۔''

وہ سوچ رہی تھی۔''بیٹی پیدا ہوگی تو اس کے اطراف

بھی مضبوط حصار باندھوں گی۔اس کے قریب بھی کوئی روحانی عمل کرنے والا پہنچ نہیں پائے گا۔''

وہ بہتر محسوس نہیں کررہی تھی جب طبیعت سنبھل گئی تو اپنے خفیہ چیمبر میں جا کر عمل پڑھنے لگی۔یہ معلوم کرنے لگی کہ واقعی بیٹی ہوگی یا نہیں؟

اسے یہ خوشخبری ملی کہ بیٹی ہی پیدا ہوگی۔وہ خوش ہو کر بڑی سنجیدگی سے سوچنے لگی'آئندہ کتنی تدابیر اور کتنے جتن سے بیٹی کو چھپا کر رکھنا ہوگا؟

انوشے نے اس پر ایسا عمل کیا تھا کہ وہ خیال خوانی اور تنویمی عمل کے سلسلے میں مجھ پر شبہ نہیں کررہی تھی۔کبھی یقین نہیں کرسکتی تھی کہ جو خوشخبری وہ سن رہی ہے' جو منصوبے بنا رہی ہے'میں ان سے بے خبر نہیں ہوں۔

بچی کی پیدائش تک اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔جب وہ پیدا ہوئی'تب میں اس پر اپنی گرفت مضبوط کر دیتا۔فی الحال میں سیارے والوں کی طرف سے الرٹ ہو گیا۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے مجھ سے کہا۔''ایشورارا بہت زبردست تیاریوں کے ساتھ آرہا ہے۔وہ ایسا حملہ کرنے والا ہے کہ اس کے آگے کسی کی ٹیلی پیتھی اور پراسرار علوم کام نہیں آئیں گے۔ہم صرف روحانی عمل کے ذریعے ہی تحفظ حاصل کرسکیں گے۔لہٰذا تم جلد از جلد اپنی پوری فیملی کے ساتھ ادارے میں چلے آؤ۔''

میں نے سر جھکا کر کہا۔''ماؤرا اور دیدار علی بھی میرے فیملی ممبر بن چکے ہیں۔ان کے لیے کیا حکم ہے؟''

''ان بہن بھائی نے دل کی گہرائیوں سے دین اسلام قبول کیا ہے۔ہم ان پر ذرا بھی آنچ نہیں آنے دیں گے۔الپا' پارس اور پورس کے ساتھ ماؤرا بھی یہاں آئے گی۔صرف دیدار علی،انوشے کے ساتھ وہاں رہے گا۔انشاء اللہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

میں نے پوچھا۔''کیا آپ ان کا مقابلہ نہیں کریں گے؟انہیں سیارے میں واپس جانے پر مجبور نہیں کریں گے؟''

''ابھی ان سے مقابلے کا وقت نہیں آیا ہے۔ابھی ہم یہ تماشا دیکھیں گے کہ وہ اس دنیا کی تمام بڑی طاقتوں کو زیر کرنے کے لیے کیسے کیسے ہتھکنڈے استعمال کرنے والے ہیں؟''

انوشے'الپا'ماؤرا اور دیدار علی میرے اندر رہ کر اعلیٰ حضرت کی باتیں سن رہے تھے۔الپا پارس کو اور ماؤرا پورس کو بتا رہی تھی کہ اعلیٰ حضرت نے ایک ہفتے کے اندر ان سب کو ادارے میں چلے آنے کی تاکید کی ہے۔

انہوں نے اچانک ہی یہ تاکید کی تھی،اس لیے سب تجسس میں مبتلا ہوگئے تھے۔آپس میں باتیں کررہے تھے۔سیارے والے آخر کتنے خطرناک ہوگئے ہیں؟وہ کیسی زبردست پلاننگ کررہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنے لوگوں کو بابا صاحب کی چار دیواری میں محدود رہنے کی تاکید کررہے ہیں؟

موسس اور دوسرے تمام اکابرین صحیح اندازہ نہیں کرسکتے تھے کہ اس بار سیارے والے کس قدر خطرناک ثابت ہوں گے؟پھر بھی وہ اپنے طور پر حفاظتی انتظامات کررہے تھے۔کاہنہ کو یہ فکر تھی کہ ایشورارا زمین پر آتے ہی یہ حقیقت معلوم کرلے گا کہ میں اسے بری طرح لوٹ کر جا چکا ہوں۔اس کی کمیونیکیشن مشین بھی لے گیا ہوں اور کاہنہ بن کر اس سے رابطہ کرتا رہا ہوں۔

کاہنہ کو ایشورارا کی دشمنی کی پروا نہیں تھی۔اسے یقین تھا کہ جب تک وہ میرے احکامات کی تعمیل کرتی رہے گی اور کسی طرح ایشورارا سے دوستی قائم رکھ کر موسس اور اکابرین کی خلاف جنگ جاری رکھے گی۔تب تک میں اس پر کسی طرح کی آنچ نہیں آنے دوں گا۔

ہمارے حساب سے ایشورارا بیس دنوں بعد آنے والا تھا لیکن اس کے چاروں ماتحت بگولا'بے تابہ،رنداوا اور کوندا وا جانتے تھے کہ وہ دس روز پہلے چپ چاپ یہاں چلا آئے گا۔رنداوا اور کوندا وا نے سن سٹی میں ایک بڑی سی عمارت خریدی تھی۔وہاں اس زمین پر اپنا پہلا ہیڈ کوارٹر بنایا تھا۔

بگولا تل انیب میں تھا۔وہ ایشورارا کے حکم کے مطابق برائٹ موسس اور وہاں کے تمام اہم اکابرین سے ملاقات کرچکا تھا۔اس نے یہودیوں کی ایک بہت بڑی عبادت گاہ میں موسس کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔اس کی تصویریں بھی اتاری تھیں۔ان چاروں کو یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ اس دنیا میں جتنے طاقتور اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے افراد ہیں'ان سب کی تصویریں اتاری جائیں۔

اس بار سیارے والے اپنے تمام دشمنوں کی تصاویر کو اہمیت دے رہے تھے۔یہ معلوم ہوچکا تھا کہ تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کردیا گیا ہے۔لہٰذا ان کی آواز اور لب و لہجے کو سن کر وہ کچھ حاصل نہیں کرسکیں گے۔انہیں اپنے زیر اثر نہیں لاسکیں گے۔وہ ان تمام افراد کی تصاویر کے ذریعے کوئی نیا اور عجیب وغریب حربہ استعمال کرنے والے تھے۔

انگولا میں اور خاص طور پر گوانز امیں کاہنہ کے بے شمار

عقیدت مند تھے۔اس دیوی ماں کی تصویریں جگہ جگہ لگائی جاتی تھیں۔اس کے مجسمے بھی کئی جگہ نصب تھے۔ایشورارا کے ماتحت بے تابہ نے اس کی بھی کئی تصاویر حاصل کرلی تھیں۔ میری اور میرے فیملی ممبرز کی تصویریں دنیا کے کئی بڑے ممالک کے ریکارڈ رومز میں موجود تھیں۔سیارے والوں کے پاس بھی ہماری تصاویر اور پورا ریکارڈ موجود تھا۔آگے چل کر معلوم ہونے والا تھا کہ وہ دوستوں اور دشمنوں کی تصاویر کیوں حاصل کررہے ہیں؟

ہم سب ہی بابا صاحب کے ادارے میں آگئے تھے۔صرف انوشے اور دیدار علی ممبئی میں رہ گئے تھے۔کاہنہ اپنے مندر میں تھی۔وہ سیارے والوں سے خوفزدہ نہیں تھی۔صرف یہ اندیشہ تھا کہ ایشورارا کو جب یہ معلوم ہوگا کہ اس کی بیٹی ماؤرا اور بیٹا دیدار علی میرے قبضے میں ہیں تو وہ اس کی نظروں میں صفر ہوکر رہ جائے گی۔

ایشورارا کی طرف سے جانی نقصان کا اندیشہ نہیں تھا۔ اگر اس پر جان لیوا حملہ کیا جاتا تو وہ مندر کے تہ خانے سے سرنگ کے راستے فرار ہوکر جنگل کے کسی بھی حصے میں پہنچ سکتی تھی۔اپنا روپ بدل کر دنیا کے کسی بھی ملک میں جاسکتی تھی۔

برین ماسٹر ان معاملات سے بے نیاز تھا۔تمام اکابرین سے دور رہتا تھا۔وہ برائٹ موسس سے بدک گیا تھا۔یہ دیکھ چکا تھا کہ وہ اپنی روحانی قوت سے یا کسی پراسرار علم کے ذریعہ اس کے دماغ میں پہنچ جاتا ہے اور وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرپاتا۔

اب سے پہلے یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ موسس ایک بار برین ماسٹر کے اندر اس وقت پہنچ گیا تھا' جب وہ ایک فشنگ بوٹ کے تختے پر لیٹا دھوپ کھا رہا تھا۔تب سے یہ بات اس کی سمجھ میں آئی تھی کہ موسس کوئی بہت بڑا روحانی عامل نہیں ہے بلکہ فراڈ ہے۔پراسرار علوم کے ذریعے طرح طرح کے تماشے دکھاتا ہے اور انہیں روحانی کرامات کا نام دیتا ہے۔

برین ماسٹر اس سے بدظن ہوگیا تھا۔یہ سوچتا رہتا تھا کہ آئندہ اس یہودی پیشوا کو اپنے اندر آنے سے کیسے روک سکے گا؟

موسس نے اس سے کہا تھا۔''مجھ سے نجات حاصل نہیں کرسکو گے بلکہ میرے تابعدار بن کر ہمیشہ فائدے میں رہو گے۔میں مسلمانوں سے اور سیارے والوں سے تمہیں تحفظ فراہم کرتا رہوں گا۔ان میں سے کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

برین ماسٹر مجبور ہوکر اس کی پناہ میں آگیا تھا۔اب اس اندیشے میں مبتلا تھا کہ جب سیارے والے وہاں آئیں گے تو جو جو کی طرح اسے دوبارہ اپنے زیر اثر لے آئیں گے۔

☆☆☆

زمین والوں کا حساب اپنی جگہ درست تھا۔ ایشورارا کو بارہ دن کے بعد یہاں پہنچنا چاہیے تھا لیکن وہ دو دن بعد ہی اپنے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور غیر معمولی مشینوں کے ساتھ افریقہ کے جنوب مغربی حصے میں پہنچ گیا۔

سن سٹی وہاں سے تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔وہ سب راتوں رات اپنے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گئے۔ان کے چاروں ساتھیوں نے آنے والوں کا استقبال کیا۔اس بار چوبیس ٹیلی پیتھی جاننے والے ایشورارا کے ساتھ آئے تھے۔ان کی آمد سے پہلے ہی بگولا، بے تابہ، کوندا دا اور رندا دا نے ان سب کے شناختی کارڈز' پاسپورٹس اور دیگر ضروری کاغذات تیار کرلیے تھے۔جن کی رُو سے وہ سب باپ دادا کے زمانے سے سن سٹی کے باشندے تسلیم کیے جاسکتے تھے۔

صرف اتنا ہی نہیں۔ان چاروں نے اس شہر کے درجنوں خاندانوں میں اپنے لیے جگہ بنائی تھی۔ایسے گھرانوں کا انتخاب کیا تھا جو ایک دوسرے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے اور وہ تمام خاندان میاں بیوی اور دو چار بچوں پر مشتمل تھے۔تنویمی عمل کے ذریعے ان کے ذہنوں میں یہ نقش کردیا گیا تھا کہ سیارے سے آنے والے اجنبی نہیں ہیں بلکہ ان میں سے کسی کے بیٹے اور کسی کے بھائی اور کسی کے شوہر ہیں۔اس طرح انہوں نے قانونی اور سماجی حیثیت سے سن سٹی شہر میں اپنے قدم جما لیے۔وہاں کی خفیہ ایجنسیوں کو بھی اپنے زیر اثر لے آئے۔آئندہ کوئی ان پر کسی طرح کا شبہ نہیں کرسکتا تھا۔

ان تمام ابتدائی معاملات سے نمٹنے کے بعد انہوں نے اپنی ایک مشین کو آپریٹ کیا۔وہ ایسی مشین تھی کہ جیسے بریف کیس کی صورت میں کہیں بھی لے جایا جاسکتا تھا۔

وہ سیارے والوں کی ایک حیرت انگیز ایجاد تھی۔ہماری دنیا کے سائنسداں بھی ایسی ہی مشین تیار کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔جبکہ ایشورارا ایسا ہی ایک نمونہ تیار کرکے یہاں لے آیا تھا۔یہ الیکٹرونک سسٹم کا کمال ہے۔پہلے ٹیلی فون ایجاد ہوا تھا۔اس وقت سوچا گیا تھا کہ تار کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ آواز نہیں پہنچ پائے گی لیکن سائنس دانوں نے جلد ہی وائرلیس اور موبائل فون کے ذریعے یہ ثابت کردیا کہ کسی سہارے کے بغیر ہوا کے دوش پر

آواز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا جاسکتا ہے۔

اسی طرح سائنس اور ٹیکنالوجی نے ترقی کی تو ٹی وی ایجاد ہوگیا۔چلتے پھرتے، ہنستے بولتے انسانوں کی تصویریں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچائی جانے لگیں۔یہ سب کچھ کیسے ہوجاتا ہے؟ سائنس اور ٹیکنالوجی کے حوالے سے اس بات کی وضاحت ضروری نہیں ہے کیونکہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ایسا ہورہا ہے۔

سیارے کے سائنس دانوں نے سوچا کہ جب ہوا کے دوش پر آواز کی لہروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا جاسکتا ہے تو پھر اپنی اور دوسروں کی متحرک تصویریں مختلف مقامات پر کیوں نہیں پہنچائی جاسکتیں؟ جب مطلوبہ شخص سے فون کے ذریعے رابطہ کیا جاسکتا ہے تو پھر اپنے مطلوبہ شخص کو ٹی وی اسکرین پر کیوں نہیں دیکھا جاسکتا؟

ٹی وی اسکرین پر وہی مناظر دیکھے جاتے ہیں' جو چینلو کے ذریعے پیش کیے جاتے ہیں مگر سیارے والوں نے ایک نیا سسٹم ایجاد کیا تھا۔جب وہ اپنے مطلوبہ شخص کی تصویر اس مشین میں پش کرتے تھے تو وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگتا تھا۔جہاں بھی ہوتا ان کی نظروں میں آجاتا تھا۔اس کے اطراف جتنے لوگ ہوتے تھے' وہ بھی دکھائی دیتے' وہ آپس میں جو باتیں کرتے تھے۔وہ بھی سنائی دینے لگتی تھیں۔

ٹیلی فونک سسٹم کے مطابق وہ مشین تیار کی گئی تھی۔رابطہ کرنے کے لیے مطلوبہ شخص کے نمبر پنچ کرنے پڑتے تھے۔انہوں نے مطلوبہ شخص کو متحرک دیکھنے اور اس کی مصروفیات معلوم کرنے کے لیے موبائل فون کی طرح اس کے نمبر مخصوص کیے اور اس کی تصویر کو بھی اس کے پاس پہنچنے کا ذریعہ بنایا۔وہ تصویر جب مشین کے اندر پہنچتی تھی تو ایسا لگتا تھا جیسے ٹیلی فون کے نمبر پنچ کیے جارہے ہوں۔دو چار سیکنڈ کے اندر ہی اسکرین پر مطلوبہ شخص نظر آنے لگتا تھا۔

ایشورارا سب سے پہلے اپنی بیٹی اور بیٹے کو دیکھنا چاہتا تھا۔ان کی خیریت معلوم کرنا چاہتا تھا۔اس نے بیٹی کی تصویر مشین میں پش کی۔اسکرین پر تیزی سے نمبر ابھرنے لگے۔زیرو زیرو دون (۰۰۱) یہ نمبر اس کی بیٹی ماؤرا کے لیے وقف ہوگیا۔اگر کبھی ماؤرا کی تصویر پش نہ بھی کی جاتی۔صرف نمبر پش کیے جاتے تو وہ تب اسکرین پر دکھائی دینے لگتی۔

لیکن وہ نظر نہیں آئی۔اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی۔''نو ٹریسنگ...(سراغ نہیں مل رہا ہے)''

وہ پریشان ہوگیا۔کی بورڈ پر اس کی انگلیاں تیزی سے چلنے لگیں۔اس نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔''کیا میری بیٹی زندہ ہے؟''

اسکرین پر جواب ابھرنے لگا۔''یس، شی از الائیو اینڈ بریدنگ سم ویئر...(ہاں۔وہ زندہ ہے اور کہیں سانسیں لے رہی ہے)''

یہ بات سمجھ میں آگئی کہ ماؤرا کہیں چھپی ہوئی ہے یا اسے چھپا دیا گیا ہے اور مشین اس کو سراغ نہیں مل رہا ہے۔اس نے اپنے بیٹے دیدار علی کی تصویر مشین میں پش کی۔اسکرین پر تیزی سے نمبر ابھرنے لگے۔زیرو زیرو ٹو (۰۰۲).....یہ نمبر دیدار علی کے لیے وقف ہوگئے تھے۔

ایشورارا نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔بیٹا اسکرین پر دکھائی دے رہا تھا۔اس وقت کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھا کسی چائنیز ڈش سے لطف اندوز ہورہا تھا۔ایک طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔''میں بچپن سے ماؤرا کے ساتھ رہتا آیا ہوں۔پہلی بار وہ مجھ سے دور ہوئی ہے۔''

وہ جس کرسی کی دیکھ کر بول رہا تھا، کرسی خالی تھی۔وہاں بیٹھی انوشے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔پہلے بھی یہی ہوا تھا۔وہ اپنے بیٹے کا پیچھا کرتا ہوا ممبئی ایئرپورٹ تک گیا تھا۔وہاں بیٹے نے انوشے سے ملاقات کی تھی۔اس سے مصافحہ کیا تھا۔اسے اپنی کار میں بٹھا کر لے گیا تھا لیکن وہ ایشورارا کو نظر نہیں آئی تھی۔اب اسے پورا یقین تھا کہ آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین اسے ضرور اپنی گرفت میں لے گی۔اس نادیدہ کو دیدہ بنا کر اسکرین پر پیش کرے گی۔

وہ مایوس ہورہا تھا۔روحانی قوت کے آگے مشین ناکام ہورہی تھی۔وہ اسے طرح طرح سے آپریٹ کررہا تھا۔کسی بھی طرح سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی کو دیکھ لینا چاہتا تھا لیکن دیکھنا تو دور کی بات ہے' اس کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔اس نے بیٹے کے اندر چپ چاپ پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔معلوم ہوا' وہ واقعی اس کرسی پر بیٹھی ہوئی ہے۔باتیں کررہی ہے مگر اس کی آواز کو وہ غیر معمولی مشین کیچ نہیں کررہی تھی، اس لیے وہ سن نہیں پارہا تھا۔

انوشے نے جو بھی کہا' اس کے جواب میں دیدار علی کہنے لگا۔''اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک پاپا غیر معمولی مشین کے ساتھ اس زمین پر رہیں گے۔تب تک ماؤرا پورس کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں رہے گی؟''

انوشے جواباً کچھ کہہ رہی تھی۔ایشورارا کو بیٹے کی بات سن کر معلوم ہوا' ماؤرا بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔باپ کو اس لیے نظر نہیں آرہی ہے کہ اس غیر معمولی مشین کی اپر وچنگ پاور (قوت رسائی) بابا صاحب کے

ادارے کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس آجاتی ہے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ماؤرا کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ جب سائنس اور ٹیکنالوجی کا نادر نمونہ... وہ غیر معمولی مشین وہاں پہنچ نہیں پا رہی تھی تو پھر سوچ کی لہریں کیسے پہنچ جاتیں؟

یہی غنیمت تھا کہ بیٹا اس ادارے سے باہر تھا اور وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔ اس نے بیٹے کو مخاطب نہیں کیا۔ اگر خیال خوانی کے ذریعے اس سے بات کرتا تو انوشے کو اور پھر بابا صاحب کے ادارے والوں کو معلوم ہو جاتا کہ ایشورارا سیارے سے واپس آگیا ہے۔ ابھی وہ زمین پر اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

بے شک اس کی آمد سے سب بے خبر تھے۔ صرف روحانی قوتوں کے حامل جانتے تھے کہ وہ دنیا کے کس خطے میں پہنچا ہوا ہے؟ لیکن وہ قدرتی معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا چپ چاپ تماشائی بنے ہوئے تھے۔

ایشورارا نے میری تصویر اس مشین میں پیش کی۔ اسکرین پر تیزی سے نمبر ابھرنے لگے۔ زیرو زیرو تھری (۰۰۳)... اس مشین نے میرے لیے یہ نمبر وقف کردیے۔ آئندہ وہ تصویر کے بغیر ان نمبروں کے ذریعے مجھے اسکرین پر دیکھ سکتا تھا... مگر افسوس اسکرین پر تحریر ابھر رہی تھی۔ ''ہی از ناٹ ٹریس ایبل۔ بٹ بریڈنگ سم ویئر (اس کا سراغ نہیں مل رہا ہے مگر وہ زندہ ہے۔ کہیں سانسیں لے رہا ہے)''

ایشورارا سمجھ گیا کہ میں بھی بابا صاحب کے ادارے میں ہوں۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس سے پہلے بھی جو جو ٹریننگ مشین کے ذریعے مجھے تلاش کرتا رہا تھا اور ناکام ہوتا رہا تھا۔

اس بار مشین میں حیرت انگیز تبدیلیاں کی گئی تھیں۔ اب تو مطلوبہ شخص متحرک ہو کر اسکرین پر نظر آنے لگتا تھا اور ابھی وہ اپنے بیٹے کو اسی اسکرین پر متحرک دیکھ چکا تھا۔ ریسٹورنٹ میں آس پاس جو لوگ تھے' وہ بھی دکھائی دے رہے تھے اور ان کی باتیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ صرف میں' انوشے اور ماؤرا اسے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ وہ ہمارے معاملے میں پہلے کی طرح ناکامی سے دوچار ہو رہا تھا۔

اس نے پریشان ہو کر دوسرے بریف کیس کو کھولا۔ وہ کمیونیکیشن مشین تھی۔ اس نے اس کے ذریعے دی گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا۔ اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی۔ وہ میرے' انوشے اور ماؤرا کے متعلق رپورٹ ارسال کرنے لگا ہے کہ یہ تین افراد روحانی قوتوں کے زیر اثر ہیں۔ اس لیے مشین انہیں ٹریس نہیں کر رہی ہے۔ باقی مطلوبہ افراد دکھائی دے رہے ہیں، ان کی باتیں بھی سنائی دے رہی ہیں۔ ان مسلمانوں کو روحانیت کے ناقابل فہم پردے سے باہر لانے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

تھوڑی دیر بعد جوابی تحریر موصول ہوئی۔ گریٹ ایشورارا کہہ رہا تھا۔ ''پہلے مرحلے پر مسلمانوں کو چیلنج نہ کرو۔ مختلف ذرائع سے ان کے طریقۂ کار کو' ان کی قوتوں کو اور ان کی کمزوریوں کو سمجھنے کی کوششیں کرتے رہو۔

یہ بھی ہماری ایک کامیابی ہے کہ ہم نے ان مسلمانوں کو بابا صاحب کے ادارے کی چار دیواری میں قید کردیا ہے۔ وہ لوگ تمہارا اور آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کا سامنا کرنے کے لیے باہر آنے کی جرات نہیں کریں گے۔ بہت بڑی اور ناقابل شکست روحانی قوتوں کو ابھی ایک طرف رکھو۔ سب سے پہلے اس کاہنہ' برائٹ موسس' امریکہ اور یورپ کے اکابرین کی طرف توجہ دو۔ ان سب کو زیر اثر لانے کے بعد جب تم پوری دنیا پر چھا جاؤ گے تو پھر سب ہی مسلمانوں کے خلاف تمہارا ساتھ دیں گے۔ اس وقت ہم طے کریں گے کہ اب بابا صاحب کے ادارے والوں سے کس طرح نمٹا جا سکتا ہے؟''

ایشورارا نے گریٹ ایشورارا کا شکریہ ادا کر کے رابطہ ختم کیا پھر اس نے کاہنہ کی ایک تصویر کو مشین میں پیش کیا۔ اسکرین پر تیزی سے نمبر ابھرنے لگے۔ زیرو زیرو فور (۰۰۴)... یہ نمبر کاہنہ کے لیے وقف ہو گئے تھے۔

چند لمحوں بعد ہی وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگی۔ اس وقت وہ اپنے خفیہ چیمبر میں بیٹھی منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ لمبی سی موم بتی آدھی سے زیادہ پگھل چکی تھی۔ اس سے پتا چل رہا تھا کہ وہ بہت دیر سے عمل میں مصروف ہے۔

ایشورارا نے ایک سی ڈی رائٹر کو اس مشین سے منسلک کر کے آن کیا۔ اب اسکرین پر جو کچھ ہو رہا تھا۔ وہ جو کچھ بول رہی تھی' ان سب کی آڈیو اور ویڈیو ریکارڈنگ ہونے لگی۔

وہ کہہ رہی تھی۔ ''اے پریت آتما! آ... میری ماں اور میری ماں کی ماں' میری نانی ماں اور نانی ماں کی نانی ماں کہا کرتی تھی' جب بہت ہی مشکل گھڑی آجائے' بچاؤ کا کوئی راستہ دکھائی نہ دے تو ایسے وقت تجھ جیسی پریت آتما کو بلانا چاہیے۔ میں زندگی میں پہلی بار تجھے بلا رہی ہوں۔ آ... آ... اور میری مدد کر۔''

تھوڑی دیر بعد ہی اس دھواں دھواں سے ماحول میں ایک نسوانی کرخت سی آواز سنائی دی۔ ''اچھا تُو مجھے پکار رہی ہے... اس مندر سے میرا ہزاروں برس پرانا رشتہ ہے۔ میں تیری ماں' تیری نانی اور پرنانی کے بلانے پر آتی رہی ہوں۔ آج تُو نے پہلی بار پکارا ہے۔ بول... مجھ سے کیا چاہتی ہے...؟''

کاہنہ نے کہا۔ ''میں بہت پریشان ہوں۔ میرا علم اب دشمنوں کے مقابلے میں بے اثر ہونے لگا ہے۔''

پریت آتما بڑی کڑکتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''پراسرار علوم کبھی کمزور نہیں ہوتے۔ تیرا دھیان گیان کمزور ہو گیا ہے یا تجھ سے منتر پڑھنے میں کوئی غلطی ہوتی ہے۔''

''میں بڑے دھیان سے پڑھتی ہوں۔ مجھ سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوتی۔ اپنے کئی دشمنوں کے مقابلے میں ہمیشہ کامیاب ہوتی ہوں لیکن مسلمانوں کے روحانی عمل کے سامنے شرمندگی ہوتی ہے۔ اس بار بھی بری طرح ناکام ہو رہی ہوں۔''

ایشورارا کو پہلی بار معلوم ہوا کہ وہ روحانی عمل کے سامنے ناکام ہو رہی ہے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''پہلی ناکامی تو یہ ہے کہ ایشورارا نے اپنی بیٹی اور بیٹے کو امانت کے طور پر میرے پاس رکھا تھا لیکن روحانی عمل کرنے والی ایک ہستی انہیں مجھ سے چھین کر لے گئی ہے۔''

ایشورارا نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ فضا میں اپنا ہاتھ بلند کرتے ہوئے بول رہی تھی۔ ''میں ایسی ناکامیاں برداشت نہیں کر سکتی۔ دوسری ناکامی یہ ہے کہ میں فرہاد سے دھوکا کھا چکی ہوں۔ وہ بہروپیا میری زندگی میں آیا اور میرے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر چکا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس کی بیٹی کی ماں بننے والی ہوں۔''

ایشورارا کاہنہ کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے سامنے بڑے بڑے انکشافات ہو رہے تھے۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ جسے شکتی والی دیوی ماں سمجھتا ہے' وہ مسلمانوں کے مقابلے میں بری طرح مات کھا رہی ہے۔

وہ کہہ رہی تھی۔ ''پچھلے چالیس دن سے عمل کر رہی پھر بھی مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ بہروپیا فرہاد شوہر بن کر میرے ساتھ ہی ہے۔ جب اس کی اصلیت سامنے آئی تو وہ میرے تہ خانے سے بہت کچھ چرا کر لے گیا۔''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''ایشورارا نے مجھے ایک کمیونیکیشن مشین دی تھی۔ جس کے ذریعے میں اس سے رابطہ کیا کرتی تھی۔ فرہاد اسے بھی چرا کر لے گیا ہے۔ اب وہ کاہنہ بن کر ایشورارا سے رابطہ کرتا ہے۔''

وہ اسکرین پر اسے دیکھ رہا تھا۔ یہ بات سن کر چونک گیا۔ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر سوچنے لگا۔ ''یہ فرہاد بہت ہی مکار اور چالباز ہے۔ اب تک کاہنہ بن کر مجھے دھوکا دے رہا تھا اور میں دھوکا کھا رہا تھا۔ یہ سب اس کاہنہ کی کمزوری کے باعث ہو رہا ہے۔ میں تو اسے مہاشکتی رکھنے والی دیوی ماں سمجھ کر اس کی پوجا کرنے لگا تھا مگر یہ تو گائے کا گوبر ہے۔''

اس وقت وہ پریت آتما کہہ رہی تھی۔ ''جو کتاب مقدر میں لکھا تھا' وہ ہو رہا ہے۔ تُو تقدیر سے لڑتے لڑتے روحانی قوتوں سے لڑنے لگی۔ مجھ جیسی آتما پاکیزہ روحانی عمل کے خلاف کچھ نہیں کر پائے گی۔ باقی دنیا کی جتنی بھی منہ زور قوتیں ہیں' میں ان کے خلاف تیرے کام آسکتی ہوں۔''

''میں چاہتی ہوں' ایشورارا اور موسس میرے خلاف جو بھی قدم اٹھائیں۔ اس میں وہ ناکام ہوتے رہیں، مجھے ان سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔''

''تُو میرا من پسند منتر پڑھتے ہوئے اس کمرے میں دیکھ..... تجھے کوئی چیز نظر آئے گی۔''

وہ ایک منتر کا جاپ کرنے لگی پھر سر اٹھا کر دیکھا۔ عود و عنبر کا دھواں کمرے میں بھرا ہوا تھا اور سامنے ایک سرخ دھاگہ ادھر سے ادھر لہرا رہا تھا۔ وہ اس پر نظریں جمائے منتر پڑھتی رہی۔ حتیٰ کہ وہ دھاگا اس کے قدموں میں آکر گر پڑا۔

پریت آتما نے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''اس دھاگے کو اپنے بائیں بازو پر باندھ لے۔ دنیا کا کوئی پراسرار علم تجھے مغلوب نہیں کر سکے گا۔''

وہ دھاگے کو اٹھا کر اپنی پیشانی سے لگاتے ہوئے بولی۔ ''ایشورارا نے پراسرار علم نہیں جانتا۔ وہ اپنی سائنس اور ٹیکنالوجی کی صلاحیتوں سے مجھ پر غالب آئے گا۔''

''بے شک' وہ غالب آنے کی کوشش کرے گا مگر تجھے زیر نہیں کر پائے گا۔ میں نے کہا نا..... صرف پاکیزہ روحانی عمل کے خلاف کچھ نہیں کر پاؤں گی اور نہ ہی تجھے اس قوت کے خلاف کچھ کرنا چاہیے۔ باقی تمام قوتیں اس دھاگے کے آگے بے اثر ثابت ہوں گی۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''دھنے ہو، میں تیرا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ اس لال دھاگے کو ہمیشہ اپنے بازو سے باندھے رکھوں گی۔''

اس پریت آتما کی آواز وہاں سے دور ہونے لگی۔ ''میں جا رہی ہوں۔ نہ تُو کسی سے مات کھائے گی۔ نہ تجھے میری ضرورت پڑے گی۔ میں اب نہیں آؤں گی۔ میں جا

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

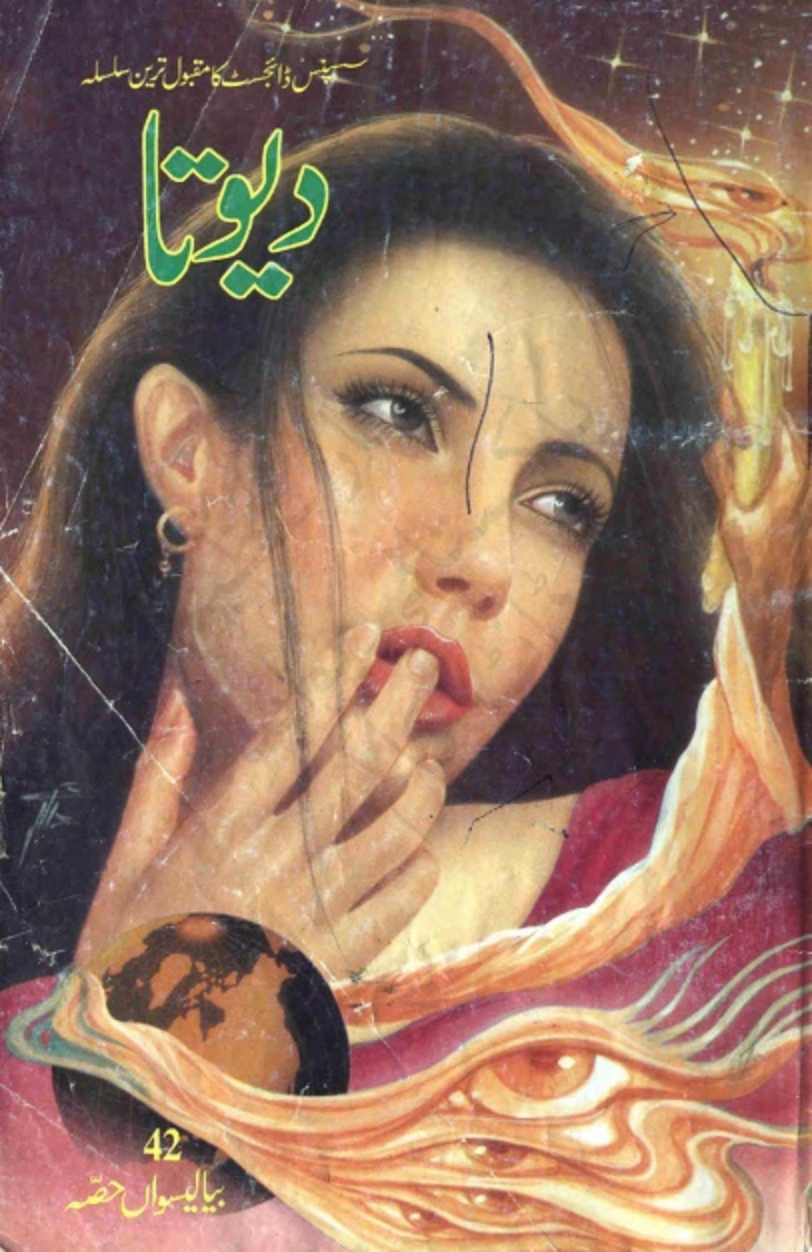

42

بیالیسواں حصّہ

رہی ہوں..... میں جا رہی ہوں۔''

پھر وہ آواز گم ہوگئی۔ کاہنہ نے اپنی ایک داسی کو بلا کر کہا۔ ''میرے سامنے آ کر بیٹھ اور جو منتر تجھے بتا رہی ہوں' اسے پڑھتی جا۔''

اس نے چھ الفاظ پر مشتمل ایک منتر پڑھا۔ داسی نے اسے یاد کرلیا۔ کاہنہ نے لال دھاگا اسے دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ منتر پڑھتے ہوئے اس دھاگے کو میرے بازو پر باندھ اور یہاں سے چلی جا۔''

داسی نے حکم کی تعمیل کی۔ دھاگا اس کے بازو پر باندھ کر وہاں سے چلی گئی۔ ایشورارا اسکرین پر اسے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ''یہ پراسرار علوم میں بڑی زبردست مہارت رکھتی ہے۔ میں پہلی بار اس کے خفیہ چیمبر میں گھس کر اس کا یہ کمال دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کسی پریت آتما کو بلایا تھا۔ وہ ہماری اسکرین پر نظر نہیں آئی مگر اس کی آواز سنائی دیتی رہی۔ اگر یہ لال دھاگا واقعی پراسرار قوت رکھتا ہے تو اسے آزمانا چاہیے۔ اگر یہ میرے مخالفانہ اقدامات سے محفوظ رہے گی تو میں اسے پھر سے مہاشکتی رکھنے والی دیوی ماں تسلیم کرلوں گا۔'' پھر وہ سوچنے لگا۔ ''لیکن اس سے دوستی کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ روحانی قوتوں کے خلاف ہمارا ساتھ نہیں دے سکے گی۔ ہم ان کے خلاف کوئی قدم اٹھائیں گے تو پیچھے ہٹ جائے گی۔ ایسی کسی سمت نہیں جائے گی' جہاں اس کا لال دھاگا بے اثر ہو جائے .....'' اس نے سوچا۔ ''پہلے اس لال دھاگے کو آزماؤں گا پھر دی گریٹ ایشورارا سے ہدایت طلب کروں گا کہ کاہنہ کے سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟''

وہ ابھی خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا لال دھاگے کے متعلق یہ طے کیا کہ اسے پھر کسی وقت آزمائے گا۔ کاہنہ اپنے خفیہ چیمبر میں جو کچھ کرتی رہی تھی' وہ سارے مناظر سی ڈی رائٹر کے ذریعے ریکارڈ ہو چکے تھے۔ پھر اس نے موسس کی تصویر پش کی۔ اسکرین پر نمبر ابھرنے لگا۔ زیرو زیرو فائیو (۰۰۵)..... یہ نمبر موسس کے لیے وقف ہو چکا تھا۔ آئندہ اسی نمبر کے ذریعے اسے کسی وقت بھی اسکرین پر دیکھا جا سکتا تھا۔

اس وقت وہ اپنے بیٹے ڈینی کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا۔ ایشورارا پہلی بار ڈینی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے ایک بٹن دبایا تو اس کی تصویر اتر گئی۔ دوسرا بٹن دباتے ہی وہ تصویر پرنٹر کے ذریعے باہر آ گئی۔ آئندہ وہ جب چاہتا موسس کے بیٹے تک پہنچ سکتا تھا۔

اس وقت وہ کار ڈرائیو کر رہا تھا اور موسس اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دونوں ایئر پورٹ کی طرف جا رہے تھے۔ ایشورارا سی ڈی رائٹر کو آن کر چکا تھا۔ ان باپ بیٹے کی باتیں اور وہاں کے تمام مناظر ریکارڈ ہو رہے تھے۔

ڈینی کہہ رہا تھا۔ ''آپ لوگ ایشورارا سے کچھ زیادہ ہی سہم گئے ہیں۔ دن رات حفاظتی انتظامات میں مصروف رہتے ہیں۔ مجھ پر نجانے کیا کیا عمل کر چکے ہیں پھر بھی یہاں سے دور بھگا رہے ہیں؟''

موسس بولا۔ ''تم میرے ایک ہی بیٹے ہو۔ میرا کل سرمایہ ہو۔ میں نہیں چاہتا کاہنہ اور ایشورارا کسی بھی بہانے تم تک پہنچیں اور تمہارے حوالے سے مجھے کمزور بنا دیں۔''

''کیا میں تل ابیب سے دور جا کر محفوظ رہ سکوں گا؟ کیا دشمن مجھ تک پہنچ نہیں پائیں گے؟''

''میری یہی کوشش ہے کہ کسی دشمن کا سایہ بھی تم تک پہنچ نہ پائے۔ تم محتاط رہو گے، کبھی مجھ سے فون پر بھی رابطہ نہیں کرو گے۔ وہاں نئی سوسائٹی میں کسی کو یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم میرے بیٹے ہو اور تمہارا نام ڈینی ہے۔ تم ایک نئے نام' نئی شخصیت کے ساتھ وہاں زندگی گزارو گے۔''

ایشورارا یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ موسس نے اس کے خلاف فی الوقت کیا کرتا پھر رہا ہے؟

اگر وہ اکابرین کے ساتھ ہوتا تو متحدہ تنظیم کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو جاتا۔ ابھی تو یہ زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی کہ وہ اس کے بیٹے ڈینی تک پہنچ گیا تھا اور وقتِ ضرورت بیٹے کے ذریعے باپ کو کمزور بنا سکتا تھا۔

اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ''جاؤ بیٹے! جہاں جا کر چھپنا چاہتے ہو' چھپ جاؤ۔ جب ضرورت ہوگی تو میں تمہیں بل سے کھینچ لاؤں گا۔''

وہ دونوں ایئر پورٹ پہنچ گئے تھے۔ وہاں بیٹا باپ سے رخصت ہو رہا تھا۔ ایشورارا انہیں اسکرین سے مٹانا چاہتا تھا کہ اسے فون کا بزر سنائی دیا۔ موسس نے ننھی سی اسکرین پر نمبر پڑھے پھر فون کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''یس برین ماسٹر! کیا کچھ کہنا چاہتے ہو؟ کیا اس آلۂ کار کے اندر آ جاؤں؟''

اس نے دوسری طرف کی باتیں سن کر کہا۔ ''او کے میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔''

موسس کا ایک آلۂ کار تھا۔ جس کے دماغ میں جا کر وہ کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے باتیں کرتا تھا۔ اب سے پہلے ایشورارا ابھی کئی بار اس آلۂ کار کے اندر پہنچ کر موسس سے گفتگو کر چکا تھا۔ وہ اسی لمحے اس آلۂ کار کے

اندر پہنچ گیا۔ وہاں موسس کی آواز سنائی دی۔ ''یس ماسٹر! کیا کہنا چاہتے ہو؟''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''آپ نے وعدہ کیا تھا' میری بیوی اور بیٹے کے دماغ کو اپنی روحانی قوتوں سے اس طرح لاک کریں گے کہ سیارے والے اور مسلمان روحانی عمل کرنے والے بھی ان کے اندر پہنچ نہیں پائیں گے۔''

اس نے کہا۔ ''بے شک، میں جو وعدہ کرتا ہوں' اسے ضرور پورا کرتا ہوں۔ تم اطمینان رکھو۔ تمہاری بیوی اور بیٹے کے دماغ مقفل ہو چکے ہیں۔ ہمارا تمہارا کوئی دشمن ان کے اندر پہنچ نہیں پائے گا۔''

اس وقت ایشورارا کی انگلیاں کی بورڈ پر چل رہی تھیں۔ اسکرین پر تحریر ابھر رہی تھی۔ وہ اس مشین سے کہہ رہا تھا۔ ''برین ماسٹر کو اس کی آواز کے ذریعے ٹریس کیا جائے...''

اسکرین پر جوابی تحریر ابھرنے لگی۔ ''برین ماسٹر کی آواز کو کیچ کرلیا گیا ہے۔ ابھی وہ خیال خوانی کے ذریعے بول رہا تھا۔ جب کسی کے روبرو اپنی زبان کھولے گا تو اسکرین پر دکھائی دینے لگے گا۔ اسے فالو کیا جا رہا ہے.... انتظار کرو۔''

وہ مشین کے سامنے بیٹھا اپنے ماتحتوں سے باتیں کرتا رہا۔ اس کے تمام ماتحت باری باری رپورٹ دے رہے تھے کہ وہ کس طرح فرائض ادا کر رہے ہیں۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک ماتحت نے چونک کر کہا۔ ''وہ... کچھ لوگ اسکرین پر نظر آ رہے ہیں۔''

ایشورارا نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک ادھیڑ عمر کا شخص اپنی بیوی اور جوان بیٹے کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی آواز سنتے ہی پتا چل گیا کہ وہ برین ماسٹر ہے' اپنی بیوی اور بیٹے سے کہہ رہا تھا۔ ''پیشوائے اعظم نے کہا ہے' تمہارے دماغوں کو مقفل کر دیا گیا ہے۔ تم دونوں مطمئن ہو کر فرینکفرٹ چلے جاؤ۔''

ایشورارا نے ایک بٹن دبا کر ان تینوں کی تصویریں اتار لیں۔ دوسرا بٹن دباتے ہی ان کے پرنٹ نکل آئے۔ اس نے مشین کو فاتحانہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہماری سب سے فخریہ ایجاد ہے۔ ہم گھر بیٹھے دوسرے گھروں کا تماشا دیکھ لیتے ہیں۔ یہ گھر گھر کی بھیدی ہے۔ برین ماسٹر کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ اس مشین نے اسے ہمارے روبرو پہنچا دیا ہے۔ دنیا والے نہیں جانتے' وہ کون ہے؟ اس کا حلیہ کیا ہے؟ مگر ہم جان گئے ہیں۔''

ایشورارا اپنے ماتحتوں کے ساتھ بہت خوش تھا۔ وہ سب ہنس بول رہے تھے۔ کھا پی رہے تھے۔ سیر و تفریح کے لیے اچھا خاصا وقت نکال رہے تھے اور بڑے آرام سے اس مشین کے ذریعے ایک ایک کر کے اپنے تمام دشمنوں تک پہنچ رہے تھے۔

اس کے چار ماتحت پہلے سے یہاں موجود تھے۔ اس بار وہ چوبیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ساتھ لایا تھا۔ اس کے اٹھائیس ماتحت اس دنیا میں پہنچ چکے تھے۔ بگولا اور بے تابِ تل ابیب اور گوانزا سے آ گئے تھے۔ اب انہیں مختلف ملکوں میں جا کر رہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ معلومات حاصل کرنے کے لیے وہ آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کافی تھی۔ وہ اپنے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھ کر پلک جھپکتے ہی ساری دنیا کے گھروں کے اندر پہنچ سکتے تھے۔

یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ اس مشین کی حقیقت جب دنیا والوں کو معلوم ہوگی تو ان کا سکون برباد ہو جائے گا، راتوں کی نیندیں اڑ جائیں گی۔

ان سیارے والوں کی سب سے بڑی کمزوری عورت تھی۔ وہ اس دنیا کی حسین و جمیل عورتوں کو دیکھ کر للچاتے تھے۔ پچھلی بار جو جو اور اس کے دو ساتھی عورتوں کے چکر میں مارے جا چکے تھے۔ ایشورارا بھی اسی چکر میں پھنسنے والا تھا لیکن عین وقت پر کاہنہ نے اسے بتا دیا تھا کہ میں اور ثنا اس کی داشتاؤں کے ذریعے اس کے قریب پہنچنے والے ہیں۔ تب سے وہ محتاط ہو گیا تھا۔ یہ طے کر چکا تھا کہ آئندہ سیارے سے واپس آئے گا تو اپنے لوگوں کے دل و دماغ سے ان خواہشات کو نکال پھینکے گا۔

اس بار انہوں نے ایسا انجکشن تیار کیا تھا جس کے اثر سے... ایک ہفتے تک ان کے اندر عورتوں کی طلب نہ ہوتی۔ اگر ہوتی بھی تو ان سے کترا جاتے۔ ایشورارا اپنے ساتھ ایسے انجکشنز کا ذخیرہ لایا تھا۔

اس نے بھی وہی انجکشن لگوایا تھا جس کے نتیجے میں وہ اپنے ماتحتوں کی طرح ایک ہفتے تک عورتوں سے بے نیاز رہنے والا تھا۔

ایک پہلو سے یہ احتیاطی تدبیر بہت اچھی تھی۔ ہم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی عورت کو آلۂ کار بنا کر ان کے اندرونی معاملات اور مصروفیات تک پہنچ نہیں سکتا تھا مگر اس سلسلے میں ایک قباحت تھی۔ ایک ہفتے بعد جب انجکشن کا اثر زائل ہوتا تو انہیں دوبارہ وہی انجکشن لگوانا پڑتا۔ اگر وہ مسلسل ایک ماہ یا دو ماہ تک انجکشن لگواتے رہتے تو پھر ہمیشہ کے لیے مردانگی سے خالی ہو جاتے اور وہ اپنا اتنا بڑا نقصان

Pakistani Point
Waqar Azeem

نہیں کرنا چاہتے تھے۔

لہٰذا یہ طے کیا گیا کہ ہر انجکشن کے بعد ایک ہفتے کا وقفہ دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ایسی دوائیں استعمال کی جائیں گی' جن کے باعث پچھلے انجکشن کا اثر بالکل ختم ہوجائے۔ تب ایک ہفتے بعد وہی انجکشن لگایا جائے گا جو انہیں عورتوں سے دور رکھے گا۔

ان احتیاطی تدابیر کے باوجود عورتیں بہت بڑا مسئلہ بن گئی تھیں۔ ایسا ڈھول بن گئی تھیں جسے بجانا نہیں چاہتے تھے اور بجائے بغیر رہ بھی نہیں سکتے تھے۔ انجکشن انہیں عارضی طور پر پارسا بنائے رکھتا مگر یہ اندیشہ تھا کہ اس کے مسلسل استعمال سے وہ ہمیشہ کے لیے زنخے بن کر رہ جائیں گے۔

وہ لوگ سیارے میں بہت خوش تھے۔ جنسی مسائل ہوں یا معاشی مسائل... انہیں آسانی سے سلجھا لیا جاتا تھا۔ وہاں ہر طرح کی سہولتیں تھیں۔ کسی بھی معاملے میں نہ کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی اور نہ کسی طرح کی پریشانی لاحق ہوتی تھی۔

انہیں یہ معلوم تھا کہ ہماری دنیا مصائب کا گڑھ ہے۔ یہاں خوشی ملتی ہے تو غم بھی ملتے ہیں۔ راحت کے بعد تکلیف لازمی ہوتی ہے۔ ناکامی کامیابی کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ لاکھ جتن کرو۔ ہزار تدابیر کرو مگر کہیں نہ کہیں سے کسی نہ کسی حوالے سے مسائل پیدا ہو ہی جاتے ہیں۔ میری مثال ان کے سامنے تھی۔ وہ اپنی ایک مشین کے ذریعے یہاں آتے ہی دشمنوں پر حاوی ہونے والے تھے۔ کامیابی ان کا مقدر بننے والی تھی لیکن ان کے ساتھ ناکامی بھی چل رہی تھی۔ آثار بتا رہے تھے کہ وہ عورتوں کے معاملے میں بری طرح الجھنے والے ہیں۔

ابھی ایک ہفتے تک کوئی خاص مسئلہ نہیں تھا۔ وہ اس دنیا کے تمام اعلیٰ اور اہم اکابرین کے گھروں میں پہنچ رہے تھے۔ دن میں دو چار گھنٹے مشین کے سامنے مصروف رہتے تھے پھر جو معلومات حاصل ہوتیں ان پر غور کرتے تھے۔ آپس میں مشورے کرتے تھے کہ کاہنہ، موسس' برین ماسٹر اور دوسرے تمام اکابرین سے کس طرح نمٹا جائے گا؟

شام ہوتے ہی وہ تفریح کے لیے نکل جاتے تھے۔ شہر کے مختلف حصوں میں گھومتے پھرتے تھے۔ نائٹ کلبوں میں جا کر ڈسکو اور کیبرے ڈانس دیکھتے تھے۔ شہر میں ہر جگہ ایک سے بڑھ کر ایک حسین عورت دکھائی دیتی تھی۔ ان کے قریب جانے اور انہیں چھونے کو جی چاہتا تھا مگر شرمندگی کے خیال سے کترا جاتے تھے۔

ان سب نے یہ طے کیا تھا کہ انجکشن کا اثر زائل ہوگا تو ایک دو ہفتے تک دوسرا انجکشن نہیں لگائیں گے۔ اس شہر سے سینکڑوں میل دور جا کر عیش و عشرت میں راتیں گزاریں گے اور صبح تک واپس آجایا کریں گے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے' جب وہ اپنے مخصوص جوتے پہن کر تیزی سے لمبا سفر طے کرنا چاہتے تو تیر کی طرح ہوا سے باتیں کرتے ہوئے ایک ڈیڑھ گھنٹے میں دو سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیتے تھے۔ ان کے وہ مخصوص جوتے سیارے کے سائنس دانوں نے تیار کیے تھے۔ وہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے بائیک یا موٹر کار وغیرہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ وہ جوتے تیز رفتاری سے اور بڑے آرام سے انہیں میلوں دور تک پہنچا دیا کرتے تھے۔

انہیں یہ سہولت حاصل تھی کہ وہ ایک رات عیش و عشرت میں گزارنے کے لیے سن سٹی شہر سے دو چار سو میل کے فاصلے پر چند گھنٹوں میں جا سکتے تھے۔ کسی دوسرے شہر میں رات گزار کر دوسری صبح واپس آسکتے تھے۔ کوئی ان پر شبہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ گناہ کا کھیل کھیلنے کے لیے راتوں رات ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہیں اور صبح ہونے تک واپس چلے آتے ہیں۔

ایشورارا ایک ہفتے کے اندر تقریباً تمام اکابرین تک پہنچ گیا۔ ان کے ساتھ ان کی بیویوں اور بچوں کی تصاویر بھی حاصل کر لیں۔ امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر تک پہنچنے کے بعد پتا چلا کہ اس جیسے پانچ اعلیٰ افسران یوگا کے ماہر ہیں اور چار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی ہدایات کے مطابق عمل کرتے رہتے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے سامنے حاضر ہوتے تھے اور اہم احکامات حاصل کرتے تھے۔

ایشورارا نے مشین کے ذریعے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیچ کر لیا اور ان کے بیوی' بچوں تک بھی پہنچ گیا۔ اگر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے سے باہر ہوتے تو وہ کم بخت انہیں بھی اپنی مشین کے ذریعہ کیچ کر لیتا۔

وہ ایک ہفتے کے اندر تمام اکابرین کی اور تمام پراسرار علوم جاننے والوں کی کمزوریوں تک پہنچ گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے سب سے پہلے کاہنہ کی طرف توجہ دی۔ وہ اس کے سرخ دھاگے کو آزمانا چاہتا تھا۔ اس کے پاس آنے والی پریت آتما نے کہا تھا کہ جب تک وہ دھاگہ اس کے بازو سے بندھا رہے گا' تب تک وہ اپنے دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رہے گی۔

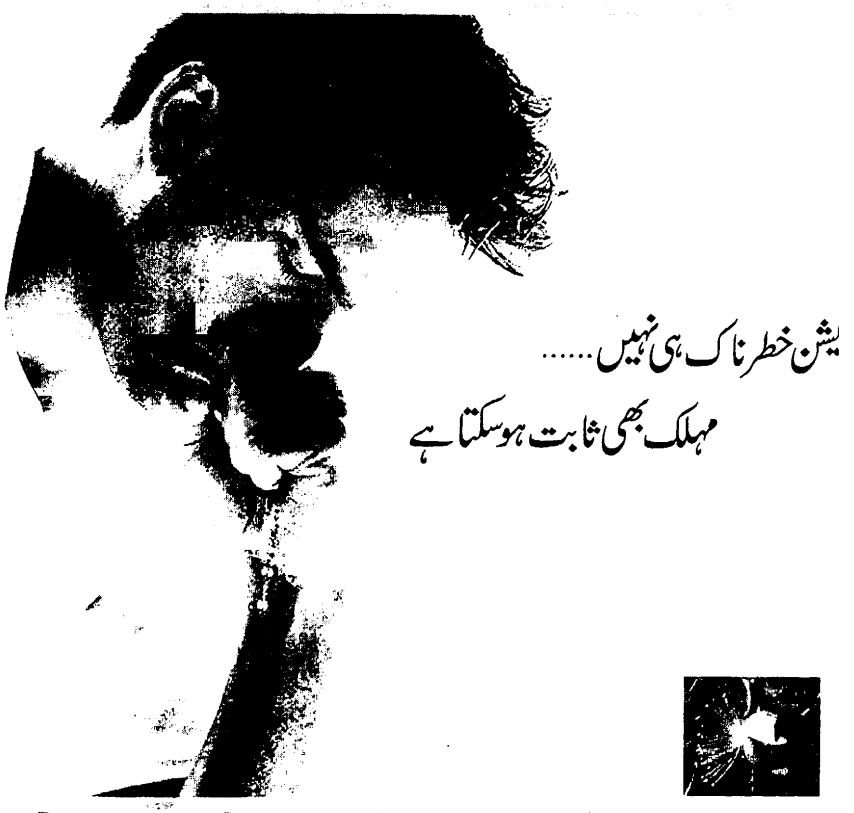

یشن خطرناک ہی نہیں.....

مہلک بھی ثابت ہوسکتا ہے

Pressure Stress Dead line

لیکان

مایوسی اور اداسی سے نجات

ڈیپریشن (یاسیت) ایک نفسیاتی مسئلہ ہے جس میں کوئی بھی عام فرد کسی نہ کسی درجہ مبتلا رہتا ہے ہمارے ہاں اسے عموماً سے بیماری نہیں سمجھا جاتا۔ اس کی مختلف علامتیں ہیں مثلاً ذہن ہر وقت تناؤ کا شکار رہتا ہے کوئی انجانا خوف یا پریشانی سوار رہتی ہے جس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں ہوتی، مزاج میں اداسی، کام میں دل کا نہ لگنا، طبیعت میں چڑچڑا پن، نقصان کا اندیشہ یا موت کا خوف اس کی اہم علامات ہیں۔ لیکان ڈیپریشن سے متعلق مسائل کا بہترین حل ہے۔ لیکان دنیا کی مشہور ہربل دوا (Hypericum perforatum) St! Jhon's Wort سے حاصل شدہ جز ہے جو بہترین نتائج کے ساتھ ساتھ نہ صرف مضر اثرات سے محفوظ ہے بلکہ صحت یابی کے بعد مریض اس کا عادی نہیں ہوتا۔

SCHWABE

AVAILABLE AT ALL LEADING MEDICAL & HOMEOPATHIC STOR

Dr. Hamid General Homoeo (Pvt.) Ltd.

KARACHI : Tel : 2628754, 2211895 LAHORE : Tel : 6304657, 6363664

A researched product

Dr. Willmar Schwabe, Ger

اس نے مشین میں اس کے نمبر پنچ کیے تو وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگی۔ اس وقت مندر کے پجاریوں اور پروہتوں سے کہہ رہی تھی۔ ''مندر کے باہر جتنے بھی عقیدت مند ہیں' ان سے کہہ دو... میں آج رات نو بجے درشن دوں گی..... جو ضرورت مند ہوں گے' ان کی ضرورتیں پوری کروں گی..... جو بیمار ہوں گے' ان کا علاج کروں گی۔''

ایشورارا اسے اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی' اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ اس نے مسکرا کر اسکرین کو آف کر دیا۔ اگر وہ خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ کرتا تو وہ محتاط ہو جاتی اور اس کے بارے میں مزید کچھ معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ رات نو بجے اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ اگر وہ زندہ رہ جاتی تو ایشورارا مان لیتا' اس سرخ دھاگے نے اسے بچایا ہے۔ یہ یقین ہو جاتا کہ آئندہ بھی وہ کسی طرح پراسرار علوم کے ذریعے اپنی حفاظت کر سکتی ہے اور اپنے دشمنوں کو کمتر بنا سکتی ہے۔

اس نے گوانزا کے ایک مجرمانہ ذہن رکھنے والے شخص کو آلۂ کار بنا کر شام سے پہلے ہی اس مندر کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے اپنے لباس میں ایک ریوالور چھپا رکھا تھا۔ رات کے نو بجے وہ بھی عقیدت مندوں کی بھیڑ میں مندر کے اندر پہنچ گیا۔ ایسے وقت ایشورارا نے آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کو آن نہیں کیا۔ بار بار اُسے استعمال کرنا ضروری نہیں تھا۔ یوں بھی وہ اپنے آلۂ کار کے ذریعے اس مندر میں پہنچا ہوا تھا۔

تمام عقیدت مند کاہنہ کے منتظر تھے۔ وہ مقررہ وقت پر اس بڑے بت کے پیٹ سے نکل کر اپنے چاہنے والوں کے سامنے آ گئی۔ ایشورارا اس آلۂ کار کے ذریعے دیوی کو دیکھ رہا تھا۔ یہ سننا ضروری نہیں تھا کہ وہ اپنے عقیدت مندوں سے کیا بولنے والی ہے اور ان کے لیے کیا کرنے والی ہے؟ اسے تو اپنا کام کر گزرنا تھا۔

جب وہ باوقار انداز میں چلتی ہوئی اونچے سے چبوترے پر پہنچی تو اس آلۂ کار نے فوراً ہی لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر نشانہ لے کر ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی کاہنہ کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ نشانہ پکا تھا' اس کے سینے سے لہو اُبلنے لگا۔ وہ چکرا کر گر پڑی۔

مندر میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ کتنے ہی پجاری' پروہت اور عقیدت مند اس کی طرف دوڑے۔ ایشورارا ڈولتی ہوئی سانسوں میں اس کے اندر پہنچ کر کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ وہ دماغی طور اپنی جگہ حاضر ہو کر حیرانی سے سوچنے لگا۔ ''اس کے سینے پر گولی لگی ہے۔ وہ دم توڑنے والی ہے۔ ایسے میں سانس کیسے روک سکتی ہے؟ کیا وہ سرخ دھاگا اس مرنے والی کو زندگی دے رہا ہے؟''

اس نے فوراً ہی مشین کو آن کیا۔ کاہنہ کے نمبر پنچ کیے۔ وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگی۔ وہ اپنے تہ خانے میں صحیح سلامت تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کر چکی تھی کہ اس کی ڈمی کاہنہ کو کسی نے گولی مار دی ہے۔ ایک تو اس کی موت نے پریشان کیا اور دوسری یہ بات پریشان کر رہی تھی کہ ابھی چند لمحوں پہلے کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ وہ جلتی ہوئی موم بتی کی لو کو دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھا کر پوچھ رہی تھی۔ ''ابھی کون آ رہا تھا؟ کس نے میری ڈمی کو گولی ماری ہے؟''

یہ باتیں سنتے ہی وہ سمجھ گیا کہ کاہنہ کے دھوکے میں اس کی ڈمی کو ہلاک کیا گیا ہے اور وہ زندہ سلامت اس تہ خانے میں موجود ہے۔ اگر وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے آلۂ کار کے اندر موجود نہ رہتا۔ اس مشین کو آن کر کے اس کی اسکرین پر کاہنہ کو دیکھتا رہتا تو اسی وقت پتا چل جاتا کہ اصل کاہنہ اپنے خفیہ چیمبر میں ہے۔ مقدر کی ایک ذرا سی ہیرا پھیری نے اسے بچا لیا تھا۔

ایشورارا کے ذہن میں سوال پیدا ہوا۔ ''کیا یہ میری غلطی سے بچ گئی ہے یا ابھی اس کے مقدر میں زندگی لکھی ہے؟ یا پھر اس دھاگے نے اسے بچا لیا ہے؟''

سوچنے سمجھنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ اتفاقاً بچ گئی ہے۔ وہ پھر اس سرخ دھاگے کو آزمائے گا۔

اس وقت وہ محتاط ہو کر سوچ رہی تھی۔ ''میرا ایسا کونسا دشمن ہے جو یہاں تک پہنچ گیا ہے؟ مجھے گولی مارنے کے بعد میرے اندر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے اس کا کھوج لگانا چاہئے؟''

ایشورارا اسے اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ انتظار کر رہا تھا کہ وہ انجانے دشمن کے بارے میں جاننے کے لیے کیا کرنے والی ہے؟

کاہنہ نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مجھ تک پہنچنا چاہا لیکن میں بابا صاحب کے ادارے میں تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر پوچھا۔ ''فرہاد! کیا ابھی تم میرے دماغ میں آنا چاہتے تھے؟''

میں نے کہا۔ ''میں تمہارے دماغ میں آ کر کیا کروں

گا؟ جبکہ فی الحال تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تمہیں میری ضرورت ہے تو بتاؤ' وہ کون ہو سکتا ہے جو تمہارے دماغ میں آنا چاہتا تھا؟''

کاہنہ فون کے ذریعے میری جو آواز سن رہی تھی۔ اس آواز کو ایشورارا کی مشین واضح کر کے سنا رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے' کس نے میرے اندر آنے کی کوشش کی تھی؟ موسس اچھی طرح جانتا ہے' میں اسے اپنے اندر نہیں آنے دوں گی۔ اس سے بات کرنا بھی پسند نہیں کروں گی پھر وہ فون کے ذریعے رابطہ کر سکتا ہے۔ ایشورارا سیارے سے واپس نہیں آیا ہے۔ شاید ایک دو روز میں یہاں پہنچنے والا ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے آج تک مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ کبھی کوئی بات نہیں کی۔ میرے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ ابھی کس نے میرے اندر آنے کی کوشش کی تھی؟ یہ معلوم نہیں ہو گا تو میری بے چینی بڑھتی جائے گی۔''

میں نے کہا۔ ''اپنی بے چینی ختم کرو اور میری بات کا یقین کرو۔ ایشورارا ہماری زمین پر پہنچ چکا ہے۔ فی الحال کسی مصلحت کی بنا پر خود کو ظاہر نہیں کر رہا ہے۔''

وہ بولی۔ ''اوہ! میں اپنے معاملے میں الجھی ہوئی ہوں۔ تمہیں یہ بتانا بھول ہی گئی کہ کسی نے میری ڈمی کو کاہنہ سمجھ کر گولی ماری ہے۔ وہ مندر میں عقیدت مندوں کو درشن دے رہی تھی۔''

''میری باتیں توجہ سے سنو۔ اگر میرے اندازے کے مطابق ایشورارا یہاں پہنچ چکا ہے تو اسے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ماؤرا اور دیدار علی تمہاری تحویل میں نہیں ہیں۔ ان حقائق کے پیش نظر سوچو' کیا اسے تم پر غصہ نہیں آئے گا؟ وہ تمہیں کمزور اور بے مصرف سمجھ کر مار ڈالنے کی کوشش نہیں کرے گا؟''

''نہیں فرہاد! تم مجھے ڈرا رہے ہو۔ وہ اچانک مجھ پر قاتلانہ حملہ نہیں کرے گا۔ پہلے وضاحت طلب کرے گا۔ مجھے صفائی پیش کرنے کا موقع دے گا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

''تو پھر سر پکڑ کر سوچتی رہو' اس ڈمی پر کس دشمن نے حملہ کیا اور کون تمہارے اندر آنا چاہتا تھا؟ جب میری بات درست ثابت ہو تو فون پر سوری کہہ دینا۔''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایشورارا آرام سے بیٹھا اسکرین پر کاہنہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذریعے میری آواز سن رہا تھا۔ اس بات کا افسوس تھا کہ وہ مشین بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ کر مجھے اسکرین پر نہیں لا سکتی تھی۔ یہ اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ وہ مجھے اپنا یار و مددگار بنا چکی ہے۔ برے وقت میں مجھے یاد کرتی ہے اور مجھ سے مشورے لیتی ہے۔

وہاں مندر میں ایشورارا کے اس آلۂ کار کو پکڑ کر خوب پیٹا گیا تھا۔ عقیدت مندوں نے غصے میں آ کر اسے لاتوں گھونسوں سے اور ڈنڈوں سے مار مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ پجاری اور پروہت ڈمی کاہنہ کی لاش کو مندر کے اندرونی حصے میں لے گئے تھے پھر وہاں اصل کاہنہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔

وہ بولی۔ ''میں ہزاروں سال سے زندہ ہوں اور زندہ رہوں گی۔ کوئی دشمن مجھے مار نہیں سکتا۔ اس بیچاری کی لاش کو جنگل میں لے جا کر جلا دو اور اعلان کرو کہ عقیدت مند مندر میں واپس آئیں۔ کاہنہ انہیں درشن دے گی۔''

اس کے حکم کے مطابق اعلان کیا گیا۔ تمام عقیدت مند دوڑے دوڑے مندر میں چلے آئے۔ شدید حیرانی سے دیکھنے لگے کہ کاہنہ دیوی زندہ سلامت اسی بت کے پیٹ سے نکل کر آ رہی ہے۔ تمام عقیدت مند اس کی جے جے کار کہتے ہوئے سجدے میں گر پڑے۔

اس نے کہا۔ ''اپنے سر اٹھاؤ اور مجھے اچھی طرح دیکھ لو۔ سب ہی جانتے ہیں' میں ہزاروں سال سے زندہ ہوں۔ نہ کوئی مجھے مار سکتا ہے' نہ میں کبھی مر سکتی ہوں۔ میں نے تمہاری تسلی کے لیے درشن دیے ہیں۔ میرے جس دشمن کو تم لوگوں نے ہلاک کیا ہے' اس کے پیچھے بھی کئی دشمن ہیں۔ میں انہیں نیست و نابود کرنے جا رہی ہوں۔''

اس نے آشیرباد دینے کے انداز میں ہاتھ اٹھایا پھر پلٹ کر اسی بت کے پیٹ میں جا کر سب کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس طرح اس نے درشن دے کر عقیدت مندوں کے سامنے اپنا بھرم رکھا اور ان کے دلوں میں مزید عقیدت پیدا کر دی تھی مگر اندر ہی اندر پریشان تھی کہ کون اس سے دشمنی کر رہا ہے؟

ایشورارا اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ وہ تہ خانے میں پہنچ کر لباس بدل رہی تھی اور اپنے سفری بیگ میں سامان رکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ ایک سرنگ کے راستے سے کہیں جا رہی تھی۔ اس نے یہ سوچ کر اسکرین کو آف کر دیا کہ جب وہ کہیں پہنچے گی تو اس پر پھر قاتلانہ حملہ کرایا جائے گا۔

اسے اپنی غیر معمولی مشین پر ناز تھا۔ یہ یقین تھا کہ وہ گھر بیٹھے اسکرین پر جس دشمن کو نشانہ بنانا چاہے گا' اسے یہ

آسانی خاک میں ملا دے گا۔ کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ تقدیر بھی اس کے آگے ہار جائے گی۔

وہ دو گھنٹے بعد گوانزا کے ایک ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ فون کے ذریعے لندن جانے کے لیے ایک سیٹ بک کرا رہی تھی۔ فلائٹ دوسری صبح جانے والی تھی۔ وہ اس کمرے میں ایک رات گزارنے آئی تھی۔

ایشورارا نے ایک گھنٹے کے اندر ایسے شخص کو تلاش کیا جو پیشہ ور قاتل تھا۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر ایک مختصر سا عمل کیا۔ اسے عارضی طور پر اپنا معمول اور تابعدار بنایا پھر اس ہوٹل میں پہنچا دیا۔

کاہنہ اس بند کمرے میں بیٹھی سونے سے پہلے منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ اپنے گرد حفاظتی حصار باندھ رہی تھی۔ ایشورارا اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ اس کا آلۂ کار ایک تار کے ذریعے مقفل دروازے کو کھول کر اندر آیا تو وہ منتروں کا جاپ کرتے ہوئے اسے گھورنے لگی۔ وہ آلۂ کار ریوالور نکالتا ہوا آرہا تھا لیکن اس سے نظریں ملتے ہی ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ جہاں تھا، وہیں کھڑا رہ گیا۔

کاہنہ نے بغیر آستین کا بلاؤز پہنا ہوا تھا۔ بائیں بازو پر وہ سرخ دھاگا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اس پر ہاتھ رکھ کر بڑے جوش و خروش سے منتر پڑھ رہی تھی۔ ایشورارا اپنے آلۂ کار کے اندر رہ کر محسوس کر رہا تھا کہ وہ سحر زدہ ہو رہا ہے۔ پیچھے ہٹ کر کمرے سے باہر جانا چاہتا ہے۔

اس نے آلۂ کار کے دماغ پر اپنی گرفت مضبوط کی لیکن کاہنہ کا پراسرار علم اس پر حاوی ہو چکا تھا۔ وہ سہمی ہوئی نظروں سے سرخ دھاگے کی طرف دیکھتا ہوا پیچھے ہٹتا ہوا کمرے سے باہر چلا آیا۔ باہر آکر بھی سحر زدہ سا تھا۔ نگاہوں کے سامنے وہی سرخ دھاگا دکھائی دے رہا تھا اور کاہنہ کی گھورتی ہوئی آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا لفٹ کے پاس آیا پھر دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا۔ لفٹ بند ہو گئی، نیچے گراؤنڈ فلور کی طرف جانے لگی۔ ایشورارا خیال خوانی کے ذریعے پوری کوشش کر رہا تھا کہ اسے گرفت میں لے کر واپس کاہنہ کی طرف لے جائے لیکن ناکام رہا۔

ایسے ہی وقت اس آلۂ کار نے اپنے لباس سے ریوالور نکالا پھر اس کی نال کو اپنی پیشانی پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا۔ ٹھائیں کی زوردار آواز کے ساتھ ہی ایشورارا کی سوچ کی لہریں باہر نکل آئیں۔

کاہنہ نے پراسرار علم کے ذریعے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر معلوم کرنا چاہا تھا کہ وہ کیوں دشمنی کرنے آیا ہے؟ کیا وہ خود اس کا دشمن ہے؟ یا کسی کے لیے کام کر رہا ہے؟

اس کی سوچ کی لہروں نے کہا کہ وہ خود نہیں جانتا' ایسا کیوں کر رہا ہے؟ بس بے اختیار اسے گولی مارنے کے لیے چلا آیا ہے۔ وہ ایک قتل کرنے کے دس ہزار ڈالر لیتا ہے لیکن اس بار کسی سے لین دین کی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ آپ ہی آپ اس کے کمرے میں بغیر ارادے کے قتل کرنے چلا آیا تھا۔

کاہنہ نے غصے سے پوچھا تھا۔ ''تُو کون ہے؟ اس آلۂ کار کے ذریعہ میری جان کیوں لینا چاہتا ہے؟ اس سے پہلے بھی مندر میں میری ڈمی کو ہلاک کرا چکا ہے۔''

ایشورارا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تب اس نے کہا تھا۔ ''یاد رکھ! تُو مجھ سے چھپا نہیں رہے گا۔ میرے بازو پر بندھا یہ لال دھاگا تجھے میرے سامنے لے آئے گا۔ ذرا اور انتظار کر۔ میں ابھی تیرا سکون برباد کرنے والی ہوں۔''

ایشورارا اپنے آلۂ کار کے مردہ دماغ سے نکل آیا، اب وہ ریوالونگ چیئر پر بیٹھا سامنے اسکرین پر کاہنہ کو دیکھ رہا تھا۔

اس کے کمرے میں جلتی ہوئی موم بتی تقریباً پگھل چکی تھی۔ وہ ایک نئی موم بتی نکال کر اسے سلگاتے ہوئے منتر پڑھ رہی تھی پھر اسے فرش پر رکھ اس کے سامنے پالتھی مار کر بیٹھ گئی تھی۔

ایشورارا نے پچھلی بار دیکھا تھا' اس کے پاس آنے والی پریت آتما نے کہا تھا۔ ''جب بھی تجھ پر کوئی برا وقت پڑے تو مجھے یاد کرنا۔ میں تیری مدد کے لیے آجاؤں گی۔''

وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی مدد کرنے والی پریت آتما دوبارہ اس کے پاس آئے۔ وہ سرخ دھاگے کی شکتی دیکھ چکا تھا' یہ تسلیم کر چکا تھا کہ وہ پراسرار علوم میں زبردست مہارت رکھتی ہے۔ کسی بھی وقت اپنے دشمنوں کے خلاف کچھ بھی کر سکتی ہے۔

اس نے سوچا۔ ''کیا خود کو کاہنہ پر ظاہر کرنا چاہیے ...؟ نہیں.....'' اس نے انکار میں سر ہلایا۔ ''یہ میرے طریق کار کے خلاف ہوگا۔ ابھی مجھے روپوش رہ کر دوسرے دشمنوں سے بھی نمٹنا ہے۔ اگر کاہنہ کے سامنے ظاہر ہو جاؤں گا تو یہ بات چھپی نہیں رہے گی اور میں رازداری سے دشمنوں کے خلاف جو کرنا چاہتا ہوں' وہ آسانی سے نہیں کر پاؤں گا۔''

وہ اسکرین پر کاہنہ کو دیکھ رہا تھا۔ اسے موجودہ عمل پڑھنے سے روکنا چاہتا تھا۔ اس نے موبائل فون پر نمبر پنچ کیے۔ ادھر اسکرین پر کاہنہ منتر پڑھتے پڑھتے رک گئی۔ فون کا بزر

بول رہا تھا۔ اس نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ اس کی ننھی اسکرین پر انجانا نمبر نظر آرہا تھا۔ ایشورارا ایک نئے نمبر کے ذریعے رابطہ کر رہا تھا۔

کاہنہ نے بٹن دبا کر اسے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ''کون ہے تُو.....؟''

وہ آواز بدل کر بولا۔ ''چند لمحے پہلے تیرا دشمن تھا۔ اب دوست ہوں۔ تیرا کوئی بھید مجھ سے چھپا نہیں رہتا۔ میں جانتا ہوں' پریت آتما نے تجھے سرخ دھاگا دیا ہے جو تیرے بازو پر بندھا ہوا ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''تُو کیسے جانتا ہے؟''

''مجھ سے کوئی سوال نہ کر۔ میں تیرے اس سرخ دھاگے کو آزمانا چاہتا تھا۔ اسی لیے مندر میں تجھ پر حملہ کرایا۔ بعد میں پتا چلا' تیرے دھوکے میں وہ ڈمی ماری گئی ہے۔ مجھے اسی وقت سمجھ لینا چاہیے تھا کہ سرخ دھاگا تیری حفاظت کر رہا ہے پھر میں نے دوسری بار تجھ پر یہاں حملہ کرایا مگر اس بار بھی ناکام رہا۔ یہ تسلیم کر چکا ہوں کہ اس سرخ دھاگے میں بڑی شکتی ہے۔ تیرا پراسرار علم بہت پکا ہے۔ میں تجھ سے دوستی کروں گا۔ تیرے بہت کام آؤں گا۔''

وہ بولی۔ ''مجھے اپنے دماغ میں آنے دے پھر دوستی ہوگی۔''

''میرے دماغ میں کوئی نہیں آسکتا اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تُو پریت آتما کے ذریعے میری حقیقت معلوم کرے۔''

''تُو مجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گا تو میں پریت آتما کے ذریعے بہت کچھ معلوم کرلوں گی پھر تجھ سے دوستی نہیں، دشمنی کرتی رہوں گی۔''

''ایسا وقت نہیں آئے گا۔ میں تجھے منتر پڑھنے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔ تُو نہیں جانتی' میں اس وقت بھی تیرے سامنے موجود ہوں۔ تجھے دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت تُو فرش پر ایک موم بتی کے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔''

کاہنہ نے اپنا ایک ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے پوچھا۔ ''اگر تُو واقعی دیکھ رہا ہے تو بتا' میرے دونوں ہاتھ کس پوزیشن میں ہیں؟''

''تُو نے ایک ہاتھ سے فون پکڑ رکھا ہے اور دوسرا ہاتھ فضا میں اوپر کی طرف بلند کیا ہوا ہے۔''

اس نے حیرانی سے اپنا ہاتھ نیچے کرلیا۔ ایشورارا نے کہا۔ ''اب تُو نے وہ ہاتھ نیچے کر کے اپنے گھٹنے پر رکھ لیا ہے اور پریشان ہو کر میرے بارے میں سوچ رہی ہے۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''کیا تُو خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر گھسا ہوا ہے اور میں تیری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی ہوں؟''

''فی الحال یہی سمجھ لے۔ میں تجھے دیکھ رہا ہوں اور دیکھتا رہوں گا۔ کوئی منتر پڑھنے نہیں دوں گا۔ تُو جو بھی منتر پڑھے گی' میں اسے بھلاتا رہوں گا۔ یقین نہیں ہے تو آزما کر دیکھ لے۔''

''اچھی بات ہے۔ میں دیکھتی ہوں' تُو مجھے کس طرح روک سکتا ہے؟'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

ایشورارا نے سوچا' وہ لب و لہجہ بدل کر اس کے کانوں میں گونجتی ہوئی آوازیں پیدا کرے گا۔ اتنا شور برپا کرے گا کہ وہ منتر پڑھتے پڑھتے بھول جائے گی۔

وہ آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین بلاشبہ بہت زبردست تھی۔ اس کے ذریعے دشمنوں کے اہم راز معلوم ہو رہے تھے۔ ایسے رازوں کو ان کی کمزوری بنا کر انہیں بلیک میل کیا جا سکتا تھا اور آسانی سے انہیں اپنے زیر اثر لایا جا سکتا تھا۔ اس مشین کی پہلی ٹارگٹ کاہنہ تھی۔ اسے قابو کرتے وقت یہ حقیقت سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ آئندہ دوسرے دشمنوں پر آسانی سے قابو نہیں پا سکے گا۔ کاہنہ کی طرح دوسرے دشمن بھی طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کرتے رہیں گے۔

بہرحال وہ منتر پڑھنے لگی۔ وہ مشین کو آپریٹ کر کے اس کے اسپیکر کو کاہنہ کے کانوں کے بالکل قریب لے گیا۔ صرف اسکرین پر نظر آرہا تھا کہ اسپیکر اس کے کانوں کے قریب پہنچا ہوا ہے جبکہ کاہنہ کے کمرے میں کوئی اسپیکر نہیں تھا۔

جس طرح الیکٹرونک سسٹم کے مطابق کسی تار' کسی سہارے کے بغیر آواز ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح اسپیکر کے بغیر ایشورارا کی آواز اس کے کانوں میں پہنچ کر گونجنے لگی۔ وہ طرح طرح کی آوازیں پیدا کر کے اس کے اندر اتنا شور مچا رہا تھا کہ وہ پڑھتے پڑھتے رک جاتی پریشان ہو کر پھر پڑھنے لگتی اور پھر بھول جاتی تھی۔

اس کا سر دکھنے لگا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگی۔ ''میں کیا کروں؟ کیا یہ انجانا دشمن واقعی میرے سامنے موجود ہے؟''

ایشورارا نے اس کے اندر اس قدر شور برپا کیا تھا کہ دماغ کی چولیں ہل گئی تھیں۔ وہ عارضی طور پر دماغی کمزوری میں مبتلا ہو گئی تھی۔

ایسے وقت خیال خوانی کے ذریعے وہ اس کے اندر پہنچ

کر بولا۔ ''ہاں، میں تیرے سامنے ہوں اور تیرے اندر بھی ہوں۔ سوچ لے میری دشمنی کتنی مہنگی پڑے گی؟ یہ لال دھاگا بھی تیری حفاظت نہیں کر سکے گا۔''

تھوڑی دیر پہلے انوشے نے مجھ سے کہا تھا۔ ''گرینڈ پا! آپ کاہنہ کے دماغ میں جا کر تماشا دیکھیں۔''

یہ سنتے ہی میں اس کے اندر آ گیا تھا اور تب سے دیکھ رہا تھا' ایشورارا وہاں کیسی کیسی حرکتیں کر رہا ہے؟ اس وقت میں بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ ایشورارا ہے۔ بس ایک اندازہ تھا کہ وہی ہو سکتا ہے۔

جب اس نے دعویٰ کیا کہ وہ کاہنہ کے سامنے بھی ہے اور اس کے اندر بھی گھسا ہوا ہے۔ تب میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس کی سوچ کی لہریں باہر چلی گئیں۔

مجھے کاہنہ کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوتا گیا کہ وہ کس طرح اور کس وقت کیسے عمل کیا کرتی ہے؟ یہ بھی معلوم تھا کہ اس نے ایک بار پریت آتما کو بلا کر اپنے بازو پر لال دھاگا باندھا تھا۔ اسے اس دھاگے پر بڑا اعتماد تھا مگر اب وہ اعتماد کمزور پڑ رہا تھا۔ دھاگے کی موجودگی میں دشمن اس کے اندر پہنچ کر شور مچا رہا تھا۔ اسے منتر پڑھنے سے روکنا چاہتا تھا اور ایسا کرنے میں کامیاب بھی ہوا۔ پریت آتما کا دیا ہوا وہ لال دھاگا کسی کام نہیں آیا تھا۔

میں نے پریت آتما کی کڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''یہ تجھے منتر پڑھنے نہیں دے گا۔ ابھی تو میں نے اسے بھگا دیا ہے۔ یہ تیرے اندر نہیں آ سکے گا۔ میں بھی بار بار تیرے پاس نہیں آ سکوں گی۔ ایسے وقت تیرا شوہر ہی تیرے کام آ سکے گا۔ میں جا رہی ہوں....'' میں خاموش ہو گیا۔

کاہنہ کی دانست میں پریت آتما نے اس سے رابطہ کیا تھا اور یہ کہہ دیا تھا کہ وہ دشمن اسے منتر پڑھنے کا موقع نہیں دے گا۔ لہٰذا اس نے سامنے رکھی ہوئی موم بتی کو بجھا دیا پھر خلا میں تکتے ہوئے اپنے نادیدہ دشمن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''تُو جو کوئی بھی ہے یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میرے سامنے ہے۔ میں بھی دعویٰ کرتی ہوں' تُو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ابھی میرے اندر آیا تھا۔ میں نے تجھے باہر بھگا دیا ہے.... بس ذرا انتظار کر اور دیکھ میں تیرے کے خلاف کیا کرتی ہوں؟''

ایشورارا اس پر طرح طرح سے حملے کر رہا تھا اور قائل ہو رہا تھا کہ وہ بڑی شکتی والی ہے۔ اس کے بہت کام آئے گی۔ لہٰذا اس سے بنائے رکھنا ہے۔

ادھر میں نے اور انوشے نے یہ طے کیا کہ آئندہ کس طرح کاہنہ کے کام آ کر ایشورارا کو کمزور بنانا چاہیے۔

کاہنہ نے فون پر مجھ سے رابطہ کیا۔ اپنی پریشانیاں ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''مجھ پر دوبارہ قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' اس انجانے دشمن کو میرے اندر کی باتیں کیسے معلوم ہو رہی ہیں؟ تھوڑی دیر پہلے وہ میرے دماغ میں آیا تھا لیکن میں نے اپنی شکتی کے ذریعے اسے باہر بھگا دیا ہے۔''

میں مسکرانے لگا کیونکہ میں نے ایشورارا کو اس کے اندر سے بھگایا تھا۔ ''واقعی تم بڑی شکتی والی ہو مگر اپنا تحفظ نہیں کر پا رہی ہو۔ دشمن کو سمجھ نہیں پا رہی ہو کہ وہ کون ہے اور کیوں تم سے دشمنی کر رہا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''مجھے اپنے پراسرار علم کے ذریعے معلوم ہوا ہے' اس سلسلے میں تم ہی میرے کام آ سکتے ہو۔ پلیز، کسی طرح میری مدد کرو۔''

''میں پہلے ہی اندازے سے کہہ چکا ہوں کہ ایشورارا زمین پر آ چکا ہے۔ مصلحتاً روپوش رہ کر اپنے دشمنوں کے خلاف بہت کچھ کرنا چاہتا ہے۔ جیسا کہ ابھی تمہیں پریشان کر رہا ہے۔''

وہ بولی۔ ''اگر تمہاری بات درست ہے' وہ خود کو چھپا رہا ہے تو میں اسے کس طرح ظاہر ہونے پر مجبور کر سکتی ہوں؟''

''سیدھی سی بات ہے۔ سانپ کو بل سے باہر لانے کے لیے اس بل کے سامنے آگ جلائی جاتی ہے۔ اس طرح سانپ پریشان ہو کر باہر نکل آتا ہے۔ ایشورارا کے اندر اولاد کی محبت کو آگ کی طرح بھڑکاؤ اور پھر تماشا دیکھو۔''

''اس کی بیٹی اور بیٹا دونوں ہی پاکیزہ عمل کے سائے میں ہیں۔ میں ان میں سے کسی کو بھی ایشورارا کی کمزوری نہیں بنا سکوں گی۔''

''بنا سکو گی.... ابھی ایشورارا کے بیٹے دیدار علی کے اندر جاؤ۔ تمہیں جگہ مل جائے گی اور تم اسے اپنے زیر اثر رکھ کر ایشورارا کو تگنی کا ناچ نچا سکو گی۔''

ایشورارا اسکرین کے سامنے بیٹھا کاہنہ کو دیکھ رہا تھا اور فون پر ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔ میری بات سن کر ایکدم سے گڑبڑا گیا' سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ میں اس کے جان سے زیادہ عزیز بیٹے کو کاہنہ کے حوالے کر رہا تھا۔ اس نے کاہنہ پر دو قاتلانہ حملے کرائے تھے۔ یہ بات چھوٹی سی عقل سے سوچی جا سکتی تھی کہ وہ انتقاماً اس کے بیٹے کے ساتھ کیسا سلوک کرے گی؟

وہ ایکدم سے پھٹ پڑا۔ مشین کے مائیک کو آن کرتے ہوئے بولا۔ ''نہیں مسٹر فرہاد...! نہیں... تم میرے بیٹے کو اس عورت کے حوالے نہیں کرو گے۔''

کاہنہ حیرانی سے گھوم گھوم کر اپنے کمرے کو دیکھنے لگی۔ ایشورارا کی آواز وہاں گونج رہی تھی۔ ادھر میں فون پر کہہ رہا تھا۔ ''دیکھو! کس طرح سانپ اپنے بل سے باہر نکل آیا ہے؟ میں حیران ہوں' یہ تمہارے ذریعے میری باتیں بھی سن رہا ہے۔ اس سے پوچھو' اس کی آواز تمہارے کمرے میں کیسے گونج رہی ہے؟ یہ ہماری باتیں کس طرح سن رہا ہے؟''

وہ بولی۔ ''پلیز فرہاد! اس کے بیٹے کو میرے حوالے کر دو پھر میں اس سے ایک ایک بات اُگلوا سکوں گی۔''

ادھر سے ایشورارا نے کہا۔ ''نہیں مسٹر فرہاد! تم ایک بیٹے کو اس کے باپ کی کمزوری نہ بناؤ۔ میں جانتا ہوں' تم کاہنہ کی مدد صرف اس لیے کر رہے ہو کہ یہ تمہاری ہونے والی بیٹی کی ماں ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں' آئندہ اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اس سے دوستی کروں گا۔''

کاہنہ نے کہا۔ ''نہیں فرہاد! اس کی بات نہ سنو۔ میں اس کے بیٹے کو اپنے شکنجے میں رکھنا چاہتی ہوں۔ میری یہ خواہش پوری کر دو۔''

میں نے کہا۔ ''ہم نے اس کے سینے میں اولاد کی جو گولی ماری ہے' وہ آپریشن کے بغیر ہی نکل سکتی ہے تو پھر... خوامخواہ دیدار علی کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ اس کے ساتھ یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ اگر ایشورارا تم سے سمجھوتہ نہیں کرے گا' دوستی نہیں کرے گا۔ کسی وقت' کسی بہانے تم سے دشمنی کرے گا تو اسی لمحے اس کی بیٹی اور بیٹے کو تمہارے حوالے کر دوں گا پھر تم ان دونوں کو اپنے شکنجے میں رکھ کر اس کے ہوش اڑاتی رہو گی۔''

وہ مایوس ہو کر بڑی بے بسی سے بولی۔ ''میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتی ہوں۔ ذرا سوچو... اس کی بیٹی اور بیٹے کو اپنے شکنجے میں لے کر میں کس طرح تمام سیارے والوں پر حاوی ہو سکتی ہوں؟ میں تمہیں تمہاری اولاد کا واسطہ دیتی ہوں' اس کی اولاد کو میرے حوالے کر دو۔''

میں نے کہا۔ ''تم ماں بننے والی ہو اور یہ بات مجھ سے چھپا رہی ہو پھر بھی میں کہتا ہوں' ایک ماں کے جذبے کو سمجھو کہ اولاد کیا ہوتی ہے؟ مجھے اولاد کا واسطہ نہ دو کیونکہ میں دشمن کی اولاد کو بھی عزیز سمجھتا ہوں۔''

وہ مجھ سے بحث نہیں کر سکتی تھی۔ بے بسی سے میری باتیں سن رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''اپنے موجودہ حالات کو سمجھو۔ تمہارا کوئی پراسرار علم اور پریت آتما کا دیا ہوا وہ سرخ دھاگا کسی کام نہیں آ رہا ہے۔ صرف میں ہی تمہارے کام آ رہا ہوں۔ آئندہ بھی تمہیں تحفظ فراہم کرتا رہوں گا۔ ایشورارا تم سے دشمنی نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا اس سے سمجھوتے اور دوستی کی بات کرو۔''

کاہنہ نے خلا میں تکتے ہوئے ایشورارا سے کہا۔ ''تُو نے سن لیا... تیری بیٹی اور بیٹا میرے نہ سہی' فرہاد کے شکنجے میں ہیں۔ وہ کسی بھی دن' کسی بھی وقت انہیں میرے حوالے کر سکتا ہے۔ تب میں ان کے ساتھ کیسا سلوک کروں گی؟ یہ تُو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔''

وہ بولا۔ ''بیشک..... میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں' میری بہت بڑی کمزوری تیرے ہاتھ آ گئی ہے۔''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''آگے کچھ کہنے سے پہلے یہ بتا' تُو کس طرح اپنی آواز یہاں تک پہنچا رہا ہے؟''

وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر ہوٹل کے اس کمرے کو دیکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ تُو میرے دماغ میں نہیں آ سکتا پھر فرہاد کی باتیں کیسے سن رہا ہے؟ جبکہ فون میرے کان سے لگا ہوا ہے۔''

وہ بولا۔ ''ہم بھی مسلمانوں کے روحانی علوم اور تیرے پراسرار علوم کو سمجھ نہیں پاتے۔ جادو ٹونا نہیں جانتے ہیں۔ یہ ہماری ایک غیر معمولی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کا کارنامہ ہے۔ اسی کے ذریعے میں تیرے پاس پہنچا ہوا ہوں۔ تُو جہاں بھی جا کر چھپنا چاہے گی' یہ مشین تجھے چھپنے نہیں دے گی۔ مجھے تیرے پاس پہنچا دے گی۔''

''اور میں یہ نہیں چاہتی کہ تیری مشین مجھ سے دشمنی کرے۔ میرے کہے بغیر تُو سمجھ سکتا ہے کہ میں جواباً تجھ سے کیسی دشمنی کروں گی؟''

''میں وعدہ کرتا ہوں' آئندہ اس مشین کے ذریعے کبھی تیرا سراغ نہیں لگاؤں گا اور نہ ہی تنہائی میں پہنچ کر تیرے راز معلوم کروں گا۔''

''میں اتنی آسانی سے یقین کرنے والی نہیں ہوں۔ تُو میری لاعلمی میں بھی مشین کے آگے بیٹھا مجھے دیکھتا رہے گا۔ بہت کچھ معلوم کرتا رہے گا اور میں بے خبر رہوں گی۔ مجھے تو اس وقت اطمینان ہو گا' جب تُو اس مشین کو میرے سامنے لا کر تباہ کر دے گا۔''

''یہ تو کسی حال میں بھی ممکن نہیں ہے۔ اس اہم مشین کے ذریعے ہم پوری دنیا پر حکومت کرنے والے ہیں۔ دی گریٹ ایشورارا بھی اسے تباہ نہیں ہونے دے گا۔ اگر میں

اپنی اولاد کی سلامتی کی خاطر ایسا کرنا چاہوں گا تو ایشورارا میرے بچوں کو مار ڈالے گا۔''

''تیرے بچے جب تک مسلمانوں کی پناہ میں ہیں' تب تک گریٹ ایشورارا بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

''تو نہیں جانتی' گریٹ ایشورارا سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہم سے سینکڑوں سال آگے ہے۔ وہ ایسی ایسی چیزیں ایجاد کرتا ہے جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' یہ کیسے ہوگیا؟ اسی طرح جب وہ میرے بچوں تک پہنچے گا تو مسلمانوں کی سمجھ میں بھی نہیں آئے گا کہ کیا سے کیا ہو چکا ہے؟ میں تو اپنے بچوں سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔''

''اور اگر میری بات نہیں مانے گا' اس مشین کو تباہ نہیں کرے گا تو بھی وہ دونوں تیری آنکھوں کے سامنے مارے جائیں گے۔''

وہ بڑی بے بسی سے بولا۔ ''میں تو بری طرح پھنس گیا ہوں۔''

میں نے فون کے ذریعے کہا۔ ''قدرت خداوندی کے خلاف اپنی سائنس اور ٹیکنالوجی کی کا مظاہرہ کرو گے تو پھنسو گے۔ آگے... زیادہ سے زیادہ مصائب کی دلدل میں دھنستے چلے جاؤ گے۔''

وہ فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ ''جب میں دونوں طرف سے پھنسوں گا تو پھر اپنے گریٹ ایشورارا کی حمایت میں بچوں کی قربانی دینے پر مجبور ہو جاؤں گا پھر بھی تیرے قابو میں نہیں آؤں گا۔ میری کوئی کمزوری تیرے ہاتھ میں نہیں آئے گی۔ اچھی طرح سوچ لے۔ مجھ پر بھروسا کر۔ میں آئندہ اس مشین کے ذریعے تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اگر کبھی نقصان پہنچے تو بے شک تُو میرے بچوں سے انتقام لے سکے گی۔''

میں نے کاہنہ سے کہا۔ ''جس طرح ایشورارا تیرے اور گریٹ ایشورارا کے درمیان پھنس گیا ہے۔ اسی طرح یہ تیری بھی مجبوری ہے کہ تجھے ایشورارا کے وعدے پر بھروسا کرنا ہوگا کہ آئندہ وہ تجھے نقصان نہیں پہنچائے گا اور اگر اس پر بھروسا نہیں کرے گی' اس کی اولاد کو مار ڈالنا چاہے گی تو اس کی کمزوریاں تیرے ہی ہاتھوں ختم ہو جائیں گی پھر وہ تیرے دباؤ میں نہیں رہے گا۔ تم دونوں ایسے مرحلے پر پہنچ گئے ہو' جہاں آپس میں سمجھوتہ کرنا ہی پڑے گا۔''

وہ دونوں سمجھوتے پر راضی ہوگئے۔ ایشورارا نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد! میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''اور میں براہ راست تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا کیونکہ تم ہم سے دشمنی کرنے کے لیے اس دنیا میں آئے ہو۔ اس لیے ہماری حکمت عملی یہ ہے کہ اپنے دشمنوں کے خلاف براہ راست کوئی کارروائی نہیں کر رہے ہیں اور نہ ہی ان سے کوئی بات کر رہے ہیں۔''

''میں تمہاری حکمت عملی کو سمجھ رہا ہوں۔ تم آئندہ بھی ہمیں ایک دوسرے سے الجھاتے رہو گے اور اپنے قریب آنے کا موقع نہیں دو گے۔ کیا یہ سمجھ رہے ہو' تمہاری کوئی کمزوری کبھی ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی؟''

''جب آئے گی تو جشن مناتے رہنا۔ ابھی تو خواب دیکھتے رہو اور تعبیر کے لیے بھٹکتے رہو''.... میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایشورارا نے فون کے ذریعے کاہنہ سے رابطہ کیا پھر اسے اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں اپنے وعدے کے مطابق اپنی غیر معمولی مشین کو استعمال نہیں کر رہا ہوں۔ تم سے فون کے ذریعے بات کر رہا ہوں۔''

وہ چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں آئندہ بھی تیرا اعتماد قائم رکھنے کے لیے اس مشین کو تیرے خلاف استعمال نہیں کروں گا۔ سمجھ لے کہ میری یہ مشین تیرے معاملات میں بالکل ہی ناکارہ ہو چکی ہے۔ مجھے اپنے بچوں کی سلامتی عزیز ہے۔ اس لیے میری طرف سے کبھی وعدہ خلافی نہیں ہوگی اور نہ ہی تجھے کوئی نقصان پہنچے گا۔''

وہ بولی۔ ''تیرا بہت بہت شکریہ۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔ اب سونا چاہتی ہوں۔ کل اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو ہوگی۔''

انہوں نے رابطہ ختم کر دیا۔ میری مداخلت نے ان دونوں کے درمیان سمجھوتہ کرایا تھا اور یہ بات ایشورارا کی سمجھ میں آگئی تھی کہ آئندہ کاہنہ پر قاتلانہ حملہ کی کامیابی اسے مہنگی پڑے گی کیونکہ وہ میری ہونے والی بیٹی کی ماں تھی۔ میں اس کی ہلاکت برداشت نہیں کر سکوں گا۔ اس کی بیٹی اور بیٹے کے لیے مصیبت بن جاؤں گا۔ ان کی زندگی کو عذاب بنا دوں گا اور ایک باپ اپنے بچوں کو عذاب میں مبتلا ہوتے نہیں دیکھ سکتا ہے۔

کاہنہ' ایشورارا کی شر پسندی سے محفوظ ہوگئی تھی۔ اب وہ موسس کی طرف توجہ دینا چاہتا تھا لیکن ایسے وقت اس کے ماتحتوں کے ذاتی معاملات کچھ الجھنیں پیدا کرنے لگے۔ اس کے تمام ماتحتوں میں صرف چار ماتحت زنخے تھے۔ ان کی طرف سے کوئی مسئلہ درپیش نہیں تھا۔ باقی جتنے ماتحتوں کو انجکشن لگائے گئے تھے' اب ان کا اثر زائل ہو چکا تھا۔ وہ سب حسین عورتوں کی مائل ہو رہے تھے۔ خود ایشورارا کی بھی یہی حالت تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے' جب تک ان کی زندگی میں ایک عورت نہیں آئے گی' وہ ازدواجی زندگی نہیں گزار سکیں گے' تب تک آسودگی اور ذہنی تازگی کے ساتھ کام نہیں کر پائیں گے۔

اس کے ماتحت تعداد میں اٹھائیس تھے۔ فی الحال یہ طے پایا کہ سولہ ماتحت شام کو سن سٹی شہر سے میلوں دور اس ملک کی سرحد پار کر کے آس پاس کے ملکوں میں جائیں گے۔ وہ سب ایک ساتھ نہیں رہیں گے۔ مختلف علاقوں میں جائیں گے اور اپنی اپنی پسند کی عورتوں کے ساتھ رات گزار کر دوسری صبح تک واپس آجائیں گے۔ باقی بارہ ماتحت دوسری رات جائیں گے اور پھر اگلی صبح واپس آجائیں گے۔

یہ تاکید کی گئی کہ وہ کبھی کسی عورت کے ساتھ محبت نہیں کریں گے اور کوئی بھی عورتوں کے چکر میں نہیں پھنسے گا اور نہ ہی ان کے ذریعے دشمنوں کے ہتھے چڑھے گا۔ کوئی اپنے ساتھ ایسا سامان نہیں لے جائے گا جس کی وجہ سے اس پر کسی طرح کا شبہ ہو اور انٹیلی جنس والے یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ سیارے کے لوگ ان کے اطراف کہیں چھپے ہوئے ہیں۔

وہ اپنے جدید تیز رفتار جوتوں کے بغیر لمبا سفر طے نہیں کر سکتے تھے۔ ایک ملک سے دوسرے ملک تک جانے کے لیے وہ جوتے لازمی تھے اور کبھی گرفت میں آنے کے بعد وہی جوتے ان کی پہچان بن سکتے تھے۔ یہ بات دنیا والوں کے ریکارڈ میں تھی کہ سیارے والے کسی ناقابل فہم تکنیک کے ذریعے میلوں دور کا فاصلہ طے کر لیتے ہیں۔

ایشورارا نے تمام ماتحتوں کو حکم دیا۔ ''تم سب جب بھی کہیں جاؤ۔ کسی بھی شہر یا قصبے میں پہنچو تو اس آبادی میں داخل ہوتے ہی اپنے جوتے اتار کر کہیں چھپا دو پھر عام استعمال کے جوتے پہن کر آگے بڑھو۔ جس علاقے کی عورت کو اٹھا کر لے جانا ہو' وہاں پہنچتے ہی ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دو کہ تم کس جگہ پہنچے ہوئے ہو؟ وہ کون سا ملک' کون سا شہر یا قصبہ ہے اور تم ہیڈ کوارٹر سے کتنے فاصلے پر ہے؟''

ایشورارا ہیڈ کوارٹر چھوڑ کر کہیں جانا نہیں چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے ایک نہایت ہی حسین عورت کو پسند کرنے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا' پھیلی شخصیت اسے بھلا دی تھی۔ وہ بیچاری تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد سحر زدہ ہو کر اس کے پاس ہیڈ کوارٹر چلی آئی تھی۔ ایشورارا نے تہ خانے میں اسے قیدی بنا کر رکھا تھا۔ کبھی کبھی اپنی خواہش کے مطابق وہاں جا کر اس کے ساتھ وقت گزارتا تھا پھر تہ خانے سے باہر چلا آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے کسی بھی قوم کو یا کسی بھی شے کو مکمل طور پر شہزور نہیں بنایا ہے۔ اس کے اندر کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور رکھی ہے۔ برے لوگ جب مغرور ہو جاتے ہیں اور خدائی کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں تو پھر ان کی وہ ڈھکی چھپی کمزوری انہیں لے ڈوبتی ہے۔ وہ اپنی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کے ذریعے تمام ممالک کے اکابرین کو اپنے قدموں میں جھکا سکتے تھے۔ پوری دنیا پر حکومت کر سکتے تھے لیکن ان کی بعض کمزوریاں کسی وقت بھی رکاوٹ پیدا کر سکتی تھیں۔

مطلب یہ کہ ایشورارا راباپ کی حیثیت سے اپنے بچوں سے جذباتی طور پر وابستہ تھا، وہ ان کی وجہ سے کمزور پڑ چکا تھا۔ دوسری کمزوری عورت کی طلب تھی۔ اس طلب کو پورا کرنے کے لیے وہ کہیں بھی..... کسی بھی گڑھے میں گر سکتا تھا۔

انتظار کے دس دن گزر چکے تھے۔ برائٹ موسس اور دوسرے تمام اکابرین بڑی بے چینی سے ایشورارا کا انتظار کر رہے تھے۔ سب ہی جانتے تھے' وہ اس دنیا میں آتے ہی دوست کی حیثیت سے نہ سہی' دشمن کی حیثیت سے رابطہ کرے گا لیکن اس کی طرف سے خاموشی تھی۔ انہیں پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس دنیا میں آچکا ہے یا نہیں؟

ایشورارا نے اپنے تین ماتحتوں میں سے ایک کو تل ابیب دوسرے کو پیرس اور تیسرے کو واشنگٹن روانہ کیا۔ ان کے پاس کنٹی ہی آڈیو ویڈیو سی ڈیز تھیں۔ بگولہ نے موسس کے علاوہ کچھ اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ عہدیداروں کو ڈاک کے ذریعے ایک ایک سی ڈی ارسال کر دی تھی۔

پیرس اور واشنگٹن میں بھی ان ماتحتوں نے یہی کیا تھا۔ جب موسس نے اس پیکٹ کو کھولا تو اندر لکھا ہوا تھا۔ ''ایشورارا آچکا ہے۔ اس کی طرف سے ایک سرپرائز گفٹ وصول کرو اور اسے کمپیوٹر کے مانیٹر پر دیکھو۔''

جب موسس نے اس سی ڈی کو پہلے کیا تو حیرانی اور پریشانی سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ اسکرین پر اپنے بیٹے ڈینی کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دونوں کار میں ایرپورٹ کی طرف جا رہے تھے۔ بیٹے کے ساتھ جو باتیں ہو رہی تھیں، وہ بھی سنائی دے رہی تھیں۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ایشورارا کے خوف سے بیٹے کو چھپنے کے لیے کسی دوسرے ملک کی طرف روانہ کر رہا ہے۔

پھر ایرپورٹ کا منظر دکھائی دیا۔ وہاں وہ اپنے بیٹے کو رخصت کر رہا تھا۔ ایسے وقت اس نے فون کال اٹینڈ کی۔ دوسری طرف برین ماسٹر کہہ رہا تھا کہ وہ اس کے آفس کار کے اندر پہنچ رہا ہے' کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔

موسس خیال خوانی کے ذریعے اس آلۂ کار کے اندر پہنچ گیا تھا پھر وہاں بھی ماسٹر سے جو باتیں ہوئیں..... وہ سب کی سب سنائی دے رہی تھیں۔ اس کے بعد ماسٹر اپنی وائف اور جوان بیٹے کے ساتھ دکھائی دیا۔ وہ بھی اپنے بیٹے اور بیوی کو سیارے والوں سے دور رکھنے کے لیے فرینکفرٹ کی طرف روانہ کر رہا تھا۔ اس نے ان کی شخصیت تبدیل کر دی تھی۔ اسے یقین تھا' ایسی حکمت عملی کے بعد ایشورارا ان دونوں تک پہنچ نہیں پائے گا۔

یہ تمام مناظر دیکھنے کے بعد موسس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ شدید حیرانی کے باعث گم صم سا بیٹھا رہ گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' کھلی فضا میں کیسے یہ فلم تیار کی گئی ہے؟ کیمرے کو کہاں چھپا کر رکھا گیا تھا؟ جب وہ بھری پری شاہراہوں سے گزرتے رہے تھے۔ آس پاس دور تک کہیں کوئی کیمرہ نظر نہیں آیا تھا پھر ایرپورٹ پر بھی یہ سوچا نہیں جا سکتا تھا کہ کسی خفیہ کیمرے سے ان باپ بیٹے کی متحرک تصویریں اتاری جا رہی ہیں۔

عقل کام نہیں کر رہی تھی کہ باپ بیٹے کے درمیان رازداری سے جو باتیں ہوتی رہیں' انہیں سننے والا دور دور تک کوئی موجود نہیں تھا پھر ان سب کی ریکارڈنگ کیسے ہو گئی؟ پچھلی بار جب ایشورارا زمین پر آیا تھا' تب فون کے ذریعے اس سے رابطہ ہوتا تھا۔ وہ دونوں طے کرتے تھے کہ انہیں ایک آلۂ کار کے اندر آ کر باتیں کرنی چاہئیں۔ اس طرح ان کے درمیان گفتگو ہوا کرتی تھی۔

موسس نے فوراً ہی اس کے نمبر پنچ کیے پھر فون کو کان سے لگایا۔ ایشورارا کی آواز سنائی دی۔ موسس نے کہا۔ ''میں تمہیں اپنی دنیا میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ کیا میرے آلۂ کار کے اندر آ کر گفتگو کرنا پسند کرو گے؟''

ایشورارا نے کہا۔ ''میں اب کسی آلۂ کار کا محتاج نہیں ہوں۔ کسی سہارے کے بغیر تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تم اپنے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے ہو۔ تمہارے ایک طرف آرام دہ بیڈ ہے۔ اس پر ہلکے آسمانی رنگ کی چادر بچھی ہوئی ہے۔ دوسری طرف لائٹ براؤن کلر کے صوفے ہیں۔ ان کے پیچھے ایک بڑی سی مستطیل کھڑکی ہے۔ کھڑکی کے اس پار کھجور کے درخت دکھائی دے رہے ہیں۔''

وہ حیرانی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور چاروں طرف گھوم گھوم کر کمرے کی دیواروں کو اور چھت کو بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ ایشورارا نے کہا۔ ''اچھی طرح دیکھو! پورے کمرے کی تلاشی لو۔ تمہیں کوئی خفیہ کیمرہ یا خفیہ مائیکروفون دکھائی نہیں دے گا۔''

وہ شدید حیرانی سے بولا۔ ''تم مجھے کیسے دیکھ رہے ہو؟ تم نے میرے بیٹے کے ساتھ وہ متحرک تصویریں کیسے اتاریں؟ تمام باتیں کیسے ریکارڈ کر لیں؟ جبکہ نہ تو وہاں کیمرہ تھا' نہ کوئی مائیکروفون تھا؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''بس اسی طرح سوچتے رہو اور الجھتے رہو کہ اس دنیا میں میری آمد کیسی دھماکا خیز ہے....؟ اور آئندہ کیا ہونے والا ہے؟''

اس نے فون کا رابطہ ختم کر دیا لیکن اسکرین پر اسے دیکھتا رہا۔ وہ شدید بے چینی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ سیکیورٹی افسر کو بلا کر کہہ رہا تھا۔ ''میرے کمرے کی تلاشی لو۔ یہاں ضرور کوئی خفیہ کیمرہ اور مائیکروفون چھپا ہے۔''

اس کے حکم کے مطابق پورے کمرے کی تلاشی لی جا رہی تھی۔ اچھی طرح تلاشی لینے کے باجود وہاں کوئی خفیہ کیمرا یا مائیکروفون نظر نہیں آیا۔

وہ جھنجلا کر سوچنے لگا۔ ''میں خوامخواہ یہاں ایسی کوئی چیز تلاش کر رہا ہوں۔ مجھے سمجھنا چاہیے کہ بھری پری شاہراہ پر بھی ہماری ویڈیو فلم بنائی گئی ہے۔ ایرپورٹ پر بھی ہم باپ بیٹے دیکھے جا رہے ہیں۔ ایسے مقامات پر خفیہ کیمرے کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ یقیناً یہ سیارے والوں کا کوئی سائنسی کمال ہے۔''

پھر موسس کے پاس فون پر فون آنے لگے۔ مختلف ممالک کے اکابرین فون کے ذریعے اسے بتا رہے تھے کہ ایشورارا نے انہیں ایسی سی ڈیز بھیجی ہیں جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ گئی ہے۔

ایک اعلیٰ عہدے دار کہہ رہا تھا۔ ''میں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ اپنے بنگلے کی چار دیواری میں تھا۔ باہر سخت سیکیورٹی ہے۔ اندر کوئی آنے کی جرأت نہیں کر سکتا پھر بھی ایشورارا نے ہماری ویڈیو فلم تیار کی ہے اور تمام گفتگو بھی ریکارڈ کی ہے۔ ہم کچھ ایسی رازداری کی باتیں کر رہے تھے' جن کا تعلق ہمارے خاندانی مسائل سے تھا۔ وہ ایسے مسائل ہیں کہ جنہیں منظر عام پر لایا جائے تو ہم بری طرح بدنام ہو جائیں گے۔''

امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم یوگا جاننے والے پانچ اعلیٰ افسران بہت محتاط اور ریزرو رہتے ہیں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہمارے مشوروں کے مطابق عمل کرتے رہتے ہیں۔ ان سے خفیہ چیمبر میں جو باتیں ہوتی ہیں' انہیں کوئی سن نہیں پاتا مگر ایشورارا نے وہ تمام باتیں

اب WARID WE CARE سے بھی 78601 ڈائل کیجئے
اور انجوائے کیجئے ٹیلی فن کی سروسز
Telefun
• تازہ ترین خبریں
• پسندیدہ گانے
• موبائل فرینڈشپ
• مکڈونلڈز میل
• DVD موویز
• انٹرنیٹ گھنٹے
• بے شمار کیش انعامات
صرف ایک فون کال پر
PTCL سے ڈائل کیجئے 0900-78601 موبائل سے ڈائل کریں 78601
ٹیلی فن کی سروسز کے بارے میں مکمل معلومات، رہنمائی اور کسی بھی قسم کی شکایت کیلئے ڈائل کریں
ٹول فری نمبر 0800-78601 اس نمبر پر کی جانے والی تمام کالز کے چارجز ٹیلی فن ادا کرے گا۔
for more information visit: www.telefun.com.pk
Call Rate 14.07/ml
Ad Creator

ریکارڈ کر لی ہیں اور ہماری متحرک تصاویر بھی اس کی ارسال کردہ سی ڈی میں موجود ہیں۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''سب سے زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ ہمارے امریکی ٹیلی پیتھی جانے والے بھی ایشورارا کی نظروں میں آ گئے ہیں۔ ان کی متحرک تصاویر اس سی ڈی میں موجود ہیں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے' کسی خفیہ کیمرے اور مائیکروفون کے بغیر یہ آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ کیسے ہوگئی؟''

صبح سے شام ہو رہی تھی۔ کتنے ہی ممالک کے اکابرین موسس کو کال کر رہے تھے۔ اپنی پریشانیاں ظاہر کر رہے تھے۔ وہ انہیں تسلیاں دے رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا۔ ''ایشورارا نے آتے ہی بڑا زبردست دھماکا کیا ہے۔ آپ ذرا صبر کریں۔ ہمیں پریشانیوں کو ذہن سے نکال کر بہت پُرسکون ہو کر یہ سوچنا ہوگا کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

تمام اکابرین کو یہ فکر تھی کہ آئندہ بھی یہی سلسلہ چلتا رہا اور ایشورارا ان کی چاردیواری کے اندر پہنچتا رہا تو وہ گھر میں رہ کر بھی ننگے ہوتے رہیں گے۔ کسی کونے میں اپنا کوئی راز چھپا کر نہیں رکھ سکیں گے۔

موسس کی اور ان اکابرین کی سی ڈیز نے تقریباً آدھی دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ امریکا اور یورپ کے تمام ملکوں کے ہر شعبے میں کھلبلی سے پیدا ہوگئی تھی۔ صرف ایشیا محفوظ اور پُرسکون تھا کیونکہ سیارے والوں کی ان سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ انہوں نے جمہوریہ چین کی طرف بھی رخ نہیں کیا تھا۔ فی الحال یورپ اور امریکہ کے تمام ممالک کے اکابرین سے نمٹ رہے تھے۔

موسس نے اس سلسلے میں ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا تھا۔ تمام ممالک کے اکابرین پہلی فلائٹ سے تل ابیب پہنچ گئے۔ اس اجلاس میں پہلے تو یہ سوال اٹھایا گیا کہ ایشورارا ہر ایک گھر میں کیسے پہنچ رہا ہے؟

اس کا جواب صاف اور سیدھا سا تھا کہ سیارے والوں کے پاس ایسی غیر معمولی مشین ہے جو انہیں اپنے مطلوبہ افراد کے گھر کے اندر بھی پہنچا دیتی ہے۔

اس اجلاس میں ایک بہت ہی بوڑھے اور تجربہ کار سائنس دان کو بلایا گیا۔ اس نے کہا۔ ''ہماری سائنس اور ٹیکنالوجی اس حد تک جدید ہوئی ہے کہ ہم اپنے فون سے ایک کیمرا منسلک کر دیں تو وہ ہماری باتوں کے ساتھ متحرک تصویر بھی دوسری طرف پہنچاتا رہتا ہے۔ بشرطیکہ دوسری طرف بھی فون سے کیمرا منسلک کیا گیا ہو۔ سیارے والے سائنس اور ٹیکنالوجی میں بہت آگے ہیں۔ جس طرح ہم بغیر کسی تار کے کنکشن کے میلوں دور کی آوازیں اپنے فون پر سن لیتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے ایسی مشین ایجاد کی ہے جو کسی خفیہ کیمرے کے بغیر اپنے مطلوبہ افراد تک پہنچا دیتی ہے۔''

پھر اس اجلاس میں یہ سوال کیا گیا کہ ایشورارا ہر گھر کے اندر پہنچ کر' تمام اکابرین کے اہم راز معلوم کر کے انہیں کس حد تک نقصان پہنچا سکتا ہے اور کس طرح خاطر خواہ فائدے حاصل کر سکتا ہے؟

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم کبھی نہیں چاہیں گے کہ ہمارا فوجی راز کسی دوسرے ملک میں پہنچے۔ دوسرے ممالک کے حکمراں بھی یہ نہیں چاہیں گے لیکن ایشورارا ادھر کے راز اُدھر اور اُدھر کے راز ادھر کرنے والا ہے جو کمزوریاں ہمیشہ سے چھپائی جاتی رہی ہیں' انہیں ظاہر کرنے والا ہے اور جب ہماری کمزوریاں ظاہر ہوں گی تو ہم ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے لگیں گے۔ ایک دوسرے کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر بلیک میل کرتے ہوئے اپنے اپنے ملک کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کی کوششیں کریں گے۔''

ایک اعلیٰ شخصیت نے کہا۔ ''ہماری سیکورٹی کے مضبوط انتظامات بے کار ہو چکے ہیں۔ ایشورارا اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے ہمارے گھر کے بچے بچے تک پہنچ رہا ہے۔ ہمارے سیکورٹی انتظامات کی کمزوریوں کو سمجھ رہا ہے۔ تمام سیکورٹی گارڈز یوگا کے ماہر نہیں ہوتے۔ وہ کسی کو بھی آلۂ کار بنا کر ہمیں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔''

وہاں سب ہی اپنے اپنے طور پر ایسے اندیشے اور خطرات پیش کر رہے تھے۔ نیک نامی حاصل کرنے والے اور عزت دار کہلانے والے سیاستداں سب سے زیادہ پریشان تھے۔ ان کے ایسے گھریلو راز ایشورارا تک پہنچ رہے تھے جو انتہائی شرمناک تھے اور ظاہر ہونے پر ان کی نیک نامی خاک میں ملانے والے تھے۔

بلاشبہ ایشورارا نے ان سب کو مسائل کی ایسی دلدل میں پھینک دیا تھا۔ موسس نے کہا۔ ''جب مصیبتیں آتی ہیں اور پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں تو آدمی بدحواس ہو کر سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں کھو بیٹھتا ہے۔ اگر ہم اپنے ہی مسائل کی بھول بھلیوں میں بھٹکتے رہیں گے تو ان مسائل سے نکلنے کا راستہ کبھی نہیں ملے گا۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''اے پیشوائے اعظم! اس وقت ہماری عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ آپ ہمیں بچاؤ کا کوئی راستہ دکھائیں؟''

موسس نے کہا۔ ''سب سے پہلے تو آپ سب اپنے سیکورٹی گارڈز تبدیل کر دیں۔ کوشش کریں کہ وہ نئے آنے والے گارڈز گونگے' بہرے ہوں۔ ایشورارا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان گونگے' بہروں کے اندر پہنچ کر انہیں اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکیں گے۔''

ایک نے کہا۔ ''فوری طور پر اتنے سارے گونگے بہرے کہاں سے حاصل ہو سکیں گے؟''

''اگر ایسے سیکورٹی گارڈز حاصل نہ ہو سکے تو آپ سب کو کم از کم چوبیس گھنٹوں تک اپنے گھر کی چاردیواری میں قیدی بن کر رہنا چاہیے۔ کھڑکی سے بھی باہر نہیں جھانکنا چاہیے۔ میں نے اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے جتنے اکابرین پر' ان کی بیویوں اور بچوں پر تنویمی عمل کر کے ان کے دماغوں کو لاک کیا ہے۔ وہ یقیناً پوری طرح محفوظ رہیں گے۔ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر نہیں پہنچ پائے گا۔ چوبیس گھنٹوں یا زیادہ سے زیادہ اڑتالیس گھنٹوں میں ہم بہترین احتیاطی تدابیر پر عمل کر کے ایشورارا کی کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدل سکیں گے۔''

ایک نے سوال کیا۔ ''کیا آپ اپنی روحانی قوتوں سے اسے شکست نہیں دے سکتے؟''

''میں یہی کوشش کر رہا ہوں۔ ہماری دنیا میں اور بھی جتنے روحانی علوم سے تعلق رکھنے والے عامل ہیں اور جو پراسرار علوم میں مہارت رکھتے ہیں' ہمیں ان سب کی خدمات حاصل کرنی ہوں گی۔''

ایک نے پوچھا۔ ''کیا وہ کاہنہ ہمارے کام آئے گی؟''

موسس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں... وہ ہمارے بدترین دشمنوں میں سے ہے۔ ہمارے خلاف ایشورارا کا ساتھ دے گی۔ میں روحانی قوتیں رکھنے والوں سے آج ہی رابطہ کروں گا۔ آپ بھی جتنے عامل حضرات اور خطرناک جادوگروں کے نام پتے جانتے ہیں' ان سب کو اپنے اخراجات پر لندن میں طلب کریں۔ ان سے کہا جائے کہ وہ اپنے پراسرار علوم کے ذریعے سیارے والوں کے خلاف ایسا عمل کریں کہ وہ سب اسی زمین میں دفن ہو جائیں اور اپنے سیارے میں واپس نہ جا سکیں۔''

وہ لوگ اس غیر معمولی مشین سے بچاؤ کی تدابیر سوچ رہے تھے۔ انہیں امید تھی' آئندہ چوبیس گھنٹوں یا اڑتالیس گھنٹوں میں وہ ایشورارا کے خلاف کوئی ایسا ٹھوس قدم اٹھا سکیں گے جس کے نتیجے میں وہ اپنی غیر معمولی مشین کو استعمال کرنا بھول جائے گا۔ اس اجلاس کا اختتام ہونے لگا۔ تب انہیں ایشورارا کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ سب سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

پورے ہال میں اس کا قہقہہ گونج رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں اس اجلاس کی تمام کارروائیاں دیکھتا اور سنتا رہا ہوں۔ یہ سن کر خوشی ہوئی کہ چوبیس یا اڑتالیس گھنٹوں میں تم سب میری غیر معمولی مشین سے نجات پا لو گے اور مجھے مصائب میں الجھا دو گے۔''

وہ ہنس رہا تھا اور بول رہا تھا۔ ''میں نے یہ بھی سنا کہ ہمیں اسی زمین میں دفن کر دیا جائے گا۔ سیارے میں واپس نہیں جانے دیا جائے گا۔ میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ یہ ساری باتیں میرے لیے مضحکہ خیز ہیں۔ مجھے تمہاری منصوبہ بندی میں یہ بات پسند نہیں آئی کہ میرے خلاف روحانی قوتیں رکھنے والوں کو اور پراسرار علوم میں مہارت رکھنے والوں کو استعمال کیا جائے گا۔ تم میں سے کون روحانی عاملوں اور جادوگروں کو لندن شہر میں بلائے گا؟ جو بھی بلانا چاہے گا' اس کی شامت آئے گی۔ میں اپنی مشین کی اسکرین پر تم سب کو دیکھ رہا ہوں۔ آئندہ بھی دیکھتا رہوں گا۔ تم میں سے جو بھی میرے مزاج اور میری مرضی کے خلاف کوئی کام کرے گا تو اپنے سامنے اپنے بیوی اور بچوں کو تڑپ تڑپ کر مرتا دیکھے گا۔''

اس نے موسس کو مخاطب کیا۔ ''اور اے پیشوائے اعظم! تُو کن ہواؤں میں اڑ رہا ہے؟ فوراً اپنے بیٹے کی خبر لے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھ... وہ بیچارہ تکلیف سے تڑپ رہا ہے..... تجھے پکار رہا ہے۔''

یہ سنتے ہی موسس تڑپ گیا۔ اسی لمحے خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا بیٹے کے اندر پہنچا۔ وہ زندہ تھا مگر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ ایسی حالت میں اس کے خیالات یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ اس پر کیا گزر چکی ہے؟

وہ دماغی طور پر کانفرنس ہال میں حاضر ہوگیا پھر خلا میں تکتے ہوئے چیخ کر بولا۔ ''ایشورارا! کیا ہوا ہے میرے بیٹے کے ساتھ....؟ مجھے بتا... ایک باپ کی محبت کا امتحان نہ لے۔ اگر وہ جان سے جائے گا تو میں اس زمین پر تیرا جینا حرام کر دوں گا۔''

ایشورارا کی آواز کانفرنس ہال میں گونجنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''چیخ کیوں رہا ہے؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے میری موت کے منصوبے بنا رہا تھا۔ اب بیٹے کو موت کے منہ میں دیکھ کر تڑپ رہا ہے۔ ویسے فکر نہ کر۔ گولی پسلی میں لگی ہے۔ وہ

آپریشن تھیٹر میں ہے۔ڈاکٹر گولی نکال چکے ہیں۔وہ خطرے سے باہر ہے۔''

وہ غصے سے بولا۔''تم نے میرے بیٹے پر گولی چلائی...کیا اسے مارنا چاہتے تھے؟''

''مجھے اتنی فرصت کہاں ہے کہ تیرے بیٹے پر گولی چلاتا۔ایسے چھوٹے موٹے کام میرے آلۂ کار کر گزرتے ہیں۔''

''ایشورارا! میرے بیٹے سے دشمنی تجھے بہت مہنگی پڑے گی۔''

''میں اس دنیا میں کوئی سستا سودا کرنے نہیں آیا ہوں۔نادان نہیں ہوں۔یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہاں کوئی مجھے گلے نہیں لگائے گا۔سب ہی میرا گلا کاٹنے کی کوششیں کریں گے اور اس کانفرنس ہال میں یہی کوششیں کی جارہی ہیں۔''

''تم کہہ رہے ہو' میرے بیٹے کو جانی نقصان نہیں پہنچا ہے' وہ زندہ رہے گا۔میں ان تمام اکابرین کی موجودگی میں تم سے پوچھتا ہوں' کیا ہم ایک دوسرے کو زندہ رکھنے کی راہوں پر نہیں چل سکتے؟''

''بے شک.....چل سکتے ہیں۔اگر میری اطاعت قبول کرلو۔یورپ اور امریکہ کے تمام اکابرین مجھے اپنا حکمران تسلیم کرلیں' اپنی حکومت کے تمام شعبے راضی خوشی میرے حوالے کردیں اور میں ان تمام شعبوں کے انتظامات سنبھال لوں تو پھر تم سب کی جان و مال کی حفاظت میری ذمے داری ہوگی۔تم سب عیش و آرام سے زندگی گزارو گے۔''

موسس نے کہا۔''کیا اس حقیقت کو نہیں سمجھ رہے ہو کہ بابا صاحب کے ادارے کو زیر کیے بغیر تم اس دنیا کے کسی حصے پر حکومت نہیں کرپاؤ گے؟''

''امریکہ اور یورپ کے تمام ممالک پر حکمران بننے کے بعد باقی دنیا میری ہوگی۔اس کے بعد میں افریقہ اور ایشیا کے مسلمانوں سے نمٹ لوں گا۔''

''ایشورارا! تم میرے سوال کا صحیح جواب نہیں دے رہے ہو۔افریقہ اور ایشیا میں کروڑوں مسلمان ہیں۔انہیں ایک طرف رہنے دو۔میں صرف بابا صاحب کے ادارے کی بات پوچھتا ہوں' کیا تم اسے زیر کرسکتے ہو؟''

''یہ میرے اپنے معاملات ہیں۔میں تجھ سے بہتر سمجھتا ہوں کہ دنیا کے کس حصے پر پہلے حملہ کرنا چاہیے؟ پہلے کہاں قبضہ جمانا چاہیے؟ اس کے بعد کس سمت پیش قدمی کرنی چاہیے؟''

''ٹھیک ہے۔یہ تمہارے معاملات ہیں مگر ایک سوال کا جواب دو۔جس طرح تم اپنی غیر معمولی مشینوں کے ذریعے ہمارے گھروں میں پہنچ جاتے ہو' کیا اسی طرح بابا صاحب کے ادارے میں بھی پہنچ پائے ہو؟''

''نہیں وہاں ہماری سائنس اور ٹیکنالوجی ناکام ہوجاتی ہے لیکن ہم اپنی ذہانت سے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کرسکتے ہیں۔ایسی زبردست چالیں چل سکتے ہیں کہ اس ادارے کے دروازے خود بخود ہمارے لیے کھل جائیں گے۔''

''اگر بابا صاحب کے ادارے میں گھسنے کا کوئی منصوبہ تم نے بنایا ہے تو ہمیں بتاؤ۔ہم سب مل کر اس منصوبے پر عمل کریں گے۔متحد ہوکر ان پر حملہ کیا جائے گا تو اس ادارے کی فولادی دیواریں گر جائیں گی۔وہ ہر طرف سے کھل کر دنیا والوں کے سامنے چلے آئیں گے۔''

ایشورارا نے کہا۔''ہمارے ذہن میں ایک ہی بات ہے....لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔روحانیت کا توڑ روحانی قوتوں سے ہی ہوسکتا ہے۔اسی خیال سے میں نے انڈیا کے جوگی مہاراج سے ملاقات کی تھی۔وہ روحانیت کے سچے علمبردار ہیں مگر انہوں نے میرا ساتھ دینے سے انکار کردیا۔''

موسس نے کہا۔''یہ بات مجھے کاہنہ نے بتائی تھی۔تم نے اس جوگی مہاراج کو ہلاک کردیا تھا۔''

''ہاں ہلاک کرنے سے پہلے یہ معلوم کیا تھا کہ انڈیا میں اور کتنے مہان آتما شکتی جاننے والے موجود ہیں؟ جوگی مہاراج نے تمہارا اور کاہنہ کا نام بھی بتایا تھا۔میں تم سب کے پاس آتا جاتا رہا ہوں۔مجھے یقین تھا' تم لوگوں کی روحانی قوتوں کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کو زیر کرسکوں گا لیکن روم کے فادر جوزف بھی جوگی مہاراج کی طرح روحانیت کے سچے علمبردار تھے۔انہوں نے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف میرا ساتھ دینے سے انکار کردیا تھا۔''

موسس نے کہا۔''لیکن میں اور کاہنہ تمہارا ساتھ دینے کے لیے راضی ہوگئے تھے اور میں تو اب بھی راضی ہوں۔''

''مگر افسوس.....میں نے اس عرصے میں یہ اچھی طرح معلوم کرلیا ہے کہ تم اور کاہنہ پراسرار علوم اور کالے عمل کے ذریعے اپنے عقیدت مندوں کو متاثر کرسکتے ہو مگر حقیقی روحانیت کے سچے عالم نہیں ہو۔میری بیٹی اور بیٹے کو ان مسلمانوں کے شکنجے سے نکال لانے میں تم دونوں ہی ناکام رہے ہو۔''

وہ بولا۔''عارضی ناکامی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم آئندہ بھی مسلمانوں سے پسپا ہوتے رہیں گے۔''

''تو پھر غالب آکر دکھاؤ۔میری بیٹی اور بیٹے کو ان کے شکنجے سے نکال لاؤ پھر میں تم سب سے سمجھوتا کروں گا۔ہمارے درمیان دشمنی نہیں' دوستی ہوگی۔''

تھوڑی دیر تک اسے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔سب ہی ایک دوسرے سے دھیمی دھیمی سرگوشیوں میں کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔

ایشورارا نے کہا۔''اگر میرے اس منصوبے کے مطابق کام کرو گے تو ہمیں بابا صاحب کے ادارے کے خلاف بہت بڑی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔''

''اپنا منصوبہ بتاؤ' ہم اس پر عمل کریں گے؟''

''تمہاری اس دنیا میں روحانیت کے ایسے بے شمار سچے عالم ہیں جو فادر جوزف کی طرح گوشہ نشین رہتے ہیں۔ایسے عالموں کو جلد از جلد تلاش کرو۔انہیں راضی کرو کہ وہ اس ادارے کے خلاف ہمارا ساتھ دیتے رہیں۔اگر وہ راضی ہوجائیں گے اور ہمیں بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کچھ کامیابی حاصل ہوتو میں وعدہ کرتا ہوں' امریکہ اور یورپ کے تمام اکابرین میرے زیر اثر رہنے کے باوجود آزادی سے حکومت کرتے رہیں گے۔''

کانفرنس ہال میں سب نے اتفاق رائے سے یہ طے کیا کہ ہماری دنیا میں جتنے روحانیت کے عالم ہیں' ان سے فوری رابطہ کیا جائے گا اور ان کی روحانی قوتوں سے کام لیا جائے گا۔

موسس اپنے بیٹے کے لیے پریشان تھا' ایک بار پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ گیا۔وہ ہوش میں آگیا تھا۔وہ ایک بیڈ پر آرام سے سانس لے رہا تھا۔وہ زخمی بیٹے کی حالت دیکھ کر سوچنے لگا۔''میں کس قدر بے دست و پا ہوگیا ہوں۔اپنے ایک بیٹے کی حفاظت نہیں کرپا رہا ہوں۔''

وہ جھنجلا رہا تھا۔مٹھیاں بھینچ کر سوچ رہا تھا۔''اس وقت ایشورارا میرے سامنے ہوتا تو میں اپنے بیٹے کے ایک زخم کے بدلے اس کے جسم کو زخموں سے چھلنی کردیتا مگر وہ آسانی سے میرے ہاتھ نہیں آئے گا۔''

ایسے وقت میں نے اعلیٰ حضرت کی ہدایت کے مطابق اس سے رابطہ کیا۔اس نے موبائل فون پر میرے نمبر پڑھے۔اسے یاد نہیں آرہا تھا کہ اس نمبر سے پہلے بھی کسی نے کال کی تھی۔اس نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔''ہیلو..تم کون ہو؟''

میں نے کہا۔''فرہاد علی تیمور.....جسے تم اپنا دشمن سمجھتے ہو۔ہماری دنیا بڑی عجیب وغریب ہے۔یہاں دشمن بھی مسیحا بن جاتے ہیں۔جو زہر ہمیں مار ڈالتا ہے' وہی زہر دوا بن کر کام آتا ہے۔اگر بیٹے کا انتقام لینا چاہو تو میں تمہارے کام آسکتا ہوں۔''

وہ ذرا سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔''دشمن تو دشمن ہوتا ہے۔تم کام آنے کے بعد مجھے کسی گڑھے میں گرا سکتے ہو۔''

''اچھی بات ہے۔خود کو اور بیٹے کو ایشورارا کے رحم و کرم پر رکھو۔تمہاری اوقات یہی ہے۔میں فون بند کررہا ہوں۔''

وہ جلدی سے بولا۔''تم کس طرح میرے کام آسکتے ہو؟''

''میں اس کی صرف ایک کمزوری بتاؤں گا۔تم اس کمزوری سے کھیلنا چاہو گے تو کھیل سکو گے۔''

''اگر واقعی ایسی بات ہے تو میں اسے زندہ سیارے میں واپس جانے نہیں دوں گا۔''

''تم شاید اس کمزوری کو جانتے ہو مگر بھول گئے ہو۔سیارے سے آنے والے عورتوں کے بھوکے ہوتے ہیں۔ہماری دنیا کی حسین عورتوں کے دیوانے بن جاتے ہیں۔تم بلندی پر اڑنے والے پرندوں کو زمین سے اچھل کر پکڑ نہیں سکتے مگر عورتوں کا چارا ڈال کر ان عقابوں کو جال میں پھانس سکتے ہو۔''

''تم بہترین مشورہ دے رہے ہو لیکن یہ معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے ہماری دنیا کے کس حصے میں اپنی خفیہ پناہ گاہ بنائی ہے؟''

''یہ بات تو موٹی سی عقل میں بھی آنے والی ہے کہ جہاں مٹھاس ڈالو گے' وہاں چیونٹیاں ضرور آئیں گی۔ویسے مراکش کے ایک شہر رباط کے اٹیلی جنس والوں تک پہنچو۔وہاں سے ان سیارے والوں کا سراغ مل سکے گا۔''

یہ کہہ کر میں نے رابطہ ختم کردیا۔

ایشورارا کا ایک ماتحت مراکش کے سرحدی شہر کی طرف گیا تھا۔اس نے ایشورارا کی تاکید کے مطابق اس آبادی میں جانے سے پہلے اپنے مخصوص تیز رفتار جوتے اتار کر ایک جھاڑی میں چھپا دیے تھے پھر دوسرے جوتے پہن کر اس سرحدی شہر کے ایک ایسے مکان میں گیا تھا' جہاں نویہاتا جوڑا رہتا تھا۔

اس مکان کا مالک بڑے ارمانوں سے ایک حسین عورت کو بیاہ کر لایا تھا لیکن وہ بدنصیب اس کے ساتھ سہاگ

رات نہ منا سکا۔اس ماتحت نے چھپ کر باری باری ان پر مختصر سا تنویمی عمل کیا۔اس شخص کو ایک کمرے میں گہری نیند سلانے کے بعد نئی دلہن کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ اس کے پاس جو شخص آرہا ہے وہی اس کا جیون ساتھی ہے۔

آدھی رات کے بعد پیٹرولنگ پولیس وہاں سے گزر رہی تھی۔ جہاں اس ماتحت نے اپنے جوتے چھپائے تھے۔ایک پولیس افسر اپنی ضرورت سے مجبور ہو کر ایک جھاڑی کی طرف گیا تو اسے وہ جوتے نظر آئے۔اس نے تعجب سے انہیں دیکھا۔وہ عجیب ساخت کے تھے۔دونوں جوتوں میں..... ایسے چھوٹے چھوٹے آلات لگے تھے' جو ان پولیس والوں کی سمجھ میں نہیں آئے۔وہ انہیں لے کر اپنے اعلیٰ افسر کے پاس پہنچے۔وہ بھی جوتوں کو دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا۔

کچھ عرصہ پہلے سن سٹی کے ایک میگزین میں ایک عجوبے کی تصویر شائع ہوئی تھی۔اس وقت جو جوتی شکل دیکھی ہی تھی۔اس کے متعلق لکھا گیا تھا کہ وہ سیارے سے آنے والی مخلوق ہے پھر دن گزرنے کے ساتھ ساتھ اس مخلوق کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہیں۔یہ پتا چلا تھا کہ وہ عجوبہ جب اپنے پاؤں جوڑ کر آگے بڑھتا ہے تو پھر بڑی تیز رفتاری سے تیر کی طرح میلوں دور نکل جاتا ہے۔

وہاں کے ایک شکاری کے علاوہ اعلیٰ بی بی اور ایمان علی بھی اس بات کے چشم دید گواہ تھے۔انہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا تھا۔اس سلسلے میں سوچا گیا کہ اس عجوبے کے پاؤں میں ایسی کوئی پراسرار قوت ہے یا پھر وہ ایسے جوتے پہنتا ہے جو اسے تیز رفتار بنا دیتے ہیں۔اب ایک عجیب وغریب ساخت کے جوتے اس پولیس افسر کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔اس نے فوراً ہی انہیں رباط کے انٹیلی جنس والوں تک پہنچا دیا۔

وہ ماتحت رات کے پچھلے پہر تک عیش وعشرت میں مگن رہا پھر اس مکان سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا آبادی سے باہر جھاڑی کے قریب پہنچا تو ٹھٹک گیا۔وہاں جوتے نہیں تھے۔دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔''کیا جوتے چرانے والا میری تاک میں یہیں کہیں چھپا ہوا ہے؟''

وہ تیزی سے بھاگتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔خیال خوانی کے ذریعے ایشورارا سے کہنے لگا۔''میں نے اپنے جوتے جھاڑیوں میں چھپائے تھے۔وہ وہاں سے گم ہو گئے ہیں۔پتا نہیں کون انہیں اٹھا کر لے گیا ہے؟ میں ہیڈ کوارٹر سے تقریباً ڈھائی سو میل کی دوری پر ہوں۔مجھے یہاں سے جلدی نکل جانا چاہیے۔پلیز، میرے لیے فوراً دوسرے جوتے بھیج دیے جائیں۔''

ایک ماتحت اس کے لیے جوتے لے کر آ گیا مگر میں نے بات بگاڑ دی تھی۔موسس کو ان کے پیچھے لگا دیا تھا۔اس نے تل ابیب کے ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ پر قبضہ جمایا۔اس نے موسس کی مرضی کے مطابق مراکش کے اعلیٰ حاکم سے فون پر رابطہ کیا۔مراکش کے حاکم نے اپنے انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔اس طرح موسس انٹیلی جنس کے اس شعبے تک پہنچ گیا' جہاں وہ جوتے پہنچائے گئے تھے۔

وہ ان جوتوں کی تصاویر اخبارات میں شائع کر کے اپنے بیانات کے ذریعے دنیا والوں کو چونکانا چاہتے تھے لیکن موسس نے انٹیلی جنس کے چند اعلیٰ افسران کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر انہیں اس بات پر قائل کیا کہ ان جوتوں کی تشہیر نہ کی جائے، نہ ہی ان کے سلسلے میں کسی سے کوئی ذکر کیا جائے۔موسس سیارے والوں کو بے خبر رکھ کر انہیں ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔خاص طور پر ایشورارا کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔

اس نے وہاں کے گورنر کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ اپنے چند متعلقہ افسران کو بلا کر حکم یہ دے گا کہ سرحدی شہر میں حسین عورتوں کا ایک میلا لگایا جائے۔وہاں رنگا رنگ تقریبات کا اہتمام کیا جائے۔خاص طور پر یہ اعلان کیا جائے کہ اس میلے میں پندرہ برس سے لے کر پچیس برس تک کی لڑکیوں کو اور جوان عورتوں کو آنے کی اجازت دی جائے گی۔یہ میلا صرف جوانوں کے لیے ہوگا۔مرد حضرات کے لیے کوئی پابندی نہیں ہوگی۔جوان اور بوڑھے سب ہی وہاں آسکیں گے۔

دوسرے ہی دن اس میلے کا اعلان کیا گیا۔حسین اور پُرشباب عورتوں کے بڑے بڑے رنگین پوسٹر شائع کر کے آس پاس کے تمام علاقوں میں جگہ جگہ چسپاں کیے گئے۔ٹی وی کے بے شمار چینلز کے ذریعے اس میلے کی پبلسٹی کی گئی۔کم سے کم لباس میں حسین اور پُرکشش لڑکیوں کو اسکرین پر پیش کیا گیا۔شیر کا شکار کرنے کے لیے بکری کو باندھا جاتا ہے۔سیارے والوں کو شکار کرنے کے لیے نوجوان بکریوں کو کھلا چھوڑ دیا گیا تھا۔

ایشورارا اور اس کے تمام ماتحت رنگین پوسٹر دیکھ رہے تھے۔مختلف چینلز پر تھرکتی ہوئی حسیناؤں کو دیکھ کر للچا رہے تھے۔وہ ساری حسینا ئیں اس میلے میں آنے والی تھیں۔وہ لوگ کسی پہلو سے بھی شبہ نہیں کر سکتے تھے کہ انہیں پھانسنے کے لیے اس میلے کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔

موسس نے خیال خوانی کے ذریعے بڑی راز داری سے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مخاطب کیا اور ان سے کہا۔''یہ سب کچھ سیارے والوں تک پہنچنے کے لیے کیا جا رہا ہے۔لہٰذا تم لوگوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے شام سے آدھی رات تک اس میلے میں رہنا ہوگا۔وہ میلا تین دنوں تک جاری رہے گا۔اس عرصے میں سیارے والوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں ڈھونڈ نکالنا ہے۔''

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پوچھا۔''انہیں کس طرح پہچانا جا سکے گا؟''

''جو لوگ حسین عورتوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھیں' ان سے راتیں گزارنے کے سلسلے میں سودا کریں۔ان پر زیادہ توجہ دی جائے۔''

ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔''ہم نے سنا ہے' سیارے سے آنے والے سب ہی افراد خیال خوانی جانتے ہیں۔یقیناً وہ یوگا میں بھی مہارت رکھتے ہوں گے۔ہم ان کے اندر کیسے پہنچ سکیں گے؟''

موسس نے کہا۔''کوئی ان کے اندر جانے کی حماقت نہ کرے۔وہ جن عورتوں کو پھانس کر لے جائیں گے' ان کے ذریعے انہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جائے گا۔اس کے بعد ہی ان سب کو اپنے زیر اثر لایا جائے گا۔''

پھر اس نے کہا۔''ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی کسی نشے کو ہاتھ نہیں لگاتے۔نشہ خواہ کتنا ہی کم سے کم اثر کرے ذہنی توانائی پر فرق پڑ جاتا ہے۔یوگا کی مہارت کمزور پڑ جاتی ہے۔اگر نشہ کچھ زیادہ ہو جائے تو نہ یوگا کی مہارت رہتی ہے نہ خیال خوانی کی پرواز کی جا سکتی ہے۔ایسی حالت میں ٹیلی پیتھی جاننے والے مفلوج ہو کر رہ جاتے ہیں۔''

''بے شک ایسا سب کے ساتھ ہوتا ہے۔''

''ایسا سیارے والوں کے ساتھ ہوتا ہے یا نہیں.....؟ ہم ابھی اس کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں جانتے پھر بھی وہ ہماری طرح انسان ہیں۔ہماری طرح جذبات اور احساسات رکھتے ہیں۔ان کا اندرونی جسمانی نظام بھی ہماری طرح ہے تو پھر وہ بھی نشے سے متاثر ہوتے ہوں گے۔نشہ آور چیزوں سے پرہیز کرتے ہوں گے۔''

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔''ہم اس سلسلے میں انہیں آزما سکتے ہیں۔اس میلے میں آنے والے ہر شخص پر کڑی نظر رکھیں گے' یہ دیکھیں گے کہ کون نشے سے پرہیز کر رہا ہے؟''

موسس نے کہا۔''جو پی رہے ہوں گے' وہ شک وشبے

اسپیشل آفر

ماہنامہ دلکش کراچی

اپنی فائل مکمل کیجیے

صرف 100 روپے میں

اپنی پسند اور ضرورت کے پچھلے 5 شمارے

رجسٹرڈ ڈاک سے گھر بیٹھے حاصل کریں

دلکش

کا اجرا اپریل 2006ء سے ہوا۔اگر آپ پچھلے شمارے حاصل کرنا چاہیں تو اپنی پسند کے کوئی بھی 5 شمارے (دستیابی سے مشروط)

صرف 100 روپے کا ڈرافٹ یا منی آرڈر ادارے کے نام اور پتے پر بھیج کر رجسٹرڈ ڈاک سے اپنے دروازے پر وصول کریں۔

یہ رعایتی اسکیم محدود مدت کے لیے ہے۔

اس سے آج ہی فائدہ اٹھائیں۔

ڈرافٹ / منی آرڈر اس پتے پر بھجوائیں

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

63 سی فیز II ایکسٹینشن، مین کورنگی روڈ، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی

مزید معلومات کیلئے.....فون: 5802552

سے بالاتر ہوں گے کیونکہ ہم ان کے چور خیالات پڑھ لیں گے اور جو نہیں پی رہے ہوں' انہیں پینے پلانے کی راہ پر لگانا ہوگا۔''

دو دن اور دو راتوں تک میلے کی زبردست تیاریاں ہوتی رہیں۔ وہاں کی انتظامیہ یہ نہیں جانتی تھی کہ کس مقصد کے لیے میلا لگایا جارہا ہے؟

موسس نے چاروں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تاکید کی تھی کہ وہ اپنے اکابرین کو بھی اس سلسلے میں رازدارنہ بنائیں۔ یہ اندیشہ تھا کہ ایشورارا اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے ان کی کارروائی کو سمجھ سکتا ہے۔ موسس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کچھ بولتا نہیں تھا۔ زبان سے کوئی بات نہیں ہوتی تھی۔ وہ سب ہی خیال خوانی کے ذریعے اپنے منصوبوں پر عمل کررہے تھے۔

میلے کا انتظام کرنے والی انتظامیہ کے اہم عہدے داروں کے دماغوں قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ وہاں سیکیورٹی پولیس بھی تھی۔ جہاں عورتوں کی رنگ رلیاں ہوتی ہیں' وہاں حفاظتی انتظامات بھی کیے جاتے ہیں۔ یہ کوئی نئی یا شبہ میں مبتلا کرنے والی بات نہیں تھی۔ ایشورارا اور اس کے ماتحت کبھی سوچ نہیں سکتے تھے کہ ان کے لیے کیسا جال بچھایا جارہا ہے؟

جب وہ تیسری شام میلا دیکھنے آئے تو وہاں کی رونق دیکھ کر پلکیں جھپکنا بھول گئے۔ ہر جگہ خوبصورت اسٹال سجے ہوئے تھے اور ہر اسٹال پر عورتیں سیلز گرلز کے طور پر دکھائی دے رہی تھیں۔ انڈور گیمز اور نشانہ بازی کے اسٹالز پر بھی عورتیں کھڑی تھیں۔ اپنی طرف بلاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ ''آؤ! نشانہ لگاؤ۔ ادھر دل ٹارگٹ بنا ہوا ہے جو صحیح نشانہ لگائے گا' وہ سیدھا ہمارے دل میں اتر آئے گا۔''

ان کی ادائیں اور بولنے کا انداز ایسا تھا کہ لوگ بے اختیار ان کی طرف کھنچے چلے جارہے تھے۔ مختلف چار دیواریوں میں حسینائیں کھیل تماشے دکھارہی تھیں۔ شراب خانوں اور کلبوں میں رقص کرنے والوں کا ساتھ دینے کے لیے بھی عورتیں موجود تھیں۔ ایسی چار دیواریاں بھی تھیں' جن کے اندر کیبرے ڈانس ہورہا تھا۔ لڑکیاں ناچتے ناچتے اپنا ایک ایک لباس اتار رہی تھیں اور دیکھنے والوں کے جذبات کو بھڑکا رہی تھیں' انہیں دیوانہ بنا رہی تھیں۔

یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایسے رنگین و سنگین ماحول میں سیارے والوں کا کیا حال ہورہا ہوگا؟ وہ ایک ایک حسن' ایک ایک سراپا... کو دیکھ رہے تھے اور اندر ہی اندر لوٹ پوٹ ہورہے تھے۔ ایشورارا کی طبیعت خراب تھی۔ یہ کہنا چاہیے کہ اس کی قسمت اچھی تھی۔ وہ پہلی شام اس میلے میں نہ جاسکا۔ وہ میلا ایک ہفتے تک جاری رہنے والا تھا۔ اس نے سوچا تھا' آج نہ سہی ایک دو روز بعد چلا جائے گا۔ تب تک اسکرین پر اس میلے کا منظر دیکھتا رہے گا۔ اس طرح اپنے ماتحتوں کی نگرانی بھی کرتا رہے گا۔

اسکرین پر پھولوں جیسے کھلتے ہوئے چہرے اور چیختے ہوئے بدن کہر رہے تھے۔ ''ارے نادان! جوبن کا تماشا دور بیٹھ کر دیکھا نہیں جاتا۔ کیا ایسا گیا گزرا ہے کہ ہمیں آکر چھو بھی نہیں سکتا؟''

حقیقت یہ تھی کہ وہ سیارے سے جو انجکشن لگا کر آیا تھا۔ اس کا اثر اگر چہ زائل ہوگیا تھا۔ وہ ایک عورت کے ساتھ تہ خانے میں تین چار دنوں تک اچھا خاصا وقت گزارتا رہا تھا۔ اس کے بعد اچانک ہی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ اس نے ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے اپنے اندر کی کمزوریوں کو سمجھا تو پتا چلا' اس انجکشن کا اثر ہے۔ وہ جنسی توانائی کے پہلو سے تقریباً مفلوج ہوکر رہ گیا تھا۔ تہ خانے میں پڑی ہوئی عورت کے پاس بھی نہیں جاتا تھا۔ بڑی تندہی سے اپنا علاج کررہا تھا۔ ایسی دوائیں کھا رہا تھا' جو اسے جلد از جلد نارمل بنا سکتی تھیں۔

وہ مشین کو آف کرکے بیڈ پر لیٹ گیا۔ اس کے ماتحت یکے بعد دیگرے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کررہے تھے اور ضروری ہدایات حاصل کررہے تھے۔ سب ہی ماتحت یہ پریشانی ظاہر کررہے تھے کہ وہ جس عورت کے پاس جاتے ہیں' وہ خوش آمدید کہتے ہوئے شراب کا ایک پیگ پیش کردیتی ہے۔

دوسرے ماتحت نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''ہم پینے سے انکار کرتے ہیں تو کہتی ہیں' آ بھی جاؤ یہ میلا جوانوں کے لیے لگایا گیا ہے۔''

تیسرے ماتحت نے کہا۔ ''ایک حسینہ بہت ہی زبردست ہے۔ میرے ساتھ سیٹ ہونے والی ہے لیکن کہتی ہے' مجھے ایسے جوان پسند نہیں' جن میں جوانی تو ہوتی ہے مگر وہ شرابی اور طوفانی نہیں ہوتے۔''

ایشورارا ان کی باتیں سن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ تمام ماتحت اس رنگین میلے میں بھٹکنے اور بہکنے سے باز نہیں آئیں گے۔ اس کی نصیحت بھی کام نہیں کرے گی۔ لہٰذا اس نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ ''ٹھیک ہے استقبالیہ انداز میں ایک پیگ پیش کیا جارہا ہے تو اسے پی لو مگر ایک کے بعد دوسرا نہ پیو۔ اگر کسی کے ساتھ لمبا وقت گزار رہے ہو اور پینا ضروری

کتابیات پبلشرز
کتابیات پبلشرز
کتابیات پبلشرز

ہوگیا ہے تو ٹھہر ٹھہر کر ایسے بولو کہ ہوش میں رہو۔ مدہوشی میں تمہاری زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکلے جو ٹیلی جنس والوں کو ہمارے ہیڈ کوارٹر کے دروازے پر لے آئے۔''

موسس اور چار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس میلے میں خیال خوانی کے ذریعے موجود تھے۔ انہوں نے اپنے بارہ عدد آلہ کار وہاں پہنچائے تھے۔ وہ آلہ کار مسلح تھے۔ ان کے معمول اور تابعدار بنے ہوئے میلے میں آزادی سے گھوم پھر رہے تھے۔ جب انہیں حکم دیا جاتا تو وہ فوراً ہی اس کی تعمیل کے لیے دوڑ پڑتے۔

وہ پانچ خیال خوانی کرنے والے میلے میں ان افراد کو ٹٹول رہے تھے جو عورتوں کے پاس آتے تھے اور شراب کا استقبالیہ جام پینے سے انکار کردیتے تھے۔ سیارے والوں کے علاوہ اور بھی ایسے لوگ تھے جو پیتے نہیں تھے۔ شراب کے ساتھ عورت مل رہی ہو تب بھی پینے سے انکار کر دیتے تھے۔ ایسے لوگ پہچان میں آجاتے تھے کہ نہ تو وہ یوگا کے ماہر ہیں نہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ سیارے سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

ایشورارا کے ماتحت اپنی کسی من پسند حسینہ کو حاصل کرنے کے لیے شراب کا جام وصول کررہے تھے۔ وہ اپنی باتوں اور حرکتوں سے کسی حد تک پہچانے جارہے تھے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان عورتوں کے اندر رہ کر انہیں تنہائی میں لے جارہے تھے۔ وہاں ایسے چھوٹے چھوٹے کوارٹر بنے ہوئے تھے جنہیں کرائے پر حاصل کیا جاسکتا تھا۔

وہ عورتیں خیال خوانی کرنے والوں کے زیر اثر تھیں۔ اپنے طلبگاروں کو ان کوارٹروں میں لے جارہی تھیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مرضی کے مطابق انہیں بہلا پھسلا کر خوب پلا رہی تھیں۔ دو چار پیگ پیتے ہی ان کے دماغوں کے دروازے کھل گئے۔ مختصر سے چور خیالات نے فوراً ہی بتادیا کہ وہ سیارے سے آنے والے عیاش ہیں۔

موسس کا طریق کار ایسا تھا کہ وہ صحیح نتائج تک پہنچ رہا تھا۔ چند گھنٹوں میں ایشورارا کے پندرہ ماتحت نظروں میں آگئے تھے۔ انہیں بڑی رازداری سے ہلاک کردیا گیا۔ یہ یقین ہوچلا تھا کہ آئندہ چند گھنٹوں میں باقی سیارے والے بھی ان کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔ آدھی رات گزر گئی تو ایشورارا نے سوچا اب تمام ماتحتوں کو واپس آجانا چاہیے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک کو مخاطب کرنا چاہا تو سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ وہ چونک کر اٹھ بیٹھا، ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ خیال خوانی کی واپس آنے والی لہروں نے بتادیا تھا کہ وہ ماتحت مر چکا ہے۔

اس نے ایک کے بعد دوسرے پھر تیسرے پھر چوتھے ماتحت کے دماغوں میں خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ ہر جگہ سے لہریں واپس آتی رہیں اور اسے دماغی دھچکے پہنچاتی رہیں۔ وہ فوراً ہی اپنے سفری بیگ میں ضروری سامان رکھنے لگا۔ آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کو پیک کرنے لگا، وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اس کے ماتحتوں کی طرف آنے والی موت نے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے۔ دشمن کسی بھی لمحے میں ہیڈ کوارٹر تک پہنچ سکتے ہیں۔

موسس اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایشورارا کے ماتحتوں کو قتل کرنے سے پہلے ان کے چور خیالات پڑھے تھے اور پوچھا تھا 'ایشورارا کہاں ہے؟' انہیں جواب ملا تھا کہ وہ ہیڈ کوارٹر میں ہے پھر ان سے پوچھا گیا کہ ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟

انہوں نے کہا۔ ''سن سٹی کی اسکوائر کالونی میں بارہویں اسٹریٹ کے موڑ پر ہے۔''

وہ شہر وہاں سے تقریباً پانچ سو کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ اس سرحدی شہر سے کوئی فلائٹ یا ٹرین سن سٹی کی طرف نہیں جاتی تھی۔ اس نے اپنے چار آلہ کاروں کو ہائی وے کے راستے سے روانہ کیا۔ خود ان کے اندر موجود رہا۔ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے کے باوجود وہ دو گھنٹے بعد وہاں پہنچے۔

ایشورارا قسمت کا دھنی تھا۔ ان کے پہنچنے سے بہت پہلے ہی وہاں سے نکل چکا تھا۔ اس نے ایک مہنگے ہوٹل میں کمرا لیا تھا۔ اس وقت وہاں بیٹھا اپنی مخصوص مشین کے ذریعہ دیکھ رہا تھا کہ کتنے ماتحت ابھی زندہ ہیں اور کتنے اس دنیا میں آکر گم ہوچکے ہیں؟ جو بھی دشمن تھا' اس کے ماتحتوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہلاک کررہا تھا۔ اس لیے مرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔

دو ماتحت اسکرین پر دکھائی دیے۔ اس نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''فوراً اس میلے سے نکل بھاگو۔ دشمنوں نے تمہارے کئی ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے۔ وہ تمہیں بھی ڈھونڈ رہے ہوں گے۔''

اس نے اس غیر معمولی مشین پر منظر تبدیل کیا۔ اپنے ہیڈ کوارٹر کی خبر لی۔ وہاں چار مسلح افراد دکھائی دے رہے تھے۔ اس عمارت کے مختلف حصوں میں اسے اور اس کے باقی ساتھیوں کو تلاش کررہے تھے۔ ان میں سے ایک نے تہ خانے کا راستہ معلوم کرلیا تھا۔ وہاں انہیں وہ قیدی عورت

دکھائی دی۔ وہ ان اجنبیوں کو دیکھتے ہی روتے ہوئے گڑگڑانے لگی۔ ''ہیلپ می....فار گاڈ سیک ہیلپ می....مجھے ایک درندے نے یہاں قید کررکھا ہے۔''

ایک نے پوچھا۔ ''تمہیں یہاں کس طرح لایا گیا ہے؟''

''میں نہیں جانتی' شاید مجھے بے ہوش کیا گیا تھا۔ میں اپنے آپ سے غافل ہوگئی تھی۔ جب آنکھ کھلی تو خود کو یہاں پایا۔ میں باہر کی روشنی نہیں دیکھ سکتی۔ یہ نہیں جانتی کہ کتنے دن اور کتنی راتیں گزر چکی ہیں؟''

اس نے اپنا نام اور گھر کا پتا بتایا۔ وہ اسے تہ خانے سے باہر لے آئے۔ باقی تین افراد مختلف کمروں سے ایشورارا کے ماتحتوں کا سامان اٹھا کر لارہے تھے۔ ان میں چھوٹے بڑے ایسے آلات بھی تھے جو اس دنیا میں کبھی دیکھے نہیں گئے۔ آئندہ یہاں کے سائنس داں ان کی اسٹڈی کرکے بتا سکتے تھے کہ وہ آلات کس کام آتے ہیں اور کس طرح استعمال کیے جاتے ہیں؟

ان چار افراد میں سے تین خاموش تھے۔ گونگے بنے ہوئے تھے۔ چوتھا شخص اس عورت سے بولتا رہا تھا۔ اس لیے ایشورارا اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس شخص نے ایشورارا کی مرضی کے مطابق ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ ''میں تم تینوں کو ابھی جہنم میں پہنچا کر خودکشی کرلوں گا۔ یہاں کا سامان' یہاں کا کوئی راز باہر جانے نہیں دوں گا۔''

ایشورارا نے اس کے ذریعے گولی چلائی۔ موسس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمارکھا تھا۔ گولی چلانے سے پہلے ہی اس کے ہاتھ سے ریوالور کو گرادیا پھر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا۔ ''فوراً ان ماتحتوں کے دماغوں میں آکر قبضہ جماؤ۔ ایشورارا انہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے۔''

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر پہنچ گئے۔ ایشورارا سمجھ گیا کہ خیال خوانی کے ذریعے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اس نے ہیڈ کوارٹر سے فرار ہوتے وقت ایک طاقتور بم وہاں چھپا کر رکھا تھا۔ اس نے اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے اس بم کو اسکرین پر دیکھا پھر مشین کو اس طرح آپریٹ کرنے لگا کہ اس بم کو بلاسٹ کرنے والی ٹائمنگ آن ہوگئی۔

پانچ منٹ کے بعد زبردست دھماکہ ہونے والا تھا۔ اس وقت تک ایشورارا نے انہیں باتوں میں الجھایا۔ جس شخص کے اندر پہنچ چکا تھا' اس کے ذریعے کہا۔ ''میں پوچھنا چاہتا ہوں' مجھ سے دشمنی کیوں کی جارہی ہے؟ تم لوگ

''آپ کے پاس مینڈکوں کی پرورش کے موضوع پر کوئی کتاب ہوگی؟''

کون ہو؟''

موسس نے اپنے آلہ کار کے ذریعے کہا۔ ''نام سنو گے تو خوف سے لرز جاؤ گے....میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ تم مسلمانوں کی روحانیت کے خلاف جنگ کرنے آئے ہو۔ اس سے پہلے ہی میں تمہیں نیست و نابود کردوں گا۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''میں اپنی گھڑی دیکھ رہا ہوں۔ مجھے نابود کرنے سے پہلے اپنے آلہ کاروں کو جہنم میں پہنچتے ہوئے دیکھو اور میری گنتی سنو۔ دس، نو، آٹھ، سات، چھ۔ پانچ، چار، تین، دو، ایک...''

گنتی ختم ہوتے ہی ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ اس عمارت کی دیواریں گرنے لگیں۔ آس پاس کی عمارتوں کے لوگوں کو یوں لگا جیسے زلزلہ آگیا ہے۔ اس علاقے کے تمام افراد اپنے اپنے گھروں سے نکل کر بھاگنے لگے۔ موسس اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا تھا۔ اس کے چاروں ماتحت چشم زدن میں فنا ہوچکے تھے۔

زندگی اور موت کے کھیل میں یہی ہوتا ہے۔ فنا باری باری سب ہی کے حصے میں آتی ہے۔ بقا کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔

صبح ہونے تک ایشورارا نے اپنے ماتحتوں کا حساب کیا۔ بائیس ماتحت موت کے گھاٹ اتارے جاچکے تھے۔ دو اس میلے سے فرار ہوگئے تھے۔ باقی جو چار تھے' وہ زن ہزار زنخے تھے۔ انہوں نے میلے کا رخ نہیں کیا تھا۔ اس لیے زندہ بچ گئے تھے۔ ایشورارا کا بہت بڑا نقصان ہوا تھا۔ ایک ہی رات میں اٹھائیس ماتحتوں میں سے بائیس موت کے گھاٹ اتارے جاچکے تھے۔ ایک ہی رات میں اتنا بڑا نقصان کیسے ہوگیا؟ اس بات کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی....ہائے ری عورت!

میں نے فون کے ذریعے موسس سے پوچھا۔ ''کیوں

....میرا مشورہ کیسا رہا؟''

وہ قائل ہو کر بولا۔''بے شک تم نے مجھے رباط کے انٹیلی جنس والوں کے پاس جانے کو کہا۔ وہاں پہنچتے ہی ایشورارا سے انتقام لینے کا راستہ مل گیا۔ اس نے میرے بیٹے کو ایک گولی ماری تھی۔ میں نے جواباً بائیس سیارے والوں کو ایک ہی رات میں ہلاک کر دیا ہے۔''

''میں نے کہا تھا' دشمن بھی کبھی کام آ جاتے ہیں۔ زہر اگرچہ انسان کو مار ڈالتا ہے لیکن وہی زہر دوا بن کر اسے نئی زندگی بھی دیتا ہے۔ پھر کبھی برا وقت آئے تو مجھے یاد کر لینا۔''

میں نے فون بند کر دیا پھر ایشورارا کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر کہا۔''ہیلو... میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔''

وہ غصے سے دھاڑتے ہوئے بولا۔''مجھ سے دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔ تم نے مجھے ایک ہی رات میں بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔''

میں نے کہا۔''ذرا آہستہ..... گرمی زیادہ ہے تو برف کی سل پر بیٹھ کر بات کرو۔ تمہارے آدمیوں کو میں نے نہیں موسس نے ٹھکانے لگایا ہے۔ تم نے اس کے بیٹے کو ایک گولی ماری تھی۔ اس نے ایک ہی رات میں تمہارے بائیس بندوں کو نگل لیا اور ڈکار بھی نہیں لے رہا ہے۔ میں تو ایسے برے وقت میں تمہارے کام آنے کے لیے آیا ہوں۔''

''نہ میں تمہارا محتاج ہوں' نہ تم جیسے دشمن پر بھروسا کروں گا۔''

''موسس نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا۔ میں نے اسے تمہارے بائیس آدمیوں تک پہنچا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ دشمن برے وقت میں کام آ سکتے ہیں۔ میں تمہیں بھی آنے والے ایک برے وقت سے آگاہ کر سکتا ہوں۔ اگر تم نے میری بات نہیں سنی' مجھ پر بھروسا نہیں کیا تو بے خبری میں مارے جاؤ گے۔''

وہ پریشان ہو کر خلا میں تکتے ہوئے سوچنے لگا۔''کیا یہ میرے کسی برے وقت کے بارے صحیح اطلاع دے گا؟ کیا مجھے اس پر بھروسا کرنا چاہیے؟''

میں نے کہا۔''ایک بات اچھی طرح سمجھ لو' میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ دھوکا اس لیے نہیں دوں گا کہ تم سب کو آپس میں لڑا رہا ہوں۔ آئندہ بھی اس طرح لڑاتا رہوں گا اور تم بابا صاحب کے ادارے کا راستہ بھول جاؤ گے۔ ایسا سچ بولنے والا دشمن کہیں نہیں ملے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ ناگہانی موت تمہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے۔ میں رابطہ ختم کر رہا ہوں۔ اگر لمبی زندگی گزارنے کی خواہش ہو تو مجھے یاد کر لینا... کیا میں تمہیں گڈ بائے کہوں....؟''

وہ جلدی سے بولا۔''میں یہ ضرور معلوم کرنا چاہوں گا کہ مجھ پر ایسا کون سا برا وقت آنے والا ہے' جس سے تم باخبر ہو اور میں بے خبر ہوں؟''

''ہم انسانوں کی یہ بری عادت ہے جب تک زندہ رہتے ہیں' تب تک موت کو بھولے رہتے ہیں۔ تم بھی بھول رہے ہو' تمہاری موت اسی دنیا میں' اسی زمین پر آئے گی۔''

''ہاں' سیارے میں ایک مشین نے بتایا تھا' میری موت اس دنیا میں ایک عورت کے ہاتھوں ہوگی۔ یہاں آنے کے بعد کتنے ہی عالموں اور نجومیوں نے بھی یہی پیش گوئی کی ہے۔ میں خوفزدہ نہیں ہوں۔ موت تو آنی ہی ہے مگر ایک عورت کے ہاتھوں آئے گی' یہ میرے لیے شرمناک بات ہے۔ میں اس دشمن عورت کے ہوش اڑا دوں گا۔ اسے دن میں تارے دکھا دوں گا اور ہاں۔ یاد آیا.... انڈیا کے جوگی مہاراج اور روم کے فادر جوزف نے شاید مجھے بتایا تھا کہ اس کا نام سونیا ہے اور وہ تمہاری وائف ہے۔''

پھر وہ بڑی ناگواری سے بولا۔''کیا تم نے چوڑیاں پہنی ہیں؟ عورتوں کی طرح بابا صاحب کے ادارے میں چھپے بیٹھے ہو اور گھر والی کو میرے ہاتھوں مرنے کے لیے بھیج رہے ہو؟''

''میں نے ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہنی ہیں اور نہ ہی چھپ کر بیٹھا ہوں۔ تیری اس آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کو تباہ کرنے کے لیے جب ادارے سے باہر نکلوں گا' تب تک تُو اس دنیا میں نہیں رہے گا۔ ابھی میں خود نہیں آ رہا ہوں۔ تُو ایک انگلی سے مر سکتا ہے تو تجھے مارنے کے لیے پانچ انگلیوں کا گھونسا بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی لیے میری وائف آ رہی ہے۔ کل پیرس کے وقت کے مطابق صبح نماز کے بعد اس ادارے کا دروازہ کھلے گا اور وہ باہر آئے گی۔ ایسے وقت تُو اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعہ اسے دیکھ سکے گا۔ چاہے تو اس پر حملے بھی کرا سکتا ہے۔''

پھر میں نے ہنستے ہوئے کہا۔''کیا ہوا کہ میری وائف تیری موت بن کر آ رہی ہے۔ یہ بھی تو دیکھ... میں تجھے بہت پہلے ہی خبردار کر رہا ہوں۔ ایسا دوست نما دشمن تجھے کبھی نہیں ملے گا.... کہیں نہیں ملے گا۔'' اور فون بند کر دیا۔

یہ پر پیچ و سنسنی خیز داستان جاری ہے، مزید واقعات آیندہ ماہ ملاحظہ فرمائیے

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین بہتر ماہ سے جاری ہے

دیوتا

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی
جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ
نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں جاتا
جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔
دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے
قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ
رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو
خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون
میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت
جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

جو سچ تھا وہ میں نے ایشورارا سے اور برائٹ موسس سے کہہ دیا تھا۔ یہ سچ کاہنہ بھی جانتی تھی اور تمام اکابرین بھی جاننے والے تھے کہ میں ان سب کو آپس میں لڑا رہا ہوں۔ آیندہ وہ کبھی بابا صاحب کے ادارے کا رُخ نہیں کر سکیں گے۔ ہمیشہ ایک دوسرے سے یونہی کتوں کی طرح لڑتے رہیں گے۔ میں نے کھل کر اپنی حکمتِ عملی بتادی۔ کوئی کسی کو اپنے

داؤ پیچ نہیں بتاتا، میں نے بتادیے تھے۔ آئندہ وہ چاہتے تو میری کسی چال میں نہ آتے۔ میری کسی بھی بات میں آکر ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچاتے مگر وہ سب اپنے حالات سے مجبور تھے۔ سب ہی ڈوری سے بندھی ہوئی کٹھ پتلیوں کی طرح ناچنے اور ایک دوسرے سے ٹکرانے والے تھے۔

سچ بہت زہریلا ہوتا ہے اور یہ زہر پی رہے تھے۔ ان کے آپس کے جھگڑے کبھی ختم نہیں ہوں گے اور نہ ہی ہماری حکمتِ عملی یہ تماشا ختم ہونے دے گی۔

ایشورارا نے موسس کے بیٹے پر حملہ کرایا تھا۔ جواباً موسس نے ایک ہی رات میں اس کے بائیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ آئندہ ایشورارا کی جوابی کارروائی منظرِ عام پر آنے والی تھی۔ ایسے وقت میں نے یہ اطلاع دے کر ایشورارا کے دل کو دھڑکا دیا تھا کہ بار بار ہونے والی پیش گوئی کے مطابق اس کی موت بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر آرہی ہے۔

وہ بظاہر خوفزدہ نہیں تھا۔ تاہم موت سے کون نہیں ڈرتا؟ نہ ڈرے تب بھی وہ اپنے وقت پر آکر دبوچ لیتی ہے مگر یہ سوچ کر وہ سنسنی محسوس کررہا تھا کہ ایک عورت کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ ناگواری سے سوچ رہا تھا۔ ''کیا میں اتنا گیا گزرا ہوں کہ سونیا کے ہاتھوں مارا جاؤں گا؟''

اس نے سونیا کی اور میرے تمام فیملی ممبرز کی ہسٹری پڑھی تھی۔ تمام بڑے ممالک کے ریکارڈ رومز میں سونیا کی ہسٹری ایک ہی بات کہتی تھی کہ وہ ناقابلِ شکست ہے اور اس نے دنیا کے بڑے بڑے شہر دروں کو منہ کے بل گرایا ہے۔ انہیں اپاہج بنا کر چھوڑا ہے یا سیدھا جہنم میں پہنچادیا ہے۔

تمام ممالک کے اکابرین ایک ہی بات کہتے تھے۔ ''وہ آسمان سے گرنے والی بجلی ہے۔ جہاں گرتی ہے وہاں زندگی کو مفلوج کردیتی ہے۔''

ایشورارا کو اس کی ہسٹری کے یہ الفاظ اور دیگر اہم باتیں یاد تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ عورت ہو یا ایک بچہ کسی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ موت کسی کو بھی وسیلہ بنا کر آسکتی ہے۔ اس وسیلے کو ختم کرنے کی تدبیر کی جانی چاہیے۔

اس نے اپنی کمزوریوں کے حوالے سے سوچا کہ سب ہی کی کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور ہوتی ہے۔ باپ اگر چہ اولاد سے بہت زیادہ لگاؤ نہیں رکھتے، بس رسمی طور پر اپنے فرائض ادا کرتے ہیں لیکن میں بھی تو اپنی بیٹی اور بیٹے کی محبت میں تڑپتا ہوں۔ ان کی سلامتی کے لیے دن رات پریشان رہتا ہوں۔ سونیا تو ماں ہے کیا وہ اپنے بچوں پر جان نہیں دیتی ہوگی؟ کیا ان بچوں کو اس کی کمزوری نہیں بنایا جاسکتا؟

وہ آنکھیں بند کرکے اس پہلو پر غور کرنے لگا۔ سوچنے لگا کہ سونیا کی سوکن آمنہ کے دو بیٹے پارس اور پورس ہیں۔ سونیا نے بچپن سے ان کی پرورش کی ہے، ایسی ٹریننگ دی ہے کہ انہیں فولاد بنا دیا ہے۔ وہ سگی ماں کی طرح انہیں چاہتی ہے۔ پارس اور پورس بھی اس پر جان دیتے ہیں پھر اس کی سگی اولاد میں اعلیٰ بی بی عرف عالی اور کبریا بھی ہیں۔ کیا ان بچوں کو اس خطرناک عورت کی کمزوریاں نہیں بنایا جاسکتا ہے؟

وہ آنکھیں بند کیے سوچ رہا تھا۔ اسے یاد آرہا تھا بہت عرصے پہلے سونیا سے ایک انٹرویو کے دوران میں پوچھا گیا تھا۔ ''تم اپنے بچوں سے کتنا پیار کرتی ہو...؟''

اس نے جواب دیا تھا۔ ''خدا اور رسول ﷺ کے بعد میرے بچے ہی میری کل کائنات ہیں۔''

پھر پوچھا گیا تھا۔ ''تمہارے ایک نہیں بے شمار دشمن ہیں۔ وہ تمہارے بچوں کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ انہیں خطرات سے کھیلنے کے لیے آزاد کیوں چھوڑ دیتی ہو؟''

اس نے جواب دیا تھا۔ ''میں مرغی کی طرح بچوں کو اپنے پروں میں چھپا کر رکھوں گی تو وہ کب تک محفوظ رہیں گے؟ موت تو ماں کے آنچل میں بھی آجاتی ہے۔''

''پھر بھی ماں اپنے بچوں کو اس راستے پر نہیں جانے دیتی جہاں خطرات زیادہ ہوتے ہیں۔''

اس نے کہا۔ ''دنیا کے کسی بھی ملک میں کسی بھی شہر میں کسی بھی راستے میں حادثات پوچھ کر نہیں ہوتے..... گاڑیاں ٹکراتی ہیں، اندھا دھند فائرنگ ہوتی ہے، بم دھماکے ہوتے ہیں۔ کسی گناہ کے کسی جرم کے بغیر بے گناہ مارے جاتے ہیں۔'' وہ سینہ تان کر بولی۔ ''میں کمزور ماں نہیں ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتی ہوں کہ انہیں یا تو طبعی موت آئے گی یا پھر وہ نیک مقصد کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے اپنی جانیں دیں گے۔''

پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بڑے اطمینان سے بولی۔ ''آخری بات یہ ہے کہ ہمارا ایمان مستحکم ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدائش اور موت کا ایک وقت مقرر کیا ہے۔ مقررہ وقت سے ایک سیکنڈ پہلے انہیں کوئی مار نہیں سکے گا.....''

ایشورارا سر جھکائے سونیا کے بارے میں سوچ رہا تھا اور اس کے متعلق بہت سی باتیں یاد کررہا تھا۔ سمجھنے کی کوشش کررہا تھا کہ اپنی طرف آنے سے پہلے اس کا راستہ کس طرح بدل سکتا ہے؟ کس طرح اسے ختم کرسکتا ہے؟

میں نے اسے کہا تھا کہ سونیا دوسری صبح فجر کی نماز کے بعد بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکلے گی۔ اس تنہا عورت کے پاس سائنس اور ٹیکنالوجی سے تعلق رکھنے والا کوئی حربہ نہیں

ہوگا۔ اس کے باوجود وہ اس کے لیے عذابِ جان بن جائے گی۔ اس کا ذہن اس سوال میں اُلجھا ہوا تھا۔ ''کیا سونیا ادارے سے باہر آنے کے بعد میری غیر معمولی مشین کی اسکرین پر نظر آسکے گی...؟''

اس کی عقل اور اس کا اعتماد کہہ رہا تھا کہ یہ مشین پاتال میں چھپنے والوں کو بھی اسکرین پر لے آتی ہے۔ اسی لیے فرہاد علی تیمور اپنے بیوی اور بچوں سمیت بابا صاحب کے ادارے میں جا کر چھپ گیا ہے۔ وہ روحانی عمل کے باعث نظر نہیں آرہے ہیں؟ لیکن اب تو سونیا اس ادارے سے باہر نکلنے والی ہے۔

وہ اپنی مشین کی طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''ان مسلمانوں کی روحانی قوت اس ادارے سے باہر سونیا کو نہیں چھپا سکے گی۔ وہ اسکرین پر یقیناً نظر آئے گی۔ میں آسانی سے دیکھ سکوں گا کہ وہ کہاں جارہی ہے؟ کیا کررہی ہے؟ اور اس کے ارادے کیا ہیں؟''

اس نے معلوم کیا کہ پیرس میں صبح کی اذان کتنے بجے ہوتی ہے؟ اس وقت کے مطابق سن سٹی کی گھڑیوں میں کیا وقت ہوگا؟ یہ معلوم کرنے کے بعد اس نے اپنی غیر معمولی مشین میں پیرس کی نمازِ فجر کے وقت کے مطابق الارم سیٹ کرلیا۔

اس کے بعد یہ بے چینی رہی کہ آج کا دن اور رات انتظار میں گزرے گی جب سونیا کو ادارے سے باہر آنا ہے تو پھر آج ہی کیوں نہیں نکل آتی؟ کیا کل فجر کے وقت اس ادارے سے نکلنے میں کوئی خاص مصلحت ہے؟

اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ ان کے پُراسرار علوم کے مطابق عمل کرنے کے جو مخصوص اوقات ہوتے ہیں شاید اسی طرح مسلمان بھی شگون کے طور پر اچھی اور بری گھڑی دیکھ کر کسی خاص کام کے لیے کوئی خاص وقت مقرر کرتے ہیں۔ اسی لیے سونیا کل فجر کی نماز کے بعد ہی وہاں سے نکلے گی اور اس وقت تک اس کے انتظار میں ایشورارا کی بے چینی بڑھتی رہے گی۔

اس نے وقت گزارنے کے لیے موسس کی طرف توجہ دی۔ پہلے وہ مجھ پر شبہ کررہا تھا کہ میں نے ایک ہی رات میں اس کے بائیس ماتحتوں کو ہلاک کردیا ہے۔ میں نے اس الزام سے انکار کیا اور صاف کہہ دیا۔ ''تم یقین کرو یا نہ کرو اگر میں ایسا کرتا تو ڈنکے کی چوٹ پر کرتا۔ دنیا جانتی ہے اور یہ دیکھتی آرہی ہے کہ ہم دشمنوں پر چھپ کر وار نہیں کرتے۔ اگر کوئی مصلحت ہو یا کوئی مجبوری ہو اور جنگی اصولوں کے مطابق شب خون مارنا لازمی ہوجائے تب ہی ہم ایسا کرتے ہیں مگر بعد میں اقرار کرلیتے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''تو پھر تم انکار کررہے ہو؟''

''انکار بھی کررہا ہوں اور تمہیں نیک مشورہ بھی دے رہا ہوں کہ اپنے اصل دشمن کو پہچانو۔ موسس کا محاسبہ کرو تمہیں حقیقت معلوم ہوجائے گی۔''

میری یہ باتیں ایشورارا کے دماغ میں چبھ رہی تھیں۔ اس نے موسس سے رابطہ کرنے کے بعد پوچھا۔ ''کیا بہت خوش ہو رہے ہو؟''

موسس نے کہا۔ ''خدا کا شکر ہے میں ہمیشہ خوش رہتا ہوں۔ بائی دا وے تم کس بات کا طعنہ دے رہے ہو؟''

''تم سمجھتے ہو میرے بائیس آدمیوں کو ہلاک کرنے والا قاتل آسانی سے چھپ جائے گا؟ تمہیں یہ خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ میری اس غیر معمولی مشین کی اسکرین پر اس قاتل کی تصویر آچکی ہے۔''

موسس نے کہا۔ ''میں جانتا ہوں تمہاری مشین کی اسکرین پر نظر آنے والا فرہاد علی تیمور ہوگا۔''

''نہیں، وہ خود کو بہت بڑا چالباز سمجھ رہا ہے..... اب بھی خود کو چھپا رہا ہے۔ اس نے میرے بائیس آدمیوں کو مار ڈالنے کی بڑی زبردست پلاننگ کی اور اس پلاننگ میں کامیاب بھی رہا پھر اس نے میرے ہیڈ کوارٹر میں آکر فرہاد علی تیمور کی آواز اور لب و لہجے میں مجھے دھوکا دینا چاہا۔''

موسس نے ذرا پریشان ہوکر پوچھا۔ ''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فرہاد علی تیمور نے وہ واردات نہیں کی ہے؟''

''نہیں، میں اپنی غیر معمولی مشین کے سامنے بیٹھا اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ اس کمینے چالباز کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ہماری مشین کیسی حیرت انگیز کارکردگی دکھاتی ہے۔ ہمارا مخالف پلاسٹک سرجری کے ذریعے میک اپ میں چھپ جائے یا آواز اور لہجہ بدل کر بولے تب بھی اس کی اصلیت اسکرین پر نظر آجاتی ہے اور اس وقت یہ تیرا چہرہ دکھا رہی ہے۔''

موسس ایک دم سے سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔ چوری پکڑی گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ ڈھٹائی سے کہنے لگا۔ ''یہ تو کیا بکواس کررہا ہے؟ کیا ثابت کرسکتا ہے کہ میں نے تیرے ساتھ ایسی بدترین دشمنی کی ہے؟''

''ابھی تو میں اپنی اس مشین پر تجھے دیکھ رہا ہوں۔ میں نے تیرے بیٹے کو قتل کرانے کی کوشش کی تھی۔ وہ مرتے مرتے بچ گیا ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ میں اس کی جان نہ لوں اور اسے زندگی کی سانسیں خیرات کی طور پر دیتا رہوں تو سچ اُگل دے۔''

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''تو نے میرے بیٹے کو زندگی اور موت کے درمیان پہنچا دیا تھا۔ آپریشن کے ذریعے اس کے جسم سے گولی نکالی گئی۔ آئندہ یہ نہیں چاہوں گا کہ اسے کوئی نقصان پہنچے۔''

''دشمنی تو شروع ہو چکی ہے۔ میں نے تیرے بیٹے کو موت کے منہ میں پہنچانا چاہا، تو نے میرے بائیس آدمیوں کو... ہلاک کر دیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ تو سمجھتا ہے کہ میں تجھے اور تیرے بیٹے کو معاف کر دوں گا؟''

وہ بے بسی سے بولا۔ ''میں جانتا ہوں کہ تو آج نہیں تو کل میرے بیٹے کو ہلاک کر دے گا لیکن یہ سوچ اس کے بعد کیا ہوگا.....؟ پھر میری کوئی کمزوری تیرے ہاتھ میں نہیں رہے گی۔ میں پھر کبھی تیرے دباؤ میں نہیں آؤں گا۔ تیرے خلاف کھل کر ایسے جوابی حملے کروں گا کہ تجھے بچاؤ کے لیے..... سیارے جانے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ دکھائی نہیں دے گا۔''

''میں ایسا نادان نہیں ہوں..... تیرے بیٹے کو تیری کمزوری بنا کر زندہ رکھوں گا۔ جب ضرورت ہوگی تو اسے زندگی اور موت کے درمیان لٹکا دیا کروں گا۔ تجھے بہت جلد معلوم ہونے والا ہے کہ میں ..... چشم زدن میں کس طرح تم لوگوں کی شہ رگ تک پہنچنے والا ہوں۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''تو ایسا ڈھیٹ ہے کہ میری مشین سچ بول رہی ہے اور تو اسے جھٹلا رہا ہے۔ آخری بار کہتا ہوں کہ ابھی اقرار کر لے کہ تُو نے ایک ہی رات میں مجھے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ اعتراف نہیں کرے گا تو میں تیرے بیٹے کو ہلاک نہیں کروں گا۔ بس اسے اپاہج بنا دوں گا۔''

موسس اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اس غیر معمولی مشین کے آگے اس کا جھوٹ نہیں چلے گا۔ اپنے بیٹے کو مشکل میں ڈالنا..... نہیں چاہتا تھا لہٰذا اس سے بولا۔ ''ٹھیک ہے میں اعتراف کر رہا ہوں۔ جب فریقین کے درمیان جنگ ہوتی ہے تو دونوں طرف سے جائز اور ناجائز حربے استعمال کیے جاتے ہیں۔ تُو نے میرے بیٹے کو گولی ماری جواباً میں نے تجھے اتنا بڑا نقصان پہنچایا، جس کے متعلق تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ جنگ کے دوران میں ایک دوسرے کو نقصان پہنچایا جاتا ہے لیکن جب سمجھوتے کا وقت آتا ہے تو یہی دشمنی کسی حد تک دوستی میں بدل جاتی ہے۔''

''ہمارے درمیان دوستی کبھی نہیں ہوگی۔ تم اور تمہارے تمام اکابرین پوری دنیا پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ کوئی حکمران دوسرے کی حکمرانی کو برداشت نہیں کرتا۔ ہم بھی ایک دوسرے کو برداشت نہیں کریں گے لیکن حالات سے مجبور ہو کر سمجھوتا کرتے رہیں گے۔''

''بے شک، ہم سب کے سامنے بابا صاحب کا ادارہ ایک فولادی دیوار ہے۔ ہم متحد ہوئے بغیر اس دیوار کو گرا نہیں سکیں گے۔ آئندہ یہ سمجھوتا کرنا ہوگا کہ جب تک ہم اپنا مقصد پورا نہ کر لیں یعنی مسلمانوں کو مفلوج بنا کر بے دست و پا نہ کر دیں اس وقت تک ہم آپس میں کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اور ایک دوسرے سے کبھی نہیں لڑیں گے۔''

ایشورارا چپ رہا پھر بولا۔ ''میرے بائیس آدمیوں کی ہلاکت معمولی نہیں ہے۔ دی گریٹ ایشورارا اس کا جواب طلب کر رہا ہے۔ مجھے اسے جواب دینا ہوگا کہ جوابی کاروائی کے طور پر تم سب کو نقصان پہنچانے والا ہوں۔ اگر میں نے تمہیں منہ توڑ جواب نہ دیا تو وہ مجھے واپس بلا لے گا۔''

''اپنے گریٹ ایشورارا کو سمجھاؤ کہ آئندہ متحد ہو کر کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنے ایک نقصان کو بھولنا ہی ہوگا۔''

''یہ کوئی معمولی نقصان نہیں ہے۔ تمہارے بائیس اہم بندوں کو مارنے کے بعد ہی دی گریٹ ایشورارا تم لوگوں سے سمجھوتا کرے گا۔''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''تمہیں پہلے ہی اپنے گریٹ ایشورارا کا حوالہ دینا چاہیے تھا۔ خوامخواہ اتنی دیر سے صلح صفائی اور سمجھوتے کی بات کر رہے ہو۔''

''اس لیے کر رہا ہوں کہ جواباً تمہارے بائیس آدمیوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہی دوستی اور اتحاد قائم ہوگا ورنہ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہم تمہارے سہارے دنیا پر حکومت کرنے نہیں آئے ہیں اور نہ ہی ہم تمہارے مقابلے پر کسی پہلو سے کمزور ہیں۔''

''اتنی لمبی باتیں نہ کرو۔ بس آخری بار یہ بتا دو کیا واقعی تم ہمارے بائیس اہم افراد کو ختم کرو گے؟''

''ہاں، آج رات سے ہی یہ کاروائی شروع ہوگی۔ ابھی تو میں آرام کرنے جا رہا ہوں۔''

اس نے رابطہ ختم کیا لیکن مشین کی اسکرین پر موسس کو دیکھتا رہا۔ جب وہ آرام کرنے کے لیے جاتا تھا تو اس کا خاص ماتحت بگولا مشین کو آپریٹ کرتا تھا اور دیکھتا رہتا تھا کہ مطلوبہ افراد کیا کرتے پھر رہے ہیں؟

وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔ اس کا خاص ماتحت بگولا مشین کے سامنے بیٹھ کر موسس کو دیکھنے لگا۔ اب سے پہلے تمام اکابرین کی میٹنگ تل ابیب میں ہوئی تھی۔ وہ تمام اکابرین اسی شہر میں موجود تھے۔ موسس نے ان سب کو فوری طور پر کانفرنس ہال میں طلب کیا۔ وہ سب آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچ گئے۔

موسس نے ان سے کہا۔ ''ایک بہت بری خبر ہے اور ایک بہت بڑی خوشخبری بھی ہے۔''

کانفرنس ہال میں تمام اکابرین اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔ ''یہ بری خبر کوئی نئی نہیں ہے۔ اس سے پہلے جو میٹنگ تھی، اس میں ہم نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ ایشورارا اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے ہمارے گھروں میں گھس کر بڑی بڑی وارداتیں کرے گا اور ہمارے اہم اکابرین کو ہلاک کرنا چاہے گا۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہاں، اس سلسلے میں ہم نے اپنے طور پر حفاظتی اقدامات کیے ہیں۔ ہم نے طے کیا ہے کہ ہمارے بیوی بچے کئی دنوں تک گھر سے باہر نہیں نکلیں گے اور نہ ہی باہر سے کسی کو گھر میں آنے دیں گے۔ تمام سیکیورٹی گارڈز تبدیل کر دیے گئے ہیں جو نئے آئے ہیں ..... وہ سب گونگے بہرے ہیں۔''

دوسرے تمام اکابرین نے بھی کہا کہ وہ سب اپنے اپنے طور پر حفاظتی انتظامات کر چکے ہیں۔ تب موسس نے کہا۔ ''آپ سب کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ میں نے اور چار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایک ہی رات میں سیارے کے بائیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ایشورارا کو بہت زبردست نقصان پہنچایا ہے۔''

وہ سب حیرانی اور بے یقینی سے اس کا منہ دیکھنے لگے۔ وہ مسکراتے ہوئے بڑے فخر سے بولا۔ ''میں نے اور ان چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بڑی رازداری سے ایسا کیا ہے۔ آپ مراکش میں رباط کو انٹیلی جنس والوں سے رابطہ کر کے دریافت کر سکتے ہیں۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''میں نے آج صبح کا اخبار پڑھا ہے۔ اس میں لکھا تھا کہ مراکش کے ایک سرحدی شہر میں حسینوں کا میلا لگایا گیا تھا۔ وہاں پہلی رات ہی بائیس افراد ہلاک ہو چکے ہیں.... کیا ہلاک ہونے والے سیارے کے لوگ تھے؟''

''بے شک وہی لوگ تھے۔''

موسس انہیں تفصیل سے بتانے لگا کہ کس طرح اس نے اور چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مراکش کے اعلیٰ حکمرانوں کو اپنے زیر اثر رکھا تھا اور ان کے ذریعے حسینوں کا میلا منعقد کرایا تھا پھر وہاں ان حسینوں کے ذریعے سیارے کے بائیس افراد کو ٹریپ کرنے کے بعد ہلاک کر دیا گیا تھا۔

فوج کے ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''بے شک آپ نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے لیکن ہماری متحدہ تنظیم کے اصولوں کے مطابق آپ نے ہم سے مشورہ نہیں کیا۔ ایسا قدم اٹھانے سے پہلے ہمیں اعتماد میں نہیں لیا۔''

''سوری..... اگر میں آپ لوگوں سے مشورہ کرتا تو اُدھر ایشورارا اپنی غیر معمولی مشین پر ہمیں دیکھتا رہتا اور ہمارے منصوبوں کو سمجھتے ہی ہوشیار ہو جاتا۔ اپنے کسی ماتحت کو حسینوں کے اس میلے میں جانے کی اجازت نہ دیتا پھر ہم اتنی بڑی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔''

فوج کے دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''آپ درست فرماتے ہیں۔ کبھی کبھی کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنے سائے سے بھی بات چھپانی پڑتی ہے۔ ایشورارا ہمارے اندر گھس کر ساری باتیں معلوم کر لیتا ہے۔ آپ نے یہ بہت اچھا کیا کہ اتنی رازداری سے اس کے بائیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کر دیا۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''بہت خوب... پیشوائے اعظم...! جو کام پوری فوج نہ کر پائی، وہ آپ نے کر دکھایا ہے۔''

وہ بولا۔ ''وہ سب عورتوں کے دیوانے ہیں۔ میں نے ان کی فطری کمزوری سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے لیکن اب ان کی طرف سے بڑے ہی تباہ کن حملے ہوں گے۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ایسا تو جنگ میں ہوتا ہی ہے۔ شکست کھانے والی فوج پیچھے ہٹ جاتی ہے پھر واپس

ٹیلی پیتھی کے کرشموں کا فریبانہ تیور کی جادو اثر سرگزشت
49 واں حصہ شائع ہو گیا ہے
ڈیونا
قیمت فی حصہ 60/- روپے
ڈاک خرچ فی حصہ 23/- روپے
جس نے طویل عرصے سے قارئین سسپنس کو مسحور کر رکھا ہے
اسلوب، انداز بیاں اور دلچسپی کے اعتبار سے اب تک شائع ہونے والے تمام سلسلوں میں سب سے زیادہ منفرد اور مقبول سلسلہ
49 حصے کا مکمل سیٹ میں دستیاب ہیں
کتابیات پبلی کیشنز
فون: 021-5804300
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200
kitabiat1970@yahoo.com
C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے)

پلٹ کر بڑے ہی وحشیانہ انداز میں حملے کرتی ہے۔ ہم سب پہلے سے ہی محتاط ہیں اب اور زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ سن سٹی شہر میں تھے۔ انہوں نے اپنے راز کو ہم سے چھپانے کے لیے اس ہیڈ کوارٹر کو تباہ کر دیا ہے۔ سیارے والے یہیں کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ پتا نہیں اب ان کی تعداد کتنی ہو گئی ہے؟ ہم چاہیں تو پھر ایک بار ان کی خفیہ پناہ گاہ تلاش کر سکتے ہیں۔''

موسس بھی یہی چاہتا تھا لیکن یہ جانتا تھا کہ اس وقت ایشورارا انہیں اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہا ہوگا اور ان کی تمام باتیں سن رہا ہوگا۔ اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں' آپ سب میری ہدایت پر عمل کریں اور ایشورارا کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں۔ وہ جہاں بھی ہیں انہیں چھیڑنے دیا جائے۔ ان کا تعاقب نہ کیا جائے۔ ہم اپنی طرف سے اسے یقین دلانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے کہ ہمارا رویہ دوستانہ ہے اور آئندہ بھی دوستانہ رہے گا۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ 'کیا ہم صرف اپنی ہی حفاظت کرتے رہیں گے اور اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے؟''

''فی الحال ہم ایسا کچھ نہیں کریں گے۔ پلیز آپ میری ہدایات پر عمل کریں۔ ایشورارا کو دوست بنانے کی راہ پر چلیں۔ اس سے دشمنی ہرگز نہ کریں۔ فی الحال آپ سب اپنے اپنے ملک واپس جائیں اور اپنے گھروں تک محدود ہو جائیں۔''

ایشورارا اپنے بیڈ پر آ کر لیٹ گیا تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ آدھی رات تک بھرپور نیند لے۔

کانفرنس کے اختتام پر تمام اکابرین وہاں سے چلے گئے تھے۔ موسس اپنے بنگلے میں آ گیا تھا۔ اس کے چہرے سے کچھ پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گیا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

وہ ایشورارا کو یہ تاثر دے رہا تھا کہ اس وقت سونے کی کوشش کر رہا ہے۔ جبکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کر رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا۔ ''انٹرپول، سی آئی اے اور ایف بی آئی کے تمام آفیسرز کو الرٹ کر دو اور ان سے کہو کہ شمالی افریقہ کے تمام ممالک کی بندرگاہوں اور ایئرپورٹ پر نظر رکھیں۔ جو سیارے والے بچ گئے ہیں، وہ سب افریقہ سے نکل کر دوسرے ملکوں کی طرف جائیں گے اور نئی پناہ گاہیں بنائیں گے۔''

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''ان کے پاس حیرت انگیز جوتے ہیں۔ وہ ان کے ذریعے سیکڑوں میل کا فاصلہ گھنٹوں میں طے کر لیتے ہیں۔''

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''جب ان کو ایسی سہولتیں حاصل ہیں تو پھر وہ کیوں بحری جہاز یا ہوائی جہاز کے ذریعے ایک ملک سے دوسرے جائیں گے؟''

اس نے کہا۔ ''جب ان کے راستے میں کوئی دریا یا سمندر آئے گا تب وہ مجبور ہو جائیں گے۔ انہیں کسی بندرگاہ یا ایئرپورٹ کی طرف جانا ہی ہوگا۔''

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''افریقہ کے چاروں طرف سمندر ہے۔ ہاں، شمال مشرق میں نہر سوئز ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا سمندری راستہ ہے۔ وہ مغربی یا مشرقی ممالک تک جانے کے لیے اس چھوٹے سے آبی راستے کو... بہ آسانی عبور کر سکتے ہیں۔ اسٹیمر' اسپیڈ بوٹ یا ہیلی کاپٹر کے ذریعے اردن، عمان یا اسرائیل کے کسی علاقے تک پہنچ سکتے ہیں۔''

موسس نے کہا۔ ''بے شک' مصر کا وہ ساحلی علاقہ بہت اہم ہے۔ انٹرپول، سی آئی اے اور ایف بی آئی سے کہا جائے کہ وہ اس علاقے پر کڑی نظر رکھیں۔''

اگر ایشورارا اپنا ہیڈ کوارٹر تباہ نہ کرتا تو وہاں سیارے سے لائی ہوئی چھوٹی بڑی بہت سی مشینیں تھیں۔ جنہیں اس کے ماتحت اپنے ساتھ رکھتے تھے اور ضرورت کے وقت انہیں استعمال کرتے تھے۔ ہیڈ کوارٹر کی تباہی کے باعث وہ چیزیں موسس اور اس کے جاسوسوں کے ہاتھ نہیں لگیں۔

ایشورارا ابن غازی شہر میں آ گیا تھا۔ اس کے صرف چھ ماتحت زندہ بچے تھے۔ بگولا اس کا دست راست تھا۔ اس کے ساتھ رہا کرتا تھا مگر وہ دونوں احتیاط ایک دوسرے سے ذرا دور دور رہتے تھے۔ اس نے باقی ماتحتوں کو بھی سمجھایا تھا کہ وہ... فی الحال افریقہ سے باہر نہ جائیں۔ کسی ایئرپورٹ یا بندرگاہ کا رخ نہ کریں۔

اس کے پانچوں ماتحت افریقہ کے مختلف ممالک کی طرف چلے گئے تھے۔ اگرچہ ہزاروں میل دور ہو گئے تھے تاہم غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دیکھے جا سکتے تھے اور ہر لمحہ ان سے رابطہ بھی کیا جا سکتا تھا۔

محفوظ رہنے اور محتاط رہنے کی تدابیر طرح طرح سے کی جاتی ہیں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تقدیر کتنی دور سے اور کس طرح کی چالیں چل رہی ہے۔ جن کے نتیجے میں دنیا کے ایک سرے کا رہنے والا دوسرے سرے کے رہنے والے سے بطور

دشمن ٹکرا جاتا ہے یا دوست بن کر گلے لگ جاتا ہے۔

کاہنہ پر مندر میں جان لیوا حملہ ہوا تھا۔ تب سے وہ محتاط ہو گئی تھی۔ اس نے وہ مندر ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہ کسی ایسی جگہ جا کر رہنا چاہتی تھی جہاں اس کا کوئی بھی دشمن پہنچ نہ پائے۔ وہ بہت سوچ سمجھ کر جنوبی افریقہ کے انتہائی ساحلی شہر کیپ ٹاؤن میں آ گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایشورارا کے بائیس آدمی مارے جائیں گے اور وہ سب حالات سے مجبور ہو کر ادھر ادھر بکھر جائیں گے پھر ان میں سے کچھ لوگ پناہ لینے کے لیے جنوبی افریقہ کی طرف آئیں گے۔ ایشورارا کا ایک ماتحت رنداوا اور کونداوا حالات کے بہاؤ میں بہتے ہوئے کیپ ٹاؤن پہنچ گئے تھے۔ آئندہ ان کا اور کاہنہ کا ٹکراؤ ہو سکتا تھا۔ ان میں سے کسی کی شامت بھی آ سکتی تھی۔

فی الحال ایشورارا کی الجھنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ ایک ہی رات میں بائیس ماتحتوں کی ہلاکت پر دی گریٹ ایشورارا نے اس پر لعن طعن کی۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ دنیا کے تمام انٹیلی جنس والے انہیں پورے افریقہ میں تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے۔ وہ چاہتا تھا کہ مشرقِ بعید کے کسی ملک میں چلا جائے۔ کسی کو شبہ نہیں ہوگا کہ اس نے وہاں خفیہ پناہ گاہ بنا رکھی ہے۔

سب سے بڑی الجھن یہ تھی کہ پیش گوئیوں کے مطابق اس کی موت کا وقت قریب آ رہا تھا۔ قریب آنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ دو چار دن میں مرنے والا تھا۔ اسے امید تھی کہ دو چار ماہ وہ ضرور جیے گا اور اگر احتیاطی تدابیر پر کامیابی سے عمل کرتا رہا تو سال بھر سے بھی زیادہ جی سکتا ہے۔ فی الحال بابا صاحب کے ادارے سے جو موت باہر آ رہی تھی، اسے روکنے کی تدبیر کرنی تھی۔ وہ انتظار کر رہا تھا کہ کب دن گزرے گا؟ کب رات آئے گی اور پھر دوسرے دن فجر کی نماز کے بعد وہ اسکرین پر دیکھی جا سکے گی؟

وقت کاٹے نہیں کٹ رہا تھا۔ وہ مشین کو آن کر کے مختلف اکابرین کو باری باری دیکھنے لگا پھر وہ لندن کے ایک حاکم تک آ کر رک گیا۔ اسے اسکرین پر دیکھنے لگا۔

اس حاکم کے جوان بیٹے کی شادی ہو رہی تھی۔ ایک بہت بڑے میرج ہال کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ وہاں شادی کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ یہ اتنی بڑی خوشی تھی کہ اس نے دنیا کے تمام بڑے ممالک کے اکابرین کو اپنی خوشیوں میں شریک ہونے کی دعوت دی تھی لیکن ان سب کے حالات ایسے تھے کہ کوئی کسی کی خوشی میں شریک ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

ایک امریکی حاکم نے فون کے ذریعے کہا۔ ''ہم آپ کی خوشیوں کو اپنی خوشیاں سمجھتے ہیں لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں' ہمیں اپنی گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ دو چار دنوں تک دیکھیں گے کہ دشمن ہمارے خلاف کیا کرنا چاہتا ہے؟ ہماری سلامتی اسی میں ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ محتاط رہیں۔ مجھے افسوس ہے، ہم آپ کی اس خوشی میں شریک نہیں ہو سکیں گے۔''

جرمنی فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم آپ کو بھی مشورہ دیتے ہیں کہ شادی کی خوشیاں اپنی فیملی کو منانے دیں لیکن آپ اپنے بنگلے سے باہر نہ نکلیں۔ خوشیاں تو بار بار پلٹ کر آتی ہیں لیکن موت آتی ہے تو خالی ہاتھ واپس نہیں جاتی..... اپنے ساتھ ہی لے جاتی ہے۔ ان حالات میں دانشمندی یہی ہوگی کہ آپ صبر و تحمل سے اپنے گھر کی چار دیواری میں رہیں۔''

دوسرے اکابرین نے بھی اسے یہی مشورہ دیا۔ ''جب دشمن قابو میں آ جائے گا اور حالات سازگار ہوں گے تو آپ دوبارہ ایسی خوشیاں منا سکیں گے۔ ہم سب یہ چاہتے ہیں کہ آپ دل پر جبر کریں اور اپنے بیٹے کی اس خوشی میں شریک ہونے کے لیے میرج ہال کی طرف نہ جائیں۔ آئندہ خوشیاں منانے کے لیے زندہ رہنا ضروری ہے۔''

ایشورارا اس حاکم کی بیوی بچوں تک بہت پہلے پہنچ چکا تھا۔ اس نے ان کے ذریعے دوسروں کو آلۂ کار بنایا۔ وہاں اٹیلی جنس والے بھی تھے اور آرمی کے جوان بھی سیکیورٹی گارڈز کے طور پر موجود تھے۔ اس نے دو آرمی افسران کو اپنا معمول اور تابع دار بنایا۔ وہ دونوں آرمی کے ہیڈ کوارٹر کی طرف گئے۔ واپسی پر دو عدد بم ان کے لباس میں چھپے ہوئے تھے۔ چونکہ وہ آرمی افسران تھے، اس لیے میرج ہال میں کسی نے انہیں چیک نہیں کیا۔

اس میرج ہال میں ناچنے گانے اور خوشیاں منانے والے یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سیکیورٹی گارڈ کے ذریعے انہیں موت ملے گی۔ یکے بعد دیگرے دو بم دھماکے ہوئے اور میرج ہال کھنڈر بن گیا۔ بہت کم افراد کو بھاگ کر جان بچانے کا موقع ملا۔ جو بچ گئے تھے وہ بھی بری طرح زخمی ہوئے تھے۔ وہاں دور دور تک لاشیں ہی لاشیں دکھائی دے رہی تھیں۔

لندن شہر میں یہ خبر پھیلی تو جیسے قیامت سے پہلے ہی قیامت آ گئی۔ سب ہی دہشت زدہ ہو گئے۔ پریس اور میڈیا والے دستور کے مطابق سوچے سمجھے بغیر مسلمانوں کو الزام دینے لگے کہ ایسی ہلاکت خیز واردات مسلمانوں نے ہی کی ہے۔ موسس اور دوسرے تمام اکابرین اصل مجرم کو سمجھ رہے تھے۔

انہیں اس واردات کی خبر ملی تو وہ سب ہی سکتے میں رہ گئے۔ موسس اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کررہے تھے کہ یوکے کے اکابرین کو کس حد تک نقصان پہنچا ہے؟

پتا چلا کہ وہ اعلیٰ حاکم مارا گیا ہے جس کے بیٹے کی شادی ہورہی تھی۔ وہ میرج ہال میں جانا نہیں چاہتا تھا لیکن اس کے رشتے داروں نے کہا۔ ''بیٹے کی خوشیوں میں شریک ہونا چاہیے اور یہ تو مقدر کی بات ہوتی ہے جب تک موت نہ آئے، اس وقت تک کوئی نہیں مرتا۔''

یہی مشورہ اس اعلیٰ حاکم کو لے ڈوبا۔ اس کے ساتھ اس کا پورا خاندان بھی فنا ہوگیا۔ دوسرے اکابرین کی بیویاں اور بچے بھی اس شادی میں شریک تھے، وہ سب بھی مارے گئے تھے۔ یوکے اکابرین کو اتنا زبردست نقصان پہنچا تھا کہ وہ برسوں ماتم کرتے رہتے تب بھی ان کے صدمات کم نہ ہوتے۔

تمام اکابرین غم اور غصے سے لرز رہے تھے۔ وہ ایشورارا کو غصہ نہیں دکھا سکتے تھے۔ صرف اپنے صدمات کا اظہار کرسکتے تھے۔ اس سے التجا کرسکتے تھے کہ آیندہ وہ ایسی غیر انسانی واردارت نہ کرے۔ بے گناہوں کو موت کے گھاٹ نہ اتارے۔

وہ اس سے بہت کچھ کہنا چاہتے تھے۔ سب ہی فون پر اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ مگر یہی جواب مل رہا تھا کہ فون عارضی طور پر بند ہے، تھوڑی دیر بعد دوبارہ رابطہ کیا جائے۔

ایشورارا نے جان بوجھ کر فون کو بند کررکھا تھا۔ وہ رابطہ نہ کرکے ان کو اور زیادہ تڑپانا چاہتا تھا۔ موسس نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا تب بھی اس نے سانس روک لی۔ موسس بار بار اس کے اندر جانے کی کوشش کرتا رہا اور ناکام ہوتا رہا۔

سب پر ایسی دہشت طاری تھی کہ کوئی اپنے بنگلے سے باہر نہیں نکل رہا تھا۔ فون کے ذریعے موسس سے رابطہ کیا جارہا تھا۔ یہی پریشانیاں بیان کی جارہی تھیں کہ ایشورارا سے رابطہ نہیں ہورہا ہے۔ اگر اس سے بات کرنے کا موقع نہ ملا، اس سے التجا نہ کی گئی تو وہ پھر کوئی دوسرا ناقابل برداشت صدمہ پہنچائے گا۔ ایشورارا فون کو آف کرکے دماغ کے دروازے بند کرکے انہیں اور زیادہ خوف زدہ کررہا تھا۔

میں اپنی فیملی کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں آرام سے بیٹھا خیال خوانی کے ذریعے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ ہم سب لطف اندوز ہورہے تھے جیسے کسی ویڈیو چینل پر دلچسپ پروگرام دیکھ رہے ہوں۔ اگر چہ لندن میں بے گناہ افراد مارے گئے تھے۔ اس کے لیے ہم صرف افسوس کرسکتے تھے اور یہی سوچ سکتے تھے کہ وہ آپس کی لڑائیوں میں ایک دوسرے کو بھاری جانی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ آیندہ بھی پتا نہیں وہ کس طرح اپنے اپنے پیروں پر کلہاڑیاں مارنے والے ہیں۔

ہم چاہتے تھے کہ وہ دونوں فریق آپس میں اسی طرح لڑتے رہیں اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے رہیں۔ ایشورارا نے اپنے بائیس ماتحتوں کے بدلے انہیں کچھ زیادہ ہی نقصان پہنچا دیا تھا۔ میں تو جیسے شطرنج کی بساط کے سامنے بیٹھا چالیں چل رہا تھا۔ اب اگلی چال کا تقاضا یہ تھا کہ ایشورارا کو کچھ نقصان پہنچے۔

اس مقصد کے لیے میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ایشورارا اور اس کے آدمی کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں؟ میں اعلیٰ حضرت سے پوچھ نہیں سکتا تھا۔ آمنہ مجھے بتانے والی نہیں تھی اور میری پوتی انوشے نے بھی زبان بند رکھی تھی۔ وہ ان معاملات میں جب ضروری سمجھتے تب ہی مجھے کوئی اشارہ دیتے۔ بہرحال مجھے اپنے طور پر ہی چال چلنی تھی۔

میں خیال خوانی کے ذریعے کاہنہ کے پاس پہنچا۔ پتا چلا کہ وہ جنوبی افریقہ کے ساحلی شہر کیپ ٹاؤن میں ہے اور پوری طرح مطمئن ہے کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا دشمن اس کا ٹھکانا معلوم نہیں کرسکے گا۔ صرف ایشورارا کی طرف سے اندیشہ تھا کہ وہ اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے اسے کہیں بھی دیکھ سکتا ہے۔

پھر یہ سوچ کر مطمئن ہوجاتی تھی کہ وہ دیکھ کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ کیونکہ وہ میری بیٹی کی ماں بننے والی ہے۔ لہٰذا میں اس کی حفاظت کرتا رہوں گا۔

میں نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ وہ خوش ہوکر بولی۔ ''تھینک یو فرہاد! تم نے پہلی بار مجھے خود ہی یاد کیا ہے۔ کیا میرے لیے دل میں اتنی جگہ نکل آئی ہے کہ میں یاد آنے لگی ہوں؟''

''میں محبت سے نہیں بلکہ ضرورت کے تحت رابطہ کیا ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ جب تک ایشورارا اور تمام اکابرین کے خلاف میرا ساتھ دیتی رہوگی۔ میں بھی تمہارا ساتھ دیتا رہوں گا۔ میں ابھی یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ایشورارا اور اس کے تمام ماتحت کہاں چھپے ہوئے ہیں؟''

''میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔''

اس نے مجھ سے رابطہ ختم کیا پھر فون پر ایشورارا کے نمبر پنچ کیے۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی کہ فون عارضی طور

سے بند ہے۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ رابطہ کیا جائے۔ میں کاہنہ کے اندر رہ کر یہ سن رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایشورارا سے رابطہ کرنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ کاہنہ نے کافی کوششیں کیں لیکن وہ کوئی بات سنتا ہی نہیں تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا تھا۔

اس نے فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''وہ بہت ہی پراسرار بن رہا ہے۔ اس نے فون بند کردیا ہے۔ مجھے اپنے اندر آنے سے روک رہا ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''ایسے میں تم کیا کروگی؟''

''اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے معلوم کروں گی کہ وہ اور اس کے ماتحت کہاں ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''میں نہیں جانتا کہ تم کیسے معلوم کروگی۔ فی الحال یہ چاہتا ہوں کہ تم اس کے دو چار ماتحتوں کو جہنم میں پہنچا دو۔''

''میں تمہیں خوش کرنے کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہوں۔''

''ایسا کرنے کے دوران میں کوئی رکاوٹ پیش آئے تو مجھے فون پر مخاطب کرنا۔ میں تمہاری مشکل آسان کرنے کی کوشش کروں گا۔''

میں نے فون کا رابطہ ختم کردیا۔ وہ فوراً ہی ایک موم بتی جلا کر اس کے سامنے بیٹھ گئی اور مطلوبہ افراد کو ڈھونڈ نکالنے کے منتر پڑھنے لگی۔ میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ مجھے اس کے پُراسرار علوم سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں تو ان سب کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرکے اپنا کام نکالنا چاہتا تھا۔

ایک گھنٹے کے بعد میں نے پوچھا۔ ''کیا کررہی ہو؟''

وہ خوش ہوکر بولی۔ ''اس بار میں نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ تم ہماری پریت آتما کو نہیں جانتے ہو۔ وہ زندگی میں ایک یا دو بار کام آنے کے لیے آتی ہے پھر لاکھ بلاؤ تو نہیں آتی۔''

میں نے ناگواری سے کہا۔ ''میں نے تمہاری اس پریت آتما کا کمال دیکھا ہے جس نے تمہیں سرخ دھاگا باندھنے کو دیا تھا۔ اگر میں تمہارے کام نہ آتا تو وہ سرخ دھاگا کبھی ایشورارا کے قاتلوں سے تمہیں نہ بچاتا۔ تم مجھے اتنا بتاؤ کیا ایشورارا اور اس کے ماتحتوں کا سراغ مل گیا؟''

''ہاں، ایسے تین ماتحتوں کا سراغ ملا ہے جو میرے قریب ہی ہیں۔ میں اس وقت کیپ ٹاؤن میں ہوں۔ اس کے دو ماتحتوں کے نام رنداوا اور کوندا وا ہیں۔ وہ دونوں اسی شہر میں موجود ہیں۔ اس شہر سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ وہاں ایشورارا کے ایک ماتحت بے تابا نے رہائش اختیار کی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''تم فون پر یہ باتیں کررہی ہو۔ ہوسکتا ہے اس وقت ایشورارا اپنی مشین کی اسکرین پر تمہیں دیکھ رہا ہو۔ اس طرح اسے معلوم ہوجائے گا کہ اس کے خلاف کس طرح سازشیں ہورہی ہیں۔''

وہ بولی۔ ''ہاں، یہ میری مجبوری ہے۔ میں اسے اسکرین پر دیکھنے سے روک نہیں سکوں گی۔ وہ ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔''

''اگر وہ سن رہا ہوگا تو یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کو بچا لے گا۔ ہاں اگر وہ غافل ہے تو فون بند کردو۔ کوشش کرو کہ ان تینوں تک پہنچ کر انہیں اپاہج بنا دو۔ ان کے دماغ سے معلومات حاصل کرو کہ ان کے باقی ساتھی کہاں ہیں؟ میں بھی خیال خوانی کے ذریعے یہی کوشش کررہا ہوں۔ اب فون پر بات نہ کرنا۔''

میں چاہتا تھا کہ واردات کا ہنہ کرے اور الزام موسس اور اکابرین پر آئے۔ ایشورارا ان ہی کے خلاف اقدامات کرتا رہے۔ یہ بعد میں پتا چلا کہ ایشورارا ہماری حرکتوں سے بے خبر تھا۔ اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ اس نے سوچا، کم از کم چھ گھنٹے تک گہری نیند سونا چاہیے۔ صبح سونیا بابا صاحب کے ادارے سے نکلنے والی ہے۔ اس سے پہلے مجھے نہا دھو کر فریش ہوجانا چاہیے۔ تاکہ تازہ دم ہوکر اسکرین پر اسے دیکھتے ہوئے اس کے خلاف کچھ کرسکوں گا۔

وہ اپنے دماغ کو ہدایت دے کر سوگیا تھا۔ میں اور کاہنہ اپنے اپنے طور پر ان تین ماتحتوں کو تلاش کرنے لگے۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ عورتوں کے رسیا ہیں۔ یقیناً ایسی جگہ پائے جائیں گے جہاں حسین عورتیں ہوتی ہیں۔ ان کے متعلق ہمارا یہ خیال غلط تھا۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ بگولا، بے تابا نہ، رنداوا اور کوندا وا زنخے ہیں اور عورتوں سے قطعی دلچسپی نہیں رکھتے ہیں۔

ہم نے کیپ ٹاؤن کے چھوٹے بڑے ہوٹلوں کے اسٹاف تک پہنچ کر معلوم کیا کہ آج کل میں کتنے مسافر، سیاح اور بزنس مین ان ہوٹلوں میں آئے ہیں؟ ہم ان اسٹاف کے ذریعے ہوٹلوں کے رجسٹر چیک کرتے رہے جن پر شبہ ہوتا رہا انہیں آلۂ کاروں کے ذریعے دور سے تاڑتے رہے۔ چونکہ وہ عورتوں سے کتراتے تھے لہٰذا ان سے دور رہنے کے لیے ہوٹل میں رہائش اختیار کی تھی۔

میں بیک وقت دو آلۂ کاروں کے ذریعے انہیں تلاش کررہا تھا۔ میں نے ایک آلۂ کار کے ذریعے ایسے شخص کو دیکھا جو شراب سے پرہیز کررہا تھا۔ سگریٹ بھی نہیں پیتا تھا۔ اس کے ساتھ کوئی عورت بھی نہیں تھی۔

میں نے فون کے ذریعے کاہنہ سے کہا۔ ''میں تم سے جو کہہ رہا ہوں۔ اس کے جواب میں کچھ نہ کہنا اگر ایشورارا تمہیں دیکھ رہا ہوگا تو تمہاری باتوں سے ہمارے معاملات کو سمجھ نہیں پائے گا۔''

اس نے کہا۔ ''او کے، میں کچھ نہیں بولوں گی۔''

''ابھی تمہیں سمجھایا ہے کہ میری بات کے جواب میں کچھ نہ کہو اور تم کہہ رہی ہو۔''

وہ شرمندہ ہوکر بولی۔ ''سوری۔''

''تم پھر جواباً سوری کہہ رہی ہو۔ کیا کچھ نہ کچھ کہنا ضروری ہے؟''

اس بار وہ چپ رہی۔ میں نے کہا۔ ''اپنے شہر کے ٹاؤن ہوٹل میں جاؤ۔ وہاں ڈائننگ ہال میں ایک شخص بیٹھا ہے۔ اس نے بلیو جینز پر سرخ جرسی پہنی ہوئی ہے۔ وہ شراب نہیں پیتا ہے۔ تمباکو نوشی سے پرہیز کرتا ہے اور اس کے ساتھ کوئی عورت بھی نہیں ہے۔ اپنے پرس میں ایک پستول لے جاؤ۔ اگر وہ مطلوبہ شخص ہوا تو اسے زخمی کرکے ہم اس کے اندر پہنچ کر بہت کچھ معلوم کرسکیں گے۔ بس یہاں سے فوراً نکلو۔''

میں پھر اس ہوٹل میں اپنے آلٹکار کے اندر پہنچ گیا۔ ہم جس شخص کو تاڑ رہے تھے، اس کے پاس ایک اور شخص آکر بیٹھ گیا تھا۔ انہوں نے کھانے کا آرڈر دیا۔ عموماً کھانے سے پہلے ڈرنک لی جاتی ہے۔ وہاں کے لوگ ایک پیگ پینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد کھانا شروع کرتے ہیں لیکن ان دونوں نے چکن سوپ منگوایا اور اسے ٹھہر ٹھہر کر پی رہے تھے۔

جب کاہنہ وہاں پہنچی تو وہ سوپ پی چکے تھے۔ اب ان کے سامنے کھانے کی ڈشیں رکھی جارہی تھیں۔ میں کاہنہ کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے بلیو جینز اور سرخ جرسی والے کو دیکھ لیا تھا۔ سوچ رہی تھی۔ ''فرہاد نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ شخص تنہا بیٹھا ہے لیکن اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی ہے۔''

میں نے کاہنہ کی سوچ میں کہا۔ ''شاید یہ اس کا ساتھی ہے۔ اگر ایک رنداوا ہے تو دوسرا کونداوا ہوگا۔''

وہاں پیشہ ور عورتیں کسی گاہک کے ساتھ رات گزارنے کے لیے وزیٹر لابی میں بیٹھی رہتی تھیں۔ مول تول کرنے کے بعد کسی کے ساتھ بھی چلی جاتی تھیں۔ کاہنہ نے وہاں ایک حسین عورت کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ان اجنبیوں کے پاس لے آئی۔ اس حسینہ نے ان دونوں کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟''

ان میں سے ایک نے ناگواری سے دیکھ کر کہا۔ ''سوری، ہم ضروری باتیں کررہے ہیں۔ ابھی کسی کی مداخلت پسند نہیں کریں گے۔''

اس حسینہ نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ میں ذرا دور بیٹھ کر انتظار کروں گی، جب باتیں ختم ہوجائیں تو مجھے رات گزارنے کے لیے اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو۔ میری ایک بہت خوب صورت سہیلی ہے۔ وہ بھی تمہاری نائٹ پارٹنر بن سکتی ہے۔''

ان میں سے ایک نے کہا۔ ''ہم کہہ چکے ہیں، ہمیں عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پلیز یہاں سے جاؤ۔''

وہ حسینہ ناگواری سے اونہہ کہہ کر چلی گئی۔ کاہنہ سوچ میں پڑ گئی۔ ''یہ تو عورتوں کے رسیا نہیں ہیں۔ کیا یہ سمجھ لوں کہ یہ سیارے سے نہیں آئے ہیں؟''

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''نہیں، ہوسکتا ہے کہ اپنے بائیس ساتھیوں کے ہلاکت کے بعد یہ لوگ محتاط ہوگئے ہوں۔ اب عارضی طور پر عورتوں سے کترا رہے ہوں؟''

وہ قائل ہوکر سوچنے لگی۔ ''ہاں، ایسا ہوسکتا ہے۔ ان دونوں کے اندر کسی بھی طرح پہنچ کر یہ حقیقت معلوم کرنی ہوگی۔''

جب وہ کھانے سے فارغ ہوگئے تو ہوٹل سے باہر نکل کر لان میں ٹہلنے لگے۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد اپنے کمرے کی طرف واپس گئے۔ کاہنہ ان کے ساتھ لفٹ کے اندر آگئی تھی۔ جب وہ ساتویں فلور پر لفٹ سے باہر آئے تو وہ بھی باہر آگئی۔ ان دونوں کے پیچھے کافی فاصلہ رکھ کر آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ انہوں نے ایک کمرے کے سامنے آکر چابی سے دروازے کو کھولا پھر اندر جاکر اسے بند کرنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت اس نے ایک زور کی لات دروازے پر ماری، وہ دونوں لڑکھڑا کر پیچھے ہوگئے۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے اس نے ریوالور نکال کر انہیں نشانے پر رکھ لیا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ ایک لمحے کی بھی دیر کرے۔ ریوالور میں سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ اس نے دو بار ٹریگر دبا کر گولیاں چلائیں۔ دونوں کو زخمی کیا پھر تیزی سے کمرے کے اندر آکر دروازے کو بند کردیا۔ وہ ان میں سے ایک کے اندر پہنچی میں دوسرے کے اندر پہنچ گیا پھر پہنچتے ہی معلوم ہوگیا کہ ان میں سے ایک رنداوا تھا اور دوسرا کونداوا۔

ان کے خیالات نے بتایا کہ ایشورارا افریقہ کے ساحلی شمالی شہر بن غازی میں ہے۔ اس کے ساتھ اس کا خاص ماتحت بگولا ہے۔ باقی دو ماتحت مصر کے شہر قاہرہ میں ہیں۔

میں نے سوال کیا۔ ''کیا ایشورارا سے تمہارا رابطہ رہتا ہے؟''

اس نے جواب دیا۔ ''اس سے برابر رابطہ رہتا ہے لیکن

وہ تین گھنٹے پہلے یہ کہہ کر سوگیا ہے کہ چھ گھنٹے تک اپنی نیند پوری کرے گا پھر بیدار ہونے کے بعد ہم سے رابطہ کرے گا۔''

مجھے اطمینان ہوا کہ وہ اپنی غیر معمولی مشین کے اسکرین پر ہمیں نہیں دیکھ رہا ہے۔ میں نے رنداوا کی زبان سے کاہنہ کو مخاطب کیا۔ ''میں فرہاد بول رہا ہوں۔ اس وقت وہ اپنی مشین کی اسکرین پر تمہیں نہیں دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا اپنا پستول یہاں پھینک کر چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ تم اس کی نظروں میں آؤ۔ اسے تم پر کسی طرح کا شبہ نہیں ہونا چاہیے۔''

وہ بولی۔ ''میں چلی جاؤں گی لیکن ان دونوں کا کیا ہوگا؟''

''ان کی فکر نہ کرو۔ میں یہاں موجود ہوں۔ ان سے نمٹ لوں گا۔''

وہ بولی۔ ''کونداوا کے خیالات کہہ رہے ہیں کہ ان کا ساتھی بے تانہ بھی ایک آدھ گھنٹے میں یہاں پہنچنے والا ہے۔''

''تو پھر تمہیں اس کا انتظار کرنے کے لیے اس کمرے میں رہنا ہوگا۔ تم کونداوا کو باتھ روم میں لے جاؤ اور اسے ختم کردو۔''

اس نے کونداوا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ زخمی تھا، گھسیٹتا ہوا باتھ روم کے اندر گیا تو کاہنہ نے اسے گولی ماردی پھر باہر آکر باتھ روم کے دروازے کو بند کردیا۔

رنداوا میری مرضی کے مطابق فرش پر گھسیٹتا ہوا باتھ روم کے دروازے پر آکر رک گیا۔ میں نے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ وہ بے تانہ سے کس طرح خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتا ہے؟

اس کے خیالات نے بتایا کہ ہم ایک دوسرے سے کو اس کی آواز اور لب و لہجے سے پہچان کر اپنے اندر آنے کی اجازت دیتے ہیں۔

میں نے کہا۔ ''... اپنی کی آواز اور لب و لہجہ سناؤ؟''

وہ میری مرضی کے مطابق کچھ بولنے لگا۔ میں نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو اختیار کیا پھر بے تانہ کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچا تو اس نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے رنداوا؟''

میں نے کہا۔ ''ہم تمہارا انتظار کررہے ہیں۔ ابھی کہاں ہو؟ یہاں کیوں نہیں پہنچے؟''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''میرے لیے بڑے بے چین ہو بھئی میں یہاں پہنچ چکا ہوں۔ ہوٹل میں داخل ہوگیا ہوں، اب تمہارے کمرے کی طرف آرہا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''کمرے کا دروازہ کھلا ہے، دستک دیے بغیر اندر چلے آؤ۔''

پھر میں نے رنداوا کے ذریعے کاہنہ سے کہا۔ ''ان کا ساتھی بے تابہ بھی دروازہ کھول کر اندر آنے والا ہے۔ تم دیوار کی آڑ میں چھپی رہو۔ جیسے ہی وہ اندر آئے، ایک لمحے کی بھی دیر کیے بغیر اسے گولی ماردینا۔''

میں نے رنداوا کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا ہوا تھا۔ اگر بے تابہ کسی کام کی وجہ سے اس کے اندر آتا تو اس کی دماغی کمزوری کو محسوس نہ کرتا اور نہ ہی اسے یہ معلوم ہوتا کہ وہ زخمی حالت میں وہاں پڑا ہے۔

تقریباً بیس منٹ گزرنے کے بعد دروازے کے باہر دستک سنائی دی۔ وہ دروازہ کھول کر بولتا ہوا اندر آرہا تھا۔ ''ہائے رنداوا! کہاں ہو تم؟''

پھر وہ باتھ روم کے دروازے کے پاس اسے زخمی حالت میں دیکھ کر ایک دم سے چونک گیا۔ اسی لمحے میں کاہنہ نے اسے گولی ماردی پھر اس نے رنداوا کا نشانہ لیتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا اسے بھی ختم کردوں؟''

میں نے کہا۔ ''ان کے سامان میں کچھ ایسے چھوٹے بڑے آلات ہیں جو ہماری دنیا میں پائے نہیں جاتے۔ اگر تمہارے پاس ہوں گے تو وہ غیر معمولی مشین اسے تمہارے پاس پہنچا دے گی۔ وہ اسکرین پر تمہیں دیکھتے ہی سمجھ جائے گا کہ ان تینوں کی موت کی ذمے دار تم ہو لہٰذا اسے گولی مارو اور یہاں سے کوئی چیز اٹھائے بغیر چپ چاپ چلی آؤ۔''

اس نے رنداوا کو بھی ختم کردیا۔ طبعی موت ہمیشہ اپنے وقت پر آتی ہے لیکن کوئی وقت سے پہلے مرنا چاہے تو اپنی حرکتوں سے اپنے اعمال سے موت کو دعوت دے یا اسے للکارے تو پھر وہ وقت سے پہلے بھی چلی آتی ہے۔ سیارے والوں کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ وقت سے پہلے مرنے کے لیے زمین پر چلے آئے تھے۔

ٹھیک چار بجے ایشورارا کی آنکھ کھلی۔ بگولا نے بھی جاگنے کا وہی وقت مقرر کیا تھا۔ وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اگرچہ ایشورارا اس سے دور ایک ہوٹل کے کمرے میں تھا لیکن خیال خوانی کے ذریعے وہ اپنے آقا کی خبر رکھتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی جاگتا تھا اور اس کے ساتھ ہی سوتا تھا۔

ایشورارا غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر مشین کے سامنے بیٹھ گیا۔ پیرس کے وقت کے مطابق ایک گھنٹے بعد فجر کی اذان ہونے والی تھی۔ اس نے مشین کو آن کیا پھر اس کے ذریعے پیرس کے وقت کے مطابق اطمینان حاصل کیا کہ وہ ایک گھنٹا پہلے بیدار ہوچکا ہے۔ اب یہ ایک گھنٹا وہ اپنے ماتحتوں کی خیریت معلوم کرتے ہوئے گزار سکتا تھا۔

اس نے سب سے پہلے اپنے دست راست بگولا کو اسکرین پر دیکھا۔ اس نے کہا۔ ’یس باس! میں جاگ رہا ہوں اور پوری طرح خیریت سے ہوں۔‘‘

اس نے ان دو ماتحتوں کو بھی اسکرین پر دیکھا جو قاہرہ میں تھے۔ اس وقت وہ دونوں گہری نیند سو رہے تھے۔ ان سے کوئی ضروری کام نہیں تھا۔ کوئی ضرورت ہوتی تو انہیں جگا تا پھر اس نے رنداوا کے نمبر پنچ کیے۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ دکھائی دیا۔ اسے دیکھتے ہی ایشورارا پر چند ساعت کے لیے سکتہ طاری ہوگیا۔

وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں مردہ پڑا تھا، اس کے قریب ہی بے تانہ کی لاش دکھائی دے رہی تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسکرین پر انہیں دیکھ رہا تھا۔ کسی شک و شبے کے بغیر یہ بات اس کے دماغ میں چیخ رہی تھی کہ اکابرین نے اپنے بیوی بچوں اور رشتے داروں کی ہلاکت کا انتقام لیا ہے۔

اس نے کوندوا کے نمبر پنچ کیے تو وہ باتھ روم کے اندر دکھائی دیا۔ یہ بھی پتا چلا کہ وہ تینوں لاشیں ایک ہی کمرے میں ہیں۔ رنداوا اور کوندوا نے کیپ ٹاؤن پہنچ کر اسے اطلاع دی تھی کہ وہ ٹاؤن ہوٹل کے ایک کمرے میں بخیریت ہیں اور بے تابہ نے اطلاع دی تھی کہ وہ کیپ ٹاؤن سے سو کلو میٹر دور ایک چھوٹے سے قصبے میں ہے۔

ایشورارا بڑی حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ دشمنوں کو ان کا ٹھکانا کیسے معلوم ہوا؟ وہ اپنے دست راست بگولا کو اسکرین پر دیکھتے ہوئے بولا۔ ’’ہمارے ساتھ بہت برا ہو رہا ہے۔ دشمنوں نے کوندوا، رنداوا اور بے تابہ کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہوٹل کے ایک کمرے میں ان تینوں کی لاشیں پڑی ہیں۔‘‘

وہ بولا۔ ’’باس....! یہ تو بہت ہی بری خبر ہے۔ ہم اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے چھپے ہوئے دشمنوں تک پہنچ جاتے ہیں لیکن دنیا والوں کے پاس ایسے کیا ذرائع ہیں جنہیں استعمال کر کے وہ جنوبی افریقہ کے ساحلی شہر میں ہمارے ساتھیوں تک پہنچ گئے تھے؟‘‘

ایشورارا اپنا سر سہلاتے ہوئے بولا۔ ’’میں سمجھ رہا تھا کہ اس مشین کے ذریعے ہر شخص کو اپنا غلام بنا کر بڑی آسانی سے یہاں اپنی حکومت قائم کرلوں گا لیکن یہ عملی تجربہ سمجھا رہا ہے کہ دنیا والے ترنوالہ نہیں ہیں۔ میں انہیں آسانی سے نگل نہیں سکوں گا۔‘‘

’’اے آقا...! تیرے علاوہ ہم اٹھائیس ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ جن میں سے بائیس ایک رات میں مارے گئے اور دوسری رات میں تین کو ہلاک کیا گیا، اس طرح اب صرف تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تیری خدمت کے لیے رہ گئے ہیں۔‘‘

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچنے لگا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ ابھی موسس سے اور ان اکابرین سے انتقام لینا شروع کردے۔ لیکن پیرس کے وقت مطابق فجر کی نماز میں صرف آدھا گھنٹارہ گیا تھا۔ اس کے بعد سونیا اسکرین پر نظر آنے والی تھی۔ وہ اپنے اندر سے غصے، جوش اور جنون کم کرنے لگا۔ خود کو سمجھانے لگا کہ صبر اور تحمل سے کام کرلینا چاہیے۔ یہ دشمن مجھ سے بچ کر کہاں جائیں گے؟ میں سونیا سے نمٹنے کے بعد ان کے بھی ہوش اڑا دوں گا۔

میں نے یورپ کے اکابرین میں سے ایک کو فون کے ذریعے مخاطب کیا اور کہا۔ ’’تمہارا موسس واقعی ایک پہنچا ہوا پیشوائے اعظم ہے۔ بڑے پراسرار علوم جانتا ہے۔ اِدھر ایشورارا نے لندن کے اکابرین کو بہت زبردست نقصان پہنچایا۔ اس نے دولہا اور دلہن کے ساتھ قیملی کے بے شمار افراد کو خوامخواہ مار ڈالا مگر موسس نے بھی انتقام لینے میں دیر نہیں کی ہے۔ آپ جانتے ہیں اس نے کیا کیا ہے؟‘‘

اس اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ’’ہم نہیں جانتے کہ پیشوائے اعظم نے اس سلسلے میں کیا کیا ہے؟‘‘

میں نے کہا۔ ’’اس نے بڑی راز داری سے انتقام لیا ہے۔ ایشورارا کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے جنوبی افریقہ کے ساحلی شہر کیپ ٹاؤن میں تھے۔ موسس اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان تینوں کو ہلاک کر دیا ہے۔‘‘

اس اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ’’صرف تین بندوں کے مرنے سے کیا ہوتا ہے؟ ہم تو چاہتے ہیں کہ سیارے سے آنے والے سب ہی مارے جائیں۔‘‘

’’موت تو کسی کی بھی لازمی ہوگئی ہے۔ کبھی تمہارے بندے مارے جاتے ہیں اور کبھی اس کے بندے... مگر یہ تو سوچو کہ اب تین بندوں کی ہلاکت کے بعد ایشورارا کس طرح انتقام لے گا؟ اب شاید تم لوگوں کے بیوی بچوں کی باری ہے۔‘‘

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ’’اوہ گاڈ! پیشوائے اعظم کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بات اور بگڑتی چلی جائے گی۔‘‘

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ’’یہ تم لوگوں نے ہمارے خلاف کیسی متحدہ تنظیم بنائی ہے؟ یہ کیسے پیشوائے اعظم کو اپنا رہنما بنایا ہے؟ جو تم میں سے کسی کو اہمیت نہیں دیتا، کوئی مشورہ نہیں لیتا اور اپنی من مانی کرتا ہے۔ اگر وہ اس کے بائیس آدمیوں کو ہلاک نہ کرتا تو لندن میں اکابرین کے اتنے رشتے دار بے موت نہ مارے جاتے۔ اس ایک غلطی کے بعد اس نے یہ دوسری غلطی کی ہے۔ ایشورارا اپنے تین بندوں کا انتقام کیسے لے گا؟ اس کے بارے میں تم سب سر جوڑ کر سوچتے رہو۔‘‘

یہ کہہ کر میں نے فون بند کر دیا۔ اس وقت صبح ہونے والی تھی۔ میں نے اس اعلیٰ عہدیدار کو نیند سے جگا کر موسس کے خلاف بھڑکایا تھا۔ اب جو نتیجہ سامنے آنے والا تھا۔ وہ بھی قابل دید ہوگا۔ بالآخر پیرس میں فجر کی نماز ہو چکی ہے لہٰذا اب سونیا کی طرف آنا چاہیے۔

وہ اعلیٰ حضرت کی ہدایت کے مطابق رات نو بجے سے ایک بجے تک سوتی رہی پھر وہ حجرے میں آئی، اعلیٰ حضرت عبادت میں مصروف تھے۔ وہ تہجد کی نماز ادا کرنے لگے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد انہوں نے سر گھما کر اسے دیکھ کر کہا۔ ’’اللہ تعالیٰ نے عبادت اور ریاضت کے ذریعے ہمیں شر سے محفوظ رہنے کی راہیں دکھائی ہیں۔ آج سے تم ایسی ہی محفوظ راہوں پر چلو گی۔ میں نے تم پر عمل کیا ہے۔ تمہاری سونگھنے کی غیر معمولی حس پوری شدت سے واپس آچکی ہے۔ تم ہزاروں میل کے فاصلے سے بھی دشمن کی بو سونگھ لیا کرو گی۔‘‘

اسے اطمینان حاصل ہوا۔ اس نے کہا۔ ’’میں یہی چاہتی تھی، انشاء اللہ آئندہ ایشورارا تک پہنچنا آسان ہوگا۔‘‘

’’اس سے کبھی تمہارا سامنا نہیں ہوا۔ تم اس کے بدن کی مہک کو نہیں پہچانتی ہو۔ میں نے اس کی مخصوص مہک کو تمہاری قوتِ شامہ تک پہنچا دیا ہے۔‘‘

اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ’’خدا کا شکر ہے کہ میرے لیے راہیں ہموار ہو رہی ہیں۔‘‘

انہوں نے کہا۔ ’’ایک اہم بات یہ ہے کہ تم جب تک پاک صاف رہو گی، سیارے والے تمہیں نہ تو اپنے روبرو اور نہ ہی مشین کے ذریعے دیکھ پائیں گے۔ تم ان کے لیے نادیدہ ہو جاؤ گی لیکن دنیا والوں کو نظر آتی رہو گی۔‘‘

پھر انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ’’یاد رکھو! تم روحانیت کے سائے میں محفوظ ہو گی۔ لہٰذا ہر حال میں پاکیزگی شرط ہے۔‘‘

وہ ان کی باتوں کو توجہ سے سنتی رہی جب فجر کی اذان ہوئی تو اس نے نماز ادا کی پھر اعلیٰ حضرت کی دعائیں لے کر حجرے سے باہر آگئی۔

ایشورارا اپنی مشین کے سامنے بیٹھا تھا۔ اسکرین پر ٹائم سیٹ کیا ہوا تھا۔ جب اسے الارم سنائی دیا تو اس نے کی بورڈ کے ذریعے اسکرین پر سونیا کے نمبر پنچ کیے۔ اس کے ساتھ ہی بابا صاحب کے ادارے کا وہ حصہ دکھائی دیا۔ جہاں بڑا سا آہنی گیٹ تھا۔ وہ اس گیٹ کو تکنے لگا۔ انتظار کرنے لگا..... تھوڑی دیر بعد وہ آہنی گیٹ آہستہ آہستہ کھلنے لگا پھر دروازے کے پیچھے بہت ہی قیمتی کار دکھائی دی۔ وہ کار آہستہ آہستہ چلتی ہوئی باہر آکر رک گئی۔

ایشورارا نے مشین کو آپریٹ کرتے ہوئے کار ڈرائیو کرنے والے ہستی کو دیکھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک نوجوان عورت بیٹھی ہوئی تھی مگر وہ سونیا نہیں تھی۔ اس نے سوچا۔ ’’کیا یہ سونیا ہے؟ اپنا چہرہ اور شخصیت بدل کر ادارے سے باہر آئی ہے؟ اگر ایسا ہے تو یہ باہر آکر کیوں رک گئی ہے؟‘‘

تھوڑی دیر بعد کھلے ہوئے دروازے پر میں اسے نظر آیا۔ میں نے سونیا کا ہاتھ محبت سے تھام رکھا تھا لیکن وہ ایشورارا کو نظر نہیں آرہی تھی۔ جب اس نے میرے ساتھ چلتے ہوئے دروازے کے باہر قدم رکھتے وقت ذرا بلند آواز سے ’’بسم اللہ‘‘ کہا تو اس کی آواز ایشورارا کو سنائی دی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا لیکن جسے دیکھنا چاہتا تھا، وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس کی آواز سن کر پتا چلا کہ میں نے سونیا کا ہاتھ تھام رکھا ہے اور اس کے ساتھ ادارے سے باہر نکل کر کار کی طرف آرہا ہوں۔

میں نے کار کے قریب آکر سونیا سے پوچھا۔ ’’کیا تمہیں اندازہ ہے کہ تمہارا شکار کس سمت میں ہے؟‘‘

وہ چاروں طرف گھوم کر بو سونگھنے لگی پھر ایک جگہ رک کر بولی۔ ’’وہ یہاں سے جنوبی سمت میں ہے۔‘‘

ایشورارا اسے ایک نظر دیکھنے کے لیے بے چین ہو رہا تھا۔ اپنی کرسی پر بار بار پہلو بدل رہا تھا۔ یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا جیسے مشین کی اسکرین میں گھس جائے گا۔ یہ بات پریشان کر رہی تھی کہ اس کی آواز تو سنائی دے رہی ہے مگر وہ دکھائی نہیں دے رہی ہے۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ’’تم کہہ رہی ہو کہ وہ جنوبی سمت میں ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ سسلی، اٹلی یا یونان میں ہے۔‘‘

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ’’نہیں، وہ وہاں سے بھی آگے سمندر کے اس پار افریقہ کے شمالی علاقے میں کہیں ہے۔‘‘

یہ سنتے ہی ایشورارا کا منہ حیرانی سے کھل گیا۔ وہ درست کہہ رہی تھی۔ میں اور سونیا اگر اسے شکار کہہ رہے تھے تو وہ شکار واقعی افریقہ کے ایک شمالی شہر بن غازی میں موجود تھا۔ وہ بے چین نظروں سے مجھے اسکرین پر دیکھ رہا تھا کیونکہ صرف میں ہی اسے نظر آسکتا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات آرہی تھی کیا سونیا کے پاس بھی ایسا کوئی آلہ ہے جو دشمنوں کی نشاندہی کرتا ہے؟ اگر اس نے ایسا کوئی آلہ اپنے ہاتھوں میں پکڑ رکھا ہے تو وہ مجھے اس وقت تک دکھائی نہیں دے گا جب تک کہ وہ خود نظر نہیں

آئے گی۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ''میں ابھی خیال خوانی کے ذریعے ان علاقوں میں جانے والی کسی فلائٹ میں سیٹ او کے کراتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ تم کس ملک میں جانا پسند کرو گی؟''

اس نے کہا۔ ''مراکش، لیبیا یا مصر میں سے کسی ایک ملک کے لیے سیٹ او کے کراؤ۔ وہاں جا کر مجھے پتا چل جائے گا کہ وہ کس سمت میں ہے اور مجھے کس طرح اس کی شہ رگ تک پہنچنا ہے؟''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''دشمن کو مارنے کے لیے اپنے ساتھ ہتھیار لے جاتے ہیں مگر تم یہ گلاب کا پھول لے جا رہی ہو، میں اسے سونگھنا چاہتا ہوں۔''

میں نے ہاتھ بڑھا کر اس سے پھول لیا۔ تو وہ پھول اس کے ہاتھ سے نکل کر میرے ہاتھ میں آگیا' تب وہ ایشورارا کو اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔ سونیا کہہ رہی تھی۔ ''اعلیٰ حضرت کے حجرے کے پاس گلاب کا ایک پودا ہے۔ وہاں یہ پھول کھلا تھا۔ اسے میں ساتھ لے جا رہی ہوں۔ یہ بہت خوبصورت ہے۔''

میں نے پھول کو سونگھتے ہوئے کہا۔ ''پھول کی عمر کم ہوتی ہے۔ صبح کو کھلتا ہے اور شام تک مرجھا جاتا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''کوئی ضروری نہیں ہے، صبح کھلنے والے پھول شام کو بھی تازہ رہتے ہیں۔ آدھی رات کے بعد بھی نہیں مرجھاتے۔ جانتے ہو یہ پھول میں اپنے ساتھ کیوں لے جا رہی ہوں؟''

''ہاں، بتاؤ۔ کیوں لے جا رہی ہو؟''

''جب تک یہ پھول تازہ رہے گا، میرا شکار بھی صحیح سلامت رہے گا۔ جیسے جیسے یہ مرجھاتا جائے گا' ویسے ہی ویسے مجھے اس شکار کے قریب پہنچاتا جائے گا پھر جب یہ مرجھائے گا تو اس شکار کی زندگی بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔''

وہ تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا، آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسکرین پر گلاب کے پھول کو دیکھ رہا تھا۔ جو اس وقت میرے ہاتھ میں تھا پھر میں نے اسے سونیا کے حوالے کیا۔ جب اس نے پھول کو تھام لیا تو وہ اسکرین سے غایب ہو گیا۔ ایشورارا کا سر چکرا رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا اس پھول کے مرجھانے تک وہی ہو گا جیسا سونیا کہہ رہی ہے؟

وہ مجھے اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کہا۔ ''اب تم جاؤ، میں خیال خوانی کے ذریعے تم سے رابطہ رکھوں گا۔''

پھر میں نے دروازہ بند کر دیا۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا۔

ایشورارا نے کار ڈرائیو کرنے والی اس جوان عورت کو اپنی مشین میں فکس کیا تا کہ اس کے ذریعے سونیا پر نظر رکھے کہ وہ کہاں جا رہی ہے؟ کیا کر رہی ہے؟ اور کیا وہ واقعی افریقہ کے کسی شمالی ملک میں پہنچنے والی ہے؟

وہ فی الحال موسس اور اکابرین سے انتقام لینا بھول گیا تھا۔ اس نے سوچا تھا' ایک عورت مقابلے پر آئے گی تو اس سے بہ آسانی نمٹ لیا جائے گا لیکن جس انداز میں وہ بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکلی تھی اور جس طرح اعتماد سے کہہ رہی تھی کہ وہ اس کے قریب پہنچنے والی ہے۔ اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ لوہے کا چنا ہے، اسے چبانے کے خیال سے ہی دانت ٹوٹتے دکھائی دے رہے تھے۔

کار تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ اس کی پچھلی سیٹ خالی نظر آ رہی تھی لیکن اسے سونیا کی آواز سنائی دی۔ اس نے کار ڈرائیو کرنے والی جوان عورت کو مخاطب کیا۔ ''خالدہ! ابھی فرہاد نے خیال خوانی کے ذریعے کہا ہے کہ اس نے تین مختلف فلائیٹس میں میرے لیے سیٹ ریزرو کرائی ہے۔ ایک فلائیٹ مراکش کے شہر رباط جائے گی، دوسری لیبیا کے شہر بن غازی اور تیسری مصر کے شہر قاہرہ جانے والی ہے۔ تم مجھے مشورہ دو کہ پہلے کہاں جانا چاہیے؟''

وہ سونیا کی یہ بات سن کر پریشان ہو گیا کہ وہ بن غازی بھی آ سکتی ہے۔ وہ اس کی تمام مصروفیات کو اسکرین پر دیکھنے کے بعد خود ہی اس شہر کو چھوڑنے والا تھا۔

خالدہ نے کہا۔ ''میڈم! میں بھلا کیا مشورہ دے سکتی ہوں؟ آپ بہتر سمجھتی ہیں۔ مجھ سے مشورہ دینے میں غلطی ہو سکتی ہے۔''

''کوئی بات نہیں۔ غلط مشورہ دو گی تب بھی میں اس پر عمل کروں گی۔ جہاں کہو گی، اسی طرف جاؤں گی۔''

ایشورارا اسی لمحے خالدہ کے اندر پہنچ گیا، اس کی سوچ اور لہجے میں بولا۔ ''میڈم کو قاہرہ جانا چاہیے۔''

خالدہ نے اپنی سوچ میں کہا۔ ''ہاں، قاہرہ کے لیے سیٹ ہو چکی ہے لیکن وہ خاصا دور ہے۔ میڈم خوامخواہ لمبے سفر سے تھک جائیں گی... انہیں تو بن غازی جانا چاہیے۔''

وہ فوراً ہی بولا۔ ''بن غازی نہیں... مراکش کے شہر رباط جانا چاہیے۔ ان کا دشمن وہیں کہیں ہو گا''

خالدہ کی سوچ نے کہا۔ ''رباط بھی خاصا دور ہے۔ بن غازی قریب ہے۔''

مرحبا
SINCE 1975

مرحبا جوشاندہ

فوری اور قدرتی علاج تندرستی کے لیے

نزلہ، زکام، فلو، بخار، کھانسی اور گلے کی خراش کے لئے مفید اور موثر ہے

پی سی ایس آئی آر لیبارٹریز پاکستان سے تصدیق شدہ

ایشورارا نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''مجھے یہ اعزاز حاصل ہورہا ہے کہ میڈم مجھ سے مشورہ لے رہی ہیں۔ اس لیے صحیح مشورہ دینا چاہیے، وہ بن غازی جا کر خوامخواہ اپنا وقت ضائع کریں گی۔ انہیں قاہرہ یا رباط جانا چاہیے۔''

کار کی پچھلی خالی سیٹ سے سونیا کی آواز سنائی دی۔ اس نے خالدہ سے پوچھا۔ ''تم خاموش کیوں ہو؟ مجھے کوئی مشورہ کیوں نہیں دے رہی ہو؟''

خالدہ نے کہا۔ ''میڈم! آپ کی پلاننگ کامیاب رہی ہے۔ ایشورارا ہماری باتیں سن رہا تھا۔ ابھی میرے اندر موجود ہے اور چاہتا ہے کہ میں آپ کو بن غازی جانے کا مشورہ نہ دوں۔''

خالدہ نے یہ کہتے ہی سانس روکی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر جھنجلا گیا۔ اکثر لوگ پڑھا ہوا سبق بھول جاتے ہیں، اس نے سونیا کی پوری ہسٹری پڑھی تھی۔ جگہ جگہ یہ لکھا تھا کہ وہ کس قدر مکار ہے۔ شاید وہ یہ بات بھول گیا تھا۔ اب ذاتی تجربے سے سمجھ میں آرہا تھا کہ اس مکار عورت نے خود اس کی زبان سے اگلوایا ہے کہ وہ بن غازی میں موجود ہے۔

وہ پھر خالدہ کے اندر پہنچنا چاہتا تھا مگر اس نے سانس روک لی۔ اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔ اس نے جھنجلا کر مشین کا مانیٹک آن کرتے ہوئے کہا۔ ''تم خود کو سمجھتی کیا ہو؟ میرے آگے تمہاری مکاری دھری کی دھری رہ جائے گی۔ تم یہاں تک کبھی پہنچ نہیں پاؤ گی۔ ابھی جہاں ہو، وہیں تمہیں موت آسکتی ہے۔ اپنی خیریت چاہتی ہو تو بابا صاحب کے ادارے میں واپس چلی جاؤ۔''

خالدہ نے کہا۔ ''میڈم! مجھے کچھ آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''کیا تمہیں ایسا نہیں لگتا کہ کوئی کتا بھونک رہا ہے؟''

''جی ہاں، پتا نہیں کون سی زبان بول رہا ہے؟ ہماری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔''

''جب زبان سمجھ میں نہ آئے تو وہ بھونکنے جیسی لگتی ہے۔ میں یہ کھڑکی کھول رہی ہوں۔ آواز باہر نکل جایا کرے گی۔''

ایشورارا نے اسکرین پر دیکھا۔ پچھلی سیٹ کی کھڑکی کا شیشہ نیچے اتر رہا تھا۔ اُدھر کی کھڑکی کھل گئی تھی۔ وہ غصے سے بولا۔ ''مجھے کتا کہہ رہی ہو تو یہ بھی دیکھ لینا کہ یہ کتا کس طرح کاٹنے والا ہے؟ سانپ کے کاٹے کی طرح میرے کاٹے کا بھی کوئی منتر نہیں ہے۔ اسپتال پہنچنے سے پہلے ہی جہنم پہنچ جاؤ گی۔''

پچھلی سیٹ سے سونیا کی آواز سنائی دی۔ ''تھینکس گاڈ! اب کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ کیوں خالدہ کیا تمہیں کچھ سنائی دے رہا ہے؟''

''بالکل نہیں۔ بے چارا بھونکتے بھونکتے کھڑکی سے باہر نکل گیا ہے۔''

وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ ''جھوٹ بول رہی ہو، مکاری دکھا رہی ہو۔ میری آواز سنائی دے رہی ہے۔ میری یہ مشین کہہ رہی کہ آواز وہاں تک پہنچ رہی ہے۔''

خالدہ نے اپنی طرف کی کھڑکی کھولتے ہوئے کہا۔ ''میڈم! ایک مکھی کی بھنبھناہٹ سی سنائی دے رہی تھی۔ اس لیے میں نے اِدھر کی بھی کھڑکی کھول دی ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''اسے زیادہ نہ تپاؤ، وہ اپنی مشین سے سر پھوڑ لے گا۔''

وہ سختی سے ہونٹوں کو بھینچ کر اسکرین پر خالدہ کو دیکھ رہا تھا۔ ہاں جسے دیکھنے کی حسرت تھی، وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ اس نے سوچا کہ یہ بھی سونیا کی مکاری ہے۔ وہ مجھے غصہ دلا رہی ہے، بھڑکا رہی ہے۔ کسی اور پہلو سے سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دے رہی ہے۔

وہ کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اپنے دل میں یہ مصمم ارادہ کرنے لگا کہ اب سونیا کی باتوں میں نہیں الجھے گا۔ سب سے پہلے اسے یہ سوچنا چاہیے کہ سونیا کو پیرس سے باہر نکلنے کا موقع ہی نہ دیا جائے۔ وہیں اسے ختم کر دیا جائے۔ اس نے اکابرین میں سے فرانس کے ایک عہدے دار کے نمبر پنچ کیے۔ وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔

اس کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ پیرس، لندن اور فرینکفرٹ کی انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران اپنے بہت ہی تجربہ کار عملے کے ساتھ بن غازی جا رہے ہیں۔ وہاں کی انٹیلی جنس والوں نے اطلاع دی ہے کہ ہوٹل شہینہ میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جارہا ہے جس پر شبہ ہے کہ وہ سیارے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسے پوری طرح نگرانی میں رکھا گیا ہے۔

یورپ کی انٹیلی جنس والوں نے کہا تھا کہ اسے نگرانی میں رکھا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ اس کے اور کتنے ساتھی شہر میں موجود ہیں؟ ہم وہاں جلد ہی پہنچ رہے ہیں۔

فرینکفرٹ، پیرس اور لندن کی انٹیلی جنس کے چار اعلیٰ افسران اپنے چار چار جاسوسوں کے ساتھ اسی فلائٹ سے بن غازی جانے والے تھے۔ جس میں سونیا کی سیٹ او کے کرائی گئی تھی۔

یہ معلوم ہوتے ہی ایشورارا اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ اچانک

ہی معلوم ہوا تھا کہ انٹیلی جنس والے اس کے دست راست بگولا کی دور ہی دور سے نگرانی کر رہے ہیں۔ وہ ہوٹل شہینہ میں تھا۔ یقیناً ان کی نظروں میں آگیا تھا۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے فوراً ہی مشین کو آف کیا۔ سفری بیگ میں اپنا ضروری سامان رکھا پھر بیگ کو اور مشین کو اٹھا کر وہاں سے جاتے ہوئے بگولا کو مخاطب کیا۔

وہ بولا۔ ''یس باس! میں حاضر ہوں۔''

''تم گدھے ہو۔ اپنے آس پاس کے لوگوں سے بے خبر رہتے ہو۔ اس وقت انٹیلی جنس والے تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔ تم فرار ہونے کے لیے جہاں بھی جاؤ گے، وہ تمہارا تعاقب کریں گے۔ مختلف ذرائع سے تم پر نظر رکھیں گے۔''

اس نے کہا۔ ''میرے آقا! تُو میری فکر نہ کر۔ میں یہاں سے بہت دور نکل جاؤں گا۔ کوئی میرا پیچھا نہیں کر سکے گا۔''

بگولا کے لیے فرار کا ایک ہی راستہ تھا۔ اس نے اپنا سفری بیگ اٹھایا۔ اپنے غیر معمولی جوتے پہنے پھر ہوٹل کے پچھلے دروازے سے باہر نکل آیا۔ وہ جانتا تھا کہ جاسوس اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ جب وہ دونوں پاؤں جوڑ کر آگے بڑھا تو اچانک ہی تیز رفتاری سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ جو لوگ اپنی گاڑیوں میں اس کی نگرانی کر رہے تھے۔ انہوں نے گاڑی اسٹارٹ کی، اس کے پیچھے دوڑے لیکن وہ تنگ گلیوں میں اپنی گاڑیاں نہیں لے جاسکتے تھے جبکہ وہ تیز رفتار گاڑی کی طرح گزرتا جارہا تھا۔ جہاں سے گزر رہا تھا، وہاں کے لوگ شدید حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ اسے گزرنے کا راستہ دے رہے تھے۔ اس طرح وہ پندرہ منٹ کے اندر اس شہر سے باہر نکل گیا پھر وہاں سے ایک سمت جانے لگا۔ تمام تعاقب کرنے والے بہت پیچھے رہ گئے تھے۔

ایشورارا ابھی ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس شہر سے باہر جارہا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ ان کے سفری بیگ بالکل ایک جیسے ہیں۔ اگر انٹیلی جنس والے اس کے ساتھ بھی وہی بیگ دیکھیں گے جو بگولا کے ساتھ دیکھ چکے ہیں تو اس پر بھی شبہ کریں گے پھر اس کا بھی پیچھا کریں گے۔

اس نے ٹیکسی میں سفر کرنے کے دوران میں خیال خوانی کا سلسلہ جاری رکھا۔ پہلے یہ اطمینان کیا کہ بگولا بخیریت اس شہر سے دور جاچکا ہے پھر اس نے پیرس کے اعلیٰ عہدیدار کے ذریعے انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں جگہ بنائی جو بن غازی آنے کے لیے پیرس کے ایئرپورٹ پہنچے ہوئے تھے۔

وہ ٹیکسی میں مشین کو اوپن نہیں کر سکتا تھا۔ اس طرح خالدہ کے ذریعے سونیا کے بارے میں مزید معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ایک بار خالدہ کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔

اس نے انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر رہ کر ایئرپورٹ میں دور دور تک دیکھا۔ ایک جگہ اسے خالدہ نظر آئی لیکن وہ اب تنہا تھی۔ وزیٹر لابی میں کھڑی اُدھر دیکھ رہی تھی جدھر سونیا بورڈنگ کارڈ لینے گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب سونیا تنہا رہے گی اور وہ اسے دیکھ نہیں پائے گا۔

ابھی وہ کئی گھنٹوں تک اس مشین کو استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ شہر سے باہر بہت دور اس نے ٹیکسی رکوائی، کرایہ ادا کر کے ٹیکسی والے کو رخصت کیا پھر کھڑے ہو کر دونوں پاؤں جوڑے اور تیز رفتاری سے ایک سمت جانے لگا۔ وہ بن غازی شہر سے نکل آیا تھا۔ اب اس ملک لیبیا سے بھی نکل کر آگے 'چاڈ' کی طرف جارہا تھا۔ اس سے آگے بھی جاسکتا تھا۔ جب تک اسے کہیں محفوظ پناہ گاہ نہ ملتی، اسے دلی اطمینان نہ ہوتا۔ اس وقت تک وہ کہیں قیام کرنا نہیں چاہتا تھا اور جب تک کہیں آرام سے قیام نہ کرتا، اس وقت تک مشین کو آپریٹ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے سونیا اور خالدہ کی جو باتیں سنی تھیں۔ اس سے یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب سونیا بن غازی کی طرف ہی آئے گی۔ اسی فلائٹ میں تین ملکوں کے انٹیلی جنس والے بھی سفر کرنے والے تھے۔

وہ وقفے وقفے سے ان انٹیلی جنس والوں کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا۔ وہ جس جہاز میں سوار ہوئے تھے۔ وہ اب پرواز کر رہا تھا۔ اس نے انٹیلی جنس کے ایک افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے سیٹ سے اٹھایا پھر اس کے ذریعے آگے پیچھے دور تک دیکھنے لگا۔ یہ انداز کرنے لگا کہ کتنی عورتیں ایسی ہیں جو تنہا سفر کر رہی ہیں؟ ان تنہا عورتوں میں سے ایک سونیا ہو سکتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد پتا چلا کہ سب ہی اپنے شوہر، باپ یا بھائی کے ساتھ سفر کر رہی ہیں۔ صرف ایک عورت تنہا پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے عرب عورتوں کی طرح عبا پہنی ہوئی تھی اور سر پر اسکارف باندھا ہوا تھا۔

ایشورارا نے افسر کے ذریعے اس عورت کو مخاطب کیا تو پتا چلا کہ وہ گونگی ہے۔ اسے یقین نہیں آیا، اس نے یہی سمجھا کہ سونیا مکاری دکھا رہی ہے۔ کسی کو اپنی آواز نہیں سنا رہی ہے۔ یہ نہیں چاہتی ہے کہ ایشورارا اس کی آواز سن سکے۔

وہ تیز رفتاری سے فاصلے طے کرتا ہوا لیبیا کی سرحد سے گزر کر ''چاڈ'' کے علاقے میں پہنچا، وہ کسی چھوٹی سی بستی یا کسی چھوٹے سے ٹاؤن میں جا کر لوگوں کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ کسی بڑے شہر میں جاتا تو وہاں بھیڑ میں کھو جاتا۔ کوئی اس کی

طرف توجہ نہ دیتا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ کسی بڑے شہر میں پہنچنے کے بعد وہ اپنا بیگ کہیں پھینک دے گا۔ اپنا تمام ضروری سامان کسی نئے بیگ میں رکھ لے گا۔ آیندہ کسی کو بھی کسی طرح کا شبہ نہیں کرنے دے گا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ اس ملک میں بڑا شہر کس سمت میں ہے؟ اور اسے کتنی دیر تک ایسی ہی تیز رفتاری سے سفر کرنا ہوگا؟ وہ ایسی معلومات اس مشین کے ذریعے ہی حاصل کرسکتا تھا اور حالات ایسے تھے کہ اسے مشین کو آپریٹ کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

وہ ایک گھنے درخت کے سائے میں آکر رک گیا۔ دن کے دس بج رہے تھے۔ وہ تیز دھوپ اور شدید گرمی کے باعث پسینے میں نہا رہا تھا۔ گھنے درخت کے سائے میں ٹھنڈی ہوا تھی۔ وہاں ذرا دم لے کر خیال خوانی کے ذریعے ادھورا کام مکمل کرنا چاہتا تھا۔ وہ مشین بہت ہی بھاری قوت کی بیٹری کے ذریعے چلتی تھی لیکن وہ اپنے آس پاس کے ماحول سے غافل نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اس نے تیز رفتاری سے گزرتے وقت کتنے ہی جنگلی درندوں کو دیکھا تھا، ایسی جگہ خیال خوانی کرتے ہوئے دماغی طور سے غیر حاضر رہنا مناسب نہیں تھا۔

اس نے بگولا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ''تم کہاں ہو؟ خیریت سے ہو؟''

''یس باس....! میں مصر میں پہنچ گیا ہوں اور اسکندریہ کی طرف جارہا ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''کسی ایک مناسب جگہ رک جاؤ۔ ابھی تمہیں خیال خوانی کرنی ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے میرے دماغ میں پہنچو۔''

وہ دماغی طور سے حاضر ہوگیا۔ چاروں طرف محتاط نظروں سے دیکھنے لگا۔ کہیں دور سے شیر کے دھاڑنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے دونوں پیروں کو جوڑا پھر تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد بگولا نے اس کے اندر آکر کہا۔ ''میں حاضر ہوں میرے آقا!''

وہ ایک جگہ رک کر بولا۔ ''میں تمہیں انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر پہنچا رہا ہوں۔ تم اس کے ذریعے ہوائی جہاز کے پائلٹ تک پہنچنے کی کوشش کرو پھر اس کے ذریعے کو پائلٹ کے اندر بھی پہنچو۔ اس کے بعد میرے پاس آؤ۔''

اس نے بگولا کو انٹیلی جنس کے اس اعلیٰ افسر کے پاس پہنچا دیا جو دوسرے ملکوں کے افسران کے ساتھ ہوائی جہاز میں سفر کررہا تھا۔ اسے اس عورت کے متعلق بھی بتایا جو جہاز کی آخری قطار میں بیٹھی تھی۔ اس نے کہا۔ ''یہ فرہاد علی تیمور کی وائف سونیا ہوسکتی ہے۔ یہ میری جانی دشمن ہے اور مجھے قتل کرنے کے لیے بن غازی پہنچنا چاہتی ہے۔ اس سے پہلے ہی اسے تمام دشمنوں کے ساتھ موت کی پستیوں میں گرا دینا ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے پھر دونوں پاؤں جوڑے اور تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔ ایک دریا کے کنارے چھوٹی سی بستی تھی۔ اس بستی سے ذرا دور ہرے بھرے درختوں کے جھنڈ میں ایک خوبصورت سا کاٹیج بنا ہوا تھا۔ اس نے کاٹیج کے قریب چھپ کر دیکھا۔ وہاں دو بوڑھے میاں بیوی تھے۔ ان کی باتیں سن کر معلوم ہوا کہ وہ دوائیں تیار کرنے کے لیے اس جنگل سے بڑی قیمتی جڑی بوٹیاں حاصل کرتے ہیں۔

وہ تھک گیا تھا۔ اس کاٹیج کو عارضی پناہ گاہ بنا کر آرام کر سکتا تھا اور اپنا بہت سا کام بھی نمٹا سکتا تھا۔ اس نے بوڑھے میاں بیوی کے دماغوں پر قبضہ جمالیا۔ ان پر مختصر سا تنویمی عمل کرنے کے بعد انہیں آدھے گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سلا دیا پھر چپ چاپ اس کاٹیج میں داخل ہوکر وہاں چھپ گیا تاکہ بستی کے لوگ اسے دیکھ نہ پائیں۔

ایسے وقت بگولا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے پائلٹ اور کو پائلٹ کے دماغوں میں جگہ بنالی ہے۔''

وہ بگولا کے اندر آکر پائلٹ اور کو پائلٹ کے اندر پہنچ گیا پھر ان دونوں نے ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر جہاز کی پرواز میں خرابی پیدا کی۔ وہ بڑی تیزی سے نیچے جانے لگا۔ مسافر چیخنے چلّانے لگے، انٹیلی جنس کے جاسوس دوڑتے ہوئے پائلٹ کیبن کی طرف آئے مگر زیادہ وقت نہیں تھا۔ جہاز اتنی تیزی سے نیچے آکر گرا کہ اس کا انجام دیکھنے کے لیے وہ دونوں وہاں نہ رہ سکے۔ ان کی سوچ کی لہریں مردہ دماغوں سے باہر نکل آئیں۔

اس نے بگولا سے کہا۔ ''میں نے ایک جگہ عارضی پناہ حاصل کی ہے۔ اب میں اس مشین کے ذریعے دشمنوں کی خبر لوں گا۔ تم اپنا خیال رکھو۔ تمہارا وہ سفری بیگ اور وہ غیر معمولی جوتے تمہاری پہچان بن سکتے ہیں۔ لہٰذا انسانی آبادی میں پہنچنے سے پہلے جوتے چھپا دیا کرو اور سفری بیگ کو جلا ڈالو۔ اپنا ضروری سامان کسی دوسرے بیگ میں رکھو۔ میں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔''

وہ بوڑھے میاں بیوی ایک کمرے میں تنویمی نیند پوری کررہے تھے۔ وہ دوسرے کمرے میں آکر اپنے سامنے مشین رکھ کر آرام سے بیٹھ گیا پھر اسے آن کرنے کے بعد آپریٹ کرنے لگا۔ اس کی اسکرین روشن ہوگئی۔ اس نے سب سے پہلے سونیا کے نمبر پنچ کیے۔ اسے امید تھی کہ وہ اس جہاز کے ساتھ

فنا ہوچکی ہے پھر بھی مشین کے ذریعے یقین کرنا چاہتا تھا۔

اسے اسکرین پر ایک ٹیکسی دکھائی دے رہی تھی۔ ڈرائیور ٹیکسی چلا رہا تھا مگر اگلی اور پچھلے سیٹیں خالی تھیں۔ پچھلی سیٹ پر رکھا ہوا ایک گلاب کا پھول کہہ رہا تھا۔ ''حسرت ان غنچوں پر جو بن کھلے مرجھا گئے...''

سونیا نے کہا تھا کہ جب تک وہ پھول کھلا رہے گا، اس وقت ایشورارا خیر خیریت سے رہے گا۔ جب وہ مرجھانے لگے گا تو اس کی شامت آجائے گی۔ وہ صبح سات بجے بن غازی سے فرار ہوا تھا۔ بڑی تیز رفتاری سے سیکڑوں میل کا فاصلہ طے کرنے بعد دن کے بارہ بجے اس کاٹیج میں پہنچا تھا۔ اس ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر رکھا ہوا گلاب کا پھول ابھی تر و تازہ تھا۔ اس پھول کی موجودگی کہہ رہی تھی کہ اس کے پاس ہی سونیا بیٹھی ہوئی ہے۔

پھول تو نہیں مرجھایا، ہاں مگر وہ خود مایوسی سے مرجھا گیا۔ ایسے وقت سونیا کی آواز سنائی دی۔ اس نے ڈرائیور سے کہا۔ ''گاڑی یہیں روک دو۔''

ڈرائیور نے سڑک کے کنارے گاڑی روکتے ہوئے کہا۔ ''آپ تو پرل ہوٹل جانا چاہتی تھیں؟''

اس کی آواز سنائی دی۔ ''میں کسی ہوٹل میں ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھتی۔ یہ لو پچاس ڈالر۔''

ڈرائیور نے پچھلی سیٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کے ہاتھ میں پچاس ڈالر آگئے پھر وہ پھول سیٹ سے اچانک ہی غائب ہوگیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سونیا نے اسے اٹھالیا ہے۔ ایشورارا دیکھ رہا تھا پچھلی سیٹ کا ایک دروازہ کھل گیا تھا پھر چند سیکنڈ بعد وہ بھی زوردار آواز کے ساتھ بند ہوگیا۔

ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے چلا گیا تو اسکرین بالکل سادہ ہوگئی۔ اب اس مشین کے پاس سونیا تک پہنچنے کا کوئی وسیلہ نہیں تھا۔ پہلے وہ ایک پھول کے ذریعے اپنی موجودگی کا احساس دلا رہی تھی پھر ڈرائیور کے ذریعے پتا چلا کہ وہ پچھلی سیٹ پر ہے۔ جب وہ ٹیکسی کا کرایہ ادا کرکے اس سے اتری تو ایک وسیلہ ختم ہوگیا اور جب ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کرکے وہاں سے چلا گیا تو دوسرا وسیلہ بھی ختم ہوگیا۔ آیندہ جب تک کوئی اس سے بات نہ کرتا اور اس کے پاس پہنچنے کا وسیلہ نہ بنتا تب تک وہ مشین اسے ڈھونڈ نہ پاتی۔

کیسی عجیب دشمنی تھی؟ اس نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا اور نہ ہی یہ سوچا تھا کہ موت اس طرح بھی آنکھ مچولی کھیلتی ہے۔ اس نے ڈرائیور کی باتیں سنی تھیں۔ وہ فوراً ہی اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے ایشورارا کی مرضی کے مطابق گاڑی کو ایک یوٹرن دیا پھر واپس اُدھر جانے لگا جدھر سونیا کو چھوڑ کر آیا تھا۔ وہ وہاں پہنچ کر گاڑی سے نکل کر دور تک اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگا۔ وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

وہ بیچارہ اس کی مرضی کے مطابق وہاں کے بازار میں اور مختلف گلیوں میں تیز رفتاری سے چلتا رہا۔ اسے ڈھونڈتا رہا۔ اس دوران میں اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ رباط شہر ہے۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آگئی کہ سونیا نے بن غازی جانے والی فلائٹ چھوڑ دی تھی اور دوسری فلائٹ کے ذریعے رباط آگئی تھی۔ وہ اس ڈرائیور کے ذریعے اسے ڈھونڈ نہ سکا۔ تھک ہار کر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔

وہ بوڑھے میاں بیوی نیند سے بیدار ہوگئے تھے۔ ان کے ذہنوں میں یہ نقش ہوگیا تھا کہ ان کے گھر ایک مہمان آیا ہوا ہے۔ وہ ان کا ایک شناسا ہے جو وہاں کچھ روز رہنے کے بعد چلا جائے گا۔

دونوں میاں بیوی نے اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا پھر بیوی اس کے لیے کھانا تیار کرنے لگی اور وہ بوڑھا جڑی بوٹیوں کی تلاش میں وہاں کے مقامی باشندوں کے ساتھ کہیں چلا گیا۔ ایشورارا نے اپنے سفری بیگ کو جلا دیا۔ اس بوڑھی خاتون سے دوسرا بیگ لے کر اپنا تمام سامان اس میں رکھ لیا۔ ان غیر معمولی جوتوں کو بھی اس بیگ میں چھپا دیا۔ اس حد تک اطمینان حاصل ہوا کہ وہ اس ویرانے میں آرام سے کسی اندیشے کے بغیر کچھ روز تک رہ سکتا ہے۔

ویسے صرف اس پہلو سے اطمینان حاصل ہوا تھا کہ وہ جگہ محفوظ ہے لیکن سونیا دو دھاری تلوار کی طرح سر پر لٹک رہی تھی۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ اس دشمن عورت سے کتنی دور ہے؟ اور آیندہ اور کتنی دور جاسکتا ہے؟

اس نے مشین کے ذریعے افریقہ کا نقشہ دیکھا اور یہ معلوم کیا کہ وہ اس وقت افریقہ کے کس حصے میں ہے اور رباط شہر سے کتنے فاصلے پر ہے؟

پتا چلا کہ وہ لیبیا سے نکلنے کے بعد چاڈ کے کچھ حصے سے گزرتا ہوا الجیریا پہنچا تھا پھر وہاں سے فاصلے طے کرتا ہوا الجیریا کے سرحدی علاقے کے قریب پہنچا ہوا ہے۔ رباط وہاں سے صرف بارہ سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

وہ پریشان ہوکر اسکرین پر لکھے ہوئے رباط شہر کے نام کو تکنے لگا۔ وہ سونیا اور انٹیلی جنس والوں سے دور بھاگنے کے لیے جنوبی افریقہ کے دور افتادہ کسی علاقے میں جانا چاہتا تھا لیکن بھٹک گیا تھا۔ سفر کے دوران میں سمت بدل گئی تھی اور وہ سیدھا

مراکش کے قریب پہنچ گیا تھا۔ تمام انٹیلی جنس والے تو مارے گئے تھے لیکن وہ اپنی موت بن کر آنے والی کو مار نہ سکا تھا۔ جس طرح لوہا مقناطیس کی طرف کھنچا چلا آتا ہے۔ اسی طرح وہ سونیا کی طرف کھنچا چلا آیا تھا۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ ''میری سلامتی اسی میں ہے کہ جلد از جلد کسی بڑے شہر میں پہنچ کر ہوائی جہاز کے ذریعے افریقہ چھوڑ دوں اور کسی دوسرے براعظم میں چلا جاؤں۔''

اسکرین پر افریقہ کا نقشہ بتا رہا تھا کہ اس وقت وہ دریا کے کنارے والے جس کاٹیج میں موجود ہے۔ وہاں سے دریا پار کرنے کے بعد جو قریبی شہر ہے وہ سن سٹی ہے۔ یعنی وہ گھوم پھر کر پھر اس شہر میں پہنچنے والا تھا جہاں سے اس کی تباہی شروع ہوئی تھی۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا۔ ''یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میرے پچیس ساتھی مارے گئے۔ مجھے ان دشمنوں سے انتقام لینے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ سونیا ایسے پُراسرار انداز میں میرا تعاقب کر رہی ہے کہ میں اس سے دور بھاگنے کے باوجود پلٹ کر اس کے قریب پہنچ رہا ہوں۔ میری سلامتی اسی میں ہے کہ میں جلد از جلد سے یورپ امریکہ یا ایشیا کی طرف چلا جاؤں۔''

وہ سن سٹی یا قریب کے کسی اور شہر کی طرف جانا ہی نہیں چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ الجیریا میں ایسا کون سا شہر ہے جہاں فضائی سروس موجود ہے اور اسے وہاں سے جانے کے لیے چند گھنٹوں میں کوئی فلائٹ مل سکتی ہے؟

اس نے جس بوڑھے میاں بیوی کے کاٹیج میں پناہ لی تھی۔ اس بوڑھے شخص کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ بوڑھا جرمنی کی ایک بہت بڑی دوا ساز کمپنی کا ماہر نباتات ہے۔ دوا ساز کمپنی کے لیے جڑی بوٹیاں فراہم کرتا ہے۔ اس کے پاس ہر پندرہ بیس دن میں ایک ہیلی کاپٹر آتا ہے یا وہ فون کر کے کہتا ہے کہ ہیلی کاپٹر وہاں پہنچایا جائے تاکہ جڑی بوٹیوں کا ذخیرہ یہاں سے بھیجا جا سکے۔

ایشورارا خوش ہو گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے بہ آسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ سکتا تھا۔ پتا چلا کہ اس جرمن دوا ساز کمپنی کا ایک برانچ آفس قاہرہ میں ہے۔ وہاں سے ہیلی کاپٹر آتا ہے پھر واپس وہیں جاتا ہے۔ اس نے بوڑھے ماہر نباتات کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق فون کے ذریعے دوا ساز کمپنی کے متعلقہ افسر سے بولا۔ ''یہاں جڑی بوٹیوں کا اچھا خاصا ذخیرہ ہو گیا ہے، میں چاہتا ہوں' ابھی ایک ہیلی کاپٹر بھیجا جائے۔ یہاں میرا ایک مہمان بیمار ہے۔ میں اسے بھی قاہرہ پہنچانا چاہتا ہوں۔''

وہاں سے جواب ملا کہ ہیلی کاپٹر سہ پہر تین بجے تک وہاں پہنچ جائے گا۔

اسے ذرا اطمینان حاصل ہوا۔ اس وقت دو بجنے والے تھے۔ ایک گھنٹے بعد وہ یہاں سے پرواز کرتے ہوئے شام چھ بجے تک قاہرہ پہنچ سکتا تھا۔ اس نے پچھلی رات سے اب تک فون بند رکھا تھا۔ جب سے لندن کے میرج ہال میں اکابرین کے بے شمار رشتے داروں کو ہلاک کیا تھا۔ تب سے وہ فون کے ذریعے اور خیال خوانی کے ذریعے موسس سے اور دوسرے اکابرین سے رابطہ نہیں کر رہا تھا۔

پھر پچھلی رات اس کے تین ماتحت رنداوا' کونداوا اور بے تابہ مارے گئے تھے۔ وہ فون آن کر کے ان دشمنوں کو غصہ دکھا سکتا تھا۔ ان کے خلاف جوابی کاروائی کی دھمکیاں دے سکتا تھا لیکن سونیا کے معاملے میں ایسا الجھا تھا کہ اس الجھن سے نجات نہیں مل رہی تھی۔ اب ذرا آسودگی ملی تھی۔ یہ اطمینان ہو رہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے بعد وہاں سے قاہرہ پہنچ جائے گا پھر قاہرہ سے جتنی جلدی ممکن ہوگا' کسی دوسرے براعظم میں چلا جائے گا۔

اس نے فون کے ذریعے موسس کو مخاطب کر کے کہا۔ ''تم اپنے کمینے پن سے باز نہیں آئے۔ پچھلی رات تم نے میرے تین ماتحتوں کو مار ڈالا۔''

وہ بولا۔ ''ایشورارا! تُو ہمیں خوامخواہ الزام نہ دے۔ تیرے ان تین بندوں کو ہم نے نہیں فرہاد نے مارا ہے۔''

''اس سے پہلے بھی تُو نے میرے بائیس آدمیوں کی ہلاکت پر فرہاد کو الزام دیا تھا۔ بعد میں اس الزام کو تسلیم کرلیا تھا۔ بہتر ہے کہ مجھ سے بحث نہ کر' جھگڑا ہمارے درمیان ہو رہا ہے۔ ہم ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ فرہاد خاموش تماشائی ہے پھر یہ کہ میں تجھ سے تیرے جرم کا اقرار کرانا نہیں چاہتا بس ایک بات جاننا چاہتا ہوں کہ اس کے بدلے تیرے اور کتنے آدمیوں کو ہلاک کرنا ہے؟''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''دیکھ ایشورارا! تُو نے لندن میں بے شمار بے گناہ افراد کو ہلاک کیا ہے پھر یورپ کی انٹیلی جنس کے بارہ افسران جو بن غازی کی طرف جا رہے تھے۔ تُو نے ان کے ہوائی جہاز کو بھی تباہ کر دیا ہے۔ ان کے ساتھ کتنے ہی بے گناہ مسافر مارے گئے ہیں۔ تُو معصوم اور بے گناہ شہریوں کو کیوں ہلاک کر رہا ہے؟''

''میں تیرے کسی سوال کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا۔ بس یہ کہنے کے لیے فون کیا ہے کہ آج کسی بھی وقت

یورپ اور امریکہ کے اکابرین میں سے بے شمار مارے جائیں گے۔ میں ایسی موت ہوں کہ مجھ سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ تو انہیں بچا سکتا ہے تو بچا لے۔''

اس نے جلدی سے کہا۔ ''پلیز فون بند نہ کرنا۔ میری ایک بات سن لے۔ ہم سے سمجھوتا کر لے۔ تُو جتنی شرائط منوائے گا ہم مان لیں گے۔ اپنے سامنے جھکنے کو کہے گا ہم جھک جائیں گے۔ تیرے مطیع اور فرمانبردار بن جائیں گے۔ تجھے اپنا حکمران تسلیم کر لیں گے۔''

''میں ضرور اپنی شرائط منواؤں گا اور تم لوگوں پر حکومت کروں گا لیکن اپنے تین خاص ماتحتوں کی موت کا انتقام لینے کے بعد.... بس اب اس فون پر چند گھنٹوں کے بعد رابطہ ہوگا۔'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ گھڑی دیکھی ٹھیک دو بجے تھے۔ وہ سوچنے لگا' کیا ایک گھنٹے کے اندر انتقامی کاروائی کر سکے گا؟ کیا قاہرہ پہنچ کر ایسی کاروائی کرنی چاہیے؟

عقل نے سمجھایا۔ ''پہلے سونیا کی خبر لی جائے۔ پتا نہیں وہ کہاں ہے؟ کیا کر رہی ہے؟ ایسا نہ ہو کہ اچانک ہی موت بن کر سامنے چلی آئے؟ پھر سامنے آئے گی تب بھی نظر نہیں آئے گی۔ پتا نہیں اس پر کیسا جادو کیا گیا ہے کہ ہماری حیرت انگیز مشین بھی اس کے سامنے ناکارہ ہو گئی ہے؟''

اس نے مشین میں سونیا کے نمبر پنچ کیے۔ اسکرین روشن ہوئی۔ دوسرے ہی لمحے پھر گلاب کا پھول دکھائی دیا۔ وہ پھول فلائنگ کمپنی کے ایک آفس کے کاؤنٹر پر رکھا ہوا تھا اور کاؤنٹر کے پیچھے کھڑا ہوا ایک شخص اپنے سامنے کھڑی سونیا سے کہہ رہا تھا۔ ''میڈم...! جہاز اور ہیلی کاپٹر اپنے وقت پر یہاں سے پرواز ہوتے ہیں۔ ایک ہیلی کاپٹر میں آپ کی سیٹ او کے ہو چکی ہے۔ وہ ایک گھنٹے بعد پرواز کرے گا۔''

سونیا کی آواز سنائی دی۔ ''تو پرابلم..... میں یہاں قریبی مارکیٹ میں جا کر شاپنگ کروں گی۔ میرا وقت گزر جائے گا۔ مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ یہاں آؤں گی تو پرواز کا وقت ہو چکا ہوگا۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی گلاب کا پھول بھی کاؤنٹر سے غائب ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سونیا نے اسے اٹھا لیا تھا۔ وہ کاؤنٹر مین مشین میں فکس ہو چکا تھا۔ اس لیے دکھائی دے رہا تھا۔ سونیا وہاں سے شاید جا چکی تھی۔ ایشورارا معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے کہاں جا رہی ہے؟

کاؤنٹر مین کی سوچ نے کہا۔ ''میڈم نے ایک ٹو سیٹر ہیلی کاپٹر کرائے پر حاصل کیا ہے۔ وہ الجیریا کے ساحلی علاقے میں جانا چاہتی ہیں۔''

اس کے خیالات پڑھتے ہی ایشورارا ایک بار پھر حیرانی سے اچھل پڑا۔ وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھا کہ سونیا کس طرح اس کا سراغ لگا لیتی ہے؟ وہ صحیح سمت کا تعین کرتی ہوئی ادھر آنے والی تھی۔ یہ اگرچہ پریشانی کی بات تھی۔ تاہم یہ اطمینان بھی تھا کہ اس سے پہلے ہی وہ یہاں آنے والے ہیلی کاپٹر کے ذریعے قاہرہ پہنچ جائے گا۔

ایشورارا اس شخص کے اندر پہنچا جو قاہرہ سے ہیلی کاپٹر لے کر آ رہا تھا۔ پتا چلا کہ وہ آدھے گھنٹے کے اندر پہنچنے والا ہے۔ وہ اس آدھے گھنٹے میں سونیا کے خلاف بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس کاؤنٹر مین کے ذریعے دوسروں کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ اس طرح اسے فلائنگ کمپنی کے ایک سیکیورٹی افسر کے اندر جگہ مل گئی۔ وہ اسے وہاں کی ایک قریبی مارکیٹ میں لے گیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہاں جو نوجوان عورت ہاتھ میں گلاب کا پھول لیے ہوئے ہوگی۔ اس کے متعلق وہ بتائے گا کہ وہ مارکیٹ میں کہاں ہے؟ اور کیا کر رہی ہے؟

وہ اس سیکیورٹی افسر کے ذریعے سونیا کو بڑی آسانی سے ہلاک کر سکتا تھا۔ اسے مارکیٹ کی طرف لے جانا چاہتا تھا، اس سے پہلے ہی سونیا کاؤنٹر کی طرف آ گئی۔ چونکہ اس سیکیورٹی افسر کا تعلق ایشورارا کے شیطانی ارادے سے ہو گیا تھا۔ اس لیے سونیا اسے بھی نظر نہیں آئی۔ کاؤنٹر مین نے اس آفیسر سے کہا۔ ''تم جس میڈم کے بارے میں پوچھ رہے تھے' وہ یہی ہیں۔''

اس کاؤنٹر مین نے سونیا کی طرف اشارہ کیا۔ سیکیورٹی افسر نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم کس کی بات کر رہے ہو؟ وہاں تو کوئی نہیں ہے۔''

ایشورارا اب تک خیال خوانی کے ذریعے اس سیکیورٹی افسر کے اندر تھا۔ اس نے فوراً ہی مشین میں سونیا کے نمبر فیڈ کیے۔ اسے وہ کاؤنٹر مین اور وہ سیکیورٹی افسر دکھائی دینے لگے لیکن سونیا نظر نہیں آ رہی تھی۔ کاؤنٹر مین کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ اس کے سامنے ہی کاؤنٹر کے دوسرے طرف کھڑی ہے۔

پھر اس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''تم نے جو ہیلی کاپٹر سے متعلق کاغذات دیے تھے وہ میں یہیں بھول گئی ہوں۔''

کاؤنٹر مین نے کہا۔ ''جی ہاں، وہ کاغذات میں نے سنبھال کر رکھے ہیں۔''

سیکیورٹی افسر شدید حیرانی سے کہہ رہا تھا۔ ''مجھے کسی عورت کی آواز سنائی دے رہی ہے لیکن وہ نظر نہیں آ رہی ہے۔''

کاؤنٹر کے پیچھے کھڑا ہوا شخص وہاں سے نکل کر سونیا کے قریب آیا پھر اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔ ''کیا تم اندھے ہو گئے

ہو۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور یہ تمہیں نظر نہیں آرہی ہیں۔''

سیکیورٹی افسر نے ایشورارا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''بس اسی طرح اس کا ہاتھ پکڑے رہنا۔ تم اسے نہ چھوڑنا۔''

یہ کہتے ہوئے اس افسر نے ہولسٹر سے اپنا ریوالور نکالا پھر سونیا کی طرف نشانہ لیتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ تمہارے برابر کھڑی ہوئی ہے ناں....؟''

کاؤنٹر مین نے گھبرا کر کہا۔ ''یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس میڈم کو گولی کیوں مارنا چاہتے ہو؟''

آفیسر نے کہا۔ ''بکواس مت کرو۔ اس بات کی تصدیق کرو۔ یہ بالکل تمہارے برابر کھڑی ہوئی ہے یا نہیں؟''

وہ بولا۔ ''ہاں، یہ بالکل میرے ساتھ لگی کھڑی ہے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی سیکیورٹی افسر نے ٹریگر کو دبایا..... ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی، سونیا اس وقت تک بیٹھ گئی تھی۔ گولی پیچھے کھڑے ایک شخص کو لگی۔ اس نے اچھل کر آفیسر کے منہ پر ایک کک ماری۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوگیا۔ اس نے دوسری کک اس کے ہاتھ پر ماری۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ فائرنگ کی آواز سن کر کتنے ہی لوگ وہاں چلے آئے تھے۔ سیکیورٹی گارڈز نے اپنے افسر کو گرفت میں لے کر پوچھا۔ ''یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ کیوں خوامخواہ ان میڈم کو گولی مارنا چاہتے تھے؟ وہ دیکھیں آپ نے کسی دوسرے کو مار ڈالا ہے۔ یو آر انڈر ارریسٹ...''

ایشورارا بڑی بے بسی سے اسکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہاں تمام لوگوں کو وہ نظر آرہی تھی مگر اسے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے جسے آلۂ کار بنایا تھا، وہ بھی اس کی طرح اندھا ہوگیا تھا۔ اس کے اندھے پن سے فائدہ اٹھا کر سونیا نے اس کی پٹائی کی تھی اور اسے قانون کے شکنجے میں پہنچا دیا تھا۔

وہ فی الحال کسی اور کو آلۂ کار بنا کر پھر اس پر حملہ نہیں کرسکتا تھا۔ وہ محتاط رہنا اور بچنا جانتی تھی۔ اس کے متعلق بڑی سنجیدگی سے غور کرنا تھا کہ اسے کس طرح ٹریپ کر کے ہلاک کیا جاسکتا ہے؟

ویسے بھی کافی وقت گزر گیا تھا۔ قاہرہ سے آنے والے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے کاٹیج سے باہر نکل کر دیکھا تو ایک ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کرتا ہوا کھلے میدان میں آرہا تھا اور وہاں اترنے والا تھا۔ وہ بوڑھی خاتون کا شکریہ ادا کر کے اپنے سفری بیگ کو اٹھا کر تیزی سے چلتا ہوا میدان میں آیا۔ ایک چھوٹی سی گاڑی کے پچھلے حصے میں طرح طرح کی ڈھیر ساری جڑی بوٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ انہیں اٹھا کر اس ہیلی کاپٹر میں رکھا جارہا تھا۔ اس ماہر نباتات نے ہیلی کاپٹر میں آنے والوں سے ایشورارا کا تعارف کرایا۔ ان سے کہا۔ ''یہ میرے مہمان ہیں۔ کچھ بیمار ہیں۔ قاہرہ جا کر اپنا علاج کرانا چاہتے ہیں۔ پلیز، انہیں اپنے ساتھ لے جائیں۔''

اس طرح اس نے سفر کی سہولت حاصل کی اور بہ آسانی قاہرہ پہنچ گیا۔ سونیا نے ہیلی کاپٹر کی بکنگ کینسل کرا دی۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ کاؤنٹر مین وغیرہ کے ذریعے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ تک بھی پہنچے گا پھر اس کے ذریعے پرواز کے دوران اسے نقصان پہنچانا چاہے گا۔

یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ ایشورارا بہت زیادہ خطرہ محسوس کر رہا ہے۔ اسے مشین کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ اس کی طرف آرہی ہے۔ یقیناً وہ جگہ بدل چکا ہوگا۔

وہ تھوڑی دیر بعد فلائنگ کمپنی کی عمارت سے باہر آئی پھر کھلی فضا میں سر اٹھا کر کچھ سونگھنے لگی۔ پتا چلا کہ اب وہ الجیریا کے سرحدی علاقے میں نہیں ہے۔ وہاں سے دوسری سمت جارہا ہے۔

وہ ایک جگہ آرام سے بیٹھ گئی۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ افریقہ کے شمال کی طرف جارہا ہے۔ آدھے گھنٹے بعد معلوم ہوا کہ اس کا رخ شمال مشرق کی طرف ہوگیا ہے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد اس کی مخصوص بو ایک جگہ ٹھہر گئی۔ وہ افریقہ کے مشرقی شمالی حصے میں پہنچ چکا تھا۔ قاہرہ، اسکندریہ یا ان کے آس پاس کے کسی علاقے میں تھا بہرحال مصر کی حدود میں ہی۔

اس نے رباط انٹرنیشنل ایرپورٹ پہنچ کر قاہرہ جانے کے لیے ایک سیٹ او کے کرائی۔ دو گھنٹے بعد وہ فلائیٹ وہاں سے روانہ ہونے والی تھی۔ اس بار اس نے طے کرلیا کہ پھول کو اپنے پاس ہی رکھے گی۔ اسے ہاتھ سے نہیں چھوڑے گی۔ نہ ہی ایشورارا کو یہ معلوم ہونے دے گی کہ اب وہ کہاں ہے؟ اور اسی طرح چپ چاپ اس کے پیچھے قاہرہ پہنچ جائے گی۔

ایشورارا نے قاہرہ کے ایک ہوٹل میں پہنچتے ہی کمرے کو اندر سے بند کیا پھر سونیا کو اسکرین پر تلاش کرنے لگا۔ اسکرین سادہ تھی۔ اس کی انگلیاں کی بورڈ پر چلنے لگیں۔ تحریر اُبھرنے لگی۔ وہ مشین سے کہہ رہا تھا۔ ''سونیا کو تلاش کیا جائے۔ وہ نظر نہ آئے۔ کوئی بات نہیں لیکن جس ماحول میں ہے، اس ماحول کو اسکرین پر پیش کیا جائے۔''

تھوڑی دیر بعد اسکرین پر جواب موصول ہوا۔ ''یہ ممکن نہیں ہے۔ جب تک وہ کسی سے بات نہیں کرے گی، کسی کو اپنا وسیلہ نہیں بنائے گی۔ تب تک اس کا اور اس کے ماحول کا سراغ نہیں لگایا جاسکے گا۔''

وہ تشویش میں مبتلا ہوگیا۔ یہ تو دیکھ ہی چکا تھا کہ وہ جہاں پہنچتا تھا، سونیا وہاں کا سراغ لگا لیتی تھی۔ وہ اس غیر معمولی مشین سے زیادہ عجیب و غریب تھی۔ مشین اسے ڈھونڈ نہیں پا رہی تھی۔ اس کے برعکس وہ اس کا صحیح ٹھکانا معلوم کرلیتی تھی۔

یہی سوال ہر بار اس کے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح لگ رہا تھا، کیا اب بھی اسے معلوم ہوگا کہ اس کا شکار قاہرہ پہنچا ہوا ہے؟ یقیناً اسے معلوم ہوگا۔ اس کے پیچھے روحانی قوتیں ہیں جو اسے درست منزل تک پہنچاتی رہتی ہیں۔

کمیونیکیشن مشین سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ دی گریٹ ایشورارا اسے مخاطب کر رہا تھا۔ اس نے اسے آپریٹ کیا۔ تو اسکرین پر اس کی تحریر اُبھرنے لگی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ ''تُو کہاں ہے؟ پچھلے پندرہ گھنٹوں سے لاتعلق ہے۔ تجھے اپنے کام کی رپورٹ دینی چاہیے۔''

اس نے تحریری جواب دیا۔ ''مجھے یہاں کے معاملات نے بری طرح الجھا دیا ہے۔ تجھے رپورٹ دی تھی کہ ہمارے بائیس آدمی ایک ہی رات میں مارے گئے ہیں۔ میں نے بھرپور انتقام لیا تھا۔ یورپ کے اکابرین کے بے شمار رشتے داروں کو ہلاک کیا تھا۔ انہوں نے بڑی تیزی سے جوابی کاروائی کی۔ دوسری رات میرے تین اہم ماتحت رنداوا، کونداوا اور بے تابہ کو ہلاک کردیا۔''

دی گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''اس حساب سے ہمارے پچیس آدمی مارے گئے ہیں۔ صرف تین ماتحت تیرے پاس رہ گئے ہیں۔ میں نے تاکید کی تھی، زمین پر پہنچ کر اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے ایسی دہشت پیدا کرنا ہے جس کے نتیجے میں وہ خود کو بے دست و پا محسوس کرنے لگیں پھر وہ رفتہ رفتہ تمہارے آگے جھکنے لگیں گے۔

لیکن تُو نے وہاں پہنچ کر قتل عام شروع کردیا ہے۔ اس طرح وہ صدمہ برداشت کریں گے پھر صدمے کو بھول جائیں گے۔ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق وہ بھی جوابی کاروائی کریں گے اور کر رہے ہیں۔ ہمارے پچیس آدمیوں کو مار چکے ہیں۔ ان کے بعد تیری باری بھی آسکتی ہے۔''

ایشورارا نے تحریری جواب بھیجا۔ ''ابھی میں یہی کہنے والا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے والے اب تک ہمارے مقابلے میں خاموش تھے لیکن انہوں نے سونیا کو میری ہلاکت کے لیے بھیجا ہے۔ پتا نہیں اس میں کیسی غیر معمولی قوت ہے کہ وہ نادیدہ ہوگئی ہے؟ مشین کے ذریعے بھی دکھائی نہیں دیتی۔ میں جہاں جاتا ہوں اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ میں کس شہر میں یا کس علاقے میں ہوں؟ میں کسی محفوظ پناہ گاہ کی تلاش میں صبح چھ بجے سے بھٹک رہا ہوں۔ لیبیا سے فرار ہو کر الجیریا تک گیا پھر پتا چلا کہ وہ وہاں پہنچنے والی ہے۔ وہاں سے پلٹ کر اب مصر کے شہر قاہرہ میں پہنچا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جلد ہی یہاں پہنچنے والی ہے۔''

''تیری موت ایک عورت کے ہاتھوں ہوگی۔ یہ تو ہم جانتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ تُو ایک عورت سے خوفزدہ ہو کر اس کے آگے آگے بھاگتا پھرے۔ تُو مرد ہے۔ تیرے پاس غیر معمولی آلات ہیں، ہتھیار ہیں۔ تُو پلٹ کر اس پر حملہ کرسکتا ہے۔ کسی بھی عورت کے ہاتھوں مارے جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سونیا ہی تجھے ہلاک کرے گی۔ کوئی دوسری عورت بھی تیری موت کا سبب بن سکتی ہے پھر سونیا سے خوفزدہ کیوں ہے؟ پلٹ کر اس پر حملہ کر۔ بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے تجھ پر پہلا حملہ ہو رہا ہے۔ اس کا منہ توڑ جواب دے۔''

''ٹھیک ہے، اب میں اس کا سامنا کروں گا۔ وہ مقابلے پر آئے گی تو اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

دی گریٹ ایشورارا کا حکم سن کر اس کے اندر حوصلہ پیدا ہوا، اس نے فیصلہ کرلیا کہ اب قاہرہ سے کہیں نہیں جائے گا۔ جو موت بن کر آرہی ہے اب اس کی موت بن کر دکھائے گا۔

دی گریٹ ایشورارا کا حکم سننے کے بعد اس کا مزاج بدل گیا تھا۔ دل سے خوف نکل گیا، اس نے یہ طے کرلیا کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا لیکن اب ایک عورت سے خوفزدہ ہو کر نہیں رہے گا۔

اس نے ایک بار پھر مشین کو آن کیا۔ سونیا کو تلاش کرنے لگا۔ اگرچہ اس سے خوفزدہ نہیں تھا لیکن دشمن سے غافل بھی نہیں رہنا چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ کہاں ہے؟ کیا قاہرہ پہنچ چکی ہے؟

وہ اسکرین پر نظر نہیں آرہی تھی۔ اس نے کوئی پروا نہیں کی۔ اب وہ موسس اور اکابرین سے نمٹنا چاہتا تھا۔ انہیں اسکرین پر دیکھنے لگا۔ وہ ایک دوسرے سے فون پر گفتگو کر رہے تھے۔ موسس طویل گفتگو خیال خوانی کے ذریعے کیا کرتا تھا۔ اس وقت وہ امریکی فوج کے پانچ اعلیٰ افسران سے گفتگو کر رہا تھا جو یوگا کے ماہر تھے۔ وہ اپنے اندر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ موسس کو پیشوائے اعظم کہتے تھے مگر اسے بھی یہی کہتے تھے کہ وہ فون کے ذریعے گفتگو کرے یا پھر کسی کو آلۂ کار بنا کر ان سے باتیں کیا کرے۔

اس وقت یہ موضوع زیر بحث تھا کہ ایشورارا نے طویل خاموشی کیوں اختیار کی ہے۔ اس نے اپنا فون بند کیوں کر رکھا

ہے اور اپنے دماغ میں کسی کو آنے کی اجازت کیوں نہیں دے رہا ہے؟

فوج کا ایک اعلیٰ افسر کہہ رہا تھا۔ ''انٹرپول' سی آئی اے اور ایف بی آئی کے جاسوس اسے تلاش کررہے ہیں۔ جلد ہی اس کا پتا معلوم کر کے فوراً اسے گرفتار کرلیں پھر تو ساری مصیبتوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم وہ غیر معمولی مشین چھین کر اسے ہلاک کردیں گے۔ اگر اس میں ذرا سی بھی عقل ہے تو ایسا وقت آنے سے پہلے اسے ہم سے بات کرنی چاہیے۔ کسی بھی طرح کا سمجھوتا کرنا چاہیے۔''

موسس نے کہا۔ ''اس کے رویّے سے پتا چلتا ہے کہ وہ فی الحال سمجھوتا کرنے کے موڈ میں نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا پلڑا بھاری ہے۔ وہ بے درپے ہمیں نقصان پہنچا رہا ہے۔''

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم نے ایک رات میں اس کے بائیس آدمیوں کو مار ڈالا۔ اس نے جوابالندن میں اکابرین کے بے شمار رشتے داروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔''

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اے پیشوائے اعظم! ہم آپ کے بڑی عزت کرتے ہیں لیکن آپ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بڑی رازداری سے استعمال کررہے ہیں۔ ہمیں بھی اس کی خبر نہیں ہونے دیتے۔ آپ نے دوسری رات ایشورارا کے تین آدمیوں کو کیپ ٹاؤن کے ایک ہوٹل میں قتل کردیا۔ آپ کا یہ عمل جنگی حکمت عملی کے خلاف تھا۔ آپ کو کم از کم ہم سے مشورہ کرنا چاہیے تھا۔''

موسس نے جھنجلا کر کہا۔ ''میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں، میں نے ان تین آدمیوں کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ آپ کے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی قسم کھا کر یہی کہیں گے کہ ہم پر جھوٹا الزام لگایا جارہا ہے۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''بے شک، آپ پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ فرہاد علی تیمور نے ان تینوں کو ہلاک کیا ہے۔ ان کی ہلاکت کا الزام ہمارے سر تھوپ رہا ہے لیکن یہ کیسے ثابت کیا جائے گا کہ ہم بے گناہ ہیں اور فرہاد نے یہ واردات کی ہے؟''

ایک اور فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''پیشوائے اعظم.....! آپ ہماری بات کا برا نہ مانیں۔ ہمیں بھی آپ کی بات پر بھروسا نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی آپ ہمارے اعتماد کو توڑ چکے ہیں۔ ہمیں تاریکی میں رکھ آپ نے اس کے بائیس آدمیوں کو ہلاک کیا۔ آپ چاہتے تو ہم پانچ یوگا جاننے والے افسران کو بھی رازدار بنا سکتے تھے لیکن آپ نے نہ تو ایسا پہلے کیا اور نہ ہی بعد میں.....''

ایک اور افسر نے کہا۔ ''ہم سیدھی سی بات کرتے ہیں۔ فرہاد ہم پر الزام نہیں لگا رہا ہے بلکہ آپ فرہاد کے سر الزام تھوپ رہے ہیں۔ صرف ایشورارا کو ہی نہیں ہمیں بھی بیوقوف بنانا چاہتے ہیں۔''

موسس نے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ تم لوگوں کا بھروسا مجھ پر سے اٹھ چکا ہے۔''

''کیوں نہیں اٹھے گا؟ ہمارے لوگ مارے جارہے ہیں اور ہم خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ یورپ کی انٹیلی جنس کے بارہ افسران اور بہت ہی اہم تجربہ کار جاسوس ایک فلائیٹ کے ذریعے بن غازی کی طرف جارہے تھے۔ وہ جہاز کسی وجہ کے بغیر نیچے گر کر تباہ ہوگیا۔ صاف ظاہر ہے کہ ایشورارا انتقام لے رہا ہے۔ پتا نہیں اس کے بعد ہم اکابرین میں سے کس کی باری آئے گی؟ بہتر ہے' آپ کسی بھی طرح ایشورارا سے رابطہ کریں۔ اس سے سمجھوتے کی بات کریں۔ آپ تو آرام سے بیٹھے ہیں لیکن ہم اکابرین کو ہر طرف موت ہی موت نظر آرہی ہے۔ موت سے پہلے یہ اندیشہ بے موت مار رہا ہے کہ پتا نہیں ہم میں سے اب کس کی باری آئے گی؟''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اب آپ جائیں۔ ہمیں اپنا کام کرنے دیں۔ پلیز آپ کسی بھی طرح اس سے رابطہ کریں۔''

انہوں نے فون کا رابطہ ختم کردیا۔ وہ پانچوں یوگا جاننے والے اعلیٰ افسران بہت محتاط رہتے تھے۔ کسی سے فون پر بات کرتے وقت بھی اپنے کمرے میں کسی کو آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ موسس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد ایک اعلیٰ افسر نے انٹرکام کے ذریعے سیکیورٹی آفیسر سے کہا۔ ''ہمیں کافی کی طلب ہے۔ کچھ اسنیکس کے ساتھ کافی لے آؤ۔''

ان کے وسیع و عریض کمرے میں صرف سیکیورٹی افسر ہی کسی کام سے آتا جاتا تھا۔ کسی اور کو وہاں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایشورارا نے انٹرکام کے ذریعے سیکیورٹی افسر کی آواز سنی۔ اس نے کہا۔ ''یس سر! میں ابھی آپ کی مطلوبہ کافی اور اسنیکس لے کر حاضر ہوتا ہوں۔''

ایشورارا اس سیکیورٹی افسر کے اندر پہنچ گیا۔ اُدھر پانچوں اعلیٰ افسران ایک دوسرے سے باتیں کررہے تھے۔ ایک نے کہا۔ ''ہم نے پیشوائے اعظم کو کھری کھری سنائی ہے۔ وہ غصے سے تلملا رہا ہوگا۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''ہمیں اس کی پروا نہیں ہے۔ خوامخواہ ڈینگیں مارتا ہے کہ روحانی علوم جانتا ہے۔ روحانی قوتوں کا حامل ہے لیکن آج تک اس نے کسی روحانی قوت کا

مظاہرہ نہیں کیا۔ کم از کم میں تو اسے پیشوائے اعظم نہیں مانتا۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''ہمیں ابھی تمام اکابرین کو اطلاع دینی چاہیے کہ موسس سے ہماری کیا گفتگو ہوئی ہے۔ ہم اس پر قطعی بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ اس بات سے وہ ناراض ہے۔ آئندہ ہمارے خلاف زہر اگل سکتا ہے۔ متحدہ تنظیم کے تمام اکابرین اسے اپنا پیشوائے اعظم مانتے ہیں۔ وہ ہمارے خلاف کچھ بھی کرسکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمام اکابرین اس کی طرف سے محتاط رہیں۔''

وہ یہ باتیں کمپیوٹر میں فیڈ کرنے کے بعد اسے دوسرے اکابرین تک پہنچانے لگے۔ ایسے وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے دروازے کے پاس لگے ہوئے ایک چھوٹے سے مانیٹر کی طرف دیکھا۔ وہاں سیکیورٹی افسر کافی اور اسنیکس کی ٹرے اٹھائے ہوئے دکھائی دے رہا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے دروازے کو کھول دیا۔ وہ ٹرے اٹھائے اندر آیا تو دروازہ بند ہوگیا۔ اس نے ایک بڑی سی میز پر ٹرے کو رکھا پھر ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہوگیا۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اب باہر جاؤ، ضرورت ہوگی تو بلالیا جائے گا۔''

وہ اچانک ہی مسکرایا پھر اپنی شرٹ کے گریبان کو پھاڑتے ہوئے بولا۔ ''اب میں باہر نہیں جاسکتا۔ اوپر سے آپ سب کا بلاوا آیا ہے۔''

پھٹے ہوئے گریبان سے اس کے سینے پر بندھا ہوا بم دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سب حیرت اور خوف سے اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ ایک نے ڈپٹ کر پوچھا۔ ''یہ کیا حرکت ہے؟''

سیکیورٹی افسر نے اس بم کو ایک ہاتھ سے تھام کر کہا۔ ''بس ایک چھوٹا سا بٹن دباؤں گا پھر ہم دھماکا بھی نہیں سن سکیں گے۔ یہ دنیا ہمارے لیے مرجائے گی یا شاید دنیا کے لیے ہم مرچکے ہوں گے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''جسٹ آ منٹ۔ دیکھو بٹن نہ دبانا۔ ہم سے بات کرو۔ کیا تم ایشورارا ہو؟''

''ہاں، میں ایشورارا ہوں۔ یہ دیکھو کہ موت نے تمہارے سیکیورٹی افسر کے ساتھ تم پانچوں کو کس طرح گھیر لیا ہے؟ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مجھ سے نہیں بچا سکے گی۔ موت لازمی ہوچکی ہے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''نہیں ایشورارا! ہم تو تیرے آگے جھکنا چاہتے ہیں۔ تجھے اپنا حکمران بنانا چاہتے ہیں۔ ایک بار ہم سے سمجھوتا کرکے دیکھ۔ ہم اپنی بیوی بچوں کی قسم کھا کر کہتے ہیں' تجھے ہم سے دھوکا نہیں ملے گا۔ ہم سب طاقت کے آگے جھکتے ہیں۔ تیرے آگے بھی جھکتے رہیں گے۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''اس بند کمرے میں ہمارے اور تیرے درمیان جو معاملات طے ہوں گے، ہم اسی پر عمل کریں گے۔ تُو بہت جلد یہاں کا حکمران بن جائے گا۔ پوری دنیا پر حکومت کرے گا۔''

ایشورارا بولا۔ ''میں یہی چاہتا ہوں آئندہ کسی خون خرابے کے بغیر ہم سیارے والوں کی حکومت یہاں قائم ہوجائے۔ میں تم پانچوں سے سمجھوتا کروں گا۔ ابھی تمہاری زندگی سے نہیں کھیلوں گا۔ آئندہ تم سب کو آزماتا رہوں گا۔''

''تم جس طرح بھی ہمیں آزماؤ، ہم تمہیں مایوس نہیں کریں گے۔ کبھی شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔''

''تو پھر فون کے ذریعے یہ احکامات جاری کرو کہ آدھے گھنٹے کے اندر افریقہ سے تمام انٹرپول' سی آئی اے اور ایف بی آئی کے سراغ رسانوں کو ہٹا لیا جائے گا۔ وہاں ایک بھی جاسوس میرے خلاف کام کرنے کے لیے موجود نہیں رہے گا۔''

''ہم ابھی احکامات جاری کرتے ہیں۔ آدھے گھنٹے کے اندر وہاں جتنے بھی جاسوس ہیں، وہ کسی بھی فلائیٹ کے ذریعے واپس آئیں گے۔''

''میں اپنی اس غیر معمولی مشین کے ذریعے تم سب کو برابر دیکھتا رہوں گا۔ یہ اچھی طرح یاد رکھنا میں نے جس طرح ابھی تم پانچوں کو ٹریپ کیا ہے، اسی طرح پھر کسی وقت تمہیں اپنے شکنجے میں لے سکتا ہوں۔ اس وقت تمہیں معافی نہیں ملے گی۔ صرف موت ملے گی۔''

''ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں تم سے دشمنی کرنا گویا اپنے ساتھ دشمنی کرنا ہے اور ہم ایسی حماقت کبھی نہیں کریں گے۔''

سیکیورٹی افسر نے اس بم کے بٹن سے اپنی اُنگلی ہٹالی۔ ایشورارا نے کہا۔ ''دیکھو! میں تم پر بھروسا کررہا ہوں۔ سمجھوتا کررہا ہوں۔ اس بم کو یہاں سے کھول سکتے ہو اور اسے بے ضرر بنا سکتے ہو۔''

وہ پانچوں دوڑتے ہوئے اس سیکیورٹی افسر کے پاس آئے پھر انہوں نے اس کے سینے پر بندھے ہوئے بم کو کھول کر اسے ناکارہ بنادیا۔ اس کے بعد اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''تھینک یو ایشورارا! تم نے ہماری جان بچائی ہے۔ ہم پر بھروسا کیا ہے۔ ہم تمہیں دھوکا نہیں دیں گے۔ ابھی فون کے ذریعے احکامات جاری کرتے ہیں۔ افریقہ کے تمام ملکوں سے جاسوسوں کو واپس بلالیا جائے گا۔''

وہ پانچوں اسی وقت وہاں بیٹھ گئے اور اپنے اپنے فون

کے ذریعے مختلف ممالک کے سربراہوں سے کہنے لگے کہ ایشورارا سے بہت کامیاب سمجھوتا ہوا ہے۔ اس کی تفصیل بعد میں بتائی جائے گی۔ پہلے انٹرپول، سی آئی اے اور ایف بی آئی کے تمام جاسوسوں کو واپس بلالیا جائے۔

ایشورارا آرام سے بیٹھا اسکرین پر ان سب کی مصروفیات دیکھ رہا تھا۔ وہ لوگ واقعی اس کی مرضی اور اپنے وعدے کے مطابق عمل کررہے تھے۔ تمام اکابرین کو سمجھا رہے تھے کہ موسس کی غلطیوں کے باعث ایشورارا ہمارا دشمن بن گیا تھا۔ ہم سب کی سلامتی اسی میں ہے کہ اسے اپنا حکمران تسلیم کرلیں ورنہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اس کی انتقامی کاروائیوں سے بچا نہیں سکے گی۔

دوسرے افسر نے کہا۔ ''موسس اب تک ہمیں دھوکا دیتا آرہا ہے۔ نہ اس کے پاس روحانی علم ہے نہ روحانی قوت ہے۔ وہ سمجھتا ہے، ایشورارا کے آدمیوں کو ہلاک کرکے اسے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کردے گا لیکن پیشوائے اعظم جنگی حکمت عملی کو نہیں سمجھتا ہے۔ یہ نہیں دیکھ رہا ہے کہ اس کے پچیس آدمیوں کے بدلے ہمارے کتنے بے گناہ افراد مارے گئے ہیں اور آیندہ بھی مارے جائیں گے۔ کیا پیشوائے اعظم اس تسمم انتقامی کاروائیوں سے آپ سب کو بچا سکے گا؟''

ایک اور اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے کہا۔ ''آپ سب کو سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کے لیے ایک گھنٹے کا وقت دیا جاتا ہے۔ آپ میں سے جو اس سے سمجھوتا نہیں کرے گا۔ اسے اپنا حکمران تسلیم نہیں کرے گا، وہ اپنی تباہی کا خود ذمے دار ہوگا۔ ہم پانچ یوگا جاننے والے افسران اور ہمارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ایشورارا کے آگے جھک رہے ہیں۔ اسے اپنا حکمران تسلیم کررہے ہیں۔ باقی ایک گھنٹے کے بعد آپ سب کا فیصلہ سنا جائے گا۔''

ایشورارا نے موسس سے رابطہ کیا۔ وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔ اس نے کہا۔ ''موسس! میں نے پانچ یوگا جاننے والے اعلیٰ افسران اور چار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا مطیع وفرمانبردار بنالیا ہے۔ دوسرے اکابرین بھی تجھ سے بدظن ہورہے ہیں۔ تیری متحدہ تنظیم کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔''

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''نہیں، یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ میں انہیں تیرے آگے جھکنے نہیں دوں گا۔''

ایشورارا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''سب ہی کو اپنی زندگی پیاری ہوتی ہے۔ وہ سب اپنی سلامتی کی خاطر تیری کوئی بات نہیں مانیں گے۔ ہاں شاید تو خیال خوانی کے ذریعے انہیں کنٹرول کرسکتا ہے۔ میرے آگے جھکنے سے روک سکتا ہے لیکن میں تجھے ایسا کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ جا پہلے اپنے بیٹے کی خبر لے۔''

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''تو کیا کرنا چاہتا ہے؟''

''پوچھتا کیا ہے؟ تیرا بیٹا اپنے بیڈروم میں ہے۔ تجھ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ جاکر دیکھ لے۔''

وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ..... بیڈروم میں آیا تو اسی وقت وہ چیخ مار کر تڑپتا ہوا بیڈ سے نیچے گر پڑا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر یوں پھڑ پھڑانے لگا جیسے مچھلی کو پانی سے نکال کر خشکی پر پھینک دیا گیا ہے۔

موسس فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو تھپکنے لگا۔ آرام پہنچانے لگا۔ وہ چیخ چیخ کر کہتا جارہا تھا۔ ''ایشورارا...! میرے بیٹے سے دشمنی نہ کر، یہ دشمنی تجھے بہت مہنگی پڑے گی۔''

''جب تیری انتقامی کاروائی مہنگی پڑے گی تب سوچوں گا۔ ابھی تو اپنے بیٹے کی فکر کر۔''

وہ اپنے بیٹے کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر ایشورارا کو وہاں سے بھگانا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی اس نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا۔ بیٹے کے حلق سے آخری چیخ نکلی پھر وہ ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگیا۔ دیدے پھٹ گئے تھے۔ اس کا دم نکل چکا تھا۔

ایشورارا نے کہا۔ ''جا، اب بیٹے کا ماتم کر۔ بعد میں دنیا دیکھے گی کہ تو کیا کرتا ہے اور میں کیا کرتا ہوں؟''

موسس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنے بیٹے کی لاش سے لپٹ کر روتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے تمام اکابرین کو اپنے بیٹے کی موت کی اطلاع دی۔ اسے امید تھی کہ وہ سب اس سے ہمدردی کریں گے لیکن اس کی امیدوں پر پانی پھرنے لگا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس جاکر ماتمی انداز میں کہہ رہا تھا۔ ''ہائے میرا بیٹا مارا گیا ہے۔ اس ظالم ایشورارا نے اسے مار ڈالا ہے۔ آیندہ ہم اسے منہ توڑ جواب دیں گے۔''

اس کے جواب میں اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''ابھی تو اس نے تمہارا منہ توڑا ہے۔ اب تمہارے پاس ہارنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ اس لیے تم اس سے دشمنی جاری رکھو گے لیکن ہمارے پاس ہارنے کے لیے ہماری جان ہے۔ ہمارے بیوی بچوں کی جانیں ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے بے شمار اکابرین کو دن رات دھڑکا لگا رہتا ہے کہ پتا نہیں وہ اب کس کی جان لینے والا ہے؟''

موسس نے کہا۔ ''آیندہ وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔''

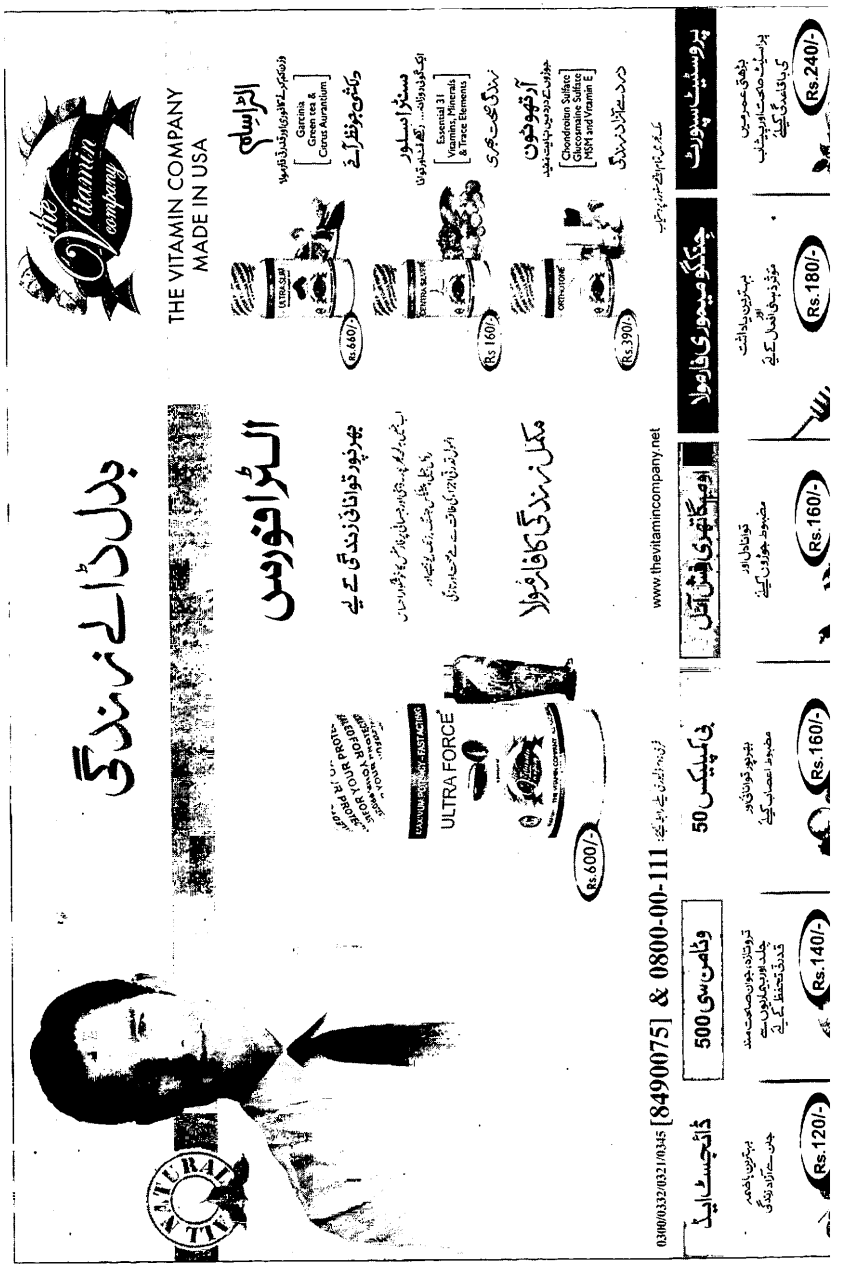

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم نے تمہاری روحانی قوتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ تم ڈھول کا پول ہو۔ آج تک تم ہمیں دلاسے دیتے رہے ہو لیکن اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکے۔ ہمارے بے شمار بے گناہ لوگ مارے گئے ہیں۔ آیندہ ہماری باری ہے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم ہمیں اس کی انتقامی کارروائی سے بچا سکو گے؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم سب کے دروازوں پر موت دستک دے رہی ہے۔ کسی وقت بھی وہ دروازہ توڑ کر اندر آسکتی ہے۔ تم ہمیشہ کی طرح جھوٹے وعدے کرتے رہو گے مگر تحفظ فراہم نہیں کر سکو گے اور ہم بے موت مارے جائیں گے۔''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ تمہاری قائم کی ہوئی متحدہ تنظیم ختم ہو چکی ہے۔ ہم سب نے فیصلہ کیا ہے کہ ایشورارا کے آگے جھکیں گے۔ اس کی بات مانیں گے۔ اس سے ہر طرح کا سمجھوتا کریں گے اور اسے اپنا حکمران تسلیم کر لیں گے بہر حال میں زندہ سلامت رہیں گے۔ اپنی بیوی بچوں کو زندگی سے بھرپور قہقہے لگاتے ہوئے اور لائف انجوائے کرتے ہوئے دیکھتے رہیں گے۔''

ایک ملک کے اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''یہ طے ہو چکا ہے کہ ہم اپنی دنیا ہار چکے ہیں۔ اپنی بہتری اور سلامتی کی خاطر اس دنیا کو سیارے والوں کے حوالے کر رہے ہیں۔''

اکابرین میں سے ایک اور عہدیدار نے کہا۔ ''اس طرح ہمیں دوسرے فائدے بھی حاصل ہوں گے۔ ہمیں سیارے والوں کی ترقی، سائنس اور ٹیکنالوجی معلوم ہوگی۔ ہم ان کی مدد سے مسلمانوں کی روحانی قوتوں کو پسپا کر سکیں گے اور بابا صاحب کے ادارے کی دیواریں گرا سکیں گے۔''

ایشورارا مشین کے سامنے بیٹھا اسکرین پر ان سب کو باری باری دیکھ رہا تھا۔ سب کے خیالات سن رہا تھا۔ خوش ہو رہا تھا کہ گریٹ ایشورارا کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے کسی خون خرابے کے بغیر جلد ہی پوری دنیا پر حکومت کرنے والا ہے۔ اس دوران میں وہ سونیا سے غافل نہیں تھا۔ کئی بار اسکرین پر اسے دیکھنے کی کوششیں کر چکا تھا اور ناکام رہا تھا۔

آخر وہ رباط کی فلائنگ کمپنی کے اس کاؤنٹر مین کے پاس پہنچا جہاں اس نے ایک آلۂ کار کے ذریعے سونیا پر حملہ کیا تھا اور ناکام ہوا تھا۔ اس کاؤنٹر مین کی سوچ نے بتایا کہ سونیا نے ہیلی کاپٹر کی بکنگ کینسل کرادی ہے۔

اس حد تک اطمینان ہوا کہ سونیا نے وہاں سے کوئی ہیلی کاپٹر استعمال نہیں کیا تھا۔ اس فلائنگ کمپنی کے آفس سے نکل کر کہیں چلی گئی تھی۔ اب وہ کہاں گئی تھی؟ یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ رات کے نو بج رہے تھے۔ اگر وہ قاہرہ پہنچ جاتی تو ضرور اس کی شہ رگ تک بھی پہنچنے کی کوشش کرتی لیکن.....

بابا صاحب کے ادارے سے باہر آتے وقت سونیا کے ہاتھ میں گلاب کا پھول تھا اور اس نے کہا تھا کہ اس پھول کے مرجھانے سے پہلے وہ ایشورارا تک پہنچ جائے گی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ''وہ پھول صبح کی طرح تر و تازہ نہیں ہوگا۔ رفتہ رفتہ مرجھا رہا ہوگا۔ چند گھنٹوں کے بعد وہ بالکل ہی مرجھا جائے گا۔ اتنی دیر میں سونیا اس تک نہ پہنچی تو پھر شاید کبھی پہنچ نہیں پائے گی۔''

جن لمحات میں یہ سوچ رہا تھا۔ ٹھیک ان ہی لمحات میں سونیا ایک مسئلے سے دوچار ہو رہی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے اسے کہا تھا۔ ''یاد رکھو! تم روحانیت کے سائے میں رہا کرو گی۔ جب تک پاک صاف رہو گی، تب تک نادیدہ رہو گی۔ ایشورارا اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے تمہیں دیکھ نہیں پائے گا۔ لہٰذا نادیدہ رہنے کی شرط ہے پاکیزگی.....''

سونیا اگرچہ قاہرہ پہنچ گئی تھی لیکن ایشورارا سے ابھی کترا رہی تھی کیونکہ وہ ایسے حالات سے دوچار ہو رہی تھی جو ایشورارا کے لیے موافق تھے۔ اب وہ اسے مشین کے ذریعے بھی دیکھ سکتا تھا اور اس کے روبرو بھی اندھا نہ رہتا۔ وہ غیر معمولی مشین اس کی مصروفیات کی ایک ایک بات بتا سکتی تھی۔ ابھی وہ کچھ سوچ کر اپنے طور پر پیش قدمی نہیں کر رہی تھی۔ اسے انتظار تھا کہ وہ مشین کی اسکرین پر اسے دیکھے اور خوش ہو کر اسے چیلنج کرے پھر اس پر حملہ کرنے کی حماقت کرے۔

ایشورارا بار بار اسکرین پر اسے تلاش کرتے کرتے بیزار ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا تھا پھر کسی وقت اسے ڈھونڈے گا۔ فی الحال تمام اکابرین پر نظر رکھنی تھی۔ یہ دیکھنا اور سمجھنا لازمی تھا کہ وہ اس کی مرضی کے مطابق اور اپنے وعدے کے مطابق عمل کر رہے ہیں یا نہیں؟

اس نے موسس کے بیٹے کو ہلاک کر کے اسے بہت بڑا صدمہ پہنچایا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ جلد ہی اس کے خلاف انتقامی کارروائی کرے گا۔

وہ رات گزر گئی۔ دوسرے دن بھی سونیا نہیں آئی۔ وہ پھول اب مرجھا چکا ہوگا۔ وہ تشویش میں مبتلا ہو گیا کہ جان کی دشمن بن کر آنے والی آخر کہاں رہ گئی ہے؟ اس نے پچھلی رات سے اسکرین پر اسے تلاش نہیں کیا تھا۔ اب سوچا اسے دیکھنا چاہیے۔ شاید اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے۔

وہ سونیا کو دیکھنا چاہتا تھا پھر خیال آیا کہ پہلے موسس کی خبر لینی چاہیے۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ بیٹے کی تدفین کے بعد اس کے خلاف زبردست کارروائی کرے گا۔

اس نے موسس کے نمبر پنچ کیے۔ وہ اس وقت قبرستان میں تھا۔ بیٹے کی تدفین ہو چکی تھی۔ تدفین میں بے شمار افراد اس کے غم میں شریک ہونے آئے تھے۔ اس کے بیٹے کے لیے گہرے رنج و غم کا اظہار کر رہے تھے۔

اس نے کہا۔ ''آپ تمام حضرات میرے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ فی الحال میں چاہتا ہوں' مجھے تنہا چھوڑ دیا جائے۔ میں بیٹے کی قبر کے سرہانے بیٹھ کر کچھ پڑھنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے تنہائی ضروری ہے۔''

وہ سب ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے۔ وہ قبر کے سرہانے بیٹھ کر زیر لب کچھ پڑھتا رہا۔ جب تمام احباب اور رشتے دار اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو اس نے موبائل فون نکال کر میرا نمبر ملایا۔

میں نے موبائل کی اسکرین پر اس کے نمبر پڑھے پھر بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ''ہیلو مسٹر موسس! کیا میں بہت یاد آرہا ہوں؟''

وہ بولا۔ ''پلیز، طنزیہ باتیں نہ کرنا۔ میں نے جوان بیٹے کی موت کا صدمہ اٹھایا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''او..... سوری۔ میرے بھی جوان بیٹے ہیں۔ مجھے سچ مچ افسوس ہوا ہے۔ میں جاننا چاہوں گا کہ اس کی موت کیسے ہوئی؟''

وہ بتانے لگا کہ کس طرح ایشورارا نے اس کے بیٹے ڈینی کو ہلاک کیا ہے۔ میں نے کہا۔ ''یہ سوچو کہ تمہارا بے گناہ بیٹا کیوں مارا گیا ہے؟ دوسرے بے گناہ افراد بھی کیوں مارے جا رہے ہیں؟ تم نے بھی اس کے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کیا ہے۔''

وہ بولا۔ ''پچیس نہیں۔ بائیس... باقی تین کو تم نے ہلاک کیا ہے۔''

''چلو، یہی سہی۔ یہ تو میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ تم سب کو آپس میں لڑاتا رہوں گا۔ بابا صاحب کے ادارے کی طرف کبھی آنے کا موقع نہیں دوں گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میری حکمتِ عملی توقع سے زیادہ کامیاب رہی ہے۔''

''ایشورارا نے یوگا جاننے والے پانچ امریکی آرمی افسران کو اور ان کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا ہے۔ دوسرے تمام اکابرین بھی اس کے آگے جھک رہے ہیں۔ یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ ہماری یہ دنیا سیارے والوں کے حوالے کر دیں گے۔ ایشورارا کو یہاں کا حکمران بنائیں گے۔''

''یہ دنیا کسی کے باپ کی نہیں ہے۔ کوئی اسے اپنی جاگیر سمجھ کر کسی کے حوالے نہیں کر سکتا۔''

''کیا تم انہیں ایسا کرنے سے روک سکو گے؟''

''میں کیوں بتاؤں کہ میں کیا کر سکتا ہوں؟ تم اپنا دکھڑا رونے آئے ہو، اس لیے اپنی بات کرو۔''

''میری بات یہ ہے کہ میں التجا کرنے آیا ہوں۔ ایشورارا کو مار بھگانے کے لیے بابا صاحب کے ادارے سے مدد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

''تعجب ہے ہمارے ادارے کو تباہ اور برباد کر دینے کے لیے تم نے متحدہ تنظیم بنائی۔ ہمارے خلاف دن رات منصوبے بناتے رہے۔ اب ہم سے ہی مدد مانگنے آئے ہو؟''

''میں بالکل تنہا رہ گیا ہوں۔ یورپ اور امریکہ کے تمام اکابرین ایشورارا کے زیر اثر آچکے ہیں۔ اگر سیارے والوں نے یہاں اپنی حکومت قائم کر لی تو تم تمام مسلمان بھی جلد ہی ان کے زیر اثر آجاؤ گے۔ تنہا ان کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ میں چاہتا ہوں' ان کی حکومت قائم ہونے سے پہلے ایشورارا پر ایسا حملہ کیا جائے کہ دی گریٹ ایشورارا ہماری دنیا کی طرف آنا بھول جائے۔ تم ان پر فتح حاصل کرو گے تو تمام اکابرین کی گردنیں تمہارے آگے شرم سے جھک جائیں گی۔''

''یہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ بے شرموں کو شرم کبھی نہیں آتی۔ ان کی گردنیں بظاہر جھکتی ہیں مگر ان کے دل سچائی کی طرف مائل نہیں ہوتے۔''

وہ بولا۔ ''تم درست کہتے ہو لیکن میں نے ایشورارا کو چیلنج کیا ہے۔ اپنے بیٹے کا انتقام اس سے لوں گا۔ اسے یہاں سے مار بھگاؤں گا۔ فار گاڈ سیک... میں تمہارے خدا اور تمہارے آخری رسول کا واسطہ دیتا ہوں۔ اپنے مرنے والے جوان بیٹے کا واسطہ دیتا ہوں' میری مدد کرو۔ کچھ ایسا کرو کہ ایشورارا ہماری دنیا میں بے دست و پا ہو جائے یا ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائے۔''

''تم نے مجھے میرے خدا اور آخری رسول کا واسطہ دیا ہے۔ تو میں وعدہ کرتا ہوں۔ چوبیس گھنٹے کے اندر تمہارا چیلنج پورا ہوگا۔ جاؤ اور منحرف ہونے والے تمام اکابرین کو یہ خوشخبری سناؤ کہ تم نے مسلمانوں کی مدد حاصل کی ہے۔ جس کے نتیجے میں کل دن کا سورج نکلنے سے پہلے ایشورارا خاک میں مل جائے گا۔''

ایشورارا اسے اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذریعے میری باتیں بھی سن رہا تھا۔ اس نے ایک بٹن دبا کر قہقہہ لگایا تو اس کے قہقہے موسس کے آس پاس قبرستان میں گونجنے لگے۔ وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''وہ کم بخت ہمیں اپنی غیر

معمولی مشین کے ذریعے دیکھ رہا ہے۔''

ایشورارا نے کہا۔''ہاں، میں دیکھ بھی رہا ہوں۔ تمہاری تمام باتیں سن بھی رہا ہوں۔ فرہاد علی تیمور کچھ زیادہ ہی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ وہ اپنی وائف کو میرے پیچھے لگا کر سمجھتا ہے' مجھے موت آجائے گی۔ اس نے تجھ سے وعدہ کیا ہے' چوبیس گھنٹے کے اندر مجھے خاک میں ملا دے گا۔ یہ چوبیس گھنٹے تو بہت ہوتے ہیں۔ میں چند گھنٹوں کے اندر ہی بابا صاحب کے ادارے میں سونیا کی لاش پارسل کروں گا۔''

میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ کیونکہ میں سونیا سے پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ گزشتہ روز ایشورارا تک پہنچنے والی تھی پھر اب اتنی دیر کیوں لگا رہی ہے؟ میں اس انتظار میں تھا کہ وہ خود ہی اپنی کامیابی کے سلسلے میں خوشخبری سنائے گی لیکن اس کی طرف سے خاموشی تھی۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔

''کہاں ہو تم.....؟''

وہ ایک کرسی پر بیٹھی جرابیں اور جوتے پہن رہی تھی۔

''میں قاہرہ میں ہوں۔''

''تم تو پھول کے مرجھانے سے پہلے ایشورارا تک پہنچنے والی تھیں؟''

''انسان جو سوچتا ہے ہمیشہ وہی نہیں ہو جاتا ایشورارا کی موت کا جو وقت مقرر ہے، وہ اسی وقت مرے گا۔ کچھ وجوہات کی بنا پر اب وہ مجھے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ سکے گا پھر جب سامنا ہوگا تب بھی میں اس کے لیے نادیدہ نہیں رہوں گی۔ اسے نظر آتی رہوں گی۔''

''ایشورارا کہاں ہے؟''

''وہ بھی قاہرہ میں ہے۔ جب تک وہ مشین کے ذریعے مجھے نہ دیکھے تب تک میں کچھ آرام کر لینا چاہتی ہوں۔''

''تو پھر آرام کرنا چاہیے۔ یہ جرابیں اور جوتے پہن کر کہاں جا رہی ہو؟''

''میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کچھ ہونے والا ہے۔ لہٰذا مستعد رہنا چاہتی ہوں۔''

میں اسے ایشورارا اور موسس وغیرہ کے حالات بتانے لگا۔ وہ تمام باتیں سننے کے بعد بولی۔''تم نے چیلنج کیا ہے۔ چوبیس گھنٹے کے اندر اسے خاک میں ملایا جائے گا۔ اب تو وہ بدک گیا ہوگا۔ وہ تو جانتا ہی ہے کہ میں اس کی موت کا ذریعے بننے والی ہوں لہٰذا وہ آئندہ چند لمحوں میں مجھے اسکرین پر دیکھنے ہی والا ہے۔ تب ہی میری چھٹی حس مجھے ہوشیار کر رہی تھی۔''

''میں وہاں کسی کو آلۂ کار بنا کر تمہارے ساتھ رہ سکتا ہوں۔''

''نہیں فرہاد! ایشورارا، موسس اور تمام اکابرین کے لیے پہاڑ ہوگا۔ میرے سامنے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تمہاری ضرورت ہوگی تو میں ضرور تمہیں آواز دوں گی۔ فی الحال میری فکر نہ کرو۔''

ایسے ہی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ سونیا نے پوچھا۔''کون ہے.....؟''

باہر سے آواز سنائی دی۔''سسٹر...! میں جواد خیری ہوں۔''

سونیا نے جہاں قیام کیا تھا۔ اس مالک مکان کے جوان بیٹے کا نام جواد خیری تھا۔ سونیا نے اس سے کہا۔''اندر آجاؤ، دروازہ کھلا ہے۔''

میں نے کہا۔''اب میں جا رہا ہوں جب بھی ضرورت ہو مجھ سے فوراً رابطہ کرنا۔ میں انتظار کروں گا۔''

یہ کہہ کر میں جواد خیری کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنی کوئی مہم سر کرتے وقت میری مدد بھی نہیں لیتی تھی۔ اس وقت بھی یہی چاہتی تھی کہ میں اسے تنہا چھوڑ دوں۔ میں نے بظاہر اسے تنہا چھوڑ دیا لیکن اس نوجوان جواد خیری کے اندر پہنچ گیا تاکہ اس کے ذریعے اپنی جانِ حیات کی نگرانی کرتا رہوں۔

سونیا نے اسے پچاس ہزار ڈالرز دیے تھے تاکہ وہ انہیں مقامی کرنسی میں تبدیل کر کے لے آئے۔ جواد خیری نے کمرے میں آکر بیگ میں سے نوٹوں کی گڈیاں نکالتے ہوئے کہا۔''یہ مقامی کرنسی میں آپ کے پچاس ہزار ڈالرز ہیں۔ انہیں گن لیں۔''

وہ مسکرا کر بولی۔''جواد! میں انسان کو اس کے چہرے سے پہچان لیتی ہوں۔ تم بہت ہی نیک اور دیانت دار ہو۔ ان نوٹوں کو گننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آدھی رقم لے جا رہی ہوں۔ آدھی تمہارے پاس امانت کے طور پر رہے گی۔''

''آپ کہیں جا رہی ہیں؟''

''ہاں، ذرا قاہرہ کی سیر کروں گی پھر رات کو ڈنر کے بعد واپس آؤں گی۔''

ایشورارا کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ میں نے چوبیس گھنٹے کا الٹی میٹم دیا ہے۔ اس کے مطابق یقیناً سونیا اب تب میں اس پر حملہ کرنے والی ہے۔ اس نے مشین کو آن کیا پھر سونیا کے نمبر پیچ کیے تو حیرانی اور بے یقینی سے اسکرین پر اسے دیکھنے لگا۔

حیرانی اس بات کی تھی کہ وہ نادیدہ ہستی اپنا دیدار کرا رہی تھی۔ اسے یہ یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس

وقت وہ جواد خیری سے باتیں کر رہی تھی۔ اپنے سامنے رکھی ہوئی آدھی رقم اسے امانت کے طور پر رکھنے کو دے رہی تھی۔ اسے کہہ رہی تھی کہ قاہرہ شہر میں گھومنے پھرنے جا رہی ہے پھر رات کو ڈنر کے بعد واپس آئے گی۔

ایشورارا جواد خیری کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنے لگا کہ وہ اپنے پاس کوئی ہتھیار رکھتا ہے یا نہیں؟

جواد کی سوچ نے کہا۔''ہاں، میرے لباس کے اندر ایک چھوٹا سا پستول ہے۔''

جواد کی یہ سوچ پڑھ کر میں چونک گیا۔ فوراً ہی یہ بات سمجھ میں آگئی کہ میرے علاوہ بھی کوئی اس کے اندر موجود ہے اور یہ بات موٹی عقل سے بھی سمجھی جا سکتی تھی کہ وہ ایشورارا ہی ہوگا۔

اس نے اپنی دانست میں جواد کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا پھر اس کے لباس سے پستول نکال کر سونیا کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔''ہائے سونیا...! مجھے خاک میں ملانے آئی ہو۔ رباط میں تو ایک بار بچ گئیں۔ اس بار کیسے بچو گی؟''

میں پوری طرح مستعد تھا۔ جواد کو فائر کرنے کا موقع نہ دیتا۔ سونیا پستول کے سامنے تن کر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔''دیکھ! میں کس طرح اپنی موت کو مار کر اپنا بچاؤ کر رہا ہوں؟ تو اپنی موت سے کیسے بچے گی؟''

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔''ایشورارا! تُو بالکل گدھا ہے۔ اپنے آلۂ کار کے پستول کو استعمال کرنے سے پہلے یہ تو دیکھ لیتا کہ وہ بھرا ہوا ہے یا نہیں؟ میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ اپنے آس پاس رہنے والوں کو ہتھیار رکھنے کی اجازت دوں تاکہ تُو انہیں اپنا آلۂ کار بنا لے۔ جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے۔ میں نے اس بیچارے کی لاعلمی میں اس کے پستول سے تمام گولیاں نکال لی تھیں۔ یقین نہ ہو تو چیک کر لے یا پھر فائر کر۔ تجھے یقین ہو جائے گا کہ میں موت سے بچنا جانتی ہوں۔''

وہ مسکراتے ہوئے ایسے اعتماد سے بول رہی تھی کہ میں بھی دھوکا کھا گیا۔ میں نے بھی یہی سوچا کہ اب یہ ٹریگر دبائے گا اس پستول کو آزمائے گا تو میں اسے آزمانے دوں گا۔ یہ تو بالکل خالی ہے۔

میری طرح ایشورارا بھی الجھ گیا تھا۔ اس کے ذہن میں سوال پیدا ہوا۔''کیا یہ پستول واقعی خالی ہے؟ سونیا بڑے اعتماد اور بڑے اطمینان سے بیٹھی ہوئی ہے۔ اسے موت کا ڈر نہیں ہے۔ ابھی میں اس پر فائر کروں گا۔ دیکھوں گا، کیا ہوتا ہے؟''

ہونا کیا تھا؟ سونیا تو دشمنوں کی نفسیات سے کھیلنے کی عادی تھی۔ اس نے بس ذرا دیر کے لیے اسے الجھایا تھا پھر اس سے پہلے کہ وہ اس پستول کو آلۂ کار کے ذریعے آزماتا، اس نے اچانک ہی اپنی جگہ سے اچھل کر پستول پر ایک کک ماری۔ وہ اس کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں بلند ہوا اور جب واپس نیچے کی طرف آیا تو سونیا نے اچھل کر اسے کیچ کر لیا۔ اس کے بعد پھر اطمینان سے اپنی کرسی پر آکر بیٹھتے ہوئے بولی۔''یہ خالی نہیں ہے، بھرا ہوا ہے۔''

میں نے جواد کے ذریعے اسے بڑی محبت سے دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں کہا۔''اری او مکّار! یہ ہم سب ہی جانتے ہیں کہ مکاری میں تیرا کوئی ثانی نہیں ہے۔''

وہ پستول کو خالی کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔''جواد! تم نہیں جانتے میرا ایک دشمن ہے۔ اس نے ابھی تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ تمہارے ذریعے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنا چاہتا تھا۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ تم نے مجھے سسٹر کہا ہے۔ میں تمہیں واقعی اپنا بھائی سمجھتی ہوں۔''

پھر اس نے کہا۔''اور ایشورارا! میں پچھلی رات ہی یہاں آگئی تھی لیکن ذرا آرام کر رہی تھی۔ تجھے بھی آرام کرنے کا موقع دے رہی تھی مگر تو جلد ہی مرنا چاہتا ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں؟ چل اب میرا راستہ روک، میں دریائے نیل کے ساحلی علاقے میں آرہی ہوں۔ جہاں تو ہوٹل کے ایک کمرے میں موجود ہے۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر جواد خیری کو خالی پستول دیتے ہوئے بولی۔''اسے اپنے پاس رکھو۔ کسی طرح کی فکر نہ کرو۔ یہاں جو کچھ ہو چکا ہے اس کا ذکر باہر کسی سے نہ کرنا۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔''سسٹر! ابھی آپ کہاں جا رہی ہیں؟ میں نہیں جانتا، آپ کے معاملات کیا ہیں؟ لیکن ایسا لگتا ہے کہ آپ خطرات میں گھری ہوئی ہیں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ فکر نہ کرو۔ میں ابھی جا رہی ہوں۔ یہ وعدہ کرتی ہوں کہ واپس آکر آج رات کا کھانا تمہارے ساتھ کھاؤں گی۔''

وہ اس کے شانے کو تھپک کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ اُدھر ایشورارا یہ سن کر گھبرا گیا تھا کہ سونیا کو اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم ہے۔ اب تک وہ جان بوجھ کر اس سے انجان بن رہی تھی۔ دوسرے لفظوں میں اس نے سوئی ہوئی شیرنی کو جگایا ہے تو اس کے حملوں سے بچنے کی تدبیر بھی کرنی ہوگی۔

فی الوقت یہی تدبیر سمجھ میں آئی کہ فوراً ہی وہ جگہ چھوڑ دی جائے۔ وہاں سے ذرا دور جا کر کہیں چھپ کر دیکھا جائے کہ سونیا ٹھیک اسی جگہ پہنچتی ہے یا نہیں؟

وہ اپنا ضروری سامان بیگ میں رکھ کر اس ساحلی ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ اس نے ایک رینٹیڈ کار لے رکھی تھی۔ اس کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کی حدود سے نکل کر ایک شاہراہ سے گزرنے لگا۔ ذرا دور آگے جا کر ایک چھوٹی سی سڑک پر مڑ گیا۔

وہاں اس نے گاڑی روک دی۔ یہ دیکھنا ضروری تھا کہ سونیا اب کہاں ہے؟ اور اس ہوٹل کی طرف آ رہی ہے یا نہیں؟

اس نے بیگ سے مشین کو نکال کر آن کیا پھر سونیا کے نمبر پنچ کیے دوسرے ہی لمحے میں وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگی۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی ایک بھری پُری شاہراہ سے گزر رہی تھی۔ اس وقت پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسی کی طرف آ رہی ہے یا کسی دوسری طرف جا رہی ہے؟ یہ بات ذہن میں تھی کہ وہ براہ راست اس سے مقابلہ نہیں کرے گا۔ اب سے پہلے دو بار نا کام ہو کر دیکھ چکا تھا۔ وہ بڑی مکّاری سے خود کو بچا لیتی تھی۔ اس پر تو صرف آلۂ کاروں کے ذریعے حملے کرنا مناسب تھا۔ کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی آلۂ کار کے ذریعے کامیابی حاصل ہو سکتی تھی۔

اس نے تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ وہ دریائے نیل کی ساحلی سڑک پر آ گئی تھی۔ اس کا رخ اسی ہوٹل کی طرف تھا۔ جہاں سے وہ ابھی نکل کر آیا تھا۔ وہ بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔ تقریباً بیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ اس ہوٹل کے سامنے پہنچ گئی۔ اسے احاطے کے اندر جانا چاہیے تھا لیکن اس نے کار کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ اس ہوٹل کی طرف دیکھ کر یوں گہری گہری سانسیں لینے لگی جیسے کوئی درندہ اپنے شکار کی بو سونگھ رہا ہو۔

وہ سر گھما کر دائیں بائیں دیکھ رہی تھی پھر اس نے ونڈ اسکرین کے پار بُو سونگھتے ہوئے اپنی کار اسٹارٹ کی۔ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے آگے جانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایشورارا بری طرح بوکھلا گیا۔ وہ شاہراہ کو چھوڑ کر اسی چھوٹی سی سڑک پر گاڑی موڑ رہی تھی۔ جہاں وہ دو کلو میٹر آگے پہنچا ہوا تھا اور وہیں رک کر مشین کی اسکرین پر اسے دیکھ رہا تھا۔

اس نے فوراً ہی کار اسٹارٹ کی پھر کبھی اسکرین کی طرف اور کبھی ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا ہوا ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ مشین اس کے ساتھ والی سیٹ پر رکھی ہوئی تھی۔

اسکرین پر صاف نظر آ رہا تھا کہ سونیا اسی سڑک پر اس کے پیچھے تیز رفتاری سے چلی آ رہی ہے پھر اس نے اسی جگہ اپنی کار روکی' جہاں وہ تھوڑی دیر پہلے رکا ہوا تھا۔ وہ لمحہ بہ لمحہ پریشانیوں میں اضافہ کر رہی تھی۔ بُو سونگھنے کے بعد کار کو اسٹارٹ کر کے اسی کی سمت میں آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ اپنی کار کی رفتار بڑھا رہا تھا۔ حیرانی سے سوچ رہا تھا۔ ''کیا وہ شکاری کتوں کی طرح مطلوبہ افراد کی بُو سونگھ لیتی ہے؟ یہی بات ہے.... یہ اسی طرح بُو سونگھتی ہوئی میرے پیچھے آ رہی ہے۔ مجھے کسی طرح بھی اس سے پیچھا چھڑانے کی تدبیر کرنی ہوگی۔ کسی نہ کسی طرح اسے ڈاج دے کر ہی میں اس پر حملہ کر سکوں گا۔''

وہ تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کر رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ ایک ہاتھ سے بریف کیس کو تھام کر دوسرے ہاتھ سے اسٹیرنگ کو سنبھالتے ہوئے ڈرائیو کرتے رہنا سراسر حماقت ہے۔ بڑے اعتماد سے ڈرائیو کرنے کے باوجود حادثہ پیش آ سکتا ہے۔

وہ آگے جا کر دوسری شاہراہ پر پہنچ گیا تھا۔ وہاں زیادہ ٹریفک نہیں تھا۔ اس نے اسکرین پر اسے دیکھا۔ وہ بھی اسی شاہراہ پر آ گئی تھی اور وہاں رکنے کے بعد پھر بُو سونگھنے کے بعد اسی طرف مڑ گئی تھی جس طرف وہ جا رہا تھا۔ وہ جھنجلا گیا کہ یہ کیسی بلا پیچھے پڑ گئی ہے؟ اگر اسی طرح کار ڈرائیو کرتا رہا اور چھوٹی موٹی سڑکوں سے گزرتا رہا تو وہ بھی مسلسل پیچھے آتی رہے گی۔ اس طرح وہ اسے ڈاج نہیں دے سکے گا۔

اس نے ایک ہاتھ سے بریف کیس کو بند کیا پھر ایک رہائشی علاقے کے قریب کار روک دی۔ اپنا بیگ اور مشین اٹھا کر کار سے باہر آ گیا۔ دونوں پاؤں جوڑے اور تیز کی رفتار سے رہائشی آبادی میں گھستا چلا گیا۔ وہاں تنگ راستے اور تنگ گلیاں تھیں۔ سونیا کار میں بیٹھ کر اس کا تعاقب نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اس کی کار کے پاس آ کر رک گئی تھی۔ دروازہ کھول کر باہر آنے کے بعد اس کی بُو سونگھ رہی تھی۔

یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ قاہرہ کے جنوب مغرب کی سمت جا رہا ہے لیکن آگے رہائشی علاقوں کے پُر پیچ راستے اور تنگ گلیاں تھیں، وہ کار میں بیٹھ کر اس کا تعاقب نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے پھر گاڑی اسٹارٹ کی۔ گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے چھوٹے بڑے راستوں سے گزرنے لگی۔ ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد ہی وہ قاہرہ کے جنوب مغرب کی سمت اُدھر پہنچ سکتی تھی جدھر سے اس کی بُو اسے پکار رہی تھی۔

تقریباً دو گھنٹے تک کار ڈرائیو کرتے رہنے کے بعد وہ قاہرہ کے باہر ایک مضافاتی علاقے میں پہنچ گئی۔ وہاں اس نے کار سے باہر نکل کر اس کی بو سونگھی۔ پتا چلا کہ وہ جنوب مغرب کی سمت تیزی سے چلا جا رہا ہے۔ آگے کھیت ہی کھیت تھے۔ اونچے نیچے پہاڑی علاقے تھے۔ صرف ایک راستہ ہائی وے کے طور پر آگے جاتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ پتا نہیں وہ کس شہر یا کس علاقے کی طرف جا رہا ہوگا؟ لیکن وہ ایسے راستے اختیار کر رہا تھا کہ سونیا کار میں بیٹھ کر اس کا تعاقب نہ کر سکے۔

اس نے ایک فیول اسٹیشن میں کار کی ٹنکی فل کی۔ ایک بڑے سے پلاسٹک کین میں پیٹرول بھروا کر اسے بھی کار میں رکھ لیا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ ابھی وہ بھاگتا رہے گا اور اپنے پیچھے اسے بھگاتا رہے گا مگر تھک ہار کر اس کے مقابلے پر ضرور آئے گا۔ لہٰذا آرام سے اس کا تعاقب کیا جائے۔ کوئی جلدی نہیں ہے۔ آئندہ شاید چند گھنٹوں کا کھیل رہ گیا ہے۔

☆☆☆

کاہنہ کیپ ٹاؤن میں تھی۔ اچانک ہی بیمار پڑ گئی تھی۔ وہ اپنے ہزاروں برس پرانے مندر میں رہنے کی عادی تھی۔ وہ مندر اس کے لیے ماں کی گود کی طرح تھا جہاں وہ تحفظ اور سکون محسوس کرتی تھی۔ کبھی کسی ملک میں ضروری کام سے جاتی تو جلد ہی وہیں لوٹ آتی تھی۔ بیمار ہوتی تو اپنا علاج اسی مندر میں کرتی تھی۔ جہاں برسوں پرانی جڑی بوٹیوں سے بنائی ہوئی دوائیں رکھی ہوئی تھیں۔ ان دواؤں کی ایک خوراک اس کی بیماری دور کر دیتی تھی۔

وہ اس مندر سے ہزاروں میل دور تھی۔ وہاں ایشورارا اس پر قاتلانہ حملہ کر چکا تھا۔ موسس بھی یہی سمجھتا تھا کہ کاہنہ کو اسی مندر میں گھیر کر ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ وہ دشمنوں کے عزائم کو سمجھ رہی تھی۔ اس لیے وہاں واپس نہیں جانا چاہتی تھی۔ وہ اپنے پیٹ کے کسی حصے میں تکلیف محسوس کرتی تھی۔ درد کی ٹیسیں اٹھتی تھیں پھر جلد ہی آرام بھی آ جاتا تھا۔ کبھی کبھی یوں لگتا تھا جیسے زچگی سے پہلے کا درد ہونے لگا ہے۔

جب کہ ایسا کچھ نہیں تھا۔ ابھی تو دو یا تین ماہ کا حمل تھا۔ مرض کچھ اور تھا۔ جس کی وہ تشخیص نہیں کر سکتی تھی۔ کسی لیڈی ڈاکٹر سے کنسلٹ کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ اس نے ایک تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر سے رجوع کیا۔ ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا پھر کہا۔ ''تم سمجھ رہی ہو کہ تمہارے پیٹ میں کوئی خرابی ہے۔ جب کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کا تعلق حمل سے بھی نہیں ہے۔ تمہارے گردے میں کوئی نقص ہے۔ ایکسرے رپورٹ کے بعد معلوم ہوگا کہ کیا خرابی ہے؟''

ایکسرے رپورٹ نے بتایا کہ بائیں طرف کے گردے میں پتھری ہو گئی ہے۔ جسے آپریشن کے بعد ہی نکالا جا سکتا ہے۔

یہ رپورٹ سن کر وہ اور پریشان ہو گئی۔ کسی طرح کے بھی آپریشن سے گزرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ بے ہوش رہتی۔ جب ہوش میں آتی تو فوراً ہی دماغی توانائی بحال نہ ہوتی۔ پتا نہیں کتنے گھنٹوں کے بعد وہ سانس روکنے اور خیال خوانی کرنے کے قابل ہوتی۔ اس دوران میں کوئی بھی دشمن اس پر حملہ کر سکتا تھا۔

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''ڈاکٹر! میں آپریشن نہیں کرانا چاہتی۔ آپ دواؤں کے ذریعے گردے سے پتھری نکالنے کی کوشش کریں۔ میں نے سنا ہے کہ آپریشن کے بغیر بھی گردے سے پتھریاں نکل جاتی ہیں؟''

ڈاکٹر نے کہا۔ ''وہ ایک لمبا پروسس ہوگا۔ پتھریاں رفتہ رفتہ نکل سکیں گی۔ کئی ماہ کا عرصہ لگے گا۔ تمہاری زچگی کا وقت آ جائے گا۔ ایسے وقت گردے کی تکلیف جان لیوا ثابت ہوگی۔ ایک نارمل زچگی کے لیے تمہیں پوری طرح صحت مند رہنا چاہیے۔''

وہ سر پکڑ کر سوچنے لگی۔ ''کیا کروں؟ ڈاکٹر درست کہتی ہے زچگی نارمل ہونی چاہیے۔ ہونے والی بچی کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ ابھی جو مسئلہ ہے وہ ایک معمولی آپریشن کے بعد دور ہو سکتا ہے۔''

وہ اپنے حالات پر غور کرنے لگی۔ جب کبھی گردے کی تکلیف بڑھتی تھی تو وہ عارضی طور پر خیال خوانی کے قابل نہیں رہتی تھی۔ ایسے وقت اس نے آزمائش کے طور پر خیال خوانی کے ذریعے اپنی ڈمی کاہنہ کے اندر پہنچنا چاہا تھا اور ناکام رہی تھی مگر ایسا عارضی طور پر ہوتا تھا۔ بعد میں وہ خیال خوانی کے قابل ہو جاتی تھی۔

لیکن آپریشن کا مرحلہ ایسا تھا کہ وہ کم از کم بارہ یا چوبیس گھنٹے تک دماغی کمزوری میں مبتلا رہتی۔ ایسے وقت کوئی حفاظتی تدبیر اختیار کی جا سکتی تھی۔ پہلی حفاظتی تدبیر یہ تھی کہ وہ اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے اپنے اطراف حصار باندھ لیتی۔ کسی دشمن کو اپنے قریب نہ آنے دیتی لیکن ایسا کوئی عمل اس وقت تک مستحکم رہتا' جب تک وہ دماغی طور سے مستحکم رہتی۔ دماغی اور جسمانی کمزوری کے باعث اس کا باندھا ہوا حصار کمزور پڑ سکتا تھا۔

اس نے پریشان ہو کر فون کے ذریعے مجھے مخاطب کیا۔ اپنے مسائل بیان کرنے لگی۔ میں نے اس کی تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ ''اکثر لوگ اپنی موت کو بھول جاتے ہیں۔ یوں زندگی گزارتے ہیں جیسے موت کبھی ان کے قریب نہیں آئے گی۔ تم بھی ان لوگوں میں سے ہو مگر یہ بات یاد رکھو کہ موت کسی لمحے میں بھی آ سکتی ہے پھر تمہیں کتنے ہی اندیشوں سے نجات مل جائے گی۔ کاتبِ تقدیر نے تمہارے متعلق جو کچھ بھی لکھا ہے اسی کے مطابق تمہیں زندگی گزارنی ہے۔ ایک دن موت کو گلے لگانا ہی ہے۔''

''میری کتابِ مقدر میں لکھا ہوا ہے کہ میں ابھی زندہ رہوں گی۔ ایک بیٹی کی ماں بنوں گی۔''

''ہزاروں برس پہلے اس کتاب مقدر کو تمہارے بزرگوں میں سے کسی نے لکھا تھا۔ میں اُسے نہیں مانتا۔ اس کتاب کی لکھی ہوئی چند پیش گوئیاں درست ثابت ہوئی ہیں لیکن ساری پیش گوئیاں ہر بار درست نہیں ہوں گی۔ موجودہ زمانے اور تمہارے موجودہ حالات کے مطابق تبدیلیاں آسکتی ہیں۔''

''تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں ایک بیٹی کو جنم دینے سے پہلے بھی مرسکتی ہوں؟''

''کچھ بھی ہوسکتا ہے جو ہم نہیں سوچتے وہ ہوجاتا ہے۔ بے شک حفاظتی تدابیر لازمی ہوتی ہے۔ تم مجھے بتاؤ کہ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟ مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''میں چاہتی ہوں' آپریشن کے وقت خیال خوانی کے ذریعے تم میرے اندر موجود رہو اور کسی بھی دشمن کو مجھ پر حاوی نہ ہونے دو۔''

''یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ جب بھی تمہارا آپریشن ہوگا، اس وقت میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر موجود رہوں گا۔''

اس نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ ''میرا آپریشن کتنی جلدی ہو سکتا ہے؟''

وہ بولی۔ ''آپ ہماری مطلوبہ رقم ابھی جمع کرادیں۔ کل صبح آپریشن ہوجائے گا۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے میں نے سن لیا ہے۔ میں کل صبح آپریشن کے وقت تمہارے اندر موجود رہوں گا۔''

''تم کب تک میرے پاس رہو گے؟ آپریشن کے بعد میں گھنٹے دو گھنٹے تک بے ہوش رہوں گی۔ اس کے بعد بھی ہوش آئے گا تو پتا نہیں دس گھنٹوں یا بیس گھنٹوں کے بعد دماغی توانائی بحال ہوگی۔ اس سے پہلے نہ تو میں سانس روک سکوں گی اور نہ ہی خیال خوانی کرسکوں گی اور نہ ہی کسی دشمن کو اپنے اندر آنے سے روک سکوں گی۔''

''ہاں، یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کیونکہ میں بھی دس بیس گھنٹے تک مسلسل تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ میری اپنی مصروفیات بھی ہیں۔ مجھے اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہنا پڑتا ہے۔ ہاں، یہ ہوسکتا ہے کہ جب تک تمہاری دماغی توانائی بحال نہ ہو میں وقفے وقفے سے کبھی ایک گھنٹے کبھی آدھے گھنٹے بعد تمہارے اندر آکر تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں۔''

''چلو یہی سہی۔ تم آتے جاتے رہو گے تو مجھے حوصلہ ملتا رہے گا۔''

اسے تو حوصلہ کرنا ہی تھا۔ اگر آپریشن نہ کراتی تو آگے جا کر زچگی کے وقت بڑے مسائل سے دوچار ہونا پڑتا۔ دوسرے دن اس کا آپریشن بخیر وخوبی ہوگیا۔ میں ایسے وقت اس کے پاس موجود رہا۔ دشمنوں کے حالات کہہ رہے تھے کہ وہ اپنے اپنے مسائل میں بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔ فی الحال کوئی بھی کاہنہ کی طرف توجہ نہیں دے گا۔

میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ میری کوئی خاص مصروفیت نہیں تھی۔ میں نے ایک گھنٹے بعد اس کی خبر لی۔ وہ ہوش میں آگئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا میری سوچ کی لہروں کو محسوس کررہی ہو؟''

وہ پریشان ہوکر بولی۔ ''اوہ...فرہاد! یہ تم ہو...مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ تمہاری طرح کوئی دوسرا بھی میرے اندر آسکتا ہے۔''

''تمہارا آپریشن کامیاب رہا ہے۔ تم بیماری سے تو بچ گئی ہو مگر دشمنوں کی ہیبت سے مرجاؤ گی۔ میں چوبیس گھنٹے تمہارا پہرے دار بن کر نہیں رہ سکتا۔ تمہاری تقدیر اچھی ہے۔ تمام دشمن اپنے معاملات میں بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ ابھی تمہاری طرف کوئی توجہ نہیں دے گا۔ آرام سے پڑی رہو۔ میں ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔''

''پلیز فرہاد...! ایک گھنٹے میں میری جان چلی جائے گی۔ میں سچ مچ ہیبت سے مرجاؤں گی۔ پلیز دس پندرہ منٹ میں آجاؤ۔''

میں نے اس کی تسلی کے لیے پندرہ منٹ میں آکر کہا۔ ''میری اور بھی مصروفیات ہیں۔ میں ذرا دیر سے آؤں گا مگر آؤں گا ضرور۔''

میں نے اس کا جواب نہیں سنا۔ فوراً وہاں سے چلا آیا۔ میں سونیا کے لیے متجسس تھا۔ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اس کی خاموشی کہہ رہی تھی کہ وہ ابھی ایشورارا تک پہنچ نہیں پائی ہے اور وہ ایسی ضد پر تھی کہ اپنے معاملے میں مجھے بھی مداخلت سے روک رہی تھی۔

میں نے ایک بار خیال خوانی کے ذریعہ اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا۔ ''میں خیریت سے ہوں۔ جلد ہی کوئی اچھی خبر سناؤں گی۔ اب جاؤ...''

یہ تو ہم نے بارہا آزمایا ہے کہ جو ہم سوچتے ہیں' وہ نہیں ہوتا اور جو نہیں سوچتے' وہ ہوجاتا ہے۔ اُدھر برائٹ موسس اور اکابرین بہت پریشان تھے۔ ہرگزرتا ہوا لمحہ دھمکیاں دے رہا تھا کہ ایشورارا اگلے لمحے نہ جانے ان میں سے کتنوں کی موت بننے والا ہے۔ نہ ہی فون سے اور نہ ہی خیال خوانی کے ذریعہ اس سے رابطہ ہورہا تھا۔

ان حالات میں موسس نے سوچا۔ ''بس ایک کاہنہ ہی ایسی ہے جس کے ذریعہ ایشورارا سے بات ہوسکتی ہے۔ اسے کسی طرح سمجھا کر اس کے ذریعہ اس دشمن سے بات کی جاسکتی ہے۔''

اس خیال سے وہ کاہنہ کے اندر آیا تو کسی رکاوٹ کے بغیر اس کے اندر جگہ مل گئی۔ اسے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ وہ ایک آپریشن کے بعد بہت کمزور ہوگئی ہے۔ وہ بڑی آسانی سے اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ یہ بھید معلوم ہونے لگا کہ اس نے مجھے خوش کرنے کے لیے ایشورارا کے تین خاص ماتحتوں کو ہوٹل کیپ ٹاؤن میں قتل کیا ہے۔

وہ بڑے آرام سے اس کے چور خیالات پڑھتا رہا پھر اس نے مخاطب کیا تو موسس کی آواز اور لب ولہجہ سنتے ہی وہ گھبراہٹ سے چیخ پڑی۔ ''تم...تم...نہیں، نہیں۔ تم میرے اندر نہیں آسکتے۔ چلے جاؤ یہاں سے...فرہاد! تم کہاں ہو؟ اسے یہاں سے بھگاؤ...فرہاد!...فرہاد...!''

''خوامخواہ چیخ رہی ہو۔ تمہاری سوچ نے بتایا ہے کہ وہ ابھی دس منٹ پہلے یہاں سے گیا ہے۔ اتنی جلدی نہیں آئے گا۔''

وہ گڑگڑانے لگی۔ ''پلیز مجھ سے دشمنی نہ کرو۔ میری جان نہ لو۔ مجھے اپنی کنیز بنالو۔ میں ساری زندگی تمہارے قدموں میں رہوں گی۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''کیا فرہاد کے قدموں میں نہیں رہو گی؟''

''جو مجھے زندگی دے گا' میں اسی کی داسی بن کر رہوں گی۔''

''فرہاد کبھی نہیں چاہے گا کہ اس کی ہونے والی بیٹی کی ماں میری داسی بن جائے۔ میں خوامخواہ اس سے دشمنی مول لینا نہیں چاہوں گا۔''

''ہم دونوں پُراسرار علوم میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

''میں تمہارے چور خیالات اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔ تم بدلتے ہوئے حالات کے مطابق مرد بدلنے والی عورت ہو اور یہ بھی معلوم کرچکا ہوں کہ فرہاد ہمیں ایشورارا سے لڑاتے رہنے کے لیے تمہیں استعمال کرتا رہے گا۔ تم نے اسے خوش کرنے کے لیے ایشورارا کے تین ماتحتوں کو مار ڈالا۔ قاتل تم ہو اور وہ ہمیں قاتل سمجھ کر ہمارے بے شمار اکابرین کو موت کے گھاٹ اُتار رہا ہے۔''

''میں نے مجبور ہوکر اس کا ساتھ...''

وہ گرج کر بولا۔ ''بکواس مت کر...تجھ جیسی چڑیل کو زندہ چھوڑنا بہت بڑی حماقت ہوگی۔ تجھے ختم کرنے کا اس سے اچھا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔''

یہ کہتے ہی موسس نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخیں مارتی ہوئی بڑے سے بیڈ پر اِدھر سے اُدھر پھڑ پھڑانے لگی۔ اسپتال کے کتنے ہی لوگ دوڑے چلے آئے۔ اسے سنبھالنے لگے۔ لیڈی ڈاکٹر اس کی تکلیف کو سمجھنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت موسس نے پھر اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔

آپریشن کے باعث وہ پہلے ہی بہت کمزور ہوچکی تھی۔ دوسرے ذہنی جھٹکے کو برداشت نہ کرسکی۔ اس پر پہلے تو سکتہ طاری ہوا۔ وہ ہولے ہولے لرزتی رہی۔ اس کی جان اٹکی ہوئی تھی۔ دم نہیں نکل رہا تھا۔ موسس نے آخری جھٹکا دیا تو یکلخت وہ تڑپ کر ٹھنڈی پڑ گئی۔ ہزاروں برس سے زندہ رہنے کا ڈھونگ رچانے والی کاہناؤں کی نوٹنکی ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔

☆☆☆

ایشورارا تقریباً دو گھنٹے تک گھنے جنگلوں سے گزرتا رہا۔ اس کی رفتار سُست ہوگئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ سونیا جنگل کے ناہموار راستوں پر گاڑی ڈرائیو نہیں کرسکے گی۔ وہ بہت سُست رفتاری سے تعاقب کرے گی۔

اس کا خیال غلط نہیں تھا۔ جنگل کے کچے ناہموار راستے پر گاڑی چلانے میں بڑی دشواریاں پیش آرہی تھیں مگر اُسے دشواریوں سے کھیلنے میں مزہ آتا تھا۔ وہ اس یقین کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی کہ آگے جا کر کہیں نہ کہیں اُسے دبوچ لے گی۔

وہ آگے جاتے جاتے رک گیا۔ اسے پتا نہیں چل رہا تھا کہ کدھر جارہا ہے؟ اب مشین کو استعمال کرنا ضروری ہوگیا تھا۔ بہت دیر ہوچکی تھی۔ سونیا کے بارے میں معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اس کے پیچھے آرہی ہے یا اس نے مایوس ہوکر پیچھا کرنا چھوڑ دیا ہے؟

مشین کے ذریعہ یہ معلوم کرنا بھی ضروری تھا کہ وہ مصر کے کس حصے میں ہے۔ اسے آگے جانے کے لیے سمتوں کا تعین کرنا تھا۔ وہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر مشین کو آن کرنے کے بعد سب سے پہلے یہ معلوم کرنے لگا کہ وہ اس ملک کے کس علاقے میں ہے؟ بڑی دیر سے جنگل میں کیوں بھٹک رہا ہے؟ اس جنگل سے نکل کیوں نہیں پارہا ہے؟

مشین نے بتایا کہ جب تک وہ سیدھا ایک سمت میں نہیں جائے گا' اس جنگل سے نکل نہیں پائے گا۔ تمتیں بدلنے

کے باعث وہ وہاں کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہا ہے۔ اس نے سر اُٹھا کر ایک سمت دیکھا اور یہ طے کیا کہ اب سیدھا اسی طرف جائے گا۔ آگے بڑھنے کے دوران میں کسی طرف نہیں مُڑے گا۔

پھر اس نے سونیا کے نمبر پنچ کیے۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ دکھائی دی۔ وہ اپنی گاڑی میں نہیں تھی۔ اسی جنگل میں دبے قدموں بڑھتی چلی آرہی تھی۔ اس نے تیزی سے کی بورڈ پر اُنگلیاں چلائیں۔ اسکرین پر اس کا سوال اُبھرنے لگا۔ ''سونیا مجھ سے کتنے فاصلے پر ہے؟''

چند سیکنڈ کے بعد اسکرین پر جواب اُبھرا۔ ''تم سے پچاس گز کے فاصلے پر ہے۔''

وہ اچانک ٹھٹک گیا۔ اپنے لباس سے ریوالور نکالتے ہوئے دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ اس نے مشین کو گھاس پر کھلا چھوڑ دیا۔ اسے بند نہیں کیا کیونکہ اس کی اسکرین پر سونیا کو دیکھ سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کس سمت سے آرہی ہے؟

یہ سمجھنا بہت مشکل تھا کہ وہ کس سمت میں ہے؟ وہاں ایک جیسے گھنے درخت تھے۔ اونچی اور گھنی جھاڑیاں تھیں۔ وہ آگے پیچھے دائیں بائیں کہیں سے آرہی ہوگی۔ صحیح سمت معلوم کرنے کے لیے تحریر کے ذریعہ مشین سے پوچھنا ضروری تھا۔ اگر وہ گھاس پر بیٹھ کر مشین کو آپریٹ کرتا تو اتنی دیر میں وہ بلاسر پر پہنچ جاتی۔ اس وقت اتنا ہی غنیمت تھا کہ وہ اسکرین پر دکھائی دے رہی تھی۔

اچانک ایک جھاڑی میں سرسراہٹ سی ہوئی۔ اس نے اُدھر کا رخ کر کے تڑاتڑ گولیاں چلائیں۔ چار گولیاں ضائع ہوئیں۔ اُدھر کچھ نہیں تھا۔ اس نے سر گھما کر اسکرین کی طرف دیکھا۔ سونیا گھاس پر اوندھی لیٹی ہوئی تھی۔ چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگ رہی تھی۔ وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر فائر کرنے لگا۔

ریوالور میں گولیاں کتنی ہوتی ہیں۔ وہ خالی ہوگیا۔ اب اسے دوبارہ لوڈ کرنے کا وقت نہیں مل سکتا تھا پھر بھی اس نے پھرتی دکھانی چاہی۔ اسے لوڈ کرنے لگا مگر وہ کڑکتی ہوئی بجلی کی طرح پھرتیلا نہیں ہوسکتا تھا۔ یکبارگی یوں لگا جیسے آسمان سے بلا نازل ہوئی ہو۔ ایک فلائینگ کِک اس کے سینے پر پڑی۔ وہ لڑکھڑا کر ذرا پیچھے گیا۔ دوسری کِک ہاتھ پر پڑی۔ ریوالور اس کی گرفت سے نکل کر پاس والی گھنی جھاڑی میں چلا گیا۔ یہ شاک پہنچا کہ وہ نہتا ہوگیا ہے۔

مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق حملے کرنے لگا اور جواباً مار کھانے لگا۔ ذرا سی دیر میں چکرا کر رہ گیا۔ عقل نے سمجھایا' وہاں سے بھاگ کر ہی جان بچا سکتا ہے مگر سونیا نے اسے بھاگنے نہیں دیا۔ ایسی کِک اور ایسے کراٹے کے ہاتھ دکھائے کہ وہ بے دم سا ہو کر اوندھے منہ گر پڑا۔

سونیا نے اس کی مشین کے پاس آکر پہلے اس سے منسلک رہنے والے منی بم کو اس سے الگ کیا۔ اسے مٹھی میں دبا کر ایشورارا کے پاس آئی۔ وہ زمین سے اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی۔ اس منی بم کو اس کی جیب میں ڈال دیا پھر اسے ایک لات مار کر کہا۔ ''جا، میں تجھے زندہ چھوڑتی ہوں مگر تیری یہ غیر معمولی مشین لے جارہی ہوں۔''

اس نے مشین کے پاس آکر اسے بند کیا پھر اسے اُٹھا کر وہاں سے جانے لگی۔ ایشورارا نے پیچھے سے للکارا۔ ''اے، میدان مارنے والی...! تُو کیا سمجھتی ہے' تجھے مارنے والا کوئی پیدا نہیں ہوا ہے؟ میں ہوں موت... تیری موت...''

وہ پلٹ کر حقارت سے بولی۔ ''تجھ میں اُٹھنے کی سکت نہیں ہے اور میری موت بننے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ میرے پیچھے آسکتا ہے تو آ... میں سیارے کی سب سے اہم غیر معمولی مشین لے جارہی ہوں۔''

وہ بُری طرح زخمی ہوگیا تھا۔ ہانپتے ہوئے بولا۔ ''ہم نے یہاں اپنی سائنس اور ٹیکنالوجی کسی کے ہاتھ لگنے نہیں دی۔ ایک چھوٹی سی مشین' ایک چھوٹا سا آلہ بھی کسی کو لے جانے نہیں دیا۔ تُو بھی اس مشین کو نہیں لے جاسکے گی۔''

وہ طنزیہ انداز میں مسکراتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ ایشورارا نے اپنے بیگ میں سے ایک ریموٹ کنٹرول کو نکالا۔ سونیا اس پورٹیبل مشین کو اُٹھائے ہوئے تھی۔ قدم قدم دور ہوتی جارہی تھی۔ اس نے ریموٹ کنٹرول کے ایک بٹن پر اُنگلی رکھتے ہوئے کہا۔ ''کاتبِ تقدیر سے بھی لکھنے میں غلطی ہوجاتی ہے۔ اس نے تیرے ہاتھوں میری موت نہیں' میرے ہاتھوں تیری موت لکھی ہے۔ جا دفع ہوجا...''

یہ کہتے ہی اس نے بٹن کو دبایا۔ اس سے منسلک بم غیر معمولی مشین سے نکل کر ایشورارا کی جیب میں پہنچا ہوا تھا۔ پلک جھپکنے سے پہلے ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔ سونیا نے پلٹ کر دیکھا۔ پیش گوئی پوری ہوچکی تھی۔ اس کے وجود کے چیتھڑے اُڑ گئے تھے۔

اے تھنڈر بولٹ فرام دی بلیو... وہ موت کا پانسہ پلٹنے والی اس پورٹیبل مشین کو اُٹھائے سینہ تانے جنگل کے سینے کو روندتی جارہی تھی۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

سونیا نے سب سے پہلے مجھے خوشخبری سنائی کہ سیارے والوں کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ ایشورارا کے مقدر کا لکھا پورا ہو چکا ہے۔ اس نے کہا۔ ''میں نے براہِ راست اسے ہلاک نہیں کیا ہے..... مگر ہاں، اس کی ہلاکت کی وجہ بن گئی ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ کیسے.....؟''

اس نے بتایا کہ غیر معمولی مشین سے منسلک رہنے والا بم کس طرح ایشورارا کی جیب میں پہنچ گیا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے سونیا کو ہلاک کر رہا ہے مگر بدقسمتی سے اس نے اپنے ہی ہاتھوں سے خود کو جہنم میں پہنچا دیا ہے۔

پھر سونیا نے کہا۔ ''وہ آڈیو اور ویڈیو کیپچرنگ مشین میرے پاس ہے۔ بولو کیا ارادہ ہے؟''

''میں آرہا ہوں، کہاں ملو گی۔''

وہ بولی۔ ''میرے پاس قاہرہ کی ایک رینٹیڈ کار ہے۔ واپس اسی شہر جا رہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے میں کل صبح تک وہاں پہنچ جاؤں گا۔ تب تک کوشش کرنا کہ اس مشین کا آپریٹنگ سسٹم معلوم ہو جائے۔''

اس نے کہا۔ ''قاہرہ میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے ماہر ڈاکٹر آفندی ہیں۔ انہوں نے بابا صاحب کے ادارے سے ڈپلومہ حاصل کیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ مشین کے سلسلے میں ان سے مدد مل جائے۔''

میں نے کہا۔ ''ایک بات اور یاد رکھو۔ دشمنوں کو ابھی ایشورارا کی موت کی خبر نہیں ملنی چاہیے۔ میں آرہا ہوں پھر ہم سوچیں گے کہ آئندہ کیا کرنا ہے؟''

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دوسرے دن کے لیے قاہرہ جانے والی ایک فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ او کے کرائی۔ سونیا نے بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ ایک تو ایشورارا کا قصہ تمام کر دیا تھا۔ دوسری کامیابی یہ تھی کہ اس نے غیر معمولی مشین حاصل کر لی تھی۔ اس مشین کے ذریعے آئندہ ہم دشمنوں کے خلاف بڑے تماشے کر سکتے تھے۔

کچھ سیارے والے ابھی ہماری زمین پر باقی تھے۔ ان سے بھی نمٹنا ضروری تھا۔ ایشورارا کو ہلاک کرنا اور غیر معمولی مشین پر قبضہ جما لینا..... یہ ہم دنیا والوں کی ایسی کامیابی تھی جسے گریٹ ایشورارا برداشت کرنے والا نہیں تھا۔ آئندہ جلد ہی اس کی طرف سے خطرناک ردعمل ظاہر ہو سکتا تھا۔ اس کے لیے ہم ذہنی طور پر تیار تھے۔

اتنی بڑی کامیابی حاصل کرنے کے بعد کاہنہ کو بھلایا نہیں جا سکتا تھا۔ میں دو گھنٹے پہلے اس کے پاس تھا۔ وہ بالکل خیریت سے تھی۔ دور دور تک ایسے آثار نہیں تھے کہ کوئی دشمن اس کی طرف توجہ دے کر اسے نقصان پہنچاتا۔ میں اسے تسلیاں دے کر چلا آیا تھا۔

اب خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچنا چاہا تو بے حد افسوس ہوا میری سوچ کی لہروں نے واپس آکر اس کی موت کی تصدیق کر دی۔ یہ بھی سمجھ میں آگیا کہ اس کی طبعی موت نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ آپریشن کے بعد اس کی طبیعت سنبھل گئی تھی۔ وہ بالکل نارمل تھی۔ دوسرے دن اسے اسپتال سے چھٹی ملنے والی تھی۔ اسے کس نے ہلاک کیا ہے، یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی۔

میں نے اس اسپتال کی لیڈی ڈاکٹر کے خیالات پڑھے۔ اس کی سوچ نے کہا۔ ''پتا نہیں اسے اچانک کیا ہو گیا تھا؟ ہم سب اس کی چیخیں سن کر کمرے میں پہنچے تو وہ بیڈ پر بُری طرح تڑپ رہی تھی۔ اس کی اندرونی تکلیف سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ میں اسے انجکشن دے کر سلانا چاہتی تھی لیکن وہ پھر ایک بار تکلیف کی شدت سے ایک ذرا تڑپ کر ٹھنڈی پڑ گئی۔ میرے کچھ سمجھنے اور علاج کرنے سے پہلے ہی اس کا دم نکل گیا۔''

اب بات واضح ہو گئی کہ کسی دشمن نے اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کیے تھے۔ وہ دشمن کون ہو سکتا تھا؟ ایشورارا یا موسس کے علاوہ اس کا کوئی مخالف نہیں تھا۔ ایشورارا کو اس وقت سونیا دوڑا رہی تھی، اسے اپنی جان کی فکر تھی..... وہ کاہنہ کی جان کیا لیتا؟ حالات کہہ رہے تھے کہ پیشوائے اعظم نے اسے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔

کسی بھی انسان کی موت پر جس حد تک افسوس کرنا چاہیے اتنا افسوس میں نے بھی کیا۔ مجھے اس سے کوئی دلی لگاؤ نہیں تھا۔ یہ پیشگوئی بھی غلط ہوئی کہ وہ میری ایک بیٹی کو جنم دے گی۔ پیشگوئی صرف اس مرحلے تک درست رہی کہ وہ میری زوجہ بننے کے بعد ماں بننے والی تھی پھر اس کی زندگی نے وفا نہیں کی۔ آئندہ اس کے قاتل کی زندگی بھی وفا کرنے والی نہیں تھی۔

میں نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ''ہیلو مسٹر موسس! تم سب کی طرف سے بڑی خاموشی ہے۔ ایشورارا نے تم لوگوں کو اچھی طرح دہشت زدہ کر رکھا ہے۔''

وہ بولا۔ ''میں دہشت زدہ نہیں ہوں۔ تم تو جانتے ہی ہو، میں نے تم سے مدد مانگی ہے اور تم نے وعدہ کیا ہے کہ میرے بیٹے کا انتقام لو گے اور ایشورارا کو ختم کر دو گے یا اسے ہماری دنیا سے بھگا دو گے۔''

''ہاں، میں نے وعدہ تو کیا ہے مگر تم لوگوں کا کوئی دین ایمان نہیں ہے۔ ان اکابرین نے اپنی آزادی اور غیرت بیچ کر غلامی مول لے کر بہت مہنگا سودا کیا ہے۔''

''میں اس سودے بازی میں شامل نہیں ہوں۔ یہ بتاؤ، مجھے کیوں یاد کیا ہے؟''

''تمہارا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کس بات کا شکریہ.....؟''

''تم نے کاہنہ جیسی بلا سے میرا پیچھا چھڑایا ہے۔''

وہ چونک گیا پھر سنبھل کر بولا۔ ''یہ..... یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے اس سے تمہارا پیچھا چھڑایا ہے؟ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''یہی کہ جو کام میں کرنا چاہتا تھا، وہ تم نے کر دیا ہے۔ وہ میرے لیے مصیبت بن گئی تھی۔ تم نے مجھے اس مصیبت سے نجات دلائی ہے۔''

وہ جھنجلتے ہوئے بولا۔ ''کیا بچ کہہ رہے ہو؟ وہ تمہارے بچے کی ماں بننے والی تھی..... پھر کیوں اسے.....''

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ ''اسی لیے اسے ختم کرنا چاہتا تھا، میں نہیں چاہتا تھا کہ ایک چڑیل میری کسی اولاد کو جنم دے۔ اس سلسلے میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ وہ میرے ہاتھوں سے نہیں کسی اور کے ہاتھوں ماری جائے گی اور دیکھ لو کہ وہ تمہارے ہاتھوں ماری گئی ہے۔''

وہ مسکرا کر بولا۔ ''چلو انجانے میں ہی سہی میں تمہارے کام آگیا۔''

''اس کے بدلے میں تمہارے کام آؤں گا۔ تمہاری جتنی فکریں، پریشانیاں اور مسائل ہیں..... ان سب سے تمہیں نجات دلاؤں گا۔''

''یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ کسی کو تمام مسائل سے نجات دلا دے۔''

''تم بھول رہے ہو، ہمارے آلۂ کار ایسا آسانی سے کر گزرتے ہیں۔''

وہ چونک کر بولا۔ ''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''وہی جو سمجھ رہے ہو۔ میرا کوئی بھی آلۂ کار کسی بھی وقت، کہیں بھی تمہیں گولی سے اڑا دے گا۔ تمہیں تمام مسائل سے نجات مل جائے گی۔''

''یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''اتنی بکواس نہ کرتا تو تم کبھی کاہنہ کے قاتل ہونے کا اقرار نہ کرتے۔'' میں نے شدید نفرت سے کہا۔ ''لعنت ہے تم پر ...کتنے کم ظرف، کتنے کمینے ہو۔ مجھ سے مدد مانگنے آئے تھے۔ ایشورارا سے انتقام لینا چاہتے تھے۔ جب میری طرف سے یقین ہو گیا کہ میں تمہارا انتقام ایشورارا سے لوں گا۔ اسے اس دنیا سے بھگا دوں گا تو تم نے میرے ہی گھر پر حملہ کیا۔ میری ہونے والی بیٹی کو مار ڈالا۔ تمہارے ہر عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی اپنے باپ کے بھی نہیں ہوتے۔''

وہ ڈھٹائی سے بولا۔ ''تم مجھ سے جرم کا اعتراف کرا کے میرا کیا بگاڑ لو گے؟''

''ابھی کچھ نہیں بتاؤں گا۔ بس یہ مشورہ دے کر جا رہا ہوں کہ ان لمحات کے بعد میرا کوئی بھی آلۂ کار تمہیں کہیں بھی گولی مار سکتا ہے۔ اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا۔''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ سونیا قاہرہ کے جس مکان میں ٹھہری تھی۔ اس مالک مکان کے بیٹے کا نام جواد خیری تھا۔ سونیا نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آج رات کا کھانا اس کے ساتھ کھائے گی۔ جب وہ قاہرہ پہنچی تو رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ جواد خیری نے اسے دیکھتے ہی خوش ہو کر کہا۔ ''خدا کا شکر ہے سسٹر! میں تمہارے لیے بہت فکرمند تھا۔''

وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کی پیشانی کو چومتے ہوئی بولی۔ ''میرے لیے کیوں فکرمند تھے؟''

''کسی نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر آپ کو قتل کرنا چاہا تھا۔ جب سے سوچ رہا ہوں کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہو گا یا کوئی جادوگر ہو گا۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''فکر نہ کرو۔ تمہاری یہ بہن کمزور نہیں ہے۔ وہ آئندہ کبھی دشمنی کرنے نہیں آئے گا، تم جا کر تیار ہو جاؤ۔ ہم ابھی کسی ساحلی ہوٹل میں ڈنر کریں گے۔''

وہ چلا گیا۔ سونیا نے شاور لے کر لباس تبدیل کیا پھر فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے کہا۔ ''میں اعلیٰ حضرت سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

ہم میں سے کوئی بھی فون یا خیال خوانی کے ذریعے جناب علی اسد اللہ تبریزی کو براہِ راست مخاطب نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ ادارے کے انچارج کے علم میں یہ بات رہتی تھی کہ کس وقت ان سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال رابطہ ہو گیا۔

سونیا نے کہا۔ ''ایشورارا اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ اس کی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین میرے پاس ہے۔ میں اس کے تمام فنکشن کو سمجھنا چاہتی ہوں۔ کسی غلطی کے بغیر اسے آپریٹ کرنا چاہتی ہوں۔''

انہوں نے پوچھا۔ ''کیا ڈاکٹر آفندی کی رہنمائی چاہتی ہو؟''

''جی اعلیٰ حضرت! یہی چاہتی ہوں۔''

''ڈاکٹر آفندی کا پتا اور فون نمبر ذہن نشین کرو۔ فجر کی نماز کے بعد ان کے پاس جاؤ۔ وہ مشین کے سلسلے میں تمہیں گائیڈ کریں گے۔''

''شکریہ اعلیٰ حضرت!''

انہوں نے ڈاکٹر آفندی کا پتا اور فون نمبر بتا کر رابطہ ختم کردیا۔ جواد نے دروازے پر دستک دی تو سونیا نے کہا۔ ''دروازہ کھلا ہے، آجاؤ۔''

اس نے اندر آکر پوچھا۔ ''آپ تیار ہوگئیں؟''

وہ جرابیں اور جوتے پہنتے ہوئے بولی۔ ''تیار ہوں، ابھی چلتے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''سسٹر! یہ مردوں کی طرح فوجی بوٹ کیوں پہنتی ہو؟''

''مجبوری ہے۔ ان کے بغیر دشمن راضی نہیں ہوتے۔''

وہ ہنسنے لگا پھر بریف کیس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''میرے پاس بھی بالکل ایسا ہی بریف کیس ہے۔ وہ بھی میرون کلر کا ہے۔''

سونیا نے سوچتی ہوئی نظروں سے اس بریف کیس کو دیکھا۔ ذہن میں یہ بات آئی کہ ایشورارا کے باقی آدمی قاہرہ میں ہوسکتے ہیں۔ میرے پاس اس کا بریف کیس دیکھ کر ضرور مجھ پر حملہ کریں گے۔ اتنی اہم غیر معمولی مشین کو چھین لینا چاہیں گے۔ کیوں نہ جواد کے بریف کیس کے ذریعے انہیں شکار کیا جائے؟

اس نے جواد سے کہا۔ ''اپنا بریف کیس لا کر دکھاؤ۔ میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔''

وہ فوراً ہی اپنا بریف کیس لے آیا۔ سونیا نے اسے ہاتھوں میں لے کر اچھی طرح دیکھا۔ ایشورارا کے بریف کیس سے موازنہ کیا، ان دونوں میں ایک ذرا سا فرق تھا..... مگر دور سے ایک جیسے دکھائی دیتے تھے۔

اس نے جواد سے کہا۔ ''اسے خالی کرو پھر اس میں چھوٹے چھوٹے پتھر بھر کر لے آؤ۔ میرے بریف کیس کی طرح اسے بھاری ہونا چاہیے۔''

اس نے کوئی سوال نہیں کیا۔ چپ چاپ اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ بریف کیس میں پتھر ڈال کر لے آیا پھر وہ دونوں باہر آکر رینٹیڈ کار میں بیٹھ گئے۔ وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولی۔ ''تم گائیڈ کرو ہم کہاں جا کر مزے دار کھانا کھا سکتے ہیں؟''

''ایک ساحلی ریستوران لذیذ کھانوں کے لیے بہت مشہور ہے۔ میں وہیں لے چلتا ہوں مگر تمہارے ارادے کچھ خطرناک لگتے ہیں؟ یہ فوجی بوٹ اور بریف کیس میں بھرے ہوئے پتھر..... سمجھ میں نہیں آتا کہ تم دشمنوں کو پتھر مار کر کیسے بھگاؤ گی؟''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''اگر کوئی دشمن ہتھے چڑھے گا تو تماشا دکھاؤں گی۔''

ایسے وقت میں نے اس کے پاس آکر پوچھا۔ ''کیا ہو رہا ہے؟''

''جواد خیری کے ساتھ ڈنر کے لیے جارہی ہوں۔ کل مشین کے سلسلے میں ڈاکٹر آفندی سے ملاقات ہوگی۔ تم سناؤ کب آرہے ہو؟''

''کل دن کے گیارہ بجے کی فلائٹ سے قاہرہ پہنچوں گا۔ ہم نہیں جانتے کہ ایشورارا کے کتنے آدمی ہماری دنیا میں رہ گئے ہیں؟ اور وہ کن ممالک میں ہیں؟''

''ایک اندازہ ہے کہ اس کے دو چار آدمی قاہرہ میں ہوں گے۔ ان کے آگے چارہ ڈالنے کی کوشش کر رہی ہوں۔''

اس نے بتایا کہ جواد سے بریف کیس لے کر کس طرح ایشورارا کے آدمیوں کو اپنے پیچھے لگا سکتی ہے۔ میں نے کہا۔ ''تم خوامخواہ خطرہ مول لیتی ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے، اس کا کوئی آدمی اسے ایشورارا کا بریف کیس سمجھ کر تمہارے قریب نہ آئے۔ تمہیں دور سے ہی گولی مارے اور بریف کیس لے جائے۔''

وہ بولی۔ ''اتنی سی عقل مجھ میں ہے، یہ بریف کیس بالکل ویسا ہی نہیں ہے۔ شبہ ہوتا ہے کہ یہ ایشورارا کا ہوسکتا ہے۔ کوئی بھی دشمن پہلے شبہ دور کرے گا۔ جب یقین ہوگا، تب ہی مجھ پر حملہ کرے گا۔''

''اچھی بات ہے، میں جواد کے اندر آتا جاتا رہوں گا۔ ابھی جارہا ہوں۔''

میں وہاں سے چلا آیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ ''ایشورارا کے کسی ماتحت سے سامنا ہوجائے گا۔ تو اس کے ذریعے سیارے کے دوسرے لوگوں کا سراغ لگایا جائے گا۔ سونیا ایک نقلی بریف کیس کے ذریعے شکار کھیلنے نکلی ہے۔ ضروری نہیں کہ شکار دام میں آجائے۔ ہوسکتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی قاہرہ میں نہ ہو۔ ہوسکتا تھا کہ وہ افریقہ سے نکل کسی دوسرے براعظم میں چلے گئے ہوں؟

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر سونیا کے پاس آکر بولا۔ ''اس بریف کیس کو پھینکو۔ خوامخواہ کسی دشمن کو اپنی طرف

آنے کی دعوت نہ دو۔''

''تم دوسری بار میرے طریقۂ کار کی مخالفت کر رہے ہو۔ تم اندیشوں میں کیوں مبتلا ہوگئے؟ اگر تمہاری چھٹی حس روکنا چاہتی ہے تو میں رک جاؤں گی۔''

''چھٹی حس والی کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارے پاس اب ایک غیر معمولی مشین ہے۔ ہم اس کے ذریعے تمام مطلوبہ افراد تک پہنچ سکتے ہیں۔''

''کل صبح میں ڈاکٹر آفندی سے مشین آپریٹ کرنا سیکھ لوں گی۔ اس کے بعد یہ ممکن ہوگا۔''

''تو پھر یہ معاملہ کل پر ڈال دو۔ انہیں ٹریپ کرنے کی ایسی جلدی کیا ہے؟''

''جلدی ہے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے ایشورارا سے رابطہ کیا ہوگا۔ انہیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ ان کا باس اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ ہمیں سمجھنا چاہیے اب وہ کیا کر رہے ہوں گے؟''

''تم کیا سوچ رہی ہو؟ اور کیا سمجھ رہی ہو؟''

''انہوں نے فوراً ہی گریٹ ایشورارا کو اطلاع دی ہوگی۔ یہ غیر معمولی مشین اس مرنے والے ایشورارا سے زیادہ اہم ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ گریٹ ایشورارا کے پاس سائنس اور ٹیکنالوجی کے حوالے سے اور کیسی مشینیں ہیں؟ جن کے ذریعے وہ ہمارے قبضے میں رہنے والی مشین کا سراغ لگا رہا ہوگا۔''

وہ بولتے بولتے چونک گئی۔ کار کی رفتار دھیمی کر کے ایک یوٹرن لیتی ہوئی واپس جانے لگی۔

میں نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟''

وہ بولی۔ ''کچھ نہیں، میں اس مشین کو گھر پر چھوڑنا نہیں چاہتی۔''

اس نے جواد کے مکان کے سامنے گاڑی روکی۔ وہ مکان کے جس گوشے میں رہتی تھی۔ ادھر ایک کمرے کی کھڑکی روشن نظر آرہی تھی جب کہ وہ کمرے کی لائٹ بجھا کر گئی تھی۔

اس نے جواد سے کہا۔ ''تم یہیں بیٹھو، میں ابھی آتی ہوں۔''

وہ کار سے نکل کر بے قدموں چلتی ہوئی اس کمرے کے دروازے پر آئی۔ وہ اسے لاک کر کے گئی تھی مگر ہینڈل پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہی وہ کھل گیا۔ اسی وقت اندر موجود دو افراد باہر آنے کے لیے دروازہ کھولنا چاہتے تھے۔ وہ خود ہی کھلا تو دونوں چونکے۔ بجلی جیسی تیزی دکھانے والی نے ایک پل کی تاخیر نہیں کی۔ دروازے پر زور کی لات ماری۔ وہ دونوں اس سے ٹکرا کر لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ہوئے..... پھر انہیں جوابی حملے کے لیے آگے بڑھنے کی مہلت نہیں ملی۔ اس نے انہیں لاتوں اور گھونسوں پر رکھ لیا۔

وہ بدحواس ہو گئے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس بلا سے پالا پڑا ہے؟ وہ ایک ساعت کے لیے کہیں ٹھہرتی نہیں تھی۔ کبھی اس پر کبھی اس پر پھرتی سے جھپٹ رہی تھی۔ ان کی آنکھیں اس پر ٹھہر نہیں رہی تھیں۔ وہ بوکھلاہٹ میں اپنا بچاؤ بھی نہیں کر پا رہے تھے۔

وہ بلا کی حساس تھی۔ ان سے لڑنے کے دوران سمجھ گئی تھی کہ وہاں کوئی تیسرا بھی موجود ہے۔ وہ بریف کیس اٹھائے دوسرے دروازے سے نکلنا چاہتا تھا لیکن عجلت میں مقفل دروازہ نہیں کھل رہا تھا۔ تب اس نے ریوالور نکال کر سونیا پر گولی چلائی۔ اس نے ایک دشمن کو کھینچ کر اپنے آگے کیا۔ موت اس کے حصے میں چلی گئی۔

وہ دوسرا فائر کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی سونیا کے پیچھے سے ایک گولی چلی تو ریوالور والا اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ سونیا نے پلٹ کر دیکھا۔ جواد پستول لیے دروازے پر کھڑا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے کہا۔ ''یہ تیسرا زندہ ہے مگر زخمی ہے۔ اسے ہلاک نہ کرو۔ بریف کیس لے کر یہاں سے جاؤ۔ میں اس کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔''

وہ غیر معمولی مشین والا بریف کیس اٹھا کر جواد سے بولی۔ ''تم پولیس کو انفارم کرو کہ تین ڈاکو گھر میں گھس آئے تھے۔ اس وقت وہ ایک کمرے میں مردہ پڑے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''سسٹر! پولیس والے مجھے مرڈر کیس میں پھانسنا چاہیں گے۔''

اس نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ ''اپنی بہن پر بھروسا کرو۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام معاملات سنبھال لیں گے۔''

وہ اس کے ساتھ کمرے سے باہر چلی گئی۔ تیسرا شخص زخمی حالت میں فرش پر پڑا کراہ رہا تھا۔ میں نے اس کی آواز سنی تھی۔ اس کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ ایشورارا کا دست راست بگولا ہے۔

اس نے دو گھنٹے پہلے خیال خوانی کے ذریعے ایشورارا سے رابطہ کرنا چاہا تھا مگر اس کی سوچ کی لہروں نے بار بار واپس آکر اس کی موت کا یقین دلا دیا۔ یہ یقین کرنے کے بعد زمین پر اس کا کوئی سرپرست، کوئی راہنما نہیں رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا۔

ہماری دنیا میں جتنے سیارے والے آئے تھے۔ ان سب

کے پاس ایک چھوٹی سی کمیونیکیشن مشین رہتی تھی۔ تاکہ اہم ضرورت کے وقت گریٹ ایشورارا سے بھی رابطہ کر سکیں۔ بگولا نے اس مشین کے ذریعے اسے اطلاع دی۔ اس نے سب سے پہلے یہی سوال کیا۔ ''ہماری آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کہاں ہے...؟''

اس نے تحریری جواب دیا۔ ''ایشورارا اسے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اس کی موت جہاں بھی ہوئی ہے، وہ مشین وہیں ہو گی۔''

گریٹ ایشورارا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''اس نے آخری بار مجھ سے کہا تھا کہ فرہاد علی تیمور کی وائف سونیا موت بن کر اس کی طرف آ رہی ہے۔ معلوم کرو... کیا سونیا وہ مشین لے گئی ہے؟''

بگولا نے کہا۔ ''سونیا کی صورت ہم نے آج تک نہیں دیکھی۔ وہ کیسی ہے؟ کہاں ہے؟ اسے ٹریس کرنا ممکن نہیں ہے۔ اے گریٹ ایشورارا! تُو اپنی ذاتی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین سے سونیا اور ہماری گمشدہ مشین تک پہنچ سکتا ہے۔''

''میں زمین کی کشش سے دور رہ کر اپنی مشین استعمال نہیں کر سکوں گا۔ سونیا کو اپنی مشین کے ذریعے ڈھونڈنے کے لیے مجھے زمین پر آنا ہوگا۔ میرا انتظار کرو، میں جلد ہی رابطہ کروں گا۔''

گریٹ ایشورارا کہاں رہتا ہے؟ کس طرح زندگی گزارتا ہے؟ یہ سیارے والے بھی نہیں جانتے تھے۔ جو ایشورارا مر چکا تھا وہ بھی نہیں جانتا تھا کہ گریٹ ایشورارا ہر تین ماہ بعد اگلے تین ماہ کے لیے کہاں چلا جاتا ہے؟

یہ بھید بعد میں کھلنے والا تھا کہ وہ ہر تین ماہ بعد... تین ماہ کے لیے ہماری دنیا میں آ کر دن رات گزارتا تھا۔ یہاں اس نے برسوں کی محنت کے بعد زیرِ زمین لیبارٹری قائم کی تھی۔ رفتہ رفتہ سیارے کی تمام اہم اور غیر معمولی مشینیں اس زیرِ زمین لیبارٹری میں پہنچا رہا تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ وہ بہت جلد دنیا کے تمام ممالک کو تمام قوموں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لے گا اور یہاں اپنی ایک مضبوط حکومت قائم کر سکے گا۔

اس وقت بھی وہ اپنی زیرِ زمین لیبارٹری میں تھا۔ اس نے اپنی باتوں سے بگولا کو یہی سمجھایا کہ سیارے میں ہے، لہٰذا بعد میں رابطہ کرے گا۔ اس کا نائب ایشورارا مارا گیا تھا اور مشین گم ہو گئی تھی۔ یہ بات اس کے لیے تشویش ناک تھی۔ اس نے فوراً ہی اپنی غیر معمولی مشین کو آن کیا پھر اس میں سونیا کی تصویر پیش کی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اسکرین پر نظر آنے لگی۔

صرف وہی نہیں اس کے پاس رکھی ہوئی وہ غیر معمولی پورٹیبل مشین بھی دکھائی دے رہی تھی۔ جواد خیری اپنا بریف کیس لا کر اسے دکھا رہا تھا۔ وہ جواد سے کہہ رہی تھی۔ ''اسے خالی کرو پھر اس میں چھوٹے چھوٹے پتھر بھر کر لے آؤ۔''

سونیا سیارے کے دوسرے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے اپنے ساتھ نقلی بریف کیس لے جا رہی تھی۔ اصل بریف کیس کو اس کمرے میں ایک صوفے کے پیچھے رکھ دیا تھا۔ گریٹ ایشورارا نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے بگولا سے کہا۔ ''ابھی اپنے دونوں ساتھیوں کو لے کر قاہرہ کی پرانی بستی میں جاؤ۔ میں وہاں ایک مکان تک تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔ اس مکان کے ایک کمرے میں ہماری غیر معمولی مشین رکھی ہوئی ہے۔ کسی کی نظروں میں آئے بغیر اسے چپ چاپ اٹھا کر لے آؤ۔''

بگولا اس کے حکم کے مطابق اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ وہاں گیا تھا۔ گریٹ ایشورارا ان لمحات میں سونیا کو نظر انداز کر کے اپنی مشین پر ماتحتوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ مشین کو پانے کے لیے اضطراب میں مبتلا تھا۔ ایسے وقت سونیا کو نظر انداز کرنا مہنگا پڑا۔ اس نے عین وقت پر وہاں پہنچ کر ان تینوں کا بُرا حشر کیا تھا۔ دو مارے گئے تھے۔ بگولا ابھی زندہ تھا، وہ ایک ذرا زخمی ہونے کے باعث میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔

اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ اس کے اور گریٹ ایشورارا کے درمیان کس طرح رابطہ ہوا تھا؟ اور وہ تینوں اسی کے حکم پر سونیا کے کمرے میں وہ مشین چرانے پہنچے تھے۔

تب میں نے بگولا کی زبان سے کہا۔ ''ہیلو گریٹ ایشورارا...! تم نے اپنی مشین کے ذریعے سونیا کے پاس رکھی ہوئی مشین کا سراغ لگا لیا۔ تمہاری اس حرکت سے ظاہر ہو چکا ہے کہ تم ہماری دنیا میں کہیں موجود ہو۔ چلو اچھا ہے اب جو ہمارے پاس مشین ہے اس کے ذریعے ہم تمہارا سراغ لگا لیں گے۔''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں بگولا کے ذریعے اور بہت کچھ معلوم کروں۔ لہٰذا اس نے بگولا کے اندر زلزلے پیدا کیے۔ مسلسل دو تین جھٹکے دیے۔ وہ اسی وقت تڑپ تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا۔

جواد کے گھر میں تین لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ پولیس والے آ گئے تھے۔ میں نے الپا، عالی اور کبریا سے کہا۔ ''جواد کے اندر موجود رہو۔ اسے قانون کے شکنجے میں نہ آنے

دو۔ اس نے تمہاری مما کا بہت ساتھ دیا ہے۔ اس پر کسی طرح کی آنچ نہ آنے دینا۔''

سونیا کوئی دوسری پناہ گاہ بنانے جا رہی تھی۔ میں نے اسے گریٹ ایشورارا کے متعلق بتایا پھر پوچھا۔ ''کیا ہمیں یقین نہیں کرنا چاہیے کہ اس نے ایسی ہی ایک مشین کے ذریعے تمہاری رہائش گاہ کا پتا معلوم کیا؟ اور جو مشین تم اپنے ساتھ لے جا رہی ہو اس مشین کے ساتھ وہ تمہیں ان لمحات میں بھی دیکھ رہا ہے؟''

اس نے فوراً ہی اپنی کار سڑک کے کنارے روک دی اور پریشان ہو کر بولی۔ ''یہ تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ گریٹ ایشورارا اپنی ذاتی مشین کے ذریعے مجھے دیکھ رہا ہوگا۔ بلکہ دیکھ رہا ہے۔ میں جہاں بھی جاؤں گی وہ اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے مجھ پر حملے کرا تا رہے گا۔''

''ہاں وہ تمہیں کہیں بھی سکون سے رہنے نہیں دے گا۔''

''کیا ہم اسے اپنی مشین کے ذریعے دیکھ سکیں گے؟'' پھر اس نے خود ہی جواباً کہا۔ ''ہاں، میں بھی اس کا سراغ لگا سکتی ہوں مگر مشین کو آپریٹ کرنے کے لیے صبح تک انتظار کرنا ہوگا۔ فجر کی نماز کے بعد ڈاکٹر آفندی سے ملاقات ہو گی۔''

''کیا ڈاکٹر آفندی سے ابھی ملاقات نہیں کی جا سکتی؟''

''اعلیٰ حضرت نے صبح ہماری ملاقات کا وقت مقرر کیا ہے۔ اس میں بھی کوئی مصلحت ہو گی۔ ہم صبح تک اس نئے دشمن سے نمٹتے رہیں گے۔''

''فرض کرو کہ ہم اس غیر معمولی مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا تک پہنچ نہ پائے پھر کیا ہوگا؟''

''پھر تو ایک ہی راستہ رہ جائے گا، مجھے جلد سے جلد بابا صاحب کے ادارے میں جا کر پناہ لینی ہوگی۔ ورنہ وہ دن رات اپنی مشین کی اسکرین پر مجھے دیکھتا رہے گا اور میرے لیے مصیبت بنتا رہے گا۔''

میں نے کہا۔ ''وہ ہمارے ادارے تک تمہیں پہنچنے نہیں دے گا۔ جس راستے سے بھی یہاں آنا چاہو گی، وہاں تمہاری زندگی کے لیے خطرہ بنتا رہے گا۔ پچھلی بار تم پیرس سے تل ابیب آنا چاہتی تھیں تو کیا ہوا تھا؟''

''ہاں، میری چھٹی حس نے راستہ بدل دیا۔ ایشورارا نے بن غازی جانے والی فلائٹ کو تباہ کر دیا تھا۔ آئندہ گریٹ ایشورارا ابھی یہی کر سکتا ہے۔''

''اس کا مطلب یہ ہے کہ تم بڑے ہی جان لیوا مراحل سے گزرنے والی ہو۔ کار سے' ٹرین سے' ہوائی جہاز یا بحری جہاز سے بابا صاحب کے ادارے تک نہیں آ سکو گی۔ وہ اسی براعظم افریقہ میں تمہیں دوڑاتا رہے گا۔''

''تم بھی کل کسی فلائٹ سے یہاں آنا چاہتے ہو۔ اپنی خیر مناؤ۔ بابا صاحب کے ادارے سے باہر نہ نکلو۔''

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ 'عارضی طور پر پناہ لینا یا کہیں چھپ جانا ایک طرح کی جنگی حکمتِ عملی ہے لیکن ہمیشہ منہ چھپاتے رہنا بزدلی ہے۔ ایک طرح کا اعترافِ شکست ہے۔''

''دوسرے پہلو سے بھی سوچو دشمن کو شکست دینے والا ہتھیار نہ ہو تو اس سے مقابلہ کرنا سراسر حماقت ہے۔ جب تک یہ غیر معمولی مشین گریٹ ایشورارا کے خلاف کام نہیں آئے گی۔ تب تک تم ادارے سے باہر نہیں نکلو گے۔''

''دعا کرو کہ وہ مشین کام آئے۔ ورنہ میں تمہیں کھلے میدان میں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ ہر حال میں کل تمہارے پاس پہنچوں گا۔''

سونیا نے چونک کر کہا۔ ''چپ ہو جاؤ۔ میں تم سے باتیں کرتے کرتے ذرا غافل ہو گئی تھی۔ اس شاہراہ پر آگے پیچھے چار گاڑیاں مجھے گھیرتا چاہتی ہیں۔''

میں نے اس کے ذریعے توجہ سے دیکھا۔ دو گاڑیاں اس کے دائیں بائیں تھیں۔ وہ اس سے آگے نکل کر اس کا راستہ روکنا چاہتی تھیں۔ باقی دو گاڑیاں پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھیں۔ آگے ایک چوراہا تھا۔ وہاں سے وہ کسی بھی راستے پر مڑ سکتی تھی۔ اس نے اچانک ہی اسٹیرنگ کو گھما کر دائیں طرف والی گاڑی کو ٹکر ماری۔ اس کی اس حرکت سے چوراہے پر کتنی ہی گاڑیاں متاثر ہوئیں۔ تمام گاڑیوں کے بریک چیخنے لگے۔ کچھ رکنے لگیں۔ کچھ ٹکرانے لگیں۔ کچھ دائیں بائیں گھوم کر راستہ بدلنے لگیں۔

وہ اچانک کیا کر گزرتی ہے؟ کیسے نفسیاتی حملے کرتی ہے؟ یہ دشمن سمجھ نہیں پاتے۔ تمام تعاقب کرنے والے خود کو حادثے سے بچانے کی کوشش میں لگ گئے۔ گریٹ ایشورارا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت ان چار آلۂ کاروں کے ذریعہ سونیا کو گھیرنا اور اس سے غیر معمولی مشین کو چھین لینا چاہتے تھے مگر اس حادثے نے ذرا دیر کے لیے انہیں بدحواس کر دیا تھا۔

جب ہوش ٹھکانے آئے تو دیر ہو چکی تھی۔ چڑیا پھر ہو چکی تھی۔ دشمنوں نے کار کے پاس آ کر دیکھا وہ سونیا کے وجود سے خالی تھی۔ وہاں وہ مشین بھی نہیں تھی۔ وہ اِدھر اُدھر متلاشی نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بھیڑ میں ہوتی تب بھی دکھائی نہ دیتی۔

زیرِ زمین لیبارٹری میں بیٹھا ہوا گریٹ ایشورارا اپنی مشین پر سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بھی اسے اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنی مشین اٹھائے ایک بہت بڑے شاپنگ پلازہ میں داخل ہو رہی تھی۔

تمام خیال خوانی کرنے والے پھر اپنے آلۂ کاروں کے اندر پہنچ گئے۔ انہیں اس چوراہے سے دوڑاتے ہوئے شاپنگ پلازہ کی طرف لے جانے لگے۔ سونیا دکانوں اور گاہکوں کے درمیان سے گزرتی دکھائی دے رہی تھی پھر وہ ایک بہت بڑے کلاتھ مرچنٹ کی دکان میں گھس گئی۔ اس دکان میں مختلف کپڑوں کے تھان رکھے ہوئے تھے۔ اس کے دوسرے پورشن میں ریڈی میڈ ملبوسات دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اپنے آلۂ کاروں سے کہہ رہے تھے۔ ''وہ ایک بہت بڑی کپڑوں کی دکان میں پہنچی ہوئی ہے۔ وہ دکان کہاں ہے؟ تلاش کرو۔ اسے وہاں سے نکلنے نہ دو۔''

کپڑوں کی کئی دکانیں شاپنگ سینٹر کے مختلف حصوں میں تھیں۔ آلۂ کاروں کو بتایا گیا کہ اس دکان پر 'المجاہد کلاتھ مرچنٹ' کا سائن بورڈ لگا ہوا ہے۔ وہ سب تمام دکانوں کے سائن بورڈ پڑھتے ہوئے گزر رہے تھے۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ''وہ چند آلۂ کار ہوں گے۔ چلو آؤ ان سے نمٹ لیتے ہیں۔''

وہ ریڈی میڈ ملبوسات کے درمیان کھڑی ایک زرد رنگ کے لباس کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یاد آرہا تھا کہ ہماری بیٹی عالی نے کہا تھا' سیارے والے یلو کلر بلائنڈ ہیں۔ انہیں زرد رنگ نظر نہیں آتا ہے۔ عالی اور ایمان علی نے اس کا تجربہ کیا تھا۔ زرد رنگ کا لباس، جرابیں، جوتے اور سر سے گردن تک زرد نقاب پہن کر جوجو کا سامنا کیا تھا۔ وہ انہیں دیکھ نہیں پایا تھا۔

عالی کا یہ بیان یاد آیا تو سونیا فوراً ہی اس زرد رنگ کے لباس کو ہینگر سے نکال کر ایک کیبن میں چلی گئی۔ گریٹ ایشورارا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسکرین پر اسے دیکھ رہے تھے، وہ کیبن کے اندر دروازہ بند کرنے کے بعد اپنے لباس کے اوپر ہی اس زرد رنگ کے لباس کو پہن رہی تھی۔

پھر عجیب تماشا ہوا' اُن سب نے دیکھا کہ سونیا ایک ہینگر سے کچھ نکال کر لے گئی ہے۔ انہیں زرد رنگ دکھائی نہیں دیا تھا۔ اس لیے ہینگر کا وہ لباس بھی نظر نہیں آیا۔ جب اس نے عبا پہنی تو وہ چونک گئے۔ اب وہ گردن سے ٹخنوں تک دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے سر پر اسکارف اوڑھ کر چہرے پر نقاب ڈالی تو چہرہ گم ہوگیا۔ کلائی تک ہاتھ اور ٹخنوں سے نیچے جوتے دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے دستانے پہن لیے، یوں اس کے دونوں ہاتھ بھی گم ہوگئے۔

گریٹ ایشورارا نے سر گھما کر ماتحتوں سے کہا۔ ''فوراً اپنے آلۂ کاروں کو وہاں پہنچاؤ۔ ابھی وہ کیبن کے اندر ہے، ہمیں نظر نہیں آرہی ہے مگر دوسروں کو نظر آرہی ہوگی۔''

وہ تمام ماتحت سونیا جوگم ہوتے دیکھ کر حیرت سے خیال خوانی کرنا بھول گئے تھے، فوراً ہی اپنے آلۂ کاروں کے اندر پہنچ گئے۔ اب اسکرین پر سونیا کے جوتے اور وہ پورنیبل مشین دکھائی دے رہی تھی پھر وہ مشین بھی غائب ہوگئی۔ بات سمجھنے کی تھی۔ اس نے مشین کو عبا کے اندر چھپا لیا تھا۔

سونیا نے کیبن سے باہر آکر ایک ہزار روپے مقامی کرنسی میں ادا کیے پھر وہاں سے جانے لگی۔ وہ تمام آلۂ کار دوڑتے ہوئے المجاہد کلاتھ مرچنٹ کی دکان پر پہنچے۔ اسکرین پر سونیا کے جوتے دکھائی دے رہے تھے۔ چونکہ وہ جوتے فرش پر آگے بڑھ رہے تھے۔ اس لیے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ شاپنگ سینٹر کے کس حصے سے گزر رہی ہے؟

پھر وہ کسی دکان پر رک کر کچھ خریدنے لگی۔ وہ سب تجسس میں تھے۔ اپنے آلۂ کاروں سے کہہ رہے تھے۔ ''اسے ڈھونڈو۔ اسے پہچاننا آسان ہوگا۔ وہ زرد رنگ کے لباس میں ہے۔''

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ سونیا کسی دکان کے کاؤنٹر کے پاس تھی۔ اپنے جوتے اتار رہی تھی۔ اس کے ننگے پاؤں کہہ رہے تھے۔ ''دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھو' میں ابھی اسی شاپنگ سینٹر میں ہوں، جلدی آؤ۔''

آنے والے دیر کریں تو کیا کیا جائے؟ اس نے زرد رنگ کی جرابیں پہنیں..... تو سر سے پاؤں تک اس کا وجود گم ہوگیا۔ میں نے خوش ہو کر نعرہ لگایا۔ ''میری جان...! تم نے تو گریٹ ایشورارا کے بھی ہوش اُڑا دیے۔ میں تم سے جتنی بھی محبت اور عقیدت کا اظہار کروں کم ہے۔''

واقعی گریٹ ایشورارا کے ہوش اُڑ گئے تھے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ یوں مکھن کے بال کی طرح صاف نکل جائے گی۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے آلۂ کاروں سے کہہ رہے تھے۔ ''کسی ایسی عورت کو پکڑو۔ جو سر سے پاؤں تک زرد رنگ کے لباس اور نقاب میں چھپی ہوئی ہے۔ وہ ابھی اسی شاپنگ سینٹر میں ہوگی۔ اسے دور نکل جانے

کا موقع نہ دو۔''

خطرے سے کھیلنے والی کو موقع نہ دینے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ پورے شاپنگ پلازہ کے اندر اور باہر کوئی زرد رنگ کے لباس والی نظر نہیں آئی۔ گریٹ ایشورارا اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ ایک امید تھی' شاید سونیا کسی وجہ سے وہ لباس اتار دے یا اس سے کوئی بھول چوک ہوجائے اور وہ نظر آجائے مگر آدھی رات گزر گئی..... وہ نظر نہیں آئی۔

گریٹ ایشورارا فکر مند ہوگیا تھا۔ فکر یہ تھی کہ سونیا کسی وقت بھی کامیابی سے اپنی مشین کو آپریٹ کرے گی تو اسے زیرِ زمین لیبارٹری میں دیکھ لے گی..... جو راز دنیا والوں سے اب تک چھپا ہوا ہے، وہ ظاہر ہوجائے گا۔ اس نے برسوں کی محنت سے زیرِ زمین سیٹ اپ قائم کیا تھا۔ وہ صرف ایک عورت کے ہاتھوں تباہ ہو سکتا تھا..... اور وہ ایسی تباہی برداشت کرنے والا نہیں تھا۔

اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔

وہ سر جھکا کر چلے گئے۔ اس کے پاس ایک فیوچر ٹیلنگ مشین تھی۔ وہ یہ بتاتی تھی کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ وہ ایک طرح سے ہونی کو انہونی بنانے کی راہ بھی بتاتی تھی کہ راہ نمبر ایک پر چلو گے تو اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ راہ نمبر دو پر چلو گے تو نتائج مختلف ہوں گے۔

اس نے جوجو کو اور اپنے نائب ایشورارا کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے فیوچر ٹیلنگ مشین سے مشورے کیے تھے۔ مشین نے تحریر کے ذریعے کہا تھا' تم سائنسی علوم اور تجربات میں دنیا والوں سے پچاس برس آگے ہو۔ وہاں کے طاقتور حکمران تمہاری غیر معمولی مشینوں کے آگے مات کھائیں گے۔ ایک دن تمہیں اپنا حکمران تسلیم کریں گے۔

مشین سے پوچھا گیا تھا۔ ''یہ بتاؤ کہ ناکامی کے امکانات کتنے ہیں؟''

جواب ملا تھا۔ ''کامیابی کے زیرِ سایہ ناکامی چلتی رہتی ہے۔ ایک ذرا سی غلطی کامیاب ہونے والوں کو ناکام بنا دیتی ہے۔ بچاؤ کا راستہ یہ ہے کہ سائنس دانوں کو روحانیت سے ٹکرانا نہیں چاہیے۔ روحانیت کے مدارج سے گزرنے والوں سے سمجھوتا کرنا چاہیے یا ان سے دور دور رہنا چاہیے۔ انہیں چیلنج کرنا نقصان دہ ثابت ہوگا۔''

گریٹ ایشورارا نے نائب ایشورارا اور جوجو کو تاکید کی تھی کہ بابا صاحب کی طرف کبھی نہ دیکھیں۔ اس ادارے سے تعلق رکھنے والے کسی مسلمان کو بھی چیلنج نہ کریں مگر بدقسمتی سے جوجو نے دنیا میں آتے ہی پہلا حملہ مجھ پر کیا۔ اس کا ذکر پچھلے ابواب میں ہو چکا ہے۔ ان کی مشین نے جو پیشگوئی کی تھی، اس کے مطابق انہوں نے ہم سے ٹکرانے کی غلطی کی تھی۔ جوجو اور نائب ایشورارا اپنے اٹھائیس ماتحتوں کے ساتھ مارے گئے تھے۔ ان کی ایک غیر معمولی مشین ہمارے ہاتھ لگ چکی تھی۔

ایک بار پھر گریٹ ایشورارا نے اس فیوچر ٹیلنگ مشین کو آپریٹ کیا۔ تحریر کے ذریعے اپنے موجودہ حالات بیان کیے۔ سونیا کا ذکر بھی کیا پھر پوچھا۔ ''کیا میں اپنی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کو اس عورت سے لے سکوں گا؟ کیا میں اس عورت کو موت کے گھاٹ اتار سکوں گا؟''

اس نے سونیا کی ریکارڈ کی ہوئی فائل دیکھ کر اس کی تاریخ پیدائش اور اس کے مکمل کوائف بیان کیے۔ تھوڑی دیر بعد مشین نے کہا۔ ''سونیا کو ہلاک نہیں کر سکو گے۔ وہ ایک لمبی عمر جیے گی اور طبعی موت مرے گی..... مشین بھی واپس نہیں لے سکو گے کیونکہ تمہیں اپنی سلامتی کے لیے چند گھنٹوں میں اس دنیا سے جانا ہوگا۔ کچھ عرصے تک سیارے میں رہنا ہوگا۔''

اس نے پوچھا۔ ''مجھے اس دنیا سے کیوں جانا ہوگا؟''

تحریری جواب اسکرین پر ابھرا۔ ''تمہارے مقتول ایشورارا کی مشین میں تمہارا کوڈ نمبر محفوظ کیا گیا ہے۔ سونیا اس کے ذریعے اسکرین پر تمہیں دیکھے گی۔ تم زیرِ زمین لیبارٹری میں نظر آؤ گے۔ اس طرح تمہارے ساتھ اس خفیہ لیبارٹری کا بھی سراغ نہیں مل جائے گا۔''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''کیا وہ ہماری اس پیچیدہ مشین کو آپریٹ کر سکے گی؟''

''کر سکے گی..... ایک سائنسداں کے تعاون سے تمہارے کئی راز معلوم کرنے والی ہے۔''

وہ ہارے ہوئے سپاہی کی طرح مایوس ہوگیا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا میں سیارے سے واپس آکر کامیابی حاصل کر سکوں گا؟''

''جب تک وہ مشین مسلمانوں کے پاس رہے گی، تمہاری نشاندہی کرتی رہے گی۔ سیارے میں رہ کر مشین کو حاصل کرنے کے کامیاب منصوبے بنا سکتے ہو اور اپنے خاص ماتحتوں کے ذریعے ان منصوبوں پر عمل کر سکتے ہو۔''

اس نے اپنے خاص ماتحتوں اور انتہائی قابل سائنسدانوں کو بلا کر کہا۔ ''جو مشین میں نے چھپے ہوئے دشمنوں کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے بنائی تھی۔ اب اسی مشین کے ذریعے دشمن مجھے ڈھونڈ نکالیں گے۔ مجھے کچھ عرصے کے لیے

سیارے میں جا کر رہنا ہوگا۔ میں وہاں سے تم سب کو گائیڈ کرتا رہوں گا۔''

ایک سائنسداں نے پوچھا۔''کیا اس آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کو تو یہاں سے اپنے ساتھ لے جائے گا؟''

اس نے کہا۔''اگرچہ یہ مشین سیارے میں کام نہیں آئے گی۔ میں وہاں سے سونیا کو اور غیر معمولی مشین کو دیکھ نہیں سکوں گا لیکن یہ میرے لیے بہت اہم ہے۔ میں اس مشین کو اور فیوچر ٹیلنگ مشین کو ساتھ لے جاؤں گا۔''

اس نے تمام ماتحتوں سے کہا۔''بڑی رازداری سے خیال خوانی کرتے رہو۔ کبھی خود کو دشمنوں پر ظاہر نہ کرو۔ ہماری غیر معمولی مشین کو کسی بھی طرح حاصل کرنے کے لیے ہر تدبیر پر عمل کرنا۔''

گریٹ ایشورارا کا ایک ذاتی فلائنگ سا سر تھا۔ وہ اس میں سوار ہو کر رخصت ہوتے ہوئے بولا۔''یاد رکھو! ہماری کامیابی صرف اسی میں ہے کہ وہ مشین سونیا سے چھین لی جائے۔ تب ہی میں اس دنیا میں واپس آسکوں گا۔''

وہ اپنی سلامتی کے لیے عارضی طور پر سیارے کی طرف چلا گیا۔

☆☆☆

ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ گریٹ ایشورارا اچانک ہی اپنی سلامتی کے لیے سیارے میں چلا جائے گا۔ ہمارے ذہن میں یہی بات تھی کہ وہ اپنی مشین کے سامنے بیٹھا سونیا کو اسکرین پر دیکھنے کی تدبیریں کر رہا ہوگا۔

وہ اسی زرد رنگ کے لباس میں تھی۔ یہ کہا نہیں جا سکتا تھا کہ کب تک اس زرد رنگ کو ڈھال بنایا جا سکے گا؟

میں نے کہا۔''کل صبح دیکھیں گے ڈاکٹر آفندی سے کس حد تک تعاون حاصل ہوگا؟ اگر ہم اس مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا کو دیکھ سکیں گے تو یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔''

''بے شک، میں تو زرد رنگ میں چھپی ہوں..... مگر اسے دنیا میں چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی۔ وہ سیارے کی طرف بھاگے گا یا ہمارے ہاتھوں مارا جائے گا۔''

''کامیابیاں آسانی سے حاصل نہیں ہوتیں۔ ایشورارا کو ہلاک کرنے کے بعد خیال تھا کہ سیارے والوں کا زور ٹوٹ گیا ہے لیکن اچانک ہی گریٹ ایشورارا تمہاری جان کے پیچھے پڑ گیا۔ ہمیں ان کے طاقت کا پوری طرح علم نہیں ہے۔ پتا نہیں وہ آئندہ کتنی صلاحیتیں اور وسیع ذرائع استعمال کریں گے؟''

''ہاں، یہ سوچا جا سکتا ہے کہ ایشورارا کے بعد گریٹ ایشورارا آیا ہے۔ اس کے بعد سیارے کا کوئی اور حکمران آسکتا ہے۔''

''بہتر یہ ہوگا کہ تم وہ مشین لے کر بابا صاحب کے ادارے میں چلی آؤ۔ زرد رنگ کے لباس میں رہ کر یہاں آؤ گی تو نہ وہ تمہیں اسکرین پر دیکھ سکے گا اور نہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکے گا۔''

''یہی مناسب رہے گا۔ میرے لیے کل کسی فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کرلو... پھر جواد خیری کی خبر لو۔''

میں نے پہلے جواد کی خبر لی۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں تھی۔ الپا، عالی اور کبریا اس کے اندر رہ کر اسے مرڈر کیس کی الجھنوں سے نکال چکے تھے۔ میں نے سونیا کے لیے دوسرے دن کی ایک فلائٹ میں سیٹ او کے کرالی..... پھر ایک آلۂ کار کے ذریعے اس ٹکٹ کو سونیا تک پہنچا دیا۔

وہ آئندہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے تک اسی زرد رنگ کے لباس میں رہنے والی تھی۔ فی الحال یہ اطمینان تھا کہ گریٹ ایشورارا اب اس پر حملے نہیں کرا سکے گا۔ وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر سونا چاہتی تھی۔ میں بھی چند گھنٹوں کے لیے سو گیا۔

دوسری صبح آنکھ کھلی تو میں نے پورس سے کہا۔''ایک بُری خبر ہے۔ اسے تم ہی اپنی زبان سے ماؤرا کو سنا سکتے ہو۔''

میں نے اسے بتایا کہ سونیا نے ایشورارا کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔ باپ کی موت سے بیٹی کو بہت صدمہ پہنچے گا مگر ہر خوشی کی طرح ہر صدمہ بھی دائمی نہیں ہوتا۔ ماؤرا بھی رفتہ رفتہ ایک عاقبت نا اندیش باپ کو بھول سکتی تھی۔ میں نے اپنی پوتی انوشے کو مخاطب کیا۔

وہ بولی۔''اسلام وعلیکم گرینڈ پا! میں نے دیدار علی کو یہ بری خبر سنا دی ہے۔ وہ بیچارہ غم زدہ ہے۔ آپ فکر نہ کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ وہ ڈاکٹر آفندی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر اس آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کی اسٹڈی کر رہا تھا۔

اس مشین کو سمجھنے میں ذرا دیر لگ رہی تھی مگر وہ اس کے ایک ایک فنکشن کو اچھی طرح سمجھتی جا رہی تھی۔ اس کی اسکرین پر اب تک جتنے مطلوب افراد کو دیکھا گیا تھا اور آئندہ جنہیں دیکھا جا سکتا تھا' ان سب کے کوڈ نمبر اور تصویریں اس میں محفوظ تھیں۔ سونیا نے مردہ ایشورارا اور اس کے تمام ماتحتوں کے کوڈ نمبروں اور تصویروں کو اس مشین سے مٹا

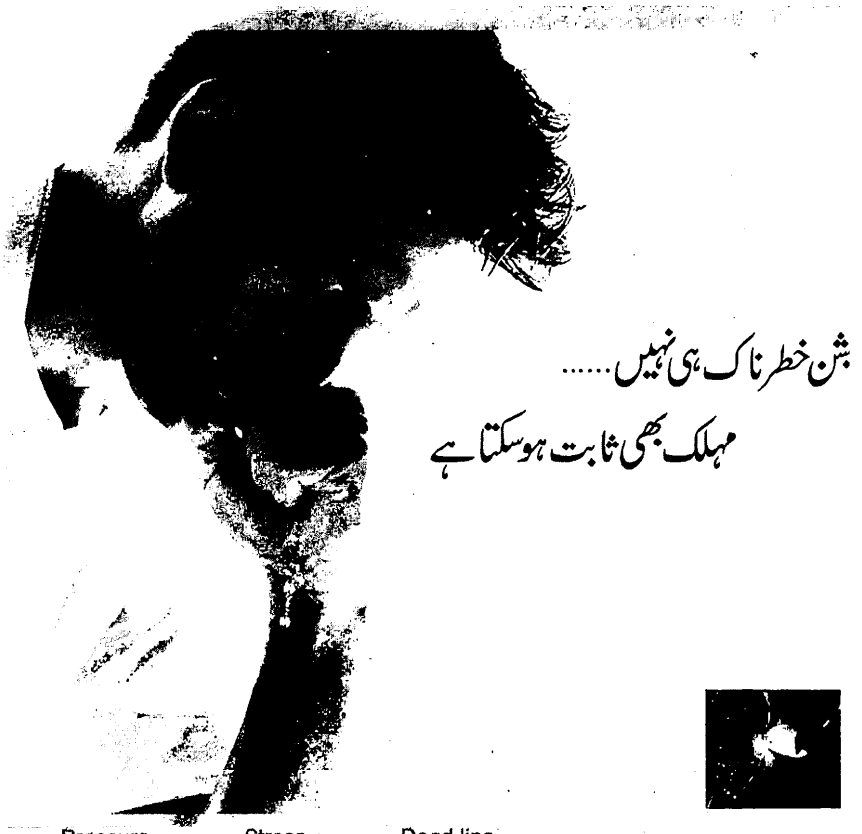

بٹن خطرناک ہی نہیں.....

مہلک بھی ثابت ہوسکتا ہے

یکان

ایوسی اور اداسی سے نجات

ڈیپریشن (یاسیت) ایک نفسیاتی مسئلہ ہے جس میں کوئی بھی عام فرد کسی نہ کسی درجہ مبتلا رہتا ہے ہمارے ہاں اسے عموماً سے بیماری نہیں سمجھا جاتا۔ اس کی مختلف علامتیں ہیں مثلاً ذہن ہر وقت تناؤ کا شکار رہتا ہے کوئی انجانا خوف یا پریشانی سوار رہتی ہے جس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں ہوتی، مزاج میں اداسی، کام میں دل کا نہ لگنا، طبیعت میں چڑچڑا پن، نقصان کا اندیشہ یا موت کا خوف اس کی اہم علامات ہیں۔ لیکان ڈیپریشن سے متعلق مسائل کا بہترین حل ہے۔ لیکان دنیا کی مشہور ہربل دوا St! Jhon's Wort (Hypericum perforatum) سے حاصل شدہ جز ہے جو بہترین نتائج کے ساتھ ساتھ نہ صرف مضر اثرات سے محفوظ ہے بلکہ صحت یابی کے بعد مریض اس کا عادی نہیں ہوتا۔

SCHWABE

AVAILABLE AT ALL LEADING MEDICAL & HOMEOPATHIC STO

Dr. Hamid General Homoeo (Pvt.) Ltd.

KARACHI : Tel : 2628754, 2211895 LAHORE : Tel : 6304657, 6363664

A researched produ

Dr. Willmar Schwabe, G

دیا۔ان کی اب ضرورت نہیں رہی تھی۔

اس نے ڈاکٹر آفندی سے کہا۔''فی الحال ہمارے لیے گریٹ ایشورارا اہم ہے،اسے سرچ کیا جائے۔''

وہ مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔سونیا توجہ سے دیکھ اور سمجھ رہی تھی۔دو منٹ کے بعد ہی گریٹ ایشورارا کی تصویر اور اس کے کوڈ نمبرز دکھائی دیے۔وہ بولا۔''یہی گریٹ ایشورارا ہے۔''

''میں اسے متحرک دیکھنا چاہتی ہوں۔اس طرح معلوم ہوگا' یہ ابھی کہاں ہے؟ اور کیا کر رہا ہے؟''

ڈاکٹر آفندی نے کہا۔''میں گائیڈ کر رہا ہوں' تم آپریٹ کرو۔''

سونیا نے ان کی رہنمائی میں کی بورڈ کے ذریعے گریٹ ایشورارا کے کوڈ نمبرز پنچ کیے پھر انتظار کیا۔اسکرین روشن تھی مگر وہ متحرک دکھائی نہیں دے رہا تھا،اس کی ساکت تصویر نظر آرہی تھی۔

ڈاکٹر آفندی نے کہا۔''مشین سے پوچھو کہ وہ کہاں ہے؟''

سونیا کی انگلیاں کی بورڈ پر چلنے لگیں۔اسکرین پر سوال ابھرنے لگا۔''دی گریٹ ایشورارا کہاں ہے؟''

چند سیکنڈ کے بعد تحریری جواب ابھرا۔''وہ نارگٹ زون میں نہیں ہے۔کہیں جا چکا ہے۔''

سونیا کو یقین نہیں آیا کہ کل رات اس پر جان لیوا حملے کرنے والا اس دنیا میں نہیں ہے۔اس نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔''کیا وہ مر چکا ہے؟''

جواب موصول ہوا۔''زندہ ہے..جب اس دنیا میں نہیں ہے تو سیارے میں ہوگا۔''

میں نے سونیا سے کہا۔''سیارے والوں سے رابطہ کرنے کی ایک چھوٹی سی کمیونیکیشن مشین میرے پاس ہے۔میں نے اسے کاہنہ سے حاصل کیا تھا۔ابھی معلوم کرتا ہوں کہ وہ زندہ ہے یا نہیں؟''

میں نے اس مشین کو نکالا اسے آن کیا پھر تحریری سوال ارسال کیا۔''ہیلو دی گریٹ ایشورارا!! آر یو آن دی لائن؟''

دوسری سے پوچھا گیا۔''کون ہو تم....؟''

میں نے جواب دیا۔''میں سونیا ہوں۔''

وہ غصے سے تحریر کے ذریعے گالیاں دینے لگا۔میں نے مشین بند کر دی۔سونیا کے پاس آکر کہا۔''وہ زندہ ہے اور یقیناً سیارے سے ہی بول رہا تھا۔''

وہ بولی۔''اس نے خطرہ محسوس کر لیا ہوگا کہ ہم اس مشین سے اس کو اور اس کی خفیہ پناہ گاہ کو دیکھ لیں گے۔اسی لیے اچانک یہاں سے چلا گیا ہے۔''

''یہی بات ہے۔یہ بتاؤ تم نے مشین کو آپریٹ کرنا کیسے سیکھ لیا ہے؟''

''ہاں،اچھی خاصی معلومات حاصل کر چکی ہوں۔مزید سمجھنے میں دقت ہوگی تو بابا صاحب کے ادارے کے سائنسدانوں سے راہنمائی حاصل ہو جائے گی۔میں ایک بجے کی فلائٹ سے آرہی ہوں۔''

ہمیں یہ اطمینان ہوا کہ وہ کچھ عرصے تک یہاں نہیں آئے گا۔میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر غسل کیا پھر ناشتا کرنے کے بعد فون کے ذریعے موسس سے رابطہ کیا۔''ہیلو موسس...!سانس لے رہے ہو ناں...؟''

وہ بولا۔''پچھلی بار تم نے چیلنج کیا تھا کہ تمہارا کوئی بھی آلۂ کار مجھے کسی وقت بھی گولی مار سکتا ہے پھر تم نے مشورہ دیا تھا کہ مجھے اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے۔میں تو ہوشیار ہوں۔جان ہتھیلی پر لیے اپنے معاملات میں مصروف ہوں مگر تمہارے کسی آلۂ کار کی طرف سے کوئی گولی نہیں آرہی ہے؟''

میں نے کہا۔''نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تمہاری زندگی کے اکاؤنٹ میں کچھ سانسیں باقی ہیں۔''

''کیا مجھ تک پہنچنے میں دشواریاں پیش آرہی ہیں؟''

''میں نے تمام دشواریاں دور کرنے کے بعد ہی تمہیں چیلنج کیا تھا۔تمہارے بنگلے کے اندر اور باہر تمہاری عبادت گاہ میں اور اکابرین کے کانفرنس ہال میں جتنے مسلح گارڈز ہیں' ان میں سے پندرہ گارڈز کو آلۂ کار بنا چکا ہوں لیکن تمہیں جینے کے لیے آج کا دن دے رہا ہوں۔جانتے ہو کیوں....؟''

اس نے پوچھا۔''کیوں....؟''

''تم ایشورارا سے اپنے بیٹے کا انتقام لینا چاہتے تھے۔تمام اکابرین نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔وہ ایشورارا کے غلام بننے کو راضی ہو گئے ہیں۔تم ان اکابرین کو شرمندہ کرنا چاہتے تھے اور میں نے وعدہ کیا تھا کہ تم ایسا کرو گے۔''

اس نے پوچھا۔''کیا میری موت سے پہلے ایسا ممکن ہے؟''

''ممکن ہے' تمہاری مراد بر آئی ہے۔سونیا نے ایشورارا کو اور اس کے تمام سیارے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔''

وہ شدید حیرانی اور بے یقینی سے بولا۔''نہیں...!''

میں نے پوچھا۔''کیا یقین نہیں آرہا ہے؟''

''ہم نے تمام بڑے ممالک کے اتحاد سے تنظیم بنائی مگر ایشورارا نے اس مضبوط تنظیم کا شیرازہ بکھیر دیا۔ہم اپنے پراسرار علوم سے بھی اسے زیر نہ کر سکے اور تم کہتے ہو کہ صرف ایک عورت نے اسے تمام سیارے والوں کے ساتھ مار ڈالا ہے؟انہیں ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کر دیا ہے۔اس بات کو کوئی یقین نہیں کرے گا۔''

''یقین ہو جائے گا۔تم چاہو تو اکابرین کو یہ ناقابل یقین خوشخبری سنا سکتے ہو۔میں پھر کسی وقت آؤں گا۔''

میں نے فون بند کر دیا۔اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے ایشورارا کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔اس نے دو تین بار کوشش کی اور ناکام ہوتا رہا پھر بھی دل نہیں مان رہا تھا اور ایک طرح کی خوشی بھی حاصل ہو رہی تھی۔وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا کہ میری بات درست ہو جائے۔ایشورارا فنا ہو جائے۔

اس کے ذہن میں بات آئی۔''اکابرین کو اس کی موت کی خبر سنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اگر فرہاد نے درست کہا ہے تو میری واہ واہ ہوگی کہ میں مسلمانوں کے ذریعے ہی سہی مگر ان سب کو ایشورارا کے عذاب سے نجات دلا چکا ہوں۔اگر ایشورارا زندہ ہوگا تو اپنی موت کی خبر کو جھوٹ ثابت کرنے کے لیے اکابرین سے رابطہ کرے گا۔یوں فرہاد کے سچ اور جھوٹ کا پتا چل جائے گا۔''

اس نے تمام اکابرین سے فون کے اور خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا۔ان سے کہا۔''میری حکمتِ عملی کے باعث ایشورارا جہنم میں پہنچ گیا ہے۔یقین نہ ہو تو اسے پکارو۔اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملے گا۔''

اس نے امریکن آرمی کے پانچ یوگا جاننے افسران سے کہا۔''تم سب نے جس ایشورارا کی غلامی قبول کی تھی۔وہ میری تدبیر سے مر چکا ہے۔اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو کہ خیال خوانی کے ذریعے اس کی موت کی تصدیق کریں۔ابھی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔''

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے باری باری ایشورارا کے اندر گئے مگر سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔دنیا کے تمام بڑے ممالک کے اکابرین فون کے ذریعے رابطہ کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہے۔اس نے تو اپنی زندگی میں ہی فون کا رابطہ ختم کر دیا تھا۔کسی سے خیال خوانی کے ذریعے بھی نہیں بولتا تھا پھر مرنے کے بعد بھلا کیسے بولتا؟

موسس نے اکابرین سے کہا۔''وہ اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے ہم میں سے کسی نہ کسی کو دیکھتا رہتا ہے۔اس نے پچھلی رات سے اب تک کسی کو نہ مشین کی اسکرین پر دیکھا ہے اور نہ ہی کسی سے کوئی بات کی ہے۔''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔''شاید وہ کسی معاملے میں الجھا ہوا ہے۔اسی لیے فی الحال ہمیں نظر انداز کر رہا ہے۔''

موسس نے کہا۔''اس کا کوئی معاملہ پیچیدہ نہیں رہا ہے۔تم سب نے اس کے آگے جھک کر تمام معاملات کو آسان بنا دیا تھا۔میں اسے چیلنج کرتا ہوں کہ وہ زندہ ہے تو ہم میں سے کسی سے بات کرے۔میں اسے گالیاں دے کر کہتا ہوں کہ ابھی وہ آئے اور مجھے نقصان پہنچائے۔میں اسے طیش دلانے کے لیے اس پر تھوک رہا ہوں۔''

موسس کے ایسے نفرت انگیز چیلنج کو سن کر تمام اکابرین سہم گئے۔یہ یقین سے سوچنے لگے کہ اب ایشورارا اس پیشوائے اعظم سے بری طرح پیش آئے گا اور اسے تڑپا تڑپا کر مارڈالے گا مگر دیر تک انتظار کرنے کے بعد بھی ایشورارا نے نہ تو موسس سے انتقام لیا اور نہ ہی کسی سے رابطہ کر کے اپنی آواز سنائی۔تب انہیں یقین ہوا کہ ان پر عذاب کی طرح نازل ہونے والا واقعی مر چکا ہے۔

وہ ایک دوسرے کو فون کر کے مشورہ کرنے لگے' کیا ہمیں اپنے گھروں سے نکلنا چاہیے؟ موجودہ حالات میں پیشوائے اعظم کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔کیا ہمیں تل ابیب جا کر اس سے معافی مانگنی چاہیے؟

وہ سب موسس سے رابطہ کر کے معافی مانگنے لگے۔اس نے کہا۔''میں نے اپنی دنیا کو سیارے والوں سے محفوظ رکھنے کے لیے جان کی بازی لگائی ہے۔میں نے فرہاد علی تیمور سے کہا تھا کہ وہ ہمارے عیسائی اور یہودی اکابرین کو ایشورارا کی غلامی سے نجات دلائے گا تو اس کے عوض میں اپنی جان کی قربانی پیش کروں گا۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔''آپ کی جان لے کر فرہاد کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ وہ ہمیں دشمن سمجھتا ہے۔ہمیں ایشورارا سے نجات کیوں دلا رہا ہے؟''

''وہ تم لوگوں کا نہیں میرا دشمن ہے کیونکہ میں نے تم سب کو مسلمانوں کے خلاف ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا تھا۔میں نے بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرنے کے لیے ایک مضبوط متحدہ تنظیم بنائی تھی۔کیا اس طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ میرا بدترین دشمن بن گیا ہے؟''

یہ بات ماننے والی تھی۔سب ہی تسلیم کرنے لگے۔اس نے کہا۔''میں نے فرہاد سے التجا کی کہ مجھے ہلاک کرنا چاہتے

ہوتو نیک مقصد کے لیے میری جان لو۔ اپنی اس دنیا کو پہلے سیارے والوں سے نجات دلاؤ۔''

فوج کے ایک افسر نے پوچھا۔ ''کیا فرہاد نے ایشورارا کو ہلاک کیا ہے؟ اور وہ بھی ہماری خاطر؟''

موسس نے کہا۔ ''ہاں، ہماری خاطر... کیونکہ اس کو اور بابا صاحب کے ادارے کو سیارے والوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ بہرحال آج شام تک یا رات کو کسی وقت فرہاد میری موت کا سبب بنے گا اور میں تم سب کی خاطر ہنسی خوشی جان دینے والا ہوں۔''

وہ یہودی پیشوائے اعظم بڑا ہی ڈرامہ باز تھا۔ یہ جانتا تھا کہ جب ہم نے سیارے والوں کو زندہ نہیں چھوڑا ہے تو اسے بھی جینے نہیں دیں گے۔ لہٰذا وہ ساری دنیا کی بہتری کا حوالہ دے کر اپنی ہونے والی حرام موت کو ایک عظیم قربانی کا نام دے رہا تھا۔ سب ہی اس کی قربانی سے متاثر ہو رہے تھے۔ اس کی واہ واہ کر رہے تھے۔ اس کے قصیدے پڑھ رہے تھے اور یہ عہد کر رہے تھے کہ مجھ سے اس کی جان بخشی کرائیں گے۔

پھر سب ہی مجھ سے اور بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے رابطہ کرنے لگے۔ انچارج نے کہا۔ ''آپ تمام اکابرین کسی ایک ملک میں پہنچ کر کیجا ہو جائیں۔ کل صبح دس بجے وہاں کسی کانفرنس ہال میں مسٹر فرہاد آپ سے گفتگو کریں گے۔''

ان اکابرین نے یہ طے کیا کہ سب ہی تل ابیب جائیں گے پھر ایک بار موسس کو پیشوائے اعظم تسلیم کریں گے اور اس کی عظیم قربانی کے معترف ہو کر اسے خراجِ تحسین پیش کریں گے۔

☆☆☆

دی گریٹ ایشورارا اپنے سیارے کی لیبارٹری میں تھا۔ اس لیبارٹری کی دیواریں، کھڑکیاں، دروازے اور روشن دان سب ہی کلرڈ شیشے کے تھے۔ اندر کی کوئی چیز باہر سے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اس کی دیواریں اور چھتیں فولاد نما شیشے کی تھیں۔ بندوق کی گولیاں بھی ان میں سوراخ نہیں کر سکتی تھیں۔ اس طرح وہ اپنے سیارے والوں کی نظروں سے چھپ کر رہتا تھا۔

کوئی سمجھ نہیں پاتا تھا' وہ کون ہے؟ کب وہاں آتا ہے؟ اور کب چلا جاتا ہے؟ اس نے وہاں کے ایک ایک فرد کو اعلیٰ تعلیم یافتہ بنایا تھا۔ سب ہی کو سائنس اور نت نئی تیکنالوجی میں مہارت حاصل کرنے کے مواقع دیے تھے۔ سب ہی اسے نادیدہ ان داتا یا بھگوان مان کر اس کی پوجا کرتے تھے۔

وہ ایک کرسی پر سر پکڑے بیٹھا تھا۔ اس نے ایسی ایسی حیرت انگیز مشینیں ایجاد کی تھیں۔ سیارے کے لوگوں کو خوشحال بنانے کے لیے ایسا کامیاب معاشرتی نظام قائم کیا تھا اور اب تک اتنی کامیابیاں حاصل کی تھیں کہ نا کامی کیا ہوتی ہے؟ بھول گیا تھا۔ سونیا نے پہلی بار یہ جھٹکا لگایا تو وہ سر پکڑے بیٹھا تھا۔

ایسے شخص کو ناکام نہیں ہونا چاہیے تھا۔ جس کے پاس فیوچر ٹیلنگ مشین تھی جو واضح طور سے بتا دیتی تھی کہ آئندہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ صرف اتنا ہی نہیں وہ مشورے بھی دیتی کہ اسے کن حالات میں کیا کرنا چاہیے؟ وہ راہیں بھی دکھاتی تھی کہ اس راہ پر نہیں اس راہ پر چلنا چاہیے۔ پھر بھی وہ ایک عورت سے مات کھا کر چلا آیا تھا۔

دراصل وہ سونیا سے اس مشین کو چھین لینے کے لیے پاگل سا ہو گیا تھا۔ ایسی غیر معمولی مشین کو دنیا والوں کے پاس چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اسی عجلت میں اس نے فیوچر ٹیلنگ مشین سے مشورہ نہیں کیا تھا۔ اس نے ایک عورت سے اسے چھین لینا آسان سمجھا تھا پھر یہ معلوم ہوا تھا کہ سونیا اسے ایک کمرے میں لاک کر کے گئی ہے۔ اس نے سوچا۔ ''اس کے واپس آنے سے بہت پہلے ہی اس کے ماتحت مشین کو لے آئیں گے اور کسی بھی طرح کی رکاوٹ پیدا نہیں ہوگی۔''

یہ عجلت اسے مہنگی پڑی دنیا چھوڑ کر سیارے میں واپس آنا پڑا تھا۔ آئندہ دنیا میں واپس کیسے جائے گا؟ جب بھی جائے گا، سونیا اپنی مشین کی اسکرین پر اسے دیکھ لے گی۔ کیا وہ اس کی مشین سے کسی طرح چھیڑ کر رہ سکے گا؟

ان سوالات کے دو ہی جوابات تھے۔ ایک تو یہ کہ سونیا سے ہر قیمت پر وہ مشین چھین لی جائے۔ دوسرا جواب یہ تھا کہ اس مشین کے حصول تک اپنے کسی ذہین اور فطین نائب کو یہاں سے بھیجے جو ایشورارا کی طرح غلطیاں نہ کرے۔

اس کے پاس ایسے ذہین اور سیاسی عملی تجربات رکھنے والے ماتحتوں کی فہرست تھی جو دنیا میں جا کر سیاسی حکمتِ عملی سے وہاں اپنی حکومت قائم کر سکتے تھے اور سونیا سے اس مشین کو واپس لے سکتے تھے۔ یہ دوسرا راستہ محفوظ تھا۔ وہ سیارے میں آرام سے رہ کر اپنے نائب کے ذریعے زمین پر طرح طرح کے ہنگامے برپا کر سکتا تھا۔ اس مشین کو حاصل کرنے تک دنیا والوں کا سکون برباد کر سکتا تھا۔

وہ ایک مشین کے ذریعے ان تجربہ کار سائنسدانوں کی فائلیں پڑھنے لگا۔ جنہوں نے اس کی رہنمائی میں طرح طرح

کی غیر معمولی مشینیں ایجاد کی تھیں۔ ان سب کی کارکردگی اور کارنامے اس کے پیشِ نظر تھے۔ وہ کل دس افراد تھے اور سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ گریٹ ایشورارا نے ان میں سے ایک انتخاب کیا پھر آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین میں اس کے کوڈ نمبر پنچ کیے۔ پلک جھپکتے ہی وہ اسکرین پر نظر آنے لگا۔

وہ اسی لیبارٹری کے ایک حصے میں ایک مشین کے سامنے بیٹھا اس کی اسٹڈی کر رہا تھا۔ کتنے ہی پُرزے سامنے بکھرے پڑے تھے۔ وہ انہیں مشین میں اسمبل کر رہا تھا۔ گریٹ ایشورارا نے اسے مخاطب کیا۔ ''ویل، ذاکرارا...! کیا ہو رہا ہے؟''

ذاکرارا فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر بولا۔ ''اے عظیم بندہ پرور! میں نے ایک چھوٹا سا نیا تجربہ کیا ہے۔ اجازت ہو تو بیان کروں؟''

''اجازت ہے، تو ضرور کسی اہم کارکردگی کا مظاہرہ کرے گا۔''

''تو ہمارا ان داتا بھی ہے اور معلم بھی... ہم نے تیری مہربانیوں سے سائنسی علوم حاصل کیے ہیں۔ جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے' یہ وہ آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین ہے جسے تُو ادھورا چھوڑ کر گیا تھا۔ میں نے اسے مکمل کر کے ایک اضافہ کیا ہے۔''

''بہت خوب..... اس اضافے کی نوعیت کیا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''ہم نے اب تک ایسی تین مشینیں تیار کی ہیں۔ ایک اس ایشورارا کے پاس تھی جو مر چکا ہے۔ دوسری تیرے پاس ہے اور تیسری یہ سامنے رکھی ہوئی ہے۔ ہر مشین میں جن کی تصویریں اور کوڈ نمبرز فیڈ کیے جاتے ہیں۔ ہم انہیں اسکرین پر متحرک دیکھتے ہیں۔ ضرورت نہ ہو تو انہیں اسکرین سے ہی نہیں مشین سے بھی ہمیشہ کے لیے مٹا دیتے ہیں۔''

''تو کوئی نئی بات نہیں کہہ رہا ہے؟''

''نئی بات یہ ہے کہ میری اس مشین کے ذریعے تو مقتول ایشورارا کے مشین میں فیڈ کی ہوئی تمام معلومات کو مٹا سکتا ہے۔ اس مشین میں تیری جو تصویر اور فون نمبرز اور دیگر معلومات ہیں۔ وہ سب مٹ جائیں گی۔''

گریٹ ایشورارا خوشی سے اچھل پڑا۔ ''شاباش...! میرے ہونہار شاگرد...! تُو نے میری ایسی مشکل آسان کی ہے جسے دور کرنا ممکن نہیں تھا۔ تُو نے ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے۔ میں پھر دنیا میں جا کر اس غیر معمولی مشین کو حاصل کر سکوں گا۔''

سونیا کے متعلق فیوچر ٹیلنگ مشین نے کہا تھا کہ کوئی اسے ہلاک نہیں کر سکے گا۔ وہ طبعی موت مرے گی۔ گریٹ ایشورارا نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''کوئی بات نہیں، میں اسے ہلاک نہیں کر سکوں گا لیکن اسے ایسے نقصانات ایسے صدمات پہنچاتا رہوں گا کہ وہ میرے قدموں میں جھکنے پر مجبور ہو جائے گی۔''

وہ لیبارٹری کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ذاکرارا کے پاس آیا پھر اس کی مکمل کی ہوئی مشین کے پاس بیٹھ کر اسے آپریٹ کرنے لگا۔ اس نے اپنی لائی ہوئی مشین کو بھی آن رکھا۔ اس میں مقتول ایشورارا اور مقتول اٹھائیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے تصویریں اور فون نمبرز تھے۔ انہیں ذاکرارا کی مشین کے ذریعے ڈیلیٹ کیا تو ان مرنے والوں کا ریکارڈ اس کی اپنی مشین سے مٹ گیا۔

اب سے پہلے ایک مشین کے ذریعے دوسری مشین کی معلومات کو مٹانے کا سسٹم نہیں تھا۔ اس نئی تکنیک نے گریٹ ایشورارا کے لیے ہماری دنیا میں آنے کے راستے پھر سے کھول دیے تھے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر ذاکرارا کے شانے تھپک کر بولا۔ ''تم نے میری ساری مشکلیں آسان کر دی ہیں۔ میں چوبیس گھنٹے کے اندر پھر اس دنیا میں واپس جاؤں گا۔''

اس نے پھر ہماری طرف آنے کا عزم کیا لیکن آخری فیصلہ کرنے سے پہلے فیوچر ٹیلنگ مشین سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔ وہ اپنی اس مشین کو آن کر کے آپریٹ کرنے لگا۔ تحریر کے ذریعے اس سے باتیں ہونے لگیں۔

پہلے اس نے اپنے موجود حالات بتائے کہ وہ سیارے میں آ گیا ہے۔ اس کے ایک شاگرد نے دوبارہ دنیا میں جانے کا راستہ کھول دیا ہے۔ وہ وہاں پہنچتے ہی سونیا کے پاس رکھی ہوئی مشین سے اپنی تصویریں، کوڈ نمبرز اور اپنی تمام شناخت مٹا دے گا پھر وہ اسے ٹریس نہیں کر سکے گی۔ اپنی مشین کی اسکرین پر اسے کبھی نہیں دیکھ سکے گی۔

پھر اس نے مشین سے پوچھا۔ ''کیا مجھے اس دنیا میں واپس جانا چاہیے؟''

اسے مختصر سا تحریری جواب ملا۔ ''نہیں...''

اس نے پوچھا۔ ''مجھے کیوں نہیں جانا چاہیے؟''

جواب ملا۔ ''تم اپنے شاگرد ذاکرارا کی مشین کو سونیا کے خلاف استعمال نہیں کر سکو گے۔''

''کیا ذاکرارا کی مشین کی کارکردگی میں کوئی کمی یا خرابی رہ گئی ہے؟''

''نہیں، مقدر کی خرابی ہے۔ جب تم دنیا میں جا کر ذاکرارا کی مشین کو استعمال کرو گے تو اس کا کوئی فنکشن بابا صاحب کے ادارے کے اندر نہیں پہنچ پائے گا۔ سونیا اپنی

مشین کے ساتھ اس ادارے کے اندر پہنچ گئی ہے۔''

گریٹ ایشورارا مایوس ہو کر اسکرین پر ابھری ہوئی تحریر کو پڑھ رہا تھا۔ وہ مشین کہہ رہی تھی۔ ''اس کے برعکس اس ادارے کے اندر بیٹھی ہوئی سونیا اپنی مشین کی اسکرین پر تمہیں دیکھ لے گی۔ تمہارے ذریعے زیرِ زمین خفیہ لیبارٹری کا سراغ لگا لے گی۔ تمہیں دنیا میں کہیں بھاگنے..... کہیں پناہ لینے نہیں دے گی۔''

ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ خوشی سے اچھل رہا تھا..... خوش ہو رہا تھا کہ ذاکرارا نے اس کی ساری مشکلیں آسان کر دی ہیں۔ اب معلوم ہو رہا تھا کہ سونیا نے بابا صاحب کے ادارے میں پناہ لے کر مشکلیں اور بڑھا دی ہیں۔ آئندہ وہ کسی بھی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کے ذریعے دکھائی نہیں دے گی۔ اس کے برعکس اسے دیکھتی رہے گی۔ بہ الفاظ دیگر اسے اپنی دنیا میں قدم رکھنے نہیں دے گی۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے سوال کیا۔ ''کیا میں اپنے ایک ذہین شاگرد ذاکرارا کو اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیج سکتا ہوں؟ کیا اس نائب کی پشت پر رہ کر ساری دنیا کو تسخیر کر سکتا ہوں؟''

مشین سے جواب ابھرا۔ ''ذہانت، حاضر دماغی اور حکمتِ عملی سے کام لیا جائے گا تو کامیابی ہوگی۔''

''کیا سونیا اور دیگر روحانی علوم جاننے والے رکاوٹیں پیدا کریں گے؟''

''تمہیں پہلے بھی مشورہ دیا گیا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے سے اور روحانی علوم جاننے والوں سے کترا کر ان مسلمانوں سے دور رہ کر کامیابی حاصل کر سکتے ہو۔ پوری دنیا پر نہ سہی..... دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر اپنی حکومت قائم کر سکتے ہو۔''

''یہ کیسے ممکن ہے؟ مسلمان ہمیں اپنی دنیا پر حکومت نہیں کرنے دیں گے۔''

''مسلمان دنیا کو اور دنیا کی ہر چیز کو اپنی نہیں خدا کی ملکیت کہتے ہیں۔ اس ملکیت کو جو بھی راستی اور ایمانداری سے سنبھالنا چاہے، اس پر اعتراض نہیں کرتے۔ تم ان کے دین کے خلاف محاذ آرائی نہیں کرو گے تو وہ تمہاری قدر کریں گے۔ ایک بات یاد رکھو کہ وہ خدا کے سوا کسی کی حکمرانی قبول نہیں کریں گے۔''

''پھر بات کیسے بنے گی؟''

''مسلمان دنیا کے جتنے ممالک ہیں۔ وہاں حاکم بننے کی بات نہ کرو۔ اس طرح تمہیں پوری روٹی نہ سہی آدھی روٹی کھانے کو ملے گی۔ آدھی دنیا پر حکومت کر سکو گے۔''

''کیا مجھے بابا صاحب کے کو صلح کا پیغام بھیجنا چاہیے؟''

مشین نے جواب دیا۔ ''اب تک تمہاری جنگ یک طرفہ رہی ہے۔ انہوں نے لڑائی نہیں کی۔ دوسرے لفظوں میں تمہیں کوئی اہمیت نہیں دی۔ وہ صرف دینِ اسلام کو ماننے والوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ باقی مذاہب اور قوموں سے دنیاوی اور رسمی تعلقات رکھتے ہیں۔''

گریٹ ایشورارا تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ ''میرے ذہن میں ایک زبردست آئیڈیا ہے۔ اگر ہم ان کا دین قبول کر لیں تو کیا ان کی حمایت اور دوستی حاصل ہو جائے گی؟''

''سیارے والوں کا کوئی خدا، کوئی مذہب نہیں ہے۔ اگر مسلمانوں کا مذہب قبول کرو گے تو بابا صاحب کے ادارے والے آگے بڑھ کر خوش آمدید کہیں گے اور تم سب کو گلے لگائیں گے۔''

''تو پھر یہ طے ہے کہ ہم ان کے ہی دینی ہتھیار سے انہیں مغلوب کر سکیں گے۔''

مشین نے جواب دیا۔ ''سیاسی چالبازیاں عارضی طور پر کامیابیوں سے ہمکنار کرتی ہیں پھر یہ کہ روحانیت کے حامل دلوں کے بھید جان لیتے ہیں۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم مسلمان نہیں کھوٹے سکے بن کر آئے ہو۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''ہمارے پاس ایسی مشین ہے جو کسی کا بھی برین واش کر کے اس کی شخصیت بدل دیتی ہے۔ ہم اس کے ذریعے اپنے پچیس کافروں کو سچا مسلمان بنا سکتے ہیں۔ روحانیت کے حامل ہمارے ماتحتوں کے دلوں اور دماغوں کی گہرائیوں میں اتر کر بھی یہی دیکھیں گے کہ وہ سچے مسلمان ہیں کیونکہ سچ مچ ان کے ذہن تبدیل ہو چکے ہوں گے اور وہ واقعی دل سے مسلمان بن چکے ہوں گے۔''

''ایسی بات ہے تو بابا صاحب کے ادارے سے تمہارے تعلقات مستحکم رہیں گے۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''اس طرح ہمارے ان پچیس ماتحتوں کو بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے اور وہاں رہ کر بہت سی معلومات حاصل کرنے کے مواقع ملتے رہیں گے۔ وہاں کے راز ہمیں معلوم ہوتے رہیں گے۔''

''ایسا نہیں ہوگا۔ تمہارے وہ پچیس مسلمان وہاں کا کوئی راز تم تک نہیں پہنچائیں گے۔ کیونکہ وہ سچے دیانتدار ہوں گے۔ اپنے دین کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔''

وہ بولا۔ ''میں تم سے مشورے لے رہا ہوں۔ میرے

ذہن میں یہ بات ہے کہ جب میرے پچیس ماتحت اس ادارے کے تمام راز اور تمام کمزوریاں معلوم کر لیں گے تو میں ان سب کی شخصیتیں پھر سے تبدیل کروں گا۔ وہ پھر ایک بار مسلمان سے کافر ہو کر تمام راز مجھ تک پہنچائیں گے۔'' وہ بڑے جوش اور جذبے سے بول رہا تھا۔ ''اس کے بعد وہ پچیس افراد دوبارہ سچے مسلمان بن کر ان مسلمانوں سے گھل مل جائیں گے۔ یہ سب کچھ اتنی رازداری سے ہوگا کہ کسی بھی روحانیت کے حامل کو خبر نہیں ہوگی کہ درپردہ کیا ہو چکا ہے؟''

مشین نے کہا۔ ''تدبیر واقعی زبردست ہے۔ جب تک وہ دل اور دماغ کی گہرائیوں سے سچے مسلمان بن کر رہیں گے، تب تک ان پر کسی طرح کا شبہ نہیں کیا جا سکے گا۔ خیال خوانی کے ذریعے اور روحانی علوم کے ذریعے بھی یہ ثابت ہوتا رہے گا کہ وہ سب سچے اور ایماندار ہیں۔''

''کیا یہ تیری پیشگوئی ہے کہ اس طریقۂ کار سے مجھے کامیابی حاصل ہوگی؟''

''کامیابی ہوگی بشرط یہ کہ تجھ سے اور مسلمان بننے والے ماتحتوں سے کوئی غلطی نہ ہو۔''

''غلطیاں کیا ہو سکتی ہیں؟''

''ستاروں کی چالیں اور مقدر کا لکھا بھی بدل جاتا ہے۔ انسانوں کے درمیان ایک دوسرے کے عمل اور ردِعمل سے ایک دوسرے کے حالات اور مزاج بدلتے ہیں۔ ایسی تبدیلیوں کے دوران میں کسی نہ کسی سے کوئی نہ کوئی غلطی ہوتی ہی ہے۔ غلطیاں نہ ہوں تو دنیا میں عجیب و غریب تماشے نہ ہوں۔''

اس نے مشین کو آف کر دیا۔ بے شک غلطیاں سب ہی سے ہوتی ہیں۔ سنبھلنے کی صلاحیتیں رکھنے والے ہی اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اس نے طے کر لیا کہ اپنے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی شخصیت تبدیل کر کے انہیں دنیا میں مسلمانوں کے پاس بھیجے گا، جہاں وہ سچے دل و دماغ سے اسلام قبول کریں گے۔ اس کا ذہین و فطین شاگرد ذاکرارا بھی اس دنیا میں رہ کر آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کے ذریعے ان سب کی نگرانی کرتا رہے گا۔

تدبیر واقعی زبردست تھی۔ ذاکرارا اپنے ان پچیس ماتحتوں سے خیال خوانی کے ذریعے کبھی رابطہ نہ کرتا۔ مشین کی اسکرین پر بڑی رازداری سے ان کی نگرانی کرتا رہتا اور تمام اہم رپورٹ سیارے میں گریٹ ایشورارا تک پہنچاتا رہتا۔ فی الحال یہ طریقۂ کار بڑی حد تک کامیابی کا یقین دلا رہا تھا۔

سونیا بابا صاحب کے ادارے میں آ گئی۔ اس نے آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کو ادارے کے سائنسدانوں کے حوالے کر دیا۔ ہمارے سائنسدان اس کے آلات اور مختلف پرزوں کو اور ان کی کارکردگی کو اچھی طرح سمجھ کر ویسی ہی دوسری مشینیں تیار کر سکتے تھے۔ ایشورارا حرام موت مرتے مرتے ہمیں ایک انمول اور غیر معمولی مشین دے گیا تھا۔

اُدھر تل ابیب میں امریکی اور یورپ کے تمام اکابرین آ چکے تھے۔ دن کے دس بجے وہ سب کانفرنس ہال میں مجھ سے باتیں کرنے والے تھے۔ انہیں ایشورارا کی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ موسس نے انہیں یقین دلایا تھا کہ اس نے جان کی قربانی پیش کر کے ان سب کو ایشورارا کے عذاب سے اور اس کی غلامی سے نجات دلائی ہے۔ کانفرنس ہال میں سب ہی اس پیشوائے اعظم سے محبت اور عقیدت کا اظہار کر رہے تھے۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں تم سب کی سلامتی اور آزادی کے لیے جدوجہد کرتا رہا۔ میں نے سیارے کے پچیس آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا مگر تم لوگوں نے میری قدر نہیں کی۔ مجھے الزام دیا کہ میں نے ایشورارا کو تمہارا جانی دشمن بنا دیا ہے۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''آپ نے ہماری بہتری کے لیے انہیں ہلاک کیا مگر اس نے ہمارے بے شمار بے گناہ رشتے داروں کو مار ڈالا۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم آپ سے بدظن ہو گئے تھے۔''

موسس نے کہا۔ ''دشمنوں کو موت دینے اور ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے جان و مال کی قربانیاں دینی ہی پڑتی ہیں۔ آپ لوگ ایسے وقت میری قدر کر رہے ہیں جب میری زندگی کی چند سانسیں باقی رہ گئی ہیں۔ فرہاد ابھی آئے گا، آپ سے باتیں کرے گا پھر مجھے قتل کر کے چلا جائے گا۔''

یہ سن کر سب ہی تڑپ گئے۔ بڑے دکھ سے اور دل کی گہرائیوں سے کہنے لگے کہ اسے مرنے نہیں دیں گے۔ مجھ سے اس کی زندگی کی بھیک مانگیں گے تو میں انکار نہیں کروں گا۔ میں وہاں ایک آئرکار کے اندر موجود تھا۔ ان کی باتیں سن رہا تھا۔

میں نے کہا۔ ''میں تمہارے پیشوائے اعظم کو کیوں معاف کروں؟ اس نے ہمارے خلاف بہت بڑا جرم کیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرنے کے لیے ایک تحریک چلائی اور تم تمام اکابرین کو ایک پلیٹ فارم پر لے آیا۔ ہمیں کچلنے کے لیے متحدہ تنظیم بنائی۔ کیا ہم ایسے بدترین

دشمن کو معاف کر دیں گے.....؟ ہرگز نہیں...''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''یہاں ہم سب متحدہ تنظیم کے ارکان بیٹھے ہیں اور سیکڑوں اکابرین اپنے اپنے ملک میں ہیں۔ ہم سب نے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف سازشیں کیں۔ کیا تم ہم سب کو بھی مار ڈالو گے؟''

میں نے کہا۔ ''بے شک بدترین جان لیوا دشمنوں کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ تم سب ہم سے دشمنی کی سزا پاؤ گے مگر آہستہ آہستہ آرام آرام سے...ہمیں جلدی نہیں ہے۔ جلدی ہوتی تو میں خیال خوانی کے ذریعے بڑی رازداری سے اس ہال میں بھاری قوت کا بم نصب کراتا پھر تم سب ایک ہی دھماکے سے جہنم میں پہنچ جاتے۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''بے شک، تم ہمارے خلاف بہت کچھ کر سکتے ہو۔ ہم نے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی کی۔ یہ ہماری بہت بڑی غلطی تھی۔ پتا نہیں دوسرے اکابرین کیا کہیں گے؟ میں سب کے سامنے کہتا ہوں کہ اپنے کیے پر نادم ہوں۔ تم سے معافی مانگتا ہوں۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''میری طرح تمام اکابرین کو جناب علی اسد اللہ تبریزی سے معافی مانگنی چاہیے۔''

میں نے کہا۔ ''مجھ سے اور اعلیٰ حضرت سے معافی نہ مانگی جائے۔ ہم خوب سمجھتے ہیں کہ جو لوگ شرم اور غیرت کو کچل کر سیارے والوں کے غلام بن سکتے ہیں۔ وہ اپنی سلامتی کے لیے جھوٹی ندامت کا اظہار کر کے معافی بھی مانگ سکتے ہیں۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ٹھیک ہے ہم بے شرم اور بے غیرت ہیں۔ ہم نے تمہارے خلاف سازشیں کیں۔ تم کیا کرو گے؟ کیا ساری دنیا میں خود کو بدنام کرنے کے لیے یہاں قتل عام کرو گے؟ ہماری بیویوں اور بچوں کو مار ڈالو گے؟ جو کام ایشورارا سے ادھورا رہ گیا ہے' اسے تم پورا کرو گے؟''

میں نے کہا۔ ''ہم قصائی ہوتے تو ابھی چیل کوئے تمہاری بوٹیاں کھا رہے ہوتے۔ میں تو یہ کہنے آیا ہوں کہ دنیا کو اپنے باپ کی جاگیر نہ سمجھو کہ جسے چاہا اس کے حوالے کیا اور اس کے غلام بن گئے۔ ہم نے ایشورارا اور اس کے باقی آدمیوں کو ختم کیا۔ تم سب کو غلامی، خوف و دہشت سے نجات دلائی۔ ہمارا شکریہ ادا نہیں کرتے نہ کرو مگر ذرا دیر کے لیے شرم سے سر تو جھکا لو۔''

''تمہیں بھی شرم آنی چاہیے۔ تم ایک معزز پیشوائے اعظم کو ہلاک کرنا چاہتے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''یہ معزز نہیں ہے جھوٹا اور فریبی ہے۔ یہ تم لوگوں کی خاطر میرے ہاتھوں جان نہیں دے گا بلکہ میری ہونے والی بیٹی کو قتل کرنے کے جرم میں سزائے موت پائے گا۔ تم سب بڑے طاقتور ممالک کے اکابرین کہلاتے ہو۔ اپنی طاقت کے ذریعے اسے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔''

موسس نے کہا۔ ''مجھے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ تم اپنے ادارے کے مضبوط قلعے میں ہو لیکن میں تمہارے ہاتھوں نہیں مروں گا۔''

اس نے اپنے لباس میں سے ایک شیشی نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ زود اثر زہر ہے۔ اس سے پہلے کہ تم کسی کے ذریعے گولی چلاؤ..... مجھے نشانہ بناؤ، میں خود ہی اس دنیا سے جا رہا ہوں۔''

یہ کہتے ہی اس نے شیشی کو کھول کر منہ سے لگا لیا۔ تمام حاضرین اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ جو اس کے قریب تھے، وہ آگے بڑھ کر اسے روکنا چاہتے تھے مگر اس سے پہلے ہی زہر اس کے حلق سے اتر چکا تھا۔ وہ چکرا کر گر پڑا تھا۔

مسلح گارڈز نے اسے اٹھا کر ایک بڑی سی میز پر لٹا دیا۔ میں اس کی آخری سانسوں میں اس کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''تم مذہبی پیشوا ہو۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ خودکشی حرام ہے۔ تم نے....''

میں پوری بات نہ کہہ سکا۔ اچانک ہی میری سوچ کی لہریں باہر نکل آئیں۔ اس کا دم نکل چکا تھا۔ اکابرین حیران و پریشان تھے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ پُراسرار قوتیں رکھنے والا پیشوا یوں اچانک ہی موت کو گلے لگا لے گا۔ سب ہی اس کے متعلق کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے اور اپنے رنج و غم کا اظہار کر رہے تھے۔

ایسے میں موسس کے جانے والے دس ایسے عقیدت مند وہاں آئے جو اس کے شاگرد تھے اور دن رات اس کی عبادت گاہ میں رہا کرتے تھے۔ وہ دس افراد اپنے ساتھ ایک تابوت لائے تھے۔ ایک شاگرد نے ایک کاغذ فوج کے اعلیٰ افسر کو دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہمارے پیشوائے اعظم کی آخری وصیت اور آخری خواہش ہے۔ آپ اسے بلند آواز میں پڑھ کر حاضرین کو سنا دیں۔''

وہ اعلیٰ افسر کاغذ کو کھول کر بلند آواز سے پڑھنے لگا۔ مرنے والے نے لکھا تھا۔ ''میں پورے ہوش و حواس میں رہ کر یہ لکھ رہا ہوں' کل صبح دس بجے کانفرنس ہال میں تمام اکابرین کے سامنے خودکشی کروں گا۔ میں نے کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی، فرہاد علی تیمور سے بھی مات نہیں کھاؤں گا۔

میں بہت پہلے ہی اپنے مقدر کا لکھا پڑھ چکا تھا۔ میری موت خودکشی کے نتیجے میں ہونے والی ہے اور جب ایسا ہو جائے تو میری لاش کو میرے دس شاگردوں کے حوالے کر دیا جائے۔ میرے شاگرد دس دن تک اپنے پاس میری لاش رکھیں گے۔ مجھ سے سیکھے ہوئے منتر پڑھیں گے۔ تمام دن تمام رات بھوکا پیاسا رہ کر مجھ پر عمل کریں گے۔

جب تک یہ تمام شاگرد عمل کرتے رہیں' تب تک کوئی ان کے قریب نہ آئے پھر اس تمام عمل کے بعد آپ ایک کرشمہ دیکھیں گے۔ میں اپنے تابوت میں اٹھ کر بیٹھ جاؤں گا۔ مجھے نئی زندگی ملے گی۔''

یہ سن کر سب ہی نے حیرت اور مسرت کا اظہار کیا۔ ایک اعلیٰ افسر نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا واقعی ایسا ہو گا؟ کوئی مرنے کے بعد بھی زندگی نہیں پاتا.....''

کسی نے کہا۔ ''پیشوائے اعظم کوئی عام آدمی نہیں تھے۔ وہ روحانیت کے حامل تھے، پُراسرار علوم جانتے تھے۔ ان کے لیے ناممکن کو ممکن کر دکھانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔''

فوج کا ایک اعلیٰ افسر اس وصیت کو پڑھ رہا تھا۔ موسس نے لکھا تھا۔ ''میں نے کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی۔ تمام اکابرین اس بات کے گواہ رہیں گے کہ فرہاد کو شکست دے کر پھر ایک بار واپس آنے کے لیے جا رہا ہوں۔ وہ حسرت زدہ فرہاد آئندہ میرے سائے تک بھی نہیں پہنچ پائے گا۔

میں تمام اکابرین کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی متحدہ تنظیم کو پھر سے منظم اور مضبوط کریں۔ ہمارے دشمن سیارے والے نہیں' یہ مسلمان ہیں۔ ہم اپنے اتحاد سے انہیں کچل کر رکھ دیں گے۔

آج سے دس دن کے بعد مجھے ایک نئی زندگی ملے گی مگر میں کسی کو نظر نہیں آؤں گا۔ آپ حضرات صرف میری آواز اور میری ہدایات سن سکیں گے۔

اب آپ دس دنوں تک انتظار کریں اور میرے شاگردوں کو میری لاش لے جانے دیں۔ ہم پھر ملیں گے۔''

اعلیٰ افسر نے اس تحریر کو پڑھنے کے بعد تمام حاضرین کو دیکھا۔ انہوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ اس وصیت پر عمل کیا جائے۔ ان دس شاگردوں نے ان کی اجازت سے لاش کو تابوت میں رکھا پھر اسے لے گئے۔ میں نے پھر اس مردہ پیشوا کے اندر پہنچنا چاہا اور ناکام رہا۔ میری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ واقعی وہ مر چکا تھا۔

یہ ہمارا ایمان ہے کہ ہم مرنے کے بعد روزِ قیامت اٹھائے جائیں گے۔ کوئی مرنے والا معجزاتی زندگی پا کر دنیا میں کبھی واپس نہیں آتا۔ کالا علم جاننے والے بعض اوقات ایسے تماشے اس طرح دکھاتے ہیں کہ حقیقتاً وہ مرتے نہیں ہیں۔ اپنی موت کے مقررہ دن سے پہلے کالے علم کے ذریعے اپنی سانسوں کی بندش کرتے ہیں اور خود کو مردہ ظاہر کرتے ہیں۔

ہماری دنیا میں ایسے تماشے دیکھے گئے ہیں۔ پُراسرار علم جاننے والے چند گھنٹوں کے لیے اپنے دل کی دھڑکنوں کو ساکت اور دماغ کو سُن کر دیتے ہیں۔ ان کا وہ خاص علم چند گھنٹوں کے بعد ان کی سانسوں کو بحال کر دیتا ہے۔ یوں دوبارہ زندہ ہونے کا دعویٰ کر کے وہ تماشائیوں کو حیران کر دیتے ہیں۔

موسس نے بھی یہی کیا تھا۔ وہ پچھلی رات پُراسرار علم کے ذریعے خود پر عمل کرتا رہا تھا۔ ایک عامل بن کر خود کو معمول اور تابعدار بنا کر یہ بندش کرتا رہا تھا کہ اس کا دل اور اس کے پھیپھڑے تقریباً چھ گھنٹوں تک اپنی روٹین کے مطابق کام نہیں کریں گے۔ بالکل ساکت رہیں گے پھر سانس کی بحالی کا جو وقت مقرر کیا گیا ہے.....ٹھیک اسی وقت سے دل خون پمپ کرے گا۔ پھیپھڑے سانسوں کی آمد و رفت جاری کریں گے اور دماغ سکتے سے نکل آئے گا۔

مجھے شبہ تھا کہ وہ مکاری دکھا رہا ہے۔ اپنے پُراسرار علم کے ذریعے اکابرین اور اپنے عقیدت مندوں کو متاثر کرنے والا ہے۔ میں نے ہر آدھے اور ایک گھنٹے بعد اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی۔ ہر بار سوچ کی لہروں نے واپس آ کر یہی سمجھایا کہ وہ مر چکا ہے۔

میں نے کسی حد تک یقین کر لیا۔ یہ سوچا کہ آئندہ کسی دن اس کے اندر جاؤں گا یا پھر دس دن کے بعد اس کی خبر لوں گا۔ اگر واقعی اسے دوسری زندگی ملے گی تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ کالے عمل کے ذریعے یہ تماشا دکھا رہا ہے۔

سونیا مجھ سے کہتی تھی۔ ''اس کم بخت کے پاس جاتے رہو۔ ان گیارہ دنوں میں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ واقعی دوبارہ زندہ ہو گا یا نہیں؟''

میں نے دوسرے تیسرے دن اس کی خبر لی اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی..... ہر بار یہی ثابت ہوتا رہا کہ وہ مر چکا ہے۔ اسے دعویٰ کے مطابق گیارہویں دن زندہ ہونا چاہیے تھا۔ اس روز بھی میری سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آ گئیں۔ مجھے یاد آیا کہ اس نے کانفرنس ہال میں آخری بار کہا تھا۔ ''تمام اکابرین اس بات کے گواہ رہیں گے کہ فرہاد کو

شکست دے کر پھر ایک بار واپس آنے کے لیے جا رہا ہوں۔ وہ حسرت زدہ فرہاد آئندہ میرے سائے تک بھی پہنچ نہیں پائے گا۔''

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اگر زندہ ہو چکا ہے تو اپنی شخصیت اور اپنا لب و لہجہ بدل چکا ہے۔ شاید گمنام رہ کر ہمارے خلاف سازشیں کرتا رہے گا۔ گیارہویں دن کی شام کو میں نے دو چار اکابرین کے اندر جا کر چپ چاپ ان کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ زندگی کی طرف لوٹ آیا ہے۔ اس نے ان اکابرین سے رابطہ کیا تھا اور ایک نئی زندگی حاصل کرنے کی خوش خبری انہیں سنائی تھی۔

ایک اعلیٰ حاکم کی سوچ نے کہا۔ ''اس کی آواز، لب و لہجہ بدل گیا ہے۔ میں اسے پیشوائے اعظم تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ اس نے بے نیازی سے کہا کہ نہ تسلیم کرو۔ میں متحدہ تنظیم کے استحکام اور بابا صاحب کی تباہی کے لیے جو کچھ کرتا رہوں گا۔ اس کے پیش نظر جلد ہی مان لو گے کہ میں ہی تمہارا پیشوائے اعظم برائٹ موسس ہوں۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''آپ ہمارے پیشوائے اعظم کے منصوبوں کے مطابق عمل کرتے رہیں گے۔ ہمارا بھرپور ساتھ دیتے رہیں گے تو ہم ضرور آپ کو اپنا رہنما اور پیشوا تسلیم کریں گے۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے اس سے پوچھا۔ ''آپ ہم اکابرین سے چھپ رہے ہیں۔ کیا فرہاد اور روحانیت کے علوم جاننے والوں سے بھی چھپ سکیں گے؟''

وہ بڑے فخر سے بولا۔ ''میں نے ایک ایسی نئی زندگی حاصل کی ہے کہ روحانیت کا کوئی عامل اور آڈیو ویڈیو لیپچرنگ مشین بنانے والے بھی مجھے ڈھونڈ نہیں پائیں گے۔''

میں نے سونیا سے کہا۔ ''وہ بہت بڑا دعویٰ کر رہا ہے۔ کیا ہم اپنی غیر معمولی مشین سے اسے ڈھونڈ پائیں گے؟ ہمیں اپنی مشین کو آزمانا چاہیے۔''

وہ مشین ادارے کے سائنسی شعبے میں تھی۔ ہمارے سائنسداں دس پندرہ دن تک اس پر کام کرتے رہے پھر انہوں نے وہ مشین سونیا کے حوالے کر دی۔ وہ اسے آسانی سے آپریٹ کرنے لگی تھی۔ کوئی دشواری پیش آتی تو ہمارے سائنسداں اسے گائیڈ کر دیتے تھے۔

اس نے سب سے پہلے گریٹ ایشورارا کے نمبر پنچ کیے۔ وہ اسکرین پر نہ متحرک دکھائی دیا۔ نہ اس کی آواز سنائی دی۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ ہماری اس دنیا میں نہیں ہے۔ پتا نہیں سیارے سے کب واپس آئے گا؟ اس کے کسی نائب اور ماتحت کی تصویر اور کوڈ نمبر نہیں تھے۔ ابھی یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ ان میں سے کوئی ہماری دنیا میں موجود ہے یا نہیں؟

برائٹ موسس نے کانفرنس ہال میں خودکشی کرنے سے پہلے خود پر ایسا عمل کیا تھا جس کے نتیجے میں وہ روحانیت کے کسی عامل کو یا جادو ٹونا کرنے والوں کو دکھائی نہ دیتا۔ جب سونیا نے اپنی آڈیو ویڈیو لیپچرنگ مشین سے دیکھنا چاہا تو واقعی اس کے پُراسرار عمل نے مہارت دکھائی، وہ اسکرین پر نظر نہیں آیا۔

یہ موسس کی بہت بڑی کامیابی تھی مگر ناکامی بھی تھی۔ اسکرین پر وہ تو نظر نہیں آیا لیکن جہاں اس وقت تھا، وہ مکان دکھائی دے رہا تھا۔ دراصل اس نے صرف اپنے وجود کے اطراف حصار باندھا تھا۔ ایسے پُراسرار عمل کے نتیجے میں وہ صرف اپنے عقیدت مندوں کو دکھائی دیتا۔ باقی لوگوں کے روبرو آ کر بھی نادیدہ رہتا۔

اس وقت وہ اپنے ایک رازدار عقیدت مند میکی البرٹ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی آواز میکی البرٹ تک پہنچ رہی تھی۔ یعنی اس کے طلسمی حصار سے باہر آ رہی تھی۔ اس لیے ہماری مشین کے آڈیو سسٹم نے اس آواز اور لب و لہجے کو پنچ کر کے میکی البرٹ کو اسکرین پر پیش کیا۔

سونیا نے کہا۔ ''یہ عجیب جادوگری دکھا رہا ہے۔ ہمارے پاس یہ مشین نہ ہوتی تو اس کا دعویٰ درست ہوتا۔ تم اس کے سائے تک بھی پہنچ نہ پاتے۔''

میں نے کہا۔ ''وہ بہت بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ کیا کہتی ہو اسے ذرا سی ٹھیس پہنچائی جائے؟''

''ہاں، مگر ابھی خود کو ظاہر نہ کرو۔''

میں نے موسس کی موجودہ آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ میں اسے کچھ کہہ نہ سکا۔ میری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔

سونیا اسکرین پر دیکھ رہی تھی۔ وہ نادیدہ پیشوا اپنے شاگرد سے کہہ رہا تھا۔ ''میکی! کوئی میرے اندر آنا چاہتا ہے۔''

میکی نے سر جھکا کر کہا۔ ''اے پیشوائے اعظم! تو اکابرین کے اندر جا کر بولتا ہے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تیری نئی آواز سن لی ہوگی۔''

''ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمان ہی میرے دشمن ہیں۔ شاید فرہاد میرے اندر آ کر تصدیق کرنا چاہتا ہے کہ میں برائٹ موسس ہوں یا نہیں؟''

میکی نے کہا۔ ''صرف دشمن ہی نہیں..... دوست بھی تیری حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تیرے عقیدت مند ہیں۔ وہ بھی تجھے پہچاننا چاہتے ہوں گے۔''

موسس چار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس باری باری گیا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا تم میں سے کوئی میرے اندر آنا چاہتا تھا؟ ابھی میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔''

ان چاروں نے کہا کہ وہ اپنے یوگا جاننے والے پانچ افسران کی اجازت کے بغیر کسی سے دماغی رابطہ نہیں رکھتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی تھوڑی دیر پہلے اس کے اندر نہیں آیا تھا۔

موسس نے میکی سے کہا۔ ''بس یہ یقین ہو چکا ہے کہ فرہاد آیا تھا۔ میں اسے کبھی اپنے اندر گھسنے نہیں دوں گا۔''

میں سونیا کے ساتھ بڑی دیر تک اسکرین پر میکی کو دیکھتا رہا۔ موسس کے بارے میں ویسے ان کی گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ وہ تل ابیب چھوڑ کر یروشلم آ گیا ہے۔ اسے پورا یقین تھا کہ کوئی اسے دیکھ نہیں سکے گا اور نہ ہی یروشلم کے اس بنگلے تک کبھی کوئی پہنچے گا۔ لوگ بڑے خوش فہم ہوتے ہیں۔ پورے یقین کے ساتھ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کے خلاف کچھ ایسا ویسا نہیں ہوگا۔ جب کہ خلافِ توقع ایسا بھی ہو جاتا اور ویسا بھی...

میں نے ادارے کے انچارج سے فون پر کہا۔ ''ہمارے جو جاسوس یروشلم میں ہیں، ان میں سے کسی سے بات کراؤ۔''

پانچ منٹ کے اندر ایک جاسوس نے فون پر مجھے مخاطب کیا۔ ''سر! میں یروشلم سے بول رہا ہوں۔''

''ٹھیک ہے، فون بند کرو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے باتیں کروں گا۔''

ہم نے اپنے فون بند کیے۔ میں اسے یہودیوں کے پیشوائے اعظم برائٹ موسس کے موجودہ حالات بتانے لگا۔ وہ تمام باتیں سن کر بولا۔ ''میں سمجھ گیا سر! وہ مجھے بھی نظر نہیں آئے گا۔ میں اس کے دستِ راست میکی البرٹ کو نظروں میں رکھوں گا۔ وہ کہیں تنہائی میں بول رہا ہوگا تو یقیناً موسس سے بات کر رہا ہوگا۔''

''بالکل یہی بات ہے۔ تم اندازہ کرو گے کہ میکی کس سمت دیکھ کر بول رہا ہے۔ موسس اسی سمت میں ہوگا۔ اسے ہلاک..... نہیں کرنا ہے۔ کسی طرح زخمی کر کے چھوڑ دینا ہے۔''

''آل رائٹ سر! میں یہی کروں گا۔''

میں نے اس کے اندر رہ کر اسے موسس کے بنگلے کے سامنے پہنچا دیا۔ شکار اگرچہ نادیدہ تھا مگر ہماری دسترس میں تھا۔ ہم اسکرین پر میکی کو دیکھ رہے تھے۔ فی الوقت وہ دوسرے کاموں میں مصروف ہو گیا تھا۔ وہ بھی یوگا کا ماہر تھا۔ میں نے اس کے اندر جانے کی زحمت نہیں کی۔ ویسے بھی زیادہ دردسری کی ضرورت نہیں تھی۔

میں نے اپنے جاسوس نجیب اللہ سے کہا۔ ''اگر اس پر حملہ کرنے کی سہولت حاصل ہو تو فوراً مجھ سے رابطہ کرو۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔''

سونیا نے مشین کو آف کر دیا۔ موسس اگر دکھائی دیتا تو نجیب اللہ فوراً ہی بنگلے میں گھس کر اسے زخمی کر دیتا۔ پتا نہیں وہ بنگلے کے کس حصے میں تھا؟ نجیب اللہ کو نظر نہ آتا اس کے برعکس موسس اسے دیکھ کر کوئی بھی نقصان پہنچا سکتا تھا۔ کامیابی اسی وقت ممکن تھی..... جب وہ اپنے رازدار میکی سے باتیں کرتا رہتا۔

سونیا نے تقریباً دو گھنٹے بعد کہا۔ ''فرہاد! یہاں آؤ، موسس کہیں جا رہا ہے۔''

میں نے مشین کے پاس آ کر اسکرین پر دیکھا۔ میکی تنہائی میں کچھ بولتا ہوا بنگلے کے باہر آ رہا تھا۔ اس کی باتوں سے پتا چل گیا کہ وہ تنہا نہیں تھا۔ اس وقت کہہ رہا تھا۔ ''آپ کار کی پچھلی سیٹ پر آرام سے بیٹھے رہیں تو یہ مناسب رہے گا۔ اس طرح آپ آس پاس سے گزرنے والوں سے نہیں ٹکرائیں گے۔''

موسس کی آواز سنائی دی۔ ''دوپہر کی گرمی میں دیوارِ گریہ کے پاس لوگوں کی بھیڑ نہیں ہوتی۔ میں کار سے نکل کر کسی سے ٹکرائے بغیر دیوار تک پہنچ جاؤں گا۔''

بیت المقدس کے عقبی حصے میں ایک دیوار ہے جسے دیوارِ گریہ کہا جاتا ہے۔ یہودی مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے اس دیوار سے لگ کر گریہ وزاری کرتے ہیں۔ دانستہ و نادانستہ سرزد..... ہونے والے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے روتے ہیں۔ رونا نہ آئے تب بھی روتے ہیں اور دل کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں۔ وہ یہودی پیشوا بھی اپنے عقیدے کے مطابق اس دیوار سے لپٹ کر رونے جا رہا تھا۔

میں نے نجیب اللہ سے کہا۔ ''وہ میکی کے ساتھ ہے اور بنگلے کے سامنے کھڑی ہوئی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے جا رہا ہے۔''

نجیب پہلے ہی میکی کو بنگلے سے نکلتے دیکھ چکا تھا۔ اس کے انداز سے سمجھ گیا تھا کہ موسس کے ساتھ کار کی طرف آ رہا

ہے۔ وہ احاطے کی دیوار پھاند کر اندر آ گیا تھا۔ اس وقت میکی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر ایک طرف یوں ہٹ گیا تھا جیسے موسس کو پچھلی سیٹ پر جانے کا راستہ دے رہا ہو۔

ایسے ہی وقت نجیب نے ریوالور کی نال نیچی کرتے ہوئے دو فائر کیے۔ موسس کی کراہ سنائی دی۔ میکی ایک دم سے چونکتے ہوئے اپنے لباس سے ریوالور نکالنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی نجیب اسے گولی مار کر وہاں سے نکل آیا۔

میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''ہائے موسس! ہائے ہائے کر رہے ہو؟''

وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ نظر نہیں آ رہا تھا مگر اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ ایک گولی ران میں اور دوسری گولی پاؤں کی پنڈلی میں لگی ہے۔ وہ دونوں پیروں سے معذور ہو کر اس طرح گرا تھا کہ نصف کار کے اندر اور نصف کار کے باہر تھا۔

میں نے کہا۔ ''پیشوائے اعظم! تیری یہ پُراسرار قوتیں کہاں گئیں؟ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے ادارے کے کسی بھی روحانیت کے حامل سے مدد نہیں لی ہے۔ تُو نے کہا تھا کہ میں تیرے سائے تک بھی پہنچ نہیں پاؤں گا۔ میں تو پہنچ گیا ہوں مگر تو خود ہی سایہ بن گیا ہے۔ کسی کو نظر نہیں آ رہا ہے پھر کون تجھے اسپتال پہنچائے گا؟''

میکی مر چکا تھا۔ موسس تکلیف کی شدت سے چیخنے لگا۔ ''ہیلپ.... پلیز ہیلپ می....''

تین بار فائر کی آواز کتنی ہی دور تک گئی۔ کتنے ہی لوگ دوڑتے ہوئے آئے تھے۔ انہوں نے وہاں میکی کی لاش دیکھی پھر موسس کی آواز سن کر ذرا سہم گئے۔ اس کار سے ذرا دور ہو گئے۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہاں سے کوئی کہہ رہا تھا۔ ''میری دونوں ٹانگوں پر گولی لگی ہے۔ پلیز مجھے فوراً اسپتال پہنچاؤ۔''

وہ سب خوفزدہ تھے۔ حیرانی سے آواز سن رہے تھے۔ بولنے والا دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن پچھلی سیٹ کے پاس اور گاڑی کے نیچے لہو بہتا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ نظر نہ آنے والا گڑگڑا رہا تھا۔ ''فار گاڈ سیک۔ مجھ سے خوف نہ کھاؤ۔ میں تل ابیب کا معروف اور مشہور پیشوائے اعظم برائٹ موسس ہوں۔ آگے بڑھو مجھے چھو کر دیکھو! میں یہاں پڑا ہوا ہوں۔''

ایک نوجوان نے ہمت کی۔ آگے بڑھ کر اِدھر اُدھر ٹٹولتے ہوئے اسے چھو لیا پھر لوگوں کو دیکھتے ہوئے حیرانی سے بولا۔ ''کوئی انسان ہے۔ نجانے کیوں نظر نہیں آ رہا ہے؟ اسے فوراً اسپتال پہنچانا چاہیے۔''

دوسرے شخص نے کہا۔ ''یہ تو عجیب و غریب کیس ہے۔ پولیس والے معلوم کریں گے کہ یہ کون ہے؟ اور نادیدہ کیوں ہے؟''

انہوں نے اسے اٹھا کر پچھلی سیٹ پر ڈال دیا پھر کار اسٹارٹ کر کے اسے وہاں سے لے جانے لگے۔ میں نے کہا۔ ''تو نے ایک پُراسرار علم سے خود کو نادیدہ بنایا ہے۔ خود کو ظاہر کرنے کا منتر بھی جانتا ہو گا مگر تکلیف کی شدت سے پڑھ نہیں پا رہا ہے۔ اگر تکلیف نہ ہوتی تب بھی میں تجھے پڑھنے نہ دیتا۔ تُو آئندہ اسی طرح غائب رہ کر لوگوں کے لیے تماشا بنتا رہے گا۔''

اگر گولی جسم کے کسی حصے میں پیوست ہو جائے اور نکالی نہ جائے تو زخمی ناقابلِ برداشت تکلیف سے گزرتا ہے۔ اسے ایک نہیں دو گولیاں لگی تھیں۔ کتنا ہی لہو کار کے باہر بہ گیا تھا۔ اسے کار کے اندر لایا گیا تھا۔ اور اب بدن کا نچلا حصہ لہو سے بھیگنے لگا تھا۔ وہ کچھ کچھ دکھائی دینے لگا۔ اسے اسپتال لے جانے والے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے پولیس کو اطلاع دی تھی کہ وہ ایک نظر نہ آنے والے زخمی کو نیشنل اسپتال لے جا رہے ہیں۔

پولیس والے وہاں پہنچ گئے تھے۔ ڈاکٹر پریشان ہو کر کہہ رہے تھے۔ ''یہ پوری طرح نظر نہیں آ رہا ہے۔ ہم آپریشن کیسے کریں گے؟ گولیاں کیسے نکالیں گے؟''

یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں تھا۔ اسے آپریشن تھیٹر میں پہنچا کر اس کے اوپر سرخ رنگ کی لیپ چڑھائی گئی۔ یوں انہوں نے معلوم کیا کہ ٹانگوں کے کن حصوں میں گولیاں پیوست ہوئی ہیں؟

اسے بے ہوش کر کے گولیاں نکالی جانے لگیں۔ میں نے یہودی اکابرین میں سے ایک اعلیٰ حاکم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ نئی زندگی پانے والا تمہارا پُراسرار پیشوا موسس یروشلم کے نیشنل اسپتال میں ہے۔ اس کے جسم سے گولیاں نکالی جا رہی ہیں۔ اسے بچانے کی کوشش کرو کیونکہ گولیاں نکلنے کے بعد بھی میں موت بن کر اس کے پاس رہوں گا۔''

میری اس اطلاع سے ہلچل مچ گئی۔ کتنے ہی یہودی اکابرین اپنے اپنے فون کھڑکھڑانے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یروشلم کے آرمی افسران فوراً فوجی جوانوں کے ساتھ اس اسپتال میں پہنچ گئے۔ یورپ اور امریکہ کے اکابرین تک خبریں پہنچائی جانے لگیں۔ آپریشن ہو چکا تھا۔ گولیاں نکالی جا چکی تھیں۔ وہاں جتنے بھی اکابرین اور عقیدت مند آ رہے

قرش®

ہرپل مضبوط کل!

عام جسمانی کمزوری کو دُور کرے
خون میں سُرخ ذرّات کی کمی کو پورا کرے
ہر عمر کے افراد کے لیے یکساں مفید و مؤثر

THE LAS

تھے۔ وہ پیشوائے اعظم کو نادیدہ پا کر حیران ہو رہے تھے۔

آئی سی یو کے ایک بیڈ پر وہ پڑا ہوا تھا۔ اس پر گردن تک چادر ڈالی گئی تھی۔ دیکھنے والوں کو یوں معلوم ہو رہا تھا کہ وہاں ایک انسانی جسم پڑا ہوا ہے۔ گردن سے اوپر صرف آکسیجن ماسک دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس سے کوئی بات نہیں کی جا سکتی تھی، وہ بیہوش تھا۔

یورپ اور امریکہ کے اکابرین فون کے ذریعے اس کے لیے ہمدردی اور عقیدت ظاہر کر رہے تھے۔ اس کی عیادت کے لیے جلد از جلد یروشلم پہنچنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ یہودی اکابرین انہیں فون کے ذریعے بتا رہے تھے کہ پیشوائے اعظم نادیدہ ہو گیا ہے۔ وہ بات کرنے کے بھی قابل نہیں ہے کیونکہ بیہوش پڑا ہے۔

ہوش میں آنے کے بعد بھی ڈاکٹرز نے کئی گھنٹوں تک کسی کو اس سے بات کرنے کی اجازت نہیں دی۔ میں اس کے اندر رہ کر دیکھ رہا تھا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آ کر پوچھ رہے تھے۔ ”آپ کو گولی کس نے ماری تھی؟“

اس کی سوچ نے بڑی نقاہت سے کہا۔ ”فرہاد کے کسی آلۂ کار نے مجھ پر اچانک حملہ کیا تھا۔“

دوسرے خیال خوانی کرنے والے نے پوچھا۔ ”آپ نادیدہ کیسے ہو گئے؟ نظر کیوں نہیں آ رہے؟“

وہ اس سلسلے میں خاموش رہا مگر وہ چاروں اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرتے رہے کہ وہ پُراسرار علم کے ذریعے خود پر عمل کر کے نادیدہ بن گیا ہے۔ وہ دماغی توانائی حاصل کرنے کے بعد منتر پڑھ کر اپنے پہلے عمل کا توڑ کر سکتا ہے۔ آئندہ دنیا والوں کو نظر آ سکتا ہے مگر فرہاد اسے ظاہر ہونے نہیں دے گا۔ نادیدہ ہی رہنے دے گا اور اسے مصائب میں مبتلا کرتا رہے گا۔

ایک نے پوچھا۔ ”کیا مسٹر فرہاد یہاں موجود ہیں؟“

میں نے جواب نہیں دیا۔ ایک خیال خوانی کرنے والے نے کہا۔ ”شاید نہیں ہیں۔“

دوسرے نے جواب دیا۔ ”شاید ہیں مگر خاموش ہیں۔ چپ چاپ ہماری باتیں سن رہے ہیں۔“

ایک اور نے کہا۔ ”ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ برائٹ موسس تک کیسے پہنچ گئے؟ جب کہ یہ نظر نہیں آتے ہیں؟“

پھر اس نے یہی سوال موسس سے کیا۔ ”مسٹر موسس! کیا بتا سکتے ہیں کہ نادیدہ ہو کر بھی آپ مسٹر فرہاد کو کیسے نظر آ گئے؟“

اس نے کمزور سی سوچ کے ذریعے کہا۔ ”میں حیران ہوں۔ ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کی روحانی قوتوں نے مجھے اس کے سامنے بے نقاب کیا ہے۔“

”آپ نے دعویٰ کیا تھا کہ فرہاد آپ کے سائے تک بھی پہنچ نہیں پائے گا۔“

”اس وقت میرا خیال تھا کہ روحانی قوتیں بھی فرہاد کو مجھ تک پہنچانے میں ناکام رہیں گی۔ میری خوش فہمی نے مجھے اس انجام تک پہنچایا ہے۔“

وہ چاروں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے موسس کے بیانات کو تمام اکابرین تک پہنچا رہے تھے۔ انہوں نے دوسرے دن کانفرنس ہال میں یکجا ہو کر ایک دوسرے سے یہی سوال کیا۔ ”ہم مسلمانوں اور سیارے والوں سے دشمنی کے نتیجے میں کس مقام پر پہنچے ہیں، ابھی ہماری کیا پوزیشن ہے؟“

کسی نے کہا۔ ”ہماری کوئی پوزیشن..... کوئی حیثیت نہیں ہے۔“

کسی نے کہا۔ ”ہمیں بے شمار اکابرین کی اور بے گناہ رشتے داروں کی جانیں گنوانے کے بعد شکستگی، بے چارگی، ناکامی اور شرمندگی مل رہی ہے۔“

ایک نے کہا۔ ”سیارے والے ہمارے لیے ناقابلِ تسخیر تھے۔ ہم ان کے غلام بننے کو بھی تیار ہو گئے تھے۔ مسلمانوں نے انہیں خاک میں ملا دیا۔ اس سے اندازہ ہو جانا چاہیے کہ وہ کیسی ناقابلِ فہم روحانی قوتوں کے حامل ہیں۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ”کیا آئندہ ہم بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی کریں گے؟“

اس سوال کے جواب میں سب کو چپ لگ گئی۔ ابھی کوئی یہ نہیں کہنا چاہتا تھا کہ حالات سازگار ہوں گے، روحانی قوتوں کو پسپا کرنے کا کوئی نسخہ ہاتھ آئے گا تو بابا صاحب کے ادارے کو ہر حال میں ہمیشہ کے لیے ختم کیا جائے گا۔ حالات کے سازگار ہونے تک ایسا کہنے کی جرات کسی میں نہیں تھی..... لہٰذا وہ چپ تھے۔

میں سونیا کے ساتھ مشین کے سامنے بیٹھا اسکرین پر تمام اکابرین کو دیکھ رہا تھا۔ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ ایسے وقت وہ موسس کو نظر انداز کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تو مجھ سے کہہ سکتے تھے کہ میں اس پیشوا کو کافی سزا دے چکا ہوں۔ اب اسے معاف کر دوں۔

لیکن ایسا کہنے کے لیے کسی نے مجھے مخاطب نہیں کیا۔ موسس نے جس بُری طرح مات کھائی تھی۔ اس سے ثابت ہو گیا تھا کہ وہ ہمارے مقابلے میں بے حد کمزور ہے۔ ان کے کسی کام نہیں آئے گا، انہیں یہ فکر لاحق تھی کہ موجودہ حالات میں مسلمانوں سے کم تر ہو گئے ہیں۔ ابھی جو اسلامی ممالک سپر پاور کے زیرِ اثر ہیں۔ وہ ان کے اثر سے نکل جائیں گے تو وہ نام کا سپر پاور رہ جائے گا۔

وہ اس کانفرنس ہال میں اپنے خدشات کا اظہار کر رہے تھے۔ ایسے وقت ایک جونیئر فوجی افسر نے اونچے سے اسٹیج پر آ کر کہا۔ ”میں تمہارے اس افسر کی زبان سے بول رہا ہوں۔ میرا تعلق نہ تمہاری متحدہ تنظیم اور نہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہے اور نہ ہی کسی مسلمان خیال خوانی کرنے والوں سے ہے۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ”پھر تم کون ہو؟“

میں اور سونیا اس جونیئر افسر کو توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”فی الحال میں غیر جانبدار ہوں اور تم سب کو اہم معلومات فراہم کرنے آیا ہوں۔“

سونیا اس کی آواز سنتے ہی مشین کے آڈیو سسٹم کے ذریعے اسے گرفت میں لے کر اسکرین پر دیکھنا چاہتی تھی لیکن ناکامی ہو رہی تھی چونکہ وہ اجنبی اس افسر کی آواز اور لب و لہجے میں اسی کی زبان سے بول رہا تھا۔ اس لیے اسکرین پر وہی افسر دکھائی دے رہا تھا۔ کانفرنس ہال میں حاضرین سے کہہ رہا تھا۔ ”تم سب اکابرین یہ سن کر خوش ہو گئے کہ ایشورارا اپنے تمام ماتحتوں سمیت مارا گیا ہے۔ تمہیں اطمینان ہو گیا کہ اب تمہاری بیوی اور بچوں پر اور دیگر اکابرین پر بھی جان لیوا حملے نہیں ہوں گے لیکن تم سب ایک اہم بات بھول گئے۔“

وہ ذرا چپ ہوا۔ تمام حاضرین اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ”وہ غیر معمولی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین سب سے اہم ہے۔ ایشورارا اسی مشین کے مدد سے تم تک پہنچ کر حملے کرتا تھا۔ اس کی موت کے بعد تمہارے ذہنوں میں یہ سوال پیدا کیوں نہیں ہوا کہ وہ غیر معمولی مشین کہاں ہے؟ جب ایشورارا کی موت اس زمین پر ہوئی ہے تو وہ مشین بھی اس زمین پر رہ گئی ہو گی۔ اسے کسی نے سیارے میں واپس نہیں پہنچایا ہے۔“

اس بات نے سب کو چونکا دیا۔ انہوں نے اس مشین کو واقعی بھلا دیا تھا یا یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ مشین ایشورارا کے ساتھ تباہ ہو گئی ہے۔ اس پہلو سے نہیں سوچا کہ وہ باقی ہو گی اور کسی کے ہاتھ لگ گئی ہو گی۔

اس اجنبی نے کہا۔ ”سیدھی سی سمجھ میں آنے والی بات ہے، جس نے ایشورارا کو ہلاک کیا ہے۔ مشین اسی کے ہاتھوں میں ہے اور اسے ہلاک کرنے والی سونیا ہے۔“

سب پر حیرت سے سکتہ طاری ہو گیا پھر ایک اعلیٰ عہدیدار نے پوچھا۔ ”کیا وہ مشین سونیا لے گئی ہے؟“

اس اجنبی نے کہا۔ ”ہاں، وہ مشین بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی ہے۔ اب سوچو گے تو دور تک یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ وہ ایسی غیر معمولی مشین تیار کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ ویسے تم سب کے خلاف ایک ہی مشین کافی ہے۔ یقین کرو کہ وہ اس مشین کے اسکرین پر تم سب کو دیکھ رہے ہیں۔“

تمام حاضرین پریشان ہو کر اس فوجی افسر کو دیکھ رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”فرہاد نے اسی مشین کے ذریعے دوبارہ زندگی پانے والے موسس کا سراغ لگایا اور اسے اسپتال پہنچا دیا۔ آئندہ یہ مسلمان تمہارے گھروں میں گھس کر ایک ایک راز معلوم کرتے رہیں گے اور تمہیں خبر نہ ہو گی۔“

اس کی باتیں سن کر تمام اکابرین قائل ہو رہے تھے کہ میں نے اسی مشین کے ذریعے موسس کو نادیدہ ہونے کے باوجود ڈھونڈ نکالا ہے۔ یہ ان کے لیے انتہائی فکر اور پریشانی کی بات تھی کہ آئندہ وہ لوگ بھی اپنے گھر، اپنی حکومت اور اپنی فوج کا کوئی راز ہم سے چھپا نہیں سکیں گے۔

یہ خیال بھی پریشان کر رہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے میں ویسی ہی غیر معمولی مشین تیار کی جا رہی ہو گی۔ اب نہ تو ان کا کوئی اہم راز چھپا رہے گا اور نہ ہی ان کی جانیں سلامت رہیں گی۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم سیارے سے آئے ہو اور تمہیں اس غیر معمولی کے چھن جانے کا صدمہ ہے؟“

”میں نہ تو سیارے سے آیا ہوں اور نہ ہی مجھے ایسی مشین سے دلچسپی ہے۔ اگر وہ کبھی میرے ہاتھ لگی میں تو اسے آپریٹ نہیں کر سکوں گا۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ”کچھ معلوم تو ہو کہ تم کون ہو؟“

”میں ایک راز ہوں اور راز ہی رہوں گا۔ فی الحال یہ سمجھ لو کہ فرشتہ ہوں۔ تمہاری مشکلیں آسان کرنے کے لیے آسمان سے آیا ہوں۔“

”تم ہمارے لیے کیا کر سکتے ہو؟ آئندہ کس طرح ہمارے کام آؤ گے؟“

''فی الحال تو مسلمانوں کی اس اضافی قوت سے آگاہ کر رہا ہوں جو انہیں مشین کے ذریعے حاصل ہو چکی ہے۔ آئندہ کیا کرنا چاہیے؟ یہ نہیں بتاؤں گا۔ کیونکہ اس وقت ہمیں اس غیر معمولی مشین کے ذریعے دیکھا جا رہا ہے اور ہماری باتیں سنی جا رہی ہیں۔''

''کیا یہ بتا سکتے ہو کہ مسلمانوں کے خلاف ہماری مدد کیوں کر رہے ہو؟''

''سیدھی سی بات ہے مسلمانوں کے خلاف ہوں۔ اس لیے ان کے خلاف تمہارے کام آ رہا ہوں۔''

میں نے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ کم بخت ہے کون؟ کیوں ہم سے دشمنی مول لینے آیا ہے؟''

سونیا نے کہا۔ ''یہ پہلے نہیں تھا۔ اچانک ہی پیدا ہو گیا ہے۔ ایشورارا کی موت' غیر معمولی مشین اور موسس کے اسپتال پہنچ جانے کی تمام باتیں جانتا ہے جنہیں ہم نے دوسروں سے چھپایا تھا۔ اس نے بھید کھول دیا ہے کہ یہ مشین ہمارے پاس ہے۔ صاف سمجھ میں آتا ہے کہ گریٹ ایشورارا کی جگہ سیارے سے ہی آیا ہے۔''

یہی بات تھی جب تک مشین ہمارے پاس تھی گریٹ ایشورارا خود زمین پر نہ آتا۔ اگر آتا تو ہم سے چھپ کر نہ رہ پاتا۔ جلد ہی ہمارے ہاتھوں مارا جاتا۔ لہٰذا اپنے نائب ذاکرارا کو یہاں بھیجا تھا۔ اس کے پاس غیر معمولی مشین تھی۔ جس کے ذریعے وہ کانفرنس ہال کا منظر دیکھ رہا تھا اور ایک جونیئر افسر کی زبان سے ہمارے خلاف بول رہا تھا۔

وہ بہت محتاط تھا۔ کبھی خود کو ظاہر کرنے کی غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے طے کیا تھا کہ موسس کو ہلاک نہیں کروں گا۔ اسے نادیدہ رہنے دوں گا۔ ظاہر ہونے کا کوئی منتر پڑھنے نہیں دوں گا۔ وہ نادیدہ بن کر ہمیشہ مصیبتوں میں مبتلا ہوتا رہے گا لیکن ذاکرارا نے اسے اسپتال کے بیڈ پر مار ڈالا۔

اسے ہلاک کرنے میں دیر ہی کتنی لگتی؟ آدھ روہ کانفرنس ہال میں جونیئر افسر کے اندر موجود تھا۔ اس نے چند سیکنڈ میں موسس کے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا پھر واپس کانفرنس ہال میں چلا آیا پھر اس نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا پھر جونیئر افسر کے اندر چلا آیا۔

کچھ دیر کے بعد یہ خبر اس کانفرنس ہال میں پہنچی کہ پیشوائے اعظم بڑی اذیتوں میں مبتلا ہو کر مر گیا ہے۔ ذاکرارا نے اس جونیئر افسر کی زبان سے کہا۔ ''آخر سنگدل اور بے رحم فرہاد نے اسے مار ڈالا ہے۔''

اس کی موت کا کسی کو صدمہ نہیں ہوا۔ تمام اکابرین نے رسمی طور پر رنج و غم کا اظہار کیا۔

سونیا نے کہا۔ ''اس اجنبی کا طریقہ کار کہہ رہا ہے کہ آئندہ بھی یہ واردات کرتا رہے گا اور تمام الزامات ہمارے سر تھوپتا رہے گا۔''

میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''ہوں..... کسی طرح معلوم کرنا ہوگا کہ یہ کون ہے؟ اور اس کی خفیہ پناہ گاہ کہاں ہے؟''

ہم اس پہلو سے غور کرنے لگے کہ کسی سیارے والے کو اپنی زمین پر کس طرح تلاش کیا جا سکتا ہے؟ ان کے سفری بیگ سے...؟ ان کے غیر معمولی تیز رفتار جوتوں سے...؟ ان کے سفری بیگ میں سیارے کی تیار کردہ چھوٹی بڑی مشینیں ہوں گی؟ پھر یہ فطری کمزوری کہ وہ حسین عورتوں کے دلدادہ ہوں گے؟ انہیں کئی طرح سے پہچانا جا سکتا تھا مگر پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے تھا کہ انہوں نے دنیا کے کس براعظم کے کس علاقے میں اپنی خفیہ پناہ گاہ بنائی ہے؟

ہم یقین کی حد تک یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ اجنبی سیارے سے ہی تعلق رکھتا ہے اور وہ ہماری دنیا میں تنہا نہیں آیا ہوگا۔ اس کے کچھ ماتحت بھی ساتھ ہوں گے۔ سونیا ادارے سے باہر جا کر قوتِ شامہ سے اس کی بو پا سکتی تھی۔ اب سے پہلے اعلیٰ حضرت نے اسے ایشورارا کے بدن کی بو تک پہنچایا تھا لیکن اس کی موت کے بعد اعلیٰ حضرت نے سیارے والوں کے سلسلے میں خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ فی الحال موجودہ حالات اور معاملات میں ہماری رہنمائی نہیں فرمائیں گے۔

آئندہ ہمیں اپنے طور پر ہی کچھ کرنا تھا۔ اب وہ پاکیزہ تھی۔ ادارے کے باہر دشمنوں کے آگے نادیدہ رہ سکتی تھی پھر پندرہ بیس دنوں میں واپس آ سکتی تھی۔ باہر جانے کے بعد شاید دشمن کی کسی غلطی سے اس کی بُو مل جاتی مگر ایک رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ ہمارے سائنسداں ہر دوسرے تیسرے دن سونیا سے وہ مشین طلب کرتے تھے..... جو نئی مشین وہ تیار کر رہے تھے، اس سے سیارے والی مشین کا موازنہ کرتے رہتے تھے۔ اس کی کارکردگی کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔

انہوں نے کہا۔ ''ایک ماہ کے اندر ہم ایسی مشین تیار کر لیں گے۔ اسے اچھی طرح آزمانے کے بعد آپ کے حوالے کریں گے۔ آپ اس نئی مشین کو ادارے سے باہر لے جا کر اس سے کام لے سکیں گی۔''

وہ مناسب مشورہ دے رہے تھے۔ ہم نے طے کیا کہ ایک ماہ تک نئی مشین کا انتظار کریں گے۔

☆☆☆

ذاکرارا اپنے ایک ماتحت عامورارا کے ساتھ استنبول کے مشرقی علاقے میں تھا۔ گریٹ ایشورارا نے ان دونوں پر تنویمی عمل کیا تھا۔ ان کے دماغوں میں ترکی اور عربی زبانیں نقش کی تھیں۔ انہیں حکم دیا تھا کہ وہ بظاہر مسلمان بن کر رہیں گے۔ سیارے سے لے جانے والے غیر معمولی جوتوں اور مشینوں کو زیرِ زمین چھپا کر رکھیں گے۔ انہیں شدید ضرورت کے وقت کام میں لائیں گے۔ آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کو بھی ایک عام سے بریف کیس میں رکھیں گے جس پر کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔

ذاکرارا کا نام ذاکر علی اور اس کے ماتحت عامورارا کا نام عمار رکھا گیا تھا۔ ان کے دماغوں کو ایک تعلیمی مشین سے منسلک کر کے ان کے اندر دینِ اسلام کی تعلیمات نقش کی گئی تھیں۔ ذاکر علی استنبول میں ایک عالم دین بنا ہوا تھا۔ اس کا ماتحت عمار ایک سعادت مند شاگرد کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھا۔

ان دونوں کے علاوہ گریٹ ایشورارا سیارے میں پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی تنویمی عمل کے اور تعلیمی مشین کے ذریعے سچے دین دار مسلمان بنا رہا تھا۔ ذاکر علی اور عمار کے برین واش نہیں کیے گئے تھے۔ اس لیے وہ اپنے باطن کو سمجھتے تھے کہ بظاہر مسلمان ہونے کے باوجود گریٹ ایشورارا کے فرمانبردار ہیں۔ چونکہ روحانیت کے حامل علما کھرے اور کھوٹے مسلمانوں کو پرکھ لیتے ہیں، اس لیے ان پچیس سیارے والوں کو دل اور دماغ کی گہرائیوں سے عارضی طور پر سچے مسلمان بنانے کے مراحل سے گزارا جا رہا تھا۔

فی الحال ذاکر علی اور عمار ہماری دنیا میں آ چکے تھے۔ ذاکر نے یہاں پہلی واردات یہ کی کہ موسس کو موت کے گھاٹ اتار کر اس کے قاتل ہونے کا الزام مجھ پر لگایا۔ میں نے اس الزام کے خلاف کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کیا۔ اگر الزام سے انکار کرتا تو کوئی میری بات کو سچ نہ مانتا کیونکہ میں موسس کو سزائے موت دینے کی بات کانفرنس ہال میں کہہ چکا تھا۔

ذاکر نے آئندہ ان کے کام آنے کا وعدہ کیا تھا۔ پتا نہیں وہ کس طرح ان کے کام آنے والا تھا؟ ہم صبر سے بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ وہ جو بھی کرتا..... وہ ہمارے سامنے آنے والا تھا۔ وہ اس قدر محتاط تھا کہ اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے مطلوبہ اکابرین کو دیکھتا تھا مگر انہیں اپنی آواز نہیں سناتا تھا، نہ ہی لب و لہجہ بدل کر بولتا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ سونیا کی مشین بدلتی ہوئی آواز اور لب و لہجے کے باوجود اس کی اصلیت معلوم کر لے گی۔

اس نے فرانس کے ایک حاکم کو اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھا۔ وہ ایک بوٹ میں بیوی بچوں کے ساتھ دریا کی سیر کر رہا تھا۔ ذاکر نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق اپنی ڈائری کھول کر لکھنے لگا۔ ''ہیلو متحدہ تنظیم کے جنرل سیکرٹری! اس وقت تمہارے چاروں طرف پانی ہی پانی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں تمہیں بیوی بچوں کے ساتھ کیوں نہ ڈبو دوں؟ فوراً دوسرے اکابرین کو مدد کے لیے پکارو..... میں ہوں تمہارا دشمن فرہاد علی تیمور۔''

وہ حاکم اپنی ڈائری کے ایک صفحے پر یہ لکھنے کے بعد چونک گیا۔ اس نے اپنی وائف کو وہ ڈائری دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ تحریر ابھی فرہاد نے مجھ سے لکھوائی ہے۔ ہمیں کنارے تک پہنچنے سے پہلے دریا میں ڈبو دینا چاہتا ہے۔''

اس کی بیوی وہ تحریر پڑھ کر رونے لگی۔ وہ حاکم فون کے ذریعے باری باری کئی اکابرین کو مخاطب کر رہا تھا۔ ان سے التجائیں کر رہا تھا۔ ''کسی طرح فرہاد کو ایسے ظلم سے باز رکھو یا ہمیں بچانے کے لیے فوراً کوئی حفاظتی بوٹ یا ہیلی کاپٹر بھیجو۔ میں اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے معصوم بچوں کو ڈوب کر مرتے نہیں دیکھ سکوں گا۔''

تمام اکابرین فون کے ذریعے ایک دوسرے سے میرے خلاف بول رہے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے میں فون کر رہے تھے۔ میری شکایتیں کر رہے تھے۔ ہمارے ادارے کے انچارج نے کہا۔ ''ہم ایسے ظالم نہیں ہیں کہ بے گناہ عورتوں اور بچوں ہلاک کریں۔ فرہاد ایسا کچھ نہیں کر رہا ہے۔ یہ سیارے والوں کی چال ہے۔ ان کی مکاریوں کو سمجھو اور آئندہ بھی اپنی حفاظت کا انتظام کرتے رہو۔''

الپا، عالی اور کبریا نے اس حاکم کو، اس کی بیوی اور بچوں کو اسکرین پر دیکھا پھر ان کے دماغوں میں پہنچ کر قبضہ جما لیا۔ ذاکر اور عمار اب ان کے دماغوں سے نہیں کھیل سکتے تھے، نہ ہی انہیں جانی نقصان پہنچا سکتے تھے۔ وہ حاکم بوٹ کا رخ موڑ کر ساحل کی طرف جانے لگا۔

ادھر ذاکر نے ایک اعلیٰ حاکم سے کہا۔ ''تمام اکابرین کو خوشخبری سناؤ کہ تمہارا یہ آسمانی فرشتہ اس حاکم کو بیوی بچوں سمیت حفاظت سے ساحل تک پہنچا رہا ہے۔''

یہ سب ہی دیکھ رہے تھے کہ موت سے دوچار ہونے والا حاکم بیوی بچوں سمیت بخیریت ساحل پر پہنچ گیا ہے۔ ذاکر نے جس آلۂ کار کے ذریعے ایک اعلیٰ حاکم کو یہ خوشخبری سنائی تھی۔ تمام اکابرین اس آلۂ کار کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔ اس

نے ذاکر کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''میں نے تم سب سے وعدہ کیا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف تمہارے کام آتا رہوں گا۔ دیکھ لو کہ کس طرح کام آرہا ہوں۔''

بابا صاحب کے ادارے سے کہا گیا۔ ''خود کو آسمانی فرشتہ کہنے والا جھوٹا اور مکار ہے۔ وہ اس حاکم کو بیوی بچوں سمیت دریا میں ڈبونا چاہتا تھا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کی جانیں بچائی ہیں۔''

ہماری سچ بیانی کو کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ وہ حاکم میڈیا کے ذریعے اپنی وہ ڈائری ٹی وی اسکرین پر دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''فرہاد علی تیمور نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھ سے یہ لکھوایا تھا، ہمیں ہلاک کرنے سے پہلے خوفزدہ کر کے مزے لے رہا تھا۔ چیلنج کر رہا تھا کہ ہمیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔ لیکن مارنے والے سے ہمارا ایک بچانے والا زیادہ طاقتور ہے۔ اس کی مہربانیوں سے ہم زندہ و سلامت نظر آرہے ہیں۔''

دوسرے اکابرین کہہ رہے تھے کہ دین اسلام میں سب ہی دہشت گرد نہیں ہیں لیکن انتہا پسندوں کی اکثریت ہے۔ یہ انتہا پسند مسلمان بابا صاحب کے ادارے سے دہشت گردی کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ بڑے ممالک کے اکابرین کی جان و مال کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ انہیں دہشت زدہ کرتے ہیں پھر چھپنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں چلے جاتے ہیں۔

بابا صاحب کے ادارے سے ایسے جھوٹے بیانات کی تردید کی جارہی تھی۔ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے کئی اکابرین کے اندر جا کر وارننگ دے رہے تھے، ان سے کہہ رہے تھے۔ ''ہمارے خلاف بے بنیاد باتیں نہ کرو۔ آئندہ کسی نے بابا صاحب کے ادارے کو دہشت گردوں کی پناہ گاہ کہا تو تم میں سے کوئی اپنی پناہ گاہ میں محفوظ نہیں رہے گا۔ جب ہم نقصان پہنچانا شروع کریں گے تو میڈیا کے ذریعے چیخنا چلانا بھول جاؤ گے۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ سیارے والے تم سب کو کس طرح الو بنا رہے ہیں۔''

بلاشبہ وہ زبردست چالیں چل رہا تھا۔ تمام اکابرین پہلے ہی ہمارے دشمن تھے۔ وہ اپنے طریقہ کار سے اس دشمنی کو اور بھڑکا رہا تھا۔ اکابرین بھڑک رہے تھے، ساری دنیا میں مسلمانوں کو بدنام کر رہے تھے۔ مجھے ایک سنگدل قاتل کے طور پر دنیا والوں کے سامنے پیش کر رہے تھے۔

ان حالات میں اعلیٰ حضرت کی خاموشی سمجھ رہی تھی کہ صبر کرو اور ہم صبر کر رہے تھے۔ دنیا والے اندھے، بہرے اور نادان نہیں ہیں۔ وہ حالات کا تجزیہ کرتے ہیں پھر خوب سمجھتے ہیں کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون ہے؟ کسی ثبوت کے بغیر بدنام کیا جائے تو بدنامی دو قدم نہیں چلتی۔ پانی کے بلبلے کی طرح ابھر کر فنا ہو جاتی ہے۔

ذاکر ایک کے بعد دوسرے پھر تیسرے حملے کی پلاننگ کرتا تھا پھر ان پر عمل کرتا رہا تھا۔ اکابرین کو زخم دیتا تھا پھر مرہم رکھ کر خود کو آسمانی فرشتہ ثابت کرتا تھا۔ اکابرین اس سے کہتے تھے کہ اسے کم از کم اپنا فون نمبر بتانا چاہیے۔ تاکہ کسی پر کوئی اچانک مصیبت آئے تو وہ فون کے ذریعے اسے مدد کے لیے پکار سکیں لیکن وہ اپنا فون نمبر کسی کو نہیں بتاتا تھا بلکہ وہ کوئی فون اپنے پاس رکھتا ہی نہیں تھا۔

یہ خدشہ تھا کہ ہماری مشین اسے فون نمبر کے ذریعے ٹریس کر سکتی ہے۔ اس نے تمام اکابرین کو یہ کہہ کر تسلیاں دی تھیں کہ وہ ان سے غافل نہیں رہتا ہے۔ جب بھی کوئی مصیبت ان پر آئے گی تو وہ بن بلائے ان کی حفاظت کرنے پہنچ جایا کرے گا۔

چونکہ وہ خود ہی وارادت کرتا تھا اور انہیں نقصان پہنچنے سے پہلے خود ہی ان کی مدد کے لیے پہنچ جاتا تھا۔ اس لیے اکابرین پورے یقین سے سمجھ رہے تھے کہ وہ آسمانی فرشتہ ان سے غافل نہیں رہتا ہے۔ دن ہو رات وہ مسلمانوں کی دشمنی سے انہیں بچاتا رہتا ہے۔

وہ ایسی کئی واردات کر چکا تھا۔ ہم اس وقت تک خاموش تماشائی بنے رہے جب تک ہمارے سائنس دانوں نے نئی مشین تیار نہیں کی۔ وہ دن رات محنت کر رہے تھے۔ تقریباً ایک ماہ بعد انہوں نے ایک نئی مشین سونیا کے حوالے کی۔ اس نے سائنسدانوں کی موجودگی میں اسے آپریٹ کیا۔ زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ وہ مشین سیارے والوں کی غیر معمولی مشین کی طرح کسی غلطی..... کسی خامی کے بغیر کام کر رہی تھی۔

یہ یقین ہو گیا کہ آئندہ بھی ایسی ہی مشینیں تیار ہو سکیں گی۔ ہم نے آزمائش کے طور پر کئی اکابرین کو اس مشین کی اسکرین پر دیکھا۔ ان سب کے موجودہ حالات معلوم کیے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ذاکر اب تک انہیں کئی بار بیوقوف بنا چکا ہے اور وہ راضی خوشی بیوقوف بن کر اسے آسمانی فرشتہ سمجھتے رہے ہیں۔

بس بہت ہو چکا تھا..... اب ہم جو کرنے والے تھے، اس کے متعلق وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ سونیا جو مشین ادارے میں لائی تھی۔ وہ جب تک گریٹ ایشورارا کو واپس نہ ملتی تب تک وہ ہماری دنیا میں آنے کی جرات نہ کرتا۔ ہم نے اس کی اس کمزوری کے پیش نظر ایک چال چلی۔ میں گریٹ ایشورارا کا رول ادا کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

سونیا نے اس مشین کے ذریعے پانچ امریکی یوگا جاننے والے افسران کو اسکرین پر دکھایا۔ وہ ایک کمرے میں بیٹھے موجودہ حالات پر گفتگو کر رہے تھے۔ ایک افسر کہہ رہا تھا۔ ''بے شک، وہ آسمانی فرشتہ کہلانے والا مسلمانوں کے ہر حملے کا توڑ کر رہا ہے۔ ہمیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچنے دیتا۔ وہ ہمارا محافظ ہے مگر اس کے متعلق کچھ تو معلوم ہونا چاہیے کہ آخر وہ کون ہے؟''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''وہ کہتا ہے کہ سیارے والوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ اسی دنیا کا باشندہ ہے مگر وہ اتنا پاور فل کیسے ہو گیا کہ مسلمانوں کے حملوں کو ناکام بنا دیتا ہے؟''

ایک اور افسر نے کہا۔ ''یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اُدھر فرہاد اکابرین میں سے کسی پر حملہ کرتا ہے۔ اِدھر اس فرشتے کو خبر ہو جاتی ہے اور وہ چشم زدن میں ہماری حفاظت کے لیے پہنچ جاتا ہے؟ آخر وہ کیسی پُراسرار وسیع معلومات رکھتا ہے؟ کیا دن رات اس کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں اور وہ ہمارا نگہبان بنا رہتا ہے؟''

ذاکر اپنے طریقہ کار کے باعث ایک معمہ بنا ہوا تھا۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ''میری آواز ان پانچ افسران تک پہنچاؤ۔''

اس نے مشین کے آڈیو سسٹم کو آپریٹ کیا۔ میں نے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔ ''ہائے آفیسرز!''

وہ پانچوں ایک دم سے چونک کر اپنی اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ اِدھر اُدھر سر گھما کر معلوم کرنے لگے کہ آواز کہاں سے آئی ہے؟

میں نے کہا۔ ''تم سب بہت محتاط رہتے ہو۔ تمہارے اس کمرے میں کوئی خفیہ اسپیکر اور کیمرا نہیں ہے۔''

ان میں سے ایک نے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

''میں گریٹ ایشورارا تمہاری اس دنیا میں آ گیا ہوں۔ اپنی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر تم پانچوں کو دیکھ رہا ہوں۔''

دوسرے افسر نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تم گریٹ ایشورارا ہو.....؟ اپنے نائب ایشورارا کی موت کے بعد تم یہاں آئے ہو؟''

''ہاں، تم نے فرہاد اور آسمانی فرشتے کے جھگڑے میں مجھے بھلا دیا۔ میں فرہاد اور سونیا سے انتقام لینے آیا ہوں۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''بے شک، تمہیں ان سے انتقام لینا چاہیے۔ ہم بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرنا چاہتے تھے۔ ایشورارا سے ہماری دوستی ہو گئی تھی مگر مسلمانوں نے اسے ہلاک کر دیا۔''

میں نے کہا۔ ''ایشورارا سے تمہاری دوستی نہیں تھی۔ آقا اپنے غلاموں سے دوستی نہیں کرتا۔ تم سب اس کے غلام بننے پر راضی ہو گئے تھے۔''

''ہاں، ہم..... ہم راضی ہو گئے تھے، مگر...''

میں نے بات کاٹ کر پوچھا۔ ''مگر کیا...؟ اب تمہارا محافظ اور مددگار آسمانی فرشتہ آ گیا ہے۔ اب ہمارے نہیں اس کے غلام بن کر رہو گے؟''

ایک افسر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''وہ..... وہ..... بات یہ..... یہ ہے کہ دنیا جھکتی ہے، جھکانے والا چاہیے۔ ہم دنیا والے سپر پاور کے آگے جھکتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ہمیں موجودہ حالات میں کیا کرنا چاہیے؟''

میں نے انہیں اسکرین پر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''تمہاری سمجھ میں کیا نہیں آرہا ہے؟''

ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ ''یہی کہ ایک طرف سونیا اور فرہاد اپنی مشین کے ذریعے ہمیں دیکھ کر حملے کرتے ہیں۔ دوسری طرف تم بھی مشین کے ذریعے کچھ بھی کرنے چلے آئے ہو۔ پتا نہیں وہ آسمانی فرشتہ ہمیں تم سے بھی بچا سکے گا یا نہیں؟ ان حالات میں ہم کیا کریں؟''

''وہی کرو جو ابھی کہہ چکے ہو۔ دنیا والے سپر پاور کے آگے جھکتے ہیں۔ ہم میں سے جو بھی سپر ثابت ہو تم اسی کی غلامی قبول کر لو۔''

وہ پانچوں پریشان ہو گئے تھے۔ ایک نے سر جھکا کر کہا۔ ''ہمیں یہی کرنا ہو گا۔ پتا نہیں خود کو سپر پاور ثابت کرنے تک تم تینوں کب تک لڑتے رہو گے؟ تمہاری لڑائی میں ہم پستے رہیں گے، ہماری چٹنی بنتی رہے گی۔''

''ایسا تو ہو گا..... جب جنگ شروع ہوتی ہے تو بے گناہ شہری بھی مارے جاتے ہیں۔ فی الحال دوسرے تمام اکابرین کو بھی اطلاع دو کہ اس دنیا میں گریٹ ایشورارا آ گیا ہے۔ دس گھنٹے کے اندر تمام ممالک کے اکابرین کسی بھی ملک کے کانفرنس ہال میں جمع ہو جائیں۔ میں وہاں ان کی موجودگی میں فرہاد اور اس آسمانی فرشتے سے نمٹنا چاہتا ہوں۔ وہاں تم سب کو فیصلہ کرنا ہو گا کہ ہم میں سے کس کی اطاعت

کرو گے؟''

''ٹھیک ہے.....ہم ابھی سب کو اطلاع دے رہے ہیں۔''

''آئندہ دس گھنٹے بعد تم سب جس کانفرنس ہال میں ہو گے۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔''

میں ایسے چپ ہو گیا جیسے رابطہ ختم کر چکا ہوں۔ سونیا اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''بے چاروں پر تین اطراف سے بلائیں نازل ہو رہی ہیں۔ وہ پانچوں افسران اپنے اپنے فون کے ذریعے اکابرین سے رابطہ کر رہے ہیں۔''

وہ گریٹ ایشورارا کی آمد سے بوکھلا گئے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ کسی بھی طرح فوراً آسمانی فرشتے سے رابطہ ہونا چاہیے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ سیارے سے پھر ایک نئی مصیبت آ گئی ہے۔ وہ یہ بھی جاننا چاہتے تھے' کیا وہ فرشتہ اس نئی مصیبت سے انہیں نجات دلا سکے گا؟

ایسے وقت ذاکر سو رہا تھا۔ جب وہ آرام کرتا تھا تو اس کا ماتحت عمار کبھی غیر معمولی مشین کو آپریٹ کرتا تھا اور کبھی خیال خوانی کے ذریعے اکابرین میں سے کسی نہ کسی کے خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ اسے معلوم ہوا کہ ان کا گریٹ ایشورارا اس دنیا میں آ گیا ہے۔ اس نے ذاکر کو نیند سے جگایا۔ ''سر! آنکھیں کھولیں... جاگ جائیں.. ایک خوشخبری ہے۔''

وہ کچی نیند سے جگائے جانے پر جھنجلا گیا۔ عمار کو بیزاری سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''کیا خوشخبری ہے؟''

''سر! ہمارا ان داتا، ہمارا بھگوان، گریٹ ایشورارا اس زمین پر آ چکا ہے۔''

یہ سنتے ہی ذاکر چونک کر اٹھ بیٹھا۔ بے یقینی سے بولا۔ ''ہمارا گریٹ ایشورارا آ گیا ہے؟ اس نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں سر...!''

''تجھے کیسے معلوم ہوا؟ کیا تو نے مشین کے ذریعے دیکھا ہے؟''

''نو سر! تمام اکابرین ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں کہ گریٹ ایشورارا نے پانچ یوگا جاننے والے آرمی افسران سے اپنی مشین کے ذریعے باتیں کی ہیں۔ ان سے کہا ہے کہ دس گھنٹے بعد وہ تمام اکابرین سے کسی بھی ملک کے کانفرنس ہال میں باتیں کرے گا۔''

ذاکر بیڈ سے اتر کر اپنی ایٹچی کے پاس آیا۔ اس نے چھوٹی سی کمیونیکیشن مشین اس میں سے نکالی پھر گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرنے لگا۔ اس نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''میرے آقا! میرے معلم! یہاں تمام اکابرین کہہ رہے ہیں کہ تو اس زمین پر آ چکا ہے۔ میں حیران ہوں کہ تو نے اپنی آمد کی اطلاع مجھے کیوں نہیں دی؟''

تھوڑی دیر بعد مشین کی ننھی سی اسکرین پر تحریری جواب ابھرا۔ ''پتا نہیں اکابرین جھوٹ کیوں بول رہے ہیں؟ میں اس وقت سیارے میں ہوں۔ تو جانتا ہے جب تک ہماری ایک مشین سونیا کے پاس ہو گی میں اس دنیا میں نہیں آ سکوں گا۔ تجھے معلوم کرنا چاہیے کہ میرے متعلق وہاں جھوٹی خبر کیوں پھیل رہی ہے؟''

گریٹ ایشورارا سے رابطہ ختم ہو گیا۔ ذاکر آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اسے آن کرنے کے بعد چند اکابرین کو باری باری اسکرین پر دیکھنے لگا۔ ان کی باتیں سن کر حیران ہوتا رہا پھر ان کے دماغوں میں جانے سے معلوم ہوا کہ گریٹ ایشورارا نے غیر معمولی مشین کے ذریعے پانچ یوگا جاننے والے افسران سے رابطہ کیا تھا۔ ایسا دو گھنٹے پہلے ہوا تھا۔ آئندہ آٹھ گھنٹے بعد وہ فراڈ ایشورارا ایک کانفرنس ہال میں باتیں کرنے والا تھا۔

وہ سمجھ گیا کہ میں اس کے خلاف ایسی غیر متوقع چال چل رہا ہوں۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ میرے اس حملے کا توڑ کرنا ضروری تھا۔ وہ احتیاطاً کسی کے اندر جا کر سوچ کے ذریعے نہیں بولتا تھا۔ اندیشہ تھا کہ ہماری مشین اس کی آواز اور لب و لہجے کو کیچ کر لے گی۔

وہ اب تک ایک آلۂ کار کے ذریعے اس طرح ان سے رابطہ کرتا تھا کہ اپنے لب و لہجے میں نہیں بولتا تھا۔ وہ آلۂ کار اس کی مرضی کے مطابق اپنی آواز اور لہجے میں بولتا رہتا تھا۔ جب کانفرنس ہال میں اکابرین نہ ہوتے تو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس آلۂ کار کے ذریعے ذاکر سے بات کرتے تھے اور اس کی باتیں دوسرے اکابرین تک پہنچاتے تھے۔

اس نے اپنے آلۂ کار کے اندر آ کر فون کے ذریعے یوگا جاننے والے ایک افسر سے کہا۔ ''میں تم سب کا محافظ فرشتہ ہوں۔ تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ سیارے سے گریٹ ایشورارا ہماری دنیا میں نہیں آیا ہے۔ فرہاد ایشورارا بن کر تم سب کو دھوکا دے رہا ہے۔''

اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''تم کیسے جانتے ہو کہ وہ ہماری دنیا میں نہیں آیا ہے؟ یہ یقین کرو کہ وہ آ چکا ہے۔ ہم تم سے رابطہ

ملک بھر میں

گھر بیٹھے رسالے حاصل کیجیے

جاسوسی ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ

ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت، ماہنامہ دوشیزہ

بھاری ڈاک خرچ کے باوجود صرف 450 روپے سالانہ ڈرافٹ، پے آرڈر یا منی آرڈر کے ذریعے جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز کے نام C-63 فیز II ایکسٹینشن، ڈیفنس، کراچی 75500 کے پتے پر ارسال کر دیں اور ہر ماہ اپنے گھر کی دہلیز پر اپنی پسند کا پرچہ رجسٹرڈ ڈاک سے وصول کرتے رہیں۔ 450 روپے فی پرچہ فی سال کے حساب سے آپ ایک سے زائد پرچوں کے لیے بھی یک مشت رقم بھیج کر طویل مدت کے لیے بے فکر ہو سکتے ہیں۔

رابطہ: شبیر عباس 03012-454188

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی

فون: 5895313

فیکس: 5802551

E-mail:jdpgroup@hotmail.com

کر کے یہ بتانا چاہتے تھے کہ پیرس کے کانفرنس ہال میں ساڑھے سات گھنٹے بعد گریٹ ایشورارا ہم سے باتیں کرنے اور تمہیں اور فرہاد کو چیلنج کرنے آ رہا ہے۔''

''میں تم لوگوں کا محافظ ہوں۔ تمہیں اس بات کا یقین کرنا چاہیے کہ گریٹ ایشورارا کا وجود اس دنیا میں نہیں ہے۔''

''ہم تمہاری بات کا یقین کریں گے۔ تم کانفرنس ہال میں آ کر اسے فراڈ ثابت کرو۔ فرہاد نے اب تک جتنے حملے ہم پر کیے انہیں تم ناکام بناتے رہے۔ اگر کانفرنس ہال میں فرہاد ہمیں دھوکا دینے اور نقصان پہنچانے آئے گا تو تم ہمیشہ کی طرح اسے منہ توڑ جواب دے سکو گے۔''

وہ بُری طرح پھنس گیا تھا۔ نہ میں نے کبھی کسی پر حملہ کیا تھا اور نہ ہی اس نے مجھے کبھی منہ توڑ جواب دیا تھا۔ میری طرف سے فرضی حملے کر کے اکابرین کو بیوقوف بناتا رہا۔ ایک طویل خاموشی کے بعد میں نے یہ پہلا حملہ کیا تھا۔ وہ فکر و پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے اندر سوالات پنپنے لگے۔

''مجھے سب کے سامنے فراڈ کیسے ثابت کرے گا...؟ نجانے میں وہاں کیا کہنے والا ہوں...؟ اور کیا کرنے والا ہوں...؟''

ذاکر سیارے سے ایک نئے انداز میں آیا تھا گریٹ ایشورارا نے اسے حکم دیا تھا۔ ''ارضی دنیا میں جا کر کبھی اپنا تعلق سیارے سے ظاہر نہ کرنا۔ دنیا والے ہمیں کبھی اپنا حکمران تسلیم نہیں کریں گے۔ لہٰذا تُو دنیا میں جا کر خود کو اسی دنیا کا باشندہ ثابت کرتے رہنا۔''

ذاکر نے کہا۔ ''میں وہاں پہنچتے ہی جو شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دیگر قانونی دستاویزات تیار کراؤں گا۔ انہیں دیکھ کر سب ہی مجھے اس دنیا کا باشندہ سمجھیں گے۔ کوئی مجھ پر کسی طرح کا شبہ نہیں کرے گا۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''صرف اتنا ہی نہیں تجھے وہاں تمام اکابرین کا اعتماد بھی حاصل کرنا ہے۔ تُو مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں اور یہودیوں کے کام آتا رہے گا تو وہ تجھے اپنا ایک ناقابلِ شکست محافظ مان لیں گے۔''

''میں تیرے حکم سے وہاں ایک مسلمان عالم بن کر رہوں گا تاکہ کبھی ضرورت پیش آئے تو مسلمانوں کی حمایت حاصل کر سکوں۔ دوسرے تمام اکابرین کے لیے ایک پُراسرار اور مددگار فرشتہ بن کر رہوں گا۔''

''تجھے یہی کرنا ہے، تُو فرہاد بن کر عیسائی اور یہودیوں کو نقصان پہنچائے گا اور ایک گمنام فرشتہ بن کر ان کی مدد کرتا رہے گا۔''

ذاکر یہ تمام باتیں گریٹ ایشورارا سے سیکھ کر آیا تھا۔ وہ آئندہ تمام اکابرین کو ہم سے دہشت زدہ اور کمزور بنا کر ان کا مستقل محافظ بن کر رفتہ رفتہ ان پر حاوی ہونا پھر حکمران بننا چاہتا تھا۔ اس کے اور گریٹ ایشورارا کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ میں ان کی چال ان پر ہی الٹ دوں گا۔ گریٹ ایشورارا بن کر اکابرین کو دہشت زدہ کر کے انہیں سیارے والوں سے متنفر کر دوں گا پھر وہ ہماری دنیا کے باشندے بن کر بھی ان کی حمایت حاصل نہیں کر سکیں گے۔

اس نے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کر کے اپنے موجودہ حالات بیان کیے۔ اس نے تمام روداد سن کر کہا۔ ''ہم دنیا میں جا کر کرتے کچھ ہیں، ہوتا کچھ ہے۔ فرہاد نے عجیب چال چلی ہے۔ اگر ہم جوابی کاروائی کے طور پر اس کے خلاف کچھ کریں گے تو اکابرین یہی سمجھیں گے کہ میں وہاں موجود ہوں اور ہم پھر ایک بار ان پر مسلط ہونے آئے ہیں۔''

ذاکر نے کہا۔ ''اور اب میری پوزیشن کیا ہوگی؟ جس طرح میں فرہاد کے نام سے واردات کرتا تھا، اسی طرح اب فرہاد تیرے نام سے واردات کرے گا۔ تجھے خوامخواہ بدنام کرے گا۔ میں اس کے خلاف جوابی کاروائی نہیں کر سکوں گا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے اور ہماری پہنچ سے دور ہے۔''

''ہاں، آئندہ تُو اس کے خلاف اکابرین کا نام نہاد محافظ اور آسمانی فرشتہ بن کر نہیں رہ سکے گا۔ اس کم بخت نے طویل خاموشی کے بعد ایک چال چلی اور ہمارے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ ہمیں اپنا طریقۂ کار بدل کر ان سب سے نمٹنا ہوگا۔ مجھے سوچنے دے میں تھوڑی دیر بعد پھر رابطہ کروں گا۔''

گریٹ ایشورارا نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔ ادھر ذاکر بھی سوچنے لگا۔ وہ میرے حملے کا خاطر خواہ جواب دے کر اپنی نیک نامی برقرار رکھنا چاہتا تھا کہ وہی ان کا ایک مددگار فرشتہ ہے جو ہمیشہ انہیں مسلمانوں کے ظلم و ستم سے نجات دلاتا رہے گا۔ ایسا اسی وقت ممکن تھا جب وہ ثابت کر دیتا کہ ان کی دنیا میں آنے والا گریٹ ایشورارا کوئی اور نہیں فرہاد علی تیمور ہے۔

فی الحال میری چال کے جواب میں ان کے سامنے کوئی دوسری چال نہیں تھی۔ ایک سیارے میں اور دوسرا زمین پر بیٹھا سوچ رہا تھا۔ وہ تھک ہار کر جھنجلا رہا تھا۔ ایسے وقت زور زور سے دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دی۔ وہ اور اس کا ماتحت عمار دونوں ہی چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

ذاکر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے پوچھا۔ ''کون ہو سکتا ہے؟ یہاں ہمارا کوئی جان پہچان والا نہیں ہے۔''

عمار نے کہا۔ ''بڑی بے صبری سے دروازہ پیٹا جا رہا ہے۔''

ایسے ہی وقت ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ ''دروازہ کھولو..... پلیز، جلدی دروازہ کھولو۔''

التجا کرنے والی کی آواز کہہ رہی تھی کہ وہ بڑی مشکل میں ہے اور بُری طرح سہمی ہوئی ہے۔ عورت کی آواز میں ویسے بھی کشش ہوتی ہے پھر مظلوم عورت تو اور زیادہ اپنی طرف کھینچتی ہے۔ مظلومیت کے حوالے سے ہمدردی کرنے پھر قریب آنے کا موقع دیتی ہے۔

وہ دونوں زمین پر آنے کے بعد اب تک عورتوں سے کتراتے رہے تھے لیکن فطری تقاضے زیادہ عرصے تک کترانے کا موقع نہیں دیتے۔ کسی نہ کسی طرح کسی نہ کسی بہانے اپنی طرف کھینچ ہی لیتے ہیں۔

ذاکر نے عمار کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔ وہ تو جیسے ایک پاؤں پر کھڑا تھا۔ اس نے فوراً ہی آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے ایک نوجوان عورت عبا پہنے ..... سر سے اسکارف باندھے، اپنا نصف چہرہ چھپائے کھڑی تھی۔ دروازہ کھلتے ہی لپک کر اندر آ گئی پھر ایک دیوار سے لگ کر بولی۔ ''دروازہ بند کر دو۔ نہیں تو وہ لوگ آ جائیں گے۔''

ذاکر یہ سوچ کر حیران ہوا کہ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اب تک اس کے خیالات کیوں نہیں پڑھے؟ جب کہ دروازے کے باہر ہی اس کی آواز سن چکا تھا۔ پتا نہیں یہ عورت کیسے طلسمی ہتھکنڈوں سے بنائی گئی ہے کہ اپنی آواز سنا کر ہی توبہ کرنے والوں کے ہوش اُڑا دیتی ہے۔

عمار اس سے پوچھ رہا تھا۔ ''تم کون ہو؟ اور اس قدر سہمی ہوئی کیوں ہو؟''

ذاکر اس کے اندر پہنچ چکا تھا۔ وہ اپنا دکھڑا بیان کر رہی تھی۔ اس کے خیالات بھی یہی کہہ رہے تھے ''میرا نام بصرہ ہے۔ میرے مقتول شوہر کا بھائی اکبر جلالی میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ میں بڑی مشکلوں سے بھاگ کر یہاں آئی ہوں۔''

ذاکر نے کہا۔ ''تم جوان ہو، حسین ہو پھر بیوہ ہو چکی ہو دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتیں؟''

وہ بولی۔ ''وہ بے رحم قاتل ہے۔ اس نے میرے شوہر کی دولت اور جائیداد حاصل کرنے کے لیے اسے قتل کیا ہے۔ میرے مقتول شوہر نے سب کچھ میرے نام کیا تھا۔ اب وہ مجھ سے شادی کر کے تمام دولت اور جائیداد حاصل کر سکتا ہے۔''

اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ ذاکر نے اس سے کہا۔ ''تم فوراً دوسرے کمرے میں جاؤ۔ اگر دشمن وہاں آئے تب بھی پریشان نہ ہونا۔ منہ سے آواز نہ نکالنا۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ عمار نے دروازہ کھولا تو باہر تین ہٹے کٹے شخص کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک خوش پوش قد آور جوان تھا۔ تیس یا بتیس برس کا ہوگا۔ چہرے سے سفاکی اور بے رحمی ظاہر ہوتی تھی۔

اس نے کہا۔ ''ایک خاتون یہاں آئی ہے۔ اسے ہمارے حوالے کر دو۔''

ذاکر نے کہا۔ ''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہاں کوئی خاتون نہیں ہے۔''

وہ دھاڑتے ہوئے بولا۔ ''مجھ سے جھوٹ نہ بولو۔ وہ اسی گلی میں داخل ہوئی تھی۔''

''اس گلی میں اور بھی بہت سے مکانات ہیں وہاں جا کر دیکھو۔''

''ہم ہر مکان میں گھس کر دیکھ رہے ہیں۔ یہاں بھی اسے تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اندر آنے دو ورنہ ہم جبراً چلے آئیں گے۔''

ذاکر نے کہا۔ ''ہم لڑنے جھگڑنے والے نہیں ہیں۔ آپ آرام سے آئیں۔ پورے گھر کی تلاشی لیں اور مطمئن ہو کر یہاں سے جائیں مگر آپ میں سے کوئی ایک شخص اندر آئے گا۔''

اس جوان قد آور اکبر جلالی نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ ''تم لوگ یہیں رہو، میں اسے دیکھتا ہوں۔''

وہ اندر آ گیا۔ مکان کے مختلف حصوں میں جا کر اسے ڈھونڈنے لگا۔ وہ ایک بیڈ روم میں تھی۔ اس سے ملحقہ باتھ روم کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ دروازے کو کھلا رکھا تھا اور اس کے پیچھے جیسے سانس روکے کھڑی ہوئی تھی۔

ذاکر خیال خوانی کے ذریعے اکبر جلالی کے اندر موجود تھا، وہ عین وقت پر اسے غائب دماغ بنا دیتا تو بصرہ دکھائی نہ دیتی لیکن ایسا کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ وہ بیڈ روم میں نہیں تھی۔ باتھ روم کا دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا۔ ذاکر نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر یہ خیال پیدا کیا کہ وہ یہاں نہیں ہے۔ خوامخواہ وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اس محلے کے دوسرے گھروں میں اسے تلاش کرنا چاہیے۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا اس مکان سے باہر نکل گیا۔ عمار نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ ذاکر نے کہا۔ ''باہر آجاؤ، وہ لوگ جا چکے ہیں۔''

وہ باتھ روم سے نکل کر کمرے میں آگئی۔ ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولی۔ ''میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ آپ نے ایک ظالم شخص سے مجھے بچایا ہے۔''

وہ بولا۔ ''ابھی تو بچالیا ہے۔ آئندہ کیا کرو گی؟''

''میں نہیں جانتی آئندہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ میرا خدا مجھے ابھی تک سلامتی دیتا آرہا ہے۔ آئندہ بھی وہی مجھے تحفظ اور سلامتی دے گا۔ میں دو رکعت شکرانے کی نماز ادا کرنا چاہتی ہوں۔''

وہ دونوں اسے کمرے میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلے آئے۔ اس کے خیالات نے ذاکر کو بتایا کہ وہ پانچوں وقت کی نماز ادا کرنے والی خاتون ہے۔ چھ ماہ پہلے اصغر جلالی نے اس سے شادی کی تھی۔ اس کے بڑے بھائی اکبر جلالی کو شادی پر اعتراض نہیں تھا لیکن جب چار ماہ بعد اصغر جلالی نے اپنی تمام دولت اور جائیداد بصرہ کے نام لکھ دی تب اختلافات پیدا ہوئے۔ دونوں بھائیوں کے درمیان اس قدر جھگڑا بڑھا کہ اکبر جلالی نے چھوٹے بھائی کو بڑی رازداری سے قتل کرادیا۔

بصرہ سمجھ رہی تھی کہ قاتل اکبر جلالی ہے لیکن وہ اپنے جرم سے انکار کرتا تھا اور اس سے شادی کی درخواست کرتا تھا۔ جب بصرہ نے انکار کیا تو وہ جبر و تشدد پر اتر آیا۔ اسے اپنی حویلی میں قید کردیا۔ اسے دھمکی دی کہ شادی نہیں کرے گی تو اسے بھی قتل کردے گا پھر قانون کی رو سے تمام دولت اور جائیداد بڑے بھائی کو مل جائے گی۔ کسی کو شبہ نہیں ہوگا کہ اس نے سب کچھ حاصل کرنے سے پہلے اپنے بھائی اور پھر اس کی بیوی کو قتل کیا ہے۔

ذاکر اور عمار نے ایک دوسرے کو دیکھا... پھر عمار نے کہا۔ ''سر! ہم اب تک عورتوں سے کتراتے رہے مگر یہ خود ہی ہمارے مکان میں چلی آئی ہے۔''

ذاکر نے کہا۔ ''بڑی مشکل ہے۔ بعض اوقات ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہمارے ارادے کمزور ہو جاتے ہیں۔ میرا دل اس کی طرف کھنچا جارہا ہے۔ تجھے سمجھاتا ہوں کہ اس کے لیے بُرے ارادے نہ رکھنا۔''

''تیرا حکم سر آنکھوں پر۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تو ایک عورت کی طرف مائل ہوگیا ہے اور مجھے بھی اب کسی کی طرف مائل ہونے کی اجازت ملے گی۔''

''بے شک میں اعتراض نہیں کروں گا۔ آئندہ خوب سوچ سمجھ کر کسی ایسی عورت سے تعلق قائم کرنا جو ہمارے لیے مصیبت نہ بنے۔''

عمار نے خوش ہو کر کہا۔ ''تیرا بہت بہت شکریہ۔ میں تجھے اس عورت کے ساتھ تنہا چھوڑ کر ابھی باہر جارہا ہوں۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''ابھی نہیں... ابھی ایسے کاموں کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ ہمیں آدھے گھنٹے میں کانفرنس ہال پہنچنا ہے۔ یہ عورت کہیں نہیں جائے گی۔ اگر جائے گی تو میری خیال خوانی اسے واپس لے آئے گی۔''

پندرہ منٹ کے بعد بصرہ اس کمرے سے نکل کر ان کے پاس آئی۔ ذاکر نے پوچھا۔ ''تم تنہا ہو، یہاں سے کہاں جاؤ گی؟''

وہ بولی۔ ''لندن میں میرا ایک بھائی ہے۔ میرے پاس پانچ ہزار پاؤنڈ ہیں۔ میں کسی طرح یہاں سے چھپ چھپا کر چلی جاؤں گی۔''

ذاکر نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے اندر ایسی آوازیں پیدا کیں جیسے باہر سے دروازہ پیٹا جارہا ہو اور اکبر جلالی غصے سے کہہ رہا ہو۔ ''دروازہ کھولو، وہ یہیں موجود ہے۔''

بصرہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ دھیمی آواز میں بولی۔ ''تمہیں خدا کا واسطہ ہے، دروازہ نہ کھولنا۔''

وہ بولا۔ ''تم پھر اسی کمرے میں چلی جاؤ۔ میں اسے یہاں سے ٹالنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی پھر اسی کمرے میں چلی گئی۔ باہر کوئی نہیں تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہ تماشا کیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں آکر بولا۔ ''میں نے اسے ٹال دیا ہے لیکن وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ اسی گلی میں بھٹک رہا ہے۔ تمہیں دو چار گھنٹوں تک باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ اس کمرے میں آرام سے رہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں یہاں تمہاری عزت اور تمہاری جان دونوں ہی محفوظ رہیں گی۔''

وہ کمرے سے باہر جاتے ہوئے بولا۔ ''تم چاہو تو دروازہ اندر سے بند کرسکتی ہو۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو میرے ماتحت کو آواز دینا۔ وہ تمہاری ہر ضرورت پوری کرنے کے لیے دوڑا چلا آئے گا۔''

وہ وہاں سے چلتا ہوا دوسرے کمرے سے گزرتا ہوا تیسرے کمرے میں آکر غیر معمولی مشین کے سامنے بیٹھ

گیا۔ پہلے اس نے خیال خوانی کے ذریعے کانفرنس ہال میں بیٹھے ہوئے اکابرین کے بارے میں معلوم کیا۔ وہ لوگ وقت کے پابند تھے۔ پانچ منٹ پہلے ہی وہاں پہنچ گئے تھے۔ ان کے خیالات نے بتایا کہ ایشورارا نے ٹھیک گیارہ بجے کا وقت مقرر کیا ہے۔ وہ بھی ٹھیک وقت پر انہیں مخاطب کرے گا۔

ذاکر نے اس مشین کو آن کیا پھر اس کی اسکرین پر اس کانفرنس ہال کا منظر دیکھنے لگا۔ وہاں کے وال کلاک میں جب پورے گیارہ بج گئے۔ تب میں نے ایک آلۂ کار کے ذریعے گریٹ ایشورارا بن کر انہیں مخاطب کیا۔

''ہیلو ایوری باڈی...! میں گریٹ ایشورارا ہوں۔ میرے نائب ایشورارا کی موت کے بعد جو مشن ادھورا رہ گیا ہے۔ اسے پورا کرنے آیا ہوں۔''

تمام اکابرین اس آلۂ کار کو دیکھ رہے تھے۔ جس کے ذریعے میں بول رہا تھا۔ ''یہ بات اپنے دماغوں میں رکھ لو اور دلوں میں نقش کرلو کہ جلد ہی اس دنیا میں میری حکومت قائم ہوگی۔ تم سب سلامتی اور امن و امان سے رہنا چاہتے تھے۔ اپنی بیویوں اور بچوں کو ہنستی کھیلتی زندگی گزارتے دیکھنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے تم نے میرے نائب ایشورارا کے آگے سر جھکا لیا تھا۔ اس کی برتری تسلیم کرلی تھی۔ اس بات پر راضی ہوگئے تھے کہ آئندہ اس دنیا میں ہم سیارے والوں کی حکومت قائم ہوگی۔''

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''ابھی میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم سب اپنے اس وعدے پر قائم ہو یا نہیں؟ اس وقت میں اپنی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر تم سب کو دیکھ رہا ہوں۔ تمام اکابرین میری نظروں کے سامنے ہیں۔ میں کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھ سکتا ہوں۔ لہٰذا کوئی حیلے بہانے نہ کرے۔ مجھے باتیں بنا کر ٹالنے کی کوشش نہ کرے۔ میں تم سب کے اندر پہنچ کر تمہارے چھپے ہوئے چہرے دیکھ سکتا ہوں۔''

وہ سب ایک دوسرے کی طرف جھک کر دھیمی آواز میں مشورے کرنے لگے۔ میں نے کہا۔ ''آپس میں مشورے کرنے کا وقت گزر چکا ہے۔ تم لوگ پہلے ہی سیارے والوں کے نام اپنی غلامی لکھ چکے ہو۔ اب تم جس مقام پر ہو اس کے ایک طرف کنواں ہے اور دوسری طرف کھائی ہے۔ ایک طرف میں گریٹ ایشورارا ہوں۔ دوسری طرف فرہاد علی تیمور ہے۔ تمہیں کسی ایک طرف گرنا ہے۔ کسی ایک کی جھولی میں جانا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ تیسرا آسمانی فرشتہ کون ہے؟ اور تمہارے لیے کیا کرسکتا ہے؟ اگر کچھ کرسکتا ہے تو تمہارے بلانے پر وہ یہاں ضرور آیا ہوگا۔ اس سے پوچھو کیا وہ میری غلامی سے تم لوگوں کو نجات دلا سکے گا؟ اور فرہاد علی تیمور سے بھی پوچھو کیا وہ اپنی دنیا کو اور تم تمام اکابرین کو ہمارے شکنجے سے نکال سکے گا؟''

کانفرنس ہال میں خاموشی چھا گئی۔ سب انتظار کرنے لگے کہ فرہاد یا اس آسمانی فرشتے میں سے کوئی جواباً کچھ کہنے والا ہے۔ میں دوسرے آلۂ کار کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے چلتا ہوا اسٹیج پر آیا پھر بولا۔ ''میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ بڑی عجیب سی بات یہ ہے کہ ہم دنیا والے اور سیارے والے آگ اور پانی ہیں۔ اس کے باوجود اس اسٹیج پر گریٹ ایشورارا میرے شانہ بشانہ کھڑا ہوا ہے۔ شاید تھوڑی دیر میں تمہارا وہ آسمانی فرشتہ بھی اس اسٹیج پر آئے گا۔ ہم سب ایک ہی گھاٹ پر پانی پینے کے لیے پہنچے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم میں سے کون شیر ہے اور کون بکری؟''

میں نے حاضرین پر ایک نظر ڈالی پھر کہا۔ ''جہاں تک اپنی دنیا کو بیرونی دنیا سے آنے والے غاصبوں سے بچانا ہے۔ وہاں تک ہماری ہر ممکن کوشش ہوگی کہ انہیں کسی بھی بہانے یہاں قدم نہ جمانے دیں لیکن افسوس یورپ اور امریکہ کے اکابرین نے مسلمانوں سے دشمنی مول لے کر اس دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے۔''

میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اس تقسیم کے نتیجے میں ہم ایک طرف بیٹھ کر تماشا دیکھ رہے ہیں۔ ہم سے دشمنی کرنے کے نتیجے میں تم لوگوں نے ایک بار اس جہنم میں جانے والے ایشورارا کی غلامی قبول کی تھی اور اب دوسرا گریٹ ایشورارا آیا ہے۔ تم آئندہ بھی اس کے غلام بننا منظور کرلو گے لیکن ہم مسلمانوں سے کبھی دوستی اور سمجھوتا نہیں کرو گے۔''

میں نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''میں وارننگ دیتا ہوں اور نصیحت بھی کرتا ہوں۔ وارننگ یہ ہے کہ ہم سے دشمنی مول لینے کی حماقتیں نہ کیا کرو۔ آئندہ پچھتاؤ گے اور بہت بری طرح پچھتاؤ گے.... میری نصیحت یہ کہ ہماری دشمنی کے نتیجے میں جو نقصانات اٹھا چکے ہو جو غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال چکے ہو، اس سے عبرت حاصل کرو.... آخر میں ایک مشورہ ہے۔ ہم سے دوستی کرو گے۔ ہمارے ساتھ امن و امان سے رہو گے تو میں اس زمین پر آنے والے گریٹ ایشورارا کو پٹکی بجا کر یہاں سے سیارے کی طرف بھگا دوں گا پھر یہ کبھی واپس نہ آسکے گا۔''

ایک اعلیٰ حاکم اور آرمی کا ایک اعلیٰ افسر آپس میں کچھ

بول رہے تھے۔ مشورہ کر رہے تھے پھر ان میں سے ایک نے اپنے مائیکروفون کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ ''ہم ابھی اپنے مدد گار آسمانی فرشتے کا انتظار کر رہے ہیں۔ پہلے اس کی باتیں سنیں گے، اس کے بعد ہی ہم تمام اکابرین اپنا فیصلہ سنائیں گے۔''

ایسے وقت ذاکر نے اپنے آلۂ کار کی زبان سے کہا۔ ''میں بھی یہاں موجود ہوں۔''

وہ بھی ہال کے ایک حصے سے گزرتا ہوا اسٹیج پر آکر کھڑا ہو گیا پھر بولا۔ ''میں کون ہوں....؟''

اس نے حاضرین کو دیکھا۔ وہ سب اسے دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ''ایک بار میں نے خود کو آسمانی فرشتہ کہا اس کے بعد تم سب مجھے یہی کہنے لگے۔ اور کیوں نہ کہتے جب کہ میں تمہارے ساتھ نیکیاں کرتا آرہا ہوں۔ تمہیں تحفظ فراہم کر رہا ہوں۔ یہ جو فرہاد علی تیمور اس آلۂ کار کے ذریعے یہاں پہنچا ہوا ہے۔ اس کے ہر حملے سے تم سب کو بچاتا رہا ہوں۔''

اس نے سر گھما کر ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام حاضرین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ایک طرف کھائی ایک طرف کنواں۔ ایک طرف فرہاد ایک طرف ایشورارا....اور تم سب بیچ میں پریشان ہو کہ میں تمہیں ان دونوں سے بچا پاؤں گا یا نہیں؟''

وہ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ''کیوں نہ ابھی آزما لیا جائے۔ فرہاد اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا دعویٰ ہے کہ وہ کبھی کسی بے گناہ، بے قصور کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ اگر میں اسے چیلنج کروں تو یہ ابھی تم میں سے کسی کو خیال خوانی کے ذریعے نقصان نہیں پہنچائے گا کیونکہ فی الوقت تم نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔'' پھر اس نے میرے آلۂ کار سے پوچھا۔ ''کیوں مسٹر فرہاد! کیا تم ان اکابرین میں سے کسی کو نقصان پہنچانا چاہو گے؟''

میں نے کہا۔ ''ہم سب کے لیے امن و امان اور سلامتی چاہتے ہیں۔ خوامخواہ کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ ایسا تو صرف وہ کرتے ہیں جو ذہنی طور پر اپنا نارمل ہوتے ہیں۔''

ذاکر نے کہا۔ ''میں اس بات کا چشم دید گواہ ہوں کہ فرہاد درست کہہ رہا ہے۔ اس نے پچھلے دنوں تم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ تم پر اب تک جتنے بھی حملے ہوئے وہ سب میری طرف سے ہوتے رہے۔''

یہ ایسا انکشاف تھا کہ سب ہی چونک کر بے یقینی سے ذاکر کے آلۂ کار کو تکنے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میرے منہ سے سچ سن کر آپ لوگوں کو تکلیف ہو رہی ہو گی لیکن ابھی میں وضاحت کروں گا تو یہ تکلیف دور ہو جائے گی۔ میری طرف سے دل صاف ہو جائے گا۔ میں ذرا وضاحت سے کہہ دوں کہ اب تک جتنے حملے کیے میں نے کیے لیکن اس سے پہلے کہ ان حملوں سے تم میں سے کسی کو نقصان پہنچتا۔ میں نے خود ہی فرشتہ بن کر تمہیں بچا لیا۔ اب تک فرہاد کو الزام دیتا رہا اور تم لوگوں کا دوست ہمدرد اور آسمانی فرشتہ بن کر تمہیں اپنا عقیدت مند بناتا رہا۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''یہ تمہاری عقیدت مندی کی انتہا ہے۔ تم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ جیسے ہی تم لوگوں پر حملہ ہوتا ہے ویسے ہی میں تمہاری مدد کے لیے کیسے پہنچ جاتا ہوں؟ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہو جاتا تھا کہ فرہاد تم پر حملہ کرنے والا ہے تو میں اسے حملہ کرنے سے پہلے ہی کیوں نہیں روکتا تھا؟''

اس نے سوالیہ نظروں سے تمام اکابرین کو دیکھا پھر کہا۔ ''تم سب نے ابتدا ہی سے فرہاد کو اپنا دشمن سمجھا۔ اس لیے میں نے جو سمجھایا وہی تم نے مان لیا۔ دراصل میں چاہتا تھا کہ فرہاد جھوٹے الزامات سے تنگ آکر جھنجلا کر تم لوگوں پر سچ مچ ظلم کرنا شروع کر دے۔ تمہیں نقصان پہنچائے۔ تب میں تمہیں اس کے مظالم سے بچانے کے لیے اپنا اصلی چہرہ دکھاؤں۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے حیرانی سے پوچھا۔ ''اصلی چہرہ....؟''

دوسرے اکابرین بھی کہنے لگے۔ ''ہاں، ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اصل میں تم کون ہو؟ اور اب تک پُراسرار بن کر کیوں آسمانی فرشتہ کہلا رہے ہو؟ اپنی اصلیت کیوں نہیں بتاتے؟''

''آج یہی بتانے آیا ہوں۔ میں گریٹ ایشورارا کا نائب ایشورارا دوم ہوں۔''

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ تمام حاضرین میرا منہ تکنے لگے۔ میں نے اپنے پاس کھڑے ہوئے دوسرے آلۂ کار کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ''تم سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ایشورارا نہیں ہے۔ ابھی میں ہی ایشورارا بن کر تم لوگوں سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے ہی آرمی کے پانچ یوگا جاننے والے افسران کو اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھتے ہوئے مخاطب کیا تھا اور انہیں یہ بری خبر سنائی تھی کہ گریٹ ایشورارا اس دنیا میں آچکا ہے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ''تم نے ایسا کیوں کیا؟''

''سانپ کو بل سے باہر نکالنے کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو یہ نائب ایشورارا یہاں اسٹیج پر آکر اپنی اصلیت ظاہر نہ کرتا۔''

میں نے اپنے پاس کھڑے ہوئے ذاکر کے آلۂ کار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''جب میں نے خود کو ایشورارا بنا کر یہاں پیش کیا تو یہ نائب ایشورارا اور سیارے میں بیٹھا ہوا گریٹ ایشورارا مشکل میں پڑ گئے۔ پہلا خیال ان کے ذہن میں یہی آیا کہ انہوں نے خود کو ظاہر نہ کیا تو میں ایشورارا بن کر تم لوگوں کی نیندیں اُڑا دوں گا۔ اس قدر دہشت زدہ کروں گا کہ تم سب میرے آگے جھکنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ اس طرح میں تم سب کو اپنے زیرِ اثر لے آؤں گا پھر ایشورارا کے ہاتھ سے بازی نکل جائے گی۔''

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''تم سب اس بات کے گواہ ہو کہ نہ پہلے کبھی میں نے تم لوگوں کو اپنے آگے جھکانے کی کوشش کی، نہ آئندہ کبھی کروں گا۔ یہ کھیل تو گریٹ ایشورارا کھیلنے آیا ہے۔ لہٰذا وہ آئندہ اپنا کھیل جاری رکھنے کے لیے ابھی مجبور ہو کر خود کو ظاہر کر رہا ہے۔''

دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو گیا۔ یہ سب کی سمجھ میں آ گیا کہ اب تک ان کے ساتھ کیا ہوتا رہا تھا؟ جو آسمانی فرشتہ کہلاتا تھا۔ وہ دراصل سیارے سے ہی آیا ہے اور مردہ ایشورارا کی جگہ لے چکا ہے۔ خود کو ایشورارا دوم کہہ رہا ہے۔ میں نے اپنے دوسرے آلۂ کار پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''میں تمہیں عارضی طور پر ایشورارا بنا کر لایا تھا۔ یہ کھیل ختم ہو چکا ہے۔ تم اپنی جگہ جا کر بیٹھ سکتے ہو۔''

وہ اسٹیج سے اتر کر چلا گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کیا عجیب تماشا ہو رہا ہے؟ تم سب یہاں گریٹ ایشورارا سے محفوظ رہنے کے لیے جمع ہوئے ہو۔ یہ معلوم کرنے آئے ہو کہ گریٹ ایشورارا اب اس دنیا میں آکر تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟''

میں نے اپنے پاس کھڑے ہوئے ذاکر کے آلۂ کار دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم سب کو اس آسمانی فرشتے سے بڑی امیدیں تھیں کہ یہ تمہیں گریٹ ایشورارا کے مظالم سے اور میری دشمنی سے نجات دلائے گا مگر دیکھو کہ یہ خود گریٹ ایشورارا کا نائب ثابت ہو چکا ہے۔ جس سے مرہم مانگنے والے تھے، وہی زخم لگانے والا بن گیا ہے۔ اب اس نائب ایشورارا دوم سے اور سیارے والوں سے تم لوگوں کے تعلقات کیسے ہوں گے؟ تمہارے درمیان دوستی ہو گی یا دشمنی یا سمجھوتا؟ ہم آگے چل کر یہ تماشا بھی دیکھتے رہیں گے۔''

میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''یہ بیچارہ آلۂ کار بہت دیر سے کھڑا ہوا تھا۔ تھک گیا ہے۔ اس لیے اسے یہاں بٹھا رہا ہوں۔ یہ آرام کرے گا، آپ سب کام کی باتیں کریں۔''

ایک حاکم نے ذاکر کے آلۂ کار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر نائب ایشورارا دوم! تم نے ہمیں دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ پہلے آسمانی فرشتہ بن کر ہمارے کام آتے رہے۔ ہمارے دلوں میں اپنے لیے اعتماد اور یقین پیدا کیا اور اب اچانک ہی غاصب بن گئے ہو۔ پہلے بھی ہماری دنیا پر حکومت کرنے آئے تھے۔ اب بھی اسی نیت سے یہاں پہنچے ہوئے ہو۔''

وہ بولا۔ ''بے شک ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ ہم پوری دنیا کو تسخیر کریں گے۔ یہاں اپنی حکومت قائم کریں گے۔ مقتول ایشورارا نے اس سلسلے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی تھی۔ تم سب کو اپنا محکوم بن کر رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ہم اس کا ادھورا مشن پورا کریں گے۔''

اس نے میرے آلۂ کار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''نائب ایشورارا کی موت مسٹر فرہاد کی وائف کے ہاتھوں لکھی ہوئی تھی۔ سونیا نے ہمیں دو بڑے نقصانات پہنچائے۔ ایک تو ایشورارا کو قتل کیا۔ دوسرا بڑا نقصان یہ پہنچایا کہ ہماری وہ غیر معمولی مشین بابا صاحب کے ادارے میں لے گئی۔ اس وقت بھی سونیا اور فرہاد اس مشین کے اسکرین پر ہم سب کو یہاں دیکھ رہے ہیں۔''

وہ ایک توقف سے بولا۔ ''جب جنگ جاری رہتی ہے تو کبھی کسی کا اور کبھی کسی کا پلڑا بھاری رہتا ہے۔ اس مشین کو حاصل کرنے کے بعد بابا صاحب کے ادارے والوں نے اپنا پلڑا بھاری کیا ہے لیکن اب ہماری باری ہے۔ ہم وہ کریں گے جو آج تک تم لوگ نہ کر سکے۔ بہت جلد تمہیں معلوم ہو گا کہ ہم بابا صاحب کے ادارے کے اندر پہنچ کر وہ مشین لے آئے ہیں اور اس ادارے کے بند دروازے کو ہمیشہ کے لیے کھول دیا ہے۔ آئندہ تم لوگ کسی روک ٹوک کے بغیر وہاں جا سکو گے۔''

تمام اکابرین بے یقینی سے سن رہے تھے مگر خوش ہو رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں نائب ایشورارا دوم ایسی چالیں چل رہا ہوں جو ابھی راز میں رہیں گی۔ یہ راز فرہاد تو کیا روحانی علوم جاننے والے بھی معلوم نہیں کر سکیں گے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، تم سب میرے زیرِ اثر رہ کر مسلمانوں سے برتر رہا

کرو گے اور بہت جلد بابا صاحب کے ادارے کی تباہی کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم ابھی دوراہے پر کھڑے ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ ہم نے تمہاری بات نہ مانی تمہارے زیر اثر نہ آئے تو تم بھی مقتول ایشورارا کی طرح ہمیں، ہماری بیوی بچوں کو جانی نقصان پہنچاؤ گے۔ ہم تم سے دہشت زدہ ہو کر بابا صاحب کے ادارے کے سامنے جھکنا نہیں چاہتے۔ یہ ہماری توہین ہوگی۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اگر ان کے آگے نہیں جھکیں گے تو تمہارے آگے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے۔ لہٰذا ہمیں کسی ایک سے دوستی اور کسی دوسرے سے دشمنی مول لینی ہوگی۔''

ذاکر نے کہا۔ ''کس سے دوستی کرو گے اور کس سے دشمنی....؟ یہ فیصلہ ابھی کرو۔''

''ابھی فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ ہمیں تھوڑی سی مہلت دو اور جو دعویٰ ابھی تم کر رہے ہو اسے پورا کر دکھاؤ۔ ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ کس طرح تم بابا صاحب کے ادارے کے بند دروازے کو کھلواؤ گے؟ کس طرح وہاں پہنچ کر اپنی غیر معمولی مشین لاؤ گے؟''

ایک اور اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''تم ناممکن کو ممکن بنانے کا دعویٰ کر رہے ہو۔ اگر تم نے یہ کارنامہ سرانجام دیا تو ہم بے چوں و چرا اس دنیا کو تمہارے حوالے کر دیں گے اور گریٹ ایشورارا کو اپنی پوری دنیا کا بادشاہ تسلیم کر لیں گے۔''

میں نے آلۂ کار کے ذریعے کرسی سے اٹھتے ہوئے قہقہہ لگایا۔ سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ ''تم کس گریٹ ایشورارا کی حکومت یہاں قائم کرو گے؟ ذرا اس نائب ایشورارا سے یہ تو پوچھو کیا وہ حکومت کرنے کے لیے ہماری اس دنیا میں قدم رکھنے کی جرات بھی کر سکے گا یا نہیں؟''

ذاکر نے کہا۔ ''بے شک وہ ابھی اس دنیا میں نہیں آ سکے گا لیکن بہت جلد آئے گا۔''

میں نے کہا۔ ''ان اکابرین کو بتاؤ کہ وہ کب تک آ سکے گا؟''

اس نے کہا۔ ''جب ہم بابا صاحب کے ادارے سے اپنی وہ مشین واپس لے آئیں گے۔''

''تم ان اکابرین کے سامنے بابا صاحب ادارے کو ایک ہوائی قلعہ بنا رہے ہو۔ اس قلعہ کو توڑ رہے ہو۔ اس کے اندر جا کر اپنی مشین کو واپس لا رہے ہو۔ کیا حقیقتاً ایسا کر پاؤ گے؟ کیا ان اکابرین میں سوچنے سمجھنے کی اتنی عقل نہیں ہے۔ کیا انہوں نے مان لیا ہے کہ جو آج تک نہ ہو سکا وہ کام تم سیارے والے کر سکو گے؟''

وہ بڑے جذبے سے بولا۔ ''ہاں، ہم ایسی چالیں چل رہے ہیں کہ ناممکن کو ممکن کر دکھائیں گے۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''چلو ان اکابرین کو یہ بتا دو کہ جب تک وہ مشین ہمارے پاس رہے گی، ایشورارا یہاں کیوں نہیں آ سکے گا؟''

''یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ اکابرین کو بتانا ضروری نہیں ہے۔''

''کوئی بات نہیں میں بتا دیتا ہوں۔ ہمارے پاس جو مشین ہے۔ اس میں گریٹ ایشورارا کی تصویر اور کوڈ نمبرز save کیا ہے۔ جب بھی وہ اس دنیا میں قدم رکھے گا ہم مشین کی اسکرین پر اسے دیکھ لیں گے۔ وہ جہاں بھی ہوگا ہمیں وہاں کا پورا پتا ٹھکانہ معلوم ہو جائے گا اور ہم موت بن کر اس کے سر پر پہنچ جائیں گے۔ وہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکے گا۔ اسی خوف سے وہ ہماری اس زمین پر نہیں آ رہا ہے۔''

میں نے سر گھما کر ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام اکابرین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''افسوس ہے تم لوگوں پر، ہم نے اتنی بڑی کامیابی حاصل کی۔ سیارے والوں کو زمین پر آنے سے روک دیا ہے اور آئندہ بھی انہیں آنے نہیں دیں گے۔ ہماری اس کامیابی اور کامرانی پر تم سب کو خوش ہونا چاہیے مگر اندر سے یہ حسد اور جلاپا ہے کہ اتنی بڑی کامیابی مسلمانوں نے کیوں حاصل کی؟ گریٹ ایشورارا کی یہ کمزوری تمہارے ہاتھوں میں کیوں نہیں آئی؟''

حقیقت یہی تھی ہماری بہت بڑی کامیابی ان سے ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ غیر معمولی مشین بابا صاحب کے ادارے میں رکھی ہوئی تھی۔ ان کے اندر یہ اندیشے سر اٹھا رہے تھے کہ یہ ادارہ پہلے ہی نا قابلِ تسخیر تھا۔ ہمارے خیال خوانی کرنے اور روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اہم ترین رازوں تک پہنچ جایا کرتے تھے۔ اب تو اس مشین کی اسکرین کے ذریعے ان کے گھروں کے اندر بھی پہنچ سکتے تھے۔ ان کے سرکاری اور فوجی راز جو ہماری معلومات کے احاطے میں آنے سے رہ گئے ہیں۔ اب ہم انہیں بہ آسانی اسکرین پر دیکھ لیا کریں گے۔

میں وہاں چپ چاپ بیٹھا دو چار اکابرین کے اندر پہنچ کر ان کے مختصر سے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہے تھے کہ سونیا نے جبراً ان سے وہ مشین حاصل کی ہے۔ اگر وہ

چاہیں تو گریٹ ایشورارا سے دوستی کر کے اس سے کوئی ایسا معاہدہ کریں گے جس کی رُو سے سیارے والے انہیں غیر معمولی مشینیں دوستی اور خیر سگالی کے طور پر پیش کریں گے۔ بابا صاحب کے ادارے والوں نے ایک مشین حاصل کی ہے۔ وہ گریٹ ایشورارا سے دوستی اور سمجھوتا کر کے کئی مشینیں حاصل کرسکیں گے۔ یوں وہ ہم سے کم تر نہیں رہیں گے۔

بہرحال ان کے خیالات سے پتا چل رہا تھا کہ ان کا جھکاؤ سیارے والوں کی طرف ہے۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''کتوں کی دُم ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہی رہتی ہے۔ کتنی ہی سیدھی کی جائے، وہ پھر ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ نائب ایشورارا کے پیش کیے ہوئے سبز باغ دیکھتے رہو۔''

میں ان کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک طرف جا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ سب لوگ سر گھما کر میرے اس آلۂ کار کو دیکھ رہے تھے پھر ان میں سے ایک نے پوچھا۔ ''مسٹر فرہاد! آپ کو اسٹیج پر رہنا چاہیے۔ ہم مزید کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

میری طرف سے خاموشی رہی پھر ایک فوجی افسر نے میرے آلۂ کار سے پوچھا۔ ''کیا مسٹر فرہاد نہیں ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''شاید نہیں ہیں، جا چکے ہیں۔''

ذاکر نے اسٹیج پر سے کہا۔ ''یہ یقین کر لو کہ فرہاد جا چکا ہے اور جانے کے باوجود ہم سب کو اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہا ہے۔ ہماری باتیں سن رہا ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ آئندہ ہماری تمہاری باتیں اس سے چھپی رہیں گی تو یہ ممکن نہیں ہے۔ وہ مشین انہیں سب کچھ بتاتی رہے گی۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''یہ ہماری بڑی بدنصیبی ہے کہ آئندہ ہمارا کوئی راز اب راز نہیں رہے گا۔ مسٹر ایشورارا دوم...! ہم تمہارے ساتھ بھی کسی بند کمرے میں بیٹھ کر رازداری کی باتیں نہیں کرسکیں گے۔''

ایک فوجی افسر نے پوچھا۔ ''مسٹر نائب ایشورارا...! کیا تم اپنی مشین کے ذریعے انہیں دیکھ سکتے ہو؟ ان کی خفیہ باتیں سن سکتے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''فی الحال ایسا نہیں کرسکتا کیونکہ وہ سب بابا صاحب کے ادارے کے اندر ہیں۔ ہم اپنی سائنس اور ٹیکنالوجی کی کسی بھی تکنیک کے ذریعے وہاں پہنچ نہیں پا رہے ہیں لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوگا۔ جلد ہی اس ادارے کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔''

''تب تک ہم کیا کریں گے؟ وہ لوگ ہمیں نقصان پہنچائیں گے تو ہم اپنا دفاع کیسے کریں گے؟''

''میرے پاس میری عقل، میری صلاحیتیں' میری سائنس اور ٹیکنالوجی ہے۔ تمہارے پاس فوج ہے، طاقت ہے، دولت ہے، وسیع ذرائع ہیں۔ ہم سب مل کر اپنا دفاع کریں گے۔''

ایک نے کہا۔ ''وہ ہمیں جانی نقصان پہنچائے گا تو تم کیا کرو گے؟''

''میں ان مسلمان اکابرین کو نقصان پہنچاؤں گا جو بابا صاحب کے ادارے کے باہر ہیں۔ جتنے بھی علما دین ہیں۔ وہ باری باری بے موت مارے جائیں گے۔ تم سب دیکھو گے کہ میں کس طرح اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گا۔''

میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو تشویش بھری نظروں سے دیکھا وہ ایسی اوچھی حرکتیں کرسکتا تھا۔ ہمارے علما دین کو خوامخواہ جانی نقصان پہنچا سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ ''ہم نے نہ تو پہلے ان کے اکابرین میں سے کسی کو خوامخواہ جانی نقصان پہنچایا ہے اور نہ ہی آئندہ ہم ایسا کریں گے لیکن وہ نائب ایشورارا (ذاکر) ہم سے لازمی دشمنی کرے گا۔ ہمیں غصہ دلانے اور بھڑکانے کے لیے خود ہی امریکہ اور یورپ کے اکابرین پر حملے کرے گا۔ ان کا الزام ہمارے سر رکھے گا پھر اس بہانے انتقام لینے کے لیے ہمارے علما کرام کو نقصان پہنچائے گا۔''

سونیا نے پریشان ہو کر کہا۔ ''ہمیں اس کم بخت نائب ایشورارا دوم کو کسی بھی طرح تلاش کرنا ہوگا۔ پتا نہیں اس نے اپنا خفیہ اڈہ کہاں بنایا ہے؟''

اس پہلو سے ہم کمزور پڑ رہے تھے۔ وہ بہت ہی محتاط تھا۔ اپنے سائے تک بھی پہنچنے کا موقع نہ دیتا۔ اعلیٰ حضرت نے اس معاملے میں خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ان کی خاموشی اکثر ہمیں حوصلہ دیتی تھی کہ وہ ہم پر اعتماد کر رہے ہیں۔ اپنی باطنی صلاحیتوں سے سمجھ رہے ہیں کہ ہم ناممکن کو ممکن کر دکھائیں گے۔

خدا کرے ایسا ہی ہو، فی الوقت ہم لاعلمی کی تاریکی میں اسے دیکھ نہیں پا رہے تھے۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

نہ ہم جانتے تھے، نہ ذاکر جانتا تھا کہ کب اور کہاں ہمارا آمنا سامنا ہوسکتا ہے۔ وہ اپنے پیچھے کوئی سراغ نہیں چھوڑ رہا تھا۔ اپنی پناہ گاہ میں پوری طرح محفوظ تھا۔ استنبول کے ایک مکان میں مشین کے سامنے بیٹھا، اس کی اسکرین پر کانفرنس ہال کا منظر دیکھ رہا تھا اور وہاں اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے اکابرین سے باتیں کررہا تھا۔

سونیا لباس تبدیل کرنے اور سفری بیگ میں ضروری سامان رکھنے چلی گئی۔ میں نے اس سے کہا۔ ''وہ اپنی مشین کے سامنے بیٹھا ہوگا۔ ہم یہاں اپنی مشین کے پاس ہیں جس طرح آئینے کے روبرو ہم اپنے عکس کو دیکھتے ہیں اور عکس گویا ہمیں دیکھتا ہے۔ کیا اسی طرح تم اپنی مشین آپریٹ کرکے اسے نہیں دیکھ سکتی ہو؟''

اس نے کہا۔ ''ہماری مشین میں نائب ایشورارا (ذاکر) کی تصویر اور کوڈ نمبرز فیڈ نہیں کیے گئے ہیں۔ اس کے برعکس اس کی مشین میں ہم دونوں کی تصویریں Save کی گئی ہوں گی۔''

میں نے کہا۔ ''اچھا سمجھ گیا۔ جب تک وہ اپنی مشین سے ہمیں نہیں دیکھے گا۔ اس وقت تک ہم اسے اپنی مشین کے ذریعے کیچ نہیں کرسکیں گے۔''

''یہی بات ہے..... جب وہ اپنی اسکرین پر ہمیں دیکھنا چاہے گا، تب ہی ہم اسے دیکھ سکیں گے۔''

میں مشین کی اسکرین پر کانفرنس ہال میں تمام اکابرین کو اور نائب ایشورارا کے آلۂ کار کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اکابرین سے کہہ رہا تھا۔ ''ابھی فیصلہ سناؤ۔ تم سب گریٹ ایشورارا کی اطاعت قبول کروگے یا نہیں؟ یہاں ہماری حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں ہم سے تعاون کروگے یا نہیں؟''

وہ آپس میں مشورے کررہے تھے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''اس سلسلے میں باقاعدہ تحریری معاہدہ ہونا چاہیے۔ ہمارے چند مطالبات ہیں، انہیں مان لوگے تو ہم کسی حیل و حجت کے بغیر گریٹ ایشورارا کو اپنا حکمران تسلیم کرلیں گے۔''

''اپنے مطالبات بیان کرو۔ میں انہیں اپنے آقا تک پہنچاؤں گا۔''

''ہمارا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ تم امریکا، برطانیہ، فرانس اور جرمنی یہ چار ممالک ہمارے لیے چھوڑ دوگے پھر حکومت کرنے کے لیے باقی دنیا تمہاری ہوگی۔ یہاں قدم جمانے کے سلسلے میں ہم تمہارا بھرپور ساتھ دیں گے۔''

اس نے پوچھا۔ ''تمہارا دوسرا مطالبہ کیا ہے؟''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم سائنس اور تیکنالوجی میں مسلمانوں سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے۔ ان کے پاس ایک غیر معمولی مشین پہنچ گئی ہے۔ وہ انہیں ہم پر حاوی رکھے گی لہٰذا ہم بھی ایسی غیر معمولی مشین چاہتے ہیں۔ تمہارے سیارے میں مختلف نوعیت کی جتنی مشینیں ہیں۔ وہ تم ہمیں دوگے۔''

میں نے سونیا سے کہا۔ ''یہ اکابرین غلامی کا طوق اپنی گردن میں پہننے سے پہلے بڑے بڑے مطالبات پیش کررہے ہیں۔''

وہ مشین کے پاس آکر اسے آف کرتے ہوئے بولی۔ ''ابھی یہاں سے چلو۔ تم بعد میں خیال خوانی کے ذریعے اکابرین کے اندر جاکر معلوم کرہی لوگے کہ انہوں نے سیارے والوں سے کیا سودے بازی کی ہے؟''

ہم پیرس پہنچ کر اکابرین کے ذریعے ذاکر کو اطلاع دینا چاہتے تھے کہ وہ اپنی مشین کی اسکرین پر ہمیں دیکھ سکتا ہے۔ ہم اپنے ادارے سے باہر آچکے ہیں۔

ادارے کے باہر ہمارے لیے کار کھڑی تھی۔ ہم اس کی اگلی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ سونیا ڈرائیو کرنے لگی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے کانفرنس ہال میں اپنے آلۂ کار کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں ان کے درمیان مطالبات کے سلسلے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ ذاکر نے ان کے تمام مطالبات سننے کے بعد کہا۔ ''میں ابھی گریٹ ایشورارا سے رابطہ کروں گا اور تمہارے تمام مطالبات اس کے سامنے پیش کروں گا۔ اب میں جارہا ہوں۔ میں پھر کسی وقت تم لوگوں سے رابطہ کروں گا۔''

ذاکر اپنی جگہ دماغی طور سے حاضر ہوگیا۔ سوچنے لگا..... اگرچہ ان کے مطالبات بڑے زبردست ہیں مگر انہیں مان لینے سے ہمیں فرق نہیں پڑے گا۔ وہ صرف چار ممالک اپنے پاس رکھ کر باقی دنیا ہمارے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ میں ابھی گریٹ ایشورارا سے بات کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے، وہ بھی ان مطالبات کو زیادہ اہمیت نہیں دے گا۔

اس نے کمیونیکیشن..... مشین کے ذریعے رابطہ کیا پھر تحریر کے ذریعے کہا۔ ''میں اپنے ان داتا... اپنے معلم سے مخاطب ہوں۔ اپنے معلم گریٹ ایشورارا کو ارضی دنیا کے موجودہ حالات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔''

اس چھوٹی سے کمیونیکیشن مشین کی اسکرین پر تحریری جواب اُبھرنے لگا۔ ''میں گریٹ ایشورارا تمہارا پیغام وصول کررہا ہوں۔ بولو، وہاں کی کیا خبر ہے؟''

اس نے لکھا۔ ''جیسا کہ تو جانتا ہے، فرہاد علی تیمور ایک فرضی ایشورارا پیدا کرکے ہماری مشکلات بڑھا رہا تھا۔ میں نے مجبور ہوکر تیرے حکم کے مطابق تمام اکابرین پر یہ ظاہر کردیا ہے کہ سیارے والے ہم ہیں اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔ میں گریٹ ایشورارا کا نائب ایشورارا دوم اس زمین پر ہوں۔''

وہ اسے کانفرنس ہال کی تمام باتیں بتا رہا تھا۔ گریٹ ایشورارا نے پوری روداد سننے کے بعد کہا۔ ''فرہاد نے بڑی مکاری سے ہمیں خود کو ظاہر کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ اب ان اکابرین کے خیالات ہمارے متعلق کیا ہیں؟ بتاؤ؟''

ذاکر نے کہا۔ ''اگرچہ فرہاد نے اپنی برتری ثابت کی ہے، انہیں وارننگ دی ہے کہ انہوں نے ہمارا ساتھ دیا تو ان سب کو برے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے باوجود تمام اکابرین ہمارے آگے جھکنے کو تیار ہیں۔''

وہ خوش ہوکر بولا۔ ''یہ میرے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے۔ اس سے اچھی بات اور کیا ہوگی، کسی خون خرابے کے بغیر وہاں ہماری حکومت قائم ہوجائے گی۔''

''لیکن انہوں نے دو بڑے اہم مطالبات پیش کیے ہیں۔''

اسکرین پر اس کی تحریر اُبھری۔ ''بات ادھوری نہ چھوڑو، پوری کرو۔''

''وہ چاہتے ہیں، ہم امریکا، برطانیہ، فرانس اور جرمنی کو آزاد ممالک کے طور پر رہنے دیں۔ ان کی طرف رخ نہ کریں۔ باقی تمام دنیا ہماری ہوگی۔ وہاں حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں وہ ہماری بھرپور مدد کریں گے۔''

تھوڑی دیر بعد اسکرین پر جواب اُبھرا۔ ''ہم پوری روٹی بیک وقت اپنے منہ میں نہیں ٹھونس سکتے۔ اسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے کھاتے ہیں۔ تب وہ پوری ہمارے پیٹ میں جاتی ہے۔ اسی طرح ہم بیک وقت پوری دنیا پر قبضہ نہیں جما سکتے۔ یوں ہی سہی وہ اکابرین دنیا کے ایک حصے پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ باقی تین حصے ہمارے ہوں گے۔ جب وہ تینوں حصے ہمارے پیٹ میں اتر جائیں گے تو ہم ڈکار لینے کے بعد ان چاروں ممالک کو بھی ایک ایک کرکے حلق سے اتار لیں گے۔''

''بے شک، تیری یہ حکمتِ عملی کامیاب ثابت ہوگی لیکن دنیا کے اس بڑے حصے میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ اب تک لوہے کا چنا ثابت ہوئے ہیں۔ ہم انہیں کیسے چبا سکیں گے؟''

گریٹ ایشورارا کی تحریر اُبھری۔ ''پہلے ہم مسلمانوں سے بھی اس طرح کا سمجھوتا کریں گے۔ جس طرح ان چار ممالک کی طرف رخ نہیں کریں گے۔ اسی طرح بابا صاحب کے ادارے کی طرف بھی رخ نہیں کریں گے۔'' اک ذرا وقفے سے اس کی تحریر اُبھری۔ ''دنیا کے ایک حصے میں عیسائیوں اور یہودیوں کی حکومت ہوگی۔ دوسرے حصے میں مسلمانوں کی باقی کے دو حصے ہمارے ہوں گے۔ یعنی آدھی دنیا ہماری ہوگی۔ اگر ابتدا میں کھانے کو آدھی روٹی ملے تو کوئی بات نہیں۔ رفتہ رفتہ پوری روٹی بھی مل جائے گی۔''

ذاکر نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''میں فرہاد سے نمٹ رہا ہوں تو پتا چل رہا ہے کہ انہیں زیر کرنا آسان نہیں ہوگا۔''

''فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے کی بنیادی ستون ہیں۔ جس دن ہم یہ ستون گرادیں گے، اس روز اس ادارے کی دیواریں گر جائیں گی۔ فکر نہ کرو ہمارے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والے بچے مسلمان بن کر آج رات اس دنیا میں پہنچ رہے ہیں۔ کل صبح وہ بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کریں گے پھر دیکھتے ہیں، کیا ہوگا؟ مجھے خاطر خواہ نتائج کی امید ہے۔''

''میرے پاس ان پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تصویریں اور کوڈ نمبرز ہیں۔ آج میں انہیں اپنی مشین میں (Save) کروں گا پھر اسکرین پر انہیں دیکھتا رہوں گا۔''

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ''ان اکابرین کا دوسرا مطالبہ کیا ہے؟''

''وہ ہماری سائنس تیکنالوجی کی تمام صلاحیتیں مانگ رہے ہیں۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''میں کچھ سمجھ نہیں سکا۔ وضاحت کرو؟''

''وہ کہتے ہیں کہ ہماری ایک غیر معمولی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی ہے۔ مسلمانوں کی طاقت پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔ وہ ان سے کمتر رہنا نہیں چاہتے۔ ان کے پاس بھی ایسی ہی صرف ایک مشین نہیں بلکہ وہ تمام مشینیں ہونی چاہیے جو ہم نے اب تک اپنے سیارے میں تیار کی ہیں۔''

''ہوں، سمجھ گیا، ہماری چھوٹی بڑی تمام مشینیں ان چاروں ممالک میں پہنچیں گی تو ان کے سائنس داں ایسی ہی دوسری مشینیں بھی تیار کرلیں گے۔ بڑی حد تک ہماری سائنس اور تیکنالوجی کو سمجھ لیں گے... ذرا مجھے سوچنے دے۔''

وہ انتظار کرنے لگا۔ بصرہ جیسی حسین اور نوجوان عورت اس کے دل و دماغ میں چیخ رہی تھی۔ ''کیا مجھے بھلا دیا ہے؟ میرے پاس کب آئے گا...؟ میں اس چار

دیواری کے اندر تیری چھت کے نیچے ہوں۔ تیری دسترس میں ہوں اور تُو ہے کہ اپنے معاملات میں اُلجھا ہوا ہے۔''

وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کوئی بازاری عورت نہیں تھی۔ نہایت ہی نیک اور پارسا تھی۔ اس وقت ظہر کی نماز ادا کر رہی تھی۔ وہ اس کے دماغ میں اپنا تصور پیش کرتے ہوئے اسے اپنی طرف مائل کرنے لگا۔ اس کے اندر یہ سوچ پیدا کرنے لگا۔ ''جس محسن نے مجھے یہاں.... پناہ دی ہے، وہ بہت ہی خوبرو اور صحت مند جوان ہے۔ اگر مجھے بازوؤں میں لے کر سینے سے لگائے گا تو میں محبت سے مر ہی جاؤں گی۔''

بصرہ نے نماز کی نیت توڑ دی۔ توبہ توبہ کرتے ہوئے سوچنے لگی۔ ''نماز کے وقت ایسے شیطانی خیالات کیوں پیدا ہو رہے ہیں؟ میں نے اپنے شوہر کے ساتھ صرف دو راتیں گزاریں، اس کے بعد اسے قتل کر دیا گیا پھر میں نے کسی دوسرے مرد کا تصور نہیں کیا۔ اگر کسی وجہ سے جذبات بھڑ کتے ہیں تو میں انہیں کچل دیتی ہوں۔ یا خدا...! پھر تیری عبادت کرتے وقت ..... تجھے یاد کرتے وقت یہ شیطانی خیالات کیوں پیدا ہو رہے ہیں؟ مجھے شیطان مردود سے بچا.... آمین۔ میں لاحول پڑھتی ہوں۔''

اس نے جیسے ہی لاحول پڑھی۔ ذاکر کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ایمان کی راہ پر چلنے والوں کے ساتھ براہِ راست کوئی معجزہ نہیں ہوتا۔ بصرہ کی دعائیں اس طرح قبول ہوئیں کہ اسے براہ راست قدرتی طور پر اس کے اندر سے بھگایا نہیں گیا بلکہ کیمیکیشن مشین نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اس مشین کی ننھی سی اسکرین پر گریٹ ایشورارا کی تحریر اُبھر رہی تھی۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''ان اکابرین کا یہ دوسرا مطالبہ بھی پورا کیا جا سکتا ہے۔ وہ ہماری تیار کردہ چھوٹی بڑی مشینوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی بات نہیں ہم انہیں سب کچھ دیں گے لیکن وہ مشینیں کارکردگی کے اعتبار سے مکمل نہیں ہوں گی۔ ان میں ایسے ناقص پرزے لگے ہوں گے جو ایک آدھ ہفتے کے بعد ناکارہ ہو جائیں گے۔ اگر وہ دوبارہ ایسے پرزے بنائیں گے تو وہ اپنی ساخت کے مطابق پھر ایک آدھ ہفتے میں ناکارہ ہو جایا کریں گے۔ ہم انہیں اصل پرزوں کی ساخت اور تکنیک نہیں بتائیں گے۔ مختلف حیلوں بہانوں سے انہیں ٹالتے رہیں گے۔''

''بے شک، تیری اس حکمتِ عملی سے وہ ایک عرصے تک بیوقوف بنتے رہیں گے اور اس عرصے میں ہم یہاں کے حکمران بن چکے ہوں گے۔''

اس نے پوچھا۔ ''ان کے مزید مطالبات کیا ہیں؟''

''وہ ہم سے تحریری معاہدہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ہم یہاں کی عالمی عدالت کے پابند رہیں۔''

''یہ سب رسمی کارروائی ہے۔ ہم ضرور کریں گے پھر اپنے مفادات اور حالات کے مطابق اس معاہدے کے خلاف کچھ کریں گے تو وہ ہمارا کیا بگاڑ لیں گے؟ ہم اس دنیا کی عالمی عدالت کو بھی اپنے زیرِ اثر لے آئیں گے۔''

''بے شک تو بہتر جانتا ہے کہ کن حالات میں کیا کرنا چاہیے؟''

''میں دوسرے معاملات میں مصروف ہوں تو ان اکابرین کو خوشخبری سنا دے کہ ان کے تمام مطالبات پورے کیے جا رہے ہیں۔ میں دو چار گھنٹے بعد تجھ سے رابطہ کروں گا۔''

رابطہ ختم ہو گیا۔ ذاکر نے کیمیکیشن مشین کو بند کر دیا۔ گریٹ ایشورارا کے حکم کے مطابق اب اسے اکابرین کو خوشخبری سنانی تھی۔ اس نے سوچا۔ ''ایسی جلدی کیا ہے؟ گریٹ ایشورارا دو چار گھنٹے بعد رابطہ کرے گا، میری چھت کے نیچے جو جوان عورت ہے، وہ مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ میں ایک گھنٹے بعد اکابرین کو خوشخبری سناؤں گا۔ ابھی ذرا موج مستی ہو جائے۔ دماغ کو فریش کر لیا جائے۔''

اس نے سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اس کمرے کے بعد جو دوسرا کمرہ تھا، وہاں سے ہوس اسے پکار رہی تھی۔ اس نے سوچا۔ ''پہلے خیال خوانی کے ذریعے اسے اپنی طرف مائل کیا جائے پھر اس کے کمرے میں جانا مناسب ہوگا۔''

یہ سوچ کر وہ اس کے اندر پہنچ گیا۔ بصرہ نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہی تھی۔ ذاکر نے پھر اس کے ذہن میں اپنا تصور پیش کیا۔ اس کے اندر یہ سوچ پیدا کرنے لگا۔ ''میرا محسن گبرو جوان ہے۔ میں اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر اس کے سینے سے لگنا چاہتی ہوں۔ اس کے ساتھ خوش گوار لمحات گزارنا چاہتی ہوں۔''

وہ بیچاری دعا مانگتے مانگتے ایک دم لرز گئی۔ دونوں کان پکڑ کر توبہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ''یا خدا...! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہوں؟ میں کس حد تک سمجھ رہی ہوں میری ماما پھر شیطانی حرکتیں کرنے لگی ہیں۔ یا خدا...! مجھے میری ماں کے پراسرار شیطانی عمل سے نجات دلا، آمین۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ''کیا اس کی کوئی ماں بھی ہے جو پراسرار شیطانی عمل جانتی ہے؟''

پھر اس نے بے پروائی سے سوچا۔ ''جانتی ہوگی۔ میرا کیا بگاڑ لے گی؟ اگر بگاڑنا ہوتا تو اب تک ان دشمنوں کا بہت کچھ بگاڑتی اور انہیں سزائیں دیتی جو اس کی بیٹی کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک آئے تھے۔''

وہ پھر بصرہ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ دوبارہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہی تھی۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کے ہاتھوں کو نیچے گرا دیا۔ اس نے پریشان ہو کر اپنے ہاتھوں کو دیکھا پھر انہیں دعا کے لیے اٹھایا۔ ''یا خدا...! میرے حال پر رحم فرما...''

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ ذاکر کی مرضی کے مطابق مصلّے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے اندر یہ سوچ پیدا ہو رہی تھی۔ ''میرا یار دلدار میرے پاس آ رہا ہے۔ مجھے گرمجوشی سے اس کا استقبال کرنا چاہیے۔ فوراً دوڑ کر اس سے لپٹ جانا چاہیے۔''

اس کا دماغ پوری طرح خیال خوانی کے شکنجے میں آ گیا تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق سوچ بھی رہی تھی اور شرمناک خیالات سے لڑتی بھی جا رہی تھی۔ ''نہیں... مجھے ایسی باتیں نہیں سوچنا چاہیے۔ یا خدا...! مجھے اس راستے پر چلا جس پر چلنے سے ثواب ملتا ہے۔ اس راستے سے بچا جس پر چلنے سے تیرا غضب نازل ہوتا ہے۔''

ذاکر اس کے کمرے میں آ گیا۔ دونوں بازو پھیلا کر بولا۔ ''آؤ میری جان! میرے سینے سے لگ جاؤ۔ حالات کی ٹھوکروں نے میری آغوش میں آنے کے لیے تمہیں یہاں پہنچایا ہے۔ آؤ چلی آؤ۔''

وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ سحر زدہ سی ہو کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ ان لمحات میں وہ دعا مانگنا بھول گئی تھی۔ اچھے اور برے کی تمیز نہیں رہی تھی۔ اپنی پارسائی کو بھی بھول چکی تھی۔ لوہے کی طرح مقناطیس کی سمت کھنچتی چلی جا رہی تھی۔

پھر گناہوں کی دلدل میں گرنے کے لیے صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ گیا۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے ذاکر کے شیطانی ارادوں سے نہیں بچا سکتی تھی لیکن نیک نیتی اور پارسائی پورے اعتماد اور ایمان کے ساتھ ہو تو دعائیں عرش تک پہنچتی ہیں۔

ذاکر نے اس کے بھرے بھرے بازوؤں کو پکڑا تو اسی لمحے میں بیرونی دروازے پر جیسے زلزلہ سا آ گیا۔ کوئی دروازے کو زور زور سے پیٹ رہا تھا۔ وہ فوراً ہی بصرہ سے ذرا دور ہو کر چیختے ہوئے بولا۔ ''عمار! کہاں ہو تم؟ دیکھو کون آیا ہے؟''

اس نے سر گھما کر بصرہ کو ہوس ناک نظروں سے دیکھا۔ اسے پھر پکڑنے اور دبوچ لینے کا جی چاہ رہا تھا لیکن پتا نہیں باہر کون آیا تھا؟ یہ دیکھنا ضروری تھا۔

وہ جھنجلا گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ اس وقت تک عمار نے دروازہ کھول دیا تھا۔ ایک پولیس آفیسر دو سپاہیوں کے ساتھ دندناتا ہوا اندر آ رہا تھا۔ ذاکر نے ناگواری سے کہا۔ ''یہ کیا حرکت ہے؟ کسی کے گھر میں اجازت کے بغیر داخل ہونا قانون کے خلاف ہے۔''

پولیس افسر نے کہا۔ ''ہم قانون کو تم سے زیادہ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔''

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''آرام سے بیٹھو اور ہمارے سوالوں کا جواب دو۔ اگر تم نے اپنے جوابات سے مطمئن کیا تو ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ ورنہ ہتھکڑیاں پہنا کر لے جائیں گے۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''ایسی کیا بات ہے کہ ہم پر خوامخواہ شبہ کر کے یہاں تک چلے آئے ہو؟''

''میں نے کہا ہے نا آرام سے بیٹھو پھر بات کرو۔''

ذاکر کرسی پر بیٹھتے بیٹھتے اس افسر کے دماغ میں پہنچا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ ایک دم سے چونک کر ذاکر کو دیکھا۔ مسکرایا پھر سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''اچھا تو تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟''

وہ ذرا بوکھلا سا گیا۔ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''یہ..... یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ یہ ٹیلی پیتھی کیا ہوتی ہے، میں نہیں جانتا؟''

وہ ذاکر کو گھورتے ہوئے بولا۔ ''جان جاؤ گے۔ میں تو بہت کچھ جان رہا ہوں.... کیا استنبول کے شہری ہو؟''

''ہاں، میرے پاس آئی ڈی کارڈ اور یہاں کی شہریت کے اہم کاغذات ہیں۔''

''ہم ایسے دور سے گزر رہے ہیں کہ ناممکن کو ممکن بنانا آسان ہو گیا ہے۔ میں بھی کاغذات کے ذریعے خود کو انگلینڈ اور امریکا کا شہری ثابت کر سکتا ہوں۔ بھاری رشوت دے کر صحیح اور پکے کاغذات بنوائے جا سکتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ یہ بتاؤ میں تمہیں کس طرح مطمئن کر سکتا ہوں؟''

پولیس افسر باتوں کے دوران سر گھما کر کمرے کو دیکھ رہا تھا پھر کرسی سے اٹھ کر میز پر رکھے ہوئے بریف کیس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ ''کیا یہ بریف کیس ہے یا لیپ ٹاپ (کمپیوٹر)؟''

ذاکر فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا اس

فلیر معمولی مشین کے پاس آیا پھر بولا۔ ''یہ لیب ٹاپ ہے۔''

''میں اسے کھول کر دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''تم اسے دیکھ کر کیا کرو گے؟ آخر معلوم تو ہو کس سلسلے میں ہم پر شبہ کیا جا رہا ہے؟ کیا میں کوئی مجرم ہوں، ڈاکو ہوں یا قاتل ہوں؟ یا اسمگلر ہوں؟''

وہ بولا۔ ''اچھا سوال ہے۔ تم پر اسمگلر ہونے کا شبہ ہے۔ یہ شبہ کیوں ہے؟ ابھی بتاؤں گا۔ پہلے اس لیب ٹاپ کو کھولو۔''

اس نے بڑی بے بسی سے اس پولیس افسر کو دیکھا۔ بے بسی اور مجبوری یہ تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ٹریپ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے ہولسٹر میں ایک ریوالور تھا۔ وہ اس سے جھگڑا بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے مجبور ہو کر اس مشین کو کھولا۔ پولیس افسر حیرانی سے دیکھنے لگا۔ کہنے لگا۔ ''یہ کمپیوٹر کی طرح ضرور ہے لیکن کچھ عجیب سا ہے۔ یہ آلات کیسے ہیں؟ میں پہلی بار ایسا کمپیوٹر دیکھ رہا ہوں۔ میں یورپ کے کئی ممالک میں جا چکا ہوں۔ کمپیوٹر کے سلسلے میں اچھی خاصی معلومات رکھتا ہوں لیکن یہ تو بالکل مختلف ہے۔ کیا مجھے سمجھاؤ گے کہ یہ کیا ہے؟ اور اسے کیسے آپریٹ کیا جاتا ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں ابھی خود اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اسے آج صبح ہی استنبول کے چور بازار سے خریدا ہے۔ تم میرے ساتھ اس چور بازار میں چلو۔ وہ دکاندار اس بات کی گواہی دے گا کہ میں یہ کمپیوٹر آج ہی اس سے خرید کر لایا ہوں۔''

ڈاکر نے یہ بات بڑے اعتماد سے اس لیے کہہ دی کہ وہ چور بازار جا کر کسی بھی دکاندار کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنی مرضی کے مطابق بیان دینے پر مجبور کر سکتا تھا۔

افسر نے کہا۔ ''اس چور بازار میں اسمگلنگ کا سامان آتا ہے۔ کیا وہ دکاندار بتا سکے گا کہ یہ عجیب و غریب کمپیوٹر کہاں سے اسمگل کر کے لایا گیا ہے؟''

ڈاکر نے کہا۔ ''تم پولیس افسر ہو۔ چور بازار کے دکانداروں کے متعلق اچھی طرح جانتے ہو گے کہ وہ صرف مال خریدتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ وہ مال کہاں سے لایا گیا ہے اور کون لایا ہے؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ ''درست کہتے ہو۔ کیا تم یہ جاننا چاہو گے کہ تم پر کس لیے شبہ کیا جا رہا ہے؟''

''بے شک، میں جاننا چاہوں گا۔''

افسر نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سے مخملی ڈبیا نکالی پھر اسے کھول کر دکھایا۔ اس کے اندر ایک چھوٹا سا جگمگاتا ہوا ہیرا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''اس ہیرے کو پہچانتے ہو؟''

وہ سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''بے شک پہچانتا ہوں۔ یہ میرے پاس تھا۔ میں نے کل شام اسے الخیری جیولرز کے پاس فروخت کیا تھا۔''

''میں نے اسے اسی جیولر سے حاصل کیا ہے۔ میرے ایک ماتحت نے یہ ہیرا وہاں دیکھا تھا، اس نے دوسرے کئی جیولرز کو اسے دکھایا، سب ہی کہہ رہے ہیں کہ یہ نایاب ہے۔ ہماری دنیا میں پہلے کبھی ایسا ہیرا دیکھا نہیں گیا۔''

ڈاکر نے کہا۔ ''اسے اب سے چھ ماہ پہلے میں نے ایک ضرورت مند سے خریدا تھا۔ کل مجھے رقم کی ضرورت ہوئی لہٰذا میں نے اسے فروخت کر دیا۔ اب میں نہیں جانتا کہ وہ ضرورت مند اس ہیرے کو کہاں سے لایا تھا؟''

پولیس افسر نے پوچھا۔ ''کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے کہ تمہارے پاس سے ایسی چیزیں برآمد ہو رہی ہیں جو سب ہی عجیب و غریب ہیں اور اس دنیا میں پہلی بار دیکھی گئی ہیں؟''

وہ بولا۔ ''مجھے عجیب و غریب چیزیں خریدنے کا شوق ہے۔ میں ایسی چیزوں کی تلاش میں رہتا ہوں۔ اس لیے میں نے یہ ہیرا خریدا تھا اور یہ کمپیوٹر بھی تمہارے سامنے ہے۔ تم میرے شوق کا اندازہ کر سکتے ہو۔''

''میں صرف اندازہ کرنے نہیں بلکہ یقین کرنے آیا ہوں۔ تمہارے سامان میں اور بھی عجیب و غریب چیزیں ہو سکتی ہیں۔''

وہ اس کمرے کو سرسری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''یوں بھی تمہارے پاس کچھ زیادہ سامان نہیں ہے۔ یہ فرنیچر اور آرائشی سامان تو مالک مکان کی طرف سے ہے۔ بس یہ دو بیگ دکھائی دے رہے ہیں۔''

پھر اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔ ''ان کو کھولو اور دیکھو کہ پنڈورا باکس سے کیا نکلتا ہے؟''

ڈاکر پریشان ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے اندر سے ایسی مشین اور ایسے ریموٹ کنٹرول نکلیں گے جو اس دنیا میں پائے نہیں جاتے۔ اس کے سفری بیگ میں اچھے خاصے ہیرے جواہرات اور سونے کی بنی اینٹیں تھیں۔ یہ تمام چیزیں ثابت کر سکتی تھیں کہ وہ دونوں اس دنیا کے باشندے نہیں ہیں۔

ڈاکر نے خیال خوانی کے ذریعے عمار سے پوچھا۔ ''کیا تم ان سپاہیوں کے اندر پہنچ سکتے ہو؟''

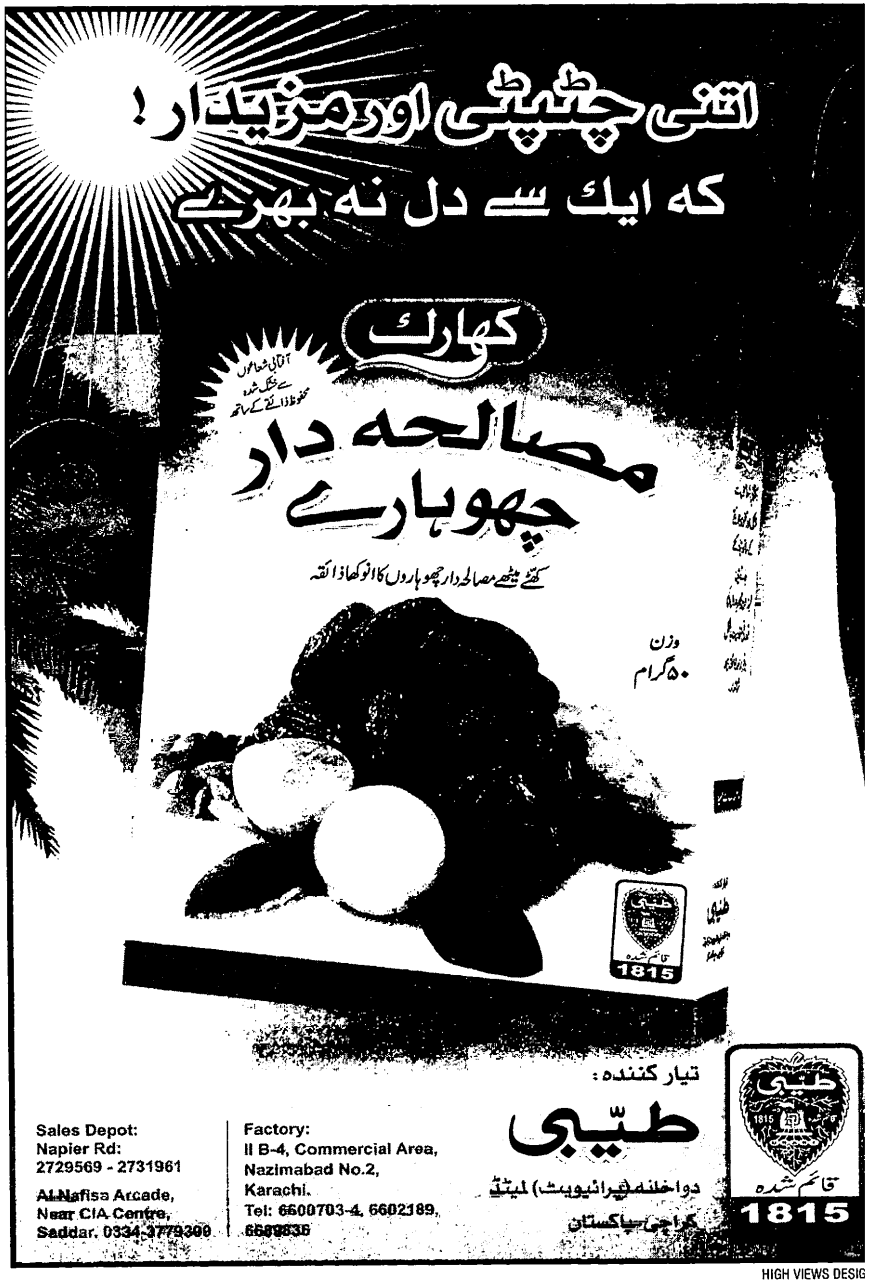

''ہاں، میں ان کے اندر بہت پہلے ہی پہنچ چکا ہوں۔ بس تیرے حکم کا منتظر ہوں۔''

''تو پھر دیر نہ کر۔ ان کے ذریعے اس آفیسر پر گولی چلا۔''

اس نے ایک سپاہی کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر آفیسر کا نشانہ لیا مگر نشانہ چوک گیا۔ گولی اس کے قریب سے گزر گئی۔ وہ فوراً ہی چھلانگ لگا کر میز کے دوسری طرف گیا ساتھ ہی ہڑبڑایا۔ ''میں بھول گیا تھا کہ تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے سپاہیوں کو استعمال کرسکتا ہے۔''

اس نے میز کے پیچھے جاتے ہی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا تھا۔ اس غیر معمولی مشین کو بند کر کے میز پر یوں کھڑا کر دیا تھا جیسے اپنے سامنے دیوار بنا چکا ہو۔ اس نے ذاکر پر فائر کیا۔ دونوں طرف سے نشانہ چوک رہا تھا۔ ذاکر نشانے پر آنے سے پہلے ہی بیٹھ گیا تھا۔ گولی ایک سپاہی کو لگی۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑا۔ عمار دوسرے سپاہی کے اندر موجود تھا۔ اس نے پھر اس کے ذریعے فائر کیا۔ دو گولیاں چلیں' دونوں گولیاں مشین پر لگیں۔ ذاکر نے تیزی سے قریب آ کر اس میز کو پولیس افسر پر الٹ دیا۔ پولیس افسر نے گولی چلائی، وہ گولی عمار کو جا کر لگی۔

ذاکر کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس کا ایک ہی ساتھی تھا' وہ بھی مارا گیا تھا۔ پولیس افسر میز کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا ایک سپاہی ابھی زندہ تھا۔ ذاکر نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ دوڑتا ہوا میز کے قریب آیا پھر اس نے اپنے ہی افسر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ اس کے بعد اس نے اپنی ہی گن سے خود کو ہلاک کر لیا۔

وہاں فائرنگ کی آوازیں گونجتی رہی پھر ایک دم سے گہرا سناٹا چھا گیا۔ بصرہ اپنے کمرے میں سہمی ہوئی سی بیٹھی تھی۔ پریشان ہو رہی تھی کہ کہاں آ کر پھنس گئی ہے۔

اُدھر ذاکر علی بُری طرح پریشان ہو گیا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ فائرنگ کی آوازیں سارے علاقے کی پولیس کو اس طرف متوجہ کر لیں گی۔ اس نے جلدی سے عمار کے بیگ میں سے وہ تمام اہم چیزیں نکال کر اپنے بیگ میں رکھیں' جن کے ذریعے وہ سیارے کا باشندہ ثابت ہو سکتا تھا پھر اس نے اس غیر معمولی مشین کو اٹھا کر دیکھا تو دل ڈوبنے لگا۔

اس مشین پر دو گولیاں لگی تھیں۔ اس نے مشین کو کھول کر دیکھا۔ اندر کئی پرزے ٹوٹے ہوئے دکھائی دیے تھے۔ اس نے سر پکڑ لیا۔ زیادہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ اس نے مشین کو بند کیا۔ اسے ایک کپڑے میں لپیٹا اور بغل میں دبا کر بیگ کو اٹھایا پھر تیزی سے چلتا ہوا دروازہ کھول کر باہر جانے لگا۔ تب اسے خیال آیا کہ ایک حسین اور جوان عورت پیچھے رہ گئی ہے۔

اس نے سر گھما کر بڑی حسرت سے اسے دیکھا۔ وہ اس کمرے میں آ کر مردہ افسر کے پاس کھڑی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور دونوں ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے۔

ذاکر نے کہا۔ ''اس دنیا میں آ کر مقدر کو ماننا پڑتا ہے۔ تمہیں کسی بھی روک ٹوک کے بغیر حاصل کر سکتا تھا۔ آہ.... دل میں حسرت لیے جا رہا ہوں جو کبھی سوچا بھی نہیں وہ ہو گیا ہے۔''

ایسے ہی وقت بصرہ نے اپنے دونوں ہاتھ آگے کیے۔ اس کے ہاتھ میں افسر کا ریوالور تھا۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا۔ ''خبردار! گولی نہ چلانا۔''

یہ کہتے ہی وہاں سے پلٹ کر بھاگنے لگا مگر گولی چل گئی۔ اس کے بازو کو چھو کر اک ذرا سے گوشت کو ادھیڑ کر گزر گئی، اس کے حلق سے کراہ نکلی لیکن وہ نہیں رکا اور بھاگتا ہوا باہر چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی بصرہ ایک دم سے چونک گئی۔ اس نے اپنے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھا پھر گھبرا کر اسے دور پھینکتے ہوئے بولی۔ ''ماما! یہ تُو میرے ساتھ کیا کر رہی ہے؟ کیوں مجھے قاتل بنانا چاہتی ہے؟ کتنی بار کہا ہے میرا پیچھا چھوڑ دے۔ میں تجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔''

اسے اپنی ماں کی آواز سنائی دی۔ ''اپنے حالات کو دیکھ پھر اپنی حالت کو دیکھ... کیا سے کیا ہو گئی ہے؟ اس مسلمان سے شادی کرنے کے بعد در بدر کی ہو گئی ہے۔ میں تجھے بچا رہی ہوں۔''

''مجھے فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب بھی مجھ پر مصیبت آتی ہے تو میں خدا کو پکارتی ہوں اور میری مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔''

''کس خدا کی بات کر رہی ہے؟ وہ کہیں نہیں ہے۔ میں ہی تیری مدد کر رہی ہوں۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے تیرے دشمن اکبر جلالی کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ اب وہ تیرے پیچھے نہیں آئے گا۔ میں تیرے ذریعے اس دشمن کو بھی گولی مارنا چاہتی تھی مگر وہ بچ کر نکل گیا ہے مگر کہاں جائے گا؟ میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔''

''مجھے اس بھاگنے والے سے کچھ نہیں لینا ہے۔ اچھا ہوا وہ دفع ہو گیا۔ تو بھی دفع ہو جا۔ میرا پیچھا چھوڑ دے۔''

''اچھی بات ہے میں پیچھا چھوڑ دوں گی مگر تو پہلے یہاں

سے نکل ورنہ پولیس والے تیری جان کو آ جائیں گے۔''

وہ فوراً ہی اس مکان سے باہر آ گئی۔ اس کی ماں نے کہا تھا کہ اس نے اکبر جلالی کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ اب اسے کسی سے خطرہ نہیں تھا۔ باہر آ کر وہ اپنی ماں کے متعلق نفرت سے سوچنے لگی۔

ماں کا نام جینا تھا۔ وہ بیٹی ہو کر بھی اس کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتی تھی۔ اس نے بچپن سے اپنے بڑے بھائی کو دیکھا تھا جس کے سائے میں رہ کر وہ تعلیم حاصل کرتی رہی تھی۔ بڑی بے فکری سے زندگی گزارتی رہی تھی۔ جب اٹھارہ برس کی ہوئی تو اس نے اپنی ہی ایک ہم عمر اور ہم شکل لڑکی کو دیکھا تو حیران رہ گئی۔ وہ ان بہن بھائی سے ملنے ان کے گھر آئی تھی۔

اس کے بھائی نے مسکرا کر پوچھا۔ ''کیوں پریٹی! اپنی ہم شکل کو دیکھ کر حیران ہو رہی ہو؟''

ان دنوں بصرہ کا نام پریٹی تھا۔ وہ مذہبی اعتبار سے عیسائی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''برادر! یہ کون ہے؟''

بھائی نے کہا۔ ''یہ ہماری ممی ہیں۔''

وہ شدید حیرانی سے ایک قدم پیچھے ہو کر اپنی ہم شکل کو دیکھنے لگی۔ بے یقینی سے سر ہلا کر بولی۔ ''برادر! کیوں مذاق کرتے ہو؟ سچ بولو یہ کون ہیں؟''

بھائی نے کہا۔ ''ہم جانتے تھے جب تمہیں حقیقت بتائی جائے گی تو یقین نہیں کرو گی۔ اب تم جوان ہو چکی ہو۔ سمجھدار ہو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اور تم کون ہیں؟ ہماری اصلیت کیا ہے؟''

اس نے بصرہ کی ہم شکل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں یقین نہیں آئے گا، یہ ایک سو دس برس کی ہیں۔''

بصرہ کے سامنے ایسے انکشافات ہو رہے تھے کہ دماغ انہیں قبول نہیں کر رہا تھا۔ پہلی حیرانی کی بات یہ تھی کہ وہ بالکل بصرہ کی ہم شکل تھی۔ اسی کی ہم عمر دکھائی دے رہی تھی۔ جب کہ بھائی کہہ رہا تھا کہ اس کی عمر ایک سو دس برس ہے اور وہ ان کی ماں ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''ابھی نہ سہی رفتہ رفتہ تمہیں یقین ہو جائے گا۔ ہمارا تعلق وچ فیملی سے ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہمارا باپ کون ہے؟ ممی! تم ہی بتاؤ؟''

بصرہ کی ہم عمر نے اسے بڑے پیار سے دیکھا۔ اس کے قریب آئی پھر اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بولی۔ ''میں جانتی تھی کہ یہ بڑی ہو گی تو بالکل میرے جیسے ہو گی۔''

اس نے بصرہ کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ ''بیٹی! یہاں بیٹھو۔ میں تمہیں بہت کچھ بتانا چاہتی ہوں۔''

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ ماں نے اس کے برابر والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں اس بنگلے کی چار دیواری میں تمہیں بیٹی اور اسے بیٹا کہہ رہی ہوں لیکن دنیا والوں کے سامنے تم میری جڑواں بہن کہلاؤ گی۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہاری ماں بن کر دنیا والوں کو اپنی عمر کا حساب بتاؤں۔''

بصرہ چپ چاپ سن رہی تھی۔ وہ بول رہی تھی۔ ''ہمارا کوئی دین دھرم نہیں ہے۔ میرے ماں باپ شیطان کے پجاری تھے۔ اب سے نوے برس پہلے جب میں بیس برس کی تھی۔ تب شیطان نے پہلی بار مجھے اپنے ساتھ سُلایا تھا۔ اس رات اس کی تمام پُراسرار قوتیں میرے اندر سما گئیں۔ جانتی ہو اس نے مجھ سے کیا کہا؟''

بہن بھائی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ بولی۔ ''تمہاری ماں کے اس پہلے خصم نے کہا کہ شیطان انسان کے ساتھ اس دنیا میں آیا ہے۔ انسان بوڑھا ہوتا ہے۔ مر جاتا ہے لیکن شیطان ہمیشہ جوان رہتا ہے۔ نہ کبھی بوڑھا ہوتا ہے' نہ مرتا ہے۔ اسی طرح تو بھی ہمیشہ جوان رہے گی۔ میری پوجا کرتی رہی تو... کوئی تجھے کبھی ہلاک نہیں کر سکے گا۔ کبھی تجھے موت نہیں آئے گی۔''

وہ اپنے بیٹے کو دیکھتے ہوئے بولی۔ ''تیرا یہ بھائی پچاس برس کا ہے۔ یہ میرے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ تجھے بھی جان لینا چاہیے' میں تیری ماں ہوں۔ تجھے کبھی مال و دولت کی کمی نہیں ہو گی۔ تُو ہمیشہ عیش کرتی رہے گی۔ بس یہ ہے کہ تیرے باپ کا نام نہیں بتا سکوں گی۔''

بصرہ نے پہلی بار زبان کھولی۔ اس سے پوچھا۔ ''میرے باپ کا نام مجھے معلوم ہونا چاہیے؟''

''سوری بیٹی! میری لائف میں اتنے مرد آتے جاتے ہیں کہ کسی کا حساب میرے پاس نہیں رہتا۔ پچاس برس پہلے تیرے بھائی کو جنم دینے کے بعد میں نے سوچ لیا تھا' اب کوئی اولاد پیدا نہیں کروں گی۔ بیس برس پہلے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میری ایک بیٹی ہونی چاہیے۔ اس لیے تجھے پیدا کیا مگر تُو کس مرد سے ہے؟ یہ بھول گئی ہوں۔''

بصرہ نے کہا۔ ''اول تو تُو میری ماں نہیں لگتی۔ میری ہم عمر ہے۔ اگر ایک سو دس برس سے زندہ ہے اور سچ مچ میری ماں ہے تو اس سچائی سے مجھے بہت تکلیف ہو گی۔ تُو بیٹی کے سامنے بیٹھ کر کتنی بے شرمی سے شیطان کا اور آنے جانے والے مردوں کا ذکر کر رہی ہے۔''

بھائی نے کہا۔ ''پریٹی! ایسی باتیں نہ کرو۔ یہ جیسی بھی ہیں، ہماری ماں ہیں۔ تم نہیں جانتیں کہ ممی نے مجھے کتنی دولت دی ہے۔ میں نے لندن میں ایک بنگلا خریدا ہے۔ استنبول سے وہاں چلا جاؤں گا۔ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ باقی زندگی وہیں گزاروں گا۔'' پھر اس نے ماں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''ممی! آج کل تمہارا نام کیا ہے؟''

''آج کل میرا نام جینا پاشا ہے۔ ایک ترکی نوجوان کو اپنا شوہر بنا رکھا ہے۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میری بیٹی جوان ہوکر مجھ سے نفرت کرے گی۔ کوئی بات نہیں میں ماں ہونے کا فرض ادا کرتی رہوں گی۔ تم لندن چلے جاؤ گے یہ جہاں بھی رہنا چاہے گی، وہاں اس کے لیے عالی شان کوٹھی خریدوں گی۔ اس کے بنک اکاؤنٹ میں کم از کم پچاس لاکھ پاؤنڈز جمع کروادوں گی۔''

بصرہ نے اپنا سر پکڑ کر کہا۔ ''بس کرو۔ آگے نہ بولو۔ میرا سر پھٹنے لگا ہے۔'' پھر اس نے بھائی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''آج تم نے اور اس ماں کہلانے والی نے بہت انکشافات کیے ہیں۔ تو میں بھی ایک انکشاف کردوں۔ میں ایک ترکی جوان اصغر جلالی سے محبت کرتی ہوں۔ میں نے اس کی خاطر اسلام قبول کرلیا ہے۔ آج کل اسلامی تعلیمات حاصل کررہی ہوں۔ نیکی بدی کو اور خیر و شر کو اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ یہ میری ماں کہلانے والی شیطان کی پجارن ہے۔ میں کبھی اسے ماں نہیں کہوں گی اور نہ ہی اس کی دی ہوئی کوئی چیز قبول کروں گی۔''

جینا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''ماں نہ کہنے سے حقیقت نہیں بدلے گی۔ میں تیری ماں ہی رہوں گی۔ تُو مجھ سے لاکھ نفرت کرے ..... تب بھی میں تجھ سے محبت کرتی رہوں گی۔ تُو میری جان ہے۔ میرا چہرہ میرا رنگ روپ لے کر پیدا ہوئی ہے۔ میں اس دنیا میں تجھے سنبھال کر رکھوں گی۔ کبھی تجھ پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''تیری مہربانیوں کا شکریہ۔ میرا سنبھالنے والا آگیا ہے۔ آج سے دو دن بعد جمعہ کو اس سے میرا نکاح تُو یہاں بھائی کے گھر پر ملنے آگئی مگر میرے شوہر کے گھر میں کبھی قدم نہ رکھنا۔''

''تُو نے دین اسلام قبول کرکے اچھا نہیں کیا۔ میں تجھے سمجھاتی ہوں' یہ مسلمان بڑے ہی جھوٹے، دغاباز اور کم ظرف ہوتے ہیں۔ ان کی محبت سے باز آجا۔ تُو میری مرضی کے مطابق زندگی گزارتی رہے گی تو تیرے پاس مال و دولت کی کمی نہیں ہوگی۔ تُو دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی کہلائے گی۔ تجھے ہر طرح کا عیش و آرام ملتا رہے گا اور اگر تُو نے میری بات نہ مانی تو میں تجھے مسلمانوں کے دین پر قائم نہیں رہنے دوں گی۔ تیرے ہونے والے مرد کو ٹھکانے لگا دوں گی۔''

بصرہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ ''میں تجھ سے بحث نہیں کرنا چاہتی۔ تُو جب تک اس گھر میں رہے گی، اس وقت تک میں بھائی سے اور اس کے بچوں سے ملنے بھی نہیں آؤں گی۔ آج سے انیکسی میں رہوں گی۔ دو روز بعد شادی ہوگی پھر اپنے شوہر اصغر جلالی کے گھر چلی جاؤں گی۔''

وہ نفرت سے منہ پھیر کر جانے لگی۔ جینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''بالکل میری طرح ضدی ہے۔ جب میں اس کے ہونے والے مرد کی زندگی کو بچا جاؤں گی پھر یہ بے یارو مددگار ہوکر یہیں واپس آئے گی۔''

بیٹے نے کہا۔ ''نو ممی! پریٹی کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے دو۔ یہ عیسائی سے مسلمان ہوئی ہے تو ہونے دو۔ ہمارے باپ دادا کا کوئی دین دھرم نہیں تھا۔ اس لیے اس کے دین پر اعتراض نہ کرو۔''

وہ بیٹے کے پاس آکر بولی۔ ''میرا بیٹا کہہ رہا ہے تو میں مان جاتی ہوں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کروں گی لیکن کچھ ہو جائے گا تو اس کی ذمے داری مجھ پر نہیں ہے۔''

پریٹی نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا نام بصرہ جلالی رکھا تھا۔ اصغر جلالی سے نکاح پڑھوا کر اس کے گھر آگئی۔ وہ بصرہ کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ اس نے اپنی زمین و جائیداد سب ہی اس کے نام لکھ دی۔ بڑے بھائی اکبر جلالی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن جینا نے اسے اپنا آلۂ کار بنا لیا۔ دوسرے لفظوں میں اپنا چیلا بنا کر بھائی کو بھائی سے لڑا دیا۔ اس کے ہاتھوں سے اصغر جلالی کو قتل کرایا اور یوں اپنی بیٹی کو بیوہ بنا دیا۔

پھر اس نے خود ہی ہنستے ہوئے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ میری زندگی میں کتنے ہی مرد آتے جاتے ہیں۔ میری بیٹی کی زندگی میں بھی کوئی دوسرا تیسرا آجائے گا۔ یہ بیٹی میری جان ہے۔ میں اسے اپنے راستے پر چلاؤں گی۔''

اس کے نظریہ کے مطابق بیٹی کو اپنے راستے پر لانے کا طریقہ یہی تھا کہ وہ اسے مصیبتوں میں مبتلا کرتی رہے لہٰذا اس نے پہلی قیامت اس پر یہ ڈھائی کہ اسے بیوہ کردیا پھر اس کے دشمن اکبر جلالی کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ جب وہ اپنے مرحوم شوہر کے گھر سے بھاگ کر پناہ لینے کے لیے ذاکر کے مکان میں پہنچی تو اس وقت جینا اپنے ایک اہم معاملے میں مصروف

ہوگئی تھی۔ اس نے سوچا کہ تھوڑی دیر بعد آکر اس کی خبر لے گی۔

اس نے اپنی شیطانی قوت سے یہ معلوم کرلیا تھا کہ ذاکر اور عمار بہت گہرے ہیں۔ پراسرار ہیں مگر اپنے معاملات میں الجھے ہوئے ہیں۔ اس کی بیٹی کوئی الحال نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

اس کا خیال غلط نکلا۔ جب وہ واپس آئی اور اپنی بیٹی کے خیالات پڑھنے لگی تو پتا چلا کہ کوئی اس کے خیالات کو بھٹکا رہا ہے۔ بصرہ نے نماز کی نیت توڑ دی تھی۔ توبہ کرنے کے بعد پھر نماز پڑھنے لگی تھی۔ جب آخر میں دعا مانگنے کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کے دونوں اٹھے ہوئے ہاتھ نیچے گر گئے تھے۔ وہ اسے دعا مانگنے کا موقع نہیں دے رہا تھا اور اپنی طرف مائل کررہا تھا۔ اس وقت بصرہ کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ ایسا کیوں ہورہا ہے؟

چونکہ اس کی ماں اس کے اندر آکر بولتی رہتی تھی۔ اس لیے یہ بات سمجھ میں آگئی کہ کوئی اور بھی اس کے اندر آیا ہوا ہے اور جب ذاکر اس کے کمرے میں آیا اور وہ بے اختیار اس کی طرف بڑھنے لگی تب اس کی سمجھ میں آیا کہ وہ شخص اسے خیال خوانی کے ذریعے سحر زدہ کرکے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔

لیکن وہ اپنے شرمناک ارادوں میں کامیاب نہ ہوسکا۔ پولیس والے وہاں پہنچ گئے تھے۔ بصرہ نے شکر یہ ادا کیا کہ خدا نے اس کی آبرو بچالی۔

اور کیا خوب تحفظ حاصل ہوا کہ وہ سارے دشمن آپس میں لڑے تھے۔ صرف ذاکر وہاں سے فرار ہوگیا تھا۔ اسے زندہ تو کہنا چاہیے سلامت نہیں کہنا چاہیے کیونکہ بصرہ کی ماں جینا نے وہاں پہنچ کر بیٹی کے ذریعے گولی چلا کر اس کے بازو کو زخمی کردیا تھا۔ آئندہ بھی سلامت اس لیے نہیں رہ سکتا تھا کہ شیطان کی محبوبہ جینا کی نظروں میں آگیا تھا۔

وہ کسی ایسے ڈاکٹر کے پاس پہنچنا چاہتا تھا جہاں اس کے زخم کی مرہم پٹی بھی ہوجائے اور پولیس والوں کو خبر بھی نہ ہو۔ وہ ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

ٹیکسی اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئی اس نے ڈرائیور سے کہا۔ ''ذرا تیز رفتاری سے چلاؤ۔ مجھے اس علاقے سے دور لے چلو۔''

وہ اس علاقے سے نکل گئے تو ڈرائیور نے پوچھا۔ ''معلوم تو ہو کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟''

''تم دیکھ رہے ہو میں نے اپنے بازو پر کپڑا لپیٹ کر رکھا ہے۔ یہ بازو زخمی ہے۔ ایک دشمن نے گولی چلائی تھی۔ میں اس معاملے کو پولیس کیس بنانا نہیں چاہتا۔ خوامخواہ کسی جھمیلے میں پڑنا نہیں چاہتا۔ مجھے کسی ایسے ڈاکٹر کے پاس لے چلو جہاں رازداری سے میرے زخموں کی مرہم پٹی ہوجائے۔ میں تمہیں دو سو امریکی ڈالرز دوں گا۔''

وہ خوش ہوکر بولا۔ ''ارے اتنی رقم میں تو میں آپ کو سر پر بٹھا کر لے جاؤں گا۔ بس اب فکر نہ کریں۔ کوئی پولیس کیس نہیں ہوگا۔ ابھی آپ کی مرہم پٹی ہوجائے گی۔''

اس نے ذاکر کو ایک کلینک میں پہنچا دیا۔ وہاں ذاکر نے ڈاکٹر کو بھی بھاری رقم دی۔ ڈاکٹر نے اس کی مرہم پٹی کردی۔ وہ اس دوران میں کئی بار خیال خوانی کی کوششیں کرچکا تھا لیکن بار بار ناکام ہوا تو سمجھ میں آگیا تھا کہ جب تک زخم کی تکلیف کم نہیں ہوگی، دماغی توانائی بحال نہیں ہوسکتی۔ تب تک وہ خیال خوانی نہیں کرسکے گا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے جیسے اندھیرا چھا گیا تھا۔ کہیں جانے کا راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ بازو زخمی ہوگیا تھا۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بھی عارضی طور پر ختم ہوگئی تھی۔ سب سے بڑی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ غیر معمولی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین بالکل ہی ناکارہ ہوگئی تھی۔ جب تک اس کے ناکارہ پرزے سیارے سے لائے نہ جاتے تب تک وہ کارآمد نہیں ہوسکتی تھی۔

اس کے بیگ میں کمیونیکیشن مشین تھی۔ وہ گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرکے اسے اپنا دکھڑا سنا سکتا تھا۔ اس سے امداد حاصل کرسکتا تھا لیکن کسی جگہ پناہ لینے اور آرام سے بیٹھنے کے بعد ہی وہ اسے مدد کے لیے پکار سکتا تھا۔ پولیس والوں کی طرف سے خطرہ بڑھتا جارہا تھا۔ جب شامت آتی ہے تو اسی طرح ہر سمت سے بدنصیبی کے حملے ہوتے ہیں۔ بندے کو سنبھلنے اور سانس لینے کی مہلت بھی نہیں ملتی۔

وہ قانونی گرفت میں آنے سے پہلے استنبول سے کہیں دور جانا چاہتا تھا۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں' استنبول کو دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک حصہ مغربی ہے اور دوسرا مشرقی... شہر ایک ہی ہے اور دونوں ہی حصوں میں مسلمانوں کی آبادی ننانوے فیصد ہے۔ تاہم بحیرۂ مرمر نے جغرافیائی طور پر اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

وہ ایک ٹیکسی کے ذریعے بندرگاہ تک پہنچا پھر وہاں سے فیری بوٹ کے ذریعے مغربی استنبول کا رخ کیا۔ شہر کے شمال مغرب میں یوگوسلاویہ تھا اور مغرب میں یونان.... اس کا ارادہ تھا کہ وہ ان میں سے کسی ملک کی طرف نکل جائے گا۔ بحیرۂ مرمر کو ایک پل کے ذریعے بھی پار کیا جاتا ہے۔ بیشتر

گاڑیاں اس پل پر سے گزرتی ہیں لیکن ذاکر نے فیری بوٹ کا انتخاب کیا تھا۔ وہ اس بوٹ میں آرام سے بیٹھ کر گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرسکتا تھا۔

وہ ایک وسیع و عریض فیری بوٹ تھی۔ لوگ اس کے ذریعے بھاری سامان ایک کنارے سے دوسرے کنارے لے جاتے تھے۔ اس بوٹ کے ایک جانب بھاری بھرکم گاڑیاں کھڑی تھیں اور کسی کمپنی کے پیک کیے ہوئے بیشمار کارٹن رکھے ہوئے تھے۔ دوسری جانب مسافروں کے بیٹھنے کے لیے جگہ تھی۔ جو زیادہ آرام طلب تھے۔ وہ اضافی کرایہ ادا کرکے ایک کیبن حاصل کرلیتے تھے اور وہاں اپنی کسی پارٹنر کے ساتھ بحیرۂ مرمر کی چھاتی پر انجوائے کرتے ہوئے دوسرے کنارے تک جاتے تھے۔

ذاکر کو تنہائی کی ضرورت تھی۔ اس نے بھی ایک کیبن حاصل کیا تھا پھر دروازے کو بند کرنے کے بعد کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا، رابطہ ہوگیا۔ گریٹ ایشورارا کی تحریر اُبھرنے لگی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ ''تُو اب تک کہاں تھا؟ میں نے کالنگ سگنل دیا لیکن تُو نے اٹینڈ نہیں کیا۔''

اس نے کہا۔ ''کمیونیکیشن مشین میرے بیگ کے اندر تھی۔ میں نے سگنل ٹون سنا تھا لیکن حالات مجھے اجازت نہیں دے رہے تھے۔ کہیں دم لینے کی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ میں اب تک بھاگا بھاگا پھر رہا تھا۔''

''ان باتوں کا مطلب کیا ہے؟ کیوں بھاگا بھاگا پھر رہا ہے؟ کسی تمہید کے بغیر اپنے حالات بیان کر...؟''

وہ تحریری جواب دیتے ہوئے اپنا دکھڑا سنانے لگا۔ گریٹ ایشورارا سن رہا تھا اور غصے سے تلملا رہا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایشورارا کے بعد دوسرا نائب بن کر جانے والا ذاکر اس بُری طرح مصائب کی دلدل میں دھنسنے لگے گا۔

وہ جھنجلا کر اسے باتیں سنانے لگا پھر اس نے کہا۔ ''میرا انتظار کر..... میں ابھی رابطہ کروں گا۔''

اس نے کہا۔ ''لیکن میں رابطہ نہیں کرسکوں گا۔ آدھے گھنٹے بعد مغربی استنبول پہنچوں گا۔ وہاں سے کسی دوسرے ملک پہنچنے تک شاید کہیں بھی رابطہ کرنے کے لیے تنہائی نصیب نہ ہو۔ مجھے ہر حال میں استنبول سے باہر نکل جانا چاہیے..... ورنہ میں قانون کی گرفت میں آجاؤں گا۔''

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''کیا مصیبت ہے؟ تُو نے اپنے بچاؤ کے لیے پولیس والوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ میں ان حالات میں کیا کرسکتا ہوں؟ جا... اور جلد سے جلد کسی فلائٹ میں جگہ حاصل کرکے استنبول سے باہر نکل جا پھر مجھ سے رابطہ کر۔ میں انتظار کروں گا۔''

ان کے درمیان رابطہ ختم ہوگیا۔ ذاکر نے کمیونیکیشن مشین کو بند کرکے بیگ میں رکھ لیا پھر سوچنے لگا۔ ''استنبول کو چھوڑ کر کس ملک کی طرف جانا چاہیے؟ اگر میری خیال خوانی کی صلاحیت بحال ہوتی تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہاں بیٹھے بیٹھے کسی بھی فلائٹ میں سیٹ او کے کرالیتا۔ مجھے یہ معلوم ہوجاتا کہ مجھے کس ملک کے کس شہر میں جانا ہے؟''

وہ پریشان ہوکر سوچ رہا تھا۔ ایک تو حالات نے اسے بے بس کردیا تھا۔ دوسرا یہ کہ ٹیلی پیتھی سے محرومی نے اسے کمزور بنا دیا تھا۔ اس کے زخمی بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ سوچنے لگا۔ ''زخم کب بھریں گے؟ کب میری دماغی توانائی بحال ہوگی اور میں خیال خوانی کرسکوں گا؟''

ایسے وقت اس کی نظر اس غیر معمولی مشین پر پڑی۔ اس نے اسے ایک چرمی تھیلی میں چھپا دیا تھا۔

وہ اسے تھیلی سے نکال کر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ بڑی خرابی پیدا ہوگئی تھی اور ایسے پرزے اس دنیا میں تیار نہیں کیے جاسکیں گے۔ وہ بڑی دیر تک ان کا معائنہ کرتا رہا اور یہ سوچ کر مایوس ہوتا رہا کہ اس کی مرمت میں پتا نہیں کتنے دن، کتنے ہفتے اور مہینے لگ جائیں گے؟

اس نے اسے بند کرکے پھر تھیلی میں رکھ دیا۔ وہاں سے اٹھ کر دروازہ کھول کر کیبن سے باہر آگیا۔ ایک تو فکر و پریشانی تھی، دوسرے بند کیبن میں دم الجھ رہا تھا۔ وہ ریلنگ کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ کھلی فضا میں تازگی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ نیلے آسمان کو..... بحیرۂ مرمر کے نیلے پانی کو دور تک دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سوچا۔ ''زخمی بازو کی تکلیف کم ہوچکی ہے۔ شاید اب میں خیال خوانی کرسکوں گا؟

وہ خیال خوانی کے لیے خود کو ذہنی طور سے آمادہ کرنے لگا۔ یہ سوچنے لگا۔ ''مجھے کس کے اندر جانا چاہیے؟ کس کی آواز اور لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لینا چاہیے؟''

کئی اکابرین اس کے ذہن میں آئے۔ وہ کسی کے اندر بھی جا سکتا تھا مگر نگاہوں کے سامنے بصرہ کا حسن و شباب جھلملانے لگا۔ وہ ایک ایسا پھل تھی جو شاخ سے ٹوٹ کر اس کی جھولی میں آئی تھی لیکن حالات نے اسے چکھنے نہیں دیا تھا۔ اب وہ صبر کا پھل بن گئی تھی۔ وہ صبر کررہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ''کوئی بات نہیں وہ نہ سہی ویسی ہی کوئی دوسری مل جائے گی۔''

ایسے ہی وقت اسے اپنے اندر بصرہ کی آواز سنائی دی۔ ''میرے جیسی کوئی دوسری ملے یا نہ ملے۔ میں تو ابھی مل سکتی ہوں۔''

اس نے چونک کر اپنے سر کو تھام لیا۔ سوچنے لگا۔ ''کیا یہ آواز میرے اندر سے اُبھر رہی تھی؟ یا کہیں آس پاس سے آرہی ہے؟''

وہ سر گھما کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا پھر ایک سمت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ ایک کیبن کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے تعجب سے پوچھا۔ ''تم... اور یہاں؟''

وہ کافرانہ انداز سے مسکراتے ہوئے بولی۔ ''تجھے حالات کے ایسے جوتے پڑے کہ مجھے چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔ میں نہیں چاہتی تھی تیرے دل میں میرے لیے کوئی حسرت رہ جائے۔ اس لیے...''

وہ بات ادھوری چھوڑ کر بڑی ادا سے کیٹ واک کرتی ہوئی اس سے کچھ فاصلے پر ریلنگ کے پاس آگئی۔ اس نے جس بصرہ کو اپنی چھت کے نیچے دیکھا تھا وہ کوئی اور تھی اور یہ کوئی اور ہی لگ رہی تھی۔ جب کہ بالکل وہی ناک نقشہ تھا۔ وہی قد، وہی جسم، وہی چبھتا ہوا شباب سب کچھ وہی تھا مگر لباس بدل گیا تھا۔ وہ بصرہ سر سے پاؤں تک لباس میں چھپی رہتی تھی۔ عبا پہنتی تھی۔ سر اور آدھے چہرے کو اسکارف سے ڈھانپ کر رکھتی تھی لیکن اس وقت جو سامنے ریلنگ سے ٹیک لگائے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے بلو کلر کی جینز پر میرون کلر کی جرسی پہنی ہوئی تھی۔ جو خزانے وہ عبا میں چھپا کر رکھتی تھی، انہیں موڈ لباس کے ذریعے مشتہر کررہی تھی۔

وہ اس کے ذرا قریب آکر بولا۔ ''تم تو اپنا بدن کہیں سے دکھاتی نہیں تھیں۔ میرے گھر کی چار دیواری میں بڑی پارسائی ہوئی تھیں۔ نمازیں پڑھ رہی تھیں مگر یہاں تو تمہارا رنگ ڈھنگ ہی کچھ اور ہے؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''وہ حسن ہی کیا جو رنگ نہ بدلتا ہو؟ وہ جوانی ہی کیا جو ڈھنگ نہ بدلتی ہو؟ دنیا کے پچاس فیصد مرد ایک عورت سے مطمئن نہیں ہوتے۔ عورتیں بدل بدل کر عیاشی کرتے ہیں۔ اس لیے میں ہر لحہ بدلتی رہتی ہوں۔ تاکہ میرے اندر نئی کشش پیدا ہوتی رہے۔ ذرا ٹھہرو..... میں ابھی آتی ہوں۔''

وہ پھر کیٹ واک کرتی ہوئی اپنے جسم کو لچکاتے ہوئے ذرا دور گئی پھر اس کے کیبن کے دروازے کو کھول کر ذرا رک گئی۔ سر گھما کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ اس کے بعد اندر جاکر دروازے کو بند کرلیا۔

ذاکر کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ یہ جیسے اشارہ تھا۔ ''میں تیرے بند کیبن میں ہوں۔ سوچتا کیا ہے؟ چل آجا..... آ بھی جا...''

اس کے جذبات بھڑکنے لگے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ دوسرا ساحل قریب آرہا تھا۔ اب اتنا وقت نہیں رہا تھا کہ اس کے ساتھ بند کیبن میں وقت گزارتا پھر بھی وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے کیبن کے بند دروازے پر آگیا۔ اسے کھولنا چاہتا تھا کہ وہ خود ہی کھل گیا۔ اس کھلے ہوئے دروازے پر وہی بصرہ دکھائی دے رہی تھی لیکن لباس تبدیل ہوگیا تھا۔ اب وہ بلیک منی اسکرٹ اور اورنج کلر کے بلاؤز میں تھی۔ کھلے ہوئے لفافے کی طرح تھی۔ اپنا پسندیدہ مضمون پڑھنے کی اجازت دے رہی تھی مگر آہ..! پھر حسرت ہی رہ گئی۔ فیری بوٹ کا سگنل سنائی دے رہا تھا۔ وہ بوٹ ساحل سے لگ رہی تھی۔ وہ مغربی استنبول پہنچ چکا تھا۔ ایسے میں وہ دوسری بار ہاتھ آتے آتے رہ گئی تھی۔

وہ ہنستی ہوئی کیبن سے باہر آتے ہوئے بولی۔ ''تیرے نصیب میں بھوکا رہنا ہے۔ تجھے کھانے کے لیے للچاتے رہنا ہے۔ کوئی بات نہیں پھر کبھی سہی۔ میں انتظار کررہی ہوں۔ جا اپنا سامان اٹھا کر لے آ۔''

وہ کیبن کے اندر گیا۔ اس نے سفری بیگ کو اٹھا کر اپنی پشت پر باندھا پھر چرمی تھیلے میں چھپی ہوئی اس غیر معمولی مشین کو اٹھا لیا۔ وہ بصرہ کو ایک کھلا ہوا دعوت نامہ سمجھ کر کیبن میں آیا تھا۔ اس وقت اس نے توجہ نہیں دی تھی۔ اب حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ جب وہ کیبن کا دروازہ کھول کر اندر گئی تو جینز اور جرسی میں تھی پھر دو منٹ کے اندر باہر نکلی تو منی اسکرٹ اور بلاؤز میں دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے اتنی جلدی لباس کیسے تبدیل کرلیا تھا؟ اس کے پاس کوئی سفری بیگ نہیں تھا پھر کیبن کے اندر پہنچتے ہی لباس کیسے بدل گیا تھا؟

وہ حیرانی سے سوچتا ہوا اپنا سامان اٹھا کر کیبن سے باہر آیا تو چڑیا پھر ہوگئی تھی۔ کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ تیزی سے فیری بوٹ کے مختلف حصوں میں جاکر اسے ڈھونڈنے لگا۔

تمام مسافر اپنا اپنا سامان اٹھائے اس بوٹ کی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے ساحلی پلیٹ فارم پر جارہے تھے۔ وہ دور دور تک نظریں دوڑا رہا تھا۔ بوٹ سے اترنے والی ایک ایک عورت کو دیکھ رہا تھا۔ ان میں وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

وہ اسے تلاش کرنے کے بعد سب سے آخر میں بوٹ سے باہر آیا۔ ایک پراسرار حسینہ نے اسے الجھا دیا تھا۔ اس

دوران میں وہ بھول گیا تھا کہ استنبول کی پولیس اسے تلاش کر رہی ہوگی۔ وہ فوراً ہی ایک ٹریولنگ ایجنسی میں پہنچا۔ وہاں یہ معلوم ہوا کہ وہ یوگوسلاویہ یا یونان کی طرف جائے گا تو اسے دس گھنٹے بعد کوئی فلائٹ ملے گی۔ ایک گھنٹے بعد ایک فلائٹ پیرس جانے والی تھی۔ اس میں اسے ایک سیٹ مل گئی۔ وہ فوراً ہی ٹیکسی میں بیٹھ کر ایرپورٹ پہنچا۔ وہاں بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے کے بعد ویٹنگ روم میں آگیا۔ آرام سے بیٹھ کر فلائٹ کی روانگی کا انتظار کرنے لگا۔

وہ بڑے ہی ناموافق حالات سے گزر رہا تھا۔ اس کے پاس غیر معمولی مشین تھی مگر ناکارہ ہو چکی تھی۔ وہ ایک بہت بڑے اور اہم ہتھیار سے محروم ہو گیا تھا۔ دوسرا زبردست ہتھیار ٹیلی پیتھی تھی۔ وہ ذہنی کمزوری کے باعث اپنی اس غیر معمولی صلاحیت کو کام میں نہیں لا سکتا تھا۔ ذرا اطمینان یہ ہوا تھا کہ اب وہ قانون کی گرفت میں نہیں آسکتا تھا۔ آدھے گھنٹے کے اندر استنبول سے دور جانے والا تھا۔

اس نے تمام اکابرین سے وعدہ کیا تھا کہ گریٹ ایشورارا کے ذریعے ان کے تمام مطالبات منوا لے گا۔ باقاعدہ دوستی اور سمجھوتے کے سلسلے میں تحریری معاہدہ ہوگا۔

وہ ٹیلی فون کے ذریعے کسی کو مخاطب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ اندازہ تھا کہ ہم اس کی آواز اپنی غیر معمولی مشین پر سن لیں گے اور مشین کے آڈیو سسٹم کے ذریعے اسے کیچ کر لیں گے پھر وہ جہاں بھی ہوگا اسکرین پر انہیں دکھائی دینے لگے گا۔

وہ ایسا کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ بس ایک ٹیلی پیتھی کا ہی آسرا تھا کہ دماغی توانائی بحال ہوگی تو کسی کو آلۂ کار بنا کر اس کے ذریعے اکابرین سے رابطہ کرے گا پھر گریٹ ایشورارا بھی سیارے میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ استنبول سے باہر نکلنے کے بعد کسی محفوظ جگہ پہنچتے ہی اس سے رابطہ کرے۔ ابھی یقینی طور پر پوری طرح تحفظ حاصل نہیں ہوا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد اس کی فلائٹ وہاں سے روانہ ہونے والی تھی اور اس آدھے گھنٹے میں بہت کچھ ہو سکتا تھا۔ ایسے ہی وقت بصرہ کا قہقہہ سنائی دیا۔

اس نے چونک کر ادھر ادھر سر گھماتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہیں نہیں تھی۔ تب اس کی سمجھ میں آنے لگا کہ وہ کوئی خطرناک وچ لیڈی ہے یا پھر ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اسے اپنے اندر اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''کیا اپنے فضول معاملات میں الجھا ہوا ہے؟ میرے بارے میں کیوں نہیں سوچتا...؟''

اس نے حیرانی سے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ ''کیا تو ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟''

''پتا نہیں۔ میں کیا جانتی ہوں اور کیا نہیں جانتی؟ اب تو پوچھے گا کہ میں اچانک فیری بوٹ میں کیسے پہنچ گئی تھی؟ پھر میں نے تیرے کیبن میں جا کر لباس کیسے تبدیل کر لیا تھا؟ اس کے بعد پھر کہاں گم ہو گئی تھی؟ تیرے دماغ میں بہت سے سوالات پیدا ہوں گے اور تیرے کسی سوال کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ میں کچھ نہیں جانتی کہ میں کیا ہوں؟ بس میرا یار دلدار سلامت رہے۔''

''تیرا یار دلدار کون ہے؟''

''وہ بڑا نٹ کھٹ چھیل چھبیلا ہے۔ جب سے انسان اس دنیا میں آیا ہے، تب سے وہ بھی اس زمین پر پہنچا ہوا ہے اور جب تک قیامت نہیں آئے گی تب تک وہ زندہ و سلامت رہے گا۔''

اس نے تعجب سے پوچھا۔ ''تو کس کی بات کر رہی ہے؟ ایسا تو یہاں کے دین دھرم والے اپنے خدا، بھگوان اور گاڈ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ازل سے ہے اور قیامت تک رہے گا بلکہ قیامت کے بعد بھی رہے گا؟''

''میں اس کی بات کر رہی ہوں جو صرف قیامت تک رہے گا۔ جب تک انسان ہے تب تک وہ ہے... اور وہ ہے شیطان...''

وہ بے یقینی سے بولا۔ ''کیا تو یہ کہنا چاہتی ہے کہ شیطان تیرا یار اور دلدار ہے اور تو اس کی محبوبہ ہے؟''

''بے شک، میں اس کے آغوش میں کھیلتی رہتی ہوں اور ہمیشہ حسین اور جوان رہتی ہوں۔''

''پھر تو تو نے شیطان کو دیکھا ہوگا؟''

''وہ تو تو بھی دیکھتا ہے مگر سمجھتا نہیں ہے کہ ہر انسان کے اندر شیطان موجود ہوتا ہے۔ وہ کسی کسی کے اندر اتنی شدت سے سما جاتا ہے کہ اس کے اندر سے انسان مر جاتا ہے۔''

''میں مشرقی استنبول میں تجھے چھوڑ آیا تھا پھر تو میرا پیچھا کیوں کر رہی ہے؟ میرے پاس آنا کیا ضروری ہے؟''

''پہلے تو میرے پاس آیا ہے۔ تیرا دل مجھ پر آگیا تھا۔ کیا بھول گیا۔''

''تو بہت ہی پراسرار اور خطرناک ہے۔ میں تیرے ساتھ موج مستی کی بات سوچ بھی نہیں سکتا۔ پلیز..... میرا پیچھا چھوڑ دے۔''

''کیسے چھوڑ دوں؟ جب میں تیرے گھر میں پناہ لینے آئی تو کمزور تھی..... بے بس تھی۔ تم مرد کیا ہوتے ہو عورت کی

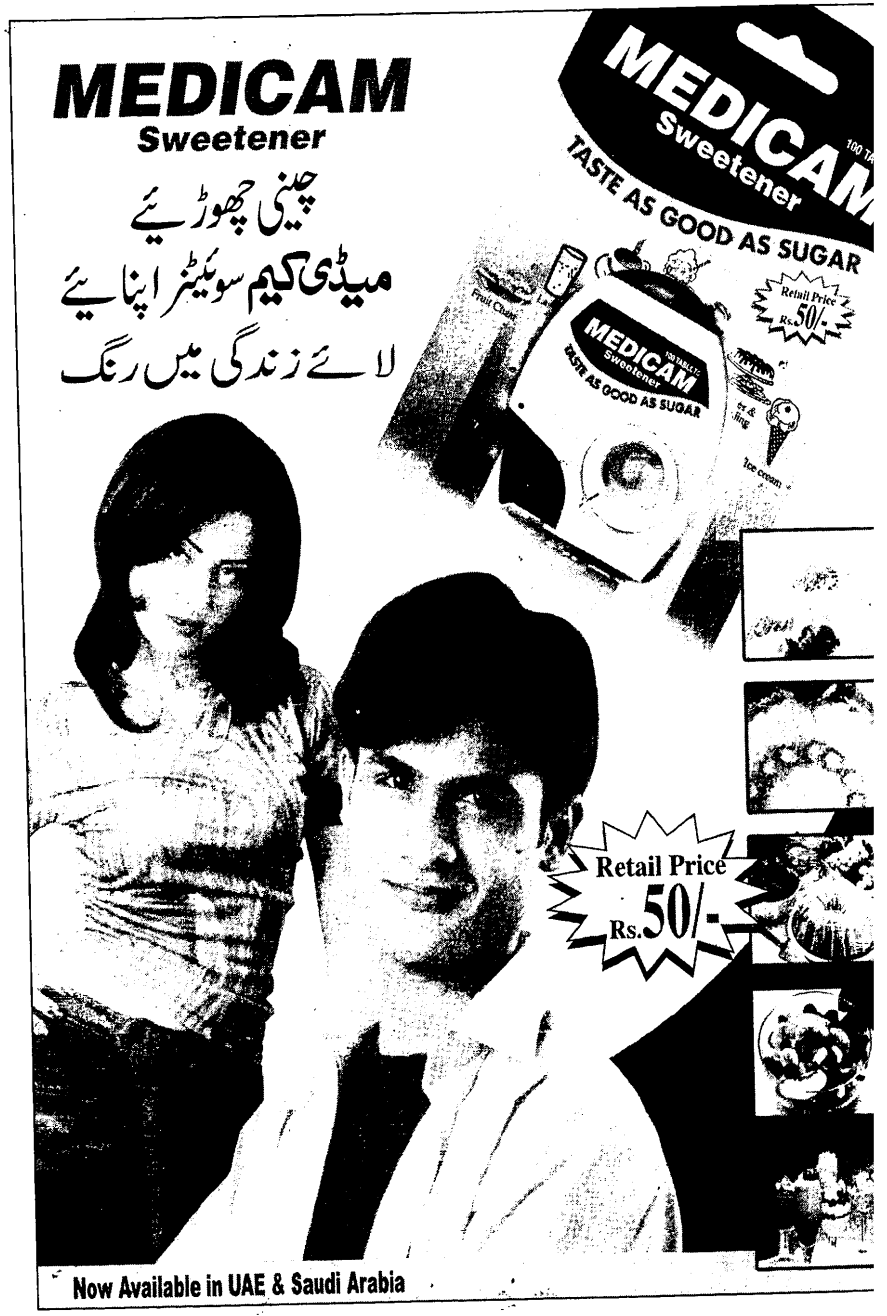

THE LASERDOT

کمزوری اور بے بسی سے فائدہ اٹھاتے ہو خوب موج کرتے ہو اور جب کوئی سیر پر سوا سیر مل جاتی ہے تو اس سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟''

''جب تُو میرے اندر آرہی ہے تو میرے خیالات بھی پڑھ رہی ہوگی؟ میرے حالات بھی تجھے معلوم ہو رہے ہوں گے؟ میں بہت پریشان ہوں، میرے آگے پیچھے دشمنوں کی کمی نہیں ہے۔ تجھ سے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ میری کچھ مدد کر سکتی ہے تو کر..... ورنہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔''

اناؤنسمنٹ ہو رہی تھی کہ جہاز روانگی کے لیے تیار ہے۔ مسافروں کو اپنی اپنی سیٹ پر پہنچنا چاہیے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر سامان اٹھاتے ہوئے بولا۔ ''میں تیرا جواب سننا چاہتا ہوں۔''

مگر خاموشی رہی۔ اس نے وہاں سے آگے بڑھتے ہوئے اسے مخاطب کیا لیکن اسے جواب نہیں ملا۔ وہ جا چکی تھی۔ کچھ اطمینان حاصل ہوا کہ شاید اس نے پیچھا چھوڑ دیا ہے۔ وہ ویٹنگ ہال سے نکل کر اِدھر سے اُدھر دیکھتا رہا۔ جہاز کی سیڑھی کے پاس مسافروں کی قطار لگی ہوئی تھی۔ وہ اس قطار میں بھی دکھائی نہیں دی۔ اس نے ایک گہرا سانس لے کر سوچا۔ ''اچھا ہے اگر وہ جا چکی ہے۔ بیک وقت کئی پہلوؤں سے ایسی آفتیں نازل ہو رہی ہیں کہ سنبھلنا مشکل ہو رہا ہے۔ اس پراسرار بلا سے نجات مل جائے تو اچھا ہے۔''

دیکھا جائے تو اسے واقعی سنگین حالات سے نمٹنا تھا۔ ذرا سی غفلت اسے ایشوریا رائے کی طرح موت کے گھاٹ اتار سکتی تھی اور وہ پراسرار بلا تھی کہ بار بار اس کے پاس آ کر اپنے حسن و شباب کا چارا ڈال رہی تھی۔ اگر چہ اس طرح اس کی نگرد پریشانی دور ہو سکتی تھی، وہ اپنے سنگین حالات کو وقتی طور پر بھول سکتا تھا لیکن یہ بھول بعد میں بہت مہنگی پڑتی۔

وہ جہاز کے اندر آ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک بوڑھی خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں نے رسمی طور پر ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا پھر اس خاتون نے کہا۔ ''میں سوچ رہی تھی پتا نہیں میرے ساتھ والی سیٹ پر کون کم بخت آ کر بیٹھے گا؟ بعض مسافر بہت ہی ناقابلِ برداشت ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ سفر کرنا مشکل ہو جاتا ہے مگر تم تو گبرو جوان ہو۔ مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ ہمارا سفر بڑا ہی رومانٹک ہوگا۔''

یہ کہتے ہوئے وہ اس کے قریب ہو گئی۔ اس سے چپکنے لگی۔ ذاکر فوراً ہی پرے ہو کر بولا۔ ''یہ کیا کر رہی ہے؟ اپنی عمر دیکھ اور یہ انداز دیکھ۔ میری طرف ہاتھ بڑھا رہی ہے اور پاؤں قبر میں لٹکائے بیٹھی ہے۔ تجھے شرم آنی چاہیے۔''

وہ بولی۔ ''پلیز..... مجھے بوڑھی مت بول۔ تکلیف ہوتی ہے۔ کیا ہم بوڑھوں کے سینے میں دل نہیں ہوتا؟ کسی بھی بوڑھے مرد سے جا کر پوچھا اس کا دل جوان لڑکیوں کے لیے کیوں مچلتا ہے پھر بوڑھی عورت کا دل تیرے جیسے گبرو جوان کے لیے کیوں نہیں مچل سکتا۔''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''کیا مصیبت ہے؟ ایک بلا سے نجات ملی تو دوسری پیچھے پڑ گئی ہے۔ پلیز میڈم! میں بہت پریشانیوں مجھ سے کوئی بات نہ کرو اور مجھے خاموشی سے اپنے حالات پر غور کرنے دے۔''

''تُو اپنے حالات پر کب تک غور کرتا رہے گا؟ تیری مشکلات تو بڑھتی جا رہی ہیں۔ تیرے پاس جو کچھ بچا تھا وہ سب لُٹ گیا ہے۔''

اس نے چونک کر پوچھا۔ ''تُو کیا بکواس کر رہی ہے؟ تیری ان باتوں کا مطلب کیا ہے؟''

''مجھ سے نہ پوچھ... اپنا بیگ کھول کر دیکھ۔''

ذاکر نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا پھر فوراً ہی اپنے بیگ میں ہاتھ ڈال کر ٹٹولا تو وہاں صرف پہننے کے دو چار جوڑے اور ایک کیوٹلیشن مشین دکھائی دی۔ باقی ہیرے جواہرات اور سونے کی ننھی اینٹیں غائب تھیں۔ بیگ کے ایک خانے میں برٹش پاؤنڈز کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ بھی نہیں اس کا سر گھومنے لگا۔ وہ کرنسی کے بغیر پیرس پہنچ کر نہ تو کسی ہوٹل میں رہ سکتا تھا شاید بھوکا مرنے کی بھی نوبت آ جاتی۔ جب کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ابھی تک بحال نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جب چاہتا جہاں سے چاہتا مطلوبہ رقم حاصل کر لیتا۔

اس نے چونک کر اس بوڑھی خاتون کو دیکھا۔ وہ کھڑکی کی طرف منہ کیے باہر سفید بادلوں کو دیکھ رہی تھی۔ جہاز بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس نے بوڑھی خاتون کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ''میڈم! تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں بری لٹ گیا ہوں اور میرا بیگ بھی خالی ہو گیا ہے؟''

''تم تو یہاں آتے ہی مجھ بوڑھی عورت سے بیزار ہو گئے۔ مجھے نظر بھر کر بھی نہیں دیکھا۔ دیکھ لیتے تو بہت سے باتیں سمجھ میں آ جاتیں۔''

اس نے گھور کر اسے دیکھا پھر کہا۔ ''اپنا منہ اِدھر کرو۔ میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔''

اس نے آہستہ آہستہ اپنا منہ اس کی طرف گھمایا۔ وہ

اسے غور سے دیکھنے لگا پھر حیرانی سے بولا۔ ''تم تو بصرہ کی طرح دکھائی دے رہی ہو؟ اس کی ہم شکل ہو۔''

وہ بولی۔ ''ہاں، میں اس کی ماں ہوں۔ میری بیٹی در بدر کی ٹھوکریں کھا رہی تھی۔ تمہارے پاس پناہ لینے آئی تو تم اس کی آبرو سے کھیلنا چاہتے تھے۔ کیا تمہیں اس کی سزا نہیں ملنی چاہیے؟''

وہ بولا۔ ''میرے ارادے اس کے لیے اچھے نہیں تھے پھر بھی میں نے اس کی عزت نہیں لوٹی اور جب کوئی گناہ نہیں کیا تو تم میرا کس بات کی دو گی؟''

''تم اس کی عزت سے کھیل نہیں سکتے تھے۔ وہ بڑی نصیبوں والی ہے۔ ایک طرف تو خدا اس کی حفاظت کرتا ہے۔ دوسری طرف میری شیطانی قوتیں اسے تحفظ دیتی ہیں۔ سیارے سے تیرا باپ بھی یہاں آئے گا تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

اس نے ایک دم سے چونک کر گھبرا کر پوچھا۔ ''تم کیسے جانتی ہو کہ میں سیارے سے آیا ہوں؟''

وہ بڑے فخر سے مسکرا کر بولی۔ ''میرے یار دلدار شیطان سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ اسے سب معلوم ہو جاتا ہے۔ مجھ سے زیادہ بحث نہ کر..... صرف اتنا بتا کہ تو میری بیٹی کو کیوں برباد کرنا چاہتا تھا؟''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''مجھ سے غلطی ہو گئی میری ماں۔ مجھے معاف کر دے۔ میرا پیچھا چھوڑ دے۔ اتنا بتا دے کہ میرے قیمتی ہیرے جواہرات، سونے کی اینٹیں اور نقد رقم یہ ساری کی ساری کیسے غائب ہو گئیں؟''

وہ بولی۔ ''میں فیری بوٹ میں تیرے پاس آئی تھی۔''

وہ بولا۔ ''نہیں..... وہ تو بصرہ تھی۔''

''وہ میں تھی میں دو منٹ کے لیے تیرے کیبن کے اندر گئی، جب باہر آئی تو تیرا بیگ خالی ہو چکا تھا۔ تو نے اس وقت نہیں دیکھا تجھے دیکھنے کی فرصت ہی نہیں تھی۔ اب بتا آگے کیا کرے گا؟ نہ تیرے پاس مال و دولت ہے، نہ تیرے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ہے۔ بس کیوٹلیشن..... نشین ہے۔ میں اسے بھی تباہ کر سکتی ہوں یا غائب کر سکتی ہوں لیکن دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ سیارے پر بیٹھا ہوا تیرا بھگوان تیری کس طرح مدد کرے گا؟''

''وہ فوری طور سے میری مدد نہیں کر سکے گا بلکہ مجھ پر لعن طعن کرے گا کہ میں قدم قدم پر مات کھا رہا ہوں اور اپنے لیے مصیبتیں بڑھاتا جا رہا ہوں۔ میں تیرے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ میری مصیبتیں نہ بڑھا۔ ہو سکے تو میری مدد کر۔ تو شیطانی قوت رکھتی ہے۔ اگر میری مدد کرے گی..... مجھے تمام مصیبتوں سے نکالے گی تو میں تیرا غلام بن کر رہوں گا۔''

''غلام نہیں..... میں تجھے داماد بنانا چاہتی ہوں۔ تو تگڑا جوان ہے۔ میری بیٹی کی ازدواجی زندگی اچھی گزرے گی پھر یہ کہ بہت ہی ذہین سائنسداں ہے۔ ہماری اس دنیا میں رہ کر بڑا نام کرے گا۔''

''تو نام کرنے کی بات کر رہی ہے۔ میں کوئی بھی کام کرنے کے قابل نہیں رہا ہوں۔''

''جب تو میرا داماد بن جائے گا تو دنیا کی کوئی طاقت تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔''

وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولا۔ ''ایسی بات ہے تو میں راضی ہوں۔ پہلی ملاقات میں ہی تیری بیٹی پر میرا دل آ گیا تھا۔ اس وقت میں گنہگار بننا چاہتا تھا لیکن اب اسے اپنی شریکِ حیات اور اپنی عزت بنا کر رکھوں گا۔ تو یہ بتا فوری طور پر میرے لیے کیا کر سکتی ہے؟''

''ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ پیرس پہنچ کر آرام سے اپنے گریٹ ایشوارا رائے کے ساتھ بات کر۔ میں اپنی بیٹی کو شادی کے لیے راضی کر کے تیرے پاس آؤں گی۔ بس یہ دعا کر میری بیٹی تجھ سے راضی ہو جائے۔ اگر نہ ہوئی تو میں تجھے اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گی۔''

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ذاکر نے پوچھا۔ ''کہاں جا رہی ہو؟''

''ابھی واش روم سے ہو کر آتی ہوں۔''

وہ واش روم کی طرف جانے لگی۔ سب سے پچھلی قطار میں بصرہ عبا پہنے سر کو اسکارف سے ڈھانپے بیٹھی تھی۔ ذاکر نے اسے دیکھا نہیں تھا۔ اگر دیکھ لیتا تو بصرہ کی ماں جینا اسے یہ سمجھنے کا موقع ہی نہیں دیتی کہ وہ بصرہ کو دیکھ رہا ہے۔ وہ اس کے ذہن کو بھٹکا دیتی۔

وہ اپنی سیٹ پر بیٹھی کلام پاک پڑھ رہی تھا اور دعا مانگ رہی تھی کہ یا خدا! مجھے میری ماں کے شر سے محفوظ رکھ۔ میں اپنے برادر کے پاس لندن جانا چاہتی تھی لیکن اس نے مجھے سحر زدہ کر کے پیرس جانے والی فلائٹ میں بٹھا دیا ہے۔ پتا نہیں آئندہ یہ مجھے کس مصیبت میں پھنسانے والی ہے؟ یہ بے شرم ہے، مجھے بھی بے شرم بنانا چاہتی ہے۔ میرے مالک! میرے معبود! بس ایک تیرا ہی آسرا ہے۔ تو ہی مجھے اس کے شرمناک ارادوں سے بچا سکتا ہے۔

جینا اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے ناگواری سے ماں کو دیکھا پھر زیرِ لب دعائیں مانگنے لگی۔ جینا نے کہا۔

''اری! اس خدا سے کیوں مانگتی ہے جو کہیں دکھائی نہیں دیتا اور کسی کے لیے کچھ نہیں کرتا۔ میں تیری ماں ہوں۔ تجھے دکھائی دیتی ہوں۔ دن رات تیری فکر کرتی ہوں۔ تیرے کام آنا چاہتی ہوں۔ تیری زندگی بنانا چاہتی ہوں۔''

وہ بولی۔ ''میں نے اسلامی تعلیمات سے جو پہلا سبق سیکھا ہے' وہ یہ ہے کہ صرف اپنے خدا کی عبادت کرو اور صرف اسی سے مدد مانگو۔ شیطان مال و دولت آرام و آسائش کا لالچ دے کر مدد تو کرتا ہے مگر گناہوں کی دلدل میں اتار دیتا ہے۔''

''دیکھ تو ہمیشہ میرے خلاف بولتی ہے۔ میں تجھے مغرب کی طرف لے جانا چاہتی ہوں تو مشرق کی طرف جاتی ہے مگر یہ دیکھتی آرہی ہے کہ میں پھر تیرا راستہ بدل دیتی ہوں۔ تجھے ایک مسلمان سے محبت کر کے اس کا دین قبول کر کے کیا ملا؟ وہ تو حرام موت مارا گیا۔''

وہ بڑے دکھ سے بولی۔ ''اس کے مقدر میں جیسی موت لکھی تھی ویسے ہی وہ مارا گیا لیکن مجھ پر احسان کر گیا۔ مجھے دین اسلام کی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا گیا۔ میرا ایمان ہے کہ تُو مجھے گمراہ نہیں کر سکے گی۔''

جینا طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ اسے اپنی بیٹی سے بہت محبت تھی۔ اس کے سامنے آکر یوں لگتا تھا جیسے آئینے میں خود کو دیکھ رہی ہو۔ وہ اپنی بیٹی کو سب سے دولت مند اور سب سے خوش نصیب عورت بنانا چاہتی تھی۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ ''اسے کس طرح ایسے شخص سے شادی کرنے پر راضی کروں جو اس دنیا کا نہیں ہے۔ سیارے سے آیا ہے۔ بہت ہی ذہین اور تجربہ کار سائنسداں ہے؟ اگر میں اسے حالات کی ٹھوکروں سے بچاتی رہوں گی تو وہ اس دنیا میں رہ کر بہت نام کرے گا۔ میری بیٹی ایسے جیون ساتھی پر فخر کرے گی۔''

وہ بولی۔ ''دیکھ بیٹی! میں تیرے لیے کتنی قربانیاں دیتی ہوں۔ ہمیشہ جوان بن کر رہنا چاہتی ہوں مگر تیری خاطر دنیا والوں کے سامنے بوڑھی بن جاتی ہوں۔ عارضی طور پر ہی سہی تیری خاطر اپنی جوانی سے منہ موڑ لیتی ہوں۔''

''ماما! تُو مجھ سے منہ موڑ لے میری خاطر کوئی قربانی نہ دے۔ میں تیرا کوئی احسان نہیں لینا چاہتی۔''

''میری جان! تھوڑی دیر کے لیے غصہ تھوک دے۔ یہ یقین کر لے کہ میں اب کسی شیطانی ارادے سے نہیں آئی ہوں۔ آج پہلی بار میں ایک اچھی ماں بن جاتی ہوں۔ تُو ایک اچھی بیٹی بن جا۔''

''ٹھیک ہے۔ تُو اچھی باتیں کر۔ میں تیری کسی بات کی مخالفت نہیں کروں گی۔ بول کیا کہنا چاہتی ہے...؟''

اس نے پوچھا۔ ''تُو نے ذاکر علی کو دیکھا ہے؟''

''کون ذاکر علی...؟''

''وہی جس کے گھر میں تُو پناہ لینے گئی تھی اور جس نے تجھ پر نیت خراب کی تھی۔''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''اس مردود کا ذکر نہ کر..... پتا نہیں کیوں ایسے بدنیت اور شیطان صفت لوگ پیدا ہو جاتے ہیں؟ اور ہمارے لیے وبال جان بن جاتے ہیں۔''

''تُو پھر غصے سے بول رہی ہے۔ دیکھ ہر انسان سے غلطی ہو جاتی ہے۔ اس سے بھی ایک غلطی ہو گئی۔ اگر کسی کو غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ معافی مانگے تو اسے معاف کر دینا چاہیے۔''

''بے شک تُو اچھی بات سمجھا رہی ہو۔ ٹھیک ہے میں نے اسے معاف کیا۔ اب کوئی دوسری بات کر۔''

''دوسری بات یہ ہے کہ وہ ایک بہت ہی ذہین اور تجربہ کار سائنسداں ہے۔ اس نے بہت سی غیر معمولی مشینیں ایجاد کی ہیں۔ کمال کی بات یہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔ آگے جا کر وہ بہت دولت اور شہرت حاصل کرے گا۔''

''تُو یہ باتیں مجھے کیوں بتا رہی ہے؟''

''اس لیے کہ دنیا کی ساری عورتیں ایسا جیون ساتھی چاہتی ہیں جو ذہین بھی ہو اور ساری دنیا میں عزت اور شہرت بھی حاصل کرے۔ اس طرح اس سے شادی کرنے والی کو بھی عزت اور شہرت حاصل ہوتی ہے۔ میں چاہتی ہوں' تُو اسے اپنا لائف پارٹنر بنا لے۔''

''شادی کی بات نہ کر۔ میں کسی کو اپنا جیون ساتھی نہیں بناؤں گی۔''

''فضول باتیں کر رہی ہے۔ دنیا میں کوئی عورت اکیلی نہیں رہتی۔ دیکھ نہیں رہی اکیلی ہو کر تو تجھ پر کتنی مصیبتیں آرہی ہیں۔ در بدر بھٹک رہی ہے۔ اگر میں نہ ہوتی تو...''

وہ بات کاٹ کر بولی۔ ''تم ہوتیں یا نہ ہوتیں، میرا خدا ہر حال میں میرے ساتھ ہے۔''

''چل ٹھیک ہے تیرا خدا تیرے ساتھ ہے۔ میں تجھ سے بحث نہیں کروں گی۔ ذرا عقل سے سوچ ایک عورت کو تنہا زندگی نہیں گزارنا چاہیے۔ لوگ خوامخواہ اسے بدنام کرتے ہیں۔ کیا تُو چاہے گی کہ دنیا والے تیرے بارے میں طرح طرح کی باتیں کریں اور تجھے اچھی نظروں سے نہ دیکھیں؟''

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ یہ تو سچ ہے کہ ایک تنہا

عورت کو سب ہی للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اسے مفت کا مال سمجھ کر لوٹنا چاہتے ہیں۔ آج نہیں تو کل اسے ایک اچھے محبت کرنے والے شوہر کی ضرورت ہوگی۔

وہ قائل ہو کر بولی۔ ''ٹھیک ہے میں اس بارے میں سوچوں گی مگر ذاکر علی سے شادی نہیں کروں گی۔ میرا لائف پارٹنر مسلمان ہوگا۔''

''یہ تو میں پہلے سے ہی جانتی تھی کہ تو مسلمان کے سوا کسی اور کو اپنا لائف پارٹنر کبھی نہیں بنائے گی۔ ذاکر بھی تو مسلمان ہے۔ تُو نے تو اسے دیکھا بھی ہے۔''

''بہت سے لوگ دکھاوے کے مسلمان ہوتے ہیں۔ پہلے میں اسے آزماؤں گی۔ اگر اس کے دل میں خدا کا خوف ہوگا۔ وہ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتا ہوگا تو میں اسے دل و جان سے قبول کروں گی۔''

''بے شک تو اسے جی بھر کے آزما لے۔ وہ بھی پیرس جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ کچھ روز رہے گی تو اسے اچھی طرح آزما سکے گی۔ وہ تیری کسوٹی پر پورا اترے گا۔''

وہ زبان سے اسے سمجھا رہی تھی اور اس کے دماغ میں یہ بات پک رہی تھی۔ ''ذاکر علی سے بڑی کامیاب سودے بازی ہو سکے گی۔ وہ مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے۔ میں اسے تمام مصیبتوں سے نکالوں گی۔ شرط یہی رکھوں گی کہ وہ دل میں خدا کا خوف رکھے یا نہ رکھے مگر بصرہ کو مطمئن کرنے کے لیے پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتا رہے۔ وہ میرا داماد بن جائے گا میری باتیں مانتا رہے گا تو میں اس پر کسی طرح کی آنچ نہیں آنے دوں گی۔''

وہ بیٹی کے پاس سے اٹھ کر ہونے والے داماد کی طرف جانے لگی۔ سوچنے لگی۔ ''بیٹی تو میرے قابو میں نہیں ہے۔ داماد پوری طرح شکنجے میں رہے گا۔ اس کے ذریعے میں اپنی بیٹی کے لیے بہت کچھ کر سکوں گی۔ ہائے میری بچی! بہت نادان ہے۔ یہ سمجھ ہی نہیں سکے گی کہ میں نے ایک فراڈ مسلمان کو اس کا جیون ساتھی بنا دیا ہے۔''

بصرہ اپنی سیٹ پر سر جھکائے بیٹھی ماں کی سازشوں سے بے خبر' اپنے ایمان کی سلامتی کے لیے زیر لب دعائیں مانگ رہی تھی۔

☆☆☆

میں سونیا کے ساتھ پیرس میں تھا۔ ابھی یہ طے نہیں پایا تھا کہ ہمیں کس سمت آگے جانا ہے؟ کیونکہ نائب ایشورارا دوم (ذاکر) کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ ہم نے کتنے ہی اکابرین سے رابطہ کیا۔ انہیں اطلاع دی۔ ''میں اور سونیا ادارے سے باہر آگئے ہیں۔ تم لوگوں نے سیارے والوں کے نام اپنی غلامی لکھ دی ہے۔ وہ جو تمہارے آقا ہیں..... انہیں اطلاع دو کہ ہم بابا صاحب کے ادارے میں نہیں ہیں۔ وہ لوگ ہمیں اپنی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دیکھ سکتے ہیں۔ ہم ان کا انتظار کر رہے ہیں۔''

تمام اکابرین ہماری اس جرأت پر حیران تھے کہ ہم بابا صاحب کے ادارے کی محفوظ پناہ گاہ چھوڑ کر کھلے میدان میں آگئے ہیں اور سیارے والوں کو چیلنج کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا۔ ''پچھلے کئی گھنٹوں سے ہمارا ان سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ نائب ایشورارا دوم نے کہا تھا کہ وہ جلد ہی ہم سے ضروری گفتگو کرنے کے لیے رابطہ کرے گا مگر پتا نہیں کیوں اس کی طرف سے خاموشی ہے؟''

سونیا نے پوچھا۔ ''وہ ضروری گفتگو کیا ہے؟ تم نہیں بتاؤ گے لیکن ہم جانتے ہیں تم لوگوں نے گریٹ ایشورارا کو اس دنیا کا حکمران بنانے کے لیے اس کے سامنے چند مطالبات پیش کیے ہیں۔ جب وہ مطالبات تسلیم کر لیے جائیں گے تو تم راضی خوشی ان کے غلام بن جاؤ گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمیں بار بار غلامی کا طعنہ نہ دو۔ ہم اپنے لیے جو بہتر سمجھتے ہیں وہ کر رہے ہیں۔ یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ تم اس دنیا میں ان کی حکمرانی نہیں چاہتے تو ان کے مخالفت کرو۔ جلد یا بہ دیر تم بھی ان کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔''

''جیسے تم خود ہو ویسا ہی دوسروں کو سمجھتے ہو۔ اندھوں کو ساری دنیا اندھی دکھائی دیتی ہے۔ جاؤ دیکھو تمہارے ہونے والے حکمران کا چہیتا کہاں گم ہو گیا ہے؟ کیوں رابطہ نہیں کر رہا ہے؟ جب بھی رابطہ کرے تو اسے ہمارا فون نمبر بتا دو اور یہ خوشخبری سنا دو کہ وہ اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے ہمیں دیکھ کر ٹریپ کر سکتا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہمارا حوصلہ دیکھو کہ ہم خود کو دشمن کے نشانے پر لے آئے ہیں۔ اگر وہ اس سنہری موقع سے فائدہ نہیں اٹھائے گا تو ہم اسے اس دنیا سے اٹھا دیں گے۔''

ہم نے اکابرین سے رابطہ ختم کر دیا۔ ہمیں امید تھی کہ جلد ہی ذاکر تک ہمارے بارے میں اطلاع پہنچے گی تو وہ اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے ہمیں دیکھنا چاہے گا۔ مشین کے اس فنکشن کو وہ بھی اچھی طرح سمجھتا ہوگا کہ اپنی مشین کے ذریعے ہمیں دیکھے گا تو ہم بھی اپنی مشین کے ذریعے اسے دیکھ لیں گے۔ نہ ہم اس سے چھپ سکیں گے اور نہ ہی وہ ہم سے چھپ سکے گا۔

چھپنے کی یہ تدبیر ہو سکتی تھی کہ وہ اپنے کسی آلۂ کار کو مشین کے سامنے بٹھائے اور وہ خود اس سے بہت دور رہے۔ خیال خوانی کے ذریعے اس آلۂ کار کے اندر موجود رہ کر اسی آلۂ کار کی آواز اور لب و لہجے میں مشین کے ذریعے ہم سے بات کرے۔ اس طرح وہ ہمیں دیکھے گا مگر ہم اسے دیکھ نہیں سکیں گے کیونکہ اس کا آلۂ کار مشین کے سامنے بیٹھا دکھائی دے گا۔

ہاں ہمیں اتنا فائدہ پہنچے گا کہ ہم اس مشین کے ذریعے معلوم کر لیں گے' وہ کہاں رکھی ہوئی ہے اور وہ آلۂ کار کس ملک' کس شہر اور کس علاقے کے کس مکان کی چار دیواری میں بیٹھا ہوا ہے؟

سونیا نے اس سے کہا۔ ''وہ مشین کے ذریعے ہم سے رابطہ کبھی نہیں کرے گا۔ یہ بھی نہیں چاہے گا کہ جہاں اس کی مشین رکھی ہوئی ہے' ہمیں وہاں کا پتا معلوم ہو جائے۔''

میں نے کہا۔ ''اگر وہ اپنی مشین کو استعمال نہیں کرے گا تو پھر فون کے ذریعے آواز بدل کر ہم سے رابطہ کرے گا۔ دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کرنے والا ہے؟''

ہم ساری زندگی خطرات سے گزرتے آئے ہیں۔ ہماری بے خبری میں بے شمار حملے ہم پر ہوتے رہے اور ہم اپنا بچاؤ کرتے ہوئے اب تک زندگی کی سانسیں لے رہے ہیں۔ آئندہ بھی دیکھنے والے تھے کہ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟

کئی گھنٹے گزر گئے ذاکر کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ سونیا نے مجھ سے کہا۔ ''تم بہت آرام طلب ہو گئے ہو۔ خوامخواہ اس کا انتظار کر رہے ہو۔ کیا خیال خوانی کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتے کہ اس کے اور اکابرین کے درمیان کیا کھچڑی پک رہی ہے؟''

میں نے کہا۔ ''بعد میں بھی خیال خوانی کروں گا تو ان کے اگلے پچھلے تمام حالات معلوم ہو جائیں گے۔''

وہ گھور کر بولی۔ ''یعنی ابھی خیال خوانی کا موڈ نہیں ہے؟ میں دیکھ رہی ہوں تم سچ مچ بوڑھے ہوتے جا رہے ہو بلکہ ہو گئے ہو۔''

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ ''کیا یہ آج کی تازہ خبر ہے؟''

''تم خود ہی دیکھو تم میں پہلے جیسی چستی اور پھرتی نہیں رہی ہے۔ پہلے تم کوئی سا بھی کام پلک جھپکتے ہی کر گزرتے تھے۔ اب تھکے ہوئے انداز میں بیٹھے رہتے ہو یا لیٹے رہتے ہو۔ آج کا کام کل پر ٹالتے رہتے ہو۔ کھانسنے بھی لگے ہو۔ ایک بار دل کا دورہ پڑا۔ اگرچہ دورہ بہت ہلکا سا تھا پھر بھی تمہیں ڈاکٹر سے کنسلٹ کرنا چاہیے تھا لیکن سستی اور کاہلی کی وجہ سے اپنی بیماری کو بھی اہمیت نہیں دے رہے ہو۔ کیا یہ سب بڑھاپے کے آثار نہیں ہیں؟''

میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم تو بابا فرید واسطی کی چہیتی تھیں۔ پتا نہیں انہوں نے تم پر کیا عمل کیا ہے سدا بہار رہتی ہو؟ میں جواباً یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری طرح تم بھی بوڑھی ہو چکی ہو۔ ویسے تمہاری عمر مجھ سے زیادہ نہ سہی' کم بھی نہیں ہے۔''

پھر میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ''کاش بابا فرید واسطی مجھ پر بھی ایسا عمل کرتے۔ تم واقعی آج بھی بجلی کی طرح لپکتی ہو' بہت ہی تیز اور پھرتیلی ہو۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ مجھ پر بڑھاپا غالب آنے لگا ہے۔''

ایک بار کاہنہ نے کہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے میں ایک بزرگ تقریباً تیس برس بعد واپس آنے والے ہیں جو اب تک کسی دور افتادہ غار میں رہ کر عبادت کر رہے ہیں۔ یہ بات شہر روم میں رہنے والے روحانیت کے حامل فادر جوزف نے بھی کہی تھی۔ پیشوائے اعظم برائٹ موسس نے بھی یہی پیشگوئی کی تھی۔

پیشگوئی یہ بھی تھی کہ میں کاہنہ کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاروں گا۔ وہ میری بیٹی کی ماں بنے گی پھر وہ مر جائے گی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ میں موت کی طرف بڑھتا چلا جاؤں گا۔ یہ پیشگوئی بڑی حد تک درست ثابت ہوئی تھی۔ وہ میری بیٹی کی ماں بننے والی تھی۔ اگرچہ اس نے بیٹی کو جنم نہیں دیا تھا۔ اس سے پہلے ہی مر گئی تھی۔ اب تیسری پیشگوئی یہ تھی کہ میں رفتہ رفتہ موت کی طرف بڑھتا چلا جاؤں گا اور میرا بڑھاپا یہی کہہ رہا تھا کہ یہ میری زندگی کی آخری منزل ہے۔

سونیا مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ میں سر جھکائے گہری سنجیدگی سے سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ ''یہ کیا بات ہو گئی؟ میں نے تمہیں بوڑھا کہہ دیا ہے تو سنجیدگی اور مایوسی سے بڑھاپے کے بارے میں سوچنے لگے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔ روحانیت کے حامل شہر روم کے فادر جوزف نے پیشگوئی کی ہے اور اعلیٰ حضرت نے بھی اشارتاً کہا ہے' ہمارے ادارے کے ایک بہت بڑے بزرگ تیس برس کے بعد واپس آنے والے ہیں۔ کیا ایسی پیشگوئی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بابا صاحب کے ادارے کے بانی محترم بابا فرید واسطی واپس تشریف لائیں گے؟''

سونیا نے مجھے دیکھا پھر کہا۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے، ان کا انتقال ہو چکا ہے؟''

''جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے' وہ ہو جاتا ہے۔ اگر بابا فرید واسطی واپس نہیں آئیں گے تو پھر وہ پہنچے ہوئے بزرگ کون ہیں جو پچھلے تیس برس سے کسی غار میں عبادت کر رہے ہیں؟''

وہ بولی۔ ''خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ بزرگ کون ہیں؟ اتنا تو میں نے بھی سنا ہے کہ تیس برس کی اس مدت کے اٹھائیس برس پورے ہو چکے ہیں، اب وہ دو برس رہ گئے ہیں۔''

''میں نے چھ ماہ پہلے یہ پیشگوئی سنی تھی اس حساب سے وہ ڈیڑھ برس بعد واپس آنے والے ہیں اور جانتی ہو کہ ان کے واپس آنے کے بعد کیا ہوگا؟''

اس نے بڑے دکھ سے مجھے دیکھا پھر آگے آ کر میرے گلے میں بانہیں ڈال کر مجھ سے لپٹ گئی۔ یہ پیشگوئی تھی کہ جب وہ بزرگ بابا صاحب کے ادارے میں تشریف لائیں گے تو اس کے چالیس دن بعد میری زندگی پوری ہو جائے گی۔

سونیا فولاد تھی۔ آج تک دکھ بیماری نے زندگی کے بدترین حالات نے اور شہر ور دشمنوں نے بھی اسے رلانے کی جرأت نہیں کی تھی اور نہ ہی اس کی آنکھوں میں کبھی آنسو آئے تھے۔ میں نے پہلی بار اسے روتے دیکھا، وہ میرے سینے سے لگ کر ایک کمزور عورت کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھی۔ دنیا کی ہر عورت بیوی اور ماں بننے کے بعد کمزور ہو ہی جاتی ہے۔ کبھی کبھی کوئی نہ کوئی جذبہ اسے ضرور رلاتا ہے۔ ہم نے زندگی کے بدترین حالات میں کبھی ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اب یہ ساتھ چھوٹنے والا تھا۔ وہ رو رہی تھی اور میں بڑی خاموشی سے اسے تھپک رہا تھا۔

ہم بڑی دیر تک ایک دوسرے کے وجود میں اس طرح جذب ہو گئے جیسے کبھی الگ نہیں ہوں گے۔ جیسے موت بھی ہمیں کبھی الگ نہیں کر پائے گی۔ وہ تڑپ کر مجھ سے الگ ہو گئی۔ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی۔ ''ایک دن سب ہی کو مرنا ہے۔ تمہیں بھی فنا ہونا ہے لیکن نہیں....'' وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ ''اتنی جلدی نہیں۔ میں تمہیں اتنی جلدی اس دنیا سے نہیں جانے دوں گی۔ آج تک میں ناممکن کو ممکن بناتی آئی ہوں۔ تمہاری طرف آنے والی موت کا بھی رخ بدل کر دکھاؤں گی۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''تم آج تک بہت کچھ کرتی آئی ہو۔ بے شک ہر بار ناممکن کو ممکن بناتی رہی ہو۔ میں نہیں جانتا کہ تم میری موت کا وقت کیسے ٹالو گی؟ تمہارا یہ حوصلہ جذباتی بھی ہو سکتا ہے اور فولادی بھی ہو سکتا ہے۔ میں دیکھوں گا' آئندہ میری جان کیا کرنے والی ہے؟''

میں نے آگے بڑھ کر اسے اپنے بازوؤں میں چھپا لیا۔ ہم نے یہ طے کر لیا کہ اب ہم مرنے کی نہیں صرف جینے کی باتیں کریں گے اور اپنی زندگی کو خوب انجوائے کریں گے۔ سونیا نے کہا۔ ''ہمیں اس شہر کے ہجوم سے نکل کر کسی ایسی تفریح گاہ میں جانا چاہیے' جہاں ہم تفریح بھی کر سکیں اور ہجوم اور ہنگامے بھی نہ ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''بحیرہ روم میں مارسیلز خوبصورت ساحلی علاقہ ہے۔ نائب ایشورارادوم (ذاکر) کا سراغ ملنے تک ہم وہاں اچھا وقت گزار سکیں گے۔''

وہ بولی۔ ''ہم ٹرین میں سفر کریں گے۔ یوں بھی ہم نے کافی عرصے سے کسی ریل گاڑی میں سفر نہیں کیا ہے۔''

ہم نے اسی وقت فون کے ذریعے دو سیٹیں او کے کروائیں۔ وہ غیر معمولی مشین ایک چھوٹے سے بریف کیس میں سمائی ہوئی تھی۔ ہم نے اس مشین کے ساتھ اپنا سفری سامان لیا پھر رات کے دس بجے ٹرین میں آ کر بیٹھ گئے۔

اسے تقدیر کی ہیرا پھیری کہتے ہیں۔ ہم نائب ایشورارا دوم (ذاکر) کا سراغ لگانا چاہتے تھے۔ اسی شہر میں کہیں نہ کہیں اس سے سامنا ہو سکتا تھا لیکن ابھی تقدیر کو منظور نہیں تھا۔ جس وقت ہم ٹرین میں بیٹھ کر مارسیلز کی طرف جا رہے تھے اس وقت ذاکر پیرس پہنچ چکا تھا۔ وہاں کے ایک مہنگے ہوٹل میں رہنے..... کے لیے تین کمرے میں حاصل کر رہا تھا۔ وہ ہماری طرف آیا تھا اور ہم اس سے دور جا رہے تھے۔

بصرہ اس بات پر راضی ہو گئی تھی کہ ذاکر کو خوب آزمائے گی۔ اگر وہ اس کے معیار اور مرضی کے مطابق ایک سچا اور دیانتدار مسلمان ثابت ہوگا اور پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہوگا تو وہ اس سے نکاح پڑھوا کر اس کی شریک حیات بن جائے گی۔

اس کی ماں جینا نے اپنی معصوم بیٹی کو شیشے میں اتار لیا تھا۔ ذاکر سے یہ اہم معاملات طے ہو گئے تھے کہ موجودہ حالات میں وہ جن مصائب کا اور جن مسائل کا سامنا کر رہا ہے' جینا ان تمام آفات سے اسے نجات دلائے گی۔ فرہاد علی تیمور اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے قریب پھٹکنے بھی نہیں دے گی۔

اس احسان کے بدلے ذاکر اس کی بیٹی بصرہ کو شریک حیات بنانے پر راضی ہو گیا تھا۔ اگر راضی نہ ہوتا تب بھی جینا کے لیے کوئی فرق نہ پڑتا، وہ اس کی لاعلمی میں اسے اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا چکی تھی۔ وہ آئندہ اس کا غلام بن کر اس کی مرضی کے مطابق ایک فراڈ مسلمان بن کر بصرہ کو ازدواجی

زندگی کی مسرتیں دینے والا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کو خوش رکھنے کی خاطر آئندہ ذاکر کو بڑی پابندیوں میں رکھنے والی تھی۔

اب ان پچیس افراد کا بھی ذکر ہو جائے جو سیارے سے مسلمان بن کر ہماری زمین پر پہنچ چکے تھے۔ گریٹ ایشورارا نے ان تمام افراد کا برین واش کیا تھا، وہ سچے دل اور دماغ سے یہ طے کر کے آئے تھے کہ مسلمان بن کر بابا صاحب کے ادارے میں ضرور جائیں گے۔

وہ دوسری صبح اس ادارے میں پہنچ گئے تھے اور استدعا کر رہے تھے کہ ادارے کے انچارج سے ملاقات کریں گے، وہ ادارے کے روحانی علوم جاننے والوں کو اور علمائے کرام کو اپنے بارے میں بہت کچھ بتانا چاہتے تھے۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے انچارج سے کہا۔ ''انہیں اندر آنے کی اجازت دو اور نہایت عزت اور احترام سے ان کا استقبال کرو۔ ہمارے علمائے دین ان سے گفتگو کریں گے اور ان کی ہر جائز بات کو تسلیم کریں گے۔''

گریٹ ایشورارا سیارے میں بیٹھ کر اپنی مشین کے ذریعے ان پچیس مسلمان بننے والوں کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے اپنی زمین کی خفیہ لیبارٹری کے انچارج سے کہا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان پچیس افراد کی خبر رکھے اور ان کے سلسلے میں پل پل کی رپورٹ اسے پہنچاتا رہے۔

لیبارٹری کا انچارج ان میں سے ایک فرد کے اندر موجود تھا۔ جب سب ہی بابا صاحب کے ادارے کے سامنے پہنچ کر وہاں کے انچارج سے گفتگو کر رہے ہیں پھر اس نے دیکھا تھا' ان تمام پچیس افراد کو ادارے کے اندر آنے کی اجازت مل گئی تھی۔ وہ بہت خوش ہو رہا تھا۔ انہیں اس ادارے کے اندر جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا لیکن جب سیارے کے آخری فرد نے اس ادارے کے اندر قدم رکھا تو اس کی خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔

گریٹ ایشورارا کی خفیہ لیبارٹری کا انچارج اس کے آگے اور کچھ معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے پہلے تو ایشورارا کو خوشخبری سنائی۔ اس نے تحریری پیغام کے ذریعے کہا۔ ''اے گریٹ ایشورارا! تجھے مبارک ہو، جس ادارے کا دروازہ آج تک کوئی مخالفت کرنے والا کھلوا نہ سکا، اسے تو نے اپنی حکمتِ عملی سے کھلوا دیا ہے۔ ہمارے پچیس افراد اس ادارے کے اندر پہنچ گئے ہیں۔''

گریٹ ایشورارا کا تجربہ کار پیغام موصول ہوا۔ ''یہ تو نے بہت بڑی خوشخبری سنائی ہے۔ آگے بول وہاں کیا ہو رہا ہے؟''

''میں آگے کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ بابا صاحب کے ادارے کے اندر ہماری سوچ کی لہریں پہنچ نہیں پاتی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ پچیس افراد اب وہاں کیا کر رہے ہیں؟''

وہ خوش ہو رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں ہم وہاں سرنگ بنانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ میں نے ان پچیس افراد کے دماغوں میں یہ بات نقش کی ہے کہ وہ پندرہ دنوں کے بعد میرے پہلے تنویمی عمل کے اثر سے نکل آئیں گے۔ انہیں تمام پچھلی باتیں یاد آ جائیں گی کہ وہ سیارے کی مخلوق ہیں اور انہیں صرف گریٹ ایشورارا کا وفادار بن کر رہنا چاہیے لہٰذا وہ وقتِ مقررہ پر اس ادارے سے خود ہی نکل آئیں گے۔''

گریٹ ایشورارا نے اپنی دانست میں بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ آئندہ پندرہ دنوں کے بعد دیکھنے والا تھا کہ اس کی حکمتِ عملی کیا رنگ لانے والی ہے؟ فی الحال وہ ذاکر کی طرف سے فکر مند تھا۔ وہ پیرس پہنچ گیا تھا۔ اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے اس سے رابطہ کر کے بتایا کہ وہ استنبول سے نکل آیا ہے اور پیرس کے ایک ہوٹل میں قیام کر رہا ہے۔ تمام اکابرین نے جو مطالبات پیش کیے تھے۔ ان کی منظوری کے سلسلے میں وہ جواب کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ''تو انہیں کیسے جواب دے گا؟ انہیں فون کے ذریعے بھی اپنی آواز سنانا مناسب نہیں ہے۔ سونیا اور فریاد تیری آواز اور لب ولہجہ سنتے ہی آڈیو مشین کے ذریعے تجھے بھیج کریں گے پھر بڑی آسانی سے تیرا سراغ لگا سکیں گے۔''

اس نے کہا۔ ''میں ابھی کسی کو آلۂ کار بناؤں گا پھر اسی کی آواز اور لہجے میں اکابرین سے باتیں کروں گا لیکن جب تک سیارے سے پرزے نہیں آئیں گے' تب تک میری ناکارہ مشین کی مرمت نہیں ہو سکے گی۔ میں پوری طرح یہاں محفوظ نہیں رہ سکوں گا۔ جتنی جلدی ممکن ہو وہ تمام پرزے بھیج دیے جائیں تاکہ میں اس مشین کو پھر سے استعمال کے قابل بنا سکوں گا۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا کہ وہ جلد ہی وہاں سے پُرزے روانہ کرے گا۔ ان کے درمیان رابطہ ختم ہو گیا، ذاکر نے اپنے گریٹ ایشورارا کو یہ نہیں بتایا کہ ایک شیطان کی محبوبہ سے اس کی رشتے داری ہو رہی ہے اور وہ اس کے زیرِ اثر آ چکا ہے۔ وہ اپنی کمزوری بتا کر سیارے کے گریٹ ایشورارا کو اپنا دشمن نہیں بنانا چاہتا تھا۔ اسے معلوم ہوتا تو وہ ذاکر کو یا تو ہلاک کرا دیتا یا سیارے میں واپس بلا لیتا اور وہ اس

خوبصورت دنیا کو چھوڑ کر واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔

بصرہ اسی ہوٹل کے ایک کمرے میں تھی۔ اس کی ماں جینا نے اپنے لیے ایک دوسرا کمرا لیا تھا۔ ذاکر نے ان سے کہا تھا کہ وہ اپنے گریٹ ایشورارا سے باتیں کرنے کے بعد کمرے سے باہر آئے گا پھر ان کے ساتھ ہوٹل سے باہر جا کر رات کے وقت پیرس کا حسن اور اس کی دلکشی دیکھیں گے۔

جینا نے اسے بتایا تھا کہ فیری بوٹ میں وہ اس کے پاس آئی تھی۔ وہ آج بھی ویسی ہی اپنی بیٹی بصرہ کی طرح نو خیز حسینہ دکھائی دیتی ہے لیکن فی الحال بیٹی کی خاطر اس نے بوڑھی عورت کا روپ اختیار کیا ہوا ہے۔

ذاکر نے جینا سے کہا تھا۔ ''فیری بوٹ میں مجھے تیرا انداز پسند آیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ بصرہ تیری طرح موڈ گرل بن جائے۔ مجھے نیک پروین قسم کی لڑکیاں پسند نہیں ہیں۔ جب تُو سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ بنا سکتی ہے تو اپنی بیٹی کو بھی اپنی طرح ویسی ہی دل لبھانے والی ادائیں سکھا دے۔ یہ جب نمازیں پڑھتی ہے تو مجھے عجیب سا خوف محسوس ہوتا ہے۔ میرا ذہن کہتا ہے' مجھے ایسی پارسا عورت سے دور رہنا چاہیے۔''

''تُو کیوں خوفزدہ ہوتا ہے؟ تجھے اس سے کیوں دور رہنا چاہیے؟''

''میں پہلے آزما چکا ہوں اسے دھوکا دے کر حاصل کرنا چاہتا تھا جس کے نتیجے میں مجھ پر اتنی مصیبتیں نازل ہوئیں کہ میری سب سے اہم غیر معمولی مشین تباہ ہوگئی۔ میں بالکل ہی نہتا اور ناکارہ ہو کر رہ گیا ہوں۔''

''فکر نہ کر آئندہ کبھی ایسا نہیں ہوگا اور نہ میں ہونے دوں گی۔ تُو میرے حکم کی تعمیل کرتا رہے گا۔ میری بیٹی کو ہمیشہ خوش رکھے گا تو میں اس کے مزاج کو بھی آہستہ آہستہ بدل دوں گی۔ تُو بھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر یا اسے اپنی طرف مائل کر کے اس کی نمازیں چھڑا سکتا ہے۔''

بصرہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی ماں اسے اپنے رنگ میں رنگنے کے لیے ذاکر کے ساتھ کیسی کھچڑی پکا رہی ہے؟ جینا نے اس کے کمرے میں آ کر کہا۔ ''میں بہت خوش ہوں تُو میری باتیں مان رہی ہے اور ذاکر کو اپنے طور پر آزمانے کے بعد اس سے شادی کرنے والی ہے۔ میری بیٹی! ابھی اس کے ساتھ باہر تفریح کے لیے جا۔ اچھی طرح گھوم پھر کر دو چار گھنٹے بعد واپس آ۔ میں یہاں اپنے کمرے میں ہی آرام کروں گی۔''

اس نے کہا۔ ''آدھی رات ہو چکی ہے کیا یہ کوئی آؤٹنگ اور تفریح کا وقت ہے؟ میں ابھی ایک گھنٹے تک سونا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد تہجد کی عبادت کا وقت ہو جائے گا۔ میرے پاس سیر و تفریح کا وقت نہیں ہے۔''

جینا نے ذرا ناگواری سے کہا۔ ''یہ تُو نے کون سے مذہب کو گلے لگا لیا ہے؟ دن ہو یا رات عبادت ہی کرتی رہتی ہے۔''

وہ بولی۔ ''تجھے ایسا ہی دکھائی دیتا ہے ورنہ میں تو وقت کے مطابق ہی عبادت کرتی ہوں۔ باقی دنیا داری کے اچھے کاموں میں وقت گزارتی ہوں۔''

''مگر یہ راتوں کی عبادت کیا ضروری ہے؟ ایک تو ہر رات آٹھ یا نو بجے نماز پڑھنے بیٹھتی ہے تو رات کے دس گیارہ بجا دیتی ہے پھر رات کو اٹھ کر نماز پڑھتی ہے۔ اگر یہی کرتی رہی تو اپنے میاں کے ساتھ راتیں کیسے گزارے گی؟''

''ہمارے دین میں ہر کام کے لیے ہر ضرورت پوری کرنے کے لیے ایک وقت مقرر کیا گیا ہے۔ تُو یہ باتیں نہیں سمجھے گی اس لیے یہاں سے جا۔ مجھے تنہا چھوڑ دے میں ایک آدھ گھنٹے نیند پوری کرنے کے بعد تہجد کے لیے اُٹھوں گی۔''

جینا وہاں سے نکل کر ذاکر کے کمرے میں آئی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بصرہ کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''تیری بیٹی کچھ زیادہ ہی عبادت گزار ہوگئی ہے۔ آئندہ میرے لیے پرابلم بنے گی۔ یہ ابھی سونا چاہتی ہے پھر عبادت کرنا چاہتی ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کی نیند اڑا سکتا ہوں اور اس کی نماز چھڑا سکتا ہوں۔''

ماں نے کہا۔ ''میں بھی اپنی بیٹی کا دماغ الٹ سکتی ہوں۔ اس کا راستہ بدل سکتی ہوں۔ اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔ ابھی اسے تمہارے ساتھ جانے پر مجبور کر دوں گی۔ تُو بھی خیال خوانی کے ذریعے یہی کوشش کر...''

وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ بصرہ اپنے کمرے میں بیٹھی سوچ رہی تھی۔ ''میں اپنی ممی کی باتیں مان رہی ہوں۔ وہ درست مشورہ دے رہی ہیں کہ کسی نہ کسی کو اپنا لائف پارٹنر بنانا ہی ہوگا لہٰذا مجھے ذاکر علی کو اچھی طرح پرکھنا اور سمجھنا چاہیے مگر مجھے ایسا لگتا ہے' وہ محض نام کا مسلمان ہے۔''

ایسے وقت ذاکر نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''مجھے ایسا نہیں سوچنا چاہیے۔ پہلے اسے اچھی طرح آزمانا چاہیے اور آزمانے کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے ساتھ باہر جا کر گھومنا پھرنا چاہیے۔''

جینا بھی اپنے کمرے میں بیٹھی بیٹی کو مائل کر رہی تھی۔

''مجھے یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ رات ہو چکی ہے۔ پیرس میں کبھی رات نہیں ہوتی اگر چہ ذاکر غیر ہے لیکن میں اس کے ساتھ پورے اعتماد کے ساتھ بڑی آزادی سے گھوم پھر سکتی ہوں۔ مجھے کسی اندیشے میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اس کی نیت بری ہوگی تو میری ماما میری حفاظت کریں گی۔ مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔''

بصرہ سونا چاہتی تھی مگر سو نہ سکی۔ دونوں طرف سے حملے ہو رہے تھے۔ اس نے اٹھ کر لباس تبدیل کیا پھر باہر جانے کے لیے اپنے کمرے سے نکل آئی۔ وہاں ذاکر کھڑا مسکرا کر کہہ رہا تھا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ تم نے میری بات مان لی ہے۔ ہم باہر بہت اچھا وقت گزاریں گے۔''

جینا اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑی تھی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ ''بیٹی! تُو بے فکر ہو کر جا۔ میں اپنے کمرے میں بیٹھی تیری نگرانی کرتی رہوں گی۔ تجھے کچھ نہیں ہوگا۔''

بصرہ ذاکر کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔ جینا اپنے کمرے میں آ کر موم بتیاں جلانے لگی اور زیر لب کچھ پڑھنے لگی۔ وہ آدھی رات کے بعد اسی طرح عمل کر کے اپنے یار دلدار شیطان کو اپنے پاس بلاتی تھی۔

وہ زیر لب کچھ پڑھ رہی تھی۔ شیطان کی پرستش کر رہی تھی اور ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ جوان ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے بیٹی کے خاطر خود پر بڑھاپا طاری کر لیا تھا۔ اب شیطان کی خاطر جوانی کے سانچے میں ڈھلتی جا رہی تھی۔ اس نے موتیوں کی ایک مالا پہنی ہوئی تھی جسے لباس کے اندر چھپا کر رکھتی تھی۔ اس مالا میں لاکٹ کی جگہ شیطان کی کھوپڑی تھی۔ اس نے اس مالا کو اتار کر موم بتیوں کے درمیان رکھ دیا۔ ان کی روشنی میں شیطان کی کھوپڑی مسکرانے لگی۔ جگمگانے لگی۔

اس نے دھیمی دھیمی آواز میں گنگنانا اور ہولے ہولے رقص کرنا شروع کیا۔ گنگنانے کے دوران جو الفاظ ادا ہو رہے تھے، وہ کسی اجنبی زبان کے تھے۔ وہ شیطان کی مناجات کر رہی تھی۔ ایسے وقت ایک موم بتی بجھ گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کا یار دلدار آ گیا ہے۔

پھر دوسری موم بتی بجھ گئی۔ گنگنانے اور رقص کرنے کے دوران میں اس کا ایک ایک لباس اترتا جا رہا تھا۔ وہ خود نہیں اتار رہی تھی۔ محسوس کر رہی تھی کہ وہ آ چکا ہے۔ اسے چھو رہا ہے اور اس کا ایک ایک لباس اتار کر پھینکتا جا رہا ہے۔ وہ ہنستی تھی، شیطان کی سکھائی ہوئی اداؤں سے شیطان کو ہی لبھاتی تھی۔ اسے ترغیب دیتی تھی اور اس کے ہوش اڑاتی رہتی تھی۔

اماؤس کی کالی راتوں میں وہ صبح تک ایسا ہی کھیل کھیلتی رہتی تھی اور اس سے شیطانی قوتیں حاصل کرتی رہتی تھی۔

ذاکر کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ بصرہ اس کے ساتھ سیٹ پر بیٹھی ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنی طرف مائل کرنے لگا۔ اس کی سوچ میں کہنے لگا۔ ''مجھے یوں خاموش نہیں بیٹھنا چاہیے۔ اخلاقاً رسمی طور پر بات کرنی چاہیے۔''

بصرہ نے قائل ہو کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''عشاء کی نماز میں کتنی رکعات ہوتی ہیں؟''

وہ ایک دم سے جھنجلا گیا۔ اس نے سوچا تھا' وہ اس کی طرف مائل ہو کر پیار بھرے انداز میں کوئی رومانی گفتگو کرے گی مگر وہ تنہائی میں بھی دین و ایمان کی باتیں کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''پلیز بصرہ! دن رات صرف دین کی ہی باتیں نہ کرو، دنیا داری بھی لازمی ہوتی ہے۔''

''بے شک، ہمارے دین میں دنیا داری کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ یہ حکم ہے کہ دنیاوی فرائض پوری طرح ادا کیے جائیں۔ اس کے ساتھ عبادت بھی کی جائے لیکن عبادت کرنے کے لیے دین کو اس کی پوری روح کے ساتھ سمجھنا لازمی ہے۔ میں تو صرف ایک سوال کر رہی ہوں۔ اس کا جواب دے دو پھر ہم دوسری باتیں کریں گے۔''

''اچھی بات ہے، تم نے کیا پوچھا تھا؟''

''ایک بہت ہی چھوٹا سا سوال ہے کہ عشاء کی نماز میں کتنی رکعات ہوتی ہیں؟''

وہ سیارے سے دین اسلام کے متعلق اچھی خاصی اسٹڈی کر کے آیا تھا۔ اسے بہت سی باتیں یاد تھیں مگر یہاں آ کر ایسی الجھنوں میں گرفتار ہوا تھا، ایسے مسائل سے دوچار ہوا تھا کہ کچھ باتیں بھول گیا تھا۔ اس وقت اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ عشاء کی نماز میں کتنی رکعات ہوتی ہیں؟

اس نے کہا۔ ''تمام نمازوں میں عشاء کی نماز ایسی ہے جس میں رکعات زیادہ ہوتی ہیں۔''

وہ بولی۔ ''ٹھیک ہے مگر یہ تو بتاؤ کہ کتنے فرض' کتنی سنتیں اور کتنی نفل ہوتی ہیں؟''

''تم تو بچہ سمجھ کر مجھے پڑھانے اور سکھانے لگی ہو۔ مجھے سکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس ساری باتیں نوٹ کی ہوئی ہیں۔ میں ہوٹل پہنچ کر تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔''

''تمہاری باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تم نماز نہیں پڑھتے ہو اور اگر پڑھتے ہو تو سورہ فاتحہ پڑھ کر سناؤ؟''

''اوہ گاڈ! تم ہماری آؤٹنگ کے رومانی ماحول کو اور اس کار کو مسجد کیوں بنا رہی ہو؟''

''میں نے ماما سے پہلے ہی کہہ دیا ہے' کسی میں ایسے شخص کو اپنا لائف پارٹنر بناؤں گی جو سچا مسلمان ہوگا۔ دل میں خدا کا خوف رکھتا ہوگا اور پانچوں وقت کا نمازی ہوگا۔''

اس نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کن انکھیوں سے اسے دیکھا پھر سوچا کہ سیدھی اُنگلی سے گھی نہیں نکلے گا، اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنی طرف کھینچنا چاہیے تب ہی یہ شیشے میں اترے گی۔

اس نے بصرہ کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اسے اپنی طرف مائل کرنے لگا۔ اس کا مزاج اچانک ہی بدل گیا۔ وہ بڑے ہی پیار سے جذباتی نظروں سے ذاکر کو دیکھنے لگی۔ اس وقت وہ ایک فلائی اوور سے گزر رہے تھے۔ اس پل پر دور تک سناٹا تھا۔ اس نے ایک کنارے کار روک دی۔

وہ اندر سے کچھ پریشان تھی کہ خوامخواہ کیوں اس کی طرف مائل ہو رہی ہے؟ لیکن دل اسی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ ذاکر نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ ''اتنی دور کیوں ہو؟ میرے قریب آؤ۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ''میرا دل تو چاہتا ہے کہ آ کر تمہارے سینے سے لگ جاؤں مگر...''

''فار گاڈ سیک..... اگر مگر نہ کرو بس میری آغوش میں چلی آؤ۔''

وہ اپنی سیٹ پر ذرا سے کھسک کر اس کی طرف آگے آئی مگر اس کے اندر کی شرافت اور پارسائی اسے روک رہی تھی۔ وہ آگے بڑھنے کے باوجود ہچکچا رہی تھی۔ ذاکر نے اسے اپنی طرف کھینچ کر بازوؤں میں بھرتے ہوئے کہا۔ ''تم سیدھی طرح نہیں مانو گی۔ اب دیکھو میں تمہارے سامنے بھی ہوں اور تمہارے اندر بھی سایا ہوا ہوں۔ تم مان جاؤ۔ مجھے مسلسل خیال خوانی کرتے رہنے پر مجبور نہ کرو..... ورنہ رومانس کا مزہ نہیں آئے گا۔''

اگرچہ وہ اس کے دماغ پر پوری طرح چھا گیا تھا مگر ذہن کے کسی گوشے میں ایمان مچل رہا تھا۔ اس نے مجبور اور بے بس ہو کر خود کو اس کے حوالے کرنے سے پہلے اندر سے پوری طرح تڑپ کر اپنے خدا کو پکارا۔ ''اے میرے مالک! اے میرے معبود! تو ہی میرا محافظ ہے۔ مجھے بچا لے۔ شر کو مجھ پر غالب نہ آنے دے۔''

ٹھیک ان ہی لمحات میں ذاکر کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ اس نے اپنی گردن پر ریوالور کی نال کو محسوس کیا۔ پیچھے سے کسی کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''دونوں ہاتھ پیچھے گردن پر رکھو اور چپ چاپ باہر نکل آؤ۔ میں دروازہ کھول رہا ہوں۔''

ایسے وقت وہ خیال خوانی بھول گیا تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں جیسے ہی بصرہ کے دماغ سے ٹکرائیں۔ وہ چیخیں مار مار کر رونے لگی۔ اس آنے والے سے کہنے لگی۔ ''تم جو کوئی بھی ہو اس وقت میرے لیے فرشتہ بن کر آئے ہو۔ تمہیں خدا کا واسطہ ہے، مجھے اس شیطان سے کسی طرح بچاؤ۔''

وہ آنے والا مرد تاریکی میں تھا۔ اس نے کہا۔ ''تم تُرک زبان بول رہی ہو۔ خدا کا نام لے رہی ہو۔ میں بھی ترک مسلمان ہوں مگر یہ شیطان کا بچہ کون ہے؟''

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ اس نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ فوراً ہی سانس روک کر بولا۔ ''ارے یہ تو میرے دماغ میں کوئی آنا چاہتا تھا۔ یہ کون ہو سکتا ہے؟''

بصرہ نے جلدی سے کہا۔ ''یہ..... یہی شیطان ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تمہیں ٹریپ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔''

اجنبی نے کار کا اگلا دروازہ کھولا پھر ایک الٹا ہاتھ ذاکر کے منہ پر مار کر بولا۔ ''چل باہر نکل۔''

ذاکر نے باہر نکل کر دیکھا۔ وہ اجنبی قد آور تگڑا جوان تھا۔ اگر اس کے پاس ریوالور نہ ہوتا تب بھی وہ اس سے لڑنے کی جرات نہ کرتا۔ اجنبی جوان نے کہا۔ ''تیرے پاس جو بھی مال ہے، اسے میرے حوالے کر دے۔''

ذاکر نے کہا۔ ''میری جیبوں میں کچھ نہیں ہے۔ تُو تلاشی لے سکتا ہے۔ تُو مجھ سے پچاس ہزار فرانسیسی ڈالرز لے کر میرا پیچھا چھوڑ دے۔ یہ نقد رقم کار کے ڈیش بورڈ میں رکھی ہوئی ہے۔''

اجنبی نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''رقم لے کر بھی تیرا پیچھا نہ چھوڑوں تو تُو کیا کرے گا؟ میں تو لوٹنے ہی آیا ہوں۔ میرے تو مزے ہو گئے' ایک واردات میں پچاس ہزار فرانسیسی ڈالرز مل رہے ہیں۔''

بصرہ نے کار کی پچھلی سیٹ سے چھوٹے سے بیگ کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ اپنے ساتھ چھوٹا سا بیگ لے کر گھومتا ہے۔ اس کے اندر کوئی چھوٹی سی مشین ہے۔ اس کے علاوہ ایک بہت ہی قیمتی ہیرا اور سونے کی چند اینٹیں بھی ہیں۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''واہ! آج تو تگڑا ہاتھ مارا ہے۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک ہی رات میں اس قدر

دولت مند بن جاؤں گا۔''

اس نے بصرہ سے وہ چھوٹا سا بیگ لے لیا۔ ذاکر نے عاجزی سے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ ''پلیز، تم یہ ساری دولت لے لو مگر وہ چھوٹی سی مشین مجھے دے دو۔ یہ تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔''

اجنبی نے بصرہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا یہ مشین اس کے حوالے کر دوں؟''

وہ بولی۔ ''میں نہیں جانتی' یہ کیا چیز ہے؟ تم اس کا سب کچھ لوٹ کر لے جا رہے ہو۔ انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ کچھ اس کے لیے چھوڑ دو۔''

وہ بصرہ کی اس بات سے متاثر ہو کر بولا۔ ''واہ کیا بات ہے؟ یہ تم پر ظلم کر رہا تھا، تم شیطان سے بچنا چاہتی تھیں۔ اب اس سے نجات مل رہی ہے تو اسے سزا سے بھی بچانا چاہتی ہو؟''

''میں چاہتی ہوں مجھے تحفظ حاصل ہو جائے تمہارے جانے کے بعد بھی یہ مجھے نقصان نہ پہنچائے لیکن یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پھر میرے اندر آئے گا پھر مجھے ٹریپ کرے گا۔''

وہ بولا۔ ''میں ٹیلی پیتھی تو نہیں جانتا مگر اس علم کے بارے میں بہت جانتا ہوں۔ اگر یہ دماغی طور سے کمزور ہو جائے گا تو خیال خوانی نہیں کر سکے گا اور نہ ہی تمہارے اندر پہنچ سکے گا۔''

یہ کہتے ہی اس نے ذاکر کی ایک ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر اچھل کر سڑک پر گر پڑا۔ اجنبی فوراً ہی اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے دروازہ بند کر کے کار اسٹارٹ کی پھر اسے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''تم کہاں سے آئی ہو؟ مجھے بتاؤ میں وہاں تمہیں پہنچا دوں گا۔''

وہ بولی۔ ''میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ میرے حالات مجھے بُری طرح ٹھوکریں مار رہے ہیں۔ جس ماں نے مجھے جنم دیا ہے، وہی میری دشمن بن گئی ہے۔ میرے لیے ایسے مصائب پیدا کرتی ہے کہ میری تو جان پر بن آتی ہے۔ جیسا کہ ابھی تم دیکھ چکے ہو۔ عین وقت پر نہ آتے تو پتا نہیں میرا کیا حشر ہوتا؟''

''تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے تم بہت ہی نیک خاتون ہو۔ ویسے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جس ماں نے تمہیں جنم دیا ہے، وہی تم سے دشمنی کیوں کر رہی ہے؟''

وہ اپنی ماں جینا کے متعلق تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگی پھر اس نے کہا۔ ''بعض اوقات میں اپنی ماما کو سمجھ نہیں پاتی۔ اس کی باتوں میں آ جاتی ہوں۔ میں نے یہ نہیں سوچا کہ ممی نے میرے پہلے شوہر کو قتل کرایا تھا۔ اب وہ ذاکر علی کو میرا مجازی خدا بنانا چاہتی تھی۔ جھوٹ بولتی تھی کہ وہ سچا مسلمان ہے۔ ابھی میں نے آزما لیا ہے۔ اوّل تو وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ اگر ہے تو اس کے دل میں خوفِ خدا نہیں ہے۔''

اجنبی نے کہا۔ ''میں یہ سن کر حیران ہوں کہ تمہاری ماں خود کو شیطان کی محبوبہ کہہ کر فخر کرتی ہے اور اس کے پاس بڑی پُراسرار قوتیں ہیں۔ دوسری طرف یہ ذاکر ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور تم ان دونوں کے درمیان سینڈوچ بنی ہوئی ہو۔ مجھے بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟''

اس نے سر گھما کر اجنبی کو دیکھا پھر کہا۔ ''میرا ایمان ہے کہ میرے خدا نے تمہیں میری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ تم نے میری مدد کی' مجھے دشمن سے بچایا لیکن یہ نہیں چاہتی کہ آئندہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ۔''

''مجھ پر کیا مصیبت آ سکتی ہے؟''

''یہ نہ بھولو کہ میری ماما شیطانی قوتوں کی حامل ہے۔ تم نے بڑی آسانی سے ذاکر علی پر قابو پا لیا لیکن میری ماں لوہے کا چنا ہے۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت چبا نہیں سکتی۔ تم اس کے مقابلے پر میری حمایت کرو گے تو وہ تمہیں ایک پھونک میں اُڑا دے گی۔''

''تم مجھے ڈرا رہی ہو۔ یہ سچ ہے کہ میں ایک معمولی سا انسان ہوں۔ شیطانی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔ ہاں... اگر میں اس ظالم ماں سے چھپ چھپا کر تمہاری مدد کرتا رہوں تو کیا بات بنے گی؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''ہرگز نہیں، میری ماں سے چھپ کر نہیں رہ سکو گے۔ تم زمین کی تہ میں جا کر چھپ جاؤ یا سمندر کی گہرائیوں میں اتر جاؤ..... وہ سچ مچ شیطان کی محبوبہ ہے۔ کہیں بھی پہنچ جاتی ہے۔ میں نہیں چاہوں گی کہ تم خوامخواہ مصیبت مول لو۔''

''تم بہت اچھی ہو۔ اتنی مصیبتوں میں بھی میری سلامتی کی خاطر مجھ سے مدد لینا نہیں چاہتیں۔''

پھر وہ ایک گہرا سانس لے کر بولا۔ ''اگر میں نے تمہیں یونہی ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تو میرا ضمیر مجھے ملامت کرے گا۔ میں کسی بھی طرح تمہارے کام آنا چاہتا ہوں۔ تمہارے ذہن میں کوئی تدبیر ہو تو بتاؤ؟''

''میں کچھ زیادہ ذہین نہیں ہوں۔ خود کو مصیبتوں سے نکالنے کے سلسلے میں میری ذہانت کام نہیں آتی ہے۔ میں کوئی تدبیر سوچ نہیں پاتی پھر تمہارے لیے کیا سوچوں؟''

''فی الحال تم یہ کرو کہ اپنا موبائل فون نمبر مجھے بتاؤ۔ میں

اپنا نمبر تمہیں بتاتا ہوں۔ اگر کوئی ایسی مصیبت آئی تو فوراً مجھے کال کرنا میں تمہاری مدد کے لیے ضرور پہنچوں گا۔''

دونوں نے اپنا اپنا موبائل فون نکال کر ایک دوسرے کا نمبر Save کیا۔ بصرہ نے کہا۔ ''میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تم کون ہو؟''

''میرا نام کمال پاشا ہے۔ دولت کمانے کے کتنے ہی ہتھکنڈے استعمال کیے مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اچھا کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کے لیے رقم کی ضرورت تھی، اس لیے میں یہاں کے ایک بہت بڑے جنرل اسٹور میں سیلز مین بن گیا۔ اچھی خاصی تنخواہ ہے۔ گزارا ہو جاتا ہے لیکن میرے خواب پورے نہیں ہو رہے ہیں۔''

بصرہ نے اسے گھور کر پوچھا۔ ''اور تم خوابوں کی تعبیر کے لیے چور ڈاکو بن گئے؟ راتوں کو اسی طرح واردات کرتے ہو؟''

وہ مسکرا کر بولا۔ ''تمہارے لہجے میں طنز ہے مگر کیا کیا جائے؟ میں پچھلے چھ برس سے واردات کرتا آ رہا ہوں۔ بڑی مشکلوں سے ایک لاکھ ڈالرز جمع کیے ہیں۔ اتنی رقم مجھے نوکری کرنے سے کبھی حاصل نہیں ہوتی۔''

''کیا تم کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آئے؟''

''ایک آدھ بار گرفت میں آنے والا تھا مگر بال بال بچ گیا۔ میں بہت سوچ سمجھ کر واردات کرتا ہوں۔''

''کوئی مجرم قانون کی گرفت میں آئے بغیر نہیں رہتا۔ تم گرفت میں نہیں آئے مگر پہچانے جا سکتے ہو پھر ہمیشہ پولیس کو مطلوب رہو گے۔''

''یہ میری خوش قسمتی ہے کہ اب تک مجھے کسی نے چہرے سے نہیں پہچانا ہے۔ میں آئندہ بھی محتاط رہوں گا۔''

''یعنی آئندہ بھی تم ایسی واردات کرتے رہو گے؟''

''میں کہہ چکا ہوں کہ بہت دولت مند بننا چاہتا ہوں۔''

بصرہ نے کہا۔ ''گاڑی روکو۔''

''کیوں؟ یہاں تو کوئی ہوٹل نہیں ہے؟ اور تم اپنے کسی ہوٹل میں جانا چاہتی ہو؟''

''میں اکیلی ہی چلی جاؤں گی لیکن تمہارے ساتھ بیٹھنا بھی گوارا نہیں کروں گی۔ اپنے فون سے میرا نمبر مٹا دو۔ میں تم سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتی۔''

''ارے تم تو ناراض ہو گئیں۔ ایسی بھی کیا ناراضگی کہ تعلق ہی ختم کر دو؟ کبھی تم پر مصیبت آئے گی تو کیا کرو گی؟''

''میں دنیا میں کسی بندے کی محتاج نہیں ہوں۔ میرا خدا میری حفاظت کرنے والا ہے۔ میں کہتی ہوں گاڑی روکو۔''

اس نے سڑک کے کنارے گاڑی روکتے ہوئے کہا۔ ''پلیز.... غصہ تھوک دو۔ تم بہت اچھی ہو۔ پتا نہیں کیوں میرا دل کہتا ہے کہ آئندہ مجھے تمہارے کام آنا چاہیے؟ تمہارے ساتھ دوستی رکھنا چاہیے۔''

''اور میرا دل و دماغ کہتا ہے کہ کسی چور ڈاکو سے اتنی دور رہنا چاہیے کہ وہ دکھائی بھی نہ دے۔''

''پلیز، غصہ نہ کرو، دوست بن کر رہنے کی بات کرو۔''

وہ گھور کر بولی۔ ''جب ملازمت کرنے سے تمہارا گزارا ہو رہا ہے تو دولت کے پیچھے کیوں بھاگتے ہو؟ کیا نیکی اور شرافت سے زندگی نہیں گزار سکتے؟''

''جب تک تنہا ہوں، نیکی اور شرافت کے ذریعے زندگی گزار سکتا ہوں لیکن جب شادی ہو گی بچے ہوں گے تو ضرورتیں بڑھتی جائیں گی۔ میں انہیں کسی کا محتاج بنا کر نہیں رکھنا چاہتا۔ دوسرے لوگ عالیشان بنگلوں میں رہتے ہیں، ان کے بچے کاروں میں گھومتے ہیں۔ کیا میں کرائے کے اپارٹمنٹ میں رہوں گا اور میرے بچے بسوں میں سفر کرتے ہوئے زندگی گزاریں گے؟ اور چھوٹی چھوٹی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے ترستے رہیں گے؟''

''ہماری دنیا میں کروڑوں اور اربوں لوگ ایسی ہی شرافت اور نیکی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ زیادہ لالچ نہیں کرتے۔ زیادہ کمانے کی دھن میں رہنے والے مجرمانہ زندگی کی طرف چل پڑتے ہیں۔ جیسا کہ تم چل رہے ہو۔''

''تم سمجھتیں کیوں نہیں؟ شادی کے بعد بیوی طعنے دیتی ہے۔ بچے ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں جیسے باپ نے انہیں دوسروں کا محتاج بنا دیا ہے۔''

''دنیا کی ساری بیویاں ایسی نہیں ہوتیں۔ وہ اپنے بچوں کو ایسی تربیت دیتی ہیں کہ وہ بھی باپ کی طرح محنت مزدوری کر کے شریفانہ زندگی گزارنا سیکھ لیتے ہیں۔''

اس نے بڑی لگن سے بصرہ کو دیکھا پھر پوچھا۔ ''کیا تم میرے ساتھ ایسی ازدواجی زندگی گزار سکو گی؟''

وہ اچانک پیشکش پر ایک دم سے چونک گئی۔ ذرا ہچکچانے لگی پھر اس نے کہا۔ ''اگر تم واردات کرنا چھوڑ دو گے۔ ایک شریف آدمی کی طرح ملازمت کرتے ہوئے زندگی گزارو گے تو میں ہر دکھ سکھ میں تمہارا ساتھ دوں گی۔''

وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر بولا۔ ''تو پھر ہاتھ ملا کر وعدہ کرو۔''

وہ ذرا پیچھے ہو کر بولی۔ ''میں کسی نامحرم سے ہاتھ نہیں ملاتی۔ ایک مسلمان ہوں اور مسلمان کی زبان سے وعدہ کرتی ہوں، تمہیں راہِ راست پر لانے کے لیے اس وقت شریک

حیات بننے کی حامی بھروں گی، جب تمہیں اچھی طرح آزما لوں گی۔''

''یعنی تم مہینے دو مہینے یا سال بھر تک یہ دیکھتی رہو گی کہ میں شریفانہ زندگی گزار رہا ہوں یا نہیں؟ اگر میں تمہاری مرضی کے مطابق دولت کے کمانے کے لیے ناجائز راستے پر نہیں چلوں گا اور حلال کی روزی حاصل کرتا رہوں گا تو تم مجھ سے راضی ہو جاؤ گی؟''

''بے شک، میں وعدہ کرتی ہوں میرے راستے میں خواہ کتنی ہی رکاوٹیں آئیں، میں صرف تمہاری شریک حیات بننے کا انتظار کرتی رہوں گی۔''

''سب سے بڑی رکاوٹ تمہاری ماں ہے جسے ہم کبھی زیر نہیں کر سکیں گے۔''

''میری ماں کی فکر نہ کرو۔ وہ میری دشمن ضرور ہے مگر کبھی میری جان نہیں لے گی۔ البتہ تمہاری دشمن بن جائے گی۔ مجھے تمہاری فکر رہا کرے گی۔''

''میری بھی فکر نہ کرو۔ میں تمہیں حاصل کرنے کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں جس طرح تمہارا ایمان پختہ ہے کہ خدا تمہاری حفاظت کرتا ہے وہی خدا میری بھی حفاظت کرے گا۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''کمال پاشا! تم بہت حوصلہ مند ہو۔ بس اپنے ایمان کو مستحکم رکھو پھر دیکھو کہ خدا کیا کرتا ہے؟''

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ بصرہ نے دوبارہ کہا۔ ''کمال پاشا! سورۃ فاتحہ ایک دعائیہ سورۃ ہے۔ ہم اسے پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ ہمیں اس راستے پر چلا جس پر تو نے انعام رکھا ہے۔ اس راستے پر نہ چلا جس پر تیرا غضب نازل ہوتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے۔ میں دیکھتی آ رہی ہوں کہ میرے پاس نہ کوئی طاقت ہے، نہ کوئی ہتھیار ہے، نہ کوئی صلاحیت ہے اور نہ کوئی مددگار ہے بس ایک اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتی رہتی ہوں اور یہ دیکھتی آ رہی ہوں کہ میری ماں کی شیطانی کوششوں کی باوجود میری عزت آبرو محفوظ ہے۔ میرے مرحوم شوہر کے بعد جلال اکبر نے میری عزت لوٹنی چاہی ایسے وقت میرے خدا نے مجھے بچایا۔ دوسری بار ذاکر نے یہی کوشش کی مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے سحر زدہ کر کے بالکل ہی بے بس کر دیا۔ میں تو بُری طرح لٹ جاتی لیکن میرے خدا نے مجھے بچا لیا۔ آج تم نے خود دیکھا ہے کہ اس ویرانے برج پر کوئی مجھے بچانے والا نہیں تھا لیکن تم اچانک ہی وہاں پہنچ گئے۔ یہ سب کیا ہے....؟ سمجھو تو خدا کی رحمت اور مہربانیاں سمجھ میں آتی ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ سچے دل سے مانگی ہوئی دعا قبول ہوتی ہے۔ بشرطیکہ بندے کا ایمان سچا اور مستحکم ہو۔''

وہ ہوٹل کے احاطے میں پہنچ گئے۔ کمال نے کہا۔ ''تم سے اتنی مختصر سی ملاقات ہوئی مگر یوں لگ رہا ہے جیسے میں تمہیں صدیوں سے جانتا ہوں۔ تم نے اس ایک گھنٹے میں میری دنیا ہی بدل دی ہے۔ میرا مزاج بدل دیا ہے۔ میرے ارادے بدل دیے ہیں۔ مجھ سے وعدہ کرو یہاں تمہیں ذرا سے بھی پریشانی ہو گی تو تم فوراً مجھے کال کرو گی؟''

''میں وعدہ کرتی ہوں مگر میری بالکل فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھو۔ ویسے میں تمہیں ضرور کال کروں گی۔''

وہ اس سے رخصت ہو کر ہوٹل کے اندر اپنے کمرے میں آئی۔ اس نے اپنی ماں کے کمرے کی طرف دیکھا، دروازہ بند تھا۔ اسے پتا تھا کہ ماں یا تو سو رہی ہو گی یا شیطان کی پرستش کر رہی ہو گی۔ اس نے اپنے کمرے میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ وہ اپنے شوہر کی موت کے بعد کبھی مسکراتی بھی نہیں تھی مگر اب پہلی بار دلی مسرتیں محسوس کر رہی تھی۔ دماغ ہلکا پھلکا سا لگ رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے تمام پریشانیاں ایک دم دور ہو گئی ہیں۔

وہ ہولے ہولے گنگنانے لگی۔ لباس تبدیل کر کے بستر پر چاروں شانے چت ہو گئی۔ اس رات اسے بہت گہری نیند آئی۔

اس دنیا میں آنے کے بعد ذاکر کی جیسے شامت آ گئی تھی۔ وہ گریٹ ایشورارا کے احکامات کے مطابق جو بھی کام کر رہا تھا، اس میں ناکام ہو رہا تھا۔ جہاں جا رہا تھا ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ پہلے اس کے بازو میں گولی لگی تھی۔ وہ عارضی طور پر خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ذرا زخم کی تکلیف کم ہوئی، دماغ تو اتنا ئی بحال ہوئی اور وہ خیال خوانی کے قابل ہوا تو کمال پاشا نے اس کی ٹانگ پر گولی مار دی۔ اب وہ پھر عارضی طور پر خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک اسی سڑک کے کنارے پڑا رہا۔ رات بہت ہو گئی تھی۔ اِکا دکا گاڑیاں وہاں سے گزر رہی تھیں۔ ان گاڑی والوں نے اسے دیکھ پولیس کو اطلاع دی۔ جب پولیس والے ایمبولینس کے ساتھ وہاں آئے تو اس نے بے ہوشی کا ڈھونگ رچایا تاکہ سوال جواب میں وقت ضائع نہ ہو اور جلد سے جلد اس کی مرہم پٹی ہو جائے۔

اسے اسپتال پہنچایا گیا۔ چونکہ بہت قریب سے گولی چلائی گئی تھی۔ اس لیے وہ پنڈلی کا گوشت پھاڑ کر نکل گئی تھی۔ اگر پیوست رہتی تو وہ تکلیف کی شدت سے واقعی بیہوش ہو چکا

ہوتا۔ وہ اس دوران میں آنکھیں بند کیے سوچتا رہا کہ جینا کو کس طرح اپنے زخمی ہونے کی اطلاع دی جائے؟ اسے بتایا جائے کہ کس طرح ایک اجنبی نے اسے لوٹ کر اور زخمی کر کے بصرہ کو اپنے ساتھ کہیں لے گیا ہے۔

وہ جھنجلا رہا تھا کہ خود جینا اس سے رابطہ کیوں نہیں کر رہی ہے؟ اس کی نہ سہی اپنی بیٹی کی خبر کیوں نہیں لے رہی ہے؟ ان دونوں کو آؤٹنگ کے لیے بھیج کر ان سے غافل کیوں ہوگئی ہے؟

اس کے زخم کی مرہم پٹی کر دی گئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو اس وقت پولیس والے آس پاس نہیں تھے۔ اس نے ڈاکٹر سے کہا۔ ''میں ایک ضروری فون کرنا چاہتا ہوں۔ کیا صرف ایک کال کرنے کے لیے اپنا موبائل فون دے سکتے ہیں؟''

ڈاکٹر نے اسے اپنا فون دیا۔ اس وقت رات کے تین بجے تھے۔ اس نے جینا کے نمبر پنچ کیے۔ دوسری طرف سے بیل سنائی دے رہی تھی مگر وہ اٹینڈ نہیں کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ آواز بند ہوگئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جینا نے فون اٹینڈ کیے بغیر فون کو بند کر دیا ہے۔

ڈاکٹر کا یہ اندازہ بالکل درست تھا۔ اس وقت وہ اپنے یار دلدار شیطان کی آغوش میں تھی۔ کسی طرح کی مداخلت نہیں چاہتی تھی۔ ڈاکٹر نے پھر اس کے نمبر پنچ کیے۔ اس بار ٹیپ چلنے کی آواز سنائی دی۔ اس سے کہا گیا کہ فون فی الحال بند ہے۔ اسے کچھ دیر بعد رابطہ کرنا چاہیے۔

اس نے مایوس ہو کر فون ڈاکٹر کو واپس کر دیا۔ ایک پولیس افسر نے وہاں آ کر پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ کس ملک سے آئے ہو؟ تمہیں کس نے زخمی کیا ہے؟ کیا وہ تمہارا کوئی دشمن تھا یا کوئی لٹیرا تھا؟''

اس نے جواب دیا۔ ''میں استنبول سے آیا ہوں۔ ہوٹل ڈیلائٹ میں ایک کمرا کرائے پر لیا ہے۔ وہاں میرا پاسپورٹ وغیرہ ہے۔ آپ اسے دیکھ کر مطمئن ہو جائیں گے۔ یہاں میں کسی کو نہیں جانتا۔ میری کسی سے عداوت نہیں ہے۔ وہ کوئی لٹیرا تھا۔ اس نے مجھے زخمی کیا، مجھ سے پچاس ہزار ڈالرز چھین لیے پھر میری کار بھی لے کر چلا گیا۔ وہ ہوٹل ڈیلائٹ کی رینٹیڈ کار تھی۔''

پولیس افسر نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ ابھی ہم وہاں جا کر انکوائری کریں گے۔ دیکھیں گے کہ تمہارا بیان کس حد تک دُرست ہے۔''

اس نے کہا۔ ''آفیسر! میرا زخم گہرا نہیں ہے، میں لنگڑا کر چل سکتا ہوں۔ پلیز، مجھے آپ اپنے ساتھ لے چلیں۔''

وہ پولیس والوں کے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں آیا، وہاں اس نے اپنا پاسپورٹ وغیرہ دکھایا۔ بصرہ اور جینا کا ذکر نہیں کیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ انکوائری لمبی ہوتی جائے اور خوامخواہ پریشانیاں اور دردِ سری بڑھتی جائے۔ بہرحال پولیس والے مطمئن ہو کر چلے گئے۔

وہ جینا پر جھنجلا رہا تھا کہ اس سے غافل ہوگئی ہے۔ اس نے پولیس والوں کے جانے کے بعد اس کے دروازے پر آ کر کال بیل کا بٹن دبایا۔ اسے اپنے اندر اس کی غصے میں غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''جا، اپنے کمرے میں چپ چاپ سو جا۔ صبح ملاقات ہوگی۔''

اس نے کہا۔ ''میں تو چپ چاپ سو جاؤں گا۔ اپنی بیٹی کی بھی خیریت معلوم کر۔ وہ کسی کے ساتھ چلی گئی ہے۔''

''بکواس مت کر۔ وہ کسی کے ساتھ نہیں گئی ہے، ابھی اپنے کمرے میں سو رہی ہے۔ چلا جا یہاں سے میرے رنگ میں بھنگ نہ ڈال۔''

وہ اپنے کمرے میں آ کر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا کہ یہ کیسی دنیا ہے؟ میں کہاں آ کر پھنس گیا ہوں؟ ان ماں بیٹی کا تو کچھ نہیں بگڑا۔ میں ہی بری طرح برباد ہو رہا ہوں ایک بار پھر زخمی ہو گیا ہوں اور اب پتا نہیں کب دماغی توانائی بحال ہوگی؟ اور کب میں خیال خوانی کے قابل ہو سکوں گا؟

وہ تھوڑی دیر تک سر پکڑے بیٹھا رہا پھر اسے یاد آیا کہ ماں بیٹی کے چکر میں آ کر وہ گریٹ ایشورارا کے احکامات کی تعمیل نہیں کر رہا ہے۔ اس نے حکم دیا تھا کہ کسی بھی طرح اکابرین سے رابطہ کیا جائے۔ انہیں یہ خوشخبری سنائی جائے کہ ان کے مطالبات پورے کیے جائیں گے پھر انہیں ٹالنے کے لیے کہا جائے کہ وہ اس سلسلے میں ذرا انتظار کریں۔ سیارے والے اس دنیا پر حکومت کرنے کی ابتدائی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ ان لوگوں سے بعد میں رابطہ کیا جائے گا اور تحریری معاہدہ بھی کیا جائے گا۔

اس نے اپنے بازو کے زخم کو سہلایا پھر ٹانگ پر لگے ہوئے تازہ زخم کو دیکھ کر ایک سرد آہ بھرتے ہوئے زیرِ لب بڑبڑایا۔ ''گریٹ ایشورارا کو خبر نہیں ہے کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے؟ اگر ایسی ہی مار پڑتی رہی تو کیا ہم اس دنیا پر حکومت کر سکیں گے؟''

وہ موجودہ حالات کی وجہ سے بری طرح مایوس ہو رہا تھا۔ گریٹ ایشورارا سے توقع تھی کہ وہ جب بھی زمین پر آئے گا تو بدترین حالات پر قابو پا لے گا۔ یہاں ہر حال میں اپنی

حکومت قائم کرے گا۔ اس نے اپنے آقا، اپنے ان داتا، اپنے معلم سے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے رابطہ کیا۔ اُدھر سے سخت لہجے میں پوچھا گیا۔ ''تو کہاں ہے؟ کیا کرتا پھر رہا ہے؟ مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کرتا؟''

اس نے تحریری جواب ارسال کیا۔ ''میرے معلم! جیسا کہ تو جانتا ہے، میں زخمی ہو کر استنبول سے نکلا تھا۔ قانون کی نظروں سے بچتا بچاتا پیرس پہنچا تو رات کی تاریکی میں ایک لٹیرے نے مجھے بری طرح لوٹ لیا پھر میرے ایک پاؤں میں گولی مار کر چلا گیا۔ میں دوسری بار زخمی ہو کر ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے محروم ہو گیا ہوں۔ اس وقت بے دست و پا بیٹھا ہوا ہوں۔''

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ''تُو کہاں جاتا ہے؟ کیا کرتا پھرتا ہے؟ یہ بار بار زخمی کیسے ہو جاتا ہے؟ کیا تو نے اکابرین سے رابطہ کیا تھا؟''

''کیسے کرتا؟ پہلے بازو میں گولی لگی تھی۔ اس کے نتیجے میں خیال خوانی سے محروم رہا۔ جب ذرا تو انائی حاصل کر لی اور خیال خوانی کے قابل ہونے لگا تو دوسری گولی ٹانگ پر لگی۔ میں پھر نہتا اور بے یار و مددگار ہو گیا ہوں۔ نہ غیر معمولی مشین کام آ رہی ہے، نہ ہی خیال خوانی کر سکتا ہوں پھر میں کس طرح کسی سے رابطہ کروں؟ اکابرین میں سے کسی کو کیسے مخاطب کروں؟''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''تو وہاں قدم قدم پر مصیبتیں اٹھا رہا ہے۔ جہاں جا رہا ہے وہاں تیری تباہی ہو رہی ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ تو فرہاد اور سونیا کی نظروں میں آ گیا ہے اور وہ بڑی رازداری سے تجھ پر حملے کر رہے ہیں۔''

ڈاکر نے کہا۔ ''مجھے پورا یقین ہے کہ میں فرہاد اور سونیا کی نظروں میں نہیں آیا ہوں۔ تجھ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ سچ یہ ہے کہ ایک بہت ہی خطرناک جادوگرنی کے چکر میں پڑ گیا ہوں۔ وہ خود کو شیطان کی محبوبہ کہتی ہے اور واقعی ایسے شیطانی تماشے دکھاتی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔''

وہ گریٹ ایشورارا کو جینا کے متعلق بتانے لگا، اس نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ ''اگر وہ عورت ایسی پراسرار قوتیں رکھتی ہے تو پھر ہمارے بہت کام آ سکتی ہے۔ تجھے اس سے دوستی رکھنی چاہیے۔''

''میں اس سے دوستی کروں یا نہ کروں وہ میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔ مجھے اپنا داماد بنانا چاہتی ہے۔ میں نے اس کی بات مان لی ہے۔ اس کا داماد بننا چاہتا ہوں لیکن اس کے زیرِ اثر رہنے کے باوجود کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔ مجھ پر مصیبتیں آتی ہیں تو پھر آتی ہی چلی جاتی ہیں۔''

''ذرا عقل سے کام لے اور اس عورت کو اپنے طور پر استعمال کر۔ اس کے ذریعے اکابرین کو مخاطب کر۔ اگر وہ شیطان کی محبوبہ کھل کر فرہاد اور سونیا کو چیلنج کرے گی تب بھی وہ دونوں غیر معمولی مشین کے ذریعے اس عورت کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ وہ اپنی پراسرار قوتوں سے اپنا اور تیرا بچاؤ کرے گی۔ تُو ابھی اس سے بات کر۔''

''وہ ابھی کسی سے بات نہیں کرے گی۔ اس وقت شیطان کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہی ہے۔ مجھے امید ہے کل صبح میں اس کے ذریعے بہت کچھ کر سکوں گا۔''

''تجھ سے پہلے نائب ایشورارا نے ایک کاہنہ سے دوستی کی تھی بلکہ اسے اپنی دیوی مان کر اس کی پوجا کرنے لگا تھا۔ اس کی پراسرار قوتوں کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا مگر پتا نہیں وہ کہاں گم ہوگئی ہے؟ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ تجھے اس شیطان کی محبوبہ سے رشتے داری بھی کرنی چاہیے اور اس سے محتاط بھی رہنا چاہیے۔''

''میری خیال خوانی کی صلاحیت بحال ہو جائے گی۔ یہ غیر معمولی مشین کام کرنے لگے گی اور سیارے سے میری مدد کرنے والے کچھ لوگ آئیں گے تو میں جینا کی مدد حاصل کیے بغیر بھی بہت کچھ کر سکوں گا۔''

''میں چوبیس گھنٹے کے اندر دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں سے روانہ کروں گا۔ وہ اچھے فائیٹر بھی ہیں اور وہ تیری غیر معمولی مشین کے لیے تمام پرزے بھی لے کر آئیں گے۔''

''پھر تو بدترین حالات میں بھی مجھے حوصلہ ملتا رہے گا۔ اس کے بعد میں تجھے مایوس نہیں کروں گا۔''

''دو ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں سے آ رہے ہیں۔ وہ تجھ سے دور رہیں گے۔ کبھی تیرے سامنے نہیں آئیں گے۔ کسی طرح وہ پرزے تیرے پاس پہنچا دیں گے۔ جب بھی تجھ پر کوئی مصیبت آئے گی، وہ دور ہی دور سے تیری حفاظت کریں گے اور تجھے مصیبتوں اور مسائل سے نکالنے کی کوششیں کریں گے۔''

گریٹ ایشورارا نے رابطہ ختم کر دیا۔ ذاکر مشین کو بند کر کے بستر پر آ گیا اور لیٹ کر تکلیف سے کراہتے ہوئے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ حالات کی ایسی مار پڑی تھی کہ وہ تھک ہار کر نڈھال ہو کر نیند میں ڈوب گیا۔ دوسرے دن وہ تینوں اپنے اپنے کمروں میں دیر تک سوتے رہے پھر بصرہ بیدار ہوئی۔ آنکھیں کھول کر چھت کو تکنے لگی۔ پچھلی رات جو واقعات پیش آئے تھے۔ ان کے متعلق سوچنے لگی۔

اور سوچنا کیا تھا؟ کمال پاشا اس کے دل و دماغ پر چھا گیا تھا۔ وہ اس سے متاثر ہو چکی تھی۔ اس نے لیٹے ہی لیٹے موبائل فون پر اس کے نمبر پنچ کیے پھر فون کو کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس کی بھاری بھرکم دل میں اتر جانے والی آواز سنائی دی۔ ''ہائے بصرہ.....! میں اپنے فون کی اسکرین پر تمہارا نام پڑھ چکا ہوں۔ یہ تم ہی ہو ناں؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''ہاں میں ہی ہوں۔ بڑی گہری نیند سوتی رہی۔ ابھی آنکھ کھلی ہے۔ کیا تم سو رہے تھے؟''

''نہیں، ابھی غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتا کرنے کا ارادہ تھا۔ پہلے یہ بتاؤ سب خیریت ہے ناں؟ تمہاری ماں کا ری ایکشن کیا ہے؟ اور وہ کم بخت زخمی ہونے کے بعد کہاں پہنچا ہوا ہے؟ کیا اس کی کوئی خبر ہے؟''

''میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہے شاید ماما ابھی سو رہی ہیں، اسی لیے نہ تو انہوں نے میری خبر لی ہے اور نہ ہی ذاکر کے متعلق کچھ جانتی ہیں۔ اگر وہ جان لیں گی تو سب سے پہلے مجھ سے ہی رابطہ کریں گی۔''

ایسے وقت بصرہ نے اپنے اندر جینا کے آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''مجھے پچھلی رات ہی سب کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ وہ کم بخت ذاکر اپنے کمرے میں سو رہا ہے۔ کل رات تو نے یہ کیا کیا؟ ایک نیا یار کیوں بنا لیا؟''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''میں نے تیری طرح گنہگار بننے کے لیے کسی سے یاری نہیں کی ہے۔ فی الحال کمال پاشا سے سمجھوتا کیا ہے۔ وہ میری بات مان کر گمراہی کے راستے سے نکل آئے گا تو میں اس کی بات مان کر اس کی شریک حیات بن جاؤں گی۔''

دوسری طرف سے کمال نے پوچھا۔ ''کیا تم اپنی ماما سے بات کر رہی ہو؟''

''ہاں، وہ میرے اندر آ کر بولتی ہیں۔ اس وقت بھی موجود ہیں۔ ہم دونوں کی باتیں سنتی رہی ہیں۔ تم فون بند نہ کرو۔ ہماری باتیں سنتے رہو۔''

جینا نے کہا۔ ''ہاں، اسے بھی سننا چاہیے میں ذاکر کو اپنا داماد بنانا چاہتی تھی۔ تیرے نئے یار نے میرے ہونے والے داماد کو زخمی کیا ہے۔ سونے کی اینٹیں، ایک ہیرا اور پچاس ہزار ڈالرز اس سے چھین کر لے گیا ہے۔ تو کیا سمجھتی ہے میں اسے معاف کر دوں گی؟''

''اور تو کیا سمجھتی ہے میں تیری باتوں میں آ کر ذاکر سے شادی کر لوں گی؟ ہرگز نہیں۔ اس سے پہلے ہی اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔ تو جو اپنی ممتا کا ڈھونگ رچاتی ہے۔ بار بار کہتی رہتی ہے میری خوشیاں چاہتی ہے۔ مجھے دنیا کی سب سے خوش قسمت لڑکی اور دنیا کی سب سے دولت مند لڑکی بنانا چاہتی ہے تو کیا تیرے خواب پورے ہو سکیں گے؟''

''بکواس مت کر..... میں کبھی تجھے خودکشی کرنے نہیں دوں گی۔''

''میں ایک ہی شرط پر تجھ سے راضی رہوں گی اور شرط یہی ہے کہ تو کمال پاشا کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اسے اپنا داماد تسلیم کرے گی۔''

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی پھر بولی۔ ''ٹھیک ہے تو جسے پسند کر رہی ہے، میں اسے اپنا داماد بنا لوں گی مگر ایک شرط ہے تو اپنی طرح اسے روزے نماز کا پابند نہیں کرے گی، وہ دوسرے بے شمار مسلمانوں کی طرح برائے نام مسلمان بن کر رہے گا اور میرے اشاروں پر چلتا رہے گا۔''

''میں اسے تیرے اشاروں پر چلنے نہیں دوں گی۔ مجھے تیری ہر شرط منظور ہے لیکن گمراہی والی کوئی بات نہیں مانوں گی۔''

وہ قہقہہ لگانے لگی پھر بولی۔ ''کوئی بات نہیں میری کوئی بات نہ ماننا میری جان! تیرے لیے تو میری جان نکلتی ہے۔ جا..... جب چاہے اس سے شادی کر لے اور میں جب چاہوں گی اسے اپنے رنگ میں رنگ لوں گی۔'' وہ بدستور قہقہہ لگاتے ہوئے بولی۔ ''میں جا رہی ہوں۔ میرے ہونے والے داماد سے فون پر کیا باتیں کر رہی ہے؟ اسے یہاں لنچ پر بُلا میں بھی دیکھوں کہ وہ کیسا جوان ہے، جس پر تیرا دل آ گیا ہے۔ میں ذاکر کی خیریت معلوم کرنے جا رہی ہوں۔''

بصرہ فون پر کمال کو بتانے لگی کہ اس کی ماں ابھی اس سے کیا کہہ رہی تھی۔ وہ ساری باتیں سن کر بولا۔ ''خدا کا شکر ہے، وہ مجھے سزائیں دینے کے لیے کوئی شیطانی حرکت نہیں کرے گی۔ یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اتنی آسانی سے مجھے داماد بنانے پر راضی ہو جائے گی۔''

بصرہ نے کہا۔ ''جو چیز آسانی سے ملتی ہے، وہ بعد میں اتنی ہی مہنگی پڑتی ہے۔ میری ماما بہت ہی خودغرض اور مکار ہے۔ یہ میری خاطر تمہیں اس قدر دولت مند بنائے گی کہ تم اپنا دین ایمان سب بھول جاؤ گے۔ وہ چاہتی ہے کہ اس دنیا میں کوئی خدا پرست نہ رہے۔ صرف اس کے یار دلدار شیطان کے پجاری رہیں۔''

''اگر وہ جبراً ایسا کرے گی تو میں اس کے شر سے کیسے نجات حاصل کر سکوں گا؟''

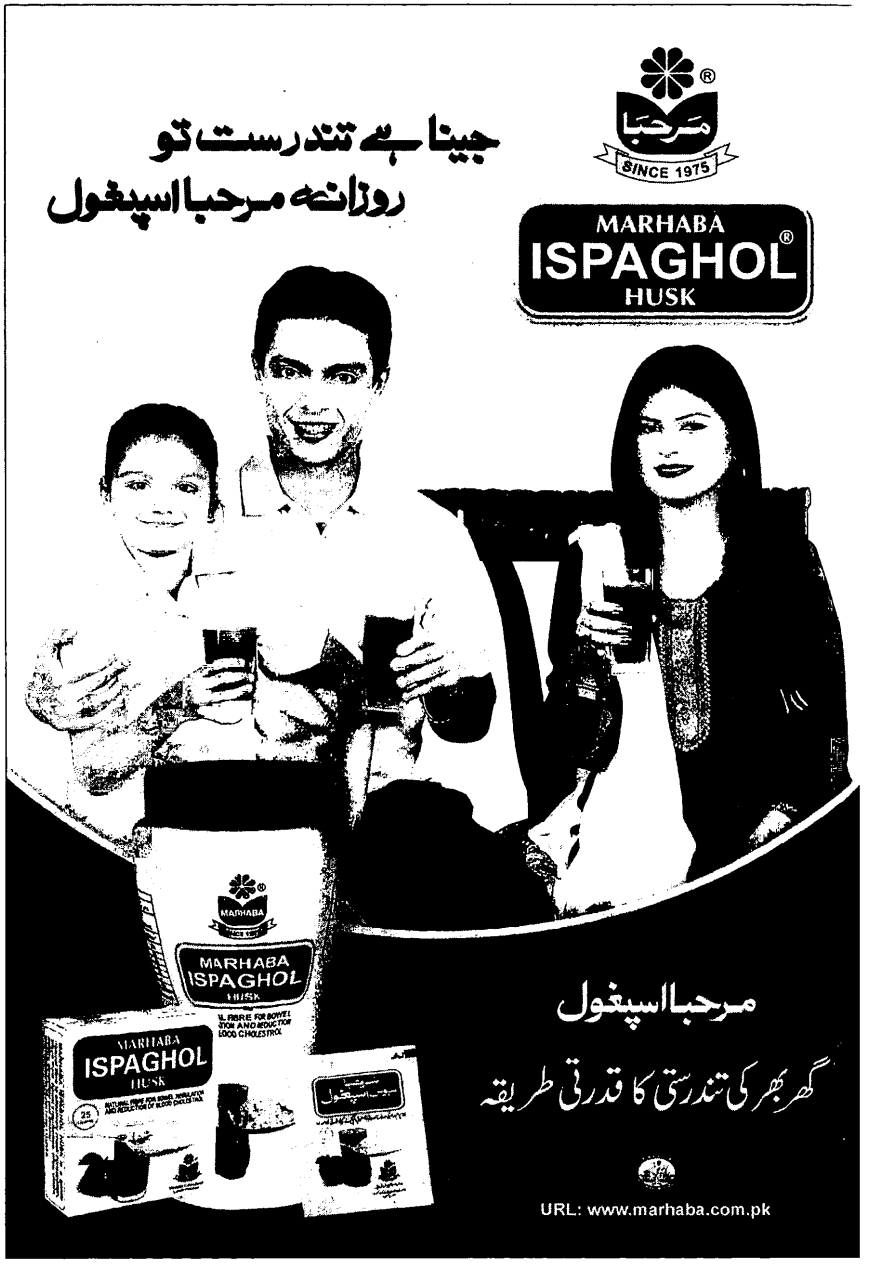

''یہ باتیں فون پر نہیں ہو سکیں گی۔ تم یہاں آجاؤ ہم ساتھ ہی نپٹ کریں گے۔ مستقبل میں ممی کے شیطانی ارادوں سے بچنے کی کوئی تدبیر کریں گے۔''

ان کا رابطہ ختم ہو گیا۔ جینا نے ذاکر کے کمرے میں آکر سب سے پہلے اس کی زخمی ٹانگ کو دیکھا پھر طنزیہ انداز میں کہا۔ ''تو نے دوسرا تمغہ بھی سجالیا ہے۔''

وہ بولا۔ ''اگر میرے پاس ہتھیار ہوتا تو یہ زخم مجھے نہیں اسے ملتا۔ اب بھی وہ میرے ہاتھوں نہیں بچے گا۔ اس کی آواز اور لب ولہجہ میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ میں تجھے بتا رہا ہوں۔ تو ابھی اس کے پاس پہنچ سکتی ہے۔ ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

جینا نے پوچھا۔ ''کیا تو اس لیے اسے زندہ نہیں چھوڑے گا کہ اس نے تجھے زندہ چھوڑ دیا ہے؟ وہ چاہتا تو تجھے زخمی نہ کرتا تیری کھوپڑی میں گولی اتار کر چلا جاتا۔''

''کیا تو چاہتی ہے اس سے انتقام نہ لیا جائے؟ اس نے جو کچھ مجھ سے لوٹا ہے، اس سے وہ مال واپس نہ لوں؟''

''ہاں، میں یہی چاہتی ہوں۔ تُو اس سے کبھی بھول کر بھی دشمنی نہیں کرے گا کیونکہ اب وہ میرا ہونے والا داماد ہے۔''

اس نے چونک کر پوچھا۔ ''یہ تُو کیا کہہ رہی ہے؟ کیا اپنی زبان سے پھر رہی ہے؟ میں تیرا داماد بننے کے لیے تیرا غلام بننے کو تیار ہو گیا اور تُو.....''

اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''زیادہ نہ بول۔ تُو نے صرف اپنی زبان سے وعدہ کیا تھا کہ میرا غلام بن کر رہے گا۔ میں کبھی کسی کی زبان پر بھروسا نہیں کرتی۔ میں نے تیری بے خبری میں تجھ پر عمل کیا ہے۔ تجھے اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا ہے۔''

وہ پریشان ہو کر اس کا منہ تکنے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''تجھے یقین نہیں آتا تو جا میرے شکنجے سے نکل کر دکھا۔ میری مرضی کے خلاف کہیں بھی جائے گا کچھ بھی کرے گا تو تیری کھوپڑی الٹا دوں گی۔''

وہ بری طرح الجھ گیا تھا۔ یہ ایک نئی مصیبت تھی کہ جینا نے اس کی بے خبری میں اسے اپنا غلام بنا لیا تھا۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا میں یہاں سے جانا چاہوں گا تو تو مجھے روک سکے گی؟''

''تو میری مرضی کے بغیر اس بستر سے نیچے نہیں اتر سکے گا۔''

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے جینا کو دیکھا پھر بستر سے اترنا چاہا تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکا۔ پتا نہیں اس نے کیسا پراسرار عمل کیا تھا۔ وہ اپنے ذہن کو کسی شکنجے میں محسوس نہیں کر رہا تھا پھر بھی بہت ہی مضبوط اور نامعلوم گرفت میں تھا۔

جینا نے کہا۔ ''اب تو بیٹھے بیٹھے الٹ کر پیچھے کی طرف جائے گا۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس نے الٹی قلابازی کھائی پھر بیڈ کے دوسرے سرے پر چلا گیا۔ جینا نے کہا۔ ''تُو نے حالات کے بڑے جوتے کھائے ہیں۔ تیرے بدن پر گولیوں کے دو زخم ہیں۔ اس لیے میں تجھے تماشا نہیں بنا رہی ہوں ورنہ تُو ابھی ان دیواروں سے سر ٹکراتا رہتا اور مجھ سے رحم کی بھیک مانگتا رہتا۔''

وہ سمندر کی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ اچھی طرح سمجھ گیا کہ اس کے سامنے مجبور اور بے بس ہو گیا ہے۔ اگر اسے غصہ دلائے گا تو اس کی شامت آجائے گی۔

اس نے عاجزی سے پوچھا۔ ''کیا میں یہ سمجھوں کہ ہمارے درمیان جو زبانی معاہدہ ہوا تھا، وہ ختم ہو چکا ہے..... میں صرف تیرا غلام بن کر رہوں گا؟''

''میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گی۔ تُو میری مرضی کے مطابق میرا کام کرتا رہے گا۔ میں بھی تیرے کام آتی رہوں گی۔ میں تو مسلمانوں کی دشمن ہوں۔ ہر حال میں تیری مدد کرتی رہوں گی۔''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ ''ہم نے یورپ اور امریکا کے اکابرین کو مجبور اور بے بس بنا کر اپنا غلام بنایا تو وہ ہمیں اپنا حکمران بنانے کے لیے راضی ہو گئے۔ اسی طرح تو مجھے اپنا غلام بنا کر ہمیشہ مجھ پر حکومت کرتی رہے گی۔ کوئی بات نہیں۔ میں اپنے سیارے والوں کی برتری اور حکمرانی کے لیے ساری عمر تیرا تابع دار بن کر رہوں گا۔''

وہ فاتحانہ انداز میں مسکراتی ہوئی وہاں سے جانا چاہتی تھی۔ اس نے کہا۔ ''جسٹ آ منٹ! کیا ابھی میرا ایک کام کرے گی؟''

''بول کیا چاہتا ہے؟''

''یہاں آرام سے بیٹھ جا۔ تجھے امریکا اور یورپ کے اکابرین سے رابطہ کرنا ہے۔ پہلے یہ بتا خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرے گی یا فون کے ذریعے؟''

''تُو ان سے کیا کہنا چاہتا ہے؟''

''اگر اپنے فون کے ذریعے ان سے باتیں کرے گی تو میرے اندر رہ کر معلوم کرتی کہ میں ان سے کیا کہنا چاہتا ہوں۔ اسی کے مطابق تو ان سے گفتگو کر سکے گی۔''

وہ ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ کر اس کے اندر آئی۔ پہلے اس نے پانچ یوگا جاننے والے امریکی افسران کے فون نمبر معلوم کیے۔ اس کے بعد اپنا فون نکال کر ان سے رابطہ کیا۔ ان میں سے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے اپنے فون پر اس کے نمبر پڑھے پھر پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

وہ بڑے فخر سے بولی۔ ''میں شیطان کی محبوبہ ہوں۔ میرا نام جینا ہے۔ نائب ایشورارادوم بیمار ہو گیا ہے۔ اس کی جگہ میں کام کر رہی ہوں۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ چند گھنٹوں کے بعد تم سب سے رابطہ کرے گا اور تمہارے مطالبات کے متعلق کوئی خوشخبری سنائے گا۔''

اس نے کہا۔ ''ہمیں افسوس ہے کہ نائب ایشورارادوم بیمار ہو گیا ہے۔ تم ہمارے مطالبات کے متعلق کیا کہنا چاہتی ہو؟ کیا گریٹ ایشورارا نے ان تمام مطالبات کو تسلیم کر لیا ہے؟''

''بے شک یہ تمہارے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے کہ امریکا، یو کے، جرمنی اور فرانس ہمیشہ آزاد ممالک کی حیثیت سے باقی رہیں گے۔ دنیا کے باقی حصوں میں گریٹ ایشورارا کی حکومت قائم ہو جائے گی۔''

اس اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اس سلسلے میں تحریری معاہدہ ہونا چاہیے۔''

''بے شک، تحریری معاہدہ بھی ہو گا مگر اس میں کچھ وقت لگے گا۔ اول تو نائب ایشورارادوم بیمار ہے پھر یہ کہ سیارے والے اس دنیا پر حکومت کرنے کے سلسلے میں ابتدائی تیاریاں کر رہے ہیں۔ وہ تمام تیاریاں مکمل ہو جائیں گی تو تم چاروں ممالک سے تحریری معاہدہ ہو جائے گا۔''

''کوئی بات نہیں جب تک یہ معاہدہ نہیں ہو گا، ہم انتظار کریں گے۔ ہمیں تمہاری طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا ہے۔''

''اب میں فون بند کروں گی۔ کیا نائب ایشورارا کو کوئی پیغام دینا چاہتے ہو؟''

''ہاں، بہت ضروری پیغام ہے سونیا اور فرہاد بابا صاحب کے ادارے سے باہر آگئے ہیں۔ انہوں نے ہم سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ نائب ایشورارادوم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو اپنی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر انہیں دیکھ سکتا ہے۔ ان سے گفتگو کر سکتا ہے۔''

جینا نے پوچھا۔ ''کیا انہوں نے بتایا ہے کہ وہ دونوں کس ملک میں ہیں؟''

''انہوں نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہے۔ بس نائب ایشورارادوم کو چیلنج کیا ہے کہ اس میں اگر جرأت ہے تو وہ ان سے رابطہ کرے۔''

''اچھی بات ہے میں تمہارا یہ پیغام نائب ایشورارا تک ابھی پہنچا رہی ہوں۔ میرا فون نمبر تمہارے پاس پہنچ گیا ہے۔ جب بھی اہم معاملات درپیش ہوں تو مجھ سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ او کے، بائے۔''

اس نے فون بند کر دیا پھر ذاکر سے پوچھا۔ ''کیا میں نے تیرے منصوبوں کے مطابق ان سے باتیں کی ہیں؟ وہ مطمئن ہیں کہ ان کے مطالبات تسلیم کیے جا رہے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''میں یہی چاہتا تھا کہ وہ اپنے مطالبات کے سلسلے میں مطمئن ہو جائیں۔ اب وہ کچھ عرصے تک تحریری معاہدے کا انتظار کریں گے۔ تب تک میری غیر معمولی مشین استعمال کے قابل ہو جائے گی۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''تمہارے لیے ایک بری خبر ہے۔''

اس نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر پوچھا۔ ''وہ بری خبر کیا ہے؟''

''سونیا اور فرہاد بابا صاحب کے ادارے سے باہر آگئے ہیں۔ انہوں نے ان اکابرین سے رابطہ کیا تھا۔ ان سے کہا ہے کہ وہ تمہاری تلاش میں بابا صاحب کے ادارے سے باہر آگئے ہیں۔ تم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم چاہو تو اپنی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر انہیں دیکھ کر ان سے گفتگو کر سکتے ہو۔''

یہ سنتے ہی ذاکر کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ایک دم سے پریشان ہو کر بولا۔ ''وہ دونوں بابا صاحب کے ادارے سے باہر آگئے ہیں؟ وہ کب آئے ہیں؟ پتا نہیں کب سے مجھے تلاش کر رہے ہیں؟ اور میں ان سے غافل ہوں۔ اِدھر حالات کی مار کھا رہا ہوں۔ جینا! میں کیا کروں؟ سیارے سے اتنی جلدی کوئی مدد نہیں پہنچ سکتی اور میں نہیں جانتا کہ سیارے والے مجھے کس طرح تحفظ فراہم کریں گے؟ اب تو بس ایک تیرا ہی آسرا رہ گیا ہے۔''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''تو اتنا ڈرتا کیوں ہے؟ کیا وہ دونوں تجھے کھا جائیں گے؟''

''تو نہیں جانتی، وہ دونوں کتنے خطرناک ہیں۔ سونیا نے مجھ سے پہلے آنے والے ایشورارا کو بڑی بے دردی سے ہلاک کیا تھا اور ہماری غیر معمولی مشین چھین کر لے گئی تھی۔ وہ جتنی دلیر ہے، اتنی ہی ذہین اور مکار بھی ہے۔ تو سمجھتی ہے کہ وہ مجھ تک پہنچ نہیں پائیں گے۔ وہ اچانک ہی یہاں بلائے

ناگہانی کی طرح آجائیں گے، تو بھی حیران رہ جائے گی کہ وہ کس طرح پاتال میں چھپے ہوئے دشمنوں تک پہنچ جاتے ہیں۔''

وہ غصے سے بولی۔ ''اے! میرے سامنے کسی کی تعریفیں نہ کیا کر۔ اگر وہ آتے ہیں تو ابھی آجائیں۔ تُو میرے شیطانی کمالات دیکھتا آرہا ہے۔ جب بھی وہ آئیں گے تو تُو دیکھے گا کہ میں ان دونوں کو کس طرح نچاتی ہوں۔''

''میں تجھے جانتا ہوں تیری بڑائی کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس لیے تو کہہ رہا ہوں کہ مجھے صرف تیرا ہی آسرا رہ گیا ہے۔ تُو ہی مجھے ان دشمنوں سے تحفظ دے سکے گی۔''

اس نے کمیونیکیشن مشین نکالتے ہوئے کہا۔ ''میں اپنے گریٹ ایشورارا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ اس نے رابطہ کیا پھر کہا۔

''اے میرے معلم! میرے ان داتا! میں نے اس دنیا میں آکر بس ایک اچھی خبر تجھے سنائی کہ تمام اکابرین یہاں ہماری حکمرانی تسلیم کرنے پر آمادہ ہوگئے ہیں۔ اس کے بعد مجھے افسوس ہے، میں نے کبھی کوئی اچھی خبر نہیں سنائی۔ ایک اور بری خبر یہ ہے کہ سونیا اور فرہاد بابا صاحب کے ادارے سے باہر آگئے ہیں اور مجھے تلاش کررہے ہیں۔''

گریٹ ایشورارا نے تحریری جواب دیا۔ ''کیا مصیبت ہے؟ جب سے تو اس دنیا میں گیا ہے تجھ پر یکے بعد دیگرے مصیبتیں نازل ہوتی جارہی ہیں۔ اب تو تجھے بہت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔ آئندہ تُو فون کے ذریعے بھی کسی سے بات نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی کو آلۂ کار بنا کر اکابرین سے رابطہ کرے گا۔''

اس نے کہا۔ ''میں ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا۔ میں نے تیرے حکم کے مطابق شیطان کی محبوبہ کو راضی کرلیا ہے، وہ میری دوست ہے۔ وہ میری نمائندہ بن کر اکابرین وغیرہ سے باتیں کرتی رہے گی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے ہی اکابرین سے رابطہ کیا تھا۔ انہیں اطمینان دلایا ہے کہ ان کے مطالبات مان لیے گئے ہیں۔ کچھ عرصے بعد ان سے تحریری معاہدہ ہوگا۔ وہ سب پوری طرح مطمئن ہیں۔''

''اس پہلو سے ہمیں بھی اطمینان حاصل ہورہا ہے۔ ہماری حکومت وہاں جلد ہی قائم ہونے والی ہے لیکن تجھ پر جو مصیبتیں نازل ہورہی ہیں، اس کا کیا بنے گا؟ اگر سونیا فرہاد تجھ تک پہنچ گئے تو بڑی گڑبڑ ہوگی۔ بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔''

''میرے آقا! تو فکر نہ کر۔ جینا بڑی پراسرار قوتوں کی مالکہ ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ بھی ہماری طرح مسلمانوں کی دشمن ہے۔ اس لیے یہ میری بھرپور مدد کررہی ہے۔ مجھے کسی بھی مسلمان سے نقصان پہنچنے نہیں دے گی۔''

''میں مشینی پُرزے تیرے پاس بھیجنے والا تھا، اب ایسا نہیں کروں گا۔ جو پُرزے یہاں سیارے میں تیار ہیں، انہیں اسمبل کرکے ایک نئی مشین تیار کررہا ہوں۔ ایک ہفتے کے اندر یہ مشین تیار ہوجائے گی تو میں اسے تیرے پاس بھیج دوں گا۔''

''یہ تو اور اچھی بات ہوگی، مجھے تیار شدہ مشین مل جائے گی۔''

''تیرے پاس جو ناکارہ مشین ہے اسے اس طرح ضائع کردے کہ اس کے کسی ایک پُرزے تک بھی کوئی پہنچ نہ پائے۔ تیری نگرانی اور حفاظت کے لیے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے آج رات وہاں پہنچ جائیں گے۔''

گریٹ ایشورارا نے رابطہ ختم کردیا۔ وہ سیارے والی لیبارٹری میں ایک ایزی چیئر پر بیٹھا تھا۔ ہماری دنیا میں ذاکر کے ساتھ جو کچھ ہورہا تھا، اس کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ یہ فکر لاحق ہوگئی کہ جبکہ بڑی آسانی سے کامیابی حاصل ہورہی ہے اور ان کی حکومت قائم ہونے والی ہے۔ ایسے وقت میں اور سونیا ادارے سے باہر کیوں آئے ہیں؟ اگر ذاکر ان سے مات کھائے گا تو تمام اکابرین کے سامنے بڑی سبکی ہوگی۔

وہ سر جھکائے سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ ''ذاکر کی بدنصیبی بتارہی ہے کہ ابھی اس پر زیادہ بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ شیطان کی محبوبہ کوئی بڑا کارنامہ انجام دے اور ہماری کامیابی میں بہت بڑا رول ادا کرے لیکن یہ سب اندازے ہی اندازے ہیں۔ مجھے اپنے لائحہ عمل میں کچھ ایسی تبدیلیاں کرنی چاہیے جو نتیجہ خیز ہوں اور کامیابی یقینی ہوجائے۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر فیوچر ٹیلنگ مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔ ہماری دنیا میں ذاکر کے ساتھ جو حالات پیش آرہے تھے اور جس طرح میں نے اور سونیا نے ادارے سے باہر نکل کر اسے چیلنج کیا تھا، وہ تمام باتیں تفصیل کے ساتھ اس مشین میں فیڈ کرنے لگا۔

اس مشین کو تمام معلومات فراہم کرنے کے بعد اس نے تحریری سوال کیا۔ ''میں نے ذاکر کو اس دنیا میں بھیجنے سے پہلے یہ دریافت کیا تھا کیا ہمیں اس بار کامیابی حاصل ہوگی؟ اور یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ یقیناً کامیابی ہوگی پھر ایسا کیوں ہورہا ہے؟ کسی حد تک کامیابی کے ساتھ ساتھ ناکامی کا بھی منہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ میرا سوال ہے ایسا کیوں ہورہا

گزارا

زبانِ یار سے نا آشنا، خطرات سے معمور کھانا..... کیا کریں؟ کتنی ہی دیر کوشش کرتے رہے، مگر نہ فرانسیسی بیرا ہماری بات سمجھا، نہ اس کی کوئی بات ہمارے پلے پڑی۔ یہاں بھی ہسپانوی اخبار نویس ہی مدد کو آیا۔ کھانے کے انتخاب میں مدد کی۔ ''وہ کھانا جو مسلمان کھا سکیں۔'' ویٹر نے بتایا کہ اکثر مسلمان تو ہمارے مینو کے تمام اشیا کھا سکتے ہیں۔ ہم نے مینو کی ایک ایک چیز کا پوسٹ مارٹم کرکے معلوم کیا کہ ان میں کیا کیا اجزا ہیں۔ مغرب میں گوشت پر سرے سے لکیر پھیر دینا چاہیے۔ چربی والی کسی بھی چیز پر اعتماد ممکن نہیں۔ گھی کی جگہ زیادہ تر چربی استعمال کی جاتی ہے۔ بسکٹوں میں بھی چربی ہوتی ہے۔ لکھا صرف یہ جاتا ہے حیوانی چربی۔ پہلوان جی بھی حیوان ہی ہیں۔ پہلوانوں کی چربی ویسے بھی سستی ہوتی ہے۔ پھر جہاں کوئی ہم زبان بھی نہ ہو..... کون بتائے کوئی کیا ہے؟ ہم نے انہیں بتایا کہ ہمارا تعلق مسلمانوں کی ''اکثریت'' سے نہیں۔ وہ آئس کریم اور جوس لے آیا۔ ''پھر تو آپ اسی پر گزارا کریں۔''

اندلس کی تلاش، رفیق ڈوگر
انتخاب: حریم علوی از کراچی

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''وہ معاملہ تو استنبول میں ختم ہوچکا ہے۔ وہ وہاں کے قانون کی گرفت میں نہیں آئے گا۔''

مشین کی طرف سے کہا گیا۔ ''ابھی وہ معاملہ ختم نہیں ہوا ہے۔ وہاں کی انٹیلی جنس والوں نے اس جوان عورت کی تصویر شائع کی ہے جسے تمہارے نائب ذاکرارا نے اپنے گھر میں پناہ دی تھی۔ یہ اس کی تیسری بہت بڑی غلطی تھی۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''وہ اس عورت سے بھی پیچھا چھڑا کر وہاں سے نکل آیا ہے پھر اس کی تصویر شائع ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے؟''

''آئندہ بہت فرق پڑنے والا ہے۔ اخبارات میں جو تصویر کی گئی ہے، وہ ذاکرارا کے لیے مصیبت کا باعث بننے والی ہے۔''

''میں تجھ سے مشورہ چاہتا ہوں کیا مجھے ذاکرارا کو واپس سیارے میں بلا لینا چاہیے؟''

''اب تُو لاکھ کوشش کرے گا تب بھی اسے بُلا نہیں پائے گا۔ کیونکہ وہ شیطانی چکر میں پھنس گیا ہے۔''

''پلیز، مجھے مشورہ دے کہ آئندہ کیا کرنا چاہیے؟''

''ذاکرارا پر زیادہ بھروسا نہ کر۔ وہ شیطان کی محبوبہ اس کے بہت کام آسکتی ہے۔ یوں تیرا بھی کام بنتا رہے گا لیکن تجھے کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنا تیسرا نمائندہ وہاں بھیجنا چاہیے پھر یہ پوری طرح یقین کرلینا چاہیے کہ اس تیسرے نمائندے سے کوئی غلطی نہیں ہوگی۔''

اس نے مشین کو آف کردیا۔ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ اب ہے؟ کیا ہماری کامیابی کے آگے مزید رکاوٹیں پیدا ہوں گی یا ہم آسانی سے وہاں اپنی حکومت قائم کرلیں گے؟''

تھوڑی دیر بعد مشین سے جواب موصول ہونے لگا۔ ''پچھلی پیشگوئی غلط نہیں تھی۔ اس ارضی دنیا کے تین حصوں میں تمہاری حکومت قائم کرنے کے امکانات پیدا ہوچکے ہیں۔ باقی وہ تمام اکابرین تمہارے لیے راستے ہموار کرتے رہیں گے۔

پیشگوئی کے ساتھ یہ خاص طور پر کہا گیا تھا کہ تمہارے نائب ایشورارا دوم ذاکرارا سے کوئی غلطی نہیں ہونی چاہیے۔ جب کہ وہ غلطیوں پر غلطیاں کرتا جارہا ہے۔

گریٹ ایشورارا نے سوال کیا۔ ''میں چاہتا ہوں، ان غلطیوں کی نشاندہی کی جائے۔''

جواب موصول ہوا۔ ''تمہارے نائب ایشورارا دوم کی سب سے پہلی غلطی یہ ہے کہ اس نے استنبول میں رقم حاصل کرنے کے لیے ایک جوہری کے پاس جاکر یہاں کے ایک ہیرے کو فروخت کیا۔ اس طرح وہاں کی انٹیلی جنس والے اس کے پیچھے پڑ گئے۔ کیونکہ اس نایاب ہیرے کا تعلق اس دنیا سے نہیں تھا۔

بہرحال باقی حالات تمہارے سامنے ہیں کہ کس طرح انٹیلی جنس والوں نے اس کے گھر پر چھاپہ مارا اور یہ بھید کھلتا چلا گیا کہ اس کے پاس غیر معمولی مشین بھی ہے اور ہیرے جواہرات کا اچھا خاصا ذخیرہ بھی ہے۔ اس نے دوسری غلطی یہ کی کہ ان انٹیلی جنس والوں کو ہلاک کردیا۔ اس کے بعد وہاں کی پولیس والے اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔''

عقل سمجھا رہی تھی کہ جونئی غیر معمولی مشین وہ ڈاکٹر کے پاس بھیجنے والا ہے۔ اسے ابھی روک دے۔ وہ اپنے ماتحتوں میں سے جوسب سے زیادہ شاطر ہے آئندہ اسے اپنا نائب بنا کر بھیجے گا اور وہی یہ مشین لے کر جائے گا۔ بابا صاحب کے ادارے کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے سائے تک بھی پہنچ نہیں پائے گا۔

☆☆☆

میں اور سونیا بحیرہ روم کے ساحلی علاقوں میں تھے۔ پہلے ہم مارسیلز میں تھے۔ وہاں کی لطیف اور خنک ہوا میں ایک عجیب سی سحر انگیزی ہے۔ بہت ہی خاموش اور پُرسکون ساحلی علاقہ ہے۔ ایسے خوبصورت باغ اور چھوٹے چھوٹے ریستوران ہیں جہاں لوگوں کی زیادہ بھیڑ شور اور ہنگامے نہیں ہوتے۔

مارسیلز اور نائس سے چند میل کے فاصلے پر ایسی بستیاں ہیں جو ساحلی چٹانوں، پتھروں اور درختوں کے پیچھے چھپی چھپی سی رہتی ہیں۔ وہاں کے مناظر انتہائی حسین اور دلکش ہیں۔

سونیا نے اس کھلی فضا میں گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔ ''میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ جگہ اتنی خوبصورت ہوگی۔ پھولوں کی خوشبو اور کچے پکے انگوروں کی مہک یہاں کے فضا میں بسی ہوئی ہے۔ ایک عجیب سا سحر طاری ہو رہا ہے۔''

ہم وہاں دنیا کی عداوتوں اور جھمیلوں سے دور اپنی زندگی کے بہترین لمحات گزار رہے تھے۔ ایک صبح سونیا نے اخبار پڑھتے ہوئے بصرہ کی تصویر دیکھی اور کہا۔ ''فرہاد! اسے دیکھو کتنی پیاری سی لڑکی ہے لیکن اس کے بارے میں پڑھ کر افسوس ہو رہا ہے۔ یہاں لکھا ہے کہ یہ معصوم لڑکی ایک بہت ہی پراسرار قاتلہ ہے۔ اس نے براہِ راست یا بالواسطہ کئی قتل کیے ہیں۔''

میں نے سونیا سے اخبار لے کر پڑھنا شروع کیا۔ تصویر کے ساتھ اس کے بارے میں بہت کچھ شائع کیا گیا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ اس عورت کا نام بصرہ ہے جو لوگ اسے جانتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ یہ پانچوں وقت کی نمازی اور تہجد گزار ہے۔ ہمیشہ عبا پہنتی ہے سر اور چہرے کو اسکارف سے ڈھانپ کر رکھتی ہے۔ پردے کی پابند ہے۔ اپنے جسم کی نمائش نہیں کرتی لیکن یہ جتنی معصوم اور پارسا دکھائی دیتی ہے اس کے برعکس اتنی ہی خطرناک بھی ہے۔ اس نے اصغر جلالی نامی ایک جوان سے شادی کی پھر اسے قتل کر دیا۔ یہ بیان اصغر جلالی کے بڑے بھائی اکبر جلالی نے دیا تھا۔ بعد میں اسے بھی پراسرار طریقے سے ہلاک کر دیا گیا۔

اسے ایک ایسے مکان میں دیکھا گیا جہاں دو شخص رہتے تھے۔ پولیس کا شبہ تھا کہ وہ یا تو اسمگلر ہیں یا کسی بیرونی ملک سے آئے ہیں۔ اس مکان میں ایک اسپینی جنس کا افسر دو ساتھیوں کے ساتھ گیا مگر وہ تینوں مارے گئے۔ ان کے ساتھ وہ شخص بھی مارا گیا جو اس مکان میں رہتا تھا۔ باقی دوسرا شخص کہیں فرار ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھولی صورت والی بصرہ بھی روپوش ہو گئی ہے۔ پولیس اس کی تلاش میں ہے۔ جو بھی اس کی نشاندہی کرے گا اسے انعام کے طور پر پچاس ہزار ڈالر دیے جائیں گے۔

سونیا نے میرے ہاتھ سے اخبار لے کر بصرہ کی تصویر دیکھی پھر انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''مجھے یقین نہیں ہو رہا ہے کہ اتنی معصوم سی لڑکی اتنے قتل کر سکتی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''وہ ایک گیت ہے ناں...'' ''بھولی صورت دل کے کھوٹے نام بڑے اور درشن چھوٹے...'' یہ محترمہ بھی ایسی ہی ہوں گی۔''

''میں تم سے زیادہ فیس ریڈنگ جانتی ہوں، مجھ سے شرط لگاؤ، میں کہتی ہوں کہ یہ لڑکی کرپٹ نہیں ہے۔''

''اگر یہ واردات کرنے والی لڑکی ثابت ہوئی تو تم کیا ہارو گی؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''میرے پاس کیا رہ گیا ہے؟ سب کچھ تو تم لوٹ چکے ہو۔ ہم میں سے کسی کو زمین جائیداد کا لالچ نہیں ہے اور نہ ہی ہم بنک بیلنس رکھنے کے قائل ہیں۔ جب چاہتے ہیں، ہمیں رقم حاصل ہو جاتی ہے۔''

''پھر بھی یونہی تفریحی کے طور پر بولو کیا ہارو گی...؟''

''اگر تم جیت گئے تو تمہیں ایک ڈالر دوں گی۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''چلو یہی سہی۔ اپنی غیر معمولی مشین کو آن کرو اور بصرہ کی تصویر کو اس میں پیش کرو۔''

میں ایک قینچی سے بصرہ کی تصویر کو اخبار سے تراش کر الگ کیا۔ اس وقت ہم نہیں جانتے تھے کہ تقدیر ہمیں کہاں سے کہاں پہنچانے والی ہے۔ ویسے گربٹ ایشورارا کی فیوچر ٹیلنگ مشین پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ بصرہ کی جو تصویر اخبارات میں شائع ہوئی ہے، وہ سیارے والوں کے لیے خطرے کی گھنٹی بجانے والی ہے۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

میرا نام امیر علی ہے۔ عمر 75 سال کے اندر باہر ہے۔ میں نے دنیا کا بہت گرم سرد دیکھا ہے۔ پچھلے قریباً چالیس سال سے میں ایک ہی گھر میں گھریلو ملازم کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہوں۔ میرے مالک کا نام تراب فاروقی تھا۔ وہ بہت اچھے ستار نواز تھے اور اس سے بھی اچھے انسان تھے۔ کروڑ پتی تھے لیکن مزاج میں تکلف اور بناوٹ نام کو نہیں تھی۔ گاؤں میں ان کی کافی زمین تھی۔ مسلم ٹاؤن لاہور میں دو کینال کی کوٹھی ''تراب ہاؤس'' میں رہتے تھے۔ بیوی بیس پچیس سال پہلے فوت ہو گئی تھی۔ دو بیٹے تھے جو انگلینڈ میں رہتے تھے۔ کوئی نو سال پہلے تراب صاحب کا انتقال ہوا تو میرا دل چاہا کہ اس گھر کو چھوڑ چھاڑ کر کہیں دور چلا جاؤں مگر پھر تراب صاحب کی وصیت آڑے آئی۔ انہوں نے وقتِ رخصت کہا تھا کہ میں زندگی کے باقی سال ان دیواروں کے سائے میں ہی گزاروں۔

تراب صاحب کی وفات کے چند سال بعد ان کے بڑے بیٹے ندیم نے پاکستان میں رہائش رکھنے کا فیصلہ کیا تو اس پرانی کوٹھی کو RENOVATE کرنے کی پلاننگ کی ..... کہنے کو تو یہ پرانی کوٹھی کی مرمت و آرائش تھی لیکن حقیقت میں ایک تہائی کوٹھی کو گرا کر نئے سرے سے تعمیر کیا گیا اور باقی عمارت میں بھی بنیادی تبدیلیاں کر دی گئیں۔ اب یہ دو کینال کی کوٹھی ایک بالکل نئی اور جدید عمارت تھی۔

کوٹھی کی اس کایا پلٹ کا کام انجینئر اشفاق چودھری

عرصے کے بعد آپ کے محبوب مصنف کی مختصر جھلک

آنکھ کا تارا

طاہر جاوید مغل

بسا اوقات انسان جس کامیابی کو اپنی فراست وذہانت کا سبب قرار دیتا ھے وہ اس کی نہیں بلکہ کسی اور کی رھین منت ھوتی ھے ۔ وہ بھی ایک ماھر فن تعمیرات تھا اور اسے انسانی نفسیات کو سمجھنے کے علاوہ بہت ساری کامیابیوں کا سہرا اپنے سر باندھنے کا دعویٰ بھی تھا

میں نے بصرہ کی تصویر کو اخبار سے تراش کر الگ کیا۔ سونیا نے یہ تصویر مجھ سے لے کر غیر معمولی مشین میں پیش کرتے ہوئے کہا۔ ''اب بھی سوچ لو، ایک ڈالر ہار جاؤ گے۔ میں نے کہا ہے کہ بصرہ معصوم اور بھولی بھالی ہے۔ میں ایک ڈالر جیت لوں گی۔''

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم نے بارہا اپنی زندگی میں ایسے تجربات کیے ہیں۔ تمہاری نظروں سے ایسے بھولے بھالے شاطر گزرے ہوں گے جو معصومیت کے پردے میں خونریز وارداتیں کرتے ہیں۔ یہ بصرہ بھی ان ہی میں سے ایک ہے۔ میں تم سے بازی جیت لوں گا۔''

اسکرین پر بصرہ نظر آئی۔ سونیا نے مشین کو آپریٹ کیا تو وہ تصویر متحرک ہوگئی۔ ایک ہوٹل کا ڈائننگ ہال دکھائی دیا۔ بصرہ ایک خوبرو صحت مند نوجوان کے ساتھ ایک میز پر بیٹھی تھی، اس سے کہہ رہی تھی۔ ''کمال پاشا! تم نہیں جانتے' ممی خود کو شیطان کی محبوبہ کہتی ہے مگر اپنی ذات میں خود بھی ایک بھرپور شیطان ہے۔ وہ ہم مسلمانوں کی دشمن ہے۔''

کمال نے کہا۔ ''تعجب ہے پھر وہ مجھے اپنا داماد بنانے پر راضی کیسے ہوگئی؟ وہ کسی غیر مسلم کو بھی تو داماد بنا سکتی تھی۔''

''وہ اس لیے راضی ہے کہ میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ تمہیں بے انتہا دولت دے کر دین سے منہ موڑ لینے پر مجبور کردے گی۔''

''اگر ایسا ہے تو اس نے تمہیں اسلام قبول کرنے کا موقع کیوں دیا؟ تم پانچ وقت نماز پڑھتی ہو۔ ہمیشہ دین ایمان کی باتیں کرتی رہتی ہو پھر وہ تمہیں ایمان کے راستے سے کیوں نہیں بھٹکاتی؟''

''اس نے پہلے بہت کوششیں کیں۔ میری عبادت کے وقت مداخلت کرتی تھی پھر میں نے دھمکی دی کہ وہ آئندہ میرے دین کے راستے میں آئے گی تو میں اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔''

کمال نے کہا۔ ''وہ جتنی بری ہے اتنی ہی ممتا کی ماری بھی ہے۔ تمہیں جان سے زیادہ چاہتی ہے۔''

''اس میں کوئی شک نہیں۔ وہ مجھے زندہ سلامت اور خوش حال دیکھنا چاہتی ہے۔ میرے آگے زرانرم پڑ جاتی ہے لیکن تم داماد بن کر اس کی کسی بات سے انکار کرو گے تو وہ تمہیں دوسری سانس لینے کی مہلت بھی نہیں دے گی۔ اس کی شیطانی فطرت کہتی ہے کہ داماد مرتے رہیں کوئی بات نہیں اور آجائیں گے۔ بس میری بیٹی سلامت رہے۔''

ہم انہیں اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ ان کی باتیں سن رہے تھے۔ سونیا نے کہا۔ ''یہ اپنی ماں سے نہیں ڈرتی ہے بلکہ اپنے محبوب کے لیے خونفرزدہ ہے۔ آخر وہ خطرناک ماں کون ہے؟''

''تم نے سنا نہیں اس کی ماں خود کو شیطان کی محبوبہ کہتی ہے اور وہ مسلمانوں کی دشمن ہے۔''

''فرہاد! ہم خوامخواہ بصرہ کو ایک پہیلی بنا کر بوجھ رہے ہیں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے صحیح معلومات کیوں نہیں حاصل کر لیتے؟''

''اوکے، میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

میں دوسرے ہی لمحے میں بصرہ کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ سونیا اسکرین پر اسے دیکھ رہی تھی، کمال سے ہونے والی گفتگو سن رہی تھی۔ ایسے وقت جینا وہاں آ گئی۔ بصرہ نے کہا۔ ''کمال پاشا! یہ میری ماما ہے۔''

اس نے ایک دم سے چونک کر اس کی ماں کو دیکھا۔ وہ بیٹی کی ہم شکل ہی نہیں بلکہ اس کی ہم عمر بھی تھی۔ اس نے بے یقینی سے کہا۔ ''کیوں مذاق کر رہی ہو بصرہ! اپنی ہم عمر بہن کو ماں کہہ رہی ہو؟''

سونیا نے بھی حیرانی سے کہا۔ ''فرہاد! خیال خوانی چھوڑو اور اسکرین پر دیکھو۔ یہ جو دوسری بصرہ کی ہم شکل آئی ہے' یہ اس کی ماں ہے۔''

اُدھر جینا ان کے پاس ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''یہ مذاق نہیں ہے۔ میں اس کی ماں ہوں۔ میں نے اسے نو ماہ تک اپنی کوکھ میں رکھ کر جنم دیا ہے۔''

میں نے جینا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اوہ گاڈ! یقین نہیں آ رہا ہے۔''

میں نے پھر بصرہ کے خیالات پڑھے۔ اس کے بعد سونیا سے کہا۔ ''اس کے خیالات جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ اس کی ماں کی موجودہ عمر ایک سو دس برس ہے لیکن یہ شیطان کی محبوبہ ہمیشہ جوان رہتی ہے۔ جس طرح شیطان ازل سے اب تک بوڑھا نہیں ہوا اسی طرح اس پر بھی بڑھاپا کبھی نہیں آئے گا۔''

پھر میں نے جیب سے ایک ڈالر نکال کر سونیا کو دیتے ہوئے کہا۔ ''میں بازی ہار چکا ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''میں جیت گئی، بصرہ واقعی معصوم ہے۔''

''ہاں، وہ بیچاری عجیب حالات سے دوچار ہوتی رہتی ہے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ پیدا کرنے والی ماں اس کی بدترین دشمن بھی ہے اور بہترین ماں بھی ہے۔ اسے شیطانی ذرائع سے دنیا جہان کی مسرتیں دینا چاہتی ہے'

جنہیں بیٹی قبول نہیں کرتی۔ اس کے ایمان میں بڑی پختگی ہے۔''

میں نے سونیا کو بتایا کہ ماں اسے براہِ راست نقصان نہیں پہنچاتی ہے۔ اس کی زندگی میں آنے والوں کو اپنی ڈگر پر چلانا چاہتی ہے۔ بصرہ کے پہلے شوہر اصغر جلالی نے اس کے شیطانی مشوروں پر عمل نہیں کیا تو وہ ڈائن ماں اپنے داماد کو کھا گئی۔ اب کمال پاشا کو اسی ارادے سے داماد بنا رہی ہے، یہ سوچ رہی ہے کہ شاید یہ شخص اس کے شیطانی اصولوں کا پابند رہے گا تو بیٹی بھی رفتہ رفتہ اپنے میاں کے رنگ میں رنگ جائے گی۔

اب بصرہ اور کمال الجھن میں تھے۔ اگر وہ شادی کرتے تو جینا پُراسرار قوتوں کے ذریعے داماد کو اپنے اشاروں پر چلاتی اور وہ نہ چاہنے کے باوجود اپنی ساس کا تابع دار بنا رہتا۔ بصرہ نے اپنی ماں کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تو پاشا کو اپنے شیطانی راستوں پر نہیں لے جائے گی۔ پہلے یہ وعدہ کرنا ہوگا کہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دے گی۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ''کیسے چھوڑ دوں؟ میں اپنے یار دلدار شیطان کے مشوروں پر عمل کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ اپنی ممتا سے مجبور ہو کر صرف تجھے ڈھیل دیتی رہتی ہوں۔ کسی اور کو چھوٹ نہیں دوں گی۔ اگر یہ پاشا میرا تابع دار بن کر رہنے سے انکار کرے گا تو یہاں سے اپنے اپارٹمنٹ تک جاتے جاتے راستے میں ہی مر جائے گا یا ڈاکر کی طرح اپاہج ہو جائے گا۔''

سونیا نے مجھ سے پوچھا۔ ''ڈاکر کون ہے؟ یہ تینوں کئی بار اس کا ذکر کر چکے ہیں۔''

مجھے بصرہ کے خیالات پڑھنے کے بعد یہی معلوم ہوا کہ استنبول کی پولیس ڈاکر کو اسمگلر سمجھتی ہے۔ اسے گرفتار کرنے آئی تھی لیکن وہ قانون کے محافظ کو ہلاک کر کے فرار ہو گیا تھا۔ ایسے وقت ٹیلی جنس والوں نے بصرہ کو وہاں دیکھا تھا، ان کے پاس ڈاکر کی تصویریں نہیں تھیں۔ لہٰذا انہوں نے ڈاکر تک پہنچنے کے لیے بصرہ کی تصویریں اخبارات میں شائع کرائی تھیں۔

ہم اسی تصویر کے ذریعے ان تینوں تک پہنچے تھے۔ چوتھا شخص ڈاکر رہ گیا تھا۔ وہ بھی اسکرین پر نظر آ گیا۔ اس وقت ہم نہیں جانتے تھے کہ جس نائب ایشور ارادوئم کو ٹریپ کرنے کے لیے ہم بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئے تھے' یہ وہی شخص ہے اور ہماری دنیا میں ڈاکر علی کا نام اختیار کر کے آیا ہے۔

بصرہ، پاشا اور جینا ڈائننگ ٹیبل کے اطراف بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ جینا نے ڈاکر کو دیکھ کر کہا۔ ''یہاں آ..... کمال پاشا نے تجھے گولی ماری تھی۔ اس بات کو بھول جا۔ تم سب میرے احکامات کے پابند رہو گے۔ میں تجھے حکم دیتی ہوں' پاشا سے مصافحہ کر۔''

پاشا اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ ڈاکر نے اس سے مصافحہ کیا پھر اسے ایک کرسی پر بیٹھنے کو کہا گیا۔ وہ بیٹھتے ہوئے جینا سے بولا۔ ''میں تیرے حکم کے مطابق پاشا سے مصافحہ کرنے یہاں آ گیا مگر تم لوگوں کے ساتھ لنچ نہیں کروں گا۔ ابھی مجھے اپنے کمرے میں رہنا چاہیے۔ کیا مجھے جانے کی اجازت دو گی؟''

جینا نے کہا۔ ''میں سمجھ گئی' تُو تنہائی میں اپنے آقا سے رابطہ کرنا چاہتا ہے۔ کوئی بات نہیں' تُو جا سکتا ہے۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ سونیا نے کہا۔ ''ہمیں ان تینوں کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو رہا ہے۔ ڈاکر زخمی ہے..... لنگڑا کر چل رہا ہے۔ یوگا کی مہارت نہیں دکھا سکے گا۔ میں چاہتی ہوں' تم اس کے چور خیالات پڑھو۔''

میں نے کہا۔ ''ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ ابھی یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ کم بخت شیطان کی محبوبہ اپنی بیٹی اور داماد کے ساتھ کیسا سلوک کرنے والی ہے؟''

وہ گھور کر بولی۔ ''تم واقعی بوڑھے ہو چکے ہو، سچ مچ سٹھیا گئے ہو۔ یہاں کی باتیں بعد میں بھی معلوم ہو جائیں گی۔ پلیز ابھی جاؤ اور اس کے خیالات پڑھو۔''

میں اسے مسکرا کر دیکھنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ ''جناب! کب تک یونہی دیکھتے رہیں گے؟ کیا کام کے وقت رومانٹک ہونے کا ارادہ ہے؟''

''میں جانتا ہوں' تم رومانٹک نہیں ہونے دو گی۔''

''تو پھر جاؤ۔''

''جاتا ہوں، تم تو پیچھے پڑ گئی ہو۔''

وہ اسکرین پر دیکھ کر ان کی باتیں سننے لگی۔ میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ڈاکر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں پہنچا ہوا تھا۔ اپنا بیگ کھول کر کچھ نکال رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں اس کی سوچ کی ایک لہر کو بھی پڑھتا۔ اس کے ہاتھ میں کمیونیکیشن مشین دیکھ کر چونک گیا۔ سیارے سے آنے والی وہ مشین میرے پاس بھی تھی۔ میں نے اسے کاہنہ سے حاصل کیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی میں تیزی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

پھر میں خوشی سے اچھل پڑا، میری اس حرکت پر سونیا

چونک کر بولی۔ ''کیا ہو گیا ہے تمہیں.....؟''

میں اسے کھینچ کر آغوش میں بھر کر چومنے لگا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''یا اللہ توبہ..... یہ بڈھا بابا ڈلا ہو گیا ہے، ارے کیا ہو گیا؟ کیوں اتنے خوش ہو رہے ہو؟''

میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو جکڑ کر کہا۔ ''وہ جو ذاکر ہے..... دراصل ذاکر نہیں ہے۔''

وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''وہ..... میری جان! وہ نائب ایشور ارا دوئم ہے۔''

وہ حیرت سے چیخ پڑی۔ ''کیا.....؟''

میں نے کہا۔ ''ہاں، مقدر کا تماشا دیکھو، یہاں بیٹھے بیٹھے وہ ہماری جھولی میں آ گیا ہے۔''

ہم اسکرین پر جو کچھ دیکھ رہے تھے' وہ سب ایک سی ڈی میں ریکارڈ ہو رہا تھا۔ سونیا نے سی ڈی کو ریورس کر کے ذاکر کو اسکرین پر دیکھا پھر اسے مشین میں بیچ کر لیا۔ اس کے بعد مشین کو آپریٹ کیا تو وہ ہوٹل کے کمرے میں نظر آنے لگا۔ اس کے ہاتھوں میں کمیونیکیشن مشین تھی۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا گریٹ ایشور ارا سے تحریری رابطہ کر رہا تھا، اس سے پوچھ رہا تھا۔ ''میرے معلم! میرے اَن داتا! تُو نے مجھ ناچیز کو کیوں یاد کیا ہے؟''

ہمیں اپنی مشین پر ان کی تحریریں واضح طور پر دکھائی دے رہی تھیں۔ ایشور ارا کی تحریر ابھری..... وہ کہہ رہا تھا۔ ''کیا تُو نے اس ناکارہ مشین کو تباہ کر دیا ہے؟''

''ہاں میرے آقا! میں نے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اس پر پیٹرول چھڑک کر جلا ڈالا ہے۔ مجھے نئی مشین کب تک مل جائے گی؟''

''آئندہ کوئی مشین تجھے نہیں ملے گی۔ میں نے ارادہ بدل دیا ہے۔ میرا ایک شاطر نمائندہ وہ مشین لے کر ارضی دنیا میں جائے گا۔ وہ نیا نمائندہ میرے دنیاوی معاملات کو سنبھالے گا۔''

ذاکر نے کہا۔ ''اوہ! کیا میں نااہل ثابت ہو چکا ہوں؟''

گریٹ ایشور ارا کا جواب ابھرا۔ ''میں تجھے نااہل نہیں کہوں گا۔ ہاں، بدنصیب ضرور کہوں گا۔ تیری بدنصیبی میرے تمام منصوبوں کو لے ڈوبے گی۔ تجھے دلبرداشتہ ہونے کے بجائے تدبر سے اور تدبیر سے خود کو خوش نصیب ثابت کرنا چاہیے۔''

ذرا توقف سے اس کی تحریر ابھری۔ ''جیسا کہ تُو نے شیطان کی محبوبہ کے متعلق بتایا ہے۔ اگر واقعی وہ پُراسرار قوتوں کی مالکہ ہے اور مسلمانوں کی دشمن ہے تو تُو اس کے ذریعے سونیا فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے کے دوسرے لوگوں کو خاک میں ملا سکتا ہے۔ سیارے والوں کے لیے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے۔''

میں ذاکر کے اندر تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق سوال کیا۔ ''اے میرے آقا! تیرا وہ تیسرا نائب ایشور ارا یہاں کب آئے گا؟''

''بس وہاں پہنچنے والا ہے مگر وہ تجھ سے کوئی رابطہ نہیں رکھے گا۔ نہ کبھی تیرے قریب آئے گا اور نہ فون کے ذریعے بات کرے گا۔''

میں چاہتا تھا' اس نئے ایشور ارا سوئم کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے مگر گریٹ ایشور ارا بہت محتاط تھا پھر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔

سونیا نے کہا۔ ''ہم فی الحال ذاکر کو یہ معلوم نہیں ہونے دیں گے کہ اس کی شدرگ تک پہنچ گئے ہیں۔''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں، اس طرح ہم وقتاً فوقتاً گریٹ ایشور ارا سے اس کی ہونے والی گفتگو سنتے رہیں گے۔ ہمیں بڑی رازداری سے بہت سی معلومات حاصل ہوتی رہیں گی۔''

وہ اسکرین پر اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''یہ زخمی ہے مگر کسی وقت بھی اس کی دماغی توانائی بحال ہو سکتی ہے پھر وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لے گا۔''

''میں اس سے پہلے ہی اسے اپنا معمول اور تابع دار بنالوں گا۔''

ذاکر کمیونیکیشن مشین کو بیگ میں رکھنے کے بعد آرام سے بیٹھ کر اپنے موجودہ حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ میں اسے بیڈ کی طرف لے گیا۔ وہ وہاں جا کر لیٹ گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق آنکھیں بند کیں پھر راضی خوشی میرے تنویمی عمل کو قبول کرنے لگا۔

سونیا اسکرین پر بصرہ' پاشا اور جینا کو دیکھ رہی تھی۔ جینا کہہ رہی تھی۔ ''اگر تُو ضدی ہے تو میں بھی تیری جیسی ضدی بیٹی کی ضدی ماں ہوں۔ شادی کرنے سے پہلے اچھی طرح سمجھ لے کہ اپنے داماد کو میں اپنے راستے پر چلاؤں گی۔ یہ شوہر تیرا ہو گا لیکن پجاری ہو گا میرے یار دلدار کا.....''

پھر اس نے پاشا سے کہا۔ ''تُو دنیا کو دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ یہاں اسی کی عزت ہوتی ہے جو زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرتا ہے۔ اپنی اس ہونے والی کو سمجھا' دولت کے بغیر تم

لوگ دو کوڑی کی زندگی گزارو گے۔''

پاشا نے کہا۔ ''میں کیا سمجھاؤں؟ یہ کہتی ہے ہم دال روٹی کھا کر گزارہ کر لیں گے مگر شیطان کی راہ پر نہیں چلیں گے۔''

وہ ہاتھ نچا کر بولی۔ ''یہ کہتی ہے مگر تُو کیا کہتا ہے؟ مرد ہے تو مرد کی طرح فیصلہ کر..... عورت کے پیچھے نہ چل، اسے اپنے پیچھے چلا۔''

بصرہ نے کہا۔ ''تجھ جیسی دشمن ماں کسی کی نہیں ہو گی۔ داماد کو ورغلا کر بیٹی کا ایمان برباد کرنا چاہتی ہے۔ پاشا! تم صاف صاف کہو کہ کیا چاہتے ہو؟''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''بصرہ! میں نے پہلی ملاقات میں کہا تھا کہ میں دولت کمانے کے لیے ترکی سے یہاں آیا ہوں۔ لوگ زیادہ سے زیادہ دولتمند بننے کے لیے اپنا ملک چھوڑ دیتے ہیں۔ عارضی طور پر سہی سگے رشتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ دولت کمانے کی دھن میں عارضی طور پر ہی سہی خدا کو بھول جاتے ہیں۔ انہیں عبادت کرنے کی بھی فرصت نہیں ملتی۔ اگر میں عارضی طور پر تمہاری ماما کی بات مان لوں تو کیا.....''

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''بس، آگے کچھ نہ کہنا! ایمان پہلے عارضی طور پر کمزور ہوتا ہے۔ نماز پہلے ایک وقت کی چھوڑی جاتی ہے پھر رفتہ رفتہ چھوٹتی چلی جاتی ہے۔''

''میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ تمہیں راضی رکھنے کے لیے نماز ضرور پڑھوں گا۔''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''خدا کو راضی کرنے کے لیے نہیں عورت کو راضی رکھنے کے لیے عبادت کرو گے؟ تم کل رات والے پاشا نہیں رہے۔ غلطی میری تھی مجھے سمجھ لینا چاہیے تھا کہ دولت مند بننے کی ہوس پہلے ہی تمہارے اندر تھی۔ ماما نے اسے مزید بڑھا دیا ہے۔''

وہ ذرا سخت لہجے میں بولا۔ ''تم سمجھتی کیوں نہیں؟ میں اپنا نہیں..... تمہارا اور اپنے ہونے والے بچوں کا عیش و آرام اور خوشیاں چاہتا ہوں۔''

''ڈاکا ڈالنے والے' اسمگلنگ کرنے اور رشوتیں لینے والے بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ بیوی بچوں کی خاطر ایمان بیچ رہے ہیں۔ میں تمہارے جیسے ایمان فروش کے ساتھ زندگی گزارنا کبھی پسند نہیں کروں گی۔'' اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

''میں اصغر جلالی کی وفات کے بعد تمہیں دل سے چاہنے لگی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کہ ایمان والے نصیبوں سے ملتے ہیں اور میرے نصیب تو ایک چڑیل ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی پھوٹ گئے تھے۔''

وہ روتی ہوئی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ سونیا نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں اسے صرف معصوم کہہ رہی تھی۔ یہ تو مظلوم بھی ہے۔ اگر یہ اسی طرح ماں کے شکنجے میں رہے گی تو کبھی نیک نامی سے اچھی ازدواجی زندگی نہیں گزار سکے گی۔ اس بیچاری کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔''

میں نے کہا۔ ''ہاں ضرور کچھ کرنا چاہیے مگر یہ سمجھ لو' وہ چڑیل تمام شیطانی قوتوں کے ساتھ ہمارے پیچھے پڑ جائے گی۔''

''ہم پہلے بھی شیطانی قوتوں سے ٹکراتے رہے ہیں۔ اس بار بھی سہی..... دیکھیں گے کیا ہوتا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''اول تو ایسے پُراسرار لوگوں سے دور رہنا چاہیے۔ پہلے ہی دشمنوں کی کمی نہیں ہے۔ ایسے میں ایک خطرناک دشمن کا اضافہ کرنا دانشمندی نہیں ہو گی۔''

وہ گھور کر بولی۔ ''کیا تم اس مظلوم کو بے یارومددگار چھوڑ دینا چاہتے ہو؟''

''میں نے ایسا کب کہا ہے؟ اسے چڑیل ماں سے نجات ملے گی۔ شیطنت کا توڑ ہمیشہ روحانی عمل سے ہوتا ہے۔ ہم اپنی پوتی انوشے کو جینا کے پیچھے لگا دیں گے اور الگ تھلگ رہ کر تماشا دیکھیں گے۔''

وہ قائل ہو کر بولی۔ ''یہ آئیڈیا اچھا ہے۔''

میں نے اسی وقت خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ''ہیلو دادا کی جان کیا کر رہی ہے؟ اگر عبادت میں مصروف ہے تو بعد میں آؤں گا۔''

وہ بولی۔ ''اوہ، گرینڈ پا! آپ دیکھ رہے ہیں' میں کچن میں ہوں۔ آج کھانا پکانے کا شوق پورا کر رہی ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''دیدار علی کہاں ہے؟''

''پہلے آپ معلوم کریں کہ یہ کچن کہاں ہے؟''

میں نے خوش ہو کر کہا۔ ''تم پیرس آئی ہوئی ہو؟ یہ ہمارا کامیچ ہے۔''

''جی ہاں، دیدار علی اپنی بہن ماؤرا سے ملنا چاہتا تھا۔ میں کل صبح اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جاؤں گی۔ وہاں بھائی بہن کی ملاقات ہو گی۔''

''اچھا اب تم بتاؤ' میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟''

وہ ہانڈی میں چمچ چلاتے ہوئے بولی۔ ''بیچاری بصرہ.....''

میں نے خوش ہو کر کہا۔ ''مجھے تم پر ناز ہے۔ اعلیٰ

حضرت نے تمہیں روحانیت کی انگوٹھی میں نگینے کی طرح جڑ دیا ہے۔''

وہ بولی۔ ''آپ فکر نہ کریں۔ میں اسے شیطنت کی دلدل سے نکال لاؤں گی۔ شیطان کی محبوبہ کو پتا ہی نہیں چلے گا کہ کیا سے کیا ہو چکا ہے؟''

''تم کچن سے فارغ ہو کر اپنی ماما کے پاس آؤ، کچھ باتیں کرنی ہیں۔''

''آل رائٹ، گرینڈ پا.....!''

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سونیا سے کہا۔ ''تھوڑی دیر بعد انوشے آئے گی۔ اس سے معلوم کرو، وہ بے حیا شیطان کی محبوبہ کس حد تک خطرناک ہے اور شیطانی قوتیں کس طرح حاصل کرتی ہے؟''

جینا کے سلسلے میں کچھ شرمناک معلومات حاصل ہو سکتی تھیں۔ اس لیے میں نے انوشے سے براہِ راست کوئی بات نہیں پوچھی تھی۔ اسے سونیا کے پاس آنے کو کہہ دیا تھا۔ اس وقت نشین کی اسکرین پر جینا اس ڈائننگ ہال میں دکھائی دے رہی تھی۔ کمال پاشا ناراض ہو جانے والی بصرہ کو منانے گیا تھا۔

جینا نے اس سے کہا تھا۔ ''اگر تُو شاندار بنگلا، مہنگی گاڑیاں اور کروڑوں ڈالرز کا بنک بیلنس چاہتا ہے تو میری بیٹی کو شادی کے لیے راضی کر لے۔''

مگر وہ راضی ہونے والی نہیں تھی۔ پاشا تھک ہار کر جینا کے پاس واپس آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے گھور کر کہا۔ ''یہاں کیوں بیٹھا ہے؟ چل اٹھ ... میری بیٹی کے بغیر تُو دو کوڑی کا بھی نہیں ہے۔''

وہ عاجزی سے بولا۔ ''مجھے تھوڑا وقت اور دے۔ میں بصرہ کو راضی کر لوں گا۔''

وہ غرّانے کے انداز میں بولی۔ ''میں کہتی ہوں، یہاں سے اٹھ اور دفع ہو جا..... ورنہ حرام موت مارا جائے گا۔''

وہ جاتے ہوئے بولا۔ ''افسوس..... میں دین سے بھی گیا اور دولت سے بھی.... آہ.... بصرہ کی محبت ہار کر جا رہا ہوں۔''

سونیا نے مجھ سے پوچھا۔ ''ذاکر کو دیکھنا چاہو گے یا مشین آف کر دوں؟''

''آف کر دو..... میں نے ذاکر کو تنویمی نیند سلا دیا ہے۔ میں بھی ذرا کمر سیدھی کرنے جا رہا ہوں۔''

میں اٹھنے لگا تو وہ مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ ''فرہاد.....!''

میں نے پلٹ کر دیکھا، وہ بولی۔ ''تم اپنی گفتگو اور حرکات پر غور کیا کرو۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا میں غلطیاں کر رہا ہوں؟''

''آگے چل کر غلطیاں بھی ہوں گی۔ یہ مان لو کہ تم پر بڑھاپا طاری ہونے لگا ہے۔''

''تم کیوں منوانا چاہتی ہو کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں؟''

''اول تو یہ کہ بیمار رہنے لگے ہو۔ ایک مرض جاتا ہے تو دوسرا آ جاتا ہے۔ یاد کرو، پہلے کوئی بیماری تمہیں چھو کر بھی نہیں گزرتی تھی۔''

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''یہ مانتا ہوں کہ آئے دن بیمار رہنے لگا ہوں..... شاید یہ بڑھاپے کا سگنل ہے۔''

''تم نے غور نہیں کیا، ابھی تم کیا کہتے ہوئے یہاں سے جا رہے تھے؟''

میں نے تعجب سے پوچھا۔ ''میں نے ایسا کیا کہا تھا؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''تم نے ابھی تھکے ہوئے انداز میں کہا ہے کہ کمر سیدھی کرنے جا رہے ہو.... عزم و ہمت کے اس پہاڑ نے پہلے کبھی بوڑھوں کی طرح کمر سیدھی کرنے والی بات نہیں کی۔ کیا میرا ریمارک درست ہے؟''

میں نے مسکرا کر سر ہلایا۔ ''ہاں میری جان! تم درست کہہ رہی ہو۔ ہر کمال حاصل کرنے والا ایک دن زوال کی طرف جاتا ہے۔ بے شک، میں بھی زوال پذیر ہوں۔''

میں اٹھ کر بیڈ پر آ گیا۔ دوسرے لفظوں میں کمر سیدھی کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد انوشے نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ ''اسلام وعلیکم مما!''

سونیا نے خوش ہو کر کہا۔ ''وعلیکم اسلام۔ کیسی ہے میری پوتی؟''

''ویری فائن، آئی ایم سوری مما! مجھے آنے میں دیر ہو گئی۔''

''کوئی بات نہیں..... میں نے اس شیطان کی محبوبہ کے متعلق کچھ معلوم کرنے کے لیے تمہیں بلایا ہے۔''

انوشے نے کہا۔ ''وہ ایک وچ لیڈی ہے۔ اس کے باپ دادا بھی شیطان کی پرستش کرتے تھے۔ ان سب نے اپنے اپنے کالے عمل سے جینا کے اندر انتہائی شیطنت بھر دی ہے۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''وہ خود کو شیطان کی محبوبہ کہتی ہے یہ

کہاں تک درست ہے؟''

''یہ درست ہے مما! وہ جب چاہتی ہے، شیطان اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ بڑی بے شرمی اور ناپاکی سے رہتی ہے۔ جس طرح ڈاکٹر دوا کی ایک ایک خوراک دے کر مریض کو توانا بناتا ہے۔ اسی طرح جینا شیطان سے توانائی اور شیطانی قوتیں حاصل کرتی رہتی ہے۔''

سونیا نے سوال کیا۔ ''شیطان کو موت نہیں آتی۔ کیا اسے بھی نہیں آئے گی؟''

''موت ہر جاندار کے لیے ہے، اسے بھی آئے گی۔ ابھی تو وہ شیطان کے اندر اتنی گہرائی تک پیوست ہو گئی ہے کہ اس کے وجود کا حصہ بن کر رہ گئی ہے۔ جب بھی اس سے الگ ہو گی تو پھڑ پھڑا کر مر جائے گی۔''

''اسے کس طرح شیطان کے وجود سے الگ کیا جا سکتا ہے؟''

''یقین کریں مما! ان معاملات میں میرا علم محدود ہے۔ اتنا جانتی ہوں کہ شیطان نے کسی بندے کو خود کبھی ہلاک نہیں کیا۔ اس میں اتنی قوت ہے کہ وہ کسی کو بھی موت کے قریب پہنچا دیتا ہے پھر اپنے کسی آلۂ کار کے ذریعے اسے مار ڈالتا ہے۔''

''بے شک، شیطان خود کسی کو مارنے نہیں آتا..... ایک کو وسیلہ بنا کر دوسرے کو ہلاک کرتا ہے۔''

''اسی طرح جینا آپ کو اور گرینڈ پا کو جانی نقصان نہیں پہنچا سکے گی مگر بہت ہی ناقابلِ برداشت مصائب میں مبتلا کر سکتی ہے۔ آپ کی کامیابیوں کو ناکامی میں بدل سکتی ہے۔ اب آپ اس سے زیادہ کوئی سوال نہ کریں۔''

''ٹھیک ہے میری جان! جاؤ آرام کرو۔''

انوشے سلام کر کے رخصت ہو گئی۔ وہ جینا کے متعلق جانتی تھی کہ بیٹی کے لیے اس کا رویہ یکسر بدل گیا ہے۔ وہ اسے عیش و عشرت سے بھرپور زندگی کی طرف لانے کے لیے یعنی اپنے راستے پر چلانے کے لیے ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالنا چاہتی تھی۔ ماں ہو کر بیٹی پر جبر کرنے والی تھی۔

بصرہ اپنے کمرے میں واپس آئی۔ نمازِ عصر کا وقت ہو چلا تھا۔ وہ واش روم میں آ کر وضو کرنے لگی۔ ایسے وقت ماں کی آواز سنائی دی۔ ''بصرہ! تُو میری متا کو نہ سمجھتی ہے اور نہ کبھی سمجھے گی۔ مجھے امید تھی، پیار سے سمجھاؤں گی تو رفتہ رفتہ دین دھرم، عبادت ریاضت، تپسیا اور چلہ کشی جیسی باتیں بھول جائے گی اور اپنی ماں کے یعنی میرے راستے پر چلے گی مگر افسوس...!''

بصرہ نے کہا۔ ''تُو ساری زندگی میرے پیچھے بھاگتی رہے گی۔ میرے ایمان کو کمزور بنانے کی کوشش کرتی رہے گی اور آخر میں اسی طرح افسوس افسوس کہتی رہے گی۔''

''نہیں میری جان! ماں بیٹی کی یہ بھاگ دوڑ اب ختم ہو چکی ہے۔ اسی لمحے سے تیری شیطانی زندگی شروع ہونے والی ہے۔''

وہ واش بیسن کے پاس کھڑی ہوئی وضو کر رہی تھی۔ اس نے سامنے آئینے میں دیکھا تو اسے دوسری بصرہ دکھائی دی۔ آئینے میں اس کا اپنا عکس ہونا چاہیے مگر وہ پہچان گئی کہ ماں وہاں پہنچی ہوئی ہے۔

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''تُو کیا کرنا چاہتی ہے؟ کیا میری مرضی کے بغیر مجھے شیطانی راستے پر لائے گی؟''

وہ آئینے کے اندر سے بولی۔ ''ہاں، ہمارے راستے پر چلنے کے لیے ناپاکی اور غلاظت ضروری ہے۔ یہ وضو کیا کر رہی ہے؟ واش روم سے نکل۔ کمرے میں تیری جوانی کا پہلا گاہک پہنچا ہوا ہے۔ پہلی بار تجھے گناہ کی ناپاکی سے آشنا کرایا جائے گا۔ اس کے بعد روز ایک نیا گاہک آتا رہے گا۔''

وہ چیخ کر بولی۔ ''شیطان کی بچی! بکواس مت کر۔ تُو میری ماں نہیں ہے۔''

''ہاں، جب تک تُو اچھی طرح میرے رنگ میں رنگ نہیں جائے گی، تب تک میں تیری آواز بند کر دوں گی۔ تُو احتجاج کرنے اور چیخنے چلانے کے قابل نہیں رہے گی۔ میرے یار دلدار کی اطاعت قبول نہیں کرے گی تو ہوٹل کے اسی کمرے میں قیدی بن کر رہے گی۔ اپنی مرضی سے باہر نہیں جا سکے گی۔''

وہ سن رہی تھی۔ اس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا پھر اس نے غصے سے چیخنا چاہا تو منہ سے آواز نہ نکلی۔ وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ کوشش کے باوجود حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ تب وہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگی۔ ''اللہ.....! اللہ.....! اللہ.....!''

آواز نہیں نکل رہی تھی، کوئی نہیں سن سکتا تھا..... صرف خدا ہی اس کی تڑپتی ہوئی پکار سن رہا تھا۔ اس کے اندر ایک نامعلوم سا حوصلہ پیدا ہو رہا تھا کہ اسے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ ایمان مستحکم رہے تو بندوں پر آنچ نہیں آتی۔

ماں کہہ رہی تھی، اس کے کمرے میں کوئی اس کی آبرو لوٹنے کے لیے پہنچا ہوا ہے اور اس کا ایمان کہہ رہا تھا، کسی محافظ کے بغیر کسی ہتھیار کے بغیر اسے تحفظ حاصل ہوتا رہا ہے،

شیطانی ہتھکنڈے آزما لیے یا ابھی اور کچھ باقی ہے؟''

جینا سر جھکائے کھڑی تھی۔ شرمندگی ظاہر کر رہی تھی۔ بصرہ نے قریب آکر کہا۔ ''ہم ندی کے دو کنارے ہیں۔ کبھی نہیں مل سکتے۔ میں پرسوں یہاں سے چلی جاؤں گی..... تجھ سے دور، میرا ایمان ہے کہ تُو مجھے روک نہیں سکے گی۔''

وہ منہ پھیر کر دوسری طرف جانے لگی۔ جینا نے کچھ نہ کہا۔ کسی گناہ گار کی طرح سر جھکائے کھڑی رہی۔ بصرہ نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ وہ پہلی بار اپنی مغرور اور ضدی ماں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تڑپ گئی۔ جی میں آیا دوڑ کر جائے اور اس سے لپٹ جائے۔

اس نے خود پر ذرا جبر کیا۔ یہ نفرت اس لیے تھی کہ یہی ماں اپنی بیٹی کو بازاری بنانے والی تھی۔ اس نے دور ہی سے پوچھا۔ ''یہ ناٹک کیوں دکھا رہی ہے؟ کیوں مگرمچھ کے آنسو بہا رہی ہے؟''

وہ روتے ہوئے بولی۔ ''میرے باپ دادا شیطان کے پجاری تھے۔ میں شیطان کے پجاریوں کی نسل سے ہوں لیکن آج میں نے حد کر دی۔ اپنی جان سے زیادہ پیاری بیٹی کو جسم فروش بنانا چاہا۔ مجھے مرجانا چاہیے۔ میری بچی! میں تیرے ہاتھوں سے مرجانا چاہتی ہوں۔ اس گناہ گار چڑیل ماں کو مار ڈال..... اب میں تجھ سے نظریں ملا کر جی نہیں سکوں گی۔''

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس بار بصرہ خود کو نہ روک سکی..... دوڑتی ہوئی آکر ماں سے لپٹ گئی اور کہنے لگی۔ ''چپ ہو جا، میرا دل کہتا ہے تُو سچے دل سے پچھتا رہی ہے۔ آئندہ مجھ سے دشمنی نہیں کرے گی۔ ماما! میں نے تجھے معاف کیا۔ میرے خدا نے تجھے معاف کیا۔ چپ ہو جا، میں نے کبھی تجھے روتے نہیں دیکھا ہے۔ میں تجھے رلانا نہیں چاہتی۔ چپ ہو جا..... نہیں تو میں بھی رونے لگوں گی۔''

یہ کہتے ہوئے وہ بھی رونے لگی۔ جینا دل ہی دل میں خوش ہو گئی۔ تیر نشانے پر بیٹھا تھا۔ بیٹی اس کے دام میں آ رہی تھی۔ آئندہ وہ بیٹھا زہر بن کر اس کی پارسائی اور پاکیزگی کو خاک میں ملا سکتی تھی۔

☆☆☆

ذاکر میرا معمول اور تابع دار بن چکا تھا، یہ کڑوی بات وہ ابھی نہیں جانتا تھا۔ جینا کے زیر اثر رہ کر مطمئن تھا کہ ہم بابا صاحب کے ادارے سے باہر آکر اس کا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔ اگر کسی طرح سراغ لگا بھی لیں گے تو جینا اسے تحفظ فراہم کرے گی۔

ایک نیا نائب ایشورارا سوئم آنے والا تھا۔ اس کے آنے سے ذاکر کی اہمیت کم ہو گئی تھی۔ وہ آئندہ ایشورارا کہلانے والا نہیں تھا۔ یہ عہدہ اس سے لے لیا گیا تھا۔ نیا ایشورارا تمام اکابرین سے رابطہ رکھنے والا تھا۔ ایک ہی راستہ تھا۔ وہ مجھے اور سونیا کو زیر کر کے سیارے والوں کے راستے سے ہمیں ہمیشہ کے لیے ہٹا کر بہت بڑا کارنامہ انجام دے سکتا تھا۔

اس نے جینا سے کہا۔ ''میں تیرے احکامات کی تعمیل کرتا رہتا ہوں۔ تُو میرا ایک کام کر دے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا کام ہے...؟''

''میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، سونیا اور فرہاد بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر مجھے تلاش کرنے کس ملک میں گئے ہیں؟ تُو اپنی پُراسرار صلاحیتوں کے ذریعے مطلوبہ افراد تک پہنچ جاتی ہے۔ کیا ان کے پاس پہنچ سکے گی؟''

وہ بولی۔ ''میرا یار دلدار دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چشم زدن میں چلا جاتا ہے۔ میں اس کی طرح جسمانی طور پر پہنچ نہیں پاتی مگر میری آتما مطلوبہ افراد تک پہنچ جاتی ہے۔''

''یعنی سونیا اور فرہاد کہیں بھی چھپے ہوں تُو..... ان کی خبر لا سکتی ہے؟''

''بے شک، ان کا پتا ٹھکانا معلوم کر سکتی ہوں۔ ان کی تمام باتیں بھی سن سکتی ہوں۔''

میں ذاکر کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ بات تشویشناک تھی کہ وہ ہماری طرف آئے گی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ ہم سے دور ہی رہے تو بہتر ہے۔ ذاکر پوچھ رہا تھا۔ ''کیا تُو ان کی نظر میں آئے بغیر انہیں اپنی آواز سنائے بغیر ان کی خبر لا سکتی ہے؟''

''ہاں، میں اس لیے نظر نہیں آؤں گی کہ ان کے اندر پہنچ کر معلومات حاصل کروں گی۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''پھر تو گڑبڑ ہو جائے گی۔ وہ تیری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیں گے۔ تجھے اپنے اندر نہیں آنے دیں گے۔ تُو کسی آلۂ کار کے ذریعے بولے گی تو غیر معمولی مشین اس آلۂ کار کی وجہ سے تجھے ڈھونڈ نکالے گی۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''مجھے ڈھونڈ کر اور مجھے دیکھ کر وہ میرا کیا بگاڑ لیں گے؟ میں ان کے ہوش اڑا دوں گی۔''

''یہ اتنا آسان نہیں ہوگا..... تُو نہیں جانتی، وہ بہت خطرناک ہیں۔ تیرے ذریعہ مجھ تک پہنچ جائیں گے۔''

وہ کچھ سوچ کر بولی۔ ''میرے یار دلدار نے کہا ہے، مجھے فی الحال روحانی علوم جاننے والوں سے ٹکرانا نہیں چاہیے اور وہ دونوں بابا صاحب کے ادارے سے آئے ہیں۔ ان کے پیچھے روحانی قوتیں ہوں گی۔''

''یقیناً ہوں گی، اس لیے وہ کبھی کسی سے زیر نہیں ہوتے ہیں۔''

''ابھی میں ان کی طرف رخ نہیں کروں گی، پہلے بیٹی کو اپنے راستے پر لاؤں گی پھر کسی دوسرے معاملے میں پڑوں گی۔''

وہ مایوس ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا۔ ''یہ کم بخت سکون سے بیٹھا ہمارے خلاف ناقابل عمل منصوبے بنا رہا ہے۔ اس کا سکون برباد کرنا چاہیے۔''

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر میں نے فون کے ذریعے پانچ یوگا جاننے والے امریکی افسران کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو! میں نائب ایشورارا دوئم بول رہا ہوں۔''

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''مسٹر ایشورارا! تم کہاں گم ہو جاتے ہو؟ کم از کم چوبیس گھنٹوں میں ایک بار تو ہم سے رابطہ کرنا چاہیے۔''

میں نے کہا۔ ''میں آج کل بیمار رہتا ہوں۔ چونکہ کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا، اس لیے رازداری سے اپنا علاج کر رہا ہوں مگر مرض بڑھتا ہی جا رہا ہے۔''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''تم ہمیں خدمت کا موقع دو ہم بڑی رازداری سے تمہارا علاج کرائیں گے۔ امریکا اور یورپ کے اکابرین کو بھی تمہاری بیماری اور علاج کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔''

''میں نے یہی سوچ کر فون کیا ہے، مجھے کم از کم پانچ یوگا جاننے والے افسران پر بھروسا کرنا ہوگا ورنہ یہ مرض مجھے مار ڈالے گا۔''

''تمہارا علاج بڑی توجہ سے ہوگا، تم جلد ہی صحت یاب ہو جاؤ گے۔''

میں نے کہا۔ ''میرا ایک پرائیویٹ فون نمبر نوٹ کرو۔ ابھی اس نمبر پر بات کرو پھر میں اپنا موجودہ پتا بتاؤں گا۔''

میں نے انہیں ذاکر کا فون نمبر بتا کر رابطہ ختم کر دیا۔ اب میں اسکرین پر اس کی بدحواسی دیکھنے والا تھا۔ سونیا آرام کر رہی تھی۔ اس لیے میں پہلی بار اس مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔ میں نے سونیا کو بارہا آپریٹ کرتے دیکھا تھا۔ سارا سسٹم مجھے یاد تھا۔ تھوڑی سی دیر میں ذاکر اسکرین پر نظر آنے لگا۔

وہ جینا سے کہہ رہا تھا۔ ''اگر میں کسی طرح سونیا اور فرہاد کو مار ڈالوں تو گریٹ ایشورارا کی نظروں میں میری اہمیت بڑھ جائے گی۔ سمجھ میں نہیں آتا.....''

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ فون کا بزر اسے پکار رہا تھا۔ اس نے فون اٹھا کر ننھی سی اسکرین پر نمبر پڑھے پھر تعجب سے کہا۔ ''امریکن آرمی کا اعلیٰ افسر مجھے کال کر رہا ہے۔ تعجب ہے، اسے میرا نمبر کیسے معلوم ہو گیا؟''

جینا نے کہا۔ ''فون اٹینڈ کر اور اس سے پوچھ... وہی بتائے گا۔''

اس نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو.....!''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہیلو نائب ایشورارا دوئم! اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟''

ذاکر نے حیرانی سے پوچھا۔ ''میری طبیعت کو کیا ہوا ہے اور میرا فون نمبر تمہیں کیسے معلوم ہوا؟''

''ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے خود ہی فون پر کہا تھا کہ سخت بیمار ہو، تمہیں ہماری ضرورت ہے۔''

وہ شدید حیرانی سے بولا۔ ''میں نے تمہیں فون کیا تھا کہ میں سخت بیمار ہوں؟ یہ، یہ سب کیا ہے؟''

''مسٹر! تم نے یہ نمبر دے کر کہا تھا کہ ہم رابطہ کریں گے تو تم اپنا موجودہ پتا بتاؤ گے۔ تاکہ ہم تمہیں وہاں سے علاج کے لیے یہاں لے آئیں۔''

ذاکر نے پریشان ہو کر جینا کو دیکھا۔ اس نے کہا۔ ''میں سب سن رہی ہوں۔ یہ معلوم کر، کس نے تیرے نام سے انہیں فون کیا تھا؟''

اس نے کہا۔ ''ابھی جس نمبر سے فون کیا گیا، وہ نمبر تمہارے پاس محفوظ ہوگا، مجھے وہ نمبر بتاؤ؟''

اعلیٰ افسر نے نمبر بتائے، ذاکر نے کہا۔ ''میں تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ جینا نے کہا۔ ''اس نمبر پر کال کر..... اُدھر سے جو بھی بولے گا، میں اس کے اندر پہنچ جاؤں گی۔''

میں نے اپنے فون سے وہ سم نکال دی تھی۔ اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ کال کرنے پر اسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے جینا سے کہا۔ ''پلیز..... کسی طرح یہ معلوم کر، کسی کو میرا نمبر کیسے معلوم ہوا؟ جو بھی میرا نمبر جانتا ہے، وہ میرا موجودہ پتا بھی جانتا ہوگا۔''

وہ بولی۔ ''کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ تیرا پتا بھی

جانتا ہو۔''

میں نے پھر اپنے فون میں وہی سم ڈالی۔ اس ہوٹل کے نمبر پر رابطہ کیا۔ ایک کاؤنٹر گرل کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا۔ ''ہوٹل کے روم نمبر ون زیرو ون میں مسٹر ذاکر علی ہیں۔ پلیز، انہیں میرا پیغام پہنچادیں کہ آرمی کے پانچ افسران ان سے ملاقات کرنے آرہے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''آل رائٹ، میں ابھی پیغام پہنچاتی ہوں۔''

میں نے رابطہ ختم کیا، اُدھر ذاکر کے کمرے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ''ہیلو! کیا بات ہے؟''

کاؤنٹر گرل کی آواز سنائی دی۔ ''سر! آپ کے نام پیغام ہے۔ آرمی کے پانچ افسران آپ سے ملاقات کرنے آرہے ہیں۔''

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا۔ ''یہ پیغام کس نے دیا ہے؟''

''میں نہیں جانتی..... کسی نے فون پر یہ پیغام دیا پھر رابطہ ختم کردیا۔''

وہ ریسیور پٹخ کر فوراً کھڑا ہوگیا۔ جینا سے بولا۔ ''آرمی کے افسران کو میرا پتا معلوم ہوگیا ہے۔ وہ یہاں آرہے ہیں۔''

جینا نے کہا۔ ''اپنے حواس میں رہ۔ وہ افسران امریکا سے اتنی جلدی یہاں کیسے آسکتے ہیں؟ حقیقتاً تیرا یہ ٹھکانا وہی شخص جانتا ہے جس نے کاؤنٹر گرل کے ذریعے یہ پیغام دیا ہے۔''

وہ قائل ہوکر بولا۔ ''ہاں تُو ٹھیک کہتی ہے مگر یہ پناہ گاہ اب خفیہ نہیں رہی۔ مجھے فوراً یہ جگہ تبدیل کرنی ہوگی۔''

وہ جلدی جلدی اپنا سامان پیک کرنے لگا۔ جینا نے کہا۔ ''تُو کسی دشمن کی نظروں میں آگیا ہے۔''

وہ سفری بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے بولا۔ ''اور وہ دشمن دو ہی ہیں، سونیا اور فرہاد...'' وہ بیگ اٹھاتے ہوئے بولا۔ ''تُو میرے ساتھ نہیں چلے گی تو میں تنہا اور بے یارو مددگار رہوں گا۔''

''ابھی تُو جا، جہاں بھی جائے گا' میں وہاں بعد میں پہنچ جاؤں گی۔''

وہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔ فوراً ہی دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ جینا نے یہ نہیں پوچھا' وہ کہاں جائے گا؟ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اسے کہاں جاکر اپنی دوسری پناہ گاہ بنانی ہوگی؟...

فی الحال آنے والے افسران کی پہنچ سے کہیں دور نکل جانا تھا اور وہ اندھا دھند چلا جارہا تھا۔

جینا کو اس کی پریشانیاں سوچنے پر مجبور کررہی تھیں کہ کون اس کے پیچھے پڑ گیا ہے؟ کیا فرہاد کو اس کا فون نمبر اور موجودہ ٹھکانا معلوم ہوگیا ہے؟ مگر کیسے...؟

وہ تجسس میں مبتلا ہوکر میری طرف آنا چاہتی تھی۔ اس نے سوچا۔ ''پہلے اپنی بیٹی کو میٹھے زہر کی ایک خوراک دی جائے پھر معلوم کروں گی کہ ذاکر سے کون دشمنی کررہا ہے؟''

وہ وقتاً فوقتاً بصرہ کے اندر چپ چاپ جاتی رہتی تھی۔ اس کے اندر یہ سوچ پیدا کرتی تھی۔ ''میں کب تک تنہا زندگی گزاروں گی؟ میرا پہلا شوہر سچا مسلمان تھا۔ مجھے دل و جان سے چاہتا تھا۔ اس کی ہلاکت کے بعد کوئی ایسا نظر نہیں آرہا ہے' جس پر بھروسا کرسکوں۔''

جینا پھر اس کے اندر دوسری سوچ پیدا کرتی تھی۔

''مجھے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ خدا مجھ پر مہربان ہے' جس طرح مجھے غیبی مدد حاصل ہوتی رہتی ہے۔ اسی طرح جیون ساتھی کے سلسلے میں بھی آسمانی مدد حاصل ہوگی۔''

بصرہ عشا کی نماز کے بعد سو رہی تھی۔ تہجد کے لیے رات ایک بجے بیدار ہونے والی تھی۔ اس وقت گہری نیند میں تھی۔ جینا اس کے خوابیدہ دماغ میں ایک اجنبی نوجوان کو سر سے پاؤں تک دکھا رہی تھی مگر اس کا چہرہ صاف طور سے پیش نہیں کیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''بصرہ! تمہاری دعائیں قبول ہوگئی ہیں۔ مجھ پر بھروسا کرو، ایک رات میں نے خواب میں تمہیں دیکھا تھا۔ ایک بزرگ فرما رہے تھے کہ یہ نیک اور پارسا لڑکی حالات کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ خدا نے تمہیں اس کی دستگیری کے لیے بھیجا ہے۔ اسے اپنی شریک حیات بنا لو۔''

بصرہ خواب میں اس اجنبی کی باتیں سن رہی تھی۔ اسے اچھی طرح دیکھنا چاہتی تھی مگر اس کا چہرہ واضح نہیں ہورہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''آگہی واضح طور پر دکھائی نہیں دیتی۔ ایک اشارے کی طرح ملتی ہے۔ میں ابھی خواب خواب سا ہوں۔ جلد ہی تعبیر بن کر تمہارے سامنے آؤں گا۔''

وہ دور جاتے ہوئے بول رہا تھا۔ ''مجھے یاد رکھنا ...مجھے یاد رکھنا... میں تمہاری زندگی کا دوسرا اور آخری ہم سفر بن کر آنے والا ہوں، مجھے یاد رکھنا.....''

پھر وہ کہیں دور گم ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی بصرہ کی آنکھ کھل گئی۔ اسے کمرے کی چھت نظر آرہی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دائیں بائیں یوں دیکھنے لگی جیسے گم ہوجانے والے کو

''ثبوت دعویٰ''

پورٹریٹ کے لیے ماڈل ضروری ہوتا ہے۔ ہمارا ایک دوست جو صرف جانوروں کے پورٹریٹ بناتا ہے، اس نے ایک سیاست دان سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں آپ کا پورٹریٹ بناؤں تو سیاست دان نے کہا ''مگر آپ تو کہتے تھے کہ مجھے کوئی لاکھ روپیہ بھی دے تو جانوروں کے علاوہ کسی اور کی تصویر نہ بناؤں، اب آپ کا وہ دعویٰ کہاں گیا؟'' مصور نے کہا ''آج کل میں اپنے دعویٰ کے ثبوت اکٹھے کررہا ہوں۔''

ڈاکٹر یونس بٹ کی مزاحیات سے مدلل انتخاب

تعاون: رفعت رضا، کراچی

ڈھونڈ رہی ہو۔

جینا اپنی جگہ بیٹھی بڑی مکاری سے مسکرا رہی تھی۔ زیر لب کہہ رہی تھی۔ ''میری معصوم بچی اب اس خواب کی تعبیر کے لیے دن رات سوچتی رہے گی۔ میں اسے دو چار روز تک تڑپاؤں گی پھر خواب کے اجنبی شہزادے کو اس کے پاس پہنچا دوں گی۔ وہ میری بیٹی کے ایمان اور معیار کے مطابق ہوگا مگر وہ شہزادہ بڑا احرام زادہ ہوگا۔''

میں مشین کے سامنے بیٹھا جینا کو دیکھ رہا تھا۔ یہ نہیں جان سکتا تھا کہ وہ مکاری سے کیا سوچ رہی ہے؟ اس کے خیالات پڑھنا چاہتا تو وہ مجھے اپنے اندر محسوس کرلیتی۔ مجھے یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی بیٹی کو ایک سہانا سپنا دکھا رہی تھی۔ سونیا نے کہا۔ ''آدھی رات ہو رہی ہے۔ مشین بند کرو اور سو جاؤ۔''

میں نے کہا۔ ''ابھی بند کرتا ہوں۔ یہ جینا خاموش بیٹھی کسی پلاننگ میں مصروف ہے۔ شاید معلوم ہوجائے کہ یہ کیا کرنے والی ہے؟ ابھی یہ سونے جائے گی تو میں مشین بند کردوں گا۔ میں بھی تھکن محسوس کررہا ہوں۔''

اس وقت جینا سر جھکائے زیر لب کچھ پڑھ رہی تھی۔ اس نے پڑھنے کے دوران سر کو مزید جھکا کر اپنے سینے کی طرف پھونک مار کر وہی مالا نکالی جس میں شیطان کی کھوپڑی لاکٹ کی جگہ تھی۔

میں اسکرین پر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ انتہائی ہیبت ناک کھوپڑی تھی۔ اسے دیکھ کر بچے ڈر جاتے اور بڑے منہ پھیر لیتے۔ جبکہ جینا اسے گریبان کے اندر اپنے سینے سے لگا کر رکھتی تھی۔ اب وہ زیر لب بول رہی تھی۔ مشین کے اسپیکر سے اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

''سونیا، سونیا..... فرہاد، فرہاد.....''

میں نے چونک کر سونیا سے کہا۔ ''فوراً آؤ، یہ ہمارا نام لے رہی ہے۔''

وہ بیڈ سے اتر کر تیزی سے چلتی ہوئی مشین کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ جینا اس کھوپڑی کو دونوں ہاتھوں سے تھامے اپنے چہرے کے قریب لاکر سرگوشی کے انداز میں کہہ رہی تھی۔ ''میں ان کے اندر نہیں جاسکوں گی۔ انہیں خبر ہوجائے گی۔ میں تجھے تھام کر' تیری انگلی پکڑ کر وہاں جانا چاہتی ہوں۔ وہ کہاں ہیں؟ کیا کررہے ہیں؟ کیا انہوں نے ذاکر کو ڈھونڈ نکالا ہے؟ میرے یار! میرے دلدار! مجھے وہاں لے چل.....''

اس کی بات ختم ہوتے ہی منظر بدل گیا۔ اب اسکرین پر پیرس کے اس ہوٹل کا کمرا نہیں تھا بلکہ اس وقت جس ہوٹل کے کمرے میں ہم تھے۔ وہی کمرہ ہماری مشین کی اسکرین پر دکھائی دے رہا تھا۔ ہم خود کو مشین کی اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ کمرے کے ایک گوشے میں شیطان کی کھوپڑی نظر آرہی تھی۔

ہم نے سر گھما کر اس گوشے کی طرف دیکھا تو وہاں وہ کھوپڑی خلا میں معلق تھی۔ جینا جسمانی طور پر نظر نہیں آرہی تھی مگر یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ اس کا یار دلدار اسے ہمارے کمرے میں لے آیا ہے۔

میں نے کہا۔ ''اچھا تو تیرے یار نے تجھے یہاں تک پہنچا دیا ہے؟ بول! کس ارادے سے آئی ہے؟''

اچانک اسکرین پر منظر بدل گیا تھا۔ جینا پیرس کے اس ہوٹل کے کمرے میں شیطان کو ہاتھوں میں لیے بیٹھی ہوئی تھی۔ میری بات کے جواب میں کہہ رہی تھی۔ ''میرے ارادے نیک ہیں۔ مجھے اپنے اندر آنے دو پھر تفصیل سے بات ہوگی۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہمارے اندر آنا ضروری نہیں ہے۔ ہماری آواز مشین کے ذریعے تجھے سنائی دے رہی ہے۔ ہم بھی تیری بات سن سکتے ہیں۔ بول... کیا کہنا چاہتی ہے؟''

وہ بولی۔ ''میں نے تم لوگوں سے کبھی کوئی دشمنی نہیں کی

مگر تم میرے معاملے میں مداخلت کر رہے ہو۔''

''وضاحت کر، ہم کس معاملے میں مداخلت کر رہے ہیں؟''

وہ بولی۔ ''بصرہ میری بیٹی ہے۔ مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں اسے اپنے راستے پر چلاؤں۔ میں اسے بے حیائی کی طرف راغب کر رہی تھی لیکن تم لوگوں نے روحانی علم کے ذریعے میرے منصوبے کو ناکام بنا دیا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''تُو شیطان کی اولاد ہے اور بصرہ مسلمان ہونے کے بعد اب وہ ہم میں سے ہے۔ اس کے ایمان کو اس کی پارسائی کو سلامت رکھنا ہمارا فرض ہے۔ ہم آئندہ بھی اپنے فرائض ادا کرتے رہیں گے۔''

''تم چیلنج کر رہی ہو..... میں تم دونوں تک کیسے پہنچ گئی یہ ابھی دیکھ چکی ہو۔ کیا میری پُراسرار قوتوں کا اندازہ نہیں ہوا؟''

''ہم نے بصرہ کے معاملے میں تیری شیطانی قوتوں کو بے اثر کر دیا۔ کیا تجھے ہماری روحانی قوتوں کا اندازہ نہیں ہوا؟''

''میں انجانے میں مات کھا گئی۔ جوابی کارروائی کروں گی تو جانتی ہو کیا ہوگا؟''

سونیا نے بے پروائی سے کہا۔ ''بتا دے، کیا ہوگا؟''

''جس طرح ذاکر تم لوگوں سے چھپ رہا ہے، اسی طرح تم دونوں سیارے والوں سے چھپتے پھرو گے اور میں انہیں گائیڈ کرتی رہوں گی کہ تم پناہ لینے کے لیے کہاں کہاں بھٹک رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''تُو عقل سے پیدل ہے۔ ہمیں چھپنا ہوتا تو بابا صاحب کے ادارے میں ہی رہتے مگر ہم تو کھلے میدان میں چیلنج کرنے نکلے ہیں۔ کوئی مقابلے پر آئے تو سہی۔''

وہ بولی۔ ''فی الحال میں یہ چیلنج قبول نہیں کروں گی۔ میرے یار دلدار نے تاکید کی ہے، مجھے دوسروں کے معاملات سے الگ تھلگ رہنا چاہیے۔ میں صرف اپنی بیٹی کے معاملے سے دلچسپی لوں گی۔ تم دونوں کو سمجھاتی ہوں، ہم ماں بیٹی کے جھگڑے میں نہ پڑو۔ بصرہ کو بھول جاؤ۔''

''تُو ہمیں سمجھا رہی ہے جبکہ اچھی باتیں ہم سمجھا رہے ہیں کہ اپنی بیٹی کی ماں بن کر رہ..... بازاری دلالہ نہ بن، تُو بصرہ کو ایمان کی راہ سے کبھی بھٹکا نہیں سکے گی۔ ہم اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''مجھے یہ سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ تم میری بیٹی کی بہتری چاہتے ہو۔ میں تمہیں آزما رہی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ میں نے رو رو کر بصرہ سے معافی مانگی تھی۔ اس نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ آئندہ تم سب دیکھو گے کہ بصرہ اپنے طور پر زندگی گزارنے کے لیے آزاد ہوگی۔ اپنی مرضی سے شادی کرے گی۔ میں کبھی اسے شیطانی راستے پر نہیں لاؤں گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''بیٹی کے ساتھ نیکی کرنے کے لیے لازمی ہے کہ پہلے تُو راہ راست پر چلے۔ یہ ناممکن ہے کہ شیطان کسی کو نیکی کرنے دے۔ تُو اس کی کھوپڑی کو کلیجے سے لگا کر بیٹی کو نیکی اور پارسائی سے رہنے نہیں دے گی۔''

میں نے کہا۔ ''تیری بہتری اسی میں ہے کہ بصرہ پر کسی طرح کی آنچ نہ آنے دے ورنہ بہت بری طرح پچھتائے گی۔''

جینا نے کہا۔ ''میں بحث نہیں کروں گی۔ جس طرح کیچڑ میں کنول کھلتے ہیں، اسی طرح میں شیطان کی محبوبہ رہ کر اپنی بیٹی سے نیکی کروں گی۔ آنے والا وقت تمہیں میری سچائی کا یقین دلائے گا۔''

سونیا نے کہا۔ ''ٹھیک ہم دیکھیں گے کہ شیطان نیکی کیسے کرتا ہے؟ جبکہ آج تک ایسا نہیں ہوا ہے۔''

جینا نے کہا۔ ''میں اپنی بیٹی سے نیکی کر رہی ہوں یا نہیں؟ جب تک میری سچائی ثابت نہ ہو جائے تب تک مجھ سے ایک سمجھوتا کرو۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیسا سمجھوتا.....؟''

''یہی کہ ذاکر سے دشمنی نہیں کرو گے۔ نہ اسے ہلاک کرو گے اور نہ ہی اس کا پتا ٹھکانا کسی کو بتاؤ گے۔''

''میں جانتا ہوں، تُو نے ذاکر کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔ اسی لیے اس کی سلامتی چاہتی ہے۔ وہ ایک ذہین سائنسدان ہے۔ تُو اس سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتی ہے؟''

''میں سیارے سے آنے والوں کو اس کی طرح غلام بنانا چاہتی ہوں۔''

سونیا نے کہا۔ ''بڑے نیک خیالات ہیں، ہم ایسی نیکیاں کرنے سے تجھے نہیں روکیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''اس سلسلے میں ایک شرط ہے۔ سیارے والے اپنے ساتھ جو بھی مشینیں لایا کریں گے، انہیں ہم اپنی تحویل میں لے لیا کریں گے۔''

وہ بولی۔ ''مجھے مشینوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، اس لیے تمہاری یہ شرط منظور کرتی ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''تجھے یہ تو معلوم ہوگا کہ ذاکر اب ایشورارا نہیں رہا ہے۔ سیارے سے ایک تیسرا نائب ایشورارا

حبیب جالب

حبیب جالب ہمارے وہ شاعر ہیں جنہیں مخالفین بھی حبیب ہی کہتے ہیں اور پھر یہ اردو کے واحد شاعر ہیں جن کے نام میں ہی لب آتا ہے، کلام میں نہیں۔ مصائب جھیلنا ان کے لیے آسان ہے، البتہ خوشی جھیلنا مشکل ہے۔ آج تک کسی حکمران کے آگے سر نہیں جھکایا، ایک کے آگے جھکایا اور وہ اب تک ان کے گھر میں حکمران ہے۔

مزاحیات مصنف ڈاکٹر یونس بٹ سے انتخاب

مرسلہ: رفعت رضا، کراچی

آنے والا ہے؟''

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی۔ ''میں جانتی ہوں، وہ کسی وجہ سے ابھی ہماری زمین پر نہیں آیا ہے۔ شاید کل تک آ جائے گا۔''

میں نے کہا۔ ''چلو... کل ہی سہی۔ وہ کہاں روپوش رہے گا؟ یہ ہم نہیں جان سکیں گے لیکن تُو جس طرح ابھی ہمارے پاس پہنچ گئی تھی، اسی طرح اس نائب ایشورارا سوئم تک بھی پہنچ سکتی ہے۔''

''بے شک، وہ جیسے ہی یہاں آئے گا، میں اس کی خفیہ پناہ گاہ کا سراغ لگا لوں گی۔''

''کیسے لگائے گی؟ وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ تُو اس کے اندر نہیں جا سکے گی۔ شیطان کی کھوپڑی لے کر جائے گی تو وہ اپنی مشین کی اسکرین پر تجھے دیکھ لے گا۔ ہم نہیں چاہتے کہ وہ تجھے دیکھے۔ پہلے ہم اسے اپنی مشین میں پہنچ کریں گے پھر تیرے حوالے کر دیں گے۔''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی۔ ''پھر تو مجھے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔''

''ایک سیدھی سی تدبیر ہے۔ وہ جس مکان میں ہوگا، تُو اس کی چار دیواری کے اندر نہیں جائے گی۔ باہر سے ہی معلوم کرے گی کہ وہ مکان کس ملک کے کس علاقے کے کس محلے یا گلی میں ہے؟ باقی معلومات ہم حاصل کر لیں گے۔''

''اچھی بات ہے، میں یہی کروں گی۔''

میں نے کہا۔ ''ہم رابطہ ختم کر رہے ہیں۔ نائب ایشورارا سوئم آئے گا، تب تجھ سے رابطہ کیا جائے گا۔''

وہ لائٹ آف کر کے بیڈ پر سونے کے لیے چلی گئی۔ کمرے میں تاریکی چھا گئی تھی، اس لیے وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ سونیا نے مشین بند کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ بڑی مکار ہے، اس نے کمرے میں اندھیرا کیا ہے تاکہ ہم اسے سوچتے ہوئے یا کچھ کرتے ہوئے نہ دیکھ سکیں۔''

ہم بھی بیڈ پر آ گئے۔ صبح تک جینا کے کمرے میں تاریکی رہتی، لہٰذا ہم بھی آرام سے سو گئے۔ اس کی نیند اُڑ چکی تھی۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی۔ ''ان کی مشین نے مجھے کیچ کر لیا ہے۔ وہ دن رات، جب چاہیں گے، مجھے کہیں بھی کسی بھی حالت میں دیکھتے رہیں گے۔ میں آزادی سے اپنے کسی منصوبے پر عمل نہیں کر سکوں گی۔ ایک طرح سے ان کی قیدی بن گئی ہوں۔ نہیں، میں ان کے شکنجے میں نہیں آؤں گی۔''

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر گریبان کی اندر سے شیطان کی کھوپڑی کو نکال کر اسے منہ کے قریب لا کر سرگوشی کرنے لگی۔ ''کیا تُو اپنی محبوبہ کو کسی اور کی گرفت میں دیکھنا گوارا کرے گا؟ تُو میرے حالات سے بے خبر نہیں ہے۔ میں اس مشین کی گرفت سے رہائی چاہتی ہوں۔''

اس کے اندر شیطانی آواز ابھرنے لگی۔ ''گرفت میں رہ کر گرفتار کرنے والے کو گرفتار کرنا بڑی بات ہے اور تُو یہ بڑا کام کرے گی۔'' وہ بول رہا تھا۔ ''تُو بظاہر مجبور ہوگی۔ مشین کی اسکرین پر انہیں نظر آتی رہے گی۔ میں جب چاہوں گا، ان کی نظروں سے تجھے اوجھل کر دوں گا مگر ابھی نہیں... ابھی انہیں خوش ہونے دے۔ وہ جو کام تجھ سے لے رہے ہیں، اسے کرتی جا۔ اس طرح تُو ان کے اندرونی معاملات اور ان کی چالبازیوں کو سمجھتی رہے گی۔''

''جب تُو سمجھ لیتا ہے تو پھر مجھے سمجھنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''جہاں روحانی عوامل آڑے آتے ہیں، وہاں عارضی طور شیطنت بے بس ہو جاتی ہے۔ تُو بے بس اور مجبور بن کر میرا مشن پورا کرے گی۔ وہاں سیارے والوں کو اس وقت حکومت قائم کرنے دے گی، جب وہ سب تیرے غلام اور

میرے پجاری بن جائیں گے۔''

ازل سے یہ تنازعہ جاری ہے کہ ہماری اس دنیا میں ایمان کا بول بالا ہوگا یا شیطان کی حکمرانی رہے گی؟ شیطان اب بھی اپنی حکمرانی قائم کرنے کے لیے دن رات مصروف رہتا ہے۔ ایسے میں وہ سیارے کے ایک ایک فرد سے لے کر گریٹ ایشورارا تک سب ہی کو اپنا عقیدت مند اور پجاری بنالیتا تو واقعی وہ سب اس کی عظمت کو تسلیم کر کے اس کی پرستش کرنے لگتے پھر اس زمین پر ایمان برائے نام رہ جاتا یا شاید رہتا بھی نہیں۔

ازل سے شیطان کا جو مشن ادھورا رہ گیا تھا' وہ اب سیارے والوں کے ذریعے پورا ہوسکتا تھا۔ جینا کے یار دلدار نے اسے سمجھایا کہ ابتدا میں روحانی علوم کے جاننے والوں سے نہ ٹکرایا جائے۔ ان سے کترا کر اپنے مشن پر توجہ دی جائے۔ سونیا اور فرہاد سے عارضی طور پر سمجھوتا کیا جائے پھر وہ مکھن کے بال کی طرح اپنی محبوبہ کو مشین کی گرفت سے نکال لے گا۔

ذاکر نے اپنے فون سے وہ سم نکال کر پھینک دی تھی کیونکہ آرمی کے افسران بار بار اسے کال کر رہے تھے۔ اس نے جینا سے رابطہ کر کے پوچھا۔ ''کیا فرہاد میرا سراغ لگا چکا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''ہاں، وہ تجھے آئندہ بھی اسی طرح دوڑا دوڑا کر مارنا چاہتا تھا مگر میں نے اس سے سمجھوتا کیا ہے، وہ اب تیری طرف رخ نہیں کرے گا۔''

''تُو شیطانی قوت رکھتی ہے' تجھے اس سے انتقام لینا چاہیے تھا۔ اس کے برعکس تُو نے اس سے سمجھوتا کرلیا۔''

''میں بہتر جانتی ہوں' مجھے کن حالات میں کیا کرنا ہے؟ میرا احسان مان کہ فرہاد نے تیرا پیچھا چھوڑ دیا ہے۔''

''میں اسے سونیا کے ساتھ ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ گریٹ ایشورارا کی نظروں میں اہمیت حاصل کرنا چاہتا تھا مگر تُو ایک طرح سے ان دونوں سے دوستی کر چکی ہے۔ میرا کیا بنے گا؟''

''تُو میرا غلام ہے۔ غلام ہی رہے گا۔ ضرورت کے وقت کام آئے گا۔ اپنی اوقات میں رہے گا تو تجھے عیش و آرام کی زندگی ملتی رہے گی۔''

اس نے فون بند کردیا۔ بصرہ کی طرف دھیان دینے لگی۔ اس نے ایک ایسے مسلمان کو ٹریپ کیا تھا جو بصرہ کی طرح روزے نماز کا پابند تھا۔ اپنی محنت کے ذریعے حلال کی روزی کماتا تھا۔ کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔

جینا نے اپنے شیطانی عمل سے اس کا دماغ الٹ دیا تھا۔ اس شیطانی عمل کے نتیجے میں وہ آدھا تیتر آدھا بٹیر ہوگیا تھا۔ جینا نے اسے روزے نماز کا پابند بنے دیا تھا مگر اس کے اندر جھوٹ' فریب اور مکاریوں کا زہر بھر دیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں تسبیح ہوتی تھی، زبان پر اللہ اللہ ہوتا تھا اور دماغ میں شیطانی خیالات پکتے رہتے تھے۔ جینا نے اس کے شیطانی خیالات کے خانے کو مقفل کردیا تھا۔ خیال خوانی کرنے والے چور خیالات تک پہنچنے کے باوجود اس کے منفی خیالات نہیں پڑھ سکتے تھے۔

بصرہ ایک شاپنگ سینٹر میں تھی۔ اپنی ضرورت کی چیزیں خرید رہی تھی۔ جب اس نے خریدے ہوئے سامان کا بل ادا کرنے کے لیے پرس کھولا تو پتا چلا' وہ خالی ہے۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی۔ ''میں نے اس میں پچیس ہزار ڈالرز رکھے تھے۔ وہ کیسے غائب ہوگئے؟''

جینا نے غائب کیے تھے۔ اس کے اندر رہ کر تماشا دیکھ رہی تھی۔ بصرہ اس کی مرضی کے مطابق سوچنے لگی۔ ''میں دوسرے کاؤنٹر پر شیمپو خریدتے وقت اپنے پرس سے غافل ہو گئی تھی۔ ایسے ہی وقت کسی نے ہاتھ کی صفائی دکھائی ہوگی۔''

دکاندار نے پوچھا۔ ''کیا ہوا....؟''

وہ ندامت سے بولی۔ ''سوری، میں یہ چیزیں خرید نہیں سکتی۔ کسی نے میرے پرس سے رقم چرالی ہے۔''

دکاندار نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''بعض خواتین خالی پرس لے کر دکھاوے کے لیے شاپنگ کرنے آتی ہیں۔ ادائیگی کے وقت یہی کہتی ہیں کہ کسی نے انہیں لوٹ لیا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''تم خوامخواہ طعنہ دے رہے ہو۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔''

''کیسے یقین کیا جائے کہ سچ بول رہی ہو؟''

ایسے وقت ایک اجنبی نے ان کی طرف آتے ہوئے بصرہ کو نوٹوں کی ایک گڈی دکھائی اور کہا۔ ''میڈم! یہ تمہاری رقم ہے! اسے گن کو دیکھو یہ پوری ہے یا نہیں؟''

بصرہ نے فوراً اس گڈی کو لپٹے ہوئے اجنبی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ بولا۔ ''ایک شخص تمہارے پرس سے یہ رقم نکال کر بھاگنا چاہتا تھا۔ میں نے چوری کرتے ہوئے دیکھا تو فوراً ہی لپک کر اسے پکڑ لیا۔''

بصرہ نے پوچھا۔ ''کہاں ہے وہ چور؟ کیا تم نے اسے پولیس کے حوالے کیا ہے؟''

''مجھے افسوس ہے، میں نے ایسا نہیں کیا۔''

دکاندار نے پوچھا۔ ''پولیس کے حوالے کیوں نہیں

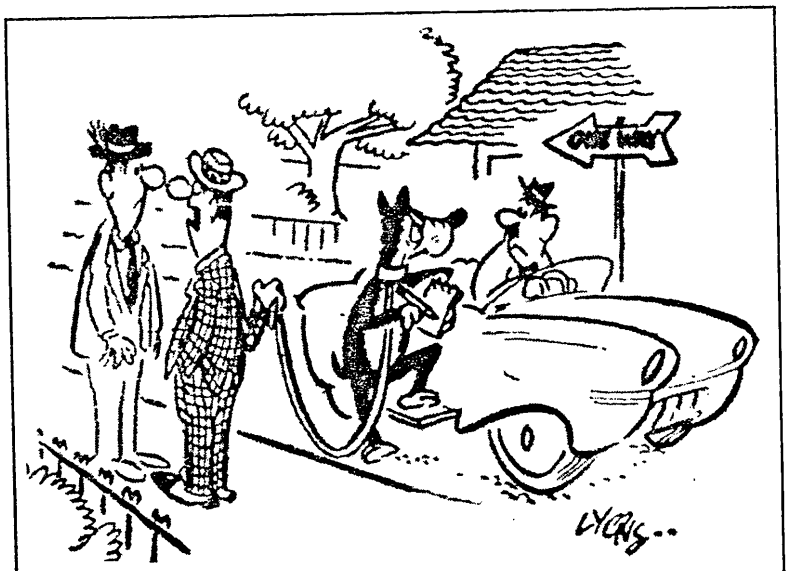

''اصل میں، میرے پاس آنے سے پہلے یہ پولیس کا کتا تھا.....''

کیا؟ کیا اس سے رشتے داری تھی؟''

اجنبی نے دکاندار کو گھور کر کہا۔ ''یوشٹ اپ، میں ایک شریف آدمی ہوں اور شریفوں کی قدر کرتا ہوں۔ وہ پیشہ ور چور نہیں تھا۔ اس نے روتے ہوئے مجھے بتایا کہ اس کی ماں اسپتال میں ہے۔ اسے ایک بڑی رقم کی ضرورت تھی۔ اس نے بہت مجبور ہو کر زندگی میں پہلی بار چوری کرنے کی جرأت کی اور پکڑا گیا۔''

بصرہ نے پوچھا۔ ''وہ کہاں ہے؟ میں اس کی ماں کا علاج کراؤں گی۔ اسے جتنی رقم کی ضرورت ہوگی، دوں گی۔''

اس نے کہا۔ ''اے نیک دل خاتون! میں نے اپنی جیب سے اسے پانچ ہزار ڈالرز دیے ہیں۔ یہاں قریبی اسپتال ہولی کراس میں اس کی ماں سخت بیمار ہے۔ اگر تم اس کی عیادت کے لیے جاؤ گی تو یہ بہت بڑی نیکی ہوگی۔''

وہ بولی۔ ''تم بہت اچھے ہو، کیا مجھے وہاں لے چلو گے؟ میں اس شہر میں پہلی بار آئی ہوں۔''

یوں ان کے درمیان شناسائی کی ابتدا ہوئی جینا نے زبردست ڈراما پلے کیا تھا۔ ایک بیمار عورت کو سچ مچ اسپتال پہنچایا تھا اور اسی نے اس کے بیٹے کو بصرہ کے پرس سے رقم چرانے پر مجبور کیا تھا۔ وہ اس خاتون سے ملنے اسپتال گئی تو اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ اس اجنبی نے چوری کرنے والے کو پانچ ہزار ڈالرز دیے تھے۔ بصرہ نے بیمار خاتون کو دس ہزار ڈالرز دیے۔ وہ اجنبی کی انسانیت اور شرافت سے متاثر ہوگئی تھی۔

اس نے اسپتال سے واپسی پر کہا۔ ''اگر تم برا نہ مانو تو ایک بات کہنا چاہتا ہوں؟''

اس نے کہا۔ ''وہ بات ضروری ہے تو کہنا چاہیے۔ اگر مجھے بری لگے گی تو میں منہ پھیر کر چلی جاؤں گی۔''

''دراصل میں اس شاپنگ سینٹر میں تمہیں دیکھ رہا تھا تو مجھے یاد آیا کہ پہلے بھی تمہیں کہیں دیکھا ہے۔ ایسے ہی وقت میں نے اسے چوری کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔''

اس نے پوچھا۔ ''بھلا تم نے مجھے کہاں دیکھا ہوگا؟ میں تو اس شہر میں پہلی بار آئی ہوں۔''

''میں نے تمہیں خواب میں دیکھا تھا۔''

بصرہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''تم مجھے خواب میں بہت مصیبت زدہ دکھائی دیں۔ کسی نے تمہارے شوہر کو قتل کردیا۔ کوئی بلا تمہارے پیچھے پڑ گئی ہے جو تمہیں دینِ اسلام کی راہ پر چلنے سے روکتی رہتی ہے۔''

وہ اس کے خواب سے متاثر ہو کر بولی۔ ''تم درست کہہ

رہے ہو۔''

وہ بولا۔ ''تو پھر یہ یقین کرلو کہ تمہاری دعائیں قبول ہوگئی ہیں۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ ایک رات میں نے تمہیں خواب میں دیکھا تھا۔ ایک بزرگ فرما رہے تھے کہ یہ نیک اور پارسا لڑکی حالات کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔''

بصرہ حیرانی اور پریشانی سے یہ باتیں سن رہی تھی۔ جنہیں آج سے چار دن پہلے اپنے خواب میں بھی سن چکی تھی۔ وہ اجنبی بالکل وہی الفاظ' وہی فقرے ادا کر رہا تھا۔ ''بزرگ نے فرمایا تھا کہ خدا نے مجھے تمہاری دستگیری کے لیے بھیجا ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں تمہیں اپنی شریکِ حیات بنالوں.....''

وہ بالکل وہی خواب والی باتیں دہرا رہا تھا اور بصرہ کا دل یہ سوچ کر تیزی دھڑک رہا تھا کہ واقعی خدا نے اس کی دعائیں قبول کرلی ہیں۔ ایک سچا اور دیانتدار جیون ساتھی اس کی سامنے پہنچادیا ہے۔

اس نے کہا۔ ''میں اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ مجھے ہمیشہ سے غیبی مدد حاصل ہوتی رہتی ہے۔ آج تو انتہا ہوگئی..... جو خواب دیکھا تھا' اس کی ہو بہو تعبیر مل گئی ہے۔ آج میں تمام رات عبادت کروں گی۔''

اجنبی نے کہا۔ ''میں اپنا تعارف کرادوں، میرا نام جلال اصغر ہے۔''

بصرہ نے ایک دم سے چونک کر پوچھا۔ ''جلال اصغر.....؟''

''تم چونک کیوں گئیں؟ حیران کیوں ہو؟''

اس نے کہا۔ ''عجیب اتفاق ہے' میرے مقتول شوہر کا نام اصغر جلالی تھا۔''

جلال اصغر نے کہا۔ ''یہ تمام قدرتی اشارے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ہمیں بھرپور اعتماد کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوجانا چاہیے۔''

''میں تمہاری باتوں سے انکار نہیں کروں گی لیکن یہ ہماری پہلی اور بہت ہی مختصر سی ملاقات ہے۔ میرے اندر خوشی بھی ہے اور گھبراہٹ بھی۔ مجھے ذرا سنبھلنے کا موقع دو۔ میں کل کسی وقت تم سے فون پر بات کروں گی۔''

انہوں نے ایک دوسرے کو اپنا فون نمبر بتایا۔ جینا بیٹی کے اندر رہ کر اس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہوگئی۔ اس نے جو ڈراما پلے کیا تھا' وہ توقع سے زیادہ کامیاب رہا تھا۔ جلال اصغر بہت جلد شوہر بن کر اس کی زندگی میں ہلچل پیدا کرنے والا تھا۔

☆☆☆

گریٹ ایشورارا جس نائب ایشورارا سوئم کو زمین پر بھیجنا چاہتا تھا۔ اس کا نام خرّاٹا تھا۔ وہ ایک شاطر سیاسی بازی گر تھا۔ اس سے یہ توقع تھی کہ وہ تمام اکابرین کو اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں کو سیاسی چالبازیوں سے مات دے گا۔

گریٹ ایشورارا کو یقین تھا کہ پچھلے دو ایشورارا کی طرح خرّاٹا اسے مایوس نہیں کرے گا۔ ان کی کی طرح کوئی غلطی کرے گا اور نہ ہی ناکامیوں سے دوچار ہوگا پھر بھی اس نے فیوچر ٹیلنگ مشین سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ خرّاٹا کے ذریعے دنیا میں کامیابی کے کتنے فیصد امکانات ہیں؟

لیکن آپریٹ کرتے وقت پتا چلا کہ مشین میں کچھ خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ اس نے خرّاٹا سے کہا۔ ''تو ابھی اس دنیا میں نہیں جائے گا۔ پہلے اس مشین کی مرمت ہوگی۔ اس سے مشورے لیے جائیں گے۔ اس کے بعد تجھے روانہ کیا جائے گا۔''

وہ دو دن تک اس کی مرمت کرتا رہا۔ ایسے وقت خرّاٹا اکابرین کے اور مسلمانوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتا رہا۔ مشین استعمال کے قابل ہوئی تو گریٹ ایشورارا نے اس کے اندر خرّاٹا کی پوری لائف ہسٹری فیڈ کی پھر پوچھا۔ ''کیا خرّاٹا ارضی دنیا میں میری خاطر خواہ نمائندگی کرسکے گا؟''

مشین سے تحریری جواب ابھرا۔ ''یہ اپنی بھرپور صلاحیتوں سے نمائندگی کرے گا۔ تیری برتری قائم رکھنے کی کوشش کرتا رہے گا لیکن انجانے میں دھوکا بھی کھاتا رہے گا۔''

''دھوکے کی نوعیت بتا' کس سے دھوکا کھائے گا؟ کیا تابع دار بننے والے اکابرین سے؟''

''اکابرین فی الحال تیرے حمایتی اور فرمانبردار رہیں گے۔ تیری سائنس کے مقابلے میں اب تک روحانیت کے علمبردار تھے اب شیطانی قوتیں بھی کچھ نقصان پہنچائیں گی مگر توقع سے زیادہ فائدہ بھی ہوگا۔''

''تھوڑا نقصان اٹھا کر زیادہ فائدے حاصل کروں گا۔ مجھے ان شیطانی قوتوں کے متعلق بتا...؟''

''جو باتیں' جو چیزیں اسرار کے پردے میں ہیں۔ ان کے متعلق کچھ زیادہ بتایا نہیں جاسکتا مگر تیرے حوالے سے یہ بتایا جاسکتا ہے کہ شیطان کے آگے جھکنے سے تجھے کامیابیاں حاصل ہوں گی۔''

THE LASERDOT

''راستے میں چاندی پڑی ہو تو اسے اٹھانے کے لیے جھکنا ہی پڑتا ہے۔ میں جھک جاؤں گا اور شیطان کو برتر تسلیم کرلوں گا۔''

پھر اس نے تحریری سوال کیا۔ ''جو تھوڑا نقصان پہنچے گا' اس کے متعلق کچھ بتا؟''

''وضاحت سے بتایا نہیں جا سکتا۔ نقصان ہوتا ہے مال کے جانے سے یا جان کے جانے سے ... تیرے نمائندے کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ وہاں جانے کے بعد جان تو نہیں جائے گی۔ مال جائے گا۔''

فیوچر میلنگ مشین نے کچھ پیشگوئیاں' کچھ اشارے دیے اور کچھ راہیں بھی دکھائیں کہ انہیں کن حالات میں کیا کرنا چاہیے؟

اس نے مشین کو بند کرنے کے بعد خرّاٹا کو بلایا۔ اس نے حاضر ہو کر کہا۔ ''میرے آقا! مشین نے میرے حق میں کیا پیشگوئی کی ہے؟ کیا میں ارضی دنیا میں جا سکوں گا؟''

اس نے کہا۔ ''ہُوں، جائے گا مگر وہاں کانٹوں میں رہے گا۔ کہیں کسی مرحلے پر دھوکا بھی کھائے گا۔ کچھ نقصان بھی اٹھائے گا لیکن کامیابیاں بھی حاصل کرے گا۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں' پوری دیانتداری اور حاضر دماغی سے کام کروں گا۔ کسی ممکنہ دھوکے سے بچنے کی کوشش کروں گا۔ اگر کسی نے فریب دیا تو اس کے لیے بہت مہنگا پڑوں گا۔''

''میں جانتا ہوں' تُو بہت شاطر ہے۔ وہاں شیطانی قوت سے بھی سامنا ہوگا۔ تیری حکمتِ عملی یہ ہوگی کہ تُو ان کو چیلنج نہیں کرے گا بلکہ ان سے سمجھوتا کرے گا۔ وہاں اپنی حکومت قائم کرنے کی خاطر شیطان کا عقیدت مند اور پجاری بھی بن جائے گا۔''

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا۔ ''میں یہی کروں گا میرے آقا...!''

''ہماری اس مشین نے کہا ہے' ارضی دنیا میں تجھے جان کا نہیں' مال کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ وہاں تیرے مال و اسباب میں آڈیو ویڈیو کیسیٹ رنگ مشین سب سے اہم ہوگی۔ اگر وہ تیرے ہاتھ سے نکلے گی تو بے شک تُو نا قابلِ برداشت نقصان اٹھائے گا۔ اس کے بغیر تنہا اور کمزور ہو جائے گا۔''

''ایسا ہوگا تو واقعی میں کسی بھی پناہ گاہ کو خفیہ نہیں بنا سکوں گا۔ جس دشمن کے ہاتھ میری مشین لگے گی' وہ مجھے اس کے ذریعے دیکھے گا۔ مجھے دوڑا دوڑا کر مارڈالے گا۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''مشین بہت اہم ہے۔ کوئی ایسی تدبیر کرنی ہوگی کہ اسے کوئی دوسرا چرا کر نہ لے جا سکے اور لے جائے تو اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔''

خرّاٹا کی روانگی پھر کچھ دنوں کے لیے ملتوی ہوگئی۔

گریٹ ایشورارا نے مشین کا نقشہ سامنے رکھ کر پلانک کی پھر پاس ورڈز کے سسٹم میں تبدیلیاں کیں۔ خرّاٹا کو سمجھایا کہ وہ مخصوص پاس ورڈز کے ذریعے مشین کو لاکڈ رکھے گا۔ اس طرح کوئی چرانے والا اسے آن کرنے کے لیے اپنے اندازے سے پاس ورڈز آزمائے گا تو اس میں رکھا ہوا خفیہ سیل بم پھٹ پڑے گا۔ اس طرح مشین کے ساتھ اس چور کے بھی چیتھڑے اڑ جائیں گے۔ ایسے ٹھوس انتظامات کے بعد اس نے خرّاٹا کو مشین کے ساتھ سیارے سے روانہ کر دیا۔

جینا اپنی بیٹی کے معاملے میں مصروف تھی۔ بصرہ ایک ہفتے تک جلال اصغر سے ملاقاتیں کرتی رہی تھی۔ کبھی دینی معاملات میں گفتگو کرتی تھی۔ کبھی اس کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے کہیں نکل جاتی تھی۔ وہ اس سے بے حد متاثر ہوئی تھی اور جینا اس کے اندر رہ کر ایک جیون ساتھی کے لیے اس کے جذبات بھڑکاتی رہتی تھی۔ آخر اس نے ایک ہفتے بعد جلال اصغر سے نکاح پڑھوالیا۔

وہ ایک دلالہ بن کر بیٹی کو بازاری عورت بنانے میں ناکام رہی تھی۔ یہی کام اس نے ماں کی محبت کا فریب دے کر کرلیا تھا۔ اسے ایک مکار اور فریبی شخص کی آغوش میں پہنچا دیا تھا۔ اپنی پلاننگ کے مطابق اسے آئندہ گناہوں کی دلدل میں پہنچانے والی تھی۔

میں نے جلال اصغر کے چور خیالات پڑھے تھے۔ مجھے یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ بصرہ کی طرح نیک اور پارسا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جینا نے عارضی طور پر اسے سچ مچ ایک ایماندار شخص بنا دیا ہے۔ تاکہ میں خیال خوانی کے ذریعے ایک جذباتی ماں کے عزائم کو سمجھ نہ سکوں اور واقعی میں دھوکا کھا چکا تھا۔

سونیا نے مجھ سے پوچھا۔ ''کیا تم مطمئن ہو؟''

''ہاں، کسی کے چور خیالات کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ جلال اصغر نے صدقِ دل سے بصرہ کو شریکِ حیات بنایا ہے۔''

''کیا جینا اس کا برین واش نہیں کر سکتی؟ شیطانی عمل کے ذریعے اسے بگلا بھگت نہیں بنا سکتی؟''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''وہ ایسا کر سکتی ہے لیکن ہمیں دھوکا دینے کی حماقت نہیں کرے گی۔ وہ ہمارے تعاون سے سیارے والوں کو اپنا غلام بنانے والی ہے۔ ہمارے

مخالفت مول لے کر اپنے مقصد میں ناکام ہونا نہیں چاہے گی۔''

سونیا نے کسی حد تک قائل ہو کر کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ ہم بصرہ اور جلال اصغر پر نظر رکھیں گے اور شاید انوشے بھی ان سے غافل نہیں ہوگی۔''

ہم پچھلے دس دنوں سے نائب ایشورارا سوئم (خرّاٹا) کا انتظار کر رہے تھے۔ گریٹ ایشورارا کن مسائل سے دوچار ہو رہا تھا..... یہ ہم نہیں جانتے تھے۔ ہم نے مشین کی اسکرین پر جینا کو دیکھ کر مخاطب کیا۔ ''ہیلو جینا! تُو بیٹی کو سہاگن بنانے کے سلسلے میں مصروف تھی۔ تُو نے ماں کا ایک اہم فرض ادا کیا ہے۔ اب ہمارا بھی کام کر۔ یہ بتا کہ سیارے سے گریٹ ایشورارا کا نیا نمائندہ آ چکا ہے یا نہیں؟''

اس نے کہا۔ ''ابھی معلوم کرتی ہوں مگر میں جب تک اپنے یار دلدار سے بات کروں گی' تب تک تم مشین کے ذریعے مجھے نہ دیکھو۔ تم مداخلت کرو گے تو میں مطلوبہ شخص تک پہنچ نہیں سکوں گی۔''

''اچھی بات ہے۔ ہم مشین بند کر رہے ہیں۔ تُو ہمیں کتنی دیر میں اطلاع دے گی؟''

''میں پندرہ منٹ کے بعد فون کروں گی۔''

سونیا نے مشین بند کر دی۔ مجھ سے کہا۔ ''سیارے سے جو آنے والا تھا..... اس کی آمد میں تاخیر ہو رہی ہے۔ اس تاخیر کی خاص وجوہات ہوں گی۔''

میں نے کہا۔ ''وہ نائب ایشورارا سوئم یہاں آئے گا۔ ہم اسے ٹریپ کریں گے۔ تب ہمیں ان کی اندر کی باتیں معلوم ہو سکیں گی۔''

تھوڑی دیر بعد میرے فون کا بزر سنائی دیا۔ جینا کال کر رہی تھی۔ میں نے فون کو آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا خبر ہے؟''

اس نے کہا۔ ''میرے یار نے بتایا ہے' وہ ہماری دنیا میں آ چکا ہے۔''

''تو پھر ہم مشین آن کر کے تجھے دیکھتے ہیں۔ تُو اس ایشورارا سوئم تک ہمیں لے چل...''

''میں ایک منٹ کے اندر لے چلوں گی مگر پہلے یہ زبان دو کہ میں بھی جو کام تم سے لینا چاہوں گی' اسے کسی حیل و حجت کے بغیر کرو گے؟''

میں نے کہا۔ ''حیل و حجت کے بغیر زر خرید غلام احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ بے شک میں تیرے کام آؤں گا لیکن اپنے دین اور مزاج کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کروں گا۔''

''جیسا کہ میں پہلے کہہ چکی ہوں' سیارے سے آنے والے تمام لوگوں کو اپنا غلام بناؤں گی۔ کیا تم رکاوٹیں پیدا کرو گے؟''

''ہرگز نہیں، سیارے کے لوگ یہاں آ کر دین ایمان والے بنیں یا شیطان کے پجاری... میں اس معاملے میں مداخلت نہیں کروں گا لیکن....''

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس نے پوچھا۔ ''لیکن کیا....؟''

میں نے کہا۔ ''ہم پہلے ہی دن سے یہ طے کر چکے ہیں کہ یہاں سیارے والوں کو قدم جمانے نہیں دیں گے۔ اگر وہ سب شیطان کے پجاری بن جائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہماری دنیا پر شیطان کی حکومت قائم ہوگی اور ایسا تو ہم کبھی نہیں ہونے دیں گے۔''

''ابھی میرے یار دلدار نے بتایا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے والے ہر معاملے میں ہماری مخالفت کریں گے اور تم یہی کر رہے ہو۔''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہر معاملے میں نہیں... تیرا یار غلط کہہ رہا ہے۔ ہم نے یہاں کے اکابرین کو گریٹ ایشورارا کا غلام بننے سے نہیں روکا، اسی طرح سیارے والوں کو تیرا غلام بننے سے نہیں روکیں گے۔ وہ شیطان کی پرستش کریں گے' تب بھی ہم اعتراض نہیں کریں گے۔ دنیا میں بے شمار لوگ شیطانی راہوں پر چلتے ہیں' نہ ہم کسی کو روک سکتے ہیں نہ روکیں گے۔''

''تو پھر میرے یار کی حکومت قائم ہونے دو، کیوں خوامخواہ مداخلت کرتے ہو؟''

''اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا ہم انسانوں کے لیے بنائی ہے۔ یہاں ہم صرف اللہ کی حکمرانی اور شیطان کی پسپائی کے لیے جدوجہد کرتے رہیں گے۔''

وہ بولی۔ ''جسٹ آ منٹ، میں ابھی بات کرتی ہوں۔''

میں نے فون کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر سونیا سے کہا۔ ''وہ شیطان سے مشورہ... کر رہی ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہم اس سے کوئی تعلق نہ رکھیں تو بہتر ہوگا۔''

''یہ کبھی مجھے اپنے اندر آنے نہیں دے گی۔ ہو سکتا ہے' ہماری مشین کی گرفت میں بھی زیادہ دنوں تک نہ رہے۔ لہٰذا دوستانہ تعاون کے حوالے سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ وہ

سیارے والوں کو کس طرح شیطان کی طرف لے جائے گی؟ ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ہم پر مسلط ہونے کے لیے آئندہ کیا کرنے والی ہے؟''

فون پر اس کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو مسٹر فرہاد.....!''

''ہاں بول، میں سن رہا ہوں۔''

''میرا یار کہتا ہے' شیطان بڑا دل والا ہے۔ یہ دشمنوں سے بھی دوستی کرتا ہے۔ میں اس کی ہدایت پر تمہارے کام آؤں گی۔''

میں نے کہا۔ ''میری یہ بات اپنے یار سے کہہ دے' ہم شیطانی چالبازیوں کو خوب سمجھتے ہیں اور وہ تیری حکمتِ عملی کو سمجھ رہا ہوگا۔ ہمارے سمجھوتے کے پیچھے چھپے ہوئے مقاصد کو جانتا ہے۔ ہم بھی اس کی چالبازیوں میں چھپی خباثت کو سمجھ رہے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''باتیں بہت ہوچکیں، اب کام کی بات کرو۔ میں مشین آن کر رہی ہوں۔''

اس نے مشین کو آن کر کے اسے آپریٹ کیا اسکرین پر جینا دکھائی دی۔ اس کے ہاتھوں میں شیطان کی کھوپڑی تھی۔ وہ بولی۔ ''میں اپنے یار کی انگلی پکڑ کر اس نئے ایشورارا کی پاس جا رہی ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''یاد رہے' ہم نے تجھے اپنی مشین کے ذریعے دیکھ لیا ہے۔ اسی طرح وہ نائب ایشورارا سوئم بھی تجھے اپنی مشین پر دیکھ لے گا۔ فی الحال یہ معلوم نہ ہو کہ اسے ٹریپ کیا جا رہا ہے۔ پہلے جو کچھ ہوگا' ان کی لاعلمی میں ہوگا۔''

اس نے کہا۔ ''میں اس چار دیواری کے اندر نہیں جاؤں گی۔ جہاں اس کی مشین ہوگی۔ تم اپنی اسکرین پر وہ گھر دیکھ سکو گے' جہاں اس نے خفیہ پناہ گاہ بنائی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، ہم یہی چاہتے ہیں۔''

وہ شیطان کی کھوپڑی کو چوم کر پھر اسے سینے سے لگا کر زیرِ لب اس سے کچھ کہنے لگی یا پڑھنے لگی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک کا میچ دکھائی دیا۔ ہمیں اسکرین کے ایک گوشے میں شیطان کی کھوپڑی فضا میں معلق دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جینا اسے ہاتھوں میں لیے کھڑی ہے۔ اس کی آواز سنائی دی۔ ''اس نے یہیں رہائش اختیار کی ہے۔''

پھر منظر بدل گیا۔ اب وہ کا میچ کے اندر تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''میں کسی کمرے میں نہیں جاؤں گی۔ کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھوں گی۔ اس طرح تم ان کمروں کے اندر کسی حد تک کچھ نہ کچھ دیکھ سکو گے۔''

اس کا میچ میں دو کمرے تھے۔ اس نے ہر کمرے کی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا ہمیں ایک کمرے میں ادھیڑ عمر کا ایک شخص دکھائی دیا۔ وہ ایک میز پر جھکا ہوا تھا۔ اس میز پر ایک بڑا سا دنیا کا نقشہ بچھا ہوا تھا۔ وہ اسٹڈی کر چکا تھا کہ تمام براعظم اور اہم ممالک دنیا میں کہاں کہاں واقع ہیں؟ پھر بھی وہ اچھی طرح مطالعہ کر رہا تھا۔

ایک جانب میز پر وہ غیر معمولی مشین رکھی ہوئی تھی۔ میں نے سونیا سے کہا۔ ''دیکھو! دوسری میز پر بریف کیس رکھا ہوا ہے۔ اس نے مشین کو بند رکھا ہے۔ ابھی اسے استعمال نہیں کر رہا ہے۔''

اگر اس مشین کی اسکرین روشن ہوتی اور جینا اس کمرے میں جاتی تو وہ شیطان کی کھوپڑی کو دیکھ کر سمجھ لیتا کہ کوئی اس کے قریب آ رہا ہے۔ مشین کے ایک اور سسٹم کے ذریعے وہ معلوم کر سکتا تھا کہ ہم اسے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر رہے ہیں۔ اس طرح وہ بھی ہمارا پتا ٹھکانا معلوم کر لیتا۔

فی الحال ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اس کی مشین بند ہونے کے باعث ہمیں فائدہ پہنچ رہا تھا۔ ہم اسے دیکھ رہے تھے۔ جینا نے ہمیں پڑوس کے ایک کا میچ میں پہنچایا۔ ہم نے ان پڑوسیوں کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے سنا پھر ان کے اندر پہنچ کر معلوم کیا کہ وہ شہر ہم سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر مارسیلز میں ہے۔ جہاں سے ہم گزر کر آئے ہیں۔

میں نے جینا سے کہا۔ ''تیرا شکریہ، اب تُو اس نئے ایشورارا سے دور رہے گی۔ فی الحال ہمیں اس سے نمٹنے دے گی۔''

جینا نے کہا۔ ''جیسا کہ میں پہلے کہہ چکی ہوں' سیارے والوں کو اپنا غلام بناؤں گی۔ یہ نیا ایشورارا ابھی میرا شکار ہے۔ اسے کتنی دیر بعد میرے حوالے کرو گے؟''

''تقریباً تین گھنٹے بعد تُو اس سے نمٹ سکے گی۔ اب ہم رابطہ ختم کر رہے ہیں۔''

سونیا نے مشین بند کر دی۔ ہمیں جلد سے جلد مارسیلز پہنچنا تھا۔ ہم اس ہوٹل سے نکل کر ریسٹ کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ بریف کیس (غیر معمولی مشین) ہمارے ساتھ ہی رہتا تھا۔ سونیا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی پھر اس کی رفتار بڑھاتی چلی گئی۔

شیطان کی بہت پرانی چال ہے کہ ایک سے دوستی کر کے اسے آگے بڑھاتا ہے پھر دوسرے کو اس کے پیچھے لگا کر دھکا دیتا ہے۔ یوں آگے والوں کو کسی کھائی میں گراتا ہے اور پیچھے والے کو اس کا قاتل بنا دیتا ہے۔ وہ کبھی کسی سے بھلائی نہیں کرتا۔ اس کی محبوبہ نے ہم سے رابطہ ختم کرتے ہی یہ شیطانی چال چلی۔ نئے ایشورارا کے کمرے میں آ گئی۔

وہ دنیا کے نقشے پر جھکا ہوا تھا۔ وہ قریب آ کر دھیمی سرگوشی میں بولی۔ ''میں اپنی دنیا میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔''

وہ ایک دم سے اچھل پڑا۔ چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگا۔ وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ صرف اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ''تجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں تیرے دل و دماغ پر حکومت کرنے والی ملکہ ہوں۔ تیری سلامتی کے لیے آئی ہوں۔ فوراً آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کو آن کر، میرا یار دلدار تجھے نظر آئے گا۔''

وہ تیزی سے چلتا ہوا بریف کیس کے پاس آیا پھر اسے کھول کر آپریٹ کرنے لگا۔ گریٹ ایشورارا نے اس سے کہا تھا کہ وہاں شیطانی قوتوں سے بھی سامنا ہوگا۔ ایسے وقت اس کی حکمتِ عملی یہ ہوگی کہ وہ ان قوتوں کو چیلنج نہیں کرے گا بلکہ ان سے سمجھوتا کرے گا۔

یہ باتیں اسے یاد تھیں۔ اس لیے وہ جینا کی آواز سن کر سمجھ گیا کہ کوئی شیطانی قوت رکھنے والی اس سے بول رہی ہے۔ اس مشین کی اسکرین روشن ہوئی تو اسے اپنے کمرے میں شیطان کی کھوپڑی فضا میں معلق دکھائی دی۔

جینا کی آواز سنائی دی۔ ''میں جسمانی طور پر نہیں آ سکتی۔ میرا یار یہاں آیا ہے۔ میں صرف اپنی آواز پہنچا رہی ہوں۔ تجھے بہت بڑے خطرے سے آگاہ کر رہی ہوں۔ فوراً اسکرین پر سونیا اور فرہاد کو دیکھ۔''

اس نے فوراً ہی ہماری تصویریں مشین میں پش کیں۔ چند سیکنڈ کے بعد ہم اسے دکھائی دینے لگے۔ سونیا کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا کہہ رہا تھا۔ ''ہم ایشورارا سوئم کے پاس پہنچتے ہی پہلے اسے زخمی کریں گے۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا اور نہ ہی ہم سے مقابلہ کر سکے گا۔''

نائب ایشورارا سوئم خرآنا ہماری باتیں سن کر چونک گیا۔ جینا نے کہا۔ ''یہ تیری طرف آ رہے ہیں۔ تجھ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ فوراً یہ جگہ چھوڑ کر کا میچ سے باہر جا ...وہ تجھے زخمی کرنا چاہتے ہیں۔ تُو انہیں زخمی کر سکتا ہے۔''

وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اپنی مشین کو بند کر کے تمام سامان سفری بیگ میں رکھنے لگا۔ وہ ویسا ہی دوسرا بریف کیس سیارے سے لایا تھا۔ باہر سے ایسا دکھائی دیتا تھا جیسے وہ غیر معمولی مشین ہو جبکہ وہ مشین کی نقل تھی۔ کسی کے کام نہیں آ سکتی تھی۔ اس میں انہوں نے ایک بہت ہی طاقتور سیل بم چھپا کر رکھا تھا۔ جونہی اس بریف کیس کو کھولتا تو اس کے کھلتے ہی سیل بم ایک زبردست دھماکے سے پھٹ پڑتا۔

یوں خرآنا نے ہماری موت کا سامان کیا ہوا تھا۔ وہ اس بریف کیس کو میز پر رکھ کر اصلی بریف کیس اور سفری بیگ اٹھا کر کا میچ سے باہر آ گیا۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر درخت کے پاس ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا۔ ہمارا انتظار کرنے لگا۔ اس نے جینا کو بتایا کہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟

وہ بولی۔ ''شاباش! تُو پہلے سے اپنے بچاؤ کی اور دشمنوں کی تباہی کی تیاری کر کے آیا ہے۔ میں ابھی ان کا انجام دیکھوں گی۔ اس کے بعد تجھ سے رابطہ کروں گی۔''

ہم بے خبر تھے۔ اسی بے خبری کے حوالے سے کہا جاتا ہے۔ آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں..... ہم اس خوش فہمی میں تھے کہ نئے ایشورارا سوئم کی غفلت سے فائدہ اٹھانے جا رہے ہیں لیکن شیطانی چال نے بازی الٹ دی تھی۔ اب وہ باخبر تھا اور ہم بے خبر تھے۔ اپنی موت کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

ایک عرصے سے روحانیت اور سائنس یعنی سیارے والوں کے درمیان جنگ جاری تھی۔ ایسے وقت شیطانی قوتیں بھی ہمارے خلاف محاذ آرائی کے لیے آ گئی تھیں۔ ہمیں روحانی علوم جاننے والوں سے کبھی کبھی مدد ملتی تھی..... ورنہ ہم صرف ذہانت اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے مخالفین سے جنگ لڑتے آ رہے تھے۔

ہاں، جب بالکل ہی بے دست و پا ہو جاتے تھے' تب ہمیں روحانی قوتوں کا سہارا ملتا تھا۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے انوشے کو ہدایت دیتے ہوئے کہا تھا۔ ''جب شیطان غالب آنا چاہے تو تمہیں اجازت ہے' اس کا توڑ کر سکتی ہو۔''

ایسی ہدایت کے مطابق انوشے ہم سے پہلے وہاں پہنچی ہوئی تھی۔ خرآنا نے کا میچ سے ذرا دور آ کر ایک جھاڑی کے پیچھے بریف کیس اور سفری بیگ کو رکھا تھا اور ایک درخت کے پاس جھاڑی کے پیچھے چھپ کر ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ اس کی نظریں اپنے کا میچ کی طرف تھیں اور پیچھے اس کا سامان رکھا ہوا تھا۔ انوشے وہاں آئی اور اس کا بریف کیس اٹھا کر لے گئی۔

جس طرح وہ پہلے مقتول ایشورارا کو اور دیگر مخالفین کو کبھی نظر نہیں آئی تھی' اسی خرآنا کو بھی دکھائی نہیں دی۔ وہ اس کے سامنے سے گزرتی ہوئی اس کے کا میچ میں داخل ہوگئی۔

جس کمرے میں خرّاٹا دھماکا کرنے والا بریف کیس رکھ کر آیا تھا۔ انوشے نے اس کمرے میں جا کر میز پر رکھے ہوئے بریف کیس کو اٹھا لیا اور اپنا لایا ہوا بریف کیس رکھ کر وہاں سے چلی گئی۔

خرّاٹا درخت کی آڑ سے دیکھ رہا تھا۔ سونیا کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس کا کیچ کے سامنے پہنچ گئی۔ میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر تھا۔ ہم دونوں بریف کیس اٹھا کر تیزی سے چلتے ہوئے اس کا کیچ میں آئے۔ ہم نے اسکرین پر نئے ایشورارا کو جس کمرے میں دیکھا تھا' سیدھے وہیں پہنچ گئے۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ بریف کیس میز پر رکھا ہوا تھا۔

ہم نے میز کے قریب جا کر اسے دیکھا، میں نے کہا۔ ''یہ اسی نئے ایشورارا کی غیر معمولی مشین ہے۔''

میں ہاتھ بڑھا کر اسے کھولنا چاہتا تھا۔ سونیا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ''رک جاؤ، کیا وہ اتنا احمق ہے کہ اپنی یہ اہم مشین ہمارے لیے چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے؟ کیا اسے ہمارے آنے کی خبر ہوگئی تھی؟''

میں نے کہا۔ ''ہوسکتا ہے' وہ واش روم میں ہو؟''

انوشے نے میرے اندر آ کر کہا۔ ''گرینڈ پا! وہ آپ دونوں کی موت کا سامان کر کے گیا ہے۔ آپ اس کا بریف کیس اٹھا کر پچھلے دروازے سے چلے جائیں۔ اپنی کار وہیں چھوڑ دیں۔ آپ کے جاتے ہی یہ کا کیچ ایک دھماکے سے تباہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد میں آپ کے پاس آؤں گی۔''

میں نے سونیا کو انوشے کی باتیں بتاتے ہوئے میز پر رکھے ہوئے بریف کیس کو اٹھایا پھر ہم دونوں پچھلے دروازے سے باہر چلے گئے۔ خرّاٹا درخت کے پاس چھپ کر اپنے کا کیچ کو دیکھ رہا تھا۔ دھڑکتے ہوئے دل سے ہم دھماکے کا انتظار کر رہا تھا۔

ایسے وقت جینا نے آ کر پوچھا۔ ''تُو یہاں کیا کر رہا ہے؟''

اس نے اِدھر اُدھر دیکھا کچھ فاصلے پر شیطان کی کھوپڑی فضا میں معلق دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں صرف میری آواز سنائی دے گی۔ کا کیچ کے سامنے ایک کار کھڑی ہے۔ کیا وہ دونوں یہاں پہنچ گئے ہیں؟''

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا۔ ''ہاں، ابھی اندر گئے ہیں۔ وہاں مجھے ڈھونڈ رہے ہوں گے۔ اس کے بعد وہ میز رکھے ہوئے.....''

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک زوردار دھماکا ہوا اس کا کیچ کی دیواریں اور چھتیں تنکوں کی طرح اُڑنے لگیں۔ آس پاس کے رہنے والے خوف سے چیختے چلّاتے اپنے گھروں سے نکل کر دور بھاگ رہے تھے۔ خرّاٹا بھی وہاں سے جانے کے لیے پلٹا تو ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ وہاں اس نے اپنا سامان رکھا تھا۔ اب وہ سامان آدھا رہ گیا تھا۔ سفری بیگ تھا لیکن بریف کیس غائب ہوگیا تھا۔

وہ بری طرح بوکھلا گیا۔ جھاڑی کے آس پاس اسے ڈھونڈنے لگا۔ وہ دور دور تک کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جینا کی آواز سنائی دی۔ ''میرا یار مجھ سے کہہ رہا ہے' تیرا بریف کیس گم ہوگیا ہے۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اس جھاڑی کے پاس کوئی آیا تھا یا نہیں؟''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''میں کیا بتاؤں؟ سونیا اور فرہاد کے انتظار میں کا کیچ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کیا خبر تھی کہ ذرا سی غفلت مجھے نقصان پہنچائے گی۔ اِدھر کوئی چور بدمعاش آیا ہوگا۔''

جینا نے کہا۔ ''چور آیا ہوتا تو تیرا سفری بیگ بھی لے جاتا لیکن وہ یہیں رکھا ہوا ہے۔''

''ہوسکتا ہے' اس نے بھاری بیگ اٹھانا گوارا نہ کیا ہو۔ بریف کیس لے جانا آسان تھا۔ وہ اسے لے گیا۔ آہ! میں تو بری طرح لٹ گیا ہوں۔ اس مشین کے بغیر نہتا اور بے یارومددگار ہوگیا ہوں۔ میں کس منہ سے گریٹ ایشورارا کو بتاؤں گا کہ میرے ساتھ کیا ہو چکا ہے؟''

جینا نے کہا۔ ''اگر چہ تُو نے بہت بڑا نقصان اٹھایا ہے مگر بہت بڑا کارنامہ بھی انجام دیا ہے۔ سونیا اور فرہاد لوہے کا چنا سمجھے جاتے تھے۔ انہیں کوئی چبا نہیں سکتا تھا مگر تُو انہیں چبائے بغیر نگل چکا ہے۔ تیرا گریٹ ایشورارا بہت خوش ہوگا۔ اب تُو یہاں سے نکل۔''

وہ ایک طرف جاتے ہوئے بولا۔ ''یہ یقین ہونا چاہیے کہ وہ دونوں مر چکے ہیں۔ میری وہ مشین ہوتی تو ان کی زندگی یا موت کا پتا چل جاتا۔''

وہ بولی۔ ''فکر نہ کر۔ اگر وہ زندہ ہوں گے تو میں چشم زدن میں ان کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ تجھے ان کے بارے میں بتاؤں گی مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں تجھے بتاؤں گی؟ تُو میرا کیا لگتا ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں تجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ تُو نے دوستی کے بغیر مجھے خطرے سے آگاہ کیا۔ سونیا اور فرہاد کے حملے سے بچایا۔ تُو بہت پہنچی ہوئی ہے۔ میں تیری مدد چاہتا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''کچھ لینے کے لیے کچھ دینا پڑتا ہے۔ تُو میری بات مانے گا تو میں ہر مصیبت میں تیرے کام آؤں گی۔''

''مجھے منظور ہے۔ بول... مجھ سے کیا چاہتی ہے؟''

''بس ایک معمولی سا مطالبہ ہے' مجھے اپنے دماغ میں آنے دے۔''

وہ ٹھٹک کر بولا۔ ''یہ تو بہت بڑا مطالبہ ہے، اس طرح تُو مجھے غلام بنا لے گی۔''

''اس کے بغیر بھی اپنے یار کی انگلی پکڑ کر جب چاہوں' تیرے پاس آ سکتی ہوں اور تیرے لیے مصیبتیں پیدا کر سکتی ہوں۔ بول.. ابھی کوئی نمونہ دکھاؤں؟''

وہ جلدی سے انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''نہیں پلیز؟ میں یہاں آتے ہی ایک بہت بڑا نقصان اٹھا چکا ہوں۔ تجھ سے دشمنی نہیں دوستی چاہتا ہوں۔ تُو میرے اندر آ سکتی ہے۔''

وہ ایک ہوٹل میں آ گیا۔ وہاں اس نے ایک کمرا حاصل کیا۔ جب اس کمرے میں پہنچا تو سر بھاری ہونے لگا۔ وہ بیگ کو ایک طرف رکھ کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ جینا کی آواز سنائی دی۔ ''میں آ گئی ہوں۔ اس لیے تیرا سر بھاری ہوگیا ہے۔ فکر نہ کر، ابھی ہلکا ہو جائے گا۔''

وہ غنودگی محسوس کرنے لگا۔ بیڈ پر لیٹ گیا۔ ابھی سونا نہیں چاہتا تھا مگر اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ ایک منٹ کے اندر وہ گہری نیند میں ڈوب گیا اور جینا ذاکر کے بعد سیارے سے آنے والے دوسرے ایشورارا کو اپنا غلام بنانے لگی۔

ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ پیرس جانے والی ٹرین آ چکی تھی۔ وہاں سے روانہ ہونے والی تھی۔ ہم اس میں آ کر بیٹھ گئے۔ انوشے نے میرے اندر آ کر کہا۔ ''گرینڈ پا! اس نئے ایشورارا کا نام خرّاٹا ہے۔ آپ کو غیر معمولی مشین کے ذریعے اس کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ آپ آئندہ دیکھیں گے کہ وہ جینا کا غلام بن چکا ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا اس کا کا کیچ بم دھماکے سے تباہ ہو چکا ہے؟''

''جی ہاں، اسے یہ یقین ہو جائے گا کہ اس دھماکے میں آپ مما کے ساتھ ہلاک ہوگئے ہیں۔''

''کیا بتا سکتی ہو' اسے ہماری طرف سے ہونے والے حملے کا علم کیسے ہوگیا تھا؟''

وہ بولی۔ ''جینا نے شیطانی چال چلی تھی۔ آپ کو خرّاٹا کا پتا بتایا' اُدھر اسے اطلاع دے دی کہ آپ دونوں اسے نقصان پہنچانے آ رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''شیطان صرف شیطان ہوتا ہے۔ اس کی محبوبہ بہت ہی دوغلی اور مکار ثابت ہوئی۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ جینا کو بھی ہماری موت کا یقین ہو جائے؟''

''ایسا ہی ہوگا گرینڈ پا! اعلیٰ حضرت نے کہا ہے' جب تک آپ اور مما پاک صاف رہیں گے' تب تک کسی دشمن کو نظر نہیں آئیں گے۔''

''خدا کا شکر ہے پھر تو ہم انہیں نچنی کا ناچ نچا سکیں گے۔''

میں سونیا کے اندر رہ کر گفتگو کر رہا تھا۔ اس طرح وہ بھی انوشے کی تمام باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''جینا نے ہمیں زبردست دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ اس کا مطلب ہے' وہ اپنی بیٹی بصرہ کے معاملے میں بھی مکاری دکھا رہی ہے۔''

انوشے نے کہا۔ ''یس مما! جلال اصغر ایک بہت نیک اور شریف نوجوان تھا۔ جینا نے شیطانی عمل سے اسے بھٹکا دیا۔ اسے اپنی طرح مکار اور گناہ گار بنا دیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ بصرہ کو فریب دینے اور اس کا دل جیتنے کے لیے نیکی اور پارسائی کا مظاہرہ کرے گا۔''

میں نے حیرانی سے کہا۔ ''بیٹی! میں نے جلال اصغر کے چور خیالات پڑھے تھے۔ کیا اس کے باوجود میں دھوکا کھا رہا ہوں؟''

''نو گرینڈ پا! اس کے چور خیالات نے آپ کو دھوکا نہیں دیا ہے۔ میں نے جینا کے شیطانی عمل کو ختم کر دیا ہے۔ جلال اصغر پہلے کی طرح ایک نیک اور شریف انسان بن گیا ہے۔ اب جینا دھوکا کھا رہی ہے۔ اگر بھید کھلے گا تو بصرہ اور جلال اصغر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ وہ دونوں محفوظ رہیں گے۔ ابھی میں جا رہی ہوں پھر کسی وقت آؤں گی۔''

وہ سلام کر کے چلی گئی۔ سونیا نے کہا۔ ''واقعی شیطان سے کبھی کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔ اس سے بات بھی نہیں کرنی چاہیے۔ ہم نے جینا کو منہ لگایا' بہت بڑی غلطی کی۔ اعلیٰ حضرت کی ہدایت پر انوشے نہ آتی تو ہم اب تک فنا ہو چکے ہوتے۔''

''ہم نے محض بصرہ کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے جینا سے تعلق رکھا تھا۔ البتہ یہ غلطی ہوئی کہ شیطان کی گود میں کھیلنے والی پر بھروسا کیا۔ آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔''

ہم پیرس پہنچ گئے۔ اب ہمارے پاس دو غیر معمولی

مشینیں ہوگئی تھیں۔ میں نے جھیل کنارے والے کا میچ میں آکر کہا۔ ''ہمیں خرّاٹا کی اس مشین کو چیک کرنا چاہیے۔''

سونیا نے کہا۔ ''ابھی اسے آن نہ کرو۔ پہلے ہمارے سائنسداں اسے چیک کریں گے۔ اس کی ہر مشین میں ایک سیل بم چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ ہمیں کسی بھی نئی مشین کو اوپن کرنے سے پہلے محتاط رہنا چاہیے۔''

ہم نے اپنی مشین کو آن کیا۔ سب سے پہلے خرّاٹا کو دیکھا۔ وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا۔ جینا نے اسے اپنا معمول اور تابع دار بنا کر سلا دیا تھا پھر ہم نے اسکرین پر اس چڑیل کو دیکھا۔ وہ ہاتھوں میں شیطان کی کھوپڑی تھامے زیر لب بڑبڑا رہی تھی۔ ''کہاں ہیں وہ دونوں....؟ کیا وہ زندہ ہیں؟ اگر اس بم دھماکے سے بچ گئے ہیں تو مجھے ان کے پاس اس طرح پہنچا دے کہ وہ مجھے دیکھ نہ سکیں۔''

اسکرین پر منظر بدل گیا۔ اب صرف شیطان کی کھوپڑی دکھائی دے رہی تھی۔ وہاں چاروں طرف تاریکی تھی۔ وہ کھوپڑی جیسے تیزی سے فاصلے طے کر رہی تھی۔ کبھی اِدھر گھومتی تھی، کبھی اُدھر پلٹ کر جاتی تھی۔ وہ بار بار سمتیں بدل رہی تھی پھر منظر بدل گیا۔ ہوٹل کا کمرا پھر دکھائی دینے لگا۔ وہ کھوپڑی جینا کی ہاتھوں میں آگئی تھی۔

وہ اطمینان کی گہری سانس لے کر بولی۔ ''تیرا شکر ہے میرے یار دلدار! تیری بتائی ہوئی چال چل کر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ وہ دونوں بہت ہی خطرناک تھے۔ ان سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی ہے۔''

میں نے اور سونیا نے مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ اس نے کہا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ ہم پر روحانی علوم جاننے والوں کا سایہ ہے۔ میں ابھی بابا صاحب کے ادارے میں جانا چاہوں گی۔''

میں نے پوچھا۔ ''مجھ سے دور کیوں جا رہی ہو؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''ہم پاک صاف رہ کر مشکلوں سے دور رہ سکتے ہیں۔ مجھے احتیاطاً اپنے ادارے میں پناہ لینی چاہیے۔''

وہ ایک گھنٹے بعد مجھ سے رخصت ہو کر بابا صاحب کے ادارے میں چلی گئی۔ اپنے ساتھ خرّاٹا کی غیر معمولی مشین بھی لے گئی۔ دوسری مشین میرے پاس ہی تھی۔ اب میں آسانی سے اور بڑی مہارت سے اس مشین کو آپریٹ کر سکتا تھا۔

میں نے اسے آن کیا۔ خرّاٹا کے کوڈ نمبرز پنچ کیے۔ وہ اسکرین پر نظر آنے لگا۔ اس کی تنویمی نیند پوری ہو چکی تھی۔ وہ بیڈ پر بیٹھا سوچ رہا تھا۔ ''میں مقررہ وقت پر کھاتا پیتا اور سوتا ہوں۔ آج نہ جانے بے وقت کیسے نیند آگئی؟ مجھے شاور لینا چاہیے۔''

وہ بیڈ سے اتر کر باتھ روم میں چلا گیا۔ اسکرین پر باتھ روم کا اندرونی منظر دکھائی دینے لگا۔ وہ لباس اتار رہا تھا۔ اسے برہنہ دیکھنا مناسب نہیں تھا لیکن ایسے وقت اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر کہا۔ ''ٹو...؟ تُو میرے اندر کیسے آگئی؟ میں تیری سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کر رہا ہوں؟''

وہ چپ ہو کر سننے لگا پھر شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ ''اوہ...تُو نے مجھے تابع دار بنا لیا ہے۔''

میں نے جینا کی آواز اور لہجے کو اختیار کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے خرّاٹا کے اندر پہنچا تو اس نے اپنے اندر مجھے محسوس نہیں کیا۔ وہاں جینا اس سے کہہ رہی تھی۔ ''میں پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ تُو مجھے اپنے اندر نہ آنے دیتا تو میں اپنے یار کی انگلی پکڑ کر تیرے اندر آتی پھر تیری کوئی بات مجھ سے چھپی نہ رہتی۔ یہ تو نے اچھا کیا کہ میرے لیے اپنے دماغ کا دروازہ کھول دیا۔''

اس نے کہا۔ ''ذاکر نے گریٹ ایشورارا کو تیرے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے پھر ہماری اس مشین نے پیشگوئی کی ہے کہ ہم تیرے شیطان کی پرستش کریں گے تیرے غلام بن جائیں گے۔ تیرے بھرپور تعاون سے یہاں اپنی حکومت قائم کر سکیں گے۔ اسی لیے میں نے تجھے اپنے اندر آنے کی اجازت دی تھی اور اب تیرا تابع دار بن گیا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''یہ سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ گریٹ ایشورارا بھی میری اطاعت قبول کرے گا اور میرے دلدار کی پوجا کرے گا۔ اسے میرا پیغام پہنچا دے کہ یہاں اس کی حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں میرے یار کی تمام قوتیں اس کے ساتھ رہیں گی۔''

وہ شاور کے نیچے بھیگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا ''میں باتھ روم سے نکل کر اپنے آقا سے رابطہ کروں گا۔ اسے یہ خوشخبری سناؤں گا۔''

وہ بولی۔ ''ایک بہت بڑی اور اہم خوشخبری یہ ہے کہ سونیا اور فرہاد مر چکے ہیں۔ اس کامیابی کا سہرا تیرے سر ہے۔ تیری ہی حکمت عملی سے وہ دونوں مارے گئے ہیں۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''میں نے یہاں آتے ہی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ گریٹ ایشورارا بہت خوش ہوگا۔ مجھے سر آنکھوں پر بٹھائے گا۔''

وہ دونوں بہت خوش ہو رہے تھے۔ کامیابی کا فریب کھا رہے تھے لیکن میری کامیابی حقیقی تھی۔ میں نے سیارے سے آنے والے ذاکر اور خرّاٹا دونوں کے دماغوں میں جگہ بنا لی تھی۔ آئندہ بھی جتنے وہاں سے آتے وہ میری نظروں میں ضرور آتے کیونکہ میں مشین کے ذریعے جب چاہتا جینا کے پاس پہنچ جاتا اور وہ انجانے میں مجھے سیارے کے ایک ایک فرد کے پاس پہنچاتی رہتی۔ یہ بھی سمجھ نہ پاتی کہ اس کے تمام غلاموں کو میں بھی اپنے زیر اثر لاتا جا رہا ہوں۔

خرّاٹا غسل سے فارغ ہو کر کمرے میں آیا پھر اس نے کمیونیکیشن.....مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا رپورٹ ہے؟''

اس نے تحریری جواب دیا۔ ''بہت اچھی بہت زبردست رپورٹ ہے۔ فیوچر ٹیلنگ مشین نے پیشگوئی کی تھی کہ ہمیں ایک بڑا نقصان پہنچے گا مگر کامیابیاں بھی حاصل ہوں گی۔ پہلی زبردست کامیابی یہ ہے کہ شیطان کی محبوبہ جینا سے سمجھوتا ہو گیا ہے۔ یہ طے پا چکا ہے کہ ہم شیطان کی پرستش کریں گے تو اس دنیا کی تمام شیطانی قوتیں ہمارے ساتھ ہوں گی۔ یہاں تیری حکومت قائم کرنے سے کوئی تجھے روک نہیں سکے گا۔''

وہ بولا۔ ''پھر تو تُو نے وہاں پہنچتے ہی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔''

''میں نے اس سے بھی بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ سونیا اور فرہاد بابا صاحب کے ادارے کے سب سے اہم ستون سمجھے جاتے تھے۔ میں نے ان دونوں کو ہمیشہ کے لیے خاک میں ملا دیا ہے۔ اس ادارے کی آدھی طاقت کم کر دی ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ ادارہ کمزور ہو گیا ہے۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''تُو نے تو کمال کر دیا ہے۔ ارضی دنیا میں جو ٹیلی پیتھی کا پہاڑ کہلاتا تھا' اس پہاڑ کو کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ بابا صاحب کی کمزوری ہمیں اور طاقتور بنائے گی۔ میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔ تجھے ہمیشہ کے لیے اپنا نائب ایشورارا مقرر کرتا ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''تیرا شکریہ، بہت بہت شکریہ لیکن پیشگوئی کے مطابق میں نے ایک زبردست نقصان اٹھایا ہے۔ کوئی چور میری غیر معمولی مشین کو اٹھا کر لے گیا ہے۔ میں اس سلسلے میں شرمندہ ہوں۔''

''تجھے شرمندہ نہیں ہونا چاہیے۔ جو زبردست کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں ان کے مقابلے میں یہ نقصان بہت چھوٹا ہے۔ اس نقصان کے لیے میں تجھے معاف کرتا ہوں۔''

''پھر ایک بار تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ویسے میں نے پاس ورڈز کے ذریعے اس مشین کو لاک کیا تھا۔ چور نے اسے چرانے کے بعد مقررہ پاس ورڈز کے بغیر کھولنے کی کوشش کی ہوگی اس مشین کا خفیہ سیل بم بلاسٹ ہوا ہوگا۔ وہ غیر معمولی مشین بھی اس چور کے ساتھ تباہ ہو چکی ہوگی۔''

''تو نے میری ہدایت کے مطابق عمل کیا ہے۔ ہماری وہ مشین کسی دشمن کے کام نہیں آسکے گی۔ میں شیطان کی محبوبہ جینا سے بات کرنا چاہوں گا۔''

''وہ میری اس کمیونیکیشن مشین سے کہیں دور ہے۔ جلد ہی تجھ سے رابطہ کراؤں گا۔''

ان کا رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ لوگ بہت خوش تھے میں مسکراتے ہوئے انہیں اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ خرّاٹا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جینا کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''میں ہوں تیرا تابع دار.....''

وہ بولی۔ ''تُو جا.....میں آتی ہوں۔''

اس نے سانس روک لی۔ خرّاٹا واپس آگیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اسے جینا کی آواز سنائی دی۔ ''میرے پاس کیوں آیا تھا؟''

وہ بولا۔ ''میں نے تیرا پیغام گریٹ ایشورارا تک پہنچا دیا ہے۔ وہ تیرا شکر گزار ہے۔ تیرا عقیدت مند ہے، تجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔''

''میں اس سے ضرور بات کروں گی لیکن ابھی مصروف ہوں۔ ایک آدھ گھنٹے میں تیرے پاس آؤں گی۔''

وہ واپس چلی گئی۔ خرّاٹا سر جھکائے سوچنے لگا۔ اب میں جینا کی آواز اور لب و لہجہ اختیار کر کے اس کے اندر رہتا تھا۔ وہ مجھے محسوس نہیں کر پاتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ''تمام اکابرین سے رابطہ کرنے کا یہ مناسب وقت ہے۔ یہ اندیشہ نہیں رہا ہے کہ سونیا اور فرہاد اپنی مشین کے ذریعے مجھے کیچ کر لیں گے۔ اگر کوئی روحانی عامل مجھے ٹریپ کرنا چاہے گا تو جینا ضرور میری مدد کرے گی۔''

اس نے فون کے ذریعے امریکی آرمی کے پانچ یوگا جاننے والے افسران سے رابطہ کیا اور کہا۔ ''میں نائب ایشورارا سوئم تم سے مخاطب ہوں۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''نائب ایشورارا سوئم! ہم اپنی دنیا میں تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہم کئی دنوں سے تمہارا انتظار کر رہے تھے.....شکر ہے آخر تم آ ہی گئے۔''

اس نے کہا۔ ''تم سب نے ہماری برتری اور طاقت کو

تسلیم کرلیا ہے پھر بھی یہاں اچھی طرح قدم جمانے کے لیے ضروری تھا کہ مسلمانوں کو کسی حد تک کمزور بنایا جائے۔''

دوسرا اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''یہ مسلمان تو ہمیشہ راستے کا پتھر بنے رہیں گے۔''

''ہم بڑے سے بڑے پتھروں کو اپنی ٹھوکر سے ہٹانا جانتے ہیں۔ تمہیں یہ سن کر خوش ہونا چاہیے کہ ہم نے سونیا اور فرہاد کو بم کے ایک دھماکے سے اُڑا دیا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لیے نابود ہو چکے ہیں۔''

وہ سب چپ رہے۔ کسی نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ خرّاٹا نے کہا۔ ''تعجب ہے میں اتنی بڑی خوشخبری سنا رہا ہوں اور تم سب خاموش ہو؟ کیا تمہیں یقین نہیں ہو رہا ہے؟''

ایک نے کہا۔ ''تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کسی کو بھی یہ خبر سناؤ گے تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔''

اس نے حیرت سے پوچھا۔ ''کیوں یقین نہیں کرے گا؟''

''اس لیے کہ فرہاد اب تک درجنوں بار مر کر زندہ ہو چکا ہے۔ ہمیشہ یہی تماشا ہوتا رہا ہے۔ ہمیشہ فرہاد کی ڈمی مرتی ہے اور اصل فرہاد کچھ عرصے بعد زندہ و سلامت نظر آنے لگتا ہے۔''

''لیکن اس بار ایسا نہیں ہوگا، میں ان دونوں کی موت کا چشم دید گواہ ہوں۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''اب سے پہلے کئی افراد نے چشم دید گواہی دی۔ ہم نے خود اس کی لاش دیکھی۔ اس لاش کو منوں مٹی تلے دبا دیا گیا۔ اس کے بعد بھی وہ کہیں سے زندہ ہو کر واپس آ گیا۔''

''اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو کہ سونیا اور فرہاد کے دماغوں میں جائیں۔ خیال خوانی کی لہریں ان کے مردہ دماغوں سے واپس آ جائیں گی۔''

''نائب ایشورارا سوئم! تم نہیں جانتے دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی دھوکا کھا جاتے ہیں۔ پہلے تو فرہاد کو مردہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ واقعی مر چکا ہے مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہوتا۔ وہ اب تک زندہ ہے اور ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ وہ قیامت تک زندہ رہے گا۔''

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''کالا جادو جاننے والے بھی اپنے عمل کے ذریعے یہ معلوم نہیں کر پاتے کہ وہ کس طرح موت کے پردے میں بھی چھپ کر زندہ رہتا ہے۔''

خرّاٹا ان سے یہ کہنے والا تھا کہ شیطان کی محبوبہ اپنے یار کے ذریعے فرہاد کی موت کی تصدیق کر چکی ہے لیکن ان اکابرین کو شیطانی عمل پر بھی یقین نہیں رہا تھا۔ وہ پانچ افسران تو کیا، دوسرے اکابرین بھی میری موت کا یقین نہیں کر سکتے تھے۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم درجنوں بار دھوکا کھا چکے ہیں۔ اگر فرہاد بھی اپنی قبر کے اندر سے یہ کہے کہ وہ مر چکا ہے تب بھی ہمیں یقین نہیں آئے گا۔''

خرّاٹا نے کہا۔ ''ایسی بات ہے تو فی الحال یقین نہ کرو۔ آنے والا وقت ثابت کر دے گا کہ ہم نے بابا صاحب کے ادارے اہم ستون گرا دیے ہیں۔''

ان میں سے ایک نے کہا۔ ''فرہاد جب بھی موت کا ڈراما پلے کرتا ہے ہم اکابرین کی شامت آ جاتی ہے۔ اس بار وہ تمہاری عداوت کی باعث موت کے پردوں میں گیا ہے۔ یہ لکھ لو کہ وہ تمہیں ناقابلِ برداشت نقصان پہنچائے گا۔''

ان کی یہ بات اسے پتھر کی طرح لگی کیونکہ میری اور سونیا کی موت کا یقین کرنے کے بعد جب وہ جھاڑی کی طرف گیا تو اس کی غیر معمولی مشین غائب ہو چکی تھی۔ یعنی میں نے موت کے پردے میں جاتے ہی اسے زبردست نقصان پہنچایا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ کوئی چور اس مشین کو چرا کر لے گیا ہے لیکن ان افسران کی باتیں سوچنے پر مجبور کر رہی تھیں کہ میں زندہ ہوں۔ میں نے ہی وہ زبردست نقصان پہنچایا ہے۔

ایسا سوچنے کے باوجود وہ آنکھوں دیکھی بات کو جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ میں اور سونیا اس کے سامنے کاسمیچ کے اندر گئے تھے۔ ہم دھماکا ہونے تک باہر نہیں آئے تھے۔ اس کا مطلب یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ ہم فنا ہو چکے ہیں۔ ہماری کارستہ ہونے والے کاسمیچ کے سامنے کھڑی رہی تھی۔ اگر ہم زندہ ہوتے تو اس کار میں آ کر بیٹھتے اور اسے ڈرائیو کرتے ہوئے وہاں سے جاتے۔

ان افسران کی باتوں نے اسے تذبذب میں ڈال دیا تھا۔ وہ پورے یقین سے کہہ رہے تھے کہ میں سونیا کے ساتھ زندہ ہوں۔ ایک افسر نے کہا۔ ''فرہاد اور سونیا کی باتیں چھوڑو تحریری معاہدے کی بات کرو۔''

خرّاٹا نے کہا۔ ''میں آج ہی اس دنیا میں آیا ہوں۔ پہلے یہاں کے تمام حالات کا جائزہ لوں گا۔ یہ نئی بات ہمارے سامنے آئی ہے کہ فرہاد بار بار مرنے کے بعد بھی زندہ ہو جاتا ہے۔ ہم نے کبھی نہیں سنا اور نہ ہی کبھی دیکھا ہے کہ کوئی مرنے کے بعد جی اٹھتا ہے۔'' وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''سیارے کا پہلا آدمی جس دن یہاں آیا تھا تب سے فرہاد

ہمارا دشمن ہے۔ اب اس کی یہ ہسٹری یاد آ رہی ہے کہ فرہاد نے اس وقت بھی اپنی موت کا ڈراما پلے کیا تھا۔ میں ابھی اس سلسلے میں گریٹ ایشورارا سے باتیں کروں گا۔''

وہ ان پانچ افسران سے رابطہ ختم کر کے سوچ میں پڑ گیا۔ ''کیا یہ ممکن ہے؟ کیا یہ خوش فہمی ہے کہ سونیا اور فرہاد مر چکے ہیں؟ کیا ابھی وہ زندہ ہوں گے؟'' وہ بری طرح الجھ گیا تھا۔ اس نے گریٹ ایشورارا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ایک بڑی عجیب سی بات ہے یہاں کے اکابرین فرہاد کی موت کا یقین نہیں کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں وہ اب سے پہلے بھی درجنوں بار مر کر زندہ ہو چکا ہے۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''وہ کسی حد تک درست کہتے ہیں۔ ایک مثال تو ہمارے سامنے ہے۔ اس نے جو جو کے وقت اپنی موت کا ڈراما پلے کیا تھا۔ مجھے اس کی پچھلی ہسٹری یاد آ رہی ہے۔ واقعی اس نے پوری زندگی میں کئی بار ایسے تماشے کیے ہیں۔ ہمیں یہ بھولنا نہیں چاہیے۔ اکابرین کی باتوں میں وزن ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کے اہم ستون ویسے ہی استحکام سے قائم ہیں؟''

''ہو سکتا ہے اس بار اسے سچ مچ موت آ گئی ہو پھر تو نے اپنی آنکھوں سے انہیں کاسمیچ میں جا کر واپس آتے نہیں دیکھا ہے۔''

''اور یہ کہ شیطان کی محبوبہ نے تصدیق کی ہے کوئی بات شیطان سے چھپی نہیں رہتی۔ لہٰذا سونیا اور فرہاد جینا سے چھپ نہیں سکتے پھر خیال خوانی کی لہریں بھی کہہ رہی ہیں کہ ان دونوں کے دماغ مردہ ہو چکے ہیں۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ موت ہر شخص کے لیے لازمی ہے۔ سونیا اور فرہاد بھی آخر کب تک جئیں گے؟ ہو سکتا ہے وہ اس بار واقعی مر چکے ہوں پھر بھی تجھے بہت محتاط رہنا ہوگا۔ یہی سمجھنا ہوگا کہ دشمن زندہ ہیں اور کسی وقت بھی ہمارے لیے مسائل پیدا کر سکتے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''اکابرین چاہتے ہیں کہ ان سے تحریری معاہدہ ہو جائے۔ میں نے انہیں کچھ دنوں کے لیے ٹال دیا ہے۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''تحریری معاہدہ مجھ سے ہوگا اور اس کے لیے مجھے دنیا میں آنا ہوگا لیکن پہلے یہ پوری طرح یقین ہو جائے کہ سونیا اور فرہاد کے ساتھ ان کی غیر معمولی مشین بھی تباہ ہو چکی ہے۔ اگر وہ مشین سلامت رہے گی تو وہ اس کی اسکرین پر مجھے آسانی سے دیکھتے رہیں گے۔ میں ان سے چھپ کر نہیں رہ سکوں گا۔ لہٰذا تحریری معاہدے کی بات ابھی ٹالتے رہو۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے بعد فون کے ذریعے جینا کو مخاطب کیا۔ وہ بولی۔ ''فون بند کرو، میں آتی ہوں۔''

وہ اس کے اندر آ کر بولی۔ ''ہاں بول! کیوں فون کیا تھا؟''

وہ ہماری موت کے سلسلے میں اکابرین کے خیالات بتانے لگا۔ اس نے میری ہسٹری کا بھی حوالہ دیا کہ میں کئی بار اپنی موت کا ڈراما پلے کر چکا ہوں۔

وہ بڑے اعتماد سے بولی۔ ''میں نہیں جانتی کہ فرہاد پہلے کیا کرتا رہا؟ لیکن اب تُو یقین کر لے کہ وہ سونیا کے ساتھ مر چکا ہے۔ وہ میرے یار دلدار سے ناٹک نہیں کر سکے گا۔''

''کیا شیطان روحانی عمل سے کبھی پسپا نہیں ہوتا؟''

اس سوال نے جینا کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ وہ اپنی بیٹی کو کئی بار گمراہ کرنے کی کوششیں کر چکی تھی اور ہر بار وہ اپنی ایمانی قوت سے اس کی کوششوں کو ناکام بنا چکی تھی۔ اس بار اسے یقین تھا کہ وہ جلال اصغر کے ذریعے بیٹی کو گمراہی کی راہ پر لے آئی ہے۔ وہ رفتہ رفتہ اپنے شوہر کے زیر اثر آ کر دین ایمان کی باتیں بھولتی جائے گی۔

کیا ایسا ہو رہا ہے؟ بصرہ اپنے شوہر کے ساتھ راتیں گزار رہی ہے۔ کیا اس سے متاثر ہوتی جا رہی ہے؟ جینا بیٹی سے غافل ہو گئی تھی۔ پچھلے ایک ہفتے سے دوسرے شیطانی معاملات میں مصروف رہی تھی۔ اسے امید تھی کہ اس نے جیسا بیج بویا ہے ویسا ہی پودا اگے گا لیکن اب خرّاٹا کے اس سوال نے اسے چونکا دیا تھا۔ ''کیا شیطان روحانی عمل سے کبھی پسپا نہیں ہوتا؟''

اس سوال کا جواب کئی بار بیٹی کے مستحکم ایمان سے مل چکا تھا۔ اس نے سوچا۔ ''کیا میں اب بھی ناکام ہو رہی ہوں...؟''

خرّاٹا نے پوچھا۔ ''تُو چپ کیوں ہے۔ کیا میرے دماغ سے جا چکی ہے؟''

اس نے کہا۔ ''میں جا رہی ہوں پھر کسی وقت رابطہ کروں گی۔''

وہ دوسرے ہی لمحے میں اپنی بیٹی کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ اپنی موجودہ ازدواجی زندگی سے بہت خوش ہے۔ اپنے مجازی خدا کو اپنے دین اور اپنے مزاج کے مطابق پا رہی ہے۔

جینا نے حیرانی سے سوچا، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بصرہ

کو جلال اصغر کے مزاج کے مطابق ہونا چاہیے۔ اسے بصرہ کے مزاج میں ڈھلنا نہیں چاہیے۔

وہ فوراً ہی اپنے داماد کے اندر پہنچی پھر یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ وہ غصے سے بولی۔ ''یہ تُو کیا کر رہا ہے؟''

جلال اصغر نے سر اٹھا کر خلا میں تکتے ہوئے کہا۔ ''تیرے شیطانی عمل نے عارضی طور پر مجھے گمراہ کر دیا تھا۔ اب تیرا کوئی کالا عمل مجھ پر اثر نہیں کرے گا۔ جا..... یہاں سے دفع ہو جا۔ لاحول ولا قوۃ....''

وہ نہ چاہنے کے باوجود اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ حیرانی اور پریشانی سے سوچنے لگی۔ ''یہ کیا ہو جاتا ہے؟ مجھے عارضی کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں پھر ناکام ہو جاتی ہوں۔ دیکھا جائے تو اب تک اپنی بیٹی سے مات کھاتی آ رہی ہوں۔''

اس نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر شیطان کی کھوپڑی کو نکالا اسے ہونٹوں سے لگا کر چوما پھر اس سے سرگوشی کرنے لگی۔ ''میرے یار! میرے دلدار! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟''

اسے اپنے اندر آواز سنائی دی۔ ''ایسا تو ازل سے ہوتا آ رہا ہے۔ ہمیں دائمی فتح حاصل نہیں ہوتی ہے۔ ہمارا کام بہکانا اور بھٹکانا ہے۔ ہم جب بھی انسانیت کو پیار کرتے ہیں۔ اس کا علاج صرف ایمان کی پختگی سے ہوتا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا کہ تیری بیٹی کا ایمان متزلزل نہیں ہوا لہٰذا اسے اس کے حال پر چھوڑ دے۔ آئندہ سیارے والوں کے ذریعے شر انگیزی اور ہنگامہ پروری کرنی ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''یہ کہا جا رہا ہے کہ سونیا اور فرہاد زندہ ہیں کیا یہ سچ ہے؟''

''مجھے یقین ہے کہ وہ بم دھماکے کی زد میں آ چکے ہیں۔ اگر کسی روحانی عمل کرنے والے نے انہیں چھپا رکھا ہے تو یہ حقیقت پھر بھی ظاہر ہو گی۔ ہم دنیا میں بہت کچھ کر سکتے ہیں مگر سب کچھ نہیں کر سکتے۔ ایمان کے دائرے سے باہر ہی رہتے ہیں' اندر جا نہیں پاتے۔ تجھے مایوس نہیں ہونا چاہیے ...میں ہوں ناں، ہماری شر انگیزی جاری رہے گی۔ کیا تُو نے نہیں دیکھا' ایمان کی ایک ذرا سی کمزوری کے باعث لوگ ہمارے سامنے ہانپنے' کانپنے اور جھکنے لگتے ہیں؟''

وہ مطمئن ہو کر بولی۔ ''تیری باتوں سے حوصلہ مل رہا ہے۔ میں تیرے مشن کو جاری رکھوں گی۔''

خراٹا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اس کے اندر آ کر بولی۔ ''میں سونیا اور فرہاد کی موت کی تصدیق چاہتی تھی۔''

اس نے جلدی سے پوچھا۔ 'کیا تصدیق ہو گئی؟''

''اگر کسی روحانی قوت نے انہیں بچا لیا ہو تو وہ زندہ ہوں گے لیکن ایک فیصد ان کے بچ نکلنے کا چانس ہے۔ باقی ننانوے فیصد ان کی موت یقینی ہو چکی ہے۔''

وہ قدرے مایوس ہو کر بولا۔ ''اگر ایک فیصد بھی چانس ہے تو ہم ہمیشہ اندیشوں میں مبتلا رہیں گے کہ پتا نہیں وہ کب زندہ ہو کر چلے آئیں؟ وہ نظروں سے اوجھل رہ کر ہمارے خلاف بہت کچھ کر سکتے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''ابھی سے تیری جان کیوں نکل رہی ہے؟ جب وہ کچھ کریں گے تو ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہیں گے۔ ہمارے پاس جوابی کارروائی کرنے کی طاقت بھی ہے اور صلاحیت بھی۔''

''میں نے کہا تھا کہ ہمارا آقا تجھ سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ کیا ابھی بات کرنا چاہے گی؟''

''ٹھیک ہے، اس سے بھی بات کر لیتی ہوں۔''

اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا پھر اس کہا۔ ''شیطان کی محبوبہ جینا میرے پاس ہے۔ تُو اس سے باتیں کر سکتا ہے۔''

گریٹ ایشورارا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''میں سیارے کا بھگوان کہلاتا ہوں۔ جینا کو اور اس کے یار کو ہاتھ جوڑ کر پرنام کرتا ہوں۔ ہم کسی نادیدہ قوت کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارا کوئی دین دھرم نہیں ہے۔ ہم نے کبھی کسی کی پرستش نہیں کی۔ پہلی بار شیطان کو ماننے اور اس کی پوجا کرنے کو تیار ہیں۔''

خراٹا نے جینا کی مرضی کے مطابق جواب دیا۔ ''تُو نے کسی بحث و تکرار کے بغیر میرے یار کی اطاعت قبول کی ہے۔ یقین کر لے کہ یہ تجھ پر مہربان ہو گیا ہے۔ تجھے اس ارضی دنیا کا حکمران بننے سے کوئی روک نہیں سکے گا۔''

''تیرا شکریہ، شیطان کی جے ہو۔ میں ارضی دنیا میں آ کر اپنی پوری قوم کے ساتھ شیطان کے آگے سجدہ کرنا چاہتا ہوں مگر وہ مسلمان دشمن مجھے اپنی مشین کے ذریعے دیکھ لیں گے۔ مجھے کہیں روپوش رہنے نہیں دیں گے۔ میں چاہتا ہوں کسی طرح ان سے غیر معمولی مشین چھین لی جائے پھر میں آسانی سے اس دنیا میں قدم رکھ سکوں گا۔''

''اگر وہ مشین بابا صاحب کے ادارے میں ہے تو اسے حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر وہ سونیا اور فرہاد کے پاس تھی تو ان کے ساتھ تباہ ہو گئی ہے تو پھر تیرے لیے یہاں کسی

طرح کا اندیشہ نہیں رہے گا..... یعنی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دونوں مر چکے ہیں اگر زندہ ہوں گے تو روپوش رہنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں مشین کے ساتھ ہوں گے۔''

''یہ ہو سکتا ہے، اس بارے میں یقین سے کچھ کہا نہیں جا سکتا ہے اور مشین کا سراغ بھی نہیں مل رہا ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔''

ہماری روپوشی نے ان سب کو الجھا دیا تھا۔ ان کے دلوں میں طرح طرح کے اندیشے پیدا ہو رہے تھے۔ وہ عجیب تذبذب میں تھے۔ ہمیں مردہ بھی سمجھ رہے تھے اور زندہ بھی..... وہ جانے انجانے میں انتظار کر رہے تھے کہ آئندہ ہماری روپوشی کیا رنگ لانے والی ہے؟ موجودہ حالات میں گریٹ ایشورارا کو ان پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کا آسرا تھا..... جو دین اسلام قبول کرنے بابا صاحب کے ادارے کے اندر گئے تھے۔

وہ پچیس افراد ادارے کے اہم راز چرا کر لانے والے تھے۔ وہ وہاں رکھی ہوئی غیر معمولی مشین تک بھی پہنچ سکتے تھے۔ اگر اس مشین کو چرا کر نہ لاتے تو اسے ناکارہ بنا سکتے تھے۔ اس نے پچیس ماتحتوں کے اندر یہ بات نقش کی تھی کہ ٹھیک پندرہویں دن اس کا تنویمی عمل تبدیل ہو جائے گا وہ پہلے عمل کے مطابق یہ بھول جائیں گے کہ مسلمان بننے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں آئے ہیں۔ وہاں دین اسلام قبول کرنے کے باوجود انہیں یاد آئے گا کہ وہ گریٹ ایشورارا کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ انہوں نے اب تک وہاں کے جو اہم راز معلوم کیے ہیں انہیں اب ہر حال میں اپنے گریٹ ایشورارا تک پہنچانا ہے۔

اور وہ پندرہ دن پورے ہو چکے تھے۔ اسے یقین تھا کہ اس کے تمام ماتحت کسی طرح باتیں بنا کر اس ادارے سے باہر آئیں گے۔ اس کے زیر زمین خفیہ لیبارٹری میں جو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ وہ سب ان کے منتظر تھے جیسے ہی وہ باہر آتے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سے رابطہ قائم ہو جاتا۔ انہیں یہ خوشخبری ملنے والی تھی کہ وہ کامیاب اور کامران ہو کر واپس آئے ہیں۔

وہ سیارے میں بیٹھا خوشخبری سننے کا منتظر تھا ادارے کے اندر پچیس نو مسلموں کے معلم نے ان سے کہا ''ان پندرہ دنوں میں بڑی حد تک تمہاری تعلیم و تربیت ہو چکی ہے۔ یہاں سے باہر جاؤ گے تب بھی تمہاری تعلیم جاری رہے گی اور تمہیں اہم ہدایات ملتی رہیں گی۔ اعلیٰ حضرت کی ہدایت ہے کہ تم سب کو ادارے سے باہر جا کر اپنے دین کے تحفظ کے لیے عملی طور پر جہاد کرنا ہے اور اپنے دین کا بول بالا کرنا ہے۔''

ایک نو مسلم نے کہا۔ ''ہمیں وہ غیر معمولی مشین دی جائے گی تو ہم دشمنوں پر نظر رکھ سکیں گے اور اپنی حفاظت بھی کر سکیں گے۔''

''یہ ہم پہلے ہی طے کر چکے ہیں' وہ غیر معمولی مشین تم پچیس مسلمانوں کی تبلیغی جماعت میں رہے گی لہٰذا تم اسے یہاں سے لے جا سکتے ہو۔''

پھر معلم نے ایک نو مسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ذکی الخیری! یہ ہمارے چوبیس مسلم بھائی تمہاری رہنمائی میں یہاں آئے تھے۔ آئندہ بھی تم ان کے رہنما رہو گے۔ یہ سب تمہاری ہدایت پر عمل کرتے رہیں گے۔ تمہیں اس ادارے کا خصوصی کریڈٹ کارڈ دیا گیا ہے۔ تم جس ملک کے جس شہر میں اپنی تبلیغی جماعت کے ساتھ جاؤ گے۔ وہاں کے ہوٹلوں میں اس کارڈ کے ذریعے تم سب کے قیام و طعام کا بندوبست ہو جائے گا۔ دنیا کی تمام ٹریولنگ ایجنسیاں اس کارڈ کو قبول کریں گی اور تم اپنی پوری جماعت کے ساتھ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا سکو گے۔ اپنی ضرورت کی تمام چیزیں بھی خرید سکو گے۔ اب ہم تمہیں الوداع کہتے ہیں۔''

بابا صاحب کے کتنے ہی عہدیداروں اور معلم حضرات نے ہر ایک کو گلے لگا کر رخصت کیا۔ صدر دروازے کے باہر ان کے لیے چار ویگن کاریں موجود تھیں۔ وہ ان میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ان کی اگلی منزل پیرس تھی۔

زیر زمین خفیہ لیبارٹری کے انچارج نے خیال خوانی کے ذریعے ذکی الخیری کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''شکر ہے، پندرہ دنوں کے بعد تمہارے دماغ میں جگہ مل گئی۔ اس کا مطلب ہے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ گئے ہو؟''

ذکی الخیری نے اپنے اندر اس کی آواز سن کر فوراً مشین کو آن کیا پھر اسے اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، ہم جتنی تعداد میں اندر گئے تھے۔ اتنی ہی تعداد میں واپس آ گئے ہیں۔''

''ہمارا آقا بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ کیا تمہارے پاس کمیونیکیشن مشین ہے؟''

''ہاں ہے، میں پیرس میں کہیں رہائش کا انتظام کرنے کے بعد اس سے رابطہ کروں گا۔ لہٰذا تم ابھی جاؤ۔''

وہ چلا گیا۔ ذکی الخیری نے مشین کی اسکرین پر دیکھا'

وہ انچارج اس زیر زمین خفیہ لیبارٹری میں نظر آرہا تھا۔ ذکی نے ٹریننگ مشین کا بٹن دبایا۔ اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی۔

''یہ جگہ افریقہ میں چاڈ سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔''

اس نے تحریری سوال کیا۔ ''وہاں کا محل وقوع بتایا جائے؟''

چند سیکنڈ کے بعد تحریری جواب ابھرا۔ ''مشرقی ساحل سے تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر حد نگاہ تک ریگستان ہے۔ دور دور تک کوئی انسانی آبادی نہیں ہے۔ پانی کی نایابی کے باعث جانور بھی نظر نہیں آتے۔''

اس نے سوال کیا۔ ''تین سو کلومیٹر کے رقبے پر زیر زمین لیبارٹری کی نشاندہی کیسے ہوسکتی ہے؟''

پھر چند سیکنڈ کے بعد تحریری جواب ابھرا۔ ''اس خاص مقام پر پہنچتے ہی ٹریننگ مشین چور دروازے کی نشاندہی سگنل کے ذریعے کرتی ہے۔''

اس نے ٹریننگ مشین کو آف کیا پھر فون کے ذریعہ بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے کہا۔ ''میں ذکی الخیری بول رہا ہوں۔ معلم صاحب سے عرض ہے' میری آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین سے منسلک ہوجائیں۔''

وہ فون بند کر کے مشین کی اسکرین کو دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اسکرین پر معلم صاحب دکھائی دیے۔ ذکی نے کہا۔ ''کمیونیکیشن سسٹم آن کریں۔ میں اہم رپورٹ ارسال کررہا ہوں۔''

اس نے زیر زمین خفیہ لیبارٹری کے سلسلے میں جو معلومات حاصل کی تھیں۔ وہ تمام معلومات ادارے میں پہنچادیں۔ وہاں کے تمام سائنسدانوں اور اعلیٰ عہدیداروں نے فوراً ہی پارس' پورس' کبریا اور عالی کو طلب کیا پھر ہدایات دیں کہ انہیں آدھے گھنٹے کے اندر ادارے کے ہیلی پیڈ پر پہنچنا ہے۔ فوری روانگی ہے۔ اس مہم کے متعلق راستے میں انہیں بتایا جائے گا۔

جب وہ چاروں بہن بھائی ہیلی پیڈ پر پہنچے تو ان کے لیے ایک ہیلی کاپٹر تیار تھا۔ ادارے کا ایک نامور سائنسداں احمد شیرازی تمام ضروری ساز وسامان اور آلات کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ وہ سب ہیلی کاپٹر کے ذریعے پیرس کے ایک ایئرپورٹ تک پہنچے۔ ایک گھنٹے کے بعد فلائٹ قاہرہ جانے والی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے پہلے ہی پانچ سیٹیں او کے کرالی گئی تھیں۔

چاروں بہن بھائی بڑے سکون سے خاموش تھے۔ انہوں نے کسی سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ انہیں کس مہم پر کہاں بھیجا جارہا ہے؟ وہ خوش تھے کہ ایک عرصے کے بعد وہ ایکشن میں آرہے ہیں۔ ایئرپورٹ پر بورڈنگ کارڈز حاصل کرنے کے بعد احمد شیرازی نے ان چاروں سے کہا۔ ''پارس اور پورس میرے ساتھ والی سیٹوں پر بیٹھیں گے۔ عالی اور کبریا ہماری پیچھے والی سیٹوں پر رہ کر میرے اندر آئیں گے اور ہماری گفتگو سنیں گے۔ اس طرح تم چاروں کو معلوم ہوجائے گا کہ تمہیں کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے؟''

کیونکہ پارس اور پورس ٹیلی پیتھی نہیں جانتے تھے۔ اس لیے سفر کے دوران جہاز میں بیٹھنے کی ایسی ترتیب رکھی گئی تھی۔ احمد شیرازی نے مسکرا کر کہا۔ ''میں سمجھ رہا ہوں' موجودہ مہم کے سلسلے میں تم سب تجسس میں مبتلا ہو۔''

پارس نے کہا۔ ''مہم جوئی تو جیسے ہماری گھٹی میں پڑی ہے۔ ہمیں ذرا سی پریشانی یا بے چینی نہیں ہے کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟''

عالی نے مسکرا کر احمد شیرازی سے کہا۔ ''انکل! آپ ہمیں کچھ نہ بتائیں۔ جہاں پہنچا ہے' وہاں پہنچ کر آگ میں کودنے کا حکم دیں۔ آپ دیکھیں گے کہ ہم کس طرح شعلوں سے گزر جاتے ہیں؟ آگ شرمندہ ہوجائے گی انکل! آخر ہم اولاد کس کی ہیں؟''

احمد شیرازی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''شیر کے بچے شیر ہی ہوتے ہیں۔ دراصل میں اندر سے فکرمند ہوں کیونکہ پہلے کبھی ایسی مہم پر نہیں گیا۔ میں آگ میں کودنا نہیں جانتا مگر تمہارے ساتھ دوڑنا اور کودنا آجائے گا۔''

اُدھر ذکی الخیری جان بوجھ کر گریٹ ایشورارا کو تھوڑی دیر تک نظر انداز کرتا رہا پھر اس نے جھنجلا کر ذکی سے رابطہ کیا۔ ''تُو نے ادارے سے باہر آتے ہی مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟''

اس نے جواباً لکھا۔ ''کیسے کرتا؟ ادارے سے باہر پہلے اپنا ٹھکانا بنانا لازمی تھا۔''

''مجھے لیبارٹری کے انچارج نے بتایا ہے' تُو پیرس کے ایک ہوٹل میں ٹھکانا بنا چکا ہے۔''

ذکی نے کہا۔ ''اس کے بعد بھی انکوائری کرنے والوں سے نمٹ رہا ہوں۔ میں نے بابا صاحب کے ادارے سے لائے ہوئے شناختی کاغذات دکھا کر انہیں مطمئن کیا ہے۔''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''زیادہ باتیں نہ بنا، پچھلے پندرہ دنوں کی رپورٹ پیش کر۔ ہمیں بتا کہ اپنے مقصد میں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے؟''

اس نے کہا۔ ''بندہ اپنے باطن اور ظاہر میں سچا' مخلص

اور ایماندار ہو تو اس کا ہر مقصد پورا ہوتا ہے۔ میں اپنے چوبیس ساتھیوں کے ساتھ دین اسلام کی تبلیغ کے لیے نکلا ہوں۔ تجھے بھی اپنے دین کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں۔''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''یہ کیا بکواس کررہا ہے؟''

''جو بات سمجھ میں نہ آئے' سر سے گزر جائے وہ بکواس ہی لگتی ہے۔ سیارے والوں کا کوئی دین دھرم نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تُو اپنی پوری.....قوم کے ساتھ شیطان کو سجدہ کرنے کا فیصلہ کرچکا ہے۔ میں تجھے صلاح دیتا ہوں' بدی کی طرف نہ جا، شیطان کی پرستش تجھے مہنگی پڑے گی۔ ذلت اور پسپائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔''

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''میں سمجھ گیا۔ بابا صاحب کے ادارے والوں نے تجھے سحر زدہ کردیا ہے۔ تُو میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔''

''میں تو پورے ایمان کے ساتھ تیری طرف ہاتھ بڑھا رہا ہوں مگر تُو میرے ہاتھ نہیں آنا چاہتا۔ آجا...میرے راستے پر ہی راستی اور سلامتی ہے۔''

''بکواس نہ کر، میرے دوسرے وفاداروں کو مشین دے۔ میں ان سے بات کروں گا۔''

ذکی الخیری نے وہ مشین دوسرے ساتھیوں کو دے دی۔ ایک نے تحریر کے ذریعہ کہا۔ ''گریٹ ایشورارا! تیرا شکریہ۔ تُو نے ہمیں اسلام کی چھاؤں میں پہنچادیا۔ اے نیکی کرنے والے! تُو شیطان کی دھوپ میں کیوں جل رہا ہے؟ ہمارے دین کی ٹھنڈی چھاؤں میں آجا....''

اس نے تحریری جواب میں غصہ دکھایا۔ ''یو شٹ اپ...''

تیسرے نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''میں شیطان مردود سے اپنے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ تُو بھی رب کی پناہ مانگ..... تجھے سلامتی' کامیابی اور کامرانی نصیب ہوگی۔''

ایک اور نومسلم نے کہا۔ ''ساری دنیا شیطان پر تھوکتی ہے۔ جہاں تھوکا جاتا ہے' وہاں کیوں جاتا ہے؟ جہاں رحمت برستی ہے وہاں آ...آجا۔''

اس نے غصے سے تلملاتے ہوئے مشین کو بند کردیا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی کہ وہ اپنے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہار چکا ہے۔ اس نے زیر زمین لیبارٹری کے انچارج سے کہا۔ ''میرے وہ پچیس ماتحت سچ مچ مسلمان بن گئے ہیں۔ میرے تابع دار نہیں رہے۔ ان کی وفاداری بابا صاحب کے ادارے کے نام ہوگئی ہے۔ آئندہ ان سے خیال خوانی یا فون کے ذریعے رابطہ نہ کیا جائے۔ اگر وہ غیر معمولی مشین اس ادارے میں ہوگی تو وہ تجھے مشین میں کیچ کرلیں گے۔ تیرے ذریعے لیبارٹری تک پہنچ جائیں گے۔ ان کم بختوں سے ہمیشہ کے لیے تعلق ختم کرلے۔ وہ مخاطب کریں تو فون بند کردینا۔ سانس روک کر انہیں بھگا دینا۔ کمیونیکیشن مشین آن نہ کرنا۔ وہ سب ہمارے لیے مرچکے ہیں۔''

پھر اس نے خرّاٹا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ہم بہت بڑا نقصان اٹھا رہے ہیں۔ جو سوچا بھی نہ تھا' وہ ہوچکا ہے۔ ہمارے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے میں جاکر سچ مچ مسلمان ہوگئے ہیں۔ وہ لوگ پیرس کے کسی ہوٹل میں ہیں۔ جینا سے بول! انہیں اپنی نظروں میں رکھے۔ ان کے خلاف شیطانی داؤ پیچ اختیار کرے۔ میں چاہتا ہوں' وہ سب نابود جائیں۔ انہیں کہیں بھی سکون سے رہنے نہ دیا جائے۔''

''یہ سن کر مجھے افسوس ہورہا ہے اور غصہ بھی آرہا ہے۔ ہمارے سیارے کے لوگ تیری اطاعت سے پھر گئے ہیں۔ کیا مجھے خیال خوانی کے ذریعے ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنی چاہیے؟''

''ہرگز نہیں، ان کے پاس غیر معمولی مشین ہوگی۔ وہ تیرا سراغ لگا کر تجھے مار ڈالیں گے۔ تجھ سے جتنا کہا ہے' اتنا ہی کر۔ شیطان کی محبوبہ کو ان کے پیچھے لگادے۔''

گریٹ ایشورارا نے رابطہ ختم کردیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ٹہلنے کے دوران غصے سے پاؤں بھی پٹخنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ''ہم کیسے عجیب حالات سے گزر رہے ہیں؟ کامیابیاں حاصل ہونے والی ہیں مگر اس سے پہلے ناکامیاں پریشان کررہی ہیں۔''

وہ حالات کا تجزیہ کررہا تھا۔ یہ اس کی سب سے بڑی کامیابی تھی کہ تمام اکابرین اس کے مطیع اور فرمانبردار بن گئے تھے۔ اسے دنیا کے تین حصوں پر حکمرانی کا حق دے چکے تھے اور اس کی حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں بھرپور تعاون کرنے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ اس سے بار بار کہہ رہے تھے کہ وہ دنیا میں آئے۔ تحریری معاہدہ کرے اور حکمران بن جائے۔

گویا ارضی دنیا پر حکومت کرنے کی اسے کھلی اجازت تھی۔ اس کے باوجود یہاں قدم نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ یہ خوف تھا کہ ہم اپنی مشین کے ذریعہ اسے شکنجے میں لے لیں گے پھر اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ وہ اپنی اس مجبوری اور بے بسی پر جھنجلا رہا تھا۔

اس نے ناگواری سے سوچا۔ ''یہ مسلمان بڑے شاطر

ہیں۔ ہمارے تمام مہروں کو دنیا کی بساط پر چال چلنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ صرف بادشاہ کو آگے بڑھنے سے روک دیا ہے۔ میں اپنے خانے سے باہر نہیں نکل سکوں گا۔ نہ ہی دنیا میں جا کر حکومت کر سکوں گا۔''

وہ فیوچر ٹیلنگ مشین کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اسے آپریٹ کرنے کے بعد موجود حالات پوری تفصیل کے ساتھ اس میں فیڈ کیے پھر سوال کیا۔ ''یہ پیشگوئی کیوں نہیں کی گئی کہ میرے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمان ہو جائیں گے؟''

تھوڑی دیر بعد اس مشین سے جواب ابھرا۔ ''تُو نے خود ان پچیس افراد کے اندر دینِ اسلام قبول کرنے کا شوق اور جذبات پیدا کیے تھے۔''

''مگر وہ عارضی تھے۔ ان کے اندر کچے جذبات تھے، وہ میری طرف آنے والے تھے۔''

''اگر تُو کچے اناج کو چولہے پر چڑھائے گا تو وہ تیرے نہ چاہنے کے باوجود پک جائیں گے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ چولہے سے اترنے کے بعد اناج کچا رہ جائے۔ تُو نے اپنے ہاتھوں سے اسلامی ڈش تیار کی ہے۔''

''یہی مثال پہلے بھی دی جا سکتی تھی، پہلے ہی مجھے ایسا کرنے سے روکا جا سکتا تھا۔''

''ایک بار نہیں ... بار بار سمجھایا گیا کہ اپنی سائنسی صلاحیتوں کو روحانیت کے خلاف استعمال نہ کر۔ ہمیشہ ان سے دور رہا کر لیکن اس کے برعکس تُو نے اپنے لوگوں کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دیا۔ جہاں رحمتوں کی بارش ہوتی ہو، وہاں سے بندے دھل دھلا کر ہی باہر آئیں گے۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ تھوڑی دیر تک چپ رہا۔ وہ اپنے حق میں کوئی پیشگوئی سننا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''مجھے معلوم ہونا چاہیے، ارضی دنیا میں میری حکومت قائم ہو سکے گی یا نہیں؟''

''جو بادشاہ زمین کے اندر ہو، اس کی حکومت زمین کے اوپر کیسے قائم ہو سکتی ہے؟ اپنے خوابوں کی تعبیر کے لیے تجھے اس دنیا میں جانا ہوگا۔''

''کیا میں کبھی وہاں جا سکوں گا؟''

''نہیں، جب بھی جائے گا، دیکھ لیا جائے گا پھر تیری موت یقینی ہوگی۔ جب تک سیارے میں رہے گا، لمبی عمر پائے گا۔''

''اس کا مطلب ہے، نہ مجھے وہاں جانا چاہیے، نہ بادشاہت کا خواب دیکھنا چاہیے۔ پلیز، میری خواہش کے مطابق کوئی مشورہ دے۔''

''ایک ہی صورت ہے۔ تُو وہاں اپنے کسی نائب کو قائم مقام بادشاہ بنا کر یہاں بیٹھے بیٹھے حکومت کر سکتا ہے۔''

''ہوں، مجھے اس پہلو پر غور کرنا چاہیے۔ اب تک تو یہی ہوتا آ رہا ہے کہ جسے بھی اپنا نائب بنا کر بھیجتا ہوں، وہ سونیا اور فرہاد کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ ایک پہلو سے کامیابی حاصل کرتا ہے تو دوسرے پہلوؤں سے نقصان اٹھاتا ہے پھر بھی اپنی بادشاہت قائم کرنے کے سلسلے میں کسی نائب پر بھروسا کرنا ہی ہوگا۔''

اس نے مشین کو بند کر دیا۔ سر جھکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ کامیابیوں اور ناکامیوں کے درمیان اس کا ذہن بری طرح جکڑا ہوا تھا۔ اس نے طے کیا کہ خود کو پُرسکون رکھنے کے لیے فی الوقت کچھ نہیں سوچے گا۔ ذہن کو بالکل خالی رکھے گا..... مگر جب تک سانس چلتی رہتی ہے۔ دماغ سوچ سے خالی نہیں رہتا۔ وہ نہ چاہنے کے باوجود سوچتا چلا جا رہا تھا۔

☆☆☆

طیارہ قاہرہ کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ سائنسداں احمد شیرازی کے دائیں بائیں پارس اور پورس بیٹھے ہوئے تھے۔ عالی اور کبریا پچھلی قطاروں والی سیٹوں پر تھے۔ خیال خوانی کے ذریعے احمد شرازی کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ وہ انہیں گریٹ ایشورارا کی زیرِ زمین خفیہ لیبارٹری کے متعلق تفصیل سے بتا رہا تھا۔

اس کی تمام باتیں سننے کے بعد پارس نے کہا۔ ''اگر اس زیرِ زمین لیبارٹری کو تباہ کرنا ہے تو یہ کوئی دردسری کی بات نہیں ہے۔ ہم اس لیبارٹری میں داخل ہوئے بغیر کتنے ہی ہتھکنڈوں سے بم دھماکوں کے ذریعے اسے تباہ و برباد کر سکتے ہیں۔''

شیرازی نے کہا۔ ''نہیں، مجھے اس لیے تم لوگوں کے ساتھ بھیجا گیا ہے کہ لیبارٹری کے اندر سائنس اور تیکنالوجی کے حوالے سے جو کچھ ہو رہا ہے اس کا معائنہ کروں اور وہاں کے تمام راز اور تیکنالوجی اپنے ادارے میں لے آؤں۔''

پورس نے کہا۔ ''ہم سمجھ گئے۔ ہمیں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ ہم اس لیبارٹری میں داخل ہونے کے لیے راستے ہموار کریں۔''

عالی نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ ''ہمیں چاڈ کے کسی شہر میں جانا چاہیے تھا کیونکہ وہ لیبارٹری وہاں سے آٹھ سو ستر کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ ہم قاہرہ کیوں جا رہے

ہیں؟''

''ایمرجنسی میں یہی فلائٹ مل سکی۔ اس لیے قاہرہ جا رہے ہیں۔ چاڈ جانے کے لیے کل تک انتظار کرنا پڑتا۔ ہم قاہرہ سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے چاڈ کے کسی قریبی شہر جائیں گے۔ وہاں سے فور وہیل گاڑیوں میں بیٹھ کر اپنے ٹارگٹ کی طرف روانہ ہوں گے۔''

ایک طرف گریٹ ایشورارا اپنے حالات کے مطابق منصوبے بنا رہا تھا۔ دوسری طرف میرے چاروں بچے احمد شیرازی کے ساتھ اپنے منصوبے پر عمل کرنے والے تھے۔ جینا ان سے پیچھے نہیں تھی۔ خرّاٹا نے اسے گریٹ ایشورارا کا پیغام دیا تھا۔ اسے بتایا تھا کہ سیارے کے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ کر صدقِ دل سے مسلمان بن گئے ہیں۔ جینا کو ان کا سکون برباد کرنا چاہیے۔

وہ پچیس نو مسلم ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ جینا ان کے اندر نہیں جا سکتی تھی۔ ایسے وقت وہ اپنے یار دلدار کی انگلی پکڑ کر کہیں بھی پہنچ جایا کرتی تھی۔ اس نے شیطان کی کھوپڑی کو اپنے گریبان سے نکال کر ہاتھوں میں لیا۔ ذکی الخیری کے قریب اس طرح پہنچی کہ کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی کیونکہ وہ خود جسمانی طور پر وہاں موجود نہیں تھی۔ اپنے یار کے ذریعہ ذکی الخیری کو دیکھ سکتی تھی اور اس کی باتیں سن سکتی تھی۔ اس وقت وہ احمد شیرازی سے ملاقات کرنے ایئر پورٹ آیا تھا۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ وہ میری بیٹی اور بیٹوں کے ساتھ ایک خاص مہم کے سلسلے میں قاہرہ جا رہا ہے۔

جینا نے اپنے یار کی مورتی سے سرگوشی میں کہا۔ ''یہ شخص فرہاد کے بچوں کے ساتھ قاہرہ جا رہا ہے۔ ضرور کوئی اہم معاملہ ہے۔ کیا میں ان میں سے کسی کے اندر پہنچ سکتی ہوں؟''

معلوم ہوا کہ میرے بیٹے اور بیٹی یوگا میں مہارت رکھتے ہیں مگر سائنسداں احمد شیرازی دن رات مصروف رہنے کی وجہ سے جسمانی طور پر کمزور ہے۔ سانس روک نہیں پاتا۔ یہ معلوم ہوتے ہی وہ احمد شیرازی کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھ کر یہ انکشاف ہوا کہ گریٹ ایشورارا نے اس دنیا میں ایک زیرِ زمین لیبارٹری بنائی ہے۔

جینا کو یہ نئی بات معلوم ہوئی تھی۔ احمد شیرازی اس لیبارٹری کے اندرونی معاملات نہیں جانتا تھا۔ یہ یقین تھا کہ کسی طرح وہاں پہنچنے کے بعد سائنسی ایجادات کے نمونے نظر آئیں گے۔ گریٹ ایشورارا نے جینا کے یار کی پرستش قبول کی تھی۔ اپنے تمام معاملات میں اس کی مدد چاہتا تھا لیکن زیرِ زمین لیبارٹری کا راز اس سے بھی چھپا رہا تھا۔

جینا نے سوچا۔ ''کوئی بات نہیں، میں بھی اپنے اہم معاملات دوسروں سے چھپاتی رہتی ہوں۔ اب بھی یہی کروں گی۔ بابا صاحب کے ادارے کے پانچ مسلمان اس کی لیبارٹری کو تباہ کرنے جا رہے ہیں۔ میں ان مسلمانوں سے بھی دوستی کی آڑ میں دشمنی کروں گی۔ انہیں نقصان پہنچا کر گریٹ ایشورارا کو اپنا احسان مند بناؤں گی۔ ایسی دوغلی چالیں چلتی رہوں گی تو شیطان کی محبوبہ کہلاؤں گی۔''

اس نے بھی قاہرہ جانے کے لیے اسی طیارے میں ایک سیٹ حاصل کر لی۔ سفر کے دوران احمد شیرازی کی باتیں وہ چاروں بہن بھائی سن رہے تھے۔ جینا بھی اس کے اندر رہ کر سن رہی تھی۔ پارس اور پورس ہم شکل تھے۔ ایک جیسے قد آور اور باڈی بلڈر تھے۔ اس کا دل دونوں پر آ گیا تھا۔ اس نے اپنے یار سے کہا۔ ''تُو ان میں سے کسی ایک کے روپ میں آ کر مجھے خوش کرے گا۔ میں کسی ایک سے رومانس کرنا چاہتی ہوں۔ انہیں ٹریپ کرنے کے لیے کسی سے عشق کروں گی مگر تنہائی میں صرف تُو ہی پارس یا پورس بن کر میرے پاس آئے گا۔''

وہ طیارے میں ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹوائلٹ کی طرف جانے لگا تو وہ بھی اس کے پیچھے چلی آئی۔ ٹوائلٹ کا دروازہ بند تھا۔ وہ انتظار کرنے لگا۔

جینا نے کہا۔ ''یہاں دو ٹوائلٹ ہیں اور دونوں ہی مصروف ہیں۔''

پارس نے مسکرا کر کہا۔ ''دراصل مسافر کھاتے بہت ہیں۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''رائٹ یو آر مگر میں صرف ہاتھ منہ دھو کر فریش ہونے آئی ہوں۔''

وہ بولا۔ ''حسینائیں زمین پر ہوں یا آسمان پر تر و تازہ رہنے کے جتن کرتی رہتی ہیں۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''حسینوں کا یہی تو ایک سرمایہ ہوتا ہے۔ پھول جیسے چہرے اور بدن کی ملائم جلد کو اپنے کسی آئیڈیل کے لیے سنبھال کر رکھنا پڑتا ہے۔''

''پھر تو تمہارا آئیڈیل بڑا ہی خوش نصیب ہوگا۔''

''پتا نہیں، وہ خوش نصیب کہاں ہے؟ کب میری زندگی میں آئے گا؟''

اس نے کہا۔ ''کیا مجھے دیکھ کر ایسا لگتا ہے؟''

جینا نے انجان بن کر پوچھا۔ ''کیسا لگتا ہے؟''

''یہی کہ آپ جیسا کوئی میری زندگی میں آئے تو بات بن جائے۔''

وہ ہنسنے لگی۔ ایک ٹوائلٹ کا دروازہ کھل گیا۔ پارس نے کہا۔ ''تم پہلے جاؤ۔''

وہ بولی۔ ''نہیں، تم پہلے آئے ہو۔''

وہ مسکرا کر بولا۔ ''ہمیں ایک نمبری اور دو نمبری نہیں ہونا چاہیے، پلیز جاؤ۔''

وہ دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔ ''تم بہت زندہ دل ہو۔ میرے ساتھ والی سیٹ خالی ہے۔ میں انتظار کروں گی۔''

یہ کہہ کر وہ اندر گئی پھر دروازے کو بند کرلیا۔ وہ خوش تھی کہ تیر نشانے پر بیٹھا ہے۔ یار دلدار نے اس میں اتنی کشش پیدا کی تھی کہ سب ہی اس کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ پندرہ منٹ بعد پارس اس کے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ مسکرا کر بولا۔ ''زبردست مقناطیس ہے۔ لباس میں کہیں چھپا رکھا ہے۔ تب ہی تو میں کھنچا چلا آیا ہوں۔''

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ عالی نے واش روم کی طرف جاتے ہوئے انہیں دیکھا پھر خیال خوانی کے ذریعے کبریا سے کہا۔ ''یہ ہمارے بھائی صاحب زبردست فلرٹ ہیں۔ ایک حسینہ سے دوستی کررہے ہیں۔''

کبریا نے کہا۔ ''ہوسکتا ہے، وہ حسینہ فلرٹ ہو۔ بھائی کو پھانس رہی ہو؟''

''ہمیں معلوم کرنا چاہیے۔ یہ اتنی جلدی دوستی کرنے والی کون ہے؟''

''میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

وہ پارس کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''سوری بھائی! میں اس کی آواز اور لب ولہجہ سننے آیا ہوں۔''

پارس نے کہا۔ ''ہاں، یہ ضروری ہے۔''

پھر وہ جینا سے بولا۔ ''تم نے اپنا نام نہیں بتایا؟''

وہ بولی۔ ''کیوں بتاؤں؟ پیدا ہوئی تو ماں نے الگ نام رکھا۔ باپ نے الگ نام سے پکارا۔ جوان ہوئی تو سب ہی اپنے اپنے ڈھنگ سے پکارنے لگے۔ کوئی ہائے جانی کہتا ہے۔ کوئی سوئٹی اور کوئی ڈریم گرل۔''

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ اس نے سانس روک لی۔ کبریا کی سوچ کی لہریں واپس چلی آئیں۔ وہ فوراً ہی پارس کے اندر آیا۔ اس وقت پارس پوچھ رہا تھا۔ ''تم بولتے بولتے رک کیوں گئیں؟''

اس نے کہا۔ ''میں یوگا کی مشقیں کرتی ہوں۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتی ہوں۔ ابھی کوئی میرے اندر آنا چاہتا تھا۔''

''اس کا مطلب ہے، تم بھی ہماری طرح دشمنوں کی پرورش کرتی ہو؟''

''کرتی تو نہیں ہوں، خود ہی پیدا ہوجاتے ہیں۔''

''کسی وجہ کے بغیر خود بخود کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی۔ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف پہنچتی ہے، تب ہی دشمن وجود میں آتے ہیں۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''یہ حسن وشباب وجہ بن جاتے ہیں۔ جسے حسن کی خیرات نہ دو، وہ دشمن بن جاتا ہے۔''

کبریا نے کہا۔ ''بھائی ہوشیار! یہ بہت گہری ہے۔ میں جارہا ہوں۔''

وہ چلا گیا۔ پارس نے پوچھا۔ ''یہ کون تھا؟ جسے تم نے بھگا دیا؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''میں کیا بتاؤں؟ تم یقین نہیں کرو گے۔''

اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ ''یقین نہ آنے والی ایسی کیا بات ہے؟''

جینا نے کہا۔ ''اس دشمن میں دو غیر معمولی باتیں ہیں۔ ایک تو وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور دوسری.... حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ ہماری دنیا کا باشندہ نہیں ہے۔''

اس نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔ ''تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ کوئی خلائی مخلوق ہے؟''

''ہاں، میری بات کا یقین کرو۔ وہ ایک سیارے سے آیا ہے۔ مجھ پر عاشق ہوگیا ہے۔ کہتا ہے کہ اگر میں راضی نہ ہوئی تو وہ مجھے جبراً اپنی تنہائی میں بلا لے گا۔''

''فکر نہ کرو..... میں تمہارے ساتھ ہوں، وہ تم پر جبر نہیں کرسکے گا۔''

''مگر میں محسوس کررہی ہوں، اس نے مجھے سحر زدہ کردیا ہے۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف کھنچی چلی جارہی ہوں۔''

''تم ابھی قاہرہ جارہی ہو؟''

''میں وہاں سے اور آگے جاؤں گی۔ وہ زائر کے ریگستانی علاقے میں رہتا ہے۔''

پارس ایک دم سے چونک کر سیدھا ہوگیا کیونکہ ان سب کی منزل بھی وہی تھی۔ وہ زیر زمین لیبارٹری زائر کے ریگستانی علاقے میں تھی۔ جینا کی باتوں سے معلوم ہوچکا تھا کہ اس کا عاشق سیارے سے آیا ہے۔ پارس نے پوچھا۔ ''تم

کہاں جاؤ گی؟ زائر کا شمالی حصہ ریگستانی ہے۔ کیا اس کے بعد ہریالی اور انسانی آبادی ہے؟''

''میں وہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے، آپ ہی آپ اُدھر جارہی ہوں۔ اس قاہرہ جانے والی فلائٹ کا ٹکٹ نہ جانے کیسے میرے پاس پہنچ گیا؟ آگے بھی ایسی کوئی بات ہوگی اور میں مجبوراً اس کی رہائش گاہ تک پہنچ جاؤں گی۔''

''یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعہ تمہیں اپنی معمولہ اور تابع دار بنالیا ہے۔ اسی لیے تم ہوش وحواس میں رہنے کے باوجود اپنے اختیار میں نہیں ہو۔ بے اختیار اس کی مرضی کے مطابق وہی کرتی آرہی ہو، جو وہ چاہتا ہے۔''

وہ پریشانی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔ ''اوہ گاڈ...! میں کیا کروں؟ اس سے کس طرح نجات حاصل کروں؟''

پارس نے کہا۔ ''ابھی وہ تمہارے اندر ہوگا تو میری باتیں سن رہا ہوگا۔ کوئی بات نہیں... سنتا رہے۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ میں تمہارے ساتھ وہاں تک جاؤں گا، جہاں وہ تمہیں بلا رہا ہے۔ فکر نہ کرو، میں تمہیں اس سے نجات دلاؤں گا۔''

وہ بڑی محبت اور عقیدت سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ ''میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں؟ تم اپنا راستہ اپنی منزل بدل کر میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو۔ مجھے اس دشمن سے نجات دلانا چاہتے ہو۔ لو... آئی لو یو۔ میں ایسا ہی ہیرو ایسا ہی آئیڈیل چاہتی تھی۔ تھینکس گاڈ! تم میری زندگی میں آگئے۔''

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے، میں یہاں تنہا نہیں ہوں۔ میری ایک بہن، دو بھائی اور ایک انکل میرے ساتھ ہیں۔ ہم قاہرہ پہنچنے والے ہیں۔ میں وہاں سب سے تمہارا تعارف کراؤں گا۔''

''مجھے تمہارے رشتہ داروں سے مل کر خوشی ہوگی۔ یہ میرے لیے بہتر ہوگا۔ وہ سب میرے ساتھ رہیں گے تو دشمن محتاط ہوجائے گا۔ مجھے اپنے پاس نہیں بلائے گا۔''

پارس تو چاہتا تھا، وہ اسے بلائے۔ یہ یقین تھا کہ زیر زمین لیبارٹری میں بلانے والا سیارے سے تعلق رکھتا ہے۔ جینا بڑی معصومیت سے خود کو مظلوم ثابت کرچکی تھی۔ یہ یقین دلا چکی تھی کہ کسی سیارے والے نے اسے اپنی معمولہ اور تابع دار بنالیا ہے۔ اس طرح یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ اسے سحر زدہ کرکے بلایا جارہا ہے۔

پارس نے کہا۔ ''میرے دوسرے تمام رشتہ دار ہمارے ساتھ نہیں رہیں گے۔ میں نہیں چاہتا، دشمن بدک جائے، محتاط ہوجائے۔ میں ہر حال میں اس کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ کر اس کا کام تمام کروں گا اور تمہیں ہمیشہ کے لیے اس سے نجات دلاؤں گا۔''

وہ خوش ہوکر بولی۔ ''تم واقعی دلیر جانباز ہو۔ میرے لیے جان کی بازی لگا رہے ہو، آئی لو یو...''

پارس نے قاہرہ پہنچ کر احمد شیزاری، عالی، کبریا اور پورس سے جینا کا تعارف کرایا پھر عالی اور کبریا کو اشارہ کیا کہ وہ اس کے اندر آکر باتیں کریں۔ دونوں نے وہاں آکر پوچھا۔ ''ہاں، بھائی! کیا واقعی جینا معصوم اور مظلوم ہے؟''

پارس نے کہا۔ ''وہ سچی ہو یا جھوٹی... معصوم ہے یا چالباز... ہمیں تو اس لیبارٹری کے اندر پہنچنا ہے اور یہ وہیں جا رہی ہے۔''

عالی نے پوچھا۔ ''اور تم اس کے ساتھ جاؤ گے؟''

''ہاں... تم دونوں میرے اندر رہ کر معلوم کرتے رہو گے کہ اس کے ساتھ کس طرح، کس راستے سے اس لیبارٹری کے اندر جارہا ہوں؟ یوں تمہیں راستہ معلوم ہوتا رہے گا۔''

فاضل بالوں کا نکلنا بند

اب آپکو تھریڈنگ یا ویکسنگ کی ضرورت نہیں

HAIR STOP LABELLE جو ایک خاص پٹیاں ہیں۔ جن کے آسان استعمال سے چہرے پر فاضل بالوں کا نکلنا قطعی بند ہوجاتا ہے خواہ یہ بال آپکی کلائیوں و دیگر حصوں پر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس ٹریٹمنٹ سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ چہرے کے کیل مہاسوں، داغ دھبوں کو بھی دور کرتا ہے۔

چہرے کے لئے قیمت 600 روپے، دیگر حصوں کیلئے قیمت 1500 روپے محصول خرچ 50 روپے۔ گھر بیٹھے ایک خط لکھ کر وی پی پارسل سے طلب فرمائیں۔

نوٹ: بیوٹی پارلرز کاروباری رابطے کے لئے رجوع کریں۔

فیئری پرفیومرس fp

پوسٹ بکس نمبر 2209 کراچی۔ 74600

کبریا نے کہا۔ ''بھائی! اگر اس حسینہ کا تعلق سیارے والوں سے ہے اور وہ فریب دے رہی ہے تو تمہیں وہاں لے جا کر ضرور کسی مصیبت میں پھنسائے گی۔''

''کوئی بات نہیں... تم تینوں الکل شیرازی کے ساتھ وہاں فوراً پہنچو گے۔ تب تک میں ان سے نمٹتا رہوں گا۔ یہ باتیں پورس کو بتاؤ۔ وہ خوب سمجھتا ہے کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟''

جینا نے قاہرہ سے چاڈ کے دارالحکومت کے لیے ایک سیٹ پہلے ہی او کے کرالی تھی۔ اس نے پارس کو وہ ٹکٹ دکھاتے ہوئے کہا۔ ''دیکھو... یہ میرے پرس میں کیسے پہنچ گیا' میں نہیں جانتی۔ میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا' وہ دشمن عامل میری مرضی کے بغیر مجھے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔''

پارس نے بھی اسی فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کر لی۔ اس سے کہا۔ ''یہ دیکھو... میں اپنے لوگوں کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ جا رہا ہوں۔''

وہ بڑی محبت سے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ ''میں تمہاری محبت پر جتنا بھی فخر کروں' کم ہے۔ اس سے نجات حاصل کرتے ہی تم سے شادی کرلوں گی۔''

شادی دور کی بات تھی۔ ابھی تو نہ جانے کتنے آزمائشی مراحل سے گزرنا تھا؟ پارس کو اس سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ اسے لیبارٹری تک پہنچنے کی سیڑھی بنا رہا تھا۔ جب اس کے ساتھ رخصت ہوا تو عالی' کبریا' پورس اور احمد شیرازی قاہرہ میں رہ گئے۔ جینا کو شیطانی معلومات حاصل ہو رہی تھیں کہ پارس اس سے دکھاوے کی محبت کر رہا ہے۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بج رہی تھی۔ دونوں ہی ایک دوسرے کو دھوکا دے رہے تھے۔

احمد شیرازی' عالی' کبریا اور پورس ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعہ چاڈ کے دارالحکومت پہنچ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ جینا ان سے بے خبر ہے۔ سب ہی ایک دوسرے کو دھوکا دے رہے تھے اور دھوکا کھا رہے تھے۔ جینا اور پارس نے ایک کانٹیج حاصل کیا تھا۔ وہ بولی۔ ''ہم کل صبح آٹھ بجے زائر کے ریگستانی علاقے میں جائیں گے۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔''

پارس بھی اس سے دور رہنا چاہتا تھا۔ دل ہی دل میں شکر ادا کرتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جینا نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد خرآٹا کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ ''اپنے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کر، میں اس سے بات کروں گی۔''

اس نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی۔ رابطہ ہوتے ہی کہا۔ ''اے آقا...! شیطان کی محبوبہ تجھ سے مخاطب ہونا چاہتی ہے۔''

اس نے تحریر کے ذریعہ کہا۔ ''میں اپنے دیوتا شیطان کی محبوبہ کو ہاتھ جوڑ کر پرنام کرتا ہوں۔''

خرآٹا نے جینا کے حکم کے مطابق تحریر کے ذریعہ کہا۔ ''میں تیرے راستے کے کانٹے چن رہی ہوں۔ سونیا اور فرہاد کے متعلق شبہ ہے کہ وہ زندہ ہو سکتے ہیں۔ کوئی بات نہیں... پارس' پورس' عالی اور کبریا کی بھی ہسٹری تیری مشین کے ریکارڈ میں ہوگی۔ تُو نے پڑھا ہوگا کہ وہ اپنے باپ کی طرح کس قدر خطرناک ہیں؟''

''بے شک، وہ خطرناک ہیں۔ تُو ان کا ذکر کیوں کر رہی ہے؟''

''اس لیے کہ ماں باپ کو تو ہم نے موت کی نیند سُلا دیا ہے۔ کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ آج اس کے تمام بچے بھی موت کی ابدی نیند سو جائیں گے۔''

''کیا سچ کہہ رہی ہے؟''

''تُو چاہے تو آج شام اس زمین پر آ کر دیکھ سکتا ہے۔ تجھے یہاں فرہاد کے چار جوان بچوں کی لاشیں ملیں گی۔''

''اس زمین پر میرے کئی خاص ماتحت ہیں۔ میں چاہتا ہوں' وہ اپنی آنکھوں سے ان کی لاشیں دیکھیں۔ تُو جہاں کہے گی' میرے آدمی یہ نظارہ دیکھنے کے لیے وہاں پہنچ جائیں گے۔''

''تُو بہت کچھ چھپاتا ہے لیکن مجھ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکی۔ تیرے وہ خاص ماتحت زیرِ زمین خفیہ لیبارٹری میں رہتے ہیں۔''

وہ حیران ہوا، پریشان ہوا مگر قائل ہو کر بولا۔ ''شیطان کی جے ہو۔ میں مان گیا۔ بے شک، میرے شیطان دیوتا اور اس کی محبوبہ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔''

''میرا یارِ دلدار یہ بھی جانتا ہے کہ وہ چاروں اسی خفیہ لیبارٹری میں موت کے گھاٹ اتارے جائیں گے۔ تُو کبھی نہ سمجھ سکے گا' نہ سوچ سکے گا کہ میں کس طرح انہیں راضی خوشی قربان گاہ کی طرف لا رہی ہوں؟ انتظار کر... بس تھوڑا انتظار کر...''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

جینا نے دل کو دھڑکا دینے والا انکشاف کیا تھا۔ گریٹ ایشورارا صبر و تحمل سے انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے گڑگڑانے کے سے انداز میں کہا۔ ''تو مجھے خوشخبری سنا رہی ہے مگر اس کے پیچھے یہ دل دہلانے والی بات ہے کہ میری لیبارٹری پر دہ راز میں نہیں رہی ہے۔'' وہ دل برداشتہ ہو کر تحریر کے ذریعے کہہ رہا تھا۔

''آہ...! تو جانتی ہے کوئی بات نہیں لیکن ان دشمنوں کو زمین کی تہ میں چھپی ہوئی لیبارٹری کا پتا کیسے معلوم ہوا؟''

وہ بولی۔ ''تیری ایک غلطی سے بھید کھل گیا ہے۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''میری غلطی...؟ مجھ سے ایسی کون سی غلطی سرزد ہوئی ہے؟''

''تو نے اپنے پچیس ماتحتوں کو عارضی طور پر مسلمان بننے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا تھا یہ خیال تھا کہ وہ تیرے لیے جاسوسی کریں گے اور وہاں کے راز چرا کر لائیں گے۔''

''بے شک مجھ سے یہ غلطی ہوئی لیکن خفیہ لیبارٹری کا اس غلطی سے کیا تعلق ہے؟''

جینا نے کہا۔ ''میں نے اس ادارے کے سائنس داں احمد شیرازی کے خیالات پڑھے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ذکی الخیری اپنے چوبیس ساتھیوں کے ساتھ ادارے سے باہر آیا تو اس کے پاس غیر معمولی مشین تھی۔ جب تمہارے لیبارٹری انچارج نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تو اس نے مشین کی اسکرین پر اس انچارج کو دیکھ لیا۔ اس طرح یہ راز کھل گیا کہ وہ لیبارٹری زائر کے ریگستانی علاقے میں ہے۔''

گریٹ ایشورارا یہ سن کر کچھ دیر تک سکتے میں رہا پھر بولا۔ ''ہم سمجھ نہیں پاتے اور تقدیر بڑی ہیرا پھیری سے بندوں کو خلاف توقع اِدھر سے اُدھر پہنچا دیتی ہے۔ میرے ذہن میں یہ بات کبھی آ نہیں سکتی تھی کہ دشمنوں کو میرے ہی وفاداروں کے ذریعے لیبارٹری کا سراغ مل جائے گا۔''

''تو ان وفاداروں کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے راز چرانا چاہتا تھا۔ وہ تیرا راز چرا کر مسلمانوں کو اس خفیہ جگہ تک پہنچا رہے ہیں۔''

''میں تجھے شیطان کا... تیرے دلدار کا واسطہ دیتا ہوں، انہیں وہاں تک نہ جانے دے۔ جہاں وہ ہیں، وہیں انہیں ختم کر دے۔''

''میں انہیں ہلاک نہیں کر سکتی کیونکہ وہ سب ایک دوسرے کے پیچھے ہیں۔ ایک کو ہلاک کروں گی تو دوسرے میری جان کو آ جائیں گے۔ وہ سب تیری خفیہ لیبارٹری میں یکجا ہو کر پہنچیں گے۔ وہاں تیرے وفاداروں کو مسلح اور مستعد رہنا چاہیے۔ اسی لیے مجھے پہلے سے اطلاع دے رہی ہوں۔''

پھر وہ خرّاٹا سے بولی۔ ''میں جا رہی ہوں۔ رابطہ ختم کر دے۔''

خرّاٹا نے ایشورارا سے کہا۔ ''میرے آقا! شیطان کی محبوبہ جا چکی ہے۔ اگرچہ یہ کہہ رہی ہے کہ فرہاد کی بیٹی اور تینوں بیٹے اس لیبارٹری میں پہنچ کر مارے جائیں گے مگر یہ ضروری نہیں ہے۔ وہ لوگ خطرناک بھی ہیں اور چالباز بھی۔''

وہ بولا۔ ''بڑی مشکل ہے اب تک وہ ہوتا آ رہا ہے جس کی توقع ہم نے کبھی نہیں کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے انہیں اس لیبارٹری تک پہنچنے سے کیسے روکا جائے؟''

''انہیں روکنا ممکن نہیں ہے۔ نو سیارے میں بیٹھا ہے۔ میں دشمنوں سے ہزاروں میل دور ہوں۔ یوں بھی تنہا ان سے نمٹ نہیں سکوں گا۔ ہمیں جینا پر ہی بھروسا کرنا ہوگا۔''

''وہ بڑے یقین سے کہہ رہی ہے کہ وہ سب لیبارٹری میں پہنچنے کے بعد ماریں جائیں گے۔ مجھے بھی اپنے طور پر کچھ کرنا ہوگا۔''

اس نے خرّاٹا سے رابطہ ختم کیا پھر لیبارٹری کے انچارج کو مخاطب کیا۔ ''ہماری یہ زیرِ زمین لیبارٹری اب خفیہ نہیں رہی ہے۔ دشمنوں کو اس جگہ کا پتا معلوم ہو چکا ہے۔ وہ مقامی وقت کے مطابق کل صبح یا دوپہر تک پہنچنے والے ہیں۔''

انچارج نے پریشان ہو کر کہا۔ ''میرے ان داتا! اس لیبارٹری کا بھید کیسے کھل گیا؟ ہم دشمنوں کو کیسے روک سکیں گے؟ اپنا بچاؤ کس طرح کر سکیں گے؟''

''تم سب وہاں سے فرار ہو کر اپنا بچاؤ کر لو گے لیکن تم سے زیادہ اہم وہ چھوٹی بڑی مشینیں ہیں جنہیں ہم نے برسوں کی محنت سے تیار کیا ہیں۔ ان مشینوں کا نقشہ ان کے پرزے اور آلات ان کی تفصیلات مشین میں محفوظ ہے اور کاغذات میں ان کی ایک ایک تفصیل درج ہے۔ انہیں دشمنوں کی دسترس سے بچانا ہے۔''

''تو حکم دے مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''فوراً ریکارڈ فائل والی مشین سے ہماری تمام مشینوں کی تفصیلات مٹا دے۔ جن کاغذات میں تفصیلات درج ہیں انہیں سنبھال کر اپنے سامان میں رکھ لے پھر وہاں سے فوراً نکل جا۔ ہمارے جو وفادار ہیں انہیں خطرے سے آگاہ کر۔ ان سب کو مسلح رہ کر وہاں آنے والے دشمنوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ میں نائب انچارج سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

انچارج نے اپنے نائب کو وہ مشین دی، گریٹ ایشورارا

نے اسے بھی خطرے سے آگاہ کرنے کے بعد کہا۔ ''ہمارے تمام مسلح ماتحتوں کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ دشمنوں کو لیبارٹری میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اگر وہ داخل ہو جائیں تو انہیں وہاں سے زندہ واپس نہ جانے دینا۔''

''ہم یہی کریں گے میرے آقا! انہیں یہاں سے ایک تنکا بھی نہیں لے جانے دیں گے۔''

''اب جو بات کہہ رہا ہوں اسے اپنے دل میں چھپا کر رکھنا ہے۔ اسے دوسرے ماتحتوں سے نہ کہنا۔ اگر بدقسمتی سے ان کا پلڑا بھاری ہو اور یہ یقین ہو جائے کہ وہ ہماری تمام اہم مشینوں کو وہاں سے لے جائیں گے تو پھر جان پر کھیل جانا ہے۔''

''تو دیکھے گا کہ ایسے وقت میں جان پر کھیل جاؤں گا۔''

''ابھی تمام مشینوں میں ایک ایک بم چھپا کر رکھ دے۔ ان کا ریموٹ کنٹرول اپنے ہاتھ میں رکھ۔ کسی ماتحت اور کسی وفادار کو معلوم نہ ہو کہ وہ آخر میں جان سے جانے والے ہیں۔ آخری بازی تیرے ہاتھ میں رہے گی۔ تُو جب چاہے گا حالات کے مطابق پوری زیرِ زمین لیبارٹری کو تمام مشینوں سمیت دھماکے سے اُڑا دے گا۔''

اس نے تمام باتیں سمجھانے کے بعد رابطہ ختم کیا پھر بڑے دکھ سے سوچنے لگا۔ ''برسوں کی محنت سے تیار کی ہوئی مشینیں تباہ ہو جائیں گی۔ پورا زیرِ زمین سیٹ اپ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اپنے مسلح وفاداروں سے امید ہے کہ ایسا وقت نہیں آنے دیں گے۔ جی جان سے دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ انہیں پسپا کریں گے۔ انہیں مار ڈالیں گے پھر جینا کی شیطانی قوتیں کچھ کم نہیں ہیں۔ وہ اپنے دعوے کے مطابق فرہاد کے بیٹوں اور بیٹی کو ضرور موت کے گھاٹ اتارے گی۔''

اس کے سامنے فیوچر ٹیلنگ مشین رکھی ہوئی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر سوچنے لگا کہ اس مشین نے صحیح مشورہ دیا تھا کہ ہمیں روحانیت سے نہیں ٹکرانا چاہیے۔ جب میرا پہلا نائب 'جوجو' زمین پر گیا تھا تب سے یہ حقیقت بار بار سامنے آ رہی ہے کہ ہم ہر حملے پر روحانیت سے پسپا ہو رہے ہیں۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے؟ مسلمانوں سے دوستی نہیں ہو سکتی اور دشمنی مہنگی پڑتی ہے۔ دوستی اس لیے نہیں ہو رہی ہے کہ وہ ہم سیارے والوں کو اپنا حاکم نہیں بنانا چاہتے۔ وہ کسی بھی اسلامی ملک پر ہمیں قبضہ جمانے اور وہاں حکومت کرنے نہیں دیں گے۔ سمجھ میں نہیں آتا 'بات' کیسے بنے گی؟''

مایوسی کے باوجود دوسرے پہلوؤں سے حوصلہ مل رہا تھا۔ تمام اکابرین سونے کی طرح جگمگاتی ہوئی دنیا کو چاندی کی پلیٹ میں رکھ کر اس کے آگے پیش کر رہے تھے پھر شیطانی قوتیں حوصلہ بڑھا رہی تھیں، یہ سمجھا رہی تھیں کہ ایمان والے ازل سے شیطان کے خلاف جنگ لڑتے آ رہے ہیں۔ شیطان اگرچہ مات کھاتا ہے مگر بازی بھی مارتا رہتا ہے۔ یوں گریٹ ایشورارا کو حوصلہ مل رہا تھا کہ موجودہ حالات سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

☆☆☆

میں جھیل کے کنارے والے کاٹیج میں تھا۔ کئی گھنٹوں سے بیڈ پر پڑا ہوا تھا۔ تیز بخار کے باعث کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ وہاں سے اٹھ کر غیر معمولی مشین تک جانے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ یہ سچ ہے 'بڑھاپا بڑے بڑے شہزوروں کو بھی بے بس کر دیتا ہے۔ میں تسلیم کر رہا تھا کہ جوانی جیسا دم خم نہیں رہا ہے۔ اگرچہ میں بارہا موت کی دہلیز سے واپس آتا رہا تھا لیکن بڑھاپے کے در سے جوانی کی طرف لوٹ نہیں سکتا تھا۔

میں نے ایک ٹیبلیٹ کھائی تو تقریباً گیارہ گھنٹے کے بعد اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی توانائی ملی۔ میں نے غیر معمولی مشین کے پاس آ کر اسے آن کرنے کے بعد آپریٹ کیا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جینا اور خرّاٹا کیا کر رہے ہیں؟

میں نے جینا کے کوڈ نمبر پنچ کیے۔ وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگی۔ میں اسے اپنے بیٹے پارس کے ساتھ دیکھتے ہی چونک گیا۔ اس وقت وہ چاڑ کے دارالحکومت کے ایک کاٹیج میں تھے۔

وہ پارس سے کہہ رہی تھی۔ ''ہم کل صبح آٹھ بجے زائر کے ریگستانی علاقے میں جائیں گے۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔''

وہ دونوں اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے تو میں نے پارس کے اندر آ کر پوچھا۔ ''بیٹے! تم کہاں ہو؟ کیا جانتے ہو کہ یہ عورت کون ہے؟''

اس نے کہا۔ ''میں کسی حد تک جان گیا ہوں پاپا! باقی آپ معلوم کریں۔ اس کے پاس جائیں۔''

میں نے جینا کو دیکھا۔ وہ اپنے کمرے میں آ کر خرّاٹا کے دماغ میں پہنچ کر اس سے کہہ رہی تھی کہ وہ اپنے آقا گریٹ ایشورارا سے کیوٹیکیشن مشین کے ذریعے رابطہ کرے۔

جب اس نے رابطہ کیا تو جینا نے اس سے کہا۔ ''جس طرح سونیا اور فرہاد کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے۔ اسی طرح گریٹ ایشورارا جلد ہی عالی، کبریا، پارس اور پورس کی لاشیں بھی دیکھے گا۔''

اگرچہ گریٹ ایشورارا کے لیے یہ بہت بڑی خوشخبری تھی لیکن اس کے ساتھ یہ چونکا دینے والی بری خبر بھی تھی کہ میری بیٹی اور بیٹے اس کی زیرِ زمین خفیہ لیبارٹری میں پہنچنے والے ہیں۔ جینا اور ایشورارا کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس سے کچھ اہم معلومات حاصل ہوئیں لیکن مکمل معلومات کے لیے لیبارٹری کے انچارج تک پہنچنا لازمی تھا۔

میں نے پارس کے پاس آ کر کہا۔ ”مجھے اس حد تک معلوم ہوا ہے کہ تم سب اس کی خفیہ لیبارٹری میں کل کسی وقت داخل ہونے والے ہو۔ کیا اس لیبارٹری کے اندرونی حالات تمہیں معلوم ہیں؟“

اس نے کہا۔ ”ہمارے سائنس داں احمد شیرازی نے غیر معمولی مشین کی اسکرین پر لیبارٹری کے انچارج کو اور وہاں کے اندرونی مناظر کو دیکھا ہے۔“

میں نے پورس کے پاس آ کر کہا۔ ”احمد شیرازی سے کہو وہ اپنی مشین کی اسکرین پر لیبارٹری کے انچارج کو دیکھے۔ میں اسے اپنی مشین پر سیچ کرنا چاہتا ہوں۔“

میری ہدایت کے مطابق شیرازی نے اس انچارج کو اپنی مشین کے ذریعے دیکھا۔ شیرازی اور پورس وغیرہ مجھے اسکرین پر نظر آ رہے تھے پھر اس کی مشین کے ذریعے دکھائی دینے والا انچارج میری مشین پر بھی نظر آنے لگا۔ اس وقت وہ انچارج کمیونیکیشن مشین پر گریٹ ایشورارا کے احکامات سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”ہمارے تمام مسلح ماتحتوں کی یہ کوشش ہوگی کہ دشمنوں کو لیبارٹری میں داخل نہ ہونے دیں۔ اگر وہ داخل ہو جائیں تو انہیں وہاں سے زندہ واپس نہ جانے دیا جائے۔“

انچارج جواباً کہہ رہا تھا۔ ”ہم یہی کریں گے۔ میرے آقا! انہیں یہاں سے ایک تنکا بھی نہیں لے جانے دیں گے۔“

پورس اور احمد شیرازی حیرانی سے یہ باتیں سن رہے تھے۔ انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی دشمن محتاط ہو گئے ہیں اور ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ گریٹ ایشورارا انچارج کو حکم دے رہا تھا کہ تمام چھوٹی بڑی اہم مشینوں میں خفیہ بم رکھ دیے جائیں اگر وہاں آنے والوں کا پلڑا بھاری ہو تو تمام مشینوں کو اس زیرِ زمین لیبارٹری کے ساتھ بموں کے دھماکوں سے تباہ کر دیا جائے۔ اس طرح وہاں آنے والے دشمن بھی نابود ہو جائیں گے۔

جینا کو اس بات کی پروا نہیں تھی کہ میرے تمام بیٹے مارے جائیں گے یا سیارے والوں کی وہ زیرِ زمین لیبارٹری اہم مشینوں کے ساتھ تباہ ہو جائے گی۔ شیطان تو اپنی محبوبہ کے ذریعے شیطانی کھیل جاری رکھنا چاہتا تھا۔ اس کی محبوبہ دونوں طرف آگ بھڑکا کر اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہی تھی۔

میں نے انہیں جینا کی حقیقت بتائی۔ وہ سب اگرچہ اس لیبارٹری تک پہنچ رہے تھے مگر شیطانی چال میں آ گئے تھے۔ میں بروقت ان سے رابطہ نہ کرتا اور ان کی سازشوں کو نہ سمجھتا تو میرے پیارے بے خبری میں مارے جاتے۔

پارس نے پوچھا۔ ”پاپا! آپ کیا چاہتے ہیں؟ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“

میں نے کہا۔ ”بابا صاحب کے ادارے میں واپس چلے جاؤ۔ میں ان لوگوں سے نمٹ لوں گا۔“

پورس نے کہا۔ ”آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ہم دشمنوں کو پسپا کیے بغیر میدان سے واپس نہیں جائیں۔“

عالی نے کہا۔ ”پاپا! ہمارے دلوں میں دشمنوں سے نمٹنے کی حسرت رہ جائے گی۔“

میں نے کہا۔ ”دشمنوں کے خلاف جوش اور جذبہ اچھی بات ہے لیکن جو کام گھر بیٹھے ہو سکتا ہے اسے کرنے کے لیے دشمنوں کے گھر جانا سراسر حماقت ہے۔ وہاں لیبارٹری بم دھماکوں سے تباہ ہوئی تو تم بھی اس تباہی کی زد میں آ سکتے ہو۔ خوامخواہ خطرہ مول لینا دانشمندی نہیں ہوتی ہے۔“

کبریا نے کہا۔ ”پاپا! وہاں کئی اہم غیر معمولی مشینیں ہیں۔ کیا ہم لیبارٹری کی تباہی سے پہلے انہیں وہاں سے نہیں لا سکیں گے؟“

”وہ مشینیں جان سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ انچارج ان مشینوں کے نقشے اور اہم تفصیلات لے کر اس لیبارٹری سے جا رہا ہے۔ وہ جہاں بھی جائے گا میں اپنی مشین کے ذریعے اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ وہ تمام نقشے اور اہم کاغذات اس سے حاصل کر کے بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دوں گا۔“

شیرازی نے میری تائید کی۔ ”یہی دانشمندی ہے۔ ہم کسی خطرے سے دوچار نہیں ہوں گے اور ان تمام غیر معمولی مشینوں کے نقشے ہمارے ادارے میں پہنچ جائیں گے۔“

دراصل میرے بچوں نے بھی کوئی مہم ادھوری نہیں چھوڑی تھی۔ وہ ہزاروں میل کا سفر طے کرنے کے بعد ایک زبردست کارنامہ انجام دیے بغیر جانا نہیں چاہتے تھے اور میں انہیں دلائل کے ذریعے قائل کر رہا تھا۔

میں نے کہا۔ ”میں تمہارا باپ ہوں۔ اگر اپنے بچوں کا ادھورا کام کرنا چاہوں تو کیا بچے مایوس ہو جائیں گے؟ اور اعتراض کریں گے؟“

انہوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ ”اوہ، نو پاپا! ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ سوری ہم خوامخواہ بحث کر رہے تھے۔“

عالی نے کہا۔ ”ہم اسی شہر میں رہیں گے۔ آگے نہیں جائیں گے۔ چپ چاپ تماشا دیکھیں گے۔“

وہ باتیں کرتے وقت شیرازی کی مشین کے ذریعے لیبارٹری انچارج کو دیکھ رہے تھے۔ وہ مشینوں سے تعلق رکھنے والے تمام اہم کاغذات ایک اٹیچی میں رکھ چکا تھا۔ آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین ایک بریف کیس کی صورت میں رہتی تھی۔ وہ بریف کیس اٹھا کر تمام سامان کے ساتھ زیرِ زمین لیبارٹری سے باہر آ گیا پھر ایک جیپ میں بیٹھ کر ایک سمت جانے لگا۔

عالی نے کہا۔ ”پاپا! یہ انچارج ہمیں انکل شیرازی کی مشین پر نظر آ رہا ہے۔ آپ اسے دیکھیں۔“

میں نے کہا۔ ”میں یہاں اسکرین پر اسے دیکھ رہا ہوں۔ تم سب اس پر نظر رکھو۔ یہ جہاں بھی جس انسانی آبادی میں جائے وہاں پہنچ کر وہ غیر معمولی مشین اور تمام اہم کاغذات اس سے چھین لو۔ میں ابھی لیبارٹری کے اندر مصروف رہوں گا۔“

میں اس نائب انچارج کو دیکھنے لگا جسے اس وقت لیبارٹری کا انچارج بنا دیا گیا تھا۔ وہ اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ میرے بچوں کا انتظار کر رہا تھا۔ گریٹ ایشورارا نے اسے حکم دیا تھا کہ وہاں آنے والوں کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ اگر ناکامی ہو تو پوری لیبارٹری کو تباہ کر دیا جائے۔ کسی کو وہاں سے کوئی چیز لے جانے کا موقع نہ دیا جائے۔

وہ مسلح افراد میرے جگر کے ٹکڑوں کا انتظار کر رہے تھے۔

میں نے انہیں انتظار کی کوفت سے بچا لیا۔ اس نائب انچارج کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ لیبارٹری کے مختلف حصّوں میں اور مشینوں میں خفیہ طور سے بم نصب کیے گئے تھے۔ ان سب کو ایک ریموٹ کنٹرول سے منسلک کیا گیا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ایک بٹن کو دبایا تو وہاں یکے بعد دیگرے دھماکے ہونے لگے۔ جتنے بھی مسلح افراد لیبارٹری میں تھے انہیں بھاگنے کا موقع نہ ملا۔ انہوں نے جو گڑھا میرے بچوں کے لیے کھودا تھا اس میں خود گر کر فنا ہو گئے۔

شیرازی اور میرے بچے اسکرین پر وہ منظر دیکھ رہے تھے۔ سیارے والوں کا ایک بہت بڑا اور مہنگا زیرِ زمین سیٹ اپ تباہ ہو رہا تھا۔ وہاں رہ رہ کر دھماکے ہو رہے تھے۔ تقریباً دو کلو میٹر کے رقبے پر گہرا گڑھا پڑ گیا تھا۔ وہاں گہری پستی تک جیسے ایک اندھا کنواں بن گیا تھا۔ سیارے والوں کی حکمرانی کے تمام منصوبے اس اندھے کنویں میں غرق ہو گئے تھے۔

پارس ایک کاپی میں جینا کے ساتھ تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے تمام حالات بتا رہا تھا۔ ادھر لیبارٹری تباہ ہو رہی تھی۔ ادھر وہ اپنے کمرے سے نکل کر جینا کے دروازے پر آیا۔ اسے زور زور سے پیٹنے لگا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ یوں دروازہ پیٹنے پر اسے غصہ آ رہا تھا لیکن پارس کی آواز سن کر ڈر اور خوف طاری ہو گیا۔ اسے پھانس رہی تھی۔ غصہ دکھانا نہیں چاہتی تھی۔ بیڈ سے اتر کر دروازے کی طرف آتے ہوئے بولی۔ ”پلیز صبر کرو۔ دروازے پر ایسے دھماکے نہ کرو۔ کیا میرے بغیر ساری رات جاگتے رہے ہو؟“

اس نے دروازے کے لاک کو کھولا اس کے بعد اسے آرام سے کھولنا چاہتی تھی۔ پارس نے زور سے دھکا مارا تو وہ دروازے سے ٹکرا کر پیچھے کی طرف لڑکھڑاتی ہوئی قالین پر گر پڑی۔ تکلیف سے جھنجھلاتے ہوئے سر اٹھا کر بولی۔ ”یہ کیا حرکت ہے؟“

وہ آگے نہ بول سکی کہ پارس نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ وہ اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولا۔ ”چڑیل کی بچی! تو ہم سب کو اس لیبارٹری میں لے جا کر مارنا چاہتی تھی؟ معصوم اور مظلوم بن کر ہمیں دھوکا دے رہی تھی۔“

پارس نے اسے جھٹکے سے بیڈ پر پھینکا وہ چیخ چیخ کر اپنے یار دلدار کو پکار رہی تھی۔ پارس نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر شیطان کی چھوٹی سی مورتی کو نکالا اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ تیرا یار ہے۔ تیرا مالک و مختار ہے۔ اسے مدد کے لیے بلا۔ اسے بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تُو نے ہم سے ٹکرانے کی بہت بڑی غلطی کی ہے۔“

وہ اس مورتی کو فرش پر پٹخ کر اسے پیروں سے کچلنے لگا۔ وہ تڑپ کر بیڈ سے فرش پر آئی پھر شیطان کی مورتی پر اوندھی ہو گئی۔ اس کے لیے ڈھال بن کر بولی۔ ”تو پچھتائے گا۔ پارس! تو بہت پچھتائے گا۔ میرے یار! مجھے شکتی دے۔ میں اسے جلا کر راکھ کر دینا چاہتی ہوں۔ یہ تجھے پیروں تلے کچل رہا ہے۔ میں یہ ذلت برداشت نہیں کروں گی۔“

پارس نے اس کی ایسی درگت بنائی تھی کہ دماغ کمزور ہو گیا تھا۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ”یہ تو شیطان کی فطرت ہے وہ مصیبت میں ڈال کر دور ہو جاتا ہے۔ اسے تیری جیسی بیشمار محبوبائیں مل جائیں گی تُو ایک سو دس برس پرانی ہو چکی ہے۔ آخری بار اسے آواز دے۔“

وہ بڑی عقیدت مندی سے تڑپ تڑپ کر اسے پکارنے لگی۔ میں نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تو وہ تکلیف کی شدت سے سر کو تھام کر چیخنے لگی۔ پارس نے اسے دیکھتے ہوئے حیرانی سے

Pakistanipoint
Waqar Azeem

کہا۔ ''پاپا! یہ تبدیل ہورہی ہے۔ اس کے چہرے اور بدن پر جھریاں پڑرہی ہیں۔''

''میں اسے اسکرین پر دیکھ رہا ہوں۔ شیطان نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اب اس کا دماغ اور جسم ایک سو دس برس پرانا ہو رہا ہے۔ وہ بے حد کمزور ہوتی جارہی ہے۔ آخری جھٹکا برداشت نہیں کرسکے گی۔''

میں نے آخری بار اس کے دماغ کو جھٹکا دیا تو وہ ایک دم تڑپ کر ساکت ہوگئی۔ اس کا دم نکل گیا۔ میں نے پارس سے کہا۔ ''بیٹے! وہاں سے اپنا سامان اٹھاؤ اور احمد شیرازی کے پاس چلے جاؤ۔''

وہ پندرہ منٹ کے اندر اس کا میچ سے باہر نکل آیا۔ شیرازی اپنی مشین کی اسکرین پر انچارج کو دیکھ رہا تھا۔ اس وقت صبح کے پانچ بج رہے تھے۔ وہ رات کی تاریکی میں گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا کسی شہر کی طرف جارہا تھا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ کہاں جاکر رکے گا؟ وہیں پہنچ کر اس کا محاسبہ کرنا تھا۔ غیر معمولی مشینوں کے نقشے اور ان سے متعلق کاغذات کو ہر حال میں اس چھین لینا تھا۔

اس کے بعد کبریا بھی جاگ گیا۔ مشین کی اسکرین پر اسے دیکھ رہا تھا۔ باقی سو رہے تھے۔ اس نے تین گھنٹے بعد عالی کو جگایا اور خود سو گیا۔ اس طرح وہ باری باری جاگتے اور سوتے رہے۔ دن کے گیارہ بجے پورس نے شیرازی کو جگاتے ہوئے کہا۔ ''پلیز، بیدار ہوجائیں۔ وہ انچارج اسی شہر میں پہنچا ہوا ہے۔ ایک ہوٹل کے کمرے میں ہے۔''

عالی اور کبریا بھی بیدار ہوگئے۔ انہوں نے کہا۔ ''بھائی! ہمیں ابھی جاکر اسے شکنجے میں لے لینا چاہیے۔''

پورس نے کہا۔ ''وہ ایک تنہا بندہ ہے۔ تم دونوں یہیں رہو اور خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آتے جاتے رہو۔ میں اسکرین پر بھی نظر آتا رہوں گا۔''

وہ وہاں سے چلا گیا۔ عالی میرے پاس آئی۔ میں سو رہا تھا۔ اچانک آنکھ کھل گئی۔ وہ بولی۔ ''سوری پاپا! آپ کو گہری نیند سے جگایا ہے۔ آپ آرام کریں۔''

''میں آدھے گھنٹے بعد بیدار ہونے والا تھا۔ اچھا ہوا تم آگئیں۔ کچھ کہنا چاہتی ہو؟''

''جی ہاں، وہ لیبارٹری انچارج اسی شہر کے ایک ہوٹل میں ہے۔ پورس بھائی اس سے نمٹنے گئے ہیں۔ میں چاہتی ہوں، آپ انہیں اسکرین پر دیکھتے رہیں۔''

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مشین کے پاس آکر بولا۔ ''تم جاؤ خیال خوانی کے ذریعے بھائی کے پاس رہو۔''

میں نے مشین آن کرکے اس انچارج کو دیکھا۔ وہ ہوٹل کے ایک کمرے میں پہنچ کر گہری نیند سو رہا تھا۔ پچھلی تمام رات ریگستانی علاقے سے گاڑی ڈرائیو کرتا آیا تھا۔ تھکن سے نڈھال ہوگیا تھا۔ پورس نے وہاں پہنچ کر دروازے پر دستک دی۔ بار بار کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ اس نے تھکن اور تکلیف سے کراہتے ہوئے پوچھا۔ ''کون ہے؟''

پورس نے کہا۔ ''پولیس انکوائری ہے۔ دروازہ کھولو۔''

وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کے ذریعے پورس کے اندر پہنچا۔ اس کے خیالات نے یہی بتایا کہ وہ ایک پولیس افسر ہے۔ محض رسمی طور پر انکوائری کرنے آیا ہے۔ کچھ رشوت ملے گی تو چپ چاپ چلا جائے گا۔

انچارج نے مطمئن ہوکر دروازہ کھولا پورس نے اندر آتے ہوئے کہا۔ ''میں کوئی پولیس افسر نہیں ہوں۔ تمہاری موت ہوں۔''

اس نے ایک گھونسا اس کی ناک پر جڑ دیا۔ وہ ایسا فولادی گھونسا تھا کہ انچارج چکرا کر گر پڑا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے قہقے سے جلنے بجھنے لگے۔ میں نے بیٹے سے کہا۔ ''اس کے اٹیچی میں غیر معمولی مشینوں سے متعلق نقشے اور اہم کاغذات ہیں۔ انہیں اپنی تحویل میں لو۔ غیر معمولی مشین بریف کیس کی صورت میں رکھی ہے۔ یہ سب لے کر یہاں سے جاؤ۔''

پھر میں نے شیرازی سے کہا۔ ''آپ فوراً کسی بھی پہلی فلائٹ میں سیٹیں حاصل کرکے چلے جائیں۔ یہاں کسی کو نہیں رہنا چاہیے۔ میں دشمنوں کے ساتھ کسی اور طرح سے نمٹنے والا ہوں۔''

پورس تمام اہم چیزیں لے کر چلا گیا۔ میں نے انچارج کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''فرش سے اٹھو اور آرام سے کرسی پر بیٹھ کر گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرو۔''

یہ اس کے دل کی بات تھی۔ وہ ایسی مصیبت کی گھڑی میں سیارے کے بھگوان سے مدد مانگ سکتا تھا۔ اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ''میرے آقا! میں زیرزمین لیبارٹری کا انچارج بول رہا ہوں۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''بول کیا خبر ہے؟''

''آج کے بعد کوئی سنانے والی خبر نہیں رہے گی۔ تیری زیرزمین لیبارٹری نیست و نابود ہوچکی ہے۔ میں وہاں سے فرار ہوکر ایک شہر میں آیا ہوں۔ یہاں مجھے بے بس اور مجبور بنادیا گیا ہے۔ فرہاد کا بیٹا غیر معمولی مشینوں کے نقشے اور اہم متعلقہ کاغذات لے گیا ہے۔ فرہاد ان لمحات میرے اندر گھسا ہوا ہے۔ میری مدد کر۔ میرے آقا! مجھے فرہاد کے شکنجے سے کسی طرح

نکال لے.....نہیں تو بے موت مارا جاؤں گا۔''

وہ غصے سے تحریر کے ذریعے بولا۔'' بکواس مت کر...تو مجھے تباہ و برباد ہونے سے نہ بچا سکا۔ مشینوں کے نقشے بھی ان کے حوالے کر دیے۔ تجھے تو مر جانا چاہیے۔ اگر دشمن نہیں ماریں گے تو میں تجھے مار ڈالوں گا...تیری رپورٹ پڑھ کر یقین نہیں آ رہا ہے کہ میرے قدم اس ارضی دنیا سے اکھڑ چکے ہیں۔ اس شیطان کی محبوبہ نے دعویٰ کیا تھا۔ وہ مسلمانوں سے مجھے تحفظ فراہم کرے گی، میں ابھی اس سے رابطہ کرتا ہوں۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے انچارج سے کہا۔''تو گھر کا رہا نہ گھاٹ کا...گریٹ ایشورارا تیری سلامتی کے لیے تجھے سیارے میں واپس نہیں بلائے گا۔ تیرے سامنے بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے۔''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔'' مجھے معاف کر دے۔ میری جان بخش دے، مجھے اپنا غلام بنا لے۔''

''مجھے کسی کو غلام بنانے کا شوق نہیں ہے۔ یورپ اور امریکا کے اکابرین سے ابھی رابطہ کر۔ وہ تجھے گریٹ ایشورارا کا خاص بندہ سمجھ کر پناہ دیں گے۔''

میں نے اکابرین کے دو چار فون نمبرز اسے بتا کر کہا۔ ''تو ان سے باتیں کر۔ میں ابھی آؤں گا۔''

اس کے بعد میں نائب ایشورارا سوئم (خرّاثا) کو اسکرین پر دیکھنے لگا۔ وہ کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے باتیں کر رہا تھا۔ تحریر کی خاموش زبان سے کہہ رہا تھا۔''میرے آقا! میں ایک نہیں کئی بار جینا کے اندر جانے کی کوششیں کر چکا ہوں۔ ہر بار میری سوچ کی لہریں واپس آ جاتی ہیں۔ یقین کر لینا چاہیے کہ وہ مر چکی ہے۔''

مشین کی ننھی سی اسکرین پر گریٹ ایشورارا کا جواب اُبھرا۔''میرا دل نہیں مانتا کسی طرح یقین ہونا چاہیے کہ وہ واقعی مر چکی ہے۔ وہ کہا کرتی تھی کہ شیطان کی طرح ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اسے موت بھی نہیں آئے گی پھر وہ کیسے مر گئی؟''

''اس نے کہا تھا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ تک پہنچنے نہیں دے گی۔ واقعی وہ میری حفاظت کر رہی تھی۔ غیر معمولی مشین کے بغیر میں بے دست و پا ہو چکا ہوں۔''

اس نے جواباً کہا۔''اگر بابا صاحب کے ادارے کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تجھے ٹریپ کرے گا اور تجھے جینا کی مدد حاصل نہیں ہوگی تب اس کی موت کا یقین ہوگا۔''

اس بار خرّاثا نے میری مرضی کے مطابق تحریری جواب دیا۔''تو پھر سوچ لے کہ وہ مر چکی ہے اور فرہاد زندہ ہو گیا ہے۔ ان لمحات میں وہ میرے اندر آ کر بیٹھ گیا ہے۔''

''یہ کیا بکواس کر رہا ہے؟''

اس نے جواباً لکھا۔''ان لمحات میں نہ خرّاثا حاضر دماغ ہے اور نہ ہی یہ بکواس کر رہا ہے۔ میں فرہاد علی تیمور تجھ سے مخاطب ہوں۔ تیرے نائب ایشورارا دوئم ذاکر اور یہ نائب ایشورارا سوئم خرّاثا دونوں ہی میرے معمول اور تابع دار بن چکے ہیں۔ جینا شیطان کی محبوبہ مر چکی ہے۔ تیری جتنی بیسا کھیاں تھیں وہ سب ٹوٹ چکی ہیں۔ اب صرف یورپ اور امریکا کے اکابرین رہ گئے ہیں۔ یہاں تیری حکمرانی کے سلسلے میں وہ تیری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔ جو مدد کرنا چاہیں گے ہم انہیں جہنم میں پہنچا دیں گے۔ اب آگے بول تو کیا کر سکتا ہے؟''

وہ چپ تھا۔ بولنے کے لیے کچھ نہیں رہا تھا۔ میں نے کہا۔''تجھے بہت پہلے ہی شکست ہو چکی ہے۔ اس دنیا میں تیرا داخلہ بند ہو چکا ہے۔ کسی بھی بہروپ میں آنا چاہے گا تو ہماری مشین تجھے ڈھونڈ نکالے گی۔ تُو حرام موت مارا جائے گا۔ ارے بیوقوف! جب تُو ہماری زمین پر قدم نہیں رکھ سکے گا تو حکومت کیسے کرے گا...؟''

فی الوقت اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ اس نے رابطہ قائم کرنے والی مشین کو بند کر دیا۔ خرّاثا یہ سن کر پریشان تھا کہ میں اسے اپنا معمول اور تابع دار بنا چکا ہوں۔ میں نے کہا۔''جب تک میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے تمہیں سلامتی ملتی رہے گی۔ پہلا حکم یہ ہے کہ تمام اکابرین سے رابطہ کرو۔ انہیں اپنا اور گریٹ ایشورارا کا دکھڑا سناؤ۔ انہیں خاص طور پر زیرِ زمین لیبارٹری کی اہمیت بتاؤ۔ ان سب کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے سیارے والوں کو رفتہ رفتہ کیسے مات دی ہے؟''

اس نے کہا۔''تمہارا حکم سر آنکھوں پر.....میں ابھی ان سے رابطہ کر رہا ہوں۔''

میں ذاکر کے پاس آیا۔ اس کے ایک بازو اور ایک ٹانگ میں گولی لگی تھی۔ اگرچہ زخم بھرنے لگا تھا لیکن وہ لنگڑا اپاہج بن چکا تھا۔ اسے بھی جینا دلاسا دیتی رہتی تھی کہ میں اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔ وہ اپنے غلام کو تحفظ دیتی رہے گی۔

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ ایک دم سے چونک گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بولا۔''تم.....تم میرے اندر آ کر بول رہے ہو؟ شیطان کی محبوبہ نے کہا تھا کہ...''

میں نے کہا۔''شیطان کی جگہ جہنم میں ہے۔ وہ اپنی جگہ پہنچ گئی ہے۔ تیری سلامتی اسی میں ہے کہ تو تمام اکابرین سے رابطہ کر کے ان سے پناہ مانگ اور گریٹ ایشورارا سے التجا کر کہ وہ تجھے سیارے میں واپس بلا لے۔ اگر اس نے نہ بلایا اور

اکابرین نے تجھے پناہ نہ دی تو میں تجھے اپنی زمین پر زندہ نہیں رہنے دوں گا۔ جا...میں تجھے چند روز جینے کی مہلت دے رہا ہوں۔''

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ کچھ تھکن سی محسوس کر رہا تھا۔ اس لیے مشین کو آف کرنے کے بعد بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ اگر سونیا ہوتی تو مجھے بڑھاپے کا احساس دلاتی۔ ویسے میں اپنے بڑھاپے کو اور بتدریج پیدا ہونے والی کمزوریوں کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا مگر سمجھ کر کیا کر سکتا تھا؟ ہر شخص کو کمزور بنانے والے اس آخری دور سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔

ذاکر، خرّاثا اور لیبارٹری کا انچارج سب ہی اکابرین سے رابطہ کر رہے تھے۔ انہیں بتا رہے تھے کہ کس طرح زیرِ زمین لیبارٹری کی تباہی کے بعد گریٹ ایشورارا کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ وہ انہیں سیارے میں واپس نہیں بلا رہا ہے اور نہ ہی خود اس دنیا میں آنے کا حوصلہ کر رہا ہے۔ وہ تینوں کہہ رہے تھے کہ اکابرین نے انہیں پناہ نہ دی تو میں انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

تمام اکابرین کے سامنے یہ نئی پوزیشن تھی۔ ہم نے گریٹ ایشورارا کو بہت بری طرح مات دی تھی۔ یہ انکشاف بھی نیا تھا کہ سیارے والوں نے ہماری دنیا میں ایک بہت بڑا زیرِ زمین سیٹ اپ قائم کیا تھا۔ جسے ہم نے تباہ کر دیا سیارے کے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ باقی لوگوں کو ہم نے مار ڈالا ہے۔ اب یہی ذاکر، خرّاثا، اور لیبارٹری انچارج رہ گئے ہیں۔ انہیں ہم نے اکابرین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔

تمام اکابرین ایک کانفرنس ہال میں یکجا ہو کر موجودہ حالات پر غور و بحث کرنے لگے۔ ان سب کو ہماری قوت اور برتری کا یقین ہو چکا تھا پھر بھی کچھ شبہ تھا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کو ہم کسی فوجی قوت اور کسی ہتھیار کے بغیر شکست دے چکے ہیں۔

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔''پہلے ہمیں گریٹ ایشورارا سے گفتگو کرنی چاہیے۔ اس سے بات کرنے کے بعد ہی ہم کسی نتیجے پر پہنچیں گے۔''

اس کانفرنس ہال میں ذاکر، خرّاثا اور لیبارٹری کا انچارج بھی موجود تھے۔ انہیں سب سے الگ ایک گوشے میں بٹھایا گیا تھا۔ پانچ یوگا جاننے والے آرمی کے افسران نے خرّاثا سے کہا۔ ''نائب ایشورارا! یہاں آؤ اور اپنی کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے ہماری بات کراؤ۔''

اس نے رابطہ کیا۔''اے میرے آقا! اس وقت میں ایک کانفرنس ہال میں ہوں۔ یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین یہاں موجود ہیں۔ یہ سب تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

خرّاثا کی بات تحریر کے ذریعے گریٹ ایشورارا تک پہنچ رہی تھی۔ اس نے تحریری جواب دیا۔ خرّاثا نے اسے بلند آواز میں پڑھا۔ وہ پوچھ رہا تھا۔''کیا تُو نے ان اکابرین کو ہمارے بدترین حالات بتائے ہیں؟ اگر بتا چکا ہے تو ان کا ردِّ عمل کیا ہے؟''

وہ جواباً بولا۔''یہ اکابرین تیرا تحریری جواب چاہتے ہیں؟''

''میں جواب کیا دوں؟ فی الحال مسلمانوں کو برتری حاصل ہے۔''

اکابرین ایک ایک کر کے سوال کرنے لگے۔ گریٹ ایشورارا جواب دینے لگا۔ ایک نے سوال کیا۔''اب تک جو بھی سیارے والے مارے گئے۔ ان کے قاتل سونیا اور فرہاد ہیں؟''

اس نے جواب دیا۔''ہاں، انہوں نے میرے پہلے نائب جو جو سے لے کر ایشورارا اول تک کو ہلاک کیا ہے۔''

''کیا فرہاد کی بیٹی اور بیٹے نے تیرے بہت بڑے زیرِ زمین سیٹ اپ کو تباہ کر دیا ہے؟''

''ہاں، انہوں نے مجھے ناقابلِ برداشت نقصان پہنچایا ہے۔''

''تیرے یہ تین وفادار ہم سے تحفظ اور سلامتی چاہتے ہیں۔ کیا تو انہیں تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہا ہے؟''

اس نے جواب دیا۔''افسوس...فرہاد اور اس کی فیملی میری ایک کمزوری سے فائدہ اُٹھا رہی ہے۔ اگر میں ارضی دنیا میں رہتا تو انہیں قدم قدم پر مات دیتا۔''

''اس کا مطلب ہے تو اپنے وفاداروں کو موت سے بچانے کے لیے ہماری دنیا میں نہیں آ سکے گا؟''

''میں اپنی غیر معمولی مشین فرہاد سے چھین لینے کی پلاننگ کر رہا ہوں۔ وہ مشین اس کے ہاتھوں سے نکل جائے گی تو میں تمہاری دنیا میں چلا آؤں گا۔''

خرّاثا نے تمام اکابرین کے سامنے وضاحت کی۔ ''ہمارا آقا اس دنیا میں آ کر جہاں بھی خفیہ پناہ گاہ بنائے گا فرہاد اسے مشین کے ذریعے دیکھ لے گا۔ وہ نہ کہیں چھپ سکے گا نہ اپنی جان بچا سکے گا۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔''ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ مشین بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی ہے۔ وہاں سے اسے حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہے۔''

لیبارٹری انچارج نے کہا۔''ان کے پاس اب ایک نہیں تین آڈیو ویڈیو لیپ ٹاپ مشینیں ہیں۔ انہوں نے ایک خرّاثا سے

چھینی ہے اور دوسری مجھ سے لے گئے ہیں۔ گریٹ ایشورارا کوئی بھی جادوگری دکھا کر کسی بھی بہروپ میں یہاں نہیں آسکے گا۔''

یہ باتیں گریٹ ایشورارا تک پہنچائی جارہی تھیں۔ وہ غصّے سے بولا۔ ''کیا ہوا اگر میں وہاں نہ آسکا؟ میں یہاں سیارے میں بیٹھ کر ارضی دنیا پر حکومت کروں گا۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''جب کرے گا' تب دیکھا جائے گا۔ ابھی تو ہر پہلو سے شکست کھا چکا ہے۔ اس سچائی کو سب ہی مانتے ہیں کہ دنیا طاقت سے جھکتی ہے اور تو طاقت سے خالی ہو چکا ہے۔''

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''تو ہماری دنیا میں کبھی نہیں آسکے گا۔ اپنے وفاداروں کو نائب ایشورارا بنا کر بھیجے گا۔ اب تک آنے والے نائب ایشورارا ؤں کا انجام تُو نے دیکھا ہے اور ہم بھی دیکھ چکے ہیں لہٰذا تیری اہمیت اور برتری ختم ہو چکی ہے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم نے تیرے آگے جھکنے اور تجھے اپنا حکمران تسلیم کرنے کی غلطی کی تھی۔ اب ایسی کوئی غلطی نہیں ہوگی۔ جا... دفع ہو جا۔ تو سیارے میں بیٹھ کر حکومت نہیں کر سکے گا۔ اس خوبصورت دنیا کو حسرت سے ہی دیکھتا رہے گا۔''

انہوں نے کمیونیکیشن مشین کو آف کر دیا۔ ایک حاکم نے کہا۔ ''ذاکر، خرّاٹا اور لیبارٹری انچارج کو ایک علیٰحدہ خفیہ قید خانے میں رکھا جائے۔ یہ تینوں تجربہ کار سائنس داں اور بہترین کاریگر ہیں۔ ہم ان کی غیر معمولی صلاحیتوں سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔''

میں مشین کے پاس بیٹھا اسکرین پر سب کو دیکھ رہا تھا۔ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہاں میرا ایک آلۂ کار ان کے درمیان سے گزرتا ہوا اسٹیج پر آیا پھر بولا۔ ''میں فرہاد علی تیمور ہوں....''

تمام حاضرین کو چپ سی لگ گئی۔ وہ اسے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے بھولا ہوا سبق یاد آگیا ہو۔ میں نے کہا۔ ''مجھے بھول گئے؟ میں نے تمہاری گردنوں سے غلامی کا طوق اتارا ہے اور مجھے ہی بھول گئے۔ ابھی میں ایک طرف ہٹ جاؤں اور گریٹ ایشورارا کو یہاں من مانی کرنے دوں تو تم پھر اس کے غلام بن جاؤ گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد! ابھی ہم تم سے رابطہ کر کے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتے تھے۔ بے شک تم نے سیارے والوں کو شکست دی ہے۔ انہیں نیچا دکھایا ہے۔ آئندہ وہ بھی ہماری دنیا کا رخ نہیں کریں گے۔''

میں نے کہا۔ ''تمہیں ان سے نجات مل گئی۔ آئندہ تم پھر مسلمانوں سے دشمنی کرنے کی روش اختیار کر لو گے۔''

آرمی کے ایک افسر نے کہا۔ ''یقین کرو ہم آئندہ دوست بن کر رہیں گے۔''

''اچھی طرح سمجھ لو۔ نہ چاہتے ہوئے بھی دوست بن کر رہنا پڑے گا کیونکہ غیر معمولی مشین کے ذریعے ہم تمام اکابرین کے گھروں کے، دفتروں کے اور آرمی کے ایک ایک شعبے کے راز معلوم کرتے رہیں گے۔ تم بیڈ روم اور باتھ روم میں چھپ کر سازشیں کرو گے ہم وہاں بھی پہنچ جایا کریں گے۔''

انہیں چپ لگ گئی۔ سیارے والوں نے ان کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ مشین کے ذریعے ان کے خطرناک رازوں تک پہنچتے رہے تھے۔ میں نے کہا۔ ''ہم مسلمان خدا سے ڈرتے ہیں۔ فرعون بن کر تمہیں غلام نہیں بنائیں گے۔ ہم تمہاری تمام کمزوریوں کا ریکارڈ اپنے پاس محفوظ رکھیں گے تو تم سیدھے رہو گے اور ہمارے خلاف سازشیں اور عداوت نہیں کرو گے۔ اس طرح ہم امن و امان سے اپنی دنیا کو اور زیادہ خوبصورت بناتے رہیں گے۔''

میرے آلۂ کار نے اپنے لباس سے ایک ریوالور نکال کر ذاکر، خرّاٹا اور لیبارٹری انچارج کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ تینوں ذہین سائنس داں ہیں۔ یہ تمہارے لیے غیر معمولی مشینیں تیار کر سکتے ہیں اور میں یہ کبھی نہیں چاہوں گا۔''

یہ کہتے ہی میرے آلۂ کار نے تینوں کو گولی مار دی۔ کانفرنس ہال میں کھلبلی مچ گئی۔ میرا آلۂ کار ریوالور پھینک کر ان کے درمیان سے گزرتا ہوا جانے لگا..... کوئی اسے گرفتار کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ اسے گرفتار کر کے مصیبت میں پڑ جائیں گے۔

یہ بات بھی وہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ آئندہ کبھی بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ایک بات بھی زبان پر نہیں لا سکیں گے۔ اس آلۂ کار کے جانے کے بعد میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ یہ تاثر دیا کہ میں جا چکا ہوں۔

دو چار افسران اور اعلیٰ عہدیداروں نے مجھے پکارا پھر خاموش ہو کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ چپ چاپ یہ تسلیم کرنے لگے کہ آئندہ مسلمانوں سے بنائے رکھنی ہے۔

کیا یورپ اور کیا امریکا کے اکابرین اور کیا سیارے کا گریٹ ایشورارا... سب ہی کے کس بل ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ تمام اکابرین نے چُپ سادھ لی تھی..... بیچارے مجبور ہو گئے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ڈھکی چھپی سازشیں بھی نہیں کر سکتے تھے۔ کسی بند کمرے میں ایک دوسرے سے

ہماری کوئی شکایت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ہمیشہ یہ اندیشہ حواسوں پر چھایا رہتا کہ ہم غیر معمولی مشین کی اسکرین پر انہیں دیکھ رہے ہیں۔

وہ تو اندیشوں میں مبتلا رہتے مگر گریٹ ایشورارا تو اچھی طرح خوفزدہ ہو گیا تھا۔ بھول کر بھی ہماری دنیا میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی موت ہماری غیر معمولی مشین کی اسکرین پر لکھی ہوئی تھی۔ وہ اس اسکرین پر کبھی نظر نہیں آنا چاہتا تھا۔ ہماری دنیا پر مسلط ہونے کے تمام ہتھکنڈے آزما چکا تھا..... تھک ہار گیا تھا..... یہاں حکمران بننے کے لیے کسی بھی چور راستے سے نہیں آسکتا تھا۔

پھر بھی ہم انتظار کر رہے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ موجودہ گریٹ ایشورارا مر جائے اور اس کی جگہ دوسرا آجائے۔ ہم اس نئے اجنبی گریٹ ایشورارا کو کبھی دیکھ نہ پاتے مگر وہ چوری چھپے آکر کیا کرتا؟ یہاں حکومت کرنے کے منصوبوں پر عمل کرتا تو ہمیں خبر ہو جاتی پھر پچھلے کئی ایشورارا ؤں کی طرح اسے بھی ٹریس کر لیا جاتا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ دن، ہفتے، مہینے گزر گئے پھر ایک برس گزر گیا مگر سیارے سے کوئی نہیں آیا۔

جیسے راوی نے چین لکھ دیا تھا، نہ کہیں سے سازشیں ہو رہی تھیں۔ نہ ہنگامے ہو رہے تھے، ایسے آرام و سکون کے دور میں میرے بڑھاپے اور کمزوریوں نے تمام فیملی ممبران کا سکون برباد کر دیا۔ آمنہ، سونیا، میری بیٹی' بیٹے اور میری پوتی انوشے اور میری بہو الپا سب ہی پریشان ہو گئے۔ سب ہی کی صورتیں ماتمی ہو گئیں۔ یہ پیشگوئی سب جانتے تھے کہ کاہنہ کی مُلوت کے کچھ عرصے بعد میری موت لازمی ہے۔

یہ پیشگوئی بھی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے میں ایک ایسے بزرگ تشریف لائیں گے جو پچھلے تیس برس سے گوشہ نشین رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہا کرتے ہیں۔ وہ تیس برس کی مدت بھی پوری ہو چکی تھی۔ جناب اسد اللہ تبریزی نے ادارے کے تمام علمائے دین کے اور تمام اہم افراد کے درمیان بیٹھ کر کہا۔ ''ہم سب آئندہ جمعہ کی نماز ان محترم بزرگ کی امامت میں ادا کریں گے۔''

انہوں نے یہ انکشاف کیا کہ اس ادارے کے بانی محترم بابا فرید واسطی ہیں۔ اب سے تیس برس پہلے یہاں کے تمام افراد نے بابا فرید واسطی کو دیکھا ہے۔ وہ بظاہر ایک ہی نظر آتے تھے مگر حقیقتاً دو سگے ہم شکل بھائی ہیں۔ ان میں سے ایک ادارے میں موجود رہتے اور دوسرے بابا صاحب عبادت کرنے کے لیے گوشہ نشین ہو جایا کرتے تھے۔ جب وہ واپس آتے تو ادارے میں موجود رہنے والے بابا صاحب مسلسل عبادت کرنے اور گوشہ نشین رہنے کے لیے چلے جاتے تھے۔

یہ سلسلہ ایسے جاری رہا کہ کسی نے دونوں بھائیوں کو کبھی ایک ساتھ یکجا نہیں دیکھا تھا۔ دونوں بابا صاحب نے سونیا کو اپنی لاڈلی بیٹی بنایا تھا۔ وہ دن رات ان کی خدمت کرتی رہتی تھی۔ صرف وہی ایک ہستی تھی جو کسی وقت بھی ان کے حجرے میں چلی جاتی تھی۔ وہ ان کے اس قدر قریب رہنے کے باوجود بھی یہ نہ جان سکی کہ اسے بیٹی بنانے والے ایک نہیں دو بابا صاحب ہیں۔

تیس برس پہلے ان میں سے ایک بابا صاحب کی طبعی عمر پوری ہو گئی۔ وہ اپنے حجرے میں تنہا رہتے تھے۔ وہاں صرف سونیا ان کی خدمت کے لیے حاضر رہا کرتی تھی۔ انہوں نے آخری وقت میں اسے دعا دی تھی کہ وہ اپنی طبعی عمر تک کبھی بوڑھی، کمزور اور ناتواں نہیں ہو گی۔ اپنے آخری وقت تک جوان اور شہزور رہے گی۔ ان دنوں وہ تقریباً بائیس برس کی تھی۔ اب تیس برس کے بعد بھی بابا صاحب کی دعاؤں کے طفیل جوان اور شہزور نظر آتی تھی۔

ان کی وفات کے بعد صرف ان علما کو بابا صاحب کی حقیقت معلوم ہوئی جو روحانیت کے انتہائی درجے تک پہنچنے کے لیے عبادت اور ریاضت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ وہ تمام علما روحانی علوم کے ذریعے بابا فرید واسطی سے کبھی کبھی رابطہ رکھتے تھے اور ادارے کے اہم پیچیدہ مسائل پر ان سے مشورے لیتے رہتے تھے۔ جب کبھی عیسائیوں اور یہودیوں نے یورپ اور امریکا کے اکابرین نے اس ادارے کو ختم کرنے کی سازشیں کیں تو بابا صاحب کے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے ان سازشوں کو ناکام بنا دیا گیا اور ایسا کرنے کے لیے ہمیشہ میری اور سونیا کی خدمات حاصل کی گئیں تھیں۔

بابا فرید واسطی کی آمد کے حوالے سے یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ ان کی آمد کے ٹھیک چالیس دن کے بعد میں اپنی زندگی کی سانسیں پوری کر لوں گا۔ دنیا کی ہر ہستی کو فنا ہونا ہے میں بھی فنا ہو جاؤں گا۔

یہ دلوں میں کچوکے لگانے والی حقیقت ہے۔ یہ پیش آنے والا المیہ میری بیویوں اور بچوں سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ وہ سب ہی مضبوط دل اور مضبوط اعصاب رکھتے تھے۔ آنسو بہانا نہیں جانتے تھے مگر اندر ہی اندر یہ گہرا صدمہ برداشت کر رہے تھے۔ میں بستر علالت پر پڑا تھا۔ ادارے کے بہترین تجربہ کار ڈاکٹرز میرا علاج کر رہے تھے۔ علاج کے نتیجے میں کبھی طبیعت بحال ہو جاتی تھی اور کبھی پھر بگڑ جاتی تھی۔ یہ میں اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ بڑھاپے کی کمزوریوں کا علاج دنیا

کے کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں ہے۔

یہ تو بابا فرید واسطی کی کرامات کا ایک نمونہ تھا کہ انہوں نے سونیا کو بڑھاپے سے دور کر دیا تھا۔ وہی ایک ایسی خوش نصیب تھی کہ سدا جوان رہ کر اپنی طبعی عمر پوری کرتی۔ میں اسے حسرت سے دیکھ کر سوچتا تھا کہ قدرت کا نظام ایک ذرا تبدیل نہیں ہوسکتا؟ کیا انسان بوڑھا ہوئے بغیر اپنی زندگی پوری نہیں کر سکتا؟ درحقیقت بڑھاپا آدھی موت ہے۔ موت سے پہلے اور جوانی کے بعد آدمی تقریباً مر ہی تو جاتا ہے۔

میں نے اپنے بچوں سے کہا۔ ''میں دنیا کا ایسا کوئی پہلا انسان نہیں ہوں جو مرنے والا ہو اور جس کا سوگ وقت سے پہلے منایا جا رہا ہے۔ تم لوگوں کے اترے ہوئے چہرے مجھے اچھے نہیں لگتے، خدا کے لیے ہنستے بولتے رہا کرو۔''

وہ جبراً مسکرا کر بولنے لگتے تھے، سونیا مجھ سے دور دور رہتی تھی۔ ڈاکٹرز کے پاس گھنٹوں بیٹھی میری بیماریوں پر بحث کرتی رہتی تھی۔ وہ میرے لیے دعائیں بھی کرتی تھی۔

میں نے پوچھا۔ ''تمام دن کہاں رہتی ہو؟ صرف رات گزارنے میرے پاس آجاتی ہو؟''

بابا صاحب کے ادارے میں کسی بھی میاں بیوی کو ایک چھت کے نیچے رات گزارنے کی اجازت نہیں تھی چونکہ میں بیمار تھا، اس لیے سونیا کو میری تیمارداری کی غرض سے اجازت مل گئی تھی۔ اس نے کہا۔ ''مقدر میں جو لکھا ہے اسے ہم مٹا نہیں سکتے پھر بھی دل کے اطمینان کے لیے ڈاکٹرز سے ملتی رہتی ہوں۔''

''کیا تمام دن ڈاکٹرز سے ملتی رہتی ہو؟ نہیں نا..... سچ بتاؤ کہاں وقت گزارتی ہو؟''

وہ سر جھکائے تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ ''یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ بابا فرید واسطی مجھ سے کتنی محبت کرتے تھے۔ اب وہ آرہے ہیں۔ ان کا حجرہ پہلے مقفل رہا کرتا تھا، اب اسے کھول دیا گیا ہے۔ وہاں صرف میں جاتی ہوں۔ اسے صاف ستھرا رکھتی ہوں۔ فجر سے عشا کی نماز تک وہیں رہ کر عبادت کرتی ہوں۔''

''چلو اچھا ہے عبادت کرنے سے آرام ملتا ہے۔ اطمینان حاصل ہوتا ہے۔''

''یہ علم آگہی، یہ پیشگوئی اطمینان کو کھا جاتی ہے۔ ہماری زندگی میں اگلے پل کیا ہونے والا ہے' یہ ہم نہیں جانتے اور یہ اچھا ہی ہے۔ جب معلوم ہو جائے' تب ایسی حالت ہو جاتی ہے جیسے ہماری ہو رہی ہے۔ کسی کل قرار نہیں آتا..... نہ کھانا پینا اچھا لگتا ہے..... نہ نیند آتی ہے..... آنکھ لگتی بھی ہے تو ذرا سی دیر میں آپ ہی آپ کھل جاتی ہے۔ پیش آنے والی تلخ حقیقت جھنجھوڑ کر جگا دیتی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اللہ تعالیٰ بڑا کارساز ہے۔ بندوں کو مطمئن رکھنے کے لیے آنے والے مصائب اور مسائل سے بے خبر رکھتا ہے مگر افسوس میرے متعلق ہونے والی پیشگوئی نے ہلچل مچا دی ہے۔ میں اپنے چاہنے والوں کے لیے موت سے پہلے ہی وبال بن گیا ہوں۔''

''ایسے نہ کہو، تمہارے لیے پیار اتنی شدت اختیار کرتا جا رہا ہے جیسے ہماری زندگی میں' ہماری دنیا میں صرف تم ہی تم ہو اور تمہارے بعد کچھ نہیں ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تمہارے ساتھ ہماری آنکھیں بھی بند ہو جاتیں۔''

''جذبات عجیب بے تکی باتیں سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ تمہیں سارے غم بھول کر خوش رہنا چاہیے، بابا فرید واسطی تشریف لا رہے ہیں۔''

سونیا نے بڑے اعتقاد بڑے جذبے سے کہا۔ ''وہ آچکے ہیں۔''

میں نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''جب میں حجرے میں ہوتی ہوں تو وہاں کی تنہائی اور خاموشی میں بابا صاحب کو محسوس کرتی ہوں۔''

''یہ تو تمہارے احساسات ہیں۔''

''جس پر غیر متزلزل اور پختہ عقیدہ ہو' وہ ہستی آنکھوں کے سامنے مجسم دکھائی دیتی ہے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا کہ میں بولتی ہوں اور وہ میری باتیں سنتے ہیں۔''

میں نے اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''باتیں سننے والا موجود ہو تو وہ جواب ضرور دیتا ہے۔''

''مجھے اپنی باتوں کے جواب میں خوشبو کا ایک ہلکا سا جھونکا محسوس ہوتا ہے پھر میرے اندر ٹھنڈے میٹھے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ میں بابا صاحب کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح پہچانتی ہوں مگر مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ میری سوچ اور میرے لب سے بولتے ہیں۔ مجھے حیات اور موت کے بارے میں سمجھاتے ہیں۔

یہ زندگی کیا ہے...؟ اسے ہم نے خود سے حاصل نہیں کیا۔ کسی بازار سے نہیں خریدی تھی۔ ہمارے ماں باپ تو محض ایک وسیلہ ہیں۔ دینے والا تو وہ خدا ہے۔ وہ ہمیں دیتا ہے' پھر واپس لینے کا حق بھی وہی رکھتا ہے اور جب وہ زندگی کو واپس لے رہا ہے تو ہمیں غم نہیں کرنا چاہیے۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ایک بندہ دوسرے بندے سے مختلف ہوتا ہے اور ایک بندہ دوسرے بندے سے مشابہت رکھتا

بے خودی

ہماری اس کلاس میں چند لڑکیاں بھی تھیں۔ وہ ایک ساتھ بیٹھا کرتیں۔ ایک روز کلاس میں دوسری طالبات کے نہ آنے پر ایک طالبہ اکیلی ہی رہ گئی، اور ہمیں ایک اچھا طلب علم سمجھتے ہوئے، اس نے ہمارے ساتھ بیٹھنے کو ترجیح دی۔ اس دوران ہمارے استاد نے ایک لفظ ''شریط'' کے معنی اس سے پوچھے۔ اس نے ہم سے مدد چاہی اور ہم سے سرگوشی میں اس لفظ کے معنی کے بارے میں سوالیہ رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔ ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ ہم صرف اور صرف عربی پر توجہ دیتے تھے۔ چنانچہ کئی ماہ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ ہم نے گردن کتاب سے اٹھائی اور اسے نظر بھر کر دیکھا اور جناب اس کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں میں ڈوب کر رہ گئے۔ یہ حسینہ بھی ہماری ہم جماعت ہے، یہ انکشاف ہمارے لیے ایک امرِ حیرت تھا۔ چنانچہ ہماری تمام ہوشیاری اور عربی اس لمحہ عالم بالا کی جانب پرواز کر گئی اور ہم اپنی اس نیم بے ہوشی کے عالم میں بروقت جواب نہ دے سکے اور استاد سے بھی خاصی ڈانٹ کھائی۔

ایک عجمی کی عربی کا احوال، تلاش: رفعت رضا

ہے؟ دنیا کے ایک سرے میں پیدا ہونے والا شخص دوسرے سرے پر پیدا ہونے والے کا ہم شکل نکل آتا ہے۔ ایسے اتفاقات دنیا کے کئی ممالک میں ہوتے ہیں۔ دو بندے صرف ہم شکل ہی نہیں ہم مزاج اور ہم خیال بھی ہوتے ہیں۔

تم ایک ہی سونیا نہیں ہو۔ دنیا کے دوسرے حصوں میں تمہارے جیسی دو چار ضرور ہوں گی۔ یہ دنیا کھیل تماشے کی جگہ ہے۔ اگر آج ایک فرہاد کے مقدر میں موت لکھی ہے۔ وہ اپنی سانسیں پوری کر رہا ہے تو ان ہی لمحات میں کسی دوسرے ہم شکل کو نئی زندگی مل رہی ہوگی۔ اگر ایک موت کے پردے میں چھپے گا تو دوسرا زندگی کے اسٹیج پر دکھائی دے گا، اسے یہ سمجھا جائے گا کہ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق اس نے دوسرا جنم لیا ہے۔

قدرت کے کھیل تماشے جب سمجھ میں نہیں آتے تو یہی رائے قائم کی جاتی ہے کہ کسی نے دوسرا تیسرا جنم لیا ہے، آہ...''

سونیا نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا تمہارے ساتھ ایسا نہیں ہوسکتا کہ تمہاری آئی کسی دوسرے ہم شکل کو آجائے؟ تمہاری تقدیر کسی دوسرے ہم شکل کی ہو جائے، اس کی زندگی پوری ہو اور تمہیں نئی زندگی مل جائے؟''

میں نے نقاہت سے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم بڑی محبت اور جذبے سے میرے متعلق سوچ رہی ہو مگر ہماری تمہاری سوچ کے مطابق دنیا کا کاروبار نہیں چلتا۔ ہم سوچتے کچھ ہیں' ہوتا کچھ ہے۔ ابھی جس بات کی توقع کرتے ہیں' اس کے برعکس کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ ''اب میں جا رہی ہوں۔ آج رات نہیں آسکوں گی، میری جگہ عالی تمہارے پاس رہے گی۔''

''کیا آج رات نہ آنے کی کوئی خاص وجہ ہے؟''

وہ بولی۔ ''آج جمعرات ہے۔ رات بارہ بجے سے جمعہ کا دن شروع ہوگا۔ پتا نہیں بابا صاحب کس وقت تشریف لے آئیں۔ مجھے حجرے میں رہنا چاہیے۔''

''یہ تو اطلاع ملی ہوگی کہ وہ ہائی روڈ آرہے ہیں یا ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہمارے ہیلی پیڈ پر پہنچیں گے؟''

''ابھی تک ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی ہے۔ اعلیٰ حضرت ان کے متعلق کچھ جانتے ہوں گے لیکن انہوں نے کسی سے ابھی تک کچھ نہیں کہا ہے۔''

وہ چلی گئی۔ بابا فرید واسطی کے حجرے میں کبھی بجلی کی روشنی نہیں ہوتی تھی۔ وہاں صرف شمع روشن کی جاتی تھی۔ پچھلے تیس برس سے ہر روز اس حجرے کی صفائی کرنے کے بعد اسے لاک کر دیا جاتا تھا پھر شام ہوتے ہی ایک شمع روشن کر دی جاتی تھی۔

اس رات بھی ایک شمع روشن کی گئی تھی لیکن ٹھیک آدھی رات کے بعد اس کی روشنی ماند پڑ گئی اور اندر ایک نور سا پھیل گیا۔ اعلیٰ حضرت نے عشا کی نماز کے بعد تمام نمازیوں سے کہا تھا کہ وہ آج رات بارہ بجے بابا فرید واسطی کے حجرے کے سامنے حاضر ہو جائیں، اسی لیے وہ سب وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ حجرے کے اندر اچانک نور پھیلنے لگا تو سب نے بڑی عقیدت سے اس نورانی اجالے کو دیکھا اور بیک زبان اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے۔

ایسے ہی وقت میں نے بے حد کمزوری محسوس کی۔ میرا سر چکرانے لگا۔ میں بیٹھے بیٹھے تکیے پر گر گیا۔ عالی دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں آہستہ آہستہ کانپ رہا تھا۔ اس نے ادارے کے ڈاکٹر کو فون کیا۔ ''آپ فوراً تشریف لے آئیں۔

نہ جانے پاپا کو کیا ہو گیا ہے؟''

کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا ' کیا ہو گیا ہے؟ کیا ہو رہا ہے؟ کیا ہونے والا ہے؟ سیدھی سی بات سمجھی جا سکتی تھی کہ بابا فرید واسطی کی آمد کے ساتھ ہی میری موت کا پہلا مرحلہ شروع ہو چکا ہے۔ میں اپنے اختتام کی طرف چل پڑا ہوں۔

بابا صاحب کے حجرے کے سامنے ادارے کے علما، ڈاکٹرز، سائنس داں، اساتذہ اور تمام طلبہ و طالبات جمع ہو گئے تھے۔ سب ہی خوش ہو کر اس ٹور کو دیکھ رہے تھے۔ جس کا اجالا روشن دان سے باہر آ رہا تھا۔ باقی دروازے اور کھڑکیاں بند تھیں۔ وہاں سے ایک بھاری بھرکم دل میں اتر جانے والی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کلام پاک کی ایک آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔ سب ہاتھ باندھے سر جھکائے ادب سے کھڑے تھے۔ دل فرطِ عقیدت سے دھڑک رہے تھے۔ سب ہی انہیں ایک نظر دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔

آیت کے اختتام پر حجرے کا دروازہ آہستہ آہستہ کھلا تو نورانی اجالا باہر آنے لگا۔ سونیا اندر تھی۔ وہی دروازہ کھول رہی تھی۔ بابا فرید واسطی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازے پر آ گئے۔ حجرے کے باہر بجلی کے قمقمے روشن تھے۔ اس روشنی میں وہ واضح طور پر دکھائی دے رہے تھے۔ انہوں نے شانوں سے لے کر ٹخنوں تک سفید لبادہ پہنا ہوا تھا۔ ڈاڑھی اور سر کے بال بھی سفید برّاق سے تھے۔ بھنویں بھی سفید تھیں۔ اگرچہ وہ دراز قد تھے لیکن بڑھاپے نے کمر جھکا دی تھی۔ وہ ایک سفید چھڑی کے سہارے کھڑے تھے۔ انہوں نے بہ آواز بلند اسلام وعلیکم کہا۔ سب ہی نے بیک زبان سلام کا جواب دیا۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ کی پشت کو بوسہ دیا اور کہا۔ ''ہم سب آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ نے برسوں کی عبادت اور ریاضت سے روحانیت میں جو درجۂ کمال حاصل کیا ہے۔ اس کے لیے ہم سب کی طرف سے مبارک باد قبول فرمائیں۔''

تمام حاضرین نے بیک زبان کہا۔ ''مبارک ہو... مبارک ہو... مبارک ہو...''

انہوں نے کہا۔ ''بہتر ہے ہم سب مسجد میں چلیں۔ وہاں باتیں بھی ہوں گی اور تہجد کی نماز بھی ادا کی جائے گی۔''

وہ جناب علی اسد اللہ تبریزی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر چھڑی ٹیکتے ہوئے آگے بڑھے تمام لوگ ایک قافلے کی صورت میں ان کے پیچھے چلتے ہوئے وسیع و عریض مسجد کی جانب چلے۔

تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد بابا فرید واسطی نے کہا ''ہمیں اپنی نیند پوری کرنی چاہیے۔ تاکہ وقت پر بیدار ہو کر فجر کی نماز ادا کی جائے۔ انشاء اللہ کل نمازِ جمعہ کے بعد یہاں ایمان افروز اجتماع ہوگا۔''

اِدھر ڈاکٹر نے آ کر میرا معائنہ کیا دوائیں دیں۔ انجکشن لگایا جس کے بعد مجھے نیند آ گئی۔ سونیا میرے پاس آئی تو عالی نے بتایا کہ میری طبیعت خراب ہو گئی تھی اور اب میں سکون سے سو رہا ہوں۔

سونیا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ ''اب تم جاؤ آرام کرو۔ بابا فرید واسطی ہمارے ادارے میں تشریف لے آئے ہیں۔ کل ہم سب ان کے سامنے حاضر ہوں گے۔ ان کی آمد سے مجھے حوصلہ مل رہا ہے۔ میرا دل کہہ رہا ہے' تمہارے پاپا کو کچھ نہیں ہوگا۔ جاؤ بیٹی! اپنے کمرے میں جا کر آرام سے سو جاؤ۔''

عالی چلی گئی۔ سونیا میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ میرے لیے بہت فکر مند تھی۔ مجھے بڑی محبت سے دیکھنے لگی۔

بابا فرید واسطی طویل عرصے کے بعد آئے تھے۔ وہ دوسرے ہی دن سے ادارے کے ایک ایک شعبے میں جا کر وہاں کی کارکردگی دیکھ کر خوش ہونے لگے۔ ان کی عدم موجودگی میں ان کے قائم کردہ ادارے نے تعلیمی' سائنس اور ٹیکنالوجی کے اعتبار سے بہت ترقی کی تھی۔ انہوں نے دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے جو کوششیں کی تھیں وہ کامیابی اور کامرانی کی طرف لے جا رہی تھیں۔

سونیا کو تو وہ دل و جان سے چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ میں نے اور میرے بچوں نے جو کارنامے انجام دیے تھے وہ سب ان کے علم میں تھے۔ وہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ وہاں آمنہ، سونیا، پارس، پورس، عالی، کبریا، انوشے، عدنان اور الپا سب ہی موجود تھے۔ انہوں نے مجھے دعائیں دیں پھر میرے تمام فیملی ممبران سے کہا۔ ''بیمار کے لیے دوا اور دعا کی جاتی ہے۔ بیمار کو شفا حاصل ہو گی یا نہیں... یہ تم نہیں جانتے اور جو تم نہیں جانتے اسے خدا پر چھوڑ دیا کرو۔''

میں خاموشی سے ان کی پُر رونق اور پُر وقار شخصیت کو دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ بیماری نے کس قدر مجبور کر دیا ہے، مجھے بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے تھا لیکن یہ تقریباً چھیانوے سال کی عمر میں چھڑی ٹیکتے ہوئے میرے پاس آئے ہیں۔ اس لحاظ سے میں بہت خوش نصیب ہوں۔

انہوں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے میری پیشانی پر شہادت کی اُنگلی رکھتے ہوئے کہا۔ ''تم واقعی خوش نصیب ہو۔

اس لیے نہیں کہ میں یہاں چل کر آیا ہوں۔ ہاں، اس لیے کہ تمہیں بہت دور چل کر جانا ہے۔''

وہ چھڑی ٹیکتے ہوئے میرے بچوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے آمنہ اور سونیا کے ساتھ وہاں سے چلے گئے۔ ان کے آخری الفاظ کچھ زیادہ واضح نہیں تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں خوش نصیب ہوں۔ اس لیے نہیں کہ وہ یہاں چل کر آئے ہیں بلکہ اس لیے کہ مجھے بہت دور چل کر جانا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہو سکتا تھا کہ میں بستر سے اٹھ کر زندگی کا سفر دور تک طے کر سکوں گا اور دور تک جانے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے اس دوری کی سمت جانا ہے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔

اب جناب علی اسد اللہ تبریزی سے یا بابا فرید واسطی سے پوچھنا مناسب نہیں تھا کہ میرے سلسلے میں جو پیشگوئی کی ہے اس کا کیا ہوگا؟ آثار کہہ رہے تھے کہ پیش گوئی درست سمت جا رہی ہے۔ یہ کہا جا چکا تھا کہ کاہنہ میری زوجیت میں آئے گی، میری ایک بیٹی کی ماں بنے گی۔ وہ سب درست ثابت ہوا تھا۔ یہ بھی درست ثابت ہو رہا تھا کہ کاہنہ کی موت کے بعد میں اپنی موت کے قریب جاؤں گا اور دوسری پیشگوئی یہ تھی کہ اس ادارے میں بابا فرید واسطی تشریف لائیں گے۔ اس کے ٹھیک چالیس دن کے بعد میری موت واقع ہو گی... اور یہ سب ہی دیکھ رہے تھے کہ میں بہت بیمار ہوں اور رفتہ رفتہ اپنی آخری منزل کی طرف جا رہا ہوں۔

مقررہ وقت کے دس دن گزر گئے پھر بیس دن گزر گئے۔ سونیا روز ہی حجرے میں جاتی تھی۔ بابا فرید واسطی عام دنوں میں بھی روزے رکھتے تھے۔ وہ سحری کے وقت پہنچ جاتی تھی۔ انہیں کھلانے پلانے کے بعد حجرے کی صفائی کرتی تھی۔ ان کے اتارے ہوئے لباس اپنے ہاتھوں سے دھو کر استری کرتی تھی پھر افطاری کے وقت ان کے پاس حاضر ہو جاتی تھی۔ وہ چپ رہتی تھی۔ بہت کم بولتی تھی۔

ایک روز انہوں نے کہا۔ ''انسان کو سنجیدہ اور خاموش رہنا چاہیے لیکن اداس اور مایوس ہو کر نہیں رہنا چاہیے۔ تم کیوں چاہتی ہو کہ فرہاد تم سے پہلے اس دنیا سے نہ جائے؟''

وہ سر جھکا کر بولی۔ ''اس دنیا سے سب ہی کو جانا ہے۔ کسی کو پہلے جانا ہے۔ کسی کو بعد میں مگر...''

انہوں نے بڑی شفقت سے پوچھا۔ ''آگے بولو...؟''

اس نے پوچھا۔ ''کیا قدرتی نظام میں تبدیلیاں نہیں ہوتیں؟''

''ضرور ہوتی ہیں۔ آسمان بھی بدلتا ہے۔ زمین بھی بدل جاتی ہے۔ جب سے یہ دنیا آباد ہوئی ہے تب سے سمندروں اور پہاڑوں میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ کتنے ہی زلزلے آئے۔ کہیں زمین گہری کھائیوں میں بدل گئی۔ کہیں پہاڑ اُبھر آئے۔ کہیں زمین سمندر میں ڈوب گئی اور کہیں سمندر کا پانی اتر گیا اور زمین نمودار ہو گئی۔ اس دنیا کا نقشہ بدلتا رہا ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا انسانوں میں تبدیلیاں نہیں آتیں؟''

''بے شک آتی ہیں۔ زمانہ قدیم سے لے کر آج تک انسانوں میں نمایاں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ زمانہ قدیم کا انسان جسمانی طور پر بہت ہی قد آور اور چٹان کی طرح مضبوط تھا۔ سردی، گرمی، برسات اور برف باری کا اس پر اثر نہیں ہوتا تھا لیکن وہ ذہنی طور پر بہت کمزور تھا۔ رفتہ رفتہ ایسی تبدیلیاں ہوتی رہیں کہ اب انسان جسمانی طور سے کمزور ہو گیا ہے۔ ذرا سی سرد ہوا لگتے ہی چھینکنے لگتا ہے لیکن اس نے حیرت انگیز طور پر ذہنی توانائیاں حاصل کی ہیں۔ علم و ہنر کے مراحل طے کرتے ہوئے چاند پر پہنچ گیا ہے اور اب دیگر سیاروں تک پہنچنا چاہتا ہے مگر میری بیٹی! تم جو کہنا چاہ رہی ہو۔ وہ کہہ نہیں پا رہی ہو۔''

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی پھر بولی۔ ''کیا قانونِ قدرت میں اک ذرا سی تبدیلی نہیں ہو سکتی؟ کیا موت عارضی طور پر ٹل نہیں سکتی؟''

''عارضی طور پر ٹلنے والی بات اس وقت پیدا ہوتی ہے جب یہ معلوم ہو کہ موت کا کوئی وقت مقرر کیا گیا ہے۔ ہم کیا جانے کہ ہمیں کس وقت موت آئے گی؟''

''لیکن پیشگوئیاں تو کی جاتی ہیں اور بہت سی پیشگوئیاں درست ہوتی ہیں۔ جو وقت موت کا بتایا جاتا ہے اسی وقت موت آتی ہے۔''

''ایسی پیشگوئیاں کبھی کبھی درست ہوتی ہیں۔''

گنجے فرشتے

ہمیں یہ تو نہیں پتا منٹو صاحب نے گنجے فرشتے کہاں دیکھے لیکن ہم نے لیڈی ولنگڈن اسپتال کے لیبر روم میں اپنی ڈیوٹی کے دوران ہر فرشتہ گنجا ہی پیدا ہوتے دیکھا، سب نے بعد میں ہی بال نکالے۔ لانگ فیلوز نے تو یہاں تک کہا ہے ''جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے بال نہیں ہوتے، بوڑھے بھی بے بال ہوتے ہیں۔ گویا گود سے گور تک کا فاصلہ ایک ہیئر کٹ اور ایک شیو کا ہے۔ ہو سکتا ہے منٹو صاحب نے فرشتوں کو گنجے نہ کہا ہو بلکہ گنجوں کو فرشتہ کہا ہو۔

ڈاکٹر یونس بٹ کی ''مزاحیات'' سے رفعت رضا کراچی کا انتخاب

''آپ نے فرمایا تھا کہ میں اپنی طبعی عمر تک سدا جوان رہوں گی اور یہ پیشگوئی اب تک درست ثابت ہو رہی ہے۔''

''یہ پیشگوئی نہیں تھی۔ میرے بھائی نے آخری لمحات میں تمہیں دعا دی تھی۔ خدا کا شکر ادا کرتی رہو ان کی دعا قبول ہو گئی ہے۔''

''یہ کہا گیا ہے کہ آپ کی آمد کے چالیس دن بعد فرہاد کی موت واقع ہو گی۔ میں یہ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوں' وہ پیشگوئی درست ہو گی یا نہیں؟''

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ زیر لب کچھ پڑھتے رہے پھر انہوں نے کہا۔ ''میں نے کہا تھا' فرہاد جب آخری سانسیں لے گا تو اس وقت صرف تم اس کے پاس ہو گی۔ میں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میری یہاں آمد کے چالیس دن بعد اس کی موت ہو گی۔ خدا کے سوا یہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کی عمر کتنی ہے؟'' انہوں نے سر اٹھا کر سونیا کو دیکھا پھر پوچھا۔ ''کیا تم معلوم کرنا چاہتی ہو؟''

اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا، آگے کو جھک کر ہاتھ بڑھا کر ان کے قدموں کو چھو لیا۔ انہوں نے کہا۔ ''میری یہ پیشگوئی ہے کہ اس کے آخری وقت میں صرف تم اس کے قریب رہو گی، اب وہ بہت زیادہ بیمار ہے موت قریب ہی دکھائی دے رہی ہے تو تم میری پیشگوئی کو آزماؤ، اس کے قریب نہ رہو پھر دیکھو کہ خدا کیا کرتا ہے؟''

اس نے چونک کر بابا صاحب کو دیکھا۔ اس کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ مجھے زندگی کی طرف لانے کا ایک راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ بابا صاحب کہہ چکے تھے کہ وہ مجھ سے دور رہ کر ان کی پیشگوئی کو آزما سکتی ہے۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ ''آپ مجھے اجازت دیں۔ میں آپ کی پیشگوئی کو آزمانے کے لیے فرہاد سے دور جانا چاہتی ہوں۔''

انہوں نے پوچھا۔ ''یعنی یہاں سے چلی جاؤ گی...؟ اپنے بابا کو چھوڑ کر...؟''

وہ الجھ سی گئی..... اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا، اس نے کہا۔ ''معافی چاہتی ہوں۔ میں نے جذبات میں آ کر یہ نہیں سوچا کہ یہاں سے جاؤں گی تو آپ سے جدا ہو جاؤں گی۔ آپ خوب سمجھتے ہوں گے' میں جیتے جی آپ سے جدا نہیں ہونا چاہتی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یوں کبھی آپ کے دیدار نصیب ہوں گے۔ مجھے آپ کی خدمت کا موقع مل رہا ہے۔ میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔''

انہوں نے پوچھا۔ ''پھر تمہارے فرہاد کا کیا بنے گا...؟''

''میں اس کے کمرے میں اس کے قریب نہیں جاؤں گی۔''

''وہ آخری لمحات میں تمہیں پکارے گا' صرف تمہیں پکارے گا۔'' وہ اندر ہی اندر تڑپنے لگی۔ انہوں نے کہا۔ ''تم اس کی چار دیواری کے اندر نہیں جاؤ گی مگر باہر تو رہو گی۔ اس سے زیادہ دوری نہیں ہو گی۔ جب کہ تمہیں بہت دور ہو جانا چاہیے۔ اتنی دور کہ نہ اس کی آواز سنائی دے، نہ اس کی کوئی خیر خیریت معلوم ہو۔''

وہ تڑپ کر بولی۔ ''میرا ذہن کام نہیں کر رہا ہے۔ آپ سے التجا کرتی ہوں مجھے کوئی مناسب مشورہ دیں۔''

''سیدھی سی بات ہے' تم مجھے چھوڑ کر یہاں سے نہیں جانا چاہتیں تو فرہاد کو یہاں سے جانا چاہیے۔ اسے تم سے دور ہو جانا چاہیے۔''

''ہاں ایسا ہو سکتا ہے مگر وہ بہت بیمار ہیں۔ بڑی مشکل سے اٹھتے بیٹھتے ہیں اور باتھ روم تک جاتے ہیں۔''

''یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ کسی کے سہارے چل سکتے ہے۔ وہیل چیئر پر آگے بڑھ سکتا ہے اور زیادہ بیمار ہو تو اسے اسٹریچر پر لے جایا جا سکتا ہے۔''

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ انہوں نے کہا۔ ''میں دنیا داری سے دور اور دین سے قریب رہتا آیا ہوں مگر جانے کیوں اللہ تعالیٰ نے تمہاری محبت میرے دل میں بھر دی ہے؟ میں تمہیں پریشان ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے میں نے یہ مشورہ دیا ہے۔ اب جاؤ اور اپنا مسئلہ حل کرو۔''

سونیا وہاں سے آمنہ کے پاس آئی۔ اس نے بابا صاحب سے ہونے والی تمام گفتگو اسے سنائی۔ وہ اطمینان کی سانس لیتے ہوئے بولی۔ ''ہمیں فرہاد کی صحت یابی کی صورت نظر آ رہی ہے۔ تمہیں بابا صاحب سے دور نہیں رہنا چاہیے۔ اس لیے میں فرہاد کو یہاں سے کہیں دور لے جاؤں گی۔''

اس نے کہا۔ ''آمنہ...! تم اپنی روحانی صلاحیتوں سے بہت کچھ معلوم کر لیتی ہو۔ تم نے فرہاد کے متعلق کچھ نہ کچھ معلوم کیا ہو گا؟ پلیز مجھے بتاؤ کیا انہیں شفا حاصل ہو گی؟ کیا ان کی عمر دراز ہو گی؟''

آمنہ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکوں گی۔ تم فرہاد کو اللہ کی رضا پر چھوڑ دو۔''

سونیا وہاں سے اٹھ کر میرے پاس آ گئی۔ میرا ذہن کمزور ہو رہا تھا۔ میں جسمانی کمزوری کے باعث سہارے کے بغیر اٹھ نہیں پاتا تھا۔ میں نے کہا۔ ''تم کہاں تھیں؟ مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئیں؟''

اس نے پوچھا۔ ''کیا تمہاری یادداشت اتنی کمزور ہو گئی ہے؟ میں اب سے بارہ گھنٹے پہلے تمہارے پاس آئی تھی۔''

میں ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگا مگر مجھے یاد نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ''مجھ پر زوال آ چکا ہے۔ جسمانی توانائیاں ساتھ چھوڑ چکی ہیں۔ عقل کام نہیں کرتی ہے۔ خدا کا شکر ہے' اب بھی اتنی دماغی توانائی ہے کہ میں تم سب کو چہروں سے پہچان لیتا ہوں۔''

وہ میرے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بولی۔ ''فرہاد! تم یہاں سے جا رہے ہو۔ آمنہ تمہیں ادارے سے باہر کہیں لے جائے گی۔''

''وہ مجھے کہاں لے جائے گی؟''

''میں نہیں جانتی تم تو جانتے ہو وہ آئندہ پیش آنے والی کوئی بات ہمیں نہیں بتاتی ہے۔ بہر حال ہم جدا ہو رہے ہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ پھر کب ملیں گے؟''

اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ وہ میرے قریب آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میرے چہرے کو چومتے ہوئے کہنے لگی۔ ''خدا حافظ میرا ایمان میرا اعتقاد کہتا ہے کہ تمہیں شفا حاصل ہو گی۔ تم ہمارے لیے سلامت رہو گے۔ جاؤ... میں نے تمہیں خدا کے حوالے کیا۔''

میں نے اپنا ایک ہاتھ بڑی نقاہت سے اس کے ہاتھ پر رکھا تھا۔ اتنی توانائی نہیں تھی کہ اسے اپنی گرفت میں لے کر چوم لیتا۔ وہ مجھ سے الگ ہو گئی۔ میری پیشانی کو چوم کر میرے سر پر ہاتھ پھیر کر اٹھ گئی پھر اپنے آنسو پونچھتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

اس کے بعد پارس، پورس، عالی، کبریا، الپا، انوشے اور عدنان سب ہی ایک ایک کر کے آنے لگے۔ وہ سب مجھ سے کچھ نہ کچھ کہتے مجھے چومتے رہے اور رخصت ہو جاتے.... وہ مجھ سے نہیں میں ان سے رخصت ہو رہا تھا۔ آخر میں آمنہ میرے پاس آئی تو میری آنکھیں بند تھیں۔ اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا سو رہے ہو؟''

میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا، وہ دھندلی دھندلی سی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''تم ہوش میں ہو۔ مجھے پہچان رہے ہو؟''

میں نے بڑی مشکل سے کہا۔ ''ہاں۔''

اس نے کہا۔ ''میں تمہیں اپنے ساتھ ادارے سے باہر لے جانے والی تھی لیکن اعلیٰ حضرت نے ہدایت کی ہے کہ مجھے تمہارے ساتھ نہیں جانا چاہیے۔ تمہارے کسی بھی رشتے دار کو تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔'' وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''تمہارے ساتھ عجیب حالات پیش آ رہے ہیں۔ جیتے جی تمام رشتے تم سے چھوٹ رہے ہیں۔ تمام خون کے رشتوں کو تاکید کی گئی ہے کہ کوئی تمہارے روبرو نہیں آئے گا، کوئی نہیں جانتا کہ تمہاری زندگی کتنی ہے؟ جتنی بھی رہ گئی ہے اس سے پہلے ہی تم ہمارے لیے مر چکے ہو۔ ہمارے درمیان پردہ حائل ہو چکا ہے۔'' ایسا کہتے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''اس ادارے کا ایک شخص تمہیں یہاں سے لے جائے گا۔ میں نہیں جانتی کہ وہ تمہیں کہاں لے جائے گا؟ وہ تمہیں کہیں چھوڑ کر چلا آئے گا۔ ہم کبھی جان نہیں سکیں گے کہ تم موت سے پہلے کہاں گم ہو گئے؟''

کچھ سمجھ آ رہا تھا، کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ جب مجھے وہاں سے لے جایا جانے لگا تو دو اشخاص ..... کا سہارا لے کر میں چل رہا تھا۔ اس ادارے کے سب ہی افراد مجھے دل و جان سے چاہتے تھے۔ وہ سب ہی مجھے رخصت ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ ادارے کے ہیلی پیڈ تک الوداع کہنے والے موجود تھے پھر مجھے اس ہیلی کاپٹر کے ذریعے پیرس کے ایک ہیلی پیڈ تک پہنچا دیا گیا۔ یہ سب کچھ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں اور یہ سب کچھ نیند کی حالت میں میرے ساتھ ہو رہا ہے۔

پڑیئے گر بیمار.....

ایک دن میں کان کے درد سے تڑپ رہا تھا کہ مرزا عبدالودود بیگ آ نکلے۔ اس افراتفری کے زمانے میں زندہ رہنے کے شدائد اور موت کے فیوض و برکات پر ایسی موثر تقریر کی کہ بے اختیار جی چاہا انہی کے قدموں میں پھڑپھڑا کر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دوں۔ بعد ازاں جب وہ تندرستی کو اُم الخبائث اور تمام جرائم کی جڑ قرار دیتے ہیں تو مجھے رہ رہ کر اپنی خوش نصیبی پر رشک آتا ہے۔ اپنے دعوے کے ثبوت میں یہ دلیل ضرور پیش کرتے ہیں کہ جن ترقی یافتہ ممالک میں تندرستی کی وباعام ہے وہاں جرائم کی تعداد بروز بڑھ رہی ہے۔ میں کان کے درد سے نڈھال ہونے لگا تو انہوں نے مسئلہ مسائل بیان کر کے میری ڈھارس بندھائی: ''میاں ہمت سے کام لو۔ بڑے بڑے نبیوں پر یہ وقت پڑا ہے۔'' میں درد سے ہلکان ہو چکا تھا۔ ورنہ ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا کہ خدا مارے یا چھوڑے، میں بغیر دعویٰ نبوت یہ عذاب جھیلنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ علاوہ ازیں، قصص الانبیاء میں نے بچپن میں پڑھی تھی اور یہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ کون سے پیغمبر کان کے درد کے باوجود فرائض نبوی انجام دیتے رہے۔

چراغ تلے از مشتاق احمد یوسفی، عائشہ وحید الزماں، لاہور

کبھی کبھی میں غائب دماغ ہو جاتا تھا یا میرے ساتھ جو کچھ ہوتا تھا، اسے فوراً بھول جاتا تھا۔ اس لیے یاد نہیں رہتا تھا کہ کہاں جا رہا ہوں؟ کہاں سے گزر رہا ہوں میں ستر برس تک زندگی کے طویل سفر میں رہا۔ کبھی روشنیوں سے اور کبھی تاریکیوں سے گزرتا رہا لیکن اس وقت جو سفر جاری تھا، وہ گہری تاریکی میں تھا کیونکہ ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔ کچھ سمجھنے کے قابل نہیں تھا۔ میں یہ بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہوں۔ زمین پر ہوں یا آسمان پر؟ مجھے بہت اوپر جانا تھا اور جانے کا وقت قریب سے قریب تر آ رہا تھا۔ صرف دو دن رہ گئے تھے۔

پیشگوئی کے مطابق بابا فرید واسطی کی آمد کے چالیسویں دن مجھے اس دنیا سے رخصت ہو جانا تھا۔ اڑتیس دن گزر چکے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے سونیا سے دور کیوں کیا گیا ہے؟ کیا وہ مجھ سے دور رہے گی؟ آخری وقت میرے قریب نہیں رہے گی تو مجھے موت کیسے آئے گی؟ بابا صاحب کی پیشگوئی کے مطابق میرے پاس سونیا کی موجودگی لازمی تھی مگر وہ نہیں تھی۔

میں کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا پھر یہ کیسے سمجھ پاتا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میں تو گویا عالم بے خودی میں تھا۔ حالات نے وقتِ مقررہ سے پہلے مجھے میری ذات سے گم کر دیا تھا۔ کبھی میں آنکھیں بند کر کے غافل ہو جاتا تھا۔ کبھی آنکھیں کھلتیں تو ایک دھندلائی ہوئی سی دنیا کو دیکھ لیتا تھا۔ ایسے ہی وقت میں نے خود کو ایک ٹھنڈے اور چکنے فرش پر محسوس کیا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو نیم تاریکی نیم روشنی تھی۔ کسی بزرگ کا مزار تھا۔ لوگ دعائیں مانگ رہے تھے۔

کوئی میرے قریب بیٹھا بڑی عقیدت سے کہہ رہا تھا۔

گنج بخش فیض عالم مظہرِ نورِ خدا
رہنما اپر کامل کاملاں را رہنما

اگرچہ میری یادداشت نہ ہونے کے برابر تھی۔ میں خود کو بھی صحیح طور سے پہچان نہیں پا رہا تھا لیکن ان لمحات میں یہ آگہی سی ملی کہ میں حضرت داتا گنج بخش کے دربار میں ہوں۔ بس اتنی سے آگہی ملی پھر میں خود سے غافل ہو گیا۔ ایسی غفلت اور خود فراموشی میں یہ نہ جان سکا کہ چالیسواں دن آ پہنچا ہے۔

داتا دربار میں نمازیں بھی ادا کی جاتی ہیں اور کلامِ پاک کی تلاوت بھی ہوتی ہے، پتا نہیں وہ کون سا وقت تھا؟ دن تھا یا رات تھی؟ میرے دماغ کی تاریکیوں میں گہری خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس گہری خاموشی میں قرآن مجید کی تلاوت اُبھرنے لگی۔ کوئی خوش نوا بڑی عقیدت سے سورۂ بقر پڑھ رہا تھا۔

میں نے ان لمحات میں محسوس کیا کہ میرا سر کسی خاتون کے زانو پر ہے۔ بابا فرید واسطی نے پیشگوئی کی تھی آخری وقت میں سونیا میرے قریب ہوگی۔ میں نہیں جانتا کہ میرا سر کس کے زانو پر رکھا ہوا ہے؟ کیا سونیا میرے قریب آ گئی ہے؟ کیا میرا وقت پورا ہو چکا ہے؟

کوئی اپنے بارے میں کیسے کہہ سکتا ہے کہ اس نے اپنی آخری سانس پوری کر لی ہے اور وہ مر چکا ہے۔ میں بھی اس وقت اپنے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ موت کیا ہوتی ہے؟ دماغ سوچ سے خالی ہو جائے۔ ایسی بے بسی ہو کہ کانوں میں دنیا کی کوئی آواز نہ پہنچے، آنکھیں بند ہو جائیں، انہیں کھولنے کی سکت نہ ہو۔ پھیپھڑے ایک دم سے ٹھہر جائیں اور دل کی دھڑکنیں چپ سادھ لیں تو موت واقع ہو جاتی ہے... اور میں ان تمام چیزوں سے محروم ہو چکا تھا۔

چالیسویں دن کی رات آدھی گزر چکی تھی۔ صبح ہونے والی تھی۔ اذان کی آواز اُبھرنے لگی۔ ایسے ہی وقت میں نے ایک گہری سانس لی اور میرے پھیپھڑے متحرک ہو گئے۔ کسی خاتون کی آواز سنائی دی۔ ''یہ زندہ ہیں۔ دیکھو دیکھو، یہ سانس لے رہے ہیں۔ بیٹے! انہیں فوراً اسپتال لے چلو۔''

مجھے بس اتنا ہی سنائی دیا پھر میں غافل ہو گیا۔ زندگی اور موت کی آنکھ مچولی جاری تھی۔ میں کبھی غافل ہو جاتا تھا اور کبھی عارضی طور پر حواس بحال ہو جاتے تھے۔ جیسے جگنو چمک چمک کر بجھ رہا ہو اور بجھ بجھ کر چمک رہا ہو۔

وقت گزرتا جا رہا تھا۔ صرف چند گھنٹے گزرے تھے یا پورا دن گزر گیا تھا یا پورا ہفتہ یا پورا مہینہ گزر چکا تھا۔ میں آنکھیں کھول کر دیکھتا تھا اور کچھ سمجھ نہیں پاتا تھا کہ میں کون ہوں؟ اور کہاں ہوں؟

میں اپنا نام بھی نہیں جانتا تھا۔ جب کبھی آنکھ کھلتی تو ایک بوڑھی خاتون دکھائی دیتیں اور مجھ سے پوچھتیں۔ ''فرہاد! حوصلہ رکھو۔ اپنے خدا پر بھروسا کرو تمہیں شفا حاصل ہو جائے گی۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا میرا نام فرہاد ہے؟''

خاتون نے مجھے بڑے دکھ سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ایک تو جسمانی طور پر کمزور ہو۔ بیماریاں ہیں کہ پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہیں۔ اوپر سے دماغ بھی کمزور ہو گیا ہے۔ اپنا نام تک بھول گئے ہو۔ تمہارا نام فرہاد انور شاہ ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ہاں، یہ نام کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا ہے۔ تم بھی کچھ اپنی اپنی سی لگ رہی ہو۔''

اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ بولی۔ ''میں تمہاری

شریکِ حیات نائلہ ہوں۔ افسوس...! بیٹوں کے سلوک نے اور رشتے داروں کی سازشوں نے تمہارے دماغ کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ذہنی کمزوری عارضی ہے۔ تمہیں رفتہ رفتہ سب کچھ یاد آ جائے گا۔''

مجھے رفتہ رفتہ معلوم ہونے لگا کہ میرے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ پوتے، پوتیاں، نواسے اور نواسیاں بھی ہیں۔ میری ایک بہن اور دو دشمن بھائی بھی ہیں۔ جن کی سازشوں سے میرا گھر تباہ ہو رہا ہے۔ میرے بچے گمراہ ہو کر مجھ سے بدظن ہو گئے ہیں اور میرے تمام کاروبار پر قبضہ جمالینا چاہتے ہیں۔

جب میری طبیعت کچھ سنبھلنے لگی تو اسپتال سے چھٹی ہو گئی۔ نائلہ مجھے ایک چھوٹی سی کوٹھی میں لے آئی۔ میں چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھا۔ دونوں گھٹنوں میں شدید تکلیف رہتی تھی۔ اس لیے وہیل چیئر پر گھر کے مختلف حصّوں میں آتا جاتا رہتا تھا۔

نائلہ نے کہا۔ ''تم نے یہ چھوٹی سی کوٹھی میرے نام لکھی تھی اور بنک میں پانچ کروڑ روپے رکھے تھے۔ بس اتنا ہی میرے پاس رہ گیا ہے۔ باقی پانچ سو کروڑ کا کاروبار اور دوسری جائیداد پر بیٹوں نے قبضہ جما لیا ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا میں نے اپنا کاروبار اور تمام جائیداد بیٹوں کے نام لکھ دی ہے؟''

''نہیں، سب کچھ ابھی تک تمہارے نام ہے لیکن تم نے اپنے دونوں بیٹوں کو پاور آف اٹارنی دے دیا تھا۔ کاروبار کے تمام اختیارات ان کے پاس ہیں۔ میں کاروبار سنبھال نہیں سکتی۔ اس لیے بیٹوں پر چھوڑ دیا ہے۔ آخر وہ اپنا ہی خون ہیں۔ اگرچہ گستاخ اور گمراہ ہو چکے ہیں مگر ہم کیا کر سکتے ہیں؟''

میں اپنی موجودہ حالت پر غور کرنے لگا۔ چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھا۔ ذہنی کمزوری ایسی تھی کہ مجھے اپنے کاروبار کے سلسلے میں کچھ یاد نہیں آ رہا تھا اور نہ ہی مجھے اپنی جائیداد کا تفصیلی علم تھا کہ کروڑوں کی جائیداد کہاں کہاں پھیلی ہوئی ہے؟

یہ میرے موجودہ حالات تھے اور میں اپنے ماضی کے تمام حالات یکسر بھول چکا تھا۔ اب میں فرہاد انور شاہ تھا اور فرہاد علی تیمور بھولے سے بھی یاد نہیں آ رہا تھا۔ آمنہ اور سونیا میری شریکِ حیات ہیں۔ پارس، پورس، کبریا اور عالی میرے بچے ہیں۔ میرا ایک پوتا عدنان ہے۔ ایک پوتی انوشے ہے۔ ایک بھولا پا ہے۔ یہ سب کچھ بھول چکا تھا۔ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس دنیا میں کہیں کوئی بابا صاحب کا ادارہ بھی ہے۔

میری زندگی..... میری داستان کے وہ پچھلے تمام ابواب مٹ چکے تھے۔ یہاں سے نیا باب شروع ہو رہا تھا۔ اس نئی زندگی میں.... نائلہ مجھے اپنے خاندان کی ایک ایک بات بتاتی رہتی تھی۔ میں انہیں یاد رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس نے مجھے میری کچھ لکھی ہوئی تحریریں دکھائیں اور کہا۔ ''اس طرح لکھ کر دکھاؤ۔''

جب میں نے لکھا تو طرزِ تحریر مختلف تھی۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''پتا نہیں یہ تبدیلی کیسے آ گئی ہے؟ تمہیں تو اپنے دستخط بھی یاد نہیں ہیں۔''

کوٹھی کے کاغذات پر میرے دستخط تھے۔ اس نے کہا۔ ''تم ان دستخط کی پوری طرح نقل کرنا سیکھ لو اور اپنی تحریر کی بھی نقل کرتے رہو۔ جب صحت یاب ہو جاؤ گے تو یہ مشقیں تمہارے کام آئیں گی۔''

میں فرہاد انور شاہ کی تحریر اور دستخط کی نقل کرنے لگا۔ کچھ دنوں تک مشقیں کرتے رہنے کے بعد خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ پتا نہیں وہ بیچارہ فرہاد انور شاہ کون تھا؟ اور اب کہاں ہوگا...؟ فی الوقت تو میں خود کو فرہاد انور شاہ سمجھ رہا تھا۔ مجھے بعد میں اس خاندان کی پوری ہسٹری معلوم ہوئی۔ میں صحیح ترتیب سے اپنی داستان بیان کرنے کے لیے اس خاندان کے مختصر سے حالات پیش کر رہا ہوں۔

فرہاد انور شاہ کے دو بھائی جواد انور شاہ اور دلشاد انور شاہ تھے۔ وہ تینوں ہی جاگیردار تھے۔ فرہاد اپنی زمینیں بیچ کر

بے فائدہ

ایک فائر مین نے کم سے کم ایک درجن لڑکیوں کو بچایا لیکن ترقی آج تک اس کے حصے میں نہیں آئی۔ اس نے ان لڑکیوں کو اپنے افسر کے چنگل سے بچایا تھا۔

بین السطور

نوجوان مہمان نے حسین میزبان سے کہا ''میں دیکھنے میں لمبا تڑنگا نظر آتا ہوں لیکن مزاج کے اعتبار سے بالکل بچہ ہوں۔ مجھے تو اکیلے سوتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔''

باہمی مفاد

بیالوجی (حیاتیات) کے ایک استاد نے اپنی جماعت کا امتحان لیا۔ سوال یہ تھا کہ دو یا دو سے زیادہ اجسام باہمی مفاد کے لیے اکٹھے رہیں تو یہ بات کیا کہلائے گی؟

تقریباً آدھی جماعت نے یہ جواب لکھا ''شادی!''

انتخاب: ڈاکٹر اے آر بھٹی راجپوت

کاروباری دنیا میں آ گیا۔ اس نے اپنی محنت اور لگن سے رفتہ رفتہ اتنی کامیابیاں حاصل کیں کہ لکھ پتی سے کروڑ پتی اور کروڑ پتی سے ارب پتی بن گیا تھا۔ اس کے دونوں بھائی جواد اور دلشاد سیاسی میدان میں آ گئے تھے انہوں نے بھی اچھی خاصی کامیابیاں حاصل کی تھیں لیکن وہ دولت اور جائیداد کے معاملے میں فرہاد سے کمتر تھے۔

فرہاد کی ایک بہن شہناز تھی۔ اس نے جواد اور دلشاد کے ساتھ مل کر سازشیں کیں۔ فرہاد کے تمام کاروبار پر قبضہ جمانے کے لیے جواد نے اپنی بیٹی کو فرہاد کے بیٹے مراد سے بیاہ دیا اور شہناز نے اپنی بیٹی کو فرہاد کے دوسرے بیٹے حماد سے بیاہ دیا۔ ان کی بیٹیاں فرہاد کے گھر بہوئیں بن کر آئیں تو کاروبار پر قبضہ جمانے کے لیے سازشیں شروع کر دیں۔ اپنے اپنے شوہروں کو اس طرح بہلایا، پھسلایا اور بہکایا کہ وہ اپنے باپ فرہاد انور شاہ سے بدظن ہو گئے۔

دونوں بیٹوں نے کاروبار میں حصہ مانگا تو فرہاد انور شاہ نے انکار کر دیا۔ صاف کہہ دیا کہ جب تک ماں باپ زندہ ہیں اس وقت تک کاروبار اور جائیداد تقسیم نہیں ہوگی۔ میری موت کے بعد وصیت کے مطابق تم سب کو انصاف سے حصہ مل جائے گا۔

لیکن بہوئیں اور بیٹے اس کی موت کا انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے اس کے کھانے پینے میں اعصابی کمزوری کی دوائیں ملانا شروع کر دیں۔ دوائیں بہت کم مقدار میں اسے دی جاتی تھیں۔ وہ بیمار رہنے لگا تھا۔ بڑے بڑے تجربہ کار ڈاکٹرز اس کا علاج کرتے تھے۔ وہ سمجھ نہیں پاتے تھے کہ اسے اعصابی کمزوری کی دوا دی جا رہی ہے مگر ان کے علاج سے اتنا ہو گیا تھا کہ منفی دواؤں کا توڑ وقتی طور پر ہو جاتا تھا۔ اس کی طبیعت سنبھل جاتی تھی لیکن درپردہ وہ منفی دوائیں دی جاتی رہیں۔ جس کے نتیجے میں وہ اندر ہی اندر کھوکھلا ہوتا گیا۔

ایسی ہی سازشیں کرتے کرتے دس برس گزر چکے تھے اور فرہاد انور شاہ مرنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ دشمنوں کو ایسی سازشیں کرنے کے نتیجے میں اس قدر فائدہ ہوا تھا کہ اس نے تمام کاروبار سنبھالنے کے سلسلے میں دونوں بیٹوں کو پاور آف اٹارنی دے دیا تھا کیونکہ وہ پھیلا ہوا بزنس سنبھالنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

چونکہ اس نے تمام جائیداد اور تمام کاروبار اپنے پاس رکھا تھا۔ اب تک بیٹوں کے نام کچھ نہیں کیا تھا۔ اس لیے اس کی بہن شہناز اور دونوں بھائی جواد اور دلشاد مطمئن نہیں تھے۔ فرہاد کے دونوں بیٹوں اور بہوؤں کو آدھی روٹی مل رہی تھی اور وہ فرہاد سے پوری روٹی چھین لینا چاہتے تھے۔

جب اس انتظار میں گیارہ برس گزر گئے تب شہناز اور جواد نے اپنی بیٹیوں اور دامادوں سے کہا۔ ''انتظار کی حد ہوتی ہے۔ یہ ہمارا بھائی کوّے کا گوشت کھاتا ہے۔ کبھی نہیں مرے گا۔ اسے مارنا ہوگا۔ اس کی موت کے بعد از خود تمام دولت اور جائیداد ہمارے دامادوں کے نام ہو جائے گی۔''

پھر یہی کیا گیا۔ جواد نے بڑی رازداری سے فرہاد انور شاہ کو اغوا کرایا پھر اسے اپنی زمینوں پر لا کر قتل کیا اور منوں مٹی کے نیچے دبا دیا۔

بیچاری نائلہ پریشان تھی کہ اس کا شوہر فرہاد انور شاہ کہاں گم ہو گیا ہے؟ اس نے پولیس میں رپورٹ درج کرائی، اسے تلاش کیا گیا۔ وہ اپنے شوہر کی سلامتی کے لیے دعائیں مانگنے حضرت داتا گنج بخش کے دربار پر گئی تو وہاں اس نے مجھے دیکھا۔ میں دم توڑنے والا تھا۔ اس نے میرا سر اپنے زانو پر رکھا اور دعائیں مانگنے لگی۔ لوگوں سے کہنے لگی کہ مجھے اسپتال پہنچا دیں۔ کسی نے مجھے چھو کر دیکھا پھر کہا۔ ''بہت دیر ہو چکی ہے۔ یہ تو مر چکے ہیں۔''

نائلہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ گڑگڑا کر دعائیں مانگنے لگی۔ ''اللہ تعالیٰ! ہم سے جانے انجانے میں کوئی گناہ سرزد ہوا ہے کوئی غلطی ہوئی ہے تو معاف کر دے۔ اتنی بڑی سزا نہ دے۔ میں نے جن بیٹوں کو جنم دیا، وہ اپنی بیویوں کے اسیر ہو گئے۔ اپنی ماں کے دشمن بن گئے۔ بس ایک شوہر کا سہارا رہ گیا تھا، وہ بھی مجھ سے چھن رہا ہے۔ میں حضرت داتا گنج بخش کے دربار پر آ کر تجھ سے دعا مانگ رہی ہوں۔ انہیں زندگی دے دے میرے مالک!''

وہ رو رہی تھی۔ گڑگڑا رہی تھی۔ دعائیں مانگ رہی تھی۔ ایسے ہی وقت میں نے ایک گہری سانس لی اور میرے پھیپھڑے متحرک ہو گئے تو وہ روتے ہوئے آس پاس کے لوگوں سے کہنے لگی کہ میں زندہ ہوں۔ مجھے فوراً اسپتال پہنچایا جائے۔

مجھے بعد میں یہ تمام باتیں معلوم ہوئیں۔ ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ فرہاد انور شاہ کے خلاف کیسی کیسی سازشیں ہوئی ہیں اور کس طرح رازداری سے [illegible] گیا ہے؟ اگر مجھے یہ یاد آ جاتا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں اور نائلہ میری بیوی ہے تو معلوم ہو جاتا کہ میں اس کا شوہر نہیں ہوں [illegible] ہوتا کہ فرہاد انور شاہ کہاں گم ہو گیا ہے؟ اور اگر [illegible] ہے تو کسی کو اس کی لاش کیوں نہیں ملی؟ حقیقت [illegible] پر ایسے سوالوں کے جواب ڈھونڈے جا سکتے [illegible] فی الحال میری آ[illegible] دشمنوں کے منصوبے

خاک میں مل گئے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ فرہاد انور شاہ کے مرتے ہی تمام کاروبار اور تمام جائیداد قانونی طور پر ان کے دامادوں کے نام ہو جائے گی مگر ایک ہفتے کے بعد پتا چلا کہ جسے قتل کیا گیا ہے وہ ابھی زندہ ہے۔ نائلہ اسے داتا دربار سے اٹھا کر اسپتال لے گئی ہے۔

پہلے تو انہیں یقین نہیں آیا پھر دوسرے دن انہوں نے اپنے جاسوس کو اسپتال بھیجا تو اس نے واپس آ کر قسم کھاتے ہوئے کہا کہ گمشدہ فرہاد انور شاہ مل گیا ہے۔ وہ واقعی اسپتال میں بیمار پڑا ہے۔

وہ شخص قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ فرہاد انور شاہ مردہ نہیں زندہ ہے اور جواد کو یقین نہیں آ رہا تھا کیونکہ اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے بیمار بھائی کو قتل کرایا تھا۔ اپنے سامنے گڑھا کھود کر اس کی لاش وہاں دبا دی تھی۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی کہ مردہ اس گڑھے سے نکل کر داتا دربار میں پہنچ گیا تھا اور نائلہ اسے اسپتال لے گئی تھی۔

فرہاد انور شاہ کی بہن شہناز نے کہا۔ ''ہماری بھابھی جان (نائلہ) کوئی چالبازی دکھا رہی ہیں۔ کسی بہروپیے کو فرہاد بنا کر لے آئی ہیں۔ تاکہ ہمارے دونوں داماد قانونی طور پر تمام کاروبار اور جائیداد کو اپنے نام نہ کر سکیں۔''

دلشاد انور شاہ نے کہا۔ ''ہمیں وہاں جا کر دیکھنا چاہیے۔ اگر وہ بہروپیا ہوگا تو ہم اسے دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔''

میرے بہن بھائی فرعون کی اولاد بن گئے تھے۔ وہ اچانک ہی دندناتے ہوئے میری کوٹھی میں گھس آئے۔ میں وہیل چیئر پر بیٹھا بیڈروم سے نکل کر ڈائننگ روم کی طرف جا رہا تھا۔ انہیں یوں کوٹھی میں گھستے دیکھ کر میں نے پوچھا۔ ''کون ہو تم لوگ...؟''

نائلہ نے جلدی سے آ کر کہا۔ ''فرہاد! طیش میں نہ آنا۔ یہ تمہارے اپنے ہیں۔ یہ تمہاری بہن شہناز ہے اور یہ تمہارے منجھلے بھائی جواد انور شاہ اور یہ چھوٹے بھائی دلشاد انور شاہ ہیں۔''

جواد انور شاہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''بہت خوب... آپ بھائی ہو کر اپنے سگے بھائی بہن کو نہیں پہچان رہے ہیں؟''

نائلہ نے کہا۔ ''آپ اچھی طرح جانتے ہیں اور ڈاکٹری رپورٹ بھی پڑھ چکے ہیں۔ ان کی یادداشت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لیے میں انہیں بھولی ہوئی باتیں یاد دلاتی رہتی ہوں۔''

وہ تینوں میرے قریب آ کر میرے چہرے کو چھو رہے تھے اور گردن کو ٹٹول رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میں نے ماسک یا میک اپ کر رکھا ہے مگر انہیں ایسی کوئی بات نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ مایوس بھی ہو رہے تھے اور حیران بھی تھے۔ اچھی طرح دیکھنے اور ٹٹولنے کے بعد بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ مردہ زندہ ہو کر وہاں چلا آیا ہے۔

جواد انور شاہ نے جھنجھلا کر نائلہ سے کہا۔ ''بھابھی جان! آپ غصے میں یہ کہہ کر بیٹوں کے گھر سے یہاں آ گئی تھیں کہ ہم میں سے کسی نے بھائی جان (فرہاد انور شاہ) کو مار ڈالا ہے۔ ہم ایسے ظالم اور خودغرض نہیں ہیں کہ اپنے بھائی کو قتل کریں گے لیکن یہ خبر گشت کر رہی تھی سب ہی کہہ رہے تھے کہ انہیں کسی نے مار ڈالا ہے۔ یہ کہیں مرکھپ گئے ہیں۔ کیا انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ ایک ہفتے تک کہاں رہے؟ پھر اچانک آپ کو داتا دربار میں کیسے مل گئے؟''

نائلہ نے کہا۔ ''پھر وہی احمقانہ باتیں کر رہے ہو۔ یہ جانتے ہو کہ ان کی یادداشت نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ خود کو نہیں پہچانتے ابھی تم سب کو نہیں پہچان رہے تھے پھر انہیں کیسے یاد رہے گا کہ یہ ایک ہفتے تک کہاں تھے؟ اور داتا دربار کیسے پہنچ گئے تھے؟''

شہناز نے گھور کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''بھائی! تم بہت ہی ڈھیٹ ہو۔ گیارہ برس سے بیمار چلے آ رہے ہو لیکن مرنے کا نام نہیں لیتے۔ کیا ہم سب کو مارنے کے بعد مرو گے؟''

دلشاد نے کہا۔ ''بھائی جان! آپ جتنا چاہیں جیتے رہیں، قیامت تک نہ مرنے کی قسم کھا لیں لیکن کاروبار اور جائیداد تو اپنے بیٹوں کے نام لکھ دیں۔''

میں نے کہا۔ ''میں دیکھ رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں کہ ذہنی طور سے بہت کمزور ہوں۔ تم سب کو اور تمہاری سازشوں کو بھول چکا ہوں لیکن تمہارے تیور بتا رہے ہیں، تمہاری باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ میری عمر کی طوالت تمہاری زندگیاں حرام کر رہی ہے۔ اس حد تک معلوم کرنے کے بعد ایسا نادان نہیں ہوں کہ بیٹوں کے نام اپنا سب کچھ لکھ کرا کے اپنے ہاتھ کٹوا لوں۔''

جواد نے غصے سے کہا۔ ''اگر سیدھی اُنگلی سے گھی نہ نکلا تو ہم ٹیڑھی اُنگلی سے نکالنا جانتے ہیں۔''

یہ کہتے ہی اس نے میری وہیل چیئر کو ایک زور کی لات ماری۔ وہ کرسی گھوم کر تیزی سے ایک دیوار کی طرف جانے لگی۔ نائلہ دوڑ کر سامنے آ گئی۔ وہ مجھے روکنا چاہتی تھی لیکن کرسی سے ٹکرا گئی۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر کرسی سمیت گر پڑے۔ مجھے یاد نہیں ہے، کبھی کسی نے اس طرح میری توہین کی ہو۔ میں غصے سے تلملا گیا۔ مجھے اور نائلہ کو چوٹیں آئی

تھیں۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو یاد آیا کہ شہزور نہیں ہوں۔ بڑھاپے اور بیماری نے مجھے کمزور بنادیا ہے۔

پھر بھی میں غصے اور جوش میں جھنجھلاتے ہوئے تھرتھراتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ وہاں سے جارہے تھے۔ پلٹ کر حیرانی سے میرے پیروں کو دیکھنے لگے میں اب تک وہیل چیئر کا محتاج تھا لیکن اچانک ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا اور ٹھہر ٹھہر کر تھرتھراتے ہوئے ہانپتے کانپتے ہوئے ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شہناز نے آگے بڑھ کر.... دھکا دینے کے انداز میں میرے شانے پر ہاتھ مارا۔ میں لڑکھڑا کر پیچھے فرش پر گر پڑا۔ وہ تینوں میری حالت پر ہنستے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

ایک چیونٹی ہاتھی کو پچھاڑ کر چلی گئی۔ آہ...! میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ اگرچہ بظاہر خود کو بھول چکا ہوں مگر اندر سے تو وہی شہزور اور ناقابل شکست فرہاد ہوں۔ جو بڑے بڑے شہزوروں کو پچھاڑ تا رہا تھا اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی کو کھیل سمجھتا رہا تھا۔ یا خدا! یہ بڑھاپا کیوں آتا ہے؟ اور کمزوریاں کیوں مسلط ہوجاتی ہیں؟

اگرچہ میں شہزور فرہاد علی تیمور کو بھول چکا تھا تاہم مجھے بری طرح اپنے ذلیل اور کمتر ہونے کا احساس ہورہا تھا۔ ایک بھائی کہلانے والے دشمن نے مجھے لات ماری اور دوسری بہن کہلانے والی نے ایک ذرا سا دھکا دے کر مجھے گرادیا۔ مجھ سے یہ توہین برداشت نہیں ہورہی تھی۔ میں پھر اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ ایسے وقت نائلہ آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ وہ دشمنوں کی زیادتیوں کو بھول کر خوش ہوکر مجھے جھنجھوڑتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''دیکھو فرہاد! دیکھو تمہارے گھٹنوں کی تکلیف ختم ہوگئی ہے۔ تم جسمانی طور پر کسی حد تک توانائی حاصل کررہے ہو۔ اپنے پیروں پر کھڑے ہوگئے ہو۔ میں نے تمہیں دو چار قدم چلتے ہوئے دیکھا ہے۔''

میں نے چونک کر اپنے پیروں کو دیکھا پھر ایک ایک قدم آگے بڑھنے لگا۔ وہ میرے ساتھ تھی۔ خوش ہوکر کہہ رہی تھی۔ ''خدا کا شکر ہے تم رفتہ رفتہ توانائی حاصل کررہے ہو۔'' میں نے دروازے کی طرف دیکھ کر غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ وہ میرے شانے کو تھپک کر بولی۔ ''صبر کرو۔ تم ایک شریف اور نیک دل انسان ہو۔ بدمعاشوں کے ساتھ بدمعاش نہیں بن سکتے۔ وہ لڑتے ہیں تو تمہیں لڑنا نہیں چاہیے۔ خدا نے چاہا تو پہلے کی طرح ذہنی توانائی حاصل کرو گے اور اپنی ذہانت سے انہیں مات دو گے۔''

میں نے مجبوری اور بے بسی سے نائلہ کو دیکھا پھر کہا۔ ''تم درست کہتی ہو مجھے صبر کرنا چاہیے۔ اگر مجھے اسی طرح توانائی حاصل ہوتی رہی تو میں ان سے نمٹ لوں گا۔''

وہ تینوں جھنجھلا کر گئے تھے۔ مجھے اچھی طرح دیکھنے اور ٹٹولنے کے بعد بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ میں مرنے کے بعد زندہ ہوکر واپس آگیا ہوں۔ شہناز نے دونوں بھائیوں کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم دونوں اُلّو بن گئے ہو۔ تم نے فرہاد کے دھوکے میں کسی اور کو پکڑ کر قتل کیا ہے۔''

جواد نے کہا۔ ''نہیں آپا! ہم میں سے کوئی ایک غلطی کر سکتا ہے۔ کیا ہم دونوں ہی اندھے ہیں؟ کیا اسے پہچانتے نہیں ہیں؟ ہم کھلی آنکھوں سے اسے دیکھتے رہے ہیں۔ ہمارے آدمیوں نے دن کی روشنی میں ہمارے سامنے اسے قتل کیا تھا اور گڑھا کھود کر اسے دفن کیا تھا۔''

دلشاد نے کہا۔ ''بے شک میں نے بھی پورے ہوش و حواس میں رہ کر کھلی آنکھوں سے اسے مرتے اور مٹی میں ملتے دیکھا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا یہ زندہ کیسے ہوگیا؟ پھر اس منوں مٹی تلے سے نکل کر کیسے آگیا؟''

شہناز نے جواد سے کہا۔ ''میں ابھی تمہاری زمینوں پر چلوں گی۔ تم اپنے رازدار ملازموں سے کہو گے وہ اس گڑھے کو کھودیں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں تم دونوں نے کس بندے کو مار کر وہاں دفن کیا ہے؟''

لاہور سے تقریباً سو کلومیٹر کے فاصلے پر جواد انور شاہ کی زمینیں تھیں۔ وہ تینوں اسی وقت اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر اس طرف چل پڑے۔ فرہاد انور شاہ کی تقدیر نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اس لیے وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں مارا گیا لیکن میری تقدیر ابھی میرا ساتھ دے رہی تھی اور ان کی تدابیر کو ناکام بنا رہی تھی۔ وہ اس گڑھے کو کھودنے کے بعد کچھ اور زیادہ الجھنوں میں مبتلا ہونے والے تھے۔

جواد اور دلشاد کی عدم موجودگی میں قصہ یہ ہوا کہ چند ڈاکو لوٹ کا مال لے کر ٹھیک اسی جگہ پہنچے تھے جہاں فرہاد انور شاہ کو دفن کیا گیا تھا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا۔ ''ہم نے جو نقد رقم لوٹی ہے۔ اسے اپنے پاس رکھیں گے لیکن سونے کے زیورات اور ہیرے جواہرات ابھی کہیں جا کر کیش نہیں کرسکیں گے۔ اسے یہاں کہیں چھپا دینا چاہیے۔''

انہوں نے اس مقصد کے لیے گڑھا کھودنا شروع کیا تو وہاں فرہاد انور شاہ کی لاش دیکھ کر پریشان ہوگئے۔ ایک نے کہا۔ ''یہ کیا مصیبت ہے؟ پتا نہیں یہ بندہ کون ہے؟ اگر ہم پکڑے گئے تو اس کے قتل کے الزام میں سیدھے پھانسی کے پھندے تک پہنچیں گے۔''

سردار نے کہا۔ ''جس نے بھی اسے یہاں چھپایا ہے وہ

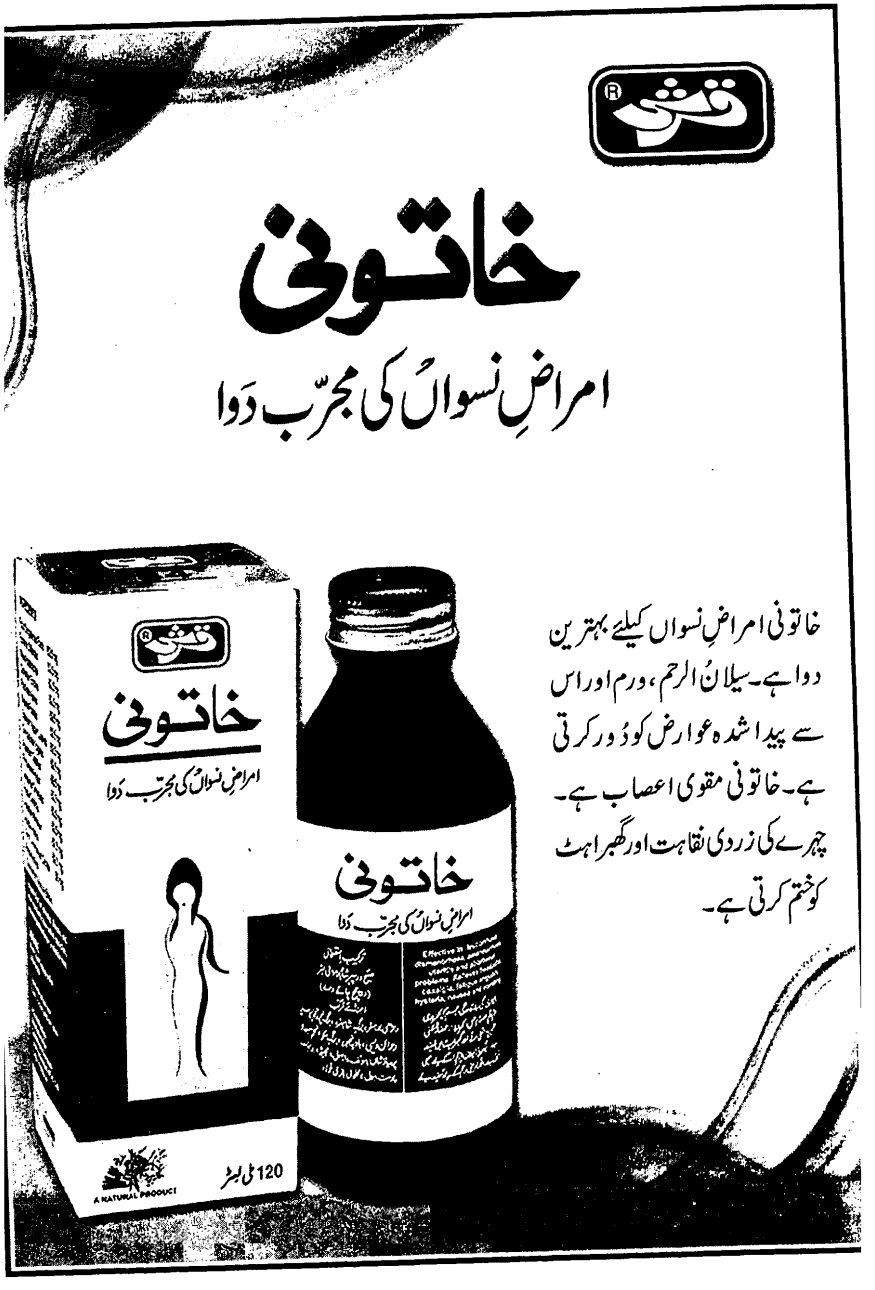

اب دوسری بار اسے کھود کر دیکھنے نہیں آئے گا۔ اسے اطمینان ہو گا کہ اس کا جرم مٹی تلے چھپ گیا ہے۔ ہمارا مال اسی جگہ محفوظ رہے گا۔"

ایک نے کہا۔ "ٹھیک ہے لیکن جب ہم یہاں سے اپنا مال نکالنے آئیں گے تو اس سڑی ہوئی لاش کے کیڑے ہمارے مال پر رینگتے رہیں گے۔"

سردار نے کہا۔ "ابھی اس لاش میں کیڑے نہیں پڑے ہیں۔ اسے باہر نکالو اور اپنا مال یہاں چھپاؤ۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ فرہاد انور شاہ کی لاش کو باہر نکال کر رکھا گیا اور مال کو وہاں چھپا دیا گیا۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر دریائے راوی بہ رہا تھا۔ ان دنوں غضب کا سیلاب آیا ہوا تھا۔ انہوں نے لاش کو اٹھا کر دریا میں پھینک دیا پھر مطمئن ہو کر وہاں سے چلے گئے۔

کئی دنوں کے بعد وہ تینوں بہن بھائی اپنے اطمینان کے لیے وہاں پہنچے۔ ان کے ساتھ جواد کے چند خاص کارندے تھے۔ انہوں نے اس کے حکم کے مطابق وہاں کی مٹی کھودی پھر اس گڑھے میں دیکھا تو لاش غائب تھی۔ اس کی جگہ سونے چاندی کے زیورات اور کچھ ہیرے جواہرات پڑے تھے۔

شہناز نے بھائیوں کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں تو کسی کی لاش نہیں ہے؟"

جواد اور دلشاد نے اور اس کے کارندوں نے قسم کھا کر کہا کہ وہاں فرہاد انور شاہ کی لاش چھپائی گئی تھی۔ ان کارندوں نے اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا اور وہاں اسے اچھی طرح دفن کرنے کے بعد گئے تھے۔

شہناز نے کہا۔ "قسم کھانے سے کیا ہوتا ہے جو حقیقت سامنے ہے، وہ آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ کیا اس کی لاش ہیرے جواہرات میں تبدیل ہو گئی ہے؟"

وہ لاکھ سر پھوڑتے تب بھی بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ انہوں نے وہاں سے وہ مختصر سا خزانہ اٹھایا پھر لاہور واپس آ گئے۔ وہاں ان کی بیٹیوں اور دامادوں نے پوچھا۔ "خیریت تو ہے؟ آپ لوگ صبح یہاں سے گئے تھے۔ اتنی رات کو واپس آ رہے ہیں؟ اور بہت زیادہ پریشان دکھائی دے رہے ہیں؟"

مراد انور شاہ نے پوچھا۔ "آپ لوگ میرے ڈیڈ (فرہاد انور شاہ) کو دیکھنے گئے تھے۔ کیا تصدیق ہو گئی کہ وہ واقعی زندہ ہیں؟"

دلشاد نے کہا۔ "تمہارا باپ بہت پُراسرار بن گیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، وہ زندہ کیسے ہو گیا؟ اور قبر سے نکل کر اپنے گھر واپس کیسے آ گیا ہے؟"

فرہاد کے دوسرے بیٹے حماد نے حیرانی سے کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مردہ اپنی قبر سے نکل کر کیسے آ سکتا ہے؟"

"یہی بات تو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، خدا کا شکر ہے کہ تمہارے باپ کا دماغ کمزور ہے۔ یادداشت گم ہو چکی ہے۔ وہ ہمیں اپنے قاتلوں کی حیثیت سے بھی نہیں پہچان پائے گا۔ اسے یہ بھی یاد نہیں آئے گا کہ ہم نے اسے قتل کر کے گڑھے میں پھینک دیا تھا۔"

حماد نے کہا۔ "ڈیڈ کو یہ باتیں یاد ہیں یا نہیں ہمیں کسی طرح یہ معلوم کرنا چاہیے۔"

جواد نے کہا۔ "اگر تمہارے باپ کو کچھ معلوم ہوتا ذرا سا بھی یاد ہوتا تو وہ آج ہمیں دیکھتے ہی چیخ پڑتا کہ ہم اس کے قاتل ہیں۔"

دلشاد سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ جواد بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ شہناز مٹھیاں بھینچ کر کہہ رہی تھی۔ "کوئی غلطی تم دونوں سے ضرور ہوئی ہے۔ بے شک تمہارے کارندے بھی قسمیں کھا کر یہی کہہ رہے ہیں کہ مرنے والا فرہاد ہی تھا۔"

فرہاد کے بیٹے مراد نے کہا۔ "اگر فرض کر لیا جائے کہ آپ سب نے دھوکا کھایا تھا اور ڈیڈ کے دھوکے میں کسی دوسرے کو گڑھے میں دفن کر دیا تھا تو سوال پیدا ہوتا ہے، وہ دوسرا مُردہ اس گڑھے سے نکل کر کہاں چلا گیا؟ اس کی لاش باہر کیسے نکل گئی؟"

جواد بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ فوراً ہی اپنی بڑی بہن شہناز کے پاس آ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "آج سے سات دن پہلے بنک میں بہت بڑی ڈکیتی ہوئی تھی۔ نقد رقم سونے کے زیورات اور ہیرے جواہرات چرائے گئے تھے۔ ہم جو مال اس گڑھے سے اٹھا کر لائے ہیں وہ یقیناً ڈکیتی کا ہے۔"

سب ہی سوچتی ہوئی نظروں سے جواد کو دیکھنے لگے۔ دلشاد نے کہا۔ "یہی ہو سکتا ہے۔ ڈاکو اس گڑھے کے پاس آئے ہوں گے۔ انہوں نے چرایا ہوا مال اس گڑھے میں چھپایا ہو گا اور لاش کو نکال کر کہیں پھینک دیا ہو گا۔"

شہناز نے ناگواری سے کہا۔ "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ پھینکی ہوئی لاش زندہ ہو کر واپس آ گئی؟ سوال یہ نہیں ہے کہ وہ ڈکیتی کا مال وہاں کس نے چھپایا اور کس نے وہاں سے لاش نکالی؟ ہمیں تو اس اہم اور بنیادی سوال کا جواب تلاش کرنا ہے کہ قتل ہونے والا زندہ ہو کر واپس کیسے چلا آیا؟"

جواد نے کہا۔ "اب تو حقیقت معلوم کرنے کا ایک ہی راستہ دکھائی دے رہا ہے اور وہ یہ کہ ہم بھائی جان کو پھر اغوا

کریں۔ کسی طرح ان کی یادداشت واپس لائیں بس ایک وہی ہیں جو ہمیں اپنی موت اور زندگی کے بارے میں سچ سچ بتا سکتے ہیں۔"

وہ سب اپنے اپنے طور پر سوچنے لگے کہ آئندہ کس طرح مجھے اغوا کیا جا سکتا ہے اور کس جگہ کب تک چھپا کر رکھا جا سکتا ہے؟ وہاں کسی تدبیر سے یا کسی علاج کے ذریعے کس طرح میری یادداشت واپس لائی جا سکتی ہے؟ انہوں نے یہ طے کیا کہ اگر خاطر خواہ معلومات حاصل نہ ہوں تو مجھے وہیں دوسری بار قتل کر کے مٹی میں چھپا دیا جائے گا۔

☆☆☆

میری داستان اس نئے موڑ پر پہنچ کر آگے بڑھ رہی ہے۔ وہاں سے اب مجھے اپنی دو بیویوں، چار بچوں کی طرف اور بابا صاحب کے ادارے کی طرف لوٹ کر نہیں آنا ہے۔ اگر تاریخ خود کو دہراتی ہے اور اپنی ڈگر پر واپس آتی ہے اور اگر صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ آتا تو شاید میں بھی کبھی اپنے پیاروں کی طرف لوٹ آؤں گا۔ فی الحال ایسے آثار نظر نہیں آ رہے ہیں۔

میری ساری زندگی جدوجہد کرتے گزرتی رہی۔ کوئی نہ کوئی مسئلہ درپیش آتا رہا، منفی قوتیں مجھے چیلنج کرتی رہیں، اب منفی قوتیں مجھے یہاں اور وہاں بابا صاحب کے ادارے میں میری بیویوں اور بچوں کو چیلنج نہیں کر سکتی تھیں۔ جو شر پسند عناصر سر اٹھاتے رہتے تھے ہم نے ان کی کمر توڑ دی تھی۔ سیارے والے بھی ادھر کا رخ کرنے کی جرأت نہیں کر رہے تھے اور نہ ہی کبھی کر سکتے تھے۔

بابا صاحب کے ادارے میں اطمینان اور سکون تھا مگر میرے اپنوں کے اندر بے چینی تھی کہ میں کہاں ہوں؟

وہاں میری موت کا ایک دن، ایک وقت مقرر ہو چکا تھا۔ اگر ان کے سامنے میری موت واقع ہو جاتی تو دستور کے مطابق وہ رو پیٹ کر صبر کر لیتے۔ میں ان کی آنکھوں کے سامنے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا تو یہ اطمینان ہو جاتا کہ اپنی آخری منزل تک پہنچ گیا ہوں مگر یوں لگتا ہے اب قیامت کے دن ہی ایک دوسرے سے سامنا ہو گا۔

لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ ان کے سامنے میرا دم نہیں نکلا تھا۔ وہاں سے میرا جنازہ اٹھایا نہیں گیا تھا لہٰذا یہ تجسس ختم ہونے والا نہیں تھا کہ مجھے کہاں لے جایا گیا ہے اور کہاں پہنچایا گیا ہے؟ اور میں کہیں پہنچنے کے بعد زندہ بھی ہوں یا نہیں؟ اگر میں مر چکا ہوں تو کسی نے میری آخری رسومات ادا کی ہوں گی؟ اور اگر میں زندہ ہوں تو کہاں ہوں؟ کس حال میں ہوں؟ اگر بخیریت ہوں تو اپنے پیاروں سے رابطہ کیوں نہیں کر رہا ہوں؟

عالی، کبریا، پارس، پورس، الپا، انوشے اور عدنان سب ہی آمنہ کے پاس آئے۔ پورس نے کہا۔ "ماما! آپ اپنے روحانی علوم کے ذریعے جانتی ہیں کہ ہمارے ساتھ آگے کیا ہونے والا ہے اور ہمارے پاپا کے ساتھ کیا ہو رہا ہو گا؟"

پورس نے کہا۔ "ہم بڑے صابر اور حوصلے والے ہیں۔ بڑی بڑی مصیبتیں جھیل لیتے ہیں مگر پاپا کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی ہے۔"

کبریا نے کہا۔ "پاپا سے زیادہ اہم اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ ہم پاپا سے ہیں وہ نہ ہوتے تو ہم نہ ہوتے۔ آج وہ نہیں ہیں تو ہم یہ جانے بغیر کیسے رہ سکتے ہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟"

عالی نے کہا۔ "ہمیں معلوم ہیں قدرت کا کوئی بھید آپ کسی کو نہیں بتاتی ہیں۔ ہم نے آج سے پہلے آپ سے کبھی کچھ نہیں پوچھا آج مجبور ہو کر آپ کے پاس آئے ہیں۔ خدا کے لیے ہمیں پاپا کے بارے میں کچھ بتا دیں، اگر واضح طور پر نہیں بتا سکتی ہیں تو کچھ اشارے دے دیں۔"

آمنہ نے بڑے پیار سے عالی کو دیکھا پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم نے ایمان علی سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ انتظار کر رہا ہے۔ تمہیں انڈیا جانا چاہیے۔ میں اجازت دیتی ہوں وہاں اس سے نکاح پڑھاؤ اور اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارو۔"

وہ بولی۔ "ماما! آپ مجھے ٹال رہی ہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھتی ہیں کہ پاپا کے متعلق جب تک تجسس گم نہیں ہو گا۔ مجھے کوئی خوشی گوارہ نہیں ہو گی۔"

"بیٹی! کافرانہ خیالات سے باز آؤ۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے انکار نہ کرو۔ جب تمہیں خوشیاں مل رہی ہیں تو انہیں فوراً قبول کرو۔ اپنے پاپا کو بھول جاؤ، اگر نہیں بھولو گی تو یہ گزرتا ہوا وقت رفتہ رفتہ سب کچھ بھلا دے گا۔"

پورس نے کہا۔ "یعنی آپ یہ چاہتی ہیں کہ ہم پاپا کو بھول جائیں۔ پتھر بن جائیں۔ یہ بھی نہ سوچیں کہ وہ کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں؟ اگر پاپا کسی مصیبت میں ہیں اور ہم یہاں آرام سے ہیں تو پھر ہم پر لعنت ہیں۔ آپ ہماری والدہ محترمہ ہیں۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ ہم لعنتی زندگی گزاریں؟"

آمنہ نے اپنے لختِ جگر کو بڑی محبت سے دیکھا پھر کہا۔ "بیٹے! نہ جذباتی بنو، نہ ہی مجھے دنیاوی معاملات اور جذبات میں ملوث کرو۔"

الپا نے انوشے کو دیکھا پھر آمنہ سے کہا۔ "یہ میری بیٹی ہے آپ کی پوتی ہے۔ آپ کی طرح قدرتی رازوں کو جانتی ہے

مگر بہت گہری ہے۔ ہم ماں باپ نے بہت بہلایا پھسلایا پارس نے اسے اپنے خون کا واسطہ دیا میں نے دودھ کا واسطہ دیا مگر یہ ایک ہی بات کہتی ہے کہ اس سے کچھ نہ پوچھا جائے۔''

میرا پوتا عدنان اب نو برس کا ہو رہا تھا۔ اس نے سب کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ لوگ اتنے بڑے ہو گئے ہیں لیکن میری جیسی عقل آپ لوگوں کے پاس نہیں ہے۔''

پورس نے کہا۔ ''ہاں بیٹے! اپنے دادا جان کی ساری ذہانت تو تمہارے اندر پہنچ گئی ہے۔ تم ہی بتاؤ کہ وہ زندہ سلامت ہیں یا نہیں؟''

''آپ لوگ خوامخواہ دادی جان سے پوچھنے آئے ہیں۔ میرے پاس آتے تو میں بتا دیتا۔''

''یہی تو پوچھ رہے ہیں کہ تمہارے پاس آتے تو تم کیا بتاتے؟''

وہ بولا۔ ''یہی کہ میرے گرینڈ پا زندہ ہیں۔''

عالی نے پوچھا۔ ''تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟''

''میں نے اتنی سی عمر میں دیکھا ہے کہ کسی کے ہاں موت ہو جاتی ہے تو کم از کم ان کی بیویاں ماتمی لباس پہنتی ہیں اور یہاں میری دو میں سے کسی بھی دادی جان نے سیاہ لباس نہیں پہنا ہے۔''

سب نے چونک کر آمنہ کو دیکھا۔ واقعی کوئی جانے یا نجانے آمنہ تو میری حقیقت جانتی تھی۔ اگر میری موت ہوتی تو وہ کم از کم سوگ منانے کے لیے ماتمی لباس پہنتی۔

آمنہ نے ایک گہری سانس لے کر عدنان کو اپنی طرف کھینچ کر چوم لیا پھر پورس سے کہا۔ ''تمہارا یہ بیٹا فتنہ ہے فتنہ۔ قدرت کا جو بھید میں چھپا رہی تھی، اسے اس نے ظاہر کر دیا ہے۔''

سب ہی خوش ہو کر عدنان کو دیکھنے لگے۔ جو قریب تھے اسے چوم رہے تھے۔ جو دور تھے وہ دور ہی سے اس کی بلائیں لے رہے تھے۔ عالی نے کہا۔ ''اب تو میں ضرور شادی کروں گی۔ آپ سب میرے ساتھ اٹھ جایا جائیں گے۔ ماما! آپ تو ادارے سے کبھی باہر نہیں نکلتی ہیں لیکن میری شادی میں ضرور شریک ہوں گی۔ آپ میرے ساتھ یہاں سے چلیں گی۔''

آمنہ نے سنجیدگی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم میری ایک ہی بیٹی ہو۔ میں ضرور چلوں گی۔ ہم صرف خوشیاں ہی نہیں منائیں گے جشن بھی منائیں گے۔''

وہ سب خوش ہو رہے تھے۔ آمنہ نے کہا۔ ''لیکن ایک وعدہ کرو تم میں سے کوئی اپنے پاپا کے بارے میں ایک بھی سوال نہیں کرے گا۔''

پارس نے کہا۔ ''ماما! اب ہم آپ کے محتاج نہیں رہیں گے۔ ہمیں اتنا تو معلوم ہو گیا ہے کہ ہمارے پاپا جہاں بھی ہیں زندہ و سلامت ہیں۔ اب آپ دیکھیں گی کہ ہم انہیں کس طرح ڈھونڈ نکالیں گے۔''

کبریا نے کہا۔ ''بے شک آج سے ہمارا یہ مشن شروع ہوگا ہم ادارے سے باہر جائیں گے اور دنیا کے کسی بھی گوشے سے پاپا کو ڈھونڈ نکالیں گے۔''

پارس، پورس، کبریا، عالی، الپا اور نو برس کا عدنان سب ہی یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ وہ مجھے تلاش کرنے نکلیں گے تو مجھ تک پہنچ ہی جائیں گے۔ جب ڈھونڈنے والوں کو خدا مل جاتا ہے تو میں کیوں نہیں ملوں گا؟ ضرور ملوں گا۔ وہاں صرف انوشے چپ تھی۔ وہ بہت گہری تھی اور بہت کچھ جانتی تھی۔

اس وقت سونیا بابا فرید واسطی کے حجرے میں تھی۔ وہاں جناب علی اسد اللہ تبریزی بھی موجود تھے۔ وہ ان کے سامنے سر جھکائے دو زانو بیٹھی تھی۔ اعلیٰ حضرت کہہ رہے تھے۔ ''اگرچہ کوئی مرنے کے بعد دوبارہ کبھی زندگی نہیں پاتا لیکن اللہ تعالیٰ بڑا قوی ہے۔ قادرِ مطلق ہے۔ بے شک قدرت والا ہے۔ وہ مُردوں میں جان ڈال دیتا ہے۔ یہ تو اس کی مرضی پر ہے، وہ چاہے تو انہونی کو ہونی کر دیتا ہے۔ اگر ہم کہتے ہیں کہ ہماری دنیا میں ایسا ہو چکا ہے۔ ایک نہیں کئی بار مرنے والوں کو زندگی مل چکی ہے تو ایمان نہ رکھنے والے کہہ سکتے ہیں کہ یہ محض قصے کہانیاں ہیں لیکن قرآن مجید میں جو قصے بیان کیے گئے ہیں انہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔''

سونیا نے بابا فرید واسطی کو دیکھا پھر کہا۔ ''مجھے بابا صاحب پر پورا اعتماد ہے۔ ان کی پیشگوئی کے مطابق میں فرہاد کے آخری لمحات میں اس کے پاس نہیں تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی موت کا وقت نہیں آیا اور اگر اس کی موت واقع ہو چکی ہے تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مُردوں میں جان ڈال دیتا ہے.... کیا میں سمجھوں کہ فرہاد کو ایک نئی زندگی مل گئی ہے؟''

بابا صاحب نے کہا۔ ''خدا کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندے کو موت نہیں آتی لیکن اللہ تعالیٰ اسے ایک عرصے تک غفلت کی نیند سُلا دیتا ہے جیسا کہ اصحاب کہف کے ساتھ ہوا تھا۔''

بابا صاحب نے اعلیٰ حضرت کو دیکھا پھر سونیا سے کہا۔ ''غفلت کی نیند سلانے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ بندہ ہاتھ پاؤں پھیلا کر سوتا رہا۔ جسمانی طور پر بے حس ہو گیا... نہیں۔ انسان چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے بھی اپنی ذات سے

غافل ہو جاتا ہے۔ جو اسے کرنا چاہیے وہ نہیں کرتا، جو سمجھنا چاہیے وہ نہیں سمجھتا۔ کبھی اس کی یادداشت گم ہو جاتی ہے تو وہ اپنے آپ کو ایک طویل عرصے تک بھلائے رکھتا ہے۔ نہ خود کو پہچانتا ہے نہ کبھی پچھلی زندگی کو یاد کر پاتا ہے اور جب اس کی یاد داشت واپس آتی ہے تو اسے سب کچھ یاد آتا ہے۔ تو گویا وہ غفلت کی طویل نیند سے نکل کر اپنی پچھلی زندگی کی طرف لوٹ آتا ہے۔''

اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''فرہاد زندہ ہے یا مردہ...؟ وہ غفلت کی نیند میں ہے یا بیدار ہے؟ وہ ہے یا نہیں ہے؟ تمہاری بیٹی اور بیٹے اسی الجھن میں ہیں۔ تمہیں بابا صاحب کے پیشگوئی پر اعتماد ہے اور تم یقین سے کہہ رہی ہو کہ وہ زندہ ہے... چلو یہی سہی اگر وہ زندہ ہے تو تم کیا چاہتی ہو؟''

وہ سر جھکا کر بولی۔ ''وہ میرے مجازی خدا ہیں۔ ایسی حالت میں یہاں سے گئے ہیں کہ ان میں چلنے پھرنے کی سکت بھی نہیں تھی۔ میں اپنے مجازی خدا کو تنہا، بے یار و مددگار چھوڑنا نہیں چاہتی۔ ان کے پاس جانا چاہتی ہوں۔''

''اگر وہ اس دنیا میں کہیں ہے اور تم اسے تلاش کر سکتی ہو تو بے شک یہاں سے جاؤ۔ تمہیں اجازت ہے۔''

''میں اپنے فرہاد کو ڈھونڈ لینے کے بعد انہیں یہاں لانا چاہتی ہوں۔''

''یہاں کبھی نہیں لا سکو گی۔''

اس نے چونک کر دونوں بزرگوں کو دیکھا بابا صاحب نے کہا۔ ''اگر فرہاد زندہ ہے تو تم دنیا کے کسی بھی ملک میں کسی بھی علاقے میں اس سے کہیں نہ کہیں ضرور ملو گی اور جب اس کے قریب پہنچو گی تو وہ اس کا آخری وقت ہوگا۔''

سونیا اندر سے تڑپ گئی۔ اس نے سر اٹھا کر بابا صاحب کو دیکھا انہوں نے کہا۔ ''میں نے پیش گوئی کی ہے ناں کہ اس کے آخری لمحات میں تم اس کے قریب رہو گی لہٰذا قریب جاؤ گی تو وہی اس کا آخری وقت ہوگا۔''

سونیا کی برتری اور اہمیت یہی تھی کہ آخری لمحات میں وہ میرے پاس ہوگی۔ اب یہ سن کر اسے دکھ ہو رہا تھا کہ وہ میرے لیے بد بخت بن گئی ہے۔ آئندہ جب بھی مجھے ملے گی میرے قریب آئے گی تو میری موت یقینی ہو جائے گی۔

بابا صاحب نے کہا۔ ''میں نے یہاں آنے سے پہلے علی اسد اللہ تبریزی کو ہدایت کی تھی کہ یہ چالیس دن تک فرہاد کی درازیٔ عمر کے لیے دعا کریں۔''

اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''فرہاد صرف تم لوگوں کے لیے اہم نہیں ہے۔ وہ بابا صاحب کے قائم کیے ہوئے اس ادارے کے لیے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے بابا صاحب بھی اس کے لیے دعائیں مانگتے رہے ہیں۔''

بابا صاحب نے کہا۔ ''خدا کا شکر ہے ہماری دعائیں بڑی حد تک قبول ہوئیں۔ ہمیں آگہی ملی کہ فرہاد کی موت میری پیشگوئی سے مشروط ہے، یعنی فرہاد تم سے دور ہو جائے تو اسے زندگی کی سانسیں ملتی رہیں گی۔ تم کبھی بھولے سے بھی جانے انجانے میں اس کے قریب جاؤ گی تو اس کی سانسیں پوری ہو جائیں گی۔''

وہ بڑے دکھ سے یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا میں اس کے قریب جا کر دور ہی دور سے اسے دیکھ سکوں گی؟''

''شرط یہ ہے کہ اسے پہچان سکو۔''

اس نے سوالیہ نظروں سے بابا صاحب کو دیکھا۔ اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''جب تبدیلیاں ہوتی ہیں تو پھر ہر پہلو سے ہوتی ہیں۔ اس کی کل کی زندگی آج میں تبدیل ہو گئی۔ اسی طرح کل کا چہرہ کل کی شخصیت اور کل کا مزاج بھی تبدیل ہو گیا ہوگا۔ نہ اس نے تمہیں یاد رکھا ہوگا، نہ تم اسے پہچان پاؤ گی۔''

بابا صاحب نے کہا۔ ''سوچو کہ جب تم دونوں ایک دوسرے کو پہچان نہیں پاؤ گے تو نتیجہ کیا ہوگا؟ تم دونوں انجانے میں ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ گے جب کہ تمہیں قریب نہیں ہونا چاہیے۔ یہ قربت تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔ وہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے گا۔''

وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔ ''میں اسے تلاش کرنے کے لیے کہیں جاؤں یا نہ جاؤں مگر اس ادارے میں ہمیشہ نہیں رہ سکتی۔ کتنے ہی کام نمٹانے ہوتے ہیں، اس لیے باہر جاؤں گی تو کہیں نہ کہیں اتفاقیہ ملاقات ہو سکتی ہے۔ میں انہیں پہچان نہیں پاؤں گی۔ ان کے قریب چلی جاؤں گی تو....''

انہوں نے کہا۔ ''تو پیشگوئی پوری ہو جائے گی۔''

وہ سر جھکائے تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ اعلیٰ حضرت نے پوچھا۔ ''اور کچھ کہنا چاہتی ہو؟''

''میں چاہتی ہوں میری سونگھنے کی حس بحال کر دی جائے۔ میں اپنے مجازی خدا کو اس کی بُو سے پہچان لوں گی۔''

بابا صاحب نے کہا۔ ''ہم تمہاری بہتری چاہتے ہیں۔ تمہاری سونگھنے کی حس بحال ہو جائے گی مگر... تم کم و بیش دو کلو میٹر تک اس کی بُو پا سکو گی۔ اس فاصلے سے پرے تمہاری قوتِ شامہ کام نہیں کرے گی۔''

یہ عنایت بھی بہت تھی۔ اس نے پہلے بابا فرید واسطی کے ہاتھ کی پشت کو بوسہ دیا پھر اعلیٰ حضرت کے ہاتھ کو بوسہ دے کر

وہاں سے اٹھ گئی۔ الٹے قدموں چلتی ہوئی حجرے سے باہر آگئی۔ اس نے کھلی فضا میں دائیں سے بائیں سر گھما کر جیسے پوری دنیا پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ اس کے اندر کی ضدی عورت کہہ رہی تھی کہ وہ اپنے فرہاد کو ڈھونڈ نکالے گی پھر اس کی بوکو پہچان کر قریب نہیں جائے گی۔ پیشگوئی پوری نہیں ہونے دے گی۔

☆☆☆

خدا کا شکر ہے میری عمر کچھ آگے بڑھ گئی تھی۔ ابھی تو میں سونیا کو، اپنے تمام خون کے رشتوں کو بھولا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ خود کو بھی نہیں پہچان رہا تھا جو نئی زندگی ملی تھی اسے غفلت میں رہ کر گزار رہا تھا۔ میری ایک نئی شخصیت تھی۔ ایک نیا گھریلو سماجی ماحول تھا۔ زندگی کے ساتھ موت، نفرت کے ساتھ محبت اور محبت کے رشتوں کے ساتھ عداوتیں لگی رہتی ہیں۔ اس نئی زندگی میں بھی میرے ساتھ یہی ہو رہا تھا، مجھے یعنی فرہاد انور شاہ کو مار ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی۔ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے تھے۔ ایک فرہاد انور شاہ کو مار ڈالا گیا تھا۔ کاتبِ تقدیر کی مرضی سے میں اس کی جگہ چلا آیا تھا اور اب مجھے بھی مار نے کی سازشیں کی جارہی تھیں۔

ان حالات میں میرے بڑھاپے، کمزوریوں اور بیماریوں کا اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ میں بالکل تن تنہا رہ گیا تھا۔ میرے اپنے سگے بھائیوں نے بہن نے اور دونوں بیٹوں نے مجھ سے عداوت جاری رکھی تھی۔ ایسی حالت میں صرف ایک میری شریکِ حیات نائلہ مجھے تحفظ دے رہی تھی۔ ورنہ میں موجودہ حالت میں کیا تھا...؟ کچھ بھی نہیں۔ نہ پہلے جیسی ذہانت تھی۔ نہ ہی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت تھی۔ میں ایک ایسا سپاہی تھا جو زندگی کے میدان میں اپنی شریکِ حیات کے ساتھ کسی ہتھیار کے بغیر دشمنوں کے حملوں سے بچ رہا تھا۔

نائلہ مجھے تنہا نہیں چھوڑتی تھی لیکن کبھی کبھی کوئی ضروری کام نمٹانے کے لیے اسے گھر سے باہر جانا پڑتا تھا۔ ایک روز اس نے کہا۔ ''اقبال ٹاؤن میں میرے نام جو زمینیں ہیں وہاں ایک گرامر اسکول کھولنا چاہتی ہوں۔ اس سلسلے میں مجھے روزانہ چند گھنٹے باہر گزارنے ہوں گے۔''

میں نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ میں یہاں تنہا رہ لوں گا۔ تم میری فکر نہ کرو۔''

''کیسے نہ کروں؟ میری آنکھوں کے سامنے وہ دشمن آئے تھے اور انہوں نے تم پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ تمہاری توہین کی تھی۔ میں یہ کبھی نہیں بھولوں گی۔ اس دن سے میں نے باہر سیکیورٹی گارڈز رکھے ہیں لیکن اس کوٹھی کے اندر تمہیں اپنی حفاظت خود کرنی ہوگی۔''

یہ کہہ کر اس نے اپنے پرس میں سے ایک چھوٹا سا پستول نکالا اور کہا۔ ''یہ میں نے تمہارے لیے اپنے نام سے خریدا ہے۔ اس کا باقاعدہ لائسنس میرے پاس ہے۔ اگر دشمن اندر گھس آئیں اور تمہیں جانی نقصان پہنچانا چاہیں تو تم اپنی حفاظت کر سکو گے۔''

میں نے اس پستول کو ہاتھ میں لے کر دیکھا اس نے کہا۔ ''اسے اپنے لباس میں ابھی چھپا لو۔ کسی کو معلوم نہ ہو کہ تم اپنے پاس ہتھیار رکھتے ہو۔''

میں نے اسے اپنے لباس کے اندر رکھ لیا۔ وہ اطمینان کی ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''مجھے کسی حد تک اطمینان حاصل رہے گا۔ ویسے تمہارے پاس موبائل فون ہے۔ ذرا بھی پریشانی ہو تو فوراً مجھے اطلاع دینا میں فوراً چلی آؤں گی۔''

ڈرائیور نے آکر کہا۔ ''گاڑی تیار ہے۔''

اس نے مجھے پیار سے دیکھا پھر وہاں سے چلی گئی۔ دو منٹ کے بعد ہی واپس آکر بولی۔ ''میں اپنا شناختی کارڈ بھول گئی تھی۔''

وہ اپنے بیڈ روم میں گئی پھر اپنا شناختی کارڈ لے کر میرے پاس آئی، اس نے جھک کر میرے گال کو چوما پھر مسکرا کر کہا۔ ''لپ اسٹک پونچھ لینا۔ میں جارہی ہوں۔''

وہ چلی گئی۔ میں ڈرائنگ روم میں تھا۔ صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب وہیل چیئر کا محتاج نہیں رہا تھا۔ کوٹھی کے ہر حصّے میں گھومتا پھرتا تھا۔ کبھی کبھی شام کو لان میں جا کر بیٹھ جاتا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد باہر گاڑی کی آواز سنائی دی۔ میں سمجھا وہ واپس آگئی ہے لیکن دروازہ کھلا تو مجھے فرہاد انور شاہ کا دوسرا بیٹا حماد اور اس کی بیوی دکھائی دی۔ وہ دونوں پہلی بار میرے سامنے آئے تھے۔ میں نے البم میں ان کی تصاویر دیکھی تھیں۔ اس لیے پہچان گیا۔

وہ بہت پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ تیزی سے چلتے ہوئے میرے پاس آئے پھر حماد نے میرے قدموں میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''ڈیڈ! بہت بری خبر ہے۔ ممی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ بھائی جان اور بھابھی جان انہیں اسپتال لے گئے ہیں۔ آپ فوراً چلیں۔''

میں یہ سنتے ہی تڑپ گیا۔ نائلہ نے مختصر سے عرصے میں وفا شعار بیوی کی حیثیت سے بہت متاثر کیا تھا۔ میں اپنا موبائل نکال کر فوراً ہی اس کے نمبر پنچ کرنے لگا۔ میری بہو نے کہا۔ ''فون کرنے میں وقت ضائع نہ کریں۔ فوراً ہمارے ساتھ چلیں۔''

میں نے کہا۔ ''تم سب آستین کے سانپ ہو۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ میرے نطفے سے پیدا ہوا ہے لیکن میری جان کا دشمن ہے۔ میں کیسے یقین کرلوں کہ حادثہ پیش آیا ہے؟''

حماد نے کہا۔ ''ڈیڈ! ہم لاکھ دشمن سہی لیکن جان کے دشمن نہیں ہیں اور ممی کو تو جان سے زیادہ چاہتے ہیں۔ پلیز..... آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں آپ ہی کو پکار رہی تھیں۔''

یہ آخری فقرہ اتنا جذباتی تھا کہ میں تڑپ کر رہ گیا۔ فون کر رہا تھا لیکن ٹیپ سنائی دے رہی تھی کہ فون عارضی طور پر بند ہے۔ مجھے بعد میں رابطہ کرنا چاہیے۔ میں نے مجبور ہو کر کہا۔ ''چلو۔ مجھے اس اسپتال میں لے چلو۔''

میں ان کے ساتھ چلتا ہوا کوٹھی سے باہر آیا۔ ان کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ حماد نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا میں اندر بیٹھ گیا۔ میری بہو اسٹیئرنگ سیٹ پر آگئی۔ حماد پچھلی سیٹ پر چلا گیا پھر وہ کار اسٹارٹ ہو کر اقبال ٹاؤن کی طرف جانے لگی۔

میں پریشان ہو کر نائلہ کے متعلق سوچ رہا تھا کہ پتا نہیں وہ کس حال میں ہوگی؟ میں وِنڈ اسکرین کے باہر دیکھ رہا تھا۔ وہ تصور میں دکھائی دے رہی تھی۔ مجھ سے کہہ رہی تھی۔ ''میری فکر نہ کرو، میں خیریت سے ہوں۔''

میں تھوڑی دیر بعد چونک گیا۔ وہ کار اقبال ٹاؤن سے آگے ملتان روڈ پر پہنچ گئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ ''یہ کہاں جارہے ہو؟''

حماد نے ریوالور نکال کر اسے میری گردن سے لگایا پھر کہا۔ ''چپ چاپ بیٹھے رہیں۔ ذرا بھی آواز نکالیں گے تو گولی چلا دوں گا۔''

میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا اس کے ریوالور میں سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ وہ بھری پری سڑک سے گزرتے وقت گولی چلا سکتا تھا۔ فائرنگ کی آواز باہر نہیں جا سکتی تھی۔

میری بہو نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔ ''بڑے میاں! ہماری بات مان لو گے تو زندہ سلامت گھر واپس جا سکو گے۔''

میں نے پوچھا۔ ''تم کون سی بات منوانا چاہتی ہو؟''

حماد نے کہا۔ ''ہم نے اپنے وکیل سے کچھ کاغذات تیار کروائے ہیں۔ آپ ہمیں اپنے کاروبار اور تمام جائیداد کا مالک و مختار بنا رہے ہیں لہٰذا ان کاغذات پر دستخط کر دیں۔''

''تم یہاں بھی مجھ سے دستخط کرا سکتے ہو پھر ملتان روڈ پر مجھے کیوں لے جارہے ہو؟''

''ہم کسی ویرانے میں جا کر آرام سے قانونی کاغذات کی خانہ پُری کریں گے اور آپ ان پر دستخط کریں گے۔''

میں نے پوچھا۔ ''اگر میں دستخط کرنے سے انکار کروں تو...؟''

''تب بھی ہم آپ کو ویرانے میں لے جارہے ہیں۔ یہاں گولی چلائیں گے تو ہماری یہ ایک کروڑ دس لاکھ کی کار تمہارے خون سے آلودہ ہو جائے گی۔''

کار تیز رفتاری سے جارہی تھی۔ میری بہو نے آگے جا کر اسے ایک کچے راستے پر موڑ دیا۔ ہم کھیتوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک ایسی ویران جگہ پہنچ گئے جہاں دور دور تک نہ کوئی مکان تھا نہ کوئی انسان تھا۔ وہاں اس نے گاڑی روک دی۔

حماد نے کہا۔ ''اپنا دروازہ کھولو اور باہر نکلو۔''

میری بہو دوسری طرف کا دروازہ کھول کر نکلنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی کمر سے پستول کو لگاتے ہوئے کہا۔ ''کہاں جارہی ہو؟ اپنی موت کو گلے نہیں لگاؤ گی؟''

وہ دونوں دنگ رہ گئے۔ سہم کر مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ ''ادھر بیٹا مجھ پر گولی چلائے گا۔ ادھر میں اپنی بہو کے ساتھ مارا جاؤں گا۔''

وہ رونے کے انداز میں بولی۔ ''حماد! یہ تم نے کیا حماقت کی ہے؟ اس بڈھے کو یہاں لانے سے پہلے اس کی تلاشی کیوں نہیں لی تھی؟''

وہ بولا۔ ''مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ گھر کے اندر بھی لباس میں ہتھیار چھپائے رکھتے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''تم دونوں اچھی طرح آپس میں بحث کرلو۔ سوچ لو کہ ہم دونوں میں سے کون جیے گا اور کون مرے گا؟''

وہ بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ ''کیا سوچ رہے ہو؟ اپنا ریوالور ہٹاؤ نہیں تو یہ گولی چلا دیں گے۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔ پلیز، جلدی کرو۔''

حماد نے اپنا ریوالور میری گردن سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں آپس میں سمجھوتا کرنا چاہیے۔ ہم آپ کو کوئی جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''سمجھوتا اسی وقت ہوگا، جب تم اپنا ریوالور میرے حوالے کرو گے۔''

وہ چیخ کر بولی۔ ''دیر نہ کرو۔ اس بڈھے کا ہاتھ کانپ رہا ہے۔ گولی چل جائے گی۔ ریوالور اس کے حوالے کر دو۔''

وہ تو بیوی کا غلام تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنا ریوالور میرے حوالے کر دیا پھر کہا۔ ''اب ہمیں یہاں سے واپس جانا چاہیے۔''

میں نے کہا۔ ''تم دونوں باہر نکلو۔ پہلے ہمارے درمیان سمجھوتا ہوگا۔''

وہ دونوں دروازہ کھول کر باہر نکل گئے۔ ان کے بعد میں بھی کار سے باہر نکلا۔ وہ مجھ سے دور ہو کر ایک دوسرے سے لگ کر کھڑے ہوگئے تھے پھر میں نے حماد سے پوچھا۔ ''کیا تم واقعی میرے نطفے سے پیدا ہوئے ہو؟ تم نے میرا خون اور اپنی ماں کا دودھ پانی کر دیا ہے۔ اگر دیر تک سانس لینا چاہتے ہو تو مجھے بتاؤ کہ میرے خلاف کون کون سازش کر رہا ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کا دشمن نہیں ہوں۔ آپ کو دل و جان سے چاہتا ہوں لیکن بھائی جان نے چچا جان (جواد انور شاہ) نے اور پھوپھی جان (شہناز) نے مجھے مجبور کر دیا تھا۔ انہوں نے مجھے آپ کے خلاف بھڑکایا ہے۔''

میری بہو نے کہا۔ ''میں بھی قسم کھا کر کہتی ہوں' دل و جان سے آپ کی عزت کرتی ہوں۔ ہمیشہ آپ کے قدموں میں رہنا چاہتی ہوں لیکن مجھے بھی بہکایا گیا ہے۔ ہمیں مجبور کیا گیا ہے کہ ہم آپ کو جبراً اس ویرانے میں لے کر آئیں اور....''

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر حماد کو دیکھا تو اس نے کہا۔ ''یہ میرے ڈیڈ ہیں' تمہارے سسر ہیں۔ ہمارے لیے سب سے زیادہ قابلِ تعظیم ہیں۔ ہمیں ان سے کوئی بات نہیں چھپانی چاہیے۔ صاف کہہ دو کہ ہم ان کے بہکانے میں آ گئے تھے اور کاغذات پر دستخط لینے کے بعد گولی مار دینا چاہتے تھے لیکن اب ہم وعدہ کر رہے ہیں' آئندہ ان دشمنوں کو چھوڑ کر آپ کے قدموں میں رہیں گے۔''

میں نے حماد کے پیچھے آ کر اس کی کمر سے ریوالور کو لگاتے ہوئے کہا۔ ''اپنے بڑے بھائی مراد سے فون پر بات کرو۔ اس سے کہو' تم نے مجھے یہاں لا کر کاغذات پر دستخط کرائے ہیں اور پھر مجھے گولی مار دی ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''آپ فون پر ایسی باتیں کیوں کرانا چاہتے ہیں؟ جبکہ میں نے آپ کو گولی نہیں ماری ہے؟''

''جو کہہ رہا ہوں وہ کرو، زیادہ بحث نہ کرو۔''

اس نے اپنا موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کیے۔ میں نے کہا۔ ''اس کی آواز کا والیم بڑھاؤ تاکہ میں بھی سنو۔''

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی پھر رابطہ ہونے پر بولا۔ ''ہیلو بھائی جان! میں حماد بول رہا ہوں۔''

دوسری طرف سے مراد کی آواز سنائی دی۔ اس نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔ ''کیا کام ہوگیا؟''

اس نے کہا۔ ''ہاں، میں نے کاغذات پر دستخط کرا لیے ہیں اور ڈیڈ کو گولی مار دی ہے۔''

اس کی آواز سنائی دی۔ ''شاباش! فوراً وہ کاغذات لے کر چلے آؤ۔ ڈیڈ کی لاش کو وہیں چھوڑ دو۔ مردار کھانے والے آج پیٹ بھر کر ڈنر کریں گے۔ یہاں پھوپھی اور چچا جان انتظار کر رہے ہیں۔ فوراً چلے آؤ۔''

ادھر سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ میں نے ان دونوں سے دور ہو کر اپنی بہو کو دیکھتے ہوئے بیٹے سے کہا۔ ''میری شریکِ حیات نے' اس کم ظرف بیٹے کی ماں نے کتنی محبت سے کتنے چاؤ سے تمہیں بہو بنایا تھا مگر تم نے ہمارے بیٹے کو اُلو بنا دیا۔ بہو مکاری پر اتر آئے تو کتنی سنگدلی سے دودھ اور خون کا رشتہ کاٹ کر پھینک دیتی ہے۔ تم یہاں سے اپنی ماں (شہناز) کے پاس جاؤ گی تو پھر اس کے رنگ میں رنگ کر ہم سے عداوت کرو گی۔ تم سے بھلائی کی توقع بے کار ہے۔''

یہ کہتے ہی میں نے اسے گولی مار دی۔ حماد خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ میں نے کہا۔ ''بے غیرت! بزدل! ڈرپوک! تیری عمر لمبی نہیں ہے۔ ہم نے تجھے پیدا کر کے ایک غلطی کی مگر میں تجھے زندہ چھوڑ کر دوسری غلطی نہیں کروں گا۔''

یہ کہتے ہی میں نے اسے بھی گولی مار دی۔ اس کا موبائل فون اور اپنی بہو کا پرس لے کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پھینکا پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے واپس شہر کی طرف جانے لگا۔ ایک لمبی ڈرائیو ..... کے بعد ایور نیو اسٹوڈیو کے نزدیک پہنچ کر گاڑی روک دی۔ سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کو رومال سے اچھی طرح صاف کر کے گاڑی میں پھینک دیا پھر اس گاڑی کو وہیں چھوڑ کر تھوڑی دور تک پیدل گیا۔ وہاں سے ٹیکسی میں بیٹھ کر نائلہ سے فون پر رابطہ کیا تو پھر وہی ٹیپ چلتا ہوا سنائی دیا کہ فون ابھی بند ہے۔ بعد میں رابطہ کیا جائے۔ میں اس کے لیے پریشان تھا' سوچ رہا تھا' کہیں سچ مچ حادثہ پیش نہ آیا ہو۔

خدا کا شکر ہے' جب میں کوٹھی میں پہنچا تو وہ موجود تھی۔ میرے لیے پریشان ہو رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا۔ ''تم کہاں چلے گئے تھے؟''

میں نے کہا۔ ''مجھے کسی نے فون پر کہا تھا کہ تمہیں حادثہ پیش آیا ہے اور میو اسپتال پہنچایا گیا ہے۔ میں پریشان ہو کر وہاں چلا گیا تھا۔ تمہیں تلاش کرتا رہا مگر تم وہاں نظر نہیں آئیں۔ فون کے ذریعے بھی رابطہ کرتا رہا اور یہی جواب ملتا رہا کہ فون بند ہے بعد میں رابطہ کیا جائے۔''

اس نے کہا۔ ''میرا فون اچانک کہیں گم ہوگیا ہے؟''

میں نے پوچھا۔ ''اچانک کیسے گم ہو سکتا ہے؟ کیا وہ فون

اپنے پرس میں رکھ کر نہیں گئی تھیں؟''

''ہاں، مجھے اچھی طرح یاد ہے' میں نے اسے پرس میں رکھا تھا۔''

''کیا اس پرس سے کبھی غافل ہوئی تھیں؟''

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی۔ ''تمہیں یاد ہے' جب میں باہر گئی تو تھوڑی دیر بعد واپس آ گئی تھی کیونکہ شناختی کارڈ بھول گئی تھی۔ یہاں آ کر شناختی کارڈ لے کر گئی تو اس وقت تک پرس پچھلی سیٹ پر رکھا ہوا تھا اور وہاں صرف ہمارا ڈرائیور تھا۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ ڈرائیور کہاں ہے؟''

''پتا نہیں اقبال ٹاؤن پہنچنے کے بعد میں اپنے کام میں مصروف ہوگئی تھی۔ جب واپس آئی تو پتا چلا' وہ نہیں ہے۔ میں تقریباً آدھے گھنٹے تک اس کا انتظار کرتی رہی پھر خود ہی کار ڈرائیو کرتی ہوئی یہاں چلی آئی۔''

میں نے کہا۔ ''پھر تو صاف ظاہر ہے' اس کم بخت ڈرائیور نے تمہارا فون چرایا ہے اور یہ سب میرے بھائیوں اور بیٹوں کی سازش ہے۔''

میں نے نائلہ کو یہ نہیں بتایا کہ میرے ساتھ کیا ہوا؟ کس طرح میں نے حماد اور اس کی بیوی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔ کچھ بھی ہو' وہ ایک ماں تھی۔ اس نے بڑی تکلیفوں سے بیٹے کو جنم دیا تھا۔ بڑی محبت سے اس کی پرورش کی تھی۔ آج بھی عداوتوں کے باوجود اس کا دل اپنے بیٹوں کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ اس لیے میں نے اسے بتانا مناسب نہیں سمجھا اور اس سے حقیقت چھپالی۔

دوسری طرف وہ تمام دشمن حماد اور اس کی بیوی کا انتظار کر رہے تھے۔ کئی گھنٹے گزرنے کے بعد بھی وہ واپس نہیں آئے۔ حماد کی بیوی شہناز کی بیٹی تھی۔ وہ اپنی بیٹی کے لیے بہت پریشان تھی۔ اس نے فون پر حماد سے رابطہ کیا تو دوسری طرف سے پولیس افسر کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو آپ کون ہیں؟''

''میں حماد کی پھوپھی ہوں۔ وہ کہاں ہے؟ اس سے بات کرائیں۔''

''میں ایک پولیس افسر ہوں۔ اگر یہ فون آپ کے بھتیجے حماد کا ہے تو ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کہاں ہے؟''

شہناز نے پوچھا۔ ''اس کا یہ فون آپ کے پاس کیسے آیا؟''

''ایک بہت ہی قیمتی کار ایور نیو اسٹوڈیو کے پاس کھڑی ہے۔ وہاں پچھلی سیٹ پر فون کا بزر بج رہا تھا۔ ہم نے اسے اٹینڈ کیا تو آپ کی آواز سنائی دی۔ پلیز آپ ہم سے تعاون کریں اور یہاں چلی آئیں۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ قیمتی گاڑی یہاں کیوں کھڑی ہوئی ہے؟ یقیناً اس کا تعلق بھی آپ کے بھتیجے سے ہوگا۔''

اس نے کہا۔ ''ہم ابھی آ رہے ہیں۔''

اس نے فون بند کر کے اپنے بھائی جواد سے کہا۔ ''ہماری گاڑی ملتان روڈ پر ہے۔ پولیس والوں کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ میری بیٹی اور داماد دونوں ہی لاپتا ہیں۔ پولیس والے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کار کس کی ہے اور اسے وہاں کیوں چھوڑا گیا ہے؟''

وہ سب تھانے پہنچے تو معلوم ہوا کہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر کاروبار اور جائیداد سے متعلق کاغذات کی ایک فائل رکھی ہوئی تھی۔ ان کاغذات پر کسی کے دستخط نہیں تھے اور وہیں ایک سائیلنسر لگا ہوا ریوالور بھی پڑا ہوا تھا۔ اس سے دو گولیاں چلائی گئی ہیں۔

یہ سنتے ہی شہناز رونے لگی۔ کہنے لگی۔ ''میری بیٹی اور داماد اس گاڑی میں آؤٹنگ کے لیے نکلے تھے۔ جائیداد سے تعلق رکھنے والی وہ فائل ہماری ہے لیکن اس ریوالور کا تعلق نہ ہم سے ہے' نہ ہماری بیٹی اور داماد سے ہے۔ یہ سن کر میرا دل ڈوب رہا ہے کہ دو گولیاں چلائی گئی ہیں۔ میری بیٹی اور داماد پچھلے چھ گھنٹوں سے لاپتا ہیں۔ پلیز، آپ انہیں کسی طرح تلاش کریں۔ فوراً تلاش کریں۔''

انہوں نے ان پولیس والوں کو دو گمشدہ افراد کی تلاش میں الجھا دیا اور خود یہ سوچ کر الجھنے لگے کہ وہ دونوں کہاں گم ہوگئے ہیں؟ آخری بار حماد نے فون پر خوشخبری سنائی تھی کہ کاروبار اور جائیداد کے کاغذات پر میرے دستخط لے لیے گئے ہیں اور مجھے قتل کر دیا گیا ہے۔ اس کامیابی کے بعد انہیں فوراً واپس آ جانا چاہیے تھا لیکن ان کی کار ملتان روڈ پر ایور نیو اسٹوڈیو کے پاس پائی گئی تھی۔

جواد نے کہا۔ ''یہ تو ہو نہیں سکتا کہ وہ دونوں کار کو وہاں چھوڑ کر کہیں گئے ہوں۔ انہیں تو سیدھا ہمارے پاس آنا چاہیے تھا۔ وہ کہیں جا ہی نہیں سکتے تھے۔''

دلشاد انور شاہ نے شہناز سے پوچھا۔ ''آپا! آپ نے اچھی طرح سنا تھا' کیا حماد نے یہی کہا تھا کہ اس نے بھائی جان کو گولی مار دی ہے اور وہ مر چکے ہیں؟''

''ہاں، یہی سنا تھا۔ میں کوئی بہری نہیں ہوں۔''

جواد انور شاہ نے کہا۔ ''آپا! دھوکا بھی ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے' حماد نے فون نہ کیا ہو۔ کسی نے آواز بدل کر آپ کو دھوکا دیا ہو اور یہ جھوٹ کہا ہو کہ اس نے بھائی جان کو قتل کر دیا ہے؟''

"میں دھوکا نہیں کھا سکتی۔ حماد کی آواز کو اچھی طرح پہچانتی ہوں۔ مراد نے اسپیکر آن کر دیا تھا۔"

مراد نے کہا۔ "اتنی بحث کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ ابھی ڈیڈ کے موبائل فون پر رابطہ کریں۔"

میرے موبائل فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے اسے اٹھا کر اس کی اسکرین پر نمبر پڑھے پھر بٹن دبا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے جواد نے فون پر میری آواز سنی تو حیران ہو کر پوچھا۔ "آپ.... آپ بھائی جان ہیں؟"

میں نے کہا۔ "جب میرے فون پر رابطہ کیا ہے تو میں ہی بول رہا ہوں۔ بات کیا ہے؟ کیوں فون کیا ہے؟"

اس نے رابطہ ختم کر دیا پھر شہناز سے کہا۔ "وہ تو زندہ ہیں۔"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں دھوکا نہیں کھا سکتی۔ قسم کھا کر کہتی ہوں' حماد کی آواز میں نے صاف طور سے پہچانی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا' اس نے اپنے ہاتھوں سے بھائی جان کو گولی ماری ہے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم انہیں قتل کرتے ہیں اور وہ زندہ ہو کر واپس چلے آتے ہیں۔ کیا انہوں نے کوئی کالا عمل سیکھ لیا ہے یا کسی کالا جادو جاننے والے کی خدمات حاصل کر رہے ہیں؟"

بدقسمتی انہیں الجھا رہی تھی اور وہ الجھتے جا رہے تھے۔ حقیقتاً ان کے ساتھ جو ہو رہا تھا' وہ اسے کبھی سمجھ نہیں سکتے تھے۔

دوسرے دن ملتان روڈ سے بیس کلومیٹر دور ایک ویرانے میں ان دونوں کی لاشیں پائی گئیں۔ مردار خور جانوروں نے انہیں اچھی طرح نوچ کھسوٹ کر کھایا تھا۔ شناخت کے قابل نہیں چھوڑا تھا پھر بھی وہ اپنے لباس سے اور حماد کی جیبوں سے جو چیزیں برآمد ہوئیں ان کے ذریعے پہچان لیے گئے۔

شہناز بیٹی کی موت پر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ یہی حال نائلہ کا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ حماد کو کسی نے قتل کر دیا ہے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ بیٹے کی پچھلی تمام عداوتوں کو بھول کر ماتم کرنے لگی۔

اس نے مجھ سے شکایت کی۔ "تم اتنے سنگدل کیوں ہو گئے ہو؟ بیٹے کی موت پر تمہاری آنکھوں سے آنسو نہیں بہ رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "مجھے اس کی موت کا صرف افسوس ہے.... صدمہ نہیں ہے۔ ایک ناخلف اولاد کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ تم ماں ہو' ممتا سے مجبور ہو کر روتی رہو۔ میں سمجھتا ہوں' آئندہ وہ جو عداوتیں کرنے والا تھا ان سے مجھے اور تمہیں نجات مل چکی ہے۔"

قاتل کا سراغ لگایا جا رہا تھا۔ تمام دشمن میرے خلاف بیان نہیں دے سکتے تھے۔ اگر وہ کہتے کہ میں نے اپنے بیٹے اور بہو کو قتل کیا ہے تو کوئی یقین نہ کرتا کیونکہ میں ایک محبت کرنے والا مہربان باپ کہلاتا تھا۔ میں نے اپنے تمام کاروبار اور جائداد کی ذمے داریاں دونوں بیٹوں کو سونپ دی تھیں۔ انہیں پاور آف اٹارنی دے دیا تھا۔ میری طرف سے کسی طرح کی عداوت ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔ اس لیے نہ مجھ پر شبہ کیا جا سکتا تھا اور نہ مجھے کسی طرح کا الزام دیا جا سکتا تھا۔

میرے بیان کے مطابق جس روز ان دونوں کا قتل ہوا میں اپنے گھر میں تھا۔ چند گھنٹوں کے لیے باہر گیا تھا پھر واپس آ گیا تھا لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا تھا کہ میں لاہور سے تقریباً تیس کلومیٹر دور جا کر قتل کی واردات کر سکتا ہوں۔ شہناز اپنی بیٹی کا ماتم کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ میں نے ہی اس کی بیٹی کو اور اپنے بیٹے کو قتل کیا ہے۔

وہ لوگ میرے خلاف قانونی کارروائی نہیں کر سکتے تھے۔ بڑی رازداری سے پھر مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔ جواد نے مجھ سے فون پر کہا۔ "بھائی جان! ہم آپ سے تنہائی میں ملنا چاہتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "میرے گھر کا دروازہ کھلا ہے۔ دروازے پر کھڑے ہوئے سیکیورٹی گارڈز تم سب کی تلاشی لیں گے۔ تم کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہیں لاؤ گے۔"

شہناز نے دونوں بھائیوں سے کہا۔ "وہ تو بوڑھا اور کمزور ہے۔ بیمار بھی ہے۔ ہتھیار سے مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم دونوں اس کے ہاتھ پاؤں توڑ سکتے ہو، اس کا گلا گھونٹ سکتے ہو۔"

جواد نے کہا۔ "لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے۔ خوامخواہ اس کے قتل کے الزام میں پکڑے جائیں گے۔"

دلشاد نے کہا۔ "ہاں مگر اس کی پٹائی ضرور کریں گے۔"

میں سمجھ رہا تھا' وہ حماد اور اس کی بیوی کے قتل کے سلسلے میں مجھ سے بات کرنے آ رہے ہیں اور یہ بھی اندازہ تھا کہ وہ جارحانہ انداز اختیار کریں گے۔ جب وہ دروازے پر آئے تو میں نے نائلہ کو بیڈ روم میں رہنے کے لیے کہا۔ دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ وہ بولی۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟ دروازہ کیوں بند کر رہے ہو؟ مجھے بھی آنے دو۔"

میں نے کھڑکی کے پاس آ کر کہا۔ "مجھ پر بھروسا کرو۔ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تم چپ چاپ یہاں کھڑکی سے

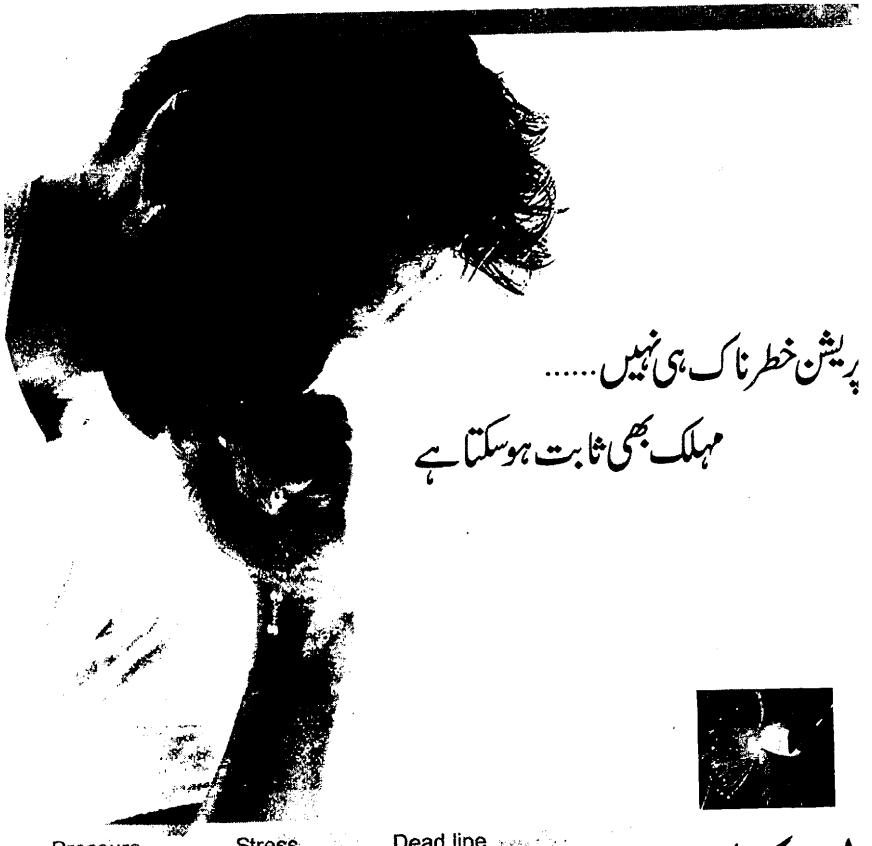

لیکان

مایوسی اور اداسی سے نجات

ڈیپریشن (یاسیت) ایک نفسیاتی مسئلہ ہے جس میں کوئی بھی عام فرد کسی نہ کسی درجہ جتلا رہتا ہے ہمارے ہاں اسے عموماً سے بیماری نہیں سمجھا جاتا۔ اس کی مختلف علامتیں ہیں مثلاً ذہن ہر وقت تناؤ کا شکار رہتا ہے کوئی انجانا خوف یا پریشانی سوار رہتی ہے جس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں ہوتی، مزاج میں اداسی، کام میں دل کا نہ لگنا، طبیعت میں چڑچڑا پن، نقصان کا اندیشہ یا موت کا خوف اس کی اہم علامات ہیں۔ لیکان ڈیپریشن سے متعلق مسائل کا بہترین حل ہے۔ لیکان دنیا کی مشہور ہربل دوا St! Jhon's Wort (Hypericum perforatum) سے حاصل شدہ جز ہے جو بہترین نتائج کے ساتھ ساتھ نہ صرف مضر اثرات سے محفوظ ہے بلکہ صحت یابی کے بعد مریض اس کا عادی نہیں ہوتا۔

SCHWABE
AVAILABLE AT ALL LEADING MEDICAL & HOMEOPATHIC STO
Dr. Hamid General Homoeo (Pvt.) Ltd.
KARACHI : Tel : 2628754, 2211895 LAHORE : Tel : 6304657, 6363664
A researched product
Dr. Willmar Schwabe, Ge

تماشا دیکھتی رہو۔"

شہناز دونوں بھائیوں کے ساتھ اندر آئی۔ وہ مجھے ذرا حیرانی سے دیکھنے لگے۔ دلشاد نے کہا۔ "اس روز آپ وہیل چیئر پر تھے۔ آج تو اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے ہیں۔"

جواد نے کہا۔ "چہرے پر رونق بھی ہے۔ بیمار نہیں لگ رہے ہیں۔ کیا بات ہے کوئی معجون یا سونے کا کشتہ کھا رہے ہیں؟"

شہناز نے میری طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "معجون کھانے سے بوڑھا جوان نہیں ہو جاتا۔ جو کمزور ہے وہ کمزور ہی رہتا ہے۔ اس روز میں نے ایک ذرا سا دھکا دیا تھا' یہ پیچھے جا کر زمین پر گر پڑا تھا۔"

اس بار وہ مجھے دونوں ہاتھوں سے دھکا دینا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی میں نے ایک زوردار طمانچہ اس کے گال پر رسید کیا۔ اس کا منہ دوسری طرف گھوم گیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی جا کر ذرا دور فرش پر گر پڑی۔ جواد اور دلشاد دونوں ہی غصے میں میری طرف بڑھے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "رک جاؤ۔ میں بوڑھا ہوں' کمزور ہوں۔ تم میں سے صرف ایک ہی میری پٹائی کر سکتا ہے پھر دو کی کیا ضرورت ہے؟"

دلشاد رک گیا۔ جواد نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے اس کے حملے کو ناکام بناتے ہوئے ایک گھونسا اس کی ناک پر جڑ دیا۔ وہ بھی لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ ناک سے خون بہنے لگا تھا۔

دلشاد نے حیرانی اور بے یقینی سے بھائی کو دیکھا پھر جھجکتے ہوئے میری طرف بڑھا۔ میں نے کہا۔ "عبرت حاصل کر..... کیوں لات جوتے کھانا چاہتا ہے؟"

پھر اس سے پہلے کہ وہ مجھ پر حملہ کرتا۔ میں نے پے در پے اسے اتنے گھونسے مارے کہ وہ چکرا کر گر پڑا پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ جواد بھی چکرا کر بیٹھ گیا تھا اور اپنے دامن سے لہو پونچھ رہا تھا..... چور نظروں سے کبھی دلشاد کو اور کبھی مجھ کو دیکھ رہا تھا۔ شہناز زمین پر گرنے کے بعد اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور بھائیوں کی پٹائی کا تماشا دیکھ رہی تھی۔

میں نے جواد سے کہا۔ "چلو اٹھو۔ وہاں جگ میں پانی رکھا ہوا ہے۔ دلشاد پر ڈالو۔ اسے ہوش میں لاؤ۔"

وہ وہاں سے اٹھتے ہوئے غصے بولا۔ "میں آپ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا تو اس بار باچھوں سے خون رسنے لگا۔ وہ پھر چکرا کر بیٹھ گیا۔ نائلہ کمرے میں بند تھی۔ کھڑکی سے دیکھ رہی تھی' حیران ہو رہی تھی کہ ایک ماہ پہلے میں وہیل چیئر پر تھا۔ چلنے پھرنے کے قابل بھی نہیں تھا اور اب اس قدر طاقت کا مظاہرہ کر رہا تھا کہ میرے ہاتھوں سے دو ہٹے کٹے مرد پٹ رہے بھائیوں کی پٹائی ہو رہی تھی۔

میں نے شہناز سے کہا۔ "چلو اٹھو اور اپنے بھائیوں کو ہوش میں لاؤ۔"

اس نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی۔ پانی سے بھرے ہوئے جگ کو اٹھا کر دلشاد کے منہ پر پانی چھڑکا پھر کچھ پانی جواد کے سر پر ڈالا۔ دونوں بھائیوں نے آنکھیں کھول دیں۔ دلشاد اٹھ کر بیٹھ گیا۔ انہیں چپ لگ گئی تھی۔ جواد دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ واپس جانا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "تم تینوں یہیں فرش پر اکڑوں بیٹھ جاؤ۔"

وہ مجرموں کی طرح اکڑوں بیٹھنے سے ہچکچانے لگے۔ میں نے دھاڑ کر پوچھا۔ "کیا پھر پٹائی کروں؟"

وہ تینوں فوراً ہی میرے سامنے اکڑوں بیٹھ گئے۔ میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہماری دنیا میں کوئی بھی رشتہ سچا' پُرخلوص اور پائیدار نہیں ہوتا۔ سارا جھگڑا دولت کا ہے۔ میں اس جھگڑے کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی دولت اور جائیداد کے چار حصے کروں گا۔ ایک حصہ اپنے بیٹے مراد انور شاہ کو دوں گا۔ دوسرا حصہ شہناز کو تیسرا جواد کو اور چوتھا دلشاد کو..... کیا اس کے بعد بھی تم سب مجھ سے دشمنی کرو گے؟"

وہ فوراً ہی کہنے لگے۔ "نہیں..... ہرگز نہیں۔ ہم آپ سے کبھی دشمنی نہیں کریں گے۔ کیا آپ سچ مچ ہمیں اپنی دولت اور جائیداد میں سے حصہ دیں گے؟"

"میں نے جو کہہ دیا وہ پتھر کی لکیر ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے' شہناز کو حصہ کیوں دیا جائے؟ میرا بیٹا حماد جو اس کا داماد تھا' وہ مر چکا ہے۔ اس کی بیٹی بھی مر چکی ہے۔ اگر اسے حصہ داری سے الگ کر دیا جائے یا تم بھائی مل کر اس بہن کو قتل کر دو تو اس کا حصہ تم دونوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ اب یہاں سے اٹھو اور جاؤ۔"

وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا۔ "یہ میری بہت بڑی آفر ہے۔ اس آفت کی پرکالہ کو راستے سے ہٹا دو۔ ہمیشہ کے لیے ختم کر دو تو میں تم دونوں کے نام بہت کچھ لکھ دوں گا۔ ورنہ کسی کو ایک تنکا بھی نہیں ملے گا۔ جاؤ اور سوچو کہ تمہیں کیا کرنا ہے؟ پہلے تم دونوں جاؤ گے۔ شہناز بعد میں یہاں سے نکلے گی۔"

وہ دونوں سر جھکا کر وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی وہ رونے لگی۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔ "یہ آپ کیسی چال چل رہے ہیں؟ یہ دونوں بہت لالچی ہیں۔ میرا حصہ حاصل کرنے

کے لیے میری جان کی دشمن بن جائیں گے۔"

"کیا تم لالچی نہیں ہو؟ تم نے اب تک میرے خلاف کیا کیا ہے؟ پہلے اپنا اعمال نامہ پڑھو اور سوچو کہ تمہیں ایسی ہی سزا ملنی چاہیے یا نہیں؟"

وہ پھر ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "میں مانتی ہوں' میں نے جو کیا' بہت برا کیا۔ آپ سے دشمنی کرتی رہی ہوں مگر اب نہیں کروں گی۔ اپنی مری ہوئی بیٹی کی قسم کھا کر کہتی ہوں' جواد اور دلشاد کو میرے پیچھے نہ لگائیں۔ یہ دولت اور جائیداد کے لالچ میں آپ کو مار ڈالنا چاہتے تھے تو پھر میرا حصہ حاصل کرنے کے لیے بھی میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

وہ رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "میں آپ کی بیوہ بہن ہوں۔ میری بیٹی ماری گئی ہے۔ جو داماد میری حمایت کرتا تھا' وہ بھی مارا گیا ہے۔ اب میرا کوئی مددگار' کوئی سرپرست نہیں رہا ہے۔ آپ ہی بڑے بھائی ہیں۔ میرے سرپرست ہیں۔ میری غلطیوں کو معاف کر سکتے ہیں۔"

"ایک ہی شرط پر معاف کر سکتا ہوں۔"

اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "معاف بھی کر سکتا ہوں اور دو کروڑ روپے بھی دے سکتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ جواد اور دلشاد کو اپنے راستے سے ہٹا دو۔"

وہ عاجزی سے بولی۔ "وہ دونوں بہت مکار اور چالاک ہیں۔ میں ایک عورت ہوں۔ انہیں راستے سے کیسے ہٹا سکتی ہوں؟"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ لاکھ دو لاکھ روپے خرچ کر کے کرائے کے قاتلوں سے کام نکال سکتی ہو اور میں جانتا ہوں' تمہارے اکاؤنٹ میں بیس پچیس لاکھ تو ضرور ہوں گے۔ تم دو کروڑ حاصل کرنے کے لیے دو لاکھ تو خرچ کر سکتی ہو۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا پھر پوچھا۔ "میں کیسے یقین کروں کہ آپ مجھے دو کروڑ روپے دیں گے؟"

میں نے کھڑکی کے پاس آ کر نائلہ سے کہا۔ "میری چیک بک لے کر آؤ۔"

وہ بولی۔ "یہ آپ کیا کر رہیں؟"

"پلیز نائلہ! اس وقت کوئی سوال نہ کرنا اور کسی بات پر اعتراض نہ کرنا۔ میں جو کر رہا ہوں وہ مجھے کرنے دو۔ اگر شہناز کو دو کروڑ روپے مل جائیں گے تو یہ اپنا کام کرنے کے بعد یہاں سے کہیں دور چلی جائے گی اور باقی زندگی عیش و آرام سے گزارے گی۔"

نائلہ نے چیک بک لا کر مجھے دی۔ میں نے صوفے پر بیٹھ کر شہناز سے کہا۔ "یہاں آؤ اور دیکھو۔"

گنجے "سر"

گنجے کا لفظ سن کر ہمارے ذہن میں ہمیشہ مرد کا ہی سر آیا، شاید اسی لیے عورتوں کو "سر" نہیں کہتے لیکن ان اشتہاری ڈاکٹروں نے اشتہار میں نادیہ نامی کسی خاتون کی تصویر گنجوں میں شامل کر کے خواتین کو بھی برابر کی نمائندگی دے دی جس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ ماشاءاللہ اب خواتین بھی کسی شعبے میں مردوں سے پیچھے نہیں۔ اردو ادب میں تو پہلے ہی اس محاورے کی صورت میں ان کی نمائندگی ہے کہ "گنجی دھوئے گی کیا اور نچوڑے گی کیا؟" ویسے بھی ہر گنجے کے پیچھے ایک عورت ہوتی ہے جو اس کے "بالو" کی ماں کہلاتی ہے۔ ایک صاحب نے دوسرے سے کہا "تمہارے بال بڑی تیزی سے کم ہو رہے ہیں، اس کا کچھ کرتے کیوں نہیں؟" تو اس نے کہا "ہاں! میں طلاق لینے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

اقتباس از مزاحیات، ڈاکٹر یونس بٹ
تلاش: رفعت رضا، کراچی

وہ قریب آ کر دیکھنے لگی۔ میں نے دو کروڑ روپے کا ایک چیک لکھا اور اس پر ایک ماہ بعد کی تاریخ لکھ کر اپنے دستخط کر کے وہ چیک اسے دیتے ہوئے کہا۔ "اگر ایک ماہ کے اندر تم نے جواد اور دلشاد کو راستے سے نہ ہٹایا تو یہ چیک ڈس آنر ہو جائے گا۔ تم اسے کیش نہیں کرا سکو گی۔ کامیابی کی صورت میں یہ دو کروڑ روپے ابھی سے تمہارے ہاتھوں میں ہیں۔"

وہ چیک اس کے ہاتھوں میں تھا اور وہ دو کروڑ کی رقم کو بڑی للچائی ہوئی نظروں سے پڑھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "اسے یہاں سے چھپا کر لے جاؤ۔ ان دونوں کو معلوم نہ ہو کہ ہمارے درمیان یہ سودا ہو چکا ہے۔ اگر انہیں معلوم ہو گا تو تم اتنی بڑی رقم سے محروم ہو جاؤ گی..... بس اب تم جا سکتی ہو۔"

وہ ذرا تن کر بولی۔ "میں اتنی بڑی رقم مارنے کی حماقت نہیں کروں گی۔ یہ اچھی طرح جانتی ہوں' میں نے انہیں ختم نہ کیا تو وہ مجھے ختم کر ڈالیں گے۔ میں ایک بے بس اور مجبور عورت کی طرح ان کے ہتھے کبھی نہیں چڑھوں گی۔"

وہ بڑے اعتماد سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ میں نے بیڈ روم کا دروازہ کھولا نائلہ نے باہر آ کر کہا۔ "خدا کے لیے اب تو بتا دو' یہ کیا کرتے پھر رہے ہو؟ تم تو ان کے جان کے دشمن بن گئے ہو؟"

میں نے پوچھا۔ "کیا وہ میری جان کے دشمن نہیں ہیں؟ کیا انہوں نے ہمارے بیٹوں کو ہم سے نہیں چھین لیا ہے؟ کیا وہ میرے کاروبار اور جائیداد پر قبضہ جمانا نہیں

چاہتے ہیں؟ ایسے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے' یہ میں تم سے بہتر سمجھتا ہوں۔ تم ابھی میرے وکیل کو فون کرو۔ اس سے اپائنٹ منٹ لو۔ میں نے اپنے بیٹوں کو جائیداد اور کاروبار کے سلسلے میں جو پاور آف اٹارنی دیا ہے اسے منسوخ کرنا چاہتا ہوں۔ میں پہلے کی طرح بیمار اور کمزور نہیں ہوں۔ اب سارا کاروبار خود سنبھالوں گا۔''

نائلہ نے فون کے ذریعے وکیل سے بات کی۔ میں نے کہا۔ ''میں نے اپنے بیٹوں کو جو پاور آف اٹارنی دیا ہے' آپ اسے منسوخ کرنے کے سلسلے میں قانونی طور پر ایک عرضی تیار کریں۔ میں شام کو آ کر اس پر دستخط کروں گا۔ آپ کل ہی کورٹ میں جا کر اس عرضی کو منظور کرا دیں۔''

میں نے وکیل سے بات کرنے کے بعد فون کو بند کیا۔ نائلہ نے پوچھا۔ ''کیا آپ کو یقین ہے' جواد اور دلشاد دونوں ہی لالچ میں آ کر شہناز کو ختم کرنا چاہیں گے؟ کیا شہناز ان دونوں کو راستے سے ہٹا سکے گی؟ آپ بہت ہی ظالمانہ قدم اٹھا رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ظالموں کے خلاف جہاد لازمی ہے۔ اگر ہم سانپوں کو نہیں ماریں گے تو وہ ہمیں ڈس لیں گے۔ تم ایک بیٹے سے محروم ہو چکی ہو۔ کیا مجھ سے بھی محروم ہو کر بیوہ ہو جانا چاہتی ہو؟''

اس نے فوراً ہی میرے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''خدا کے لیے ایسے الفاظ منہ سے نہ نکالیں۔ بیٹے بے مروت اور بدظن ہو گئے ہیں۔ ایک آپ ہی کا سہارا رہ گیا ہے۔ خدا نہ کرے' آپ سے محروم ہوئی تو میرا دم ہی نکل جائے گا۔''

ایسے وقت ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا۔ وہاں ہمارا بڑا بیٹا مراد انور شاہ نظر آیا۔ اسے دیکھتے ہی نائلہ کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ آخر کو ماں تھی۔ بیٹے کی بے مروتی کے باوجود اس کی ممتا بیٹے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ اس نے کن انکھیوں سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''چپ چاپ بیٹھی رہو۔''

وہ سر جھکائے آہستہ آہستہ چلتا ہوا آیا پھر ماں کے قدموں میں آ کر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ کر رونے لگا۔ نائلہ اس کے آنسو برداشت نہ کر سکی۔ تڑپ کر اس سے لپٹ گئی۔ اسے چومتے ہوئے بولی۔ ''کیوں رو رہے ہو؟ کیا تکلیف ہے میری جان...؟ مجھے بتاؤ' تم ماں کے پاس آئے ہو۔ جو بھی تکلیف ہوگی' وہ دور ہوگی۔ میں تمہارے آنسوؤں کی زبان نہیں سمجھ رہی ہوں۔ منہ سے بولو کیا اُفتاد آ پڑی ہے؟''

وہ سسکتے ہوئے بولا۔ ''میں آپ کا اور ڈیڈ کا گناہ گار ہوں۔ اپنی بیوی اور سسرال والوں کے ہاتھوں میں کھیلتا رہا۔ وہ سب دولت کے لالچی ہیں۔ مجھے پورا یقین ہے' حماد کو جواد چچا نے قتل کرایا ہے۔''

نائلہ نے چونک کر پوچھا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''نہیں، میں جانتا ہوں' وہ بہت لالچی ہیں۔ مجھے ڈیڈ کے کاروبار اور جائیداد کا تنہا مالک بنانے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ انہوں نے اسی لیے حماد کو قتل کرایا ہے۔ اس کی موت کے بعد تمام کاروبار اور جائیداد میرے نام ہوگا اور اس کا فائدہ جواد چچا اٹھائیں گے۔''

میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''اب تو تمہیں خوش ہونا چاہیے' تمہاری پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں۔ بس میرے مرنے کی دیر ہے پھر سب کچھ تمہارا ہو جائے گا۔''

نائلہ نے شکایتاً کہا۔ ''آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ کیا نہیں دیکھ رہے ہیں' میرا بیٹا کیسے بلک بلک کر رو رہا ہے؟ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے؟''

''یہی بات سمجھ میں نہیں آتی' اسے اچانک اپنی غلطی کا احساس کیسے ہو گیا؟''

مراد نے کہا۔ ''میں اپنے لیے بھی خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ شہناز پھوپھو کو بھی یہی شبہ ہے کہ جواد چچا نے ان کی بیٹی اور داماد کو قتل کرایا ہے۔ دلشاد چچا کو بھی یہ اندیشہ ہے کہ جواد چچا ..... دولت اور جائیداد کے لالچ میں انہیں بھی راستے سے ہٹا سکتے ہیں لہٰذا وہ کسی دن اتفاقاً مجھے بھی قتل کر سکتے ہیں۔''

وہ حقیقت نہیں جانتا تھا کہ میں نے حماد اور اس کی بیوی کو ٹھکانے لگایا ہے لیکن وہ اپنی پھوپھی اور چچا کے متعلق جو اندیشے ظاہر کر رہا تھا' وہ درست تھے۔ اب یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ واقعی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا ہے یا نہیں؟ اور وہ جو آنسو بہا رہا ہے وہ سچے ہیں یا مگرمچھ کے ہیں؟

میں وہی فرہاد علی تیمور ہوں جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغوں میں گھس کر سچائی معلوم کر لیتا تھا لیکن اب اتنی زبردست غیر معمولی صلاحیت سے محروم ہو گیا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ میں کبھی خیال خوانی کیا کرتا تھا۔

میری تمام شہرت اور میری ذہنی صلاحیتیں محض ٹیلی پیتھی کے باعث تھیں۔ میری اہا'ت آہستہ آہستہ بحال ہو رہی تھی اور میں دشمنوں کے خلاف فاہالی سے چالیں چل رہا تھا۔

کیا ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بھی بحال ہو جائے گی؟

آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

بیٹا خود تو رو رہا تھا، ماں کو بھی رُلا رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ بچے دل سے پچھتا رہا ہے۔ ماں باپ کے پاس رونے آیا ہے یا اس کے آنسو مگرمچھ کے ہیں؟

مراد میری موجودہ وائف نائلہ سے کہہ رہا تھا۔ ''ممی! جب بچے کو کہیں پناہ نہیں ملتی تو وہ بھاگ کر ماں کی گود میں چھپنے آتا ہے اور میں اب آپ کے پاس واپس آیا ہوں۔ اپنی وسیع وعریض شاندار کوٹھی میں واپس نہیں جاؤں گا۔''

میں نے پوچھا۔ ''کوٹھی میں نہیں جاؤ گے تو پھر ہماری فیکٹری میں اور ہیڈ آفس میں بھی نہیں جاؤ گے۔ میرے کاروبار کو کون سنبھالے گا؟ میری جائیداد کی دیکھ بھال کون کرے گا؟''

وہ بولا۔ ''میں اپنے ساتھ دن رات سیکیورٹی گارڈز رکھوں گا۔ ہمارے ہیڈ آفس اور فیکٹری میں اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا اس کوٹھی کی چاردیواری میں ہے۔''

نائلہ نے کہا۔ ''میرا بیٹا ڈرست کہتا ہے۔ وہاں شہناز اور دلشاد اس کے کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا سکتے ہیں یا کسی اور تدبیر سے اس کی جان لے سکتے ہیں۔ صرف ایک جواد ایسا ہے جو اس سے دشمنی نہیں کرے گا کیونکہ یہ اس کا داماد ہے۔''

مراد نے کہا۔ ''سچ تو یہ ہے' مجھے جواد چاچا پر بھی بھروسا نہیں رہا ہے۔ میں اپنی بیوی سے بھی دور رہنا چاہتا ہوں۔''

میں اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ماں کے پاس سے اُٹھ کر میرے قدموں میں آکر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''ڈیڈ! میں ممی اور آپ کے ساتھ یہاں رہنا چاہتا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''بیٹے! میں اتنی جلدی تم پر بھروسا نہیں کروں گا کیونکہ تم بیٹے ہو کر ہم سے عداوت کرتے رہے ہو۔ اچانک یہاں آکر آنسو بہاؤ گے تو ان آنسوؤں سے تمہاری ماں پگھل سکتی ہے مگر میں متاثر نہیں ہوسکتا۔ تم یہاں رہو گے تو گویا میں آستین میں سانپ پالوں گا اور میں ایسی حماقت نہیں کرنا چاہتا۔''

نائلہ نے مجھ سے کہا۔ ''ایسے پتھر نہ بنیں۔ میرا بیٹا دشمنوں میں گھرا ہوا ہے۔ اپنی جان کا خطرہ محسوس کررہا ہے اور میں بھی یہی سمجھتی ہوں کہ اسے ہماری پناہ میں رہنا چاہیے۔''

''ماں کی ممتا اندھی ہوتی ہے۔ اس لیے تم عقل سے نہیں جذبات سے سوچ رہی ہو۔ ذرا عقل سے سوچو یہ جگہ بھی محفوظ نہیں ہے۔ یہاں مجھ پر کئی بار حملے ہوچکے ہیں۔ میں اپنی حفاظت خود کررہا ہوں۔ اس لیے مراد کو بھی اپنی حفاظت خود ہی کرنی چاہیے۔ میرا مشورہ ہے' اسے کچھ روز تک کہیں روپوش رہنا چاہیے۔''

مراد نے پریشان ہوکر کہا۔ ''میں کہیں جاکر روپوش ہوجاؤں گا تو کاروبار کو بہت نقصان پہنچے گا۔ زرینہ فیکٹری کے اور دفتر کے معاملات میں مداخلت کرے گی۔ جواد چاچا بھی اپنی بیٹی کا ساتھ دیں گے اور دونوں ہاتھوں سے ہماری آمدنی لوٹیں گے۔''

''اور میں انہیں لوٹنے نہیں دوں گا۔ وہ میرا بزنس ہے۔ میں اس کی حفاظت کروں گا۔ تم کاروبار اور جائیداد کی فکر نہ کرو۔ یہاں سے کہیں دور چلے جاؤ۔''

نائلہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ بیٹا کہیں دور جائے۔ میں نے اسے کمرے میں لے جاکر سمجھایا۔ ''میں دشمنوں کے خلاف جو اقدامات کررہا ہوں' انہیں سمجھنے کی کوشش کرو۔ کل ہمارا وکیل کورٹ جاکر قانونی کارروائی مکمل کرے گا اور جو پاور آف اٹارنی میں نے اپنے بیٹے کو دی ہے' وہ منسوخ ہوجائے گی۔ کاروبار اور جائیداد سب کچھ میرے ہاتھوں میں ہوگا۔ بزنس کو دوبارہ سنبھالنے کے لیے ضروری ہے کہ مراد کچھ دنوں کے لیے ہم سے دور ہوجائے۔ میں اس کی عدم موجودگی میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ کاروبار میں' کہاں کہاں فراڈ ہوا ہے؟ تم میرے معاملات میں نہ بولو۔ بیٹے کو یہاں سے جانے پر راضی کرو۔''

ہم پھر ڈرائنگ روم میں مراد کے پاس آگئے۔ وہ جانے کے لیے راضی نہیں تھا۔ اس نے ماں سے کہا۔ ''میں ڈیڈ کی بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن ممی! میری ایک شرط ہے آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ مجھے کہاں جانا چاہیے؟''

نائلہ نے کہا۔ ''تم ٹھیک کہتے ہو۔ پتا نہیں اکیلے کہاں بھٹکتے رہو گے؟ کراچی بہت بڑا شہر ہے۔ وہاں کسی چھوٹے سے علاقے میں جاکر رہائش اختیار کرو گے تو تمہاری بیوی تمہارے جواد چاچا اور پھوپی وغیرہ تمہیں تلاش کرنے وہاں تک نہیں جاسکیں گے۔''

بہت عرصے بعد بیٹا اپنی غلطیوں پر پچھتاتا ہوا ماں کے پاس آیا تھا۔ اس لیے وہ اس کے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے مراد کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی پھر ایک ہفتے میں بڑی اہم تبدیلیاں ہوئیں بیٹے کے نام جو پاور آف اٹارنی تھا' وہ منسوخ ہوگیا۔ تمام جائیداد اور کاروبار میرے ہاتھوں میں آگیا۔ مراد کی بیوی' جواد' دلشاد اور شہناز کے نام نوٹس

جاری ہوا کہ وہ بارہ گھنٹے کے اندر میری اس عالیشان کوٹھی سے باہر نکل جائیں۔

پھر میں نے چوبیس گھنٹے کے لیے فیکٹری بند کردی اور وہاں مسلح گارڈز بٹھادیے۔ نائلہ نے مجھے بتایا تھا کہ ہمارا ایک جنرل منیجر بہت ایماندار اور قابلِ اعتماد ہے۔ اسے میرے بھائیوں اور بیٹوں نے ملازمت سے ہٹا کر اپنی پسند کے ایک دوسرے شخص کو جنرل منیجر بنایا تھا۔ میں نے ہیڈ آفس پہنچ کر اس شخص کی چھٹی کردی اور اپنے پرانے وفادار رضاربانی کو جنرل منیجر بنادیا۔ فیکٹری اور ہیڈ آفس میں اپنے میں تمام رشتے داروں کا داخلہ بند کردیا۔

میں نے ایک ہفتے کے اندر ایسے جارحانہ اقدامات کیے کہ ان سے دشمنوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ ایسی ناکامیوں نے ان کے حوصلے پست کردیے تھے۔ میں اپنی وسیع وعریض عالیشان کوٹھی میں آگیا تھا اور وہ تینوں اپنی زمینوں پر چلے گئے تھے۔ وہاں سے فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کرتے تھے۔

جواد نے فون پر کہا۔ ''بھائی جان! اچانک آپ کا بیٹا میرا داماد مراد نہ جانے کہاں گم ہوگیا ہے؟ شاید آپ نے اسے کہیں چھپادیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میرے بیٹے حماد کی طرح مراد بھی جہنم میں پہنچ گیا ہو۔ وہ دونوں میرے بیٹے تھے مگر میں آستین میں سانپوں کو پالنے کی حماقت نہیں کرتا۔ میں نے تم دونوں بھائیوں کو بہت بڑی آفر دی ہے۔ اگر شہناز کو راستے سے ہٹادو گے تو میری جائیداد اور کاروبار میں سے کچھ حصہ مل جائے گا۔ یوں بھی اب میری کوئی اولاد نہیں رہی ہے۔ میں تمہاری بیٹی زرینہ یعنی اپنی بیوہ بہو کے نام بہت کچھ لکھ سکتا ہوں۔ شرط یہی ہے کہ تم شہناز اور دلشاد کو ٹھکانے لگادو۔''

اسی طرح میرے دوسرے بھائی دلشاد نے بھی فون پر مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے اسے بھی یہی جواب دیا کہ شہناز اور جواد کو ٹھکانے لگادے گا تو بہت کچھ ملے گا۔

شہناز نے فون پر مجھ سے کہا۔ ''دونوں بھائی میری جان کے دشمن بن گئے ہیں۔ وہ مجھے تلاش کررہے ہیں لیکن میں بھی ان کے ہاتھ آنے والی نہیں ہوں۔ جلد ہی آپ کو خوشخبری سناؤں گی۔''

ان تینوں نے میری دولت اور جائیداد کو ہتھیانے کے لیے آپس میں بڑا زبردست اتحاد قائم کیا تھا لیکن رفتہ رفتہ حالات نے انہیں سمجھا دیا تھا کہ میں ان کے قابو میں آنے والا نہیں ہوں۔ بوڑھا تو ہوں لیکن بیمار اور کمزور نہیں ہوں۔ وہ دونوں بھائی اب شہناز کو غیر ضروری سمجھتے تھے۔ میری آفر کے مطابق اسے ٹھکانے لگا کر میری جائیداد میں سے حصہ حاصل کرسکتے تھے مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ درپردہ وہ بھی ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور ایک دوسرے کو راستے سے ہٹا دینا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں اُلجھا دیا تھا اور اب ان کی کم ظرفی کا تماشا دیکھ رہا تھا۔

شہناز نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ بہت جلد خوشخبری سنائے گی۔ دو روز بعد وہ خوشخبری مل گئی۔ دلشاد انور شاہ اپنی زمینوں پر تھا کہ ایک رات حویلی میں مردہ پایا گیا۔ رات کے پچھلے پہر فائرنگ کی آواز سنی گئی تھی۔ دوسری صبح بیڈروم سے اس کی لاش ملی۔ پولیس والے قاتل کی کھوج میں تھے۔

اس نے فون پر کہا۔ ''بھائی جان! میں نے ایک کم ظرف کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ آپ نے مجھے بہتری کا راستہ دکھایا ہے۔ اگر میں اسے ٹھکانے نہ لگاتی تو وہ دونوں مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔ اب ایک رہ گیا ہے۔ ویسے وہ بہت محتاط ہے۔ بڑے ہی سخت حفاظتی انتظامات کیے ہیں۔ میرے آدمی کے نشانے پر نہیں آرہا ہے مگر آپ نے جو چیک مجھے دیا ہے اسے کیش کرنے کی مقررہ تاریخ سے پہلے ہی اسے بھی جہنم میں پہنچادوں گی۔''

جواد انور شاہ نے شہناز سے کہا۔ ''ہمیں بھائی جان کی مکاریوں کو سمجھنا چاہیے۔ وہ پہلے جیسے سیدھے سادے اور ہماری باتوں میں آنے والے اب نہیں رہے ہیں۔ وہ ذہین بزنس مین تھے لیکن ایسے مکار نہیں تھے' جیسے کہ اب ہوگئے ہیں۔ انہوں نے ہم تینوں بہن بھائیوں میں پھوٹ ڈال دی۔ ہم ایک دوسرے سے دور اپنی اپنی پناہ گاہوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کی مدد بھی نہیں کرسکتے۔ اس لیے بھائی جان آسانی سے شکار کھیل رہے ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں' دلشاد کو انہوں نے ہی قتل کرایا ہے۔''

شہناز نے کہا۔ ''ایسی باتیں کرکے بگلا بھگت نہ بنو۔ تم کس قدر لالچی اور خودغرض ہو' میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم نے بھائی جان سے دلشاد کا حصہ حاصل کرنے کے لیے اسے قتل کیا ہے اور اب مجھے مارنے کی کوشش میں ہو لیکن میں تمہارے ہاتھ نہیں آؤں گی۔''

''ہماری آپس کی دشمنی کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔ ہم دونوں میں سے کوئی ایک مارا جائے گا۔ جو زندہ بچے گا' اسے وہ جلاد بھائی ٹھکانے لگا دے گا۔ خدا کے لیے بھائی کی مکاریوں کو سمجھو۔ مجھے یقین ہوتا جارہا ہے کہ یہ ہمارا بھائی نہیں ہے' یہ تو کوئی بہروپیا ہے جو.....''

شہناز نے کہا۔ ''تم بھائی جان کی بات چھوڑو۔ اپنی مکاریوں کی بات کرو۔ تم چاہتے ہو' تمہارا داماد مراد انور شاہ بھائی جان کی تمام جائیداد اور کاروبار کا اکیلا مالک بن جائے۔ اس لیے تم نے اس کے دوسرے بیٹے یعنی میرے داماد کو اور میری بیٹی کو ٹھکانے لگا دیا۔''

''بکواس مت کرو..... اگر میں نے تمہارے داماد کو ہلاک کیا ہے تو پھر میرا داماد کہاں گم ہو گیا ہے؟ کیا میں تم پر شبہ کروں کہ تم نے اسے قتل کرا دیا ہے؟''

''میں ایسی حماقت نہیں کروں گی۔ بھائی جان کو اور مراد انور شاہ کو مجھ سے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تم آستین کے سانپ ہو۔ تمہیں کچل دیا جائے گا۔ آخر کب تک اپنے بل میں چھپے رہو گے؟''

میں نے ان دونوں کو عداوت کے اس مقام پر پہنچا دیا تھا، جہاں وہ ایک دوسرے پر بھروسا نہیں کر سکتے تھے۔ اپنی سلامتی اسی میں سمجھنے لگے تھے کہ دوسرا ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

نائلہ اپنے بیٹے مراد انور شاہ کے ساتھ کراچی چلی گئی تھی۔ فون کے ذریعے اس سے رابطہ رہتا تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہاں اس نے چھوٹی سی کوٹھی کرائے پر لی ہے۔ اس نے دو ہفتے بعد فون پر کہا۔ ''تم وہاں تنہا ہو۔ جب وہاں آؤں گی تو بچے کا خیال ستائے گا کہ وہ کراچی میں تنہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' ہم سب کب تک منتشر رہیں گے؟''

میں نے تسلی دی۔ ''فکر نہ کرو۔ یہ تمام پریشانیاں جلد ہی ختم ہو جائیں گی۔ ہم سب یہاں لاہور میں آرام و سکون سے رہیں گے۔''

لیکن یہی ہوتا آ رہا تھا..... جو سوچتے تھے اور جو کرنا چاہتے تھے وہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے برعکس ہو جاتا تھا۔ نائلہ میرے لیے تھی۔ اس نے مراد سے کہا۔ ''بیٹے! اب تم کچھ روز یہاں تنہا رہو۔ میں تمہارے ڈیڈ کے پاس جا رہی ہوں۔''

وہ میرے لیے شاپنگ کرنے کلفٹن کی طرف گئی تھی ایک گاڑی اسے کچلتی ہوئی گزر گئی۔ میرے دماغ میں یہ بات چیخنے لگی کہ یہ محض حادثہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے پیچھے ڈھکی چھپی پلاننگ ہے۔ مراد روتا پیٹتا ماں کی لاش لے کر لاہور آ گیا۔ اس کا اور پولیس والوں کا یہی خیال تھا کہ گاڑی چلانے والا شراب کے نشے میں مست تھا۔ مراد نے اپنی گاڑی میں اس کا پیچھا کیا تھا۔ فرار ہونے والے کی ڈرائیونگ کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ نشے میں ہے۔ آگے جا کر اس کی گاڑی بلندی سے ساحلی پتھروں پر جا گری تھی۔ بعد میں پوسٹ مارٹم سے پتا چلا تھا کہ اس حادثے کے مرتکب نے شراب پی رکھی تھی۔

مراد انور شاہ کے بیان' پولیس والوں اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے ثابت کر دیا تھا کہ نائلہ کی موت کسی دشمنی کا نتیجہ نہیں ہے۔ وہ واضح طور پر حادثے کا شکار ہوئی تھی۔ میرے رشتے دار سب مجھ سے ہمدردی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس بات پر افسوس کر رہے تھے کہ پہلے میرا ایک بیٹا مارا گیا' اس کے بھائی دلشاد کو قتل کیا گیا اور اب نائلہ بھی حادثے کا شکار ہو گئی تھی۔

نائلہ کے سوئم میں رشتے داروں کا میلہ لگا ہوا تھا۔ یہ سب ہی جانتے تھے کہ میری یادداشت کچھ کمزور ہو گئی ہے لہٰذا وہ اپنا اپنا تعارف کراتے تھے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے کہ وہ مجھ سے زیادہ قریب رہے ہیں اور آئندہ بھی میرے ساتھ ہی رہنا چاہتے ہیں۔ دور تک پھیلے ہوئے خاندان میں جوان عورتیں اور حسین دوشیزائیں بھی تھیں جو زیادہ سے زیادہ میرے قریب رہنے کی کوشش کر رہی تھیں تاکہ میری نگاہِ کرم ان پر ہو۔ نائلہ کی موت نے میری شریکِ حیات کی جگہ خالی کر دی تھی۔ اس جگہ کو پُر کرنے کے لیے سب ہی ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتی تھیں۔

شہناز اور جواد انور شاہ اگرچہ اپنی زمینوں پر تھے۔ نائلہ میری شریکِ حیات تھی۔ اس لیے شہناز کو اور جواد انور شاہ کو اس کے سوئم میں آنا پڑا۔ وہ دونوں دو دن میری کوٹھی میں رہے پھر واپس چلے گئے۔

کچھ دن بعد اطلاع ملی کہ شہناز زہر خورانی کے باعث چل بسی ہے۔ اس نے خودکشی کی تھی یا کسی نے اسے زہر دیا تھا۔ میرے خاندان میں پے در پے اموات ہو رہی تھیں۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے بڑی سختی سے محاسبہ کرنے لگے۔ خاندان کے ایک ایک فرد سے بیانات لینے لگے لیکن وہ واردات کرنے والوں تک پہنچ نہیں پا رہے تھے۔

انہوں نے شہناز کے گھر کی اور خاص طور پر اس کے بیڈروم کی تلاشی لی تھی۔ الماری کھول کر سیف میں سے بہت سی چیزیں نکالی تھیں۔ جن میں دو کروڑ کا چیک بھی تھا۔ مجھ سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو میں نے کہا۔ ''شہناز بہت پریشان تھی' اسے رقم کی ضرورت تھی۔ میں نے اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دو کروڑ کا چیک دیا تھا۔''

میرے متعلق مشہور تھا کہ میں بڑے ٹھنڈے مزاج آدمی ہوں۔ اپنے بہن بھائیوں سے محبت بھی کرتا ہوں۔ دو کروڑ کے چیک نے یہ ثابت کر دیا کہ میں ضرورت کے وقت اپنوں کے کام آیا کرتا ہوں۔ انٹیلی جنس کے ایک افسر

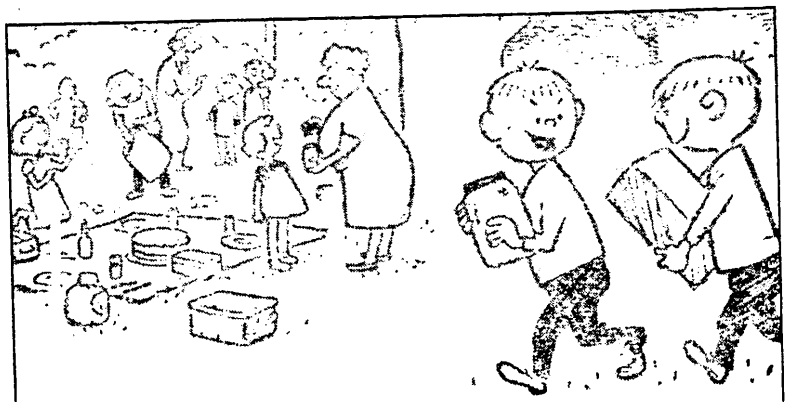

''میں تو پکنک پر چیونٹیوں کا مرتبان بھر کے لایا ہوں..... تم کیا لائے ہو؟''

کہا۔ ''ابھی تک قاتل کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ یہ اندیشہ ہے کہ آپ پر بھی قاتلانہ حملہ ہو سکتا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''میں نے سیکیورٹی کے انتظامات سخت کر دیے ہیں۔ کوئی میری اجازت کے بغیر بنگلے کے اندر نہیں آتا ہے اور نہ ہی مجھ سے ملاقات کر سکتا ہے۔ ہیڈ آفس اور فیکٹری جاتے وقت دو چار گن مین میرے ساتھ رہتے ہیں۔ ایک قابلِ اعتماد ڈاکٹر میری کوٹھی میں رہتا ہے اور وہ تمام کھانے پینے کی چیزوں کا طبی معائنہ کرنے کے بعد مجھے کھانے کی اجازت دیتا ہے۔''

میں نے اطمینان بخش حفاظتی انتظامات کیے تھے لیکن جلد ہی میرا اطمینان غارت ہو گیا۔ ایک دن میں عجلت میں ہیڈ آفس سے فیکٹری کی طرف جا رہا تھا۔ ایک مزدور کام کے دوران زخمی ہو گیا تھا۔ ایسے وقت کوئی مسلح گارڈ میرے ساتھ نہیں تھا۔ میں تنہا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

میں نے اسپتال پہنچ کر اس مزدور کو اور اس کے بیوی بچوں کو تسلیاں دیں۔ ان سے کہا۔ ''جب تک تمہارے زخم ٹھیک نہیں ہو جاتے تم گھر میں آرام کرنا۔ ہم تمہارے علاج کے اخراجات برداشت کریں گے اور تمہاری تنخواہ گھر پہنچتی رہے گی۔''

میں نے اسے دس ہزار روپے دیے۔ وہیں شکیلہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ میری یعنی فرہاد انور شاہ کے دور کی رشتے دار تھی۔ مجھے دیکھتے ہی قریب آ کر بولی۔ ''ہیلو فرہاد بھائی! آپ یہاں کیسے؟''

میں جواب دینا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی وہ بولی۔ ''چلیں۔ کسی لیے بھی آئے ہوں۔ آپ سے ملاقات تو ہو گئی۔ آپ کے آس پاس رشتے داروں کی اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ باتیں کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔''

میں نے کہا۔ ''ہاں، دراصل بات یہ ہے کہ...''

وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولی۔ ''آپ اس سے ملیں۔ یہ میری سب سے چھوٹی سب سے خوبصورت بیٹی ندا ہے۔''

پھر اس نے اپنی بیٹی سے کہا۔ ''ندا! انہیں سلام کرو۔ یہ تمہارے کزن ہیں۔''

اس نے سلام کے بجائے ہائے کہا۔ میں نے ندا کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ وہ بے شک بہت حسین تھی۔ اٹھارہ یا بیس برس کی ہو گی۔ میں نے تعجب سے کہا۔ ''شکیلہ! تم میری کزن ہو۔ یہ تو بچی ہے۔ تمہارے رشتے سے یہ تو میری بھتیجی یا بھانجی ہو گی۔''

وہ ایک ہاتھ سے جیسے مکھی اُڑاتے ہوئے بولی۔ ''چھوڑیں بھی وہ پرانے رشتے۔ اب پرانا رشتہ کہاں رہا؟ مجھے تو تم آنٹی کہو۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے؟ میری ندا کے ساتھ خوب جچ رہے ہو۔''

میں سمجھ گیا' وہ میری مرحوم بیوی نائلہ کی جگہ پُر کرنے کے لیے میرے بڑھاپے کو نظر انداز کر رہی ہے اور اپنی بیٹی کے لیے راستہ ہموار کر رہی ہے۔ بیٹی بھی ماں کی طرح تیز تھی۔ بڑی لگاوٹ سے بولی۔ ''جب تم میرے کزن ہو تو میں رشتے کے حوالے سے بھائی نہیں کہوں گی۔ بھائی صاحب اور بھائی جان کہنا اچھا نہیں لگتا۔ تم مجھے ندا کہنا میں تمہیں فرہاد کہوں گی۔''

شکیلہ نے کہا۔ ''ہماری گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ ہم ٹیکسی

میں یہاں آئے ہیں۔ اچھا ہوا تم سے ملاقات ہوگئی۔ پلیز، ہمیں گھر تک پہنچا دو۔''

ندا نے میرے پاس آکر میرے بازو کو تھام کر کہا۔ ''لنچ کا وقت ہو چکا ہے۔ آج تم ہمارے ساتھ لنچ کرو گے۔''

وہ باہر آکر میری کار میں بیٹھ گئیں۔ بیٹی بڑی تربیت یافتہ تھی۔ وہ میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی شکیلہ نے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''میری ندا کامرکا پڑھ رہی ہے۔ بزنس کے معاملات کو خوب سمجھتی ہے۔ یہ تمہارے لیے بہت ہی ہیلپ فل ثابت ہوگی۔''

میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ندا نے کہا۔ ''میں پہلی ملاقات میں کچھ زیادہ ہی بے تکلف ہو رہی ہوں۔ پلیز، میرے متعلق کوئی غلط رائے قائم نہ کرنا۔ میں چاہوں گی کہ مجھے ملنے جلنے کا موقع دو۔ مجھے اچھی طرح آزماؤ۔''

میں نے کہا۔ ''میں اس قدر مصروف رہتا ہوں کہ کسی سے ملاقات کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔''

اس نے التجا کی۔ ''پلیز، تم چاہو تو میرے لیے تھوڑا وقت نکال سکتے ہو یا پھر مجھ سے ملتے رہنے کی ایک اور صورت ہے۔''

میں نے ڈرائیو کرتے ہوئے اسے کن انکھیوں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ ''تم مجھے اپنی پرسنل سیکریٹری بنا لو... اس طرح میری ذہانت کا اور میری صلاحیتوں کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔''

میں سوچنے لگا۔ اپنے کاروبار کو سنبھالتے ہی میں نے ایسے تمام اسٹاف کو نکال دیا تھا جو ناکارہ اور فراڈ تھے۔ مجھے واقعی ایک پرسنل سیکریٹری کی ضرورت تھی۔ میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ میں تمہاری قابلیت کو آزماؤں گا لیکن ایک شرط ہے۔''

وہ جلدی سے بولی۔ ''میں ہر شرط مان لوں گی۔ بشرطیکہ وہ جائز ہو۔''

''میں کسی سے ناجائز باتیں نہیں کرتا۔ میری شرط یہ ہے کہ آفس میں تم اس طرح بے تکلفی سے گفتگو نہیں کرو گی۔''

''میں تمہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گی' اپنا موبائل دو۔''

''وہ ڈیش بورڈ میں ہے۔''

اس نے ڈیش بورڈ سے میرا موبائل فون نکال کر اپنے نمبر فیڈ کیے پھر میرے نمبروں کو اپنے فون میں محفوظ کر لیا۔ میں نے ان کے اپارٹمنٹ کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے کہا۔ ''میں کھانا تو کیا پانی بھی اس وقت تک نہیں پیتا' جب تک کہ میرا فیملی ڈاکٹر اس کا معائنہ نہیں کرتا۔ تم کل سے آفس آسکتی ہو۔''

ماں بیٹی نے کوئی بحث نہیں کی۔ ان کا بہت بڑا کام ہوگیا تھا۔ آئندہ ندا پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے میرے آفس میں کام کرتی۔ میں نے کار سے نکل کر انہیں رخصت کیا۔ وہ دونوں اپارٹمنٹ کے باؤنڈری گیٹ کی طرف جا رہی تھیں۔ ایسے میں میرے دروازے کی کھڑکی کا شیشہ ایک چھناکے سے ٹوٹا۔ میں نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا پھر فوراً ہی کار کے اندر گھس کر جھکے جھکے کار اسٹارٹ کی۔ ایسے وقت کار کی باڈی پر ایک گولی آکر لگی۔ میں رفتار بڑھا کر فائرنگ کرنے والوں کی رینج سے باہر نکل جانا چاہتا تھا۔

فائرنگ مسلسل ہو رہی تھی مگر گولیاں چلنے کی آوازیں دور ہوتی جا رہی تھیں۔ میں نے انہیں بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ میرا موبائل ڈیش بورڈ میں رکھا ہوا تھا۔ وہاں سے بزر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں ان لمحات میں فون اٹینڈ نہیں کر سکتا تھا۔ آندھی طوفان کی رفتار سے کار چلاتا جا رہا تھا۔ عقب نما آئینے میں دیکھا پیچھا کرنے والے نظر نہیں آرہے تھے۔

اندھا دھند ڈرائیونگ کے بعد یہ ہوش نہیں رہا کہ کہاں پہنچ گیا ہوں؟ دیکھا تو اس وقت میں راوی برج سے گزر رہا تھا۔ بظاہر خطرہ ٹل گیا تھا لیکن اطمینان حاصل کیے بغیر اپنے ہیڈ آفس یا کوٹھی کی طرف واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ میں نے سوچا' آگے جا کر کہیں گاڑی روکوں گا پھر فون کے ذریعے اپنے مسلح گارڈز کو بلاؤں گا۔ یہ بات کسی حد تک سمجھ میں آرہی تھی کہ جواد نے کرائے کے قاتلوں کو میرے پیچھے لگایا ہے۔ مجھے اسی پر شبہ تھا کیونکہ شہناز اور دلشاد جیسے دشمن مارے گئے تھے۔ اب وہی ایک باقی رہ گیا تھا۔

میں خیالوں میں گم تھا۔ شاہدرہ کے ایک محلے میں پہنچ کر کار روک دی۔ لیکن مجھے یوں لگ رہا تھا' جیسے اس جگہ کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ میرے دل نے کہا۔ ''اس علاقے میں ذرا گھوم پھر کر دیکھنا چاہیے۔''

میں نے ڈیش بورڈ سے موبائل فون نکالا۔ اسی وقت اس کا بزر بولنے لگا۔ میں نے بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا تو ندا کی آواز سنائی دی۔ وہ بہت پریشان تھی تقریباً چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔ ''ہیلو... ہیلو فرہاد! یہاں تم پر فائرنگ ہوئی تھی۔ تم کہاں ہو؟ خیریت سے تو ہو ناں؟ پلیز کچھ بولو مجھے اپنی خیریت بتاؤ؟''

میں نے کہا۔ ''میں خیریت سے ہوں۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔''

وہ التجا آمیز لہجے میں بولی۔ ''تم کہاں ہو؟ میں ابھی تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔''

''کیوں میرے حصے کی گولیاں کھانا چاہتی ہو؟ جہاں ہو' وہیں آرام سے رہو۔ کل آفس میں ملاقات ہوگی۔''

میں نے فون بند کیا۔ کار سے باہر آکر ایک دکان والے سے پوچھا کہ اس جگہ کا نام کیا ہے؟ اس نے بتایا' یہ علاقہ شاہدرہ کہلاتا ہے۔ اس نے محلے اور گلی کا نام بھی بتایا۔ میں نے فون کے ذریعے سیکیورٹی افسر کو یہ جگہ بتائی اور کہا۔ ''فوراً ہی دو مسلح گارڈز کو یہاں بھیج دو۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ اس محلے میں ملک سوئیٹ مارٹ کے سامنے میری کار کھڑی ہوئی ہے۔''

سیکیورٹی افسر نے کہا۔ ''سر! ہم آپ کے لیے پریشان ہیں۔ ہمارے بغیر کیوں اتنی دور چلے گئے تھے آپ؟ ہم ابھی آرہے ہیں۔''

میں نے فون کو بند کر دیا پھر گلی کو دور تک دیکھنے لگا۔ مجھے وہاں ایک عجیب سی کشش محسوس ہو رہی تھی۔ میں بے اختیار آگے بڑھا۔ وہاں چھوٹے بڑے رہائشی مکانات تھے۔ میں وہاں سے گزر رہا تھا پھر ایک مکان کے سامنے پہنچ کر اچانک ہی رک گیا۔ اسے دیکھنے لگا۔ اچانک ہی میرے دماغ کے اندر جیسے تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ یوں لگ رہا تھا' اس مکان سے میرا کوئی گہرا تعلق ہے۔ جو اس وقت سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اندر کوئی شخص غصّے سے کہہ رہا تھا۔ ''اے بڑھیا! اگر کل تک کرایہ ادا نہ کیا تو میں تیرا تمام سامان اٹھا کر باہر پھینک دوں گا۔''

کوئی عورت گڑگڑانے کے سے انداز میں کہہ رہی تھی۔ ''مجھے ایک دن کی نہیں' ایک ہفتے کی مہلت دو۔ میں کہیں سے قرض لے کر تمہارا کرایہ ادا کر دوں گی۔''

''مجھے اس مکان کی اچھی قیمت مل رہی ہے۔ میں اسے فروخت کر رہا ہوں۔ تم اپنا کوئی دوسرا ٹھکانا کر لینا مگر میرا کرایہ دیے بغیر تم یہاں سے نہیں جا سکو گی۔''

میں باہر کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ ایک شخص غصّے میں بڑبڑاتا ہوا باہر آیا۔ پتا نہیں اس مکان میں ایسی کیا بات تھی' میرا دل کھنچا جا رہا تھا۔ میں نے اس شخص کو روک کر پوچھا۔ ''کیا آپ یہ مکان فروخت کر رہے ہیں؟''

''ہاں جی، میرا مکان ہے۔ میں فروخت کر رہا ہوں مگر آپ پوچھنے والے کون ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''میں اس مکان کو اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر پسند آگیا تو خرید لوں گا۔''

اس نے کہا۔ ''اس کی قیمت بیس لاکھ روپے لگ چکی ہے۔''

''اگر مجھے پسند آگیا تو میں بائیس لاکھ دوں گا۔''

اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر نرم پڑتے ہوئے بولا۔ ''آؤ باؤ جی! ابھی دیکھو۔''

اس نے مکان کے دروازے پر جا کر آواز دی۔ ''اے ماسی! خریدار آیا ہے میں نے یہ مکان دکھانا ہے۔''

کسی عورت کی آواز آئی ''آجاؤ' دروازہ کھلا ہے۔''

اس دروازے کی دہلیز کو پار کرتے ہوئے اندر قدم رکھا تو میرا دل آپ ہی آپ تیزی دھڑکنے لگا۔ ذہن چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ میں یہاں پہلے بھی آچکا ہوں۔

وہ ماں بیٹی بہت ہی غریب تھیں۔ ایک ہی کمرے میں کرائے پر رہتی تھیں۔ مکان کا باقی حصّہ مقفل رہتا تھا۔ مالک مکان نے باقی دروازوں کے تالے کھولتے ہوئے کہا۔ ''بہت بڑا امکان ہے جی۔ ایک ایک کمرا دیکھ لو۔ کھلا آنگن ہے۔ بجلی' پانی' گیس سب ہی کچھ ہے۔''

میں نے پہلا کمرا دیکھا۔ وہاں کوئی سامان نہیں تھا مگر میرا ذہن کہہ رہا تھا کہ یہ کمرا بیٹھک کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ دوسرے کمرے میں پہنچا تو وہ بھی کچھ جانا پہچانا سا لگا۔ میں نے سر گھما کر دیکھا۔ وہاں ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی۔ میرے سر میں درد ہونے لگا۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ اس مکان کے ساتھ اس عورت کو بھی کہیں دیکھا ہے مگر کہاں یہ یاد نہیں آرہا تھا۔

میں نے مالک مکان سے پوچھا۔ ''آپ نے یہ مکان کب خریدا تھا؟''

اس نے کہا۔ ''او جی یاد نہیں ہے۔ میرے دادا نے کوئی پچاس برس پہلے خریدا تھا۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا اس مکان میں کوئی بوڑھی خاتون رہا کرتی تھیں؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''آپ بھی کیسی بات کرتے ہیں؟ میری عمر دیکھیں۔ جب میرے دادا نے یہ مکان خریدا اس وقت تو میں پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔''

جب میں تیسرے کمرے میں آیا تو میری حالت بیان سے باہر ہوگئی؟ دل اتنی تیزی سے دھڑکنے لگا' جیسے سینے کی دیوار توڑ کر باہر نکل آئے گا۔

سامنے ایک بہت بڑی کھڑکی تھی جو شمال کے رخ پر

کھلتی تھی۔

وہاں ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی پڑی تھی۔ میرا سر چکرانے لگا۔ میں اس چارپائی کے سرے پر بیٹھ گیا۔ نہ جانے کیوں میرے دماغ میں یہ بات پیدا ہوئی کہ شمال سے چلنے والی مقناطیسی ہوائیں خیال خوانی کی لہروں کو دماغوں میں پہنچاتی ہیں۔ ابھی کچھ میری سمجھ نہیں آرہا تھا اور وہاں بیٹھنا چاہتا تھا۔ میں نے جیب سے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ نکال کر مالک مکان کو دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ پانچ ہزار ایڈوانس پکڑو۔ اپنے اسٹیٹ ایجنٹ سے کہو اس مکان کے کاغذات تیار کرے۔ میں یہاں تھوڑی دیر بیٹھنا چاہتا ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''آپ جتنی دیر بیٹھنا چاہیں بیٹھیں۔ اب تو یہ مکان آپ ہی کا ہوا ہے۔ میں ابھی اسٹیٹ ایجنٹ کے پاس جارہا ہوں۔''

وہ جانے لگا۔ میں نے کہا۔ ''سنو... گلی کے نکڑ پر میری گاڑی کھڑی ہوئی ہے۔ ابھی وہاں میرے سیکیورٹی گارڈز آنے والے ہیں۔ جب وہ آجائیں تو ان میں سے کسی کو یہاں بھیج دو۔''

وہ بولا۔ ''ٹھیک ہے جی۔ ایک کرسی بھی بھیج دوں گا آپ یہاں آرام سے بیٹھیں۔''

وہ چلا گیا۔ بوڑھی عورت دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔ ''آپ پریشان نہ ہوں میں یہ مکان خرید رہا ہوں مگر آپ کو یہاں سے کوئی نہیں نکالے گا۔ آپ پر کرائے کی جو رقم قرض ہے اسے میں ادا کروں گا۔ مجھے ایک گلاس پانی پلا دیں۔''

وہ سر جھکا کر چلی گئی۔ میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔ میں پھر اس کمرے کو اور شمال کی طرف کھلنے والی کھڑکی کو دیکھنے لگا۔ بعد میں بھی میری یادداشت واپس آنے والی تھی۔ میں ابھی تجسس میں مبتلا تھا لیکن اپنے قارئین کو مزید الجھانا نہیں چاہتا جو بعد میں معلوم ہوا اسے ابھی بیان کررہا ہوں۔

جو قارئین میری داستان کو ابتدا سے پڑھتے آرہے ہیں اور جنہوں نے اس داستان کی پہلی قسط پڑھی ہے انہیں یاد ہوگا کہ میں چچا اور چچی کے ظلم سے تنگ آکر اپنی پھوپی کے پاس آگیا تھا۔ میری پھوپی جان اسی مکان میں رہتی تھیں۔ ان کی ایک جوان بیٹی بھی تھی۔ انہوں نے مجھے یہ کمرا رہنے کے لیے دیا تھا۔

میں نے ایک رات اس کمرے میں شمال کی جانب کھلنے والی کھڑکی کو پوری طرح کھول دیا تھا اور ایک بڑی سی موم بتی روشن کی تھی پھر اس کے سامنے بیٹھ کر شمع بینی کی مشق شروع کی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی سیکھنے کا پہلا مرحلہ تھا۔

یہ وہی جگہ تھی، جہاں میں نے ٹیلی پیتھی کا پہلا سبق شروع کیا تھا۔ یہ مکان ٹیلی پیتھی کا پہلا مدرسہ تھا اور میں اپنے مدرسے میں واپس آگیا تھا۔ جیسا کہ بیان کرچکا ہوں۔ ابھی گزرے ہوئے دنوں کی کوئی بات مجھے یاد نہیں تھی۔ بس یوں لگ رہا تھا، جیسے یہ مکان میرا جانا پہچانا ہے اور میں اس کمرے میں رہ چکا ہوں۔

میں اس بوڑھی خاتون کو دیکھ کر شاید اسی لیے الجھ گیا تھا کہ میری پھوپی جان بھی ایسی ہی عمر رسیدہ خاتون تھیں۔ ان کی ایک بیٹی کی طرح یہاں بھی اس بوڑھی خاتون کی ایک بیٹی تھی لیکن یہ کوئی پچاس برس پہلے کی باتیں تھیں۔ ان کی بیٹی ان دنوں تقریباً بیس برس کی تھی۔ یعنی مجھ سے صرف دو برس چھوٹی تھی۔ اس حساب سے وہ بھی تقریباً ستر برس کی ہوچکی ہوگی۔

میں خیالوں میں گم تھا۔ ایسے ہی وقت دھیمی سی سریلی سی آواز سنائی دی۔ ''پانی.....!''

میں نے سر گھما کر دیکھا۔ ایک نوجوان لڑکی سر جھکائے کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں پانی سے بھرا ہوا ایک سلور کا کٹورا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''معافی چاہتی ہوں پانی لانے میں دیر ہوگئی۔ امی پر دورہ پڑا ہے۔ میں انہیں سنبھال رہی تھی۔''

یہ سنتے ہی میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے کہا۔ ''ابھی انہیں آرام آگیا ہے۔''

میں ان کے کمرے میں پہنچا۔ اس بڑے کمرے میں دو چارپائیاں تھیں اور ایک بڑا سا صندوق تھا۔ کچھ باورچی خانے کا سامان تھا۔ وہ بوڑھی خاتون ایک چارپائی پر آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔ میری آہٹ سن کر اس نے آنکھیں کھولیں۔

میں نے پوچھا۔ ''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

وہ ذرا سر ہلا کر بولی۔ ''ٹھیک ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''آپ کو کیا ہوا تھا؟''

لڑکی نے کہا۔ ''یہ ذہنی مریضہ ہیں۔ پتا نہیں انہیں کیا ہوجاتا ہے؟ لوگ کہتے ہیں، مرگی کا دورہ پڑتا ہے لیکن میں جانتی ہوں، انہیں صدمات نے بری طرح توڑ دیا ہے۔ ان کا علاج کوئی ماہر نفسیات ہی کرسکتا ہے۔''

وہ میری طرف پانی کا کٹورا بڑھاتے ہوئے بولی ''آپ پانی تو پی لیں۔ ہمارے گھر میں شیشے کا گلاس نہیں ہے۔ یہی ایک کٹورا ہے۔''

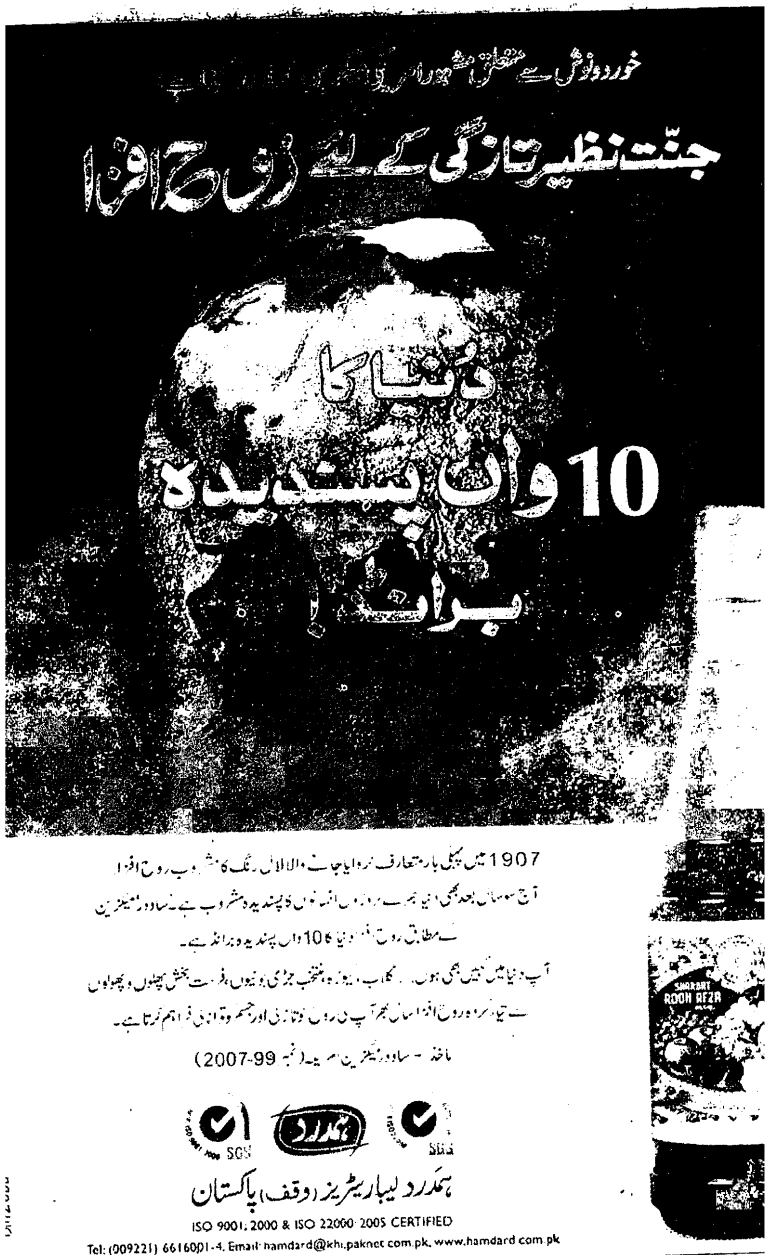

1907 میں پہلی بار متعارف کروایا جانے والا لال رنگ کا مشروب روح افزا
آج سو سال بعد بھی دنیا بھر سے کروڑوں افراد کی پسندیدہ مشروب ہے۔ سیاوور ایسوسی ایٹس
کے مطابق روح افزا دنیا کا 10 واں پسندیدہ برانڈ ہے۔
آپ دنیا میں کہیں بھی ہوں۔ گلاب، کیوڑہ اور منتخب جڑی بوٹیوں سے
تیار کردہ روح افزا سارا سال بھرپور آپ کی روح کو تازگی اور جسم کو توانائی فراہم کرتا ہے۔
ماخذ - سیاوور ایسوسی ایٹس (نمبر 99-2007)
ہمدرد
ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان
ISO 9001: 2000 & ISO 22000: 2005 CERTIFIED
Tel: (009221) 6616001-4. Email: hamdard@khi.paknet.com.pk, www.hamdard.com.pk

محلے کا ایک لڑکا کرسی لے کر آ گیا تھا۔ میں اس کرسی پر بیٹھ گیا پھر کٹورے سے پانی پینے لگا۔ قریب ہی بڑے سے صندوق پر بہت سی کتابیں ترتیب سے رکھی تھیں۔ میں نے اس لڑکی سے پوچھا۔ ''کیا تم اسکول جاتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''پہلے جاتی تھی۔ بارہ جماعتیں پڑھنے کے بعد تعلیم چھوڑ دی۔ ابو اس دنیا سے چلے گئے۔ اب ہم ماں بیٹی سلائی کڑھائی کا کام کرتی ہیں۔''

میں نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''لیکن یہاں تو ایک بھی سلائی مشین نہیں ہے؟''

''بس ایک ہی مشین تھی۔ امی پرچون والے سے آٹا دال اور دوسری ضرورت کی چیزیں لایا کرتی تھیں۔ اس کا ادھار اتنا چڑھ گیا تھا کہ وہ اپنی رقم وصول کرنے کے لیے سلائی مشین اٹھا کر لے گیا ہے۔'' میں نے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

وہ بولی۔ ''فہمی... فہمیدہ....''

میں کرسی سے اٹھ کر اس کے پاس آیا پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''آج سے تم میری بیٹی ہو۔''

اس نے چونک کر بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''میرے پاس بہت کچھ ہے.... بس ایک بیٹی نہیں ہے۔ میں تمہاری ماں اور اپنی بہن کا علاج کراؤں گا اور آئندہ تم اپنی تعلیم جاری رکھو گی۔''

اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔ میں نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ ''ایسا لگ رہا ہے' اس گھر میں آ کر مجھے بہت کچھ ملنے والا ہے۔ میں اس گھر سے گہری وابستگی کیوں محسوس کر رہا ہوں؟ یہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔''

تھوڑی دیر بعد مالک مکان ایک اسٹیٹ ایجنٹ کے ساتھ آ گیا۔ میرا سیکیورٹی گارڈ بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ ''سر! آپ کی کار کا شیشہ ٹوٹا ہوا ہے اور اس کی باڈی میں ہلکا سا ڈینٹ ہے۔ میرا تجربہ کہتا ہے' آپ پر گولیاں چلائی گئی تھیں۔''

میں نے کہا۔ ''میرے ساتھ کیا ہوا یہ بعد میں بتاؤں گا فی الحال مجھے یہ مکان خریدنا ہے۔''

میں نے اپنے ایک وکیل سے رابطہ کرنے کے بعد کہا۔ ''آپ شاہدرہ آ جائیں۔ مجھے ایک پراپرٹی خریدنی ہے۔''

میں نے اسے وہاں کا پتا بتایا۔ اس نے کہا۔ ''میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔''

میں نے فون بند کر دیا۔ اسٹیٹ ایجنٹ نے کہا۔ ''جناب! میں یہ پیپرز لے آیا ہوں۔ آپ کا نام' پتا اور شناختی کارڈ کا نمبر ضروری ہے۔ مجھے لکھوا دیں۔''

میں نے فہمی سے پوچھا۔ ''تمہارا شناختی کارڈ ہے؟''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ میں نے کہا ''لے آؤ۔''

وہ اس صندوق کے پاس گئی۔ جہاں اس کی کتابیں او ضروری چیزیں رکھی تھیں۔ میں نے مالک مکان اور اسٹیٹ ایجنٹ سے کہا۔ ''میں نے اس بچی کو اپنی بیٹی بنایا ہے۔ آ اس کے نام سے خریداری کے کاغذات تیار کریں۔''

ان دونوں نے شدید حیرانی سے مجھے دیکھا۔ مالک مکان نے کہا۔ ''آپ یہاں پہلی بار آئے ہیں۔ ہم نے آ سے پہلے آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔ شاید ان ماں بیٹی کو بھی آ نہیں جانتے۔''

''ہاں، میں نہیں جانتا.... آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟'

''میں کیا کہہ سکتا ہوں جی... بس حیران ہو رہا ہوں بائیس لاکھ کا مکان آپ اس لڑکی کے نام کر رہے ہیں۔ سن کر یقین نہیں آ رہا ہے۔''

''جب کاغذات فہمیدہ عرف فہمی کے نام تیار ہو جا گے اور اس پر آپ سب کے دستخط ہو جائیں گے تو یقی آ جائے گا۔''

دور کھڑی فہمی یہ باتیں سن رہی تھی۔ وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی وہ جیسے چکرا کر ماں کے پاس بیٹھ گئی۔ چکرانے بات ہی تھی۔ بائیس لاکھ کا مکان اس کے نام ہو رہا تھا۔ نے اس کے ہاتھ سے شناختی کارڈ لے کر اسٹیٹ ایجنٹ دیتے ہوئے کہا۔ ''آپ اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں کر لیں اور تمام کاغذات تیار کر لیں۔ میں کل یہاں آ کر پر دستخط کروں گا اور پوری پے منٹ کروں گا۔''

وہ دونوں وہاں سے جانے لگے۔ میں نے ما مکان سے کہا۔ ''یہ ماں بیٹی ابھی میرے ساتھ جا رہی ہی آپ اپنے مکان کو مقفل کر سکتے ہیں۔ میں کل پے کرنے کے بعد یہاں کی چابی لے لوں گا۔''

تھوڑی دیر تک اپنے وکیل کا انتظار کیا۔ جب وہ آ گیا تو میں نے اسے اسٹیٹ ایجنٹ کے پاس پہنچا دیا پھ ماں بیٹی کو اپنے ساتھ کار میں بٹھا کر کوٹھی میں لے آیا۔

میں نے ایک بہت ہی تعلیم یافتہ خاتون کو اپنی کوٹھ گورنس مقرر کیا تھا۔ وہ وہاں کے تمام انتظامات سنبھالتی میں نے اس سے کہا۔ ''میڈم! یہ میری بیٹی فہمیدہ عرف ہے اور یہ اس کی والدہ ہیں۔ یہ دونوں اب اسی کوٹھی

میرے ساتھ رہیں گی۔ آج سے یہاں وہی ہوگا جو میری بیٹی فہمی کہا کرے گی۔''

میں نے اسسٹنٹ منیجر کو بلا کر کہا۔ ''فہمی جس کالج میں داخلہ لینا چاہے' وہاں داخلے کے انتظامات کرو۔ ماہر نفسیات ڈاکٹر اشرف خان سے اپائنٹمنٹ لو۔ وہ میری بہن کا باقاعدہ علاج کریں گے۔''

سیکیورٹی گارڈ ڈرائنگ روم میں میرا انتظار کر رہا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو اس نے کہا۔ ''سر! آپ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا ہے۔ کار پر فائرنگ ہوئی رہی اور آپ کوئی نوٹس نہیں لے رہے ہیں۔ ہم آپ کے سیکیورٹی گارڈز ہیں۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ فائرنگ کرنے والے کون تھے؟''

''میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ وہ کون تھے؟ میں نے کسی کی صورت نہیں دیکھی۔ وہ اپنی گاڑیوں میں مجھ سے بہت دور تھے۔ آئندہ ہمیں بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔ آج نہیں تو کل دشمن ضرور پہچانا جائے گا۔''

یہ بہت بڑی بات تھی کہ انجانے دشمن نے مجھ پر فائرنگ کی تھی اور یہ بات بھی اہم تھی کہ فہمیدہ میری زندگی میں بیٹی بن کر آ رہی تھی اور میں اس کے لیے مکان خرید رہا تھا۔ دراصل وہ مکان ہی سب سے زیادہ اہم تھا۔ میں وہاں کچھ روز رہ کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس مکان سے اس قدر جذباتی وابستگی کیوں ہے؟

ایک ہفتے کے اندر قانونی کارروائی مکمل ہو گئی۔ وہ مکان فہمیدہ کے نام ہو گیا۔ میں نے سابقہ مالک مکان سے کہا۔ ''میں اس محلے کے ایسے بوڑھے لوگوں سے ملنا چاہتا ہوں' جو ساٹھ ستر برس کے ہوں اور انہوں نے پچاس برس پہلے اس مکان کو اندر سے بھی دیکھا ہو۔''

وہ شخص ایک اسی برس کے بوڑھے کو لے آیا۔ اس نے کہا۔ ''اسّی سے ستر برس پہلے ایک خاتون یہاں رہا کرتی تھیں۔ ان کی ایک جوان بیٹی بھی تھی۔''

وہ ان ماں بیٹی کے جو نام بتا رہا تھا وہ بالکل دُرست تھے لیکن مجھے اس وقت یاد نہیں تھا کہ میری پھوپی اور میری پھوپی زاد بہن کے یہی نام تھے۔ اس نے کہا۔ ''اس نیک دل خاتون نے مجھے اپنا بھائی بنایا تھا۔ میں اکثر یہاں آیا کرتا تھا۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تمہیں یاد ہے کہ ان کے گھر میں کون کون سا سامان تھا اور کہاں کہاں رکھا ہوا تھا؟''

''پوری طرح سے یاد نہیں ہے۔ پر میں سوچتا رہوں گا تو یاد آ جائے گا۔''

''میں چاہتا ہوں' اب سے ستر برس پہلے اس مکان میں جو سامان جیسے رکھا ہوا تھا اب اسی طرح گھر کے اندرونی حصّوں میں رکھا جائے۔''

''میں ایک فہرست بنا کر آپ کو دوں گا۔ اگر وہ تمام سامان مل جائے گا تو میں اس گھر کو ستر برس پہلے والا مکان بنا دوں گا۔''

میں نے اسے ایک لاکھ روپے کا چیک لکھ کر دیتے ہوئے کہا۔ ''اسے بنک میں جا کر کیش کرا لیں۔ آپ کے جوان بیٹے یار شتے دار ہوں گے۔ ان کے ذریعے ضرورت کا تمام سامان خرید لیں۔ پیسے کم پڑیں گے تو میں اور دے دوں گا۔''

میں نے اپنی عمر کا اندازہ کیا تھا اور اسی حساب سے یہ جاننا چاہتا تھا کہ جب میں پیدا ہوا تھا اور بچہ تھا تو اس وقت یہ مکان کیسا تھا؟ شاید اس طرح میری یادداشت واپس آ جاتی۔

میں نے اس کے بعد اس بوڑھے شخص کو مزید ایک لاکھ روپے دیے۔ اس نے ایک ہفتے کے اندر ہی اس مکان کو پچاس ساٹھ برس پرانے سامان سے آراستہ کر دیا۔ میں وہاں پہنچا تو ایک ایک کمرے کو دیکھ کر عجیب سی خوشی محسوس ہوئی وہ مکان اور زیادہ اپنا اپنا سا لگنے لگا۔ میں نے اس بوڑھے کا شکریہ ادا کیا۔ اس نے دس ہزار روپے میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ آپ کی رقم میں سے بچ گئے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''یہ آپ کا انعام ہے۔ اسے رکھ لیں۔''

وہ خوش ہو کر چلا گیا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر وہاں کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنے لگا..... پھوپی جان کی زندگی میں جس کمرے میں رہا کرتا تھا اس میں تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ماں کی گود میں پہنچ گیا ہوں۔

میں نے دیکھا چارپائی کے سرہانے جہاں تکیہ رکھا تھا وہیں بڑے سائز کی موم بتیوں کا ایک بنڈل بھی رکھا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس بوڑھے نے وہاں موم بتیاں کیوں رکھی ہیں؟ کیا آج سے ساٹھ ستر برس پہلے اس علاقے میں بجلی نہیں تھی؟

میں نے فیصلہ کیا کہ آج کی رات وہیں گزاروں گا۔ میں نے اپنے اسسٹنٹ منیجر کو فون پر کہا کہ وہ یہاں آ کر میری کار لے جائے۔ کسی سے یہ ذکر نہ کرے کہ میں کہاں ہوں؟

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی اور وہاں آ کر کار واپس لے گیا۔ دشمن میری تاک میں لگے ہوئے تھے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو یہاں میری موجودگی کا علم ہو جائے۔ وہاں میں بالکل اجنبی تھا۔ آس پاس کے مکانوں سے کچھ لوگ ملنے

آئے۔ میں نے ان سے مختصر سی بات چیت کی۔ رات ہوئی تو اسی علاقے کے ہوٹل سے کھانا کھایا پھر مکان میں آ گیا۔

میں تھوڑی دیر تک کھلے آنگن میں ٹہلتا رہا پھر کمروں میں آ کر ایک ایک چیز کو دیکھتا اور سوچتا رہا۔ میری کوشش تھی کہ مجھے کچھ یاد آ جائے۔ کم از کم یہ معلوم ہو جائے کہ اس مکان سے میری جذباتی وابستگی کیوں ہے؟

پھر میں اس کمرے میں آ گیا' جہاں چارپائی کے سرہانے موم بتیاں رکھی تھیں۔ ایک طرف چھوٹی سی میز اور ایک پرانی سی کرسی تھی۔ میں اس کرسی پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ میں کون ہوں؟ کیا ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟

اگرچہ نائلہ نے اپنی زندگی میں مجھے پچھلی زندگی کی تمام باتیں یاد دلائی تھیں۔ میں انہیں تسلیم کرتا تھا کہ میری زندگی میں ایسا ہی کچھ ہو چکا ہے۔ میں ایک ارب پتی بزنس مین ہوں۔ میری ایک دشمن بہن' دو دشمن بھائی اور دو دشمن بیٹے بھی تھے۔ میری وفا شعار بیوی نائلہ مر چکی تھی۔ میں ان تمام باتوں کو تسلیم کرنے کے باوجود اندر سے بے چین رہتا تھا۔ یوں لگتا تھا' جیسے یہ سب کچھ میرا ہوتے ہوئے بھی میرا نہیں ہے۔ نہ بہن بھائی میرے تھے اور نہ اولاد میری ہے۔

ایک خیال یہ بھی آتا تھا کہ میری یادداشت گم ہو چکی ہے۔ اس لیے مجھے اپنے بھی پرائے لگتے ہیں اور موجودہ زندگی کچھ اجنبی سی کچھ پرائی پرائی سی لگتی ہے۔

کچھ دیر بعد مجھے نیند آنے لگی۔ میں نے شمال کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے پٹ کھول دیے پھر بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ بڑا آرام' بڑا سکون مل رہا تھا۔ میرا سر شمال کی طرف تھا اور پاؤں جنوب کی طرف۔ شمال کی طرف سے چلنے والی مقناطیسی ہوائیں' جیسے میرے دماغ کو چھو رہی تھیں..... تھپک رہی تھیں' مجھے نیند آ گئی۔

مقناطیسی ہواؤں کا کچھ تو اثر ہونا تھا۔ میں نے خواب میں اب سے پچاس برس پہلے والے اس مکان کو دیکھا۔ جس کمرے میں سو رہا تھا' وہ کمرا بھی دکھائی دیا۔ صرف اتنا ہی نہیں فرہاد علی تیمور بھی نظر آیا۔ میں اسے نام سے اور چہرے سے نہیں پہچان رہا تھا۔ وہ میرے لیے ایک اجنبی نوجوان تھا۔ اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ وہ بہت ہی بدحال دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے کمرے کی اس کھڑکی کو کھولا جو شمال کی طرف تھی پھر وہاں سے واپس اس بستر پر صرف آیا جہاں میں سو رہا تھا۔ سرہانے موم بتیاں رکھی تھیں۔ اس نے ایک موم بتی اور ماچس اٹھائی۔ اسے سلگا کر ایک تپائی پر رکھا پھر اس موم بتی سے ذرا دور ہو کر فرش پر پالتھی مار کر بیٹھ گیا۔

خواب کی حالت میں میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا' جیسے یہ سب کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ میں فرش پر بیٹھا شمع کی لو کو تک رہا ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی کو سیکھنے کے لیے شمع بینی کی پہلی مشق تھی۔ ان لمحات میں صاف محسوس کر رہا تھا کہ شمال کی طرف سے آنے والی مقناطیسی ہوائیں میرے دماغ کو اور میرے پورے وجود کو چھو رہی ہیں۔

خواب دیکھتے دیکھتے شاید مجھے یاد آ جاتا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور شاید میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ جاتیں مگر خواب کا سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔ اچانک ہی آنکھ کھل گئی تھی۔ باہر شور سنائی دے رہا تھا۔ کوئی دروازہ پیٹ پیٹ کر پوچھ رہا تھا۔ ''شاہ صاحب! نیند سے جاگیں۔ دروازہ کھولیں۔ یہاں چور آئے ہیں۔''

میں نے سامنے والے کمرے میں آ کر کھڑکی کے پٹ کو ذرا سا کھول کر باہر دیکھا۔ وہاں بہت لوگ موجود تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ وہ سب آس پاس رہنے والے لوگ تھے۔ ایک پڑوسی نے کہا۔ ''یہاں دو چور آئے تھے۔ وہ دیوار پھاند کر آپ کے آنگن میں جانا چاہتے تھے۔ چوکیدار نے انہیں دیکھ کر سیٹی بجائی پھر شور مچانے لگا۔ اِدھر کچھ لوگ باہر سو رہے تھے۔ وہ شور سن کر اٹھ گئے لیکن چوروں کو پکڑ نہ سکے۔ ان کے پاس ہتھیار تھے۔ وہ فائر کرتے ہوئے بھاگ گئے۔''

ایک اور نے کہا۔ ''پچھلے چار برس میں کبھی کسی چور نے ہمارے محلے میں آنے کی کوشش نہیں کی۔ آپ کے آتے ہی چور بھی آ گئے۔''

میں نے ناگواری سے پوچھا۔ ''کیا میں نے چوروں کو بلایا تھا کہ وہ میرے گھر چوری کرنے کے لیے چلے آئیں؟''

دوسرے پڑوسی نے کہا۔ ''آپ ناراض نہ ہوں۔ چوروں کو آپ نے نہیں بلایا۔ آپ کی دولت مندی نے بلایا ہے۔''

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولا۔ ''جب سے آپ نے مکان خریدا ہے' تب سے یہاں دن رات آپ کا چرچا ہوتا رہتا ہے۔ اس مکان کی قیمت پندرہ یا سولہ لاکھ سے زیادہ نہیں تھی لیکن آپ نے اسے پائیس لاکھ میں خریدا ہے۔ آپ جس کار میں آتے ہیں' اس کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ اسی لاکھ روپے کی ہے پھر اسٹیٹ ایجنٹ نے بتایا ہے کہ گلبرگ اور ماڈل کالونی میں آپ کی شاندار

کوٹھیاں ہیں اور آپ ایک ارب پتی بزنس مین ہیں۔''

ایک اور شخص نے کہا۔ ''اب آپ ہی بتائیں' جب دن رات اسی انداز میں آپ کی دولت مندی کا چرچا ہوگا تو کیا چور نہیں آئیں گے؟''

ایک اور شخص نے کہا۔ ''باؤ جی! آپ فکر نہ کریں۔''

دوسرے شخص نے کہا۔ ''اور اب تو چوروں کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ یہاں کوئی واردات نہیں کر سکیں گے۔ دوسری بار آئیں گے تو پکڑے جائیں گے۔''

محلے والے تھوڑی دیر تک اسی طرح باتیں کرتے رہے پھر صبح کی اذان ہونے لگی تو سب اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ میں نے بھی اندر آ کر دروازہ بند کر لیا۔ اپنے کمرے میں پہنچا تو مجھے خواب یاد آنے لگا۔ میں نے بستر کے سرہانے دیکھا۔ وہاں بڑے سائز کی موم بتیوں کا بنڈل جوں کا توں رکھا ہوا تھا۔ جبکہ خواب میں کسی اجنبی نے وہاں سے ایک موم بتی اٹھائی تھی اور اسے روشن کرنے کے بعد شمع بینی کی مشق کر رہا تھا۔

میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ کبھی کھڑکی کی طرف اور کبھی فرش کے اس حصے کی طرف جہاں میں نے ایک شخص کو فرش پر بیٹھے دیکھا تھا اور وہ شمع کی جلتی ہوئی لو کو تک رہا تھا۔ کوئی شخص ایسا کیوں کر رہا تھا؟ میں نے یہ خواب کیوں دیکھا؟

خواب کی ان باتوں کو سوچنے کے دوران یوں لگ رہا تھا' جیسے وہ کوئی اجنبی نہیں تھا۔ مگر..... وہ جو کوئی بھی تھا۔ آخر اس خواب کا مقصد کیا تھا؟

مگر مقدر کو ابھی منظور نہیں تھا کہ پچھلی زندگی مجھے یاد آئے یا کم از کم میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ہی واپس آ جائے۔ یہ کاتبِ تقدیر نے لکھ دیا تھا۔ انتظار..... طویل انتظار۔

☆☆☆

عالی اور ایمان علی کی شادی کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ ایمان علی اور اس کے بزرگوں سے کہا گیا تھا کہ وہ پہلے بارات لے کر پیرس آئیں اور نکاح کے بعد عالی کو اپنے ساتھ لے جائیں۔

سونیا' میری بیٹی اور بیٹے سب ہی میری تلاش میں اس ادارے سے باہر نکلنا چاہتے تھے لیکن عالی کو دلہن بنانے کی خاطر وہ کچھ روز کے لیے وہیں رک گئے۔ ایمان علی نے سب کو ولیمے کی دعوت دی تھی۔ یہ طے پایا تھا کہ ولیمہ اٹینڈ کرنے سب حیدرآباد دکن جائیں گے۔ اس طرح ہندوستان کی سرزمین سے میری تلاش شروع کریں گے۔

شادی کی خوشیاں منائی جا سکتی تھیں لیکن اس ادارے میں جشن نہیں منایا جا سکتا تھا۔ ناچنے گانے کی اجازت نہیں تھی اور نہ ہی مایوں اور مہندی وغیرہ کی رسمیں ادا کی جا سکتی تھیں۔ سادگی سے نکاح پڑھایا جاتا۔ اس سلسلے میں بھی یہ طے پایا کہ حیدرآباد دکن جا کر ایمان علی کے ولیمے میں خوب جشن منایا جائے گا۔

سونیا اپنی بیٹی کو دلہن بنا رہی تھی۔ بہت خوش تھی لیکن میرے لیے فکرمند بھی تھی۔ اتنا تو یقین ہو گیا تھا کہ میں جہاں کہیں بھی ہوں' وہاں زندگی کی سانسیں لے رہا ہوں مگر وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں کس حال میں ہوں؟ یقیناً میری یادداشت گم ہو چکی ہے' اسی لیے اس سے اور اپنے بچوں سے رابطہ نہیں کر رہا ہوں۔

وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ میں اپنے ماضی کو اور اپنے آپ کو بھولنے کے بعد نہ جانے کیسی زندگی گزار رہا ہوں گا؟ دوسروں کا محتاج بن چکا ہوں گا۔ اگر جانے انجانے دشمن میرے پیچھے پڑ گئے ہوں گے تو اپنی حفاظت کس طرح کر رہا ہوں گا؟

وہ جلد سے جلد مجھے ڈھونڈ نکالنا چاہتی تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکلنے کے فوراً بعد ہی مجھ تک پہنچ نہیں پائے گی۔ نہ جانے کتنے نشیب و فراز سے اور کتنے آزمائشی مرحلوں سے گزرنے کے بعد مجھے دیکھ پائے گی۔

مجھے دیکھ لینے اور پا لینے کے سلسلے میں بھی قدرتی پابندیاں تھیں۔ وہ میرے قریب نہیں آ سکتی تھی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اگر وہ میرے ساتھ ہوتی تو بابا فرید واسطی کی پیش گوئی دُرست ہو جاتی۔ اس کے ساتھ کچھ اچھا یا برا وقت گزارنے کا موقع نہ ملتا اور میری زندگی تمام ہو جاتی۔ میں ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رُخصت ہو جاتا۔

اس نے یہ عہد کیا تھا کہ میرے قریب نہیں آئے گی۔ دور ہی دور سے مجھے دیکھے گی اور میری نظروں میں آئے بغیر میرے کام آتی رہے گی۔

پارس نے کہا۔ ''مما! آپ کے پاس غیر معمولی مشین ہے۔ کیا آپ نے اس کی اسکرین پر پاپا کو تلاش کیا تھا؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی۔ ''ہاں بیٹے! جب بابا صاحب اور اعلیٰ حضرت کی باتیں سن کر یہ یقین ہو گیا کہ وہ زندہ ہیں تو میں نے مشین کی اسکرین پر انہیں تلاش کیا تھا۔''

پارس نے کہا۔ ''جب وہ زندہ ہیں تو انہیں یقیناً مشین کی اسکرین پر نظر آنا چاہیے۔''

''ہاں مگر وہ نظر نہیں آئے۔ اسکرین ان کے وجود سے ایسے خالی تھی' جیسے اب وہ اس دنیا میں ہی نہیں ہوں۔''

''جب وہ زندہ ہیں تو نظر کیوں نہیں آرہے ہیں؟''

''اب سے بہت پہلے بھی یہی ہوا تھا۔ جب سیارے والے ہماری دنیا میں آئے تھے اور جو جو انہیں اپنی مشین کی اسکرین پر تلاش کررہا تھا مگر انہیں دنیا کے کسی حصّے میں دیکھ نہیں پارہا تھا۔''

پارس نے کہا۔ ''اس وقت صرف اعلیٰ حضرت جانتے تھے کہ پاپا کہاں ہیں؟ آج بھی بابا صاحب اور اعلیٰ حضرت یقیناً جانتے ہوں گے کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟''

''ہمارے وہ بزرگ قدرت کے کچھ رازوں کو جانتے ہیں لیکن ہمیں نہیں بتائیں گے۔ مجھے یقین ہے' تم سب اپنی کوششوں سے اپنے پاپا تک پہنچ جاؤ گے۔''

''مما! یہ سوچ کر دکھ ہوتا ہے کہ آپ ان کے قریب نہیں جاپائیں گی اور آپ کو جانا بھی نہیں چاہیے۔''

وہ سر ہلا کر بولی۔ ''میری اور تمہاری سب ہی کی خواہش ہے کہ تمہارے پاپا ہمارے بعد بھی اس دنیا میں رہیں۔ میں دور ہی دور رہ کر انہیں تلاش کروں گی اور جب معلوم ہوگا کہ تم میں سے کوئی ان کے پاس پہنچ گیا ہے۔ ان کا سراغ مل گیا ہے اور تم سب آئندہ ان کے لیے ڈھال بن کر رہو گے تو میں بابا صاحب کے ادارے میں واپس آجاؤں گی۔ کبھی تمہارے پاپا کا سامنا نہیں کروں گی۔''

بابا فرید واسطی نے سونیا کو بیٹی بنایا تھا۔ اسے دل و جان سے چاہتے تھے۔ اب اس کی بیٹی اعلیٰ بی بی عرف عالی کی شادی ہورہی تھی۔ عالی اور ایمان علی اس اعتبار سے بہت خوش نصیب تھے کہ بابا فرید واسطی نے ان دونوں کا نکاح پڑھایا۔ اعلیٰ حضرت اور اس ادارے کے تمام علمائے کرام نے ان کی خوشحال ازدواجی زندگی کے لیے دعا کی۔ اس خوش نصیب جوڑے کو اپنی دعاؤں کے ساتھ اس ادارے سے رخصت کیا۔ سونیا' الپا' پارس' پورس' ماؤرا اور کبریا دوسرے دن کی فلائٹ سے حیدرآباد پہنچے۔ وہاں انہوں نے دل کھول کر شادی کا جشن منایا۔ میری عارضی دوری سے جو اداسی اور مایوسی چھا گئی تھی' وہ سب دور ہوگئی۔

☆☆☆

تمام اکابرین بابا صاحب کے ادارے سے اچھی طرح متاثر ہوچکے تھے۔ وہ دن رات اس اندیشے میں مبتلا رہتے تھے کہ انہیں غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دیکھا جارہا ہے۔ سیارے والوں کا خاتمہ کرنے اور گریٹ ایشورارا کو اس دنیا سے بھگا دینے کے بعد تقریباً ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اگر یہی غیر معمولی مشین ان کے پاس ہوتی تو وہ اس عرصے میں ہم مسلمانوں کا جینا حرام کردیتے۔ سب سے پہلے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچتے اور انہیں ختم کرنے کی بھرپور کوششیں کرتے۔

ہم ایسا نہیں کررہے تھے۔ وہ حیران تھے کہ ہماری طرف سے مستقل خاموشی کیوں ہے؟ ہم ان کے چھپے ہوئے رازوں کو سمجھ رہے ہوں گے پھر ان رازوں کے ذریعے انہیں بلیک میل کیوں نہیں کررہے ہیں؟

دو چار اکابرین کہیں چھپ چھپا کر ہمارے متعلق باتیں کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ شاید ہم پہنچ جائیں گے تو ان کی باتوں اور سازشوں کے جواب میں کوئی ردِعمل ضرور پیش کریں گے۔

ان کی سوچ کے مطابق کوئی بات سامنے نہیں آرہی تھی۔ وہ رفتہ رفتہ ہماری طرف سے مطمئن ہورہے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے والے بہت گہرے ہیں۔ چپ چاپ ہمارے اہم راز معلوم کررہے ہیں۔ ہماری تمام کمزوریاں معلوم کرکے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب بھی وہ ہمارے خلاف باتیں کریں گے تو پھر ہم ان کا جینا حرام کریں گے۔

وہ اس لیے بھی مطمئن تھے کہ ان کے بہت سے اہم راز بہت ہی کمزوریاں آرمی کے ایسے اعلیٰ افسران اور حکومت کے ایسے اعلیٰ عہدیداران جانتے تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ آرمی کے صرف پانچ یوگا جاننے والے اعلیٰ افسران ہماری نظروں میں تھے۔ ہم انہیں دماغی طور پر کمزور بنا کر ان کے ذریعے دوسرے یوگا جاننے والوں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ سونیا نے عالی اور کبریا کو غیر معمولی مشین کے سامنے بٹھا کر چند اہم اکابرین دکھائے اور ان کی باتیں بھی سنائی تھیں۔ ان دونوں نے خیال خوانی کے ذریعے ان کے چور خیالات پڑھے پھر سونیا سے کہا۔ ''یہ لوگ رفتہ رفتہ یوگا جاننے والے آرمی کے افسران اور حکومت کے اعلیٰ عہدیداران کی تعداد بڑھاتے جارہے ہیں۔ اب ان کے تمام فوجی اور سیاسی راز ان یوگا جاننے والوں تک محدود ہیں۔ آئندہ وہی منصوبے بنائیں گے اور ان پر عمل کریں گے۔ ایسے وقت ہم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہ معلوم نہیں کرپائے گا کہ وہ یوگا جاننے والے کون لوگ ہیں اور انہوں نے کہاں رہائش اختیار کی ہے؟''

سونیا سوچ میں پڑگئی۔ پورس نے پوچھا۔ ''کیا یہ مشین

ہمیں یوگا جاننے والوں تک نہیں پہنچا سکے گی؟''

وہ بولی۔ ''ان تک پہنچنے کے لیے یا تو ان کے تصاویر ہونی چاہیے یا پھر ان کا لب ولہجہ ان کی آواز سنائی دے' تب ہی یہ مشین انہیں پیش کرسکے گی۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ وہ تمام یوگا جاننے والے گونگے بن چکے ہیں۔ کبھی اپنے سائے سے بھی نہیں بولتے ہوں گے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دوسرے سے بات کرتے ہوں گے اور ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس وقت تک ان کے اندر پہنچ نہیں پائے گا جب تک ان کی آواز اور لب ولہجہ نہیں سنے گا۔''

ان کی یہ احتیاطی تدابیر بتا رہی تھیں کہ وہ ہماری غیر معمولی مشین سے پیدا ہونے والے خطرات کو کم سے کم کررہے ہیں۔ کسی پہلو سے بھی ہمارے مقابلے میں کمتر ہونا نہیں چاہتے تھے۔ پوری طرح حفاظتی تدابیر پر عمل کرنے کے بعد ہمارے خلاف دوبارہ ڈھکی چھپی سازشوں کا آغاز کریں گے۔

وہ سیارے والوں کی طرف سے مطمئن ہوگئے تھے۔ یہ مانتے تھے کہ ہم نے گریٹ ایشورارا کو کمزور بنا دیا ہے۔ آئندہ وہ ہماری دنیا میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرسکے گا۔ ہم نے انہیں گریٹ ایشورارا کی غلامی سے نجات دلائی تھی۔ وہ ہماری قوت اور حکمتِ عملی کو تسلیم کرنے کے باوجود ہمارے احسان مند نہیں تھے۔

عالی اور کبریا ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلومات حاصل کررہے تھے۔ وہ آپس میں کہتے تھے کہ انہوں نے عارضی طور پر گریٹ ایشورارا کی غلامی قبول کی تھی ورنہ وہ درپردہ اسے اپنی دنیا سے بھگانے کے انتظامات کررہے تھے اگر بابا صاحب کے ادارے والے انہیں نہ بھگاتے تو آگے چل کر وہ خود ان سیارے والوں کو یہاں سے واپس جانے پر مجبور کردیتے یا انہیں یہیں ختم کرڈالتے۔

ان کا خیال تھا کہ جو کام وہ رفتہ رفتہ کرتے وہ ہم نے ایک جست میں کرڈالا ہے۔ اس طرح ہم نے ان پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ ایک دوسرے سے دشمنی کی کئی وجوہات ہوتی ہیں۔ وجوہات نہ بھی ہوں تو پیدا کرلی جاتی ہیں اور یہ تو قرآن مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ یہودی اور عیسائی کبھی مسلمانوں کے دوست اور خیر خواہ نہیں ہوسکتے۔ ان کی طرف سے شرانگیزی ہوتی رہیں گی۔ اگر انہیں معلوم ہوجاتا کہ میں اپنی یادداشت کھو چکا ہوں' اپنے لوگوں سے بچھڑ چکا ہوں اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے بھی محروم ہوگیا ہوں تو وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی شروع کردیتے۔

انہیں یہ خبر مل چکی تھی کہ اس ادارے کے بانی بابا فرید واسطی ایک طویل عرصے کے بعد واپس آگئے ہیں۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ بابا صاحب روحانیت کے انتہائی درجے تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ان سے رابطہ کرنا چاہیے' ان کا احترام کرنا چاہیے۔ یہ تو ماننا ہی چاہیے کہ جو ادارہ ان دشمنوں کے حواس پر ہمیشہ مسلط رہتا ہے' اسی ادارے کے وہ بانی ہیں لیکن وہ بڑی بے پروائی سے انہیں نظر انداز کررہے تھے۔ بعد میں ان کے ہوش اُڑنے والے تھے۔ آئندہ یہ انکشاف ہونے والا تھا کہ وہ ادارہ پہلے سے زیادہ مستحکم اور ناقابلِ شکست ہوچکا ہے۔ وہ کم از کم بابا صاحب کی زندگی میں اس ادارے کے خلاف کوئی سازش نہیں کریائیں گے۔

عالی اور کبریا ٹیلی پیتھی کے ذریعے مختلف اکابرین کے پاس جارہے تھے اور ان کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ وہ لوگ میرے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے کہ میں کہاں ہوں اور طویل عرصے سے خاموش کیوں ہوں؟ عداوت رکھنے والوں کو میری خاموشی بھی بھاری پڑتی تھی۔ اگر ان سے یہ کہا جاتا کہ میں ایک بار پھر دنیا والوں کی نظروں سے گم ہوگیا ہوں۔ ایک بار پھر مرچکا ہوں تو وہ کبھی یقین نہ کرتے۔

اکابرین میں سے ایک اعلیٰ عہدیدار نے ادارے کے انچارج سے فون کے ذریعے پوچھا۔ ''مسٹر فرہاد علی تیمور کہاں ہیں؟ ہم ان سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔''

انچارج نے کہا۔ ''وہ بات آپ ہم سے یا سونیا سے کرسکتے ہیں۔ مسٹر فرہاد بہت مصروف ہیں۔''

اس نے سونیا سے رابطہ کرنے کے بعد پوچھا۔ ''مسٹر فرہاد کہاں ہیں؟''

''میں فرہاد کی قائم مقام ہوں۔ جو اُن سے کہنا چاہتے ہو' مجھ سے کہو۔''

اس نے کہا۔ ''ہم نے اکثر یہ دیکھا ہے' فرہاد علی تیمور کی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''اگر کوئی طوفان اٹھنے والا ہے تو وہ تمہاری طرف نہیں آئے گا اطمینان رکھو۔''

''میں تمام اکابرین کی طرف سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں سیارے والوں کی طرف سے بالکل ہی بے فکر اور غافل نہیں ہونا چاہیے۔ بے شک وہ گریٹ ایشورارا تمہاری غیر معمولی مشین کے خوف سے یہاں نہیں آئے گا لیکن سیارے سے دوسرے زبردست دشمن آسکتے ہیں اور وہ گریٹ ایشورارا

سے زیادہ خطرناک بھی ثابت ہوسکتے ہیں۔ ایسی کسی ناگہانی آفت سے نمٹنے کے لیے ہمیں مل جل کر کچھ کرنا چاہیے۔''

''جب ہم پر کوئی آفت آتی ہے تو ہم اس سے نمٹ لیتے ہیں۔ تم اپنی بات کرو۔ تم لوگوں نے کئی خلائی اسٹیشن قائم کر لیے ہیں۔ تمہارے پاس بہت ہی حساس رڈارز ہیں۔ کہیں سے بھی آنے والے خلائی جہازوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ہم سے زیادہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ناگہانی آفت بن کر اچانک کس طرح یہاں آسکتے ہیں؟''

''بے شک، ہمیں رڈارز اور خلائی اسٹیشن سے بہت کچھ معلوم ہوسکتا ہے لیکن ماضی میں ایسا بھی ہوا کہ وہ چوری چھپے ہماری زمین پر آئے اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی؟ ہم آئندہ بھی دھوکا کھا سکتے ہیں۔''

''رڈارز اور خلائی اسٹیشن کی زد سے بچ کر آنے والوں کو نہ ہم روک سکتے ہیں نہ تم روک سکتے ہو لہٰذا جو ہوگا' دیکھا جائے گا۔''

''کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ مسٹر فرہاد ہم سے رابطہ کیوں نہیں کر رہے ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''نہ پوچھو.... تمہیں ہر سوال کا جواب مجھ سے مل جایا کرے گا۔ میں بہت مصروف ہوں اس لیے رابطہ ختم کر رہی ہوں۔''

اس نے اپنا فون بند کر دیا۔ ولیمے کی تقریب بخیر خوبی ہو چکی تھی۔

پورس نے کہا۔ ''میں ماؤرا کے ساتھ ممبئی جاؤں گا۔''

پارس نے الپا کے ساتھ دہلی جانے کا ارادہ کیا۔ کبریا نے کہا۔ ''مجھے بہار اور بنگال کی طرف جانا چاہیے۔ اس طرح ہم تینوں بھائی ہندوستان کی تین سمتوں میں پاپا کو تلاش کریں گے۔ مما! آپ کہاں جانا چاہتی ہیں؟''

''میں انہیں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تلاش کرنا چاہتی ہوں لہٰذا پہلے جاپان جاؤں گی۔ اس کے بعد چین' کوریا' ملائشیا' تھائی لینڈ' انڈونیشیا' برما' بنگلہ دیش' پاکستان' افغانستان' ایران یعنی کہ ایشیا کے تمام ممالک میں جاؤں گی۔ اس کے بعد یورپ اور امریکا کا رخ کروں گی۔''

اب سے بہت عرصہ پہلے میں اسی طرح گم ہو گیا تھا اور سونیا نے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مجھے تلاش کیا تھا۔ اس بار بھی وہ یہی طریقہ اختیار کر رہی تھی۔ بہر حال وہ جاپان کی طرف روانہ ہوگئی۔ پارس' پورس اور کبریا ہندوستان کی تین سمتوں میں چلے گئے۔ ممبئی میں ماؤرا کی بہت ہی عالیشان کوٹھی تھی۔ وہ اپنی کوٹھی میں پہنچ کر مسکراتے ہوئے بولی۔ ''مجھے ایسا لگ رہا ہے' جیسے سسرال میں رہنے کے بعد میکے آئی ہوں۔''

پورس نے کہا۔ ''چلو یہ میکا ہی سہی' یہاں چند گھنٹے اچھی طرح آرام کر لو۔ نیند پوری کر لو پھر ہم پاپا کو تلاش کرنے نکلیں گے۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت میرے کام آئے گی۔''

''اگر وہ یہاں نہ ملے تو ہم پونا اور کھنڈالا کی طرف جائیں گے۔''

آدھی رات ہو چکی تھی۔ وہ دونوں تھوڑی دیر بعد سو گئے۔ ماؤرا نے گہری نیند کے دوران خواب میں اپنے مقتول باپ ایشورارا کو دیکھا۔ وہ بہت پریشان نظر آرہا تھا۔ بہت ہی دلبرداشتہ ہو کر کہہ رہا تھا۔ ''میری بیٹی! میری جان! تیری ماں کی موت کے بعد میں کبھی تجھ پر سوتیلی ماں لے کر نہیں آیا۔ ماں بن کر تیری اور دیدار علی کی پرورش کرتا رہا۔ تم لوگوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ ارضی دنیا کے ایک بہت خوبصورت ملک ہندوستان میں تمہاری رہائش کا انتظام کیا۔ تمہارے لیے ہیرے جواہرات کے ڈھیر لگا دیے تاکہ تم بہن بھائی کبھی کسی کے محتاج بن کر نہ رہو۔''

وہ آسمان کی طرف سر اٹھا کر بولا۔ ''آہ....! مگر افسوس تمہارا باپ در در بھٹکتا رہا۔ دشمنوں سے کبھی چھپتا رہا۔ کبھی ان کا مقابلہ کرتا رہا لیکن تو بیٹی ہو کر باپ کی مجبوریوں کا تماشا دیکھتی رہی۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ جسے چاہتی ہے' جسے اپنا لائف پارٹنر بنا رکھا ہے۔ اسی کے ماں باپ نے مجھے قتل کیا ہے۔''

ماؤرا نے کہا۔ ''مجھے غلط نہ سمجھ..... تو غلطیاں کر رہا تھا۔ میں اور دیدار علی تجھے راہِ راست پر لانے کی کوششیں کرتے تھے لیکن تو نے ہماری ایک نہ مانی۔''

''تجھ پر اب تک ان مسلمانوں کا سحر طاری ہے۔ تو کہتی ہے' میں غلطیاں کر رہا تھا۔ کیا یہ غلطی ہے کہ ہم سیارے والے برتری حاصل کرنے کے لیے اس دنیا پر حکومت کرنا چاہتے ہیں؟ کیا اس دنیا کے لوگ ایک دوسرے کے ملک پر حملہ نہیں کرتے؟ ان کی زمینیں نہیں چھینتے؟ وہاں کے حکمران نہیں بنتے؟ جب سب ہی ایسا کرتے ہیں اور کوئی انہیں غلط نہیں کہتا تو تو اپنے باپ کو غلط کیوں سمجھتی ہے؟''

وہ بولی۔ ''ہر انسان اپنے ملک اور اپنی قوم کی حمایت کرتا ہے۔ میرا ملک اور میری قوم وہی ہے' جو میرے شوہر پورس کی ہے اس لیے میں دنیا والوں کی حمایت کرتی ہوں اور تجھے غلط کہتی ہوں۔''

''افسوس! میرے مرنے کے بعد بھی تو میری حمایت نہیں کر رہی ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے کہ

سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلے گا۔ تو مسلمانوں کے خلاف ہماری آلۂ کار نہیں بنے گی لہٰذا جبراً تجھے اپنی تابع دار بنانا ہوگا۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ماؤرا کے دماغ میں زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ حلق پھاڑ کر چیخ نہ سکی۔ زلزلہ پیدا کرنے والے نے خیال خوانی کے ذریعے اس کا منہ بند کر دیا تھا۔ وہ اپنے بیڈ پر تڑپ رہی تھی۔ دوسرے بیڈ پر پورس گہری نیند میں تھا۔ وہ ذرا سی بھی آواز یا آہٹ سنتا تو فوراً اٹھ بیٹھتا۔ ماؤرا کے منہ سے کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ بڑی خاموشی سے تڑپ رہی تھی۔ تکلیف کی شدت کو برداشت کر رہی تھی۔ اس کے اندر آنے والا اسے پوری طرح اپنے قابو میں کر چکا تھا۔ اب وہ سانس روک کر اسے بھگا نہیں سکتی تھی۔ اپنی مرضی سے سر گھما کر پورس کو آواز نہیں دے سکتی تھی۔

ایشورارا تو بہت پہلے مر چکا تھا۔ وہ تو کوئی اور تھا۔ اس نے ماؤرا کو تھپک تھپک کر دوبارہ سلا دیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی تابع دار بنا لیا۔

طویل عرصے کے بعد سیارے والوں کی طرف سے یہ پہلا حملہ ہوا تھا۔ گریٹ ایشورارا سیارے میں واپس جانے کے بعد آرام سے بیٹھ گیا تھا۔ بڑے اطمینان سے منصوبے بنا رہا تھا اور فیوچر ٹیلنگ مشین سے مشورے لے رہا تھا۔ وہ مشین ابتدا سے ہی اسے سمجھاتی آرہی تھی کہ اسے روحانیت کے عالموں سے ہمیشہ کترانا چاہیے ان سے کبھی ٹکرانا نہیں چاہیے مگر وہ اور اس کے دوسرے اہم ماتحت بار بار یہی غلطیاں کر رہے تھے۔ جس کے نتیجے میں شرمناک شکست ہوئی تھی اور اسے سیارے میں واپس جانا پڑا تھا۔

اس بار گریٹ ایشورارا نے کان پکڑے۔ توبہ کی کہ آئندہ اس کے ماتحت ارضی دنیا میں جا کر بابا صاحب کے ادارے اور اس ادارے سے تعلق رکھنے والوں سے دور رہیں گے۔

فیوچر ٹیلنگ مشین نے کہا۔ ''لیکن ارضی دنیا پر حکومت کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمانوں سے ٹکرانا ہی ہوگا۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''ان مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی پشت پر روحانی قوتیں کارفرما رہتی ہیں۔''

''کوئی ضروری نہیں ہے کہ ان سے براہِ راست ٹکرایا جائے۔ ایسے آلۂ کار بنائے جا سکتے ہیں' جن پر انہیں کبھی کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔ ان آلۂ کاروں کے ذریعے ان کی بہت سی کمزوریاں معلوم ہو سکتی ہیں پھر ان کی لاعلمی میں انہیں اپنے راستے سے ہٹایا بھی جا سکتا ہے۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''ہم پہلے بھی کئی آلۂ کاروں سے کام لے چکے ہیں۔ وہ ان مسلمانوں کی نظروں میں آجاتے ہیں۔''

''اگر ان کے ہی گھر کے کسی فرد..... کو فیملی کے کسی ممبر کو آلۂ کار بناؤ گے تو وہ اس پر کبھی شبہ نہیں کریں گے۔''

جب اس پہلو سے سوچا گیا تو گریٹ ایشورارا کو اپنے مقتول ایشورارا کی بیٹی ماؤرا یاد آئی۔ وہ اسے آلۂ کار بنا کر ہمارے بہت سے راز معلوم کر سکتا تھا۔ فیوچر ٹیلنگ مشین نے مشورہ دیا۔ ''ارضی دنیا میں اپنا صرف ایک ماتحت بھیجو۔ وہ ماؤرا کو ٹریپ کرے گا اور اس کے ذریعے فرہاد کی فیملی کے ایک ایک فرد کی کمزوریاں معلوم کر لے گا۔ تمہیں ایک ایک بات معلوم ہو جائے گی کہ اس کا کون سا بیٹا کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے؟ بڑی آسانی سے ان کی تمام مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔''

فیوچر ٹیلنگ مشین نے دوسرا مشورہ یہ دیا کہ یورپ اور امریکا کے اکابرین سے رابطہ نہ رکھا جائے۔ انہیں اپنے زیر اثر لانا ضروری نہیں ہے۔ ان سب کو زیادہ سے زیادہ کمزور بنانا ضروری ہے۔ تیرا جو اکلوتا ماتحت اس زمین پر جائے گا' وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے اندر جگہ بنا جائے گا۔ اپنی آواز اور لب و لہجہ کبھی نہیں سنائے گا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جن جن کے اندر جائے گا' انہی کا لب و لہجہ اختیار کر کے بولے گا۔

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''میں سمجھ گیا... اس طرح وہ مسلمان غیر معمولی مشین کے ذریعے میرے اس اکلوتے ماتحت کو کبھی پکڑ نہیں پائیں گے۔''

''تیرا وہ ماتحت ایک طرف مسلمانوں کو اور دوسری طرف ان اکابرین کو یوں نقصانات پہنچائے گا کہ وہ ایک دوسرے پر شبہ کریں گے۔ اس طرح ان کی عداوتیں بڑھتی رہیں گی۔ وہ لڑتے مرتے رہیں گے اور کمزور سے کمزور تر ہوتے چلے جائیں گے۔''

گریٹ ایشورارا آئندہ ان تمام منصوبوں پر عمل کرنے والا تھا۔ فی الحال اس نے ماؤرا سے ابتدا کی تھی۔ سیارے سے تربالا نامی ایک خاص ماتحت کو زمین پر بھیجا گیا تھا۔ یہ بات اسے اچھی طرح سمجھا دی تھی۔ ''سنو تربالا! اس دنیا میں جا کر نہ کسی کی سننا نہ کسی کو اپنی سنانا۔ زندگی گزارنے کے لیے جو باتیں ضروری ہوتی ہیں صرف وہی باتیں کرنا ورنہ خاموش رہا کرنا۔ کسی پر ذرا بھی شبہ ہو کہ وہ یورپ اور امریکا کی انٹیلی جنس والوں سے تعلق رکھتا ہے یا ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمانوں سے اس کا تعلق ہے تو فوراً وہاں سے میلوں

دور چلے جانا..... وہ ملک ہی چھوڑ دینا۔''

ترہالا نے کہا۔ ''میرے ان داتا! میرے آقا! میں وہاں اس طرح سے رہوں گا کہ مجھے پیدا کرنے والی ماں بھی پہچان نہیں پائے گی۔ اگر یہ دیکھوں گا کہ بدقسمتی سے کسی دشمن کے شکنجے میں آنے والا ہوں تو سب سے پہلے اپنی غیر معمولی مشین کو تباہ کروں گا اور اس کے ساتھ خود فنا ہو جاؤں گا۔''

اس بار سیارے والوں نے رہائش کے لیے پاکستان کا انتخاب کیا تھا۔ ترہالا ایک چھوٹے سے خلائی جہاز کے ذریعے بلوچستان کے ایک ویران ساحلی علاقے میں اترا تھا پھر وہاں سے کراچی چلا آیا تھا۔ پچھلے ایک ماہ میں اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنا شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات بنوائے تھے۔ ایک بزنس مین دیوالیہ ہو رہا تھا۔ اس نے اسے اپنا معمول اور تابع دار بنا کر سہارا دیا پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسی کاروباری قلابازیاں کھائیں کہ وہ دیوالیا ہونے والا بزنس مین لکھ پتی سے کروڑ پتی بن گیا۔

اس طرح ترہالا نے بھی ایک بہت بڑے بزنس مین کی حیثیت سے اپنی شناخت بنالی۔ کوئی اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کسی سیارے سے آیا ہے۔ اس کی غیر معمولی مشین میں ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمانوں اور تمام اکابرین کے ریکارڈز موجود تھے۔ وہ تصویروں اور کوڈ نمبرز کے ذریعے ہمیں باری باری دیکھتا تھا۔ سب سے پہلے اس نے ماؤرا کو دیکھا تھا۔ سیارے سے منصوبہ بنا کر آیا تھا کہ پہلے اسی کو ٹریپ کرے گا۔

پھر اسے اپنی معمولہ اور تابع دار بنانے کے بعد بہت سی معلومات حاصل ہونے لگیں۔ سب سے پہلے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ غیر معمولی مشین سونیا اپنے ساتھ رکھتی ہے اور وہ فرہاد کو تلاش کرنے کے لیے جاپان کی طرف گئی ہے۔ اس نے اسی لمحے میں فیصلہ کر لیا کہ نہ کبھی سونیا کی طرف جائے گا اور نہ کبھی اس مشین کی زد میں آئے گا۔

پھر ماؤرا کے چور خیالات پڑھ کر یہ اہم معلومات حاصل ہوئیں کہ بابا صاحب کے ادارے میں ایسی چار عدد غیر معمولی مشینیں تیار کی جا چکی ہیں۔

اسے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ میں کہیں لاپتا ہو گیا ہوں اور میرے متعلق یقین سے نہیں کہا جا رہا ہے کہ زندہ بھی ہوں یا نہیں؟ اور مجھے میرے اپنے سب ہی لوگ تلاش کرنے نکل پڑے ہیں۔

اسے سب سے اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ بابا صاحب کے ادارے کے بانی بابا فرید واسطی طویل مدت کے بعد اپنے ادارے میں واپس آ گئے ہیں اور وہ بڑی کرامات والے ہیں۔ آئندہ کوئی دشمن اس ادارے کے یا مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خلاف کوئی سازش کرے گا تو شرمناک شکست کھائے گا۔ ذلت اٹھائے گا اور بے موت مارا جائے گا۔

اس نے کیمونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا۔ اسے وہ تمام اہم باتیں سنائیں۔ وہ بولا۔ ''یہ فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے کہ ہم بابا صاحب کے ادارے کی طرف رخ نہیں کریں گے۔ اگر اس ادارے کے بانی کہیں سے تشریف لائے ہیں تو ہمیں اور زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔ موت ہر لمحہ ہر شخص کے ساتھ چلتی رہتی ہے۔ بس یہی سمجھتے رہنا کہ وہ روحانیت کا علم جاننے والے ہر لمحہ تمہارے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ تم ان کے خلاف کوئی سازش کوئی حرکت کرو گے تو وہ تمہیں دوسری سانس لینے کی مہلت نہیں دیں گے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ فرہاد کیسے لاپتا ہو گیا ہے؟ تعجب ہے کہ اس کے اپنے لوگ اسے تلاش کر رہے ہیں پھر تو وہ یقیناً مر چکا ہو گا۔ اس مشین کو اگر تم کسی طرح حاصل کر لو یا اس سے کسی طرح چھین لو تو یہ تمہارا بہت بڑا کارنامہ ہو گا لیکن اس طرح کہ کبھی سونیا کی نظروں میں نہ آنا۔ یہ اچھی طرح یاد رکھو اگر کبھی اس مشین کی اسکرین پر نظر آؤ گے تو وہ تمہارا آخری وقت ہو گا۔''

ترہالا نے کہا۔ ''میں یہ کہنا بھول گیا کہ بابا صاحب کے ادارے میں پہلے ہی چار عدد غیر معمولی مشینیں تیار ہو چکی ہیں۔''

''یہ مسلمان بہت ہی ذہین اور خطرناک لوگ ہیں۔ ہم نے یہ دانشمندانہ فیصلہ کیا ہے کہ ان سے دور رہ کر ہی وہاں اپنی حکومت قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ تم خاموش رہ کر کسی سے چھیڑ چھاڑ کیے بغیر بہت سی اہم معلومات حاصل کر رہے ہو۔ آئندہ بھی ہمیں بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔ فی الوقت سونیا بہت اہم ہے۔ فرہاد لاپتا ہو چکا ہے اور وہ اسے ڈھونڈ نہیں پا رہی ہے۔ جلد ہی یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ مر چکا ہے۔ اگر سونیا بھی مر جائے گی تو ہمیں دو بہت خطرناک دشمنوں سے نجات مل جائے گی۔''

''کیا اس کا کام تمام کرنے کا حکم مجھے دے گا؟''

''ہاں، اسے بہت ہی سوچی سمجھی پلاننگ کے مطابق ٹھکانے لگانا ہو گا۔ تو اسے ٹریپ کرے گا لیکن اس کی مشین کی اسکرین پر کبھی نظر نہیں آئے گا۔ اپنے آلۂ کار اس کے پیچھے لگائے گا لیکن ان آلۂ کاروں کے اندر تو اپنی آواز اور لب و

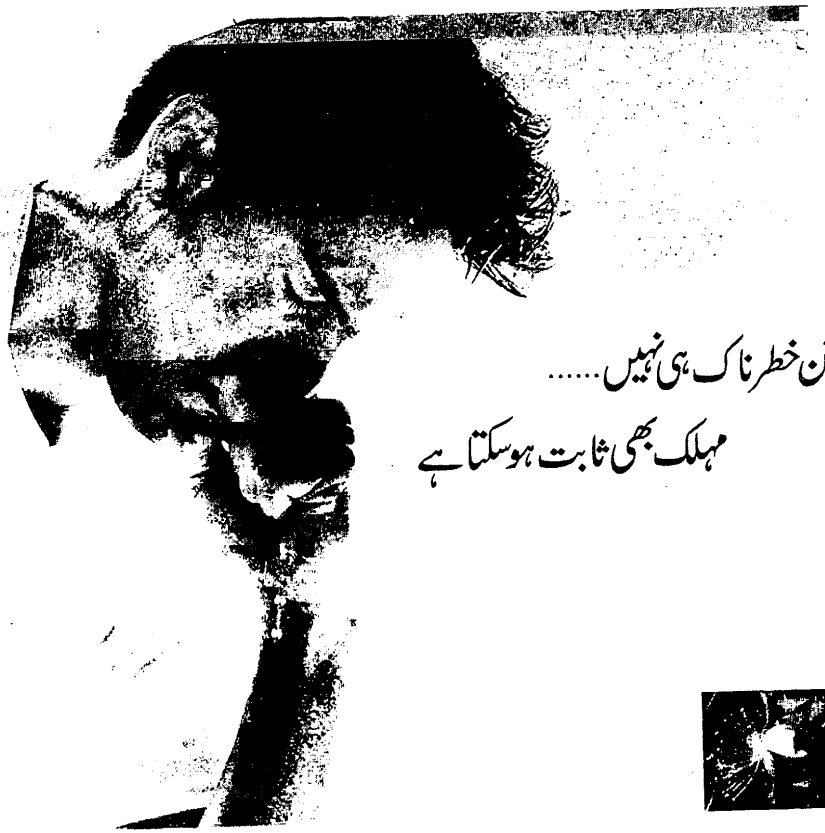

ڈپریشن خطرناک ہی نہیں.....

مہلک بھی ثابت ہوسکتا ہے

Pressure Stress Dead line

لیکان

مایوسی اور اداسی سے نجات

ڈپریشن (یاسیت) ایک نفسیاتی مسئلہ ہے جس میں کوئی بھی عام فرد کسی نہ کسی درجہ مبتلا رہتا ہے ہمارے ہاں اسے عموماً سے بیماری نہیں سمجھا جاتا۔ اس کی مختلف علامتیں ہیں مثلاً ذہن ہر وقت تناؤ کا شکار رہتا ہے کوئی انجانا خوف یا پریشانی سوار رہتی ہے جس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں ہوتی، مزاج میں اداسی، کام میں دل کا نہ لگنا، طبیعت میں چڑچڑا پن، نقصان کا اندیشہ یا موت کا خوف اس کی اہم علامات ہیں۔ لیکان ڈپریشن سے متعلق مسائل کا بہترین حل ہے۔ لیکان دنیا کی مشہور ہربل دوا St! Jhon's Wort (Hypericum perforatum) سے حاصل شدہ جز ہے جو بہترین نتائج کے ساتھ ساتھ نہ صرف مضر اثرات سے محفوظ ہے بلکہ صحت یابی کے بعد مریض اس کا عادی نہیں ہوتا۔

SCHWABE

AVAILABLE AT ALL LEADING MEDICAL & HOMEOPATHIC STO

Dr. Hamid General Homoeo (Pvt.) Ltd.
KARACHI : Tel : 2628754, 2211895 LAHORE : Tel : 6304657, 6363664

A researched product of
Dr. Willmar Schwabe, Germ

لہجے میں کبھی نہیں بولے گا۔ ایسی ہنرمندی سے چالیں چلے گا تو وہ کبھی سمجھ نہیں پائیں گے کہ کون ان سے دشمنی کررہا ہے؟ وہ کبھی تیرا سراغ نہیں لگاسکیں گے۔''

ترہالا نے کہا۔ ''اب میں یورپ اور امریکا کے اکابرین کی رپورٹ پیش کررہا ہوں۔ میں اس ایک ماہ کے اندر درجنوں اعلیٰ افسران اور اعلیٰ عہدیداروں کے اندر پہنچ چکا ہوں۔ ان سب کے خیالات پڑھنے کے بعد ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ انہوں نے یوگا جاننے والے اعلیٰ افسران کی ایک بہت بڑی ٹیم بنائی ہے۔ ان کے تمام اہم راز اب ان یوگا جاننے والوں کی تحویل میں ہیں۔ ہم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔ نہ ان کے اہم رازوں کو اور اہم معاملات کو سمجھ پائے گا۔''

''کیا تم ان یوگا جاننے والوں تک پہنچنے کی کوشش کررہے ہو؟''

''ہاں، میں بہت کوشش کررہا ہوں لیکن یوگا جاننے والوں کی پوری ٹیم جیسے گونگی بہری بن گئی ہے۔ وہ لوگ اپنے اکابرین کے اندر خیال خوانی کے ذریعے آتے ہیں لیکن ان ہی کے لب ولہجے میں بولتے ہیں۔ اپنی آواز اور لب ولہجہ نہیں سناتے ہیں۔ اس طرح میں انہیں اپنی مشین پر سیچ نہیں کر پاتا ہوں۔''

''پھر تو مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اپنی خیال خوانی کے ذریعے اور غیر معمولی مشین کے ذریعے ان یوگا جاننے والوں کی ٹیم تک نہیں پہنچ پاتے ہوں گے۔''

''بے شک، وہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہ سمجھ نہیں پاتے ہوں گے کہ وہ کس وقت کس منصوبے پر عمل کررہے ہیں؟''

''پھر تو یہ تمہارے لیے سنہری موقع ہے۔ بڑی سہولت سے سوچ سمجھ کر سونیا تک پہنچنے کی کوشش کرو اور اس پر حملے کراؤ۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ اکابرین کی طرف سے دشمنی ہورہی ہے۔ ہم پر کبھی شبہ نہیں ہوگا۔ انہیں یقین ہوگیا ہے کہ سیارے سے کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ انہیں اسی خوش فہمی میں مبتلا رہنا چاہیے۔''

ترہالا اپنے گریٹ ایشورارا کے حکم کے مطابق عمل کرنے لگا۔ اس نے ماؤرا کے اندر پہنچ کر معلوم کیا کہ سونیا جاپان پہنچ چکی ہے یا نہیں؟

اس کی سوچ نے بتایا کہ ابھی پندرہ منٹ پہلے پورس نے فون کے ذریعے اپنی مما یعنی سونیا کی خیریت دریافت کی تھی اور اس نے جواباً کہا تھا کہ وہ ہانگ کانگ کے ایرپورٹ پر ہے اور ابھی ایک فلائٹ کے ذریعے جاپان کی طرف جا رہی ہے۔ وہ فلائٹ اسے ٹوکیو پہنچائے گی۔

پورس نے کہا۔ ''مما! کبھی کبھی فون سے رابطہ کرنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ سگنل نہیں ملتے۔ آئندہ ماؤرا خیال خوانی کے ذریعے آپ کے اندر آیا کرے گی اور آپ سے باتیں کرے گی۔ اس طرح ہمیں ایک دوسرے کی خیریت معلوم ہوتی رہے گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''وہ میری بہو ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہ جب چاہے میرے پاس آکر مجھ سے بات کرسکتی ہے اور تم سب کو میری خیریت سے آگاہ کرسکتی ہے۔ اب میں فون بند کررہی ہوں۔ فلائٹ کا وقت ہوچکا ہے۔''

ترہالا نے اپنی مشین کو آن کیا۔ مشین میں سونیا کے کوڈ نمبرز پنچ کرنے کے بعد صرف آڈیو سسٹم کو آن کیا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی کیونکہ سونیا جہاز میں تھی۔ آس پاس کوئی جان پہچان والا نہیں تھا۔ اس لیے کسی سے بات نہیں کررہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک ایرہوسٹس سے کولڈ ڈرنک طلب کررہی تھی۔ اس طرح یہ یقین ہوگیا کہ وہ جہاز کے اندر ہے اور آئندہ ٹوکیو پہنچنے تک اپنی مشین کو نہ آن کرے گی، نہ آپریٹ کرے گی۔

یہ یقین ہوتے ہی اس نے مشین کو آن کیا۔ ویڈیو سسٹم کے آن ہوتے ہی سونیا اسے ایک طیارے کے اندر دکھائی دینے لگی۔ وہ اس کے ذریعے وہاں کے دوسرے مسافروں کو دیکھنے لگا۔ وہ کھڑکی کے ساتھ والی سیٹ پر تھی اور اس کے ساتھ والی سیٹوں پر ایک مرد اور ایک عورت بیٹھے تھے۔ وہ سب ہی ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے۔

اس نے مشین کو آپریٹ کیا پھر اس عمر رسیدہ خاتون کی آنکھوں کے کلوز پر گیا۔ جو سونیا کے برابر بیٹھی ہوئی تھی۔ پوری اسکرین پر اس خاتون کی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ ترہالا ان آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کا نام ششما کپور تھا۔ اس کا پتی رمیش کپور ٹوکیو کی ایک فرم میں فیلڈ منیجر تھا۔ وہ میاں بیوی وہاں ایک اپارٹمنٹ میں رہتے تھے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ انہوں نے اچھی خاصی دولت کمائی تھی۔ بہت خوشحال تھے۔ مگر مگر کی سیر کرتے تھے۔ زندگی میں کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ بس ایک اولاد کے لیے ترستے رہتے تھے۔ وہ میاں بیوی دل کے بہت اچھے تھے۔

ششما کپور نے سونیا کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ

بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''میرا نام ششما کپور ہے۔''

سونیا نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''میرا نام سونیا امبر ہے۔ تم نام سے ہندوستانی لگتی ہو۔ کیا گھومنے پھرنے جاپان جارہی ہو؟''

''نہیں، وہاں ہماری مستقل رہائش ہے۔ اپنے پتی کے ساتھ ایک اپارٹمنٹ میں رہتی ہوں۔ تم کس لیے وہاں جارہی ہو؟''

سونیا نے کہا۔ ''میرے شوہر لاپتا ہوگئے ہیں۔ ایک ہفتے پہلے جاپان گئے تھے پھر کہیں گم ہوگئے۔ ان کے موبائل فون سے بھی رابطہ نہیں رہا ہے۔ میں پریشان ہوکر انہیں ڈھونڈنے نکلی ہوں۔''

ترہالا ایسے وقت ششما کپور کے ذہن پر مسلط ہوگیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق کہنے لگی۔ ''یہ سن کر افسوس ہورہا ہے۔ میں بھگوان سے پرارتھنا کروں گی کہ جاپان پہنچتے ہی تمہارا پتی تمہیں مل جائے۔ بائی داوے، تم رہو گی؟''

''کسی ہوٹل میں قیام کروں گی۔''

''پتا نہیں اسے ڈھونڈنے میں کتنا عرصہ لگے گا؟ ٹوکیو شہر بہت مہنگا ہے۔ ہوٹلوں کا کھانا بھی اپنے مزاج کے مطابق نہیں ہوتا۔ کھانے پینے کی چیزیں بھی بہت مہنگی ہیں۔''

''کیا کیا جائے؟ وہاں جو بھی اخراجات ہوں گے میں برداشت کروں گی۔''

''اگر تم چاہو تو میرے اپارٹمنٹ میں رہ سکتی ہو۔ ہم صرف دو میاں بیوی ہیں۔ ہمارے دو بیڈروم فاضل ہیں۔ ایک بیڈروم میں تمہارا گزارہ ہوجائے گا۔''

سونیا نے مسکرا کر بڑی محبت سے کہا۔ ''تمہاری آفر میں بہت کشش ہے۔ میری بہت سی مشکلیں آسان ہوجائیں گی لیکن میں تم لوگوں پر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔''

''خود کو بوجھ نہ سمجھو۔ ہم ایک دوسرے کو کمپنی دیں گے۔ ہمارا وقت اچھا گزر جائے گا۔''

''تمہارے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ کھانے پینے کے معاملے میں بھی بوجھ بنوں گی۔''

''تم خوامخواہ خود کو بوجھ کہہ رہی ہو۔''

سونیا نے کہا۔ ''لیکن میں ایک ہی شرط پر تمہارے ساتھ رہنا چاہوں گی۔''

''مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔ بولو کیا چاہتی ہو؟''

''میں ایک پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہوں گی اور کھانے کا بل ادا کروں گی۔''

ششما نے کہا۔ ''یہ تو سراسر زیادتی ہے۔ میں پیار محبت سے تمہیں اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہوں۔ ایسا کرو، تم مجھے اپنی بڑی بہن بنالو۔ مجھے دیدی کہا کرو۔ اس رشتے سے تم سے ایک روپیا بھی نہیں لوں گی۔ بولو منظور ہے؟''

سونیا نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔ ''تم بہت اچھی ہو مجھے تمہاری باتیں منظور ہیں۔''

ترہالا نے مطمئن ہوکر اپنی مشین کو بند کردیا۔ آئندہ سونیا کو اسکرین پر دیکھنا ضروری نہیں تھا۔ وہ ششما اور اس کے شوہر کے ذریعے اس پر نظر رکھ سکتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ ایسے ہی طریقہ کار کے مطابق عمل کرتا رہے گا تو سونیا کو کبھی کسی قسم کا شبہ نہیں ہوگا۔ وہ بڑی ذہانت سے خوب سوچ سمجھ کر کامیابیاں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کامیابی تو یہ ہوتی کہ وہ سونیا کو اس مشین سے محروم کردیتا۔

اس نے سوچا، اس مقصد کے لیے مناسب موقع کا انتظار کرے گا۔ جب یہ یقین ہوجائے گا کہ وہ مشین کو چرا کر لے جاسکتا ہے اور کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔ تب وہ اپنی تدبیر پر عمل کرے گا۔

اس کی دوسری کامیابی یہ ہوگی کہ وہ سونیا کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ اس کے لیے مناسب موقع کا انتظار کرنا ضروری تھا۔ وہ اس مقصد کے لیے یورپ یا امریکا کے کسی شخص کو اپنا آلۂ کار بنانا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا، اگر اس کے وہ آلۂ کار سونیا کو قتل کرنے میں ناکام رہتے تو یہ بات سامنے آتی کہ یورپ اور امریکا والے ہی اس کی جان کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔

ششما کا پتی رمیش کپور امریکن فرم میں فیلڈ منیجر کی حیثیت سے کام کررہا تھا۔ ترہالا اس کے اندر رہ کر وہاں کے امریکی اعلیٰ عہدیداروں کے اندر پہنچنے لگا۔ انہیں پرکھنے اور سمجھنے لگا کہ ان میں سے کتنے لوگوں کو اپنا آلۂ کار بنا سکتا ہے؟

ان سب کے چور خیالات پڑھتے رہنے کے بعد پتا چلا کہ وہاں امریکن انٹیلی جنس کے دو جاسوس ہیں۔ وہ جاپان کے حکومتی امور میں دلچسپی لیتے ہیں اور اندرونی راز معلوم کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ ترہالا نے طے کرلیا کہ جب وہ رات کو اپنے معمول کے مطابق کھانے اور شراب پینے کے بعد سو جائیں گے تو وہ انہیں اپنا معمول اور تابع دار بنالے گا۔

دوسری طرف سونیا نے ٹوکیو پہنچتے ہی فون کے ذریعے الپا سے کہا۔ ''فوراً میرے اندر چلی آؤ۔''

وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر پہنچ کر بولی۔ ''یس مما! میں حاضر ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''میرے خیالات پڑھتی رہو۔ تمہیں

بہت کچھ معلوم ہوگا۔ اس کے بعد باتیں ہوں گی۔''

الپا نے تھوڑی دیر تک خیالات پڑھنے کے بعد کہا۔ ''میں سمجھ گئی آپ ششما کپور کے اپارٹمنٹ میں پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہنے جا رہی ہیں اور ان کے بارے میں تفصیلی معلومات چاہتی ہیں۔ آپ ششما سے باتیں کریں میں اس کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچوں گی پھر بہت کچھ معلوم کروں گی۔''

سونیا ٹوکیو ایرپورٹ سے ششما کے ساتھ اس کے اپارٹمنٹ کی طرف جا رہی تھی اور اس سے باتیں کر رہی تھی۔ الپا اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھتی رہی پھر اس کے ذریعے اس نے رمیش کپور کے اندر جگہ بنائی اس کے خیالات بھی پڑھے۔ وہاں جو ملازمہ تھی اس کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کیا۔

پھر اس نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ ''مملا یہ پتی پتنی بہت شریف اور نیک دل ہیں۔ ملازمہ بھی ان کی طرح سیدھی سادی عورت ہے۔ یہ آپ سے نہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ نہ دھوکا دے رہے ہیں۔ نہ انہوں نے کسی غلط ارادے سے آپ کو پیئنگ گیسٹ بنایا ہے۔ آپ ان پر بھروسا کر سکتی ہیں اور ششما کپور کو بڑی بہن مان کر دیدی کہہ سکتی ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''تمہیں ان پتی پتنی کے اندر آتے جاتے رہنا چاہیے اور کبھی کبھی دیر تک ان کے پاس رہنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے' کوئی چھپ کر وہاں آتا ہو۔ کبھی نہ کبھی وہ بولے گا تو حقیقت سامنے آ جائے گی۔''

'معلوم ہوتا ہے' آپ کی چھٹی حس آپ کو الرٹ کر رہی ہے؟''

''ہاں، یہی بات ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ آج تک انہوں نے ہندوستان سے کسی رشتے دار کو بلا کر اپنے اپارٹمنٹ میں نہیں رکھا۔ میں ان کے لیے بالکل اجنبی ہوں پھر یہ مجھے کیوں اتنی اہمیت دے رہے ہیں؟''

''ٹھیک ہے مما! میں ان کے اندر دیر تک رہا کروں گی۔ اگر یہاں کوئی دشمن چھپا ہوا ہے تو اسے ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کروں گی۔''

وہ لاکھ کوشش کرنے کے باجود تر بالا تک نہیں پہنچ سکتی تھی کیونکہ وہ اب ششما اور رمیش کپور کے اندر نہیں جاتا تھا۔ کبھی کبھی ملازمہ کے اندر آ کر ان سب کے بارے میں معلوم کرتا تھا۔ اس امریکن فرم میں دو جاسوس تھے' جنہیں وہ اپنا معمول اور تابع دار بنا چکا تھا۔ اسے یہ معلوم ہوا کہ سونیا' اس غیر معمولی مشین کو اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ باہر جاتے وقت بھی اسے اپارٹمنٹ میں چھوڑ کر نہیں جاتی۔ کوئی بھی چیز ہو اسے چوبیس گھنٹے اپنے ساتھ لگا کر نہیں رکھا جا سکتا۔ کم از کم ٹائلٹ جاتے وقت تو وہ مشین کمرے کے اندر پڑی رہتی تھی۔ ایسے وقت تر بالا نے ایک امریکی جاسوس کو وہاں پہنچا دیا۔

اس وقت رمیش کپور ڈیوٹی پر تھا۔ ششما اپنی ملازمہ کے ساتھ کچن میں مصروف تھی۔ جاسوس نے بڑی رازداری سے اپارٹمنٹ میں داخل ہو کر سونیا کے کمرے میں پہنچ کر اس بریف کو دیکھا پھر فوراً ہی اسے اٹھا کر چلتا بنا۔ وہ باتھ روم میں تھی۔ اسے پتا نہ چلا کہ کون کب آیا اور بریف کیس کیسے اٹھا کر لے گیا؟

وہ جاسوس دو ہفتے قبل امریکا میں تھا۔ وہاں رہ کر سیارے والوں کے متعلق بہت کچھ سن چکا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ان کے پاس ایسی غیر معمولی مشین ہے' جس کے ذریعے وہ کسی کے دماغ میں کسی کے بھی گھر میں پہنچ جاتے ہیں اور اس مشین کی اسکرین پر انہیں واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ غیر معمولی مشین سائز میں بہت چھوٹی ہے' بریف کیس کی صورت میں ان سیارے والوں کے پاس رہتی ہے اور اب وہ سونیا کے ہاتھ لگ گئی ہے۔

جاسوس نے اس بریف کیس کو کھول کر دیکھا تو یہ سمجھ نہیں پایا کہ اس مشین کو کس طرح آپریٹ کیا جاتا ہے؟ لیکن اسے یقین ہو گیا کہ یہ وہی غیر معمولی مشین ہے اور اسے امریکی سائنسداں ہی سمجھ پائیں گے لہٰذا وہ اس بریف کیس کو لے کر پہلی فلائٹ سے امریکا کی طرف روانہ ہو گیا۔

ادھر سونیا باتھ روم سے باہر آئی تو پہلے اس نے بریف کیس کی طرف توجہ نہیں دی۔ وہ غسل کرنے کے بعد ہیئر ڈرائیر کے ذریعے بالوں کو خشک کرتی رہی۔ باہر جانے کے لیے لباس پہنا پھر بریف کیس کی طرف توجہ دی تو دل دھک سے رہ گیا۔ جہاں اسے رکھا تھا' وہاں وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی یادداشت کمزور نہیں تھی۔ وہ چھوٹی سی چھوٹی بات کو بھی یاد رکھتی تھی۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے بریف کیس کو وہیں سرہانے والی میز پر رکھا تھا۔

پھر بھی اس نے کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ کوئی اسے اٹھا کر لے گیا ہے۔ اس نے فوراً ہی الپا کو اپنے اندر بلایا پھر کہا۔ ''وہ غیر معمولی مشین میرے کمرے سے کوئی لے گیا ہے۔ تم فوراً ان پتی پتنی اور اس ملازمہ کے خیالات پڑھو۔''

الپا چلی گئی۔ سونیا اپنے سفری بیگ میں ضروری سامان رکھنے لگی۔ اس نے خطرہ محسوس کر لیا تھا۔ یہ سمجھ گئی تھی کہ دشمن اس کی تاک میں ہیں' جو اتنی رازداری سے بریف کیس لے جا سکتے ہیں۔ وہ اس اپارٹمنٹ میں اسے قتل بھی کر سکتے ہیں لہٰذا اب وہاں نہیں رہنا چاہیے۔

الپا نے آ کر کہا۔ ''رمیش ڈیوٹی پر ہے۔ ششما اپنی ملازمہ کے ساتھ کچن میں مصروف ہے۔ وہ تینوں اس بات سے لاعلم ہیں کہ تمہارا بریف کیس چرایا گیا ہے۔ وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتے۔''

سونیا نے کہا۔ ''تعجب ہے۔ کسی کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس بریف کیس کی اہمیت کیا ہے اور کسی کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ یہاں میرے کمرے میں رکھا ہوا ہے؟''

الپا نے کہا۔ ''میں نے امریکن فرم کے کتنے ہی اعلیٰ عہدیداروں کے خیالات پڑھے تھے۔ اب پھر ان کے اندر جا رہی ہوں۔ شاید ان کے ذریعے کچھ معلوم ہو جائے گا۔''

وہ چلی گئی۔ سونیا نے ششما کے پاس آ کر کہا۔ ''دیدی! مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میرے کمرے سے بریف کیس غائب ہو گیا ہے۔''

ششما نے حیران ہو کر کہا۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ آج تک میرے گھر میں کبھی چوری نہیں ہوئی تمہارا بریف کیس کون لے جا سکتا ہے؟''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کے کمرے میں آئی۔ سونیا نے کہا۔ ''میں پورے کمرے میں دیکھ چکی ہوں۔ یہاں بریف کیس نہیں ہے۔ میں غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں گئی تھی۔ اسی دوران کوئی اسے یہاں سے اٹھا کر لے گیا ہے۔''

ششما نے کہا۔ ''میں بہت شرمندہ ہوں۔ کیا تم مجھ پر شبہ کر رہی ہو؟''

وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''نہیں میں تم پر شبہ نہیں کر رہی ہوں لیکن اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ جو میرا اہم بریف کیس چرا سکتا ہے' وہ مجھے جانی نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ یہاں کوئی واردات ہو۔ تم اور مجیا جی خوامخواہ مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ اس سے میں یہاں جا رہی ہوں۔ اگر بریف کیس کا کچھ پتا چلے اور وہ مل جائے تو مجھے فون پر اطلاع دینا میں واپس چلی آؤں گی۔''

وہ دشمنوں کے ڈر سے نہیں جا رہی تھی بلکہ انہیں اپنے پیچھے لگانے کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو رہی تھی۔ اس دوران دیکھنا چاہتی تھی کہ دشمن اس کا تعاقب کر رہے ہیں یا نہیں؟ اس نے ایک ہوٹل میں رہائش اختیار کی۔

الپا نے آ کر کہا۔ ''مما! میں نے آپ کو بتایا تھا کہ اس امریکن فرم میں دو جاسوس بھی ہیں۔ ان میں سے ایک جاسوس ابھی آدھا گھنٹا پہلے ایک فلائٹ کے ذریعے امریکا گیا ہے۔ اسی نے آپ کے کمرے سے اس مشین کو چرایا ہے۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''اسے کیسے معلوم ہوا کہ مشین میرے پاس ہے؟''

''وہ خود نہیں جانتا۔ اس کے خیالات کہہ رہے ہیں کہ وہ سحر زدہ سا ہو کر آپ کے کمرے میں پہنچ گیا تھا اور وہاں سے بریف کیس لے آیا تھا۔ اس کے بعد اس کے ایک اعلیٰ افسر نے وہ بریف کیس اس سے لے لیا تھا۔ وہ اعلیٰ افسر بھی اسی فلائٹ کے ذریعے امریکا جا رہا ہے لیکن وہ یوگا میں مہارت رکھتا ہے۔ میں اس کے اندر نہیں پہنچ پاؤں گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''بابا صاحب کے ادارے میں غیر معمولی مشینیں ہیں۔ کسی مشین کے ذریعے یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ یوگا جاننے والا اسے کہاں لے جا رہا ہے؟''

الپا نے کہا۔ ''وہ نیویارک جائے گا۔''

''ٹھیک ہے' وہ نیویارک کے ایرپورٹ پر اترے گا تو بابا صاحب کے ادارے میں اس مشین کے ذریعے اسے دیکھا جا سکے گا پھر اس مشین کو کسی بھی تدبیر سے واپس لے لیا جائے گا۔ تم ابھی ادارے میں انکل شیرازی کے پاس جاؤ اور یہاں کے تمام حالات انہیں بتاؤ۔''

الپا دوسرے ہی لمحے میں شیرازی کے اندر پہنچ کر بولی۔ ''انکل میں ہوں الپا۔ یہ بری خبر سنانے آئی ہوں کہ مما کے پاس جو غیر معمولی مشین تھی' اسے کوئی امریکی چرا کر لے گیا ہے۔ یہاں ادارے میں جو مشینیں رکھی گئی ہیں' ان کے ذریعے اس چور کو دیکھا جا سکتا ہے۔ میں آپ کے ذریعے اسکرین پر اسے دیکھوں گی پھر کسی تدبیر سے اسے واپس لینے کی کوشش کی جائے گی۔''

شیرازی نے اپنے ماتحتوں سے کہا۔ ''ہمارے پاس جو چار عدد مشینیں ہیں' ان سب کو آن کرو۔ جب بھی وہ دشمن سونیا کی مشین کو آن کریں گے تو ہماری اسکرین پر نظر آنے لگیں گے۔''

پھر شیرازی نے الپا سے کہا۔ ''پتا نہیں اس بریف کیس کو نیویارک پہنچ کر کھولا جائے گا یا واشنگٹن کے سائنسدانوں تک پہنچانے کے بعد آپریٹ کیا جائے گا؟ ہمیں اس وقت تک انتظار کرنا پڑے گا۔ ہماری یہ چار مشینیں باری باری آن رکھی جائیں گی۔''

الپا نے سونیا کے پاس آکر یہ ساری باتیں بتائیں۔ وہ مایوس ہو کر بولی۔ ''اس کا مطلب ہے' وہ مشین امریکی سائنسدانوں تک پہنچ جائے گی۔ آئندہ وہ بھی ایسی مشینیں ضرور تیار کریں گے۔ میں نے ششما کپور کی باتوں میں آکر بہت بڑا دھوکا کھایا ہے۔''

''مما! وہ بے چاری اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی ہے۔''

''مجھے یقین ہے' وہ ایک سیدھی سادی سی شریف عورت ہے۔ کسی کی سازش میں شریک نہیں ہے لیکن انجانے میں کسی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آلۂ کار بن گئی ہے۔ اس خیال خوانی کرنے والے نے بڑی ہوشیاری اور چالبازی سے اس کے اندر رہ کر یہ سارا کھیل کھیلا ہے۔ اس نے اپنی آواز اور لب ولہجہ نہیں سنایا ہے۔ اسی لیے تم ششما کے اندر رہنے کے باوجود اس چھپے ہوئے شخص کو ڈھونڈ نہ سکیں۔''

الپا نے کہا۔ ''میں شرمندہ ہوں۔ دشمن کی چالبازیوں کو نہ سمجھ سکی۔''

سونیا نے کہا۔ ''مجھے بھی شرمندہ ہونا چاہیے۔ میں نے بھی دھوکا کھایا ہے لیکن ندامت کا خیال دل میں نہ لاؤ۔ ہم اپنے مقدر میں ہمیشہ کامیابی لکھوا کر نہیں لائے ہیں۔ کبھی کبھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔''

''مما! اب وہ خیال خوانی کرنے والا آپ کے پیچھے پڑ جائے گا۔ آپ کے لیے یہاں بہت خطرہ ہے۔''

''میں یہاں سے کسی دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں جاؤں گی تو کیا خطرہ ٹل جائے گا؟ جو دشمن مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہیں' وہ کسی دوسری جگہ جانے کے بعد بھی میرے پیچھے پڑے رہیں گے۔ ایسی آنکھ مچولی کھیلنے والوں سے نمٹنا چاہیے۔ تب ہی وہ میرے ہتھے چڑھیں گے۔''

''مما! یہاں جو امریکن جاسوس ہے۔ میں اسے ٹریپ کر کے ہوٹل میں پہنچاتی ہوں۔ آپ اسے ایک نظر دیکھ لیں۔ ایسے ہی لوگ آپ کو جانی نقصان پہنچانا چاہیں گے۔''

''ٹھیک ہے' اسے ہوٹل کی وزیٹرز لابی میں لے آؤ مگر یاد رکھو' اس کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہو سکتا ہے۔ تم محتاط رہو گی اور اپنی آواز اور لب ولہجے میں کچھ نہیں کہو گی۔''

''او کے مما! میں محتاط رہوں گی۔''

وہ اس جاسوس کے اندر پہنچ گئی پھر وہاں خاموش رہ کر معلوم کرنے لگی کہ اس کے اندر کوئی موجود ہے یا نہیں؟ وہ جاسوس ایک کمرے میں تین آدمیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سب اپنی اپنی گن لوڈ کر رہے تھے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ سب اسی ہوٹل کی طرف جا رہے ہیں' جہاں سونیا اس جاسوس کا انتظار کر رہی ہے۔

وہ تربالا کی مرضی کے مطابق اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ ''ہماری معلومات کے مطابق وہ غیر معمولی مشین سونیا کے پاس تھی لہٰذا جو عورت رمیش کپور کے گھر میں رہنے آئی ہے' وہی سونیا ہے۔''

ایک نے کہا۔ ''تو پھر ہمیں رمیش کے گھر جانا چاہیے۔''

اس جاسوس نے کہا۔ ''نہیں' ابھی مجھے اطلاع ملی ہے' وہ ہوٹل کوماہونو کے کمرا نمبر فورزیرو تھری میں ہے۔''

اس کے ساتھی نے الپا کی مرضی کے مطابق پوچھا۔ ''تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ اسی ہوٹل کے اسی کمرے میں ہے؟''

''یہ تو میں نہیں جانتا مگر ایک اندازہ ہے کہ ہمارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سارے معاملات کی خبر رکھتے ہیں اور وہ ضرورت کے وقت ہمارے اندر آکر خود کو ظاہر کیے بغیر ہمیں گائیڈ کرتے ہیں کہ کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے؟''

الپا نے اس کے ساتھی کے دماغ پر قبضہ جماتے ہوئے کہا۔ ''تو پھر تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اب ان کی یہ آنکھ مچولی زیادہ دیر نہیں چلے گی۔ وہ سونیا تک پہنچنے سے پہلے ہی جہنم پہنچ جائیں گے۔''

یہ کہتے ہی اس نے جاسوس کو اپنی گن کے نشانے پر رکھ لیا۔ اس کے دوسرے ساتھی نے کہا۔ ''یہ تم کیا کر رہے ہو؟ دیکھو... یہ ہمارے افسر ہیں ان پر گولی نہ چلانا۔''

الپا نے اس کے ذریعے اعتراض کرنے والے کو پہلے گولی ماری۔ تیسرا اپنی گن اٹھانا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی الپا کے آلۂ کار نے اسے بھی گولی مار دی۔ جاسوس کے لیے اتنی مہلت ہی کافی تھی۔ اس نے اپنی گن سے الپا کے آلۂ کار کا نشانہ لیا اور پھر اسے گولی مارتے ہوئے کہا۔ ''میں سمجھ گیا ہوں تو ہمارے دشمنوں کا آلۂ کار بن گیا ہے۔''

الپا نے اس کے اندر آکر کہا۔ ''تو نے سمجھنے میں بڑی دیر کر دی۔ ویسے میں تجھے فوراً ہی ہلاک نہیں کروں گی۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آواز دے اور یہ دیکھ کہ وہ تیری موت کا رخ پھیر سکتے ہیں یا نہیں....؟''

وہ سہم کر بولا۔ ''میں نہیں جانتا کہ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے اور کب میرے پاس آتا ہے؟ اگر وہ ابھی ہوگا تو تیری باتیں سن رہا ہوگا اور میری حفاظت کے لیے کچھ

کرنا چاہتا ہوگا۔''

''میں تجھے مہلت دیتی ہوں۔ ایک سے دس تک گن جب گننی ختم ہو جائے گی تو تو بھی ختم ہو جائے گا۔''

وہ گننے لگا۔ ہر گنتی کے ساتھ اپنے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آوازیں دینے لگا۔ تربالا اس کے اندر خاموش تھا۔ یہ تو پہلے سے طے کر چکا تھا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نہیں ٹکرائے گا۔ اگرچہ اس جاسوس کے ساتھی مارے گئے تھے اور اب وہ بھی مارا جانے والا تھا تربالا کے لیے کوئی فرق نہ پڑتا۔ آئندہ وہ سونیا کو ہلاک کرنے کے لیے دوسرے آلۂ کار بنا سکتا تھا۔

اس کی گنتی ختم ہوگئی۔ الپا نے بڑی مضبوطی سے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے چپ چاپ اپنے ریوالور سے خودکشی کر لی۔ الپا نے واپس آکر سونیا کو وہاں کے تمام حالات بتائے۔ اس نے کہا۔ ''وہ دوسرا جاسوس نیویارک پہنچنے والا ہے۔ اس کا اعلیٰ افسر جو یوگا کا ماہر ہے۔ اسی جہاز میں ہے۔ وہ بھی نیویارک کے ایرپورٹ پر اترے گا۔ تم اس دوسرے جاسوس کے ذریعے یوگا جاننے والے کو بھی ہلاک کر سکتی ہو اور اس مشین کو تباہ کر سکتی ہو۔''

''یس مما! میں یہی کرنے جا رہی ہوں۔ آپ اپنا خیال رکھیں۔ دشمن پنجے جھاڑ کر آپ کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔''

''ڈونٹ وری۔ میں اپنے پیچھے لگنے والوں سے نمٹ لوں گی۔''

الپا نے کبریا اور عالی کو اپنے پاس بلایا۔ انہیں بتایا کہ ان کی مما کے ساتھ کیا ہوا ہے اور کس طرح مشین ہاتھ سے جا چکی ہے۔ عالی نے کہا۔ ''وہ مشین ان امریکیوں کے لیے ٹیلی پیتھی جیسے غیر معمولی علم سے بھی زیادہ اہم ہوگی۔ وہ اسے اپنے سائنسدانوں تک پہنچانے کے لیے جی جان سے کوشش کریں گے اور بڑے سخت حفاظتی انتظامات بھی۔''

الپا نے کہا۔ ''اسی لیے میں نے تم دونوں کو بلایا ہے۔ ہم تین خیال خوانی کرنے والے ان سے اچھی طرح نمٹ سکیں گے۔''

انہوں نے واقعی بہت سخت حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ یہ بات تمام اکابرین سے بھی چھپائی گئی تھی کہ غیر معمولی مشین حاصل ہوگئی ہے اور اسے واشنگٹن کے سائنسدانوں تک پہنچایا جا رہا ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمے داری یوگا جاننے والے افسران کی ٹیم نے سنبھالی تھی۔ انہوں نے ایرپورٹ پر سخت سیکیورٹی کے انتظامات کیے تھے۔ جس رَن وے پر وہ طیارہ اترنے والا تھا' وہاں آرمی کے مسلح جوانوں کو پہنچا دیا گیا تھا۔

تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس جاسوس کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ جہاں پہلے سے الپا' عالی اور کبریا بھی موجود تھے۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے خاموش تھے' یہ نہیں جانتے تھے کہ اس جاسوس کے اندر کون کون موجود ہے؟

ان امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شبہ تھا کہ مسلمان خیال خوانی کرنے والے جاپان سے اس جاسوس کا پیچھا کرتے ہوئے آرہے ہوں گے۔ اسی طرح الپا' عالی اور کبریا نے اندازہ لگایا تھا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس جاسوس کے اندر رہ کر یوگا جاننے والے اس اعلیٰ افسر کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ جس نے غیر معمولی مشین کو اپنی تحویل میں لے رکھا تھا۔

کبریا اس جہاز کے پائلٹ کے اندر پہنچ گیا تھا۔ وہ پائلٹ نیویارک ایرپورٹ کے متعلقہ افسران سے باتیں کر رہا تھا۔ اس طرح کبریا ان افسران تک پہنچ گیا۔ ان کے ذریعے معلوم ہوا کہ رَن وے پر مسلح فوج کا پہرا ہے اور آرمی کے جوان ہر جگہ دندناتے پھر رہے ہیں۔

اس نے الپا اور عالی سے کہا۔ ''میرے ذریعے ان افسران تک پہنچو۔ ہمیں معلوم کرنا ہے کہ وہ رَن وے پر کیا کر رہے ہیں؟''

وہ یکے بعد دیگرے کئی افسران کے اندر پہنچنے لگے۔ وہاں یہ حکم سنایا گیا تھا کہ جب طیارہ رَن وے پر آکر رکے گا تو پہلے مسافروں کو اتر کر عمارت کے اندر جانے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کے بعد صرف یوگا جاننے والے چار افسران اس بریف کیس کو اپنی تحویل میں لیں گے۔

اس بات کا یقین کر لیا گیا تھا کہ طیارے کے اندر کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ ہتھیار رکھنے والے صرف یوگا کے افسران اندر جائیں گے۔ باقی تمام مسلح افسران اور آرمی کے جوان باہر مستعد کھڑے رہیں گے۔

الپا عالی اور کبریا نے اعلیٰ حضرت کے پاس آکر کہا۔ ''ہمیں دس بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے۔ پلیز' انہیں ہمارے پاس بھیج دیں۔''

بابا صاحب کے ادارے سے چند منٹوں میں پندرہ عدد ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا' عالی اور کبریا کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے پلاننگ کی کہ موجودہ حالات میں انہیں کیا کرنا چاہیے؟ یہ طے کیا گیا کہ مسافروں کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔ جب وہ طیارے سے اتر کر چلے جائیں گے تب اس بریف کیس کو وہاں سے کسی بھی قیمت پر آگے جانے نہیں دیا

جائے۔

اس طیارے کے پہنچنے تک سب ہی ذہنی الجھن میں مبتلا رہے کہ نہ جانے کیا ہونے والا ہے؟ آرمی کے افسران یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ وہ جسمانی طور پر وہاں موجود نہیں تھے۔ رن وے پر صرف آرمی کے افسران اور جوان موجود تھے۔ کسی طرح کا بھی ہنگامہ برپا ہونے پر انہیں نقصان پہنچے گا۔

وہ طیارہ رن وے پر اترنے کے بعد ان مسلح فوجیوں کے درمیان آکر رک گیا۔ یوگا جاننے والے افسران نے اپنے طریقۂ کار کے مطابق پہلے طیارے کے مسافروں کو باہر نکل کر عمارت میں جانے کی اجازت دی۔ جب آخری مسافر بھی چلا گیا تو وہ چاروں یوگا جاننے والے افسران سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگے۔

الپا وغیرہ نے جن افسران کو اپنے قابو میں کر رکھا تھا' ان میں سے ایک نے راستہ روکتے ہوئے انہیں گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''تم چاروں نہیں جاؤ گے۔''

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''اس افسر کے دماغ پر کسی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے نے قبضہ جمایا ہوا ہے۔ آپ چاروں یوگا جاننے والے اس افسر کو ہلاک کرنے کے بعد ہی طیارے کے اندر جاسکیں گے۔''

وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک آلۂ کار کے ذریعے بول رہا تھا۔ اس کی بات ختم ہوتے ہی مزید چھ افسران سیڑھیوں کے پاس آکر بندوقیں تان کر کھڑے ہوگئے۔

ان میں سے ایک افسر کہنے لگا۔ ''اندر جانے کے لیے صرف ایک افسر کو نہیں' ہمیں بھی ہلاک کرنا ہوگا۔''

وہ سب طیارے کے باہر ایک دوسرے سے الجھے ہوئے تھے۔ بحث میں مصروف تھے۔ کبریا طیارے کے اندر آیا۔ وہاں صرف دو ہی لوگ تھے۔ ایک وہ جاسوس تھا جس کے دماغ میں الپا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے آسانی سے پہنچ جاتے تھے۔ دوسرا وہ اعلیٰ افسر تھا جو یوگا کا ماہر تھا۔ وہ دونوں انتظار کر رہے تھے کہ آرمی کے افسران وہاں آکر انہیں بحفاظت اپنے ساتھ لے جائیں۔

کبریا نے اس جاسوس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ کبریا کی مرضی کے مطابق وہاں سے اٹھ کر جہاز کے اس حصّے میں گیا جہاں کھانے پینے کا سامان رکھا ہوا تھا۔ وہاں سے وہ چاقو اٹھا کر دوڑتا ہوا آیا پھر اس نے یوگا جاننے والے اعلیٰ افسر پر حملہ کردیا۔ دونوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی۔ وہ یوگا جاننے والا زخمی ہوگیا تھا۔ عالی نے کہا۔ ''کبریا! بس کرو۔ یہ زخمی ہو چکا ہے۔ ہم اس کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔ اپنے آلۂ کار کو دور لے جاؤ۔''

دونوں بہن بھائی نے ان کے دماغوں پر اچھی طرح قبضہ جمایا اور وہ دونوں اس بریف کو لے کر جہاز کے اس حصّے میں آئے جہاں کھانے کے برتن' چاقو اور فورک وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان چاقوؤں اور فورک کے ذریعے مشین کے ایک ایک پرزے کو الگ کرنا شروع کردیا۔ وہاں ایک ہیٹر تھا۔ اسے آن کیا پھر اس مشین کے ایک ایک پرزے کو اس ہیٹر پر ڈال دیا۔ ایسے ہی وقت باہر فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں۔

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے یوگا جاننے والے افسران کے پاس آکر کہا۔ ''طیارے کے اندر اس مشین کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ ہم انہیں روک نہیں سکتے کیونکہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کے دماغوں پر پوری طرح قبضہ جما رکھا ہے۔ کسی بھی طرح اندر جاؤ اور انہیں روکو۔''

یہ سنتے ہی یوگا جاننے والے افسران نے فائرنگ شروع کردی اور سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگے۔ دوسرے افسران جو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیر اثر تھے۔ انہوں نے بھی جوابی فائرنگ کی۔ اس کے نتیجے میں لاشیں گرنے لگیں۔ جو بھی جہاز کی سیڑھیوں کی طرف بڑھنا چاہتا' وہ مارا جاتا۔ جب وہ چاروں یوگا جاننے والے افسران مارے گئے تو فائرنگ تھم گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ طیارے کے دروازے پر امریکن جاسوس اور اس کا اعلیٰ افسر کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ اس نے اس بریف کیس کو کھولا تو اندر کچھ نہیں تھا۔ اس کے تمام اہم پرزے ہیٹر کے ذریعے گلا دیے گئے تھے۔ سارا جھگڑا ختم ہو چکا تھا۔ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے جا چکے تھے۔

آدھے گھنٹے بعد بابا صاحب کے ادارے میں ان چار غیر معمولی مشینوں کو آن کیا گیا تھا۔ ان کے ذریعے امریکا' انگلینڈ' فرانس اور جرمنی کے اکابرین کو دیکھا جا رہا تھا اور ان سے کہا جا رہا تھا۔ ''ہم نے سیارے والوں کو شکست دی اور انہیں واپس جانے پر مجبور کردیا۔ اس کے بعد ہم چاہتے تو تم لوگوں کو بھی اچھی طرح کچل کر رکھ دیتے لیکن ہم امن و امان چاہتے ہیں۔ اس لیے تمہارے غرور کو تمہاری فرعونیت کو درگزر کرتے رہے اور اپنی جگہ چپ چاپ بیٹھ

گئے۔لیکن تم سب کیسے چپ رہتے؟ یہ تو ہمارے آخری رسول ﷺ پر نازل ہونے والی آخری مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ یہودی اور عیسائی کبھی دوست بن کر نہیں رہیں گے۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے حیلے بہانے ڈھونڈتے رہیں گے اور تم نے پھر ایک بار یہ بہانہ ڈھونڈ لیا۔ بڑی چالبازی سے وہ غیر معمولی مشین چھین کر لے گئے اور سونیا پر قاتلانہ حملہ بھی کیا۔ مگر دیکھ رہے ہو.... اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو' نتیجہ کیا ہوا؟ تمہاری آرمی کے پچیس اعلیٰ افسران اور کتنے ہی سپاہی مارے گئے۔ وہ مشین تمہارے ہاتھوں میں ہی تباہ ہوگئی۔ ہمارا تو کچھ نہیں گیا کیونکہ ہمارے پاس ایسی کئی مشینیں ہیں اور آئندہ بھی ہم ایسی مشینیں تیار کرتے رہیں گے۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔''یہ الزام غلط ہے کہ ہم نے سونیا کو ہلاک کرانے کی کوشش کی تھی۔ البتہ یہ دُرست ہے کہ ہم نے غیر معمولی مشین کو حاصل کرنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ دنیا کے تمام حکمران زیادہ سے زیادہ طاقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تمہارے پاس اس مشین کی جو غیر معمولی قوت ہے' وہ ہم بھی حاصل کرنے کا حق رکھتے ہیں مگر ایسی کوششوں کے دوران ہماری طرف سے کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچایا گیا ہے۔''

''تم لوگوں نے جانی نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں مگر ناکام رہے۔ ہماری غیر معمولی مشین نے تمہارے ان آلۂ کاروں کی متحرک تصویریں اور باتیں ریکارڈ کی ہیں۔ انہوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے ذریعے سونیا کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اور ان کی رہنمائی کر رہے ہیں۔''

ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پہلے انہیں سونیا کے اس اپارٹمنٹ میں پہنچایا' جہاں وہ پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہتی تھی پھر وہ اپنی حفاظت کی خاطر اس اپارٹمنٹ سے ایک ہوٹل میں گئی تو تمہارے خیال خوانی کرنے والوں نے ان آلۂ کاروں کو اس ہوٹل کا پتا بتا دیا لیکن ہم نے انہیں سونیا تک پہنچنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ جہاں تھے انہیں وہیں خاک میں ملا دیا گیا۔

وہ ساری متحرک فلمیں ہماری غیر معمولی مشین میں محفوظ ہیں۔ لاکھ حیلے بہانے کرو مگر تمہارے بارے میں ایک حقیقت اٹل ہے کہ تم لوگ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی کم ظرف اور احسان فراموش ہو۔ ہم سوچ رہے ہیں' آئندہ تم لوگوں کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟ تمہیں بہت جلد معلوم ہوجائے گا کہ ہم تمہاری کم ظرفی کا علاج کس طرح کرنے والے ہیں؟''

تمام اکابرین یہ باتیں سن رہے تھے اور پریشان ہو رہے تھے۔ یہ بات انہیں صدمہ پہنچا رہی تھی کہ غیر معمولی مشین جیسا ہتھیار ان کے پاس تباہ ہوگیا۔ اگر وہ مشین ثابت سالم ان کے پاس پہنچتی تو ابھی مسلمانوں کو منہ توڑ جواب دیا جاتا۔ ناکامی ان کا مقدر بن گئی تھی۔ وہ صرف مسلمانوں کے مقابلے پر ہی نہیں سیارے والوں کے مقابلے پر بھی ناکام ہوتے آئے تھے۔

انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا۔''ہمارے ستارے گردش میں ہیں۔ ہم اپنے ٹھوس منصوبوں پر عمل کرتے ہیں پھر بھی ناکام ہوتے رہتے ہیں۔ فی الحال بابا صاحب کے ادارے اور فرہاد کی فیملی کے خلاف کوئی سازش نہ کی جائے۔ اگر کسی پلاننگ کے نتیجے میں سو فیصد کامیابی کا یقین ہو' تب ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔''

انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سختی سے منع کیا اور کہا کہ سونیا پر کبھی حملہ نہ کیا جائے اگر وہ کہیں نظر آئے تو اسے نظر انداز کر دیا جائے۔ ہم آئندہ اور زیادہ نقصانات اٹھانے کے متحمل نہیں ہیں۔

ترہالا اپنی خفیہ رہائش گاہ میں بیٹھا مشین کی اسکرین پر ان تمام اکابرین کو باری باری دیکھ رہا تھا۔ اس نے وہ دھمکیاں بھی سنی تھیں' جو بابا صاحب کے ادارے سے دی گئی تھیں اور اب ان اکابرین کے درمیان ہونے والی گفتگو بھی سن رہا تھا۔

اس نے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرتے ہوئے اپنی کارکردگی کی تمام رپورٹ اسے سنائی۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔''یہ تُو نے اچھا کیا کہ دور ہی دور سے سونیا پر قاتلانہ حملہ کرایا۔ وہ اور بابا صاحب کے ادارے والے دھوکا کھا رہے ہیں اور اکابرین کو اپنا دشمن سمجھ رہے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔''مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''فی الحال سونیا پر حملے نہ کرنا۔ مسلمانوں کو یہی سمجھنا چاہیے کہ وہ اکابرین ان کی دھمکی سے سہم گئے ہیں اور اب ان سے دشمنی نہیں کریں گے... آئندہ تُو دوسرے پہلوؤں سے انہیں ایک دوسرے کا دشمن بنائے گا۔''

''میں تیری رہنمائی چاہتا ہوں۔''

''تُو نے دوسرا اچھا کام یہ کیا کہ غیر معمولی مشین کو ان اکابرین تک پہنچانے کی کوشش کی۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ وہ مشین ان کے ہاتھ نہ لگی..... کسی کی نہ رہی تباہ ہوگئی۔ آئندہ تجھے

مسلمانوں کی طرف سے ان اکابرین پر بھرپور حملہ کرنا چاہیے۔ تُو وہاں بیٹھا ان اکابرین کی کمزوریوں کو' ان کے رازوں کو اچھی طرح سمجھ رہا ہے۔ ان ہی رازوں اور کمزوریوں کے حوالے سے تجھے ان پر حملہ کرنا چاہیے۔''

''میں پہلے کی طرح کوئی غلطی کیے بغیر اس بار بھی ضرور کامیابی حاصل کروں گا۔''

''کیا تیرے ذہن میں کوئی بات ہے۔ اگر ہے تو مجھے بتا کیا کرنا چاہتا ہے؟''

''ابھی میں تمام اکابرین کے اندر پہنچ کر باری باری ان کے خیالات پڑھوں گا اور سوچوں گا کہ ان کی کس کمزوری کو کس راز کو اچھالا جا سکتا ہے؟ بہرحال اس بار مسلمانوں کی طرف سے زبردست حملے کا ناٹک کیا جائے گا۔''

ترہالا نے رابطہ ختم کر دیا پھر امریکی اکابرین کی طرف توجہ دینے لگا۔ اپنی مشین کی اسکرین پر انہیں باری باری دیکھنے لگا۔ چند اکابرین ایک کمرے میں بیٹھے ساؤتھ ایشیا کے معاملات پر بات کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا۔''ہم ساؤتھ زون میں انڈیا کو مضبوط کرتے رہیں گے تو جمہوریہ چین اپنی سرحدوں سے آگے بڑھ کر انڈیا' پاکستان' ازبکستان اور افغانستان وغیرہ کو اپنے زیر اثر نہیں لا سکے گا۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔''انڈیا ہمیشہ روس سے دوستی کرتا رہا ہے۔ اس کے زوال کے بعد اب کسی حد تک ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے لگا ہے لیکن وہ پوری طرح ہمارے قابو میں نہیں ہے۔''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔''افغانستان کو تو ہم نے پوری طرح کھنڈر بنا دیا ہے۔ وہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کر رہے ہیں۔ پاکستان کو اس قدر مقروض بنا دیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہماری ایک چٹکی میں رہتا ہے۔ ہم جب چاہیں گے اسے مسل ڈالیں گے لیکن انڈیا ایک چٹکی میں نہیں آئے گا۔ اسے پوری طرح مٹھی میں لینا ہوگا۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔''انڈیا کو بھی ہماری طرح جمہوریہ چین سے خطرہ ہے۔ وہ اپنی فوجی قوت کو بڑھانے اور زیادہ سے زیادہ ایٹمی طاقت بننے کے لیے ہم سے معاہدہ کرنے والا ہے۔ اس سلسلے میں ہماری وزارت خارجہ کا ایک خاص نمائندہ انڈیا پہنچنے والا ہے۔ وہاں ابتدائی گفتگو ہوگی۔ ابتدائی سمجھوتے پر دستخط کیے جائیں گے پھر ان کی اور ہماری آرمی کے سربراہوں کے درمیان فائنل سمجھوتا ہوگا۔ اس کے بعد ہم انڈیا کو ایشیا کی سب سے بڑی ایٹمی قوت بنائیں گے۔''

ترہالا ان کی باتیں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا پھر اس نے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں یہ خیال پیدا کیا۔ ''جو خاص نمائندہ یہاں سے جا رہا ہے مجھے اس سے رابطہ کرنا چاہیے۔''

اس اعلیٰ افسر نے گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔''مسٹر والٹر اسکاٹ انڈیا پہنچ گئے ہوں۔''

دوسرے نے کہا۔''ہاں پہنچ تو گئے ہوں گے۔''

اعلیٰ افسر نے اپنا موبائل فون اٹھا کر نمبر پنچ کرتے ہوئے کہا۔''اگر والٹر اسکاٹ نے یہ ابتدائی معاملات طے کر لیے تو انڈیا ہماری مٹھی میں ہوگا اور جمہوریہ چین کی طرف سے بھی خطرہ بہت کم ہو جائے گا۔''

رابطہ ہوتے ہی والٹر کی آواز سنائی دی۔''ہیلو مسٹر پیٹر سن! میں ابھی آپ کو فون کرنے ہی والا تھا۔ انڈیا پہنچ گیا ہوں۔ یہاں میرا اور میرے مشیروں کا شاندار استقبال کیا گیا ہے۔ یہاں رات ہو چکی ہے۔ کل صبح دس بجے ہماری میٹنگ ہوگی اور تمام معاملات طے ہوں گے۔ معاہدے پر دستخط ہوتے ہی میں سب سے پہلے آپ کو خوشخبری سناؤں گا۔''

ترہالا نے والٹر کی آواز اور لب ولہجہ سنتے ہی اسے آڈیو سسٹم کے ذریعے کیچ کیا پھر مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔ چند منٹ کے اندر ہی والٹر اسکرین پر نظر آنے لگا۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا لیکن اس کے خیالات پڑھنا ضروری نہیں تھا۔ دوسری صبح دس بجے اس سے نمٹا جا سکتا تھا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اپنی مشین کو بند کر کے سوچنے لگا کہ کس طرح ان کے منصوبوں کو خاک میں ملایا جائے اور اس کا الزام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر لگایا جائے؟

ترہالا نے میری پوری ہسٹری پڑھی تھی۔ اسے یہ معلوم تھا کہ پاکستان میرا آبائی وطن ہے۔ میں کس صوبے اور کس شہر میں پیدا ہوا تھا یہ اسے یاد نہیں رہا تھا۔ یہ معلوم کرنے کے لیے وہ ماؤرا کے اندر چپ چاپ پہنچ گیا۔ وہ پورس کے ساتھ کھانے کی میز پر تھی۔ دونوں باتیں کر رہے تھے۔

اس نے ترہالا کی مرضی کے مطابق پورس سے پوچھا۔ ''یہ تو میں جانتی ہوں کہ پاپا پاکستان میں پیدا ہوئے تھے لیکن ان کا تعلق کس علاقے سے ہے؟''

پورس نے کہا۔''وہ پنجاب کے ایک چھوٹے سے شہر شاہ کوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔''

وہ بولی۔''تم نے اپنے آبائی وطن کو بالکل ہی چھوڑ دیا ہے بلکہ بھلا دیا ہے۔''

وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔''ہاں ایک بار

پاپا کہہ رہے تھے کہ شاہ کوٹ اور لاہور میں اپنی جائیداد بنانی چاہیے۔ وہاں رہائش کے لیے خوبصورت کوٹھیاں بنائی جائیں گی اور ہم بھی وہاں جا کر رہا کریں گے۔''

ترہالا کے لیے اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ دوسری صبح دس بجے والٹر کو شاہانہ پروٹوکول دیا گیا۔ وہ راجدھانی کے ایک کانفرنس ہال میں آیا۔ وزارت خارجہ کے سیکرٹری اور آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے اس کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ وہ سب اپنے اپنے مشیروں کے ساتھ ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ والٹر کے اپنے سیکیورٹی گارڈز تھے جو اس کے پیچھے کھڑے تھے۔

ترہالا مشین کی اسکرین پر انہیں دیکھ رہا تھا اور والٹر کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ دونوں ممالک کے نمائندے باہمی تعاون کے متعلق ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ ایسے وقت ترہالا نے ایک عورت کی آواز بناتے ہوئے والٹر کے اندر کہا۔ ''مجھے پاکستان اور جمہوریہ چین کے خلاف یہ معاہدہ پسند نہیں ہے۔''

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔ ''یہ..... یہ میرے اندر کیسی آواز سنائی دے رہی ہے؟''

انڈین آرمی کے اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے مسٹر والٹر اسکاٹ! آپ کے ساتھ پرابلم کیا ہے؟''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''میرے اندر کوئی عورت بول رہی ہے کہ اسے پاکستان اور جمہوریہ چین کے خلاف یہ معاہدہ پسند نہیں ہے۔''

ترہالا نے اسی طرح نسوانی آواز میں کہا۔ ''ہاں' پاکستان ہمارے پاپا فرہاد علی تیمور کا وطن ہے۔ ہم اپنے ملک کے مقابلے میں انڈیا کو ایٹمی طاقت بننے نہیں دیں گے۔''

والٹر انڈین آرمی کے اعلیٰ افسر اور وزارت خارجہ کے سیکرٹری سے کہہ رہا تھا۔ ''ابھی وہ میرے اندر کہہ رہی ہے کہ پاکستان اس کے پاپا فرہاد علی تیمور کا وطن ہے اور وہ اپنے ملک کے مقابلے میں انڈیا کو ایٹمی طاقت بننے نہیں دے گی۔''

ترہالا نے اس کے اندر کہا۔ ''ہاں، اور ان سے یہ بھی کہو کہ جمہوریہ چین ہمارا بہترین دوست ہے۔ ہم اس کے خلاف انڈیا کو ایٹمی قوت بننے نہیں دیں گے۔''

والٹر ان سب کے سامنے ترہالا کے الفاظ دہرا رہا تھا۔ اس کی مرضی کے مطابق کہہ رہا تھا۔ ''کیا تم یہ جانتے ہو کہ میرے پاپا پنجاب کے ایک چھوٹے سے شہر شاہ کوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ ہم بھی اس شہر کو اس ملک کو انڈیا سے کمتر ہونے نہیں دیں گے۔''

ترہالا نے والٹر کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باڈی گارڈ سے بولا۔ ''اپنا ریوالور مجھے دو۔''

وہ حکم کا بندہ تھا۔ اس نے حکم کی تعمیل کی اور اپنا ریوالور اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے سیفٹی کیچ ہٹایا پھر اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''اب مجھے عورت کے ساتھ کسی مرد کی بھی آواز سنائی دے رہی ہے۔ یہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے حکم دے رہے ہیں کہ میں خودکشی کرلوں اور میں اس وقت اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ اپنی جان لے رہا ہوں۔

اس کانفرنس ہال کے سب ہی لوگ اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ اسے منع کرنے لگے کہ وہ ریوالور کو اپنی کنپٹی سے ہٹالے مگر وہ دھمکی دے رہا تھا۔ ''کوئی بھی میرے قریب آئے گا تو میں خود کو مارنے سے پہلے اسے گولی مار دوں گا۔ میرا نشانہ بہت پکا ہے۔ دیکھو.... میری نشانہ بازی اپنی آنکھوں سے دیکھو۔''

یہ کہتے ہی اس نے وزارت خارجہ کے سیکرٹری کو گولی ماردی۔ اس سے پہلے کہ وہ کسی دوسرے پر گولی چلاتا انڈین آرمی کے اعلیٰ افسر نے اس کے بازو پر گولی ماری۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور گر پڑا۔ وہاں کھڑے ہوئے انڈیا کے تمام مسلح باڈی گارڈز نے والٹر اسکاٹ کے باڈی گارڈز کو نشانے پر رکھ لیا۔ ان سے ہتھیار پھینکنے کو کہا پھر اعلیٰ افسر نے حکم دیا۔ ''مسٹر والٹر اور ان کے مشیروں کو حراست میں رکھا جائے۔''

ایک امریکی نمائندے نے وزارت خارجہ کے سیکرٹری کو ہلاک کیا تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ان کے درمیان ہونے والی دوستی دشمنی میں بدل سکتی تھی۔ انڈیا سے لے کر امریکا تک ہلچل سی پیدا ہوگئی کہ یہ اچانک کیا ہوگیا ہے؟

دوسرے امریکی نمائندے اور ایٹمی جنس والے انڈیا پہنچ گئے تھے۔ انکوائری ہو رہی تھی۔ والٹر اسکاٹ حراست میں زیر علاج تھا۔ وہ یہی بیان دے رہا تھا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ وہ اپنے اختیار سے باہر ہوگیا تھا۔ اسی لیے اس نے ایسی واردات کی ہے۔

امریکا اور انڈیا کے اکابرین بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ قائم کرنے لگے۔ الزام دینے لگے انڈیا کے اکابرین پوچھ رہے تھے کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے خوامخواہ ہم سے دشمنی کیوں کی ہے؟

اور امریکی اکابرین کہہ رہے تھے۔ ''دراصل دشمنی ہم سے کی گئی ہے اور ہماری وجہ سے ایک انڈین اعلیٰ عہدیدار کو گولی ماری گئی ہے۔ امریکا اور انڈیا کے درمیان ہونے والے ایک معاہدے کو بڑے ہی غیر انسانی طریقے سے روکا گیا ہے۔''

بابا صاحب کے ادارے سے جواب دیا گیا۔ ''یہ سراسر مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر الزام ہے۔ ہم میں سے کسی نے ایسی کوئی غیر انسانی حرکت نہیں کی ہے۔''

بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے انکار کیا جا رہا تھا لیکن مسلمانوں کے خلاف ٹھوس ثبوت یہ تھا کہ والٹر قسمیں کھا کر بیان دے چکا تھا اور کتنے ہی انڈین عہدیدار اور آرمی کے اعلیٰ افسران چشم دید گواہ تھے۔ والٹر کے بیان کے مطابق مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے صاف طور پر یہ کہا تھا کہ انہیں امریکا اور انڈیا کے درمیان ہونے والا معاہدہ پسند نہیں ہے۔

والٹر نے خیال خوانی کرنے والی ایک عورت کی آواز سنی تھی۔ یہ اس عورت کے الفاظ تھے کہ پاکستان اس کے پاپا فرہاد علی تیمور کا وطن ہے۔ وہ اس ملک کو انڈیا کے مقابلے میں کمتر ہونے نہیں دے گی۔

ہمارے کتنے ہی خیال خوانی کرنے والے والٹر اسکاٹ کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ بے شک اس کا بیان اپنی جگہ سچ ہے لیکن اس کے دماغ میں بولنے والی وہ مسلمان خاتون نہیں تھی اور نہ ہی کوئی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر گیا تھا۔ ہم حیران ہیں کہ ایسی واردات کس نے کی ہے؟ اور اس کی وجہ سے ہمیں کیوں بدنام کیا جا رہا ہے؟

بابا فرید واسطی اور اعلیٰ حضرت اصل حقیقت جانتے تھے لیکن خاموش تھے۔ یہ قدرتی معاملات تھے۔ ظالموں کو ڈھیل دی جا رہی تھی پھر ان کے گلے میں پڑے ہوئے پھندوں کو سخت کیا جانے والا تھا۔ الپا' عالی' ماؤرا اور کبریا سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے پاس آ کر اس سلسلے میں بول رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ ان کے خلاف گہری سازش کی جا رہی ہے۔

عالی نے کہا۔ ''سسٹر! (الپا) ہم تینوں کے سوا کوئی اور خاتون ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے پھر والٹر کے اندر کون بول رہی تھی؟''

الپا نے کہا۔ ''یہ سوال سب سے اہم ہے۔ اس کا جواب مل جائے تو حقیقت سامنے آجائے گی کہ ہمارے خلاف کون کیا کر رہا ہے؟''

کبریا نے کہا۔ ''جو بھی کر رہا ہے' بڑی زبردست پلاننگ کے ساتھ کر رہا ہے۔ یہ تو ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ کوئی مرد ہے جو عورت کی آواز میں بولتا رہا ہوگا۔''

الپا نے کہا۔ ''اس نے باتوں ہی باتوں میں پاپا کا ذکر کیا ہے۔ پاکستان سے دلی اور جذباتی وابستگی ظاہر کی ہے۔ یہ تاثر دیا ہے کہ ہم نے ہی وہ واردات کی ہے۔''

بڑے ہی ٹھوس ثبوت اور چشم دید گواہ تھے۔ الپا وغیرہ کے انکار کے باوجود یہ یقین سے کہا جا رہا تھا کہ الپا اور عالی فرہاد علی تیمور کو پاپا کہتی ہیں۔ انہوں نے ہی والٹر کے دماغ پر قبضہ جما کر وزارت خارجہ کے سیکرٹری کو ہلاک کیا ہے اور ان دو ملکوں کے درمیان ہونے والے معاہدے کو سبوتاژ کیا ہے۔

پارس نے الپا سے کہا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا ہم کسے الزام دیں؟ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی عورت کی آواز بنا کر ایسا نہیں کریں گے کیونکہ ایسا کرنے سے ان کے معاہدے کو نقصان پہنچتا۔''

الپا نے کہا۔ ''ہوسکتا ہے ان کا یہ معاہدہ محض ڈراما بازی ہو۔ انہوں نے ہمیں بدنام کرنے کے لیے والٹر کو وہاں معاہدے کے لیے بھیجا تھا۔ انہی کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا والٹر کو اور انڈیا کے اعلیٰ عہدیداروں کو اب تک یہی سمجھا رہا ہے کہ مسلمانوں نے ایسا کیا ہے۔''

انہوں نے جاپان میں سونیا کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی اور اس سے غیر معمولی مشین چھین لی تھی۔ جس کے نتیجے میں خود امریکیوں کو نقصان پہنچا تھا۔ ایسے میں بابا صاحب کے ادارے سے یہ دھمکی دی گئی تھی کہ وہ اکابرین کی کم ظرفی اور احسان فراموشی کا علاج کریں گے... اور وہ علاج اب ظاہر ہو رہا تھا۔ انہیں سزا دینے کے لیے امریکا اور انڈیا کے منصوبوں کو خاک میں ملایا گیا تھا۔ ہندوستانیوں کی نظروں میں امریکیوں کو بدنام کیا گیا تھا۔

ماؤرا اس سلسلے میں نہ کچھ جانتی تھی' نہ زیادہ بول رہی تھی۔ الپا اور عالی ہندوستانی اکابرین کو سمجھانے کی کوششیں کر رہے تھے کہ ان کے خلاف سازش کی جا رہی ہے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے انڈیا کے کبھی کسی شخص کو خوامخواہ کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ جب کبھی ان سے دشمنی کی گئی تو انہوں نے جواباً کارروائی کی۔ فرہاد علی تیمور کی فیملی کا پچھلا تمام ریکارڈ پڑھا جائے۔ سچائی ثابت ہوجائے گی۔

ترہالا نے ایسی زبردست چال چلی تھی کہ سب ہی

اکابرین مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا دشمن کہہ رہے تھے۔ کبریا نے کہا۔ ''ان دونوں ممالک کے درمیان بہت ہی اہم معاہدہ ہونے والا تھا۔ اس طرح انڈیا پورے ایشیا میں سب سے بڑی ایٹمی طاقت بن جاتا اور امریکا کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ وہ انڈیا کو جمہوریہ چین کے خلاف ڈھال بنا کر رکھتا۔ وہ ابتدا سے ہی یہ چاہتا ہے کہ جمہوریہ چین اپنی سرحدوں سے آگے نہ بڑھے۔ ان حقائق کے پیش نظر ہمیں یہ رائے قائم نہیں کرنی چاہیے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے خود ہی اپنے منصوبوں کو خاک میں ملایا ہے.... ہرگز نہیں۔ وہ کبھی یہ غلطی نہیں کر سکتے۔ یہ کسی اور کی سازش ہے۔''

الپانے کہا۔ ''ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہم تین عورتوں کے سوا اور کوئی خیال خوانی کرنے والی نہیں ہے۔ اگر کسی مرد نے عورت کی آواز بنائی ہے تو پھر وہ خیال خوانی کرنے والا شخص کون ہو سکتا ہے؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارا کوئی نیا دشمن پیدا ہو گیا ہے؟''

کبریا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''دو باتیں میرے دماغ میں ہیں۔ ایک تو یہ کہ کوئی نیا دشمن پیدا ہو گیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ سیارے والے واپس آ گئے ہیں اور بڑی رازداری سے ہمارے خلاف ایسی حرکتیں کر رہے ہیں۔''

اس کی اس بات نے سب ہی کو چونکا دیا۔ وہ سنجیدگی سے اس پہلو پر غور کرنے لگے۔ انہوں نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''مما! آپ تمام حالات سے واقف ہیں۔ یہ دیکھ رہی ہیں کہ کس طرح ہمیں بدنام کیا جا رہا ہے؟ کبریا نے ابھی قیاس آرائی کی ہے کہ سیارے والے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ وہ بڑی رازداری سے ایسی حرکتیں کر رہے ہیں۔ آپ اس سلسلے میں کیا کہیں گی؟''

سونیا نے کہا۔ ''میرے بیٹے کی قیاس آرائی دُرست ہو سکتی ہے۔ کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ ہمیں اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ سیارے والے ہمیشہ کے لیے شکست کھا کر جا چکے ہیں۔ وہ کبھی واپس نہیں آئیں گے.... نہیں۔ وہ کسی وقت بھی واپس آ سکتے ہیں اور ہو سکتا ہے' وہ آ گئے ہوں۔''

الپا نے کہا۔ ''مما! کیا انہیں یہ اندیشہ نہیں ہوگا کہ ہم اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے انہیں دیکھ لیں گے؟''

''فی الحال میں نہیں دیکھ سکتی۔ میری مشین تباہ ہو چکی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں جو مشینیں رکھی ہوئی ہیں' ان میں کوئی سیارے والا اسی وقت نظر آ سکے گا' جب اس کی تصویر یا اس کے کوڈ نمبرز ہمارے پاس موجود ہوں گے۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''یہ بات یقینی ہے کہ گریٹ ایشورارا ابھی ہماری دنیا میں نہیں آئے گا لیکن اپنے خاص نمائندوں کو ضرور بھیجے گا اور جب تک ان نمائندوں کی صورتیں نظر نہیں آئیں گی۔ ان کی آوازیں سنائی نہیں دیں گی' تب تک ہمارے ادارے کی مشینیں انہیں کیچ نہیں کر سکیں گی۔''

کبریا نے کہا۔ ''اور جب تک ہم کسی سیارے والے کو یہاں ڈھونڈ نہ نکالیں' تب تک یہی کہا جائے گا کہ ہم قیاس آرائی کر رہے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''اگر واقعی ایک بھی سیارے والا یہاں پہنچا ہوا ہے تو میں اسے ضرور ڈھونڈ نکالوں گی۔''

پھر وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ ''آہ.. فرہاد! تم کہاں ہو؟ تم میری آدھی ذہانت' آدھی طاقت ہو۔ تم ہوتے ہو تو میں چشم زدن میں منہ چھپانے والے دشمن تک پہنچ جاتی ہوں۔ آخر تم کہاں گم ہو گئے ہو؟''

☆☆☆

میری حالت عجیب سی ہو گئی تھی۔ شاہدرہ کا مکان میرے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ وہ رات جس کمرے میں گزاری تھی۔ وہ مجھے اپنا ہی کمرا لگتا تھا۔ یہی محسوس ہوتا رہا کہ میں پہلے بھی وہاں رہ چکا ہوں۔

پھر رات کے پچھلے پہر خواب میں دیکھا کہ کوئی اجنبی اس کمرے میں آیا اور میرے سرہانے رکھی ہوئی موم بتی کو روشن کرنے کے بعد اس کے سامنے پالتھی مار کر بیٹھ گیا تھا اور شمع بینی کی مشق کرتا رہا تھا۔ وہ اجنبی دھندلا دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ میرا ہمزاد ہو یا میں خود وہاں موجود ہوں اور فرش پر بیٹھا شمع کی لو کو تک رہا ہوں۔

اس خواب کے ذریعے شاید مجھے کچھ یاد آنے والا تھا لیکن اچانک ہی آنکھ کھل گئی تھی۔ محلے والے دروازہ پیٹ رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ چور میرے گھر میں داخل ہونا چاہتے تھے لیکن بروقت محلے والوں کے جاگنے کے باعث فرار ہو گئے ہیں۔

میری جان کو خطرہ تھا۔ میں اپنے ساتھ مسلح گارڈز رکھا کرتا تھا۔ دوسرے دن مجھے کاروباری سلسلے میں فیصل آباد جانا پڑا۔ سوچا کہ صبح جاؤں گا اور شام تک واپس شاہدرہ کے اسی مکان میں آ جاؤں گا۔

میری منہ بولی بیٹی نبھی نے کہا۔ ''پاپا! میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔''

اس نے پاپا کہا تو وہ مجھے بالکل اپنی ہی بیٹی لگی۔ اس وقت یہ یاد نہیں آ سکتا تھا کہ میری بیٹی عالی ایسی ہی محبت سے مجھے پاپا کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ ''تم میرے ساتھ کیوں جانا چاہتی ہو؟ کیا فیصل آباد میں کوئی کام ہے؟''

''نہیں' مجھے گورنس نے اور اسسٹنٹ منیجر نے بتایا ہے' آپ کے اپنے رشتے دار جان کے دشمن ہیں۔ میرا دل نہیں مانتا کہ میں آپ کو کہیں تنہا جانے دوں۔''

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ''تمہیں بندوق چلانی نہیں آتی۔ میری حفاظت کیسے کرو گی؟ میری بیٹی! میری جان! تمہارا کام میری حفاظت کرنا نہیں ہے بلکہ تعلیم حاصل کرنا ہے۔ تمہیں یہاں رہ کر بہت کچھ سیکھنا ہے۔'' پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''تعلیم کی طرف توجہ دو میں کل تک واپس آ جاؤں گا۔''

میں کوٹھی سے باہر آیا۔ پورچ میں کار کھڑی ہوئی تھی۔ تین مسلح باڈی گارڈز موجود تھے۔ میں اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا تو ایک میرے برابر بیٹھ گیا۔ باقی دو پچھلی سیٹ پر چلے گئے۔ میں وہی فرہاد علی تیمور تھا جو اپنے پاس کبھی کوئی ہتھیار نہیں رکھتا تھا۔ ساری عمر ہتھیار کے بغیر خطرناک دشمنوں سے لڑتا آیا تھا۔ کاش مجھے یاد آ جاتا کہ میں وہی فرہاد ہوں تو کبھی کسی مسلح گارڈ کو اپنے ساتھ نہ رکھتا تھا۔

میں ڈرائیو کرتا اور سوچتا جا رہا تھا۔ فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے مجھے وہاں کے تمام راستے یاد تھے۔ میں کاروباری الجھنوں کو سمجھ چکا تھا۔ بس ایک اپنی الجھی ہوئی زندگی کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ شاہ کوٹ میرا پیدائشی مقام تھا۔ جب اُدھر سے گزرنے لگا تو خود بخود کار کی رفتار سست کر دی۔

اب سے ستر برس پہلے جب میں پیدا ہوا تھا' اس وقت شاہ کوٹ ایک چھوٹا سا ہینڈ ہوگا۔ اب تو بھرپور شہر لگ رہا تھا۔ مٹی کے کچے مکانات یا کچی اینٹوں کے نیم پختہ مکانات نہیں تھے بلکہ پکے مکانات اور بڑی بڑی کوٹھیاں تعمیر ہو گئی تھیں۔ مین روڈ پر دور تک بے شمار دکانیں تھیں۔ آبادی بھی خوب بڑھ گئی تھی۔

میں نے کار ایک طرف موڑ دی۔ سیکیورٹی افسر نے کہا۔ ''سر! آپ سیدھے راستے پر صحیح سمت جا رہے تھے۔ فیصل آباد اُدھر ہے۔ آپ اِدھر کیوں مڑ گئے؟''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ جس طرح شاہدرہ کے مکان کے سامنے پہنچ کر میرا دل اس طرف کھنچا جا رہا تھا۔ اسی طرح وہ چھوٹا سا ٹاؤن مجھے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ یہ بات ذہن میں آ رہی تھی کہ میں وہاں اچھا خاصا وقت گزار چکا ہوں۔ اس ٹاؤن کا نقشہ بدل گیا تھا مگر مٹی وہی تھی' خوشبو وہی تھی' کشش وہی تھی اور میں کشاں کشاں کبھی ادھر کبھی اُدھر چلا جا رہا تھا۔ گویا بھٹک رہا۔

پھر ایک بڑی سی حویلی کے سامنے کار روک دی۔ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ میں نے کبھی خواب و خیال میں بھی اس حویلی کو نہیں دیکھا تھا مگر دل اُدھر کھنچا جا رہا تھا۔ فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے سوچ رہا تھا۔ ''میری عمر ستر برس ہے۔ اب سے ستر برس پہلے جب میں نے جنم لیا تھا' تب کیا میرا بچپن یہاں گزرا تھا؟ اگر یہ آدھی صدی سے بھی.... پہلے کی بات ہے تو کوئی اسّی نوے برس کا بوڑھا ہی مجھے دیکھ کر پہچان سکے گا یا شاید اس کی باتوں سے معلوم ہو جائے گا کہ اس جگہ سے میرا کیا تعلق ہے؟''

میں ایک کروڑ دس لاکھ روپے کی گاڑی میں وہاں آیا تھا۔ آس پاس سے گزرنے والے پہلے گاڑی کو پھر مجھے دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ کچھ لوگ میری امارت سے متاثر تھے۔ ایک بوڑھے شخص نے قریب آ کر پوچھا۔ ''کیا تمہیں یہاں کسی کی تلاش ہے؟''

میں نے کہا۔ ''میری یادداشت کچھ کمزور ہو گئی ہے۔ سوچ رہا ہوں' جب میں اور آپ ننھے سے بچے ہوں گے' تب یہ علاقہ کیا اسی طرح آباد تھا؟ کیا اس وقت بھی یہ حویلی یہاں تھی؟''

بوڑھے نے کہا۔ ''مجھے بچپن کی بہت سی باتیں یاد ہیں۔ ہمارا شاہ کوٹ ان دنوں ایک چھوٹے سے پنڈ کی طرح تھا۔ بہت کم آبادی تھی۔ آج یہ ہمارے سامنے نئے طرز کی شاندار کوٹھی ہے مگر ہمارے بچپن میں ایک پرانی سی حویلی ہوا کرتی تھی۔''

''کیا آپ کو اس حویلی کے پہلے مالک کا نام یاد ہے؟ کیا ان کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟''

اس نے انکار میں سر ہلایا پھر ایک ہاتھ سے حویلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ جو سامنے چبوترے پر ایک بابا جی بیٹھے ہوئے ہیں' وہ نوے برس کے ہیں۔ جب میں بچہ تھا' اس وقت وہ جوان تھے۔ وہ اس سلسلے میں بتا سکیں گے۔''

میں نے سیکیورٹی گارڈز کو وہیں رکنے کے لیے کہا پھر اس بوڑھے شخص کے پاس آ گیا۔ سردی کا موسم تھا۔ اس لیے وہ دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ بہت ہی بوڑھا اور بیمار تھا۔ میں نے اسے سلام کرنے کے بعد کہا۔ ''بابا جی! میں نے سنا ہے'

رکھتا ہے۔ میرے بیٹے کو اپنا داماد بنانے کے بعد اسے میرے خلاف بھڑکاتا رہتا ہے اور اب اس کا بھی دشمن بن گیا ہے۔ اس کے خلاف انکوائری ہونی چاہیے۔''

میں ان معاملات میں رات کا اندھیرا پھیلنے تک مصروف رہا۔ سیکیورٹی افسر کی لاش لاہور بھیج دی گئی۔ میں اپنے دو سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ شاہدرہ والے مکان میں آ گیا۔

یہ بات تشویش ناک تھی کہ رہ رہ کر مجھ پر جان لیوا حملے کیے جا رہے تھے۔ اب تو کسی ڈاکٹر پر بھی اعتماد نہیں کر سکتا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کس طرح اپنی حفاظت کرنی چاہیے؟

مجھے سیکیورٹی گارڈز پر بھی بھروسا نہیں رہا تھا۔ جو دشمن ڈاکٹر کو خرید سکتے تھے' وہ باڈی گارڈز کو بھی میرے خلاف استعمال کر سکتے تھے۔ یوں لگ رہا تھا' جیسے میں گہری تاریکی میں ہوں۔ روشنی کی ایک ہلکی سی کرن بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ دشمن کے آلۂ کار اس تاریکی میں کہیں سے بھی آ کر مجھ پر حملہ کر سکتے تھے۔

میں نے سیکیورٹی گارڈز سے کہا۔ ''تم سب واپس جاؤ۔ کل میں کسی وقت فون کروں گا۔ تب واپس یہاں آ جانا۔ میری بیٹی فہمی کو یہ نہ بتانا کہ میں شاہدرہ کے اس مکان میں ہوں۔''

ایک باڈی گارڈ نے کہا۔ ''آپ کے لیے جان کا خطرہ ہے۔ ہمیں اسی مکان میں رات گزارنے دیں یا پھر ہم مکان کے سامنے کار کے اندر بیٹھے رہیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''میں ضروری نہیں سمجھتا۔ جو کہہ رہا ہوں اس کے مطابق عمل کرو۔ کل کسی وقت یہاں بلاؤں گا۔ اب تم جا سکتے ہو۔''

وہ دونوں باڈی گارڈز میری گاڑی وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ میں نے باہر کھلنے والے دروازے کو مقفل کر دیا۔ یہ حفاظتی تدبیر ایک رات کے لیے تھی۔ دوسری صبح اور اس کے بعد کیا ہوگا؟ میں کب تک اپنے آپ کو بچاتا رہوں گا؟ اب تک تو یہ مانتا آیا ہوں کہ مقدر نے مجھے بچایا ہے لیکن یہ مقدر کب تک ساتھ دے گا؟ میں ایسی کیا تدبیر کروں کہ دشمنوں کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحفظ حاصل ہو جائے؟

ایسی کوئی تدبیر نہ تھی اور نہ ہی میں اس وقت مصائب پر قابو پانے والا فرہاد علی تیمور تھا۔ انتہائی دولت مند ہونے کے باوجود ایک بے بس اور مجبور انسان تھا۔

میں نے فون کے ذریعے فہمی کو مخاطب کیا اور کہا۔

''بیٹی! بہت رات ہو چکی ہے۔ میں سونے جا رہا ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں' تم میرے فون کا انتظار کر رہی ہوگی۔ اس لیے تمہیں یاد کر رہا ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''پاپا! آپ بہت اچھے ہیں۔ میرا کتنا خیال کرتے ہیں۔ سونے سے پہلے مجھے یاد کر رہے ہیں۔ تھینک یو پاپا! تھکے ہوئے ہوں گے۔ آپ کو سو جانا چاہیے اور وعدہ کریں کہ کل صبح جب بھی آنکھ کھلے گی' مجھے فون کریں گے۔''

میں نے وعدہ کر کے فون بند کر دیا۔ اپنے کمرے میں آیا پھر تھکے ہوئے انداز میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ چارپائی پر بستر بچھا ہوا تھا۔ سرہانے اسی طرح ماچس اور موم بتیوں کا بنڈل رکھا ہوا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ میں نے پچھلی رات خواب میں کسی اجنبی کو یا اپنے ہمزاد کو دیکھا تھا۔ اس نے میرے سرہانے سے موم بتی اٹھا کر روشن کی تھی۔ اسے اپنے آگے رکھ کر پالتھی مار کر بیٹھ گیا تھا اور شمع بینی کی مشق کر رہا تھا۔

وہ ایسا کیوں کر رہا تھا؟ میرے اندر یہ سوال گونجنے لگا۔

میں نے ایسا خواب کیوں دیکھا؟

اچانک مجھے بوڑھے بابا کی باتیں یاد آئیں کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر کے راز چرا لیتا ہوں۔

میرے اندر ایک عجیب سی بے چینی پیدا ہو گئی میں کرسی پر بیٹھے بیٹھے اِدھر سے اُدھر پہلو بدلنے لگا۔ مٹھیاں بھینچنے لگا۔ میرے اندر آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ اس بابا کی باتیں گونج رہی تھیں۔ ''میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں... میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں...''

میں نے موم بتیوں کے بنڈل کی طرف دیکھا۔ یہ تو جانتا ہی تھا کہ خیال خوانی کا علم سیکھنے کے لیے شمع بینی کی جاتی ہے... ''کیا یہ خواب میں نے اسی لیے دیکھا تھا کہ مجھے اپنی شمع بینی کی کوئی بات یاد آ جائے؟ کیا میں شمع بینی کروں گا تو مجھے پچھلی باتیں یاد آ جائیں گی؟''

میں ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شدید بے چینی کے باعث ایک تڑپ سی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے بستر کے پاس پہنچ کر سرہانے سے ایک موم بتی اٹھائی پھر ماچس کے ذریعے اسے روشن کیا۔ اس موم بتی کو ایک تپائی پر رکھ دیا۔ شمال کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے دونوں پٹ پوری طرح کھول دیے پھر اس روشن موم بتی سے کچھ فاصلے پر آ گیا اور فرش پر پالتھی مار کر بیٹھ گیا۔

ٹوٹل فارما کی ادویات کامیاب رزلٹ کی ضمانت

چہرے کے فالتو بالوں کا علاج دریافت ہو گیا ہے

پاکستان میں پہلی بار | ہر قسم کے مُضر اثرات سے پاک

Rs:565.00

چارمنگ فیس لوشن

عورتوں کے چہرے کے زائد بالوں کو بتدریج اور مستقل ختم کرنے والا لوشن مکمل طور پر بے ضرر ہے

چہرے کے فالتو بالوں میں مبتلا افراد کو ہمارا مشورہ ہے۔ اگر آپ قیمت کو نہیں معیار کو پرکھتے ہیں تو اس سے بہتر کوئی لوشن ہو ہی نہیں سکتا۔ چہرے کے غیر ضروری بالوں کی جڑیں کھوکھلا کر کے فالتو بالوں سے ہمیشہ کیلئے نجات منی بیک گارنٹی کیساتھ چھریوں سے نجات دے عمر چھپائے، رنگت نکھارے، چہرہ جیسے دلکش گلاب۔

Dr:Abdul Rouf Nadeem For More Information

0300-6893065, 0333-6243065

بہاولپور: کاشف ٹریڈرز زنانہ ہسپتال روڈ 0301-8770177
خان پور: پبلک ہومیو سٹور عید گاہ چوک 0333-7473187

رحیم یار خان: طاہر ہومیو سٹور بائی پاس
گھوٹکی: استار شاپ فرنیچر روڈ اتحاد
حیدر آباد: السعطفی دواخانہ بالمقابل راحت سینما
ملتان: علی ہومیو سٹور کچہری روڈ
میاں چنوں: دارالشفا ہومیو سٹور گلی حاجیہ مسجد
ڈاکٹر شمیم اللہ ہومیو کلینک نشتر روڈ
ساہیوال: ندیم ہومیو سٹور علامہ اقبال روڈ
فیصل آباد: الصدیق ہومیو سٹور ہائی اسٹریٹ 03007257776
پشاور: پنجاب ہومیو پیتھک بازار
انٹیس ٹریڈرز پیتھک بازار
خیبر ہومیو سٹور صدر
نوید حکمت دواخانہ صدر
حافظ آباد: احمد ہومیو سٹور اشرفی ٹاؤن
گوجرہ: الشفاء ہومیو سٹور کچہری روڈ
جھنگ: جرمن ہومیو سٹور میں بازار
صادق آباد: الحاج جنرل سٹور فیصل بازار
ڈی جی خان: ابن سینا دواخانہ نیو چوک
لاہور: ایم حنیف ہومیو سٹور بوہڑ والا چوک
الغائم فارمیسی ویٹس
یوسف میڈیکل سٹی مارکیٹ گلبرگ
احمد میڈیکوز لبرٹی مارکیٹ
آمنا ہومیو سٹور جناح پاکستان
جرمیہ ہومیو سٹور نزد سیکم موڑ
خانیوال: طارق ہومیو سٹور کچہری بازار
گوجرانوالہ: جرمن ہومیو سٹور اردو بازار
احمد پور شرقیہ: ساجد ہومیو سٹور بالمقابل سول ہسپتال
شیخوپورہ: خیبر ہومیو سٹور ہلیاں بازار
راجن پور: الحبیب ٹریڈرز رمضور کالونی
منکورہ سوات: الحاج اختر پراڈکٹ ہزاری مارکیٹ
ایبٹ آباد: کریم فارمیسی سٹور ائیر پورٹ روڈ
خالدہ دواخانہ مرہ افغان بازار

کراچی فری ہوم ڈیلوری
MAF TRADARS شاپ نمبر SU-69 انور شاپنگ سنٹر
ایئر پورٹ مارکیٹ کراچی صدر 5673194, 0300-2858664

حویلیہ سرحد: سیرہ ہومیو سٹور وکلینک
ڈسٹری بیوٹر: موچی بازار ایبٹ آباد ہری پور ہزارہ
0345-9635055
0995-611140

پائلو میکس گولیاں
خونی و بادی نئی و پرانی بواسیر کا بغیر آپریشن انتہائی کامیاب اور مکمل علاج
Rs:165.00

شوگا میکس کیپسول
نئی پرانی شوگر سے مکمل نجات ایک ماہ کے مسلسل استعمال سے انسولین سے چھٹکارہ

آل پاکستان گھر بیٹھے ادویات VPP منگوانے کیلئے
بادشاہ دی ھٹی بوہڑ بازار راولپنڈی
Ph: 051-5533528, 0333-5203553, 0303-5075335

ڈسٹری بیوشن لینے کے خواہشمند پارٹیاں رجوع کریں مالی طور پر مستحکم پارٹیاں فوری رابطہ کریں
لجازی ہومیو اینڈ ہربل ہیلتھ کیئر سنٹر
شاپ نمبر LG-90 زیب ٹاور لنک روڈ ماڈل ٹاؤن، لاہور
ڈاکٹر عبدالرؤف ندیم Mob:0300-6893065, 0333-4243065

میں نے خواب میں دیکھا تھا' جو شخص خواب میں نظر آیا تھا وہ مہاتما بدھ کے آسن کے مطابق بیٹھا ہوا شمع کی لو کو تک رہا تھا۔ میں نے بھی وہی آسن اختیار کیا اور شمع کی لو کو تکنے لگا۔ مجھے یہ بھی یاد تھا کہ وہ ایسا کرتے وقت پلکیں نہیں جھپکا رہا تھا۔ مجھے بہت کچھ یاد آ رہا تھا اور میں اس پر عمل کرتا جا رہا تھا۔

''یا خدا! میرے حال پر رحم فرما۔ اے کاتب تقدیر! میں تدبیر کر رہا ہوں' تُو تقدیر کے ذریعے آسانی فرما۔ اے شمال سے چلنے والی مقناطیسی ہواؤ! آؤ اور میرے دماغ کے ایک بند دروازے پر دستک دو۔ میرے دماغ کا کوئی حصہ اگر سو رہا ہے تو اسے جگاؤ۔ خدا کے لیے کچھ کرو کہ میری مشکل آسان ہو جائے۔''

مقناطیسی ہوائیں کھڑکی کے راستے سے گزرتی ہوئی آ رہی تھیں اور میری پیشانی کو چھو رہی تھیں۔ میرے دماغ میں حرارت پیدا کر رہی تھیں۔

کالے بادل چھٹ رہے تھے۔ تاریکی دم توڑ رہی تھی۔ اچانک ہی روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا اور میں بیٹھے بیٹھے آہستہ آہستہ سجدے میں چلا گیا۔ ''اللہ اکبر.... اللہ اکبر....!''

بے شک اللہ بڑا ہے۔ میں اپنی موجودہ زندگی میں جس ہستی کو دل و جان سے چاہتا تھا' وہ میری بیٹی فہمی تھی۔ کالج میں اس کا داخلہ ہو چکا تھا اور وہ اپنے کورس کی نئی کتاب کھولے پڑھ رہی تھی۔ میں ہڑبڑا کر سجدے سے اٹھ گیا۔ حیرانی سے شمع کی لو کو تکنے لگا۔ مجھے ایسا لگا تھا' جیسے میں فہمی کے اندر پہنچ گیا تھا اور اسے ایک کتاب کی اسٹڈی کرتے دیکھ رہا تھا۔

میں نے پھر فہمی پر اپنی ساری توجہ مرکوز کی۔ اپنے تصور میں اس کی آنکھیں دیکھیں تو ایک دم سے اس کے اندر پہنچ گیا پھر اسے کتاب پڑھتے ہوئے دیکھنے لگا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اس کے دماغ میں پہنچا ہوا یہ سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ یہی ٹیلی پیتھی ہے اسی کو خیال خوانی کہتے ہیں۔

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کبھی شمع کی لو کو اور کبھی شمال کی جانب کھلنے والی کھڑکی کو تکنے لگا۔ ایسے وقت بوڑھے بابا کی باتیں یاد آنے لگیں۔ ''تُو ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تُو کسی کے بھی اندر پہنچ کر اس کے اندر کے راز چرا لیتا ہے۔''

میں بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ سوچنے لگا۔ ''میں نے فہمی کو کب یاد کیا تھا؟ کیوں ایسا لگا تھا کہ میں اس کے اندر پہنچ گیا ہوں؟''

میں ٹہلتا ہوا میز کے پاس آیا۔ وہاں میرا موبائل فون رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر سوچا فہمی کے نمبر پنچ کروں پھر اس سے پوچھوں، کیا وہ اس وقت جاگ رہی ہے اور کوئی کتاب پڑھ رہی ہے؟

میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ ذہن میں بات آئی۔ ''فون کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر میں اس کے اندر پہنچا ہوا تھا تو یہ آزمانا چاہیے کہ دوبارہ اس کے اندر پہنچ سکتا ہوں یا نہیں؟''

میں نے پھر اپنی ساری توجہ فہمی پر مرکوز کی۔ اس بار اس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کیا تو فوراً ہی اس کے اندر پہنچ گیا۔ اسے دیکھنے لگا۔ وہ ٹیبل لیمپ کے سامنے جھکی ہوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ اس کی سوچ کی لہریں صاف طور پر سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''مجھے پاپا کو فون کرنا چاہیے۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ سو رہے ہیں یا جاگ رہے ہیں؟''

اس کی سوچ نے کہا۔ ''نہیں' پاپا سو رہے ہوں گے تو یہ اچھی بات نہیں ہوگی۔''

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''پاپا اگر سو رہے ہوں گے تو انہوں نے فون بند رکھا ہوگا۔ اس طرح میں انہیں ڈسٹرب نہیں کروں گی۔ مجھے ایک بار اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے فون پر معلوم کرنا چاہیے۔''

میری یہ بات ختم ہوتے ہی اس نے کتاب کو بند کر دیا پھر سامنے رکھے ہوئے موبائل فون کو اٹھا کر میرے نمبر پنچ کرنے لگی۔ میں حیران ہو رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میری سوچ کی لہریں سننے کے بعد وہ ایسا کر رہی ہے۔

تھوڑی دیر میں ہی تصدیق ہو گئی۔ میرے فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے اس کی ننھی سی اسکرین پر دیکھا تو فہمی کا فون نمبر دکھائی دیا۔ میں نے بٹن کو دبا کر اسے کان سے لگایا اور کہا۔ ''ہیلو فہمی! کیا تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟''

وہ بولی۔ ''آپ بھی تو جاگ رہے ہیں۔ کیا میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا ہے؟''

''نہیں، میں ابھی سونے ہی والا تھا۔''

''تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ تھکے ہوئے ہیں' اب سو جانا چاہیے۔ میں کل صبح آپ کے فون کا انتظار کروں گی۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں فون بند کرتے ہی خوشی سے اُچھل پڑا۔ ''میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ خیال خوانی کر سکتا ہوں۔ کسی کے بھی اندر پہنچ سکتا ہوں۔ یا خدا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اب میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پَر کے بغیر پرواز کر سکتا ہوں۔''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

رات کا ایک بج چکا تھا۔ میں نے غسل کیا پھر جائے نماز بچھا کر تہجد کی نماز ادا کی۔ دُعا کے لیے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ ''بے شک تو قادرِ مطلق ہے۔ جسے چاہے ذلت دیتا ہے جسے چاہے عزت دیتا ہے۔ تُو نے مجھے اس قدر آزمائشوں میں مبتلا کرنے کے بعد عزت دی ہے۔ میں تیرا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے دشمنوں سے نمٹنے' اپنی حفاظت کرنے اور دوسروں کے کام آنے کی توفیق عطا فرما... آمین۔ اگر میں اپنی زندگی کی پچھلی باتیں بھول گیا ہوں تو میری دماغی کمزوری کو دور فرما۔ میری یادداشت بحال کردے میرے مالک...! آمین''

میری ایک دُعا تو قبول ہو چکی تھی۔ اب میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا تحفظ کرسکتا تھا۔ دشمنوں سے نمٹ سکتا تھا اور دوسروں کے بھی کام آسکتا تھا لیکن میری یادداشت بحال نہیں ہوئی تھی۔ میں اپنی پچھلی زندگی بھولا ہوا تھا۔ مجھے بوڑھے بابا کی باتیں یاد آرہی تھیں کہ میرے باپ دادا شاہ کوٹ کی اس پرانی حویلی کے مالک تھے۔ بابا جی نے یہ بھی کہا تھا کہ میرا نام فرہاد علی تیمور ہے....

افسوس مجھے کچھ یاد نہیں آرہا تھا۔ میں خود کو پہلے کی طرح بھولا ہوا تھا۔ اگر میں خود کو یاد کرنے کی کوششیں کرتا تو کیسے کرتا؟ کہاں سے یاد کرنا شروع کرتا... میں کون ہوں؟ اور میری ابتدا کہاں سے ہوئی ہے؟ لیکن بار بار یاد کرنے کے باوجود مجھے یاد نہیں آرہا تھا۔ سیدھی سی بات تھی' میری یادداشت بحال ہوجائے' یہ ابھی تقدیر کو منظور نہیں تھا۔

پھر بھی یہ اُمید پیدا ہوگئی تھی کہ خیال خوانی کرتا رہوں گا تو مجھے رفتہ رفتہ پچھلی باتیں یاد آتی جائیں گی۔ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہوجانے کا اتنا خوش تھا کہ بار بار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کررہا تھا۔ خوشی کے مارے نیند نہیں آرہی تھی۔ سوچ رہا تھا' اب اپنے ایک ایک دشمن کے دماغ میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھوں!

میں نے سب سے پہلے اپنے بھائی جواد انور شاہ کا تصور کیا۔ اس کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح یاد کرتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کی اور بڑی آسانی سے اس کے اندر پہنچ گیا۔ رات کے تین بج چکے تھے مگر وہ اپنے ایک دست راست کے ساتھ جاگ رہا تھا۔ اس کے اس خاص آدمی کا نام رفیق احمد تھا۔ جسے وہ فیقے کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔

اس وقت جواد پریشانی کی حالت میں اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ زیرِ لب بڑبڑا رہا تھا۔ ''یہ سالا میرا بھائی کوئی بھوت ہے؟ جب بھی اس پر قاتلانہ حملہ کیا جاتا ہے' یہ بچ جاتا ہے۔ اس کی جگہ دوسرے مارے جاتے ہیں۔''

فیقے نے کہا۔ ''سوچو تو ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ بندہ قسمت کا دھنی ہے۔ آپ کے آدمیوں نے ہماری آنکھوں کے سامنے اسے قتل کیا تھا۔ گہرا گڑھا کھود کر دفن کیا تھا لیکن وہ زندہ ہو کر چلا آیا۔''

جواد نے کہا۔ ''یہ کتنی عجیب اُلجھانے والی بات ہے کہ اگر ہم نے غلطی سے کسی دوسرے شخص کو قتل کیا تھا تو اس کی لاش اس گڑھے میں ہونی چاہیے تھی۔ یہ سوچ کر سر گھومنے لگتا ہے کہ آخر وہ لاش وہاں سے کہاں چلی گئی؟ دوسری بار شہناز آپا کی بیٹی اور ان کے داماد حماد نے اسے قتل کرنا چاہا تو وہ پھر بچ گیا اور اس کی جگہ وہ دونوں مارے گئے۔''

فیقے نے کہا۔ ''وہ بہت چالباز ہے۔ اس نے بہن بھائیوں کو آپس میں لڑایا ہے۔ جس کے نتیجے میں بہن اور بھائی (شہناز اور دلشاد) مارے گئے ہیں۔ اب صرف آپ زندہ رہ گئے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''میں اچھی طرح جانتا ہوں شہناز آپا نے اپنی سلامتی کے لیے دلشاد کو قتل کرایا تھا۔ اس کے بعد میری باری تھی لیکن اس سے پہلے ہی میں نے شہناز آپا کو اس دنیا سے رُخصت کردیا ہے۔ اگر یہ چالاکی نہ کرتا تو بے موت مارا جاتا۔'' وہ اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی اصل دشمن زندہ ہے۔ جب تک وہ زندہ رہے گا ہر لمحہ مجھے موت کا دھڑکا لگا رہے گا۔''

فیقے نے کہا۔ ''اب ایک نئی بات سامنے آئی ہے کہ اس نے فہمیدہ عرف فہی نامی کسی پرائی لڑکی کو اپنی منہ بولی بیٹی بنالیا ہے۔ اس کی ان حرکتوں سے پتا چلتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے مراد پر بھی بھروسا نہیں کرتا ہے اور آئندہ اس لڑکی کو اپنی تمام دولت جائیداد اور کاروبار کی وارث بنائے گا۔''

جواد نے ایک ہاتھ یوں ہلایا جیسے مکھی اُڑا رہا ہو پھر اس نے کہا۔ ''اس لڑکی سے بعد میں نمٹا جائے گا۔ ابھی یہ سوچ کر غصہ آرہا ہے کہ فیصل آباد میں ہمارا زبردست حملہ تھا۔ وہ اس حملے سے بھی بچ گیا ہے۔ اس کی جگہ سیکیورٹی آفیسر مارا گیا ہے۔'' وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''اب وہ ڈاکٹر ہمارے لیے مصیبت بن جائے گا۔ اسے دو لاکھ روپے میں خریدا گیا تھا۔ ایک تو دو لاکھ روپے ضائع ہوئے دوسرا یہ کہ وہ پکڑا جائے گا تو ہمارے خلاف ضرور بیان دے گا۔ ابھی تو فرہاد کے بیان کے مطابق پولیس انکوائری شروع ہوئی ہے لیکن اس بیان سے مجھ پر صرف شبہ کیا جائے گا۔'' وہ صوفے کے ہتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ ''مگر اس ڈاکٹر کا

کیا کیا جائے؟ اس نے آخری بار فون پر کہا تھا کہ وہ کل کسی وقت تک سرحد پار کرلے گا۔ پتا نہیں آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ اگر وہ ہمارے قریب ہوتا تو ہم اسے گولی مار کر اس کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کردیتے۔''

فیقے نے کہا۔ ''اس وقت رات کے تین بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں اور وہ دوپہر کو دو بجے فیصل آباد سے فرار ہوا تھا۔ اسے اب تک پاکستان کی سرحد سے نکل جانا چاہیے۔ آپ اس سے رابطہ کریں۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم ہونا چاہیے۔''

جواد نے جھنجلا کر کہا۔ ''کئی بار رابطہ کرچکا ہوں۔ اس کم بخت نے فون بند کر رکھا ہے۔''

وہ اپنا موبائل فون اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگا پھر اس کے بٹن کو دبا کر کان سے لگایا تو رابطہ ہوگیا۔ ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔ ''جواد صاحب! میں نے آپ کا نمبر دیکھ لیا ہے۔ میں ایران پہنچ چکا ہوں۔ یہاں ایک قصبے میں میرے ایک عزیز رہتے ہیں۔ میں فی الحال کچھ روز وہاں رہوں گا۔''

جواد نے کہا۔ ''خدا کا شکر ہے تم یہاں سے نکل گئے ہو۔ اب قانون کی گرفت میں نہیں آؤ گے۔''

''لیکن میری مشکلیں بڑھ گئی ہیں۔ آپ کی وجہ سے میرا بڑا نقصان ہوا ہے۔ نہ میں کبھی واپس آسکوں گا' نہ ہی میری پریکٹس جاری رہے گی۔ میں یہاں کسی چھوٹے شہر میں ایک کلینک کھولوں گا پھر اسے ہسپتال بنانے کے لیے کم از کم ایک کروڑ روپے کی ضرورت ہوگی اور یہ رقم آپ مجھے ادا کریں گے۔''

جواد نے غصّے سے کہا۔ ''کیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے؟ مجھے جو معاوضہ دینا تھا' وہ دے چکا ہوں۔ زیادہ پھیلنے کی کوشش نہ کرو۔ تم میرے لیے مر چکے ہو۔''

''نہیں، اگر میرا مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو یہاں سے پاکستانی ایمبیسی جنس والوں کو اپنا تحریری بیان ارسال کروں گا اور یہ اقرار کروں گا کہ میں نے تم سے دو لاکھ روپے لے کر فرہاد انور شاہ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی جب کہ اس سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ذاتی دشمنی جواد انور شاہ کی ہے۔ اس سے پہلے بھی وہ فرہاد انور شاہ پر قاتلانہ حملہ کرا چکا ہے۔''

جواد نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ ''کیا تحریری بیان ارسال کرنے کے بعد تم وہاں محفوظ رہ سکو گے؟''

''میں اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔ یہ بیان ارسال کرنے کے بعد کسی دوسرے ملک چلا جاؤں گا یا کسی دوسرے شہر میں جا کر چھپ جاؤں گا۔ کوئی مجھے ڈھونڈ نہیں پائے گا۔ تم میری نہیں اپنی فکر کرو۔ میرا یہ تحریری بیان تمہیں پھانسی کے پھندے تک پہنچا سکتا ہے۔''

''میں جا گیردار ہوں۔ قانون سے کھیلنا جانتا ہوں۔ تم اپنا تحریری بیان دینے کے بعد اِدھر سے اُدھر بھاگتے پھرو گے اور میں یہاں آرام سے رہوں گا۔''

یہ کہنے کے بعد اس نے فون بند کردیا۔ حقارت سے کہا۔ ''اُونہہ.... مجھے گیدڑ بھبکی دے رہا ہے۔ یہ خوب سمجھتا ہوں' وہ اپنا تحریری بیان کبھی ارسال نہیں کرے گا اور نہ ہی واپس آنے کی جرأت کرے گا۔ آئے گا تو بے موت مارا جائے گا۔''

اس کے اندر رہ کر مجھے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اب تک کیا کرتا آرہا ہے اور آئندہ کیا کرنے والا ہے؟ میں چاہتا تو اسی وقت اسے ہلاک کردیتا۔ اسے خودکشی پر مجبور کردیتا یا فیقے کے ذریعے قتل کردیتا لیکن ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہوتے ہی مجھے اطمینان حاصل ہوگیا تھا۔ جب کسی کو بھرپور قوت حاصل ہوجائے اور یہ یقین ہوجائے کہ جب چاہے وہ کچھ بھی کرسکتا ہے تو پھر وہ دو میں سے کسی ایک راستے پر چلتا ہے۔ یا تو مغرور ہو کر فرعون بن جاتا ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور بڑی سنجیدگی سے جائز اور ناجائز باتوں کو سمجھتے ہوئے ان پر عمل کرتا ہے۔

جواد جیسے مجرم اور سفاک قاتل کو سزا ملنی ہی تھی لیکن وہ چند گھنٹوں کی اذیت برداشت کر کے مر جاتا تو اسے دنیا کے دکھ درد سے نجات مل جاتی۔ میں چاہتا تھا کہ اسے مجبور اور بے بس بنا کر ذلت آمیز زندگی گزارنے پر مجبور کروں۔ اسے دوسروں کے لیے عبرت ناک تماشا بنادوں۔

فی الحال یہ سوچا کہ ابتدائی طور پر اسے مالی نقصان پہنچایا جائے اور ذرا اپنا رُعب دبدبہ بنا دیا جائے۔ اس نے میری مرضی کے مطابق فیقے کو غور کر دیکھا۔

وہ بولا۔ ''حضور.... مائی باپ! مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟''

اس نے بدستور گھورتے ہوئے کہا۔ ''اِدھر آ... فوراً آ....''

وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ تیزی سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا تو جواد نے ایک طمانچہ اسے رسید کیا۔ وہ حیرانی سے بولا۔ ''میرا قصور کیا ہے؟''

وہ غصّے سے بولا۔ ''تیرا سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ تو نے کوئی قصور نہیں کیا ہے۔''

وہ بولا۔ ''یہ تو اچھی بات ہے۔''

اس نے دوسرا طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا۔
''میں جس پر ظلم کرنے کو کہتا ہوں' اس پر ظلم کرتا ہے۔ جسے قتل کرنے کو کہتا ہوں' اسے قتل کر دیتا ہے۔ تیرا یہ قصور کیا کم ہے کہ میرا غلام بن کر رہتا ہے؟''

''آپ کا غلام بن کر رہتا ہوں' آپ کی ہر بات مانتا ہوں۔ یہ تو اچھی بات ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا تُو آئندہ بھی میری ہر بات مانے گا؟''

''میں تو اپنی جان کو داؤ پر لگا دیتا ہوں۔ مجھے حکم دیں۔''

''میں حکم دیتا ہوں' مجھے گالی دے۔''

فیقا حیرانی سے اس کا منہ تکنے لگا۔ میں نے جواد کے دماغ پر اس طرح قبضہ جمایا تھا کہ اسے ذرا سی ڈھیل بھی دی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ جو کچھ کر رہا ہے' وہ غلط ہے لیکن وہ بے اختیار میری مرضی کے مطابق ویسا ہی کرتا جا رہا تھا۔ وہ فیقے سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ نارمل ہے مگر پہلے تو وہ اسے مارتا رہا تھا۔ اب گالی دینے کا حکم دے رہا تھا۔ فیقا بے چارہ حیران پریشان تھا۔

اس نے غصے سے کہا۔ ''کتے کے بچے! میرا منہ کیا تک رہا ہے؟ مجھے گالی کیوں نہیں دیتا؟''

فیقا ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''حضور... مائی باپ! مسلسل ناکامیوں نے آپ کو پریشان کر دیا ہے۔ آپ دماغی طور پر بہت الجھ گئے ہیں۔ خدا کے لیے خود کو سنبھالیں۔''

جواد نے ایک گھونسا اس کی ناک پر جڑ دیا۔ وہ بری طرح جھنجلا گیا مگر اس کا دستِ راست تھا۔ بچپن سے اس کی تابع داری کرتا آیا تھا۔ اس لیے برداشت کر رہا تھا۔ جواد نے کہا۔ ''اب میں تجھے ماں بہن کی گالیاں دوں گا' تب ہی تُو مجھے جواباً گالیاں دے گا اور مجھ پر ہاتھ اٹھائے گا۔''

وہ اسے بہت ہی غلیظ گالیاں دینے لگا۔ میں اسے چھوڑ کر فیقے کے اندر پہنچ گیا۔ میرے جاتے ہی وہ ہوش میں آ گیا پھر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر سوچنے لگا۔ ''میں ابھی کیسی حرکتیں کر رہا تھا؟''

اُدھر فیقے میرے زیرِ اثر آ گیا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ایک زبردست گھونسا اس کی ناک پر جڑ دیا پھر اسے سڑی سڑی گالیاں دیتے ہوئے لاتیں اور تھونسے مارنے لگا۔ وہ جسمانی طور پر فیقے کے مقابلے میں کمزور تھا۔ اس کے حملوں سے بچنے کی کوششیں کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''میں..... میں نارمل ہو گیا ہوں رک جا... ابے او کتے کے بچے! رک جا۔''

وہ مار کھاتے کھاتے فرش پر گر گیا تھا۔ میں فیقے کو چھوڑ کر پھر اس کے اندر آ گیا۔ وہ فرش پر سے اٹھتے ہوئے بولا۔ ''ابے او کتے کے بچے! تیرے ہاتھ کیوں رک گئے؟ تیری زبان کیوں نہیں چل رہی ہے؟ مجھے گالی دے۔''

اب فیقا نارمل ہو گیا تھا۔ وہ جواد کو گالی دینا یا مارنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''مجھے معاف کر دیں۔ ماں بہن کی گالی سن کر آپے سے باہر ہو گیا تھا۔ میں نے آپ کو گالی دی ہے۔ مارا ہے..... آپ اپنا جوتا اتاریں اور میرے سر پر ماریں۔''

جواد نے اپنے پاؤں سے جوتی اتار کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''لے اسے پکڑ اور میرے سر پر مار۔''

فیقا اپنا سر اور اپنے ہاتھ انکار میں ہلانے لگا' کہنے لگا۔ ''یا اللہ! پتا نہیں آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ کیوں ایسا کر رہے ہیں؟ مجھے جان سے بھی مارنا چاہیں گے تو میں آپ کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔''

جواد نے اپنی جیب سے تجوری کی چابیاں نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ میرے سیف کی چابیاں ہیں۔ چل اسے کھول اور اس کے اندر جتنا مال ہے سب اپنے ساتھ لے جا۔ اگر نہیں لے جائے گا تو تجھے اس جوتی سے مجھے مارنا ہو گا۔''

فیقا پریشانی سے کبھی جوتی کو' کبھی چابیوں کو اور کبھی اپنے آقا کو تکنے لگا۔ اس نے کہا۔ ''تجھے دو میں سے ایک بات ماننی ہو گی یا تو مجھے مارے گا یا پھر سیف کھول کر سارا مال لے جانا ہو گا۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو میں تجھے گولی مار دوں گا۔''

اس نے چابیوں کو اور اپنی جوتی کو میز پر رکھا۔ فیقے کے شانے سے ریوالور لٹک رہا تھا۔ جواد نے اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''تُو اگر نمک حرام بنے گا تو اپنے ہی ہتھیار سے مارا جائے گا۔ چل..... جوتی اٹھا اور میرے سر پر مار... یا پھر تجوری کھول کر سارا مال لے جا۔''

وہ مرنا نہیں چاہتا تھا اور اپنے مالک کی تجوری پر ہاتھ بھی صاف کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ ابھی تجوری کھول کر سارا مال لے جائے گا۔ جب ان کا آقا نارمل ہو گا اور اپنے مال کا مطالبہ کرے گا تو وہ اسے واپس کر دے گا۔

اس نے آگے بڑھ کر میز سے چابیاں اٹھائیں پھر سیف کے پاس جا کر اسے کھولنے لگا۔ جواد اس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ سیف کے اندر بڑے نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ تقریباً پچیس لاکھ روپے تھے۔ سونے کے ڈھیر سارے زیورات اور کچھ ہیرے جواہرات بھی رکھے ہوئے تھے۔ جواد نے پلاسٹک کا ایک بڑا سا تھیلا لا کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ ''اس میں سارا مال رکھ لے۔''

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ تجوری خالی کر دی۔ سارا مال اس تھیلے میں سما گیا۔ جواد نے اسے ریوالور واپس کرتے ہوئے کہا۔ ''اسے اپنے پاس رکھ لے۔ تُو واقعی میرا وفادار اور نمک حلال ہے۔ اب یہاں سے جا اور یہ سب کچھ لے جا۔''

وہ تھیلا اٹھا کر بولا۔ ''میں یہ نقدی اور زیورات لے جا رہا ہوں لیکن یہ میرے پاس آپ کی امانت ہیں۔ جب بھی مطالبہ کریں گے' میں انہیں واپس کر دوں گا۔''

وہ دھتکارنے کے انداز میں ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''اچھا..... اچھا..... اب زیادہ بکواس نہ کر۔ یہاں سے دفع ہو جا۔''

وہ تھیلا اٹھا کر حویلی سے باہر آ گیا۔ جیپ میں بیٹھ کر اپنے گھر کی طرف جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اسے بالکل غائب دماغ کر دیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ میں اس کے اندر رہ کر اسے شاہدرہ والے مکان کے سامنے لے آیا۔

اس نے وہاں جیپ روکی پھر اس تھیلے کو اٹھا کر تیزی سے میرے مکان کے دروازے پر آیا۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ اسے اپنے ساتھ لے کر ایک کمرے میں آ گیا۔ وہاں اس نے تھیلے کو خالی کر دیا پھر اس نے کچھ کپڑا اور دو چار پتھر اس تھیلے میں رکھے اور وہاں سے چلا گیا۔ واپس جاتے وقت جب وہ دریائے راوی کے پل سے گزرنے لگا تو اس نے ایک جگہ جیپ روک دی۔

اس وقت فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ پل پر اِکّا دُکّا گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ وہ بیگ اٹھا کر جیپ سے اتر کر پل کی ریلنگ کے پاس آیا۔ راوی کی سیلابی کیفیت کم ہو گئی تھی پھر بھی اس کی منہ زور لہریں ٹھاٹیں مارتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ وہ میری مرضی کے مطابق اس بیگ کو ان منہ زور لہروں کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت میں نے اس کے دماغ کو

WWW.JBDPRESS.COM

نسیم حجازی کے شاہکار تاریخی ناول

آخری معرکہ -/300
جب سومنات کے بڑے بت کو توڑنے کی باری آئی تو ہندو راجے اور پجاری سلطان کے قدموں میں گر پڑے اور کہا "ہم اس کے وزن کے برابر سونا دینے کیلئے تیار ہیں"۔ سلطان کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا اور اس نے جواب دیا "میں بت فروش نہیں، بت شکن کہلانا چاہتا ہوں" نسیم حجازی کی ایک ولولہ انگیز تحریر

اندھیری رات کے مسافر -/225
اُندلس میں مسلمانوں کی آخری سلطنت غرناطہ کی تباہی کے لرزہ خیز مناظر، بوڑھوں، عورتوں اور جوانوں کی ذلت و رسوائی کی الم ناک داستان

قیصر و کسریٰ -/300
ظہورِ اسلام سے قبل عرب و عجم کے تاریخی، سیاسی، اخلاقی، تہذیبی، مذہبی حالات اور فرزندانِ اسلام کے ابتدائی نقوش کی داستان

پاکستان سے دیارِ حرم تک -/125
تاریخی بس منظر میں لکھا جانے والا ایک دلچسپ سفرنامہ حجاز

گمشدہ قافلے -/300
انگریز کی اسلام دشمنی، یہودی کی عیاری و مکاری اور مسلمانوں کی معصوم بچیوں اور مظلوم عورتوں کو خون میں نہلانے کی لرزہ خیز سچی داستان

داستانِ مجاہد -/200
فتح دیبل کے بعد راجہ داہر نے راجوں مہاراجوں کی مدد سے دو سو ہاتھیوں کے علاوہ 50 ہزار سواروں اور پیادوں کی نئی فوج بنائی، فاتح سندھ کی معرکتہ الآرا داستان

پردیسی درخت -/275
اسلام دشمنی پر مبنی ہندوؤں اور سکھوں کے گٹھ جوڑ کی کہانی جنہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلئے تمام اخلاقی حدود کو پامال کرنے سے بھی گریز نہ کیا

قافلۂ حجاز -/300
راہِ حق کے مسافروں کی ایک بے مثال داستان

خاک اور خون -/300
سسکتی، تڑپتی انسانیت، قیامت خیز مناظر، تقسیم برصغیر کے پس منظر میں داستان خونچکاں

معظم علی -/275
لارڈ کلائیو کی اسلام دشمنی، میر جعفر کی غداری، بنگال کی آزادی و حریت کے ایک مجاہد معظم علی کی داستان شجاعت

سفید جزیرہ -/150
بحرالکاہل کے کسی نامعلوم جزیرے کی داستان

کلیسا اور آگ -/225
فرڈی نینڈ کی عیاری، مسلمان سپہ سالاروں کی غداری، سقوط غرناطہ اور اُندلس میں مسلمانوں کی شکست کی داستان

پورس کے ہاتھی -/125
1965ء کی جنگ کے پس منظر میں بنیوں اور برہمنوں کے سامراجی عزائم کی شکست کی داستان، جنہیں ہر محاذ پر منہ کی کھانی پڑی

محمد بن قاسم -/225
عالم اسلام کے 17 سالہ ہیرو کی تاریخی داستان، جس کے حوصلے اور حکمت عملی نے ستاروں پر کمندیں ڈال دیں

ثقافت کی تلاش -/100
نام نہاد ثقافت کا پرچار کرنے والوں پر ایک تحریر، جنہوں نے ملک کی اخلاقی و روحانی قدروں کو طبلوں کی تھاپ، گھنگھروؤں کی چھنا چھن کے ساتھ پامال کیا

آخری چٹان -/275
سید خوارزم جلال الدین خوارزمی کی داستانِ شجاعت جو تاتاریوں کے سیل رواں کے لیے ایک چٹان ثابت ہوا

اور تلوار ٹوٹ گئی -/300
شیر میسور (ٹیپو سلطان شہید) کی داستانِ شجاعت، جس نے محمد بن قاسم کی غیرت، محمود غزنوی کے جاہ و جلال اور احمد شاہ ابدالی کے عزم و استقلال کی یاد تازہ کر دی

شاہین -/275
اُندلس میں مسلمانوں کے نشیب و فراز کی کہانی

سو سال بعد -/125
گاندھی جی کی مہاتمائیت، اچھوتوں اور مسلمانوں کے خلاف سامراجی مقاصد کی منہ بولتی تصویر

انسان اور دیوتا -/225
برہمنی سامراج کے ظلم و بربریت کی صدیوں پرانی داستان جس نے اچھوتوں کو راہِ عمل اختیار کرنے پر مجبور کیا

یوسف بن تاشفین -/225
اُندلس کے مسلمانوں کی آزادی کیلئے آلام و مصائب کی تاریک راتوں میں امید کی قندیلیں روشن کرنے والے گمنام سپاہی کی داستان

جہانگیر بکس
• لاہور 042-7220879 • راولپنڈی 051-5539609 • ملتان 061-4781781 • فیصل آباد 041-2627568 • حیدر آباد 0300-3012131 • کراچی 021-2765086

ذرا سی ڈھیل دی تو وہ چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا۔ ''میں یہاں کیسے آ گیا؟''

اس نے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے بیگ کو دیکھا۔ ایسے ہی وقت میں نے اس پر گرفت ڈھیلی کی۔ بیگ اس کے ہاتھوں سے نکل کر نیچے پانی میں گر گیا۔ وہ چیخنے لگا۔ ''ارے ارے یہ میں نے کیا کیا؟ نہیں..... نہیں..... یہ نہیں ہوسکتا۔''

وہ تیزی سے دوڑتا ہوا دوسری ریلنگ کی طرف گیا پھر وہاں سے جھانک کر دیکھنے لگا۔ صبح کی دھیمی دھیمی سی روشنی میں وہ واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یقین کرنا چاہتا تھا کہ وہ ہاتھوں سے نکل چکا ہے یا نہیں...؟

ایسے ہی وقت کسی نے پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی پھر ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ ''ابے او کون ہے تُو...؟ اِدھر خودکشی کرنے آیا ہے...؟''

فیقے نے دیکھا کہ دو پولیس والے تھے۔ ایک نے پیچھے سے اس کے کالر کو پکڑا ہوا تھا۔ دوسرا اس کے سر پر اپنا ڈنڈا آہستہ آہستہ بجاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''ایک ایسا ماروں گا کہ ڈوبنے سے پہلے مر جائے گا۔ بول کیوں مرنا چاہتا تھا؟''

وہ بولا۔ ''میں یہاں مرنے نہیں آیا تھا۔ میرے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا۔ میں یہاں کھڑا صبح کے وقت بہتے ہوئے راوی کا نظارہ کر رہا تھا کہ بیگ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا۔ اس میں دس ہزار روپے اور بہت سے ضروری کاغذات تھے۔''

''تو پھر سمجھ لے کہ وہ گئے اور تو بھی یہاں سے جا..... ورنہ ہم تجھے تھانے لے جائیں گے۔''

وہ اپنا کالر چھڑا کر جیپ میں آ کر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''میں اِدھر کیسے آ گیا؟ میں تو اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔''

وہ وہاں سے کچھ دور جانے کے بعد سڑک کے کنارے جیپ روک کر کچھ سوچنے لگا۔ یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ ایسا کیوں ہوگیا؟ اور کیسے ہوگیا کہ اس نے خود ہی اتنی ساری دولت اپنے ہاتھوں سے لا کر راوی مین ڈبو دی؟

وہ دیواروں سے سر ٹکراتا رہتا اور سوچنے کی کوششیں کرتا رہتا' تب بھی یہ باتیں اس کی سمجھ میں آنے والی نہیں تھیں۔ جب تک میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھا' تب تک اُدھر جواد انور شاہ میری گرفت سے آزاد رہا۔ نارمل ہوتے ہی وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ''ابھی میں کیسی حرکتیں کر رہا تھا؟ مجھے لگ رہا تھا کہ میں پاگل ہوگیا ہوں۔ میرا دماغ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ میں اپنے دستِ راست وفادار فیقے کو گالیاں دے رہا تھا اور اسے مجبور کر رہا تھا کہ وہ بھی مجھے گالیاں دے' میری جوتی سے مجھے مارے اور میرے سیف سے ساری دولت.....''

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا سر گھما کر سیف کی طرف دیکھا تو اس کا پٹ پوری طرح کھلا ہوا تھا۔ وہ خالی ہو چکا تھا۔ اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس میں پچیس لاکھ کے زیورات اور دو کروڑ کے ہیرے جواہرات تھے۔ وہ تقریباً ڈھائی کروڑ روپے کا نقصان اٹھا چکا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا اپنی حویلی سے باہر آیا۔ اس کا خیال تھا کہ فیقا ابھی نہیں گیا ہوگا لیکن وہ باہر کہیں دکھائی نہیں دیا۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا تو پتا چلا کہ فیقے کا فون بند ہے۔

جواد بجھا گ کی طرح بیٹھ گیا۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ غلام بن کر رہنے والا فیقا اچانک مالا مال ہوگیا ہے۔ وہ نمک حرام واپس نہیں آئے گا۔ اگر کبھی گرفت میں آئے گا تو اس کے پچیس لاکھ روپے' سونے کے زیورات اور ہیرے جواہرات کبھی واپس نہیں کرے گا۔

میں چاہتا تھا کہ اسے تھوڑی تھوڑی سی سزا دوں تاکہ وہ نیم پاگل ہوجائے۔ جلد ہی کنگال ہوکر ذلت آمیز زندگی گزارنے لگے پھر سڑکوں پر گھومتے ہوئے ہاتھ پھیلا پھیلا کر لوگوں سے کہے۔ ''برے کا انجام برا ہوتا ہے جیسا کہ میرا انجام تم لوگوں کے سامنے ہے۔ مجھے دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔''

صبح ہو چکی تھی۔ تمام رات جاگتے ہوئے گزری تھی مگر اس رات مجھے میری کھوئی ہوئی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت واپس مل گئی تھی۔ میں نے سوچا۔ ''اب کوٹھی میں جا کر نیند پوری کروں گا۔ فہمی مجھے اپنے قریب پا کر مطمئن ہوجائے گی۔''

میں کار ڈرائیو کرتا ہوا اپنی کوٹھی کی طرف جانے لگا۔ میرا موجودہ بیٹا مراد انور شاہ اگرچہ میرے قدموں میں آ کر معافی مانگ چکا تھا اور ہمارے دشمنوں سے تعلقات ختم کر چکا تھا۔ تاہم میں اس پر مکمل بھروسا نہیں کر سکتا تھا۔ اب خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر کی تمام باتیں معلوم کر سکتا تھا اور کوٹھی میں پہنچنے کے بعد میں یہی کرنے والا تھا۔

☆☆☆

ترہالا کی حکمتِ عملی اس کے لیے خاطر خواہ نتائج پیدا کر رہی تھی۔ ہمارے اور اکابرین کے درمیان برسوں سے عداوتیں چلی آ رہی تھیں۔ ترہالا ہمارے درمیان غلط فہمیاں

پیدا کر رہا تھا۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ اکابرین اپنی کم ظرفی کا ثبوت دے رہے ہیں اور اکابرین ثبوت اور گواہوں کے ساتھ یہ ثابت کر رہے تھے کہ ہم ان کے اہم منصوبے کو خاک میں ملا چکے ہیں۔

ترہالا آئندہ بھی ایسے ہی طریقۂ کار کے مطابق ہمارے درمیان عداوتیں بڑھانے والا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے کہا جا رہا تھا۔ ''ہم نے تمہارے اور انڈیا کے درمیان ہونے والے معاہدے کو سبوتاژ نہیں کیا ہے۔ اگر ایسا کرتے تو ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرتے۔ ہم جانتے ہیں کہ تم سب اس دنیا کے بڑے بڑے طاقتور ممالک کہلانے کے باوجود ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔''

ادارے کی طرف سے کہا جا رہا تھا۔ ''تم نے بین الاقوامی تنازعات نمٹانے کے لیے جو عالمی عدالت بنائی ہے ہم اس عدالت کے فیصلوں کو بھی ٹھکرا سکتے ہیں۔ یہ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم اگر سیارے والوں کی طرح تمہاری کمزوریوں سے کھیلنا اور تمہارے فوجی رازوں سے فائدہ اٹھانا شروع کریں گے تو تم لوگ ہمارے غلام بن جاؤ گے مگر ہم نے نہ تو پہلے ایسا کیا ہے نہ اب کریں گے۔''

تمام اکابرین مانتے تھے کہ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کی بہت بڑی طاقت ہے ایک نہیں درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے پاس ہیں پھر یہ کہ ہمارے پاس وہ غیر معمولی مشینیں بھی ہیں اور سب سے بنیادی بات یہ تھی کہ ہمارے پاس روحانی قوت تھی۔

اکابرین کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''ہم مانتے ہیں کہ اب سے پہلے تم لوگوں نے ہمارے سیاسی اور فوجی معاملات میں مداخلت نہیں کی مگر ہوسکتا ہے تمہاری بڑھتی ہوئی طاقت نے تمہیں مغرور بنا دیا ہو۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے اس معاہدے کو تم نے خاک میں نہیں ملایا ہے تو پھر کس نے ایسا کیا ہے؟ ہمارے اور انڈیا کے درمیان ہونے والے اس معاہدے کو فی الحال ملتوی کیا گیا ہے۔ اس کا فائدہ اسلامی جمہوریہ چین کو پہنچ رہا ہے لیکن ان کے پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے جب کہ ہمارے نمائندے کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والی پہنچی ہوئی تھی اور اس نے اس نمائندے کو اپنا نارمل بنا دیا تھا۔ ہم اس سلسلے میں جمہوریہ چین پر شبہ نہیں کر سکتے۔''

ترہالا کی سازشوں کے باعث سب ہی الجھن میں تھے۔ تمام اکابرین نے پیرس کے ایک کانفرنس ہال میں بابا صاحب کے ادارے کے نمائندوں کو مدعو کیا۔ تاکہ اس سنگین معاملے پر غور کیا جائے اور کسی نتیجے پر پہنچا جائے۔ بابا صاحب کے ادارے سے پانچ افراد اس کانفرنس ہال میں پہنچے تھے۔ وہاں بحث مباحثہ شروع ہوا تو ابتدا میں ایک دوسرے پر الزامات عائد کیے پھر کہا گیا کہ یوں کسی پر الزام عائد کرنے سے بات نہیں بنے گی۔ ہمیں یہ فرض کرنا ہوگا کہ کوئی تیسری ہستی ہے یا کوئی تیسری پارٹی ہے جو ہمیں ایک دوسرے سے لڑا رہی ہے اور شاید اپنا کوئی مفاد حاصل کر رہی ہے۔ جسے ہم ابھی سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔

بابا صاحب کے ادارے کے ایک عالم نے کہا۔ ''ہمارا ایک ہی دشمن ایسا ہے جسے اس لڑائی سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ہم ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہیں گے اور کمزور ہوتے جائیں گے تو وہ ہماری کمزوری سے فائدہ اٹھائے گا۔''

ایک امریکی آرمی کے اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''وہ کون ہے؟ آپ اس کی نشاندہی کریں۔''

''وہ گریٹ ایشورارا ہے..... ہم سے بُری طرح مات کھا کر گیا ہے۔ ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ شکست کھانے کے بعد وہ آرام سے بیٹھ جائے گا۔ وہ ہماری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب ضرور پورا کرے گا۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''بابا صاحب کے ادارے میں غیر معمولی مشین ہے۔ اگر ایشورارا یہاں آئے گا تو آپ کی مشین کی اسکرین پر نظر آ جائے گا۔ اس خوف سے وہ یہاں نہیں آ سکتا۔''

''بے شک وہ یہاں نہیں آ سکے گا لیکن اپنے نمائندوں کو بھیجتا رہے گا اور شاید اس کے نمائندے ہمارے دنیا میں پہنچ چکے ہیں۔ وہی ہمارے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ اگر ہم ان کے بارے میں نہیں سوچیں گے انہیں نظر انداز کریں گے تو آئندہ بھی دھوکا کھاتے رہیں گے۔''

اس بات سے سب ہی قائل ہوئے کہ ایسا ممکن ہے۔ انہیں یہ دیکھنا اور سمجھنا چاہیے کہ سیارے والے پھر واپس آ گئے ہیں اور اس بار بہت ہی رازداری سے ان کے رازوں اور کمزوریوں تک پہنچ رہے ہیں اور انہیں آپس میں لڑا رہے ہیں۔

ترہالا اس کانفرنس ہال میں موجود تھا۔ اکابرین کے خیالات پڑھتا جا رہا تھا۔ ایک اعلیٰ عہدیدار نے اس کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''یہ سراسر بکواس ہے۔ میں نہیں مانتا کہ سیارے والے واپس آ گئے ہیں۔ یہ محض مفروضہ ہے' حقیقت نہیں ہے۔''

ایک دوسرے آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''یہ بابا

صاحب کے ادارے والے ہمیں زبردست نقصان پہنچا چکے ہیں۔ انڈیا کے ساتھ جو معاہدہ ہو رہا تھا اسے خاک میں ملا چکے ہیں۔ اب اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے خیالی سیارے والوں کو یہاں پیش کر رہے ہیں جبکہ ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔''

ایک اور اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ سیارے والے یہاں موجود ہیں تب تک یہ باتیں تسلیم نہیں کرنی چاہیے۔''

ادارے کے ایک عالم نے کہا۔ ''جب تک آپ حضرات سیارے والے کو تلاش نہیں کریں گے تب تک وہ روپوش رہیں گے۔ کبھی یہ ثابت نہیں ہو سکے گا کہ وہ یہاں موجود ہیں اور ہم سب دھوکا کھاتے رہیں گے۔ آپ تمام اکابرین کے پاس وسیع ذرائع ہیں۔ دنیا میں آپ کے سراغ رسانوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ آپ کے انٹرپول، ایف بی آئی اور دوسرے تمام ٹیلی جنس والے انہیں تلاش کر سکتے ہیں۔ ہم بھی اپنے ذرائع استعمال کریں گے اور انہیں ڈھونڈنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔''

ایک امریکی عہدیدار نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک عالم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''تم لوگوں نے جس امریکی نمائندے کو انڈیا میں اپنا آلۂ کار بنایا تھا وہ میرا چھوٹا بھائی تھا۔ تمہاری ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس بیچارے نے اس کے زیر اثر آ کر انڈیا کے ایک اعلیٰ عہدیدار کو گولی ماردی اور خود گولی کھا کر زخمی ہو گیا۔ میں اپنے بھائی کا انتقام ضرور لوں گا۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے لباس سے ریوالور نکال کر عالم کا نشانہ لیتے ہوئے ان پر گولی چلا دی۔ وہ بیچارے اسی لمحے شہید ہو گئے۔

پورے کانفرنس ہال میں ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ آس پاس بیٹھے ہوئے عہدیداروں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور چھین لیا۔ ایسے وقت آرمی کے ایک افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسرے عالم پر گولی چلا دی۔ وہ بیچارے بھی شہید ہو گئے۔ سیکیورٹی گارڈز نے آ کر باقی تینوں علما کے اطراف گھیرا ڈال دیا تاکہ کوئی گولی کہیں سے ان کی طرف نہ آ سکے۔

گولی چلانے والے اعلیٰ عہدیدار کو اور آرمی کے افسر کو پکڑ کر ایک طرف لے جا کر ان سے پوچھا جا رہا تھا کہ انہوں نے ایسی حرکت کیوں کی ہے؟

تربالا یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا بھید کھل جائے۔ اس نے عہدیدار کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ اسی طرح طیش میں کہہ رہا تھا کہ میں نے اپنے بھائی کا انتقام لیا ہے۔

مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے گولی چلانے والے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا، وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ ''میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے اچانک کیا ہو گیا تھا؟ بس ایسا لگا کہ میرا دماغ میرے قابو میں نہیں ہے۔ میری بات کا یقین کیا جائے۔ میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی گولی چلائی ہے۔''

تربالا اس اعلیٰ عہدیدار کو چھوڑ کر آرمی افسر کے دماغ کے اندر آیا پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ کہنے لگا۔ ''نہیں نہیں..... میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے جان بوجھ کر گولی چلائی ہے۔ یہ مسلمان ہمارے دشمن ہیں۔ یہ ماضی میں بھی ہم سے بدترین دشمنی کرتے آئے ہیں۔ اس کانفرنس ہال سے جانے کے بعد بھی دشمنی کرتے رہیں گے۔''

تربالا اس آرمی افسر کے دماغ میں تھا۔ اُدھر اعلیٰ عہدیدار کا دماغ آزاد ہو گیا۔ ایک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر موجود تھا۔ وہ کہنے لگا۔ ''میں نے اپنے بھائی کا انتقام نہیں لیا ہے۔ میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ بھری کانفرنس میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتا۔ پتا نہیں کیسے اچانک غائب دماغ ہو گیا! گولی چلانے کے بعد پتا چلا کہ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔''

تربالا سیارے سے تنہا آیا تھا۔ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا اس کے ساتھ نہیں تھا۔ اسی لیے وہ کبھی اعلیٰ عہدیدار کے اور کبھی اس آرمی افسر کے اندر جا رہا تھا۔ اس نے بیک وقت دو افراد کو آلۂ کار بنا کر بہت بڑی غلطی کی تھی۔ اب اس غلطی کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ ایک کے اندر جاتا تو دوسرا یہ بیان دیتا کہ کسی نے اس کے دماغ پر جبراً قبضہ جمایا ہے۔

احتیاطی تدابیر پر عمل کرنے کے باوجود تربالا سے آخر یہ حماقت ہو ہی گئی۔ یہ ثابت ہو گیا کہ کوئی اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے درمیان ہے۔ وہ کم از کم مسلمان نہیں ہے۔ یہ سب مان رہے تھے کہ کوئی مسلمان اپنے عالم پر گولی نہیں چلائے گا اور نہ ہی کسی مسلمان نے ایسا کیا ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کہہ رہے تھے۔ ''ہم نے بھی ایسا نہیں کیا ہے۔ کوئی تیسرا خیال خوانی کرنے والا ہمارے درمیان موجود ہے۔''

اس طرح یہ ثابت ہو رہا تھا کہ کوئی تیسرا اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اور وہ تیسرا یقیناً سیارے سے تعلق رکھتا ہوگا۔ انہوں نے دو شہیدوں کی لاشیں بابا صاحب کے ادارے تک پہنچا دیں۔ تین علما زندہ و سلامت ادارے میں واپس آ گئے۔ بابا فرید واسطی اور اعلیٰ حضرت خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔ وہ معاملات کو سمجھ رہے تھے کہ جب دو علما شہید ہوں گے تب ہی جھوٹ کا پردہ چاک ہوگا اور فریب کرنے والا رفتہ رفتہ ظاہر ہوتا جائے گا۔

سب ہی اکابرین قائل ہو رہے تھے کہ سیارے سے کچھ لوگ اس دنیا میں آ گئے ہیں۔ اب انہیں ڈھونڈنے کے بعد ہی پوری طرح یقین ہوگا اور ان کے خلاف کچھ کیا جا سکے گا۔

بابا صاحب کے ادارے سے تمام اکابرین کو وارننگ دی گئی۔ ان سے کہا گیا۔ ''ہم اپنے دو علما کا خون معاف نہیں کریں گے۔ تمہیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ تمہارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے یہ شرارت نہیں کی ہے۔ اگر یہ الزام غلط ہے تو پھر اسے ثابت کیا جائے۔''

انہیں وارننگ دی گئی۔ ''ہم ایک ہفتے کی مہلت دیتے ہیں یا تو اصل قاتل کو پیش کرو اور یہ ثابت کرو کہ تم نے ہمارے علما کو بلا کر قتل نہیں کیا ہے۔ ہمیں اُمید ہے جب اصل قاتل تک پہنچنے کی کوشش کرو گے تو کوئی سیارے والا ضرور سامنے آئے گا پھر ہم اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے اس کی اصلیت معلوم کر لیں گے۔''

تمام اکابرین کے لیے یہ ایک نیا چیلنج تھا۔ انہیں ایک ہفتے کے اندر ان علما کے قاتل کا سراغ لگانا تھا۔ اگر اسے گرفتار نہ کیا جاتا یا اس کی نشاندہی نہ کی جاتی تو تمام اکابرین خود ہی اس بات کے چشم دید گواہ تھے کہ ان کے اعلیٰ عہدیدار اور آرمی کے اعلیٰ افسر نے ان علما کو گولی ماری تھی اور وہ سب چشم دید حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے تھے۔

ان اکابرین نے کہا۔ ''ہم مانتے ہیں کہ مسلمانوں نے ہمارے خلاف کوئی واردات نہیں کی تھی۔ یہ سب سیارے والوں کی شرارت ہے۔ وہ یقیناً ہماری دنیا میں پھر آ گئے ہیں۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اور ان ہی شرپسندوں نے ہمارے کانفرنس ہال میں پہنچ کر آپ کے دو علما کو شہید کیا ہے۔''

جواباً کہا گیا۔ ''صرف مان لینے سے بات نہیں بنے گی۔ آپ اپنے وسیع ذرائع سے ان سیارے والوں تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ ہم ایک ہفتے تک انتظار کریں گے۔''

کانفرنس ہال میں جو واردات ہوئی تھی، اس کے باعث اکابرین بری طرح پھنس گئے تھے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ ایک ہفتے کے اندر انہوں نے اصل قاتل کا سراغ نہ لگایا تو مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے خلاف زبردست کارروائی کریں گے۔ اب ان کے آگے دو ہی راستے تھے کہ ایک ہفتے کے اندر سیارے والوں کا سراغ لگائیں یا پھر مسلمانوں کے خلاف پہلے سے بہت زیادہ محتاط اور منظم ہو جائیں۔

تربالا ان سب کی باتیں سن رہا تھا اور ان کے ذہنوں میں یہ سوچ پیدا کر رہا تھا کہ وہ اکابرین مسلمانوں کے مقابلے میں کمزور ہیں کیونکہ مسلمانوں کے پاس صرف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہی نہیں بلکہ غیر معمولی مشین بھی ہے۔ اس مشین کے ذریعے وہ ان کے منصوبوں کو پہلے سے سمجھ لیتے تھے۔ وہ مشین انہیں آرمی کے ہیڈ کوارٹر کے ایک ایک خفیہ تہ خانے تک پہنچائے گی۔ وہ ایسی جگہ بھی پہنچ سکتے ہیں جہاں ایٹم بم چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ وہ کسی وقت کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

اکابرین بہت سہمے ہوئے تھے۔ مسلمانوں سے نمٹنے کا کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایسے وقت تربالا نے ایک شخص کو آلۂ کار بنا کر اپنی کمیونیکیشن مشین کو یوگا جاننے والے آرمی کے پانچ افسران تک پہنچا دیا۔ انہیں یہ پیغام دیا۔ ''تمہاری مشکلیں آسان ہونے والی ہیں۔ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات ملنے والی ہے۔ اس مشین کو آن رکھو۔ گریٹ ایشورارا ابھی تم سے بات کرے گا۔''

بابا فرید واسطی اور اعلیٰ حضرت سے کوئی بات چھپی نہیں تھی۔ وہ سب کچھ جانتے تھے مگر انجان بن کر خاموش رہتے تھے۔ کبھی ضروری ہوتا تو میری فیملی کے تمام افراد کو تحفظ فراہم کرتے تھے۔ انہوں نے پارس، پورس، الپا، ماؤرا، کبریا اور اعلیٰ بی بی سے کہا کہ وہ پہلی فلائٹ سے ادارے میں واپس آ جائیں۔ سونیا سے کہا گیا کہ وہ روحانی عمل کے باعث نادیدہ بن کر رہے گی۔ مگر کسی ایسے مرحلے سے گزرتے وقت ان سیارے والوں کو نظر آئے گی تو ایسے وقت وہ اپنی ذہانت اور حاضر دماغی سے اپنی حفاظت کر سکتی ہے۔

سونیا نے پوچھا۔ ''کیا سیارے والے فرہاد کو اپنی مشین کے ذریعے دیکھ سکیں گے؟''

''نہیں..... اس کی شخصیت بدل چکی ہے۔ فرہاد کی حیثیت سے دشمن اسے دیکھ نہیں پائیں گے۔''

اِدھر حفاظتی تدابیر پر عمل ہو رہا تھا۔ اُدھر گریٹ ایشورارا نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے ان آرمی کے پانچ

یوگا جاننے والوں سے رابطہ کیا۔ ان سے تحریر کے ذریعے کہا۔
''ہم سائنس اور ٹیکنالوجی میں تم لوگوں سے بہت آگے ہیں اور ہم ارادے کے بھی بہت پکے اور ضدی ہیں۔ تمہاری پوری دنیا پر اپنی حکومت قائم کر کے رہیں گے۔ تم سب بدترین حالات کی دلدل میں دھنس رہے ہو۔ کیا یہ بات تمہاری عقل میں آرہی ہے کہ اس دلدل سے صرف اور صرف ہم ہی تمہیں نکال سکیں گے؟''

ان افسران نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ''ہم وضاحت چاہتے ہیں کہ تم کس طرح ہمارے کام آؤ گے؟'
اس نے پوچھا۔ ''کیا تم لوگ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات حاصل کرنا نہیں چاہتے؟''

''بے شک ہم یہی چاہتے ہیں۔''

اس نے پھر پوچھا۔ ''کیا تم ان مسلمانوں کے برابر ٹیلی پیتھی سائنس اور ٹیکنالوجی کی قوت رکھنا نہیں چاہتے؟''

''بے شک ہماری سب سے بڑی آرزو یہی ہے۔ جہاں تک ٹیلی پیتھی کا تعلق ہے تو ہمارے پاس پانچ خیال خوانی جاننے والے موجود ہیں لیکن ان کے مقابلے میں ہمارے پاس غیر معمولی مشین نہیں ہے۔''

''ایسی ہی ایک مشین تمہیں مل جائے گی۔''

آرمی کے پانچ یوگا جاننے والے افسران نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تم ایسی ہی ایک مشین ہمیں دے سکتے ہو؟''

گریٹ ایشورارا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''یہ میرے لیے کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے۔ ہمارے درمیان پہلے ہی لین دین کے معاملات طے ہو چکے تھے۔ ہم نے تمہارے تمام مطالبات تسلیم کر لیے تھے۔ ہم نے تمہارا سب سے اہم مطالبہ منظور کیا تھا کہ امریکا، انگلینڈ، فرانس اور جرمنی آزاد ممالک ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔ دنیا کے باقی حصّوں پر ہماری حکومت ہوگی۔''

''اگر تم ہمارا یہ مطالبہ تسلیم کر رہے ہو اور غیر معمولی مشین ہمیں دے رہے ہو تو پھر بے شک اس دنیا پر حکومت کرنے کے لیے چلے آؤ لیکن....''

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ''کیا کوئی کانٹا کھٹک رہا ہے؟''

''ہاں، ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم ہماری دنیا میں کیسے آؤ گے؟ تمہاری تصویریں تمہارے کوڈ نمبرز مسلمانوں کی مشینوں میں محفوظ ہیں۔ جب بھی یہاں آؤ گے تو دیکھ لیے جاؤ گے۔ یہاں ہر لمحے موت تمہارے سر پر منڈلاتی رہے گی۔''

''میری فکر نہ کرو۔ میں سیارے میں بیٹھ کر ساری دنیا پر حکومت کرتا رہوں گا۔ میرے نمائندے میرے نائب ایشورارا قائم مقام حکمران بن کر رہیں گے۔ تم اپنا فائدہ دیکھو۔ ان مسلمانوں نے تمہیں ایک ہفتے کی مہلت دی ہے۔ اس سے پہلے ہی ایک غیر معمولی مشین تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔''

انہوں نے خوش ہو کر کہا۔ ''گریٹ ایشورارا زندہ باد.... ہم تمہارے نمائندوں کے لیے اور نائب ایشورارا کے لیے یہاں راہیں ہموار کرتے رہیں گے۔ بہت جلد تم اپنی حکومت یہاں قائم کر سکو گے۔''

وہ پانچ یوگا جاننے والے آرمی کے افسران یہ خوشخبری دوسرے اکابرین تک پہنچانے لگے۔ وہ سب خوش ہو رہے تھے۔ پھر یہ اُمید ہو چلی تھی کہ سیارے والے اپنی سائنس اور ٹیکنالوجی کے ساتھ اس دنیا میں آجائیں گے، ہم پھر سے متحد ہو جائیں گے تو ان کی طاقت بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔ وہ بڑے یقین اور فخر سے کہہ رہے تھے کہ سیارے والوں سے اتحاد قائم ہو جائے گا تو ان کی مقابلے میں مسلمان دنیا کے ایک گوشے میں سمٹ کر رہ جائیں گے۔

☆☆☆

میں شاہدرہ والے مکان سے نکل کر اپنی کوٹھی میں آگیا۔ فہمی گہری نیند میں تھی۔ اس نے صبح آٹھ بجے کا الارم لگایا تھا۔ میں نے اسے جگایا نہیں۔ میرے دونوں باڈی گارڈز نے شکایتاً کہا۔ ''سر! آپ نے ہمیں کال نہیں کی۔ شاہدرہ سے یہاں اکیلے چلے آئے۔''

دوسرے باڈی گارڈ نے کہا۔ ''کل ہی آپ پر جان لیوا حملہ ہوا تھا۔ آپ کی جگہ ہمارا ... سیکیورٹی افسر مارا گیا۔ آپ کو خود سے اس طرح بے پروا نہیں ہونا چاہیے۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ تم سب میری اتنی فکر کرتے ہو۔ میں نے اپنے لیے خطرہ محسوس نہیں کیا تھا اسی لیے چلا آیا۔ آئندہ تم دونوں کو ساتھ رکھوں گا۔''

میں اپنے بیڈروم میں آگیا۔ میری آنکھوں سے نیند اُڑ چکی تھی۔ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں مجھے واپس مل گئی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے بہت بڑا خزانہ ہاتھ آگیا ہے اور میں دنیا کا سب سے طاقتور انسان بن چکا ہوں۔

یہ خوشی اور یہ اطمینان کچھ کم نہیں تھا کہ آئندہ میں اپنے دشمنوں سے بے خبر رہنے والا نہیں تھا۔ مجھے ان کے اندر گھس کر ان کی مکاری کو سمجھنے کا ہنر آگیا تھا۔ یہ ایسی مسرتیں تھیں جو مجھے سونے نہیں دے رہی تھیں۔ میں نے سوچا کہ جاگ رہا

پریشن خطرناک ہی نہیں.....

مہلک بھی ثابت ہوسکتا ہے

Pressure Stress Dead line

لیکان

مایوسی اور اداسی سے نجات

ڈیپریشن (یاسیت) ایک نفسیاتی مسئلہ ہے جس میں کوئی بھی عام فرد کسی نہ کسی درجہ مبتلا رہتا ہے ہمارے ہاں اسے عموماً سے بیماری نہیں سمجھا جاتا۔ اس کی مختلف علامتیں ہیں مثلاً ذہن ہر وقت تناؤ کا شکار رہتا ہے کوئی انجانا خوف یا پریشانی سوار رہتی ہے جس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں ہوتی، مزاج میں اداسی، کام میں دل کا نہ لگنا، طبیعت میں چڑچڑاپن، نقصان کا اندیشہ یا موت کا خوف اس کی اہم علامات ہیں۔ لیکان ڈیپریشن سے متعلق مسائل کا بہترین حل ہے۔ لیکان دنیا کی مشہور ہربل دوا St! Jhon's Wort (Hypericum perforatum) سے حاصل شدہ جز ہے جو بہترین نتائج کے ساتھ ساتھ نہ صرف مضر اثرات سے محفوظ ہے بلکہ صحت یابی کے بعد مریض اس کا عادی نہیں ہوتا۔

SCHWABE

AVAILABLE AT ALL LEADING MEDICAL & HOMEOPATHIC STOR

Dr. Hamid General Homoeo (Pvt.) Ltd.

KARACHI : Tel : 2628754, 2211895 LAHORE : Tel : 6304657, 6363664

A researched product

Dr. Willmar Schwabe, Ge

ہوں تو خیال خوانی کرتے ہوئے وقت گزارنا چاہیے۔

پھر میرے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ یہ خیال خوانی کا علم میں نے کب حاصل کیا تھا؟ اور کیسے؟

میں ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگا کہ مجھے ماضی کی باتیں یاد نہیں آتی ہیں۔ میں فرہاد انور شاہ ہوں لیکن بعض اوقات خود کو اجنبی محسوس کرتا ہوں۔ آئینے کے روبرو خود کو دیکھتا ہوں تو دھند میں لپٹا ہوا دکھائی دیتا ہوں۔ میری بیوی نائلہ نے ماضی کے متعلق جو کچھ مجھے بتایا تھا بس وہی باتیں یاد رہ گئی تھیں۔ اس نے کبھی ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں کوئی بات نہیں کہی تھی۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ میں ایسا کوئی غیر معمولی علم جانتا ہوں تو وہ اس کے متعلق ضرور کچھ نہ کچھ کہتی مگر وہ مجھے بہت کچھ بتانے والی اس دنیا سے رُخصت ہو چکی تھی۔

پھر میں نے شاہ کوٹ کی اس حویلی کے بارے میں سوچا جہاں شاندار کوٹھی بن گئی تھی۔ بوڑھے بابا نے کہا تھا کہ میرے باپ اور دادا اس حویلی کے پہلے مالک تھے لیکن وہ مجھے فرہاد علی تیمور کہہ رہا تھا۔ کتنی عجیب بات تھی کہ میں یہ نام بھول چکا تھا۔

میں نے بوڑھے بابا کا تصور کیا ان کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کر کے ان کے اندر پہنچنا چاہا تو میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ میں نے دوسری بار تیسری بار خیال خوانی کی لیکن بوڑھے بابا کے دماغ کے اندر نہ پہنچ سکا۔ اس وقت یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

پھر مجھے وہ ادھیڑ عمر شخص یاد آیا۔ جس نے میری کار کے پاس آکر پوچھا تھا کہ میں وہاں کسے تلاش کر رہا ہوں؟ پھر اس نے کہا تھا کہ میں جو کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں، وہ بوڑھے بابا سے معلوم ہو سکے گا۔

میں ایک ایزی چیئر پر بیٹھا تھا۔ میں نے پھر آنکھیں بند کر لیں اور اس ادھیڑ عمر شخص کو تصور میں دیکھنے لگا۔ جب وہ اچھی طرح سے نظر آنے لگا تو میں نے اس کے لب و لہجے کو اور اس کی آواز کو یاد کرنے کی کوشش کی۔ میرا خیال خوانی کرنے والا ذہن بہت قوی تھا۔ ذرا سی دیر میں سب کچھ یاد آگیا۔

پھر میں نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ میرے علم نے مجھے اس کے اندر پہنچا دیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ پچھلی رات بوڑھے بابا کا انتقال ہو چکا ہے۔ تب یہ بات سمجھ میں آئی کہ میری سوچ کی لہریں ان کے مردہ دماغ سے کیوں واپس آرہی تھیں؟

اس بوڑھے بابا کے انتقال کے بعد میری معلومات کے دروازے بند ہو چکے تھے۔ کوئی میرے ماضی کے متعلق بتانے والا نہیں رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا سوچتا رہا..... کیا مجھے یہ کبھی نہیں معلوم ہو سکے گا میں نے ٹیلی پیتھی کا علم کب اور کیسے سیکھا تھا؟

تھوڑی دیر بعد عقل نے سمجھایا، مجھے خوامخواہ ان باتوں میں الجھنا نہیں چاہیے جو میری معلومات کے احاطے سے باہر ہیں۔ میں خیال خوانی کرتا رہوں گا۔ تو کسی نہ کسی ایسی ہستی تک ضرور پہنچ جاؤں گا جس کے ذریعے مجھے ماضی کی تمام باتیں یاد آجائیں گی۔ فی الحال مجھے اپنے موجودہ حالات پر توجہ دینی چاہیے۔

میں نے موجودہ حالات سے نمٹنے کے لیے اپنے بھائی جواد انور شاہ سے ابتدا کی تھی۔ اسے کسی حد تک سزا دے کر اطمینان حاصل ہوا تھا۔ آئندہ بھی میں اس کے خلاف بہت کچھ کرنے والا تھا۔ اس کے بعد میرا دشمن نمبر ایک مراد انور شاہ تھا۔ وہ اپنے سسر جواد انور شاہ کے ساتھ میرے خلاف کی جانے والی سازشوں میں شریک رہا تھا۔ بعد میں اس نے ماں کے قدموں میں گر کر معافی مانگی تھی اور ہم نے اسے معاف کر دیا تھا۔

اب میں اس کے اندر چھپی ہوئی مکاریوں کو بھی سمجھ سکتا تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچا تو وہ اس وقت اپنی بیوی زرینہ کی کوٹھی میں تھا۔ زرینہ نے اپنے باپ کے پیسوں سے نہیں بلکہ میرے بیٹے مراد کو اُلو بنا کر وہ دو کروڑ کی کوٹھی حاصل کی تھی۔ اس نے ماں سے کہا تھا کہ وہ اپنے سسر جواد کو اور اپنی بیوی زرینہ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ آیا ہے۔ اگر ہم اسے پناہ دیں گے اس کی غلطیوں کو معاف کر دیں گے تو وہ زرینہ کو طلاق دے دے گا۔ نائلہ نے اسے سمجھایا تھا۔ ''میری بہو کو ہرگز طلاق نہ دینا، اسے سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنا۔ اگر وہ تم سے سچی محبت کرتی ہے تو راہِ راست پر آجائے گی۔''

مراد دن بھر دفتر میں میرے ساتھ ہی رہتا تھا مگر رات کو اپنی بیوی کے پاس چلا جاتا تھا۔ اس کی بیوی جو میری بہو تھی اور جواد کے رشتے سے میری بھتیجی تھی، مجھ سے سخت نفرت کرتی تھی۔

میں مراد کے اندر پہنچا تو وہ تولیے سے منہ ہاتھ پونچھتے ہوئے زرینہ سے کہہ رہا تھا۔ ''تم بہت ضدی ہو۔ اگر ڈیڈی سے سمجھوتا نہیں کرو گی، ان کے پاس جا کر اپنی غلطیوں کی معافی نہیں مانگو گی تو جائیداد اور اتنا بڑا کاروبار سب ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔''

زرینہ نے کہا۔ ''تمہارا باپ میرے خلاف تمہیں بھڑکاتا ہے کہ مجھے طلاق دے دو۔ مجھے اپنی زندگی سے نکال کر دوسری شادی کر لو۔ میں ایسے شخص کا منہ بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔''

''ہاں، ڈیڈ یہی کہتے ہیں۔ اگر میں نے ان کی بات نہ مانی تو مجھے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں دیں گے۔''

زرینہ نے کہا۔ ''میں دیکھ رہی وہ بڈھا یہی کرنے والا ہے۔ پتا نہیں کس لڑکی کو اپنی بیٹی بنا کر لے آیا ہے۔ ضرور اسی سے تمہاری شادی کرائے گا۔''

''اسی لیے کہتا ہوں، اپنی ضد سے باز آجاؤ اور میرے ڈیڈ کے قدموں میں گر کر معافی مانگ لو۔ حالات بدل جائیں تو گدھے کو بھی باپ کہنا پڑتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے میرے باپ کو بھی گدھا سمجھ لو۔''

وہ فخر سے سینہ تان کر بولی۔ ''میں جواد انور شاہ کی بیٹی ہوں۔ جھکنا نہیں جانتی، دوسروں کو جھکانا جانتی ہوں۔ تم اپنے باپ سے جا کر یہ جھوٹ کہہ دو کہ مجھے طلاق دے چکے ہو۔ ایک کاغذ پر جھوٹا طلاق نامہ لکھ کر اس بڈھے کو دکھاؤ اس کی تسلی ہو جائے گی۔''

مراد نے پریشان ہو کر کہا۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ طلاق کوئی مذاق نہیں ہے۔ میں کاغذ پر لکھوں گا تو سچ مچ طلاق ہو جائے گی۔''

''اونہہ..... میں یہ باتیں نہیں مانتی، جب تم دل سے طلاق نہیں دو گے تو یہ محض ایک ڈراما ہوگا۔ ہم میاں بیوی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔''

''تم یہ چاہتی ہو کہ میں دکھاوے کے لیے تمہیں طلاق دے کر تم سے دور ہو جاؤں۔ ڈیڈی کے ساتھ اس کوٹھی میں رہوں اور دوسری شادی کر لوں؟''

''ہاں، اس بڈھے کو خوش کرنے کے لیے میری سوکن لے آؤ۔ میں بعد میں اس سوکن کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکوں گی۔''

''ٹھیک ہے میں ایسا کروں گا۔ ملازم سے کہو ناشتا لگائے۔ ڈیڈ نے ہمارے رکھے ہوئے تمام اسٹاف کو آفس اور فیکٹری سے نکال دیا ہے۔ ان کا جنرل منیجر جب سے آیا ہے تب سے مجھے بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔''

یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ جھوٹا اور مکار ہے۔ اس نے بڑی مکاری سے ماں کے قدموں میں گر کر آنسو بہائے تھے۔ وہ اپنے آنسوؤں سے مجھے نہیں پگھلا سکا لیکن ماں کی ممتا پگھل گئی۔ وہ بیٹے کے ساتھ کراچی گئی تھی۔ اس کے بعد بیچاری واپس نہ آسکی۔ ایک حادثہ پیش آیا تھا۔ ایک گاڑی اسے کچلتی ہوئی گزر گئی تھی۔

اب تک میں بھی یہی سمجھ رہا تھا مگر اب مراد کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ حادثہ نہیں تھا۔ بیوی اور سسر کی پلاننگ کے مطابق ماں کو ہلاک کرنے کی سازش کی گئی تھی جو کامیاب ہو گئی۔

جواد نے اپنے داماد کو سمجھایا تھا کہ ماں جذباتی طور پر بہت کمزور ہوتی ہے۔ اس کی ممتا سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اس کے اکاؤنٹ میں پانچ کروڑ روپے ہیں اور پچاس لاکھ کی وہ چھوٹی سی کوٹھی بھی ماں کے نام ہی ہے لہٰذا وہ اس کی ممتا سے کھیل کر یہ سب کچھ اپنے نام کر سکتا ہے۔

ان کا منصوبہ یہ تھا کہ مراد ہمارے پاس آکر خوامخواہ اپنی بیوی اور سسر سے بیزاری اور نفرت ظاہر کرے گا اور یہ کہے گا کہ اس کا سسر اسے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ اسے اپنی جان کا خطرہ ہے، اسی لیے ماں باپ کی پناہ میں آیا ہے۔

زرینہ نے کہا۔ ''ایسے وقت ماں اپنی اولاد کو اپنے آنچل میں چھپا لیتی ہے۔ تمہاری ماں بھی تمہیں کہیں روپوش ہونے کے لیے کہے گی تو تم اسے لے کر کراچی چلے جاؤ اور ماں کو محبت سے مجبور کرو کہ وہ اپنا بینک بیلنس اور اپنی کوٹھی تمہارے نام لکھ دے۔ تم کوشش کرو گے تو اسے بہلا پھسلا کر یہ سب کچھ اپنے نام کرا لو گے۔''

مراد نے اپنی بیوی اور سسر کی پلاننگ کے مطابق یہی کیا تھا۔ ماں کو اپنے ساتھ کراچی لے گیا تھا۔ میں یہاں کاروباری معاملات میں مصروف ہو گیا تھا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بیٹا اپنی ماں کے خلاف چالیں چل رہا ہے۔ اس نے ماں کی بڑی چاپلوسی کی۔ رات کو سونے سے پہلے اس کے پاؤں دباتا تھا۔ اس کے قدموں پر سر رکھ کر کہتا تھا کہ بس میری جنت یہی ہے۔ میں اپنی ماں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔

وہ باؤلی ماں اس کے فریب میں آگئی۔ بیٹے نے گردن میں بانہیں ڈال کر بہلایا پھسلایا تو اس نے اپنا بنک بیلنس اور اپنی کوٹھی اس کے نام کر دی۔ اسی شہر میں پکے کاغذات پر تمام قانونی کارروائی مکمل ہو گئی۔ اس کے دوسرے ہی دن نائلہ نے مجھے فون پر کہا کہ وہ شام کی فلائٹ سے واپس آرہی ہے۔

افسوس وہ بیچاری پھر میرا منہ نہ دیکھ سکی۔ دشمن نہیں چاہتے تھے کہ بیٹے کا فراڈ باپ پر کھلے۔ اسی شہر میں جواد بھی موجود تھا لیکن وہ نائلہ کے سامنے نہیں آیا اس نے ایک کرائے

کے قاتل کو پچاس ہزار روپے دیے وہ بد بخت نائلہ کو اپنی کار سے کچلتا ہوا گزر گیا۔

میں مراد کے خیالات پڑھ رہا تھا اور غصّے سے کھول رہا تھا۔ اگر مجھے کیلی پیتھی کا علم حاصل نہ ہوتا تو ایسے زہریلے حقائق کبھی معلوم نہ ہوتے۔ میں اس کمینے اور ذلیل بیٹے کو صرف خودغرض اور لالچی سمجھ کر اس پر بھروسا نہ کرتا۔ اپنی نظروں سے دور رکھتا یا زیادہ سے زیادہ اپنی دولت اور جائیداد سے اسے محروم کر دیتا لیکن وہ تو صرف خودغرض اور لالچی ہی نہیں تھا اپنی پیدا کرنے والی ماں کا قاتل بھی تھا۔

اس نے براہِ راست قتل نہیں کیا لیکن قتل کی سازش میں شریک تھا۔ بچپن سے جوانی تک ماں کو دیکھتا اور سمجھتا آیا تھا لیکن جوانی میں بیوی کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا تھا۔ اپنے سسر جواد کی یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ ماں کو اُلو بنا کر اس کا بنک بیلنس اور کوٹھی حاصل نہیں کرے گا تو باپ یہ سب کچھ کبھی اس کے نام نہیں ہونے دے گا بلکہ کاروبار سے جائیداد سے بھی اسے محروم رکھے گا۔ پہلے ماں سے نمٹا جائے اس کے بعد بوڑھا اور کمزور باپ تنہا رہ جائے گا۔ اس سے بھی نمٹ لیا جائے گا۔

اس کے چور خیالات ایک ایک بات مجھے بتا رہے تھے۔ میں اپنی وفادار اور محبت کرنے والی بیوی کو یاد کر رہا تھا۔ صدمے سے نڈھال ہو رہا تھا۔ اس کے سسر جواد کو سزا دے ہی چکا تھا اور اس کی آخری سانس تک مزید سزائیں دینے کا ارادہ بھی تھا۔ اسی طرح میں مراد اور اس کی بیوی کے لیے سوچ رہا تھا۔ انہیں بھی ہلاک نہیں کروں گا وہ زندہ رہیں گے۔ میں انہیں ایسی اذیت میں مبتلا کروں گا کہ وہ ہر لمحہ موت کی بھیک مانگتے رہیں گے اور انہیں موت نہیں ملے گی۔

مراد ناشتا کرنے کے بعد مجھ سے ملنے کے لیے ہیڈ آفس کی طرف گیا تھا۔ اس کی بیوی زرینہ نے موبائل فون اٹھا کر نمبر پنچ کیے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ مراد سے کس طرح فراڈ کر رہی ہے۔ وہ ایک تگڑے نوجوان کے ساتھ اپنی ہوس پوری کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ ضروری سمجھتی ہے کہ ایک بیٹا ضرور پیدا کرنا چاہیے۔ پچھلے چار برس میں یہ یقین ہو گیا تھا کہ مراد کبھی نہ کبھی باپ بن سکے گا۔ وہ مکار تھی مجرمانہ زندگی گزار رہی تھی۔ اب اولاد پیدا کرنے کے لیے گناہ کا کھیل کھیل رہی تھی۔

رابطہ ہونے پر ایک نوجوان کی آواز سنائی دی۔ 'یس میڈم! آپ نے یہ موبائل دیا ہے۔ اس میں صرف آپ کا ہی نمبر سیف ہے۔ آپ ہی کی کال آتی ہے تو بزر کی آواز سنتے ہی خوشی سے دل دھڑکنے لگتا ہے۔''

زرینہ نے پوچھا۔ ''میرے دل میں جو دھڑکا لگا ہوا اس کا کیا ہوگا؟''

''آپ کو کس بات کا دھڑکا لگا ہے؟ میں سمجھا نہیں... آپ جیسی دولت مند حسینہ کو تو فکر و پریشانی چھو کر بھی نہیں گزرتی۔''

''ہمیں جو پریشانیاں ہوتی ہیں' وہ بہت ہی پرائیویٹ ہوتی ہیں' دوسروں پر ظاہر نہیں کی جاتیں۔ میں نے تم سے پہلے ہی دن کہا تھا کہ مجھے ایک بچہ چاہیے۔ چھ ماہ گزر چکے ہیں۔ اگر اگلے دو ماہ میں میرا پاؤں بھاری نہ ہوا تو میں تمہاری چھٹی کر دوں گی۔''

وہ جلدی سے بولا۔ ''یہ ... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ پلیز مجھ پر بھروسا کریں۔ آپ سے پہلے دو عورتیں مجھ سے فیض یاب ہو چکی ہیں۔ آج ان کی گود میں بچے کھیل رہے ہیں۔ میں آپ سے ایک التجا کرتا ہوں' پلیز اپنا ڈاکٹری معائنہ کرائیں۔''

''یو شٹ اپ۔ میں یہ سب کر چکی ہوں۔ ماہر تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر نے میرا معائنہ کیا ہے اور یہ لکھ کر دیا ہے کہ میں بانجھ نہیں ہوں..... کبھی بھی ماں بن سکتی ہوں۔'

''تو پھر ذرا انتظار کریں' دو ماہ کچھ نہیں ہوتے مجھے کم از کم ایک برس کا تو موقع دیں۔''

''میری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ صرف دو ماہ کا وقت دے رہی ہوں۔ اس کے بعد تمہاری چھٹی کر دوں گی۔ تمہارے جیسے بکاؤ مرد بہت مل جاتے ہیں۔ کسی دوسرے کو نوکر رکھ لوں گی۔ مراد آج شام کو اسلام آباد جا رہا ہے۔ رات نو بجے چلے آنا۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ خودغرض اور لالچی عورتیں اپنے شوہروں کو کس طرح دھوکا دیتی ہیں یہ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم ہو رہا تھا۔ وہ بیڈ روم سے نکل کر باہر جانا چاہتی تھی۔ میں نے اسے بیڈ پر پہنچا کر لیٹنے پر مائل کیا۔ اس کے اندر کمزوری کا احساس پیدا کیا۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں لیٹ گئی۔ میری مرضی کے مطابق اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ میں نے اسے خیالی خوانی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔

اگرچہ میں پچھلی زندگی بھول چکا تھا لیکن ٹیلی پیتھی کے تمام طریقے یاد آ گئے تھے۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ میری سوچ کے مطابق عمل کرتی رہے گی، میری معمولہ اور تابع دار بن کر رہے گی۔

میں نے اس کے ذہن میں یہ باتیں نقش کی تھیں.....

وہ دو گھنٹے تک تنویمی نیند سوتی رہے گی پھر بیدار ہونے کے بعد اپنے وکیل کو بلا کر جائیداد کے کاغذات تیار کرائے گی۔ اس میں یہ لکھے گی کہ اس نے مجھ سے دو کروڑ روپے قرض لیے تھے۔ یہ لین دین زبانی ہوا تھا۔ میں نے بہو پر بھروسا کر کے اسے اتنی بڑی رقم دی تھی، اس رقم کی ادائیگی کا مقررہ وقت گزر چکا ہے اور وہ میری مقروض ہے۔

اسے یہ بھی لکھنا ہے کہ اپنا قرض ادا کرنے کے لیے وہ اپنی کوٹھی میرے نام کر رہی ہے اور وہ اسّی لاکھ روپے نقد ادا کر رہی ہے۔ وکیل کے پاس بیٹھ کر یہ کاغذات لکھوانے سے پہلے وہ بنک جائے گی۔ وہاں میرے اکاؤنٹ میں اسی لاکھ روپے ٹرانسفر کرائے گی۔ میں نے اپنا اکاؤنٹ نمبر اس کے ذہن میں نقش کر دیا۔ ایسے طریقہ کار سے اطمینان ہو رہا تھا کہ میں انہیں جسمانی نہیں ذہنی اذیتوں سے گزارنے والا ہوں۔

میں نے ایک عامل کی حیثیت سے اسے حکم دیا کہ وہ اس سلسلے میں جو بھی قانونی کارروائی کرے گی' اس کا ذکر مراد سے اور اپنے باپ جواد سے نہیں کرے گی۔ جب تک اس کی کوٹھی میرے نام نہیں ہو جاتی، اس وقت تک لین دین کے اس سلسلے کو راز میں رکھے گی۔ اب وہ دو گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہونے والی تھی۔ اس لیے میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

ذہنی نیند سے بیدار ہو گئی تھی۔ گورنس نے اسے بتایا کہ میں آ چکا ہوں۔ وہ دوڑتی ہوئی میرے پاس چلی آئی۔ ''ہائے پاپا! میں تو سمجھ رہی تھی' آپ دس گیارہ بجے آئیں گے۔ اچھا ہوا آپ جلدی آ گئے۔ میں آپ کے لیے بہت پریشان تھی۔''

میں نے اس کی پیشانی چوم کر کہا۔ ''کیوں پریشان ہوتی ہو؟ میں کوئی نادان بچہ تو نہیں ہوں کہ کہیں جا کر گم ہو جاؤں؟''

''آپ مجھ سے بہت کچھ چھپاتے ہیں لیکن مجھے معلوم ہوتا رہتا ہے۔ یہ جو آپ کے پاس اتنی ساری دولت ہے ناں' یہ آپ کی دشمن بن گئی ہے۔ آپ ایک بار بہت بیمار ہو گئے تھے۔ دشمنوں نے آپ کو اغوا کیا تھا پھر آپ داتا دربار میں پائے گئے تھے۔ آپ کو سیکیورٹی گارڈز کے بغیر گھر سے باہر نہیں جانا چاہیے۔''

میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''نہیں جاؤں گا۔ میری بیٹی جو کہے گی وہی کروں گا۔ یہ بتاؤ کہ تم نے ناشتا کیا ہے؟''

''ابھی تو اُٹھ کر آ رہی ہوں۔ ابھی جاتی ہوں شاور لینے تک ناشتا تیار ہو جائے گا۔ ہم ناشتے کی میز پر ملیں گے۔ جائیں آپ بھی شاور لیں۔''

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ میں بڑے پیار سے اسے دیکھتا رہا۔ اس وقت نہیں جان سکتا تھا کہ میری ساری محبتیں اس کے لیے کیوں مخصوص ہو گئی ہیں؟ حقیقت یہ تھی کہ میں اپنے تمام خون کے رشتوں کو بھلا چکا تھا۔ میری بیٹی میرے تین بیٹے مجھ پر جان دینے والی شریک حیات سونیا سب ہی گم ہو گئے تھے۔ ان سے محروم ہونے والی وہ تمام محبتیں سمٹ کر فہمی کے نام ہو گئی تھیں۔ اس لیے میں بے اختیار ہو کر اسے بے انتہا چاہنے لگا تھا۔

ہم ناشتا کرنے اور چائے پینے کے دوران خوب ہنستے بولتے رہے پھر وہ کالج چلی گئی۔

اُدھر جواد انور شاہ کی نیند اڑی ہوئی تھی۔ وہ پچھلی رات پاگل کیوں ہو گیا تھا؟ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اپنے وفادار اور جاں نثار دستِ راست کی پٹائی کی تھی اور اسے حکم دیا کہ تجوری سے سارا مال نکال کر لے جائے اور وہ لے گیا تھا۔

میری خیال خوانی کی شکنجے سے نکلنے کے بعد وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ بار بار خالی تجوری کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس میں پچیس لاکھ روپے اور ہیرے جواہرات اور سونے کے زیورات تھے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ''سوچتے سوچتے پاگل ہو جاؤں گا مگر سمجھ میں نہیں آئے گا کہ میرا دماغ میرے اپنے قابو میں کیوں نہیں رہا؟ اگر میں کسی سے کہوں گا کہ اس وقت میں عارضی طور پاگل ہو گیا تھا۔ تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔ اگر میں یہ کہوں گا کہ میں نے پاگل پن میں فیقے کو تجوری کی دولت لے جانے کا حکم دیا تھا تو کوئی نہیں مانے گا۔''

وہ اِدھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''آہ...! اسی دولت کے لیے ہم فرہاد کو ہلاک کرنے کی کوششیں کرتے آ رہے ہیں مگر اس کی جگہ دوسرے ہلاک ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر فیقے نے میری تجوری کا مال واپس نہیں کیا تو وہ بھی بے موت مارا جائے گا۔''

وہ جھنجلاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ ''اور وہ ہمارا بڑا بھائی اس نے قیامت تک زندہ رہنے کی جیسے قسم کھا رکھی ہے۔ کم بخت مرتا ہی نہیں ہے۔ اگر وہ اسی طرح زندہ رہا تو میرا کیا ہوگا؟ کل رات میں نیم پاگل ہوا تھا۔ کسی دن پوری طرح پاگل ہو جاؤں گا۔ اس پاگل پن میں کچھ پتا نہیں چلے گا کہ کب مجھے موت آئی اور میں کب اس دنیا سے رُخصت ہو گیا؟''

ایسے ہی وقت فیقا دروازے پر نظر آیا' اسے دیکھتے ہی

جواد نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ ''تو کہاں چلا گیا تھا؟ وہ تھیلا کہاں ہے جس میں تو تجوری کا سارا مال لے گیا تھا؟''

وہ فرش پر گھٹنے ٹیک کر اس کے آگے جھکتے ہوئے بولا۔ ''میں کیا بتاؤں حضور... ! پچھلی رات سے ہمارے ساتھ ایسی باتیں ہو رہی ہیں جیسے ہم پاگل ہو گئے ہوں۔''

''یہ تو میں جانتا ہوں تو پہلے یہ بتا کہ خالی ہاتھ کیوں آیا ہے؟''

''مجھ پر بھی پاگل پن کا دورہ پڑا تھا۔ میں بھی جیسے اپنے آپ میں نہیں تھا۔ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ یہاں سے راوی کے پل پر کیسے پہنچ گیا تھا؟ پھر میں نے اس تھیلے کو دریا میں پھینک دیا تھا۔''

جواد نے گرجتے ہوئے اسے ایک ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ ''نہیں، تو اتنا نادان نہیں ہے کہ لاکھوں روپے نقد اور سونے کے زیورات دریا میں پھینک دے۔ مجھے اُلو بناتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ میں کل رات کی طرح پاگل رہوں گا اور تو میرا سارا مال ہضم کر کے عیاشی کرتا رہے گا؟''

وہ گرج گرج کر بول رہا تھا اور اسے ٹھوکریں مار رہا تھا۔ وہ فرش پر پڑا گڑگڑا رہا تھا اور قسمیں کھا رہا تھا کہ وہ نمک حرام نہیں ہے۔ اپنے مالک سے دغا نہیں کر رہا ہے۔ جھوٹ نہیں بول رہا ہے لیکن وہ یقین کرنے والا نہیں تھا۔ اسے ٹھوکریں مارتا جا رہا تھا پھر اس نے اپنے مسلح ماتحتوں کو بلا کر حکم دیا کہ اسے رسیوں سے باندھ کر فارم ہاؤس لے جائیں۔ اگر اس نے شام تک سچ بات نہ اگلی اور سارا مال واپس کرنے سے انکار کیا تو اسے گولی مار دی جائے۔

میں اس وقت ان کے درمیان موجود نہیں تھا۔ اپنے بیڈ روم میں تھا، اب مجھے نیند آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ زرینہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد میرے احکامات کی تعمیل کرے گی۔

میں نے سوچا کہ تین گھنٹے سو کر بیدار ہو جاؤں گا لیکن میں چھ گھنٹے تک سوتا رہا۔

میں نے بستر سے اٹھ کر ایک ملازم کو چائے لانے کے لیے کہا پھر واش روم میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو میز پر چائے موجود تھی۔ میں خیال خوانی میں مصروف ہو گیا۔ مجھے اپنے ایک ایک دشمن تک پہنچنے کے لیے یہ غیر معمولی علم حاصل ہو گیا تھا اور اب میں کسی کی طرف سے بھی غافل رہنا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے سب سے پہلے جواد کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پتا چلا کہ اس نے اپنے دستِ راست فیقے کی بری طرح پٹائی کی ہے۔ اسے اپنے حواریوں کے حوالے کر دیا ہے۔ انہیں حکم دیا ہے کہ اسے فارم ہاؤس میں لے جائیں، اگر اس نے تجوری سے حاصل کیا ہوا تمام مال واپس نہ کیا تو اسے گولی مار دیں۔

وہ لوگ آدھے گھنٹے پہلے اسے فارم ہاؤس لے گئے تھے۔ میں فیقے کے اندر پہنچ گیا۔ تمام حواری اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ جواد انور شاہ کا دستِ راست ہے، جانثار اور قابلِ اعتماد ہے۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ ''فیقے! ہم جانتے ہیں، تم اپنے مالک سے دھوکا نہیں کرو گے۔ آخر سچ کیا ہے؟ کیا واقعی تم نے تجوری کا مال لے جا کر کہیں چھپا دیا ہے؟''

فیقے نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''میں سچ کہتا ہوں، میں نے تجوری کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ پچھلی رات سے ہمارے مالک کا دماغ چل گیا ہے۔ کبھی وہ مجھے غصّہ دکھاتے ہیں، مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں بھی جواباً انہیں گالیاں دوں اور ان کی جوتی اٹھا کر ان کے سر پر ماروں۔''

دوسرے حواری نے کہا۔ ''یہ تو تم کیسی فضول باتیں کر رہے ہو۔ ہمارے مالک پاگل نہیں ہیں کہ وہ ایسی حرکتیں کریں۔ تمہارا دماغ کچھ بہک گیا ہے۔ تمہارے دل میں بے ایمانی آ گئی ہے۔ سیدھی طرح بتاؤ کہ تجوری کا مال کہاں چھپا کر رکھا ہے۔ اگر نہیں بتاؤ گے تو ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔''

فیقے نے کہا۔ ''تم سب مجھے پچھلے بیس برسوں سے جانتے ہو۔ میں نے پہلے کبھی بے ایمانی نہیں کی۔ مالک کے لیے ہمیشہ جان کی بازی لگائی۔ مجھے گولی مارنے سے پہلے میری ایک بات مان لو۔''

''بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''مالک کو فون کر کے پوچھو، کیا واقعی مجھے گولی مار دی جائے اور کیا واقعی میں نے ان کی تجوری کا مال چرایا ہے؟''

تیسرے حوری نے کہا۔ ''تم نے چرایا ہے تب ہی تو انہوں نے تمہیں ہمارے حوالے کیا ہے۔ اگر ہم نے تمہیں زندہ چھوڑا تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

فیقے نے کہا۔ ''میں کب کہتا ہوں کہ مجھے گولی نہ مارو لیکن مارنے سے پہلے ایک بار فون پر ان سے بات کر لو۔''

فیقے نے اپنا موبائل فون نکال کر جواد انور شاہ کے نمبر پنچ کیے پھر ایک حواری کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''لو..... بات کر لو۔''

حواری نے رابطہ ہوتے ہی کہا۔ ''مائی باپ! ہم فیقے کو

پکڑ کر یہاں فارم ہاؤس میں لے آئے ہیں۔ یہ بضد ہے کہ اس نے تجوری کا مال نہیں چرایا ہے۔ کیا ہم اسے گولی مار دیں؟''

میں اسی وقت جواد کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق تعجب سے پوچھا۔ ''اسے فارم ہاؤس کیوں لے گئے ہو؟ کس اُلو کے پٹھے نے کہا ہے کہ اس نے میری تجوری کا مال چرایا ہے؟ کیا تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے؟ اسے فوراً یہاں واپس لاؤ۔''

اس حواری نے حیرانی سے یہ باتیں سن کر کہا۔ ''جو حکم مالک! ہم ابھی فیقے کے ساتھ آ رہے ہیں۔'' اس نے فون بند کر دیا۔

دوسرے حواری نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

اس نے کہا۔ ''فیقا ٹھیک کہتا ہے۔ مالک کا دماغ چل گیا ہے۔ ابھی ہمیں حکم دیا تھا کہ اسے یہاں لا کر گولی ماریں اور اب کہہ رہے ہیں کہ فیقے نے تجوری سے مال نہیں چرایا ہے اور نہ ہی انہوں نے اسے گولی مارنے کا حکم دیا ہے۔ اب فیقے کو فوراً واپس لانے کا حکم دے رہے ہیں۔''

فیقے نے اطمینان کی ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''دیکھا..... میں نہ کہتا تھا، پچھلی رات سے ان کا دماغ چل گیا ہے۔ وہ کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ... اب تو میری رسیاں کھول دو۔ میں نمک حرام نہیں ہوں۔''

اُدھر جواد نے فون کے ذریعے تھانے میں اطلاع دی تھی کہ اس کا ایک ملازم فیقا تجوری کا مال چرا کر کہیں بھاگ گیا ہے۔ اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ فیقے کو گولی مارنے کے بعد اس کی لاش چھپا دی جائے گی۔ اور وہ یہی سمجھیں گے کہ وہ ڈکیتی کا مال لے کر کہیں فرار ہو گیا ہے۔ پولیس والے اسے تلاش کرتے پھریں گے لیکن وہ کبھی نہیں ملے گا۔

تھانیدار نے کہا تھا کہ وہ ابھی وہاں آ رہا ہے۔ جواد اس کے انتظار میں ٹہل رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ''فیقے کو ٹھکانے لگانے کے بعد اس کے قتل کا الزام ہم پر نہیں آئے گا لیکن تجوری کا مال..... ہائے میں تو بری طرح لٹ گیا۔''

وہ ٹہل رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ''کیا فیقے کی اس بات کا یقین کر لیا جائے کہ وہ سارا مال وزیر راوی میں بہ گیا ہے؟ فیقے میرا نمک حلال اور جانثار ملازم ہے۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا، کبھی مجھے دھوکا نہیں دے گا۔ میں پچھلی رات سے پاگلوں جیسی حرکتیں کر رہا ہوں۔ شاید فیقا بھی پاگل ہو گیا تھا۔ اس نے مال وزر سے بھرا ہوا تھیلا راوی میں پھینک دیا ہے۔ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہوگا۔ میری طرح اس کا بھی دماغ چل گیا ہوگا۔''

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ وہ تھک ہار کر بیٹھ گیا۔

ملازم نے کہا۔ ''تھانیدار ملنے آیا ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''وہ کیوں آیا ہے؟''

پھر اسے یاد آیا کہ اس نے ڈکیتی کے سلسلے میں تھانیدار کو فون کیا تھا۔ میں اس کے اندر تھا۔ تھانیدار وہاں آیا تو اس نے ناگواری سے پوچھا۔ ''یہاں کیوں آئے ہو؟''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''شاہ صاحب! ابھی آپ سے فون پر بات ہو چکی ہے۔ آپ کے گھر میں ڈکیتی ہوئی ہے۔ میں اسی سلسلے میں ملنے آیا ہوں۔''

وہ پھر ناگواری سے بولا۔ ''آپ سے کس منحوس نے کہہ دیا کہ میرے گھر میں ڈکیتی ہوئی ہے؟''

''تھوڑی دیر پہلے آپ نے کہا تھا کہ آپ کا ملازم فیقا سارا مال چرا کر کہیں بھاگ گیا ہے۔''

''وہ تو میرا وفادار ملازم ہے۔ اس نے چوری نہیں کی ہے۔''

ایسے وقت فیقا حواریوں کے ساتھ وہاں آ گیا۔ میں نے جواد کی کھوپڑی گھما دی۔ وہ میری مرضی کے مطابق فیقے اور حواریوں کو دیکھ کر غصّے سے بولا۔ ''تم لوگ اسے یہاں کیوں لے آئے ہو؟ میں نے حکم دیا تھا کہ اس کم بخت چور، نمک حرام کو فارم ہاؤس لے جا کر گولی مار دو۔''

ایک حواری نے کہا۔ ''پر مالک! ابھی آپ نے فون پر کہا ہے کہ فیقے نے چوری نہیں کی ہے، اسے واپس لایا جائے۔ اس لیے ہم اسے آپ کے پاس لے آئے ہیں۔''

تھانیدار حیرانی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''شاہ صاحب! ابھی آپ مجھ سے بھی یہی کہہ رہے تھے کہ فیقے نے چوری نہیں کی ہے اور اب بات بدل رہے ہیں۔ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''میری طبیعت کو کیا ہوا ہے؟ کیا آپ مجھے پاگل سمجھ رہے ہیں؟ میں پاگل نہیں ہوں۔ ہوش مند ہوں۔ سب سمجھ رہا ہوں۔ آپ تھانیدار ہیں، یہ میرے حواری ہیں، یہ میرا وفادار ملازم فیقا ہے۔ میرے دو ہاتھ ہیں، دو پاؤں ہیں، دو سر ہیں۔ میں ایک سر سے کچھ سوچتا ہوں، کچھ بولتا ہوں۔ دوسرے سر سے کچھ اور سوچتا ہوں، کچھ اور بولتا ہوں۔ کیا تم سب نے مجھے پاگل کا بچہ سمجھ رکھا ہے؟''

تھانیدار حیرانی سے اور تمام حواری اسے پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔ تھانیدار نے فیقے سے کہا۔ ''شاہ صاحب کبھی

PakistanipointWaqar Azeem

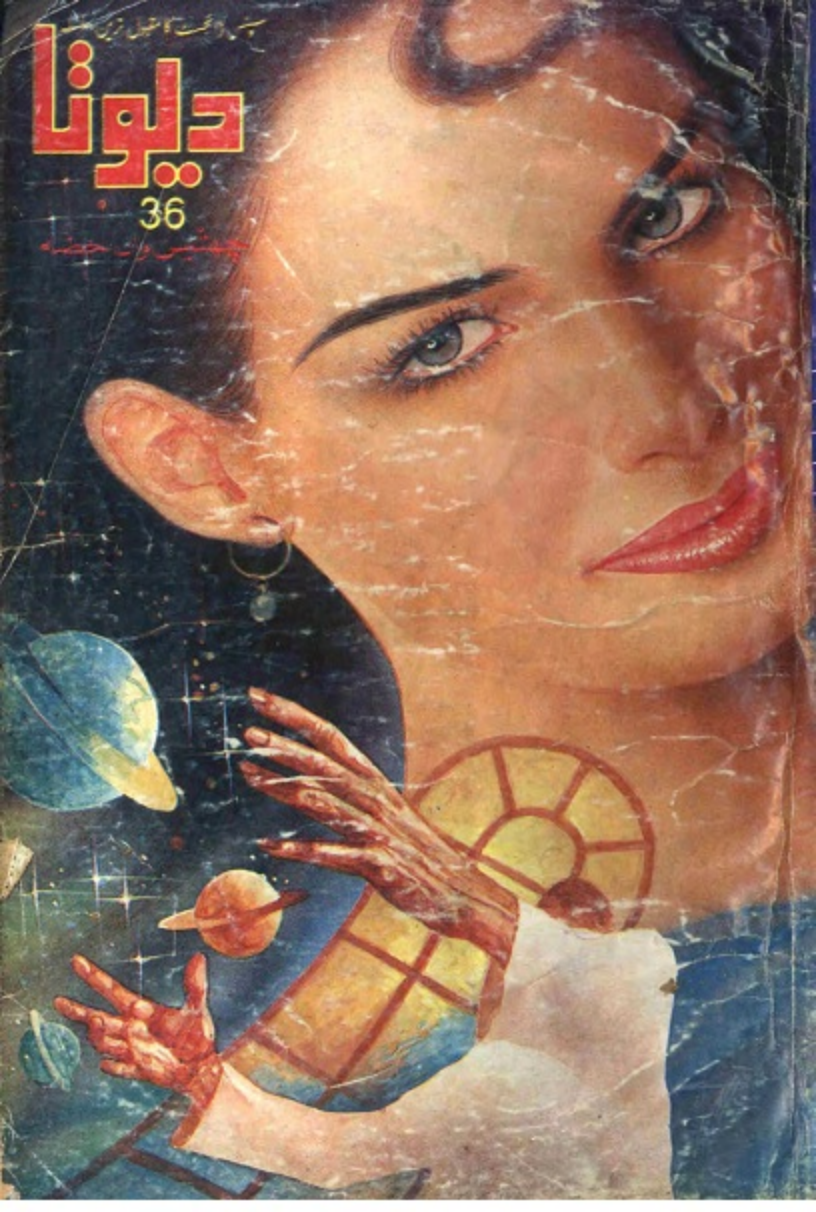
دیوتا
36

ہوش مندی سے بولتے ہیں اور کبھی بہک جاتے ہیں۔ تم ان کے گھر والوں کو اطلاع دو۔ ان سے کہو فوراً کسی ذہنی امراض کے ماہر سے رجوع کریں۔''

جواد نے کہا۔ ''یو شٹ اپ! تم مجھے پاگل کہہ رہے ہو۔ یہاں سے نکل جاؤ۔''

''میں آپ کی یہ بدتمیزی برداشت کررہا ہوں۔ صرف اس وجہ سے کہ آپ پاگل ہوچکے ہیں۔ ورنہ کوئی مجھ سے اس لہجے میں بات کرے تو اسے گردن سے پکڑ کر سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیتا ہوں۔ میں آپ کی جاگیرداری کے دبدبے میں آنے والا نہیں ہوں۔''

وہ غصّے سے پلٹ کر چلا گیا۔ یہ خبر حویلی کے اندر عورتوں اور دوسرے رشتے داروں تک پہنچ گئی کہ جواد انور شاہ پچھلی رات سے پاگل ہوگیا ہے۔ اس نے نمائندوں اور اپنے حواریوں کو غصّہ دکھایا تھا لیکن اب سر جھکائے بیٹھا سوچ رہا تھا۔ ''واقعی میں پاگل ہوچکا ہوں۔ مجھے کسی ماہر نفسیات سے کنسلٹ کرنا ہوگا۔ معلوم کرنا ہوگا کہ میں اچانک پاگل کیوں ہوجاتا ہوں؟ پھر خود بخود نارمل باتیں کرنے لگتا ہوں۔ الٹی سیدھی باتیں کرتے وقت اور بے تکی حرکتیں کرتے وقت یہ سمجھتا ہوں کہ غلط کررہا ہوں لیکن سب کچھ سمجھنے کے باوجود خود پر قابو پانے میں ناکام رہتا ہوں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ واقعی ذہنی امراض کے اسپیشلسٹ ہی بتا سکیں گے۔''

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ فی الحال اتنا تو ہوا کہ جواد انور شاہ مجھے بھول گیا۔ اپنے مسئلے میں بری طرح الجھ گیا تھا اور آئندہ بھی مسائل کی دلدل میں دھنسنے والا تھا۔ یہ سزائیں پانے کی ابتدا تھی۔ انتہا بہت ہی عبرت ناک ہونے والی تھی۔

میں زرینہ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ میرے احکامات کے مطابق عمل کررہی تھی۔ اپنی کوٹھی اور اپنا بینک اکاؤنٹ میرے نام منتقل کرنے کے سلسلے میں کاغذات تیار کرارہی تھی۔ اس کی طرف سے اطمینان تھا۔ تنویمی عمل کے باعث وہ میرے زیرِ اثر تھی۔ اپنے وکیل کے پاس جانے سے پہلے اسّی لاکھ روپے اپنے اکاؤنٹ سے میرے اکاؤنٹ میں منتقل کرچکی تھی۔ آئندہ بھی اسی طرح تابع داری کا مظاہرہ کرنے والی تھی۔

میں نے فون کے ذریعے اپنے جنرل منیجر سے رابطہ کرکے کہا۔ ''آج میں اپنے بنگلے میں آرام کروں گا۔ اگر کوئی اہم معاملہ ہو اور آپ میری ضرورت محسوس کریں تو فون پر رابطہ کرلیں۔''

اس نے کہا۔ ''سر! آپ فکر نہ کریں۔ میں یہاں کے تمام معاملات سنبھال لوں گا۔ کوئی اہم معاملہ درپیش ہوا تو آپ سے ضرور رابطہ کروں گا۔''

میں نے فون بند کردیا۔ جیسا کہ بیان کرچکا ہوں۔ میری شریکِ حیات نائلہ کی موت کے بعد کتنی ہی رشتے دار خواتین اور نوجوان لڑکیاں میرے قریب آنا چاہتی تھیں۔ وہ سب ہی میری شریکِ حیات بننا چاہتی تھیں۔ ان میں سے ایک لڑکی ندا بھی تھی۔ وہ عمر میں مجھ سے تقریباً چالیس برس چھوٹی ہوگی مگر وہ اور اس کی ماں میری بزرگی کو نظر انداز کررہی تھیں۔ میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ سب ہی میری دولت اور جائیداد کے لالچی ہیں۔

اگر سنہری موقع ہاتھ آئے تو کوئی اسے گنوانا نہیں چاہتا۔ ان حسین لڑکیوں کی سوچ یہی تھی کہ میرا بڑھاپا ان کے ساتھ زیادہ دنوں تک نہیں چل پائے گا۔ میں دو چار یا چھ برس میں ہی چل بسوں گا۔ اس کے بعد میرا تمام کاروبار اور دولت جائیداد بیٹھے بٹھائے ان کے ہاتھ آجائے گی۔

ندا ذہین تھی۔ اس نے کامرس اور بزنس کے شعبے سے تعلق رکھنے والی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس نے میرے قریب ہونے کے لیے کہا تھا۔ ''مجھے ایک سیکریٹری کی حیثیت سے جاب دے دو۔ تم ایک بزنس مین ہو۔ میں تمہیں اپنی صلاحیتوں سے ضرور متاثر کروں گی۔''

میں نے کہا تھا۔ ''تمہیں جاب ضرور ملے گی لیکن ایک بات کا خیال رکھنا کہ دفتر میں تم رشتے دار کی حیثیت سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرو گی۔''

اب وہ میری پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے جاب کررہی تھی۔ میرے قابلِ اعتماد جنرل منیجر نے ایک ہفتے بعد مجھ سے کہا۔ ''سر! ندا غیر معمولی طور پر ذہین ہے۔ اسے بزنس کے اہم معاملات میں جو بات سمجھائی جائے' اسے فوراً ہی سمجھ لیتی ہے۔ آفس کا ہر کام بڑی ترتیب اور تنظیم سے کرتی ہے۔ اسے آزمایا جاسکتا ہے کہ یہ کس حد تک قابلِ اعتماد ہے؟''

ان دنوں میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے محروم تھا۔ میں نے کہا۔ ''اصل بات یہی ہے کہ ہم کسی کے اندر کا بھید معلوم نہیں کرسکتے۔ لوگ اوپر سے خود کو وفادار اور جاں نثار ثابت کرتے ہیں مگر اندر سے میٹھی چھری بن کر رہتے ہیں۔''

جنرل منیجر نے کہا۔ ''سر! آپ دیکھ رہے ہیں' میں بہت بوڑھا ہوچکا ہوں۔ میری زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ میں اب زیادہ دنوں تک اتنی بڑی ذمے داری سنبھال نہیں پاؤں گا۔ کسی پر تو بھروسا کرنا ہی ہوگا۔ میں چاہتا ہوں' ندا کو اچھی طرح سمجھایا جائے۔ یہ بہت کام آنے والی لڑکی

ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ آپ اسے باقاعدہ ٹریننگ دیتے رہیں۔ ہم دونوں اسے مختلف مرحلوں میں آزماتے رہیں گے۔''

اب اسے آزمانے کے لیے لمبی مدت کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ میرے آفس کے کمرے میں تھی۔ ایک فارن کمپنی سے بہت بڑی رقم کی ادائیگی ہونے والی تھی۔ اس سلسلے میں وہ جنرل منیجر سے باتیں کررہی تھی۔ میں چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ جب اس سے پہلی ملاقات ہوئی تھی تب دشمنوں نے اچانک ہی مجھ پر فائرنگ شروع کردی تھی۔ میں وہاں سے جان بچا کر فرار ہوا تو اس نے کئی بار فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کرنا چاہا تھا۔ میری جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ میں شاہدرہ کی طرف جارہا تھا۔ دشمنوں سے عارضی طور پر نجات مل گئی تھی اور تقدیر نے مجھے شاہدرہ کے اس مکان میں پہنچا دیا تھا' جہاں سے میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔

بہرحال بعد میں فون کے ذریعے ندا کو تسلی دی کہ میں خیریت سے ہوں اور وہ دوسرے دن سے دفتر آسکتی ہے۔ تب سے وہ میری پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے ہیڈ کوارٹر میں فرائض انجام دے رہی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کی ماں جائز یا ناجائز طریقے سے اسے میری شریکِ حیات بنا دینا چاہتی ہے۔ ایک بار اس کی ماں نے کہا تھا۔ ''تم اس سے دور ہی دور رہو گی تو بات نہیں بنے گی۔ اس کے سیکڑوں رشتے دار پھیلے ہوئے ہیں۔ کتنی ہی نوجوان اور حسین لڑکیاں ہیں' کوئی نہ کوئی اس بوڑھے کو اڑا کر لے جائے گی اور تم دیکھتی رہ جاؤ گی۔''

ندا نے جواب دیا تھا۔ ''میں جانتی ہوں' مجھ سے بھی زیادہ حسین اور پُرکشش لڑکیاں فرہاد سے قریب ہونا چاہتی ہیں لیکن میں ان کے مزاج کو اچھی طرح سمجھ چکی ہوں۔ میں انہیں متاثر کرنے کے لیے سستے بازاری ہتھکنڈے استعمال نہیں کروں گی۔ اپنی ذہانت اور اپنی صلاحیت سے انہیں متاثر کروں گی۔''

میں اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ دماغ کے چور خانے میں جو خیالات چھپے رہتے ہیں' وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ جب سے میں نے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے یہ نئی زندگی شروع کی تھی' تب سے پہلی بار مجھے وہ دیانتدار لڑکی دکھائی دے رہی تھی۔ جنرل منیجر چاہتا تھا کہ ہمیں کوئی قابلِ اعتماد پرسنل سیکریٹری ملے جو ہمارے بزنس سیکریٹس کو اپنے سینے میں محفوظ رکھ سکے۔ میں بڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھنے کے بعد اس پہلو سے مطمئن ہوگیا تھا کہ ندا میری قابلِ اعتماد پرسنل سیکریٹری بن کر رہے گی۔

لیکن دوسرا پہلو ذرا تشویش ناک تھا۔ وہ میرے مقابلے میں کم سن دوشیزہ تھی۔ مجھ سے اس قدر متاثر تھی کہ اپنی عمر کو بھی فراموش کررہی تھی۔ آئندہ ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے مجھے اپنا آئیڈیل بنا چکی تھی۔

میں فرہاد انور شاہ کے برتھ سرٹیفکیٹ کے حساب سے باسٹھ برس کا تھا اور وہ بائیس برس کی تھی۔ مجھے شادی خانہ آبادی کا کوئی شوق نہیں تھا اور نہ ہی میرے اندر جذباتی و رومانوی احساسات کبھی ابھرتے تھے۔ اس کی وجہ شاید یہ بھی کہ نئی زندگی شروع کرتے ہی میں طرح طرح کے مسائل سے دوچار ہوتا رہا تھا۔ کبھی مجھے دوسرے پہلوؤں سے رومانی اور تفریحی زندگی گزارنے کا خیال تک نہیں آیا تھا۔

ان لمحات میں محسوس ہوا کہ ندا کے چور خیالات نے میرے اندر چھپے ہوئے چور کو آواز دی ہے۔ میں نے بے اختیار اس کی شخصیت کے متعلق سوچنا شروع کیا تو وہ تصور میں دکھائی دینے لگی مگر میں فوراً ہی چونک گیا۔ اسی لمحے اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔

اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا... میں اس عمر میں تماشا بننا نہیں چاہتا تھا۔ بہتر یہی ہوتا کہ کوئی چور جذبہ ابھر رہا ہے تو اسے سختی سے کچل دیا جائے۔ مجھے یقین تھا' میں ایسا ہی کروں گا۔ یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ میں نے ذہبی جیسی جوان لڑکی کو اپنی بیٹی بنایا تھا۔ وہ ندا سے دو یا چار برس چھوٹی تھی مگر دونوں ہی جوان تھیں۔ میں ایک کو بیٹی بنا چکا تھا مگر دوسری سے ایسا کوئی رشتہ قائم کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔

اس کے چور خیالات نے مجھے الجھا کر رکھ دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد احساس ہوا کہ میں ندا کے متعلق سوچتا چلا جارہا ہوں۔ میں نے اسی وقت اپنا دھیان اپنے دشمنوں کی طرف کیا۔ میرا موجودہ بیٹا کہلانے والا مراد انور شاہ میرا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اس کم بخت نے اپنی پیدا کرنے والی ماں کو ہلاک کروایا تھا۔ میں اسے اس بدترین جرم کی بدترین سزائیں دینا چاہتا تھا۔

میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ ہمارے ہیڈ آفس میں اس کے لیے بھی ایک آفس مخصوص تھا۔ وہ لنچ کے بعد وہیں ایک گھنٹے کے لیے سو جاتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے وقت سے کچھ پہلے ہی سلا دیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے زرینہ کی طرح اسے بھی اپنا تابع دار بنالیا۔

وہ شام کی فلائٹ سے اسلام آباد جانے والا تھا اور دوسرے دن اس کی واپسی ہوئی۔ اس کی غیر موجودگی میں زرینہ نے اپنے ایک یار کو رات گزارنے کے لیے بلایا تھا۔ میں نے مراد کو حکم دیا کہ وہ آئندہ زرینہ سے اپنے اہم معاملات چھپایا کرے گا۔

اس نے ایک معمول کی حیثیت سے جواب دیا۔ ''میں زرینہ سے اپنے اہم معاملات چھپایا کروں گا۔ اسلام آباد میں میری ایک داشتہ ہے۔ میں یہ بات زرینہ سے چھپاتا ہوں۔ آئندہ اور بہت سی باتیں چھپایا کروں گا۔''

میں نے حکم دیا۔ ''آج تم اسلام آباد نہیں جاؤ گے لیکن زرینہ کو یہی معلوم ہوگا کہ تم یہاں سے جا چکے ہو۔''

میں نے اس کے ذہن میں یہ باتیں نقش کیں کہ وہ اسی شہر میں چھپ کر رہے گا اور پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ ایسے وقت فون کی گھنٹی نے مجھے چونکایا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو.....؟''

دوسری طرف سے ندا کی آواز سنائی دی۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں پریشان ہوگیا کہ یا خدا اس بڑھاپے میں یہ کیا ہو رہا ہے؟

ندا کی آواز سنائی دی۔ ''سر! مجھے ابھی معلوم ہوا ہے' کل آپ فیصل آباد میں تھے۔ وہاں ایک سیکیورٹی افسر مارا گیا ہے۔ وہی زہریلا کھانا آپ بھی کھانے والے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟''

''ابھی جنرل منیجر صاحب نے پے منٹ لسٹ دی ہے۔ اس کے مطابق آپ پر قربان ہونے والے مقتول سیکیورٹی افسر کی بیوی بچوں کو دس لاکھ روپے دینے کے لیے ایک چیک لکھا گیا ہے۔ جب معلوم کیا تو پتا چلا کہ مقتول کے لواحقین کو اتنی بڑی پے منٹ کیوں کی جا رہی ہے؟ سر! آپ کانٹوں میں رہ کر زندگی گزار رہے ہیں۔ خطرات سے دوچار ہو رہے ہیں۔ پلیز میری ایک بات مان لیں۔''

میں نے کہا۔ ''اگر بات ماننے کی ہوگی تو انکار نہیں کروں گا۔''

''بالکل جائز بات کہہ رہی ہوں۔ آپ کچھ عرصے کے لیے کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں۔ دشمن آپ کو ڈھونڈتے ہی رہ جائیں۔''

اس کا یہ مشورہ سنتے ہی میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ دشمنوں سے تو دور رہنا ہی ہے لیکن ندا سے بھی دور رہنا بہت ضروری ہوگیا ہے کیونکہ یہ دل بے ایمان ہوتا جا رہا ہے۔

میں نے کہا۔ ''تمہارا یہ مشورہ مناسب ہے۔ میں اس پر غور کر رہا ہوں۔ کل تک کوئی فیصلہ کروں گا۔''

''کل نہیں..... ابھی فیصلہ کریں۔ آپ کا پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات یہاں دفتر میں رکھے ہوئے ہیں۔ میں ابھی ٹریول ایجنٹ سے رابطہ کرتی ہوں۔ وہ آج ہی رات کی یا کل صبح کی کسی فلائٹ میں آپ کے لیے ایک سیٹ ادھر کرا لے گا۔ آپ بتائیں' کس ملک میں جانا چاہتے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''ندا! تم بزنس ورلڈ میں ایک عملی زندگی گزار رہی ہو۔ یاد رکھو! کوئی بھی فیصلہ فوراً نہیں کیا جاتا۔ معمولی سی بات پر بھی اچھی طرح غور کرنے کے بعد کسی نتیجے تک پہنچا جاتا ہے۔ پلیز..... ایسی عجلت سے کام نہ لو۔ میں تمہارے جذبات کو سمجھ رہا ہوں۔ مجھے ذرا سوچنے کا موقع دو۔''

''آل رائٹ سر! یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے کہ آپ میرے مشورے پر غور کر رہے ہیں۔ تھینک یو سو فار۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایسے وقت ایک سیکیورٹی گارڈ نے اطلاع دی۔ ''سر! میڈم زرینہ اپنے وکیل کے ساتھ آئی ہیں۔ آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے..... انہیں اندر آنے دو۔''

تھوڑی دیر بعد وہ سر جھکائے ڈرائنگ روم میں آئی۔ اس کے ساتھ ایک وکیل بریف کیس اٹھائے ہوئے تھا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا پھر کہا۔ ''جناب! میڈم زرینہ اپنی تمام پراپرٹی آپ کے نام کر چکی ہیں اور اس سلسلے میں کاغذات بھی تیار ہو چکے ہیں۔ اگر آپ ان پر دستخط کریں گے تو عدالتی کارروائی کے بعد ان کا سب کچھ آپ کے نام ہو جائے گا۔''

میں نے انہیں بیٹھنے کے لیے کہا۔ وکیل نے بریف کیس کھول کر ضروری کاغذات نکال کر میرے سامنے رکھ دیے۔ میں نے ان پر دستخط کرنے کے بعد زرینہ کو دیکھا۔ وہ سر جھکائے ہوئے تھی۔ نظریں اٹھا کر مجھے نہیں دیکھ رہی تھی۔

میں نے اس کے وکیل سے کہا۔ ''یہ میری بہت ہی تابع دار بہو ہے۔ اس نے مجھ سے بہت بڑی رقم قرض لی تھی۔ اس کے عوض یہ سب کچھ میرے نام لکھ چکی ہے۔ میں اس سے بہت خوش ہوں۔ آئندہ بھی اسے رقم کی ضرورت ہوگی تو میں مایوس نہیں کروں گا۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ میں بہت مصروف ہوں۔''

وکیل کاغذات سمیٹ کر زرینہ کے ساتھ چلا گیا۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ تنویمی عمل کے زیر اثر

ی۔ میں نے جو احکامات صادر کیے تھے۔ ان پر عمل کر رہی ی لیکن اندر سے پریشان تھی کہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟ وہ ب بھی میری دشمن تھی لیکن تنویمی عمل ابھی اس پر حاوی تھا اور اس سلسلے میں اپنے باپ سے اور اپنے شوہر مراد سے کچھ ہہ نہیں پا رہی تھی۔ چپ چاپ اپنا سب کچھ میرے نام منتقل ر چکی تھی۔ جب قانونی کارروائی مکمل ہو جاتی اور غذات میرے ہاتھوں میں آ جاتے..... تب میں اسے ی عمل سے آزاد کر دیتا۔ اس کے بعد وہ چیختی چلاتی رہ تی۔

اس وقت وہ میرے پاس سے رخصت ہو کر اپنی کوٹھی ا گئی تھی۔ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی کہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟ دماغ میں ایک دھیمی دھیمی سی کمزور سی سوچ تھی کہ یہ سب ھ نہیں کرنا چاہیے لیکن تنویمی عمل اس قدر استحکام سے اس پر ی تھا کہ وہ بس سوچ کر رہ جاتی تھی۔

رات ہوئی تو اس نے غسل کیا۔ اپنے یار کے استقبال ے لیے اچھا سا لباس پہنا۔ اس لباس پر پرفیوم اسپرے کیا۔ ا بدبودار زندگی گزارنے والی خوشبو میں نہا گئی۔

وہ رات دس بجے اس کے بیڈ روم میں آیا۔ اگرچہ ا انگی دکھانے آیا تھا لیکن ایک غلام تھا۔ اس نے جھک کر م کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ مجھ سے خوامخواہ ناراض ہو رہی ں۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں' چھ ماہ کے اندر آپ کے ں بھاری ہو جائیں گے۔ آپ کے من کی مرادیں پوری ں گی۔''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''مجھے سبز باغ نہ دکھاؤ۔ ہمیشہ کہتے ہو کہ جلد ہی ایک بچے کی ماں بن جاؤں گی لیکن تم امراد کی طرح اندر سے کھوکھلے ہو۔ میں صاف صاف کہہ ہوں' دو ماہ کے اندر اگر ماں بننے کے آثار پیدا نہ ہوئے تو ی کوٹھی اور میرے بیڈ روم کا راستہ بھول جانا۔ کبھی اُدھر کا کرو گے تو جوتے کھاؤ گے۔''

وہ عاجزی سے بولا۔ ''اگر اُدھر رخ نہیں کروں گا تو کروں گا؟''

''فکر نہ کرو۔ تمہیں بھوکا نہیں مرنے دوں گی۔ تمہیں ر دس ہزار روپے ملتے رہیں گے۔ جب کبھی ضروری وں گی' تمہیں بلا لیا کروں گی۔''

وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گئی پھر اسے حکم دیا۔ ''دروازہ اندر بند کر دو۔''

وہ دروازہ بند کرنے گیا۔ ایسے وقت میں نے اسے ب دماغ بنا دیا۔ اس نے دروازے کو بند کیا اور یہی سمجھا کہ اسے لاک کر چکا ہے۔ وہ پلٹ کر زرینہ کے پاس چلا آیا۔

میں مراد کے اندر پہنچ گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس کوٹھی میں آیا۔ زرینہ کی رازدار ملازمہ اسے دیکھ کر پریشان ہوگئی۔ میں نے اس کے ذریعے ملازمہ کو دھمکی دی۔ ''خبردار! اپنی مالکن کو میری آمد کی اطلاع نہ دینا۔ چپ چاپ سرونٹ کوارٹر میں چلی جاؤ۔''

وہ سر جھکا کر وہاں سے چلی گئی۔ مراد نے اندر آ کر اپنے بیڈ روم کا رخ کیا۔ وہ اس کا اور زرینہ کا مشترکہ کمرا تھا۔ کتنے ہی مرد اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ ان کی محبت کرنے والی بیویاں کسی اور کو شریک نہیں بناتیں۔ بے شک بیویاں نیک چلن اور پارسا ہوتی ہیں لیکن پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ یہ سمجھنا مشکل ہوتا ہے کہ ان میں کون کھری ہے اور کون کھوٹی.....؟

یہ ٹیلی پیتھی میرے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت' بہت بڑی رحمت تھی۔ میں گھر بیٹھے دشمنوں اور بدکاروں کے بھید معلوم کر رہا تھا۔ مراد نے دروازے کے پاس پہنچتے ہی میری مرضی کے مطابق ایک زور کی لات ماری تو وہ ایک دھڑ سے کھل گیا۔ اسی لمحے زرینہ کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ اپنے یار کے ساتھ ایسی حالت میں تھی کہ کہیں بھاگ سکتے اور چھپنے کا موقع نہ ملا۔ اِدھر مراد اور اُدھر وہ دونوں ہکا بکا سے رہ گئے تھے پھر دوسرے ہی لمحے میں زرینہ اپنا لباس سمیٹتی ہوئی دوڑتی ہوئی واش روم میں چلی گئی۔

مراد نے اپنے رقیب کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے پوچھا۔ ''تو کون ہے؟ سچ سچ بتا' یہ سلسلہ کب سے چل رہا ہے؟''

وہ اس سے پوچھ رہا تھا اور اس کی پٹائی کر رہا تھا۔ کرائے پر آنے والے رقیب کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے؟ وہ تو ایسے سہما ہوا تھا' جیسے مارنے والے کی بیوی کو قتل کرتے ہوئے پکڑا گیا ہو۔ جلد ہی زرینہ نے باتھ روم سے باہر آ کر چیختے ہوئے کہا۔ ''رک جاؤ۔ مراد! رک جاؤ...''

مراد نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ''ذلیل عورت! تو میرے اعتماد کو دھوکا دیتی رہی ہے۔ جس رات میں نہیں آتا' اس رات اپنے یار کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی ہے۔''

وہ پیچھے ہٹ کر بولی۔ ''خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔''

اس نے کہا۔ ''تجھ سے برا تو کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

یہ کہہ کر اس نے ایک ہاتھ رسید کیا۔ وہ وہاں سے دوڑتی ہوئی الماری کے پاس گئی۔ اسے کھول کر ایک پستول نکال کر مراد کا نشانہ لیتے ہوئے بولی۔ ''اب ایک قدم بھی میری طرف بڑھو گے یا مجھ پر ہاتھ اٹھاؤ گے تو میں گولی مار دوں گی۔''

وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا پھر بولا۔ ''ہاں، تم میرے اعتماد کو دھوکا دے سکتی ہو تو مجھے گولی بھی مار سکتی ہو۔ تم نے مجھ سے کہا تھا' میں ایک جھوٹا طلاق نامہ لکھ کر اپنے ڈیڈی کو دکھاؤں اور یقین دلاؤں کہ میں نے تمہیں طلاق دے کر تم سے پیچھا چھڑا لیا ہے۔ اب تو میں سچ مچ تمہیں طلاق دوں گا۔''

وہ حقارت سے منہ بنا کر بولی۔ ''تم کیا تمہارا باپ بھی مجھے طلاق نہیں دے سکتا۔ جب تک میں تمہارے باپ کی پوری دولت اور جائیداد اپنے نام نہیں کرالوں گی۔ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔''

وہ بھی حقارت سے بولا۔ ''جب میں اپنی پیدا کرنے والی ماں سے پیچھا چھڑا سکتا ہوں تو تُو کس گنتی میں ہے؟ اب دیکھ' میں کیا کرتا ہوں؟''

وہ پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ زرینہ نے میری مرضی کے مطابق اس کے ایک پاؤں میں گولی ماری۔ گولی ٹخنے سے اوپر پاؤں کی ہڈی توڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے زرینہ کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بدستور اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی۔ ''اب یہاں سے اٹھو گے اور جانا چاہو گے تو دوسری گولی سینے میں اتار دوں گی۔''

پھر اس نے اپنے یار سے کہا۔ ''اُدھر میرا پرس رکھا ہوا ہے۔ اسے کھولو اس میں تیس ہزار کی ایک گڈی رکھی ہوئی ہے۔ میرے مشوروں پر عمل کرو گے تو یہ تیس ہزار تمہارے ہوں گے۔''

وہ جلدی سے بولا۔ ''میں ہمیشہ تمہاری ہر بات ماننا چاہتا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''میں پولیس میں رپورٹ درج کراؤں گی کہ تم یہاں چوری کی نیت سے آئے تھے مگر ہماری نظروں میں آئے تو میرے شوہر کو گولی مار کر فرار ہو گئے ہو۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''پولیس والے مار مار کر میری ہڈی پسلی توڑ دیں گے۔''

''پولیس والے تم تک نہیں پہنچ پائیں گے۔ ہم تمہارا حلیہ غلط بیان کریں گے۔ تم کبھی پکڑے نہیں جاؤ گے۔ کچھ عرصے کے لیے کسی دوسرے شہر میں چلے جانا۔ حالات سازگار ہوں گے تو میں تمہیں واپس بلا لوں گی۔ بس اب دیر نہ کرو۔ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔''

وہ پرس سے تیس ہزار روپے کی گڈی نکال کر وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ مراد فرش پر بیٹھا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ زرینہ کے ہاتھ میں پستول کو دیکھ کر سوچ رہا تھا۔ ''یہ کم بخت مجھے گولی مار دے گی۔ میں فی الحال اسے غصہ نہیں دکھاؤں گا' یہ جو کہے گی' چپ چاپ اسے مان لوں گا۔ بعد میں اس سے اچھی طرح نمٹ لوں گا۔''

میں نے اس کے خیالات پڑھے پھر زرینہ میری مرضی کے مطابق بولی۔ ''جب تک یہ پستول میرے ہاتھ میں ہے' اس وقت تک تم میری ہر بات مانو گے۔ میں اتنی نادان نہیں ہوں۔ تمہیں زنجیریں پہنا کر غلام بنا کر رکھنا جانتی ہوں۔''

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ''تم بعد میں باتیں کر سکتی ہو۔ میرے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ تکلیف سے برا حال ہے۔ فوراً کسی ڈاکٹر کو بلاؤ۔ فرسٹ ایڈ کا سامان لے کر آؤ۔''

اس نے کمرے کی کھڑکی کھول کر باہر کی طرف دیکھا پھر ملازموں کو آواز دی۔ الماری سے فرسٹ ایڈ بکس نکال کر مراد کے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔ ''ابھی مرہم پٹی ہو جائے گی۔ پہلے میری بات سنو۔ تمہاری بہت سی کمزوریاں میرے ہاتھوں میں ہیں۔''

اس نے زرینہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ ''تمہاری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ تم اسلام آباد میں جس داشتہ کے پاس جاتے ہو' وہ پہلے میرے ڈیڈی کی داشتہ رہ چکی ہے۔ ہماری راز دار ہے۔ تمہیں الو بنا رہی ہے۔ تمہارے ساتھ اس کی ایسی شرمناک تصاویر اور ویڈیو فلمیں ہمارے پاس ہیں کہ تمہارا باپ دیکھے گا تو فوراً تمہیں دولت اور جائیداد سے عاق کر دے گا۔ وہ شرمناک تصویریں عدالت میں دکھائی جائیں تو تمہیں سنگسار کرنے کا حکم دیا جا سکتا ہے۔''

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''نہیں..... تم جھوٹ کہہ رہی ہو۔ میری ایسی شرمناک تصاویر تمہارے پاس نہیں ہیں۔''

''ابھی وہ تصاویر اور ویڈیو فلمیں میں تمہیں دکھاؤں گی۔''

اس کی راز دار ملازمہ آئی تو اس نے کہا۔

''زیتون! ذرا میرے میاں کا پاؤں دیکھو کیا ہڈی ٹوٹ گئی ہے؟''

زیتون نے فرش پر بیٹھ کر اس کے پیر کو چھو کر دیکھا۔ اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد کہا۔ ''ہڈیاں سلامت ہیں۔ صاحب صرف زخمی ہوئے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ جاؤ ہمارے لیے چائے بنا کر لے آؤ۔''

وہ وہاں سے چلی گئی۔ زرینہ نے الماری کی دراز سے ایک آڈیو کیسٹ نکال کر اسے ریکارڈر میں رکھا پھر اسے آن کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ ریکارڈر تم سے کچھ کہہ رہا ہے۔ ذرا توجہ سے سنو۔''

اس ریکارڈر سے مراد کی آواز ابھرنے لگی۔ وہ فون پر کسی سے کہہ رہا تھا۔ ''ہیلو! ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔ میں نے اپنی ممی کو شیشے میں اتار لیا ہے۔ وہ اپنی کوٹھی اور بنک بیلنس میرے نام لکھ چکی ہیں۔''

پھر ذرا دیر خاموشی رہی۔ مراد کی ''ہوں ہاں'' کی آواز سنائی دیتی رہی۔ پھر اس کی آواز ابھری۔ ''میں بالکل مطمئن ہوں۔ آپ یہاں آئیں گے تو میں کوٹھی کے کاغذات دکھاؤں گا اور وہ رسید دکھاؤں گا جس کے ذریعے ممی نے اپنے پانچ کروڑ روپے میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کیے ہیں۔''

پھر وہ ''ہوں ہاں'' کرنے کے بعد بولا۔ ''ٹھیک ہے۔ جب تک ڈیڈی بھی موت کے گھاٹ نہیں اتریں گے' اس وقت تک یہ بات راز میں رہے گی۔ میں ممی کے کاغذات اور بنک اکاؤنٹ کا ذکر ڈیڈی کے سامنے نہیں کروں گا۔''

ذرا دیر کے لیے خاموشی چھائی رہی پھر اس کی آواز ابھری۔ ''جی ہاں، آپ درست کہہ رہے ہیں۔ ممی کو کراچی سے زندہ سلامت لاہور نہیں پہنچنا چاہیے۔ آپ انہیں یہیں ٹھکانے لگا دیں۔ ہماری پلاننگ کے مطابق ان کی موت ایک حادثے میں ہو گی' میں ان کی لاش لے کر لاہور پہنچوں گا۔''

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ریکارڈر کو دیکھ رہا تھا اور بے یقینی سے اپنی آواز سن رہا تھا۔ زرینہ نے ریکارڈر کو بند کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں پھانسی کے پھندے تک پہنچانے کے لیے یہ ثبوت کافی ہے۔ دوسرا ثبوت یہ ہو گا کہ تمہاری ماں کراچی میں حادثے کے ذریعے ماری گئی اور وہیں تمہاری ماں نے اپنا سب کچھ تمہارے نام ٹرانسفر کیا تھا۔ یہ ساری باتیں تمہارے خلاف جا رہی ہیں۔''

ملازمہ چائے بنا کر لے آئی۔ وہ اب تک فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ زرینہ نے کہا۔ ''زیتون! ایک پیالی اس کے آگے رکھ دو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔''

زیتون نے ایک پیالی فرش پر مراد کے سامنے رکھی اور وہاں سے چلی گئی۔ زرینہ نے اپنی پیالی سے چائے کی چسکی لی پھر الماری کے سیف کو چابی سے کھولا۔ وہاں سے ایک موٹا سا لفافہ نکال کر مراد کے آگے فرش پر پھینکتے ہوئے کہا۔ ''دیکھو! اس میں کیا ہے؟''

اس نے لفافے کو کھولا تو اس کی اور اسلام آباد والی داشتہ کی تصویریں برآمد ہونے لگیں۔ وہ ایسی شرمناک تھیں کہ لفافہ کی باقی تصاویر ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑیں۔ زرینہ اس وقت ٹی وی آن کرنے کے بعد سی ڈی پلیئر آن کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہاں بھی اسے جو مناظر دکھائی دیے۔ ان میں بھی وہی دو کردار تھے۔ ایک وہی داشتہ تھی اور دوسرا مراد تھا۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ بری طرح جکڑا گیا ہے۔ اپنی مکار بیوی کے شکنجے سے کبھی نکل نہیں پائے گا۔

زرینہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''ارے! تم تو گولی کا زخم بھول گئے۔ کیا تکلیف نہیں ہو رہی ہے؟ اس سے زیادہ تکلیف ان تصاویر اور اس بلیو فلم سے ہو رہی ہے اور اس آڈیو کیسٹ کو بھی نہیں بھولے۔ جس کے ذریعے تم نے اپنی ماں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا اقرار کیا ہے۔''

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولی۔ ''میں نہ کہتی تھی' ان دیکھی زنجیریں پہنا کر تمہیں غلام بنا کر رکھنا جانتی ہوں۔''

وہ اس کے قریب آتے ہوئے بولی۔ ''اب اپنے زخم کی مرہم پٹی کرواؤ اور یہاں سے دفع جاؤ۔ یاد رکھو! اپنے باپ کے پاس جا کر یہی کہو گے کہ مجھے طلاق دے کر آئے ہو اور اب کبھی اِدھر نہیں آؤ گے۔ میں تمہارے لیے اس کوٹھی کا دروازہ اس وقت تک نہیں کھولوں گی' جب تک تم اپنے باپ کی تمام دولت اور جائیداد میرے نام نہیں کراؤ گے۔''

وہ اپنے زخموں کی مرہم پٹی کرنے کے بعد وہاں سے اٹھ گیا پھر لنگڑاتا ہوا کوٹھی سے باہر آ گیا۔ اگر وہ میرا سعادت مند فرمانبردار بیٹا ہوتا تو میں چٹکی بجاتے ہی اسے تمام مصیبتوں سے نکال لاتا اور اس سے دشمنی کرنے والوں کو سزا دیتا لیکن میں خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔ ان سب کی تباہی و بربادی کا تماشا اور دلچسپ ہوتا جا رہا تھا۔

میں نے تمام سیکیورٹی گارڈز کو حکم دیا تھا کہ مراد رات کو جب بھی یہاں آئے تو مجھے اطلاع دی جائے۔ وہ رات کے

ایک بجے آیا۔ مجھے اطلاع ملی تو میں نے گارڈ سے کہا کہ اسے اندر آنے دیا جائے۔

وہ لنگڑاتا ہوا ڈرائنگ میں آیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ صوفے پر بیٹھنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ ''رک جاؤ..... کھڑے ہو کر بات کرو۔''

وہ عاجزی سے بولا۔ ''ڈیڈ! آپ دیکھ رہے ہیں' میں زخمی ہوں۔ آپ سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں مگر کھڑے رہ کر بات نہیں کر سکوں گا۔''

''کوئی بات نہیں..... فرش پر بیٹھ جاؤ، یہی تمہاری اوقات ہے۔''

اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، وہ روتا ہوا فرش پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔ ''اب سے کچھ عرصہ پہلے تم اپنی ماں کے پاس اسی طرح روتے ہوئے آئے تھے اور ہم سے کہا تھا کہ تم نے اپنی بیوی اور سسر وغیرہ کو چھوڑ دیا ہے۔ ہمارے پاس پناہ لینے آئے ہو۔ تمہارے ان مگرمچھ کے آنسوؤں کو تمہاری ماں نہ سمجھ سکی لیکن میں سمجھ گیا تھا اور آج بھی سمجھ رہا ہوں۔ جو کہنا ہے' جلدی کہو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔''

وہ بولا۔ ''میں یہاں سے کہاں جاؤں گا؟ میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ زرینہ سے بہت بری طرح جھگڑا ہو چکا ہے۔ اس نے مجھ پر گولی چلائی تھی۔ یہ دیکھیں! میری ایک ٹانگ زخمی ہو گئی ہے۔ میں اسے طلاق دے کر چلا آیا ہوں۔ اب نہ وہ میری بیوی ہے اور نہ آپ کی بہو ہے۔ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ آپ یہی چاہتے تھے ناں کہ میں اسے طلاق دے دوں؟''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''تم ان مردوں میں سے ہو جو بیوی کے تلوے چاٹتے ہیں۔ تم جلتی آگ پر بیٹھ کر کہو گے کہ اسے طلاق دے چکے ہو تب بھی میں یقین نہیں کروں گا۔ یہ بھول جاؤ کہ تمہیں اس کوٹھی میں رہنے کی اجازت دوں گا۔ کل سے تم میرے آفس اور فیکٹری میں بھی قدم نہیں رکھو گے۔''

''آپ مجھے یہاں نہیں رہنے دیں گے مگر میں کہاں جاؤں؟''

میں نے آگے بڑھ کر اسے ایک لات مارتے ہوئے کہا۔ ''ذلیل کمینے! نائلہ کی موت کے بعد مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ تُو نے اس کی کوٹھی اپنے نام کرائی ہے اور اس کے اکاؤنٹ میں جو پانچ کروڑ روپے تھے' وہ تیرے اکاؤنٹ میں منتقل ہو چکے ہیں۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟''

وہ بڑی ڈھٹائی سے بولا۔ ''ہاں ڈیڈ! میں آپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں' یہ جھوٹ ہے۔ کسی نے آپ کو غلط اطلاع دی ہے۔ ممی نے اپنی کوٹھی اور بینک اکاؤنٹ میرے نام نہیں کیا تھا۔''

میں نے اسے دوسری بار لات مارتے ہوئے کہا۔ ''تُو جانتا ہے' میں کتنے وسیع ذرائع کا مالک ہوں۔ جائیداد کے کاغذات نکلوا کر دیکھ سکتا ہوں' نائلہ کی کوٹھی آج کل کس کے نام پر ہے اور یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ نائلہ کے پانچ کروڑ روپے تیرے اکاؤنٹ میں موجود ہیں۔''

وہ تکلیف سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر لنگڑاتا ہوا جانے لگا۔ میں نے کہا۔ ''جانے سے پہلے کان کھول کر سن لے' میں اپنی بیوی کی کوٹھی اور اس کا بنک اکاؤنٹ تیرے نام نہیں رہنے دوں گا۔ کل تُو اپنے وکیل سے کورٹ پیپر تیار کرائے گا۔ جن کی رُو سے وہ کوٹھی میرے نام منتقل ہو جائے گی اور کل ہی تو اپنے بینک اکاؤنٹ کے پانچ کروڑ بھی میرے اکاؤنٹ میں منتقل کرے گا۔''

وہ ذرا تن کر بولا۔ ''میں اتنا بھی کمزور نہیں ہوں کہ تم جیسے بوڑھے باپ کے آگے ننگی کا ناچ ناچتا رہوں گا۔ ہاں، میں اقرار کرتا ہوں کہ میری ماں کی کوٹھی میرے نام ہے اور اس کا سارا پیسا بھی میرے پاس ہے۔ میں اس میں سے ایک پیسا بھی تمہیں نہیں دوں گا۔''

وہ لنگڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ جاؤ بیٹے! کل تم خود ہی زرینہ کی طرح اپنا سب کچھ میرے نام کرو گے اور کچے کاغذ پر کرو گے۔

اے ٹیلی پیتھی! تجھے میرا سلام۔ تُو میری مشکلیں آسان کر رہی ہے۔ لوگوں کے چھپے ہوئے چہرے دکھا رہی ہے۔ ہماری دنیا میں کتنے لوگ پیدائشی شیطان ہوتے ہیں۔ جنہیں نہ تو آسمانی کتابیں راہِ راست پر لاتی ہیں اور نہ ہی قانون کے ڈنڈے انہیں شیطان سے انسان بنا پاتے ہیں۔ ان کے مقدر میں انجام کار بدترین سزا اور حرام موت لکھی ہوتی ہے۔''

زرینہ کے پاس مراد کے خلاف بہت سے ٹھوس ثبوت تھے۔ میں چاہتا تو زرینہ سحر زدہ ہو کر وہ تمام ثبوت میرے پاس پہنچا دیتی اور خود خالی ہاتھ رہ جاتی پھر مراد کے خلاف کچھ نہ کر پاتی لیکن میں نے ایسا کچھ نہ کیا۔ جس بیوی کی خاطر اس نے پیدا کرنے والی کو ہلاک کرایا تھا' اب میں اسی بیوی کے ہاتھوں اسے تباہ ہوتا دیکھنا چاہتا تھا۔

☆☆☆

طویل عرصے کے بعد گریٹ ایشورارا نے زمین

والوں سے رابطہ قائم کیا تھا۔ کمیونیکیشن مشین کے ذریعے اکابرین سے اس کی اچھی خاصی گفتگو ہوئی تھی۔ ان کے درمیان بڑے اہم معاملات طے ہوئے تھے۔ گریٹ ایشورارا نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ ایک غیر معمولی مشین سیارے سے امریکی اکابرین کے پاس پہنچادی جائے گی۔

یہ سیارے والوں کی طرف سے دوستی اور اتحاد قائم کرنے کا اتنا بڑا اور نایاب تحفہ تھا کہ امریکی اکابرین خوشی سے ناچنے لگے تھے' ہواؤں میں اُڑنے لگے تھے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی خوشی یہ تھی کہ اس مشین کے ذریعے وہ آئندہ اپنے مطلوبہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمانوں کو دیکھ سکیں گے اور ان کے اہم اندرونی رازوں تک پہنچ سکیں گے۔

گریٹ ایشورارا نے کہا تھا کہ وہ مشین انہیں یہ بھی بتائے گی کہ مسلمانوں نے اور خاص طور پر ادارے والوں نے اس مشین کے ذریعے کن کن ممالک کے اہم راز چرائے ہیں اور آئندہ اپنے اہم رازوں کو کس طرح مسلمانوں کی مشینوں سے چھپا کر رکھا جاسکتا ہے؟

انہیں بہت ہی کارآمد مشین ملنے والی تھی۔ اس کے ذریعے صرف ان اکابرین کو ہی نہیں' ان کے رازوں کو بھی تحفظ حاصل ہوسکتا تھا پھر سیارے والوں سے یہ بھی معاہدہ ہوا تھا کہ اگر اس دنیا میں گریٹ ایشورارا کو حکومت قائم کرنے کا موقع دیا جائے گا تو امریکا' برطانیہ' فرانس اور جرمنی آزاد ممالک کی حیثیت سے اپنی ایک الگ شناخت رکھیں گے۔ گریٹ ایشورارا کی حکومت کی طرف سے انہیں کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ ان کے درمیان ہمیشہ اتحاد قائم رہے گا۔

تمام اکابرین نے گریٹ ایشورارا سے کہا۔ ''تم یہاں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہو۔ اس کا آغاز ایشیا سے کرو۔ اپنے نائب ایشورارا اور دیگر اہم ماتحتوں کو امریکا اور یورپ کی طرف نہ آنے دو کیونکہ یہاں کے تمام ممالک سائنسی تیکنالوجی اور دیگر وسائل سے مالا مال ہیں۔ انہیں اپنے آگے جھکانے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''میں جانتا ہوں۔ ایشیا میں صرف چین اور جاپان طاقتور ممالک ہیں۔ انہیں زیر کرنے میں ذرا دشواری پیش آئے گی مگر ہم زیر کرلیں گے۔ باقی تمام ایشیائی ممالک کے باشندے موم کے مجسموں کی طرح ہمارے آگے جھک جائیں گے۔''

گریٹ ایشورارا نے اپنے سیکڑوں ماتحتوں کو تربیت دی تھی۔ وہ اس دنیا کے تمام براعظموں' تمام چھوٹے بڑے ممالک کے بارے میں معلومات رکھتے تھے۔ ان کے دماغوں میں انگریزی' عربی' اردو اور چینی زبانیں نقش کی گئی تھیں۔ وہ یہ تمام زبانیں روانی سے بول سکتے تھے۔

اس نے پانچ پانچ ماتحتوں کی ٹیمیں بنائی تھیں۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک غیر معمولی مشین تھی۔ وہ تمام ٹیمیں جمہوریہ چین' تھائی لینڈ' ہانگ کانگ' انڈونیشیا' ہندوستان' پاکستان' ایران' دبئی اور ترکی میں پہنچ رہی تھیں۔

وہ جس ملک میں پہنچ رہے تھے۔ وہاں کا لباس وہاں کی تہذیب اپنا رہے تھے۔ پاکستان کے متعلق یہ رائے قائم کی گئی تھی کہ یہ ملک قرضوں میں ڈوبا ہوا معاشی بدحالی کا مارا ہوا ایک کمزور ملک ہے۔ یہاں کے حکمران امریکا کے زیر اثر رہتے ہیں اور یہاں کی پولیس اور ایجنسی جس والوں کی کارکردگی انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ یہاں بڑے سے بڑا کام رشوت دے کر ہوجاتا ہے۔ ان تمام کمزوریوں کے پیش نظر نائب ایشورارا نے پاکستان میں پہنچ کر رہائش اختیار کی تھی۔

گریٹ ایشورارا نے ان اکابرین کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ایشیائی ممالک میں کیا کررہا ہے؟ اس نے اپنے ایک انتہائی قابل ماتحت کو سفیر بنا کر امریکا بھیجا تھا۔ وہ سفیر غیر معمولی مشین کا تحفہ لے کر ان کے پاس آگیا تھا۔ انہوں نے بڑی گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا تھا اور اس کے ذریعے ایک ہی دن میں اس مشین کو اچھی طرح آپریٹ کرنا سیکھ لیا تھا۔

وہ اس مشین کو آپریٹ کرنے کے دوران ہمیں تلاش کرتے رہے۔ ہم سب کی تصاویر اور کوڈ نمبرز ان کے پاس محفوظ تھے لیکن انہیں مایوسی ہورہی تھی۔ نہ میں کہیں دکھائی دے رہا تھا' نہ ہی میری بیٹی اور بیٹے نظر آرہے تھے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آگئی کہ ہم سب نے بابا صاحب کے ادارے میں پناہ لی ہے۔ اسی لیے ان کی غیر معمولی مشین ہمیں کیچ نہیں کررہی ہے۔

میں اور سونیا ادارے سے باہر تھے۔ میری شخصیت قدرتی طور پر تبدیل ہوگئی تھی۔ اس لیے میں مشین کی زد میں نہیں آرہا تھا۔ سونیا پر یہ روحانی عمل کیا گیا تھا کہ جب تک وہ پاک صاف رہتی' تب تک کوئی اسے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ نہیں پاتا۔

یوگا جاننے والے ایک امریکی افسر نے کہا۔ ''سونیا بھی بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ اسی لیے نظر نہیں آرہی ہے۔''

سیارے کے سفیر نے کہا۔ ''یہ تمہارے لیے اور

ہمارے لیے اچھا ہی ہے۔ کوئی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا ں ادارے کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلے گا اور نہ ہی ارے کسی سیارے والے تک پہنچ کر اسے نقصان پہنچائے ۔''

ایک آرمی افسر نے کہا۔ ''فی الحال ہمیں ان کی طرف ے کوئی نقصان پہنچنے والا نہیں ہے۔ اب ہمیں اس مشین کے لیے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ہمارے کتنے راز اب تک بابا حب کے ادارے میں پہنچ چکے ہیں اور جو پہنچ نہیں پائے ، انہیں ہم کس طرح اس مشین کے ذریعے چھپا سکتے ؟''

وہ سب اس مشین کے ذریعے اپنے اہم معاملات میں وف ہوگئے تھے۔ نائب ایشورارا اسلام آباد میں تھا۔ اس تقریباً بیس گھنٹوں کے بعد اپنی مشین کو آپریٹ کیا تو ین پر سونیا کو دیکھ کر ٹھٹک گیا اور پریشان ہوکر بڑبڑایا۔ گئی وہ بلا... جس نے ہمارے ایک نائب ایشورارا کو موت عاٹ اتارا تھا۔ یہ وہی بلا ہے' جو ہماری غیر معمولی مشین کر لے گئی تھی۔ سب ہی کہتے ہیں کہ ناگ اور ناگن اگر رنے آئیں تو سب سے پہلے ناگن کا سر کچلنا چاہیے۔ الے سے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کہا جاتا ہے کہ سونیا فرہاد ی زیادہ خطرناک ہے۔''

اس نے فوراً ہی مشین سے دریافت کیا۔ ''یہ مصیبت ظر آرہی ہے' وہ کون سی جگہ ہے؟''

مشین نے معلومات فراہم کیں۔ ''ہانگ کانگ کے میں کئی جزیرے ہیں۔ ایک جزیرے کا نام پی ٹوئی سکرین پر وہی جزیرہ دکھائی دے رہا ہے۔

اس کے اندر اضطراب سا..... ہلچل سی پیدا ہوگئی۔ ان ے والوں کے وہاں پہنچتے ہی وہ دکھائی دے رہی تھی' جو سے زیادہ خطرناک تھی۔ جس کے لیے یہ طے کیا جاچکا ہ جب بھی دکھائی دے گی' اسی لمحے اسے گولی ماردی اس سے کوئی بات نہیں کی جائے..... بچ کر نکلنے کا قع نہیں دیا جائے گا۔

سیارے والوں کی ایک ٹیم ہانگ کانگ میں تھی۔ شورارا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس ٹیم کے سربراہ کے گیا۔ اس سے بولا۔ ''فوراً مشین آپریٹ کرو۔ سونیا ے رہی ہے۔ وہ تم لوگوں سے چند کلومیٹر کے فاصلے یرے میں ہے۔''

ر اس نے ترالا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ایشیائی ں ہماری جنگی ٹیمیں ہیں' انہیں فوراً اطلاع دو کہ

اسکرین پر سونیا دکھائی دے رہی ہے۔ وہ سب اپنی مشینیں آن رکھیں۔ سونیا کو مسلسل دیکھتے رہیں۔ اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے۔''

انہوں نے امریکی اکابرین کو بھی اس سلسلے میں اطلاع دی' وہ بھی سونیا کو اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھنے لگے۔ اس وقت بے شمار آنکھیں پی ٹوئی جزیرے میں اسے دیکھ رہی تھیں۔ اس جزیرے کے باشندے بہت ہی پسماندہ تھے۔ سونیا وہاں ایک چھوٹے سے سرائے نما ہوٹل میں تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ مجھے خوبصورت مناظر سے بہت دلچسپی ہے۔ میں اپنا ماضی اور اپنے خون کے رشتوں کو بھولنے کے باوجود شاید ایسے خوبصورت مناظر سے محظوظ ہونے کے لیے اس جزیرے میں آسکتا ہوں۔ اس خیال سے وہ وہاں آئی تھی۔

سیارے سے آنے والے پانچ افراد ہانگ کانگ کے ساحلی علاقے میں تھے۔ ان میں سے دو افراد اسپیڈ بوٹ کے ذریعے اس جزیرے کی طرف جارہے تھے۔ وہ دونوں اپنی غیر معمولی مشین ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ تاکہ سونیا کو ہر لمحہ اسکرین پر دیکھتے رہیں لیکن گریٹ ایشورارا نے ان سب کو سختی سے کہا تھا' سونیا سے جب بھی سامنا ہو یا اس سے مقابلہ کرنے کی نوبت آئے تو وہ غیر معمولی مشین اپنے ساتھ نہ رکھیں۔ وہ کم بخت چھین کر لے جاتی ہے۔

اس کے حکم کے مطابق وہ مشین ان دو افراد کے پاس نہیں تھی لیکن وہ ہتھیاروں سے لیس تھے۔ سونیا کی موت بن کر جارہے تھے۔ باقی افراد مشین کی اسکرین پر کبھی اپنے ساتھیوں کو اور کبھی سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ ایسے ہی وقت ایک نے چونک کر کہا۔ ''وہ دیکھو! سونیا نے اپنے دونوں ہاتھوں میں کوئی چیز پکڑی ہے اور... وہ کچھ پہن رہی ہے۔''

پھر دوسرے ہی لمحے ان تینوں نے چونک کر اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اوہ گاڈ! یہ تو آدھی غائب ہوچکی ہے۔ صرف اس کا اوپری جسم نظر آرہا ہے۔''

ایک نے کہا۔ ''وہ اپنا بچاؤ کرنا جانتی ہے۔ اس وقت وہ زرد رنگ کا لباس پہن رہی ہے اور ہماری نظروں سے اوجھل ہونے والی ہے۔''

انہوں نے اسکرین پر اپنے دو ساتھیوں کو دیکھا۔ ان کی اسپیڈ بوٹ جزیرے کے ساحل پر پہنچ گئی تھی۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے ان سے کہا۔ ''فوراً اس ہوٹل میں پہنچو۔ وہ زرد لباس پہن کر نظروں سے اوجھل ہورہی ہے۔ دنیا والوں کو تو نظر آئے گی مگر تم اسے نہیں دیکھ سکو گے۔ اس کے روپوش ہونے سے پہلے وہاں پہنچو۔''

اسلام آباد سے نائب ایشورارا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''وہ گردن تک غائب ہوچکی ہے۔ صرف اس کا سر اور چہرہ دکھائی دے رہا ہے۔''

وہ بولتے بولتے رک گیا پھر جھنجلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ ''وہ غائب ہوچکی ہے۔ اس جزیرے میں تم لوگ وہاں زیادہ سے زیادہ آلۂ کار بناؤ۔ اسے کسی بھی طرح جزیرے سے باہر نہ نکلنے دو۔ میں ابھی اکابرین سے امداد حاصل کرتا ہوں۔''

امریکی آرمی کے وہ پانچ یوگا جاننے والے افسران اسکرین پر یہی دیکھ رہے تھے اور پریشان ہورہے تھے کہ وہ ہاتھ آتے آتے پھر کہیں گم ہوگئی ہے۔ نائب ایشورارا نے مشین کے ذریعے انہیں مخاطب کیا اور کہا۔ ''اس وقت تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ جتنے ہیلی کاپٹر دے سکتے ہو اس جزیرے کی طرف روانہ کردو۔ ہانگ کانگ میں اور اس کے جزائر میں جتنے انٹیلی جنس والے ہیں ان سے کہہ دو کہ اس جزیرے کی ناکا بندی کریں۔ وہاں جتنے اسٹیمرز لانچ اور اسپیڈ بوٹس وغیرہ ہیں ان پر پابندیاں عائد کردو کہ وہ وہاں سے ایک سواری بھی لے کر کہیں نہ جائیں۔ ساحلی ڈیک پر جتنے مسافر ہیں انہیں حکم دو کہ وہ جزیرے میں واپس جائیں۔ اپنے گھروں یا ہوٹلوں میں رہیں۔''

نائب ایشورارا کی فرمائش کے مطابق ایسا ہورہا تھا۔ ہانگ کانگ کے ساحل سے کتنے ہی امریکی سی آئی اے والے اور دیگر انٹیلی جنس والے اسپیڈ بوٹس اور ہیلی کاپٹرز کے ذریعے اس ساحل کی طرف جانے کی تیاریاں کررہے تھے۔ اگرچہ وہ سب بہت تیز رفتاری دکھا رہے تھے لیکن ان کے پاس یہ تمام احکامات پہنچنے تک اور ہیلی کاپٹرز کے ذریعے پرواز کرنے تک اچھا خاصا وقت گزر چکا تھا۔

جزیرے کی ساحلی انتظامیہ سے معلوم کیا گیا تو پتا چلا کہ اتنی دیر میں تین اسپیڈ بوٹس تین مختلف جزیروں کی طرف اور ہانگ کانگ کے ساحل کی طرف جاچکی ہیں۔ اسی طرح ایک لانچ ہانگ کانگ کی طرف اور دوسری کولون کی طرف گئی ہے۔

سیارے کے وہ دونوں افراد جزیرے کے اس ہوٹل میں پہنچے تھے مگر ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ نظروں سے اوجھل ہونے والی کو کس طرح تلاش کریں؟ وہ دوسروں سے پوچھتے پھر رہے تھے' کیا یہاں زرد رنگ کے لباس میں انہوں نے کسی خاتون کو دیکھا ہے؟

کسی نے انکار کیا اور کسی نے کہا۔ ''میں نے زرد رنگ کے لباس میں چار خواتین کو دیکھا ہے۔ یہاں تو رنگ برنگے ملبوسات میں کتنے ہی سیاح آتے جاتے رہتے ہیں۔''

پھر پوچھا گیا۔ ''کسی ایسی خاتون کو دیکھا ہے جو سر سے پاؤں تک زرد رنگ کے لباس میں چھپی ہوئی ہو؟''

''ہاں، ہم نے ایک خاتون کو دیکھا تھا۔ اس نے زرد رنگ کی ایک عبا پہنی ہوئی تھی۔ وہ کوئی مسلمان تھی۔ اس کا چہرہ بھی اسی رنگ کے نقاب میں چھپا ہوا تھا اور وہ ساحل کی طرف جارہی تھی۔''

وہ دونوں ساحل کی طرف مختلف سمتوں میں دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ جب وہ ایک دوسرے کی نظروں سے اوجھل ہوگئے تو ایک نے دوڑتے وقت اچانک ہی ٹھوکر کھائی۔ گرنے کے بعد پتا چلا کہ ٹھوکر نہیں کھائی تھی۔ کسی نے ٹانگ اڑائی تھی۔ وہ زمین سے اٹھ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت منہ پر ایک اور ٹھوکر پڑی۔ وہ پھر گر پڑا۔ اس نے چاہا کہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے ساتھی کو بلائے۔ ایسے ہی وقت اس کی گردن دو ہاتھوں کے شکنجے میں آگئی۔ اس کی سانسیں رکنے لگیں۔ وہ گردن چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگا۔

چونکہ سانس لینے میں دشواری ہورہی تھی لہٰذا ایسے وقت وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے باوجود سانس نہیں روک سکا۔ الپا نے اس کے اندر پہنچتے ہی ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے مختصر سے چور خیالات پڑھے پھر سونیا سے کہا۔ ''ماما! اس کے تین ساتھی ہانگ کانگ کے ساحل پر پرنس ہوٹل میں موجود ہیں۔ اپنی مشین کے ذریعے آپ کو تلاش کررہے ہیں۔ آپ یہاں سے جائیں۔ میں اس سے نمٹ رہی ہوں۔''

جزیرے کی فضا میں چاروں طرف ہیلی کاپٹر پرواز کررہے تھے۔ دو چار ہیلی کاپٹر جزیرے میں اتر رہے تھے۔ سونیا چھپتی چھپاتی ایک ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھی۔ اس وقت عالی اور کبریا اس کے اندر موجود تھے۔ اس نے دور سے جھک کر دیکھا۔ ایک ہیلی کاپٹر سے کئی مسلح سپاہی اتر کر ساحل کی طرف جارہے تھے۔ وہاں صرف پائلٹ رہ گیا تھا۔ جب وہ سپاہی بہت دور نکل گئے تو سونیا دوڑتی ہوئی پائلٹ کے پاس آئی پھر بولی۔ ''تم یہ زرد رنگ کا لباس دیکھ رہے ہو؟ میں وہی ہوں' جسے تلاش کیا جارہا ہے۔ اب تم مجھے یہاں سے لے جاؤ گے۔''

اس نے فوراً ہی ریوالور نکال کر اسے نشانے پر لیتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، تمہاری لاش یہاں سے لے جاؤں گا۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر گرگیا۔ عالی اور کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس نے بڑی تابع داری سے کہا۔ ''یس میڈم! آپ جہاں کہیں گی' میں وہاں پہنچادوں گا۔''

سونیا نے کہا۔ ''پہلے ہیلی کاپٹر کی ٹنکی خالی کرو۔ صرف اتنا ایندھن رکھو کہ تم ہانگ کانگ تک جاسکو۔''

وہ اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ دوسرے لفظوں میں عالی اور کبریا اسے ایسا کرنے پر مجبور کررہے تھے۔ وہ تقریباً غائب دماغ ہوچکا تھا۔ جب تھوڑی دیر کے بعد وہ ہیلی کاپٹر وہاں سے اڑا تو وائرلیس کے ذریعے پوچھا گیا۔ ''تم ہماری اجازت کے بغیر کہاں جارہے ہو؟''

اس نے جواب دیا۔ ''ہیلی کاپٹر کی ٹنکی لیک ہورہی ہے۔ ایندھن بہ رہا ہے۔ میں ہانگ کانگ جارہا ہوں۔ وہاں اسے چیک کیا جائے گا۔''

ہیلی کاپٹرز کو کمانڈ کرنے والا افسر اس جواب سے مطمئن ہوگیا۔ اُدھر الپا نے جس سیارے والے کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اب اسے اٹھا کر دوڑاتی ہوئی اس کے ساتھی کی طرف لے جارہی تھی۔ دوسرے ساتھی نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا تو پوچھا۔ ''کیا وہ کہیں نظر آرہی ہے؟''

اس نے قریب پہنچتے ہی اپنے لباس سے ریوالور نکال کر اسے گولی ماردی پھر دوسرے لمحے خود بھی خودکشی کرلی۔

ان کے تین ساتھی ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے اکابرین کی طرف سے پہنچنے والی امداد کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس سیارے کی ناکا بندی کردی گئی تھی۔ ساحلی علاقوں میں تمام لوگوں کو اپنے گھروں اور ہوٹلوں میں رہنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ اس ساحل سے اب کوئی اسٹیمر، لانچ یا اسپیڈ بوٹ سمندر میں نہیں جارہی تھی۔ وہ مطمئن ہوگئے تھے کہ سونیا اب سیارے سے نکل نہیں پائے گی۔

جب انہیں پتا چلا کہ جزیرے سے ایک ہیلی کاپٹر ہانگ کانگ کی طرف واپس آرہا ہے تو انہوں نے اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ واقعی ایندھن کی ٹنکی لیک ہورہی ہے لہٰذا اسے ہانگ کانگ کی طرف واپس ضروری تھا۔

عالی اور کبریا نے اس پائلٹ کے دماغ پر اس طرح جمایا کہ وہ لوگ خیال خوانی کے ذریعے بھی حقیقت نہیں کرسکتے تھے لیکن وہ مطمئن ہونے والے نہیں تھے۔ انہوں نے پائلٹ کی آواز اور لب و لہجے کو مشین کے آڈیو سسٹم کے ذریعے اور پھر اسے اپنی مشین میں کیچ کرکے اسکرین پر دیکھا' وہ ہانگ کانگ کی طرف واپس آرہا تھا۔ ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کررہا تھا۔ پائلٹ کے پیچھے سونیا بیٹھی تھی لیکن انہیں نظر نہیں آرہی تھی کیونکہ سیارے والے زرد رنگ میں چھپی سونیا کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔

ایک نے کہا۔ ''وہ ابھی تک جزیرے میں کہیں چھپتی پھر رہی ہوگی۔ ہمیں اپنے ساتھیوں سے کچھ معلوم کرنا چاہیے۔''

انہوں نے اسکرین پر اپنے ساتھیوں کو دیکھا تو چونک گئے۔ دو ساتھی ایسے وقت دکھائی دیے جب ایک نے دوسرے کو گولی ماری تھی۔ وہ تینوں گولی مارنے والے کے دماغ میں پہنچ کر اس حماقت کی وجہ معلوم کرنا چاہتے تھے لیکن اس سے پہلے ہی اس نے خود کو بھی گولی مار کر اپنے دماغ کو ہمیشہ کے لیے مردہ کرلیا۔ وہ تینوں پریشان ہوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

ایک نے کہا۔ ''سونیا اسی جزیرے میں موجود ہے۔''

انہوں نے نائب ایشورارا کو اسی وقت بتایا کہ دو ساتھی کس طرح مارے گئے ہیں؟ وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا' وہ بلا آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گی۔ پتا نہیں کتنا خون خرابے کرے گی؟ ہمیں کتنا نقصان پہنچائے گی؟ لیکن یہ ثابت ہورہا ہے کہ وہ ابھی اسی جزیرے میں ہے اور ہم اسے وہاں سے نکلنے نہیں دیں گے۔''

وہ امریکی آرمی کے افسران سے رابطہ کرکے انہیں بتانے لگا کہ کس طرح ان کے دو سیارے والے مارے جاچکے ہیں۔ وہ خوفناک بلا ابھی تک اسی جزیرے میں چھپتی پھر رہی ہے۔ اسے وہاں سے نکلنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اگر اسے ہلاک نہ کیا گیا تو پتا نہیں وہ انہیں اور کتنا نقصان پہنچائے گی۔

ایک افسر نے کہا۔ ''صرف تمہیں ہی نہیں ہمیں بھی نقصان پہنچائے گی کیونکہ اب یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ ہم سیارے والوں سے اتحاد کرچکے ہیں اور ان کی بھرپور مدد کررہے ہیں۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''ہم زرد رنگ کے لباس کے باعث سونیا کو اسکرین پر نہیں دیکھ سکتے لیکن تم تو دیکھ سکتے ہو۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''بے شک۔ سونیا اگر زرد رنگ کے لباس میں چھپتی پھر رہی ہے تو ہم لوگوں سے نہیں چھپے گی مگر ہم حیران ہیں کہ وہ ہمیں بھی نظر نہیں آرہی ہے۔''

نائب ایشورارا نے حیرانی سے کہا۔ ''تعجب ہے۔ کیا تم لوگ بھی بلو کلر بلائنڈ ہوچکے ہو؟''

ایک اور افسر نے کہا۔ ''اس کی دو وجوہات سمجھ آتی

ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہوگی کہ سونیا کو روحانی عمل کے ذریعے روپوش رکھا جارہا ہے۔ دوسرا یہ کہ سیارے سے جو مشینیں تیار ہوکر آئی ہیں ان کی اسکرین پر زرد رنگ دکھائی نہیں دیتا اور یہی بات قریب القیاس ہے۔ جب تک وہ اس رنگ کے لباس میں رہے گی ہمیں دکھائی نہیں دے گی۔''

دوسرے افسر نے نائب ایشورارا سے کہا۔ ''تم فکر نہ کرو۔ ہمارے بہترین تجربہ کار جاسوس اس جزیرے میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں سے سونیا کسی بھی طرح فرار نہیں ہوسکے گی۔ صبر سے دیکھتے رہو وہ اسی جزیرے میں حرام موت ماری جائے گی۔''

سونیا نے عالی اور کبریا سے کہا۔ ''یہاں کوئی ایسا مکان تلاش کرو' جہاں میں پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہ سکوں۔ اس مکان کا مالک تنہا رہتا ہو۔ اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابع دار بناؤ اور اس کے ذہن میں یہ نقش کردو کہ اس کے پاس پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے جو رہنے آئی ہے اس کا وہ باہر کسی سے ذکر نہیں کرے گا۔''

عالی نے کہا۔ ''مما! ہم جلد ہی کوئی ایسا مکان تلاش کرلیں گے جہاں آپ کسی کی نظروں میں آئے بغیر آرام سے چھپ کر رہ سکیں گی۔''

ایسے وقت الپا نے کہا۔ ''مما! میں بھی آگئی ہوں۔ وہ دونوں سیارے والے اس جزیرے میں اپنی آخری سانسیں پوری کرچکے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، تم میرے ساتھ رہو' میں ہیلی کاپٹر سے اتر کر پرنس ہوٹل کی طرف جاؤں گی۔ جتنی جلدی ہوسکے کسی ایسے شخص کو ٹریپ کرو جو عربی لباس میں ہو۔ میں اس کے ساتھ اس عبا اور نقاب میں رہوں گی تو کوئی مجھ پر شبہ نہیں کرے گا۔''

اس جزیرے میں کرفیو لگا دیا گیا تھا۔ سب ہی کو اپنے گھروں اور ہوٹلوں میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ سختی سے کہا جارہا تھا کہ جو بھی باہر نکلے گا' اسے گولی ماردی جائے گی۔

وہ لوگ ہر جگہ کسی زرد رنگ کے لباس والی کو تلاش کررہے تھے۔ انہوں نے تھک ہار کر اپنے متعلقہ افسران کو خبر دی کہ زرد لباس والی کسی گھر میں' کسی ہوٹل کے کسی کمرے میں یا کسی آفس میں چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اسے ہر جگہ تلاش کیا جاچکا ہے اور یہ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ مشین کی اسکرین پر دیکھنے والے بھی الجھ گئے تھے۔ اگر وہاں کوئی زرد رنگ کا لباس پہننے والی نہیں ہے تو پھر سونیا کہاں گئی ہے؟

وہ تینوں سیارے والے ہوٹل پرنس کے ایک کمرے میں موجود تھے۔ ان میں سے ایک مشین کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرا بیڈ پر لیٹا ہوا تھا اور تیسرا ٹیلی پیتھی کے ذریعے نائب ایشورارا سے باتیں کررہا تھا۔ اس نے رابطہ ختم ہونے کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''ہمارا نائب کہہ رہا ہے' ہمیں یہ ہوٹل چھوڑ دینا چاہیے۔''

ایک نے پوچھا۔ ''کیوں چھوڑ دینا چاہیے؟''

''اس کا خیال ہے' اگر سونیا نے یا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے دو ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے تو ان کے دماغ میں پہنچ کر یہ بھی معلوم کیا ہوگا کہ ہم کس ہوٹل میں قیام پذیر ہیں؟''

دونوں ساتھیوں نے چونک کر کہا۔ ''واقعی ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا۔ بے شک، ہمیں ایک لمحہ ضائع کیے بغیر یہاں سے چلے جانا چاہیے۔''

وہ بریف کیس نما مشین کو بند کرکے اپنا سامان سفری بیگ میں رکھنے لگے۔ انہوں نے وہاں سے دور جانے کے سلسلے میں بڑی پھرتی دکھائی۔ دروازہ کھول کر جیسے ہی باہر جانا چاہتے تھے' ویسے ہی دروازہ ایک کے منہ پر آکر لگا۔

وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے اپنے ساتھیوں پر آگرا۔ سونیا دروازے پر لات مار کر اندر آئی تھی لیکن انہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ دو ساتھی تیسرے کو سنبھال رہے تھے مگر یہ سمجھ گئے تھے کہ زرد رنگ کے لباس والی بلا آگئی ہے۔

انہوں نے فوراً ہی اپنے اپنے ریوالور نکال لیے۔ اسی وقت ایک کے ہاتھ پر ٹھوکر لگی۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں اچھلا پھر اسے کسی نے کیچ کرلیا۔ اب وہ ریوالور دکھائی دے رہا تھا مگر اسے پکڑنے والی نظر نہیں آرہی تھی۔

اس سے پہلے ہی سونیا کی آواز سنائی دی۔ ''گولی چلانے سے پہلے سن لو۔ میں تمہارے ساتھی کے پیچھے کھڑی ہوئی ہوں۔ پہلے یہ مرے گا۔ ہوسکتا ہے' اس سے پہلے تم دونوں مر جاؤ کیونکہ میرے نشانے پر ہو۔ میں کسی وقت بھی گولی چلا سکتی ہوں۔ اگر مرنا نہیں چاہتے تو اپنے ریوالور پھینک دو۔''

ایک نے کہا۔ ''ہم موت سے ڈرتے۔'' وہ آگے بھی کچھ کہنا چاہتا تھا۔

سونیا نے کہا۔ ''بس میں اتنی ہی آواز سننا چاہتی تھی۔''

یہ کہہ کر اس نے گولی چلائی تو الپا اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ جو اب گولی نہ چلا سکا۔ اس کا دماغ الپا کے شکنجے میں آگیا تھا۔ اس کی مرضی کے مطابق اس نے پیچھے کی طرف پلٹ کر اپنے ساتھی کو ایک الٹا ہاتھ رسید کیا پھر اس سے ریوالور چھینتے ہوئے کہا۔ ''اسے پھینک دو۔ ہمیں اپنے ساتھی کی جان بچانا

چاہیے۔ یہ عورت مجھے زخمی کرسکتی ہے تو تمہیں بھی ہلاک کرسکتی ہے۔''

تیسرے نے کہا۔ ''کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ اپنی جان بچانے کی خاطر اس عورت کو زندہ چھوڑ دینا چاہتے ہو۔ وہ ابھی اسی کمرے میں ہے مگر.... کہاں ہے؟''

سونیا نے ریوالور پھینک دیا تھا۔ اب اس ریوالور کے ذریعے سمجھا نہیں جاسکتا تھا کہ وہ کمرے کے کس حصے میں ہے؟ جب تیسرے شخص کے پیٹ پر ایک لات پڑی پھر دوسری ٹھوکر منہ پر تب پتا چلا کہ سونیا اس کے قریب ہی ہے۔ اس نے اس کے اندر آکر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخیں مارتا ہوا فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔

جس کا بازو زخمی ہوا تھا' الپا نے اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ تیسرا صحیح سلامت تھا۔ سونیا اس کی پٹائی کرنے لگی۔ وہ بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مارنے والی کہاں ہے؟ جہاں وہ حملہ کرتا تھا' اُدھر وہ نہیں ہوتی تھی۔ وہ اِدھر اُدھر فضا میں ہاتھ چلا رہا تھا اور مار کھا رہا تھا۔ اسی وقت الپا نے اس کے اندر پہنچ کر اسے بھی ناکارہ بنادیا۔

سونیا نے اس غیر معمولی بریف کیس کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''میں جارہی ہوں۔ تم ان تینوں کو ختم کرنے کے بعد میرے پاس چلی آؤ۔''

وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ وہ کیا تھی؟ پھوٹے سے جزیرے میں نمودار ہوئی اور گم ہوگئی۔ سارے ٹورا کابرین اور سیارے والے اسے دیکھتے رہ گئے۔ وہ ب کانگ کے ایک ہوٹل میں نمودار ہوئی پھر وہاں سے بھی ہوگئی۔ وہ ایسی ہی تھی.... آتی تھی' کڑکتی تھی۔ ایک لمحاتی سے آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی پھر لرزہ اندام کرتی ہوئی رجاتی تھی.... اے تھنڈر بولٹ....!

☆☆☆

سونیا ابتدا ہی سے تیز رفتار تھی اور آخری دم تک اس تیز رآندھی کو کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ ہائے ری میری قسمت مجھے کہاں لاکر پھینکا تھا؟ ساری تیز رفتاری بھول کر بڑی ت رفتاری سے سماجی معاشرتی زندگی گزار رہا تھا۔ جب ا زندگی بھول ہی چکا تھا تو مجھے اپنی موجودہ زندگی اور ت سے مطمئن ہونا چاہیے تھا مگر میرے اندر ایک نامعلوم بے چینی رہتی تھی اور وہ بے چینی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ بات تھی کہ میں جو ا' دراصل وہ نہیں ہوں اور جو نہیں ہوں' دراصل وہی ا.... موجودہ زندگی میں خود کو فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے پہچان رہا تھا۔ دیکھا جائے تو میں نے خود کو نہیں پہچانا تھا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ میں فرہاد انور شاہ ہوں۔ تب سے یہ بات کھٹکتی تھی۔ میں آئینے کے سامنے کبھی کبھی اپنے آپ کو بالکل ہی اجنبی محسوس کرنے لگتا تھا۔ خود کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتا تھا مگر خود کو ڈھونڈ نہیں پارہا تھا۔

میں نہیں جانتا تھا کہ مقدر کو کیا منظور ہے؟ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ میرے حالات یکسر بدلنے والے ہیں۔ آج نہیں تو کل سیارے والوں سے ٹکرانے والا ہوں۔ میں خود کو بھول چکا تھا' میری یادداشت گم ہوچکی تھی۔ تقدیر کسی وقت بھی کوئی موڑ لے سکتی تھی۔

ابھی میں اپنے موجودہ حالات سے نمٹ رہا تھا۔ جتنے دشمن ڈھکی چھپی سازشوں کے ذریعے مجھے مار ڈالنا چاہتے تھے' میری دولت' جائیداد اور میرے کاروبار پر قبضہ جمانا چاہتے تھے۔ میں ان سے اچھی طرح نمٹ رہا تھا۔ ان میں سے کتنے ہی دشمن رشتے دار ختم ہوچکے تھے۔ باقی رفتہ رفتہ اپنے بدترین انجام کو پہنچنے والے تھے۔

ایک مشہور و معروف تجربہ کار ماہر نفسیات نے جواد انور شاہ کا معائنہ کیا تھا اور یہ کہا کہ وہ نیم پاگل ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی اس کی ذہنی رو بہکتی رہے گی۔

میں نے اس کی تجویز خالی کرادی تھی۔ آئندہ اسے زمین جائیداد سے بھی محروم کرنے والا تھا۔ اس کی بیٹی زرینہ نے اپنی کوٹھی اور زمینیں میرے نام کردی تھیں۔ اپنے بنک اکاؤنٹ کی ساری رقم بھی میرے اکاؤنٹ میں منتقل کرچکی تھی۔

دوسرے دن مراد نے بھی یہی کیا تھا۔ اس نے ماں بیوقوف بنا کر اس کی کوٹھی اور پانچ کروڑ روپے حاصل کیے تھے۔ اب وہ سب کچھ میرے نام لکھ چکا تھا۔ میں نے ان دونوں کو بری طرح کنگال کرکے اپنے تنویمی عمل سے آزاد کردیا۔

زرینہ کا دماغ تنویمی عمل کی گرفت سے نکلا تو وہ حیرانی اور پریشانی سے چیخ پڑی۔ اسے ایک ایک بات یاد آرہی تھی کہ وہ اپنے وکیل کے پاس جاکر اپنا سب کچھ میرے نام لکھوا کر بالکل کنگال ہوچکی ہے۔ پہلے اس نے وکیل کے پاس جاکر جھگڑا کیا۔ اسے الزام دیا کہ وہ فرہاد انور شاہ سے مل کر اس کے خلاف سازش کررہا ہے۔ اس پر جادو ٹونا کیا گیا تھا' اسے سحر زدہ کرکے اس کا سب کچھ چھین لیا گیا ہے۔

یہی شکایت مراد کو تھی کہ اس پر جادو ٹونا کیا گیا ہے لیکن وہ کس سے شکایت کرتا؟ میرے پاس آنا چاہتا تھا مگر میرے

سیکیورٹی گارڈز نے اسے کوٹھی کے احاطے میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ ہیڈ آفس اور فیکٹری میں بھی اس شیطان کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

زرینہ نے چھاتی پیٹتے ہوئے ماتم کرتے ہوئے اپنے باپ کو آواز دی۔ ''ڈیڈی! میں لٹ گئی ہوں۔ دشمن نے مجھے بری طرح تباہ و برباد کر دیا ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔''

جواد انور شاہ بیٹی کے غم میں شریک ہونے کے لیے وہاں آیا۔ اس نے مراد کو بھی اسی کوٹھی میں بلالیا۔ ان کی تمام باتیں سننے کے بعد حیرانی سے بولا۔ ''پتا نہیں ہمارے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اتنی تیزی سے ہمارے حالات بدلتے جا رہے ہیں۔ تم دونوں کنگال ہو چکے ہو۔ میری تجوری بھی خالی ہو چکی ہے۔ میں نیم پاگل ہو گیا ہوں۔ اب تو یہی کہنا پڑ رہا ہے کہ بھائی جان کسی خطرناک جادوگر کے ذریعے ہم پر جادو کرا رہے ہیں۔''

میں اس کے اندر تھا اور ان تینوں کی باتیں سن رہا تھا۔ جواد نے میری مرضی کے مطابق ایک پولیس افسر کو فون پر کہا۔ ''آپ فوراً یہاں آجائیں۔ میں ایک بہت بڑے مجرم کی نشاندہی کرنے والا ہوں۔''

وہ پولیس افسر چند سپاہیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا۔ ''آپ کس مجرم کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''سب سے بڑا مجرم میں ہوں کیونکہ میں اپنے بھائی فرہاد انور شاہ کو قتل کرنا چاہتا تھا مگر آج تک اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکا۔''

پھر اس نے زرینہ اور مراد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ میری بیٹی اور داماد ہیں۔ یہ دونوں بھی میری طرح کمینے اور کم ظرف ہیں۔ انہوں نے فرہاد انور شاہ کو۔''

زرینہ نے چیخ کر کہا۔ ''ڈیڈی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہوش میں تو ہیں؟''

مراد نے کہا۔ ''یہ تو ہمارے خلاف کے بہت ہی مشہور اور تجربہ کار ماہر نفسیات نے کہہ دیا ہے کہ تمہارا یہ باپ پاگل ہو چکا ہے۔ اسے آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے۔''

یہ سنتے ہی جواد نے اپنے لباس سے ریوالور نکال کر مراد کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ ''کتے کمینے! تُو مجھے پاگل کہہ رہا ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

یہ کہتے ہی اس نے مراد کو گولی ماردی۔

پولیس افسر اور سپاہی اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے صوفے اور الماری کی آڑ میں پناہ لینے لگے۔ افسر نے کہا۔ ''مسٹر جواد! ریوالور پھینک دو۔ تم قانون کی گرفت سے بچ نہیں سکو گے۔''

جواد نے کہا۔ ''ہاں، مجھے خود کو قانون کے حوالے کرنا چاہیے لیکن اس سے پہلے میں اس کم ظرف بیٹی کو بھی سزا دوں گا۔ یہ دونوں ٹانگوں سے اپاہج ہو کر زندگی گزارے گی۔''

یہ کہہ کر اس نے زرینہ کی ٹانگوں پر دو گولیاں ماریں۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ پولیس افسر نے اپنا ریوالور نکال کر دھمکی دی۔ ''مسٹر جواد! اپنا ریوالور پھینک دو۔ ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔''

جواد نے ریوالور اس کے آگے پھینکتے ہوئے کہا۔ ''تم سب پاگل کے بچے ہو۔ جب ایک بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹر نے کہہ دیا تھا کہ مجھے آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے تو زنجیروں سے باندھ کر کیوں نہیں رکھا؟ مجھے پکڑ کر لے جاؤ اور پاگل خانے میں ڈال دو۔ ورنہ تم سب کی خیر نہیں ہے۔''

جیسے ہی اس نے ریوالور پھینکا۔ تمام سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا۔ پولیس افسر نے اسے ہتھکڑیاں لگا کر اپنے اعلیٰ افسر کو اطلاع دی کہ جواد انور شاہ پاگل ہو گیا ہے۔ اس نے پاگل پن میں اپنے داماد کو گولی ماردی ہے اور بیٹی کو دونوں ٹانگوں سے اپاہج بنا دیا ہے۔

مجھے بھی یہی اطلاع دی گئی۔ میں، منیجر، ندا اور ندا کے ساتھ اس اسپتال میں آیا، جہاں مراد کی لاش پوسٹ مارٹم کے لیے لائی گئی تھی۔ وہیں زرینہ کی دونوں ٹانگوں کا آپریشن کر کے گولیاں نکالی جا رہی تھیں۔ میں پولیس افسر اور دیگر رشتے داروں کے سامنے افسوس کا اظہار کرنے لگا۔

میں نے سب کے سامنے کہا۔ ''مراد اگرچہ اپنی بیوی زرینہ اور سسر کی وجہ سے میری مخالفت کیا کرتا تھا لیکن آخری دنوں میں اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ اپنی ماں کے پاس معافی مانگنے آیا تھا۔ اس نے ماں سے حاصل کی ہوئی کوٹھی اور پانچ کروڑ روپے میرے نام منتقل کر دیے تھے۔ وہ ثابت کر رہا تھا کہ اب وہ سعادت مند اور فرمانبردار بیٹا بن چکا ہے۔ مجھے اس کی موت کا بے حد افسوس ہے۔''

ہسپتال میں کتنے ہی رشتے دار آچکے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ ''آپ زرینہ کے متعلق کچھ نہیں کہہ رہے ہیں؟''

''میں اس کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں؟ یہ تو سب ہی

جانتے ہیں کہ اس نے ہمارا گھر توڑنے اور بیٹے کو ماں باپ سے بدظن کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ ان بیٹی اور باپ نے ہمارے ساتھ جو کیا، وہ ان کے سامنے آرہا ہے۔ زرینہ اب دونوں ٹانگوں سے اپاہج ہو گئی ہے اور اس کا باپ پاگل خانے میں خطرناک پاگل کی حیثیت سے زنجیروں میں بندھا رہے گا۔''

فہمی مراد کو اپنا بڑا بھائی سمجھتی تھی، اس لیے اس کی موت پر آنسو بہا رہی تھی۔ پوسٹ مارٹم کے بعد مراد کی لاش آخری رسومات کے لیے مل گئی۔ شام تک اس کی تدفین ہو گئی۔ ہماری کوٹھی کے اندر اور باہر بے شمار رشتے دار تھے اور وہ سب دیکھ رہے تھے کہ ندا ہر معاملے میں ہر جگہ میرے ساتھ تھی۔ مجھ سے توقعات رکھنے والی عورتیں جل بھن کر ندا کے خلاف سرگوشیاں کر رہی تھیں۔

ان کی یہی سرگوشیاں ندا کو میری نظروں میں اور زیادہ اہم بنا رہی تھیں۔ جب فہمی ساتھ نہ ہوتی تو وہ میرے ساتھ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھتی تھی اور بڑی ہی سنجیدگی سے نپی تلی باتیں کرتی تھی۔ مراد کی آخری رسومات ادا کرنے کے دوران وہ میرے ساتھ رہی تھی اور مجھے ایسا لگ رہا تھا، جیسے میری ایک بہت بڑی کمی پوری ہو رہی ہے۔ میں اب تک تنہا رہا مگر مجھے زندگی گزارنے کے لیے ایسی ہی ذہین اور باوقار شریکِ حیات کی ضرورت تھی۔

میں نے صرف اپنی ضرورت کو محسوس نہیں کیا تھا۔ ندا نے بھی چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کر چکی تھی کہ مجھ سے شادی نہ ہوئی تو کبھی شادی نہیں کرے گی۔ ساری زندگی میری یاد میں گزار دے گی۔

اس نے کبھی ایسی باتوں کا اظہار نہیں کیا تھا۔ یہ اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے۔ ایسی باتوں نے مجھے اور زیادہ متاثر کیا۔ ایک تو وہ صرف مجھ سے ہی منسوب رہنا چاہتی تھی۔ دوسرا یہ کہ میرے بزنس کے معاملات میں پوری ذمے داریوں کے ساتھ دلچسپی لے رہی تھی۔ میں اسے شادی کے لیے کہتا تو وہ کبھی انکار نہ کرتی لیکن مجھے اپنی عمر کی وجہ سے کچھ شرمسی محسوس ہوتی تھی۔

ایک ہفتے بعد میں جواد انور شاہ کو دیکھنے کے لیے پاگل خانے گیا۔ ندا بھی میرے ساتھ تھی۔ پاگل خانے کے جس حصے میں خطرناک پاگلوں کو رکھا جاتا تھا، وہیں ایک تنگ سی کوٹھڑی میں وہ زنجیروں سے بندھا بیٹھا سر جھکائے سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

مجھے دیکھتے ہی رونے اور گڑگڑانے لگا۔ ''بھائی جان! آپ دیکھ رہے ہیں، میرا کیا حال ہو رہا ہے؟ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کبھی کبھی پاگلوں جیسی حرکتیں کیوں کرنے لگتا ہوں؟''

میں نے کہا۔ ''ہم سب اپنی زندگی میں نارمل بھی ہوتے ہیں اور ابنارمل بھی ہوتے ہیں۔ جب ابنارمل ہوتے ہیں تو گناہ کرتے ہیں، مجرمانہ وارداتیں کرتے ہیں۔ اپنی ذات سے دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں مگر خود کو نارمل ظاہر کر کے ایک معزز شہری کہلاتے ہیں۔''

وہ روتے ہوئے بولا۔ ''بے شک، میں نے مجرمانہ وارداتیں کی ہیں۔ مجھے میرے کیے کی سزا مل رہی ہے مگر جب سے یہاں آیا ہوں، تب سے بالکل نارمل ہوں۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا ہے، وہ میرا معائنہ کریں۔ اب میں پہلے جیسا پاگل نہیں رہا۔ آئندہ کبھی پاگلوں جیسی حرکتیں نہیں کروں گا مگر کوئی میری بات کا یقین نہیں کر رہا ہے۔ خدا کے لیے آپ انہیں یقین دلائیں۔ آپ چاہیں تو مجھے ان زنجیروں سے نجات دلا سکتے ہیں۔ ان آہنی سلاخوں سے باہر نکال سکتے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''مگر میں ایسا کیوں کروں؟''

وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا۔ ''ہم دونوں ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ ہماری رگوں میں ایک ہی باپ کا خون دوڑ رہا ہے۔ میں آپ کو ابا جان کا واسطہ دیتا ہوں۔''

''میرا خون بہاتے وقت تمہیں ابا جان یاد نہیں آئے تھے؟ تمہارے آدمیوں نے تمہاری آنکھوں کے سامنے مجھے قتل کیا۔ ایک بڑا سا گڑھا کھود کر اس میں میری لاش دبا دی.... تمہیں یاد ہے ناں... تم مجھے قتل کرا چکے ہو ناں.....؟''

وہ ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''میں نے ایسی غلطی کی ہے لیکن.....''

میں نے پوچھا۔ ''لیکن کیا.....؟ جب میں قتل ہو چکا ہوں۔ گڑھے میں دفن کیا جا چکا ہوں تو پھر تمہارا بھائی کیسے ہوا؟ کیا مرنے کے بعد کوئی دنیا میں واپس آتا ہے؟''

ندا میری باتیں حیرانی سے سن رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''تم یہ ساری باتیں سن کر حیران ہو رہی ہو لیکن حقیقت یہی ہے کہ میں مرنے کے بعد اس دنیا میں واپس آیا ہوں۔''

ندا نے کہا۔ ''ہو سکتا ہے، اس پاگل کے بچے جواد نے آپ کے دھوکے میں کسی اور کو قتل کیا ہو؟''

''میں کچھ نہیں جانتا۔ اپنا ماضی بھول چکا ہوں۔ چونکہ یہاں کوئی اور سننے والا نہیں ہے۔ اس لیے اپنے اندر کی بات بتاتا ہوں کہ خود کو موجودہ زندگی میں اجنبی محسوس کرتا رہتا

ہوں۔ ایسا لگتا ہے' میں جو کچھ ہوں' وہ نہیں ہوں۔ فرہاد انور شاہ کوئی اور تھا۔ اس کی جگہ میں زندگی گزار رہا ہوں۔''

ندا کبھی مجھے اور کبھی جواد کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''یہ پاگل ہے۔ میری سچ باتیں سننے کے بعد دنیا والوں سے کہے گا تو کوئی اس کی بات پر یقین نہیں کرے گا۔ ساری دنیا مجھے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے جانتی ہے' پہچانتی ہے۔ یہ پاگل ہے' پاگل ہی رہے گا۔ کوئی اس کی بات کا یقین نہیں کرے گا۔ آؤ یہاں سے چلیں۔''

میں اس کے ساتھ واپس جانے لگا۔ وہ چیخ چیخ کر آوازیں دے رہا تھا۔ اپنی زنجیروں سے لڑ رہا تھا۔ انہیں توڑ کر میرے قدموں میں گر کر رحم کی بھیک مانگنا چاہتا تھا لیکن میں ندا کے ساتھ وہاں سے چلا آیا۔

اس نے کہا۔ ''یہ تو سارے رشتے دار جانتے ہیں کہ آپ کی یادداشت کمزور ہوگئی تھی۔ اب رفتہ رفتہ بحال ہو رہی ہے۔ کیا پھر بھی خود کو اجنبی محسوس کر رہے ہیں؟ میرا مطلب ہے' کیا آپ خود کو پوری طرح فرہاد انور شاہ نہیں سمجھ رہے ہیں؟''

میں نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، موجودہ زندگی میں تمام رشتے دار انجانے سے لگتے ہیں۔ میری مرحوم بیوی نائلہ نے میرے ماضی کے متعلق جو کچھ بتایا تھا میں اتنا ہی جانتا ہوں۔''

''آپ نے جواد سے کہا تھا کہ اس نے آپ کو اپنے آدمیوں سے قتل کرایا تھا اور لاش ایک گڑھے میں چھپا دی تھی۔ وہاں پاگل خانے میں ان باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ آپ اس بات کو درست سمجھ رہے ہیں؟''

میں نے کن انکھیوں سے ندا کو دیکھا اور بات بناتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، انہوں نے اپنے آدمیوں کے سامنے مجھے قتل کرایا تھا۔ میری لاش کو ایک گڑھے میں دفن کر دیا تھا۔ میں نے چھپ کر ان کی یہ ساری باتیں سن لی تھیں۔ اس لیے مجھے یقین ہوگیا کہ انہوں نے ضرور فرہاد انور شاہ کے ساتھ ایسا ہی کیا ہوگا اور جب اس کے ساتھ ایسا کیا ہوگا تو پھر میں فرہاد انور شاہ نہیں ہوں۔ اس بیچارے کو تو قتل کر دیا گیا ہے۔''

ندا مجھے محبت اور عقیدت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''آپ کی زندگی بہت ہی الجھی ہوئی ہے۔ آپ بے انتہا دولتمند ہیں۔ زندگی میں کسی بات کی کمی نہیں ہے پھر بھی آپ کو ذہنی سکون حاصل نہیں۔ پلیز..... مجھے بتائیں' میں آپ کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟''

میں نے پوچھا۔ ''تم میرے لیے کیا کرنا چاہتی ہو؟ کیا میں فرہاد انور شاہ ہوں تو اس لیے ہمدردی ہے؟ یا میں کوئی اجنبی ہوں اور تقدیر نے مجھے اس کی جگہ لا پھینکا ہے تو تم مجھ سے اس لیے ہمدردی کر رہی ہو؟''

''آپ فرہاد انور شاہ ہوں یا نہ ہوں۔ مجھے آپ کے بزنس سے محض اس لیے دلچسپی ہے کہ اسے آپ سنبھال رہے ہیں۔ آپ یہ دولت' یہ کاروبار چھوڑ کر جہاں بھی جائیں گے' میں آپ کے پیچھے آؤں گی۔ آپ کو تنہا پریشان ہونے کے لیے نہیں چھوڑوں گی۔ یہ ضرور معلوم کروں گی کہ آپ کو کس طرح ذہنی سکون حاصل ہو سکتا ہے؟''

کار تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ ایسی ہی تیز رفتاری سے ندا نے میرا دل جیت لیا تھا۔ میں نے بے اختیار کہا۔ ''ندا! آئی لو یو۔''

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ وہ خوشی سے کھل گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جواباً کیا کہنا چاہیے؟ مارے خوشی کے اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ میں نے کار کی رفتار سست کر کے اسے سڑک کے کنارے روک دیا پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ ''میں تمہارے دل کی بات جانتا ہوں۔ اس لیے تم سے کچھ پوچھے بغیر کہہ رہا ہوں' میں تمہیں اپنی دلہن بناؤں گا۔''

اس نے جھک کر اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔ میں نے کہا۔ ''ابھی یہ بات کسی سے نہ کہنا۔ میں مراد کے چالیسویں کے بعد تم سے شادی کا اعلان کروں گا۔''

اس وقت میں اس کے اندر تھا۔ اس کے دل کی دھڑکنوں کو سمجھ رہا تھا۔ اپنے بڑھاپے کو بالائے طاق رکھ کر یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ مجھے ندا جیسی ایک شریکِ حیات کی ضرورت ہے۔ میں ایک اجنبی شخص بن کر اس انجانی زندگی میں تنہا نہیں رہ سکوں گا۔

میں نے کار آگے بڑھا دی۔ ہم اس روز دفتر میں مصروف رہے اور ایک دوسرے کے لیے بہت ہی کشش محسوس کرتے رہے۔ میں نے فون پر فہمی سے کہا۔ ''آج رات میں گھر نہیں آؤں گا۔ تم پریشان نہ ہونا اور رات کا کھانا کھا کر سو جانا۔ میں صبح تک شاہدرہ والے مکان میں رہوں گا۔''

میرے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ جس طرح مجھے گمشدہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہوا ہے۔ اسی طرح مجھے میری گمشدہ زندگی بھی اسی مکان سے ملے گی۔ آج نہیں تو کل مجھے میرا ماضی ضرور یاد آئے گا۔ رات کی تاریکی پھیلتے ہی میں اس مکان میں آ گیا۔ اندر کی ساری لائٹس آن کر دیں۔ تاکہ

وہاں کا گوشہ گوشہ نظر آئے اور مجھے کوئی بھولی بسری بات یاد آ جائے۔

میں ایک ایک کمرے میں جا رہا تھا۔ ہر طرف گھوم گھوم کر دیکھ رہا تھا۔ کیا بتاؤں کہ وہاں کے در و دیوار سے کیسی اپنائیت کا اظہار ہوتا تھا۔ ایسا لگتا تھا' جیسے میں اپنی کوئی چیز وہاں رکھ کر بھول گیا ہوں اور وہ تلاش کرنے کے باوجود مجھے نہیں مل رہی ہے مگر وہیں کہیں چھپی مجھے پکار رہی ہے۔

تب ہی میں چونک گیا۔ بیرونی دروازے پر دستک سنائی دے رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی۔ وہ پچاس یا ساٹھ برس کی ہوگی۔ صاف ستھرا لباس پہنے تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی ایک گہری سانس لی۔ جیسے اسے کوئی گمشدہ چیز مل گئی ہو۔ اس نے ہائے کے انداز میں سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔ ''ہائے فرہاد! جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے واپس آ کر اپنی پھوپی کا یہ مکان خرید لیا ہے' تب سے میں یہاں کئی بار آ چکی ہوں مگر دروازے پر تالا پڑا رہتا ہے۔''

وہ مجھے فرہاد کہہ رہی تھی۔ ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ وہ مجھے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے فرہاد کہہ رہی ہے یا فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے.....؟ لیکن ابھی اس نے یہ کہا تھا کہ میں نے واپس آ کر اپنی پھوپی کا مکان خرید لیا ہے..... اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ میرے ماضی کے متعلق کچھ جانتی ہے۔

میں نے پوچھا۔ ''آپ کون ہیں؟ مجھے کیسے پہچانتی ہیں؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''کیا بتاؤں' کیسے پہچانتی ہوں؟ تمہارا چہرہ' میری رگ رگ میں سمایا ہوا ہے۔ کیا مجھے اندر آنے کو نہیں کہو گے؟''

میں نے فوراً ہی ایک طرف ہٹ کر کہا۔ ''ہاں، ہاں آئیں۔ مجھے آپ سے بات کر کے خوشی ہوگی۔''

وہ اندر آ گئی۔ میں نے بیٹھک والے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''آئیں۔ یہاں بیٹھیں۔''

وہ میرے پیچھے دوسرے کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''نہیں، میں تمہارے کمرے میں بیٹھوں گی۔''

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ''میرا کمرا.....؟''

میں نے سر گھما کر اس کمرے کی طرف دیکھا۔ جہاں پہلے ہی دن اپنائیت کا احساس ہوا تھا۔ مجھے ایسا لگا تھا' جیسے میں اس کمرے میں اچھا خاصا وقت گزارہ ہے اور اسی کمرے سے مجھے ٹیلی پیتھی کا علم دوبارہ حاصل ہوا تھا۔

وہ میرے کچھ کہنے سے پہلے اسی کمرے میں چلی گئی۔ میں اس کے پیچھے وہاں آیا تو وہ کمرے کے اندر پہنچ کر ہر طرف گھوم کر دیکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''ارے! یہ کمرا تو پہلے کی طرح ہو چکا ہے۔ یہ مونج بستر' یہ کرسی میز اور دوسری چیزیں بالکل وہیں رکھی ہوئی ہیں' جیسے پہلے رکھی رہتی تھیں۔''

پھر وہ میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔ ''سمجھ گئی' تم نے ماضی کی یادیں تازہ کرنے کے لیے اس مکان کے ہر کمرے میں وہی پہلے والا سامان رکھوایا ہے۔ یہاں کا ہر کمرا وہی پچاس برس پہلے والا لگ رہا ہے۔''

میں نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''پچاس برس.....؟''

''ہاں، ان دنوں میں گیارہ برس کی تھی۔ تم بیس برس کے تھے۔ اب میں پورے اکہتر برس کی ہوں۔ اس حساب سے تم ستر برس کے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''تم اپنی اور میری عمر کا حساب تک جانتی ہو پھر تو میرا پورا نام بھی جانتی ہوگی؟''

وہ ہاتھ نچا کر بولی۔ ''یہ لو..... تمہارا نام اور میں نہیں جانوں گی۔ یہ نام تو میرے دل پر لکھا ہے۔''

میں نے ٹھٹک کر اسے دیکھا پھر پوچھا۔ ''اور وہ نام کیا ہے؟''

وہ ایسے تن کر بولی۔ جیسے یاد کیا ہوا سبق فخر سے سنا رہی ہو۔ ''فرہاد علی تیمور.....''

میں دھپ سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ شاہ کوٹ کے بوڑھے بابا نے بھی یہی نام بتایا تھا۔ میں ہکا بکا سا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟ کیا اپنا نام بھول گئے ہو؟''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تم جانتی ہو' میں کہاں پیدا ہوا تھا؟''

''ہاں، تمہاری پھوپی نے بتایا تھا' تم شاہ کوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔''

''شاہ کوٹ کے ایک بوڑھے بابا نے بھی یہی نام بتایا ہے لیکن میں فرہاد علی تیمور نہیں ہوں۔ میرا نام فرہاد انور شاہ ہے۔''

''اس بوڑھے بابا نے بھی تمہیں قریب سے دیکھا ہوگا۔ میں نے بھی تمہیں قریب سے دیکھا ہے۔ ہم تمہیں اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ کیا تم خود کو بھول گئے ہو؟''

''ایسی بات نہیں ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میری شکل فرہاد علی تیمور سے ملتی ہو؟ اس مشابہت کے باعث بوڑھے بابا نے بھی مجھے فرہاد علی تیمور کہا ہے جبکہ اپنے تمام

رشتے داروں میں اور پوری تاجر برادری میں سب ہی مجھے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ آج سے نہیں برسوں سے جانتے ہیں۔ کیا اس سے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ میں فرہاد علی تیمور سے مشابہت رکھتا ہوں؟ اس لیے تم بھی دھوکا کھا رہی ہو۔''

''میری آنکھیں' میرا دل' میرا دماغ کبھی دھوکا نہیں کھائے گا۔ جب میں گیارہ برس کی تھی' تب سے تم میری دھڑکنوں میں بسے ہوئے ہو۔ میں گیارہ برس کی عمر سے تمہاری تمنا کرتے کرتے جوان ہوئی تھی۔ تم ان دنوں اپنی پھوپی کی بیٹی کے عشق میں مبتلا تھے اور بہت ہی بدحال تھے۔ تمہارے بال بکھرے رہتے تھے۔ داڑھی بڑھی رہتی تھی اور تم کسی مست قلندر بابا کی طرح پتا نہیں کہاں کہاں بھٹکتے پھرتے تھے؟ کبھی پھوپی کے پاس آ کر ایک وقت کا کھانا کھا لیتے تھے پھر کہیں گم ہو جاتے تھے۔''

وہ کہتے کہتے ذرا چپ ہوئی پھر گہری سانس لے کر بولی۔ ''پھر تمہارے حالات بدلنے لگے۔ تم نہانے دھونے' صاف ستھرے کپڑے پہننے اور شیو کرنے لگے۔ ایسے قد آور جوان تھے کہ میں دیکھتی تھی تو دیکھتی ہی رہ جاتی تھی۔ جب نظروں سے اوجھل ہو جاتے' تب بھی میری آنکھیں تمہیں دیکھتی تھیں۔ ان دنوں تم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک گیارہ برس کی لڑکی تم سے کس طرح متاثر ہوئی ہے؟ تمہیں تو میرا نام بھی یاد نہیں ہوگا؟''

اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ ''میرا نام زبیدہ ہے۔ تم مجھے زیبی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ جب میں چودہ برس کی ہوئی تو تمہارے حالات بہت بہتر ہو گئے تھے۔ پتا نہیں کس طرح دولت تمہارے ہاتھ آئی تھی؟ تم نے لاہور میں بہت بڑی کوٹھی خریدی تھی۔ تمہارے پاس کار بھی تھی پھر تم نے پھوپی اور ان کی بیٹی کے لیے لاہور میں ایک علیحدہ کوٹھی خریدی تھی۔ میں وہاں بھی آتی جاتی تھی۔''

وہ بول رہی تھی اور میں یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن یہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ میں کیسے اچانک دولت مند ہو گیا تھا؟ دراصل انہی دنوں مجھے نیلی پیتھی کا علم حاصل ہوا تھا اور میں خیال خوانی کے ذریعے اپنی قسمت بدلتا جا رہا تھا۔

اس روز یہ باتیں مجھے یاد نہیں آئیں۔ ہر پہلو سے سوچنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ میں کسی فرہاد علی تیمور کا ہم شکل ہوں۔ اسی لیے بوڑھے بابا کی طرح یہ زبیدہ عرف زیبی بھی مجھے فرہاد علی تیمور سمجھ رہی ہے۔

میں نے کہا۔ ''زیبی! تم اپنی معلومات کے مطابق ماضی کی ایک ایک بات بیان کر رہی ہو۔ اگر میری یادداشت گم ہوئی اور میں فرہاد علی تیمور ہوتا تو مجھے کوئی تو بات یاد آتی۔ یہ مان لو کہ تم مجھے پہچاننے میں غلطی کر رہی ہو۔''

وہ بڑے ہی اعتماد سے مستحکم لہجے میں بولی۔ ''ہرگز نہیں..... تمہاری آواز' تمہارا لہجہ میرے دماغ میں نقش ہے۔ تمہاری آنکھیں گیارہ برس کی عمر سے لے کر اب تک میرے دل میں جھانک رہی ہیں۔ کیا تم یقین کرو گے کہ میں نے تمہارے انتظار میں آج تک شادی نہیں کی؟ شاہد رہ کے سب ہی لوگ جانتے ہیں' میں بوڑھی کنواری ہوں۔ سولہ برس کی عمر سے تیس برس کی عمر تک کتنے ہی رشتے آئے' میں نے سب کو ٹھکرا دیا۔ رشتے داروں سے دشمنی مول لی۔ بڑی مخالفتوں کا سامنا کیا۔ بڑے دکھ جھیلے مگر میرا دل کہتا تھا' ایک دن تم میرے لیے ضرور واپس آؤ گے۔''

وہ چارپائی سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے سامنے آئی پھر بولی۔ ''میرا اعتماد اور میرے پیار کی سچائی دیکھو' تم واپس آ گئے ٹھیک ہے کہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں۔ اس وقت پورے اکسٹھ برس کی ہوں لیکن میرا دل اور میرے ارادے آج بھی سولہ برس کے ہیں۔''

اس نے اپنا ایک ہاتھ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''مجھے چھو کر دیکھو اگرچہ مجھ میں کوئی شگفتگی نہیں ہے لیکن نزاکت اور ملائمت آج بھی ہے۔ میں نے بڑی مصیبتیں جھیل کر خود کو تمہارے لیے محفوظ رکھا ہے.... بولو مجھے چھو لو۔''

میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے... ٹھیک ہے' میں مانتا ہوں' تم نے فرہاد علی تیمور کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اس سے سچا پیار کیا ہے مگر میں وہ نہیں ہوں صرف فرہاد علی تیمور کو تمہیں چھونا چاہیے۔''

اس نے مایوس ہو کر اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ آہستہ آہستہ قدم پیچھے ہٹتے ہوئے مجھے دیکھتی رہی۔ دلبرداشتہ سے لہجے میں بولی۔ ''جب میں سولہ برس کی تھی تو ان دنوں بھی تم مجھے نظر انداز کرتے تھے۔ تم بہت ہی گیرو اور خوبصورت جوان تھے۔ کتنی ہی امیر زادیاں تم پر مرتی تھیں لیکن تم مجھے گیارہ برس کی بچی سمجھ کر کترا جاتے تھے۔''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''تم نے جوانی میں مجھے نہیں پوچھا۔ اب بڑھاپے میں بھلا میرا ہاتھ کیوں پکڑو گے؟''

میں نے کہا۔ ''یہ بات نہیں ہے زیبی! تمہارا پیار اتنا سچا' اتنا کھرا اور اتنا پُراعتماد ہے کہ میں فرہاد علی تیمور ہوتا تو فوراً ہی تمہارا ہاتھ تھام لیتا۔ پیار اور عاشقی میں عمر کا حساب نہیں کیا جاتا۔ میری بات کا یقین کرو میں فرہاد علی تیمور نہیں ہوں۔''

اس نے بڑی حسرت سے مجھے دیکھا پھر سر جھکا کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ اس کی باتوں اور اس کے سچے پیار نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا لیکن میں خود کو فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے پہچانے بغیر اس کے پیار کو داغدار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کا ہاتھ تھامنے کا حق صرف فرہاد علی تیمور کو تھا۔ اکسٹھ برس کی مدت کے طویل انتظار کے بعد میں اس کے محبوب کی صورت میں آیا تھا مگر قریب آنے پر ایک سراب ثابت ہو رہا تھا۔ بیچاری زیبی....

میں نے ہمدردی سے سوچا۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنا چاہیے کہ اس کے دل پر کیا گزر رہی ہے؟ وہ کیا سوچ رہی ہے؟ ایسا نہ ہو کہ اکسٹھ برس کے طویل انتظار کے بعد مایوس ہو کر خودکشی کر لے۔ اگر وہ ایسا کرے گی تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ایسا کرنے سے باز رکھوں گا۔

میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ باہر جانے کے بعد ایک گھنے درخت کے نیچے میں چبوترے پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور وہ منہ ڈھانپ کر انہیں پونچھ رہی تھی۔ قریبی مکان سے ایک عورت نے دروازہ کھول کر اسے دیکھا پھر پوچھا۔ ''کیا ہوا زیبو! کیوں رو رہی ہے؟ اری باؤلی! جس کے انتظار میں ساری جوانی غارت کر دی۔ پتا نہیں وہ زندہ بھی ہے یا کہیں مر کھپ گیا ہے؟''

وہ چیخ کر بولی۔ ''چپ ہو جا... اپنی کالی زبان بند کر... میں نے کبھی تیرے سہاگ کو کوسا ہے؟ کیا میں نے کبھی کسی کا دل دکھایا ہے؟ اگر میں نے ایسا نہیں کیا تو تم سب کیوں میرا دل دکھاتے ہو؟ ٹھیک ہے کہ میں اب تک شادی نہیں کی۔ اپنا گھر نہیں بسایا لیکن کبھی کسی کے گھر میں جا کر سر چھپانے کی جگہ تو نہیں مانگتی پھرتو کیوں میرے پیار کو کوس رہی ہے؟''

اس عورت نے ندامت سے کہا۔ ''مجھ سے غلطی ہو گئی زیبو! میں نے تیرے فرہاد کے متعلق غلط بات کہہ دی۔ مجھے معاف کر دے۔ جب تُو جوان تھی' تب میرے ماں باپ نے اور محلے کے کتنے ہی بزرگوں نے تجھے سمجھایا تھا کہ شادی کی عمر ہو تو شادی کر لینی چاہیے۔ عمر گزرنے کے بعد کوئی نہیں پوچھتا مگر تُو نے کسی کی بات نہیں مانی۔ اب خود ہی اپنی عمر بتاتی ہے کہ تُو نے اکسٹھ برس گزار دیے ہیں۔ خدا کی پناہ... سب ہی تیری سچائی اور پارسائی کو تسلیم کرتے ہیں اور تیری عزت کرتے ہیں مگر یہ دُعا نہیں دے سکتے کہ تیرا محبوب واپس آ جائے۔ اس لیے کہ اگر دُعا قبول ہو گئی اور وہ آ بھی گیا تو تیرے بڑھاپے کو دیکھ کر منہ پھیر لے گا۔''

یہ آخری بات زیبی کے دل پر پتھر کی طرح لگی کیونکہ میں نے اس کا ہاتھ پکڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ جسے وہ اپنا فرہاد علی تیمور سمجھ رہی تھی۔ وہ اس سے کترا رہا تھا۔ اس کا عشق واقعی بے مثال تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس بیچاری کے لیے کیا کروں؟ لیکن اس سے پہلے میں کچھ سوچتا ایکدم سے چونک گیا۔ اس کے دماغ میں کسی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ''زیبی....!''

زیبی بھی یہ آواز سن کر چونک گئی تھی۔ دوسری بار پھر کسی نے اسے آواز دی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی۔ ''یہ کس کی آواز میرے اندر ابھر رہی ہے؟ کوئی میرا نام لے رہا ہے۔ مجھے مخاطب کر رہا ہے۔''

اس کے دماغ میں کسی نے کہا۔ ''ہاں، میں تمہارا خیر خواہ' تمہارا ہمدرد ہوں۔ تمہاری قدر کرتا ہوں۔ تمہاری جیسی بے مثال محبت کرنے والیاں اس دنیا میں اب پیدا نہیں ہوتیں۔ میں تمہیں فرہاد تک پہنچانا چاہتا ہوں۔''

میں اس کی باتیں سن رہا تھا۔ پتا نہیں وہ خیال خوانی کرنے والا کون تھا اور مجھے کیسے جانتا تھا؟ مگر اس وقت وہ کہہ رہا تھا۔ ''زیبی! میں نے پہلے اس علاقے کے ایک اسٹیٹ ایجنٹ کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ کسی فرہاد انور شاہ نے یہ مکان خریدا ہے پھر اس کے خیالات نے بتایا کہ ایک بوڑھی عورت فرہاد علی تیمور کی دیوانی ہے اور اس کے انتظار میں اب تک کنواری بیٹھی ہے۔ میں نے اس کے ذریعے تمہارے دماغ میں جگہ بنائی۔ تم میری مرضی کے مطابق اس دروازے پر کئی بار جا چکی ہو اور اسے مقفل دیکھ کر مایوس ہو چکی ہو۔''

زیبی نے میری مرضی کے مطابق پوچھا۔ ''مگر تم کون ہو؟ تمہیں میرے فرہاد سے کیا دلچسپی ہے؟''

''میری دلچسپی کو نہ تم سمجھو گی اور نہ ہی میں سمجھانا چاہتا ہوں۔ تم آم کھاؤ پیڑ نہ گنو۔ ابھی فرہاد انور شاہ سے باتیں کر رہی تھیں تو میں تمہارے اندر موجود تھا اور اس کی باتیں سن رہا تھا۔ تمہاری طرح مجھے بھی یقین نہیں کہ وہ فرہاد انور شاہ ہے۔ وہ بہت ہی چالاک ہے۔ اس نے اپنی اصلیت چھپا رکھی ہے۔ اس کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ نیلی پیتھی جانتا ہے لیکن اس علم کو بھی چھپائے رکھتا ہے۔''

زیبی یہ باتیں سن رہی اور سوچ رہی تھی۔ ''اس نے کہا تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ میں ایک بات جانتی ہوں' میرا فرہاد اپنی یادداشت کھو چکا ہے۔ اگر تمہیں اس

سے ہمدردی ہے تو کسی طرح اس کی یادداشت واپس لے آؤ۔ میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔''

''اس کی یادداشت واپس لانے کی ایک ہی صورت ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ اور اسے قائل کرو' اگر وہ یوگا کا ماہر ہے تو میرے آنے پر سانس نہ روکے۔ مجھے اپنے اندر آنے کی اجازت دے۔ میں اس کا علاج کروں گا۔ اگر وہ اپنے ماضی کو بھول چکا ہے تو میں وہ ساری باتیں اسے یاد دلاؤں گا۔''

وہ بولی۔''میں بہت سی باتیں اسے یاد دلاتی رہی لیکن اسے کچھ یاد نہیں آیا پھر تم اس کا علاج کیسے کرو گے؟''

''میں ٹیلی پیتھی کے تنویمی عمل کے ذریعے اس کا علاج کروں گا۔ یہ طریقۂ کار تم نہیں سمجھو گی لیکن یہ دیکھو گی کہ چند گھنٹوں میں اس کی یادداشت بحال ہو جائے گی۔ پچھلی زندگی یاد آتے ہی وہ تمہیں پہچان لے گا۔ اپنے من کی مراد پوری کرنا چاہتی ہو تو ابھی جاؤ اور اسے سمجھاؤ کہ میرے آنے پر اعتراض نہ کرے۔ میں اس کی بھلائی چاہتا ہوں۔''

میں اس کی باتیں سن کر پریشان ہو گیا۔ پتا نہیں وہ کون تھا؟ اگر واقعی اسے زیبی سے ہمدردی تھی اور وہ اس کی محبت کا قدر دان تھا تو پھر میری بھی بھلائی چاہتا ہوگا مگر وہ خیال خوانی کرنے والا کوئی دشمن بھی ہو سکتا تھا۔ ایسا دشمن جسے میں ماضی کے بہت سے کرداروں کی طرح بھلا چکا تھا۔

زیبی اس چبوترے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میرے مکان کی طرف آنے لگی۔ میں تذبذب میں تھا' کیا کروں کیا نہ کروں؟ اگر میں اسے اپنے اندر نہ آنے دیتا تو وہ سمجھ لیتا کہ میں ضرور ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد علی تیمور ہوں۔

اہمیت اس بات کی نہیں تھی کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں یا نہیں.... اہمیت اس بات کی تھی کہ فی الحال اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو سب سے چھپانا چاہتا تھا۔ اس اجنبی سے بھی جو میرے دماغ میں آنے والا تھا۔

تنویمی عمل کرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ میرے اندر کے بہت سے راز معلوم کر لیتا۔ مجھے معمول بنانے کے بعد اپنا تابع دار بنا لیتا۔ اس کے بعد میں اس کا غلام بن کر رہ جاتا اور میں ایسی غلامی کبھی منظور نہیں کر سکتا تھا۔

دروازے پر دستک سنائی دی۔ زیبی آ گئی تھی۔ میں نے اپنے کمرے سے نکل کر دروازے کو کھولا۔ وہ بولی۔''میں پھر پریشان کرنے آ گئی ہوں لیکن تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔ تمہارے فائدے کے لیے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

میں نے اسے اندر آنے کے لیے کہا۔ وہ سیدھی میرے کمرے میں جا کر بیٹھ گئی پھر بولی۔''کیا تم جانتے ہو' ٹیلی پیتھی کیا ہوتی ہے؟''

میں نے کہا۔''ہاں، جانتا ہوں۔ یہ ایک علم ہے۔ جس کے ذریعے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر کے خیالات پڑھے جا سکتے ہیں مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟''

''ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس وقت میرے دماغ میں موجود ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ تمہاری کھوئی ہوئی یاد داشت واپس لے آئے گا۔ وہ تمہارا علاج کرے گا تو چند گھنٹوں کے بعد ہی تمہیں اپنی پچھلی زندگی کی تمام باتیں آ جائیں گی۔''

میں نے انجان بن کر پوچھا۔''وہ میرا علاج کس طرح کرے گا؟''

''جس طرح میرے اندر آ کر بولتا ہے۔ اسی طرح تمہارے دماغ میں بولے گا اور کوئی عمل کرے گا۔ جس کے نتیجے میں تم اپنی گمشدہ شخصیت کو پا لو گے۔''

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔''میں ٹیلی پیتھی کے بارے میں اور تنویمی عمل کے بارے میں اتنا جانتا ہوں کہ ایک عامل کسی کو بھی معمول بنا کر اپنا تابع دار اور غلام بنا لیتا ہے اور میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گا۔''

زیبی نے اس کی مرضی کے مطابق پوچھا۔''کیا تم یوگا میں مہارت رکھتے ہو؟'' مجھے یاد نہیں آ رہا تھا کہ میں نے کبھی دیر تک سانس روک کے رکھنے کی مشقیں کی ہوں۔ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا زیبی کے ذریعے مجھے تذبذب میں مبتلا دیکھ رہا تھا۔ اس نے اندازہ کیا کہ میں یوگا میں مہارت نہیں رکھتا ہوں۔ اس لیے جواب دینے سے کترا رہا ہوں۔ اس نے جبراً میرے اندر گھس آنے کا فیصلہ کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے واقعی وہ میرے اندر پہنچ گیا۔ اگر میں ماضی میں یوگا کی مہارت رکھتا تھا تو مجھے سانس روک لینی چاہیے تھی۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنا چاہیے تھا لیکن میں نے اسے محسوس نہیں کیا۔

ایک بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ میرا دوست نہیں ہو سکتا۔ جبراً گھر میں گھس آنے والے دوست نہیں' دشمن ہوتے ہیں۔ پتا نہیں اس کی موجودہ دشمنی مجھے کس جنم میں پہنچانے والی تھی...؟

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

جزوِ خاص

شکیل عدنان

ایک بے بدل لذت تراش کے ذائقوں کی اشتہا انگیزی
اس کے تیار کردہ کھانے کھا کر انسان انگلیاں چاٹتے... اور بلیاں دُم ہلاتیں!

اس لذت آمیز راز کا قصہ جس کا افشا ہونا بدمزگی پھیلا سکتا تھا

پیرس کا تذکرہ خوش مذاق لوگوں کو اکثر خوابوں کی دنیا میں پہنچا دیتا ہے۔ روئے زمیں پر حسن کی جتنی بھی معلوم اقسام ہیں، ان کا کچھ نہ کچھ..... نہیں بلکہ بہتیر احصہ وہاں بہ آسانی دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔ علوم، فنون، تہذیب اور روایات! غرضیکہ یہ شہر نگاراں انسانی تاریخ کے متعدد..... بلکہ بیشتر پہلوؤں کا امین ہے۔

قصہ مختصر یہ ہم آپ کے تجسس کو اس لیے ہوا دے رہے ہیں کہ کسی طرح آپ پیرس یاترا پر آمادہ ہو جائیں۔ اگر ایسا ہو جائے اور آپ پیرس پہنچ جائیں تو شہروں کی اس عروس کے مضافات میں واقع ہوٹل آبرگ ضرور جایئے گا۔ ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع یہ قلعہ نما ہوٹل اپنے بہترین محل وقوع کے سبب ملک بھر میں..... اور ملک سے باہر بھی ایک منفرد حیثیت اور شہرت کا حامل ہے۔ تاہم اس کی شہرت اور خاص حیثیت میں جس چیز نے چار چاند لگائے وہ یہاں پیش کی جانے والی ایک خاص ڈش ہے۔ ''پولارڈ سر پرائز منٹس'' نامی یہ تحیر خیز ڈش کھاتے ہی لوگ اس کے انوکھے ذائقے کے سحر میں کھو جاتے ہیں..... اور کافی وقت گزرنے کے بعد جب یہ سحر ٹوٹتا ہے تو یہ تجسس ابھرتا ہے کہ اس عجیب و غریب ڈش کا ذائقہ اتنا انوکھا، اتنا منفرد کیوں ہے؟ اس ڈش کا نام اتنا عجیب اور اچھوتا کیوں ہے؟ اور یہ کہ اسے آخر کن اجزا کی مدد سے تیار کیا جاتا ہے؟

اس عجیب و غریب اور عظیم الشان ڈش کے خالق موسیو آرمنڈ بونیوال ہیں..... ہوٹل آبرگ کے مالک اور چیف شیف! چھوٹا قد، مضبوط تن و توش، فرنچ کٹ ڈاڑھی، لال بھبھوکا چہرہ! خوش لباسی اس پر مستزاد ہے۔ یہ ہے ان کا شخصی خاکہ۔ پورے فرانس اور فرانس سے باہر دھوم مچانے

سسپنس کا مقبول عالم سلسلہ جو تین سو اسی ماہ سے جاری ہے

تیمور

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں چاہتا جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ، حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

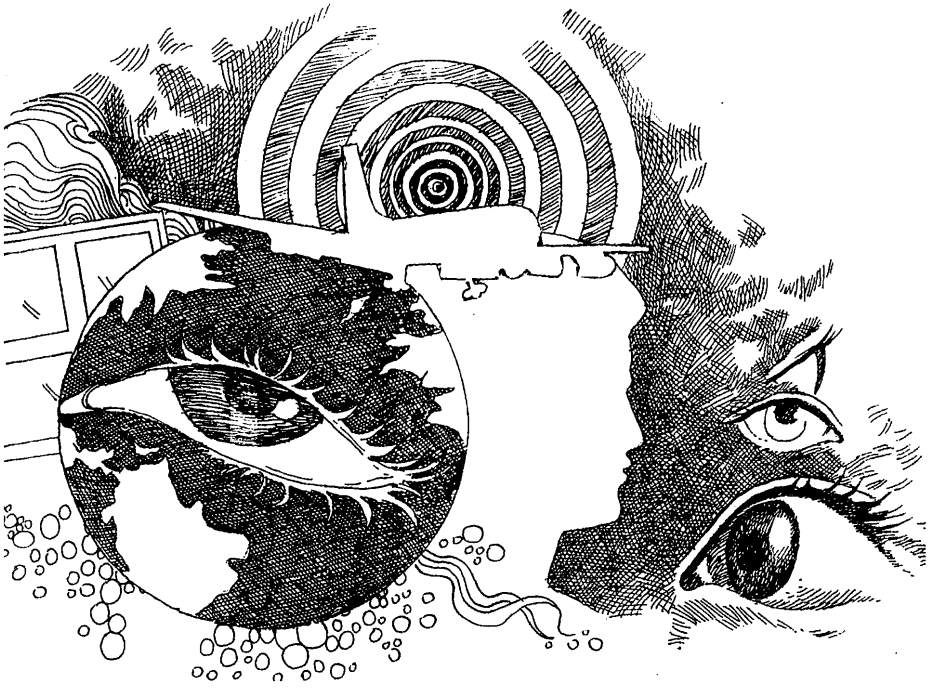

میں کشمکش میں مبتلا ہو گیا کہ اگر اس اجنبی کو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دیتا تو وہ فوراً ہی معلوم کر لیتا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں جبکہ یہ بات میں ابھی دنیا والوں سے چھپا کر رکھنا چاہتا تھا۔ پتا نہیں وہ اجنبی زیبی کے دماغ میں کیسے پہنچ گیا تھا؟ اس کے ذریعے اب میرے دماغ کے اندر آنا چاہتا تھا۔

اس وقت زیبی میرے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اس کے ذریعے اس اجنبی سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ میرے دماغ میں نہ آئے۔ جو کہنا چاہتا ہے زیبی کے ذریعے مجھ سے کہتا رہے۔ میں سنتا رہوں گا اور جواب دیتا رہوں گا۔

وہ اجنبی شخص زیبی کے اندر رہ کر میری کشمکش کو بھانپ رہا تھا۔ پھر اچانک ہی میرے اندر پہنچ گیا۔

اس وقت میں زیبی سے کہہ رہا تھا۔ ''پتا نہیں تم کس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں لے آئی ہو؟ کوئی بھی شخص اپنے اندر کی باتیں اپنے کسی سگے کو بھی نہیں بتانا چاہتا کجا یہ کہ تم ایک غیر شخص کو یہاں لے آئی ہو اور مجھ سے توقع کرتی ہو کہ میں اسے اپنے اندر آنے کی اجازت دوں گا۔''

اس اجنبی نے میرے اندر سوال پیدا کیا۔ ''کیا واقعی میری یادداشت گم ہو چکی ہے، میں پہلے کوئی اور تھا اور اب فرہاد انور شاہ بن چکا ہوں؟''

میرے چور خیالات کے خانے سے جواب ملا۔ ''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے زندگی گزار رہا ہوں۔ میری کوئی دوسری حیثیت نہ پہلے تھی' نہ آئندہ کبھی ہو سکتی ہے۔''

اس نے سوال کیا۔ ''یہ زیبی تمہیں پچھلے پچاس برسوں سے پہچانتی ہے۔ تمہارا چہرہ' تمہاری آواز اور لب و لہجہ اس کے ذہن کی گہرائیوں میں نقش ہے۔ وہ تمہیں آج تک بھلا نہیں سکی۔ پورے یقین سے کہتی ہے کہ تم فرہاد علی تیمور ہو۔''

میرے چور خیالات کے خانے سے جواب اُبھرا۔ ''وہ شاہ کوٹ کا بوڑھا بابا بھی مجھے فرہاد علی تیمور کہہ رہا تھا۔ کیا ان کی باتوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ میں فرہاد علی تیمور سے مشابہت رکھتا ہوں؟ اگر ان کی شناخت کے مطابق میں ان کا فرہاد ہوں تو پچھلے پچاس برسوں سے کہاں گم تھا؟''

ایسے وقت مجھے خیال آیا کہ میں سوچ کے ذریعے کسی سے باتیں کر رہا ہوں۔ کوئی سوال کر رہا ہے اور میں جواب دے رہا ہوں۔ اس نے کہا۔ ''تم دُرست سوچ رہے ہو۔ اس وقت میں تمہارے اندر موجود ہوں۔ چور خیالات کو اچھی طرح کھنگال رہا ہوں۔ تمہارے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر رہا ہوں لیکن یہ دیکھ کر مایوسی ہو رہی ہے کہ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہو جبکہ ہماری معلومات کے مطابق تم اس علم میں ایک ماہر استاد کا درجہ رکھتے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''جب تک یہ غلط فہمی رہے گی کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں' تب تک تم خوامخواہ اُلجھتے رہو گے۔ اس وقت مجھے اپنی بے بسی پر افسوس ہو رہا ہے کہ تمہیں اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکتا۔ پتا نہیں تم نے میری زندگی کے کون کون سے راز معلوم کر لیے ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''میں بھی تمہاری طرح مایوس ہوں۔ جو چاہتا ہوں' وہ معلومات حاصل نہیں ہو رہی ہیں۔''

''گندم کے کھیت میں گنا چاہے آؤ گے تو مٹھاس کا ایک قطرہ بھی نہیں ملے گا۔ اسی طرح مایوس ہوتے رہو گے اور خوامخواہ میرا بھی وقت ضائع کرتے رہو گے۔ فار گاڈ سیک، میرے دماغ سے چلے جاؤ۔''

''جب تک اطمینان حاصل نہیں ہو گا' میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ میرے ذہن میں کئی سوالات چبھ رہے ہیں۔ میں ان کے جوابات چاہتا ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ سوالات کیا ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''تم نے اپنے دشمن بھائیوں سے اور بیٹوں سے انتقام لیا ہے۔ جو مارے جا چکے ہیں' میں ان کا ذکر نہیں کروں گا۔ جو زندہ ہیں' ان کے بارے میں پوچھتا ہوں۔ تمہارا بھائی جواد انور شاہ ایک نارمل شخص تھا۔ اچانک ابنارمل کیسے ہو گیا؟ پھر وہ خطرناک پاگل ہو گیا اور اب پاگل خانے میں زنجیروں سے بندھا رہتا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''انہوں نے میرے ساتھ جو کچھ کیا، میں اس پر صبر کرتا رہا۔ میرا ایمان ہے' بُرے کا انجام برا ہوتا ہے۔ اس نے پاگل پن میں اپنے داماد یعنی میرے بیٹے مراد کا قتل کیا اور اپنی بیٹی کو بھی اپاہج بنا دیا ہے پھر خود پاگل خانے پہنچ گیا ہے' یہ تو مکافاتِ عمل ہے۔ اس سے زیادہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں؟''

اس اجنبی نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ ''کیا یہ بھی مکافاتِ عمل ہے کہ تمہاری بہو زرینہ جو اس وقت اپاہج ہے' اس نے اپنی تمام دولت جائیداد' کوٹھی سب تمہارے نام لکھ دی؟ جبکہ وہ تم سے شدید نفرت کرتی ہے اور ایسا کرنے کے بعد وہ پریشان ہوتی ہے کہ اس کا دماغ کیوں پھر گیا تھا؟ اس نے اپنا سب کچھ تمہارے نام کیوں لکھ دیا ہے؟'' اس نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''مسٹر فرہاد...! تم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ زرینہ نے جو بھی کیا' ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر رہ کر کیا۔ صرف اتنا ہی نہیں' تمہارے بیٹے مراد نے بھی اپنی ماں سے حاصل کی ہوئی کوٹھی اور پانچ کروڑ روپے تمہارے نام لکھ دیے۔ بعد میں وہ بھی حیران ہو رہا اور پچھتا رہا کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اب تو وہ مر چکا ہے لیکن میں اس کی زندگی میں اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ یہ سارے حقائق چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔''

میں نے بیزاری ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''یا خدا! میں کہاں آ کر پھنس گیا ہوں؟ اے بھائی! اگر تم چاہتے ہو' مجھے ٹیلی پیتھی کا علم آ جائے تو خدا کے لیے مجھے یہ علم سکھا دو پھر میں فخر سے کہہ سکوں گا کہ خیال خوانی جانتا ہوں۔'' پھر میں نے کچھ سوچنے کے انداز میں کہا۔ ''کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی اور خیال خوانی کرنے والا میرے دشمنوں سے انتقام لے رہا

ہو اور تم جیسوں کو یہ تاثر دے رہا ہو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ ہو سکتا ہے' وہ تم لوگوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے تمہاری توجہ میری طرف مبذول کر رہا ہو؟''

اس بار وہ قائل ہوتے ہوئے بولا۔ ''ہاں، ایسا ممکن ہے۔ ہمیں جس فرہاد علی تیمور کی تلاش ہے' وہ دھوکا دینے کے لیے ایسا کر سکتا ہے۔ تمہارے دشمنوں سے انتقام لے کر تمہیں فائدہ پہنچا رہا ہے اور ہمیں بھٹکا رہا ہے۔ میں اس پہلو پر غور کروں گا۔ ضرورت ہوئی تو پھر تمہارے پاس آؤں گا۔ فی الحال جا رہا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''جسٹ آ منٹ۔ تم پھر آنے کی بات کر رہے ہو۔ مجھے یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟''

وہ بولا۔ ''میرا نام سراج سکسینا ہے۔ اگر تم فرہاد علی تیمور ثابت ہو جاؤ گے تو میں اپنے بارے میں پوری معلومات فراہم کروں گا اور تم سے دوستی کروں گا۔ تمہیں میری ذات سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ یہ بات ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ فرہاد علی تیمور ہم سے کیوں کترا رہا ہے؟ یا تو وہ ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے اور تمہارے نقطۂ نظر کے مطابق وہ تمہارے دشمنوں سے انتقام لے کر ہمیں یہ تاثر دے رہا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ اس طرح وہ ہمیں گمراہ کر رہا ہے اور اگر ایسی بات نہیں ہے تو وہ کہاں گم ہو گیا ہے؟ ہماری معلومات کے احاطے میں کیوں نہیں آ رہا ہے؟... کوئی بات نہیں' ہم بھی اسے تلاش کر کے ہی دم لیں گے۔ ابھی تو میں جا رہا ہوں۔ بھگوان حافظ۔''

وہ چلا گیا۔ میں سر تھام کر سوچنے لگا' یہ بندہ کون تھا؟ سراج سکسینا آدھا مسلمان اور آدھا ہندو.... اس نے جاتے وقت اللہ حافظ کے بجائے بھگوان حافظ کہا تھا۔ انڈیا میں ایسی دوغلی نسل کے لوگ رہتے ہیں' جن کی ماں مسلمان اور باپ ہندو ہوتا ہے۔ ماں کے حوالے سے ان کا نام اسلامی ہوتا ہے اور باپ کے حوالے سے ان کی پہچان ہندوانا ہوتی ہے لیکن ہندوستان میں کوئی بھگوان حافظ یا خدا رکشک جیسے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ پتا نہیں وہ بندہ کیسی بولی بول گیا تھا؟

شاہ کوٹ کے بوڑھے بابا اور میرے سامنے بیٹھی ہوئی بوڑھی زیبی کے بعد وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تیسرا شخص تھا جو مجھے پورے یقین سے فرہاد علی تیمور کہہ رہا تھا۔ ان سب نے مجھے متاثر کیا اور میں سوچنے لگا۔ ''شاید میں فرہاد علی تیمور ہی ہوں۔ پتا نہیں مقدر نے کیسی ہیرا پھیری دکھائی ہے کہ مجھے اُس فرہاد سے موجودہ فرہاد انور شاہ بنا دیا ہے؟''

میں نے زیبی کو دیکھا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا اس سے باتیں ہو رہی ہیں؟''

''نہیں۔ وہ جا چکا ہے۔ مجھے بتاؤ' تم اسے کہاں سے پکڑ لائی تھیں؟ کیوں اسے میرے پیچھے لگا دیا ہے؟''

وہ میرے قریب آتے ہوئے بولی۔ ''میں قسم کھا کر کہتی ہوں' اسے بالکل نہیں جانتی۔ یہ اچانک ہی میرے اندر آ کر بولنے لگا تھا۔ تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں اسے تمہارے پاس لے آئی تھی۔ کیا تمہیں اس سے کوئی نقصان پہنچ رہا ہے؟''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''ابھی تو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے مگر آگے کچھ بھی ہو سکتا ہے؟ تمہاری طرح وہ بھی مجھے فرہاد علی تیمور کہہ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' اگر میں فرہاد علی تیمور ہوں تو مجھے پچھلی تمام باتیں یاد کیوں نہیں آ رہی ہیں؟ جبکہ میری صلاحیتیں...''

میں بولتے بولتے رک گیا۔ یہ کہنا چاہتا تھا کہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت واپس آ گئی ہے لیکن میں یہ بات زیبی کو نہیں بتانا چاہتا تھا۔ ویسے بھی اب محتاط رہنا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی وقت بھی اچانک میرے اندر آ کر مجھے خیال خوانی کرتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔

آخر یہ میری پُرسکون زندگی میں کہاں سے آ گیا ہے؟ مجھے اس کے متعلق معلوم کرنا چاہیے لیکن معلومات کیسے حاصل کی جائیں؟ وہ تو آ کر جا چکا تھا۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ آئندہ وہ چپ چاپ دماغ میں آیا کرے گا۔ خیالات پڑھا کرے گا جب اسے معلوم ہو گا کہ میں واقعی ٹیلی پیتھی جانتا ہوں تو دو میں سے کوئی ایک بات ہو گی یا تو وہ مجھے اپنے زیرِ اثر لے آئے گا' یا میں اس پر حاوی ہو جاؤں گا۔

آئندہ مجھے اس پر حاوی ہونے کے لیے کیا کرنا چاہیے...؟ میں اس پہلو پر غور کرنے لگا۔ اب تک کی اپنی زندگی میں ٹیلی پیتھی کے کمالات دکھاتا آیا تھا۔ طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے دشمنوں کو زیر کرتا رہا تھا لیکن اب میں وہ ساری باتیں بھول چکا تھا۔ پتا نہیں آئندہ کیا ہونے والا تھا؟

☆☆☆

میری لاعلمی میں جو ہو رہا تھا' اس کا ذکر کرنا لازمی ہے۔ سونیا اور سیارے والوں کا ذکر پہلے کر چکا ہوں۔ اس سے پہلے سراج سکسینا کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ مجھ سے رُخصت ہو کر دماغی طور پر اپنے تین ساتھیوں کے درمیان حاضر ہو گیا تھا۔

Pakistanipoint
Waqar Azeem

وہ چاروں ساتھی.... فورفرینڈز... یعنی چار یار کہلاتے تھے۔ یہ چار یار اس دنیا میں تہلکہ مچانے والے تھے۔ اب تک پردۂ راز میں تھے۔ بڑی ذہانت سے سائنس اور ٹیکنالوجی کے تمام شعبوں میں کام کرتے رہے تھے۔ جاپان' جرمنی' انگلینڈ اور امریکا کے بڑے بڑے سائنسی اداروں میں اپنے لیے جگہ بناتے رہے تھے۔ زندگی کا ایک ایک پل گہرے مطالعے اور مشاہدے میں گزارتے رہے تھے۔ انتہائی غیر معمولی تجربات حاصل کرتے رہے تھے۔

وہ چاروں مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے تھے لیکن ہم مزاج اور ہم خیال تھے۔ مذہب کو ثانوی حیثیت دیتے تھے۔ کہتے تھے۔ ''پہلے انسانیت ہے اگر لوگوں میں انسانیت نہ ہو تو مذہب قائم نہیں رہ سکتا۔''

ان میں سے ایک نام سراج سکسینا تھا جو خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے گفتگو کر چکا تھا۔ اس کا باپ ہندو اور ماں مسلمان تھی۔ اس کا دوسرا ساتھی نجفے خان تھا۔ اس کا باپ مسلمان اور ماں ہندو تھی۔ ان کا تیسرا ساتھی اسٹین روبن ایک یہودی تھا اور چوتھا ساتھی جوزف ہارڈی ایک عیسائی تھا۔ ان چاروں نے اپنے اپنے مذہب سے قطع نظر انسانیت کی خدمت کرنے کا عزم کیا تھا۔ انہوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس دنیا میں انسانیت کا ایک بہت ہی مضبوط پلیٹ فارم قائم کریں گے۔

ان کے ارادے نیک تھے۔ وہ مذہب وملت کی تفریق کے بغیر انسان کو دُکھ درد سے نجات دلانا چاہتے تھے۔ انہوں نے مختلف پہلوؤں سے سوچا۔ ''اگر ہمیں پہلے سے معلوم ہو جائے کہ کس بندے پر کس طرح کی مصیبت آنے والی ہے تو ہم وہ وقت آنے سے پہلے ہی اس بندے کو مصیبت سے نجات دلا سکتے ہیں۔''

ان فورفرینڈز نے دست شناسی' علم نجوم' سائنس اور ٹیکنالوجی کی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے اپنے ایک مخصوص کمپیوٹر میں ایسی حیرت انگیز تکنیک کا اضافہ کیا' جس کے متعلق بھی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

تاریخ گواہ ہے کہ صدیوں سے انسان جو بھی ناممکن بات سوچتا ہے' اسے پورا کر دکھاتا ہے۔ ہوا میں اُڑنے کا خواب بہت پرانا تھا۔ اب وہ ہوا میں آرام سے اُڑتا ہوا دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتا ہے۔ ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے رشتے دار کو پہلے نہ دیکھ سکتا تھا' نہ اس کی آواز سن سکتا تھا۔ آج گھر بیٹھے انٹرنیٹ کے ذریعے اپنے کسی بھی چاہنے والے کی آواز بھی سنتا ہے اور اسے ہنستے بولتے ہوئے دیکھ بھی سکتا ہے۔ انسانوں کی اس دنیا میں اب کوئی بات ناممکن نہیں رہی ہے۔ ان چاروں نے ناممکن کو ممکن بنا دیا تھا۔

انہوں نے اپنے اس جدید کمپیوٹر کو پہلے اپنی ذات پر آزمایا۔ اپنی تصویریں... اپنی ہسٹری کے ساتھ کمپیوٹر میں فیڈ کیں۔ دست شناسی' علم نجوم' سائنس اور ٹیکنالوجی کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق معلومات حاصل کرنے لگے کہ مستقبل میں ان کے ساتھ کیسے حالات پیش آئیں گے؟

انہوں نے سب سے پہلے سراج سکسینا کو کمپیوٹر کی اسکرین پر دیکھا۔ سراج سکسینا اپنے کام میں اور دوسرے معاملات میں مصروف دکھائی دے رہا تھا۔

جو کچھ وہ اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ اس کی آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ بھی کرتے جا رہے تھے۔ تاکہ وقت ضرورت اسے ریوائنڈ کر کے دیکھا جا سکے' یہ معلوم کیا جا سکے کہ جو کچھ سراج سکسینا کے ساتھ پیش آ رہا ہے۔ کیا وہی باتیں ان ہی تاریخوں میں اسی طرح پیش آتی رہی تھیں؟

وہ حیران تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ ان کا تجربہ کامیاب رہا تھا۔ آنے والے دنوں میں سراج سکسینا اسی طرح اپنے معاملات میں مصروف رہا جیسا کہ وہ کمپیوٹر پیش گوئی کرتا رہا۔ یہ ان کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ اس کمپیوٹر نے یہ بھی اسکرین پر دکھایا تھا کہ وہ زیبی نامی ایک بوڑھی عورت کے دماغ میں اتفاقاً پہنچے گا تو اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوگا کہ وہ فرہاد علی تیمور کی دیوانی ہے اور فرہاد طویل مدت کے بعد اسی مکان میں واپس آ گیا ہے۔ جہاں وہ تقریباً پچاس برس پہلے رہا کرتا تھا۔

وہ چاروں میرے متعلق بہت کچھ جانتے تھے۔ مجھ سے ملنے کے خواہش مند تھے۔ میرے سامنے اپنے نظریات پیش کر کے مجھے اپنی طرف مائل کر کے اپنی ٹیم میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ فی الحال تو ان کے ارادے نیک تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مشین کے ذریعے جب بھی وہ کسی پر مصیبت آتی دیکھیں گے۔ تو اسے پہلے ہی تحفظ دے دیں گے۔ بے شک وہ اپنے کمپیوٹر کے ذریعے مثبت تعمیری کام کرنے والے تھے۔

سراج سکسینا بوڑھی زیبی کے ذریعے مجھ تک پہنچ گیا تھا۔ اب وہ اپنے تینوں ساتھیوں کے درمیان بیٹھا حیرانی سے کہہ رہا تھا۔ ''ہمارے کمپیوٹر میں کوئی نقص ہے۔ اس کی پیش گوئی کے مطابق بوڑھی زیبی کے ذریعے میں اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس سے باتیں بھی کرتا رہا تھا لیکن وہ کسی طور فرہاد علی تیمور ثابت نہیں ہو رہا ہے۔''

اس کے ساتھی اسٹین روبن نے کہا۔ ''اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمارے کمپیوٹر میں کوئی نقص رہ گیا ہے۔ تم جس فرہاد انور شاہ کے پاس پہنچے تھے' وہی اصل فرہاد علی تیمور ہے۔ اگر چہ یہ ابھی ثابت نہیں ہوا ہے اور ثابت کیسے ہوگا جبکہ وہ خود کو پہچان نہیں رہا ہے۔''

دوسرے ساتھی نجفے خان نے کہا۔ ''اگر وہ واقعی فرہاد علی تیمور ہے تو ہمارا یہ کمپیوٹر آگے چل کر بتائے گا کہ ہم میں سے کوئی اسے دوست بنا پائے گا یا نہیں؟ فی الحال میرے بارے میں دیکھو... کمپیوٹر کیا کہتا ہے؟''

کمپیوٹر نے ان چاروں کے متعلق پیش گوئی کی تھی۔ اس کی پیش گوئی کے مطابق نجفے خان اگلے دن ایک حادثے سے دو چار ہونے والا تھا۔ انہوں نے کمپیوٹر کی اسکرین پر واضح طور پر دیکھا تھا کہ وہ ایک عمارت سے نکل کر اپنی کار کی طرف جا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک موٹر سائیکل سوار فائرنگ کرتے ہوئے اس کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ نجفے خان مسلسل فائرنگ سے بچنے کے لیے بھاگتے ہوئے سڑک پار کرنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک بھاری بھرکم ٹرک کی زد میں آ گیا پھر وہ ٹرک اسے کچلتا ہوا گزر گیا۔

ان کے اپنے ہی ایجاد کردہ کمپیوٹر نے پہلی بار انہیں ذہنی صدمہ پہنچانے والی پیش گوئی کی تھی۔ وہ تینوں نجفے خان کو محبت اور ہمدردی سے دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''تھینکس گاڈ! ہمیں پیش آنے والی مصیبتوں کا علم ہو جاتا ہے۔ اب ہم تمہیں مرنے نہیں دیں گے۔''

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''پیش آنے والے حالات کا علم ہو جائے تو انسان تقدیر سے لڑ سکتا ہے اور اپنی تدبیر سے جیت سکتا ہے۔ ہم نجفے خان کو اس کی موت کی طرف جانے نہیں دیں گے۔''

اسٹین روبن نے کہا۔ ''ہمیں یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ نجفے خان کا وہ دشمن کون ہے جو موٹر سائیکل پر فائر کرتا ہوا گزرے گا؟''

نجفے خان نے کہا۔ ''یارو! یہ تو سوچو' ہم نے آج تک کسی کا برا نہیں چاہا' کسی کو دشمن نہیں بنایا پھر یہ دشمن کہاں سے پیدا ہو گیا ہے؟''

دوسرے نے کہا۔ ''جانے انجانے میں کوئی غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ شاید ہم نہ چاہتے ہوئے بھی کسی کو اپنا دشمن بنا بیٹھے ہیں اور ہمیں پتا نہیں چلا۔''

انہوں نے پلاننگ کی کہ نجفے خان دوسرے دن گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلے گا۔ جو بھی ضروری کام ہوگا' اسے ملتوی کیا جائے گا۔ نجفے خان نے کہا۔ ''ابھی ہم نے کمپیوٹر کی اسکرین پر جو عمارت دیکھی ہے' وہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کا دفتر ہے۔ وہاں جاپان سے ہمارے منگوائے کمپیوٹر کے اہم پارٹس آ چکے ہیں۔ کل مجھے ڈیلیوری لینی تھی۔''

اسٹین روبن نے کہا۔ ''کل تم ڈیلیوری لینے اس عمارت میں جاؤ گے اور وہاں سے باہر نکلو گے تو وہی سب کچھ ہوگا جو اس کمپیوٹر کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے۔ تمہاری موت کا تماشا ہم سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔''

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''کل صبح ہم تمہیں ایک کمرے میں لاک کر دیں گے۔ تم اس کمرے کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلو گے۔ ڈیلیوری لینے کے لیے میں روبن کے ساتھ جاؤں گا اور اس موٹر سائیکل سوار کو ٹریپ کروں گا۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے آخر وہ دشمن کون ہے؟''

نجفے خان نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ تم دونوں وہاں چلے جانا۔ میں باہر نہیں نکلوں گا لیکن مجھے کمرے میں لاک کرنا کیا ضروری ہے؟''

''بہت ضروری ہے۔ موت اپنی طرف کھینچتی ہے۔ انسان پیدائش کے پہلے لمحے سے اپنی موت کی طرف بڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ جب زندگی کا اختتام ہوتا ہے تب سمجھ میں آتا ہے کہ وہ ساری زندگی ان راستوں پر چلتا رہا تھا' جہاں سے گزر کر موت کی طرف جانا تھا۔ بہرحال ہم کوئی رسک نہیں لیں گے۔ تمہیں ایک کمرے میں اس وقت تک قیدی بنا کر رکھیں گے' جب تک حادثے کا وقت ٹل نہیں جائے گا۔''

انہوں نے فورکاسٹ کرنے والا جو کمپیوٹر ایجاد کیا تھا۔ اب اسے لیپ ٹاپ کی صورت میں تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ وہ سائز میں چھوٹا ہو اور اسے بہ آسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جا سکے پھر وہ چاروں ساتھی ایک جگہ نہیں رہتے تھے۔ ان کی مختلف ممالک میں رہائش تھی۔ کبھی کبھی وہ دو چار ہفتوں کے لیے یکجا ہو جایا کرتے تھے۔

ان میں سے ہر ایک کے لیے فورکاسٹ کرنے والا کمپیوٹر ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے وہ لیپ ٹاپ کی صورت میں کم از کم چھ کمپیوٹر تیار کرنا چاہتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایک کمپیوٹر ہوتا۔ باقی دو کمپیوٹرز ہنگامی ضرورت کے لیے محفوظ رکھے جاتے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے جاپان سے کچھ اہم پارٹس منگوائے تھے۔

اس کمپنی کے ایک افسر نے فون پر نجفے خان سے کہا تھا۔ ''آپ کے مطلوبہ اہم پارٹس کی ڈیلیوری کی کل آخری تاریخ ہے۔ اگر آپ نے ڈیلیوری نہیں لی تو مال واپس چلا

جائے گا پھر اس سلسلے کی پیشگی رقم واپس نہیں کی جائے گی۔''

موت فون پر سنجے خان سے کہہ ہی تھی کہ کل اسے وہ اسپیئر پارٹس لینے کے لیے اس عمارت میں جانا ہی ہوگا۔

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''کوئی ضروری نہیں ہے' ہم تمہارے شناختی کاغذات لے کر وہاں جائیں گے اور مال کی ڈیلیوری لے لیں گے تم فکر نہ کرو۔''

دوسری صبح ان تینوں ساتھیوں نے یہ طے کیا کہ سنجے خان کو اس کی خوابگاہ میں مقفل کر دیا جائے گا۔ اس خوابگاہ کا ایک ہی دروازہ تھا۔ کھڑکیوں میں آہنی جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ جنہیں توڑا نہیں جا سکتا تھا۔

یہ طے پایا کہ سنجے خان اپنی خوابگاہ میں مقفل رہے گا اور باہر سراج سکسینا پہرے دار کے طور پر موجود رہے گا۔ جوزف ہارڈی اور اسٹین روبن مال کی ڈیلیوری لے کر ایک آدھ گھنٹے میں واپس آجائیں گے۔

سنجے خان کو اس کی خوابگاہ میں لے جا کر دروازے کو بند کیا گیا تو پتا چلا کہ اس دروازے کی چابی نہیں ہے۔ وہ چابی تلاش کرنے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''یہاں نہ سہی' میرے کمرے میں اسے لاک کیا جا سکتا ہے۔''

اسے دوسرے کمرے میں لایا گیا تو پتا چلا کہ اس کمرے کی چابیاں بھی گم ہو چکی ہیں۔ وہ چاروں حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

جوزف ہارڈی نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ ''میرے کمرے کی چابی موجود ہے۔ اسے میرے بیڈ روم میں لے چلو۔''

وہ چاروں اس بیڈ روم میں آئے۔ سنجے خان ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ تینوں باہر جاتے ہوئے بولے۔ ''یار! مائنڈ نہ کرنا... تمہاری سلامتی کے لیے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔''

وہ باہر آگئے۔ جوزف نے دروازے کو بند کر کے چابی کی ہول میں ڈالی پھر اسے گھمایا تو پتا چلا کہ لاک ناکارہ ہو چکا ہے۔ وہ تینوں پھر حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

وہ تقدیر سے ہار ماننے والے نہیں تھے۔ جوزف ہارڈی اسٹور روم سے ایک مضبوط رسا لے آیا پھر ان تینوں نے اس مضبوط رسّے کے ذریعے سنجے خان کو صوفے سے اچھی طرح باندھ دیا۔

ایک نے کہا۔ ''یہ رسّا اس قدر مضبوط ہے کہ ہمارا یار اسے موت کے تعاون سے بھی نہیں توڑ پائے گا۔''

اسٹین روبن اور جوزف ہارڈی وہاں سے باہر آگئے۔ اپنی کار میں بیٹھ کر اسی عمارت کی طرف جانے لگے۔ ہارڈی اور روبن نے گیارہ بجے تک اس عمارت میں پہنچ کر مال کی ڈیلیوری لے لی پھر عمارت کے باہر آئے۔

ہارڈی اور روبن جہاں کھڑے تھے، وہاں سے وہ منظر بالکل دیوانا ہی دکھائی دے رہا تھا جیسا کہ فور کاسٹ کرنے والے کمپیوٹر کی اسکرین پر دیکھا جا چکا تھا۔ وہ چاروں خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔

سراج نے کہا۔ ''ہماری فکر نہ کرو۔ یہاں سنجے خان آرام سے بندھا ہوا بیٹھا ہے۔''

ٹھیک بارہ بج کر دس منٹ پر وہ موٹر سائیکل سوار نظر آیا۔ اس کا چہرہ ہیلمٹ میں چھپا ہوا تھا۔ اس روڈ پر ٹریفک کا ہجوم نہیں تھا۔ وقفے وقفے سے دو دو چار چار گاڑیاں گزرتی تھیں۔ موٹر سائیکل سوار کو دیکھتے ہی ہارڈی اور روبن ایک دیوار کی آڑ میں ہو گئے۔

انہوں نے فور کاسٹ کرنے والے کمپیوٹر کی اسکرین پر جو دیکھا تھا، وہی ہو رہا تھا لیکن حالات مختلف تھے۔ وہ موٹر سائیکل سوار دراصل سنجے خان کا دشمن نہیں تھا۔ اسے کسی اور سے دشمنی تھی۔ وہ ایک کار کی طرف فائر کرتا ہوا گزرا، گاڑی کے شیشے چھناکے سے ٹوٹے پھر کسی عورت کی چیخ سنائی دی۔

پھر ہارڈی نے دیکھا' پیش گوئی کے مطابق واقعی ایک بھاری بھرکم ٹرک سڑک پر چلا آرہا تھا۔ ہارڈی کے تصور میں اس کا اپنا یار سنجے خان تھا۔ وہ بھاگ کر سڑک کراس کر رہا تھا اور ٹرک کی زد میں آکر کچلا گیا تھا۔

ہارڈی نے اطمینان کی سانس لی۔ فور کاسٹ کرنے والے کمپیوٹر کی بدولت ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ وہ بھاری بھرکم ٹرک وہاں سے جا چکا تھا اور سنجے اپنے کمرے میں بہ حفاظت بندھا بیٹھا تھا۔

یہ ان چار یاروں کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ انہوں نے ایسا فور کاسٹ کرنے والا کمپیوٹر ایجاد کیا تھا' جس کے ذریعے وہ آئندہ بھی ناممکن کو ممکن بنانے والے تھے۔ آنے والے مصائب کو ٹالنے اور تقدیر کا لکھا بدلنے والے تھے۔

یہ آثار نظر آرہے تھے کہ وہ چار یار ہماری دنیا میں زبردست تہلکہ مچانے والے ہیں۔ آئندہ نت نئی پیچیدگیوں اور تجسس سے بھرپور ہنگامے جنم لینے والے ہیں۔ واضح الفاظ میں یہ کہنا چاہیے کہ وہ چار یار قدرت سے مسلسل جنگ لڑنے کے لیے میدانِ عمل میں آرہے تھے۔

اسٹین روبن نے کہا۔ ”تھینکس گاڈ! ایک جان لیوا حادثہ ٹل گیا۔ بلکہ ہم نے ٹال دیا۔ ہمارا یار سنجے خان محفوظ ہے۔ ہمارے اس کمپیوٹر نے میرے متعلق پیش گوئی کی ہے کہ آئندہ میں تم تینوں کے ساتھ ایک کامیاب زندگی گزارتا رہوں گا‘ کامیاب تجربے کرتا رہوں گا۔ بس ایک صدمہ پہنچنے والا ہے۔ آج سے ایک ہفتے بعد میری ممی کو ہاسپٹل پہنچایا جائے گا۔ وہاں سے وہ زندہ واپس نہیں آئیں گی۔“

اسٹین روبن کے ساتھیوں نے بھی اس کی ماں کی موت کا منظر تل ابیب کے ایک ہاسپٹل میں دیکھا تھا۔ وہ سب جانتے تھے‘ ایک ہفتے بعد ان کا دوست اسٹین روبن ماں کی محبت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہونے والا ہے لیکن اس موت کو ٹالنے کی کوئی تدبیر ان کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

اسٹین اپنی ماں کی تیمارداری کے لیے تل ابیب گیا تھا پھر اسی طرح وہ ماں کے پاس پہنچا ہوا ہے اور اسی طرح اس نے ماں کی ناقابل علاج بیماری سے مجبور ہو کر اسے ہاسپٹل میں داخل کرایا ہے لیکن ڈاکٹروں کا علاج اور ان کی تدبیریں بھی اس کی ماں کو زندگی کی طرف واپس نہیں لائیں۔ آخر وہ اسی وقت موت کی نیند سو گئی جو وقت فورکاسٹ کرنے والے کمپیوٹر نے بتایا تھا۔

وہ چاروں یار اس حقیقت کو سمجھ گئے کہ جہاں طبعی موت ہو اور جہاں بیماریوں کے زیر اثر رہ کر انسان دم توڑ رہا ہو‘ وہاں ان کی کوئی تدبیر کام نہیں آئے گی لیکن جہاں ایک انسان کی موت کسی انتقام یا کسی سازش کے نتیجے میں ہو تو ایسی انتقامی کارروائیوں کو اور سازشوں کو روکا جا سکتا ہے۔

وہ چاروں یار نیکی کرنا چاہتے تھے۔ مظلوموں اور بے گناہوں کو بے موت مرنے سے بچانا چاہتے تھے۔ اس کے لیے انہیں مجھ جیسے غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے افراد کی ضرورت تھی۔ جو ذہین بھی ہوں‘ با صلاحیت اور خاص طور پر نیک نیت بھی ہوں۔ کسی بھی تفریق کے بغیر بے گناہوں کو جانے انجانے دشمنوں کے شکنجے سے نکال کر لا سکیں۔

ان کے سامنے میرا پورا ریکارڈ موجود تھا۔ وہ میری فیملی کی ہسٹری سے بھی واقف تھے‘ یہ چاہتے تھے کہ میں اپنی پوری فیملی سمیت ان کی ٹیم میں شامل ہو جاؤں۔

سنجے خان نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”فرہاد کو ڈھونڈ نکالنے کی ایک تدبیر ہے...“

وہ تینوں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔ ”اگر ہم سونیا تک رسائی حاصل کریں گے‘ اسے اپنے نظریات کے مطابق قائل کریں گے تو وہ ہماری طرف مائل ہو جائے گی، اس طرح فرہاد بھی ہماری طرف کھنچا چلا آئے گا۔“

یہ ایک سیدھی سے تدبیر تھی جس پر بہ آسانی عمل کیا جا سکتا تھا۔ وہ چاروں اس بات پر متفق ہوئے اور سونیا تک رسائی حاصل کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔

☆☆☆

گریٹ ایشورارا نے طویل عرصے تک بڑی زبردست تیاریاں کی تھیں۔ پانچ پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے افراد کی ایک ٹیم بنا کر انہیں دنیا کے مختلف ملکوں کے مختلف شہروں میں بھیجا تھا۔ ان پانچ پانچ افراد کے ساتھ ٹیلی پیتھی کے علاوہ غیر معمولی مشین کی قوت بھی تھی۔ اس کے ذریعے وہ کسی کو بھی زیر کر سکتے تھے۔ وہ تمام افراد دنیا کی مختلف ملکوں میں بڑی رازداری سے پہنچے تھے۔ ان کے دوست اور اتحادی بننے والے اکابرین بھی نہیں جانتے تھے کہ ان سیارے والوں نے کہاں کہاں اپنے خفیہ اڈے بنا رکھے ہیں؟

وہ اکابرین اس بات سے خوش تھے کہ انہیں بھی ایک غیر معمولی مشین تحفے کے طور پر مل گئی ہے مگر ان کی یہ خوشیاں بہت ہی مختصر تھیں۔ بڑی رازداری سے آنے والے سیارے کے پانچ افراد سونیا کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اُتر چکے تھے۔ اس سے پہلے بھی اس نے نائب ایشورارا کو ہلاک کر کے اس کی غیر معمولی مشین چھین لی تھی۔ اس بار بھی ان کے پانچ افراد کو ہلاک کرنے کے بعد پھر غیر معمولی مشین چھین کر لے گئی تھی۔

گویا اس کے لیے یہ ایک کھیل ہو گیا تھا۔ بچے سیارے سے اپنا کھلونا لے کر آتے تھے اور وہ ان سے کھلونے چھین لیا کرتی تھی۔

تمام اکابرین اور سیارے والے اس بات پر حیران تھے کہ سونیا ایک بہت ہی چھوٹے سے جزیرے میں تھی۔ اس جزیرے کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ ہاتھ نہیں آئی۔ سیارے کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں مارے گئے تھے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد معلوم ہوا کہ وہ ہانگ کانگ پہنچ گئی ہے اور اس نے ایک ہوٹل میں سیارے کے تین افراد کو ہلاک کر دیا ہے۔

گریٹ ایشورارا کی ہانگ کانگ کی ٹیم جو پانچ افراد پر مشتمل تھی اور اب جہنم میں پہنچ گئی تھی۔ اس ٹیم سے جن لوگوں نے رابطہ قائم کیا تھا‘ وہ سب سہمے ہوئے تھے۔ کیونکہ غیر معمولی مشین میں ان کے نام اور تصویریں محفوظ ہو گئی تھیں۔ اب وہ غیر معمولی مشین سونیا کے ہاتھوں میں تھی۔ وہ اس کی اسکرین پر اس نائب ایشورارا کو دیکھ سکتی تھی جو اسلام آباد میں تھا۔ ان

پانچ امریکی اکابرین کو بھی دیکھ سکتی تھی جو یوگا کے ماہر تھے اور جنہوں نے اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے اس ٹیم سے رابطہ کیا تھا۔

نائب ایشورارا تو بری طرح سہما ہوا تھا۔ جیسے ہی اسے معلوم ہوا کہ غیر معمولی مشین سونیا کے ہاتھ لگ گئی ہے تو اس نے فوراً ہی اسلام آباد چھوڑ دیا تھا۔ اپنا نیا چہرہ اور نئی شناخت بنائی تھی، لب ولہجہ بھی تبدیل کر لیا تھا۔

وہ نقلی نام اور نقلی چہرے کے ساتھ نائب ایشورارا ابن کر اس دنیا میں آیا تھا۔ سونیا نے اپنی مشین کی اسکرین پر اس چہرے والے نائب ایشورارا کو تلاش کیا تو اس کا سراغ نہ مل سکا۔

سونیا ہانگ کانگ کے ایک علاقے میں پینگ گیسٹ کی حیثیت سے رہنے لگی تھی۔

الپا‘ عالی اور کبریا خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس آتے رہتے تھے۔ انہوں نے مشین کی اسکرین پر نائب ایشورارا کا نقلی چہرہ دیکھا تھا۔ اس کی آواز اور لب ولہجے کو سنا تھا پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تو ناکام ہوئے۔

پھر انہوں نے سونیا کے اندر رہ کر اس مشین کے ذریعے ان پانچ اکابرین کو دیکھا تھا۔ جن کے پاس ایک غیر معمولی مشین تھی۔ اب وہ مشین ان کے سائنس دانوں کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ وہ لوگ ویسی ہی دوسری مشین بنانے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ اس سلسلے میں اس قدر رازداری برتی گئی تھی کہ الپا‘ عالی اور کبریا خیال خوانی کے ذریعے ان سائنسدانوں اور انجینئروں تک پہنچ نہیں پا رہے تھے۔

لیکن وہ پانچ امریکی یوگا جاننے والے افسران سونیا کی مشین میں فیڈ ہو چکے تھے۔ وہ پانچوں اسکرین پر دکھائی دیتے رہتے تھے۔

ایک دن سونیا نے اس مشین کے ذریعے اپنی آواز ایک آرمی افسر کے گھر میں پہنچائی۔ ”ہیلو میجر میکی...! میں سونیا بول رہی ہوں۔“

وہ ایکدم سے گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ ”تم غیر معمولی مشین کا فنکشن اچھی طرح سمجھتے ہو۔ اس کے ذریعے اپنی آواز کسی بھی مطلوبہ شخص تک پہنچائی جا سکتی ہے۔ اس وقت میں غیر معمولی مشین کے ذریعے بول رہی ہوں۔“

وہ ایک ذرا پریشان ہو کر بولا۔ ”ہاں، میں سمجھ رہا ہوں مگر تم دیکھ رہی ہو جو مشین گریٹ ایشورارا نے ہمیں تحفے کے طور پر دی تھی‘ وہ میرے پاس نہیں ہے۔ تم یہاں سے کچھ حاصل نہیں کر سکو گی۔“

سونیا نے کہا۔ ”مجھے تمہاری جان بہت پیاری ہے۔ اسے تو ابھی حاصل کر سکتی ہوں۔“

وہ گھبرا کر بولا۔ ”یہ کیا کہہ رہی ہو؟“

”وہی جو تم سن رہے ہو۔ تم نے اور تمہارے چار افسران ساتھیوں نے ہانگ کانگ سے بے شمار ہیلی کاپٹر اس جزیرے میں بھیجے تھے‘ جہاں میں چھپی ہوئی تھی۔ وہاں کے ساحلوں کی ناکا بندی کر دی تھی۔ تاکہ میں کسی اسٹیمر یا اسپیڈ بوٹ کے ذریعے فرار نہ ہو سکوں۔ تم لوگوں نے وہاں میرے خلاف مسلح آرمی بھیجنے میں ایک ذرا دیر نہیں کی تھی۔ میں بھی دیر نہیں کر رہی ہوں۔ حساب برابر کرنے آ گئی ہوں۔“

وہ فون اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ ”ہاں، اپنے باقی چار یوگا جاننے والے ساتھیوں کو فون کرو۔ ان سے کہو کہ نہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں اور نہ ہی تم لوگ کسی کو اپنے دماغ میں آنے دیتے ہو۔ اس کے باوجود میں تمہارے پاس آ گئی ہوں۔ ان چاروں کے پاس بھی پہنچوں گی۔ انہیں پہلے سے اطلاع دے دو تاکہ وہ اپنا تابوت تیار رکھیں۔“

وہ رابطہ ہوتے ہی فون پر بات کرنے لگا۔ ”ہیلو میں بول رہا ہوں۔ سونیا اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے میرے پاس پہنچی ہوئی ہے۔ میرا آخری وقت آ چکا ہے۔ مجھے کوئی بچا نہیں پائے گا۔ تم لوگوں کو اطلاع دے رہا ہوں فوراً ہی اپنے لیے احتیاطی تدابیر کرو۔ ویسے ہم سب جانتے ہیں‘ جب تک وہ مشین سونیا کے پاس ہے‘ ہم اس کی نظروں سے کہیں بھی چھپ نہیں پائیں گے۔ وہ ہمیں قبروں میں پہنچا کر ہی دم لے گی۔“

اس دوران الپا نے وہاں کے ایک خانساماں کو اپنا آلۂ کار بنا لیا تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق یوگا جاننے والے افسر کے بیڈروم میں گیا اور اس کا ریوالور اٹھا کر ڈرائنگ روم میں آ گیا تھا۔ اس وقت وہ اپنے یوگا جاننے والے ساتھیوں کو سونیا کے متعلق اطلاع دے رہا تھا۔ ایسے ہی وقت خانساماں نے گولی چلا دی۔ گولی پیشانی میں پیوست ہوئی تھی اور وہ وہیں بیٹھے بیٹھے ایک طرف ڈھلک گیا۔

سونیا نے اسکرین پر دوسرے چار افسران کو دیکھا۔ ان سب کو یکے بعد دیگرے اطلاع مل رہی تھی کہ ایک افسر اپنے ہی خانساماں کے ہاتھوں مارا گیا ہے اور اس ہلاکت کے پیچھے اس بلا کا ہاتھ ہے۔

سونیا نے باری باری ان چار افسران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''تم سب کے پاس وقت بہت کم ہے۔ تم میں سے ہر افسر ایک کے بعد ایک ہر چھ گھنٹے بعد مارا جائے گا۔ جب تک زندگی ہے تب تک گھڑی دیکھتے رہو۔ اگلے چھ گھنٹے بعد تم میں سے کسی ایک کی باری آئے گی۔''

ان چاروں نے کہا۔ ''ہم فوجی ہیں۔ موت سے نہیں ڈرتے۔ ہم نے اپنی طاقت استعمال کی مگر تمہیں ہلاک کرنے میں ناکام رہے۔ اب تم اپنی طاقت استعمال کر رہی ہو۔ اگر تم چاہو تو ہمارے درمیان سمجھوتا ہو سکتا ہے۔''

وہ بولی۔ ''یہی سمجھوتا کافی ہے کہ میں تمہیں چھ چھ گھنٹے کی مہلت دے رہی ہوں۔ تم نے جتنے ہیلی کاپٹر اس چھوٹے سے جزیرے کے چاروں طرف اُڑائے تھے اور جتنے مسلح فوجی وہاں پہنچائے تھے۔ وہ بہت کم تھے۔ یہاں تو تمہاری بہت بڑی آرمی ہے۔ جدید ایٹمی ہتھیار ہیں۔ ایٹم بم ہیں۔ ان سب کو اپنے تحفظ کے لیے استعمال کرو۔ میں اپنے وقت پر آؤں گی۔''

نائب ایشورارا کے ساتھ صورتِ حال کچھ عجیب سی ہو گئی تھی۔ وہ اسلام آباد سے فرار ہو کر لاہور آ گیا تھا۔ بالفاظِ دیگر میری گود میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس شہر میں کسی دن' کسی وقت بھی میرا اور اس کا آمنا سامنا ہو سکتا تھا۔

نائب ایشورارا اسلام آباد سے کسی دوسرے شہر یا کسی دوسرے ملک کی طرف بھی جا سکتا تھا لیکن میری طرف چلا آیا تھا۔ یقیناً تقدیر کوئی تماشا دکھانے والی تھی۔ نائب ایشورارا کو گریٹ ایشورارا نے حکم دیا تھا کہ اسے پاکستان کے کسی شہر میں رہنا ہے کیونکہ وہ اپنی حکومت سب سے پہلے ایشیا میں قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے پاکستان اور انڈیا کو اہمیت دے رہا تھا۔

اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے کہا۔ ''سونیا پھر بلائے جان بن گئی ہے۔ اس نے ہانگ کانگ میں ہمارے پانچ افراد کو خاک میں ملا دیا ہے اور غیر معمولی مشین لے کر کہیں گم ہو گئی ہے۔''

گریٹ ایشورارا کو پہلے یہ بتایا جا چکا تھا کہ کس طرح سونیا کو ایک جزیرے میں گھیرنے کی ناکام کوشش کی جا چکی ہے۔ اس نے نائب ایشورارا سے پوچھا۔ ''اس وقت تم کہاں ہو؟''

''میں پاکستان میں ہوں۔ اسلام آباد سے نکل کر لاہور آیا ہوں۔ اپنی شخصیت' اپنی شناخت بدل چکا ہوں۔ سونیا اب مشین کے ذریعے مجھے ڈھونڈ نہیں پائے گی۔''

''تم محفوظ ہو' مطمئن ہو مگر میرے دوسرے ماتحتوں کا کیا ہو گا؟ وہ اس غیر معمولی مشین کے ذریعے میرے دوسرے وفاداروں تک پہنچ سکتی ہے۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''ہمارے جن آدمیوں نے ہانگ کانگ والی ٹیم سے رابطے کیے تھے' وہی سونیا کی نظروں میں آئے ہوں گے لیکن ابھی وہ کچھ روز انتظار کریں گے' آزمائیں گے کہ سونیا ان تک پہنچ پاتی ہے یا نہیں؟ ہمارے لوگ جوابی کارروائی کے لیے بہت محتاط اور مستعد ہیں۔ دیکھیں... آئندہ کیا ہوتا ہے؟''

''آئندہ جو بھی ہو' ہمارے آدمیوں کو نہیں مرنا چاہیے۔ وہاں میرے جو بھی اہم ماتحت پہنچتے ہیں' مارے جاتے ہیں۔ ہانگ کانگ میں میرے پانچ بہت اہم ماتحت مارے گئے۔ مشین چھین لی گئی۔ یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ تم سب کو بہت محتاط رہنا چاہیے۔''

گریٹ ایشورارا نے رابطہ ختم کیا تو اس کمیونیکیشن مشین پر سگنل موصول ہوا۔ اکابرین اس سے رابطہ کرنا چاہتے تھے۔ اس نے مشین کو آن کر کے ان کا تحریری پیغام پڑھا۔ انہوں نے لکھا تھا۔ ''ہم بڑی مصیبت میں ہیں۔ سونیا انتقامی کارروائی کے طور پر پانچ یوگا جاننے والے آرمی افسران میں سے ایک کو ہلاک کر چکی ہے۔ آئندہ ہر چھ گھنٹے بعد باقی چار افسران کو بھی اسی طرح ہلاک کرے گی۔ وہ دوسرے چھ گھنٹے بھی پورے ہو رہے ہیں اور ہم اپنے آرمی افسران کو تحفظ دینے میں ناکام رہے ہیں۔ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی ٹیکنالوجی ہے' کوئی ایسا طریقۂ کار ہے یا کوئی ایسی تدبیر ہے جس کے ذریعے ہم سونیا کی مشین کو ناکارہ بنا دیں اور وہ ہم تک پہنچ نہ پائے؟ ٹھیک پندرہ منٹ بعد ہمارا دوسرا آرمی افسر بھی مارا جائے گا۔ اگر چہ ہم نے اپنے آرمی افسران ایک ایسے کمرے میں بند کر دیے ہیں۔ جہاں ان کا اپنا سایہ بھی پہنچ نہیں پائے گا۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''فی الحال ہمارے پاس ایسی کوئی ٹیکنالوجی نہیں ہے' جس کے ذریعے ہم سونیا کی مشین کو ناکارہ بنا دیں۔ میں ابھی اپنے نائب ایشورارا کو حکم دیتا ہوں۔ وہ اور اس کے ماتحت اپنی اپنی مشینوں کے ذریعے تمہارے یوگا جاننے والے افسران کو دیکھتے رہیں گے۔ اگر ان افسران کو ذہنی طور پر کمزور کیا جائے گا تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر پہنچ کر انہیں دماغی توانائی پہنچاتے رہیں گے۔''

ان اکابرین نے رابطہ ختم کر دیا۔ اپنے چار یوگا جاننے

والے افسران کی طرف توجہ دینے لگے۔ ان چاروں کو مختلف مقامات پر مختلف کمروں میں بند کیا گیا تھا۔ ان بند کمروں کے آس پاس یوگا جاننے والے مسلح گارڈز متعین کیے گئے تھے۔ سونیا نے یہ نہیں بتایا تھا کہ باقی چار یوگا جاننے والے افسران میں سے پہلے کسے ہلاک کرنا چاہے گی؟ اسی لیے ان چاروں کو بیک وقت تحفظ دیا جا رہا تھا۔ جن کمروں میں انہیں بند کیا گیا تھا۔ وہاں کوئی سامان نہیں تھا صرف ایک ہلکی پھلکی سی پلاسٹک کی کرسی تھی۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر ان چاروں کو باری باری دیکھ رہے تھے۔ اگر ان کو دماغی طور پر کمزور بنایا جاتا تو وہ فوراً ہی ان کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں توانائی فراہم کرتے۔

انہیں اس بات سے حوصلہ مل رہا تھا کہ سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اپنی مشینوں کے ذریعے ان چاروں کو دیکھ رہے ہیں۔

سونیا نے مقررہ وقت پر اپنی مشین کی اسکرین پر ایک یوگا جاننے والے افسر کو خالی کمرے میں کرسی پر بیٹھے ہوئے پایا۔ اس کے بعد اس نے دوسرے تیسرے اور چوتھے افسر کو بھی اسکرین پر دیکھا۔ ان کے لیے جو حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے انہیں اچھی طرح سمجھنے کے بعد ایک یوگا جاننے والے افسر سے کہا۔ ''بے شک بڑے زبردست حفاظتی انتظامات ہیں۔ میں اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکوں گی۔ میرا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔ کسی کو آلۂ کار بنا کر اس کمرے تک نہیں لایا جا سکے گا۔ کب تک اس طرح اپنی زندگی کی سانسیں بڑھاتے رہو گے؟''

اس نے کہا۔ ''ہم تمہیں اس جزیرے میں ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ اس کے بدلے تم نے ہمارے ایک یوگا جاننے والے افسر کو مار ڈالا۔ خون کا بدلہ خون ہوتا ہے۔ اگر چہ ہم تمہارا خون بہانے میں ناکام رہے۔ اس کے باوجود تم نے بدلہ لے لیا ہے۔ ہماری التجا ہے' اب سمجھوتے کی کوئی راہ نکالو۔ ہم سے جو غلطیاں ہوئیں' ان کے عوض ہمارا ایک افسر مارا جا چکا ہے۔ ہم تم سے سمجھوتا کر سکتے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''تمہارا ایک اعلیٰ افسر مارا گیا۔ کوئی بات نہیں' میدانِ جنگ میں فوجی مارے ہی جاتے ہیں لیکن جب تک اس سے بڑا نقصان تم لوگوں کو نہیں پہنچے گا' اس وقت تک تمہیں عقل نہیں آئے گی۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''میں چاہوں تو ابھی ان بند کمروں کے دروازے کھلوا سکتی ہوں۔ جس طرح تم لوگ مجھے مارنے کے بعد میری اولاد کو ماں سے محروم کرنا چاہتے تھے۔ اسی طرح میں تمہارے بچوں کو ماں سے اور ماں کو بچوں سے محروم کر سکتی ہوں۔ تمہارے خاندان کے ایک ایک فرد کو چن چن کر قتل کر سکتی ہوں۔ تم کتنوں کو بند کمروں میں چھپا کر رکھو گے؟''

اس نے کہا۔ ''ہم یہ ساری باتیں اچھی طرح سمجھ رہے ہیں' تم ہمیں اس کمرے سے باہر نکالنے کے لیے کیا کر سکتی ہو؟ مگر یاد رکھو... ویسے ہی مسلمان دہشت گرد کہلا رہے ہیں۔ تم اس دہشت گردی میں اضافہ کرو گی۔ یہ ثابت کرو گی کہ واقعی تم لوگ ظالم اور جابر ہو۔ ہمیشہ بے گناہوں کا خون بہاتے رہتے ہو۔''

''ہاں، تم لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا ہے۔ اسلامی ممالک میں اپنی فوجیں بھیج کر آگ اور خون کی ہولی کھیلتے ہو اور دوسری طرف خود کو منصف مزاج' امن پسند کہتے ہو۔ مسلمان تمہارے خلاف جوابی کارروائی کریں تو تم انہیں دہشت گرد ثابت کرتے ہو۔ کوئی بات نہیں' کہتے رہو۔ دنیا والے نہ تو اندھے ہیں' نہ بہرے ہیں اور نہ ہی نادان ہیں۔ وہ تمہارے ہتھکنڈوں کو خوب سمجھ رہے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''یعنی تم ہمیں ہلاک نہ کر سکیں تو ہماری بیویوں اور بچوں سے انتقام لو گی؟ انہیں موت کے گھاٹ اتارو گی؟''

''ہمارا دین معصوم بچوں اور بے گناہ عورتوں کو قتل کرنا نہیں سکھاتا۔ ہم اپنے لیے اور دوسروں کے لیے ہمیشہ امان چاہتے ہیں۔ تم سب کی بیویاں اور بچے محفوظ رہیں گے لیکن...''

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''لیکن کیا ...؟''

''اگر میں انتقام نہ لے سکی تو تمہارے ملک کو سیاسی اور عسکری نقصان پہنچاؤں گی۔ تمہارے اکابرین مارے جائیں گے۔ سیاسی راز منکشف ہوں گے اور تم کبھی یہ نہیں چاہو گے کہ کوئی بھی فوجی راز تمہارے آرمی ہیڈ کوارٹر سے باہر جائے۔''

وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے شکست خوردہ انداز میں ذرا ڈھیلا پڑ گیا پھر بولا۔ ''بے شک، تم بہت کچھ کر سکتی ہو۔ تم کہتی ہو کہ تمہارا مذہب تمہیں امن و امان سکھاتا ہے تو فور گاڈ سیک! امن و امان کی کوئی راہ نکالو، کوئی سمجھوتا کرو۔''

''تم سمجھوتا نہیں کر سکو گے۔ جو شرائط میں پیش کروں

گی اوّل تو انہیں تسلیم نہیں کرو گے' اگر بہ حالت مجبوری تسلیم کرو گے بعد میں ان شرائط پر قائم نہیں رہ سکو گے اور مگر جاؤ گے۔''

اس نے کہا۔ ''ہمارے پاس جو غیر معمولی مشین ہے' اس کے ذریعے ہماری باتیں سنی جارہی ہیں۔ ابھی تم سے جو سمجھوتا کررہا ہوں' اسے تمام اکابرین تسلیم کریں گے۔ تم چاہو تو تحریری معاہدہ بھی ہوسکتا ہے۔ تم اپنی شرائط بتاؤ۔''

سونیا نے کہا۔ ''سیارے والے ہماری دنیا کے دشمن ہیں۔ میری پہلی شرط یہ ہے کہ ان دشمنوں سے دوستی نہ کرو۔''

''اس حد تک تمہاری شرط منظور ہے کہ ہم ان سے دوستی تو نہیں کریں گے لیکن دشمنی بھی نہیں کریں گے اور کسی سے دشمنی کرنا دانشمندی نہیں ہے۔''

''جس سے دوستی نہیں کی جاتی' اسے اپنے گھر میں پناہ نہیں دی جاتی لہٰذا تم انہیں کسی ملک میں' کسی علاقے میں پناہ نہیں دو گے۔ وہ اپنے طور پر جہاں رہنا چاہیں رہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ ہم انہیں اپنے طور پر پناہ نہیں دیں گے۔ وہ اپنے رِسک پر جہاں رہنا چاہیں' رہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''جو دوست نہیں ہوتے' ان سے رابطے نہیں کیے جاتے لہٰذا تم سیارے والوں سے کسی طرح کا رابطہ نہیں رکھو گے۔''

''ہم آخری بار الوداع کہنے کے لیے ان سے رابطہ کریں گے۔ اس کے بعد تمہیں کوئی شکایت نہیں ہوگی۔''

''اگر مجھے کوئی شکایت ہوگی، ان کے ساتھ مل کر تم ہمارے خلاف سازش کرو گے تو آئندہ سمجھوتے کے سارے دروازے بند ہوجائیں گے۔''

''ہمیں یہ تمام شرائط منظور ہیں۔ اس بار ہم اپنے وعدے پر اور اس معاہدے پر سختی سے قائم رہیں گے۔ ہم نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ تمہیں بہت زیادہ طاقت حاصل ہوچکی ہے۔ تم تنہا تمام اکابرین کو اور تمام سیارے والوں کو بے بس اور مجبور کررہی ہو۔ اگر فرہاد تمہارا ساتھ دے گا اور بابا صاحب کے ادارے والے بھی ہمارے خلاف کارروائیاں کریں گے تو ہم بالکل ہی بے دست و پا ہوجائیں گے اور ہم ایسا وقت نہیں آنے دیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''میں بھی وعدہ کرتی ہوں' جب تک معاہدے پر قائم رہو گے' میں تم میں سے کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گی۔ تم سب اپنے بند کمروں سے باہر جا سکتے ہو۔ یاد رکھو! جب تک نیک نیت رہو گے تب تک کسی فکر و تردد کے بغیر زندگی کی سانسیں لیتے رہو گے۔ اب میں جارہی ہوں۔ گڈ بائے...''

ان تمام اکابرین نے اطمینان کی گہری سانسیں لیں۔ اپنے بند کمروں سے باہر نکل آئے۔ سب نے سر جوڑ کر سوچا' سنجیدگی سے یہ طے کیا کہ ابھی سیارے والوں سے آخری بار رابطہ کریں گے۔ آئندہ مسلمانوں اور سیارے والوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ سیارے والے اپنی قوت اور اپنے بل پر حکومت قائم کرنے کے قابل ہوں گے تو ہی یہاں قدم جما سکیں گے۔ ورنہ پہلے کی طرح واپس بھاگ جائیں گے۔

تمام اکابرین سائنس اور ٹیکنالوجی کے حوالے سے گریٹ ایشورارا کے ذریعے بہت کچھ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس سے مخالفت مول لینا منظور نہیں تھا لیکن حالات نے مجبور کردیا تھا پھر بھی یہ فیصلہ کیا گیا کہ میانہ روی اختیار کریں گے۔

انہوں نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے رابطہ کیا۔ گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''میں تمہارا انتظار کررہا تھا۔ مجھے بتاؤ' کیا وہ تمہارے یوگا جاننے والے چاروں افسران خیریت سے ہیں؟''

''ہاں، ابھی تو زندہ سلامت ہیں۔ پتا نہیں' آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ ہم نے بڑی مشکل سے سونیا کو سمجھوتا کرنے پر راضی کیا ہے۔ اس نے ایسی شرائط پیش کی ہیں' جن پر عمل کرنے سے ہمارے اور تمہارے درمیان بہت وسیع فاصلہ قائم ہوجائے گا۔''

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ''اس کی شرائط کیا ہیں؟''

''اس کی پہلی اور آخری شرط یہی ہے کہ ہم تم سے دوستی اور اتحاد نہ رکھیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم مسلمانوں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف اتحاد قائم کرو گے۔ ہمیں اپنی دنیا میں رہنے نہیں دو گے؟''

''نہیں ... ہم تمام اکابرین تمہارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ تمہارے اور مسلمانوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ نہ ان کی حمایت کریں گے' نہ تمہاری حمایت کریں گے۔ ہم غیر جانب دار بن کر تمہارے جھگڑوں سے دور رہیں گے۔''

''مگر ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہوچکا ہے کہ تم اس دنیا پر حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں ہمارا بھرپور ساتھ دو گے۔''

''ہاں، مگر... ہم بری طرح پھنس گئے ہیں۔ سونیا نے ہمیں ہر طرف سے شکنجے میں جکڑ لیا ہے۔ آج ہمارے چار یوگا جاننے والے افسران کی زندگی خطرے میں ہے۔ کل تمام اکابرین کی جان کے لالے پڑ جائیں گے۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''اگر تم لوگوں کا جانی نقصان ہوا ہے تو میرے بھی... کئی ماتحت جانی نقصان اٹھا چکے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے' اس دنیا میں حکومت قائم کرنے کے لیے ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ ہم ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اگر ہمارا ساتھ چھوڑو گے تو ہماری طرف سے ہونے والے حملے تمہارے لیے ناقابل برداشت ہوجائیں گے۔ اگر یہ سمجھتے ہو کہ مسلمان تمہیں تحفظ فراہم کریں گے تو پھر آزما کر دیکھ لو...''

اکابرین پریشان ہورہے تھے اور اس کی جوابی تحریر پڑھ رہے تھے۔ وہ تحریر کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ ''جس طرح سونیا نے غیر معمولی مشین کے ذریعے تمہیں بے بس کردیا تھا' اسی طرح ہم بھی اس مشین کے ذریعے یہی کریں گے۔ ذرا سوچو ...غور کرو... کیا ایسے وقت سونیا یا بابا صاحب کے ادارے والے ہمیں تمہارے دفتروں میں' گھروں میں' شاہی محلوں میں اور فوجی کیمپوں میں آنے سے روک سکیں گے؟''

''ہم تو بری طرح دلدل میں دھنس رہے ہیں۔ نہ کسی سے دوستی کرسکتے ہیں' نہ کسی سے دشمنی کرسکتے ہیں۔ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم یہاں حکومت کرنا چاہو گے تو ہم تمہاری مخالفت نہیں کریں گے؟ تمہارے راستے کی رکاوٹ نہیں بنیں گے؟ یہ بات ہم نے سونیا سے صاف طور پر کہہ دی ہے' اگر تم سے دوستی نہیں کریں گے تو دشمنی بھی نہیں کریں گے۔ اس پہلو سے تمہیں ہماری قدر کرنی چاہیے۔ سائنس اور جدید ٹیکنالوجی میں تم لوگ بہت آگے ہو' بہت طاقتور ہو۔ کیا تنہا ان مسلمانوں سے مقابلہ نہیں کرسکو گے؟''

''ہم ان سے مقابلہ کرسکتے ہیں۔ بشرطیکہ تم درپردہ ہماری مدد کرو۔ ہمارے لیے کام کرتے رہو۔ ان کی کمزوریاں معلوم کرکے ہمیں بتاؤ۔ ہمارے لیے مخبری کرو۔ انہیں بھی معلوم نہیں ہوگا کہ تم ہمارے لیے درپردہ کیا کررہے ہو؟''

''ہم انہیں بارہا آزما چکے ہیں۔ ہماری تمہاری کوئی بات ان سے چھپتی نہیں ہے۔ ایک تو وہ روحانی قوتوں کے ذریعے ڈھکی چھپی باتیں معلوم کرلیتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ان کے پاس غیر معمولی مشینیں جمع ہوگئی ہیں۔ وہ ان کے ذریعے یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین کو دیکھتے رہتے ہیں۔ ہم اس وقت کمیونیکیشن مشین کے ذریعے تم سے گفتگو

ملک بھر میں
گھر بیٹھے
رسالے حاصل کیجیے
جاسوسی ڈائجسٹ سسپنس ڈائجسٹ
ماہنامہ پاکیزہ ماہنامہ سرگزشت ماہنامہ کرن
صرف 500 روپے سالانہ بینک ڈرافٹ، پے آرڈر یا منی آرڈر کے ذریعے جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز کے نام مندرجہ ذیل پتے پر ارسال کردیں اور 12 ماہ اپنے گھر کی دہلیز پر اپنی پسند کا پرچہ رجسٹرڈ ڈاک سے وصول کرتے رہیں۔ 500 روپے فی پرچہ کے حساب سے آپ ایک سے زائد پرچوں کے لیے یکمشت رقم بھیج کر طویل مدت کے لیے بے فکر ہوسکتے ہیں۔
جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
63-C فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی
فون: 5895313 فیکس: 5802551
E-mail:jdpgroup@hotmail.com
اگر آپ کو پرچوں کے حصول میں دقت پیش آرہی ہے تو مندرجہ ذیل فون نمبر پر رابطہ کرسکتے ہیں
ثمر عباس 0301-2454188

کررہے ہیں۔ ہوسکتا ہے' اس وقت بھی وہ اپنی مشین کی اسکرین پر ہمیں دیکھ رہے ہوں اور ہماری تحریری باتیں پڑھ رہے ہوں۔ گریٹ ایشورارا...! پلیز۔ ہماری مجبوریوں کو سمجھو۔ اس دنیا میں آکر ضرور حکومت کرو مگر ہم سے کسی طرح کا تعاون حاصل کرنے کی توقع نہ کرو۔''

''اچھی بات ہے۔ تمہاری طرف سے صاف جواب مل رہا ہے تو ہماری طرف سے بھی صاف بات سن لو۔ ہم نے جو غیر معمولی مشین تمہیں تحفے کے طور پر دی ہے۔ وہ ابھی پندرہ منٹ کے اندر ناکارہ ہوجائے گی۔''

اکابرین نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''ہم سے معاہدہ کرنے کے بعد تم مکر رہے ہو۔ ہمیں اپنے بھرپور تعاون سے محروم کررہے ہو، اس لیے میں تمہیں مشین سے محروم کرنے جارہا ہوں۔''

اس نے رابطہ ختم کردیا پھر اپنے نائب ایشورارا کو اسی مشین کے ذریعے تحریری طور پر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ان اکابرین کے پاس جو غیر معمولی مشین ہے۔ اسے تمہاری مشین کے ساتھ منسلک کیا گیا تھا۔ بارہ گھنٹوں کے اندر تمہارے پاس ایک نئی مشین پہنچ جائے گی۔ تم اپنی مشین تباہ کردو۔ اس کے ساتھ ہی ان کی مشین بھی تباہ ہوجائے گی۔ میرے اس حکم پر فوراً عمل کرو۔''

نائب ایشورارا نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی۔ اپنی مشین کو مختلف انداز میں آپریٹ کرنے لگا پھر اس مشین سے ہاتھ ہٹا کر چپ چاپ بیٹھ گیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی اس کے پرزے آہستہ آہستہ گلنے لگے۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے نادیدہ تیزاب کے ذریعے انہیں گلایا جارہا ہے۔ دوسری طرف ان اکابرین نے چونک کر اپنی مشین کو دیکھا۔ اس کے پرزے بھی اسی انداز میں گلنے جارہے تھے۔

ایک نے چیخ کر کہا۔ ''یہ کیا ہورہا ہے؟''

وہ مشین تقریباً ناکارہ ہوچکی تھی۔ وہ سب حیران پریشان ہوکر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس نایاب اور غیر معمولی مشین کو دیکھ رہے تھے۔ جواب کسی کا م کی نہیں رہی تھی۔

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''ہمارے برے دن آچکے ہیں۔ ہم نے سونیا کی بدترین دشمنی سے نجات حاصل کی ہے تو گریٹ ایشورارا کی دشمنی مہنگی پڑرہی ہے۔ ہم فخر کررہے تھے کہ ایک غیر معمولی مشین مل گئی ہے مگر یہ تو ایک خواب تھا۔ اس کی بری تعبیر ہمارے سامنے ہے۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے وہاں بیٹھے ہوئے سائنس دانوں اور انجینئروں سے پوچھا۔ ''آپ حضرات نے اس مشین کی تصاویر لی تھیں۔ ہرزاویے سے اس کا نقشہ بنایا تھا۔ کیا آپ ایسی دوسری مشین تیار نہیں کرسکیں گے؟''

ایک سائنس داں نے کہا۔ ''ہم نے سطحی طور پر اس کا مطالعہ کیا تھا۔ آپ حضرات نے اسے کھولنے اور اس کے پرزے الگ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ اس مشین کے ذریعے ضروری معلومات حاصل کرنی ہیں۔ ضروری رابطے کرنے ہیں۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہاں، ہم نے مشین کو کھولنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ ہمیں کیا معلوم تھا' یہ اچانک ہی تباہ کردی جائے گی۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی۔ ''میں اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہی ہوں۔ تمہاری باتیں سن رہی ہوں۔ وہ مشین بری طرح تباہ ہوچکی ہے۔ نہ وہ تمہارے کام آئے گی' نہ ہی تم ایسی کوئی دوسری مشین تیار کرسکو گے۔ فی الحال میں تمہارے اس نقصان پر افسوس ہی کرسکتی ہوں۔''

''میڈم! یہ دیکھیں کہ آپ سے دوستی اور سمجھوتا ہمیں کتنا مہنگا پڑرہا ہے۔ ہم نے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا تھا۔ اس سے جو گفتگو ہوتی رہی' آپ نے یقیناً اپنی مشین کے ذریعے سنی ہوگی؟''

''ہاں، میں نے سب کچھ سنا ہے۔ تمہارے تمام حالات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ یہ مانتی ہوں' گریٹ ایشورارا تمہیں کئی طرح کے خطرات سے دوچار کرتا رہے گا۔ ایسے وقت تم سب کو تحفظ فراہم کرنے کے سلسلے میں مجھ سے جو بن پڑے گا' وہ میں کروں گی۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا ہمارا بہت بڑا حمایتی تھا۔ اس نے ہمیں غیر معمولی مشین دی۔ تم لوگوں کے خلاف ہمارا بھرپور ساتھ دیتا رہا لیکن ہماری وفاداری تبدیل ہوتے ہی وہ بدترین دشمن بن چکا ہے۔ ایسے وقت تمہارا فرض ہے کہ تم ہمیں گریٹ ایشورارا کے خلاف اسی طرح تحفظ فراہم کرو' جس طرح وہ تمہارے خلاف ہمیں تحفظ دیتا رہا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''یہ غلط کہہ رہے ہو۔ اگر وہ بھرپور تحفظ فراہم کرتا تو میں تم لوگوں پر غالب نہ آتی اور نہ ہی تم میرے زیر اثر آتے۔ اس سے مایوس ہونے کے بعد ہی تم نے مجھ سے سمجھوتا کیا ہے۔'' وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ''ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ سمجھ لو کہ نائب ایشورارا اور اس

کے ماتحت جب بھی غیر معمولی مشین کے ذریعے تم پر حملے کریں گے تو میں بھی ایسے وقت بے بس اور مجبور ہوجاؤں گی۔ انہیں فوراً ہی روک نہیں پاؤں گی۔ اگر یہ مشین تمہارے پاس ہو اور تمہاری بیوی بچوں پر ایشورارا حملہ کرے تو تم بھی مجبور اور بے بس ہوجاؤ گے۔ اس کے حملے کو روک نہیں پاؤ گے۔ اس وقت تمہاری غیر معمولی مشین تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔''

ایک نے پوچھا۔ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم گریٹ ایشورارا کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوتے رہیں گے؟''

سونیا نے کہا۔ ''ایسی بھی بات نہیں ہے۔ کیا تم لوگ پریشانی اور بدحواسی میں عقل سے کام لینا بھول گئے ہو؟ ایسے وقت دشمن کی کمزوریوں کا حساب کرو۔ اس نے ہر ملک کے بڑے شہروں میں پانچ پانچ افراد کی ٹیم بھیجی ہے۔ ہر ٹیم کے سربراہ کے پاس ایک غیر معمولی مشین ہے۔ انٹرپول' ایف بی آئی اور سی آئی اے میں تمہارے بہت ہی ذہین اور تجربہ کار جاسوس ہیں۔ انہیں حکم دو' وہ ہر ملک کے بڑے بڑے شہروں میں پھیل جائیں۔ انہیں تلاش کرنے میں کچھ زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی۔''

''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ بڑے شہروں کی آبادی لاکھوں اور کروڑوں تک ہے۔ اتنی بھیڑ میں وہ پانچ دشمنوں کی ٹیم کس طرح دکھائی دے گی؟ ہمارے جاسوس کس طرح ان کے پتے ٹھکانے تک پہنچیں گے؟''

سونیا نے کہا۔ ''بڑی آسانی سے پہنچیں گے۔ جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے' وہ کسی سے ادھار لے لیا کرو۔ تمہارے پاس عقل نہیں ہے' میں تمہیں ادھار دے رہی ہوں۔ اپنے خاص تجربہ کار سراغ رسانوں سے کہو' وہ سر سے پاؤں تک زرد رنگ کے لباس میں رہیں۔ لباس کے باہر ان کا ایک ناخن بھی نظر نہ آئے۔ شہر کے جس حصے میں شبہ ہو کہ وہاں کوئی سیارے والا پایا جاسکتا ہے تو وہ اسی لباس میں وہاں جائیں۔''

تمام اکابرین نے قائل ہوکر ایک دوسرے سے کہا۔ ''یہ تو ہمارے سامنے کی بات ہے۔ سونیا جب زرد رنگ کے لباس میں تھی تو سیارے والے اسے غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دیکھ نہیں پارہے تھے۔ اتنی سی بات ہم بھول گئے۔ بے شک ایسے طریقۂ کار سے ان دشمنوں تک پہنچا جاسکتا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''اگر تم نے ایک ٹیم کو بھی گرفتار کرلیا تو سمجھو تمہارے ہاتھ ایک غیر معمولی مشین لگ جائے گی اور یہ تمہاری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔''

اُدھر نائب ایشورارا نے ترہالا سے کہا تھا کہ وہ اپنی مشین میں ان اکابرین کو دیکھے اور سونیا سے ہونے والے معاملات کو سمجھتا رہے۔ وہ یہی کررہا تھا اور اپنے نائب ایشورارا تک ان کی باتیں پہنچا رہا تھا۔ ترہالا نے کئی بار اسے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھنے کی کوشش کی لیکن وہ نظر نہیں آئی۔ نائب ایشورارا نے جھنجلا کر کہا۔ ''یہ بہت ہی خطرناک بلا ہے۔ ہوا کی طرح ہے۔ نہ دکھائی دیتی ہے' نہ مٹھی میں آتی ہے۔ کم بخت کتنی ذہین اور حاضر دماغ ہے۔ ان اکابرین کو ہم تک پہنچنے کا کتنا آسان راستہ دکھا رہی ہے۔ یہ تو ہمارے لیے مصیبت بنتی چلی جارہی ہے۔''

اس وقت نائب ایشورارا لاہور کے ہوٹل کے ایک کمرے میں بیٹھا تھا۔ موجودہ پاسپورٹ اور شناختی کارڈ کے مطابق وہ ایک سیاح تھا۔ برما کے شہر رنگون سے آیا تھا۔ لاہور کے تاریخی مقامات کو گھوم پھر کر دیکھنا اور ان پر ایک کتاب لکھنا چاہتا تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ترہالا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''سیارے سے آنے والی ہماری جتنی ٹیمیں ہیں' ان سب کو خبردار کرو۔ اس دنیا کے تمام نامی گرامی جاسوس زردلباس میں چھپ کر ہمیں تلاش کرنے آرہے ہیں۔ موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ وہ سب اپنی اپنی پناہ گاہ کی چاردیواری سے باہر نہ نکلیں۔ ضروریاتِ زندگی کی تمام چیزیں دو چار گھنٹوں کے اندر خرید کر اپنے گھروں میں رکھ لیں اور اپنی اپنی مشین کے ذریعے معلوم کرنے کی کوششیں کرتے رہیں کہ وہ سراغ رساں کہاں ہیں اور کیا کررہے ہیں؟''

خصوصی عرب امارات (U.A.E) کے مرکزی بک سیلرز اور قارئین کے لیے
ادارۂ جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
کی جانب سے میسرز ویلکم بک شاپ، دبئی کو فوری طور پر
متحدہ عرب امارات (U.A.E)
کے لئے سول ڈسٹری بیوٹر مقرر کردیا گیا ہے۔
بک سیلرز، دکان دار اور ہاکر حضرات مذکورہ بالا ماہناموں کے آرڈر بک کرانے کے لیے فوری طور پر مندرجہ ذیل پر رابطہ کریں۔
WELCOME BOOK SHOP
P.O BOX 27869, KARAMA, DUBAI.
PHONE: 04-3961016 FAX: 04-3961015
CELL: 050-3059259 050-6245817
E-MAIL: welbooks@emirates.net.ae

ترہالا نے کہا۔ ''جب وہ زرد رنگ کے لباس میں ہوں گے اور نظر نہیں آئیں گے تو ہم ان کے بارے میں کیسے معلوم کریں گے؟''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''ذرا عقل سے سوچو! جو لوگ سر سے پاؤں تک زرد لباس میں ہوں گے' انہیں دوسرے لوگ ذرا حیرانی سے اور توجہ سے دیکھیں گے۔ ایسے وقت یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کے سامنے سے کوئی زرد رنگ کے لباس میں گزر رہا ہے۔''

ترہالا نے کہا۔ ''بے شک' ایسے وقت معلوم ہو سکے گا کہ نادیدہ بن کر رہنے والے جاسوس ہمارے آس پاس ہیں۔''

ترہالا اس کے حکم کے مطابق دوسری تمام ٹیموں کو انفارم کیا۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں بیٹھا تھا۔ کھلی فضا میں جانا چاہتا تھا لیکن اب محتاط رہنا ضروری تھا۔ اگلے ایک آدھ گھنٹے میں ہر ملک کے جاسوس زرد رنگ کے لباس میں چھپ کر ان میں سے کسی کے بھی قریب پہنچ سکتے تھے۔ وہ ہوٹل کے کمرے سے نکل کر کچھ کھانا پینا اور اچھا وقت گزارنا چاہتا تھا۔ وہاں جانے سے پہلے یہ اچھی طرح یقین کر لینا چاہتا تھا کہ آس پاس کہیں کوئی زرد پوش تو نہیں ہے۔

اگر کوئی ہوتا تو آس پاس کے لوگ واقعی اسے حیرانی سے دیکھتے کہ وہ سر سے پاؤں تک اس رنگ کے لباس میں کیوں چھپا ہوا ہے؟ سونیا کے مشورے کے مطابق دنیا کے تمام جاسوس تمام ممالک اور شہروں میں ایسے لباس میں چھپ کر انہیں تلاش کرنے والے تھے لیکن اس طرح تماشا بننے والے بھی تھے۔ بڑے تو بڑے بچے بھی حیرانی سے ایسے کسی زرد پوش کو دیکھتے تو فوراً ہی یلو کلر بلائنڈ سیارے والوں کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگتی۔

اس نے ڈائننگ ہال میں آ کر ایک جوان عورت کو دیکھا۔ وہ گردن سے لے کر اپنی پنڈلیوں تک دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ صرف اس کا سر گردن تک' دونوں ہاتھ اور دونوں ٹانگیں دکھائی دے رہی تھیں کیونکہ وہ زرد رنگ کے اسکرٹ اور بلاؤز میں تھی۔ اسی طرح زرد رنگ کا رومال' زرد رنگ کا کوئی مشروب، کاغذ یا سائن بورڈ انہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ ان باتوں کے عادی تھے۔ سمجھ لیتے تھے کہ ان کے سامنے زرد رنگ کی کوئی چیز رکھی ہوئی ہے۔ وہ ایسی چیزوں سے کترا کر نکل جاتے تھے۔

وہ ایک چھوٹی سی میز پر آ گیا۔ ویٹر نے اس کے آگے مینو بک رکھی۔ اس نے کھانوں کا انتخاب کیا پھر آرڈر دے کر وہیں بیٹھے بیٹھے ڈائننگ ہال کا جائزہ لینے لگا۔

اس کے پاس دولت تھی۔ زندگی کا تمام عیش و آرام تھا۔ صرف ایک لائف پارٹنر نہیں تھی۔ اس نے اسلام آباد میں رہنے کے دوران ایک حسینہ کے ساتھ دو چار دن گزارے تھے پھر اسے مجبوراً چھوڑنا پڑا تھا۔ سونیا کسی وقت بھی بلائے ناگہانی کی طرح اس کی طرف آ سکتی تھی۔ وہ اپنا نام' اپنا لب و لہجہ' اپنی شخصیت بدل کر لا ہور چلا آیا تھا۔

ایک ویٹر نے اس کے آرڈر کے مطابق تمام ڈشیں لا کر میز پر رکھ دیں۔ ایسے وقت ایک نوجوان جوڑا اس کے قریب سے گزرتا ہوا سامنے والی میز کی طرف بڑھا۔ نوجوان کہہ رہا تھا۔ ''پورا ہال بھرا ہوا ہے۔ یہی ایک میز خالی ہے۔''

نائب ایشورارا نے اس حسین لڑکی کو دیکھا تو جیسے سحر زدہ سا ہو کر اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ سیدھی دل میں اُتر رہی تھی۔ اس نوجوان کے ساتھ وہ سامنے والی میز پر بیٹھ گئی تھی۔ نائب ایشورارا اس نوجوان کے دماغ میں گھس کر اس حسینہ کو دیکھنے لگا۔

وہ جوان کہہ رہا تھا۔ ''تم اسی لاکھ روپے کی کار میں گھومتی ہو۔ میں تم سے کمتر نہیں ہوں میرے ڈیڈ نے مجھے جو کار دلائی' اس کی قیمت ایک کروڑ دس لاکھ روپے ہے۔''

وہ بولی۔ ''تم ہمیشہ میرے پاپا کی اور اپنے ڈیڈ کی دولت مندی کا موازنہ کرتے رہتے ہو۔ اگر تمہاری کار میری کار سے زیادہ قیمتی ہے تو میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''میرے لیے فرق پڑتا ہے۔ میں تمہیں چاہتا ہوں۔ آئندہ تم ہی میری لائف پارٹنر بنو گی۔''

''تم بہت دور تک سوچتے ہو۔ شادی تو بعد کی بات ہے۔ ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے پوری زندگی گزر جاتی ہے اور ہماری ملاقات تو دو دن کی ہے۔ میں کسی کو بھی اچھی طرح دیکھنے' سمجھنے اور پرکھنے کے بعد ہی اپنا لائف پارٹنر بناؤں گی۔''

وہ بڑے فخر سے بولا۔ ''دیکھنے اور سمجھنے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟ میں خوبرو ہوں' اسمارٹ ہوں، دولتمند ہوں، میرے پرسنل بینک اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ روپے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''اور میرے پرسنل اکاؤنٹ میں کروڑوں روپے ہیں۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''تمہارے بینک اکاؤنٹ میں اور کروڑوں روپے...!''

وہ بولی۔ ''صرف اتنا ہی نہیں' دو کروڑ کی ایک کوٹھی بھی میرے نام ہے۔''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''تم خوامخواہ ڈینگیں مار رہی ہو۔''

وہ اپنے پرس سے کاغذ قلم نکال کر کچھ لکھنے لگی۔ اس کا رخ نائب ایشورارا کی طرف تھا۔ اب وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ رہا تھا تو پتا چلا کہ وہ اس نوجوان سے متاثر نہیں ہے۔ وہ اس کے ساتھ نہیں آئی تھی۔ ہوٹل میں داخل ہو رہی تھی تو وہ اچانک ہی سامنے آ گیا تھا اور اب اس کے ساتھ آ کر اس میز پر بیٹھ گیا تھا۔

نائب ایشورارا نے اسے اپنی دیکھنے پر مائل کیا تو اس نے نظریں اُٹھا کر اسے دیکھا۔ ان کے درمیان تھوڑا فاصلہ تھا مگر نگاہیں چار ہوئیں تو اس نے لڑکی کو نظریں ہٹانے نہیں دیں۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے متاثر کرنے لگا۔ یہ خیال پیدا کرنے لگا۔ ''وہ جو سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ بہت ہی ہینڈسم اور اسمارٹ ہے۔ اس نام نہاد دولت مند ہیرو سے لاکھ درجے بہتر ہے۔''

وہ دوبارہ سر جھکا کر لکھنے لگی پھر وہ پرچی اس نوجوان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''یہ میرا بینک اکاؤنٹ نمبر ہے۔ تم معلوم کر سکتے ہو کہ کتنے کروڑ روپے میرے ذاتی اکاؤنٹ میں ہیں اور یہ میرے وکیل کا فون نمبر ہے۔ وہ بتائے گا کہ کروڑوں کی جائیداد میرے نام لکھی جا چکی ہے۔ میرے پاپا مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں' کتنے فراخ دل ہیں.... یہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔''

اس نے اس پرچی کو پڑھا پھر اسے مٹھی میں جکڑتے ہوئے کہا۔ ''تم میری انسلٹ کر رہی ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو چیز مجھے حاصل نہیں ہوتی' میں اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہوں۔ کم از کم تمہارا یہ خوبصورت چہرہ تیزاب سے بگاڑ سکتا ہوں۔''

وہ لڑکی سہم کر کہنے لگی۔ ''آخر تم مجھ سے دشمنی کیوں کر رہے ہو؟ خوامخواہ میرے گلے پڑ گئے اور اب مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔ کیا میں پولیس کو کال کروں؟''

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر چیلنج کرتے ہوئے بولا۔ ''اچھی بات ہے، میں تم سے نمٹ لوں گا۔''

لڑکی نے دل ہی دل میں کہا۔ ''اللہ کرے یہ شیطان مر ہی جائے۔''

اس کی بات پوری ہوتے ہی نائب ایشورارا نے اس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ پیدا کی۔ وہ چلتے چلتے اوندھے منہ گر گیا پھر جلدی سے اٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑنے لگا۔ نائب ایشورارا نے اس لڑکی کے اندر سوال پیدا کیا۔ ''میں اسے اور کیا سزا دینا چاہتی ہوں؟''

اس کی سوچ نے جواباً کہا۔ ''کوئی اس کی پٹائی کرے تو میرے دل کو ٹھنڈک پہنچے گی۔''

ایک میز پر بہت ہی ہٹا کٹا باڈی بلڈر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مغرور جوان نائب ایشورارا کی مرضی کے مطابق تیزی سے اس کے پاس گیا پھر اس کے گریبان کو پکڑ کر بولا۔ ''تم نے ٹانگ اڑائی تھی اور میں اوندھے منہ گر پڑا تھا۔''

باڈی بلڈر نے اپنا گریبان چھڑاتے ہوئے اس کے منہ پر ایک گھونسا جڑ دیا پھر اس کی پٹائی کرنے لگا۔ ہال میں افراتفری پیدا ہو گئی۔ ہوٹل کا اسٹاف دوڑتا ہوا آیا۔ سیکیورٹی گارڈز بھی آ گئے۔ انہوں نے ان دونوں کو پکڑ لیا اور انہیں باہر لے گئے۔ وہ لڑکی حیرانی سے سوچ رہی تھی۔ ''یہ کیسے ہو گیا؟ میں نے جو سوچا، اسی کے مطابق اسے سزا ملتی گئی؟''

اگر آپ کو

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ' ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ' ماہنامہ پاکیزہ ڈائجسٹ' ماہنامہ سرگزشت ڈائجسٹ' ماہنامہ دلکش ڈائجسٹ

کے حصول میں دقت پیش آ رہی ہے یا آپ کو اپنے علاقے کے بک اسٹال سے کوئی شکایات ہیں اور آپ کے علاقے میں بروقت پرچہ نہیں پہنچ رہا تو اس کوپن کو پُر کر کے روانہ کریں یا فیکس کریں

(جس پرچے کے بارے میں شکایات ہوں اس پر دائرہ بنا دیں)

1 نام .....

2 پتہ .....

3 ٹیلی فون نمبر .....

4 بک اسٹال کا نام / ٹیلی فون نمبر .....

.....

مندرجہ ذیل ٹیلی فون نمبروں پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں

شہر عباس 0301-2454188

بدرالدین سرکولیشن مینیجر 5802552-5386783-5804200

فیکس نمبر 5802551

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ کراچی

فون: 5895313 فیکس: 5802551

وہ سوچتی ہوئی بے خیالی میں اپنی جگہ سے اٹھ کر نائب ایشورارا کے سامنے والی کرسی پر آکر بیٹھ گئی پھر چونک کر بولی۔ ''اوہ!...سوری، میں یہاں کے ہنگامے سے گھبرا کر اِدھر آگئی ہوں۔ ابھی چلی جاؤں گی۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''تمہیں یہیں بیٹھنا چاہیے۔ تم تنہا ہو۔ اگر مجھ پر بھروسا کرو گی تو وہ تمہیں کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

اس نے لڑکی کو پھر اپنی طرف دیکھنے اور اپنے لیے سوچنے پر مائل کیا۔ وہ اسے چور نظروں سے دیکھنے اور سوچنے لگی۔ ''پتا نہیں کیوں' یہ آدمی مجھے پہلی نظر میں اچھا لگ رہا ہے۔ میرا دل اس کی طرف کھنچا جا رہا ہے مگر نہیں... مجھے کسی مرد پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔''

وہ اس کی سوچ میں بولا۔ ''یہ میں کیا سوچ رہی ہوں؟ زندگی میں کسی ایک پر تو بھروسا کرنا ہی پڑتا ہے اور یہ تو میں نے سوچ رکھا ہے' پہلے کسی کو اچھی طرح دیکھوں گی' سمجھوں گی' پرکھوں گی پھر اس پر اعتماد کروں گی۔ یہ شخص پہلی ملاقات میں اچھا لگا ہے۔ اس کے ساتھ کچھ وقت گزاروں گی۔ تب ہی اس کے بارے میں صحیح معلومات حاصل ہو سکیں گی۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''میرا نام جمال احمد ہے۔ برما کے شہر رنگون سے آیا ہوں۔ تم مجھے بہت اچھی لگی ہو۔ میں چاہتا ہوں میرے ساتھ کچھ وقت گزارو۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمہارے معیار پر پورا اُتر کر تمہارا دل جیت لوں۔''

ایسا کہتے ہوئے وہ محسوس کر رہا تھا کہ دل کی گہرائیوں سے اس کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔ اس نے سیارے میں رہ کر ہی نیہ طے کر لیا تھا کہ جب بھی زمین پر جائے گا تو ہوس کو غالب نہیں آنے دے گا۔ کسی بہت ہی خوبصورت لڑکی کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارے گا۔ اس نے جیسا سوچا تھا' اس سے زیادہ حسین لڑکی سامنے بیٹھی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اس پر نثار ہو رہا تھا۔

وہ اگرچہ مسلمان نہیں تھا۔ سیارے والوں کا کوئی دین دھرم نہیں ہوتا۔ اس نے پاکستان میں رہنے کے لیے اسلامی نام جمال احمد رکھ لیا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا۔ ''اگر یہ لڑکی راضی ہو جائے گی۔ مجھے اپنی محبتیں دے گی تو میں سچ مچ مسلمان بن جاؤں گا۔''

وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''گریٹ ایشورارا نے کہا تھا' تم جس دنیا میں جا رہے ہو' وہ ایک جادو نگری ہے۔ اس دنیا کی حسین عورتیں سحر پھونکنا جانتی ہیں۔ پہلی ہی ملاقات میں نادیدہ زنجیریں پہنا کر اپنا اسیر بنا لیتی ہیں۔''

اور یہی ہو رہا تھا۔ اگرچہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس حسینہ کو اسیر کر رہا تھا لیکن خود اس کے زیرِ اثر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کا نام معلوم کر چکا تھا پھر بھی انجان بن کر بولا۔ ''میں نے اپنا نام بتایا ہے۔ کیا تم اپنا نام نہیں بتاؤ گی؟''

وہ بولی۔ ''میرا نام فہمیدہ ہے۔ میرے پاپا بہت بڑے بزنس مین ہیں۔ ان کی اولادیں مر چکی ہیں۔ انہوں نے مجھے بیٹی بنایا ہے۔ کیا تم بھی بزنس مین ہو؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''مجھے تاریخ کے شعبے سے دلچسپی ہے۔ میں یہاں بادشاہی مسجد' شاہی قلعہ اور مقبرہ جہانگیر وغیرہ پر کچھ ریسرچ کرنے آیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں' تم میری گائیڈ بن جاؤ اور ایسے تمام تاریخی مقامات کی مجھے سیر کراؤ۔''

''تم ہمارے مہمان ہو۔ میں بخوشی تمہیں ایسی تمام جگہوں کی سیر کراؤں گی لیکن پہلے اپنے پاپا سے اجازت لوں گی۔ ان کی اجازت کے بغیر میں کوئی کام نہیں کرتی۔''

اس نے پوچھا۔ ''تمہارے پاپا کا نام کیا ہے؟''

وہ بڑے فخر سے سینہ تان کر بولی۔ ''فرہاد...!''

نائب ایشورارا جمال احمد کو زبردست ذہنی جھٹکا پہنچا۔ وہ ایکدم سے چکرا کر رہ گیا۔ ایک لمحے کے لیے یوں لگا جیسے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ہے اور میں اس اندھیرے میں اس کی گردن دبوچنے آگیا ہوں۔ اس کے ہاتھ سے چمچ اور فورک چھوٹ گیا۔

فہمی نے تعجب سے پوچھا۔ ''کیا ہوا...؟''

وہ سنبھلتے ہوئے بولا۔ ''کچھ نہیں وہ... میں باتوں میں اُلجھا ہوا ہوں۔ اب تک تم سے کچھ کھانے کے لیے نہیں کہا۔ مجھے بتاؤ' کیا کھانا پسند کرو گی؟''

''کچھ نہیں۔ میں گھر جا کر پاپا کے ساتھ لنچ کروں گی۔ ابھی یہاں صرف کافی پینے آئی تھی۔''

اس نے ویٹر کو بلا کر کافی کا آرڈر دیا۔ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ ''کیا میں فرہاد علی تیمور کی بیٹی کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہوں؟'' سیارے سے آنے والوں کو ہماری تمام ہسٹری معلوم تھی۔ وہ میرے متعلق سوچنے لگا۔ ''میں نے فرہاد کا جو ریکارڈ پڑھا ہے۔ اس کے مطابق اس کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بیٹی کا نام اعلیٰ بی بی عرف عالی ہے مگر یہ تو اپنا نام

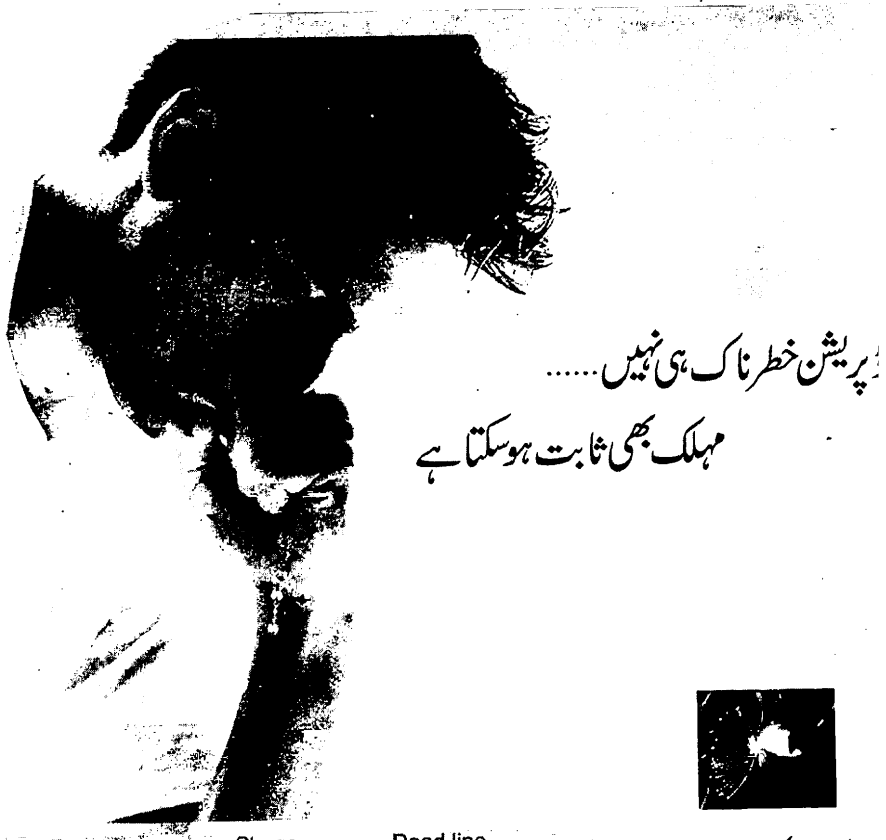

لیکان

مایوسی اور اداسی سے نجات

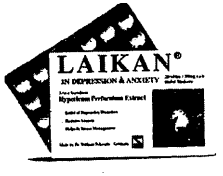

ڈیپریشن (یاسیت) ایک نفسیاتی مسئلہ ہے جس میں کوئی بھی عام فرد کسی نہ کسی درجہ مبتلا رہتا ہے ہمارے ہاں اسے عموماً سے بیماری نہیں سمجھا جاتا۔ اس کی مختلف علامتیں ہیں مثلاً ذہن ہر وقت تناؤ کا شکار رہتا ہے کوئی انجانا خوف یا پریشانی سوار رہتی ہے جس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں ہوتی، مزاج میں اداسی، کام میں دل کا نہ لگنا، طبیعت میں چڑچڑاپن، نقصان کا اندیشہ یا موت کا خوف اس کی اہم علامات ہیں۔ لیکان ڈیپریشن سے متعلق مسائل کا بہترین حل ہے۔ لیکان دنیا کی مشہور ہربل دوا St! Jhon's Wort (Hypericum perforatum) سے حاصل شدہ جز ہے جو بہترین نتائج کے ساتھ ساتھ نہ صرف مضر اثرات سے محفوظ ہے بلکہ صحت یابی کے بعد مریض اس کا عادی نہیں ہوتا۔

AVAILABLE AT ALL LEADING MEDICAL & HOMEOPATHIC STORE

Dr. Hamid General Homoeo (Pvt.) Ltd.

KARACHI: Tel: 2602754, 2241806 LAHORE: Tel: 6304657, 6363664

A researched product o

Dr. Willmar Schwabe, Germ

فہمیدہ عرف فہمی بتا رہی ہے۔'' وہ چور نظروں سے فہمی کو دیکھ کر سوچ رہا تھا۔ دل کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی۔ پتا نہیں کیوں' اس کے لیے دیوانگی بڑھتی جا رہی تھی؟

وہ یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اپنی موت کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔ دماغ کہہ رہا تھا کہ اسے فوراً وہاں سے اٹھ کر جانا چاہیے۔ اس ہوٹل کو چھوڑ دینا چاہیے بلکہ اس شہر سے کہیں دوسری جگہ چلے جانا چاہیے۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ عشق سچا ہو تو پھر پیش آنے والے خطرات اپنی اہمیت کھو دیتے ہیں۔ کانٹوں پر چلنا بہت اچھا لگتا ہے۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ فہمی سے دور نہیں جا سکے گا۔ اس کے قریب رہنے کا کوئی تو بہانہ ڈھونڈنا ہی ہوگا۔

اسے خیال آیا۔ ''ابھی تھوڑی دیر پہلے فہمی نے کہا تھا کہ اس کے پاپا کی تمام اولادیں مر چکی ہیں اور انہوں نے اسے اپنی بیٹی بنایا ہے ...'' یہ باتیں یاد آئیں تو اس کے اندر ایک نیا حوصلہ پیدا ہوا۔ وہ میرا موجودہ ریکارڈ جانتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ میری تمام اولادیں زندہ ہیں جبکہ فہمی کے بیان کے مطابق میری تمام اولادیں مر چکی تھیں اور میں نے اسے بیٹی بنایا تھا۔

تب اس کے ذہن میں یہ بات آئی۔ ''فرہاد نام کے بہت سے لوگ ہو سکتے ہیں۔ مجھے اس کا پورا نام معلوم کرنا چاہیے۔''

فہمی کی کافی آ گئی تھی۔ وہ پیالی اٹھا کر کافی کی چسکی لے رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''تمہارے پاپا کا پورا نام کیا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''فرہاد انور شاہ ...ان کا بزنس یورپ تک پھیلا ہوا ہے۔''

اس نے بات بناتے ہوئے کہا۔ ''مجھے ایسا لگتا ہے' جیسے یہ نام سن چکا ہوں۔''

وہ پرس کھولتے ہوئے بولی۔ ''ان کی ایک تصویر میرے پاس رکھی ہے۔ ذرا دیکھو! میرے پاپا اس عمر میں بھی کتنے ہینڈسم اور اسمارٹ ہیں۔''

اس نے فوراً ہی تصویر دیکھی تو پھر ایک بار ذہن کو جھٹکا سا پہنچا۔ ٹھیک اسی صورت شکل کے ساتھ میری پوری ہسٹری اس کی غیر معمولی مشین میں فیڈ کی گئی تھی۔ وہ اندر ہی اندر جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

فہمی نے کہا۔ ''تم کچھ پریشان ہو کر میرے پاپا کو دیکھ رہے ہو؟''

اس نے چونک کر سر اٹھایا پھر جلدی سے کہا۔ ''نہیں، دراصل میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میری یادداشت اتنی کمزور کیوں ہو گئی ہے؟ تمہارے پاپا واقعی خوبرو اور اسمارٹ ہیں۔''

وہ اس سے میری تصویر لیتے ہوئے بولی۔ ''میرے پاپا ساری دنیا میں بس ایک ہی ہیں۔ ان کے جیسا نہ کوئی ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔''

وہ اندر سے ڈوب رہا تھا۔ اوپر سے ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''بے شک، تم بہت خوش نصیب ہو۔ اتنے بڑے باپ کی بیٹی ہو جس کی مثال ساری دنیا میں نہ ملتی ہے' نہ ملے گی۔''

وہ میری تعریفیں سن کر خوش ہو رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں اپنے پاپا سے تمہیں ضرور ملاؤں گی۔''

وہ گھبرا کر بولا۔ ''نن ...نہیں ...میرا مطلب ہے' ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ پہلے ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ تم مجھے اچھی طرح پرکھ لو۔ جب تمہارا دل یہ کہے کہ میں تمہارے قابل ہوں اور تمہارے پاپا سے مل سکتا ہوں تب ان سے ضرور ملاقات کروں گا۔''

اس نے کافی کا آخری گھونٹ پینے کے بعد کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ اب میں چلتی ہوں۔ تم نے کہا تھا' مجھے گائیڈ بن کر تمہیں تاریخی مقامات کی سیر کرانی چاہیے۔ کیا آج شام چلو گے؟''

ابھی وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آئندہ اسے کیا کرنا چاہیے؟

اس نے پوچھا۔ ''کیا سوچ رہے ہو؟''

''میں سوچ رہا تھا' شام کو میری مصروفیات کیا ہیں؟ ایسا کرو، اپنا فون نمبر دو۔ میں تم سے بعد میں رابطہ کروں گا۔''

دونوں نے فون نمبرز کا تبادلہ کیا پھر وہ فہمی کے ساتھ باہر آ گیا۔ جب وہ اپنی کار میں نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ اپنے کمرے میں آ گیا۔ ایسے وقت تربالا ہاتھ میں بریف کیس نما مشین اٹھائے ہوئے آیا۔ اسے نائب ایشورارا کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔ ''گریٹ ایشورارا نے حکم دیا ہے کہ میں اپنی مشین تمہارے حوالے کر دوں۔ بارہ گھنٹے بعد مجھے دوسری مشین مل جائے گی۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''زبردست ... مجھے اس کی سخت ضرورت تھی۔ اس کے بغیر میں خود کو خالی محسوس کر رہا تھا۔ تھینکس اے لاٹ ...کیا پیو گے؟''

اس نے کہا۔ ''شکریہ ...گریٹ ایشورارا کا حکم ہے' ہم

جیسے اہم افراد کو زیادہ دیر ایک جگہ نہیں رہنا چاہیے۔''

وہ دوسری کوئی بات کیے بغیر چلا گیا۔ نہ اس نے یہ بتایا کہ کہاں سے آیا تھا اور نہ ہی یہ بتایا کہ اب کہاں جانے والا ہے؟ اس کے جاتے ہی نائب ایشورارا نے دروازے کو اندر سے بند کر کے غیر معمولی مشین کو آن کر کے میرے کوڈ نمبرز پنچ کیے تو اسکرین پر میری تصویر دکھائی دینے لگی۔ وہ ایک ساکت تصویر تھی۔ میں اسکرین پر اس لیے متحرک نہیں تھا کہ فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے گم ہو چکا تھا۔ سیارے والوں کی کوئی مشین میری موجودہ زندگی کو پنچ نہیں کر سکتی تھی اور نہ ہی میرے موجودہ حالات معلوم کر سکتی تھی۔

اسکرین پر میری تصویر کے ساتھ تحریری معلومات اُبھر رہی تھیں۔ ''فرہاد علی تیمور کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔ وہ اس دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مر چکا ہے۔''

پھر اس نے فہمیدہ عرف فہمی کا نام اس مشین میں پنچ کیا۔ ایسے وقت مشین کے آڈیو سسٹم سے اس کی آواز سنائی دی۔ وہ فون پر مجھ سے پوچھ رہی تھی۔ ''ہیلو پاپا! کیا آپ گھر پر ہیں؟''

نائب ایشورارا جمال احمد نے اس کے ذریعے میری آواز سنی۔ ''بیٹی ...! میں اس وقت ہیڈ آفس میں ہوں۔ مجھے یاد ہے' آج تم میرے ساتھ لنچ کرنا چاہتی ہو۔ میں ایک گھنٹے کے اندر گھر پہنچ جاؤں گا۔''

جمال احمد ہماری باتیں سن رہا تھا اور مشین کو آپریٹ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''فہمیدہ عرف فہمی اور فرہاد انور شاہ کی آواز کے حوالے سے ان کی متحرک تصاویر پیش کی جائیں۔''

اس وقت فہمی کہہ رہی تھی۔ ''پاپا! میں راستے میں ہوں۔ کیا ہیڈ آفس چلی آؤں؟''

میں نے کہا۔ ''اگر یہ تمہارے لیے ایزی ہے تو چلی آؤ۔ ہم ساتھ گھر جائیں گے۔''

ایسے ہی وقت میں اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔ اپنے ہیڈ آفس میں بیٹھا فون پر بول رہا تھا پھر فہمی دکھائی دی۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی فون کان سے لگائے کہہ رہی تھی۔ ''آل رائٹ پاپا! میں ابھی پہنچ رہی ہوں۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ جمال احمد مجھے اسکرین پر دیکھنے لگا۔ اس وقت میرے سامنے ایک کلائنٹ بیٹھا تھا اور میں اس سے کاروباری گفتگو کر رہا تھا۔ میرے ریکارڈ میں یہ کہیں درج نہیں تھا کہ میں ایک بزنس مین ہوں۔ میں عارضی طور پر بھی کبھی کسی بزنس میں ملوث نہیں رہا اور نہ ہی ایسی بزنس ڈیلنگ جانتا تھا۔ جیسی کہ اس وقت میری باتوں سے ظاہر ہو رہی تھی۔ میں اپنے سامنے بیٹھے ہوئے کلائنٹ سے بہت ہی ٹھوس اور مدلل انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔

یوں جمال احمد کے اندر حوصلہ اور امید پیدا ہو رہی تھی کہ وہ فہمی سے محبت کر کے کسی خطرے سے دوچار نہیں ہوگا۔ اس نے سوچا۔ ''یہ فرہاد علی تیمور نہیں ...فرہاد انور شاہ ہے۔ نہ ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا' نہ ہی اسے یوگا میں مہارت حاصل ہوگی۔ میں اس کے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھ کر پوری طرح مطمئن ہو سکتا ہوں۔''

مگر وہ تذبذب کا شکار تھا۔ یہ اندیشہ بھی تھا کہ میرے دماغ میں آئے گا تو میں کہیں پلٹ کر اسے اپنی گرفت میں نہ لے لوں۔ اس کی اصلیت کو نہ پہچان لوں کہ وہ سیارے سے آنے والا شخص ہے۔ پھر اس نے سوچا کہ میں اپنی سوچ کا لب و لہجہ بدل کر اس کے اندر جاؤں گا۔ بس تھوڑے سے خیالات پڑھوں گا پھر خطرہ محسوس کرتے ہی واپس چلا آؤں گا۔

فہمی رہ رہ کر اسے تصور میں دکھائی دے رہی تھی۔ دل بے اختیار اس کی سمت کھنچا جا رہا تھا۔ آخر اس نے حوصلہ کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا میرے اندر پہنچ گیا پھر پہنچتے ہی اطمینان کی سانس لی۔ کیونکہ میں نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ میری حیثیت فرہاد علی تیمور کی نہیں تھی۔ میں تو ایک سیدھا سادہ سا بزنس مین فرہاد انور شاہ تھا۔

میں نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں تھا۔ سانس نہیں روکی تھی۔ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ میں نے کبھی یوگا کی مشقیں نہیں کیں۔ میرے چور خیالات کہہ رہے تھے' میں خیال خوانی کی دنیا سے دور رہنے والا محض ایک بزنس مین ہوں۔ اسے پورا یقین ہو گیا کہ میں ایک بے ضرر بزنس مین فرہاد انور شاہ ہوں اور میری ذات سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

تب اس نے فون کے ذریعے فہمی سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''تم سے پہلی ملاقات ہوئی اور یہ ملاقات بہت مختصر سی رہی۔ میں تمہیں مس کر رہا ہوں۔ کیا آج شام چار بجے شاہی قلعے کی سیر کراؤ گی؟''

وہ بولی۔ ''ہاں کیوں نہیں، میں چار بجے سے پہلے ہی تمہیں ہوٹل سے پک کر لوں گی۔ ابھی فون پر زیادہ بات نہیں کر سکتی۔ اس وقت اپنے پاپا کے پاس جا رہی ہوں۔ او کے بائی .....'' اس نے رابطہ ختم کر دیا۔

اس نے بھی فون بند کردیا لیکن اسکرین پر بڑی لگن سے اسے دیکھتا رہا۔ عشق کی آگ میں جلنے والے جانتے ہیں کہ یہ آگ کس طرح جلاتی ہے؟ وہ اب پوری سچائی سے اسے حاصل کرلینا چاہتا تھا۔ ان لمحات میں اس نے فیصلہ کیا کہ آئندہ گریٹ ایشورارا اسے سیارے میں واپس بلائے گا تو وہ اپنی فہمی کو چھوڑ کر بھی نہیں جائے گا۔

عشق کی یہی پہچان ہے' وہ عاشق کو ساری دنیا سے باغی بنا کر اسے اپنے در پر جھکاتا ہے۔

☆☆☆

چار یار سونیا تک پہنچنے کا عزم کر چکے تھے اور اس کا پتا بابا صاحب کے ادارے سے ہی مل سکتا تھا۔ اسٹین روبن نے نجے خان سے کہا۔ ''تم باپ کے حوالے سے مسلمان ہو۔ اس لیے تم بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرو گے تاکہ ہمیں سونیا کا کچھ پتا ٹھکانا معلوم ہوسکے۔ اگر وہ ملاقات نہ کرنا چاہے تو کم از کم اس کا ٹیلی فون نمبر ہی معلوم ہوجائے۔''

باقی دو ساتھیوں نے بھی اس کی تائید کی۔ نجے خان نے فون کے ذریعے ادارے کے انچارج کو مخاطب کیا۔ اپنا نام اور مختصر سا تعارف پیش کرنے کے بعد کہا۔ ''ہم میڈم سونیا سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ ملاقات کے لیے ہمیں وقت دے سکتی ہیں؟''

انچارج نے کہا۔ ''میڈم بہت مصروف ہیں۔ ملاقات نہیں کرسکیں گی۔ فون پر باتیں ہوسکتی ہیں۔ آپ نمبر نوٹ کریں مگر پلیز، طویل گفتگو میں وقت ضائع نہ کریں۔''

نجے خان نے فون نمبر نوٹ کیا۔ ان کے ایک ساتھی جوزف ہارڈی نے اپنے فون پر نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر سونیا کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو کون...؟''

ہارڈی نے پوچھا۔ ''کیا آپ میڈم سونیا بول رہی ہیں؟''

سونیا نے جواب دیا۔ ''ہاں، میں بول رہی ہوں۔ تم کون ہو؟ مجھ سے رابطہ کیوں کیا ہے؟''

''میڈم...! ہم نے ایک حیرت انگیز مشین ایجاد کی ہے۔ یہ ایک فور کاسٹ کرنے والی مشین ہے۔ آنے والے ہر دن اور ہر لمحے کی سچی پیش گوئی کرتی ہے۔ اگر آپ ہمیں تھوڑا سا وقت دیں تو ہم اس مشین کی کارکردگی آپ کو دکھائیں گے۔ اس کے بعد اپنا مقصد بیان کریں گے کہ ہم آپ کی اور فرہاد صاحب کی سرپرستی کیوں چاہتے ہیں؟''

سونیا نے کہا۔ ''فون بند کرو۔ میں ابھی کال بیک کروں گی۔''

رابطہ ختم ہوگیا۔ سونیا اپنی غیر معمولی مشین کے سامنے بیٹھی تھی اور ہارڈی کی آواز کو اپنی مشین میں فیڈ کرچکی تھی۔ اب اسے آپریٹ کرتے ہوئے مشین سے پوچھ رہی تھی۔ ''اس آواز کو کیچ کرکے بتایا جائے کہ کس ملک' کس شہر اور کس عمارت کی چار دیواری سے فون کیا گیا ہے؟''

تھوڑی دیر بعد ہی اسکرین پر ایک شہر کا نقشہ اُبھرا۔ اس کے نیچے لکھا ہوا تھا۔ ''یہ انڈیا کا ایک شہر بیکانیر ہے۔''

اب اسکرین پر ایک خوبصورت سا بنگلا دکھائی دے رہا تھا۔ ایک تحریر اُبھر رہی تھی۔ ''اس عمارت کی چار دیواری سے فون کیا گیا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''فون کرنے والے کو اس کی آواز کے ذریعے کیچ کیا جائے اور اسکرین پر پیش کیا جائے۔''

چند سیکنڈ بعد ہی جوزف ہارڈی اسکرین پر دکھائی دیا۔ اس کے پاس اس کے تین ساتھی سراج سکسینا' نجے خان اور اسٹین روبن بھی بیٹھے نظر آرہے تھے۔ ان کے سامنے دیوار پر ایک چار فٹ چوڑی اور چھ فٹ لمبی ٹی وی اسکرین تھی۔ اس کے آگے کتنے ہی آلات بکھرے ہوئے تھے۔ سونیا نے فوراً پہچان لیا کہ جس مشین کا ذکر کیا گیا ہے' یہ وہی ہے اور ان آلات کے ذریعے اس مشین کو آپریٹ کیا جاتا ہے۔

وہ چاروں آپس میں باتیں کررہے تھے۔ ایک نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میڈم نے وعدہ کیا ہے تو وہ ضرور کال بیک کریں گی۔''

نجے خان نے کہا۔ ''خدا کرے میڈم کا تعاون ہمیں حاصل ہوجائے پھر تو ہم فرہاد صاحب تک بھی پہنچ جائیں گے۔''

سونیا نے مشین کے ذریعے الپا کو دیکھا پھر اس سے کہا۔ ''مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ ابھی میرے پاس آؤ اور کبریا کو ساتھ لے آؤ۔''

وہ چند سیکنڈ کے اندر ہی اس کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے کہا۔ ''میں مشین کی اسکرین پر ان چار افراد کو دیکھ رہی ہوں۔ جنہوں نے ایک حیرت انگیز فور کاسٹ کرنے والی مشین ایجاد کی ہے۔ میں ان سے باتیں کروں گی۔ اس دوران تم دونوں ان چاروں کے خیالات پڑھتے رہو اور ان کی اصلیت معلوم کرو۔''

سونیا نے انہیں ہدایت دینے کے بعد فون کے ذریعے جوزف ہارڈی سے رابطہ کیا۔ ''میں سونیا بول رہی ہوں۔ اپنی مشین کو آپریٹ کرو۔ میں اس کی کارکردگی دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''میڈم! جب تک آپ یہاں نہیں آئیں گی' اس مشین کو دیکھیں گی نہیں تب تک اس کے فنکشن کو کیسے سمجھ پائیں گی؟''

وہ بولی۔ ''میں کہیں بھی بیٹھ کر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کسی کو بھی دیکھ سکتی ہوں۔ تمہیں بھی دیکھ رہی ہوں۔ اس وقت تم تنہا نہیں ہو' تمہارے ساتھ تین ساتھی ہیں۔ ان میں سے دو مشین کے آلات کا معائنہ کررہے ہیں۔ ایک تمہارے دائیں طرف بیٹھا ہے اور تم اس وقت حیرانی سے سر کھجاتے ہوئے میرے متعلق سوچ رہے ہو۔''

ہارڈی نے شدید حیرانی سے کہا۔ ''یس میڈم! آپ دُرست فرمارہی ہیں۔ ہم حیران ہیں' آپ ہمیں کیسے دیکھ رہی ہیں؟ کہاں سے دیکھ رہی ہیں؟ کیا ہمارے قریب ہیں؟''

''میں تم لوگوں سے ہزاروں میل دور ہوں۔ تم نے ایک حیرت انگیز مشین ایجاد کی ہے اور میرے پاس بھی ایک حیرت انگیز مشین ہے۔ تم اپنی مشین کے ذریعے مستقبل میں پیش آنے والے حالات معلوم کرتے ہو۔ میں اپنے مطلوبہ افراد کے موجودہ حالات اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہوں اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتی ہوں۔''

''مائی گاڈ! آپ واقعی حیران کردینے والی خاتون ہیں۔''

''حیران ہونے میں وقت ضائع نہ کرو۔ فون بند کرو۔ فون کے بغیر میری آواز سن سکو گے اور میں تم چاروں کی آوازیں سنوں گی۔''

وہ فون بند کرکے دیوار پر لگی ہوئی بڑی سی اسکرین کے سامنے آگیا پھر اس کے آگے پھیلے ہوئے آلات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ''ہم ان آلات کے ذریعے اس مشین کو آپریٹ کرتے ہیں۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''مطلوبہ شخص کے مستقبل کے حالات کس طرح معلوم کرتے ہو؟''

''پہلے اس کا نام اور اس کی تصویر اس مشین میں فیڈ کرتے ہیں۔ ہم نے سب سے پہلے خود پر اس مشین کو آزمایا تھا۔ ہم چاروں ساتھیوں نے اپنے نام اور تصویریں اس میں فیڈ کی تھیں۔ اب ہمیں ہر روز ہر آنے والے ایک ایک پل کی رپورٹ ملتی ہے کہ آئندہ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

سونیا نے پوچھا۔ ''اس رپورٹ میں کتنی سچائی ہوتی ہے؟ پیش گوئی کس حد تک دُرست ہوتی ہے؟''

''آپ یقین کریں' اس کی پیش گوئی سو فیصد دُرست ہوتی ہے۔''

نجے خان نے کہا۔ ''مجھے ایک زبردست حادثہ پیش آنے والا تھا جس کے نتیجے میں میری موت ہوجاتی لیکن معلوم کرنے پر اس مشین نے پیش گوئی کی اور میں نے حفاظتی اقدامات کے ذریعے خود کو مرنے سے بچالیا۔''

اسٹین روبن نے کہا۔ ''ہم نے نجے خان کو اس روز گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنے نہیں دیا۔ اس حادثے کو اور اس کی موت کو ٹال دیا۔''

اس دوران الپا اور کبریا ان کے چور خیالات بڑی حد تک پڑھ چکے تھے اور سونیا سے کہہ رہے تھے۔ ''یہ بالکل دُرست کہہ رہے ہیں۔ ان کے اندر جھوٹ' فریب، کوئی کینہ کپٹ نہیں ہے۔ یہ نیک مقاصد کے حصول کے لیے آپ کی سرپرستی چاہتے ہیں۔''

سونیا نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''کیا اس طرح تم لوگ تقدیر کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے خدائی دعویٰ نہیں کررہے ہو؟''

سراج سکسینا نے کہا۔ ''ہرگز نہیں۔ قدرت کی منشا ضرور پوری ہوتی ہے۔ جیسا کہ طبعی موت اٹل ہے۔ ہم میں سے کوئی اسے روک نہیں سکتا لیکن وہ موت جو ایک انسان کو دوسرے انسان کے ذریعے ملتی ہے۔ اسے ہم روک سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف جو سازشیں ہوتی ہیں' ان کا علم ہمیں اس فور کاسٹ مشین کے ذریعے ہوجاتا ہے۔ ہم ان سازشوں کو روک سکتے ہیں اور سازشیں کرنے والوں کو بے نقاب کرسکتے ہیں۔''

اسٹین روبن نے کہا۔ ''اس کائنات میں ایک بہت بڑی ناقابلِ تسخیر نادیدہ قوت ہے۔ خدا' بھگوان یا گاڈ.... اسے جو بھی نام دے دو' ہم اس قوت کو چیلنج نہیں کررہے ہیں۔''

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''میڈم! آپ ذرا غور فرمائیں۔ ہم تو اس فور کاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے اپنی دنیا سے جرائم کو کم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہماری راہ نمائی کریں۔ ہم سب آپ کی اور فرہاد صاحب کی ذہانت اور حاضر دماغی کو تسلیم کرتے ہیں۔ آپ کی تدابیر ہماری قوت بڑھا سکیں گی۔''

سونیا نے قائل ہوکر کہا۔ ''بے شک، تمہارے ارادے نیک ہیں اور میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ کیا تم لوگوں نے اس سلسلے میں فرہاد سے رابطہ کیا ہے؟''

''ہم انہیں تلاش کرلیا ہے۔ پاکستان کے شہر لاہور میں زیبی نامی ایک بوڑھی عورت ہے۔ وہ فرہاد صاحب کی

دیوانی ہے۔ پچھلے پچاس برس سے ان کا انتظار کر رہی ہے۔ سراج سکسینا اتفاقاً اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس کے ذریعے پتا چلا کہ فرہاد علی تیمور نے شاہدرہ کے علاقے میں ایک مکان خریدا ہے۔''

یہ سن کر سونیا کا دل دھڑکنے لگا۔ اس نے جلدی سے پوچھا۔ ''کیا خیال خوانی کے ذریعے فرہاد سے رابطہ ہوا تھا؟''

سراج نے کہا۔ ''اس مکان کو جس نے خریدا ہے' اس کا نام فرہاد علی تیمور نہیں بلکہ فرہاد انور شاہ ہے۔ وہ وہاں کا ایک بہت بڑا بزنس مین ہے۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''کیا تم نے اس کے چور خیالات اچھی طرح پڑھے تھے؟''

''میں نے اس کے چور خیالات کو پوری طرح کھنگال ڈالا تھا۔ وہ نہ تو یوگا کا ماہر ہے' نہ نیلی پیتھی جانتا ہے۔''

سونیا نے سراج سے کہا۔ ''تم ابھی اس کے دماغ میں جاؤ۔ میرے نیلی پیتھی جاننے والے بھی تمہارے ذریعے اس کے اندر پہنچیں گے۔ میں اپنی تسلی کرنا چاہتی ہوں۔''

الپا اور کبریا دونوں ہی سراج کے اندر آئے۔ وہ ان کے ساتھ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا میرے اندر پہنچ گیا۔ اس وقت میں اپنی کوٹھی کے ڈائننگ روم میں نہی کے ساتھ لنچ میں مصروف تھا۔ اس سے پوچھ رہا تھا۔ ''تمہارا آج شام کا پروگرام کیا ہے؟''

اس کے جواب دینے سے پہلے فون کا بزر بولنے لگا۔ میں اسے اٹینڈ کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی نہی نے اٹھا کر نمبر پڑھتے ہوئے کہا۔ ''ہیڈ آفس سے آپ کی پی اے ندا کال کر رہی ہے۔ یقیناً یہ بزنس کال ہے۔''

میں نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ ''لاؤ مجھے دو۔''

وہ ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے بولی۔ ''نہیں۔ آپ نے پرامس کیا ہے' لنچ کے وقت کوئی کاروباری بات نہیں کریں گے۔ یہ وقت صرف میرے لیے ہے۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ اس سے کہہ دو' لنچ کے بعد کال کرے۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''مگر پاپا یہ تو میری ممی بننے والی ہیں۔ ہوسکتا ہے' کوئی پرسنل بات کرنا چاہتی ہوں۔ میں بات کرتی ہوں۔''

اس نے فون کا بٹن دبا کر کان سے لگایا پھر کہا۔ ''ہیلو مائی وڈوڈلی مام! آپ میرے پاپا کے ساتھ پوری زندگی کیسے گزاریں گی؟ جبکہ انہیں سکون سے لنچ کرنے نہیں دیتی ہیں۔ سچ سچ بتائیں' کیا یہ بزنس کال ہے؟''

دوسری طرف سے ندا نے کہا۔ ''نہیں۔ میری دادی اماں! تم نے اپنے پاپا پر بڑا سخت پہرا بٹھا رکھا ہے۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ وقت پر لنچ کر رہے ہیں یا نہیں۔ اگر تمہارے ساتھ ہیں تو پھر میں مطمئن ہوں۔''

نہی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اب زیادہ باتیں نہ بنائیں۔ دل میں تو کھد بد ہو رہی ہوگی۔ پاپا سے بات کیے بغیر یہ فون بند ہو جائے گا تو آپ بھی لنچ نہیں کریں گی اور میں آپ کو بھوکا نہیں رکھنا چاہتی۔ یہ لیں.. باتیں کریں۔''

میں نے فون لے کر کان سے لگایا پھر ہنستے ہوئے کہا۔ ''میری کوٹھی میں دُلہن بن کر آنے سے پہلے سنبھل جاؤ۔ تم مجھے بزنس کے معاملات میں اُلجھانا چاہو گی اور یہ مجھے اُلجھنے نہیں دے گی۔''

ندا نے کہا۔ ''اس کا ایک ہی راستہ ہے' اس کی جلدی شادی کریں اور سسرال بھیج دیں۔''

میں نے نہی کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ تو کبھی ہو نہیں سکتا۔ یہ شادی کے بعد بھی میرے ساتھ ہی رہے گی۔ جو بھی داماد دینے گا' میں اسے اپنے گھر میں رکھوں گا۔''

ان تینوں کے درمیان بہت ہی گھریلو باتیں ہو رہی تھیں۔ ادھر الپا اور کبریا چپ چاپ میرے چور خیالات پڑھ رہے تھے پھر انہوں نے سونیا کے پاس آکر کہا۔ ''نو مما! وہ ہمارے پاپا نہیں ہیں۔''

وہ سب مجھے تلاش کر رہے تھے اور میں ان کی نظروں میں نہیں آ رہا تھا۔ اس کے باوجود سونیا مایوس نہیں تھی۔ وہ دل سے چاہتی تھی کہ میری اور اس کی ملاقات نہ ہو۔ حضرت بابا فرید واسطی کی پیش گوئی کے مطابق وہ ہماری آخری ملاقات ثابت ہوتی لہٰذا وہ مطمئن تھی کہ میں جہاں بھی ہوں، سلامتی سے ہوں۔

پھر بھی یہ بات اٹل تھی کہ زندگی کے کسی موڑ پر کبھی نہ کبھی زندگی ہمارا سامنا ہوگا۔ پتا نہیں کب اور کہاں؟

سونیا نے چار یار سے کہا۔ ''میں اپنے مستقبل کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔ میرے بہت سے مخالفین ہیں۔ میں جاننا چاہوں گی کہ وہ کس طرح میرے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اور آئندہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''پلیز۔ آپ اپنی تصویر بھیج دیں۔ ہم ابھی اسی اسکرین پر بہت کچھ دکھا دیں گے۔ آپ اپنے ساتھ پیش آنے والے حالات کو واضح طور پر دیکھتی رہیں گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''اپنی مشین آن رکھو۔ میں اپنی مشین

کے ذریعے ابھی تصویر ٹرانسفر..... کرتی ہوں۔''

اس نے ایک منٹ کے اندر ہی اپنی تصویر ان کے پاس پہنچا دی۔ وہ اپنی اسکرین پر پیش آنے والے لمحات سے اسے منسلک کرنے لگے۔ اسکرین پر اس روز کی تاریخ مہینا اور سال درج تھا۔ وقت دس بج کر دس منٹ لکھا ہوا تھا۔

سراج نے کہا۔ ''میڈم! ابھی نو بج کر دس منٹ ہوئے ہیں۔ یہ ایک گھنٹے بعد کا وقت ہے۔ ابھی آپ اسکرین پر دیکھیں گی کہ اب سے ایک گھنٹے بعد والا آپ وقت کیسے گزرے گا؟''

ان میں سے ایک نے مشین آپریٹ کی۔ اب اسکرین پر گیارہ بجے کا وقت دکھائی دیا۔ سونیا اپنے بیڈ روم میں دکھائی دے رہی تھی۔ الپا سے خیال خوانی کے ذریعے کہہ رہی تھی۔ ''میں غسل کرنے جا رہی ہوں۔ ایک گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ کرو۔''

وہ باتھ روم کی طرف جانے لگی۔ اسٹین رو بن نے مشین کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا۔ ''میڈم! کیونکہ آپ غسل کرنے جا رہی ہیں لہٰذا ہم پھر وقت کی چھلانگ لگاتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہیں کہ دو گھنٹے بعد آئندہ آپ کس طرح وقت گزارنے والی ہیں؟''

فوراً کاسٹ کرنے والی اسکرین پر سونیا نے خود کو ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر دیکھا۔ وہ کہیں جا رہی تھی۔ ان دنوں وہ تائیوان کے ایک شہر تے پی میں تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے الپا کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''آپ ٹریولنگ ایجنسی کے کاؤنٹر پر پہنچیں گی تو ٹکٹ مل جائے گا۔ بنکاک کی فلائٹ ٹھیک دو بجے یہاں سے روانہ ہوگی۔''

سونیا حیرانی سے خود کو ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر الپا سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس نے چار یار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ کیسے ہوسکتا ہے' میں اچانک بنکاک کیوں جا رہی ہوں؟ جب کہ میرا تائیوان سے باہر جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔''

جوزف نے کہا۔ ''ہم کیا کہہ سکتے ہیں میڈم! آج آپ جن حالات سے گزرنے والی ہیں' یہ فوراً کاسٹ کرنے والی مشین وہی حالات آپ کو دکھا رہی ہے۔''

سنجے خان نے کہا۔ ''یہ جو کچھ آپ دیکھ رہی ہیں' ایسا ضرور ہوگا۔''

سونیا نے کہا۔ ''مگر مجھے معلوم تو ہونا چاہیے' میں اچانک بنکاک کیوں جانے والی ہوں؟''

''یہ تو ہم نہیں جانتے میڈم الپا آپ کے دماغ میں کہہ رہی تھیں کہ ٹریولنگ ایجنسی کے کاؤنٹر پر آپ کو فلائٹ کا ٹکٹ مل جائے گا لہٰذا وہ میڈم جانتی ہوں گی۔ آپ ان سے دریافت کریں۔''

سونیا نے فوراً ہی فون کے ذریعے الپا کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ''فوراً میرے اندر آؤ۔''

وہ پلک جھپکتے ہی وہاں آکر بولی۔ ''یس مما! کیا بات ہے؟''

''کیا آج مجھے دو بجے کی فلائٹ سے بنکاک جانا ہے؟ کیا تم نے میرے لیے کوئی ٹکٹ او کے کرایا ہے؟''

الپا نے حیرانی سے کہا۔ ''نو مما! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔''

جوزف نے کہا۔ ''میڈم! اگر میڈم الپا نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے تو آئندہ دو گھنٹے کے اندر ایسا ہی کرنے والی ہیں۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔''

سونیا نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ میں باتھ روم میں جا رہی ہوں۔ ایک گھنٹے بعد رابطہ کروں گی۔ مجھے اپنی اسکرین سے آف کر دو۔''

انہوں نے آپریٹ کیا اور سونیا کو اسکرین سے مٹا دیا۔ وہ غسل کرنے چلی گئی۔ حیرانی سے سوچتی رہی کہ اچانک بنکاک کیوں جائے گی؟ جب کہ اس کا دور دور تک ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

پھر جلد ہی معلوم ہوگیا کہ ایسا کیوں ہونے والا ہے؟ جب وہ واش روم سے باہر آئی اور ہیر ڈرائیر سے اپنے بال خشک کرنے لگی تو عالی نے خیال خوانی کے ذریعے آکر کہا۔ ''ماما! میں ابھی ایک اخبار میں پاپا کی تصویر دیکھی ہے۔''

سونیا نے چونک کر پوچھا۔ ''کیا واقعی...؟''

''ہاں، اخبار ابھی میرے سامنے ہے۔ اگر چہ یہ تصویر پاپا سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ آنکھیں تو بالکل انہی جیسی ہیں۔''

''کیا تم نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا تھا؟''

''ہاں، میں نے اس تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر دماغ میں پہنچنا چاہا تو انہوں نے فوراً ہی سانس روک لی۔''

''اس اخبار میں ان کے متعلق کیا لکھا ہوا ہے؟''

''اخبار میں لکھا ہے کہ یہ بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ ہمیشہ گوشہ نشین رہتے ہیں۔ صرف صبح سورج نکلنے سے پہلے ایک گھنٹے کے لیے اور شام کو سورج ڈوبنے کے بعد ایک گھنٹے کے لیے ضرورت مندوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ ان

کے بارے میں اگلی پچھلی باتیں بتاتے ہیں۔ کوئی بیمار آئے تو اس کا روحانی علاج کرتے ہیں۔ بیماروں کا کہنا ہے کہ جب بھی وہ بابا صاحب ان سے باتیں کرتے ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ان کی بیماری دور ہوجائے گی تو وہ اپنے ذہن کو پُرسکون محسوس کرنے لگتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ صحت مند ہوتے چلے جاتے ہیں۔''

پھر عالی نے کہا۔ ''ماما! ان باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پاپا خیال خوانی کے ذریعے ان بیماروں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کا نفسیاتی طور پر علاج کرتے ہیں؟''

''ہاں، وہ ایسا ہی کرتے ہوں گے۔''

''میں نے کئی بار ان کے اندر جانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے سانس روک لی۔''

''اخبار میں یہ تو لکھا ہوگا کہ وہ کس ملک میں ہیں؟''

''جی ہاں، وہ بنکاک میں ہیں۔''

سونیا چونکی۔ فورکاسٹ کرنے والی مشین نے پہلے ہی بتادیا تھا کہ اسے بنکاک کی طرف جانا ہے۔ اُدھر عالی کہہ رہی تھی۔ ''ماما! آپ ابھی تائیوان میں ہیں۔ وہاں سے کسی بھی فلائٹ میں ایک ڈیڑھ گھنٹے کے اندر بنکاک پہنچ سکتی ہیں۔''

وہ بولی۔ ''فوراً الپا سے کہو کہ ابھی یہاں کے کسی ٹریولنگ ایجنٹ تک پہنچے اور میرے لیے پہلی فلائٹ میں سیٹ او کے کرائے۔''

عالی نے کہا۔ ''مگر ماما! آپ نے تو فیصلہ کیا ہے کہ پاپا کے قریب نہیں جائیں گی۔''

''میں ان سے دور رہوں گی۔ اخبار میں ان کا نام تو ضرور لکھا ہوگا؟''

''ہاں، لکھا ہے۔ فاردہ اے ٹی۔''

''کیا.....؟ فرہاد کی جگہ فاردہ لکھا ہوا ہے؟''

''ہاں، پرنٹنگ کی غلطی ہوسکتی ہے۔ farhad کے بجائے یہاں لکھا ہے fardah اور ماما! اس نام کے ساتھ AT لکھا ہے۔ اے سے علی اور ٹی سے تیمور بنتا ہے۔''

اس کے دل کی دھڑکنیں کہہ رہی تھیں کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ وہ بنکاک جائے گی اور دور سے ہی سہی مجھے دیکھ تو لے گی۔ کوئی بات نہیں، وہ میرے قریب نہ آئے۔ میرے بچے تو مجھ تک پہنچ جائیں گے۔

الپا نے اس کی ہدایت مطابق خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا۔ بنکاک جانے والی دو بجے کی فلائٹ میں کوئی سیٹ خالی نہیں تھی لیکن اس نے ٹریولنگ ایجنٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر ایک سیٹ کو کینسل کرایا اور اسے سونیا کے نام سے او کے کرادیا۔ وہ حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ جو کچھ فورکاسٹ کرنے والی مشین کی اسکرین پر نظر آیا تھا، وہ سب اسی طرح پیش آرہا تھا۔

وہ ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ایرپورٹ کی طرف جارہی تھی۔ الپا اس کے اندر پہنچ کر کہہ رہی تھی۔ ''ماما! آپ ایرپورٹ پہنچ کر ٹریولنگ ایجنسی کے کاؤنٹر پر جائیں گی تو ایک ٹکٹ مل جائے گا۔''

سب کچھ ویسا ہی ہورہا تھا۔ سونیا نے اسے کہا۔ ''اب تم ان چار یار کے پاس جاؤ اور کہو کہ ان کی فورکاسٹ کرنے والی مشین نے موجودہ لمحے تک جو کچھ کہا تھا، وہ پیش آرہا ہے۔ آئندہ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ بنکاک پہنچوں گی تو وہاں فرہاد علی تیمور سے ملاقات ہوپائے گی یا نہیں...؟''

الپا نے کہا۔ ''بے شک، ہمیں اس مشین کے ذریعے ابھی سے معلوم ہوجائے گا کہ پاپا کہاں ہیں اور ٹھیک کس وقت آپ انہیں مل پائیں گی؟ میں ابھی جاتی ہوں اور معلوم کرتی ہوں۔''

اس نے چار یار کے پاس آکر کہا۔ ''ہماری مما چاہتی ہیں، بنکاک پہنچ کر ہمارے پاپا کو تلاش کرنے تک کے تمام حالات انہیں ابھی معلوم ہوجائیں۔ تم فورکاسٹ کرنے والی مشین کی تمام رپورٹ ماما کو پہنچاتے رہو۔''

انہوں نے فوراً ہی مشین کو آن کیا پھر سونیا کے مستقبل کے حالات معلوم کرنے لگے۔ انہوں نے اس مشین کی اسکرین پر دو گھنٹے بعد کا وقت پنچ کیا۔ اس کے مطابق اب سے دو گھنٹے بعد سونیا بنکاک کے ایرپورٹ میں دکھائی دینے لگی جب کہ ابھی وہ تائیوان کے ایرپورٹ بھی نہیں پہنچی تھی۔ اس وقت الپا، عالی اور کبریا تینوں ہی اس کے اندر موجود تھے اور وہ چار یار بھی اسکرین پر اسے بنکاک کی عمارت میں دیکھ رہے تھے۔

سونیا نے ایک سیکیورٹی افسر سے کہا۔ ''میں فرہاد اے ٹی سے ملنا چاہتی ہوں۔ کیا تم گائیڈ کرسکتے ہو کہ مجھے ان کا پتا کس طرح ملے گا۔''

اس سیکورٹی افسر نے کہا۔ ''فرہاد اے ٹی نہیں... فاردہ اے ٹی کہو۔ یہیں ملاقات ہوجائے گی۔''

اس نے ایک طرف اُنگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''ادھر دیکھو! کتنی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ وہاں وہ بزرگ بیٹھے ہیں۔ ابھی ایک فلائٹ کے ذریعے جاپان جانے والے ہیں۔''

سونیا یہ سن کر کچھ پریشان ہوگئی۔ کبریا نے پوچھا۔

''مما! کیا بات ہے؟''

وہ بولی۔ ''میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی' اس طرح اچانک تمہارے پاپا کے اتنے قریب پہنچ جاؤں گی۔ سامنے لوگوں کی بھیڑ لگی ہے۔ میں وہاں جانا نہیں چاہتی۔ تم تینوں اس سیکیورٹی افسر کو آلۂ کار بنا کر وہاں جاؤ اور صحیح معلومات حاصل کرو۔ میں یہاں سے دور جا رہی ہوں۔''

ان تینوں نے اس افسر کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے اپنے ماتحت مسلح گارڈز کو ساتھ لیا۔ ان سب نے اپنے اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیے تھے پھر اس بھیڑ کی طرف جاتے ہوئے کہنے لگے۔ ''پلیز۔ یہاں اس طرح بھیڑ نہ لگائیں۔''

مگر کوئی اپنی جگہ سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ سب ہی ایک دوسرے کو دھکا دے کر ان کے قریب پہنچنا چاہتے تھے۔ پھر لوگ سیکیورٹی گارڈز کے پاس ہتھیار دیکھ کر سہم گئے تھے۔ انہیں آگے بڑھنے کی جگہ دے رہے تھے۔ آخر وہ افسر بابا صاحب کے قریب پہنچ گیا۔

اس وقت وہ آنکھیں بند کیے ایک بوڑھی عورت کے سر پر ہاتھ رکھے دُعائیہ انداز میں کچھ پڑھ رہے تھے۔ مقامی زبان میں اسے ہدایات دے رہے تھے۔

اس بوڑھی بیمار عورت نے کہا۔ ''میں آپ کی ہدایات پر عمل کروں گی۔ آپ کا ہاتھ میرے سر پر آتے ہی میں بہتری محسوس کر رہی ہوں۔ مثبت اندازا میں سوچ رہی ہوں۔ میرا دل' میرا دماغ کہہ رہا ہے' مجھے شفا ضرور حاصل ہوگی۔''

وہ چار یار سونیا کے پیش آنے والے حالات کو بیان کر رہے تھے۔ اس لیے اسکرین پر وہ دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ میں وہاں موجود ہوں لہٰذا اسے وہاں سے دور آ جانا چاہیے۔ اس لیے وہ تیزی سے چلتی ہوئی بہت دور آ گئی تھی۔ سراج سکسینا اس کے اندر تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''اس وقت مجھے نہیں' اس سیکیورٹی افسر کو دیکھو' وہ بابا صاحب کون ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں؟ اس کے بعد اس سیکیورٹی افسر کو میرے پاس لے آؤ۔

اُدھر بابا صاحب کے قریب بیٹھی ہوئی عورت سر جھکائے' دونوں ہاتھ جوڑے اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور ان کا شکریہ ادا کرتی ہوئی چلی گئی تھی۔ بابا صاحب نے آنکھیں کھول کر سامنے بیٹھے ہوئے سیکیورٹی افسر کو دیکھا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ اس کی آنکھوں میں جھانکتے رہے پھر بولے۔ ''تُو میرے اندر کسی کو تلاش کرنے آیا ہے۔ میرا پورا نام فاردہ ایمن تو سانیہ ہے۔ میں وہ نہیں ہوں' جس کی تجھے تلاش ہے۔''

ایسے وقت الپا بابا صاحب کے اندر پہنچی تو انہوں نے کہا۔ ''او ہو.... کوئی میرے اندر آ کر کھوج لگا رہا ہے۔ تُو جو کوئی بھی ہے' میرے چور خیالات پڑھ لے۔ اطمینان حاصل کر لے میں کسی کو مایوس نہیں کرتا۔ تجھے اپنے طور پر معلومات حاصل کرنے کا پورا حق ہے۔''

الپا نے اچھی طرح خیالات پڑھنے کے بعد کہا۔ ''بابا فاردہ ایمن تو سانیہ! معافی چاہتی ہوں۔ ہم نے آپ کا نام اخبار میں فاردہ اے ٹی پڑھا تھا۔ اس سے ہم نے سمجھا کہ نام کی اشاعت میں غلطی ہوئی ہے۔ فرہاد کی جگہ فاردہ لکھا ہوا ہے اور آپ کے باقی نام کے مخفف اے ٹی سے ہم نے سمجھا' آپ کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ میں ان کی بہو ہوں۔ ہمارے پاپا گم ہو گئے ہیں۔ ہم انہیں تلاش کر رہے ہیں۔ کیا آپ ہماری مدد فرمائیں گے؟''

انہوں نے کہا۔ ''صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے مدد مانگا کرو۔ اپنے ارادوں میں پختگی رکھو۔ یہ ہر مذہب' ہر قوم کے لوگ کہتے ہیں' تلاش کرنے سے خدا ضرور ملتا ہے پھر تمہارا باپ تمہیں کیوں نہیں ملے گا؟ میں دُعا کروں گا' وہ ضرور تمہیں ملے گا۔ اب یہاں سے جاؤ۔''

الپا' عالی اور کبریا ان کے دماغ سے نکل کر سونیا کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا۔ ''مما! ہمیں ناکامی ہوئی ہے۔ ہم نے ان کے چور خیالات اچھی طرح پڑھے ہیں۔ خود انہوں نے ہمیں اپنے اندر محسوس کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ وہ ہمارے پاپا نہیں ہیں۔ وہ دُعا کریں گے کہ پاپا ہمیں جلد ہی مل جائیں۔''

عالی نے کہا۔ ''مما! میں نے آپ کو ایک اخباری رپورٹ سنائی۔ اس کے مطابق آپ اتنی دور چلی آئیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں' تمہارے پاپا کو تلاش کرنے کے لیے اس دنیا کے آخری سرے تک سفر کر سکتی ہوں۔''

کبریا نے پوچھا۔ ''کیا ہم آپ کے لیے واپسی کا ایک ٹکٹ حاصل کر لیں؟''

سونیا نے کہا۔ ''نہیں بیٹا! میں اپنا تمام ضروری سامان ساتھ لے آئی ہوں۔ اب بنکاک میں کچھ روز رہوں گی' اس کے بعد برما کی طرف جاؤں گی۔''

وہ ہوٹل کے لاؤنج میں بیٹھی تھی اور کبریا سے بات کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت چونک گئی۔ ایک شخص سر سے پاؤں تک زرد رنگ کے لباس میں دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے

پنے چہرے کو بھی زرد رنگ سے پینٹ کیا ہوا تھا۔ سر پر اسی نگ کی ٹوپی تھی۔ آنکھوں پر بھی زرد رنگ کا چشمہ تھا۔ دستانے' جرابیں اور جوتے بھی اسی رنگ کے تھے۔ وہ فوراً ہی سمجھ گئی کہ وہ انٹرپول یا امریکی سی آئی اے کا کوئی جاسوس ہے۔ مرور سیارے والے کی تلاش میں یہاں آیا ہے۔

اس نے کبریا سے کہا۔ ''کبریا! میں ابھی اس شخص سے تیں کروں گی۔ جب اس سے دور چلی جاؤں تو تم اس کے ماغ میں جگہ بنا لینا۔''

وہ ہوٹل کے کاؤنٹر پر آ کر اپنے لیے ایک کمرا حاصل کرنے لگی۔ زرد رنگ کے لباس والا بھی وہیں کھڑا ہوا ہوٹل کا جسٹر چیک کر رہا تھا۔

سونیا نے اس سے کہا۔ ''ایکسکیوزمی.. اگرچہ یہ آپ کا اتی معاملہ ہے پھر بھی میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ سر سے پاؤں تک زرد رنگ میں کیوں ہیں؟''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''میرا اسٹار وِرگو ہے... یعنی کہ سنبلہ اور سنبلہ والوں کو زرد رنگ راس آتا ہے۔ میرے راپچے میں لکھا ہے' میں دو چار روز اس لباس میں رہوں گا تو مجھے اپنے ایک خاص مقصد میں کامیابی حاصل ہو جائے گی۔''

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ ''میری دُعا ہے' آپ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کریں۔''

اس نے کاؤنٹر سے کمرے کی چابی حاصل کی پھر اپنا سفری بیگ اور بریف کیس اٹھا کر لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔ کبریا کا خیال تھا کہ وہ جاسوس یوگا کا ماہر ہوگا۔ لہٰذا وہ فوراً ہی اس کے اندر نہیں گیا۔ جب سونیا لفٹ کے ذریعے اوپر اپنے ..... کمرے میں چلی گئی تو وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا۔ پتا چلا' وہ یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ اگرچہ اچھا صحت مند ہے لیکن شراب نوشی کے باعث سانس روک نہیں پاتا ہے۔

کبریا نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ ''مما! میں نے اس کے اندر جگہ بنا لی ہے۔ آپ ہی کے فلور پر ایک کمرا سیون زیرو سکس ہے۔ وہ اس کے متعلق انکوائری کر رہا ہے۔''

سونیا اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔ اس نے فوراً ہی اٹھ کر دروازے کو ذرا سا کھول کر دیکھا۔ کوریڈور کے دوسری طرف روم نمبر سیون زیرو سکس تھا پھر اس نے اس دروازے پر آ کر کال بیل کے بٹن کو دبا دیا۔

اندر سے آواز سنائی دی۔ ''کون ہے؟''

سونیا نے بلند آواز میں کہا۔ ''روم سروس۔''

یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کے دروازے پر چلی آئی۔ روم نمبر سیون زیرو سکس کا دروازہ کھل گیا۔ ایک شخص باہر آ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ سونیا اپنے دروازے پر کھڑی تھی لیکن اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر کھلے ہوئے دروازے کی سمت آنے لگا۔ سونیا پلٹ کر اپنے کمرے کے اندر چلی گئی۔ دروازے کو اسی طرح کھلا چھوڑ دیا۔ اس نے دروازے پر آ کر اندر جھانکتے ہوئے پوچھا۔ ''ہیلو....! ایز باڈی ہیر....؟''

سونیا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دونوں ایک دوسرے کے سامنے تھے۔ یہ روحانی عمل کا اعجاز تھا کہ سونیا اسے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے کمرے کے اندر آ کر باتھ روم کی طرف دیکھا تو دروازہ بند تھا۔ وہ پلٹ کر جانے لگا اور حیرانی سے سوچنے لگا۔ ''ابھی کس نے کال بیل کا بٹن دبایا تھا؟ ایک عورت کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ روم سروس ہے۔''

اس نے اپنے دروازے پر پہنچ کر ایک بار پلٹ کر سونیا کے کمرے کی طرف دیکھا۔ ایسے وقت وہ جاسوس کوریڈور کے سرے پر پہنچ گیا تھا اور اس کے کمرے کی طرف آ رہا تھا۔ وہ زرد رنگ میں ملبوس جاسوس کو نہ دیکھ سکا۔ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ سونیا اپنے دروازے کو ذرا سا بند کرنے کے بعد وہاں سے جھانک کر دیکھنے لگی۔ اس جاسوس نے کمرے کی کال بیل کا بٹن دبایا۔ چند لمحوں بعد ہی اس شخص نے جھنجلاتے ہوئے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ''کون مجھے پریشان کر رہا ہے؟''

وہ باہر آ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ جاسوس ایک طرف ہٹ کر دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس یلوکلر بلائنڈ کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ سونیا نے اپنے دروازے کو بند کر لیا۔ اب کبریا خیال خوانی کے ذریعے اسے بتا رہا تھا کہ کوریڈور میں کیا ہو رہا ہے؟

وہ شخص پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ کچھ سہما ہوا بھی نظر آ رہا تھا۔ اس کے اندر خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ وہ تیزی سے اندر گیا پھر جیسے ہی دروازے کو بند کرنا چاہا تو دروازہ اس کے منہ پر آ کر لگا۔ وہ اس سے ٹکرا کر پیچھے گیا۔ جاسوس نے اندر آ کر اپنے ایک ہاتھ کا زرد دستانہ اتارا تو کلائی تک ہتھیلی اور پانچ اُنگلیاں دکھائی دینے لگیں۔

جاسوس نے کہا۔ ''میں یلوکلر کے لباس میں ہوں اور تم مجھے دیکھ نہیں پاؤ گے۔''

یہ کہہ کر اس نے پھر دستانہ پہن لیا۔ اب وہ پھر پوری طرح غائب ہو چکا تھا۔ وہ شخص دوڑتا ہوا اپنے بیڈ کی طرف

گیا۔ تکیے کے نیچے سے ریوالور نکالنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی جاسوس نے اس کے بازو پر گولی ماری۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا فرش پر گر گیا۔ اس نے تکیے کے نیچے رکھے ہوئے ریوالور کو اپنے قبضے میں لے لیا پھر اس کے سامان کی تلاشی لینے لگا۔ قریب ہی وہ بریف کیس نما غیر معمولی مشین رکھی ہوئی تھی۔ اس نے اسے کھول کر دیکھا پھر کہا۔ ''یہ وہی مشین ہے جو بڑے کرشمے دکھاتی ہے؟ مین اس کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ ہمارے اکابرین اسے دیکھ کر خوش ہو جائیں گے۔''

وہ جاسوس یہ کہہ کر فون کے ذریعے متعلقہ افراد سے کہنے لگا کہ وہ اس ہوٹل کے کمرا نمبر سیون زیرو سکس میں آ جائیں۔ کامیابی حاصل ہو چکی ہے اور ایک غیر معمولی مشین بھی اس کے ہاتھ آ گئی ہے۔

یہ تمام باتیں فور کاسٹ کرنے والی مشین کی بڑی سی اسکرین پر دیکھی جا رہی تھیں۔ الپا اور وہ چار یار سونیا کو بتا رہے تھے کہ وہ دو گھنٹے بعد بنکاک پہنچے گی تو کس طرح کے واقعات رونما ہوں گے؟

الپا نے کہا۔ ''مما! یہ ہمیں وقت سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارے پاپا بنکاک میں نہیں ہیں۔ کیا آپ وہاں پھر بھی جانا چاہیں گی؟''

''ہاں، اس غیر معمولی مشین کو حاصل کرنے کے لیے وہاں جانا ہوگا۔ ہمیں تقدیر کے اس کھیل کو اپنی تدبیر سے بدلنا ہے۔ میں اُس مشین کو اس جاسوس سے پہلے حاصل کر لوں گی۔ کیا تم نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو ذہن نشین کیا ہے؟''

''یس مما! میں کسی وقت بھی اس کے اندر جا سکتا ہوں۔''

''تو پھر جاؤ اور معلوم کرو، وہ ابھی کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟''

وہ بولی۔ ''آپ ایرپورٹ پہنچ گئی ہیں۔ پہلے کاؤنٹر سے ٹکٹ حاصل کریں۔ میں اس ایجنٹ کے اندر موجود رہوں۔ ٹکٹ آپ کو فوراً مل جائے گا۔''

جب اس نے ٹکٹ حاصل کر لیا تو اس جاسوس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے چلی گئی۔ سونیا کی فلائٹ اپنے وقت پر روانہ ہوئی۔ جب وہ سفر کر رہی تھی تب الپا نے واپس آ کر کہا۔ ''مما! میں اس جاسوس کے خیالات اچھی طرح پڑھ چکی ہوں۔''

سونیا نے کہا۔ ''پہلے یہ بتاؤ، اس جاسوس کو کیسے معلوم ہوا کہ اس ہوٹل کے روم نمبر سیون زیرو سکس میں سیارے والے کا کوئی فرد موجود ہے؟''

الپا نے کہا۔ ''اس کا ایک ماتحت ہوٹل کے کاؤنٹر مین سے باتیں کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ شخص وہاں آیا تھا۔ اس نے کاؤنٹر مین سے پوچھا کہ میرا کوئی میسج آیا ہے؟''

کاؤنٹر مین نے ایک دراز کھول کر زرد رنگ کا چھوٹا سا لفافہ نکالا پھر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ آپ کا میسج ہے۔''

اس شخص نے پوچھا۔ ''تم مجھے کیا دے رہے ہو؟ کیا ہے تمہارے ہاتھ میں؟''

کاؤنٹر مین نے کہا۔ ''سر! آپ کا میسج ہے۔ کیا آپ کو یہ زرد رنگ کا لفافہ نظر نہیں آ رہا ہے؟''

جاسوس کا ماتحت بڑی حیرانی سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنی ہتھیلی پھیلا کر کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ یہ لفافہ مجھے دو۔''

کاؤنٹر مین نے زرد رنگ کا لفافہ اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔ اس نے فوراً ہی اسے محسوس کیا پھر وہاں سے چلا گیا۔ اس ماتحت نے کاؤنٹر مین سے پوچھا کہ یہ یہاں کس کمرے میں رہتا ہے؟ ... اس طرح اس جاسوس کو معلوم ہوا کہ وہ اس ہوٹل کے روم نمبر سیون زیرو سکس میں موجود ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''اس جاسوس کو یہ اطلاع مل چکی ہے۔ وہ تو میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس سیارے والے تک پہنچ جائے گا۔''

''مما! فور کاسٹ کرنے والی مشین نے بتایا ہے کہ پہلے آپ روم نمبر سیون زیرو سکس پہنچیں گی۔ اس کے بعد وہ پہنچے گا۔ میں یقین سے کہتی ہوں، ایسا ہی ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔ تم کبریا کو اس جاسوس کے اندر پہنچا دو۔ اسے سمجھا دو، مجھ سے پہلے سیارے والے تک پہنچنا چاہے تو اسے راستے سے بھٹکا دے۔ اس کے بعد تم میرے پاس چلی آؤ۔''

جب وہ بنکاک پہنچی تو ایرپورٹ کے ایک حصے میں ویسی ہی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ وہاں وہ بزرگ فاردہ ایمن تو سانیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اپنے عقیدت مندوں کے دُکھڑے سن رہے تھے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کا نفسیاتی علاج کر رہے تھے۔ لوگوں کو ماضی، حال اور مستقبل کی باتیں بتا رہے تھے۔

سونیا ٹیکسی کے ذریعے اسی ہوٹل پہنچی اور پھر کچھ ہی دیر بعد کمرا نمبر سیون زیرو سکس کے دروازے پر پہنچ گئی۔ اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ اندر سے آواز آئی۔ ''کون ہے؟''

وہ بلند آواز میں بولی۔ ''روم سروس۔''

اندر سے پھر آواز آئی۔ ''دروازہ کھلا ہے۔ آ جاؤ...''

وہ دروازے کو کھول کر اندر گئی۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا خیال خوانی میں مصروف تھا۔ اپنے کسی ماتحت سے باتیں کر رہا تھا۔ پھر اس نے دروازے کی طرف دیکھا تو وہ پوری طرح کھلا ہوا تھا مگر کوئی نظر نہیں آیا۔ اگرچہ سونیا وہیں اس کے قریب کھڑی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازے کے باہر آ کر اِدھر اُدھر دیکھا پھر ناگواری سے بڑبڑاتا ہوا اندر آ گیا اور دروازے کو لاک کر دیا۔

سونیا نے کہا۔ ''میں یہی چاہتی ہوں کہ دروازہ لاکڈ ہو جائے۔''

آواز سنتے ہی وہ ایک دم سے اچھل پڑا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے سامنے دیکھنے لگا۔ خطرہ محسوس کرتے ہی وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے ماتحتوں کو بلانا چاہتا تھا۔ سونیا نے الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نہیں چاہتی کہ تم خیال خوانی کرو۔''

پہلا ہاتھ ہی زبردست پڑا تھا۔ دوسرا ہاتھ پڑتے ہی اس کا سر چکرانے لگا۔ الپا اس کے اندر پہنچ کر بولی۔ ''اس کے دماغ کا دروازہ کھل چکا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''اس کے ذہن کو تھوڑا اور کمزور کر دو۔''

اس نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تو اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ اچھل کر فرش پر گرا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر تڑپنے لگا۔ سونیا نے بریف کیس نما غیر معمولی مشین کو اُٹھا کر بستر کے سرے پر رکھا پھر اس کے سفری بیگ کی تلاشی لینے لگی۔ اس میں سے کمیونیکیشن مشین، سونے کے بسکٹ اور کچھ ہیرے جواہرات نکلے۔ اس نے ان چیزوں کو اپنے بیگ میں رکھ لیا۔

الپا نے کہا۔ ''اس کے باقی چار ساتھی یہاں سے جنوب کی طرف سنگاپور میں ہیں۔ ان کے نام اور تصویریں اس مشین میں محفوظ ہیں جو ابھی آپ کے ہاتھ لگی ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''میں یہ ضروری چیزیں یہاں سے لے جا رہی ہوں۔ تم اس پر مختصر سا تنویمی عمل کر کے اسے اپنا تابع دار بنا لو پھر میرے پاس آؤ۔''

سونیا وہاں سے دوسرے ہوٹل میں گئی۔ ایک کمرا حاصل کر کے اس نئی مشین کی تمام اہم معلومات اپنی مشین میں ٹرانسفر کرنے لگی پھر اس نے مشین کے ذریعے چار یار سے رابطہ کیا۔

''میں تم سب سے بہت خوش ہوں۔ تم چاروں اپنی فور کاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے معذور بچوں کو، بے گناہ مردوں اور عورتوں کو ناگہانی آفات سے نجات دلانا چاہتے ہو۔ یہاں ایک سیارے کے بے شمار افراد پہنچے ہوئے ہیں۔ وہ ہماری پوری دنیا پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں۔ ہمیں اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں۔''

وہ ان چاروں کو گریٹ ایشورارا اور سیارے والوں کے متعلق پوری تفصیل سے بتانے لگی۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین ان کے غلام بننے والے تھے لیکن اس نے اور فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان اکابرین کو غلامی سے نجات دلائی ہے۔ اب گریٹ ایشورارا ان اکابرین کا دشمن بن گیا ہے۔ ان کے خلاف زبردست کارروائی کرنے والا ہے۔

وہ چار یار فور کاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے آئندہ یہ بتا سکتے ہیں کہ ان اکابرین پر کیسی مصیبتیں آنے والی ہیں اور ان کا تو ڈ کس طرح کیا جا سکے گا؟

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''میڈم! گریٹ ایشورارا نے جن اکابرین کو چیلنج کیا ہے۔ آپ ان کے نام اور تصویریں ہماری مشین میں ٹرانسفر کر دیں۔ ہم ابھی آپ کو دکھائیں گے کہ آئندہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

سونیا کی غیر معمولی مشین میں ان تمام اکابرین کے نام اور تصویریں محفوظ تھیں۔ اس نے ان سب کو فور کاسٹ کرنے والی مشین میں ٹرانسفر کر دیا۔

انہوں نے سب سے پہلے ان چار یوگا جانے والے امریکی افسران کو اپنی اسکرین پر دیکھا۔ موجودہ وقت کے مطابق وہ تمام افسران آرمی ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ان کے پاس یہ اطلاعات پہنچ رہی تھیں کہ انٹرپول، ایف بی آئی اور امریکی سی آئی اے کے سراغ رساں کن کن ممالک میں پہنچ گئے ہیں اور وہ سب ہی زرد رنگ کے لباس میں چھپ کر سیارے والوں کو تلاش کر رہے ہیں۔

سونیا نے چار یار سے کہا۔ ''وقت کی چھلانگ لگاتے رہو۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد دیکھو کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ان چاروں کو سونیا دکھائی دینے لگی۔ وہ اپنی مشین کے آگے بیٹھی تھی۔ اس کے سامنے اسکرین پر وہ چار افسران دکھائی دے رہے تھے اور وہ ان سے کہہ رہی تھی۔ ''تم امریکیوں سے پہلے لندن کا ایک

جاسوس ایک سیارے والے تک پہنچنے والا ہے۔ اسے وہ غیر معمولی مشین حاصل ہوجائے گی پھر اس مشین کو وہ برطانیہ کے اکابرین تک پہنچادے گا۔''

امریکی یوگا جاننے والے ایک افسر نے کہا۔ ''وہ غیر معمولی مشین ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ اسے پہلے ہمارے پاس پہنچنا چاہیے۔''

سونیا نے کہا۔ ''تم یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین آپس میں بہت مضبوط اتحاد رکھتے ہو۔ اب یہ مشین کسی بھی ملک کے اکابرین تک پہنچے' تمہارے لیے کیا فرق پڑتا ہے؟ تم سب کو اس ایک مشین سے فائدہ پہنچے گا۔''

دوسرے یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''لو میڈم! وہ غیر معمولی مشین جس کے پاس رہے گی۔ وہ دوسرے اکابرین سے برتر کہلائے گا اور ہم اپنی برتری قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ پلیز۔ ہمیں بتائیں' لندن کا وہ جاسوس کہاں ہے اور کس طرح اس مشین کو حاصل کرنے والا ہے؟''

سونیا نے کہا۔ ''میں نے تم سے وعدہ کیا ہے' گریٹ ایشورارا اور سیارے والوں کے خلاف تمہاری مدد کروں گی۔ میری طرف سے یہ بہت بڑی مدد ہوگی کہ وہ غیر معمولی مشین تمہارے پاس پہنچے۔ تم اس کے ذریعے سیارے والوں کو اپنی دنیا میں آسانی سے تلاش کرسکو گے۔''

انہوں نے کہا۔ ''یس میڈم! ہم آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔ پلیز، ہمیں بتائیں' ہمارے جاسوس کو کہاں پہنچنا چاہیے؟''

''اس سے پہلے کہ لندن کا وہ جاسوس اس مشین تک پہنچتا۔ میں اسے لے آئی ہوں۔ اب وہ میرے پاس ہے لہٰذا کسی جاسوس کو بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے ایک سائنس داں اور ایک انجینئر کو بنکاک بھیج دو۔ میں یہ مشین ان کے حوالے کردوں گی۔ میری طرف سے دوستی اور سمجھوتے کا یہ پہلا نایاب تحفہ ہوگا۔ ایشورارا یا نائب ایشورارا کسی بھی ہتھکنڈے سے تمہاری اس مشین کے پرزوں کو تباہ نہیں کرسکے گا۔''

یوگا جاننے والے افسران اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ ''ہمارا ایک سائنس داں کسی ضروری کام سے سنگاپور گیا ہے۔ وہ ایک گھنٹے کے اندر آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ آپ اسے اپنا ایڈریس سمجھادیں۔''

سونیا نے ایک ہوٹل کا نام اور کمرے کا نمبر بتاتے ہوئے کہا۔ ''یہ کمرا مقفل ہے۔ اپنے سائنس داں کا نام بتاؤ؟''

انہوں نے نام بتایا۔ سونیا نے کہا۔ ''وہ کاؤنٹر پر آکر اپنا نام بتائے گا تو اسے اس کمرے کی چابی مل جائے گی۔ وہ وہاں آکر اس بریف کیس نما غیر معمولی مشین کو لے جاسکے گا۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ اسے کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔''

سونیا نے ان چار یار سے کہا۔ ''بے شک' یہ مشین دُرست کہہ رہی ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد ان اکابرین سے اس مشین کے سلسلے میں رابطہ کرنے والی تھی۔ دوستی اور سمجھوتے کے مطابق وہ مشین انہیں دینا چاہتی ہوں۔ فور کاسٹ کرنے والی مشین بھی یہی کہہ رہی ہے لہٰذا اب میں ان سے اپنی مشین کے ذریعے رابطہ کرنے جارہی ہوں۔ تھوڑی بعد تمہارے پاس آؤں گی۔''

اس نے چار یوگا جاننے والے افسران کو اسکرین پر دیکھتے ہوئے مخاطب کیا۔ وہی باتیں ہونے لگیں۔ اسی طرح ایک ایک لمحہ کرکے وقت گزرتا رہا۔ جیسا کہ فور کاسٹ کرنے والی مشین نے اسے اسکرین پر دکھایا تھا۔ یہ طے پاگیا تھا کہ امریکی سائنس داں سنگاپور سے بنکاک آکر اس ہوٹل کے کمرے سے وہ مشین لے جائے گا۔

وہ تمام اکابرین مشین کو حاصل کرنے کے لیے بے چین تھے۔ بنکاک سے امریکا کا فاصلہ بہت طویل تھا۔ انہیں اس مشین کے لیے دس بارہ گھنٹوں تک انتظار کرنا تھا۔ ان میں سے ایک یوگا جاننے والے افسر نے سونیا سے کہا۔ ''ہمیں ہر لمحہ دھڑکا لگا رہتا ہے۔ پتا نہیں، گریٹ ایشورارا ہمارے خلاف کیا کرنے والا ہے؟ اس نے ہمیں چھ گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ ہم نے عاجزی سے گڑگڑا کر مزید بارہ گھنٹے کی مہلت مانگی اور اسے یہ تاثر دیا تھا کہ ہم اس سے پھر دوستی اور سمجھوتا کرنے والے ہیں۔ اس طرح ہمیں بارہ گھنٹے مہلت مل چکی ہے لیکن اس کے بعد کیا ہوگا؟''

سونیا نے کہا۔ ''میں تم لوگوں کو تحفظ فراہم کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔ یہ بڑی بات ہے کہ ایک غیر معمولی مشین تمہارے پاس پہنچ رہی ہے۔ میں آدھ گھنٹے بعد بتاؤں گی کہ آئندہ تم لوگوں کے لیے کیا کرسکتی ہوں؟''

وہ پھر ان چار یار کے پاس گئی۔ منجے خان نے کہا۔ ''میڈم! ہم ایک بات پوچھنا چاہتے ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''ہاں، ضرور پوچھو۔''

''سپر پاور اور دنیا کے دوسرے بڑے ممالک ہمیشہ فرہاد صاحب کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ آپ سے بھی دشمنی کرتے آئے ہیں پھر آپ ان سے اتنی ہمدردی کیوں کررہی

ہیں؟''

سونیا نے کہا۔ ''میں ان تمام اکابرین کو آخری موقع دے رہی ہوں۔ محبت سے، ہمدردی سے اور ہر طرح کا تعاون کرتے ہوئے انہیں سمجھانا چاہتی ہوں کہ اسی طرح ہم اپنی دنیا میں امن و امان قائم رکھ سکتے ہیں اور باہر سے آنے والی شیطانی قوتوں کو بھگا سکتے ہیں۔''

ان چاروں نے کہا۔ ''ہم پہلے بھی آپ کے پرستار تھے اور اب ہمیشہ رہیں گے۔''

''میں بھی تم چاروں سے بہت خوش ہوں۔ تم پر اعتماد کرنے لگی ہوں۔ جلد ہی تم لوگوں ملاقات کروں گی پھر ہم ایک ساتھ دنیا والوں کے لیے بہت کچھ کریں گے۔''

اس نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''اپنی فورکاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے تم چاروں جو کارنامے انجام دے رہے ہو، ان کارناموں کے پیش نظر تمہیں ساری دنیا میں عزت اور شہرت ملنی چاہیے۔''

انہوں نے کہا۔ ''ہم عزت اور شہرت کے محتاج نہیں ہیں۔ بس نیکی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ دلچسپ تجربہ کرنا چاہتے ہیں، کیا ایسا ممکن ہے کہ انسان کم از کم مذہب کو ہتھیار نہ بنائے؟ مذہب کے حوالے سے نہ کوئی فساد کرے نہ نفرت کی چنگاری بھڑکائے؟''

سونیا نے کہا۔ ''میں تم لوگوں سے متفق ہوں۔ تمہارے ساتھ مل کر یہی کوشش کروں گی کہ مذہب کے حوالے سے کبھی کوئی سازش نہ ہو۔ کبھی کوئی فساد برپا نہ ہو۔ تم چاروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے اب سے پہلے بھی یورپ اور امریکا کے اکابرین کے ساتھ امن و امان سے رہنا چاہا لیکن ...'' وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''لیکن انہوں نے ہمیشہ ہمیں مایوس کیا۔ آخر کار دشمنی کی انتہا یہ ہوگئی کہ انہوں نے ہمارے خلاف سیارے والوں کو اہمیت دی۔ ان سے دوستی کی، معاہدے کیے۔ انہیں یہاں کا حکمران بنانے کے لیے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ اس کے باوجود تم چاروں دیکھ رہے ہو، میں پوری دیانتداری سے ان کی مدد کر رہی ہوں۔''

''آپ یقیناً فراخ دل ہیں۔ آپ یقیناً ان کے کام آکر ان کا دل جیت لیں گی۔ مذاہب کو فساد کا باعث نہیں بننے دیں گی اور اپنی دنیا میں امن و امان قائم کریں گی۔''

''بے شک، ہم سب مل کر یہی کوشش کریں گے۔ جوزف ہارڈی! تم عیسائی ہو۔ اسٹین روبن! تم یہودی ہو۔ پچھلی چودہ صدیوں سے تمہارے مذاہب اور تمہاری قوم کے افراد نے بدترین دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تم دونوں کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ تمہارے اندر ڈوب کر دیکھا ہے، تم اپنے لوگوں سے مختلف ہو۔ تم سچے دل سے اور پوری دیانت داری سے مذہبی منافقت اور سازشوں کو بالائے طاق رکھ کر انسانیت کی بہتری کے لیے کام کرنا چاہتے ہو۔ میں اس نیک کام میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گی۔ اب ذرا دیکھو ان اکابرین کے ساتھ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟''

وہ اس مشین کو آپریٹ کرنے لگے۔ اسکرین پر وہ چار یوگا جاننے والے افسران دکھائی دینے لگے۔ انہوں نے وقت کی چھلانگ لگائی۔ اس اسکرین پر ایک گھنٹے بعد کا منظر دکھائی دینے لگا۔ وہ چاروں افسران بہت پریشان تھے۔ گریٹ ایشورارا کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ بنکاک کے نائب ایشورارا کو قید کرنے کے بعد اس کی مشین واشنگٹن پہنچائی جا رہی ہے۔

اس نے کیوبیکیشن مشین کے ذریعے انہیں وارننگ دی تھی کہ اس غیر معمولی مشین کو واشنگٹن پہنچتے ہی تباہ نہ کیا گیا تو وہاں ایسی تباہی آئے گی، جس کا نقصان امریکی حکام برداشت نہیں کر سکیں گے۔

سونیا نے بے چین ہو کر کہا۔ ''فوراً ہی ایک گھنٹے بعد کا منظر دیکھو۔ وہ لوگ کیا کرنے والے ہیں؟ کس طرح تباہی لانے والے ہیں؟''

انہوں نے ایک گھنٹے کی چھلانگ لگائی۔ وہاں کا آرمی ہیڈ کوارٹر دکھائی دیا۔ اس ہیڈ کوارٹر کے جس حصے میں اسلحہ اور بارود کا ذخیرہ تھا۔ وہاں متواتر لرزہ خیز دھماکے ہو رہے تھے۔ آگ کے شعلے بلند ہوتے ہوئے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا۔ لوگ زخمی ہوتے ہوئے، مرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

سونیا نے ان اکابرین سے وعدہ کیا تھا کہ گریٹ ایشورارا کی طرف سے انہیں نقصان نہیں پہنچنے دے گی۔ اب یہ بہت بڑا چیلنج تھا کہ وہ اتنی بڑی تباہی سے انہیں کس طرح بچا سکتی ہے؟

اب تک وہ اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے امن و سلامتی کی جدوجہد کرتی آئی تھی۔ یہ عجیب سی بات تھی کہ اب وہ دشمنوں کے لیے سیارے والوں سے جنگ لڑنے والی تھی۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

حیرت ناک کمپیوٹرز ہوں یا تباہ کار جوہری بم، آدمی نے ترقی اور تباہی کے محیر العقول کارنامے انجام دیے ہیں۔ زیر نظر کہانی، آدمی کے انہی کارناموں کی منطقی انتہا... اور اس انتہا کے بعد کی ممکنہ صورت حال کے حوالے سے لکھی گئی ہے۔ پڑھیے اور قائل ہوجائیے کہ تمام ترقی اور ایجادات اپنی جگہ... آدمی خود سے زیادہ حیرت انگیز، حامل ذہانت اور تباہ کن شے آج تک ایجاد نہیں کرسکا!

تہذیب وتمدن سے عاری، متمدن انسانوں کا قصہ

متمدن انسان

کاشف زبیر

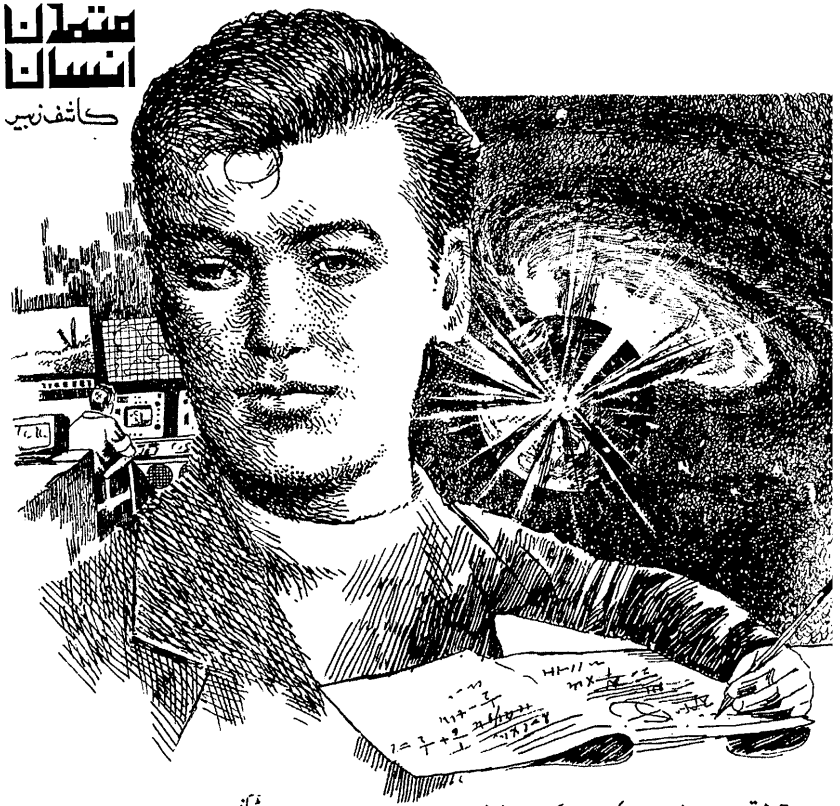

جیبنو تھوڑا سا مضطرب تھا، اس نے کرسی پر غیر محسوس محسوس انداز میں پہلو بدلا۔ اسے حرکت کرنا بلکہ سانس لینا بھی دوبھر لگ رہا تھا حالانکہ اس ہال میں انتہائی معیاری ہوا مہیا کی جا رہی تھی..... آلودگی سے بالکل صاف اور آکسیجن سے بھرپور۔ اس کے باوجود اسے گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ دراصل یہ پہلا موقع تھا کہ وہ درجۂ اول کے بڑوں کے درمیان تھا۔ ورنہ وہ تو ایک معمولی سائنٹیفک تھا جس کا درجہ ڈی فور تھا۔ یہ آخری چند درجوں میں سے تھا، اس کا مطلب تھا وہ اوسط ذہانت اور معمولی قابلیت کا حامل شخص تھا اور ایک ہی قسم کے کام کے لیے موزوں تھا۔ اس سے کسی غیر معمولی کی توقع عبث تھی۔

وہ بیس سال کی عمر میں ورکر بنا تھا اور اب اس کی عمر

ایسا شاید ہی کبھی سننے میں آتا ہے کہ کسی نے اپنے دشمن کی حفاظت کے لیے اس دشمن کے دشمنوں سے لڑائی مول لی ہو۔ یہ سونیا کی انسان دوستی اور حوصلہ تھا اس نے دشمن اکابرین کو گریٹ ایشورارا کے حملوں سے بچانے کا وعدہ کیا تھا۔

چار یار کی فور کاسٹ کرنے والی مشین نے بتا دیا تھا کہ امریکن آرمی کے ایک ہیڈ کوارٹر پر گریٹ ایشورارا کی جانب سے حملے میں گولا بارود اور ہتھیار کے ذخیرے تباہ ہو جائیں گے، سیکڑوں سپاہی مارے جائیں گے اور ہزاروں زخمی ہو جائیں گے، ان حالات میں سونیا کو اپنا وعدہ نبھانا تھا۔ انہیں تحفظ فراہم کرنا اور جانی و مالی نقصان سے بچانے کے لیے سیارے والوں کے حملے کو ناکام بنانا تھا۔

یہ معلوم کرنا تھا کہ سیارے والے اس آرمی ہیڈ کوارٹر پر کس طرح حملے کریں گے؟ فور کاسٹ کرنے والی مشین نے بتایا تھا کہ گولا بارود اور ہتھیار کے ذخیرے جہاں ہیں، وہاں زبردست دھماکے ہوں گے۔ دور دور تک آگ پھیلے گی اور ہر سو دھوئیں کے سیاہ بادل چھا جائیں گے۔ سونیا کو ایک گھنٹے کے اندر یہ معلوم کرنا تھا کہ دشمن اس ہیڈ کوارٹر میں کس تدبیر سے بم دھماکے کریں گے؟

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، گریٹ ایشورارا نے اپنے پانچ پانچ افراد کی ٹیم ہماری دنیا کے ہر ملک اور خاص علاقوں میں بھیجی تھی۔ ہر ٹیم کے سربراہ کے پاس ایک غیر معمولی مشین تھی۔

سونیا نے ہانگ کانگ والی ٹیم کو ہلاک کر دیا تھا اور ان سے مشین چھین لی تھی۔

اس نے ایک مشین امریکی اکابرین کے پاس بھیج دی تھی مگر پہلے اس مشین سے حاصل ہونے والی تمام معلومات کو اپنی مشین میں منتقل کر لیا تھا۔ بنکاک میں چار سیارے والے اور موجود تھے۔ انہیں سونیا اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہی تھی۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ چاروں کہاں چھپے ہوئے ہیں؟

ابھی ان کو اور گریٹ ایشورارا کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ بنکاک کی ٹیم کا سربراہ مارا گیا ہے اور مشین سونیا کے ذریعے امریکی اکابرین کے پاس پہنچنے والی ہے۔ وہ ان کی غفلت سے جلد از جلد فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔ وہ مشین کے سامنے بیٹھی

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو اکاسی ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں چاہتا جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ، حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

اسکرین پر ان تمام سیارے والوں کو دیکھ رہی تھی جن کی تصویریں، نام اور کوڈ نمبرز بنک اکاؤنٹ والی مشین میں محفوظ تھے۔

ایسے ہی وقت سونیا نے اس مشین میں ترہالا کا نام پڑھا۔ اس کے کوڈ نمبرز پنچ کیے تو وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔ اس وقت کمیونیکیشن مشین کے ذریعے وہ گریٹ ایشورارا سے باتیں کررہا تھا۔ جو تحریر اس کی مشین پر اُبھر رہی تھی، وہ سونیا کو اپنی مشین کی اسکرین پر دکھائی دے رہی تھی۔

گریٹ ایشورارا کہہ رہا تھا۔ ''ترہالا! امریکی اکابرین سونیا سے سمجھوتا اور دوستی کرچکے ہیں۔ انہیں عبرتناک سبق سکھانا ہوگا۔ واشنگٹن میں ہماری ٹیم کا جو سربراہ ہے، اس سے رابطہ کرو۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر امریکی اکابرین کو ایسا زبردست نقصان پہنچاؤ کہ وہ روتے... گڑگڑاتے ہوئے ہمارے آگے جھکنے پر مجبور ہوجائیں۔''

سونیا الرٹ ہوگئی۔ ترہالا کے ذریعے معلوم ہونے والا تھا کہ وہ لوگ کس طرح آرمی ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے کی پلاننگ کریں گے؟

تھوڑی دیر بعد ہی ترہالا نے واشنگٹن کی ٹیم کے سربراہ سے اپنی مشین کے ذریعے رابطہ کیا۔ وہ سربراہ سونیا کی اسکرین پر بھی نظر آنے لگا۔ اس کا نام واستوا تھا۔ سونیا نے فوراً ہی چاریار سے رابطہ کیا۔

ان چاروں نے ایک ساتھ کہا۔ ''یس میڈم!''

وہ اسکرین پر دکھائی دے رہے تھے۔ سونیا نے کہا۔ ''میں سیارے سے آنے والے ترہالا اور واستوا کی تصویریں تمہاری فورکاسٹ کرنے والی مشین میں پہنچا رہی ہوں۔ فوراً معلوم کرو، وہ دونوں ابھی ایک گھنٹے کے اندر کیا کرنے والے ہیں؟''

اس نے دونوں کی تصویریں فورکاسٹ کرنے والی مشین تک پہنچادیں۔ ترہالا اور واستوا اسکرین پر نظر آنے لگے۔ ان کے سامنے بھی ان کی اپنی اپنی مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے باتیں کررہے تھے۔

واستوا کہہ رہا تھا۔ ''میں نے ہیڈ کوارٹر میں رہنے والے چند آرمی افسران پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ سب میرے تابع دار ہیں۔''

ترہالا نے کہا۔ ''پھر تو کام آسان ہوگیا ہے۔ ہیڈ کوارٹر میں جہاں گولا بارود اور ہتھیاروں کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ وہاں بڑی قوت کے ٹائم بم نصب کردیے جائیں گے تو مقررہ وقت پر ہیڈ کوارٹر تباہ ہوجائے گا۔''

سونیا نے چاریار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''دس منٹ کی چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھو کہ یہ دونوں کن افسران کے ذریعے وہاں بم نصب کریں گے؟ الپا اور کبریا سے کہو وہ فوراً میرے پاس آئیں۔''

سراج سکسینا اور سنجے خان نے خیال خوانی کے ذریعے الپا اور کبریا سے رابطہ کرکے کہا۔ ''تمہاری مماتم دونوں کو فوراً طلب کررہی ہیں۔''

وہ دونوں دوسرے ہی لمحے میں سونیا کے پاس پہنچ گئے۔ سونیا نے کہا۔ ''واشنگٹن میں بابا صاحب کے ادارے کے کئی جاسوس بھی ہیں۔ میں سیارے سے آنے والے ترہالا اور واستوا کی خفیہ رہائش گاہوں کا پتا بتارہی ہوں۔ ہمارے سراغ رسانوں کو بڑی رازداری سے ان کی شدرگ تک پہنچنا ہے۔''

کبریا نے کہا۔ ''مما! ہم آپ کے ذریعے اسکرین پر ان دونوں کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ مشین سے ان کے رہائشی پتے معلوم کریں۔''

وہ اپنی مشین کو آپریٹ کرنے لگی۔ اسکرین پر واستوا کی رہائش گاہ کا پتا تحریری صورت میں اُبھر رہا تھا۔ وہ میری لینڈ کے بنگلا نمبر سی۔ ٹو نائین میں موجود تھا۔

کبریا نے کہا۔ ''میں ابھی بابا صاحب کے ادارے کے کسی جاسوس کے ذریعے وہاں جاتا ہوں۔''

سونیا نے کہا۔ ''اس سے پہلے کہ وہ اپنے کسی تابع دار افسر کے ذریعے وہاں بم نصب کرائے۔ تم اس کی گردن دبوچ لو۔''

کبریا چلا گیا۔ سونیا نے ترہالا کے کوڈ نمبر پنچ کیے۔ مشین سے اس کا رہائشی پتا پوچھا۔ اسکرین پر تحریر اُبھرنے لگی۔ ترہالا بیلجیم کے ایک علاقے مڈلیم میں ہے۔ وہاں کے میوزیم کے کھلے احاطے میں ایک جذباتی کنواری لڑکی کا مجسمہ رکھا گیا ہے۔ دنیا بھر کے سیاح اس مجسمے کو دیکھنے آتے ہیں۔

بیلجیم میں بھی بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس موجود تھے۔ الپا نے ایک جاسوس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''میں الپا بول رہی ہوں۔ فوراً اپنے ایک ساتھی کے ساتھ اس میوزیم کے پاس آؤ، جہاں کنواری جذباتی لڑکی کا مجسمہ ہے۔ وہاں سے دوسو گز کے فاصلے پر بنگلوز بنے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک بنگلے کے اندر پہنچنا ہے۔ وہاں سیارے سے آنے والا ایک دشمن موجود ہے۔''

وہ فوراً ہی ایک ریوالور لے کر اپنے ساتھی کو فون پر کال کرتا ہوا باہر آگیا۔ کار میں بیٹھ کر اس بنگلے کی طرف جانے لگا۔ الپا نے کہا۔ ''وہاں پہنچتے ہی اسے خیال خوانی کا موقع نہ دینا۔ فوراً ہی زخمی کردو گے تو میں اس کے اندر پہنچ جاؤں گی۔''

وہ اس بنگلے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ اندر گھنٹی کی آواز سنائی دے رہی تھی مگر نہ کوئی جواب دے رہا تھا اور نہ دروازہ کھولنے آرہا تھا۔

سونیا نے اسکرین پر واستوا کو دیکھا۔ وہ ٹوائلٹ میں تھا۔ اس کی خاموشی اور چہرے کے تاثرات سے پتا چل رہا تھا کہ وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔

الپا نے سونیا کے پاس آکر اس کی مشین کے ذریعے اسے دیکھا پھر جاسوس کے پاس جاکر کہا۔ ''وہ ٹوائلٹ میں ہے، باہر نہیں آسکے گا۔ تم اندر جاؤ۔''

وہ ایک تار کے ذریعے مقفل دروازے کو آہستگی سے کھول کر اندر آگئے۔ دبے قدموں چلتے ہوئے ٹوائلٹ کے دروازے پر پہنچے پھر اسے کھولتے ہی جاسوس نے فائر کردیا۔ گولی واستوا کے بازو میں لگی۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا کموڈ سے نیچے گرگیا۔

الپا نے اس کی زبان سے کہا۔ ''میں اس کے اندر پہنچ گئی ہوں۔ تم غیر معمولی مشین اور اس کا دوسرا ضروری سامان لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔''

جاسوس اپنے ساتھی کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ الپا اپنے شکار کے خیالات پڑھنے لگی۔ واستوا کی سوچ نے بتایا۔ ''میں نے اور ترہالا نے آرمی کے دو اعلیٰ افسران کو اپنا آلۂ کار بنایا ہے۔ وہ دونوں گولا بارود اور اسلحے کے گودام میں بڑی قوت کے دو ٹائم بم نصب کریں گے۔''

الپا نے پوچھا۔ ''طریقۂ کار کیا ہوگا؟''

اس کی سوچ نے کہا۔ ''ابھی میں نے گریٹ ایشورارا کی طرف سے آخری فیصلہ سنایا ہے، ٹھیک آدھے گھنٹے بعد زبردست دھماکے ہوں گے۔ پورا آرمی ہیڈ کوارٹر تباہ ہوجائے گا۔ وہاں کے تمام افسران بدحواس ہوگئے ہیں۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اسلحے کے گودام میں بم چھپا کر رکھے گئے ہیں جو آدھے گھنٹے کے اندر بلاسٹ ہونے والے ہیں۔''

الپا نے پوچھا۔ ''تم وہاں بم کس طرح رکھواؤ گے؟''

''چند جانباز سپاہی اور افسران گودام کے اندر جا کر بموں کا سراغ لگانا چاہتے ہیں۔ ہمارے آلۂ کار افسران بھی سراغ لگانے کے بہانے گودام میں جائیں گے اور وہاں چند سیکنڈ میں ہی بم رکھ دیں گے مگر ہمارے وہ آلۂ کار افسران اس گودام سے واپس نہیں آسکیں گے لیکن...'' وہ بازو کی تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ''وقت گزرتا جارہا ہے۔ میں اپنے آلۂ کار کے اندر رہ کر یہ تخریبی کارروائی نہیں کرسکوں گا۔''

الپا نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا، وہ تکلیف برداشت نہ کرسکا اور فوراً ہی بے ہوش ہوگیا۔ الپا سونیا کے پاس آگئی۔ اس وقت یوگا جاننے والے آرمی افسران فون کے ذریعے کہہ رہے تھے۔ ''میڈم! ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ وقت تیزی سے گزرتا جارہا ہے۔ ان کے پیلیج کے مطابق پندرہ منٹ کے بعد یہاں دھماکے ہونے والے ہیں۔''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''پتا نہیں دشمنوں نے گودام میں وہ ٹائم بم کہاں چھپا کر رکھے ہیں؟ ہم انہیں ٹریس نہیں کرپارہے ہیں۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں گریٹ ایشورارا کی انتقامی کارروائیوں محفوظ رکھیں گی۔ پلیز کچھ کریں...''

ایسے وقت الپا خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو اپنی کارکردگی کی رپورٹ دے رہی تھی۔ سونیا نے اعلیٰ افسران سے کہا۔ ''میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ تمہیں نقصان پہنچنے سے پہلے ہی بم بلاسٹ کرنے والے کو ناکارہ بنادیا گیا ہے۔ سیارے سے آنے والا وہ دشمن اسی شہر کے ایک بنگلے میں بے ہوش پڑا ہے۔ پتا نوٹ کرو اور اسے حراست میں لے لو۔''

اب آپکو چہرہ چھپانے کی ضرورت نہیں
SHINE ON STRIPS یہ ایک خاص پٹیاں ہیں جو چہرے کی لائینوں
پنڈلیوں کے فاضل بال اور چہرے کے کیل مہاسے داغ دھبے ہمیشہ کیلئے دور کرنے کا
بہترین ٹریٹمنٹ ہے قیمت فی پیکنگ 500 روپے
نوٹ: ہر سہارس سے اولاد سے محروم خواتین یا ایسی لڑکیاں وڈر کے جن کا پتہ قد یا موٹاپا ہو
دلکش اور حسین بالوں کیلئے
سکون ہربل مصالحہ بال دھونے کیلئے مفت معلومات حاصل کریں
جو تیار کیا جاتا ہے ان قیمتی اور نایاب جڑی بوٹیوں سے جن کا کام ہی کرتے بالوں کو
روک کر نئے بال اگانا ہے سکون ہربل مصالحہ سے آپکے بال گرنا بند سفید بال پھر سے سیاہ
گھنے بالوں کی لمبائی میں حیرت انگیز اضافہ نئی چمک دلکشی اور پھولوں جیسی ملائمت قائم
ہوگی قیمت فی پیکنگ 400 روپے کوئی بھی پروڈکٹ منگوانے پر محصول ڈاک 50
روپے ہوگا گھر بیٹھے ایک خط لکھ کر وی پی طلب فرمائیں یا E-mail کریں
fairy.perfumers@hotmail.com
فیئری پرفیومرس پوسٹ بکس نمبر 2209 کراچی۔ 74600

اس نے ایڈریس نوٹ کرایا۔ یوگا جاننے والے افسران خوش ہوگئے۔ کبریا نے کہا۔ ''مما! ترہالا فرار ہوگیا ہے۔ اس کی غیر معمولی مشین ہمارے جاسوس کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ وہ اسے آپریٹ کرنا نہیں جانتا۔ آپ ابھی اپنی مشین میں ترہالا کو دیکھیں اور معلوم کریں کہ وہ کہاں چھپتا پھر رہا ہے؟''

سونیا نے فوراً ہی ترہالا کے کوڈ نمبرز پنچ کیے۔ وہ اسکرین پر نظر آنے لگا۔ وہ اس وقت ٹرین میں بیٹھ کر کہیں جارہا تھا۔ اس کمپارٹمنٹ میں چھ مسافر تھے۔

سونیا نے چار یار سے کہا۔ ''اپنی اسکرین پر ترہالا کو دیکھو۔''

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ ترہالا فور کاسٹ کرنے والی مشین کی اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔ سونیا نے کہا۔ ''اس کے ساتھ چھ مسافر بیٹھے ہیں۔ کسی ایک کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچو۔ کبریا تمہارے ذریعے اس مسافر تک پہنچ کر اس سے نمٹ لے گا۔''

وہ چاروں ریل گاڑی کے کمپارٹمنٹ میں ان مسافروں کو دیکھ رہے تھے۔ اگر وہ ایک دوسرے سے باتیں کرتے تو ان کی آواز اور لب و لہجے کو فوراً گرفت میں لے کر کسی کے اندر پہنچا جاسکتا تھا۔

لیکن سب ہی خاموش تھے۔ ان چار یار نے مشین کو آپریٹ کرتے ہوئے ایک مسافر کی آنکھوں کا کلوزاپ اسکرین پر دیکھا پھر ان آنکھوں کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔

کبریا بھی ان کے ذریعے وہاں پہنچ گیا۔ انہوں نے اس شخص کو دوسروں سے باتیں کرنے پر مجبور کیا۔ اس طرح وہ ایک دوسرے سے بولنے لگے۔ کبریا نے ایک مسافر کے ذریعے ترہالا کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو ترہالا...!''

اس نے ذرا سہم کر اس مسافر کو دیکھا۔ کبریا نے کہا۔ ''یوں بھاگتے پھرو گے تو اس دنیا پر حکومت کیسے کرو گے؟''

وہ پریشان ہوکر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ سنجے خان نے دوسرے مسافر کی زبان سے پوچھا۔ ''کیا چلتی ٹرین سے دروازہ کھول کر کودنا چاہتے ہو؟''

کبریا نے مسافر کے ذریعے کہا۔ ''اپنی وہ نایاب غیر معمولی مشین اور تمام سامان چھوڑ آئے ہو۔ گریٹ ایشوارا را سے رابطہ کرنے کے لیے کمیونیکیشن مشین بھی نہیں ہے تمہارے پاس۔ ہم تمہیں سانس لینے کی مہلت دے رہے ہیں۔ تم چاہو تو خیال خوانی کے ذریعے نائب ایشوارا را کو مدد کے لیے پکار سکتے ہو۔''

اس نے کہا۔ ''پلیز... مجھے دشمن نہ سمجھو۔ میں دوستی کرنا چاہتا ہوں۔''

''تو پھر... ہمیں اپنے دماغ میں آنے دو۔''

کبریا نے اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اسی وقت اس کے منہ پر گھونسا پڑا۔ وہ چار یار دوسرے چار مسافروں کے اندر تھے۔ انہوں نے بھی اس کی پٹائی شروع کردی۔ ایسی حالت میں وہ سانس نہیں روک سکتا تھا۔ کبریا نے کہا۔ ''یارو! بس کرو، اس کے دماغ کا دروازہ کھل چکا ہے۔''

دوسرے ہی لمحے وہ چیخیں مارتا ہوا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر اپنی سیٹ پر تڑپنے لگا۔ کبریا نے سونیا سے پوچھا۔ ''مما! اس کے ساتھ اور کیا کیا جائے؟''

وہ بولی۔ ''اسے اور جھٹکے پہنچاؤ تاکہ یہ بے ہوش ہوجائے۔ اگلے اسٹاپ پر پولیس والے اسے ہاسپٹل پہنچائیں گے۔''

سونیا نے فون کے ذریعے یوگا جاننے والے افسران سے کہا۔ ''سیارے کے دو دشمن تمہارے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنا چاہتے تھے۔ دوسرے کو ہم نے بیلجیم میں بے دست و پا بنادیا ہے۔ وہاں کے اکابرین اسے ایک ہاسپٹل سے گرفتار کرسکتے ہیں۔''

ایک اعلیٰ افسر نے دوسرے ملکوں کے اکابرین کو اطلاع دی۔ وہ لوگ بہت خوش اور مطمئن تھے اور سونیا کا شکریہ ادا کررہے تھے۔

ایک نے کہا۔ ''میڈم! آپ نے ہمیں بہت بڑے نقصان سے بچایا ہے۔ ہم نے واسٹوا کو حراست میں لے لیا ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کے باقی چار ساتھیوں کو بھی گرفتار کرچکے ہیں۔''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''واسٹوا کے پاس جو غیر معمولی مشین تھی۔ اسے آپ لے گئی ہیں جبکہ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''میں تمہاری ضرورت پوری کرچکی ہوں۔ بنکاک سے حاصل ہونے والی مشین تمہارے پاس پہنچنے والی ہے۔''

وہ خوش ہوکر بولے۔ ''بے شک، آپ نے ہمیں انمول تحفہ دیا ہے مگر یہ دوسری مشین یہیں واشنگٹن میں آپ کے کسی خاص آدمی کے پاس ہے۔ آپ یہ دوسرا احسان کریں گی تو ہم آپ کے مزید شکرگزار ہوں گے۔''

وہ بولی۔ ''میں دوستی کررہی ہوں، احسان کررہی ہوں مگر یہ بھولنا نہیں چاہتی کہ تم لوگ ہمیشہ سے ہمارے بدترین دشمن رہے ہو۔ ابھی پہاڑ تلے دبے ہو، میرے محتاج ہو۔ کبھی پہاڑ ہٹے گا تو ہمیشہ کی طرح تمہارے تیور بدل جائیں گے۔''

''ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ہماری نجات دہندہ ہیں۔ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں۔ آپ سے مخالفت مول لینے کی کبھی حماقت نہیں کریں گے۔''

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''فار گاڈ سیک... اس دوسری مشین کو واشنگٹن سے باہر نہ لے جائیں۔ ہم ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگ رہے ہیں۔ اسے ہمارے حوالے کردیں، پلیز۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ سیارے سے آنے والوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تمہارے پاس بھی متوازن قوت ہو۔ وہ قوت، وہ توانائی میں نے پہنچادی ہے۔ اس سے زیادہ کی توقع نہ کرو۔''

وہ غیر معمولی مشین ابھی واشنگٹن میں ہی تھی۔ اکابرین یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ ان کی پہنچ میں آکر ان سے دور چلی جائے۔

ایف بی آئی کے جاسوس اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی رازداری سے یہ معلوم کرنے کی کوششیں کررہے تھے کہ وہ مشین واشنگٹن کے کس حصے میں اور کس چار دیواری میں چھپا کر رکھی گئی ہوگی؟ بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس... اسے کس راستے سے اپنے ادارے میں پہنچائیں گے؟

ادھر بیلجیم کے ایک ہاسپٹل سے ترہالا کو گرفتار کیا گیا تھا۔ وہاں کے اکابرین بھی سونیا سے مطالبہ کررہے تھے کہ جو مشین ترہالا سے چھینی گئی ہے، وہ ان کے حوالے کی جائے۔

وہاں بھی انٹیلی جنس اور آرمی والوں نے پورے شہر کی ناکابندی کردی تھی۔ وہاں کے اکابرین اسے کسی بھی قیمت پر حاصل کرنا چاہتے تھے۔

ایسے جاسوس اور ٹیلی پیتھی جاننے والے جن کے نام اور تصاویر غیر معمولی مشین تک نہیں پہنچے تھیں۔ انہیں سونیا دیکھ سکتی تھی نہ معلوم کرسکتی تھی کہ اس کی لاعلمی میں کیسی سازشیں کی جارہی ہیں؟

تمام اکابرین مانتے تھے کہ سونیا نے ان کے ساتھ بہت بڑی نیکی کی ہے۔ ہیڈ کوارٹر کے سیکڑوں سپاہیوں کو موت کے منہ میں جانے سے بچایا ہے۔ دشمنوں کو گولا بارود اور ایٹمی ہتھیاروں تک پہنچنے نہیں دیا۔ لاکھوں ڈالرز کا نقصان نہیں ہونے دیا۔

اکابرین اسے ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے بڑی رازداری سے بیلجیم اور واشنگٹن میں چھپی ہوئی غیر معمولی

ماہنامہ دلکش کراچی
اکتوبر 2008ء
عید نمبر کے حسین انعامات

خصوصی مضمون
"بیاد فراز" نزہت اصغر کے قلم سے
سلسلے وار ناولز
عالیہ بخاری اور عنیزہ سید کے سلسلے وار ناولز
صائمہ اکرم اور منزہ ہاشمی کے دلکش ناولٹ
شمیم فضل خالق، نسیم نیازی،
تحسین اختر، سعدیہ رئیس فرزانہ گیلانی
و دیگر قلم کاروں کی جھلملاتی تحریریں
اک نقش آگہی
غزل خالد کے حساس خیالات کا ترجمان خوبصورت ناول
سفرنامۂ قاہرہ
سلمیٰ اعوان کے سفر کی معلومات افزا اور حیران کن تفصیلات "حیرتوں کے سائے"
زہے نصیب
مصور مجسمہ ساز اور اداکار جمال شاہ سے حسین ملاقات
دلچسپ و معلومات افزا مستقل سلسلے
جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی
فون: 5895313 فیکس: 5802551

مشینوں کو تلاش کررہے تھے۔ بڑے ممالک کے اکابرین اگرچہ اتفاق رائے رکھتے تھے۔

تاہم سیاسی اور عسکری معاملات میں ایٹمی قوت کے ذریعے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں اور غیر معمولی مشینوں کے ذریعے اپنی اپنی برتری قائم کرنا چاہتے تھے۔ سپر پاور بن کر رہنے کے لیے وہ صرف سونیا کے خلاف ہی نہیں بلکہ اپنے اتحادیوں کے خلاف بھی درپردہ سازشیں کرتے رہتے تھے۔

فی الحال سونیا ان کی سازشوں سے بے خبر تھی۔ اس نے بنکاک والی مشین کے ذریعے جتنی اہم معلومات اپنی مشین میں فیڈ کی تھیں۔ ان میں تریالا کے علاوہ اس نائب ایشورارا کے بارے میں بھی معلومات تھیں جوان دنوں لاہور میں تھا۔

گریٹ ایشورارا کے تمام اہم ماتحت جو ہانگ کانگ' بنکاک' واشنگٹن اور بیجنگ میں تھے۔ ایک ایک کرکے مارے گئے تھے۔ مگر ابھی بھی بہت سے ماتحت مختلف ممالک میں موجود تھے۔ ان میں سب سے اہم نائب ایشورارا تھا۔ سونیا اپنی مشین کی اسکرین پر اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے باتیں کررہا تھا۔

وہ دونوں بے حد پریشان تھے۔ سونیا انہیں پے در پے اس قدر نقصانات پہنچا رہی تھی کہ ان کے ہوش اُڑتے جارہے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' ایک تنہا عورت ان کے خفیہ منصوبوں کی تہ تک کیسے پہنچ جاتی ہے؟

روپوش رہنے والوں کی پناہ گاہوں کا سراغ کس طرح لگالیتی ہے؟ وہ دونوں سونیا کے بارے میں جتنا سوچ رہے تھے، اتنا ہی اُلجھتے جارہے تھے۔

سونیا نے الپا کو بلایا تھا۔ وہ بھی ان دونوں کی باتیں پڑھ رہی تھی۔ گریٹ ایشورارا نے اپنے نائب سے کہا۔ ''کچھ عرصے کے لیے ساری مصروفیات کو بھول جاؤ۔ مختلف ممالک میں جتنے ماتحت ہیں، انہیں تاکید کردو کہ وہ اپنی خفیہ رہائش گاہوں سے اشد ضرورت کے وقت نکلا کریں۔ کسی بھی عورت یا مرد سے کوئی بات نہ کریں۔ سونیا کے پاس جو غیر معمولی مشین ہے' اس سے بچ کر رہیں۔ میرے تمام ماتحت اس کی نظروں میں نہ آکر ہی محفوظ رہ سکتے ہیں۔''

الپا نے کہا۔ ''مما! یہ نائب ایشورارا بہت بڑا مہرہ ہے۔ اسے جہنم میں پہنچا کر اس کی مشین حاصل کی جاسکتی ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''یہ نائب اپنے گریٹ ایشورارا کے لیے بہت اہم ہے۔ یہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہے گا کہ میری مشین کی زد میں نہیں آیا ہے۔ آئندہ جتنے ممالک کے ماتحتوں سے رابطہ کرے گا' ان کو میری مشین کیچ کرے گی۔ اس طرح کوئی دشمن ہماری نظروں سے چھپا نہیں رہے گا۔''

ان دونوں کے درمیان رابطہ ختم ہوگیا تھا۔ نائب ایشورارا کمیونیکیشن مشین کو بند کرنے کے بعد غیر معمولی مشین کو آن کررہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے موبائل فون پر نمبر پنچ کررہا تھا۔ الپا نے کہا۔ ''شاید یہ کسی ماتحت سے رابطہ کررہا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''یہ مشین کے ذریعے کسی ماتحت کو دیکھ بھی سکتا ہے اور اس سے بات بھی کرسکتا ہے پھر فون کیوں استعمال کررہا ہے؟''

مشین کی اسکرین پر میری منہ بولی بیٹی فہمی دکھائی دے رہی تھی۔ یہ بیان کرچکا ہوں کہ وہ نائب ایشورارا سے متاثر ہوچکی ہے۔ وہ بھی اسے دل وجان سے چاہنے لگا ہے۔ اس نے فہمی کو اپنا نام جمال احمد بتایا تھا۔

ابھی مجھے ان کے عشق ومحبت کے سلسلے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا اور نہ ہی میں نائب ایشورارا جمال احمد کے بارے میں کچھ جانتا تھا۔

اس وقت سونیا اپنی مشین کی اسکرین پر جمال احمد کو فون پر فہمی سے باتیں کرتے ہوئے سن رہی تھی۔ ان لمحات میں فہمی' جمال احمد کی مشین کی اسکرین پر دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اپنا فون کان سے لگائے مسکرا کر پوچھ رہی تھی۔ ''ابھی میں کیسے یاد آگئی؟''

اس نے کہا۔ ''یاد تو ہر پل آتی ہو مگر افسوس ہر پل فون پر بات نہیں کی جاسکتی ہے۔''

وہ اسکرین پر دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ ''مگر میں جب چاہتا ہوں' تمہیں اپنی نگاہوں کے سامنے بلالیتا ہوں۔ ان لمحات میں بھی تمہیں دیکھ رہا ہوں۔''

الپا ذرا چونک کر بولی۔ ''اوہ مما! یہ تو وہی لڑکی ہے' فرہاد انور شاہ کی منہ بولی بیٹی ہے۔ جب ہم فرہاد انور شاہ کو پاپا سمجھ رہے تھے اور خیال خوانی کے ذریعے اس کے چور خیالات پڑھ رہے تھے۔ تب ہم نے اس کے ساتھ فہمی کو دیکھا تھا۔''

سونیا نے کہا۔ ''تم نے کہا تھا کہ وہ فرہاد انور شاہ تمہارے پاپا سے مشابہت رکھتا ہے۔ وہ یقیناً اسی کوٹھی میں ہوگا۔ میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔''

الپا نے کہا۔ ''میں ابھی اس کے اندر جاتی ہوں پھر وہ میری مرضی کے مطابق وہاں جائے گی' جہاں فرہاد انور شاہ ہوگا۔''

وہ فہمی کے اندر آگئی۔ اس نے الپا کی مرضی کے مطابق نائب ایشورارا جمال احمد سے کہا۔ ''میں تھوڑی دیر کے لیے

فون بند کررہی ہوں۔ میرا خیال ہے' پاپا جاگ رہے ہیں۔ انہیں دیکھ کر آتی ہوں۔''

جمال احمد نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ میں تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا۔''

وہ فون کو رکھ کر کوٹھی کے مختلف حصّوں سے گزرتے ہوئے دروازہ کھول کر میرے کمرے میں آئی۔ میں اس وقت ایک کرسی پر بیٹھا خیال خوانی میں مصروف تھا۔ سر گھما کر اسے دیکھا پھر مسکرا کر کہا۔ ''میری بیٹی! ابھی تک جاگ رہی ہے؟ کیا بات ہے؟''

وہ بولی۔ ''کمرے میں لائٹ روشن دیکھ کر خیال آیا کہ آپ جاگ رہے ہیں، ہوسکتا ہے آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو۔''

''میری گڑیا! مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ جاؤ... سو جاؤ۔ اتنی رات تک جاگنا نہیں چاہیے۔''

سونیا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسکرین پر مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں کہ وہ اپنے فرہاد کو دیکھ رہی ہے۔ وہ تڑپ کر بولی۔ ''الپا! یہ تمہارے پاپا ہیں۔ میرا دل ان کی طرف کھنچا جارہا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''مما! صرف میں نے ہی نہیں' عالی اور کبریا نے بھی اس فرہاد کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ یہ ہمارے پاپا نہیں ہیں۔''

اس نے کہا۔ ''جب فہمی کمرے میں داخل ہوئی تو ایسے گم صم بیٹھے تھے جیسے خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ میرا دل کہتا ہے' یہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ میرے اطمینان کے لیے ایک بار پھر ان کے خیالات پڑھو۔''

''اچھی بات ہے۔ آپ ابھی دیکھیں گی' یہ حضرت مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کریں گے جبکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے حساس ہوتے ہیں۔ پرائی سوچ کی لہروں کو فوراً ہی محسوس کرلیتے ہیں۔''

وہ میرے اندر آگئی۔ میں نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ میرے خیالات پڑھنے کے بعد بولی۔ ''مما! یقین کریں' یہ پاپا نہیں ہیں۔ میں نے ان کے چور خیالات پوری توجہ سے پڑھے ہیں۔ یہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتے۔ ایک بہت بڑے بزنس مین ہیں۔ کاروباری معاملات کو سمجھتے ہیں۔ ہمارے معاملات سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔''

وہ درست کہہ رہی تھی۔ میں سونیا کو' اپنے تمام بچوں کو اور بابا صاحب کے ادارے کو بھول چکا تھا۔ بابا فرید واسطی نے یا اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی نے مجھ پر ایسا عمل کیا تھا کہ دنیا کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر آکر ماضی کے فرہاد کو ڈھونڈ نہیں سکتا تھا۔

سونیا مایوس ہوگئی تھی۔ پتا نہیں ہمارے درمیان کب تک ایک طویل فاصلہ قائم رہنے والا تھا؟ ویسے یہ فاصلہ میری عمر بڑھا رہا تھا۔ جب بھی فاصلہ مٹے گا' وہ میرے قریب آئے گی تو میری زندگی کی سانسیں پوری ہوجائیں گی۔ فی الحال میری زندگی میں جو بھی تماشے ہورہے تھے' وہ میری بہتری کے لیے ہورہے تھے۔

میں سونے کے لیے بیڈ پر آگیا۔ یہ خیال پیدا ہوا کہ فہمی آج خوامخواہ کیوں جاگ رہی ہے؟ اسٹڈی کررہی ہے؟ یا اسے کوئی پریشانی ہے؟ ہوسکتا ہے' اس کی طبیعت ٹھیک نہ ہو اور وہ اپنا حال بتا کر مجھے پریشان کرنا نہ چاہتی ہو۔ میں نے اسے بیٹی بنایا تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں کسی اور سے ایسا رشتہ نہیں تھا۔ میں خیریت معلوم کرنے اس کے اندر پہنچ گیا۔

تب پتا چلا کہ عمر کا تقاضا ہے۔ دل کسی آئیڈیل کی طرف مائل ہوتا ہے تو راتوں کو نیند نہیں آتی۔ اس وقت وہ ایک محبوب سے فون پر باتیں کررہی تھی۔ مجھے تشویش ہوئی' وہ کون ہوسکتا ہے؟ آج کل کے نوجوان جھوٹی محبت کی قسمیں کھاتے ہیں اور سچے عاشق بن کر دھوکا دیتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری بیٹی کسی سے دھوکا کھائے۔

میں اس کے ذریعے جمال احمد کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے اندر جاکر اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرسکتا تھا کہ وہ میری بیٹی سے محبت کرنے کے معاملے میں کس حد تک دیانتدار ہے؟

لیکن میری چھٹی حس نے روک دیا۔ ذہن میں یہ بات آئی کہ وہ شخص جو فہمی سے باتیں کررہا ہے۔ اس کی آواز میں پختگی ہے' یقیناً صحت مند ہوگا اگر اس کا ذہن حساس ہوا تو وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گا۔

فہمی کے خیالات بتا رہے تھے' دو دن پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ برما کے شہر رنگون سے آیا ہے۔ لاہور کے تاریخی مقامات کے بارے میں ایک کتاب لکھنا چاہتا ہے۔ میرا ذہن یہ تسلیم نہیں کررہا تھا کہ وہ شخص محض ایک کتاب لکھنے کے لیے برما سے یہاں آیا ہے۔ اگر وہ کوئی خاندانی رئیس ہے اور مشغلے کے طور پر کتاب لکھنا چاہتا ہے تو پھر اس کی پوری ہسٹری معلوم کرنی چاہیے۔ میری بیٹی کی سوچ بتا رہی تھی' وہ جمال احمد کو دل وجان سے چاہنے لگی ہے۔

میں نے سوچا کہ کل صبح ہوتے ہی میں ہوٹل جاکر اس سے ملاقات کروں گا۔ اس سے پوچھوں گا' وہ کون ہے؟ کیا

کرتا ہے؟ اس شہر میں کتنے عرصے کے لیے آیا ہے؟ اگر اسے واپس جانا ہے تو میری بیٹی کو اپنا دیوانہ کیوں بنا رہا ہے؟

میں اپنی بیٹی کے لیے مہنگی سے مہنگی چیزیں خرید سکتا تھا۔ اگر وہ اسے دل و جان سے چاہنے لگی تھی۔ میں اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے..... ساری زندگی فہمی کے ساتھ گزارنے پر مجبور کر دیتا۔ رات زیادہ ہوگئی تھی۔ اس وقت میں یہ ارادہ کر کے سو گیا کہ صبح اس شخص سے ضرور ملاقات کروں گا۔

نائب ایشورارا نے فہمی کے سامنے خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے لیے اپنا نام جمال احمد بتایا تھا۔ حقیقتاً اس دنیا کے کسی بھی دین دھرم سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ سیارے والے عورتوں کے معاملات میں بہت زیادہ ہوس پرست تھے۔ نائب ایشورارا کا مزاج مگر مختلف تھا۔ وہ ایک کے بعد دوسری عورت کے پیچھے بھاگنا نہیں چاہتا تھا۔ کسی ایک سے تعلق رکھ کر زندگی گزارنا چاہتا تھا۔

اس نے پہلی بار فہمی کو ہوٹل میں دیکھا تھا اور بے اختیار اس کی طرف کھنچتا چلا گیا تھا۔ پہلی ملاقات میں ہی وہ یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اس کے ساتھ اسی دنیا میں رہ کر ساری زندگی گزارے گا۔

اتفاق سے فہمی بھی اس سے متاثر ہوگئی تھی۔ جب وہ ہوٹل سے چلی گئی تو وہ اپنے کمرے میں آ کر غیر معمولی مشین کی اسکرین پر اسے دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا کہ اب تک بے دین ہے۔ مگر اس کی خاطر دین اسلام قبول کرے گا۔ وہ جو کہے گی' وہی کرے گا مگر ہر حال میں اسے اپنی لائف پارٹنر بنائے گا۔

جب وہ اسے اسکرین پر دیکھ رہا تھا تب اس نے مجھے بھی دیکھا اور دیکھتے ہی چونک گیا۔ اس کی مشین میں میری تصویر اور میرا پورا ریکارڈ موجود تھا۔

وہ بری طرح گھبرا گیا تھا۔ سر منڈاتے ہی اولے پڑنے والی بات تھی۔ وہ محبت کرتے ہی اپنی موت کی طرف کھنچا جانے والا تھا۔

اس دنیا میں آتے ہی اس کی مشین نے بتایا تھا کہ میں کہیں گم ہو چکا ہوں اور مجھے ٹریس نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے مشین سے پوچھا۔ ''کیا یہی فرہاد علی تیمور ہے؟ کیا اسے ٹریس کیا جا چکا ہے؟''

مشین کے ذریعے معلوم ہوا کہ اس کی اسکرین پر فرہاد کا ہم شکل ہے۔

تب اس نے میرے اندر پہنچ کر میرے خیالات پڑھے تو اطمینان حاصل ہوا کہ میرا نام فرہاد انور شاہ ہے۔ نہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور نہ ہی میرا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ یہ محض اتفاق ہے کہ میں فرہاد علی تیمور کا ہم شکل ہوں۔

میں دوسری صبح ہوٹل کے کمرے میں پہنچا۔ اس وقت ویٹر ایک ٹرالی میں اس کے لیے ناشتا لایا تھا۔ ناشتے کی ٹرالی کو کمرے میں رکھ کر باہر جا رہا تھا۔ اسی وقت میں وہاں پہنچ گیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی ایک دم سے چونک گیا۔ ہڑبڑا کر کھڑا ہوگیا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ فرہاد علی تیمور کہیں سے اچانک ہی سامنے آ گیا ہے۔

میں نے پوچھا۔ ''کیا تم مجھے جانتے ہو؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''ہاں... نن...نہیں...آپ کون ہیں؟''

''جب مجھے نہیں جانتے تو کیوں گھبرا رہے ہو؟ پریشان کیوں ہو؟''

وہ بولا۔ ''اچانک ہی کوئی اجنبی گھر میں گھس آئے تو گھبراہٹ سی ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے' کوئی مجرم واردات کرنے آیا ہے یا کسی دشمن کا کوئی آلۂ کار آ گیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''تم بیٹھنا بھول گئے ہو اور مجھے بھی بیٹھنے کے لیے نہیں کہا۔''

وہ جلدی سے بولا۔ ''جی آپ... آپ تشریف رکھیں۔''

میں نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''تم مجھے دیکھتے ہی خوفزدہ ہوگئے۔ کسی دشمن کا ذکر کر رہے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں تمہارے دشمن بھی ہیں؟''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''میں ایک مہنگے ہوٹل میں ہوں۔ کوئی مجھے لوٹنے کے لیے یہاں آئے گا تو یقیناً وہ میرا دشمن ہوگا۔'' پھر وہ انجان بن کر بولا۔ ''کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟ آپ اچانک ہی اجازت کے بغیر میرے کمرے میں آئے ہیں۔ اس کا کوئی مقصد تو ہوگا؟''

میں نے کہا۔ ''تم اس قدر پریشان اور بوکھلائے ہو کہ اب تک بیٹھنا بھول گئے ہو۔''

وہ فوراً ہی دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔ ''میرا نام فرہاد انور شاہ ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟''

''جی...جمال احمد۔''

''کیا تم اپنا مکمل تعارف کراؤ گے؟''

وہ بولا۔ ''میرے باپ کا نام کمال احمد ہے۔ وہ بہت بڑے بزنس مین ہیں۔ ہم برما کے شہر رنگون میں رہتے ہیں۔

میں یہاں تاریخی مقامات دیکھنے اور ان پر کتاب لکھنے آیا ہوں۔ بائی دا وے... آپ میرے متعلق انکوائری کیوں کر رہے ہیں؟''

''میں ایک جوان بیٹی کا باپ ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے' وہ تم میں دلچسپی لے رہی ہے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم اس سے واقعی محبت کرتے ہو یا فراڈ کر رہے ہو؟''

وہ میرے آگے جھک کر گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ مجھ سے ملنے آئے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ میں فہمی کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔ اس کی عزت کرتا ہوں۔ آپ جس طرح کہیں گے' اس طرح یقین دلانے کی کوشش کروں گا۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ فہمی کے معاملے میں کس طرح خود کو دیانتدار ثابت کر سکتا ہوں؟''

''پہلے تو اپنے باپ کا پتا اور فون نمبر بتاؤ۔ میں فون کے ذریعے ان سے بات کروں گا۔''

وہ پریشان ہوگیا۔ اپنے کسی ماتحت کو فرضی باپ بنا کر پیش کر سکتا تھا لیکن سیارے کے کسی ماتحت کے سامنے حتیٰ کہ گریٹ ایشورارا کے سامنے بھی یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ سچ مچ اس دنیا کی کسی لڑکی کو چاہنے لگا ہے اور وہ ایسی لڑکی ہے جس کا باپ فرہاد علی تیمور کا ہم شکل ہے۔

گریٹ ایشورارا کو یہ بات معلوم ہوتی تو وہ فوراً ہی اسے حکم دیتا کہ اس لڑکی فہمی سے دور ہو جاؤ اور اس کے باپ کو قتل کر دو۔ وہ فرہاد علی تیمور ہے یا نہیں؟ اس سے ہمیں غرض نہیں ہے لیکن اس کے ہم شکل کو بھی زندہ رہ کر ہمارے لیے موت کا بہانہ نہیں بننا چاہیے۔

نائب ایشورارا جمال احمد بری طرح اُلجھ گیا تھا۔ اس معاملے میں نہ تو اپنے سیارے والوں سے مدد حاصل کر سکتا تھا اور نہ ہی مجھ سے سچ بول سکتا تھا۔

میں اسے بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے اندر کی پریشانیوں کو بھانپ رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ''چپ کیوں ہو؟ کیا اپنے باپ کا پتا اور فون نمبر بھول گئے ہو؟''

وہ اٹک اٹک کر بولا۔ ''دراصل...وہ...یہ...بات یہ ہے' میری ماں مر چکی ہے۔ باپ نے دوسری شادی کر لی ہے۔ میرا اس سے جھگڑا ہوگیا ہے۔ میرے باپ نے نئی بیوی کی باتوں میں آ کر مجھے اپنی دولت اور جائیداد سے محروم کر دیا ہے۔''

''تم نے فہمی کو یہ باتیں بتائیں؟''

''اسے نہیں بتائیں۔ آپ سے سچ کہہ رہا ہوں۔ میں یہاں مستقل رہنے اور کوئی کاروبار کرنے آیا ہوں۔''

''میں تم سے باپ کا فون نمبر اور پتا پوچھتا یا نہ پوچھتا مگر یہ بات چھپانے کی نہیں تھی۔ میں کیسے یقین کروں کہ اب سچ کہہ رہے ہو' واقعی اپنے باپ سے جھگڑا کر کے یہاں آئے ہو!''

''اس بار میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ آئندہ رنگون واپس نہیں جاؤں گا۔ یہیں قسمت آزماؤں گا۔''

میں اسے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کسی طرح اس کے اندر جگہ مل جائے تو چور خیالات پڑھ کر ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

میں نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''ہم انسان ہمیشہ اپنی اصلیت چھپاتے ہیں۔ ایک چہرے پر دوسرا چہرہ لگا کر سامنے والے کو دھوکا دیتے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''یہ سچ ہے' انسان کو پرکھنے کی کوئی کسوٹی نہیں ہے۔ کسی کو اس کے اندر جھانک کر دیکھا اور سمجھا نہیں جا سکتا۔''

میں نے پوچھا۔ ''تم مسلمان ہو؟''

وہ ایک دم سے چونکا پھر ذرا گڑبڑا کر بولا۔ ''جی....جی ہاں...''

میں نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا۔ ''جب پوچھا جاتا ہے کہ مسلمان ہو تو جی ہاں کہنے سے پہلے الحمدللہ کہا جاتا ہے۔ کیا یہ بات تم نہیں جانتے؟''

''جی....جی ہاں...اوہ! میں الحمدللہ کہنا بھول گیا تھا۔''

میں نے کہا۔ ''جب ہمیں آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا اور ہم کسی کو سمجھ نہیں پاتے تو ہم صرف اللہ پر بھروسا کر کے اس پر یقین کر لیتے ہیں۔''

وہ فوراً ہی بولا۔ ''میں اللہ اور رسول کی قسم کھانے کو تیار ہوں۔''

''افسوس، مسلمانوں نے ایسی قسموں کو اپنا وتیرہ بنا لیا ہے۔ تم صرف پانچوں کلمے پڑھ کر یہ کہہ دو کہ فہمی کے ساتھ دیانت دار رہو گے اور ایک اچھے لائف پارٹنر کی حیثیت سے اس کے ساتھ زندگی گزارو گے تو میں یقین کر لوں گا۔''

وہ پریشان ہوگیا...گھبرانے لگا۔ سیارے میں ان سب کو ہماری دنیا کے بارے میں طرح طرح کی معلومات فراہم کی جاتی تھیں۔ ہماری زمین پر مسلمان' ہندو' یہودی یا عیسائی بن کر رہنے کے لیے سرسری طور پر تمام مذاہب کی باتیں سمجھائی جاتی تھیں۔

اسے بھی دین اسلام کے بارے میں بہت کچھ بتایا گیا تھا۔ اسے پہلا کلمہ یاد تھا۔ باقی پانچ کلمے بھول گیا تھا۔ ہماری دنیا کے اسّی فیصد مسلمانوں کو پانچوں کلمے یاد نہیں رہتے۔ اگر اسے بھی یاد نہیں تھے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''مجھے پانچوں کلمے یاد نہیں ہیں''

میں نے کہا۔ ''چلو پہلا' دوسرا اور تیسرا کلمہ ہی سنا دو۔''

وہ اٹک اٹک کر بولا۔ ''وہ... وہ... مجھے صرف پہلا کلمہ یاد ہے۔''

میں اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ سر جھکائے دائیں بائیں پہلو بدل رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ''سچ سچ بتاؤ' کیا شراب پیتے ہو؟''

وہ بولا۔ ''میں شراب تو کیا' کسی بھی نشے کو ہاتھ نہیں لگاتا۔''

وہ صحت مند تھا۔ میں اسے دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ اس کا ذہن حساس ہوسکتا ہے۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرسکتا ہے پھر بھی اس کی اصلیت معلوم کرنی ہی ہوگی۔ ورنہ میں اُلجھتا ہی رہوں گا۔ کچھ بھی ہو' اس پر اندھا اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔

یہ فیصلہ کرتے ہی میں اس کے اندر پہنچا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی اور چونک کر مجھے دیکھا۔

میں نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

وہ پہلو بدلتے ہوئے بولا۔ ''جی... کچھ نہیں...''

اس نے دوسری بار میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے پھر سانس روک لی۔ میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا ''اب کیا ہوا...؟''

اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''آ... آپ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟''

''اور تم یوگا میں مہارت رکھتے ہو۔ ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہو... ہاں یا ناں میں جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ میں تو اپنی بیٹی کی وجہ سے صرف اطمینان حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس لیے مجھے اپنے اندر آنے دو۔''

وہ عاجزی سے بولا۔ ''پلیز، میرے خیالات نہ پڑھیں۔ ہر انسان کے کچھ ایسے معاملات ہوتے ہیں' جنہیں وہ کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔''

''تم اب تک مسلسل جھوٹ بولتے آرہے ہو۔ تم نے پہلے اپنے باپ کے بارے میں جھوٹ کہا پھر تمہیں کلمے یاد نہیں، مذہب کے معاملے میں مشکوک ہوگئے۔ ہمارے لیے سب سے اہم ہمارا دین ہے۔ میں ان دو معاملات میں تمہاری سچائی معلوم کرکے رہوں گا۔''

وہ بڑی عاجزی اور بے بسی سے بولا۔ ''میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں' فہمی میری جان بن گئی ہے؟ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ اسے کبھی دھوکا نہیں دوں گا۔''

''اگر یہ سچ ہے تو مجھے اپنے اندر آکر سچ معلوم کرنے دو... ورنہ میں تمہیں اس شہر میں تو کیا اس ملک میں بھی رہنے نہیں دوں گا۔''

''اگر فہمی میری زندگی میں نہ آتی تو میں اس ملک سے چلا جاتا۔ آپ میری محبت کی انتہا کو اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ اس کے لیے جان کی بازی لگا دی ہے میں نے، اسی لیے آپ کو اپنے اندر آنے کی اجازت دے رہا ہوں۔''

میں دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ خیالات پڑھنے لگا۔ مجھے عجیب وغریب باتیں معلوم ہورہی تھیں۔

وہ کسی سیارے سے ہماری دنیا میں آیا تھا۔ اس کا بھگوان' اَن داتا کوئی گریٹ ایشورارا تھا۔ وہ لوگ ہماری دنیا پر قبضہ کرکے یہاں کے حکمران بننا چاہتے تھے۔

میں بہت حیرانی سے اس کے خیالات پڑھ رہا تھا پھر میں نے پوچھا۔ ''یہ سب کیا ہے؟ تم تو ہماری دنیا کے آدمی نہیں ہو؟ تمہارا کوئی دین بھی نہیں ہے؟''

''آپ کو میرے چور خیالات پڑھ کر یہ معلوم ہو چکا ہوگا کہ میں فہمی کے لیے دیانتدار ہوں اور اس کے لیے کیسی کیسی قربانیاں دے سکتا ہوں؟''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''بے شک! تم اسے دل وجان سے چاہتے ہو۔ اس کی خاطر تم نے اپنی اصلیت نہیں چھپائی۔ مجھے اپنے چور خیالات پڑھنے کا موقع دیا۔''

''میرے اندر جھانک کر آپ کو میرے پیار کی سچائی کا یقین آیا۔ فہمی کی خاطر میں آپ کا مذہب قبول کرنے اور آپ کے طور طریقوں کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے اپنے گریٹ ایشورارا کی مخالفت مول لے رہا ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تم سچے دل سے دینِ اسلام قبول کرو گے؟''

''سچے دل سے قبول کروں گا مگر میں جلد ہی فہمی سے شادی نہیں کرسکوں گا۔''

''کیوں نہیں کرسکو گے؟''

''جب گریٹ ایشورارا کو یہ معلوم ہوگا کہ میں نے دینِ اسلام قبول کیا ہے تو وہ میرا جانی دشمن بن جائے گا۔'' وہ ذرا توقف سے بولا۔ ''آپ میرے خیالات مزید پڑھیں گے تو پتا چلے گا کہ ہمارے پاس ایک غیر معمولی مشین ہے۔ جس کے ذریعے گریٹ ایشورارا کا کوئی بھی ماتحت مجھے کہیں بھی دیکھ سکتا ہے۔ میں پاتال میں بھی ان کی نظروں سے چھپ کر نہیں رہ سکوں گا۔''

میں اس کی باتیں سن رہا تھا اور غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''مجھے یقین ہوگیا ہے کہ تم مجھ سے جھوٹ نہیں کہہ رہے ہو۔ اگر سیارے میں کوئی گریٹ ایشورارا ہے اور وہ تمہارا جانی دشمن بن سکتا ہے تو ابھی یہ ظاہر نہ کرو کہ تم دینِ اسلام قبول کرنا چاہتے ہو۔ یہ سب کچھ بعد میں رازداری سے بھی ہوسکتا ہے۔ تم مجھے رفتہ رفتہ اپنے سیارے اور گریٹ ایشورارا کے بارے میں پوری معلومات فراہم کرو گے۔ اس غیر معمولی مشین کے متعلق بتاؤ گے' وہ کس طرح پاتال میں چھپے ہوئے لوگوں تک بھی پہنچا دیتی ہے؟ میں اس عجیب و غریب مشین کے بارے میں سب کچھ معلوم کرنا چاہوں گا۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں' آپ کو ایک ایک بات بتاؤں گا۔''

''تو پھر یہ ایک مسلمان کا وعدہ ہے' میں تمہیں جانی نقصان پہنچنے نہیں دوں گا۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دنیا والوں سے چھپاتا ہوں۔ تم بھی چھپانے کی کوشش کرنا۔ ہم دونوں مل کر سوچیں گے کہ کس طرح گریٹ ایشورارا سے محفوظ رہ سکتے ہیں؟''

اس کے چور خیالات نے بتا دیا تھا کہ میں اس پر اندھا اعتماد کرسکتا ہوں۔ میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس نے دونوں ہاتھوں سے میرا ہاتھ تھام لیا۔ میں نے کہا۔ ''ابھی ہم دوست ہیں۔ حالات کا جائزہ لینے اور حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کے بعد رشتے دار بن جائیں گے۔''

وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔ ناشتے کی ٹرالی کھینچ کر میرے پاس لے آیا پھر ہم دونوں ناشتا کرنے میں مصروف ہوگئے۔

☆☆☆

برین ماسٹر کو تقدیر بیلجیم شہر کے ایک مکان میں لے آئی تھی۔ جہاں وہ ایک پینگ گیسٹ کی حیثیت سے رہ رہا تھا۔ اسی مکان کے دوسرے حصّے میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا ایک جاسوس بھی قیام پذیر رہا تھا۔

کبریا نے اس جاسوس کے ذریعے وہاں تربالا کو ٹریپ کیا تھا۔ اس پر اچانک ہی حملہ کیا گیا تھا۔ غیر متوقع حملے سے وہ بوکھلا کر فرار ہوا تھا کہ اپنی غیر معمولی مشین اور سفری بیگ چھوڑ کر اس شہر سے اور ملک سے کہیں دور جانا چاہتا تھا۔ اس کا وہ تمام سامان ہمارے جاسوس کو مل گیا تھا۔ کبریا نے ہدایت کی تھی کہ وہ اس غیر معمولی مشین کو اور سفری بیگ کی اہم چیزوں کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دے۔

جاسوس بریف کیس نما غیر معمولی مشین کو اور تربالا کے سفری بیگ کو اس مکان میں لے آیا تھا۔ وہ سارا سامان وہاں رکھ کر کسی بھی پہلی فلائیٹ میں سیٹ حاصل کرنے کے لیے کسی ٹریولنگ ایجنسی میں جانا چاہتا تھا۔

برین ماسٹر جہاں بھی جاتا تھا' وہاں آس پاس کے لوگوں سے محتاط رہتا تھا۔ چپ چاپ ان کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرتا تھا کہ کسی دشمن کے آلۂ کار تو نہیں ہیں۔ اس نے مکان کے دوسرے حصّے میں جاسوس کو دیکھا۔ اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی۔ اسے شبہ ہوا کہ وہ ضرور ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا پھر کسی دشمن کا آلۂ کار ہے۔ یہ شبہ ہوتے ہی ضروری ہوگیا تھا کہ کسی بھی طرح اس کے چور خیالات پڑھے جائیں اور حقیقت معلوم کی جائے۔

اس نے پینگ گیسٹ ہاؤس کے خانساماں کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا' وہ آدمی تھوڑی دیر بعد کہیں جانے والا ہے۔ اس لیے اس نے سینڈوچز اور چائے طلب کی ہے۔

برین ماسٹر نے خانساماں کے دماغ پر قبضہ جمایا اور چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی۔ آدھے گھنٹے کے اندر ہی وہ جاسوس اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوگیا۔

برین ماسٹر اس کے خیالات پڑھتے ہی سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔ یہ اہم بات معلوم ہوئی کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا ایک جاسوس ہے۔ اس وقت اس کے کمرے میں جو بریف کیس رکھا ہوا ہے' وہ دراصل سیارے سے آنے والی غیر معمولی مشین ہے پھر اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبریا کے ذریعے تربالا کو ٹریپ کیا گیا تھا لیکن وہ اپنا سامان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

برین ماسٹر نے اس جاسوس کو تھپک تھپک کر گہری نیند سلا دیا پھر اس کے کمرے میں آکر سب سے پہلے اس غیر معمولی مشین کو دیکھا۔ اگرچہ اسے آپریٹ کرنا نہیں جانتا تھا لیکن ایک نایاب مشین اس کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ وہ کسی بھی طرح اسے آپریٹ کرنا سیکھ سکتا تھا اور اس کے ذریعے سیارے والوں سے چھپ کر بھی رہ سکتا تھا۔ وہ اس کے سفری بیگ کو کھول کر سامان دیکھنے لگا۔

اس بیگ میں کمیونیکیشن مشین تھی۔ سونے کی کچھ اینٹیں اور ہیرے جواہرات تھے۔ تربالا نے اس دنیا میں آنے کے بعد اپنا ایک شناختی کارڈ' پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات تیار کرائے تھے۔ ان میں اس کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔

وہ ایک تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا تربالا کے اندر اس وقت پہنچا' جب کبریا چار یار کے ساتھ مل کر ٹرین کے دوسرے مسافروں کے ذریعے تربالا کی پٹائی کررہا تھا۔ وہ

دماغی طور پر کمزور ہوگیا تھا۔ اس لیے اس نے برین ماسٹر کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ اگرچہ وہ بیہوش ہوگیا تھا لیکن برین ماسٹر نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ بعد میں اس کے اندر پہنچ کر وہ بہت سی معلومات حاصل کرسکتا تھا۔

اس وقت وہ ہیرے جواہرات، سونے کی اینٹیں، کمیونیکیشن مشین اور غیر معمولی مشین اٹھا کر اپنے کمرے میں آیا۔ وہاں سے اپنا سفری بیگ لیا پھر کار میں آکر بیٹھ گیا۔ یہ اندیشہ تھا کہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے دوسرے جاسوس وہاں آسکتے ہیں۔ اس نے دوسرے شہر کا رخ کیا۔

وہ پچاس کلو میٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک چھوٹے سے شہر میں رکا۔ خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوا کہ تربالا ہوش میں آگیا تھا۔ ریلوے پولیس نے اسے ایک ہاسپٹل میں پہنچا دیا تھا۔ اس کا دماغ اس حد تک کمزور ہوگیا تھا کہ وہ خیال خوانی کرسکتا تھا اور نہ ہی سانس روک کر پرائی سوچ کی لہروں کو بھگا سکتا تھا۔ وہاں کے اکابرین اور اعلیٰ حکام اس میں دلچسپی لے رہے تھے۔ اس کے ذریعے باقی چار ساتھیوں تک پہنچنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا تھا' وہ بہت کمزور ہے۔ ایک گھنٹے بعد اس سے باتیں کی جاسکیں گی۔

برین ماسٹر پہلے ہی اس کے اندر پہنچ کر ان چار ساتھیوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا' سیارے سے آنے والے چاروں ساتھی فرینکفرٹ میں ہیں۔ اس شہر کے مختلف حصوں میں ایک دوسرے سے دور دور رہتے ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرتے ہیں۔

تربالا کے خیالات پڑھ کر ان چاروں کے پتے معلوم کیے۔ ایک ڈومیسٹک فلائٹ میں سیٹ حاصل کر کے ایک گھنٹے بعد ہی فرینکفرٹ پہنچ گیا۔

وہ ان چاروں میں سے کسی ایک کو اپنے زیر اثر لانا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے دیر نہیں کی اور تربالا کے ایک ماتحت کی رہائش گاہ پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے فائر کر کے اسے زخمی کیا۔ زخموں کی مرہم پٹی کی پھر خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا اور ایک خاص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو مقفل کر دیا۔

وہ آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سوتا رہا۔ جب بیدار ہوا تو اس کا غلام بن چکا تھا۔ وہ اس کے ساتھ کار میں بیٹھ گیا تھا۔ اب برین ماسٹر کو یہ اندیشہ نہیں تھا کہ اس کا کوئی ساتھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ سکتا ہے۔ اس کا دماغ مقفل ہو چکا تھا۔ کوئی معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ کس نے اسے ٹریپ کیا ہے؟ اور کہاں لے جا رہا ہے؟

برین ماسٹر سیارے والوں کا اور تمام اکابرین کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک بہت بڑی بازی جیت چکا تھا۔ آئندہ وہ غلام بننے والے آلۂ کار کے ذریعے مشین کو آپریٹ کرنا سیکھ سکتا تھا۔ بلاشبہ اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔

سونیا نے بنکاک سے جو مشین امریکی یوگا جاننے والے افسران کے پاس بھیجی تھی' وہ ان کے پاس پہنچ گئی مگر وہ اس مشین کو بھی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جو واشنگٹن میں داستوا کے پاس تھی۔ انہوں نے سونیا کے ذریعے اسے بے ہوشی کی حالت میں گرفتار کیا تھا لیکن مشین اس کے پاس نہیں تھی۔ مشین بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ایک جاسوس کے پاس تھی۔

سونیا نے واضح طور پر کہہ دیا تھا کہ دوسری مشین انہیں نہیں ملے گی۔ انہوں نے سونیا سے بحث نہیں کی اور بظاہر اس کے فیصلے کے آگے سر جھکا لیا تھا لیکن امریکی سی آئی اے والے اور ایف بی آئی والے بڑی رازداری سے اس جاسوس کو تلاش کر رہے تھے۔ اس سے وہ مشین حاصل کر لینے کے لیے تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی مصروف ہوگئے تھے۔ وہ پورے واشنگٹن اور آس پاس کے علاقوں میں ایک ایک شخص کے دماغ میں جھانک رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ وہ جلد ہی اس مطلوبہ جاسوس تک پہنچ جائیں گے۔

اس جاسوس کی مجبوری یہ تھی کہ وہ غیر معمولی مشین کو آزادی سے اور آسانی سے کہیں لے جا نہیں سکتا تھا۔ سخت چیکنگ ہو رہی تھی کہ جس کے ہاتھ میں بھی بریف کیس دیکھا جاتا تھا۔ اسے ضرور روکا جاتا تھا اور اس بریف کیس کو چیک کیا جاتا تھا۔ سونیا نے اس جاسوس سے کہہ دیا تھا کہ بریف کیس کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے کی جلدی نہیں ہے۔ فی الحال کہیں زمین کھود کر اسے چھپا دے۔ جب ضرورت ہوگی تو اسے نکال لیا جائے گا۔

سونیا نے یوگا جاننے والے پانچ افسران سے شکایت کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے تمہیں گریٹ ایشورارا کے ایک جان لیوا حملے سے بچایا ہے۔ میں ساتھ نہ دیتی تو تمہارے ہزاروں فوجی مارے جاتے۔ ہیڈ کوارٹر میں گولا بارود اور ایٹمی اسلحے کا جو ذخیرہ ہے' وہ سب تباہ ہو جاتا۔ میں نے ایک غیر معمولی مشین تمہیں دے دی۔ اس کے باوجود تم سب احسان فراموش ہونے کا ثبوت دے رہے ہو۔ بڑی رازداری سے میرے اس ماتحت کو تلاش کر رہے ہو' جس کے پاس دوسری غیر معمولی مشین ہے۔''

وہ پانچوں قسمیں کھا کر کہنے لگے۔ ''اس سلسلے میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ آپ جانتی ہیں' ہمارے ملک میں یوگا جاننے والوں اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک چھوٹی سی آرمی ہے۔ وہ اپنے طور پر آزاد ہیں اور امریکی حکام کے اور فوج کے زیر اثر نہیں ہیں اپنے فیصلے خود کرتے ہیں اور ان پر عمل بھی کرتے ہیں۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''وہ لوگ اس ماتحت کو تلاش کر رہے ہیں اور کسی طرح اس سے بریف کیس حاصل کر لینا چاہتے ہیں۔ ہم انہیں روک نہیں سکتے۔ اور وہ ہمارے کسی حکم کی تعمیل نہیں کریں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''یہ تم لوگوں کی سیاسی چال ہے۔ تم نے ایسے باصلاحیت افراد کی ایک چھوٹی سی فوج بنائی ہے۔ جب وہ لوگ ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرتے ہیں تو تم معصوم اور بے قصور بن کر کہتے ہو کہ تم ایسا نہیں کر رہے ہو جبکہ وہ لوگ تمہارے ہی مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔ کوئی بات نہیں۔ میں ذرا اپنے موجودہ معاملات سے نمٹ لوں پھر تمہاری یوگا جاننے والی اور ٹیلی پیتھی جاننے والی آرمی سے نمٹ لوں گی۔''

یوگا اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ خوف نہیں تھا کہ وہ کبھی کسی غیر معمولی مشین کے ذریعے دیکھ لیے جائیں گے۔ وہ بڑی رازداری سے بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس کو تلاش کر رہے تھے۔ اس نے سونیا کی ہدایت کے مطابق ایک جگہ زمین کھود کر اس غیر معمولی مشین کو چھپا دیا تھا۔ اب وہ آزادی سے کہیں بھی آجا سکتا تھا۔

ایک روز اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ چند سیکنڈ کے بعد دوبارہ سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے پوچھا۔ ''کون ہو تم؟''

اس نے کہا۔ ''میں کبریا ہوں۔ مما نے کہا ہے' میں وقتاً فوقتاً تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں۔ کیا مشین وہیں ہے اور تمہیں یقین ہے' کوئی وہاں تک پہنچ نہیں پائے گا؟''

''جی ہاں، مجھے پورا یقین ہے۔''

''مما نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ مشین کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟ میں تم سے بھی نہیں پوچھوں گا تم کسی کو بھی اس سلسلے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔''

''نہیں بتاؤں گا، میڈم نے بھی یہی تاکید کی ہے۔''

''میں واشنگٹن میں ہوں۔ اپنی رہائش گاہ کا پتا بتاؤ' میں کسی وقت آکر ملوں گا۔''

اس نے پتا بتایا کبریا اس کے دماغ سے چلا گیا مگر وہ کبریا نہیں تھا۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ایک فرد کے دماغ میں جھانکتے پھر رہے تھے۔ جونہی شخص سانس روک کر ان کی سوچ کی لہروں کو بھگاتا تھا' وہ پھر اس سے رابطہ کرنے کی کوششیں کرتے تھے۔ جب وہ اپنے اندر آنے سے انہیں روکتا رہتا تو سی آئی اے والوں کو اس کے پاس پہنچا دیتے۔ تب اس کا محاسبہ کیا جاتا، اسے اپنے دماغ کے دروازے کھولنے پر مجبور کیا جاتا۔ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین نے بابا صاحب کے ادارے کے اس جاسوس کے ساتھ یہی کیا تھا۔ دوسری اور تیسری بار اس کے اندر گیا تو خود کو کبریا کہہ کر اس کا اعتماد حاصل کر لیا۔

تھوڑی دیر بعد ہی سی آئی اے والے اس جاسوس کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ اسے حراست میں لے کر پوچھا۔ ''تم نے وہ غیر معمولی مشین کہاں چھپائی ہے؟''

اس نے کہا۔ ''میرے پاس کوئی مشین نہیں ہے۔''

اسی وقت وائس مین نے اس کے اندر آکر کہا۔ ''ہیلو! میری آواز پہچان رہے ہو؟ ابھی پندرہ منٹ پہلے میں نے کبریا بن کر تم سے بات کی تھی۔ تم نے اعتراف کیا تھا کہ وہ مشین تمہارے پاس ہے اور تم نے اسے چھپا کر رکھا ہے۔''

وہ جاسوس بری طرح پھنس گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح سونیا سے رابطہ کرے؟ وہ خیال خوانی نہیں جانتا تھا اور سی آئی اے والے اسے فون کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ ایک افسر نے کہا۔ ''ہم دس تک گنتی گن رہے ہیں۔ گنتی پوری ہونے تک تم نے اس مشین کو ہمارے سامنے پیش نہ کیا تو موت تمہارا مقدر بن جائے گی۔''

اس نے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے گنتی شروع کی۔ اس نے سانس روک کر وائس مین کو بھگا دیا تھا اور یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اپنی جان دے دے گا لیکن دشمنوں کو اس مشین تک نہیں پہنچائے گا۔

دشمن نادان نہیں تھے۔ دس تک گننے کے بعد اسے صرف زخمی کیا۔ اب وہ سانس روک کر وائس مین کو اپنے اندر سے بھگا نہیں سکتا تھا۔ وہ بولا۔ ''سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا۔ میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔ تم نے نہیں بتایا مگر تمہارے خیالات بتا رہے ہیں۔ تم نے اس بنگلے کے پیچھے زمین کھود کر بریف کیس نما اس غیر معمولی مشین کو چھپایا ہے۔''

وائس مین نے اس افسر سے کہا۔ ''سپاہیوں سے کہو' اس بنگلے کے پیچھے جائیں۔ میں بتاؤں گا' کس جگہ زمین

کھودنی ہے۔ ہماری مطلوبہ چیز ہمیں مل جائے گی۔''

دو سپاہی بنگلے کے پیچھے گئے پھر آدھے گھنٹے بعد واپس آئے تو ان کے ہاتھوں میں مطلوبہ بریف کیس تھا۔

افسر نے اس جاسوس سے کہا۔ ''ہمارا کام ہوگیا۔ اب تمہاری ضرورت نہیں رہی۔ ہم نہیں چاہتے کہ میڈم کو ہمارے بارے میں کچھ معلوم ہو۔'' یہ کہہ کر اس نے جاسوس کو گولی ماردی۔

یہ اس نیکی کا صلہ تھا جو سونیا نے کی تھی۔ میں نے اور سونیا نے ہمیشہ یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرنی چاہی... امن و امان کی خاطر سمجھوتا کرنا چاہا مگر وہ پیٹھ پیچھے چھرا گھونپتے رہے۔ آج تک یہی ثابت ہوتا آرہا ہے کہ ان لوگوں سے سماجی، معاشی اور تجارتی سطح پر کسی حد تک لین دین ہوسکتا ہے لیکن سیاسی سطح پر یہ لوگ ہمیشہ مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچاتے رہیں گے۔

سونیا دوسرے معاملات میں مصروف تھی۔ غیر معمولی مشین کو فوراً ہی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانا ضروری نہیں تھا۔ یہ سوچا تھا، جب حالات سازگار ہوں گے تب اس مشین کو زمین کھود کر نکال لیا جائے گا۔ سونیا کو اس طرف سے اطمینان تھا۔ اس لیے وہ دوسرے معاملات میں مصروف ہوگئی تھی۔

سونیا نے وہ مشین واشنگٹن میں داستوا سے چھینی تھی۔ مشین کو اپنے جاسوس کے حوالے کیا تھا اور داستوا کو امریکی اکابرین کی تحویل میں دے دیا تھا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے دماغ میں رہ کر اس کے چار ساتھیوں کے متعلق معلوم کیا۔ پتا چلا، وہ چاروں مر چکے ہیں۔ انہوں نے داستوا کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنالیا۔ اب وہ غلام یوگا جاننے والے افسران کو غیر معمولی مشین آپریٹ کرنا سکھا رہا تھا۔

اُدھر جرمنی کے اکابرین نے ترہالا کو حراست میں لے رکھا تھا۔ اس کے ذریعے اس کے چار ساتھیوں کا پتا معلوم کیا۔ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی برین ماسٹر ترہالا کی مشین اور دوسرا سامان کے ساتھ اس کے ایک ساتھی کو اپنا غلام بنا کر لے گیا تھا۔ ایک محفوظ پناہ گاہ میں پہنچ کر اس غلام کے ذریعے وہ مشین کو آپریٹ کرنا سیکھ رہا تھا۔

ترہالا اور اس کے باقی تین ساتھی جرمنی کے اکابرین کے لیے خالی بوتلوں کی طرح تھے۔ ان سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔

کبریا نے سونیا کے پاس آکر کہا۔ ''مما! ترہالا سے جو مشین حاصل کی گئی تھی، اسے کوئی چرا کر لے گیا ہے۔''

سونیا نے چونک کر پوچھا۔ ''کون لے گیا ہے؟ وہ چوری کیسے ہوگئی؟''

کبریا نے بتایا کہ ان کا جاسوس جس مکان میں پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہ رہا تھا، وہیں اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا گیا تھا۔ اس کا بیان ہے، وہ گہری نیند سو گیا تھا جب کئی گھنٹے بعد بیدار ہوا تو اس کے کمرے میں غیر معمولی مشین اور اس کا سفری بیگ نہیں تھا۔ اس مکان کے دوسرے حصّے میں جو پیئنگ گیسٹ تھا، وہ فرار ہوگیا تھا۔ شاید وہی اس مشین کو چرا کر لے گیا ہے۔

اس نے کہا۔ ''چار یار سے پوچھو، کیا اس مشین کو فو کاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے؟ یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ وہ کس کے پاس ہے؟''

کبریا نے چار یار کے پاس آکر یہ سوال کیا تو انہوں نے کہا۔ ''یہ پیش گوئی کرنے والی مشین ہم انسانوں کے بارے میں موجودہ اور آنے والے لمحات کی ایک ایک بات بتاتی ہے۔ یہ بے جان چیزوں کے بارے میں کچھ نہیں بتائے گی۔''

کبریا نے سونیا کے پاس آکر یہی بات بتائی۔ اس نے کہا۔ ''یہ امریکی سی آئی اے والے اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت تیزی دکھا رہے ہیں۔ الپا سے کہو، وہ واشنگٹن میں ہمارے جاسوس کی خیریت معلوم کرے۔''

کبریا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد الپا نے آکر کہا۔ ''مما! میری سوچ کی لہروں کو اس جاسوس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ یہ یقین کرنا ہوگا کہ وہ مر چکا ہے۔ واشنگٹن میں ہمارے جو دوسرے سراغ رساں ہیں، میں نے ان سے کہا ہے، وہ اسے تلاش کریں۔ اگر وہ نہ ملے تو اس کے بارے میں معلومات حاصل کریں کہ وہ کہیں زندہ سلامت ہے بھی یا نہیں؟''

سونیا نے کہا۔ ''ان میں سے کسی جاسوس سے کہو، وہ اس کی رہائش گاہ کے پچھلے حصّے میں جائیں۔ وہاں گلاب کی کیاریوں کے پاس زمین کھود کر دیکھیں۔ وہ مشین وہاں چھپائی گئی تھی۔''

الپا چلی گئی۔ سونیا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے مشین کے ذریعے بابا فرید داسطی سے رابطہ کیا۔ وہ اسکرین پر نظر آنے لگے۔ انہوں نے کہا۔ ''میں تمہاری پریشانیوں کو سمجھ رہا ہوں۔ بولو کیا چاہتی ہو؟''

''آپ نے اور اعلیٰ حضرت نے کہا تھا، میں دشمنوں کو نظر نہیں آؤں گی۔ یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین میرے دشمن تھے لیکن جب میں نے سمجھوتا کیا اور دوست بن گئی تو انہیں نظر آنے لگی۔ حالات بتا رہے ہیں، یہ پھر سے دشمنی کرنے لگے ہیں۔ میں چاہتی ہوں، انہیں نظر نہ آؤں۔''

''نہیں آؤ گی۔ کوئی دشمن تمہیں دیکھ نہیں پائے گا۔ خدا تمہارے ساتھ ہے۔''

یہ کہتے ہی وہ اسکرین سے گم ہوگئے۔ اس نے اپنی مشین کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر پانچ یوگا جاننے والے افسران دکھائی دینے لگے۔ وہ بھی اپنی غیر معمولی مشین کے سامنے بیٹھے سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ ایسے ہی وقت وہ ان کے لیے نادیدہ ہوگئی۔ انہوں نے حیرانی اور پریشانی سے کہا۔ ''یہ کیا ہوگیا؟ سونیا کہاں گئی؟''

سونیا اسکرین پر نظر نہیں آرہی تھی لیکن وہ کمرا انہیں دکھائی دے رہا تھا کیونکہ وہ اپنی مشین کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

وہ اپنی اسکرین پر ان پانچوں کو دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے ایک سائنس داں اور مکینک کو بلالیا تھا جو مشین کو چیک کررہے تھے کہ اس میں کیا خرابی پیدا ہوگئی ہے؟

انہوں نے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے کوڈ نمبر پنچ کیے تو اسکرین پر وہ اعلیٰ افسر دکھائی دینے لگا۔ مکینک نے کہا۔ ''مشین میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ شاید سونیا کہیں چلی گئی ہے۔''

یوگا جاننے والے ایک افسر نے کہا۔ ''سونیا کی مکاریوں کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس نے کوئی ایسی تکنیک استعمال کی ہے، جس کی نتیجے میں وہ دکھائی نہیں دے رہی ہے۔''

انہوں نے مشین کو بند کر دیا۔ سائنس داں سے پوچھا۔ ''ہم اسے دیکھ نہیں پا رہے ہیں۔ کیا وہ ہمیں دیکھ رہی ہوگی؟''

سائنس داں نے کہا۔ ''ہم ابھی اس مشین کو پوری طرح سمجھ نہیں پائے ہیں۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ سونیا کی مشین میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہو۔ اسی لیے وہ ہماری اسکرین سے اوجھل ہوگئی ہے۔''

ان میں سے ایک افسر نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے فون پر رابطہ کیا پھر اس سے پوچھا۔ ''کیا سونیا تم لوگوں کی مشین کی اسکرین پر نظر آرہی ہے؟''

''نظر آرہی تھی پھر اچانک ہی غائب ہوگئی ہے۔''

اس افسر نے یہ باتیں دوسرے افسران کو بتائیں۔ ان میں سے ایک نے پریشان ہوکر کہا۔ ''کیا سونیا کو معلوم ہوچکا ہے کہ ہم نے دوسری مشین حاصل کرلی ہے اور اس کے ماتحت کو قتل کردیا ہے؟''

یہ سنتے ہی سونیا کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ اس جاسوس کی موت نے ایسا صدمہ پہنچایا، جیسے اس کے کسی سگے کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ہو۔ میں اور سونیا بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے تمام کارکنوں سے ایسا ہی پُرخلوص تعلق رکھتے تھے، جیسے وہ ہمارے سگے رشتے دار ہوں۔ اس نے غصّے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ ہونٹوں کو سختی سے بند کرلیا۔ وہ بہت ذہین اور تجربہ کار تھی۔ یہ جانتی تھی کہ ایسے وقت غصّے، جوش اور جنون کو برداشت کرنا چاہیے۔

وہ ایسے چپ ہوگئی تھی، جیسے دم سادھ لیا ہو۔ الپا نے آکر کہا۔ ''مما! ہمارے ایک جاسوس نے وہاں جاکر گلاب کی کیاریوں کے پاس دیکھا تو زمین پہلے سے کھدی ہوئی تھی۔ وہاں جو مشین چھپائی گئی تھی، اسے کوئی لے گیا ہے۔''

اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''ٹھیک ہے تم جاؤ۔ میں ابھی تنہائی اور خاموشی چاہتی ہوں۔''

الپا چلی گئی۔ وہ ایک ایزی چیئر پر نیم دراز ہوگئی۔ اس کا دل بھاری ہورہا تھا۔ وہ میرے ساتھ جدوجہد سے بھرپور زندگی گزارتی آئی تھی۔ دشمنوں کو زیر کرتی رہی تھی۔ یہودی اور عیسائی اکابرین سے کئی بار سمجھوتا کیا تھا۔ ان سے دوستی کی کوشش کی اور ہمیشہ مایوس ہوتی رہی تھی۔

اس بار اپنی دنیا کو سیارے والوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ان کا ساتھ دیا تھا۔ اب سے بارہ گھنٹے پہلے انہیں بہت بڑی تباہی سے بچایا تھا۔ گریٹ ایشورارا سے نمٹنے کے لیے انہیں ایک غیر معمولی مشین بھی دی تھی مگر انہوں نے کمینگی کی انتہا کردی تھی۔

اس نے الپا اور کبریا کو بلایا پھر اپنی مشین کو آن کرکے آپریٹ کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے داستوا اور ترہالا کی مشینوں کے ذریعے آرمی ہیڈ کوارٹر کے ان افسران کو دیکھا تھا، جنہیں سیارے والوں نے اپنا تابع دار بنالیا تھا۔''

الپا نے اسکرین پر ان افسران کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یس مما! میں انہیں آپ کے ذریعے دیکھ چکی ہوں۔ داستوا نے اپنے لب و لہجے میں ان کے دماغوں کو مقفل کیا تھا۔ اس کا لب و لہجہ مجھے یاد ہے۔ میں ان کے اندر پہنچ سکتی ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''کبریا کو بھی ان کے اندر پہنچاؤ۔ ان دو افسران کے ذریعے وہ سب کچھ کرو جو داستوا اور ترہالا کرنا چاہتے تھے۔ مصیبت اور موت کی جو گھڑی ٹل گئی تھی، اسے پھر واپس لے آؤ۔''

سونیا نے ان تمام اکابرین کو، یوگا جاننے والے افسران کو اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خفیہ آرمی کو چیلنج نہیں کیا تھا۔ ان سے کوئی شکایت نہیں کی تھی، شرم نہیں دلائی تھی کہ انہوں نے کمینگی کا ثبوت کیوں دیا ہے؟

اس نے طے کرلیا تھا کہ اب ان سے کچھ نہیں کہے گی۔ جو کرنا ہے، وہ کر گزرے گی۔ تمام اکابرین اس کے اچانک گم ہونے پر پریشان تھے۔ بار بار مشین میں اسے دیکھنا چاہتے

تھے۔ وہ اپنے تمام مطلوبہ افراد کو دیکھ رہے تھے۔ صرف وہی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''یہ پہلے بھی ہمارے لیے نادیدہ بن گئی تھی۔ جب ہم سے سمجھوتا کیا اور دوستی ہوگئی تو اسکرین پر نظر آنے لگی تھی۔ وہ یقیناً روحانی عمل کے ذریعے ہماری نظروں سے اوجھل ہوجاتی ہے اور اس کا وجود ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔''

دوسرا افسر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے ہی ایک زبردست دھماکا سنائی دیا۔ دروازے اور کھڑکیاں لرز گئیں۔ کئی شیشے ٹوٹ گئے۔ انہوں نے فوراً ہی غیر معمولی مشین کو آف کیا پھر اسے لے کر دوڑتے ہوئے عمارت سے باہر آگئے۔ انہیں اب تک یکے بعد دیگرے دو دھماکے سنائی دیے تھے۔

انہوں نے بہت دور موجود آرمی ہیڈ کوارٹر کی طرف دیکھا۔ وہ تباہ ہو رہا تھا۔ شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے اور سیاہ دھواں دور تک پھیلتا جا رہا تھا۔ وہ پانچوں دوڑتے ہوئے ایک کوسٹر میں آکر بیٹھ گئے تھے۔ فون کے ذریعے پوچھنا چاہتے تھے' یہ کیسی تباہی ہے؟ وہاں کیا ہو رہا ہے؟

جہاں پے در پے دھماکے ہو رہے ہوں اور موت ہر ایک پر جھپٹ رہی ہو' وہاں فون اٹینڈ کرنے کی فرصت کسے ملتی ہے؟ وہ کوسٹر میں بیٹھ کر وہاں سے دور جا رہے تھے

ایک نے بریف کیس کو کھول لیا اور مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔ تب اسکرین پر آرمی ہیڈ کوارٹر کا منظر دکھائی دینے لگا۔ جہاں گولا بارود اور ایٹمی اسلحے کا ذخیرہ تھا۔ وہاں ہولناک دھماکے ہو رہے تھے۔ بے شمار سپاہی اور افسران مرتے اور زخمی ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔

ایک افسر نے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے چیختے ہوئے کہا۔ ''ہم بری طرح لٹ گئے ہیں۔ اسکرین پر دیکھ رہے ہیں' ہمارا ہیڈ کوارٹر بالکل ہی کھنڈر بن گیا۔ کیا گریٹ ایشورارا نے ایک ناکامی کے بعد دوسری بار حملہ کیا ہے؟''

ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''ہم بھی یہاں اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ واستوا اور تربالا نے جس طرح چیلنج کیا تھا' اسی طرح ہمارا ہیڈ کوارٹر تباہ ہو رہا ہے۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''ہم سے بڑی بھول ہوئی۔ سونیا نے ہمیں تحفظ دیا تو یہ یقین ہوگیا کہ اب گریٹ ایشورارا کے حملوں سے محفوظ ہوگئے ہیں لیکن وہ تو بارہ گھنٹوں کے بعد ہی پلٹ کر حملے کر رہا ہے۔''

سونیا اپنی اسکرین پر ان کی تباہی کا تماشا دیکھ رہی تھی۔ وہ یوگا جاننے والے پانچ افسران ایک کوسٹر میں سفر کر رہے تھے۔ دوسری طرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تاریکی میں کھڑا فون کے ذریعے ان سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے کمرے میں اندھیرا کر رکھا تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ سونیا یا سیارے والے اپنی مشینوں کے ذریعے اسے دیکھیں۔ یہ معلوم کریں کہ وہ اور خفیہ آرمی والے کہاں ہیں؟ وہ دکھائی بھی نہیں دے رہا تھا۔ صرف اس کی آواز سنائی دے رہی تھی پھر آواز بھی بند ہوگئی۔ فون کا رابطہ ختم ہو چکا تھا۔

سونیا کو وہ پانچ یوگا جاننے والے کوسٹر میں سفر کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان سے کچھ کہنا ضروری نہیں تھا۔ وہ خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ ''جب پہلی بار ایسا ہی حملہ ہونے والا تھا تو سونیا حملہ کرنے والے واستوا اور تربالا تک پہنچ گئی تھی۔''

دوسرے نے کہا۔ ''بے شک، وہ اب بھی معلوم کر سکتی ہے کہ اس وقت حملہ کرنے والے کون ہیں؟''

ان میں سے ایک نے موبائل فون نکال کر سونیا کے نمبر پنچ کیے پھر اسے کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا۔ سونیا کے قریب رکھے ہوئے فون کا بزر بج رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر فون بند کر دیا۔

اس افسر نے اپنے فون کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''رابطہ اچانک ٹوٹ گیا ہے۔''

اس نے پھر نمبر پنچ کیے۔ فون کو کان سے لگایا تو دوسری طرف ریکارڈنگ سنائی دی۔ ''آپ کے مطلوبہ نمبر سے... فی الحال جواب موصول نہیں ہو رہا ہے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ رابطہ کریں۔''

اس افسر نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''سونیا نے شاید فون بند کر دیا ہے۔ پہلے تو بیل جا رہی تھی پھر رابطہ ختم ہوگیا۔ دوسری بار ریکارڈنگ چل رہی ہے۔ فی الحال اس سے رابطہ نہیں ہو سکے گا۔''

وہ سب ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''پہلے وہ اسکرین پر دکھائی دے رہی تھی پھر اچانک ہی غائب ہوگئی۔ اب اس نے اپنا فون بند کر دیا ہے۔ کیا وہ ہم سے کترا رہی ہے؟''

''اس کے رویے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ ہماری خفیہ آرمی کے افسران نے وہ دوسری غیر معمولی مشین حاصل کر لی ہے اور بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس کو ہلاک کر دیا ہے۔ یہ بات سونیا کو معلوم ہو چکی ہوگی۔''

انہوں نے فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج کو مخاطب کیا۔ اُدھر سے پوچھا گیا۔ ''ہیلو آپ

کون ہیں؟ کیا کہنا چاہتے ہیں؟''

''ہم میڈم سونیا سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

''سوری۔ میڈم سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ ان کا فون بند ہے۔ ہم نے آپ کا نمبر نوٹ کرلیا ہے۔ ان سے رابطہ ہوگا تو آپ کا پیغام پہنچا دیا جائے گا۔''

رابطہ ختم ہوگیا۔ ایک افسر نے کہا۔ ''ہمیں یقین کرلینا چاہیے۔ ہماری خفیہ آرمی نے اس کے خاص ماتحت کو ہلاک کیا اور مشین اس سے چھین کر لے آئے، اس بات پر وہ ہماری دشمن بن گئی ہے۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''یہ تو ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ سونیا ہماری دشمن بن جائے گی۔ اور گریٹ ایشورارا ہمارے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کرے گا۔ پہلے ایک دشمن تھا۔ اب دو ہوگئے ہیں۔ وہ بھی انتقامی کارروائی کرے گی یا شاید کررہی ہے۔''

اس کی یہ بات سن کر سب ہی چونک گئے۔ ایک نے کہا۔ ''کہیں سونیا نے تو حملہ نہیں کیا؟''

انہوں نے اسکرین پر دیکھا۔ ہیڈ کوارٹر ویران ہوگیا تھا۔ وہاں سب کچھ مٹی اور اینٹوں کا ڈھیر بن گیا تھا۔ دور دور تک لاشیں ہی لاشیں نظر آرہی تھیں۔ ان کے درمیان زخمی بھی کراہ رہے تھے اور ہر طرف آگ ہی آگ' دھواں ہی دھواں پھیلا ہوا تھا۔

ایک افسر نے کہا۔ ''سونیا نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ ہمیں اُلجھا دیا ہے۔ ہم سے بات بھی نہیں کررہی ہے۔ پتا کیسے چلے گا' کس نے حملہ کیا ہے؟''

ایک اور افسر نے کمیونیکیشن مشین نکالتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرنا چاہیے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''اگر وہ بھی ہم سے بات نہیں کرے گا تو اُلجھن اور بڑھ جائے گی۔ اوہ گاڈ! جو مصیبت مل گئی تھی۔ وہ پلٹ کر آگئی ہے۔ جس نقصان سے ہم بچ گئے تھے۔ اسے اب جھیل رہے ہیں۔''

گریٹ ایشورارا سے رابطہ ہوگیا۔ انہوں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''ہم امریکی اکابرین تم سے مخاطب ہیں۔ تم نے یہ کیا ظلم کیا ہے؟ ہمارا پورا ہیڈ کوارٹر تباہ ہوگیا ہے۔ ہزاروں سپاہی اور اعلیٰ افسران مارے گئے ہیں۔ گولا بارود اور ایٹمی ہتھیار تباہ ہوچکے ہیں۔ ہمیں اتنا بڑا نقصان پہنچا کر تم کیا حاصل کررہے ہو؟''

گریٹ ایشورارا نے تحریری جواب دیا۔ ''بکواس مت کرو۔ میرے نائب ایشورارا نے یا کسی بھی ماتحت نے یہ حملہ نہیں کیا ہے۔ ابھی یہ رپورٹ ملی ہے کہ جس طرح ہم ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ اسی طرح تباہ ہوگیا ہے۔ تم یقین کرو یا نہ کرو' اس تباہی میں ہمارا ہاتھ نہیں ہے۔''

''اگر تم نے ایسا نہیں کیا ہے تو پھر کس نے اتنا بڑا حملہ کرکے ہمیں ناقابل برداشت نقصان پہنچایا ہے؟''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ تمہارے اور مسلمانوں کے درمیان برسوں سے دشمنی چلی آرہی ہے۔ تم نے میری مخالفت کی اور سونیا سے دوستی کی۔ اس کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔'' وہ ذرا توقف سے بولا۔ ''میں یقین سے کہتا ہوں' سونیا اور فرہاد تمہیں نقصان پہنچا رہے ہیں۔ میں تم لوگوں سے نہ ڈرتا ہوں' نہ ہی چھپ کر حملہ کرتا ہوں۔ حملہ کرنے سے پہلے میں نے اطلاع دی تھی کہ آدھے گھنٹے کے بعد تمہارا ہیڈ کوارٹر تباہ ہونے والا ہے مگر تم لوگوں نے بڑی ہوشیاری دکھائی۔ سونیا کے ساتھ مل کر واشنگٹن میں میرے خاص آدمی واستوا کو اور جرمنی میں ترہالا کو نقصان پہنچایا۔ ان کی غیر معمولی مشینیں چھین لیں۔ تمہاری وجہ سے سونیا نے میرے بہت ہی اہم آدمیوں کو اپنا غلام بنالیا ہے۔ اب پھر حملہ کرنے سے پہلے اطلاع دے رہا ہوں۔ ٹھیک چھ گھنٹے بعد تم لوگوں کو زبردست نقصان پہنچاؤں گا۔''

گریٹ ایشورارا یہ نہیں جانتا تھا کہ واستوا کو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اپنا تابع دار بنالیا ہے اور وہ اس کے ذریعے غیر معمولی مشین کا فنکشن سیکھ رہے ہیں۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ سونیا نے اس کے اہم ماتحتوں کو اپنا غلام بنا لیا ہے، یوگا جاننے والے افسران بھی اسے اسی غلط فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتے تھے۔

اس وقت تحریر کے ذریعے گڑگڑا کر کہہ رہے تھے۔ ''پلیز۔ ایسا چیلنج نہ کرو۔ ہم سے دشمنی نہ کرو۔ ابھی ہم نے بہت بڑا نقصان اٹھایا ہے۔ اس کے بعد ایک اور نقصان کے متحمل نہیں ہوسکیں گے۔ ہم تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ کان پکڑتے ہیں' توبہ کرتے ہیں۔ آئندہ سونیا سے دوستی کرنا تو دور کی بات ہے' اس سے بات بھی نہیں کریں گے۔ ہمارے درمیان معاہدہ ہوا تھا کہ ہم ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔ دنیا کے ایک حصّے پر ہم حکومت کریں گے، باقی تین حصّوں پر تمہاری حکمرانی ہوگی اور ہم اس سلسلے میں تم سے بھرپور تعاون کریں گے۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''مگر تعاون کرنے سے پہلے ہی تم سب وعدے سے مکر گئے۔ تم سب انتہائی خودغرض اور مکار ہو۔ سامنے سے آکر دوستی کرتے ہو اور پیٹھ پیچھے چھرا

گھونپتے ہو۔''

انہوں نے پھر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ ''ہم سے بڑی بھول ہوگئی ہے۔ ایک بار ہماری غلطی معاف کردو' ہم پر بھروسا کرو اور پھر دیکھو ہمارے بھرپور تعاون سے تم جلد از جلد یہاں اپنی حکومت قائم کرسکو گے۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''ہوں! سونیا نے بڑا گہرا زخم دیا ہے۔ تمہارے حالات کہہ رہے ہیں' مجھے تم پر ایک بار بھروسا کرنا چاہیے۔ ٹھیک ہے' میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ دیکھوں گا' آئندہ کس طرح تم میرا ساتھ دیتے رہو گے؟''

''ہم تو کام آئیں گے ہی... ایسے برے وقت میں ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ اب کیا تمہارا نائب ایشورارا اور دوسرے ماتحت یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ سونیا کہاں چھپ گئی ہے؟ پتا نہیں اور ہمارے خلاف کیا کرنے والی ہے؟ آئندہ اسے کسی بھی کارروائی سے روکنا ہوگا۔''

''فرہاد اور سونیا کے معاملے میں یہ بڑی مشکل ہے۔ یہ جب کبھی چھپتے ہیں تو ہماری غیر معمولی مشین بھی انہیں ڈھونڈ نہیں پاتی۔''

''وہ کم بخت تو ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے۔ کیا تم کبھی سوچ سکتے تھے کہ وہ تمہارے حملے کو ناکام بنانے کے لیے روپوش رہنے والے واستوا اور ترہالا تک پہنچ جائے گی؟ اس وقت بھی وہ کہیں چھپی ہوئی اپنی مشین کے ذریعے ہمیں دیکھ رہی ہوگی' ہماری باتیں سن رہی ہوگی۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''ہم ایک پہلو سے کمزور ہوگئے ہیں۔ ہمیں زرد رنگ نظر نہیں آتا۔ وہ اس رنگ کے لباس میں سر سے پاؤں تک چھپ جاتی ہے اور ہم اسے اپنی غیر معمولی مشین پر بھی دیکھ نہیں پاتے۔''

''ہمیں زرد رنگ نظر آنا چاہیے لیکن تم سیارے والے اپنی تکنیک سے غیر معمولی مشینیں تیار کرتے ہو۔ اس لیے سیارے سے آنے والی تمام مشینیں یلو کلر بلاکنڈ ہوتی ہیں۔ جب سونیا زرد رنگ میں چھپ جاتی ہے تو ہمیں بھی اسکرین پر دکھائی نہیں دیتی۔ اس کے علاوہ بھی اس پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔''

''کسی طرح اس کی بھی کوئی کمزوری ہمارے ہاتھ آجائے تو پھر اس آندھی کو ہم آگے بڑھنے سے روک سکتے ہیں۔ اس تنہا عورت نے ہمیں اس قدر نقصان پہنچایا ہے کہ میں جاگتی آنکھوں سے بھی اسے قتل کرنے اور کچل ڈالنے کے خواب دیکھتا رہتا ہوں۔''

ہم انسانوں کی عادت ہے۔ جب کچھ کر نہیں پاتے تو ایسے ہی خواب دیکھتے ہیں۔ دشمن کو خیالوں میں مار کر... اس کی لاش پر کھڑے ہوکر فتح کا جھنڈا لہراتے ہیں۔

ایسے خوابوں سے نقصان نہیں پہنچتا بلکہ حوصلہ ملتا ہے۔ یہ امید قائم رہتی ہے کہ ہم اپنے خوابوں اور خیالوں کے مطابق کامیابی حاصل کرلیں گے۔

وہ بہت پُرامید تھے۔ شدید اختلافات کے بعد دوبارہ متحد ہوکر پھر اسی پرانی ڈگر پر آگئے تھے۔ بجھی ہوئی آگ جلا کر نئی کھچڑی پکانے کی تیاری کررہے تھے۔

☆☆☆

میں نائب ایشورارا جمال احمد پر اعتماد کرنے لگا۔ اس نے اپنے اور سیارے کے بارے میں ایک ایک بات بتائی تھی۔ کوئی بات مجھ سے چھپاتا نہیں تھا پھر یہ کہ مجھے اپنے اندر آنے سے بھی نہیں روکتا تھا۔ میری بٹی فہمی کو اس قدر چاہتا تھا کہ اس کی خاطر میرے سامنے کھلی کتاب بن گیا تھا۔

مجھے ٹیلی پیتھی کی دنیا کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہورہا تھا۔ سیارے والے کون ہیں اور..... کیا چاہتے ہیں؟ یورپ اور امریکا کے اکابرین دولت، فوج اور ایٹمی ہتھیاروں کے حوالے سے بہت طاقتور ہیں۔ جمال احمد اپنی مشین کی اسکرین پر مجھے بہت کچھ دکھاتا رہتا تھا۔ سونیا کے بارے میں بھی بہت کچھ بتاتا رہتا تھا۔

اور میں حیرانی سے سنتا تھا کہ وہ تنہا عورت کون ہے؟ جس نے بڑے بڑے ملکوں کے اور سیارے والوں کے ہوش اُڑا دیے تھے۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے مشین کی اسکرین پر دیکھا تھا۔ امریکی اکابرین کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے باتیں کررہے تھے۔ آپس کی دشمنی بھول کر پھر سونیا کے خلاف متحد ہورہے تھے۔

میں نے جمال احمد سے کہا۔ ''مسلمانوں کے خلاف بڑی گھناؤنی سازشیں ہورہی ہیں۔ ہمارا فرض ہے' ہم سونیا کو تنہا نہ رہنے دیں۔ کسی طرح اسے تلاش کریں۔ ہر محاذ اور ہر مرحلے پر اس کے کام آتے رہیں۔''

جمال نے کہا۔ ''جیسا کہ آپ جانتے ہیں' میں سیارے میں پیدا ہوا تھا۔ اس لیے یلو کلر بلاکنڈ ہوں۔ میں سونیا کے کوڈ نمبرز پنچ کرکے اس سے رابطہ کرسکتا ہوں لیکن وہ زرد رنگ کے لباس میں رہتی ہے۔ مجھے نظر نہیں آئے گی۔''

''تمہیں نظر نہیں آئے گی لیکن میں تو اسے دیکھ سکتا ہوں۔''

''آپ غیر معمولی مشین آپریٹ کرنا سیکھ رہے ہیں۔

ابھی اسے آپریٹ کر کے سونیا کے نمبرز پنچ کریں۔ خدا کرے وہ آپ کو نظر آجائے۔''

میں مشین کے سامنے بیٹھ کر اسے آپریٹ کرنے لگا۔ سونیا کے کوڈ نمبرز پنچ کرنے کے بعد تھوڑا انتظار کیا تو اسکرین پر اس کا کمرا دکھائی دینے لگا۔ میں نے کہا۔ ''یہ کمرا تو خالی ہے۔ سونیا کہاں ہے؟''

جمال نے کہا۔ ''ہم نے ایک گھنٹا پہلے امریکی اکابرین کو دیکھا تھا۔ وہ بھی سونیا کو دیکھنا چاہتے تھے لیکن اچانک ہی وہ اسکرین سے غائب ہوگئی تھی۔ وہ سب کے لیے نادیدہ بن گئی ہے مگر اس وقت وہ ہمیں دیکھ رہی ہوگی... ہماری باتیں سن رہی ہوگی۔ آپ اسے یقین دلائیں' ہم دشمن نہیں دوست ہیں۔ دشمنوں کے خلاف اس کا ساتھ دینا چاہتے ہیں۔''

سونیا واقعی مشین کی اسکرین پر مجھے اور نائب ایشورارا جمال احمد کو دیکھ رہی تھی۔ اسے سیارے سے آنے والا دشمن سمجھتی تھی۔ اسی لیے مجھے بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی لیکن اس کے ساتھ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی، سوچ رہی تھی۔ ''یہ ایک سیدھا سادہ سا بزنس مین ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر نائب ایشورارا کے ساتھ کیا کر رہا ہے؟ کیا یہ نائب ایشورارا اس بزنس مین کو پھانس کر، اپنا آلۂ کار بنا کر اس کے ذریعے مجھے ٹریپ کرنا چاہتا ہے؟

اس نے اسکرین پر ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''نائب ایشورارا! میں تم دونوں کو دیکھ رہی ہوں۔ بہت پہلے ہی فرہاد انور شاہ کے خیالات پڑھ چکی ہوں۔ ہمارے معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو' اسے اپنا آلۂ کار بنا کر مجھے ٹریپ کرلو گے؟''

میں نے اسے پہلی بار مخاطب کیا۔ ''سونیا!''

سونیا میرے لب و لہجے کو کبھی بھول نہیں سکتی تھی۔ کوئی بھی عورت اپنے مجازی خدا کو ہزاروں لاکھوں میں پہچان سکتی ہے۔ میں تو پھر تنہا بیٹھا اسے مخاطب کر رہا تھا۔ وہ بڑے جذبے سے مجھے دیکھ رہی تھی' میری باتیں سن رہی تھی۔ میں کہہ رہا تھا۔ ''میں نے تمہیں دیکھا نہیں ہے مگر تمہاری دلیری نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ تم تنہا ہو لیکن سیارے والوں سے اور اس دنیا کے بڑے طاقتور اکابرین سے ٹکرا رہی ہو۔ اس نائب ایشورارا نے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ اس کا نام جمال احمد ہے۔ میں چاہتا ہوں' تم اس پر بھروسا کرو۔''

میں نے جمال احمد کا نام لیا تو وہ چونک گئی۔ سر جھٹک کر سوچنے لگی کہ یہ فرہاد نہیں ہے۔ فرہاد انور شاہ ہے۔ الپا' عالی اور کبریا اس کے چور خیالات پڑھ چکے ہیں۔

وہ مجھے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ میں نے خالی کمرے میں نظریں دوڑاتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ ''سونیا! کیا تم میری باتیں سن رہی ہو؟''

وہ ذرا سنبھل کر بولی۔ ''میں سن رہی ہوں۔ جب تک مجھے جمال احمد کے اندر کی سچائی معلوم نہیں ہوگی تب تک اس پر بھروسا نہیں کروں گی۔''

جمال نے کہا۔ ''میں سچائی کا یقین دلانے کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھولنے کو تیار ہوں۔''

سونیا نے الپا کو بلا کر کہا۔ ''مجھے یقین نہیں آرہا ہے' اس نائب ایشورارا نے دل سے اسلام قبول کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ جھوٹ بول کر مسلمان بن کر مجھے متاثر کرنا چاہتا ہو اور اعتماد حاصل کرنا چاہتا ہو۔ تم ابھی اس کے دماغ میں جاؤ اور اچھی طرح اس کے چور خیالات پڑھو۔''

الپا اس کے اندر آئی تو وہ بولا۔ ''میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا ہوں۔ میڈم کی طرف سے آنے والے کو خوش آمدید کہتا ہوں۔''

الپا نے کوئی جواب نہیں دیا اور چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ اب سے پہلے وہ عالی اور کبریا کے ساتھ چپ چاپ میرے خیالات پڑھ چکی تھی۔ سب کو یہی معلوم ہوا تھا کہ میں محض ایک بزنس مین ہوں۔ ٹیلی پیتھی سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اس وقت نائب ایشورارا جمال احمد کے خیالات بتا رہے تھے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی سچائی معلوم کی ہے۔ جس طرح ابھی الپا معلوم کر رہی ہے۔ وہ یہ جان کر حیران ہو رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ میں خیال خوانی جانتا ہوں۔

وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ سچ کیا ہے؟ وہ جمال کے دماغ سے نکل میرے دماغ میں آئی تو میں نے پہلی بار سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ وہ بڑی حیرانی سے سونیا کے پاس آکر بولی۔ ''مما! فرہاد انور شاہ تو بہت بڑا بہروپیا ہے۔ ہم جیسے خیال خوانی کرنے والوں کو دھوکا دیتا رہا ہے۔''

سونیا نے چونک کر پوچھا۔ ''کیسا دھوکا...؟ کیا یہ جھوٹا اور فریبی ہے؟''

''ابھی میں نہیں جانتی' یہ اندر سے کیا ہے؟ پہلے تو ہمیں اس کے اندر جگہ مل گئی تھی اور ہم نے بڑی آزادی سے اس کے خیالات پڑھے تھے۔ اب میں اس کے اندر جانا چاہتی ہوں تو یہ سانس روک رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے' یہ یوگا میں مہارت رکھتا ہے۔ نائب ایشورارا کے چور خیالات سچ کہہ

رہے ہیں' یہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔''

سونیا نے دھڑکتے ہوئے دل سے اسکرین پر مجھے دیکھا۔ الپا نے یہ کہہ کر اسے چونکا دیا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ وہ میری طرف کھنچی جا رہی تھی۔ الپا اس کے جذبات کو سمجھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''مما! یہ آپ کو کیا ہو رہا ہے؟''

سونیا ذرا جھینپ سی گئی پھر بولی۔ ''ہم سب پر ایسا روحانی عمل کیا گیا ہے کہ دشمن ہمارے اندر آکر چور خیالات پڑھتے ہیں' اس کے باوجود ہماری اصلیت معلوم نہیں کر پاتے۔ یہ تم اچھی طرح جانتی ہو ناں!''

الپا نے کہا۔ ''بے شک، کوئی دشمن ہمارے اندر آکر آسانی سے خیالات پڑھتا ہے۔ اس کے باوجود ہماری اصل شخصیت کو سمجھ نہیں پاتا ہے۔''

''تو پھر تم یہ کیوں نہیں سمجھنا چاہتیں کہ فرہاد انور شاہ پر بھی روحانی عمل کیا گیا ہے۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں مما؟''

اس کی نگاہیں اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ بڑے جذبے سے مجھے دیکھ رہی تھی اور بول رہی تھی۔ ''میرا دل کہہ رہا ہے کہ یہ تمہارے پاپا ہیں۔''

وہ بولی۔ ''یا خدا...! میں آپ کے اندر ہوں۔ آپ کی باتیں دل کو لگ رہی ہیں۔ اب تو مجھے بھی ایسا لگتا ہے کہ یہ ہمارے پاپا ہیں۔ آپ ان سے کہیں کہ جس طرح نائب ایشورارا نے مجھے اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دی ہے' اسی طرح یہ بھی مجھے اپنے خیالات پڑھنے دیں۔ میرے آنے پر سانس نہ روکیں۔''

''فرہاد انور شاہ کی حقیقت معلوم ہونے سے پہلے ایک بات اچھی طرح سن لو کہ اگر یہ تمہارے پاپا ہیں تو میں ان سے براہِ راست گفتگو نہیں کروں گی۔ یہ ہم سب کو بھولے ہوئے ہیں۔ ہم ان کا ماضی انہیں یاد نہیں دلائیں گے۔''

''کیوں مما! آپ ایسا کیوں چاہتی ہیں؟''

''اگر تم چاہتی ہو کہ تمہارے پاپا کو کبھی عمر ملے تو ہم ان کی یادداشت واپس نہیں لائیں گے۔ ایسا کریں گے تو یہ میرے قریب آنا چاہیں گے۔''

''میں سمجھ گئی مما! تب آپ کی قربت پاپا کو بہت مہنگی پڑے گی۔ جب تک خدا کو منظور ہے' تب تک انہیں زندہ رہنا چاہیے۔''

''تم ابھی ان کے اندر جاؤ گی۔ ان کے خیالات پڑھو گی۔ اس کے بعد فیصلہ کیا جائے گا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

سونیا نے جمال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ابھی جو تمہارے خیالات پڑھنے آئی تھی' وہ اب فرہاد انور شاہ کے خیالات پڑھنا چاہتی ہے۔ اس سے کہو' یہ میری خیال خوانی کرنے والی کو تمہاری طرح خوش آمدید کہے۔''

میں نے اس کی باتیں سن کر کہا۔ ''تھوڑی دیر پہلے میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا اور سانس روک کر اسے بھگا دیا تھا۔ اگر وہ تمہاری خیال خوانی کرنے والی ہے تو ابھی آسکتی ہے۔ میں تمہارا اعتماد حاصل کر کے دشمنوں کے خلاف تمہارے کام آنا چاہتا ہوں۔''

سونیا مجھے بڑی محبت سے دیکھ رہی تھی۔ یہ قدرتی جذبے تھے کہ میں اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ دشمنوں کے خلاف اس کے کام آنا چاہتا تھا۔ وہ خوشی سے بے حال ہو رہی تھی۔ الپا میرے اندر آئی تو میں نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے باوجود کوئی اعتراض نہیں کیا۔ چپ چاپ اپنی جگہ بیٹھا رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سونیا کے پاس آکر بولی۔ ''مما! ان کی یادداشت گم ہو چکی ہے۔ یہ اپنا ماضی بھول چکے ہیں۔ اس لیے ان کے چور خیالات سے پتا نہیں چل رہا ہے کہ واقعی ہمارے پاپا ہیں یا نہیں؟''

سونیا نے کہا۔ ''میں فرض کر لیتی ہوں' یہ تمہارے پاپا نہیں ہیں مگر اہم بات یہ ہے کہ میرا دل ان کی طرف کھنچا جا رہا ہے اور یہ بھی دشمنوں کے خلاف میری مدد کرنا چاہتے ہیں۔''

''اب آپ کیا چاہتی ہیں مما!''

''میں چاہتی ہوں' جب تک ان کی یادداشت واپس نہ آئے اور چور خیالات صحیح طور پر ان کی اصل شخصیت کو ظاہر نہ کریں۔ تب تک ہم ان سے دوستانہ تعلقات رکھیں۔ میں ان کے قریب نہیں جاؤں گی۔ ہم مشین کے ذریعے ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور باتیں کریں گے۔ میں ان سے سیکڑوں ہزاروں میل دور رہا کروں گی۔''

''آپ بہت مناسب فیصلہ کر رہی ہیں۔''

سونیا نے جمال سے کہا۔ ''تمہارے خیالات پڑھنے والی نے مجھے بتایا ہے' تم واقعی سچے اور دیانتدار ہو۔ تم نے دل سے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ میں تم پر بھروسا کروں گی۔'' پھر اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''فرہاد انور شاہ! تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو مگر یہ بات دوسروں سے چھپاتے رہے ہو۔ اگر مجھ سے دوستی کرنا چاہتے ہو' میرے کام آنا چاہتے ہو تو میری ایک بات مان لو۔ اپنی خیال خوانی کی صلاحیت کو چھپائے رکھو۔ کوئی بھی تمہارے اندر آئے تو سانس روک کر اسے نہ بھگاؤ۔ اپنے خیالات پڑھنے دو۔

دوست ہو یا دشمن ان کو یہی معلوم ہونا چاہیے کہ تم محض ایک بزنس مین ہو۔''

میں نے کہا۔ ''تم جو چاہتی ہو' میں وہی کروں گا۔ تمہاری خیال خوانی کرنے والی نے شاید یہ بتایا ہوگا کہ جمال احمد میری بیٹی فہمی کو دل و جان سے چاہتا ہے اور میں اسے اپنا داماد بنانے والا ہوں۔''

سونیا نے جمال احمد سے کہا۔ ''ابھی پوری طرح تمہارے خیالات پڑھے نہیں گئے ہیں۔ ویسے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ فرہاد انور شاہ سے تمہاری رشتے داری ہونے والی ہے۔''

وہ بولا۔ ''میڈم سونیا! میں خوش نصیب ہوں کہ مجھے آپ کا اعتماد حاصل ہو رہا ہے۔ مگر ایک بات بہت ہی پریشان کن ہے۔''

''وہ پریشانی کیا ہے؟ مجھے بتاؤ؟''

وہ بولا۔ ''جب گریٹ ایشورارا کو معلوم ہوگا کہ میں نے دینِ اسلام قبول کیا ہے... جس سونیا سے وہ دشمنی کر رہا ہے، اس سے دوستی کی ہے تو وہ مجھے سکون سے نہیں رہنے دے گا۔''

وہ بولی۔ ''تم دیکھ رہے ہو' ہمارا سکون برباد کرنے والا خواہ گریٹ ایشورارا ہو یا یورپ اور امریکا کے اکابرین ہوں۔ وہ بھی سکون سے نہیں رہ پاتے۔ تم فکر نہ کرو' میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینا جانتی ہوں۔ تم نے ہمارا دین قبول کیا ہے۔ تمہاری حفاظت کرنا ہماری ذمے داری ہے۔ اطمینان رکھو' گریٹ ایشورارا تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

''آپ میری حفاظت کی ذمے داری لے رہی ہیں۔ میرے لیے اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ اب میں گریٹ ایشورارا سے خوفزدہ نہیں ہوں۔''

اس دوران الیا اس کے اور میرے خیالات پڑھ رہی تھی۔ سونیا کو بتا رہی تھی۔ ''مما! یہ دونوں آپ سے بہت متاثر ہیں۔ آپ کے لیے کام کرنا چاہتے ہیں۔ فرہاد انور شاہ اپنی بیٹی کی شادی جمال سے کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ سیدھی سادی معاشرتی زندگی گزارنے کے عادی ہیں۔ ہمارے کے معاملات میں پڑیں گے تو کئی طرح کی اُلجھنیں پیدا ہوں گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہماری زندگی میں اُلجھنیں کب پیدا نہیں ہوتیں؟ دو اہم باتیں ہیں جو مجھے ان کی طرف کھینچ رہی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جمال احمد نے ہمارا دین قبول کیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اسے گریٹ ایشورارا کی دشمنی سے محفوظ رکھیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ فرہاد انور شاہ کی طرف میرا دل کھ جا رہا ہے۔ کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے' یہ سیدھی سادی معاشرتی زندگی گزارنے والا بزنس مین ٹیلی پیتھی جا ہے؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے یہ علم کیسے سیکھ لیا؟ کہاں سے سیکھا؟ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے ساتھ رہے گا' ہما کام کرتا رہے گا تو ہمیں رفتہ رفتہ بہت سے سوالات کے جوابات ملتے رہیں گے۔''

اس کا دل کہہ رہا تھا' میں ہی اس کے دل و جان کا مالک ہوں۔ آج نہیں تو کل یہ بھید ضرور کھلے گا۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر آنکھیں بند کر کے بابا فرید واسطی کو یا کرنے لگی۔ چند لمحوں بعد ہی ان کی آواز سنائی دی۔ ''میری بیٹی! مجھے یاد کر رہی ہے... آنکھیں کھولو، میں تمہارے سامنے ہوں۔''

اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ سامنے رکھی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دکھائی دے رہے تھے۔ اپنے حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں کی محدود فضا میں اگربتی کا دھواں منڈلا رہا تھا۔ دور کہیں کلام پاک کی تلاوت ہو رہی تھی۔ اس کی سحر انگیز آواز دھیمی دھیمی سی سنائی دے رہی تھی۔ وہ بیٹھے بیٹھے' ایمان افروز ماحول میں پہنچ گئی تھی' وہ بڑی عقیدت سے بابا فرید واسطی کو دیکھ رہی تھی۔

پھر اس نے کہا۔ ''میں اُلجھن میں ہوں۔ میں نے غیر معمولی مشین کی اسکرین پر لاہور کے ایک بزنس مین فرہاد انور شاہ کو دیکھا ہے۔''

انہوں نے کہا۔ ''زندگی میں پیش آنے والے بعض حالات اُلجھاتے ہیں۔ کوئی اُلجھن دائمی نہیں ہوتی' عارضی ہوتی ہے۔ کبھی وہ خود ہی سلجھ جاتی ہے' کبھی اسے سلجھ پڑتا ہے۔ اُلجھنوں کو خود سلجھاؤ یا ان کے سلجھنے کا انتظار کرو۔''

''وہ میرے کام آنا چاہتے ہیں۔ میں بھی ان کے کا آنا چاہتی ہوں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے' دور ہی دور سے ان کی نگرانی کروں گی۔ کبھی قریب نہیں جاؤں گی۔''

''انسان اپنے فیصلے کرتا ہے' تقدیر اپنے فیصلے کرتی ہے۔ دو طرفہ فیصلوں کے تصادم سے حالات بنتے اور بگڑتے ہیں۔ فرہاد انور شاہ تمہارا فرہاد ہو یا نہ ہو۔ تم اپنے فیصلے کے مطابق جب تک چاہو گی' اس سے دور رہ سکو گی اور جب تقدیر چاہے گی تو مقررہ وقت پر ضرور اس کے قریب پہنچ جاؤ گی۔''

ان کی باتوں سے یہ اشارہ مل رہا تھا کہ اسے اپنے فیصلے کے مطابق فرہاد انور شاہ سے دور ہی رہنا چاہیے۔ وہ اس کا اپنا فرہاد ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں مزید کچھ کہنا مناسب

نہیں تھا۔ اس نے کہا۔ ''سیارے سے آنے والے نائب ایشورارا نے ہمارا دین قبول کیا ہے۔ گریٹ ایشورارا اور اس کے ماتحت یہ برداشت نہیں کریں گے۔ اسے جانی نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔''

انہوں نے فرمایا۔ ''اب سے پہلے سیارے سے آنے والے کئی افراد نے اسلام قبول کیا تھا۔ کچھ عرصے تک ہمارے ادارے میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ اس کے بعد ادارے سے باہر چلے گئے تھے۔ آج بھی وہ ایک تبلیغی جماعت کی صورت میں ہر ملک کے ہر شہر اور ہر علاقے میں جاتے ہیں۔''

سونیا نے سر جھکا کر کہا۔ ''بے شک! وہ دینِ اسلام کی پناہ میں محفوظ ہیں۔''

''گریٹ ایشورارا اور اس کے ماتحتوں نے بارہا انہیں نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں مگر ناکام رہے۔ وہ جمال احمد اب نائب ایشورارا نہیں رہا۔ وہ ہم میں سے ہے اور انشاء اللہ ہر شر سے اور شیطانی کارروائیوں سے محفوظ رہے گا۔''

سونیا نے سر جھکا کر کہا۔ ''بہت بہت شکریہ۔ میں یہی چاہتی تھی۔''

اس نے سر اٹھا کر دیکھا' اسکرین خالی تھی۔ وہ جا چکے تھے۔

☆☆☆

مقدر کے کھیل نرالے ہیں۔ یہ عروج حاصل کرنے والوں کو زوال کی طرف لاتا ہے اور ذلت کی گہری پستی میں گرا دیتا ہے۔ جب وہ ذلت سے بھرپور زندگی گزارنے لگتا ہے، قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے اور دنیا والوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے۔ تب مقدر پھر اس پر مہربان ہو جاتا ہے۔ ایسا برین ماسٹر کے ساتھ ہو رہا تھا۔

اس نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں زبردست عروج حاصل کیا تھا۔ یورپ اور امریکا کے اکابرین اس کے آگے بے بس اور مجبور ہو گئے تھے۔ وہ طویل عرصے تک پُراسرار اور ناقابلِ شکست بن کر بڑی کامیابی سے روپوش رہا۔ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کا اصل نام اور پتا کبھی معلوم نہ کر سکے۔

ہمیں رفتہ رفتہ اس کے متعلق معلومات حاصل ہوتی رہیں۔ وہ کسی حد تک آہنی پردے سے باہر آیا۔ ایسے ہی وقت سیارے سے آنے والے جو جو کرامنٹ نے اس کے کس بل ڈھیلے کر دیے اور اسے اپنا غلام بنا لیا۔ غلامی کا طوق پڑتے ہی وہ گوشہ نشین ہو گیا۔ عرصے تک برتری حاصل کرنے والا دنیا والوں سے منہ چھپانے پر مجبور ہو گیا۔

گردشِ حالات کا کیا کہنا! مقدر نے پھر اسے پستی سے بلندی کی طرف اچھال دیا۔ سیارے والوں کی ایک غیر معمولی مشین اس کے ہاتھ لگ گئی پھر ایک بار عروج حاصل کرنے کے لیے اس کے نام خوش نصیبی کی لاٹری نکل آئی۔

ایسا سنہری موقع حاصل کرتے ہی اس نے فیصلہ کر لیا بلکہ قسم کھائی کہ اس مشین کے پیچھے چھپ کر پہلے کی طرح پُراسرار بن کر رہے گا۔ دنیا کی کوئی آنکھ اسے دیکھ نہیں پائے گی۔ اس کی بیوی مونیکا اور بیٹا جارج رِچ مین اسے جان سے زیادہ عزیز تھے۔ انہیں بھی معلوم نہیں ہوگا کہ وہ اچانک کہاں غائب ہو گیا ہے؟ وہ روپوش رہ کر انہیں تحفظ فراہم کرنے کی کوششیں کرتا رہے گا لیکن انہیں کبھی اپنی کمزوری بننے نہیں دے گا۔

وہ بڑی سنجیدگی اور ذہانت سے آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کر رہا تھا۔ ایسی تدابیر پر عمل کرنے والا تھا' جن کے نتیجے میں کوئی اس گمشدہ مشین تک پہنچ نہ پاتا۔ کبھی کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ وہ مشین برین ماسٹر کے قبضے میں آ چکی ہے۔

وہ خلائی جہاز سے تر بالا کے ایک ماتحت کو اپنا معمول اور تابع دار بنا کر ایک خفیہ پناہ گاہ میں لے آیا تھا۔ اس تابع دار نے اسے مشین کو اچھی طرح سے آپریٹ کرنا اور اس کی خرابیوں کو دور کرنا سکھا دیا تھا۔ اس کے ذریعے یہ اہم بات معلوم ہوئی تھی کہ سیارے والے یلوکلر بلائنڈ ہیں۔ سونیا کئی بار سر سے پاؤں تک زرد رنگ کے لباس میں چھپ کر سیارے والوں کو دھوکا دے چکی ہے۔

ماسٹر نے اس تابع دار کے شانے کے تھپکتے ہوئے کہا۔ ''میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم نے سیارے والوں سے چھپنے کا بہت ہی کارآمد طریقہ بتایا ہے۔ جاؤ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تم واقعی مجھے اپنے لوگوں میں جانے دو گے؟''

''جو کہہ دیا' سو کہہ دیا۔ اپنا سفری بیگ اٹھاؤ۔ اس میں صرف کمیونیکیشن مشین نہیں ہے۔ بائی سونے کی اینٹیں اور ہیرے جواہرات ہیں۔ میں انہیں رکھ کر کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا۔''

اس نے اپنا بیگ کھول کر دیکھا۔ اس میں سب کچھ تھا۔ سونے کی اینٹیں' ہیرے جواہرات' ایک ریوالور' شناختی کارڈ، پاسپورٹ... حتیٰ کہ وہ غیر معمولی جوتے بھی تھے' جنہیں پہن کر وہ تیر کی رفتار سے سیکڑوں میل دور نکل جایا کرتا تھا۔ وہ بیگ اٹھا کر اور اس کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے چل

پڑا۔ برین ماسٹر نے اسے نہیں روکا۔ وہ بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کررہا تھا، اسے جانے اور آزادی سے کھلی فضا میں سانس لینے کی اجازت دے رہا تھا۔

برین ماسٹر کی خفیہ پناہ گاہ ایک پہاڑی علاقے میں تھی۔ وہاں سے تقریباً دوسو کلومیٹر تک کوئی انسانی آبادی نہیں تھی۔ اس کا کانچ گھنے درختوں کے سائے میں تھا۔ ہیلی کاپٹر سے پرواز کرنے والے اسے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ وہ کبھی کبھی ضروری سامان خریدنے انسانی آبادی کی طرف جاتا تو دوسو کلومیٹر کا فاصلہ ایک جیپ کے ذریعے طے کرتا تھا۔ آزاد ہونے والا غلام اپنے آقا کی گاڑی استعمال نہیں کرسکتا تھا۔ وہ پیدل وہاں سے چل پڑا۔ آزادی حاصل کرنے کی خوشی میں وہ دنیا کے آخری سرے تک پیدل جاسکتا تھا۔

راستے کے ایک طرف اونچی پہاڑیاں تھیں۔ دوسری طرف سیکڑوں فٹ گہری کھائیاں تھیں۔ بعض کھائیاں ایسی تھیں، جن کی پستی میں گھنے خاردار درخت تھے۔ ان خاردار درختوں کی گھنی آغوش میں جانے والا دوبارہ واپس نہیں آسکتا تھا۔ نہ ہی کوئی جان سکتا تھا کہ ایک بدنصیب اس میں.... گم ہوگیا ہے۔

وہ چلتے چلتے ایک جگہ رک گیا۔ راستے کے کنارے سفری بیگ کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر نیچے پھینک دیا۔ وہ نیچے جاتے جاتے درختوں کی جھنڈ میں پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اسے برین ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ ''موت اسی طرح نظروں سے اوجھل کردیتی ہے۔ زندگی اسے پھر ڈھونڈ نہیں پاتی۔''

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہا۔

''آقا...! کیا تم نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا؟'

''تو نے خوب سمجھا... آخری وقت آجائے تو بات دیر سے سمجھ میں آتی ہے۔ کیا میں خیال خوانی کا دھکا دوں یا تو خود ہی چھلانگ لگائے گا؟''

وہ گڑگڑانے کے انداز میں بولا ''آقا! میرا قصور کیا ہے؟ میں تو ساری زندگی تیرے قدموں میں رہنا اور تیری خدمت کرنا چاہتا تھا۔''

''میں کسی خدمت گار کو رازدار بنانا نہیں چاہتا۔ آج کے بعد صرف میری پناہ گاہ کی چاردیواری مجھے دیکھے گی۔ دنیا کی کوئی آنکھ کبھی مجھے دیکھ نہیں پائے گی۔''

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹتے ہوئے بھاگنا چاہتا تھا مگر اچانک ہی غائب دماغ ہوگیا۔ موت کا خوف بھول کر قہقہے لگاتا ہوا کھائی کے کنارے پر آیا اور موت کی ان دیکھی پستی میں چھلانگ لگادی۔

چند ساعتوں کے بعد برین ماسٹر کی سوچ کی لہریں اس کے مردہ دماغ سے نکل آئیں۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ وہ کسی پر بھروسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ آئندہ سیارے والوں سے، اکابرین سے اور مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نمٹنے کے لیے روپوشی کا تقاضا یہی تھا کہ اس کے سگے بھی اسے دیکھ نہ سکیں۔ اس کی بیوی اور جان سے عزیز بیٹا کبھی یہ جان نہ پائیں کہ وہ کہاں ہے؟ زندہ بھی یا مرگیا ہے؟

اپنی سلامتی اور بیوی بیٹے کی بہتری کے لیے اس نے یہی بہتر سمجھا کہ ان کے لیے مرجائے۔ وہ دونوں اس کے لیے روئیں گے.... ماتم کریں گے پھر رفتہ رفتہ صبر کرلیں گے۔ اسے ڈھونڈنے والے دشمن ماں بیٹے کا محاسبہ کریں گے۔ ان کے چور خیالات پڑھیں گے تو انہیں یہی معلوم ہوگا کہ وہ سچ مچ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں اور اب اسے مردہ سمجھنے لگے ہیں۔

اسے یہ معلوم تھا کہ وہ غیر معمولی مشین کی اسکرین پر کسی ایسے شخص کو دیکھے گا، جس کے پاس ویسی ہی مشین ہو تو دوسری طرف سے وہ شخص بھی اسے دیکھ لے گا۔ اسے یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ اس کی خفیہ پناہ گاہ کس ملک کے پہاڑی علاقے میں ہے اور وہ ایسی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس نے مشین کو کچھ عرصے تک بند رکھا۔ اس علاقے سے شہر پہنچا۔ اس نے ایک درزی سے اپنے لیے کئی زرد رنگ کے جوڑے اور بڑے بڑے پردے سلوائے، اسی رنگ کی جرابیں، جوتے، ٹوپیاں اور ماسک خریدے۔ زرد کپڑوں کے کئی تھان بھی خریدے پھر انہیں لے کر اپنی خفیہ پناہ گاہ میں آگیا۔

جس کمرے میں وہ غیر معمولی مشین تھی۔ وہاں سب ہی سیاہ رنگ کا تھا۔ اس نے سب چیزوں پر زرد رنگ کے پردے چڑھا دیے۔ خود بھی سر سے پاؤں تک زرد رنگ میں چھپ کر مشین کو آن کیا۔

اب کوئی اسے زرد رنگ کے باعث اپنی مشین پر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ تمام اکابرین اور سونیا وغیرہ کو بھی وہ نظر نہیں آتا۔

اس نے تربالا سے مشین چھینی تھی۔ پہلے اس کے کوڈ نمبر پنچ کیے۔ یہ معلوم کیا کہ اس مشین کو تلاش کرنے کے سلسلے میں کیا کیا جارہا ہے؟ بیلجیم کے اکابرین نے تربالا کو حراست میں لے رکھا تھا۔ انہوں نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے درخواست کی تھی کہ وہ مشین کا سراغ لگائیں۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تربالا کے خیالات پڑھے۔ معلوم ہوا

کہ وہ کبریا کے اچانک حملے سے بوکھلا کر مشین چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا۔ اس مشین کو شاید کبریا لے گیا ہے۔

یہ حقیقت معلوم نہ ہوسکی کہ کبریا نے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس کو وہ مشین دی تھی۔ وہ جاسوس ایک مکان میں پینگ گیسٹ کی حیثیت سے رہ رہا تھا۔ برین ماسٹر وہاں سے وہ مشین لے آیا تھا۔ یورپ اور امریکا کے اکابرین اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی جان نہیں سکتے تھے کہ وہ مشین کہاں ہے؟ سونیا بھی برین ماسٹر کے معاملے میں ابھی بے خبر تھی۔

وہ روپوش ہونے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ آرام سے بیٹھا امریکی اکابرین کی دوغلی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے سونیا کے احسانات کو بھلا کر دوسری غیر معمولی مشین حاصل کرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس کو قتل کیا اور مشین وہاں سے لے آئے تھے۔

پھر اس نے اسکرین پر آرمی ہیڈ کوارٹر میں ہونے والی تباہی دیکھی۔ تمام اکابرین کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے باتیں کررہے تھے۔ اب پھر وہ دونوں سونیا کے خلاف متحد ہورہے تھے۔

پھر اسے سونیا کی آواز سنائی دی۔ اس وقت وہ اپنی اسکرین پر نومسلم جمال احمد کو اور مجھے دیکھ رہی تھی۔ برین ماسٹر کو ان کے ذریعے معلوم ہوا کہ میں فرہاد علی تیمور نہیں بلکہ فرہاد انور شاہ ہوں۔

برین ماسٹر کو ہمارے متعلق معلومات حاصل ہورہی تھیں۔ اس نے سنا کہ جمال احمد گریٹ ایشورارا سے خوفزدہ ہے۔ سونیا نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کو بھرپور تحفظ دے گی۔ غیر معمولی مشین اسے بڑی دور تک معلومات فراہم کررہی تھی اور جن کے بارے میں وہ معلومات حاصل کررہا تھا ان میں سے کوئی بھی اپنی اسکرین پر اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔

ایسے وقت وہ چپ رہتا تھا۔ اگر منہ سے آواز نکالتا، ایک لفظ بھی بولتا تو دوسری طرف کی مشین کا آڈیو سسٹم بتا دیتا کہ کوئی انہیں دیکھ رہا ہے مگر خالی اسکرین سب کو اُلجھا کر رکھ دے گی۔

وہ بہت محتاط تھا اور بڑی رازداری سے تمام مطلوبہ افراد کو دیکھتا رہا۔

پھر اس نے سونیا کی آواز سنی۔ وہ بابا فرید واسطی سے بات کررہی تھی مگر بابا فرید واسطی کی کوئی بات برین ماسٹر کے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ وہ بھی سونیا کی طرح اس کے لیے نادیدہ تھے۔ اسے سونیا کی بات سن کر معلوم ہوا کہ اصل فرہاد علی تیمور لاپتا ہے۔ اسکرین پر نظر آنے والا فرہاد انور شاہ تھا اور یہ معلوم ہوا کہ نومسلم جمال احمد کو روحانی قوتوں کے ذریعے تحفظ حاصل ہوگا۔

ان تمام معلومات کے پیش نظر اس نے دونوں کان پکڑ کر قسم کھائی کہ چاہے کچھ ہوجائے... وہ روحانی قوتوں کا اور سونیا کا سامنا کبھی نہیں کرے گا۔ ان سے ٹکرانے کی غلطی نہیں کرے گا۔

اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ میری فیملی کے تمام افراد بابا صاحب کے ادارے میں ہیں۔ وہ ان میں سے کسی کو اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ نہیں پائے گا۔ اس نے میرے متعلق سوچا۔ ''فرہاد واقعی لاپتا ہے۔ اگر وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہوتا تو سونیا اس کی تلاش میں بھٹکنے کے لیے ادارے سے باہر نہ آتی۔''

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، برین ماسٹر بیلجیم کے ایک مکان میں پینگ گیسٹ کی حیثیت سے تھا۔ اس مکان کے دوسرے حصّے میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا جاسوس غیر معمولی مشین لے کر آیا تھا۔ برین ماسٹر نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے وہ مشین حاصل کی تھی۔ یوں اس نے براہِ راست سونیا سے دشمنی نہیں کی تھی لیکن درپردہ اسے اور ادارے والوں کو نقصان کو پہنچایا تھا۔ اس جاسوس سے ایک غیر معمولی مشین چھین کر لے گیا تھا۔ اسی لیے سونیا اسے اسکرین پر دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ صرف اس کی آواز سن سکتا تھا۔

☆☆☆

گریٹ ایشورارا نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے نائب ایشورارا کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو! میں گریٹ ایشورارا تم سے مخاطب ہوں۔ رپورٹ دو، کیا سونیا کا کوئی پتا ٹھکانا معلوم ہوا ہے؟''

اس نے انتظار کیا لیکن ارضی دنیا سے نائب ایشورارا کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ انڈیا میں اس کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کی ایک ٹیم تھی۔ اس ٹیم کے سربراہ کا نام جاوا کا تھا۔ اس نے جاوا کا سے رابطہ کیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''نائب ایشورارا لاہور میں ہے مگر وہ رابطہ نہیں کررہا ہے۔ اسے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھو۔ معلوم کرو، وہ کہاں ہے اور کیا کررہا ہے؟''

جاوا کا نے فوراً ہی علم کی تعمیل کی۔ اپنی مشین میں نائب ایشورارا کے کوڈ نمبر پنچ کیے۔ اسکرین پہلے تو تاریک رہی پھر تحریری رپورٹ اُبھرنے لگی۔ ''نائب ایشورارا ٹریس ایبل

نہیں ہے۔ یہ کہا نہیں جا سکتا کہ وہ زندہ ہے یا نہیں؟''

جاداکا نے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا۔ پانچ یوگا جاننے والے افسران اسکرین پر نظر آنے لگے۔ سیارے والوں سے ان کی دوستی ہو چکی تھی۔ یہ طے پایا تھا کہ اکابرین گریٹ ایشورارا کے تمام ماتحتوں سے ہر معاملے میں تعاون کریں گے۔

جاداکا نے انہیں مخاطب کیا تو وہ بھی اپنی مشین آن کر کے اسے دیکھنے لگے۔ اس نے کہا۔ ''ہمارے نائب ایشورارا کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ اس مشین نے کہہ دیا ہے کہ وہ ٹریس ایبل نہیں ہے۔ پلیز اپنے سی آئی اے اور انٹرپول والوں سے کہو کہ لاہور اور پاکستان کے دوسرے علاقوں میں اسے تلاش کریں۔''

ایک یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''تم فکر نہ کرو۔ ہمارے تمام جاسوس ابھی ایکشن میں آ جائیں گے۔''

تقریباً دو گھنٹے بعد سی آئی اے والوں نے رپورٹ دی۔ ''اب سے دس گھنٹے پہلے نائب ایشورارا لاہور کے ایک ہوٹل میں تھا مگر اب وہاں موجود نہیں ہے۔ ہم اسے تلاش کر رہے ہیں۔''

جاداکا نے گریٹ ایشورارا کو رپورٹ دی۔ ''شاید نائب ایشورارا زندہ نہیں ہے۔ غیر معمولی مشین کے علاوہ سی آئی اے اور انٹرپول والے اسے ڈھونڈنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''اس کا مطلب ہے' سونیا ہمارے نائب ایشورارا کو بھی ٹھکانے لگا چکی ہے؟ اس کی غیر معمولی مشین بھی لے گئی ہے۔''

''یہی کہا جا سکتا ہے۔ میں تیرے حکم کے مطابق اکابرین سے رابطہ کرتا رہتا ہوں۔ سونیا نے مشین کے ذریعے مجھے بھی دیکھا ہوگا۔ وہ اب مجھے بھی ٹریپ کرنا چاہے گی۔''

سونیا سیارے سے آنے والوں کی تاک میں لگی رہتی تھی۔ وہ جاداکا کو دیکھ رہی تھی۔ برین ماسٹر کا بھی یہی کام تھا۔ وہ بھی اپنی مشین سے لگا رہتا تھا۔ اس نے پانچ یوگا جاننے والے اکابرین کو دیکھا تو ان کی مشین کی اسکرین پر اسے جاداکا نظر آیا۔ اس نے اسی لمحے میں اپنی مشین کے ذریعے اسے کیچ کر لیا۔ یوگا جاننے والے افسران کو چھوڑ کر صرف جاداکا کو اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھنے لگا۔

سیارے والوں کی شامت آ گئی تھی۔ جس غیر معمولی مشین کے ذریعے وہ ساری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ وہی مشین ان کی ہلاکت کا سبب بن رہی تھی۔

سیارے کا ہر اہم فرد مارا جا رہا تھا اور ان سب کی مشینیں سونیا' اکابرین اور برین ماسٹر کے پاس پہنچتی جا رہی تھیں۔ اس وقت برین ماسٹر کے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ جاداکا کو ٹریپ کر کے اس کی مشین حاصل کر سکتا ہے۔

جاداکا اپنی تمام معلومات کے ساتھ برین ماسٹر کی مشین میں محفوظ ہو چکا تھا۔ معلومات یہ تھیں کہ وہ انڈیا کے شہر دہلی میں ہے۔ کناٹ پیلس کی اسٹریٹ میں ایک بنگلا ہے۔ اس وقت وہ اسی بنگلے کے ایک کمرے میں بیٹھا اسکرین پر یوگا جاننے افسران سے باتیں کر رہا ہے۔ اس یلو کلر بلائنڈ والے کی بدنصیبی یہ تھی کہ وہ برین ماسٹر کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چونکہ وہ زرد رنگ میں چھپا ہوا تھا' اس لیے یوگا جاننے والوں کی اسکرین پر بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جاداکا نے اپنی مشین بند کر دی لیکن وہ برین ماسٹر کی اسکرین پر نظر آتا رہا۔ وہ لباس تبدیل کر کے بنگلے سے باہر آیا پھر ایک کار میں بیٹھ کر کہیں جانے لگا۔ آدھے گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد کار ایک ہوٹل کے احاطے میں آ کر رک گئی۔ اسے بھوک لگی تھی۔ وہ وہاں کھانے کے لیے گیا تھا۔ اس نے کھانے کا آڈر دینے کے لیے ویٹر سے باتیں کیں تو برین ماسٹر اس ویٹر کے اندر پہنچ گیا۔ اسے اپنی مشین میں سیف کر لیا۔ جب اس کے سامنے کھانا آ گیا اور وہ کھانے لگا تب ایک حسینہ میز کے دوسری طرف آ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟''

جاداکا نے اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ یہ سیارے والوں کی عادت تھی' وہ حسین عورتوں کے پیچھے بھاگتے تھے لیکن ان دنوں ان کی شامت آئی ہوئی تھی۔ یکے بعد دیگرے ٹریپ کیے جا رہے تھے اور موت کے گھاٹ اتارے جا رہے تھے۔ وہ بے موت مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے سختی سے کہا۔ ''سوری، مجھے عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پلیز یہاں سے جاؤ۔ دوسری اور بھی میزیں ہیں۔''

وہ ناگواری سے اٹھ کر چلی گئی۔ برین ماسٹر نے اس حسینہ کو بھی اپنی مشین میں سیف کر لیا پھر سوچا۔ ''جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ ویٹر اور اس حسینہ میں سے کسی ایک پر آرام سے تنویمی عمل کروں گا پھر اس کے ذریعے جاداکا کو ہلاک کر کے اس کی مشین حاصل کر لوں گا۔''

برین ماسٹر نے اپنی مشین بند کر دی۔ ٹھیک اسی وقت سونیا بھی اپنی اسکرین پر جاداکا کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے بھی ویٹر اور اس حسینہ کو اپنی مشین میں سیف کیا اور اب وہ ان میں سے کسی ایک کو آلۂ کار بنا کر جاداکا کو جہنم میں پہنچانے والی تھی۔

☆☆☆

عالی اور ایمان علی ہندوستان کے شہر حیدرآباد میں ازدواجی زندگی گزار رہے تھے۔ ایمان علی کے متعلق ذکر ہو چکا ہے۔ وہ ایک خاندانی رئیس تھا۔ اسے علم نجوم' دست شناسی اور قیافہ شناسی میں مہارت حاصل تھی۔ وقتاً فوقتاً اسے آگاہی بھی حاصل ہوتی رہتی تھی۔ سب سے پہلے اسی نے آگاہی کے ذریعے پیش گوئی کی تھی کہ ہماری دنیا میں ایک عجیب و غریب مخلوق ہے جو ہماری طرح انسان تو ہے لیکن اس کا منہ خرگوش کی تھوتھنی کی طرح آگے کو نکلا ہوا ہے۔ یہ عجوبہ سیارے سے آنے والا جوجو کرانتے تھا۔

ایمان نے آگاہی کے دوران دیکھا تھا کہ بوجھ پر اور میرے بیوی بچوں پر عذاب نازل ہو رہا ہے۔ مجھے صلیب پر چڑھا دیا گیا ہے۔ میرے بچے صحرا میں بھٹک رہے ہیں۔ سونیا کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ لباس پھٹا ہوا ہے۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی میری صلیب کے سائے میں گرتی ہے۔ میں جس صلیب پر لہولہان ہو رہا ہوں۔ اس کے اوپری حصے پر وہ عجوبہ فاتحانہ انداز میں بیٹھا ہوا ہے۔

اس آگاہی کے مطابق واقعی ہم پر اب تک مصیبتیں آ رہی تھیں۔ اس عجوبہ جوجو نے سیارے سے آتے ہی فاتحانہ انداز اختیار کیا تھا۔ صلیب موت کا استعارہ ہے۔ میں عارضی طور پر جیسے مر گیا تھا۔ ساری دنیا کو اور میرے قارئین کو یقین ہو گیا تھا کہ میں مر چکا ہوں۔ میرے بچے بھٹک رہے تھے۔ آخر انہوں نے بابا صاحب کے ادارے میں جا کر پناہ لی۔ صرف ایک سونیا تھی جو میری تلاش میں دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے ادارے باہر بھٹک رہی تھی۔ وہ تنہا عورت حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں کہاں ہوں اور کن حالات سے گزر رہا ہوں؟

ایمان علی ہر جمعرات کی رات صبح ہونے تک عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے آگاہی حاصل ہوتی تھی۔ ایک رات وہ تہجد کی نماز ادا کر کے مصلے پر بیٹھا زیر لب ایک آیت پڑھ رہا تھا۔ پڑھتے پڑھتے جذب کے عالم اپنے آپ سے غافل ہو گیا۔ ذہن کی تاریک اسکرین پر تیز رفتار کار کے پہیے دکھائی دینے لگے۔ ایک کار بے قابو ہو گئی تھی۔ ایمان علی نے خود کو دیکھا' وہ اسٹیئرنگ کو قابو میں رکھنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ عالی اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی پھر ایک دھماکا سا ہوا اور کار ایک بڑے درخت سے ٹکرا گئی۔

وہ مصلے پر سجدے کے انداز میں جھکا ہوا تھا۔ ایک دم سے چونک کر سیدھا ہوا اور پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ ''یا خدا! یہ میں نے کیا دیکھا ہے؟ میری عالی میرے ساتھ ایسے حادثے سے دوچار ہوگی؟ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟''

آگاہی ادھوری تھی۔ حادثے کا انجام معلوم نہ ہو سکا۔ کیا وہ حادثے کے بعد بچ جائیں گے...؟ زخمی ہوں گے...؟ یا مر جائیں گے...؟

وہ فکر و پریشانی پر قابو پانے کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگا۔ دل و دماغ کو سمجھانے لگا کہ خدا بہتر جانتا ہے' خدا بہتر کرتا ہے۔ ہمارے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ ہمارا جینا مرنا خدا کے ہاتھ میں ہے۔

اس نے فجر کی نماز ادا کی۔ سلام پھیرتے ہی پھر اس کے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ وہ سجدے کی حالت میں جھک گیا۔ ذہن کی تاریک اسکرین پر عالی دکھائی دی۔ وہ دو دشمنوں کے مقابلے پر تھی۔ ان کی پٹائی کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک ستون کے پیچھے سے ریوالور دکھائی دیا اور ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی۔ عالی کی کراہ سنائی دی، گولی اس کے سینے میں پیوست ہو گئی تھی۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی زمین پر گر کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گئی۔

ایمان علی کے ذہن کو پھر جھٹکا سا لگا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کمرے کو دیکھنے لگا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ ''نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ میری عالی کو کچھ نہیں ہوگا۔ اسے کوئی قتل نہیں کرے گا۔ یا خدا! مجھے آگاہی کیوں ملتی ہے؟ آگاہی تو موت سے پہلے مار دیتی ہے۔ میری عالی کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

وہ بری طرح پریشان ہو گیا تھا۔ ایک ہی رات میں دو بار آگاہی ملی تھی اور دونوں ہی جان نکال رہی تھیں۔ پہلی آگاہی میں معلوم ہوا کہ حادثہ پیش آئے گا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا' حادثے کا نتیجہ کیا ہوگا؟ دوسری آگاہی کہہ رہی تھی' حادثے سے بچ گئے تو عالی گولی کھا کر مرے گی۔

ایمان علی مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ اس کے باوجود گھبراہٹ میں کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ اس کمرے سے نکل کر اپنی خواب گاہ میں آیا۔ وہاں عالی نہیں تھی۔ وہ صبح سویرے ورزش کرنے کی عادی تھی۔ وہ چھت پر آ گیا۔ اس وقت وہ جوگنگ کر رہی تھی۔

اسے دیکھ کر بولی۔ ''آج بڑی جلدی کمرے سے نکل آئے؟''

وہ سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ عالی نے اسے غور سے دیکھا پھر پوچھا۔ ''اینی تھنگ رانگ؟''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ قریب آ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''کیا آگہی ملی ہے؟''

ایمان نے پھر ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ اس نے پوچھا۔ ''تشویشناک ہے؟''

وہ پھر سر ہلانا چاہتا تھا۔ عالی نے دونوں ہاتھوں سے اس کے سر کو تھام کر کہا۔ ''کچھ منہ سے تو بولو۔ کیا آگہی کا تقاضا ہے کہ مجھ سے بات چھپائی جائے؟''

''تم کمزور دل کی ہوتیں تو یہ بات چھپا لیتا۔'' وہ دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔ ''میری جان! مجھے ایک نہیں دو بار آگہی ملی ہے۔ ایک میں کار کا حادثہ دیکھا مگر ہمارا انجام کیا ہوگا' یہ نہیں دیکھا۔ دوسری آگاہی میں کسی دشمن نے تمہیں گولی ماری اور میں نے واضح طور پر تمہیں دم توڑتے دیکھا ہے۔'' یہ کہتے ہی اس نے عالی کو کھینچ کر اپنی آغوش میں بھر لیا۔ ''نہیں میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ موت آئے گی تو تمہارے ساتھ اپنی جان دے دوں گا۔''

وہ بڑے سکون سے بولی۔ ''ہائے پھر تو ہماری موت بڑی ہی رومینٹک ہوگی۔ بائی داوے... تم اس قدر جذباتی کیوں ہو رہے ہو؟ کیا ہم مرنے کے لیے پیدا نہیں ہوئے ہیں؟''

''ہاں مگر اتنی جلدی کون مرنا چاہتا ہے؟ وہ بھی حادثاتی اور غیر طبعی موت۔ نہیں، میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔''

''کیا تقدیر سے لڑو گے؟''

''ہاں، تم سامان پیک کرو۔ میں کسی بھی فلائٹ میں سیٹیں او کے کراتا ہوں۔''

''اچھا تو ایسی کوئی جگہ ہے' جہاں موت نہیں آئے گی؟'

''موت ہر جگہ آتی ہے مگر ہمارے دشمن بابا صاحب کے ادارے میں نہیں آسکیں گے۔ وہاں تم محفوظ رہو گی۔''

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ عالی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ''تم بہت بدحواس ہو گئے ہو۔ یہ تو سوچو یہاں سے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچنے کے دوران آگہی کے مطابق موت آسکتی ہے۔''

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھاتے ہوئے بولا۔ ''ویسے تو ابھی، یہاں' اسی جگہ جان لیوا حملہ کرنے والے آسکتے ہیں مگر ہمیں حفاظتی تدابیر پر عمل کرنا چاہیے۔''

وہ دونوں بیڈ روم میں آ گئے۔ ایمان نے کہا۔ ''ابھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرو' ہمیں کس فلائٹ میں سیٹیں مل سکتی ہیں؟''

وہ اسے ایک صوفے پر دھکا دے کر گراتے ہوئے بولی۔ ''چپ چاپ بیٹھے رہو۔ تم میرے عشق میں عقل سے کام لینا بھول گئے ہو۔ ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہمیں وہ حادثہ کب اور کیسے پیش آئے گا؟ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ مجھے گولی مارنے والا دشمن کون ہے؟ میرے خلاف یہ واردات کب ہوگی اور کہاں ہوگی؟'' ایمان اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ عالی نے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''تم بدحواسی میں یہ بھول رہے ہو کہ چار یار کی فور کاسٹ کرنے والی مشین ہمیں ابھی بہت کچھ بتا دے گی۔ آگہی کے مطابق ہمارے خلاف سازش کرنے والے کون ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں؟ یہ ہمیں یہاں بیٹھے بیٹھے معلوم ہو جائے گا۔''

وہ اطمینان کی ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''خدا کا شکر ہے' ہم وقت سے پہلے بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔ میں واقعی بوکھلا گیا تھا۔''

بیٹی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ماں کو مخاطب کیا۔ اسے آگہی کے متعلق تمام باتیں بتائیں۔ سونیا نے کہا۔ ''میں اپنی مشین کے ذریعے چار یار سے رابطہ کر رہی ہوں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر پہنچو۔''

دونوں ماں بیٹی نے اپنے اپنے طور پر چار یار سے رابطہ کیا۔ انہیں بتایا کہ آگہی کے مطابق کیا ہونے والا ہے؟ اور ایسا ہونے سے پہلے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوگا؟ فور کاسٹ مشین ایک ایک لمحے کا حساب بتائے گی کہ عالی اور ایمان پر حملہ کرنے والے دشمن کون ہیں؟ کیوں ان کی جان لینا چاہتے ہیں؟

چار یار فوراً ہی سونیا کی خواہش کے مطابق مشین کو آپریٹ کرنے لگے۔ اس مشین میں عالی اور ایمان کے کوڈ نمبرز پنچ کیے گئے تو وہ دونوں بڑی سی اسکرین پر دکھائی دینے لگے۔ سونیا نے چار یار سے کہا۔ ''وقت کی چھلانگ لگاؤ۔ یہ دیکھو کہ عالی اور ایمان دو دنوں کے بعد کن حالات سے گزریں گے؟''

انہوں نے مشین کو آپریٹ کیا۔ مطلوبہ وقت کے بعد بھی وہ دونوں بخیریت نظر آ رہے تھے۔ تیسرے چوتھے دن بھی کوئی خطرہ پیش نہیں آیا۔ پانچویں دن وہ کار میں بیٹھ کر حیدر آباد شہر سے دور اپنی زمینوں پر جا رہے تھے۔ تب پتا چلا کہ گاڑی کا بریک کام نہیں کر رہا ہے۔ وہ تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ ایمان علی اسٹیئرنگ کو قابو میں رکھنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ جیسا آگہی میں نظر آیا تھا۔ ویسا ہی دکھائی دے رہا تھا۔

پھر گاڑی ایک بڑے درخت سے ٹکرا گئی۔ ایمان علی

اسٹیئرنگ سے اور عالی ڈیش بورڈ سے ٹکرائی تھی۔ دونوں زخمی ہوئے تھے مگر ہوش وحواس میں تھے۔ اس راستے سے گزرنے والی کئی گاڑیاں پاس آکر رک گئی تھیں۔ ان گاڑیوں سے کئی لوگ اتر کر ان کے قریب آرہے تھے۔ کچھ لوگ اپنی گاڑیوں سے نکل کر دور ہی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ ایسے وقت عالی نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ ایمان علی لوگوں کو حادثے کی وجہ بتا رہا تھا۔ عالی نے دوسری بار پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا۔ ''کون ہے؟''

کسی نے غصّے سے کہا۔ ''شٹ، تم تو بڑی ڈھیٹ ہو۔ زخمی ہونے کے باوجود یوگا کی مہارت دکھا رہی ہو۔''

''اچھا تو مجھے ٹریپ کرنے' اپنی معمولہ اور تابع دار بنانے کے لیے گاڑی کے بریک ناکارہ کیے گئے تھے؟ لعنت ہے تم پر۔''

اس نے سانس روک لی۔ پرائی سوچ کی لہریں دماغ سے نکل گئیں۔ سونیا اسکرین پر ایک شخص کو دیکھ رہی تھی۔ وہ ان سے دور اپنی گاڑی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے چاریار سے کہا۔ ''وہ شخص جو سرخ شرٹ میں نظر آرہا ہے۔ اسے اپنی مشین میں کیچ کرو۔''

سونیا کی چھٹی حس نے اس شخص کی طرف متوجہ کیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ دور سے عالی کو صرف گھور کر نہیں دیکھ رہا ہے بلکہ اس کے اندر بھی پہنچ رہا ہے۔ چاریار نے اسے مشین میں کیچ کرلیا تھا۔ سونیا کی ہدایت کے مطابق اسے سبجیکٹ بنا کر اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنی گاڑی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر وہاں سے جارہا تھا۔ فور کاسٹ کرنے والی مشین اس کے پیچھے پڑ گئی۔

اس شخص کی خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ کار ڈرائیو کرنے کے دوران خیال خوانی کے ذریعے کسی سے کچھ کہہ رہا ہے۔ سونیا نے چاریار سے کہا۔ ''وقت کی چھلانگ لگاؤ۔''

مشین نے موجودہ وقت سے آگے بڑھ کر دکھایا۔ وہ ایک گھنٹے بعد حیدرآباد کے ایک مکان میں پہنچ گیا تھا۔ کمرے میں بیٹھ کر کمیونیکیشن مشین کے ذریعے رابطہ کررہا تھا۔ سونیا نے چاریار سے کہا۔ ''اس مشین کو بگ کلوز میں لاؤ۔ ہم اس پر اُبھرنے والی تحریر پڑھیں گے۔''

فور کاسٹ کرنے والی مشین کی بہت بڑی اسکرین پر وہ کمیونیکیشن مشین اپنے سائز سے بڑی دکھائی دینے لگی۔ وہاں تحریر اُبھر رہی تھی۔ ''اے گریٹ ایشورارا! میں تیرا تابع دار کورارا بول رہا ہوں۔ میں نے تیرے حکم کے مطابق سونیا کی کمزوری ہاتھ میں لینے کے لیے اس کی بیٹی کو زخمی کرنا چاہا تھا مگر اس خاندان کے لوگ بڑے ہی ڈھیٹ ثابت ہوتے ہیں۔ وہ کار کے حادثے میں زخمی ہونے کے باوجود میری سوچ کی لہروں کو اپنے اندر آنے سے روک رہی ہے۔ میں اس پر تنویمی عمل نہیں کرسکوں گا۔ سونیا کی یہ کمزوری ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی۔''

گریٹ ایشورارا کا تحریری جواب اُبھرنے لگا۔ ''پتا نہیں' وہ عورت کیا بلا ہے؟ میرے آدمیوں پر اس کے حملے کامیاب ہوتے ہیں مگر ہمارا ایک بھی حملہ کامیاب نہیں ہورہا ہے۔''

کورارا نے کہا۔ ''مجھے ایک بار ناکامی ہوئی ہے۔ دوسری بار نہیں ہوگی۔''

''ہونی بھی نہیں چاہیے۔ تیری ایک ناکامی سے اس کی بیٹی ہوشیار ہوچکی ہے لہٰذا اسے زخمی کرنے کی پلاننگ اب نہ کر۔ وہ جہاں بھی نظر آئے' گولی مار دے۔ اس کی ماں نے ہمارے کئی آدمی مارے ہیں۔ ہم اس کی ایک بیٹی کو مار کر حساب برابر کردیں گے۔''

''میں چوبیس گھنٹے کے اندر اسے گولی ماروں گا اور تجھے یہ خوشخبری سناؤں گا۔''

سونیا انہیں اسکرین پر دیکھ رہی تھی۔ ان کے درمیان جو تحریری مکالمے ہورہے تھے۔ انہیں پڑھ رہی تھی۔ اس نے چاریار سے کہا۔ ''وقت کی چھلانگ لگاؤ۔ دیکھو ہر پانچ گھنٹے بعد کیا ہوگا؟''

ہر پانچ گھنٹے بعد جو ہونے والا تھا' وہ مناظر اسکرین پر دکھائی دینے لگے۔ بیس گھنٹے بعد عالی نظر آئی۔ وہ چار مینار کے پاس کار سے اتر کر ایک طرف جارہی تھی۔ اسی وقت دو افراد نے اس پر حملہ کیا۔ اسے ایک چاقو سے زخمی کرنا چاہا۔ وہ مقابل کے ہاتھوں سے ہتھیار گرانا جانتی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے حملہ کرنے والے نہتے ہوگئے تھے اور جواب میں اس سے مار کھا رہے تھے۔

ایسے وقت ٹھیک آگہی کے مطابق ایک ستون کے پیچھے ریوالور دکھائی دیا۔ اس کے بعد ریوالور والا نظر آیا۔ وہ کورارا تھا۔ اس نے ایسا نشانہ لیا کہ گولی سیدھی عالی کے سینے میں پیوست ہوگئی۔ سونیا نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ فولاد کا کلیجہ رکھنے والی آخر ایک ماں بھی تھی۔ اس نے کہا۔ ''اسے بند کردو۔''

چاریار نے فور کاسٹ کرنے والی مشین کو آف کردیا۔ آگے چل کر تقدیر یہی المناک تماشا دکھانے والی تھی۔ مگر کیا یہ ضروری ہے کہ مقدر میں جو لکھا گیا ہے' وہی سامنے آئے؟

کوئی ضروری نہیں ہے۔ مقدر میں ہماری طبعی موت تک ایک ایک بات وضاحت سے لکھی ہوئی ہے کہ کون سے پل کیا ہوگا اور یقیناً وہی ہوگا لیکن ہم کسی سے دشمنی کرکے اس کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جائیں تو طبعی موت تک لکھی ہوئی تقدیر مٹ جائے۔ دشمن کے ہاتھوں قتل ہونا ہی ہمارا مقدر کہلائے گا۔

یہ نکتہ سمجھنے کا ہے کہ کاتبِ تقدیر نے ہم سب کے لیے طبعی عمر لکھی ہے۔ یہ عمر گزارنے سے پہلے اگر ہم اپنے اعمال سے خودکشی کی اور جان لیوا دشمنی کی راہ اختیار کریں گے تو پھر وہ طبعی نہیں... حرام موت ہوگی۔ اس سلسلے میں ایک ہی بات یاد رکھنی چاہیے۔ وہ یہ کہ خدا تو ہم پر مہربان ہے۔ ہم ہی خود پر ظلم کرنے والوں میں سے ہیں۔

فور کاسٹ کرنے والی مشین کی کارکردگی کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ مستقبل کی جو باتیں بتاتی ہے۔ اس کا ظہور پذیر ہونا ضروری نہیں ہے۔ وہ باتیں' وہ واقعات پیش آسکتے ہیں لیکن انہیں تدبیر سے بدلا بھی جاسکتا ہے۔

سونیا نے عالی سے کہا۔ ''کورارا کو ابھی زندگی کی سانسیں لینے دو۔ پیش گوئی کے مطابق وہ جس وقت واردات کرے گا۔ اسی وقت تم جوابی کارروائی کروگی۔''

''اوے کے مما! آج سے پانچ دن بعد اس سے نمٹا جائے گا۔ تب تک آپ مشین کے ذریعے اس پر نظر رکھیں گی۔''

''فکر نہ کرو۔ میں مشین پر اسے دن رات دیکھتی رہوں گی۔''

عالی اس کے دماغ سے چلی گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک مشین کی اسکرین پر کورارا کو دیکھتی رہی۔ فی الحال اس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ وہ جاداکا کو اسکرین پر دیکھنے لگی۔

دوسری طرف برین ماسٹر بھی اپنے اسی شکار کو دیکھ رہا تھا۔ سونیا اس ویٹر کو آلۂ کار بنا کر جاداکا کے بنگلے میں لانا چاہتی تھی۔ اس کے ذریعے اسے ٹھکانے لگا کر مشین حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس نے اپنی مشین کی اسکرین پر ہوٹل کے اس ویٹر کو دیکھا تو حیران رہ گئی۔ وہ اس کا آلۂ کار بننے سے پہلے ہی اس بنگلے کے سامنے پہنچا ہوا تھا۔ اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی' کوئی گڑبڑ ہے۔

وہ اسے دیکھنے لگی۔ ویٹر بنگلے کے احاطے میں داخل ہوتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ ''اتنے مالدار آدمی سے کیا بولوں گا؟ اس نے کھانے کے بعد ایک ہزار روپے بخشش کے طور پر دیے تھے۔ کیا یہ مجھے نوکری دے گا؟''

اس نے الپا کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔ وہ اس کے خیالات پڑھ کر بتا رہی تھی کہ وہ جاداکا سے متاثر ہے۔ اس کے پاس نوکری حاصل کرنے آیا ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ برین ماسٹر چھ گھنٹے پہلے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابع دار بنا چکا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کیا تھا کہ وہ اپنے لباس میں ایک پستول چھپا کر لے جائے گا۔ جب تک اسے یاد نہ دلایا جائے تب تک وہ پستول کی طرف دھیان نہیں دے گا۔ اس کے ذہن میں یہی بات نقش رہے گی کہ وہ جاداکا کے پاس ملازمت کرنے آیا ہے۔

چوکیدار نے اسے روکا تو اس نے یہی کہا کہ وہ صاحب کے پاس نوکری کے لیے آیا ہے۔ برین ماسٹر اسے اس انداز سے بنگلے میں پہنچا رہا تھا کہ سونیا دھوکا کھا رہی تھی۔ اس نے سوچا۔ ''چلو اچھا ہے' یہ خود ہی میرے شکار کے قریب پہنچنے والا ہے۔ اسی وقت میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنے طور پر استعمال کروں گی۔''

جاداکا نے کھڑکی سے جھانک کر پوچھا۔ ''کون ہے؟''

ویٹر نے کہا۔ ''صاحب میں ہوں۔ آپ بہت دیالو ہیں۔ میں ضرورت سے مجبور ہوکر آپ کے پاس آیا ہوں۔''

جاداکا نے کہا۔ ''اندر آجاؤ۔''

وہ اندر آیا تو الپا اور برین ماسٹر بھی اس کے ساتھ بنگلے کے اندر آگئے۔ جاداکا دوسرے کمرے سے کہہ رہا تھا۔ ''آرام سے بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔''

ایسے وقت برین ماسٹر نے ویٹر کے لب و لہجے میں اپنے معمول اور تابع دار سے کہا۔ ''اب مجھے یاد رکھنا چاہیے' میرے لباس کے اندر پستول ہے۔ مجھے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے ہی وہ سامنے آئے گا' میں اسے گولی ماردوں گا۔''

اس کی یہ سوچ سنتے ہی الپا چونک گئی۔ چشم زدن میں بھید کھل گیا کہ کوئی اس ویٹر کے اندر ہے اور اسی کے لب و لہجے میں بول رہا ہے۔ وہ سخت لہجے میں بولی۔ ''کون ہو تم...؟''

برین ماسٹر الپا کی آواز سنتے ہی ایک دم سے گڑبڑا گیا۔ سمجھ میں نہیں آیا' اسے کیا جواب دے؟ وہ بول رہی تھی۔ ''اس ویٹر کے لب و لہجے میں خود کو چھپا رہے ہو۔ میرے سامنے کھل جاؤ۔ ورنہ یہاں تمہاری کوئی چال کامیاب ہونے نہیں دوں گی۔''

برین ماسٹر بری طرح بوکھلایا ہوا تھا۔ وہ میری فیملی کے کسی بھی فرد سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا مگر نادانستگی میں الپا کے شکار کو ٹریپ کرچکا تھا۔ اس نے ویٹر کی آواز اور لب و لہجے

میں کہا۔ ''سوری میڈم! میں نہیں جانتا تھا کہ آپ جاوا کا کی مشین حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ میں اس مشین سے ابھی دستبردار ہوتا ہوں۔ اور یہاں سے جارہا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''رک جاؤ... یہاں جو کرنا چاہتے ہو وہ کرو۔ میں مداخلت نہیں کروں گی لیکن یہ بتانا ہوگا کہ تم کون ہو؟''

''سوری میڈم! میں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔''

''اگر تمہارا تعلق سیارے سے ہوتا تو اپنے ہی آدمی پر حملہ کرنے نہ آتے۔ تم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ہو؟''

''آپ یہی سمجھ لیں۔''

وہ بولی۔ ''امریکی اتنے سیدھے اور نادان نہیں ہیں کہ غیر معمولی مشین کو میرے پاس چھوڑ کر چلے جائیں۔ ایسی اہم مشین کو چھوڑ کر جاؤ گے تو پھر تم امریکی نہیں ہو۔''

''آپ کچھ بھی سمجھ لیں مگر میں آپ سے مقابلہ نہیں کروں گا۔ میں نے فیصلہ کیا ہے' فرہاد علی تیمور اور سونیا میڈم سے تعلق رکھنے والے کسی بھی فرد سے دشمنی مول نہیں لوں گا۔''

''یہ سب ہی جانتے ہیں' میڈم سونیا زبان کی سچی اور وعدے کی پکی ہیں۔ تم خود کو ظاہر کرو گے تو میڈم جاوا کا کی مشین تمہیں لے جانے دیں گی۔ اسے حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم سے دوستی کرو۔''

''میڈم سونیا کی دوستی خوش نصیب کہلانے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ میں میڈم کی عزت کرتا ہوں۔ شاید اسی لیے ان سے ڈرتا ہوں۔ میری ایک الگ دنیا ہے۔ الگ مقاصد اور عزائم ہیں۔ میں ساری دنیا سے چھپ کر رہنا چاہتا ہوں۔''

''یعنی تم چھپ کر رہنے کو اتنی اہمیت دے رہے ہو اور ایسی اہم اور غیر معمولی مشین سے بھی محروم ہونا چاہتے ہو؟''

''یہی بات ہے۔ مشین آپ لے جائیں۔''

''میڈم سونیا اس وقت میرے ذریعے تمہاری باتیں سن رہی ہیں۔ وہ کس وقت کیا کر گزرتی ہیں' یہ پہلے سے کوئی سمجھ نہیں پاتا۔ جانتے ہو وہ ابھی کیا کرنے والی ہیں؟''

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''ضرور کچھ ایسا کریں گی کہ میری شامت آجائے گی۔''

''بالکل نہیں... میں جارہی ہوں۔ جاوا کا کسی وقت بھی اس کمرے میں آنے والا ہے۔ تم نے اسے ٹھکانے نہ لگایا' اس کی مشین حاصل نہ کی تو ہم دونوں ہی یہ بازی ہار جائیں گے اور میں تو ہارنے سے پہلے ہی میدان چھوڑ کر جارہی ہوں۔ گڈ بائے۔''

برین ماسٹر حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ ایسا کیسے ہوگیا؟ الپا کے ساتھ ہی سونیا بھی میدان چھوڑ کر جاچکی ہے۔

برین ماسٹر کو زیادہ سوچنے اور فیصلہ کرنے کا موقع نہیں ملا کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟ جاوا کا اس ویٹر سے ملنے کمرے میں آگیا۔ ماسٹر ایسا سنہری موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ویٹر کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے گولی ماری۔ وہ اچھل کر زمین پر گرا پھر ذرا تڑپنے کے بعد ٹھنڈا ہوگیا۔ ویٹر بریف کیس نما مشین کو اٹھا کر باہر آیا۔ چوکیدار فائرنگ کی آواز سن کر آرہا تھا۔ اس نے اسے بھی گولی سے اڑادیا۔ وہاں سے اپنے گھر کی طرف جانے لگا۔

برین ماسٹر اس آلۂ کار دو روز اور ہاتھا۔ پہلے اس نے سوچا تھا' اس مشین کو اپنے پاس لانے کے لیے ایک کے بعد ایک آلۂ کار بدلتا رہے گا۔ حالات کے مطابق ان سے کام لیتا رہے گا۔ آخری آلۂ کار اس مشین کو کہیں بڑی حفاظت سے چھپا کر رکھے گا۔ جب تک اسے یقین نہیں ہوجائے گا کہ وہ مشین کو وہاں سے نکال کر اپنے خفیہ اڈے تک لاسکتا ہے۔ وہ اسی جگہ رہے گی۔

اب عقل یہ سمجھا رہی تھی کہ الپا اور سونیا نے فی الحال میدان چھوڑ دیا ہے مگر سونیا اپنی مشین کے ذریعے اس ویٹر کو دیکھتی رہے گی اور الپا کے ذریعے اس کے اندر آتی جاتی رہے گی۔ وہ مشین کو جہاں بھی چھپائے گا۔ وہ وہاں سونیا کی نظروں میں رہے گی۔

الپا اس ویٹر کے دماغ سے نکل آئی تھی۔ سونیا نے اپنی مشین بند کر کے فون کے ذریعے ادارے والوں سے رابطہ کیا۔ انہیں بتایا کہ وہاں کی مشین پر ایک ویٹر کو دیکھا جائے۔ ایک غیر معمولی مشین اس کی تحویل میں ہے۔

سونیا نے اس ویٹر کی تصویر اور کوڈ نمبرز فیکس کے ذریعے ادارے میں پہنچادیے۔ سونیا کی خاموشی برین ماسٹر کو سمجھا رہی تھی کہ وہ جاوا کا سے حاصل ہونے والی مشین میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے جو بھی مشین کے ذریعے ویٹر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ برین ماسٹر کی نظروں ... میں نہیں آسکتا تھا۔

اگرچہ وہ مستقل روپوشی اختیار کر کے پراسرار بن کر رہنا چاہتا تھا مگر سونیا اس کے بارے میں کسی حد تک صحیح اندازہ قائم کررہی تھی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا کوئی پرانا کھلاڑی ہے۔ دوسری بات یہ سمجھ

میں آئی کہ وہ سیارے والوں کے اور اکابرین کے مقابلے میں برتری حاصل کرنا چاہتا ہے۔

موجودہ حالات میں برتری قائم رکھنے کے لیے غیر معمولی مشین کا حصول لازمی ہوگیا تھا جبکہ وہ پُراسرار شخص سونیا کی موجودگی میں جاوا کا کی مشین سے دستبردار ہوا تھا۔ اس طرح یہ ثابت ہوگیا کہ اس شخص کے پاس پہلے سے غیر معمولی مشین موجود ہے۔

ترہالا سے چھینی ہوئی مشین کون لے گیا ہے؟ یہ اب تک کسی کو معلوم نہ ہوسکا تھا۔ سونیا سمجھ رہی تھی کہ وہ مشین اس پُراسرار شخص کے پاس ہے۔ وہ اس کے بارے میں زیادہ تجسس نہیں تھی۔ اسے خود پر اعتماد تھا کہ جب بھی موجودہ مصروفیات ذرا کم ہوں گی اور وہ پُراسرار شخص کوئی مسئلہ پیدا کرے گا تو اسے ڈھونڈ نکالنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔

سونیا کا دھیان اپنی بیٹی عالی کی طرف تھا۔ وہ اس کی سلامتی کے لیے کورارا پر نظر رکھے ہوئے تھی۔ چوتھے دن اس نے اپنی مشین کی اسکرین پر اسے دیکھا۔ گریٹ ایشورا رانے اسے مخاطب کیا تھا اور تحریر کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ ''سونیا نے حد کردی ہے۔ مختلف ملکوں میں میرے جتنے وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتارتی جارہی ہے اور ان کی غیر معمولی مشین بابا صاحب کے ادارے میں پہنچارہی ہے۔ میرا پہلا ماتحت جو جو اس ارضی دنیا میں گیا تھا۔ جو جو اور اس کے دو ساتھیوں کو فرہاد نے ہلاک کیا۔ باقی بے شمار سیارے والے سونیا کے ہاتھوں مارے جاتے رہے ہیں۔ اسے کسی بھی طرح زیر نہ کیا گیا... ہلاک نہ کیا گیا تو ہم وہاں حکمرانی کے خواب دیکھتے ہی رہ جائیں گے۔''

کورارا نے کہا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا' سونیا سے کیسے نمٹا جائے؟''

''وہ زرد رنگ کے لباس میں چھپ کر رہتی ہے۔ تم میں سے کوئی اسے کبھی نہ دیکھ سکے گا' نہ ہلاک کرسکے گا۔''

''اسے زرد رنگ سے باہر لانے کی کوئی تدبیر کرنی ہوگی۔''

''ایک ہی تدبیر ہے۔ سونیا کی بیٹی عالی اس کی بہت بڑی کمزوری بن سکتی ہے۔ تم اس لڑکی کو اپنی معمولہ اور تابع دار بنا کر سونیا کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرسکتے ہو۔''

''یہ تو میں ابھی کروں گا۔ میری مشین میں فرہاد کی بیٹی اور بیٹوں کی تصویریں اور کوڈ نمبرز ہیں۔ اگر عالی ادارے سے باہر ہوگی تو میں اسے ٹریپ کرنے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کروں گا۔''

سونیا اسے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہی تھی اور کورارا کو اپنی مشین کے ذریعے معلوم ہوا کہ عالی انڈیا کے شہر حیدرآباد میں ہے۔ وہ اسی شام ایک فلائٹ کے ذریعے دہلی سے حیدرآباد پہنچ گیا۔ وہاں اس نے ایک موٹر مکینک کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ جس نے آدھی رات کے بعد حویلی کے احاطے میں کھڑی ہوئی کار کے بریک ناکارہ کردیے تھے۔

کورارا نے اپنی مشین کی اسکرین پر عالی اور ایمان علی کو دیکھا تھا۔ ان کی باتیں سنی تھیں۔ اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ دوسرے دن کار کے ذریعے شہر سے دور اپنی زمینوں پر جائیں گے۔ کورارا کو اطمینان تھا کہ وہ دونوں صبح اس کار میں جائیں گے تو ضرور حادثے سے دوچار ہوکر زخمی ہوں گے پھر وہ زخمی عالی کو آسانی سے ٹریپ کرلے گا۔

سونیا نے عالی سے کہا۔ ''گاڑی کے بریک فیل ہوچکے ہیں۔ کورارا مطمئن ہے۔ ابھی اپنے بیڈروم میں سو رہا ہے۔ ایمان علی سے کہو' بریک درست کرلے۔''

دوسری صبح کورارا نے بیدار ہوکر غسل کیا۔ چائے پی پھر اپنی مشین کی اسکرین پر عالی اور ایمان علی کو دیکھتا رہا۔ ان کی باتوں سے پتا چل رہا تھا کہ انہیں کار میں پیدا کی جانے والی خرابی کا علم نہیں ہے اور وہ آدھے گھنٹے بعد روانہ ہونے والے ہیں۔

کورارا بھی اپنی کار میں بیٹھ کر ایمان کی حویلی کے سامنے پہنچ گیا۔ اسی وقت کار حویلی کے احاطے سے باہر نکلی تھی۔ عالی اگلی سیٹ پر ایمان کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ فاصلہ رکھ کر ان کا تعاقب کرنے لگا۔ خیال تھا کہ جب عالی حادثے کے باعث زخمی ہوگی تو وہ اسی وقت اس کے اندر پہنچ جائے گا۔

ان کی گاڑیاں شہر سے باہر ایک پختہ سڑک پر دوڑ رہی تھیں۔ وہ حیرانی سے دیکھ رہا تھا کہ آگے والی گاڑی کبھی تیز رفتاری سے جارہی تھی۔ کبھی دوسری گاڑیوں کو کراس کرتے وقت اس کی رفتار سست ہوجاتی تھی۔ ایک جگہ انہوں نے کولڈ ڈرنک پینے کے لیے گاڑی روکی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ بریک ناکارہ نہیں ہوئے تھے۔ وہ آرام سے کسی اندیشے کے بغیر گاڑی میں جارہے تھے۔

اس نے اپنے آلۂ کار مکینک کے خیالات پڑھے۔ اس نے پوری مہارت سے ان بریکس کو ناکارہ بنایا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی کہ ناکارہ بریکس کارآمد کیسے ہوگئے تھے؟

فور کاسٹ کرنے والی مشین نے بتایا تھا کہ اس نے

ناکام ہونے کے بعد گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا تھا۔ اس سے کہا تھا کہ ایک بار ناکام ہوا ہے، دوسری بار نہیں ہوگا۔ چوبیس گھنٹے کے اندر عالی کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔

اس فور کاسٹ کرنے والی مشین کی پیش گوئی کے مطابق سونیا وہی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ بیس گھنٹے بعد عالی پر حملہ ہونے والا تھا۔ اس مرحلے پر پیش گوئی بدل گئی۔ عالی اچانک ہی کورارا کی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گئی۔

وہ اسے دیکھتے ہی گھبرا کر اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ اس نے مشین کے پاس رکھے ہوئے ریوالور کو دیکھا مگر وہاں تک پہنچ نہ سکا۔ عالی نے اس کے منہ پر ایک فلائنگ کِک ماری۔ وہ کک کھا کر ریوالور سے اور دور ہوگیا۔

اس کی ماں آسمان سے لپکنے والی بجلی کہلاتی تھی۔ بیٹی اپنی ماں سے کم نہیں تھی۔ ایسے لپک لپک کر حملے کر رہی تھی کہ اسے سنبھلنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ اس کی ناک سے اور باچھوں سے لہو رِسنے لگا تھا۔

پھر وہ رک گئی اور اس سے بولی۔ ''بس... اب میں تجھے ریوالور تک جانے سے نہیں روکوں گی۔ تُو اسے اٹھا کر مجھے گولی مار سکتا ہے۔''

وہ مار کھاتے کھاتے ایسا نڈھال ہوگیا تھا کہ فرش سے اٹھ نہیں پا رہا تھا مگر ریوالور تک جانے کے لیے اٹھ گیا۔ ڈگمگاتا ہوا اٹھا پھر دو قدم چلتے ہی لڑکھڑا کر گر پڑا۔ وہ بولی۔ ''کوئی بات نہیں، میں دے دیتی ہوں۔''

اس نے مشین کے پاس رکھے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر اس کے سامنے پھینک دیا۔ اس نے بے یقینی سے عالی کو دیکھا پھر ریوالور اٹھا کر چیک کیا۔ وہ پوری طرح لوڈ تھا۔ اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر عالی کا نشانہ لینا چاہا تو ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا۔

اس نے اسے اٹھایا اور پھر نشانہ نہ لینا چاہا۔ وہ ہتھیار جیسے گیلا صابن ہو چکا تھا۔ بار بار گرفت میں آ کر پھسل رہا تھا۔ ہاتھوں سے نکل رہا تھا' تب اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر عالی کو دیکھا۔ یہ بھول گیا تھا کہ لہولہان ہونے کے بعد ذہن کمزور ہوگیا ہے۔ اس نے عالی کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کیا تھا۔

عالی نے کہا۔ ''اب ریوالور تیرے ہاتھوں سے نہیں گرے گا۔ اسے اٹھا لے۔''

وہ ہچکچانے لگا۔ اس نے کہا۔ ''تُو مجھے مارے گا یا خود مرے گا۔ بول کیا چاہتا ہے؟''

اس نے فوراً ہی فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھا لیا۔ اسے مضبوطی سے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لیا پھر اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ پتا چلا اس نے ریوالور کو الٹا پکڑا ہے۔ ریوالور کی نال اپنی ہی پیشانی کی طرف تھی۔

عالی نے کہا۔ ''میں کہہ چکی ہوں' مجھے مارے گا یا خود مرے گا۔ اب گولی جدھر چل جائے چلنے دے۔''

گولی چل گئی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی پیشانی میں سوراخ ہوگیا۔ دیدے پھیل گئے۔ وہ بیٹھے بیٹھے لیٹ گیا۔ موت نے اسے چاروں شانے چت کر دیا تھا۔

سونیا نے بیٹی سے کہا۔ ''مشین لے کر یہاں سے جاؤ۔ تم اس مشین کے ذریعے دشمنوں پر نظر رکھو گی۔ فور کاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے بھی معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ آئندہ تمہارے خلاف کیا کرنے والے ہیں؟''

عالی مشین لے کر چلی گئی۔ سونیا نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو گریٹ ایشورارا...! عظیم بننے والے تیری عظمت خاک میں ملتی جا رہی ہے۔ تیرا سب سے پہلا ماتحت جو جو کرانتے ہماری سرزمین پر آیا تھا۔ اس وقت سے اب تک حساب کر... تیرے کتنے بندے مارے گئے ہیں؟ تُو نے ہر ملک' ہر شہر' ہر علاقے میں پانچ پانچ افراد کی جو ٹیم بھیجی تھی۔ وہ ہانگ کانگ سے لے کر امریکا تک نابود ہوتی جا رہی ہے۔''

ایشورارا نے پوچھا۔ ''کون ہو تم؟''

جواب ملا۔ ''موت! اپنے اہم ماتحتوں کورارا اور جاداکا سے رابطہ کر... موت تجھے نہیں بتائے گی کہ وہ ہماری دنیا سے کب اور کیسے اٹھ گئے ہیں؟''

اس نے فوراً ہی پہلے جاداکا سے پھر کورارا سے رابطہ کیا۔ جاداکا کی مشین سے جواب نہیں ملا۔ کورارا کی مشین کے ذریعے سونیا کی تحریر اُبھری۔ اس نے لکھا۔ ''ہماری دنیا گول ہے۔ تُو گھوم کر پھر میرے پاس آیا ہے۔ تجھے اپنے بہترین ماتحتوں کا نام و نشان بھی نہیں ملے گا۔''

وہ بولا۔ ''میں سمجھ گیا' تم سونیا بول رہی ہو۔''

''یہ سمجھنے کی کوشش کر' کب تک اپنے لوگوں کو حرام موت مرنے کے لیے اس دنیا میں بھیجتا رہے گا؟''

''ایسا تب سوچوں گا' جب شکست مان لوں گا۔ میں گریٹ ایشورارا ہوں۔ تم جیسی ایک عورت کی کیا بساط ہے؟ تمہاری پوری دنیا مجھے مات نہیں دے سکے گی۔ یہ نہ سمجھو' میں تمہارے ہاتھوں نقصانات اٹھا کر کمزور اور مایوس ہو چکا ہوں۔ تم اور تمہاری دنیا والے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں آئندہ کیا کرنے والا ہوں؟ کس طرح پوری دنیا پر حکومت

کرنے والا ہوں؟''

سونیا نے کہا۔ ''ہم کسی کی آنکھیں پھوڑ سکتے ہیں مگر اسے خواب دیکھنے سے نہیں روک سکتے۔ تم بھی سہانے خواب دیکھتے رہو۔ جب بھی آنکھ کھلے گی' خود کو ہماری دنیا سے دور اپنے ہی سیارے میں پاؤ گے۔''

''میں ڈینگیں مارنا نہیں چاہتا۔ یہ چاہتا ہوں کہ ایک دشمن کی طرح اگلا قدم اٹھانے سے پہلے ہمارے درمیان سمجھوتا اور دوستی ہوجائے تو تمہاری دنیا میں ہمیشہ امن و سلامتی رہے گی۔''

''بے شک سمجھوتا ہوسکتا ہے۔ یہ شرط ہے کہ ہماری دنیا پر حکومت کرنے کے خواب نہ دیکھو... حکومت کرنا تو دور کی بات ہے' ہم اپنی زمین کے کسی حصّے میں سیارے والوں کو ایک بستی بسانے کی بھی اجازت نہیں دیں گے۔''

''یہ کیسی دوستی ہے کہ ہمیں دوست بنا کر اپنی دنیا میں رہنے نہیں دو گی؟''

''ہم اچھی طرح جانتے ہیں' تم دوست بن کر آستین کا سانپ بن جاؤ گے۔ تم لوگوں سے صرف سفارتی تعلقات رکھے جائیں گے اور سفارتی آداب و قوانین کے مطابق سیارے کے محدود افراد کو محدود دنوں یا مہینوں کے لیے یہاں آنے اور رہنے کی اجازت دی جائے گی۔''

جواباً گریٹ ایشورارا کی تحریر اُبھرنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں ایک بہت بڑی آفر دے رہا ہوں۔ یقیناً تم مان جاؤ گی۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''وہ آفر کیا ہے؟''

''ہم سیارے والے تمہارا دین قبول کریں گے۔ مسلمان ہوجائیں گے پھر تو ہم مسلمانوں کو اپنی زمین پر رہنے دو گی؟''

وہ بولی۔ ''خدا تمہیں صراطِ مستقیم پر چلائے۔ تم سب کو بابا صاحب کے ادارے میں خوش آمدید کہا جائے گا مگر...''

''مگر کیا؟''

''اچھی طرح سوچ لو۔ کچھ عرصے پہلے تم نے بڑی چالبازی سے اپنے کئی آدمیوں کو اسلام قبول کرنے اور مسلمان بن کر بابا صاحب کے ادارے کے خلاف جاسوسی کے لیے بھیجا تھا۔ تمہیں یاد ہے ناں' وہ سب ہمارا دین قبول کرنے کے بعد دوبارہ بے دین نہیں ہوئے۔ نہ ہی تم انہیں صراطِ مستقیم سے گمراہ کر سکے۔''

''ہاں! ایسا ہو چکا ہے۔ میرے وہ تمام تابع دار مسلمان بننے کے بعد پھر میرے زیرِ اثر نہ آ سکے۔''

''آئندہ بھی یہی ہوگا پھر ایک بار آزمائش کے طور پر اپنے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کے لیے بھیج دو۔ جلد ہی اس کا نتیجہ دیکھو گے۔ وہ لوگ بھی جھوٹ فریب کو بھول کر صرف ایک خدا اور آخری رسول ﷺ پر ایمان لائیں گے پھر وہ گمراہ نہیں ہوں گے۔''

گریٹ ایشورارا سوچ میں پڑ گیا۔ دشمنی کے نتیجے میں کئی اہم تابع دار مارے گئے تھے اور کئی غیر معمولی مشینیں چھین لی گئی تھیں۔ دوستی کر کے اسلام قبول کرنا چاہتا تو سیارے کے لوگ نیک نیتی سے مسلمان بننے کے بعد بابا فرید واسطی اور اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی کے معتقد ہوجاتے پھر اسے گریٹ ایشورارا' بھگوان' اَن داتا سمجھنے اور کہنے والا کوئی نہ ہوتا۔

پھر یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ دھوکا دینے کے لیے اور محض دکھاوے کے لیے خود اسلام قبول کرتا تو اس کے دماغ سے بھی بھگوان اور حکمران بن کر رہنے کے عزائم دھل جاتے۔ روحانیت کے سائے میں خود اس کی شخصیت بدل جاتی۔ اس نے جواباً سونیا سے کچھ نہ کہا اور رابطہ ختم کر دیا۔

وہ سیارے میں اپنی لیبارٹری کے اندر تھا۔ اس نے فور کاسٹ کرنے والی مشین کو آپریٹ کیا۔ وہ مشین چار یار کی مشین کی طرح ایک ایک دن' ایک ایک لمحے کے بارے میں بتا نہیں سکتی تھی کہ کس وقت کیا باتیں ہوں گی؟ کیسے کیسے واقعات رونما ہوں گے؟ سیارے کی مشین نجومیوں کی طرح عمومی طور پر پیش گوئیاں کرتی تھی اور اپنے طور پر مشورے دیتی تھی۔

اس نے گریٹ ایشورارا کو مشورہ دیا۔ ''تیرے سیارے کا کوئی آدمی ارضی دنیا میں محفوظ نہیں رہے گا۔ مسلمانوں کے پاس جو غیر معمولی مشینیں ہیں' ان کے ذریعے وہ تیرے تابع داروں کی نقل و حرکت دیکھتے رہتے ہیں۔ یوں تیرے تمام آدمی ان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔ دانشمندی یہ ہے کہ جو ابھی زندہ و سلامت ہیں' انہیں واپس بلا لے اور نئی تدابیر پر عمل کر۔''

وہ بولا۔ ''اب تک جتنی تدابیر پر عمل کیا ان میں ناکام ہوتا رہا ہوں۔ یہ میرے لیے شرم کی بات ہے' ایک تنہا عورت مجھے نقصان پہنچاتی آ رہی ہے۔ وہ کسی طرح مرے گی تو میرے لیے کامیابی کے راستے کھلیں گے۔''

مشین کی اسکرین پر تحریر اُبھرنے لگی۔ وہ تحریر کہہ رہی تھی۔ ''وہاں ایک کے بعد دوسری پھر دوسری کے بعد تیسری دیواریں کھڑی ہیں۔ وہ مرے گی تو فرہاد کوشنہ گمنامی سے نکل آئے گا پھر ان کے پیچھے روحانی قوتیں ہیں۔ سونیا مر جائے

یہ تمنا عبث ہے۔ دشمن آپ ہی مر جائے تو اس میں تیرا کیا کمال ہے...؟ کمال یہ ہوگا کہ تُو اس عورت کو کسی تدبیر سے کمزور کرکے اسے جوتی بنا کر پہن۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''ایسا صرف سوچا جا سکتا ہے۔ عملی طور پر یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھے مشورہ دو کہ اب کیا کرنا چاہیے؟''

''سب سے پہلے اپنے آدمیوں کو واپس بلا لے۔''

''پھر وہاں میرے کام آنے والا کوئی نہیں رہے گا۔''

مشین پر تحریری جواب اُبھرا۔ ''تیرے کام آنے والے تمام اکابرین ہیں۔ ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف تیرے کام آسکتے ہیں۔ تُو وہاں کے لوگوں کو ان ہی کی دنیا کے خلاف استعمال کرے گا تو یہ ایک زبردست حکمتِ عملی ہوگی۔ اس مشورے پر غور کر۔ ایسے طریقۂ کار سے آئندہ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تیرا کوئی تابع دار مارا نہیں جائے گا۔ تیری کوئی مشین چھینی نہیں جائے گی۔ تُو یہاں بیٹھا سونیا کو اور دشمن مسلمانوں کو طرح طرح کے مسائل اور مصائب میں مبتلا کرتا رہے گا۔ وہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔''

اس نے خوش ہو کر کہا۔ ''واقعی یہ زبردست حکمتِ عملی ہوگی۔ میں اب تک خوامخواہ نقصان اٹھاتا رہا۔ اب سونیا کے لیے یہ ایک چیلنج ہوگا کہ میں اور میرے تابع دار وہاں نہ رہ کر بھی اسے نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ میں ابھی تیرے مشورے پر عمل کرتا ہوں۔''

اس نے یہی کیا۔ اپنے تمام تابع داروں کو باری باری کمیونیکیشن مشین پر مخاطب کیا اور انہیں سیارے میں واپس آنے کا حکم دیا۔

اس نے امریکی اکابرین سے کہا۔ ''میرا صرف ایک نمائندہ تمہاری دنیا میں کہیں چھپ کر رہے گا۔ وہ ہنگامی حالات میں میرے کام آئے گا۔ میری نئی حکمتِ عملی کے مطابق آئندہ تمہارے سی آئی اے والے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے کام آئیں گے۔'' وہ ذرا توقف سے بولا۔ ''سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ میں سونیا پر ایک زبردست حملہ کرنے کا منصوبہ بناؤں گا۔ تمہارے لوگ میرے منصوبے کے مطابق عمل کریں گے۔''

آرمی کے ایک یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''اس طرح سونیا سے اور دوسرے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے براہِ راست ہماری جنگ ہوگی۔ وہ ہم سے دشمنی کریں گے اور تم سیارے میں بیٹھے تماشا دیکھو۔''

''میں صرف تماشائی بن کر نہیں رہوں گا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے حوالے سے تم جتنی مدد چاہو گے، مجھ سے ملتی رہے گی۔ تم جب بھی ان پر حملے کرو گے، انہیں نقصان پہنچاؤ گے۔ میرا نمائندہ روپوش رہ کر تمہاری مدد کرتا رہے گا۔''

''وہ روپوش رہے گا مگر ہمارے لوگ مسلمانوں کی نظروں میں آئیں گے۔ سونیا نے ہیڈ کوارٹر میں جو تباہی مچائی تھی۔ اسے ہماری آئندہ نسلیں بھی بھول نہیں پائیں گی۔ ہم دوبارہ ایسا نقصان اٹھانے کے متحمل نہیں ہیں۔''

''سونیا کا خوف ہے۔ آئندہ میں اس سے بڑا نقصان پہنچاؤں گا تو قیامت تک تمہاری نسلیں مجھ سے خوف کھاتی رہیں گی۔ آج وہ ایک عورت دشمن ہے۔ کل میں دشمن بن جاؤں گا پھر کیا کرو گے؟''

تمام اکابرین پریشان ہو گئے کیونکہ وہ کسی ایک کو دوست بنا کر رکھنے پر مجبور تھے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہمارے سی آئی اے والے سوچ سمجھ کر رازداری سے تمہارے کام آسکتے ہیں۔ دشمنی کریں گے مگر مسلمانوں کے سامنے خود کو ظاہر نہیں کریں گے۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''میرے کام آنے کے لیے تم کون سا طریقہ اختیار کرو گے؟ تمہارے جاسوس کس طرح میرے کام آئیں گے؟ یہ میں نہیں جانتا' بس اتنا جانتا ہوں' مسلمانوں کے خلاف جو چاہو' وہ ہو جانا چاہیے۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''ہم کسی نہ کسی طرح تمہارے کام آئیں گے مگر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے احکامات کے پابند نہیں ہیں۔ وہ یوگا جاننے والی خفیہ آرمی کے لیے کام کرتے ہیں۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''یوں سمجھو' خفیہ آرمی کے افسران اور ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کی طرح روپوش ہیں۔ ہم ان تک پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی ملک و قوم کا حوالہ دے کر ان سے کوئی کام لے سکتے ہیں۔ اگر تم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ کر ان سے کام لے سکتے ہو تو ایسا ضرور کرو مگر ہم انہیں کوئی حکم دے سکیں گے اور نہ ان سے کوئی کام لے سکیں گے۔''

''میں کسی تدبیر سے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچوں گا۔ ان کے علاوہ ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری دنیا میں ہیں جو مسلمان نہیں ہیں اور وہ میرے کام آسکتے ہیں۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''ایسے کئی تھے۔ ان میں سے کچھ

مارے گئے ہیں۔ کچھ روپوش اور لاپتا ہیں۔ ان کے نام کرونا' فرمان اور برین ماسٹر ہیں اور بھی ہو سکتے ہیں مگر ہمیں ان کے نام یاد نہیں ہیں۔''

آرمی کے افسران یہ نہیں جانتے تھے کہ کرونا مر چکی ہے اور فرمان کہیں گمنامی کی زندگی گزار رہا ہے۔ گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''میرے تابع دار جو جونے برین ماسٹر کو اپنا غلام بنایا تھا۔ میں نے جو جو کی موت کے بعد اسے اہمیت نہیں دی تھی مگر اب وہ اہم ہو گیا ہے۔ معلوم کرو' وہ کہاں ہے؟ میں اس کے ذریعے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ سکوں گا۔''

تقدیر کتنی ہیرا پھیری سے انسانوں کو اپنے ٹارگٹ تک پہنچاتی ہے۔ برین ماسٹر سوچ بھی نہیں سکتا تھا' کبھی گریٹ ایشورارا کو اس کی ضرورت پڑے گی اور تمام اکابرین اسے ڈھونڈنے نکل پڑیں گے۔ انہوں نے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کرنا چاہا' معلوم ہوا فون نمبرز بدل چکے ہیں۔ وہ اپنا ملک' اپنا شہر' اپنی رہائش گاہ بدل چکا ہے۔

تب انہوں نے برین ماسٹر کی تصویر غیر معمولی مشین میں انٹر کی۔ اس کے کوڈ نمبرز مقرر کیے پھر اسے آپریٹ کرنے لگے۔ برین ماسٹر نے حفاظتی تدابیر اختیار کرتے ہوئے خود کو زرد رنگ میں چھپا رکھا تھا۔ اکابرین اسے اپنی مشین پر دیکھ نہیں سکتے تھے۔

اسکرین پر چند لمحوں کے لیے برین ماسٹر کی تصویر دکھائی دی پھر اسکرین خالی ہو گئی۔ تحریر اُبھرنے لگی۔ ''ہی از نو ویئر...''

وہ اکابرین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ یہ سوال پیدا ہو رہا تھا' کیا برین ماسٹر اس دنیا میں نہیں ہے؟ اگر وہ زندہ ہے تو یہ غیر معمولی مشین اسے ٹریس کیوں نہیں کر رہی ہے؟

دوسری طرف برین ماسٹر اپنے کمرے میں بیٹھا ان اکابرین کو اسکرین پر پریشان دیکھ رہا تھا اور ان کی پریشانیوں سے محظوظ ہو رہا تھا مگر تقدیر کی کم بختی کا کیا کہنا...؟ شاید اس کی بیوی مونیکا اسے یاد کر رہی تھی۔ کوئی یاد کرے تو ہچکی آتی ہے اور اسے ہچکی آ گئی۔ مشین کا آڈیو سسٹم فوراً ہی کسی کی موجودگی کا سگنل دینے لگا۔ ''اٹینشن پلیز...ہی از ہیئر...''

تمام اکابرین فوراً ہی الرٹ ہو گئے۔ یہ بات سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ برین ماسٹر وہاں موجود ہے۔ کسی احتیاطی تدبیر کے ذریعے مشین پر ظاہر نہیں ہو رہا تھا مگر ایک ہچکی نے اس کی روپوشی کو ظاہر کر دیا تھا۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھے اپنی بدنصیبی کو کوس رہا تھا۔ اکابرین نے مشین کے آڈیو سسٹم کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ''ہیلو برین ماسٹر! ہم امریکی اکابرین تم سے مخاطب ہیں۔ یہ مشین ہمیں بتا رہی ہے' تم وہاں موجود ہو۔ ہم سے بات کرو۔''

وہ خاموش تھا کیونکہ خاموشی میں ہی خیریت تھی۔ وہ ان یوگا جاننے والے افسران کو دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے گریٹ ایشورارا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ برین ماسٹر کو ڈھونڈ کر اس سے رابطہ کرائیں گے۔ یہ معلوم ہوتے ہی وہ الرٹ ہو گیا تھا۔

وہ کھانے پینے کے لیے وہاں سے اٹھتا' ٹوائلٹ جاتا تو ایسے وقت وہ غیر معمولی مشین اس کے آس پاس کا ماحول ٹریس کر لیتی کہ وہ کس ملک کے کس شہر میں ہے؟

ان اکابرین نے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا۔ ''برین ماسٹر کہیں چھپا ہوا ہے۔ مشین کا آڈیو سسٹم اس کی موجودگی کو ظاہر کر رہا ہے مگر وہ کسی تدبیر کے ذریعے نادیدہ بنا ہوا ہے۔ ہمیں نظر نہیں آ رہا ہے۔''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم نے کئی بار اسے مخاطب کیا ہے مگر وہ بدستور خاموش ہے۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''اس سے کہو' ہم اس سے دشمنی نہیں دوستی کریں گے۔ وہ آزاد اور خود مختار دوست بن کر ہمارے لیے خیال خوانی کرے گا۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''وہ پہلے بھی روپوش رہ کر ہمارے لیے مسائل پیدا کیا کرتا تھا۔ آج بھی یہی کر رہا ہے۔ ہم نے ریکارڈ روم سے اس کے فیملی ممبران کی تصویریں منگوائی ہیں۔ ان تصاویر کے ذریعے اس روپوش رہنے والے تک پہنچا جا سکے گا۔''

ماسٹر نے دیکھا' اکابرین اس کی بیوی مونیکا اور اس کے بیٹے جارج ریچ مین کی تصویریں مشین میں فیڈ کرنے کے بعد ان دونوں کو اسکرین پر متحرک دیکھ رہے تھے۔ مشین بتا رہی تھی کہ وہ ماں بیٹا لندن والے بنگلے میں ہیں۔

وہ اکابرین برطانوی اکابرین سے کہہ رہے تھے۔ ''گریٹ ایشورارا چاہتا ہے' برین ماسٹر کی بیوی اور بیٹے کو فوراً ہی حراست میں لے لیا جائے۔''

برطانوی اکابرین نے کہا۔ ''ہم نے بہت عرصہ پہلے اس کی بیوی اور بیٹے کو حراست میں لیا تھا۔ تاکہ وہ خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرے لیکن وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری بیویوں اور بچوں کے اندر پہنچ گیا تھا۔ ہمارے لیے مصیبت بن گیا تھا۔ آج بھی ہم اگر ایسا کریں گے تو ہمارے بیوی بچے محفوظ نہیں رہیں گے۔''

یوگا جاننے والے ایک افسر نے کہا۔ ''اب اس سے نہ ڈرو۔ ہم اس کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ وہ نادیدہ بنا ہوا ہے۔ ہم سے چھپا ہوا ہے مگر ہمیشہ چھپ کر نہیں رہ سکے گا۔ دو چار دنوں میں ہماری اسکرین پر ضرور نظر آئے گا۔ ہم چاہتے ہیں' اس سے پہلے ہی وہ ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دے۔''

برطانوی اکابرین راضی ہوگئے۔ انہوں نے پولیس افسران کو حکم دیا کہ ابھی مسز مونیکا رچ مین اور اس کے بیٹے جارج رچ مین کو گرفتار کیا جائے۔ برین ماسٹر ان سب کی آوازیں اور لب و لہجے سن رہا تھا۔ اس نے ایک ایک افسر ایک ایک سپاہی کے دماغوں میں آکر ذہنی جھٹکے دینے شروع کیے۔ انہیں آلۂ کار بنا کر ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں۔ ان میں کچھ مر گئے' کچھ زخمی ہوئے۔

آرمی کے یوگا جاننے والے ایک افسر نے مشین کے ذریعے بلینک اسکرین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اپنی بیوی اور بیٹے سے کہو کہ وہ بھی تمہاری طرح کسی کمرے میں بند ہو جائیں۔ باہر نکلیں گے تو سی آئی اے کا کوئی بھی جاسوس انہیں گولی مار دے گا۔ کیا تم اپنی بیوی اور بیٹے کی موت کا تماشا دیکھ سکو گے؟''

برین ماسٹر کمیونیکیشن مشین پر تحریر کے ذریعے بولا۔ ''سونیا نے تمہارا ہیڈ کوارٹر تباہ کر دیا۔ میں پورے واشنگٹن کو تباہ کر سکتا ہوں۔ کیا ایسے وقت تمہیں عقل آئے گی؟''

''عقل کہتی ہے' سونیا کی کوئی کمزوری ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہے۔ اس لیے وہ من مانی کرگئی۔ تمہاری تو صرف بیوی ہی نہیں' اکلوتا بیٹا بھی ہمارے نشانے پر ہے۔ تم ہم پر گرج سکتے ہو' برس نہیں سکتے۔''

یہ درست تھا۔ اس لیے وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ایسے وقت سونیا نے اپنی کمیونیکیشن مشین کے ذریعے برین ماسٹر سے کہا۔ ''میں بہت کچھ دیکھ رہی ہوں۔ بہت کچھ سن رہی ہوں اور سمجھ رہی ہوں۔ تم وہی ہو جس نے ہوٹل کے ویٹر کو آلۂ کار بنا کر جاوا کا کو ہلاک کیا اور اس کی مشین حاصل کی۔ ویل برین ماسٹر! تم پُراسرار بن کر نہ رہ سکے۔''

وہ تحریر کے ذریعے بولا۔ ''میڈم! میں بری طرح پھنس گیا ہوں۔ میرا اکلوتا بیٹا میری جان ہے۔ اسے کوئی نقصان پہنچے گا تو میں مر جاؤں گا اور میں اسے مرنے نہیں دوں گا۔ گریٹ ایشورارا مجھے اپنا تابع دار بنانا چاہتا ہے۔ میں بیٹے کی جان بچانے کے لیے اس کا غلام بن جاؤں گا تو وہ مجھے آپ کے خلاف استعمال کرے گا۔''

سونیا نے کہا۔ ''میں تمہیں غلام بننے سے پہلے ہی اس دنیا سے رخصت کر دوں گی تاکہ میرے خلاف استعمال نہ کیے جا سکو۔''

وہ گھبرا کر بولا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ ٹھیک ہے، میں اس کا غلام نہیں بنوں گا۔ میں آپ کا دوست بن کر رہنا چاہتا ہوں۔''

''جب تم جاوا کا کو قتل کرنے اور اس کی مشین لے جانے کے لیے اس بنگلے میں آئے تھے تو میں نے الپا کے ذریعے دوستی کی پیشکش کی تھی مگر تم پُراسرار بن کر رہنا چاہتے تھے۔ اب جان پر بنی ہے تو دوستی کرنا چاہتے ہو؟''

''مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ آپ میری نیک نیتی کو سمجھ سکتی ہیں۔ میں دوستی نہ کرنے اور پُراسرار بن کر رہنے کے باوجود آپ سے خوفزدہ تھا۔ آپ کی عزت پہلے بھی کرتا تھا۔ آج بھی کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا۔''

''یہ مانتی ہوں' تم میری خاطر یا مجھ سے مقابلہ نہ کرنے کے لیے جاوا کا کی مشین چھوڑ کر جانا چاہتے تھے۔ تم میری عزت کرتے ہو۔ میں تمہاری بیوی اور اکلوتے بیٹے کو بچانے کی کوشش کروں گی۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''آپ سچ کہہ رہی ہیں؟ ٹھیک ہے، جب آپ کی زبان سے یہ نکل چکا ہے کہ میری فیملی کو تحفظ دیں گی تو پھر میں دشمنوں کے دباؤ میں نہیں آؤں گا۔ نہ یہاں کے اکابرین مجھے مجبور کر سکیں گے اور نہ ہی گریٹ ایشورارا مجھے غلام بنا سکے گا۔''

''تمہیں زیادہ خوش نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے وعدہ کیا ہے مگر میں انسان ہوں اور ناکام ہو سکتی ہوں اور تمہارا معاملہ تو بہت ہی گمبھیر ہے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ''ایک طرف تمہاری بیوی اور بیٹا دشمنوں کے نشانے پر ہیں۔ کوئی بھی کہیں سے بھی ان پر گولیاں چلا سکتا ہے۔ دوسری طرف تم ہمیشہ نادیدہ بن کر نہیں رہ سکو گے۔ میں کوشش کروں گی کہ تمہارے لیے کچھ کر سکوں!''

برین ماسٹر نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے اکابرین سے کہا۔ ''خبردار! ہوشیار! کیا تم اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہے ہو؟ میڈم میرے لیے ڈھال بن رہی ہیں؟ دودھ کے جلے چھاچھ پھونک کر پیتے ہیں اور تم لوگ تو آرمی ہیڈ کوارٹر کے جلے ہو۔ سوچ لو... تمہارے پاؤں تلے سے زمین سرکنے والی ہے۔''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

ایک بلا نوش کی بدحالی۔ اس کا پیٹ خالی تھا مگر جیب بوجھل... ساتھ ہی ضمیر پر بھی ایک بوجھ تھا!

آخری سوجھ

ثمر عباس

دسمبر 1890ء کی ایک سرد رات تھی۔ رات بارہ بجے تک برف پڑتی رہی تھی اور صبح لندن یخ بستہ شمالی ہواؤں کی زد پہ تھا۔ جیراڈ بغلوں میں ہاتھ دیے اور اوور کوٹ کے کالر کانوں تک بلند کیے لندن کی گلیوں میں لڑکھڑاتا پھر رہا۔ چھ فٹ دو انچ قامت اور دو سو پونڈز وزن کا جیراڈ پختے کے اعتبار سے جواری اور فطرتاً شرابی تھا۔ اس نے دس سال کی عمر سے پینا شروع کر دیا تھا اور اب وہ بغیر شراب کے نہیں رہ سکتا تھا۔ مصیبت یہ تھی کہ جواری ہونے کے باوجود اس کی جیب اکثر خالی رہا کرتی تھی اور اسے اکثر ہی ایک جام کے لیے دوسروں کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔

مگر اس رات اس کی جیب خالی نہیں تھی۔ اس کے پاس بھاری رقم تھی' پورے دو ہزار پونڈز مگر وہ پیاسا تھا۔ یہی نہیں اس کا پیٹ بھی خالی تھا اور فی الحال اس کے پاس کوئی ٹھکانا بھی نہیں تھا۔ سردی غضب کی تھی اور وہ اسی طرح لندن کی گلیوں میں بھٹکتا رہتا تو سردی سے ٹھٹھر کر مر جاتا یا پولیس کے ہاتھ لگ جاتا۔ ممکن ہے اگر اس کی جیب خالی ہوتی تو اسے ان باتوں کی اتنی پروا نہ ہوتی مگر اب اس کے پاس اتنی رقم تھی کہ وہ آرام سے امریکا جا کر ٹیکساس یا کسی اور جنوبی ریاست میں زمین خرید کر ٹھاٹھ سے رہ سکتا تھا۔ جیراڈ پونسفورڈ آئرش باشندہ تھا اور کاشت کاری اس کے خون میں شامل تھی۔ اسے زمین مل جاتی تو وہ اسے آباد کر سکتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ امریکا کی جنوبی ریاستوں میں زمین سستے داموں

سونیا کے لیے یہ مشکل گھڑی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ برین ماسٹر اس کی بیوی اور بیٹے کو کس طرح دشمنوں کی دلدل سے نکالے؟

دوسری طرف اکابرین یہ سن کر سہم گئے کہ سونیا.... برین ماسٹر اور اس کی فیملی کے لیے ڈھال بن گئی ہے۔ ابھی اس نے اکابرین کو چیلنج نہیں کیا تھا مگر وہ جانتے تھے۔ چشم تصور سے ایک بار پھر بڑی تباہی دیکھ رہے تھے۔ آپس میں مشورے کررہے تھے کہ موجودہ حالات میں انہیں کیا کرنا چاہیے؟

انہوں نے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''ہم برین ماسٹر کو تیرا تابع دار نہیں بنا سکیں گے۔ سونیا اسے سپورٹ کررہی ہے۔ اسے تحفظ فراہم کرنے کے لیے ہمیں پھر ناقابل برداشت نقصان پہنچا سکتی ہے۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''میرے نمائندے نے بھی یہی رپورٹ دی ہے۔ اس نے تاریکی میں رہ کر اپنی مشین کے ذریعے سونیا اور برین ماسٹر کی تحریری گفتگو پڑھی ہے۔ وہ برین ماسٹر کو ہمارے زیر اثر آنے نہیں دے گی۔ کیا اس کے آگے تمام اکابرین بے بس اور مجبور ہو جائیں گے؟ کیا ساری دنیا میں دہشت طاری کرنے والے اور اپنا رعب و دبدبہ قائم کرنے والے سی آئی اے کے جاسوس سونیا کو تلاش کر کے اسے خاک میں نہیں ملا سکتے؟''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہمارے جاسوس یہی کرنے والے ہیں مگر اس میں کچھ وقت لگے گا۔ وہ آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گی۔''

''مجھے تمہاری آسانیوں اور دشواریوں سے کچھ لینا دینا نہیں۔ مجھے ہر حال میں چوبیس گھنٹے کے اندر.... برین ماسٹر یا اس جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا چاہیے۔ میرا یہ مطالبہ پورا نہ ہوا تو مقررہ وقت کے بعد ایسی قیامت آئے گی کہ پورا واشنگٹن کھنڈر بن کر رہ جائے گا... دیٹس آل۔''

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ تمام اکابرین جھنجلا کر رہ گئے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''وہ سیارے کا بھگوان ہے۔ ہمارا ابھی گاڈ فادر بننا چاہتا ہے۔ ہم اس کے غلام نہیں ہیں مگر وہ ہمیں غلاموں سے بدتر سمجھ رہا ہے۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''ہم اتنے بھی بے بس اور مجبور نہیں ہیں جتنا وہ ہمیں سمجھتا ہے۔''

ایک اور نے کہا۔ ''ہم نے مسلمانوں کو کچلنے کے لیے اس کم بخت سے دوستی کی۔ اسے اپنا بنانا چاہا مگر اسے ہماری پروا نہیں ہے۔ وہ ابھی سے فرعون بن رہا ہے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے مستحکم لہجے میں کہا۔ ''ہمیں اپنا فیصلہ بدلنا چاہیے۔ ہم مسلمانوں کو دشمن کہتے ہیں پھر بھی وہ ہماری دنیا کے ہیں۔ مگر گریٹ ایشورارا باہر سے آنے والا دشمن ہے۔ وہ کبھی ہمارا ہو کر نہیں رہے گا۔''

دوسرا افسر ذرا توقف سے بولا۔ ''عارضی طور پر ہی سہی ہم مسلمانوں سے اتحاد قائم کریں گے۔ ان سے اتحاد کر کے سیارے والوں کو یہاں قدم رکھنے اور روپوش رہنے نہیں دیں گے۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا کے تمام تابع دار واپس جا چکے ہیں۔ اس کا صرف ایک نمائندہ کسی ملک میں چھپا ہوا ہے۔ اسے کسی طرح تلاش کر کے ہلاک کردیں گے تو وہ بھگوان کہلانے والا ہمارے خلاف کسی کو آلۂ کار بنانے کے لیے زمین پر بھیجنے کی جرأت نہیں کرے گا۔''

''ہاں، سونیا کی مشین نے اسے کیچ کر رکھا ہے۔ وہ جب بھی آئے گا' ایک عورت کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ خلائی اسٹیشنوں سے ہمارے جاسوس سیارے ان کی تاک میں رہیں گے۔ ریڈارز کے ذریعے بھی معلوم ہوگا کہ آئندہ وہ سیارے والے کب اور کہاں زمین پر اتر رہے ہیں؟''

اسی وقت انہیں سونیا کی آواز سنائی دی۔ بلینک اسکرین پر وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں تم سب کو دیکھ رہی ہوں اور سن رہی ہوں۔ نقصان اٹھانے کے بعد تم لوگوں کو عقل آرہی ہے۔ ہم مسلمانوں سے عارضی سمجھوتا ہی کرو مگر خدا کے لیے متحد ہو کر اپنی دنیا کو دشمن سیارے والوں سے بچاؤ۔ ان کا صرف ایک نمائندہ یہاں رہ گیا ہے۔ ہم سب مل کر اسے تلاش کریں گے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم شرمندہ ہیں۔ ایک ہی زمین پر ایک آسمان کے نیچے ہم دوستی محبت اور امن و امان سے نہیں رہتے۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہم نہ کہو... تم اپنا محاسبہ کرو۔ ہم نے شرمندہ ہونے کا کوئی کام نہیں کیا ہے۔ اگر تم شرمندہ ہو رہے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے؟ آئندہ بھی سازشوں اور عداوتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ یہ جانتے ہو... پھر بھی میں دنیا کی سلامتی کے لیے تم سے اتحاد کی بات کررہی ہوں۔''

''بے شک، موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ ہمیں تمام عداوتوں کو بھول کر...''

سونیا نے بات کاٹ کر کہا۔ ''ہمیں نہیں، تمہیں عداوتوں کو بھولنا ہوگا۔''

وہ جھینپ کر بولا۔ ''ہاں، میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔

جب تک اپنی دنیا میں گریٹ ایشورارا کا داخلہ بند نہیں کریں گے تب تک ہم تمہیں کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔ تمہارے اعتماد کو دھوکا نہیں دیں گے۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''ہم خلائی اسٹیشنوں اور ریڈارز کے ذریعے آنے والوں کو پکڑیں گے۔ تم اپنی غیر معمولی ذہانت سے چھپنے والوں تک پہنچ جاتی ہو پھر روحانی قوتیں روپوش رہنے والوں کو بے نقاب کردیتی ہیں۔ اس طرح ہم سب مل کر اپنی زمین کے چپے چپے کی حفاظت کریں گے۔''

امریکا اور یورپ کے اکابرین جن میں یہودی اور عیسائی شامل تھے' مسلمانوں سے اتحاد قائم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اتحاد قائم ہوتے ہی سب نے مل کر دنیا کی بھرپور چوکیداری کی تو دوسرے ہی دن گریٹ ایشورارا کا آخری نمائندہ بھی پکڑا گیا۔

وہ نمائندہ سی آئی اے کے ایک جاسوس کو دیکھ نہ پایا۔ وہ جاسوس زرد رنگ کے لباس میں سر سے پاؤں تک چھپا ہوا تھا۔ وہ نمائندہ قتل اہیب میں تھا۔ بے خبری میں اس یہودی سی آئی اے کے جاسوس کو اپنی رہائش گاہ کے اندر لے آیا اور اس کے ہاتھوں زخمی ہو گیا۔

یہ اسرائیلیوں کی پہلی کامیابی تھی۔ اس ملک کے یہودی جاسوس نے سیارے والے کو زخمی کر کے اس کی غیر معمولی طاقتیں حاصل کرلی تھیں۔ اب یہودی سائنس داں اس مشین کی نٹڈی کررہے تھے اور اس نمائندے کے ذریعے اسے پریٹ کرنا سیکھ رہے تھے۔ یہودیوں' عیسائیوں اور مسلمانوں کے اتحاد سے بڑا فائدہ یہودیوں کو پہنچ رہا تھا۔

مجموعی فائدہ سب ہی کا تھا۔ ارضی دنیا سیارے والوں کے وجود سے خالی ہو چکی تھی۔ اکابرین نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے کہا۔ ''تیرا آخری تابع دار بھی جا چکا ہے۔ آئندہ ہمیں دھمکیاں دینے اور نقصان پہنچانے کے لیے تُو ہماری زمین پر ایک چیونٹی کو بھی نہیں بھیج سکے گا۔ یقین نہ ہو تو اپنے کسی تابع دار کو زمین پر اتار کر دیکھ لے۔ تجھے اس کی لاش بھی نہیں ملے گی۔''

گریٹ ایشورارا نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے خاموشی اختیار کرلی تھی۔ وہ مسلسل ناکامیوں سے ٹوٹ چکا تھا۔ دنیا کی تمام قوموں کے اتحاد نے اسے مایوس کردیا تھا۔ اب وہ کسی کو آلۂ کار بنا کر اپنا اُلو سیدھا نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے برف سے طویل خاموشی رہی۔ یہ اندازہ کیا جارہا تھا کہ وہ بھی طرح مایوس ہو چکا ہے۔ آئندہ ارضی دنیا کا رخ نہیں کرے گا۔

یہ دنیا اتنی حسین' اتنی رنگین اور دلچسپ ہے کہ کوئی اسے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا۔ یہاں مرتے مرتے بھی یہ خواہش مچلتی ہے کہ تھوڑی سی سانسیں اور مل جائیں' تھوڑی سی رنگینیاں اور دلوں میں سما جائیں... سیارے والوں کو بھی یہاں کا چسکا پڑ چکا تھا۔ تین ماہ بعد خلائی اسٹیشن سے اطلاع ملی۔ ایک ریڈار نے نشان دہی کی کہ ایک فلائنگ ساسر گرین لینڈ کے برفانی علاقے میں اتر رہا ہے۔

ہر ملک کے آرمی اور انٹیلی جنس والے الرٹ رہتے تھے۔ جونہی اطلاع ملی ہزاروں سپاہی اور جاسوس زرد رنگ کے لباس میں اس علاقے میں پھیل گئے' جہاں اس فلائنگ ساسر کو اترا گیا تھا۔ وہاں سیارے کے دو افراد دکھائی دیے۔ وہ اپنی دانست میں چھپ کر آئے تھے' یہ دیکھ نہیں پائے کہ زرد رنگ کی موت نے چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا ہے۔

انہیں فوراً ہی ہلاک نہیں کیا گیا۔ زخمی کر کے ان کے خیالات پڑھے گئے۔ گریٹ ایشورارا نے انہیں حکم دیا تھا کہ زمین پر پہنچ کر کسی کی نظروں میں نہ آئیں۔ کسی کو شبہ نہ ہو کہ وہ سیارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نے حکم دیا تھا وہ دونوں بڑی رازداری سے دنیا کے اہم افراد کو اپنا معمول اور تابع دار بنائیں گے اور یہ سلسلہ خاموشی سے چلتا رہے گا۔ ہر ملک میں تابعداروں کی فوج تیار کی جائے گی۔

گریٹ ایشورارا نے کمیونیکیشن مشین کی اسکرین پر تحریری پیغام پڑھا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ ''ہم گرین لینڈ پہنچ گئے ہیں۔ اب یہاں سے واپسی ممکن نہیں ہے۔ ہم آخری سانسیں لے رہے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''یہ کیا بکواس کررہے ہو؟''

تحریری جواب ملا۔ ''بکواس تو تم کررہے ہو۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہم یلو کلر بلانڈ ہیں۔ تم نے ہمیں مرنے کے لیے یہاں بھیج دیا۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے دنیا کے تمام لوگ زرد رنگ کا لباس پہننے لگے ہیں۔ یہاں ہمیں انسان کا ایک بچہ بھی نظر نہیں آرہا ہے۔ اسی وجہ سے ہم گرفتار ہو چکے ہیں۔ انہوں نے ہمیں زخمی کیا ہے۔ ہم ان کی آوازیں سن رہے ہیں مگر انہیں دیکھ نہیں پا رہے ہیں۔ لو تم بھی ایک اندھے کی طرح ان کی تحریری گفتگو پڑھو۔''

پھر کسی کی تحریر اسکرین پر اُبھرنے لگی۔ ''میں ان اکابرین میں سے ایک ہوں' جنہیں تُو غلام بنانے سے پہلے ہی غلام سمجھنے لگا تھا۔ ہم تیری حسرت پوری کرنا چاہتے ہیں۔

یہاں حکومت کرنے چلا آ... تمام اکابرین اور ان کے بیوی بچے زرد رنگ کے لباس میں رہیں گے۔ تجھے کوئی نظر نہیں آئے گا۔ تُو یہاں کس پر حکومت کرے گا؟ تیرے چاروں طرف نادیدہ موت ہوگی۔ آسکتا ہے تو آجا... اپنے آدمیوں کو بھیجتا رہے گا تو وہ ہماری زمین پر قدم رکھتے ہی نابود ہوجائیں گے۔ سمجھ سکتا ہے تو سمجھ لے۔ تیرا کھیل ختم ہو چکا ہے۔''

دوسری طرف سے رابطہ ختم کردیا گیا۔ کریٹ ایشوارارا نے خاموشی اختیار کرلی۔

اس کے بعد دن گزرتے رہے۔ سیارے سے پھر کوئی زمین پر نہیں آیا۔ مسلمان' یہودی اور عیسائی اکابرین سب ہی چوکنے رہتے تھے۔ اپنے اپنے ذرائع سے معلومات حاصل کرتے رہتے تھے۔ ہر گزرتا ہوا دن کہہ رہا تھا' اب سیارے سے کوئی نہیں آئے گا، ان کی کمر ٹوٹ چکی ہے۔ وہ قدرتی طور پر یلو کلر بلائنڈ تھے۔ یہاں آکر زرد موت کو گلے لگانے کی حماقت نہیں کرسکتے تھے۔

چھ ماہ گزر گئے۔ ہماری دنیا میں پہلے کی طرح جرائم تھے۔ دہشت گردی اور درپردہ سیاسی سازشیں تھیں مگر سیارے والوں سے نجات مل گئی تھی۔ سیارے سے آنے والا خطرہ ٹل گیا تھا۔ یقین ہو رہا تھا کہ وہ خطرہ پلٹ کر نہیں آئے گا۔

میں نے اپنی بیٹی فہمی کی شادی جمال احمد سے کردی۔ اس کو اپنے کاروبار میں لگا دیا تھا۔ وہ کاروباری معاملات کو سمجھ رہا تھا۔ میں نے اس کی غیر معمولی مشین اپنے پاس رکھ لی تھی۔ وہ بڑے کام کی چیز تھی۔ میرے بہت کام آرہی تھی۔

میں اس کی اسکرین پر اپنے دوست احباب' رشتہ داروں اور کاروباری مخالفین کو دیکھتا تھا۔ ان کے گھروں کے اندر ان کی خفیہ رہائش گاہوں' خفیہ گوداموں اور تہہ خانوں تک پہنچ جاتا تھا۔ ان کی سرگوشیاں بھی سن لیتا تھا۔ اس طرح مجھے مخالفین کے سازشی ارادے معلوم ہوجاتے تھے۔

ایک تو میرے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیت تھی۔ دوسری وہ مشین آگئی تھی۔ یہ دو قوتیں ایسی تھیں' جو مجھے دنیا والوں کے جھوٹ اور فریب سے بچائے رکھتی تھیں۔ میں نے فہمی کو دُلہن بنا کر جمال احمد کے ساتھ رُخصت کردیا۔ اسے اپنی مرحوم بیوی نائلہ کی کوٹھی اور پانچ کروڑ روپے کا بینک بیلنس دیا۔ یہ ذمے داری پوری کرنے کے بعد ندا کی محبت اور توجہ تقاضا کررہی تھی کہ اسے اپنی دُلہن بنا کر لے آؤں۔

ندا بہت ہی ذہین اور ذمے دار پرسنل سیکرٹری ثابت ہوئی تھی۔ میں اس کے چور خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ صرف میں ہی نہیں سونیا بھی اپنی مشین کی اسکرین پر اسے دیکھتی رہی تھی۔ مجھے مخاطب کرکے کہہ چکی تھی۔ ''تم ندا کو اچھی طرح سمجھ چکے ہو۔ میں بھی مطمئن ہوں۔ تم اس کے ساتھ اچھی ازدواجی زندگی گزارو گے۔''

میں نے کہا۔ ''جیسا کہ تم جانتی ہو' میں تم سے بہت متاثر ہوں۔ میری دلی خواہش ہے' تم میری شادی میں ضرور آؤ۔ میری خوشیاں دوبالا ہوجائیں گی۔''

یہ خواہش ایسی تھی جسے وہ پورا نہیں کرسکتی تھی۔ یہ اب تک ثابت نہیں ہوا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں مگر اسے یقین تھا۔ وہ جب بھی مجھے مشین کی اسکرین پر دیکھتی تھی تو اس کا دل دھڑک دھڑک کہتا تھا' میں ہی اس کے دل و جان کا مالک ہوں۔ اگر وہ میرے قریب آئے گی تو میری آخری سانسیں پوری ہوجائیں گی۔

اس نے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے' میں کبھی کسی تقریب میں نہیں جاتی۔ تمہاری مشین میں میری ہسٹری موجود ہے۔ اسے پڑھو گے تو معلوم ہوگا' میرے بے شمار جانے انجانے دشمن ہیں۔ وہ سب میری تاک میں رہتے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''میں تمہاری ہسٹری پڑھ چکا ہوں۔ یہ معلوم کرکے حیران ہوں کہ تمہارے شوہر کا نام بھی فرہاد ہے اور وہ عرصے سے لاپتا ہے۔ سیارے والوں کا خیال ہے' وہ انہیں دھوکا دینے کے لیے روپوش ہوگیا ہے مگر اب تو وہ سیارے والے نہیں رہے۔ یہ مشین مجھے بہت کچھ بتاتی رہتی ہے لیکن یہ نہیں بتا رہی ہے کہ میرا اہم نام کہاں گم ہوگیا ہے؟''

وہ بولی۔ ''یہی میری بدنصیبی ہے۔ اس سلسلے میں یہ غیر معمولی مشین میری بھی رہنمائی نہیں کررہی ہے۔''

''میں سوچتا رہتا ہوں' کسی طرح فرہاد صاحب کو ڈھونڈ کر تمہارے پاس لے آؤں۔ میں انہیں تلاش کرنے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا سکتا ہوں۔''

''میں جانتی ہوں' تم میری خاطر بہت کچھ کرسکتے ہو مگر تقدیر سے نہیں لڑ سکتے۔ مجھے ایک ضروری کام ہے۔ رابطہ ختم کررہی ہوں پھر کسی وقت بات کروں گی۔''

اس نے رابطہ ختم کرکے مشین کو بند کیا۔ وہ کچھ دیر آرام کرنا اور میرے متعلق سوچنا چاہتی تھی۔ اس نے فور کاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے مجھے تلاش کیا تھا اور ناکام رہی تھی۔ اب ذہن میں یہ خیال آرہا تھا کہ فرہاد انور شاد کے مستقبل کے حالات معلوم کیے جائیں۔ اس طرح یہ معلوم ہوسکتا تھا کہ وہ آگے چل کر فرہاد علی تیمور ثابت ہوگا یا نہیں؟

اس نے اپنی مشین کو پھر آن کیا۔ اس کی اسکرین پر چار

یار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو فور فرینڈز...''

وہ چاروں مشین کے پاس تھے۔ اس کی آواز سنتے ہی بیک آواز بولے۔ ''یس میڈم ہم حاضر ہیں۔''

وہ بولی۔ ''میں نے وعدہ کیا تھا' مصروفیات کم ہوں گی تو تم چاروں کے پاس آؤں گی اور کچھ عرصے تک تمہارے ساتھ رہوں گی۔''

وہ چاروں خوشی سے ناچنے لگے۔ گانے کے انداز میں کہنے لگے۔ ''ویلکم میڈم... ویلکم... وین یو کم... وی وِل گیٹ یور وِزڈم... ویلکم میڈم ویلکم...''

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''بعد میں خوش ہوتے رہنا۔ ابھی آرام سے بیٹھ کر میری بات سنو۔''

وہ فوراً ادب سے اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اس نے کہا۔ ''ہمیں سیارے والوں کی عداوتوں سے نجات ملی ہے لیکن ہماری دنیا میں نفرتیں اور عداوتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔''

سراج سکسینا نے کہا۔ ''آپ دُرست فرماتی ہیں۔''

نجیے خان نے کہا۔ ''ہم اپنی فور کاسٹ کرنے والی مشین سے کچھ معلوم کیے بغیر کہہ سکتے ہیں' امریکا اور دوسرے بڑے ممالک اپنی پرانی روش پر آجائیں گے۔''

''میں یہی کہنے والی ہوں۔ وہاں آکر تمام اہم اکابرین کو تمہاری مشین کی اسکرین پر دیکھوں گی کہ وہ دوبارہ کب اور کیسے ہمارے خلاف سازش کرنے والے ہیں؟''

''یس میڈم! یہ بہت ضروری ہے۔''

''برین واشنگ ماسٹر کے متعلق بھی معلوم کرنا چاہوں گی۔ وہ دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ مجھ سے ڈرتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ آئندہ بھی مجھ سے خوفزدہ رہ کر میری اطاعت کرتا رہے گا یا نہیں...؟''

اسٹین روبن نے کہا۔ ''اس کو ہم نے اسکرین پر ابھی آدھا گھنٹا پہلے دیکھا ہے۔ اس کا اکلوتا بیٹا جارج ریچ مین کار کے حادثے پر مارا گیا ہے۔ برین ماسٹر نے اپنی مشین کی سکرین پر اس کی لاش دیکھی ہے۔ وہ فولادی شخص رو رہا ہے اور زیرِلب کہہ رہا ہے کہ بیٹے کی آخری رسومات ادا کرنے ہرستان تک نہیں جاسکے گا۔ لندن کے اکابرین' انٹیلی جنس ایجنسی کے اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی تاک میں ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''اس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ سن کر افسوس ہو رہا ہے۔ میں تعزیت کے لیے جارہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گی۔''

اس نے اپنی مشین میں برین ماسٹر کے کوڈ نمبرز پنچ کیے۔ وہ سر سے پاؤں تک زرد رنگ میں چھپا رہتا تھا۔ اس لیے اس غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دکھائی نہیں دیا۔ سونیا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو برین ماسٹر...''

وہ سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ صدمے سے نڈھال ہو رہا تھا۔ سونیا کی آواز سن کر چونک گیا۔ اپنی مشین کی اسکرین کو دیکھنے لگا۔ سونیا روحانی عمل کے زیرِ اثر رہتی تھی لہٰذا کسی کو اسکرین پر نظر نہیں آتی تھی۔ ان لمحات میں وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ صرف آواز سن سکتے تھے۔

وہ کہہ رہی تھی۔ ''مجھے ابھی معلوم ہوا ہے' تمہاری جان نکل چکی ہے۔ تمہاری دنیا لٹ چکی ہے۔ جس بیٹے کے لیے جی رہے تھے۔ وہ حادثے میں ہلاک ہوگیا ہے۔ میں ماں ہوں۔ تمہارے دُکھ کو اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ بس اتنا ہی کہہ سکتی ہوں' صبر کرو۔''

اس نے کہا۔ ''اس وقت میری عقل کام نہیں کررہی ہے۔ میں اپنی حکمت عملی کے ذریعے چھپا ہوا ہوں۔ دشمن اپنی مشینوں کی اسکرین پر مجھے دیکھ نہیں سکتے لیکن مجھ سے کوئی غلطی ہوسکتی ہے۔ میں بھیس بدل کر اپنے بیٹے کی آخری رسوم ادا کرنے کے لیے جانا چاہتا ہوں۔ میرا دل نہیں

مان رہا ہے، میں کیا کروں؟''

''تم نے ابھی دُرست کہا کہ تم سے کوئی غلطی ہو سکتی ہے۔ بھیس کر بدل کر جاؤ گے تو یہ تمہاری بہت بڑی غلطی ہوگی۔ غیر معمولی مشینیں بھیس بدلنے والوں کے اصلی چہرے دکھا دیتی ہیں۔ یورپ اور امریکا کے اکابرین تمہیں اپنے زیرِ اثر لانا چاہتے ہیں۔ یہ ان کے لیے سنہری موقع ہوگا۔''

وہ بڑے دُکھ سے بولا۔ ''آہ! کیا میں اپنے بیٹے کو آخری بار چھو بھی نہیں سکوں گا؟''

''اپنے جذبات پر قابو رکھو۔ اس کمرے سے باہر نہ نکلو۔ میں جا رہی ہوں۔ تمہارے مخالفین پر نظر رکھوں گی کہ موجودہ حالات میں کون تمہارے متعلق کیا سوچ رہا ہے اور کیا کر رہا ہے؟ پھر کسی وقت رابطہ کروں گی۔''

اس نے رابطہ ختم کیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر آنکھیں بند کر کے بابا فرید واسطی کو یاد کرنے لگی۔ ان ہی لمحات میں ان کی آواز سنائی دی۔ ''میں تمہارے پاس ہوں۔ نماز کا وقت ہو چکا ہے۔''

وہ بولی۔ ''بہت بہت شکریہ کہ آپ تشریف لائے۔ میں چاہتی ہوں، پہلے نماز ادا کر لیں۔ میں پھر کسی وقت بات کر لوں گی۔''

''تم جو چاہتی ہو، اسے کہنا ضروری نہیں ہے۔ برین ماسٹر کے مقدر میں موت لکھی ہے لیکن تقدیر بدل جائے گی۔ وہ زندہ رہے گا۔ کوئی دشمن اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اس ماہ کی آخری تاریخ تک یہاں چلی آؤ۔ میں تم سے ایک بار ملنا چاہتا ہوں... اللہ حافظ۔''

ان کی بات ختم ہوتے ہی اسکرین بلینک ہو گئی۔ وہ جا چکے تھے۔ یہ سُن کر اطمینان ہوا کہ... برین ماسٹر محفوظ رہے گا۔ کوئی دشمن اس کی رہائش گاہ تک پہنچ نہیں پائے گا۔ ایسے وقت ذہن میں بات آئی، وہ فور کاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکتی ہے۔ آئندہ اس کے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہے۔ اسے اسکرین پر دیکھ سکتی ہے۔

پھر اس کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ بابا صاحب نے ماہِ رواں کی آخری تاریخ تک اسے کیوں بلایا ہے؟ وہ اس سے ایک بار ملنا چاہتے ہیں۔ کیوں ملنا چاہتے ہیں؟ کیا کوئی خاص بات ہے؟ ان سوالات کے جوابات مقررہ وقت سے پہلے معلوم نہیں ہو سکتے تھے۔

اس نے چار یار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میں معلوم کرنا چاہتی ہوں، آئندہ برین ماسٹر کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''ہم ابھی معلوم کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔''

''مجھ سے کچھ پوچھنے کے لیے اجازت لینی ضروری نہیں ہے۔ پوچھو... کیا پوچھنا چاہتے ہو؟''

''آپ کی آمد ہمارے لیے باعثِ افتخار ہے۔ ہم تو خوشی سے ناچنے لگے تھے لیکن ناچنے والے مور کو جب اپنے بھدے پاؤں نظر آتے ہیں تب وہ اپنے عیب کو اور اپنی خرابی کو سمجھتا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''تمہید نہ باندھو۔ سیدھی بات کرو۔''

''امریکی اکابرین ہوں یا برین ماسٹر... کوئی بھی آپ کو اپنی مشینوں کے ذریعے دیکھ نہیں پاتا مگر آپ یہاں آئیں گی تو وہ آپ کی آواز کے ذریعے ہمیں دیکھ لیں گے۔ ہماری فور کاسٹ کرنے والی مشین بھی ان کی نظروں میں آ جائے گی جبکہ ہم نے اس مشین کو ساری دنیا سے چھپا رکھا ہے۔''

''میں سمجھ گئی۔ سوچو، میں اب تک کتنی بار اپنی مشین کے ذریعے تمہیں دیکھتی رہی اور تمہاری فور کاسٹ کرنے والی مشین سے کتنی ہی معلومات حاصل کرتی رہی ہوں۔ کیا کسی دوست یا دشمن نے تمہیں اور تمہاری مشین کو دیکھا ہے؟''

انہوں نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولی۔ ''میرے ساتھ بابا فرید واسطی اور اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی کی دُعائیں ہیں۔ جب تک میں نہیں چاہوں گی تب تک کوئی تمہیں اور تمہاری مشین کو نہیں دیکھ سکے گا۔''

''شکریہ میڈم، اب ہمیں اطمینان ہے۔ ہم نے برین ماسٹر کے کوڈ نمبرز پنچ کیے ہیں۔ آپ اسے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھیں۔''

برین ماسٹر سر سے پاؤں تک زرد رنگ میں چھپا اپنی مشین کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس کمرے کی ایک ایک چیز اسی رنگ سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اس پر صدمے کے پہاڑ ٹوٹا ہے۔

سونیا نے چار یار سے کہا۔ ''وقت کی چھلانگ لگاؤ۔ یہ دیکھو، آخری رسومات ادا کرتے وقت قبرستان میں کتنے افراد ہوں گے؟ میں اس کے مخالفین کو دیکھنا چاہتی ہوں۔''

بڑی سی اسکرین پر وقت آگے بڑھ گیا۔ چھ گھنٹے بعد پارس آنے والا منظر دکھائی دینے لگا۔ قبرستان میں تابوت رکھا ہوا تھا۔ بے شمار افراد کھدی ہوئی قبر کے اطراف سوگوار کھڑے تھے۔ سونیا نے ان سب کو توجہ سے دیکھتے ہوئے چار یار سے کہا۔ ''وہ موٹا بھدا شخص اپنی آنکھوں اور چہرے سے شاطر لگ رہا ہے۔ اس کے خیالات پڑھو۔''

انہوں نے مشین کو آپریٹ کیا تو پوری اسکرین پر اس شخص کا چہرہ نظر آنے لگا۔ جوزف ہارڈی اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا دماغ کے اندر پہنچ گیا۔ پتا چلا، وہ سی آئی اے کا اعلیٰ افسر ہے۔ اس کے چار ماتحت جاسوس سوگواروں کی بھیڑ میں موجود ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ برین ماسٹر بھیس بدل کر آخری بار بیٹے کی صورت دیکھنے آئے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی وہاں موجود ہیں۔ ان سی آئی اے والوں کے ذریعے دوسرے افراد کے دماغوں میں پہنچ رہے ہیں۔

تابوت کو قبر میں اتارا نہیں گیا تھا..... برین ماسٹر کی بیوی مونیکا کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ بیٹے کی موت نے اسے صدمے سے نڈھال کر دیا تھا۔ وہ روتے روتے دو بار بیہوش ہو گئی تھی۔ اسے سمجھایا گیا تھا کہ وہ گھر پر رہے، قبرستان نہ جائے لیکن وہ روتی ہوئی ایک کار میں وہاں پہنچ گئی۔

جب اس کار کا دروازہ کھلا تو سی آئی اے کے جاسوس اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے چونک کر اُدھر دیکھنے لگے۔ انہیں توقع تھی کہ برین ماسٹر بھیس بدل کر آئے گا لیکن وہاں مونیکا کے ساتھ اس کی بیٹی اینا اور داماد بے باک مومن دکھائی دیے۔ اینا، بھائی کی آخری رسومات میں شریک ہونے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئی تھی۔

یہ سب ہی جانتے تھے کہ بے باک مومن سونیا کا چہیتا منہ بولا بیٹا ہے۔ اب چونکہ سیارے والوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ اپنی بیوی کے ساتھ ادارے سے باہر آ گیا تھا۔ ادارے میں میاں بیوی کو ساتھ رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ آئندہ وہ لندن میں اینا کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا چاہتا تھا۔

سی آئی اے کے جاسوس فون کے ذریعے اکابرین سے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے خفیہ آرمی کے افسران سے کہنے لگے۔ ''ہم جو سوچ بھی نہیں سکتے تھے، وہ بات سامنے آئی ہے۔ بے باک مومن بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر یہاں اینا کے ساتھ آیا ہے۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

اکابرین اس کے خلاف بہت کچھ کرنا چاہتے تھے۔ ماضی میں انہوں نے اس کے ہاتھوں بڑے جانی و مالی نقصانات اٹھائے تھے۔

جب سیارے سے پہلی بار رجوجو آیا تھا اور میری موت کا چرچا ہوا تھا۔ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ اکابرین کی سازشوں کے نتیجے میں میری موت واقع ہوئی ہے تب سونیا نے قسم کھائی کہ جتنے اکابرین میری موت کے ذمے دار ہیں۔ وہ ان سب کو

''لیبل''

مستعدی دکھانے کے لیے شوہر نے بیوی کے سامنے اعلان کیا کہ وہ اپنا تولیا خود دھوئے گا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے غسل خانے سے پکارا۔ ''بیگم! اسے ٹھنڈے پانی سے دھوؤں یا گرم پانی سے؟''

''اس کے ساتھ لیبل لگا ہوگا اس پر لکھا ہوگا کہ اسے کیسے پانی سے دھونا چاہیے...'' بیوی نے کہا اور ایک لمحے کے توقف کے بعد پوچھا۔ ''کیا لکھا ہے لیبل پر؟''

''اس کے لیبل پر لکھا ہے... ریجنٹ ہوٹل۔'' غسل خانے سے آواز آئی۔

چن چن کر قتل کر دے گی۔

ایسے وقت بے باک مومن سونیا کا ماتحت بن گیا تھا۔ اس کی رہنمائی میں بہت سے آرمی کے افسران کو موت کے گھاٹ اتارتا رہا تھا۔ درجنوں اکابرین کا قاتل اس وقت اچانک ہی منظرِ عام پر آ گیا تھا، ایک چیلنج بن گیا تھا کہ کوئی اس کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کر سکے گا۔

اکابرین کہہ رہے تھے، سونیا سے دوستانہ سمجھوتا ہو گیا ہے۔ انہوں نے اس وعدہ کیا ہے، کبھی مسلمانوں کے خلاف سازش نہیں کریں گے۔ آپس میں متحد رہ کر اپنی دنیا میں سیارے والوں کا راستہ روکتے رہیں گے۔ موجودہ حالات کہہ رہے تھے، چھ ماہ گزر چکے ہیں۔ کریٹ ایشورارا کی طرف سے خطرہ ٹل گیا ہے۔ مسلمان سے اب اتحاد برقرار رکھنا ضروری نہیں رہا ہے۔

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''دانش مندی کا تقاضا ہے، ابھی بے باک مومن سے عداوت نہ کی جائے۔ ذرا ڈھیل دی جائے۔ بابا صاحب کے ادارے سے فرہاد کی فیملی کے دوسرے اہم افراد بھی باہر آ کر کسی نہ کسی ملک کی طرف جائیں گے۔ انہیں یقین کرنے دو کہ ان کے لیے ادارے سے باہر اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

آرمی کے ایک افسر نے کہا۔ ''ہاں، ہمیں یہی تاثر دینا چاہیے۔ پارس، پورس، عالی اور کبریا ادارے سے باہر آنے کے بعد ہماری نظروں میں رہیں گے۔ گویا سونیا کی کمزوریاں ہمارے ہاتھوں میں رہیں گی۔ ہم جب چاہیں گے بچوں کو شکنجے میں لے کر اس عورت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔''

انہوں نے سی آئی اے کے جاسوسوں کو حکم دیا۔ ''بے باک مومن کو نظر انداز کرو۔ فی الحال اسے نقصان نہ پہنچاؤ۔

برین ماسٹر کو تلاش کرو۔ وہ بیٹے کا آخری دیدار کرنے وہاں آسکتا ہے۔''

سونیا اپنی مشین کے ذریعے اکابرین کی تمام باتیں سن چکی تھی۔ یہ معلوم ہوگیا کہ اکابرین اپنی روش پر آرہے ہیں۔ ابھی کھل کر عداوت سے پرہیز کریں گے۔ بعد میں پارس' پورس' عالی اور کبریا سے نمٹ لیں گے۔

مونیکا صدمے سے ٹوٹ گئی تھی۔ بیٹے کے تابوت تک جانے کی سکت نہیں رہی تھی اس میں۔ اینا اور بے باک مومن اسے سہارا دے کر لے جارہے تھے۔ دور بیٹے کا تابوت دیکھ کر اس کا سر چکرانے لگا۔ بے باک مومن نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ وہ اپنی ساس کو بازوؤں میں اٹھائے جب تابوت کے پاس آیا تو ذرا چونک گیا۔ مونیکا کا سر ایک طرف ڈھلک گیا تھا۔ آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔

بے باک مومن نے خیال خوانی کے ذریعے تصدیق کی پھر تمام سوگواروں کو اور اینا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اینا دل مضبوط کرو۔ تمہاری ممی اپنے بیٹے کے پاس پہنچ گئی ہیں۔''

اینا ماں سے لپٹ کر رونے لگی..... برین ماسٹر دور بیٹھا اسکرین پر انہیں دیکھ رہا تھا۔ بے باک کی بات سن کر اس نے مونیکا کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ بیٹے کے ساتھ ماں بھی دنیا سے رخصت ہوگئی تھی۔

وہ صدمے سے جیسے پاگل ہوگیا۔ سر پر زرد رنگ کی ٹوپی پہنے رہتا تھا۔ چہرہ بھی اسی رنگ کے نقاب میں چھپا رہتا تھا۔ اس نے ٹوپی اُتار کر پھینک دی۔ چہرے کے نقاب کو نوچنے لگا۔ سر کے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر بیٹے اور مونیکا کو پکارنے لگا۔ وہ دونوں اسے جان سے زیادہ عزیز تھے۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر فرش پر پاؤں پٹخنے لگا۔ ڈگمگاتا ہوا دروازے کے پاس آیا پھر اسے کھول کر باہر چلا گیا۔ کھلے آسمان کے نیچے آکر اپنے پیاروں کو چیخ چیخ کر پکارنے لگا۔ یوگا جاننے والے اکابرین نے اور خفیہ آرمی کے افسران نے چونک کر اپنی اپنی مشین کی اسکرین پر اسے دیکھا۔ اس کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ باقی جسم اب بھی نادیدہ تھا۔

انہوں نے فوراً ہی اپنی اپنی مشینوں کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر تحریر بتانے لگی کہ وہ جنیوا کے قریب کسی پہاڑی علاقے میں ہے؟

اکابرین سوچ میں پڑ گئے۔ ''کیا اسے فوراً ٹریپ کرنا چاہیے؟''

وہ سب جانتے تھے' برین ماسٹر کو سونیا کی حمایت حاصل ہے۔ وہ اکابرین سے کہہ چکی تھی کہ اسے تلاش کیا جائے اور نہ ٹریپ کیا جائے۔

لیکن خفیہ آرمی کے افسران اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ... سونیا سے رابطہ رکھتے تھے' نہ ہی اپنے ملک کے اکابرین کے ماتحت تھے۔ وہ اپنے معاملات میں آزاد تھے۔

انہوں نے فوراً ہی جنیوا میں اپنے خاص جاسوسوں کو اطلاع دی۔ انہیں.... برین ماسٹر کا ٹھکانا بتایا پھر حکم دیا۔ ''ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر.... برین ماسٹر کا قصہ تمام کرو۔ اس غیر معمولی مشین کو اٹھا کر یہاں پہنچا دو۔ ہم تمہیں دیکھ رہے ہیں اور گائیڈ کرتے رہیں گے۔''

سونیا اور چار یار کے پاس خفیہ آرمی والوں کی... تصویریں تھیں' نہ کوڈ نمبرز تھے۔ اس لیے فور کاسٹ کرنے والی مشین ان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔

اس وقت سونیا اور چار یار اپنی اپنی اسکرین پر کبھی قبرستان کا منظر دیکھ رہے تھے' کبھی برین برین ماسٹر کو صدمے کی شدت سے نیم پاگل ہوتے دیکھ رہے تھے۔

ایسے وقت سونیا نے اور چار یار نے دیکھا۔ ایک ہیلی کاپٹر اس کے کامپلیکس سے کچھ فاصلے پر اتر رہا ہے..... برین ماسٹر صدمے سے نڈھال ہوکر گھاس پر اوندھے منہ پڑا تھا۔ تین مسلح افراد ہیلی کاپٹر سے اترے۔

سونیا بڑی بے چینی سے وہ منظر دیکھ رہی تھی۔ فور کاسٹ کرنے والی مشین اب سے چار گھنٹے اور بیس منٹ بعد پیش آنے والے مناظر دکھا رہی تھی۔ وقت سے پہلے معلوم ہو رہا تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟

وہ تینوں مسلح افراد کامپلیکس کے سامنے آگئے تھے۔ برین ماسٹر نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا پھر جیسے اچانک ہی ہوش میں آگیا۔ وہ اٹھ کر کامپلیکس کی طرف بھاگنے لگا۔ ایسے وقت انہوں نے فائر کھول دیے۔ تڑاتڑ کی آواز کے ساتھ کئی گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہوگئیں۔ وہ کامپلیکس کے دروازے پر اوندھے منہ گر کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگیا۔

سونیا نے کہا۔ ''جوزف ہارڈی ان تینوں کے کلوز میں جاؤ۔ میں انہیں اپنی مشین میں ٹریس کروں گی۔ تم چاروں ان کے دماغوں میں پہنچو۔''

وہ تینوں مسلح افراد.... برین ماسٹر کی لاش کو پھلانگتے ہوئے کامپلیکس کے اندر گئے پھر وہاں سے غیر معمولی مشین اٹھا کر لے گئے۔ سونیا اور چار یار اپنی اپنی اسکرین پر ان کے کلوز اپ دیکھ رہے تھے۔

وہ چار یار ان تین مسلح افراد کے اندر پہنچ گئے۔ اس وقت وہ تینوں ایک ہوٹل میں تھے۔ فور کاسٹ کرنے والی

مشین کے مطابق ساڑھے تین گھنٹے بعد خفیہ آرمی کی طرف احکامات ملنے والے تھے۔ تب وہ مسلح ہوکر اس کالیج کے سامنے جاکر..... برین ماسٹر کو ہلاک کرنے والے تھے۔

فی الحال..... برین ماسٹر اپنی مشین کے سامنے بیٹھا اس تابوت کو دیکھ رہا تھا۔ جس میں جارج رچ مین کو رکھا گیا تھا۔ چار یار نے سونیا سے کہا۔ ''میڈم! ہمیں ان تینوں جاسوسوں کے اندر جگہ مل گئی ہے۔ وہ ایک ہوٹل میں ہیں۔ ہماری مشین کے مطابق اب سے تین گھنٹے چالیس منٹ بعد وہ مسلح ہوکر ہیلی کاپٹر میں جائیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''فی الحال اپنی مشین کو آف کردو۔ ہمیں سوچنا ہے کہ آئندہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

سراج سکسینا نے کہا۔ ''برین ماسٹر کا بیٹا کار کے حادثے میں ہلاک ہوا ہے۔ اگر ہم حادثے سے پہلے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ لیتے تو اسے کار چلانے سے کسی طرح باز رکھ سکتے تھے۔ اب ہم اس کے لیے کچھ نہیں کرسکتے لیکن مونیکا تین گھنٹے بعد صدمے سے مرے گی۔ اس کا کیا کیا جائے؟''

سونیا نے کہا۔ ''جوان بیٹے کی موت ماں کی جان نکال لیتی ہے۔ تم چاروں مونیکا کے اندر جاکر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر صدمے کو کم کرسکتے ہو۔ اسے بچا سکتے ہو تو ضرور ایسا کرو۔''

اسٹین رو بن نے کہا۔ ''ہم مونیکا کے صدمے کو کم کریں گے۔ اس میں قوتِ برداشت پیدا کریں گے تو شاید وہ بچ جائے گی۔''

شیخ خان نے کہا۔ ''وہ زندہ رہے گی تو..... برین ماسٹر بھی نیم پاگل نہیں ہوگا..... زرد رنگ کے نقاب سے باہر نکلے گا نہ دشمنوں کی نظروں میں آئے گا۔''

سونیا نے کہا۔ ''مونیکا کے پاس جاؤ۔ اسے کنٹرول کرو۔ صدمہ اس پر حاوی نہیں۔ وہ زندہ رہے گی تو..... برین ماسٹر کی موت بھی ٹل جائے گی۔'' پھر وہ کچھ سوچ کر بولی۔ ''بے باک مومن اپنی ساس کے پاس ہوگا۔ وہ بھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے صدمے کو کم کرسکتا ہے۔ میں ابھی دیکھتی ہوں، وہ کیا کررہا ہے؟''

اس نے مشین پر بے باک مومن کے کوڈ نمبرز پنچ کیے۔ وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔ مونیکا سکتے کی حالت میں تھی۔ اینا اور بے باک اس کے قریب بیٹھے تھے۔ سونیا نے اسے مخاطب کیا تو وہ اور اینا چونک کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگے۔

بے باک نے کہا۔ ''یس مما حکم کریں؟''

وہ بولی۔ ''میرے پاس آؤ۔''

وہ اسی وقت خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ سونیا نے کہا۔ ''بیٹے کی موت کا صدمہ ماں کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ اس کی حرکتِ قلب بند ہوسکتی ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے اس کے ذہن کو سکون پہنچاؤ۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے اندر جارہے ہیں۔ وہ بھی مونیکا کے صدمے کو کم کرنے کی کوشش کریں گے۔''

اس نے کہا۔ ''مما مونیکا کی حالت تشویش ناک ہے۔ اس کا دماغ سُن ہوچکا ہے۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو سن تو رہی ہے مگر سمجھ نہیں رہی ہے۔ بے حسی کے باعث اس کا ذہن میری گرفت میں نہیں آرہا ہے۔''

ایسے وقت جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''میڈم ہم چاروں مونیکا کے اندر پہنچ گئے ہیں لیکن اسے طاقت فراہم کرنے میں ناکام ہورہے ہیں۔ یہ کہنا چاہیے اس کا دماغ نیم مردہ ہوچکا ہے۔ جو تھوڑی بہت زندگی رہ گئی ہے، اس کے ذریعے وہ صرف بیٹے کو دیکھ رہی ہے، سوچ کے ذریعے اسی سے باتیں کررہی ہے۔ ہماری کوئی بات اس کی ذہنی سماعت تک نہیں پہنچ رہی ہے۔''

بے باک مومن نے کہا۔ ''یہی میں کہہ رہا ہوں۔ وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی زندگی سے دور ہے۔''

سونیا نے بڑے دُکھ سے کہا۔ ''یا خدا! تو ہی بہتر جانتا ہے، آگے کیا ہونے والا ہے؟ ہماری سمجھ میں یہ آگیا ہے کہ ہم ہونی کو انہونی نہیں بنا سکیں گے۔ بے باک تم جاؤ اینا اور مونیکا کے ساتھ رہو۔ کوشش کرو..... شاید اسے زندگی کی طرف واپس لاسکو۔''

بے باک چلا گیا۔ سونیا نے چار یار کو اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہم انسانوں کے پیدا کردہ حالات کو بدل سکتے ہیں مگر قدرتی حالات کو نہیں بدل سکتے۔ مونیکا کی موت حادثاتی ہوگی نہ وہ کسی کے ہاتھوں ماری جائے گی۔ وہ جن حالات سے گزر رہی ہے۔ ان کے مطابق حرکتِ قلب بند ہونے کے باعث جان سے جائے گی۔''

جوزف نے کہا۔ ''بے شک، ہم بے بس ہیں۔ اسے زندگی کی طرف نہیں لاسکیں گے لیکن ہم برین ماسٹر کو بچانے کی کوشش کریں گے۔''

بہرحال تین گھنٹے گزر گئے۔ پیش گوئی کے مطابق مونیکا نے بے باک کے بازوؤں میں دم توڑ دیا۔ اُدھر برین ماسٹر

نے بیٹے کے بعد بیوی کو دم توڑتے دیکھا تو صدمے سے نیم پاگل ہوگیا۔ ایسی حالت میں دماغی توانائی بحال نہیں رہتی مگر اس سے پہلے کہ وہ زرد رنگ کے تحفظ سے باہر نکلتا۔ پلاننگ کے مطابق چار یار فوراً ہی اس کے اندر پہنچ گئے۔ اس کے دماغ کو گرفت میں لے کر اسے ذہنی مریض بننے سے روکنے کی کوششیں کرنے لگے۔

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''میڈم، یہ ہمارے کنٹرول میں ہے لیکن صدمہ کافی شدید ہے۔ ہم اسے گہری نیند سلا رہے ہیں۔''

''اسے بچانے کے لیے جو کرسکتے ہو، کرو۔ ابھی تو یہ اطمینان ہے کہ فی الحال اس کی موت ٹل گئی ہے۔''

ایسے وقت اسے بابا فرید واسطی کی باتیں یاد آئیں۔ انہوں نے کہا تھا۔ ''برین ماسٹر کے مقدر میں موت ہے لیکن تقدیر کا یہ لکھا ٹل جائے گا۔ اسے کوئی دشمن نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

سونیا نے اطمینان کی سانس لی۔ بابا فرید واسطی نے جو کہا تھا، وہی ہورہا تھا۔ اس نے جوزف ہارڈی سے کہا۔ ''برین ماسٹر پر تنویمی عمل کرو۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردو کہ آئندہ وہ جوان بیٹے اور بیوی کی محبت کو شدت سے محسوس کرے گا نہ ان کے لیے حد سے زیادہ صدمہ اپنے دل پر لے گا۔ نارمل انسان کی طرح صدمے کو سہہ لے گا۔''

اکابرین کے ناپاک عزائم کا پتا چل گیا تھا۔ انہوں نے فوراً ہی بے باک مومن کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی نہیں کی۔ تاہم اسے اپنی نظروں میں رکھا تھا۔ ان کا خیال تھا، بے باک کی طرح پارس، پورس اور کبریا بھی بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئیں گے تو انہیں بھی نظروں میں رکھا جائے گا۔

ان سب کو رفتہ رفتہ رازداری سے شکنجے میں لیا جائے گا اور اپنے زیرِ اثر لاکر ذہنی طور پر غلام بنایا جائے گا۔ سونیا کسی بھی تدبیر سے اپنے بچوں کو رہائی نہیں دلا سکے گی۔ اپنے پیاروں، اپنے جگر گوشوں کی خاطر وہ تمام اکابرین کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوجائے گی۔

وہ لوگ جانتے تھے کہ عالی حیدر آباد دکن میں ہے۔ اسے ٹریپ کرنا آسان نہ ہوگا کیونکہ اس کے پاس غیر معمولی مشین ہے۔ اگر وہ اپنی مشین میں عالی کو دیکھنا چاہیں گے تو وہ بھی اس کی مشین پر دکھائی دینے لگیں گے۔ صرف خفیہ آرمی کے افسران زرد رنگ کی تکنیک کے مطابق گونگے بن کر اسے دیکھتے رہتے تھے۔ وہ ہمیشہ زرد رنگ کے لباس میں نہیں رہ سکتی تھی۔ اس لیے انہیں نظر آتی رہتی تھی۔

سونیا کی مشین نے اب تک خفیہ آرمی والوں کو کیچ نہیں کیا تھا۔ ان میں سے کوئی ایک بار بھی اس کی نظروں میں آجاتا تو وہ ان کی جڑوں تک پہنچ جاتی۔ فی الحال وہ ان سے بے خبر تھی۔ اکابرین کے متعلق بہت کچھ جانتی تھی۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور خفیہ آرمی والوں کی طرف سے اندیشے تھے۔ پتا نہیں، وہ آئندہ کیا کرنے والے ہیں؟

اس نے چار یار سے کہا۔ ''یہ خفیہ آرمی والے ایک چیلنج بن گئے ہیں۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہوچکا ہے، یہ آئندہ میرے بچوں کو میری کمزوری بنانا چاہتے ہیں۔ خدانا خواستہ وہ اپنے ناپاک مقاصد میں کامیاب ہوگئے تو تمام اکابرین یہی کہیں گے کہ انہوں نے مجھ سے اور میرے بچوں سے دشمنی نہیں کی ہے۔''

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''جی ہاں، اکابرین یہ کہتے آرہے ہیں کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور خفیہ آرمی کے افسران اپنی پالیسیاں مرتب کرنے اور ان پر عمل کرنے کے سلسلے میں آزاد اور خود مختار ہیں۔ امریکی حکام کے ماتحت نہیں ہیں۔ اگر وہ جائز یا ناجائز کارروائیاں کرتے ہیں تو ان کے لیے امریکی حکومت جواب دہ نہیں ہے۔''

اسٹین رو بن نے کہا۔ ''ان خفیہ آرمی والوں کو کسی طرح بے نقاب کرنا ہوگا۔ ان میں سے ایک بھی دکھائی دے گا تو ہم اسے اپنی مشین میں کیچ کرلیں گے۔ اس کے ذریعے خفیہ آرمی کے تمام افسران تک پہنچ سکیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''وہ لوگ بہت محتاط ہیں۔ پتا نہیں کب تک روپوش رہنے میں کامیاب رہیں گے؟ میں ابھی ان سے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے بات کرتی ہوں۔ تم سب اپنی مشین کی اسکرین پر مجھے دیکھو اور ہماری باتیں سنو۔ ہوسکتا ہے، وہ اپنی کسی غلطی کے باعث اسکرین پر نظر آجائیں۔''

اکابرین اکثر اپنی کمیونیکیشن مشین کے ذریعے روپوش رہنے والے افسران سے باتیں کیا کرتے تھے۔ سونیا کو کمیونیکیشن مشین کے کوڈ ورڈز معلوم تھے۔ اس نے بہ آسانی رابطہ کرلیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''میں سونیا ہوں۔ تمام پردہ نشین افسران سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

تحریری جواب موصول ہوا۔ ''موسٹ ویلکم... بولو.. کیا کہنا چاہتی ہو؟''

اس نے کہا۔ ''تمہارے اکابرین سے سات ماہ پہلے سمجھوتا ہوچکا ہے۔ یہ طے پایا تھا کہ ہم سیارے والوں کے

خلاف متحد رہیں گے اور ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔''

جواب موصول ہوا۔''سب سے پہلے یہ سن لو کہ ہم کسی ملک کے اکابرین کو نہیں جانتے۔ امریکی اکابرین سے بھی ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''اس کا کیسے یقین کیا جائے...؟ تم سب امریکی آرمی کے افسران ہو۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی امریکی ہیں پھر یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکا سے لاتعلقی کیوں ظاہر کررہے ہو؟''

''کبھی ہمارا تعلق امریکا سے تھا، اب نہیں ہے۔ ہم نے ہمیشہ کے لیے امریکا کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ ہم وہاں سے بہت دور ایک ملک میں ہیں۔ ہماری آزاد خفیہ تنظیم کا نام ''نادیدہ تنظیم'' ہے۔ ہم سن رہے ہیں، بول رہے ہیں، دیکھ رہے ہیں لیکن کوئی ہمیں کبھی دیکھ نہیں سکے گا۔ تم بھی ہمارے سائے تک کبھی پہنچ نہیں پاؤ گی۔''

سونیا نے کہا۔''ایسا دعویٰ پہلی بار نہیں کیا جارہا ہے۔ تم سب نے میری اور فرہاد کی لائف ہسٹری پڑھی ہوگی۔ ہماری زندگی میں درجنوں عداوت رکھنے والے روپوش رہ کر نادیدہ اور پُرسرار بنتے رہے مگر ہم انہیں پاتال سے بھی نکال کر لے آئے۔ ہمیشہ یہ ثابت کرتے رہے ہیں کہ نادیدہ ہستی صرف خدا کی ہے۔ جو خدا بننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ ایک دن ننگا ہوکر سامنے آجاتا ہے۔''

''کام کی بات کرو۔ کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''یہی کہ تم سب امریکی ہو اور امریکا میں ہی ہو۔ اپنے آباؤ اجداد کے ملک سے لاتعلقی ظاہر کرکے چاہتے ہو تم ہمارے خلاف کچھ کرو تو ہم اکابرین اور امریکا کے خلاف کچھ نہ کریں۔ جوابی کارروائی کے لیے بل میں رہنے والے چوہوں کو ڈھونڈتے رہ جائیں۔ یہ جھوٹ بول کر خوش ہوجاؤ کہ تم نے اپنا ملک چھوڑ دیا ہے۔''

''یقین نہ ہو تو جاؤ...امریکی اکابرین کو، اس ملک کے آرمی کیمپوں کو اور وہاں کی تنصیبات کو نقصان پہنچاؤ۔ ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ ہم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔''

وہ بولی۔''ابھی ہمارا ابھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ ہم خوامخواہ اکابرین کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اگر واقعی تمہاری نادیدہ تنظیم ہے تو مجھ سے سمجھوتا کرسکتے ہو۔ دوستانہ معاہدہ کرسکتے ہو کہ ہم ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔''

''سمجھوتا اور دوستی اسی وقت ہوگی، جب تم اور تمہارے بچے روپوش نہیں رہیں گے۔ آزادی سے پہلے کی طرح کسی بھی ملک میں رہیں گے۔''

وہ بولی۔''تالی دونوں ہاتھوں سے بجاؤ۔ تم بھی روپوش نہ رہو۔''

''سمجھوتا ہم نہیں کرنا چاہتے۔ تم کرنا چاہتی ہو۔ اس لیے مطالبہ ہمارا مانا جائے گا...تمہارا نہیں۔''

''تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں گر کر سمجھوتا کروں گی؟ تمہارے تیور، تمہارے تخریبی ارادے سمجھ میں آگئے ہیں۔ آج یہ لکھ لو کہ تم لوگوں نے اپنی شامت کو خود پکارا ہے۔ آج سے نیند آئے تب بھی ایک آنکھ سے جاگتے رہو ورنہ بے خبری میں مارے جاؤ گے۔ دیٹس آل۔''

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ چار یا اس تحریری گفتگو کو اسکرین پر پڑھ رہے تھے۔ سراج سکسینا نے کہا۔''میڈم، ہماری بہن عالی کے لیے خطرات بڑھ گئے ہیں۔ ہم فور کاسٹ کرنے والی مشین کی اسکرین پر اپنی بہن کو دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ آئندہ کن حالات سے گزرنے والی ہے؟''

سونیا نے کہا۔''عالی کے بعد بے باک مومن کے مستقبل کے حالات معلوم کرو۔ اس کے لیے بھی خطرہ ہے۔ اگر وہ عالی سے نمٹ نہیں پائیں گے تو بے باک پر چڑھ دوڑیں گے۔''

دس منٹ بعد ہی وہ عالی کو اسکرین پر دیکھنے لگے۔ چار یار وقت کی چھلانگ لگاتے جارہے تھے۔ دوسرے دن عالی اپنی ساس اور نندوں کے ساتھ لنچ کررہی تھی۔ ایمان علی بھی موجود تھا۔ کھانے کے بعد عالی اور اس کی ساس نے کھیر کھائی۔ دو چار چمچ کھاتے ہی ان کی حالت غیر ہوگئی۔

دوسرے انہیں سنبھالنے لگے۔ فوراً ہی طبی امداد دینا چاہتے تھے مگر دیر ہوچکی تھی۔ دونوں کی باچھوں اور ناک سے لہو رسنے لگا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے دم توڑ دیا۔

سونیا نے دکھ سے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔''مشین کو آف کرو۔''

فور کاسٹ کرنے والی مشین کی اسکرین تاریک ہوگئی۔ ایک ماں نے دوسری بار اپنی بیٹی کو دم توڑتے دیکھا تھا۔ پہلی بار ایک سیارے والے نے اسے گولی ماری تھی۔ دوسری بار اسے زہر دیا گیا تھا۔

بیٹی کو سیارے والوں سے بچالیا گیا تھا۔ اب چوبیس گھنٹے پہلے موت پھر دستک دے رہی تھی۔ اس نے اپنی مشین کو آن کرکے بیٹی کو دیکھا۔ وہ زندہ سلامت سسرال والوں کے ساتھ بیٹھی ہنس بول رہی تھی۔

سونیا نے کہا۔''سراج عالی سے کہو میرے پاس آئے۔''

سراج نے اس کے پاس پہنچ کر کہا۔''مسز مما بلا رہی ہیں۔''

عالی نے سوچ کے ذریعے کہا۔''ابھی آتی ہوں۔''

پھر اس نے ساس نندوں سے کہا۔''آپ باتیں کریں۔ میں ابھی واش روم سے آتی ہوں۔''

سونیا اپنی مشین کے ذریعے اسے مخاطب کرتی تو اس کی آواز وہاں سب ہی کو سنائی دیتی۔ اس نے اور ایمان علی نے اپنے گھر والوں کو غیر معمولی مشین کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ عالی سونیا کے اندر پہنچ گئی۔

اس نے اسے بتایا کہ چوبیس گھنٹے بعد اس پر پھر جان لیوا حملہ کیا جائے گا۔ دوسرے دن لنچ کے وقت سویٹ ڈش میں زہر ملا دیا جائے گا۔ ابھی اسے فور کاسٹ کرنے والی مشین کی اسکرین پر زہر کھاتے اور دم توڑتے دیکھا گیا ہے۔

عالی نے پوچھا۔''کچھ معلوم ہوا، کون مجھے ہلاک کرنا چاہتا ہے؟''

''اگر سطحی طور پر سوچا جائے تو تمہاری حویلی کا خانساماں سویٹ ڈش میں زہر ملا سکتا ہے مگر وہ بیچارہ کیوں خوامخواہ دشمنی کرے گا؟ البتہ وہ کسی کا آلۂ کار بن سکتا ہے۔''

ایمان علی نے بیڈ روم میں آکر عالی سے پوچھا۔''خیریت تو ہے، یہاں خاموش بیٹھی ہو؟''

عالی نے اسے بتایا کہ چوبیس گھنٹے بعد اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ اس کی ساس یعنی ایمان کی والدہ بھی اس زہر سے ماری جائے گی۔ وہ بولا۔''تم خانساماں کے خیالات پڑھو۔ ہوسکتا ہے کہ دشمن نظروں میں آجائے۔''

وہ اسی لمحے اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات اچھی طرح پڑھے۔ ایک بوڑھی جن بی پچھلے بیس برسوں سے اس رسوئی گھر کی انچارج تھیں۔ اس کے تبھی خیالات پڑھے گئے۔ دونوں ہی بے خبر تھے۔

عالی نے کہا۔''یہ بیچارے بے قصور ہیں۔ میں یقین سے کہتی ہوں، انہیں جبراً ٹریپ کیا جائے گا اور وہ انجانے میں آلۂ کار بن جائیں گے۔''

ایمان نے کہا۔''فور کاسٹ کرنے والی مشین کل لنچ کے وقت تک ایک ایک لمحے کی پیش گوئی کرے گی تب ہمیں کچھ معلوم ہوسکے گا۔''

عالی نے چار یار سے کہا۔''میں کل لنچ کے وقت تک اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کو دیکھنا چاہتی ہوں۔''

جوزف نے کہا۔''ہم اپنی بہن کے لیے فکرمند ہیں۔ ابھی یہی دیکھ رہے تھے اور ایک سی ڈی میں تمام مناظر ریکارڈ کررہے تھے۔ اس سی ڈی کو پلے کیا جارہا ہے۔ آپ اپنی مشین کے ذریعے ہماری فور کاسٹ کرنے والی مشین کو دیکھیں۔''

عالی اور ایمان علی اپنی مشین کے ذریعے فور کاسٹ کرنے والی مشین کو دیکھنے لگے۔ جوزف ہارڈی نے کہا۔''آج رات گیارہ بجے سازش کا علم ہوگا۔''

بوڑھی جن بی ہر رات گیارہ بجے سے پہلے کام سے فارغ ہوکر حویلی کے پیچھے اپنے کمرے میں چلی جاتی تھی۔ اس رات وہ اپنے کمرے میں آئی تو گھبرا کر چارپائی پر بیٹھ گئی۔

اس نے سہم کر زیرلب کہا۔''یہ میرے اندر کون بول رہی ہے؟'' پھر اس نے کہا۔''ہائے اللہ یہ تو میری ہی آواز ہے۔ میں خود کو فور آسو جانے کے لیے کہہ رہی ہوں مگر ابھی تو مجھے....''

وہ اپنی بات پوری نہ کرسکی۔ بے اختیار لیٹ گئی، ذرا سی دیر میں خود سے غافل ہوتی چلی گئی۔

عالی نے کہا۔''صاف ظاہر ہے، کوئی اس پر تنویمی عمل کررہا ہے۔''

منجھے خان نے کہا۔''ہم آج رات ٹھیک گیارہ بجے بوڑھی جن بی کے اندر رہیں گے تو معلوم ہوجائے گا کہ اس پر کس نوعیت کا تنویمی عمل کیا جارہا ہے؟''

عالی نے کہا۔''یہ معلوم نہیں ہوسکے گا، کون عمل کررہا ہے؟ ابھی اس نے کہا ہے، وہ اپنے دماغ میں اپنی آواز سن رہی ہے۔''

ایمان علی نے کہا۔''بے شک، دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی آواز سنا کر ہماری مشین کی گرفت میں نہیں آنا چاہے گا۔ وہ جن بی کی آواز اور لب و لہجے میں بولے گا۔''

سونیا اپنی مشین کی اسکرین پر کبھی چار یار کو اور کبھی بیٹی داماد کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔''عالی تم اور سراج رات گیارہ بجے جن بی کے اندر رہو گے۔ اس تنویمی عمل کرنے والے پر اپنی موجودگی ظاہر نہ کرنا۔ جب وہ جن بی کو تنویمی نیند سلا کر چلا جائے تب اس کے بوڑھے دماغ میں یہ بات نقش کردینا کہ وہ اپنے عامل کی مرضی کے مطابق زہر نہیں ملائے گی۔''

عالی نے کہا۔''میں سمجھ گئی، مجھے کس طرح جن بی کو اپنے قابو میں رکھنا ہوگا اور دشمن کو فریب دے کر مطمئن کرنا ہوگا۔''

سونیا نے جوزف سے کہا۔''تم میرے اندر آؤ۔ اب

ہمیں نادیدہ تنظیم کے فولادی قلعے میں شگاف ڈالنا ہی ہوگا۔''

جوزف ہارڈی بہت خوش تھا۔ سونیا سے زیادہ مخاطب کرتی تھی، اس سے زیادہ کام لیتی تھی اور اسے اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دیا کرتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے تینوں دوستوں کے مقابلے میں زیادہ ذہین، ہنرمند اور مستعد تھا۔

سونیا نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر کہا۔ ''وہ تم برین ماسٹر سے کہو، میں یاد کررہی ہوں۔''

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ وہ برین ماسٹر کو بیوی اور بیٹے کے صدمے سے دور رکھنے کے لیے اس پر تنویمی عمل کرچکا تھا۔ برین ماسٹر اس بات سے بے خبر تھا کہ جوزف ہارڈی نے سونیا کے حکم کے مطابق اسے اپنا معمول اور تابع دار بنالیا ہے۔

بہرحال اس نے سونیا کے اندر آکر کہا۔ ''یس میڈم! آپ نے مجھے یاد کیا؟''

وہ بولی۔ ''ہاں، کچھ عرصہ پہلے تم نے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کیا تھا۔ کیا ان کی آوازیں اور لب و لہجے یاد ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''سوری میڈم، وہ تینوں میری گرفت سے نکل گئے تھے۔ امریکیوں نے ان تینوں کو کئی دنوں تک کوما میں رکھا اور بعد میں ان کی آواز اور لب و لہجے بدل دیے تھے۔''

''ایک غیر معمولی سماعت رکھنے والا شخص آوڈی مین تمہارا ماتحت تھا۔ وہ آج کل کہاں ہے؟''

''وہ واشنگٹن میں ہے۔ وہ پانچ کلومیٹر کے فاصلے تک کسی کی بھی آواز سن لیتا ہے۔ اس نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہیں بولتے سنا تھا۔ اس کے بعد مجھے ان کے قریب پہنچادیا تھا۔''

''خفیہ آرمی کے افسران نے خود کو نادیدہ تنظیم کا نام دیا ہے۔ تم آوڈی مین کے ذریعے انہیں تلاش کرو۔''

''میڈم میں اسے حکم دے چکا ہوں، وہ روپوش رہنے والوں کی آوازیں سننے کے لیے ہی واشنگٹن پہنچا ہے۔ پورے شہر میں گھومتا پھرتا ہے۔ جس پر شبہ ہوتا ہے اس کے پاس پہنچ جاتا ہے پھر مجھے اس کا پتا ٹھکانا بتاتا ہے۔''

''کچھ بات بنی؟''

''ابھی تک نہیں بنی ہے مگر امید ہے، ہم جلد ہی کسی مطلوبہ شخص تک پہنچ جائیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''دشمن تمہیں ٹریپ کرنا چاہتے ہیں۔ تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ آوڈی مین جلد سے جلد نادیدہ تنظیم کے کسی بھی شخص کی آواز سن لے اور ہمیں اس کے ٹھکانے تک پہنچادے۔''

''آپ درست کہتی ہیں۔ میں ابھی اس سے رابطہ کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ لگا رہوں گا تو جلد کامیابی حاصل ہوگی۔''

''ٹھیک ہے تم جاؤ۔ مزید خیال خوانی کرنے والوں کی ضرورت ہوگی تو میرے آدمی تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔''

پھر برین ماسٹر چلا گیا۔ سونیا نے جوزف سے کہا۔ ''ابھی تم بے باک مومن کو مستقبل کے آئینے میں دیکھو۔''

فور کاسٹ کرنے والی مشین آن ہوگئی۔ بڑی سی اسکرین پر بے باک اپنی بیوی اینا کے ساتھ نظر آنے لگا۔ اینا اپنی ماں اور بھائی کی موت پر غمزدہ رہتی تھی۔ بے باک نے اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے صدمہ کم کیا تھا۔ اس کے ساتھ مسرتوں بھری ازدواجی زندگی گزار رہا تھا۔

اسٹین روبن مشین کو آپریٹ کررہا تھا۔ وقت کی چھلانگ لگاتا جارہا تھا۔ ٹھیک دو ماہ بعد مشین رک گئی۔

اسٹین روبن نے کہا۔ ''میڈم! اس مشین کی کارکردگی میں فرق آرہا ہے۔ یہ دو ماہ تک کے تمام حالات کو پیش کرتی ہے پھر رک جاتی ہے۔''

سنجے خان نے کہا۔ ''پہلے یہ چھ ماہ تک کی پیش گوئی کرتی تھی مگر اب اس کی توانائی گھٹتی جارہی ہے۔ ہم اس کی خرابی دور کرنے کی کوششیں کررہے ہیں۔''

جوزف نے کہا۔ ''امید ہے، ہم جلد ہی اس کی خرابیاں معلوم کرلیں گے۔ اس کی توانائی بڑھ جائے گی پھر یہ چھ ماہ تک کے حالات دکھاسکے گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''یہ ہمارے بہت کام آرہی ہے۔ اس پر توجہ دو۔ اس کی خوبیوں اور خرابیوں کے بارے میں پوری معلومات حاصل ہونی چاہیے۔''

''اس کے لیے لازمی ہے کہ ہم کچھ عرصے تک اسے استعمال نہ کریں۔ ایک ایک پرزے کو کھول کر معلوم کریں کہ کون سا پرزہ ناکارہ ہورہا ہے؟ اس کے علاوہ ہمیں متبادل پرزوں کا اسٹاک بھی رکھنا ہوگا۔''

وہ بولی۔ ''چند ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے استعمال نہ کرو۔ پہلے اسے ہر پہلو سے درست کرو۔ جتنے بھی دن لگیں، لگنے دو۔ پوری ہنرمندی سے اسے دوبارہ کام کے قابل بناؤ۔''

ویسے بے باک مومن کے متعلق یہ معلوم ہوچکا تھا کہ اگلے دو ماہ تک کوئی دشمن اس کے لیے مسئلہ نہیں بنے گا۔ جب اس مشین کی خرابی دور ہوجائے گی اور اس کی توانائی اور کارکردگی بڑھ جائے گی تو اس مشین سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جائے گا۔

رات گیارہ بجے سے پہلے ہی عالی اور سراج خیال خوانی کے ذریعے جگن بی کے اندر پہنچ گئے۔ مشین نے جو وقت بتایا تھا، ٹھیک اسی وقت وہ اپنے کمرے میں پہنچی تھی اور اپنے علاوہ اپنی ہی آواز سن کر ایکدم سے گھبرا کر چارپائی پر بیٹھ گئی تھی۔

عالی اور سراج سمجھ گئے کہ وہ خود نہیں بیٹھی تھی بلکہ کسی عامل نے اسے بٹھادیا تھا پھر اس کے بعد اسے لٹادیا تھا۔ وہ اس کے اوپر بعد ہی گہری نیند میں ڈوب گئی تھی۔ اس کے اندر بولنے والا بہت ہی شاطر تھا۔ اپنی آواز اور لب ولہجہ نہیں سنا رہا تھا اور جگن بی کی آواز میں ہی اس پر تنویمی عمل کررہا تھا۔

یہ بات سمجھ میں آگئی کہ دشمن نے غیر معمولی مشین کے ذریعے زرد رنگ کے لباس میں چھپ کر عالی کے سسرال والوں کو اور ملازموں کو دیکھا تھا پھر آلۂ کار بنانے کے لیے جگن بی کو منتخب کیا تھا۔ اب اس کے ذہن میں یہ نقش کیا جارہا تھا کہ وہ دوسرے دن کھیر میں زہر ملائے گی۔

عالی نے یہ بھی کہا کہ زہر کی ایک چھوٹی سی شیشی اس کے تکیے کے نیچے ہے۔ وہ دوسرے دن خانساماں سے نظریں بچا کر اس شیشی سے چند قطرے کھیر میں ٹپکادے گی۔

پھر عامل نے اسے صبح تک گہری نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ عالی اور سراج اس کے اندر سے نکل آئے۔ اس نے سراج سے کہا۔ ''تم جاؤ، باقی کام میں کرلوں گی۔ ضرورت ہوگی تو تمہیں بلاؤں گی۔''

وہ چلا گیا۔ عالی نے ایمان کو تنویمی عمل کے متعلق بتایا پھر کہا۔ ''ہم کل کھانے کے وقت تک دشمن کو خوش فہمی میں مبتلا رکھیں گے۔ تم چپ چاپ جگن بی کے کمرے میں جاؤ۔ وہ گہری نیند میں ہے۔ عامل دوبارہ اپنی تسلی کے لیے آئے گا تو اس کے خوابیدہ خیالات پڑھ کر مطمئن ہوجائے گا۔ جگن بی کی نداآنکھوں کے باعث وہ آپ کو وہاں آتے نہیں دیکھے گا۔''

''میں سمجھ گیا۔ تم چاہتی ہو، میں زہر کی وہ شیشی بدل دوں۔''

''جی ہاں، آپ بالکل ویسی ہی دوسری شیشی میں تیزاب کا عرق ڈال کر جگن بی کے سرہانے رکھ دیں۔''

عالی کے مشورے کے مطابق یہی کیا گیا۔ دوسرے دن جگن بی نے تنویمی نیند سے بیدار ہوکر غسل کیا پھر بے اختیار تکیے کے نیچے سے شیشی کو نکال کر اپنے گریبان میں چھپا لیا۔ ایسے وقت اس عامل نے ضرور اس کے اندر آکر اطمینان کیا ہوگا کہ وہ بوڑھی معمولہ وہی کررہی ہے جو اس کے دماغ میں نقش کیا گیا ہے۔

دوپہر کو کھانے کا وقت ہوا تو خانساماں میز پر ڈشیں لا کر رکھنے لگا۔ ایسے وقت جگن بی کچن میں تنہا تھی۔ اس شیشی کو گریبان سے نکال کر کھیر میں چند قطرے ٹپکا رہی تھی۔ یقیناً عامل بھی یہ دیکھ کر مطمئن ہورہا ہوگا۔

نادیدہ تنظیم کے تین افسران زرد رنگ میں چھپے مشین کی اسکرین پر جگن بی کو دیکھ رہے تھے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹف گائی نے بتایا تھا کہ اس نے کس طرح جگن بی کو ٹریپ کیا ہے اور وہ آئندہ عالی کے حلق تک کس طرح زہر پہنچائے گی؟

ٹف گائی نے ان افسران سے جو کہا تھا، وہی ہورہا تھا۔ زہریلی ڈش کھانے والوں کے درمیان پہنچ گئی تھی۔ تجسس یہ تھا کہ اس ڈش کو سب سے پہلے عالی چکھے گی یا نہیں...؟

یہ اندیشہ تھا کہ عالی سے پہلے کوئی اسے کھانے کے بعد مرے گا تو بھید کھل جائے گا۔

تجسس میں مبتلا رہنے والے افسران نے دیکھا۔ عالی نے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سویٹ ڈش کو اٹھالیا تھا۔

ایسے وقت سونیا نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے ان افسران کو مخاطب کیا۔ ''ہائے... تم بھی دیکھ رہے ہو۔ میں بھی دیکھ رہی ہوں۔ میری بیٹی نے زہریلی کھیر اپنی پلیٹ میں لی ہے۔ خوش ہورہے ہوناں؟''

سونیا کی تحریر پڑھ کر تمام افسران چونک کر ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ ان کی آنکھیں سوال کررہی تھیں، سونیا کو کیسے معلوم ہوگیا کہ اس کی بیٹی کے حلق سے زہر اترنے والا ہے؟ اور معلوم ہوگیا ہے تو وہ بیٹی کو زہر کھانے سے کیوں نہیں روک رہی ہے؟

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسکرین پر عالی کو دیکھ رہے تھے۔ اس نے اپنی ساس کی پلیٹ میں بھی کھیر ڈالی تھی پھر دونوں نے ایک ایک چمچ کھانے کے بعد کہا۔ ''بڑی لذیذ کھیر ہے۔ گلاب کی خوشبو آرہی ہے۔''

وہ خانساماں کی تعریف کرکے کھیر کھاتی جارہی تھیں۔

ٹف گائی نے افسران سے کہا تھا کہ وہ زہر سریع الاثر ہے۔ عالی اسے منہ میں رکھتے ہی دوسری سانس نہیں لے سکے گی۔

سونیا نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے کہا۔ ''ہیلو! یہ میں ہو۔ آج تمہارے مذموم ارادوں اور منصوبوں تک پہنچ رہی ہوں۔ کل تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی... دیٹس آل۔''

مشین خاموش ہوگئی۔ افسران بری طرح جھنجلا رہے تھے۔ انہوں نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے ٹف گائی سے پوچھا۔ ''یہ کیا ہوگیا؟ تم نے زہر دیا تھا، وہ قطرے آبِ حیات کیسے بن گئے؟''

ٹف گائی خانساماں کے اندر رہ کر عالی کو زندہ سلامت دیکھ رہا تھا۔ حیران ہو رہا تھا۔ وہ تمام افسران اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے نہیں آتے تھے۔ اپنی آواز بھی نہیں سناتے تھے۔ صرف کمیونیکیشن مشین کے ذریعے باتیں کرتے تھے۔

ٹف گائی اپنی مشین کے ذریعے بولا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا' زہر نے اثر کیوں نہیں کیا؟ آپ یقین کریں۔ ایک ہی بات دماغ میں گونج رہی ہے' ان مسلمانوں کے پاس روحانی عمل کا زبردست جادو ہے۔ یہ جادو کے ذریعے ہمارے منصوبوں تک پہنچ جاتے ہیں۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا' یہ عورت کیا بلا ہے؟ ہمیں یقین ہے' تم نے اس کے حلق تک زہر پہنچانے میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی ہے مگر ایک بات سمجھ میں آرہی ہے۔''

ٹف گائی نے کہا۔ ''کوئی کام کی بات ہے تو حکم کریں۔ میں ابھی دوسرا حملہ کروں گا۔''

''اب اِدھر کا رُخ بھی نہ کرنا ورنہ جان سے جاؤ گے۔ جو بات سمجھ میں آرہی ہے' وہ یہ ہے کہ تم سونیا کی نظروں میں آگئے ہو۔''

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''وہی کہہ رہا ہوں' جو عقل سمجھا رہی ہے۔ میں روحانی عمل کو یا جادو کو نہیں مانتا۔ سونیا تمہیں اپنی مشین کے ذریعے دیکھ لیتی ہے۔ ہوسکتا ہے' اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے دماغ تک پہنچ نہ پاتے ہوں لیکن اس عورت نے مشین کی اسکرین پر تمہیں خیال خوانی کرتے اور اس بوڑھی پر تنویمی عمل کرتے دیکھا ہے۔ اس نے اسکرین پر زہر کی شیشی بھی دیکھی اور اسے بڑی مکاری سے بدل دیا۔''

دوسرے افسران تائید میں سر ہلانے لگے۔ وہ ٹف گائی سے کہہ رہا تھا۔ ''ہم صرف تین افسران ایک دوسرے کے روبرو آتے ہیں اور تنہائی میں باتیں کرتے ہیں۔ باقی یوگا جاننے والے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے افسران سے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گفتگو کرتے ہیں۔ ہماری یہ احتیاطی تدابیر کام آرہی ہیں۔ اگر ہم براہِ راست گفتگو کرتے تو وہ عورت اب تک ہمیں فنا کر چکی ہوتی۔''

وہ بولا۔ ''اگر میں سونیا کی نظروں میں آچکا ہوں تو یہ میری بدنصیبی ہے۔ آپ بتائیں' موجودہ حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارا سرمایہ ہو۔ بہت مضبوط ہتھیار ہو۔ ہم تم میں سے کسی کو بھی کھونا نہیں چاہیں گے۔ فی الحال تم ہم سے دور ہو جاؤ۔ کچھ عرصے تک کسی دوسرے ملک میں جا کر رہو۔''

''آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ ہم نے سونیا کی اکلوتی بیٹی کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہا۔ وہ ایسی جان لیوا دشمنی کے باوجود چپ ہے۔ اس نے نہ تو انتقامی کارروائی کی ہے' نہ آئندہ ہمیں نقصان پہنچانے کی دھمکی دی ہے۔''

''واقعی اس نکتے پر غور کرنا چاہیے کہ وہ فی الحال انتقامی کارروائی کیوں نہیں کر رہی ہے؟ ہاں مگر اس نے دھمکی دی ہے کہ آج وہ ہمارے منصوبوں تک پہنچ رہی ہے' کل ہماری شہ رگ تک پہنچ جائے گی... کل مستقبل قریب بھی ہوسکتا ہے۔ مستقبل بعید بھی ہوسکتا ہے اور یہ کل... آنے والا کل بھی ہوسکتا ہے۔ اب تو یہی دھڑکا لگا رہے گا کہ پتا نہیں وہ آج یا کل کیا کرنے والی ہے؟ بہرحال تم آج ہی اس ملک سے کہیں دور چلے جاؤ۔''

ٹف گائی نے کمیونیکیشن مشین بند کردی۔ وہ اپنی عارضی رہائش گاہ میں تھا۔ ہمیشہ ہی اس کی رہائش گاہ عارضی ہوتی تھی۔ وہ کبھی ضرورت اور کبھی حالات سے مجبور ہوکر جگہ بدلتا رہتا تھا۔

اس وقت بھی وہ مکان ہی نہیں اپنے آباؤ اجداد کا ملک بھی چھوڑ کر جانے والا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے سوئٹزرلینڈ جانے کے لیے ایک فلائٹ میں سیٹ حاصل کی پھر اپنے سفری بیگ میں ضروری سامان رکھنے لگا۔ اسی وقت اس کی داشتہ واش روم سے باہر آکر اس سے لپٹ گئی۔ ''تم تو اپنا کمر بند کیے سو رہے تھے۔ اب جاگتے ہی پیکنگ کیوں کر رہے ہو؟''

وہ دوسرے کمرے میں نادیدہ تنظیم کے افسران سے باتیں کر رہا تھا۔ اپنا سیکرٹ کرائے پر آنے والی عورتوں کو نہیں بتاتا تھا۔ اس نے کہا۔ ''میرے سونے جاگنے اور آنے جانے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔''

وہ بولی۔ ''تم بہت اچھے ہو۔ منہ مانگی رقم سے بھی زیادہ دیتے ہو۔ تمہیں یوں اچانک نہیں جانے دوں گی۔ مجھے بھی ساتھ لے چلو یا پھر یہاں عیش کرو۔''

''مجھے تو جانا ہے۔ تم روک سکتی ہو تو روک لو۔''

وہ اسے روکنے کے لیے بڑے جذباتی انداز میں بھڑکانے لگی۔ وہ بولا۔ ''واقعی تم آگ کی طرح دہکا دیتی ہو۔ بیڈ پر چلو... میں آتا ہوں۔''

وہ بیڈ پر آکر لیٹ گئی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر اسے دعوت دینا چاہتی تھی مگر ہاتھ پھیلا نہ سکی۔ آنکھیں بند ہوگئیں پھر وہ گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔ اس نے قریب آکر اس کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''تم آگ لگانے کے لیے پیدا ہوئی ہو اور میں بجھانے کے لیے... ویل اسی طرح بجھی رہو۔''

وہ اپنا بیگ اٹھا کر باہر آگیا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ائرپورٹ کی طرف جانے لگا۔ اب سے تھوڑی دیر پہلے آؤڈی مین اس کی رہائش گاہ کے قریب سے گزر رہا تھا۔ اپنی غیر معمولی قوتِ سماعت کے ذریعے اس کی آواز سن کر سوچنے لگا۔ ''یہ آواز پہلے بھی سن چکا ہوں۔ مجھے اچھی طرح سننا چاہیے۔''

اس نے کار ایک طرف روک دی۔ توجہ سے سننے لگا۔ اس وقت ٹف گائی اپنی داشتہ سے کہہ رہا تھا۔ ''میرے سونے جاگنے اور آنے جانے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔''

جواباً اس حسینہ کی باتیں سنائی دے رہی تھیں۔ آؤڈی مین بڑی توجہ سے ٹف گائی کی باتیں سن رہا تھا۔ کچھ یوں لگ رہا تھا' جیسے سنی ہوئی آواز ذرا بدل گئی ہے۔ لب و لہجے میں تبدیلی آگئی ہے۔ اس نے ذرا چونک کر سوچا۔ ''یہ تو ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹف گائی سے ملتی جلتی آواز ہے۔''

وہ اس رہائش گاہ کی طرف دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ٹف گائی سفری بیگ اٹھائے باہر گلی میں آیا تھا۔ ایک ٹیکسی کو روک کر کہیں جا رہا تھا۔ آؤڈی مین نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے فون کے ذریعے ... برین ماسٹر کو مخاطب کیا اور اسے ٹف گائی کے متعلق بتانے لگا۔

برین ماسٹر... نے مشین کی اسکرین پر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اب تک تم نے کتنے ہی لوگوں پر شبہ کیا پھر پتا چلا' وہ ہمارے مطلوبہ افراد نہیں ہیں۔ بہرحال اسے بھی دیکھ لیتے ہیں۔''

ٹف گائی ائرپورٹ پہنچا تو آؤڈی مین تیزی سے چلتا ہوا آکر اس سے ٹکرا گیا پھر بولا۔ ''سوری، مجھے جلدی ہے۔ واش روم جا رہا ہوں... ویری ویری سوری۔''

وہ دوڑنے کے انداز میں واش روم کی طرف جانے لگا۔ یوں اس کے قریب آنے سے ٹف گائی واضح طور پر اسکرین پر دکھائی دینے لگا ... برین ماسٹر اسے اپنی مشین میں سیو کر رہا تھا۔ اس کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے مشین کو آپریٹ کر رہا تھا۔ مشین ٹف گائی کو ٹریس کرنے لگی۔ اس کی اصلیت کا سراغ لگانے لگی۔

سیارے والوں نے بڑی خطرناک مشین ایجاد کی تھی۔ اس کی اسکرین پر جس کی بھی تصویر نظر آتی تھی۔ وہ اس کی اصلیت اس کا نام اور پتا ٹھکانا بتا دیتی تھی ..... برین ماسٹر کو معلوم ہوا کہ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹف گائی ہے اور ابھی ایک فلائٹ سے سوئٹزرلینڈ جا رہا ہے۔

اس نے خوش ہوکر سونیا کو مخاطب کیا۔ ''میڈم! ہم نے بازی مار لی۔ اپنی اسکرین پر نادیدہ تنظیم کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹف گائی کو دیکھیں۔''

سونیا اسے اسکرین پر دیکھ رہی تھی۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر ویٹنگ روم کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی ہدایت پر چار یار بھی اسے دیکھنے لگے۔ وہ بولی۔ ''فور کاسٹ کرنے والی مشین سے معلوم کرو' آئندہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

وہ بڑی سی اسکرین پر نظر آنے لگا۔ ایک گھنٹے بعد طیارے میں بیٹھا میگزین کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ سراج نے کہا۔ ''میڈم ہم سفر کے دوران اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ اپنا تابع دار بنا سکتے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''یہ نہ بھولو' نادیدہ تنظیم کے افسران اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وقتاً فوقتاً مشین کے ذریعے دیکھتے ہوں گے۔''

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''بے شک، وہ لوگ ٹف گائی کو اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوتے دیکھیں گے تو اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے خیالات پڑھنے کا حکم دیں گے۔ یوں انہیں معلوم ہوجائے گا کہ ہم اسے ٹریپ کر رہے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''اور انہیں یہی معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ اسے بڑے آرام سے' بڑے صبر سے اپنا تابع دار بنایا جائے گا۔

اس کے بعد اسے چھپائے رکھنے کا مسئلہ درپیش ہوگا۔ ہم اسے چوبیس گھنٹے سر سے پاؤں تک زرد رنگ میں چھپا کر نہیں رکھ سکیں گے۔ وقت کی چھلانگ لگاؤ اور دیکھو، آئندہ ہم کیا کرنے والے ہیں اور اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

وہ مشین کو آپریٹ کرتے ہوئے ہر چھ گھنٹے کی چھلانگ لگانے لگے... پہلے چھ گھنٹے بعد برین ماسٹر نے کہا۔ ''میڈم ٹف گائی سوئٹزرلینڈ پہنچنے والا ہے اور میں وہاں سے پچیس کلو میٹر دور ایک پہاڑی علاقے میں ہوں۔ میرے کاٹیج کو باہر سے زرد رنگ کا پینٹ کیا جائے گا تو تمام غیر معمولی مشینوں کی اسکرین پر وہ کاٹیج نظر نہیں آئے گا۔ جس طرح ہم زرد رنگ کے لباس میں چھپ جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ کاٹیج بھی دشمنوں کی مشینوں سے اوجھل ہو جائے گا پھر ٹف گائی کو یہاں لا کر چھپایا جا سکے گا۔''

لہٰذا اس حکمتِ عملی پر عمل کیا گیا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس جو سوئٹزرلینڈ میں تھے۔ سونیا نے انہیں..... برین ماسٹر کے خفیہ کاٹیج کا پتا بتاتے ہوئے ہدایت کی کہ جتنی جلدی ممکن ہو، اس کاٹیج کو زرد رنگ میں رنگ دیں۔ کھڑکیاں، دروازے، برآمدے کے فرش اور لکڑی کے تمام ستونوں پر زرد رنگ چڑھا دیا جائے۔

وہ کاٹیج گھنے درختوں کے جھنڈ میں چھپا ہوا تھا۔ وہاں سے شاذ و نادر ہی کسی کا گزر ہوتا تھا۔ سونیا کی ہدایت کے مطابق عمل ہونے لگا۔ انہوں نے مزید چھ گھنٹے بعد دیکھا۔ ٹف گائی سوئٹزرلینڈ کے ایک ہوٹل میں تھا۔ اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔

اس وقت الپا ٹیلی پیتھی کے ذریعے سونیا سے کہہ رہی تھی ''..... برین ماسٹر ابھی ٹف گائی پر تنویمی عمل کر رہا ہے۔ میں بھی اس کے اندر جا رہی ہوں۔ جس مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا جائے گا' اس کا علم ہمیں بھی ہونا چاہیے۔''

سونیا نے کہا۔ ''بے شک، اگرچہ جوزف ہارڈی نے ..... برین ماسٹر کو ہمارا تابع دار بنا لیا ہے پھر بھی اس پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ جاؤ اپنا کام کرو۔''

اگلے بارہ گھنٹوں کے بعد برین ماسٹر کا کاٹیج زرد رنگ کے باعث غیر معمولی مشین کی اسکرین سے غائب ہو چکا تھا۔ برین ماسٹر اور ٹف گائی آئندہ وہاں چھپ کر رہنے والے تھے۔

دوسری طرف نادیدہ تنظیم کے افسران نے کسی ضرورت سے ٹف گائی کو کمیونیکیشن مشین کے ذریعے مخاطب کیا تو انہیں کوئی جواب نہ ملا۔ انہوں نے مشین کی اسکرین پر اسے تلاش کیا۔ سادہ اسکرین پر تحریر اُبھرنے لگی۔ ''ہی از نو وئیر.....ناٹ ٹریس ایبل۔''

اس افسر نے مشین کو بند کر کے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ اچانک اسے موت آ گئی ہے اور وہ دنیا سے نابود ہو گیا ہے۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''کوئی گڑبڑ ہے۔ کسی نے اسے ٹریپ کیا ہے اور زرد رنگ کے لباس میں چھپا دیا ہے۔''

''ایسا تو سونیا ہی کر سکتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ٹف گائی اس کے شکنجے میں آ گیا ہے۔''

''ہم سونیا سے پوچھ نہیں سکتے' اگر اس نے ایسا نہ کیا... تو اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ایک اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔''

''بے شک، ہم اسے اپنی کوئی کمزوری نہیں بتائیں گے۔''

سونیا خاموش تھی۔ اس نے ٹف گائی کے متعلق ان سے کوئی بات نہیں کی۔ اتنی بڑی کامیابی حاصل کر کے چپ چاپ انہیں اُلجھا رہی تھی۔ وہ یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ اس کی موت واقع ہو چکی ہے۔ وہ کہیں بھی جا کر مرتا تو اس کے کیونکہ ابھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ آئندہ چھتیس گھنٹوں میں منصوبے کے مطابق عمل کر کے وہ نتائج حاصل کیے جا سکتے تھے' جس کی پیش گوئی فور کاسٹ کرنے والی مشین نے کی۔

یوں سونیا ان نادیدہ افسران کے مقابلے میں پہلی بڑی کامیابی حاصل کرنے والی تھی۔

اس نے چھ گھنٹے بعد وہی سب کچھ دیکھا۔ الپا آ کر کہہ رہی تھی۔ ''مما..... برین ماسٹر ابھی ٹف گائی پر تنویمی عمل کر رہا ہے۔ میں بھی اس کے اندر جا رہی ہوں۔ جس مخصوص لب و لہجے کے ذریعے ٹف گائی کے دماغ کو لاک کیا جائے گا' اس کا علم ہمیں بھی ہونا چاہیے۔''

سونیا نے کہا۔ ''بے شک، اگرچہ جوزف ہارڈی نے برین ماسٹر کو ہمارا تابع دار بنا لیا ہے پھر بھی اس پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ جاؤ اپنا کام کرو۔''

اگلے بارہ گھنٹوں کے بعد برین ماسٹر کا کاٹیج زرد رنگ کے باعث غیر معمولی مشین کی اسکرین سے غائب ہو چکا تھا۔ برین ماسٹر اور ٹف گائی آئندہ وہاں چھپ کر رہنے والے تھے۔

دوسری طرف نادیدہ تنظیم کے افسران نے کسی ضرورت سے ٹف گائی کو کمیونیکیشن مشین کے ذریعے مخاطب کیا تو انہیں کوئی جواب نہ ملا۔ انہوں نے مشین کی اسکرین پر اسے تلاش کیا۔ سادہ اسکرین پر تحریر اُبھرنے لگی۔ ''ہی از نو وئیر.....ناٹ ٹریس ایبل۔''

اس افسر نے مشین کو بند کر کے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ اچانک اسے موت آ گئی ہے اور وہ دنیا سے نابود ہو گیا ہے۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''کوئی گڑبڑ ہے۔ کسی نے اسے ٹریپ کیا ہے اور زرد رنگ کے لباس میں چھپا دیا ہے۔''

''ایسا تو سونیا ہی کر سکتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ٹف گائی اس کے شکنجے میں آ گیا ہے۔''

''ہم سونیا سے پوچھ نہیں سکتے' اگر اس نے ایسا نہ کیا... تو اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ایک اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔''

''بے شک، ہم اسے اپنی کوئی کمزوری نہیں بتائیں گے۔''

سونیا خاموش تھی۔ اس نے ٹف گائی کے متعلق ان سے کوئی بات نہیں کی۔ اتنی بڑی کامیابی حاصل کر کے چپ چاپ انہیں اُلجھا رہی تھی۔ وہ یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ اس کی موت واقع ہو چکی ہے۔ وہ کہیں بھی جا کر مرتا تو اس کے

پاسپورٹ کے مطابق واشنگٹن میں اطلاع پہنچائی جاتی اور ایسی کوئی اطلاع اب تک واشنگٹن نہیں پہنچی تھی۔

یہ سونیا کا نفسیاتی حملہ تھا۔ وہ ان پر وہ نشینوں کو ذہنی طور دباؤ میں لا رہی تھی۔

☆☆☆

میری زندگی ہنگاموں سے بھرپور رہی۔ اب یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ میں ایک طویل عرصے تک آرام سے بیٹھا رہ جاتا اور صرف سونیا زندگی کے کٹھن حالات سے نبرد آزما رہتی۔

اب میرے حالات بدلنے والے تھے۔ سونیا کا خیال تھا' میرے لیے پیچیدہ حالات پیدا نہیں ہوں گے۔ اس لیے میرے مستقبل کا حال جاننا ضروری نہیں تھا۔ وہ کبھی کبھی مجھ سے رابطہ کرتی تھی۔ مختصر سی بات کرتی اور مجھے خیر خیریت سے دیکھ کر مطمئن ہوجاتی تھی۔

اس نے میری اور ندا کی شادی کے دن مجھے شادی کی مبارکباد دی۔ میں نے ندا کو اس مشین کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔

سونیا نے مجھ سے کہا۔ ''تم ایک عام بزنس مین کی طرح گھریلو اور معاشرتی زندگی گزار رہے ہو۔ یہ مشین کبھی تمہارے لیے مسائل پیدا کرسکتی ہے۔ تم ہماری سازشی دنیا کی ہیرا پھیری کو نہیں سمجھتے۔ نادیدہ تنظیم والے کبھی اپنی مشین پر تمہیں دیکھ سکتے ہیں۔ تمہاری پُرسکون زندگی میں ہلچل پیدا کرسکتے ہیں۔''

میں اس غیر معمولی مشین کو آپریٹ کرتا رہتا تھا۔ اس سے مجھے مفید معلومات حاصل ہوتی تھیں۔ یہ معلوم ہوا تھا کہ بابا صاحب کا ادارہ دینِ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ سونیا اور میرے ہم نام فرہاد کو ادارے کے اہم ستون کی حیثیت حاصل ہے۔

مجھے یورپ' امریکا کے اکابرین اور سیارے والوں کے متعلق بھی خاصی معلومات حاصل ہوچکی تھیں۔ سونیا کی عجیب وغریب دنیا اچھی لگتی تھی۔ اس لیے اس مشین کے ساتھ بڑی ہی دلچسپی سے وقت گزارتا تھا۔

سونیا نے کہا۔ ''سیارے سے آنے والا جمال احمد تمہاری بیٹی کے ساتھ ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس سے یہ مشین لے لی گئی ہے۔ وہ کبھی دشمنوں کی نظروں میں نہیں آئے گا۔ میں چاہتی ہوں' تم وہ مشین میرے حوالے کردو۔ ان جھمیلوں سے دور ہوجاؤ۔ ندا کے ساتھ چین وآرام سے زندگی گزارو۔''

میں نے کہا۔ ''میں تمہاری کسی بات سے انکار نہیں کروں گا۔ یہ مشین نہ رہے تب بھی خیال خوانی کے ذریعے اپنے آس پاس ہونے والی سازشوں سے باخبر رہوں گا مگر اس سے دلچسپی کی ایک ہی وجہ ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''وہ وجہ کیا ہے؟''

''میرا دل کہتا ہے' میں اس کی اسکرین پر کسی دن تمہارے فرہاد کو ڈھونڈ نکالوں گا۔''

''میں تمہارے جذبات کی قدر کرتی ہوں مگر میں یہ نہیں چاہتی کہ تم دشمنوں کی نظر میں آجاؤ۔ وہ اس مشین کو حاصل کرنے کے لیے تمہاری ندا کو' تمہاری بیٹی فہمی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ تمہاری جان کے دشمن بن سکتے ہیں۔''

''تم دُرست کہتی ہو۔ یہ مشین لے جاؤ۔ میں خیال خوانی کے ذریعے فرہاد علی تیمور کو تلاش کرتا رہوں گا۔''

''خدا تمہاری کوششوں میں تمہیں کامیاب کرے۔ میرا ایک کارکن ایک گھنٹے کے اندر تمہارے پاس آئے گا۔ وہ مشین اس کے حوالے کردو۔''

بابا صاحب کے ادارے کا ایک جاسوس لاہور میں تھا۔ وہ میرے پاس آگیا۔ کبھی میں اس ادارے کے ایک ایک جاسوس کو اچھی طرح جانتا تھا مگر اس وقت وہ میرے لیے اجنبی تھا۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے۔ سونیا نے مشین کے ذریعے اسے دیکھا پھر مجھ سے کہا۔ ''یہ میرا کارکن ہے۔ مشین اسے دے دو۔''

ہمارا یہ فیصلہ دُرست تھا۔ مجھے چین وآرام سے زندگی گزارنے کے لیے اس مشین سے اور ان لوگوں کے تمام معاملات سے دور رہنا چاہیے تھا۔ سونیا کا ماتحت مشین لے کر چلا گیا۔

یہ بیان کرتے ہوئے عجیب سا لگتا ہے کہ میں نے اس عمر میں ایک جوان لڑکی سے شادی کی تھی۔ ماضی کو بھولنے کے باعث یہ بھول گیا تھا کہ اب تک کتنی شادیاں کرچکا ہوں؟ گرہستی اور اولاد کے حساب سے آمنہ اور سونیا میری دو ہی بیویاں تھیں اور ان دونوں سے میری اولادیں تھیں۔

یہ میری بدنصیبی تھی کہ ان سب سے محروم ہوچکا تھا۔ سونیا سے رابطہ ہونے کے باوجود اسے پہچان نہیں پارہا تھا۔ ان حالات میں تقدیر نے ندا کو میری شریکِ حیات بنادیا تھا۔ اس کے دل میں یہ ارمان تھا کہ ہنی مون کے لیے سوئٹزرلینڈ جائیں لیکن وہ ہیڈ آفس کو جنرل منیجر کے حوالے کرکے ہنی مون منانا نہیں چاہتی تھی۔

جب میں نے سوئٹزرلینڈ جانے کے لیے اس کے سامنے ٹکٹ اور پاسپورٹ لاکر رکھا تو اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''یہ آپ کیا کررہے ہیں؟ کیا ہم اتنے بڑے کاروبار سے غافل ہوکر پرائے ملک میں خوشیاں منائیں گے؟''

میں نے کہا۔ ''تم جوان ہو۔ ایسے کاروبار اور ایسی دولت کا کیا فائدہ کہ میں تمہاری تمام خواہشات پوری نہ کرسکوں۔ چلو سامان پیک کرو۔ ٹکٹ واپس نہیں ہوں گے۔''

''مگر بزنس کے کچھ معاملات ایسے ہیں' جنہیں میں ہی یہاں رہ کر سنبھال سکتی ہوں۔''

''ہمارا جنرل منیجر تم سے زیادہ تجربہ کار ہے۔ ہم دونوں اس پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ بحث نہ کرو۔ تیاری کرو۔ کل صبح نو بجے کی فلائٹ ہے۔''

جنرل منیجر واقعی قابلِ اعتماد تھا۔ میں کبھی کبھی اس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہوجاتا تھا۔ ہم دوسرے دن کی شام جنیوا پہنچ گئے۔ اتفاق سے وہی کاٹیج کرائے پر لیا' جس میں کبھی ثنا (نومی کرسٹل) کے ساتھ مختصر سے ازدواجی زندگی گزار چکا تھا۔ اسی کاٹیج کے ایک کمرے میں ڈرامائی طور پر میری موت ہوئی تھی۔ سونیا کے سوا سب ہی کو یقین ہوگیا تھا کہ میں مرچکا ہوں۔

میں نے اس کاٹیج کے اندر آکر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ایسا لگتا ہے' جیسے پہلے بھی یہاں آچکا ہوں۔''

ندا نے میری گردن میں بانہیں ڈال کر کہا۔ ''آپ بزنس کے معاملات میں پتا نہیں کتنی بار جنیوا آچکے ہیں۔ آپ کی یادداشت کمزور ہوگئی ہے۔ خوامخواہ اُلجھا نہ کریں۔''

ندا نے اپنے پیار میں اُلجھا لیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ سونیا اس وقت اسکرین پر ہمیں دیکھ رہی ہے۔ ایسی رازدار تنہائی کا منظر دیکھنا نہیں چاہیے۔ یہ اخلاقاً جائز نہیں ہے لیکن وہ کچھ دیکھ کر رک گئی تھی۔

میں پیار میں اُلجھا جس طرح برت رہا تھا۔ وہ انداز سونیا کے اندر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ ''یہی میرا فرہاد ہے.... یہی میرا مرد ہے.... یہ اسی طرح ایک ایک ہیجے کے ساتھ عشق کے مکتب کو کھنگالتا ہے۔ میں برسوں سے دن رات اس کی تنہائیوں کی رازدار رہی ہوں۔ یہ دنیا سے چھپ سکتا ہے' مجھ سے نہیں چھپ سکتا۔''

اس نے مشین کو آف کردیا۔ سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔ دھڑکنیں بے ترتیب ہورہی تھیں۔ دل کا پاگل پن کہہ رہا تھا' ابھی اُڑ کر میرے پاس چلی آئے مگر عقل کہہ رہی تھی کہ اچھا ہوا' میں اس سے دور ہوں۔ اب یقین ہوچکا ہے۔ میں اور زیادہ محتاط رہوں گی۔ ہمارے درمیان فاصلہ رہے گا تو میرا فرہاد خیریت سے زندگی گزارتا رہے گا۔

وہ بڑے جذبے سے' بڑی محبت سے میرے بارے میں سوچ رہی تھی۔ ایسے وقت جوزف ہارڈی نے آکر کہا۔ ''میڈم میں ڈسٹرب تو نہیں کررہا ہوں؟''

''نہیں، بولو... کچھ کہنے آئے ہو؟''

''جی ہاں، فور کاسٹ کرنے والی مشین کا اسٹیمنا ختم ہورہا ہے۔''

اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''اب کیا ہوا؟''

''ہم ..... برین ماسٹر اور ٹف گائی کے بارے میں اگلے دو ماہ تک کی معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن مشین صرف آج اور کل کی باتیں بتا کر خاموش ہوگئی ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''مشین کے اندر کوئی خرابی بڑھتی اور پھیلتی جارہی تھی۔ تم لوگوں نے اس خرابی کو اہمیت نہیں دی۔ اب فوراً اسے کھول کر ایک ایک پرزے کو دیکھو۔ جو خرابیاں ہیں' انہیں دور کرو۔ اس کے علاوہ فاضل پرزے تیار کرو۔''

''ہم یہی کرنے جارہے ہیں مگر ناکارہ پرزوں کو دوبارہ تیار کرنے میں کئی ماہ لگ جائیں گے۔''

''جتنا بھی وقت لگے۔ مشین کی کارکردگی پہلے کی طرح بھرپور ہونی چاہیے۔ آئندہ فاضل پرزے تیار رہیں گے تو اس کی مرمت کرنے میں زیادہ وقت ضائع نہیں ہوگا۔''

اسے کہتے ہیں مقدر کا کھیل... اس فور کاسٹ کرنے والی مشین کے تمام پرزے کھل گئے۔ کچھ عرصے تک سونیا اور چار یار دشمنوں کی سازشوں کو عمل میں آنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

سونیا مجھے غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دیکھتی اور الپا' عالی اور کبریا کے ذریعے میری خیریت معلوم کرتی رہتی تھی۔ میں بھی خیال خوانی کرتا اور ہر دوسرے تیسرے روز اس سے بات کرلیتا تھا۔ ابھی کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اس لیے فور کاسٹ کرنے والی مشین کی کمی محسوس نہیں ہورہی تھی۔

پھر حالات نے کروٹ بدلی۔ ایک شام میں نے ندا سے کہا۔ ''آج ہم کیسینو چلیں گے۔ تاش کے پتوں سے قسمت کو آزمائیں گے۔''

ندا نے کہا۔ ''جوا کھیلنا اچھی بات نہیں ہے۔ اس کی لت پڑجائے تو بڑے بڑے دولت مند کنگال ہوجاتے ہیں۔''

''تم جانتی ہو' میں کبھی جوا نہیں کھیلتا۔ آج یونہی شغل کے طور پر دیکھوں گا کہ کس طرح ہار ہوتی اور کس طرح جیت مقدر بن جاتی ہے؟''

وہ مجھ سے کسی معاملے میں بحث نہیں کرتی تھی، اس

لیے میرے ساتھ کیسینو میں آ گئی۔ ہم نے وہاں ڈائننگ ہال میں ڈنر کیا۔ کافی پی پھر کیسینو کے اس حصے میں آ گئے جو تاش کھیلنے والوں کے لیے وقف تھا۔ میں اس بات سے بے خبر تھا کہ کوئی شخص مجھے دور ہی دور سے تاڑ رہا ہے۔

وہ نادیدہ تنظیم کا ایک اعلیٰ افسر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے ذہن نے چیخ کر کہا۔ ''یہ تو فرہاد علی تیمور ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں روپوش رہ کر زندگی کے مزے لوٹ رہا ہے۔''

اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے ان تین اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا جو نادیدہ تنظیم کے سربراہ تھے۔ غیر معمولی مشین ان تینوں کے پاس رہا کرتی تھی۔ اعلیٰ افسر نے تحریری پیغام دیا۔ ''میں زیرو ٹو زیرو بول رہا ہوں۔ فرہاد علی تیمور کے متعلق یہ اُلجھن ہے کہ وہ مر چکا ہے یا روپوش ہے۔ آج یہ بھید کھل گیا ہے۔ میں جنیوا کے ایک کیسینو میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔''

ایک سربراہ نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ''کیا یقین ہو چکا ہے کہ وہ فرہاد ہی ہے۔ کوئی ہمرد بیا نہیں ہے؟''

''یقین کرنے کے لیے اس کے دماغ میں گھسنا ہوگا۔ اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہو' میرے اندر آئے اور فرہاد کے اندر پہنچنے کا راستہ بنائے۔''

''انتظار کرو۔ ابھی کرمسن واسکوڈی تمہارے پاس آ رہا ہے۔''

میں ندا کے ساتھ ایک میز پر آ کر بیٹھ گیا۔ ایک شخص وہاں سے اٹھنا چاہتا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا میرے ساتھ ایک بازی ہو سکتی ہے؟''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ ''سوری... جتنی رقم تھی' اسے ہار چکا ہوں۔ کسی اور کے ساتھ کھیل کر مقدر کو آزماؤ۔''

وہ وہاں سے چلا گیا۔ اعلیٰ آفیسر زیرو ٹو زیرو نے میز کے دوسری طرف بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''کون جانے مقدر کس کا ساتھ دیتا ہے اور کس کا ساتھ چھوڑتا ہے؟ آؤ آزما لیتے ہیں۔''

ایک حسینہ ایک ٹرالی میں تاش کی گڈی' مختلف شرابوں کی بوتلیں' سگریٹ کے پیکٹ اور ہزاروں ڈالرز کے ٹوکن لے کر آ گئی۔ اس نے تاش کی گڈی کو ہمارے درمیان رکھا۔ میں نے کہا۔ ''میں سگریٹ نہیں پیتا۔ پینے کی چیز پیتا ہوں۔ مجھے شی وازریگل کا ڈبل پیگ دو۔''

ندا نے مجھے گھور کر دیکھا۔ وہ جانتی تھی' فرہاد انور شاہ رات کے کھانے سے پہلے دو چار پیگ لیتا ہے مگر وہ چاہتی تھی کہ میں کیسینو میں بیٹھ کر شرابی ہونے کا مظاہرہ نہ کروں۔

نادانستگی میں کیا گیا یہ مظاہرہ میرے حق میں تھا۔ زیرو ٹو زیرو مایوس ہو کر سوچ رہا تھا۔ ''فرہاد کا ریکارڈ کہتا ہے کہ وہ شراب نہیں پیتا۔ ویسے کوئی بھی یوگا اور ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی بھی نشے کو منہ نہیں لگاتا۔ کیا یہ فرہاد نظر آنے والا ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے؟''

وہ سوچ رہا تھا اور اپنے سامنے رکھا ہوا جام اٹھا کر پی رہا تھا۔ میں تاش کے پتے پھینٹتے ہوئے اس کے اندر پہنچ گیا۔ ایسے ہی وقت کرمسن واسکوڈی اس کے اندر آ کر پوچھ رہا تھا۔ ''فرہاد علی تیمور کہاں ہے؟''

اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''میرے سامنے بیٹھا پتے بانٹ رہا ہے۔ اس کے اندر جاؤ۔''

یہ سنتے ہی میں واپس آ گیا۔ میں نے کیسینو کے بینک میں پچاس ہزار ڈالرز جمع کرائے تھے۔ حسینہ میرے مطالبے کے مطابق پچیس ہزار ڈالرز کے ٹوکن رکھ رہی تھی۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا تھا مگر کوئی بے چینی ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ جب وہ خیالات پڑھ کر چلا گیا تو میں زیرو ٹو زیرو کے اندر پہنچ گیا۔

کوئی اس سے کہہ رہا تھا۔ ''یہ فرہاد علی تیمور نہیں' فرہاد انور شاہ ہے۔ سونیا سے اور بابا صاحب کے ادارے سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔''

ہمارے آگے سو سو ڈالرز کے ٹوکن رکھے ہوئے تھے۔ ہم دو دو' چار چار ٹوکن کی چالیں چل رہے تھے۔ میں معلوم کر چکا تھا کہ اس کے پتے کمزور ہیں۔ میں نے ایکدم سے پچاس ٹوکن آگے بڑھاتے ہوئے پانچ ہزار ڈالرز کی چال چلی۔ اس نے کرمسن واسکوڈی سے پوچھا۔ ''کیا فرہاد کے پاس مجھ سے بڑے پتے ہیں؟''

''اس کے پاس ٹرپل نائن ہیں۔ تمہیں دس ہزار ڈالرز دے کر شو کرانا ہوگا۔''

اس نے کرمسن واسکوڈی سے کہا۔ ''اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ میرے پتے کمزور ہیں؟ اس نے اچانک ہی پانچ ہزار کی چال چلی ہے۔ مجھے شبہ ہے' یہ خیال خوانی جانتا ہے۔''

واسکوڈی نے کہا۔ ''نہیں جانتا ہے... تم خوامخواہ شبہ کر رہے ہو۔''

زیرو ٹو زیرو نے کہا۔ ''تم میرے اندر رہو' میں دوسری بازی کھیل کر اپنا شبہ دور کروں گا۔''

میں نے پہلی بازی میں دس ہزار ڈالرز سے زیادہ رقم جیت لی۔ ندا خوش ہو رہی تھی۔ میں نے پھر پتے بانٹے۔ اس بار میرے پاس دو کوئین اور ایک سٹہ تھا اور اس کے پاس دو بادشاہ اور ایک نہلا۔

واسکوڈی نے کہا۔ ''اس بار تمہارے پتے بڑے ہیں۔ لمبی چالیں چلو۔ میں ابھی آتا ہوں۔''

''کہاں جا رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''مجھے یاد آ رہا ہے' فرہاد پر زہر اثر نہیں کرتا کیونکہ وہ زہریلا ہے' اس لیے شراب کو پانی کی طرح پیتا ہے۔ میں تھری بگس (تین سربراہ) کے پاس جا کر تصدیق کروں گا پھر آ جاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے جاؤ۔ دس منٹ میں واپس آؤ۔''

وہ چلا گیا۔ دس منٹ بہت ہوتے ہیں۔ اس کے جاتے ہی میں نے زیرو ٹو زیرو کو غائب دماغ بنا دیا۔ آرمی کی خفیہ تنظیم یعنی نادیدہ تنظیم کے تمام افراد یوگا کے ماہر تھے۔ میرے سامنے بیٹھ کر کھیلنے والا بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا لیکن اس وقت وہ شراب پی رہا تھا۔ اس لیے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے اسے غائب دماغ بنا کر بڑی پھرتی سے پتے بدل دیے۔ میرے پاس تیسری کوئین بھی آ گئی۔ میں نے ایک دم سے پچیس ہزار ڈالرز کی چال چلی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''اچانک اتنی بڑی چال...؟ کیا تم اناڑی ہو؟ یا تمہارے پاس بڑے پتے آ گئے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''پچاس ہزار دے کر شو کراؤ' ابھی معلوم ہو جائے گا۔''

واسکوڈی اسے کہہ گیا تھا کہ میرے پتے کمزور ہیں۔ اس نے پچاس ہزار کے ٹوکن آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''شو!''

میں نے اسے پتے دکھائے تو وہ حیرانی سے تقریباً چیختے ہوئے بولا۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تمہارے پتے تو...''

وہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کسی خیال خوانی کرنے والے نے اسے دھوکا دیا ہے۔ واسکوڈی نے آ کر اس سے کہا۔ ''میں نے ابھی تھری بگس سے پوچھا وہ کہہ رہے ہیں....''

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ''تم نے کچھ بھی پوچھا ہے۔ پہلے یہ بتاؤ' مجھ سے جھوٹ کیوں کہا تھا کہ میرے پتے بڑے ہیں؟''

''میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ اس کے پاس دو کوئین...''

''دو نہیں... تین کوئین تھیں۔ اس نے ایک ہی جھٹکے میں میرے پچاس ہزار ڈالرز جیت لیے ہیں۔''

واسکوڈی نے کہا۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے...؟ نہیں، میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

ہمارے پتے گڈی میں مل گئے تھے۔ انہیں دوبارہ نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ اس نے میرے خیالات پڑھے۔ میری سوچ نے کہا۔ ''میرے پاس تین کوئین تھیں۔''

اس نے میری سوچ میں کہا۔ ''نہیں دو کوئین تھیں۔''

میری سوچ نے کہا۔ ''پتے اٹھاتے ہی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا' تین کوئین تھیں۔''

غصّے میں اس کی آواز بدل گئی اور چیخ کر بولا۔ ''بکواس کرتے ہو۔ تمہارے پاس تین نہیں' دو کوئین تھیں۔''

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر پریشانی ظاہر کی۔ ندا نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

میں نے کہا۔ ''پتا نہیں.... میں نے اپنے اندر کسی کی آواز سنی ہے۔ وہ غصّے میں کہہ رہا تھا کہ بکواس نہ کرو۔ تمہارے پاس تین نہیں' دو کوئین تھیں۔''

زیرو ٹو زیرو مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ ''ایسے تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اندر آ کر بولتا ہے۔ کیا ابھی تم بول رہے تھے؟''

وہ بولا۔ ''فضول باتیں نہ کرو۔ میں یہ علم جانتا تو پہلے دس ہزار اور پھر پچاس ہزار ڈالرز بھی نہ ہارتا۔ تم خیال خوانی جانتے ہو۔ تم نے فراڈ کیا ہے۔ میری اتنی بڑی رقم لے جا رہے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''ثابت کرو' میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ ثابت ہو جائے تو اپنی رقم لے جانا۔''

کیسینو کے منیجر نے آ کر ٹوکنوں کی گنتی کی پھر باسٹھ ہزار ڈالرز کی رسید میرے نام لکھ کر چلا گیا۔ میں وہاں کے بینک سے کسی وقت بھی وہ رقم لے سکتا تھا۔ میں موقع دیکھ کر زیرو ٹو زیرو کے اندر جاتا، کرمسن واسکوڈی کے ساتھ اس کی باتیں سنتا پھر واپس آ جاتا۔

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ندا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''آؤ' ہم یہ رقم اپنے بینک اکاونٹ میں ٹرانسفر کرائیں گے پھر آئس اسکیٹنگ دیکھیں گے۔''

میں ندا کے ساتھ وہاں سے بینک میں چلا آیا۔ واسکوڈی نے نادیدہ تنظیم کے تھری بگس یعنی تین سربراہوں سے میرے زہریلے ہونے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا۔ ''فرہاد کی جو ہسٹری ہمارے ریکارڈ میں ہے' اس کے مطابق زہر اس پر اثر نہیں کرتا ہے۔ دنیا کا ہر نشہ اس کے لیے پانی ہے۔ وہ شراب کو پانی کی طرح پیتا ہے۔ کبھی نشے میں نہیں بہکتا۔ بالکل نارمل رہتا ہے۔''

زیرو ٹو زیرو نے کہا۔ ''جب اسے نشہ نہیں ہوتا' اس کا دماغ کمزور نہیں ہوتا تو پھر وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کرتا؟ یا محسوس کرتا ہے اور ہمیں دھوکا دیتا ہے؟ وہ کچھ ایسی مکاری کر رہا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔''

''میں اس کے دماغ میں جا رہا ہوں۔ اسے نظروں میں رکھوں گا۔ تم تھری بگس سے کہو' ہمیں نانوے فیصد یقین ہے کہ یہ فرہاد علی تیمور ہے۔ جو ایک فیصد اُلجھن رہ گئی ہے اسے کسی طرح دور کرنا ہوگا۔ یہاں جنیوا میں سی آئی اے والے اس کے چاروں طرف جال بچھا دیں۔ اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے۔''

میں بینک کے معاملات سے نمٹ کر نداکے ساتھ آئس اسکیٹنگ کلب میں آ گیا۔ وہاں اسکیٹنگ کرنے والی عورتیں اور مرد برف کی چکنی سطح پر طرح طرح کے دلچسپ کمالات دکھا رہے تھے۔ ندا خوش تھی اور خوب انجوائے کر رہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا۔ ''وہ کون لوگ تھے' جو مجھے فرہاد علی تیمور سمجھ رہے تھے؟ کیا اب وہ میرے پیچھے پڑے رہیں گے؟''

میں بڑی دیر تک اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا رہا۔ جب اس نے دیکھا' میں آئندہ ایک آدھ گھنٹے تک آئس اسکیٹنگ میں دلچسپی لیتا رہوں گا تو وہ چلا گیا۔

اس کے واپس آنے تک میں زیرو ٹو زیرو کے خیالات پڑھنے لگا۔ معلوم ہوا' اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے تھری بگس سے رابطہ کیا تھا۔ ان سے کہا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ اس سلسلے میں جو شبہ ہے' اسے جلد ہی دور کیا جائے گا۔ فی الحال سی آئی اے والوں سے اس کی نگرانی کرائی جائے۔ سی آئی اے کے افسران کو تاکید کی جائے کہ وہ ضروری معاملات میں میرے احکامات کی تعمیل کریں۔

ابھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' وہ تھری بگس کون لوگ ہیں؟ ویسے غیر معمولی مشین کے ذریعے میں نے اچھی خاصی معلومات حاصل کی تھیں۔ اس حد تک سمجھ گیا تھا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور یوگا جاننے والے افسران مجھے گھیر رہے ہیں۔ جب تک انہیں یقین نہیں ہوگا کہ میں ان کا مطلوبہ فرہاد نہیں ...فرہاد انور شاہ ہوں۔ وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔

تھری بگس نے اپنی مشین کی اسکرین پر مجھے دیکھا تھا۔ وہ مشین انہیں میری فیملی ہسٹری بتا رہی تھی۔ میری ایک بہن' دو بھائیوں اور دو بیٹوں نے میرا کاروبار اور دولت و جائیداد حاصل کرنے کے لیے کس طرح مجھ سے عداوت کی تھی؟ مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتے تھے مگر خود ہی ایک ایک کر کے جہنم میں پہنچ گئے۔

روحانی عمل کے باعث میری اصل ہسٹری پردۂ راز میں تھی۔ بابا فرید واسطی نے کہا تھا' سیارے سے آنے والا جمال احمد بھی دشمنوں سے محفوظ رہے گا۔

ایمان کی بات ہے۔ جمال احمد نے سچے دل سے اسلام قبول کیا۔ یہ بہت بڑا انعام تھا کہ دشمن اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچے۔

غیر معمولی مشین نے تھری بگس کو بتایا۔ ''یہ فرہاد انور شاہ لاہور کا ایک کروڑ پتی بزنس مین ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

واسکوڈی کے علاوہ دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے آ کر میرے خیالات اچھی طرح پڑھے۔ انہوں نے بھی تھری بگس کو رپورٹ دی۔ ''یہ فرہاد علی تیمور نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے نہ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا ہے۔ اس کے خیالات بتا رہے ہیں' یہ لاہور میں ایک پُرامن شہری کی طرح زندگی گزار رہا ہے۔''

زیرو ٹو زیرو نے کہا۔ ''مگر اس کے پاس دو کوئین تھیں۔ تیسری کوئین کہاں سے آ گئی؟''

تھری بگس نے کہا۔ ''واسکوڈی مغالطہ ہوا تھا۔ اس کے پاس تین کوئین تھیں مگر وہ پتوں کے نیچے چھپی ہوئی تیسری کوئین کو دیکھ نہ پایا۔ اس کی ایک غلطی کے باعث تم نے باسٹھ ہزار ڈالرز ہارے۔''

وہ بولا۔ ''میں مانتا ہوں' مغالطہ ہوا ہے۔ واسکوڈی کو تنبیہ کی جائے۔ اس کی ایک غلطی سے آج مالی نقصان پہنچا ہے کل جانی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔''

ان کا شبہ تقریباً دور ہو چکا تھا۔ وہ مجھے فرہاد انور شاہ تسلیم کرنے لگے۔ انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حکم دیا کہ وہ کبھی کبھی میرے دماغ میں جھانک کر دیکھتے رہیں۔ میں ان سے غافل نہیں تھا۔ زیرو ٹو زیرو کے اندر جا کر اس کے خیالات پڑھ چکا تھا۔

میں نے سونے سے پہلے اس پر تنویمی عمل کیا۔ ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا پھر مطمئن ہو گیا۔ میں آئندہ اس کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا کہ وہ لوگ میرے متعلق کیا سوچ رہے ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

سونیا مجھ سے غافل نہیں تھی۔ جنیوا میں میرے ساتھ جو کچھ ہوا' اسے اسکرین پر دیکھتی رہی تھی۔ اگر تھری بگس

میرے مشکلات پیدا کرتے تو میرے آگے ڈھال بن جاتی اور جوابی کارروائی کرتی۔

ویسے میں اس کی مدد کے بغیر مخالفین سے نمٹ رہا تھا۔ انہیں اپنے فرہاد نہ ہونے کا یقین دلا چکا تھا۔ سونیا نے بھی زیرو ٹو زیرو کو اپنی مشین میں قید کر لیا۔

اس نے الپا نے کہا۔ ''وہ نشے میں ہے۔ اپنی مصروفیات سے فارغ ہو کر سونے جائے گا تو تم اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابع دار بنا لینا۔''

الپا اس کی ہدایت کے مطابق آدھی رات کے بعد زیرو ٹو زیرو کے اندر پہنچی تو مجھے اس پر تنویمی عمل کرتے ہوئے پایا۔ اس نے مداخلت نہیں کی۔ جس خاص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا گیا تھا۔ وہ اسے ذہن نشین کر کے سونیا کے پاس آ گئی پھر اسے میرے متعلق بتایا۔

سونیا مطمئن ہو کر بولی۔ ''اپنی حفاظت آپ کرنا اس کی فطرت ہے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے الپا... وہ تمہارے پاپا ہیں۔''

الپا نے کہا۔ ''ایک بار پہلے بھی اپنوں کو اور دشمنوں کو یقین ہو گیا تھا کہ پاپا اس دنیا سے رُخصت ہو چکے ہیں۔ صرف آپ کو یقین نہیں تھا۔ ایک بیوی اپنے شوہر کو جس قدر ڈوب کر پہچانتی ہے۔ اس طرح کوئی اور پہچان نہیں سکتا۔ آپ کہہ رہی ہیں تو یہی ہمارے پاپا ہوں گے۔''

''آئندہ تم سب کو محتاط رہنا ہے۔ عالی اور کبریا سے بھی کہہ دو' نادیدہ تنظیم کے کسی فرد کو معلوم نہ ہو کہ ہم ان سے رابطہ رکھتے ہیں۔''

سونیا نہیں چاہتی تھی کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کے دوست یا دشمن مجھے کسی پہلو سے اہم سمجھیں اور کسی بھی بہانے مجھ سے رابطہ کریں۔ اس لیے اس نے غیر معمولی مشین مجھ سے لے لی تھی مگر اس کے باوجود گردش حالات مجھے نادیدہ تنظیم والوں کے نظروں میں لے آئے۔

میں بھی اپنی فطرت سے باز آنے والا نہیں تھا۔ میں نے اس تنظیم کے ایک افسر زیرو ٹو زیرو کو اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا تھا۔ میری اس حرکت کے باعث بات بڑھنے والی تھی جو سونیا نہیں چاہتی تھی' وہی ہونے والا تھا۔

برین ماسٹر زرد رنگ کے کاٹیج میں قیدی بن کر رہ گیا تھا۔ ٹف گائی اس کے ساتھ رہتا تھا۔ اگرچہ وہ تابع دار بن چکا تھا مگر ... برین ماسٹر اپنے اس تابع دار سے کوئی کام نہیں لے سکتا تھا۔ اس کی جگہ کوئی جوان عورت ہوتی تو دل بہلانے کے کام آتی۔

دل بہلانے کے لیے وہی ایک غیر معمولی مشین تھی۔ وہ ٹف گائی کو ایک کمرے میں بند رکھتا تھا۔ بوریت دور کرنے کے لیے مشین کو مختلف انداز میں آپریٹ کرتا رہتا تھا۔ اس طرح کچھ نئی معلومات حاصل ہو جاتیں۔

وہ بیزار ہو کر سوچتا تھا۔ ''میں ایسی معلومات کا کیا کروں؟ اس چار دیواری سے باہر کھلی فضا میں سانس لے سکتا ہوں' نہ ہی ان معلومات سے فائدہ اٹھا کر پہلے کی طرح آزاد اور خود مختار رہنے والا پُراسرار ... برین ماسٹر کہلا سکتا ہوں۔''

کبھی وہ سوچتا۔ ''اگر میں نادیدہ تنظیم والوں کی گرفت میں ہوتا تو وہ بھی مجھے سونیا سے اور مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بچانے کے لیے کسی چار دیواری میں اسی طرح قیدی بنا کر رکھتے۔ کیا میں ہمیشہ قیدی بن کر زندگی گزارتا رہوں گا؟''

وہ باغیانہ انداز میں سوچنے لگتا۔ ''سونیا نے مجھے پناہ دے کر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ اس کی چالبازیاں اور مکاریاں دیر سے سمجھ میں آتی ہیں۔ اس نے دشمنوں کے حملوں سے بچانے کے لیے مجھے یہاں چھپایا ہے۔ نہ چھپاتی تو کیا ہوتا؟ کوئی دشمن بھی مجھے جان سے نہیں مارے گا۔ میری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔''

وہ سونیا سے بدظن ہو رہا تھا۔ عالی حیدر آباد دکن میں اور بے باک مومن لندن میں آزادی سے زندگی گزار رہے تھے۔ دشمن انہیں نقصان نہیں پہنچا رہے تھے۔ یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ سونیا ان کی حفاظت کرتی ہے۔

یہ خیال اسے مخالفانہ انداز سے بھڑکا رہا تھا۔ ''سونیا صرف مسلمانوں کی ہمدرد ہے۔ اسی لیے بے باک مومن کے لیے حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں۔ میں عیسائی ہوں' اس لیے مجھے قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔ مجھے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ سونیا مجھ سے مخلص نہیں ہے۔ مجھے اُلو بنا رہی ہے۔''

اس نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق سوچا۔ وہ سب آزادی سے زندگی گزارتے ہوئے اپنے ملک کے لیے کام کر رہے تھے۔ نادیدہ تنظیم انہیں تحفظ فراہم کر رہی تھی۔ دنیا میں آزادی اور خود مختاری سے رہنے کے لیے دل مچلنے لگا۔ اس کی عقل سمجھا رہی تھی کہ اسے زرد کاٹیج کی قید سے اور سونیا کے طلسم سے جلد از جلد نکلنا چاہیے۔

وہ سوچ رہا تھا اور مشین کو آپریٹ کر رہا تھا۔ ایسے وقت اسکرین پر تحریر اُبھرنے لگی۔ ''اس مشین کی کارکردگی آٹھ ماہ

کے لیے تھی۔ وقت ختم ہورہا ہے۔''

ماسٹر نے پریشان ہوکر وہ تحریر دوبارہ پڑھی۔ یہ ایک نئی پریشان کن اطلاع تھی۔

ٹھیک اسی وقت تمام مشینوں پر یہی اطلاع مل رہی تھی۔ سونیا اور عالی کی مشینیں' اکابرین اور نادیدہ تنظیم والوں کی مشینیں اپنی کارکردگی کے اختتام کو پہنچنے والی تھیں۔ یہ سب ہی کے لیے حیرانی اور پریشانی کی بات تھی۔

سونیا نے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا۔ وہاں کے سائنس دانوں سے پوچھا۔ ''سیارے سے آنے والی مشینیں ناکارہ ہورہی ہیں۔ آپ حضرات نے جو مشینیں ایجاد کی ہیں۔ ان کی کارکردگی کیسی ہے؟''

انہوں نے جواب دیا۔ ''ہماری تیار کی ہوئی مشینیں زیادہ سے زیادہ ایک ماہ تک کارکردگی دکھاتی ہیں پھر ناکارہ ہوجاتی ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''اس کی وجہ کیا ہے؟''

''ہم نے سیارے کی ایک مشین کی چند پرزوں کو آگ میں گلا کر دیکھا۔ ان فولادی پرزوں میں ایک ایسی دھات کی آمیزش ہے' جو ہماری دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ یہ نایاب دھات صرف سیارے والوں کے پاس ہے۔ اس کی اضافی مقدار سے مشین کی کارکردگی بڑھائی جاتی ہے۔''

اس ادارے کے ایک مکینک نے کہا۔ ''اس دھات کی مقدار کے مطابق گریٹ ایشورارا نے حساب لگایا ہوگا کہ سیارے سے جانے والی مشینیں صرف آٹھ ماہ تک کارآمد رہیں گی پھر ناکارہ ہوجائیں گی۔''

امریکی سائنس داں بھی اپنے اکابرین کو اور نادیدہ تنظیم والوں کو یہی رپورٹ دے رہے تھے۔ ان سے کہہ رہے تھے۔ ''ایسی ہی دوسری مشینیں تیار کی گئی ہیں مگر یہ سب کھلونوں کی طرح ہیں۔ کچھ دنوں تک کام کرتی ہیں پھر ناکارہ ہوجاتی ہیں۔ سیارے میں پیدا ہونے والی دھات کسی طرح لائی جائے تب دوبارہ ایسی مشینیں تیار ہوسکیں گی۔''

یہ ایسی بات تھی کہ نہ تو من تیل ہوگا' نہ رادھا ناچے گی۔ نہ سیارے سے وہ دھات آسکے گی' نہ آئندہ غیر معمولی مشینیں تیار ہوسکیں گی۔۔۔۔ برین ماسٹر نے خوشی سے اچھل کر حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے آزادی کا نعرہ لگایا پھر زرد رنگ کے نقاب کو اتارتا ہوا' دوڑتا ہوا' اس کا میچ سے باہر آگیا۔

ٹف گائی بھی اس کے ساتھ کھلے آسمان کے نیچے آگیا تھا۔ دونوں خوشی سے پاگل ہوکر اِدھر سے اُدھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ اب وہ زرد رنگ کے قیدی نہیں رہے تھے۔ دنیا کے تمام رنگ ان کے لیے تھے۔ وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک آزادی سے آجاسکتے تھے۔

وہ ہری بھری گھاس کو اور رنگ برنگے پھولوں کو دیکھتے رہے خوش ہوتے رہے پھر برین ماسٹر نے سوچا۔ ''مجھے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اس کا میچ کو فوراً چھوڑ دینا چاہیے۔''

اس نے ٹف گائی کو حکم دیا۔ ''کا میچ میں چلو۔ اپنا ضروری سامان پیک کرو۔ ہم ابھی یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔''

وہ دونوں اندر آکر ضروری سامان پیک کرنے لگے۔

اس نے پچھلی رات ٹف گائی پر دوبارہ عمل کیا تھا۔ اسے یقین تھا' وہ آئندہ کئی دنوں تک اس کا تابع دار بن کر رہے گا۔ کبھی اسے دھوکا نہیں دے گا۔ تنویمی عمل کا اثر ختم ہونے سے پہلے اس پر دوبارہ عمل کیا جائے گا۔ وہ کبھی اسے رہائی پانے نہیں دے گا۔

وہ دونوں اپنا اپنا سفری بیگ اٹھا کر چل دیے مگر دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی لڑکھڑا کر گر پڑے۔ فوراً ہی اٹھنا چاہا تو اُٹھتے اُٹھتے پھر گر پڑے۔ دماغ ان کے قابو میں نہیں تھا۔ وہ پریشان ہوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

تب برین ماسٹر نے اپنے اندر جوزف ہارڈی کی آواز سنی۔ ''ہیلو برین ماسٹر! کہاں کا ارادہ ہے؟''

وہ سائنس روک کر آنے والے کو بھگانا چاہتا تھا مگر اپنی مرضی سے ایسا نہ کرسکا۔ اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''کون ہوتم...؟ کیا تم نے میری لاعلمی میں مجھے تابع دار بنالیا ہے؟''

اسے آواز سنائی دی۔ ''کوئی سوال نہ کرو۔ میڈم تمہیں بلارہی ہیں۔ فوراً جاؤ۔''

بات سمجھ میں آگئی' سونیا کی گرفت مضبوط ہے۔ وہ فرار نہیں ہوسکے گا۔ اُڑنے سے پہلے ہی اس کے پر کاٹے جاچکے ہیں۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے اندر آکر بولا۔ ''میڈم آپ کا یہ خادم حاضر ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کہاں جارہے ہو؟''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''آپ کو چھوڑ کر کہاں جاسکتا ہوں؟ سوجا زرد رنگ کے پردوں سے نکلنے کی آزادی مل رہی ہے۔ اب کسی دشمن کی مشین مجھے دیکھ نہیں سکے گی۔''

''اور تم نے سوچا' میری مشین بھی تمہیں نہیں دیکھ سکے گی۔''

وہ جلدی سے بولا۔ ''نہیں، آپ کی تو ہزار آنکھیں ہیں۔ میں بھلا آپ سے چھپ کر کہاں رہ سکتا ہوں؟ میں نے سوچا تھا' کسی دوسری خفیہ پناہ گاہ میں پہنچ کر آپ سے رابطہ کروں گا۔''

''یہ کامیچ بھی خفیہ ہے۔ اکابرین اور نادیدہ تنظیم والے پہلے اس کے بارے میں کچھ جانتے تھے' نہ آئندہ جان سکیں گے پھر یہاں سے کیوں جارہے ہو؟''

''میرا دل گھبرا رہا تھا۔ کیا میں آپ کے سائے میں رہ کر اپنی مرضی سے جگہ نہیں بدل سکتا؟''

''بے شک، تم آزاد تھے' آزاد ہی رہتے لیکن جگہ بدلنے سے پہلے تمہاری نیت بدل گئی۔ میرے خیال خوانی کرنے والوں نے بتایا ہے' تم مجھ سے بدظن ہوچکے ہو۔ تمہارے دماغ میں یہ بات سما گئی ہے کہ میں اپنی بیٹی عالی اور بے باک مومن کو بھرپور تحفظ فراہم کرتی ہوں۔ اس لیے وہ آزادی سے دنیا میں رہتے ہیں۔ تم مسلمان نہیں ہو' اس لیے تمہیں قیدی بنا کر رکھا ہے۔''

''میڈم کیا یہ سچ نہیں ہے؟''

''نہیں' یہ تمہارے دماغ کا فتور ہے۔ تمہاری نیت بدل گئی۔ اس لیے تمہاری سوچ اور وفاداری بھی بدل گئی۔ عالی قیدی بن کر نہیں رہتی ہے لیکن آزاد رہ کر اس نے دو بار جان لیوا حملوں سے خود کو بچایا ہے۔'' وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ''اگر چہ وہ حملے گریٹ ایشورارا کی طرف سے ہوئے تھے لیکن نادیدہ تنظیم والوں کو عقل آگئی کہ ہم پر حملے کرنے کے نتائج کیا ہوتے ہیں؟ گریٹ ایشورارا کے دو اہم ماتحت مارے گئے تھے اور ان کی مشینیں چھین لی گئی تھیں۔ ان نتائج کے پیش نظر بے باک مومن پر حملے نہیں کیے جارہے ہیں۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''پھر تو وہ خوفزدہ ہوکر مجھ پر بھی حملے نہ کرتے۔ آپ مجھے چھپنے پر کیوں مجبور کرتی رہیں؟''

''اس لیے کہ بے باک مومن کے پاس غیر معمولی مشین نہیں ہے۔ یہ مشین تمہارے پاس ہے۔ تمہارے پاس دو بڑی قوتیں جمع ہوگئی تھیں۔ ایک قوت یہ کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو' دوسری یہ کہ غیر معمولی مشین رکھتے ہو۔ نادیدہ تنظیم والے ان دو قوتوں کے ساتھ تمہیں حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کا خطرہ مول لے سکتے تھے۔'' وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''میں تمہاری بہتری کے لیے کچھ عرصے تک تمہیں روپوش رہنے دیتی۔ ساری زندگی قیدی بنا کر نہ رکھتی مگر تم جیسے لوگ پیدائشی طور پر احسان فراموش ہوتے ہو۔ جاؤ، میں تمہیں آزاد کرتی ہوں۔ تم یہاں سے جاسکتے ہو۔''

وہ بولا۔ ''پر کاٹ کر کہتی ہیں' میں اُڑ سکتا ہوں۔ آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے غلام بنا چکے ہیں۔ میں دنیا کے کسی بھی خطے میں پہنچ کر غلام ہی رہوں گا۔''

''تم بھول رہے ہو۔ کیا ہماری لائف ہسٹری یاد نہیں ہے؟ ہماری یہ خوبی بھول چکے ہو کہ دوست ہو یا دشمن... ہم کسی کو غلام بنا کر نہیں رکھتے؟ یہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا لائف گائی تمہارے سامنے ہے۔ اس سے پوچھو' بہت عرصہ پہلے ہم نے اسے اور اس کے ساتھی کو تابع دار بنایا تھا۔ جب ان کے سروں سے خطرہ ٹل گیا تب ہم نے انہیں آزاد کردیا تھا۔''

وہ بولا۔ ''میں مانتا ہوں' آپ اور فرہاد صاحب زبان کی دھنی ہیں۔ جو کہتے ہیں' اسے سچ کر دکھاتے ہیں۔ کیا آئندہ میرے دماغ میں میری اجازت کے بغیر کوئی نہیں آئے گا؟''

''میں وعدہ کرتی ہوں۔ میری طرف سے کوئی عامل تمہارے دماغ میں نہیں آئے گا۔ تم آج سے آزاد ہو مگر صرف تم.... ٹف گائی نہیں.... تم اسے اپنے ساتھ نہیں لے جاؤ گے۔ وہ ہمارا شکار ہے۔''

''میڈم، میں جانتا ہوں۔ آپ جو کہہ رہی ہیں' وہی ہوگا۔ میں جسمانی طور پر ہی نہیں' دماغی طور پر بھی آزاد ہوجاؤں گا۔ ٹف گائی کو چھوڑ کر جارہا ہوں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ بہت گریٹ ہیں۔''

وہ سونیا کے دماغ سے چلا گیا۔ ٹف گائی کو اسی کا میچ میں چھوڑ گیا۔ اسے آزادی مل گئی تھی۔ یہ بہت بڑی بات تھی۔ سونیا نے الپا سے کہا۔ ''ٹف گائی کو تم سنبھالو۔ ابھی اس پر تنویمی عمل کرکے.... برین ماسٹر کا عمل ضائع کردو۔ کسی دوسرے لب ولہجے سے اس کے دماغ کو لاک کرو۔''

دوسرے دن سونیا کی کمیونیکیشن مشین پر سیارے سے سگنل موصول ہوا۔ اس نے مشین کے ایک بٹن کو دبایا۔ گریٹ ایشورارا تحریر کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ ''تمہاری دنیا میں جتنی کمیونیکیشن مشینیں ہیں۔ ان سب کی اسکرین پر میری یہ تحریر پڑھی جاسکتی ہے۔ اے زمین کی پستیوں میں رہنے والو! کہاں ہیں' وہ غیر معمولی مشینیں جو میرے وفاداروں سے چھین لی گئی تھیں؟ میرے جانثار جان سے گئے۔ مشینیں بھی گئیں۔ میرا حوصلہ دیکھو کہ میں نے صبر کیا۔ میں جانتا تھا' آٹھ ماہ بعد تم سب ان مشینوں سے محروم ہوجاؤ گے۔ کمیونیکیشن مشین سے بھی آئندہ رابطہ نہیں ہوسکے گا۔ اس کے پرزوں میں بھی اسی دھات اور کیمیکلز کی آمیزش ہے۔ یہ دھات' یہ کیمیکلز صرف ہمارے سیارے میں ہیں۔ میں پچھلے آٹھ ماہ سے خاموش تھا۔ مجھے اسی دن کا انتظار تھا۔ اب میرے سیارے کی کوئی چیز تمہاری دنیا میں نہیں ہے۔ میرا کوئی ماتحت تمہاری زمین پر نہیں ہے۔ کیا تم سوچ سکتے ہو' آئندہ کیا ہونے والا ہے؟''

سونیا نے تحریری جواب دیا۔ ''اور کیا ہوسکتا ہے؟ ہمارے پاس غیر معمولی مشینیں نہیں رہیں۔ تمہیں یہ اندیشہ تھا کہ ہماری دنیا میں آؤ گے تو ہم اپنی مشینوں کے ذریعے تمہیں دیکھ لیں گے۔ تم ہم سے چھپ کر کہیں نہیں رہ سکو گے۔''

اس نے کہا۔ ''بے شک، اب مجھے کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔ میں آؤں گا اور ایسے انوکھے انداز میں آؤں گا کہ تمہاری روحانی قوتیں بھی مجھے چھو نہیں سکیں گی۔ پچھلے تجربات نے سمجھا دیا ہے، تم ناقابلِ تسخیر ہو۔ اس بار میں سمجھاؤں گا کہ میں ناقابلِ تسخیر ہوں۔ آئندہ سیارے سے کوئی مشین نہیں آئے گی۔ میرا کوئی ماتحت نہیں آئے گا... مگر ہوگا کیا؟ ہوگا یہ کہ صرف میں آؤں گا... تنہا... بالکل تنہا... اور یہ تنہا گریٹ ایشورارا پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دے گا۔ میرے حساب سے آئندہ ایک برس کے اندر پوری دنیا میں میری حکومت قائم ہوجائے گی... میں آنے والا ہوں۔ میرا انتظار کرو۔''

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ یہ حقیقت ابتدا سے سب ہی کے ذہن میں تھی کہ گریٹ ایشورارا شکست کھانے کے بعد کوئی جوابی کارروائی ضرور کرے گا لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ جوابی کارروائی کیا ہوگی؟

اگرچہ اس نے بہت ہی بے تکے انداز میں چیلنج کیا تھا۔ تاہم اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اب دنیا والوں کو بہت زیادہ چوکنا رہنے کی ضرورت تھی۔

نادیدہ تنظیم کے افسران یوگا میں مہارت رکھتے تھے مگر وہ خیال خوانی نہیں جانتے تھے۔ خیال خوانی کی یہ کمی غیر معمولی مشین کے ذریعے پوری ہوتی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے بغیر مشین کی اسکرین پر تمام مطلوبہ افراد کے چھپے ہوئے راز معلوم کرلیتے تھے۔

اس طرح اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بھی وہ محتاج نہیں رہے تھے۔ انہیں اپنے اندر آکر باتیں کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اب تو اپنے دماغ کے دروازوں کو کھولنا ضروری ہوگیا تھا۔ وہ ٹاپ سیکرٹ معاملات کو ٹیلی فون کے ذریعے طے نہیں کرسکتے تھے۔

مختصر یہ کہ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے نادیدہ نہیں رہے تھے۔ گریٹ ایشورارا کی حکمتِ عملی نے انہیں اپنوں کے سامنے بے نقاب کردیا تھا۔ آئندہ وہ ہمارے سامنے بھی کھل کر آنے پر مجبور ہوسکتے تھے۔

میں نہیں جانتا تھا کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں زبردست انقلاب آیا ہے! میرے پاس غیر معمولی مشین نہیں تھی۔ اس لیے اس کے ناکارہ ہوجانے سے میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ البتہ میری لاعلمی میں مجھے موجودہ انقلاب کا فائدہ پہنچنے والا تھا۔

نادیدہ تنظیم کے تھری بگس پہلے کی طرح پُراسرار بن کر رہنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سوچا' اگر پہلے کی طرح گریٹ ایشورارا سے سمجھوتا ہوجائے تو دوست بن کر عارضی طور پر ہی سہی اس سے دوبارہ غیر معمولی مشین حاصل کی جاسکتی ہے۔

ایک افسر نے کہا۔ ''وہ تنہا پوری دنیا کو تسخیر کرکے یہاں حکومت کرنا چاہتا ہے جبکہ یہ ناممکن ہے۔ اسے ہماری ضرورت پڑے گی۔ ہم اس کے کام آئیں گے تو وہ ہمارے کام آئے گا۔''

''ہمیں اس سے رابطہ کرنا چاہیے۔ باتوں ہی باتوں میں یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ آئندہ کیا کرنے والا ہے؟''

انہوں نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''ہم یوگا جاننے والی خفیہ آرمی کے افسران تم سے ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔''

تحریری جواب موصول ہوا۔ ''جو کہنا ہے' فوراً مختصر الفاظ میں کہو۔''

''ہم کامیابی سے پہلے تمہیں یہاں کا حکمران تسلیم کرتے ہیں۔ دوست اور معاون بن کر تمہاری حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں بھرپور تعاون کرنا چاہتے ہیں۔''

''تم لوگ بار بار مسلمانوں سے اور سونیا جیسی ایک تنہا عورت سے مات کھاتے رہے ہو۔ میری مدد کیا خاک کرو گے؟''

''سونیا غیر معمولی مشین کے ذریعے ہم پر بھاری پڑ گئی تھی۔ تمہیں بھی اپنے جانبازوں سمیت یہاں سے بھاگنے پر مجبور کردیا تھا۔ آئندہ وہ ہم پر حاوی نہیں ہوسکے گی۔''

''آئندہ کیا ہوگا' یہ میں جانتا ہوں۔ میری باتیں مضحکہ خیز لگ رہی ہیں مگر جلد ہی دیکھو گے' میں تنہا پوری دنیا کو تسخیر کرتا ہوا دکھائی دوں گا۔''

''تم ہم سے دوستی کرکے اپنی طاقت بڑھا سکتے ہو۔''

''مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ جب میں اپنے جانثار ماتحتوں کو مدد کے لیے ارضی دنیا میں نہیں لاؤں گا تو تم لوگوں سے تعاون کیوں چاہوں گا؟ میں نے ایسی حکمتِ عملی تیار کی ہے کہ میرے لیے کسی کا تعاون ضروری نہیں۔''

شاید وہ آگے بھی کچھ کہنے والا تھا مگر کمیونیکیشن مشین کی اسکرین بجھ گئی۔ وہاں اُبھرنے والی تحریریں مٹ گئیں۔ انہوں نے ہر طرح سے اسے آن کرنا چاہا مگر وہ مشین مردہ

چھوٹے قد والے دِل چھوٹا نہ کریں!!

گروٹال®

چھوٹا پیک 195 روپے
بڑا پیک 325 روپے

انسان کتنا ہی خوش شکل کیوں نہ ہو لیکن اگر اس کا قد چھوٹا رہ جائے تو اس کی خوبصورتی کو گرہن لگ جاتا ہے۔ اس کی شخصیت نامکمل سی رہ جاتی ہے اور وہ احساس کمتری کا شکار ہوجاتا ہے اور پھر مردوں کے لئے تو چھوٹا قد عملی زندگی میں اور بھی دشواریاں پیدا کردیتا ہے۔ ٹی ٹی کی گروٹال ایک ہومیو پیتھک دوا ہے جو مضر اثرات سے پاک ہے۔ اس میں شامل اجزاء انسانی جسم میں سوماٹوٹروپن (نشوونما کا ہارمون) کی پیداوار میں اضافہ کرتے ہیں جس سے ہڈیوں اور ڈھانچے کو تقویت ملتی ہے اور ان کے بڑھنے کی رفتار تیز ہوجاتی ہے۔ گروٹال کے استعمال سے ہر وہ شخص جس کی عمر 30 سال سے کم ہے اپنے قد میں ممکنہ اضافہ کرسکتا ہے۔ گروٹال کی خوش ذائقہ گولی بچے بڑے شوق سے چبا اور بالغ جاہیں تو نگل بھی سکتے ہیں۔ وہ تمام والدین جو اپنے بچوں کے قد کے سلسلے میں فکرمند ہیں انہیں چاہیے کہ گروٹال کو بچوں کی روزانہ خوراک کا حصہ بنادیں۔

اگر آپکی عمر 30 سال سے کم ہے تو گروٹال آپ کا قد بڑھا سکتی ہے

ویٹ آف®

وزن کم کرنا آسان بھی سستا بھی

موٹاپا صرف دیکھنے والوں کو برا نہیں لگتا بلکہ یہ ایک بیماری ہے جس سے ہماری جان بھی جاسکتی ہے۔ آج کل موٹاپے کے علاج کے لئے نت نئے کلینک کھل رہے ہیں جہاں پانچ ہزار سے دس ہزار روپے تک کے خرچ سے چند پاؤنڈ وزن کم کیا جاتا ہے مگر علاج چھوڑتے ہی یہ وزن واپس آجاتا ہے۔ وزن کم کرنے کے جتنے طریقے اس وقت رائج ہیں ان میں ایک خرابی ضرور ہے کہ ان سے انسان بہت کمزور ہوجاتا ہے جلد پر جھریاں نمودار ہوجاتی ہیں اور وہ اپنی عمر سے کئی سال بڑا نظر آنے لگتا ہے۔ یا پھر یہ طریقے بہت مہنگے ہیں اور ان کا اثر دیر پا نہیں اس کے علاوہ ان میں جو دوائیں استعمال ہوتی ہیں وہ اگر مؤثر ہیں ان کے بڑے غلط قسم کے ضمنی اثرات ہوتے ہیں۔ طویل عرصے سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ موٹاپے کا کوئی ایسا علاج سامنے آجائے جو زود اثر ہو اور دیرپا بھی۔ ساتھ ہی یہ بھی لازم تھا کہ یہ علاج آسان تو ہو مگر مہنگا نہ ہو۔ آخر اب ٹی ٹی نے ویٹ آف کے نام سے موٹاپے کا ایک ایسا علاج پیش کردیا ہے جو یہ تمام شرائط پوری کرتا ہے۔ ویٹ آف کے باقاعدہ استعمال سے دل کا، تھائی رونڈ اور معدے کے افعال درست ہوجاتے ہیں اور فاسد مادے اور فالتو رطوبتیں نہ صرف خارج ہوتی ہیں بلکہ آئندہ پیدا بھی نہیں ہوتیں۔ بھوک اور پیاس قابو میں آجاتی ہے اور انسان نہ صرف مناسب حد تک وزن کم کرسکتا ہے بلکہ اس کی رنگت نکھر آتی ہے اور چہرے پر رونق آجاتی ہے۔

ملک بھر کے تمام اچھے میڈیکل، یونانی اور ہومیو سٹورز پر دستیاب

ٹاپ ٹریٹمنٹس 100-بی، ملتان روڈ لاہور 7460746-7416334

Email: toptreatments@hotmail.com
Website: toptreatments.net

ہو چکی تھی۔

انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا۔ ''سونیا اور اکابرین کے پاس کمیونیکیشن مشینیں ہیں۔ معلوم کرو، کیا وہ کام کر رہی ہیں؟''

یہی بات اکابرین بھی معلوم کرنا چاہتے تھے۔ پتا چلا غیر معمولی مشینوں کی طرح تمام کمیونیکیشن مشینیں بھی ناکارہ ہوگئی ہیں۔ آئندہ اس دنیا کے لوگ سیارے کی کسی ٹیکنالوجی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔

نادیدہ تنظیم کے تھری بگس مایوس ہوگئے۔ گریٹ ایشورارا نے انہیں ٹکا سا جواب دیا تھا کہ وہ کسی سے دوستی کیے بغیر، کسی سے مدد حاصل کیے بغیر اس دنیا پر حکومت کرے گا۔

میں زیرو ٹو زیرو کے خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ اس سے پتا چلا کہ مشینوں سے محروم ہونے کے بعد نادیدہ تنظیم کے تھری بگس بہت پریشان ہیں۔ کمیونیکیشن مشینیں بھی نہیں رہی تھیں۔ اس لیے اب وہ فون کے ذریعے اپنی تنظیم کے تمام اہم افسران سے بات کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو اپنی آوازیں سنانے لگے تھے۔

میں زیرو ٹو زیرو کے ذریعے کتنے ہی اہم افسران کی آوازیں سن چکا تھا۔ وہ سب ہی یوگا میں مہارت رکھتے تھے۔ میں نے کسی کے اندر جگہ بنانا ضروری نہ سمجھا۔ فی الوقت زیرو ٹو زیرو کے گھریلو معاملات سے دلچسپی لے رہا تھا۔

اس کی بیٹی رینی ایک ادھیڑ عمر شخص سے متاثر ہوگئی تھی اور اس سے شادی کرنا چاہتی تھی۔

زیرو ٹو زیرو نے رینی سے پوچھا۔ ''وہ بوڑھا کون ہے؟ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

رینی نے کہا۔ ''ڈیڈ وہ بوڑھا نہیں ہے۔ بس عمر کچھ زیادہ ہے۔''

''لیکن جوان لڑکی کے سامنے بوڑھا ہی لگے گا۔''

''نہیں، بوڑھی عورتوں کے سامنے جوان لگتا ہے۔ میری پسند ہے۔ میری اپنی لائف ہے۔ مجھے اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا حق ہے۔''

''پھر بھی کھرے اور کھوٹے کو پہچاننا ضروری ہے۔ ایک بار اس سے ملاقات کراؤ۔''

''آل رائٹ، آج شام اسے چائے پر بلاؤں گی۔''

میں رینی کے معاملے سے اس لیے دلچسپی لے رہا تھا کہ میں بھی بوڑھا تھا اور رینی کے طرح ندا بھی جوان تھی۔ شادی سے پہلے میرے عشق میں گرفتار تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ رینی کے عشق کا اُونٹ کس کروٹ بیٹھنے والا ہے؟

صبح کا وقت تھا۔ ندا ناشتا کرنے کے دوران لاہور ہیڈ آفس کے جنرل منیجر سے فون پر بات کر رہی تھی۔ وہ ہنی مون کے لیے آئی تھی مگر دن رات کاروباری معاملات میں اُلجھی رہتی تھی۔

اس نے فون بند کرتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں واپس جانا چاہیے۔ ہمارے جنرل منیجر صاحب اتنے بڑے کاروبار کو تنہا سنبھال نہیں پا رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ابھی چار دن ہوئے ہیں اور تم واپس جانے کی بات کر رہی ہو؟''

''بس بہت ہوگیا ہنی مون... آپ بزنس کے معاملات سے کچھ زیادہ ہی بے پروا ہوتے جا رہے ہیں۔ پلیز، آج ہی کسی فلائٹ میں سیٹیں حاصل کریں۔''

''سوری ندا، میں اتنی جلدی نہیں جاؤں گا۔ اگر تمہاری موجودگی وہاں ضروری ہے تو تم جاؤ، میں یہاں ایک کاٹیج خریدنا چاہتا ہوں۔ ڈیلنگ ہوجائے گی تب پاکستان جاؤں گا۔''

تھوڑی سی بحث کے بعد وہ تنہا واپس جانے کے لیے راضی ہوگئی۔ میں نے رات گیارہ بجے کی ایک فلائٹ میں اس کے لیے سیٹ او کے کرائی۔ دوپہر تک اسے جی بھر کے شاپنگ کراتا رہا پھر میں نے کاٹیج میں آکر کہا۔ ''میں تھک گیا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں۔ تم سفر کی تیاری کرو۔''

میں ایک کمرے میں آکر بیڈ پر لیٹ گیا۔ زیرو ٹو زیرو نے ہونے والے داماد کو پرکھنے کے لیے اپنی نادیدہ تنظیم کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خدمات حاصل کیں۔ اس سے کہا۔ ''شام کو میرے دماغ میں آنا پھر میرے ہونے والے داماد کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ جانا۔ اس کی اصلیت معلوم کرو۔ میں اپنی بیٹی کو کسی سے دھوکا کھانے نہیں دوں گا۔''

میں زیرو ٹو زیرو کے اندر پہنچا تو وہاں ایک خیال خوانی کرنے والے کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ تمہارا یہ ہونے والا داماد لاکھوں میں ایک ہے۔ رینی بہت سمجھدار ہے۔ اس نے خوب سوچ سمجھ کر اس شخص کو پسند کیا ہے۔ وہ اس کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارے گی۔''

''کیسے گزارے گی؟ میری بیٹی آگے دوڑے گی، وہ پیچھے رہ جائے گا۔ میری بیٹی کے لیے آسمان سے تارے توڑ کر کیا خاک لائے گا؟ ہاتھ بڑھا کر ایک سیب کو بھی توڑ نہیں سکے گا۔ ہانپنے لگے گا۔''

وہ بولا۔ ''ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نہ کوئی مل سکتا ہے، نہ کوئی ہمیں دیکھ سکتا ہے۔ تم نے مجھے نہیں دیکھا ہے۔ میں بھی بوڑھا ہوں مگر یوگا کا ماہر ہوں۔ پندرہ منٹ تک سانس روک لیتا ہوں۔ کسی عورت کے آگے نہیں ہانپتا۔ رینی کا آئیڈیل بھی زبردست ہے۔ بیٹی بالغ ہے۔ تم انکار کرو گے تب بھی یہ اسی سے شادی کرے گی۔ بہتر ہے، راضی خوشی اسے داماد بنالو۔''

رینی کے خیالات نے مجھے بتایا تھا، اس کا آئیڈیل خاصا صحت مند ہے۔ شراب نہیں پیتا۔ اس نے ایک بار رینی کے سامنے پندرہ منٹ تک سانس روکنے کا مظاہرہ کیا تھا۔

میں یہ پڑھ کر حیرانی سے سوچ رہا تھا، جب وہ سانس روکنے کا ماہر ہے تو وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا کیسے اس کے اندر پہنچ گیا؟ اس آئیڈیل نے سانس روک کر اسے واپس کیوں نہیں بھگایا؟

سوچنے کی بات تھی۔ اس آئیڈیل نے اسے اپنے اندر کیوں محسوس کیوں نہیں کیا؟ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے خیالات پڑھ کر اس کی حمایت میں بول رہا تھا۔ زیرو ٹو زیرو کو قائل کر رہا تھا کہ اسے داماد بنالیا جائے۔

دراصل یہ قصّہ کچھ دلچسپ تھا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا وائس مین، رینی کے نوخیز حسن و شباب کو دیکھ کر اس پر فدا ہوگیا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس حسینہ کو اپنی معمولہ بنالیا تھا۔ اس لیے وہ اس کی دیوانی ہوگئی تھی۔

زیرو ٹو زیرو اور وائس مین اگرچہ نادیدہ تنظیم کے اہم افسران تھے تاہم ایک دوسرے کو چہروں سے نہیں پہچانتے تھے۔ اس تنظیم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے سامنے نہیں آتے تھے۔ فون کے ذریعے ایک دوسرے سے شناسائی رکھتے تھے۔

زیرو ٹو زیرو نے فون پر وائس مین سے کہا۔ ''میں اپنے ہونے والے داماد کی خوبیاں اور خامیاں جاننا چاہتا ہوں۔ آج شام تھوڑی دیر کے لیے میرے پاس آکر اس بوڑھے کے خیالات پڑھو۔''

یوں اس نے انجانے میں اپنے ہونے والے داماد کو خیال خوانی کے لیے بلایا تھا پھر اس کے سمجھانے سے سمجھ گیا تھا کہ بیٹی جہاں چاہتی ہے، وہیں اس کی شادی کردی جائے۔

اس وقت میں یہ قصّہ نہیں جانتا تھا مگر اس ہونے والے داماد پر شبہ کر رہا تھا۔ جب وہ نشہ نہیں کرتا تھا اور پندرہ منٹ کے لیے سانس روک لیتا تھا تو اس نے کسی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے اندر کیوں آنے دیا؟ میں اس سوال کا جواب چاہتا تھا اور جواب حاصل کرنے سے پہلے رینی کے آئیڈیل کے اندر جانا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے رات کے گیارہ بجے ایک فلائٹ کے ذریعے ندا کو پاکستان روانہ کیا۔ وہیں ائرپورٹ میں ایک جگہ بیٹھ کر رینی کے خیالات پڑھے۔

وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی وائس مین کی رہائش گاہ کی طرف جا رہی تھی۔ مجھے یوں لگا، جیسے وہ جانا نہیں چاہتی ہے مگر بے اختیار چلی جا رہی ہے۔

میں نے توجہ سے خیالات پڑھے۔ اس کے اندر ایک کمزور سی سوچ کہہ رہی تھی۔ ''مجھے شادی سے پہلے اتنی رات کو اس کے پاس نہیں جانا چاہیے۔''

اس کے برعکس دوسری سوچ اس پر حاوی ہوکر کہہ رہی تھی۔ ''جان وکٹر میرا یار ہے، دلدار ہے۔ میرے حسن و شباب کا مالک ہے۔ شادی سے پہلے اس کے ساتھ رات گزاروں گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

میں فوراً ہی اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اُدھر جانے لگا۔ رینی کی سوچ سے جان وکٹر کی رہائش گاہ کا پتا معلوم ہوگیا تھا۔ یاد داشت گم ہونے کے باوجود مجھے ٹیلی پیتھی کے تمام ہتھکنڈے اچھی طرح یاد تھے۔ میں سمجھ رہا تھا، کوئی خیال خوانی کرنے والا رینی کو اس کی مرضی کے خلاف جان وکٹر کے پاس پہنچا رہا ہے۔

وہ رہائش گاہ ائرپورٹ سے زیادہ دور نہیں تھی۔ میں رینی کے پیچھے پیچھے وہاں پہنچ گیا۔ وہ کار سے اتر رہی تھی۔ دروازے پر جان وکٹر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ دونوں بازو پھیلا کر کہہ رہا تھا۔ ''ویلکم مائی ڈارلنگ! دیکھو محبت میں کتنی کشش ہوتی ہے؟ تم خود ہی کھنچی چلی آئی ہو۔''

وہ پریشان تھی۔ قریب آکر بولی۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا، میں کیسے آگئی؟ شادی سے پہلے اتنی رات کو...''

وہ بات پوری نہ کرسکی۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا پھر دونوں بازوؤں میں اٹھا کر ایک پاؤں سے ٹھوکر مار کر دروازہ کھولتا ہوا اندر جانے لگا۔ میں پنجوں کے بل دوڑتا ہوا دروازے کے قریب پہنچ گیا۔

وہ رینی کو ملائم بیڈ پر پھینکتے ہوئے بولا۔ ''جسٹ آ منٹ.. دروازہ بند کرکے ابھی آیا۔''

وہ دروازے کے قریب آیا تو میں نے اچانک ہی سامنے آکر اسے ایک لات ماری۔ وہ تکلیف کی شدت سے پیٹ پکڑتا ہوا جھک گیا۔ میں نے منہ پر ٹھوکر ماری وہ جھکا ہوا تھا۔ سیدھا ہوگیا۔ بڑا جی دار تھا۔ تکلیف کے باوجود اس نے

حملہ کیا۔ گھونسا مارنا چاہتا تھا مگر ہاتھ گھوم کر رہ گیا۔ میں نے ایک الٹا ہاتھ منہ پر رسید کیا تھا۔ اسی جگہ پہلے ٹھوکر پڑ چکی تھی۔ ادھیڑ عمری کے دانت ڈھیلے ہو گئے۔ منہ لہو سے تر ہو گیا۔ اس کی زبان اپنے ہی لہو کا ذائقہ چکھ رہی تھی۔

میں نے اسے سنبھلنے نہیں دیا۔ اس کے منہ کو ہی نشانہ بنا کر تابڑ توڑ گھونسے مارتا چلا گیا۔ وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا۔ پہلے ڈگمگایا پھر فرش پر گر پڑا۔ میں نے سوچا۔ ''اگر یہ یوگا کا ماہر ہے تو اب میری سوچ کی لہروں کو نہیں روک سکے گا۔ معلوم تو ہو' یہ کون ہے؟''

میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ گرنے کے بعد پھر اٹھنا چاہتا تھا۔ میں نے ایک ٹھوکر رسید کی' وہ دوبارہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کی ابتدائی سوچ نے بتایا' اس کا نام وائس مین ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میں نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے رینی کو دیکھا۔ وہ بیڈ پر ایک طرف سکڑی سمٹی بیٹھی ہوئی تھی۔

میں نے کہا۔ ''گھبراؤ نہیں، میں دشمن نہیں ہوں۔ تم میری بیٹی جیسی ہو۔ کیا یہ سمجھ گئی ہو کہ اس شخص سے دھوکا کھا رہی تھیں؟''

اس نے بڑی معصومیت سے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس میں اٹھنے کی سکت بھی نہیں تھی۔ میں نے پھر اس کے منہ پر ٹھوکر مارتے ہوئے خیالات پڑھے۔ معلوم ہونے لگا کہ اس نے کس طرح رینی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تسخیر کیا تھا؟

میں نے رینی سے کہا۔ ''یہ اپنے ایک خطرناک علم کے ذریعے تمہاری مرضی کے خلاف تمہیں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ آئندہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ تم گھر جاؤ۔ یہ باتیں اپنے باپ کو نہ بتانا۔ اس سے کہنا' تم اپنی نادانی کو سمجھ گئی ہو۔ آئندہ جان وکیٹر کا نام بھی زبان پر نہیں لاؤ گی۔''

وہ بیڈ سے اتر کر میرا شکریہ ادا کرتی ہوئی چلی گئی۔ میں آرام سے بیٹھ کر وائس مین کے خیالات پڑھنے لگا۔ مجھے بہت کچھ معلوم ہو رہا تھا۔

عقل نے سمجھایا کہ اس شکار کو سونیا کے حوالے کرنا چاہیے۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''میں فرہاد انور شاہ بول رہا ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''ہاں، بولو میری یاد کیسے آ گئی؟''

''میں نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کو ٹریپ کیا ہے۔''

وہ ایک دم سے چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ ''کیا واقعی؟ کیا تم اسے زیر کر چکے ہو؟''

''ہاں، میں نے اس کی پٹائی کی ہے۔ یہ نیم بے ہوشی کی حالت میرے سامنے فرش پر پڑا ہے۔''

''الپا کئی بار تمہارے اندر آ چکی ہے۔ کیا تمہیں اس کا لب ولہجہ یاد ہے؟ اگر یاد ہے تو اسے فوراً اپنے پاس بلاؤ۔ وہ تمام سچویشن سنبھال لے گی۔''

میں نے الپا کی آواز اور لب ولہجے کو گرفت میں لیا پھر اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''میں فرہاد انور شاہ بول رہا ہوں۔ فوراً میرے پاس آؤ۔''

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ میرے اندر آ کر خیالات پڑھنے لگی۔ وہاں کی تمام صورتِ حال معلوم کر کے بولی۔ ''آپ نے بہت بڑا شکار مارا ہے۔ مجھے اس کے اندر پہنچائیں۔''

میں وائس مین کے اندر گیا۔ وہ میرے ساتھ وہاں پہنچ کر بولی۔ ''ٹھیک ہے۔ آپ مما سے کہہ دیں' میں اسے معمول اور تابع دار بنا رہی ہوں۔ ہمارے ادارے کے جاسوسوں کو یہاں بھیج دیں۔''

میں نے سونیا کے پاس آ کر یہ بات کہی۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا عالی یا کبریا کے پاس پہنچ سکتے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''سوری، وہ ایک آدھ بار میرے پاس آئے تھے۔ مجھے ان کی آواز اور لب ولہجے یاد نہیں ہیں۔''

''کوئی بات نہیں، میں ان سے رابطہ کرتی ہوں۔''

اس نے فون کے ذریعے کبریا کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ''بیٹے اپنی سسٹر (الپا) کے پاس جاؤ۔ تمام حالات کو سمجھو پھر ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوسوں کو وہاں پہنچاؤ۔ اپنے شکار کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل کرنا ہے۔''

''اوکے مما، میں سسٹر کے پاس جا رہا ہوں۔''

وہ فون بند کر کے مسکرانے لگی۔ مجھے اپنے اندر محسوس کر رہی تھی اور چشمِ تصور سے دیکھ رہی تھی پھر بولی۔ ''کیا تم جانتے ہو' جینیوا پہنچ کر کیسے کارنامے انجام دے رہے ہو؟ پہلے تم نے نادیدہ تنظیم کے ایک افسر زیرو ٹو زیرو کو اپنے شکنجے میں لیا۔ اب ان کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین کو ان سے چھین لیا ہے۔''

''میں نے جو بھی کیا' اس کا سب سے بڑا انعام یہی ہے کہ تم خوش ہو رہی ہو۔ دیکھ لینا' آج تمہارے دشمنوں کے اہم مہروں تک پہنچ رہا ہوں۔ انشاءاللہ کل فرہاد علی تیمور تک پہنچ کر انہیں تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔ یہ میری زندگی کا بہت بڑا کارنامہ ہو گا۔''

''میں تمہاری باتوں سے تمہارے دلی جذبات کی شدت اور سچائی کو سمجھ رہی ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''میری ایک خواہش ہے۔''

اس نے کہا۔ ''ہاں، بولو...؟''

''میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔''

یہ ایسی بات تھی کہ سنتے ہی اس کا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ وہ میرے لیے جان دے سکتی تھی مگر قریب نہیں آ سکتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ ''چپ کیوں ہو؟ مجھ سے ملنا نہیں چاہتیں؟''

وہ جلدی سے بولی۔ ''تم سے ملنا چاہوں گی لیکن...''

''لیکن کیا...؟''

''تمہیں رو برو دیکھوں گی تو مجھے یوں لگے گا جیسے میرا فرہاد سامنے آ گیا ہے۔''

میں نے واقعی جذباتی ہو کر کہا۔ ''اوہ خدایا! میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ میرے رو برو آنے سے تم فرہاد صاحب کو مجسم پاؤ گی اور پا کر بھی محروم رہو گی۔ یہ محرومی تمہیں رلائے گی۔ نہیں... مجھے تم سے دور ہی رہنا چاہیے۔''

یہ محبت کرنے والی بہت ہی مکار تھی۔ اس نے مجھے ایک بچے کی طرح بہلا دیا۔ میں انجان تھا۔ مجھے اپنے متعلق صحیح حالات کا علم نہیں تھا لہٰذا اس نے جو سمجھایا' وہی میں نے سمجھ لیا۔

دوسرے دن نادیدہ تنظیم کے تھری بگس کو معلوم ہوا کہ ان کا دوسرا اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا وائس مین لاپتا ہو گیا ہے۔

ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے فون پر رابطہ کیا جاتا تھا۔ وائس مین کے پاس دو فون تھے۔ دونوں نمبروں پر یہ ٹیپ چل رہا تھا۔ ''آپ کا مطلوبہ نمبر عارضی طور پر بند ہے پھر کسی وقت رابطہ کریں۔''

وہ لوگ اس کے نمبر پنچ کرتے رہے... صبح سے شام ہو گئی۔ وائس مین کی آواز سنائی نہیں دی۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اپنے طور پر اسے تلاش کر رہے تھے۔ آخر انہوں نے مایوس ہو کر تھری بگس سے کہا۔ ''ہماری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔''

تھری بگس میں سے ایک افسر نے پوچھا۔ ''کیا یہ مان لیا جائے' وہ مر چکا ہے؟''

''یا تو مر چکا ہے' یا برین واش کر کے اس کی آواز اور لب ولہجہ بدل دیا گیا ہے۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ ٹف گائی کے بعد ہمارا یہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا نابود ہو گیا ہے۔''

تیسرے افسر نے کہا۔ ''ایسا یقیناً گہری سازش کے تحت کیا جا رہا ہے۔'' نادیدہ تنظیم والوں نے سونیا کی پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔

ان کے اس تکبر کے جواب میں سونیا نے کہا تھا۔ ''تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں گر کر سمجھوتا کروں گی؟ تمہارے تیور اور تمہارے تخریبی ارادے سمجھ میں آ گئے ہیں۔ آج یہ لکھ لو' تم لوگوں نے اپنی شامت کو پکارا ہے۔ آج سے نیند آئے تب بھی ایک آنکھ سے جاگتے رہو ورنہ بے خبری میں مارے جاؤ گے۔''

تھری بگس کو اس کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ ذہن کو جھٹکے لگ رہے تھے۔ بے خبری میں ان کی تنظیم کے دو اہم ستون گرا دیے گئے تھے۔ وہ جھنجلانے لگے۔ مٹھیاں بھینچنے اور دانت پیسنے لگے۔ اس خطرناک بلا نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم لوگوں نے اپنی شامت کو پکارا ہے۔

یہ باتیں اب یاد آ رہی تھیں۔ اب سمجھ میں آ رہا تھا' وہ ایک جگہ چپ چاپ بیٹھی ان کے پیروں تلے سے زمین کھسکا رہی ہے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ ''کیا کرنا چاہیے؟''

ایک افسر نے کہا۔ ''کیا کیا جا سکتا ہے؟ اگر اس نے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو اس سے بات کر کے جھنجلاہٹ ہو گی۔ ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''اگر ہمارے دونوں خیال خوانی کرنے والے زندہ ہوں گے تو ہم ان کی واپسی کا مطالبہ کریں گے۔''

''وہ مطالبہ نہیں مانے گی تب ہم کیا کریں گے؟''

''کیا ہم اتنے گئے گزرے ہیں کہ اس کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کر سکتے؟''

''پہلے اس کے خلاف کارروائیاں کرنے کے ٹھوس انتظامات کیے جائیں پھر اس سے بات کی جائے۔''

انہوں نے سی آئی اے کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا۔ ''تمہارے جاسوس ایک عرصے سے سونیا کو تلاش کر رہے ہیں۔ وہ ہماری اسی دنیا میں ہے پھر کیوں اسے ڈھونڈ نہیں پاتے؟''

اس نے کہا۔ ''پچھلے دنوں ہمارے اکابرین کے پاس غیر معمولی مشین تھی۔ ہم نے اس مشین کی اسکرین پر سونیا کو دیکھنا چاہا تو وہ ہمیں نظر نہیں آئی۔''

تھری بکس میں سے ایک نے کہا۔ ''وہ زرد رنگ کے لباس اور نقاب میں چھپی رہتی تھی۔ اس لیے وہ مشین اسے ڈسپلے نہیں کر پاتی تھی لیکن وہ جہاں بھی ہوگی' وہاں پہنچ کر اسے دیکھا جاسکتا ہے۔ اسے ہلاک کیا جاسکتا ہے۔''

''ہمارے سراغ رسانوں کا بیان ہے' جہاں اس کی موجودگی کا پتا چلتا ہے' وہاں وہ ہوتی ہے مگر ہمیں نظر نہیں آتی۔''

تھری بکس نے بے یقینی سے کہا۔ ''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا وہ نادیدہ ہے کہ وہ ہوتی اور دکھائی نہیں دیتی؟''

''ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ نادیدہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی روحانی عمل کے نتیجے میں ہمیں بھی دکھائی نہ دیتی ہو۔''

''تو پھر وہ تلاش کرنے والوں کو نظر کیوں نہیں آتی؟''

''اس کی حکمت عملی سمجھ میں نہیں آئی۔ ہماری دنیا میں نظروں سے اوجھل رہنے والی وہی ایک عورت نہیں ہے۔ اسامہ بن لادن کو بھی برسوں سے تلاش کیا جارہا ہے۔ جہاں اس کی موجودگی کی اطلاع ملتی ہے' وہاں پہنچ کر معلوم ہوتا ہے' وہ ان ہی اطراف میں ہے مگر تلاش بسیار کے باوجود نظر آتا ہے' نہ اسے تلاش کرنے والے زندہ واپس آتے ہیں۔''

تھری بکس نے کہا۔ ''تمہارے سراغ رسانوں کو یہ بھید معلوم کرنا ہوگا' وہ عورت نظروں سے اوجھل رہنے کے لیے کیسے ہتھکنڈے آزماتی ہے؟''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''اپنے سراغ رسانوں کی پوری فوج کو اس کی تلاش کے لیے وقف کردو۔ اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے کھانا' پینا' سونا' جاگنا بھول جاؤ۔ اگر ساری توجہ اس پر مرکوز کی جائے گی تو کامیابی ضرور حاصل ہوگی۔ یہ سختی سے حکم دو کہ وہ نظر آئے تو ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دی جائے۔''

انہوں نے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ ختم کیا۔

ایک افسر نے کہا۔ ''عالی اور بے باک مومن ہماری نظروں میں ہیں۔ ہم انہیں شکنجے میں لے کر اپنے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مطالبہ کرسکتے ہیں۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''ہمیں آرمی ہیڈ کوارٹر کی تباہی کو بھولنا نہیں چاہیے۔ ہزاروں سپاہی زخمی ہوئے... مارے گئے۔ اس عورت نے درجنوں اعلیٰ افسران کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کروڑوں ڈالرز کے ایٹمی ہتھیاروں کو دھواں بنا کر اُڑا دیا۔ ہم اس کی بیٹی کی طرف ایک قدم بڑھیں گے تو وہ دس قدم آگے بڑھ کر پہلے سے زیادہ نقصان پہنچائے گی۔''

وہ تینوں تھوڑی دیر تک سوچتے رہے پھر ایک افسر نے کہا۔ ''کامیابی اسی وقت ممکن ہے' جب سونیا ماری جائے گی۔ وہ نہیں رہے گی تو ہم اس کے تمام بچوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح مسل دیں گے۔''

افسوس... خواب سہانے ہوتے ہیں مگر ان کی تعبیر نہیں ملتی۔ انہوں نے سونیا سے فون پر رابطہ کیا۔ ''ہیلو میڈم ہم تھری بکس آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

اس نے کہا۔ ''اپنی اوقات پر آگئے؟ پہلے غیر معمولی مشین کے پیچھے پُراسرار بن کر رہتے تھے۔ کمیونیکیشن مشین پر تحریر کے ذریعے باتیں کرتے تھے۔ اپنی آوازیں نہیں سناتے تھے۔ آج فون پر میرے کان کے قریب بول رہے ہو۔''

اس نے کہا۔ ''حالات نے مجبور کردیا ہے۔ ہم اپنی آواز آئندہ بھی سنائیں گے لیکن ہمیشہ کی طرح نادیدہ اور پُراسرار بن کر رہیں گے۔''

''یہ بات اب تک تمہاری سمجھ میں نہیں آئی ہے کہ میں کس طرح تمہاری تنظیم کے ایک ایک فرد کو بے نقاب کررہی ہوں؟''

''ہم سمجھ رہے ہیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی پردۂ راز میں رہتے ہیں۔ تم ٹف گائی اور واکس مین کو بے نقاب کرچکی ہو۔ ہم نے ان کی واپسی کا مطالبہ کرنے کے لیے ہی رابطہ کیا ہے۔''

''اتنی جلدی مطالبہ نہ کرو۔ تمہارے پاس سات ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اب پانچ رہ گئے ہیں۔ کانٹوں کی سیج پر بیٹھ کر دیکھتے رہو' میں ان پانچوں کو بھی اسی طرح باری باری بے نقاب کروں گی۔ جب تمہاری تنظیم خیال خوانی کی قوتوں سے خالی ہوجائے گی تو تم تینوں کی باری آئے گی۔''

''پلیز' چیلنج نہ کرو۔ ہم مانتے ہیں' تم ہماری توقع سے زیادہ خطرناک ہو۔ ہماری کوشش ہوگی' تم ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہ کرو۔ ہم دوستی اور امن وامان کی خاطر سمجھوتا کرنا چاہتے ہیں۔''

''یاد کرو' میں نے کبھی سمجھوتا کرنا چاہا تھا۔ تم نے کہا تھا ... سمجھوتا اور دوستی اسی وقت ہوگی' جب میں اور بچے روپوش نہیں رہیں گے... آج میں بھی یہی کہتی ہوں' سمجھوتا اس وقت ہوگا' جب تھری بکس اور نادیدہ تنظیم کے تمام افسران اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سمیت روپوش نہیں رہیں گے۔''

''یہ بات تم نے نہیں مانی تھی۔ ہم بھی نہیں مانیں گے۔ پرانی باتیں بھول جاؤ۔ ہمارے درمیان ایسا معاہدہ ہونا چاہیے کہ اُدھر تم... اِدھر ہم آرام سے رہ سکیں۔''

''تم لوگ آرام سے رہنا نہیں چاہتے۔ کانٹوں کے بستر پر پیدا ہوئے ہو۔ اسی بستر پر مروگے۔''

''تم ہمیں باتیں سنا رہی ہو۔ کام کی بات کرو۔ ایک بار ہم سے دوستی کرو۔ ہمارے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس کردو پھر دیکھو' ہماری دوستی تمہیں کتنا فائدہ پہنچائے گی۔''

''تم لوگ کس طرح فائدہ پہنچاتے ہو' یہ میں دیکھ رہی ہوں۔ جہاں ابھی ہوں' وہاں تمہارے جاسوس کتے میری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ میں انہیں دیکھ رہی ہوں مگر وہ مجھے دیکھ نہیں پارہے ہیں۔''

تھری بکس چونک کر سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔ انہوں نے پوچھا۔ ''وہ تمہیں کیوں نہیں دیکھ پارہے ہیں؟ تم کہاں ہو؟''

فون پر اس کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''اچھا... تو بتادوں' میں کہاں ہوں...؟''

ایک افسر نے کہا۔ ''وہ... دراصل... ہم نہیں چاہتے کہ وہ تمہیں تلاش کریں۔ تم وہ جگہ بتاؤ۔ ہم ابھی انہیں وہاں سے جانے کا حکم دیں گے۔ کوئی تمہیں ڈسٹرب نہیں کرے گا۔''

''کیا میں بھروسا کرلوں' تمہارے یہ جاسوس مجھے نقصان نہیں پہنچائیں گے؟ اور فوراً یہاں سے چلے جائیں گے!''

''ایک بار... بس ایک بار بھروسا کرو۔ ہم تمہارا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اپنے تمام سی آئی اے والوں کو وہ جگہ' وہ ملک چھوڑ دینے کا حکم دیں گے۔ بس ایک بار ہمیں آزما کر دیکھ لو۔''

''اچھی بات ہے۔ جکارتہ میں جتنے سی آئی اے والے ہیں۔ ان سے کہہ دو' وہاں کے معروف ہوٹل مارکو پولو کے قریب نہ جائیں۔ جو مجھے ہوٹل کے اندر تلاش کررہے ہیں' وہ فوراً اس ہوٹل سے باہر چلے جائیں۔''

''تھینک یو' تم نے ہم پر بھروسا کیا ہے۔ ہم ابھی جکارتہ میں سی آئی اے والوں کو ہوٹل سے جانے کا حکم دے رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد پھر تم سے رابطہ کریں گے۔''

انہوں نے سونیا سے رابطہ ختم کیا۔ فوراً ہی سی آئی اے کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کو فون پر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''جکارتہ میں اپنے تمام آدمیوں کو الرٹ کردو۔ سونیا ہوٹل مارکو پولو میں ہے۔ اپنے آدمیوں سے کہو' اس ہوٹل سے باہر چلے جائیں۔''

ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے پوچھا۔ ''تھوڑی دیر پہلے آپ نے کہا تھا' سونیا دیکھتے ہی گولی ماردی جائے پھر اسے سیکیورٹی کیوں دی جارہی ہے؟''

''اس سے ہماری ڈیلنگ ہورہی ہے۔ تم کوئی سوال نہ کرو۔ ہوٹل مارکو پولو میں تمہارے جو جاسوس ہیں۔ سونیا انہیں دیکھ رہی ہے۔ وہ سب وہاں سے چلے جائیں گے تو وہ ہم پر بھروسا کرے گی۔ تم دوسرے سراغ رسانوں کو مسافروں کے بھیس میں وہاں بھیجو گے۔ وہ رازداری سے معلوم کریں گے کہ سونیا کس نام سے... کس بہروپ میں وہاں ہے۔''

''میں سمجھ گیا۔ پہلے اسے پہچاننا ہوگا۔ جب یہ یقین ہوجائے کہ وہ سونیا ہے تو اسے گولی ماردی جائے گی۔''

کتوں کی دم کبھی سیدھی نہیں ہوسکتی۔ وہ دوہری چالیں چل رہے تھے۔ جلد ہی سونیا کو یقین دلانے والے تھے کہ تمام سی آئی اے والے وہاں سے جاچکے ہیں۔

اُدھر الپا اور کبریا نے سونیا کی ہدایت کے مطابق پہلے فون کے ذریعے ہوٹل مارکو پولو کے منیجر کی آواز سنی پھر اس کے اندر پہنچ گئے۔ اس کے ذریعے ہوٹل کے دوسرے اسٹاف اور مسافروں تک پہنچنے لگے۔ وہ سونیا کی ایک ڈمی بنانے کے لیے کسی عورت کی تلاش میں تھے۔

انہیں ایسی عورت کی تلاش تھی۔ جو مجرمانہ زندگی گزار رہی ہو۔ وہ کسی سیدھی سادی شریف عورت کو آلۂ کار بنا کر اسے دشمنوں کے حوالے نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جکارتہ میں جرائم سے تعلق رکھنے والی عورتیں پائی جاتی تھیں۔ جنہیں منفی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا تھا۔

دوسری طرف امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہوٹل مارکو پولو کے اسٹاف کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ ان کے ذریعے ایسی بے شمار عورتوں کے اندر جارہے تھے۔ جو اس ہوٹل میں قیام کرنے آئی ہوئی تھیں۔ ان میں پیشہ ور عورتیں بھی تھیں جو مسافروں کا دل خوش کرنے کے لیے وہاں گھومتی پھرتی تھیں۔

سونیا اس ہوٹل میں تو کیا اس ملک میں بھی نہیں تھی۔ اس نے نادیدہ تنظیم والوں کے جھوٹ' فریب کو اور ان کی کمینگی کو ثابت کرنے کے لیے ایک شوشا چھوڑ دیا تھا۔ یوں دشمنوں کی تمام توجہ اس ہوٹل مارکو پولو پر مرکوز ہوگئی تھی۔

تھری بکس نے سونیا سے پھر فون پر رابطہ کیا اور کہا۔ ''تم دیکھ رہی ہوگی' سی آئی اے کے تمام جاسوس وہاں سے جاچکے ہیں۔ اگر کوئی رہ گیا ہے' وہاں چھپا ہوا ہے تو تم نشاندہی کرو۔ ہم اسے بھی نکال دیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''واقعی تم لوگوں نے جو کہا تھا' وہی کررہے ہو۔ میں دیکھ رہی ہوں جو دشمنوں کی طرح مجھے تلاش

کرتے پھر رہے تھے۔ اب وہ نظر نہیں آرہے ہیں۔''

''ہمیں خوشی ہے، تم مطمئن ہو رہی ہو۔''

اس نے کہا۔ ''مگر اس ہوٹل کی وزیٹر لابی میں ایک سیکیورٹی افسر ہے۔ مجھے اس پر شبہ ہے، وہ تمہاری سی آئی اے کا جاسوس ہو سکتا ہے۔''

''ہم ابھی تمہارا شبہ دور کریں گے۔ وہ ہمارا جاسوس ہو یا نہ ہو، ابھی اسے اس ہوٹل سے نکال دیں گے۔''

سونیا جھوٹ بول کر وقت ضائع کر رہی تھی۔ چاہتی تھی، الپا اور کبریا کو زیادہ سے زیادہ وقت ملے اور وہ کسی عورت کو اس کی ڈمی بنا دیں۔

اس نے کبریا کے ذریعے معلوم کیا۔ ہوٹل والوں نے اپنے سیکیورٹی افسر کو چھٹی دے دی تھی۔ اس سے کہا تھا، ابھی وہ آرام کرے پھر کسی دن اسے ڈیوٹی پر بلا لیا جائے گا۔

سونیا نے فون کے ذریعے تھری بگس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ ''میں دیکھ رہی ہوں، اس سیکیورٹی افسر کی چھٹی کر دی گئی ہے۔ تم سب واقعی میرا اعتماد حاصل کر رہے ہو۔''

انہوں نے کہا۔ ''جب اعتماد حاصل ہو گیا ہے تو ہمیں بتاؤ سٹف گائی اور وائس مین کو کب ہمارے حوالے کر رہی ہو؟''

وہ بولی۔ ''یہ تو پہلی آزمائش ہے۔ ابھی اعتماد حاصل ہوا ہے مگر اعتماد قائم نہیں ہوا ہے۔ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے پاس تمہاری امانت ہیں۔ انہیں بہت جلد تمہارے حوالے کر دوں گی۔''

''فی الحال ان کی آواز سنا دو۔ ہمیں اطمینان ہونا چاہیے۔''

''سوری... کچھ ایسی مجبوریاں ہیں کہ میں ان کی آواز نہیں سنا سکتی۔ بس مجھ پر بھروسا کرو۔ جو کہہ رہی ہوں، وہ ہو جائے گا۔''

وہ اپنے خیال خوانی کرنے والوں کی آوازیں سننے کے لیے سونیا سے ضد نہیں کر سکتے تھے۔ تھری بگس میں سے ایک نے کہا۔ ''ہمارے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی قید میں ہیں۔ وہ انہیں واپس نہیں کرے گی۔ ہمیں اسی طرح ٹرخاتی رہے گی۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''یہ تو یقین ہو گیا ہے، وہ واقعی ہوٹل مارکو پولو میں ہے۔ ہم نے جیسے ہی اس سیکیورٹی افسر کی وہاں سے چھٹی کرائی، ویسے ہی اس نے فون کے ذریعے ہمارا شکریہ ادا کیا۔ اس کا مطلب یہی ہے، وہ وہاں موجود ہے۔ چھپ کر دیکھ رہی ہے کہ ہم اس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کیا کر رہے ہیں؟''

تیسرے افسر نے کہا۔ ''اس سے اچھا موقع نہیں ملے گا۔ ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس ہوٹل میں اسے ڈھونڈ نکالیں گے مگر بہت دیر ہو رہی ہے۔ ہمارے لوگوں کو مستعدی دکھانی چاہیے۔''

وہ سی آئی اے کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ کرنے لگے۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی فون کے ذریعے تاکید کرنے لگے کہ جلد سے جلد سونیا کو تلاش کیا جائے ورنہ اسے ذرا بھی شبہ ہوا تو وہ ہاتھوں سے نکل جائے گی۔

الپا خیال خوانی کرتی ہوئی اس ہوٹل میں ایک ایسی عورت کے اندر پہنچی، جو انتہائی ظالم اور سفاک تھی۔ وہ تین مرڈر کر چکی تھی۔ تیسرا مرڈر شہر کے ایک معزز اور بہت ہی دولت مند شخص کا کیا تھا، وہ درپردہ انڈر ورلڈ کا بہت اہم کارکن تھا۔

اس عورت کا نام رچنا کوہلی تھا۔ صرف انڈر ورلڈ کے لوگ ہی نہیں جکارتہ کی پولیس اور انٹیلی جنس والے بھی اسے تلاش کر رہے تھے۔ الپا نے اپنی بیٹی انوشے سے کہا۔ ''اس ہوٹل میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہیں۔ میں نہیں چاہتی، ان سے ہمارا ٹکراؤ ہو۔ ایسا ہوا تو بات بگڑ جائے گی۔ ہم جس عورت کو تمہاری گریڈ ماما کی ڈمی بنانا چاہتے ہیں۔ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے بے نقاب ہو جائے گی پھر ہم اپنی پلاننگ پر عمل نہیں کر سکیں گے۔''

انوشے نے کہا۔ ''آپ چاہتی ہیں، وہ عورت بھرپور طریقے سے خود کو گریٹ گرینڈ ماما ثابت کرے۔''

''ہاں، تم اس کے اندر رہو گی تو دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یقین ہو جائے گا کہ وہی ہماری ماما ہیں۔''

انوشے نے کہا۔ ''وہ ہماری گریٹ گرینڈ ماما بن کر مفت میں ماری جائے گی۔''

''بیٹی اسے تو مرنا ہی ہے۔ یہاں کی پولیس، انٹیلی جنس والے اور انڈر ورلڈ کے لوگ سب ہی اس کے پیچھے پڑے ہیں۔ اسے اچھی طرح بھیس بدلنا بھی نہیں آتا۔ آج نہیں تو کل پکڑی جائے گی۔ وہ کالی مائی کی پجارن ہے۔ ایسی سنگدل ہے کہ اس نے دیوی ماں کو خوش کرنے کے لیے ایک معصوم بچے کی بلی چڑھائی ہے۔''

انوشے نے کہا۔ ''یا خدا! ہماری دنیا میں کیسی بے رحم عورتیں ہیں۔ ایسی عورتوں کا انجام عبرتناک ہونا چاہیے۔''

وہ چشم زدن میں رچنا کوہلی کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ہوٹل

کے ایک کمرے میں بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ انگڑائی لیتے ہوئے بولی۔ ''ہائے میں تو سونیا ہوں۔ دشمن مجھے ڈھونڈتے ہی رہیں گے۔ پہچان سکیں گے نہ میرے قریب آسکیں گے۔ میں خوابگاہ کمرے میں چھپی ہوئی ہوں۔''

ایسے ہی وقت امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کرمسن واسکوڈی نے ایک ویٹر کے خیالات پڑھے۔ اس کی سوچ نے کہا۔ ''اس ہوٹل میں ایک عورت ایسی ہے، جو پچھلے دو دنوں سے کمرے کے اندر بند ہے۔ باہر نہیں نکلتی۔ فون پر کھانے پینے کا آڈر دیتی ہے اور اسی کمرے میں دن رات گزارتی ہے۔''

کرمسن واسکوڈی نے سی آئی اے کے چار سراغ رسانوں کو اس کمرے کے سامنے پہنچا دیا۔ ایسے ہی وقت وہ دروازہ کھول کر باہر آرہی تھی۔ انہیں دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

ایک جاسوس نے کہا۔ ''ویل میڈم! ہم نے ہوٹل کے رجسٹر سے معلوم کیا ہے، تمہارا نام مونیکا دسائی ہے۔ کیا یہ بتانا پسند کرو گی کہ تمہارا اصل نام اور اصل شناخت کیا ہے؟''

اس نے پوچھا۔ ''تم لوگ کون ہو؟''

اس نے سی آئی اے کا بیج نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔ ''دی آر آفیسرز آن اسپیشل ڈیوٹی۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''پھر تو کوئی بات نہیں ہے۔ اندر آجاؤ، تمہارے تھری بگس سے میرے معاملات طے ہو چکے ہیں۔''

وہ چاروں اس کے پیچھے کمرے میں آگئے۔ وہ بولی۔ ''ریسیور اٹھاؤ اور نادیدہ تنظیم کے تھری بگس سے رابطہ کرو۔ میں بھی ان سے بات کروں گی۔''

اس جاسوس نے کہا۔ ''پہلے آپ اپنا نام اور اپنی شناخت بتائیں۔''

''میں مسز سونیا فرہاد ہوں۔ میری شناخت کے لیے یہ دو نام ہی کافی ہیں۔ باقی باتیں تمہارے اعلیٰ افسران سے ہوں گی۔''

اس جاسوس نے ریسیور اُٹھا کر ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''میڈم سونیا اس ہوٹل کے روم نمبر ایٹ زیرو تھری میں ہیں۔ ہم اسی کمرے کے فون سے رابطہ کر رہے ہیں۔ میڈم نادیدہ تنظیم کے تھری بگس سے بات کرنا چاہتی ہیں۔''

دوسری طرف سے پوچھا۔ ''کیا پوری طرح یقین ہو گیا ہے کہ وہ سونیا ہے؟''

''ابھی یہ تھری بگس سے بات کریں گی تو یقین ہو جائے گا۔''

ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے تھری بگس سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''سونیا حراست میں ہے۔ آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہے۔ ہوٹل مارکو پولو کے فون پر رابطہ کریں۔ وہ روم نمبر ایٹ زیرو تھری میں ہے۔''

انہوں نے فوراً ہی رابطہ کیا۔ پہلے سی آئی اے کے ایک جاسوس کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو کون ہے؟''

انہوں نے کہا۔ ''ہم تھری بگس ہیں۔ کیا سونیا وہاں موجود ہے؟''

اس جاسوس نے کہا۔ ''یس سر میں سی آئی اے کا آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی ہوں۔ آپ میڈم سے بات کریں۔''

فون پر سونیا کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو تھری بگس... یہ کیا ہو رہا ہے؟''

ایک افسر نے غرّاتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا ہو رہا ہے میڈم... کیا تمہارے مزاج کے خلاف وہاں کوئی بات ہو رہی ہے؟''

''ہاں، سراسر میرے مزاج کے خلاف ہے۔ تم نے وعدہ کیا تھا اس ہوٹل میں ایک بھی سی آئی اے کا جاسوس نہیں رہے گا۔ تم نے سب کو یہاں سے باہر بھیج دیا تھا پھر یہ چار جاسوس میرے کمرے میں کیسے گھس آئے ہیں؟''

''تم پریشان نہ ہو۔ ہمارے سٹف گائی اور وائس مین کو ان کے حوالے کر دو۔ یہ یہاں سے چلے جائیں گے۔''

''میں نے وعدہ کیا ہے، وہ دونوں تمہاری امانت ہیں۔ میں جلد ہی انہیں واپس کر دوں گی لیکن مطالبہ کرنے کا یہ طریقہ دوستانہ نہیں ہے۔''

''تم دوستی رکھنا چاہتی ہو تو دشمنی کو ہوا نہ دو۔ فوراً ان دونوں کو ہمارے حوالے کر دو۔''

''تم سمجھ رہے ہو، میں ان چار جاسوسوں سے ڈر کر تمہارا مطالبہ پورا کر دوں گی...؟ ہرگز نہیں... میں اُن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہاری کمزوری بنا کر رکھوں گی۔ انہیں کبھی واپس نہیں کروں گی۔ تمہاری مکاری سمجھ میں آگئی ہے۔ تم لوگوں نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ میں نے بڑی بھول کی جو اپنا پتا ٹھکانا بتا دیا مگر اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ دیکھو میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان چاروں جاسوسوں کو کس طرح موت کے گھاٹ اتارنے والے ہیں؟''

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان جاسوسوں کے اندر موجود تھے۔ سونیا کی بات سنتے ہی انہوں نے کہا۔ ''اسے ایک پل کی بھی مہلت نہ دو، فوراً گولی مار دو۔''

انہوں نے ایک پل بھی ضائع نہیں کیا۔ فوراً ہی اپنا اپنا ریوالور نکال کر تڑاتڑ گولیاں چلائیں۔ وہ فون پر بات کرنے والی رجنا کو ہلی گولیوں سے چھلنی فرش پر گر پڑی۔

انوشے نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ ''گرینڈ مما! اب وہ آپ کی موت کی تصدیق کرنے کے لیے یہاں آئیں گے۔ آپ خاموش رہیں۔ جب تک میں یہاں موجود رہوں گی، کوئی آپ کے دماغ کو چھو بھی نہیں سکے گا۔''

یہی ہو رہا تھا۔ تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سونیا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے اور سوچ کی لہریں واپس آ رہی تھیں۔ ان جاسوسوں کے سامنے سونیا بن کر رہنے والی کی لاش پڑی تھی۔ یہ تصدیق ہو گئی تھی کہ وہ مر چکی ہے۔ اس کا مردہ دماغ سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کر رہا ہے۔

نادیدہ تنظیم کے تھری بگس کو ایک ایک رپورٹ مل رہی تھی۔ ایک دشمن عورت کی موت کی تصدیق ہو رہی تھی پھر انہوں نے خود اس کی موت سے پہلے فون پر بات کی تھی۔ یقین کیا تھا کہ سونیا سے جو معاملات طے ہوئے تھے۔ انہی معاملات پر وہ گفتگو کر رہی تھی۔ انہیں یقین ہو رہا تھا کہ سونیا جیسی خطرناک عورت سے ہمیشہ کے لیے نجات مل چکی ہے۔

وہ تھری بگس خوشی سے اچھل پڑے۔ اپنی افسرانہ سنجیدگی اور شان و شوکت کو بھول کر ناچنے لگے تھے۔ انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تاکید کی کہ وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد خیال خوانی کی پرواز کریں۔ سونیا کے دماغ میں جانے کی کوشش کرتے رہیں۔ بار بار یقین کریں کہ وہ واقعی مر چکی ہے۔

یہ خوشخبری امریکا اور یورپ کے تمام اکابرین تک پہنچائی جا رہی تھی۔ وہ لوگ بھی تصدیق کرنا چاہتے تھے۔ پہلے انہوں نے فون کے ذریعے سونیا سے رابطہ کرنا چاہا مگر اس سے رابطہ نہ ہو سکا۔ انہوں نے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے کہا۔ ''ہم میڈم سونیا سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

اُدھر سے جواب ملا۔ ''سوری، میڈم سے ہمارا کوئی رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔''

''رابطہ نہ ہونے کی کوئی وجہ تو ہو گی؟''

''ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ یہ میڈم کا ذاتی معاملہ ہے۔ وہ کبھی کبھی طویل عرصے کے لیے گوشہ نشین ہو جاتی ہیں۔''

''ہم نے تو سنا ہے، وہ مر چکی ہیں۔ انہیں قتل کیا گیا ہے؟''

''ہمیں ایسی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی ہے... آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟''

اکابرین نے رابطہ ختم کر دیا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تصدیق نہیں ہو رہی تھی۔

انہوں نے فون کے ذریعے تھری بگس سے رابطہ کیا اور کہا۔ ''سونیا کی ہلاکت کو چھ گھنٹے ہو چکے ہیں لیکن بابا صاحب کے ادارے سے کہا جا رہا ہے کہ انہیں ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی ہے۔''

تھری بگس نے کہا۔ ''ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہیں گے کہ سونیا نے ہمارے آرمی ہیڈ کوارٹر کو بری طرح تباہ کیا تھا۔ ہم نے اس جرم کی سزا دینے کے لیے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔''

''خوشی سے پاگل ہونا چھوڑ دیں۔ کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ ان کے پاس درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان سب نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی خیریت معلوم کی ہو گی۔ وہ لوگ مطمئن ہیں، اسی لیے آرام سے خاموش بیٹھے ہیں۔ کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کر رہے ہیں۔''

اس بات نے تھری بگس کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے، نہ سونیا کے بیٹوں اور بیٹی کی طرف سے کوئی ردِعمل ظاہر ہو رہا تھا۔ اگر اسے قتل کیا جاتا تو مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے جان کو آ جاتے... ایک قیامت برپا کر دیتے لیکن کسی کی طرف سے کوئی احتجاج نہیں ہو رہا تھا۔ ایسی خاموشی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

ایسے وقت سی آئی اے کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے کہا۔ ''جسے قتل کیا گیا تھا، وہ سونیا نہیں ہے۔ اس کی لاش پوسٹ مارٹم کے لیے لے جائی گئی۔ جکارتہ کی ایمبلی جنس والے وہاں موجود تھے۔ اس لاش کے بائیں ہاتھ کو دیکھ کر کہا، یہ ایک بہت ہی خطرناک عورت رجنا کو ہلی ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ میں چھ اُنگلیاں ہیں۔ جب اس کے چہرے کو کیمیکل کے ذریعے صاف کیا گیا تو تصدیق ہو گئی۔ اس نے قانون کی نظروں سے چھپنے کے لیے اپنے چہرے پر دوسرا چہرہ چڑھا رکھا تھا۔''

ایک افسر نے غصّے سے چیختے ہوئے کہا۔ ''تم کیسے سراغ رساں ہو؟ تم لوگوں نے اسے پہچاننے میں غلطی کی؟''

ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے کہا۔ ''آپ ناحق ناراض ہو رہے ہیں۔ آپ ہی نے آخری وقت اس سے فون پر بات کی تھی اور یہ تصدیق کی تھی کہ وہ سونیا ہے۔ اسے گولی مار دی جائے۔''

تھری بگس ٹھنڈے پڑ گئے۔ نڈھال ہو کر جہاں بیٹھے تھے' وہیں بیٹھے رہ گئے۔ سونیا زندہ ہے... وہ اچانک بجلی بن کر گرنے والی زندہ ہے... ابھی موت کی طرح خاموش ہے... اس نے ٹف گائی کو اغوا کیا تھا تب بھی خاموش تھی۔ کوئی چیخ پکار نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد وائس مین کو اغوا کیا تب بھی خاموش رہی تھی۔

وہ سمجھ رہے تھے' سونیا اپنی خاموشی سے ان کے اندر بے چینی اور اضطراب پیدا کر رہی ہے۔ اب تو بہت بڑی واردات ہوئی تھی۔ اسے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی گئی تھی۔ وہ مر بھی سکتی تھی مگر زندہ تھی اور چپ تھی۔ یوں جیسے موت چپ چاپ دبے قدموں ان کی طرف چلی آ رہی ہو۔ اس کی خاموشی ہمیشہ رنگ لاتی تھی۔ پتا نہیں' اب وہ کیا رنگ دکھانے والی تھی؟

وہ تو خاموش تھی لیکن تمام امریکی اکابرین ان تھری بگس کے خلاف چیخ رہے تھے۔ غصّے سے کہہ رہے تھے۔ ''نادیدہ تنظیم کے یوگا جاننے والے افسران نے انتہائی نااہلی کا ثبوت دیا ہے۔ بیٹھے بٹھائے سونیا کو دشمن بنا لیا ہے۔ اس خطرناک بلا نے آرمی ہیڈ کوارٹر کو ناقابلِ برداشت نقصان پہنچایا تھا۔ اب پھر اسے بدترین انتقامی کارروائی کرنے کی دعوت دی ہے۔''

آرمی کے اعلیٰ افسران کہہ رہے تھے۔ ''نادیدہ تنظیم والے خوامخواہ پُراسرار بن کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ نادیدہ بن کر' پُراسرار بن کر ملک کو کیا فائدہ پہنچا رہے ہیں؟ آج تک انہوں نے ملک کو کیا دیا ہے؟ کچھ نہیں... انہوں نے کبھی گریٹ ایشورارا کے حملوں سے ہمیں تحفظ فراہم نہیں کیا۔ ان کی کسی حکمتِ عملی سے کبھی ملک کا وقار بلند نہیں ہوا بلکہ ہماری سبکی ہو رہی ہے۔''

اعلیٰ حکام کہہ رہے تھے۔ ''فی الحال سلامتی اور ملک میں جو اہم تنصیبات ہیں۔ ان کی حفاظت کا مسئلہ اہم ہے۔ سونیا اس بار بہت ہی تباہی مچائے گی۔ قیامت سے پہلے قیامت لے آئے گی۔ ہم نے سپر پاور ہو کر پہلے اس کا کیا بگاڑ لیا' جو آئندہ بگاڑ سکیں گے؟''

سب ہی کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے' سونیا سے فوراً مذاکرات کیے جائیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی نقصان پہنچائے۔ اس سے کوئی سمجھوتا کیا جائے۔ سمندر کی خاموشی کسی بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ پھٹ پڑے۔ ہمیں اس کے زخموں پر مرہم رکھنے کی کوئی تدبیر کرنی چاہیے۔

انہوں نے فون کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا۔ وہ بولی۔ ''کس سونیا سے باتیں کر رہے ہو؟ اسے تو تم لوگوں نے مار ڈالا ہے۔''

انہوں نے کہا۔ ''ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ آپ زندہ سلامت ہیں۔''

''نہیں، میں مر چکی ہوں۔ تھری بگس نے مجھے قتل کرنے کی جو تدبیر کی تھی' وہ اس میں کامیاب رہے اور ایک سونیا کو بڑی بے دردی سے مار ڈالا۔ مجھے اس کے لہو کی قیمت چاہیے۔''

''ایسی قیمت مانگو' جسے ہم ادا کر سکیں اور آئندہ صلح صفائی سے رہ سکیں۔''

''میں نے تمہارے تھری بگس سے کہا تھا' تم لوگ صلح صفائی سے رہنا نہیں جانتے۔ آئندہ بھی سازشوں سے باز نہیں آؤ گے لہٰذا آئندہ کی نہیں... ابھی کی بات کرو۔ سونیا کا جو لہو بہایا گیا ہے تم لوگ اس کی قیمت آسانی سے ادا کر سکتے ہو۔ میں بہت کم قیمت لگا رہی ہوں۔'' وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ''میرے پیچھے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ تمہاری اہم تنصیبات کے کارکنوں کے دماغوں میں گھس کر ان کے ذریعے جہاں چاہیں گے' بم بلاسٹ کریں گے۔ کیا تم کسی کے اندر گھس کر معلوم کر سکو گے کہ ہم نے کسے اپنا آلۂ کار بنایا ہے؟ تم کس طرح اپنی اہم تنصیبات کی حفاظت کر سکو گے؟''

''ہم مانتے ہیں' پچھلی بار تم نے آرمی ہیڈ کوارٹر کے ہی افسران کو آلۂ کار بنا کر وہاں تباہی مچائی تھی۔ ہمیں آج تک معلوم نہ ہو سکا' وہاں کس نے خفیہ طور پر بم نصب کیے تھے؟''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''انتہائی سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ انہیں کوئی روک نہیں سکتا۔ تمہیں بھی کوئی روک نہیں پائے گا۔ تم یہ بتاؤ جو زخم دیا گیا ہے۔ اس کی تلافی کیسے ہو گی؟''

''نہایت ہی آسان ہے۔ نادیدہ تنظیم کے تمام افسران کو کہہ دو' وہ آہنی پردے کے پیچھے سے باہر آ جائیں۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے اپنے دماغوں کے دروازے کھول دیں۔ میں صرف تھری بگس کا محاسبہ کروں گی۔ باقی کسی سے کوئی انتقام نہیں لوں گی۔''

''یعنی تم نادیدہ تنظیم کو ختم کر دینا چاہتی ہو؟''

''یہی بات ہے۔ اگر وہ ختم نہ ہوئے تو اپنا خاتمہ سمجھو۔ میری بات مان لینے سے تم لوگوں کو ایک اور بڑا فائدہ پہنچے گا۔ میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹف گائی اور وائس مین کو

تمہارے حوالے کر دوں گی لیکن شرط یہی ہے کہ وہ تینوں میرے سامنے بے نقاب ہوں گے اور آئندہ نادیدہ تنظیم نہیں رہے گی۔ اچھی طرح سوچ لو' سمجھ لو میں دو گھنٹے بعد رابطہ کروں گی۔''

سوچنا کیا تھا؟ سمجھنا کیا تھا؟ اس نے اپنے لہو کی قیمت بہت کم بتائی تھی۔ ان سے رعایت کر رہی تھی۔ اپنے تمام اکابرین کی جان کی سلامتی کے لیے اور اپنے پورے ملک کو تخریبی کارروائیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے وہ راضی ہو گئے۔

تھری بگس خود کو سونیا کے سامنے پیش کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن آرمی کے تمام افسران ان کے خلاف ہو گئے تھے۔ دو گھنٹے بعد انہیں گرفتار کر کے ایک کھلے میدان میں پہنچایا گیا۔ سونیا سے کہا گیا۔ ''یہ تینوں تمہارے مجرم ہیں۔ تم ان کے خلاف کوئی بھی فیصلہ کر سکتی ہو۔''

اس نے حکم دیا کہ وہ تینوں اپنے دماغوں کے دروازے کھول دیں۔

لیکن وہ راضی نہیں ہو رہے تھے۔ آرمی کے افسران نے انہیں گن پوائنٹ پر لیتے ہوئے کہا۔ ''اگر تم نے بات نہ مانی تو تمہیں زخمی کیا جائے گا پھر وہ سب آسانی سے تمہارے اندر پہنچ جائیں گے۔''

تھری بگس بہت طاقتور آزاد اور خودمختار تھے لیکن تقدیر نے انہیں بے بس اور مجبور بنا کر بلندی سے ذلت کی پستیوں میں پھینک دیا تھا۔ انہوں نے سر جھکا کر دماغ کے دروازے کھول دیے۔

الپا' عالی اور کبریا ان کے اندر پہنچ گئے۔ ان تینوں کے خیالات اچھی طرح پڑھنے لگے جب یقین ہو گیا کہ وہی تھری بگس ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی فراڈ نہیں کیا جا رہا ہے۔ تب عالی نے کہا۔ ''میری مما نے تم لوگوں سے کہا تھا' نادیدہ اور پُراسرار بن کر رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ تم سے پہلے بھی جن لوگوں نے خدائی دعویٰ کیا' وہ ایسے ہی عبرتناک انجام کو پہنچے۔''

اس کے بعد انہوں نے ان کے اندر زلزلے پیدا کیے۔ ان کے دماغوں کو کمزور بنا دیا۔ تب سونیا نے اعلیٰ حکام اور تمام آرمی افسران سے کہا۔ ''میں انہیں جان سے نہیں ماروں گی۔ یہ زندہ رہیں گے۔ دماغی کمزوریوں میں مبتلا رہیں گے اور سڑکوں پر بھیک مانگتے پھریں گے۔ سرکاری یا غیر سرکاری طور پر ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ جو مدد کرے گا وہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے گا۔''

چند دنوں کے بعد وہ تینوں بہت ہی بدحال دکھائی دینے لگے۔ ان کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ داڑھیاں بڑھی ہوئی تھیں اور وہ سڑکوں پر بھیک مانگتے پھر رہے تھے، اور خیرات کی رقم سے اپنا پیٹ بھرتے تھے۔

سونیا نے سپر پاور کے لیے اور دوسرے تمام بڑے ممالک کے لیے انہیں عبرت کا تماشا بنا دیا تھا۔ یہ سمجھا دیا تھا کہ مسلمانوں سے دشمنی کرنے کا انجام اس سے بھی زیادہ عبرتناک ہو سکتا ہے۔

میں خیال خوانی کے ذریعے بہت کچھ دیکھ رہا تھا۔ سونیا کو ایسی شاندار کامیابی حاصل کرتے ہوئے ایسا لگ رہا تھا' جیسے وہ کامیابی صرف اس کی نہیں میری بھی ہے۔ اگرچہ اس سے کوئی رشتہ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ یادداشت ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ بالکل اپنی لگ رہی تھی۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ''ہیلو! میں فرہاد انور شاہ ہوں۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''اپنا نام نہ بتاؤ تب بھی میں آہٹ سے تمہیں پہچان لوں گی۔''

''بے شک، تم غیر معمولی ذہانت کی حامل ہو۔ میرے لیے یہ فخر کی بات ہے' تم میرے لیے اچھے جذبات رکھتی ہو۔ بائی داوے... یہ تم کہاں جا رہی ہو؟''

اس وقت وہ ہوائی جہاز میں سفر کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں پیرس پہنچنے والی ہوں۔ بابا فرید واسطی نے طلب کیا ہے۔ میں حاضری دینے جا رہی ہوں۔''

''سونیا... میں نے سنا ہے' بابا فرید واسطی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ کیا میں ایک التجا کرنے کے لیے ان سے ہم کلام ہو سکتا ہوں؟''

''میں تمہاری سفارش کروں گی۔ وہ مناسب سمجھیں گے تو تم سے ہم کلام ہوں گے۔ بائی داوے... تمہاری التجا کیا ہے؟''

''ایک ہی التجا ہے۔ میں ان کے آگے دست بستہ عرض کروں گا' وہ تمہارے سر پر ہاتھ رکھ کر دُعا دیں کہ فرہاد علی تیمور تمہیں جلد ہی مل جائے۔''

فرطِ جذبات سے سونیا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ میں نے کہا۔ ''اوہ خدایا! کیا میں تمہیں رُلا رہا ہوں؟''

وہ جلدی سے آنکھیں پونچھتے ہوئے بولی۔ ''نہیں، تم بہت اچھے ہو۔ اپنی باتوں سے' اپنے سچے جذبوں سے میرے دل میں اُتر جاتے ہو۔''

جہاز کی اناؤنسر کہہ رہی تھی کہ وہ طیارہ رن وے پر اترنے والا ہے۔ تمام مسافر اپنی سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔

سونیا نے کہا۔ ''میں اب سے ڈیڑھ گھنٹے بعد بابا صاحب کے ادارے میں پہنچوں گی۔ اس وقت تم میرے پاس آنا۔ بابا صاحب کے حجرے میں کوئی خیال خوانی کے ذریعے بھی داخل نہیں ہوسکتا۔ جب میں حجرے میں قدم رکھوں گی اور بابا صاحب کو منظور نہیں ہوگا تو تمہاری سوچ کی لہریں میرے دماغ سے نکل جائیں گی ورنہ تم میرے ساتھ حجرے میں جاسکو گے۔''

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ میں اس وقت جنیوا میں تھا۔ پیرس سے اور بابا صاحب کے ادارے سے زیادہ دور نہیں تھا۔ جی چاہتا تھا' میں بھی اس کے پیچھے پیچھے جاؤں اور دیکھوں کہ بابا صاحب کا ایمان افروز ادارہ کیسا ہے؟

میں دوسری بار اس کے اندر پہنچا تو وہ بابا صاحب کے ادارے کے سامنے پہنچ چکی تھی۔ کار سے اتر کر اندر جارہی تھی۔ وہاں صرف مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی سوچ کی لہریں اندر جاسکتی تھیں۔ میری سوچ کی لہریں سونیا کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں آگئیں۔

وہ ایک ٹرالی میں بیٹھ کر بابا فرید واسطی کے حجرے کے قریب پہنچی۔ وہاں چاروں طرف سیکڑوں عقیدت مند سبز گھاس پر سر جھکائے دوزانو بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا یہ مالکی انداز دیکھ کر سونیا تیزی سے چلتی ہوئی حجرے کے دروازے پر آئی۔ اسے اندر جانے سے کوئی نہیں روکتا تھا۔

وہ دروازہ کھول کر اندر پہنچی تو بابا فرید واسطی ایک بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ سفید چادر تھی۔ سفید لباس تھا۔ داڑھی اور سر کے بال بھی سفید تھے۔ شخصیت میں ایسی روحانی کشش تھی کہ دل ان کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی ان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔

بابا صاحب نے آنکھیں کھول کر دروازے کی طرف دیکھا پھر ایک ہاتھ ذرا سا اٹھا کر کہا۔ ''آؤ بیٹی، میں تمہارا ہی انتظار کررہا ہوں۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی بستر کے سرے پر آکر بیٹھ گئی۔ ان کے ہاتھ کو اور پیشانی کو چھو کر بولی۔ ''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

انہوں نے بڑی نقاہت سے کہا۔ ''ہم سدا اس دنیا میں رہنے کے لیے نہیں آئے ہیں۔ مجھے بھی جانا ہے۔ بس تمہارے لیے دم رُکا ہوا ہے... میں نے ساری عمر عبادت کی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے... میں نے ساری عمر تمہیں دُعائیں دیں' تمہاری سربلندی اور سرفرازی کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے' اس نے میری دُعائیں قبول کیں۔ وہ تمہیں سربلندی عطا کررہا ہے۔''

میں سونیا کے اندر موجود تھا۔ یہ اطمینان تھا کہ مجھے اس حجرے میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی ہے۔ میں ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''ہر انسان پر گردشیں آتی ہیں۔ تمہارے اور فرہاد کے مقدر میں بھی یہی لکھا تھا کہ تم دونوں گردش میں رہو۔ نیک نامی اور سربلندی حاصل کرنے کے باوجود زندگی کے مصائب سے دوچار رہو اور تمہارے ساتھ یہی ہورہا ہے۔'' انہوں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''میں گوشہ نشینی ترک کرکے دوبارہ یہاں آیا تب سے تمہارے لیے دُعائیں مانگ رہا ہوں کہ گردش ختم ہوجائے، وہ جو ایک گرہ بندھی ہوئی ہے کہ تم اپنے فرہاد کے قریب جاؤ گی تو وہ اس کا آخری وقت ہوگا۔''

انہوں نے ایک ہلکی سی سانس کھینچتے ہوئے کہا۔ ''اللہ تعالیٰ بڑا سازگار ہے۔ وہ ہونی کو انہونی اور انہونی کو ہونی بنادیتا ہے۔ آخری وقت مجھے آگہی مل رہی ہے کہ تمہاری گردش ختم ہوچکی ہے۔ بندش ختم ہوچکی ہے۔ تم اپنے فرہاد سے مل سکو گی۔ تمہاری قربت اس کی موت کا سبب نہیں بنے گی۔ البتہ میری یہ پیش گوئی اٹل ہے کہ جب فرہاد کی طبعی عمر پوری ہوگی' اس کا آخری وقت ہوگا تو ایسے وقت صرف تم اس کے پاس ہوگی۔''

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہے پھر بولے۔ ''ایسا کیوں ہوتا ہے؟ قدرتی حالات کیسے بدل جاتے ہیں؟ خدا کی قدرت کو سمجھنا چاہو تو کچھ باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔''

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''آئندہ فرہاد کے ساتھ تمہارا رہنا لازمی ہوگیا ہے کیونکہ ہماری دنیا پر ایک بہت بڑی آفت آنے والی ہے۔ دینِ اسلام کو خطرہ لاحق ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے' وہ دینِ اسلام کی حفاظت خود کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا سازگار ہے۔ آئندہ تم اپنے دین کے لیے اپنے فرہاد سے ملنے والی ہو۔ جاؤ، نمازِ شکرانہ ادا کرو۔''

اسی وقت عصر کی اذان سنائی دینے لگی۔ وہ کلمۂ طیبہ پڑھنے لگے۔

کلمہ طیب کی ادائیگی کے ساتھ ہی ان کی آنکھیں بند ہوگئیں اور وہ ابدی نیند سوگئے۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

نینسی نے ہینگنگ چیئر پر جھولتے ہوئے پاول کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے سرخ لیدر کے آرام دے چیئر صوفے پر نیم دراز ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ نینسی کے لیے یہ کوئی نیا منظر نہیں تھا۔ گزشتہ دس سال سے وہ یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ ان کی شادی کو دس سال گزر رہے تھے اور ان کا کوئی بچہ نہیں تھا۔ انہوں نے خواہش نہیں کی تھی تو کبھی بچے کے خلاف بھی نہیں سوچا تھا... یہ قدرت کی طرف سے تھا۔ پاول ایک اسٹاک بروکر تھا اور نینسی ہاؤس وائف۔ شادی کے وقت طے ہوگیا تھا کہ نینسی کبھی نوکری نہیں کرے گی، اس کی ذمے داری گھر سنبھالنا ہو گی۔

نینسی حسین تھی۔ پینتیس برس کی عمر میں بھی اس نے خود کو بالکل فٹ رکھا تھا۔ وہ کھانا بنانے کی ماہر تھی اور گھر کی آرائش کا کورس اس نے محض اپنا گھر سنوارنے کے لیے کیا تھا۔ اس نے گھر کو سجا دیا تھا۔ لان سے لے کر کچن تک ایک ایک جگہ اس نے ایسی آرائش کی تھی کہ دیکھنے والے اس کے فن پر حیران ہوتے تھے اور پاول کی قسمت پر رشک کرتے تھے کہ اسے ایسی ہمہ صفت قسم کی بیوی ملی۔

پاول تقریباً چالیس برس کا مضبوط جسامت رکھنے والا شخص تھا مگر نرم نقوش، نازک فریم کی عینک اور سامنے سے اُڑ جانے والے بالوں کی وجہ سے وہ کوئی اسٹاک بروکر ہی نظر آتا تھا۔ وہ صبح چھ بجے اٹھتا تھا، سات بجے تک ایکسرسائز اور غسل سے فارغ ہوکر تیار ہوجاتا۔ نینسی اس کی تمام چیزیں رات کو ہی تیار کرلیتی تھی۔ سات بجے تک ناشتا میز پر ہوتا تھا۔ پاول ناشتا کرکے ساڑھے سات بجے دفتر کے لیے روانہ ہوجاتا تھا۔ نیویارک کے ٹریفک میں ایک گھنٹا سفر کرکے وہ اسٹاک ایکسچینج کے پاس اپنے دفتر پہنچتا تھا۔ سارا دن اسٹاک کے لین دین اور ہیر پھیر میں سر کھپانے کے بعد وہ چار بجے گھر کے لیے روانہ ہوتا تھا اور ٹھیک پانچ بجے گھر میں ہوتا تھا۔

لگی بندھی زندگی سے بے زار ایک گھریلو عورت کا فسانہ۔ یکایک اس کی راہ میں بے تحاشا نشیب وفراز اور نت نئے موڑ آگئے۔ ان انجانی راہوں پر بھٹکنے کے دوران بالآخر اسے درست راستہ مل ہی گیا!

درست راستہ

آصف ملک

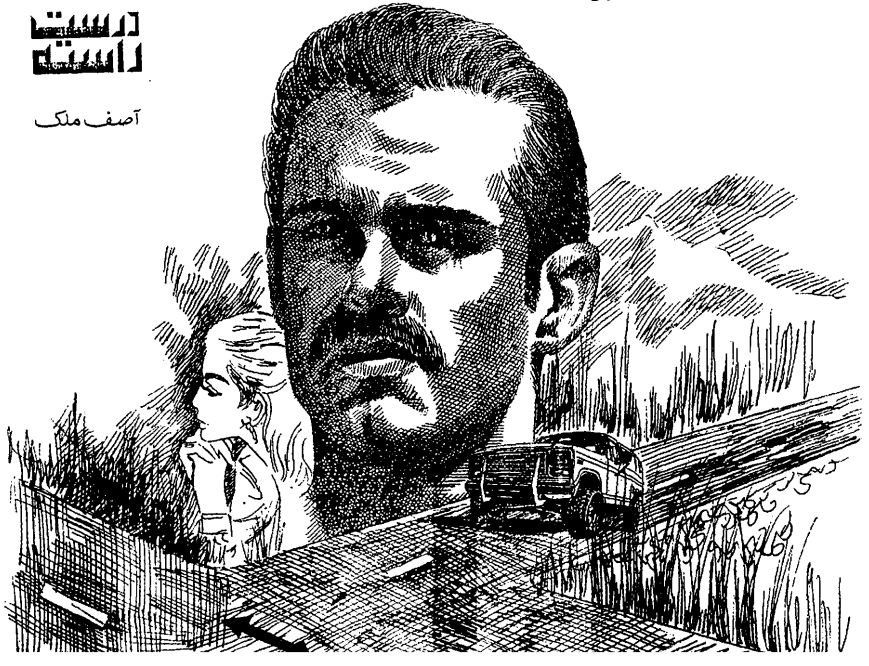

یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات تھی۔ بابا فرید واسطی کے آخری وقت مجھے ان کے حجرے میں داخلی ہونے کی اجازت ملی تھی۔ اگرچہ میں ان کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا... سب کچھ بھول گیا تھا۔ تاہم ان کی وفات پر مجھے دلی صدمہ ہوا۔ سونیا کو پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھ کر یہ صدمہ اور بڑھ گیا۔

ایسے وقت سونیا کے اندر مسلسل رہنا مناسب نہیں تھا۔ صدمے کا بوجھ کم کرنے کے لیے رونا اور ماتم کرنا لازمی ہوتا ہے۔ ایسے وقت صبر کرنے کی تلقین محض رسمی سی ہوتی ہے۔ میں چاہتا تھا' وہ اس وقت تنہا رہے اور یہ بھی چاہتا تھا کہ اس ادارے میں رہ کر بابا صاحب کی آخری رسومات میں شریک بھی رہوں۔

مگر ایسا ممکن نہیں تھا۔ وہاں رہنے کے لیے مجھے کسی اور کے دماغ میں جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ وہ سب ہی میرے لیے اجنبی تھے۔ میں اپنی کمزور یادداشت کے باعث ایسا سوچ رہا تھا ورنہ اس ادارے میں سب ہی میرے اپنے تھے۔ میں انہیں اجنبی سمجھ رہا تھا مگر خود ان کے لیے اجنبی نہیں تھا۔

میں سونیا کے دماغ سے نکلتا تو دماغی طور پر وہاں سے دور جنیوا کے کاسمیج میں آجاتا مگر ایسا نہیں ہوا۔ میں نے شدید حیرانی سے دیکھا، سونیا کے دماغ سے نکلتے ہی میں کسی کے اندر پہنچ گیا تھا اور اس کے ذریعے بابا فرید واسطی کی تدفین کے سوگوار مناظر دیکھ رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کہاں پہنچا ہوا ہوں؟

میں جس ہستی کے اندر تھا' اس کی سوچ کو پڑھ سکتا تھا۔ یہ معلوم کرسکتا تھا کہ وہ ہستی کون ہے اور اس وقت کیا سوچ رہی ہے!

حیرانی کی بات یہی تھی۔ میں اس کے خیالات پڑھ نہیں پا رہا تھا۔ ایسے وقت مجھے بہت ہی معصوم سی میٹھی سی آواز سنائی دی۔ ''آپ پریشان نہ ہوں۔ جب تک خیال خوانی کے ذریعے اس ادارے میں رہنا چاہتے ہیں... رہ سکتے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''بیٹی...! تم کون ہو؟''

''میں اپنے گرینڈ پاپا فرہاد علی تیمور کی پوتی انوشے ہوں۔''

''میں آپ ہی آپ تمہارے دماغ میں کیسے آگیا؟''

''یہ قدرتی کشش ہے۔ ابھی آپ نہیں سمجھیں گے۔ جلد ہی وقت آپ کو سمجھا دے گا۔''

میں نے کہا۔ ''تمہارے لیے خوشخبری ہے۔ تمہارے دادا فرہاد جلد ہی تم سب سے ملنے والے ہیں۔''

''یہ آپ سے کس نے کہا ہے کہ وہ جلد ہی ملنے والے ہیں؟''

''جب تمہاری دادی (سونیا) حجرے میں گئی تھیں تو میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے ساتھ تھا۔ میں نے بابا صاحب کی باتیں سنی ہیں۔ وہ فرما رہے تھے' تمہاری دادی اور دادا پر جو گرفت تھی' وہ ختم ہو چکی ہے۔ آئندہ وہ دونوں ساتھ رہیں گے۔''

''یہ تو واقعی بہت بڑی خوش خبری ہے۔ ویسے آپ ہماری گرینڈ مما کے ساتھ یہاں کیوں آئے ہیں؟ ہمارے معاملات میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں؟''

''میں تمہاری گرینڈ مما کے کارناموں سے بہت متاثر ہوں۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا' میرے داماد جمال احمد کو گریٹ ایشورارا کی عداوت سے بچائیں گی۔ واقعی یہی ہوا۔ میرا داماد محفوظ ہے اور گریٹ ایشورارا کے کارندے یہ دنیا چھوڑ کر اپنے سیارے میں واپس چلے گئے ہیں۔''

انوشے روحانی علوم کے ذریعے یہ تمام باتیں جانتی تھی۔ ایک پوتی کی حیثیت سے مجھے پہچانتی تھی۔ بس یونہی شوخی سے اپنے دادا کو ٹٹول رہی تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ مجھے اس کی دادی سے کتنا لگاؤ ہے؟ اس لگاؤ کی نوعیت کیا ہے؟ کیا عجیب زندگی تھی' اپنی لاڈلی پوتی کو بھی بھول گیا تھا۔

سونیا نے تین دن تک خاموشی اختیار کرلی تھی۔ بابا فرید واسطی کے حجرے میں رہ کر عبادت کرتی تھی۔ راتوں کو وہیں سوتی تھی۔ اکابرین نے فون کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا۔ ادارے کے انچارج نے کہا۔ ''میڈم تین دن تک دنیاوی معاملات میں دلچسپی لیں گی نہ کسی سے بات کریں گی۔ کوئی اہم پیغام ہو تو انہیں پہنچا دیا جائے گا۔''

اکابرین میں سے ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''میڈم نے وعدہ کیا تھا' ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں... ٹف گائی اور وائس مین کو ہمارے حوالے کردیں گی۔''

جواب دیا گیا۔ ''جب انہوں نے زبان دی ہے تو وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ تین دن انتظار کریں۔''

اکابرین کو یقین تھا' سونیا اپنا وعدہ پورا کرے گی۔ وہ صبر سے انتظار کرنے لگے۔ میں انوشے کا شکریہ ادا کرکے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔

سونیا کو تین دن تک اس کے حال پر چھوڑ دینا مناسب تھا۔ میں دوسرے دن جنیوا سے لاہور واپس آگیا۔ وہاں ندا کے ساتھ گھریلو اور کاروباری معاملات میں سرسری طور پر دلچسپی لینے لگا۔

میں نے بابا صاحب کے ادارے میں کئی گھنٹے گزارے تھے۔ وہاں کا پاکیزہ اور ایمان افروز ماحول مجھے یاد آتا تھا۔ بابا فرید واسطی کی باتیں بھی یاد آتی تھیں۔ انہوں نے فرمایا تھا۔ ''سونیا اور فرہاد پر جو گرفت تھی، وہ ختم ہو چکی ہے۔ آئندہ ان کی ملاقات ہوگی۔''

ان کی یہ باتیں میرے اندر گونجتی رہتی تھیں۔ میں بے چین ہو کر سوچتا تھا۔ ''آخر کب ان کی ملاقات ہوگی؟''

میں اسے اپنے فرہاد سے ملنے اور مسرتوں سے سرشار ہوتے دیکھنا چاہتا تھا۔ بابا صاحب نے فرمایا تھا۔ ''عالمِ اسلام پر برا وقت آنے والا ہے۔''

انہوں نے وضاحت نہیں کی تھی کہ وہ برا وقت کب آئے گا؟ کیا دینِ اسلام کے دشمن بہت طاقتور ہوں گے؟ کیا مسلمان اپنی بقا کے لیے جنگ لڑسکیں گے؟

ہاں... یہ ضرور فرمایا تھا کہ سونیا اور فرہاد یہ جنگ لڑنے کی خاطر ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہو جائیں گے۔ دیکھا جائے تو میں قدرتی طور پر بزنس مین نہیں تھا۔ اس لیے کبھی سنجیدگی سے کاروبار کے متعلق سوچتا ہی نہیں تھا۔ میرے اندر جو فرہاد چھپا ہوا تھا وہ میرے خیالات کو سونیا اور اس کے معاملات کی طرف بہائے لیے جاتا تھا۔

تمام اکابرین نے بابا فرید واسطی کی وفات پر رسمی طور پر رنج و غم کا اظہار کیا تھا۔ بھلا انہیں بابا صاحب سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی؟ وہ محض رسم دنیا نبھانے اور سونیا سے دوستی قائم رکھنے کے لیے تعزیت کررہے تھے۔

فی الحال وہ سونیا' فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کوئی سازش نہیں کررہے تھے۔ یہی ارادہ تھا کہ آئندہ بھی نہیں کریں گے۔ ہمیشہ دوستانہ روش پر چلیں گے۔ وہ ایسے فیصلے سیکڑوں بار کرچکے تھے۔ امن و امان سے رہنے کے وعدے کرتے تھے اور انہیں توڑ دیتے تھے۔ قسمیں کھاتے تھے اور بھول جاتے تھے۔

برین ماسٹر اپنی ایک خفیہ رہائش گاہ میں تھا۔ خیال خوانی کے اور آر ڈی مین کے ذریعے بہت سی معلومات حاصل کررہا تھا لیکن یہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ سونیا بابا صاحب کے ادارے میں کب تک رہے گی اور کیا کرتی رہے گی؟ اس نے ٹف گائی اور وائس مین کو کہاں چھپا رکھا ہے اور انہیں کب امریکی اکابرین کے حوالے کرے گی؟

وہ یہ سب کچھ نہیں جانتا تھا مگر جاننے کی بھرپور کوششیں کررہا تھا۔

چند اکابرین کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ سونیا تین دن کے بعد ٹف گائی اور وائس مین کو واشنگٹن پہنچائے گی۔ یہ بہت بڑی خبر تھی۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ دونوں کہاں ہیں اور کس ملک کے ائرپورٹ سے روانہ ہو کر واشنگٹن پہنچیں گے؟

اس نے آر ڈی مین سے کہا۔ ''نادیہ تنظیم ختم ہو چکی ہے۔ آرمی کے پانچ یوگا جاننے والے افسران پھر سے پاور میں آگئے ہیں۔ تم ان پانچوں میں سے کسی کی آواز سنو اور مجھے بھی سناؤ۔''

اس نے کہا۔ ''تم ان کے اندر کیسے پہنچو گے؟''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''وہ پانچوں یوگا جاننے والے صرف آفس کے بند کمرے میں ہی نہیں' اپنے گھروں میں بھی کسی نہ کسی سے باتیں کرتے ہوں گے۔ اس طرح ان کے گھروں کا پتا معلوم ہو سکے گا۔''

''بے شک، آخر وہ انسان ہیں۔ سماجی معاشرتی زندگی گزارتے ہوں گے۔ کلبوں اور شادی بیاہ کی تقریبات میں شریک ہوتے ہوں گے یا کبھی ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے ہوں گے۔''

''ہاں۔ ایسے وقت میں اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے ان میں سے کسی کو ٹریپ کرسکوں گا۔''

برین ماسٹر کو سونیا سے یہ شکایت تھی کہ اس نے ٹف گائی کو اس سے چھین لیا تھا۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو برین ماسٹر نے آر ڈی مین کے ذریعے ٹریپ کیا تھا۔ اصولاً اس شکار پر برین ماسٹر کا حق تھا۔ اس کا خیال تھا' سونیا نے اس سے ناانصافی کی ہے۔ جبکہ وہ ٹف گائی کو تو کیا' وائس مین کو بھی اپنے زیرِ اثر رکھنے والی نہیں تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا' سونیا انصاف کررہی ہے۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان کے گھر واپس بھیج رہی ہے۔

اپنی غرض پوری نہ ہو تو انصاف کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ برین ماسٹر ایک ہی بات جانتا تھا کہ ٹف گائی پر اس کا حق ہے۔ وہ اپنا حق مانگے گا تو سونیا نہیں دے گی۔ لہٰذا وہ مانگنا نہیں' چھین لینا چاہتا تھا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ ٹف گائی کے ساتھ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا وائس مین سود کے طور پر حاصل ہو جائے۔

اسے یہ اندیشہ تھا کہ سونیا ناراض ہو جائے گی پھر اس نے سوچا' اسے ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس وقت حاصل کرے گا جب سونیا کی ذمے داری ختم ہو جائے گی۔ وہ انہیں رہائی دے چکی ہوگی۔ سونیا سے ان کا معاملہ ختم ہو چکا ہوگا۔ رہائی پانے کے بعد وہ کسی کے بھی ہتھے چڑھ سکتے ہیں۔

وہ سی آئی اے کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس شعبہ کے افسران اور ان کے جاسوس شراب پینے کے عادی تھے۔ اسے کتنے ہی اعلیٰ افسران کے دماغوں میں جگہ ملتی رہی۔ یہ معلوم ہوتا رہا کہ پانچ یوگا جاننے والے افسران اہم معاملات میں ان سے دن رات رابطہ رکھتے ہیں۔ اسے وہیں سے اہم معلومات حاصل ہونے لگیں۔

تین دن گزر گئے۔ سونیا نے پانچ یوگا جاننے والے اکابرین سے کہا۔ ''دوسرے دن صبح چھ بجے تمہارے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں ٹف گائی اور وائس مین کو پیرس... ائرپورٹ پہنچا دیا جائے گا۔ وہاں ہمارے آدمی انہیں تمہاری سیکیورٹی میں دیں گے۔ اس طرح میرا وعدہ پورا ہوگا اور انہیں بہ حفاظت لے جانا تمہاری ذمے داری ہوگی۔''

جب ان پانچ افسران نے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کو یہ خبر سنائی تو برین ماسٹر اس کے اندر موجود تھا۔ وہ لوگ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بہ حفاظت واشنگٹن لانے کے لیے سخت سیکیورٹی کے انتظامات کر رہے تھے۔ ایک اسپیشل طیارہ اسی وقت پیرس کے لیے روانہ کر دیا گیا۔

اس طیارے میں آرمی کے دو افسران، سی آئی اے کے چار جاسوس اور بیس مسلح سپاہی تھے۔ برین ماسٹر یکے بعد دیگرے ان کے اندر جگہ بنا رہا تھا۔ ان میں تین یوگا جاننے والے بھی تھے۔ یہ ساری باتیں وہ دوسرے آلۂ کاروں کے ذریعے معلوم کر رہا تھا۔

اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس اسپیشل طیارے کے پائلٹ، کو پائلٹ، افسران اور مسلح سپاہیوں کے اندر جاتے آتے رہیں گے۔

اگرچہ سونیا بڑی فراخ دلی سے ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس کر رہی تھی پھر بھی اندیشہ تھا، مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس دیا ہوا مال کسی وجہ سے پھر چھین سکتے ہیں۔ برین ماسٹر بھی ان کی بلیک لسٹ میں تھا۔

ٹف گائی اور وائس مین کو بابا صاحب کے ادارے میں امانت کے طور پر رکھا گیا تھا۔ ادارے کے چھ مسلح افراد انہیں ہیلی کاپٹر میں بٹھا کر پیرس انٹرنیشنل پورٹ لے گئے۔ وہاں سی آئی اے کے مسلح جاسوس موجود تھے۔

انہوں نے فون پر سونیا سے رابطہ کیا پھر امریکی اکابرین کی طرف سے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ ''ہم نے ٹف گائی اور وائس مین کو اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ ہم امریکی حکام کی جانب سے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہمارے اکابرین پوری نیک نیتی سے یقین دلاتے ہیں، گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ ہماری دوستی مستحکم ہوتی رہے گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''اپنے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو، ٹف گائی اور وائس مین کے خیالات پڑھیں۔ ابھی یہ بیان دیں کہ یہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند ہیں۔ ہم نے انہیں کسی طرح کی ذہنی کمزوری میں مبتلا نہیں کیا ہے۔''

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بیان دیا کہ وہ ان دونوں کے دماغوں کو اچھی طرح ٹٹول چکے ہیں۔ انہیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچایا گیا ہے۔ بعد میں میڈم سونیا سے کسی قسم کی شکایت نہیں کی جائے گی۔

لین دین کی تمام ضروری کارروائیاں مکمل ہونے کے بعد ٹف گائی اور وائس مین کو اسپیشل طیارے میں پہنچا دیا گیا۔ اس طیارے میں تین یوگا جاننے والوں کو چھوڑ کر باقی جتنے افراد تھے، برین ماسٹر ان سب کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ جب جہاز وہاں سے پرواز کرنے لگا تو برین ماسٹر پائلٹ کے دماغ میں آ گیا۔

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا کرمسن واسکوڈی اس پائلٹ کے اندر موجود تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا۔ ''میں تمہارے ذریعے اسکرین پر دیکھ رہا ہوں۔ طیارہ اپنی صحیح سمت بحرِ اوقیانوس کی طرف جا رہا ہے۔ تمہارا ذہن توانا اور تر و تازہ ہے۔ پھر بھی پوچھ رہا ہوں، تم کسی طرح کی بے چینی سے یا کسی غیر معمولی احساس سے دوچار تو نہیں ہو رہے ہو؟''

پائلٹ نے کہا۔ ''بالکل نہیں۔ میرا ذہن ایک دم فریش ہے۔ البتہ تم میرے اندر آ کر خاموش رہتے ہو تو مجھے کچھ پتا نہیں چلتا۔ جب بولتے ہو تو بے چینی سی محسوس ہوتی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ آئندہ تمہارے اندر آ کر خاموش رہوں گا۔ تمہیں ڈسٹرب نہیں کروں گا۔''

وہ شاید چلا گیا۔ پائلٹ کے اندر خاموشی چھا گئی۔ برین ماسٹر چپ چاپ اس کے ذریعے اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ وہ طیارہ فرانس کی حدود سے نکل کر بحرِ اوقیانوس کی سمت جا رہا تھا۔ برین ماسٹر تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا پھر اس نے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ پوری طرح خیال خوانی کی گرفت میں آ گیا۔ طیارے کی سمت بدل کر اسے شمالی مغربی افریقا کے روٹ پر لے جانے لگا۔

ایسے وقت اس نے ٹھہر ٹھہر کر جہاز کو دھکا دیا تو اس کی پرواز ناہموار ہونے لگی۔ سب ہی پریشان ہو گئے، کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پائلٹ کے اندر آ کر پوچھا۔ ''کیا مسئلہ ہے؟ پرواز ناہموار کیوں ہو رہی ہے؟''

برین ماسٹر نے پائلٹ کے لب و لہجے میں کہا۔ ''کوئی گڑبڑ ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے کسی ائرپورٹ پر اترنا ہوگا۔ وہاں اس کی خرابی کا پتا چلے گا۔''

برین ماسٹر خود نہیں بول رہا تھا۔ پائلٹ کو اپنی موجودگی کا احساس نہیں دلا رہا تھا۔ جو سوالات کیے جا رہے تھے، ان کے جوابات اسی کے لب و لہجے میں دے رہا تھا۔ کسی کو کسی طرح کا شبہ نہیں ہوا۔ اور جہاز مراکش پہنچ گیا۔

برین ماسٹر مراکش کے ان صحرائی علاقوں کو جانتا تھا جہاں سیکڑوں کلومیٹر تک ریگستان تھا۔ وہاں سے گزرنے والی پختہ سڑک کے اطراف کوئی درخت یا پتھریلے ٹیلے نہیں تھے۔ طیارہ وہاں آسانی سے اتر سکتا تھا۔ جب اس کی پرواز نیچی ہونے لگی تو ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے چونک کر پوچھا۔ ''کیا تم یہاں لینڈ کرنا چاہتے ہو؟''

تب برین ماسٹر نے کہا۔ ''طیارے کو یہیں اترنے دو۔ پائلٹ کو روکنا چاہو گے تو یہ اترنے سے پہلے تباہ ہو جائے گا۔''

یہ سنتے ہی پانچوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

پائلٹ کا دماغ اس کی گرفت سے نکلا تو وہ ایک افسر کو آلۂ کار بنا کر کیبن میں لے آیا۔ اس افسر نے وہاں پہنچتے ہی کو پائلٹ کو گولی مارتے ہوئے کہا۔ ''اگر پائلٹ کے دماغ کو آزاد نہ چھوڑا گیا تو میں اسے بھی گولی مار دوں گا۔''

دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس افسر کے دماغ پر بھی قبضہ جما لیا۔ برین ماسٹر ایک اور آلۂ کار کو دوڑاتا ہوا وہاں لایا۔ اس نے اس افسر کو گولی مار دی پھر کہا۔ ''اس جہاز میں صرف تین یوگا جاننے والے ہیں۔ باقی سب ہی میرے آلۂ کار بنتے رہیں گے۔ کیا تم لوگ چاہتے ہو، میں پائلٹ کو گولی مار کر جہاز کو تباہ ہو جانے دوں؟''

ایک نے پوچھا۔ ''تم کیا چاہتے ہو؟''

''پہلے اس طیارے کو یہاں اترنے دو پھر باتیں ہوں گی۔''

انہوں نے پائلٹ کے دماغ کو ڈھیل دے دی۔ وہ برین ماسٹر کی مرضی کے مطابق طیارے کو اس صحرا کی وسیع پختہ سڑک پر اتارنے لگا۔ افسران اور سی آئی اے کے جاسوس فون کے ذریعے اکابرین کو اور ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کو بتا رہے تھے کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے طیارے کو ہائی جیک کر لیا ہے۔

برین ماسٹر انہیں فون کرنے سے روک نہیں رہا تھا۔ یہ جانتا تھا، فون پر پابندی لگائے گا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے اطلاع پہنچائیں گے۔ اس نے ایک آلۂ کار کے ذریعے چیخ کر کہا۔ ''اپنے اکابرین سے کہہ دو۔ اس ویرانے میں کسی طرح کی مدد پہنچانے کی حماقت نہ کی جائے ورنہ میں تمہارے ٹف گائی اور وائس مین کو گولی مار دوں گا۔''

وہ لوگ ان دونوں کی لاشیں واشنگٹن نہیں لے جانا چاہتے تھے۔ ان کی سلامتی چاہتے تھے۔ برین ماسٹر کا آلۂ کار ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پیچھے گن لیے کھڑا تھا۔ اگر اس آلۂ کار کو مارا جاتا تو برین ماسٹر وہاں موجود کسی دوسرے شخص کو آلۂ کار بنا لیتا۔ وہ فی الحال بہت مجبور ہو گئے تھے۔

اس سے پوچھا گیا۔ ''ہمیں بتاؤ، تم کیا چاہتے ہو۔ تمہارے تمام مطالبات پورے کیے جائیں گے۔''

برین ماسٹر نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے ایک یوگا جاننے والے افسر کو گولی مار کر زخمی کیا پھر کہا۔ ''میں نہیں چاہتا یہاں کوئی سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو بھگا دے۔ یوگا جاننے والوں سے پوچھتا ہوں، یہ اپنے دماغوں کے دروازے کھولیں گے یا انہیں بھی زخمی کروں؟''

ان دونوں نے جلدی سے کہا۔ ''ہم پر گولی نہ چلاؤ۔ تم جب چاہو، ہمارے اندر آ سکتے ہو۔''

اس نے کہا۔ ''یہاں جو جاسوس اور افسران ہیں ان کے سامان میں شراب کی بوتلیں ہیں۔ تم دونوں فوراً اٹھو اور شراب پیو۔ جب تک نشے میں رہو گے، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔''

وہ دونوں ایک افسر سے شراب کی بوتلیں لے کر پینے لگے۔ اس افسر نے کہا۔ ''اب تو معاملہ طے کرو۔ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟ کیا مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو؟ کیا میڈم سونیا اپنے وعدے سے پھر رہی ہیں؟''

وہ بولا۔ ''میں جھوٹ بول سکتا ہوں جو واردات کر رہا ہوں، اس کا الزام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر لگا سکتا ہوں لیکن سچ بولوں گا۔'' وہ ذرا چپ ہوا پھر بولا۔ ''آگے چل کر سچ نہیں چھپے گا۔ جھوٹا الزام لگا کر میڈم کو ناراض نہیں کرنا چاہتا پھر یہ کہ میں پہلے بھی ناقابلِ شکست پُراسرار برین ماسٹر تھا۔ آج بھی اپنی طاقت کا لوہا منوانا چاہتا ہوں۔''

قارئین متوجہ ہوں

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات و احادیثِ نبوی آپ کے دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا ان صفحات پر آیات اور احادیث درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

''اچھا تو تم برین ماسٹر ہو؟''

دوسرے افسر نے پوچھا۔ ''خوامخواہ ہم سے عداوت کیوں مول لے رہے ہو؟''

''خوامخواہ نہیں... اینٹ کا جواب پتھر سے دے رہا ہوں۔ جب میں روپوش رہتا تھا۔ تب تمہارے اکابرین غیر معمولی مشین کے ذریعے مجھے تلاش کرنا اور ٹریپ کرنا چاہتے تھے۔ اب وہ مشین نہیں رہی۔ اپنے اکابرین سے کہو مجھے ٹریپ کریں۔ میں تمہارے ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واشنگٹن پہنچے نہیں دوں گا۔ انہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔''

''یہ ریگستان سیکڑوں کلومیٹر تک غیر آباد ہے۔ تمہارے پاس گاڑی نہیں ہے۔ تم کس طرح انسانی آبادی میں پہنچو گے؟ اس ملک کے ہر حصے میں سخت چیکنگ ہوگی۔ تم انہیں اپنے ساتھ نہیں لے جاسکو گے۔''

''اگر نہ لے جاسکا تو انہیں موت کی نیند سلا دوں گا۔ یہ دونوں تمہارے ملک کے لیے بہت اہم ہیں۔ ان کی زندگی چاہو گے تو آگے کہیں میرا راستہ نہیں روکنا۔''

وہ پانچ خیال خوانی کرنے والے اپنے اکابرین کو برین ماسٹر کے متعلق بتا رہے تھے۔ وہ کچھ عرصہ پہلے سونیا کی سرپرستی میں تھا۔ یہ شبہ ہو رہا تھا کہ اسی سرپرستی میں واردات کرنے آیا ہے۔ سونیا اس کے پیچھے رہ کر دہری چالیں چل رہی ہے۔

یوگا جاننے والے پانچ افسران نے سونیا سے فون پر رابطہ کیا۔ ایک نے پوچھا۔ ''کیا آپ برین ماسٹر کی سرپرستی فرما رہی ہیں؟''

اس نے جواب دیا۔ ''میں کسی کی سرپرست بن کر نہیں رہتی۔ جب کوئی مجھ سے مدد مانگتا ہے تو میں اس کے کام آتی ہوں۔ کام آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں کسی کی سرپرست بن گئی ہوں۔ بائی دا وے... مجھ سے یہ سوال کیوں کیا جا رہا ہے؟''

''آپ کی پناہ میں رہنے والے نے اس جہاز کو ہائی جیک کرلیا ہے۔ جس میں ٹف گائی اور وائس مین کو واشنگٹن لایا جا رہا ہے۔''

''میری پناہ میں تو لوگ آتے جاتے ہی رہتے ہیں۔ اس کا نام بتاؤ۔''

''وہ برین ماسٹر ہے۔ اس نے طیارے کو مراکش کے ایک ریگستانی علاقے میں اتارنے پر مجبور کیا ہے۔ ہمارے کئی جاسوس اور افسران کو زخمی اور ہلاک کر چکا ہے۔''

''وہ چاہتا کیا ہے؟''

''یہ تو آپ بھی اچھی طرح جانتی ہوں گی۔''

وہ غصے سے بولی۔ ''بکواس مت کرو۔ مجھ پر شبہ کرتے ہوئے تم لوگوں کو شرم آنی چاہیے۔ میں چاہتی تو ٹف گائی کو اور وائس مین کو تمہارے حوالے نہ کرتی پھر تم سب میرا کیا بگاڑ لیتے؟'' وہ ذرا چپ ہوئی پھر اس نے پوچھا۔ ''بولو میرا کیا بگاڑ لیتے....؟ کیا میں تم لوگوں کے زیر اثر تھی؟ کیا میں نے کسی وجہ سے مجبور ہو کر انہیں واپس کیا ہے؟''

''ہوسکتا ہے آپ اپنے فیصلے پر پچھتا رہی ہوں اور ان دونوں کو واپس لینا چاہتی ہوں۔''

''لعنت ہے تم لوگوں کی عقل پر.... کیا میں ایک بڑے ملک کا طیارہ اغوا کرنے اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پھر سے چھین لینے کے لیے ایک تنہا برین ماسٹر سے کام لوں گی؟ جبکہ میرے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔''

''ہوسکتا ہے آپ کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے تمام جاسوسوں' افسروں اور مسلح سپاہیوں کے دماغوں پر خاموشی سے قبضہ کر رکھا ہو۔ وہ سب گونگے بن گئے ہوں اور صرف برین ماسٹر وہاں بول رہا ہو۔''

وہ خوامخواہ شبہ کر رہے تھے۔ سونیا کو غصہ دلا رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ''تو پھر یہی سمجھو۔ میں نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر دوستی اور خیر سگالی کے طور پر ان دو قیمتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہاری تحویل میں دیا۔ تمہارے آدمی انہیں یہاں سے لے گئے۔ اس کے بعد جو ہو رہا ہے۔ اس کی ذمے دار میں نہیں ہوں۔ تم مجھ پر شبہ کرو اور کرتے ہی رہو۔ اپنا سر پیٹتے ہی رہو۔''

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ وہ پانچ یوگا جاننے والے افسران آپس میں بحث کرنے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''ہمیں سونیا پر صرف شبہ ہے۔ کیا یہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے وعدے سے پھر گئی ہے؟ مجھے تو یقین نہیں ہے۔ وہ ہماری امانتیں واپس کر کے پھر انہیں چھین لینے کی حماقت نہیں کرے گی۔''

دوسرے نے کہا۔ ''وہ ایسا کر رہی ہے۔ تم نے سنا نہیں' اس نے آخر میں جھنجلا کر سچ کہہ دیا کہ ہم اس پر شبہ کرتے رہیں۔ اپنا سر پیٹتے رہیں یعنی ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔''

''کسی کی بات کا یقین نہیں کیا جائے گا۔ اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کیا جائے گا تو وہ غصے میں یہی کہے گا کہ جاؤ میں نے یہ کیا ہے جو بگاڑ سکتے ہو... بگاڑ لو۔''

اغوا شدہ طیارے میں بیٹھے ہوئے ایک افسر نے فون پر کہا۔ ''برین ماسٹر ہمارے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو طیارے سے باہر لے جا رہا ہے۔ ہم انہیں روکنا چاہیں گے تو

وہ دونوں کو گولی مار دے گا۔''

ایک یوگا جاننے والے افسر نے کہا ''ٹف گائی اور وائس مین کو ہر حال میں زندہ رکھنا ہے، انہیں جانے دو۔ ہم دیکھیں گے' وہ اس ریگستان میں انہیں کہاں لے جائے گا؟ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس پر نظر رکھیں گے۔''

دوسرے یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ برین ماسٹر کہاں روپوش رہتا ہے؟ یہ بھی معلوم کرو کہ کتنے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے لوگوں کے اندر موجود ہیں؟''

واسکوڈی نے کہا۔ ''ہم سب خیال خوانی کرنے والے یہ اچھی طرح یقین کر چکے ہیں کہ برین ماسٹر بالکل تنہا ہے۔''

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سیمسن نے کہا۔ ''ہم طیارے کے اندر جس کے دماغ میں جاتے ہیں' یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک آواز اور لب و لہجے والا آکر انہیں آلۂ کار بناتا ہے پھر اپنا کام نکال کر چلا جاتا ہے۔''

ایک یوگا جاننے والے افسر نے پوچھا۔ ''اس کا مطلب ہے' سونیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں نہیں ہے؟''

''کوئی نہیں ہے۔ برین ماسٹر تنہا یہ واردات کر رہا ہے۔''

وہ پانچوں یوگا جاننے والے ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ ''تم نے سونیا کو الزام دے کر اچھا نہیں کیا۔''

اس نے کہا۔ ''تم نے بھی اس پر شبہ کیا تھا۔''

''میں نے صرف شبہ ظاہر کیا تھا۔ تم نے کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر اس کی ناراضی مول لی ہے۔''

''ابھی مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہم نے سونیا کے ساتھ کیا رویّہ اختیار کیا؟ مسئلہ یہ ہے کہ اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کس طرح برین ماسٹر کے شکنجے سے نکال کر لایا جائے؟''

''ہم سونیا کے تعاون سے ان دونوں کو دوبارہ حاصل کر سکتے تھے مگر اب وہ ہمارے لیے کچھ نہیں کرے گی۔''

ایک اور افسر نے کہا۔ ''ٹیلی جنس والے مراکش کے ہر شہر اور ہر بستی میں پہنچے والے ہیں۔ ہمارے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ٹف گائی اور وائس مین کے اندر رہیں گے۔ یہ معلوم کرتے رہیں گے کہ برین ماسٹر انہیں کہاں پہنچا رہا ہے؟''

''وہ ٹف گائی اور وائس مین کو کوما میں پہنچا سکتا ہے۔ انہیں کسی طرح غائب دماغ بنا سکتا ہے پھر ہم کیا کرسکیں گے؟''

''وہ تنویمی عمل کے بغیر ایسا کچھ نہیں کر سکے گا اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی خاموشی سے اس کے تنویمی عمل کو ناکام بناتے رہیں گے۔''

''پھر تو یہ سلسلہ نہ جانے کب تک چلتا رہے گا؟ وہ ان دونوں پر تنویمی عمل کرتا رہے گا اور ناکام ہوتا رہے گا۔ آخر جھنجلا کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دے گا۔''

وہ سب پریشانی سے سوچنے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''جو کام ہم نہیں کر سکتے' وہ سونیا کر سکتی ہے۔ اس سے تعاون حاصل کرنا ہوگا۔''

''وہ ناراض ہوگئی ہے۔ اب ہمارے کام نہیں آئے گی.... آئے گی تو بڑے نخرے دکھائے گی۔ ہم سے خوشامدیں کروائے گی۔'' دوسرے نے کہا۔

''ضرورت کے وقت گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے۔ ہم اسے ماں بنالیں گے، خوشامدیں بھی کریں گے۔ اس طرح اپنے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تو حاصل کرلیں گے۔'' تیسرے نے کہا۔

انہوں نے اس بات پر متفق ہو کر بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا۔ وہاں کے انچارج سے کہا۔ ''ہم میڈم سونیا سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

انچارج نے کہا۔ ''انتظار کیجیے، میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

وہ انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد فون پر آواز سنائی دی۔ ''سوری۔ میڈم بات نہیں کریں گی۔''

''ہم گذارش کرتے ہیں۔ صرف ایک بار ہم سے....''

قطع کلامی کرتے ہوئے کہا گیا۔ ''میڈم کی بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ ہمارے ادارے کا فون نمبر بھول جاؤ.... دیٹس آل۔''

ادھر سے رابطہ ختم کردیا گیا۔ وہ اپنی توہین محسوس کرتے ہوئے جھنجلانے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''ہم خوامخواہ اس سے امیدیں وابستہ کر رہے تھے۔ وہ مغرور ہے۔ بدمزاج ہے۔ ہمیں موقع ملے گا تو ہم بھی اس کی انسلٹ کریں گے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''ہم وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ برین ماسٹر سے بھی نمٹ لیں گے۔ ٹف گائی اور وائس مین کو ضرور اس سے چھین لیں گے۔''

ادھر برین ماسٹر ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو طیارے سے باہر لے آیا تھا۔ ان کے اطراف حدِ نظر تک ریگستان تھا۔ ریت کے اونچے نیچے ٹیلے دکھائی دے رہے تھے۔

وائس مین نے کہا۔ ''برین ماسٹر! میں تمہاری سوچ کی

لہروں کو محسوس کر رہا ہوں۔ یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس صحرا میں ہمیں میلوں دور تک کہاں لے جاؤ گے؟''

ٹف گائی نے کہا۔ ''تم تو کہیں آرام سے بیٹھے ہو۔ ہم صحرا کی دھوپ اور گرمی میں بھوکے پیاسے کب تک چلتے رہیں گے؟ کیا کسی انسانی آبادی میں زندہ پہنچ سکیں گے؟''

اس نے کہا۔ ''میری کوشش ہوگی کہ زندہ سلامت ایسی جگہ پہنچو جہاں سے میں تمہیں کسی دوسرے ملک کی کسی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچا سکوں۔ فی الحال چلتے رہو۔ اس طیارے سے بہت دور چلے جاؤ۔''

وہ دونوں اپنا سفری بیگ اٹھائے جا رہے تھے۔ ان کے پاس پانی سے بھرے ہوئے کین تھے۔ بیگ میں دو چار دن کا راشن تھا۔ ہتھیار بھی تھے۔ ٹف گائی نے کہا۔ ''ہم پر مہربانی کرو، ہمیں اس جہنم کی دھوپ اور گرمی سے بچاؤ۔ تم چاہو تو ہمارے لیے ایک گاڑی کا بندوبست کر سکتے ہو۔''

''چپ چاپ چلتے رہو۔ آگے جا کر معلوم ہوگا' میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔''

وہ بہت دور نکل آئے۔ وہاں سے وہ طیارہ گرم لُو میں دھندلا سا ایک کھلونے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ واسکوڈی نے وائس مین کے اندر آ کر پوچھا۔ ''برین ماسٹر...! ہم انتظار کر رہے ہیں۔ آخر یہاں کب تک رہیں گے؟ ہمیں جانے دو۔''

وہ بولا ''میری اجازت کے بغیر جاؤ گے تو تمہارے ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اوپر پہنچا دوں گا۔ ابھی وہیں رہو، تھوڑی دیر بعد جانے کی اجازت ملے گی۔''

برین ماسٹر خیال خوانی کے ذریعے طیارے کے اندر آ گیا۔ وہاں آرمی کے افسران' سپاہی اور جاسوس پریشان تھے۔ اس نے حکم دیا تھا کہ کوئی طیارے سے باہر نہیں نکلے گا۔ وہ کھڑکیوں سے دیکھ رہے تھے۔ ٹف گائی اور وائس مین وہاں سے دور جا چکے تھے۔ اب انہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔ انہیں اپنے خیال خوانی کرنے والوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ دونوں اپنا سامان اٹھائے ریت میں دھنستے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔

ایسے وقت برین ماسٹر کے ایک آلۂ کار افسر نے پائلٹ کیبن کے دروازے پر پہنچ کر ان سب کو مخاطب کیا۔ ''اٹینشن پلیز! مجھے آخری بار دیکھو اور آخری بار سنو۔ میں ہوں برین ماسٹر.... تم سب کو الوداع کہہ رہا ہوں۔''

اس بولنے والے نے اپنا ایک ہاتھ پیچھے سے آگے کیا تو سب ہی ایک دم سے گھبرا کر چیخنے لگے۔ اس کی طرف دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ اسے روکنا چاہتے تھے مگر اس سے پہلے ہی ہتھیلی پر رکھا ہوا بم بلاسٹ ہو گیا۔

ٹف گائی اور وائس مین چلتے چلتے اچھل کر ریت پر اوندھے منہ گر پڑے۔ دھماکے کی آواز اتنی شدید تھی جیسے ان کے قریب ہی بم پھٹا ہو۔ جبکہ وہ طیارہ دو کلومیٹر دور تھا۔ اس میں رکھے ہوئے دوسرے بم بھی بلاسٹ ہو رہے تھے۔ اس جہاز کے مختلف ٹکڑے شعلوں میں لپٹے ہوئے دور تک اڑتے جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ انسانی لاشوں کے ٹکڑے بھی پرواز کر رہے تھے۔

وہ دونوں دہشت زدہ تھے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر قیامت کا منظر دیکھ رہے تھے۔ پانچوں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان دونوں کے اندر آ کر غصے سے چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔ ''یو ڈرٹی برین ماسٹر...! یو ڈرٹی ڈیول...! تم خبیث درندے ہو۔ ان بے چاروں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟ تم نے اتنی سفاکی سے انہیں کیوں مارا؟ آخر کس دشمنی کا بدلہ لیا ہے؟''

وہ بولا۔ ''جو مارے گئے' ان سے زیادہ اہم یہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان کی فکر کرو۔ ان کی سلامتی چاہو۔ اگر تم سب اپنے ان ساتھیوں کے اندر نہیں آؤ گے تو یہ سلامت رہیں گے ورنہ جانتے ہو کیا ہوگا؟''

اس نے یہ کہتے ہی ٹف گائی کے اندر زلزلہ پیدا کیا، وہ حلق کے بل چیختا ہوا ریت پر گر کر تڑپنے لگا۔ واسکوڈی نے وائس مین کے ذریعے کہا۔ ''کیوں ایسا ظلم کر رہے ہو؟ ہم مان گئے ہیں' تم ان دونوں کے ساتھ بھی جو چاہو گے' کرو گے۔ ہم تمہیں کسی طرح روک نہیں سکیں گے۔''

وہ بولا۔ ''جب سمجھ گئے ہو اور مان گئے ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ کبھی مجھے پتا چلا گا کہ تم میں سے کوئی چھپ کر ان کے اندر آتا ہے اور ان کے ذریعے میری مصروفیات پر نظر رکھتا ہے تو میں انہیں یعنی ان دونوں کو ہلاک کر کے سارا قصہ تمام کر دوں گا۔''

واسکوڈی نے کہا۔ ''ہم اسی لمحے میں جا رہے ہیں۔ یہ امید رکھتے ہیں' تم کم از کم اپنے فائدے کے لیے ہی سہی' انہیں دماغی اور جسمانی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔''

ٹف گائی کی دماغی تکلیف کچھ کم ہوئی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے اور وائس مین کے اندر خاموشی تھی۔ وہ پانچوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی بہتری کے لیے فی الحال چلے گئے تھے۔ آئندہ وہ خاموشی سے آتے جاتے رہتے تو برین ماسٹر کبھی ان کی موجودگی کو سمجھ نہ پاتا۔

سی آئی اے کے جاسوس' آرمی کے افسران اور دیگر سپاہی بے قصور مارے گئے تھے۔ امریکی اکابرین غصے سے کھول رہے تھے۔ برین ماسٹر ان کے ہاتھ آ جاتا تو وہ اسے ہلاک کرنے سے پہلے اذیتیں دینے کی انتہا کر دیتے۔

سی آئی اے کے علاوہ انٹرپول اور دنیا کے تمام انٹیلی جنس والوں کو ہائی الرٹ کیا جا رہا تھا۔ یہ قسم کھائی جا رہی تھی کہ اس زمین پر جہاں جہاں خفیہ اڈے ہیں' وہاں تک پہنچا جائے گا اور جلد سے جلد اسے گرفتار کیا جائے گا۔

☆☆☆

فورکاسٹ کرنے والی مشین کے پُرزے پُرزے کھل چکے تھے۔ اس میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں' وہ چاروں انہیں سمجھنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ کچھ سمجھ میں آ رہا تھا مگر بات نہیں بن رہی تھی۔ وہ اسے تھوڑا بہت درست کرتے تو مشین چلنے سے انکار کر دیتی تھی۔ وہ ہر اعتبار سے اپنی تکمیل چاہتی تھی۔

اگر وہ پہلے کی طرح کارکردگی دکھاتی تو یہ معلوم کیا جا سکتا تھا کہ برین ماسٹر ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ کیسا سلوک کر رہا ہے؟ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ وہ بے چارے اس کے شکنجے سے نکل کر اپنے ملک' اپنے لوگوں میں جا سکیں گے یا نہیں؟

سب سے اہم بات یہ معلوم ہوتی کہ مرحوم بابا فرید واسطی کی آخری پیش گوئی کے مطابق سونیا کب اور کتنے عرصے بعد اپنے فرہاد سے ملنے والی ہے؟

افسوس..... ایسے وقت وہ مشین ناکارہ ہو گئی تھی۔ اب پہلے کی طرح مستقبل کے راستے پر اندھے بن کر چلنا تھا۔ اس مشین کو درست کرنے کے سلسلے میں مزید رکاوٹ پیش آئی۔ جوزف ہارڈی پر دل کا دورہ پڑا اور اسے اسپتال پہنچا دیا گیا۔ اب سے پہلے بھی اس پر دورہ پڑ چکا تھا۔ آئندہ جب تک علاج مکمل نہ ہوتا۔ اسے اسپتال میں ہی رہنا تھا۔ وہ ایک ماہر مکینک اور انجینئر تھا۔ باقی تینوں نے اس کی رہنمائی میں ہی فورکاسٹ کرنے والی مشین بنائی تھی۔

گویا مشین کی طرح جوزف ہارڈی کے کل پُرزے بھی ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ اسپتال میں اس کی مرمت ہو رہی تھی اور خفیہ رہائش گاہ میں مشین بکھری پڑی تھی۔ اس مشین کا ڈاکٹر اپنے علاج کے بعد ہی واپس آ کر اس کی مرمت کر سکتا تھا۔

سونیا چالیس دن تک ادارے میں رہنے والی تھی۔ بابا صاحب کی آخری پیش گوئی نے اسے بھی بے چین کر دیا تھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی' اپنے فرہاد سے ملنے کی مبارک گھڑی کب آئے گی؟ اگرچہ وہ دل کی گہرائیوں سے مجھے اپنا فرہاد سمجھ رہی تھی۔ تاہم پوری طرح یقین اسی وقت ہوتا' جب میری یادداشت بحال ہو جاتی اور میں ذہن سے اور دل سے پہچان کر اسے گلے لگا لیتا۔

مجھے کہیں ایک جگہ سکون سے رہنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ میں ساری زندگی ایک جگہ سے دوسری جگہ متحرک رہا ہوں۔ کسی نہ کسی معاملے میں مصروف اور بھرپور ایکشن میں رہتا آیا ہوں۔ حالانکہ مجھے یہ باتیں' یہ عادتیں یاد نہیں تھیں پھر بھی اندر سے مزاج وہی تھا۔

میں مسلسل لاہور میں رہنا نہیں چاہتا تھا۔ ندا نے کہا۔ ''آپ بزنس ٹور پر جائیں۔ ترکی' مصر اور لیبیا میں ہمارے ڈسٹری بیوٹرز ہیں۔ وہاں کی مارکیٹ کے مطابق کام کیا جائے تو اس طرح ہماری پروڈکشن اور منافع بڑھے گا۔''

مجھے کاروبار کے بہانے ملک سے باہر جانے کا موقع مل گیا۔ میں لاہور سے سیدھا مصر کے شہر قاہرہ کی سمت روانہ ہو گیا۔ دن میں ایک آدھ بار سونیا سے بات ضرور کرتا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ ''میں اس وقت ایک جہاز میں سفر کر رہا ہوں۔ قاہرہ پہنچ کر کچھ کاروباری معاملات طے کرنے ہیں۔'' وہ بابا فرید واسطی مرحوم کے حجرے میں رہتی تھی۔ اسے صاف ستھرا رکھتی تھی۔ وہیں عبادت کرتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ ''وہاں کب تک رہو گی؟''

اس نے کہا۔ ''پچیس دن بعد چالیسواں ہے۔ اس کے بعد ادارے سے باہر نکلوں گی۔ یہ اچھی بات ہے کہ تم کاروبار میں دلچسپی لے رہے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''سچ پوچھو تو مجھے بزنس سے خاص لگاؤ نہیں ہے۔ سارا کاروبار ندا نے سنبھال رکھا ہے۔ میں تو کاروبار کے بہانے نگر نگر کی سیر کر رہا ہوں۔''

''جب جنیوا میں تھے' تب تم نے نادیدہ تنظیم کے ایک افسر زیرو ٹو زیرو کو ٹریپ کیا تھا۔''

''ہاں۔ میں نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بھی بنا لیا تھا۔''

''کیا تم بڑے ممالک کے اکابرین سے اور ٹیلی پیتھی کی دنیا کے معاملات میں دلچسپی لے رہے ہو؟''

''میں خوامخواہ دلچسپی لینا نہیں چاہتا مگر پتا نہیں کیوں ذہن اس طرف مائل رہتا ہے۔ میں کبھی کبھی بے اختیار زیرو ٹو زیرو کے ذریعے دوسرے اکابرین کے اندر پہنچ کر ان کے خیالات معلوم کر لیتا ہوں۔''

''کیا اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں؟''

''ہاں۔ کئی ہی دلچسپ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے معلوم ہوا' تم نے لفٹ گائی اور وائس مین کو رہائی دی تھی۔ انہیں امریکی افسران کے حوالے کیا تھا لیکن برین ماسٹر انہیں چھین کر لے گیا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہاں وہ اتفاقاً ایسا کر رہا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے اکابرین نے اسے ٹریپ کرنا چاہا تھا۔ جواباً وہ ان کے دو تیلی پیتھی جاننے والوں کو لے گیا ہے۔''

''تم اس معاملے میں دلچسپی نہیں لے رہی ہو؟''

''میں برین ماسٹر کو سمجھاتی تو شاید وہ لفٹ گائی اور وائس مین کو ان کے حوالے کر دیتا لیکن اکابرین بہت ہی احسان فراموش ہیں۔ مجھے الزام دے رہے تھے کہ میں ان دونوں کو واپس کرنے کے بعد پھر سے چھین رہی ہوں۔ میں نے ان پر لعنت بھیج دی ہے۔ وہ اپنے معاملات سے خود ہی نمٹ لیں گے۔''

''ان کی بات جانے دو۔ اپنی بات کرو۔ بابا صاحب کی پیش گوئی کب پوری ہوگی' تمہیں کچھ اندازہ ہے؟''

''میں کہہ نہیں سکتی' میر افرہاد کب عید کا چاند بن کر آئے گا؟ مگر بابا صاحب پر عقیدہ پختہ ہے۔ جب انہوں نے کہہ دیا ہے تو وہ ضرور مجھے ملے گا۔''

''سونیا! تمہارا انتظار میرا انتظار ہے۔ تمہاری تلاش میری تلاش ہے۔ میں بھی دن رات انتظار کرتا رہتا ہوں۔ انشاءاللہ جلد ہی تمہاری مرادیں بر آئیں گی۔''

میں بڑی دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا پھر دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو گیا۔ کھانے کی ٹرالی گردش کر رہی تھی۔ ایک ائر ہوسٹس نے میرے آگے کھانے کی ٹرے رکھتے ہوئے پوچھا۔ ''آپ کیا پینا پسند کریں گے۔ وھسکی یا واڈکا؟''

''میں شراب نہیں پیتا۔ سافٹ ڈرنک لوں گا۔''

وہ سیون اپ کا ایک ٹن رکھ کر چلی گئی۔ جو لوگ کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں' کسی کو اپنا دشمن نہیں بناتے امن و امان سے شریفانہ زندگی گزارتے ہیں۔ وہ بھی نہیں جانتے کہ کب خوامخواہ کوئی ان کا دشمن بن جائے گا؟ کب اچانک ہی بم دھماکا ہوگا اور بے قصور لوگ مارے جائیں گے۔

اس جہاز میں کوئی بم دھماکا ہونے والا نہیں تھا مگر کوئی مجھ سے دشمنی کر رہا تھا۔ میرے کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی گئی تھی۔ وہ دشمن دوا کے بجائے زہر دے کر مجھے ہلاک کر سکتا تھا مگر مہربانی کر رہا تھا۔ شاید اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے میرے دماغ میں جگہ بنانا چاہتا تھا۔

میں بے خبر تھا۔ ایسے دشمن بہت کم ہیں جو میرے بارے میں یہ جانتے ہیں۔ میں خود بھول چکا تھا کہ زہر مجھ پر اثر نہیں کرتا۔ جب زہر اثر نہیں کرتا ہے تو اعصابی کمزوری لانے والی دوا کس گنتی میں ہے؟

اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں دشمن کو خوش کرنے کے لیے وہ کھانا ضرور کھاتا۔ اپنے طور پر یہ خیال قائم کرتا کہ کوئی دشمن مجھے فرہاد علی تیمور سمجھ کر ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ جنیوا میں بھی زیرو ٹو زیرو نے مجھے مطلوبہ فرہاد سمجھ کر ٹریپ کرنا چاہا تھا۔

مگر اس وقت ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اس جہاز میں مجھے ٹریپ کرنے والا کوئی پرانا دشمن نہیں تھا بلکہ ایک نئی چاہنے والی تھی۔ میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک ہٹا کٹا قوی ہیکل ٹائیگر و بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کھانے سے فارغ ہو کر وہاں سے اٹھ کر چلا گیا ایک منٹ کے اندر ہی ایک ادھیڑ عمر کی عورت اس خالی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ مجھے اپنا عاشق بنانے کے جتن کر رہی تھی۔

میں نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ دوسری بار اسے دیکھنے کو جی نہیں چاہا۔ دیکھتے ہی ذہن نے چیخ کر کہا۔ ''یہ خطرناک عورت ہے۔''

وہ خیالی کہانیوں کی چڑیلوں کی طرح بدصورت تھی۔ کسی چیز پر بھی پنجے گاڑ کر اسے حاصل کر لینے والی بلا دکھائی دیتی تھی۔

وہ میری طرف جھک کر بھدّی اور بے سُری آواز میں بولی۔ ''اے...! میرے کو دیکھ کے منہ کیوں پھیر لیا رے...؟ میں جیسی دکھائی دیتی ہوں۔ اتنی بدصورت نہیں ہوں۔ جب دن ڈھلے گا اور اندھیارا چھا جائے گا۔ تب دیکھنا' میں کتنی سندر دکھائی دوں گی؟''

میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے نفرت سے منہ نہیں پھیرا ہے اور مجھے تمہاری بدصورتی یا خوبصورتی سے کچھ نہیں لینا۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''دنیا میں جب آئے ہیں تو کچھ لینے کے لیے دینا پڑتا ہے اور کچھ دینے سے لینے کا راستہ کھلتا ہے۔''

''سوری۔ میں تم سے کوئی لین دین رکھنا نہیں چاہتا۔''

''ایسا مت بول۔ آدمی' آدمی کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سب ہی کو ایک دوسرے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ میں نے اپنے علم سے معلوم کیا ہے' جلد ہی تجھ کو میری ضرورت پیش آئے گی پھر تُو مجھے ڈھونڈے گا۔ میں ڈھونڈنے سے پہلے ہی آ گئی ہوں۔''

''اچھا تو تم کوئی پُراسرار علم جانتی ہو۔ مجھے بتاؤ' تمہارا علم میرے بارے میں اور کیا کہتا ہے؟''

''بہت کچھ کہتا ہے رے.....! یہ کہتا ہے کہ تُو بڈھا شیر ہے۔ میرے کو چیر پھاڑ کے رکھ دے گا۔ میری بوٹی بوٹی کر دے گا اور میں یہی چاہتی ہوں۔''

''کیا تیرا علم یہ کہتا ہے کہ میں ایسا کروں گا؟''

''میں کوشش کروں گی۔ تیرے کو شیشے میں اتاروں گی۔ تُو میری منو کا مناضرور پوری کرے گا۔''

''تو پھر یہ بھی بتا دے تُو مجھے شیشے میں کیسے اتارے گی؟''

''کوشش کر رہی ہوں۔ دبئی میں جہاز پر سوار ہوتے ہی تیرے پر نجر پڑی۔ میں پہلے ہی اپنے جنتر منتر کے چمتکار آئینے میں تیرے کو دیکھ چکی تھی۔ اپنے دھیان گیان سے معلوم ہوا تُو ہی میری بوڑھی جوانی کا ساتواں مرد ہے۔ تجھ سے پہلے پانچ کو نچوڑ کو پھینک چکی ہوں۔ چھٹا وہ ہٹا کٹا مرد ہے جو تھوڑی دیر پہلے یہاں بیٹھا ہوا تھا۔''

میں نے ایک طرف سر گھما کر دیکھا۔ وہ شخص دور ایک سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ بولی۔ ''وہ میرا داس ہے۔ میرے تلوے چاٹتا ہے۔ میرے اشاروں پر ناچتا ہے۔ وہ فولادی روبوٹ کے جیسی شکتی والا ہے۔ تیری گردن مروڑ کے رکھ دے گا۔''

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ ''کب مروڑے گا؟''

''تو میری بات کو مسکھری سمجھتا ہے۔ جب ایسا برا سمے آئے گا تو اپنی ٹوٹی ہوئی گردن دیکھنے کے لیے جندہ نہیں رہے گا۔''

پھر وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ''مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ تُو میرے بہت کام آنے والا ہے۔ میں تیرے بہت کام آنے والی ہوں۔ جس رات تو میرے شریر سے کھیلے گا۔ میری تپسیا اور منتروں کے اُوسار ساتویں مرد کی گنتی پوری ہو جائے گی پھر میں سدا کے لیے... رہتی دنیا تک سندر اور جوان ہو جاؤں گی۔''

''سب ہی کو سہانے خواب دیکھنے کا حق ہے۔ تُو بھی دیکھتی رہ... قاہرہ پہنچ کر ہمارے راستے الگ ہو جائیں گے۔''

اناؤنسر کہہ رہی تھی۔ ''خواتین و حضرات سے گزارش ہے کہ سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔ جہاز اترنے والا ہے....''

میں سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا' وہ مجھے زیرِ اثر لانے کے لیے کئی طرح کے منتر پڑھتی رہی تھی لیکن مجھ پر اثر نہیں ہو رہا تھا۔ تب اس کی عقل نے سمجھایا۔ میں مضبوط اعصاب کا مالک ہوں۔ مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گی' تب میں غلام بن کر اس کے پیچھے پیچھے چل پڑوں گا۔

اس نے مجھے کمزور بنانے کا یہ حربہ بھی آزما لیا تھا۔ وہ جس قدر ناکام ہو رہی تھی' اسی قدر میری طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کے پُراسرار علم نے یہ اٹل بات کہہ دی تھی کہ اس کی تپسیا کے مطابق میں ہی اس کی بوڑھی جوانی کا ساتواں اور آخری مرد ہوں۔ میرے بعد وہ قیامت تک حسین اور جوان رہے گی۔

اس کی سوچ نے کہا۔ ''اسے تو میں چھوڑوں گی نہیں... یہ جہاں جاتا ہے' جائے۔ میں اس کے پیچھے نہیں جاؤں گی۔ یہ خود ہی میرے پاس آئے گا۔ ہاں... مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس پر میرے منتروں کا اثر کیوں نہیں ہوتا ہے؟''

اسے جو گیان حاصل ہوا تھا۔ اس کے مطابق میں خود کسی ضرورت سے اس کے پاس جانے والا تھا۔ اسے اپنے پُراسرار علم پر اور حاصل ہونے والے گیان پر پورا یقین تھا۔ میرے خیال کے مطابق وہ خوش فہمی میں مبتلا تھی۔ میں تو پلٹ کر اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

اس نے ائرپورٹ سے رخصت ہوتے ہوئے کہا تھا۔ ''تُو میرے چمتکار آئینے میں قید ہو چکا ہے۔ جہاں بھی جائے گا' میں تیرے کو واپس آنے پر مجبور کر دوں گی۔ کوئی بات نہیں.... ابھی جا۔''

میں اسے نظر انداز کر کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں آ گیا۔ وہاں ایک کمرا حاصل کرنے کے بعد آرام سے لیٹ کر تھکن دور کرنا چاہتا تھا۔ سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی پھر تھوڑی دیر بعد ہی گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

پتا نہیں' کتنی دیر تک سوتا رہتا۔ ایک خواب نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے نیند کی حالت میں اسی بوڑھی ساحرہ کو دیکھا۔ ایک بڑی سی انگیٹھی میں آگ روشن تھی۔ شعلے بھڑک رہے تھے اور وہ لہک لہک کر منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ ہر منتر کے اختتام پر ایک سفوف آگ میں پھینکتی تھی تو شعلے اور زیادہ بھڑکنے لگتے تھے۔ میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

ہوٹل کے اس کمرے میں گہری خاموشی تھی مگر دماغ میں اس کی آواز گونج رہی تھی۔ وہی الٹے سیدھے منتر سنائی دے رہے تھے۔ میں فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگاتا ہوا اس کے اندر پہنچ گیا۔ بالکل وہی خواب والا منظر تھا۔ وہاں ایک

انگیٹھی میں شعلے بھڑک رہے تھے اور وہ منتر پڑھتے ہوئے سفوف چھڑک رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی' وہ میرا نام لیتے ہوئے کسی اجنبی زبان میں منتر پڑھ رہی ہے۔

اس سے پہلے وہ طیارے میں بھی منتر پڑھتی رہی تھی اور مجھ پر اثر نہیں ہوا تھا۔ اب باقاعدہ آگ روشن کر کے جادوئی ہتھکنڈوں کے مطابق عمل کر رہی تھی پھر بھی ناکام ہو رہی تھی۔ اس کالے عمل کے اثر سے مجھے اس کے پاس پہنچ جانا چاہیے تھا۔ اس نے یہ دعویٰ کیا تھا' میں خود بخود اس کے پاس دوڑا چلا آؤں گا اور ایسا نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پریشان تھی اور یہ سمجھنے سے بھی قاصر تھی کہ مجھ پر جادو اثر کیوں نہیں کر رہا ہے؟

اس نے فون کے ذریعے اپنے گرو گھنٹال سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''گرو دیو...! میں ساتواں مرد حاصل کرنے کے لیے ایک شخص پر کئی منتر آزما چکی ہوں۔ اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے' ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ میں ناکام کیوں ہو رہی ہوں؟''

گرو گھنٹال نے کہا۔ ''تجھ سے کوئی غلطی ہو رہی ہے۔ اپنی غلطی کو سمجھ کر ٹھیک طرح سے عمل کر... کامیابی ضرور ہو گی۔''

''میرے سے منتر پڑھنے میں کوئی غلطی نہیں ہو رہی ہے۔ یہ بات میں پورے وشواس سے کہتی ہوں۔''

گرو گھنٹال نے پوچھا۔ ''کیا اگنی کے شعلے کا رنگ لال' پیلا اور نیلا ہے.... اچھی طرح دیکھ' یہ تینوں رنگ دکھائی دے رہے ہیں یا نہیں؟''

انگیٹھی میں شعلے بھڑک رہے تھے۔ وہ توجہ سے دیکھنے کے بعد بولی۔ ''لال اور پیلا رنگ ہے مگر نیلا نہیں ہے۔''

اس کے گرو نے کہا۔ ''نیلا نہیں ہے تو اس کا نام صحیح نہیں ہے۔ صحیح نام لے کر پڑھے گی۔ تب نیلا رنگ آئے گا پھر منتر اثر کرے گا۔''

وہ تعجب سے بولی۔ ''میں تو صحیح نام لے کر پڑھ رہی ہوں۔ اس کا نام فرہاد انور شاہ ہے۔''

''یہ ہو نہیں سکتا۔ نیلا رنگ نہیں ہے تو اس کا نام یہ نہیں ہے۔ جب درست ہو گا تو شعلوں میں تینوں رنگ دکھائی دیں گے۔''

''میں نے اس کے بورڈنگ کارڈ پر یہی نام پڑھا ہے۔ تیری باتیں سن کر شبہ ہو رہا ہے۔ شاید وہ بہروپیا ہے۔ نام بدل کر ایک ملک سے دوسرے ملک آیا ہے۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔''

وہ ائرپورٹ میں بظاہر مجھ سے رخصت ہو گئی تھی لیکن میرا تعاقب کر کے یہ معلوم کر چکی تھی کہ میں نے کس ہوٹل میں قیام کیا ہے؟ اس نے ہوٹل کے استقبالیہ کاؤنٹر مین سے کہا۔ ''مسٹر فرہاد انور شاہ تمہارے ہوٹل میں دو گھنٹے پہلے آئے ہیں۔ ان سے بات کراؤ۔''

میں اس کے اندر موجود تھا۔ اپنے کمرے میں بیٹھا کالے عمل کو اور اس کے کالے ارادوں کو دیکھ رہا تھا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ''ہیلو کون؟''

اس کی آواز سنائی دی۔ ''میں کلیانی بول رہی ہوں۔''

میں نے انجان بن کر پوچھا۔ ''کون کلیانی؟ میں اس نام کی کسی عورت کو نہیں جانتا؟''

''تُو جانتا ہے۔ میرے ساتھ ہوائی جہاز میں بیٹھ کر آیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اچھا تو تُو ہے!''

''ہاں۔ میں تجھے اپنا داس بنانا چاہتی تھی مگر تیری داسی بن گئی ہوں۔ ایک بات سچی سچی بتائے گا؟''

''کونسی بات؟''

''تیرا نام پوچھتی ہوں۔ جو نام سچا ہے' وہ بتا دے۔''

''ایک ہی نام سچا ہے اور وہ نام ہے اللہ۔''

''میں تیرا نام پوچھتی ہوں۔''

''میرے ماں باپ نے جو نام بتایا' وہ ہے فرہاد انور شاہ۔ اب ماں باپ نے سچ بتایا ہے یا جھوٹ... یہ میں نہیں جانتا۔''

''میرا علم کہتا ہے' تُو بہروپیا ہے۔ پاکستان سے بھیس بدل کر آیا ہے۔ میں تیرے بہت کام آؤں گی۔ میرے سے اپنا اصلی روپ اصلی نام نہ چھپا۔''

''تیرا علم جھوٹا ہے۔ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں فرہاد انور شاہ لاہور شہر کا بہت بڑا بزنس مین ہوں۔ کاروباری دنیا میں سب مجھے برسوں سے جانتے پہچانتے ہیں۔ تُو کسی بھی طرح انکوائری کر لے۔ میری بات سچی ہو گی اور تیرا علم جھوٹا ثابت ہو گا۔''

''اگر سچ بول رہا ہے تو پھر تجھے کوئی پُراسرار علم آتا ہے اور تُو میرے منتروں کا توڑ کر رہا ہے۔''

''میرا نام فرہاد انور شاہ ہے۔ میں کوئی پُراسرار علم نہیں جانتا۔ تیرے یقین کرنے یا نہ کرنے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں خوامخواہ تجھ سے باتیں کر کے اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں۔''

میں ریسیور رکھ کر اس کے اندر پہنچ گیا۔ یوں رابطہ ختم کرنے کے باعث وہ جھنجلا رہی تھی۔ اس کے خیالات نے

بتایا' وہ پچھلے تیس برسوں سے کالا علم کرنے کے سلسلے میں ناکام نہیں ہوئی۔ ہمیشہ اپنے من کی مرادیں پوری کرتی آئی ہے۔ پہلی بار ناکامی ہوئی اور ناکامی کی وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

اس کے خیالات پڑھ کر میں مان گیا تھا' وہ بہت ہی خطرناک وچ لیڈی ہے۔ بہت زبردست کالا عمل کرتی آرہی ہے۔ خود کو سدا جوان بنائے رکھنے کے سلسلے میں تقریباً کامیاب ہو چکی ہے۔ بس اپنے بڑھاپے کے تابوت میں ایک آخری کیل ٹھونکنے کے لیے رہ گئی ہے... اور وہ آخری کیل میں تھا۔

پہلے تو میری سمجھ میں بھی نہیں آیا کہ اس کا جادو مجھ پر کیوں اثر نہیں کررہا ہے؟ پھر گروگھنٹال کی اس بات نے چونکا دیا کہ وہ میرا غلط نام لے کر عمل کررہی ہے۔ اگر میرا نام فرہاد انور شاہ ہوتا تو وہ اب تک مجھے اپنے زیرِ اثر لاکر غلام بنا چکی ہوتی۔

گروگھنٹال کی یہ بات مجھے ایک بار پھر سوچنے پر مجبور کررہی تھی کہ پچھلے دنوں اپنی یادداشت گم ہونے کے سلسلے میں بہت الجھا رہتا تھا۔ سوچتا تھا۔ ''میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ اب سے پہلے ماضی میں کیا تھا؟''

اس گروگھنٹال کی بات نے میرے سوئے ہوئے ذہن کو جھنجوڑ دیا تھا۔ میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ ''کیا میرا نام فرہاد انور شاہ نہیں ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر میرا نام کیا ہے؟ میں دراصل کون ہوں؟ کلیانی جیسی خطرناک وچ لیڈی صرف میرے نام کے ہیر پھیر کے باعث ناکام ہورہی ہے۔''

میرا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ میرے اور فرہاد علی تیمور کے ناموں کے تین حصے ہیں.... فرہاد۔ انور۔ شاہ.... اور فرہاد۔ علی۔ تیمور۔ ہم دونوں کے ناموں میں فرہاد مشترک ہے پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ میں فرہاد علی تیمور کا ہم شکل ہوں۔

شاہ کوٹ کے بوڑھے بابا نے اور شاہدرہ کی ایک بوڑھی محبوبہ نے پورے یقین سے مجھے فرہاد علی تیمور کہا تھا۔ سیارے سے آنے والا نائب ایشوار اراجال احمد بھی پہلی بار مجھے فرہاد علی تیمور سمجھ کر خوف زدہ ہوگیا تھا۔ جنیوا میں زیرو ٹو زیرو نے بھی یہی سمجھا تھا۔ اتنے سارے شواہد کے بعد سمجھنے کے لیے اب کیا رہ گیا تھا؟ یہ تمام ثبوت چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ میں ہی اپنی سونیا کا فرہاد ہوں۔

ایسے زبردست انکشاف سے میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئی تھیں۔ جس سونیا کے کارناموں سے میں متاثر ہوتا آیا تھا وہ میری شریکِ حیات ہے، میری جان ہے۔ اس بات کا یقین نہیں ہورہا تھا۔ میں تڑپ کر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے پاس پہنچ کر بولا۔ ''میں فرہاد بول رہا ہوں۔''

میرا لہجہ' میرا انداز ایسا تھا کہ اس کے دل کی دھڑکنیں بھی شور مچانے لگی تھیں۔ اس نے کہا۔ ''ہاں بولو... کیسے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''سونیا....! میں نے پہلے دھیان نہیں دیا تھا۔ آج واضح طور پر محسوس کررہا ہوں۔ میرے آتے ہی میری آواز سنتے ہی تمہاری دھڑکنیں تیز ہوجاتی ہیں۔''

اس نے کہا۔ ''ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ تمہارا نام بھی فرہاد ہے۔ میں غیر معمولی مشین کی اسکرین پر تمہیں کئی بار دیکھ چکی ہوں۔ تم میرے فرہاد کے ہم شکل ہو۔''

''اتنی مماثلت کے باوجود تم مجھے اپنا فرہاد علی تیمور تسلیم نہیں کررہی ہو۔''

''میری بہو الپانے' میری بیٹی عالی اور میرے بیٹے کبریا نے تمہارے خیالات پڑھے ہیں۔ پوری طرح اطمینان حاصل کرنے کی حد تک تمہارے ذہن کو کھنگالا ہے۔ تمہارا ہم نام ہونا اور ہم شکل ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ہماری دنیا میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں۔''

''لیکن آج کچھ عجیب سی بات ہورہی ہے۔ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ میں اپنی یادداشت کھو چکا ہوں اور یہ کہ میں فرہاد انور شاہ نہیں ہوں۔''

میں اسے وچ لیڈی کلیانی اور اس کے گروگھنٹال کے متعلق بتانے لگا۔ وہ تمام باتیں سن کر بولی۔ ''اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ واقعی وہ غلط نام لے کر تم پر عمل کررہی ہے۔ تمہارا نام شاید فرہاد انور شاہ نہیں ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تم فرہاد علی تیمور ہو۔''

میں نے شاہ کوٹ کے بوڑھے بابا اور شاہدرہ کی بوڑھی محبوبہ کے یقین کامل کے متعلق بتایا تو وہ بولی۔ ''بے شک۔ میں بھی پہلی بار غیر معمولی مشین کی اسکرین پر تمہیں دیکھ کر چونک گئی تھی۔ میرے دل نے چیخ چیخ کر کہا تھا' تم ہی میرے فرہاد ہو۔ آج بھی میرا دل' میرا دماغ یہی کہتا ہے لیکن.....''

''جب دل اور دماغ یہی کہہ رہا ہے۔ حالات اور واقعات بھی یہی سمجھا رہے ہیں تو پھر مجھے اپنا فرہاد تسلیم کرلو۔''

وہ بولی۔ ''کبھی ایسا بھی ہوتا ہے' ہم جو دیکھتے ہیں' وہ فریبِ نظر ہوتا ہے۔ جو سوچتے ہیں' آگے چل کر غلط ہوجاتا ہے پھر آنے والا وقت بتاتا ہے کہ ہم سمجھ کر بھی سمجھ نہیں پاتے۔ سمجھتے کچھ ہیں' بعد میں ہوتا کچھ ہے۔''

میں نے کہا۔ ''تم کچھ بھی کہو۔ میرا دل پورے یقین

سے کہہ رہا ہے' میں ہی تمہارا فرہاد ہوں۔ میری گمشدہ زندگی میں اگر میری کوئی سونیا گم ہوگئی ہے تو وہ تم ہو اور تمہارے جو بچے ہیں' وہ میرے لہو کی پیداوار ہیں۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''خدا کی قسم میرا دل بھی تڑپ تڑپ کر یہی کہتا ہے لیکن...''

''میرے خدا....! پھر وہی لیکن کہاں سے آگیا؟''

''عقل کی دہلیز سے آیا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے جذبات کو بھول جاؤ' تب عقل تم سے پوچھے گی۔ کیا ثبوت ہے کہ تم اپنی یادداشت کھو چکے ہو؟ کیا یہ ثابت کرسکتے ہو کہ تم فرہاد انور شاہ نہیں ہو جبکہ پوری تاجر برادری یہی کہتی ہے۔ تم خود سے غافل رہ کر خود کو یکسر بھلا کر برسوں سے کروڑوں کا کاروبار کرتے نہیں آرہے ہو۔ کوئی اپنی شخصیت کو' اپنی شناخت کو بھول کر تمہاری طرح بے انتہا دولت مند نہیں بن سکتا۔''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''تم میرے فرہاد ہو مگر اتنی بڑی بات کہتے وقت اور کسی کو اپنا مجازی خدا تسلیم کرتے وقت عورت کو ہزار بار سوچنا اور سمجھنا چاہیے۔ پہلی اور آخری سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تمہیں شکوک و شبہات سے بالاتر ہوکر اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرنا ہوگا۔ جس دن تم یہ بتا دو گے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کی زندگی میں کیسے داخل ہوئے تھے اور ہم نے اپنے بچوں کے ساتھ کس طرح جدوجہد سے بھرپور زندگی گزاری ہے؟ اس دن ہر بات آئینے کی طرح صاف ہو جائے گی۔ میں پورے یقین کے ساتھ تمہیں اپنا مجازی خدا' اپنے جسم و جان کا مالک تسلیم کرلوں گی۔''

''تم اپنے طور پر درست کہہ رہی ہو۔ مرد تو کسی بھی عورت کو اپنا بنالیتا ہے مگر عورت سوچے سمجھے بغیر آنکھیں بند کرکے کسی کو اپنا ہاتھ پکڑنے نہیں دیتی۔ میں اپنے لیے دعا مانگتا ہوں۔ تم بھی میرے لیے دعا کرو۔ اگر واقعی میں اپنی پچھلی زندگی کو بھول چکا ہوں تو بھولی ہوئی تمام باتیں مجھے یاد آجائیں۔''

''میں یہی دعا مانگتی رہتی ہوں۔ جب تک میرا فرہاد مجھے نہیں ملے گا۔ اسی ایک دعا کے لیے میرے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھتے رہیں گے۔''

اس روز ہم دونوں نئے احساسات نئے جذبات سے مغلوب ہوکر بول رہے تھے۔ یہ محسوس کررہے تھے کہ پہلے کی طرح اجنبیت نہیں رہی ہے۔ دور ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے بہت قریب آگئے ہیں۔ ہم بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے پھر اس نے کہا۔ ''اب تمہیں دماغی طور پر حاضر رہنا چاہیے۔ وہاں خوامخواہ ایک دشمن عورت پیدا ہوچکی ہے۔ تمہیں کلیانی سے ہوشیار رہنا ہوگا۔''

میں نے وعدہ کیا۔ اس عورت سے دور ہی رہوں گا۔ اگر وہ سنگین مسئلہ بنے گی تو سونیا سے ضرور تعاون حاصل کروں گا پھر میں دماغی طور پر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہوگیا۔ تھوڑی دیر تک بڑے ہی جذباتی انداز میں سونیا کے متعلق محبت سے سوچتا رہا۔ یہ بات بھی ذہن میں تھی کہ ایک خبیث عورت سے محتاط رہنا ہے۔ میں چپ چاپ اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ عارضی طور پر میری طرف سے مایوس ہوگئی تھی۔ تھک ہار کر سو رہی تھی۔ اس وقت بیدار ہونے والی تھی جب رات کا اندھیرا پھیل جاتا۔ وہ پہلے بھی کہہ چکی تھی۔ اب بھی اس کی خوابیدہ سوچ کہہ رہی تھی کہ رات کی تاریکی پھیلتے ہی اس کی شخصیت تبدیل ہوجاتی ہے۔ وہ بوڑھی سے جوان ہوجاتی ہے۔ وقت آنے پر دیکھا جاتا کہ وہ کیا سے کیا ہونے والی ہے؟ فی الحال سو رہی تھی۔ شام چھ بجے بیدار ہونے والی تھی۔ میں بھی اس وقت تھکن اتارنے کے لیے گہری نیند سو گیا۔

جب ہم حالات کے مطابق یا حالات کے خلاف زندگی گزارتے ہیں۔ تب یہ جان نہیں پاتے کہ تقدیر ہمیں کہاں لے جارہی ہے؟ میں بھی نہیں جانتا تھا کہ بدلتے ہوئے حالات مجھے فرہاد انور شاہ سے دور اور فرہاد علی تیمور کے قریب لے جارہے ہیں۔

وہ اغوا کیے جانے والے لفٹ گائی اور وائس مین اسی ہوٹل میں پہنچے ہوئے تھے جہاں میرا قیام تھا۔ برین ماسٹر ان کو اغوا کرنے کے بعد اپنے دن رات کا سکون برباد کرچکا تھا۔ اسے ہمہ وقت ان کی نگرانی کرنی پڑتی تھی۔ اگر ایسا نہ کرتا تو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ان دو ساتھیوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر انہیں اس سے چھین کر لے جاتے۔

برین ماسٹر ان پر پوری طرح مسلط رہنے کے لیے تنویمی عمل کرچکا تھا۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا تھا مگر یہ شبہ تھا کہ تنویمی عمل کے دوران امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے چپ چاپ لفٹ گائی اور وائس مین کے اندر چھپے ہوں گے۔ انہوں نے معلوم کیا ہوگا کہ کس مخصوص لب و لہجے کے ذریعے ان تابعداروں کے دماغوں کو لاک کیا گیا ہے؟

اس کا شبہ درست تھا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی خاموشی سے ان کے اندر آتے جاتے تھے۔ برین ماسٹر نے جس طریقۂ کار سے ان کے دماغوں کو لاک کیا تھا۔ وہ طریقۂ کار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اچھی طرح معلوم کرچکے تھے۔ بہرحال وہ سمجھ گیا تھا کہ پورے یقین سے ان

دونوں کو تابعدار بنا کر نہیں رکھ سکے گا۔ کسی نہ کسی موقع پر دھوکا ضرور کھائے گا۔

آخر اس نے جھنجلا کر انہیں قاہرہ کے اس ہوٹل میں پہنچا کر دل ہی دل میں کہا۔ ''میں ان دونوں کو کسی بھی راستے سے کسی خفیہ پناہ گاہ تک نہیں پہنچا سکوں گا۔ وہ پانچ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں مجھ سے چھین کر لے جائیں گے۔ وہ کم بخت چپ چاپ ان کے اندر آتے ہیں۔ ان سے باتیں نہیں کرتے۔ اپنی آوازیں نہیں سناتے۔ بس اس موقع کی تاک میں رہتے ہیں کہ میں کب سونے کے لیے جاؤں اور کب چار چھ گھنٹے کے لیے ان سے غافل ہو جاؤں؟''

وہ تھکے ہوئے انداز میں سوچ رہا تھا۔ ''مجھے تو نیند پوری کرنی ہی پڑے گی۔ دن رات چوکیداری نہیں کر سکتا۔ پچھلی رات سے جاگ رہا ہوں۔ ان دونوں پر لعنت بھیج رہا ہوں۔ ویسے تو انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہوں۔ نیند پوری کرنے کے بعد آ کر دیکھوں گا۔ اگر کسی نے انہیں ٹریپ نہ کیا تو پھر ان دونوں کو ایک خفیہ پناہ گاہ میں پہنچاؤں گا۔ اگر یہ میرے ہاتھوں سے نکل جائیں گے تو اپنی ناکامی پر صبر کر لوں گا۔''

وہ ان دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ گیا تھا۔ وہ تابعدار اس کے تنویمی عمل سے خود رہائی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ جب تک عمل کے زیر اثر رہتے۔ اس کے خلاف نہ سوچ سکتے تھے نہ غلامی کی اَن دیکھی زنجیریں توڑ سکتے تھے۔ البتہ وہ پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے آ کر انہیں برین ماسٹر کے عمل سے رہائی دلا سکتے تھے۔

وہ پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے اتفاق سے ان لمحات میں ٹف گائی اور وائس مین سے بے خبر تھے۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ برین ماسٹر بھی ان سے بے خبر ہے۔ کہیں چار چھ گھنٹے کی نیند پوری کر رہا ہے۔ ٹف گائی اور وائس مین بھی نہیں جانتے تھے کہ ان کا عامل انہیں عارضی طور پر آزادی سے وقت گزارنے کے لیے چھوڑ گیا ہے۔

میں نے شام چھ بجے بیدار ہو کر غسل کر کے لباس تبدیل کیا۔ ایسے وقت کلیانی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ یہ حیرانی کی بات تھی۔ اب تک اس کا بوڑھا دماغ کمزور اور بے حس تھا۔ اچانک اس میں توانائی کیسے آ گئی اور وہ یوگا جاننے والوں کی طرح حساس کیسے ہو گئی؟

اس وقت یہ بات ذہن میں نہیں آئی کہ رات کی تاریکی پھیلتے ہی وہ تبدیل ہو چکی ہے۔ میں اس کے متعلق سوچتا ہوا ہوٹل کے اس حصے میں آیا' جہاں مصری حسینائیں نیم عریاں رقص کرتی تھیں۔ کتنی ہی عورتیں گاہکوں کو پھانسنے کے لیے طرح طرح کی ادائیں دکھاتی ہوئی گھومتی پھرتی رہتی تھیں۔ وہیں ٹف گائی اور وائس مین موج مستی کے لیے پہنچے ہوئے تھے۔

وہ دونوں مجھے دیکھتے ہی چونک گئے۔ ایک نے کہا۔ ''وہ دیکھو... فرہاد علی تیمور!''

دوسرے نے پوچھا۔ ''کہاں ہے؟''

''وہ جو نیوی بلیو سوٹ میں ہے۔''

وائس مین نے مجھے دیکھا پھر کہا۔ ''یہ تو وہی ہے جسے جنیوا میں دیکھا گیا تھا پھر ثابت ہوا تھا کہ یہ فرہاد علی تیمور کا ہم شکل فرہاد انور شاہ ہے۔''

''کوئی ضروری نہیں ہے' یہ جنیوا والا فرہاد ہو۔ یہ فرہاد علی تیمور بھی ہو سکتا ہے۔''

اس وقت میں ایک ویٹر کو ڈبل پیگ کا آرڈر دے رہا تھا۔ ایک بہت ہی حسین دوشیزہ نے آ کر کہا۔ ''ایک نہیں۔ دو ڈبل پیگ لے آؤ۔''

ویٹر چلا گیا۔ وہ میز کے دوسری طرف میرے روبرو بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''میں اجازت کے بغیر تمہاری میز پر آ گئی ہوں۔ مجھے غلط نہ سمجھنا میں پیشہ کرنے والی نہیں ہوں۔ کھانے پینے کا بل میں ادا کروں گی۔ اس ہوٹل میں جب تک رہو گے، اس کا بھی بل پے کروں گی۔''

میں نے پوچھا۔ ''یہ مہربانی آپ کیوں کریں گی؟''

وہ ایک ادا کے ساتھ بولی۔ ''ہائے...! کیا کروں؟ تم پر دل آ گیا ہے۔''

مجھے اس کا لب و لہجہ کچھ جانا پہچانا سا لگا۔ وہ مجھ پر کیوں مہربان ہو رہی ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے اس کے اندر پہنچا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ پریشان ہو کر آس پاس دیکھنے لگی۔ میں سمجھ گیا' وہ کلیانی ہے۔

اس میں غضب کی تبدیلیاں آئی تھیں۔ سولہ سترہ برس کی بہت ہی حسین دوشیزہ دکھائی دے رہی تھی۔ رات کا اندھیرا ہوتے ہی جب سے وہ تبدیل ہوئی تھی۔ تب سے دوسری بار اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی۔ ''کون میرے اندر آنا چاہتا ہے؟ کیا یہاں کوئی مجھے کلیانی کی حیثیت سے پہچان رہا ہے؟''

اس نے مجھے دیکھا۔ میں بھی اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''تمہارا بدلتا ہوا روپ دیکھ رہا ہوں۔''

اسے یوں لگا جیسے میں اسے پہچان گیا ہوں۔ اس نے پوچھا ''بدلتا ہوا روپ...؟ تم... تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''یہی کہ تم ابھی پندرہ منٹ پہلے یہاں آئیں تو مستی بھرے انداز میں بڑی اداؤں سے مسکرا رہی تھیں۔ اب اچانک پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھ رہی ہو۔ اچانک پریشان ہونے کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟''

وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولی۔ ''پریشانی کی وجہ میرا حسن ہے۔ میری دلکشی ہے۔ اِدھر اُدھر دیکھتی ہوں تو سب ہی بری نظروں سے تکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔''

ایسے وقت ٹف گائی ہمارے قریب سے گزرتا ہوا گیا۔ اس نے کلیانی کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے پھر سانس روکتے ہوئے ٹف گائی کو وہاں سے جاتے ہوئے دیکھا۔

میں نے کہا۔ ''شاید یہ شخص تمہیں پریشان کر رہا ہے۔ تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔''

وہ اپنے ساتھی وائس مین کے پاس جا کر بیٹھ گیا تھا۔ کلیانی ان دونوں کو گھور کر دیکھ رہی تھی۔ وائس مین کہہ رہا تھا۔ ''تم اس حسینہ کی طرف گئے اور میں فرہاد کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ یہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہے اور یہ تو میں نے پہلے ہی کہا تھا' یہ فرہاد انور شاہ ہے۔''

ٹف گائی نے کہا۔ ''اس فرہاد کو جانے دو۔ وہ حسینہ کچھ پُراسرار لگ رہی ہے، اس نے سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو بھگا دیا ہے۔''

ویٹر دو بڑے پیگ ہمارے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ وہ سوچنے لگی۔ ''ابھی مجھے پینا نہیں چاہیے۔ کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کو میرے اندر گھسنے کا موقع مل جائے گا۔''

وہ ٹف گائی اور وائس مین کے متعلق معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس کا خیال تھا' وہی دونوں اس کے اندر آنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ ''میں ابھی واش روم سے آتی ہوں۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کیبرے ہال سے گزر کر واش روم میں آئی۔ دروازے کو اندر سے لاک کر کے اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے ٹف گائی اور وائس مین دکھائی دے رہے تھے۔ وہ انہیں دیکھتے ہوئے منتر پڑھنے لگی۔ فوراً ہی ان کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

ٹف گائی اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔ ''وہ کوئی عام سی سیدھی سادی لڑکی نہیں ہے۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو بھگا دیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ فرہاد انور شاہ کو یہ کیوں پھانس رہی ہے۔''

وائس مین نے کہا۔ ''اس لڑکی کے سامنے بھی ایک ڈبل پیگ لا کر رکھا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے' وہ ابھی واپس آ کر شراب پیئے گی۔ اس کے بعد یقیناً ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔ تب ہم اسے ٹریپ کر سکیں گے۔''

یہ باتیں کلیانی کے مزاج کے اور منصوبے کے خلاف تھیں۔ اس وقت وہ مجھے پھانسنے اور اپنا ساتواں مرد بنا کر رات گزارنے آئی تھی۔ سدا حسین اور جوان بن کر رہنے کے لیے آج کی رات بہت اہم تھی۔ وہ کسی کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ٹوائلٹ سے نکل کر وزیٹرز لابی میں آ گئی۔ اس کا چھٹا مرد ایک غلام کی طرح وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے حکم دیا۔ ''میرے پیچھے آ... ایک میز پر دو آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ان کے پاس جا کر ذرا رک جاؤں گی پھر آگے بڑھ جاؤں گی۔ تُو ان دونوں کو گن پوائنٹ پر ہوٹل کے باہر لے جائے گا۔ اس کے بعد انہیں واپس نہیں آنا چاہیے۔''

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلتی ہوئی کیبرے ہال میں آئی۔ غلام اس کے پیچھے تھا۔ وہ ٹف گائی اور وائس مین کے پاس آ کر رک گئی۔ ایک ذرا مسکرائی تو وہ بھی مسکرانے لگے۔ اچانک ہی اس کی مسکراہٹ بدل گئی اور وہ بڑی سفاکی سے بولی۔ ''یہ تمہاری آخری مسکراہٹ ہے۔''

وہ بولتی ہوئی وہاں سے آگے بڑھ کر میری میز پر آ گئی۔ اس کے غلام نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ اس نے ٹف گائی سے کہا۔ ''تم گن پوائنٹ پر ہو۔ کوئی سوال کیے بغیر اپنے ساتھی کے ساتھ میرے آگے آگے چلو گے تو یہیں تم دونوں کو گولی مار دوں گا۔ مجھے اپنے انجام کی پروا نہیں ہے۔''

دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے اندر پہنچنا چاہا مگر ناکام رہے۔ سمجھ گئے' یہاں موت ہے۔ باہر جا کے ہی اس سے کوئی سمجھوتا ہو سکتا ہے۔

انہوں نے گھور کر دور سے کلیانی کو دیکھا پھر وہاں سے اٹھ کر اس غلام کے آگے آگے جانے لگے۔ میں یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس غلام کو بھی طیارے میں سفر کے دوران دیکھ چکا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ کلیانی مجھے پھانسنے کے لیے ان دونوں کو راستے سے ہٹانا چاہتی ہے۔ انہیں اپنے دماغ میں بار بار آنے والا دشمن سمجھ رہی ہے۔

میں فوراً ہی اٹھ کر ان کے پیچھے جانے لگا۔ کلیانی میرے پیچھے آتے ہوئے بولی۔ ''یہ اچانک تم کہاں جا رہے ہو؟''

میں نے اسے پلٹ کر دیکھے بغیر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔ تمہارا یہ غلام ان بے چاروں کے ساتھ کوئی خطرناک کھیل کھیلنے جا رہا ہے۔''

وہ دوڑنے کے انداز میں میرے ساتھ چلتے ہوئے بولی۔ ''وہ بے چارے نہیں ہیں۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں، میرے دشمن ہیں۔''

میں ان دونوں کو ٹف گائی اور وائس مین کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔ میں نے کہا۔ ''تم خوامخواہ ان پر شبہ کر رہی ہو۔''

''میں نے اپنے منتروں کے ذریعے معلوم کیا ہے۔ وہ دونوں مجھے ٹریپ کر کے میرے دماغ میں گھس کر میری اصلیت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔''

''اگر یہ سچ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو انہیں جانی نقصان پہنچانے کے بجائے اپنا تابعدار بنالو۔''

وہ بے پروائی سے بولی۔ ''مجھے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے تابعدار کی ضرورت نہیں ہے۔ آج رات صرف تیری ضرورت ہے۔''

''تو پھر انہیں میرا تابعدار بنادے۔''

ہم سب آگے پیچھے چلتے ہوئے ہوٹل سے باہر آ گئے۔ وہ اپنے غلام سے بولی۔ ''انہیں گولی نہ مار... میں ابھی حکم دوں گی' ان کے ساتھ کیا کرنا ہے؟''

پھر وہ میرے ساتھ ایک طرف آ کر بولی۔ ''اگر تُو آج کی رات میرے ساتھ گزارے گا تو ان دونوں کو تیرا غلام بنا دوں گی۔ بول... منظور ہے؟''

میں اس کی مدد کے بغیر انہیں اپنا تابعدار بنا سکتا تھا مگر جو کام آسانی سے ہو رہا تھا اس کے لیے دردِسری کیوں مول لیتا؟ میں نے کلیانی سے کہا۔ ''ان دونوں کو میرا تابعدار بنانا آسان نہ ہوگا۔''

وہ بولی۔ ''تُو چنتا نہ کر۔ میں ان دونوں کے دماغوں کو ایسا بنا دوں گی کہ تیرے سوا کوئی ان کے اندر کبھی نہیں جا سکے گا۔''

''تو پھر جو کرنا ہے' ابھی کر...''

''پہلے وعدہ کر' میرے سے پیار کرے گا۔ صبح تک میرے ساتھ رہے گا۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں لیکن اس سے پہلے ان کے دماغوں کو دنیا والوں کے لیے لاک کر دے۔ صرف میرے لیے کھلا رہنے دے۔''

''میں انہیں اپنے مکان میں لے جا رہی ہوں۔ وہاں ان دونوں کو تیرا تابعدار بنا دوں گی پھر تیرے پاس ہوٹل میں آؤں گی۔''

وہ اور اس کا غلام دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گن پوائنٹ پر وہاں سے لے گئے۔ میں کلیانی کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ انہیں کہاں لے گئی ہے؟ ان پر کس طرح عمل کرنے والی ہے اور یہ معلوم کرنا ضروری بھی نہیں تھا۔

کلیانی نے دو گھنٹے بعد فون پر کہا۔ ''میں تیرا کام کر چکی ہوں۔ تُو ان کے اندر آ سکتا ہے۔ لے ان کی آوازیں سن...''

ٹف گائی اور وائس مین نے فون پر اپنی اپنی آواز سنائیں۔ میں کسی رکاوٹ کے بغیر ان کے اندر پہنچ گیا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا' وہ دونوں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹف گائی اور وائس مین ہیں اور انہیں برین ماسٹر نے اغوا کر کے اپنا تابعدار بنایا تھا۔

میں نے ان سے کہا۔ ''تم دونوں اسی لمحے سے آزاد ہو۔ برین ماسٹر اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں ٹریپ نہیں کر سکیں گے۔ تم کسی کے زیرِاثر نہیں آؤ گے۔ جتنی جلدی ممکن ہو' اپنی آواز' لب و لہجے اور چہرے بدل لو پھر جہاں جانا چاہو' چلے جاؤ۔ کوئی تمہارا راستہ نہیں روکے گا۔''

وہ خوش ہو رہے تھے۔ ایک نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''جب آزادی سے رہنے لگو گے' تب یقین آ جائے گا۔'' پھر میں نے کلیانی سے کہا۔ ''ان دونوں کو وہاں سے جانے دے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا تُو انہیں اپنا تابعدار بنا کر نہیں رکھے گا؟''

میں نے پوچھا۔ ''کیا میرے علاوہ اور کوئی ان کے دماغوں میں جا سکے گا؟''

اس نے جواب دیا۔ ''نہیں... ان میں سے کسی کا دماغ کسی کو نہیں ملے گا۔ سب یہی سمجھیں گے کہ یہ دونوں مر چکے ہیں۔ صرف تُو ہی ان کے اندر جا سکے گا۔''

''تو پھر انہیں جانے دے۔ یہ جہاں بھی جائیں گے۔ میں ضرورت کے وقت ان کے اندر پہنچ جاؤں گا۔''

وہ بولی۔ ''میں انہیں رہائی دے کر ابھی تیرے پاس آ رہی ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''میرے پاس نہ آ... کسی مہنگے ہوٹل کا ایک کمرا اپنے نام سے حاصل کر۔ وھسکی کی دو بوتلیں اور گوشت مچھلی وغیرہ کا انتظام کر۔ میں ایک گھنٹے بعد تیری نئی جوانی کا جشن منانے آؤں گا۔''

وہ خوش ہو گئی۔ برسوں کی محنت کا پھل اسے ملنے والا تھا۔ اس نے ہر بارہ مہینے بعد کسی ایک شخص کے ساتھ جوانی کی راتیں اور بڑھاپے کے دن گزارے تھے۔ ہر بارہ مہینے بعد وہ پچھلے یار کو موت کے گھاٹ اتار کر نئے دلدار کے ساتھ پورا ایک برس گزارتی تھی۔ اس طرح چھ برسوں میں وہ چھ یاروں کو بھگتا چکی تھی۔

میں نے اس چھٹے قد آور باڈی بلڈر کو دیکھا تھا۔ کلیانی اس پہاڑ کے آگے ایک تنکا لگتی تھی مگر اپنے کالے منتروں سے اسے غلام بنائے ہوئے تھی۔ اس کے ایک کمرے میں کالی مائی کی چھوٹی سی مورتی رکھی رہتی تھی۔

اس نے مجھے ساتواں یار بنانے سے پہلے اس چھٹے یار کو حکم دیا کہ وہ کالی مائی کے چرنوں میں جھک کر اپنے گلے پر چھری پھیر لے۔

وہ سحر زدہ تھا۔ کلیانی اس کو بدن کے جس حصے کو کاٹنے کا حکم دیتی' وہ اسے کاٹ کر پھینک دیتا... اس نے بڑی تابعداری سے اپنے گلے پر چھری پھیر لی۔

کلیانی سات مردوں کو کالی مائی کی بھینٹ چڑھانے کے بعد ہی اپنا حسن و شباب قیامت تک حاصل کر سکتی تھی۔ میں نے بعد میں اس کے چور خیالات پڑھ کر یہ ساری باتیں معلوم کی تھیں۔ ساتواں قربانی کا بکرا میں تھا۔ اگلے بارہ مہینوں کے بعد وہ میری بلی چڑھانے والی تھی۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ٹف گائی اور وائس مین کے اندر آ کر دیکھا۔ وہ جلدی جلدی اپنا سامان پیک کر رہے تھے۔ مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کر رہے تھے۔ کلیانی نے بڑی مہارت سے ان پر عمل کیا تھا۔ آئندہ تنویمی عمل کرنا ضروری نہیں تھا۔ اس کے بغیر ہی میں ان کے دماغوں میں پہنچ کر اپنی مرضی کے مطابق ان سے کوئی بھی کام لے سکتا تھا۔

کلیانی نے رات کے گیارہ بجے فون پر کہا۔ ''ہوٹل نائیل ویو کے کمرا نمبر فورز یرو فور میں چلا آ۔ میں بے چینی سے انتظار کر رہی ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''میں یہاں ایک ڈبل پیگ پی رہا ہوں۔ تیرے پاس آنے سے پہلے موڈ بنا رہا ہوں۔ تُو بھی تھوڑی سی پی لے۔ موڈ میں رہے گی تو ملاقات کا مزہ آئے گا۔''

وہ خوشی سے جھوم کر بولی۔ ''ہائے کیا بات کرتا ہے؟ دل کھینچ لیتا ہے۔ سچ مچ مجا آئے گا۔'' وہ اپنی پیدائشی عادت کے مطابق بولنے لگی۔ ''میں ابھی پہلا پیگ لے رہی ہوں۔ فون بند نہ کرنا۔''

میں نے کہا۔ ''ریسیور میرے کان سے لگا رہے گا۔ میں جوانی دیوانی کی باتیں کروں گا۔ آنے سے پہلے تجھے خوب بھڑکاؤں گا۔''

''ہائے جالم.... بڑی پکی باتیں کرتا ہے۔ باتوں کے چولہے پر میری ہنڈیا پکا رہا ہے۔''

''تُو صرف سن رہی ہے یا پی بھی رہی ہے؟''

''پی رہی ہوں۔ یہ لے پہلا جام ہونٹوں سے لگا رہی ہوں۔''

وہ ذرا چپ ہوئی۔ کچھ لوگ یوں پیتے ہیں کہ پانی حلق سے اتارتے وقت گھونٹ بھرنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ ریسیور کان سے لگا ہوا تھا۔ میں نے دو گھونٹ پینے کی آواز سنی پھر اس سے کہا۔ ''تُو ایسے پی رہی ہے جیسے مجھے ہونٹوں سے لگا کر حلق سے اتار رہی ہو۔ یہ پینے کی آواز اچھی لگ رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کوئی گیت گنگنا رہی ہے۔''

اس نے اونچی آواز میں ایک ایک گھونٹ پیتے ہوئے جام خالی کر دیا پھر کہا۔ ''یہ لے پہلا پیگ اندر اور تُو ابھی تک باہر...؟ بس اب چلا آ۔ میں فون بند کرتی ہوں۔''

اب میں اس کے اندر پہنچ سکتا تھا۔ وہ سانس روکنے کے قابل نہیں رہی تھی پھر بھی میں نے اسے ایک اور پیگ پینے کے لیے کہا۔ ''کچھ مزہ نہیں آ رہا ہے۔ تُو مستی میں آ کر بلائے گی تو میں دوڑتا ہوا نہیں..... اڑتا ہوا آؤں گا۔''

''اچھا تو لے.... تجھے ہوا میں اڑا کر لانے کے لیے ایک اور پیگ پی رہی ہوں۔''

ایک ذرا سی خاموشی رہی پھر میں نے پینے کی آواز سنی اور چپ چاپ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے اندر پہنچ گیا۔ اسے نشہ نہیں ہوا تھا مگر سرور میں آ گئی تھی۔ اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی تھی۔ اس نے سانس روکنے کی کوشش کی مگر روک نہ سکی۔ پی ہوئی شراب کے دو چار قطرے حلق سے باہر زبان پر آ گئے۔ میں نے فون بند کرتے ہوئے پوچھا۔ ''چپ کیوں ہے؟''

وہ بولی۔ ''میرے اندر کوئی ہے۔''

''یہ میں ہوں۔ ریسیور سے میری آواز تیرے اندر پہنچ رہی ہے۔ کیا تجھے ایسا لگ رہا ہے' میں تیرے اندر پہنچ کر بول رہا ہوں؟''

''ہاں ہاں۔ میرے کو ایسا ہی لگ رہا ہے۔ تُو آتا کیوں

نہیں؟ کب تک دور سے بولتا رہے گا؟''

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق بوتل کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اسے اٹھا کر منہ سے لگایا اور غٹا غٹ پینے لگی۔ اس کا سر گھوم رہا تھا۔ آدھی بوتل سے زیادہ شراب حلق سے اتر گئی تھی۔ وہ بوتل رکھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

میں نے کہا۔ ''جوانی میں سر نہیں چکرائے گا مگر تیری آنکھوں کے سامنے در و دیوار گھوم رہے ہیں۔ تُو آدھی بوتل پیتے ہی بوڑھی ہوگئی ہے۔''

وہ میز پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔ ''بکواس نہ کر.... میں جوان ہوں۔ تیرے ساتھ بارہ مہینے گزارنے کے بعد ہمیشہ کے لیے جوان بن جاؤں گی۔''

میں نے کہا۔ ''پھر میری ضرورت نہیں رہے گی۔ وہ تیرے پچھلے چھ یار کہاں ہیں؟ ان کی طرح مجھے بھی کہاں پہنچا دے گی؟''

وہ میری مرضی کے مطابق سوچنے لگی۔ اپنی ہسٹری بیان کرنے لگی۔ وہ بہت ہی سنگدل اور بے رحم تھی۔ کالا جادو سیکھنے اور مہارت حاصل کرنے کے لیے اب تک کتنے ہی معصوم بچوں کا' جوان کنواریوں کا اور اپنے چھ یاروں کا لہو کالی مائی کے چرنوں میں بڑی بے دردی سے بہا چکی تھی۔

میں نے پھر اسے بوتل اٹھا کر پینے پر مجبور کیا۔ شراب اس کی برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔ وہ پینا نہیں چاہتی تھی مگر پی رہی تھی۔ آخر ایک زوردار ٹھوکا لگا تو بوتل ہاتھوں سے چھوٹ کر فرش پر گر پڑی اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ وہ بھی صوفے پر سے اٹھتے اٹھتے گر پڑی تھی۔ اندر اتنی شراب بھر گئی تھی کہ منہ سے اور ناک سے تھوڑی تھوڑی باہر چھلکنے لگی تھی۔ وہ بڑی تکلیف سے گزر رہی تھی۔ جان نکلتی ہوئی سی لگ رہی تھی۔

میں نے پوچھا۔ ''یوں مرتے وقت کیسا لگ رہا ہے؟''

وہ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ یوں گہری گہری سانسیں لے رہی تھی جیسے روکی ہوئی سانسوں کو کھینچ کھینچ کر واپس لا رہی ہو پھر اس نے قے کی۔ شراب کی اچھی خاصی مقدار باہر نکل آئی۔ اسے ایک ذرا سا آرام آیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے ذرا سا بھی آرام آئے اور وہ منتر پڑھنے کے قابل ہو جائے۔

میں نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی فرش پر تڑپنے لگی۔ میں نے کہا۔ ''تُو مجھے بھی منتروں کی زنجیروں میں جکڑ کر بارہ مہینوں تک غلام بنا کر رکھنا چاہتی تھی۔ اس کے بعد مجھے کالی مائی کی بھینٹ چڑھا دیتی... مگر سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں۔ اب تجھے پل پل کی خبر ہو رہی ہے۔ تیرے برسوں کا کالا جادو ختم ہو رہا ہے۔ یہ جادو تجھے ڈبو رہا ہے۔''

میں نے پھر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ اتنی بے جان سی ہوگئی تھی کہ اس کے حلق سے آواز نہ نکلی، وہ بن جل کی مچھلی کی طرح پھڑ پھڑا رہی تھی، بڑی مشکل سے کراہ رہی تھی۔ میں نے پھر زلزلہ پیدا کیا تو وہ آخری ثابت ہوا۔ دل کی دھڑکنیں یک لخت بند ہوگئیں۔ میری سوچ کی لہریں اس کے اندر سے نکل آئیں۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر خدا کا شکر ادا کیا۔ وہ دوسروں کو اب تک اپنی دیوی کی بھینٹ چڑھاتی رہی تھی اور میں نے اسے ایک شیطانی زندگی سے نجات دلا دی تھی۔

☆☆☆

برین ماسٹر ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی نگرانی کرنے کے لیے تقریباً چالیس گھنٹے تک جاگتا رہا پھر تھک ہار کر سو گیا تھا۔ خیال تھا' چھ گھنٹے بعد بیدار ہو کر ان کی خبر لے گا لیکن نیند کا غلبہ ایسا تھا کہ وہ دس گھنٹے تک سوتا رہا تھا۔ اس کے بعد بھی شاید سوتا رہتا مگر اچانک ہی آنکھ کھل گئی۔ وہ دماغ کو ہدایات دے کر سوتا تھا کہ کوئی خلافِ معمول بات ہو تو اس کی آنکھ فوراً کھل جائے..... اور ایسا ہی ہوا تھا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کمرے سے دور ہلکی سی کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ بیڈ سے اتر کر ادھر جانے لگا۔ اس مکان کی کھڑکیاں اور دروازے بند رہتے تھے۔ ادھر سے گزرنے والے یہی جانتے تھے کہ وہ مکان اکثر مقفل رہتا ہے۔ کبھی کبھی ایک شخص وہاں دیکھا جاتا ہے ورنہ پورے مکان میں خاموشی اور تاریکی رہتی ہے۔

برین ماسٹر پہلے کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ کوئی باہر سے مقفل دروازے کو کھولنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ وہ بستر سے اتر گیا۔ اپنے سفری بیگ میں سے ریوالور نکال کر تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے میں آیا پھر گرجنے کے انداز میں بولا۔ ''کون ہے؟''

وہ آگے بھی کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے ہی دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ تین افراد گنیں لیے دندناتے ہوئے اندر آ گئے۔ وہ انہیں دیکھتے ہی بوکھلا گیا کیونکہ تنہا تھا۔ وہ تین تھے۔ ادھر سے ایک گولی بھی چلتی تو ادھر سے گولیوں کی موسلا دھار بارش ہونے لگتی۔ وہ فوراً ہی ریوالور کو ان کے آگے پھینکتے ہوئے بولا۔ ''کون ہو تم لوگ؟''

اس کا ذہن سہما ہوا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ امریکی

سی آئی اے والے اسے ڈھونڈتے ہوئے سر پر آ پہنچے ہیں۔ ٹف گائی اور وائس مین کو واپس لینے کے لیے انہی اسے گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ ''ہم سے تعاون کرو گے تو زندہ رہو گے۔ ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔''

یہ بات سنتے ہی اسے اطمینان ہوا۔ وہ سی آئی اے والے نہیں تھے۔ ان کے پاس دو بڑے بڑے بیگ تھے۔ دوسرے شخص نے کہا۔ ''ہم نے ایک بینک میں ڈاکا ڈالا ہے۔ پولیس ہمیں ڈھونڈ رہی ہے۔ امید ہے' وہ ادھر نہیں آئیں گے۔ ہم یہاں محفوظ ہیں۔''

تیسرے شخص نے کہا۔ ''ہمارے پاس تقریباً پچاس کروڑ ڈالرز کا سونا ہے۔ تمہیں دس لاکھ ڈالرز بخشی دیں گے۔ تم بیٹھے بیٹھے رئیس اعظم بن جاؤ گے۔''

اس نے کہا۔ ''میں کسی لالچ کے بغیر تم تینوں کو یہاں پناہ دوں گا۔ اس گھر کو اپنا ہی سمجھو، آزادی سے کھاؤ پیو اور جب تک چاہو' بے فکری سے رہو۔''

وہ سب دوسرے کمرے میں آ گئے۔ ایک نے کہا۔ ''جب تک یہاں رہیں گے' تب تک تم گن پوائنٹ پر رہو گے۔ ہم تمہیں نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔''

ان میں سے دو افراد واش روم کی طرف چلے گئے۔ تیسرے نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے حکم دیا۔ ''اپنے تمام فون بند کر دو، کسی کو کال کرو نہ کسی کی کال اٹینڈ کرو۔''

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ تینوں اچھے خاصے صحت مند تھے، اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتے تھے۔ یہ معلوم کرنا لازمی تھا کہ وہ یوگا میں مہارت رکھتے ہیں یا نہیں؟

اس نے کہا۔ ''میرے پاس بہترین اسکاچ وہسکی اور رُوسی واڈکا ہے۔ کیا میں پیش کروں؟''

ایک انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا۔ ''شراب عقل کی دشمن ہے۔ ہم اسے پیتے ہیں تو یہ ہمیں پی جاتی ہے۔ کسی کام کے قابل نہیں چھوڑتی۔''

برین ماسٹر نے مایوس ہو کر پوچھا۔ ''تم تینوں میں سے کوئی نہیں پیتا....؟''

''کوئی نہیں.... تم کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا سکتے ہو۔ اس لیے کچن اور فریج کی طرف نہیں جاؤ گے۔ ہم تمہیں کھانے پینے کو دیا کریں گے۔''

اس کا اطمینان غارت ہو گیا پھر اسے شبہ ہونے لگا کہ وہ سی آئی اے سے تعلق رکھتے ہیں اور اسے ڈھونڈتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔ نشہ نہ کرنے کا مطلب یہی ہوا کہ وہ تینوں سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتے ہیں۔ یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے۔

ان حالات میں عقل سمجھا رہی تھی کہ وہ لوگ پہلے واش روم سے فریش ہو کر آئیں گے پھر اس کا محاسبہ کریں گے۔ پوچھیں گے ''تم کون ہو؟ یہ مکان باہر سے مقفل کیوں رہتا ہے جبکہ تم اندر موجود ہوتے ہو؟ اس علاقے میں کسی سے تمہاری شناسائی نہیں ہے۔ تم یہاں تنہا پُراسرار بن کر کیوں رہتے ہو؟''

وہ طرح طرح کے سوالات کر سکتے تھے۔ معقول جوابات نہ ملنے پر اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے یا گولی سے زخمی کر کے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے راستہ کھول سکتے تھے پھر وہ اپنی حقیقت چھپا نہ پاتا، چور خیالات اس کی اصلیت ظاہر کر دیتے۔

اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ جب وہ لوگ واش روم سے فارغ ہو کر آئے تو اس نے کہا۔ ''میں بھی واش روم جانا چاہتا ہوں پھر ہم آرام سے بات کریں گے۔''

انہوں نے اجازت دے دی۔ دو گن مین اس کے ساتھ بیڈ روم میں گئے۔ ایک نے اندر جا کر اطمینان کیا کہ اس واش روم سے فرار ہونے کے لیے کوئی دوسرا دروازہ یا کھڑکی تو نہیں۔ اچھی طرح مطمئن ہو کر اسے تنہا جانے کی اجازت دی گئی۔

اس نے اندر آ کر دروازے کو لاک کیا پھر باتھ ٹب میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہاں ٹھنڈے اور گرم پانی کے اور صابن کا جھاگ بنانے کے کئی بٹن تھے۔ اس نے دو بٹن کے درمیان انگلی رکھ کر ایک حصے کو دبایا تو وہ باتھ ٹب فرش میں دھنستا ہوا نیچے جانے لگا۔

وہ ایک تہ خانے میں پہنچ گیا۔ اس نے ایک اور بٹن کو دبایا تو وہ باتھ ٹب اوپر جا کر واش روم میں پہلے کی طرح اپنی جگہ فکس ہو گیا۔ وہ روپوش رہنے اور فرار ہونے کے تمام ہتھکنڈے جانتا تھا۔ برا وقت آنے سے پہلے اپنی سلامتی کے مکمل انتظامات رکھا کرتا تھا۔

وہ تہ خانے کی سرنگ سے گزرتے ہوئے اپنا حلیہ تبدیل کرنے لگا۔ سر سے بڑے بالوں والی وِگ اتار پھینکی۔ ایک جگہ رک کر آنکھوں سے لینسز نکالے پھر آگے بڑھتے ہوئے نقلی مونچھیں نوچ کر پھینک دیں۔ دونوں نتھنوں میں اسپرنگ پھنسے ہوئے تھے۔ انہیں بھی باہر نکال کر پھینک دیا۔ پہلے ناک چوڑی تھی' اب ستواں ہو گئی تھی۔ وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا اور تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔

اس نے ایک زینے کے پاس پہنچ کر اپنی شرٹ اور پینٹ بھی اتار دی۔ بدن پر صرف ایک انڈر ویئر رہ گیا۔ وہ زینے پر چڑھتا ہوا چور دروازے سے گزرتا ہوا ایک گیراج میں پہنچ گیا۔ وہاں ایک کار موجود تھی۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ضرورت کا تمام سامان اس سیٹ پر رکھا ہوا تھا۔

اس نے ایک اچھا سا لباس پہنا۔ پالش کیے ہوئے جوتے پہنے پھر دروازہ کھول کر کار میں آ کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ جلد سے جلد ایسے انجانے دشمنوں سے دور ہو جانا چاہتا تھا جو بعد میں سی آئی اے والے ثابت ہو سکتے تھے۔

سی آئی اے میں بہترین تربیت یافتہ کتے بھی تھے۔ بو سونگھ کر اس ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کا پیچھا کر سکتے تھے۔ لہٰذا وہ جلد سے جلد اس ملک کو چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ وہ سیدھا ائیر پورٹ نہیں گیا۔ پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے ایک طیارے میں بیٹھ کر دوسرے شہر پہنچا۔ وہاں کی ایک فلائنگ کمپنی کے جہاز کے ذریعے تیسرے شہر میں پہنچ گیا۔ وہاں اس نے نیا پاسپورٹ اور ویزا حاصل کیا۔ خیال خوانی کے ذریعے ان مشکل مراحل سے بہ آسانی گزرتا ہوا مصر کے شہر قاہرہ کی طرف جانے لگا۔

سی آئی اے والوں سے جان چھڑا کر ذرا اطمینان حاصل ہوا تب اس نے اپنے تابعداروں ٹف گائی اور وائس مین کی خبر لی۔ خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ ان میں سے کسی کے بھی دماغ میں جگہ نہیں مل رہی تھی۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ میری سوچ کی لہریں مطلوبہ دماغ تک کیوں نہیں پہنچ رہی ہیں؟ کیا وہ دونوں مر چکے ہیں؟ یا ان کی آواز' لب و لہجہ اور شخصیت بدل چکی ہے؟''

ان لمحات میں ایسی ہی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ پہلا خیال یہی پیدا ہوا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں حاصل کر کے تنویمی عمل کے ذریعے ان کی شخصیت تبدیل کر چکے ہیں۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے ساکت ہو گیا۔ اپنے ذہن کو ہر طرح کی سوچ سے خالی کر کے سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اس نے بڑی محنت کی تھی اور پلک جھپکتے ہی اپنی ساری محنت ہار بیٹھا تھا۔

وہ تسلیم کر رہا تھا۔ اس نے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے زیر اثر لانے کے لیے بہت ہی کمزور منصوبہ بنایا تھا۔ یہ پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا کہ وہ دن رات ٹف گائی اور وائس مین کی نگرانی نہیں کر سکے گا۔ وہ دونوں مر جائیں گے یا اردیے جائیں گے یا پھر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں چھین کر لے جائیں گے۔ بہر حال وہ اپنے مقدر میں لکھی ہوئی ناکامی کو برداشت کر رہا تھا۔

اس نے تھوڑی دیر بعد پانچ یوگا جاننے والے افسران کو فون پر مخاطب کیا۔ ''ہیلو یو ڈرٹی فائیو...! آخر تم لوگوں نے اپنے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ سے چھین ہی لیا!''

ایک افسر نے ناگواری سے کہا۔ ''کیوں بکواس کر رہے ہو؟ ایک تو تم نے انہیں ہم سے چھین لیا پھر یہ کہ ان کا لب و لہجہ تبدیل کر دیا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان میں سے کسی کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آ رہی ہیں۔ کیا تم نے انہیں مار ڈالا ہے؟''

برین ماسٹر نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''یہ کیا بکواس ہے؟ میں انہیں ہلاک کرنے کی حماقت کیوں کروں گا؟ خود میری سوچ کی لہریں بھٹک رہی ہیں' انہیں ڈھونڈ نہیں پا رہی ہیں۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''برین ماسٹر! کیا تم کوئی نیا ڈراما پلے کر رہے ہو؟''

''ڈراما تو تم لوگ کر رہے ہو۔ ان دونوں کو مجھ سے چھین کر ان کے لب و لہجے بدل کر دھوکا دے رہے ہو کہ وہ دونوں تمہاری پناہ میں نہیں ہیں۔''

ایک اور یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''اگر تم سنجیدگی سے یہ بات کہہ رہے ہو تو پھر یقین کر لو' ہم سب ہی دھوکا کھا رہے ہیں۔ وہ دونوں مر چکے ہیں یا کسی اور کے مہتھے چڑھ چکے ہیں۔''

یہ سوال برین ماسٹر اور اکابرین کے لیے بہت اہم اور پریشان کن تھا کہ وہ زندہ ہیں تو کس کے مہتھے چڑھ گئے ہیں؟ وہ کون ہے' جو ان کے منہ سے شکار چھین کر لے گیا ہے؟ ایک بات تو طے تھی' کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہی یہ فائدہ اٹھایا ہوگا۔

برین ماسٹر اور اکابرین نقصان اٹھا رہے تھے۔ وہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خلاف سوچنے لگے۔ ان کے علاوہ کسی پر شبہ نہیں تھا۔ ٹونی جے اور فرمان علی دو ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے' جو عرصہ دراز سے گمنام رہ کر آزادی سے زندگی گزار رہے تھے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے دوست ہوں یا دشمن... کسی کے بھی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا ان پر شبہ نہیں کیا جا رہا تھا۔

شبہ تھا سونیا پر.... اکابرین جس طرح اپنی نیت اور اپنا مزاج بدلتے تھے' ویسے ہی طوطے کی آنکھ سے سونیا کو دیکھتے تھے۔ انہوں نے برین ماسٹر سے کہا۔ ''سونیا نے محض

دکھاوے کے طور پر ٹف گائی اور وائس مین کو ہمارے حوالے کیا تھا پھر انہیں واپس حاصل کرنے کے لیے تمہیں ڈھیل دے دی۔ جب تم انہیں اغوا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو وہ انہیں چھین کر لے گئی۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''تم لوگ سونیا کو اپنی طرح فراڈ نہ سمجھو۔ جب وہ وعدہ کرتی ہے تو ہر حال میں اسے پورا کرتی ہے۔ اس نے اور فرہاد نے بھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا غلام بنا کر نہیں رکھا۔''

''یہ محض کہنے کی باتیں ہیں۔ کبھی تم اس کے شکنجے میں آؤ گے تو تلملا کر رہ جاؤ گے۔ اس سے کبھی نجات حاصل نہیں کر سکو گے۔''

''میں ذاتی تجربے کی بنیاد پر سونیا کے گن گا رہا ہوں۔ کچھ عرصہ پہلے میں اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیر اثر آ گیا تھا۔ تم لوگوں کی عداوت سے بچنے کے لیے سونیا کی پناہ میں رہتا تھا۔ جب خطرات ٹل گئے تو اس نے اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مجھے آزاد چھوڑ دیا۔ یہ تم سب دیکھ رہے ہو کہ میں کسی کے زیر اثر نہیں ہوں۔ آزادی سے اپنے فیصلے کرتا ہوں۔ کسی کی مداخلت کے بغیر زندگی گزار رہا ہوں۔''

''اگر ایسا ہے تو ہمارے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی آزادی سے زندگی گزارنی چاہیے مگر وہ انہیں آزاد نہیں کرے گی۔''

''تم لوگ اس پر شبہ کرتے رہو۔ اس کا کچھ نہیں بگڑے گا، تمہارے وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اگر زندہ ہیں تو کسی نامعلوم خیال خوانی کرنے والے یا کسی کالا جادو جاننے والے کے غلام بن چکے ہیں۔ تم سب سونیا کے پیچھے بھاگتے رہو گے، اصل دشمن تک کبھی پہنچ نہیں سکو گے۔''

وہ ان سے رابطہ ختم کر کے سوچنے لگا۔ ''وہ نامعلوم خیال خوانی کرنے والا کون ہے؟ کس نے میری تمام محنت کو خاک میں ملایا ہے؟ پتا نہیں، وہ خیال خوانی کرنے والے فرمان علی اور ٹونی بے کہاں ہیں؟ ایک طویل مدت سے لاپتا رہنے والوں کو کس طرح تلاش کروں؟''

برین ماسٹر نے پہلے بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے بابر علی کو اپنے زیر اثر رکھا تھا۔ اسے نقلی فرہاد بنا کر دنیا والوں کے سامنے پیش کیا تھا اور اس نے بھی بڑی کامیابی سے خود کو اصلی فرہاد علی تیمور ثابت کیا تھا۔

ابھی اس کا ذکر اس لیے کیا جا رہا ہے کہ وہ نقلی فرہاد یعنی بابر علی مر چکا تھا۔ برین ماسٹر کو اب ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کی ضرورت تھی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اس نے ٹف گائی اور وائس مین کو اغوا کیا تھا اور بری طرح ناکام رہا تھا۔ یہ ناکامی اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔ ان دونوں سے محروم ہونے کے بعد وہ ایک اور خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔

بے باک مومن اس کا داماد تھا۔ پہلے وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بیٹی ایک مسلمان سے شادی کرے۔ لیکن بیٹی نے صرف اس سے شادی ہی نہیں کی تھی بلکہ اسلام بھی قبول کر لیا تھا۔ باپ نے بیٹی کو اپنے دل سے اور دماغ سے نکال دیا تھا لیکن بیوی اور لاڈلے بیٹے کی موت کے بعد اس کا اپنا خون کا کوئی رشتہ نہیں رہا تھا۔ اب ایک بیٹی ہی رہ گئی تھی۔ لہٰذا اس نے بیٹی اور داماد بے باک مومن سے سمجھوتا کر لیا تھا۔

یوں اسے داماد تسلیم کرنے کے پیچھے ذہن میں ایک سازش چھپی ہوئی تھی۔ دماغ میں یہ بات پک رہی تھی کہ وہ بے باک مومن کو بڑی رازداری سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اپنا تابعدار بنا سکتا ہے۔ خوب سوچ سمجھ کر اسے غلام بنائے گا تو سونیا کو یہ بات کبھی معلوم نہیں ہو گی اور وہ اس خطرناک عورت کا بظاہر فرمانبردار بن کر رہا کرے گا۔

وہ بہت پہلے ہی یہ منصوبہ بنا چکا تھا اور اسی کے مطابق عمل کرنا چاہتا تھا لیکن ایسے ہی وقت ٹف گائی اور وائس مین کے معاملات میں الجھ گیا۔ ایک مومن کے بجائے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے حاصل ہو رہے تھے، وہ انہیں ٹریپ کر کے کسی خفیہ اڈے میں پہنچانے کے سلسلے میں مصروف ہو گیا۔ ایسے وقت بے باک مومن کی مثال گھر کے مرغے جیسے تھی، اسے کسی وقت بھی ذبح کیا جا سکتا تھا۔

ایک تھکا دینے والی جدوجہد کے بعد ناکامی ہوئی تو وہ گھر کے مرغے کو دبوچنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیٹی کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو اینا! کیسی ہو؟ خوش ہو؟''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''اوہ ڈیڈ! کتنے دنوں کے بعد بیٹی کی یاد آئی ہے؟ میں تو خوش ہوں۔ تمہارے لیے فکرمند رہتی ہوں۔''

''میری فکر نہ کرو۔ میری تنہائیاں دور کرنے والا اب کوئی نہ رہا۔ تمہاری ممی اور تمہارے بھائی کی موت نے میری زندگی ویران کر دی ہے، تم بھی شادی کر کے پرائی ہو گئی ہو۔ جو تھوڑی سی زندگی رہ گئی ہے۔ اسے کسی طرح گزار رہا ہوں۔''

وہ بڑے دکھ سے بولی۔ ''کیوں تنہا رہ کر باقی زندگی

گزار رہے ہو؟ کیا بیٹی اور داماد کے ساتھ لائف انجوائے نہیں کر سکتے؟''

''تمہارے ساتھ رہوں گا تو تمہاری ماں اور بھائی کی کمی پوری ہو جائے گی۔ ایک محبت کرنے والی بیٹی سے خوشیاں ملتی رہیں گی۔''

''تو پھر آج ہی میرے پاس چلے آؤ۔''

''یہی تو مجبوری ہے۔ میں محبت کرنے والی بیٹی سے بھی نہیں مل سکتا۔ دشمن میری تاک میں رہتے ہیں، تم سے ملنے آؤں گا تو وہ تمہیں بھی نقصان پہنچائیں گے۔ میں ایسا کوئی رسک نہیں لوں گا۔ یہ بتاؤ میرا داماد کہاں ہے؟''

''صبح سے کہیں گئے ہیں، کسی اہم معاملے میں مصروف ہیں۔''

''کیا تم اس کے اہم معاملات میں دلچسپی نہیں لیتی ہو؟''

''یہ ٹیلی پیتھی کے جھمیلے ذہن کو الجھا دیتے ہیں۔ بے باک خود ہی کسی مصروفیت کا ذکر کرتے ہیں تو سن لیتی ہوں۔''

''اس نے موجودہ مصروفیت کے بارے میں کچھ کہا تو ہو گا؟''

''ہاں کہہ رہے تھے، انہیں دو اجنبی افراد پر شبہ ہے کہ وہ باہر سے کچھ ہیں اور اندر سے کچھ..... بے باک کو ان کے دماغوں میں جگہ نہیں مل رہی ہے۔ وہ انہیں ٹریپ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

یہ ایسی بات تھی کہ برین ماسٹر کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس نے فوراً پوچھا۔ ''کیا وہ دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟''

''بے باک کو یہی شبہ ہے۔''

اس نے بیٹی سے اپنے داماد کا فون نمبر معلوم کیا پھر اس سے رابطہ قائم کر کے کہا۔ ''میں ابھی اینا سے بات کر رہا تھا۔ معلوم ہوا، تم دو یوگا جاننے والوں پر شبہ کر رہے ہو۔ پلیز مجھے ان کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔''

بے باک مومن نے پوچھا۔ ''کیوں بتاؤں؟ تم میرے کیا لگتے ہو؟''

''میں تمہارا اسسر ہوں اور تم میرے داماد ہو۔''

''میں اینا کو اپنے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں نہ لے جاتا تو تم ہمیں زندہ نہ چھوڑتے۔ بیوی اور بیٹے سے محروم ہونے کے بعد اینا سے کسی حد تک محبت کرنے لگے ہو مگر میری جان کے دشمن اب بھی ہو۔''

''فضول باتیں نہ کرو، میں نے بیٹی کی خاطر تمہیں معاف کر دیا ہے۔''

''میں نے کوئی غلطی کی ہے نہ کبھی معافی مانگی ہے پھر تم کیسے معاف کر رہے ہو؟ میں محض اینا کی خاطر چپ رہتا ہوں ورنہ تمہارے پیچھے پڑ جاتا۔ تمہارا دن رات کا سکون برباد کر دیتا۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''سیدھی سی بات کرو۔ ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتے۔ میں تمہارا محتاج نہیں ہوں۔ لندن میں میرے کئی آلۂ کار ہیں۔ میں ان کے ذریعے تم سے پہلے ان دونوں تک پہنچ جاؤں گا۔''

وہ فون بند کر کے چپ چاپ بیٹی کے دماغ میں آ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا، بے باک مومن ایک گھنٹے بعد آئے گا اور اس کے ساتھ لنچ کرے گا۔ بیٹی اس وقت کچن میں مصروف تھی۔ اس نے اسے ذرا سی دیر کے لیے غائب دماغ بنا کر کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی پھر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

جب ایک گھنٹے بعد بیٹی کے پاس پہنچا تو وہ بے باک کے ساتھ کھانے کی میز پر تھی۔ وہ دونوں ہی کھاتے کھاتے رک گئے تھے، وہ اچانک کمزوری محسوس کر رہے تھے۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''مجھے کمزوری سی محسوس ہو رہی ہے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔''

بے باک نے کہا۔ ''میرے خدا...! میری مدد فرما... دشمن کا حملہ کامیاب ہو رہا ہے۔''

اینا کمزوری کے باعث نڈھال ہو رہی تھی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے بے باک کو دیکھا۔ وہ بولا۔ ''دشمن تمہارا باپ ہے۔ وہی مجھے اپنا غلام داماد بنانے کے لیے ایسی چالیں چل رہا ہے۔''

برین ماسٹر اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ سانس روکنے اور خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا اور لمحہ بہ لمحہ کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ سامنے رکھے ہوئے فون کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ الیا اور کبریا کو مدد کے لیے بلانا چاہتا ہے مگر اس کا ہاتھ فون تک نہیں پہنچ رہا تھا۔ برین ماسٹر اس کے دماغ سے کھیل رہا تھا۔ اس وقت بے باک اپنے نہیں... دشمن کے اختیار میں تھا۔

اس نے داماد کو تابعدار بنانے کے لیے بیٹی کو بھی بیمار بنا دیا تھا۔ وہ ناقابل برداشت کمزوری کے باعث وہیں فرش پر لیٹ گئی تھی۔ کراہ رہی تھی۔ گہری گہری سانسیں لینا چاہتی تھی مگر سانسیں لینے میں بھی دقت محسوس کر رہی تھی۔

باپ کو بیٹی کی پروا نہیں تھی۔ وہ کتنی ہی کمزوری برداشت

کرے زندہ بچے نہ بچے وہ تو بے باک کے دماغ میں گھسا ہوا تھا۔ اسے الپا یا کبریا سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ ''تم میرے دن رات کا سکون برباد کرنے کی دھمکی دے رہے تھے۔ آئندہ میرے غلام بن جاؤ گے تو میں تمہیں بڑے آرام سے زندگی گزارنے دوں گا۔ سونیا اور دوسرے مسلمان خیال خوانی کرنے والوں کو شبہ نہیں کرنے دوں گا کہ تم میرے تابعدار بن چکے ہو۔''

بے باک مومن ذہنی طور پر مفلوج ہو گیا تھا۔ کمزوری غالب آ گئی اور وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں خود سے غافل ہوتا چلا گیا۔ برین ماسٹر طویل جدوجہد کے بعد ایک خیال کرنے والے کو اپنا تابعدار بنانے والا تھا۔

میں قاہرہ میں تھا۔ میرے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ میں ہی اپنی سونیا کا فرہاد ہوں۔ تب سے یہ بے چینی پیدا ہو گئی تھی کہ جلد از جلد میری یادداشت واپس آ جانی چاہیے۔

سونیا کی یہ بات میرے اندر گونج رہی تھی۔ اس نے کہا تھا۔ ''پہلی اور آخری سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تمہیں شکوک و شبہات سے بالاتر ہو کر اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرنا ہوگا۔ جس دن تم یہ بتا دو گے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کی زندگی میں کیسے داخل ہوئے تھے اور ہم نے اپنے بچوں کے ساتھ کس طرح جدوجہد سے بھرپور زندگی گزاری ہے؟ اس دن ہر بات آئینے کی طرح صاف ہو جائے گی۔ میں پورے یقین کے ساتھ تمہیں اپنا مجازی خدا... اپنے جسم و جان کا مالک تسلیم کر لوں گی۔''

اس نے خوب سوچ سمجھ کر ایسا کہا تھا۔ اس کی یہ باتیں میری رگوں میں لہو کی طرح دوڑ رہی تھیں۔ میرے اندر ضد اور تڑپ پیدا کر رہی تھیں کہ مجھے جلد سے جلد ماضی کے آئینے میں اپنا اصلی چہرہ دیکھنا ہوگا اور اسے دکھانا ہوگا۔ تب ہی میں اپنی سونیا کو جیت سکوں گا۔

اس سلسلے میں ایک ہی اہم اور بنیادی سوال تھا کہ وہ آئینہ کہاں سے لاؤں؟ وہ گم شدہ البم کہاں ہے جس میں گزری ہوئی زندگی کی ایک ایک تصویر موجود ہے؟ جنہیں دیکھتے ہی میری جان آ کر میری دھڑکنوں سے لگ جائے گی۔

کیسی عجیب سی بات تھی۔ میں دوسروں کے دماغوں میں گھس کر ان کے اندر کے راز معلوم کر لیتا تھا۔ مگر اپنے اندر ڈوب کر خود کو پہچان نہیں پا رہا تھا۔

دیکھا جائے تو میرے ماضی میں سونیا تھی۔ الپا، عالی اور کبریا تھے۔ مجھے چہرے سے پہچاننے والے دوست اور دشمن اکابرین بھی تھے۔ ان میں سے کوئی اپنی انگلی تھما کر مجھے ماضی کے اندھیروں میں لے جا کر روشنی کی کرن بن سکتا تھا۔ ایسے وقت فرمان علی اور ٹونی جے سے سامنا ہو گیا۔

وہ دونوں نیلی پیتھی جاننے والے ایک طویل مدت سے گوشۂ گمنامی میں آرام اور سکون سے زندگی گزار رہے تھے۔ انہوں نے خیال خوانی تقریباً ترک کر دی تھی۔ کسی کے دماغ میں جاتے تھے نہ کسی کے معاملات میں دلچسپی رکھتے تھے اور نہ ہی کسی کو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے۔

فرمان علی مسلمان اور ٹونی جے یہودی تھا۔ کہتے ہیں' آگ اور پانی کی طرح مسلمان اور یہودی یکجا نہیں ہو سکتے مگر وہ دونوں ایک دوسرے سے بے لوث محبت کرنے والے دوست بن چکے تھے۔ پوری سچائی سے دوستی نبھاتے آ رہے تھے۔ فرمان علی قاہرہ سے تقریباً دو سو کلو میٹر دور وسیع و عریض زمینوں کا مالک تھا۔ وہ زمیندار کی حیثیت سے اور ٹونی جے فرینکفرٹ میں بزنس مین کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔

ان دونوں کی خیال خوانی محدود تھی۔ وہ صرف ایک دوسرے کے دماغ میں آ کر باتیں کرتے تھے۔ ٹونی جے نے فرمان علی سے کہا تھا۔ ''میں بزنس کے سلسلے میں قاہرہ پہنچ رہا ہوں۔ تم بھی وہاں چلے آؤ۔ ہم چند روز ایک ساتھ رہ کر اچھا وقت گزاریں گے۔''

اس پروگرام کے مطابق انہوں نے قاہرہ کے اسی ہوٹل میں ایک کمرا حاصل کیا جہاں میرا قیام تھا۔ وہ ہوٹل کبیرے ڈانس اور قمار بازی کے حوالے سے بہت مشہور تھا۔ وہاں دنیا جہاں سے آنے والی حسیناؤں اور سیاحوں کا میلہ لگا رہتا تھا۔ وہ دونوں بھی چند روز عیش و عشرت میں گزارنے آئے تھے۔

پہلے دن ہمارا سامنا نہیں ہوا۔ حالانکہ ہمارے کمرے ایک ہی فلور کے ایک ہی کوریڈور میں تھے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے' لوگ بالکل قریب ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو دیکھ نہیں پاتے۔ رات کو وہ کسینو میں جوا کھیلنے آئے۔ میں ان سے کچھ دور دوسری میز پر کھیل رہا تھا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد یہ خبر گشت کرنے لگی کہ کیبن نمبر سیون کے دو کھلاڑی انتہائی شاطر ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹے کے اندر دو لاکھ ڈالرز جیت چکے ہیں۔ کتنے ہی کھلاڑی ان سے ایک ہی بازی میں ہزاروں ڈالرز ہارتے جا رہے ہیں۔

میں اپنی میز سے اٹھ کر ان کی طرف گیا۔ اس میز کے اطراف میں جواریوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ لوگ ان دونوں کے کھیلنے کے طریقۂ کار کو توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ ہر جواری

اگلی بازی ان سے کھیلنا چاہتا تھا۔ میں بھی توجہ سے ان کا کھیل دیکھ رہا تھا۔ اگلی دو بازیوں میں ہی مجھے یقین ہو گیا کہ وہ دونوں نیلی پیتھی جانتے ہیں۔

وہ دونوں کھیل میں مصروف تھے، اس لیے جواریوں کی بھیڑ میں مجھے نہیں دیکھ پائے اور میں انہیں دیکھتے ہوئے بھی پہچان نہیں رہا تھا۔ اسی وقت ایک خونخوار قسم کا مقامی باشندہ ہارنے کے بعد غصے سے کہہ رہا تھا۔ ''دنیا جانتی ہے' جوا کسی کا نہ ہوا.... پھر تمہارا کیسے ہو رہا ہے؟ بڑے سے بڑا شاطر کھلاڑی ہارتا ضرور ہے مگر تم دونوں جیتتے چلے جا رہے ہو۔''

فرمان علی نے کہا۔ ''تم غلط کہہ رہے ہو۔ میں اب تک تین بازیاں ہار چکا ہوں۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''اور میں دو بازیاں ہار چکا ہوں۔ یہاں کھڑے ہوئے حضرات گواہی دیں گے۔''

وہ میز پر گھونسا مارتے ہوئے بولا۔ ''بہت تھوڑی رقم ہارتے ہو مگر دوسری بار ہاری ہوئی رقم سے کئی گنا زیادہ جیت لیتے ہو۔''

''ہم جوش میں آ کر نہیں کھیل رہے ہیں۔ جب یہ بھانپ لیتے ہیں کہ مقابل کے پاس بڑے پتے ہیں تو ہم دوگنی رقم دے کر شو کراتے ہیں یا کھیل چھوڑ دیتے ہیں۔''

وہاں کھڑے ہوئے کھلاڑیوں نے ان دونوں کی حمایت میں کہا کہ وہ کسی طرح کا فراڈ نہیں کر رہے ہیں بلکہ بڑی مہارت سے کھیل رہے ہیں۔

جو لوگ ان سے ہار چکے تھے، وہ ان کی مخالفت میں بول رہے تھے۔ فرمان علی نے کہا۔ ''ہم کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتے۔ کسی سے جھگڑا نہیں کرنا چاہتے۔ محض شغل کے طور پر کھیلنے آئے ہیں۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''ہارنے والے غصہ نہ کریں۔ ہم دوستی اور امن و امان رکھنے کی خاطر جیتی ہوئی رقم آپ کو واپس دے دیں گے۔''

جوئے میں ہاری رقم واپس نہیں کی جاتی۔ کسینو کے اصول کے مطابق تمام رقم فرمان کے بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دی گئی۔ میں نے اس ہارنے والے کے خیالات پڑھے تھے وہ اپنی رقم حاصل کرنے کی خاطر مارنے مرنے کی پلاننگ کر چکا تھا۔

فرمان علی اور ٹونی جے بھی اس کے خیالات پڑھ چکے تھے۔ کسینو سے باہر آ کر اپنی کار میں بیٹھ گئے تھے۔ اسی وقت وہ خونخوار شخص اپنے ایک ساتھی کے ساتھ پچھلی سیٹ کے دروازے کھول کر اندر آ گیا۔ ٹونی جے نے انجان بن کر پوچھا۔ ''یہ کیا بدتمیزی ہے؟ کار سے باہر نکلو۔''

وہ انہیں اپنے ریوالور کے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ ''چپ چاپ گاڑی اسٹارٹ کرو اور جہاں ہم کہتے ہیں وہاں چلو۔''

فرمان نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اس شخص نے فون کے ذریعے کسی سے رابطہ کرنے کے بعد کہا۔ ''ہاں... ہم انہیں لے جا رہے ہیں۔ تم سب ہمارے ساتھ رہو۔''

جب ان کی کار نے کسینو کے احاطے سے باہر نکل کر ایک کشادہ سڑک پر چلنا شروع کیا تو فرمان اور ٹونی جے نے دیکھا' ان کی گاڑی کے آگے پیچھے دو گاڑیاں آ گئی تھیں۔ وہ شخص فون پر کہہ رہا تھا۔ ''ہاں، ٹھیک ہے۔ اسی طرح ہمارے ساتھ چلتے رہو۔''

اس کے خیالات بتا رہے تھے' وہ اب تک چھ قتل کر چکا ہے۔ طویل عرصے سے مجرمانہ زندگی گزارتا آ رہا ہے۔ کبھی گرفت میں آتا ہے تو قانون کے محافظوں کو بھاری رشوتیں دے کر عائد کردہ الزامات سے بری ہو جاتا ہے۔

ٹونی جے نے پوچھا۔ ''تم ہمیں گن پوائنٹ پر کہاں لے جا رہے ہو؟ جو چاہتے ہو' وہ کہو۔ ہم یہیں تمہارا مطالبہ پورا کر دیں گے۔''

اس شخص نے کہا۔ ''آج تم لوگوں نے ڈھائی لاکھ ڈالرز جیتے ہیں، ہم وہ ساری رقم چاہتے ہیں۔''

''یہ تو ہم نے کسینو میں بھی کہا تھا کہ وہ رقم تم سب کو لوٹا دیں گے۔''

''سب کو نہیں... وہ تمام رقم میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

''ہم اپنی جان کی سلامتی کے لیے تمہارا یہ مطالبہ پورا کریں گے اور ابھی کریں گے۔''

''کیا تمہارے پاس نقد ڈھائی لاکھ ڈالرز موجود ہیں؟''

''نقد نہیں ہیں۔ آج جو رقم ہم نے جیتی ہے۔ وہ کل صبح تک بینک میں ٹرانسفر ہو گی۔ ہم وہاں سے وہ رقم لے آئیں گے۔''

وہ بولا۔ ''میں نے اچھی طرح سوچ لیا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے؟ تم دونوں بینک نہیں جاؤ گے۔ تم میں سے ایک ہماری قید میں رہے گا۔ دوسرا بینک جا کر رقم لائے گا۔ جب ہمارا مطالبہ پورا ہو جائے گا تو تمہارے اس ساتھی کو بھی رہا کر دیا جائے گا۔''

فرمان کار ڈرائیو کرنے کے ساتھ ان سے باتیں بھی

کر رہا تھا۔ ٹونی جے خیال خوانی میں مصروف تھا۔ تھوڑی دیر پہلے اس شخص نے اپنے جس ساتھی سے فون پر گفتگو کی تھی۔ اس کی آواز ٹونی جے سن چکا تھا اور اب اس کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اس کے ذریعے گاڑی چلانے والے کے اندر پہنچنے میں دیر نہیں لگی۔

دوسرے ہی لمحے میں کار ڈرائیو کرنے والا غائب دماغ ہوگیا۔ اسٹیئرنگ اس کے ہاتھوں سے بھٹکنے لگا۔ اس کے ساتھیوں نے چیخ کر کہا۔ ''یہ کیا کر رہے ہو؟ گاڑی کی رفتار کم کرو... اسے قابو میں رکھو۔''

مگر وہ قابو سے باہر ہو چکی تھی۔ سڑک کو جھوڑ کر فٹ پاتھ پر چڑھ کر ایک دکان کے شوروم میں شیشوں کو توڑتے ہوئے اندر گھس گئی تھی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے حیرانی سے چیخ کر کہا۔ ''ارے... یہ کیا ہوگیا؟''

فرمان تیزی سے اپنی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ لوگ پلٹ کر پچھلے شیشے سے اس گاڑی کو دیکھ رہے تھے۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ساتھی نے کہا۔ ''ہمیں گاڑی روک کر اپنے ساتھیوں کی خبر لینی چاہیے۔''

اس شخص نے ڈانٹ کر کہا۔ ''بکواس مت کرو۔ ہم... خوامخواہ کسی چکر میں نہیں پھنسیں گے۔ ہمیں ان سے بھاری رقم وصول کرنی ہے۔''

میں نے کسینو میں اس شخص کے دو ساتھیوں کی آوازیں سنی تھیں۔ ان میں سے ایک ساتھی پچھلی گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا اور میں اس کے اندر موجود تھا۔ ایک چوراہے پر دور سے سرخ سگنل دکھائی دے رہا تھا۔ وہ گاڑی کو روکنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے رکنے نہیں دیا۔

دوسری طرف سے سگنل ملنے والی گاڑیاں آ رہی تھیں۔ وہ اپنی گاڑی کی رفتار بڑھاتا ہوا ان گاڑیوں سے ٹکرا گیا۔ کتنے ہی گاڑیوں کے بریک چرچرائے، وہ سب ایک دوسرے سے ٹکرا کر اِدھر سے اُدھر گھومنے اور مڑنے لگیں۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے حیرانی و پریشانی سے چیخ کر کہا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ میرے آدمی حادثے کا شکار کیوں ہو رہے ہیں؟''

اس بار فرمان اور ٹونی جے بھی حیران تھے۔ انہوں نے دوسری گاڑی والوں کو ٹریپ نہیں کیا تھا۔ وہ حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ٹونی نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ ''یہ دوسری گاڑی والے کس طرح حادثے سے دوچار ہوگئے؟''

پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔ ''گاڑی کی رفتار بڑھاؤ ورنہ پولیس والے ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے۔''

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اسی لمحے اپنے ریوالور کو کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ جب اس کار نے کچھ فاصلہ طے کیا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر بولا۔ ''میرا ریوالور کہاں ہے؟ ابھی تو میرے ہاتھ میں تھا...؟''

ٹونی جے نے پلٹ کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا۔ میں نے دوسرے شخص کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''باس! جب تم نے اپنا ریوالور پھینک دیا ہے تو میں اپنے پاس کیوں رکھوں؟''

یہ کہتے ہی اس نے اپنا ریوالور بھی کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ ٹونی جے نے حیرانی سے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''فرمان! تم دیکھ رہے ہو۔ یہ دونوں نہتے ہو گئے ہیں۔ ہم نے پچھلی گاڑی والوں کے ساتھ کچھ نہیں کیا تھا اور وہ بھی حادثے کا شکار ہو گئے تھے۔ اس کا مطلب تم سمجھ رہے ہو؟''

فرمان نے کہا۔ ''صاف ظاہر ہے، یہاں کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھلا پھر اس شخص نے باہر چھلانگ لگائی تو اس کی چیخ سنائی دی۔ وہ تیز رفتار کار اس سے دور ہوتی چلی گئی۔ ٹونی جے نے شدید حیرانی سے کہا۔ ''اوہ گاڈ! کوئی خیال خوانی کرنے والا ہماری مدد کر رہا ہے۔''

اسی وقت پچھلی سیٹ کا دوسرا دروازہ کھلا میں نے دوسرے کو بھی اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ اس کی چیخ نے بھی بتایا کہ وہ مر چکا ہے یا... بے ہوش ہو گیا ہے۔ فرمان نے آگے جا کر گاڑی روک دی پھر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہم سمجھ رہے ہیں، تم جو کوئی بھی ہو۔ ہمارے دوست ہو۔ پلیز ہم سے بات کرو۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''ہم دونوں کے دماغوں میں کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود نہیں ہے۔ پچھلی سیٹ پر کوئی آلۂ کار دشمن نہیں ہے پھر وہ کس کے ذریعہ ہماری باتیں سنے گا؟''

وہ دونوں گاڑی سے باہر آ کر سڑک پر دیکھنے لگے۔ میں کار ڈرائیو کرتا ہوا ان کے آگے آ کر رک گیا۔ پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ وہ دونوں مجھے سوالیہ نظر سے دیکھ رہے تھے۔ میں اندھیرے میں تھا۔ جب میں کار کی ہیڈ لائٹس کے سامنے آیا تو وہ ایکدم سے چونک گئے۔ دونوں نے خوشی سے اچھل کر بیک وقت کہا۔ ''پاپا...! یہ آپ ہیں؟''

وہ دوڑتے ہوئے میرے پاس آ گئے۔ دونوں نے میرے

ہاتھ تھام لیے اور انہیں چومنے لگے۔ میں نے اپنے ہاتھ ان سے چھڑا کر پیچھے ہٹتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا تم دونوں مجھے پہچانتے ہو؟''

وہ ذرا ٹھٹک گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر مجھ سے پوچھا۔ ''پاپا! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ نے ہمیں بیٹا بنایا تھا۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''ہم آپ کو اپنا باپ سمجھتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں نہیں پہچان رہے ہیں؟''

میں شہادت کی انگلی سے اپنی پیشانی کو رگڑتے ہوئے انہیں دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا۔ وہ دونوں مجھے پاپا کہہ رہے تھے۔ میرے منہ بولے بیٹے بن رہے تھے۔ میں نے ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں وہاں اوپن ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر تم دونوں سے بات کرنا چاہوں گا۔''

وہ میرے ساتھ چلنے لگے۔ فرمان نے کہا۔ ''آپ کچھ تبدیل ہو گئے ہیں۔ پریشان بھی لگ رہے ہیں۔''

ہم اس اوپن ریسٹورنٹ میں آ کر میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔ ''ہاں میں پریشان ہوں۔ کبھی یوں لگتا ہے، اپنی یادداشت کھو چکا ہوں۔ ماضی کو بھول چکا ہوں۔ میرا نام فرہاد انور شاہ ہے۔ میں لاہور کا ایک بزنس مین ہوں۔ بزنس کمیونٹی میں برسوں سے لوگ مجھے پہچانتے ہیں۔ ایسے بہت سے ثبوت ہیں جن سے یقین ہوتا ہے کہ میں فرہاد انور شاہ ہوں اور میں نے اپنے ماضی کو نہیں بھلایا ہے۔ یہ بتاؤ، تم دونوں کون ہو؟''

وہ دونوں اپنے اپنے بارے میں بتانے لگے پھر ٹونی جے نے کہا۔ ''پاپا! اگر آپ ہمیں بھول چکے ہیں تو کیا مما کو بھی بھلا دیا ہے؟ عالی، کبریا، پارس اور پورس کو تو پہچانتے ہوں گے؟''

میں نے انکار میں سر ہلایا پھر ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''تمہاری مما سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتا ہوں۔ ان سے بات ہوتی رہتی ہیں۔''

''انہوں نے تو آپ کو پہچان لیا ہوگا؟''

''ان کے پہچان لینے سے کیا ہوتا ہے؟ وہ کہتی ہیں جب تک میں خود کو نہیں پہچانوں گا۔ ماضی کی ایک ایک بات یاد نہیں کروں گا۔ تب تک انہیں یہ یقین نہیں ہوگا کہ میں ہی ان کا فرہاد علی تیمور ہوں۔''

''مما درست کہتی ہیں۔ آپ کو پچھلی زندگی کی تمام باتیں یاد آئیں گی۔ تب ہی یقین کیا جائے گا کہ آپ ہی ہمارے پاپا ہیں۔''

فرمان نے پوچھا۔ ''لاہور میں آپ کے جو موجودہ رشتے دار اور خاندان والے ہیں، کیا وہ آپ کو بچپن سے جانتے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''اس خاندان میں کوئی بزرگ تو نہیں رہا مگر کتنے ہی رشتہ دار میرے ہم عمر ہیں اور وہ مجھے بچپن سے جانتے پہچانتے آ رہے ہیں۔ گھر میں تصویروں کی کئی البم ہیں۔ ان میں میرے بچپن سے لے کر موجودہ عمر تک کی بے شمار تصویریں ہیں۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''آپ فرماتے ہیں، لاہور کے بزنس مین ہیں پھر آپ نے یہ ٹیلی پیتھی کا علم کہاں سے حاصل کر لیا ہے؟''

''میں نہیں جانتا، یہ علم میرے اندر کیسے سما گیا ہے؟''

''رشتے دار تو جانتے ہوں کہ آپ نے خیال خوانی کیسے سیکھی؟''

''یہ راز کوئی نہیں جانتا کہ میں خیال خوانی کرتا ہوں۔''

''آپ نے اتنا زبردست علم حاصل کیا ہے اور اس کی خبر آپ کی موجودہ وائف اور بچوں کو نہیں ہے۔ خود آپ بھی نہیں جانتے کہ یہ علم کیسے حاصل کیا ہے؟ یہ بڑی عجیب سی بات ہے۔'' فرمان نے پوچھا۔ ''آپ کو یہ کب معلوم ہوا کہ اپنی یادداشت کھو چکے ہیں؟''

میں ان دونوں کو بتانے لگا کہ کس طرح بیمار ہو گیا تھا، اپنے آپ سے غافل ہو گیا تھا پھر مجھے پتا نہیں چلا کہ میں داتا دربار میں کیسے پہنچ گیا؟ ایک خاتون مجھے وہاں سے ہاسپٹل لے گئی تھیں۔ میرا علاج کرایا تھا۔ انہوں نے بتایا، وہ میری شریکِ حیات ہیں۔

میرا علاج کرنے والے ڈاکٹروں نے کہا، میرے ذہن پر کوئی برا اثر پڑا ہے۔ میں کسی بہت بڑے صدمے سے دوچار ہونے کے بعد اپنی یادداشت کھو چکا ہوں۔ میری ایک بہن، دو بھائی اور دو بیٹے تھے۔ وہ سب میری جان کے دشمن تھے۔ مجھے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے پہچانتے تھے۔ وہ تمام دشمن مر چکے ہیں۔ میری وائف نائلہ بھی ان کم بختوں کی سازشوں کا شکار ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے دوسری شادی کی۔ موجودہ وائف کا تعلق میرے خاندان سے ہی ہے۔ دور تک پھیلے ہوئے خاندان کے تمام رشتے دار مجھے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے جانتے پہچانتے ہیں۔

ٹونی جے نے کہا۔ ''آپ کی یہ روداد سن کر ایسا لگتا ہے، آپ ہمارے پاپا ہیں اور فرہاد انور شاہ آپ کا ہم شکل تھا جو نہ جانے کہاں گم ہو گیا ہے؟ تقدیر کی ہیر پھیری بڑی مشکل سے

سمجھ میں آتی ہے۔ یوں لگتا ہے' مقدر نے آپ کو فرہاد انور شاہ کی جگہ پہنچا دیا ہے۔''

''میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ تمہاری مما سونیا بھی میرے متعلق یہی سوچتی ہیں۔ لیکن یہ ثابت ہونا چاہیے کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں اور کسی طرح فرہاد انور شاہ کی جگہ پہنچ گیا ہوں۔''

فرمان نے کہا۔ ''ہمارا دل کہتا ہے' آپ ہمارے پاپا ہیں۔ اگر ہم آپ کو ایسے تمام ممالک کے ان علاقوں میں لے چلیں جہاں آپ نے بڑے زبردست دشمنوں کو مات دی ہے۔ بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں تو شاید پچھلی زندگی کی بہت سے باتیں یاد آ جائیں گی؟''

میں نے کہا۔ ''سیارے سے آنے والی غیر معمولی مشین میں فرہاد علی تیمور کی پوری ہسٹری ریکارڈ کی گئی ہے۔ میں نے وہ ہسٹری پڑھی ہے اور آڈیو فلم میں فرہاد علی تیمور کو متحرک دیکھا ہے۔ اتنا کچھ دیکھنے اور سننے کے بعد بھی مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔ تمہارے پاپا فرہاد علی تیمور مجھے یکسر اجنبی سے دکھائی دیے۔''

وہ دونوں سر جھکا کر سوچنے لگے۔ میرے لیے بہت پریشان نظر آ رہے تھے پھر فرمان نے کہا۔ ''ایک ہی راستہ ہے۔ آپ اپنی بھولی ہوئی زندگی یاد کر سکتے ہیں۔''

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے کہا۔ ''بابا صاحب کے ادارے میں جا کر رہیں گے تو آپ کا روحانی علاج ہو سکے گا۔ انشاء اللہ آپ کو تمام باتیں یاد آ جائیں گی۔''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''شاید وہاں بھی میرا علاج نہیں ہو سکے گا۔ اگر ایسا ہو سکتا تو تمہاری مما مجھے بہت پہلے ہی وہاں پہنچا دیتیں۔ ویسے بابا فرید واسطی مرحوم نے اپنی آخری سانسوں میں کہا تھا کہ سونیا کو اس کا فرہاد جلد اور ضرور ملے گا۔'' میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''میں نے بابا صاحب کے ادارے میں خیال خوانی کے ذریعے کئی گھنٹے گزارے ہیں۔ فرہاد علی تیمور کی پوتی انوشے نے مجھے اپنے دماغ میں جگہ دی تھی۔ میں اس کے ذریعے بابا فرید واسطی کی تدفین کے مناظر دیکھتا رہا تھا۔'' میں نے ایک ذرا مایوس ہو کر کہا۔ ''اس ادارے میں کئی گھنٹے گزارنے کے باوجود مجھے یہ یاد نہیں آیا کہ میں وہاں ہمیشہ آتا جاتا رہا ہوں۔ یہ باتیں مایوس کرتی ہیں اور سمجھاتی ہیں کہ میں صرف اور صرف فرہاد انور شاہ ہوں۔''

وہ دونوں مایوس ہو رہے تھے مگر ان کے دل نہیں مان رہے تھے۔ ایک ہی بات ذہن میں نقش ہو گئی تھی کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں اور اپنی یادداشت کھو چکا ہوں۔

میں نے کہا۔ ''میرے متعلق جتنا سوچو گے' جتنی بات کرو گے۔ اُتنا ہی اُلجھتے چلے جاؤ گے۔''

میرے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ میں نے اسے جیب سے نکال کر ننھی سی اسکرین پر نمبر پڑھے پھر اس کا بٹن دبا کر کان سے لگا کر کہا۔ ''ہیلو ندا! کیسی ہو؟''

وہ بولی۔ ''خیریت سے ہوں۔ آپ بتائیں' کہاں اڑتے پھر رہے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''بعض اوقات انسان کہیں آنا جانا نہیں چاہتا' سکون سے بیٹھنا چاہتا ہے لیکن حالات اسے اڑائے پھرتے ہیں۔''

''کیا یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ حالات آپ کی مرضی کے موافق نہیں ہیں اور آپ اِدھر اُدھر بھٹکتے پھر رہے ہیں؟''

''تم تو جانتی ہو۔ ایک ہی مسئلہ مجھے بھٹکاتا رہتا ہے۔ آج کل یہ بات شدت سے میرے اندر گردش کر رہی ہے کہ میں اپنی یادداشت کھو چکا ہوں اور فرہاد انور شاہ نہیں ہوں۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''ہائے اللہ! آپ خود کو فرہاد انور شاہ تسلیم نہ کر کے میرے مجازی خدا ہونے سے انکار کر رہے ہیں۔''

''میرا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے۔ ایسی باتیں نہ سوچو۔ تمہارا نکاح مجھ سے پڑھایا گیا ہے۔ تمہیں میری شخصیت سے منسوب کیا گیا ہے۔ تم ایک ایسے مسلمان کی بیوی ہو' جس کا نام مختلف سکتا ہے لیکن شخصیت اس ایک مسلمان کی ہوگی۔ وہ تمہارے لیے نامحرم کبھی نہیں ہوگا۔''

وہ اطمینان کی سانس لیتے ہوئے بولی۔ ''درست کہہ رہے ہیں۔ میں نے اس لیے فون کیا ہے کہ اب آپ کو واپس آ جانا چاہیے۔ کچھ تو کاروبار میں دلچسپی لیں۔ دو دن بعد جاپان کا ایک وفد آنے والا ہے۔ ان سے ڈیلنگ ہو جائے گی تو وہ پاکستان میں اپنی پروڈکٹس کی سول ایجنسی ہمیں دے دیں گے۔ ایسے وقت آپ کی موجودگی لازمی ہے پلیز کل ہی کسی فلائٹ سے چلے آئیں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی ٹریولنگ ایجنسی سے کسی فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں پھر تمہیں فون کر کے بتاؤں گا کہ کب وہاں پہنچ رہا ہوں؟''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اپنی زندگی کے سب سے اہم معاملے میں اُلجھا ہوا تھا کہ میں کون ہوں؟ کیا ہوں اور کیا نہیں ہوں؟ اُدھر ندا بزنس کے معاملات میں اُلجھانا چاہتی تھی۔

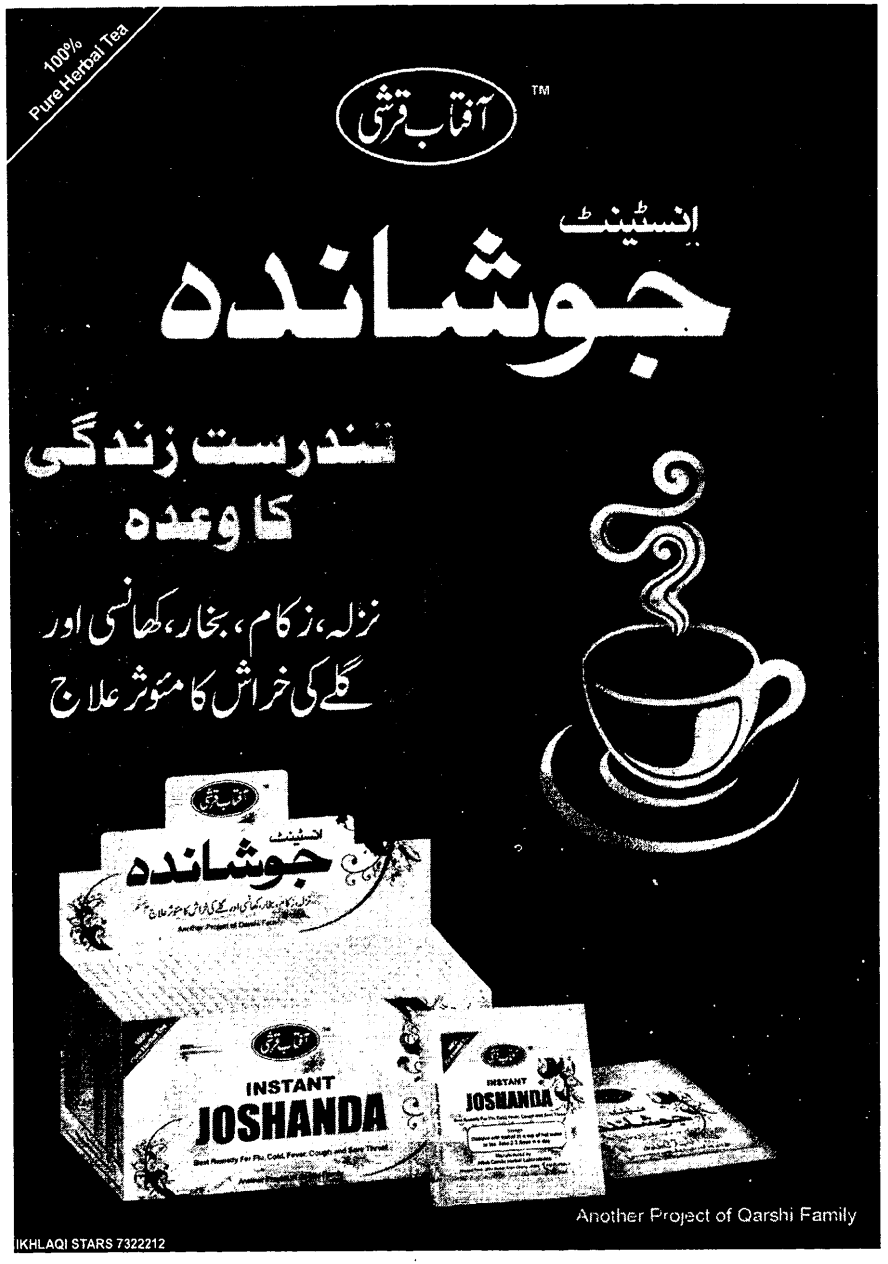

وہ اپنی جگہ درست تھی۔ جب سے اس نے میرے کاروبار کو سنبھالا تھا' تب سے منافع کی شرح بڑھتی جارہی تھی۔ اگر وہ جاپانی کمپنی کے وفد سے ڈیلنگ میں کامیاب ہو جاتی تو یہ اس کی بہت بڑی کامیابی ہوتی۔ ایسے وقت میرا فرض تھا کہ میں اس کے ساتھ ساتھ رہ کر ہر پہلو سے اس کی حوصلہ افزائی کرتا رہوں۔

فرمان نے کہا۔ ''قاہرہ کا ایک ٹریولنگ ایجنٹ میرا شناسا ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو میں کل کسی فلائٹ میں آپ کے لیے سیٹ او کے کرا سکتا ہوں۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''ویسے تو آپ خود بھی خیال خوانی کے ذریعے بہ آسانی ایک سیٹ حاصل کر سکتے ہیں لیکن ہم کسی نہ کسی بہانے آپ کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔''

ان کے ذہنوں میں یہ بات تھی کہ میں کوئی بھی ہوں مگر ان کے پاپا کا ہم شکل ہوں۔ لب ولہجہ بھی وہی ہے۔ مزاج بھی ویسا ہی ہے۔ پھر یہ کہ میں نے تھوڑی دیر پہلے دشمنوں سے انہیں نجات دلائی تھی۔ اگر چہ وہ خود نجات حاصل کر سکتے تھے لیکن میں نے آگے بڑھ کر دوستی کا ثبوت دیا تھا۔ اس طرح وہ مجھ سے متاثر ہو گئے تھے اور بڑی عقیدت سے سوچ رہے تھے کہ میں ہی ان کا مہربان سرپرست فرہاد علی تیمور ہوں۔

انہوں نے میرے لیے ایک سیٹ او کے کرائی۔ ہم نے رات کا کھانا ایک ساتھ کھایا۔ ہوٹل کے ایک ہی فلور میں ہمارے کمرے تھے۔ ہم دیر تک باتیں کرتے رہے پھر اپنے اپنے کمرے میں جا کر سو گئے۔ دوسرے دن ائرپورٹ میں انہوں نے مجھے رخصت کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ ہمارے پاپا ہیں۔ جب چاہیں' ہمارے اندر آ کر ہم سے کوئی کام لے سکتے ہیں۔ ہم آدھی رات کو بھی آپ کی خدمت کے لیے تیار رہوں گے۔''

انہوں نے مجھے رخصت کرنے کے بعد سونیا سے رابطہ کیا اور کہا۔ ''مما! ہم فرمان اور ٹونی جے ہیں۔ اپنے پاپا کے بارے میں کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔''

سونیا نے ذرا محبت سے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''اچھا.... تو پاپا کی بات کرنے کے لیے ماں کی یاد آئی ہے؟''

ٹونی جے نے کہا۔ ''ایسی بات نہیں ہے مما! آپ ہی نے ہمیں مشورہ دیا تھا اور کہا تھا کہ ہمیں خیال خوانی ترک کر دینی چاہیے۔ جب بہت ضروری ہو۔ زندگی اور موت کا مسئلہ پیدا ہو جائے تب ہی خیال خوانی کریں۔''

فرمان نے کہا۔ ''واقعی جب سے ہم آپ کے مشورے پر عمل کر رہے ہیں، پُرسکون زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن کل رات اچانک ہی پاپا سے سامنا ہو گیا۔''

سونیا نے ایکدم سے چونک کر دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ ''کیا فرہاد سے ملاقات ہوئی ہے؟''

''یہی تو الجھن ہے مما! وہ خود کو پہچان نہیں پا رہے ہیں۔ الجھے ہوئے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں' ان کی یادداشت گم ہو چکی ہے۔''

''اچھا تو تمہاری ملاقات فرہاد انور شاہ سے ہوئی ہے۔''

''جی ہاں۔ وہ بھی آپ کا ذکر کر رہے تھے۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں' ان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ کا دل کیا کہتا ہے؟''

اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''دل کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے۔ دماغ سے فیصلہ کرنا چاہیے۔ ہر پہلو پر غور کرنے سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ فرہاد انور شاہ تمہارے پاپا کے ہم شکل ہو سکتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر صرف ہم ہی نہیں' ہمارے دشمن بھی دھوکا کھا رہے ہیں۔'' وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ''یہ ہم سب ہی جانتے ہیں' تمہارے پاپا جہاں بھی ہیں۔ زندہ سلامت ہیں لیکن اپنی یادداشت کھو چکے ہیں۔ اس لیے ہم سے رابطہ نہیں کر رہے ہیں۔ اب اگر یہی فرہاد انور شاہ تمہارے پاپا ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی یادداشت گم ہو چکی ہے تو انہیں خود کو یاد کرنا ہوگا۔ یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ماضی میں یہ کون تھے؟ کیا تھے؟ اگر یہ ہمارے اپنے ہیں تو انہیں ہمارے ماضی کی تمام باتیں یاد آنی چاہئیں۔''

وہ تینوں میرے متعلق بات کر رہے تھے۔ ایسے وقت برین ماسٹر نے ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ بے باک مومن کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔ اپنی بیٹی اینا پر بھی تنویمی عمل کیا تھا۔ ان دونوں کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوں گے تو یہ بات یکسر بھول جائیں گے کہ کسی نے انہیں دماغی کمزوری میں مبتلا کر کے ٹریپ کرنے کی کوشش کی تھی۔

وہ بیٹی اور داماد کی طرف سے مطمئن ہو گیا تھا مگر سونیا کی طرف سے اندیشہ تھا۔ اکثر یہ دیکھنے میں آیا تھا جو بات انتہائی راز میں رکھی جاتی تھی۔ وہ اس گہرے راز تک پہنچ جاتی تھی۔ ناممکن کو ممکن بنا دیا کرتی تھی۔

وہ سونیا سے رابطہ کر کے سن گن لینا چاہتا تھا۔ یہ اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ اس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ یہ سوچ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔

سونیا کے اندر پہنچا تو اس نے اسے محسوس نہیں کیا۔ وہ بھی

چپ رہا کیونکہ اس وقت سونیا فرمان علی اور ٹونی جے سے میرے متعلق بات کر رہی تھی۔

برین ماسٹر کے لیے ان کی گفتگو بڑی معلوماتی تھی۔ ایک تو یہ کہ بہت عرصے بعد وہ فرمان اور ٹونی جے کی آوازیں سن رہا تھا۔ اسے امید تھی' باتوں کے دوران ان دونوں میں سے کسی کا پتا ٹھکانا معلوم ہو جائے گا۔

جب برین ماسٹر کے پاس وہ غیر معمولی مشین تھی' تب اس نے مجھے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے اسکرین پر دیکھا تھا۔ یہ یقین ہو گیا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور نہیں ہوں اور نہ ہی ٹیلی پیتھی جانتا ہوں لیکن اس وقت انکشاف ہو رہا تھا کہ میں خیال خوانی کر سکتا ہوں۔

ٹونی جے سونیا سے کہہ رہا تھا۔ ''جب ہم کسینو سے باہر آئے تو دشمنوں نے ہمیں گن پوائنٹ پر اغوا کیا تھا۔ اس وقت فرہاد انور شاہ نے خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کو حادثات سے دوچار کیا تھا اور ہمیں ان سے نجات دلائی تھی۔''

فرمان نے کہا۔ ''ہم نے ان سے پوچھا تھا' اگر وہ ہمارے پاپا نہیں ہیں تو ٹیلی پیتھی کیسے جانتے ہیں؟ مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکے کیونکہ خود نہیں جانتے تھے کہ یہ علم انہوں نے کب اور کہاں سے سیکھا ہے؟''

برین ماسٹر کے لیے یہ بہت ہی اہم معلومات تھیں۔ وہ اس مسئلے میں نہیں الجھ رہا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں یا نہیں؟ اسے تو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت تھی۔ بے باک مومن کو حاصل کر چکا تھا۔ اب مجھے بھی ٹریپ کرنے میں کامیاب ہوتا تو اس کے پاس ایک کے بجائے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو جاتے۔ اس طرح ٹف گائی اور وائس مین کی کمی پوری ہو جاتی۔

اُن لمحات میں برین ماسٹر کا خیال تھا کہ تقدیر اس پر مہربان ہو رہی ہے۔ ایک کے بعد دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے شکنجے میں بھیج رہی ہے۔ اس کا یہ خیال اس طرح بھی درست ثابت ہو رہا تھا کہ ایسے ہی وقت میں سونیا کے پاس پہنچ کر اسے یہ بتانا چاہتا تھا کہ ابھی قاہرہ سے لاہور جا رہا ہوں۔

سونیا کے پاس آ کر معلوم ہوا' فرمان اور ٹونی جے بھی وہاں پہنچے ہوئے ہیں اور میرے متعلق بات کر رہے ہیں۔ میں بھی ان کی گفتگو میں شامل ہو گیا۔ اس طرح ہم انجان رہے اور برین ماسٹر کی معلومات میں اضافہ ہو گیا۔

میں ان سے کہہ رہا تھا۔ ''تم سب مجھے دل سے فرہاد علی تیمور تسلیم کر رہے ہو لیکن عقل کہتی ہے' مجھے خود کو تمہارا فرہاد ثابت کرنا ہوگا۔ ماضی کی بھولی ہوئی تمام باتوں کو یاد کرنا ہوگا۔ میرے ذہن میں یہ بات آ رہی ہے کہ جلد ہی میری یادداشت بحال ہو جائے گی۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''تمہارے ذہن میں یہ بات کیسے پیدا ہو رہی ہے؟''

''میں نے پہلی بار دا تا دربار میں خود کو محسوس کیا تھا۔ یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں؟ اب میرے دماغ میں یہ بات آ رہی ہے۔ اگر دوبارہ داتا دربار جاؤں... وہاں عبادت کروں، اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگوں تو شاید میری یادداشت واپس آ جائے گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''جب مایوسیاں انتہا کو پہنچ جاتی ہیں تو صرف دعاؤں کی قبولیت کا سہارا رہ جاتا ہے۔ بے شک تمہیں داتا دربار میں حاضری دینی چاہیے۔ ایمان مستحکم ہو' عقیدہ پختہ ہو تو بگڑی ہوئی بات بن جاتی ہے۔''

ایسے وقت موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ سونیا نے بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا پھر پوچھا۔ ''ہیلو۔ کون...؟''

ندا کی آواز سنائی دی۔ ''میں ندا فرہاد بول رہی ہوں۔ پہلی بار آپ کو فون پر مخاطب کر رہی ہوں۔ ویسے فرہاد دن رات آپ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔''

میں نے سوچ کے ذریعے سونیا سے کہا۔ ''تعجب ہے۔ آج ندا تم سے رابطہ کیوں کر رہی ہے؟''

سونیا نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''خاموش رہو۔ ابھی معلوم ہو جائے گا۔'' پھر اس نے ندا سے فون پر کہا۔ ''پہلی بار تمہاری آواز سن کر اچھا لگ رہا ہے۔ ویسے اچانک میری یاد کیسے آ گئی؟''

''میں ایک الجھن میں ہوں اور اس الجھن کا تعلق آپ سے ہے۔''

''خدا خیر کرے۔ الفاظ کے پیچھے چھپ کر نہ بولو۔ کھل کر بات کرو۔''

ندا نے کہا۔ ''وہ آج کل بہت پریشان رہتے ہیں۔ اکثر کہتے ہیں' فرہاد انور شاہ نہیں ہیں۔ کیا وہ... وہ شخص نہیں ہیں جن سے میرا نکاح پڑھایا گیا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''تم اس بات کو منفی انداز میں سوچ رہی ہو۔ ہمارے دین کے مطابق تم زوجہ فرہاد انور شاہ ہو۔ اگر کسی وجہ سے شوہر کا نام بدل جائے تب بھی تمہارا نکاح فرہاد سے برقرار رہے گا۔''

ندا نے ایک ذرا طنزیہ انداز میں پوچھا۔ ''کس فرہاد سے....؟ آپ برا نہ مانیں۔ وہ خود کو سونیا کا فرہاد کہتے

ہیں۔''

میں نے سوچ کے ذمرے لیے کہا۔ ''یہ جھوٹ کہہ رہی ہے۔ میں نے اس کے منہ پر کبھی ایسی بات نہیں کی۔''

سونیا نے ندا سے پوچھا۔ ''کیا تمہارے فرہاد نے تم سے یہ بات کہی ہے؟''

''نہیں۔ منہ پر نہیں کہی۔ مگر دل میں ان کے یہی بات ہے۔ وہ آپ کی بات اس طرح کرتے ہیں جیسے کوئی خزانہ گم ہوگیا ہو اور وہ اس کی تلاش میں بھٹک رہے ہوں۔'' وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''میں نے فرہاد کو ایک ڈائری دی تھی۔ تاکہ وہ بزنس کی آمدنی اور اخراجات کا حساب رکھ سکیں۔ ابھی میں نے وہ ڈائری اٹھا کر پڑھی تو ہر صفحے پر مختلف انداز میں آپ ہی کا ذکر ہے۔ ایک ایک صفحہ پڑھ کر پتا چلتا ہے' وہ آپ کے کس قدر دیوانے ہیں۔''

میں سونیا کے اندر رہ کر ندا کی یہ باتیں سن رہا تھا اور جھینپ رہا تھا۔ وہ انجانے میں سونیا کے سامنے میرا بھید کھول رہی تھی۔

سونیا نے کہا۔ ''دنیا کے ہر مرد کو اپنی بیوی کم اور دوسروں کی بیویاں زیادہ حسین اور پُرکشش دکھائی دیتی ہیں مگر ہم عورتیں ایسی نہیں ہوتیں۔ کیا تم کسی دوسرے مرد کو اپنے فرہاد کی جگہ دینا چاہو گی؟''

وہ جلدی سے بولی۔ ''ہرگز نہیں... میں ایسا سوچنے سے پہلے مرجاؤں گی۔''

''میں بھی اپنے فرہاد کی جگہ کسی دوسرے کا تصور نہیں کر سکتی۔ تم نہیں جانتیں تمہاری لاعلمی میں کوئی چاہنے والا اپنے دل کی ڈائری میں تمہارا نام لکھتا رہتا ہو' تمہارے بارے میں جذباتی ہو کر بہت کچھ سوچتا ہو اور اگر تمہیں معلوم ہو بھی جائے تو کیا تم اسے یک طرفہ پیار کرنے سے روک سکو گی؟''

وہ بولی۔ ''میری بلا سے... کوئی بھی عاشق بنتا پھرے۔ میں کسی کو گھاس نہیں ڈالوں گی۔''

''پھر تم نے کس الجھن کے تحت مجھے فون کیا ہے؟ کیا یہ سمجھ رہی ہو' میں تمہارے فرہاد کے سامنے گھاس ڈال رہی ہوں؟ اگر ایسا سمجھ رہی ہو تو اپنے شوہر کو گھاس کھانے والا کہہ کر اس کی توہین کر رہی ہو۔''

وہ گڑبڑا گئی۔ جلدی سے بولی۔ ''مم... میں ایسا نہیں سمجھ رہی ہوں۔ وہ... دراصل وہ...''

''ہاں ہاں بولو... بہتر ہے' بولنے سے پہلے اپنی الجھن کو سمجھو۔ ابھی تم خود ہی سمجھ نہیں پا رہی ہو کہ تمہارے اندر کیسے اندیشے پیدا ہو رہے ہیں...؟ کیا میں تمہیں سمجھاؤں؟''

''آں... ہاں... آپ درست کہہ رہی ہیں۔ میں اپنی الجھن کو وضاحت سے سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔''

''تو پھر آرام سے سنو اور سمجھو۔ تم نے ایک عمر رسیدہ شخص سے شادی کی ہے۔ وہ اپنی یادداشت کے معاملے میں الجھا ہوا ہے۔ اگر آئندہ کبھی یہ انکشاف ہو کہ واقعی اس کی یادداشت گم ہوگئی تھی اور وہ پہلے ہی کئی بیویوں کا شوہر اور کئی بچوں کا باپ ہے تو تم کیا کرو گی؟''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''نہیں... ایسا نہیں ہوگا۔''

''کیا مقدر سے اور پیش آنے والے حقائق سے لڑو گی؟ جب یہ ثابت ہوگا کہ تمہارے فرہاد پر پہلے ہی کسی دوسری بیوی کا حق ہے تو کیا اس کے حقوق چھین سکو گی؟ یا اپنے فرہاد سے علیحدگی اختیار کر لو گی؟''

''کبھی نہیں... میں ان سے الگ ہو کر زندہ رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔''

''تو پھر الجھنا چھوڑ دو۔ بعض حالات میں عورتوں کو اپنی مرضی کے خلاف جھکنا پڑتا ہے۔ اپنے دلی جذبات کے مطابق سمجھوتا کرنا پڑتا ہے۔ میری دعا ہے' تمہارا فرہاد صرف تمہارا ہی ہو۔ ایسا نہ ہوا تو تمہیں دو عورتوں کے درمیان تقسیم ہونے والے شوہر کے ساتھ گزارا کرنا پڑے گا۔''

ندا نے شکست خوردہ انداز میں گہری سانس لے کر کہا۔ ''آپ بڑی تلخ باتیں کر رہی ہیں مگر سچ کہہ رہی ہیں۔ اب یہ بھی سچ بتا دیں' کیا آپ میرے فرہاد کو اپنا فرہاد سمجھ رہی ہیں؟''

''ہاں۔ دل کی گہرائیوں سے اپنا فرہاد سمجھ رہی ہوں مگر صحیح معنوں میں اسی وقت زبان سے انہیں اپنا کہوں گی جب یہ ثابت ہو جائے گا کہ واقعی ان کی یادداشت گم ہو چکی تھی اور اب بحال ہو چکی ہے۔ وہ مجھے اور میرے بچوں کو اچھی طرح پہچان لیں گے تو پھر تمہیں بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ پہلے میرے شوہر ہیں۔ بعد میں تمہارے....''

وہ بڑے دکھ سے بولی۔ ''یا خدا...! ایسا کبھی نہ ہو۔ آپ کے فرہاد کوئی اور ہوں۔''

''بے شک۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے لیکن تمہیں ہر طرح کے حالات سے سمجھوتا کرنے کے لیے ذہنی طور پر آمادہ رہنا چاہیے۔ میں اس مشورے کے ساتھ رابطہ ختم کر رہی ہوں۔''

یہ کہہ کر سونیا نے فون بند کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔ ''فرہاد! ندا کے پاس جاؤ۔ اسے مایوس اور بددل نہ ہونے دو۔ وہ تمہاری ایک بہترین شریکِ حیات ہے۔ بہت کم عورتیں اتنی ذہین ہوتی ہیں۔ وہ تمہاری زندگی میں نہ

کروڑوں کا کاروبار تنہا سنبھال رہی ہے۔''

میں ندا کے دماغ میں آ گیا۔ میں نے اب تک خیال خوانی کی صلاحیت اس پر ظاہر نہیں کی تھی۔ یہ ضروری بھی نہیں تھا۔ میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس کی سوچ اور لب و لہجہ میں سمجھانے لگا۔ وہ میری مرضی کے مطابق سوچنے لگی۔

''سونیا نے درست مشورہ دیا ہے۔ اگر کبھی یہ تلخ حقیقت سامنے آئے گی کہ میرے فرہاد کی دوسری بیوی اور بچے بھی ہیں تو مجھے حالات سے سمجھوتا کرنا ہی ہوگا۔ ہائے ری عورت.....! سمجھوتا نہیں کرے گی تو کیا کرے گی؟ کہاں جائے گی....؟''

برین ماسٹر سونیا کے اندر آ کر چپ چاپ ہماری باتیں سنتا رہا تھا۔ چونکہ میں' فرمان اور ٹونی جے وہاں موجود تھے۔ اس لیے سونیا نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ نہ ہم میں سے کسی نے اس کی آہٹ سنی تھی۔ اس طرح اس نے میرے متعلق معلوم کیا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ سونیا دل سے مجھے فرہاد علی تیمور تسلیم کر رہی ہے۔

اس نے خاموش رہ کر ندا کی آواز بھی سنی۔ اب وہ اس کے اندر پہنچ کر فرہاد انور شاہ کے خاندانی حالات معلوم کر رہا تھا۔ اس خاندان میں سب ہی یہ جانتے تھے کہ میری یادداشت کمزور ہوگئی ہے۔ پہلی بیوی نائلہ نے مجھے ماضی کی باتیں یاد دلائی تھیں۔ اب ندا مجھے اور میرے کاروبار کو سنبھال رہی تھی۔

ایسی معلومات کے پیشِ نظر برین ماسٹر کو بھی یقین ہو رہا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ''اگر میں فرہاد انور شاہ کو ٹریپ کروں گا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بناؤں گا تو تنویمی عمل کے دوران اس کے اندر کی ڈھکی چھپی باتیں ضرور معلوم ہوں گی۔ اگر وہ سچ مچ فرہاد علی تیمور ثابت ہوگا تو پھر میری زندگی کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہوگی کہ ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہلانے والا میرا غلام بن کر رہے گا۔''

یہ اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے والی بات تھی کہ وہ خوشی سے اچھل پڑا اور بڑی بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ ایسے وقت محسوس کر رہا تھا' اس کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے ہیں۔ وہ ہواؤں میں اڑنے لگا تھا۔ صرف مجھے اپنے شکنجے میں رکھ کر تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتا تھا۔

وہ اپنے طور پر درست سوچ رہا تھا۔ مجھے ٹریپ کرنا آسان دکھائی دے رہا تھا۔ وہ میری وائف ندا کے ذریعے کھانے پینے کی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا سکتا تھا۔

اب سے پہلے اپنی بیٹی اور داماد کے ساتھ بھی یہی کر چکا تھا۔

ندا مجھے لینے ائرپورٹ آئی تھی۔ میں امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر باہر آیا پھر اس کے ساتھ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔ ''ایک بہت بڑی خوش خبری سناؤں؟''

وہ ذرا میرے قریب ہوگئی۔ میں نے کہا۔ ''کیا خوشخبری پوچھ کر سنائی جاتی ہے؟ ویسے میں جانتا ہوں' تم نے کاروباری معاملات میں کوئی بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہوگی۔''

''کوئی کاروباری معاملہ نہیں ہے، صرف میرا اور آپ کا معاملہ ہے۔''

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال کر کہا۔ ''میں خوشی سے پاگل ہو رہی ہوں۔''

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ وہ اتنی خوش تھی کہ رونے لگی۔ روتے روتے کہنے لگی۔ ''ابھی لیڈی ڈاکٹر کے پاس گئی تھی۔ اس نے کہا ہے کہ میں آپ کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔''

اس بڑھاپے میں میرے لیے یہ بہت زیادہ خوشی کی بات نہیں تھی پھر بھی میں نے اسے خوش کرنے کے لیے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ ''واقعی! یہ بہت بڑی خوش خبری ہے لیکن اس بڑھاپے میں باپ بنوں گا تو دنیا والے کیا کہیں گے؟''

وہ بولی۔ ''جو بوڑھے ہیں' وہ آپ پر رشک کریں گے۔ جو جوان ہیں' وہ جلیں گے، کڑھیں گے۔ دنیا والے کسی کی خوشی میں خوش نہیں ہوتے۔ ہاں اگر کوئی ماتم کرے تو راضی خوشی اس کے ماتم میں شریک ہو جاتے ہیں۔ آپ دنیا والوں کی پروا نہ کریں۔''

ہماری کار کے شیشے کلر ڈ تھے۔ باہر سے کوئی ہمیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس لیے ہم بے جھجک ایک دوسرے کو خراجِ محبت پیش کر رہے تھے پھر میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ شام کے سات بج رہے تھے۔ ہم گھومتے پھرتے گھر پہنچے تو آٹھ بج چکے تھے۔

اس نے کہا۔ ''آج میں نے اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''بھئی تمہارے ہاتھوں میں تو جادو ہے۔ بہت لذیذ کھانے پکاتی ہو اور آج کا کھانا تو کچھ زیادہ ہی اسپیشل ہوگا۔''

ہاں... اسپیشل کھانا اس لیے تھا کہ برین ماسٹر نے ہمارے خانساماں کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس کے

ذریعے کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی تھی۔ اسے میری پوری ہسٹری معلوم تھی۔ یہ یاد تھا کہ مجھ پر سانپوں کا زہر اثر نہیں کرتا ہے۔

اس نے سوچا۔ ''اگر یہ فرہاد علی تیمور ہے تو اس پر اعصابی کمزوری کی دوا اثر نہیں کرے گی۔ اس طرح یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ واقعی میرا مطلوبہ فرہاد ہے۔ اگر دوا بہت ہی مہلک اور زود اثر ہوگی تو فرہاد کا ذہن ذرا کمزور ہوگا۔ اس کی ذرا سی کمزوری میرے لیے کافی ہوگی۔ میں اسی وقت اس کے اندر زلزلہ پیدا کر کے اسے اپنے زیر اثر لے آؤں گا۔'' اس نے ذرا توقف سے سوچا۔ ''اور اگر یہ فرہاد علی تیمور نہیں بلکہ فرہاد انور شاہ ہے تو کیا ہوگا؟ زیادہ سے زیادہ یہ مہلک دوا کے اثر سے مر جائے گا اور اس کی موت سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

میں ندا کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر آ گیا۔ خانساماں نے ڈشیں لا کر رکھیں۔ ندا بہت خوش تھی' چاہتی تھی' میں زیادہ سے زیادہ اس کے بارے میں باتیں کروں۔ اس نے پوچھا۔ ''آپ بچے کا کیا نام رکھیں گے؟''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''پہلے معلوم تو ہو' بیٹی ہوگی یا بیٹا؟''

وہ بولی۔ ''جو بھی ہوگا' وہ ہمارا ہوگا۔ آپ بیٹے کا نام تجویز کریں۔ میں بیٹی کا نام سوچتی ہوں۔''

''وہ تو میں نے پہلے ہی سوچ لیا ہے۔''

وہ خوشی سے چہکتے ہوئے بولی۔ ''اچھا تو آپ نے پہلے سے سوچ رکھا ہے؟''

''ارے نہیں۔ جب تم نے خوش خبری سنائی۔ تب ہی میں نے سوچ لیا تھا کہ بیٹے کا نام عمران انور شاہ یا کامران انور شاہ رکھا جائے گا۔''

وہ بولی۔ ''مجھے عمران نہیں' کامران پسند ہے۔''

''چلو یہی سہی... اب تم بیٹی کا نام بتاؤ۔''

وہ بڑی شوخی سے بولی۔ ''بتاؤں...؟ اگر بیٹی ہوگی تو ہم اس کا نام سونیا رکھیں گے۔''

میرے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ عورت پھر عورت ہوتی ہے۔ کسی نہ کسی طرح حسد اور جلاپے کا اظہار کر دیتی ہے۔ وہ جانتی تھی' میں سونیا کو محبوب کی نظروں سے دیکھتا ہوں، اپنی ڈائری میں اس کا نام لکھتا ہوں اور طرح طرح سے بڑے جذبوں کے ساتھ اس کا ذکر کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ ہونے والی بیٹی کو میری محبوبہ کا نام دے رہی تھی... یعنی محبوبہ کو بیٹی بنا رہی تھی۔

اس وقت مجھے چور نظروں سے دیکھ کر یہ سمجھنا چاہتی تھی کہ سونیا کا نام سن کر میرے چہرے کے تاثرات کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا۔ ''میں کاروبار کے ہر معاملے کو بڑی ذہانت سے سلجھاتی ہوں۔ اپنے ذاتی معاملے کو اس طرح نہیں الجھانا چاہیے۔ ایک محبوبہ کے نام کو بیٹی کا نام نہیں بنانا چاہیے۔ مجھے اپنے فرہاد کے بچے کی ماں بننے کا بہت بڑا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ اس سے بڑی خوشی تو میرے لیے کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ ایسے موقع پر مجھے فرہاد کو کسی آزمائش میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔''

وہ بولی۔ ''سوری فرہاد! بیٹی کے لیے یہ نام مناسب نہیں ہوگا۔ میں نے یونہی چھیڑنے کے لیے یہ نام تجویز کیا تھا۔ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ کیا آپ مجھے معاف نہیں کریں گے؟''

میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''کوئی بات نہیں.... میری جان! تم بہت ہی ذہین شریک حیات ہو۔ کسی بھی بات کو بگڑنے سے پہلے بنا لیتی ہو۔''

میں نے روٹی توڑ کر ایک لقمہ سالن میں بھگو کر اس کی طرف بڑھایا اور کہا۔ ''تم مجھے باپ بنا رہی ہو۔ یہ پہلا لقمہ انعام کے طور پر ہے۔''

وہ خوش ہو کر لقمہ منہ میں لے کر چبانے لگی۔ میں ان لمحات میں یہ نہیں جانتا تھا کہ اسے انعام نہیں دے رہا بلکہ سزا دے رہا ہوں۔ اپنے ہی ہاتھ سے اپنی چاہنے والی کو زہر کھلا رہا ہوں۔

میں لقمہ توڑ کر کھانے لگا۔ وہ لقمہ چبا کر نگلنے وقت منہ بنا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''کچھ عجیب سا ذائقہ ہے، کڑواکڑوا سا لگ رہا ہے۔''

اس نے آزمائش کے طور پر دوسرا لقمہ سالن میں بھگو کر منہ میں رکھا، اسے چبانے لگی۔ ایسے وقت ابکائی سی آئی اور وہ لقمہ باہر نکل آیا۔ مجھے بھی سالن کا ذائقہ عجیب سا لگا تھا لیکن میں نے اس کی طرح کڑواہٹ محسوس نہیں کی تھی۔ اس کا سر چکرانے لگا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر میز کی طرف جھکنے لگی۔ میں فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آتے ہوئے بولا۔ ''کیا بات ہے؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

وہ نڈھال سی ہو کر مجھ سے لپٹ گئی۔ گہری گہری سانسیں لے کر بولی۔ ''فرہاد! میری طبیعت گھبرا رہی ہے۔ بہت کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔''

میں نے تھپکتے ہوئے کہا۔ ''حوصلہ رکھو۔ میں ابھی ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔''

ایسا کہتے وقت میں محسوس کر رہا تھا' اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ اس میں اتنی سکت بھی نہیں رہی تھی کہ مجھ سے لپٹ کر رہ سکے۔ میں نے اسے دونوں بازوؤں میں سنبھال لیا۔ وہ ڈوبتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔ ''پلیز مجھے فوراً ہوسپٹل لے چلو۔''

میں نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ خانساماں اور دوسرے ملازم آ گئے تھے۔ میں نے کہا۔ ''فوراً گاڑی نکالو۔''

ایک ملازم دوڑتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ میں اسے دونوں بازوؤں میں اٹھائے کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا باہر آیا۔ پھر اسے کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گیا۔ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اسپتال کی طرف جانے لگا۔

ادھر برین ماسٹر نے خانساماں کے دماغ پر قبضہ جما کر سالن کی وہ ڈش اٹھوالی اور اس سالن کو باہر پھنکوا دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مجھ پر بیوی کو زہر دینے کا الزام آئے اور میں خوامخواہ پولیس کیس میں الجھ کر رہ جاؤں۔

وہ اپنی جگہ خوش تھا۔ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ مجھ پر مہلک دوائیں اثر نہیں کرتی ہیں۔ میں نے ایک دو لقمے چبائے تھے۔ مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ میں اس کی سازشوں سے بے خبر تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا' آئندہ وہ مجھے کس طرح ٹریپ کرنے والا ہے؟

میں فی الحال ندا کی بگڑتی ہوئی حالت سے پریشان ہو گیا تھا۔ ایمرجنسی وارڈ میں ڈاکٹروں نے فوراً ہی اسے اٹینڈ کیا۔ ایسی دوائیں کھلائیں کہ اس نے جو دو لقمے کھائے تھے وہ قے کی صورت میں باہر آ گئے تھے۔ طبیعت کسی حد تک سنبھل گئی تھی۔ اس کے باوجود اس پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ ڈاکٹر اسے بڑی توجہ سے اٹینڈ کر رہے تھے۔

میں اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ ماں بننے کے آثار پیدا ہوئے ہیں۔ اس لیے اس کی حالت ایسی ہو رہی ہے۔ میں فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے ایک مشہور و معروف بزنس مین تھا۔ وہاں کے ڈاکٹر مجھے اچھی طرح پہچانتے تھے۔ ایک ڈاکٹر نے مجھے اپنے چیمبر میں بلا کر پوچھا۔ ''کیا آپ کی وائف کسی وجہ سے بہت ہی پریشان بہت ہی بددل ہو گئی تھیں؟''

میں نے تعجب سے پوچھا۔ ''آپ یہ سوال کیوں کر رہے ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''آپ کی وائف نے بہت ہی مہلک دوائی استعمال کی ہے۔ ایسا لگتا ہے' انہوں نے خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔''

میں نے حیرانی سے ڈاکٹر کو دیکھا پھر کہا۔ ''نہیں میری ندا خودکشی نہیں کرے گی۔ وہ تو بہت خوش ہے۔ اسے لیڈی ڈاکٹر نے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ وہ ماں بننے والی ہے۔''

ڈاکٹر نے کہا۔ ''سوری مسٹر فرہاد! اب وہ ماں نہیں بن سکیں گی۔ جو آثار پیدا ہوئے تھے' وہ ختم ہو چکے ہیں۔''

میں ڈاکٹر کا منہ تک رہا تھا۔ میرا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ میں نے اسے پہلا لقمہ کھلایا تھا۔ اس کے بعد اس کی حالت بگڑنی شروع ہوئی تھی۔ یہ سوال پیدا ہو رہا تھا' کیا کھانے میں کوئی مہلک دوا ملائی گئی تھی؟

ایک اعلیٰ پولیس افسر میرے شناسا تھے۔ میری عزت کرتے تھے۔ میں نے آئی جی آف پولیس سے فون پر رابطہ کیا پھر کہا۔ ''مجھے شبہ ہے' میرے کھانے میں زہر ملایا گیا تھا۔ میں چاہتا ہوں' آپ تحقیقات کے لیے کسی کو میرے گھر بھیج دیں۔''

میں اپنی کوٹھی میں آیا۔ وہاں ایک پولیس آفیسر خانساماں وغیرہ سے پوچھ گچھ کر رہا تھا۔ اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ کچن میں جتنے بھی پکوان ہیں۔ ان سب کو طبی معائنے کے لیے لیبارٹری بھیجا جائے۔ میں نے آفیسر سے کہا۔ ''میرا بوڑھا خانساماں برسوں کا وفادار ملازم ہے۔ اس نے کھانے میں کوئی مہلک دوا نہیں ملائی ہوگی۔''

صبح تک میڈیکل رپورٹ آ گئی۔ کسی بھی کھانے کی چیز میں کوئی مہلک دوا نہیں پائی گئی تھی۔ اب پولیس والے یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ آخر وہ مہلک دوا ندا کے حلق تک کیسے پہنچ گئی تھی؟

اور یہ بھی معلوم ہونے والا نہیں تھا کیونکہ برین ماسٹر نے اس مہلک دوا والی ڈش کو پہلے ہی ضائع کرا دیا تھا۔ اس نے مجھ سے جو دشمنی کی تھی' وہ ندا کو مہنگی پڑی۔ وہ بے چاری ماں بننے کی خوشی میں پاگل ہو رہی تھی۔ جب یہ معلوم ہوا کہ حمل ضائع ہو چکا ہے تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

میں اسے روتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ذہن میں یہ بات گونج رہی تھی کہ جو لقمہ میں نے اسے کھلایا تھا' اسی میں کچھ گڑبڑ تھی۔ میں نے بھی اس ڈش کا سالن چکھا تھا۔ وہ کچھ بدمزہ سا تھا۔ یعنی اسی سالن میں ملاوٹ کی گئی تھی۔ اسے بھی لیبارٹری میں چیک کیا گیا تھا مگر وہ مضر رساں ثابت نہیں ہوا تھا۔

میں نے سونیا سے رابطہ کر کے اسے یہ ساری باتیں بتائیں۔ اس نے کہا۔ ''یقیناً کوئی گڑبڑ ہے۔ کوئی تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔ وہ مہلک دوا ہانڈی

کے پورے سائن میں نہیں' صرف ایک ڈش میں ملائی گئی ہوگی۔ میرے خیال خوانی کرنے والے وہاں پہنچ رہے ہیں۔تم بھی خیال خوانی کے ذریعے تمام رشتے داروں کے چور خیالات پڑھو۔معلوم کرو' کسے آلۂ کار بنا کر ایسی حرکت کی گئی ہے؟ یہ جاننا ضروری ہے' وہاں کون تمہارا دشمن پیدا ہوگیا ہے؟''

میرے علاوہ کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس خاندان کے ایک ایک فرد تک پہنچنے لگے۔ کاروبار سے تعلق رکھنے والے ایک ایک فرد کے چور خیالات پڑھنے لگے۔ یہ معلوم کر کے سونیا کا دل خوشی سے دھڑک رہا تھا کہ مجھ پر مہلک دوا نے اثر نہیں کیا تھا۔اس سے ثابت ہو رہا تھا' میں ہی اس کا زہریلا فرہاد ہوں۔

فرمان اور ٹونی جے بھی مجھ سے دشمنی کرنے والے کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ مجھ سے کہہ رہے تھے۔''ہماری ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آپ کے دو ہی دشمن ہیں۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسی سازش کر سکتے ہیں یا پھر برین ماسٹر آپ کو ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔''

ایسا کرنے والوں کو الزام دیا جاتا تو وہ کبھی اسے تسلیم نہ کرتے۔کبھی کوئی مجرم اپنے جرم کا اقرار نہیں کرتا۔ جرم ثابت کرنے کے لیے ٹھوس ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔لہٰذا بڑی خاموشی سے کسی سازش کرنے والے تک پہنچنے کی کوششیں کی جارہی تھیں۔

برین ماسٹر اپنی خفیہ پناہ گاہ میں جیسے دم سادھے بیٹھا ہوا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح سازش کرنے والے تک پہنچ پائیں گے؟ مگر یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ جب سونیا تلاش کرنے نکلی ہے تو وہ کبھی نہ کبھی' اچانک ہی خلافِ توقع اس کی شہ رگ تک پہنچ جائے گی۔

اس نے فیصلہ کیا کہ ابھی کچھ دنوں تک خیال خوانی نہیں کرے گا۔فون کے ذریعے اپنی بیٹی اور داماد سے بھی باتیں نہیں کرے گا۔ داماد کی طرف سے اطمینان تھا کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ اس کی اس مجرمانہ حرکت سے سونیا اب تک بے خبر تھی۔اتنی بڑی دنیا میں وہ صرف سونیا ہی سے خوفزدہ رہتا تھا۔

فرمان اور ٹونی جے نے اپنی خدمات میرے لیے وقف کردی تھیں۔وہ میرے آس پاس رہنے والے رشتے داروں کے اور کاروباری مخالفین کے دماغوں میں آتے جاتے رہتے تھے۔ میرے ساتھ ہمیشہ ایک یا دو باڈی گارڈ رہنے لگے تھے۔فرمان اور ٹونی جے ہر چھ چھ گھنٹے بعد باری باری آ کر ان کے اندر رہتے تھے۔ دو مہینے گزر گئے۔ میرے خلاف پھر کوئی سازش نہیں ہوئی۔

میں نے فرمان اور ٹونی جے سے کہا۔''تم دونوں نے بیٹوں کی حیثیت سے خدمت گزاری کا حق ادا کردیا ہے۔ اب بہت ہو چکا ہے۔ میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لہٰذا آرام کرو۔خدانخواستہ کوئی مصیبت آئی یا کوئی مسئلہ پیدا ہوا تو میں تمہیں ضرور بلاؤں گا۔''

وہ دونوں یہ کہہ کر چلے گئے کہ کبھی کبھی سیکیورٹی گارڈز اور میرے رشتہ داروں کے اندر چپ چاپ آ کر اطمینان حاصل کرتے رہیں گے۔ مجھے بڑی حد تک اطمینان حاصل ہو گیا تھا۔یوں بھی کوئی کب تک محتاط رہ سکتا ہے؟ دن رات اپنی سلامتی کی فکر نہیں کرتا۔اپنی ذات سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ میں کسی اندیشے کے بغیر معمول کے مطابق زندگی گزارنے لگا۔

جمعرات کی شام داتا دربار میں گیا۔ وہاں وسیع و عریض احاطے کے ایک حصے میں مردوں' عورتوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ پتا چلا' ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی پر کوئی عامل کامل بیٹھے ہیں جس کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں' اس کے من کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ان بزرگ کے متعلق لوگوں کا عقیدہ اتنا پختہ تھا کہ داتا صاحب کے مزار پر آ کر دعا مانگنے والے... منتیں ماننے والے پہلے ان بزرگ کے پاس جاتے تھے' اپنی پریشانیاں بیان کرتے تھے اور وہ بزرگ بڑی حد تک ان کی پریشانیاں دور کر دیتے تھے۔

میں حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔داتا دربار میں عقیدت مندوں کی بھیڑ کم ہو گئی تھی اور ان بزرگ کے اطراف اچھا خاصا مجمع لگا ہوا تھا۔

اس روز فروری کی تین تاریخ تھی۔ وہ عامل صاحب صرف اسی کا دکھڑا سن رہے تھے۔ اسی کی پریشانی دور کر رہے تھے۔جس کا تعلق عدد تین سے تھا۔ وہ ہر روز بدلتی ہوئی تاریخ اور بدلتے ہوئے اعداد کے مطابق اپنے عقیدت مندوں سے ملتے اور ان سے باتیں کرتے تھے۔

میں اس بھیڑ میں جگہ بناتا ہوا۔لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں ایک عقیدت مند سر جھکائے دوزانو بیٹھا تھا اور وہ بزرگ چارپائی پر بیٹھے اس کی طرف جھکے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے دائیں شانے پر رکھ کر کہہ رہے تھے۔''ہاں عدد تین سے تیرا تعلق ہے۔''

یہ سنتے ہی میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر پہنچ

گیا۔ان کی بند آنکھوں کے پیچھے تین کا عدد سرخ رنگ کا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔''لہو سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔تُو نے تین ہستیوں کا لہو بہایا ہے۔ تین قتل کیے ہیں لیکن قانون کی گرفت میں نہیں آئے گا۔''

بزرگ نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ میں ان کے خیالات پڑھ کر معلوم کر رہا تھا کہ وہ اعداد کے حساب سے اور بدلتے ہوئے رنگوں کے مطابق اس عقیدت مند کے معاملات کو سمجھ رہے تھے اور سچی باتیں کہہ رہے تھے۔

وہاں سب ہی ان کی باتیں سن کر حیران ہو رہے تھے۔ وہ اس عقیدت مند کا راز کھول رہے تھے کہ اس نے تین قتل کیے ہیں مگر وہ قانون کی گرفت میں کبھی نہیں آئے گا۔

وہ کہہ رہے تھے۔''کیونکہ تُو ڈاکٹر ہے۔ بڑے کامیاب آپریشن کرتا ہے لیکن تین آپریشن ناکام ہوئے ہیں۔ تین ہستیوں کی جان تیرے ہاتھوں سے گئی ہے۔ آپریشن کے دوران تجھ سے غلطی نہیں ہوئی۔ دراصل ان تین مریضوں کا وقت پورا ہو چکا تھا۔''

ان کی بند آنکھوں کے پیچھے تین کا عدد پہلے سرخ رنگ کا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ سبز ہو گیا کیونکہ وہ ڈاکٹر تین مریضوں کا قاتل نہیں تھا۔

میں نے دیکھا' ان کی بند آنکھوں کے پیچھے وہ تین کا عدد پھر سرخ ہو رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔''تیرے تین لاکھ روپے چوری ہو گئے ہیں۔تُو معلوم کرنے آیا ہے کہ یہ رقم کس نے چرائی ہے؟''

وہ چند لمحوں تک خاموش رہے پھر بولے۔''کل رات تین بجے تیرے بیٹے نے وہ رقم چرا کر گاڑی کی سیٹ کے نیچے چھپا دی ہے۔ اس نے سوچا تھا۔ صبح اس گاڑی میں کالج جائے گا تو وہاں وہ تین لاکھ روپے سیٹ کے نیچے سے نکال لے گا۔'' بزرگ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔''بس وہی ایک مجبور سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید بنانے والا ہے۔ تیرے بیٹے نے جو سوچا' وہ نہ ہو سکا۔صبح ہاسپٹل سے ایمرجنسی کال آئی تو بیٹے کی گاڑی تیرے استعمال میں آ گئی۔تُو اس گاڑی میں اسپتال چلا گیا اور اب تک وہ گاڑی تیرے استعمال میں ہے۔''

ان کی بند آنکھوں کے سامنے تین کا ہندسہ پھر رنگ بدل رہا تھا اور سبز ہو رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ڈاکٹر کی بگڑی ہوئی بات بن گئی تھی۔ بزرگ نے اس کے شانے پر سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔''جا... اپنی گاڑی میں جا کر دیکھ، سیٹ کے نیچے تیری رقم پڑی ہوئی ہے۔''

وہ ڈاکٹر بزرگ کے قدموں کو چھو کر فوراً ہی اٹھ گیا۔ الٹے قدموں سر جھکائے انہیں سلام کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔اس کے بعد دوسرا شخص ان کے سامنے آیا۔ جھک کر سلام کرتے ہوئے بیٹھنا چاہتا تھا۔انہوں نے اسے گھور کر دیکھا پھر ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔''تیرا عدد تین نہیں ہے۔ پانچ ہے' پرسوں آنا۔ ہر بات کا' ہر کام کر ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔اس سے پہلے میں کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔''

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ ایک جوان عورت چادر میں لپٹی ہوئی ان کے سامنے آئی پھر دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔انہوں نے آنکھیں بند کیں۔ ایک ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے دائیں شانے پر رکھنا چاہتے تھے۔مگر رک گئے۔ عدد تین کے شعلے بھڑک رہے تھے۔انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔اسے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔''جا چلی جا یہاں سے۔''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر رونے کے انداز میں بولی''کیا میرے دل کی مرادیں پوری نہیں ہوں گی؟ آپ ناراض کیوں ہو رہے ہیں؟''

انہوں نے گھور کر کہا۔''تُو نے تو اپنے من کی مرادیں خوب پوری کی ہیں۔تین شادیاں کیں اور تینوں شوہروں کو....''

انہوں نے اپنی بات ادھوری چھوڑ کر پوچھا۔''کیا سب کے سامنے تیرا بھید کھول دوں؟''

وہ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر بھاگنے کے انداز میں تیزی سے چلتی ہوئی لوگوں کی بھیڑ میں گم ہو گئی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر رہا تھا، ان کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔وہ نیلی پیتھی نہیں جانتے تھے، صرف علم الاعداد اور رنگوں کے فرق سے سامنے آنے والوں کی پوری ہسٹری بتا دیتے تھے۔

وہ ڈاکٹر دوڑتا ہوا واپس آیا۔اس کے ہاتھوں میں اخبار کا ایک بنڈل تھا۔اس نے بابا صاحب کے قدموں میں اس بنڈل کو رکھتے ہوئے کہا۔''بے شک۔ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔آپ نے درست فرمایا تھا' یہ تین لاکھ روپے اسٹیئرنگ سیٹ کے نیچے چھپائے گئے تھے۔''

انہوں نے پوچھا۔''جب تیرا کام ہو چکا ہے تو پھر کیوں آیا ہے؟''

وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔''میں اپنی خوشی سے کچھ نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔''

انہوں نے اسے گھور کر دیکھا پھر قدموں کے پاس رکھی

ہوئی گڈیوں کو ایک ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ ''دور ہو جا یہاں سے۔ ایسی لعنت کو یہاں سے لے جا' جس کی وجہ سے بیٹا باپ کے گھر میں چوری کرتا ہے اور بھائی بھائی کا خون کرتا ہے۔''

نوٹوں کی وہ گڈیاں اِدھر اُدھر بکھر گئی تھیں۔ ڈاکٹر جھک جھک کر انہیں اٹھا رہا تھا پھر وہاں سے الٹے قدموں چلتا ہوا بھیڑ میں گم ہو گیا۔ ایسے وقت میں ان کے سامنے آ کر دوزانو بیٹھ گیا۔

انہوں نے مجھے دیکھا پھر آنکھیں بند کر لیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے تین کا ہندسہ زرد رنگ کا دکھائی دے رہا تھا۔ اس رنگ پر اندھیرا چھا رہا تھا۔ انہوں نے اپنا ایک ہاتھ میرے دائیں شانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''اندھیرے میں بھٹک رہا ہے... یہ عدد تین کہہ رہا ہے' تیرے نام کے تین حصے ہیں۔ تیری تین بیویاں ہیں۔ ایک بیٹی اور تین بیٹے ہیں۔''

میری موجودہ زندگی کے پیشِ نظر وہ غلط کہہ رہے تھے۔ میری تو ایک ہی بیوی ندا تھی۔ پہلی بیوی نائلہ مر چکی تھی۔ حقیقتاً میں غلط سمجھ رہا تھا اور وہ درست کہہ رہے تھے۔ میری پہلی بیوی آمنہ (رسوئتی)' دوسری بیوی سونیا تھی اور موجودہ تیسری بیوی ندا... ایک بیٹی عالیہ اور تین بیٹے پارس' پورس اور کبریا تھے۔

یہ باتیں میں نہیں جانتا تھا۔ میں نے کہا۔ ''بابا صاحب! گستاخی معاف کریں۔ میری صرف ایک ہی بیوی ہے۔ پہلی جو بیوی تھی' وہ مر چکی ہے۔ اس سے ہونے والے دو بیٹے بھی اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔''

انہوں نے کہا۔ ''جو ہم جانتے ہیں' وہ تُو نہیں جانتا۔ تیرا نام کچھ اور ہے اور تُو کہہ رہا تھا کچھ اور۔''

انہوں نے میرے شانے سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔ ''تیرا ذہن تاریکی میں بھٹک رہا ہے۔ تُو خود کو پہچاننا چاہتا ہے لیکن پہچان نہیں پا رہا ہے۔ تجھے روشنی کی ضرورت ہے۔ روشنی ہو گی تو اپنا اصلی چہرہ دیکھ پائے گا۔''

وہ میرے دل کی باتیں کہہ رہے تھے۔ میں نے تڑپ کر کہا۔ ''آپ درست فرما رہے ہیں۔ میں خود کو پہچاننا چاہتا ہوں۔ خدا کے لیے میری مدد فرمائیں۔ مجھے بتائیں' میری یادداشت کس طرح بحال ہو سکتی ہے؟''

وہ آنکھیں بند کر کے زیرِ لب پڑھنے لگے۔ میں پھر ان کے اندر پہنچ گیا۔ اب تین کا عدد اپنا رنگ بدل رہا تھا۔ زرد رنگ رفتہ رفتہ تبدیل ہوتے ہوئے سبز ہوتا جا رہا تھا۔ گویا آگے بڑھنے کے لیے سبز سگنل ملنے والا تھا۔ پھر میں نے ان کی سوچ کے ذریعے دریائے راوی کو دیکھا۔ راوی کے اس پار بارہ دری کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔

وہ اس کے متعلق کہہ رہے تھے۔ ''آج جمعرات ہے' بھری مراد ہے۔ تُو آدھی رات کے بعد بارہ دری کے اس پودے کے پاس جائے گا' جہاں ایک ہی چنبیلی کا پھول کھلا ہوا ہے تو وہ پھول تیرے ذہن کی تاریکیوں کو دور کر دے گا۔''

میں نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔ ''کیا میں ابھی جا سکتا ہوں؟ کیا وہ پھول مجھے مل جائے گا؟''

''وہ ابھی کھلا نہیں ہے۔ آدھی رات کے بعد کھلے گا۔ تُو اس پھول کی پتیوں کو اپنی پیشانی سے رگڑے گا پھر خدا کی قدرت دیکھے گا۔''

میں نے کہا۔ ''بابا صاحب! مجھے اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہے۔ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ پر یقین کر رہا ہوں۔ میرا دل کہہ رہا ہے' میرے دن پھرنے والے ہیں۔''

''ہاں دن پھرتے ہیں۔ زندگی میں بہت کچھ حاصل ہوتا ہے۔ مگر کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔ تجھے اپنے سگے رشتوں کو پانے کے لیے اپنے ہی لہو میں ڈوبنا ہوگا۔ اگر لہو کی بازی جیت سکتا ہے تو جا اور جیت لے۔''

میں نے ان کے گھٹنوں کو چھو کر کہا۔ ''آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ میں اپنا اصلی چہرہ دیکھنے کے لیے خود کو پہچاننے کے لیے اور اپنی گم شدہ محبتوں تک پہنچنے کے لیے آگ اور خون کے دریا سے گزر جاؤں گا۔''

میں وہاں سے اٹھ کر الٹے قدموں چلتا ہوا۔ داتا دربار کی سیڑھیوں کے پاس آیا۔ وہاں آنے والے تمام عقیدت مند داتا دربار میں حاضری تو دیتے تھے۔ وہاں نمازیں بھی پڑھتے تھے' دعائیں بھی مانگتے تھے مگر جلد از جلد عبادت سے فارغ ہو کر پھر ان بابا صاحب کی طرف چلے جاتے تھے۔ بھیڑ وہیں زیادہ لگتی تھی۔

میں داتا دربار میں آ گیا۔ وہاں مغرب کی نماز ادا کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ ''اے میرے معبود! مجھے حوصلہ دے۔ میں نہیں جانتا' آج آدھی رات کے بعد کیا ہونے والا ہے؟ مگر تُو عالم الغیب ہے، سب کچھ جانتا ہے۔ میں تو بس تیری عبادت کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔ میری مدد فرما۔ آمین...! مجھے جان لیوا آزمائشوں سے گزرنے اور ثابت قدم رہنے کا حوصلہ عطا فرما۔ آمین!''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

''مجھے... مجھے محبت ہو گئی ہے۔'' سارہ نے جگ مگاتے چہرے اور جذبات میں ڈوبی آواز میں کہا جیسے آج سے پچاس سال پہلے فلموں میں ہیروئن کہا کرتی تھی۔

''محبت!'' این نے اسے یوں دیکھا جیسے وہ محبت نہیں ...کینسر میں مبتلا ہونے کا اعلان کر رہی ہے۔ ''کس سے... اور کیوں؟''

''اس سوال کا دوسرا حصہ احمقانہ ہے... اور پہلے حصے کا جواب ہے کارل۔''

''کارل! کون... کارل ولیم؟''

''نہیں کارل ایش فورڈ۔''

''یہ نام میں نے کبھی نہیں سنا۔''

''میں نے بھی ایک ہفتے پہلے تک نہیں سنا تھا۔'' سارہ نے اعتراف کیا۔ ''پچھلے اتوار کو اس سے میری ملاقات ہوئی اور کل رات ہی مجھ پر انکشاف ہوا تھا کہ میں اس سے محبت

ذاتی جنگ

مریم کے خان

تن، من، دھن سے ذاتی جنگ میں مصروف ایک ہستی کے جذبات. وہ اپنی چھوٹی بہن کو لالچی مردوں سے محفوظ رکھنا چاہتی تھی... اور اس کے لیے اس نے بھاری قیمت چکائی!

میں وہاں سے باہر آ کر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ پھر ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کی جانب بڑھنے لگا۔ اس وقت سات بجنے والے تھے۔ مجھے مزید پانچ گھنٹے گزارنے کے بعد راوی کے اس پار بارہ دری میں جانا تھا۔ یہ وقت میں کہیں باہر گزار سکتا تھا۔ لیکن دل کہہ رہا تھا' گھر جانا چاہیے۔

پتا نہیں کیوں' میرے ذہن میں یہ بات آ رہی تھی کہ شاید آج کے بعد میں ندا کو نہیں دیکھ سکوں گا۔ نہ جانے کیا ہونے والا تھا؟ کیا میری دنیا بدلنے والی تھی؟ کیا میری زندگی کا رخ دوسری طرف پھرنے والا تھا؟

اصل سوال یہ تھا' کیا آج آدھی رات کے بعد میری یادداشت بحال ہو جائے گی؟ کیا پچھلی زندگی یاد آئے گی تو موجودہ زندگی کو بھول جاؤں گا؟ پچھلی محبتیں آ کر گلے لگیں گی تو ندا کی محبت کا گلا گھٹ جائے گا؟

یہ خیال تکلیف دہ تھا۔ میں دل سے دعا مانگ رہا تھا کہ ندا کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔ وہ بلاشبہ ایک بہترین شریکِ حیات ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ چکا تھا۔ اس کی محبت میں کوئی لالچ' کوئی خود غرضی نہیں تھی پھر یہ کہ وہ بڑی ذہانت اور حاضر دماغی سے میرے بہت بڑے کاروبار کو سنبھال رہی تھی۔ کوئی بھی خوش نصیب شخص ایسی شریکِ حیات سے محروم ہونا نہیں چاہے گا اور میں تو اس سے محروم ہونے کا تصور بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں نے کوٹھی میں پہنچ کر اسے دیکھا تو اس کی آنکھوں نے چغلی کھائی۔ وہ رو رہی تھی۔ میری آہٹ سنتے ہی اس نے آنچل سے اچھی طرح آنکھیں پونچھ لی تھیں۔ اس کے باوجود مٹ جانے والے آنسوؤں نے کہیں سے صدا دی کہ وہ اندر سے بہت دکھی ہے۔

میں نے دونوں بازو پھیلائے تو وہ دوڑتی ہوئی آ کر میرے سینے سے لگ گئی۔ ایسے وقت خود پر قابو نہ رکھ سکی۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟ اس طرح کیوں رو رہی ہو؟''

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ میں نے پوچھا۔ ''یہ سر ہلانے کا مطلب کیا ہوا؟''

وہ بولی۔ ''کچھ نہیں... بس یونہی رونے کو جی چاہ رہا ہے۔''

''انسان ہمیشہ ہنسنا چاہتا ہے۔ رونا کبھی نہیں چاہتا پھر تم رونے کے موڈ میں کیوں ہو؟''

اس نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ ''میں کھانا لگا رہی ہوں۔ آپ منہ ہاتھ دھو لیں۔''

میں نے کہا۔ ''پہلے ہی کھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ تمہارے آنسوؤں نے رہی سہی بھوک بھی اڑا دی ہے۔''

''میں نے کہا نا' کوئی بات نہیں ہے۔ بس یونہی رونے کو جی چاہ رہا تھا۔''

''میرا بھی آج بھوکا رہنے کو جی چاہ رہا ہے۔ جو شخص اپنی حسین اور ذہین بیوی کے آنسو نہ پونچھ سکے۔ اسے بھوکا مرجانا چاہیے۔''

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر میرے ہونٹوں پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''مریں آپ کے دشمن... ایک تو دل ایسے ہی گھبرا رہا ہے۔ اوپر سے آپ گھبراہٹ طاری کر رہے ہیں۔''

''تو پھر سچ سچ بتاؤ۔ تمہیں میں رُلا رہا ہوں یا یہ آنسو کسی دشمن کے لائے ہوئے ہیں؟''

وہ بڑی آہستگی سے آگے بڑھ کر پھر میرے سینے سے لگ گئی۔ کہنے لگی۔ ''میں نہیں جانتی' کیا ہونے والا ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ آج دوپہر کو آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں آپ کو دیکھا.....''

اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گئی۔ آگے کہنے سے ہچکچانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ ''تم نے کیا دیکھا؟''

''آپ.... آپ سونیا اور چار بچوں کے ساتھ تھے۔''

میں نے کہا۔ ''تم دن رات یہی سوچتی رہتی ہو کہ میں سونیا کا فرہاد ہوں۔ اسی لیے ایسا خواب دیکھا ہے۔''

''بعض خواب بہت سچے ہوتے ہیں۔ جو دیکھو وہی سامنے آتا ہے۔''

اس کی بات دل کو لگ رہی تھی۔ داتا دربار کے احاطے میں بزرگ بابا صاحب نے بھی یہی کہا تھا کہ آج میرے من کی مراد پوری ہو گی۔ یعنی میری یادداشت واپس آ سکتی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہی ثابت ہو گا کہ میں اپنی پچھلی زندگی میں فرہاد علی تیمور تھا۔ سونیا میری شریکِ حیات تھی اور ندا نے خواب میں یہی دیکھا تھا۔

اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا پھر پوچھا۔ ''آگے بولوں...؟''

''ہاں بولو! اور کیا دیکھا ہے؟''

اس کی آنکھوں میں پھر آنسو آ گئے۔ وہ سر جھکا کر بولی۔ ''جب میں آپ کے سامنے آئی تو آپ نے مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ آپ کو پچھلی زندگی یاد آ گئی تھی اور موجودہ زندگی کو بھول گئے تھے۔''

یہ کہتے ہی وہ پھر ایک ننھی بچی کی طرح بلک بلک کر

رونے لگی۔ میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا تھا۔ جو اندیشہ دل میں تھا' وہی اس نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کا خواب اور میرے موجودہ حالات کہہ رہے تھے' میں دوراہے پر آ گیا ہوں۔ ایک راہ پر ندا تنہا کھڑی ہے اور دوسری راہ پر سونیا میرے بچوں کے ساتھ کھڑی مجھے بلا رہی ہے۔ ابھی وہ بچوں کے ساتھ تاریکی میں تھی اور ندا روشنی میں.... مگر آدھی رات کے بعد کیا ہونے والا تھا؟

کیا ندا تاریکی میں چلی جائے گی اور سونیا اپنے بچوں کے ساتھ روشنی میں نہا جائے گی؟ کیا میں ندا کو اسی طرح بھول جاؤں گا' جس طرح ابھی سونیا کو اور بچوں کو بھولا ہوا ہوں؟

یا خدا.....! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ آج آدھی رات کے بعد کیا ہونے والا ہے؟

میں نے اس کے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کہا۔ ''پاگل ہو گئی ہو؟ جو بات ابھی نہیں ہوئی' اس کے لیے آنسو بہا رہی ہو۔ خواہ مخواہ ایک خواب کو اپنے ذہن پر حاوی کر رہی ہو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔ میں تمہارا ہوں' تمہارا ہی رہوں گا۔''

وہ بڑے دکھ سے بولی۔ ''دل کو دہلانے والے خیالات کیوں دماغ میں آتے ہیں اور آج تو یہ خواب بھی دیکھ لیا ہے۔ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔''

''کیا پیش آنے والے واقعات سے گھبراؤ گی تو وہ واقعات رونما نہیں ہوں گے؟ اگر میں بے وفا' ہرجائی ہوں' تمہیں چھوڑنے والا ہوں تو تمہارے آنسو مجھے ہرجائی بننے سے نہیں روک سکیں گے۔ اگر تمہاری محبت سچی ہے۔ میرے لیے دل میں بھروسا اعتماد ہے تو پھر یہ آنسو بہانا چھوڑ دو۔ ورنہ میں یہی سمجھوں گا' تم دکھاوے کی محبت کرتی ہو۔ مجھ پر بھروسا نہیں کرتیں۔''

وہ جلدی سے بولی۔ ''ایسی بات نہیں ہے۔ اب میں آنسو نہیں بہاؤں گی۔ آپ درست کہہ رہے ہیں' مجھے خدا کے بعد صرف آپ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ بعد میں جو ہو گا' دیکھا جائے گا۔''

میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ ''شاباش اب چلو۔ کچن میں جاؤ۔ میں منہ ہاتھ دھو کر آ رہا ہوں لیکن پہلے سے کہہ دوں' بھوک نہیں ہے۔ صرف تمہیں اپنے ساتھ بٹھا کر کھلانے کے لیے ایک روٹی کھاؤں گا اس سے زیادہ نہیں۔''

وہ کچن میں چلی گئی۔ میں واش روم میں آ کر منہ ہاتھ دھوتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''پتا نہیں' میری یادداشت بحال ہو گی یا نہیں؟ اگر ہو گی تو ہونے سے پہلے ندا کے مسائل چیخ رہے ہیں' اس کا کیا بنے گا؟''

یہ ضروری نہیں تھا کہ جو ہم سوچ رہے تھے' وہی پیش آنے والا تھا۔ یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ مجھے پچھلی بھولی ہوئی زندگی یاد آئے گی تو میں موجودہ زندگی کو اور اپنی موجودہ شریکِ حیات ندا کو بھول جاؤں گا۔ ایسے واقعات فلموں میں یا کہانیوں میں پیش کیے جاتے ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ کہانیوں میں جو واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ کسی بیرونی دنیا سے نہیں آتے۔

دنیا میں بے شمار لوگ ایسے عجیب و غریب حالات اور واقعات سے دوچار ہوتے رہتے ہیں کہ جب انہیں کہانیوں میں پیش کیا جاتا ہے تو بعض پڑھنے والے یقین نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے کسی حصے میں کسی کے ساتھ ایسا نہیں ہوا ہو گا۔ یہ محض خیالی باتیں ہیں۔

میں واش روم سے کمرے میں آ کر ایک میز کے پاس بیٹھ کر ایک کاغذ پر لکھنے لگا۔ ''میں فرہاد انور شاہ بہ قائمی ہوش و حواس یہ لکھ رہا ہوں کہ ایک طویل عرصے سے الجھن میں ہوں' مجھے یوں لگتا ہے' میں فرہاد انور شاہ نہیں ہوں۔ اگر نہیں ہوں تو پھر کون ہوں؟ لاہور سے جنیوا اور جنیوا سے قاہرہ تک جتنے لوگوں نے مجھے دیکھا ہے۔ وہ مجھے فرہاد علی تیمور سمجھتے ہیں۔

بہرحال میں جو کوئی بھی ہوں' اپنی شریکِ حیات ندا کی تسلی کے لیے اور اس کے مستقبل کو محفوظ کرنے کے لیے یہ لکھ رہا ہوں کہ اپنی دولت اور جائداد کا بہت سا حصہ اپنی ندا کے نام کر چکا ہوں۔

زندگی نے مہلت دی تو باقی سب کچھ بھی اسی کے نام کروں گا۔ کیونکہ میری کوئی اولاد نہیں ہے۔ وہی ایک شریکِ حیات ہے۔ اس کے سوا میری کوئی دوسری بیوی نہیں ہے۔

اگر کبھی یہ ثابت ہو جائے کہ میں فرہاد انور شاہ نہیں ہوں۔ ایک دوسرا شخص فرہاد علی تیمور ہوں تو آج اس تحریر کے ذریعے وعدہ کرتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے بھی ندا کو ہر پہلو سے تحفظ دیتا رہوں گا۔ وہ آج کی طرح مرتے دم تک میری شریکِ حیات رہے گی۔

اگر میری کوئی سابقہ بیوی اور بچے ہیں تو وہ بھی ندا کو میری شریکِ حیات تسلیم کریں گے۔ اگر وہ ان سے برتر نہیں رہے گی تو کم تر بھی نہیں رہے گی۔ اسے برابر کا درجہ ملے گا۔

خدا مجھے توفیق دے' میں ندا سے ہمیشہ انصاف کرتا رہوں گا۔''

میں نے اس تحریر کے نیچے اپنا نام لکھا۔ پھر دستخط کر کے ڈائننگ روم میں آ گیا۔ وہ کھانے پر میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے وہ کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے لے کر پڑھنے لگی۔ میں اس کے پاس بیٹھ کر ایک ڈش میں سے اپنے لیے اور اس کے لیے سالن نکالنے لگا۔

وہ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد کرسی کھسکا کر میرے قریب ہو گئی۔ میرے شانے پر سر رکھتے ہوئے بولی۔ ''آپ بہت اچھے ہیں۔ میرے پاس تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ میں بہت خوش نصیب ہوں۔ یہ تحریر پڑھ کر اطمینان ہو رہا ہے۔ شاید میں یہی چاہتی تھی' مجھے آئندہ بھی آپ کی طرف سے تحفظ حاصل ہو اور میں زندگی کی آخری سانس تک آپ کی شریکِ حیات رہوں۔''

میں نے اسے پہلا لقمہ کھلاتے ہوئے کہا۔ ''کھانے کے بعد تم لان میں کچھ دیر میرے ساتھ ٹہلو گی۔ میں ساڑھے دس بجے ایک ضروری کام سے شاہدرہ جاؤں گا۔ پھر دو چار گھنٹوں میں واپس آ جاؤں گا۔''

یہ تو خدا ہی بہتر جانتا تھا کہ واپس آ کر اس کوٹھی کے در و دیوار کو اور اپنی ندا کو دیکھ پاؤں گا یا نہیں؟ میں نے ساڑھے دس بجے ندا کو گلے لگایا، میں اسے خوب پیار دینا چاہتا تھا۔ انہی لمحات میں پتا چلا' جو چیز ہاتھ سے نکل جانے والی ہے' اسے کتنا ہی چاہو' اس کی چاہت سے دل نہیں بھرتا۔ میرا زیادہ سے زیادہ پیار بھی کم پڑتا رہا۔

میں اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوا۔ راوی کی طرف جانے لگا۔ جب یہ معلوم ہو' آگے خطرہ ہے تو بندہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر آگے بڑھتا ہے۔ میں نے' سونیا نے اور میرے تمام بچوں نے کبھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھے۔ ہمیشہ نہتے رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے لیکن میں نے آج پہلی بار ایک بھرا ہوا ریوالور اپنے پاس رکھ لیا۔

جس طرح ماضی کی بہت سی باتیں بھول چکا تھا۔ اسی طرح یہ بھی بھول گیا تھا کہ کس طرح نہتا رہ کر صرف ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے لڑتا رہا ہوں؟ میرے دو بیٹے پارس اور پورس ٹیلی پیتھی نہیں جانتے تھے مگر ایسے زبردست فائٹر تھے کہ خیال خوانی کے بغیر دشمنوں کا مقابلہ کرتے تھے اور ان کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر رکھ دیتے تھے۔

میں راوی کے اس پار پہنچا تو گیارہ بج کر تیس منٹ ہوئے تھے۔ داتا دربار کے احاطے میں بابا صاحب نے کہا تھا' مجھے آدھی رات کے بعد بارہ دری میں جانا چاہیے۔ اس حساب سے میں مزید آدھا گھنٹا گزارنے کے بعد وہاں جانے والا تھا۔

میں نے وقت گزارنے کے لیے سونیا سے رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا۔ ''کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''مجھے یقین ہے' آدھے گھنٹے بعد میری زندگی میں بہت بڑی تبدیلی آئے گی۔ شاید یادداشت بحال ہو جائے گی۔ میں اپنی پچھلی زندگی کی ایک ایک بات کو یاد کر سکوں گا۔ اپنے پیارے رشتوں کو پہچان سکوں گا۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''تعجب ہے۔ آدھے گھنٹے بعد ایسا کون سا انقلاب آنے والا ہے؟''

میں اسے تفصیل سے بتانے لگا کہ کس طرح داتا دربار کے احاطے میں ایک بابا صاحب سے سامنا ہوا تھا۔ انہوں نے میرے متعلق جو پیش گوئی کی ہے' اس کے مطابق میں ابھی بارہ دری کے پاس پہنچا ہوا ہوں۔

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''فرہاد...! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ آدھی رات کو بارہ دری میں تنہا آئے ہو۔ کوئی باڈی گارڈ ساتھ نہیں ہے۔ تم نے تو کوئی ہتھیار بھی اپنے پاس نہیں رکھا ہو گا۔''

''میرے پاس ایک بھرا ہوا ریوالور ہے۔''

''ایک ریوالور سے کیا ہوتا ہے؟ تمہیں دو چار باڈی گارڈز کے ساتھ آنا چاہیے تھا۔ میں نہیں جانتی' وہ بابا صاحب کس حد تک سچے اور دیانت دار ہیں؟ لیکن ان کی ایک بات ہمیں چوکنا کرتی ہے۔ وہ یہ کہ تم اپنے لہو میں ڈوبنے والے ہو۔ اگر ان کی یہ پیش گوئی درست ہو گی کہ تمہاری یادداشت واپس آنے والی ہے تو یہ بات بھی درست ہو گی کہ تم جان لیوا خطرات سے دوچار ہونے والے ہو۔''

وہ میرے لیے پریشان ہو گئی تھی۔ جھنجلا کر کہہ رہی تھی۔ ''تم کیا سمجھ کر تنہا آئے ہو؟ فوراً فرمان اور ٹونی جے کو اپنے پاس بلاؤ۔ میں الپا' عالی اور کبریا کو بھیج رہی ہوں۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''اسی لیے تنہا آیا ہوں کہ تم مجھے تنہا نہیں رہنے دو گی۔ میرے چاروں طرف حفاظتی دیواریں اٹھا دو گی۔''

میں نے اس کے دماغ سے نکل کر فرمان اور ٹونی جے کو مخاطب کیا۔ وہ چشم زدن میں میرے اندر پہنچ گئے۔ میں نے کہا۔ ''چپ چاپ میرے خیالات پڑھو اور موجودہ حالات معلوم کرو۔''

وہ میرے خیالات پڑھنے لگے۔ میں نے گھڑی دیکھی' بارہ بجنے میں.... صرف دو منٹ رہ گئے تھے۔ میں کار اسٹارٹ کر کے اسے آگے بڑھاتا ہوا بارہ دری کے پاس آ کر رک گیا۔ اسی وقت الپا' عالی اور کبریا بھی آ گئے۔ اب میں تنہا نہیں تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک چھوٹی سی' مگر مضبوط سی فوج میرے ساتھ تھی۔

میں کار سے اتر کر بارہ دری کے احاطے میں داخل ہو گیا۔ وہاں ایک مالی اور ایک نائٹ چوکیدار رہا کرتا تھا۔ آدھی رات کے بعد کسی کو آنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی لیکن مالی اپنے مکان میں سو رہا تھا اور چوکیدار ڈیوٹی پر نہیں تھا۔ میں کسی روک ٹوک کے بغیر بارہ دری کے گارڈن میں آ گیا۔

میں نے بابا صاحب کے دماغ میں رہ کر ان کی سوچ کے ذریعے اس پودے کو دیکھا تھا۔ جس میں صرف ایک ہی چنبیلی کا پھول کھلا ہوا تھا لیکن دور تک پھول ہی پھول کھلے ہوئے تھے۔ ہر طرف بے شمار پودے تھے۔ میں آگے بڑھتا ہوا مطلوبہ پودے کو تلاش کرنے لگا۔ عالی نے کہا۔ ''یہاں گہری خاموشی ہے۔ ہم آپ کے ذریعے دیکھ رہے ہیں۔ دور تک کوئی بندہ تو کیا' نائٹ چوکیدار بھی نظر نہیں آ رہا ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''سمندر کی سطح پُرسکون ہو تو اس کی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ آپ چاروں طرف دیکھتے رہیں۔ اس طرح آپ کے اندر پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آنکھیں بھی ہر طرف دیکھتی رہیں گی۔''

میں ان کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر چلتے چلتے ایک جگہ رُک گیا۔ سامنے ہی وہ پودا دکھائی دے رہا تھا۔ جس میں صرف ایک ہی چنبیلی کا پھول کھلا ہوا تھا۔ وہاں جگہ جگہ بلب کی روشنی تھی۔ اس روشنی میں وہ پھول ایسے چمک رہا تھا' جیسے میری پچھلی زندگی مسکراتی ہوئی اپنے پاس بلا رہی ہو۔

میں تیزی سے چلتا ہوا اس پودے کے پاس آ گیا۔ ٹونی جے نے کہا۔ ''بابا صاحب نے آپ سے جیسا کہا تھا' ویسا ہی پودا اور ویسا ہی پھول دکھائی دے رہا ہے۔''

میں پودے کے قریب آ کر رک گیا۔ کبریا نے کہا۔ ''آپ فوراً پھول توڑ کر اپنی پیشانی سے رگڑیں۔ دیر نہ کریں۔ یہاں کی خاموشی اور چوکیدار کی غیر حاضری کوئی معنی رکھتی ہے۔ آپ کو فوراً واپس جانا چاہیے۔''

مجھے بھی وہاں کی خاموشی بڑی پُراسرار لگ رہی تھی۔ کہیں کہیں بلب کی روشنی ایسی تھی' جیسے چراغ جل رہے ہیں۔ اگر ایک قدم کے فاصلے تک روشنی تھی تو دس قدم تک تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس پودے کے پیچھے ایک بڑا سا درخت تھا۔ میں نے پودے کی طرف ہاتھ بڑھا کر پھول کو توڑنا چاہا تو اُسے چھوتے ہی چونک گیا۔ اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ وہ کاغذ کا پھول تھا۔

''دھوکا...!'' ایک کاغذ کے پھول نے خطرے کی گھنٹی بجا دی۔

قارئین متوجہ ہوں

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات و احادیثِ نبویؐ آپ کے دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر آیات اور احادیث درج ہوں، ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

میں فوراً ہی ریوالور نکال کر اس درخت کی آڑ میں چھپ کر دور تک دیکھنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی درخت کے پیچھے سے کوئی نکلا۔ پھر ایک کٹی ہوئی شاخ کی طرح میرے سامنے آ کر گر پڑا۔ رات کے سناٹے میں اس ویران بارہ دری میں کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ اب نظر آیا تو وہ ایک مردہ تھا۔ میرے سامنے اس کی لاش پڑی ہوئی تھی۔

بلب کی روشنی میں میرا سایہ اس پر پڑ رہا تھا۔ میں نے ایک طرف ہٹ کر اسے دیکھا تو ایک دم سے چونک گیا۔ وہ بے چارے وہی بابا صاحب تھے' جن کی پیش گوئی مجھے وہاں لے آئی تھی۔

''کیا انہوں نے مجھے دھوکا دیا تھا؟''

''اگر دھوکا دیا ہوتا تو خود کیوں مارے جاتے؟''

میں کھلی جگہ تھا۔ فوراً ہی دوڑتا ہوا ایک درخت کے پیچھے جانے لگا۔ اسی وقت رات کے سناٹے میں فائر کی آواز گونجی۔ میرے کان گرم ہو گئے۔ ایک گولی سنسناتی ہوئی کان کو چھوتی ہوئی گزر گئی تھی۔

میں جس درخت کے پیچھے چھپنے آ رہا تھا۔ وہیں سے کسی نے نکل کر فائر کیا تھا۔ میں نے جوابی فائر کیا تو وہ اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ گولی اس کے ہاتھ میں لگی تھی۔ ریوالور ایک طرف جا گرا تھا۔ وہ زمین پر رینگتا ہوا اس ریوالور کی طرف جانے لگا۔

میں نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ پھر سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کھینچتا ہوا درخت کی آڑ میں آ گیا۔ اس کی کنپٹی سے ریوالور لگاتے ہوئے بولا۔ ''کون ہو تم....؟ فوراً جواب دو۔ ورنہ حرام موت مرو گے۔''

وہ سہم کر بولا۔ ''مجھے گولی نہ مارو۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ اپنے حالات سے مجبور ہو گیا ہوں۔ ایک اجنبی نے مجھے اور میرے تین ساتھیوں کو ایک لاکھ روپے دیے تھے اور کہا تھا' یہاں آ کر تمہیں گولی نہیں مارنی ہے۔ صرف زخمی کرنا ہے۔''

''یعنی یہاں تمہارے ساتھی بھی موجود ہیں؟''

الپا نے کہا۔ ''آپ اس سے کوئی سوال نہ کریں۔

اسے جانے دیں۔ ہم ان تین ساتھیوں تک پہنچ رہے ہیں۔''

میں نے اسے چھوڑ دیا۔ الپا اور کبریا اس کے اندر تھے۔ وہ ان کی مرضی کے مطابق زمین پر پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر وہاں سے دوڑتا ہوا اپنے ساتھیوں کی طرف جانے لگا۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ذریعے باقی تین چھپنے والوں تک پہنچ سکتے تھے لیکن ہماری اس تدبیر کے مقابلے میں برین ماسٹر اپنی تدابیر آزما رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ الپا اور کبریا کا آلہ کار اپنے کسی ساتھی تک پہنچتا۔ برین ماسٹر نے دوسرے آلہ کار کے ذریعے اسے گولی ماردی۔ الپا اور کبریا اس کے مردہ دماغ سے نکل کر پھر میرے اندر چلے آئے۔ وہی ایک آلہ کار تھا' جس کے ذریعے باقی دشمنوں تک پہنچا جا سکتا تھا۔ اب ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں رہا تھا۔

میں اس درخت کی آڑ میں چھپا ہوا اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ ''وہ لوگ درختوں اور دیواروں کی آڑ میں چھپے ہوں گے۔'' میں زمین پر اوندھے منہ لیٹ کر آہستہ آہستہ رینگتا ہوا دوسرے درخت کی طرف جانے لگا۔ بلب کی روشنی ذرا دور تھی۔ دوسری طرف ایک دشمن نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ تاریکی میں اوندھے منہ رینگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ہری بھری گھاس پر ٹھہر ٹھہر کر رینگنے کے باعث نہ کوئی آہٹ ہو رہی تھی' نہ سرسراہٹ پیدا ہو رہی تھی۔

ایسے میں ہمارے سر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ ہم مخالف سمتوں سے رینگتے ہوئے آ رہے تھے۔ ٹکراتے ہی ایکدم سے چونک گئے۔ وہ ریوالور والا ہاتھ میری طرف کر کے نشانہ لینا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ میں بھی اس پر فائر نہ کر سکا۔ اس نے بھی میری کلائی پکڑ لی تھی۔

پھر ہم لیٹے ہی لیٹے زور آزمائی کرنے لگے۔ میں اپنے ریوالور کا رُخ اس کی طرف کرنا چاہتا تھا۔ یہی کوشش وہ بھی کر رہا تھا۔ میرے مقابلے میں خاصا تنومند تھا۔ میں نے سر سے ایک زوردار ٹکر ماری تو وہ تکلیف سے بلبلا گیا۔ میں نے محسوس کیا' میری کلائی پر اس کی گرفت ذرا کمزور ہو رہی تھی۔

میں نے دوسری ٹکر ماری تو اپنا ہاتھ چھڑانے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ ایکدم سے چکرا گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ میں نے اس کا ریوالور چھین کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''فوراً بتاؤ' تمہارے دوسرے ساتھی کہاں چھپے ہوئے ہیں؟''

جواباً برین ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ ''میں نے سوچا تھا تم آسانی سے قابو میں آ جاؤ گے۔ مگر بڑی مشکلات پیدا کر رہے ہو۔ بہت ہی ڈھیٹ ہو۔ تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا نہیں کیا جا سکتا۔ آخری راستہ یہی ہے کہ مجھے اپنے اندر آنے دو یا میرے آلہ کاروں کے ہاتھوں زخمی ہو جاؤ۔ میں تمہیں یہاں سے واپس نہیں جانے دوں گا۔ تمہارے دماغ میں جگہ نہ ملی تو میرے آلہ کار تمہیں گولی مار دیں گے۔''

برین ماسٹر اس آلہ کار کے ذریعے بول رہا تھا۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تو ناکامی ہوئی۔ وہ سب برین ماسٹر کے اندر پہنچنے والے تھے اور اس نے سانس روک لی تھی۔

وہ آلہ کار نہ اپنے لب و لہجے میں بول رہا تھا' نہ ہی ہم اس کے اندر پہنچ سکتے تھے۔ میں نے پوچھا۔ ''تم مجھ سے کیوں دشمنی کر رہے ہو؟ میں ایک سیدھا سادا بزنس مین ہوں۔ تم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''تم زبردست بہروپیے ہو۔ آج میں تمہارے اندر پہنچتے ہی زلزلے پیدا کروں گا۔ تمہارا برین واش کروں گا۔ یہ ثابت کر دوں گا کہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور ہو۔''

''تمہیں میرے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں فرہاد انور شاہ ہوں۔''

''میں بہت دنوں تک دھوکا کھاتا رہا۔ یہی سمجھتا رہا کہ تم ایک سیدھے سادے بزنس مین فرہاد انور شاہ ہو اور خیال خوانی نہیں جانتے ہو۔ لیکن....''

میں نے پوچھا۔ ''لیکن کیا....؟''

''جب تم قاہرہ سے لاہور آ رہے تھے۔ اس وقت سونیا کے اندر پہنچ کر اس سے باتیں کر رہے تھے۔ فرمان اور ٹونی جے بھی وہاں موجود تھے۔ میں نے تم سب کی باتیں سنی تھیں۔ وہیں یہ انکشاف ہوا تھا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔''

الپا نے مجھ سے کہا۔ ''آپ اس کمبخت سے کہیں' ہمیں اس آلہ کار کے اندر آنے کا موقع دے۔ ہم اس سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

میں نے اس سے کہا۔ ''سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں اس آلہ کار کے اندر آنے دو۔''

اس نے کہا۔ ''سوری... میں ایک خیال خوانی کرنے والا ہوں اور تمہارے پیچھے نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے چھپے ہوئے ہیں؟ میرے آلہ کار کے اندر آتے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جما لیں گے تو میں اسے اپنے طور پر استعمال

نہیں کر سکوں گا۔''

الپا نے کہا۔ ''یہ بہت ہی طوطا چشم' احسان فراموش ہے۔ ہماری مما کے احسانات بھول گیا ہے۔ اسے دشمنوں سے بچانے کے لیے ہم نے اس کی شخصیت اور لب و لہجہ تبدیل کیا تھا۔ اس وقت یہ ہمارا تابعدار تھا۔ مما نے اسے غلامی سے رہائی دی ہے تو یہ کمبخت آپ پر جھپٹ رہا ہے۔''

میں نے الپا کی یہ باتیں اسے سنائیں تو وہ بولا۔ ''میڈم سونیا نے مجھ پر احسان کیا۔ میں بھی ان کے احسان کا بدلہ اس طرح چکا رہا ہوں کہ فرہاد کو اب تک زندہ رکھا ہے۔ ورنہ یہ ان لمحات میں میرے دوسرے آلہ کاروں کے نشانے پر ہے۔ یقین نہ ہو تو ابھی دیکھ لو۔''

میں نے اسی لمحے میں اس آلہ کار کو گولی ماردی۔ وہ ہمارے کسی کام نہیں آ رہا تھا اور نہ ہی برین ماسٹر ہمیں اس کے اندر پہنچنے کا موقع دے رہا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک گولی کہیں سے سنسناتی ہوئی آئی اور میرے بازو کے گوشت کو پھاڑتی ہوئی گزر گئی۔ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک طرف ڈھلک کر گھاس پر اوندھے منہ ہو گیا۔

زخمی بازو کی تکلیف ناقابلِ برداشت تھی۔ میرے دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ میں آہستہ آہستہ گھسٹتا ہوا ایک درخت کی طرف جانے لگا۔ ایسے وقت میرے اندر برین ماسٹر کا قہقہہ سنائی دیا۔ ''کہاں جا رہے ہو؟ اب تو تمہارے اندر جگہ مل چکی ہے۔ جہاں جاؤ گے' مجھے معلوم ہوتا رہے گا۔ میرے آلہ کاروں کے صحیح نشانے پر رہو گے۔''

میرے اپنے سب ہی غصے سے تلملا رہے تھے۔ فرمان نے کہا۔ ''برین ماسٹر! خدا کی قسم میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ کتے کی موت ماروں گا۔''

ٹونی جے کہہ رہا تھا۔ ''میں نے قسم کھائی تھی' خیال خوانی کے ذریعے کسی معاملے میں نہیں پڑوں گا۔ مگر اب دن رات تیری تلاش میں لگا رہوں گا۔ تیری زندگی کے دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ اپنی سلامتی چاہتا ہے تو اب بھی ایسی دشمنی سے باز آ جا ورنہ مما تجھے کبھی معاف نہیں کریں گی۔''

وہ بولا۔ ''تمہاری مما کی سب سے بڑی کمزوری فرہاد ہے۔ یہ میرے شکنجے میں رہے گا تو اس کی سلامتی اور بہتری کے لیے تم سب میرے آگے ہاتھ باندھے کھڑے رہو گے۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہو گے۔''

الپا نے کہا۔ ''تم غلط سمجھ رہے ہو۔ یہ ہمارے پاپا نہیں ہیں' ان کے ہم شکل ہیں۔ اس لیے ہم ان کی عزت کرتے ہیں۔ مگر انہیں جانی نقصان پہنچے گا تو ہمیں یقیناً بہت غصہ آئے گا۔ پھر ہم تمہارے خلاف کیا کریں گے' یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا؟''

کبریا نے کہا۔ ''یہ خیال اپنے دماغ سے نکال دو کہ یہ ہمارے پاپا ہیں اور ہم ان کی خاطر تمہارے آگے ہاتھ باندھ کر غلاموں کی طرح ہر حکم کی تعمیل کرتے رہیں گے۔ فرہاد انور شاہ کی سلامتی کے لیے اگر کوئی سمجھوتا کر سکتے ہو تو بولو...''

وہ بولا۔ ''سمجھوتا اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تم سب اس شخص کے دماغ سے چلے جاؤ۔ جب یہ تمہارا باپ نہیں ہے تو جھگڑا نہ بڑھاؤ۔ اسے زندہ سلامت رہنے دو۔ اگر سمجھوتا کرو گے تو آئندہ بھی اسے زندگی کی سانسیں لیتے ہوئے دیکھتے رہو گے۔''

وہ آپس میں بحث کر رہے تھے۔ میں گھاس پر اوندھے منہ لیٹا ہوا۔ آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت مجھے ایک دیوار کے پاس سایہ سا دکھائی دیا۔ پھر میں نے دیکھا' وہ سایہ دیوار کے ایک طرف سے دوسری طرف چھلانگیں لگاتا جا رہا تھا۔ اسی وقت میں نے گولی چلا دی۔ اس کی چیخ سنائی دی۔ وہ اچھل کر نیچے گر پڑا۔

وہ اس کی آخری چیخ تھی۔ اس کے بعد پھر سناٹا چھا گیا۔ میں نے کہا۔ ''برین ماسٹر! تُو دیکھ رہا ہے' میں نے زندگی کی بھیک نہیں مانگی ہے۔ اپنے چاہنے والوں سے اور مدد کرنے والوں سے کہوں گا' وہ اس کمبخت سے کوئی سمجھوتا نہ کریں۔ میں یہاں سے زندہ جاؤں گا۔ پھر اس کی موت بن جاؤں گا۔''

میری بات ختم ہوتے ہی برین ماسٹر نے میرے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے میرے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ تنہا مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ ''تیرے چار آلہ کار یہاں تھے۔ ان میں سے تین کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں۔ آخری رہ گیا ہے' مگر وہ بھی بچ کر نہیں جائے گا۔''

وہ ناکام ہو کر اس آخری آلہ کار کے اندر پہنچ گیا تھا۔ میرے اندر رہ کر یہ دیکھ چکا تھا' میں کس درخت کے قریب اوندھا پڑا ہوا ہوں۔ وہ درخت میرے بالکل قریب تھا۔ میں فوراً ہی اٹھ کر دوڑتا ہوا اس کے پیچھے جانے لگا۔ ایسے وقت اس نے اپنے آلہ کار کے ذریعے گولی چلائی۔ وہ گولی میرے شانے کی ہڈی کو نقصان پہنچاتی ہوئی گزر گئی۔

میں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ گھومتا ہوا اس درخت سے جا ٹکرایا۔ گولی چلانے والا میری نظروں میں آ گیا تھا۔ میں نے گرتے گرتے اس پر دو فائر کیے۔ گرتے گرتے بھی

تیسری گولی آ کر مجھے لگی۔ پھر میں درخت کے سہارے بھی کھڑا نہ رہ سکا۔ میرے اندر جو رہی سہی توانائیاں تھیں انہوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ میں جیسے زندگی سے ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا۔

الیا رو نے لگی۔ عالی' کبریا' فرمان اور ٹونی جے مجھے سنبھالنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ حوصلہ دے رہے تھے۔ مگر مقتول بابا صاحب کی پیش گوئی کے مطابق میں اپنے لہو میں نہا چکا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جسم سے جان نکل رہی ہے۔ اب جان نکل گئی تھی یا نہیں ....؟ میں نہیں جانتا مگر اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہا تھا۔

پتا نہیں میں کتنی بار موت کا مزہ چکھ چکا تھا... میرے متعلق پیش گوئی کی گئی تھی کہ بابا فرید واسطی برسوں کی گوشہ نشینی اور عبادت گزاری کے بعد اپنے ادارے میں تشریف لائیں گے تو ٹھیک اس کے چالیسویں دن میری سانسیں پوری ہو جائیں گی۔

ان دنوں مسلسل بیماریوں اور کمزوریوں نے مجھے نڈھال کر دیا تھا۔ میں جیسے زندگی ہارنے لگا تھا۔ شدید بیماری' نیم بے ہوشی اور غفلت کے عالم میں جانے کیسے داتا دربار پہنچ گیا تھا؟

یہ تو بابا فرید واسطی اور اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی جانتے تھے کہ میں کہاں سے کہاں پہنچایا جا رہا ہوں اور کیوں پہنچایا جا رہا ہوں؟ میں نے غفلت کے دوران محسوس کیا تھا' وہاں چکنے اور پختہ فرش پر بے یار و مددگار پڑا ہوا ہوں۔

میں تو تین گولیاں کھا کر اپنے لہو میں ڈوب کر بارہ دری کی گھاس پر مردہ ہو چکا تھا مگر ذہن مردہ نہیں ہوا تھا۔ ایک دھندلی چھائی ہوئی تھی اور میں خود کو داتا دربار میں محسوس کر رہا تھا۔ کہیں دور سے کلام پاک کی تلاوت سنائی دے رہی تھی۔ وہ مقدس آواز میرے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

وہ آواز تھی اور میں تھا۔ اس سے زیادہ نہیں جانتا تھا کہ میرے آگے پیچھے کوئی دنیا ہے بھی یا نہیں؟ میرے دماغ کی تاریکیوں میں گہری خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اسے موت کا سناٹا کہا جا سکتا تھا۔

قرآن مجید کی جس سورۃ کی تلاوت کی جا رہی تھی' اس کا ترجمہ بھی پیش کیا جا رہا تھا۔ اس سورۃ کا متن یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو موت دینے کے بعد دوبارہ کیسے زندگی بخشتا ہے...؟

اس کی ایک مثال یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کی روح قبض کر لی۔ وہ سو برس تک مردہ حالت میں پڑا رہا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی...

میرے موجودہ حالات کا جائزہ لیا جائے تو میں اب سے بہت پہلے فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے مر چکا تھا۔ فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے دوران میں اپنے اندر مردہ پڑا ہوا تھا۔ میرے کانوں میں میری بیویوں اور بچوں کی آوازیں نہیں پہنچتی تھیں۔ میری آنکھیں دیکھتی تھیں مگر انہیں پہچان نہیں سکتی تھیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ان کے لیے زندہ تھا یا نہیں... مگر وہ سب میرے لیے جیسے مر چکے تھے۔

اصحاب کہف کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ وہ ایک سو ستانوے برس تک گہری غفلت کی نیند یا موت کی نیند سوتے رہے۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں کتنے عرصے تک گہری غفلت میں رہا؟ موت سچ مچ واقع ہو یا مہینوں اور برسوں تک گہری غفلت کے بہانے عارضی طور پر واقع ہو۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا موت کے بعد بھی زندگی دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ایسی مثالیں پیش کر دی گئی ہیں۔ بار بار مثالیں پیش نہیں کی جاتیں۔ یہ حقیقت اٹل ہے کہ وہ پروردگار روز قیامت مرنے والوں کو پھر زندہ کرے گا....

یہ زندگی کیسے سوتی جاگتی رہتی ہے؟ مجھے محسوس ہو رہا تھا' میں پہلے کی طرح داتا دربار کے چکنے اور ٹھنڈے فرش پر پڑا ہوا ہوں۔

پتا نہیں کب تک ایسی حالت میں پڑا رہتا کہ صبح کی اذان سنائی دی۔ اُس مقدس آواز کے ساتھ ہی میں نے گہری سانس لی۔ یوں لگا' جیسے پچھلی گمشدہ زندگی ایک سانس میں کھنچ کر میرے اندر آ کر سما گئی ہو۔ میری آنکھیں کھل گئیں۔ میں ایک اسپتال کے بیڈ پر تھا۔ فرہاد علی تیمور زندہ ہو چکا تھا....

بے شک، خدا... صرف خدا ہی قادر مطلق ہے۔ بڑی قدرت والا ہے۔ میرے سامنے بیڈ کے سرے پر سونیا بیٹھی ہوئی تھی۔ بہت پہلے یہ پیش گوئی کی گئی تھی کہ جب میرا آخری وقت آئے گا' دم نکلنا ہوگا تو ایسے وقت صرف سونیا میرے قریب ہوگی۔ اس پیش گوئی کے مطابق میرا آخری وقت ہونا چاہیے تھا۔ لیکن مجھے نئی زندگی مل گئی تھی۔

بابا فرید واسطی نے اپنی وفات سے قبل کہا تھا' ہمارے دین پر برا وقت آنے والا ہے۔ آج بھی اسلام پر ہر طرف سے یلغار ہو رہی ہے۔ آئندہ کچھ زیادہ ہی شدت سے حملے کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے خود اپنے دین کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے باوجود بندے بھی اس کے تحفظ کے لیے سینہ

سپر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔

مرحوم بابا فرید واسطی نے سونیا کو بیٹی بنایا تھا۔ اُسے دل و جان سے چاہتے تھے۔ اپنی وفات سے پہلے دن رات اس کی بہتری کے لیے دعائیں مانگتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے۔ لوحِ مقدر پر لکھی ہوئی تحریر بدل دیتا ہے اور وہ تحریر بدل گئی تھی۔ پھر جب میرا آخری وقت آئے گا تو سونیا میرے قریب رہے گی۔

میرا آخری وقت آ کر گزر چکا تھا۔ نئی زندگی کی ابتدا میں وہ میرے قریب آ گئی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول اسے دیکھا۔ اس نے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''خدا کا شکر ہے۔ تم ہوش میں آ گئے۔ میں ابھی ڈاکٹر کو انفارم کرتی ہوں۔''

وہ اٹھنا چاہتی تھی۔ میں نے کمزور سی آواز میں کہا۔ ''رک جاؤ۔''

وہ اٹھتے اٹھتے پھر بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا۔ ''ڈاکٹر سے کیا کہو گی؟ کسے ہوش آ گیا ہے؟''

وہ مجھے بڑے پیار سے گھور کر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''اور کسے ہوش آیا ہے...؟ کیا تم ہوش میں نہیں ہو....؟''

''میں ہوش میں تو ہوں مگر میرا نام کیا ہے؟ ڈاکٹر کو کیا نام بتاؤ گی؟''

وہ بولی۔ ''ڈاکٹر جانتا ہے۔ تمہارا نام فرہاد انور شاہ ہے۔''

''فرہاد انور شاہ... یہ مسٹر کون ہیں؟''

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''کمال ہے' تم اپنے مجازی خدا کا نام بھول رہی ہو۔ فرہاد علی تیمور کو فرہاد انور شاہ کہہ رہی ہو؟''

وہ سن رہی تھی۔ خوش ہو رہی تھی۔ مگر بے یقینی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''میرے ذرا قریب آؤ۔ میری طرف جھک جاؤ۔ میں سرگوشی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

وہ قریب آ کر مجھ پر جھک گئی۔ میں دھیمی سرگوشیوں میں ایسی ایسی راز کی باتیں بتانے لگا' جو صرف میاں بیوی جانتے ہیں۔ ہم نے تنہائیوں میں جیسا وقت گزارا تھا۔ اس گزرے ہوئے وقت کی ایک ایک بات سنتے ہی وہ خوشی سے لپٹ گئی۔

وہ پتھر تھی۔ رونا نہیں جانتی تھی۔ مگر خوشی کے مارے رونے لگی تھی۔ اس وقت میری خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ مجھے تو جیسے گمشدہ خزانہ مل گیا تھا۔

ایک مقولہ

مطالعے کی عادت ڈالنا ایک طرح سے قریباً تمام دنیاوی غم و فکر سے نجات کے لیے اپنے لیے ایک پناہ گاہ تعمیر کرنا ہے۔
(سمرسٹ ماہم)

مرادیں پوری ہونے پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کرو کم ہے۔ پھر بھی میں شکر ادا کر رہا تھا اور اس سے پارس' پورس' عالی' کبریا اپنے پوتے' پوتی عدنان اور انوشے کے بارے میں بہت کچھ بول رہا تھا۔ وہ بڑے پیار سے مجھے چوم کر بولی۔ ''اب زیادہ نہ بولو۔ خاموش رہو۔ آرام کرتے رہو۔ ہمارے سارے نیل پیتھی جاننے والے تمہارے پاس آ کر سوچ کے ذریعے بولتے رہیں گے۔''

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ کہاں جا رہی ہو؟''

''کیا تمہیں پانے کی خوشی میں یہ بھول جاؤں کہ ڈاکٹر تمہارے لیے ضروری ہے؟ بس ابھی گئی اور ابھی آئی.....''

وہ ڈاکٹر کو اطلاع دینے چلی گئی۔ میں اطمینان کی اور آسودگی کی سانسیں لیتا ہوا چھت کو تک رہا تھا۔ ایسے وقت بازو میں' شانے میں اور پسلی میں تکلیف کا احساس ہوا۔ ذرا سا سر اٹھا کر اپنے زخموں پر لگی ہوئی پٹیوں کو دیکھنے لگا۔ تعجب سے سوچنے لگا۔ ''کیا میں زخمی ہو گیا تھا...؟ مگر کیسے.....؟''

ڈاکٹر نے کمرے میں آ کر مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا۔ پھر کہا۔ ''تھینکس گاڈ! آپ ہوش میں آ گئے۔ اب کیسا محسوس کر رہے ہیں؟''

وہ میرا معائنہ کرنے لگا پھر مطمئن ہو کر وارڈ بوائے سے بولا۔ ''پولیس آفیسر سے کہو' وہ یہاں آ کر بیان لے سکتے ہیں۔''

وارڈ بوائے چلا گیا۔ سونیا کو پا لینے کی خوشی میں اپنے زخموں کو بھول گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں' تب پتا چلا' میں ایک زخمی کی حیثیت سے اسپتال میں پڑا ہوا ہوں۔

میں نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ ''میں زخمی کیسے ہوا؟ کیا یہ پولیس کیس ہے؟''

ڈاکٹر نے چونک کر تشویش بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ''کیا آپ کو یاد نہیں ہے' اب سے چوبیس گھنٹے پہلے آپ راوی کے پار بارہ دری میں زخمی اور بے ہوش پائے گئے تھے؟''

میں حیرانی سے زیرِ لب بڑبڑانے لگا۔ ''راوی.... بارہ

دری....؟'' پھر میں نے سر اٹھا کر پوچھا۔'' کیا میں پاکستان کے شہر لاہور میں ہوں؟''

جب میں بہت بیمار تھا اور غفلت کے عالم میں تھا' تب بابا صاحب کے ادارے میں تھا۔ اس وقت ہوش میں آنے کے بعد یہی سمجھ رہا تھا کہ اس ادارے کے کسی کمرے میں ہوں۔ میرا علاج ہو رہا ہے اور سونیا کسی ڈاکٹر کو بلانے گئی ہے۔

میں نے ہوش میں آنے کے بعد سونیا کو اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں تفصیل سے بہت سی باتیں کیوں بتائیں؟ یہ میں نہیں جانتا۔ ذہنی اور نفسیاتی پیچیدگیاں سمجھ میں نہیں آتیں۔ میرے تحت الشعور میں یہ بات چھپی ہوئی تھی کہ مجھے سونیا کا اعتماد حاصل کرنا ہے۔ وہ شاید خوابوں میں مجھ سے کہتی رہی تھی کہ میرے پاس آؤ۔ مجھے بچالو....

میں ہوش میں آنے کے بعد اسے پہچان گیا تھا اور اتنی بڑی تکلیف دہ بات کو بھولا ہوا تھا کہ چوبیس گھنٹے پہلے کس طرح دشمنوں نے مجھ پر جان لیوا حملے کیے تھے؟

ڈاکٹر مجھے تشویش بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔'' آپ کو اپنا نام تو یاد ہوگا؟''

میں نے کہا۔'' ہاں۔ میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔''

وہ ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔'' نہیں مسٹر! آپ کا نام فرہاد انور شاہ ہے۔''

''فرہاد انور شاہ....؟'' میں تذبذب میں پڑ گیا۔ الجھ کر سوچنے لگا۔'' تھوڑی دیر پہلے سونیا بھی مجھے اسی نام سے مخاطب کر رہی تھی پھر جب میں نے گزری ہوئی زندگی کے اور اپنے بچوں کے بارے میں اس سے باتیں کیں تو وہ مجھے فرہاد علی تیمور سمجھنے لگی۔''

ڈاکٹر نے پوچھا۔'' کیا سوچ رہے ہیں مسٹر فرہاد انور....!''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔'' آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ میری وائف سونیا ابھی یہاں آئے گی۔ وہ گواہی دے گی' میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔''

ایسے وقت پولیس آفیسر اپنے ایک ماتحت کے ساتھ وہاں آیا۔ میں آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔'' کیا آپ بیان دینے کے قابل ہیں؟''

ڈاکٹر نے کہا۔'' یہ بیان نہیں دے سکیں گے۔ ایک نئی پرابلم پیدا ہو گئی ہے۔ یہ اپنی یادداشت کھو چکے ہیں۔ انہیں یاد نہیں ہے کہ اب سے چوبیس گھنٹے پہلے ان پر جان لیوا حملے کیے گئے تھے۔''

پولیس آفیسر نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر ڈاکٹر سے پوچھا۔'' کیا یہ کبھی نہیں بتا سکیں گے' ان پر حملہ کرنے والے دشمن کون تھے؟''

ڈاکٹر نے کہا۔'' یہ دماغی طور پر آپ سیٹ ہیں۔ انہیں تو اپنا نام بھی یاد نہیں ہے۔ پھر کسی دشمن کو کیا پہچانیں گے؟''

ڈاکٹر اور پولیس آفیسر آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایسے وقت الپا' عالی اور کبریا میرے اندر پہنچ گئے۔ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے مجھے چومنے لگے۔ نئی زندگی پالینے کی مبارکباد دینے لگے۔

میں خلا میں تک رہا تھا اور اپنے پیاروں کی محبتوں سے سرشار ہو رہا تھا۔ الپا نے کہا۔'' پاپا! مما نے آپ کو پورے یقین' پورے اعتماد کے ساتھ پہچان لیا ہے۔ پھر بھی پولیس آفیسر کے سامنے پورے یقین سے آپ کو فرہاد علی تیمور تسلیم نہیں کریں گی۔ کچھ شبہ ظاہر کریں گی۔''

میں نے حیرانی سے پوچھا۔'' تمہاری مما ایسا کیوں کریں گی؟''

''وہ مصلحتاً ایسا کرنا چاہتی ہیں۔ انہیں کرنے دیں۔ آپ ان سے تعاون کریں۔''

سونیا نے بعد میں مجھے سمجھایا کہ فرہاد انور شاہ کی حیثیت بھی میری ایک شناخت رہے۔ کیونکہ اس گمشدہ شخص کے حوالے سے بھی بہت ساری ذمہ داریاں ایسی تھیں' جنہیں نبھانا ضروری تھا۔ وہ یہ تمام تفصیلات بعد میں سمجھانے والی تھی۔

ڈاکٹر نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس نے پوچھا۔'' آپ کس سوچ میں گم ہیں؟''

''آپ نے ہی سوچنے اور الجھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ مجھے خواہ مخواہ فرہاد انور شاہ کہہ رہے ہیں۔''

پولیس آفیسر نے پوچھا۔'' کیا آپ کو ایک ذرا سا بھی یاد نہیں ہے کہ رات کو بارہ دری میں کیوں گئے تھے اور کن لوگوں نے آپ پر حملے کیے تھے؟''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔'' مجھے افسوس ہے۔ ایسی کوئی بات مجھے یاد نہیں آ رہی ہے۔ میں پریشان ہو کر سوچ رہا ہوں کہ زخمی کیسے ہو گیا تھا؟ اتنی بڑی بات ہو گئی اور مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔''

ایسے وقت سونیا کمرے میں آئی۔ ڈاکٹر نے اسے دیکھتے ہی کہا۔'' میڈم! آپ نے شام کو اسپتال میں آ کر کہا تھا' یہاں فرہاد انور شاہ زخمی حالت میں لائے گئے ہیں۔ آپ

ان سے ملنا چاہتی ہیں۔''

سونیا نے کہا۔'' بے شک۔ میں نے کہا تھا۔ میں ان سے ملنے آئی ہوں اور ابھی تک یہیں ہوں۔''

''لیکن یہ خود کو فرہاد انور شاہ تسلیم نہیں کر رہے ہیں۔ اپنا نام کچھ اور بتا رہے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔'' ہاں۔ ہوش میں آنے کے بعد یہ مجھے اپنی وائف سونیا فرہاد کہہ رہے تھے۔ میرے شوہر کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ یہ میرے شوہر فرہاد علی تیمور ہیں۔''

پولیس آفیسر نے پوچھا۔'' اس سلسلے میں آپ کیا کہتی ہیں؟''

''میں تو ایک عرصے سے اس معاملے میں الجھی ہوئی ہوں۔ کیونکہ یہ میرے شوہر فرہاد علی تیمور کے ہم شکل ہیں۔ بالکل وہی قد' وہی جسامت' وہی آواز اور وہی لب و لہجہ ہے۔''

سونیا نے بیڈ کے سرے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔'' میرے شوہر ایک عرصے سے لاپتا ہیں۔ میں نے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے ان کی تصویر ایک رسالے میں دیکھی۔ یہ کاروباری دنیا میں بہت مشہور ہیں۔ ان کا نام فرہاد انور شاہ لکھا ہوا تھا۔ میں نے ان سے رابطہ کیا۔ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ یہ میرے شوہر فرہاد علی تیمور ہیں تو پھر اپنا نام فرہاد انور شاہ کیوں ظاہر کر رہے ہیں؟''

''پھر آپ نے کیا معلوم کیا؟''

''یہی کہ یہ لاہور کے ایک بہت بڑے بزنس مین فرہاد انور شاہ ہیں۔ میں مایوس ہو گئی تھی۔ لیکن ان سے برابر رابطہ رہتا تھا۔ کل رات انہوں نے کہا کہ یہ بارہ دری میں جا رہے ہیں۔ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ میں رنگون میں تھی۔ آج دوپہر کی فلائٹ سے یہاں پہنچی ہوں۔ مجھے ان کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں تھا۔ لہٰذا سیدھی بارہ دری میں پہنچی تھی۔ وہاں پتا چلا' کل رات ایک شخص بری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ اسے تین گولیاں لگی تھیں اور اسے اس اسپتال میں پہنچایا گیا ہے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔'' اس طرح میں یہاں پہنچی ہوئی ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ بہت خوش ہوں۔ میں نے کھویا ہوا سرمایہ پالیا ہے۔ یہ خود کو فرہاد علی تیمور کہنے لگے ہیں۔ مگر...! اتنی ساری مسرتوں کے درمیان ذرا الجھن میں ہوں۔ پہلے یقین کرنا چاہتی ہوں' کیا واقعی یہ میرے مجازی خدا ہیں...؟''

سونیا نے اپنے بیان سے انہیں الجھا دیا۔ پولیس آفیسر کے ماتحت نے میرا اور سونیا کا وہ بیان قلمبند کیا۔ ان پر ہمارے دستخط لیے پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔

ابھی میرے لیے یہ کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں تھا کہ میں فرہاد انور شاہ کی شخصیت کو بھول چکا ہوں۔ مجھے تو نئی زندگی ملی تھی۔ اپنی بیوی اور بچوں کو پا کر فی الحال ساری دنیا کو بھول جانا چاہتا تھا۔

ڈاکٹر نے سونیا سے کہا۔'' شاید ان کے عزیزوں کو دوست اور احباب کو معلوم نہیں ہے کہ یہ اس اسپتال میں ایڈمٹ ہیں؟''

سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ڈاکٹر سے کہا۔'' آپ میرے ساتھ آئیں۔ میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

وہ ڈاکٹر کے ساتھ چلتی ہوئی میرے کمرے سے باہر آ گئی۔ ڈاکٹر سے کہنے لگی۔'' میں نے فرہاد انور شاہ کی وائف کو فون پر اطلاع دیدی ہے۔ وہ یہاں آنے والی ہیں۔ میں چاہتی ہوں' وہ تنہائی میں اپنے شوہر کے پاس جائیں اور اس سے باتیں کریں۔ بعد میں ان کی وائف کا بھی بیان لیا جا سکے گا۔''

میں پچھلی رات ساڑھے دس بجے ندا سے رخصت ہو کر بارہ دری کی طرف گیا تھا۔ اب دوسری رات کے گیارہ بجنے والے تھے۔ چوبیس گھنٹے گزر چکے تھے۔ ادھر ندا آج صبح سے پریشان تھی۔ پچھلی رات تو وہ میرا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی۔ صبح اٹھنے کے بعد مجھے نہ پا کر اس نے فون کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا تو اسے ایک ہی آواز سنائی دیتی رہی کہ آپ کے مطلوبہ نمبر سے فی الحال رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔

اس کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ اچانک طبیعت نڈھال سی ہو گئی۔ رہ رہ کر سر چکرانے لگا۔ اس نے فیملی ڈاکٹر سے رجوع کیا۔ لیڈی ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔'' خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ مبارک ہو' تم پھر ایک بار ماں بننے والی ہو۔''

یہ بہت بڑی خوشخبری تھی۔ پہلی بار ماں بنتے بنتے میرے بچے سے محروم ہو گئی تھی۔ اب قدرت اس پر ایسے وقت مہربان ہو رہی تھی' جب میں وہاں نہیں تھا اور ایک بچہ اس کی کوکھ میں دستک دے رہا تھا۔ پہلی بار ایک بچے سے محروم ہوئی تھی۔ اس بار اس کے باپ سے محروم ہو رہی تھی۔

وہ اتنی بڑی خوشی میرے ساتھ شیئر کرنا چاہتی تھی مگر تلاش بسیار کے بعد بھی میری کوئی خبر نہیں مل رہی تھی۔ میں اسے بتا کر نہیں آیا تھا کہ رات کو کہاں جا رہا ہوں؟ اس نے

ہیڈ آفس کے جنرل منیجر سے پریشانی ظاہر کی۔ وہ بے چارہ بھی مجھے ہر اس جگہ تلاش کرنے لگا' جہاں میں کاروبار کے حوالے سے جایا کرتا تھا۔

یہ بات زیادہ پریشان کررہی تھی کہ میں اس سے رابطہ کیوں نہیں کررہا ہوں؟ اتنی طویل خاموشی کیوں اختیار کی ہے؟ آخر اس نے اور جنرل منیجر نے تھک ہار کر رات نو بجے مقامی پولیس اسٹیشن میں میری گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی۔

اس کے ایک گھنٹے بعد ہی سونیا نے فون کے ذریعے ندا سے رابطہ کیا۔ ''ہیلو ندا! میں سونیا بول رہی ہوں۔ تم یقیناً اپنے مجازی خدا کے لیے پریشان ہورہی ہوگی؟ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے' وہ گلبرگ کے ہاسپٹل ہولی کراس میں زخمی پڑے ہیں۔ فوراً وہاں جاؤ۔''

یہ ایسی تشویش میں اور پریشانی میں مبتلا کرنے والی اطلاع تھی کہ اس نے سونیا سے کوئی دوسرا سوال نہیں کیا۔ فون بند کرکے فوراً ہی باہر آئی۔ کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی اسپتال پہنچ گئی۔ کاؤنٹر پر معلوم کیا۔ میں اسپیشل وارڈ کے ایک کمرے میں تھا۔ سونیا مجھے تنہا چھوڑ کر گئی تھی۔ یہ کہہ گئی تھی کہ تھوڑی دیر میں واپس آئے گی۔

ندا کمرے میں داخل ہوئی تو میری حالت دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ میں نے اسے دیکھا مگر سمجھ میں نہیں آیا' وہ کون ہے اور میرے کمرے میں کیوں آئی ہے؟ ادھر وہ مجھے زخموں سے چُور دیکھ کر صدمات سے لرز گئی تھی۔ چیختی ہوئی دوڑتی ہوئی آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے شدید حیرانی سے اسے دیکھا۔ اتنی تو عقل تھی۔ اتنی سی بات سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ مجھ سے دیرینہ وابستگی اور گہرا لگاؤ رکھتی ہے۔ تب ہی اس طرح لپٹ کر رو رہی ہے۔

میں نے کہا۔ ''کون ہو تم! پلیز.... اپنے آپ کو سنبھالو۔ سیدھی ہوکر بیٹھ جاؤ اور مجھے بتاؤ' تم کون ہو؟ میرے لیے کیوں اس طرح رو رہی ہو؟''

میری یہ باتیں سنتے ہی اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ الگ ہوکر مجھے حیرانی سے دیکھنے لگی۔ پہلے تو ذہن میں یہ بات آئی تھی۔ ''کیا میں غلطی سے کسی غیر کے گلے لگ گئی ہوں؟ میرا فرہاد زخمی نہیں تھا۔ وہ صحت مند تھا۔ اچھی حالت میں مجھ سے رخصت ہوا تھا۔''

وہ مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ پہچان رہی تھی۔ دل اور دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے' وہ دھوکا نہیں کھا رہی ہے پھر اس نے میرے ہاتھ کو تھام کر کہا۔ ''آپ کو کیا ہوگیا ہے؟ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں کہ میں کون ہوں اور گلے لگ کر کیوں رو رہی ہوں؟ کیا آپ سے گلے لگنے کا میرا کوئی رشتہ نہیں ہے؟''

میں اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا مگر ایک ذرا یاد نہیں آرہا تھا کہ میں نے اسے کبھی کہیں دیکھا ہے۔ یادداشت کے کسی خانے میں اس کی صورت کی ایک جھلک بھی نہیں تھی۔ جس طرح میں اب سے پہلے سونیا اور اپنے بچوں کو بھلا چکا تھا۔ اب اسی طرح ندا میرے دماغ سے یکسر مٹ گئی تھی۔

اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''آپ...! آپ واقعی مجھے نہیں پہچان رہے یا مذاق کررہے ہیں؟''

''پچھلی رات مجھ پر تین گولیاں چلائی گئی ہیں۔ میں موت سے لڑتا ہوا زندگی کی سانسیں لے رہا ہوں۔ ہاسپٹل میں ہوں۔ کیا ایسی حالت میں تم سے مذاق کروں گا؟ سچ کہہ رہا ہوں اور بڑے افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔ تم بڑے والہانہ انداز میں ملنے آئی ہو۔ بڑی شدت سے اپنی محبت کا اظہار کررہی ہو لیکن میں تمہیں پہچان نہیں پا رہا ہوں۔''

اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو اس طرح ڈھانپ لیا کہ صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ صدمات کی شدت سے اس کے اندر زلزلے پیدا ہورہے ہیں۔ وہ بری طرح ٹوٹ رہی ہے... بکھر رہی ہے۔ اگر اسے محبت سے سہارا نہ ملا تو ایک دم سے بیٹھے بیٹھے گر پڑے گی اور زندگی ہار جائے گی۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ ایسے وقت مجھے کیا کرنا چاہیے کس طرح دلجوئی کروں کہ اس کے صدمات کچھ کم ہو جائیں؟ اگرچہ وہ مکمل طور پر اجنبی سی لگ رہی تھی مگر اس کے لیے دل میں ہمدردی پیدا ہورہی تھی۔

اس نے بڑے دکھ سے کہا۔ ''میں نے کل رات آپ سے کچھ کہا تھا....''

میں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ بولی۔ ''کل دوپہر میری آنکھ لگ گئی تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ آپ سونیا اور اس کے بچوں کے ساتھ تھے۔ میں سامنے آئی تو آپ نے مجھے پہچاننے سے انکار کردیا۔ اب دیکھ رہے ہیں' یہی ہورہا ہے۔ وہ خواب میں نے آگہی کے طور پر دیکھا تھا۔ یا خدا...! یہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ آج معلوم ہورہا ہے' خواب اتنے سچے بھی ہوسکتے ہیں۔''

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کے رونے کے انداز سے مجھے تکلیف پہنچ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''بندے مایوس کرتے ہیں۔ خدا کبھی مایوس نہیں کرتا۔ تمہیں حوصلہ رکھنا

چاہیے۔ میں یہ بات سمجھ رہا ہوں' میرے ساتھ کچھ گڑبڑ ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر اور پولیس آفیسر نے یہ مان لیا ہے کہ میری یادداشت گم ہوچکی ہے اور میں فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے خود کو بھول چکا ہوں۔''

میری باتیں سن کر اس نے ایک ذرا حوصلے سے مجھے دیکھا۔ یہ بات اسے دلاسے دے رہی تھی کہ میں ہرجائی نہیں ہوں۔ اس سے بے وفائی نہیں کررہا ہوں۔ بلکہ قدرتی حالات نے مجھے مجبور کردیا ہے۔ پہلے میں اس کے شوہر کی حیثیت سے کہا کرتا تھا کہ شاید اپنی پچھلی زندگی بھول گیا ہوں۔ اب بھی یہی کہہ رہا تھا' میری یادداشت گم ہوچکی ہے اور میں اسے یکسر بھلا چکا ہوں۔

اس نے مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا واقعی آپ پچھلی زندگی بھول چکے تھے اور اب وہ زندگی یاد آگئی ہے؟ خود کو کسی دوسری حیثیت سے پہچاننے لگے ہیں؟''

میں نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''مجھے بچپن سے لے کر اب تک کی پوری زندگی یاد آگئی ہے۔ میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ میری دو بیویاں ہیں۔ ایک کا نام آمنہ اور دوسری کا نام سونیا ہے.... آمنہ سے میرے دو بیٹے پارس اور پورس ہیں۔ سونیا سے ایک بیٹی عالی اور ایک بیٹا کبریا ہے۔ میری پوتی کا نام انوشے اور پوتے کا نام عدنان ہے۔''

یہ باتیں سنتے ہی اس کے حلق سے ایک دردناک کراہ نکلی۔ وہ پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کیونکہ میں اپنے ان بچوں کو یاد کررہا تھا اور وہ یہ خوشخبری نہیں سنا پا رہی تھی کہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔

اس پر قیامت گزر رہی تھی۔ وہ شوہر کے جیتے جی ایک بیوی کی حیثیت سے اپنی شناخت کھو رہی تھی۔ دوسرا المیہ یہ تھا کہ اسے ایک ماں کی حیثیت سے فخر کرنے کی سعادت نصیب نہیں ہورہی تھی۔ وہ ساری دنیا سے کہہ سکتی تھی کہ فرہاد انور شاہ کے بچے کی ماں بننے والی ہے لیکن بچے کا باپ اس اولاد کو کیا پہچانتا' جس کی ماں کو بھلا رہا تھا۔

وہ رو رہی تھی۔ خود ہی آنسو پونچھ رہی تھی۔ اپنا آنچل بھگو رہی تھی۔ اسی وقت سونیا کمرے میں آئی۔ ندا اسے دیکھتے ہی بستر کے سرے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ سونیا سے بولی۔ ''آپ تو شاید کسی دوسرے ملک میں تھیں۔ میں ایک ہی شہر میں رہ کر اپنے شوہر سے بے خبر رہی اور آپ باخبر تھیں۔ یہ اس بری طرح زخمی کیسے ہوگئے؟''

سونیا نے اس سے وہی باتیں کہیں' جو پولیس آفیسر سے کہہ چکی تھی۔ وہ پریشان ہوکر بولی۔ ''کچھ معلوم تو ہونا چاہیے' کن دشمنوں نے ان کی جان لینے کی کوشش کی تھی؟''

''جنہوں نے کوشش کی تھی۔ وہ تعداد میں چار تھے۔ میں نہیں جانتی' وہاں بارہ دری میں کیا ہوا تھا؟ مگر فرہاد کی سلامتی کہہ رہی ہے' انہوں نے بڑی جی داری سے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور ان چاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن ہوش میں آنے کے بعد یہ بھول گئے ہیں کہ ان کے ساتھ کیا کچھ ہوچکا ہے؟''

ندا نے کہا۔ ''یہ خود کو فرہاد علی تیمور کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ مانتی ہیں' یہ آپ کے شوہر ہیں؟''

''قدرت منوا رہی ہے اور میں مان رہی ہوں۔ یہ اپنے ماضی کی' میری زندگی کی' میرے بچوں کی ایک ایک بات مجھے بتا چکے ہیں۔ یہ ثابت کرچکے ہیں کہ یہی میرے شوہر فرہاد علی تیمور ہیں۔''

ندا نے بڑے دکھ سے' بڑی مایوسی سے مجھے دیکھا۔ سونیا نے کہا۔ ''تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اگر یہ مجھے پہچان رہے ہیں اور تمہیں بھول رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ان کی شریکِ حیات نہیں ہو۔ تمہارا اور فرہاد کا رشتہ آخری سانسوں تک نہیں ٹوٹے گا۔''

اس نے احسان مندی سے سونیا کو دیکھا۔ وہ بولی۔ ''میں جلنے کڑھنے والی سوکن نہیں ہوں۔ تمہارے حقوق تم سے چھیننے کی حماقت نہیں کروں گی۔ یہ پوری طرح صحت یاب ہونے کے بعد پاکستان میں یا کسی بھی ملک میں رہیں گے تو تم ان کے ساتھ رہو گی۔''

ندا نے آگے بڑھ کر سونیا کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ کی باتوں سے بہت حوصلہ مل رہا ہے۔ میں چاہوں گی' یہ مجھے پہلے کی طرح پہچاننے لگیں۔ مجھے قبول کریں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں مرجاؤں گی۔ ان کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔''

ایسا کہتے کہتے وہ پھر رونے لگی۔ سونیا نے اسے گلے لگا کر تھپکتے ہوئے کہا۔ ''یہ تمہیں پہچانیں گے۔ ضرور پہچانیں گے۔ بس ذرا صبر و تحمل سے کام لو۔''

وہ ندا کو میرے بیڈ کے پاس لاکر اس کے سرے پر بٹھاتے ہوئے بولی۔ ''یہاں بیٹھو۔''

پھر وہ مجھ سے بولی۔ ''جس طرح تم ہمیں بھول گئے تھے۔ اسی طرح اب ندا کو بھول رہے ہو۔ یہ کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ ہم یاد دلائیں گے اور تم یاد کرو گے تو سب کچھ

یاد آ جائے گا۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تم چاہتی ہو' میں خود کو فرہاد انور شاہ بھی تسلیم کرلوں؟''

''کرنا ہوگا۔ اس ملک میں اور ملک سے باہر تمہارا کروڑوں کا بزنس پھیلا ہوا ہے۔ ندا نے بڑی ذہانت سے اپنی ذمہ داریاں سنبھالی ہیں۔ اگر تم نے خود کو فرہاد انور شاہ تسلیم نہ کیا تو یہ کاروبار قانونی طور پر تمہارا نہیں رہے گا۔ تمہاری شریکِ حیات ندا بھی اتنے بڑے کاروبار سے' کروڑوں کے بینک بیلنس اور جائداد سے محروم ہوجائے گی۔ میں تمہیں ایسی غلطی نہیں کرنے دوں گی۔''

سونیا چاہتی تھی' آئندہ میں کاروبار سے دلچسپی رکھوں یا نہ رکھوں۔ مگر ندا اسے جاری رکھے اور میرا سب کچھ ندا کے نام ہو جائے۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو ہماری تمام دولت اور جائداد محکمۂ اوقاف میں چلی جائے گی۔ اس ملک میں یہ محکمہ برائے نام فلاح و بہبود کے کام کرتا ہے۔ ورنہ یہاں کے بددیانت سیاستدان اور نااہل حکمران جس طرح قومی خزانے کو خالی کردیتے ہیں۔ اسی طرح محکمۂ اوقاف میں آنے والی دولت کو بھی عیاشیوں میں اڑا دیتے ہیں۔

سونیا ایسی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں ذہنی کمزوری کے باعث سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں تھا۔ مگر وہ بڑی ذہانت سے سوچ رہی تھی۔ ہمیں مستقبل میں جو کرنا تھا' اس کی بھرپور پلاننگ کررہی تھی۔

☆☆☆

برین ماسٹر نے مجھے اپنا تابعدار بنانے کے سلسلے میں بھرپور کوششیں کی تھیں۔ حالات اس کے موافق تھے۔ میں اسے ترنوالہ دکھائی دے رہا تھا۔ میرے حالات اسے یقین دلا رہے تھے کہ وہ مجھے چبائے بغیر نگل سکے گا۔

پہلے اس نے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس طرح یہ سمجھ گیا کہ میں واقعی فرہاد علی تیمور ہوں۔ مجھ پر اعصابی کمزوری کی دوا تو کیا زہر بھی اثر نہیں کرتا ہے۔ آئندہ وہ بہت محتاط رہ کر خوب سوچ سمجھ کر مجھے ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔

تقریباً دو ماہ تک بڑی خاموشی سے بڑی رازداری سے اپنی تدابیر پر عمل کرتا رہا۔ اس نے لاہور میں چار ضرورت مند غنڈوں اور قاتلوں کو اپنا آلہ کار بنایا۔ انہیں ایک لاکھ روپے دیے۔ مزید رقم کا لالچ بھی دیا اور خیال خوانی کے ذریعے انہیں ٹریننگ دیتا رہا کہ کس طرح مجھے ٹریپ کرنا ہے؟ یہ اچھی طرح ذہن نشین کرایا کہ مجھے ہلاک نہیں کرنا ہے صرف زخمی کرنا ہے۔

ان دنوں ایک بابا صاحب کا بہت چرچا تھا۔ ان کے بے شمار عقیدت مند پیدا ہوتے جارہے تھے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بابا صاحب کو بھی ٹریپ کیا۔ ان کی کرامات دکھا کر مجھے متاثر کیا۔ اس بات پر قائل کیا کہ بابا صاحب کی پیش گوئی پر بھروسا کرتے ہوئے مجھے آدھی رات کے بعد بارہ دری میں جانا چاہیے۔

اِدھر اس نے بابا صاحب کے دماغ پر قبضہ جما کر انہیں اپنے چار آلہ کاروں کے حوالے کیا۔ وہ انہیں لے کر بارہ دری میں آگئے تھے۔ ان کی پیش گوئی کے مطابق کسی پودے میں چنبیلی کا پھول نہیں تھا۔ اس کے آلہ کاروں نے ایک کاغذ کا پھول پودے میں لگا دیا تھا۔

بابا صاحب کی روحانی قوت ایسی تھی کہ وہ عبادت میں مصروف ہوتے تھے تو برین ماسٹر کی خیال خوانی کی گرفت سے نکل جاتے تھے۔ ایسے وقت اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے تھے۔ ''یا اللہ تعالیٰ! مجھے اس شیطان پر قابو پانے کی توفیق عطا فرمایا اس کے شر سے نجات حاصل کرنے کا کوئی راستہ دکھا...''

ایسے وقت وہ سمجھتے تھے' انہوں نے مجھے گمراہ کیا ہے اور خواہ مخواہ آدھی رات کو بارہ دری کی طرف جانے پر مائل کیا ہے۔

وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتے تھے۔ خیال خوانی کے ذریعے مجھے وہاں جانے سے روک نہیں سکتے تھے۔ لہٰذا جب غنڈے انہیں وہاں لے جانے لگے تو وہ راضی خوشی ان کے ساتھ بارہ دری میں آگئے۔ ان کا خیال تھا' وہ اللہ تعالیٰ کی رضا سے اور اپنی کرامات سے مجھے اس نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بچالیں گے۔

مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا۔ میرے مقدر میں لکھ دیا گیا تھا کہ اپنے لہو میں ڈوبنا ہے۔ اس کے بعد ہی میرا گمشدہ ماضی مجھ پر روشن ہوسکے گا۔ جب میں اپنی کار میں بارہ دری کے سامنے پہنچا۔ تب ان غنڈوں نے بابا صاحب کو ہلاک کردیا۔ نیم تاریکی میں درخت کے پیچھے رہ کر ان کی لاش میرے آگے پھینک دی۔

برین ماسٹر جانتا تھا' مجھے قابو میں کرنا آسان نہیں ہوگا۔ لیکن یہ یقین تھا کہ میں اس کے ہتھے نہ چڑھا تب بھی وہ مجھے زخمی کرکے میرے دماغ میں جگہ بنالے گا۔

وہ یہ بھی جانتا تھا کہ سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے میری مدد کرنے کے لیے وہاں آسکتے ہیں۔ لیکن مجھے اس کی

عداوت سے بچا نہیں سکیں گے۔ نتیجہ وہی ہوگا' جواب سے پہلے ٹف گائی اور وائس مین کے ساتھ ہوتا رہا تھا۔

برین ماسٹر نے انہیں اچھی طرح ٹریپ کیا تھا۔ لیکن تنویمی عمل کے بعد اپنا تابعدار بنانے میں ناکام رہا تھا۔ اسی طرح اس نے سوچا' سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی میرے دماغ میں رہ کر مجھے اس کی عداوت سے بچا نہیں پائیں گے۔ نہ ہی میرے دماغ کو لاک کر کے اسے بھگا سکیں گے۔

یعنی وہ مجھے تابعدار بنانے میں ناکام رہتا۔ تب بھی کامیابی اس طرح حاصل ہوتی کہ وہ میرے اندر وقتاً فوقتاً زلزلے پیدا کر کے دماغی طور پر مجھے کمزور بناتا رہتا اور میرے محافظ ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے ایسا کرنے سے کبھی روک نہ پاتے۔

مختصر یہ کہ وہ ہمیشہ میرے لیے دردسر بنا رہتا۔ اپنے منصوبے کے مطابق اس حد تک کامیاب ہوگیا تھا کہ اسے میرے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ میں تیسری گولی کھانے کے بعد بے ہوش ہوگیا تھا۔ میرا دماغ ہر طرح کی سوچ سے خالی ہوگیا تھا۔ اس قدر بے حس ہوگیا تھا کہ پرائی سوچ کی لہروں کو بھی قبول نہیں کر رہا تھا۔

ایسی حالت میں برین ماسٹر نے سوچا' وہ میرے اندر آتا جاتا رہے گا۔ جب میں ہوش میں آؤں گا تو وہ میرے دماغ میں آ کر مجھ پر حاوی ہوتا رہے گا۔

لیکن میری آواز اور میرے لب و لہجے کو اچھی طرح گرفت میں لینے کے باوجود اس کی سوچ کی لہریں مجھ تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ وہ سوچنے لگا۔ ''کیا فرہاد بارہ پادری میں بے ہوش ہونے کے بعد پھر ہوش میں نہیں آیا ہے؟ کیا وہ مر چکا ہے؟''

وہ صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے سونیا سے رابطہ نہیں کر سکتا تھا۔ تقریباً دو ماہ پہلے اس نے ندا کو اپنی آلہ کار بنایا تھا۔ اس کے اندر رہ کر میرے متعلق معلومات حاصل کرتا تھا۔ اب یہ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوگیا تھا کہ میں زندہ ہوں یا مر چکا ہوں؟

اس نے ندا کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ معلومات حاصل کرنے کے لیے ندا کا دماغ بھی نہیں مل رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اسے میرا اور ندا کا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟

اس نے تھک ہار کر الپا سے رابطہ کیا۔ خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''میں برین ماسٹر بول رہا ہوں۔''

الپا نے پوچھا۔ ''کتا بھونکنے آیا ہے یا دُم ہلانے.....؟''

وہ بولا۔ ''جواباً میں بھی گالیاں دے سکتا ہوں۔''

''اس سے پہلے ہی میں تم پر تھوک کر سانس روک کر بھگا دوں گی۔ بہتر ہے' اپنی سانسیں گنتے رہو۔ کسی وقت بھی یہ تمہارا ساتھ چھوڑ سکتی ہیں۔ تم تڑپ تڑپ کر بہت ہی عبرت ناک موت مرنے والے ہو۔''

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر جھنجلانے لگا۔ یہ تجسس بڑھتا جا رہا تھا کہ مجھے کس طرح پردۂ راز میں رکھا گیا ہے؟ خیال خوانی کی لہریں مجھے ڈھونڈ نہیں پا رہی تھیں۔ آئندہ وہ ہمارے کسی بھی خیال خوانی کرنے والے سے رابطہ کر کے میرے متعلق ایک ذرا سی بھی معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ ایسے وقت اس کا داماد بے باک مومن کام آ سکتا تھا۔ وہ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا تھا۔ وہ میرا اور سونیا کا جانثار بیٹا تھا۔ ہمیں دل و جان سے چاہتا تھا۔ لیکن تنویمی عمل کے باعث مجبور ہوگیا تھا۔

اس نے برین ماسٹر کی مرضی کے مطابق خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس وقت الپا سونیا سے کہہ رہی تھی۔ ''ابھی تھوڑی دیر پہلے برین ماسٹر میرے پاس آیا تھا۔ میں نے اسے ذلیل کر کے بھگا دیا ہے۔ وہ یقیناً اس تجسس میں مبتلا ہے کہ ہمارے پاپا کہاں ہیں؟''

سونیا نے کہا۔ ''صرف بھگانے سے کام نہیں چلے گا۔ اس نے تمہارے پاپا کو مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اسے جلد سے جلد بہت ہی برے اور عبرتناک انجام تک پہنچانا ہوگا۔ فرمان اور ٹونی جے بڑی تندہی سے اسے تلاش کر رہے ہیں۔ تم بھی اس کے پیچھے پڑ جاؤ۔ وہ کم بخت پاتال میں بھی چھپا ہو تو وہیں اس کی قبر بنا دو۔''

برین ماسٹر اپنے معمول اور تابعدار بے باک مومن کے ذریعے سونیا اور الپا کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ اتنی بڑی دنیا میں صرف سونیا سے ڈرتا تھا۔ اس سے دور بھاگتا تھا۔ اس وقت یہ باتیں سن کر سہم گیا۔ یہ جانتا تھا' جب سونیا اسے تلاش کر رہی ہے تو ضرور کسی نہ کسی چونکا دینے والے انداز میں اس کی شہ رگ تک پہنچ جائے گی۔ وہ ایسی بلا تھی کہ سب ہی اس سے خوفزدہ رہتے تھے۔

وہ بے باک مومن کے ذریعے میری اور سونیا کی مصروفیات کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ بے باک نے اس کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''السلام علیکم مما! میں بے باک مومن بول رہا ہوں۔''

سونیا نے کہا۔ ''اچھے وقت پر آئے ہو۔ یہ بتاؤ' تمہارا وہ خبیث سسر کہاں ہے؟ کیا اس کے متعلق کچھ جانتے ہو؟''

''سوری مما! آپ تو جانتی ہیں۔ اس کمبخت کو روپوش رہ کر پُراسرار بن کر زندگی گزارنے کی عادت ہے۔ وہ مجھے تو کیا اپنی بیٹی کو بھی اپنی کسی خفیہ رہائش گاہ کے متعلق کچھ نہیں بتاتا ہے۔''

الپا نے سوچا۔ ''جو شخص ہمارے پاپا کو اپنا تابعدار بنانے کی جرأت کر سکتا ہے' وہ اپنے داماد کو کب بخشے گا؟ بے باک کو بھی ٹریپ کرنے کی کوششیں کرتا ہوگا۔ اپنے شیطانی دماغ سے سوچتا ہوگا کہ اس کے ذریعے ہمارے اندر پہنچ کر بہت سی معلومات حاصل کر سکتا ہے۔''

اس مکار کے متعلق ایسی ہی رائے قائم کی جا سکتی تھی۔ الپا کے ذہن میں یہ بات آئی تو وہ چپ چاپ بے باک کے اندر پہنچ گئی۔ وہاں پہنچتے ہی یقین ہوگیا کہ اس کے اندر کوئی وجود ہے۔ اگر وہاں کوئی نہ ہوتا تو بے باک پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔

وہ سونیا سے بولی۔ ''مما! آپ بے باک مومن سے ہماری موجودہ مصروفیات کے متعلق کوئی بات نہ کریں۔''

سونیا نے کہا۔ ''یہ میرا جانثار بیٹا ہے۔ میں اس پر اندھا اعتماد کرتی ہوں۔ کیا تمہیں اس پر کسی طرح کا شبہ ہے؟''

وہ بولی۔ ''ہم سب بے باک مومن کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ جان دے دے گا۔ مگر کبھی ہمارے اعتماد کو دھوکا نہیں دے گا۔ لیکن ہمیں چند پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس پر شبہ کرنا چاہیے۔''

''جن پہلوؤں سے شبہ کر رہی ہو۔ ان کی وضاحت کرو۔''

الپا نے کہا۔ ''ایک تو یہ کہ بے باک بابا صاحب کے ادارے سے باہر آنے کے بعد آزادی سے اپنا کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے۔ تمام دشمن اکابرین اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی تاک میں رہتے ہوں گے پھر یہ کہ برین ماسٹر کا داماد ہے۔ جو شخص ہمارے پاپا کو ٹریپ کرنے کے لیے ان پر گولیاں چلا سکتا ہے۔ انہیں زخمی کر سکتا ہے تو کیا اپنے داماد کو ٹریپ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا؟''

بے باک نے فوراً ہی برین ماسٹر کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''سسٹر! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم مجھ پر شبہ نہ کرو۔ میں بہت محتاط رہتا ہوں۔ اس خبیث سسر کو اپنے قریب پھٹکنے بھی نہیں دیتا۔''

الپا نے کہا۔ ''کیا تم ہمارے پاپا سے زیادہ تجربہ کار ہو؟ ان سے زیادہ محتاط رہنے کے عادی ہو؟ کیا تمہیں خبر ہے' برین ماسٹر نے پاپا کو ٹریپ کرنے کے لیے کیسی شیطانی چالیں چلی تھیں؟ اگر نہیں جانتے تو خواہ مخواہ محتاط رہنے کا دعویٰ نہ کرو۔ وہ تمہیں داماد بنانے سے پہلے بھی تمہارا بدترین دشمن تھا۔ آج بھی دشمنی کر سکتا ہے۔ ذرا سی غفلت سے فائدہ اٹھا کر تمہیں اپنے زیرِ اثر لا سکتا ہے۔ پہلے ہم اطمینان حاصل کریں گے کہ تم اس کے زیرِ اثر نہیں ہو۔ جب یقین ہو جائے گا۔ تب تم پر بھروسا کریں گے۔''

پھر وہ سونیا سے بولی۔ ''مما! آپ بے باک سے پیار و محبت کی باتیں کریں۔ مگر ہمارے اہم معاملات پر گفتگو نہ کریں۔''

سونیا نے بے باک سے کہا۔ ''بیٹے! اس وقت جاؤ۔ میں پھر کسی وقت تم سے باتیں کروں گی۔''

الپا نے کہا۔ ''مما! میں بھی جا رہی ہوں۔ آپ تھوڑی دیر تک تنہا رہیں۔ کسی کو اپنے اندر آنے کی اجازت نہ دیں۔ کوئی چپ چاپ آنا چاہے گا تو آپ اس کی سوچ کی لہروں کو

محسوس کرلیں گی۔ ہمیں مختلف پہلوؤں سے بے باک مومن کو آزمانا چاہیے۔''

برین ماسٹر ذرا مایوس ہوگیا تھا۔ بے باک مومن سونیا کے پاس سے چلا آیا۔ الپا نے بھی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوکر فون کے ذریعے سونیا کو مخاطب کیا۔ ''میں الپا بول رہی ہوں۔ اس وقت آپ کا دماغ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خالی ہے۔ ذرا سی بھی سوچ کی لہریں محسوس ہوں تو میرا یہ فون فوراً بند کردیں تاکہ کوئی ہماری باتیں نہ سن سکے۔''

''کیا تم کوئی اہم بات کرنا چاہتی ہو؟''

''جی ہاں۔ بے باک مومن کسی کے زیرِ اثر آ چکا ہے۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا واقعی؟''

''جی ہاں۔ جس وقت وہ آپ کے اندر آ کر بول رہا تھا۔ اس وقت میں چپ چاپ اس کے اندر پہنچی تو اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ کوئی اس کے اندر رہ کر آپ کی باتیں سن رہا تھا۔''

''اوہ گاڈ! پھر تو وہی شیطان برین ماسٹر ہوگا۔ میرے بیٹے بے باک کو ٹریپ کر چکا ہے۔ اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہے۔''

''ایسی حالت میں ہم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر اور برین ماسٹر پر شبہ کر سکتے ہیں لیکن موجودہ حالات بتا رہے ہیں' اس کم بخت نے ہی اپنے داماد کو غلام بنالیا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''ابھی اس کی اس حرکت سے انجان بن کر رہو اور چپ چاپ بے باک مومن کو اس کے تنویمی عمل سے نجات دلانے کی کوششیں کرو۔''

وہ تھوڑی دیر ناگواری سے سوچتی رہی پھر بولی۔ ''ہماری دنیا میں کیسے کیسے احسان فراموش رہتے ہیں؟ میں نے برین ماسٹر کو اس وقت اکابرین سے اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بچایا تھا' جب وہ ان کے شکنجے میں آنے والا تھا۔ دشمن اس کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ گئے تھے۔ مگر ہم نے اسے مکھن کے بال کی طرح نکال کر بہ حفاظت دوسری جگہ پہنچادیا تھا۔''

الپا نے کہا۔ ''صرف اتنا ہی نہیں... میں نے اور جوزف ہارڈی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا تاکہ کوئی دشمن اس کے اندر نہ پہنچ پائے۔ اگر ہم چاہتے تو آئندہ بھی اسے اپنا تابعدار بنا کر رکھ سکتے تھے۔ وہ آج بھی ہمارا غلام بنا رہتا۔''

سونیا نے کہا۔ ''اس کی کمینگی نے سمجھا دیا ہے' جو احسان فراموش ہوتے ہیں وہ ہمیشہ کتے کی دُم کی طر ٹیڑھے رہتے ہیں۔ کبھی سیدھے نہیں ہوتے اور نہ ہی ہم ان سے کبھی ہمدردی کرنی چاہیے۔''

الپا نے سونیا کے مشورے کے مطابق فرمان اور ٹو جے سے رابطہ کیا۔ ان سے کہا۔ ''برین ماسٹر تجسس میں ا تشویش میں مبتلا ہے۔ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ ہمارے کہاں روپوش ہو گئے ہیں؟ تم یقیناً اس بد بخت کو تلا کررہے ہوگے؟''

ٹونی جے نے کہا۔ ''ہم نے تو اپنی ساری توجہ اس د پر مرکوز کردی ہے۔ جونہی راستہ اس کی طرف لے جا سکتا اس پر چل پڑتے ہیں۔''

فرمان نے کہا۔ ''ایک اہم ذریعہ بے باک مومن آج کل وہ لندن میں اس کی بیٹی اینا کے ساتھ ہے۔ ہم ا پر توجہ دے رہے ہیں۔''

''تم واقعی بڑی ذہانت سے صحیح سمت جا رہے ہو۔ ا میں یہی کہنے آئی ہوں' بے باک مومن کسی ٹیلی پیتھی جا والے کے زیرِ اثر آ چکا ہے۔ مگر اس بات سے بے خبر ہے ہمیں شبہ ہے' برین ماسٹر نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا ہے۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''یقیناً اسی نے ایسا کیا ہوگا۔''

الپا نے کہا۔ ''ابھی ہم نے بے باک مومن پر یہ ظا نہیں کیا ہے کہ اس پر شبہ کررہے ہیں۔ جس نے بھی ا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ اسے خوش فہمی میں مبتلا ر چاہیے۔'' فرمان نے کہا۔ ''ہم اس کی اس حرکت سے انجا بن کر رہیں گے۔ بڑی رازداری سے کام کریں گے اور بے باک مومن کو اس کے تنویمی عمل سے نجات دلائیں گے۔''

اُدھر برین ماسٹر کے راستے میں رکاوٹ پیدا ہو تھی۔ الپا نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ جو شخص اس کے پا تابعدار بنانے کی سازشیں کرسکتا ہے۔ وہ اپنے داماد کو نہیں بخشے گا۔ شاید اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہے سونیا نے کہا تھا' جب تک یہ شبہ دور نہیں ہوگا' تب تک بے باک مومن کو اپنے اہم معاملات سے دور رکھا جائے گا۔ ا کسی معاملے میں شریک نہیں کیا جائے گا۔

برین ماسٹر کو بے باک سے بڑی امیدیں وا تھیں۔ سونیا اسے بیٹے کی طرح چاہتی تھی۔ بے باک کو ا خطرناک عورت کا اعتماد حاصل تھا۔ برین ماسٹر اس اعتماد بنیاد پر صحیح معلومات حاصل کرسکتا تھا کہ مجھے کس طرح کہاں گم کردیا گیا ہے؟

مگر اُس کا یہ اہم آلہ کار بھی کمزور پڑ گیا تھا۔ میری روپوشی یا گمشدگی اسے طرح طرح کے اندیشوں میں مبتلا کررہی تھی۔ سونیا تو اُسے چھوڑنے والی نہیں تھی۔ میری طرف سے بھی یہ اندیشہ تھا اگر میں زندہ ہوں تو اپنے زخم بھرنے کا انتظار کررہا ہوں۔ اُس کے بعد بہت بُری طرح اس سے انتقام لوں گا۔

موجودہ حالات میں بے باک مومن اس کے کام نہیں آ سکتا تھا۔ لہٰذا وہ اس کی طرف سے غافل ہوگیا۔ یہ سوچنے لگا۔ آئندہ جن اکابرین کے دماغوں میں پہنچ سکتا ہے' اُن کے ذریعے میرے بارے میں اہم معلومات حاصل کرے گا۔

اُس نے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اُس افسر نے فون کے ذریعے سونیا سے رابطہ کرنے کے بعد پوچھا۔ ''کیا آپ ہمیں بتا سکیں گی' مسٹر فرہاد علی تیمور کہاں ہیں؟''

سونیا نے پوچھا۔ ''ایک طویل عرصے کے بعد فرہاد کے متعلق کیوں سوال کیا جارہا ہے؟''

اس افسر نے برین ماسٹر کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دو بار میرے اندر آ چکا ہے۔ مجھ سے معلوم کرنا چاہتا ہے' ہمارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف امریکا میں ہی رہتے ہیں یا انہوں نے دوسرے ممالک میں بھی رہائش اختیار کی ہے۔ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ میں اپنے اُن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پتے ٹھکانے سے واقف ہوں یا نہیں...؟''

سونیا نے پوچھا۔ ''یعنی وہ تمہارے ذریعے اُن امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچنا چاہتا ہے؟''

''ہاں یہی بات ہے۔''

''اور تمہارا خیال ہے' وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد ہے؟''

''ہاں... کیا ہمیں مسٹر فرہاد پر شبہ نہیں کرنا چاہیے؟''

''ضرور کرنا چاہیے' بلکہ دن رات شبہ کرتے رہو۔ ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔''

''پلیز میڈم! ہم مسٹر فرہاد سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

''تو پھر مجھ سے کیوں باتیں کررہے ہو۔ اُس سے رابطہ کرو۔ اگر اُس کا کوئی پتا ٹھکانا' یا فون نمبر معلوم ہوجائے تو مجھے بھی بتانا۔ میں بھی جاننا چاہتی ہوں کہ وہ اس دنیا میں ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کہاں ہے؟''

سونیا نے رابطہ ختم کردیا۔ برین ماسٹر جھنجلانے لگا۔ کسی بھی ہتھکنڈے سے میرے متعلق اُسے کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ مگر وہ مایوس ہونا نہیں جانتا تھا۔ مجھے ڈھونڈ نکالنے کے لیے بہت دور تک پہنچنے والا تھا۔ سوچ رہا تھا' کسی طرح گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرے۔

اسے یہ تدبیر سوجھ رہی تھی کہ گریٹ ایشورارا کو پھر سے اس دنیا میں آ کر حکومت کرنے کا لالچ دیا جائے۔ اس سے کسی طرح کا سمجھوتا کیا جائے۔ یقین دلایا جائے کہ وہ اپنی حکومت یہاں قائم کرسکے گا' اگر اسے گریٹ ایشورارا کا اعتماد حاصل ہو جائے گا تو دو طرح کے فائدے حاصل ہوسکیں گے۔

ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ وہ اُس سے پھر ایک بار غیر معمولی مشین حاصل کرسکے گا۔ وہ مشین مجھے ڈھونڈنے اور سونیا کی مصروفیات معلوم کرنے کے سلسلے میں بہت کام آ سکتی تھی۔

دوسرا فائدہ یہ ہوتا کہ وہ ہمارے مقابلے میں بالکل تنہا نہ رہتا۔ سیارے والوں کی سائنس و ٹیکنالوجی اور ان کی ٹیلی پیتھی کی قوتیں اُس کی پشت پر ہوتیں۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ''بلاسے میں گریٹ ایشورارا کے زیرِ اثر آ جاؤں مگر یہ ذہنی سکون تو حاصل ہوگا کہ میں تہارہ کر فرہاد کے ہاتھوں مارا نہیں جاؤں گا۔ اس کے اور سونیا کے مقابلے میں کسی طرح کم تر نہیں رہوں گا۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا رہوں گا۔''

فی الحال یہ محض خیالی اُڑان تھی۔ گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اُس کی غیر معمولی مشینیں اس دنیا میں ناکارہ ہوچکی تھیں۔ جو کیونیکیٹنگ مشینیں تھیں' وہ بھی رفتہ رفتہ بے کار ہوچکی تھیں۔ بس ایک اُمید تھی کہ گریٹ ایشورارا پھر پلٹ کر آئے گا تو اُس سے رابطہ کرنے کی کوئی صورت نکل آئے گی۔

لندن میں برین ماسٹر کی بیوی مونیکا اور اس کا بیٹا جارج رچ مین رہتے تھے۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہے تھے۔ بے باک مومن' اینا کے ساتھ اُس بنگلے میں رہنے لگا تھا۔ یہ بات فرمان اور ٹونی جے جانتے تھے۔ وہ بے باک مومن کو ٹریپ کرنے اور اسے برین ماسٹر کے شکنجے سے نکالنے کے لیے اُس شہر میں آ گئے..... اُدھر وہ بے باک مومن کو اپنے زیرِ اثر لاکر مطمئن ہوگیا تھا۔ اُس کے دماغ کو ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعے لاک کرکے بظاہر آزاد چھوڑ دیا تھا۔ ہم فون کے یا خیال خوانی کے ذریعے اُس سے

رابطہ کرتے تو کبھی یہ معلوم نہ کر پاتے کہ اُس کم بخت سُسر نے اپنے داماد کو غلام بنا رکھا ہے۔

یہ اطمینان حاصل کرنے کے بعد اُس نے بے باک مومن کو اور اپنی بیٹی اینا کو گھومنے پھرنے کی آزادی دے دی تھی اور اُن کی طرف سے فی الحال غافل ہو گیا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ بے باک مومن کو ہمارے خلاف استعمال کرے گا تو بھید کھل جائے گا۔ لہٰذا وہ دوسرے ذرائع سے میرے متعلق معلومات حاصل کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔

اینا اس حقیقت سے بے خبر تھی کہ اُس کے باپ نے بیٹی اور داماد دونوں کو ہی اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا ہے۔ اس کم بخت نے اُن دونوں کو بڑی مہلک دوا کے ذریعے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ بے باک مومن غیر معمولی قوتِ برداشت کا حامل تھا' لہٰذا اس نے اُس دوا کو برداشت کر لیا تھا۔ لیکن اینا موت کے منہ میں پہنچ گئی تھی۔ ڈاکٹروں نے بڑی مشکل سے اس کی جان بچائی تھی۔

اگر وہ بیٹی مر جاتی تو باپ کو ایک ذرا افسوس نہ ہوتا' وہ بے باک کو اپنا تابعدار بنا کر خوش رہتا۔ اینا اپنے باپ کے اس کمینے پن سے بے خبر تھی' اب بھی اسے دل و جان سے چاہتی تھی۔

برین ماسٹر نے بے باک کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ اہم ضرورت کے وقت وہ خیال خوانی کے ذریعے اُس سے رابطہ کر سکتا ہے۔ ورنہ عام حالات میں وہ اپنے سُسر کو پہلے کی طرح نظر انداز کرتا رہے گا۔

یہ ہم سب ہی جانتے تھے' وہ برین ماسٹر سے نفرت کرتا ہے۔ صرف اینا کی خاطر ایک داماد کا رشتہ نبھا رہا ہے۔ سونیا اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے دھوکا کھاتے رہتے کہ وہ اب بھی برین ماسٹر سے نفرت کرتا ہے۔

لیکن الپا نے بڑی چالاکی سے یہ بھید معلوم کر لیا تھا۔ فرمان اور ٹونی جے کو بے باک کے پیچھے لگا دیا تھا۔ وہ دونوں اُس کی رہائش گاہ کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ اگر وہ سامنے آ کر بے باک سے ملاقات کرتے تو وہ بڑی خوش دلی سے اُن کا استقبال کرتا۔ لیکن وہ برین ماسٹر کی نظروں میں نہیں آنا چاہتے تھے۔ بڑی خاموشی سے بے باک کو ٹریپ کر کے اس کے شکنجے سے نکالنا چاہتے تھے۔

اگر وہ بے باک سے کہتے کہ اُسے عارضی طور پر اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے برین ماسٹر کی غلامی سے نجات دلانا چاہتے ہیں تو وہ ایک معمول اور تابعدار کی حیثیت سے کبھی انہیں اس بات کی اجازت نہ دیتا۔

فرمان اور ٹونی جے جبراً اُسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے دشمن کے سحر سے نکال سکتے تھے۔ بے باک ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف تھا۔ فرمان اور ٹونی جے سے بھی خیال خوانی کے ذریعے بارہا گفتگو ہو چکی تھی لیکن کبھی آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔ وہ انہیں چہروں سے نہیں پہچان سکتا تھا۔

ایک رات وہ دونوں اینا اور بے باک کا تعاقب کرتے ہوئے کیسینو میں پہنچ گئے۔ وہ دونوں وہاں کھانے پینے اور تفریح کرنے کی غرض سے آئے تھے۔

بے باک اپنی اینا کے ساتھ ایک میز پر بیٹھا ایک جواری کے ساتھ پتے کھیل رہا تھا۔ تین چار افراد آس پاس کھڑے اُن کا کھیل دیکھ رہے تھے۔ ایسے وقت فرمان اور ٹونی جے بھی وہاں آ کر کھڑے ہو گئے۔

اُن کے پاس ایک ننھی سی سرنج تھی۔ انہوں نے یہ کہنے کے بہانے ذرا جھک کر سرنج کی سوئیاں اُن کے جسموں میں چبھو دیں۔ اس طرح معمولی سی اعصابی کمزوری کی دوا اُن کے اندر انجیکٹ کر دی۔

اینا اور بے باک مومن نے ہلکی سی چبھن محسوس کی لیکن وہ اعتراض نہ کر سکے۔ اس سے پہلے ہی فرمان اور ٹونی جے نے ان کے اندر پہنچ کر دماغوں پر قبضہ جما لیا۔ انجیکٹ کی جانے والی دوا زیادہ مہلک نہیں تھی پھر یہ کہ خیال خوانی کے ذریعے انہیں سنبھالا جا رہا تھا۔

وہ دونوں ان کی مرضی کے مطابق کیسینو سے نکل کر کار ڈرائیو کرتے ہوئے اپنے بنگلے میں آ گئے۔ پھر اپنے بیڈ پر جا کر لیٹ گئے۔

فرمان اور ٹونی جے اس دوران بڑی خاموشی سے اُن کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ برین ماسٹر کی آہٹ سننے کی کوششیں کر رہے تھے۔ یہ یقین ہو رہا تھا کہ وہ اس وقت ان کے اندر موجود نہیں ہے۔ کہیں دوسرے معاملات میں مصروف ہو گا۔

انہوں نے اینا اور بے باک پر تنویمی عمل کرنے میں دیر نہیں کی۔ برین ماسٹر کے سحر سے نکال کر ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا۔ پھر انہیں تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

وہ دونوں تنویمی نیند کے دوران بھی ان کے اندر آتے جاتے رہے۔ یہ معلوم کرنے کی کوششیں کرتے رہے کہ برین ماسٹر وہاں آ رہا ہے یا نہیں....؟ اگر آ جاتا تو اُسے معلوم ہو جاتا کہ بے باک مومن اس کے ہاتھ سے نکل رہا ہے۔ لیکن

ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ تقریباً تین گھنٹوں تک تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہو گئے۔

وہ دونوں ایک ہی بیڈ پر سو رہے تھے۔ بیدار ہونے کے بعد ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے پھر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ان کے ذہنوں میں یہ سوالات گردش کر رہے تھے کہ وہ کہاں تھے؟ اب کہاں پہنچے ہوئے ہیں؟ اور انہیں ان سوالات کے جوابات بھی مل رہے تھے۔

فرمان اور ٹونی جے نے ان کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ کچھ روز پہلے برین ماسٹر نے اپنی بیٹی اور داماد کو کس طرح اعصابی کمزوری کی دوا کھلا کر اسپتال پہنچا دیا تھا؟

فرمان بے باک مومن کے پاس تھا اور ٹونی جے اینا کے اندر موجود تھا۔ وہ دونوں سوچ کے ذریعے انہیں پچھلی باتیں یاد دلا رہے تھے۔ اینا نے ٹونی جے کی مرضی کے مطابق بے باک کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں تو بہت بُری طرح اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو گئی تھی۔ ایسا ہی لگ رہا تھا' جیسے اب تب میں مرنے والی ہوں۔ بس اتنا یاد ہے کہ اسپتال میں تھی۔''

بے باک مومن فرمان کی مرضی کے مطابق سوچ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''میں بھی ناقابلِ برداشت کمزوری میں مبتلا ہو گیا تھا۔ توانائی حاصل کرنے کے لیے اپنی کمزوریوں سے لڑ رہا تھا۔ اس کے بعد پتا نہیں کیا ہوا' مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔''

اینا نے کہا۔ ''مجھے کچھ کچھ یاد آ رہا ہے۔ جب ہم کمزوری میں مبتلا ہو رہے تھے' تب تم نے کہا تھا' میرے ڈیڈ ہم سے دشمنی کر رہے ہیں۔ انہوں نے ہمارے کھانے میں کوئی دوا ملائی ہے۔''

بے باک مومن نے کہا۔ ''ہاں مجھے یاد آ رہا ہے' جب میں کمزوری کے باوجود کار ڈرائیو کرتا ہوا تمہارے ساتھ اسپتال جا رہا تھا۔ تب تمہارے باپ نے میرے اندر آ کر کچھ کہا تھا۔''

اینا نے کہا۔ ''جب وہ تمہارے اندر آئے تھے تو یقیناً میرے اندر بھی آئے ہوں گے۔''

بے باک نے فرمان کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''ہاں مجھے یاد آ رہا ہے' تمہارے باپ نے چیلنج کیا تھا' وہ مجھے اپنا تابعدار بنا لے گا۔''

اس نے کیلنڈر کی طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ ''وہ دس تاریخ کی رات تھی' جب ہم دماغی کمزوری میں مبتلا ہو گئے تھے اور ہاسپٹل پہنچ گئے تھے۔ اب تمہارے باپ کی چالبازی سمجھ میں آ رہی ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیسی چالبازی...؟''

''اُس نے یقیناً مجھ پر تنویمی عمل کیا ہو گا' مجھے اپنا تابعدار بنایا ہو گا۔ دس تاریخ کے بعد وہ کئی بار میرے دماغ میں آ چکا ہے۔ میری مرضی کے خلاف آتا جاتا رہا ہے اور میں اُسے روکتا نہیں تھا۔ برا بھی نہیں مناتا تھا۔ وہ جو کہتا تھا' مان لیتا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے' اُس نے مجھے اپنا غلام بنا لیا تھا۔''

دوسری طرف ٹونی جے اینا کے اندر رہ کر اُسے اس حقیقت کی طرف مائل کر رہا تھا اور قائل کر رہا تھا کہ اس کے باپ نے بیٹی کے ساتھ بھی دشمنی کی ہے۔ مہلک اعصابی کمزوری کی دوا کھلا کر اسے موت کے قریب پہنچا دیا تھا۔

اینا ایک طرف بے باک کی زبان سے اپنے باپ کے خلاف سن رہی تھی۔ دوسری طرف خیال خوانی کے ذریعے اس سے یہ حقیقت تسلیم کرائی جا رہی تھی۔

پھر فرمان نے اپنی موجودگی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو مسٹر بے باک مومن...! میں فرمان بول رہا ہوں۔''

اس نے چونک کر پوچھا۔ ''کیا میری یوگا کی صلاحیتیں ختم ہو چکی ہیں؟ میں نے تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کیا؟ سانس کیوں نہیں روکی؟''

''ان تمام سوالوں کے جوابات ابھی مل جائیں گے۔ فوراً مما کے پاس جاؤ۔''

وہ اُسی لمحے میں سونیا کے پاس پہنچ کر بولا۔ ''مما...! میں بے باک مومن بول رہا ہوں۔ کیا آپ نے مجھے یاد کیا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''ہاں۔ میں چاہتی ہوں' تم برین ماسٹر کی کم ظرفی اور کمینگی کو اچھی طرح سمجھ لو اور اینا کو بھی سمجھا دو۔''

''بے شک۔ مجھے ابھی معلوم ہو رہا ہے۔ برین ماسٹر نے تنویمی عمل کے ذریعے مجھے اپنا تابعدار بنا لیا تھا اور میں اس بات سے بے خبر رہا کہ اس کے زیرِ اثر آ چکا ہوں۔''

''برین ماسٹر کی اس مکاری کو الپا نے سمجھ لیا تھا۔ فرمان اور ٹونی جے لندن پہنچے ہوئے ہیں۔ انہوں نے تمہیں اس کے تنویمی عمل سے نجات دلائی ہے۔''

''میں آپ کا' الپا کا' فرمان اور ٹونی جے کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں' کم ہے۔ میں برین ماسٹر کو اس کمینگی کا منہ توڑ جواب دوں گا۔''

''سب سے پہلے تو تمہیں اس سے دور ہو جانا چاہیے۔ جس بنگلے میں ابھی رہتے ہو' اسے چھوڑ دو۔ اپنا اور اینا کا نام اور شخصیت تبدیل کر کے ہمارے ایسٹ بورن والے بنگلے میں

رہائش اختیار کرو۔ میں چوکیدار کو ابھی فون پر کہتی ہوں' تمہیں وہاں کی چابیاں مل جائیں گی۔''

''بہت بہت شکریہ مما...! ہم آج ہی اُس بنگلے میں چلے جائیں گے۔''

بے باک نے الپا کے پاس آ کر اس کا شکریہ ادا کیا پھر فرمان اور ٹونی جے کے پاس پہنچ کر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولا۔ ''ایک کام اور کر دو۔ تنویمی عمل کے ذریعے میری اور اینا کی شخصیت تبدیل کر دو۔ اس طرح کہ ہم اندر سے خود کو پہچانتے رہیں اور بظاہر ہماری شخصیت تبدیل ہو جائے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمیں اینا اور بے باک مومن کی حیثیت سے نہ پہچان سکے۔''

فرمان اور ٹونی جے نے یہی کیا۔ ان دونوں کی شخصیت تبدیل کر دی۔ وہ برین ماسٹر کا ذاتی بنگلا چھوڑ کر ایسٹ بورن والے بنگلے میں چلے گئے۔ ہر پہلو سے اپنے لیے حفاظتی انتظامات کرنے کے بعد بے باک نے اینا سے کہا۔ ''اب اپنے باپ سے باتیں کرو۔''

اس نے برین ماسٹر سے رابطہ کیا۔ اس نے فون کی ننھی سی اسکرین پر بیٹی کے نمبر پڑھے۔ پھر اسے آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو اینا...! کیا بات ہے؟ کوئی ضروری بات کرنا چاہتی ہو تو ذرا انتظار کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے دماغ میں آؤں گا۔ ابھی بہت مصروف ہوں۔''

وہ بولی۔ ''یہ تم اینا کسے کہہ رہے ہو؟ کیا مجھے اپنی بیٹی سمجھ رہے ہو؟''

برین ماسٹر نے چونک کر اس کی بات پر توجہ دی تو پتا چلا' وہ اینا کی آواز اور لب و لہجہ نہیں تھا۔ اس نے پھر اپنے فون کی اسکرین پر نمبر پڑھے اور کہا۔ ''بے شک تمہاری آواز اور لب و لہجہ بدلا ہوا ہے مگر جس فون سے بول رہی ہو' وہ میری بیٹی اینا کا ہے۔ تم کون ہو؟''

یہ سوال کرتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بیٹی کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس چلی گئیں۔

بے باک مومن اینا کے اندر تھا اور وہ اسی کی مرضی کے مطابق بول رہی تھی۔ ''کیا ہوا؟ تم چپ کیوں ہو؟ ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتے تھے اور میں نے تمہیں بھگا دیا۔ کیا تمہاری بیٹی یوگا میں ایسی مہارت رکھتی ہے؟ تمہیں اپنے دماغ سے بھی بھگاتی ہے؟''

اس نے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ میری بیٹی کا یہ فون تمہارے پاس کیسے آیا؟''

''مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ خیال خوانی کے ذریعے اپنی بیٹی سے بات کرو۔''

اس بار اس نے اینا کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی تو سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ وہ فون پر بولا۔ ''میں سمجھ گیا' تم اینا ہو۔ مگر تمہاری شخصیت آواز اور لب و لہجہ بدل چکا ہے۔''

''دوسرے لفظوں میں تمہاری بیٹی مر چکی ہے۔ وہ بیٹی جسے کچھ عرصہ پہلے تم نے بہت ہی مہلک اعصابی کمزوری کی دوا کھلائی تھی۔ وہ موت کے منہ میں جا رہی تھی۔ اس وقت تم نے بیٹی کی پروا نہیں کی۔ اپنے داماد کو غلام بنانے کے لیے اسے موت کے منہ میں دھکیل دیا۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''اس وقت وہ بچ گئی مگر نئی زندگی پا کر ایسے کم ظرف باپ کی بیٹی بن کر نہیں رہنا چاہتی تھی' جیسے تم ہو۔ وہ تمہاری دنیا سے' تمہاری زندگی سے ہمیشہ کے لیے جا چکی ہے۔ یقین نہ ہو تو اپنے غلام داماد سے پوچھ لو۔''

اس نے فوراً ہی بے باک مومن کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ جسے غلام بنایا تھا' اسے سوچ کی لہریں تلاش نہیں کر پا رہی تھیں۔ بے باک نے اینا سے فون لیتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا ہوا... بے باک مومن کو تلاش کر رہے ہو؟''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''تم...؟ اچھا... میں سمجھ گیا' اینا کی طرح تمہاری شخصیت اور لب و لہجہ بھی بدل چکا ہے۔''

وہ بولا۔ ''ہاں۔ میں اس دنیا میں ہوتے ہوئے بھی نہیں ہوں۔ آئندہ مجھے ڈھونڈتے وقت یاد رکھنا کہ میں بھی تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں اور تم سے پہلے تمہاری شہ رگ تک پہنچنے والا ہوں۔''

وہ بے باک کی باتیں سن رہا تھا' پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ ''یہ سب اچانک کیا ہو گیا؟ سونیا کو اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیسے پتا چل گیا کہ میں نے بے باک کو غلام بنا رکھا ہے؟ یقیناً مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسے میرے شکنجے سے نکالا ہے۔''

یہ سمجھ آ رہا تھا کہ سونیا بڑی خاموشی سے بہت دھیرے دھیرے انتقامی کارروائی کر رہی ہے۔ پہلے اسے ہر پہلو سے کمزور بنا رہی ہے۔ اس نے بے باک کو غلام بنا کر ٹیلی پیتھی کا ایک ہتھیار حاصل کیا تھا مگر وہ اسے چھین چکی ہے۔

یورپ اور امریکا کے اکابرین کبھی برین ماسٹر کو دوست بنانے والے نہیں تھے۔ نہ ہی اس کی کسی طرح کی مدد کرنے والے تھے۔ وہ ہمارے مقابلے میں بالکل تنہا رہ گیا تھا۔

اس نے فون بند کر دیا۔ بیٹی باپ کے رشتے سے انکار کر چکی تھی۔ بے باک مومن نہ غلام رہا تھا' نہ داماد..... وہ اور تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی بھی وقت اُس کی موت بن سکتے تھے۔

☆☆☆

میں ہاسپٹل سے اپنی کوٹھی میں چلا آیا تھا۔ ابھی زخم نہیں بھرے تھے لیکن تکلیف کم تھی۔ کمزوری بھی اس لیے نہیں تھی کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر آ کر مجھے دماغی توانائی پہنچاتے رہتے تھے۔ کسی طرح کی تکلیف کا احساس نہیں ہونے دیتے تھے۔ سونیا اور نداد دونوں ہی میری تیمارداری میں مصروف رہا کرتی تھیں۔

ان دنوں میری پوری فیملی لاہور چلی آئی تھی۔ پارس' پورس' عالی' کبریا' الپا' ایمان علی' انوشے اور عدنان سب ہی میرے آس پاس رہتے تھے۔ مجھے پیار کرتے تھے۔ خوب ہنستے بولتے تھے۔ کسی بھی مسئلے کی طرف دھیان دینے اور سوچنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔

پارس اور پورس نے کہا۔ ''پاپا...! جب تک آپ کا زخم اچھی طرح نہیں بھرے گا' آپ بالکل تندرست اور توانا نہیں ہوں گے۔ تب تک خیال خوانی نہیں کریں گے۔ ہماری طرح ٹیلی پیتھی کے بغیر زندگی گزاریں گے۔''

انوشے اپنے باپ پارس کو پاپا اور پورس کو ڈیئر پاپا کہتی تھی۔ اس نے کہا۔ ''پاپا اور ڈیئر پاپا...! آپ فکر نہ کریں' میں اپنے گرینڈ پا کو چوری چھپے بھی خیال خوانی کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔ میری روحانی قوتیں انہیں ایسا کرنے ہی نہیں دیں گی۔''

یہ سن کر سب ہنسنے لگے۔ میں نے کہا۔ ''اگر دنیا مجھے سیر کہتی ہے تو میری پوتی سوا سیر ہے۔ الپا نے مجھے ایسی پوتی دی ہے' جو فرہاد علی تیمور کو بھی مجبور اور بے بس بنا دیتی ہے۔''

عدنان نے میری پیٹھ پر سوار ہو کر کہا۔ ''گرینڈ پا...! یہ انوشے کیا چیز ہے؟ میں تو فرہاد علی تیمور کا باپ ہوں۔''

اس بات پر سب نے قہقہہ لگایا۔ میں نے کہا۔ ''ہاں میرے باپ...! تم تو عجیب و غریب ذہانت کے مالک ہو۔ جب بھی تمہیں بابا صاحب کے ادارے سے باہر لے جایا جاتا ہے تو ہنگامے برپا کرنے لگتے ہو۔ ایک مدت کے بعد تمہیں بابا صاحب کے ادارے سے باہر آنے کا موقع ملا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے' آئندہ کیا کرنے والے ہو؟''

ندا میری باتیں سن رہی تھی اور دل ہی دل میں کہہ رہی تھی۔ ''میرا ہونے والا بچہ بھی آپ کے لہو کی پیداوار ہوگا۔ انشاءاللہ وہ بھی غیر معمولی ذہانت کا حامل ہوگا۔''

سونیا سے' میری بیٹی اور بیٹوں سے' الپا اور انوشے سے ندا کو اتنی محبتیں مل رہی تھیں' جن کی وہ توقع بھی نہیں کر سکتی تھی۔ یہ یقین ہو گیا تھا کہ آئندہ کبھی اس سے ناانصافی نہیں ہوگی۔

اس نے پارس اور پورس سے کہا۔ ''تم دونوں بابا صاحب کے ادارے میں رہتے ہو۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا' یہاں لاہور آ کر اپنے پاپا کا کاروبار سنبھال لو...؟''

پارس نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ ''کاروبار ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ ہم میدانِ جنگ کے سپاہی ہیں۔ آپ ہمیں سپاہی رہنے دیں۔''

پورس نے کہا۔ ''یہ سارا کاروبار' دولت اور جائداد صرف آپ کی اور آپ سے ہونے والے بچوں کی ہے۔ ہم میں سے کوئی اس پر حق نہیں جتائے گا۔''

اعلیٰ حضرت علی اسداللہ تبریزی نے خیال خوانی کے ذریعے میری خیریت پوچھی۔ میں نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''بہت بہت شکریہ... آپ کی توجہ کے باعث برین ماسٹر مجھ تک پہنچ نہیں پا رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں' ذہنی اور جسمانی توانائی حاصل کرنے تک وہ دشمن مجھ سے دور ہی رہے۔''

انہوں نے کہا۔ ''ذہنی اور جسمانی توانائی حاصل کرنے کے بعد تم اس دشمن تک پہنچ نہیں پاؤ گے۔ اس کے بخت کا ستارا عروج پر ہے۔ تمہارا پوتا عدنان اس کے لیے مصیبت بن سکتا ہے اور ایسا ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔''

وہ ذرا توقف سے بولے۔ ''ہم چاہتے ہیں' یہ بچہ ابھی دنیاوی معاملات میں نہ پڑے۔ ادارے میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کرتا رہے۔ اسے اپنے پاس زیادہ نہ رکھو۔ کل تک تاشا پہنچنے والی ہے۔ وہ اسے اپنے ساتھ ادارے میں لے آئے گی۔

تاشا میری ہونے والی بہو تھی۔ اسے عدنان سے منسوب کیا گیا تھا۔ وہ ان دنوں آٹھ برس کا تھا اور تاشا اٹھارہ برس کی تھی۔ یہ اعلیٰ حضرت کی پیش گوئی تھی کہ عمر کا اتنا زیادہ فرق ہونے کے باوجود وہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزاریں گے۔

میں نے عدنان کو دیکھا۔ پھر بے اختیار مسکرانے لگا۔ جو کارنامے میں نے جوانی میں انجام دیئے تھے' وہ پانچ برس کی عمر میں انجام دے چکا تھا۔ اب آٹھ برس کا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر بہترین تعلیم اور تربیت حاصل کر رہا تھا۔

اعلیٰ حضرت نے اسے میرے پاس آنے کے لیے صرف چار دنوں کی چھٹی دی تھی۔ مجھ سے اور سونیا سے کہا تھا۔ ''عدنان کو زیادہ دنوں تک ادارے سے باہر نہیں رہنا چاہیے۔ جب تک یہ تمہارے پاس رہے' اسے اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دینا۔ ورنہ یہ تم سب کے لیے طرح طرح کے مسائل پیدا کرے گا۔''

وہ اپنے روحانی عمل کے ذریعے سمجھ گئے تھے' اگر وہ ادارے سے باہر نکل کر سخت نگرانی میں نہیں رہے گا تو پھر کہیں بھٹک جائے گا۔ اس کے ستارے برین ماسٹر کے ستارے سے ٹکرائیں گے۔ پھر جانے کیسے کیسے ہنگامے برپا ہوتے رہیں گے؟ عدنان پیچھے پیچھے رہے گا اور برین ماسٹر آگے آگے بھاگتا رہے گا۔

اعلیٰ حضرت چاہتے تھے' عدنان کو چھوٹی سی عمر میں اتنے بڑے معاملات میں پڑنا نہیں چاہیے۔ اسے جوان' بالغ اور باشعور ہونے تک مکمل تعلیم و تربیت حاصل کرنی چاہیے۔

اعلیٰ حضرت کی پیش گوئی درست ہوتی تھی۔ انہوں نے فرمایا۔ ''اگر عدنان کو قابو میں رکھا جائے گا' اسے بھٹکنے نہیں دیا جائے گا اور واپس ادارے میں پہنچا دیا جائے گا تو برین ماسٹر اپنے دوسرے انجام کی طرف جائے گا۔ وہ کسی بڑی طاقت کے زیر اثر آ کر ان کا تابعدار بن جائے گا۔''

میں نے اور سونیا نے طے کیا تھا' اعلیٰ حضرت کی مرضی کے مطابق ہم اپنے پوتے کو برین ماسٹر کے پیچھے نہیں پڑنے دیں گے۔ اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیں گے۔ ہمیں اطلاع دی گئی تھی کہ اُسے واپس ادارے میں بلانے کے لیے میری ہونے والی بہو تاشا کو بھیجا جا رہا ہے۔

عدنان نے کہا۔ ''گرینڈ پا...! میں ابھی نہیں جاؤں گا۔ ادارے میں بڑی پابندیاں ہیں۔''

میں نے سمجھایا۔ ''دادا کی جان...! پہلے تمہارا دماغ سب ہی کے لیے ناقابل فہم تھا۔ تمہارے اندر مختلف سوچ کی لہریں گڈمڈ ہوتی رہتی تھیں۔ کوئی انہیں پڑھ نہیں پاتا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا' جب ایک سوچ پر مرکوز نہیں ہو تو اس دنیا کو کیسے دیکھ رہے ہو؟ کیسے سمجھ رہے ہو اور کیسے حاضر دماغ رہتے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''اب تو ایسا نہیں ہے۔ گرینڈ پا.....!''

''بیٹے! اس ادارے کی پابندیوں میں تم پتھر سے ہیرا بنتے رہو گے۔ وہاں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کرو گے تو ایک دن اپنے باپ کے' باپ کے باپ یعنی میرے باپ بن جاؤ گے۔ تمہیں ادارے میں ہی رہنا چاہیے۔''

دوسرے دن تاشا آ گئی۔ میں نے اسے اپنے پاس بٹھایا۔ اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ ''میری بیٹی بڑی ہوتی جا رہی ہے۔''

عدنان نے کہا۔ ''تو کیا ہوا؟ مجھ سے بڑی کبھی نہیں ہو سکے گی۔ میری گرینڈ ماما (آمنہ) نے کہا ہے' میں بڑا ہو کر شیر ببر بن جاؤں گا اور یہ تاشا چوہیا کی طرح سکڑی سمٹی رہے گی۔''

اس بات پر سب ہی مسکرانے لگے۔ اگرچہ وہ آٹھ برس کا تھا۔ لیکن اس کا قد' اُس کی جسامت اور صحت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ آگے چل کر اپنے باپ اور دادا سے بھی زیادہ قد آور اور صحت مند ہوگا۔

تاشا اور عدنان صبح سے دوپہر تک میرے ساتھ ہنستے بولتے رہے۔ پھر تاشا نے کہا۔ ''میں تاریخی مقامات دیکھنا چاہتی ہوں۔ سنا ہے' شاہی قلعہ بہت وسیع و عریض ہے۔ میں نے اب سے پہلے ایسا کوئی تاریخی مقام نہیں دیکھا ہے۔''

تاشا اور عدنان ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہتے تھے۔ دونوں ہی جانا چاہتے تھے۔ عالی' ایمان علی' الپا' پارس اور پورس سب ہی ان کی تفریح میں شامل ہو گئے۔ یوں بھی عدنان کے متعلق تاکید کی گئی تھی کہ اُسے تنہا نہ چھوڑا جائے۔ سختی سے نگرانی کی جائے۔

ندا ان کے ساتھ خوب گھل مل گئی تھی۔ عدنان کی دلچسپ باتیں اور حرکتیں اُسے اپنی طرف کھینچتی تھیں۔ لہٰذا وہ بھی اس کی جانب کھنچی چلی گئی۔ اپنے پوتے کی طرف سے اطمینان تھا کہ وہ ہاتھ سے بے ہاتھ نہیں ہوگا۔ سب ہی اس پر توجہ دیتے رہیں گے۔

میں نے کہا۔ ''یہ ہمارا پوتا عجیب و غریب ہے۔ بعض اوقات ہم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے قابو میں بھی نہیں آتا ہے۔ خدا نہ کرے' یہ کہیں بھٹکے۔ سیدھا بابا صاحب کے ادارے میں چلا جائے تو اچھا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''تم فکر نہ کرو۔ اس کے ساتھ ہماری الپا جیسی ہوشیار بہو ہے۔ پارس اور پورس اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اُس کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ کل صبح کی فلائٹ میں اس کی اور تاشا کی سیٹیں او کے ہو چکی ہیں۔''

وہ سب شاہی قلعے کے مختلف حصوں میں گھوم پھر رہے تھے۔ ندا کبھی الپا' پارس اور پورس سے باتیں کرتی تھی اور کبھی تاشا اور عدنان کے پاس آ کر ان کی باتوں میں دلچسپی لینے لگتی تھی۔ اس نے تاشا سے کہا۔ ''جب میں نے پہلی بار سنا کہ تم

عدنان سے دس برس بڑی ہو تو بڑی حیرانی ہوئی۔''

تاشا نے پوچھا۔ ''آپ کو حیرانی کیوں ہوئی؟ کیا ہماری دنیا میں ایسا نہیں ہوتا؟''

ندا نے کہا۔ ''کیوں نہیں ہوتا۔ اور میں تمہیں بھی دیکھ رہی ہوں۔ تم عدنان کو دیوانہ وار چاہتی ہو۔''

''اس لیے چاہتی ہوں کہ میں عمر کا حساب نہیں کرتی۔ عدنان کے خاندان سے مجھے جو محبت' خلوص' تعلیم' تربیت اور توجہ مل رہی ہے وہ اور کہیں نہیں ملے گی۔''

عدنان نے ندا سے کہا۔ ''آپ عمر کا حساب کیوں کرتی ہیں؟ کیا ایک بیٹا عمر میں اپنی ماں سے بہت بڑا نہیں ہوتا؟''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بیٹا بڑا ہو اور ماں اس سے چھوٹی ہو؟''

عدنان نے قلعے کی انگلی ندا کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ عمر میں چھوٹی ہیں اور میرے پاپا آپ سے بہت بڑے ہیں۔''

ندا حیرت سے اسے تکتی رہ گئی۔ کوئی جواب نہ دے سکی۔ میرے بیٹے پارس اور پورس اس سے عمر میں تقریباً پندرہ سولہ برس بڑے تھے اور وہ ان کی ماں کہلاتی تھی۔

تاشا نے ہنستے ہوئے ندا کو دیکھا پھر کہا۔ ''گرینڈ ممی...! باتوں میں میرے عدنان سے کوئی جیت نہیں سکتا۔''

ندا کے ذہن کو ایک ہلکا جھٹکا سا لگا۔ اسے یاد آیا' انوشے' عدنان اور تاشا اسے گرینڈ ممی یعنی دادی جان کہتے ہیں۔ وہ صرف پارس' پورس' عالی اور کبریا کی ماں ہی نہیں بلکہ میری پوتی اور پوتے کی دادی جان بھی کہلانے لگی تھی۔

جو رشتہ ہونے والا ہو۔ وہ ہو ہی جاتا ہے۔ وہ مجھ سے عمر میں بہت چھوٹی تھی۔ ہمارے درمیان زمین آسمان کا فرق تھا۔ لیکن وہ مایوس یا دل برداشتہ نہیں تھی۔ اس کے برعکس میری زوجیت میں آ کر مجھ سے محبت' نیک نامی اور عروج پا کر بہت خوش تھی۔ بہت فخر کرتی تھی۔

وہ سب قلعے کے اس حصے میں جا رہے تھے' جہاں تنگ راہداریاں تھیں۔ چھوٹے بڑے نیم تاریک کمرے تھے۔ روشنی سے آنے کے بعد بعض جگہ نیم تاریکی میں بھی آگے راستہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ آگے بڑھنے کے لیے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیتے تھے۔

ایسے ہی وقت پتا چلا' ان میں سے کسی کے ہاتھ میں عدنان کا ہاتھ نہیں ہے۔ سب نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ اسی دھوکے میں تھے کہ اس کا ہاتھ اپنوں میں سے کسی کے ہاتھ میں ہے۔

الپا نے کہا۔ ''تاشا...! جب ہم نیم تاریک کمروں سے گزر رہے تھے' تب تم نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔''

وہ بولی۔ ''ہاں مگر وہ مجھ سے ہاتھ چھڑا کر کبریا انکل کے پاس گیا تھا۔''

کبریا نے کہا۔ ''میرے پاس وہ آیا تو تھا مگر اس نے اپنا ہاتھ نہیں پکڑایا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے میری کلائی تھام لی تھی۔''

الپا نے پوچھا۔ ''تو پھر وہ کہاں ہے؟''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''پتا نہیں' اس نے میرا ہاتھ کب چھوڑ دیا تھا؟ مجھے یاد نہیں آ رہا ہے۔ جب میرے پاس آیا تو یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ میرے ساتھ ہی لگا رہے گا۔''

وہ اطمینان غارت ہو گیا تھا۔ پورس نے کہا۔ ''وہ میرے پاس بھی آیا تھا... وہاں اُس کمرے میں۔''

یہ کہتے ہی وہ چونک گیا پھر بولا۔ ''اوہ گاڈ...! گائڈ نے بتایا تھا' اس کمرے میں ایک تہ خانہ ہے۔ جب شاہوں اور شہزادوں پر برا وقت آتا تھا تو وہ وہاں سے سرنگ کے راستے فرار ہو جاتے تھے۔''

وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے' تقریباً دوڑتے ہوئے اس کمرے میں پہنچے۔ وہاں بھی نیم تاریکی تھی۔ سب ہی نے آوازیں دیں۔ ''عدنان...! عدنان...! عدنان.....!''

گائڈ نے آ کر لائیٹر کو روشن کیا۔ بجھے بجھے سے درو دیوار نظر آنے لگے۔ تہ خانے کے چور دروازے کو مقفل کر کے سیل کیا گیا تھا۔ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ بچہ اس مقفل دروازے سے نکل کر سرنگ کے راستے کہیں دور نکل ہو گیا ہوگا۔

الپا' عالی' تاشا اور کبریا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ لیکن سوچ کی لہریں بہت ہی کمزور تھیں۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بے ہوش ہو گیا ہے۔

وہ سب پریشان ہو گئے۔ طرح طرح کے سوالات دماغ میں گونجنے لگے۔ ''وہ کہاں ہے؟ کیسے بے ہوش ہو گیا ہے؟''

یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ اچھا خاصا صحت مند لڑکا آپ ہی آپ بے ہوش ہو جائے گا۔ ضرور کسی نے اسے ٹریپ کیا ہے۔ اس کے پاس ایسی کوئی قیمتی چیز نہیں تھی جس کے لیے کوئی اسے اغوا کرتا یا قیمتی شے چھین کر اسے بے ہوش کر کے فرار ہو جاتا۔

وہ سب دور دور تک جا کر اسے تلاش کرنے لگے۔ مجھے اور سونیا کو خیال خوانی کے ذریعے اطلاع دی گئی کہ

عدنان کہیں گم ہوگیا ہے۔

الپا نے کہا۔ ''خدا اس پر رحم کرے۔ وہ زندہ سلامت ہے۔ مگر کہیں بے ہوش پڑا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''تم نے' پارس نے' پورس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ دنیا جہان کا تجربہ رکھتے ہو۔ تمہارے ساتھ عالی' تاشا اور کبریا خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ اس کے باوجود وہ تمہارے درمیان سے گم ہوگیا؟''

وہ بولی۔ ''مما...! آپ جانتی ہیں' وہ پارے کی طرح مچلتا ہے۔ کہیں ایک جگہ ٹکتا نہیں ہے۔ یہاں بھی وہ کبھی تاشا کے' کبھی میرے' کبھی پورس اور پارس کے پاس اِدھر سے اُدھر پھدکتا پھر رہا تھا۔ ہم قلعے کے اندر نیم تاریکی میں یہی دھوکا کھاتے رہے کہ وہ ہم میں سے کسی ایک کے پاس ہے۔''

میں نے سونیا سے کہا۔ ''کیوں الپا کو ڈانٹ رہی ہو؟ کیا اپنے پوتے کی عادت سے واقف نہیں ہو؟ اعلیٰ حضرت نے بھی تاکید کی تھی' اسے بالکل ڈھیل نہیں دینی ہے۔ اس پر بہت زیادہ توجہ رکھنی ہے۔ وہ ہم پر بھی بھروسا نہیں کررہے تھے۔ اسی لیے عدنان کو صرف چار دنوں کی چھٹی دی گئی تھی۔ وہ اسے جلد سے جلد ادارے میں بلالینا چاہتے تھے مگر...''

میں نے آگے کچھ نہیں کہا۔ کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ وہ سب اسے ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے تھے۔ مایوس ہو کر ہمارے پاس واپس آ گئے۔ اس وقت بھی خیال خوانی کے ذریعے یہی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کہیں بے ہوش پڑا ہوا ہے۔

ان حالات میں ہم سب نے انوشے کی طرف دیکھا۔ وہ روحانی علوم کے مراحل طے کرنے والی اعلیٰ حضرت اور آمنہ کی طرح یہ جانتی تھی کہ کون کہاں ہے اور کس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟

اعلیٰ حضرت نے اسے تاکید کی تھی کہ قدرت کے بھید کسی کو بتائے نہیں جاتے۔ ہمیشہ خاموش رہا کرو۔ جو ہوتا ہے' اسے قدرتی منشا کے مطابق ہونے دیا کرو۔

اس نے ہم سب کی نگاہوں کو خود پر مرکوز ہوتے دیکھا تو فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ سر جھکا کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے تک گئی۔ پھر وہاں سے پلٹ کر بولی۔ ''گرینڈ مما...! گرینڈ پا...! سوری میں کچھ نہیں جانتی۔ بس اتنا کہہ سکتی ہوں کہ ہمارے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ فنتو ہوا کی طرح ہے۔ کسی کی مٹھی میں آ نہیں سکتا۔ اپنی زندگی آپ گزارنا جانتا ہے۔ لہٰذا اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔''

یہ کہہ کر وہ کمرے سے چلی گئی۔ دل نہیں مان رہا تھا کہ ہمارا بچہ گھر سے بے گھر ہو کر نظروں سے اوجھل ہو جائے اور ہمیں اس کی خیر خیریت بھی معلوم نہ ہو۔ سونیا نے فون کے ذریعے اعلیٰ حضرت سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''آپ ہماری پریشانیاں سمجھ رہے ہوں گے۔ آپ خود ہی چاہتے تھے کہ وہ سیدھا ادارے میں چلا آئے۔ برین ماسٹر کے پیچھے نہ پڑے لیکن پہلے کی طرح وہ پھر اچانک ہی گم ہوگیا ہے۔''

انہوں نے کہا۔ ''بے شک۔ میں یہی چاہتا تھا' وہ سیدھا یہاں آ جائے اور اپنی تعلیم و تربیت جاری رکھے۔ میرے علم میں یہ بات تھی کہ ہم کوشش کریں گے تو ایسا ہو سکے گا۔ وہ کہیں بھٹکنے سے پہلے ہی ادارے میں واپس آ جائے گا لیکن ایسا نہ ہوا۔ لہٰذا قدرت کی مرضی کے مطابق جو ہو رہا ہے' اسے ہونے دو۔''

سونیا نے کہا۔ ''آپ کی توجہ اور روحانی علاج کے باعث وہ ذہنی طور پر عجوبہ نہیں رہا ہے۔ اب اس کے دماغ میں مختلف سوچیں گڈمڈ نہیں ہوتیں۔ یہ اطمینان ہے' وہ ہوش میں آئے گا تو ہمارے خیال خوانی کرنے والے اس کی خیریت معلوم کرتے رہیں گے۔ مگر...''

''میں نے کہا نا... اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ تمام خیال خوانی کرنے والوں سے کہہ دو' کوئی اس کے اندر نہ جائے۔ تاشا کو کل صبح کی فلائٹ سے واپس آ جانا چاہیے۔''

یہ کہہ کر انہوں نے رابطہ ختم کر دیا۔ سونیا نے ریسیور رکھ میری طرف دیکھا۔ الپا' پارس اور پورس وغیرہ بھی سوالیہ نظروں سے سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت نے سختی سے تاکید کی ہے' ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا عدنان کے اندر نہ جائے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔''

عالی دوسرے کمرے میں ایمان علی کے ساتھ بیٹھی تھی۔ ایمان علی نے کہا۔ ''معلوم تو کرو۔ عدنان کو ہوش آ چکا ہے یا نہیں؟''

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچ کر دیکھا' وہ ہوش میں آ چکا تھا۔ وہ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

لیکن ابتدائی خیالات پڑھتے ہی چونک گئی۔ عدنان اپنے آپ کو نہیں پہچان رہا تھا۔ عالی نے اسے مخاطب کیا۔ ''عدنان...! میں عالی تمہارے پاس آئی ہوں۔''

وہ ایک میز پر بیٹھا سینڈوچ کھا رہا تھا اور جوس پی رہا تھا۔ عالی کے مخاطب کرنے کے نتیجے میں کوئی ردِعمل پیش نہیں

بڑھتی عمر کو چاہیئے پرسکون اور آرام دہ زندگی

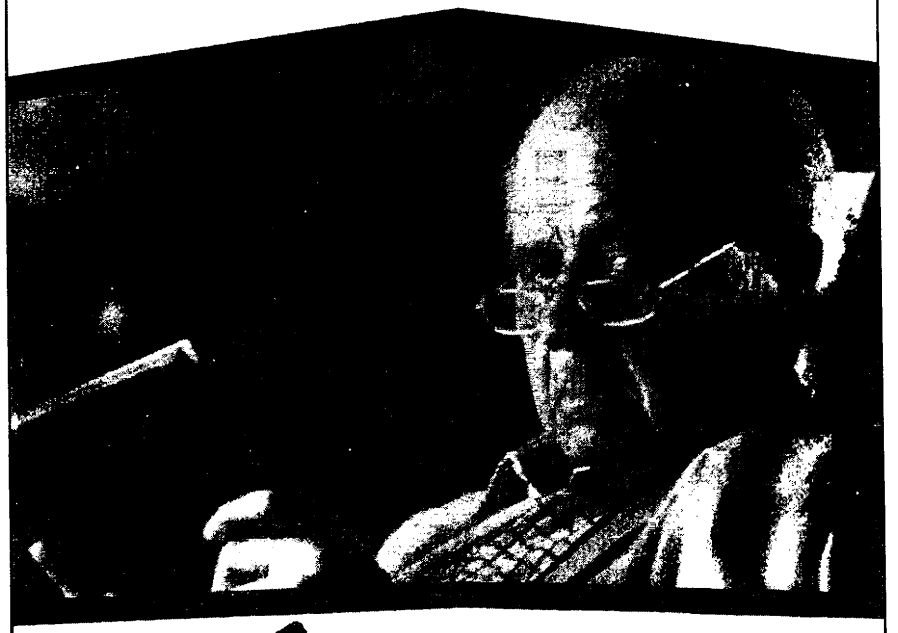

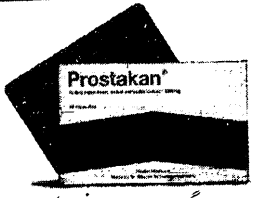

پُروسٹکان

آرام دہ زندگی کے لیئے

بڑھاپے میں پروسٹیٹ غدود کا بڑھ جانا اور مثانہ کی کمزوری معمولات زندگی میں نہایت پریشانی اور تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ پروسٹکان قدرتی جڑی بوٹیوں پر مشتمل اجزاء Saw Palmetto سے حاصل کردہ دوا ہے جو مثانے کی کمزوری اور رفع حاجت کی تکلیف کو کم کرتی ہے، روزمرہ کے معاملات کو اعتدال میں لاتی ہے اور اس پیچیدہ مسئلہ سے نجات میں مدد دیتی ہے۔ پروسٹکان روایتی ادویات کے مضر اثرات سے پاک اور اثر پذیری کے نتائج کے اعتبار سے کہیں بہتر ہے جبکہ اس کا کوئی سائڈ افیکٹ بھی سامنے نہیں آیا۔

AVAILABLE AT ALL LEADING MEDICAL & HOMEOPATHIC STORES

SCHWABE

Dr. Hamid General Homoeo (Pvt.) Ltd.
KARACHI : Tel : 2628754, 2211895 LAHORE : Tel : 6304657, 6363664

A researched product of
Dr. Willmar Schwabe, Germany

کر رہا تھا۔ وہ بولی۔ ''عدنان...! کیا تم میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہے ہو؟''

اس بار بھی اس نے کوئی ردِعمل پیش نہیں کیا۔ یہ یقین کرنا پڑا کہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا ہے۔

عالی نے الپا کے پاس آ کر کہا۔ ''سسٹر...! عدنان کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ خیریت سے ہے لیکن میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا ہے۔ اتنا پتا چلا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھول چکا ہے۔''

یہ تشویش میں مبتلا کرنے والی بات تھی۔ میں نے پریشان ہو کر سونیا کو دیکھا۔ وہ بولی۔ ''عالی...! ابھی اعلیٰ حضرت نے مجھ سے کہا ہے' کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے پاس نہ جائے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔''

الپا نے کہا۔ ''مما...! یہ سننے کے بعد کہ وہ ہوش میں آ گیا ہے۔ اپنے آپ کو پہچان نہیں رہا ہے تو دل کیسے مانے گا؟''

تاشا نے بھی پریشان ہو کر کہا۔ ''گرینڈ مما...! کم از کم یہ تو معلوم ہونا چاہیے' وہ ابھی کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟''

عالی نے کہا۔ ''بس اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک مکان کے اندر ہے۔ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا مزے سے سینڈوچ کھا رہا ہے اور جوس پی رہا ہے۔ اسے ذرا فکر نہیں ہے کہ ہم سے جدا ہو کر کہاں پہنچا ہوا ہے؟''

پورس نے کہا۔ ''میں باپ ہوں۔ میرا بھی دل اس کے لیے تڑپ رہا ہے۔ لیکن خیال خوانی کرنے کا فائدہ کیا ہوگا' جبکہ وہ عالی کی سوچ کی لہروں کو سن نہیں پا رہا ہے۔''

تاشا نے کہا۔ ''گرینڈ مما...! آپ ہمیں اجازت دیں' ہم صرف ایک بار اس کے اندر جا کر معلوم کریں گے کہ وہ ہماری سوچ کی لہروں کو سن رہا ہے یا نہیں؟ یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟''

سونیا نے کہا۔ ''جب اعلیٰ حضرت نے کہا ہے' اس سے رابطہ نہیں کرنا چاہیے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ رابطہ کرنے کے باوجود تم میں سے کسی کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اگر اپنی تسلی کرنا چاہتے ہو تو ایک بار جا کر آزما لو۔''

اجازت ملتے ہی وہ سب خیال خوانی کرنے والے چشم زدن میں عدنان کے اندر پہنچ گئے۔

وہ جوس کا آخری گھونٹ پینے کے بعد میز پر سے اتر گیا تھا۔ وہاں سے چلتا ہوا ایک ایسے کمرے میں پہنچا تھا' جہاں جدید الیکٹرانک کھلونے رکھے ہوئے تھے۔ کمپیوٹر بھی تھا۔ ایک بچے کے دل بہلانے کا تمام سامان وہاں موجود تھا۔ وہ ایک ایک چیز کو بڑے شوق سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ اپنوں سے بچھڑنے کا کوئی دکھ کوئی افسوس نہیں ہے۔

وہ سب اسے باری باری مخاطب کر رہے تھے۔ کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ لیکن یوں لگ رہا تھا' جیسے وہ دماغی سماعت سے محروم ہو چکا ہے۔ صوتی لہروں کو سن نہیں پا رہا ہے۔

وہ سب تھک ہار کر دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ سونیا نے پوچھا۔ ''کیا ہوا...؟''

الپا نے کہا۔ ''وہ ہماری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا ہے۔ جب تک اس مکان سے باہر نہیں نکلے گا۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ اسی شہر میں ہے یا کسی دوسری جگہ پہنچایا گیا ہے؟''

سونیا نے کہا۔ ''جب اسے وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا تو ہو سکتا ہے' پھر بے ہوش کر دیا جائے۔ تم میں سے کسی کو معلوم نہیں ہوگا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟''

میں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ مان لو کہ عدنان کے دماغ میں رہ کر کسی طرح کی معلومات حاصل نہیں کر سکو گے۔ اعلیٰ حضرت چاہتے ہیں' وہ اپنے مقدر کے مطابق جن حالات سے گزر رہا ہے۔ اسے اپنے طور پر گزرنے دیا جائے۔ ہم میں سے کوئی مداخلت نہ کرے۔''

سونیا نے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت ہم سے بہتر جانتے ہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ انہوں نے تم سب کو خیال خوانی سے منع کیا ہے تو پھر ان کی ہدایت پر عمل کرو۔ آئندہ عدنان کے پاس نہ جاؤ۔''

سب کے منہ لٹک گئے۔ کسی کا دل نہیں مان رہا تھا کہ اس بچے کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے۔ جبکہ اس کے تمام اپنے ہر طرح اس کے کام آ سکتے تھے۔ کسی نہ کسی طرح اسے تلاش کر سکتے تھے۔ ڈھونڈنے سے نہ ملتا' تب بھی دل کو اطمینان حاصل ہوتا کہ وہ اسے تلاش کرنے کے سلسلے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے ہیں۔

تاشا بابا صاحب کے ادارے میں پچھلے تین برسوں سے عدنان کے ساتھ رہتی آئی تھی۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے ہاسٹل الگ تھے۔ لیکن وہ تعلیم و تربیت ایک ساتھ حاصل کرتے تھے۔ ایک دوسرے کے ساتھ اچھا خاصا وقت

گزارتے تھے۔ ہنستے بولتے رہتے تھے۔ دونوں میں اتنی محبت تھی کہ ایک دوسرے سے جدا ہونا گوارا نہیں کرتے تھے۔ دور ہو جانے کے بعد تاشا خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں کرتی رہتی تھی۔

بعض اوقات اس کی ذہنی حالت عجیب سی ہو جاتی تھی' وہ ہمارے قابو میں نہیں آتا تھا۔ اعلیٰ حضرت اس کا روحانی علاج کرتے تھے۔ وہ تاشا سے بہت متاثر تھا۔ وہ بڑی محبت سے اسے قابو کر لیا کرتی تھی۔ اس کی دس باتیں مان کر اپنی ایک اہم بات منوا لیا کرتی تھی۔ اس لیے اعلیٰ حضرت ان دونوں کو کبھی کبھی ساتھ رہنے اور کہیں ساتھ آنے جانے کی آزادی دے دیا کرتے تھے۔

تاشا کی سیٹ اوکے ہو چکی تھی۔ دوسری صبح اُسے یہاں سے جانا تھا۔ مگر اس رات اُسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ عدنان کے حالات معلوم کرنے کے لیے بے چین تھی۔ عالی نے کہا تھا' وہ خود کو بھول چکا ہے۔

تاشا نے بھی الپا اور کبریا کے ساتھ اُس کے دماغ میں جا کر یہی معلوم کیا تھا۔ وہ خود کو عدنان کی حیثیت سے نہیں پہچان رہا تھا۔ اس بات کی بھی تشویش نہیں تھی کہ وہ کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ اس کے ماں باپ کون ہیں؟ کہاں ہیں؟ وہ خود کہاں سے آیا ہے؟ ایسے سوالات اس کے ذہن میں نہیں ابھر رہے تھے۔ وہ اپنے حال میں مست تھا۔

وہ ہر رات سونے سے پہلے خیال خوانی کے ذریعے عدنان سے باتیں کرتی تھی۔ اسے شب بخیر کہنے کے بعد سو جاتی تھی۔ اس وقت بھی اس نے سوچا۔ ''اگرچہ گرینڈ مما نے اس کے دماغ میں جانے سے منع کیا ہے۔ مگر میں چپ چاپ جاؤں گی' یہ اطمینان حاصل کروں گی کہ وہ خیر خیریت سے ہے اور اب بستر پر پہنچ کر سونے والا ہے۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو سنے یا نہ سنے۔ میں اسے شب بخیر کہہ کر آؤں گی' تب ہی مجھے سکون سے نیند آئے گی۔'' وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس وقت وہ گہری نیند میں تھا۔ وہ خوش ہو گئی۔ کیونکہ عدنان خواب کی اسکرین پر اپنی تاشا کو دیکھ رہا تھا۔ مگر پتا نہیں' وہ خواب میں آنے والی اس سے کیا کہنا چاہتی تھی؟ تاشا نے اس خواب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''تم مجھے دیکھ رہے ہو۔ کیا میری آواز بھی سن رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''کیوں نہیں سنوں گا؟ میں بہرہ تو نہیں ہوں۔''

وہ بولی۔ ''خدا کا شکر ہے۔ یہ بتاؤ' کیا مجھے پہچان رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ ایسے سوالات کیوں کر رہی ہو؟''

''اس لیے کر رہی ہوں کہ نیند کی حالت میں تو پہچان رہے ہو۔ لیکن جب جاگ رہے تھے اور میں تمہارے دماغ میں آ کر بول رہی تھی تو نہ میری آواز سن رہے تھے۔ نہ خود کو پہچان رہے تھے۔''

''تم جھوٹ بول رہی ہو۔ کیا میں اپنے آپ کو نہیں پہچانوں گا؟''

''تم جانتے ہو' میں تم سے کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ کبھی بحث نہیں کرتی۔ یہ بتاؤ' جب خود کو پہچان رہے ہو تو یہ بھی یاد ہوگا کہ کس طرح تمہیں اغوا کیا گیا ہے اور کہاں پہنچایا گیا ہے؟ یہ کونسی جگہ ہے؟''

''ہاں۔ مجھے سب کچھ یاد ہے۔ جب ہم قلعے میں تھے' تب کسی نے میرے اندر آ کر پوچھا تھا' مجھ سے دوستی کرو گے...؟

میں نے کہا' ہاں کروں گا۔ مگر تم کون ہو اور کہاں ہو؟

وہ بولا' تم وہاں سے باہر آؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

اس وقت میں نے پاپا کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ میں ہاتھ چھوڑ کر چپ چاپ دبے قدموں چلتا ہوا باہر آ گیا۔ تم میں سے کسی نے مجھے نہیں دیکھا۔ باہر ایک آدمی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا' آؤ۔ مجھ سے ہاتھ ملاؤ۔ آج سے ہم دوست ہیں۔ میں تمہارے لیے بہترین آئس کریم لے کر آیا ہوں۔''

میں نے اس سے ہاتھ ملایا۔ اس کے ساتھ ایک بڑا سا تھرماس تھا۔ اس نے اسے کھول کر آئس کریم نکالی۔ پھر مجھے کھانے کو دی۔ واہ کتنی مزیدار آئس کریم تھی۔ میں وہاں سے اڑتا ہوا اس گھر میں پہنچ گیا۔''

تاشا نے پوچھا۔ ''آئس کریم کھا کر پرواز کیسے کر سکتے ہو؟ اچھی طرح یاد کرو' تم اُسے کھاتے ہی بے ہوش ہو گئے تھے۔''

وہ بولا۔ ''کچھ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں یہاں بڑے آرام سے لیٹا ہوا تھا۔''

''یہ کون سی جگہ ہے؟''

''میں نہیں جانتا۔ جب سے آیا ہوں۔ باہر نہیں گیا۔ یہاں بڑی مزیدار کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔ ایک سے ایک الیکٹرانک گیمز ہیں۔''

''کیا تم کھانے پینے' کھیلنے اور سونے میں ایسے مست ہو گئے ہو کہ اپنی تاشا کو بھول گئے...؟''

''میں تمہیں نہیں بھول سکتا۔ تم بہت اچھی ہو۔ میں کل تمہیں اپنے پاس بلاؤں گا۔ یہاں بڑا مزہ آتا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں تو قیدیوں کی طرح رہنا پڑتا ہے۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔ جب سو کر اٹھو گے تو پھر اپنے آپ کو بھول جاؤ گے۔ ابھی نیند کی حالت میں ہو۔ اپنی تاشا کی بات مانو... فوراً اٹھ کر اس مکان سے باہر نکلو۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے' تمہیں کہاں پہنچایا گیا ہے؟ یہ لاہور شہر ہے یا کوئی دوسرا علاقہ ہے؟''

''نہیں۔ میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ مجھے بہت اچھی نیند آ رہی ہے۔''

''کیا اپنی تاشا کی بات نہیں مانو گے؟ کیا تم نہیں چاہتے' کل میں تمہارے پاس آؤں؟''

''ہاں۔ تمہارے بغیر مزہ نہیں آتا۔ میں تمہیں ضرور بلاؤں گا۔ تمہیں آنا ہی ہوگا۔''

''تو پھر میری بات مانو۔ آنکھیں کھولو اور یہاں سے اٹھ کر باہر جاؤ۔ یہ سمجھ لو کہ میں تم سے ملنے آئی ہوں۔ باہر انتظار کر رہی ہوں۔ آؤ۔ خود دروازہ کھولو۔''

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''کیا سچ مچ تم آئی ہو؟ کیا باہر کھڑی ہوئی ہو؟''

''ہاں تم آنکھیں تو کھولو اٹھ کر باہر تو آؤ۔''

اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اِدھر اُدھر سر گھما کر اس کمرے کو دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا۔ ''میں ابھی خواب دیکھ رہا تھا۔ پتا نہیں کیا دیکھ رہا تھا؟ کیوں اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا؟''

تاشا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم ابھی خواب میں مجھے دیکھ رہے تھے۔ کیا اتنی جلدی بھول گئے؟''

وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ ''کتنی اچھی نیند آئی تھی پھر میری آنکھ کیسے کھل گئی؟ جبکہ میں نے کوئی ڈراؤنا خواب بھی نہیں دیکھا تھا۔''

تاشا نے کہا۔ ''عدنان...! پلیز میری بات کا جواب دو۔ کیا تم میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہے ہو؟''

وہ نہیں سن رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سوتے سوتے کیوں اچانک اٹھ بیٹھا ہے؟ ایسے وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے سائڈ ٹیبل کی طرف دیکھا۔ پھر ہاتھ آگے بڑھا کر ریسیور کو اٹھایا۔ اسے کان سے لگا کر بولا۔ ''ہیلو میرے دوست...! کیا یہ تم ہو؟''

دوسری طرف سے کسی کی آواز سنائی دی۔ ''ہاں۔ میں تمہارا دوست بول رہا ہوں۔ ہم اتنے پکے دوست ہیں کہ تمہیں بھوک لگتی ہے تو مجھے بھی بھوک لگتی ہے۔ تم سوتے ہو تو میں بھی سوتا ہوں' تم جاگتے ہو تو میں بھی جاگ جاتا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں' تم سوتے سوتے جاگ گئے ہو۔ کیا بات ہے؟ کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ؟''

تاشا وہ آواز سن کر چونک گئی۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں تمام دشمن خیال خوانی کرنے والوں کی آوازوں کو اور لب و لہجوں کو اچھی طرح سنا تھا۔ وہ پہچان گئی۔ فون پر برین ماسٹر بول رہا تھا۔ عدنان نے اس سے کہا۔ ''مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ بس یوں ہی سوتے سوتے اچانک آنکھ کھل گئی تھی۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''دوست...! تم بہت پُراسرار ہو۔ جب قلعے میں تھے تو میں نے تمہارے اندر آ کر دوستی کی آفر کی تھی۔ تم باہر آ کر میرے دوست بن گئے تھے۔ اُس وقت تم نے اپنے اندر میری آواز سن لی تھی۔ اب کیوں نہیں سنتے ہو؟''

وہ بولا۔ ''میں نہیں جانتا' تم کس طرح مجھ سے بول رہے تھے؟ وہاں اندھیرا تھا۔ میری سمجھ میں یہی آ رہا تھا کہ تم میرے اندر آ کر بول رہے ہو۔''

''ہاں میرے دوست! یقین کرو۔ اُس وقت میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے دماغ میں آ کر بول رہا تھا۔ تم نے میری باتیں سنی تھیں۔ اب کیوں نہیں سنتے ہو؟ میں بار بار تمہارے اندر آتا ہوں' تمہارا دماغ ایک خالی گنبد کی طرح لگتا ہے۔ میری سوچ کی لہریں وہاں گونجتی رہتی ہیں۔''

وہ ذرا توقف سے بولا۔ ''تم میری آواز نہیں سنتے مگر میں تمہارے خیالات پڑھتا رہتا ہوں۔ کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے' تم اچانک اپنی یادداشت کھو بیٹھے ہو۔ یہ بھول گئے ہو کہ تمہارا نام عدنان ہے۔ تم فرہاد علی تیمور کے پوتے ہو۔''

''تم کہتے ہو تو میرا نام عدنان ہی ہوگا۔ مجھے میرے دادا فرہاد علی تیمور کے پاس لے چلو۔''

پھر اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''مگر ایک بات ہے...''

اس نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟''

''تم کہتے ہو' میں عدنان ہوں اور میرا کوئی دادا فرہاد علی تیمور ہے۔ مگر دادا اور پوتے کے بیچ ایک باپ ہوا کرتا ہے کیا میرا کوئی باپ نہیں ہے؟''

''بالکل ہے۔ ایک ماں بھی تھی۔ تمہارا بہت بڑا خاندان ہے۔ مگر تم خود کو یاد کرو گے۔ تب میں آگے کچھ بتا پاؤں گا۔''

''جب کچھ یاد نہیں آ رہا ہے تو کیا یاد کروں؟ تم مجھے میرے باپ دادا کے پاس لے چلو۔''

''ایسی غلطی میں کبھی نہیں کروں گا۔ تم نہیں جانتے' تمہاری ایک دادی کتنی خطرناک ہے؟ وہ میری جان کی دشمن ہے۔ میں تمہیں دوست بنا کر اپنے پاس رکھوں گا تو وہ ساری دشمنی بھولتی رہے گی۔''

''تمہاری باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ اب فون بند کرو۔''

''ہاں تمہیں سو جانا چاہیے۔ کل صبح آٹھ بجے تم یہاں سے دوسری جگہ جاؤ گے۔''

''کیا اپنے دادا کے پاس...؟''

''نہیں۔ تم میرے پاس آؤ گے۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔ اب آرام سے سو جاؤ۔''

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ عدنان نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ تاشا اس کے اندر رہ کر برین ماسٹر کی تمام باتیں سن چکی تھی۔ دشمن کا نام معلوم ہو گیا تھا۔ مگر اس کا پتا ٹھکانا معلوم کرنا آسان نہیں تھا۔

عدنان بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر چکا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی' برین ماسٹر کے بارے میں سونیا کو اور الپا کو بتانا چاہیے یا نہیں؟

یہ بات دماغ میں آئی کہ نہیں بتانا چاہیے۔ گرینڈ ما نے عدنان کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ اگر انہیں اور گرینڈ پا کو معلوم ہوگا تو ڈانٹ پڑے گی۔''

پھر یہ کہ بتانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ الپا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی عدنان کے اندر پہنچ کر اس کا کچھ بھلا نہیں کر سکتے تھے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی' اس کا ذہن ایسا کیوں ہو گیا ہے؟ وہ کیوں اپنے آپ کو بھول گیا ہے؟ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کرتا ہے؟

اگرچہ عدنان کے اندر پہنچ کر دشواریاں پیش آ رہی تھیں۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے کنٹرول نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ دشمنی کے ارادے سے اسے اغوا کرنے والا برین ماسٹر بھی اس کے اندر پہنچ کر ناکام ہو رہا تھا۔ چونکہ عدنان اس کی سوچ کی لہروں کو نہیں سنتا تھا۔ اس لیے وہ دشمن اس پر تنویمی عمل بھی نہیں کر سکتا تھا۔

فی الحال برین ماسٹر کی کامیابی اتنی ہی تھی کہ اس نے عدنان کو کہیں چھپا رکھا تھا اور اب وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا چاہتا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اس کے آلہ کار کل صبح آٹھ بجے عدنان کو اس چار دیواری سے کہیں لے جانے والے تھے۔

تاشا نے سوچا۔ ''مجھے بھی فوراً سو جانا چاہیے۔ صبح اٹھ کر اپنے عدنان کے اندر آؤں گی۔ دیکھوں گی' اسے کہاں لے جایا جائے گا؟''

اس نے سونے سے پہلے عدنان کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا اور خواب کی اسکرین پر تاشا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ خوش ہو گئی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ نیند کی حالت میں وہ اپنے آپ کو اور اپنی تاشا کو پہچان رہا ہے۔

وہ خواب کی اسکرین پر آنے والی اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔ تاشا اس کے ذریعے بولنے لگی۔ ''عدنان...! یہ کتنی تعجب کی بات ہے' تم نیند کی حالت میں مجھے اور اپنے آپ کو پہچانتے ہو۔ مگر بیدار ہوتے ہی سب کچھ بھول جاتے ہو؟''

''تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں بھلا خود کو کیسے بھول سکتا ہوں؟''

''میں نے ابھی تمہیں بیدار ہونے کو کہا تھا۔ تم آنکھیں کھولتے ہی مجھے اور اپنے آپ کو بھول گئے تھے۔''

اس نے کہا۔ ''بے شک۔ تم نے مجھے بیدار ہونے کو کہا تھا۔ مگر میں تب سو رہا تھا' نہ اب سو رہا ہوں۔ میں تو جاگ رہا ہوں۔ اسی لیے تم سے باتیں کر رہا ہوں۔ اگر سو جاتا تو باتیں کیسے کرتا؟''

تاشا نے پریشان ہو کر کہا۔ ''میں تم سے بحث نہیں کر سکوں گی اور نہ تمہیں بھولی ہوئی باتیں دلا سکوں گی۔ بہرحال اب آرام سے سوتے رہو' کل صبح تمہارے پاس آؤں گی۔''

تاشا نے خود کو اس کے خواب کی اسکرین سے گم کر دیا۔ وہ چپ چاپ گہری نیند سوتا رہا۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ بستر پر لیٹ کر دماغ کو ہدایت دی کہ صبح پانچ بجے بیدار ہو جائے... اس کے بعد وہ بھی گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

☆☆☆

برین ماسٹر اس وقت بہت زیادہ بوکھلا گیا تھا۔ جب اینا اور بے باک مومن اس کے تنویمی عمل کے اثر سے نکل گئے تھے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی تھی کہ سونیا بڑی دھیمی رفتار سے انتقام لے رہی ہے اور اسے رفتہ رفتہ کمزور بنا رہی ہے۔ اس بات کا دھڑکا لگا ہوا تھا کہ وہ خطرناک بلا اچانک ہی

کسی وقت بھی اس کی شہ رگ تک پہنچ سکتی ہے۔

اس نے اکابرین کے اور سونیا کے خلاف خود کو بہت طاقتور بنانے کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرنا شروع کیا تھا۔ اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو اپنے ماتحت خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے کسی بھی چیلنج کا بھرپور جواب دے سکتا تھا۔ لیکن اس کے مقدر میں ناکامی بھی تھی اور کامیابی بھی۔

ناکامی یہ ہوئی کہ اس نے پہلے ٹف گائی اور وائس مین کو بڑی کامیابی سے ٹریپ کیا مگر انہیں قابو میں نہ رکھ سکا اور ان سے محروم ہو گیا۔ اس کے بعد اپنے داماد بے باک مومن کو معمول اور تابعدار بنایا۔ یہ خوش فہمی تھی کہ گھر کے اندر کی بات ہے' سونیا تک نہیں پہنچے گی مگر یہ خوش فہمی جلد ہی ختم ہو گئی اور بے باک مومن بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

ایسی حالت میں اس کی نیندیں اڑ گئی تھیں۔ وہ اپنی ایک خفیہ رہائش گاہ میں چھپ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس دنیا کی کوئی طاقتور تنظیم اسے سونیا کے انتقام سے نہیں بچا سکتی تھی۔ اس نے مجھے ٹریپ کرنے اور زخمی کرنے کی بہت بڑی جسارت کی تھی۔ یہ سوچ اس کے دماغ میں پتھر کی طرح لگتی تھی کہ سونیا بہت ہی بے دردی سے انتقام لے گی۔

اس کے سامنے بچاؤ کے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ گریٹ ایشورارا سے کسی طرح رابطہ ہو جائے اور وہ اس کی پناہ میں چلا جائے۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ میری اور سونیا کی کوئی کمزوری اس کے ہاتھ آ جائے۔

ایسے ہی وقت اسے معلوم ہوا' سونیا اور میرے تمام بچے لاہور پہنچے ہوئے ہیں۔ مزید جستجو کے بعد یہ بھی معلوم ہوا کہ میں زندہ ہوں' بری طرح زخمی ہونے کے باعث زیرِ علاج ہوں۔ اس لیے میری فیملی کے تمام افراد ایک ہی شہر میں ایک ہی چھت کے نیچے یکجا ہو گئے ہیں۔

ایسے وقت وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے پھر مجھ پر اور میرے بچوں پر طرح طرح سے حملے کرا سکتا تھا۔ مگر مجھے تنہا ٹریپ کرنے کے سلسلے میں جو ناکامیاں ہو چکی تھیں۔ اُن سے یہ عقل آ گئی تھی کہ حملے کرائے گا تو شاید میری فیملی کے دو چار افراد مارے جائیں گے۔ لیکن اس کے بعد وہ اور زیادہ غیر محفوظ ہو جائے گا۔ اصل مسئلہ اپنی سلامتی' اور بھرپور سیکیورٹی کا تھا۔

عقل سمجھا رہی تھی' وہ ہماری کوئی بہت بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھ کر ہمیں مجبور اور بے بس بنا سکتا ہے۔ میرے بچوں میں سے کسی کو بھی یرغمال بنا کر اسے اپنے شکنجے میں رکھے گا تو بے شک ہم کسی حد تک کمزور پڑ جائیں گے اور اسے ایک نامعلوم مدت کے لیے بھرپور تحفظ حاصل ہوتا رہے گا۔

وہ میری اولاد میں سے کسی کو اغوا کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ بس ایک آٹھ برس کا بچہ تھا' جو اسے کمزور اور بے ضرر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ میرے پوتے عدنان کو بڑی آسانی سے اغوا کر سکتا تھا اور اس نے یہی کیا تھا۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں' اس کے مقدر میں کامیابی اور ناکامی ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ کامیابی یہ تھی کہ وہ عدنان کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پتا نہیں کب تک اسے اپنے شکنجے میں رکھنے والا تھا؟

ناکامی یہ تھی کہ جسے ہماری کمزوری بنانا چاہتا تھا' اس کا دماغ گنبد کی طرح خالی تھا۔ اس کی اپنی سوچ کی لہریں عدنان کے اندر آ کر گونجتی تھیں مگر اسے متاثر نہیں کر پاتی تھیں۔ نہ وہ اس پر تنویمی عمل کر سکتا تھا' نہ ہی اسے اپنی انگلیوں پر نچا سکتا تھا۔

اس نے پہلے دن عدنان کے اندر الپا' عالی' تاشا اور کبریا وغیرہ کی آوازیں سنی تھیں۔ یہ دیکھ کر اطمینان ہوا تھا کہ وہ بھی عدنان کو اپنے قابو میں نہیں کر سکے تھے۔

اب اسے یہ سوال پریشان کر رہا تھا۔ ''کیا مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے عدنان کے اندر رہ کر یہ معلوم کرتے رہیں گے کہ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ کہاں منتقل کیا جا رہا ہے؟''

برین ماسٹر نے لاہور کے ایک عیسائی بوڑھے کو آلہ کار بنایا تھا۔ سوئیٹزر لینڈ اور پیرس جانے والی ایک فلائٹ میں اس بوڑھے اور عدنان کے لیے دو سیٹیں حاصل کی تھیں۔ یہ جانتا تھا' ہم عدنان کو ائیر پورٹ میں بھی تلاش کریں گے۔ ہر فلائٹ کے مسافروں کی فہرست چیک کریں گے۔ یہ معلوم کریں گے کہ کس فلائٹ میں کتنے بچے لاہور سے جا رہے ہیں؟

اس نے اس بچے کو ہماری نظروں سے بچا کر لے جانے کے بڑے ٹھوس انتظامات کیے تھے۔ اس کے دو آلہ کار صبح پانچ بجے عدنان کے پاس پہنچ گئے تھے۔ اس نے فون کے ذریعے اسے سمجھایا تھا کہ اس کا میک اپ کیا جا رہا ہے۔ چہرے کو اس لیے تبدیل کیا جا رہا ہے کہ اس کے بہت سے دشمن ہیں۔ ان کی نظروں سے چھپانے کے لیے اس کا حلیہ تبدیل کرنا ضروری ہے۔

عدنان کا قد تقریباً ساڑھے چار فٹ تھا۔ دو گھنٹے کے

اندر اسے ایک بوڑھا بونا بنا دیا گیا۔ سر کے بال ہلکے سفید ہو گئے۔ چہرے پر کہیں کہیں جھریاں پڑ گئیں۔ آئی لینسز کے ذریعے آنکھوں کا رنگ بدل گیا۔ ایسی مہارت سے میک اپ اور گیٹ اپ کیا گیا تھا کہ وہ سچ مچ کوئی بونا بوڑھا دکھائی دے رہا تھا۔

اتنی کامیابیوں کے باوجود برین ماسٹر کو ایک ہی اندیشہ تھا کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے عدنان کے دماغ میں پہنچ کر شاید یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے اور آگے چل کر اُس کی ساری محنت کو خاک میں ملا دیں گے۔

لیکن یہ سب کچھ کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ عدنان کو زیادہ عرصے تک لاہور میں یا پاکستان کے کسی علاقے میں چھپا کر نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس کی عقل' اس کا تجربہ کہہ رہا تھا۔ ''اس بچے کو جتنی جلدی ہو سکے پاکستان کی سرحد سے نکال کر سوئیٹزر لینڈ پہنچا دینا چاہیے''

اس اندیشے کے باوجود اسے کامیابی کی امید بھی تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا' ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ہی بار عدنان کے دماغ میں آئے تھے۔ پھر ناکام ہونے کے بعد دوسری بار کوئی اس کے پاس نہیں آیا تھا۔

دوسری صبح جب اس کا حلیہ تبدیل کیا جا رہا تھا' تب برین ماسٹر اس کے اندر پہنچ کر خوشی سے کھل گیا۔ کیونکہ عدنان کے دماغ میں دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس کے اطراف کا ماحول دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ دماغ ہر طرح کی سوچ سے خالی تھا اس لیے یہ بھی معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ اس کا حلیہ تبدیل کیا جا رہا ہے۔

اس وقت عدنان کی ذہنی حالت برین ماسٹر کی مرضی کے مطابق تھی۔ وہ عجیب و غریب دماغ رکھنے والا بچہ اسے کامیابی کی طرف لے جا رہا تھا۔ تاشا اپنے مقررہ وقت پر بیدار ہونے کے بعد سفر کی تیاری کر رہی تھی۔ اسے بھی پیرس کے لیے روانہ ہونا تھا۔ ایسے وقت وہ عدنان کے اندر پہنچی تو پریشان ہو گئی۔

عدنان کے اندر اور اس کے اطراف دھند سی محسوس... ہوئی۔ اس کا دماغ ہر طرح کی سوچ سے خالی تھا۔ اس لیے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' وہ کہاں ہے؟ کیا کر رہا ہے اور اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟

وہ دل برداشتہ ہو کر بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی۔ ''کیا کروں...؟ کیسے اسے تلاش کروں؟ پتا نہیں' اسے کہاں سے کہاں پہنچایا جائے گا؟ میں پیرس میں سکون سے نہیں رہ سکوں گی۔ یا خدا! میں کیا کروں؟ کس طرح اپنے عدنان تک اپنی آواز پہنچاؤں یا خود اس کے پاس پہنچ جاؤں؟''

اسے ہر حال میں پیرس جانا تھا اور بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنا تھا۔ وہ وہاں جانے سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ کبریا نے آ کر اس کا سفری بیگ اٹھایا۔ وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی ہمارے پاس آ گئی۔

میں نے اور سونیا نے اسے بڑے پیار سے رخصت کیا۔ الپا' ندا' عالی اور کبریا اسے رخصت کرنے کے لیے ائیر پورٹ تک آئے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ پیرس جانے والی اس فلائٹ میں کوئی بچہ اپنے ماں باپ کے ساتھ یا کسی سرپرست کے ساتھ سفر نہیں کر رہا ہے۔

انہوں نے ایک بوڑھے بونے کو دور سے دیکھا۔ وہ ایک اور بوڑھے کے ساتھ کچھ فاصلے سے گزرتا ہوا بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے جا رہا تھا۔ تاشا بار بار عدنان کے اندر جا رہی تھی۔ مگر وہاں دھند کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ عدنان کی اپنی سوچ کی لہریں بھی نہیں تھیں۔ اگر ہوتیں تو ان کے ذریعے معلوم ہو جاتا کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور اسے کس طرح ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف لے جایا جا رہا ہے!

وہ بھی الپا' عالی اور کبریا سے رخصت ہو کر بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے کے لیے کاؤنٹر پر آ گئی۔ اس وقت تک عدنان اپنے بوڑھے ساتھی کے ساتھ وہاں سے جا چکا تھا۔

برین ماسٹر اس بوڑھے آلہ کار کے دماغ میں موجود تھا۔ کیونکہ عدنان کے اندر رہ کر کچھ معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ ایسی ناکامی کے باوجود بہت خوش تھا۔ یہ اطمینان تھا کہ ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اس کے اندر نہیں ہے۔

اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ عدنان کا دماغ اسی طرح سوچ کی لہروں سے خالی رہے گا' وہاں دھند چھائی رہے گی تو وہ اسے جلد از جلد اپنی ایک خفیہ پناہ گاہ میں لے آئے گا۔

وہ اس دنیا کا ایسا عجیب و غریب بچہ تھا' جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ قدرت نے اسے عجوبہ بنا رکھا تھا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے حیران پریشان تھے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ جب اس کا ذہن خود اپنی سوچ کی لہروں سے خالی رہتا ہے تو اس کے دماغ کو ساکت اور سُن ہو جانا چاہیے۔ پانچ حواسوں کو ختم ہو جانا چاہیے۔

تمام سوچ کی لہروں سے خالی ہونے کے بعد نہ وہ دیکھ رہا ہوگا' نہ سن رہا ہوگا' نہ سمجھ رہا ہوگا تو پھر وہ کیسے چل پھر رہا ہے؟ اس دنیا کو دیکھ رہا ہے؟ سمجھ رہا ہے اور ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لیے جہاز میں سوار ہو چکا ہے؟ ٹیلی

پیٹھی جاننے والوں کے لیے یہ بات ناقابلِ فہم تھی۔

ایسا اس دنیا کے کسی انسان کے ساتھ نہیں ہوسکتا کہ ذہن اپنی ہی سوچ کی لہروں سے خالی ہو اور وہ ایسی حالت میں زندہ ہو۔ حقیقتاً خدا کی قدرت جتنی واضح اور سمجھ میں آنے والی ہوتی ہے' اتنی ہی پیچیدہ بھی ہوتی ہے۔ بہت سی باتیں ناقابلِ فہم بن جاتی ہیں۔

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے غلط سمجھ رہے تھے۔ عدنان کا ذہن سوچ سے خالی نہیں تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا' سمجھ رہا تھا اپنے بوڑھے ساتھی سے باتیں کررہا تھا۔ لیکن قدرت نے صرف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے اس کے دماغ کو سوچ کے بغیر ایک خالی گنبد بنادیا تھا۔

تاشا جہاز کے اندر آئی۔ عدنان پچھلی قطار میں بیٹھا اس بوڑھے ہمسفر سے باتیں کررہا تھا۔ وہ اس کے قریب سے گزرتی ہوئی آگے جاکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ بہت دل برداشتہ تھی۔ اپنے محسن محبوب کے بغیر بابا صاحب کے ادارے میں واپس نہیں جانا چاہتی تھی۔ دل کہہ رہا تھا' بغاوت کردے ادارے میں نہ جائے۔ مجھے اور سونیا کو دھوکا دے کر اسی شہر میں رہے اور کسی طرح معلوم کرے' عدنان کو کہاں پہنچایا گیا ہے؟

لیکن وہ جذبات میں بہ کر کوئی غلط فیصلہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اگر اعلیٰ حضرت کی ہدایت کے مطابق بابا صاحب کے ادارے میں نہ آتی تو ہم سب ناراض ہوجاتے۔

یہ اندیشہ بھی تھا کہ سزا کے طور پر عدنان سے اس کی متلنی توڑ دی جائے گی۔ گویا اس کی جان جسم سے نکال لی جائے گی اور یہ اسے منظور نہیں تھا۔ اس لیے دل پر پتھر رکھ کر وہاں سے جارہی تھی۔ دھیرے سے جہاز رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہوا۔ پھر اپنی منزل کی طرف پرواز کرنے لگا۔ تاشا اپنی منزل کے قریب ہونے کے باوجود بے خبر تھی۔ درمیانی قطار کی ایک سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور عدنان پچھلی قطار میں تھا۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے' دو دل قریب قریب ہوتے ہیں پھر بھی دھڑکنیں سنائی نہیں دیتیں۔ ایک ذرا سی آہٹ بھی نہیں ملتی۔

اور کبھی کبھی قدرت اچانک ہی کرشمہ دکھا دیتی ہے۔

تاشا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ وہاں سے پلٹ کر واش روم کی طرف جانے لگی۔ پچھلی سیٹ پر وہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس پار دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ وہ اس پر ایک نظر ڈالتی ہوئی گزر گئی لیکن وہ بونا ایک دم سے چونک گیا۔

بے شک! وہ عارضی طور پر اپنے آپ کو بھول گیا تھا۔ تاشا کو بھی یاد نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس کی تصویر دیکھ لیتا تو فوراً ہی اسے پہچان لیتا۔ پچھلی رات اس نے تصویر نہیں دیکھی تھی۔ خواب میں اسے متحرک دیکھا تھا اور دیکھتے ہی پہچان گیا تھا۔

اسے ایک معصوم بچے کے پیار کی شدت کہہ سکتے ہیں۔ وہ رومانس اور ازدواجی رشتے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ تاشا کو طلب کرتے وقت کوئی لالچ کوئی خود غرضی نہیں ہوتی تھی۔ بس وہ اچھی لگتی تھی اور وہ چاہتا تھا' ساری زندگی اس کے ساتھ رہے۔ جب بھی اسے دیکھتا تھا اس کے پاس رہنے اور وقت گزارنے کے لیے مچل جاتا تھا۔

پچھلی رات تاشا نے خواب میں آکر اسے بھولی ہوئی محبت یاد دلائی تھی۔ اس ہار اس کے سامنے سے گزرتی ہوئی گئی تو وہ جیسے ہڑبڑا کر غفلت بھری نیند سے بیدار ہوگیا۔

اگر سر گھما کر نہ دیکھتا اور وہ اس کے سامنے سے گزرتی ہوئی واش روم میں جاکر نظروں سے اوجھل ہوجاتی تو وہ پھر اسے بھول جاتا۔ خود کو بھی فراموش کردیتا۔ پیار ایسے معجزے دکھاتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

تاشا کی محبت اس کے لیے ایک طلسم سے کم نہیں تھی۔ وہ خود کو گم کرنے والا اس کے طلسم سے جاگتا تھا۔ اگر وہ سامنے آکر سحر نہ پھونکے تو گہری غفلت بھری نیند سوجاتا تھا۔

وہ فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس بوڑھے آلہ کار نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

''میں ابھی واش روم سے آتا ہوں۔''

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے چلتا ہوا واش روم کی طرف جانے لگا۔ وہ ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر جانے والی تھی۔ اس نے آواز دی۔ ''تاشا...!''

وہ ایسی آواز تھی' جو اس کے دل کو دھڑکا دیتی تھی۔ اس نے ایک بوڑھے بونے کو وہاں آتے دیکھا۔ وہ قریب آتے ہی دوڑ کر اس سے لپٹ گیا۔

وہ چشم زدن میں سمجھ گئی کہ عدنان غفلت سے ہوش مندی کی طرف آگیا ہے اور وہ ایئر پورٹ سے یہاں تک اسے بوڑھا بونا سمجھ کر دھوکا کھاتی رہی ہے۔

وہ فوراً ہی ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی اندر آگئی پھر دروازے کو بند کرتے ہوئے بولی۔ ''یہاں تمہارے ساتھ اور کون ہے؟''

''میرا ایک دوست ہے۔ وہ مجھے جنیوا لے جارہا ہے۔ وہاں ایک اور اچھا دوست میرا انتظار کررہا ہے۔''

وہ فوراً ہی اس کے دماغ کے اندر پہنچ گئی۔ وہ پہلے کی طرح سوچ کی لہروں سے خالی تھا۔ دھند کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا تمہارے اندر آکر کوئی بولتا ہے؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں... ہاں۔ مگر میرا وہ دوست فون کے ذریعے باتیں کرتا ہے۔''

''تم اچانک ہی مجھے کیسے پہچان گئے؟''

''ابھی یاد آیا ہے' میں نے پچھلی رات خواب میں تمہیں دیکھا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' تمہیں بھول کیوں جاتا ہوں؟ جب دیکھتا ہوں تو یاد آجاتی ہو۔''

''کیا تم اپنے آپ کو پہچان رہے ہو کہ کون ہو؟ کس کے بیٹے اور کس کے پوتے ہو؟''

وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ تاشا نے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

اس نے جواب دیا۔ ''دوست... میرا وہ دوست ٹیلی فون پر مجھے اسی نام سے مخاطب کرتا ہے۔''

''کیا تم نے اس دوست کو کبھی دیکھا ہے؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''ہاں ایک بار دیکھا تھا۔ اس نے مجھے آئس کریم کھلائی تھی۔ اب جنیوا جاکر اسے دیکھوں گا۔''

وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ ''تم ابھی بچے ہو۔ انسانی دماغ کی کارکردگی کو سمجھتے نہیں ہو۔ بس اتنا سمجھ لو' جب تک انسان زندہ رہتا ہے۔ کچھ نہ کچھ سوچتا رہتا ہے۔ اس کے ذہن میں سوچ کی لہریں آتی جاتی رہتی ہیں پھر تمہارا دماغ ان سوچ کی لہروں سے خالی کیوں ہے؟''

وہ چپ چاپ کھڑا اس کا منہ تک رہا تھا۔ اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس نے کہا۔ ''میں نہیں جانتا' تم کیا بول رہی ہو؟ میں تو سوچتا ہوں۔ سمجھتا بھی ہوں۔ ابھی تمہیں سمجھ رہا ہوں کہ تم میری تاشا ہو۔''

وہ بولی۔ ''بے شک۔ تم سوچتے ہو' سمجھتے ہو۔ اسی لیے لاہور سے یہاں تک کسی کے ساتھ آئے ہو۔ جنیوا جارہے ہو۔ دنیا کو دیکھ رہے ہو' کھا رہے ہو' پی رہے ہو' مجھ سے باتیں کررہے ہو۔ یقیناً تمہارا دماغ سوچ کی لہروں سے خالی نہیں ہے۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہاری سوچ کی کوئی لہر کیوں نہیں ملتی؟''

وہ اس کا بازو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے بولا۔ ''ہم اتنے دنوں بعد ملے ہیں اور تم الجھی ہوئی باتیں کررہی ہو۔ اچھی اچھی باتیں کرو۔''

تاشا کا ذہن بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا۔ وہ عدنان کے موجودہ حالات پر غور کررہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''ابھی تم کہہ رہے تھے' مجھے دیکھتے ہو تو پہچان لیتے ہو۔ ورنہ بھول جاتے ہو۔ کیا میں یہاں سے جاکر اپنی سیٹ پر بیٹھوں گی اور تم اپنی سیٹ پر چلے جاؤ گے۔ مجھے نہیں دیکھو گے تو پھر بھول جاؤ گے؟''

''میں نہیں جانتا' تم یاد آؤ گی یا نہیں... مگر میں کسی دوسری سیٹ پر کیوں جاؤں گا؟ اب تو تمہارے ساتھ ہی رہوں گا۔''

وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''میری ایک بات مانو... جو کہتی ہوں' وہی کرو۔ ابھی ہم ایک ساتھ نہیں رہیں گے۔ جہاز میں تمہارے ساتھ ایک آدمی ہے۔ اسے دکھانے کے لیے ہم اجنبی بن کر ایک دوسرے سے دور دور رہیں گے۔''

''ہم ایسا کیوں کریں گے؟''

''تم نہیں جانتے' وہ جو ٹیلی فون پر باتیں کرتا ہے۔ تمہیں جنیوا بلا رہا ہے۔ وہ تمہارا دوست نہیں' بہت بڑا دشمن ہے۔''

وہ بولا۔ ''نہیں... وہ میرا دوست ہے۔''

''پلیز۔ تم جانتے ہو' تمہاری تاشا کبھی جھوٹ نہیں بولتی ہے۔ کیا میری بات کا یقین نہیں کرو گے کہ وہ تمہارا دشمن ہے۔ دوست بن کر دھوکا دے رہا ہے۔''

اس نے تاشا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا پھر سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں۔ تم کہتی ہو تو وہ دشمن ہے۔''

''شاباش...! اب تم وہی کرو گے' جو میں کہوں گی۔ ابھی یہاں سے جاؤ۔ ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن کر رہیں گے۔ میں تم سے دور رہوں گی مگر نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گی۔ تمہارے ذریعے اس دشمن برین ماسٹر تک پہنچوں گی۔''

وہ بولا۔ ''ٹھیک ہے۔ میں جاتا ہوں۔''

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ ''جسٹ اے منٹ... یہاں سے جانے کے بعد مجھے بھول جاؤ گے۔ میری صورت دیکھنے کے بعد یاد کرو گے۔ میں چاہتی ہوں' تم مجھے وقتاً فوقتاً یاد کرتے رہو۔''

''پھر تو تم مجھے اپنی صورت دکھاتی رہو گی۔''

''ہمیشہ یہ ممکن نہیں ہوگا۔ میں اپنی ایک تصویر تمہارے پاس پہنچا دوں گی۔ تم اسے چھپا کر رکھنا۔ کبھی کبھی نکال کر دیکھو گے تو میں یاد آجایا کروں گی۔''

وہ جانے لگا۔ اس نے پھر اسے روک کر پوچھا۔ ''کیا ایسا نہیں ہوسکتا' میں چپ چاپ تمہارے دماغ میں آیا

کروں۔ تم مجھ سے ضروری باتیں کیا کرو۔ جب میں چلی جاؤں تو مجھے بھول جایا کرو۔ اس طرح وہ دشمن تمہارے اندر آ کر ہمارے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکے گا۔''

وہ اس کا منہ تک رہا تھا۔ اس کی باتیں سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''میں نہیں جانتا' تم میرے دماغ میں آؤ گی تو میں کس طرح بولوں گا اور بعد میں کس طرح تمہیں بھول جاؤں گا؟ میں کچھ نہیں جانتا۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''ہاں تم مجبور ہو۔ اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتے کہ کیسے قدرتی حالات سے گزر رہے ہو؟ ٹھیک ہے جاؤ... اللہ مالک ہے۔ میں اپنی تصویر تمہارے پاس پہنچا دوں گی۔''

وہ باتھ روم کے دروازے سے باہر آ گیا۔ وہاں سے چلتا ہوا اپنے اس بوڑھے ساتھی کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت برین ماسٹر اپنے اس آلہ کار سے کہہ رہا تھا۔ ''وہ بچہ واش روم میں گیا ہے۔ بہت دیر ہو چکی ہے۔ ذرا اس کی خبر لو۔''

ایسے ہی وقت عدنان وہاں آ کر بیٹھ گیا۔ برین ماسٹر نے اس آلہ کار کو حکم دیا۔ ''اس سے پوچھو اتنی دیر کیوں لگا دی؟ باتھ روم میں کیا کر رہے تھے؟''

عدنان نے سوالیہ نظروں سے اس آلہ کار کو دیکھا۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ ابھی باتھ روم سے واپس آیا ہے۔ لیکن یہ بھول گیا تھا کہ وہاں تاشا سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اس کی نظروں کے سامنے نہیں تھی۔ اس لیے اسے بھول چکا تھا۔

اس آلہ کار نے پوچھا۔ ''خاموش کیوں ہو؟ جواب دو۔ وہاں واش روم میں اب تک کیا کر رہے تھے؟''

وہ اسے گھور کر بولا۔ ''تم واش روم میں جا کر کیا کرتے ہو؟''

''میں اتنی دیر نہیں لگاتا۔''

''میں نہیں جانتا' کتنی دیر ہو چکی ہے؟ دوسری بار جاؤں گا تو تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔ وہاں ناک پر رومال رکھ کر دیکھتے رہنا میں کیا کرتا رہتا ہوں؟''

برین ماسٹر اپنا شبہ دور کرنے کے لیے اس کے دماغ میں آیا تو وہی دھند چھائی ہوئی تھی۔ سوچ کی ایک لہر بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔

وہ جھنجلا گیا۔ سوچنے لگا۔ ''اگر اس کا دماغ ایسی حالت میں رہا تو میں اپنی خفیہ پناہ گاہ میں اس پر تنویمی عمل نہیں کر پاؤں گا۔''

اس نے ذرا توقف سے سوچا۔ ''جب تک پورے استحکام سے اس کے دماغ پر قبضہ نہیں جماؤں گا' تب تک دوست بن کر رہنا ہوگا۔ شکر ہے' یہ نادان بچہ ہے۔ میں اسے بہلا پھسلا کر مدتوں اپنے پاس رکھ سکوں گا۔''

تاشا اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئی تھی۔ جہاز میں کھانے کی اور شراب کی ٹرالی گردش کر رہی تھی۔ اس بوڑھے آلہ کار نے برین ماسٹر سے کہا۔ ''سر...! مجھے یہاں تھوڑی سی پینے کی اجازت دیں۔ میں بالکل نارمل رہوں گا۔ پوری توجہ سے اس بچے کی نگرانی کرتا رہوں گا۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ کھانے سے پہلے ایک پیگ لے سکتے ہو۔ اس سے زیادہ نہیں۔''

جب ٹرالی اس کے قریب آئی تو وہ ایک پیگ لے کر پینے لگا۔ تاشا نے سر گھما کر اس کی طرف دیکھا۔ واش روم سے واپس آتے وقت اس آلہ کار کی آواز سنی تھی۔ وہ عدنان سے باتیں کر رہا تھا۔ تاشا ایک آدھ فقرہ سنتی ہوئی اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئی تھی۔

اس نے اس آلہ کار کی آواز اور لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ جب وہ پینے لگا تو وہ فوراً ہی کسی رکاوٹ کے بغیر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔

پتا چلا' وہ یوگا کا ماہر ہے۔ برین ماسٹر کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ اس کے حکم کے مطابق عدنان کو جنیوا پہنچانے جا رہا ہے۔ وہاں ائیر پورٹ پر ایک جوان عورت سے ملاقات ہوگی۔ وہ عدنان کو اس کے حوالے کر دے گا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ جنیوا پہنچ کر اس آلہ کار کا کام ختم ہو جائے گا۔ وہ واپس پاکستان چلا جائے گا۔ تاشا سوچنے لگی۔ ''پتا نہیں' جنیوا پہنچنے کے بعد حالات کیسے ہوں گے؟ میری کوشش ہوگی کہ اس اجنبی عورت کو اپنے زیر اثر لا سکوں۔ مگر ناکامی بھی ہو سکتی ہے۔''

اس نے سر گھما کر دور بیٹھے ہوئے عدنان کی طرف دیکھا۔ وہ پوری طرح نظر نہیں آ رہا تھا۔ دل اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی آئندہ وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائے۔

بس ایک تصویر کا آسرا تھا کہ تاشا کی تصویر اس کے پاس رہے گی تو وہ اسے وقتاً فوقتاً یاد کرتا رہے گا لیکن خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں رہے گا۔ نہ ہی وہ فون کے ذریعے اسے بتا سکے گا کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

وہ عدنان کو آئندہ کھونے کی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ سنجیدگی سے اور ذہانت سے سوچ رہی تھی کہ تنہا اس کی نگرانی

1987ء سے خدمت میں مصروف

پھلبہری

LEUCODERMA-VITILIGO

سفید داغ قابلِ علاج مرض ہے

STEROIDS FREE MOST PROGRESSIVE TREATMENT

ایوارڈز ہولڈر ماہر امراض اجمل زیدی کے دورۂ پاکستان کا مستقل پروگرام

ASIAN EXCELLENCE PERFORMANCE AWARD

AWARD OF BEST ACHIEVEMENT

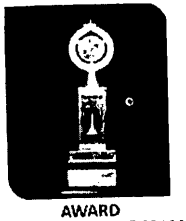

AWARD PILLAR OF LEUCODERMA

اسلام آباد

9-اپریل تا 30 مئی
9-اگست تا 30 ستمبر
9-دسمبر تا 30 جنوری
مستقل پتہ

مکان نمبر 62، اسٹریٹ نمبر 20، سیکٹر G-8/1
سرینا چوک (قطعی چوک) اسلام آباد
فون (051) 2854595 - 2255880
موبائل 0300-8566188
فون 2281636

لاہور

14-فروری تا 27 فروری
14-جون تا 27 جون
14-اکتوبر تا 27-اکتوبر
قیام

ہوٹل عامر
لوئر مال نزد ریسٹن کورٹ، لاہور
فون: (042) 7115015-19
موبائل: 0300-8566188

پشاور

یکم فروری تا 11 فروری
یکم جون تا 11 جون
یکم اکتوبر تا 11-اکتوبر
قیام

ہوٹل امین
جی ٹی روڈ نزد جشمری چوک چارسدہ شہر
فون: 9-2218215 (0521)
موبائل: 0300-8566188

ملتان

28 مارچ تا 6-اپریل
28 جولائی تا 6-اگست
28 نومبر تا 7 دسمبر
قیام

ہوٹل سلور سینڈ
ریلوے روڈ، نزد چوک عزیز بھٹی ملتان
فون: 62-4518061 (061)
4582803 (0300-8566188)

کراچی

13-مارچ تا 27 مارچ
13-جولائی تا 27 جولائی
13-نومبر تا 27 نومبر
قیام

نور چون سینٹر
آفس 706، 7 فلور شاہراہ فیصل
نرسری اسٹاپ بلمقابل K.F.C کراچی
فون: 9-7012068-021
موبائل: 0300-8566188

www.leucodermatologist.com
E-mail syedajmalzaidi@hotmail.com · syedajmalzaidi@yahoo.co.uk

نہیں کر سکے گی۔ اسے الپا کی ذہانت اور تجربات سے فائدہ اٹھانا ہوگا۔

وہ الپا کے پاس پہنچ کر بولی۔ ''میں تاشا ہوں۔''

الپا نے کہا۔ ''ہاں۔ میں تمہارے پاس آ کر خیریت معلوم کرنا چاہتی تھی۔ ابھی تو تم جہاز میں ہی ہو؟''

''جی ہاں۔ آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

''ہاں۔ بولو کیا بات ہے؟''

وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ ''پہلے وعدہ کریں' میں جو کہہ رہی ہوں وہ باتیں آپ گرینڈ مما کو نہیں بتائیں گی۔ ورنہ وہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گی۔''

وہ بولی۔ ''مما سے سب ہی ڈرتے ہیں اور تم نے ڈرنے کے باوجود کوئی غلطی کی ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں انہیں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ بولو کیا بات ہے؟''

''اعلیٰ حضرت کے حکم کے مطابق گرینڈ مما نے تاکید کی تھی' ہم میں سے کوئی عدنان کے دماغ میں نہ جائے۔ مگر میں ان کے حکم کے خلاف اس سے رابطہ رکھتی ہوں۔''

الپا نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کس طرح رابطہ رکھتی ہو؟ میں دو چار بار اس کے دماغ میں جا کر دیکھ چکی ہوں۔ وہاں ہمیشہ دھند چھائی رہتی ہے۔ سوچ کی کوئی لہر سنائی نہیں دیتی۔ پھر تم اس سے کس طرح رابطہ رکھتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''عدنان اپنے آپ کو بھول چکا ہے۔ یہ نہیں جانتا' کس کا بیٹا ہے؟ کس کا پوتا ہے؟ وہ اپنے حال میں مست رہتا ہے۔ لیکن ایک عجیب سی حیران کرنے والی بات یہ ہے کہ جب مجھے دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو بھی پہچان لیتا ہے۔''

''کیا اس نے تمہیں کہیں دیکھا ہے؟''

''پچھلی رات خواب میں دیکھا تھا۔ ایسے ہی وقت میں اس کے اندر پہنچ گئی۔ خواب میں آنے والی کی حیثیت سے باتیں کرنے لگی تو پتا چلا' وہ صرف مجھے ہی نہیں... اپنے آپ کو بھی پہچان رہا ہے۔ میں جیسا سمجھا رہی تھی' وہ ویسا ہی سمجھ رہا تھا۔''

تاشا بڑی تفصیل سے الپا کو اس کے متعلق بتانے لگی کہ جب وہ تاشا کو دیکھتا ہے تو وہ یاد آتی ہے۔ خود کو بھی پہچاننے لگتا ہے۔ پھر جیسے ہی نظروں سے اوجھل ہوتی ہے۔ وہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔

اس نے بتایا کہ برین ماسٹر نے فون کے ذریعے رابطہ کیا تھا۔ اس طرح پتا چلا' وہ بھی اس کے دماغ میں آ کر اسے متاثر کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ عدنان کی سوچ کی کوئی لہر اسے بھی نہیں ملتی۔ اسی لیے وہ مجبور ہو کر فون کے ذریعے اس سے رابطہ کرتا ہے۔

اس کے بعد تاشا نے بتایا کہ برین ماسٹر کس طرح اسے بوڑھا بونا بنا کر پاکستان سے باہر لے جا رہا ہے۔

الپا نے چونک کر کہا۔ ''ہاں۔ ائیر پورٹ میں ہم نے ایک بوڑھے بونے کو دیکھا تھا۔ اوہ گاڈ! کیا وہ ہمارا عدنان تھا؟''

''جی ہاں۔ میں بھی اسے پہچان نہیں پائی تھی۔ خدا کا شکر ہے' وہ اس جہاز میں میرا ہمسفر ہے۔ ہمارا آمنا سامنا ہو گیا ہے۔ وہ پچھلی رات خواب میں دیکھنے کے بعد مجھے بھول گیا تھا۔ اب سامنا ہوتے ہی پھر پہچان گیا ہے۔''

وہ الپا کو بتانے لگی کہ کس طرح اس نے عدنان کو سمجھا دیا ہے کہ وہ جسے دوست سمجھ رہا ہے' وہ دوست نہیں... بدترین دشمن ہے۔

تاشا نے کہا۔ ''ابھی مجھے پتا چلا ہے' جنیوا پہنچ کر اسے ایک نوجوان عورت کے حوالے کیا جائے گا۔ میں وہاں پہنچنے تک اپنی تصویر کسی طرح عدنان تک پہنچا دوں گی۔ وہ کبھی کبھی اسے دیکھتا رہے گا۔ مجھے یاد کرتا رہے گا۔ یہ بات بھی یاد آتی رہے گی کہ وہ کسی دوست کے پاس نہیں' دشمن کے پاس پہنچ رہا ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''شاباش...! تم بہت سمجھداری سے کام لے رہی ہو۔ اپنی تصویر ضرور اس کے پاس پہنچاؤ۔ ابھی اس پر توجہ دو۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔''

الپا دماغی طور پر حاضر ہو کر عدنان کے موجودہ حالات پر غور کرنے لگی۔ پھر اس نے کبریا' بے باک مومن' فرمان اور ٹونی جے کو باری باری مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میرے پاس آؤ۔ بہت اہم معاملہ ہے۔''

وہ چاروں فوراً ہی اس کے اندر پہنچ گئے۔ اس نے کہا۔ ''اس وقت تاشا عدنان کے ساتھ ایک جہاز میں سفر کر رہی ہے۔ یہ معلوم ہو چکا ہے' اسے اغوا کرنے والا دشمن برین ماسٹر ہے۔ میں ابھی تم چاروں کو تاشا کے پاس لے چلتی ہوں۔ اس کے ذریعے جہاز کے مختلف مسافروں کے دماغوں میں جگہ بناؤ اور ان کے ذریعے عدنان کی نگرانی کرتے رہو۔''

بے باک مومن نے کہا۔ ''سسٹر...! یہ میرا بدمعاش سسر ایسا شیطان ہے۔ جسے میں زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ ہم سب مل کر بڑی سمجھداری سے اور بڑی رازداری سے اسے ٹریپ کریں گے۔''

''اس مکار کی چالبازیوں کو اچھی طرح سمجھ کر بڑی

سہولت سے اور بڑے اعتماد سے اسے اپنے شکنجے میں لانے کی کوششیں کرو۔ جلد بازی میں کوئی بھی جذباتی قدم اٹھاؤ گے تو وہ ہاتھوں سے نکل جائے گا۔''

پھر الپا نے تاشا کے پاس آ کر کہا۔ ''اس وقت میرے پاس فرمان' ٹونی جے' بے باک مومن اور کبریا آئے ہیں۔ یہ سب تمہارے ذریعے عدنان کے آس پاس بیٹھے ہوئے مسافروں کے دماغوں میں جگہ بنائیں گے اور ان کے ذریعے اس کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ اب اس اعتماد سے برین ماسٹر تک پہنچنے کی کوشش کرو کہ تم تنہا نہیں ہو۔ خیال خوانی کے ذریعے اور بے شمار آلہ کاروں کے ذریعے تمہیں مدد ملتی رہے گی۔''

برین ماسٹر کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے چاروں طرف کیسی رازداری سے جال پھیلایا جا رہا ہے؟ وہ پچھلے چوبیس گھنٹوں سے یہ دیکھتا آیا تھا کہ سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے عدنان کے دماغ میں پہنچ کر ناکام ہو رہے تھے۔ اس کے ذریعے کسی طرح کی معلومات حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ پھر وہ بھی اپنے آپ کو بھولا ہوا تھا۔ اپنے باپ دادا کے پاس جانے کی ضد نہیں کر رہا تھا۔ یہ تمام حالات برین ماسٹر کے موافق تھے۔

تاشا اور عدنان جنیوا پہنچ گئے۔ تاشا کو پیرس جانا تھا۔ قانوناً اسے جنیوا میں اترنے اور عدنان کے پیچھے جانے کی اجازت نہیں مل سکتی تھی۔ لیکن تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے امیگریشن کے شعبے میں اہم افراد کے دماغوں پر قبضہ جمایا تو تاشا کسی چیکنگ اور رکاوٹ کے بغیر تمام مراحل سے گزر کر ائیر پورٹ کی عمارت سے باہر آ گئی۔

برین ماسٹر کا بوڑھا آلہ کار عدنان کو ایک نوجوان عورت کے حوالے کر رہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا۔ ''یہ تمہارے دوست کی وائف مسز میک آرتھر ہے۔ تم انہیں مسز نیکی کہہ سکتے ہو۔ اب تم ان کے ساتھ رہو گے۔''

عدنان نے پوچھا۔ ''ان کے پاس کیوں رہوں گا؟ میں تو اپنے دوست کے پاس جانا چاہتا ہوں۔'' مگر بوڑھا آگے بڑھ چکا تھا۔

مسز نیکی سگریٹ کا کش لگا رہی تھی اور بڑی مکاری سے مسکراتے ہوئے عدنان کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''تم میرے شوہر نیکی کے دوست ہو۔ میرے بھی دوست بن جاؤ۔ میرے ساتھ چلو... وہاں میک آرتھر سے تمہاری ملاقات ہو گی۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''ایسی بات ہے تو میں تم سے دوستی کروں گا۔ تمہارے ساتھ چلوں گا۔''

تاشا بہت آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے قریب سے گزر رہی تھی تاکہ اس عورت کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح سن لے اور عدنان سے بھی سامنا ہو جائے۔

سامنا ہوتے ہی وہ ایکدم سے چونک گیا۔ خوش ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ تاشا نے آنکھوں کے اور ہاتھوں کے اشارے سے سمجھایا کہ وہ اس سے شناسائی ظاہر نہ کرے پھر وہ عدنان کی اوپری جیب کی طرف اشارہ کرتی ہوئی وہاں سے گزر گئی۔

فرمان' ٹونی جے' بے باک مومن اور کبریا تاشا کے ذریعے مسز نیکی کی آواز اور لب و لہجہ سن چکے تھے۔ اسی لمحے میں اس کے اندر پہنچ گئے۔ وہ ایک سگریٹ سے دوسری سگریٹ سلگا رہی تھی۔

ادھر عدنان نے اپنی اوپری جیب کو سہلاتے ہوئے کوئی چیز محسوس کی۔ پھر ہاتھ ڈال کر اسے نکالا۔ تاشا کی مسکراتی ہوئی تصویر دکھائی دی۔ وہ بھی مسکرانے لگا۔

مسز نیکی نے ایک کش لگا کر دھواں چھوڑتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا دیکھ رہے ہو؟''

وہ تصویر کو جیب میں رکھتے ہوئے بولا۔ ''کچھ نہیں... میری ایک گرل فرینڈ ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''اچھا تو تم نے اتنی سی عمر میں ایک گرل فرینڈ بھی بنا لی ہے؟ ویری نائس... ہم اسے بھی تمہارے پاس بلا لیں گے۔ اب یہاں سے چلو۔''

وہ اس کے ساتھ آ کر ایک کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''بہت لمبی ڈرائیو ہے۔ اگر تھکے ہوئے ہو تو پچھلی سیٹ پر جا کر لیٹ جاؤ۔ بھوک لگے تو کھانے کا بہت سا سامان ڈگی میں ہے۔''

الپا نے اپنے چاروں خیال خوانی کرنے والوں سے پوچھا۔ ''تم لوگوں کا کیا خیال ہے' یہ عدنان کو کہاں لے جا رہی ہے؟''

فرمان نے کہا۔ ''ابھی یہ لمبی ڈرائیو کرتی رہے گی اور برین ماسٹر اس کے ذریعے معلوم کرتا رہے گا کہ ہم یہاں عدنان کے آس پاس موجود ہیں یا نہیں...؟''

وہ چاروں مسز نیکی کے اندر بالکل خاموش رہتے تھے۔ بہت محتاط تھے' بھول سے بھی اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ایک دوسرے سے ضروری باتیں کرنی ہوں تو اس کے دماغ سے نکل کر دوسرے کے دماغ میں آ کر بولتے تھے۔ اس وقت بھی وہ باری باری الپا کے اندر آ کر

بول رہے تھے۔

ٹونی جے نے الپا کے پاس آ کر کہا۔ ''برین ماسٹر ہمیں احمق سمجھتا ہے۔ اس نے جان بوجھ کر ایک سگریٹ پینے والی عورت کو عدنان کے ساتھ لگایا ہے۔ وہ چاہتا ہے' ہم اس کے اندر آ کر عدنان کی نگرانی کریں اور یہ معلوم کریں کہ اسے کہاں پہنچایا جا رہا ہے؟''

کیریا نے کہا۔ ''سسٹر...! میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ بڑی خاموشی سے مسز میکی کے اندر موجود ہے۔ صبر و تحمل سے انتظار کر رہا ہے کہ کوئی غلطی ہو اور ہم اپنی موجودگی ظاہر کر دیں۔''

بے باک مومن نے کہا۔ ''جب اسے اطمینان ہو جائے گا کہ ہم میں سے کوئی موجود نہیں ہے اور واقعی عدنان کے دماغ میں کسی خیال خوانی کرنے والے کو جگہ نہیں مل رہی ہے' تب وہ عدنان کو اپنی خفیہ پناہ گاہ میں بلائے گا۔''

الپا نے کہا۔ ''تم چاروں اس کے متعلق صحیح رائے قائم کر رہے ہو۔ اس کی طرح تم بھی صبر و تحمل سے انتظار کرتے رہو۔ دیکھتے رہو' وہ عدنان کو کہاں کہاں لے جائے گا؟ کتنا وقت ضائع کرے گا؟ آخر کہیں نہ کہیں وہ اونٹ کسی کروٹ ضرور بیٹھے گا۔''

عدنان وہاں شام چار بجے پہنچا تھا۔ تب سے وہ رات نو بجے تک ڈرائیو کرتی رہی۔ پھر کنٹری سائڈ کے ایک موٹل میں آ کر رک گئی۔ عدنان نے پوچھا۔ ''کیا میرے دوست کا گھر آ گیا؟''

''نہیں۔ گھر ابھی بہت دور ہے۔ ہم آج رات یہاں قیام کریں گے۔ دوسری صبح پھر ایک لمبی ڈرائیو ہوگی۔''

وہاں انہوں نے ایک کمرا حاصل کیا۔ رات کو کھانے پینے کے بعد وہ سونا چاہتا تھا۔ ایسے وقت برین ماسٹر نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ''ہیلو دوست...! خیریت سے ہو؟ کیا میری وائف تمہیں محبت اور توجہ دے رہی ہے؟''

''تمہاری وائف بہت اچھی ہے مگر تم اچھے نہیں ہو۔ میں کتنی دور سے تمہارے پاس آ رہا ہوں اور تم مجھ سے دور ہوتے جا رہے ہو۔''

''دور ہونے کی ایک خاص وجہ ہے اور وہ وجہ تمہیں بتا چکا ہوں۔ میرے اور تمہارے کتنے ہی دشمن ہیں جو کہیں نہ کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی میں تم سے ملنے آؤں گا وہ ہم دونوں کو گولی مار دیں گے۔''

''پھر تو تم کبھی نہیں ملو گے' جب بھی ملنے آؤ گے تو دشمن ہمیں گولی مار دیں گے۔''

''ایسی بات نہیں ہے۔ میں بھی چھپ کر دشمنوں کو دیکھ رہا ہوں اور انہیں ٹھکانے لگا رہا ہوں۔ جب وہ سب ختم ہو جائیں گے' مر جائیں گے' تب میں تمہارے پاس چلا آؤں گا۔''

''پتا نہیں ایسا کب ہوگا؟ یہ تمہاری وائف مجھے ابھی کہاں لے جا رہی ہے؟''

''میرے پاس لا رہی ہے۔ جب تک تم یہاں پہنچو گے۔ اس وقت تک میں تمام دشمنوں کو ختم کر چکا ہوں گا۔ فکر نہ کرو... ہماری ملاقات جلد ہی ہوگی۔ ابھی فون بند کر رہا ہوں۔ کل کسی وقت تم سے باتیں کروں گا۔''

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ الپا اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مسز میکی کے اندر رہ کر عدنان کی اور برین ماسٹر کی باتیں سن رہے تھے۔ رابطہ ختم ہونے کے بعد عدنان نے بستر پر لیٹتے ہوئے مسز میکی سے کہا۔ ''اب تم جاؤ۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔''

وہ برین ماسٹر اور عدنان کی تابعدار تھی۔ چپ چاپ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ الپا نے تاشا سے کہا۔ ''یہ سونے جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے' خواب میں پھر تمہیں دیکھے۔ تم اس کے خواب میں ضرور جاؤ۔ مگر ایسی باتیں کرو' جیسے ہم سب ہی اس کی جدائی میں تڑپ رہے ہیں اور اسے تلاش کر رہے ہیں۔ مگر اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔''

''بے شک۔ مجھے محتاط رہنا چاہیے۔ برین ماسٹر نیند کے دوران اس کے اندر آ سکتا ہے اور خواب کی اسکرین پر مجھے دیکھ سکتا ہے۔ میری باتیں سن سکتا ہے۔ میں بہت محتاط رہوں گی۔''

دونوں طرف سے بڑی احتیاطی تدابیر پر عمل کیا جا رہا تھا اگر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے محتاط تھے تو برین ماسٹر ہم سے زیادہ محتاط رہنے کا ثبوت دے رہا تھا۔ اس وقت عدنان سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اسی موٹل کے ایک کمرے میں رات گزارنے آیا تھا۔

بلندیوں پر پرواز کرنے والے پرندوں کو زمین پر بکھرے ہوئے دانے تو نظر آتے ہیں مگر جال دکھائی نہیں دیتا۔ یوں کہنا چاہیے' مصیبتوں کی طرف بڑھتے وقت آنکھیں کام نہیں آتیں۔ دماغ پر دھند چھائی ہوتی ہے۔

اس بلند پرواز برین ماسٹر کو صرف ایک چھوٹا سا دانہ ایک ننھا سا بچہ دکھائی دے رہا تھا اور وہ اسے دیکھتے ہوئے کھنچا کھنچا ایک گہری دلدل میں دھنسنے چلا آ رہا تھا۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

رین، لوریٹا اور میکس تینوں کالج کے لان کی سرسبز گھاس پر براجمان تھیں۔ رین حسب معمول اپنے جرنل پر جھکی ہوئی گزشتہ لیکچر کے نقاط دیکھ رہی تھی وہ ان کے گروپ کی مس جینئس تھی۔ اچھی خاصی صورت تھی جسے اس نے عینک لگا کر برابر کر دیا تھا۔ لوریٹا کے چہرے کے سامنے آئینہ تھا اور اس میں دیکھ کر وہ اپنے حسن کی نوک پلک درست کر رہی تھی۔ وہ گروپ کی مس یونیورس تھی۔ حالانکہ حسن میں رین سے بڑھ کر نہیں تھی۔ میکس مسٹر گروپ تھی۔ مضبوط جسامت اور لڑکوں جیسے مختصر بالوں کی وجہ سے اسے یہ لقب ملا تھا۔ چہرے کے نقوش مناسب تھے اور جسمانی طور پر نسوانیت کی کمی نہیں تھی۔ اسے پھر بھی یہ لقب ملا ہوا تھا۔

''تم نے ٹام کروز کو دیکھا ہے۔'' لوریٹا نے آئینے کو دیکھ کر سرد آہ بھری۔

''بے شمار بار... فلموں میں۔'' میکس نے جواب دیا۔

''اور خوابوں میں ہے' رین نے بھی سرد آہ بھرنا ضروری سمجھا تھا۔

''میں اس ٹام کروز کی بات نہیں کر رہی۔'' میکس نے منہ بنایا۔ ''مجھے چالیس برس کے اوپر کے مردوں سے کوئی

بہانہ ایگر

کاشف زبیر

تین ہم جولیوں کا فسانۂ جولانی۔ وہ ہم مکتب تھیں، ہم خیال اور ہم مشغلہ بھی! مگر ایک سہیلی تھی جو مردوں کے بارے میں مختلف نکتۂ نظر رکھتی تھی!

برین ماسٹر پچھلے چوبیس گھنٹوں میں بڑی حد تک مطمئن ہوگیا تھا کہ ہم میں سے کوئی عدنان کے قریب نہیں ہے۔ سب ہی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے تلاش کرنے میں ناکام ہورہے ہیں۔

اس نے سوئٹزرلینڈ کے ایک علاقے میں خفیہ رہائش گاہ بنائی تھی۔ وہ چاہتا تھا' جلد از جلد عدنان کو وہاں لاکر اس کے عجیب وغریب دماغ کی اسٹڈی کرے۔ اس کا برین واش کرے' پھر تنویمی عمل کرے۔ تب ہی وہ اس ننھے سے دماغ کو پوری طرح اپنے شکنجے میں رکھ پائے گا۔

بڑی حد تک اطمینان کرنے کے بعد وہ بھی جنیوا ایئر پورٹ پہنچا ہوا تھا۔ دور ہی دور سے اس کی نگرانی کرنا چاہتا تھا۔ اچھی طرح معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس اس کے آس پاس موجود ہیں یا نہیں؟

وہ مسز میکی کے ساتھ مسافروں کی بھیڑ میں کھڑا ہوا تھا۔ آس پاس سے کتنے ہی لوگ گزر رہے تھے۔ تاشا بھی اس کے قریب سے گزرتی ہوئی گئی تھی۔ برین ماسٹر چونکہ بہت دور تھا' اس لیے تاشا اور عدنان کی اشارے بازیاں نہ دیکھ سکا۔ یہ بھید کھلتے کھلتے رہ گیا کہ اسے ٹریپ کرنے کے لیے زبردست جال بچھایا گیا ہے۔

مسز میکی جب عدنان کو اپنی گاڑی میں بیٹھا کر لے گئی تو اس نے فوراً ہی تعاقب نہیں کیا۔ بڑے آرام سے کئی میل کا فاصلہ رکھتے ہوئے اس کے پیچھے جاتا رہا۔ اگر بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس عدنان کا تعاقب کرتے تو وہ بہت دور رہ کر انہیں دیکھ سکتا تھا۔ ایک اندازہ کرسکتا تھا کہ وہ لوگ اس بچے کی نگرانی کررہے ہیں اور اس کے ذریعے اسے ٹریپ کرنے کی فکر میں ہیں۔

کنٹری موٹل میں رات کو قیام کرنے تک اسے اچھی طرح یقین ہوگیا کہ عدنان کا تعاقب نہیں کیا جارہا ہے خیال خوانی کے ذریعے بھی اس کی نگرانی نہیں کی جاسکتی تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا' اس کے دماغ میں مستقل دھند چھائی ہوئی تھی۔ وہ خود بھی ناکام ہورہا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ ''عدنان ابھی گہری نیند میں ڈوب جائے گا۔ پھر میں کمرے میں جاکر اُسے دیکھ سکتا ہوں۔ اس کی اسٹڈی کرسکتا ہوں۔ خوابیدہ دماغ میں پہنچ کر اس پر تنویمی عمل کرنے کا کوئی راستہ تلاش کرسکتا ہوں۔''

وہ اس پہلو پر بڑی سنجیدگی سے غور کررہا تھا۔ ''مجھے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ یہ اچھا موقع ہے' سونیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا عدنان تک پہنچ نہیں پارہا ہے۔ مجھے جلد از جلد اس کے دماغ کو اپنے شکنجے میں لے لینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو' وہ خطرناک بلا اچانک ہی میری شہ رگ تک پہنچ جائے پھر میں دیکھتا کا دیکھتا رہ جاؤں گا۔ بے بسی سے کچھ کر نہیں پاؤں گا۔''

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا کے مشوروں پر عمل کررہے تھے اور کامیاب ہورہے تھے۔ انہوں نے ائیر پورٹ میں کسی کو آلہ کار نہیں بنایا تھا۔ مسز میکی کے دماغ میں جگہ مل رہی تھی' یہی کافی تھا۔ اگر وہ دوسرے آلہ کار بناتے اور ان کے ذریعے عدنان کا تعاقب کرتے تو یقیناً برین ماسٹر کی نظروں میں آجاتے۔ ایسا نہیں ہوا تھا' اس لیے وہ دشمن دھوکا کھا رہا تھا۔

جب مسز میکی عدنان کے ساتھ اس موٹل میں پہنچی تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے ذریعے وہاں کے اسٹاف کے اندر پہنچنا شروع کیا۔ رات کو ڈیوٹی دینے والے جتنے اہم افراد تھے' ان سب کے دماغوں میں جگہ بنا لی۔ ان کے ذریعے معلومات حاصل کرتے رہے کہ رات کے وقت اس ہوٹل میں کون آرہا ہے اور کون وہاں سے جارہا ہے؟

وہاں مسز میکی اور عدنان کے بعد دو مسافر آئے تھے۔ ان میں سے ایک نوبیاہتا جوڑا تھا۔ دوسرا ایک عمر رسیدہ صحت مند شخص تھا۔ اس نے موٹل کے رجسٹر میں اپنا نام جیکسن میلر لکھوایا تھا۔ منیجر نے اسے کمرا دکھاتے ہوئے کہا۔ ''اگر یہ پسند ہو تو یہاں قیام کرسکتے ہیں۔ مجھے گاڑی کی چابی دیں۔ ہمارا ملازم آپ کا سامان لے آئے گا۔''

جیکسن میلر نے کہا۔ ''میرے پاس کوئی بھاری سامان نہیں ہے' جو ہے وہ کار کی ڈکی میں ہے۔ میں صرف ایک رات رہوں گا۔ صبح چلا جاؤں گا۔''

کبریا اس منیجر کے اندر تھا۔ وہ کبریا کی مرضی کے مطابق بولا۔ ''آپ کون سی ڈرنک لینا پسند کریں گے؟''

اس نے کہا۔ ''میں شراب نہیں پیتا۔''

منیجر نے بڑی حیرانی سے کہا۔ ''سر...! یہ سوئٹزرلینڈ ہے۔ باہر برف پڑ رہی ہے۔ اتنی شدید سردی میں سب ہی کچھ نہ کچھ پیتے ہیں۔ یہاں آنے والوں کو جو پہلی ڈرنک دی جاتی ہے' اس کا کوئی بل پیش نہیں کیا جاتا۔''

وہ بولا۔ ''میں نے کہا نا... میں شراب نہیں پیتا۔ تمہارا شکریہ۔ پلیز میں تنہائی چاہتا ہوں۔''

منیجر اس کمرے سے چلا آیا۔ کبریا نے الپا سے کہا۔ ''سسٹر...! ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بتادو۔ اس موٹل میں جو نیا مسافر آیا ہے' اس کا نام جیکسن میلر ہے اور وہ

شراب نہیں پیتا ہے۔''

الپا نے فرمان' ٹونی جے اور بے باک مومن تک یہ اطلاع پہنچائی۔ وہ تینوں کبریا کے پاس آگئے۔ کبریا نے انہیں بتایا کہ منیجر اور جیکسن میلر کے درمیان کیا باتیں ہوچکی ہیں؟ وہ شراب نہیں پیتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی سامان نہیں ہے۔ صرف ایک رات گزارنے آیا ہے۔ صبح وہاں سے چلا جائے گا۔ سمجھ میں یہی بات آرہی ہے کہ یہ شخص جنیوا ایئر پورٹ سے عدنان کا تعاقب کرتا آرہا ہے۔

فرمان نے کہا۔ ''یہ نشہ نہیں کرتا ہے' اس لیے ہم اس کے دماغ میں نہیں جاسکتے۔ اگر یوگا کا ماہر ہوگا اور ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا تو محتاط ہوجائے گا۔ ہماری گرفت میں آنے سے پہلے فرار ہوجائے گا۔''

انہوں نے نائٹ ڈیوٹی کرنے والے ہوٹل کے تمام ملازموں کو بڑی توجہ سے اپنا آلہ کار بنالیا۔ ان کے ذریعے معلوم کرنے لگے کہ جیکسن میلر اپنے کمرے میں کیا کررہا ہے؟ پتا چلا' وہ جاگ رہا ہے۔ اس نے اپنے لیے سینڈوچ اور کافی منگائی تھی۔

جو ملازم کافی لے کر کمرے میں گیا تھا۔ اس کے ذریعے دیکھا گیا کہ بستر کی چادر پر شکنیں نہیں پڑی تھیں۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے' نہ وہ سو رہا تھا' نہ بستر پر آرام سے لیٹ رہا تھا۔ اس طرح یہ رائے قائم کی گئی کہ وہ کچھ پریشان ہے۔ کمرے میں بیٹھا رہتا ہے یا ٹہلتا رہتا ہے۔

برین ماسٹر واقعی کچھ بے چین ہوگیا تھا۔ اس نے چپ چاپ مسز میکی کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا' اسے عدنان کی جیب سے ایک نوجوان لڑکی کی تصویر ملی تھی۔ اس نے کہا تھا' وہ لڑکی اس کی گرل فرینڈ ہے۔ برین ماسٹر نے مسز میکی سے پوچھا۔ ''اس لڑکی کی عمر کیا ہوگی؟''

''یہی کوئی سترہ یا اٹھارہ برس ہوگی۔''

''وہ اس کی گرل فرینڈ کیسے ہوسکتی ہے؟ جبکہ عدنان شاید سات یا آٹھ برس کا بچہ ہے۔ کیا تم نے اس سے پوچھا نہیں کہ وہ لڑکی کہاں رہتی ہے؟ اس سے کب دوستی ہوئی تھی؟''

''اس نے وہ تصویر دوسری بار جیب سے نہیں نکالی۔ میں بھی بھول گئی۔ اس لیے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔''

''میں ابھی اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم تصویر لے کر کمرے سے باہر نکلو۔ آس پاس اچھی طرح دیکھو' کوئی دکھائی نہ دے تو کمرا نمبر ٹو زیرو تھری کے دروازے پر آجاؤ اور اس تصویر کو دروازے کے نچلے حصے سے اندر پھینک کر فوراً واپس چلی جاؤ۔''

یہ برین ماسٹر کی خوش قسمتی تھی کہ اس وقت ہمارے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے مسز میکی کے اندر نہیں تھے۔ کبریا ہوٹل منیجر کے اندر تھا۔ بے باک مومن اس ویٹر کے دماغ میں تھا' جو رات کے وقت کال بیل کی آواز پر مختلف کمروں میں جاتا تھا۔ فرمان الپا سے باتیں کررہا تھا اور ٹونی جے پٹن کے انچارج کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ یہ ارادہ تھا کہ جیکسن میلر کھانے پینے کی کوئی چیز طلب کرے گا تو اس میں کوئی ایسی ضرر رساں دوا ملادی جائے گی' جس سے وہ عارضی طور پر کمزور ہوجائے گا۔

وہ سب اپنی اپنی جگہ مصروف تھے۔ ایسے وقت مسز میکی نے تاشا کی وہ تصویر روم نمبر ٹو زیرو تھری میں پہنچادی۔ برین ماسٹر نے اسے اٹھا کر دیکھا۔ پہلے اس پر سرسری سی نظر ڈالی پھر ایکدم سے چونک گیا۔ اسے توجہ سے دیکھنے لگا۔ یہ یاد آنے لگا کہ اس نے اس تصویر والی لڑکی کو ائیر پورٹ میں دیکھا ہے۔ وہ عدنان کے قریب سے گزرتی ہوئی گئی تھی۔

یوں تو عدنان کے آس پاس سے درجنوں مسافر گزرتے جارہے تھے۔ ان میں تاشا بھی تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوا کہ جس کی تصویر وہ اپنی جیب میں رکھتا ہے' وہ اس کے سامنے سے گزر کر گئی تھی' انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا بھی تھا۔ مگر کسی نے کسی سے کوئی بات کیوں نہیں کی تھی؟

اب اصل بات سمجھ میں آرہی تھی۔ برین ماسٹر کا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ ''وہ گرل فرینڈ کہلانے والی لڑکی فرہاد علی تیمور کی فیملی سے یا بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتی ہے۔ بڑی رازداری سے عدنان کی نگرانی کرتی چلی آرہی ہے۔ اس کا مطلب ہے' سونیا خاموش نہیں بیٹھی ہے۔ پوری طرح ایکشن میں ہے۔ اس لڑکی کے ذریعے بڑی کامیابی سے مجھ تک پہنچ رہی ہے۔''

وہ سوچ رہا تھا اور بدحواسی میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ ذہن میں یہی بات آرہی تھی کہ وہ لڑکی یقیناً عدنان کی نگرانی کرتی ہوئی یہاں تک آئی ہوگی اور صبح ہونے کا انتظار کررہی ہوگی۔

اس کے ذہن میں اچانک ہی ایک سوال پیدا ہوا کہ عدنان خود کو بھول چکا ہے پھر اس لڑکی کو کیسے یاد رکھتا ہے؟ اس کی تصویر کو کیسے پہچانتا ہے؟ اسے اپنی جیب میں سینے سے لگائے کیوں رکھتا ہے؟ کیا اس لڑکی سے اس بچے کی کوئی دلی اور ذہنی وابستگی ہے؟

اگر ذہنی وابستگی ہے تو پھر خیال خوانی کے ذریعے ان

دونوں کے درمیان رابطہ ہوسکتا ہے...

یہ خیال آتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور عدنان کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ خواب کی اسکرین پر اسی لڑکی کو دیکھ رہا تھا' جس کی تصویر ابھی برین ماسٹر کے سامنے رکھی ہوئی تھی۔

وہ کہہ رہی تھی۔ ''عدنان! تم کہاں ہو؟ اپنا پتا ٹھکانا کیوں نہیں بتاتے؟ ہم پریشان ہوگئے ہیں تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے ہیں۔''

الپا نے تاشا کو یہی مشورہ دیا تھا کہ جب بھی خواب کے ذریعے رابطہ ہو تو وہ ایسے ہی باتیں کرے' جیسے اب تک عدنان کو ڈھونڈنے میں ناکام ہو رہی ہو۔

الپا نے صحیح اندازہ لگایا تھا کہ برین ماسٹر عدنان کے خوابیدہ دماغ میں آئے گا تو تاشا کی ایسی باتوں سے دھوکا کھا جائے گا۔ یہی تاثر پیدا ہوگا کہ تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے اس بچے کو تلاش کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔

لیکن کبھی کبھی وہ نہیں ہوتا' جو ذہانت سے سوچا اور سمجھا جاتا ہے۔ بعض اوقات ذہانت بھی مات کھا جاتی ہے۔ اس وقت خواب کی اسکرین پر عدنان چونکہ تاشا کو دیکھ رہا تھا' اس لیے اسے پچھلی تمام باتیں یاد آ رہی تھیں۔ وہ خود کو بھولنے والا بچہ نہیں رہا تھا۔ حیرانی سے کہہ رہا تھا۔ ''تاشا...! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ تم نے تو مجھے ڈھونڈ نکالا ہے۔ میرے ساتھ جنیوا تک آئی ہو۔ اپنی تصویر بھی مجھے دی ہے۔ وہ میری جیب میں رکھی ہوئی ہے۔''

یہ سنتے ہی برین ماسٹر اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ وہ تصویر اس کے سامنے رکھی ہوئی تھی۔ عدنان نے اسے تاشا کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ برین ماسٹر کو بھولی ہوئی بات یاد آ گئی۔ تاشا کئی برسوں سے بابا صاحب کے ادارے میں گمنامی کی زندگی گزار رہی تھی۔ اس لیے اس کی یادداشت سے محو ہوگئی تھی۔

اب یاد آ رہا تھا کہ تاشا اگر چہ عدنان سے عمر میں بڑی ہے۔ لیکن اس سے منسوب کردی گئی ہے۔ ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے۔

برین ماسٹر یہ بات سمجھنے سے قاصر تھا کہ عدنان اپنے آپ کو اور اپنے ماضی کو بھولنے کے باوجود تاشا کو کیسے یاد رکھتا ہے؟ ان دونوں کی گہری وابستگی خطرے کی گھنٹی بجا رہی تھی۔ یہ ثابت ہو رہا تھا کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اگر چہ اس کے دماغ میں آ کر ناکام رہتے ہیں۔ مگر وہ لڑکی بڑی کامیابی سے رابطہ رکھتی ہے۔ اسی لیے اس کے ساتھ یہاں تک چلی آئی ہے۔

اسے پچھلے تیس گھنٹوں سے اپنی کامیابی کا یقین ہو رہا تھا۔ مگر اب یہ خوف دل کو دہلا رہا تھا کہ وہ تنہا نہیں ہوگی۔ اس کے پیچھے تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہوں گے اور پتا نہیں اس ہوٹل میں کیا کر رہے ہوں گے...؟

اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ اپنے اندر توانائی پیدا کرنے کی کوششیں کرنے لگا مگر ایسا لگ رہا تھا' جیسے اچانک ہی برف کے ڈھیر میں آ کر کھڑا ہوگیا ہے اور اب تب میں دھماکا ہونے والا ہے۔

دھماکا تو ہونے والا تھا۔ اس کے سامنے دو ہی راستے تھے کہ مرنا ہے تو پھر مرنا ہی ہے۔ ورنہ کچھ کر کر گزرنا ہے۔

الپا اور ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس بات سے بے خبر تھے کہ برین ماسٹر چوکنا ہو چکا ہے۔ الپا نے ٹونی جے سے کہا۔ ''تم جینسن میلر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتے ہو اور انتظار کر رہے ہو کہ وہ ہوٹل کے کچن میں کھانے پینے کی کسی چیز کا آرڈر دے گا مگر ایسا نہیں ہو رہا ہے' اسی انتظار میں صبح ہو جائے گی اور وہ شخص یہاں سے چلا جائے گا۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''ہم اسے جانے نہیں دیں گے۔ پہلے اس کی اصلیت معلوم کریں گے۔''

''بہتر ہوگا' تم اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اس کے دروازے پر جا کر دستک دو۔ یہ کہو کہ تم سی آئی اے والے ہو۔ تب وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر تم سب سے باتیں کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔''

الپا نے یہ مشورہ ان چاروں خیال خوانی کرنے والوں کو دیا۔ کبریا نے کہا۔ ''ہمیں یہی کرنا چاہیے۔ جب وہ ہمارے آلہ کاروں کے روبرو باتیں کرتا رہے گا اور ہمیں اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دے گا تو ہمارے آلہ کار اس پر حملہ کر کے عارضی طور پر اسے کمزور بنا دیں گے۔ پھر ہمیں اس کے خیالات پڑھنے کا موقع ملے گا۔''

ایسے وقت تاشا نے الپا کے پاس آ کر کہا۔ ''میں ابھی عدنان کے پاس سے آ رہی ہوں۔ آپ کی ہدایت کے مطابق برین ماسٹر کو دھوکا دینے کے لیے اس سے کہہ رہی تھی کہ اسے تلاش کرنے کے سلسلے میں مسلسل ناکام ہو رہی ہوں لیکن عدنان نے میری بات سے انکار کیا۔ کہنے لگا' ہم ایک دوسرے سے مل چکے ہیں۔ میں اس کے ساتھ یہاں سوئٹزرلینڈ پہنچی ہوئی ہوں۔''

الپا نے پوچھا۔ ''تمہارا کیا خیال ہے' اس وقت برین ماسٹر اس کے خوابیدہ دماغ میں آیا ہوگا؟ کیا اس نے تمہاری

باتیں سنی ہوں گی؟''

''میرا خیال ہے' برین ماسٹر ایسے وقت عدنان کے پاس نہیں آیا تھا۔ اگر آتا اور ہماری باتیں سن لیتا تو چیلنج کے طور پر مجھے ضرور مخاطب کرتا۔ یہ ضرور کہتا..... کہ وہ ہماری چال کو اور ہمارے طریقۂ کار کو سمجھ چکا ہے۔''

فرمان نے کہا۔ ''یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تمہیں یا ہمیں چیلنج کرے گا۔ میرا خیال ہے' وہ صبح سے پہلے عدنان کو کسی بھی طرح وہاں سے آگے لے جانے کی کوشش کرے گا۔''

تاشا نے کہا۔ ''اب وہ عدنان کو ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ وہ خود کو پہچاننے لگا ہے۔ نیند سے بیدار ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے اپنی جیب کو ٹٹول کر پوچھا ہے کہ میری تصویر کہاں ہے؟''

الپا نے کہا۔ ''تم نے اپنی تصویر اس کی جیب میں رکھی تھی' کیا اب وہ اس کے پاس نہیں ہے؟''

''نہیں... وہ اپنے سامان میں اسے تلاش کر رہا ہے۔''

بے باک مومن نے پوچھا۔ ''کیا تم مسز میکی کے دماغ میں گئی تھیں؟ اگر تصویر عدنان کے پاس نہیں ہے تو اسی نے اس کی جیب سے نکالی ہوگی۔''

وہ سب اسی وقت مسز میکی کے اندر پہنچ گئے۔ مختصر سے خیالات پڑھتے ہی معلوم ہوگیا کہ اس نے عدنان کی جیب سے وہ تصویر نکالی تھی۔ کسی نے خیال خوانی کے ذریعے اسے حکم دیا تھا کہ وہ روم نمبر ٹو زیرو تھری کے دروازے پر آئے۔ پھر دروازے کے نچلے حصے سے اس تصویر کو اندر پہنچا کر فوراً واپس چلی جائے اور اس نے یہی کیا تھا۔

یہ معلوم ہوتے ہی الپا نے کہا۔ ''اب کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ روم نمبر ٹو زیرو تھری میں برین ماسٹر چھپا ہوا ہے۔ فوراً اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اسے دبوچ لو۔''

وہ چاروں اپنے چار آلہ کاروں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ انہیں دوڑاتے ہوئے اس کمرے کے دروازے پر لے آئے۔ ٹھیک اسی وقت برین ماسٹر دروازہ کھول کر باہر نکل رہا تھا۔ وہ وہاں سے فرار ہونے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اچانک ہی ہوٹل کے چار آدمیوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر اس نے ایک کو گولی ماری۔ باقی تین کو دھمکی دی۔ ''اگر کوئی میرا راستہ روکے گا تو حرام موت مرے گا۔''

وہ تینوں فوراً ہی زمین پر بیٹھ گئے۔ وہ دوڑتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ فرمان' ٹونی جے' بے باک مومن اور کبریا دوسرے آلہ کاروں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ وہاں صرف ہوٹل منیجر کے پاس ریوالور تھا۔ فرمان اسے دوڑاتا ہوا ہوٹل کے کاؤنٹر کے پاس لے آیا۔ برین ماسٹر سیڑھیوں سے اترتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

منیجر نے اس پر فائر کیا۔ مگر نشانہ چوک گیا۔ برین ماسٹر نے پلٹ کر فائر کیا۔ گولی منیجر کے قریب سے گزر گئی۔ وہ دونوں چھپ کر ایک دوسرے پر فائر کرنے لگے۔ ٹونی جے' بے باک مومن' اور کبریا بھی اس منیجر کے اندر آ گئے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ برین ماسٹر کم از کم زخمی ہو جائے مگر ایسا نہ ہو سکا۔ منیجر کا ریوالور خالی ہوگیا۔

برین ماسٹر دوڑتا ہوا ہوٹل کے باہر چلا آیا۔ ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں پہلے اسی کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے جیب سے چابی نکال کر اسے کھولنا چاہا تو پتا چلا وہ مقفل نہیں ہے۔ یہ یاد کرنے اور سوچنے کا موقع نہیں تھا کہ وہ کار کو لاک کرنا بھول گیا تھا۔

وہ فوراً ہی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار کو اسٹارٹ کرتا ہوا تیز رفتاری سے باہر جانے لگا۔ وہ چاروں خیال خوانی کرنے والے منیجر کے ریوالور کو لوڈ کرانے کے بعد اسے دوڑاتے ہوئے باہر لے آئے تھے۔ وہ احاطے سے باہر جانے والی کار پر فائر کرنے لگا مگر دیر ہو چکی تھی۔ کار فائرنگ رینج سے دور ہوتی چلی جا رہی تھی۔

وہ رفتار بڑھاتا جا رہا تھا۔ یہ خوب سمجھتا تھا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ اپنے آلہ کاروں کو اس کے تعاقب میں دوڑائیں گے۔ ایسے وقت وہ خطرناک رفتار سے ڈرائیو کرتا ہوا زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا چاہتا تھا۔ آگے تین سمتوں میں تین راستے گئے تھے۔ وہ کسی ایک راستے پر مڑ کر تعاقب کرنے والوں کو ڈاج دے سکتا تھا۔

تقریباً بیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد معلوم ہوا کہ کوئی گاڑی اس کے تعاقب میں نہیں آ رہی ہے۔ وہ ایک سنسان راستے پر سلامتی سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ اپنی مجرمانہ زندگی کی ابتدا سے اب تک بڑی مہارت اور چالبازیوں سے روپوش رہ کر پُراسرار برین ماسٹر کہلاتا آ رہا تھا۔ اب سے پہلے وہ کبھی اس طرح دشمنوں کے نرغے میں نہیں آیا تھا۔ دیکھا جائے تو وہ ننھا سا فتنہ عدنان اس کی شامت بن گیا تھا۔ سمجھا جائے تو برین ماسٹر اسے اپنی موت بنا کر پاکستان سے یہاں لے آیا تھا۔

یہ اپنے محاسبے کا وقت تھا کہ اس نے اب تک کیا پایا اور کیا کھویا...؟ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے لفٹ گائی اور واٹس مین

کو حاصل کرتے کرتے کھو چکا تھا۔ اپنے داماد بے باک مومن کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کے بعد بھی اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکا تھا۔

تیسری بار اس نے عدنان کو اغوا کیا۔ اسے بھی بڑی کامیابی سے حاصل کرتا ہوا تقریباً اپنے گھر کے دروازے تک لا چکا تھا۔ دوسری صبح ایک خفیہ پناہ گاہ میں پہنچانے والا تھا۔ مگر ناکامیاں جوتے مار رہی تھیں۔ وہ اس بچے کو بھی حاصل نہ کر سکا۔ اسے چھوڑ کر اپنی سلامتی کے لیے بھاگ رہا تھا۔

مصیبتوں کے پاؤں انسان کی رفتار سے زیادہ تیز ہوتے ہیں۔ وہ بھاگ کر کہاں جا سکتا تھا؟ جب شامت آتی ہے تو پھر آ ہی جاتی ہے۔ وہ ڈرائیو کرتے کرتے ایکدم سے چونک گیا۔ عدنان کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو دوست...!''

اس نے بڑی حیرانی سے کار کی رفتار کو کم کرتے ہوئے عقب نما آئینے کا رخ تبدیل کیا۔ وہ ننھا فتنہ پچھلی سیٹ پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ برین ماسٹر کو یوں لگا' جیسے تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے دبوچنے کے لیے کار کے اندر چلے آئے ہوں۔

اس نے گھبرا کر رفتار بڑھا دی۔ عقب نما آئینے کا رخ اِدھر اُدھر بدل کر دیکھنے لگا۔ پچھلی سیٹ پر اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا۔ ''تم یہاں تنہا کیسے آ گئے؟''

اس نے جواب دیا۔ ''جیسے تم آ گئے۔''

وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے کے باعث خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر نہیں جا سکتا تھا۔ اس کے لیے رفتار سست کرنی پڑتی۔ دل میں یہ خوف سمایا ہوا تھا کہ رفتار کم کرے گا تو دشمن آ کر گھیر لیں گے۔ اس نے پوچھا۔ ''تمہاری مدد کرنے والے ٹیلی پیتھی جاننے والے کیا تمہارے اندر موجود ہیں؟''

''میں نہیں جانتا۔''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

''میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔''

''تمہاری وہ گرل فرینڈ تاشا کہاں ہے؟''

''وہ تو ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہے' میں بھی اس کے ساتھ رہتا ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔''

''وہ ابھی تمہارے ساتھ کیوں نہیں ہے؟''

''وہ بہت اچھی ہے' میں کسی کی بات نہیں مانتا۔ اس کی مانتا ہوں۔ اس نے کہا' جاؤ... اپنے دوست کی کار میں چل کر بیٹھو تو میں فوراً یہاں آ کر بیٹھ گیا۔''

''اس نے کیا سوچ کر تمہیں میرے حوالے کیا ہے؟ وہ خود کہاں ہے؟''

''وہ اور کہاں ہوگی...؟ کیا میری باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں؟ میں ابھی کہہ چکا ہوں' وہ میرے ساتھ ہوتی ہے۔ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس وقت بھی وہ میرے ساتھ ہے۔''

یہ سنتے ہی اس نے گاڑی کی رفتار دھیمی کرتے ہوئے اسے سڑک کے کنارے روک دیا۔ سر گھما کر کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ ایکدم سے چونک گیا۔ اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان سے تاشا ابھر کر سامنے آ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور وہ نشانے پر تھا۔

وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا انتہائی سفاک درندہ اور پُراسرار بن کر رہنے والا برین ماسٹر تھا۔ اس کے سامنے پچھلی سیٹ پر دو معصوم چہرے تھے۔ عدنان تو معصوم تھا ہی... تاشا بھی اٹھارہ برس کی ایک ایسی معصوم لڑکی تھی' جس نے ابھی بدترین حالات کی سردی و گرمی کا مزہ نہیں چکھا تھا۔ اس کے باوجود بابا صاحب کے ادارے میں جو تعلیم و تربیت حاصل کرتی آ رہی تھی۔ اس نے اسے چوکنا اور حاضر دماغ رہنا سکھا دیا تھا۔

اس نے کہا۔ ''میں نہیں جانتی' تم ابھی کیسی چالبازی دکھاؤ گے؟ مجھے یہ سمجھایا گیا کہ دشمن کو کبھی کچھ کر گزرنے کا موقع نہ دو۔''

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلا دی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے شانے کے آر پار ہوتی ہوئی ونڈ اسکرین کے شیشے کو ایک زوردار دھماکے کے ساتھ چکنا چور کرتی ہوئی گزر گئی۔ شیشہ ننھے ننھے موتیوں کی طرح کار کے اندر اور باہر بکھر گیا تھا۔ تاشا فائر کرتے ہی عدنان کے ساتھ پچھلی سیٹ پر جھک گئی تھی۔

برین ماسٹر کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ گولی کے زخم اور ونڈ اسکرین کے دھماکے نے اسے حواس باختہ کر دیا تھا۔ حواس ذرا بحال ہوئے تو اس نے تکلیف کی شدت کے باوجود ایک طرف جھکتے ہوئے سیٹ پر رکھے ہوئے ریوالور کو اٹھانا چاہا۔ مگر اٹھا نہ سکا۔

دوسری بار' تیسری بار اسے اٹھانے کی کوشش کی۔ پھر پریشان ہو کر تاشا کو دیکھنے لگا۔ وہ اپنا ریوالور اس کی طرف اچھالتے ہوئے بولی۔ ''اسے لو اور ہمیں گولی مار دو۔ اپنی حسرت پوری کر سکتے ہو تو کر لو۔''

اس نے تاشا کے ریوالور کو کیچ کیا پھر اسے کار کے باہر پھینک دیا۔ تاشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہارے دماغ میں نہیں ہوں۔ تمہیں اپنے تمام بزرگ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حوالے کر چکی ہوں۔ میرا کام ختم ہو چکا ہے۔''

تاشا نے اسے زخمی کرتے ہی الپا کو اطلاع دی تھی کہ اس کے دماغ کا دروازہ کھل چکا ہے۔ یہ اطلاع سنتے ہی فرمان' ٹونی جے' بے باک مومن اور کبریا سب ہی اس کے دماغ میں گھس آئے تھے۔ وہ جو ایک طویل عرصے سے شاطرانہ چالیں چلتا آ رہا تھا' بہت اچھلتا رہا تھا۔ اب جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

تاشا نے عدنان سے کہا۔ ''ہلکی ہلکی برف باری ہو رہی ہے' باہر چلو ہم برف سے کھیلیں گے۔''

عدنان نے خوش ہو کر کہا۔ ''ہاں چلو۔''

وہ دونوں پچھلی سیٹ کے دروازے کھول کر باہر چلے آئے۔ اس خطرناک چالباز برین ماسٹر کو یوں نظر انداز کرتے ہوئے کار میں چھوڑ دیا' جیسے اس کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ وہ اپنے زخمی شانے کو سہلاتے ہوئے انہیں باہر برف سے کھیلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

بے چینی اور اضطراب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ انتظار کر رہا تھا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی کچھ بولیں گے مگر اس کے اندر گہری خاموشی تھی۔ کوئی کچھ نہیں بول رہا تھا۔ کسی خیال خوانی کرنے والے کی ہلکی سی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔

تاشا نے اسے اپنا ریوالور دیا تھا' جسے اس نے بے اختیار کسی ارادے کے بغیر کھڑکی کے باہر پھینک دیا تھا۔ اب اس کا اپنا ریوالور وہیں قریب ہی سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے باہر برف میں کھیلنے والے بچوں کو دیکھا پھر فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر اپنے ریوالور کو اٹھا لیا۔

یہ یقین ہو گیا تھا' کوئی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہیں ہے۔ تاشا جھوٹ بول کر گئی ہے۔ اس نے ریوالور کو اچھی طرح گرفت میں لے کر کھڑکی کے باہر تاشا کا نشانہ لیا۔

عدنان برف کا گولہ بنا کر اس کی طرف پھینک رہا تھا اور وہ اسے کیچ کرنے کے لیے دوڑ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ریوالور کی نال بھی اِدھر سے اُدھر ہو رہی تھی۔ گولی چلانا کچھ مشکل نہ تھا۔ ٹریگر پر صرف انگلی کا دباؤ بڑھانا تھا اور وہ ایسا نہیں کر پا رہا تھا۔

تب اس کا دل ڈوبنے لگا' یہ بات سمجھنے میں آ رہی تھی کہ اس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں ہے۔ وہ اپنی مرضی سے ٹریگر پر رکھی ہوئی انگلی کو حرکت نہیں دے سکے گا۔

ایسی حالت میں سمجھنے کے لیے کچھ نہیں رہ جاتا۔ وہ جھنجلا کر ریوالور کو پھینک دینا چاہتا تھا مگر پھینک نہ سکا۔ اس کے دستے پر گرفت اور مضبوط ہو گئی پھر اس کا ہاتھ اپنی طرف مڑنے لگا۔ ریوالور کی نال پیشانی کی طرف آنے لگی۔ وہ گھبرا کر بولنے لگا۔ ''نہیں... نہیں مجھے ہلاک نہ کرو۔ پلیز... میری بات سنو۔''

کوئی اس کی بات سننا نہیں چاہتا تھا۔ اس سے کچھ کہنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے اس کا منہ آپ ہی آپ کھل گیا اور ریوالور کی نال منہ کے اندر چلی گئی۔ وہ بول نہیں سکتا تھا' اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ ریوالور کو منہ سے نکال نہیں سکتا تھا۔

یہ اندیشہ تھا کہ ٹریگر دب جائے گا۔ وہ اپنی انگلی وہاں سے ہٹانا چاہتا تھا۔ خوف اور دہشت سے دیدے پھٹ گئے تھے۔ دوسروں کی زندگی سے کھیلنے والے کو اب پتا چل رہا تھا کہ زندگی کتنی اہم ہوتی ہے اور موت کتنی ظالم...؟

ابھی مر جائے گا تو پھر کبھی زندگی کی طرف لوٹ کر نہیں آئے گا۔ دوسری بار زندگی نہیں ملے گی' جو ملی تھی' اسے محبت اور امن و امان سے نہیں گزار رہا تھا۔ وہ موت کو ٹال کر پھر سے ایک نئی زندگی گزار سکتا تھا۔

مگر موت کو کیسے ٹال سکتا تھا؟ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ زخمی ہونے کے بعد خیال خوانی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ورنہ سب سے پہلے سونیا کے پاس جا کر دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑا کر معافی مانگتا لیکن موت منہ کے اندر آ کر حلق تک گھس گئی تھی۔ زندگی کی طرف لوٹنے کا کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

تب اس نے دیکھا' ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس قریب آ رہی تھیں۔ وہ آنے والے دشمن بھی ہو سکتے تھے اور اس راستے سے گزرنے والے مسافر بھی ہو سکتے تھے۔ ان مسافروں سے مدد ملنے کی توقع تھی۔ شاید وہ اس کے منہ کے اندر سے ریوالور نکال سکتے تھے۔ وہ بڑی ہی مضحکہ خیز حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔

وہ گاڑی کچھ فاصلے پر آ کر رک گئی۔ اس میں سے دو افراد باہر آئے۔ وہ مقامی باشندے تھے۔ انہوں نے قریب آ کر کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا۔ ''یہ ایسے کیوں بیٹھا ہوا ہے؟''

دوسرے نے کہا۔ ''صاف پتا چلتا ہے' خودکشی کرنا چاہتا ہے۔''

ایک نے کار کا دروازہ کھول کر اس کے سر پر ایک زوردار ہاتھ جماتے ہوئے کہا۔ ''یو نان سنس...! خودکشی کرنا قانون کے خلاف ہے۔ اگر تم گولی کھا کر مرو گے تو ہم تمہیں گرفتار کر کے لے جائیں گے۔''

برین ماسٹر نے غصے اور بے بسی سے انہیں دیکھا۔ دل ہی دل میں کہا۔ ''یہ کمبخت کیسی بے تکی باتیں کر رہے ہیں؟ میں گولی مار کر مر جاؤں گا تو پھر یہ مجھے کیسے گرفتار کریں گے؟''

وہ ہاتھ کے اشارے سے بول رہا تھا۔ ''اس ریوالور کو میرے منہ سے نکالو۔''

دوسرے نے اپنے ساتھی سے کہا۔ ''دیکھو یہ کہہ رہا ہے' ریوالور اچھی طرح منہ کے اندر نہیں گیا ہے۔ کیا یہ کمبخت گولیوں سمیت اس ریوالور کو بھی کھا جانا چاہتا ہے؟''

اس نے اُوں۔ اُوں کی آوازیں نکالتے ہوئے انکار میں سر ہلاتے ہوئے اشارے سے سمجھایا کہ ریوالور کو منہ سے باہر نکالنا چاہتا ہے۔

ایک نے کہا۔ ''یہ باہر نکالنے کی بات کر رہا ہے' یعنی جتنی گولیاں نکلے گا۔ بعد میں انہیں تے کرتے ہوئے نکالے گا۔''

صاف پتا چل رہا تھا کہ اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ وہ اپنی بے بسی اور توہین پر جھنجلا رہا تھا۔ ایسے وقت اس کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس نے ریوالور کو اپنے منہ سے نکال لیا۔ ایک نے کہا۔ ''ارے واہ۔ ریوالور تو باہر نکل آیا۔ اس میں گولیاں ہیں۔ کیا تم ہمیں گولی مارو گے؟''

دوسرے نے ایک زوردار تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا۔ ''ابے سوچتا ہے' گولی کیوں نہیں مارتا؟''

اس کے منہ پر تھپڑ پڑا تھا۔ اس نے جھنجلا کر ریوالور کو سیٹ کے نیچے پھینک دیا۔ پھر پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ ''مجھے اس تھپڑ مارنے والے کو شوٹ کر دینا چاہیے تھا۔ میں نے ریوالور کیوں پھینک دیا؟''

دوسرے نے اس کے منہ پر تھوک کر کہا۔ ''چل اٹھا ریوالور اور گولی چلا....''

ساری دنیا میں اپنی طاقت کا لوہا منوانے والا برین ماسٹر ایسی ناقابلِ برداشت ذلت پر چیخنے لگا۔ نہ وہ جی سکتا تھا' نہ مر سکتا تھا' نہ اپنی عزت اور مان مرتبہ قائم رکھ سکتا تھا۔ دو نہتے افراد کے سامنے مٹی کا کیڑا بن کر رہ گیا تھا۔ وہ اسے پیروں تلے کچل سکتے تھے۔ مگر اس سے پہلے اسے اس کی موجودہ اوقات کا شدت سے احساس دلا رہے تھے۔ ایک نے پوچھا۔ ''کہاں گئی تمہاری ٹیلی پیتھی...؟''

دوسرے نے پوچھا۔ ''تمہاری طاقت' تمہارا غرور' تمہاری روپوشی' تمہاری پُراسراریت وہ سب کیا ہوئی...؟ کیا ان میں سے کوئی چیز تمہارا ساتھ دے سکتی ہے...؟ اب سے پہلے کبھی سوچا تھا کہ تم بھی ایک انسان ہو؟ کبھی کسی وقت بدترین حالات سے دوچار ہو کر اس طرح بے دست و پا ہو سکتے ہو؟''

پھر بولنے والے کی آواز اور لب و لہجہ اچانک ہی بدل گیا۔ برین ماسٹر نے اسے چونک کر دیکھا۔ اس کی زبان سے اس کا اپنا داماد بے باک مومن بول رہا تھا۔ ''کوئی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا تجھ جیسے کتے سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ اتنی دیر بعد صرف میں دو چار باتیں کہنے آیا ہوں۔

''تجھ جیسے لوگ پیار و محبت امن و امان کو نہیں سمجھتے۔ میں تیری بیٹی کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔ مگر تُو نے اپنی بیٹی کو بھی مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اس کے باوجود بیٹیاں بڑی نادان ہوتی ہیں۔ اپنے باپ سے نفرت نہیں کر پاتیں۔ اس نے مجھے قسم دی ہے کہ کبھی تُو میرے قابو میں آئے تو میں تجھے جان سے نہ ماروں۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''میری مما نے تجھے میرے حوالے کیا ہے۔ مجھ پر فیصلہ چھوڑ دیا ہے۔ میں تجھے کتے کی موت بھی مار سکتا ہوں اور زندہ بھی چھوڑ سکتا ہوں۔''

وہ جلدی سے دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے بولا۔ ''مجھے چھوڑ دو۔ ایک بار زندہ رہنے کا موقع دو۔ میں تمہارا تابعدار بن کر تمہارے اشارے پر چلوں گا۔ تم میری بیٹی کو دل و جان سے چاہتے ہو۔ میں تمہیں اس کی قسم دیتا ہوں' تم نے اس سے وعدہ بھی کیا ہے کہ مجھے جان سے نہیں مارو گے....''

اس شخص نے اپنا ریوالور نکال کر اسے نشانے پر لیتے ہوئے کہا۔ ''ہاں۔ میں نے اپنی اینا سے وعدہ کیا ہے اور اسے پورا کروں گا' تجھے جان سے نہیں ماروں گا۔''

یہ کہہ کر اس نے دو گولیاں چلائیں۔ اس کے دونوں گھٹنوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ وہ تکلیف کی شدت سے کار کے اندر ماہی بے آب کی طرح پھڑ پھڑانے لگا۔ بے باک نے کہا۔ ''آئندہ تُو اپاہج بن کر زندہ رہے گا۔ ہم کبھی تجھے خیال خوانی کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔ میں تیرا برین واش کر کے تیرے ذہن سے ٹیلی پیتھی کی تمام صلاحیتیں مٹا دوں گا۔''

پھر وہ دونوں وہاں سے پلٹ کر اپنی گاڑی کی طرف

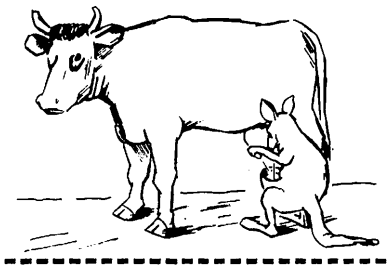

جانے لگے۔ ان میں سے ایک نے تاشا اور عدنان کو آواز دی۔

''آؤ بچو...! تم دونوں کو صبح کی فلائٹ سے بابا صاحب کے ادارے میں واپس جانا ہے۔''

وہ دونوں دوڑتے ہوئے آ کر اس گاڑی میں بیٹھ گئے۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر دوسری طرف مڑ کر جہاں سے آئی تھی' اسی طرف جانے لگی۔

الپا نے برین ماسٹر کے دماغ میں آ کر کہا۔ ''پولیس والوں کو اطلاع دے دی گئی ہے۔ وہ تمہیں کسی ہاسپٹل میں پہنچا دیں گے۔ ہم بھی نہیں چاہیں گے کہ تمہارے دونوں گھٹنوں کی ہڈیاں جوڑی جائیں۔ تم ہمیشہ اپاہج بن کر رہو گے۔ ہم تمہیں راستے کا بھکاری بنا کر رکھیں گے۔''

وہ چلی گئی۔ برین ماسٹر اس ویران سڑک پر بے یار و مددگار پڑا ہوا تھا۔ کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آیا۔ اب دل سے دعا مانگ رہا تھا کہ پولیس والے جلدی آئیں اور اسے گرفتار کر لیں۔ اس کے ساتھ جو بھی سلوک کریں۔ مگر پہلے ہاسپٹل پہنچا دیں۔

☆☆☆

زندگی قدرے آرام اور سکون سے گزرنے لگی تھی۔ کوئی ایسا قابلِ ذکر دشمن نہیں رہا تھا' جو خواہ مخواہ ہمارے لیے مشکلات پیدا کرنے چلا آتا۔ آٹھ ماہ گزر گئے تھے۔ سیارے سے آنے والے دشمن یہاں سے جانے کے بعد واپسی کا راستہ بھول گئے تھے۔ بڑے بڑے ممالک اور سپر پاور کہلانے والے دشمن اب بھول سے بھی دشمنی کا سبق نہیں دہرا رہے تھے۔

ان کے بعد برین ماسٹر نے اپنی طاقت کا لوہا منوانے اور ہمیں کمزور بنانے کی بھرپور کوششیں کی تھیں۔ اب خود اپاہج اور کمزور بن چکا تھا۔ پہلے ہم نے سوچا تھا' کبھی اس کا علاج نہیں ہونے دیں گے۔ کسی ڈاکٹر کو اس کے گھٹنوں کی ٹوٹی ہوئی ہڈیاں جوڑنے کا موقع نہیں دیں گے۔ وہ ایسی ہی ناقابلِ برداشت تکلیف میں مبتلا رہ کر دو ٹانگوں کے بغیر جہنم میں پہنچ جائے گا۔ مگر ہم نے ایسا نہیں کیا۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ''یہ تکلیف میں مبتلا رہ کر جلدی مر جائے گا۔ جبکہ ہم اسے عبرت کا سامان بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کا علاج ہونے دیا جائے۔ یہ علاج کے بعد بھی اپاہج بن کر رہے گا۔''

وہ ایک ہاسپٹل میں پڑا ہوا تھا۔ یورپ اور امریکا کے اکابرین اس کی بے بسی اور لاچاری سے بہت خوش تھے۔ وہ بھی چاہتے تھے کہ اس کا معقول علاج نہ ہو اور وہ اسی ہاسپٹل سے اپنی قبر میں پہنچ جائے۔ امریکی اکابرین چاہتے تھے' وہ اپاہج بن کر اور ان کا آلہ کار بن کر زندہ رہے۔ مگر وہ اپنا یہ ارادہ ظاہر نہیں کر رہے تھے۔

یہ جانتے تھے کہ ہم برین ماسٹر کو آئندہ کبھی خیال خوانی کرنے اور کسی کا تابعدار بننے نہیں دیں گے۔ وہ دیکھ رہے تھے' ڈاکٹر اس کی ہڈیاں جوڑنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ ایسا ہماری مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔

بہرحال ہم نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔ ڈاکٹر اس کا علاج کرنے لگے۔ ایسے وقت ہمارے خیال خوانی کرنے والے ان ڈاکٹروں کے اندر موجود رہتے تھے۔ جب ہڈیاں جوڑ دی گئیں تو پتا چلا' اس کی دونوں ٹانگیں کبھی گھٹنوں کی طرف سے مڑ نہیں سکیں گی۔ وہ ٹائلٹ میں بھی سیدھا کھڑا رہے گا۔

یہ دنیا والوں کے لیے قابلِ دید سزا تھی۔ اس کے دماغ کو اس قدر کمزور بنا دیا گیا تھا کہ وہ دماغی مریض بن چکا تھا۔ جب ہاسپٹل سے اس کی چھٹی ہوئی تو وہ جنیوا کی سڑکوں پر مارا مارا پھرنے لگا۔ جب بھوک لگتی تو مانگ کر پیٹ بھر لیتا۔ رات ہوتی تو کہیں بھی زیرِ زمین سب وے میں جا کر پھٹے پرانے کمبل میں لپٹ کر سو جاتا تھا۔

جنیوا کی انتظامیہ کسی بھیک مانگنے والے کی متحمل نہیں تھی۔ امریکی اکابرین اور تمام سی آئی اے والے اسے اچھی طرح جانتے تھے۔ لہٰذا اسے لندن پہنچا دیا گیا۔ وہ ہمدردی کر رہے تھے' یہ چاہتے تھے کہ لندن میں اس کی جو دولت و جائداد ہے' اسے واپس مل جائے۔

وہ میرا پہلا دشمن تھا۔ جس نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے مجھے گولیوں سے چھلنی کرایا تھا۔ یہ بات میرے بچے اور منہ بولے بیٹے فرمان' ٹونی جے اور بے باک مومن کبھی بھول نہیں سکتے تھے۔ وہ اسے ہمیشہ اپاہج بنا کر اور دنیا والوں کا محتاج بنا کر رکھنا چاہتے تھے۔

انہوں نے امریکی اکابرین سے صاف صاف کہا۔

''آپ حضرات برین ماسٹر سے ہمدردی نہ کریں۔ اس سے دور ہی رہیں۔ سی آئی اے کے اعلیٰ افسران سے اور اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہہ دیں' وہ درپردہ رازداری سے بھی اس کے کام نہ آئیں۔ ورنہ ہمارے درمیان جو امن و امان ہے' وہ درہم برہم ہو جائے گا۔''

بے شک ہماری ٹیلی پیتھی کی دنیا میں فی الحال امن و امان تھا۔ ہم سے عداوت کرنے کے نتیجے میں اکابرین نے اچھا خاصا نقصان اٹھایا تھا اور آئندہ ایسے نقصانات کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ انہوں نے برین ماسٹر کے سلسلے میں کوئی بحث نہیں کی۔ اس کی حمایت بھی نہیں کی۔ یوں چپ سادھ لی' جیسے ہماری بات مان گئے ہوں اور اس کے معاملے سے لاتعلق ہو گئے ہوں۔

یوں بھی ہمارے معاملات میں مداخلت کرنے اور برین ماسٹر کی حمایت کرنے کا انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔ ایک دوسرے کی بات مان لینے سے ہی دوستی رہتی ہے' امن و امان قائم رہتا ہے۔ یہ امن تقریباً ایک برس تک قائم رہا۔ امریکا اور دوسرے بڑے ممالک نے اسلام سے دشمنی کا جو سلسلہ جاری رکھا تھا' وہ بھی ختم ہو گیا۔

ہمیشہ امن و امان قائم رہے' قہقہے گونجتے رہیں تو انسان ایسی مسرتوں کے درمیان بھی بے زار ہو جاتا ہے۔ وہ دوسروں کو تکلیف پہنچا کر' کسی کا مال و اسباب چھین کر' کسی کی آبرو لوٹ کر بے انتہا خوشی محسوس کرتا ہے۔ ایسے ہی بدلتے ہوئے مزاج کے باعث دنیا میں جرائم بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ابتدا میں باقاعدہ برین ماسٹر کی نگرانی کرتے رہے۔ برین واش کرنے کے باوجود اس کے اندر آتے جاتے رہے۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے پاس چوری چھپے آتے ہیں یا نہیں...؟

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کبھی برین ماسٹر کے اندر ان کی آہٹ بھی نہیں ملی۔ پچھلے ایک برس میں یہ یقین ہوتا گیا کہ وہ آئندہ بھی ذہنی طور پر مفلوج رہا کرے گا۔ ہم اسے نظرانداز کرنے لگے۔ کبھی بھولے بھٹکے اس کے اندر جاتے تھے' معلوم کرتے تھے کہ وہ کس حال میں ہے۔ ہم چپ چاپ جاتے تھے اور چپ چاپ چلے آتے تھے۔

پھر ایک دن پتا چلا' وہ کہیں بے ہوش پڑا ہے۔ ہماری سوچ کی لہریں یہ معلوم نہ کر سکیں کہ وہ بے ہوش کیسے ہو گیا ہے؟ جب ہوش میں آتا' تب ہی اس کی بے ہوشی کی وجہ معلوم ہو سکتی تھی۔

سونیا نے کہا۔ ''معلوم ہوتا ہے' امریکی اکابرین پھر اپنی پرانی روش پر آ رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''یہی ہو سکتا ہے۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے برین ماسٹر کو بے ہوش کر کے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہم اب اس کے دماغ میں جایا کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں جاتے تو وہ اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیں گے۔''

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر دس پندرہ منٹ کے بعد اس کے اندر جانے لگے۔ بے ہوشی کے دوران انسانی سوچ کی لہریں اس قدر کمزور ہو جاتی ہیں کہ بے ہوش ہونے والا خود اپنے آپ کو پہچان نہیں پاتا۔ سمجھ نہیں پاتا کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

اس لیے اس کے دماغ میں جانے والے بھی کچھ سمجھ نہیں پاتے تھے کہ وہ کہاں بے ہوش پڑا ہوا ہے؟

کئی گھنٹے گزر گئے۔ وہ ہوش میں نہیں آ رہا تھا۔ الپا نے امریکی اکابرین سے کہا۔ ''یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے برین ماسٹر کے ساتھ کیسی حرکتیں کر رہے ہیں؟ اسے کئی گھنٹوں سے بے ہوشی کی حالت میں کیوں رکھا گیا ہے؟''

وہ اکابرین قسمیں کھانے لگے کہ نہ انہوں نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے' نہ وہ ان کے حکم کے بغیر برین ماسٹر کی طرف رخ کرتے ہیں۔

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''برین ماسٹر نے ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے لف گائی اور وائس مین کو چھین لیا تھا۔ اس کے بعد سے وہ ہمارے پاس واپس نہیں آئے۔ کہیں آزادی سے زندگی گزار رہے ہیں' جس طرح برین ماسٹر نے کبھی انہیں اغوا کیا تھا۔ اب وہ انتقام لینے کے لیے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانے کی کوششیں کر رہے ہوں گے۔''

اکابرین نے الپا سے کہا۔ ''تمہیں لف گائی اور وائس مین کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ یقیناً وہ دونوں برین ماسٹر سے انتقام لے رہے ہوں گے۔''

ان کی یہ باتیں ذہن قبول کر رہا تھا۔ یقیناً وہ برین ماسٹر کے خلاف بہت کچھ کر سکتے تھے اور شاید کر رہے تھے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ان دونوں سے باری باری رابطہ کیا اور کہا۔ ''ہم برین ماسٹر کو سزائیں دے رہے ہیں۔ تم دونوں اس معاملے میں مداخلت کیوں کر رہے ہو؟''

لف گائی نے کہا۔ ''آپ ہمیں غلط نہ سمجھیں۔ ہم پچھلے ایک برس سے یہ دیکھتے آ رہے ہیں کہ برین ماسٹر آپ کے ہاتھوں عبرتناک سزائیں پا رہا ہے۔ ایسی سزائیں ہم بھی اسے نہیں دے سکتے تھے۔ اس لیے چپ چاپ تماشا دیکھ رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں کہ وہ اپاہج ہو گیا ہے۔ ذہنی طور پر مفلوج ہے۔ دردر کا بھکاری بن گیا ہے۔''

وائس مین نے کہا۔ ''اس کی یہی سزا ہونی چاہیے تھی۔ ہم مطمئن ہیں۔ یہ اچھی طرح جانتے ہیں' اسے ٹریپ کر کے اس پر تنویمی عمل کر کے نہ تو اسے ذہنی توانائی دے سکیں گے' نہ ہی اپنا معمول اور تابعدار بنا سکیں گے۔ آپ اور آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں کبھی ایسا کرنے نہیں دیں گے۔ اس لیے ہم ایسی کوئی حماقت نہیں کر رہے ہیں۔ پلیز ہم پر شبہ نہ کریں۔''

اکابرین اپنے طور پر صفائی پیش کر چکے تھے۔ لف گائی اور وائس مین کی باتیں بھی درست لگ رہی تھیں۔ دس گھنٹے بعد ہم نے برین ماسٹر کے اندر رہ کر محسوس کیا' وہ ہماری خیال خوانی کی لہروں سے دور جا رہا تھا' اس کا دماغ بجھ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے اس کی موت واقع ہو رہی ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کی ایک ایک تکنیک سے واقف ہوں۔ اس کے باوجود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

تھوڑی دیر بعد ہی اس کا دماغ گم ہو گیا۔ ہماری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں' اب ہمیں اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ فی الحال یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ مر چکا ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے لندن کے اس حصے میں اسے تلاش کرتے رہے' جہاں وہ بے گھرو بے در پڑا رہتا تھا۔ اگر وہ مر چکا تھا تو وہاں اس کی لاش ملنی چاہیے تھی لیکن وہ صرف دماغی طور پر ہی نہیں' جسمانی طور پر بھی کہیں گم ہو گیا تھا۔

ہم نے لف گائی' وائس مین اور دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا' وہ لندن میں برین ماسٹر کو تلاش کریں۔ اگر وہ مر چکا ہے تو اس کی لاش ضرور ملنی چاہیے۔

ایسا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا' جو لندن میں اسے تلاش نہیں کر رہا تھا۔ بڑی حیرانی کی بات تھی' اس کا مردہ جسم نہیں مل رہا تھا۔ وہ ہمیشہ روپوش رہ کر پُراسرار بن کر زندگی گزارتا رہا تھا۔ مرنے کے بعد اور زیادہ پُراسرار بن گیا تھا۔ ایک مرنے والا روپوشی اختیار نہیں کر سکتا۔ پتا نہیں' وہ کہاں اور کس طرح روپوش ہو گیا تھا؟

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے کئی دنوں تک تلاش کرتے رہے۔ آخر مایوس ہو گئے۔ اس کی موت یا گمشدگی ایک راز بن کر رہ گئی تھی۔ جو راز سمجھ میں نہیں آتا' اسے پسِ پشت ڈال دیا جاتا ہے' بلکہ رفتہ رفتہ بھلا دیا جاتا ہے۔

پھر وقت گزرنے لگا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اب سے پہلے اتنا طویل امن و امان قائم نہیں ہوا تھا۔ دوسرا برس بھی گزرنے لگا۔ ہر طرف سکون تھا' شانتی تھی۔ یہ حقیقت دیکھنے میں آئی ہے کہ سمندر کی سطح پُرسکون ہو تو اس سکون کے پیچھے طوفان چھپا ہوتا ہے۔ کچھ ایسے ہی آثار تھے۔ کوئی طوفان اٹھنے والا تھا۔

تقریباً دو برس گزر گئے۔ تب ایک شام چھ بجے ساری دنیا چونک گئی۔ یہاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہزاروں ٹی وی چینلز جاری رہتے ہیں۔ وہ کبھی رُکتے نہیں ہیں۔ چوبیس گھنٹے کوئی نہ کوئی پروگرام پیش کرتے رہتے ہیں۔

جس طرح انسان سانسیں لیتا رہتا ہے' اسی طرح وہ ہزاروں ٹی وی چینلز دن رات سانسیں لیتے اور جاگتے رہتے ہیں۔

ٹھیک شام چھ بجے تمام ٹی وی چینلز یک لخت رُک گئے۔ جاپان سے لے کر امریکا تک تمام ماہرین نے معلوم کرنا چاہا کہ کیا خرابی پیدا ہوئی ہے؟ فون اور فیکس کے ذریعے تمام ممالک کے ماہرین ایک دوسرے سے رابطہ کر رہے تھے اور انہیں معلوم ہو رہا تھا کہ سارے ہی ملکوں کے چینلز میں ایسی خرابی پیدا ہو گئی ہے' جو سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ کسی ٹھوس تکنیکی وجہ کے بغیر چینلز رُک گئے ہیں۔

ایسا صرف پانچ منٹ کے لیے ہوا تھا۔ اس کے بعد دنیا کے تمام چینلز روشن ہو گئے مگر اس روشنی میں وہ پروگرام نظر نہیں آ رہے تھے' جو اپنے اپنے ملک اور اپنی اپنی قوم کے مزاج کے مطابق پیش کیے جاتے تھے۔ اس کے برعکس ایک سفید پوش شخص دھندلا دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بہت ہی سلوموشن میں کبھی دریاؤں سے' کبھی سمندروں سے' پہاڑوں سے اور کبھی بادلوں سے گزرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

تمام ممالک کے ماہرین' سربراہ اور آرمی کے اعلیٰ افسران ایک دوسرے سے فون پر رابطہ کر رہے تھے۔ معلوم ہو رہا تھا' دنیا کی تمام ٹی وی اسکرین پر وہی ایک شخص دکھائی دے رہا ہے۔ وہ کون ہے...؟ کہاں سے آیا ہے...؟ خود کو دنیا کے تمام ٹی وی چینلز کے ذریعے کیسے پیش کر رہا ہے...؟

یہ بات ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ سب ہی پریشان تھے۔ صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے اپنی بھرپور تکنیکی صلاحیتوں کو آزما رہے تھے۔

اسکرین پر نظر آنے والا وہ سفید پوش دنیا کے کئی ملکوں

سے' کئی علاقوں سے گزرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ ہر پانچ دس سیکنڈ میں منظر بدلتا جا رہا تھا۔ تمام مناظر پر ہلکی ہلکی سی دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس دھند میں اس کا چہرہ واضح نہیں تھا۔

وہ خاموش تھا اور اس کی خاموشی تمام دیکھنے والوں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ سب یہی سوچ رہے تھے' وہ اگلے لمحے میں کچھ بولنے والا ہے۔ وہ نہ بولتے ہوئے بھی جیسے بہت کچھ بول رہا تھا اور تجسس پیدا کرتا ہوا سب ہی کو متاثر کرتا جا رہا تھا۔

ایک شخص نے بیک وقت دنیا کے تمام چینلز پر قبضہ جمایا تھا' یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ سب ہی اس سے متاثر ہو رہے تھے۔ ماہرین بڑی تندہی سے اس کے متعلق کچھ جان لینے کی تگ و دو میں لگے ہوئے تھے۔

تب اس کی آواز سنائی دی۔ آواز اگرچہ بھاری بھرکم تھی۔ مگر اس میں بڑی نرمی اور مٹھاس تھی۔ جب وہ بولنے لگا تو سننے والوں کو ایسا لگا' جیسے وہ آواز کانوں میں نہیں دلوں میں اتر رہی ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''اے لوگو...! کیا تم جانتے ہو؟ اتنی زندگی گزارنے کے بعد یہ سمجھتے ہو کہ اس دنیا میں سب سے اہم چیز کیا ہے...؟''

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا نگاہوں کے سامنے آ رہا تھا۔ مگر فاصلہ پہلے کی طرح برقرار تھا۔ چہرہ اب بھی واضح نہیں تھا۔ وہ ہلکی ہلکی سی دھند میں چھپا ہوا تھا اور پوچھ رہا تھا۔ ''کیا زندگی کی سانسیں اہم ہیں؟ یہ نہیں ملیں گی تو زندگی نہیں ملے گی۔ زندگی نہیں ملے گی تو یہ دنیا نہیں ملے گی...؟

''نہیں... سانسیں اہم تو ہیں۔ تمہیں زندگی تو دیتی ہیں مگر تم دوسروں کے محتاج اور غلام بن کر رہتے ہو۔

''میں پھر وہی سوال کرتا ہوں' تمہاری اس دنیا میں سب سے زیادہ ضروری چیز کیا ہے جو تمہیں کسی کا محتاج اور غلام نہیں بناتی ہے؟''

وہ ایسا سوال پیش کر رہا تھا' جس کا جواب معلوم کرنے کے لیے سب ہی الجھ گئے تھے۔ دنیا بھر سے پیش کیے جانے والے دلچسپ ٹی وی پروگراموں کو وقتی طور پر بھول گئے تھے۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ ''کیا تمہاری دنیا میں علم کی روشنی اور طرح طرح کی ہنرمندی ضروری ہے؟

''ہاں ضروری ہے... مگر تمہاری دنیا میں علم کو بہت مہنگا اور پیچیدہ بنا دیا گیا ہے۔ تم ہنرمند بنتے ہو۔ مگر اپنے ہنر کو صحیح طور پر کام میں لانے کے لیے دولت مندوں اور حکمرانوں کے تابعدار بن جاتے ہو۔ پھر وہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ تم کسی نہ کسی صورت میں تابعدار اور غلام بن کر رہتے ہو۔''

وہ ایسی سچی اور کھری باتیں کر رہا تھا' جن سے کوئی ذی فہم انکار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں پھر وہی سوال کرتا ہوں' تمہاری دنیا میں تمہارے لیے سب سے اہم چیز کیا ہے؟''

اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی۔ کسی پر انگلی اٹھانا ایک کہاوت ہے۔ اس کے معنی ہیں' کسی کو الزام دینا۔ لیکن آسمان کی طرف ایک انگلی اٹھائی جائے تو یہی بات ذہن میں آتی ہے کہ ایک اللہ کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ ''کیا تمہاری اس دنیا میں تمہارے لیے مذہب بہت ضروری ہے؟''

دنیا کے نوّے فیصد لوگوں کا جواب ہاں میں ہوتا۔ مگر وہ انکار میں سر ہلا رہا تھا... ہلتا ہوا سر ''نہیں نہیں'' کہہ رہا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''ایک انسان دوسرے انسان سے کچھ مانگتا ہے اور نہیں ملتا تو کہا جاتا ہے' اپنے رب سے مانگو ضرور ملے گا... پھر سوچو' سمجھو اور جواب دو... کیا تمہیں اپنے رب سے مل جاتا ہے؟

''کسی کو ملتا ہے' کسی کو نہیں ملتا۔ اس اوپر والے سے بھی کسی کسی کو ملتا ہے' سب کو کیوں نہیں ملتا...؟ مسجدوں میں سجدہ کرنے سے' مندروں میں پوجا کرنے سے اور گرجا گروں میں گھنٹا بجانے سے بھی کتنے ہی محتاج مایوس اور نامراد ہی رہتے ہیں۔

''کسی بھی مذہب کا خدا' لارڈ' ایشور یا اللہ کسی کو دیتا ہے' سب کو نہیں دیتا۔ جس طرح اس دنیا کے سرمایہ دار اور حکمران کسی کسی پر مہربان ہوتے ہیں۔ باقی سب کو نظر انداز کر دیتے ہیں... یہ بتاؤ' کسی اللہ یا ایشور سے تمہیں کیا ملتا ہے...؟ جواب دو۔ کیا اس دنیا میں مذہب تمہارے لیے ضروری ہے؟''

اس کی یہ باتیں سننے والوں اور دیکھنے والوں کے دلوں کو دھڑکا رہی تھیں' ذہنوں میں جھٹکے پیدا کر رہی تھیں۔ وہ ایسے ٹھوس حقائق بیان کر رہا تھا' جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تمام مذاہب کے پیشوا اور دینی احکامات کے ایک ایک اصول پر سختی سے عمل کرنے والے علمائے کرام حیران تھے' پریشان ہو رہے تھے۔ اسکرین پر نظریں جمائے اسے دیکھتے ہوئے انتظار کر رہے تھے کہ وہ آئندہ کیا کہنے والا ہے؟ کیا کرنے والا ہے...؟

وہ جو بھی کہنے اور کرنے والا تھا' اس سے پہلے ہی یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ شیطان کا کوئی چیلا ہے۔ موجودہ

سائنس اور ٹیکنالوجی کا سہارا لے کر ٹی وی چینلز کے ذریعے دنیا کے ایک ایک گھر میں اپنے شر انگیز خیالات پھیلا رہا ہے۔

میں' سونیا' میرے تمام بچے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی اپنے ٹی وی کی اسکرین پر اسے دیکھ رہے تھے۔ ہم نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی بھی کوششیں کیں مگر ناکام رہے۔ پتا نہیں' وہ کون تھا؟ اچانک ہی اس دنیا میں حیرت انگیز باتیں کرنے اور شاید حیرت انگیز تماشے دکھانے چلا آیا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں پھر وہی سوال کر رہا ہوں۔ اس دنیا میں تمہارے لیے سب سے ضروری چیز کیا ہے...؟''

پہلے اس نے آسمان کی طرف ایک انگلی اٹھائی تھی۔ پھر پانچوں انگلیاں ملا کر سختی سے ایک مٹھی بنائی تو بادل گرجنے لگے' بجلیاں کڑکنے اور چمکنے لگیں۔ ایسی طوفانی ہوائیں چلنے لگیں کہ بڑے بڑے مضبوط اور تناور درخت جڑوں سے اکھڑنے لگے۔ زلزلوں کے جھٹکوں سے بلند و بالا پہاڑ میں پوس ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔

اس شخص کی سختی سے بندھی ہوئی مٹھی اسکرین پر دکھائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''طاقت... طوفانی ہواؤں کی طاقت....

طاقت... زلزلوں اور سیلابی بلا کی طاقت... ایسی طاقت جس پر انسان کا بس نہیں چلتا۔ وہ اسے قدرتی آفات کہہ دیتا ہے۔ جبکہ ایک عرصۂ دراز سے تحقیقات کے بعد یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان آفات کے رونما ہونے کی ٹھوس وجوہات ہوتی ہیں۔ کسی وجہ کے بغیر کوئی چیز عمل کے دائرے میں نہیں آتی۔''

پھر اسکرین پر اس کی مٹھی دکھائی دی۔ اس نے کہا۔ ''طاقت....''

اسکرین پر دو بادشاہ تلوار سے مقابلہ کرتے ہوئے دکھائی دیے۔ جو بادشاہ کمزور تھا' اس کی تلوار ٹوٹ گئی۔ شہزور نے اس کی گردن اڑا دی۔ اسکرین پر مٹھی کی سختی کہہ رہی تھی۔ ''طاقت....''

اسکرین پر دوسری جنگِ عظیم کا منظر دکھائی دیا۔ جاپان سب سے طاقتور ملک ثابت ہو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت امریکا نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے۔ طاقتور جاپان کی کمر توڑ ڈالی اور خود شہزور بن گیا۔ اسکرین پر نظر آنے والی مٹھی کہہ رہی تھی۔ ''طاقت...''

پھر وہی سفید پوش ہلکی ہلکی سی دھند میں نظر آنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''اے دنیا والو...! مان لو' تمہارے لیے اس دنیا میں سب سے ضروری طاقت ہے۔ طاقت کے بغیر تم مٹی کے کیڑے ہو۔ شہزوروں کے جوتے تمہیں روندتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ تم معمولی رعایا ہو۔ کیا اپنی آواز حکمرانوں تک پہنچا سکتے ہو...؟

''نہیں... دیکھو' طاقت کیا ہوتی ہے؟ میں اپنی آواز اس دنیا کے ایک ایک گھر تک پہنچا رہا ہوں اور تمہاری دنیا کا کوئی حکمران' کوئی ماہر میری آواز بند نہیں کر سکتا۔ میری زبان روک نہیں سکتا۔ میں بول رہا ہوں اور ہر شام چھ بجے سے سات بجے تک بولتا رہوں گا۔ کوئی مجھے اپنے چینل میں آنے سے روک نہیں پائے گا۔''

وہ اپنی بات منوا رہا تھا۔ طاقت کے ذریعے ناممکن کو ممکن بنا رہا تھا۔ دنیا کے تمام ماہرین اسے اپنے چینل میں آنے سے روک نہیں سکتے تھے۔ وہ حکمرانوں کے خلاف بولتا تو کوئی اس کی آواز بند نہیں کر سکتا تھا۔

وہ مذہب اور خدا کے خلاف ڈنکے کی چوٹ پر بول رہا تھا اور کوئی اسے روکنے والا نہیں تھا۔ یہ منوا رہا تھا کہ وہ طاقتور ہے۔ اپنی طاقت سے اس وقت دنیا کے ایک ایک گھر پر قبضہ جما رہا ہے۔

ان لمحات میں سب ہی اپنی مصروفیات کو اور دنیا جہان کی دلچسپیوں کو بھول گئے۔ اگرچہ اس سفید پوش کی باتیں ان کے مذہب اور دھرم کے خلاف تھیں۔ تاہم پیش کردہ حقائق اس قدر ٹھوس تھے کہ تمام دیکھنے اور سننے والے تشکش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ تجسس پیدا ہو گیا تھا کہ وہ آئندہ کیا کہنے والا ہے اور کیا کرنے والا ہے؟

وہ کہہ رہا تھا۔ ''آج تک دنیا میں جس نے بھی طاقت حاصل کی۔ صرف اپنے مقاصد کے لیے اور اپنے مفادات کے لیے حاصل کی... صاف بات یہ ہے کہ یہاں جو بھی طاقت حاصل کرتا ہے' وہ دوسروں کو اپنا محتاج بنانے اور اپنے زیرِ اثر رکھنے کی کوششیں کرتا رہتا ہے۔''

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اے لوگو...! میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں تمہاری دنیا میں آ رہا ہوں۔ تمہاری محتاجی اور کمزوریاں دور کرنے کے لیے... تمہارے اندر توانائی اور طاقت پہنچانے کے لیے... میں ثابت کر دوں گا' اس دنیا میں کوئی محکوم اور کوئی حاکم بننے کے لیے پیدا نہیں ہوا ہے۔ میں جب تک تمہاری دنیا میں رہوں گا' کوئی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائے گا' نہ تم کسی پر حکومت کرو گے' نہ کوئی تم پر حکومت کرے گا۔ کھانے پینے کا سامان اتنا سستا ہو گا کہ کبھی کوئی شخص بھوکا نہیں مرے گا۔ تم سب اپنے پسند کے ملبوسات پہنو گے۔ تمہارے پاس آنے جانے اور گھومنے پھرنے کے

لیے گاڑیوں کی سہولت ہوگی۔''

ہماری دنیا میں ہر انسان کو اپنی پسند کی زندگی گزارنے کے مواقع نہیں ملتے۔ مگر وہ دعویٰ کررہا تھا کہ ایسا ضرور ہوگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''جب تمہیں تمام دکھ اور تکالیف سے نجات مل جائے گی تو تم صرف علم و ہنر حاصل کرنے میں مصروف رہا کرو گے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں اتنا آگے بڑھ جاؤ گے کہ اس کائنات کے تمام سیارے والے تم سے کم تر ہو جائیں گے اور تمہاری برتری کو تسلیم کرلیں گے۔''

وہ چند لمحوں تک چپ رہا پھر بولا۔ ''جب تمہاری تمام کمزوریاں ختم ہو جائیں گی اور تم اپنی طاقت کے بل پر زندگی گزارو گے تو پھر کسی طاقت کے آگے گڑگڑانے کے لیے سجدہ نہیں کرو گے۔ ہاتھ پھیلا کر کسی ایسے گاڈ یا بھگوان سے کچھ نہیں مانگو گے جو کبھی کہیں نظر نہیں آتا۔ ایسے خدا کو نہیں مانو گے' جو کسی کو بہت کچھ دیتا ہے اور کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ میں سب کو دوں گا' کسی کو کسی کا محتاج نہیں رہنے دوں گا۔

''اے لوگو...! میری یہ باتیں ابھی خواب کی طرح ہیں۔ لیکن جلد ہی تم سب اس کی تعبیر دیکھو گے۔ اب میں رخصت ہورہا ہوں۔ اس وقت انڈیا میں شام کے سات بجے ہیں۔ یہاں کے وقت کے مطابق رات کے دو بجے تمام دنیا کے لوگوں کو نظر آؤں گا' جو مجھے دیکھنا چاہتے ہیں' میری باتیں سننا چاہتے ہیں۔ وہ انڈیا کے وقت کے مطابق رات کے دو بجے اپنے گھروں سے باہر نکل آئیں۔ میں سب کے سامنے آؤں گا اور یہ بتاؤں گا کہ تم لوگوں کے لیے آئندہ کیا کرنے والا ہوں؟ کس طرح تمہارے دن پھیرنے والا ہوں؟''

اسکرین پر اس کی مضبوطی سے بندھی ہوئی مٹھی دکھائی دی۔ اس نے کہا۔ ''طاقت اور صرف طاقت.....''

اس کے ساتھ ہی اسکرین بجھ گئی۔ دنیا کے تمام ٹی وی چند سیکنڈ کے لیے خاموش ہوئے پھر روشن ہو گئے۔ تمام چینلز سے پیش کئے جانے والے پروگرام نظر آنے لگے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہلچل سی پیدا ہوگئی تھی۔ لوگ تمام چینلز کے پروگراموں کو نظر انداز کر کے صرف اس سفید پوش کے متعلق باتیں کررہے تھے۔ انڈیا کے وقت کے مطابق اپنی اپنی گھڑی کا وقت درست کررہے تھے۔

سب ہی کے ذہنوں میں یہ سوالات ابھر رہے تھے کہ وہ سفید پوش کون ہے...؟ اچانک کہاں سے آیا ہے...؟ وہ کس قدر طاقتور ہے کہ اس نے آتے ہی اس دنیا کے تمام ٹی وی چینلز کو ناکارہ بنا دیا تھا۔ ایک گھنٹے تک ان کے ذریعے اپنا مدعا بیان کرتا رہا تھا۔

تمام ممالک کے حکمران' آرمی کے اعلیٰ افسران اور تمام انٹیلی جنس والے ایک دوسرے سے فون کے ذریعے رابطہ کررہے تھے اور اسی سلسلے میں باتیں کررہے تھے۔ سائنس دانوں نے اور ماہرین فلکیات نے اس دوران یہ سراغ لگایا کہ خلا میں کچھ نئے سٹیلائٹس ہیں۔ نئے خلائی اسٹیشن قائم کئے گئے ہیں اور ایسے ہی ایک خلائی اسٹیشن سے دنیا کے تمام ٹی وی چینلز کو وقتی طور پر ناکارہ بنا کر اس سفید پوش کو پیش کیا گیا ہے۔

ابھی یہ ایک مفروضہ تھا۔ کسی نئے انجانے خلائی اسٹیشن کی موجودگی کا ثبوت نہیں ملا تھا۔ مگر بڑی حد تک یقین سے کہا جارہا تھا کہ دنیا کے تمام ٹی وی چینلز کو کسی خلائی سٹیلائٹ کے ذریعے ہی کنٹرول کیا گیا تھا۔

میں اور میرے خیال خوانی کرنے والے دنیا کے تمام بڑے سائنس دانوں اور ماہرین فلکیات کے اندر پہنچ کر ان کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ وہ اپنی تمام تر ذہانت اور علمی صلاحیتوں کے ذریعے سمجھنے کی کوششیں کررہے تھے کہ اس سفید پوش کو کسی خلائی سٹیلائٹ سے پیش کرنے کے لیے کیسی تکنیک استعمال کی گئی ہوگی؟

تمام دنیا کے حکمرانوں کے لیے یہ لمحۂ فکریہ تھا کہ جو سفید پوش مذہب کے خلاف بول رہا ہے' خدائی دعویٰ کررہا ہے اور اچانک ہی دنیا کے ہر گھر میں پہنچ کر طاقتور ہونے کا ثبوت دے رہا ہے۔ وہ حکمرانوں کی تمام سیاسی اور فوجی قوتوں کو بھی مسل کر رکھ دے گا۔

اگر اپنے بیان کے مطابق واقعی اتنا طاقتور ہے کہ دنیا کے کسی بھی شخص کو حکوم نہیں رہنے دے گا تو اس کا مطلب یہی سمجھ میں آتا تھا کہ آئندہ ہماری دنیا میں کوئی حکمران نہیں رہے گا۔ صرف وہی سفید پوش شہزور اور طاقتور بن کر رہے گا۔

دنیا کے تمام مذہبی پیشوا ابھی اس سفید پوش کی باتیں سن کر پریشان ہو گئے تھے۔ انہیں اپنے اپنے عقیدے کے مطابق یقین تھا کہ وہ سفید پوش اگر صرف خدا کے خلاف بولے گا تو اس سے اچھی طرح نمٹ لیا جائے گا اور ٹھوس دلائل کے ساتھ اپنے خدا کے وجود کو ثابت کیا جائے گا۔ لیکن وہ دنیا والوں کو مذہب اور خدا سے منحرف کرنے کا ایک نیا اور عجیب راستہ دکھا رہا تھا۔

اس سفید پوش نے کہا تھا' جب انسان کمزور اور مجبور ہو جاتا ہے۔ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے کسی حاکم کے سامنے یا خدا کے سامنے جھکتا ہے تو اس کی کچھ ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور کچھ نہیں ہوتیں۔ مگر وہ نئے خواب اور سبز باغ

دکھانے والا دعویٰ کررہا تھا کہ اس دنیا کے ہر انسان کی ضرورتیں پوری کرے گا۔

یعنی بنیادی مسئلہ ضرورت کا ہے۔ ضرورت پوری ہو جائے تو کوئی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا' کسی سے کچھ نہیں مانگتا' کسی کے آگے نہیں جھکتا۔ اگر ایسا ہوگا تو لوگ اپنے اپنے خدا کو بھول جائیں گے۔ عبادت کرنا چھوڑ دیں گے۔ مسجد' مندر اور کلیسا ویران ہو جائیں گے۔

یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ مذہب اور خدا کے بغیر یہ دنیا آباد رہ سکتی ہے یا نہیں...؟

میں نے جناب علی اسداللہ تبریزی سے رابطہ کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ ''یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہر دور میں مذہب اور خدا کے خلاف محاذ آرائی کی گئی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس بار نئے سائنٹیفک انداز میں ہمارے دین کو چیلنج کیا جائے گا۔''

وہ ذرا چپ ہوئے' پھر ایک گہری سانس لے کر بولے۔ ''مرحوم بابا فرید واسطی نے اپنی آخری سانسوں میں پیش گوئی کی تھی' دین میں بڑے فتنے پیدا ہوں گے۔''

میں نے کہا۔ ''وہ اجنبی سفید پوش صرف ہمارے دین کے ہی نہیں' دوسرے تمام مذاہب کے خلاف بھی بول رہا تھا۔''

''یہ حقائق آئندہ دیکھنے میں آئیں گے کہ دوسرے مذاہب اس نئے چیلنج کا سامنا کس طرح کریں گے؟ ہمیں تو اپنے دین کے تحفظ کے لیے جہاد کرنا ہے۔ یہ جو تمہیں نئی زندگی ملی ہے۔ یہ اپنے دین کی خاطر جہاد کرنے کے لیے ہے۔ تم سب کو پُرسکون رہ کر انتہائی ذہانت اور حاضر دماغی سے پیش آنے والے حالات کو سمجھنا ہوگا۔ پھر بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اس نئے چیلنج کا منہ توڑ جواب دینا ہوگا۔''

میں نے کہا۔ ''آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں' آپ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ کیا یہ بتانا چاہیں گے کہ...''

انہوں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔ ''آگے نہ بولو' کچھ نہ پوچھو' جو ہورہا ہے' اسے دیکھتے رہو' سمجھتے رہو اور اپنی ذہانت سے کام لیتے رہو۔ باقی اللہ پر چھوڑ دو۔ اس ربِ جلیل نے خود اپنے دین کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔''

میں نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سونیا کو اور اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اعلیٰ حضرت کی ہدایات سنائیں۔ ان کی باتیں دہرائیں کہ ہر دور میں مذہب اور خدا کے خلاف محاذ آرائیاں ہوتی رہی ہیں۔ ہم سائنس اور ٹیکنالوجی کے ترقی یافتہ دور سے گزر رہے ہیں۔ اسی مناسبت سے چیلنج کا یہ نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ یہ چیلنج کرنے والے جو بھی ہیں' جتنے بھی طاقتور ہیں۔ انہیں منہ توڑ جواب دینے کے لیے ہمیں جان کی بازی لگانی ہوگی۔

ابھی تو وہ سفید پوش ٹی وی چینلز کے ذریعے دنیا والوں کے سامنے آیا تھا۔ اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ کیسی غیر معمولی قوتوں کا حامل ہے؟

اس نے دنیا والوں کو جو خواب دکھائے تھے' ان کے متعلق فی الحال یہی کہا جا سکتا تھا کہ سبز باغ دکھا رہا ہے۔ دیکھنا یہی تھا کہ وہ امیر اور غریب' حاکم اور محکوم' شہزور اور کمزور کے فرق کو کس طرح مٹائے گا؟ ہماری دنیا میں قدرت کا جو قانون چلا آرہا ہے' اسے کیسے تبدیل کرے گا؟

آخر میں اس نے جاتے جاتے یہ بے چینی اور اضطراب پیدا کردیا تھا کہ رات کے دو بجے۔ ساری دنیا والوں کے سامنے آنے والا ہے۔ بڑی ہی عجیب اور ناقابل فہم بات تھی۔ وہ ایک شخص بیک وقت ساری دنیا والوں کے سامنے کیسے آئے گا؟

اس نے کہا تھا' جو اسے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کی باتیں سننا چاہتے ہیں' وہ رات کو مقررہ وقت کے بعد اپنے اپنے گھروں سے باہر آجائیں۔ تب ہی اسے دیکھ پائیں گے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دوسری بار کسی ٹی وی چینل کے ذریعے نہیں آئے گا۔ بنفسِ نفیس نگاہوں کے سامنے آکر باتیں کرے گا۔

یہ تو سراسر بچگانہ بات تھی۔ عقل تسلیم نہیں کررہی تھی کہ ایک شخص بیک وقت تمام دنیا والوں کے سامنے آئے گا اور ہر ایک کو اپنی باتیں سنائے گا؟

اس سفید پوش کی یہ بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ساری دنیا جیسے پاگل ہورہی تھی۔ کیا عورتیں' کیا مرد' کیا بچے اور کیا بوڑھے اس رات سونا بھول گئے تھے۔ بار بار گھڑی دیکھ رہے تھے اور وقت تھا کہ گزر نہیں رہا تھا۔ جنون کی حد تک عشق و محبت کرنے والوں نے اپنی کسی محبوبہ کا اتنی شدت سے انتظار نہیں کیا ہوگا' جتنی شدت اور جوش و خروش سے اس سفید پوش کا انتظار کیا جارہا تھا۔

تمام ممالک کی پولیس' انٹیلی جنس اور آرمی والے پوری طرح مسلح اور مستعد ہو گئے تھے۔ ہر شہر' ہر علاقے میں پھیل گئے تھے۔ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ سفید پوش جب بھی نظر آئے' اسے فوراً گھیر کر گرفتار کرلیا جائے۔ ایسے وقت ہنگامے ہو سکتے تھے۔ دنیا والے اس سے ملنے اور اس کی باتیں سننے کے لیے قانون کے محافظوں کے سامنے رکاوٹ بن سکتے

تھے۔ یہ توقع کی جارہی تھی کہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بڑے ہنگامے برپا ہوں گے۔

یہ بھی سوچا جارہا تھا کہ وہ ایک ہی بندہ ہے۔ اسے کسی ایک ہی جگہ گھیرا جائے گا اور گرفتار کیا جائے گا۔ جبکہ اس نے بیک وقت دنیا کے ہر حصے میں پہنچنے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس دعوے نے الجھا دیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' کیا ہونے والا ہے؟

وہ دنیا کی پہلی رات تھی' اس رات کی مثال پھر کبھی مل نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ ایک بجے کے بعد دنیا کے سارے گھر خالی ہو گئے تھے۔ سب ہی اپنے گھروں سے باہر نکل آئے تھے۔ انسانی آبادی کے ہر حصے میں خصوصی طور پر اضافی روشنی کے انتظامات کئے گئے تھے۔ آدھی رات سے پہلے ہی جگہ جگہ کھانے پینے کی دکانیں کھل گئی تھیں۔ مسلح پولیس اور آرمی والوں کو دیکھ کر لوگ اعتراض کررہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ وہ سب اپنے اس مسیحا سے باتیں کرنا چاہتے ہیں' جو ان کے دکھ درد دور کرنے آرہا ہے۔ اگر اسے عوام سے ملنے نہیں دیا جائے گا تو سب ہی مارنے مرنے پر تیار ہو جائیں گے۔

پولیس اور آرمی والے ہزاروں' لاکھوں افراد کو کنٹرول کر سکتے تھے لیکن دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اربوں افراد کی مرضی کے خلاف اس مسیحا کو گرفتار نہیں کر سکتے تھے۔ دو بجے کے بعد ایسا کچھ ہونے والا تھا' جس کی پہلے سے توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

ہر رات دو بجتے ہیں' اس رات بھی گھڑی کے کانٹے کو دو تک پہنچنا تھا۔ وقت کبھی ایک ساعت کے لیے بھی آگے پیچھے نہیں ہوتا۔ آخر دو بج ہی گئے...

لوگوں نے سر اٹھا کر دیکھا' دور خلا میں کبھی اِدھر کبھی اُدھر روشنی ایسے جلنے بجھنے لگی تھی۔ جیسے چمکدار ستارے جلتے بجھتے ہوئے دور تک جارہے ہوں اور کبھی واپس آرہے ہوں۔ دوسرے ممالک کے لوگ فون کے ذریعے ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔ ''کیا تمہیں جلتے بجھتے چمکدار ستارے دکھائی دے رہے ہیں؟''

ہر ملک کے ہر علاقے سے یہی جواب مل رہا تھا کہ وہ سب ایسے ستاروں کو دیکھ رہے ہیں۔ یوں لگ رہا ہے' جیسے خلا میں آتش بازی کا مظاہرہ کیا جارہا ہو۔

آتش بازی ایک طرح سے مسرتوں کا اظہار ہے۔ کسی کی آمد پر اسی طرح جشن منایا جاتا ہے اور وہ مسیحا آرہا تھا۔ سب ہی اسے حیرانی اور توجہ سے دیکھنے لگے۔ وہ سب کو نظر تو آرہا تھا مگر واضح نہیں تھا... ٹرانس پیرنٹ تھا۔

یعنی اس کے آر پار دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا جسم ٹھوس نہیں تھا۔ وہ خلا سے اترتا ہوا زمین پر پہنچا تھا۔ لوگوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ کتنے ہی افراد اسے چھونے کی کوشش کررہے تھے۔ مگر ان کے ہاتھ اس کے جسم کے آر پار ہو جاتے تھے اور وہ مسکراتا ہوا ان کے پاس سے گزر جاتا تھا۔

ابھی وہ کچھ نہیں بول رہا تھا۔ صرف اپنی موجودگی ظاہر کررہا تھا۔ یقین دلا رہا تھا کہ وہ وہی مسیحا ہے' جسے ساری دنیا والے ٹی وی اسکرین پر دیکھ چکے ہیں۔ اسکرین پر وہ دھند میں لپٹا ہوا تھا۔ مگر اس وقت رات کے اندھیرے میں ٹرانس پیرنٹ ہونے کے باعث واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

ابھی وہ کچھ بولنے والا تھا۔ تمام مسلح پولیس اور آرمی والے اسے تک رہے تھے۔ ان کی مستعدی اور ٹھوس انتظامات کسی کام آنے والے نہیں تھے۔ وہ ایک ٹرانس پیرنٹ مسیحا کو گرفتار نہیں کر سکتے تھے۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کے ماہرین اس ٹرانس پیرنٹ مسیحا کی اسٹڈی کررہے تھے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی تھی کہ کسی خلائی اسٹیشن سے موو ی کیمرے کے ذریعے اس مسیحا کو پیش کیا جارہا ہے۔ اسی لیے وہ ٹرانس پیرنٹ دکھائی دے رہا ہے۔

ہماری دنیا کے تمام ماہرین اسے بڑی توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ بڑی حد تک سمجھ رہے تھے اور کسی خلائی اسٹیشن کا سراغ لگانے کی کوششیں کررہے تھے۔ یہ رائے قائم کی جارہی تھی کہ جس طرح کسی ٹی وی پروگرام کے ذریعے ایک شخص کو ایک ہی وقت میں دنیا کی تمام ٹی وی اسکرین پر پہنچایا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی خاص تکنیک کے ذریعے اس سفید پوش مسیحا کو ایک ہی وقت میں دنیا کے ہر علاقے میں پیش کیا جارہا تھا۔

وہ بڑی دیر بعد ایک اونچی جگہ آ کر' وہاں رُک کر ہر طرف نظریں دوڑاتے ہوئے بولا۔ ''میں جو کہتا ہوں' وہ ضرور کرتا ہوں۔ میں نے کہا تھا' آج رات دو بجے تمام دنیا والوں کے سامنے آؤں گا اور میں آ گیا ہوں... تم سب یہ دیکھو اور سمجھو...! تمہاری اس دنیا میں کتنے خودغرض اور مفاد پرست لوگ ہیں؟ وہ کسی کی بہتری نہیں چاہتے۔ تمہاری بہتری نہیں چاہتے۔ اس سے پہلے کہ میں تمہارے لیے کچھ کروں' یہ لوگ مجھے گرفتار کر کے کسی کال کوٹھڑی میں پھینک دینا چاہتے تھے۔''

اس نے دور تک دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ مسلح سپاہی اور

آرمی کے افراد بڑے بڑے ہتھیار لیے مجھے گرفتار کرنے اور ہلاک کرنے آئے ہیں۔ اے لوگو...! میری ایک ایک بات کو اپنی گرہ میں باندھ لو۔ طاقت کو کوئی چل نہیں سکتا اور سچائی کو کوئی مار نہیں سکتا۔ میں طاقت بھی ہوں اور سچائی بھی...

''اے لوگو...! سب سے پہلے یہ سمجھو کہ کھانے پینے کی چیزیں تمہارے گھروں تک آسانی سے کیوں نہیں پہنچتیں؟ میں سب سے پہلے کھانے پینے کی چیزیں سستی کروں گا۔ اس دنیا کے تمام زمیندار اور جاگیردار سن لیں... وہ چوبیس گھنٹوں کے اندر گیہوں' چاول' دال اور کھیتوں میں اُگنے والے تمام اناج کی قیمتیں آدھی سے بھی زیادہ کم کردیں گے جو اناج کی قیمتیں نہیں گرائے گا۔ وہ سزا پائے گا اور یہ سزائیں موت تک پہنچ کر ختم ہوں گی۔

''ساری دنیا میں اناج کی منڈیوں کے جتنے تاجر ہیں وہ میرا حکم سن لیں۔ چوبیس گھنٹوں کے اندر تمام اقسام کے اناج کی قیمت اسّی فیصد کم کردیں۔ اگر کسی اناج کی قیمت سو روپے ہے تو چوبیس گھنٹے بعد وہی اناج عوام کو صرف بیس روپے میں ملے گا۔ جو میرے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا وہ یا تو تجارت چھوڑ دے گا یا موت کو گلے لگائے گا۔''

لوگ سن رہے تھے اور خوش ہو کر اس مسیحا کی واہ واہ کررہے تھے۔ اس کے لیے زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ کیونکہ وہ سب سے پہلے انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت پوری کررہا تھا۔ کھیتوں سے اگنے والا ہر طرح کا اناج کوڑیوں کے مول ملنے والا تھا۔ انسان کو تین وقت کی روٹی آسانی سے حاصل ہو جائے تو اس کی آدھی سے زیادہ فکر و پریشانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں چوبیس گھنٹے بعد ثابت کردوں گا کہ تمہارا مسیحا ہوں۔ ہر دکھ کا ہر درد کا علاج کرنے آیا ہوں۔ کسی کو سبز باغ نہیں دکھا رہا ہوں۔ دنیا کے وقت کے مطابق چوبیس گھنٹے بعد وہی ہوگا' جو میں کہہ رہا ہوں۔ جو زمیندار' جاگیردار' سرمایہ دار اور حکمران میرے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا' اس کا آخری وقت آجائے گا۔''

وہ تمام ٹیکسٹائل ملز کے تاجروں سے کہہ رہا تھا کہ وہ اپنی اپنی ملوں سے اعلیٰ کوالٹی کے کپڑے تیار کریں گے اور انہیں کم سے کم قیمت پر فروخت کریں گے۔

اس کے احکامات سن کر یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ ابھی تک وہ بالکل تنہا دکھائی دے رہا ہے۔ کسی ملک کا تو کیا ایک چھوٹی سی بستی کا بھی حکمران نہیں ہے۔ اس کے پاس فوجی طاقت نہیں ہے۔ پھر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک زمینداروں' جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو کس طرح مجبور کرے گا کہ وہ کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی چیزیں کم سے کم قیمت پر فروخت کریں؟ وہ احکامات کی تعمیل نہیں کریں گے تو کتنوں کو سزائے موت دے گا؟

اور وہ کسی کو کیسے ہلاک کرے گا...؟ جبکہ خود ٹھوس جسم اور وجود کے ساتھ اس دنیا میں نہیں آیا ہے۔ نہ کوئی اسے چھو سکتا ہے اور نہ ہی وہ کسی کو چھو سکتا ہے۔ پھر کسی کو ہلاک کیسے کرے گا؟

دنیا کے تمام ممالک کے حکمران ایسے سوالوں کے جواب چاہتے تھے اور اس سے مذاکرات کرنا بھی ضروری ہو گیا تھا۔

تمام جاگیردار اور سرمایہ دار اس مسیحا سے کہنا چاہتے تھے' وہ بے تکی باتیں کررہا ہے۔ جو مال سو روپے میں بیچا جاتا ہے۔ اسے بیس روپے میں فروخت کیا جائے گا تو تجارت کرنے والے اور زمینداری کرنے والے بھوکے مر جائیں گے۔

بات مرنے اور جینے کی ہی ہوتی ہے۔ جو دوسروں کو موت دینے اور زندگی دینے کی طاقت رکھتا ہے' اس کی حکمرانی قائم رہتی ہے۔ اسی کے احکامات کی تعمیل کی جاتی ہے۔ ابھی یہ پوری طرح معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ مسیحا واقعی دوسروں کی زندگی چھین لینے کی طاقت رکھتا ہے یا نہیں...؟

ابھی تک تو باتیں ہی بنا رہا تھا۔ اس نے شام چھ بجے سے رات تین بجے تک دوبارا اپنی غیر معمولی قوتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ ایک تو یہ کہ دنیا کے تمام ٹی وی چینلز کو ایک گھنٹے کے لیے ناکارہ بنا دیا تھا۔ پھر ان تمام چینلز کے ذریعے خود کو پیش کرتا رہا تھا اور ساری دنیا کو اپنی باتوں سے متاثر کرتا رہا تھا۔

اس نے دوسری بار رات کے دو بجے یہ ثابت کردیا کہ دنیا کی کوئی طاقت نہ اسے گرفتار کر سکتی ہے نہ ہلاک کر سکتی ہے بلکہ اسے چھو بھی نہیں سکتی۔ اس طرح یہ یقین ہو رہا تھا کہ وہ غیر معمولی قوتوں کا حامل ہے۔ ہماری دنیا میں آ کر جو احکامات صادر کررہا ہے۔ زمینداروں اور سرمایہ داروں سے اس پر عمل ضرور کرائے گا۔

تمام ممالک کے سرکاری نمائندوں نے اس سے کہا۔ ''تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ تم نے اپنا تعارف پیش نہیں کیا۔ منظرِ عام پر آتے ہی احکامات صادر کرنا شروع کردیے ہیں۔''

ایک اور سرکاری نمائندے نے کہا۔ ''بے شک۔ تم سائنس اور ٹیکنالوجی کے سلسلے میں زبردست مہارت رکھتے ہو۔ ہماری دنیا کے بڑے بڑے نامور تاجر جاگیردار اور

حکمرانوں کو تم سے مل کر خوشی ہوگی۔ ہم تم سے باقاعدہ مذاکرات کرنا چاہتے ہیں اور تمہیں سمجھاتے ہیں' مذاکرات کرنے سے پہلے ایسے بے تکے احکامات صادر نہ کرو۔''

اس اجنبی مسیحا نے ان کی باتیں سنیں۔ پھر عورتوں' مردوں' بوڑھوں اور جوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔''اے لوگو...! میں یہاں بہت طاقتور کہلانے والے جاگیرداروں' سرمایہ داروں اور حکمرانوں سے مذاکرات کرنے نہیں آیا ہوں۔ میں تمہارا مسیحا ہوں' جب تمہارے دکھ درد دور کرتا رہوں گا۔ تمام مسائل حل کرتا رہوں گا۔ تمہیں ایک خوشحال زندگی ملتی رہے گی تو پھر مجھے کسی سے مذاکرات کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ تم سب خود ہی اپنی دنیا کے تمام طاقتور منافع خوروں اور مطلب پرستوں کو ٹھکرا دو گے۔''

اس نے مضبوطی سے مٹھی بند کی۔ پھر اسے فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔''طاقت...میں ہوں طاقت...اب سے چوبیس گھنٹے بعد تم سب دیکھو گے' جو لوگ میرے احکامات کی تعمیل نہیں کریں گے' ان کا انجام کتنا عبرتناک ہوگا؟ دوسرے منکر اور نافرمان میری اطاعت پر مجبور ہو جائیں گے۔ میں جا رہا ہوں۔ آج کی رات اور کل کی رات گزرنے دو۔ پرسوں صبح یہ دنیا منافع خوروں کی نہیں...صرف تمہاری ہوگی۔''

یہ کہتے ہی وہ اچانک غائب ہو گیا۔ اس کے یوں آنے' ٹرانس پیرنٹ ہونے اور گم ہو جانے کی تکنیک سمجھ میں آ گئی۔ وہ کہیں تیز روشنیوں کے درمیان ایک کیمرے کے سامنے تھا۔ وہاں سے اسے پوری دنیا میں نشر کیا جا رہا تھا۔ اُدھر کیمرے کو آف کیا گیا' اِدھر یہ نگاہوں کے سامنے سے اوجھل ہو گیا۔

یہ تو تمام بڑے ممالک کے حکمرانوں نے اور ہم نے تسلیم کر لیا کہ وہ مسیحا کہلانے والا اجنبی اندر سے بہت گہرا ہے۔ انتہائی ترقی یافتہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں غیر معمولی مہارت رکھتا ہے۔ اس مہارت نے اسے ناقابلِ شکست بنا دیا ہوگا۔ تب ہی وہ پورے یقین کے ساتھ ہماری دنیا میں آتے ہی ایک حکمران کی طرح احکامات صادر کر رہا تھا۔

جدید سائنسی کرشمات کو نہ سمجھنے والے ناخواندہ افراد کہہ رہے تھے کہ وہ مسیحا پُراسرار علوم جانتا ہے۔ یا پھر روحانی اور ناقابلِ فہم قوتوں کا مالک ہے۔ ایسی ہی ناقابلِ فہم قوتوں کا مالک آج تک خدا' ایشور اور گاڈ کہلاتا آیا ہے۔ وہ جلیل القدر مسیحا ازل سے اب تک روپوش رہنے کے بعد ساری دنیا والوں کے سامنے آیا ہے۔ آئندہ کسی شک و شبے کے بغیر لوگوں کے دکھ درد دور ہوں گے اور انسانوں کو صحیح معنوں میں انسانوں کی طرح جینے کا حق حاصل ہوگا۔

بے شک۔ وہ اجنبی مسیحا انسانی زندگی کے تمام مسائل حل کرے گا اور انسان کسی فکر و پریشانی کے بغیر آسانی سے خوشحال زندگی گزاریں گے تو یہ اس اجنبی کا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ لیکن ایسے کارنامے کے نتیجے میں لوگ اپنے خدا' بھگوان اور گاڈ کو بھول جائیں گے۔ نہ ان سے کچھ مانگنے کی ضرورت ہوگی نہ ہی ان کی عبادت کریں گے۔

ہماری دنیا کو عجیب معاملہ درپیش تھا۔ اب سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا' کیا ہماری دنیا کے لوگ مذہب اور خدا کے بغیر زندگی گزار سکیں گے؟ رنج و غم' فکر و پریشانی' دکھ و بیماری' قدرتی آفات اور انسانوں کی لائی ہوئی آفات سے یہ دنیا خالی ہو جائے گی؟ کیا یہ ممکن ہے؟ آئندہ انسان جب تک جاگتا رہے گا ہنستا بولتا' کھیلتا کودتا اور ناچتا گاتا رہے گا؟ کیا ان حالات میں وہ محنت و مشقت کرنے کا عادی بن سکے گا؟ کھیتوں میں ہل اور ٹریکٹر چلا کر اناج پیدا کرنے کی زحمت گوارا کرے گا؟ نئی مشینیں اور نئے سائنسی آلات ایجاد کرنے کی لگن اس میں پیدا ہوگی؟

وہ اجنبی مسیحا ہماری دنیا کو ایک نئے موڑ پر لا کر ایک نئی سمت کی طرف لے جا رہا تھا۔ پتا نہیں آئندہ کیا ہونے والا تھا؟ یہ سوال سب ہی کے ذہنوں میں ابھر رہا تھا۔ سب ہی تجسس میں مبتلا تھے۔

میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے آتے رہتے تھے اور اس نئی صورتحال پر مجھ سے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ بے باک مومن نے کہا۔''میں سمجھتا ہوں' وہ اجنبی مسیحا تنہا نہیں ہے۔ اس کے پیچھے بے شمار کارندے ہیں۔ ہماری دنیا کے جاگیردار' سرمایہ دار اور حکمران حکم عدولی کریں گے' اس کی مخالفت کریں گے تو اس کے کارندے مخالفت کرنے والوں کو سزائیں دیں گے۔ اس مسیحا کے قانون اور فیصلے کے مطابق انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔''

''یہ اتنا آسان نہیں ہوگا۔ ہر ملک کے حکمرانوں کو' جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو زبردست سیکورٹی فراہم کی جائے گی۔ حفاظتی انتظامات اتنے سخت ہوں گے کہ کوئی ان تک پہنچ نہیں پائے گا۔''

الپا نے کہا۔''خیال خوانی کرنے والے تو پہنچ پائیں گے۔''

الپا کی یہ بات سب ہی کے ذہن میں تھی۔ وہ بہت پہلے سے یہ سوچتے آ رہے تھے کہ وہ اجنبی مسیحا خود ٹیلی پیتھی

جانتا ہوگا اور اپنے پیچھے خیال خوانی کرنے والوں کی ایک فوج رکھتا ہوگا۔

تب یہ سوال پیدا ہوا کہ اس نے خیال خوانی کرنے والوں کی اتنی بڑی فوج کیسے بنائی ہوگی؟

اس کا جواب یہی ملتا تھا کہ گریٹ ایشور ارارا کے تمام ماتحت اور عقیدت مند ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ سیارے کی آب و ہوا اور وہاں کی قدرتی عنایات کچھ ایسی ہیں کہ لوگ پیدائشی طور پر کسی کوشش کے بغیر خیال خوانی کی لہروں کو ایک دوسرے تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ اور یہی بات پورے یقین کے ساتھ سمجھ میں آ رہی تھی کہ گریٹ ایشور ارارا اپنے ایک ماتحت مسیحا کے ذریعے نیا چونکا دینے والا ڈراما پلے کر رہا ہے۔

یورپ اور امریکا کے اکابرین گریٹ ایشور ارارا کو بہت بری طرح بھگت چکے تھے۔ ان کا بھی یہی خیال تھا۔ انہوں نے مجھ سے اور سونیا سے رابطہ کیا اور پوچھا۔''کیا اس بہروپیے مسیحا کے پیچھے گریٹ ایشور ارارا چھپا ہوگا؟''

سونیا نے کہا۔''بے شک...وہ نافرمانی کرنے والے جاگیرداروں' سرمایہ داروں اور حکمرانوں کو سزائیں دینے اور ہلاک کرنے کی باتیں کر رہا ہے۔ سخت سیکورٹی کے باوجود وہ خیال خوانی کے ذریعے ہی مطلوبہ نافرمان افراد کو ہلاک کرے گا۔ تم سب ہزار کوششوں کے باوجود اسے انتقامی کارروائیوں سے باز نہیں رکھ سکو گے۔''

''پھر تو اس کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے تم لوگوں کو بھی ٹریپ کریں گے۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں' تم سب کیسی کیسی حفاظتی تدابیر پر عمل کر رہے ہو؟''

''ہم اس سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ ہماری پوری زندگی بے شمار خیال خوانی کرنے والوں سے نمٹتے ہوئے گزری ہے۔ پھر بھی احتیاطاً کچھ دنوں کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں جا رہے ہیں۔ پہلے اس اجنبی مسیحا کی اچھی طرح اسٹڈی کریں گے۔ معلوم کریں گے' اس کے پیچھے کیسی قوتیں کارفرما ہیں اور گریٹ ایشور ارارا خود کو کب تک ظاہر کرنے والا ہے؟ تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہم بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئیں گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔''میڈم...! آپ اپنے فیملی ممبران اور تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ محفوظ رہیں گی۔ آپ نے درخواست ہے' ایسے وقت ہماری مدد فرمائیں۔ ہمارے درجنوں اکابرین اور بے شمار صنعتکار ایسے ہیں' جن کی سلامتی ہمارے ملک اور ہماری قوم کے لیے بہت ضروری ہے۔ ہمارے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان سب کو تحفظ فراہم نہیں کر سکیں گے۔''

میں نے کہا۔''ہماری طرف سے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تم سے رابطہ رکھیں گے۔ تمہارے کام آتے رہیں گے۔ ان کے علاوہ تمہارے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' جو پابندیوں سے آزاد رہ کر گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ میں ابھی ان سے کہتا ہوں' وہ بھی تمہارے کام آئیں گے۔''

میں نے ٹف گائی اور وائس مین سے رابطہ کیا۔ اگرچہ وہ میرے تابعدار نہیں تھے، لیکن میری عزت کرتے تھے اور میری بات مانتے تھے۔ میں نے کہا۔''تم دونوں امریکی ہو۔ اس وقت تمہارے ملک کو تمہاری خیال خوانی کی ضرورت ہے۔ میں چاہتا ہوں' تم اپنے اکابرین کی مرضی کے مطابق ان کے کام آؤ۔''

ان دونوں نے کہا۔''ابھی ہم یہی باتیں کر رہے تھے اور فیصلہ کر رہے تھے کہ اپنے اکابرین سے رابطہ کئے بغیر ایسے صنعتکاروں کے اندر پہنچتے رہیں گے' جنہیں وہ اجنبی مسیحا ٹریپ کر کے ہلاک کرنا چاہے گا۔ ہم آپ کی بات مان کر اپنے اکابرین سے بھی رابطہ رکھیں گے اور ان کی مرضی کے مطابق ان کے کام کرتے رہیں گے۔''

انہوں نے اپنے اکابرین سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔''مسٹر فرہاد نے تمہاری ۔فارش کی ہے کہ ہم تمہاری مرضی کے مطابق کام آئیں۔ ویسے بھی یہ ہمارا ملک ہے۔ ہم اس کی بہتری کے لیے اپنے طور پر کام کرتے رہیں گے۔''

اس طرح ان اکابرین کے پاس سات ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو گئے۔ میں نے مزید دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان کے حوالے کیا۔ سونیا نے کہا۔''ہم پہلے بھی تم سب سے بھرپور تعاون کرتے رہے ہیں مگر بروقت ٹالنے اور مطلب پورا ہونے کے بعد تم لوگ جس ذلالت اور کمینگی کا ثبوت دیتے ہو' اسے ہم کبھی نہیں بھولتے۔ اس کے باوجود اس برے وقت میں تمہارے کام آ رہے ہیں۔''

پاکستان میں صنعتیں برائے نام ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر شہرت حاصل کرنے والی چند صنعتیں فیصل آباد میں ہیں۔ وہاں کے ایک ٹیکسٹائل مل اونر ملک افتخار احمد سے میری اچھی خاصی جان پہچان تھی۔ وہ اس اجنبی مسیحا کے احکامات کی تعمیل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اپنے مل کے تیار کردہ کپڑے کی قیمت گرانے سے اسے کروڑوں روپے کا نقصان پہنچنے والا تھا۔

اس نے اپنے طور پر سیکورٹی کے سخت انتظامات کیے

تھے۔ یہ ___ یا تھا کہ آئندہ چند ہفتوں تک اپنے سگے رشتہ داروں سے بھی ملاقات نہیں کرے گا۔ ایک چھوٹی سی کوٹھی میں رہے گا۔ وہاں سیکورٹی گارڈز دن رات مستعد رہا کریں گے۔ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ دشمن خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جائے گا۔ میں اسے سمجھانا نہیں چاہتا تھا کہ ٹیلی پیتھی کیا ہوتی ہے اور وہ کس طرح اجنبی مسیحا کی انتقامی کارروائی کا شکار ہوسکتا ہے؟

میں نے طے کرلیا تھا کہ چپ چاپ اس کے دماغ میں جاتا آتا رہوں گا اور بہ وقتِ ضرورت اسے تحفظ دینے کی پوری کوشش کروں گا۔ ویسے میرا خیال تھا' وہ مسیحا پہلے دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے بڑے بڑے صنعتکاروں کی طرف توجہ دے گا۔ پاکستان جیسے چھوٹے سے ملک کے صنعتکاروں سے بعد میں نمٹے گا۔

دوسرے دن شام چھ بجے پھر دنیا کے تمام ٹی وی چینلز ناکارہ ہوگئے۔ ایک منٹ کے بعد ہی وہ اجنبی مسیحا نظر آنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''اے لوگو...! ہر روز شام چھ بجے سے سات بجے تک اس دنیا کے تمام ٹی وی چینلز میرے قبضے میں رہیں گے۔ ساری دنیا صرف مجھے دیکھے گی اور میری باتیں سنے گی۔''

پھر اس نے اپنی مٹھی فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ ''طاقت...اس طاقت کا حکم ہے کہ تمام جاگیردار اور صنعتکار اپنے اپنے ملک کے ٹی وی اسٹیشن پہنچ جائیں۔ مجھے مخاطب کرکے اعلان کریں' کم سے کم الفاظ میں یہ بتائیں' وہ میرے حکم کی تعمیل کررہے ہیں یا نہیں...؟ جو انکار کرے گا۔ وہ اپنے اس ٹی وی اسٹیشن سے زندہ واپس نہیں جائے گا۔ تمام دنیا والے اس کی موت کا نظارہ ٹی وی اسکرین پر دیکھیں گے۔

''میں سب سے پہلے انگلینڈ کے ایک علاقے برمنگھم میں پہنچ رہا ہوں۔ وہاں کے تاجروں سے کہتا ہوں' وہ ابھی پون گھنٹے بعد سات بجے ٹی وی اسٹیشن میں آکر اپنے مال کی قیمتیں کم کرنے کی خوش خبری سنائیں۔

''ٹریڈ اینڈ کامرس کے بورڈ آف ڈائریکٹرز سے بھی کہتا ہوں' وہ بھی تمام مل اونرز کے ساتھ آئیں۔ یہ اعلان کریں کہ انگلینڈ کی تمام مارکیٹوں میں کھانے پینے اور اوڑھنے پہننے کی چیزیں مہنگی نہیں ہوں گی۔ سب کی قیمتیں میرے حکم کے مطابق کرادی جائیں گی۔''

وہ آہستہ آہستہ دوسری طرف گھومتے ہوئے بولا۔ ''اگر سات بجے کے بعد یہ لوگ ٹی وی اسکرین پر دکھائی نہ دیئے' انہوں نے میرے احکامات کی تعمیل نہ کی تو اے دنیا والو! تم سب اپنے اپنے ٹی وی آن رکھنا۔ میں تمہیں ان کی موت کا نظارہ دکھاؤں گا۔ ابھی جارہا ہوں۔ ٹھیک سات بجے اسکرین پر نظر آؤں گا۔''

وہ اسکرین تھوڑی دیر کے لیے بجھ گئی۔ ساری دنیا کے چینلز اپنے اپنے پروگراموں کے مطابق روشن ہوگئے۔ وہ چالیس منٹ کے بعد مطلوبہ تاجروں کا محاسبہ کرنے کے لیے پھر اسکرین پر آنے والا تھا۔ اس سلسلے میں دنیا کے تمام چینلز پر خبریں نشر کی جانے لگیں اور تبصرے ہونے لگے۔

خبروں میں کہا جارہا تھا کہ وہ کوئی مسیحا نہیں ہے۔ بہت بڑا فراڈ ہے۔ ہماری دنیا کو تباہ و برباد کرنے آیا ہے۔ دین' دھرم اور خدا کی عظمت کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ یہ سراسر شیطانی عمل ہے اور ہم جلد ہی اس شیطان کو مار بھگائیں گے۔

یہ بھی کہا جارہا تھا کہ مسیحا نے جن تاجروں کو اپنے احکامات کی تعمیل کرنے پر مجبور کیا ہے' وہ مجبور نہیں ہوں گے۔ وہ دشمن رفتہ رفتہ ہماری تمام صنعتوں کی پیداوار کم کرکے قیمتیں گرا کر تمام ممالک کو معاشی اور اقتصادی طور پر تباہ و برباد کردینا چاہتا ہے۔ اس طرح ہماری دنیا قدیم زمانے کی طرح پسماندہ ہوجائے گی۔

پندرہ منٹ بعد ان تمام تاجروں کے اور ڈائریکٹرز آف ٹریڈ اینڈ کامرس کے بنگلوں اور کوٹھیوں کو ٹی وی چینلز کے ذریعے دکھایا گیا۔ وہاں ہر طرف مسلح آرمی موجود تھی۔ کہا جارہا تھا' یہاں سیکورٹی کے انتظامات ایسے سخت ہیں کہ کوئی چیونٹی بھی ریگستی ہوئی اندر نہیں پہنچ پائے گی۔

دوسرے تاجروں کو بھی یقین دلایا جارہا تھا اور حوصلہ دیا جارہا تھا کہ وہ مسیحا ان کی طرف موت بن کر نہیں آسکے گا۔ کیونکہ اس دنیا میں وہ ٹرانس پیرنٹ بن کر آتا ہے۔ نہ کسی فرد کو چھو سکتا ہے' نہ کسی پر جان لیوا حملہ کرسکتا ہے۔ لہٰذا سرمایہ داروں' جاگیرداروں اور حکمرانوں کو خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔

میں نے اور سونیا نے گریٹ ایشورارا کے متعلق صحیح رائے قائم کی تھی۔ وہی اس مسیحا کے پیچھے یہ سارے تماشے دکھا رہا تھا۔ یہ بھید رفتہ رفتہ کھلنے والا تھا۔ جب وہ اپنے چیلنج کے مطابق کسی نافرمان تاجر کو ہلاک کرنا چاہتا تو سخت سیکورٹی کے پیشِ نظر اس کے پاس صرف ایک ہی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہوتا اور وہ یہی ہتھیار استعمال کرنے والا تھا۔

اب ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ چیلنج کرنے والا ان بنگلوں اور کوٹھیوں کے اندر کیسے پہنچے گا؟ کیسے

کے حالات معلوم کرے گا؟

ایسے وقت پھر یہ بھید کھل رہا تھا کہ اس مسیحا کے پس پشت گریٹ ایشورارا موجود ہے۔ اب سے ڈھائی برس پہلے اپنے ماتحتوں کے ساتھ غیر معمولی مشینیں لے کر آیا تھا۔ ایسی غیر معمولی مشینوں کی خصوصیات یہ تھیں کہ وہ کسی بھی روپوش رہنے والے مطلوبہ فرد تک پہنچا دیتی تھیں۔ وہ شخص جہاں بھی ہوتا تھا' وہاں کے پورے ماحول کو اسکرین پر پیش کرتی تھیں۔ اگر وہ ٹوائلٹ میں ہوتا تھا تو وہ مشین وہاں کا منظر بھی پیش کرتی تھی۔ یہ بتا دیتی تھی کہ مطلوبہ شخص ٹوائلٹ میں یا کسی تہ خانے میں کہاں چھپا ہوا ہے؟

ہم اس سلسلے میں بڑی مغز ماری کر رہے تھے۔ ہر پہلو سے غور کرتے ہوئے یہ سمجھنا چاہتے تھے کہ گریٹ ایشورارا اپنے تیارے میں ہے پھر خیال خوانی کے ذریعے یا اپنی غیر معمولی مشینوں کے ذریعے ہماری زمین تک کیسے پہنچے گا؟

آواز کی یا خیال خوانی کی لہریں کشش ثقل تک محدود رہتی تھیں۔ جہاں زمین کی کشش ختم ہوتی تھی' وہیں آواز کی یا خیال خوانی کی لہریں بھی دم توڑ دیتی تھیں۔ غیر معمولی مشین کی کارکردگی بھی اس کشش سے باہر رہ کر زمین تک نہیں پہنچتی تھی۔

پھر سوال پیدا ہوتا تھا' گریٹ ایشورارا کس طرح اپنے خیال خوانی کرنے والے ماتحتوں کو اور مشین کی کارکردگی کو زمین پر اپنے مطلوبہ افراد تک پہنچائے گا؟

اس کا جواب یہی سمجھ میں آتا تھا کہ اس نے زمین کی کشش کے اندر خلائی اسٹیشن قائم کیا ہے۔ وہاں سے خیال خوانی کی لہروں کو اور اپنی مشین کی کارکردگی کو زمین تک پہنچانے والا ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے اندازے درست ثابت ہو رہے تھے۔ اب سے ڈھائی برس پہلے سونیا نے گریٹ ایشورارا کو دنیا سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کی تصویریں ہماری غیر معمولی مشین میں محفوظ ہو گئی تھیں۔ وہ جب بھی ارضی دنیا میں واپس آتا تو ہم اس کی شہ رگ تک پہنچ جاتے۔ لہٰذا وہ ایک طویل عرصے تک واپس نہیں آیا۔ ہماری دنیا کو تسخیر کرنے کے دوسرے راستے تلاش کرتا رہا۔ اب اس نے یہ راستہ اپنایا تھا۔

ہمیں یہ باتیں بعد میں رفتہ رفتہ معلوم ہوتی رہیں کہ وہ اپنے تابعدار مسیحا کو خلائی اسٹیشن کے ذریعے ہماری دنیا میں بھیجتا رہا۔ اس کا خلائی اسٹیشن زمین کی کشش کے اندر ہی رہتا تھا۔ وہاں سے وہ اپنے تابعدار مسیحا کو ہماری دنیا میں بھیجتا تھا۔ مگر اس کا جسم ٹھوس نہیں ہوتا تھا۔ اس کا صرف عکس دکھائی دیتا تھا اور آواز سنائی دیتی تھی۔

ان لوگوں کی خیال خوانی کی لہریں ہماری زمین تک پہنچتی تھیں۔ اس کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے اس خلائی اسٹیشن کے ذریعے غیر معمولی مشین میں اپنے مطلوبہ افراد کو دیکھتے تھے۔ پھر ان کے دماغوں میں خیال خوانی کے ذریعے پہنچ جاتے تھے۔

اس اجنبی مسیحا نے برمنگھم کے تاجروں کو اور ڈائریکٹرز آف ٹریڈ اینڈ کامرس کو دھمکیاں دی تھیں کہ اس کے حکم کی تعمیل نہیں کریں گے تو وہ انہیں سزائیں دے گا' انہیں ہلاک کرے گا اور ان کی ہلاکت کا منظر ساری دنیا کو ٹی وی چینلز کے ذریعے دکھائے گا۔

وہ جو کہہ رہا تھا' اس کے لیے ممکن تھا۔ اس نے ڈائریکٹرز آف ٹریڈ اینڈ کامرس اور برمنگھم کے تاجروں کو وارننگ دی تھی اور اس سے پہلے ہی وہ ان سب کو اپنی غیر معمولی مشین میں محفوظ کر چکا تھا۔ اس مشین کی اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔

ان کے بنگلوں اور کوٹھیوں کے باہر مسلح آرمی اور پولیس والوں کا سخت پہرا تھا۔ بنگلوں اور کوٹھیوں کے اندر ان کا اپنا کوئی رشتہ دار بھی نہیں تھا۔ وہ سب تنہا اپنے اپنے کمروں میں تھے۔ کسی سے فون کے ذریعے بھی باتیں نہیں کر رہے تھے۔ وہاں کوئی ہتھیار نہیں رکھا گیا تھا۔ حتیٰ کہ پھل کاٹنے کا چاقو بھی ہٹا دیا گیا تھا۔

یہ احتیاطی تدابیر اس لیے تھیں کہ دشمن ان کے دماغوں میں آ کر انہیں خودکشی کرنے پر مجبور نہ کر سکے۔

ہم گریٹ ایشورارا کے منصوبوں سے بے خبر تھے۔ ہم نہیں جانتے تھے' وہ ہماری بے خبری میں کیا کر رہا ہے؟ اس نے تو بہت پہلے ہی یہ طے کر لیا تھا کہ برمنگھم کے تاجروں کو اور ڈائریکٹرز آف ٹریڈ اینڈ کامرس کو نشانہ بنائے گا۔ لہٰذا انہیں دھمکیاں دینے سے پہلے ہی اپنا آلۂ کار بنا کر ان کے گھروں میں تباہی کا اور موت کا سامان پیدا کر چکا تھا۔

جب شام چھ بجے اس اجنبی مسیحا نے ان سب کو چیلنج کیا' تب امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تاجروں کے دماغوں میں پہنچ کر قبضہ جما لیا۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر دماغوں کو لاک کر دیا۔ اس طرح ان کا خیال تھا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سیکورٹی کے سخت انتظامات کو تو کر وہاں تک نہیں پہنچ پائیں گے۔

اس اجنبی مسیحا نے کہا تھا' وہ شام سات بجے کے بعد

ٹی وی پر نظر آئے گا اور جو اس کا حکم ماننے سے انکار کرے گا' اسے سزائیں دے گا۔ سات بجے کے بعد دنیا والوں کو اور خاص طور پر اس مسیحا کو خبریں سنائی جا رہی تھیں۔ یہ کہا جا رہا تھا کہ نیکسٹائل ملز سے تیار ہونے والے کپڑوں کی قیمت گرانے کے لیے پہلے مشینوں کی قیمتیں کم کرتی ہوں گی۔ وہ مشینیں لاکھوں اور کروڑوں روپے کی آتی ہیں۔ مزدوروں کو لاکھوں روپے تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ ایک مل کو قائم رکھنے اور پروڈکشن کو جاری رکھنے کے لیے کروڑوں روپے خرچ ہوتے رہتے ہیں۔

اتنے بھاری اخراجات کے پیش نظر کپڑوں کی قیمتیں گرائی جائیں گی تو مزدوروں کو ان کی مطلوبہ تنخواہیں نہیں دی جا سکیں گی۔ مہنگی مشینیں خریدی نہیں جا سکیں گی اور نہ ہی معیاری کپڑے تیار کئے جا سکیں گے۔ اس طرح تمام ملیں بند ہو جائیں گی۔

ایسے وقت وہ مسیحا دنیا کے تمام ٹی وی چینلز کے ذریعے دکھائی دینے لگا۔ جب پہلی بار اسکرین پر نظر آیا تھا تو اپنے ٹھوس جسم کے ساتھ تھا۔ لیکن اس بار ٹرانس پیرنٹ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں نے کپڑوں کی قیمت گرانے کو کہا ہے' اب ہم یہ نہیں جانتے کہ کتنی دولت خرچ کرنے کے بعد بڑی بڑی ملیں قائم ہوتی ہیں؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ ''ہاں۔ عوام نہیں جانتے' میں جانتا ہوں۔ تم کروڑوں روپے خرچ کرتے ہو۔ مگر یہ بھی جانتا ہوں کہ اربوں روپے منافع کے طور پر کماتے ہو۔ حکمرانوں کو ٹیکس دیتے ہو۔ ان حکمرانوں کا فرض ہے' وہ مشینیں سستی کریں۔ تمہیں ایسی سہولتیں فراہم کریں کہ بہترین کپڑے تیار کرنے کی لاگت کم سے کم ہو اور قیمت بھی کم سے کم ہوتی چلی جائے۔''

پھر اس نے کہا۔ ''عوام تمہارے منافع میں شریک نہیں ہوتے۔ لہٰذا انہیں بے سروپا اخراجات کا حساب بتا کر نہ الجھاؤ اور نہ ہی میں الجھنے والا ہوں۔ ایک ہی جواب سننا چاہتا ہوں' کپڑے کی قیمت گرائی جا رہی ہے یا نہیں...؟ ہاں یا ناں میں جواب دو۔''

اس سے کہا گیا۔ ''جواب دینے سے پہلے ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں' تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ آتے ہی خدائی خدمتگار کیوں بن گئے ہو؟ ہماری دنیا والوں کو مذہب اور خدا سے منحرف کیوں کر رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''پہلے انسانوں کی بنیادی ضرورتیں کھانا' کپڑا اور دوائیں سستی کرو۔ اس کے بعد میرے اور تمہارے درمیان مذاکرات ہوں گے۔''

اسے جواب دیا گیا۔ ''نہیں... پہلے مذاکرات ہوں گے۔ پھر ہم سب مل بیٹھ کر فیصلہ کریں گے کہ تمہاری خواہش کے مطابق ہر بنیادی چیز کی قیمت کتنی کم کی جا سکتی ہے؟''

اس نے کہا۔ ''عوام کو ہمیشہ اسی دھوکے میں رکھا گیا کہ حالات سازگار ہوتے ہی انہیں زندگی کی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ اس کے لیے مذاکرات ہوتے ہیں۔ اسٹینڈنگ کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں۔ مگر عوام کا بھلا نہیں ہوتا۔ ان کی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی ہے۔ میں آخری بار پوچھ رہا ہوں' میرے احکامات کی تعمیل کی جائے گی یا نہیں...؟''

ٹھوس لہجے میں جواب دیا گیا۔ ''ہرگز نہیں... پہلے مذاکرات ہوں گے۔''

اس اجنبی مسیحا نے دنیا والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''اے لوگو...! تم سب گواہ ہو' یہ تمہارا بھلا نہیں کرنا چاہتے۔ تمہیں زندگی کی سہولتیں نہیں دینا چاہتے۔ اس لیے میں سزا دے رہا ہوں۔ اب دیکھو کہ جن لوگوں کو سزا دینے والا ہوں' ان نافرمانوں کو زندہ سلامت رکھنے کے لیے حکمرانوں نے کیسے کیسے سخت حفاظتی انتظامات کیے ہیں؟''

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسکرین ذرا دیر کے لیے بجھ گئی' پھر روشن ہو گئی۔ اب وہ بنگلے اور کوٹھیاں باری باری نظر آنے لگیں' جن کے اندر برمنگھم کے تاجروں کو اور ڈائریکٹرز آف ٹریڈ اینڈ کامرس کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔

اجنبی مسیحا کہہ رہا تھا۔ ''ان بنگلوں اور کوٹھیوں کے اطراف مسلح آرمی اور پولیس والوں کے سخت انتظامات ہیں۔ انہیں خوش فہمی ہے' میں اندر نہیں جا سکوں گا... ارے میں تو کیا... ساری دنیا والے ان بنگلوں اور کوٹھیوں کے اندر ابھی پہنچیں گے۔ دیکھو... وہاں وہ منافع خور کس طرح چھپے ہوئے ہیں؟''

دوسرے ہی لمحے میں منظر بدلنے لگا۔ ان بنگلوں اور کوٹھیوں کے اندرونی مناظر باری باری دکھائی دینے لگے۔ مسیحا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ''اس میں شبہ نہیں کہ حکمرانوں نے ان کی موت کا وقت ٹالنے کے لیے حفاظتی انتظامات میں کسی طرح کی کمی نہیں کی ہے۔ حتیٰ کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ان کے دماغوں میں پہنچا دیا ہے۔''

ساری دنیا کے افراد اپنے اپنے ٹی وی اسکرین پر برمنگھم کے تاجروں کو اور ڈائریکٹرز آف ٹریڈ اینڈ کامرس کو ان کے گھروں میں دیکھ رہے تھے۔ وہ سب بھی وہی مناظر دیکھ رہے تھے' جو دنیا والوں کو نظر آ رہے تھے۔ یعنی وہ خود اپنے

آپ کو ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ بری طرح سہمے ہوئے تھے' سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' وہ اجنبی مسیحا ان کے گھروں کے اندر کیسے گھس آیا ہے؟ کس طرح انہیں دنیا والوں کے سامنے پیش کر رہا ہے؟

وہ مسیحا کہہ رہا تھا۔ ''ڈرتے رہو' پریشان ہوتے رہو۔ اپنے حکمرانوں سے گڑگڑا کر کہتے رہو کہ وہ کسی اور طرح تمہاری حفاظت کریں۔''

اسکرین پر ایک مٹھی فضا میں بلند ہوئی پھر اس کی آواز سنائی دی۔ ''طاقت... اس طاقت کو مان لو۔ موت تمہاری دہلیز پار کر کے گھروں میں گھس آئی ہے۔ تم سب برمنگھم کے مختلف بنگلوں اور کوٹھیوں میں ہو لیکن سب کو بیک وقت موت آئے گی۔ ملک الموت تمہارے پاس پہنچ کر مطمئن ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہی تمہاری روحیں قبض کرے گا۔ تب تک معافی کی گنجائش ہے۔ توبہ کرو' کان پکڑو' ہاتھ جوڑو اور میری اطاعت قبول کر لو۔ کل صبح ہوتے ہی اپنی اپنی ملوں سے تیار ہونے والے کپڑوں کی قیمتیں گرا دو۔''

وہ بری طرح بوکھلائے ہوئے تھے۔ یہ سمجھ گئے تھے کہ جو شخص اتنے سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ناکارہ بنا کر ان کے گھروں میں گھس آیا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں پا رہی ہے تو یقیناً وہ جب چاہے گا' ان کی روحیں نکال لے گا۔

ٹریڈ اینڈ کامرس کے ڈائریکٹروں نے وہاں کے اکابرین سے فون پر بات کی اور کہا۔ ''ہمیں امید تھی' جب تمہاری دولت اور فوجی طاقت اس مسیحا کی انتقامی کارروائیوں سے بچا نہیں پائے گی تو ٹیلی پیتھی جاننے والے ضرور ہمیں تحفظ دیں گے لیکن یہ لوگ بھی ناکام ہو رہے ہیں۔ اب آخری بار ٹیلی پیتھی کی دنیا کے ناقابلِ شکست خیال خوانی کرنے والے فرہاد علی تیمور سے پوچھنا چاہتے ہیں' کیا ٹیلی پیتھی کا ہتھیار بالکل ہی ناکارہ ہو گیا ہے؟ کیا فرہاد علی تیمور ہمیں ناکردہ گناہوں کی سزاؤں سے اور ہم پر مسلط کی جانے والی موت سے بچا سکتا ہے؟''

میں نے اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے فون کے ذریعے تمام ڈائریکٹرز سے کہا۔ ''ہماری دنیا کے بڑے بڑے تجربہ کار سائنس دان اور ماہرین ابھی تک اس اجنبی مسیحا کو اچھی طرح سمجھ نہیں پائے ہیں۔ اس کی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا رہا ہے۔ اگر تمہارے تمام اکابرین کی طرح میں بھی یہ کہوں کہ اس کے احکامات کی تعمیل نہ کرو۔ وہ تمہیں جان سے نہیں مارے گا تو یہ سراسر حماقت ہو گی۔ اس اجنبی مسیحا نے اب تک جس قدر اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے' اس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ کسی وقت بھی تم لوگوں کی جان لے سکتا ہے۔

ان حالات میں میرا مشورہ یہی ہے' اس اجنبی شخص کے احکامات کی تعمیل کرو، بعد میں ہم دیکھیں گے' اس سے کس طرح مذاکرات کیے جا سکتے ہیں اور اپنی دنیا کو اس کی فرعونی قوتوں سے کس طرح بچا سکتے ہیں؟''

موجودہ حالات کے مطابق میرا جواب نہایت ہی معقول تھا۔ برمنگھم کے پندرہ تاجروں اور گیارہ ڈائریکٹروں میں سے بائیس افراد نے فوراً ہی اپنا فیصلہ سنایا کہ وہ اجنبی مسیحا کے احکامات کی تعمیل کریں گے۔

باقی چار تاجر ضد پر اڑے رہے۔ انہوں نے کہا۔ ''بے شک۔ وہ اجنبی مسیحا ہمارے گھروں میں گھس آیا ہے۔ لیکن ٹرانس پیرنٹ ہے۔ کسی بھی طرح ہمیں ہلاک نہیں کر سکے گا۔''

انہوں نے یہ بھی کہا۔ ''اگر ہماری موت آئی ہے تو ہم اس کے احکامات کی تعمیل کر کے' کروڑوں ڈالرز کا نقصان اٹھا کر کتنے دنوں تک جی پائیں گے؟ آج نہیں تو کل مرنا ہی ہے۔ ہم اپنے اصولوں پر ڈٹ کر رہیں گے اور اپنی جان دیں گے۔''

یہ فیصلہ سنتے ہی اس اجنبی مسیحا نے بائیس افراد سے کہا۔ ''تمہارے پاس صرف بیس سیکنڈ کا وقت ہے۔ پھر یہاں زبردست دھماکے ہوں گے۔ اس سے پہلے یہاں سے نکل بھاگو۔ جتنی دور جا سکتے ہو' چلے جاؤ۔ میں تمہیں زندگی دے رہا ہوں۔ ذرا سی دیر کرو گے تو میری مہربانیوں کے باوجود مارے جاؤ گے۔''

وہ تمام افراد فوراً ہی اپنے اپنے گھروں سے نکل کر باہر بھاگنے لگے۔ سیکورٹی گارڈز سے بھی کہنے لگے کہ وہ وہاں سے دور نکل جائیں۔ یہ صورتحال دیکھ کر اکابرین نے باقی چار افراد سے بھی کہا کہ بے شک وہ اپنی ضد پر اڑے رہیں اس کے احکامات کی تعمیل نہ کریں مگر اپنی پناہ گاہوں سے فوراً نکل بھاگیں۔

دنیا کے تمام ٹی وی چینلز پر یہ منظر دیکھا جا رہا تھا۔ وہ پناہ گاہوں میں چھپنے والے بری طرح دہشت زدہ تھے۔ وہاں سے نکل کر دور بھاگتے چلے جا رہے تھے۔ مسلح آرمی اور پولیس والے بھی وہاں سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ ٹھیک بیس سیکنڈ کے بعد ساری دنیا نے ان پناہ گاہوں میں لرزہ خیز دھماکے ہوتے دیکھے۔

دور دور تک بھڑکتے ہوئے شعلے اور دھوئیں کے باعث ٹی وی اسکرین تاریک ہوتی دکھائی دے رہی تھیں۔ پھر ایک مٹھی فضا میں بلند ہوتی دکھائی دی۔ پھر اس کی آواز سنائی دی۔ ''طاقت... اے لوگو! دیکھو... میں کیا ہوں اور آئندہ کیا کر سکتا ہوں...؟ جن لوگوں نے میرے احکامات کی تعمیل کرنے کا وعدہ کیا ہے' انہیں سزائے موت نہیں دی۔ موت سے پہلے ہی زندہ سلامت رہنے کا موقع دے دیا۔

لیکن وہ چار تاجر جنہوں نے میرے احکامات سے انکار کیا' وہ بھی اپنی پناہ گاہوں سے نکل کر بھاگ رہے ہیں۔ تم انہیں اسکرین پر دیکھ رہے ہو... دیکھو کیا وہ اس موت سے بھاگ سکتے ہیں جو میں ان پر مسلط کر چکا ہوں...؟''

وہ کہہ رہا تھا اور ساری دنیا دیکھ رہی تھی' وہ چاروں مختلف سمتوں میں بھاگ رہے تھے اور مختلف سمتوں سے آنے والی گولیاں انہیں موت کے سامنے اوندھے منہ گرا رہی تھیں۔ انہیں ہلاک کرنے والے آرمی اور پولیس کے مسلح سپاہی تھے۔ وہ حیران ہو رہے تھے' پریشان ہو کر کہہ رہے تھے۔ ''ہمیں کچھ خبر نہیں ہے کہ ہم نے کیوں ان پر گولیاں چلائی ہیں؟''

یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ گئی کہ انہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا تھا۔ اس اجنبی مسیحا کے خیال خوانی کرنے والوں نے ذرا سی دیر کے لیے آرمی اور پولیس والوں کو آلہ کار بنا کر ان چار نافرمان تاجروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ تمام چینلز سے سرکاری نمائندے' قانون کے محافظ عہدیدار اور اعلیٰ افسران چیخ رہے تھے۔ ''وہ مسیحا نہیں ہے' درندہ ہے، اس نے چار بے قصور تاجروں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔''

اس اجنبی مسیحا کی آواز گونج رہی تھی۔ ''چیختے رہو۔ جلد ہی چیخ و پکار بھول جاؤ گے۔ میں حکم دیتا ہوں' تمام چینلز والے ہر دس منٹ کے بعد ان بائیس تاجروں اور ٹریڈ اینڈ کامرس کے ڈائریکٹروں کو ٹی وی اسکرین پر پیش کرتے رہیں۔ ان کی تصویریں نشر کرتے رہیں۔ یہ اعلان کرتے رہیں کہ انگلینڈ میں ادنیٰ اور اعلیٰ کوالٹی کے کپڑوں کی قیمت کم سے کم ہو چکی ہے۔ آئندہ اس ملک کے باشندے ہی نہیں بلکہ وہاں سے ایکسپورٹ ہونے والے تمام کپڑے دوسرے ممالک میں پہنچا کر اسی طرح سستے داموں فروخت کیے جائیں گے۔''

پھر اس نے کہا۔ ''انگلینڈ جیسے ترقی یافتہ ملک میں بھی لوگ فاقے کرتے ہیں۔ اب اگر کل سے کھانے پینے کی چیزیں سستی نہ کی گئیں تو اناج کی تجارت کرنے والے تیس بڑے تاجر شام چھ بجے سے پہلے مارے جائیں گے۔''

اناج کی منڈی سے تعلق رکھنے والے تاجر یہ بہت پہلے سے سمجھ رہے تھے کہ صنعتکاروں کے بعد ان کی باری آئے گی اور وہ سب اپنی آنکھوں سے چار صنعتکاروں کو سزائے موت پاتے دیکھ چکے تھے۔ اگر باقی بائیس تاجر برادری سے تعلق رکھنے والے اہم عہدیدار بھی اس اجنبی مسیحا کی اطاعت قبول نہ کرتے تو وہ بھی جرم موت مارے جاتے۔

اس اجنبی شخص کی ظالمانہ کارروائیوں کے باعث سب ہی بری طرح دہشت زدہ ہو گئے تھے۔ وہ اجنبی مسیحا دنیا کے تمام ٹی وی چینلز پر ہر دس منٹ کے بعد کہہ رہا تھا۔ ''میری ان ابتدائی کارروائیوں کو ایک نمونہ سمجھا جائے۔ دنیا کے دوسرے ممالک بھی آج سے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی چیزوں کی قیمت کم سے کم کر دیں۔''

وہ کہہ رہا تھا۔ ''آئندہ میں کسی خاص ملک کے تاجروں اور منافع خوروں کو خاص طور پر چیلنج نہیں کروں گا۔ کیونکہ تمام ممالک کی تجارتی منڈیاں میری نظروں میں ہیں۔ جہاں قیمتیں کم نہیں کی جائیں گی' وہاں میرے احکامات نہ ماننے والے تاجر ہر روز ٹی وی اسکرین پر سزائیں پاتے' اذیتوں سے گزرتے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے ہوئے دکھائی دیں گے۔''

انگلینڈ میں اناج کی منڈی سے تعلق رکھنے والے سیکڑوں تاجر تھے۔ اس اجنبی مسیحا نے اس بار ان تیس تاجروں کی نشاندہی نہیں کی تھی' جنہیں وہ دوسری شام چھ بجے تک نافرمانی کے جرم میں ہلاک کرنے والا تھا۔

ہماری دنیا میں سیکڑوں ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں تھے۔ سیکڑوں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔ جہاں تک حفاظتی انتظامات کا تعلق تھا' اس سلسلے میں بھی وہ رکاوٹیں پیدا کرنے لگا۔

اس نے یہ حکم صادر کیا کہ آرمی' پولیس اور انٹیلی جنس والے کسی بھی تاجر کے گھر کے قریب نہ جائیں' نہ ہی انہیں تحفظ فراہم کریں۔ ایک بھی تاجر کے گھر کے اطراف سیکورٹی انتظامات کیے گئے تو دس تاجروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ دوسری شام چھ بجے تک انتظار نہیں کیا جائے گا۔

ایسے احکامات صادر کر کے وہ حکمرانوں کو اور قانون کے محافظوں کو بے دست و پا کر رہا تھا۔ اس نے یہ بھی دھمکی دی تھی کہ سیکڑوں تاجروں کو تحفظ فراہم کیا جائے گا تو اس ملک کے حکمرانوں کی اور فوج کے اعلیٰ افسران کی شامت آ جائے

گی۔ اگر وہ تمیں تاجروں کو تحفظ فراہم کریں گے تو ان کی جگہ تمیں اکابرین مارے جائیں گے۔

اب تو وہ خون خرابے اور زندگیاں چھین لینے کے سوا کوئی دوسری بات نہیں کر رہا تھا۔ صرف چار صنعتکاروں کے مارے جانے سے ایسی دہشت طاری ہوگئی تھی کہ کوئی بھی تاجر اس کی نافرمانی کے خیال سے ہی کان پکڑتا تھا اور کہتا تھا۔ ''ہم تو وہی کریں گے' جو اجنبی مسیحا کہہ رہا ہے۔''

سب سے پہلے میں نے ہی یہ فیصلہ کیا تھا کہ فی الحال اس اجنبی مسیحا کے احکامات کی تعمیل کرنی چاہیے۔ بعد میں تمام ممالک کے حکمرانوں نے بھی اسی فیصلے کو تسلیم کیا۔ ان کے سامنے بھی یہی ایک راستہ تھا کہ جب تک اس اجنبی مسیحا کی کمزوریاں ہاتھ نہیں آئیں گی۔ جب تک وہ ہمارے قابو میں نہیں آئے گا' تب تک اناج کے اور کپڑے کے تاجروں کو زندہ سلامت رہنے کے لیے اس اجنبی شخص کے آگے جھکتے رہنا چاہیے۔

اس طرح کچھ دن گزرنے لگے۔ دفتروں' کارخانوں اور بڑی بڑی ملوں میں کام کرنے والوں کی تنخواہیں کم کردی گئیں۔ اس اجنبی شخص کا حکم تھا کہ کوئی کم تنخواہ لینے پر اعتراض نہ کرے۔ کیونکہ ضروریاتِ زندگی کی بنیادی چیزیں سستی کی جارہی تھیں۔

پھر اس نے حکم صادر کیا کہ جو جس مکان میں رہتا ہے۔ اس کا کرایہ ادا نہیں کرے گا بلکہ اس مکان کا مالک بن جائے گا۔ بڑے بڑے مہنگے ہوٹلوں کا کرایہ اتنا کم ہوگا کہ دوسرے ممالک سے آنے والے مزدور بھی وہاں کے مہنگے لگژری کمروں میں رہ سکیں گے۔

وہ اجنبی مسیحا زندگی گزارنے کے سلسلے میں ایسی ایسی سہولتیں مہیا کر رہا تھا کہ سب ہی اس کے گن گانے لگے تھے۔ اس کے عقیدتمند ہوگئے تھے۔ وہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل سے نجات دلا رہا تھا۔ بیماروں کے لیے مفت علاج اور مفت دوائیں مہیا کر رہا تھا۔ ایسے کارنامے انجام دے رہا تھا کہ آج تک دنیا میں کسی نے کبھی ایسا کرنے کے متعلق سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ ناممکن کو ممکن بنا رہا تھا۔

سکھ کے پیچھے دکھ' خوشی کے پیچھے غم اور رحمت کے پیچھے زحمت کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے۔ پھول کی نزاکت کے ساتھ کانٹے نہ چبھیں' دوستی کے پیچھے دشمنی نہ لگے تو انسان یکسانیت سے گھبرا جائے گا۔ دوستی اور دشمنی کے تضاد سے جو تجسس پیدا ہوتا ہے۔ وہ انسان کو متحرک رکھتا ہے۔

کیا وہ اجنبی مسیحا یکسانیت پیدا کر کے اس دنیا کے حسن کو اور دلکشی کو برقرار رکھ سکے گا؟

ابھی تو ابتدا تھی۔ لوگ خوش تھے' بڑی آسانی سے زندگی کی سہولتیں حاصل ہو رہی تھیں۔ جو چیز آسانی سے حاصل ہو جائے' اس کی قدر زیادہ نہیں ہوتی۔ مسلسل مسرتوں کی بارش ہوتی رہے تو اس بارش میں بھیگنے والا ذہنی طور پر بیمار ہو جاتا ہے۔ ایسی باتیں رفتہ رفتہ سمجھ میں آنے والی تھیں۔

دنیا کے تمام حکمران اور انٹیلی جنس والے اپنے اپنے ٹی وی چینلز کے ذریعے اس اجنبی مسیحا کو مخاطب کرتے تھے اور کہتے تھے' اے ہماری دنیا میں آنا چاہیے۔ جب وہ ہمارے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہا ہے' سب کے دل جیت رہا ہے تو اسے اپنی لائف ہسٹری بھی بتانی چاہیے۔ ساری دنیا اس کی عقیدت مند ہو چکی ہے۔ اگر وہ کہے گا تو لوگ اس کے آگے سجدے میں گرنے لگیں گے۔ اتنی زبردست کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد اسے روپوش نہیں رہنا چاہیے۔

وہ جواب دیتا تھا۔ ''روپوشی اسرار اور تجسس پیدا کرتی ہے۔ جو چیز اپنے ہاتھوں کی پہنچ سے دور ہو' اس کی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ میں نظر آتا رہتا ہوں۔ مگر اپنے ٹھوس وجود کے ساتھ دنیا والوں کے درمیان نہیں آتا۔ جب تک اپنے اس طریقۂ کار پر عمل کرتا رہوں گا' تب تک میری قدر ہوتی رہے گی۔ میرا احترام کیا جائے گا اور تم لوگ مجھ سے خوفزدہ بھی رہو گے کہ پتا نہیں' کب میں تم سب پر مہربان ہوتا ہوں اور کب نامہربان ہو کر اچانک کسی کی بھی موت بن جاتا ہوں؟''

وہ فی الحال اتنا طاقتور تھا کہ کسی بھی دنیاوی طاقت کے زیر اثر نہیں آسکتا تھا۔ دنیا کے تمام حکمران اپنی فوجی قوتوں کے ذریعے اسے جھکنے پر مجبور نہیں کر سکتے تھے اور اب تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اسے کسی طرح مذاکرات پر آمادہ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ہماری دنیا میں آتے ہی اپنی مرضی کا مالک اور خودمختار بن گیا تھا جو چاہتا تھا' وہ کرتا جا رہا تھا۔

دیکھا جائے تو ہمارے پاس اس نوزائیدہ فرعون کی مخالفت کرنے کا کوئی معقول جواز نہیں تھا۔ کیونکہ وہ دنیا کے تمام انسانوں کی بہتری کے لیے احکامات صادر کر رہا تھا اور ان پر جبراً عمل کرا رہا تھا۔

یہ جانتا تھا' سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلے گا۔ کوئی منافع خور منافع حاصل کرنے سے باز نہیں آئے گا۔ کبھی کسی غریب سے' مزدور سے اور محتاج سے ہمدردی نہیں کرے گا۔ اس لیے وہ جبر کر رہا تھا۔ تمام جاگیرداروں کو اور صنعت کاروں کو بس

اتنی رقم ملتی تھی' جتنی ایک خوشحال زندگی کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ یہ رقم ان کے لیے بہت تھوڑی تھی۔

اس کے علاوہ انسانوں کے درمیان جو برتری اور کم تری کا احساس رہتا ہے' وہ ختم ہو رہا تھا۔ ان کی سماجی حیثیت دفتروں میں کام کرنے والوں اور مزدوروں کے برابر ہو رہی تھی۔ انہوں نے اس مسیحا سے التجا کی کہ وہ اتنی بڑی بڑی ملوں اور کارخانوں کی ذمہ داریاں سنبھال نہیں پائیں گے۔ لہٰذا وہ ان کے کارخانوں کو اپنی تحویل میں لے کر ان مالکان کی گزر اوقات کے لیے ایک مخصوص رقم مقرر کردے۔

اس اجنبی مسیحا نے یہی کیا۔ زمینداروں سے ان کی زمینیں لے لیں' صنعتکاروں سے ان کی ملیں اور کارخانے لے کر ماہانہ تنخواہیں مقرر کردیں۔ جاگیرداروں اور تاجروں کا خیال تھا' وہ اپنی زمینوں سے اور اپنے کارخانوں سے دست بردار ہو جائیں گے تو زراعت اور صنعت کو زوال آئے گا۔ پہلے کی طرح کھیتوں سے زیادہ اناج پیدا نہیں ہوگا۔ نہ ہی ملوں اور کارخانوں سے کپڑے اور دوسری ضرورت کی چیزیں تیار کی جاسکیں گی۔

ان کا یہ خیال جلد ہی غلط ثابت ہونے لگا۔ اس اجنبی مسیحا نے نامعلوم افراد کو ملوں' کارخانوں اور زمینوں کی ذمہ داریاں سونپ دیں۔ ان کی پیداوار اور آمدنی میں کسانوں اور مزدوروں کو حصہ دار بنا دیا۔ بس اس مرحلے سے گریٹ ایشورارا کے ماتحت نظروں میں آنے لگے۔

ہم جانتے تھے' ذرا صبر و تحمل سے انتظار کرتے رہیں گے تو وہ کسی نہ کسی مرحلے پر ظاہر ہو جائے گا۔ ہمیشہ خود کو پُراسرار بنا کر نہیں رکھ سکے گا۔ گریٹ ایشورارا نے بڑی رازداری سے اپنے ماتحتوں کو زمین پر بھیجا تھا۔ وہ تمام ماتحت زمینداروں اور صنعتکاروں کی جگہ لے رہے تھے۔

ہم نے خیال خوانی کے ذریعے ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوششیں کیں تو ناکام رہے۔ وہ سب ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ یوگا میں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے ہماری سوچ کی لہروں کو اپنے اندر پہنچنے نہیں دیا۔

اس اجنبی مسیحا نے تمام ٹی وی چینلز کے ذریعے ہمیں دھمکی دیتے ہوئے کہا۔ ''میں اس دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وارننگ دیتا ہوں' اگر وہ میرے کارندوں کو خیال خوانی کے ذریعے زیر اثر لانے کی کوششیں کریں گے تو ان کے اور میرے خیال خوانی کرنے والوں کے درمیان ایسی جنگ چھڑ جائے گی' جو ایک طویل عرصے تک قائم رہے گی۔ اس کے نتیجے میں ان تمام انسانوں کو نقصان پہنچے گا' جنہیں میں زندگی کی سہولتیں فراہم کر رہا ہوں۔''

پھر اس نے تمام دنیا والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''اے لوگو...! تم میں سے بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ تمہاری دنیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دو گروہ ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ کا تعلق امریکا سے ہے۔ ان کے سات عدد خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ لیکن دوسرا گروہ بہت مضبوط اور کثیر تعداد میں ہے۔ یہ سب مسلمان ہیں۔ ان کا تعلق بابا فریدِ واسطی کے ادارے سے ہے۔ یہ لوگ بہت ہی بزدل ہیں۔ کبھی سامنے آکر مقابلہ نہیں کرتے۔ ہمیشہ بابا صاحب کے ادارے میں جا کر چھپ جاتے...''

وہ مزید آگے نہ کہہ سکا۔ اچانک ہی سانس روک لی۔ کیونکہ میں اس کے اندر پہنچنا چاہتا تھا۔ اس نے ایسی بات کہہ دی تھی' جس کا جواب دینا بہت ضروری ہوگیا تھا۔ یہ بات ہمارے لیے ناقابلِ برداشت تھی کہ وہ صرف الزامات دے رہا تھا۔ نہ ہمارا جواب سن رہا تھا' نہ ہی مذاکرات کے لیے آمادہ ہو رہا تھا۔ اس کا یہ رویہ ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہوگیا تھا۔

اس نے میری سوچ کی لہروں کو روکا۔ پھر سانس لی تو الپا' عالی' کبریا' فرمان' ٹونی جے اور بے باک مومن سب ہی اس پر یلغار کرنے لگے۔ یکے بعد دیگرے بار بار اس کے دماغ میں جانے لگے۔ وہ بار بار سانسیں روک رہا تھا۔ گہری سانس لینا چاہتا تھا۔ مگر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اسے پھر سانس روکنی پڑ جاتی تھی۔

ہم سب نے اسکرین پر دیکھا۔ وہ پریشان ہوگیا تھا۔ اِدھر سے اُدھر لڑکھڑا رہا تھا۔ پہلے دن سے اب تک کبھی واضح طور پر نظر نہیں آیا تھا۔ ہمیشہ دھند میں چھپا رہتا تھا۔ جب ٹرانس پیرنٹ ہو کر سامنے آتا تھا' تب بھی اس کا چہرہ واضح نہیں ہوتا تھا۔ کیمرے کے سامنے جہاں بھی رہتا تھا' وہاں اس کے چہرے کو تاریکی میں رکھا جاتا تھا۔ باقی وہ مجسم دکھائی دیتا تھا۔

وہ بار بار سانس روکنے کی تکلیف سے لڑکھڑاتا ہوا اِدھر سے اُدھر ہوا تو کسی ارادے کے بغیر روشنی میں چلا آیا۔ دنیا کے تمام ٹی وی اسکرین پر پہلی بار اس کا چہرہ واضح طور پر دکھائی دیا۔ ہم سب اسے دیکھتے ہی حیرت سے اچھل پڑے۔ وہ کوئی اور نہیں... برین ماسٹر تھا۔

وہ روشنی میں آکر صرف چند لمحوں تک نگاہوں کے سامنے رہا پھر اسکرین سے گم ہوگیا۔ وہ جہاں بھی ہوگا وہاں کی تمام لائٹس آف کردی گئی تھیں یا کیمرا بند کردیا

گیا تھا۔

اس لیے وہ اب دنیا کی کسی ٹی وی اسکرین پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں' سونیا' میرے بچے اور ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی حفاظت کی خاطر بابا صاحب کے ادارے میں آ گئے تھے۔ وہاں ایک جگہ بیٹھے اسکرین پر اسے دیکھ رہے تھے۔ جب وہ گم ہوگیا تو ہم سب حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

وہ برین ماسٹر جس کے ہم نے دونوں گھٹنے توڑ دیے تھے' دماغی طور پر اسے مفلوج بنا دیا تھا۔ وہ اچانک ہی ہماری دنیا سے گم ہوگیا تھا۔ ہم سمجھ رہے تھے' وہ مر چکا ہے۔ ایک کمزور سا خیال یہ بھی تھا کہ اس کے گم ہونے کے سلسلے میں کوئی گڑبڑ ہے۔ کیونکہ اس کی لاش کسی کو نہیں ملی تھی۔

ایسا تقریباً ڈیڑھ برس پہلے ہوا تھا۔ اس عرصے میں یقین کرلیا گیا تھا' شاید کسی نے اسے ہلاک کرکے دریا میں بہا دیا ہے یا سمندر میں پھینک دیا ہے۔ وہ تمام عمر روپوش رہ کر پُراسرار بنتا آیا تھا۔ ڈیڑھ برس سے اپنی موت کا ڈراما پلے کرکے مزید پُراسرار بن کر ہمیں حیرانی میں مبتلا کر رہا تھا۔

حیرانی کی بات یہ تھی کہ وہ جسمانی طور پر اپاہج اور ذہنی طور پر مفلوج ہونے کے بعد اچانک ہی غیر معمولی اور حیرت انگیز قوتیں کہاں سے حاصل کر رہا تھا؟ کیا سیارے والوں کی اور گریٹ ایشورارا کی پشت پناہی کے باعث ناقابلِ شکست بن رہا تھا؟

ہم پہلے ہی دن سمجھ گئے تھے کہ جو ہماری دنیا والوں کے لیے نجات دہندہ اور مسیحا بن کر آیا ہے' اس کا تعلق ضرور گریٹ ایشورارا سے ہے۔ وہ بڑی آسانی سے اس کی جھولی میں پہنچ گیا تھا۔

اس سلسلے میں یہ ہوا تھا کہ گریٹ ایشورارا نے خلائی اسٹیشن قائم کرنے کے بعد دنیا کے تمام حکمرانوں اور تمام طاقتور تنظیموں کو اپنے زیرِ اثر لانے کے سلسلے میں بڑے ہی ٹھوس انتظامات کیے تھے۔ اس بار یہ طے کیا تھا کہ اپنے کسی بھی ماتحت کو زمین پر اس وقت تک نہیں بھیجے گا' جب تک وہاں اپنی طاقت نہیں منوالے گا۔

پچھلی بار ہم نے اس کے کئی اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کیا تھا۔ وہاں نائب ایشورارا بن کر آنے والے بھی مارے گئے تھے۔ اس نے جب اپنے نقصان کا حساب کیا تو یہ بات سمجھ آئی کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ روحانی قوتیں بھی ہیں۔ جن کے ذریعے ہم ان پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا پہلے روحانی قوتوں کو ختم کرنا ہوگا اور انہیں ختم کرنے کے لیے مذہب اور خدا کی بندگی کو مٹا دینا ہوگا۔

اس کا خیال تھا' جب خدا کا کوئی تصور نہیں ہوگا' کوئی مذہب نہیں ہوگا' کہیں عبادت نہیں کی جائے گی۔ روحانی علوم حاصل نہیں کیے جائیں گے تو مجھ سمیت تمام مسلمان خیال خوانی کرنے والے ناقابلِ فہم روحانی قوتوں سے محروم ہو جائیں گے۔ پھر ہم پر قابو پانا اور ہمیں ختم کر دینا آسان ہو جائے گا۔

اس نے منصوبہ بنایا تھا کہ مذہبی حیثیت کو کم کرنے اور ختم کرنے سے پہلے دنیا والوں کو سمجھائے گا۔ طاقت سب سے بڑی چیز ہے۔ طاقت کے ذریعے ہی انسان دنیا پر حکومت کرتا ہے اور دنیا کے تمام کمزور انسانوں کو اپنا غلام بنا کر رکھتا ہے۔ اسی طاقت کو دنیا والے خدا' گاڈ اور ایشور کہتے ہیں۔ اس سے خوفزدہ ہو کر اس کے آگے جھکتے رہتے ہیں۔

اس کے منصوبے کا اہم پہلو یہ تھا کہ دنیا کے تمام انسانوں کو روٹی' کپڑے اور مکان کے مسائل سے نجات دلائی جائے۔ ان کے دکھ بیماریوں کا علاج آسان سے آسان کیا جائے۔ وہ اس انسانی فطرت کو سمجھ رہا تھا کہ لوگ بھوک اور بیماریوں سے مجبور ہو کر مصائب اور ناگہانی آفات سے خوفزدہ ہو کر نادیدہ قوتوں کو خدا' گاڈ اور بھگوان مان کر ان کے آگے سجدے کرنے لگتے ہیں۔

اس نے ٹھوس پلاننگ کی تھی کہ کس طرح دنیا کے لوگوں کو فاقوں سے' بیماریوں سے اور مصائب سے نجات دلا کر انہیں اپنے آگے جھکائے گا اور ایسے ہی طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے ساری دنیا پر حکومت کرے گا۔

وہ خلائی اسٹیشن قائم کرنے کے بعد ہمارے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اپنی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہا تھا' ہم کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ یہ پہلے ہی طے کر چکا تھا کہ ہم سے بالکل چھیڑ چھاڑ نہیں کرے گا۔ ہمارے معاملات سے دور رہ کر تمام مسلمان خیال خوانی کرنے والوں کو چیلنج کیے بغیر بڑی خاموشی سے دنیا والوں کے دل جیتے گا۔

وہ یورپ اور امریکا کے اکابرین اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرتا رہا تھا۔ ان کے بارے میں بھی یہ طے کر چکا تھا کہ کس طرح رفتہ رفتہ ان کی حکومتوں کو' ٹیلی پیتھی کی اور فوج کی قوتوں کو کمزور بنائے گا؟

ہماری دنیا کے تمام شہزوروں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے دوران اس نے غیر معمولی مشین کی اسکرین پر برین ماسٹر کو دیکھا۔ اس کے خیالات پڑھنے کے بعد معلوم

کیا کہ کس طرح ہم نے اسے جسمانی طور پر اپاہج اور ذہنی طور پر مفلوج بنا دیا ہے۔

برین ماسٹر اس کے بہت کام آنے والا تھا۔ اسے ہماری دنیا کے متعلق ان کے مقابلے میں زیادہ معلومات حاصل تھیں۔ گریٹ ایشورارا اس کا علاج کرکے اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو بحال کر سکتا تھا۔ پھر اسے اپنے مقاصد کے لیے بھرپور طریقے سے استعمال کر سکتا تھا۔

برین ماسٹر کے مقدر میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اسے ابھی بے بسی سے مرنا نہیں... شہزور اور شرپسند بن کر جینا تھا۔ گریٹ ایشورارا کے چند ماتحتوں نے ایک رات اسے اغوا کیا۔ پھر اپنے خلائی جہاز کے ذریعے ایشورارا کے پاس پہنچا دیا۔

وہ پچھلے ڈیڑھ برس تک سیارے میں زیرِ علاج رہا۔ وہاں اس نے جسمانی اور ذہنی توانائی حاصل کی پھر یہ تربیت حاصل کی کہ آئندہ اسے ہماری دنیا میں کس طرح ایک نجات دہندہ اور مسیحا کا رول ادا کرنا ہے...؟ ایسی تمام منصوبہ بندیوں پر عمل کرتے ہوئے بھرپور تربیت کے بعد اسے خلائی اسٹیشن میں پہنچا دیا گیا تھا۔

میں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا۔

''ہم سب دنیا کے مشہور و معروف ٹی وی چینلز کے نیوز رپورٹرز کو آلہ کار بنائیں گے۔ ان کے ذریعے دنیا والوں کو بتائیں گے کہ کچھ عرصہ پہلے سیارے سے آنے والے دشمن ہماری دنیا پر قبضہ جمانا چاہتے تھے۔ ہمیں غلام بنا کر حکمران بن کر رہنا چاہتے تھے۔ ہم نے ان سب کو کس طرح اپنی دنیا سے بھگایا تھا اور اب وہ ایک نئے انداز میں نئے بہروپ میں نجات دہندہ بن کر آ رہے ہیں۔''

میں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس طرح اہم باتیں سمجھائیں کہ وہ سب فرہاد علی تیمور بن کر مختلف چینلز کے ذریعے دنیا والوں کو مخاطب کرنے لگے۔ انہیں ایک نجات دہندہ کے پیچھے چھپے ہوئے گریٹ ایشورارا کے متعلق حقائق بتانے لگے۔

سب سے پہلے تو ہم نے مختلف چینلز کے ذریعے یہ اعلان کیا کہ آدھے گھنٹے کے بعد اس نجات دہندہ کے متعلق ہم معلومات فراہم کی جائیں گی۔ دنیا والوں کو یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ جسے خالص دودھ سمجھا جا رہا ہے' اس میں کس قدر پانی ملا ہوا ہے؟

دنیا کے ہر ملک' ہر علاقے کے لوگ برین ماسٹر سے اس قدر متاثر ہو گئے تھے کہ اسے پوجنے اور اس کے آگے جھکنے کی حد تک اس کے عقیدت مند ہو گئے تھے۔ جب وہ اچانک ہی تمام چینلز کی اسکرین سے غائب ہوگیا پھر پلٹ کر نہیں آیا تو سب ہی پریشان ہو گئے۔

لاکھوں افراد نوں کے ذریعے اپنے اپنے ملک کے حکمرانوں اور ٹی وی چینلز کے مالکان سے سوالات کر رہے تھے۔ ''ہمیں بتایا جائے' ہمارا نجات دہندہ اچانک کہاں گم ہوگیا ہے؟ اگر حکمرانوں نے اس کے خلاف کوئی کارروائی کی ہوگی' اس سے دشمنی کی ہوگی تو ہم تمام ٹی وی چینلز کو آگ لگا دیں گے۔ حکمرانوں کو اقتدار کی کرسیوں سے نیچے گرا دیں گے۔''

ہم بھی انتظار کر رہے تھے کہ شاید وہ جلد ہی پلٹ کر آئے گا۔ ہم سب نے خیال خوانی کے ذریعے بار بار اس کے اندر پہنچنا چاہا۔ پہلے تو معلوم ہوا' اس کا ذہن بہت ہی کمزور ہو گیا ہے۔ سوچ کی لہریں یہ نہیں بتا رہی ہیں کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟ پھر اچانک ہی اس کا دماغ کہیں گم ہو گیا۔ ہماری سوچ کی لہریں اسے ڈھونڈنے میں ناکام ہونے لگیں۔

پہلے بھی ایسا ہوا تھا اور ہم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ شاید وہ مر چکا ہے۔ جبکہ اسے زمین سے اغوا کرکے سیارے میں لے جایا گیا تھا۔ اس وقت بھی یہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ گریٹ ایشورارا کے حکم سے اسے اس خلائی اسٹیشن سے دور اپنے سیارے میں پہنچا دیا گیا ہے۔ چونکہ وہ کششِ ثقل سے باہر جا چکا ہے' اس لیے ہماری سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک پہنچ نہیں پا رہی ہیں۔

ہم نے آدھے گھنٹے بعد کئی ٹی وی چینلز کے ذریعے دنیا والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''اے دنیا والو...! جسے تم آسمان سے اتر کر آنے والا نجات دہندہ سمجھ رہے ہو۔ وہ ہماری' تمہاری طرح محض ایک انسان ہے۔ اسی دنیا کا ایک آدمی ہے۔ ایک عرصہ دراز سے برین ماسٹر کے نام سے جانا پہچانا جاتا رہا ہے۔

یہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ایک سیارے کی مخلوق نے ہماری دنیا پر حملے کیے تھے۔ وہ ہم سب کو غلام بنا کر ہماری پوری دنیا کے حکمران بن کر رہنا چاہتے تھے۔ مگر ہم نے انہیں مار بھگایا تھا۔''

میں نے کہا۔ ''اس بار بھی ہم یہی کریں گے۔ اس دنیا پر صرف ہمارا حق ہے۔ ہم کسی بھی سیارے سے آنے والوں کو یہاں حکمران بن کر رہنے کا موقع نہیں دیں گے۔ ابھی تم سب نے دیکھا ہے' وہ نام نہاد مسیحا کہلانے والا اچانک ہی تمہیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ اسے ہم نے بھگایا ہے۔ یقیناً

وہ پھر آئے گا اور پھر منہ کی کھائے گا۔''

مختلف چینلز کے انچارج اور مالکان کو ہزاروں افراد فون کے ذریعے کال کرنے لگے۔ پوچھنے لگے۔ ''یہ ہمارے نجات دہندہ کے خلاف بولنے والا کون ہے؟ آج سے پہلے اس نے یا دنیا کے کسی حکمران نے ہمارے لیے روٹی، کپڑے اور مکان کی سہولتیں مہیا نہیں کیں۔ جو مسیحا ہماری زندگی کو خوشحال بنا رہا ہے۔ اس سے دشمنی کیوں کی جارہی ہے؟''

ہزاروں کال کرنے والے پوچھ رہے تھے۔ ''وہ دشمنی کرنے والا اور ابھی چینلز کے ذریعے بولنے والا کون ہے؟ اس کا نام اور پتا ٹھکانا بتایا جائے۔ ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

میں نے مخالفانہ فون کالز کے جواب میں کہا۔ ''میرا نام اور پتا ٹھکانا معلوم ہوگا، تب بھی کوئی مجھ تک پہنچ نہیں پائے گا۔ جب میں تم سب کو سیارے والوں کا اصلی چہرہ دکھاؤں گا اور انہیں پھر یہاں سے دُم دبا کر بھاگنے پر مجبور کردوں گا۔ اس کے بعد تم سب کو معلوم ہوگا، ہم کون ہیں؟ تمہاری بہتری کے لیے اب تک کیا کرتے آرہے ہیں اور کیا کرتے رہیں گے؟''

یورپ، امریکا کے اکابرین اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ دیکھ رہے تھے کہ اس بار بھی ہم نے سیارے والوں کو فی الحال اپنی دنیا سے گم ہو جانے پر مجبور کیا ہے۔ شاید بھگا دیا ہے اور پتا نہیں، ہم آئندہ کیا کرنے والے ہیں؟

وہ تمام اکابرین اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے خوفزدہ تھے۔ ہمارے خلاف کچھ نہیں بول رہے تھے۔ لیکن یہ بات چھپی رہنے والی نہیں تھی کہ فرہاد علی تیمور اور اس کے جانثار ٹیلی پیتھی جاننے والے اس نجات دہندہ اور مسیحا کے خلاف کارروائیاں کررہے ہیں۔

ہم نئے مسائل سے دوچار ہونے لگے۔ پہلے امریکا اور دوسرے بڑے ممالک مسلمانوں کو دہشت گرد کہہ کر بدنام کرتے تھے۔ پھر ہم نے اس نام نہاد مسیحا برین ماسٹر کے خلاف کارروائیاں شروع کیں تو رفتہ رفتہ ساری دنیا والے ہمیں دہشت گرد کہنے لگے۔

دوسرے دن پھر برین ماسٹر تمام چینلز کے ذریعے دنیا والوں کو دکھائی دینے لگا۔ ان سے کہنے لگا۔ ''اے لوگو...! تمہارا یہ مسیحا کمزور نہیں ہے، بلکہ دشمنوں کو کمزور بنانا چاہتا ہے۔ دراصل اچانک ہی میرے اور تمہارے درمیان رکاوٹیں پیدا کی جارہی تھی۔ میں ان رکاوٹوں کو دور کرنے میں مصروف ہوگیا تھا۔ آئندہ بھی ایسا ہی کچھ ہوتا رہے گا۔

''تمہاری دنیا میں فرہاد علی تیمور نامی ایک شخص ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہلاتا ہے۔ وہ اور اس کے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف اپنے دین اسلام کی بہتری اور برتری چاہتے ہیں۔ باقی تمام مذاہب کے لوگوں کو خود سے کم تر بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ میں تمہیں ان کے مقابلے میں برتر اور طاقتور بنادوں۔''

میں نے مختلف چینلز کے ذریعے کہا۔ ''بریر ماسٹر...! تمہارا بھید کھل چکا ہے۔ تم پانوراما سیارے کے گریٹ ایشورارا کے غلام بن چکے ہو اور اپنی دنیا کے لوگوں کو بھی اس کا غلام بنانے کے لیے ایک مسیحا بن کر عارضی طور پر روٹی، کپڑے اور مکان کی سہولتیں فراہم کررہے ہو۔''

اس نے کہا۔ ''بے شک۔ میں اسی دنیا کا باشندہ ہوں۔ میرا اصل نام رچ مین ہیمگر برین ماسٹر کہلاتا رہا تھا۔ میں نے بھی خود کو آسمان سے اتر کر آنے والا فرشتہ نہیں کہا۔''

وہ اپنی مٹھی فضا میں بلند کرتے ہوئے بولا ''طاقت...اے لوگو...! میں نے طاقت حاصل کرنے کے لیے اور تم سب کو زندگی کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے پانوراما سیارے والوں سے دوستی کی ہے۔ یہ سراسر غلط ہے کہ میں تم لوگوں کو ان کا غلام بنانا چاہتا ہوں... ہرگز نہیں... تم نے دیکھا ہے، جن جاگیرداروں نے اپنی زمینیں چھوڑ دیں، صنعتکاروں نے اپنی ملیں اور کارخانے ہمارے حوالے کردیے اور یہ کہا کہ اناج سستا کرنے سے، ملوں میں تیار کرنے والے کپڑوں کی قیمت گرانے سے یہ ملیں اور کارخانے نہیں چلیں گے۔ کھیتوں سے اناج کی پیداوار کم سے کم ہوتی چلی جائے گی تو میں نے یہ چیلنج قبول کیا۔ سیارے سے چند ماہرین کی خدمات حاصل کیں۔ لیکن یہاں کی زمینوں کا، ملوں کا اور کارخانوں کا مالک اور انچارج اس دنیا کے لوگوں کو بنایا ہے۔ یہ سب تم دیکھ رہے ہو۔ اگر انہیں غلام بنانا ہوتا تو یہ غریب کسان، مزدور، زمیندار اور صنعتکار ملوں کے مالک کیسے بن جاتے...؟''

میں نے جواباً کہا۔ ''ابتدا میں تمام دنیا والوں کے دل جیتنے کے لیے بڑی خوبصورتی سے دھوکا دیا جارہا ہے۔ دنیا والے یہ نہیں سمجھ رہے ہیں کہ اناج ہو یا ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں ہوں، جب تک ان کی پیداواری لاگت کے مطابق قیمتیں قائم نہیں کی جائیں گی۔ تب تک پیداوار، لاگت، اس کی تقسیم اور اس کی سپلائی کا توازن قائم نہیں رہے گا۔ میری یہ باتیں ابھی عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئیں

لیکن آئندہ بہت جلد اناج کا اور ضروریاتِ زندگی کی سپلائی کا بہت بڑا بحران آنے والا ہے۔''

مختلف چینلز کے ذریعے میری باتیں دنیا والوں تک پہنچ رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ ''اے دنیا والو! جب ہماری دنیا میں اناج کا اور دوسری ضروریاتِ زندگی کا بحران پیدا ہونے لگے گا' تب یہی برین ماسٹر اور اس کا آقا گریٹ ایشورارا رفتہ رفتہ ہر چیز کی قیمت بڑھانے لگے گا۔ ایسا کچھ عرصے بعد ہوگا۔ لیکن اس وقت تک یہ لوگ تمہارے دل جیت چکے ہوں گے۔ تم سب ان کے اندھے عقیدتمند بن چکے ہوگے۔ تمہاری اس دنیا میں آگے چل کر کیا ہونے والا ہے' ہم اس کی واضح تصویر ابھی پیش نہیں کر سکتے۔''

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''اے دنیا والو...! میں تم سب کے سامنے برین ماسٹر سے اور گریٹ ایشورارا سے کہتا ہوں' یہ اپنی خیریت چاہتے ہیں تو ہماری دنیا کے مذاہب کے خلاف اور خصوصاً دینِ اسلام کے خلاف ایک لفظ زبان سے نہ نکالیں۔ لوگوں کو ان کے مذاہب سے اور اپنے اپنے خدا سے منحرف نہ کریں۔ اگر انہوں نے ہمارے دینِ اسلام پر حملہ کیا تو اس بار ہم انہیں صرف اپنی دنیا سے نہیں بھگائیں گے' بلکہ اس سیارے میں پہنچ کر انہیں ہمیشہ کے لیے نابود کر دیں گے۔''

اس نے کہا۔ ''ہمیں تمہارے دینِ اسلام سے اور دوسرے مذاہب سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں آسمان سے نہیں سیارے سے اتر کر آیا ہوں۔ اب تک کوئی خدائی دعویٰ نہیں کیا ہے اور نہ ہی کروں گا۔ میں مسیحا بن کر آیا ہوں' ہمیشہ دنیا والوں کے دکھ درد دور کرتا رہوں گا اور ان کے مسائل حل کرتا رہوں گا۔''

پھر اس نے فضا میں مٹھی بلند کرتے ہوئے کہا۔ ''طاقت... طاقت کا دوسرا نام خدا ہے۔ میں کبھی تمہارے خدا کے خلاف کچھ نہیں بولوں گا لیکن اپنی طاقت سے دنیا والوں کے دن پھیر دوں گا۔ یہ نہ کسی کے محتاج رہیں گے' نہ ہی کسی ضرورت سے مجبور ہوتے رہیں گے۔ کسی دولت مند' کسی حکمران اور کسی نادیدہ قوت کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے۔ تب یہ خود ہی فیصلہ کریں گے اور یہی بات سب کی سمجھ میں آئے گی۔''

وہ مٹھی پھر فضا میں بلند ہوئی۔ ''طاقت... طاقت صرف اسی مٹھی میں ہے۔''

جب مخالفین آپس میں بحث کرتے ہیں تو اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ دونوں ہی فریق خود کو درست اور جائز سمجھتے ہیں اور اپنی باتیں منوانا چاہتے ہیں۔ بعد میں گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ بہت ہی صحیح نتائج برآمد ہوتے رہتے ہیں کہ کس کے عمل کے ساتھ کون سا ردِعمل ظاہر ہو رہا ہے...؟

اگرچہ وقت آہستہ آہستہ گزرتا ہے۔ لیکن گزر جانے کے بعد پتا چلتا ہے کہ بڑی تیزی سے گزر چکا ہے۔ اس بہروپیے مسیحا برین ماسٹر کی آمد کے بعد دوسرا برس بھی گزر رہا تھا۔ ہماری' بابا صاحب کے ادارے کی اور دنیائے اسلام کے تمام علمائے کرام کی یہ کوششیں تھیں کہ خواندہ اور ناخواندہ مسلمان دینی تعلیمات کو ان کے صحیح معنی و مفہوم اور مکمل تشریحات کے ساتھ اس طرح سمجھتے رہیں کہ کسی کے بہکانے سے' بھٹکانے سے گمراہ نہ ہونے پائیں۔

ہمارے تبلیغ کرنے والے عالم فاضل علمائے کرام صرف مسلمانوں کو ہی نہیں' ساری دنیا کو یہ سمجھا رہے تھے کہ محنت و مشقت کے بغیر آسانی سے زندگی کی آسائشیں حاصل کرنے والے جسمانی' ذہنی اور اخلاقی طور پر کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ان دو برسوں میں دنیا والوں کو کھانے کے لیے روٹیاں' پہننے کے لیے کپڑے اور رہنے کے لیے مکانات بڑی آسانی سے حاصل ہو رہے تھے۔ یہ حقیقت سامنے آرہی تھی کہ ہر گھنٹے اور بارہ گھنٹے کام کرنے والے اب آرام طلب ہوتے جا رہے تھے' جو کام زیادہ محنت طلب ہوتا تھا' اس سے کتراتے تھے۔

سردیوں میں ٹھٹھرنا' بارشوں میں بھیگنا اور دھوپ میں جلنا نہیں چاہتے تھے۔ کم سے کم محنت کر کے بھی وہی زندگی کی آسائشیں حاصل ہوتی تھیں۔

یہ ضرور تھا کہ زیادہ محنت کرنے والوں کو کچھ زیادہ معاوضہ ملتا تھا۔ آرام و آسائش ہر طرح سے حاصل تھا۔ اس لیے جہاں زیادہ آرام اور سکون ملتا تھا' لوگ انہی راستوں پر چل رہے تھے۔ برین ماسٹر انہیں یہ ترغیب دے رہا تھا کہ جو شخص ادب' صنعت و حرفت اور سائنس و ٹیکنالوجی کے شعبوں میں زیادہ محنت کرے گا۔ نئی تخلیقات اور نئی ایجادات سے دنیا والوں کو فائدہ پہنچائے گا' اسے انعام کے طور پر بڑی رقم اور بڑے اعزازات دیے جائیں گے۔

برین ماسٹر ایسے اعلانات صرف اس لیے کر رہا تھا کہ ہم اس پر انگلی نہ اٹھائیں۔ اس کے خلاف کچھ بول نہ پائیں حقیقتاً وہ گریٹ ایشورارا کے منصوبوں کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ دنیا والوں کو آرام طلب اور ہڈحرام بنا رہا تھا۔ زراعتی' صنعتی اور سائنس و ٹیکنالوجی کے شعبوں میں سیارے سے آنے والے گریٹ ایشورارا کے ماتحت چھا رہے تھے۔ ان کے دو ہی مقاصد تھے۔ ایک تو یہ کہ دنیا والوں کو ضروریاتِ زندگی کی چیزیں آسانی سے فراہم کر کے انہیں آرام طلب بنا دیا جائے اور عیش و عشرت میں غرق کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے شراب کی مہنگی بوتلیں بھی سستی کر دی گئی تھیں۔ جوان عورتیں ہر گلی کوچے میں حاصل ہونے لگی تھیں۔

ان کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ دنیا والوں کو مذہبی عقیدوں اور خدا کے تصور سے دور کر دیا جائے۔ انہیں اس مقام پر پہنچا دیا جائے' جہاں وہ گریٹ ایشورارا کو قوتِ کل اور مختارِ کل تسلیم کر لیں۔ وہ ہماری دنیا میں خدا نہیں' صرف حکمران کہلانا چاہتا تھا۔ مگر ہر پہلو سے خدائی انداز اختیار کرتا جا رہا تھا۔ خود کو نہ سہی مگر اپنی طاقت کو خدا کا نام دے رہا تھا۔

اب سے پہلے گریٹ ایشورارا نے ہماری دنیا پر قبضہ جمانے اور حکمران بننے کے لیے بڑا ہی جارحانہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ اسے یقین تھا' وہ اپنی ایڈوانس سائنس و ٹیکنالوجی کی قوت سے ہم پر غالب آجائے گا مگر اس دنیا کی صرف ایک عورت سونیا کے ہاتھوں ناقابلِ برداشت نقصان اٹھا کر یہاں سے چلا گیا تھا۔

برسوں شکست خوردگی کی ذلتیں برداشت کرتا رہا تھا اور بڑی ٹھوس پلاننگ کرتا رہا تھا۔ اب اسی پلاننگ پر عمل کرتے ہوئے ساری دنیا کو عیش و طرب کی دلدل میں پہنچا رہا تھا۔ اس دلدل میں ایسا حسن اور کشش' اتنا آرام' سکون اور آسودگی تھی کہ کوئی وہاں سے نکلنا نہیں چاہتا تھا۔

مندر' کلیسا اور دوسرے مذاہب کی عبادت گاہیں ویران ہوتی جا رہی تھیں۔ اپنے اپنے خدا سے کچھ مانگنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس لیے وہ کسی نادیدہ خدا کو یاد نہیں کرتے تھے۔

مسلمان بھی انسان ہی ہوتے ہیں۔ انسانی فطرت کے مطابق ان کے اندر بھی جھوٹ اور بے ایمانی ہوتی ہے۔ جب حالات اور اپنے مزاج سے مجبور ہوتے ہیں تو اپنا ایمان بھی بدلنے لگتے ہیں۔ کروڑوں کی تعداد میں ایسے مسلمان ہیں' جو صرف عید اور بقرعید کی نمازیں پڑھتے ہیں یا کبھی دکھ اور مصیبت میں خدا کو یاد کر لیتے ہیں۔ ایسے مسلمانوں کا ایمان بدلنے میں دیر نہیں لگتی۔

بابا فرید واسطی نے اپنی آخری سانسوں میں یہ پیش گوئی کی تھی کہ دین میں بڑے فتنے سر اٹھائیں گے ـــــ اب ان کی باتیں سمجھ میں آرہی تھیں۔ پہلے ان مسلمانوں کو گمراہ کیا جا رہا تھا' جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کو نہیں سمجھتے تھے۔ صرف اپنی ضرورت سے مجبور ہو کر کبھی اس کے آگے جھکتے تھے اور ضرورتیں پوری ہونے کے بعد اسے بھول جاتے تھے۔ خواہشات اور ضروریات کے مطابق زندگی گزارنے والوں کا دین ایمان ہمیشہ کمزور ہوتا ہے۔ وہ وقت اور حالات کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔

گریٹ ایشورارا نے یہ طے کر لیا تھا کہ مسلمان کثیر تعداد میں نہ رہیں۔ ان کی تعداد کم سے کم ہوتی چلی جائے۔ بالآخر اتنی کم ہو جائے کہ وہ دنیا کے ایک گوشے میں جا کر سمٹ جائیں اور وہاں انہیں آسانی سے کچل دیا جائے۔

جب امریکا مسلمان ملکوں کو خرید سکتا ہے اور اسرائیل کے یہودی حکمران مسلمانوں کو اپنا حمایتی بنا سکتے ہیں تو گریٹ ایشورارا کے لیے یہ کون سی بڑی بات تھی؟ وہ بھی آرام و آسائش سے بھرپور زندگی دے کر انہیں خرید رہا تھا۔

ابھی ہم مایوس نہیں تھے۔ ایسے مسلمان کثیر تعداد میں تھے' جو کسی قیمت پر اپنے دین سے' ایمان سے پھرنا نہیں چاہتے تھے۔ ایسا مستحکم ایمان رکھنے والے گلی کوچوں اور گھروں میں جا کر لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ جنہیں سمجھایا جاتا تھا' انہیں ہم خیال خوانی کے ذریعے سمجھنے کی طرف مائل کرتے تھے۔

اور ساری دنیا والوں کے لیے سمجھنے کی بات یہ تھی کہ محنت و مشقت کے بغیر آرام و آسائش حاصل کرنے والے کس سمت جا رہے ہیں؟ ایسے لوگ کھیل تماشے اور رقص و موسیقی میں ڈوب گئے تھے۔ ہوٹلوں میں اور گھروں میں شراب پانی کی طرح پی جاتی تھی۔ راہ چلتے ہر عمر کی عورتیں اتنی آسانی سے مل جاتی تھیں کہ گناہ گاری ایک عادت بن گئی تھی۔ شراب اور شباب کے حصول کو خلاف قانون نہیں کہا جاتا تھا۔

گھریلو زندگی تباہ ہو گئی تھی۔ بیویاں اپنے عیاش شوہروں سے نالاں تھیں۔ انہیں باہر نئی مل جاتی تھی۔ گھر میں پرانی کی کوئی قدر نہیں ہوتی تھی۔ وہ صرف بچے پالتی تھی اور بچے بھی اپنے اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چل کر اخلاقی طور پر تباہ ہو رہے تھے۔

گریٹ ایشورارا یہی چاہتا تھا کہ دنیا والے تہذیبی اور اخلاقی طور پر پست رہیں۔ یہ پستی انہیں ایسی احساسِ کمتری میں مبتلا کر رہی تھی کہ وہ سیارے سے آنے والوں کو خود سے برتر سمجھنے لگے تھے۔ کیونکہ وہ ہماری دنیا میں آکر جا گیردار' صنعت کار اور مختلف شعبوں کے سربراہ بن رہے تھے۔

اگر چہ گریٹ ایشورارا نے باقاعدہ اپنی حکومت قائم نہیں کی تھی۔ پھر بھی سیارے سے آنے والے اور یہاں کی اہم ذمہ داریاں سنبھالنے والے سب ہی سرکاری عہدیدار سمجھے جاتے تھے۔ ہماری دنیا کے لوگ ان کے احکامات کی تعمیل کرتے تھے اور ان کے ہر حکم پر سر جھکاتے تھے۔

امریکا اور دوسرے تمام بڑے ممالک کی فوجی اور ایٹمی قوت صفر ہو کر رہ گئی تھی۔ کیونکہ ان کے مقابلے پر جو حکمران تھا' وہ نادیدہ تھا۔ اس نے دنیا کے کسی ملک میں کسی علاقے میں اپنی حکومت قائم نہیں کی تھی۔ اگر وہ ایسا کرتا تو اس پر حملہ کیا جاتا۔ فوجی اور ایٹمی قوت سے اسے کچل دیا جاتا۔ مگر وہ ایسا حکمران تھا' جو نہ ہوتے ہوئے بھی ان کی حکمرانی کو اور رعب و دبدبے کو خاک میں ملا چکا تھا۔

کوئی اپنے ملک کے قوانین کا پابند نہیں تھا۔ برین ماسٹر ٹی وی چینلز کے ذریعے جو احکامات صادر کرتا تھا۔ پولیس والے بھی اسی کے مطابق عمل کرتے تھے۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں دنیا کے مختلف علاقوں میں پولیس کے اعلیٰ عہدیدار مارے گئے تھے۔

ہماری دنیا کے اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے اگر چہ برین ماسٹر اور گریٹ ایشورارا سے خوفزدہ رہتے تھے۔ مگر اس سے خوش بھی تھے۔ خوشی کی وہی بنیادی وجوہات تھیں کہ ان کی زندگی کی ساری ضروریات بڑی آسانی سے پوری ہو رہی تھیں۔

ویسے گریٹ ایشورارا کی ذہانت کی داد دینی چاہیے۔ وہ بڑے ہی عجیب و غریب انداز میں ہماری دنیا پر مسلط ہو رہا تھا۔ کسی خون خرابے کے بغیر یہاں کے تمام حکمرانوں کو زیر کر رہا تھا اور اقتدار کی کرسی پر نہ بیٹھنے کے باوجود اس دنیا کا حکمران سمجھا جانے لگا تھا۔

ساری دنیا والوں کی ذہانت صفر ہو گئی تھی۔ عقل کام نہیں کر رہی تھی کہ کس طرح اسے اپنی دنیا میں آنے سے روکا جائے؟

اس نے تمام دنیا والوں کو اپنا حمایتی بنا لیا تھا۔ عوام سب سے مضبوط اور پائیدار ہتھیار ہوتے ہیں۔ یہی حکومتوں کو قائم رکھتے ہیں اور یہی حکومتیں گراتے ہیں۔ ہر ملک کے عوام نے اپنے حکمرانوں کو فی الحال نظروں سے گرا دیا تھا۔

وہ اپنے ملکی قوانین پر نہیں بلکہ گریٹ ایشورارا کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کرتے تھے۔ اس سے اس لیے خوش تھے کہ وہ انہیں جبراً محنت مزدوری کے لیے نہیں کہتا تھا۔ جو لوگ اپنی زندگی میں نمایاں کام کرنے کے لیے' آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے لیے محنت کرتے تھے۔ وہ ان کی قدر کرتا تھا۔ انہیں انعامات دیتا تھا اور جو محنت سے جی چراتے تھے۔ صرف اچھا کھانے' اچھا پہننے اور اچھی رہائش اختیار کرنے کے لیے چند گھنٹے کام کرتے تھے' ان سے بھی خوش رہتا تھا۔

گریٹ ایشورارا کی حکمتِ عملی یہ تھی کہ دنیا کے ذہین اور محنتی لوگوں سے کام لے۔ باقی لوگوں کو ہڈحرام اور آرام طلب بنا دے۔ ان کی تمام ضروریات پوری کر کے انہیں اپنا عقیدت مند بنا کر رکھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ تین برسوں میں پوری دنیا کا نادیدہ حکمران بن گیا تھا۔

تمام اکابرین ایک دوسرے سے رابطہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ ''اب پانی سر سے گزر چکا ہے۔ گریٹ ایشورارا نے نہ ہم سے جنگ کی' نہ مذاکرات کئے' نہ اس دنیا پر حکومت کرنے کے لیے ہم سے کوئی سمجھوتا کیا۔ پچھلے تین برسوں میں رفتہ رفتہ ہماری حیثیت گرا دی ہے۔ ہم حکمران ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں ہیں۔''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''اگر وہ یہاں موجود ہوتا تو اس کے خلاف سازشیں کی جاتیں۔ کسی بھی ہتھکنڈے سے اسے ہلاک کر دیا جاتا۔ مگر یہاں اس کے صرف جاں نثار ماتحت ہیں۔ انہوں نے پوری دنیا کی زراعت اور صنعتوں پر قبضہ جما لیا ہے۔ اس حکمتِ عملی سے پوری دنیا کی معیشت کو اپنی مٹھی میں کر لیا ہے۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ آفسر نے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا یہاں خود موجود نہیں ہے لیکن اس کے جاں نثار ماتحت ہیں۔ ہم ان تمام ماتحتوں کو بڑی رازداری سے ایک ایک کر کے ہلاک کرائیں گے۔ اس دنیا کو ان کے لیے کانٹوں کا بستر بنا دیں گے۔''

سی آئی اے اور انٹر پول والوں کے علاوہ دنیا کی دوسری تنظیموں کے جاسوس بھی یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ کتنے سیارے والے کس ملک میں کن شعبوں میں سربراہوں کی حیثیت سے یہاں کا کاروبار چلا رہے ہیں۔

وہ تمام جاسوس بڑی رازداری سے ان سب کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ جرمنی کی ایک طیارہ ساز کمپنی کو سیارے کے پچیس انجینئر بڑی کامیابی سے سنبھال رہے تھے اور نئے ڈیزائن کے جدید طیارے تیار کر رہے تھے۔

سراغرسانوں کی معلومات کے مطابق وہ پچیس انجینئر اور ماہرین ایک کانفرنس ہال میں ضروری معاملات پر بحث کرنے والے تھے۔ سراغرسانوں نے بڑی رازداری سے

اس کانفرنس ہال میں ایک بہت ہی طاقتور بم نصب کر دیا۔

تین برسوں میں پہلی بار سیارے والوں کے خلاف ایک زبردست دھماکا ہوا اور سیارے سے آنے والے پچیس ماہرین چشم زدن میں ہلاک ہو گئے۔ گریٹ ایشورارا کے لیے یہ بہت ہی لرزہ خیز واردات تھی۔

اس کے نمائندے برین ماسٹر نے تمام ٹی وی چینلز کے ذریعے غصے سے کہا۔ ''یورپ اور امریکا کے اکابرین کی شامت آ گئی ہے۔ انہوں نے ہمارے پچیس ماہرین کو ہلاک کیا ہے۔ ہم یورپ کی متحدہ آرمی کے پانچ سو سپاہیوں اور اعلیٰ افسروں کو ہلاک کریں گے۔''

اکابرین نے جواباً کہا۔ ''یہ سراسر ظلم ہوگا۔ اس دنیا میں درجنوں ایسی خطرناک تنظیمیں ہیں' جو ہمارے خلاف بھی مجرمانہ واردات کرتی رہتی ہیں۔ ایسی ہی کسی تنظیم نے ہمیں ایک خط لکھ کر بھیجا ہے۔ ہم پوری دنیا کے سامنے یہ خط پڑھ کر سنا رہے ہیں۔''

ایک آرمی افسر نے ایک بڑا سا کاغذ کھول کر دکھایا۔ دنیا کی تمام ٹی وی اسکرین پر وہ کھلا ہوا خط دکھائی دینے لگا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ ''ہم یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین کو اور خصوصاً گریٹ ایشورارا کو مخاطب کر رہے ہیں۔

''پہلے تو ہم تمام اکابرین پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ یہ بڑے بڑے ممالک کے حکمران اور سپر پاور کہلانے والے پچھلے تین برسوں سے اپنی دنیا کی تباہی کا تماشا دیکھ رہے ہیں مگر سیارے والوں کے خلاف کوئی جوابی کارروائی نہیں کر رہے ہیں۔

ان تمام اکابرین کو اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی بڑی فکر ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ جوابی کارروائی کے نتیجے میں گریٹ ایشورارا انہیں ہلاک کر دے۔ یہ لوگ خاموش تماشائی بن کر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ انہوں نے ہماری دنیا پر گریٹ ایشورارا کی حکمرانی تسلیم کر لی ہے مگر ہم نہیں کریں گے۔ سیارے والوں کو یہاں سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔ اگر ہم چاہتے تو فون کے ذریعے تم سے رابطہ کر سکتے تھے لیکن یہ جانتے ہیں' گریٹ ایشورارا اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے کسی کی بھی آواز سن کر اس کے دماغ میں اور پھر اس کے گھر کے اندر پہنچ جاتا ہے لیکن ہم اسے اپنے سائے تک بھی پہنچنے نہیں دیں گے۔

''یہ پہلا بم دھماکا ایک نمونہ ہے۔ سیارے کے پچیس ماہرین مارے گئے ہیں۔ اس کے نتیجے میں گریٹ ایشورارا یورپ اور امریکا کے اکابرین کو ہلاک کرے گا۔ لہٰذا ان اکابرین کو مرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے زیادہ گریٹ ایشورارا ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ہماری دنیا میں جتنی بڑی بڑی صنعتیں اور اہم تنصیبات ہیں' انہیں گریٹ ایشورارا تباہ نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ یہاں حکومت کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے یہاں کی تمام اہم صنعتیں اور اہم تنصیبات اس کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ اگر وہ ان تنصیبات کو اور اہم صنعتوں کو تباہ کرے گا' تب بھی ہمارے باپ کا کیا بگڑے گا...؟ ہم انڈر ورلڈ کے لوگ ہیں۔ ہر حال میں مست رہتے ہیں۔ ہاں مگر ہمیں ایک بات پسند نہیں ہے اور وہ یہ کہ دوسرے سیارے والے آ کر ہم پر حکومت کریں۔

''ویسے ہم گریٹ ایشورارا کو اور اس کے ساتھیوں کو برداشت کر لیں گے۔ شرط یہی ہے کہ وہ ہماری دنیا کے تمام حکمرانوں سے سمجھوتا کرے۔ ان سے دوستی کرے۔ ہمارے ملکوں کے عوام کو اخلاقی طور پر تباہ نہ کرے۔ سستا اناج' کپڑا اور رہائش فراہم کر کے انہیں بے وقوف نہ بنائے۔ اگر عوام کا دل جیتنا ہے' یہاں رہ کر اپنی برتری جتانا ہے تو ہماری دنیا میں آئے اور تمام ممالک کے حکمرانوں کے ساتھ مل بیٹھ کر یہاں کی بہتری کے لیے کام کرے۔

''ہم جو چاہتے ہیں' وہ نہ ہوا تو گریٹ ایشورارا کے تمام جاں نثار ماتحت یہاں ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔ ان کی موت کے نتیجے میں اکابرین کی شامت آتی رہے گی اور ہم خاموش تماشائی بن کر دونوں کی تباہی کا تماشا دیکھتے رہیں گے۔''

وہ تحریر ختم ہو گئی۔ اس خط کو پڑھنے والا آرمی کا اعلیٰ افسر تمام ٹی وی چینلز کے ذریعے دنیا والوں کو نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''پچھلے تین برسوں سے گریٹ ایشورارا ہماری دنیا میں اپنی من مانی کرتا آ رہا ہے۔ ہم نے کبھی اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ کیونکہ ہمیں اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی جانیں عزیز ہیں۔ اب کوئی خفیہ تنظیم سیارے والوں کے خلاف محاذ آرائی کر رہی ہے تو اس کی سزا ہمیں نہیں ملنی چاہیے۔ یہ ہم پر سراسر ظلم ہوگا۔''

جرمنی کے ایک سرکاری اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''ہم گریٹ ایشورارا سے درخواست کرتے ہیں' وہ اس خفیہ تنظیم کا سراغ لگائے۔ اگر یہ جھوٹ ہو کہ ایسی کوئی خفیہ تنظیم نہیں ہے اور ہم نے ہی اس کے پچیس ماہرین کو ہلاک کیا ہے تو پھر وہ جو چاہے' ہمیں سزا دے۔ جتنے اکابرین کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہے' اتار دے۔''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم اس خفیہ تنظیم کے سربراہوں

سے بھی کہتے ہیں' وہ ٹی وی چینلز کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کریں۔ اسے یقین دلائیں کہ ان پچیس سیارے والوں کی ہلاکت کے ذمہ دار ہم نہیں ہیں۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''ہم کسی خفیہ خطرناک تنظیم کو نہیں جانتے اور نہ ہی جاننا چاہتے ہیں۔ اگر ایسی کسی تنظیم کا وجود ہے تو ہم یورپ اور امریکا کے اکابرین کو چھ گھنٹے کی مہلت دیتے ہیں۔ وہ ان افراد کو ڈھونڈ نکالیں اور انہیں ہمارے سامنے پیش کریں۔ ورنہ ہم ان کی متحدہ آرمی کے پانچ سو سپاہیوں اور افسران کو موت کے گھاٹ ضرور اتاریں گے۔''

کسی خفیہ تنظیم نے ان سیارے والوں کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ اگر وہ کسی فرضی تنظیم کو پیش کرتے تو ایشورارا غیر معمولی مشین کے ذریعے ان کی اصلیت معلوم کرلیتا اور اکابرین کا فراڈ کھل جاتا۔ اب تو اس کا سامنا کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔

ان تین برسوں میں تمام دنیا کے ذہین اور تجربہ کار جاسوس یہ اچھی طرح معلوم کر چکے تھے کہ سیارے کے کتنے افراد ہماری دنیا میں ہیں اور کس ملک کے کس شعبے میں اہم فرائض ادا کررہے ہیں۔ وہ تمام جاسوس ایک طویل عرصے سے ان کی نگرانی کررہے تھے اور بڑی رازداری سے ان کے قدموں تلے بارود بچھاتے آرہے تھے۔

گریٹ ایشورارا نے انہیں چھ گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ اکابرین نے آدھے گھنٹے کے اندر گرینڈ آپریشن کا فیصلہ کرلیا۔ تمام جاسوسوں کو حکم دیا کہ بیک وقت ان سیارے والوں پر حملے کیے جائیں۔ کسی کو بچ کر نکل بھاگنے کا موقع نہ دیا جائے۔

پھر انہوں نے ٹی وی کے ذریعے کہا۔ ''تمام چینلز کے ذریعے ہماری دنیا میں آنے والے برین ماسٹر! اپنے گریٹ ایشورارا سے کہو' اگلے چند لمحوں میں ایسے نظارے پیش کیے جارہے ہیں' جن کی توقع اس نے کبھی نہیں کی ہوگی۔''

پھر برین ماسٹر اور گریٹ ایشورارا نے چند لمحوں کے بعد ہی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دیکھا۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جن ملکوں میں سیارے سے جانے والے ماہرین موجود تھے' وہاں بارودی دھماکے ہو رہے تھے۔ یا پھر ان ماہرین کو گولیوں سے چھلنی کیا جارہا تھا۔ گولیاں چلانے والے غیر معمولی مشین کی اسکرین پر نظر نہیں آرہے تھے۔

اگر کسی ایک ملک کے ماہرین پر حملہ ہوتا تو گریٹ ایشورارا دوسرے ممالک کے ماہرین کو بچا لینے کی کوششیں کرتا۔ لیکن وہاں ٹھوس پلاننگ کے مطابق بیک وقت سب ہی کو موت کے گھاٹ اتارا جارہا تھا۔ صرف ایک گھنٹے کے اندر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام سیارے والوں کا صفایا ہوگیا۔

گریٹ ایشورارا غصے سے مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ دانت پیس رہا تھا۔ اس نے تین ہزار ماہرین ہماری دنیا میں بھیجے تھے۔ وہ سب کے سب بیک وقت مارے گئے تھے۔ پہلے اس نے چیلنج کیا تھا کہ تمام ملکوں کی متحدہ آرمی کے پانچ سو سپاہیوں اور افسران کو ہلاک کرے گا۔ اب وہ طیش میں آکر پانچ ہزار یا دس ہزار اکابرین اور آرمی کے افسران کو ہلاک کرسکتا تھا۔ لیکن ہماری دنیا میں اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا باقی نہیں بچا تھا۔

خلائی اسٹیشن میں گریٹ ایشورارا' برین ماسٹر اور چند کارندے تھے۔ ان سے زیادہ کی وہاں گنجائش نہیں تھی۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ہلاک کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ خیال خوانی کرنے والوں کی ضرورت تھی اور وہ اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو فوراً ہی زمین پر نہیں پہنچا سکتا تھا۔ وہ لوگ زمین کی کشش میں رہ کر ہی انتقامی کارروائی کر سکتے تھے۔

اکابرین نے ٹی وی چینلز کے ذریعے مخاطب کیا۔ ''ہیلو گریٹ ایشورارا...!! اپنے بہروپیے مسیحا برین ماسٹر کو تمام چینلز کی اسکرین پر بھیجو.... تاکہ دنیا والے ہماری اور تمہاری باتیں سن سکیں۔ یہ معلوم کرسکیں کہ ان کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟''

چند لمحوں کے بعد ہی برین ماسٹر بھی اسکرین پر نظر آنے لگا۔ آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اپنے گریٹ ایشورارا سے کہو ہم اکابرین کھل کر اس کے مقابلے پر آگئے ہیں۔ ہم نے اس کے تین ہزار ماہرین کو ہلاک کیا ہے۔ اب یہاں سیارے کا ایک بھی فرد نہیں ہے۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''انتقاماً وہ بھی ہمارے ہزاروں' لاکھوں اہم افراد کو ہلاک کرنا چاہے گا۔ لیکن ایسا کرنے سے پہلے یہ حساب کرے کہ ہماری دنیا کی آبادی کتنی ہے اور اس کے سیارے میں کتنے جانثار رہ گئے ہیں؟''

ماہرین میں سے ایک نے کہا۔ ''ہماری معلومات کے مطابق تمہارے سیارے میں پچاس لاکھ سے زیادہ افراد نہیں ہیں۔ تم لوگوں کی اوسط عمر چالیس برس ہے۔ زیادہ سے زیادہ پچاس یا پچپن برس تک زندگی گزارتے ہو' پھر طبعی موت مرجاتے ہو۔''

ایک اور ماہر نے کہا۔ ''ہماری دنیا کی آبادی تقریباً چھ ارب ہے۔ ہماری اوسط عمر پچاس برس ہے اور ہم ستر اسی برس سے بھی زیادہ جی لیتے ہیں۔ تمہارے سیارے میں بہ مشکل پندرہ بیس لاکھ جنگجو جاں نثار ہوں گے۔ جبکہ ہماری دنیا میں پچاس کروڑ سے زیادہ تربیت یافتہ فوجی اور جاسوس ہیں۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہم پر حملہ کرنے کے لیے کشش ثقل کی حدود میں آنا ہوگا۔ زمین پر اترنا ہوگا۔ اس بار ہمارے جاسوس اور حساس آلات زمین کے چپے چپے کی نگرانی کررہے ہیں تمہارا خلائی جہاز جہاں بھی پہنچے گا' ہمارے راڈرز اس کی نشاندہی کریں گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم نے پچھلے تین برسوں تک خاموش رہ کر اپنی دنیا میں حفاظتی انتظامات کو مستحکم کیا ہے۔ ہم تمہارے ممکنہ حملوں کا توڑ جانتے ہیں۔ تم فضا میں مٹھی بلند کرکے اپنی طاقت کا اور ناقابل شکست ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ اب تمہیں معلوم ہوگا کہ ہمارے مقابلے میں کس طرح شکست خوردہ ہو چکے ہو؟''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''بے شک تم نے سخت حفاظتی انتظامات کیے ہوں گے۔ لیکن ہمارے سیارے سے خیال خوانی کرنے والے کس طرح تمہاری زمین پر پہنچیں گے' یہ ہم بہتر جانتے ہیں؟ فی الحال ہمارے خلائی اسٹیشن میں جتنے بھی خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔ یہ انتقامی کارروائی کرنے کے لیے کافی ہیں۔ تم نے ہمارے تین ہزار ماہرین کو ہلاک کیا ہے۔ ہم تمہارے دس ہزار سائنس دانوں' انجینئروں' ڈاکٹروں اور دوسرے شعبے کے ماہرین کو ہلاک کریں گے۔ اب دنیا والے ہماری انتقامی کارروائی کا تماشا دیکھیں گے۔''

میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس لڑائی میں حصہ نہیں لے رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی نے ہدایت کی تھی کہ ہم خیال خوانی کے ذریعے ان تمام مسلمان سائنس دانوں' انجینئروں' ڈاکٹروں اور مختلف شعبوں کے ماہرین کے اندر پہنچتے رہیں اور ان کے دماغوں کو لاک کرتے رہیں۔ وہ سب ہمارے دین کا سرمایہ تھے۔ ہمارے لیے بہت لازمی تھے۔

ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کثیر تعداد تھی۔ پھر ہمیں روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا بھی سہارا ملتا رہا۔ اس لیے ہم نے پچھلے تین برسوں میں تقریباً دس لاکھ اہم مسلمانوں کے دماغوں کو لاک کردیا اور ان کے آس پاس

بیرونِ ملک مقیم قارئین

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ ، ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ

ماہنامہ پاکیزہ ، ماہنامہ سرگزشت

کے

سالانہ خریدار

بن کر بذریعہ رجسٹرڈ ائر میل

اپنا پسندیدہ ڈائجسٹ گھر بیٹھے حاصل کریں

ایشیا یورپ اور افریقہ کے لیے فی ڈائجسٹ

زرسالانہ 4000 روپے یا 65 امریکی ڈالر

امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا اور نیوزی لینڈ کے لیے فی ڈائجسٹ

زرسالانہ 5000 روپے یا 80 امریکی ڈالر

اپنے ڈرافٹ اور منی آرڈر ادارے کے نام، درج ذیل پتے پر ارسال کریں۔ یہ کراچی میں قابل ادائیگی ہونا ضروری ہیں۔ بیرونِ شہر ادائیگی کی صورت میں کورئیر چارجز اور بینک کمیشن کے 500 روپے اور بیرونِ ملک ادائیگی والے ڈرافٹ وغیرہ پر اس مد میں 20 امریکی ڈالر کا اضافہ کرلیں

رابطہ کے لیے

ثمر عباس: 0301-2454188

یا

بدرالدین سرکولیشن مینجر

فون نمبر 5802552,5804200 (92)(21)

فیکس نمبر 5802551 (21)(92)

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

63-C PHASE II EXTENSION ,
D.H.A., MAIN KORANGI ROAD,
,KARACHI 75500

E-MAIL :JDPGROUP@HOTMAIL.COM

سیکورٹی کے انتظامات بہت ہی مستحکم کردیے۔

اکابرین نے اور مختلف ممالک کے سراغ رسانوں نے جس انداز میں جنگ شروع کی تھی۔ اس سے اندازہ ہو رہا تھا' وہ گریٹ ایشورارا کو پسپا ہونے پر مجبور کردیں گے لیکن وہ سیارے سے اپنے خلائی اسٹیشن تک پہنچنے والا اور وہاں سے ہماری دنیا پر قبضہ جمانے والا کمزور اور بے بس نہیں تھا۔ آئندہ خوب سوچ سمجھ کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زمین پر پہنچانا چاہتا تھا۔

اس سے پہلے وہ اور برین ماسٹر اپنے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ خلائی اسٹیشن میں موجود تھے۔ انہوں نے جوابی انتقامی کارروائی کرنے میں دیر نہیں کی۔ یورپ اور امریکا کے دو سو اہم افراد کو ہلاک کردیا۔ چونکہ گریٹ ایشورارا کے پاس خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اس لیے بڑی سست رفتاری سے انتقامی کارروائی کرتا رہا۔ دو سو افراد کو ہلاک کرنے میں تقریباً دو دن اور دو راتیں گزر گئیں۔

کبھی تقدیر ساتھ دیتی ہے' کبھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ اس نے اپنے پچاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بڑی رازداری سے دوسری رات زمین پر اتارنا چاہا۔ لیکن وہ خلائی جہاز راڈار کی زد میں آگیا۔ اس سے پہلے کہ وہ پچاس ٹیلی پیتھی جاننے والے زمین پر اتر کر خلائی جہاز سے نکل کر کسی آبادی کی طرف جاتے۔ انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ اس بار گریٹ ایشورارا کا زبردست نقصان یہ ہوا کہ اس کے خلائی جہاز کو واپس جانے سے پہلے ہی تباہ کردیا گیا۔ وہ پچاس ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی مارے گئے۔

جنگ کے دوران یہی ہوتا ہے۔ کبھی ایک کا اور کبھی دوسرے کا پلڑا بھاری ہوتا ہے۔ کسی کو شکست کے آثار نظر آئیں تو وہ مایوس نہیں ہوتا۔ بلکہ نئی حکمتِ عملی سے نئے جنگی حربے استعمال کرتا ہے۔

گریٹ ایشورارا نے برین ماسٹر سے کہا۔ ''آئندہ ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زمین پر نہیں بھیجیں گے۔ اسی خلائی اسٹیشن میں رہ کر بہت آہستہ آہستہ اپنے دشمنوں سے انتقام لیتے رہیں گے۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''بے شک۔ اس حکمتِ عملی سے یورپ اور امریکا کے بڑے بڑے سائنس دان' انجینئر' ڈاکٹر اور دیگر شعبوں کے ماہرین مارے جاتے رہیں گے اور تمام اکابرین کے ہوش اڑتے رہیں گے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آتی رہے گی کہ وہ رفتہ رفتہ اندر سے کھوکھلے اور کمزور ہوتے جارہے ہیں۔''

پھر اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''لیکن وہ خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ اس بار ہمارے خلائی اسٹیشن پر حملے کریں گے۔''

وہ بولا۔ ''ہمارے خلائی اسٹیشن تک پہنچنا آسان نہیں ہے۔ میں نے ایسے حفاظتی انتظامات کیے ہیں کہ دشمن کبھی ہماری طرف آنا چاہیں گے تو ہمارے اسٹیشن کے حساس آلات بیدار ہو جائیں گے۔ خطرے کا سگنل دیتے رہیں گے۔ تب ہم کشش ثقل سے نکل کر وسیع اور لامحدود خلا میں پہنچ کر انہیں بھٹکاتے رہیں گے۔ ہمارے خلائی جہاز ہر طرف سے ان پر حملے کریں گے تو وہ تباہ ہو جائیں گے یا اپنی دنیا میں واپس چلے جائیں گے۔''

ویسے وہ اپنے حفاظتی انتظامات سے پوری طرح مطمئن نہیں تھا۔ یہ دیکھ چکا تھا' دنیا والے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر کے اس کی توقع کے خلاف اچھی خاصی کامیابی کو ناکامی میں بدل دیتے ہیں۔

وہ اپنی سلامتی کی خاطر سیارے میں چلا گیا۔ وہاں سے ایک نائب ایشورارا کو برین ماسٹر کے پاس بھیج دیا۔ وہ سب خلائی اسٹیشن میں رہ کر یورپ اور امریکا کے اہم مطلوبہ افراد کو نقصان پہنچانے لگے۔

اب اکابرین تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ہر دوسرے تیسرے دن کسی نہ کسی ملک کے ایک آدھ اہم افراد مارے جارہے تھے۔ برین ماسٹر مختلف چینلز کے ذریعے چیخ چیخ کر کہتا تھا اور کہتا تھا۔ ''ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اب زمین پر نہیں آئیں گے۔ اس کے باوجود تم لوگ جانی و مالی نقصانات اٹھاتے رہو گے۔ اب ہماری انتقامی کارروائیوں سے بچنا تمہارے لیے ممکن نہیں رہا ہے۔''

برین ماسٹر اکابرین سے بھی بولتا تھا اور دنیا والوں کو بھی مخاطب کرتے ہوئے کہتا تھا۔ ''دیکھو... تمہارے حکمران کس طرح تمہاری ہنستی کھیلتی زندگی کو تباہ کر رہے ہیں ہم نے تمہیں روٹی' کپڑے اور مکان کی سہولتیں دیں۔ تمہاری زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوشحال بنایا مگر اب یہ کیا کر رہے ہیں؟ ہمیں تو نقصان پہنچا ہی رہے ہیں لیکن تمہاری پُرسکون اور آرام دہ زندگی کو بھی بد سے بدتر بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔''

کوئی نہیں چاہتا کہ اس کے آرام و سکون میں خلل پیدا کیا جائے اور ہنستی کھیلتی زندگی کا چہرہ بگاڑ دیا جائے۔ دنیا کے تمام ممالک کے عوام مشتعل ہو گئے تھے۔ اپنے حکمرانوں کے خلاف نعرے لگا رہے تھے' احتجاج کر رہے تھے' یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ سیارے والوں کو ہماری دنیا میں آنے سے نہ روکا جائے۔

وہ کہہ رہے تھے۔ ''جب سے یہ دنیا آباد ہوئی ہے' تب سے اب تک کسی حکمران نے اپنے غریب عوام کو زندگی گزارنے کی سہولتیں فراہم نہیں کیں۔ اب ہمارے مسیحا' ہمارے نجات دہندہ آسمان سے اتر کر آرہے ہیں تو انہیں کیوں روکا جارہا ہے؟''

تمام اکابرین' تمام حکمران اپنے عوام کو یہ تسلیاں دے رہے تھے کہ انہیں خوشحال زندگی گزارنے کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ ضروریاتِ زندگی کی چیزیں یقیناً سستی کی جائیں گی لیکن ان کی قیمت بہت زیادہ نہیں گرائی جائے گی۔ ایسا کرنے سے زراعتی اور صنعتی شعبے مالی نقصانات سے دوچار ہوتے ہیں۔

ہماری دنیا کے اربوں انسان خواہ کتنے ہی تعلیم یافتہ ہوں' وہ معاشی اور اقتصادی الجھنوں کو' تجارتی بحران اور مشکلات کو سمجھ نہیں پاتے۔ گریٹ ایشورارا نے ان کی ایسی کمزوریوں کو سمجھتے ہوئے انہیں محنت و مشقت کے بغیر آرام و آسائش سے زندگی گزارنے کا عادی بنا دیا تھا۔

دنیا کے ہر ملک سے عوام کا ایک ہی مطالبہ چیخ رہا تھا کہ سیارے والوں کو زمین پر آنے سے نہ روکا جائے۔ اگر ہمارے حکمران ہماری بہتری چاہتے ہیں تو ان سے دوستی کریں۔ ان کے تعاون سے ہمیں ایک بہترین زندگی گزارنے کی سہولتیں فراہم کرتے رہیں۔

تمام اکابرین کے لیے یہ لمحۂ فکریہ تھا۔ اگرچہ ان کے سائنس دان اور دیگر ماہرین گریٹ ایشورارا کے خلائی اسٹیشن تک پہنچنے کی کوششیں کر رہے تھے مگر ناکام ہو رہے تھے۔ انہیں پہلے ہی خطرے کا سگنل مل جاتا تھا اور وہ کشش ثقل سے نکل کر خلا میں دور کہیں چلے جاتے تھے۔

اکابرین کی اور دنیا کے تمام سراغ رسانوں کی یہ کامیابی تھی کہ انہوں نے سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زمین پر آنے سے روک دیا تھا۔ اس کے باوجود خلائی اسٹیشن میں رہنے والے برین ماسٹر اور سیارے کے چند افراد خیال خوانی کے ذریعے انتقامی کارروائیوں کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ اگر اکابرین ان سے دوستی اور سمجھوتا نہ کرتے تو بڑے بڑے اہم سائنسدانوں' انجینئروں اور حکمرانوں کی ہلاکت کا سلسلہ جاری رہتا۔

دنیا کے ہر ملک سے ہر گوشے سے لوگوں کا یہی مطالبہ

کون کہتا ہے کہ؟

اولاد نہیں ہوسکتی

آج بھی لاکھوں گھرانے اولاد کی نعمت سے محروم سخت پریشان ہیں۔ مایوسی گناہ ہے۔ اِنشاءاللہ اولاد ہوگی۔ خاتون میں کوئی اندرونی پرابلم ہو یا مردانہ جراثیم کا مسئلہ۔ ہم نے دیسی طبی یونانی قدرتی جڑی بوٹیوں سے ایک خاص قسم کا بے اولادی کورس تیار کیا ہے۔ جو آپ کے آنگن میں بھی خوشیوں کے پھول کھلا سکتا ہے۔ آپکے گھر میں بھی خوبصورت بیٹا پیدا ہوسکتا ہے۔ آج ہی گھر بیٹھے فون پر تمام حالات سے آگاہ کر کے بذریعہ ڈاک وی پی VP بے اولادی کورس منگوائیں۔

المُسلم دارالحکمت رجسٹرڈ (دواخانہ)

ضلع وشہر حافظ آباد۔ پاکستان

0300-6526061

0547-521787

فون اوقات

صبح 9 بجے سے رات 11 بجے تک

آپ ہمیں صرف فون کریں

دوائی آپ تک ہم پہنچائیں گے

تھا کہ سیارے والوں سے دوستی اور سمجھوتا کیا جائے۔ اب تو کوئی چارہ نہیں تھا۔ یورپ اور امریکا کے اکابرین یک طرفہ نقصان اٹھا رہے تھے۔ گریٹ ایشو رارا کو اب کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ وہ آرام سے سیارے میں بیٹھا ہوا تھا۔

برین ماسٹر نے ان سے کہا۔ ''تم لوگ کہہ رہے تھے' تمہاری دنیا کی آبادی چھ ارب تک پہنچی ہوئی ہے اور سیارے میں صرف پچاس لاکھ افراد ہیں۔ جن میں سے تین ہزار مارے گئے ہیں۔ مگر اب حساب کرتے رہو کہ ہر دوسرے تیسرے دن تمہارے کتنے لوگ مرتے جا رہے ہیں؟ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو تم تعداد میں چھ ارب تو کیا چھ سو بھی نہیں رہو گے۔''

ایک آرمی افسر نے کہا۔ ''تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم اپنی سلامتی کے لیے تمہارے غلام بن جائیں...؟ یہ یاد رکھو...ہم سب مر جائیں گے مگر غلامی قبول نہیں کریں گے۔ ہم حکمران ہیں' اکابرین ہیں۔ ہمیشہ سر اٹھا کر جینا چاہتے ہیں۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''تو پھر ایسا راستہ اختیار کرو کہ تمہارا سر اٹھا رہے۔ جھکنے نہ پائے اور تمہارے لوگ بھی زندہ سلامت رہیں۔ ہم انہیں ہلاک نہ کریں۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ''سمجھوتا کس طرح ہو سکتا ہے؟ کیا گریٹ ایشو رارا ہماری دنیا میں حکمرانی کی خواہش سے باز آ جائے گا؟''

''حکمرانی کا سودا سب ہی کے سر میں سمایا رہتا ہے۔ جس طرح تم سب مختلف ممالک کے حکمران ہو۔ اسی طرح گریٹ ایشو رارا بھی تمہاری دنیا کے ایک بڑے حصے کا حکمران بن کر رہ سکتا ہے۔ دوستی اور سمجھوتا اسی طرح ہو گا۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''بہت پہلے گریٹ ایشو رارا سے ایسے ہی معاملات طے ہوئے تھے۔ مگر ان پر عمل نہ ہو سکا۔''

''مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے' خصوصاً سونیا نے سیارے والوں کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا تھا اور گریٹ ایشو رارا کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس لیے جو معاہدہ پہلے ہوا تھا' اس پر عمل نہ کیا جا سکا۔ اب کیا جا سکتا ہے۔''

''اب بھی مسلمان ہماری دوستی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''اب وہ ہمارے خلاف ایسا نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ ہمیں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک عوام کی تائید حاصل ہے۔ ساری دنیا کہتی ہے' تمام اکابرین کو ہم سے دوستی اور سمجھوتا کرنا چاہیے۔ ہمارے ساتھ مل کر اس دنیا کی ذمہ داریوں کو سنبھالنا چاہیے...زمین خلق کو نظارۂ خدا سمجھو۔ آئندہ وہ مسلمان ہماری راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنا چاہیں گے تو عوامی سیلاب میں تنکوں کی طرح بہہ جائیں گے۔''

ایک آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''بے شک سونیا' فرہاد اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے اور تم سے تو مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مگر ساری دنیا کے آگے دم نہیں مار سکیں گے۔''

برین ماسٹر اور اکابرین کے درمیان ہونے والے مذاکرات جیسے کھلے میدان میں ہو رہے تھے۔ دنیا کے تمام افراد اپنے اپنے ٹی وی کی اسکرین پر انہیں دیکھ رہے تھے' ان کی باتیں سن رہے تھے اور مختلف چینلز میں فون کالز کے ذریعے کہہ رہے تھے۔ ''ہمارے مسیحا' ہمارے نجات دہندہ سے سمجھوتا کیا جائے۔ اگر مسلمان اس دوستی اور سمجھوتے کی راہ میں رکاوٹیں بنیں گے تو ہم ان کے گھروں میں آگ لگا دیں گے۔ ان کی بیویوں' بچوں اور پورے خاندان والوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔''

یہ انتہائی پریشانی کی بات تھی۔ ہمارے خلاف پہلے ہی یہ کہہ کر بھڑکایا جا رہا تھا کہ ہم مسلمان دشمن اور دہشت گرد ہوتے ہیں۔ اب تو پوری دنیا کو یہ اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ ہم ان کی دوستی اور سمجھوتے کے معاملے میں رکاوٹیں پیدا کریں گے یا کوئی مخالفانہ رویہ اختیار کریں گے تو ساری دنیا ہماری دشمن بن جائے گی۔

شاید اسلامی ملکوں میں کچھ تحفظ حاصل ہو گا۔ ورنہ دنیا کے تمام حصوں میں مسلمان' عورتیں اور بچے محفوظ نہیں رہیں گے۔ مسجدوں میں جا کر نماز پڑھنے والے زندہ سلامت گھر واپس نہیں آ سکیں گے۔ حتیٰ کہ اذان دینے والوں کا بھی گلا گھونٹ دیا جائے گا۔

عیسائیوں اور یہودیوں کا کچھ بگڑنے والا نہیں تھا۔ وہ تو عوام کی خواہش کے مطابق سیارے والوں سے سمجھوتا کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے تھے۔ برا وقت ہم پر آنے والا تھا۔ بابا فرید واسطی نے آخری سانسوں میں جو پیش گوئی کی تھی' وہ سامنے آ رہی تھی۔

اپنے دین کی سلامتی کی خاطر ساری دنیا کی مخالفتیں مول لینا کوئی قصہ کہانیوں والی بات نہیں تھی۔ بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ آئندہ ہمیں آگ اور خون کے دریا سے گزرنا تھا۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

ذرا سی بات

آصف ملک

ایک مفلس و بد حال شخص کی قسمت چمکنے کا قصہ. ایک نجومی نے اسے کثیر دولت ملنے کی خوش خبری دی ...لیکن اس خوش خبری کے ساتھ ایک بری خبر بھی تھی!

بین کے بارے میں سب کا خیال تھا کہ وہ پیدائشی بدبخت ہے اس کی بدبختی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی ماں اسے جنم دیتے ہوئے دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئی تھی۔ اس کا باپ مچل جانسن ایک عادی شرابی تھا جسے دنیا میں سوائے شراب کے اور کسی شے سے دلچسپی نہیں تھی۔ بین کی ماں اس کی حرکتوں پر کڑھ کڑھ کر دل کی مریضہ بن گئی تھی اور پھر اسی حالت میں بین کو پیدا کرتے ہوئے مر گئی۔ بین کا پورا نام بین جانسن تھا مگر بین کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے باپ کا برا بھلا سایا بھی زیادہ عرصے اس کے سر پر نہیں رہا تھا۔ سات سال کی عمر میں یتیم ہو گیا اس کا باپ ایک روز شراب کے نشے میں دھت سڑک کراس کرتے ہوئے ایک ٹرک کے نیچے آ کر مارا گیا۔ اس وقت بین اسکول میں داخل ہو چکا تھا۔

باپ کے بعد بین کی سرپرستی اس کے ایک رشتے کے انکل نے سنبھال لی۔ مسٹر پارکر اچھے آدمی تھے اس کی ماں کے کزن لگتے تھے۔ ممکن ہے بین کو زیادہ عرصے ان کے ساتھ رہنے کا موقع ملتا تو وہ ایک اچھا آدمی بن جاتا مگر ابھی بین صرف بارہ سال کا تھا کہ انکل پارکر بھی اسے داغِ مفارقت دے گئے۔ ان کو جگر کا کینسر ہو گیا تھا۔ حالانکہ انہوں نے کبھی ایک آدھ پیگ سے زیادہ شراب نہیں پی تھی۔ اس وقت بین چھٹے درجے میں پڑھ رہا تھا اور اچھا طالب علم شمار ہوتا تھا مگر انکل پارکر کے بعد وہ بے سہارا ہو گیا تھا اور قریب کا کوئی

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

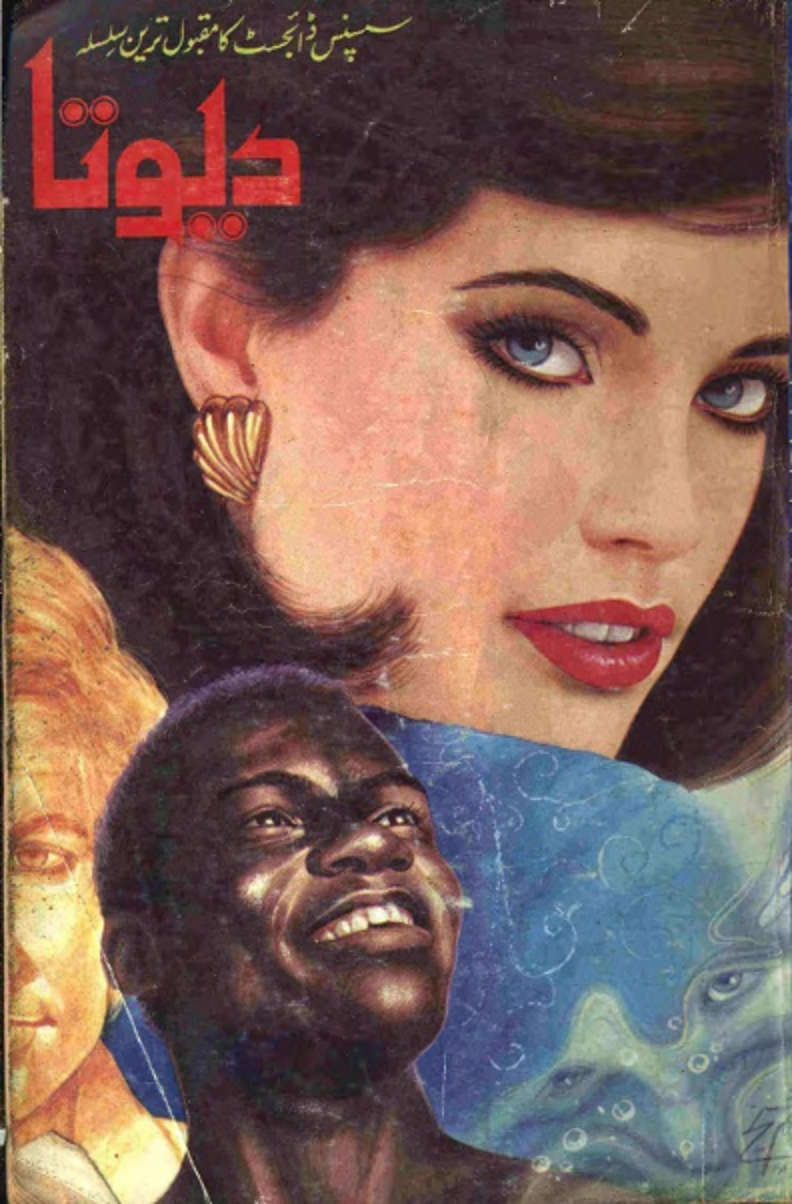

گریٹ ایشورارا نے دنیا پر رفتہ رفتہ قبضہ جمانے اور یہاں کا حکمران بننے کے لیے تین برس گزار دیے۔ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو رہا تھا۔ کامیابی کی انتہا یہ تھی کہ اب یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین اس کے آگے گھٹنے ٹیک رہے تھے اور پہلے کی طرح اس سے سمجھوتا کر رہے تھے۔ خود اپنے اپنے علاقوں کے بدستور حکمران بن کر رہنے کے لیے گریٹ ایشورارا کو باقی ساری دنیا کا حکمران بنانے پر راضی ہو گئے تھے۔

بالفاظِ دیگر یہ کہنا چاہیے کہ پورے ایشیا کو' افریقا کو اور تمام اسلامی ممالک کو گریٹ ایشورارا کی تحویل میں دینے کا فیصلہ ایسے کر چکے تھے' جیسے یہ دنیا ان کے باپ کی جاگیر ہو اور وہ اپنی جاگیر کا کچھ حصہ سیارے والوں کو عطا کر رہے ہوں۔

مسلمانوں کے لیے بہت بڑا چیلنج تھا۔ ہم انہیں اپنے خلاف آہنی کارروائی کرنے سے روک نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ یورپی عوام ہوں یا ایشیائی عوام..... سیارے والے زندگی کی تمام سہولتیں فراہم کر کے سب ہی کے دل جیت چکے تھے۔

پوری دنیا کو ہمارے خلاف بھڑکاتے رہے تھے کہ ہم مسلمان دہشت گرد ہوتے ہیں۔ برین ماسٹر اور گریٹ ایشورارا انہیں روٹی' کپڑا' مکان' آرام و آسائش' شراب اور شباب سب ہی کچھ مہیا کر رہے تھے۔ اُن کے اَن داتا' مشکل کشا اور ان کے خدا بنتے جا رہے تھے۔ ایسے حالات میں ہم انہیں ایشیا' افریقا اور تمام اسلامی ممالک میں حکمران بننے سے روک نہیں سکتے تھے۔ روکنا چاہتے تو عوام کے دشمن اور دہشت گرد کہلاتے۔

کچھ تو کرنا ہی تھا۔ ہم ٹوٹ سکتے تھے' مگر ان کے آگے جھک نہیں سکتے تھے۔ یہ ایمان پختہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ٹوٹنے نہیں دے گا۔

ہم بظاہر پچھلے تین برسوں سے خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے مگر اپنی بقا کے لیے چپ چاپ کوشش کرتے آ رہے تھے۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ سب سے پہلے اسلام کے قیمتی سرمائے کو تحفظ فراہم کریں گے۔

ہمارے قیمتی سرمائے میں علمائے دین' قابلِ فخر مسلمان سائنسداں' ڈاکٹرز' انجینئرز' قانون داں' موجد اور دانش ور شامل تھے۔ بابا صاحب کے ادارے میں جتنے بھی روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں انہوں نے سب کی لاعلمی میں ان اہم افراد کے دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔ اب کوئی انہیں دماغی اور جسمانی طور پر کمزور بنا کر نہ ان کے اندر آ سکتا تھا اور نہ ہی انہیں اپنا غلام بنا سکتا تھا۔

ان تمام قابلِ فخر مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی گئی تھی کہ وہ جب بھی کوئی خطرہ محسوس کریں تو ''یا اللہ مدد...'' کہہ کر پکاریں۔ یہ ایک طرح کا سگنل ہوگا۔ وہ ایمان سے بھرپور آواز روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچے گی۔ یوں فوراً ہی وہ ان کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گے۔

ہم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تمام مسلمان عورتوں' مردوں اور ان کے بچوں کو تحفظ فراہم کر رہے تھے' جو انتہائی دیانت دار تھے۔ دین کی خاطر جان دینے سے کبھی گریز کرنے والے نہیں تھے۔ ان سب کو منظم اور منظم کیا جا رہا تھا۔ آئندہ یہ اندیشہ تھا کہ مسلمانوں کو دہشت گرد کہنے والے یقیناً ان پر حملہ کر سکتے ہیں۔

ویسے پوری دنیا کے مسلمانوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تحفظ فراہم کرنا ہمارے بس میں نہیں تھا۔ ہم مجاہدین کو منظم کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ لیکن تمام مسلمانوں کو تحفظ فراہم نہیں کر سکتے تھے۔ گھر گھر جا کر ہر ایک کے دماغ میں پہنچنا ممکن نہیں تھا۔

اس کے باوجود تین برسوں میں ہم نے بہت کچھ کیا تھا۔ اگر یورپ اور امریکا کے اکابرین گریٹ ایشورارا سے سمجھوتا کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تو ہم خاموش تماشائی بن کر مزید اپنے دین کی سلامتی کے لیے دن رات جی جان سے کوششیں کرتے رہتے۔

ہم نہیں چاہتے تھے کہ سیارے والے اس بار ان تمام اکابرین کی مدد اور تعاون سے اس زمین پر آئیں اور باقاعدہ اپنی حکومت قائم کریں۔ میں نے امریکی اکابرین سے اور سونیا نے یورپ کے اکابرین سے رابطہ کیا۔ ان سے پوچھا۔ ''یہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''ہم جو بھی کر رہے ہیں' یقیناً تم اچھی طرح جانتے ہوگے۔''

''ہم خوب جانتے ہیں۔ تم سب گریٹ ایشورارا کی حکومت قائم کرنے کے لیے اس سے سمجھوتا کر رہے ہو۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''بے شک۔ ہم ایسا اس لیے کر رہے ہیں کہ اس کے ہاتھوں بہت زیادہ نقصان اٹھا چکے ہیں۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''برین ماسٹر اور گریٹ ایشورارا اب تک ہمارے بے شمار سائنسدانوں' ڈاکٹرز' انجینئرز اور بہترین سیاست دانوں کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں۔ ایشورارا ہمارے پیچھے پڑ گیا تھا۔ تم مسلمانوں کی طرف رُخ نہیں کر رہا تھا۔''

''اچھا تو اس کا رخ ہماری طرف پھیرنے کے لیے تم سب اس کے آگے گھٹنے ٹیک رہے ہو؟''

''بے شک۔ یہی ہماری حکمتِ عملی ہے۔ اپنی سمت آنے والی مصیبت کا رخ دوسری طرف پھیرنا دانشمندی ہے۔''

''دانشمندی نہیں کمینگی ہے۔ تم انگلینڈ' فرانس' جرمن اور امریکا کے حکمران بن کر رہنے کے لیے باقی ساری دنیا کو گریٹ ایشورارا کے حوالے کرنا چاہتے ہو۔''

''یہ تو اصول ہے کہ دیکھ مگر اپنا مطلب دیکھ... اور ہم یہی کر رہے ہیں۔ اپنا فائدہ' اپنی بھلائی دیکھ رہے ہیں۔ دنیا والوں کی خاطر نقصان اٹھانے والی حماقتیں نہیں کر رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''کیا یہ دنیا تمہاری جاگیر ہے کہ جسے چاہو گے اس کے حوالے کر دو گے؟''

سونیا نے کہا۔ ''اب سے پہلے تم لوگوں نے بارہا ہمارے خلاف محاذ آرائی کی ہے۔ ہمیں نقصانات پہنچاتے رہے ہو پھر ہماری جوابی کارروائی کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے ہو' ہم سے معافیاں مانگتے ہو' دوست بن کر رہنے کا وعدہ کرتے ہو' قسمیں کھاتے ہو۔ کیا وہ سب کچھ بھول چکے ہو؟''

''ہمیں سب یاد ہے مگر اس بار تم ہمارے خلاف کچھ نہیں کر سکو گے۔ گریٹ ایشورارا نے پوری دنیا کو آرام طلب اور ہڈ حرام بنا کر رکھ دیا ہے۔ ان کے دل جیت لیے ہیں۔ اگر تم اس کے اور ہمارے خلاف کچھ کرو گے تو یہ دنیا والے تمہیں جینے نہیں دیں گے۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے ناگواری سے کہا۔ ''تم ہمیں کیا نقصان پہنچاؤ گے؟ جب تمہاری مسلمان بستیوں میں آگ لگے گی' عورتیں' مرد' بچے اور بوڑھے زندہ جلتے رہیں گے' باہم دھماکوں سے ان کے چیتھڑے اُڑتے رہیں گے تو تم انہیں کس طرح تحفظ فراہم کر سکو گے؟''

ایک اور حاکم نے کہا۔ ''بے شک تم لوگوں کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک فوج ہے مگر یہ فوج تمام دنیا کے مسلمانوں کو تحفظ فراہم نہیں کر سکے گی۔ ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پہلے اپنا انجام سوچ لو کہ اس دنیا میں کوئی مسلمان' کوئی تمہارے خدا اور رسولؐ کا نام لینے والا زندہ نہیں رہے گا۔ آج سے پندرہ سو سال پہلے کی طرح یہ دنیا دینِ اسلام سے خالی ہو جائے گی۔''

میں نے کہا۔ ''کسی کو خواب دیکھنے سے روکا نہیں جاتا۔ ضرور دیکھو۔ ہمارا دین تو ہڈی کی طرح تمہارے گلے میں اٹک گیا ہے۔ نہ اسے نگل سکتے ہو' نہ اُگل سکتے ہو۔ ہمیشہ اسی بیماری میں مبتلا رہو گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''آئندہ دینِ اسلام رہے گا یا نہیں ...؟ اتنی دور کی کیوں سوچتے ہو؟ خود کو دیکھو اور سوچو! ابھی اگلے ہی لمحے میں یہ دنیا تمہارے وجود سے خالی ہو سکتی ہے۔''

اس حاکم نے پوچھا۔ ''کیا تم مجھے دھمکیاں دے رہی ہو؟''

وہ بولی۔ ''جب تک گولی بندوق میں رہتی ہے' تب تک دھمکی ہوتی ہے۔ جب چل پڑتی ہے تو پھر دھماکا کر دیتی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''فی الحال نہ دھمکی ہے' نہ دھماکا ہے۔ ہم تمہیں سمجھانے آئے ہیں' گریٹ ایشورارا سے کوئی سمجھوتا نہ کرو۔ اس کے ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہماری زمین پر قدم رکھنے نہ دو۔''

سونیا نے کہا۔ ''تمہارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔ تمہارے سائنسدانوں کو' ڈاکٹرز کو' انجینئرز کو اور تمام اہم افراد کو تحفظ فراہم کریں گے۔ ان کے دماغوں کو لاک کر دیں گے پھر نہ کوئی ان کے اندر آ سکے گا' نہ انہیں نقصان پہنچا سکے گا۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''سوری۔ ہم بہت نقصان اٹھا چکے ہیں۔ اس کے بعد ایک ذرا سا بھی نقصان اٹھانے کا حوصلہ نہیں رہا ہے۔ جب تمہارے عالمگیر شہرت رکھنے والے ذہین اور باصلاحیت مسلمان مارے جاتے رہیں گے' تب تم ہمیں نصیحت کرنا بھول جاؤ گے۔ خود ہی ان کے آگے گھٹنے ٹیک دو گے۔''

''اللہ نے چاہا تو ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا۔ تم سب دیکھو گے کہ ہم کس طرح گریٹ ایشورارا کا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا سے پہلے ہم تم سے نمٹیں گے۔ اگر تم نے ان سے سمجھوتا کیا' معاہدہ کیا اور ان کے ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں بلا کر اسے تحفظ فراہم کیا تو تم سب بے موت مارے جاؤ گے۔''

میں نے کہا۔ ''تم گریٹ ایشورارا کے حملوں سے بچنے اور اپنے اپنے ملکوں میں حکومت کرنے کے لیے ساری دنیا کو اس کا غلام بنا دینا چاہتے ہو۔ آئندہ ہمارے حملوں سے بچنے کے لیے کیا کرو گے؟''

وہ بولی۔ ''ہم بھی اسی طرح تمہیں نقصان پہنچائیں

گئے جس طرح گریٹ ایشورارا اب تک تمہیں نقصان پہنچاتا آرہا ہے۔ جاؤ اور اس سے پوچھو کیا وہ تم سب کو ہمارے حملوں سے بچا سکے گا؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''دیکھو! مسلمانوں کو بھی گریٹ ایشورارا کی طرف سے خطرہ ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم اس سے براہِ راست مذاکرات کرو۔ ہمیں دھمکیاں دینے کے بجائے اسے مرعوب کرو۔ وہ تمہارے رعب و دبدبے میں آئے گا تو شاید ہمارا پیچھا بھی چھوڑ دے گا۔''

''ہم پیش آنے والے خطرات سے نمٹنے کے لیے تیار ہیں۔ جہاں تک گریٹ ایشورارا سے بات کرنے کا تعلق ہے تو ہم محض دین کے سپاہی ہیں۔ حضرت علی اسد اللہ تبریزی ہمارے سپہ سالار ہیں۔ وہ ایشورارا سے بات کرنا مناسب سمجھیں گے تو کریں گے۔ ورنہ خواہ مخواہ دشمن کو منہ نہیں لگائیں گے۔''

''کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ ایشورارا ہماری طرح تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا؟''

میں نے کہا۔ ''جنگ شروع ہوتی ہے تو نقصان دونوں طرف ہوتا ہے۔ کسی کا زیادہ ہوتا ہے کسی کا کم ہوتا ہے۔ ہمیں یقین ہے ہمارا نقصان کم سے کم ہوگا۔ اللہ نے چاہا تو ہم پھر ایک بار ایشورارا کو اپنی دنیا سے بھاگنے پر مجبور کردیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''فی الحال تو آستین کے سانپوں کو کچلنے کی ابتدا کررہے ہیں۔''

ایک نے پوچھا۔ ''آستین کے سانپوں سے کیا مراد ہے؟''

''یہی کہ جو ہماری زمین پر رہتے ہیں اور ہمیں ہی ڈستے ہیں۔ اپنے گھر کو بچاتے ہیں اور ہمارے گھروں کو سیارے والوں کے حوالے کردینا چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ تم ہمیں ڈسنا شروع کرو۔ ہم تمہاری گردن مروڑ کر تمہارے اندر کا سارا زہر نکال لیں گے۔''

''یعنی تم ہمیں نقصان پہنچاؤ گے؟''

''بچگانہ سوال نہ کرو۔ اپنے گریٹ ایشورارا کو مدد کے لیے پکارو یا ہمیشہ کی طرح دو غلے بن کر ہم سے عارضی دوستی کرواور ایشورارا سے مخالفت کا اعلان کردو۔''

''ہمارے خلاف کچھ کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ صرف ہم ہی ایشورارا سے سمجھوتا نہیں کررہے ہیں۔ بلکہ دنیا کے تمام لوگ ان کے زیرِ اثر رہنا چاہتے ہیں۔ وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ اس کے باوجود انہیں اپنا حکمران تسلیم کرچکے ہیں۔''

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اگر ہمیں نقصان پہنچاؤ گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عوام کو مشتعل کرو گے۔ کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا کے کئی ارب مشتعل افراد کا مقابلہ کرسکو گے؟''

میں نے کہا۔ ''جس طرح ایشورارا اور برین ماسٹر نے دنیا والوں کو بیوقوف بنایا ہے۔ اسی طرح ہم بھی انہیں بیوقوف بنانا جانتے ہیں۔ آگے آگے دیکھو کہ ہوتا کیا ہے؟''

ہم نے تین برس کے عرصے میں بہت کچھ کیا تھا۔ انتہائی ذہین اور باصلاحیت عیسائیوں اور یہودیوں کے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا۔ انہیں معمول اور تابعدار بنا کر ایک بہت بڑی تنظیم قائم کی تھی۔ اس تنظیم کی کئی شاخیں امریکا اور یورپ کے ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں۔

ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس تنظیم کے سربراہوں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ وہ ہماری مرضی کے مطابق فون اور انٹرنیٹ کے ذریعے رابطہ کرتے ہوئے کہنے لگے۔ ''ہم گارڈز آف دی ورلڈ ہیں۔ تمہارا ایشورارا یہاں آکر لارڈ آف دی ورلڈ بننا چاہتا ہے۔ ہم اس کے مقابلے پر گارڈز ہیں۔ اپنی دنیا کے محافظ ہیں۔ اسے تو کیا' اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی یہاں قدم رکھنے نہیں دیں گے۔''

اکابرین نے کہا۔ ''ہم سمجھ گئے ہیں۔ تم سب مسلمان ہو۔ ہمارے اور ایشورارا کے خلاف آپریشن شروع کرنے والے ہو۔''

''ہم مسلمان نہیں ہیں۔ جرائم پیشہ افراد ہیں۔ ہمارا کوئی مذہب نہیں ہے۔ ہم اپنی حفاظت کے لیے ایسا کررہے ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ ایشورارا یہاں کا حکمران بنے گا تو اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں اپنا غلام بنالیں گے پھر ہم اپنی مرضی کے مطابق مجرمانہ زندگی نہیں گزار سکیں گے۔''

''جھوٹ مت بولو۔ تم سب مسلمان ہو۔ صرف مسلمان... ہم کوئی دھوکا نہیں کھائیں گے۔''

اس وقت جتنے ممالک کے اکابرین فون کے ذریعے گارڈز آف دی ورلڈ کے سربراہوں سے باتیں کررہے تھے۔ ہم ان کے آس پاس کھڑے ہوئے مسلح گارڈز کے اندر پہنچ گئے تھے۔

انہوں نے ہماری مرضی کے مطابق اپنی اپنی گنیں سیدھی کیں پھر انہیں نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''وہ درست کہہ رہے ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ تم سب ہمیں جانتے ہو۔ ہم تمہاری طرح عیسائی ہیں۔ یہودی ہیں مگر ہمارا تعلق تنظیم گارڈز آف دی ورلڈ سے ہے۔ ہم اس دنیا پر صرف اپنی حکومت چاہتے ہیں۔ سیارے والوں کو یہاں آکر حکمرانی کا موقع نہیں دیں گے۔''

ہمارے دوسرے آلہ کار نے کہا۔ ''تم ان سے تعاون کرو گے' ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں بلا کر تحفظ فراہم کرو گے تو بے موت مارے جاؤ گے۔ ابھی تمہاری موت کا تماشا ہم دوسرے اکابرین کو دکھائیں گے تاکہ وہ سبق حاصل کرسکیں۔''

وہ تمام اکابرین حیران تھے۔ پریشان تھے اور بری طرح سہمے ہوئے تھے۔ جن مسلح گارڈز پر بھروسا کرتے تھے' وہی ان کی جان کے دشمن بن گئے تھے۔ انہیں نشانے پر رکھے ہوئے تھے۔

ہمارے آلہ کاروں میں سے ایک نے کہا۔ ''ابھی گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرو۔ اس سے کہو کہ وہ تمہاری جان بچائے۔ تمہیں تحفظ فراہم کرے یا پھر تم اس کا ساتھ چھوڑ دو۔ اس سے دوستی نہ کرو۔ اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہماری زمین پر آنے نہ دو۔''

وہ سب گن پوائنٹ پر تھے۔ ان سے کہا جارہا تھا۔ ''صرف گریٹ ایشورارا سے ہی نہیں' اپنی نوع کے اعلیٰ افسران سے' ٹیلی جنس والوں سے اور دوسرے اکابرین سے بھی فون کے ذریعے رابطہ کرو۔ انہیں بتاؤ کہ کس طرح موت کے شکنجے میں ہو؟ ایک ہی دانشمندانہ فیصلہ تمہیں موت سے بچا سکتا ہے اور وہ ہے کہ امریکا اور یورپ کے اکابرین ایشورارا سے کوئی سمجھوتا' کوئی معاہدہ نہ کریں۔''

گن پوائنٹ پر رہنے والے اکابرین امریکا اور یورپ کے دوسرے تمام اکابرین سے فون کے ذریعے رابطہ کرنے لگے۔ دوسری طرف فوج کا ایک اعلیٰ افسر کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرنے کی کوششیں کررہا تھا۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے گارڈز آف دی ورلڈ کے سربراہوں کی آوازیں سن کر ان کے اندر پہنچنا چاہتے تھے مگر ناکام ہورہے تھے۔ تمام سربراہوں سے انہیں ایک ہی بات معلوم ہوئی کہ وہ سب یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔ کوئی دوست یا دشمن خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر نہیں پہنچ سکتا۔ یہ بات اپنے گریٹ ایشورارا تک بھی پہنچادو۔

گریٹ ایشورارا سے رابطہ قائم ہوگیا۔ آرمی کے اعلیٰ افسر نے اسے صورتِ حال بتاتے ہوئے کہا۔ ''ہم پہلی گارڈز آف دی ورلڈ کا نام سن رہے ہیں۔ اب سے پہلے اس تنظیم کا کوئی وجود نہیں تھا۔''

وہ اعلیٰ افسر گن پوائنٹ پر تھا۔ اس مسلح گارڈ نے کہا۔ ''اب سے پہلے ہماری تنظیم کا وجود اس لیے نہیں تھا کہ تم جیسے کمینے حاکموں نے ایشورارا کو ہماری دنیا کا حکمران بنانے کے سلسلے میں کوئی معاہدہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اب ارادہ کیا ہے تو اس سے پہلے انجام بھی دیکھ رہے ہو۔ تمہارا جو عمل ہے' ہمارا وجود اس کا ردِعمل ہے۔''

ادھر سے گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ''اگر وہ کوئی نئی تنظیم ہے تو تمہیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کون لوگ ہیں' جو ہمارے اور تمہارے خلاف چیلنج بن رہے ہیں اور ابھی تمہاری موت کا سامان کررہے ہیں؟''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم پورے یقین سے

اگر آپ کو

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ' ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ'
ماہنامہ پاکیزہ ڈائجسٹ' ماہنامہ سرگزشت ڈائجسٹ'

کے حصول میں دقت پیش آرہی ہے یا آپ کو اپنے علاقے کے بک اسٹال سے کوئی شکایات ہیں اور آپ کے علاقے میں بروقت پرچہ نہیں پہنچ رہا تو اس کوپن کو پُر کرکے روانہ کریں یا فیکس کریں

(جس پرچے کے بارے میں شکایات ہوں اس پر ٹک کردیں)

1 نام .....

2 پتہ .....

3 ٹیلی فون نمبر .....

4 بک اسٹال کا نام / ٹیلی فون نمبر .....

.....

مندرجہ ذیل ٹیلی فون نمبروں پر بھی رابطہ کرسکتے ہیں

شمر عباس 0301-2454188

بدرالدین سرکولیشن منیجر 5802552-5386783-5804200

فیکس نمبر 5802551

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی

فون: 5895313 فیکس: 5802551

کہتے ہیں' یہ سونیا اور فرہاد علی تیمور ہیں۔ انہوں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے گارڈز آف دی ورلڈ کے نام سے ایک نئی تنظیم بنائی ہے۔ خود کو ان کے پیچھے چھپایا ہوا ہے اور انہیں منظرِ عام پر لا کر یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ہمارے معاملات میں مسلمان ملوث نہیں ہیں۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''میرا بھی یہی خیال ہے۔ مسلمان یہ جانتے ہیں کہ ہم امریکا اور یورپ کے اکابرین سے متحد ہو جائیں گے' ایک دوسرے کے تعاون سے اس دنیا پر حکومت کریں گے تو ان مسلمانوں کی حیثیت صفر ہو کر رہ جائے گی۔ ہم انہیں قدم قدم پر کچلتے رہیں گے۔''

وہ ذرا توقف سے بولا۔ ''جن مسلح گارڈز نے ابھی تمہیں گن پوائنٹ پر رکھا ہوا ہے' ان سے کہو وہ مسلمان ہیں تو خود کو ظاہر کریں۔ نقاب پہن کر ہمارے سامنے نہ آئیں۔''

ہمارے آلہ کار نے کہا۔ ''ہم نہ تو نقاب میں ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ہم یہودی ہیں' عیسائی ہیں۔ ہماری تنظیم میں کوئی مسلمان نہیں ہے۔ ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ تمام یہودی اور عیسائی تمہاری طرح بکاؤ سیاست دان اور حکمران نہیں ہیں۔''

دوسرے گارڈ نے کہا۔ ''تم اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے ہماری دنیا کے تین حصے سیارے والوں کو دینا چاہتے ہو' ہمیں ان کا غلام بنانا چاہتے ہو لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا۔''

وہ گارڈ باری باری بول رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ ''آج نہیں تو کل رفتہ رفتہ یہ ثابت ہو جائے گا کہ ہم تمہارے ہی جیسے یہودی اور عیسائی ہیں مگر تمہاری طرح بے غیرت نہیں ہیں۔ کسی حال میں بھی سیارے والوں کی غلامی قبول نہیں کریں گے۔''

ان کے درمیان گفتگو جاری تھی۔ ایسے وقت برین ماسٹر اور اس کے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے آلہ کار کے اندر پہنچنے کی ناکام کوششیں کیں۔ انہوں نے ایشورارا کو بتایا کہ ان نئے مخالفین کو ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں سے زیر نہیں کیا جا سکے گا۔

ایشورارا نے کہا۔ ''سونیا اور فرہاد سے کہو' وہ ایسی نئی تنظیم اور نئے آلہ کار بنا کر ہماری راہوں میں رکاوٹیں نہ ڈالیں۔ اس کا انجام بہت برا ہوگا۔ ہم نے مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ جب ان کی طرف رخ کریں گے تو وہ ہماری طوفانی قوتوں کے آگے تنکوں کی طرح اڑ جائیں گے۔''

ان اکابرین نے ہم سے رابطہ کیا اور پھر کہا۔ ''تم یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک نئی تنظیم، نئے آلہ کار بنا کر گھسی پٹی چالیں چل رہے ہو۔ اس وقت ہمارے کئی اکابرین تمہارے آلہ کاروں کے نشانے پر ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''فضول باتیں نہ کرو۔ نہ ہم نے کوئی تنظیم بنائی ہے' نہ ہمارے آلہ کاروں نے تمہارے اکابرین کو گن پوائنٹ پر رکھا ہوا ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لو کہ تمام یہودی اور عیسائی تمہاری طرح ذلیل' کمینے اور بے غیرت نہیں ہیں۔ وہ اپنی آزادی کو داؤ پر لگانا نہیں چاہتے۔ اس لیے تمہارا محاسبہ کر رہے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''تمہارے ممالک کی عوام کو رفتہ رفتہ یہ بات معلوم ہوتی رہے گی کہ ہم مسلمان گریٹ ایشورارا کو یہاں آنے سے نہیں روک رہے ہیں۔ بلکہ غیرت مند اور آزادی کے متوالے یہودی اور عیسائی خود ہی تمہارے آگے دیوار بن گئے ہیں۔ اس دیوار کو تم اور ایشورارا مل کر بھی توڑ نہیں پاؤ گے۔''

میں نے کہا۔ ''تمہارا منصوبہ یہ تھا کہ جب ہم گریٹ ایشورارا کے آدمیوں کو روکیں گے' انہیں یہاں سے بھگانے کے لیے جنگ لڑنا چاہیں گے تو تمام دنیا والے ہم مسلمانوں کے خلاف ہو جائیں گے لیکن اب تمہاری بازی اُلٹ رہی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ ثابت ہوتا رہے گا کہ تمہارے مذاہب کے تمہاری ہی قوم کے افراد ایشورارا کے بدترین مخالف ہیں۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا کہ ہم اس سے دوستی کا معاہدہ کر رہے ہیں اور ہماری ہی قوم اس کی مخالفت کر رہی ہے۔''

''جو سچ ہے' وہ ہمیشہ سچ ہی رہتا ہے۔ گریٹ ایشورارا جلد ہی اس سچائی کو تسلیم کر لے گا۔ ابھی تم نے وہ تماشا دیکھا ہی کہاں ہے' جو ہم دکھانے والے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''فی الحال تمہیں ان گارڈز آف دی ورلڈ والوں سے نمٹنا ہے۔ اس وقت گن پوائنٹس پر ہو۔ اپنے ایشورارا سے کہو' وہ تمہاری جان بچائے۔ ہم بعد میں تم سے باتیں کریں گے۔''

ہم نے رابطہ ختم کر دیا۔ خیال خوانی کے ذریعے ان کے حالات معلوم کرنے لگے۔ فوج کا اعلیٰ افسر کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے ایشورارا سے کہہ رہا تھا۔ ''ہم بہت مشکل میں ہیں۔ فرہاد افراز نہیں کر رہا ہے کہ یہ تنظیم گارڈز آف دی ورلڈ اس کی بنائی ہوئی ہے اور ہمیں گن پوائنٹ پر رکھنے والے اس کے آلہ کار ہیں۔''

دوسرے حاکم نے کہا۔ ''لیکن وہ اور سونیا جس طرح ہمیں چیلنج کر رہے ہیں' اس سے اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہے ہیں تاکہ مسلمان بدنام نہ ہوں اور ہماری قوم کے افراد مشتعل عوام کی کارروائیوں کا نشانہ بنتے رہیں۔''

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''یہ بعد کی باتیں ہیں کہ مسلمان کیسی چالیں چل رہے ہیں؟ ابھی تو ہماری جان سولی پر لٹکی ہوئی ہے۔ کسی بھی طرح ان مسلح افراد سے نجات دلاؤ۔ ورنہ یہ ہمیں گولی مار دیں گے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کوششیں کی ہیں مگر وہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔ انہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے زیر نہیں کیا جا سکے گا۔''

''اگر تم ہماری جان نہیں بچا سکو گے تو ہمیں ان کے مطالبات ماننے ہوں گے۔ یہ چاہتے ہیں' ہم تم سے سمجھوتا نہ کریں۔ اگر تمہارے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس دنیا کے کسی بھی علاقے میں پناہ دیں گے تو ہمارے تمام اکابرین ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہمیں اپنی جان بچانے کے لیے ان کی باتیں ماننی ہوں گی۔ ان کا ایک مطالبہ یہ بھی ہے کہ ہم ابھی میڈیا کے ذریعے یہ اعلان کریں کہ گریٹ ایشورارا سے کوئی سمجھوتا کوئی معاہدہ نہیں ہوگا اور نہ ہی سیارے سے کسی بھی شخص کو اس زمین پر آنے کی اجازت دی جائے گی۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''ہرگز نہیں... میں اپنے خلاف کوئی بات کہنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ اس کے برعکس برین ماسٹر تمام ٹی وی چینلز کے ذریعے عوام سے کہے گا کہ تم لوگ ہم سے دشمنی کرنا چاہتے ہو۔ ہمیں زمین پر آنے کی اجازت نہیں دے رہے ہو تو پھر سوچ لو... عوامی ردِعمل کیا ہوگا؟''

تمام اکابرین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ وہ بول رہا تھا۔ ''میں زمین پر کبھی نہیں آ سکوں گا۔ کوئی بات نہیں.... لیکن نہ آنے کے باوجود تمام دنیا والوں کے دلوں اور دماغوں پر حکومت کرتا رہوں گا۔''

کمیونیکیٹنگ مشین ایک ذرا رُکی رہی۔ پھر تحریر ابھرنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''سمجھوتا کرنے سے انکار کرو گے۔ میرے خلاف بولو گے تو اچھی طرح سوچ لو' عوامی ردِعمل کیسا دھماکا خیز ہوگا؟ ابھی تو تم لوگ برائے نام حکمران ہو۔ ہمارا ساتھ نہیں دو گے تو ہم سے سحر زدہ رہنے والے عوام تمہیں برائے نام حکمران بھی نہیں رہنے دیں گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے جلدی سے کہا۔ ''ہم تمہارا مطالبہ مان دینے سے انکار نہیں کر رہے ہیں لیکن اس وقت ہماری جان بنی ہوئی ہے۔ ابھی ان موت کے ہرکاروں سے پیچھا چھڑاؤ ورنہ یہ ہمیں گولی مار دیں گے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''اگر ہم تمہاری دنیا میں ہوتے کسی نہ کسی ہتھکنڈے سے تمہیں بچا لیتے۔ اتنی دور رہ کر صرف ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہ ہتھیار ناکا ہو رہا ہے۔''

وہ ذرا مایوس ہو رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا۔ ''ایسی صورت میں خود اپنے بچاؤ کی تدبیر کرو اور یہ سوچتے رہو ہمارے لیے اس دنیا میں آنے کا راستہ ہموار کرو۔ مزید تاخیر نہیں کرو گے تو تم پر ایسی مصیبتیں نہیں آئیں گی۔ اگر آئیں گی تو ہم تمہیں تحفظ فراہم کریں گے۔ فی الحال تو ہم مجبور ہیں۔''

اس وقت واشنگٹن' لندن' پیرس اور فرینکفرٹ میں تقریباً پندرہ اکابرین ہمارے آلہ کاروں کے نشانے تھے۔ مطالبات نہ ماننے پر ان کی موت لازمی تھی۔

اپنی جانیں بچانے کے لیے ان میں سے ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم تمہارے مطالبات تسلیم کرتے ہیں۔ وعدہ کرتے ہیں کہ گریٹ ایشورارا سے سمجھوتا نہیں کریں گے۔ اس سے یہ معاہدہ نہیں کریں گے کہ ہم دنیا کے ایک حصے پر اور وہ تین حصوں پر حکمرانی کرے گا۔''

ہمارے ایک آلہ کار نے کہا۔ ''اور سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں آئیں گے تو تم میں سے کوئی انہیں چھپا کر نہیں رکھے گا۔ کہیں پناہ نہیں دے گا۔ ہم سے دھوکا کرو گے تو یہ بات چھپی نہیں رہے گی پھر اس کے برے نتائج ہو سکتے ہیں' یہ تم خود سمجھ سکتے ہو۔''

''ہم وعدہ کرتے ہیں' سیارے کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو خفیہ طور پر پناہ نہیں دیں گے۔''

''تو پھر امریکا اور یورپ کے تمام ٹی وی چینلز کے ذریعے اعلان کرو کہ تم گریٹ ایشورارا سے کسی طرح کا معاہدہ نہیں کرو گے اور نہ ہی ان سیارے والوں کو اپنی زمین پر حکومت کرنے کی اجازت دو گے۔''

انہوں نے پریشان ہو کر کہا۔ ''ہم ایسا اعلان کریں گے تو ایشورارا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری جان کے دشمن بن جائیں گے۔ جب چاہیں گے' ہمارے اندر آ کر ہماری موت بن جائیں گے۔''

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم اپنی سلامتی کے لیے

تمہارے تمام مطالبات تسلیم رہے ہیں۔ اب ایسا کوئی مطالبہ نہ منواؤ' جس سے ہماری جان چلی جائے۔''

ایک مسلح گارڈ نے کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ اس طرح نہ سہی' دوسری طرح کہہ سکتے ہو۔ تمام چینلز کے ذریعے ہمارے بارے میں اعلان کرو کہ اس دنیا کو سیارے والوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک نئی تنظیم گارڈز آف دی ورلڈ قائم کی گئی ہے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''اس تنظیم کے افراد گریٹ ایشورارا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنی زمین پر آنے نہیں دیں گے۔''

تیسرے آلہ کار نے کہا۔ ''اپنے اعلان کے دوران یہ وضاحت بھی کرو کہ اس تنظیم کا تعلق مسلمانوں سے نہیں ہے۔ یہ خالص یہودیوں اور عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ ایسا کہتے وقت تم ایشورارا کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے جو چاہو' کہہ سکتے ہو۔''

وہ تمام اکابرین فون کے ذریعے متعلقہ شعبوں کے اعلیٰ عہدیداروں سے رابطہ کرنے لگے۔ انہیں حکم دینے لگے کہ تمام چینلز کے ذریعے عوام کو مخاطب کیا جائے۔ ان سے وہ سب کچھ کہا جائے' جس کی بریفنگ ابھی دی جارہی ہے۔

ان کی بریفنگ کے مطابق آدھے گھنٹے کے اندر تمام چینلز کے ذریعے ایک نئی تنظیم گارڈز آف دی ورلڈ کے بارے میں تفصیلی باتیں بتائی جانے لگیں۔

دنیا کے تمام لوگوں کو معلوم ہونے لگا کہ یہ نئی تنظیم سیارے والوں کے خلاف ہے۔ انہیں اپنی زمین پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں دینا چاہتی ہے۔ انہوں نے یہ عزم کیا ہوا ہے کہ سیارے سے کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا آئے گا تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

یہ بات خاص طور پر بار بار دُہرائی گئی کہ اس تنظیم کا تعلق مسلمانوں سے نہیں ہے۔ یہ خالص یہودیوں اور عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ یہ لوگ اپنی دنیا کی حفاظت کرنے کے لیے امریکی اور یورپی اکابرین کو گریٹ ایشورارا سے کوئی سمجھوتا اور معاہدہ کرنے نہیں دیں گے۔

میں اپنے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ مختلف چینلز پر یہ باتیں سن رہا تھا اور عوام کا ردِعمل بھی دیکھ رہا تھا۔ جو لوگ آرام طلب اور ہڈ حرام بن گئے تھے۔ محنت مزدوری سے جی چراتے تھے۔ وہ سب مشتعل ہو کر فون کے ذریعے مختلف چینلز پر اپنے غصے کا اظہار کررہے تھے۔

ہم ان کی آوازیں سن کر ان کے اندر پہنچ رہے تھے۔ انہیں دماغی جھٹکے پہنچا رہے تھے اور سمجھا رہے تھے۔ ''انسان بن جاؤ۔ زرقِ حلال کھاؤ۔ شراب سے اور عورتوں سے توبہ کرو۔ ورنہ بے موت مارے جاؤ گے۔''

جنہیں دماغی جھٹکے پہنچ رہے تھے' سزائیں مل رہی تھیں۔ وہ سب سہم کر چپ ہو گئے تھے۔ احتجاج کرنا بھول گئے تھے۔ دوسرے احتجاج کرنے والوں کو بتا رہے تھے کہ انہیں کس طرح سزائیں مل رہی ہیں؟

جو لوگ ان کی باتوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں پہنچ جاتے تھے پھر انہیں بھی ویسی ہی سزائیں دی جاتی تھیں۔ تب یہ یقین ہو جاتا تھا کہ گریٹ ایشورارا کے خلاف جو نئی تنظیم وجود میں آئی ہے' وہ بہت طاقتور ہے۔ نظر نہیں آتی ہے مگر انہیں دماغی جھٹکے پہنچاتی ہے اور عذاب میں مبتلا کرتی رہتی ہے۔

ہم نے گارڈز آف دی ورلڈ کے ذریعے تمام اکابرین کو حکم دیا کہ وہ سیارے والوں کے خلاف خلائی جنگ شروع کریں۔ ان کے خلائی اسٹیشن کو ایک جگہ نہ رہنے دیں۔ ہماری دنیا کے جاسوس خلائی اسٹیشن ان کا سراغ لگاتے رہیں گے' انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے پر مجبور کرتے رہیں گے تو وہ دنیا والوں سے رابطہ قائم نہیں کرسکیں گے۔

چونکہ بے شمار اکابرین کو یرغمال بنایا گیا تھا۔ ان کے دماغوں میں پہنچ کر دھمکیاں دی جارہی تھیں کہ گریٹ ایشورارا کے خلائی اسٹیشن کو تباہ نہ کیا گیا یا اسے کششِ ثقل سے باہر جانے پر مجبور نہ کیا گیا تو ان تمام اکابرین کی پہلے شامت آئے گی پھر موت آئے گی۔

لہٰذا فوراً ہی جاسوس خلائی اسٹیشنوں کے ذریعے سیارے والوں کا سراغ لگایا جانے لگا۔ جب بھی ان کا سراغ ملتا تھا' وہ اس طرف جاتے تھے۔ اِدھر سیارے والے خطرے کا سگنل ملتے ہی اپنی جگہ چھوڑ کر کششِ ثقل سے باہر نکل جاتے تھے۔

خلا میں ایسی آنکھ مچولی کا نتیجہ یہ ہو رہا تھا کہ سیارے والے زمینی کشش کی حد میں نہیں آرہے تھے۔ کبھی آتے تھے تو فوراً ہی خطرے کا سگنل مل جاتا تھا اور وہ وہاں سے دور چلے جاتے تھے۔

پہلے وہ اپنے خلائی اسٹیشن سے زمین تک پہنچ کر تمام ٹی وی چینلز پر قبضہ جما لیتے تھے۔ وہاں سے دنیا کے تمام لوگوں کو مخاطب کرتے تھے۔ انہیں اپنے زیرِ اثر لاتے رہتے تھے لیکن اب ان کے لیے یہ ممکن نہیں رہا تھا۔ انہیں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

گریٹ ایشورارا کمپیوٹیکیٹنگ مشین کے ذریعے بار بار اکابرین سے کہہ رہا تھا۔ ''اپنے جاسوس سٹلائٹ کو ہمارے تعاقب میں نہ بھیجو۔ ورنہ انجام بہت برا ہوگا۔''

اور اکابرین جواب دیتے تھے۔ ''ہم تو تم سے سمجھوتا اور معاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کررہے ہیں۔ اگر تمہیں خطرے کا سگنل ملتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے کوئی ایسی کارروائی ہورہی ہے' جو ہماری تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔''

وہ ایسے ہی الجھے ہوئے جواب دے کر گریٹ ایشورارا کو الجھا رہے تھے۔ اگرچہ سمجھوتا اور معاہدہ کرنا چاہتے تھے مگر اس کے آگے مجبور اور بے بس ہو کر رہنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ اسے سمجھوتے اور معاہدے کا لالچ بھی دیا جائے اور بڑی رازداری سے اس کے خلائی اسٹیشن کو کششِ ثقل میں رہنے بھی نہ دیا جائے۔

اس طرح گریٹ ایشورارا کو اس کے عزائم سے باز نہیں رکھا جاسکتا تھا مگر عارضی طور پر اس کے لیے مشکلات پیدا کی جارہی تھیں۔ ایسی حکمتِ عملی کے نتیجے میں ہمیں اتنا موقع مل رہا تھا کہ ہم دنیا والوں کو گریٹ ایشورارا کے سحر سے نکالنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

وہ پچھلے تین برسوں میں صرف ایک حکمران کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ایک اَن داتا اور نادیدہ بھگوان کی حیثیت سے ان کے ذہنوں پر چھا گیا تھا۔ انسان اپنی ضروریات کے آگے جھکتا ہے۔ ہماری دنیا کے لوگ اس کے آگے جھکنے اور سجدہ کرنے کے لیے بھی شائد تیار ہو چکے تھے۔

گریٹ ایشورارا نے دنیا والوں کو معاشی اور مالی خوشحالی دے کر اَن دیکھی زنجیروں میں جکڑ دیا تھا۔ وہ اس کے عقیدت مند بن چکے تھے۔ کسی اور حکمران کو تو کیا' دنیا کے کسی مذہب کے کسی خدا کی بھی پرستش کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کا اَن داتا صرف اور صرف ایشورارا بن چکا تھا۔

اس کے سحر کو توڑنا' اس کی پالیسیوں کو خاک میں ملانا تقریباً ناممکن سا لگ رہا تھا پھر بھی ہم کوششیں کررہے تھے۔ اس نے تین برس میں اپنا سکہ جمایا تھا۔ ہم بھی کوششیں کرتے رہتے تو انشاء اللہ تین برسوں میں تمام دنیا والوں کو اس کے سحر سے نکال سکتے تھے اور ہم یہی کررہے تھے۔

دنیا کے مختلف ممالک میں ایسے لوگوں کے اندر پہنچتے تھے' جو گریٹ ایشورارا کے گن گاتے رہتے تھے اور اپنے حکمرانوں کے خلاف زہر اگلتے رہتے تھے۔

تمام صنعتی اور زراعتی اداروں کے کاریگروں اور اہم کارکنوں کے دماغوں میں پہنچ جاتے تھے اور انہیں باغیانہ روش پر چلنے سے باز رکھنے کی کوششیں کرتے رہتے تھے۔ جب وہ سمجھانے سے نہیں سمجھتے تھے تو ہم انہیں دماغی جھٹکے پہنچا کر ہاتھ جوڑنے اور گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیتے تھے۔

میں اور سونیا ذاتی طور پر کارنامے انجام نہیں دے رہے تھے۔ موجودہ حالات کے مطابق ہمارے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے دن رات ہماری ہی طرح مصروف رہنے لگے تھے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اپنے ملک کے عوام کو گریٹ ایشورارا کے سحر سے نکالنے کی کوششیں کررہے تھے۔

جن ملکوں کے صنعتی' زراعتی شعبوں میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مصروف رہتے تھے وہاں یہی تاثر قائم ہوتا تھا کہ تنظیم گارڈز آف دی ورلڈ کے تمام کارکن دنیا والوں کو ہڈحرامی اور حرام خوری کی دلدل سے نکالنے میں مصروف ہیں۔

دوسری طرف ایشورارا بھی خاموش نہیں تھا۔ وہ اپنے طور پر چالیں چل رہا تھا۔ چھ ماہ کے طویل عرصے کے بعد اچانک ہی اس کی طرف سے پہلا حملہ ہوا۔

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کسی اجنبی کی آواز اپنے اندر سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں گریٹ ایشورارا کا نائب ہوں۔ میرا نام چنگارارا ہے۔ میں نے تمہاری دنیا میں آنے اور فوراً یہاں سے چلے جانے کا چور راستہ نکال لیا ہے۔ آئندہ میرے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اسی چور راستے سے آتے جاتے رہیں گے۔''

اس اعلیٰ افسر نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ تو ہمارے لیے بڑی ہی مسرت کی بات ہے کہ تم لوگوں نے یہاں آنے کا راستہ بنا لیا ہے۔ اب ہماری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ ہم گریٹ ایشورارا سے سمجھوتا کرسکیں گے اور یہاں مل جل کر حکمرانی کرنے کا معاہدہ بھی کریں گے۔''

چنگارارا نے کہا۔ ''بکواس مت کرو۔ تم سب دو غلے ہو۔ ہم سے سمجھوتا اور معاہدہ کرنے کا وعدہ کرتے ہو۔ سبز باغ دکھاتے ہو۔ لیکن درپردہ اپنے کئی جاسوس سٹلائٹ کے ذریعے ہمارے خلائی اسٹیشن کا سراغ لگاتے رہتے ہو اور ہمارے قریب پہنچنے کی کوششیں کرتے رہتے ہو۔''

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ ''تمہاری ایسی حرکتوں کے باعث ہم پچھلے چھ ماہ سے کششِ ثقل سے باہر بھٹک رہے ہیں۔''

اس اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہمارے جاسوس سلائٹ تمہارے تعاقب میں نہیں رہتے ہیں۔ یہ دراصل مسلمان ہیں۔ وہ اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے تمہارے قریب پہنچنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے وقت تمہیں خطرے کا سگنل ملتا ہے تو تم اپنی جگہ چھوڑ کر چلے جاتے ہو۔''

چنگارارا نے اس کے ذہن کو ایک ہلکا سا جھٹکا دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ اس نے دوسرے اعلیٰ افسر سے کہا۔ ''تم سب جھوٹے اور دغاباز ہو۔ میں یہاں پچھلے دو دنوں سے کتنے ہی اکابرین کے دماغوں میں جا تا رہا ہوں اور یہ حقیقت معلوم کرتا رہا ہوں کہ تم لوگ بظاہر دوستی کرتے ہو مگر پیچھے سے آکر پیٹھ میں چھرا گھونپتے ہو۔''

ایک افسر نے اپنی صفائی میں کہا۔ ''مسلمان ہمارے درمیان فساد پھیلانا چاہتے ہیں۔ خلا میں وہی تمہارا تعاقب کر رہے ہیں۔ تمہیں ہم پر بھروسا کرنا چاہیے۔''

وہ سخت لہجے میں بولا۔ ''بھروسے کی بات نہ کرو۔ میں اچھی طرح تصدیق کر چکا ہوں۔ تم ہی ہمارے تعاقب میں رہتے ہو۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو ابھی احکامات جاری کرو اور ان تمام جاسوس سلائٹ کو اپنی جگہ واپس جانے کو کہو۔ یہ بھی حکم دو کہ جہاں ہمارا خلائی اسٹیشن ہوگا' وہ ادھر کا رخ بھی نہیں کریں گے۔ اگر کریں گے تو میں یہاں تم سب کی موت بنتا رہوں گا۔''

اس اعلیٰ افسر نے دوسرے اکابرین کو فون کے ذریعے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا کا نائب چنگارارا ہماری دنیا میں آچکا ہے۔ اس وقت میرے اندر موجود ہے۔ وہ کہہ رہا ہے' اگر جاسوس سلائٹ کی کارروائیاں نہ روکی گئیں تو ہم سب بے موت مارے جائیں گے۔ میرے بعد تم سب کی باری آئے گی۔''

ایسے وقت میں ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس کے ذریعے وہ فون کال سن رہا تھا۔ پھر اس اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ گیا' جس کے اندر چنگارارا موجود تھا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔

اُن میں سے ایک نے کہا۔ ''چنگارارا! ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والے اس اعلیٰ افسر کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیں گے تو تم اس کے اندر زلزلہ پیدا نہیں کر سکو گے مگر یہاں سے فوراً ہی دوسرے اکابرین کے اندر جا کر انہیں ذہنی عذاب میں مبتلا کرتے رہو گے۔''

ایک اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے کہ گریٹ ایشورارا کے ساتھ ہمارا کوئی معاہدہ' کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکے گا۔ اگر ہم اس کے سامنے نہیں جھکیں گے تو وہ تم جیسے لوگوں کو اس زمین پر بھیج کر ہمارے لیے مسائل پیدا کرتا رہے گا۔ ہماری جانیں لیتا رہے گا۔''

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''اور اگر ہم اس کا ساتھ دیں گے تو یہ مسلمان ہمیں مصائب میں مبتلا کرتے رہیں گے۔ ایک نئی تنظیم گارڈز آف دی ورلڈ کے ذریعے طرح طرح کے مسائل پیدا کرتے رہیں گے۔ ہمارے بیوی اور بچوں کے لیے بھی عذابِ جان بنتے رہیں گے۔''

ایک اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''ہم دونوں طرف سے جکڑے ہوئے ہیں۔ اب ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ جب مرنا ہی ہے' جان دینا ہی ہے تو کسی سیّارے والے سے دوستی کیوں کریں؟ کیوں حکمران بنانے کے لیے اسے یہاں آنے کا موقع دیں؟ اس سے تو بہتر ہے' ہم اپنی ہی دنیا کے لوگوں سے اتحاد قائم کریں۔''

ایک اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''اس مصیبت کی گھڑی میں ہم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے' مسلمان ہمارے دشمن نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو یہ ہمارے آپس کا معاملہ ہے۔ اپنی دنیا کے معاملات سے ہم خود نمٹیں گے مگر کسی سیّارے والے کو مداخلت کرنے نہیں دیں گے۔''

چنگارارا نے کہا۔ ''اگر تمہارے اکابرین کا یہی فیصلہ ہے تو اب ہماری جوابی کارروائی دیکھو....''

ایسے وقت میں نے کہا۔ ''جسٹ آ منٹ چنگارارا! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔''

وہ ذرا چونک گیا۔ میں نے کہا۔ ''مجھے یہ سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ امریکی اور یورپی اکابرین بیرونی دشمنوں کو بھگانے کے لیے اندرونی مخالفتوں کو بھول رہے ہیں۔ غلامی کا طوق پہننے کے بجائے ہم مسلمانوں سے دوستی اور تعاون چاہتے ہیں۔''

میں ذرا چپ ہوا پھر بولا۔ ''یہ ان کی بہترین حکمتِ عملی ہوگی۔ تم یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اسی لمحے سے انہیں ہمارا تعاون حاصل ہو رہا ہے۔ اب تم امریکی اور یورپی اکابرین کو جانی نقصان پہنچا کر ان سے اپنی باتیں نہیں منوا سکو گے۔ جانتے ہو کیوں...؟''

چنگارارا نے کہا۔ ''فرہاد علی تیمور! میں نے تمہارے اور سونیا کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ تم دونوں کے متعلق میرے لیے یہ بات ناقابلِ برداشت ہے کہ تمہیں ناقابلِ

شکست کہا جاتا ہے۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ میں کیا ہوں اور کیا کرسکتا ہوں؟ اچھا ہوا کہ یہاں آتے ہی پہلے تم سے سامنا ہو رہا ہے۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''یہی کہ ہم اُن جاسوس سٹلائٹ کو امریکیوں سے چھین لیں گے۔ انہیں اپنے کنٹرول میں رکھیں گے۔ ہم تمام اکابرین سے کہتے ہیں کہ وہ تم سے دوستی کریں' سمجھوتا کریں' معاہدہ کریں... جو چاہیں کریں۔ ساتھ ہی یہ تماشا دیکھتے رہیں کہ ہم کس طرح گریٹ ایشورارا کے خلائی اسٹیشن کو نیست و نابود کردیں گے۔ یا اسے دور کہیں بھاگ جانے پر مجبور کردیں گے۔''

چنگارارا نے کہا۔ ''ہماری پالیسی یہ رہی کہ ہم نے پہلے مسلمانوں کو چیلنج نہیں کیا۔ امریکی اور یورپی اکابرین سے نمٹتے رہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ تمام اکابرین ہمارے زیرِاثر آچکے تھے۔''

وہ ذرا ٹھہر کر بولا۔ ''مگر تم مسلمانوں نے اور ایک نام نہاد تنظیم گارڈز آف دی ورلڈ نے ان کے لیے مسائل پیدا کرنے شروع کردیے اور یہ بیچارے مجبور ہو کر ہمیں دھوکا دینے لگے۔ بہرحال یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ پہلے تم مسلمانوں سے نمٹنا ہوگا۔''

''تو پھر جاؤ۔ اپنے گریٹ ایشورارا سے مشورے کرو کہ ہم سے کس طرح نمٹنا شروع کرو گے؟ آدھے گھنٹے کے بعد میں اسی اعلیٰ افسر کے دماغ میں آکر تم سے باتیں کروں گا اور یہ بتاؤں گا کہ تم اس وقت واشنگٹن سے کس سمت میں کتنے فاصلے پر ہو؟ اس کے آدھے گھنٹے بعد یہ بتانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ کیونکہ اب سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد میں تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔''

اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ میں نے آواز دی ''ہیلو چنگارارا! چپ کیوں ہو؟ کیا دُم دبا کر بھاگ گئے ہو؟''

میرے سوال کا کوئی جواب نہ ملا۔ اس اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''شاید وہ جا چکا ہے۔''

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد! آپ نے تو کمال کردیا۔ وہ ہمارے اکابرین کو جانی نقصان پہنچانے آیا تھا۔ لیکن اب اپنی جان کی خیر منا رہا ہوگا۔ کیا واقعی آپ آدھے گھنٹے میں معلوم کرلیں گے کہ وہ کس سمت میں کتنے فاصلے پر ہے؟''

دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پوچھا۔ ''کیا واقعی آپ ایک گھنٹے کے اندر اس کی شہ رگ تک پہنچ جائیں گے؟''

میں نے کہا۔ ''میں کیا کرنے والا ہوں' یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا لیکن تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اکابرین کو شرم اور غیرت دلاؤ۔ ہم کئی بار ان پر احسانات کرچکے ہیں مگر وہ بہت ہی احسان فراموش ہیں۔''

وہ سب ہی خاموشی سے سن رہے تھے۔ میں نے کہا۔ ''اس وقت ہم نے سب سے بڑا احسان یہ کیا ہے کہ ان کے سر سے موت کو ٹال دیا ہے۔ یہ چیلنج کیا ہے کہ ہم جاسوس سٹلائٹ کو کنٹرول کریں گے۔ ایشورارا کے خلائی اسٹیشن کا تعاقب کرتے رہیں گے۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ ہم نے ساری ذمہ داری ہمارے الزامات اپنے سر لے لیے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں تمہاری طرف آنے والی موت کا رخ اپنی طرف پھیر لیا ہے۔''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''بے شک۔ آپ نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ میں تمام اکابرین کی طرف سے کہتا ہوں' آئندہ ہم سب صدقِ دل سے آپ کا ساتھ دیتے رہیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''تم ساتھ دو یا نہ دو ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ کبھی بھولے بھٹکے اپنی دوغلی حرکتوں پر نادم ہوجایا کرو۔ کبھی تو ہمارے احسانات یاد کرلیا کرو۔ ہم پچھلے تین برسوں سے تمہاری بے بسی اور مجبوریاں دیکھتے آرہے ہیں۔''

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''تم لوگ سپر پاور کہلاتے ہو۔ بہت بڑی فوجی قوت رکھتے ہو۔ لیکن پہلے بھی ایشورارا کو یہاں سے بھگانے میں ناکام رہے ہو۔ پہلے بھی اسے ہم نے بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔ اس بار بھی تم تین برسوں تک اس کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہ کرسکے۔ اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔ اس سے سمجھوتا اور معاہدہ کرنے پر آمادہ ہوگئے۔''

میں ایسے حقائق بیان کر رہا تھا کہ وہ سب ہی چپ چاپ سن رہے تھے۔ میں نے کہا۔ ''ہم اس عرصے میں خاموش رہے۔ یوں خاموش رہ کر دنیا والوں کو دکھاتے رہے کہ تم لوگ ہماری دوستی اور تعاون کے بغیر ہمیشہ ناکام ہوتے رہو گے۔ پہلے بھی اس دنیا کو ایشورارا کا غلام بنانا چاہتے تھے۔ اس بار بھی تمہارے یہی ارادے تھے۔''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم یہ بات مانتے ہیں۔ بے شک ایشورارا کے مقابلے میں ہمیشہ ناکام رہے ہیں۔ تم لوگوں نے اسے پہلے بھی زیر کیا تھا۔ اب بھی حالات بتا رہے ہیں کہ

وہ تمہارے مقابلے میں پھر شکست کھائے گا۔''

ایک حاکم نے کہا۔ ''میں ابھی تمام اکابرین کی کانفرنس طلب کرتا ہوں۔ ہم سب یہ وعدہ کریں گے کہ آئندہ کچھ بھی ہو جائے۔ گریٹ ایشورارا ہماری جان کا عذاب بن جائے' ہمارے بیوی بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ پھر بھی ہم تم سے دوستی اور تعاون کریں گے۔''

''ہم سے تعاون کرو گے تو اپنی بہتری کے لیے کرو گے۔ ورنہ یہ تو ثابت ہو رہا ہے کہ ہم مسلمانوں سے تعاون کیے بغیر ہم سے دوستی رکھے بغیر اس دنیا کو تیار رہنے والوں سے محفوظ نہیں رکھ سکو گے۔ بہرحال وہ آدھے گھنٹے بعد تمہارے دماغ میں ضرور آئے گا۔ یہ معلوم کرنا چاہے گا کہ میں اس کے متعلق کس حد تک معلومات رکھتا ہوں؟ فی الحال جا رہا ہوں۔''

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس وقت الپا' عالی' کبریا' فرمان اور ٹونی جے وغیرہ میرے دماغ میں تھے اور مجھ سے ہونے والی باتیں سونیا کو بتاتے جا رہے تھے۔

عالی نے پوچھا۔ ''پاپا! آپ آدھے گھنٹے کے اندر کیسے معلوم کریں گے کہ چنگارارا واشنگٹن سے کتنے فاصلے پر ہے؟''

میں نے اور سونیا نے مسکراتے ہوئے اپنی پوتی انوشے کو دیکھا پھر میں نے کہا۔ ''پتا نہیں وہ کم بخت کہاں چھپا ہوا ہے؟ یہ تو میری پوتی ہی مجھے بتا سکتی ہے۔ نہیں بتائے گی تو وہاں میری بڑی سبکی ہوگی۔''

انوشے نے کہا۔ ''اوگریٹ پا! آپ کیوں مجھے مشکلات میں ڈالتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے سختی سے تاکید کی ہے' مجھے روحانی علوم کے ذریعے دنیاوی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔''

سونیا نے کہا۔ ''بے شک۔ تمہیں اعلیٰ حضرت کی ہدایات پر عمل کرنا چاہیے۔ ہم بھی یہ نہیں چاہیں گے تم ہمارے اور سیارے والوں کے معاملے میں مداخلت کرو۔ قدرت کی منشا کے مطابق جو ہونے والا ہے' وہ ہوتا رہے گا۔ ہم تمہارے روحانی علوم کے ذریعے چنگارارا تک پہنچنا نہیں چاہتے۔ صرف معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔''

اس نے ایک ذرا بے بسی سے اپنی دادی کو دیکھا۔ وہ بولی۔ ''ہم اسے دہشت زدہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ جہاں بھی جائے گا' ہم سے چھپ کر نہیں رہ سکے گا۔''

میں نے کہا۔ ''چنگارارا یہاں مرے گا یا زندہ واپس جائے گا... یہ ہم نہیں جانتے۔ تمہارے روحانی علوم کے ذریعے اس کی موت بھی نہیں بننا چاہتے۔ بس تم اس کے متعلق ایسی باتیں بتاتی رہو کہ اعلیٰ حضرت کو کوئی شکایت نہ ہو۔ ہم تمہیں ان کے سامنے شرمندہ نہیں ہونے دیں گے۔''

الپا نے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری دادی اور دادا جو کہہ رہے ہیں' تمہیں وہی کرنا چاہیے۔ مجھے یقین ہے' اعلیٰ حضرت کو تم سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔''

انوشے نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''او کے گرینڈ پا! آپ جو کہیں گے' میں وہی کروں گی۔ فی الحال مجھ سے کچھ نہ پوچھیں۔ جب چنگارارا سے بولتے رہیں گے تو میں آپ کے اندر موجود رہوں گی اور آپ اس وقت اس کے بارے میں جو بھی کہیں گے' وہی باتیں درست ہوں گی۔''

اس وقت ہم سب بابا صاحب کے ادارے میں ایک کمرے کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ عالی اور ایمان علی کچھ دنوں کے لیے وہاں آئے ہوئے تھے۔ بے باک مومن' ٹونی جے اور فرمان بھی خیال خوانی کے ذریعے موجود تھے۔ پارس اور پورس بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ایک اہم معاملے میں مصروف تھے۔

میں آدھے گھنٹے بعد اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ایک کانفرنس ہال میں کئی اکابرین کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔

چنگارارا خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا۔ اس نے ان کے ایک مسلح گارڈ کو اپنا آلہ کار بنا لیا تھا اور اس کے ذریعے بول رہا تھا۔ ''فرہاد علی تیمور نے دعویٰ کیا ہے' وہ آدھے گھنٹے بعد میرے متعلق بہت کچھ بتا سکے گا کہ میں یہاں سے کس سمت میں کتنے فاصلے پر ہوں؟''

وہ ذرا چپ رہا۔ پھر بولا۔ ''اس نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ مزید آدھے گھنٹے بعد میری شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔ آپ حضرات اپنی اپنی گھڑیاں دیکھیں۔ آدھا گھنٹا گزر چکا ہے' مگر وہ واپس آنا بھول گیا ہے۔''

میں نے وہاں ایک مسلح گارڈ کو آلہ کار بنا کر اس کے ذریعے کہا۔ ''گھڑی کے کانٹے درست کہہ رہے ہیں۔ میں مقررہ وقت کے مطابق یہاں موجود ہوں۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ ہنگامی طور پر جتنے اکابرین یہاں اکٹھے ہو سکتے تھے' ہو گئے ہیں۔''

سب ہی چونک کر اس گارڈ کو دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ ''آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ چنگارارا کس

Pakistanipoint
waqar azeem

طرح چھپ کر ہماری دنیا میں آیا ہے؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''بے شک۔ مسٹر فرہاد! ہم یہ ضرور معلوم کرنا چاہیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''دنیا کے تمام ملکوں میں ریڈارز اور جاسوسی آلات نصب کیے گئے ہیں تاکہ سیارے سے آنے والے ہماری نظروں سے چھپ نہ سکیں مگر اتنی بڑی دنیا میں ہر جگہ ایسے آلات نصب نہیں کیے جا سکتے۔''

وہ سب ہی تائید میں سر ہلانے لگے۔ میں نے کہا۔ ''کیا اس دنیا میں ایسے بے شمار علاقے نہیں ہیں' جہاں جاسوسی آلات نصب نہیں کیے گئے ہیں اور ان علاقوں کو کوئی اہمیت بھی نہیں دی گئی ہے؟''

کئی اکابرین میری اس بات کی تائید کرنے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''بے شک ایسے علاقے ہیں۔ کیا یہ چنگارارا ایسے ہی کسی علاقے سے آیا ہے؟''

میں نے آلہ کار کے ذریعے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ''گریٹ ایشورارا نے بڑی تگ و دو کے بعد یہ معلوم کیا ہے کہ کن علاقوں میں جاسوسی آلات نصب نہیں کیے گئے ہیں۔ اس نے ایسے ہی ایک علاقے میں خلائی جہاز کے ذریعے چنگارارا کو یہاں پہنچایا ہے اور یہ تنہا نہیں آیا ہے۔''

تمام اکابرین نے چونک کر میرے آلہ کار کو دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا نے اسے چار ساتھیوں کے ساتھ اس زمین پر پہنچایا ہے۔''

انہوں نے سوالیہ نظروں سے اس آلہ کار کو دیکھا' جس کے اندر چنگارارا موجود تھا۔ وہ بولا۔ ''فرہاد جھوٹ کہہ رہا ہے۔ میں اس زمین پر بالکل تنہا آیا ہوں اور تنہا ہی فرہاد کو موت کے گھاٹ اتاروں گا۔''

میں نے کہا۔ ''تم آگے جا کر کیا کرو گے؟ یہ بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی تو اپنی خیر مناؤ۔ تم یہاں تنہا نہیں ہو۔ تمہارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کانفرنس ہال میں موجود ہیں۔''

میں نے اپنے آلہ کار کے ذریعے ایک اعلیٰ افسر کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا ایک ساتھی اس اعلیٰ افسر کے اندر ہے۔''

پھر میں نے باقی تین افراد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اس کے تین ساتھی ان تینوں کے اندر موجود ہیں۔ یہ چنگارارا کے حکم کے بغیر نہیں بولیں گے۔ گونگے بن کر رہیں گے۔''

وہ میری باتیں سن کر پریشان ہو گیا تھا مگر ڈھیٹ بن کر کہہ رہا تھا۔ ''فرہاد ایسی باتیں کہہ رہا ہے' جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس کی یہ بات غلط ہے کہ میں یہاں تنہا نہیں ہوں اور یہ بات بھی غلط ہے کہ یہاں میرے چار ساتھی موجود ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''چنگارارا! تو ابھی تسلیم کرے گا اور گھبرا کر یہاں سے بھاگے گا۔ میں تیرے متعلق سب سے آخر میں بتاؤں گا۔ پہلے ان چار ساتھیوں کے متعلق بتا رہا ہوں۔''

میرے آلہ کار نے اعلیٰ افسر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''تیرا جو ساتھی اس افسر کے اندر موجود ہے' وہ اس وقت لندن میں ہے۔ میں اس کا پتا ٹھکانا بتاؤں گا تو ابھی انٹیلی جنس والے اور لندن کی پولیس اسے گرفتار کر لے گی۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد! آپ کو یہ بات نہیں چھپانی چاہیے۔ ہمیں اس کا پتا ٹھکانا بتائیں۔ ابھی اسے گرفتار کیا جائے گا۔''

میں نے آلہ کار کے ذریعے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''سوری۔ میں چنگارارا اور اس کے چار ساتھیوں کا معاملہ خود ہینڈل کروں گا۔ اس لیے آپ لوگوں کو اس کا پتا نہیں بتاؤں گا۔ ہاں مگر چنگارارا ابھی میرے سچ سے انکار کرے گا تو پتا بتا دوں گا۔ بول چنگارارا! کیا کہتا ہے تُو....؟''

وہ گھبرا کر بولا۔ ''تم ...تم بالکل سچ کہہ رہے ہو۔ تمہاری معلومات ہمیں حیران و پریشان کر رہی ہیں۔ کیا واقعی میرے متعلق بھی بہت کچھ جانتے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''تم کیا چیز ہو؟ تمہارا گریٹ ایشورارا بھی یہاں آ کر حیران پریشان ہوتا رہا ہے۔ پھر میری سونیا سے خوفزدہ ہو کر اس دنیا سے ایسے نکل بھاگا کہ آج تک واپس نہ آ سکا۔''

اکابرین میں سے ہر ایک باری باری کہہ رہا تھا۔ ''فرہاد علی تیمور! فار گاڈ سیک۔ آپ کو اپنے خدا کا واسطہ... ہمیں ان چاروں کے پتے ٹھکانے بتا دیں۔''

میں نے کہا۔ ''میں کہہ چکا ہوں' یہ میرا کھیل ہے۔ میں خود کھیلوں گا اور یہ بتاتا رہوں گا کہ جن سیارے والوں کے سامنے تم بے بس اور کمزور ہوتے رہے ہو' اب میں انہیں تگنی کا ناچ نچاؤں گا۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم ماضی میں یہ دیکھ چکے ہیں کہ سونیا اور فرہاد نے سیارے والوں میں سے کسی کو زندہ واپس جانے نہیں دیا۔ آئندہ چنگارارا ابھی اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے زندہ سلامت واپس نہیں جا سکے گا۔ ہمیں یہ معاملہ فرہاد پر چھوڑ دینا چاہیے۔''

میں نے کہا۔ ''یہی دانشمندی ہو گی۔ کیونکہ پچھلے تین برسوں میں تم لوگوں نے ان میں سے کسی کو کسی محاذ پر شکست نہیں دی۔ آزمائش کے ہر مرحلے پر ان کے سامنے کمزور ہوتے چلے گئے۔''

اکابرین میں سے ایک نے سوال کیا۔ ''مسٹر فرہاد علی تیمور! جب آپ جانتے ہیں کہ یہ چاروں یہاں آ چکے ہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ چنگارارا اور اس کے باقی ساتھی کس ملک کے کس شہر میں چھپے ہوئے ہیں تو آپ نے انہیں ڈھیل کیوں دی؟ ان سے نمٹ کیوں نہیں رہے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''فی الحال انہیں خونخوار شکاری کتے ہی سمجھا جائے۔ تم لوگوں نے آئندہ ہم سے تعاون کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اب تمہاری دوغلی حرکتیں نہیں چلیں گی۔ اگر تم وعدے کے مطابق عمل نہیں کرو گے۔ ہم سے تعاون نہیں کرو گے تو ہم ان کتوں کو تم پر چھوڑ دیں گے۔''

انہوں نے پریشان ہو کر میرے آلہ کار کو دیکھا۔ میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''یہ چنگارارا اور اس کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے تم سب کو تباہ و برباد کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ایسے وقت ہم خاموش تماشائی بن کر رہیں گے۔ جیسا کہ پچھلے تین برسوں سے رہتے آئے ہیں۔''

تمام اکابرین باری باری کہنے لگے۔ ''ہم اپنے وعدے پر قائم رہیں گے۔ آپ سے ہر طرح کا تعاون کریں گے۔ ہمیں بتائیں' ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

''فی الحال تو یہی کریں کہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے اور دوسرے ذرائع سے اپنے ملک کی عوام کو راہ راست پر لائیں۔ جو آرام طلب اور ہڈ حرام ہو چکے ہیں۔ انہیں سزائیں دیں۔ شراب و شباب کے عادی لوگوں کا بھی محاسبہ کریں۔ انہیں یہ یقین دلائیں کہ اب سیارے سے کوئی فراڈ اَن داتا آ کر ان کی دستگیری نہیں کرے گا۔ انہیں محنت و مشقت سے' اپنی صلاحیتوں اور ہنرمندی سے روزی حاصل کرنی ہو گی۔''

ایک حاکم نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''بے شک۔ ہم یہی کریں گے اور یہی ہونا بھی چاہیے۔''

میں نے کہا۔ ''اور اس پروپیگنڈے کو ختم کرنا ہو گا کہ مسلمان دہشت گرد ہیں۔ یہ بیانات دینے ہوں گے کہ مسلمانوں کے تعاون سے گریٹ ایشورارا کو ہماری دنیا سے بھگایا جا رہا ہے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''فرہاد صاحب! آپ کی باتیں ریکارڈ کی جا رہی ہیں۔ جو بھی مطالبات ہیں' ہم اسی کے مطابق عمل کریں گے۔''

میں نے کہا۔ ''آج تک مسلمانوں کے خلاف جو زہر اگلتے رہے ہو' اب اس زہر کا توڑ کرو۔ آئندہ تمہارے بیانات سے' تمہارے عمل اور ردِعمل سے یہ ثابت ہونا چاہیے کہ مسلمان امن و امان سے رہنے والی قوم ہے۔ ہمیں تم لوگوں سے اتنا ہی تعاون چاہیے۔''

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''اور اگر یہ تعاون بھی حاصل نہ ہوا تو پھر یہ پانچ کتے تمہارے لیے کافی ہوں گی۔ ہم انہیں زندہ رکھیں گے۔ ڈھیل دیتے رہیں گے۔ اِدھر سے اُدھر بھاگنے اور چھپنے پر مجبور کرتے رہیں گے۔ ان کے ساتھ آنکھ مچولی ہوتی رہے گی اور ساتھ ہی ساتھ تمہیں آزمایا جاتا رہے گا کہ تم کس حد تک ہم سے تعاون کر رہے ہو؟''

پھر میں نے اس مسلح گارڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''چنگارارا! تم اچھی طرح سمجھ رہے ہو' میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ جب چاہوں گا' تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا مگر زبان کا دھنی ہوں۔ ابھی کوئی کارروائی کرنے کے لیے تمہارے قریب نہیں آؤں گا۔ جیسا کہ ان اکابرین سے کہہ چکا ہوں کہ تمہیں ڈھیل دیتا رہوں گا۔''

میں نے اس آلہ کار کے ذریعے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ''یہ نہیں کہوں گا کہ اپنے سیارے میں واپس چلے جاؤ۔ ہاں۔ یہ ضرور کہوں گا کہ یہاں رہو گے تو آج یا کل' ایک ہفتے یا ایک مہینے کے بعد بے موت مارے جاؤ گے۔''

میں نے اس کے روبرو پہنچ کر کہا۔ ''مگر تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ میرے ہاتھوں نہیں مارے جاؤ گے۔''

اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''سیارے سے آنے والوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا ٹھیکا سونیا کو دیا گیا ہے۔ جب تک تم ان اکابرین کو اور ہماری دنیا کے کسی بھی فرد کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچاؤ گے' تب تک وہ تمہاری موت نہیں بنے گی۔ صرف شامت بنتی رہے گی۔ اس زمین پر تمہیں سکون سے رہنے نہیں دے گی۔''

تمام اکابرین میری باتیں سن رہے تھے اور متاثر ہو رہے تھے۔ میں نے اس کے آلہ کار سے کہا۔ ''اب یہاں سے جاؤ اور سوچو کہ تمہیں اس دنیا میں رہنا چاہیے یا واپس چلے جانا چاہیے؟''

میں نے تمام اکابرین پر ایک سرسری سی نظر ڈالی پھر

اپنی پوتی انوشے کی رہنمائی کے مطابق کہا۔ ''یہ اپنے چاروں ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے جا چکا ہے۔ اب کسی افسر کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والا دشمن نہیں ہے۔''

تمام اکابرین مطمئن ہو کر میری طرف دیکھنے لگے۔ ایک نے تمام افسران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ سونیا اور فرہاد ہمیشہ گریٹ ایشورارا پر بھاری پڑتے رہے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ تیارے والوں کو ہماری دنیا سے باہر بھگایا ہے۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''جس طرح فرہاد صاحب نے چیلنج کیا ہے' اس کے پیشِ نظر چنگارارا اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں نہیں رہے گا۔ اسے معلوم ہو چکا ہے' جہاں بھی چھپنے جائے گا' وہاں سونیا اور فرہاد پہنچ جائیں گے۔''

پھر ایک اعلیٰ حاکم نے مجھ سے پوچھا۔ ''مسٹر فرہاد! آپ نے یہ کیسے معلوم کیا کہ وہ ہماری دنیا میں تنہا نہیں آیا ہے۔ اس کے ساتھ چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور ان میں سے ایک لندن میں ہے؟''

ایک اور حاکم نے کہا۔ ''پھر تو آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ اس کے بقیہ تین ساتھی کن ممالک میں چھپے ہوئے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''ایک تو لندن میں ہے' دوسرا پیرس میں اور تیسرا جرمنی میں ہے۔ چوتھا ٹیلی پیتھی جاننے والا چنگارارا کا دستِ راست ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ دونوں امریکا کے ایک شہر میں ہیں۔ میں اس شہر کا نام نہیں بتاؤں گا۔ یہ نہیں چاہوں گا کہ یہاں کے اعلیٰ جنس والے ان دونوں کے پیچھے پڑ جائیں۔ جو میرا شکار ہیں' وہ صرف میری ہی نگرانی میں رہیں گے۔'' ایک نے کہا۔ ''بے شک آپ نہ بتائیں۔ اپنے معاملات اپنے ہی ہاتھوں میں رکھیں مگر اتنا تو بتا دیں' آپ کن ذرائع سے ایسی اہم معلومات حاصل کر لیتے ہیں؟''

میں حقیقت نہیں بتا سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ ''تیارے سے جو غیر معمولی مشین آئی تھی۔ وہ تو تباہ ہو چکی تھی۔ وہ مشین نہ ہمارے پاس رہی نہ تمہارے پاس رہی۔ لیکن بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ رہی۔''

تمام اکابرین نے چونک کر میرے آلہ کار کو دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''ہم بہت پہلے ہی ایسی دوسری مشین تیار کر چکے تھے۔ اس وقت میں اسی مشین کے سامنے بیٹھا اسکرین پر تم سب کو دیکھ رہا ہوں اور جب منظر بدلتا ہوں تو چنگارارا اور اس کے ساتھیوں کو بھی دیکھتا رہتا ہوں۔''

وہ سب بڑی دلچسپی سے اور لگن سے میری باتیں سن رہے تھے۔ میں نے کہا۔ ''اس مشین کے فنکشن کو آپ سب اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی اجنبی دشمن نظر نہ آتا ہو۔ صرف اس کی آواز سنائی دیتی ہو تو ہم آڈیو سسٹم کے ذریعے اس بولنے والے کو اس مشین کی اسکرین پر دیکھ لیتے ہیں۔''

وہ سب تائید میں سر ہلا رہے تھے اور باری باری کہہ رہے تھے۔ ''بے شک ہم اس غیر معمولی مشین کو کبھی بھول نہیں سکیں گے۔ ہمارے ماہرین دن رات کوششیں کر چکے ہیں کہ کسی بھی طرح ایسی ایک مشین تیار ہو جائے۔ لیکن ہم ناکام رہے ہیں۔''

دوسرے نے کہا۔ ''آج معلوم ہو رہا ہے کہ آپ لوگ ایسی مشین تیار کر چکے ہیں اور اس وقت اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔''

''آئندہ بھی ہم اسی طرح فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ تیارے سے آنے والے ہماری نگاہوں سے بچ کر' چھپ کر نہیں رہ سکیں گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم سب نے دل و جان سے وعدہ کیا ہے' آپ سے ہر معاملے میں تعاون کرتے رہیں گے۔ کبھی دشمنی نہیں کریں گے۔ اب تک مسلمانوں کے خلاف جو پروپیگنڈا کرتے آ رہے ہیں' اس کی تلافی کریں گے۔ جلد ہی آپ لوگوں کے خلاف تمام غلط فہمیاں یکسر ختم ہو جائیں گی۔ ہم اس سلسلے میں ایک تعاون چاہتے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''یعنی یہ چاہتے ہو کہ ہم نے جو غیر معمولی مشین بنائی ہے۔ اس کا ایک بلیو پرنٹ تمہیں بھی دے دیں؟''

''بے شک ہم یہی چاہتے ہیں۔ یہ احسان کر دو گے تو ہم زندگی بھر مسلمانوں کے گن گاتے رہیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''تم نے ہماری دنیا میں سب سے پہلے ایٹم بم بنایا اور یہ چاہتے رہے کہ کوئی دشمن ملک ایٹمی قوت نہ بنے۔ اکثر اسلامی ممالک کی مخالفت کرتے رہتے ہو۔ یہ ہر انسان ہر ملک کا حکمران چاہتا ہے کہ جو قوت اس کے پاس ہے وہ دوسرے کے پاس نہ ہو۔ تو پھر ہمارے پاس جو غیر معمولی مشین کی قوت ہے' ہم یہ کیوں چاہیں گے کہ یہ تمہارے پاس بھی پہنچ جائے؟ سوری یہ بھی نہیں ہو گا۔ تم میں سے کوئی ہماری غیر معمولی مشین کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھ پائے گا اور نہ ہی کبھی اس کا بلیو پرنٹ حاصل کر سکے گا۔''

وہ میری باتیں سن کر مایوس ہو رہے تھے۔ کچھ کہنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا۔ ''اس سلسلے میں بحث نہ کی

جائے۔ ہمارے درمیان دوستی رہے گی۔ ہم ایک دوسرے سے تعاون کریں' مگر دوستی کی ایک حد مقرر رہے گی۔ نہ ہم تم سے کچھ طلب کریں گے۔ نہ تم ہم سے کچھ مانگو گے۔ ہم صرف ایک دوسرے کی مصیبت میں کام آئیں گے۔''

میں نے ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک ایک کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''فی الحال ہماری مصیبت مشترکہ ہے۔ ہم دونوں ہی گریٹ ایشورارا کو ہمیشہ کے لیے یا تو ختم کر دینا چاہتے ہیں یا اسے اپنی دنیا سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ تم اپنے جاسوس سیٹلائٹ کو ہمیشہ فعال رکھو اور اس کے خلائی اسٹیشن کو کبھی کششِ ثقل میں نہ آنے دو۔''

میرا آلہ کار ایک جگہ رکتے ہوئے بولا۔ ''اگر چنگارارا اور اس کے ساتھیوں کی طرح کوئی یہاں آئے گا تو اس سے ہم مسلمان نمٹتے رہیں گے۔ یوں ایک دوسرے سے تعاون کرتے رہیں گے تو تیارے والے کبھی ہماری زمین پر قدم نہیں جما سکیں گے۔''

وہ آلہ کار ان کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک طرف جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کے ذریعے کہا۔ ''اب میں جا رہا ہوں۔ اپنے وعدے کے مطابق اپنے ملک کی عوام کو گریٹ ایشورارا کے سحر سے نکالنے کے لیے دن رات کوششیں کرتے رہو۔ ہم مسلمانوں کو دہشت گرد کہہ کر بدنام نہ کرو اور ہماری نیک نامی بحال کرتے رہو۔ جب تک ایسا کرتے رہو گے' تب تک چنگارارا یا کوئی بھی تیارے کا ٹیلی پیتھی جاننے والا تم میں سے کسی کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ بس اب میں جا رہا ہوں۔''

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس وقت اپنے کوارٹر میں تنہا تھا۔ میری پوتی انوشے میرے اندر موجود تھی۔ اس نے کہا۔ ''گرینڈ پا! میں نے آپ کی محبت سے مجبور ہو کر تعاون کیا ہے۔ جبکہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ پلیز.... آئندہ آپ مجھے ایسے کسی معاملے میں ملوث نہ کریں۔''

''کیا یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں اپنی پوتی سے کسی بھی معاملے میں تعاون حاصل نہ کروں؟''

''ایسا تعاون حاصل نہ کریں' جو اعلیٰ حضرت کی ہدایات کے خلاف ہو۔''

میں نے ایک انگلی سے سر کھجاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ ''تم تو میری دادی اماں بن گئی ہو۔ ایسے ٹھوس جواب دیتی ہو کہ میں چپ رہ جاتا ہوں۔''

میں نے ایک ذرا سوچنے کے بعد کہا۔ ''چلو کوئی بات نہیں۔ تم روحانی علوم کے ذریعے مجھ سے کوئی تعاون نہ کرو۔ لیکن میں تمہارا دادا ہوں۔ تم میرے معاملات میں شریک تو رہ سکتی ہو؟ تمہارا یہ دادا بوڑھا ہو چکا ہے۔ اِس کی لاٹھی بن کر ساتھ۔ ساتھ تو چل سکتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''گرینڈ پا! آپ بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کریں۔ میں ساتھ رہوں گی تو کیا آپ کو کسی مشکل میں اور کسی مسئلے میں الجھتے ہوئے دیکھ سکوں گی؟ جب نہیں دیکھ سکوں گی تو بے اختیار روحانی قوت سے کام لینے پر مجبور ہو جاؤں گی۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''میرے چالاک دادا جان کو سمجھنا چاہیے کہ ان کی پوتی نادان نہیں ہے۔ اگر مجھے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں تو پہلے اعلیٰ حضرت سے اجازت حاصل کر لیں پھر میں ہر سانس میں آپ کے ساتھ رہنے پر فخر کرتی رہوں گی۔''

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''مجھے پتا ہے' اجازت نہیں ملے گی۔ بہر حال صرف اتنا بتا دو کہ جس طرح ہم نے چنگارارا کو دہشت زدہ کیا ہے۔ کیا اس کے بعد وہ ہماری دنیا میں رہے گا؟''

''بس اس آخری سوال کا جواب دے رہی ہوں اور جا رہی ہوں۔ وہ اور اس کے چار ساتھی بری طرح دہشت زدہ ہو گئے ہیں۔ اب سے چوبیس گھنٹے بعد وہ تیارے میں واپس چلے جائیں گے... اللہ حافظ۔''

وہ میرے دماغ سے چلی گئی۔ میں اسے روکنا چاہتا' اپنی محبتوں کا واسطہ دیتا تو بھی نہ جاتی۔ وہ وہیں بابا صاحب کے ادارے میں تھی۔ دوڑتی ہوئی میرے پاس چلی آتی۔ لیکن میں نے محبت اور جذبات کا سہارا لے کر اسے مجبور نہیں کیا۔

ویسے یہ بات میرے مزاج کے خلاف تھی کہ کوئی دشمن نظروں میں آ جائے اور وہ بچ کر چلا جائے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے کہا۔ ''تمہاری پوتی نے بہت ہی مختصر سا تعاون کیا ہے۔ وہ اعلیٰ حضرت کی ہدایات پر عمل کر رہی ہے۔ اب ہمارا ساتھ نہیں دے گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ چنگارارا اپنے ساتھیوں کے ساتھ کہیں چھپا رہے گا اور ہم اس کا سراغ نہیں لگا پائیں گے؟''

''ہاں۔ سراغ لگانے کا کوئی راستہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ انوشے نے آخر میں صرف اتنا بتایا ہے کہ وہ سب خوفزدہ

ہیں۔ چوبیس گھنٹے بعد یہاں سے اپنے سیارے میں واپس چلے جائیں گے۔''

وہ بولی۔ ''یہ نہیں ہوسکتا۔ وہ پانچوں میرا شکار ہیں۔ میں انہیں جانے نہیں دوں گی۔ یہاں ان کا برا انجام ہوگا تو گریٹ ایشورارا مزید تشویش میں مبتلا ہوگا۔ ہماری ہیبت اس پر طاری رہے گی۔''

''میں بھی یہی چاہتا ہوں مگر سمجھ میں نہیں آتا' ان پانچوں کا سراغ کس طرح لگایا جائے؟''

''کوئی تو تدبیر کرنی ہوگی۔ تم بھی سوچو۔ میں بھی سوچ رہی ہوں۔ کوئی بات سمجھ میں آئے تو فوراً مجھ سے رابطہ کرو۔''

میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ سوچنے لگا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے؟ چنگارارا اور اس کے چاروں ساتھی ہمارے لیے گہری تاریکی میں تھے اور تاریکی میں انسان آنکھیں رکھتے ہوئے بھی اندھا بن جاتا ہے۔ کسی کو ڈھونڈ نہیں پاتا۔ گھوم پھر کر یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ روحانی علوم کا سہارا لیے بغیر ہم کبھی ان پانچوں تک پہنچ نہیں پائیں گے۔

میں اپنے کوارٹر میں بیٹھا ہوا تھا۔ سونیا اپنے کوارٹر میں تھی۔ اس نے فون کے ذریعے کہا۔ ''تم بھی شاید وہی سوچ رہے ہو' جو میں سوچ رہی ہوں۔ ہم روحانی علوم کے بغیر ان کا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔''

''بے شک۔ میں یہی سوچ رہا ہوں۔ اس سلسلے میں اپنی پوتی کو مجبور نہیں کرنا چاہتا۔ یہ جانتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت اعتکاف میں ہیں۔ ہم کسی بھی معاملے میں ان سے بات نہیں کرسکیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''بس ایک آمنہ ہے۔''

''وہ بھی اعلیٰ حضرت کی اجازت کے بغیر ہماری رہنمائی نہیں کرے گی۔''

''تم شوہر ہو۔ اس کے مجازی خدا ہو۔ بڑی محبت سے بہلا پھسلا کر کسی بھی طرح ان پانچوں کا پتا ٹھکانا معلوم کرلو۔''

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی آمنہ کے پاس جا رہا ہوں۔''

میں اپنے کوارٹر سے نکل کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا آمنہ کی طرف جانے لگا۔ ہم سب کے کوارٹر ایک دوسرے کے قریب تھے۔ میں وہاں پہنچا تو وہ حسبِ معمول عبادت میں مصروف تھی۔ میں اس سے کچھ فاصلے پر آ کر فرش پر بیٹھ گیا۔

وہ عبادت کا وقت نہیں تھا۔ لیکن وہ فاضل اوقات میں بھی اپنے معبود سے لو لگائے رکھتی تھی۔ اس وقت مراقبے میں تھی۔ اسے میری آمد کا علم ہوگیا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھول کر ایک ذرا سر گھما کر مجھے دیکھا۔

میں نے کہا۔ ''اگر مجھے مداخلت نہیں کرنی چاہیے تو میں پھر آؤں گا۔''

اس نے کہا۔ ''نہ جاؤ... کبھی کبھی تو آتے ہو۔''

''اس لیے کبھی کبھی آتا ہوں کہ دن رات عبادت میں مصروف رہتی ہو۔ سوچتا ہوں' یہاں آؤں گا تو خواہ مخواہ مداخلت کروں گا۔ ابھی ایک اہم ضرورت سے مجبور ہو کر آیا ہوں۔''

''یعنی کوئی مسئلہ ہے؟ اسے میں ہی حل کرسکتی ہوں؟''

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''یہی بات ہے۔ انجان نہ بنو۔ تم ہمارے تمام مسائل کو خوب سمجھتی ہو۔''

''اور تم بھی خوب سمجھتے ہو کہ میں اعلیٰ حضرت کی اجازت کے بغیر روحانی علوم کے ذریعے تمہاری رہنمائی نہیں کروں گی۔''

''یہ صرف میرا مسئلہ ہوتا تو تمہارے پاس نہ آتا۔ سیدھا اعلیٰ حضرت سے رجوع کرتا۔''

اس نے پوچھا۔ ''تو پھر یہ کس کا مسئلہ ہے؟''

میں نے کہا۔ ''ہمارا تمہارا اور تمام مسلمانوں کا ہے۔ دینِ اسلام کا مسئلہ ہے۔ دین کے دشمن ہماری زمین پر آئے ہوئے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ سزا پائے بغیر یہاں سے واپس جائیں۔ گریٹ ایشورارا کے خلاف جوابی کارروائی بہت لازمی ہے۔''

''میں کیا بتاؤں' جو لوگ آئے ہوئے ہیں' انہیں زندہ واپس جانا چاہیے یا نہیں؟ اس سلسلے میں بہت کچھ جانتے ہوئے بھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔''

''تمہارے روحانی علوم اور تمہاری تمام معلومات تمہیں مبارک ہوں۔ میں صرف اتنا پوچھتا ہوں' کیا دین کے دشمنوں کا محاسبہ نہیں کرنا چاہیے؟ انہیں یونہی چھوڑ دینا چاہیے؟''

وہ بولی۔ ''دشمنوں کو ڈھیل نہیں دینی چاہیے۔ بے شک ان کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ جو لوگ روحانی علوم نہیں جانتے' وہ اپنی ذہانت سے' فراست سے اپنے ایمانی جذبے سے دشمنوں کا محاسبہ کرتے ہیں۔ مقابلہ کرتے ہیں۔''

''یہی میں کہتا ہوں۔ ان کا محاسبہ اور مقابلہ کرنے لیے ہمیں ان کے روبرو پہنچنا چاہیے۔ یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں؟ اگر وہ اسی طرح چھپ کر یہاں سے فرار ہو جائیں گے پھر نئی کمک اور نئی قوتوں کے ساتھ واپس آئیں گے اور ہمارے لیے عذابِ جان بن جائیں گے

تو کیا یہ تمہیں گوارا ہوگا؟''

میری باتیں اسے الجھا رہی تھیں۔ وہ کچھ پریشان ہو کر بولی۔ ''میں اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت سے بات کروں گی پھر تمہیں جواب دوں گی۔''

''اعلیٰ حضرت اعتکاف میں ہیں۔ میں جانتا ہوں' وہ پانچوں دشمن چوبیس گھنٹوں کے اندر اس دنیا سے فرار ہو جائیں گے۔''

وہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگی۔ میں نے کہا۔ ''تم اس حد تک مجھ سے تعاون کرو کہ اعلیٰ حضرت کو اعتراض نہ ہو۔ صرف ان کا پتا ٹھکانہ بتا دو۔ اس کے بعد میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔ چپ چاپ یہاں سے چلا جاؤں گا۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''چلو اٹھو یہاں سے جاؤ۔ سونیا کو تنزانیہ کے ساحلی شہر دارالسلام بھیجو۔ پھر حالات اسے جہاں پہنچانا چاہیں گے' وہ وہاں پہنچ جائے گی۔''

یہ کہہ کر اس نے منہ پھیر لیا۔ آنکھیں بند کرلیں پھر مراقبے میں پہنچ گئی۔ میں وہاں سے اٹھ کر باہر آ گیا۔ اپنے کوارٹر کی طرف جاتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے بولا۔ ''سونیا! فوراً سفری بیگ اٹھاؤ اور اپنے کوارٹر سے باہر آؤ۔ میں بھی اپنا سفری بیگ لے کر آ رہا ہوں۔ ہمیں تنزانیہ کے شہر دارالسلام جانا ہے۔''

کسی حد تک ہماری مشکل آسان ہوگئی تھی۔ آمنہ نے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ پانچوں دشمن جو مختلف ممالک میں تھے۔ وہ ایک ہی جگہ دارالسلام میں کہاں ملیں گے؟ کس طرح ملیں گے؟ ان کا پتا ٹھکانا کیا ہے؟ اس نے واضح طور پر کچھ نہیں بتایا تھا۔ بہرحال جتنا بتایا تھا' وہی ہمارے لیے کافی تھا۔

جب میں اکابرین کے درمیان کانفرنس ہال میں تھا تب مجھے اپنی پوتی کے ذریعے اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ چنگارارا اس وقت واشنگٹن میں ہے۔ وہاں سے فرار ہو رہا ہے۔ ایک دستِ راست بھی اس کے ساتھ ہے۔ باقی دوسرا ساتھی لندن میں' تیسرا پیرس میں اور چوتھا فرینکفرٹ میں ہے۔

اس کے بعد میری پوتی نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ہمیں کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ اب کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

بعد میں پتا چلا کہ وہ پانچوں واقعی دہشت زدہ ہو گئے تھے۔ انہیں یقین ہوگیا تھا کہ میں اپنے پُراسرار ذرائع سے ان کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر چکا ہوں۔ وہ جہاں بھی چھپنے جائیں گے' میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔

چنگارارا نے فرار ہونے کے دوران کمیونیکیشنگ مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اسے بتایا تھا کہ وہ پانچوں ہماری دنیا میں چھپ کر نہیں رہ سکیں گے۔ سونیا اور فرہاد نے پتا نہیں کیسے انہیں ٹریس کرلیا ہے۔

ایشورارا نے انہیں حکم دیا۔ ''تم پانچوں جہاں بھی ہو' وہ جگہ بدل دو۔ وہاں سے تنزانیہ کے شہر دارالسلام چلے جاؤ۔ خیال خوانی کے ذریعے سونیا اور فرہاد سے یا امریکی اکابرین سے رابطہ رکھو۔ معلوم کرتے رہو' کیا فرہاد کو تمہاری جگہ بدلنے کا علم ہو چکا ہے؟''

چنگارارا نے کہا۔ ''ہم یہی کرتے رہیں گے۔ یہ جاننے کی کوششیں کریں گے کہ فرہاد نے ہمارا پتا ٹھکانا کس طرح معلوم کرلیا تھا؟ کیا آئندہ بھی وہ اسی طرح معلومات حاصل کرتا رہے گا؟''

''دارالسلام پہنچ کر بھی وہ دونوں خطرے کی طرح منڈلاتے رہیں گے۔ زائر کے ویران صحرا میں تمہارے لیے خلائی جہاز پہنچ جائے گا۔ میں تم لوگوں کی سلامتی چاہتا ہوں۔ اب اپنے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس زمین پر مرنے نہیں دوں گا۔''

وہ اس کے احکامات کے مطابق دارالسلام کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ چنگارارا اپنے دستِ راست کے ساتھ نیویارک پہنچ گیا تھا۔ وہاں سے تنزانیہ کی طرف جانے والا تھا۔ باقی تین ساتھی لندن' پیرس اور فرینکفرٹ سے روانہ ہونے والے تھے۔

ایسے وقت میں اور سونیا بھی پیرس ایئرپورٹ پر پہنچ گئے تھے۔ ہمیں بھی آمنہ نے بتا دیا تھا کہ ان پانچوں سے ہمارا سامنا کہاں ہوسکتا ہے۔

آمنہ نے اشارتاً یہ کہا تھا کہ حالات سونیا کو وہاں لے جائیں گے' جہاں اسے جانا چاہیے ہوگا۔ اس کی پیشگوئی کے مطابق یہی ہو رہا تھا۔ چنگارارا کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جو پیرس میں تھا' وہ بھی دارالسلام جانے کے لیے ایئرپورٹ کی عمارت میں پہنچا ہوا تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے چنگارارا سے کہا۔ ''میں اس وقت ایئرپورٹ میں ہوں۔ ایک گھنٹے بعد میری فلائٹ روانہ ہوگی۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ فرہاد میری تاک میں ہے یا نہیں؟''

چنگارارا نے کہا۔ ''میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

یہ کہتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میرے دماغ میں آنا چاہا تو میں نے سانس روک لی۔ اس وقت سونیا کار ڈرائیو کر رہی تھی اور میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا

ہوا تھا۔ ہم ائیر پورٹ کی طرف جا رہے تھے۔

اس نے دوسری بار آنا چاہا تو میں نے پوچھا۔ ''کون ہو تم.....؟''

''میں چنگارا رابول رہا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''اس وقت نہ بولو۔ میں بہت مصروف ہوں۔ جاؤ یہاں سے.....''

میں نے سانس روک لی۔ وہ چلا گیا۔ میرے دماغ سے نکلتے ہی امریکی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''میں چنگارا رابول رہا ہوں۔ تم سے دشمنی کرنے نہیں آیا ہوں۔ فرہاد سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا ہے۔ ایسے وقت جبکہ وہ کہیں مصروف ہے تو میں تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''میں سن رہا ہوں۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

اس نے پوچھا۔ ''کیا تم اپنی دنیا میں ہمیشہ مسلمانوں کے دوست بن کر رہ سکو گے؟ تم تو دوستی نبھاؤ گے۔ کیا وہ نبھا سکیں گے؟ کیا تم ہم سے اتحاد قائم کر کے انہیں کچلنا نہیں چاہو گے؟''

اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''کیا یہ سمجھ رہے ہو' فرہاد اس وقت تم سے غافل ہے۔ تمہارے بارے میں یہ نہیں جانتا ہے کہ تم کہاں چھپے ہوئے ہو؟''

''میں یہی معلوم کرنے کے لیے اس سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ کترا رہا ہے۔''

''تم یہ نہیں جانتے' وہ کتنا طاقتور ہے؟ کیسے پُراسرار طریقوں سے تم لوگوں کے بارے میں معلومات رکھتا ہے؟ اس ایک مسلمان کے خوف سے تم چھپتے پھر رہے ہو تو پوری مسلمان قوم کو کچلنے میں ہماری کس طرح مدد کر سکو گے؟''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''پہلے اپنی خیر مناؤ۔ کیا یہاں سے زندہ اپنے سیارے میں واپس جا سکو گے؟ اگر زندہ رہے تو پھر کبھی تم سے باتیں ہوں گی۔ ابھی یہاں سے جاؤ اور آئندہ اجازت کے بغیر ہمارے اندر نہ آیا کرو۔''

وہ اپنے پیرس والے ماتحت کے پاس آ کر بولا۔ ''فرہاد اور سونیا کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہو رہا ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں ہیں؟ کیا کر رہے ہیں؟ مجھے چند سیکنڈ کے لیے اس کے دماغ میں جانے کا موقع ملا تھا۔ وہ دونوں ایک کار میں بیٹھے کہیں جا رہے تھے۔ کس شہر میں ہیں؟ کہاں جا رہے ہیں؟ یہ معلوم نہ ہو سکا۔ بہر حال ایک گھنٹے بعد تمہاری فلائٹ جانے والی ہے۔ تم وہاں سے روانہ ہو جاؤ۔''

جب میں نے چنگارا رارا کو اکابرین کے درمیان چیلنج کر تھا۔ تب سے اب تک کئی گھنٹے گزر چکے تھے اور ہم نے ار میں سے کسی کا محاسبہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے کہ ہم ان کے متعلق کچھ جانتے ہی نہیں تھے۔ وہ کسی حد تک مطمئن ہو گئے تھے پھ بھی تشویش میں مبتلا تھے۔ ہمارے متعلق معلومات حاصل کرنے کے باوجود کچھ معلوم نہیں کر پا رہے تھے۔

جب ہم ائیر پورٹ پہنچے تو سونیا چلتے چلتے ٹھٹک گئی۔ میں نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔ ''میری سونگھ کی حس بیدار ہو گئی ہے۔ بابا فرید واسطی نے کہا تھا' جب میرے لیے ضروری ہوا کرے گا تب یہ حس بیدار ہو جا کرے گی۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تم دشمن کی بُو سونگھ رہی ہو؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی ''سیارے والوں کے پسینے کی ایک مخصوص بُو ہوا کر ہے۔ وہی بُو.....''

وہ بات ادھوری چھوڑ کر ایک طرف دیکھنے لگی۔ ا پرس میں سے انگوٹھی نکال کر اسے پہننے لگی۔ اس مخصوص انگوٹھ میں اعصابی کمزوری کی دوا تھی۔ ایک ننھی سی سوئی اس سے منسلک تھی۔ وہ اپنے دشمن سے مصافحہ کرتے وقت یا جسم کے کسی حصے پر ہاتھ مارتے وقت سوئی کو اس کے اندر انجیکٹ کر دیا کرتی تھی۔ جس کے بعد وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو جاتا تھا۔

وہ ایک طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ ''میں جا رہی ہوں۔ تم دور سے نگرانی کرتے رہو۔ وہ فرار ہونے کی کوشش کر سکتا ہے۔''

وہ وزیٹرز لابی میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ سونیا تیز سے چلتی ہوئی اس کے پاس پہنچی پھر بولی۔ ''ہائے جیکی میک ملین! یہ تم ہی ہو ناں.....؟''

وہ بڑی خوش دلی سے مسکراتی ہوئی ساتھ والی سیٹ بیٹھ گئی۔ وہ ایکدم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ سونیا ان تما سیارے والوں کے حواس پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ لوگ غ معمولی مشین کے ذریعے اس کی اور میری تصویریں دیکھ چ تھے۔ اگرچہ اس وقت ہم اپنے اصلی چہروں کے ساتھ نہیں تھے پھر بھی ایک اجنبی عورت نے آ کر اسے جیکی میک ملین کہہ وہ ایکدم سے بدک گیا۔ اس سے ذرا دور ہو گیا۔

اس نے پوچھا۔ ''کیا ہوا.....؟ کیا تم عورتوں سے گھبراتے ہو؟''

وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔ ''مم.....میں اجنبی عورتوں سے بات نہیں کرتا۔ ویسے بھی میری فلائٹ کا وقت ہو چکا ہے۔''

وہ فوراً ہی اپنا بیگ اٹھا کر تیزی سے چلتا ہوا جانے لگا۔ بورڈنگ کارڈ لے کر جہاز میں جا کر بیٹھ جانا چاہتا تھا۔ عمارت کے اس حصے میں صرف مسافروں کو جانے کی اجازت تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ سونیا بھی اسی فلائٹ سے جا رہی ہے۔

وہ اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا پھر تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ آگے میں کھڑا ہوا تھا۔ جب وہ میرے قریب سے گزرنے لگا تو میں نے گھوم کر ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ اندھیرا سا چھانے لگا۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

ایک مسلح سیکورٹی گارڈ نے میری طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔ ''اے! تم نے اس پر ہاتھ کیوں اٹھایا ہے؟''

میں نے ہنستے ہوئے اپنے شکار کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہم پرانے دوست ہیں۔ ایک دوسرے سے اسی طرح ملتے ہیں۔''

پھر میں نے اس سے کہا۔ ''یار جیکی! تم اس سیکورٹی گارڈ کو بتاؤ' کیا ہم دوست نہیں ہیں؟''

میں اس کے دماغ میں تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''لڑائی جھگڑے کی کوئی بات نہیں ہے۔ وی آر فرینڈز۔''

سیکورٹی گارڈ مطمئن ہو کر چلا گیا۔ میں اسے بازو کے حصار میں لے کر وہاں سے چلتا ہوا ایک سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ سونیا بھی وہاں آ گئی۔ اس کے سفری بیگ کو کھول کر ضروری چیزیں نکالنے لگی۔

اس میں ایک کمیونیکیٹنگ مشین ہمارے کام کی تھی۔ ایک خوبصورت سی تھیلی میں ہیرے جواہرات تھے اور ایک پیکٹ میں سونے کی اینٹیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ غیر معمولی جوتے بھی تھے جنہیں پہن کر وہ تیر کی سی تیز رفتاری سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے تھے۔ کوئی ان کا تعاقب نہیں کر پاتا تھا۔

سونیا نے یہ تمام چیزیں اپنی تحویل میں لے لیں پھر مجھ سے کہا۔ ''اسے جانے دو مگر یہ دارالسلام نہیں جائے گا۔''

میں نے اس سے کہا۔ ''تم جس رینٹ کار میں آئے ہو۔ اسی میں بیٹھ کر جہاں جانا چاہتے ہو' چلے جاؤ۔''

میرا ایک ہاتھ پڑتے ہی وہ اس حد تک کمزور ہو گیا تھا کہ سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو بھگا نہیں سکتا تھا۔ اس لیے میرے زیر اثر آ گیا تھا۔ اب مجھ سے نجات پانے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے چنگارا را کو اپنے موجودہ حالات سے آگاہ کر سکتا تھا۔

وہ اپنا بیگ اٹھا کر تیزی سے چلتا ہوا ائیر پورٹ کی عمارت سے باہر آ گیا۔ اپنی رینٹ کار میں بیٹھ کر خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتا تھا۔ چنگارا را کے پاس پہنچ کر اپنے حالات بتانا چاہتا تھا۔ ایسے وقت میں نے اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ وہ تکلیف سے تڑپ گیا۔

میں نے کہا۔ ''خیال خوانی کی حماقت کرو گے تو تمہارے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا۔ ابھی تک زندہ ہو۔ کیا یہ تمہارے لیے کافی نہیں ہے؟''

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تکلیف برداشت کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''آپ کی مہربانی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں' خیال خوانی نہیں کروں گا۔ چنگارا را سے رابطہ نہیں کروں گا۔ پلیز مجھے جانے دیں۔''

''ہم نے تمہیں کھلی چھوٹ دی ہے۔ تم جا سکتے ہو۔''

وہ تھوڑی دیر تک اپنے سر کو سہلاتا رہا۔ ذرا آرام آنے کے بعد اس نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے تیز رفتاری سے آگے بڑھانے لگا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ رفتار بڑھاتا جا رہا ہے اور ٹریفک پولیس کی ایک گاڑی سائرن بجاتی ہوئی اس کا پیچھا کر رہی ہے۔ اس نے سوچا' رفتار کم کرنی چاہیے لیکن تیز رفتاری میں فرق نہیں آ رہا تھا۔ وہ اس میں کمی نہیں کر پا رہا تھا۔

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''مسٹر فرہاد! تم میرے اندر موجود ہو۔ مجھے تیز رفتاری پر مجبور کرتے جا رہے ہو۔ کیا کار کے حادثے میں ہلاک کرنا چاہتے ہو؟''

وہ بول رہا تھا۔ رفتار کو اپنے قابو میں کرنا چاہتا تھا۔ وہ کار اس وقت ایک فلائی اوور سے گزر رہی تھی۔ ایسے وقت اسٹیئرنگ اس کے ہاتھوں سے بہک گیا۔ کار بے قابو ہو گئی۔ فلائی اوور کی ریلنگ سے ٹکراتی ہوئی نیچے جا گری ایک دھماکا سا ہوا۔ پیٹرول کی ٹینکی میں آگ لگی تو وہاں سے شعلے بلند ہونے لگے۔ اس کا دماغ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکا تھا اور میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا تھا۔

وہاں سے اٹھتے ہوئے سونیا سے بولا۔ ''چلو اس کا کام تمام ہو چکا ہے۔''

ہم وہاں سے اٹھ کر بورڈنگ کارڈ لینے کے لیے چلے

گئے۔ اس کی موت اسی ائیر پورٹ کی عمارت میں ہوسکتی تھی لیکن ہم نے اسے بہت دور پہنچا کر موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ آئندہ چنگارارا کو یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ ہم ائیر پورٹ میں تھے اور وہاں اس کے ماتحت سے سامنا ہوا تھا۔

اگر ایسے کسی طرح معلوم ہو جاتا تو اس کے ذہن میں یہ بات آسکتی تھی کہ ہم ہوائی سفر کرنے والوں اور دارالسلام پہنچنے والوں کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں اور ان کا تعاقب کررہے ہیں۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے چنگارارا کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے فوراً ہی اپنا فون نمبر بتا کر سانس روک لی۔ مجھے اپنے دماغ سے باہر نکال دیا۔

میں نے فون کے ذریعے رابطہ کیا وہ بولا۔ ''میں خود آپ سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن آپ نے اپنے دماغ سے بھگا دیا تھا۔''

میں نے کہا۔ ''تم لوگ یہاں سے بھاگنے کے لیے آئے ہو۔ پیرس میں تمہارا جو ماتحت ہے۔ وہ پتا نہیں کہاں سے آیا تھا؟ کہاں جارہا تھا؟ ایفل ٹاور کے قریب ایک فلائی اوور سے اس کی کار نیچے گر پڑی۔ بیچارا مارا گیا ہے۔ تم اس کی موت کی تصدیق کرسکتے ہو۔''

وہ ذرا سہمے ہوئے انداز میں بولا۔ ''میں سمجھ گیا۔ تم نے اسے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ تم ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔ کیا بتا سکتے ہو' اس وقت میں کہاں ہوں؟''

''تم یقین نہیں کرو گے۔ میں تمہارے اور باقی سیارے والوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا' کون کہاں ہے اور کیا کررہا ہے؟ میں نے اکابرین کی کانفرنس میں جو کہا تھا' اپنی محدود معلومات کے مطابق کہا تھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میں تم لوگوں کا سراغ لگا رہا ہوں۔''

''نہیں۔ تم ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے' میں کہاں ہوں اور ابھی کیا کررہا ہوں؟''

''یہ سب کچھ میں نے تم لوگوں کو دہشت زدہ کرنے کے لیے کہا تھا اور میں دیکھ رہا ہوں' تم واقعی مجھ سے بری طرح خوفزدہ ہو۔''

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا ایک ماتحت پیرس میں ہے اور وہ ایک کار میں کہیں سے گزر رہا ہے؟''

''مجھے پہلے سے معلوم نہیں تھا۔ اچانک ہی اس سے سامنا ہوگیا تھا اور میں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں بولوں گا۔''

یہ کہہ کر میں نے رابطہ ختم کردیا۔ میرے فون کا نمبر ا کے فون کی اسکرین پر آگیا تھا۔ اس نے پھر مجھ سے راب کیا۔ میں نے کہا۔ ''جب بھی ضروری سمجھوں گا' تم سے فو پر بات کروں گا۔ میری مرضی کے بغیر تم مجھے کال نہیں کر گے۔''

میں نے فون بند کردیا۔ وہ بری طرح الجھ گیا تھا۔ دا میں یہ خوف تھا کہ میں اس کے اور دوسرے ماتحتوں کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں پھر یہ بھی خیال آرہا تھا' میں اس وقت پیرس میں ہوں اور وہ امریکا کے شہر نیویارک میں فلائی کرتا ہوا دارالسلام کی طرف جارہا تھا۔ اس خیال سے تسل ہورہی تھی کہ وہ مجھ سے بہت دور ہے اور میں اس کی منزا سے بےخبر ہوں۔

اس نے کمیونیکیٹنگ مشین کی ذریعے گریٹ ایشورا سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا کہ پیرس میں اس کا ٹیلی پیتھی جا والا ماتحت کس طرح میرے ہاتھوں مارا گیا ہے۔

ایشورارا تشویش میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اس نے کہا۔ ''کسی بھی طرح معلوم کرو' وہ کم بخت فرہاد اور سو ہمارے بارے میں اتنا کچھ کیسے جان لیتے ہیں؟ تم زمین پہنچے اور اسے خبر ہوگئی؟ کیسے ہوگئی؟ یہ ہمارے لیے تشویش بات ہے۔''

چنگارارا نے کہا۔ ''ہمارے ایک ساتھی کی موت سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ فرہاد ابھی پیرس میں ہے۔ ہم سب سے بہت دور ہے۔ آئندہ اس بات کا سراغ لگایا جائے گا کہ ہمارے متعلق کیا کچھ جانتا ہے اور کیسے جانتا ہے؟''

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ ''اس دنیا کے بہت سے لوگوں کو ہمارے سحر سے نکالا جارہا ہے پھر بھی بہت سے لوگ تیرے عقیدت مند ہیں۔ کیا سونیا فرہاد کے خلاف ا عقیدت مندوں کو استعمال نہیں کیا جاسکتا؟''

ایشورارا نے کہا۔ ''جب یہ معلوم ہوگا کہ سونیا اور فرہ پیرس کے کس حصے میں ہیں؟ ان کا پتا ٹھکانا کیا ہے' تب عوام کو مشتعل کرکے ان پر دھاوا بول سکتے ہیں۔''

''فی الحال میں کچھ نہیں کرسکتا۔ دارالسلام پہنچ کر ا کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔''

ہمارے متعلق معلومات حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ ا کے پاس نہیں تھا۔ بس ایک ہی راستہ تھا کہ وہ سب ہماری ا دنیا سے فرار ہوجائیں۔ میں اور سونیا قاہرہ پہنچ گ تھے۔ وہاں سے دوسری فلائٹ کے ذریعے دارالسلام

طرف جانا تھا۔

جب ہم جہاز سے اتر کر قاہرہ ائیر پورٹ کی عمارت میں آئے تو سونیا پھر ٹھٹک گئی۔ میرا بازو تھام کر بولی۔ ''یہاں مجھے ایک اور سیارے والے کی بُو مل رہی ہے۔''

چنگارارا کا جو ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت فرینکفرٹ میں تھا۔ وہ ایک فلائٹ کے ذریعے وہاں پہنچا ہوا تھا۔ بریک جرنی کے طور پر اسے بھی دوسری فلائٹ کے ذریعے دارالسلام جانا تھا اور وہ فلائٹ چار گھنٹے کے بعد وہاں سے جانے والی تھی۔ اس لیے وہ قاہرہ کی سیر کرنے نکل گیا تھا۔

میں نے سونیا سے پوچھا۔ ''وہ کہاں ہے؟''

وہ ایک سمت دیکھ کر گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی۔ ''بابا فرید واسطی نے کہا تھا' میں پانچ کلومیٹر کے فاصلے تک کسی بھی دشمن کی بُو سونگھ سکوں گی۔ اس وقت وہ پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر اسی شہر میں کہیں ہے۔ فوراً ایک ریفنڈ کار حاصل کرو۔ ہم اس کا تعاقب کریں گے۔''

ہمیں ریفنڈ کار حاصل کرنے میں کچھ وقت لگا۔ جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو اس کی بو گم ہوچکی تھی۔

سونیا نے کہا۔ ''آگے بڑھتے رہو۔ جب ہم اس سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہوں گے تو وہ میری رینج میں آجائے گا۔''

میں نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے آگے بڑھایا۔ اس کی رفتار بھی بڑھاتا گیا۔ کچھ دیر دور دور تک بھٹکنے کے بعد سونیا نے کہا۔ ''جنوب کی سمت چلو۔''

اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں اسی راستے پر کار دوڑانے لگا۔ وہ بولی۔ ''ہم جس سمت جارہے ہیں ادھر قاہرہ کے مضافات میں اہرام مصر ہیں۔ وہ اسی طرف جارہا ہے۔''

میں رفتار بڑھانے لگا۔ اس کی بات درست تھی۔ سونگھنے کی جس بتا رہی تھی کہ ہم اس کے قریب پہنچتے جا رہے ہیں۔

میں نے کہا۔ ''خدا کا شکر ہے۔ آمنہ نے ہمیں صرف دارالسلام جانے کو کہا تھا۔ دشمنوں کا پتا ٹھکانہ نہیں بتایا تھا۔ لیکن تمہاری یہ سونگھنے کی حس بہت کام آرہی ہے۔''

ہماری کار اس کے بہت قریب پہنچتی جارہی تھی۔ سونیا نے کہا۔ ''وہ اس اگلی کار میں موجود ہے۔''

وہ عقب نما آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا' ایک کار بہت دیر سے اس کے تعاقب میں چلی آرہی ہے۔ وہ اپنے شبے کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے کار کو دوسری سڑک پر موڑ کر جانے لگا۔ میں نے بھی اسی طرف ٹرن لے لیا۔

اس کی شامت آگئی تھی۔ وہ ایک ویران راستے پر آگیا تھا۔ میں نے رفتار تیز کرتے ہوئے اس سے آگے نکلتے ہوئے گاڑی کو اچانک ہی موڑ کر اس کا راستہ بلاک کردیا۔ ایسے وقت ہم سمجھ سکتے تھے' اس کا ردِعمل کیا ہوگا؟

وہ خطرہ محسوس کرتے ہی ریوالور نکال کر کار سے باہر نکل آیا تھا۔ میں نے بھی بلا کی پھرتی دکھائی تھی۔ کار کو اس کی طرف تیزی سے بڑھاتا چلا گیا۔ اسے صحیح طرح نشانہ لینے کا موقع نہیں ملا۔ اس نے فائرنگ کی لیکن ہماری کار کی زد میں آگیا۔ ہم اسے ٹکر مارتے ہوئے آگے نکل گئے۔

میں نے ذرا دور جا کر گاڑی روک دی۔ عقب نما آئینے میں دیکھا۔ وہ بری طرح زخمی ہوگیا تھا۔ سڑک پر گر کر تڑپ رہا تھا۔ اس کا ریوالور اس سے دور جا پڑا تھا۔ میں فوراً ہی کار سے نکل کر دوڑتا ہوا اس کے قریب آیا۔ ریوالور کو اٹھاتے ہوئے بولا۔ ''تم زخمی ہو۔ تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ کیا طبی امداد چاہتے ہو؟''

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ''مجھے بچا لو۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔''

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''تم مرنا نہیں چاہتے لیکن ہمیں مارنے آئے تھے۔''

''میں گریٹ ایشورارا کا غلام ہوں۔ اس کے حکم سے مجبور ہوکر یہاں آیا ہوں۔ ایک بار مجھے معاف کردو۔ میری جان بچاؤ۔ میں تمہارا تابعدار بن کر رہوں گا۔ تم لوگ صرف ٹیلی پیتھی کی نہیں' روحانی علوم کی بھی طاقتیں رکھتے ہو۔ اگر میں کوئی دھوکا دوں گا تو مجھے جان سے مار سکتے ہو مگر تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ میری جان بچا لو۔ مجھے ایک بار آزماؤ۔''

سونیا بھی وہاں چلی آئی تھی۔ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''اسے ایک بار آزمانا چاہیے۔ میرے بیگ میں فرسٹ ایڈ کا سامان ہے۔ ہم ابھی اس کی مرہم پٹی کریں گے۔''

ہم نے اسے آزمانے اور آئندہ اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے اس پر بھروسا کرلیا۔ اس کی مرہم پٹی کرنے لگے۔ وہ دماغی طور پر ایک ذرا کمزور ہوگیا تھا۔ سونیا نے توانائی پہنچانے کے لیے انجکشن لگایا پھر مجھ سے کہا۔ ''تم اس کی کار میں بیٹھ کر جاؤ۔ میں تمہارے پیچھے آرہی ہوں۔''

ہمیں دارالسلام جانا تھا۔ اس لیے ہم ائیر پورٹ کی

طرف واپس جانے لگے۔سونیا نے اسے جوتوانائی کا انجکشن لگایا تھا۔اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ائیر پورٹ پہنچنے تک اس کی دماغی توانائی بحال ہوگئی۔وہ خیال خوانی کے قابل ہوگیا۔

میں نے کہا۔''ہم نے تم پر تو یہی عمل نہیں کیا ہے۔اپنا معمول اور تابعدار نہیں بنایا ہے۔تمہیں مکمل آزادی دے رہے ہیں۔آگے چل کر ہمیں نہیں دھوکا دو گے تو اپنا برا انجام خود اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔''

وہ بڑی احسان مندی سے بولا۔''آپ نے مجھ پر بھروسا کیا ہے۔میں آپ کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اور اس دنیا میں رہ کر نئی زندگی گزارنے کے لیے ہمیشہ خود کو ایک سچا تابعدار ثابت کرتا رہوں گا۔''

وہ واقعی ہماری طاقتوں' صلاحیتوں اور انسانی ہمدردیوں کو دیکھتے ہوئے متاثر ہوگیا تھا۔ائیر پورٹ پہنچ کر معلوم ہوا فلائٹ مزید دو گھنٹے لیٹ ہے۔یعنی ہم چار گھنٹے بعد وہاں سے روانہ ہونے والے تھے۔

اس نے سونیا سے کہا۔''میڈم!پورے سیارے میں سب سے زیادہ آپ کا جرچا ہوتا ہے۔وہاں سب ہی جانتے ہیں' ہمارا گریٹ ایشورا راصرف آپ کی وجہ سے اس زمین پر قدم نہیں رکھ رہا ہے۔اگر چہ کوئی زبان سے ظاہر نہیں کرتا' مگر سب ہی پر آپ کی ہیبت طاری رہتی ہے۔میں یہاں آپ کا تابعدار بن کر رہنا چاہتا ہوں۔''

''فی الحال تم چنگارا را کے سامنے ہمارے تابعدار بن کر نہیں رہو گے۔یہ ظاہر نہیں کرو گے کہ ہم سے متاثر ہوگئے ہو اور ہمارا اعتماد حاصل کر رہے ہو۔''

''آپ جو حکم دیں گی' میں اسی پر عمل کروں گا لیکن.... میری ایک التجا ہے۔''

''جو کہنا چاہتے ہو' کھل کر کہو۔''

''میں آپ کا دینِ اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔''

میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ایسے وقت سوچنا لازمی نہیں ہوتا۔اگر کوئی اسلام قبول کرنا چاہتا ہو تو ہمیں اس کی نیت پر شبہ نہیں کرنا چاہیے۔نیت کو سمجھنے والا خدا ہے۔وہی بہتر جانتا ہے کہ کون نیک نیتی سے اور کون بدنیتی سے دین قبول کر رہا ہے۔

میں نے کہا۔''تم ابھی یہاں کے باتھ روم میں جاؤ۔غسل کرو اور صاف ستھرا لباس پہنو پھر ہمارے پاس آؤ۔''

وہ اپنا سفری بیگ لے کر چلا گیا۔تھوڑی دیر بعد نہادھو کر صاف ستھرے لباس میں واپس آگیا۔قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی تمام دنیائے اسلام میں مشہور اور مستند ہے۔وہاں کے علما کرام جو فتویٰ دیتے ہیں اس سے کوئی انکار نہیں کرتا۔سب ہی متفق ہوتے ہیں۔ہم اسے اس یونیورسٹی کی مسجد میں لے گئے۔

وہاں کے پیش امام نے دین کے متعلق کچھ باتیں اسے سمجھائیں پھر کلمہ پڑھایا اور کہا۔''اگر تم قاہرہ میں رہتے ہو تو یہاں میرے پاس آیا کرو۔میں تمہیں پانچوں وقت کی نمازیں پڑھنا اور دینی احکامات پر عمل کرنے کے طور طریقے سمجھاؤں گا۔''

اس نے کہا۔''میں ابھی دو گھنٹے بعد ایک فلائٹ سے دارالسلام جا رہا ہوں۔''

پیش امام نے کہا۔''کوئی بات نہیں۔وہاں کی مسجد میں جایا کرو اور ابتدائی دینی تعلیمات حاصل کرتے رہو۔آج سے تمہارا نام عبدالقادر ہے۔اللہ تعالیٰ تمہیں نیک کام کرنے پر قادر رکھے گا۔''

جب وہ ہمارے ساتھ ائیر پورٹ واپس آیا تو بہت خوش تھا اور کہہ رہا تھا۔''دل کی گہرائیوں سے محسوس کر رہا ہوں' مجھے واقعی نئی زندگی کی نئی مسرتیں مل رہی ہیں۔''

ہم نے خوشی کا اظہار کیا اور اسے تاکید کی کہ ایک ہی فلائٹ میں سفر کرنے کے دوران ہم سے انجان بن کر رہے۔چنگارا را اور اس کے ساتھیوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ اب وہ عبدالقادر کے نام سے نئی زندگی شروع کر رہا ہے۔

ہم ایک گھنٹے بعد قاہرہ سے روانہ ہونے والے تھے۔ادھر چنگارا را اپنے دستِ راست کے ساتھ نیویارک سے روانہ ہونے والا تھا۔اگر چہ وہ دونوں ساتھ رہتے تھے مگر ایک دوسرے سے فاصلہ رکھتے تھے۔دور ہی دور سے ایک دوسرے کی نگرانی کرتے رہتے تھے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے گفتگو کرتے تھے۔اس وقت بھی جہاز میں آکر بیٹھے تو ان کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ان کی سیٹیں ایک دوسرے سے دور تھیں۔

وہ اندر سے سہمے ہوئے تھے۔انہیں یوں لگتا تھا' جیسے میں اور سونیا کہیں سے چھپ کر دیکھ رہے ہیں اور وہ ہم سے چھپنے کے باوجود چھپ نہیں پا رہے ہیں۔اگر دل و دماغ میں خوف سما جائے تو انسان ہلکی سی آہٹ پر بھی چونک پڑتا ہے۔ایکدم سے گھبرا جاتا ہے۔

اور وہ کوئی آہٹ نہیں تھی' بلکہ ایک دھماکا تھی.... اچانک ہی اس کے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔ چنگارا را کو یوں لگا' جیسے سونیا اس کی گردن دبوچنے آ پہنچی

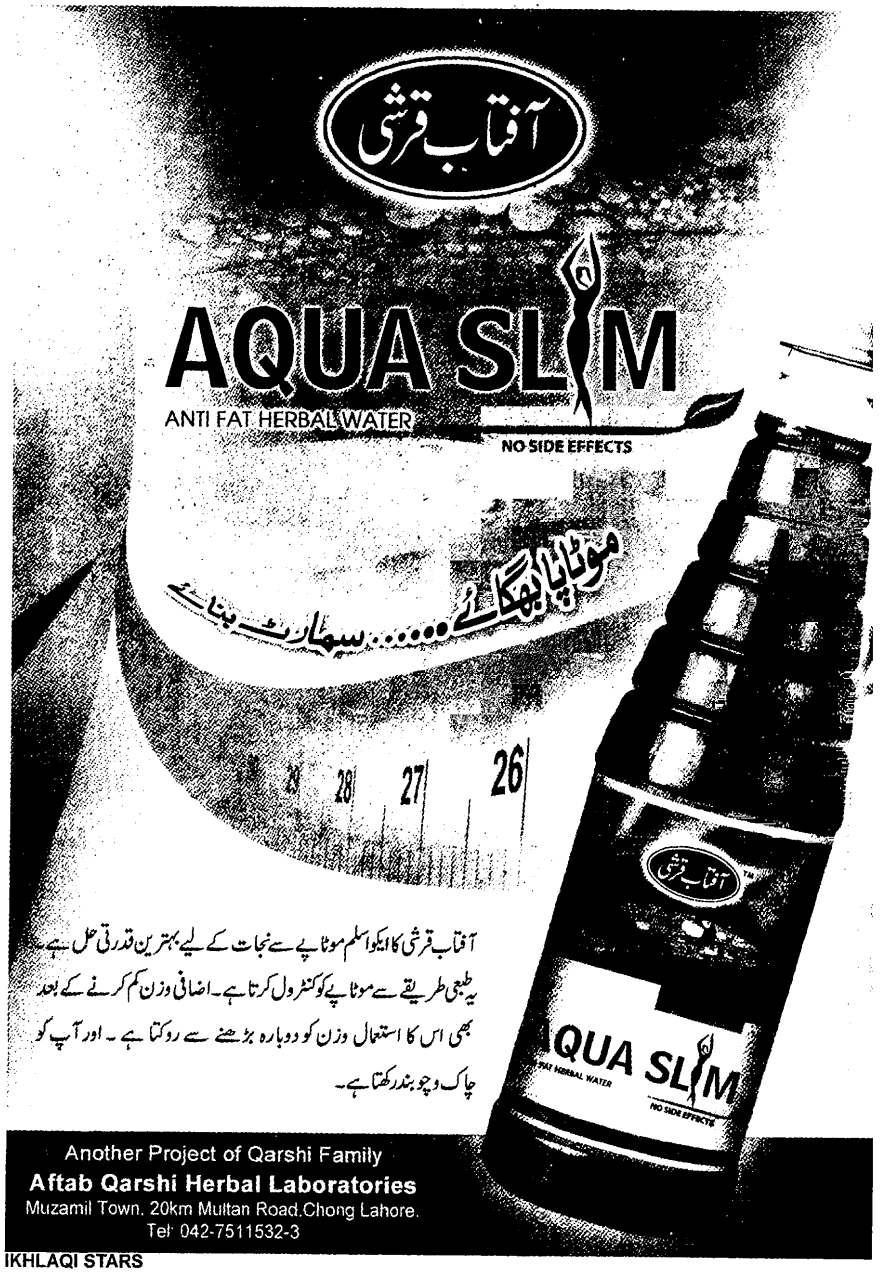

IKHLAQI STARS

ہو۔وہ خوبصورت اور صحت مند عورت عمر میں پچیس اور تیس کے درمیان ہوگی۔اس نے چنگارارا سے کہا۔'' ہائے ....!ابھی ہم اجنبی ہیں۔سفر کے دوران شناسائی پیدا ہوجائے گی۔''

پھر وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔''میرا نام سونیا ہے۔''

چنگارارا کے ذہن کو ایک زبردست جھٹکا سا لگا۔وہ ایکدم سے پیچھے ہٹ کر اسے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔اس آنے والی بلا نے حیرانی سے پوچھا۔''کیا ہوا؟''

اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔''تم..تم سونیا ہو؟''

اس نے بڑے فخر سے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔وہ بولا۔''یعنی کہ مسز سونیا فرہاد ہو؟''

اس سونیا نے ایک ذرا چونک کر اسے دیکھا۔پھر بڑے فخر سے مسکراتے ہوئے کہا۔''مجھے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب ہی لوگ جانتے ہیں۔یہ اچھی بات ہے کہ تم نے بھی میرا نام سنا ہے۔اتنی بڑی ہستی تمہارے ساتھ بیٹھی ہے۔اب تو مصافحہ کرو۔''

اس نے ڈرتے ہوئے آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔یوں لگ رہا تھا' وہ مصافحہ کرے گا تو وہ اسے دبوچ لے گی۔وہ ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔''تت...تم مجھے جانتی ہو؟''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔''بھلا میں کیسے جان سکتی ہوں؟ اپنا تعارف کراؤ گے' تب ہی جان پہچان ہوگی۔''

چنگارارا کو ایک ذرا اطمینان ہوا کہ سونیا اسے سیارے والے کی حیثیت سے نہیں پہچان رہی ہے۔وہ بولا۔''مجھے تم سے مل کر بہت خوشی ہورہی ہے۔میں نے تمہارے متعلق بہت کچھ سنا ہے اور پڑھا بھی ہے۔''

اس نے خوشی سے چہک کر پوچھا۔''تمہیں میرا کون سا کارنامہ بہت زیادہ پسند آیا ہے؟''

وہ بولا۔''یوں تو تمہارے بے شمار کارنامے ہیں لیکن تم نے آج سے چار برس پہلے سیارے سے آنے والے گریٹ ایشورارا کو یہاں سے بھگایا تھا۔اس کارنامے کا تو کوئی جواب ہی نہیں ہے۔''

وہ ذرا سوچ میں پڑ گئی۔دل ہی دل میں کہنے لگی۔''یہ کارنامہ میں نے کب انجام دیا تھا؟''

پھر وہ پہلو بدل کر سوچنے لگی۔''بھئی! یہ بھی کارنامہ انجام دیا ہوگا۔وہ کہتے ہیں' ناں نیکی کر۔دریا میں ڈال۔تو میں کارنامے انجام دیتی ہوں اور انہیں دریا میں ڈال کر بھول جاتی ہوں۔''

وہ چنگارارا کے سامنے سر ہلاتے ہوئے بولی۔''اچھا وہ کارنامہ...وہ جو سیارے سے آیا تھا...ابھی کیا نام لیا تھا تم نے...؟''

وہ بولا۔''گریٹ ایشورارا....''

وہ یاد کرنے کے انداز میں بولی۔''ہاں۔وہ رارا..تم نہیں جانتے' وہ کتنا زبردست پہلوان تھا؟ میں نے اسے ایسی پٹخنیاں دی تھیں کہ وہ بھاگتا ہوا یہاں سے اپنے سیارے میں چلا گیا تھا۔دراصل سیارے والے پہلوانی کے وہ داؤ پیچ نہیں جانتے' جو میں جانتی ہوں۔ساری دنیا مجھے آسمان سے گرنے والی بجلی کہتی ہے۔اے تھنڈر بولٹ فرام دی بلیو....''

وہ بڑے فخر سے سینہ تان کر کہہ رہی تھی۔''بے شک میں بجلی ہوں مگر سب پر نہیں گرتی۔صرف فراز پر ایک بار گری تھی۔تب سے اب تک وہ اٹھ نہیں پایا ہے۔ہمیشہ میرے نیچے رہتا ہے۔''

چنگارارا نے چونک کر پوچھا۔''فراز...؟''

وہ جلدی سے بولی۔''میرا مطلب ہے' فرہاد...فرہاد علی تیمور۔''

اس نے پوچھا۔''تم اکیلی ہو؟ کیا فرہاد ساتھ نہیں ہے؟''

وہ مکھی اڑانے کے انداز میں ہاتھ ہلاتے ہوئے بولی۔''اس کی بات نہ کرو۔وہ تو ہمیشہ سر جھکائے آنکھیں بند کئے خیال خوانی میں مست رہتا ہے۔اس کی ساری جوانی خیالی گھوڑے دوڑاتے ہوئے گزری ہے۔اب بے چارہ بوڑھا ہوگیا ہے۔دشمنوں سے فائٹ نہیں کرسکتا۔میں ہی فل ایکشن میں رہتی ہوں۔''

وہ سر ہلا کر بولا۔''بے شک۔فرہاد سے زیادہ تمہارا ہی چرچا ہوتا رہتا ہے۔بائی دا وے وہ ابھی کہاں ہے؟''

''کیا بتاؤں کہاں ہے؟ ابھی اُدھر ہے تو دوسرے لمحے میں اِدھر آجائے گا۔میں اپنے دماغ میں تم سے بات کراؤں گی۔''

وہ ایک دم سے گھبرا گیا۔اگر وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرتا تو پتا چلتا کہ وہ سونیا نہیں ایک ذہنی مریضہ ہے۔

لیکن سونیا چنگارارا کے حواس پر چھائی ہوئی تھی۔وہ جانتا تھا' وہ یوگا میں مہارت رکھتی ہے۔اس کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔اسے معلوم ہوجائے گا' اس

کے سامنے جو شخص بیٹھا ہوا ہے۔وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے پھر وہ اسے اپنا دشمن سمجھنے لگے گی۔ساری خوشدلی بھول کر اس کی موت بن جائے گی۔

اس نے اپنے بیگ سے کمیونیکیٹنگ مشین نکالتے ہوئے کہا۔''معذرت چاہتا ہوں۔ابھی ذرا ٹوائلٹ جاؤں گا پھر واپس آکر باتیں کروں گا۔''

وہ کمیونیکیٹنگ مشین کو دیکھتے ہوئے بولی۔''کیا یہ ٹیپ ریکارڈر ہے؟ کیا تم ٹوائلٹ میں میوزک سنتے ہو؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔''ہاں۔کچھ ایسی ہی عادت ہے میری....''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔''بالکل میری طرح...میں بھی ٹوائلٹ میں ٹیپ ریکارڈر لے کر جاتی ہوں۔''

وہ مسکراتا ہوا وہاں سے چلتا ہوا ٹوائلٹ میں آگیا۔دروازے کو اندر سے بند کر کے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرنے لگا۔اس نے تحریری پیغام کے ذریعے کہا۔''چنگارارا اپنے گریٹ ایشورارا سے مخاطب ہے۔''

ایشورارا کی طرف سے جواب موصول ہوا۔''ہاں۔بولو...کیا بات ہے؟''

''میں بہت مشکل میں پڑ گیا ہوں۔اس وقت طیارے میں ہوں۔دارالسلام جارہا ہوں لیکن سونیا اچانک ہی میرے پاس آکر بیٹھ گئی ہے۔میرے ساتھ سفر کررہی ہے۔''

اس نے چونک کر پوچھا۔''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ وہ بلا جہاں جاتی ہے' وہاں شامت بن جاتی ہے۔وہ تمہارے قریب ہے اور تم خیریت سے ہو؟''

اس نے جواباً لکھا۔''ابھی تک خیریت اس لیے ہے کہ اس نے مجھے چنگارارا کی حیثیت سے پہچانا نہیں ہے۔لیکن جب فرہاد اس کے اندر آکر بولے گا اور اس کے ذریعے مجھ سے باتیں کرے گا تو میں پہچان لیا جاؤں گا۔میری موت اسی طیارے میں ہوسکتی ہے۔''

گریٹ ایشورارا نے تحریری جواب میں کہا۔''اگر وہ تمہارے پاس آہی گئی ہے تو تم فرہاد کا کیوں انتظار کررہے ہو؟ تمہاری عقل کام نہیں کررہی ہے' جب تمہیں اس طیارے میں مرنا ہی ہے تو اس سے پہلے سونیا کو مار ڈالنا چاہیے۔کیا تمہارے پاس ہتھیار نہیں ہے؟''

''میرے بیگ میں بھرا ہوا ریوالور ہے۔''

''تو پھر دیر کیوں کررہے ہو؟ فوراً جاؤ۔اپنے بیگ سے ریوالور نکالو اور کچھ کہے سنے بغیر اسے گولی مار دو۔وہ دنیا کی سب سے خطرناک عورت ہے۔ہمارے لیے بھی ہمیشہ خطرہ بنتی رہی ہے۔اسے مار کر تم بہت بڑا کارنامہ انجام دو گے۔''

''اسے ہلاک کرنے کے بعد مجھے گرفتار کرلیا جائے گا۔''

''واقعی تمہاری عقل بالکل کام نہیں کررہی ہے۔تم سونیا سے بری طرح خوفزدہ ہوگئے ہو۔میں جو حکم دے رہا ہوں' فوراً اس پر عمل کرو اور اسے ہلاک کرتے ہی اس جہاز کو ہائی جیک کرلو۔''

اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔''ہائی جیک کرلوں...؟''

''پریشانی کی کیا بات ہے؟ تمہارے پاس ہتھیار ہے۔کوئی تمہارے قریب نہیں آئے گا۔جب تک انہیں ہتھیار سے ڈراتے رہو گے' اس وقت تک میں تمام اکابرین سے رابطہ کروں گا۔انہیں بڑی بڑی آفرز دوں گا۔وہ اکابرین دو غلے ہیں۔جب یہ دیکھیں گے کہ سونیا جیسی خطرناک بلا مرچکی ہے' صرف فرہاد رہ گیا ہے تو وہ ایسے وقت ہمارا ساتھ ضرور دیں گے۔''

ان کے درمیان طویل گفتگو ہورہی تھی۔ایسے وقت اس بنا پتی سونیا کی اصل ہسٹری بیان کرنا ضروری ہوگیا ہے....

اس کا اصل نام ثمینہ تھا۔وہ دارالسلام میں پیدا ہوئی تھی۔بچپن ہی سے خبطی تھی۔اسے ذہنی طور پر کمزور نہیں کہا جا سکتا تھا۔لیکن وہ ہمیشہ نارمل نہیں رہتی تھی۔کبھی کبھی ذہنی رَو بہک جاتی تھی اور وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگتی تھی۔

اس نے یونہی نارمل اور ابنارمل رہتے ہوئے کچھ پڑھنا لکھنا سیکھ لیا تھا۔بچپن میں پریوں کی کہانیاں پڑھنے کا بہت شوق تھا اور وہ کہانیاں پڑھ کر خود کو پری کہا کرتی تھی۔کسی بھی اونچی جگہ سے اچھل کر پریوں کی طرح اڑنے کی کوشش کرتی تھی اور نیچے آگرتی تھی۔زخمی ہوجاتی تھی۔

جب جوان ہوئی تو اس نے میرے اور سونیا کے متعلق پڑھنا شروع کیا۔مسلسل پڑھتے پڑھتے سونیا اس کے دماغ پر چھا گئی۔اس نے ماں باپ اور رشتے داروں سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اس کا نام ثمینہ نہیں' سونیا ہے۔وہ شادی کرے گی تو ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد سے کرے گی۔

والدین اپنی اس خبطی بیٹی کی ہر بات مانتے تھے۔اس کی ہر فرمائش پوری کرتے تھے لیکن ازدواجی زندگی گزارنے کا معاملہ ایسا تھا کہ وہ اس کے لیے کہیں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈھونڈ کر نہیں لا سکتے تھے۔

ان ماں باپ کے لیے یہ قصہ کہانیوں والی بات

تھی۔ وہ کہتے تھے' اس دنیا میں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا وجود نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کو خیال خوانی کرتے ہوئے اور دوسروں کے دماغوں میں جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

وہ کہتے تھے' اگر یہ سچ ہے' دنیا میں کسی فرہاد علی تیمور کا وجود ہے' وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو اتنی بڑی شخصیت کو ہم اپنی بیٹی سے شادی کرنے پر کس طرح قائل کرسکیں گے؟ ان کی خبطی بیٹی ناممکن کو ممکن بنانے کی ضد کررہی تھی۔

ایک ہفتہ پہلے وہ اپنی بیٹی کے ساتھ کینیڈا گئے تو اچانک ہی اس کی دلی مرادیں بر آئیں۔ اس کی زندگی میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آگیا۔ اس کا نام فراز احمد تھا۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ وہ اس ادارے کے ایک اہم معاملے کو نمٹانے کے لیے کینیڈا پہنچا ہوا تھا۔ وہاں اس نے ثمینہ عرف سونیا کو دیکھا اور اس حسینہ کی طرف کھنچتا چلا آیا۔

اس نے ثمینہ کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا' وہ ذہنی مریضہ ہے۔ اکثر نارمل رہتی ہے مگر کبھی کبھی ابنارمل ہوجاتی ہے اور جب ابنارمل ہوتی ہے تو اس کے ذہن پر سونیا کی شخصیت حاوی رہتی ہے۔

اس نے اچھی طرح خیالات پڑھنے کے بعد ایک رات اسے مخاطب کیا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ سونا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت اپنے دماغ میں کسی مرد کی آواز سن کر ایکدم سے اٹھ بیٹھی۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''ہائے سونیا.....! تمہاری تلاش ختم ہوچکی ہے۔ فرہاد علی تیمور تمہارے پاس آگیا ہے۔''

پہلے تو وہ خوش ہوئی پھر حیرانی اور بے یقینی سے بولی۔ ''کیا تم سچ مچ فرہاد ہو اور ابھی میرے اندر بول رہے ہو؟ یا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟''

اس نے کہا۔ ''اپنے بازو میں ایک چٹکی بھرو۔ تمہیں پتا چلے گا کہ سو رہی ہو یا جاگ رہی ہو۔''

اس نے اپنے بازو میں چٹکی بھری پھر تکلیف سے ایک سسکاری لیتے ہوئے کہا۔ ''ہاں۔ میں جاگ رہی ہوں اور تم میرے اندر بول رہے ہو۔''

وہ خوشی سے دونوں بازو پھیلاتے ہوئے بولی۔ ''تم کہاں چھپ کر بول رہے ہو؟ میرے پاس آجاؤ۔''

''تم مجھے اپنی بانہوں میں بلا رہی ہو اور میں تمہارے دماغ کے اندر پہنچ گیا ہوں۔ فی الحال روبرو نہیں آسکوں گا۔ کیونکہ یہاں سے بہت دور ہوں۔''

''تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتے ہو۔ کیا میرے پاس ابھی نہیں آسکو گے؟''

''میں جب چاہوں گا' تمہارے پاس آجاؤں گا۔ لیکن تم سے محبت کرنے کی اور تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کی ایک شرط ہے۔''

''میں ہر شرط مانوں گی۔ بس تم چلے آؤ۔''

''میں اُس وقت آؤں گا' جب تم نارمل رہو گی۔ میں تمہارے اندر رہ کر تمہارا دماغی علاج کروں گا۔ جب بھکنے لگو گی' ابنارمل ہونے لگو گی تو میں تمہیں کنٹرول کروں گا۔ تمہیں خیال خوانی کے ذریعے نارمل بناتا رہوں گا۔''

''سب مجھے ابنارمل کہتے ہیں۔ پلیز۔ تم تو ایسا نہ کہو.....''

''ایسا نہیں کہوں گا تو علاج نہیں کرسکوں گا۔ تمہارے اندر جو خامی ہے' کمزوری ہے' اسے تسلیم کرو۔ اگر مجھے اپنی زندگی میں بلانا چاہتی ہو تو میری بات مان لو۔''

''اچھی بات ہے' تم جو کہو گے' وہی کروں گی۔''

''تو پھر ابھی آرام سے سو جاؤ۔ میں کل تمہارے پاس آؤں گا۔''

''اتنی جلدی نہ جاؤ۔ میں تم سے ڈھیر ساری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

''باتیں ہوتی رہیں گی۔ ابھی میری بات مان لو اور سو جاؤ۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''میں نہیں سوؤں گی۔''

''ابھی تم نے وعدہ کیا تھا' میری ہر بات مانو گی؟''

وہ چپ ہوگئی۔ فرہاد احمد نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ آنکھیں بند کرکے لیٹ گئی پھر تھوڑی دیر بعد ہی گہری نیند میں ڈوب گئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے باپ کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو مسٹر بشیر احمد.....!''

وہ بھی سونے جارہا تھا۔ ایکدم سے چونک کر اٹھ بیٹھا۔ اپنی بیوی کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''یہ۔ یہ میرے اندر کون بول رہا ہے۔''

اس کی بیوی نے کہا۔ ''انسان اپنے اندر خود بولتا ہے۔ کوئی اور کیسے بولے گا؟''

فراز احمد نے کہا۔ ''تم میاں بیوی ٹیلی پیتھی کے علم پر یقین نہیں رکھتے ہو۔ سمجھتے ہو' فرہاد علی تیمور کا وجود نہیں ہے۔ ابھی تم سن رہے ہو' میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے

اندر آکر بول رہا ہوں۔ یہی ٹیلی پیتھی ہے۔''

اس نے خاتون کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''میں تمہارے اندر بھی آکر بول رہا ہوں۔ یقین کرو' تمہاری بیٹی کی تلاش ختم ہوچکی ہے۔ اس کی زندگی میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد آرہا ہے۔''

وہ خاتون بھی گھبرا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ اپنے شوہر کا بازو جھنجوڑ کر بول رہی تھی۔ ''سنو سنو۔ میرے اندر کوئی بول رہا ہے..... کیا وہی تمہارے اندر بھی بول رہا ہے؟''

''میرے اندر بولنے والا کہہ رہا ہے' فرہاد علی تیمور کا وجود ہے۔''

خاتون نے کہا۔ ''میرے اندر بولنے والا بھی کہہ رہا ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد ہماری بیٹی کی زندگی میں آگیا ہے۔''

وہ شوہر کے قریب آگئی۔ ''مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔ کیا یہ کوئی جادو ہے؟''

فراز نے کہا۔ ''یہ جادو نہیں ہے۔ ایک خداداد علم ہے۔ یہ بات کسی اور سے نہ کہنا' میں تمہارے اندر آکر بولتا ہوں۔ میں ثمینہ کی بہتری کے لیے آیا ہوں۔''

وہ دونوں ہی ہکا بکا سے ہوکر خلا میں تک رہے تھے۔ فراز نے بشیر کے دماغ میں آکر کہا۔ ''دنیا کا کوئی ڈاکٹر تمہاری بیٹی کی دماغی حالت کو باہر سے سمجھ نہیں سکتا۔ میں اس کے اندر رہ کر اس کی ایک ایک دماغی کمزوری کو سمجھتا رہوں گا۔ رفتہ رفتہ علاج کرتا رہوں گا' وہ ابنارمل نہیں رہے گی۔''

بشیر نے بیوی کو دیکھا پھر اسے فراز کی باتیں بتانے لگا۔ فراز کہہ رہا تھا۔ ''اگرچہ علاج طویل ہوگا مگر وہ ہمیشہ کے لیے نارمل ہوجائے گی۔ کیا تم اپنی بیٹی کی بہتری نہیں چاہتے ہو؟''

بشیر نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ اس نے کہا۔ ''تو پھر اسے میرے حوالے کردو۔''

اس نے کہا۔ ''یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''میں درست کہہ رہا ہوں۔ ایک مریضہ کو ڈاکٹر کی نگرانی میں ہی رہنا چاہیے۔ فی الحال مجھے ڈاکٹر سمجھ لو۔ اگر سمجھنا نہیں چاہتے تو ہونے والا داماد تسلیم کرلو۔ تسلیم نہیں کرو گے' تب بھی تمہاری بیٹی میرے زیر اثر رہے گی۔ میرے اشاروں پر چلے گی۔ میری مرضی کے مطابق زندگی گزارے گی۔''

وہ ان دونوں کے اندر باری باری بول رہا تھا۔ خاتون نے اپنے شوہر سے کہا۔ ''یہ کیا کہہ رہا ہے؟ ہماری بیٹی کو اپنے اشاروں پر کیوں چلائے گا؟''

وہ بے بسی سے بولا۔ ''ہماری بیٹی پر کسی کا سایہ ہے۔ یہ خود کو ٹیلی پیتھی جاننے والا کہہ رہا ہے۔ ہوسکتا ہے' درست ہو۔''

خاتون نے کہا۔ ''نہیں۔ یہ کوئی جن ہے۔ ہماری بیٹی پر عاشق ہوگیا ہے۔''

فراز نے کہا۔ ''اب سے پہلے تم کتنے ہی عامل حضرات سے رجوع کرچکے ہو۔ کتنی ہی بار تعویذ گنڈے کرا چکے ہو۔ آخر تم نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا ہے کہ بیٹی دماغی مریضہ ہے۔ اب اس حقیقت کو بھی تسلیم کرلو' ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہاری بیٹی پر عاشق ہوگیا ہے۔''

خاتون نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''پھر ہماری بیٹی کا کیا بنے گا؟''

بشیر نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''اللہ نے چاہا تو بہتری ہوگی۔ ہم نے مایوس ہوکر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا پھر اب کیوں پریشان ہورہی ہو؟ اگر کوئی اس کے دماغ میں آتا ہے تو یہ اچھی بات ہے۔ ہمیں اس معاملے میں چپ سادھ لینی چاہیے اور دیکھنا چاہیے' آئندہ ہماری بیٹی کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟''

انہوں نے بیٹی کے حالات سے سمجھوتا کرلیا۔ فراز نے دوسرے دن ثمینہ سے ملاقات کی۔ وہ ایک خوبرو صحتمند جوان تھا پھر یہ کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا آئیڈیل تھا۔ وہ دل و جان سے اس کی ہوگئی۔

چونکہ ماں باپ کی لاڈلی تھی۔ اس لیے بہت ہی ضدی اور خودسر تھی۔ بات بات پر غصہ دکھاتی تھی۔ فراز خیال خوانی کے ذریعے اس کی ایسی دماغی کمزوریوں کو دور کرنے لگا۔ ماں باپ دیکھ رہے تھے' بیٹی کی ضد اور غرور کچھ کم ہورہا ہے۔ وہ کسی حد تک مطمئن ہونے لگے۔

انہوں نے کہا۔ ''اب ہمیں واپس دارالسلام جانا چاہیے۔''

مگر اس نے جانے سے انکار کردیا۔ بشیر کاروباری معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ اس کا جانا ضروری تھا۔ فراز نے کہا۔ ''آپ ثمینہ کو میری ذمہ داری پر چھوڑ دیں۔ میں یہاں ایک اہم معاملے میں مصروف ہوں۔ فرصت ملتے ہی اسے آپ کے پاس لے آؤں گا۔''

وہ بیٹی کو چھوڑ کر دارالسلام چلے گئے مگر دو ہی دنوں بعد فراز کو خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوا' ثمینہ کا باپ بری طرح بیمار پڑ گیا ہے۔ بیٹی کو یاد کررہا ہے۔ اس نے خیال

خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میں پہلی ہی فلائٹ سے تمہاری بیٹی کو دارالسلام بھیج رہا ہوں۔''

اس وعدے کے مطابق ثمینہ عرف سونیا دارالسلام جانے کے لیے اس طیارے میں آئی تھی اور چنگارارا سے سامنا ہو رہا تھا۔ ایسے وقت فراز اپنے معاملات میں مصروف تھا۔ جب ذرا فرصت ملی اور وہ ثمینہ کے اندر آیا تو معلوم ہوا وہ ایک اجنبی مسافر کے ساتھ بیٹھی ہوئی کس طرح سونیا کی حیثیت سے بڑی بڑی ڈینگیں مار رہی ہے؟

فراز بڑی خاموشی سے چنگارارا کی باتیں سن رہا تھا اور یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ کچھ سہما ہوا ہے۔ ثمینہ نے کہا' اس کا فرہاد ابھی یہاں خیال خوانی کے ذریعے آئے گا۔ وہ اسے متعارف کرائے گی۔

چنگارارا یہ سن کر اور زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔ فوراً ہی بیگ سے کیموفلیجنگ مشین نکال کر ٹوائلٹ کی طرف چلا گیا تھا۔ ثمینہ اس مشین کو کیسٹ ریکارڈر سمجھ رہی تھی۔ جب وہ ٹوائلٹ کے اندر چلا گیا تو فراز نے اسے مخاطب کیا۔ ''ثمینہ! تم پھر ابنارمل ہو رہی ہو۔ تم نے وعدہ کیا تھا' سونیا نہیں ثمینہ بن کر رہو گی۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''میں کیا بتاؤں' اس وقت سونیا بننے میں کتنا مزہ آ رہا ہے؟ یہ جو میرا ہم سفر ہے' بڑی طرح مرعوب ہو گیا ہے۔ میری دھونس میں آ گیا ہے۔ تم تو میرے اندر کی ساری باتیں سمجھ لیتے ہو۔ خود سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس وقت میں ابنارمل نہیں ہوں۔ بس مزے لے رہی ہوں۔''

''میں نے سمجھا تھا' کوئی بات ہو یا کسی سے ملاقات ہو تو اسے آنکھوں سے دیکھو اور عقل سے سمجھنے کی کوشش کرتی رہو۔ تم سونیا بن کر مزے لے رہی ہو مگر سونیا کی عقل استعمال نہیں کر رہی ہو۔ کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی ٹوائلٹ جاتے وقت ٹیپ ریکارڈر لے کر کیوں جائے گا؟''

''وہ میری طرح وہاں میوزک سننے کا عادی ہے۔''

''وہ تمہاری طرح ابنارمل نہیں ہے۔ یقیناً کوئی ایسی چیز یہاں سے لے گیا ہے' جسے تم سمجھ نہیں پائی ہو اور میں تمہارے ذریعے اچھی طرح دیکھ نہیں پایا ہوں۔''

''میں اس کا بیگ کھول کر دیکھتی ہوں؟ اس طرح معلوم ہو سکے گا' وہ یہاں سے کیا لے کر گیا ہے؟''

''میں یہی چاہتا ہوں۔ فوراً اس کے بیگ کی تلاشی لو۔''

وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر اس کی سیٹ پر آ گئی پھر جھک کر بیگ کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' اسے کس طرح بند کیا گیا ہے؟ کہیں سے لاک دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ لیکن وہ متفکل تھا۔ ایسے وقت فراز کو یاد آیا' سیارے والے ایسا بیگ استعمال کرتے ہیں۔ صرف سونیا اور فرہاد ہی انہیں کھولنا جانتے ہیں۔

فراز نے ثمینہ سے پوچھا۔ ''کیا تمہارے پاس چاقو ہے؟''

''ہاں۔ نیل کٹر کے ساتھ ایک چھوٹا سا چاقو لگا ہوا ہے۔''

''فوراً اس سے اس بیگ کو ایک طرف سے کاٹو۔''

وہ بولی۔ ''اوہ گاڈ! وہ آئے گا تو جھگڑا کرے گا۔ یہاں مسافروں سے کہے گا' میں اس کے بیگ کی تلاشی لے رہی تھی۔''

''اس کی پروا نہ کرو۔ میں اس سے نمٹ لوں گا جو کہہ رہا ہوں' وہی کرو۔ ورنہ وہ ٹوائلٹ سے واپس آ جائے گا۔''

اس نے اپنے پرس سے نیل کٹر نکالا۔ پھر اس کے چاقو سے بیگ کے ایک حصے کو کاٹنے لگی۔ وہ اس حد تک کٹ گیا تھا کہ اندر سے تھوڑا تھوڑا سامان نکال کر دیکھا جا سکتا تھا۔

اس میں اس کا لباس تھا۔ پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات تھے پھر ایک چھوٹی سی چرمی تھیلی برآمد ہوئی۔ اس میں بہت سے قیمتی ہیرے اور جواہرات تھے۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ ''ہائے فراز! یہ تو بہت ہی قیمتی ہیرے جواہرات ہیں۔''

''انہیں فوراً چھپاؤ۔ کسی مسافر کی نظر نہ پڑے۔''

اس نے اس تھیلی کو اپنے پرس میں چھپا کر رکھ لیا پھر اس بیگ میں ہاتھ ڈال کر ٹٹولا۔ اس بار ایک بڑا سا پلاسٹک کا ڈبا ہاتھ آیا۔ اس میں سونے کے لٹکٹ رکھے ہوئے تھے۔ ثمینہ اتنی دولت دیکھ کر خوش ہو رہی تھی کہہ رہی تھی۔ ''یہ شخص تو بہت ہی دولتمند ہے۔ اپنے ساتھ خزانہ لیے پھرتا ہے۔''

فراز نے کہا۔ ''ایسی چیزیں فوراً چھپا لیا کرو۔ دیکھو! اس بیگ میں اور کیا کیا ہے؟''

اس نے سونے کے لٹکٹ اپنے پرس میں رکھ لیے پھر اس بیگ کو ٹٹولنے لگی۔ جوتوں کا ایک جوڑا برآمد ہوا۔ وہ انہیں اِدھر اُدھر سے الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''یہ تو کچھ عجیب قسم کے جوتے ہیں۔''

فراز نے کہا۔ ''انہیں واپس بیگ میں رکھو۔''

وہ اس کی ہدایت کے مطابق پھر تلاشی لینے لگی۔ اس بار ریوالور اور بلٹ سے بھرا ہوا ایک ڈبا برآمد ہوا۔ فراز نے کہا۔ ''ان چیزوں کو بھی اپنے بیگ میں رکھ لو اور اب سیدھی ہو کر بیٹھ جاؤ۔ میں صرف ایک منٹ کے لیے جا رہا ہوں۔ اس وقت کسی سے بات نہ کرنا۔ چپ چاپ بیٹھی رہنا۔''

یہ کہتے ہی وہ خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر آ کر

بولا۔ ''سر! میں فراز احمد بول رہا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''ہاں بولو... کیا بات ہے؟''

''سر! بات لمبی ہے۔ پلیز۔ آپ میرے اندر چلے آئیں۔''

میں اس کے اندر آ گیا۔ اس نے کہا۔ ''میں ثمینہ نامی ایک نوجوان لڑکی کو چاہتا ہوں۔ اسے اپنی شریکِ حیات بناؤں گا' لیکن وہ ابھی ابنارمل ہے۔ میں رفتہ رفتہ اس کا علاج کر رہا ہوں۔ آپ اس کے دماغ میں پہنچ کر حالات معلوم کریں۔ وہ دارالسلام جانے والے طیارے میں ہے اور اس کا ہم سفر سیارے کا کوئی باشندہ ہے۔''

اس نے مجھے ثمینہ کے اندر پہنچا دیا۔ میں چپ چاپ خیالات پڑھنے لگا۔ اس کے ذریعے بہت سی اہم معلومات حاصل ہونے لگیں۔

میں نے فراز سے کہا۔ ''ثمینہ کے ساتھ جو شخص بیٹھا ہوا ہے' اس کا نام چنگارارا ہے۔ اس کا ایک دستِ راست بھی اسی طیارے میں سفر کر رہا ہوگا۔ آگے اس کے بارے میں بھی معلوم ہو سکے گا۔''

ہم چنگارارا کا انتظار کرنے لگے۔ اس نے ٹوائلٹ میں جا کر ایشورارا سے کوئی لمبی بات نہیں کی تھی۔ اپنی یہ پریشانی ظاہر کی تھی کہ سونیا اچانک ہی اس طیارے میں پہنچ گئی ہے۔ ابھی وہ اسے پہچان نہیں رہی ہے۔ لیکن فرہاد اس کے دماغ میں آئے گا تو پہچان لے گا پھر اسے فرار کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔

ایشورارا نے اسے حکم دیا تھا' فرہاد کے آنے سے پہلے ہی وہ اپنا ریوالور نکال کر سونیا کو گولی مار دے اور پورے جہاز کو ہائی جیک کر لے۔ اس کے بعد جو حالات پیش آئیں گے' ان سے نمٹ لیا جائے گا۔

چنگارارا اس کے احکامات سن کر ٹوائلٹ سے باہر آ گیا۔ اس نے سوچ لیا تھا' اپنی سیٹ پر پہنچتے ہی بیگ میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالے گا اور کچھ کہے سنے بغیر سونیا کو گولی سے اڑا دے گا۔

لیکن وہ اپنی سیٹ پر پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ بیگ کی حالت بتا رہی تھی' اسے چاقو سے کاٹ کر کھولا گیا ہے اور تلاشی لی گئی ہے۔

اس نے سہمی ہوئی نظروں سے ثمینہ کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی بیگ میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالنا چاہا۔ ثمینہ نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''تمہارا ریوالور میرے پاس ہے۔ تم دیکھ رہے ہو' میرا ہاتھ اپنے پرس کے اندر ہے۔ انگلی ٹریگر پر ہے۔ تم اس وقت میرے نشانے پر ہو۔''

وہ بڑی بے بسی سے اس کے پرس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اندر سے ریوالور کی نال کا ایک حصہ ابھرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اگر وہ لڑنے مرنے پر آمادہ ہوتا تو اس سے پہلے ہی گولی چل جاتی۔ وہ ٹھیک نشانے پر تھا۔

اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''مجھے گولی مارو گی تو پورے جہاز میں ہلچل مچ جائے گی۔ مسافر خوفزدہ ہوں گے۔ کیا مجھے چند سانسیں لینے کی مہلت دے سکتی ہو؟''

وہ میری مرضی کے مطابق بولی۔ ''میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گی۔ صرف زخمی کروں گی۔ تاکہ میرا فرہاد تمہارے اندر آ سکے۔''

''پلیز مجھے زخمی نہ کرو۔ مسٹر فرہاد کے لیے میرے دماغ کے دروازے کھلے ہیں۔ وہ جب چاہیں آ سکتے ہیں۔''

میری سوچ کی لہریں اس کے اندر پہنچیں تو وہ ذرا ٹھٹک گیا۔ سانس روکنا چاہتا تھا پھر بولا۔ ''آپ...! آپ فرہاد صاحب ہیں؟ ہاں.... ہاں آئیں ضرور آئیں۔ دیکھیں میں سانس نہیں روک رہا ہوں۔ کوئی اعتراض نہیں کر رہا ہوں۔ آپ کا غلام بننا چاہتا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''تم تو ابھی سونیا کو گولی مارنے والے تھے۔ اس کی موت بننے والے تھے۔ اب اپنے اندر موت کو دیکھ کر فوراً ہی پٹری بدل رہے ہو۔ کچھ کہے سنے بغیر فوراً ہی غلام بن رہے ہو۔''

وہ بولا۔ ''مارنے والے سپاہی یہی کرتے ہیں۔ اپنی جان بچانے کے لیے غلامی قبول کر لیتے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''تمہاری غلامی کی عمر کیا ہوگی؟ کیا ہماری دنیا میں آخری سانس تک زندہ رہنا چاہتے ہو؟ یا جلد سے جلد کسی طرح جان بچا کر یہاں سے فرار ہو کر سیارے میں جانا چاہتے ہو؟''

وہ بولا۔ ''یہ بات سمجھ میں آ گئی ہے' آپ ہمیں یہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے۔''

''ظاہر ہے' تم یہاں اس لیے آئے ہو کہ ہمیں زندہ نہیں رہنے دو گے' تو پھر ہم تمہیں کیسے زندہ واپس جانے دیں گے؟''

''اسی لیے گرفت میں آتے ہی غلام بننے کو تیار ہو گیا ہوں۔ اگر مجھے میری طبعی عمر تک جینے کا موقع دیں گے تو میں گریٹ ایشورارا کی وفاداری سے باز آ جاؤں گا۔ اس زمین پر رہ کر آپ کے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔''

''اچھی بات ہے۔ میں تمہیں آزماؤں گا۔ دیکھوں گا'

تم کتنے سچے ہو؟ کتنی دیانتداری سے صرف میرے ہی نہیں' بلکہ تمام مسلمانوں کے دوست اور خیر خواہ بن کر رہ سکتے ہو؟''

''ہم سیارے والوں کا کوئی دین دھرم نہیں ہے۔ آپ حکم دیں گے تو میں آپ کا دین قبول کرلوں گا۔''

''پہلے میں تمہارے جھوٹ' سچ اور دیانتداری کو آزمانا چاہتا ہوں۔ یہ بتاؤ' تمہارے باقی ساتھی بھاگ کر کہاں جا رہے ہیں؟''

''ایک پیرس میں تھا۔ اسے آپ نے مار ڈالا ہے۔ آپ تو جانتے ہی ہیں' دوسرا لندن میں اور تیسرا فرینکفرٹ میں تھا۔ وہ دونوں شائد اب وہاں نہیں ہیں۔ کہیں دوسری جگہ چلے گئے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''سوچ سمجھ کر جواب دو۔ تم یہاں نائب ایشوارارا بن کر آئے ہو اور وہ سب تمہارے ماتحت ہیں۔ تمہیں ان کے ایک ایک پل کی رپورٹ ملتی ہوگی کہ کون کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟''

''ہاں۔ وہ مجھے اپنے متعلق بتاتے رہتے ہیں۔ دو کے علاوہ میرا ایک دستِ راست بھی ہے۔ وہ بھی آپ کے خوف سے مجھے چھوڑ کر کسی دوسرے ملک کی طرف چلا گیا ہے۔ جب یہ تینوں ماتحت کہیں جا کر پناہ لیں گے تو مجھے بتائیں گے کہ کس ملک میں ہیں اور انہوں نے کہاں پناہ لے رکھی ہے؟''

وہ سراسر جھوٹ بول رہا تھا۔ ہماری معلومات کے مطابق وہ سب دارالسلام پہنچنے والے تھے۔ لیکن یہ بات وہ مجھ سے چھپا رہا تھا۔

میں نے کہا۔ ''ابھی جھوٹ سچ معلوم ہو جائے گا۔ سب سے پہلے اپنے دستِ راست کے دماغ میں پہنچو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں' اس وقت وہ کہاں ہے؟''

اس وقت وہ اسی طیارے میں تھا۔ چنگارارا ہچکچانے لگا۔ اسے ہماری نظروں میں نہیں لانا چاہتا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ ''کیا میں سانس روک کر فرہاد کو اپنے اندر سے بھگا دوں اور اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر کروں؟ مگر تدبیر کیا ہو سکتی ہے؟ کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔ سونیا خطرناک عورت ہے۔ اس کا نشانہ کبھی نہیں چوکتا۔ میں اپنے بچاؤ کے لیے ذرا سی بھی حرکت کروں گا تو یہ مجھے گولی مار دے گی۔''

میں نے کہا۔ ''درست سوچ رہے ہو۔ سانس روک کر مجھے بھگاؤ گے تو دوسرے ہی لمحے میں گولی چل جائے گی۔''

وہ شکست خوردہ انداز میں بولا۔ ''میں آپ سے جھوٹ بول رہا تھا۔ میرا دستِ راست اسی طیارے میں ہے۔ میں اپنے ساتھ اس کی بھی سلامتی چاہوں گا۔''

میں نے پوچھا۔ ''سلامتی کیسے ملے گی؟ تم تو ابھی زبان سے پھر گئے۔ میرے غلام اور تابعدار بننے کا دعویٰ کر رہے تھے اور مجھے دھوکا دے رہے تھے۔''

وہ بڑی عاجزی سے بولا۔ ''مجھے ایک بار معاف کردیں۔ میں آئندہ کسی طرح کا دھوکا دینے کی جرأت نہیں کروں گا۔''

''تو پھر میرے حکم کی تعمیل کرو۔ ابھی اپنے دستِ راست کے دماغ میں جا کر بولو' وہ ٹوائلٹ میں آئے۔ تم وہاں پہنچ رہے ہو۔ اس سے ضروری باتیں کرنا چاہتے ہو۔''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟''

''زیادہ بکواس نہ کرو۔ جو کہہ رہا ہوں' اس پر عمل کرو۔ ابھی میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ نہیں کیا ہے۔ ایک لمحے کی بھی دیر کرو گے تو تمہیں زخمی کر کے دماغ پر حاوی ہو جاؤں گا۔ پھر مجھ سے کبھی نجات حاصل نہیں کرسکو گے۔''

وہ دوسرے ہی لمحے میں اپنے دستِ راست کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ ''میں چنگارارا ہوں۔ ابھی ٹوائلٹ کی طرف جاؤ۔ میں بھی آرہا ہوں۔ کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے سر گھما کر ایک طرف دیکھا۔ پیچھے مسافروں کی ایک قطار سے اس کا وہ ماتحت کھڑا ہو گیا تھا۔ ٹوائلٹ کی طرف جا رہا تھا۔ وہ بھی ادھر جانا چاہتا تھا۔

میں نے کہا۔ ''یہیں بیٹھے رہو۔ اس سے کہو' وہ ٹوائلٹ کے اندر جا کر دروازہ بند کرلے۔''

وہ وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے حکم دیا۔ ''تم ٹوائلٹ جاؤ اور دروازے کو اندر سے بند کرلو۔''

وہ بولا۔ ''میں دروازے کو اندر سے بند کرلوں گا تم نہیں آؤ گے؟''

''میں ابھی آرہا ہوں۔ جو کہہ رہا ہوں۔ اس پر عمل کرو۔''

اس نے اندر جا کر دروازے کو بند کرلیا۔ میں نے کہا۔ ''تم تابعدار بن کر رہنا چاہتے ہو۔ میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے تو پھر پہلا حکم یہ ہے کہ اپنے دستِ راست کے اندر جا کر ہلکا سا زلزلہ پیدا کرو۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''پلیز... مجھے اور میرے ماتحتوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ ہم سب آپ کے تابعدار بن کر رہیں گے۔''

''پہلے میرے حکم کی تعمیل کرو اور ثابت کرو' جو کہہ رہے ہو' وہی کرو گے۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ میں اسی وقت اس کا لب و لہجہ اختیار کر کے دستِ راست کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے مجھے چنگارارا سمجھ کر پوچھا۔ ''کیا تم یہاں نہیں آؤ گے؟ اگر نہیں آؤ گے تو پھر مجھے یہاں آنے کے لیے کیوں کہا ہے؟''

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تو اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ وہ ایک دم سے اچھل کر ٹوائلٹ کے فرش پر گر پڑا۔ تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ وہاں کوئی اسے دیکھنے والا نہیں تھا کہ وہ کس اذیت میں مبتلا ہے۔

چنگارارا اپنی جگہ چپ چاپ بیٹھا تیزی سے سوچ رہا تھا۔ ''کیا مجھے اپنے ماتحت کے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہیے؟ میں کس مصیبت میں پڑ گیا ہوں؟ اگر فرہاد کی بات نہیں مانوں گا تو یہ میرے اندر زلزلہ پیدا کرے گا۔''

میں اس کے اندر تھا۔ کسی بھی وقت اسے ذہنی اذیت میں مبتلا کرسکتا تھا۔ لیکن جہاز میں مسافروں کے درمیان ایسا کرتا تو وہ تماشا بن جاتا۔ میں اس معاملے کو چپ چاپ نمٹانا چاہتا تھا۔

میں نے کہا۔ ''تم تو سوچ میں پڑ گئے۔ تابعداری کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بعض اوقات اپنی جان پر کھیل کر خود کو تابعدار ثابت کرنا پڑتا ہے۔ چلو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کرو مگر اس سے باتیں تو کرو۔''

وہ اس کے اندر پہنچتے ہی ایک دم سے چونک گیا۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا ہے۔ یقیناً اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا گیا تھا۔

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ ''فرہاد صاحب! کیا آپ ہم سب کو دماغی طور پر کمزور بنانا چاہتے ہیں؟''

''تمہیں کوئی سوال کرنے کا حق نہیں ہے۔ تم کبھی دیانتداری سے تابعدار بن کر نہیں رہ سکو گے۔ اپنے دستِ راست سے ہمدردی ہے تو جاؤ اور اسے سنبھالو۔ اسے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔''

وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ٹوائلٹ کے پاس آیا۔ اس ماتحت کی دماغی تکلیف کچھ کم ہو گئی تھی۔ میں اس کے اندر پہنچ کر اس کی تکلیف کو کچھ اور کم کر رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

چنگارارا دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ وہ اسے کھولتے ہوئے بولا۔ ''اندر آؤ۔ میں بہت تکلیف میں ہوں۔''

اس نے اندر آتے ہی دروازے کو بند کر دیا پھر دونوں مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ ''یو بلڈی فرہاد علی تیمور! تو خود کو سمجھتا کیا ہے؟ اب میں اس ہنڈ ٹوائلٹ سے باہر نہیں آؤں گا۔ سونیا مجھے گولی نہیں مار سکے گی۔ میں چیخ چیخ کر سب کو بتاؤں گا کہ تو مجھے اور میرے ساتھی کو مارڈالنا چاہتا ہے۔''

اس کے دستِ راست نے میری مرضی کے مطابق پوچھا۔ ''تم اتنا کیوں چیخ رہے ہو؟ کیا ہم اس طیارے سے زندہ نکل پائیں گے؟''

وہ بولا۔ ''میں نہیں جانتا کیا ہوگا؟ اتنا یقین ہے' اس ٹوائلٹ سے زندہ نکلیں گے۔ ہمیں قانونی تحفظ حاصل ہوگا۔ ہم پولیس کی کسٹڈی میں رہیں گے۔ ویسے بھی سونیا ہمیں گولی نہیں مار سکے گی۔''

دستِ راست نے کہا۔ ''واہ استاد! کیا دماغ پایا ہے۔ تم نے تو سونیا فرہاد کی بازی ہی الٹ دی ہے۔''

''بے شک۔ ابھی تم دیکھو گے سونیا یہاں آکر فائر نہیں کرسکے گی۔ ہم سے دروازہ نہیں کھلوا سکے گی۔ ابھی یہ طیارہ موریشس پہنچنے والا ہے۔ جب مسلح پولیس والے یہاں آئیں گے' تب ہی ہم دروازہ کھولیں گے۔''

اچانک ہی اس کی ناک پر ایک زبردست گھونسا پڑا۔ اس کے ماتحت نے کہا۔ ''کیا دماغ پایا ہے تُو نے؟ تیری کھوپڑی میں اتنی سی بات نہیں آئی کہ فرہاد میرے کمزور دماغ پر قبضہ جما چکا ہوگا؟''

وہ گھونسا کھا کر ایک ذرا سا چکرا گیا۔ میں اس کے دماغ کو ذرا اور کمزور بنانا چاہتا تھا۔ میرے معمول دستِ راست نے اس کے پیٹ کے نیچے ایسی جگہ گھٹنا مارا کہ وہ تکلیف سے بلبلا اٹھا۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''موت سے آج تک کوئی بھاگ نہیں سکا اور تُو بھاگنا چاہتا تھا؟''

یہ کہتے ہی میں نے اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے وہیں فرش پر تڑپنے لگا۔ فراز احمد کبھی ثمینہ کے اندر اور کبھی چنگارارا کے اندر آکر یہ دیکھ رہا تھا کہ ہم اپنے دشمنوں سے کس طرح نمٹتے رہتے ہیں؟

اس نے کہا۔ ''سر! میں نے سنا ہے' یہ سیارے والے زیادہ دیر تک کمزوری میں مبتلا نہیں رہتے۔ ان کی دماغی توانائی جلد ہی بحال ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کہ ان پر تنویمی عمل کا اثر زیادہ سے زیادہ دس یا بارہ گھنٹے تک رہتا ہے۔ یہ اس عمل

کے اثر سے بھی نکل آتے ہیں۔''

میں نے کہا۔''تم نے درست سنا ہے۔ میں ان پر تنویمی عمل نہیں کروں گا۔ دارالسلام پہنچنے تک ان کے دماغوں کو ذرا ذرا سا کمزور بناتا رہوں گا تاکہ یہ خیال خوانی کرنے کے قابل نہ رہیں۔''

''تو پھر آپ چنگارارا کو سنبھالیں۔ میں اس کے دستِ راست کے اندر رہ کر اسے اپنے قابو میں رکھوں گا۔''

''تم بابا صاحب کے ادارے کے اہم معاملات میں مصروف ہو۔ اپنی مصروفیات پر توجہ دو۔ میں اپنے کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بلا رہا ہوں۔''

''میں اپنے معاملات پر پوری توجہ دے رہا ہوں۔ اس کے علاوہ اپنی ثمینہ کی بھی نگرانی کرنے کے لیے بار بار اس طیارے میں آرہا ہوں۔ اس طرح اس ماتحت کی بھی نگرانی کرتا رہوں گا۔''

زلزلوں کے جھٹکوں نے ان دونوں کو نڈھال کر دیا تھا۔ وہ ٹوائلٹ سے نکل کر اپنی اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ ان کے خیالات کے مطابق ایک ساتھی لندن سے اور دوسرا فرینکفرٹ سے روانہ ہو چکا تھا۔ وہ دونوں بھی آج رات تک دارالسلام پہنچنے والے تھے۔

جبکہ فرینکفرٹ سے آنے والا میرا تابعدار بن کر اسلام قبول کر چکا تھا۔ ابھی چنگارارا اس حقیقت سے بے خبر تھا۔ لندن میں جو سیارے والا تھا۔ اس کا نام کارارا تھا۔ اس کی مختصر سی ہسٹری یہ تھی کہ وہ حدیبہ نامی ایک مسلمان بیوہ خاتون پر عاشق ہو گیا تھا۔ دنیا میں بے شمار حسینائیں ہیں مگر دل کسی ایک پر آتا ہے اور جس پر آتا ہے، وہی سب سے زیادہ پرکشش لگتی ہے۔

کارارا کو حدیبہ سب سے زیادہ حسین اور پُرکشش لگ رہی تھی۔ اس نے پہلی ملاقات میں اپنی چاہت کا اظہار کیا۔ اس نے واضح طور پر جواب تو نہ دیا مگر شرماتی رہی اور اس سے بڑی اپنائیت کے ساتھ باتیں کرتی رہی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے چپ چاپ اس کے اندر جاتا تھا اور اسے اپنی طرف مائل کرتا رہتا تھا۔

اس کا دل کہتا تھا، اس حسینہ کی خاطر اسی دنیا میں رہ جائے۔ کبھی سیارے میں واپس نہ جائے مگر میں نے ان سب کو یہ کہہ کر دہلا دیا تھا کہ چنگارارا اور اس کے تمام ماتحتوں کے متعلق اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس وقت کون کہاں چھپا ہوا ہے؟ میں ان کے لیے خطرہ بن گیا تھا۔

ان حالات میں ارضی دنیا سے فرار ہونا لازمی ہو گیا تھا۔ جبکہ وہ اپنی محبوبہ کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے سوچا، اسے بھی اپنے ساتھ سیارے میں لے جائے گا پھر خیال آیا، اس دنیا سے جانے والی عورتیں وہاں زیادہ دن جی نہیں پاتی ہیں۔ پہلے کتنی ہی عورتوں کو وہاں لے جایا گیا تھا لیکن وہ ایک ہفتے سے زیادہ جی نہیں پائی تھیں۔

وہ حدیبہ کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ سیارے میں لے جا کر اس کی عمر کم کرنا نہیں چاہتا تھا۔ خواہ مخواہ اس کی موت کا سبب بننا نہیں چاہتا تھا۔

حدیبہ نے کہا۔''میں تمہارے ساتھ کسی بھی سیارے میں جا کر رہ سکتی ہوں۔ زندگی چاہے جتنی بھی مختصر ہو، وہ تمہارے ساتھ گزر جائے گی۔ ایک شریکِ حیات کی حیثیت سے جس کا ہاتھ پکڑوں گی اسی کے ساتھ جیوں گی، اسی کے ساتھ مروں گی۔ لیکن میری ایک شرط ہے۔''

اس نے پوچھا۔''کیسی شرط...؟''

''میں اسی وقت تم سے نکاح پڑھواؤں گی، جب تم بے دین نہیں رہو گے۔ میرا دین قبول کرو گے۔''

اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے کارارا کو ہر بات منظور تھی۔ اس نے کہا۔''میں تمہاری خاطر اسلام قبول کر سکتا ہوں۔ مسلمان بن سکتا ہوں مگر تمہارا ہی ایک مسلمان فرہاد علی تیمور میرا جانی دشمن ہے۔ اگر میں سیارے میں واپس نہیں جاؤں گا تو وہ مجھے جان سے مار ڈالے گا۔''

وہ بولی۔''میں بابا صاحب کے ادارے اور سونیا اور فرہاد کے متعلق بہت کچھ جانتی ہوں۔ اگر تم اسلام قبول کر لو گے تو وہ تمہیں کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے، بلکہ محبت سے گلے لگائیں گے۔''

''مجھے یقین نہیں آتا۔ انہوں نے گریٹ ایشورارا کو یہاں سے بھگا دیا پھر مجھے اپنی دنیا میں کیسے رہنے دیں گے؟''

''تم میری بات پر بھروسا کرو۔ مجھے اپنے ساتھ دارالسلام لے چلو۔ کہیں بھی کسی وقت بھی فرہاد یا سونیا سے رابطہ ہو گا تو میں ان سے بات کروں گی۔ انہیں یقین دلاؤں گی، تم سچے دل سے دینِ اسلام قبول کرنے والے ہو پھر دیکھ لیں گے، نتیجہ خاطر خواہ نکلے گا۔ تمہیں یہاں سے جانا نہیں پڑے گا۔ اللہ نے چاہا تو ہم بہت اچھی ازدواجی اور گھریلو زندگی گزاریں گے۔''

یہ فیصلہ کرنے کے بعد ہی وہ کارارا کے ساتھ دارالسلام کی طرف جا رہی تھی۔

☆☆☆

چنگارارا اپنے دستِ راست کے ساتھ ہمارا قیدی ہوا تھا۔ وہ دونوں اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ چنگارارا بار بار التجائیں کر رہا تھا۔ قسمیں کھا رہا تھا۔''اب میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ دھوکا نہیں دوں گا۔ مجھ پر ایک بار اور بھروسا کریں۔ میں آپ کا دین قبول کرنے کے لیے دل سے راضی ہوں۔''

ہم جبراً کسی سے بھی اپنا دین قبول نہیں کراتے۔ کوئی دینی تعلیمات سے متاثر ہو کر یا ہمارے حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر یا اپنی جان بچانے کے لیے دین قبول کرتا ہے۔

اپنی جان کی سلامتی چاہنے والے خود غرض ہوتے ہیں۔ وہ سب حالات سے مجبور ہو کر دین کی طرف آتے ہیں۔ پھر حالات سازگار ہوتے ہی ہمارے دین سے پھر جاتے ہیں۔ ان کی نیتوں کا حال صرف خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

مگر میں چنگارارا کی نیت کو خوب سمجھ رہا تھا۔ وہ اگرچہ میرے سامنے گڑگڑا رہا تھا۔ التجائیں کر رہا تھا۔ مسلمان بننا چاہتا تھا، لیکن اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے، وہ پکا دغاباز ہے۔ گریٹ ایشورارا کی طرف سے یا اکابرین کی طرف سے ایک ذرا بھی تحفظ ملے گا۔ اسے جان کی امان ملے گی تو وہ ہمارے دین سے پھر جائے گا۔

چنگارارا کے برعکس اس کے ماتحت کے خیالات کہہ رہے تھے۔''میں اس دنیا میں آکر سیارے میں واپس جانا نہیں چاہتا مگر کیا کروں، سونیا اور فرہاد ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

فراز احمد نے اس کے اندر سوال پیدا کیا۔''اگر میں گریٹ ایشورارا کی تابعداری سے باز آجاؤں، اس کی غلامی نہ کروں اور فرہاد کا تابعدار بن جاؤں تو کیا یہ مجھے سلامتی دے گا؟''

وہ ذرا دیر چپ رہا پھر سوچنے لگا۔''ہاں۔ میں زمین پر رہنے کے لیے، اس خوبصورت دنیا میں ساری عمر گزارنے کے لیے سیارے کا رخ کبھی نہیں کروں گا۔ گریٹ ایشورارا کی تابعداری سے باز آجاؤں گا۔ فرہاد علی تیمور مجھے تحفظ دے گا سلامتی دے گا تو ہمیشہ اس کا خادم بن کر رہوں گا۔''

فراز احمد نے مجھ سے کہا۔''سر! یہ دستِ راست آپ کا تابعدار بن کر رہ سکتا ہے۔ یہ چنگارارا کی طرح دوغلا اور خود غرض نہیں ہے۔ میں اس کے چور خیالات اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔''

میں نے کہا۔''تم چنگارارا کے اندر رہو۔ میں ابھی اس سے باتیں کرتا ہوں۔''

میں اس کے اندر آکر خیالات پڑھنے لگا۔ پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔''منگورارا! میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تمہارے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ اگر تم صدقِ دل سے میرے اور تمام مسلمانوں کے دوست اور خیر خواہ بن کر رہو گے تو تمہیں جان کی امان ملے گی۔''

وہ خوشی سے کھل گیا۔ اسے من چاہی مراد مل رہی تھی۔ میں نے کہا۔''جب ہم دوست بن کر رہیں گے تو کوئی تم سے دشمنی کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ تم اس دنیا میں کسی سے چھپ کر نہیں رہو گے۔ آزادی سے جہاں چاہو گے وہاں زندگی گزار سکو گے۔''

''آپ تو میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ میرے من کی مرادیں پوری کر رہے ہیں۔ جس طرح چاہیں، مجھے آزما لیں۔ میں تمام عمر آپ کا تابعدار بن کر رہوں گا۔''

''تمہارے اندر دیانتداری ہے۔ میں پھر بھی تمہیں آزمانا چاہوں گا۔''

''میں حاضر ہوں۔ اپنی جان دے کر بھی آزمائش میں پورا اتروں گا۔''

''مجھے اپنے دوسرے ساتھی کے بارے میں سچ سچ بتاؤ۔''

وہ بولا۔''ہمارا ایک ساتھی جو فرینکفرٹ میں ہے۔ وہ بھی دارالسلام....''

میں بات کاٹتے ہوئے بولا۔''اس کا تذکرہ رہنے دو۔ وہ بھی تمہاری طرح دیانتدار ہے۔ ہمارا دین قبول کر چکا ہے۔''

''یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ میرے اس ساتھی نے مجھ سے پہلے اسلام قبول کر لیا ہے۔''

''تمہارا ایک ساتھی لندن میں ہے۔ اس کے بارے میں بتاؤ۔''

''اس کا نام کارارا ہے۔ وہ بھی دارالسلام کی طرف جا رہا ہو گا۔''

''کیا تم ابھی خیال خوانی کے قابل ہو؟ اس سے رابطہ کر سکتے ہو؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔''جی ہاں۔ میں ابھی اس سے رابطہ کرتا ہوں۔ آپ میرے اندر موجود رہیں۔ آپ کو اس کے حالات معلوم ہو جائیں گے۔''

میں نے کہا۔''ٹھیک ہے۔ میں یہی چاہتا ہوں۔''

اس نے کہا۔''آپ سے ایک التجا ہے۔''

''ہاں بولو۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''بیشتر سیارے والے گریٹ ایشورارا سے بیزار ہیں۔ اس دنیا میں آکر رہنا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے میری خواہش ہے' اگر وہ بھی آپ سے وفاداری ثابت کریں تو انہیں بھی جان کی امان ملے۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں۔ پہلے ان کے چور خیالات پڑھوں گا۔ اگر وہ تمہاری طرح اندر سے بھی سچے اور وفادار ثابت ہوں گے تو ہم انہیں ایک ذرا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ بلکہ انہیں تحفظ اور سلامتی دیں گے۔ یہاں رہنے کے سلسلے میں انہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کریں گے۔''

اس نے بڑی احسان مندی سے میرا شکریہ ادا کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اپنے لندن والے ساتھی کے اندر پہنچ گیا۔ ''ہیلو کارارا! میں منگورارا ہوں۔''

وہ حدیبہ کے ساتھ جہاز کی سیڑھی سے اتر رہا تھا۔ مسکرا کر بولا۔ ''ہائے...! تم کہاں ہو؟ میرا خیال ہے' چنگارارا کے ساتھ سفر کررہے ہو؟''

''ہاں اور شاید تم دارالسلام پہنچ گئے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''نہیں۔ یہ اسکندریہ کا ایئرپورٹ ہے۔ یہاں دو گھنٹے کا اسٹے ہے۔ اس کے بعد ہم آگے درالسلام کی طرف جائیں گے۔''

''میں ایک عورت کو تمہارے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔ یہ کون ہے؟''

وہ حدیبہ کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔ ''یہ میری محبت ہے۔ میری جان ہے۔ میں اس کے ساتھ آخری سانس تک زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔''

''گریٹ ایشورارا کے تابعدار رہ کر یہاں زندگی گزارنا چاہو گے تو سونیا اور فرہاد تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

''میری حدیبہ مسلمان ہے۔ اس نے یقین دلایا ہے' میں صدق دل سے اسلام قبول کرلوں گا تو یہ مجھ سے شادی کرے گی پھر سونیا اور فرہاد مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ بلکہ میری عزت کریں گے۔''

''حدیبہ بالکل درست کہہ رہی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے' میں فرہاد صاحب کا تابعدار بن گیا ہوں۔ مجھے جان کی امان مل چکی ہے۔''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا فرہاد صاحب سے تمہارا رابطہ ہوا تھا؟ کیا تم نے دینِ اسلام قبول کرلیا ہے؟''

''ابھی نہیں کیا۔ لیکن دارالسلام پہنچنے کے بعد کافر اور بے دین نہیں کہلاؤں گا۔ فرہاد صاحب نے میرے چور خیالات پڑھے ہیں۔ انہیں میری نیک نیتی کا یقین ہوگیا ہے۔''

''انہوں نے تمہیں دینِ اسلام قبول کرنے کو کہا ہوگا؟''

''انہوں نے مجھ سے ایسی کوئی بات نہیں کی ہے۔ ہم سیارے میں کسی دین دھرم کو نہیں مانتے تھے۔ پتھر کے بت ہوں یا خیالی خدا ہوں۔ ہم کسی کو نہیں پوجتے تھے۔ جب سونیا اور فرہاد جیسی ہستیاں اور اس دنیا کے دانشور ایک خدا کو مانتے ہیں تو یہاں رہنے کے لیے ہمیں بھی مان لینا چاہیے۔ مذہب کے متعلق اسٹڈی کرنی چاہیے' آخر یہ دین دھرم ہوتا کیا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''میں تم دونوں کی باتیں سن رہا ہوں۔''

کارارا نے حیرانی سے پوچھا۔ ''یہ کس کی آواز ہے؟''

''میں فرہادعلی تیمور بول رہا ہوں۔ منگورارا کی نیک نیتی کو اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔ ابھی تمہارے مختصر سے چور خیالات پڑھے ہیں۔ تم واقعی حدیبہ کو دل و جان سے چاہتے ہو۔ اس کے ساتھ ساری زندگی گزارنے کی آرزو رکھتے ہو۔ ہمارا دین قبول کرنا چاہتے ہو۔ منگورارا بھی اسلام کی طرف مائل ہورہا ہے۔ میں تم دونوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔''

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سونیا کو تمام صورتحال بتاتے ہوئے بولا۔ ''عبدالقادر اسلام قبول کرچکا ہے۔ منگورارا اور کارارا بھی ہمارا دین قبول کرنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں' ان تینوں کی دینی تعلیم و تربیت بابا صاحب کے ادارے میں ہو۔ اس طرح وہ کچھ عرصے تک وہاں رہ کر جانے انجانے دشمنوں سے محفوظ رہیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''تم نے ان کے لیے بہت اچھی بات سوچی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت اعتکاف میں نہ ہوں تو ابھی ان سے باتیں ہوسکتی ہیں۔''

میں نے ادارے کے انچارج سے رابطہ کیا۔ اس نے بتایا' اعلیٰ حضرت اعتکاف میں نہیں ہیں۔ تب میں نے خیال خوانی کے ذریعے انہیں مخاطب کیا۔ ''اسلام وعلیکم.....میں فرہادعلی تیمور آپ کی خدمت میں حاضر ہورہا ہوں۔''

انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ ''تم نے ان تینوں کے متعلق درست فیصلہ کیا ہے۔ انہیں یہاں بھیج دو۔''

میں ان کا شکریہ ادا کرکے دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔ ''اتنی جلدی واپس آگئے؟ کیا ان سے بات نہیں ہوئی؟''

''میں کیا بات کروں گا؟ وہ تو ہمارے تمام حالات سے اچھی طرح واقف رہتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ بولتا۔ انہوں نے خود ہی میرے فیصلے کو درست کہہ دیا ہے۔ میں ان تینوں کو کسی وقت بھی ادارے میں بھیج سکتا ہوں۔''

وہ خوش ہوکر بولی۔ ''جتنی جلدی ہوسکے' انہیں ادارے کی طرف روانہ کردو۔''

کارارا اپنی محبوبہ حدیبہ کے ساتھ اسکندریہ میں تھا۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''تم دارالسلام کی طرف نہ جاؤ۔ کسی بھی پہلی فلائٹ سے پیرس پہنچو پھر وہاں سے بابا صاحب کے ادارے کی طرف جاؤ۔ تمہارے لیے وہاں کا دروازہ کھل چکا ہے۔''

اس نے خوش ہوکر حدیبہ کا ہاتھ تھام کر کہا۔ ''فرہاد صاحب بہت بڑی خوشخبری سنا رہے ہیں۔ یہاں سے پیرس جانے کو کہہ رہے ہیں۔ وہاں مجھے بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی۔''

حدیبہ خوش ہورہی تھی۔ میرا شکریہ ادا کررہی تھی۔ جس فلائٹ میں چنگارارا سفر کررہا تھا۔ وہ موریشس پہنچ رہی تھی۔ وہاں سے منگورارا کا آگے جانا ضروری نہیں تھا۔

میں نے اس سے کہا۔ ''تم یہاں اتر جاؤ اور کسی بھی پہلی فلائٹ سے پیرس چلے جاؤ۔ ہمارے اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی نے تمہارے لیے بابا صاحب کے ادارے کا دروازہ کھول دیا ہے۔''

وہ خوشی سے جھومنے لگا۔ بار بار میرا شکریہ ادا کرنے لگا پھر اپنا سفری بیگ اٹھا کر اس جہاز سے اتر کر ائیرپورٹ کی عمارت کی طرف جانے لگا۔ میں نے فراز احمد سے کہا۔ ''منگورارا یہاں اپنا سفر ملتوی کررہا ہے۔ پیرس جانا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں کچھ قانونی رکاوٹیں ہوسکتی ہیں۔ تم اور منگورارا خیال خوانی کے ذریعے ان رکاوٹوں کو دور کرسکتے ہو۔''

فراز خیال خوانی کے ذریعے منگورارا کے ساتھ چلا گیا۔ ہمارا طیارہ دارالسلام پہنچنے والا تھا۔ اس طیارے میں نو مسلم عبدالقادر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اسے بھی یہ خوشخبری سنائی کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں جانے کی اجازت مل گئی ہے۔ وہ دارالسلام پہنچنے کے بعد کسی بھی فلائٹ سے پیرس جاسکتا ہے۔

سونیا نے کہا۔ ''جب میں اس مہم کے لیے نکلی تو ذہن میں یہی بات تھی کہ یہ پانچوں سیارے والے میرے ہاتھوں بے موت مارے جائیں گے پھر اس مہم کا نتیجہ ہماری توقع کے برعکس نکل رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے' سیارے کے تین کافروں نے ہمارا دین قبول کیا ہے۔ چوتھا کافر پیرس میں مارا گیا ہے۔ پانچواں چنگارارا بھی اپنی سلامتی کی طرف نہیں آئے گا تو دیکھتے ہیں' اس کے ساتھ کیا ہوگا؟''

فراز احمد نے میرے پاس آکر کہا۔ ''سر! پیرس جانے والی ایک فلائٹ میں منگورارا کے لیے سیٹ او کے ہوچکی ہے۔ وہ آج رات کسی وقت ادارے میں پہنچ جائے گا۔''

ہم دارالسلام پہنچ کر چنگارارا کی فلائٹ کا انتظار کرنے لگے۔ اس جہاز میں فراز احمد کی ایئرمل محبوبہ ثمینہ عرف سونیا بھی تھی۔ اس نے ثمینہ کے متعلق ہمیں بہت کچھ بتایا پھر کہا۔ ''وہ ابھی آئے گی تو میں آپ لوگوں کا تعارف کراؤں گا۔ میری گزارش ہے' اگر اس بیچاری سے کوئی غلطی ہوتو اسے معاف کردیں۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''تم کیا یہ سمجھتے ہو' ہم ایک ایئرمل لڑکی کی غلطیوں کو سمجھ نہیں پائیں گے اور ناراض ہوجائیں گے؟''

میں نے کہا۔ ''یہ یاد رکھو' اسے ہرگز نہ بتانا کہ یہ سونیا ہے اور میں فرہاد ہوں۔ ہم خود ہی اس سے ملاقات کریں گے۔ تم تعارف نہیں کراؤ گے۔''

رات آٹھ بجے وہ فلائٹ بھی وہاں پہنچ گئی۔ ہم نے چنگارارا کو قیدی بنا رکھا تھا۔ اسے اس جہاز میں ہلاک نہیں کیا تھا۔ نہ ہی اس شہر میں اسے ختم کرنا چاہتے تھے۔ سیارے کی طرف بھاگنے والا وہی ایک رہ گیا تھا۔ وہ گریٹ ایشورارا کا خاص ماتحت تھا۔ اس لیے اسے نائب ایشورارا بنا کر ہماری دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ اب ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ سیارے کی طرف سے اسے کس طرح امداد پہنچنے والی ہے؟ اگر کوئی خلائی جہاز آنے والا تھا تو ہم اس جہاز کا بھی نظارہ کرنا چاہتے تھے۔

چنگارارا جہاز سے اترنے کے بعد بری طرح سہما ہوا تھا۔ اسے یقین تھا' ہم اسے زندہ چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ میں نے اس کے دماغ کو بڑی حد تک کمزور بنا رکھا تھا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کررہا تھا۔ نہ ہی خیال خوانی کے قابل رہا تھا۔

اس نے وزیٹرز لابی میں آکر اِدھر اُدھر دور تک دیکھتے ہوئے کہا۔ ''فرہاد صاحب! کیا آپ میرے اندر موجود ہیں؟''

''ہاں۔ موجود ہوں اور جب میں نہیں رہوں گا تو میرا کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر رہے گا۔ تمہارے پاس کمپیوٹیکنگ مشین ہے۔ اس کے ذریعے

اپنے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرو اور یہاں سے جانے کا انتظام کرو۔''

''کیا خاک انتظام کروں؟ میں تو قیدی بنا ہوا ہوں۔''

''قیدیوں کو زنجیریں پہناؤ' تب بھی وہ فرار ہونے کا راستہ بنا لیتے ہیں۔ تم بھی کوشش کرو۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے کہا۔ ''فی الحال تمہیں نصف آزادی حاصل ہے۔ ایئرپورٹ سے نکل کر کسی بھی ہوٹل میں قیام کر سکتے ہو۔ کوئی تمہارا تعاقب نہیں کرے گا۔ تعاقب کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ہم میں سے کوئی نہ کوئی تمہارے اندر موجود رہے گا۔''

میں نے کبریا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''بیٹے! تم یہاں آؤ اور چنگارارا کے دماغ میں رہ کر اس کی نگرانی کرتے رہو۔ کسی ضرورت سے کہیں جانا چاہو تو اس دشمن کو الپا کے حوالے کر دینا۔ میں بھی اس کے اندر آ جاتا رہوں گا۔''

کبریا نے چنگارارا کے اندر آ کر اپنی ڈیوٹی سنبھال لی۔ وہ عارضی رہائش کے لیے ایک ہوٹل کی طرف جا رہا تھا۔ ثمینہ اپنے سامان کے ٹرالی کے ساتھ باہر آئی تو ماں نے اسے گلے لگا لیا۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ''وہ لڑکی جو بوڑھی خاتون سے گلے مل رہی ہے۔ وہی فراز کی محبوبہ ثمینہ ہے۔''

سونیا اس کی طرف یوں جانے لگی۔ جیسے ادھر سے گزرنے والی ہو لیکن اس کے قریب پہنچتے ہی ٹھٹک گئی۔ اسے حیرانی اور خوشی سے دیکھنے لگی۔ ثمینہ بھی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ سونیا نے اس کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ ''تم؟ تم سونیا ہو ناں....؟ وہ جو فرہاد علی تیمور کی وائف ہے۔ وہی جو بڑے بڑے کارنامے انجام دیتی ہے۔''

ثمینہ خوشی سے کھل گئی۔ ماں کے بازو کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہنے لگی۔ ''دیکھیں امی! دنیا والے مجھے کس طرح پہچان لیتے ہیں؟''

پھر وہ ذرا اکڑ کر سونیا سے بولی۔ ''ہاں۔ میں سونیا ہوں۔ میں نے خود کو میک اپ میں چھپایا ہے مگر کمال ہے' تم نے مجھے پہچان لیا؟''

سونیا نے کہا۔ ''پچھلے دس برسوں سے تمہاری فین ہوں۔ میں نے تمہاری تصویریں دیکھی ہیں۔ بس ایک بار روبرو دیکھنا چاہتی تھی۔ تم سے ہاتھ ملانا چاہتی تھی۔ یہ میری دلی آرزو ہے۔''

وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''پلیز مجھ سے مصافحہ کرو۔ جب میں اپنی پوری فیملی میں جا کر ان سے کہوں گی کہ تم سے ہاتھ ملایا ہے تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔ سب ہی حیران رہ جائیں گے۔ میری قسمت پر رشک کریں گے۔''

ثمینہ نے احسان جتانے کے انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں کسی فوٹو گرافر کے ساتھ آنا چاہیے تھا۔ اس لمحے کی تصویریں اتار کر لے جاتیں تو سب کو یقین ہو جاتا۔ کوئی بات نہیں' کبھی میرے گھر آؤ۔ میرا فوٹو گرافر ہماری تصویریں اتار کر تمہیں ایک ایک کاپی دے دے گا۔''

میں بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ سونیا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ میرے شوہر ہیں۔ یہ کہتے ہیں' ٹیلی پیتھی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ بس قصے کہانیوں والی باتیں ہیں۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''جب میرا فرہاد علی تیموران کے دماغ میں گھس کر انہیں تگنی کا ناچ نچائے گا تو یقین آ جائے گا۔''

فراز احمد اس کے اندر تھا۔ وہ بولی۔ ''فراز! فوراً ہی اس شخص کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے مجبور کرو' یہ میرے سامنے اپنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا لے۔''

وہ ذرا سخت لہجے میں بولا۔ ''کیا بکواس کر رہی ہو؟ یہ دونوں ہمارے بزرگ ہیں۔ یہ ہمارے آگے ہاتھ جوڑیں گے یا سر جھکائیں گے تو یہ سراسر گستاخی' بدعقلی اور بدتمیزی ہوگی۔''

وہ بولی۔ ''میں چاہتی ہوں' یہ شخص ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر ٹیلی پیتھی کو تسلیم کرے۔ میں جو کہتی ہوں' وہ کرو۔ نہیں تو ابھی چیخنا چلانا شروع کر دوں گی۔ ایبنارمل بن جاؤں گی۔''

میں فراز احمد کے اندر تھا۔ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''میں تمہیں حکم دیتا ہوں' اس کی بات مان لو۔ اس سے کہو' تم اس کی مرضی کے مطابق میرے دماغ پر قبضہ جمانے جا رہے ہو۔ یہ کہہ کر خاموش رہو۔''

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے فرمانبردار تھے۔ اس نے میرے حکم کے مطابق ثمینہ سے کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ میں ابھی جا کر اس شخص کے دماغ پر قبضہ جما رہا ہوں۔''

ثمینہ نے بڑے فخر سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر! تم اپنے دل میں یہ عہد کر لو کہ میرے سامنے ہاتھ نہیں جوڑو گے' سر نہیں جھکاؤ گے لیکن ابھی چند لمحوں میں یہی کرو گے جو میں حکم دے رہی ہوں۔''

میں نے ثمینہ کی ماں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ کی بیٹی بہت بڑی بڑی باتیں کر رہی ہے۔ میں اس کا حکم نہیں مانوں گا دیکھتا ہوں' یہ ٹیلی پیتھی کیا بلا ہے؟''

پھر دوسرے ہی لمحے میں آہستہ آہستہ دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے اور تھرتھراتے ہوئے کہنے لگا۔ ''یہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں ہاتھ نہیں جوڑنا چاہتا' مگر میرے دونوں ہاتھ ایک دوسرے سے جڑ رہے ہیں۔ میرا سر جھک رہا ہے۔''

پھر میں نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے سر کو جھکا دیا۔ وہ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگی۔ میں شکست خوردہ لہجے میں بول رہا تھا۔ ''مجھ سے غلطی ہوئی' میں تسلیم کرتا ہوں ٹیلی پیتھی حقیقت ہے۔ کوئی قصے کہانی والی بات نہیں ہے۔''

وہ بدستور ہنستے ہوئے بولی۔ ''اب تم میرے سامنے ڈانس کرو گے اور کوئی گیت گاؤ گے۔''

فراز غصے میں آپے سے باہر ہو گیا۔ اسے ڈانٹ کر بولا۔ ''ایسی بکواس کرو گی تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔ یہ میرے بزرگ ہیں۔ میرے استاد ہیں۔''

میں نے فراز سے کہا۔ ''خاموش ہو جاؤ۔ کیا تم اس طرح غصہ دکھا کر اس کا دماغی علاج کر سکو گے؟ اگر یہ ہم سے اپنی باتیں منوا کر خوش ہوتی ہے تو ہونے دو۔ تمہارا فرض ہے' اسے خوش رکھو۔ بڑی محبت سے اور حکمتِ عملی سے اس کا علاج کرتے رہو۔''

یہ کہتے ہی میں ایک رِدھم میں قدم اٹھاتے ہوئے ڈانس کرنے لگا۔ چٹکی بجا بجا کر گانے لگا۔

''اے بھائی! ذرا دیکھ کے چل...
ذرا آگے بھی ذرا پیچھے بھی...
ذرا اوپر بھی ذرا نیچے بھی...''

سونیا بھی چٹکی بجا بجا کر اسٹیپ بدلتے ہوئے میرے ساتھ ڈانس کرنے لگی۔ گنگنانے لگی۔

''یہ سونیا بڑی پیاری لڑکی ہے
یہ ایک نارمل لڑکی ہے...
اے ڈاکٹر! ذرا دیکھ کے چل...
ذرا سمجھ کر علاج کر...
ذرا آگے بھی۔ ذرا پیچھے بھی...''

فراز نے سونیا کے اندر آ کر کہا۔ ''میڈم! بس کریں۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ آپ دونوں اس معصوم نادان اور ایبنارمل لڑکی کے لیے تماشا بن گئے ہیں... خدا کی قسم آپ دونوں بہت عظیم ہیں۔ میں آپ کی عظمتوں کو سلام کرتا ہوں۔''

وہ بولتے بولتے رونے لگا۔ سونیا نے کہا۔ ''مرد آنسو نہیں بہاتے۔ جاؤ اپنی ثمینہ کو بڑے پیار سے لے جاؤ۔''

اس نے ثمینہ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ جانے لگی۔

چنگارارا کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ وہ آج رات کو یا کل کسی بھی وقت مارا جائے گا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ''یہ لوگ میرے پیچھے دارالسلام تک چلے آئے ہیں اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ میرے اندر پہنچ گئے ہیں۔ اب گریٹ ایشورارا کسی بھی تدبیر سے مجھے بچا نہیں سکے گا۔''

اس نے ہوٹل پہنچتے ہی کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''اے ایشورارا! میں اپنی زندگی ہارنے والا ہوں۔ تُو ہمارے لیے بہت طاقتور ہے۔ لیکن میری بات کا برا نہ ماننا۔ اس وقت تُو بھی میری جان نہیں بچا سکے گا۔''

''تم نے یہ کیسے سمجھ لیا؟''

''اس طرح کہ فرہاد میرے دماغ میں گھس آیا ہے۔ اس نے مجھے دماغی طور پر کمزور بنا دیا ہے۔ اس وقت بھی اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر موجود ہے۔''

گریٹ ایشورارا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے تمہارے حالات معلوم ہوئے ہیں۔ تین ماتحت ہم سے بدظن ہو کر فرہاد کے تابعدار بن چکے ہیں۔ مجھے فخر ہے' تم میرے سچے وفادار ہو۔ اپنی جان بچانے کے لیے فرہاد کی تابعداری قبول نہیں کر رہے ہو۔''

''اور تُو دیکھے گا کہ میں اسی طرح تیرا وفادار رہ کر تیری تابعداری کرتا ہوا اپنی جان دے دوں گا۔''

''اور میں تمہاری جان نہیں جانے دوں گا۔ تمہیں مکھن کے بال کی طرح فرہاد کے شکنجے سے نکال لوں گا۔ ذرا صبر کرو اور دیکھتے جاؤ' کیا ہونے والا ہے؟''

کبریا نے میرے پاس آ کر کہا۔ ''پاپا! چنگارارا اپنے ایشورارا سے باتیں کر رہا ہے اور وہ چیٹنگ کر رہا ہے' اسے آپ کے شکنجے سے نکال کر لے جائے گا۔ ہمارے ہاتھوں ہلاک نہیں ہونے دے گا۔''

میں نے کہا۔ ''اگر وہ ایسا کہہ رہا ہے تو واقعی بہت زبردست چیلنج کر رہا ہے۔ جبکہ یہ جانتا ہے' ہم اس کے دماغ میں گھسے ہوئے ہیں۔ اگر خلائی جہاز آئے گا تو ہم اسے جہاز تک پہنچنے نہیں دیں گے۔''

کبریا نے کہا۔ ''وہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی چیلنج کر رہا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''میں بھی حیران ہوں۔ چنگارارا کے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ اسے بچانے کا دعویٰ

کررہا ہے۔ ویسے ہم دیکھیں گے' وہ کیا کرنے والا ہے؟''

ہم نے آدھے گھنٹے کے بعد ہی دیکھا۔ وہ بڑی زبردست چال چل رہا تھا۔ اس نے چنگارارا سے کہا۔ ''تم ڈنر کے لیے نیچے ڈائننگ ہال میں جاؤ۔ اگر تمہارے اندر ابھی فرہاد نہیں ہے تو اس کے کسی نیلی پیتھی جاننے والے سے کہو' وہ فرہاد کو بلائے۔ میں اس کی موجودگی میں تمہیں وہاں سے نکال لاؤں گا۔''

کبریا نے میرے پاس آکر یہ بات کہی تو مجھے بڑی حیرانی ہوئی۔ میں نے سونیا سے کہا۔ ''پتا نہیں' وہ کیسی چال چلنے والا ہے؟ دعویٰ کررہا ہے کہ میری موجودگی میں اسے زندہ و سلامت یہاں سے نکال کر لے جائے گا۔ میں جارہا ہوں۔ کبریا ہمارے حالات تمہیں بتاتا رہے گا۔''

میں چنگارارا کے اندر آگیا۔ وہ ڈائننگ ہال میں پہنچا ہوا تھا۔ وہاں دولتمند طبقے کی خواتین اپنے مردوں کے ساتھ آئی ہوئی تھیں۔ اس شہر' اس ملک کی مشہور شخصیات بھی تھیں۔

میں نے اس سے کہا۔ ''سنا ہے' تمہارا گریٹ ایشورارا بڑے بڑے چیلنج کررہا ہے؟ اس نے مجھے یہاں بلایا ہے۔ اپنی طاقت کا تماشا دکھانا چاہتا ہے۔''

وہ بولا۔ ''ہاں۔ مجھ سے بھی یہی کہا گیا ہے مگر میں نہیں جانتا' وہ مجھے تمہارے شکنجے سے کس طرح نکال کر لے جائے گا؟''

ایسے ہی وقت ایک شخص نے اس کے پاس آکر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو چنگارارا! گریٹ ایشورارا نے تمہیں اس ڈائننگ ہال میں میرے پاس آنے کو کہا ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔''

وہ ایک میز کے پاس آگئے۔ وہاں ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بولا۔ ''یہاں بیٹھ جاؤ۔''

پھر وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''میرا یہ ساتھی گونگا اور بہرا ہے۔ لہٰذا اس سے تعارف کرانا فضول ہے۔ یہ بتاؤ' کیا تمہارے اندر فرہاد موجود ہے؟''

چنگارارا نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''یہ میرے اندر موجود ہے۔ مجھے یہ تو بتاؤ' تم کون ہو؟ میرے معاملات کو کیسے جانتے ہو؟''

وہ ایک ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''خاموش رہو۔ اب تم کچھ نہیں بولو گے۔ میں فرہاد سے مخاطب ہوں۔ ہاں تو مسٹر فرہاد! تم کیا سمجھتے ہو؟ کیا ہمیشہ بازی جیت لینے کا ٹھیکا لے کر اس دنیا میں آئے ہو؟ کبھی تمہیں شکست نہیں ہوگی؟ کبھی تم ہم سے مات نہیں کھاؤ گے؟''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ اس کی باتیں سنتا رہا۔ اس نے کہا۔ ''آج تمہیں اور سونیا کو معلوم ہوجائے گا' سائنس اور ٹیکنالوجی میں غیر معمولی مہارت رکھنے والا گریٹ ایشورارا کس قدر ذہین ہے؟ وہ ابھی ایسی چال چل رہا ہے کہ تم سب دیکھتے ہی رہ جاؤ گے اور چنگارارا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔''

میں نے چنگارارا کی زبان سے کہا۔ ''اگر میں ابھی اس کے اندر زلزلہ پیدا کروں تو کیا تم مجھے روک سکو گے؟ ایک کے بعد دوسرا' دوسرے کے تیسرا زلزلہ پیدا کرتے ہی یہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہوجائے گا۔ کیا تم اس کی جان بچا سکو گے؟''

وہ بولا۔ ''جسٹ آ منٹ۔ زلزلہ پیدا کرنے سے پہلے یہ سن لو' میرے لباس کے اندر سوسائیڈ جیکٹ ہے۔ اس جیکٹ کے اندر چھوٹے چھوٹے بہت ہی طاقتور بم ایک بٹن سے منسلک ہیں۔ میں جیسے ہی بٹن ہٹاؤں گا' یہاں زبردست دھماکا ہوگا۔ دو ہزار گز پر پھیلا ہوا یہ ہوٹل دیکھتے ہی دیکھتے کھنڈر بن جائے گا۔ یہاں معزز گھرانے کی خواتین اور مرد حضرات ہیں۔ سرکاری اعلیٰ عہدیدار بھی ہیں۔ اس ہال میں اسّی فیصد مسلمان ہیں۔ کیا تم اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو حرام موت مرتے دیکھ سکو گے؟''

میں اس کی باتیں سن کر ہکا بکا سا رہ گیا۔ ہم کبھی سوچ نہیں سکتے تھے کہ گریٹ ایشورارا ہمیں اتنی بڑی آزمائش میں مبتلا کرے گا۔ اس وسیع و عریض ہال میں تقریباً اسّی فی صد مسلمان تھے۔ پچیس اور تیس کے قریب دوسرے مذاہب کے لوگ تھے۔ جو بھی تھے' سب ہی انسان تھے۔ بے گناہ تھے' ان کا ہمارے معاملات سے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔ اس کے باوجود وہ جان سے جانے والے تھے۔

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا۔ ''بازی پلٹ گئی ہے۔ گریٹ ایشورارا غضب کی چال چل رہا ہے۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں' ہمیں کس طرح مات ہونے والی ہے۔''

میں نے اسے خودکش حملہ آور کے بارے میں بتایا تو وہ دنگ رہ گئی۔ ایک چنگارارا کے بدلے سیکڑوں بے گناہ افراد مارے جانے والے تھے۔

ان لمحات میں صرف میں ہی نہیں' سونیا بھی خود کو بے دست و پا محسوس کررہی تھی۔ ایسے وقت صرف خدا ہی جانتا ہے کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

ایلن نے اپنے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولا اور اندر آئی۔ وہ بے حد تھک گئی تھی۔ کام کا آخری دن خاصا سخت رہا تھا۔ اب اسے ایک مہینے بعد جانا تھا۔ اس نے ایک مہینے کی چھٹی کی تھی۔ اندر آکر اس نے کپڑے بدلے۔ اس کا بیگ تیار تھا پہلے اس نے شاور لینے کا سوچا مگر وقت کم رہ گیا تھا اگر وہ نیویارک کے ٹریفک جام میں پھنس جاتی تو اس کی فلائٹ نکل جاتی۔ اس نے کپڑے بدلے اور بیگ لے کر نکل گئی۔ اپنی کار اس نے پارکنگ میں چھوڑ دی اس نے ایئرپورٹ جانے کے لیے ٹیکسی کرلی تھی۔ جے ایف کے ایئرپورٹ پر ٹیکسی نے اسے وقت پر اتارا تھا۔ جب وہ لاؤنج میں پہنچی تو لاس اینجلس جانے والی امریکن ائرلائن کی پرواز سے دوسو بارہ کے مسافروں کو ڈیپارچر لاؤنج میں جانے کو کہا جارہا تھا۔

ایلن نے کاؤنٹر میں اپنا بیگ جمع کرایا۔ دس منٹ بعد

اپنے کام کے ماہر، ایک بے مثل فوٹو گرافر کے فن کا احوال۔ وہ اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق کام کیا کرتا تھا۔ دوسروں کی مرضی، رضامندی یا مجبوری...اس کے نزدیک سب کچھ غیر اہم تھا!

زمرد

ثمر عباس

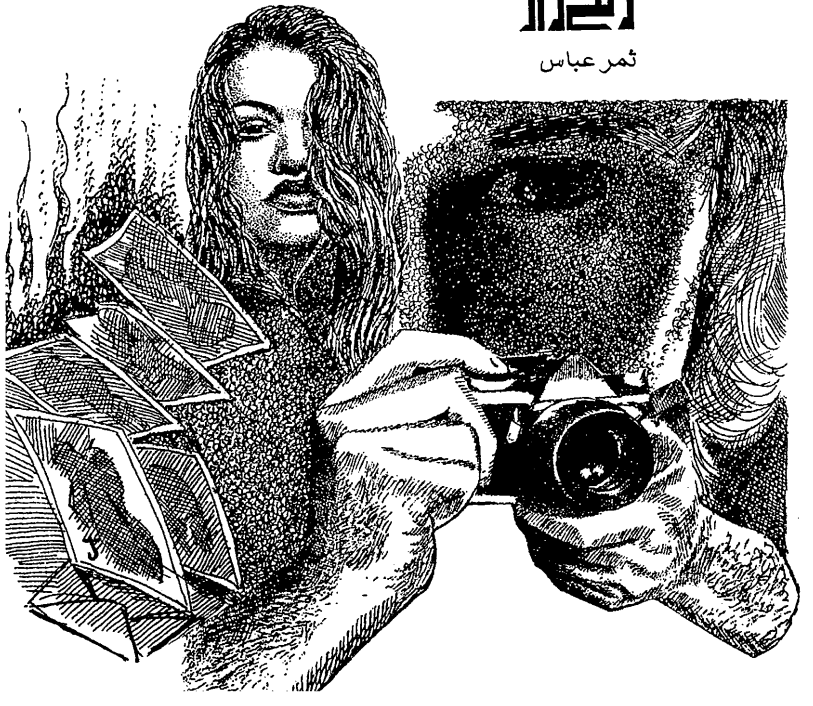

بے شک آگے کا حال خدا ہی جانتا ہے۔ مگر بندوں کو نہ جانتے ہوئے بھی اپنی سلامتی کے لیے کچھ کرنا ہی پڑتا ہے۔ سونیا نے کہا۔ ''خدایا! ہم کیا کریں؟ ہمارے پاس تو سوچنے کا بھی وقت نہیں ہے۔''

اس نے پریشان ہوکر اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر کہا۔ ''فوراً جاؤ اور اُسے باتوں میں اُلجھاؤ۔ ہمیں کچھ تو سوچنے کا وقت ملے گا۔''

میں خیال خوانی کے ذریعے پھر اس ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں چنگارارا کے اندر پہنچ گیا۔ وہ خود کش حملہ آور پوچھ رہا تھا۔ ''کیوں فرہاد! کیا بولتی بند ہوگئی؟''

میں نے کہا۔ ''میری بولتی صرف موت بند کر سکتی ہے۔ مجھے بندش میں لانے والا ابھی کوئی پیدا نہیں ہوا ہے۔ دراصل تمہاری اس بات پر غور کر رہا تھا' کیا واقعی تم خود کش حملہ کرنے کے لیے سُوسائڈ جیکٹ پہن کر آئے ہو؟ کیا یہاں کسی کو نقصان پہنچائے بغیر مجھے یقین دلا سکتے ہو؟''

''یعنی تم یہ یقین کرنا چاہتے ہو کہ میرے لباس کے اندر واقعی سُوسائڈ جیکٹ ہے اور میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں؟'' ''ہاں پہلے اپنی سچائی ثابت کرو۔ پھر بات آگے بڑھے گی۔''

اس نے کچھ سوچا۔ اپنے گونگے بہرے ساتھی کو دیکھا۔ پھر اسے اپنے قریب بُلایا۔ وہ اس کے قریب ہوکر ذرا جھک گیا۔ اس نے اشارے سے گونگے کو کچھ سمجھایا۔ گونگا اپنا ایک ہاتھ اس کے لباس کے اندر ڈال کر بیٹھ گیا۔ تب وہ بولا۔ ''مسٹر فرہاد! اس وقت میرا یہ ساتھی جیکٹ میں لگی ہوئی پن کو اپنی چٹکی میں دبائے بیٹھا ہے... جانتے ہو کیوں؟''

میں نے چنگارارا کے ذریعے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے کہا۔ ''میں اپنے دماغ کے دروازے کھولوں گا۔ تمہیں چور خیالات پڑھنے کی اجازت دوں گا۔ ایسے وقت تم میرے اندر زلزلہ پیدا کر سکتے ہو۔''

میں نے جلدی سے کہا۔ ''نہیں۔ میں ایسا نہیں کروں گا۔ بس تمہارے چور خیالات پڑھ کر یقین کروں گا کہ واقعی تم نے وہ جیکٹ پہنی ہوئی ہے اور اس سے منسلک کیے جانے والے بم انتہائی خطرناک ہیں۔''

''میرے اندر آنے سے پہلے سن لو۔ تم زلزلہ پیدا کرو گے۔ اسی لمحے میرے بدن میں لرزش پیدا ہوگی اور یہ گونگا بلاسٹنگ پن ہٹا دے گا۔ اس کے بعد تم دور کہیں بیٹھے بے گناہ مسلمان عورتوں' مردوں اور بچوں کی لاشیں ہی لاشیں دیکھو گے۔''

''یقین کرو' میں ایسی کوئی غلطی نہیں کروں گا' جس کے نتیجے میں سیکڑوں بے گناہ افراد مارے جائیں۔''

وہ سامنے وال کلاک کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''میں صرف ایک منٹ تک خیالات پڑھنے کی اجازت دوں گا۔ پھر سانس روک کر تمہیں بھگا دوں گا... ریڈی... ون۔ ٹُو۔ تھری... فوراً میرے اندر آؤ۔''

میں اسی لمحے اس کے اندر پہنچ گیا۔ چور خیالات کے خانے میں گھس کر حقیقت معلوم کرنے لگا۔ واقعی اس نے جو جیکٹ پہنی تھی' اس کے ساتھ انتہائی طاقتور بم منسلک کیے گئے تھے۔ اس وقت اس ہوٹل کے سیکڑوں افراد کی جانیں اس کی مٹھی میں تھیں۔

بڑی عجیب پوزیشن تھی۔ میں کسی بھی طرح' کسی بھی چالاکی سے نہ اس گونگے کے اندر پہنچ سکتا تھا' نہ اُسے بلاسٹنگ پن سے دور کر سکتا تھا۔ ایسا کیے بغیر اس دشمن کے اندر زلزلہ پیدا کرتا تو بدن میں لرزش پیدا ہوتے ہی گونگا پن کو اس کی جگہ سے ہٹا دیتا۔

میں اور سونیا بارہا ایسی مجبوریوں سے دوچار ہوتے آئے ہیں۔ اس بار بھی حالات نے ہمیں مجبور کر دیا۔ میں کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکا۔ وہ وال کلاک کو دیکھ رہا تھا۔ ایک منٹ ہوتے ہی اس نے سانس روک لی۔ میں اپنے آلہ کار کے اندر آ گیا۔

اس نے کہا۔ ''تم چنگارارا کو ہلاک کرنے والے تھے۔ اب یہ تمہارے ہاتھوں نہیں مرے گا۔ ہمارے خود کش حملے میں قربان ہو جائے گا۔''

میں نے حیرانی سے کہا۔ ''چنگارارا کو بھی یہاں مار ڈالو گے؟ کیا اس طرح گریٹ ایشورارا کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے؟''

وہ بڑی بے پروائی سے بولا۔ ''گریٹ ایشورارا کے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے کتنے ہی آدمیوں کو تم نے مار ڈالا ہے۔ ایک یہ بھی سہی۔ تم یہاں موجود مسلمانوں کے بارے میں سوچو اور فیصلہ سناؤ' کیا ایسے وقت گریٹ ایشورارا سے دشمنی کرنا چاہو گے؟''

کبریا ہمارے درمیان رہ کر یہ باتیں سن رہا تھا اور سونیا کو بتاتا جا رہا تھا۔ وہ پریشان ہوکر بولی۔ ''بیشک گریٹ ایشورارا نے زبردست چال چلی ہے۔ ہم بے شمار بے گناہ انسانوں کو مرنے نہیں دیں گے۔''

کبریا' چنگارارا کے دماغ میں آ گیا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سونیا کو دیکھا۔ وہ بولی۔ ''مجھے ساری باتیں

معلوم ہو رہی ہیں۔ گریٹ ایشورارا نے ہمیں مشکل میں ڈال دیا ہے۔ وہ اچھی طرح سمجھتا ہے' ہم اپنی دنیا کے کسی بے گناہ شخص کو مرنے نہیں دیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''واقعی یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ ہم سے بار بار مات کھانے والا ایسی زبردست چال چلے گا۔ ویسے ہم نے چنگارارا کو مار ڈالنے کی قسم نہیں کھائی ہے۔ اسے زندہ چھوڑ سکتے ہیں اور چھوڑ دیں گے۔ ہماری بلا سے وہ سیارے میں جائے یا نہ جائے۔ اگر نہیں جائے گا تو ہم بعد میں اس سے نمٹ لیں گے۔''

میں نے چنگارارا کے اندر آ کر اس شخص سے کہا۔ ''بیشک۔ گریٹ ایشورارا نے زبردست چال چلی ہے۔ ہمارے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ ہم اپنے لوگوں کی جانیں بچانا چاہتے ہیں۔ تم اسے جہاں لے جانا چاہتے ہو' لے جاؤ۔''

وہ بولا۔ ''ایسے کیسے لے جا سکتا ہوں؟ تم یا تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر گھسا رہے گا' معلوم کرتا رہے گا' یہ کہاں جا رہا ہے اور کس جگہ پہنچ کر تم لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائے گا؟''

میں نے کہا۔ ''یہ بڑی حد تک دماغی توانائی حاصل کر چکا ہے۔ میں یا کوئی بھی اس کے دماغ میں آتا ہے تو یہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے' مگر ابھی یہ دیر تک سانس روکنے کے قابل نہیں ہوا ہے۔''

میں نے آس پاس نظریں دوڑائیں۔ وہاں درجنوں افراد ہنس بول رہے تھے۔ لائف انجوائے کر رہے تھے۔ ''آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں'' والی بات تھی۔ وہاں سب ہی بے خبر تھے کہ اگلے پل کیا ہونے والا ہے؟

میں نے اس خود کش حملہ آور کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں وعدہ کرتا ہوں' میرا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہیں آئے گا۔ جیسے ہی آئے گا۔ یہ ہمیں محسوس کرتے ہی سانس روک کر تمہیں بتا دے گا۔ پھر تم جو چاہو گے' انتقاماً کرتے رہو گے۔''

وہ بولا۔ ''ہاں۔ چنگارارا نے مجھ سے ابھی کہا ہے' اسے توانائی مل چکی ہے۔ یہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے۔ مگر پوری طرح سانس روکنے کے قابل نہیں ہوا ہے۔ اسی لیے کہتا ہوں' تم یا تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہ آئے۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں' جیسے ہی چنگارارا یہاں سے اٹھ کر جائے گا۔ اس کا دماغ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں سے خالی ہو جائے گا۔ تم اسے یہاں سے لے جا سکتے ہو۔''

''میں ایسا نادان نہیں ہوں' جیسا تم سمجھ رہے ہو۔ اس وقت تک اس ڈائننگ ہال سے اٹھ کر نہیں جاؤں گا' جب تک چنگارارا کی سلامتی کا پوری طرح یقین نہیں ہو جائے گا۔''

''تمہیں کس طرح یقین ہوگا؟''

''سیدھی سے بات ہے' صرف چنگارارا اٹھ کر جائے گا۔ میں یہاں موجود رہوں گا۔ مجھے فون کے ذریعے معلوم ہوتا رہے گا' یہ باہر جانے کے بعد محفوظ ہے یا نہیں؟''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''یہ ابھی تھوڑی دیر بعد ہی معلوم ہو جائے گا۔ تم دس یا پندرہ منٹ بعد اس ہوٹل کے کسی بھی آدمی کو آلہ کار بنا کر میرے پاس آؤ گے' مجھ سے باتیں کرو گے تو بہت سی ضروری باتیں ہو سکیں گی۔''

''اچھی بات ہے۔ میں اس وعدے کے ساتھ چنگارارا کو چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اس لمحے کے بعد کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہیں آئے گا۔''

سونیا کو کبریا کے ذریعے تمام معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ ''چنگارارا اس ہوٹل سے نکل کر کہیں جا رہا ہے۔ ہم اس کا تعاقب نہیں کر سکیں گے۔ یہ نہیں جان سکیں گے' وہ کہاں پہنچ کر ہم سے محفوظ رہے گا؟''

سونیا نے کہا۔ ''اس طرح ایک بات تو معلوم ہوگئی، گریٹ ایشورارا کے اور کئی ماتحت ہماری دنیا میں موجود ہیں۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کسی کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اسے خود کش حملے پر مجبور کیا ہے اور وہ معمول وہاں سوسائڈ جیکٹ پہنے بیٹھا ہوا ہے۔''

''اس نے مجھے دس یا پندرہ منٹ بعد آنے کو کہا ہے۔ کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔''

وہ بولی۔ ''اس کا مطلب ہے' دس یا پندرہ منٹ کے اندر چنگارارا کو کہیں دور پہنچا دیا جائے گا؟ اس کے بعد وہ سیارے والے تم سے کچھ اہم باتیں کریں گے۔''

کبریا نے کہا۔ ''اتنے کم وقت میں وہ آخر کتنی دور جا سکتا ہے؟ کیا دارالسلام کے قریب ہی خلائی جہاز اتارا جائے گا اور وہ اس میں سوار ہوکر چلا جائے گا؟''

سونیا نے کہا۔ ''نہیں بیٹے! اتنے کم وقت میں وہ نہ تو شہر سے باہر کسی ویران علاقے میں جا سکتا ہے' نہ اس کے لیے خلائی جہاز بھیجا جا سکتا ہے۔ سیدھی سی بات سمجھ میں آ رہی ہے' اسے انجکشن یا کسی دوا کے ذریعے بے ہوش کر دیا جائے گا' یا کسی اور ترکیب سے اس کا برین واش کر دیا جائے گا۔''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ دس منٹ کے

اندر اسے ٹرانس میں لایا جا سکتا ہے۔اس کا دماغ کمزور ہے۔ وہ راضی خوشی معمول بن جائے گا۔ اپنے کسی عامل کے زیر اثر آجائے گا۔ پھر چند منٹوں میں ہی اس کی برین واشنگ شروع ہوجائے گی۔''

سونیا نے کہا۔''وہ نہیں چاہتے' ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں جائے اور ان کے تنویمی عمل کے دوران یا برین واشنگ کے دوران مداخلت کرے۔''

کبریا نے کہا۔''اور ہم مجبور ہیں۔ بے شمار افراد کی جانیں بچانے کے لیے ان کے کسی کام میں مداخلت نہیں کر سکتے۔''

وہ بولی۔''وہ دشمن وہاں خودکش حملے کے لیے تیار بیٹھا ہے۔میری چھٹی حس کہہ رہی ہے' ہمارے ساتھ کچھ برا ہوسکتا ہے۔ میں کسی حال میں اس ہوٹل کے ایک فرد کو بھی مرنے نہیں دوں گی۔''

ہم ائیرپورٹ کے قریب ہی ایک سب وے ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی۔''کبریا! تم میرے دماغ میں رہو۔ میں سوچنا سمجھنا چاہتی ہوں' موجودہ حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

وہ جاتے ہوئے مجھ سے بولی۔''تم اپنے طور پر سوچو۔ گریٹ ایشورارا کا وہ آدمی دھوکا دے سکتا ہے۔ اس سے پہلے ہی ہمیں کچھ کر گزرنا چاہیے۔''

وہ چلی گئی۔ یہ بات مجھے بھی کھٹک رہی تھی کہ ہم پیرس میں ان کے ایک آدمی کو ہلاک کر کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے زیر اثر لے آئے تھے۔اس سے پہلے بھی سیارے والوں کو بہت نقصان پہنچا چکے تھے۔ لہٰذا گریٹ ایشورارا اپنے اس آلہ کار خودکش حملہ آور کے ذریعے انتقامی کارروائی کر سکتا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک ٹہلتا رہا۔سوچتا رہا پھر ایک کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کے ذریعے ہوٹل کے ایک ملازم کو اپنا آلہ کار بنایا اور اس کے ذریعے خودکش حملہ آور کے پاس پہنچ گیا۔

اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔میں نے کہا۔''میں فرہاد علی تیمور ہوں' اسے آلہ کار بنا کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ کیا تم مطمئن ہو کہ ہم نے چنگارارا کا پیچھا چھوڑ دیا ہے' کوئی اس کے اندر نہیں جا رہا ہے؟''

وہ بڑے فاتحانہ انداز میں بولا۔''اور نہ اب جا سکے گا۔ چاہو تو کوشش کر کے دیکھ سکتے ہو۔''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔''نہیں مجھے تمہاری بات کا یقین ہے۔ہم نے اپنے وعدے کے مطابق چنگارارا کو تمہارے حوالے کر دیا۔ہم نے اس کی جان بچا لی۔اب یہ معاملہ ختم کرو اور یہاں سے اٹھ کر باہر جاؤ۔اس ہوٹل سے کہیں دور اپنی سوسائٹی جیکٹ کو بدن سے الگ کرو۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔''ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ ذرا حساب کتاب تو ہونے دو' تم نے اب تک ہمیں کتنا نقصان پہنچایا ہے؟''

میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔سونیا کی چھٹی حس نے پہلے ہی خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔''اب سے چار برس پہلے جب ہمارا پہلا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس دنیا میں آیا تھا تب سے اب تک تم نے درجنوں سیارے والوں کو ہلاک کیا ہے۔دو نائب ایشورارا کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔تیسرے کو اپنے زیر اثر لے آئے ہو۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔''سنا ہے' تمہارے بابا صاحب کے ادارے میں ایک غیر معمولی مشین اب بھی موجود ہے۔اس میں گریٹ ایشورارا کی تصویر' اس کی آواز اور اس کا پورا ریکارڈ محفوظ ہے۔وہ جب بھی زمین پر آئے گا' تم لوگ اس کی شہ رگ تک پہنچ جاؤ گے۔''

میں نے کہا۔''ماضی میں ہم نے بھی تم لوگوں کی وجہ سے بہت نقصان اٹھایا ہے۔ جو ہو گیا' اس پر مٹی ڈالو۔ موجودہ معاملات پر بات کرو۔ تمہارا چنگارارا ہمارے شکنجے میں تھا۔ ہم نے اسے تمہارے حوالے کر دیا۔اب تمہیں بھی یہاں سے جانا چاہیے۔''

اس نے پوچھا۔''ہمارے اس ماتحت کا حساب کون چکائے گا' جسے تم نے پیرس میں ہلاک کیا ہے اور باقی تین ماتحتوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے؟ تم کہتے ہو' ہم پچھلے نقصانات کا حساب نہ کریں... چلو ہمارا موجودہ خسارہ ہی پورا کر دو۔''

میں نے پوچھا۔''آخر تم چاہتے کیا ہو؟ صاف صاف بولو....''

''ہم چاہتے ہیں' اب تک ہمیں جتنا نقصان پہنچایا گیا ہے۔اس کا حرجانہ ادا کرو' پھر میں چلا جاؤں گا۔ابھی چلا جاؤں گا۔''

اس نے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے کہا۔''یہ جو چار پانچ طرف عورتیں' مرد بوڑھے اور بچے بیٹھے کھا پی رہے ہیں' ہنس بول رہے ہیں۔ان میں سے کسی کے قریب موت نہیں آئے گی۔ان کی سلامتی کی بس ایک ہی شرط ہے۔''

''اور وہ شرط کیا ہے؟''

''یہی کہ سونیا کو ہمارے حوالے کر دو۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟ سونیا کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟''

''وہی تو گریٹ ایشورارا کا پہلا اور آخری ٹارگٹ ہے۔وہ مرے گی تو سیارے والوں کی ننانوے فیصد رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔''

میں نے بات بنائی۔''سونیا میرے ساتھ پیرس میں ہے۔فوراً ہی تمہارے پاس کیسے آسکتی ہے؟''

''ہم سے جھوٹ نہ بولو۔وہ نیویارک سے ہمارے چنگارارا کے ساتھ سفر کرتی ہوئی اس شہر تک آئی ہے۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے جیب سے ایک تصویر نکال کر میرے آلہ کار کے سامنے رکھ دی۔وہ فراز احمد کی محبوبہ ثمینہ تھی۔جو اپنا رل تھی اور خود کو سونیا کہتی آرہی تھی۔

میں نے گہری سانس لے کر کہا۔''اوہ گاڈ! تم سب ایک اپنا رل لڑکی سے دھوکا کھا رہے ہو۔ چنگارارا بھی اسے سونیا سمجھتا رہا۔دراصل یہ بچپن ہی سے ذہنی مریضہ ہے۔''

وہ طنزیہ انداز میں بولا۔''اچھا۔اور کچھ..؟''

''یقین کرو' یہ سونیا کی لائف ہسٹری پڑھتی رہی ہے۔اس سے متاثر ہوتی رہی ہے۔اس لیے خود کو سونیا کہتی رہتی ہے۔''

''تم اس کی سلامتی کے لیے خواہ مخواہ ہم سے باتیں بناؤ گے۔ہم صرف چنگارارا کے بیان کو تسلیم کریں گے۔وہ اس کے ساتھ نیویارک سے یہاں تک آیا ہے۔اس سے باتیں کرتا رہا ہے۔اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھتا اور سمجھتا رہا ہے۔''

وہ میرے آلہ کار کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔''تم سفر کے دوران کئی بار اس کے اندر جاتے آتے رہے' اس کے ذریعے چنگارارا سے بولتے رہے اور اب باتیں بنا رہے ہو۔''

میں نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔''دراصل چنگارارا بھی دھوکا کھاتا...''

وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔''زیادہ نہ بولو۔باتیں بناتے رہو گے تو اپنی ایک سونیا کے بدلے یہاں بے شمار بے گناہ لوگوں کی لاشیں دیکھو گے۔''

میں نے بڑی بے بسی سے کہا۔''مجھے تھوڑی سی مہلت دو۔میں ثابت کر دوں گا' یہ تصویر والی لڑکی سونیا نہیں ہے۔''

یونیورسل ہوم سروس آپ بھی منگوا سکتے ہیں

صحت

1۔ جلی جز مشکی + خمیرہ سلیمانی
مقوی دماغ۔مقوی معدہ۔مقوی اعصاب۔مقوی گردہ۔عادات بد سے پیدا ہونے والی تمام کمزوریوں کو دور کر کے چہرے کی رونق کو بحال کرتی ہے۔ ہر عمر کے مردوں میں اعضاء کی کمزوری دور کر کے ازدواجی زندگی میں نئے سرے سے اعتماد پیدا کرتی ہے۔ قیمت مکمل کورس (ایک ماہ) بمع سروس چارجز وڈاک خرچ -/760 روپے

کورس نمبر (2) جب جز مشکی + قوت کپسول
عام جسمانی کمزوری۔ شادی کی گرمی۔ اور قوت خاص کے لئے۔ یہ کورس خاص طور پر ان نوجوانوں کے لئے مفید ہے جو کسی بھی وجہ سے اپنی توانائی ضائع کر چکے ہوں
قیمت مکمل کورس ایک ماہ بمع سروس چارجز وڈاک خرچ -/1100

کورس نمبر (3) تجرین + جوارش ادرنگ + طاقت کپسول + دوا الکبد
معدہ اور جگر کی اصلاح کر کے چہرے کی رنگت کو سرخ کرتی ہے۔جسم کو طاقت ور بناتی ہے۔ بہاٹائیٹس اے۔بی اور ای میں مفید اور موثر ہے
قیمت مکمل کورس بمع سروس چارجز وڈاک خرچ -/900 روپے

کتب

1۔انسانی ذہن کی پوشیدہ طاقت
ڈاکٹر جوزف مرفی / ریاض محمود انجم
قیمت سروس چارجز وڈاک خرچ 450 روپے

2۔آپ چاہیں تو امیر بن سکتے ہیں۔
ایم آر۔کوپ میئر / ڈاکٹر اقبال کاردار
قیمت سروس چارجز وڈاک خرچ 390 روپے

3۔کامیابی کی شاہراہیں
پیائن ٹریسی / لک اشفاق
قیمت سروس چارجز وڈاک خرچ 350 روپے

4۔امراض خاص (اپنا علاج خود کیجئے)
پروفیسر ڈاکٹر شہزاد ایم اے بٹ
قیمت سروس چارجز وڈاک خرچ 200 روپے

وظائف

قفل برائے سیف اولاد
پیغل بچوں میں چوری۔نشہ۔بری عادات۔کام چوری۔ نافرمانی اور بے روزگاری کیلئے بہت ہی خاص ہے
ہدیہ بمع سروس چارجز وڈاک خرچ 550 روپے

عمل تعلیم
یہ وظیفہ ان بچیوں کے لئے ہے جو محنت کے باوجود کامیاب نہ ہوتے ہوتے ہوں۔تعلیمی میدان میں غیر معمولی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہوں یا خواہش کے مطابق داخلہ لینا چاہتے ہوں ہدیہ بمع سروس چارجز وڈاک خرچ 495 روپے

حل المشکلات
جب بہت سارے کام اور مشکلات درپیش ہوں اور کچھ سمجھ نہ آرہی ہو کہ کیا کرنا چاہیئے۔اس وظیفہ کو 11 دن سے 40 دن تک پڑھنے سے تمام کام اللہ پاک کی رحمت سے آسان ہو جاتے ہیں اور مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہوتا ہے ہدیہ بمع سروس چارجز وڈاک خرچ 650 روپے

کشائش رزق کے لئے
یہ دعا رزق میں اضافہ اور برکت کے لئے پڑھی جاتی ہے ۱۱ دن سے پہلے پہلے اللہ پاک کے فضل سے رزق میں فراوانی کے آثار شروع ہو سکتے ہیں ہدیہ بمع سروس چارجز وڈاک خرچ 450 روپے

نصیب کشائی
جن بچیوں بچوں کے رشتے نہ ہوتے ہوں یا جو والدین اپنے بچوں کے رشتوں کے لئے پریشان ہوں صرف 4 دن یہ وظیفہ کریں اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہوگی اور مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ہدیہ بمع سروس چارجز وڈاک خرچ 450 روپے

نجات مشکلات
یہ دعا اللہ پاک کی رحمت سے بڑی سے بڑی مشکل کو حل کر دیتی ہے لیکن یہ دعا اس وقت پڑھی جاتی ہے جب کوئی خاص ضرورت یا مشکل درپیش ہو عام چھوٹی موٹی ضرورت کے لئے یہ دعا نہ پڑھیں
ہدیہ بمع سروس چارجز وڈاک خرچ 786 روپے

اسٹاکسٹ ولید احمد 0321-9420799
پوسٹ بکس نمبر 3006 لاہور فون نمبر 0300-6507997
ای میل Waleedjan11@yahoo.com 042-7013754

نوٹ:۔ منی آرڈر بنام ولید احمد اور V.P بھی منگوا سکتے ہیں۔

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''تمہیں کچھ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ چنگارارا کے ساتھ سفر کرتی ہوئی آئی ہے۔ اسے یہاں پہنچادو۔''

یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ گریٹ ایشورارا صرف سونیا کو ہلاک کرنے کے لیے وہاں خودکش حملے کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ سونیا کو اس ہوٹل میں لانا ضروری ہوگیا تھا۔ فی الحال وہ میری حیل حجت کو برداشت کر رہا تھا۔ اسے امید تھی' ہم سیکڑوں لوگوں کو مرنے نہیں دیں گے۔ تھک ہار کر سونیا کو اس کے حوالے کردیں گے۔

اس نے میز پر جھک کر کہا۔ ''زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ جب وہ سونیا نہیں ہے تو ہمارا اور اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہو؟ ہم اس ابنارمل عورت سے دھوکا کھا رہے ہیں تو کھانے دو۔ وہ کوئی بھی ہے' ہم اس کے ساتھ جیسا بھی سلوک کریں۔ تمہاری سونیا تو تمہارے پاس محفوظ رہے گی۔''

میں نے کہا۔ ''وہ بیچاری دھوکے میں ماری جائے گی۔''

''ہاں۔ وہ ایک ماری جائے گی۔ اس کے بدلے کیا ان سیکڑوں افراد کی جانیں نہیں بچاؤ گے؟''

میں بڑی بے بسی سے اپنے آلہ کار کے ذریعے بے شمار افراد کو دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا۔ ''کیا ان سب کو بچانے کے لیے ایک معصوم لڑکی کی قربانی دینی ہوگی؟''

وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں وعدہ کرتا ہوں' وہ یہاں آئے گی تو میں اسے بہت دور کسی ویرانے میں لے جاؤں گا اور اس کے ساتھ خودکشی کرلوں گا۔''

وہ کرسی پر سیدھا ہوکر بولا۔ ''تمہیں سوچنے سمجھنے کا بہت زیادہ وقت دے چکا ہوں۔ اب تم خیال خوانی کے ذریعے اسے کال نہیں کرو گے۔ وہ آدھے گھنٹے کے اندر یہاں نہیں آئے گی تو ایک ہی دھماکے سے یہ پورا ہوٹل کھنڈر بن جائے گا۔ یہاں ڈائننگ ہال میں زیادہ سے زیادہ سو افراد ہوں گے۔ مگر پورے ہوٹل میں کم از کم تین چار سو ضرور ہوں گے۔ یہ سب کے سب بے موت مارے جائیں گے... فوراً فیصلہ... سونیا کو مرنا چاہیے یا اس ہوٹل کے سیکڑوں افراد کو...؟''

میں نے رضامندی ظاہر کی۔ ''اچھی بات ہے۔ میں ابھی اسے یہاں آنے کو کہتا ہوں۔''

میں نے فراز احمد سے کہا۔ ''تمہاری محبوبہ نے سونیا بن کر ہمیں مشکل میں ڈال دیا ہے۔ یہاں آؤ اور دیکھو... دشمن اسے سچ مچ سونیا سمجھ رہا ہے۔ اُس کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اس نے سوسائٹ جیکٹ پہنی ہوئی ہے۔ وہ تمہاری ثمینہ کے ساتھ خودکشی کرنا چاہتا ہے۔''

فراز احمد نے کہا۔ ''میں ابھی میڈم سونیا کے پاس تھا۔ ان سے پتا چلا' گریٹ ایشورارا کا کوئی آلہ کار سوسائٹ جیکٹ پہنے اس ہوٹل میں بیٹھا ہے۔ جو سیکڑوں افراد کی موت بن سکتا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ہم نے اب تک جتنے سیارے والوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ اس کے بدلے وہ سونیا کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں تمہاری ثمینہ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔''

''سر! ہمیں سیکڑوں افراد کی جانیں بچانی ہیں۔ کوئی دوسرا راستہ بھجائی نہیں دے رہا ہے۔ مجھے اپنے پیار کی قربانی دینی ہی ہوگی۔''

میں نے کہا۔ ''یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ تمہیں مخاطب کرنے اور حالات سے آگاہ کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں تمہاری ثمینہ کی قربانی چاہتا ہوں۔''

''آپ نہیں چاہتے۔ مگر میں سمجھ گیا ہوں' جب تک ثمینہ کو اس کے سامنے پیش نہیں کیا جائے گا' تب تک بے شمار افراد کی جانیں نہیں بچائی جاسکیں گی۔ ہمیں ہر حال میں ایک کو قربان کرکے سیکڑوں لوگوں کو بچانا ہے۔ میں اسے یہاں لا رہا ہوں۔''

''بیشک اسے ضرور لاؤ۔ لیکن میرے رحم و کرم پر چھوڑ دو۔ ہم ثمینہ کو اس سے بہت دور رکھیں گے۔ یہ شرط پیش کریں گے کہ وہ اس کے پیچھے پیچھے ہوٹل سے باہر جائے گا۔ بس وہ کسی طرح وہاں سے نکل جائے گا۔ ہم اس پر قابو پانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ تمہاری ثمینہ کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔''

اس سوسائٹ جیکٹ والے نے پوچھا۔ ''مسٹر فرہاد! کب تک خاموش رہو گے؟ میں پانچ منٹ کے اندر جواب چاہتا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''وہ یہاں آرہی ہے۔ چھ میل دور ساحلی علاقے کے ایک ہوٹل میں تھی۔ وہاں سے یہاں آنے میں کچھ تو وقت لگے گا۔ اس نے کہا ہے' آدھے یا پون گھنٹے میں پہنچ جائے گی۔''

وہ مطمئن ہوکر بولا۔ ''اچھی بات ہے' میں اتنی دیر انتظار کرسکتا ہوں۔''

فراز نے مجھ سے کہا تھا کہ اس نے ثمینہ کے دماغ پر قبضہ جمالیا ہے۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ایک کار میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف آرہی ہے۔ آدھے گھنٹے میں پہنچنے والی ہے۔

میرا ذہن بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا۔ ''مجھے صرف سیکڑوں افراد کی ہی نہیں' ثمینہ کی بھی جان بچانی ہے۔ میں کیا کروں؟ ثمینہ پر ذرا سی بھی آنچ آئے گی تو میرا ضمیر مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔''

وہ بیچاری خود کو سونیا سمجھ کر خوش ہوجایا کرتی تھی۔ وہ خوشیاں اب اسے مہنگی پڑنے والی تھیں۔ وہ معصوم ذہنی مریضہ کیا جانتی تھی کہ خود ہی کار ڈرائیو کرتی ہوئی موت کی طرف چلی آرہی ہے۔

فراز احمد اس کے اندر موجود تھا۔ وہ جانتا تھا' آدھے گھنٹے بعد کیا ہونے والا ہے؟ جسے دل و جان سے چاہتا تھا' جس کے ساتھ ساری زندگی گزارنا چاہتا تھا' وہ زندگی ہارنے والی تھی۔ اس کا دل' اس کا دماغ پوچھ رہا تھا' کیا اپنی محبوبہ کو کسی طرح بچا نہیں پائے گا؟

کوئی صورت نہیں تھی۔ مجھ جیسا گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے والا' بدترین دشمنوں سے نمٹنے والا ان لمحات میں بے بس ہوچکا تھا۔ ثمینہ اس سے پوچھ رہی تھی۔ ''فراز! تم نے مجھے اُس ہوٹل میں کیوں بلایا ہے؟''

وہ ڈوبتے ہوئے دل سے بولا۔ ''تمہیں سونیا بننے کا بہت شوق ہے ناں...؟ کیا سونیا کی طرح کوئی ایسا کارنامہ نہیں دکھاؤ گی کہ جان کی بازی لگانی پڑے؟''

وہ کچھ دیر تک سوچتی رہی۔ پھر انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''پلیز۔ یہ جان دینے والی باتیں نہ کرو۔''

''اگر میری جان جارہی ہو تو کیا مجھے بچانے کے لیے اپنی جان کی بازی نہیں لگاؤ گی؟''

وہ بڑے عزم و حوصلے سے بولی۔ ''پھر تو میں اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔ تمہاری طرف آنے والی موت کو اپنے گلے لگالوں گی۔''

اس کی یہ بات فراز کے دل میں خنجر کی طرح اترتی چلی گئی۔ وہ اس کی خاطر جان کی بازی لگانے کا دعویٰ کر رہی تھی اور وہ اس سے ہزاروں میل دور امریکا میں تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے ایک قربان گاہ تک پہنچا رہا تھا۔

اس نے سر تھام لیا۔ بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ پھر سوچنے لگا۔ ''اگر میں اُسے بچا نہ سکا تو اپنے آپ کو ختم کردوں گا۔ نہ اس کے بغیر جی سکوں گا' نہ میرا ضمیر مجھے جینے دے گا۔''

اس کے ذہن میں سوال پیدا ہوا۔ ''ثمینہ نہیں رہے گی تو اس کے بغیر جان سے جانے کے لیے میں خودکشی کروں گا؟ ہمارے مذہب میں خودکشی حرام ہے۔ اوہ خدایا! پھر میں

کون کہتا ہے کہ؟
اولاد نہیں ہوسکتی
آج بھی لاکھوں گھرانے اولاد کی نعمت سے محروم سخت پریشان ہیں۔ مایوسی گناہ ہے۔ اِنشاء اللہ اولاد ہوگی۔ خاتون میں کوئی اندرونی پرابلم ہو یا مردانہ جراثیم کا مسئلہ۔ ہم نے دیسی طبی یونانی قدرتی جڑی بوٹیوں سے ایک خاص قسم کا بے اولادی کورس تیار کیا ہے۔ جو آپ کے آنگن میں بھی خوشیوں کے پھول کھلا سکتا ہے۔ آپکے گھر میں بھی خوبصورت بیٹا پیدا ہوسکتا ہے۔ آج ہی گھر بیٹھے فون پر تمام حالات سے آگاہ کرکے بذریعہ ڈاک وی پی VP بے اولادی کورس منگوائیں۔
المُسلم دارالحکمت رجسٹرڈ (دواخانہ)
ضلع وشہر حافظ آباد۔ پاکستان
0300-6526061
0547-521787
فون اوقات
صبح 9 بجے سے رات 11 بجے تک
آپ ہمیں صرف فون کریں
دوائی آپ تک ہم پہنچائیں گے

کیا کروں گا...؟ آج اسے کچھ ہوگیا تو نہ جی سکوں گا' نہ مر سکوں گا۔''

وہ صدمے سے بری طرح نڈھال ہورہا تھا۔ ثمینہ نے پوچھا۔ ''تم کہاں ہو؟ چپ کیوں ہوگئے؟ کیا میرے اندر نہیں ہو؟''

وہ ذرا چپ ہوئی۔ پھر بولی۔ ''پتا نہیں۔ کن معاملات میں مصروف رہتے ہو؟ کیسے کیسے دشمنوں سے مقابلہ کرتے رہتے ہو؟ تم نے تو میری بات کا جواب ہی نہیں دیا' مجھے اس ہوٹل میں کیوں بلایا ہے؟''

وہ اس کی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔ اس نے مجرمانہ خاموشی اختیار کرلی تھی۔ چپ چاپ دیکھنا چاہتا تھا' اس پر کیا گزرنے والی ہے؟ کیسے گزرنے والی ہے؟ کیا میں اور سونیا اسے بچا پائیں گے؟

اسے آدھے گھنٹے میں پہنچنا چاہیے تھا۔ لیکن پندرہ منٹ میں ہی پہنچ گئی۔ میں نے سر گھما کر دیکھا تو ایکدم سے ہڑبڑا گیا۔ بلکہ بے یقینی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ جو سوچا بھی نہیں تھا' وہ سامنے دکھائی دے رہا تھا۔ ثمینہ تو آدھے گھنٹے میں پہنچنے والی تھی۔ اس سے پہلے ہی سونیا پہنچ گئی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس خودکش حملہ آور کے ساتھ اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔ موت بڑی بھیانک اور لرزہ خیز ہوگی۔ اس کے باوجود وہ بڑے آرام سے اور اعتماد سے چلی آرہی تھی۔

اری او سونیا! تُو کیا بلا ہے؟ کیا سوچ کر آئی ہے؟ کیا کرنا چاہتی ہے؟

میں جوانی سے بڑھاپے کے اس لمحے تک اس کا مجازی خدا رہا ہوں۔ اس کے باوجود بعض اوقات اسے سمجھ نہیں پاتا' اسے تو بس خدا ہی سمجھتا ہے یا پھر موت جانتی ہے کہ اس بلا کو کس طرف جانا ہے؟

وہ ہمارے دشمن کے پیچھے بہت فاصلے پر ایک خاص یونیفارم میں تھی۔ ڈائننگ ہال نما ایک میز کے پاس رک کر وہاں آنے والوں سے مسکرا مسکرا کر باتیں کررہی تھی۔ پھر وہاں سے آگے بڑھتی ہوئی ہمارے دشمن کی طرف آنے لگی۔ جب وہ قریب آئی تو میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے دیکھا۔ اس کے سینے پر ایک بڑا سا بیج لگا ہوا تھا۔ اس پر جلی حروف سے لکھا ہوا تھا۔ ''فوڈ انسپکٹر''

اس نے ہماری میز کے قریب آکر ہم تینوں کو دیکھا۔ یعنی اس میز پر میرا ایک آلۂ کار تھا۔ وہ سوسائٹی جیکٹ والا تھا اور گونگا ساتھی اس کے قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

سونیا نے حیرانی سے کہا۔ ''ارے۔ آپ تینوں تو یونہی بیٹھے ہیں۔ صرف سوپ کے پیالے رکھے ہوئے ہیں۔ کیا کھانے ..... کا آرڈر نہیں دیا؟''

پھر اس نے ہمارے دشمن کی طرف بڑے احترام سے جھکتے ہوئے کہا۔ ''سر! میں یہاں کی فوڈ انسپکٹر ہوں۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ بہت ہی اہم معاملے میں الجھا ہوا تھا۔ ابھی کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا' مگر اخلاقاً مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ ''ہم ابھی کھانے کا آرڈر دیں گے۔ پلیز۔ آپ ہمیں ڈسٹرب نہ''

وہ کہتے کہتے نڈھال سا ہوکر میز پر جھکنے لگا۔ اس کا گونگا ساتھی اسے ایسی حالت میں دیکھ کر چونک گیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ پاتا۔ سونیا نے گھوم کر ایک کک اس کے منہ پر ماری۔ وہ کرسی کے دوسری طرف الٹ گیا۔ میرے آلۂ کار نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس گونگے کو دبوچ لیا۔

آس پاس کی میزوں پر بیٹھی ہوئی عورتیں' مرد اور بچے گھبرا کر وہاں سے دور جانے لگے۔ گھبرانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کتنے ہی سپاہی دوڑتے ہوئے اندر آگئے تھے۔ وہ اپنے ساتھ اسٹریچر لائے تھے۔

سونیا نے اس دشمن کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔ وہ اپنے آپ سے غافل ہوچکا تھا۔ سپاہیوں نے اسے اٹھا کر اسٹریچر پر ڈالا۔ پھر تیزی سے دوڑتے ہوئے ہوٹل کے باہر جانے لگے۔

میں نے اپنے آلۂ کار کو آزاد چھوڑ دیا۔ سونیا کے دماغ میں چلا آیا۔ وہ ان سپاہیوں کے ساتھ باہر جارہی تھی۔ دو پولیس افسر اور دوسرے سپاہی ڈائننگ ہال میں لوگوں سے کہہ رہے تھے۔ ''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک مجرم کو گرفتار کرنا تھا۔ وہ ہمارے قابو میں آچکا ہے۔ آپ لوگ انجوائے کریں۔''

اس گونگے کو گرفتار کرکے ہتھکڑیاں پہنا دی گئی تھیں۔ سوسائٹی جیکٹ والے کو اسٹریچر پر ڈال کر ہوٹل کے سامنے کھلے باغیچے میں لایا گیا۔ وہاں بم ڈسپوزل اسکواڈ والے موجود تھے۔ وہ فوراً ہی اس دشمن کو اپنی تحویل میں لے کر لباس اتارنے لگے اور مختلف آلات سے اس کی جیکٹ کو چیک کرنے لگے۔

سونیا نے مجھ سے کہا۔ ''میں نے الپا' کبریا اور عالی سے ذریعے یہاں کے پولیس حکام سے اور بم ڈسپوزل اسکواڈ والوں سے رابطہ کیا تھا۔ انہوں نے میرے مشورے کے مطابق بڑی رازداری سے یہ کارروائی کی ہے۔ یہ تمام افراد بھی یہی چاہتے تھے کہ لوگوں کو حراساں نہ کیا جائے۔ چپ چاپ ان پر قابو پالیا جائے۔''

تھوڑی دیر بعد بم ڈسپوزل کے ماہرین نے کہا۔ ''اس بلاسٹنگ پن کو بموں سے اس طرح منسلک کیا گیا ہے کہ کسی بھی طرح علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ جب بھی اسے الگ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ تمام بم پھٹ پڑیں گے۔''

یہ ایک نیا مسئلہ سامنے آیا تھا۔ سونیا نے اپنی حکمتِ عملی سے سیکڑوں افراد کی جان بچائی تھی۔ مگر اس شہر کے لوگ ابھی خطرے سے باہر نہیں تھے۔ اس دشمن کو جہاں بھی لے جایا جاتا' جہاں بھی وہ بم بلاسٹ ہوتے وہاں تباہی پھیل جاتی۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اس کم بخت کو اٹھا کر شہر سے دور کسی ویرانے میں لے چلو۔''

اس وقت تک میں بھی ہوٹل سے نکل کر وہاں پہنچ گیا۔ میں نے پوچھا۔ ''اسے ویرانے میں لے جا کر کیا کریں گے؟ یہ ہوش میں آتے ہی شہر کی طرف دوڑتا ہوا آئے گا۔ پھر ایسی جگہ خودکشی کرے گا' جہاں لوگوں کی بھیڑ ہوگی۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''ہم اسے اُس ویرانے سے شہر کی طرف نہیں آنے دیں گے۔''

ایک اور افسر نے کہا۔ ''ہم اس طرح محاصرہ کریں گے کہ اسے اپنے نرغے سے نکلنے نہیں دیں گے۔ یہ شہر کی طرف نہیں آپائے گا۔''

میں نے کہا۔ ''جو میں کہہ رہا ہوں' آپ حضرات اس پر عمل کریں۔ سمندر کے ساحل پر چلیں۔ وہاں اسے ایک تیز رفتار بوٹ میں ڈال دیا جائے گا۔ جب وہ بوٹ سمندر کے گہرے پانی کی طرف جائے گی تو بم بلاسٹ ہو جائیں گے۔''

ایک افسر نے پوچھا۔ ''کیا خود بہ خود بلاسٹ ہوجائیں گے؟''

''بے شک ہوں گے۔ پلیز۔ آپ میرے مشورے پر عمل کریں۔''

کوئی میرا مشورہ ماننے کو تیار نہیں تھا۔ یہی کہا جارہا تھا' وہ گہرے پانی میں جائے گا۔ پھر ہوش میں آنے کے بعد موٹر بوٹ کو واپس اس شہر کی طرف موڑ لے گا۔

میں نے الپا' کبریا' عالی' فرمان' ٹونی جے اور بے باک ومن سے کہا۔ ''یہ سیدھی طرح ہماری بات نہیں مانیں گے۔ ان کے دماغوں پر قبضہ جماؤ۔''

انہوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ وہاں جتنے بڑے اور اہم افسران تھے۔ ان کے دماغوں پر قبضہ جمایا تو وہ سب میرے مشورے کے مطابق عمل کرنے لگے۔ اسے ایک گاڑی میں ڈال کر سمندر کے کنارے لے گئے۔ وہ ابھی تک بے ہوش تھا۔

میں نے سونیا سے پوچھا۔ ''تم نے کتنی تیز دوا انجیکٹ کی ہے؟ یہ کم بخت کب تک بے ہوش رہے گا؟''

''آدھا گھنٹا گزر چکا ہے۔ پانچ یا دس منٹ بعد اسے ہوش آنے لگے گا۔''

ساحل پر پہنچ کر اسے ایک تیز رفتار موٹر بوٹ میں ڈال دیا گیا۔ اس کے گونگے ساتھی کو بھی وہاں بٹھا کر ایک دوا کے ذریعے بے ہوش کردیا گیا۔ میں اس جیکٹ والے کے اندر تھا۔ اسے ہوش آرہا تھا۔

میں نے کہا۔ ''ذرا انتظار کیا جائے۔ یہ ہوش میں آنے کے بعد خود موٹر بوٹ کو ڈرائیو کرتا ہوا یہاں سے جائے گا۔''

تھوڑی دیر بعد وہ پوری طرح ہوش میں آگیا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ میں نے اسے سوچنے کا موقع نہیں دیا۔ فوراً ہی دماغ پر قبضہ جمالیا۔ پھر وہ میری مرضی کے مطابق موٹر بوٹ کو اسٹارٹ کرکے گہرے پانیوں کی طرف جانے لگا۔

ساحل پر پولیس افسران اور سپاہیوں کے علاوہ سرکاری عہدیدار بھی تھے۔ وہ سب ہی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیرِ اثر تھے۔ میں اور سونیا ان کے درمیان کھڑے موٹر بوٹ کو دور جاتے دیکھ رہے تھے۔ وہ حدِ نظر تک جانے کے بعد نظروں سے اوجھل ہورہی تھی۔ لیکن وہ دشمن میری گرفت سے باہر نہیں تھا۔

میں نے اسے کہا۔ ''تم نے مجھے ہوٹل میں صرف ایک منٹ کے لیے اپنے اندر آنے کا موقع دیا تھا۔ اب میں تفصیل سے تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ تمہارا یہ ساتھی گونگا بہرا نہیں تھا۔ اس نے ہمیں اپنے دماغ میں آنے سے روکنے کے لیے خاموشی اختیار کی تھی۔''

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ ''مسٹر فرہاد! پہلے اتنا بتا دیں' وہ جو فوڈ انسپکٹر آئی تھی۔ کیا وہ سونیا تھی؟''

میں نے کہا۔ ''ہاں۔ وہ اسی طرح بلائے ناگہانی بن کر چلی آتی ہے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''گریٹ ایشورار نے مجھ سے کہا تھا' اس بلا سے بہت محتاط رہنے کی ضرورت

ہے۔ہم کسی طرح موت کے بارے میں معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ کیسے آئے گی؟ مگر سونیا ایسی موت کا نام ہے' جو آنے سے پہلے اپنی آہٹ بھی نہیں سناتی۔''

میں نے کہا۔''وہ آہٹ نہیں سناتی ۔ دھماکا سناتی ہے۔مگر افسوس تم پوری طرح دھماکا نہیں سن سکو گے۔اس سے پہلے ہی تمہارے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔''

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔''ہاں۔میں سمجھ رہا ہوں۔میرا دماغ تمہارے شکنجے میں ہے۔میں اس جیکٹ کی پن نکالنا نہیں چاہوں گا' مرنا نہیں چاہوں گا مگر ہوگا وہی جو تم چاہو گے۔''

وہ موٹر بوٹ نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ساحل سے کئی میل دور جا چکی تھی۔ایسے وقت اس نے میری مرضی کے مطابق پن کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا۔دوسرے ہی لمحے میں زوردار دھماکا ساحل تک سنائی دیا۔شعلے بلند ہوتے دکھائی دینے لگے۔

تمام پولیس افسران اور سرکاری عہدیدار حیرانی سے منہ کھولے اُدھر دیکھ رہے تھے۔یہ سمجھ نہیں سکتے تھے کہ وہ پن کیسے نکالی گئی ہے اور کس طرح سمندر میں میلوں دور جانے کے بعد دھماکا ہوا ہے؟

وہ لوگ ہم سے پوچھ نہیں سکتے تھے۔کیونکہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیرِ اثر تھے۔میں سونیا کے ساتھ اپنی رینیڈیکار میں بیٹھ کر وہاں سے شہر کی طرف جانے لگا۔سونیا نے پوچھا۔''تم نے اس کی ہلاکت سے پہلے چور خیالات پڑھے ہوں گے؟''

''ہاں۔ہم سمجھ رہے تھے' صرف چنگارارا اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ یہاں آیا ہے۔مگر اس خودکش حملہ آور اور اس کے گونگے ساتھی کی موجودگی کہہ رہی تھی' ان کے پیچھے انہیں گائڈ کرنے والے اور اپنے اشاروں پر چلانے والے کچھ اور لوگ موجود ہیں۔''

''واقعی اس خودکش حملہ آور کی موجودگی ہمیں بہت کچھ سمجھا چکی ہے۔''

''جب وہ تمہارے حملے کے بعد ہوش میں آیا اور اس موٹر بوٹ میں گہرے پانیوں کی طرف جانے لگا۔تب میں نے اس کے چور خیالات پڑھے۔پتا چلا' چنگارارا کو نائب ایشورارا بنا کر بھیجا گیا تھا۔مگر اسے بھی حکم دینے والا اور گائڈ کرنے والا کوئی یہاں موجود ہے۔چنگارارا اور وہ خودکش حملہ کرنے والا سب ہی اس نامعلوم شخص کے تابعدار تھے۔''

سونیا سن رہی تھی اور ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہی تھی۔اس نے کہا۔''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ سیّارے والے چور راستوں سے ہماری دنیا میں آ رہے ہیں؟ ہم یہاں محفوظ نہیں ہیں۔''

''تم نے ہوٹل میں آ کر اس خودکش حملہ آور کو اپنے قابو میں کیا تھا۔ہماری تاک میں رہنے والے دشمنوں نے تمہیں دیکھا ہوگا۔وہ یہاں اسی شہر میں پھر تم پر حملہ کر سکتے ہیں۔''

اس نے اپنا بیگ کھول کر ریڈی میڈ میک اپ کا مختصر سا سامان نکالا۔پھر اپنے چہرے میں تبدیلیاں کرنے لگی۔میں نے کہا۔''انہوں نے مجھے بھی تمہارے ساتھ دیکھا ہے۔اس کار کا ماڈل اور نمبر بھی نوٹ کیا ہوگا۔''

ہم نے ایک اسٹریٹ میں پہنچ کر کار کو وہیں چھوڑ دیا۔پھر وہاں سے پیدل چلتے ہوئے یہ فیصلہ کرنے لگے کہ ہمیں ایک دوسرے سے جدا ہو جانا چاہیے۔میں نے کبریا کو بلا کر کہا۔''تم اپنی مما کے پاس رہو۔''

سونیا نے کہا۔''الپا کو بھی بلاؤ۔''

میں نے اسے کال کی۔وہ بھی آ گئی۔سونیا نے کہا۔''میرا اور تمہارے پاپا کا سفری بیگ سب وے ہوٹل میں رہ گیا ہے۔وہاں کسی کو آلۂ کار بنا کر وہ سامان اس طرح اٹھواؤ کہ ہمیں تلاش کرنے والے دشمن تمہارے اس آلۂ کار کا تعاقب کریں۔''

الپا نے کہا۔''میں سمجھ گئی مما! میں اور کبریا ان چھپنے اور بُرا سرار بننے والوں تک پہنچنے کی کوششیں کریں گے اور آپ لوگوں کو ان کے متعلق رپورٹ دیتے رہیں گے۔''

میں اور سونیا ایک دوسرے سے دور ہو گئے۔ایک گھنٹے کے اندر ہم نے اپنا چہرہ اور حلیہ تبدیل کر لیا۔فراز احمد کی محبوبہ کو قربان گاہ تک پہنچنے سے پہلے ہی سلامتی مل گئی تھی۔وہ ہمارے پاس آ کر شکریہ ادا کر رہا تھا۔

وہ سونیا کا تو جیسے بے دام غلام بن گیا تھا۔کہہ رہا تھا۔''میڈم! آپ جیسی باکمال خاتون نہ اس دنیا میں کوئی ہے' نہ کبھی پیدا ہو سکے گی۔بخدا... آپ ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہیں۔دشمنوں کی جیتی ہوئی بازی کو آخری لمحات میں الٹ کر رکھ دیتی ہیں۔آپ کی ذہانت کو کوئی چھو نہیں سکتا۔''

سونیا نے کہا۔''میری تعریفیں مت کرو۔اپنی محبوبہ کو لگام دو۔اس کا علاج کرو۔اسے سمجھاؤ' حالات ہمارے موافق نہیں ہیں۔وہ جگہ جگہ خود کو سونیا کہتی پھرے گی تو پھر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گی۔''

اس وقت ہم ہارنے والی بازی جیت چکے تھے۔دشمن قابو میں آ گئے تھے۔ثمینہ اس ہوٹل کے گیٹ پر آئی تھی۔مگر وہاں باہر سے کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دی جا رہی تھی۔لہٰذا اسے بھی گیٹ پر روک دیا گیا تھا۔

فراز نے اس سے کہا۔''تم یہاں رکو۔میں ابھی آتا ہوں۔''

اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کیں تو پتا چلا' خودکش حملہ کرنے والا گرفتار ہو چکا ہے اور بڑی حد تک خطرہ ٹل چکا ہے۔اب اس کی ثمینہ کو سونیا بن کر وہاں قربانی نہیں دینی ہوگی۔

وہ خوش ہو کر اس کے پاس آیا۔پھر بولا۔''یہاں سے گھر واپس جاؤ۔''

وہ بولی۔''ہائیں... واپس چلی جاؤں؟ تو پھر یہاں کس لیے بلایا تھا؟''

وہ بولا۔''مجھے معلوم ہوا تھا' اس ہوٹل میں سونیا آئی ہوئی ہے۔اس سے تمہاری ملاقات کرانا چاہتا تھا۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔''ہائے اللہ! میں تو سونیا سے ضرور ملوں گی۔''

اس نے کہا۔''اب نہیں مل سکو گی۔وہ یہاں ایک دشمن کو زیر کرنے آئی تھی۔ابھی اسے گرفتار کرانے کے بعد جا چکی ہے۔تم کار میں بیٹھو اور واپس جاؤ۔میں تمہیں تفصیل سے یہاں کے حالات بتاتا ہوں۔''

وہ گھر جانے لگی۔فراز اسے تمام سچویشن بتانے لگا کہ کس طرح اس ہوٹل میں سیکڑوں افراد مارے جانے والے تھے' وہ ہوٹل کھنڈر بننے والا تھا۔لیکن سونیا نے اچانک ہی دشمنوں کی گردنیں دبوچ لی ہیں۔اب بم دھماکے کا خطرہ ٹل گیا ہے۔

ثمینہ وہ تمام باتیں سنتی رہی تھی۔جب رات کو گہری نیند سو گئی تو اس کے دماغ میں وہ ساری باتیں گردش کرنے لگیں۔وہ خواب کی اسکرین پر سونیا کی جگہ خود کو دیکھ رہی تھی کہ کس طرح اس نے خودکش حملہ آور کو مصافحہ کرتے ہی ایک مخصوص انگوٹھی کے ذریعے بیہوش کر دیا تھا۔پھر فوراً ہی پلٹ کر اس گونگے کے منہ پر کک ماری تھی۔وہ کرسی سمیت دوسری طرف الٹ گیا تھا۔

سونیا کی وہ تمام حکمت عملی اور ایکشن اس کے ذہن میں نقش ہو رہا تھا۔وہ دوسری صبح بیدار ہوئی تو آئینے کے سامنے جیسے سونیا کو دیکھ رہی تھی۔یہ سمجھ رہی تھی کہ اپنا عکس دیکھ رہی ہے۔مگر سر سے پاؤں تک مکمل سونیا بن چکی ہے۔

فراز اس کی خیریت معلوم کرنے اور صبح بخیر کہنے آیا تو اس کے خیالات پڑھ کر پریشان ہو گیا۔اس نے کہا۔''میں نے کل رات تمہیں سمجھایا تھا' خود کو سونیا نہ کہو۔پتا نہیں' کتنے انجانے دشمن سونیا اور فرہاد کی تاک میں ہیں؟ تم اپنا بھی یہی نام بتاتی پھرو گی تو وہ تمہیں گولی مار دیں گے۔''

وہ بولی۔''میں اتنی نادان نہیں ہوں کہ سب کے سامنے خود کو سونیا کہوں گی۔ابھی ناشتے کے بعد میک اپ کروں گی' چہرے میں تبدیلیاں کروں گی۔پھر کوئی دشمن مجھے پہچان نہیں سکے گا۔''

وہ سر تھام کر رہ گیا۔''اوہ گاڈ! تمہیں یوں بھی کوئی نہیں پہچانتا ہے۔تمہاری صورت سونیا جیسی نہیں ہے۔میک اپ کی کیا ضرورت ہے؟ اپنے فراز کی ایک بات مانو گی؟''

''ہزار باتیں مانوں گی۔بولو کیا چاہتے ہو؟''

''میں چاہتا ہوں' تم اب سے چوبیس گھنٹوں تک گھر سے باہر نہ نکلو۔نہ ہی کسی سے فون پر باتیں کرو۔''

''اوہ گاڈ! کتنی سخت پابندیاں لگا رہے ہو؟ نہ فون پر کسی سے بات کر سکوں گی' نہ باہر جا سکوں گی۔تم تو مجھے اس چار دیواری میں قیدی بنا کر رکھنا چاہتے ہو۔''

''کیا صرف چوبیس گھنٹوں کے لیے میری بات نہیں مانو گی؟''

وہ بڑی بے بسی سے بولی۔''میں کب نہیں مانتی ہوں؟ ٹھیک ہے' گھر سے باہر نہیں نکلوں گی' نہ کسی سے فون پر بات کروں گی۔اب تو خوش ہو؟''

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ کس طرح اس کا علاج کیا جائے؟ وہ کئی بار اسے تنویمی نیند کے ذریعے سحر زدہ کر چکا تھا۔اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر اپنا رمل ہونے سے باز رکھتا تھا۔لیکن تنویمی عمل کا اثر دیرپا نہیں ہوتا تھا۔

اس کی دماغی خرابی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔وہ دو چار گھنٹوں کے بعد ہی تنویمی عمل کے اثر سے نکل آتی تھی۔پھر سے ایبنارمل ہو کر بے تکی باتیں اور حرکتیں کرنے لگتی تھی۔اس کے باوجود دل میں سما چکی تھی۔وہ جلد ہی اس سے شادی کرنے والا تھا۔

پچھلی رات الپا اور کبریا نے چار آلۂ کار بنائے تھے۔ان میں سے دو سب وے ہوٹل میں گئے تھے۔ہمارے کمروں سے بیگ اٹھا کر باہر آ کر ایک گاڑی میں بیٹھ گئے تھے۔پھر وہاں سے کہیں جانے لگے تھے۔باقی دو آلۂ کار کافی دور رہ کر ان کا تعاقب کر رہے تھے۔

جلد ہی معلوم ہوا کہ ایک ویگن کار میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگ آگے والی گاڑی کا تعاقب کر رہے ہیں۔پیچھے آنے

والے دونوں آلۂ کاروں نے اپنی گاڑی کی رفتار بڑھائی۔ پھر اس ویگن کار کے قریب پہنچتے ہی فائرنگ شروع کردی۔ اس کے دو پچھلے پہیے ناکارہ ہوگئے۔ گاڑی رک گئی۔ اس میں چار افراد نکل کر اِدھر اُدھر پناہ لینے کے لیے بھاگنے لگے۔ الپا اور کبریا کے آلۂ کاروں نے ان پر فائرنگ کی۔ جس کے نتیجے میں ایک زخمی ہوکر گر پڑا۔ باقی تین فرار ہوگئے۔

ان آلۂ کاروں نے اس زخمی کے قریب جا کر دیکھا۔ وہ کراہتے ہوئے بولا۔ ''پلیز۔ مجھے ہاسپٹل پہنچاؤ۔ میری ران میں گولی پیوست ہوگئی ہے۔ اسے نکالا نہ گیا تو میں مر جاؤں گا۔''

وہ دونوں اسے اٹھا کر اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لے آئے۔ پھر کسی ہاسپٹل کی طرف جانے لگے۔ الپا اور کبریا نے اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا' وہ چاروں مقامی باشندے تھے۔ کسی سونیا اور فرہاد علی تیمور کو نہیں جانتے تھے۔ وہ حیران تھے۔ کوئی ان کے دماغ میں آکر بولتا تھا۔ حکم دیتا تھا۔

اس نے ان چاروں کو ہزاروں ڈالرز دیے تھے۔ انہیں یہ ڈیوٹی دی تھی کہ سب وے ہوٹل کے اس کمرے کی نگرانی کرتے رہیں' جہاں میں نے اور سونیا نے قیام کیا تھا۔ وہاں ہمارے دو سفری بیگ رکھے ہوئے تھے۔

جو بھی ان آلۂ کاروں کے اندر بولتا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا' ہم اپنے سفری بیگ کسی نہ کسی طرح حاصل کرنا چاہیں گے۔ ان میں ہماری ضروری چیزیں ہوں گی اور ہمارا خیال تھا کہ سیارے والے ان دو سفری بیگ کے پیچھے دوڑتے ہوئے ہمارا سراغ لگانے کی کوششیں کریں گے۔ لیکن وہ بھی ہوشیار تھے۔ انہوں نے مقامی باشندوں کو اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔

دونوں طرف سے بھرپور چالیں چلی گئی تھیں۔ لیکن نہ وہ ہم تک پہنچ پائے تھے' نہ ہم کسی اور سیارے والے تک پہنچ رہے تھے۔ ویسے بھی ہمیں یقین تھا' اسی شہر میں رہ کر کسی نہ کسی سیارے والے سے ضرور ٹکرائیں گے۔ پھر اس کے ذریعے اس لیڈر تک پہنچ سکیں گے' جو کہیں چھپا ہوا ہمیں اپنے نرغے میں لینے کی کوششیں کر رہا تھا۔ اسے یقین تھا' ہم دارالسلام میں ہی ہیں۔ اس نے یقیناً یہ فیصلہ کیا ہوگا کہ ہمیں اس شہر سے باہر نکلنے نہیں دے گا۔

ایسے وقت انوشے میرے پاس آئی۔ ''اسلام وعلیکم گرینڈ پا.....!''

میں نے خوش ہوکر کہا۔ ''وعلیکم السلام... دادا کی جان آئی ہے۔ ضرور کوئی خاص بات ہے؟''

''جی ہاں گرینڈ پا! ایسی بات بتانے آئی ہوں' جسے سن کر آپ کو ذرا اطمینان حاصل ہوگا۔ ہم روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ نہیں چاہتے کہ سیارے والے پہلے کی طرح ہماری دنیا کے تمام ٹی وی چینلز پر قبضہ جمائیں اور لوگوں کو ہمارے خلاف بہکاتے' بھڑکاتے رہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ہم اس پہلو سے تشویش میں مبتلا رہتے ہیں' وہ تمام لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف کے بھڑکائیں گے تو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب ہی ہمیں اپنا دشمن سمجھنے لگیں گے۔ پھر بڑی تباہی پھیلے گی۔ ان تمام علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی تعداد کم ہے' وہاں ان کے گھر جلائے جائیں گے۔ ان کی جان و مال کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان مارے جائیں گے۔''

''ایسا نہیں ہوگا گرینڈ پا! جنگ چھڑ چکی ہے۔ سیارے والے چور دروازے سے ہماری دنیا میں آرہے ہیں۔ ایسے وقت ہم روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی تشہیری مہم کو ناکام بنا رہے ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اور اپنی ٹیکنالوجی کے ذریعے مختلف چینلز پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں مگر ہم انہیں ناکام بنا دیتے ہیں۔''

میں نے خوش ہو کر کہا۔ ''یہ ہماری سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔ وہ ہمارے خلاف دنیا کے تمام لوگوں کو ہتھیار نہیں بنا سکیں گے۔ انہیں صرف ہم سے جنگ لڑنی ہوگی اور ہم لڑ رہے ہیں۔ جب تک وہ فنا نہیں ہوں گے یا اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے بھاگ نہیں جائیں گے' تب تک یہ جنگ جاری رہے گی۔''

انوشے نے کہا۔ ''دشمن جس محاذ پر ڈٹ گئے تھے۔ جہاں سے بہت بڑی کامیابی حاصل کر رہے تھے' وہ محاذ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے۔ اب آپ مطمئن ہیں ناں؟''

''دادا کی جان! تم نے بہت بڑی خوشخبری سنائی ہے۔ اب ہم ایک ہی محاذ پر بڑی یکسوئی سے جنگ جاری رکھیں گے۔ کیا میرے ایک سوال کا جواب دو گی؟''

''صرف ایک سوال کا... پھر چلی جاؤں گی۔''

''کیا اس شہر میں کوئی سیارے والا دشمن موجود ہے؟''

''جس علاقے میں آپ ہیں' وہ وہیں ہے۔ اگر مما وہاں ہوتیں تو اپنی چھٹی حس سے پہچان لیتیں.... خدا حافظ...''

میں نے فوراً ہی سونیا کو مخاطب کیا۔ ''ہائے سونیا! کیا کر رہی ہو؟''

وہ بولی۔ ''بڑے موڈ میں مخاطب کر رہے ہو۔ کیا بات ہے؟''

میں نے اسے انوشے کے متعلق بتایا۔ ساری باتیں سنتے ہی وہ بھی موڈ میں آکر بولی۔ ''یہ تو کمال ہوگیا۔ روحانی قوتوں سے یہ فیض حاصل ہو رہا ہے کہ ہمارے خلاف ایک بہت بڑا محاذ بند ہو چکا ہے۔ اب ہمیں ایک ہی محاذ پر لڑنا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اور ایک اہم بات معلوم ہوئی ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''وہ کیا.....؟''

''سیارے سے آنے والا دشمن اسی شہر میں ہے۔''

وہ بولی۔ ''اس کا مطلب ہے' وہ مجھ سے پانچ میل دور کسی علاقے میں ہے۔ اگر میری رینج میں ہوتا تو میں اس کی بُو پا لیتی۔''

''انوشے نے اشارہ دیا ہے اور وہ یہ کہ جس علاقے میں ہوں' وہ دشمن بھی یہیں چھپا ہوا ہے۔ تم یہاں رہو گی تو تیر کی طرح اس کے ٹھکانے تک پہنچ جاؤ گی۔''

''میں ابھی آرہی ہوں۔''

''آؤ... مگر مجھ سے دور رہو۔ ہمیں ایک جگہ رہ کر دشمنوں کی نظروں میں نہیں آنا چاہیے۔''

''یہ تو ہم پہلے ہی طے کر چکے ہیں۔ میں تمہارے قریب نہیں آؤں گی۔ تم میرے اندر رہ کر معلوم کرتے رہو گے۔ میں اس دشمن تک کس طرح پہنچنے والی ہوں؟''

''پہلے یہ طے کرلیا جائے' اس دشمن سے کس طرح نمٹنا چاہیے؟''

''میں تمہیں بتاؤں گی کہ وہ کہاں ہے؟ کس حلیے میں کس نام کے ساتھ رہتا ہے؟ تم کسی آلۂ کار کے ذریعے اس کی نگرانی کرو گے۔ اس کی مصروفیات کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرتے رہو گے۔''

میں سوچنے لگا۔ وہ ہوٹل سے نکل کر اپنی کار میں بیٹھ کر میرے علاقے کی طرف آرہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''کسی آلۂ کار کے ذریعے اس دشمن کی ظاہری مصروفیات معلوم ہوسکیں گی۔ لیکن یہ پتا نہیں چلے گا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے کیا کرتا پھر رہا ہے؟''

''اس مقصد..... کے لیے اس کے دماغ میں جگہ بنانی ہوگی۔ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا ہوگا یا کسی طرح زخمی کرنا ہوگا۔ اس طرح دوسرے تمام دشمن ہوشیار ہو جائیں گے فوراً ہی سمجھ لیں گے کہ ہم نے ایسا کیا ہے۔ ہم اس کے اندر چھپ کر دوسروں تک پہنچنا چاہتے ہیں۔''

''جلد بازی نہیں کی جائے گی۔ پہلے دور ہی دور سے نگرانی کرتے ہوئے اس کی مصروفیات پر نظر رکھی جائے گی۔ بعد میں بدلتے ہوئے حالات کے مطابق جو کرنا ہوگا' وہ کرگزریں گے۔''

وہ اُس ہوٹل کے قریب پہنچ گئی' جہاں میرا قیام تھا۔ وہ بولی۔ ''ہماری پوتی نے درست کہا تھا۔ مجھے ایک سیارے والے کی بُو مل رہی ہے۔ میں سمت کا تعین کر رہی ہوں۔''

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی' سڑکیں بدلتی ہوئی ایسی جگہ پہنچی' جہاں کروڑ پتی اور ارب پتی سرمایہ دار رہتے تھے۔ وہاں ان کی بڑی بڑی کوٹھیاں تھیں۔ وہ ایک کوٹھی کے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے بولی۔ ''فرہاد! وہ شخص یہیں رہتا ہے۔''

وہ اس کوٹھی کا نمبر اور اسٹریٹ کا نام بتاتی ہوئی آگے جانے لگی۔ میں نے کہا۔ ''تم اپنے ہوٹل میں جاؤ۔ سانپ کو اس کے بل میں رہنے دو۔ اسے آرام سے باہر نکالا جائے گا۔''

میں نے الپا' کبریا' ٹونی جے' فرمان اور بے باک مومن کو اپنے پاس بلایا پھر کہا۔ ''یہاں سی سائڈ کالونی کی نجیب اللہ اسٹریٹ میں کوٹھی نمبر جی سیون ہے۔ وہاں سیارے کا ایک شخص بہت بڑے سرمایہ دار کی حیثیت سے رہتا ہے۔''

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''تم سب اپنے ایک ایک' دو دو آلۂ کار بناؤ۔ اس کوٹھی کی نگرانی کرتے رہو۔ معلوم کرو' وہاں کتنے ملازم اور کتنے سیکورٹی گارڈز ہیں؟ ان کے اندر ایسی رازداری سے پہنچو کہ اس دشمن کو کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔ اخبار والا' دودھ والا... جو بھی اس کوٹھی میں جاتا ہے' بڑی احتیاط سے ان کے دماغوں میں پہنچتے رہو۔''

الپا نے کہا۔ ''میں سمجھ گئی پاپا! آپ اس کے ذریعے دوسرے دشمنوں تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ ہم بہت محتاط رہیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''مجھے یقین ہے' ہم آج شام تک اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرسکیں گے۔ لیکن تم سب عجلت سے کام نہ لینا۔''

الپا' فرمان' ٹونی جے' بے باک مومن اور کبریا سب ہی ٹیلی پیتھی کی دنیا میں دشوار مرحلوں سے گزرتے رہے تھے۔ انہیں سمجھانے اور نصیحت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ پھر بھی احتیاطاً میں نے سمجھایا تھا۔

وہ سب چلے گئے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے چپ چاپ یورپ اور امریکا کے اکابرین کے اندر پہنچنے لگا۔ ان کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سب بخیریت تھے۔ سیارے والے انہیں پریشان نہیں کر رہے تھے۔ اس کی وجہ یہی ہوسکتی تھی کہ وہ ہمارے معاملات میں بری طرح الجھ گئے تھے۔

چنگارارا کے ساتھ چار ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے

آئے تھے۔ دارالسلام میں وہ خودکش حملہ کرنے والا اور اس کا ایک گونگا ساتھی تھا۔ ہم نے ان دونوں کو اور پیرس میں ان کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہلاک کیا تھا۔ باقی تین کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا تھا۔ وہ اتنی کوششوں کے بعد صرف چنگارا را کو ہمارے شکنجے سے نکال پائے تھے۔

ان کی ساری توجہ دارالسلام پر تھی۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے' میں اور سونیا اسی شہر میں ہیں۔ وہ جی جان سے کوششیں کررہے ہوں گے کہ کسی طرح ہم تک پہنچ کر ہمیں ختم کردیں۔ ہمارا خاتمہ ہی ان کے سامنے کھڑی ہوئی تمام دیواریں گرا سکتا تھا۔

ہم نہیں جانتے تھے' وہ دشمن اس عالیشان کوٹھی میں رہ کر کیا کررہا ہے؟ وہاں ہم سے ایک غلطی ہورہی تھی۔ ہم فراز کی محبوبہ ثمینہ کو نظرانداز کررہے تھے۔ یہ بات ذہن سے نکل گئی تھی کہ اس کی ایک تصویر سیارے والوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ خودکش حملہ آور نے ہوٹل میں مجھے یعنی میرے آلۂ کار کو اس کی تصویر دکھائی تھی۔ وہ سب ہی اسے سونیا سمجھ رہے تھے۔

انہیں یقین تھا' تصویر والی سونیا نے ہی خودکش حملہ آور کو بے دست و پا بنا کر موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ دراصل وہ سیارے والے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس خودکش حملہ آور کے اندر تھے۔ اس لیے وہ اصل سونیا کی صورت شکل دیکھ نہیں پائے۔ بس یہی سنتے آئے تھے کہ سونیا نے ان کی جیتی ہوئی بازی کو ہار میں بدل دیا تھا۔

ایسی غلط فہمیوں کے باعث اصل سونیا اب تک کسی کی نظروں میں نہیں آئی تھی۔ جبکہ ثمینہ بدستور ان کے نشانے پر تھی۔ ہم یہ سوچ کر اس بیچاری کو نظرانداز کررہے تھے کہ اس کی تصویر پیش کرنے والا خودکش حملہ آور اپنے گونگے ساتھی کے ساتھ مارا گیا ہے۔ لہٰذا ثمینہ اور اس کی تصویر کا معاملہ ختم ہو چکا ہے۔

سیارے والے ثمینہ کو اتنے یقین کے ساتھ سونیا سمجھ رہے تھے کہ اس سے مرعوب ہو کر خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں بھی نہیں جارہے تھے۔ یہ جانتے تھے' جیسے ہی اس کے اندر پہنچیں گے۔ وہ سانس روک کر انہیں بھگا دے گی۔ اس طرح اسے معلوم ہوجائے گا کہ ہماری دنیا میں ابھی سیارے والے موجود ہیں۔ جبکہ وہ اپنی موجودگی ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے۔

ثمینہ کا بیمار باپ ہاسپٹل میں زیرِ علاج تھا۔ فون کے ذریعے گھر والوں کو اطلاع دی گئی تو اس کی ماں نے ریسیور رکھتے ہوئے بیٹی سے کہا۔ ''تمہارے پاپا کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی تھی۔ ڈاکٹروں نے انہیں سنبھالا ہے۔ وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ فوراً ہاسپٹل چلو۔''

وہ بولی۔ ''سوری ممی! میں نے فراز سے وعدہ کیا ہے' چوبیس گھنٹے تک اس گھر سے باہر نہیں جاؤں گی۔''

''تم نے ایسا وعدہ کیوں کیا ہے؟''

''آپ کو کیا بتاؤں؟ پہلے تو اس دنیا میں ہی میرے بے شمار دشمن تھے۔ اب سیارے والے بھی دشمنی کے لیے آگئے ہیں۔ وہ مجھے تلاش کررہے ہیں۔''

ماں نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کون سیارے والے...؟ وہ تمہیں کیوں تلاش کررہے ہیں؟ تم کیسی بہکی بہکی باتیں کررہی ہو؟ کیا پھر ابنارمل ہورہی ہو؟''

وہ بیزار ہو کر بولی۔ ''اوہ گاڈ! میں کیسے ماں باپ کے گھر میں پیدا ہوگئی ہوں؟ یہ مجھ جیسی سونیا کی قدر نہیں کررہے ہیں۔ بات بات پر مجھے ابنارمل کہتے ہیں۔ کیا آپ چاہتی ہیں' آپ کی بیٹی یہاں سے باہر جائے اور سیارے والے اسے گولی ماردیں؟''

ماں نے دونوں کانوں کو چھوتے ہوئے کہا۔ ''خدا نہ کرے' کوئی تمہیں گولی مارے۔ تمہاری باتیں تو دل کو دہلا دیتی ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا پاپا کی طبیعت بہت زیادہ سیریس ہوگئی تھی؟''

''ہاں۔ اسی لیے تو ایک ڈاکٹر نے فون کیا ہے۔ تمہیں پاپا سے ملنے کے لیے ضرور جانا چاہیے۔''

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی۔ ''اچھی بات ہے' میں عبایا پہنوں گی۔ چہرے کو ڈھانپ لوں گی۔ دشمن مجھے پہچان نہیں پائیں گے۔''

وہ اپنی ماں کا عبایا پہن کر' چہرے کو نقاب میں چھپا کر ہاسپٹل پہنچ گئی۔ باپ کو دیکھ کر بولی۔ ''آپ تو بالکل ٹھیک لگ رہے ہیں۔ ممی کہہ رہی تھیں' طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی تھی۔''

باپ نے کہا۔ ''انہوں نے درست کہا تھا۔ میری طبیعت بہت بگڑ گئی تھی۔ ڈاکٹرز کی مہربانی ہے۔ وہ میری زندگی کو طول دینے کی کوششیں کررہے ہیں۔ تمہاری صورت دیکھنے کو دل مچل رہا تھا۔ اسی لیے یہاں بلایا ہے۔ مگر تم نے تو چہرے کو نقاب میں چھپا رکھا ہے۔''

وہ اپنے باپ کی طرف جھکتے ہوئے بڑی زارداری سے بولی۔ ''پاپا! میرے دشمنوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ اب

سیارے والے بھی دشمنی کرنے آگئے ہیں۔ میں آپ کی محبت میں یہاں تک چھپ کر آئی ہوں۔''

وہ باپ بچپن سے اپنی بیٹی کو سمجھتا آیا تھا۔ ایک تو وہ کبھی کبھی ابنارمل ہوجاتی تھی' پھر یہ کہ سونیا کی شخصیت اس کے حواس پر چھائی رہتی تھی۔ اس نے بیٹی کا ہاتھ تھام کر کہا۔ ''میں جانتا ہوں' میری بیٹی بہت دلیر ہے۔ آئے دن دشمنوں سے مقابلہ کرتی رہتی ہے' مگر یہ اس ہاسپٹل کا اسپیشل کمرا ہے یہاں صرف میں ہوں اور تمہاری ماں ہے۔ میری بیٹی! میری جان! نقاب ہٹاؤ۔ اپنا چہرہ دکھاؤ۔ اپنے باپ کو پیار کرو۔''

اس نے مسکراتے ہوئے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ پھر جھک کر باپ کو پیار کیا۔ ماں خوش ہو کر انہیں دیکھ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی۔ ''یا خدا! تُو نے ہمیں ایک ہی بیٹی دی اور وہ بھی ابنارمل... اگر یہ ہمیشہ نارمل رہتی تو ہم اس کی طرف سے فکر و پریشانی میں مبتلا نہ رہتے۔''

فراز اپنی ثمینہ کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ اس کی ماں کے اندر رہ کر باپ بیٹی کا پیار دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''ممی! میں یہاں موجود ہوں۔ یہ کبھی کبھی ابنارمل ہوجاتی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ سے شکایت نہیں کرنی چاہیے۔ ہم اپنے معبود کی مصلحتوں کو سمجھ نہیں پاتے۔ یہی دیکھیں... اللہ نے اس کی مسیحائی کے لیے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ جب تک میری سانسیں چل رہی ہیں' تب تک میں اس کو کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔''

ایسے وقت اس کمرے کا دروازہ کھلا۔ ڈاکٹر ایک نرس اور وارڈ بوائے کے ساتھ وہاں آیا۔ اس نے مسکرا کر مریض کی طبیعت پوچھی۔ پھر معائنہ کرنے لگا۔

ثمینہ ایک طرف ہٹ گئی تھی۔ ڈاکٹر کے ساتھ آنے والی نرس نے اسے دیکھا تو ایکدم سے چونک گئی۔ کچھ بے چین سی ہو کر سوچنے لگی۔ بار بار اسے تکنے لگی۔ پھر ڈاکٹر سے بولی۔ ''سر! معافی چاہتی ہوں۔ میرا واش روم جانا ضروری ہے۔ میں اپنی جگہ سسٹر سلوی کو بھیج رہی ہوں۔''

ڈاکٹر نے کہا۔ ''آل رائٹ یو مے گو۔''

وہ فوراً ہی پلٹ کر تیزی سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی۔ ہاسپٹل کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی اپنے کمرے میں پہنچی۔ وہاں ایک طرف رکھے ہوئے بیگ کو اٹھا کر کھولا پھر اس کی پاکٹ سے ایک تصویر نکالی۔ وہ ثمینہ کی تصویر تھی۔

اسے دیکھتے ہی ایک اجنبی یاد آنے لگا۔ وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ یاد کرنے لگی۔ پتا نہیں' وہ کوئی جادوگر تھا یا وہ خود ہی اس سے سحر زدہ ہوگئی تھی؟ یہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ کس طرح اس کی عالیشان کوٹھی میں پہنچ گئی تھی؟ بس اتنا ہی یاد تھا' وہ اس سے متاثر ہوگئی تھی۔ وہ جو کہہ رہا تھا' وہی کرتی جارہی تھی۔

اس نے حکم دیا۔ ''خود کو میرے حوالے کردو۔''

اس نے تن من سے خود کو اس کے حوالے کردیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''تم بہت خوبصورت ہو۔ اس دنیا کی سب ہی عورتیں خوبصورت اور پرکشش ہوتی ہیں۔ میں جسے دیکھتا ہوں' دیکھتا ہی رہ جاتا ہوں۔''

وہ بولتا رہا تھا اور وہ سنتی رہی تھی۔ کبھی ایسا لگتا تھا' جیسے وہ بہت ہی خوبصورت اور رنگین خواب دیکھ رہی ہے۔ کبھی سمجھ میں آتا تھا' نہیں یہ سب کچھ سچ مچ اس کے ساتھ ہورہا ہے۔

وہ نہیں جانتی تھی' نہ ہی جان سکتی تھی کہ کس طرح اس کے پاس پہنچی ہوئی ہے؟ وہاں کتنا وقت گزار چکی ہے؟ جب آنکھ کھلی تو خود کو ہاسپٹل کے اسی کوارٹر میں پایا' جہاں اس کی رہائش تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پتا چلا' دن کے بارہ بج رہے ہیں۔ وہ پچھلی رات اس اجنبی کے ساتھ جاگتی رہی تھی۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ جب اس کے ساتھ تھی تو اپنے کوارٹر کے بیڈ پر کیسے پہنچ گئی؟

عجب طلسمی معاملات تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ اس وقت ثمینہ کی تصویر دیکھ کر یاد آرہا تھا۔ اس نے کہا تھا۔ ''تم میری معمولہ اور تابعدار ہو۔ اس تصویر کو اپنے پاس رکھو۔ اگر یہ کہیں نظر آجائے تو میرے فون پر مجھے اطلاع دو۔ میں نے اپنا نمبر تمہارے ذہن میں نقش کردیا ہے۔''

اس اجنبی نے درست کہا تھا۔ ثمینہ کی تصویر دیکھتے ہی اسے وہ نمبر یاد آگیا۔ اس نے فوراً ہی اپنا فون اٹھا کر نمبر پنچ کیے۔ اسے کان سے لگایا تو اسی اجنبی کی آواز سنائی دی۔ ''ہائے میری جان! پچھلی رات میں نے تمہیں سحر زدہ کررکھا تھا اور تم اپنے حسن و شباب کا جادو جگا رہی تھیں۔ بہت یاد آرہی ہو۔ موجودہ الجھنوں سے نکلتے ہی تمہیں پھر بلاؤں گا۔''

اس نے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ کیسے جادوگر ہو؟ میں تمہارے پاس کیسے پہنچ گئی تھی؟ مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے' میرے ساتھ کیا ہوا تھا؟ ایک خواب کی طرح کچھ کچھ یاد آرہا ہے۔''

''ابھی یاد نہ کرو۔ دوسری ملاقات میں بہت کچھ جان لوگی۔ یہ بتاؤ' فون کیوں کیا ہے؟''

''یہ تصویر والی یہاں ہاسپٹل میں ہے۔''

وہ ایکدم سے چونک کر بولا۔ ''جس کی تصویر میں نے تمہارے بیگ میں رکھی تھی' اسی کی بات کررہی ہو؟ کیا وہی اس وقت تمہارے ہاسپٹل میں ہے؟''

''ہاں۔ وہ اسپیشل وارڈ کے روم نمبر ٹو میں ایک بوڑھے مریض سے ملنے آئی ہے۔''

''اگر وہ میری مطلوبہ لڑکی ہے تو تم نے میرے لیے بہت بڑا کام کیا ہے۔ میں تمہیں مالا مال کردوں گا... تھینک یو۔''

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اس اجنبی کو بھول گئی۔ فون کو اپنے کان سے ہٹا کر تعجب سے سوچنے لگی۔ ''یہ میں ابھی کس سے بات کررہی تھی؟''

وہ اجنبی اس کا عامل تھا۔ اس کی مرضی کے بغیر نرس کو کچھ یاد نہیں آسکتا تھا۔ وہ اپنی جگہ بیٹھی سوچتی رہی اور الجھتی رہی۔ اس کا ایک اور آلۂ کار اس ہاسپٹل سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اجنبی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پندرہ منٹ کے اندر ہاسپٹل میں پہنچ گیا۔

وہاں فراز ثمینہ کے باپ سے کہہ رہا تھا۔ ''یہاں کے حالات ثمینہ کے موافق نہیں ہیں۔ دشمن اس کی تلاش میں ہیں۔ اسے یہاں زیادہ دیر نہیں رہنا چاہیے۔ یہ اچھا کیا کہ عبایا اور نقاب میں چھپ کر آئی ہے۔ اسے اب جانا چاہیے۔''

وہ اپنے چہرے کو نقاب میں چھپاتے ہوئے بولی۔ ''پاپا! مجھے اجازت دیں۔ میں چوبیس گھنٹے کے اندر دشمنوں پر قابو پانے کے بعد پھر آپ کے پاس آؤں گی۔''

ایسے ہی وقت وہ آلۂ کار دروازہ کھول کر اندر چلا آیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے کہا۔ ''خبردار! کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے' نہ ہی شور مچائے۔ میری مرضی کے خلاف کوئی بات ہوگی تو میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

فراز نے اسی لمحے خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اجنبی نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ ''اچھا تو یہاں سونیا کے ساتھ فرہاد کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی موجود ہے؟''

ریوالور کا رخ ثمینہ کی طرف تھا۔ فراز نے اس کے باپ کے اندر رہ کر اس کی زبان سے کہا۔ ''مسٹر! تم غلط سمجھ رہے ہو۔ یہ سونیا نہیں ہے۔ ثمینہ ہے۔''

اجنبی نے پوچھا۔ ''اگر یہ سونیا نہیں ہے تو اس کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟''

فراز نے کہا۔ ''میں اس بوڑھے مریض کے ذریعے بول رہا ہوں۔ ثمینہ کا منگیتر ہوں۔ یہ میری ہونے والی وائف ہے۔ میں اس کا محافظ ہوں۔''

وہ بولا۔ ''مجھے باتوں میں الجھا کر میری جیتی ہوئی بازی کو ہار میں بدلنے کی چالاکی نہ دکھاؤ۔ میں ابھی معلوم کرلیتا ہوں' یہ سونیا ہے یا نہیں؟''

یہ کہتے ہی ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھ گیا۔ ٹھائیں سے گولی چلی۔ ثمینہ چیخ مار کر چکرا کر فرش پر گر پڑی۔ سنسناتی ہوئی گولی بازو کے ذرا سے گوشت کو ادھیڑتی چلی گئی تھی۔ اس بیچاری سونیا بننا بہت مہنگا پڑ رہا تھا۔

اجنبی نے اسے ہلاک نہیں کیا تھا۔ صرف زخمی کیا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر خیالات پڑھ کر مایوس ہونے لگا۔

فراز نے ثمینہ کے اندر آکر کہا۔ ''تم نے خیالات پڑھنے کے لیے اس بیچاری کو زخمی کردیا ہے۔ جبکہ یہ نہ تو ٹیلی پیتھی جانتی ہے' نہ سونیا ہے' نہ یوگا میں مہارت رکھتی ہے۔ زخمی کیے بغیر بھی اس کے خیالات پڑھ سکتے تھے۔ یہ بات پہلے سمجھا تا تو یقین نہ کرتے۔ اب تو تمہیں یقین ہو رہا ناں؟''

وہ بولا۔ ''خاموش رہو۔ مجھے اچھی طرح پڑھنے اطمینان حاصل کرنے دو۔''

اس کا آلۂ کار وہاں سے فرار ہوگیا تھا۔ گولی کی آواز کر ڈاکٹرز اور دوسرے کئی افراد وہاں آگئے تھے۔ ثمینہ کو ہی طبی امداد مل رہی تھی۔ وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ اس اندر دو ٹیلی پیتھی جاننے والے باتیں کررہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد اس اجنبی نے کہا۔ ''یہ واقعی تمہاری منگیتر ثمینہ ہے۔ مجھے سونیا پر غصہ آرہا ہے۔ وہ بار بار ہم سیارہ والوں کو دھوکا دے کر نکل جاتی ہے۔''

فراز نے کہا۔ ''یہ تمہارا اور سونیا کا معاملہ ہے۔ محبوبہ کے دماغ سے جاؤ۔''

اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''کیسے جاؤں؟ یہ تو ہوگیا ہے' یہ سونیا نہیں ہے۔ مگر تم جیسے خیال خوانی کرنے والے کی موجودگی نے مجھے سوچنے پر مجبور کردیا ہے۔ تم ہو؟''

''میں جو بھی ہوں' تم سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''ہم سے نہیں ہے۔ مگر سونیا اور فرہاد سے تعلق ہوگا؟''

''پہلے تم نے ثمینہ کے متعلق غلط سوچا۔ اب میرے متعلق غلط سوچ رہے ہو۔''

بڑھتی عمر کو چاہیئے پرسکون اور آرام دہ زندگی

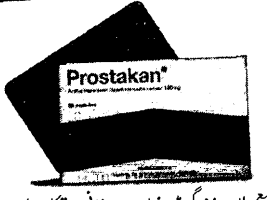

پُروسٹکان

آرام دہ زندگی کے لیئے

بڑھاپے میں پروسٹیٹ غدود کا بڑھ جانا اور مثانہ کی کمزوری معمولات زندگی میں نہایت پریشانی اور تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ پروسٹکان قدرتی جڑی بوٹیوں پر مشتمل اجزاء Saw Palmetto سے حاصل کردہ دوا ہے جو مثانے کی کمزوری اور رفع حاجت کی تکلیف کو کم کرتی ہے، روزمرہ کے معاملات کو اعتدال میں لاتی ہے اور اس پیچیدہ مسئلہ سے نجات میں مدد دیتی ہے۔ پروسٹکان روایتی ادویات کے مضر اثرات سے پاک اور اثر پذیری کے نتائج کے اعتبار سے کہیں بہتر ہے جبکہ اس کا کوئی سائڈ افیکٹ بھی سامنے نہیں آیا۔

AVAILABLE AT ALL LEADING MEDICAL & HOMEOPATHIC STOR

SCHWABE

Dr. Hamid General Homoeo (Pvt.) Ltd.
KARACHI : Tel : 2628754, 2211895 LAHORE : Tel : 6304657, 6363664

A researched produc
Dr. Willmar Schwabe, G

اس نے پوچھا۔ ''تم ہی بتا دو' صحیح کیا ہے؟ ہماری معلومات کے مطابق تمہاری اس دنیا میں سات عدد ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی یہودی' عیسائی' ہندو یا کسی اور مذہب کا ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ جو ہیں' وہ سب کے سب مسلمان ہیں۔ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟''

اس نے کہا۔ ''الحمد للہ... میں مسلمان ہوں۔''

''پھر تو یہ ثابت ہو گیا' تمہارا تعلق سونیا' فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔''

''یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ تم خواہ مخواہ خیالی گھوڑے نہ دوڑاؤ۔ میں ایک آزاد ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔''

اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''اچھا... اگر تم آزاد خیال خوانی کرنے والے ہو تو بتاؤ' اپنی منگیتر کی سلامتی کے لیے میرے کسی حکم کی تعمیل کر سکتے ہو؟''

فراز نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''کیا چاہتے ہو؟''

''مجھے اپنے اندر آنے دو۔ میں تمہیں اپنا معمول اور تابعدار بنانا چاہتا ہوں۔''

فراز کا سر گھوم گیا۔ یہ ایک نئی افتاد آ پڑی تھی۔ اس نے جھنجلا کر کہا۔ ''کیا بکواس کر رہے ہو؟ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی کو نہ تو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دیتا ہے' نہ ہی اس کا تابعدار بنتا ہے۔''

''بیشک۔ وہ اپنی مرضی سے ایسا نہیں کرتا۔ لیکن مجبوری سب کچھ کرا دیتی ہے۔ میں تمہیں پندرہ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ سوچ سمجھو۔ اپنی محبوبہ اور منگیتر کی سلامتی کے لیے میرے زیر اثر آنا چاہو گے یا نہیں؟''

ثمینہ کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ وہ ایک بیڈ پر آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ فراز نے میرے پاس آ کر کہا۔ ''سر! میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں۔''

وہ اپنے اور ثمینہ کے حالات تفصیل سے بتانے لگا۔ اس طرح مجھے اس اجنبی سیارے والے کی مصروفیات کا علم ہو رہا تھا۔

فراز نے کہا۔ ''میں تو سمجھ رہا تھا' وہ ثمینہ کے دماغ میں آ کر اس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہو چکا ہے۔ اب اس کا پیچھا چھوڑ دے گا' مگر وہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ میں کیا کروں؟ اس کا غلام ہرگز نہیں بنوں گا۔ اس کے زیر اثر نہیں آؤں گا۔ اسے تنویمی عمل کرنے نہیں دوں گا۔''

میں نے کہا۔ ''پھر ثمینہ کی شامت آ جائے گی۔ اسے کس طرح تحفظ فراہم کرو گے؟''

''یہی تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ اس کے بچاؤ کا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں۔ پلیز تدبیر کریں۔ کچھ سوچیں' کچھ کریں۔''

میں نے کہا۔ ''تم محبت کے معاملے میں بہت زیادہ جذباتی ہو گئے ہو۔ ثمینہ کی محبت میں اس طرح پاگل ہو رہے ہو کہ عقل سے کام لینا بھول گئے ہو۔''

''اسی لیے تو آپ کے پاس آیا ہوں۔''

''تو پھر میں جو کہتا ہوں' وہ کرو۔ اس دشمن کے معمول اور تابعدار بن جاؤ۔''

اس نے بڑی حیرانی سے پوچھا۔ ''سر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''وہی جو تم سن رہے ہو۔''

''آپ کچھ سوچ سمجھ کر ہی مشورہ دے رہے ہیں۔ ٹھیک ہے' میں یہی کروں گا۔''

''جاؤ اور اس کی بات مان لو۔ وہ تم پر تنویمی عمل کر گا۔ ایسے وقت ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے ا موجود رہیں گے۔ اسے چور خیالات پڑھنے نہیں دیں۔ جس سے یہ ظاہر ہو گا کہ تمہارا تعلق بابا صاحب کے ادار سے نہیں ہے۔ وہ یہی سمجھے گا' تم ایک آزاد خیال خوانی کر والے ہو۔''

وہ میری باتیں توجہ سے سن رہا تھا اور قائل ہو رہا میں نے کہا۔ ''وہ تمہارے ذریعے مسلمان ٹیلی پیتھی جا والوں تک پہنچنا چاہے گا اور ہم اس کے ذریعے اس کے چھپے ہوئے دوسرے تمام سیارے والوں تک پہنچنا چ گے۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''سر! ویری فنٹاسٹک۔ یہ بہت تدبیر ہے۔ میں ابھی اس دشمن کی بات مان کر ثمینہ کو تحفظ رہا ہوں۔ میری حفاظت آپ اور دوسرے ٹیلی پیتھی جو والے کریں گے۔''

اس نے ثمینہ کے اندر آ کر پوچھا۔ ''کیا تم موجود ہو؟''

''ہاں۔ پندرہ منٹ گزر چکے ہیں۔ بولو میرے تا بنو گے یا اپنی محبوبہ کو بے موت مرتا دیکھو گے؟''

''میں اپنی ثمینہ کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔ اگر ساتھ زندگی گزارنے کے لیے تمہارا تابعدار بن کر گا۔ کیا تم ہمیں آزادی سے زندگی گزارنے دو گے؟''

''بیشک۔ میں تمہاری ذاتی زندگی میں مداخلت کروں گا۔''

''ایک وعدہ اور کرو۔ تم سونیا' فرہاد یا کسی بھی م

ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کبھی یہ نہیں بتاؤ گے کہ میں تمہارا تابعدار بن چکا ہوں۔ انہیں معلوم ہو گا تو وہ مجھے کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے' پھر میرے ساتھ میری ثمینہ کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

''تمہارا یہ خوف درست ہے۔ یقین کرو' میری پناہ میں رہو گے تو تم پر کسی طرح کی آنچ نہیں آئے گی۔''

''تو پھر میں حاضر ہوں۔ پہلے میرے اندر آ کر چور خیالات پڑھو۔ میرے متعلق اچھی طرح معلومات حاصل کرو۔ تب تمہیں پتا چلے گا' واقعی میں ایک آزاد خیال خوانی کرنے والا ہوں۔ میرا کسی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

وہ اجنبی فراز کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے الپا کو بلا لیا تھا۔ وہ میرے ساتھ اس کے اندر موجود تھی۔ ہم اس کے چور خانے میں پہنچ کر ایسے خیالات کو مٹا رہے تھے' جن سے یہ ظاہر ہو سکتا تھا کہ اس کا تعلق ہم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اور بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔

وہ بڑی دیر تک اس کے چور خیالات کو کھنگالتا رہا۔ پھر مطمئن ہو کر بولا۔ ''تم درست کہہ رہے تھے۔ میں تم پر بھروسا کر سکتا ہوں۔ اپنے بیڈ پر جا کر انتظار کرو۔ میں ابھی آ کر تنویمی عمل کروں گا۔''

اس دشمن کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت اسی شہر میں تھا۔ باقی ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے ممالک میں تھے۔ وہ ان سب سے رابطہ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''میں ایک مسلم ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رہا ہوں۔ میرے تنویمی عمل کے دوران اس کے اندر موجود رہو۔ اس کے چور خیالات بھی اچھی طرح پڑھتے رہو۔ یہ سمجھنے کی کوشش کرتے رہو کہ اس کے اندر کوئی چھپا ہوا ہے یا نہیں؟''

ہم نہیں جانتے تھے' وہ اپنے طور پر کس طرح احتیاط برت رہا ہے؟ ہم نادان نہیں تھے کہ فراز کے اندر رہ کر اپنی ذرا سی بھی آہٹ سناتے یا اس کے تنویمی عمل کے دوران مداخلت کرتے۔ ایسا کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ ہم فراز کو تحفظ دینے کی ساری پلاننگ کر چکے تھے۔

تنویمی عمل کے دوران میرے اور الپا کے علاوہ نجانے سیارے کے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود تھے' سونیا نے کہا۔ ''فرہاد! ایسے وقت وہ کم بخت اسی کوٹھی میں ہو گا۔ جہاں سے میں اس کی بو سونگھ کر آئی ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''بیشک۔ وہ وہیں ہو گا۔ ہم چاہیں تو کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیر سکتے ہیں۔ اس کے سیکورٹی گارڈز اور ملازموں کو اپنے قابو میں کر سکتے ہیں۔ اسے فرار ہونے کا راستہ نہیں ملے گا' وہ ہمارے شکنجے میں آ جائے گا۔''

وہ بولی۔ ''مگر تم ایسا نہیں کرو گے۔''

''ہاں۔ ہم ایسا قدم اٹھائیں گے تو وہ صرف ایک ہی ہماری گرفت میں آئے گا۔ باقی دوسرے محتاط ہو جائیں گے۔ بائی دا وے... تم کار ڈرائیو کرتی ہوئی کہاں جا رہی ہو؟''

''میں شہر کے مختلف علاقوں میں جا رہی ہوں۔ سوچتی ہوں' اگر یہاں کوئی اور سیارے والا موجود ہو گا تو میری رینج میں آ جائے گا اور میں اس کی بو پا لوں گی۔''

اس دشمن نے اپنا تنویمی عمل مکمل کر لیا تھا۔ فراز گہری نیند میں تھا۔ اس کے دماغ کو مخصوص لب و لہجے کے ذریعے لاک کیا گیا تھا۔ اس کا خیال تھا' صرف وہ اور اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی فراز کے اندر آ سکیں گے۔ جبکہ ہم بھی اسی مخصوص لب و لہجے کے ذریعے فراز کے اندر رہ کر ان کی مصروفیات پر نظر رکھنے والے تھے۔

الپا نے کہا۔ ''پاپا! میری بیٹی (انوشے) نے بتایا تھا' کئی سیارے والے ہماری دنیا میں آ چکے ہیں اور وہ مختلف ممالک میں ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ہاں۔ انوشے نے صرف اتنا ہی بتایا ہے۔ اس سے آگے پوچھا جائے گا تو وہ معذوری ظاہر کرے گی۔ اعلیٰ حضرت کی اجازت کے بغیر ہمیں کچھ نہیں بتائے گی۔''

الپا نے کہا۔ ''پتا نہیں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ہماری زمین پر آ گئے ہیں؟ ہم کتنے ملکوں میں انہیں کہاں کہاں تلاش کریں گے اور کیسے کریں گے؟''

میں نے کہا۔ ''بس ایک سونیا ہی ہے' جو ان کی بو سونگھ لیتی ہے۔ وہ دارالسلام کے بعد کسی دوسرے ملک کے شہروں میں جائے گی۔ کہیں نہ کہیں ان کی بو پاتی رہے گی اور ہمیں ان کا پتا ٹھکانا معلوم ہوتا رہے گا۔''

''مگر ایسے ایک ایک دشمن تک پہنچتے پہنچتے کئی مہینے گزر جائیں گے۔ اس عرصے میں پتا نہیں' وہ کتنی تباہی پھیلائیں گے؟''

میں نے کہا۔ ''اتنا تو اطمینان حاصل ہوا ہے' ہمارے روحانی علوم جاننے والے ہم مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ جس طرح گریٹ ایشوارا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اکابرین کو اور ان کے بیوی بچوں کو مار ڈالنے کی

دھمکی دیتے آئے ہیں۔ایسی دھمکیاں وہ ہمیں نہیں دے سکیں گے۔''

واقعی گریٹ ایشورارا کے ہاتھوں میں فی الحال ہماری کوئی کمزوری نہیں تھی۔ہماری فیملی کے جتنے ممبران تھے' ان میں سے کچھ تو ٹیلی پیتھی جانتے تھے اور پارس' پورس جیسے جی دارنا گہانی مصیبتوں سے نمٹنا جانتے تھے۔وہ ان دنوں بابا صاحب کے ادارے میں تھے۔ان پر کوئی آنچ نہیں آسکتی تھی۔ان کے علاوہ جو مشہور اور معروف مسلمان سائنسدان' ڈاکٹرز' انجینئرز' دانشور اور بڑے بڑے قابل حضرات تھے' ہم بہت پہلے ہی ان کے دماغوں کو لاک کر چکے تھے۔

جیسا کہ پہلے ہمیں دھمکی دی جا چکی تھی کہ مسلمانوں کی بستیاں جلائی جائیں گی۔انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔دوسرے مذاہب کے لوگ مشتعل ہو کر مسلمانوں کا جینا حرام کر دیں گے۔

لیکن اتنا وقت گزر جانے کے باوجود سیارے والے ایسی کسی تدبیر پر عمل نہیں کر رہے تھے۔اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے میں ناکام ہو رہے تھے۔

دنیا کے کسی بھی ٹی وی چینل کو اپنے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے تو ناکامی ان کا منہ چڑانے لگتی تھی۔اس کی وجہ ان کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ میں' سونیا اور تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی رازداری سے اور پُراسرار طریقوں سے انہیں کسی بھی ٹی وی چینل تک پہنچنے نہیں دے رہے ہیں۔

کبریا نے میرے پاس آکر کہا۔''پاپا! مما بلا رہی ہیں۔''

میں دوسرے ہی لمحے میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔اس کی کار ساحلی علاقے میں کھڑی ہوئی تھی۔وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھی۔مجھے اپنے اندر محسوس کرتے ہی بولی۔''یہاں میں ایک سیارے والے کی بُو پا رہی ہوں۔''

میں نے کہا۔''ویری گڈ۔اس کا مطلب ہے' اس شہر میں ایک نہیں' دو دشمن ہیں؟''

''ہاں۔تم فوراً یہاں چلے آؤ۔وہ مجھ سے زیادہ دور نہیں ہے۔یہیں کسی ساحلی ہوٹل میں ہوگا۔''

میں فوراً ہی ہوٹل سے باہر آکر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا ساحلی علاقے کی طرف جانے لگا۔الپا نے آکر کہا۔''پاپا! فراز تنویمی نیند سے بیدار ہو گیا ہے۔ابھی اس کے اندر ایک شخص بول رہا تھا۔مگر یہ وہ نہیں ہے' جس نے فراز پر تنویمی عمل کیا تھا۔یہ کوئی دوسرا شخص ہے۔اس کی آواز اور لب ولہجہ بدلا ہوا ہے۔''

میں نے پوچھا۔''وہ فراز سے کیا کہہ رہا تھا؟''

''وہ اسے حکم دے رہا تھا۔اس سے کہہ رہا تھا' تم نیویارک چھوڑ دو۔کسی بھی پہلی فلائٹ سے دارالسلام اپنی محبوبہ کے پاس پہنچو۔ہم وہاں تم سے کچھ کام لینا چاہتے ہیں۔''

''کیا وہ شخص ابھی فراز کے اندر بول رہا ہے؟''

''نہیں۔وہ جا چکا ہے۔فراز اب اس کے حکم کے مطابق نیویارک سے روانگی کی تیاریاں کر رہا ہے۔کسی بھی پہلی فلائٹ سے ثمینہ کے پاس دارالسلام پہنچ جائے گا۔''

''اسے آنے دو۔ہم دیکھیں گے' وہ لوگ فراز سے کیا کام لینا چاہتے ہیں اور کیسے لینا چاہتے ہیں؟''

اس نے پوچھا۔''آپ ابھی کہاں جا رہے ہیں؟''

''تمہاری مما نے ایک اور سیارے والے کی بُو پالی ہے۔میں اسی طرف جا رہا ہوں۔یہ بتاؤ' فراز کے اندر ابھی تمہارے علاوہ اور کون کون ہے؟''

وہ بولی۔''میں نے' فرمان نے' ٹونی جے اور کبریا نے طے کیا ہے' ہم باری باری چھ گھنٹے تک فراز کے اندر آتے جاتے رہیں گے۔اس کی خیریت معلوم کرتے رہیں گے۔کوئی اہم رپورٹ ہوگی تو آپ کو سنائیں گے۔''

''اچھی بات ہے۔تم چاروں اس کا خیال رکھو۔میں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔''

وہ چلی گئی۔میں کار ڈرائیو کرتا ہوا سونیا کی کار کے پاس آکر رک گیا۔پھر بولا۔''وہ کس طرف ہے؟''

اس نے ایک سمت انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔''اُدھر کہیں ہے۔ہم یہاں سے ٹہلتے ہوئے جائیں گے۔یا تو وہ کسی ہوٹل میں ہوگا یا باہر کہیں سمندر کا نظارہ کر رہا ہوگا۔''

ہم اپنی کاروں سے نکل کر ساحلی ریت پر آگئے۔پھر ٹہلنے کے انداز میں آہستہ آہستہ ایک سمت چلنے لگے۔کچھ دور جانے کے بعد اس نے کہا۔''اس کی بُو کچھ قریب آتی جا رہی ہے۔''

میں نے کہا۔''تمام ہوٹلز یہاں سے کچھ فاصلے پر ہیں۔اگر وہ بُو قریب آرہی ہے تو اس کا مطلب یہی ہے' وہ کسی ہوٹل میں نہیں ہے۔''

''ہاں۔کھلی فضا میں ہے۔ان لمحات میں صرف ہم ہی اس کے قریب نہیں جا رہے ہیں۔وہ بھی ہمارے قریب چلا آرہا ہے۔''

میں نے دور تک نظریں دوڑائیں۔کتنے ہی مرد اپنی بیویوں' بچوں اور گرل فرینڈز کے ساتھ سمندر کی لہروں سے کھیلتے ہوئے اور دور دور تک ٹہلتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ایک صحت مند شخص ایک حسینہ کی کمر میں ہاتھ ڈالے اس کے ساتھ ہنستا بولتا چلا آرہا تھا۔

سونیا نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔''سیارے والے کی بو اور قریب آتی جا رہی ہے۔''

وہ شخص جو ایک حسینہ کے ساتھ چلا آرہا تھا' تقریباً بیس گز کے فاصلے پر تھا اور وہی ہمارا شکار تھا۔کچھ اور قریب پہنچنے کے بعد سونیا نے کہا۔''کم آن فرہاد! یہی ہمارا شکار ہے۔''

جب ہم اس کے بالکل قریب سے گزرنے لگے تو میں نے اچانک ہی اس کی ناک پر ایک گھونسا جڑ دیا۔وہ ذرا لڑکھڑایا۔سونیا نے گھوم کر ایک کک اس کے منہ پر ماری۔بس اتنا ہی کافی تھا۔مجھے اس کے اندر جگہ مل گئی۔میں نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا' وہ ریت پر گر کر تڑپنے لگا۔اس کی گرل فرینڈ سہمی ہوئی کھڑی ہوئی تھی۔

سونیا نے اس عورت سے پوچھا۔''کتنے میں معاملہ طے ہوا تھا؟''

وہ بولی۔''پانچ ہزار ڈالر۔''

''کیا یہ پے منٹ کر چکا ہے؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔''ہاں۔پے منٹ کر چکا ہے۔''

سونیا نے کہا۔''تو پھر یہاں کھڑی منہ کیا تک رہی ہو؟ جاؤ۔کوئی دوسرا گاہک پکڑو۔''

وہ جانے لگی۔سونیا نے کہا۔''یہاں کی بات دوسروں تک پہنچاؤ گی تو اس کے مرڈر کیس میں بری طرح پھنسو گی۔لہٰذا اپنی زبان بند رکھنا۔''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتی ہوئی وہاں سے بھاگتی چلی گئی۔دور ساحل پر تفریح کرنے والے ہماری طرف متوجہ نہیں تھے۔کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ ہمارا دشمن کس طرح مار کھا کر ریت پر گر پڑا ہے۔میں نے بہت ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تھا۔وہ تھوڑی دیر میں سنبھل گیا۔اپنا سر تھام کر کراہتے ہوئے ریت پر بیٹھ گیا۔

میں نے سونیا سے کہا۔''چلو۔ہم اپنی گاڑیوں کی طرف چلیں۔یہ ہمارے پیچھے پیچھے آئے گا۔''

وہ میرے ساتھ چپ چاپ چلنے لگی۔یہ جانتی تھی' میں خیال خوانی میں مصروف ہوں۔اس وقت اپنے شکار کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔مجھے پیچھے پلٹ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔وہ سر جھکائے چپ چاپ چلا آرہا تھا۔

جانی دشمن بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔طرح طرح سے گھیرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔دن کا چین اور رات کی نیندیں اڑا دیتے ہیں۔پھر موقع ملتے ہی زندگی چھین کر چلے جاتے ہیں۔مگر جب شکنجے میں آتے ہیں تو بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔وہ اس حسینہ کے ساتھ سمندر کی لہروں میں بھیگتا رہا تھا۔سچ مچ بھیگا بلا بن کر پیچھے پیچھے چلا آرہا تھا۔

میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور سونیا سے کہہ رہا تھا۔''تم نے جس کوٹھی کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک سیارے والے کی بو سونگھی تھی۔اس کا نام سمورارا ہے اور یہ جو ہمارے پیچھے آرہا ہے' سمورارا کا ماتحت ہے۔یہ نہیں جانتا اسے حکم دینے والا اور اس سے کام لینے والا اس کوٹھی میں رہتا ہے۔یہ سیارے والے ایک دوسرے کو اپنے خفیہ اڈوں کے بارے میں نہیں بتاتے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔''ان کی احتیاطی تدبیر اچھی ہے۔اس طرح ہم کسی ایک دشمن کے اندر پہنچیں گے تو اس کے خیالات پڑھ کر دوسرے کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکیں گے۔گریٹ ایشورارا کے ماتحت اس بار ہماری دنیا میں آکر کچھ زیادہ ہی محتاط رہنے لگے ہیں۔''

ہم باتیں کرتے اپنی گاڑیوں تک آگئے۔وہ ہم سے کچھ فاصلے پر سر جھکائے کھڑا تھا۔میں نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔''تم سمورارا کے ساتھ سیارے سے کس طرح یہاں آئے ہو؟''

وہ ہچکچانے لگا۔بتانا نہیں چاہتا تھا۔میں نے پوچھا۔''کیا دوسرا زلزلہ پیدا کروں؟''

اس نے انکار میں سر ہلایا پھر کہا۔''اس شہر سے پچاس میل دور ایک ویرانے میں ہمارا خلائی جہاز ہمیں لے کر آیا تھا۔''

میں نے پوچھا۔''تمہارا خلائی جہاز ہمارے ریڈارز اور دوسرے حساس آلات کی زد میں کیوں نہیں آیا؟''

اس نے جواب دیا۔''ہمارے سیارے کے ماہرین دنیا کے موسمی حالات سے پوری طرح باخبر رہتے ہیں۔دنیا کے کسی بھی حصے میں جب موسلا دھار بارش ہوتی ہے' تیز آندھیاں چلتی ہیں' بجلیاں چمکتی ہیں' بادل گرجتے ہیں تو تمہارے ریڈارز اور حساس آلات کی کارکردگی کمزور پڑ جاتی ہے۔ایسے وقت ہم اس زمین پر چلے آتے ہیں۔''

ہمیں یہ نئی بات معلوم ہوئی تھی۔اس سے اندازہ ہو گیا کہ دنیا کے جن علاقوں میں بہت زیادہ بارشیں ہوتی ہیں

بادل گرجتے ہیں' بجلیاں چمکتی ہیں اور تیز آندھی کی رفتار سے ہوائیں چلتی ہیں۔ وہاں سیارے کے خلائی جہاز اتر آتے ہیں۔ ایسے وقت ہمارے حساس جاسوسی آلات کسی حد تک کمزور ہوجاتے ہیں یا ناکارہ ہوجاتے ہیں۔

میں نے بعد میں امریکی اکابرین کو بتایا کہ کس طرح سیارے والے چوری چھپے ہماری دنیا میں چلے آرہے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے سائنسدان اور دیگر ماہرین سے کہیں آئندہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ بدترین موسم میں بھی ریڈارز اور حساس جاسوسی آلات ناکارہ نہ ہونے پائیں۔ فوجی ماہرین کو بھی الرٹ کریں کہ جہاں موسم خراب ہوتا ہے' آندھی طوفان زیادہ آتے ہیں' ان علاقوں کی سختی سے نگرانی کی جائے۔

ہمیں یہ بہت اہم معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ آئندہ ہماری دنیا کے سائنسدان اور فوجی ماہرین بہت محتاط رہنے والے تھے۔ بہر حال اس وقت وہ سیارے والا ہمارے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس نے اپنے لباس میں ایک ریوالور چھپا رکھا تھا۔ میں نے اسے وہ ہتھیار استعمال کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ اب وہ میرے شکنجے میں تھا۔ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ''یہ نہیں جانتا' دوسرے سیارے والے دنیا کے کن حصوں میں پہنچے ہوئے ہیں؟ اس سے مزید اہم معلومات حاصل نہیں ہوسکیں گی۔ کیا اسے اوپر پہنچا دیا جائے؟''

سونیا نے کہا۔ ''اسے ہوٹل میں جانے دو۔ یہ اپنا سفری بیگ ہمارے پاس لائے گا۔ اس میں کمیونیکیٹنگ مشین' ہیرے جواہرات' سونے کی اینٹیں اور وہ تیز رفتار غیر معمولی جوتے ہوں گے۔ یہ ساری چیزیں ہمارے کام آئیں گی۔ پہلے یہ سب کچھ اس سے حاصل کیا جائے گا۔''

وہ میری مرضی کے مطابق سونیا کے ساتھ اس کی کار میں بیٹھ گیا۔ میں اپنی کار میں ان کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔ اس کا دماغ میرے شکنجے میں تھا۔ وہ کوئی چالاکی نہیں دکھا سکتا تھا۔ سونیا نے اس کے ہوٹل کے سامنے پہنچ کر گاڑی روک دی۔ وہ میری مرضی کے مطابق کار سے اتر کر ہوٹل کے اندر گیا۔ پھر وہاں سے اپنا سفری بیگ لے آیا۔

سونیا نے اس میں سے اپنی ضرورت کی تمام چیزیں نکالیں۔ پھر اسے کہا۔ ''اب اپنا بیگ لے کر ہوٹل میں واپس جاؤ۔''

وہ چلا گیا۔ اس نے ہوٹل کے کاؤنٹر کے پاس پہنچ کر میری مرضی کے مطابق اپنے ریوالور کو نکالا پھر چیخ کر کہا۔ ''خبردار! یہاں سے کوئی باہر نہ جائے۔ جانے سے پہلے میری موت کا تماشا دیکھے۔''

یہ کہہ کر اس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگایا پھر ٹریگر دبا دیا۔ میں اس کے مردہ دماغ سے نکل آیا۔

سموارا نے شام تک اپنے اس ماتحت سے رابطہ کرنا چاہا تو اس کی سوچ کی لہریں بار بار بھٹک کر واپس آنے لگیں۔ وہ پریشان ہوگیا۔ کچھ سہم سا گیا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ ہم نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ میں اور سونیا دارالسلام میں ہیں اور سیارے والوں کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔

وہ اندیشوں میں مبتلا ہوگیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا' جیسے ہم اسے تلاش کرتے ہوئے اس کوٹھی میں پہنچنے ہی والے ہیں۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک نائب ایشورارا سے رابطہ کیا۔ ''ہم پھر ایک بار بہت بڑا نقصان اٹھا رہے ہیں۔ ہمارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کے زیر اثر آگئے ہیں۔ وہ کسی ایسی محفوظ پناہ گاہ میں ہیں' جہاں تک ہم پہنچ نہیں پا رہے ہیں۔ ہمارا ایک خیال خوانی کرنے والا پیرس میں مارا گیا ہے۔ پچھلی رات خودکش حملہ کرنے والا اور گونگا بن کر رہنے والا ماتحت یہ دونوں ہی سوسائٹ جیکٹ کے ذریعے مارے گئے ہیں۔ دارالسلام میں میرا جو ماتحت تھا آج اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ ہم نے صرف چنگارارا کی جان بچا کر اس کے ذہن کو اور شخصیت کو تبدیل کیا ہے۔''

نائب ایشورارا نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''کیا دارالسلام میں تمہارا ماتحت بھی مارا گیا ہے؟''

''ہاں۔ ان سب کی موت سمجھا رہی ہے' میں یہاں محفوظ نہیں ہوں۔ سونیا اور فرہاد پتا نہیں کس طرح ہم لوگوں تک پہنچ جاتے ہیں؟ ہماری ساری راز داری دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔''

''پریشان مت ہو۔ تم اپنی خفیہ پناہ گاہ میں محفوظ ہو۔ میں نائب ایشورارا ہوکر بھی نہیں جانتا' تم کہاں چھپے ہوئے ہو؟ وہ دشمن بھی سمجھ نہیں پائیں گے۔''

''یہ خوش فہمی ہمیں لے ڈوبتی ہے۔ فرہاد چنگارارا اور اس کے چار ماتحتوں تک پہنچ گیا تھا۔ یہاں میرے ماتحت تک پہنچ کر اسے ہلاک کرچکا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی یہی سمجھوں کہ وہ مجھ تک پہنچ نہیں پائے گا؟''

وہ ذرا توقف سے بولا۔ ''نہیں۔ نائب ایشورارا! عقل کہتی ہے' مجھے ایک ہی جگہ چھپ کر نہیں رہنا چاہیے۔ جگہ بدلتا رہوں گا تو شاید محفوظ رہ سکوں گا۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''دشمن سے خوفزدہ رہو گے تو اس کے خلاف کوئی ٹھوس کارروائی نہیں کرسکو گے۔ اپنی سلامتی کے لیے جو بہتر سمجھتے ہو' وہ کرو۔''

اس نے کہا۔ ''ہم نے فراز کو نیویارک سے یہاں بلایا ہے۔ وہ چھ گھنٹے کے اندر پہنچنے والا ہے۔ اس کے آتے ہی ہم سونیا اور فرہاد کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیں گے۔''

''بیشک۔ تم چھ گھنٹے بعد بہت کچھ کرسکو گے۔ اس وقت تک حوصلہ کرو۔ کسی طرح سونیا فرہاد سے چھپ کر رہو۔ انہیں خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنے نہ دو۔ پھر بازی ہمارے ہاتھوں میں ہوگی۔''

چھ گھنٹے بعد فراز دارالسلام پہنچنے والا تھا۔ نہ جانے وہ اس کے ذریعے ہمارے خلاف کیا کرنے والے تھے؟ ابھی ہم ان کی چالبازی سے بے خبر تھے۔

الپا' کبریا' بے باک مومن' فرمان اور ٹونی جے نے دارالسلام میں جتنے آلۂ کار بنائے تھے۔ وہ سب سموارا کی کوٹھی کی نگرانی کررہے تھے۔ انہوں نے پچھلے بارہ گھنٹوں میں یہ معلوم کیا تھا کہ اس کے سیکورٹی گارڈز اور کوٹھی میں کام کرنے والے ملازمین یا تو یوگا میں مہارت رکھتے ہیں' یا ان کے دماغوں کو لاک کیا گیا ہے۔

اگر ہم اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہتے یا کوٹھی کے اندر پہنچ کر اسے ختم کرنا چاہتے ہیں تو اس سے پہلے سیکورٹی گارڈز اور ملازموں سے نمٹنا ضروری ہوگا۔ فی الحال ایسے اقدامات کی ضرورت نہیں تھی۔ ہمیں اطمینان تھا' وہ اس کوٹھی سے فرار نہیں ہوسکے گا۔ اگر ہونا چاہے گا' جہاں بھی جانا چاہے گا۔ سونیا اس کی بُو پاتی ہوئی وہاں تک پہنچتی رہے گی۔

چھ گھنٹے گزر گئے۔ فراز نیویارک سے دارالسلام پہنچ گیا۔ اس وقت بے باک اس کے اندر رہ کر دشمنوں کی صروفیات معلوم کررہا تھا۔ وہ دارالسلام کے ایئرپورٹ پہنچا۔ سموارا نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''تم کسی قریبی ہوٹل میں ایک کمرا حاصل کرو۔ پھر بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرو۔''

وہ ایک ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ ''میں بابا صاحب کے ادارے سے ہمیشہ دور بھاگتا رہا ہوں۔ اگر بس معلوم ہوگا کہ مجھ جیسا ایک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے تو وہ مجھے اپنے زیر اثر لے آئیں گے۔''

سموارا نے کہا۔ ''اب ایسا نہیں ہوسکے گا۔ میرے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس وقت تمہارے دماغ میں موجود ہیں۔ فرہاد بھی تمہارے اندر آکر کسی طرح کا نقصان پہنچانا چاہے گا تو ناکام رہے گا۔ ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ جو حکم دیا جارہا ہے' وہی کرو۔''

اس نے ایک ہوٹل میں پہنچ کر کمرا حاصل کیا۔ پھر اس کمرے میں بیٹھ کر بولا۔ ''میری خیال خوانی کی لہریں بابا صاحب کے ادارے میں نہیں پہنچ پائیں گی۔ اس لیے فون کے ذریعے رابطہ کررہا ہوں۔ مگر اُن سے کیا کہوں گا؟''

''تم کہو گے کہ ایک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔ تمہیں فرہاد علی تیمور کی مدد چاہیے۔ ایک اہم معاملے میں اس سے باتیں کرنا چاہتے ہو۔''

فراز نے کہا۔ ''اس کے لیے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں کئی بار فرہاد کی آواز اور لب ولہجہ سن چکا ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرسکتا ہوں۔''

''نہیں۔ میں جو کہہ رہا ہوں' وہ کرو۔ بابا صاحب کے ادارے والوں کو بھی معلوم ہونا چاہیے' تم جیسا ایک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے زیر اثر آگیا ہے اور فرہاد کی مدد چاہتا ہے۔''

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کرتے ہوئے پوچھا۔ ''اگر فرہاد سے رابطہ ہوگا تو میں اس سے کیا کہوں گا؟''

''یہ بعد کی باتیں ہیں۔ پہلے وہی باتیں کرو' جو میں کہہ رہا ہوں۔''

رابطہ قائم ہوگیا۔ وہاں کے انچارج نے پوچھا۔ ''ہیلو مسٹر! آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''میرا نام فراز احمد ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ بدقسمتی سے سیارے والوں کے شکنجے میں آگیا ہوں۔ مجھے فرہاد صاحب کی مدد کی ضرورت ہے۔''

انچارج نے کہا۔ ''جب تم ٹیلی پیتھی کرسکتے ہو تو پھر مسٹر فرہاد سے رابطہ کیوں نہیں کررہے ہو؟''

فراز نے سموارا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''مسٹر فرہاد مجھے اپنے اندر آنے نہیں دیں گے۔ ان سے تفصیلی گفتگو نہیں ہوسکے گی۔ اسی لیے فون کے ذریعے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز۔ ان کا نمبر بتائیں؟''

انچارج نے فون نمبر بتا کر رابطہ ختم کردیا۔ الپا مجھے رپورٹ پہنچا رہی تھی کہ اس وقت فراز کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ تھوڑی دیر بعد میرے فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے اسے آن کرکے کان سے لگایا۔ پھر انجان بن کر پوچھا۔ ''ہیلو کون ہے؟''

اس نے کہا۔ ''آپ مجھے نہیں جانتے ہیں۔ میرا نام فراز احمد ہے۔ میں آپ کی طرح خیال خوانی کرسکتا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ تم ایک مسلمان ہو۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ اب تک کہاں چھپے ہوئے تھے؟ آج رابطہ کیوں کررہے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''میں اب تک ایک آزاد خیال خوانی کرنے والے کی حیثیت سے زندگی گزارتا رہا۔ آئندہ بھی یہی ارادہ تھا' مگر بدقسمتی سے سیارے والوں کے شکنجے میں آگیا ہوں۔ اب آپ کی مدد چاہتا ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''جب ان کے شکنجے میں آچکے ہو تو اتنی آزادی سے فون پر کس طرح بات کررہے ہو؟ کیا وہ سیارے والے تمہاری باتیں نہیں سن رہے ہیں؟''

اس نے سوراارا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''ہاں۔ سن رہے ہیں۔ ان کے حکم سے ہی اس وقت باتیں کررہا ہوں اور آپ سے کہتا ہوں' پلیز۔ میری مدد کریں۔ کسی آلۂ کار کے ذریعے سیارے والوں سے گفتگو کریں۔ آپ بہت ذہین ہیں' تجربہ کار ہیں۔ ہاری ہوئی بازی جیت لیتے ہیں۔ پلیز۔ کسی طرح مجھے ان کے شکنجے سے نکال لیں۔''

میں نے کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ میرا ایک آلہ کار ابھی تمہارے فون پر اپنی آواز سنائے گا۔ سیارے والوں سے کہو' اس کے دماغ میں آکر مجھ سے بات کریں۔''

میں اپنا فون بند کرکے ایک آلۂ کار کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق فراز سے فون پر رابطہ کیا۔ سوراارا آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا۔ پھر بولا۔ ''ہیلو فرہاد علی تیمور! میں گریٹ ایشوارا کا ایک نمائندہ بول رہا ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''اس نمائندے کا کوئی نام تو ہوگا؟''

وہ ذرا چپ رہا۔ پھر بولا۔ ''نام نہیں بتاؤں گا۔ تم لوگ بڑے خطرناک علوم جانتے ہو۔ کسی کے بھی نام کے حروف گن کر علم الاعداد کے ذریعے اس نام والے تک پہنچ جاتے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''چلو نام نہ بتاؤ' کام بتاؤ؟''

وہ بولا۔ ''تم نے اپنے ایک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کی باتیں سنیں۔ یہ ہمارے شکنجے میں ہے۔ ہم سیارے سے قسم کھا کر آئے ہیں' کسی بھی مسلمان کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یوں سمجھو... اس ٹیلی پیتھی جاننے والے فراز احمد کی زندگی صرف چند ساعتوں کی رہ گئی ہے۔ صرف تم چاہو گے' ہم سے سمجھوتا کرو گے تو یہ اپنی طبعی عمر تک زندہ رہ سکے گا۔''

میں نے پوچھا۔ ''تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''وہی ایک مطالبہ ہے۔ سونیا کو ہمارے حوالے کردو اور اس مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کو لے جاؤ۔''

میں نے کہا۔ ''کیسا احمقانہ مطالبہ ہے؟ سونیا بھی مسلمان ہے۔ کیا ہم ایک مسلم خاتون کی قربانی دے کر دوسرے مسلمان کو بچائیں گے؟ اگر کسی ایک مسلمان کو مرنا ہے تو پھر فرزا احمد کو ہی مرنا چاہیے۔''

''مسٹر فرہاد! ہم احمق نہیں ہیں۔ فراز تنہا نہیں مرے گا ہم اسے سوسائٹ جیکٹ پہنا کر نماز کے وقت کسی مسجد میں پہنچا دیں گے۔ وہاں اس کے ساتھ نجانے کتنے نمازی ماریں جائیں گے؟''

وہ پھر وہی خودکش حملہ کرنے والی زبردست چال چلنے والا تھا۔

میں نے کہا۔ ''مانتا ہوں' تم بہت ہی زبردست چال چل رہے ہو۔ اسے کہتے ہیں' نہلے پہ دہلا.....''

''باتیں نہ بناؤ۔ یہ بتاؤ' سونیا کو ہمارے حوالے کرو گے یا بے شمار نمازیوں کی لاشیں دیکھنا چاہو گے؟''

میں نے کہا۔ ''اپنا موبائل نمبر مجھے بتاؤ۔ اس کے بعد میں تمہارے سوال کا اور تمہارے مطالبے کا جواب دوں گا۔''

''سوری۔ میں اپنا موبائل نمبر تمہیں نہیں بتاؤں گا۔''

''تو میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ اگر یہ چاہتے ہو' ہم آپس میں سمجھوتا کریں اور میں تمہارا مطالبہ پورا کروں تو اپنا نمبر بتاؤ؟''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر نمبر بتانے لگا۔ میں نے اسے اپنے موبائل میں سیو کرلیا۔ اس نمبر پر کال کی تو وہ فون اٹینڈ کرتے ہوئے بولا۔ ''ہاں۔ ہاں۔ یقین کرلو... یہ میرا ہی نمبر ہے۔ اب فون بند کرو اور اپنے آلۂ کار کے دماغ میں آکر بات کرو۔''

ہم فون بند کرکے پھر اسی آلۂ کار کے اندر پہنچ گئے۔ ادھر سونیا کو تمام رپورٹ مل رہی تھی۔ وہ اس ہوٹل کے کمرے میں پہنچ گئی' جہاں فراز احمد بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سلام کرتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

سونیا نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''بہت دنوں بعد تم سے ملاقات ہورہی ہے۔''

اس نے مصافحہ کیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے۔ اس سے پہلے کہ وہ فرش پر گرتا' سونیا نے اسے سنبھال لیا۔ بستر پر لا کر لٹا دیا۔ الپا نے میرے اندر آکر کہا۔ ''پاپا! مما اپنا کام کرچکی ہیں۔''

ادھر سوراارا نے مجھ سے کہا۔ ''ہاں تو مسٹر فرہاد! میں نے اپنا فون نمبر دے دیا۔ اب کیا کہتے ہو؟ میرا مطالبہ پورا کررہے ہو یا نہیں...؟''

میں نے کہا۔ ''اگر مجھے کسی پہلو سے کمزور بناؤ گے' تب مطالبہ کروں گا۔ میرے مسلمان بھائیوں کو اور خصوصاً نمازیوں کو تم سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جاؤ... فراز احمد کے پاس جا کر دیکھو... کیا اسے سوسائٹ جیکٹ پہنا سکتے ہو؟''

وہ دوسرے ہی لمحے میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا فراز کے اندر پہنچا تو اس کا دماغ بے حس تھا۔ پتا چل گیا' وہ بے ہوش ہے۔ خیال خوانی کی لہریں اس پر اثر نہیں کریں گی۔

وہ پھر میرے آلۂ کار کے اندر آکر بولا۔ ''اچھا۔ تو تم نے یہ چال چلی ہے؟''

میں نے پوچھا۔ ''کیا پسند نہیں آئی؟''

اس نے کہا۔ ''اسے کتنی دیر تک بے ہوش رکھو گے؟ ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی تاک میں رہیں گے۔ جیسے ہی وہ ہوش میں آئے گا' اس کے دماغ پر قبضہ جمالیں گے۔ پھر یہ کہ وہ میرا معمول اور تابعدار ہے۔''

''بس آگے نہ بولو۔ کیونکہ تمہارے آگے موت کھڑی ہے۔ تمہارے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہوگا کہ فراز کی طرف توجہ دے سکو۔ میں تمہیں جان بچانے کے لیے صرف دس منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ ٹھیک دس منٹ بعد کوٹھی نمبر جی سیون میں ایک زبردست بم دھماکا ہوگا۔ پھر تمہاری لاش کی چیتھڑے اڑ جائیں گے۔''

وہ ایکدم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے میرے آلۂ کار کے اندر بولا۔ ''تم کیسے جانتے ہو' میں اس کوٹھی میں رہتا ہوں؟ تم.... تم خواہ مخواہ بھپکیاں دے رہے ہو۔ یہاں کسی نے بم نہیں رکھا ہے۔ یہاں کسی طرح کی بلاسٹنگ نہیں ہوگی۔''

میں نے کہا۔ ''گھڑی دیکھتے رہو۔ چار منٹ گزر چکے ہیں۔ صرف چھ منٹ رہ گئے ہیں۔ بیوقوف! جب ہم یہ جانتے ہیں' تم کوٹھی نمبر جی سیون میں ہو تو یہ بھی جان لو کہ ہم کس طرح رازداری سے وہاں بم نصب کرسکتے ہیں؟ ابھی تمہیں معلوم ہونے والا ہے۔ مگر افسوس معلوم ہوتے ہی تم اس دنیا سے اٹھ جاؤ گے۔''

وہ بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ اسے چاروں طرف موت دکھائی دے رہی تھی۔ کوٹھی سے نکل کر بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ یہ بھی جانتا تھا کہ باہر موت آسکتی ہے۔ دشمن کھلی جگہ اسے کہیں بھی گولی مار سکتے ہیں۔ فی الحال وہاں ہونے والے بم دھماکے سے خود کو بچانا تھا۔

وہ دوڑتا ہوا کوٹھی سے باہر آیا پھر کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا احاطے سے باہر نکل کر ایک سمت تیز رفتاری سے جانے لگا۔

سونیا اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی تھی۔ میں بھی اپنی گاڑی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر پہنچ گیا تھا۔ ہم تینوں ایک دوسرے سے دور دور تھے۔ سونیا نہیں جانتی تھی کہ سوراارا کہاں جا رہا ہے؟ جاننے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ اپنی کار کی رفتار بڑھاتی ہوئی سوراارا سے صرف اتنا فاصلہ رکھنے لگی کہ اس کی بو اسے ملتی رہے۔

وہ کہیں بھی پانچ میل کے احاطے میں اس سے دور رہنے کے باوجود یہ معلوم کرسکتی تھی کہ اس کا شکار کہاں جارہا ہے اور جاتے جاتے کہاں تھک ہار کر گرنے والا ہے؟

وہ چاہتی تو تیز رفتاری سے بو سونگھتی ہوئی اس کی شہ رگ تک پہنچ جاتی۔ مگر ہم نے طے کرلیا تھا' اسے دوڑا دوڑا کر اس طرح ماریں گے کہ سیارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں رہ کر اس کی موت کا تماشا دیکھتے رہیں اور دہشت زدہ ہوتے رہیں۔

آج سے پہلے بھی گریٹ ایشوارا کو اور تمام سیارے والوں کو یہ معلوم ہوتا رہا تھا کہ ہم کس قدر خطرناک ہیں؟ کس طرح ناگہانی موت بن کر اچانک ہی روح قبض کرنے پہنچ جاتے ہیں؟

ہم جو سوچ رہے تھے' وہی ہورہا تھا۔ نائب ایشوارا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سب ہی سوراارا کے اندر پہنچ گئے تھے۔ اسے مشورہ دے رہے تھے کہ وہ تیز رفتاری سے ہائی وے پر گاڑی دوڑاتا ہوا دوسرے شہر کا رخ کرے۔ وہاں پہنچ کر کسی بھی فلائٹ میں سیٹ حاصل کرے اور کسی دوسرے ملک میں پہنچ جائے۔

وہ ہائی وے پر تیز رفتاری سے گاڑی دوڑاتا رہا۔ عقب نما آئینے میں دیکھتا رہا۔ تقریباً بیس میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ذرا اطمینان ہوا کہ ہم میں سے کوئی اس کا تعاقب نہیں کررہا ہے۔ آگے سے آنے والی گاڑیاں اور پیچھے سے آکر گزر جانے والی گاڑیاں ثابت کررہی تھیں' موت اب اس کے پیچھے نہیں ہے۔

مزید پانچ کلومیٹر آگے جانے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے ٹاؤن میں رک گیا۔ سڑک کے کنارے گاڑی روک کر ایک دکان سے ٹھنڈی بوتل لے کر پینے لگا۔ پانچ منٹ بعد ہی میری اور سونیا کی گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی ہوئی' اس کی کار کے قریب سے گزرتی ہوئی آگے نکل گئیں۔

سونیا کی کار مجھ سے آگے جا رہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''اب اسے فون کرو۔''

اس نے نمبر پنچ کیے۔ دوسری طرف موبائل کا بزر بولنے لگا۔ سموارا نے چونک کر اپنی جیب پر ہاتھ رکھا۔ پھر فون کو نکال کر دیکھا۔ وہ میرا نمبر جانتا تھا۔ لیکن سونیا اپنے موبائل سے کال کر رہی تھی۔

اس نے بٹن دبا کر اسے آن کیا۔ پھر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ''ہیلو کون....؟''

سونیا نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ پھر کہا۔ ''ٹھنڈی بوتل پی رہے ہو؟''

اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ہاتھ سے بوتل چھوٹ گئی۔ سونیا نے اپنا نام نہیں بتایا تھا۔ مگر اس کے نام سے جو دہشت طاری تھی۔ اس دہشت نے سمجھا دیا کہ تم محفوظ نہیں ہو۔ شہر سے پچیس کلو میٹر دور آنے کے باوجود سونیا کی نظروں میں ہو۔

وہ حواس باختہ سا ہو کر چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھ رہا تھا۔ اس کا ذہن چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا' سونیا نے ابھی تمہیں بوتل پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ تمہارے قریب ہے.... بہت قریب ہے۔

وہ دوڑتا ہوا کار کا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔ سوال پیدا ہوا' کدھر جائے گا؟ جس راستے سے چلا آ رہا تھا اور آگے جہاں جانا تھا' وہاں آگے یا پیچھے کہیں سونیا تھی۔

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ ''نہیں... وہ کہیں آگے یا پیچھے نہیں ہے۔ میرے ساتھ ہے۔ آس پاس کہیں چھپی ہوئی مجھے دیکھ رہی ہے۔''

اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے سوچا۔ ''ابھی پتا چل جائے گا۔ میں راستہ بدل کر جاؤں گا۔ دیکھتا ہوں' وہ میرے آس پاس کہیں ہے یا نہیں؟''

اس ہائی وے سے ایک راستہ دائیں طرف کہیں جاتا تھا۔ اس نے سوچا' کہیں بھی جاتا ہو' جاتا رہے۔ مگر اسے سونیا سے دور لے جاتا رہے۔

ہم نے آگے جا کر ہائی وے کے ایک موڑ پر اپنی گاڑیاں روک دی تھیں۔ پہاڑی ٹیلے کے باعث اس کی نظروں میں نہیں آ رہے تھے۔ وہ راستہ بدل کر جا رہا تھا۔ سونیا نے پھر نمبر پنچ کیے۔

سموارا کا فون برابر والی سیٹ پر پڑا تھا۔ بزر سنتے ہی وہ ایسے چونک گیا' جیسے سونیا اچانک چھلانگ مار کر اس کی کار میں آ گئی ہو۔ اس کے ہاتھ سے اسٹیئرنگ بہکتے بہکتے رہ گیا۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے پاس والی سیٹ پر پڑے ہوئے موبائل کو کن انکھیوں سے دیکھنے لگا۔

وہ اسے پکارتا جا رہا تھا۔ عقل سمجھا رہی تھی' فون اٹینڈ کرنا چاہیے۔ اس طرح معلوم ہو سکے گا' سونیا اس کے متعلق اور کیا جانتی ہے؟ کیا ابھی اس کے پیچھے آ رہی ہے؟

اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ پیچھے دور تک راستہ ویران تھا۔ وہاں کوئی گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔ ہم نے تقریباً چار کلو میٹر کا فاصلہ رکھا تھا۔ اتنی دور سے سونیا کو اس کی بو آسانی سے مل رہی تھی۔ ہم بڑے آرام سے اسی راستے پر چلے جا رہے تھے۔

سموارا نے آخر فون اٹھا کر کان سے لگایا۔ مگر چپ رہا۔ سونیا نے پوچھا۔ ''کیا بولتی بند ہو گئی ہے؟ اتنے خوفزدہ کیوں ہو؟ تم نے مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے راستہ بدل لیا ہے۔ اب دوسرے راستے پر جا رہے ہو۔''

اس کی ہنسی سنائی دی۔ پھر وہ بولی۔ ''مگر آگے کہاں جاؤ گے؟ اگر کسی شہر میں نہ پہنچے' وہاں تمہیں کوئی فلائٹ نہ ملی' کوئی ہیلی کاپٹر بھی حاصل نہ ہوا تو کیا کرو گے؟ کس طرح ہماری دنیا چھوڑ کر سیارے تک جا سکو گے؟''

اس نے جھنجلاتے ہوئے چیخ کر کہا۔ ''یو شٹ اپ...''

اس نے کار روک دی۔ باہر آ کر دور دور تک دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم کہاں ہو؟ کس طرح مجھے دیکھ رہی ہو؟ اگر دیکھ رہی ہو تو بتاؤ' اس وقت میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟''

سونیا نے فون کے ذریعے اس کی کار کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی تھی۔ سموارا خوفزدہ تھا۔ بری طرح بوکھلایا ہوا تھا۔ اس نے اس طرف توجہ نہیں دی۔

سونیا نے کہا۔ ''تم نے گاڑی روک دی ہے۔ باہر آ کر دور دور تک مجھے متلاشی نظروں سے دیکھ رہے ہو۔ مگر افسوس مجھے تلاش نہیں کر پاؤ گے۔ اب آگے جاؤ۔ میں پھر کسی وقت بات کروں گی۔''

سونیا نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ بری طرح بدحواس ہو گیا تھا۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنا اور سمجھنا چاہتا تھا' آخر وہ کہاں ہے؟ کس طرح اسے دیکھ رہی ہے؟ اسے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ کار ڈرائیو نہیں کر رہا ہے۔ باہر آ کر اسے تلاش کر رہا ہے؟

ہم نے اپنی کاریں روک دی تھیں۔ سونیا کہہ رہی تھی۔ ''اس کی بو کچھ قریب محسوس ہو رہی ہے۔ اس کا مطلب

ہے' وہ ابھی تک کار روکے کھڑا ہے۔ جب آگے بڑھے گا' تب ہم بھی آگے چلیں گے۔''

میرے اور سونیا کے درمیان بھی کافی فاصلہ تھا۔ ہم تینوں ایک دوسرے کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ ہمارے درمیان خیال خوانی کے ذریعے یا فون کے ذریعے رابطہ قائم تھا۔ سموارا اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر کے آگے جانے لگا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے نائب ایشورارا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میں بڑی مصیبت میں ہوں۔ یہ خطرناک بلا میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہے۔ کسی طرح میری مدد کرو۔ مجھے اس سے نجات دلاؤ۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''پہلے یہ تو بتاؤ' تم کہاں ہو؟ کوٹھی چھوڑتے وقت اتنا ہی کہا تھا کہ سونیا' فرہاد تمہارا پتا ٹھکانا معلوم کر چکے ہیں اور تم وہاں سے فرار ہو رہے ہو۔''

''میں کوٹھی سے نکل کر ہائی وے پر گیا تھا۔ وہاں سے کسی دوسرے شہر پہنچ کر کسی بھی فلائٹ کے ذریعے یہ ملک چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ مگر وہ میرا تعاقب کر رہی ہے۔''

''کیا تمہارے پاس ہتھیار نہیں ہیں؟ اگر وہ اکیلی ہے تو کیا اس سے مقابلہ نہیں کر سکو گے؟ اسے دور سے گولی نہیں مار سکو گے؟''

سموارا نے کہا۔ ''تم یقین نہیں کرو گے' وہ نادیدہ بلا ہے۔ نظر نہیں آ رہی ہے۔ میں کس پر گولی چلاؤں گا؟''

''کیا کہہ رہے ہو؟ سونیا نادیدہ کیسے ہو گئی؟''

''کیا بتاؤں' کیسے ہو گئی؟ میں شہر سے پچیس کلو میٹر دور آ گیا تھا۔ محتاط ہو کر آگے پیچھے دیکھتا رہا تھا۔ پورے یقین سے کہتا ہوں' سونیا کسی کار میں تعاقب نہیں کر رہی ہے۔ مگر ٹاؤن میں رک کر کولڈ ڈرنک پینے لگا تو تھوڑی دیر بعد ہی اس نے فون کے ذریعے بتایا' میں فلاں جگہ گاڑی کے ساتھ کھڑا ہوا بوتل پی رہا ہوں۔''

''تعجب ہے' جب وہ تمہارا تعاقب نہیں کر رہی ہے۔ اور دور دور تک نظر نہیں آ رہی ہے تو پھر تمہارے بارے میں کیسے جان لیتی ہے کہ تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو؟''

''یہی بات تو سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ میں وہاں سے راستہ بدل کر دوسری سمت جانے لگا تو یہ بات بھی اسے معلوم ہو گئی۔ پھر میں نے بہت آگے جا کر ایک جگہ کار روک دی۔ نکل کر دور دور تک دیکھنے لگا کہ کوئی گاڑی میرے پیچھے آ رہی ہے یا نہیں؟ ایسے وقت اس نے فون پر بتایا' میں ایک رکا ہوا سے متلاشی نظروں سے دیکھ رہا ہوں۔ لیکن وہ نظر نہیں آئے گی۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''امیزنگ... وہ تو جادوئی کمالات دکھا رہی ہے۔''

''جب ہمارا پہلا نائب ایشورارا اس زمین پر آیا تھا' تب سے ہم سن رہے ہیں' سونیا ایک ایسی خطرناک بلا ہے کہ اس سے پیچھا نہیں چھڑایا جا سکتا۔ مرنے کے بعد ہی اس بلا سے نجات ملتی ہے۔''

اس نے سہمی ہوئی نظروں سے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''آج وہ بلا میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔ مجھے ننانوے فیصد اپنی موت کا یقین ہو چکا ہے۔ کوئی اس کی انتقامی کارروائی سے بچ نہیں پاتا۔ صرف ایک ہمارا گریٹ ایشورارا ہے' جو اس کے شکنجے میں آنے سے پہلے ہی یہاں سے فرار ہو کر سیارے میں چلا گیا تھا۔ مگر میں کیسے جاؤں؟ میرے لیے کچھ کرو۔''

''تم اس سے دور جانے کی کوشش کرتے رہو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے کہیں سے بھی ہیلی کاپٹر حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

''کوشش نہ کرو۔ ضرور حاصل کرو۔ میں جہاں سے گزرتا رہوں' وہاں جلد سے جلد ہیلی کاپٹر پہنچا دو۔ بس یہی ایک فضائی راستہ ہے' جس پر وہ میرے پیچھے نہیں آ سکے گی۔''

سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف ممالک میں پہنچے ہوئے تھے۔ نائب ایشورارا نے ان سب سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ ''تم سب زائر کی پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے اعلیٰ عہدیداروں کے دماغوں میں پہنچ جاؤ۔ انہیں اپنے زیر اثر لا کر ایک ہیلی کاپٹر حاصل کرنا ہے۔''

وہ انہیں سموارا کے موجودہ حالات بتانے لگا۔ سب ہی سن رہے تھے' حیران ہو رہے تھے کہ سونیا نظر نہ آنے کے باوجود کس طرح سموارا کو دہشت زدہ کر رہی ہے اور دوڑاتی چلی جا رہی ہے۔

سموارا کو بچانے کے لیے جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے زائر کی فلائنگ کمپنی میں پہنچ رہے تھے۔ وہ اس حقیقت کو سمجھ رہے تھے کہ آج تک کوئی سیارے والا سونیا کی نظروں میں آنے کے بعد زندہ نہیں بچا۔ سموارا کے بچنے کی امید بھی کم تھی۔ پھر بھی وہ کوششیں کر رہے تھے۔

نائب ایشورارا کمپیوٹیکنگ مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے باتیں کر رہا تھا۔ اسے بتا رہا تھا کہ سونیا بڑے ہی عجیب و غریب انداز میں سموارا کا تعاقب کر رہی

ہے۔ میلوں دور تک نظر نہیں آرہی ہے۔ اس کے باوجود دیکھ رہی ہے کہ اس کا شکار کن علاقوں سے گزر رہا ہے اور کس سمت جارہا ہے؟

وہ فوراً ہی اسے دبوچ کر ختم کرسکتی ہے۔ لیکن اسے دوڑا رہی ہے۔ سیارے والوں کو چیلنج کررہی ہے کہ وہ ہزار کوششوں کے باوجود اسے بچا نہیں پائیں گے۔

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''جب وہ پیچھے پڑ گئی ہے تو سورارا کو بچانا ممکن نہیں ہے۔ اگر تم لوگوں نے کسی بھی طرح اسے بچالیا تو یہ بہت بڑا کمال ہوگا۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''ہم اس دنیا میں آکر عجیب و غریب ناقابل فہم قوتوں سے زیر ہورہے ہیں... اے گریٹ ایشورارا! تُو دیکھ رہا ہے۔ ہم تمام ٹی وی چینلز پر قبضہ جما کر پہلے کی طرح دنیا والوں کو اپنا عقیدت مند بنانا چاہتے تھے۔ مگر اس سلسلے میں بھی ناکام ہورہے ہیں۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''اور تم لوگ ناکامی کی وجوہات سمجھ نہیں پارہے ہو۔ آخر وہاں کیا کررہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''کوئی وجہ ہوگی تو سمجھ میں آئے گی۔ سونیا ابھی سورارا کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ مگر اسے میلوں دور تک دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ کیا دکھائی نہ دینے کی وجہ ہم سمجھ سکتے ہیں؟ نہیں.... ہم کبھی سمجھ نہیں پائیں گے۔ کیونکہ یہ سائنس اور ٹیکنالوجی نہیں ہے۔ مسلمانوں کی روحانی قوتیں ہیں، جو ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''ہر جوڑ کا توڑ ہوتا ہے اور ہر توڑ کو کسی نہ کسی طرح جوڑ دیا جاتا ہے۔ تم سب اس دنیا میں جا کر کیا کررہے ہو؟ کیا روحانی قوتوں کا توڑ معلوم نہیں کرسکتے؟''

''تُو ہمیں معلوم کرنے کا کوئی ایک راستہ بتادے۔ پھر ہم کئی راستے نکال لیں گے۔ سونیا جیسی بلا کو بھی زیر کرسکیں گے۔''

''میں سیارے میں ہوں۔ راستہ اسی دنیا میں رہ کر معلوم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے مسلمانوں کی کمزوریاں تلاش کرو۔ ان کی کوئی بہت بڑی کمزوری ہاتھ آئے گی تو اکابرین کی طرح ہم انہیں بھی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیں گے۔''

''ہم اپنی سی کوششیں کررہے ہیں۔ اس وقت اسے سونیا سے بچانے کے لیے ہیلی کاپٹر بھیجنے والے ہیں۔ دیکھتے ہیں، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ بچاؤ کی اتنی زبردست کوشش کرنے کے بعد بھی ناکامی ہوئی تو روحانی قوتوں کو دل و دماغ سے تسلیم کرنا ہوگا۔ جب تک ان قوتوں کا توڑ معلوم نہیں ہوگا، ہم سونیا اور فرہاد کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ خاموشی اختیار کرلیں گے۔''

گریٹ ایشورارا اور نائب ایشورارا کے درمیان باتیں ہورہی تھیں۔ اس کے دوسرے تمام ماتحت زائر کی پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے اعلیٰ عہدیداروں کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ وہاں سے ایک ہیلی کاپٹر لے کر نکلنے والے تھے۔

سورارا تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کرتا ہوا انجانی منزل کی طرف بڑھتا جارہا تھا۔ بار بار خیال خوانی کے ذریعے پوچھ رہا تھا۔ ''آخر وہ ہیلی کاپٹر کب تک پہنچے گا؟''

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''ہم پڑوسی ملک زائر میں ہیں۔ جلد سے جلد تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ پھر بھی دو گھنٹے ضرور لگیں گے۔''

''دو گھنٹے میں وہ بلا پتا نہیں کیا کرگزرے گی؟''

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''جب تک وہ روبرو نہیں آئے، اس وقت تک تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ سامنا ہو بھی جائے تو تم ایک مرد ہو۔ اس عورت سے مقابلہ کرسکتے ہو۔ تمہارے پاس ہتھیار بھی ہے۔ ان حالات میں جو ڈرتے ہیں وہ مرتے ہیں۔ جینا چاہتے ہو تو سونیا کا ڈر دل سے نکال دو اور آگے بڑھتے رہو۔''

میں اور سونیا ایک مخصوص رفتار سے اپنی اپنی کار ڈرائیو کرتے جارہے تھے۔ ہمارے آس پاس چھوٹے بڑے پہاڑی ٹیلے اور گھنے درخت تھے۔ سورارا آگے جاکر رکا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آگے سے یا پیچھے سے کوئی گاڑی اس کے تعاقب میں آرہی ہے یا نہیں؟

ہم بھی گھنے درختوں کی چھاؤں میں رک گئے تھے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے پوچھا۔ ''کیا بھوک لگ رہی ہے؟ میں کچھ اسنیکس اور پانی کی بوتل لے کر چلا تھا۔ تو تمہارے قریب آجاؤں۔ ہمیں کچھ کھانا پینا اور فریش ہونا چاہیے۔''

وہ بولی۔ ''یہ جگہ ایسی ہے کہ ہم گھنے درختوں کے سایہ میں، ٹیلے کے اور گھنی جھاڑیوں کے پیچھے کار سمیت چھپ سکتے ہیں۔ تم چلے آؤ۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔''

میں تقریباً ایک کلومیٹر تک کار دوڑاتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ ہم اپنی اپنی کاریں گھنی جھاڑیوں اور ٹیلوں کے بیچ لے آئے۔ وہیں بیٹھ کر کچھ کھانے پینے لگے۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا اس کی بو مل رہی ہے؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ وہ ایک جگہ ٹھہرا ہوا ہے۔ جب وہاں سے آگے جائے گا تو اس کی بو مل

ہوتی چلی جائے گی۔ پھر ہم اس کے تعاقب میں یہاں سے آگے چلیں گے۔''

کھانے پینے کے بعد ہم تھوڑی دیر تک ذرا آرام کرتے رہے۔ سونیا نے کہا۔ ''سموارا مطمئن ہے کہ اب اس کا تعاقب نہیں کیا جا رہا ہے۔ اسی لیے وہ ایک ہی جگہ ٹھہرا ہوا ہے۔ وہاں رکنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟''

میں نے کہا۔ ''اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے لوگوں سے رابطہ کیا ہوگا۔ ان سے مدد مانگی ہوگی۔ یقیناً اس کے پاس کسی نہ کسی طرح کی مدد پہنچنے والی ہوگی۔''

سونیا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''اگر وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے لوگوں سے رابطہ کر رہا ہے تو کبھی وہ ان کے دماغوں میں جاتا ہوگا اور کبھی وہ اس کے اندر آتے ہوں گے؟''

میں نے چونک کر کہا۔ ''اوہ گاڈ! میں تو اس پہلو کو بھول ہی گیا تھا۔ اگر کوئی سموارا کے اندر بول رہا ہوگا تو ایسے وقت وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر پائے گا اور میں ان کی باتیں سن سکوں گا... جسٹ آ منٹ۔ میں ابھی چیک کرتا ہوں۔''

یہ کہتے ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سموارا کے اندر پہنچنا چاہا تو کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ اس وقت نائب ایشورارا اس کے اندر آ کر بول رہا تھا۔ ''فکر نہ کرو۔ ہیلی کاپٹر یہاں پہنچنے ہی والا ہے۔ ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔''

سموارا نے کہا۔ ''صرف قبضہ جمانے سے کیا ہوتا ہے؟ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا تابعدار بنانا چاہیے۔ دماغ کو لاک کرنا چاہیے۔ تاکہ سونیا کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہ آ سکے۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''اتنی جلدی یہ ممکن نہیں ہے۔ پائلٹ کو تنویمی عمل کے ذریعے معمول اور تابعدار بنانے میں کم از کم ایک گھنٹا صرف ہوتا۔ پھر وہاں پرائیویٹ کمپنی میں کہیں تنہائی نہیں تھی کہ اسے آرام سے ٹرانس میں لایا جاتا اور عمل کیا جاتا۔ پلیز۔ بحث نہ کرو۔ یہ دیکھو، ہم نے کتنی جلدی ایک ہیلی کاپٹر حاصل کیا ہے اور تمہیں یہاں سے لے جانے والے ہیں۔''

سموارا نے کہا۔ ''میں اپنے اطمینان کے لیے پائلٹ کی آواز سن کر اس کے اندر جانا چاہتا ہوں۔ جب وہ یہاں آئے گا تو ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے سے پہلے اس کے دماغ پر قبضہ جما لوں گا۔ اطمینان حاصل کروں گا۔ فرار کے لیے فضائی راستہ اختیار کروں گا۔''

''بیشک تمہیں اطمینان حاصل کرنا چاہیے۔ میرے اندر آؤ۔ میں تمہیں پائلٹ کے اندر پہنچا رہا ہوں۔''

وہ اس کے اندر پہنچا تو میں بھی نائب ایشورارا کے اندر پہنچ گیا۔ چونکہ سموارا کی سوچ کی لہریں وہاں موجود تھیں۔ اس لیے وہ مجھے محسوس نہ کر سکا۔ میں ان کے ذریعے پائلٹ کے اندر پہنچ گیا۔

وہ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا چلا آ رہا تھا۔ پائلٹ کی سوچ نے بتایا، وہ آدھے گھنٹے کے اندر مطلوبہ مقام پر پہنچنے والا ہے۔ میں نے الپا سے کہا۔ ''فوراً ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو میرے اندر بلاؤ۔''

وہ سب ایک منٹ کے اندر میرے پاس چلے آئے۔ میں نے کہا۔ ''اس پائلٹ کے اندر موجود رہو۔ جب ضروری ہوگا تو تم سب کو کال کر اس کے دماغ پر قبضہ جمانا ہوگا۔ ابھی انہیں ہماری موجودگی کا پتا نہیں چلنا چاہیے۔''

میں دماغی طور پر سونیا کے پاس حاضر ہو کر مسکرانے لگا۔ وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولی۔ ''کیا بات ہے، بڑھاپے میں کھل رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''خبردار! اولاد کے سامنے بوڑھا کہو، کوئی بات نہیں۔ تنہائی میں ہرگز ایسا نہ کہنا۔''

''کہوں گی تو کیا ہو جائے گا؟''

''شیر کو جگاؤ گی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ کہ تمہیں منظور ہے؟''

وہ سر جھٹک کر بولی۔ ''اچھا بس رہنے دو۔ کام کی باتیں کرو۔''

میں کام کی باتیں سنانے لگا۔ وہ سننے کے بعد بڑے فخر سے بولی۔ ''اگر میں اشارہ نہ دیتی تو تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے سموارا کے اندر نہ جاتے، اگر نہ جاتے تو اتنی بڑی کامیابی حاصل نہ ہوتی۔''

''یعنی تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ فرہاد علی تیمور تمہارے اشاروں پر چلتے ہوئے کامیابیاں حاصل کرتا ہے؟''

''اور نہیں تو کیا... ساری دنیا سے پوچھ لو۔ یہ جو ہمارے داستان شائع ہوتی رہتی ہے۔ اسے پڑھنے والے قارئین سے پوچھ لو، سب یہی کہیں گے، تم سے زیادہ میرے نام کا ڈنکا بجتا رہتا ہے۔''

میں نے سر کھجا کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ''عورت کو خوش رکھنے سے گھر جنت کا نمونہ بنتا ہے۔ چلو تم خوش رہو۔ ساری دنیا سے پوچھ لو، سب یہی کہیں گے، عورت کو خوش رکھ کر مرد اپنی خیر مناتا ہے۔''

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت الپا نے آ کر کہا۔ ''مما! سموارا ہیلی کاپٹر میں سوار ہو رہا ہے۔''

الپا نے مجھے بھی یہ بات بتائی۔ میں فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے پائلٹ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ فورسیٹر ہیلی کاپٹر تھا۔ اس وقت فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ سموارا پچھلی سیٹ پر تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ سیارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اور پائلٹ کے اندر موجود تھے۔ میرے بھی چھ خیال خوانی کرنے والے وہاں تھے۔ ساتواں میں تھا۔ میں نے انہیں سمجھایا۔ ''پائلٹ کے دماغ پر بڑی خاموشی سے قبضہ جما کر اسے سمندر کی طرف لے چلو۔''

سیارے والوں کا خیال تھا، ہمیں ہیلی کاپٹر کے سلسلے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ لوگ کس طرح سموارا کو ہیلی کاپٹر میں لے جا رہے ہیں؟ دیکھا جائے تو وہ درست سوچ رہے تھے۔ ہمیں اس سلسلے میں اتفاقاً معلوم ہوا تھا۔ مصیبت میں گرفتار رہنے والا سموارا بخیریت ہیلی کاپٹر میں پہنچ گیا تھا اور وہاں سے پرواز کرتا جا رہا تھا۔ اس لیے سب مطمئن تھے۔ کسی نے توجہ نہیں دی کہ ہیلی کاپٹر سمت بدل کر جا رہا ہے۔

میں نے الپا سے کہا۔ ''اب تم سونیا کے لب و لہجے میں سموارا سے باتیں کرو۔''

وہ بولی۔ ''آل رائٹ پاپا! جب آپ کہیں گے، میں شروع ہو جاؤں گی۔''

جب وہ ہیلی کاپٹر سمندر کے ساحل پر پہنچا اور پھر گہرے پانیوں کے اوپر پرواز کرنے لگا تو ایک سیارے والے نے سموارا سے کہا۔ ''زائر سے آتے وقت راستے میں کہیں سمندر نہیں پڑا تھا۔ یہ ہیلی کاپٹر کدھر جا رہا ہے؟''

الپا بھی اس کے اندر موجود تھی۔ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''ہیلو سموارا! کیا مجھے آواز اور لب و لہجے سے پہچان رہے ہو؟''

وہ ایکدم سے سہم کر بولا۔ ''تم... تم سونیا ہو؟ مگر... مگر تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو؟ میرے دماغ میں کیسے بول رہی ہو؟''

اس نے کہا۔ ''تمہارا آخری وقت آ چکا ہے۔ اس لیے یہ راز بتانے آئی ہوں کہ میں ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہوں۔ تب ہی تمہارے اندر بول رہی ہوں۔ اِدھر میں ہوں، اُدھر پائلٹ کے اندر فرہاد ہے۔ نیچے دیکھو گہرا سمندر تمہیں پکار رہا ہے۔''

تھوڑی دیر میں نائب ایشورارا نے سموارا کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''سموارا! فکر نہ کرو۔ ہم سب تمہاری حفاظت کے لیے یہاں موجود ہیں۔''

میں نے پائلٹ کی زبان سے کہا۔ ''ہاں اور اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو، اس پائلٹ کے دماغ پر مضبوطی سے قبضہ جما لیں۔ پھر بھی یہ سمندر میں جائے گا۔''

یہ کہتے ہی میں نے پائلٹ کے ذریعے پیمپنگ پیدا کی ہیلی کاپٹر ایک جھٹکے سے بڑی تیزی کے ساتھ چار سو فٹ نیچے آیا پھر رک کر اپنی سطح سے بلند ہو کر پرواز کرنے لگا۔ یہ ایک جھٹکا کافی تھا۔ سموارا، نائب ایشورارا اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پریشان ہو گئے۔ وہ سب مل کر پوری طرح پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما رہے تھے۔

میں نے کہا۔ ''نائب ایشورارا! یہ تمہاری مجبوری ہے۔ تم لوگوں کو صرف پائلٹ ہی نہیں سموارا کے دماغ میں بھی رہنا پڑے گا۔ نہیں رہو گے تو اس کی شامت آ جائے گی اور رہو گے، تب بھی اس طرح شامت آ رہی ہے یہ دیکھو...!''

یہ کہتے ہی میں نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ سیٹ بیلٹ سے بندھا ہوا تھا۔ چیخیں مار کر اسی سیٹ پر تڑپنے لگا۔ تمام ساتھی اسے سنبھالنے لگے۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو تھپکنے لگے۔

میں نے کہا۔ ''اسے آرام نہ پہنچاؤ۔ اس کے دماغ سے نکل جاؤ۔ ورنہ جانتے ہو، کیا ہوگا؟''

میں نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پھر چیخیں مار کر تڑپنے لگا۔ نائب ایشورارا نے پائلٹ کی زبان سے چیخ کر کہا۔ ''فرہاد! رک جاؤ۔ سموارا کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ ہم سے سمجھوتا کرو۔''

میں نے کہا۔ ''سمجھوتا کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ تم سب سموارا کے دماغ سے نکل جاؤ۔ میں کسی کو اس کے اندر دیکھوں گا تو تیسرے زلزلے میں اس کا کام تمام کر دوں گا۔''

وہ بولا۔ ''اچھی بات ہے۔ ہم میں سے کوئی سموارا کے پاس نہیں جائے گا۔ تم پائلٹ کے اندر آ کر ہم سے بات کرو۔''

سموارا دماغی تکلیف برداشت کر رہا تھا اور میری مرضی کے مطابق سیٹ بیلٹ کھول رہا تھا۔ میں نے الپا کو سمجھا دیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے؟ میں پائلٹ کے اندر نائب ایشورارا سے باتیں کرنے لگا۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''سموارا کی جان نہ لو۔ اسے معاف

کردو۔ ہم آج ہی اس کے ساتھ یہ دنیا چھوڑ کر سیارے میں چلے جائیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''کیا مجھے نادان بچہ سمجھتے ہو؟ تم سب کتے کی دُم ہو، ہمیشہ ٹیڑھے رہو گے۔ ہم بار بار تمہیں بھگاتے رہیں گے اور تم مرنے کے لیے یہاں آتے رہو گے۔''

''اس بار ہم وعدہ کرتے ہیں، جائیں گے تو واپس نہیں آئیں گے۔''

الپا نے سمورارا کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ سیٹ بیلٹ سے آزاد ہو کر گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا دروازے کے پاس آیا، پھر الپا کی مرضی کے مطابق چیخ کر بولا۔ ''نائب ایشورارا! مذاکرات بند کردے۔ قصہ ختم ہو چکا ہے۔''

یہ کہتے ہی اس نے دروازہ کھول کر چھلانگ لگادی۔ اس کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ بلندی سے گرتا ہوا نیچے گہرے پانیوں میں جا کر غرق ہو گیا تھا۔

ہیلی کاپٹر فضا کی بلندی میں ڈگمگا رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کے باعث اندر ہوا کا دباؤ بڑھ گیا تھا۔ ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پائلٹ کے اندر قوت اور حوصلہ پیدا کیا۔ اس نے اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے دوسری طرف جھک کر دروازے کو بند کیا۔ اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر کی پرواز نارمل ہونے لگی۔ وہ فضا میں بلند ہوتا ہوا، وہاں سے پرواز کرتا ہوا ساحل کی طرف جانے لگا۔

کبریا، سونیا کے اندر آ کر اسے بتانے لگا کہ کس طرح سمورارا کا کام تمام کیا گیا ہے؟ ادھر الپا نے میرے پاس آ کر کہا۔ ''پاپا! میں نے سمورارا کے اندر رہ کر نائب ایشورارا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے فون نمبرز معلوم کیے ہیں۔ انہیں اپنے پاس سیو کرلیا ہے۔ آپ بھی نوٹ کرلیں۔''

اس نے مجھے تمام نمبرز بتائے۔ میں نے انہیں سیو کرنے کے بعد نائب ایشورارا سے رابطہ کیا۔ وہ میری آواز سنتے ہی پریشان ہو کر بولا۔ ''کوئی دشمن اپنی کمزوری کا اعتراف نہیں کرتا۔ میں کر رہا ہوں۔ تم نے اور سونیا نے ہمیں ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اب میرے پاس کیا لینے آئے ہو؟''

''تم ہماری دنیا میں بہت کچھ لینے آئے ہو۔ کیا ہم تم سے کچھ نہیں لیں گے؟ یونہی چھوڑ دیں گے؟''

''یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے، تم دونوں ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑو گے۔''

''اپنے گھر سے نکل کر دوسروں کے گھروں میں آ کر تباہی مچانے والوں کے مقدر میں تباہی لکھی ہوتی ہے۔''

''تم لوگ ہر پندرہ بیس گھنٹوں بعد ہم میں سے کسی نہ کسی کی شہ رگ تک پہنچ جاتے ہو۔ یہ بات ہمارے لیے ناقابلِ فہم ہے، تم کس طرح ہمارا پتا ٹھکانا معلوم کر لیتے ہو؟ کیا تمہارے پاس جاسوسی آلات ہیں یا روحانی قوتوں کے ذریعے ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''ہمارا طریقہ کار تمہارے لیے ناقابلِ فہم ہے... ناقابلِ فہم ہی رہے گا۔ اگلے پندرہ بیس گھنٹوں تک انتظار کرو اور دیکھو... ہم، تم میں سے کس کی موت بن کر پہنچ رہے ہیں؟''

اس کی آواز اور لہجے سے پتا چل رہا تھا، وہ بری طرح سہما ہوا ہے۔ اس نے کہا۔ ''کیا عارضی طور پر دشمنی بھول کر ہمیں سیارے میں واپس جانے کی مہلت دو گے؟''

''وہی پندرہ بیس گھنٹوں کی مہلت ہے۔ ہمارے اگلے حملے سے پہلے یہ زمین چھوڑ کر اپنے سیارے میں چلے جاؤ گے تو وہاں طبعی عمر جی لو گے۔''

''ہماری یہی کوشش ہوگی۔ ہم پندرہ گھنٹوں کے اندر اندر یہاں سے چلے جائیں گے۔''

اس نے کال منقطع کر دی۔ پھر گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرتے ہوئے کمیونیکیٹنگ مشین پر تحریر کے ذریعے کہنے لگا۔ ''اے گریٹ ایشورارا! تُو اس دنیا پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ یہاں تو قدم قدم پر موت ہے۔ زندگی پھڑ پھڑا کر دم توڑ دیتی ہے۔ ہم میں سے جو بھی یہاں قدم رکھتا ہے۔ موت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ تیری اطلاع کے لیے عرض ہے، سونیا اور فرہاد نے سمورارا کو بھی سمندر میں ڈبو کر مار ڈالا ہے۔''

گریٹ ایشورارا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''تم بہت بری اور بہت ہی تشویشناک خبر سنا رہے ہو۔''

''پچھلے پانچ برسوں میں ہمارے بے شمار جانثار اس دنیا میں آتے رہے اور مرتے رہے۔ آنے والوں کی تعداد کتنی ہو چکی ہے، یہ تُو اچھی طرح جانتا ہے۔ آئندہ بھی یہی ہونے والا ہے۔ کیا تُو سیارے میں بیٹھا ہماری موت کی خبریں سنتا رہے گا؟''

وہ بولا۔ ''ہم بہت نقصان اٹھا رہے ہیں۔ میں نہیں چاہوں گا، تم میں سے کسی کی جان جائے۔ میری فور کاسٹ کرنے والی مشین نے کئی بار سمجھایا ہے کہ روحانی عمل کرنے والوں سے ٹکرانا تو بہت دور کی بات ہے۔ ان کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔ اگر ہم ان سے کتراتے رہیں گے تو بڑی حد تک اس زمین پر کامیابیاں حاصل کرتے رہیں گے۔''

''تمہاری فور کاسٹ کرنے والی مشین درست کہتی ہے۔ جب تک ہم یورپ اور امریکا کے اکابرین سے ٹکراتے رہے، روحانی علوم جاننے والوں سے کتراتے رہے، تب تک ہمیں کامیابیاں نصیب ہوتی رہیں۔ ہم آئندہ بھی اپنی سلامتی کے ایسا کر سکتے ہیں۔''

''میں ابھی اپنی مشین سے مشورے طلب کروں گا۔ پھر ان کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ فی الحال مسلمانوں سے دور رہو۔ انہیں کسی طرح کا نقصان نہ پہنچاؤ۔ ورنہ خود نقصان اٹھاؤ گے۔''

''اس کے باجود سونیا اور فرہاد پندرہ گھنٹے کے اندر ہم میں سے کسی کی شہ رگ تک پہنچ جائیں گے۔''

''اپنی اپنی جگہ بدل دو۔ اپنے موبائل فون پھینک دو۔ فون کے ذریعے رابطے نہ کرو۔ کسی کو اپنی آواز نہ سناؤ۔ اپنے تمام ماتحتوں سے خیال خوانی کے ذریعے بات کرو۔ اس طرح گم ہو کر دیکھو، وہ تم میں سے کسی کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکیں گے۔ میں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔''

ان کے درمیان ہونے والی گفتگو فی الحال ختم ہو گئی۔ الپا نے ان کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے فون نمبرز نوٹ کرائے تھے۔ میں نے ایک سیارے والے سے رابطہ کر کے پوچھا۔ ''کیا تم مجھے آواز اور لب و لہجے سے پہچان سکتے ہو؟''

وہ سہمے ہوئے انداز میں بولا۔ ''فرہاد صاحب! ہم سیارے میں آپ کی تصویریں دیکھتے اور آواز سنتے رہے ہیں۔ آپ کو اور سونیا کو اپنی زندگی کی آخری سانس سمجھتے ہیں۔ آپ لوگوں کے آتے ہی اس آخری سانس کے بعد کوئی دوسری سانس نہیں آتی۔''

''ہمارے آنے سے پہلے سیارے میں واپس جاؤ گے تو سانسیں بحال رہیں گی۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''میں سیارے میں جانا نہیں چاہتا۔ یہ دنیا بہت خوبصورت ہے۔ ہم دیکھتے آ رہے ہیں، جو آپ کا تابعدار بن جاتا ہے۔ اسے معافی مل جاتی ہے۔ اس کے خلاف کبھی کوئی کارروائی نہیں کی جاتی۔ اسے دنیا میں رہنے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ کیا آپ میرے ساتھ ایسی مہربانی کر سکتے ہیں؟''

میں نے پوچھا۔ ''کیا میرے وفادار بن کر رہنا چاہتے ہو؟''

وہ جلدی سے بولا۔ ''میرے دماغ کے دروازے کھلے ہیں۔ پلیز۔ آپ میرے اندر آ جائیں۔''

میں فون بند کر کے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''مجھے کسی بھی طرح آزمالیں۔ میں اس دنیا میں رہنے کے لیے ساری عمر آپ کا وفادار بن کر رہوں گا۔ اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح آپ کا دین بھی قبول کرلوں گا۔''

''میرے وفادار بن کر رہنا چاہتے ہو تو بتاؤ، تمہارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟ تم ان میں سے کتنوں کے پتے ٹھکانے جانتے ہو؟''

''آپ میرے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتے ہو گریٹ ایشورارا نے سختی سے حکم دیا تھا، ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کا پتا ٹھکانا معلوم نہ کرے۔ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھیں یا فون کے ذریعے مطلوبہ افراد سے باتیں کرتے رہیں۔ مگر ایک دوسرے سے ہرگز نہ ملیں۔''

''ہماری دنیا بہت وسیع ہے۔ ہم یہاں آنے والوں کو گلے لگا سکتے ہیں۔ لیکن گلا کاٹنے والوں کو کبھی معاف نہیں کر سکتے۔ سونیا بھی خواہ مخواہ تمہاری زندگیوں سے کھیلنا نہیں چاہتی۔ تمہارے ساتھیوں میں اور کتنے ایسے ہیں، جو سلامتی سے اس دنیا میں رہنا چاہتے ہیں؟''

''میں ایسے پانچ ساتھیوں کو جانتا ہوں، جو آپ لوگوں سے بری طرح خوفزدہ ہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ اس دنیا میں رہنے کے لیے آپ کا وفادار بن کر رہنا لازمی ہے۔''

''مجھے ان کے پاس پہنچاؤ۔''

وہ خیال خوانی کے ذریعے باری باری ان سے رابطہ کرنے لگا اور مجھے ان کے پاس پہنچانے لگا۔ وہ سب ہی مجھ سے باتیں کر رہے تھے اور دل کی گہرائیوں سے مسرتوں کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ سب ہی دینِ اسلام قبول کر کے اس دنیا میں رہنے کے آرزومند تھے۔

میں نے ان سے کہا۔ ''تم سب جس جس ملک میں ہو، وہاں سے پہلی فلائٹ میں سیٹ حاصل کر کے پیرس پہنچ جاؤ۔ وہاں تمہارا استقبال کرنے اور تمہیں بابا صاحب کے ادارے تک لے جانے کے لیے گاڑیاں موجود رہیں گی۔''

انہیں ایسا لگ رہا تھا، جیسے مرتے مرتے نئی زندگی مل رہی ہے۔ وہ جہاں بھی تھے، وہاں سے اپنا سفری بیگ اٹھا کر ائیر پورٹ کی طرف جانے لگے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نائب ایشورارا سے رابطہ کر کے کہنے لگے۔ ''ہم نے زندہ سلامت رہنے کا راستہ ڈھونڈ لیا ہے۔ اب اسی راستے پر جا رہے ہیں۔ آج کے بعد ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔''

اس نے پوچھا۔ ''آخر تم کہاں جا رہے ہو؟''

ایک نے جواب دیا۔ ''یہاں تم نے دیکھا ہوگا، جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے روبرو آتا ہے تو اسے السلام علیکم کہتا ہے۔ اس کے معنی ہیں، تم پر سلامتی ہو۔ دوسرا مسلمان

جواباً کہتا ہے۔ وعلیکم السلام یعنی‘ تم پر بھی سلامتی ہو۔ یہ دین سلامتی دینے والا ہے۔ صرف زبان سے ہی نہیں‘ عمل سے بھی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اب سے چند گھنٹوں بعد ہمیں بابا صاحب کے ادارے میں پناہ مل جائے گی۔ تم تنہا بیٹھے سوچتے رہو۔ عقل سے سوچو گے تو تمہیں بھی سلامتی مل سکتی ہے۔‘‘

چھ ماتحتوں نے باری باری اس سے رابطہ کیا تھا اور یہی باتیں کہی تھیں۔ اس نے جواباً کچھ کہنے کے لیے ان کے اندر جانا چاہا تو انہوں نے سانس روک لی۔ اس کے لیے اپنے دماغوں کے دروازے بند کردیے۔

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ابھی چند ماتحت اور تھے مگر اسے یوں لگ رہا تھا‘ جیسے اتنی بڑی دنیا میں تنہا رہ گیا ہے۔ یہ ہیبت تو پہلے سے طاری تھی کہ سیّارے میں واپس نہیں جائے گا تو موت لازمی ہوگی۔ ایسے وقت گریٹ ایشورارا نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے رابطہ کیا۔

اس سے کہا۔ ’’ابھی برین ماسٹر نے سونیا کے متعلق نیا انکشاف کیا ہے۔ تم سب یہ سمجھ رہے تھے کہ سونیا اور فرہاد روحانی علم اور روحانی قوتوں کے ذریعے تم لوگوں کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ مگر ایسا نہیں ہے۔‘‘

کمیونیکیٹنگ مشین کی ننھی اسکرین پر تحریر ابھر رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ’’ماسٹر نے بتایا ہے‘ سونیا قدرتی طور پر سونگھنے کی غیر معمولی حس رکھتی ہے۔ میلوں دور کوئی دشمن کہیں چھپا ہو تو اس کی بو پالیتی ہے۔ اس طرح اس کی گردن دبوچنے پہنچ جاتی ہے۔‘‘

’’سونیا کے پاس روحانی قوت ہو یا نہ ہو۔ وہ ہم لوگوں تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ہم اسے اپنی طرف آنے سے روک نہیں پائیں گے۔‘‘

’’برین ماسٹر نے عارضی طور پر بچاؤ کی تدبیر بتائی ہے۔ اگر تم سب دن رات اپنے لباس بدل کر پرفیوم اسپرے کرتے رہو تو تمہارے بدن کی قدرتی بو چھپ جائے گی۔ پرفیوم کی مہک کے باعث وہ تمہارا سراغ نہیں لگا سکے گی۔‘‘

’’یہ کیسے معلوم ہوگا‘ وہ کب ہم پر حملہ کرنے آرہی ہے؟ اگر معلوم ہو بھی جائے گا تو ہم اس سے بچنے کے لیے کہاں بھاگتے رہیں گے‘ جہاں جہاں جاتے رہیں گے کیا وہاں پر فیوم میں نہاتے رہیں گے؟‘‘

وہ غصے سے بولا۔ ’’بکواس مت کرو۔ جو حکم دے رہا ہوں۔ اس پر عمل کرو۔‘‘

’’سوری گریٹ ایشورارا! میں سلامتی کے راستے پر جارہا ہوں۔ اس راستے پر چلنے کے لیے تیرا ساتھ چھوڑنا ضروری ہے۔ اب سے چوبیس گھنٹے پہلے چنگارارا کے تین ماتحتوں نے دینِ اسلام قبول کیا تھا۔ چند گھنٹوں بعد میرے چھ ماتحت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے والے ہیں۔ میری بھی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ میں بھی اُدھر جارہا ہوں۔ ہمیشہ کے لیے... گڈ بائی۔‘‘

اس نے رابطہ ختم کرکے کمیونیکیٹنگ مشین کو آف کردیا۔ وہ اس وقت پیرس میں تھا۔ اپنا سفری بیگ اٹھا کر کار ڈرائیو کرتا ہوا بابا صاحب کے ادارے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے اس سلسلے میں مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ سیدھا ادارے کے دروازے پر پہنچ کر گھٹنے ٹیک کر سر جھکا کر بیٹھ گیا تھا۔

سیکورٹی گارڈ نے انچارج کو اطلاع دی۔ ’’باہر ایک شخص سر جھکائے زمین پر دوزانو بیٹھا ہے۔ کچھ بولتا نہیں ہے۔‘‘

ایسے وقت اعلیٰ حضرت نے انچارج سے کہا۔ ’’وہ شخص ایمان لانے سے پہلے ہی ایمان والا بن چکا ہے۔ اسے اندر آنے دو اور بڑی عزت و احترام سے نومسلموں میں شامل کرلو۔‘‘

اب وہ نائب ایشورارا نہیں رہا تھا۔ اس نومسلم کے لیے بابا صاحب کے ادارے کا دروازہ کھل گیا تھا۔

☆☆☆

یوں لگ رہا تھا‘ جیسے دن رات کی محنت کے بعد ہمیں عیش و آرام کے لیے چھٹی مل گئی ہے۔ سیّارے والوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا یا وہ ہماری دنیا سے چلے گئے تھے۔ ہمیں سکھ چین سے رہنے کے لیے چھوڑ گئے تھے۔ کہیں سے کوئی شیطانی تحریک نہیں ابھر رہی تھی۔

اب سے پہلے بھی ایسا کئی بار ہو چکا تھا۔ وہ ہم سے مات کھا کر سیّارے میں چلے گئے تھے۔ پھر کبھی مہینوں اور کبھی برسوں کے بعد واپس آئے تھے۔ اس بار واپس آنے والے تھے یا نہیں...؟ ہم نہیں جانتے تھے‘ صرف خدا ہی جانتا تھا۔

گریٹ ایشورارا نے ہماری دنیا کے لوگوں کو ہڈحرام بنا کر عیش و عشرت میں مست رہنے کا عادی بنا دیا تھا۔ پچھلے کئی مہینوں سے ایسے نکمے لوگوں کا محاسبہ ہو رہا تھا۔ انہیں پھر سے محنت و مشقت کرنے اور ہنرمند بننے پر مجبور کیا جارہا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ معمول کے مطابق زندگی گزارنے کی طرف مائل ہو رہے تھے۔

یکے بعد دیگرے کئی ماہ گزر گئے تھے۔ یقین ہو رہا تھا‘

ہماری دنیا میں امن و امان قائم ہو چکا ہے۔ کوئی بڑا حادثہ‘ کوئی المناک واقعہ پیش نہیں آرہا تھا۔ یورپ اور امریکا کے اکابرین کہہ رہے تھے۔ ’’بیشک‘ مسلمانوں نے سیّارے والوں کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا ہے۔ مگر ہمارے ریڈارز نے اور حساس جاسوسی آلات نے ان کی واپسی کا راستہ روک رکھا ہے۔ اسی لیے اب وہ ہماری دنیا میں کبھی نہیں آئیں گے۔‘‘

وہ اپنے تمام میڈیاز کے اور تمام ٹی وی چینلز کے ذریعے ایسی باتیں اس انداز سے کہہ رہے تھے‘ جیسے دشمنوں کو یہاں سے بھگانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ بڑی بات یہ تھی کہ ان کے سائنسدانوں نے‘ فوجی ماہرین نے‘ ریڈارز اور حساس آلات نے سیّارے والوں کا راستہ ہمیشہ کے لیے روک دیا تھا۔ اس طرح وہ تمام دنیا والوں پر احسان کررہے تھے‘ یہ جتا رہے تھے کہ ان کی کوششوں سے امن و امان قائم ہو چکا ہے۔

وہ خود کو مسلمانوں سے برتر بنائے رکھنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے تھے۔ تحریر و تقریر کے ذریعے اور تمام میڈیاز کے ذریعے وہ گریٹ ایشورارا کا ذکر کررہے تھے۔ دستاویزی فلموں کے ذریعے یہ ثابت کررہے تھے کہ انہوں نے سیّارے والوں سے جنگ لڑتے ہوئے جانی و مالی نقصانات اٹھائے ہیں۔

اکابرین کے بیوی بچے‘ حکومت اور آرمی کے اعلیٰ عہدیدار اپنی قیمتی جانیں گنوا چکے ہیں۔ ان کی سائنسی تجربہ گاہیں اور اہم تنصیبات تباہ ہو چکی ہیں۔ ایسے ناقابلِ برداشت نقصانات اٹھانے کے باجود انہوں نے سیّارے والوں کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ اپنی دنیا میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے انہیں یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کرتے رہے۔

وہ ہر طرح سے یہ ثابت کرنے کی کوششیں کررہے تھے کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے سب سے زیادہ نقصانات اٹھائے ہیں۔ ایسے وقت مسلمان خاموش تماشائی بنے رہے۔ انہوں نے سیّارے والوں کی طرف سے کوئی جانی و مالی نقصان نہیں اٹھایا ہے۔

میں نے اکابرین سے کہا۔ ’’دس ماہ گزر چکے ہیں۔ سیّارے والوں نے چپ سادھ لی ہے۔ ایسا لگتا ہے‘ اب وہ ہماری دنیا کا رخ نہیں کریں گے۔ جب ان کی طرف سے خطرہ ٹل گیا ہے تو تم پھر اپنی پرانی روش پر آرہے ہو۔‘‘

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ’’قرآن مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے... یہود و نصاریٰ کبھی مسلمانوں کے ساتھ امن و سلامتی سے نہیں رہیں گے۔ تم چودہ سو سالوں سے تاریخ کے ہر اہم موڑ پر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے آئے ہو۔ آج پھر دھیمی دھیمی سی اشتعال انگیزی شروع کرچکے ہو۔ یہ چاہتے ہو‘ ہم مشتعل ہو کر جوش و جنون میں انتقامی کارروائی کریں۔ اس طرح تمہیں یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ مسلمانوں نے پھر دہشت گردی شروع کردی ہے۔‘‘

اکابرین میں سے ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ’’ہم مسلمانوں کے خلاف کوئی ایسی بات نہیں کررہے ہیں۔ جو حقیقت ہے‘ وہی بیان کررہے ہیں۔ سیّارے والوں کی طرف سے کبھی تمہیں اک ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچا۔ جبکہ ہم اور ہمارے اہم افراد ہمیشہ جانی و مالی قربانی دیتے آئے ہیں۔‘‘

میں نے کہا۔ ’’اتنی بڑی بڑی قربانیاں دے رہے ہو تو امن و امان قائم رہنے دو۔ کیوں خواہ مخواہ ہمارے خلاف باتیں بنا رہے ہو؟‘‘

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ’’ہم کہہ چکے ہیں‘ جو حقیقت ہے‘ وہی بیان کررہے ہیں۔ دنیا والوں کو تاریخی حقائق کا علم ہونا چاہیے۔‘‘

میں نے کہا۔ ’’یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے‘ ہم مسلمانوں کو اس دنیا میں عزت آبرو سے دینی احکامات کے مطابق زندہ رہنے اور اپنے دین کو قائم رکھنے کے لیے بھرپور طاقت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ ماضی میں ہم نے جب بھی اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا تو تم نے گھٹنے ٹیک دیے‘ معافیاں مانگیں‘ سودے بازیاں کیں‘ سمجھوتے اور معاہدے کیے‘ جب بر اوقت ٹل گیا تو پھر اپنی شیطانی روش پر چل پڑے۔ آج بھی یہی کررہے ہو۔‘‘

اکابرین میں سے ایک نے پوچھا۔ ’’کیا ہمیں چیلنج کرنے آئے ہو؟‘‘

میں نے کہا۔ ’’ابھی تو سمجھانے آیا ہوں‘ دوستی نہیں رکھ سکتے تو دشمنی بھی نہ کرو۔ ہمارے خلاف کوئی پروپیگنڈا نہ کرو۔ مسلمان دہشت گرد ہیں یا نہیں؟ یہ دنیا والے دیکھتے رہیں گے اور اپنی عقل سے سمجھتے رہیں گے۔ تم منفی انداز میں ہمارے خلاف تشہیری مہم چلاتے رہو گے تو اس بار فیصلہ کن جنگ چھڑ جائے گی اور اس جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔‘‘

میں نے انہیں سمجھایا‘ دھمکیاں بھی دیں۔ پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میرے اور اکابرین کے درمیان جو باتیں ہوتی رہی تھیں‘ انہیں الپا سنتی رہی تھی اور سونیا کو بتاتی

رہی تھی۔

سونیا نے کہا۔ ''یہ لوگ دشمن ہیں' دشمن ہی رہیں گے۔ ہمیں آج عہد کر لینا چاہیے' کبھی نہ تو ان کے دوست بن کر رہیں گے' نہ مصلحتاً ان سے کسی طرح کا سمجھوتا کریں گے۔''

الپا نے کہا۔ ''مما! ان کے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجتی رہیں گی۔ سروں پر دو دھاری تلواریں لٹکتی رہیں گی تو یہ بانس کی طرح سیدھے رہیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''جب تک سیارے والے خطرہ بن کر رہے' تب تک عیسائیوں اور یہودیوں نے ہمارے خلاف کوئی بات نہیں کی۔ کوئی پروپیگنڈا نہیں کیا۔ ان کے سروں پر دوبارہ ایسی تلواریں لٹکیں گی تو یہ پھر دشمنی بھول کر اپنی سلامتی کی فکر میں لگ جائیں گے اور ہمارا تعاون حاصل کرنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''اب یہ مسلمانوں کے خلاف کوئی پروپیگنڈا نہیں کر سکیں گے۔ جلد ہی سیارے والوں کی طرف سے انہیں دھمکیاں ملیں گی۔ تھوڑا بہت نقصان پہنچتا رہے گا تو یہ ساری خرمستیاں بھول جائیں گے۔''

الپا نے پوچھا۔ ''پاپا! آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہیں سیارے والوں کی طرف سے دھمکیاں ملنے والی ہیں اور تھوڑا بہت نقصان بھی پہنچنے والا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''سیارے کے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے تابعدار بن چکے ہیں۔ ہم نے ان کا سارا سامان واپس کر دیا ہے۔ وہ ان کے سفری بیگ میں رہتا ہے۔ اگر ہمارے یہ تابعدار اکابرین کے خلاف چھوٹی بڑی واردات کریں اور اس کے بعد اپنے غیر معمولی جوتے پہن کر فرار ہو جائیں تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ سیارے والے پھر یہاں آ پہنچے ہیں۔''

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ ''واہ... کیا شیطانی دماغ ہے تمہارا....''

میں نے کہا۔ ''تم تعریف بھی کر رہی ہو اور برائی بھی... محترمہ! شیطانوں کے خلاف شیطانی چالیں ہی کامیاب ہوتی ہیں۔ کیا تمہیں اعتراض ہے؟''

''ہرگز نہیں۔ ان تمام اکابرین کو پھر ایک بار اچھا سبق سکھانے کے لیے ایسی چالیں چلنی ہی پڑیں گی۔''

یہودیوں اور عیسائیوں کی صدیوں سے چلی آنے والی دشمنی نے ہمیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا' آئندہ کبھی اُن سے ہاتھ نہیں ملانا ہے۔ ہمیشہ اپنی بھرپور طاقت کا مظاہرہ کرنا ہے' کبھی حالات نے مجبور کیا تو ہم ان کے خلاف منفی طرز کی چالیں بھی چلیں گے۔ تاریخی حقائق کے پیشِ نظر ان پر ایک ہی کہاوت صادق آتی تھی اور یہ کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔

اگلے دو دنوں میں ہم نے سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یورپ اور امریکا کے مختلف شہروں میں پہنچا دیا۔ ایک رات واشنگٹن کا اعلیٰ حاکم اپنے بیڈ پر سونے جا رہا تھا۔ اس کے دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں ابھریں تو وہ ایکدم سے چونک کر بیٹھ گیا۔ کوئی اس کے اندر بھاری بھرکم آواز میں کہہ رہا تھا۔ ''آج تمہیں سونا نہیں چاہیے۔''

اس نے گھبرا کر پوچھا۔ ''کون ہو تم...؟''

''میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ یہ معلوم کرنا چاہتے ہو تو کھڑکی کھول کر باہر دیکھو...''

وہ فوراً ہی بیڈ سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا۔ پھر اسے کھول کر باہر دیکھنے لگا۔ دور تک بنگلے کا احاطہ دکھائی دے رہا تھا۔ گیٹ کے پاس دو سیکورٹی گارڈز مردہ پڑے ہوئے تھے۔ وہاں ایک شخص دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑا تھا۔

اس کے اندر آواز ابھری۔ ''یہ میں ہوں۔ تم کھڑکی سے مجھے دیکھ رہے ہو۔ میری تیز رفتاری تمہیں بتائے گی کہ میں سیارے سے آیا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف پلٹ گیا۔ پھر وہاں سے ایسی تیز رفتاری سے جانے لگا' جیسے تیر کو کمان سے چھوڑا گیا ہو۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ مگر اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اس کے اندر بول رہا تھا۔ ''آج جاگتے رہو۔ نیند کی آغوش میں جاؤ گے تو یہ تمہاری آخری نیند ہوگی۔''

دروازے پر دستک سنائی دی۔ اعلیٰ حاکم نے چونک کر کھڑکی کی طرف سے پلٹ کر ادھر دیکھا۔ بند دروازے کے پیچھے سے اس کی وائف کہہ رہی تھی۔ ''تم نے دروازہ کیوں بند کیا ہے؟ اسے کھولو۔ مجھے اندر آنے دو۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک چیخ سنائی دی۔ بولنے والی کو کچھ ہو گیا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ پھر اسے کھول کر دیکھا تو بیوی فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے تکلیف سے تڑپ رہی تھی۔

اس کے اندر سیارے والے کی آواز ابھری۔ ''اسے ہلکی سی سزا دی گئی ہے۔ میں نہیں چاہتا' آج رات کوئی تمہارے قریب آئے۔ تم اپنے بیڈ روم میں تنہا رہو اور تمام اکابرین سے رابطہ کرتے ہوئے یہ خوشخبری سناؤ کہ ہم واپس آ گئے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''مجھے دوسرے اکابرین سے اور کیا کہنا چاہیے؟ وہ پوچھیں گے' تم میرے پاس کیوں آئے تھے؟ کیا چاہتے تھے؟ تمہارا مطالبہ کیا ہے؟''

''ہم کیا چاہتے ہیں؟ ہمارے مطالبات کیا ہیں؟ یہ باتیں بعد میں ہوں گی۔ ابھی میں جا رہا ہوں۔ پھر کبھی آؤں گا۔''

واشنگٹن میں آرمی کا ایک اعلیٰ افسر کار ڈرائیو کرتا ہوا آرمی کلب کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ بہت دور ایک شخص سڑک پر دونوں ہاتھ پھیلائے ایسے کھڑا ہوا تھا' جیسے کار کو روکنے کا اشارہ دے رہا ہو۔ پھر اسے اپنے اندر آواز سنائی دی۔ ''کیا ہاتھوں کا اشارہ نہیں سمجھتے ہو؟ میں تمہیں کار روکنے کا حکم دے رہا ہوں۔''

وہ اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو سنتے ہی بوکھلا گیا۔ فوراً ہی کار روکتے ہوئے بولا۔ ''کون ہو تم؟''

''میں کون ہوں' یہ تمہیں تب معلوم ہوگا جب تیزی سے کار چلاتے ہوئے مجھے کچلنے آؤ گے۔ مگر کچل نہیں پاؤ گے۔''

''تمہاری یہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔''

''میں حکم دیتا ہوں' کار اسٹارٹ کرو اور تیز رفتاری سے میری طرف آؤ۔''

اس نے اجنبی کی مرضی کے مطابق کار اسٹارٹ کی۔ پھر تیز رفتاری سے دوڑاتا ہوا اس کی طرف جانے لگا۔ مگر وہ پلٹ کر آگے بھاگ رہا تھا۔ اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ وہ چند سیکنڈ میں حدِ نظر تک جاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

اعلیٰ افسر زیرِ لب بڑبڑایا۔ ''اوہ گاڈ! سیارے والوں کے پاس غیر معمولی جوتے ہیں۔ جنہیں پہن کر وہ بندوق کی گولی کی طرح چشم زدن میں دور نکل جاتے ہیں۔ کیا یہ کوئی سیارے والا تھا...؟''

اسے اپنے اندر پھر اسی اجنبی کی آواز سنائی دی۔ ''درست سوچ رہے ہو۔ آج رات تمہیں سونا ہے' نہ آرمی کلب جا کر انجوائے کرنا ہے۔ گھر جا کر صبح تک تمام اکابرین سے رابطہ کرتے رہو اور انہیں یہ خوشخبری سناتے رہو کہ ہم سیارے سے واپس آ گئے ہیں۔''

وہ آرمی کلب کی طرف نہ جا سکا۔ اپنے بنگلے میں واپس آ کر فون کے ذریعے باری باری کئی اکابرین سے رابطہ کرنے لگا۔

ایک بہت بڑا سائنسدان اپنے ماتحت سائنسدانوں کے ساتھ لیبارٹری میں مصروف تھا۔ ایسے وقت ایک اجنبی کی آواز اس کے اندر ابھری۔ ''کیا ہو رہا ہے؟''

وہ ایکدم سے چونک گیا۔ اِدھر اُدھر سر گھما کر اپنے معاون سائنسدانوں کو دیکھنے لگا۔ ایک نے پوچھا۔ ''سر! اپنی تھنک رانگ؟''

وہ ایک ہاتھ سے اپنا سر سہلاتے ہوئے بولا۔ ''ابھی میرے اندر کسی نے کچھ کہا ہے۔''

پھر وہی آواز ابھری۔ ''ہاں۔ میں بول رہا ہوں۔ کیا تم نے پہلے کبھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے باتیں نہیں کیں؟''

وہ اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ''میرے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بول رہا ہے۔''

ایک ساتھی نے مشورہ دیا۔ ''آپ اس سے پوچھیں' وہ کون ہے؟ ہم سے کیا چاہتا ہے؟''

اس اجنبی نے کہا۔ ''میں تم سب کو خطرے سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔ ابھی یہ لیبارٹری بہت ہی زبردست بم دھماکے سے تباہ ہونے والی ہے۔''

وہ اس بار یہ باتیں اس سائنسداں کی زبان سے بول رہا تھا۔ اس کے تمام معاون سن رہے تھے۔ پریشان ہو رہے تھے۔ ایک نے پوچھا۔ ''تم خواہ مخواہ ہماری لیبارٹری کو تباہ کیوں کرنا چاہتے ہو؟''

''اس لیے کہ ہم تمہاری دنیا میں آ کر ہمیشہ تباہ و برباد ہوتے رہے ہیں۔ بار بار سیارے کی طرف واپس جاتے رہے ہیں۔ اس بار واپس جانے کے لیے نہیں آئے ہیں۔''

وہ سائنسدان ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کرنا چاہتا تھا۔ مگر نہ کر سکا۔ ریسیور کو کریڈل پر رکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ ''وہ مجھے فون کرنے کی اجازت نہیں دے رہا ہے۔ کہتا ہے' جتنی جلدی ہو سکے۔ ہم اس لیبارٹری سے بہت دور چلے جائیں۔ ورنہ کوئی زندہ نہیں بچے گا۔''

ایک نے پوچھا۔ ''ہماری اس نئی ایجاد کا کیا ہوگا؟ اس کا تمام سامان یہاں پر بکھرا پڑا ہے۔''

وہ بولا۔ ''یہاں سے کوئی ایک تنکا بھی اٹھا کر نہیں لے جائے گا۔ وہ حکم دے رہا ہے' ہم فوراً خالی ہاتھ باہر چلے جائیں۔''

وہ سائنسداں اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مرضی کے مطابق اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر تیزی سے جاتے ہوئے بولا۔ ''یہاں رہنے والوں کے چیتھڑے اڑنے والے ہیں۔ زندگی چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے نکلو۔ جتنی دور جا سکتے ہو' چلے جاؤ۔''

ایک معاون سائنسدان نئی ایجاد سے تعلق رکھنے والا سامان سمیٹ کر لے جانا چاہتا تھا۔ اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے جا کر کرسی سمیت گر پڑا۔ پھر خیال خوانی کرنے والے کی مرضی کے مطابق چیختے ہوئے بولا۔ ''یہاں سے کوئی ایک تنکا بھی اٹھا کر نہ لے جائے۔ ورنہ وہ میری طرح سب کو دماغی جھٹکے دے گا۔ ان حالات میں ہم یہاں سے بھاگنے کے قابل بھی نہیں رہیں گے۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر بھاگنے لگا۔ اس کے ساتھ دوسرے لوگ بھی بھاگتے ہوئے باہر آ گئے۔ اپنی اپنی کاروں میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔ کچھ دور جانے کے بعد ایک زبردست دھماکا سنائی دیا۔ انہوں نے اپنی گاڑیاں روک کر اُدھر دیکھا تو حیرت اور دہشت سے دیدے پھیل گئے۔ سردی کے باجود چہرے اور گردن سے پسینا پھوٹنے لگا۔ لیبارٹری کی عمارت تباہ ہو رہی تھی۔ آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور دور تک دھواں پھیلتا جا رہا تھا۔

وہ سب حواس باختہ تھے۔ ان لمحات میں یوں لگ رہا تھا' جیسے اس عمارت کے ساتھ ان کے بھی چیتھڑے اڑ رہے ہیں۔ موت کتنی بھیانک ہوتی ہے؟ وہ نظارہ کر رہے تھے اور بری طرح لرز رہے تھے۔

وہ اپنے اپنے فون پر نمبر پنچ کرنے لگے۔ کوئی آرمی چیف سے رابطہ قائم کر رہا تھا' کوئی اعلیٰ حاکم کو پکار رہا تھا اور کوئی اپنے شعبے کے اعلیٰ عہدیدار سے کہہ رہا تھا۔ ''وہ واپس آ چکے ہیں۔ انہوں نے ہماری نئی ایجاد کو اور پوری لیبارٹری کو بم دھماکوں سے اڑا دیا ہے۔ وہ سیارے والے واپس آ گئے ہیں۔''

آدھی رات ہونے تک جیسے پورا امریکا اور پورا یورپ بیدار ہو گیا۔ حکومت اور فوج کے تمام شعبوں میں ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ چند اکابرین آنکھوں دیکھا حال بتا رہے تھے۔ انہوں نے غیر معمولی جوتے پہننے والوں کو طوفانی رفتار سے فرار ہوتے اور نظروں سے اوجھل ہوتے دیکھا تھا۔ یہ ثابت ہو رہا تھا کہ سیارے والے واپس آ گئے ہیں۔

بے شمار اکابرین آنکھوں دیکھے حالات کی تفصیلات سن رہے تھے۔ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ ''جو بلا ٹل گئی تھی' وہ پھر ہم پر مسلط ہونے آ گئی ہے۔''

وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔ ''ہمارے ریڈارز اور حساس جاسوسی آلات ناکارہ کیوں ہو گئے ہیں؟ اگر ناکارہ نہیں ہوئے ہیں' کام کر رہے ہیں تو ان کے خلائی جہاز کس طرح چوری چھپے ہماری زمین پر پہنچ رہے ہیں؟''

ان کا سکون برباد ہو گیا تھا۔ نیندیں اڑ گئی تھیں۔

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''وہ لوگ یہاں آتے ہی ہمیں چیلنج کر رہے ہیں تو مسلمانوں کو بھی دھمکیاں دے رہے ہوں گے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''بیشک۔ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں بری طرح مات کھا کر اور نقصانات اٹھا کر یہاں سے فرار ہوتے رہے ہیں۔ آخری بار بھی سونیا اور فرہاد نے انہیں بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔ اس لیے سیارے والوں کو پہلے مسلمانوں کے خلاف انتقامی کارروائی کرنی چاہیے۔ پہلے انہیں دھمکیاں دینی چاہئیں۔''

اکابرین میں سے ایک اور نے کہا۔ ''ہو سکتا ہے' انہیں بھی دھمکیاں مل رہی ہوں۔ ان سے ہمارا رابطہ ختم ہو چکا ہے۔ ہم نہیں جانتے' مسلمانوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہو گا؟ مگر وہ خیال خوانی کے ذریعے ہمارے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہوں گے۔''

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا گیا کہ وہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کریں اور سیارے والوں کے متعلق معلومات حاصل کریں۔

ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اور سونیا کے دماغ میں آئے۔ ہم نے سانس روک کر انہیں بھگا دیا۔ انہوں نے دوسری بار آ کر کہا۔ ''پلیز۔ ہم سے ایک ضروری بات کریں۔''

سونیا نے کہا۔ ''جو لوگ ضروری ہوتے ہیں' ان سے ضروری باتیں کی جاتی ہیں۔ تمہارے اکابرین دوستی کے تو کیا' دشمنی کے بھی قابل نہیں ہیں۔ دفع ہو جاؤ۔ پھر نہ آنا۔''

اس نے سانس روک کر انہیں بھگا دیا۔ میں نے بھی یہی کیا تھا۔ انہوں نے اکابرین کے پاس آ کر کہا۔ ''وہ ہماری ایک ذرا سی بھی بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ آپ حضرات ٹیلی فون کے ذریعے ان سے باتیں کر سکتے ہیں۔''

میں اور میرے خیال خوانی کرنے والے اکابرین کے اندر جا رہے تھے۔ ان کی بدحواسیاں اور پریشانیاں دیکھ رہے تھے۔ دو اکابرین نے میرے اور سونیا کے موبائل فون نمبرز پنچ کیے۔ ہم نے اپنے اپنے فونز کا سوئچ آف کر دیا۔

وہ بار بار رابطہ کرنے لگے۔ بار بار یہی ریکارڈنگ سنائی دیتی رہی۔ ''آپ کے مطلوبہ نمبر سے فی الحال جواب موصول نہیں ہو رہا۔ برائے مہربانی کچھ دیر بعد ڈائل کریں...''

وہ بے چارے کوششیں کر رہے تھے۔ تھک ہار کر بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے رابطہ کیا گیا۔ سونیا اور فرہاد سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز ان سے رابطہ کرائیں۔''

انچارج نے کہا۔ ''وہ ابھی ہمارے رابطے میں نہیں ہیں۔ دونوں کے فون بند پڑے ہیں۔''

اکابرین میں سے ایک نے پوچھا۔ ''کیا سیارے والے پھر ہماری دنیا میں واپس آ گئے ہیں؟ وہ سونیا اور فرہاد کو بھی پریشان کر رہے ہیں؟ کیا اسی لیے انہوں نے اپنے فون بند رکھے ہیں؟''

انچارج نے کہا۔ ''سوری... میں اس سلسلے میں نہ کچھ جانتا ہوں' نہ کوئی معقول جواب دے سکوں گا۔''

انچارج نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہاں بیٹھے ہوئے چند اکابرین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ پھر فون کے ذریعے اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے دوسرے اکابرین کو بتانے لگے۔ ''سونیا اور فرہاد سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ صاف پتا چل رہا ہے' وہ ہم سے بات کرنا نہیں چاہتے ہیں۔''

ایک نے کہا۔ ''لعنت بھیجو۔ ہم کیا اُن کے محتاج ہیں؟ ہم تو صرف یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ سیارے والے ان کے خلاف کچھ کر رہے ہیں یا نہیں؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''یہ نہ کہو کہ اُن کے محتاج نہیں ہیں۔ ہم ہیں... ان کے محتاج ہیں... سیارے والوں سے ہمیشہ نقصان اٹھاتے رہے ہیں۔ وہ مسلمان ہی انہیں بار بار یہاں سے بھگاتے رہے ہیں۔''

ایک اور نے تائید میں کہا۔ ''بیشک۔ موجودہ حالات میں پھر ان کے محتاج ہو گئے ہیں۔ پتا نہیں' سونیا اور فرہاد کیسی دوائیں اسپرے کرتے ہیں کہ سیارے سے آنے والے ٹھٹل یا تو مر جاتے ہیں یا جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔''

ہمیں معلوم تھا' امریکی اکابرین کے پاس ایک کمیونیکیٹنگ مشین ہے۔ ہم نے سیارے والوں سے ایسی کئی مشینیں حاصل کی تھیں۔ میں نے ایسی ہی ایک مشین کے ذریعے اکابرین سے رابطہ کیا۔ پھر تحریر کے ذریعے کہا۔ ''میں گریٹ ایشورا را تم سے مخاطب ہوں۔ پچھلی رات تم سب نے ہماری واپسی کا تماشا دیکھا ہے... کیسا لگا یہ تماشا...؟''

اکابرین نے تحریر کے ذریعے جواب دیا۔ ''ہم نے پچھلی بار تمہارے آدمیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ تمہیں سونیا اور فرہاد سے انتقام لینا چاہیے۔ لیکن تم نے آتے ہی ہماری ایک بہت بڑی سائنسی لیبارٹری کو تباہ کر دیا ہے۔''

''یہ تباہی ایک نمونے کے طور پر پیش کی گئی ہے۔ آئندہ جو کارروائی کی جائے گی' اُس کے نتیجے میں تم سب حوصلہ ہار کر میرے آگے سجدے میں گر پڑو گے۔''

''کچھ تو انصاف سے سوچو' جو تمہارے دشمن ہیں ان سے کترا رہے ہو۔ ہم نے کبھی تمہیں نقصان نہیں پہنچایا۔ بلکہ ہمیشہ تمہارے ہاتھوں نقصان اٹھاتے رہے۔ پھر ہمیں کیوں نشانہ بنا رہے ہو؟''

میں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''جو خوراک زود ہضم ہوتی ہے۔ اسے کھایا جاتا ہے اور جسے کھانے سے پیٹ خراب ہوتا ہے' بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس سے دور رہا جاتا ہے۔ ہم نے سونیا' فرہاد کو چبانے اور نگلنے کی کوششیں کیں' مگر وہ ہمیشہ گلے میں ہڈی کی طرح اٹکتے رہے۔ ان کے برعکس تم لوگوں کو جب چاہا' آسانی سے نگل لیا۔''

سونیا میرے پاس بیٹھی کمیونیکیٹنگ مشین پر ہونے والی تحریریں پڑھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ میں نے تحریر کے ذریعے اکابرین سے کہا۔ ''تم لوگ امریکا' انگلینڈ' پیرس اور جرمنی میں اپنی حکومتیں قائم کر کے دنیا کا باقی تمام حصہ ہمیں دینا چاہتے تھے۔ تمہاری یہ آفر بہت بڑی تھی۔ ہم دنیا کے بہت بڑے حصے میں اپنی حکومت قائم کر سکتے تھے۔''

میں نے ذرا توقف سے لکھا۔ ''آہ... مگر یہ مسلمان لوہے کے چنے ہیں' نہ تو ہم انہیں چبا سکیں گے' نہ نگل سکیں گے۔ لہٰذا اب دنیا کے تین حصوں میں حکومت کرنے کا خواب نہیں دیکھ رہے ہیں۔ صرف اس ایک حصے پر حکومت کریں گے' جہاں تم لوگوں کی حکمرانی ہے۔''

انہوں نے بوکھلا کر جواباً لکھا۔ ''تمہارا یہ فیصلہ غلط ہے ایشورارا! ہم آج بھی دنیا کے تین حصوں پر تمہاری حکمرانی قائم کرنے کے لیے ہر طرح کا تعاون کرنے کو تیار ہیں۔''

''میں تمہارے تعاون کا محتاج نہیں ہوں۔ نہ ہی تمہاری مدد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ سیدھی سی بات کہتا ہوں۔ امریکا' انگلینڈ' پیرس اور جرمنی میرے حوالے کر دو' میرے غلام بن کر رہو یا اپنی تمام سائنس' ٹیکنالوجی اور فوجی قوتوں کے ذریعے دنیا کے تین بڑے حصوں میں جا کر حکمرانی کرو۔ جہاں تم مجھے دھکیل رہے تھے۔ وہاں دیکھوں گا' کس طرح مسلمانوں سے مقابلہ کرو گے اور اپنی حکومتیں قائم کرو گے؟''

انہوں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''تم اپنا یہ خواب کبھی پورا نہیں کر سکو گے۔ تم مسلمانوں سے خوفزدہ ہو' ہم ان سے اتحاد کریں گے اور وہ ہمارا ساتھ دیں گے تو تمہیں پھر ایک بار

یہاں سے بھاگنا پڑے گا۔''

میں نے ہنستے ہوئے سونیا کی طرف دیکھا۔ پھر جواباً لکھا۔''تم....تم لوگ اور مسلمانوں سے اتحاد کرو گے...؟ فرہاد اور سونیا کے علاوہ تم لوگوں کی بھی پوری ہسٹری ہمارے ریکارڈ روم میں ہے۔ وہ ہسٹری شروع سے اب تک ایک ہی اہم بات کہتی ہے' وہ یہ کہ تم سپر پاور ہونے کے باوجود مسلمانوں سے خوفزدہ رہتے ہو۔ ان سے عارضی طور پر بھی سیاسی اتحاد کرتے ہو' دوستی کرتے ہو پھر دشمنی کرنے لگتے ہو۔ یہ ثابت ہو چکا ہے' نہ مسلمانوں سے تمہارا اتحاد ہوگا' نہ ہی وہ ہمارے معاملے میں تمہارا ساتھ دیں گے۔''

''اگر وہ ساتھ دیں گے تو تم لوگ پھر دُم دبا کر یہاں سے بھاگو گے۔''

''ہم تمہیں بارہ گھنٹے کی مہلت دیتے ہیں۔ آخری بار یہ دیکھیں گے کہ مسلمانوں سے تمہارا اتحاد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ہوگا تو ہمارے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگے گی۔ ہم مسلمانوں سے مقابلہ نہیں کریں گے۔ ہمیشہ کی طرح ان سے نقصان نہیں اٹھائیں گے۔ چپ چاپ یہاں سے چلے جائیں گے....میں بارہ گھنٹے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔''

میں نے کمیونیکیٹنگ مشین بند کردی۔ سونیا نے ہنستے ہوئے میرے گلے لگ کر کہا۔''واقعی لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ اب جو لاتیں انہیں پڑ رہی ہیں' اس کے نتیجے میں بڑا ہی قابلِ دید تماشا ہوگا۔''

اکابرین نے سیّارے والوں کی طرف سے محفوظ رہ کر' اپنی طاقت کے نشے میں چُور ہو کر ہم سے دشمنی مول لی تھی۔ ہم نے بھی طے کیا تھا' خواہ کچھ ہو جائے۔ کبھی ان سے دوستی نہیں کریں گے۔ دشمنی کے قابل بھی نہیں سمجھیں گے۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے۔

اب ان کے حال پر چھوڑنے کا مطلب یہی ہوتا کہ ہم انہیں گریٹ ایشورارا اور سیّارے والوں کے رحم و کرم پر چھوڑ رہے ہیں۔

ان کے سامنے یہ نیا مسئلہ درپیش تھا۔ وہ سیّارے والوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے ہاتھ سے امریکا اور یورپ کا ایک حصہ نکلنے والا تھا۔ وہ سب اقتدار کی مسند سے گر کر سیّارے والوں کے غلام بننے والے تھے۔

وہ کسی حال میں اقتدار سے محروم ہونے والے نہیں تھے۔ ان کے سامنے دوسرا راستہ یہی تھا کہ بارہ گھنٹے کے اندر ہم سے دوستی کرلیں۔ اتحاد قائم کر کے سیّارے والوں کو پھر ایک بار یہاں سے واپس جانے پر مجبور کردیں۔

بے شرمی اور ڈھٹائی اُن کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ وہ پھر ہمارے آگے جھکنے پر مجبور ہوگئے۔ انہوں نے پہلے فون کے ذریعے ہم سے رابطہ کرنا چاہا۔ میں نے اور سونیا نے اپنے اپنے فون کی ہم بدل دی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے سے انہیں یہی جواب مل رہا تھا کہ ہم رابطے میں نہیں ہیں۔ جب بھی رابطہ ہوگا' اکابرین سے بات کرادی جائے گی۔

وقت تیزی سے گزرتا جارہا تھا۔ انہیں بارہ گھنٹے کی مہلت دی گئی تھی۔ چار گھنٹے گزر چکے تھے۔ امریکا اور یورپ کے تمام اکابرین بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرتے کرتے مایوس ہوگئے تھے۔

اسلامی ممالک کے جو حکمران امریکا کے زیرِ اثر تھے' اس کے اشاروں پر چلتے ہوئے اپنا اقتدار قائم رکھتے تھے۔ وہ تمام مسلمان حکمران بھی بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرنے لگے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی تک یہ پیغام پہنچایا۔''ہم امریکا کی حمایت نہیں کررہے ہیں۔ صرف اتنا چاہتے ہیں کہ کسی طرح سونیا اور فرہاد سے رابطہ ہوجائے۔''

اعلیٰ حضرت نے جواب دیا۔''بابا صاحب کے ادارے میں دینی فرائض اور دنیاوی فرائض ادا کیے جاتے ہیں۔ دینی فرائض ہم ادا کرتے ہیں اور دنیاوی فرائض سونیا' فرہاد اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ادا کیا کرتے ہیں۔ ہم ان سے کہیں گے' وہ امریکی اکابرین سے رابطہ کریں۔ ویسے ان کے معاملات وہ بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ ہم آپ کا پیغام ان تک پہنچا دیں گے۔ اس کے بعد خدا بہتر جانتا ہے۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔''

اعلیٰ حضرت جانتے تھے کہ کیا ہورہا ہے؟ انہوں نے اس سلسلے میں ہمیں کوئی ہدایت نہیں دی۔ کیونکہ ہم اکابرین کے خلاف صحیح حکمتِ عملی سے کام لے رہے تھے۔

چھ گھنٹے گزر گئے۔ سات گھنٹے گزر گئے۔ تمام اکابرین کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔ انہیں اگلے پانچ گھنٹوں میں اقتدار کو بچانا تھا۔ ایسے وقت اپنے خدا کے آگے گڑگڑایا جاتا ہے۔ غلطیوں کی معافی مانگی جاتی ہے۔ سلامتی کے لیے دعائیں کی جاتی ہیں۔

لیکن ٹھوکریں ہماری طرف سے پڑ رہی تھیں۔ ایسے وقت میں وہ اپنے خدا کو بھول چکے تھے۔ صرف ہمیں یاد کررہے تھے۔ عقل والے خدا کی تلاش میں نکلتے ہیں' اور وہ ہماری تلاش میں بھٹک رہے تھے۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو اٹھاسی ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

رہبر

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں جاتا جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

ایک ایک لمحہ رینگتے رینگتے گزرتا ہے۔ یوں کچھوے کی چال چلتا ہوا ہفتوں' مہینوں' برسوں اور صدیوں میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ بے شمار صدیاں اسی طرح ایک ایک لمحہ کرکے گزر چکی ہیں اور آئندہ بھی گزرنے والی ہیں۔

اکابرین کو جو مہلت دی گئی تھی' اُس کے لمحات کسی بھی وقت گزرنے والے تھے۔ اس کے بعد ان تمام اکابرین پر قیامت گزرنے والی تھی۔ میں انہیں اچھی طرح یقین دلا چکا تھا کہ سیّارے والے پھر ہماری دنیا میں آگئے ہیں۔ یہ میرے

ٹیلی پیتھی کا کمال تھا۔ میں نے اپنے آلہ کاروں کو سیارے کی مخلوق بنا کر ان کی گفتگو اکابرین سے کرائی تھی اور کچھ واردات بھی کی تھیں۔ ایسی حکمتِ عملی کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا تھا۔ وہ سب بری طرح خوفزدہ تھے۔

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے۔ سیارے سے ابھی تک کوئی واپس نہیں آیا تھا۔ میں نے گریٹ ایشورارا بن کر کیونیکیٹنگ مشین ذریعے کہا تھا۔ ''ہم مسلمانوں کے ہاتھوں بہت نقصان اٹھا چکے ہیں۔ لہٰذا اب ان سے مقابلہ نہیں کریں گے۔ آئندہ تم سے مقابلہ ہوگا۔ جرمنی، فرانس، انگلینڈ اور امریکا میں تمہارے جیسے اکابرین کی حکمرانی ہے۔ میں تم سب سے اقتدار اور اختیارات چھین کر ان تمام ممالک پر حکومت کروں گا۔ تم اپنی دنیا میں انتہائی طاقتور اور سپر پاور کہلانے کے باوجود میرا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ کیونکہ مسلمانوں کی طرح تمہارے پاس روحانی قوتیں نہیں ہیں۔''

ایشورارا اور اس کے تمام جانباز بار بار اس زمین پر آکر ہم سے مات کھاتے رہے تھے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آگئی تھی کہ ہماری پشت پر بابا صاحب کا ادارہ ہے، روحانی قوتیں ہیں۔ ہمارے وہ دشمن اکابرین اور سیارے والے یہ نہیں جانتے تھے کہ ہمیں کبھی کبھی روحانی قوتوں کا سہارا ملتا ہے۔ ورنہ ہم اپنی ذہانت اور حکمتِ عملی سے اور کچھ قدرتی حالات کے سازگار ہونے کے باعث ان پر حاوی ہوتے رہے ہیں۔

سونیا کے ساتھ قدرتی حالات سازگار ہوتے رہے تھے۔ اس کی سونگھنے کی غیر معمولی حس نے ہمیشہ دشمنوں کو ہم سے کمتر بنایا۔ ہماری دنیا میں چور دروازے سے آنے والے سیارے کے لوگ کہیں بھی خفیہ پناہ گاہ نہ بنا سکے۔ سونیا مخصوص بُو کو پاکر چوہوں کو ان کے بلوں سے نکالتی رہی۔ اس بات پر سب ہی حیران تھے کہ ہم روپوش رہنے والے دشمنوں تک کس طرح پہنچ جاتے ہیں!

آج سے تقریباً بیس برس پہلے سونیا کے ریکارڈ میں یہ درج تھا کہ وہ سونگھنے کی غیر معمولی حس رکھتی ہے۔ بابا فرید واسطی نے جانوروں جیسی حس کو اس کے اندر سے ختم کر دیا تھا۔ تب سے ایک طویل عرصے تک اس نے اپنی غیر معمولی صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ نہ ہی وہ کر سکتی تھی۔ اس لیے تمام دشمنوں کے دماغوں سے یہ بات محو ہوگئی تھی۔ اکابرین اور سیارے والے یہی سمجھ رہے تھے کہ ہم اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے روپوش رہنے والوں تک پہنچ جایا کرتے ہیں۔

زندگی میں ہونے والی چھوٹی بڑی بھول ہی کسی نہ کسی واردات کا بہانہ بنتی ہے۔ پھر اسی بہانے چھوٹے بڑے واقعات جنم لینے لگتے ہیں۔

بے شک۔ دشمن سونیا کی غیر معمولی حس کو بھول گئے تھے۔ مگر ہم سے بھی ایک بھول ہو رہی تھی۔ میں نے گریٹ ایشورارا بن کر کیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے انہیں اچھی خاصی دھمکیاں دی تھیں۔ وہ سب بری طرح دہشت زدہ ہوگئے تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ مہلت کا مقررہ وقت ختم ہوتے ہی سیارے والے ان کے ملکوں میں تباہی و بربادی پھیلا دیں گے۔

ان یہودیوں اور عیسائیوں کو ایسے برے وقت میں ہم مسلمان ہی یاد آیا کرتے تھے۔ انہوں نے پھر ہم سے سمجھوتا کرنے کی کوششیں کیں۔ کئی طرح سے رابطہ کرنا چاہا اور ناکام ہوتے رہے۔ ہم ان کی پریشانیوں اور خوف و ہراس کو دیکھ رہے تھے۔ یہ طے کر چکے تھے کہ مہلت ختم ہونے سے پہلے ہی ان سے رابطہ کریں گے۔ اپنی دنیا میں امن و سلامتی کی خاطر پھر ایک بار ان سے دوستی اور سمجھوتا کریں گے۔

ایسا کرتے وقت ہم نے اپنی کامیابی کے منفی پہلو کے متعلق نہیں سوچا تھا۔ وہ منفی پہلو یہ تھا کہ جب مسلمانوں سے دوستی اور سمجھوتا نہیں ہوگا، انہیں ہم سے کوئی مدد نہیں ملے گی تو وہ تھک ہار کر، مجبور ہو کر اپنی کیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کر کے اس کی غلامی قبول کر لینا چاہیں گے۔

اور انہوں نے یہی کیا تھا۔ ان کے سامنے آخری راستہ یہی تھا۔ انہوں نے اپنی مشین کے ذریعے اس سے رابطہ کیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''ہم تمہاری دی ہوئی مہلت سے بہت پہلے ہی ہتھیار ڈال رہے ہیں۔ اگر تم ہمارے چند مطالبات پورے کرو گے تو ہم تمہیں یہاں کا حکمران تسلیم کر لیں گے۔''

گریٹ ایشورارا نے ان سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ کسی طرح کی مہلت نہیں دی تھی۔ وہ ان کا تحریری پیغام پڑھ کر چونک گیا۔ سوچنے لگا۔ ''آخر یہ معاملہ کیا ہے؟ ایسی کیا بات ہوگئی کہ سپر پاور کہلانے والے تمام اکابرین میرے آگے جھکنے کو تیار ہوگئے ہیں؟''

یہ بات اس کی سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ اکابرین میں سے ایک نے پوچھا۔ ''تم خاموش کیوں ہو؟ جواب کیوں نہیں دیتے؟''

اس نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''میں نے بار بار تمہاری دنیا میں آکر شکست کھائی ہے۔ اس کے باوجود میرے آگے جھکنے پر کیوں تیار ہوگئے ہو؟ کیا مجھے طعنے دے رہے ہو؟ میرا مذاق اڑا رہے ہو؟''

''ہم تمہارا مذاق اڑانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اب

سے آٹھ گھنٹے پہلے تم نے ثابت کیا تھا، تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے جانثار پھر ہماری دنیا میں آگئے ہیں۔ ہمارے کئی اکابرین نے انہیں غیر معمولی جوتے پہن کر آتے اور واردات کر کے واپس جاتے ہوئے دیکھا ہے۔''

گریٹ ایشورارا پھر ایک بار نئے منصوبوں کے ساتھ ہماری دنیا پر حملہ کرنے والا تھا۔ اس سلسلے میں تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔ مگر اس کے جانثار ابھی زمین پر نہیں آئے تھے۔ ادھر اکابرین دعویٰ کر رہے تھے کہ انہوں نے سیارے والوں کو واردات کرتے اور غیر معمولی جوتوں کے ذریعے فرار ہوتے دیکھا ہے۔

اس نے اکابرین سے پوچھا۔ ''میرے وہ جانثار تم لوگوں سے کیا کہہ رہے تھے؟''

''انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ تم نے اپنی کیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے ہم سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا، مسلمانوں کے پاس روحانی قوتیں ہیں۔ لہٰذا تم ان سے مقابلہ نہیں کرو گے۔ صرف ہمیں ٹارگٹ بناؤ گے۔''

ایشورارا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''یہ درست ہے۔ پتا نہیں، وہ لوگ کس طرح ہمارے روپوش رہنے والے جانثاروں تک پہنچ کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں؟ تمہارے پاس بہت بڑی فوجی قوت ہے۔ بے شمار تجربہ کار جاسوس ہیں۔ اس کے باوجود تم کبھی ہمارے روپوش رہنے والے ماتحتوں تک پہنچ نہیں پائے۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو تم لوگ مسلمانوں کے مقابلے میں ہمارے سامنے کمزور ہو۔ ہم نے ماضی میں تمہیں کئی بار جانی اور مالی نقصان پہنچایا ہے۔ مگر ان مسلمانوں کا ایک بال بھی بیکا نہ کر سکے۔''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''تم نے یہی کہا تھا، ہمارے پاس روحانی قوتیں نہیں ہیں۔ اس لیے تم جرمنی، فرانس، انگلینڈ اور امریکا پر حکومت کرنے آرہے ہو۔ کیونکہ جب بھی ہمیں نقصان پہنچاتے ہو، مسلمان تمہارے مقابلے پر نہیں آتے اور نہ ہماری مدد کرتے ہیں۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''یہ تو واقعی سچی اور کھری باتیں ہیں۔ میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ صرف تم سے مقابلہ ہوگا تو مسلمانوں کی طرف سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ ہمارے معاملے میں مداخلت کے لیے نہیں آئیں گے۔''

پھر اس نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ''یہ تو بتاؤ، اب سے آٹھ گھنٹے پہلے کیا واقعی کسی گریٹ ایشورارا نے کیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے رابطہ کیا تھا؟''

اس سوال پر تمام اکابرین چونک گئے۔ سب نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا۔ پھر تحریر کے ذریعے کہا۔ ''کسی دوسرے ایشورارا نے نہیں... تم نے ہی رابطہ کیا تھا۔ کیا تمہارے علاوہ بھی کوئی گریٹ ایشورارا ہے؟''

وہ بولا۔ ''یہی سوال مجھے پریشان کر رہا ہے۔ میرے علاوہ کوئی دوسرا گریٹ ایشورارا کہاں سے پیدا ہوگیا؟''

آرمی کے ایک افسر نے چونک کر تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ''کیا اب سے آٹھ گھنٹے پہلے تم نے کیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے ہم سے رابطہ نہیں کیا تھا؟''

''ہرگز نہیں۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے، تمہاری دنیا میں کون میرا رول ادا کر رہا ہے؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم تھوڑی دیر کے لیے رابطہ ختم کر رہے ہیں۔ آپس میں مشورے کر رہے ہیں۔ سمجھنا چاہتے ہیں، وہ دوسرا گریٹ ایشورارا کون ہے؟ اس کے بعد تم سے باتیں ہوں گی۔''

انہوں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ ''ہم اب تک زبردست دھوکا کھاتے رہے ہیں۔''

ایک نے کہا۔ ''میں یقین سے کہتا ہوں، یہ مسلمانوں کی چال ہے۔ فرہاد مکاری دکھا رہا ہے۔ گریٹ ایشورارا بن کر ہمیں دہشت زدہ کر رہا ہے۔''

ایک اور نے کہا۔ ''وہ محض بچوں کی طرح دھمکیاں نہیں دے رہا ہے۔ جو کہہ رہا ہے، وہ کر کے دکھا رہا ہے۔ اس نے ہماری ایک بہت بڑی سائنس لیبارٹری کو کھنڈر بنا دیا ہے۔ یہ ثابت کر چکا ہے کہ جب چاہے گا، ہمارے بیوی بچوں کے لیے موت بن جائے گا۔''

''سوال پیدا ہوتا ہے، وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''یہ بچگانہ سوال ہے۔ جب ہم انہیں اینٹ ماریں گے تو وہ جواباً پتھر ماریں گے۔ ہم مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا امیج بگاڑ رہے ہیں۔ اگر وہ جوابی کارروائی کریں گے، ہمیں جانی و مالی نقصان پہنچائیں گے تو دنیا والوں پر یہ ثابت ہوتا رہے گا کہ واقعی مسلمان دہشت گرد ہیں۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہیراز دی پوائنٹ۔ فرہاد کھلم کھلا انتقامی کارروائی کر کے مسلمانوں کو بدنام کرنا نہیں چاہتا۔ اسی لیے گریٹ ایشورارا بن کر ہمیں نقصان پہنچاتا رہے گا، یہ ثابت کرتا رہے گا کہ ہمارے خلاف جو کچھ بھی ہو رہا ہے، وہ سیارے والوں کی دشمنی کے سبب ہو رہا ہے۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''مائی گاڈ! وہ ہمارے خلاف واقعی زبردست چالیں چل رہا ہے۔ ہم مسلمانوں کو بدنام کرنا چاہیں گے۔ مگر یہی ثابت ہوتا رہے گا کہ سیارے

والے جانی و مالی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ہم اس سلسلے میں مسلمانوں کے خلاف کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکیں گے۔‘‘

ایک نے کہا۔ ’’ان کے خلاف ثبوت گیا جہنم میں... ہمیں اپنی سلامتی کی فکر کرنی چاہیے۔ ہم نے ساری دنیا میں مسلمانوں کے خلاف سختی سے محاذ آرائی کی ہے۔ اب سونیا اور فرہاد اتنی ہی سختی سے ہمارے خلاف کارروائیاں کریں گے۔ انہیں کس طرح روکا جائے گا؟‘‘

ایک نے کہا۔ ’’جس طرح ہم جوابی کارروائی کے لیے سیّارے والوں تک پہنچ نہیں پاتے۔ ان کی خفیہ پناہ گاہوں کا پتا نہیں لگا پاتے۔ اسی طرح سونیا اور فرہاد تک پہنچنا بھی ہمارے لیے ناممکن سا ہو جاتا ہے۔‘‘

ایک اور نے کہا۔ ’’سونیا اور فرہاد تو دور کی بات ہے۔ ہم آج تک ان کے کسی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی نقصان نہیں پہنچا پائے ہیں۔‘‘

دوسرے نے پوچھا۔ ’’کیا آئندہ بھی ہم ان کے خلاف کوئی جوابی کارروائی نہیں کر پائیں گے؟‘‘

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ’’اس بار ضرور جوابی کارروائیاں کی جائیں گی۔ ہماری دنیا میں جو مشہور و معروف مسلمان سائنسداں، ڈاکٹرز، انجینئرز اور دوسری عظیم ہستیاں ہیں، ہم ان سب کو اپنا ٹارگٹ بنائیں گے۔ اُن کے مقدس مقامات پر حملے کریں گے تو انہیں بڑی حد تک پسپا ہونا پڑے گا۔‘‘

ایک اور اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ’’اگر ہم مشہور و معروف مسلمانوں پر اور ان کے مقدس مقامات پر حملے کریں گے تو ظالم اور دہشت گرد کہلائیں گے۔ جو الزام مسلمانوں کو دے رہے ہیں۔ وہی الزامات ہم پر عائد کیے جائیں گے۔‘‘

انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر نے میز پر زوردار آواز کے ساتھ ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ’’ایک زبردست آئیڈیا ہے۔‘‘

سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔ ’’ہم فرہاد کی چال اسی پر اُلٹ دیں گے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے، ہماری فوج کے جوان اور انٹیلی جنس والے اپنا روپ بدل کر، سیّارے والے بن کر مسلمانوں پر حملے کریں گے۔ یہ ثابت کرتے رہیں گے کہ گریٹ ایشورارا سیّارے میں بیٹھا یہاں ایسی واردات کر رہا ہے۔‘‘

ایک نے کہا۔ ’’واقعی یہ زبردست آئیڈیا ہے۔ گریٹ ایشورارا مسلمانوں سے بری طرح مات کھا کر گیا ہے۔ اس طرح دنیا والوں کو یقین ہوگا کہ وہی مسلمانوں سے انتقام لے رہا ہے۔ ہم کچھ نہیں کر رہے ہیں۔‘‘

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ’’فرہاد گریٹ ایشورارا بن کر ہمیں اُلو بنانا چاہتا تھا۔ مگر اس نے اپنی حماقت سے ہمیں یہ راہ سجھائی ہے۔ ہم سیّارے والے بن کر مسلمانوں کو تباہ و برباد کرتے رہیں گے اور کوئی ہمیں الزام نہیں دے سکے گا۔‘‘

وہ تمام اکابرین اسی پہلو پر مختلف انداز سے غور و فکر کر رہے تھے اور یہ طے کر رہے تھے کہ آئندہ انہیں کیا کرنا چاہیے!

یہی ہم سوچ رہے تھے۔ سونیا نے مجھ سے کہا۔ ’’ہم نے اکابرین کو جو مہلت دی ہے۔ وہ ایک گھنٹے بعد ختم ہونے والی ہے۔ ہمیں ان کے خلاف کارروائی کا آغاز کس طرح کرنا چاہیے؟‘‘

میں نے کہا۔ ’’ہم نے ان سے رابطہ ختم کر دیا ہے۔ نہ خیال خوانی کے ذریعے باتیں کر رہے ہیں، نہ فون استعمال کر رہے ہیں۔ وہ تمام اکابرین پریشان ہیں۔ ہم ابھی اچانک اُن سے رابطہ کریں گے۔ یہ نہیں گے کہ آخری بار دوستی اور سمجھوتا کرنے آئے ہیں۔ گریٹ ایشورارا مدت پوری ہونے کے بعد ان پر حملے نہیں کر سکے گا، کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ ہم انہیں تحفظ فراہم کریں گے۔‘‘

سونیا نے کہا۔ ’’ہاں۔ ان کی ایک سائنس لیبارٹری تباہ ہو چکی ہے۔ وہ سمجھ چکے ہیں، اُن کی بیویاں اور بچے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ ان حالات میں وہ ہمارے سامنے سر جھکائیں گے۔ مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا ختم کریں گے اور امن و امان سے رہیں گے۔‘‘

ایسے ہی وقت کمیونیکیٹنگ مشین پر سگنل موصول ہوا۔ میں نے اسے آن کیا تو سیّارے سے گریٹ ایشورارا کا تحریری پیغام موصول ہونے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ’’مسٹر فرہاد علی تیمور! میں اس بار دشمنی کے لیے نہیں، دوستی کے لیے آیا ہوں۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، تمہاری روحانی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔ تمہاری چالبازیاں بڑی خطرناک ہوتی ہیں۔‘‘

میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر تحریر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ’’ابھی مجھے معلوم ہوا ہے، تم نے گریٹ ایشورارا بن کر کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے اکابرین سے رابطہ کیا ہے اور انہیں بری طرح دہشت زدہ کر دیا ہے۔‘‘

ہم چونک کر کبھی اس تحریر کو اور کبھی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ بات گریٹ ایشورارا کو معلوم ہو جائے گی۔ میں نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ’’تمہیں کیسے پتا چلا، میں اس دنیا میں تمہارا رول پلے کر رہا ہوں؟‘‘

’’دہشت زدہ اکابرین نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ تم نے ان سے کہا ہے، گریٹ ایشورارا کی حیثیت سے جرمنی، فرانس، انگلینڈ اور امریکا پر حکومت کرو گے۔ حکمرانی کا موقع نہ ملا تو انہیں تباہ و برباد کر دو گے۔ بھئی تم نے تو کمال کر دیا۔ یہ بات میرے ذہن میں نہیں آئی تھی۔‘‘

میں نے پوچھا۔ ’’کون سی بات....؟‘‘

’’یہی کہ میں تمہاری روحانی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر تمام اکابرین کو آسانی سے کچل سکتا ہوں۔ ان کے علاقوں میں حکمران بن کر رہ سکتا ہوں۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تم نے ایسی راہ سجھائی ہے۔ اب اس سلسلے میں میری مدد کرو۔ تم میرے کام آؤ گے، میں تمہارے کام آؤں گا۔‘‘

میں نے کہا۔ ’’تعجب ہے، تم مجھ سے کس بات کی توقع کر رہے ہو؟‘‘

’’بہت ہی معمولی سا تعاون چاہتا ہوں۔ میں ان تمام اکابرین کو اپنے زیرِ اثر لاتا رہوں گا۔ ایسے وقت چاہتا ہوں، تم میرے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں، تحریری معاہدہ کرنے کو بھی تیار ہوں۔ دنیا کے ایک حصے پر میری حکومت رہے گی۔ باقی تین بڑے حصوں پر تم لوگ حکمران بن کر رہو گے۔ میں تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گا۔ تمہارے خلاف کبھی کوئی جنگ نہیں لڑوں گا۔‘‘

میں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ’’کیا ہمیں پاگل سمجھا ہے؟ یہودی اور عیسائی پہلے ہی ہمارے دشمن ہیں۔ تمہارا تو کوئی دین دھرم ہی نہیں ہے۔ تم ہمارے تیسرے بڑے دشمن بن جاؤ گے۔ پھر تمہاری پناہ میں رہنے والے وہ یہودی، عیسائی اور زیادہ ہمارے خلاف زہر اُگلیں گے۔‘‘

سونیا نے کمیونیکیٹنگ مشین مجھ سے لے کر تحریر کے ذریعے کہا۔ ’’زیادہ سے زیادہ قوت اور اقتدار حاصل کرنے کے بعد ہر حکمران یہی چاہتا ہے کہ پوری دنیا پر اس کی حکمرانی قائم ہو جائے۔ تم تو ابتدا سے ہی یہ خواب دیکھ کر یہاں آتے رہے ہو اور جان بچا کر بھاگتے رہے ہو۔ یہودی اور عیسائی تمہاری گود میں بیٹھ کر تمہیں شہ دیتے رہیں گے اور تم ہمارا امن و سکون برباد کرتے رہو گے۔‘‘

اس نے کہا۔ ’’مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں یقیناً پوری دنیا پر حکومت کرنے کے خواب دیکھتا رہا تھا۔ مگر تم لوگوں نے اچھا سبق سکھا دیا ہے۔ میں تم سے نہ پوری روٹی مانگتا ہوں، نہ آدھی... صرف ایک حصے پر اپنی حکمرانی چاہتا ہوں۔ یہودی اور عیسائی ہمیشہ تم سے دشمنی کرتے رہے ہیں۔ میں ان سب کو کچل ڈالوں گا۔ وہ تمہارے آگے سر نہیں اٹھا سکیں گے۔‘‘

سونیا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ’’باہر سے آنے والے حکمران اسی طرح آپس کے جھگڑوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مذہبی تفریق، تعصب اور منافقت پیدا کر کے اپنا اُلّو سیدھا کرتے رہتے ہیں۔ ایک بات جو تمہاری سمجھ میں نہیں آئی، وہ ابھی ہم سمجھا دیتے ہیں۔‘‘

میں نے سونیا کو دیکھا۔ وہ تحریر کے ذریعے کہہ رہی تھی۔ ’’یہ اہم نکتہ ہمیشہ یاد رکھو، مسلمانوں نے کبھی یہودیوں اور عیسائیوں سے نفرت یا دشمنی میں پہل نہیں کی۔ وہ ازل سے دشمنی کرتے آئے ہیں۔ آج بھی کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود ہم انہیں تباہ و برباد کرنے کے لیے تمہیں اپنے سر پر مسلط نہیں کریں گے۔ اس دنیا میں قدم رکھنے کا موقع بھی نہیں دیں گے۔‘‘

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ ’’یہ بات گرہ میں باندھ لو! یہاں تمہیں اپنی قبر کے لیے دو گز زمین تو مل جائے گی۔ لیکن حکومت کرنے کے لیے ایک انچ بھی زمین نہیں ملے گی۔ دیش آل....‘‘

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ’’بے شک۔ مسلمانوں سے دشمنی کرنے والے عاقبت نا اندیش ہیں۔ لیکن ہم ایسے نہیں ہیں۔ انہیں کچلنے کے لیے کسی بیرونی طاقت کو بھی اپنی دنیا پر مسلط نہیں ہونے دیں گے۔‘‘

گریٹ ایشورارا کو ہماری طرف سے منہ توڑ جواب ملا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا، ہم جیسے لوہے کے چنوں کو کسی بہانے چبا نہیں سکے گا۔ اس نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے اکابرین سے رابطہ کیا۔ پھر تحریر کے ذریعے کہا۔ ’’تم لوگ کچھ دیر بعد مجھ سے رابطہ کرنے والے تھے۔ میں نے تمہارا انتظار نہیں کیا۔ خود ہی رابطہ کر رہا ہوں۔ مجھے جواب دو... فرہاد علی تیمور جس انداز میں دشمنی کر رہا ہے، اُس کے جواب میں تم سب کیا کرنے والے ہو؟‘‘

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ’’ہم فرہاد علی تیمور کی چال اسی پر اُلٹنے والے ہیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے، ہماری انٹیلی جنس والے اور جنگجو ماہرین مسلمانوں کو جانی و مالی نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ یہ ثابت کرتے رہیں گے کہ جو ہو رہا ہے، سیّارے والوں کی طرف سے ہو رہا ہے۔‘‘

’’یعنی تم لوگ مفت میں ہمیں بدنام کرو گے؟‘‘

''اس میں بدنامی کی کیا بات ہے؟ جس بری طرح شکست کھا کر یہاں سے گئے ہو' اس کے بعد تمہیں نیک نامی تو حاصل نہیں ہوگی۔ نہ آئندہ کبھی تم ہماری زمین پر قدم رکھ سکو گے؟''

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ''یہ خوش فہمی کیوں پیدا ہوگئی ہے؟ کیا اپنے ریڈارز اور حساس جاسوسی آلات پر بھروسا کررہے ہو؟ بھروسا تو پہلے بھی کرتے رہے ہو مگر ہم آتے رہے اور جاتے رہے۔''

''فضول دھمکیاں نہ دو۔ جب تمہارے آدمی یہاں آئیں گے تو ہم ان سے نمٹ لیں گے۔''

''تو پھر نمٹنے کے لیے تیار ہوجاؤ۔ صرف ان سے ہی نہیں۔ تمہیں دو طرفہ محاذوں پر لڑنا ہوگا۔ ایک طرف ہم ہوں گے اور دوسری طرف وہ مسلمان جن سے ہمیشہ مات کھاتے رہے ہو۔ اگر یقین نہیں ہے تو ذرا انتظار کرو۔ جلد ہی ہم عذاب بن کر نازل ہونے والے ہیں۔''

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ ہم تو ان پر عذاب بن کر نازل ہونے ہی والے تھے۔ اب گریٹ ایشورارا بھی یہی چیلنج کررہا تھا۔ وہ تمام اکابرین پریشان ہوکر سوچنے لگے۔ ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔

وہ سب اپنی مذہبی برتری قائم رکھنے اور مسلمانوں کو کم تر ثابت کرنے کے لیے غلطیاں کرتے چلے آرہے تھے۔ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ ہم تمام دنیا والے متحد ہوجائیں گے۔ دین دھرم کو اپنے اپنے ملک اور اپنی قوموں تک محدود رکھیں گے۔ ایک دوسرے پر کیچڑ نہیں اچھالیں گے تو کسی بھی سیارے کی مخلوق ہم پر مسلط نہیں ہوسکے گی۔

یہ حقیقت نہ پہلے سمجھ میں آئی تھی' نہ اب آرہی تھی۔ یہ بات اُن کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ لاشعور اور تحت الشعور میں سمائی ہوئی تھی کہ پوری دنیا ان کی ہے۔ یہاں مسلمانوں کو نہیں رہنا چاہیے۔ اگر رہنا چاہیں گے تو کیڑے مکوڑوں کی طرح ان کے پیروں تلے آتے رہیں گے۔

ایسی غلط سوچ اور غلط ارادوں پر عمل کرتے ہوئے وہ اپنا سکون برباد کررہے تھے۔ اب تو اور زیادہ سکون برباد ہونے والا تھا۔ کیونکہ آئندہ انہیں دو محاذوں پر جنگ لڑنی تھی۔ ایک طرف ہم سے مقابلہ تھا' دوسری طرف گریٹ ایشورارا تھا... جبکہ وہ کسی ایک سے بھی جنگ لڑنے کے قابل نہیں تھے۔ انہوں نے جب بھی ہمارے خلاف محاذ آرائی کی تو بری طرح نقصان اٹھایا۔ اسی طرح گریٹ ایشورارا نے ان پر حملے کیے تو وہ اس کے خلاف بھی جوابی کارروائی نہ کرسکے۔ جانی ومالی نقصانات اُٹھاتے رہے۔

وہ موجودہ صورتحال کا سامنا کرنے کے قابل نہیں تھے۔ اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے انہیں کسی ایک سے جنگ لڑنی تھی اور دوسرے سے صلح کرنی تھی۔ صاف ظاہر تھا' وہ ہم مسلمانوں کے ساتھ صلح صفائی سے نہیں رہ سکتے تھے۔ کتے کی دم ٹیڑھی ہوتی ہے۔ وہ ٹیڑھے رہ کر گریٹ ایشورارا سے دوستی اور سمجھوتا کرنے کا فیصلہ کررہے تھے۔

انہوں نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے ایشورارا سے رابطہ کیا۔ تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ''کیا واقعی تم اپنے جانثاروں کو ہماری زمین پر بھیجو گے؟''

اس نے جواب دیا۔ ''یہ تمہیں بہت جلد معلوم ہوجائے گا۔''

''کیا تم نے یہ نہیں سوچا' تمہارے جانثار یہاں آکر کہیں چھپ نہیں پاتے۔ سونیا اور فرہاد کسی نہ کسی طرح ان کی شہ رگ تک پہنچ جاتے ہیں؟''

''میں نے اچھی طرح سوچ لیا ہے۔ اس بار میرے جانثار ایسی تیاریوں کے ساتھ آئیں گے کہ مسلمان بھی ان کے سائے تک بھی پہنچ نہیں پائیں گے۔''

''کیا تم نے سونیا اور فرہاد کی کوئی کمزوری پالی ہے؟''

''سونیا کی کمزوری نہیں' بلکہ اس کی ایک بہت ہی غیر معمولی طاقت کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔''

''تعجب ہے' ہم یہاں زمین پر رہ کر اس کی کسی غیر معمولی طاقت سے واقف نہیں ہیں اور تم وہاں سیارے میں بیٹھے بیٹھے ہم سے زیادہ معلومات حاصل کررہے ہو؟''

''جو معلومات مجھے حاصل ہوئی ہیں۔ ان کے متعلق تم سب بہت پہلے سے جانتے ہو۔ مگر بھلا چکے ہو۔ کیا آج سے تقریباً بیس برس پہلے سونیا کے ریکارڈ میں یہ درج نہیں تھا کہ وہ سو گھنٹے کی غیر معمولی جس رکھتی ہے؟''

اس بات پر تمام اکابرین چونک گئے۔ کمیونیکیٹنگ مشین کی ننھی سی اسکرین پر تحریر ابھر رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''ان کے پاس کوئی روحانی قوت نہیں ہے۔ ایک قدرتی صلاحیت ہے۔ وہ اسی غیر معمولی جس کے بل پر میرے جانثاروں کی شہ رگ تک پہنچ جایا کرتی تھی۔ مگر اب ایسا نہیں ہوگا۔ ہم اس کا توڑ کرچکے ہیں۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''بے شک ہم یہ بات بھول چکے تھے۔ مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا' وہ ایسی غیر معمولی جس رکھتی ہے؟''

وہ بولا۔ ''تم پھر بھول رہے ہو' میرے پاس برین ماسٹر ہے اور وہ سونیا کی رگ رگ سے واقف ہے۔

''بے شک ہم نے ایسی اہم باتوں کو یاد نہیں رکھا تھا۔ یہی سمجھتے رہے کہ سونیا اور فرہاد روحانی علوم کے ذریعے سیارے والوں تک پہنچ جایا کرتے ہیں۔ اب حقیقت معلوم ہورہی ہے۔ کیا تم اس کی غیر معمولی جس کو ختم کرسکو گے یا کمزور بنا سکو گے؟''

''ہم کسی کی قدرتی صلاحیتوں کو ختم نہیں کرسکتے۔ مگر ہاں... کمزور بنا سکتے ہیں۔ ہمارے جانباز کسی اور ترکیب سے محفوظ رہ سکیں گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم وہ ترکیب جانتے ہیں۔ جو شخص اپنے لباس پر پرفیوم اسپرے کرلیتا ہے۔ سونیا اس کی مخصوص بو تک پہنچ نہیں پاتی ہے۔ نہ ہی اسے دشمن کی حیثیت سے شناخت کرسکتی ہے۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''یہ بھی اچھی ترکیب ہے۔ لیکن ہم نے ایسی دوا ایجاد کی ہے' جسے کھانے کے بعد بدن کی مہک میں تبدیلی آجاتی ہے۔ اگر دوا استعمال کرنے والا گھر کی چار دیواری میں رہے تو یہ تبدیلی تقریباً دس گھنٹے تک قائم رہتی ہے۔ چار دیواری سے باہر کھلی فضا میں چار گھنٹے تک اس کا اثر رہتا ہے۔ ہم اس دوا کو اور زیادہ پاور فل بنانے کی کوششیں کررہے ہیں۔''

گریٹ ایشورارا کی باتوں سے ثابت ہورہا تھا' وہ ہماری دنیا میں پھر ایک بار بھرپور تیاریوں کے ساتھ آرہا ہے۔ جب وہ آجائے گا تو اکابرین اس کے اور ہمارے خلاف بیک وقت محاذ قائم نہیں کرسکیں گے۔ ان کے لیے لازمی ہوگیا تھا کہ وہ کسی ایک سے دوستی اور دوسرے سے دشمنی کریں۔

ایک آرمی افسر نے کہا۔ ''اگر تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں آکر سونیا کے ہتھکنڈوں سے بچتے رہے تو پھر تمہاری جیت لازمی ہوگی۔ تم انہیں شکست دے جاؤ گے' بری طرح تہس نہس و نابود کردو گے۔ مگر اس کے لیے ہم سے دوستی کرنا لازمی ہے۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''وہی پہلے جیسا معاہدہ ہوگا۔ دنیا کے ایک حصے پر ہماری حکمرانی ہوگی۔ باقی تین بڑے حصوں پر تم حکومت کرو گے۔ ایسے وقت ہم تمہاری بھرپور مدد کرتے رہیں گے۔''

وہ بولا۔ ''اس معاہدے کی باتیں پہلے کئی بار ہوچکی ہیں۔ لیکن کبھی اس پر عمل نہیں ہوا۔ تم لوگوں نے کبھی ہماری مدد نہیں کی۔ ہم آج بھی ارضی دنیا سے بہت دور اپنے ہی بھروسے پر وہاں حکومت کرنے کی پلاننگ کرتے رہتے ہیں۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اس بار عملی طور پر تمہاری مدد کی جائے گی۔ ہم متحدہ کراتنے طاقتور ہوجائیں گے کہ آندھی طوفان بن کر ان مسلمانوں کو تنکوں کی طرح اڑا دیں گے۔ ہمیشہ کے لیے نابود کردیں گے۔''

گریٹ ایشورارا یہی چاہتا تھا' دنیا کی آدھی طاقت اسے مل جائے۔ اس کی یہ خواہش اب پوری ہورہی تھی۔

میں' الپا اور کبریا خیال خوانی کے ذریعے ان اکابرین کے اندر موجود تھے۔ کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے جو تحریری گفتگو ہورہی تھی۔ اسے سن رہے تھے۔ الپا اور کبریا نے سونیا کے پاس آکر کہا۔ ''مما! ابھی ہمیں ایک اہم بات معلوم ہوئی ہے۔''

کبریا نے کہا۔ ''سیارے والوں کو آپ کی غیر معمولی جس کا علم ہوچکا ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''انہیں یہ بھی پتا چل گیا ہے کہ آپ اسی صلاحیت کے ذریعے مطلوبہ دشمن تک پہنچ جاتی ہیں۔''

سونیا نے تعجب سے پوچھا۔ ''یہ بات انہیں کیسے معلوم ہوگئی؟''

''وہاں سیارے میں برین ماسٹر موجود ہے۔ اسی نے گریٹ ایشورارا کو آپ کے متعلق بہت کچھ بتایا ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''انہوں نے ایک ایسی دوا ایجاد کی ہے۔ جسے کھانے کے بعد وہ تقریباً دس گھنٹوں تک آپ کی سو گھنٹے والی جس سے محفوظ رہ سکیں گے۔ آپ ان کی اصل جسمانی بُو تک پہنچ نہیں پائیں گی۔''

کبریا نے کہا۔ ''اگر وہ چار دیواری سے نکل کر کھلی فضا میں جائیں گے تو دوا زیادہ دیر تک مؤثر نہیں رہے گی۔ چار گھنٹے میں اس کا اثر زائل ہوجائے گا۔''

سونیا نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ آئندہ ہم آسانی سے دشمنوں تک پہنچ نہیں پائیں گے۔''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ وہ ہم سے چھپنے کے لیے زیادہ سے زیادہ چار دیواری میں رہا کریں گے۔ وہیں بیٹھے بیٹھے خیال خوانی کے ذریعے ہمارے لیے مسائل پیدا کرتے رہیں گے' ہمیں نقصان پہنچاتے رہیں گے۔''

کبریا نے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا کہہ رہا تھا' کسی بھی دن اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں پہنچ جائیں گے۔''

الپا نے کہا۔ ''ہمیں معلوم ہونا چاہیے وہ کن ملکوں میں

آکر اپنی خفیہ پناہ گاہیں بنائیں گے؟''

سونیا نے کہا۔''گریٹ ایشورارا اور اکابرین کے درمیان دوستی ہو رہی ہے۔اس پہلو سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے' سیّارے والے امریکا اور یورپ کے ممالک میں آئیں گے۔اکابرین انہیں یہاں آنے کی اجازت بھی دیں گے اور ان کے لیے خفیہ پناہ گاہیں بھی مہیا کریں گے۔''

میں نے کہا۔''ہماری کوشش ہوگی' وہ اپنی خفیہ پناہ گاہوں میں دیر تک نہ رہیں۔باہر کھلی فضا میں آنے پر مجبور ہو جائیں۔اس کے علاوہ اس نئی دوا کو بھی ناکارہ بنانے کی کوئی تدبیر کرنی ہوگی۔''

سونیا نے کہا۔''ہمیں اس کی خاصیت معلوم کرنی چاہیے۔یہ تو علم ہو گیا ہے' وہ کس طرح اثر کرتی ہے؟ اب یہ بھی پتا چلنا چاہیے کہ اس کا ری ایکشن کیا ہو سکتا ہے؟ کیا اسے کثرت سے استعمال کیا جا سکتا ہے؟ اگر دوا کی خوراک محدود ہوگی' ایک بار کے بعد فوراً ہی دوسری بار نہیں لی جا سکے گی۔ تب ہمیں بہت کچھ کر گزرنے کا موقع مل جائے گا۔''

ہماری کامیابی کا انحصار اس دوا کے بے اثر ہونے پر تھا۔ہم نہیں جانتے تھے' وہ کتنی پاور فل ہے یا اس کا منفی ردِعمل کیسا ہو سکتا ہے؟ اس کے ری ایکشن سے ہمیں بہت کچھ کرنے کا موقع مل سکتا تھا۔کبریا کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔پھر ایکدم سے چونک کر سونیا سے بولا۔''مما! آؤڈی مین....''

سونیا نے پوچھا۔''تمہیں اس وقت آؤڈی مین کیوں یاد آ رہا ہے؟''

''میں نے اسی شہر میں اسے دیکھا تھا۔اس وقت یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ برین ماسٹر کا دستِ راست آؤڈی مین ہے۔جس طرح آپ پانچ کلومیٹر کے فاصلے تک اپنے مطلوبہ افراد کی بو سونگھ لیتی ہیں۔اسی طرح وہ پانچ کلومیٹر کے فاصلے تک کسی بھی بولنے والے یا سرگوشی کرنے والے کی باتیں سن لیتا ہے۔وہ غیر معمولی قوتِ سماعت رکھتا ہے۔''

میں نے کہا۔''ہم اس کے بارے میں تم سے زیادہ جانتے ہیں۔آگے بولو' کہنا کیا چاہتے ہو؟''

اس نے کہا۔''کوئی بھی سیّارے سے آنے والا اگر آؤڈی مین سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہوگا تو وہ اس کی باتیں سن کر ہمیں بتا سکے گا کہ وہ ہم سے کتنے فاصلے پر ہے اور کہاں چھپا ہوا ہے؟''

میں نے اور سونیا نے مسکراتے ہوئے اپنے بیٹے کو دیکھا۔الپا نے کہا۔''واقعی اگر آؤڈی مین مل جائے اور ہم اسے اپنے زیرِ اثر لے آئیں تو وہ ہمارے بہت کام آئے گا۔ اس کے ذریعے ہم اپنے کسی بھی ٹارگٹ تک پہنچ سکیں گے۔''

میں نے بیٹے سے پوچھا۔''تم نے اس شہر میں اسے کہاں دیکھا تھا؟ کیسے پہچانا تھا کہ وہ آؤڈی مین ہی ہے؟''

''وہ ہوٹل لاروش میں مجھ سے ٹکرایا تھا۔نشے میں بدمست تھا۔میں نے اسے سہارا دیتے ہوئے پوچھا کہاں جانا چاہتے ہو؟

وہ لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے بولا' بس وہاں۔آگے پارکنگ ایریا میں میری کار ہے....میں نے کہا' آل رائٹ میں تمہیں کار میں لے جا کر بیٹھا دوں گا۔

میں اسے سہارا دیتا ہوا پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگا۔وہ زیرِلب بڑبڑا رہا تھا۔میں نے کہا''تم تقریباً پچاس برس کے ہو چکے ہو۔تمہیں اس قدر نہیں پینا چاہیے۔''

وہ بولا۔''میں نے بہت پی ہے۔مگر نشے میں نہیں ہوں۔''

''دنیا کے سارے شرابی یہی کہتے ہیں۔مگر گھر پہنچنے سے پہلے کسی نالی میں اوندھے منہ گر پڑتے ہیں۔تمہاری کار کہاں ہے؟ نمبر بتاؤ...؟''

وہ میرے سہارے چلتے چلتے رک گیا۔دھندلائی ہوئی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ کس حصے میں کار پارک کی تھی؟ میں اس کے دماغ میں گھس گیا۔ چور خیالات پڑھ کر کار کا نمبر معلوم کرنا چاہتا تھا۔پتا چلا' اس کے پاس رینٹڈ کار تھی۔اس نے وہ گاڑی واپس کر دی تھی۔ سوچا تھا' فون کر کے دوسری منگوائے گا۔مگر پینے کے بعد اس قابل نہیں رہا تھا۔یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ رینٹڈ کار واپس کر چکا ہے۔

میں جھیل والے کاٹج میں تھا۔سوچا' اگر اس کی رہائش گاہ میرے راستے میں پڑتی ہے تو اسے گھر تک پہنچا دوں گا۔پتا چلا' وہ ہمارے قریب ہی کچھ فاصلے پر کاٹج نمبر فورٹین میں رہتا ہے۔میں نے اسے اپنی کار کی اگلی سیٹ پر بٹھایا تو وہ وہاں لیٹ گیا۔لیٹنے کے بعد زیرِلب بڑبڑانے لگا۔ایسے ہی وقت میں نے چونک کر اسے دیکھا۔یوں لگا' جیسے وہ برین ماسٹر کا نام لے رہا ہے۔

تب میں نے اس کے چور خیالات کو کھنگالنا شروع کیا۔معلوم ہوا' وہ برین ماسٹر کا دستِ راست آؤڈی مین ہے۔ایک طویل جدائی کے دوران اپنے آقا برین ماسٹر سے تقریباً مایوس ہو گیا ہے۔کیونکہ اس کے آقا نے سیّارے میں

جانے کے بعد اسے بھلا دیا تھا۔

اس کی سوچ کے ذریعے معلوم ہوا' وہ اس وقت زیرِلب بڑبڑاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔''برین ماسٹر مجھے کتا سمجھتا تھا۔جاتے جاتے لات مار کر چلا گیا۔''

میں فوراً ہی اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔پھر کار ڈرائیو کرتا ہوا اسے اپنے کاٹج میں لے آیا۔ایک بہت ہی کام کا آدمی ہاتھ آیا تھا۔میں نے اسے لیمن جوس پلایا تو نشہ کچھ کم ہو گیا۔میں نے پوچھا''کیا برین ماسٹر بہت یاد آتا ہے؟

اس نے مجھے چونک کر دیکھا۔پھر انجان بنتے ہوئے کہا۔''کون برین ماسٹر...؟ تم کس کی بات کر رہے ہو؟''

''میں اسی کی بات کر رہا ہوں' جو تمہیں چھوڑ کر سیّارے میں چلا گیا ہے۔''

اس نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔''تم کون ہو؟''

میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔''جو بھی ہوں' تمہارا دشمن نہیں ہوں۔آرام سے سو جاؤ۔صبح باتیں ہوں گی۔''

وہ سونا نہیں چاہتا تھا۔تجسس میں مبتلا ہو گیا تھا۔میرے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔میں نے دماغ پر قبضہ جمایا تو فوراً ہی لیٹ گیا۔آنکھیں بند کر کے گہری نیند میں ڈوب گیا۔تب میں نے اس پر تنویمی عمل کیا۔''

سونیا نے بیٹے کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔''اس کا مطلب ہے' میرے بیٹے نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے؟''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔''یس مما! وہ اب بھی اسی کاٹج نمبر فورٹین میں رہتا ہے۔میرے زیرِ اثر ہے۔میری گرفت سے نکل کر کہیں نہیں جائے گا۔''

بے شک کبریا نے عین وقت پر بہت بڑا کام کیا تھا۔اسے کہتے ہیں' محاذ آرائی اور جنگی تیاریاں...اکابرین بھی اپنے طور پر تیاریاں کر چکے تھے۔یہ سمجھ رہے تھے کہ گریٹ ایشورارا سے متحد ہو کر ہمارے خلاف بہت بڑی طاقت بن گئے ہیں۔

دوسری طرف گریٹ ایشورارا بھی بھرپور منصوبہ بندی کر چکا تھا۔فی الحال ہمیں اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ اس نے اپنے لوگوں کو سونیا کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے کوئی دوا ایجاد کی تھی۔اس کے علاوہ وہ کیا کر رہا تھا' ابھی ہم نہیں جانتے تھے۔سیّارے والوں کے آنے کے بعد ہی معلوم ہونے والا تھا' آئندہ وہ کیسے کیسے ہنگامے برپا کرے گا؟

اِدھر ہم اپنی تیاریوں میں مصروف تھے۔گریٹ ایشورارا سونیا کی سونگھنے کی حس کا توڑ کر رہا تھا اور ہم اس توڑ کے مقابلے میں توڑ جوڑ کر رہے تھے۔قدرت ہمارا ساتھ دے رہی تھی۔آئندہ ہم آؤڈی مین کے ذریعے سیّارے والوں کا سراغ لگا سکتے تھے۔

☆☆☆

انسان غیر معمولی علوم اور صلاحیتیں حاصل کر کے خود کو غیر معمولی بنائے رکھنے کے لیے ہزار جتن کرتا رہتا ہے۔طرح طرح کی تدبیریں اور ہتھکنڈے استعمال کرتا رہتا ہے۔ڈاکٹر سلام اور ڈاکٹر اے کاک نے بھی یہی کیا تھا۔وہ دونوں انسانی جسم کے ہر حصے کی سرجری کے ماہر تھے۔اس سلسلے میں نت نئے تجربات کرتے رہتے تھے۔

انہوں نے تجربہ کیا کہ سرجری کے ذریعے حواسِ خمسہ کو کس قدر تیز تر کیا جا سکتا ہے۔وہ تمام حواس خمسہ پر تجربہ نہ کر سکے۔ان میں سے صرف سننے کی حس پر تجربہ کیا اور اس میں کامیاب رہے۔

خرگوش کے کان اتنے تیز ہوتے ہیں کہ وہ ہلکی سی آہٹ بھی سن لیتا ہے۔اسی طرح ہرن دُور سے آنے والے شکاریوں کی آہٹ پا لیتے ہیں۔انہوں نے ایسے جانوروں کے حوالے سے کئی تجربات کیے۔پھر ڈاکٹر اے کاک نے ڈاکٹر سلام کے ایک کان کا آپریشن کیا۔

وہ آپریشن ان کی توقع سے زیادہ کامیاب رہا۔ڈاکٹر اے کاک نے پہلے پچاس گز دور جا کر پھر سو گز کی دوری پر پہنچ کر زیرِلب کچھ کہنا شروع کیا۔ڈاکٹر سلام اپنے بیڈ پر نیم دراز تھا۔جو کچھ سن رہا تھا' اسے لکھتا جا رہا تھا۔ڈاکٹر اے کاک نے آ کر اس تحریر کو پڑھا۔پھر خوش ہو کر کہا۔''میں بالکل یہی کہہ رہا تھا۔تمہاری قوتِ سماعت حیرت انگیز طور پر بڑھ گئی ہے۔''

ڈاکٹر سلام نے گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔''میں تمہیں کامیاب آپریشن کی مبارکباد دیتا ہوں۔''

تقریباً چار ماہ کے بعد ڈاکٹر اے کاک نے اپنے ساتھی کے دوسرے کان کا آپریشن کیا۔دونوں کانوں کی ملی جلی سماعت اس قدر بڑھ گئی کہ دو سو گز کے فاصلے پر ہونے والی دھیمی سرگوشی بھی ڈاکٹر سلام کو سنائی دینے لگی۔

چار ماہ بعد ڈاکٹر سلام نے ڈاکٹر اے کاک کے دونوں کانوں کا باری باری آپریشن کیا۔اس طرح دونوں ساتھیوں نے غیر معمولی قوتِ سماعت حاصل کر کے خود کو دوسروں سے مختلف بنا لیا۔

وہ بچپن سے ایک دوسرے کے پڑوسی تھے۔انہوں

نے ایک ساتھ تعلیم حاصل کی تھی اور ڈاکٹر بن کر طبی سرجری کے میدان میں نت نئے تجربات کرتے آئے تھے۔

ڈاکٹر سلام کے باپ دادا مسلمان تھے۔ وہ بھی مسلمان تھا۔ لیکن ڈاکٹر اے کاک کے ساتھ بڑے مسائل تھے۔ جب وہ پیدا ہوا تو ایک مسلمان کا بیٹا تھا۔ لیکن پیدائش کے فوراً بعد وہ عیسائی کا بیٹا کہلانے لگا۔ کیونکہ اس کے باپ نے دینِ اسلام سے پھر کر عیسائی مذہب قبول کرلیا تھا اور اس وقت کے مشہور و معروف فلمی ڈائریکٹر کے نام پر اپنا نام الفریڈ ہچکاک رکھ لیا تھا۔

اس کی ماں سلمیٰ یزدانی بدستور مسلمان تھی۔ اسلامی قانون کے مطابق دین سے پھرنے والے شوہر سے رشتہ ٹوٹ گیا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کا اسلامی نام رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن ہچکاک نے کہا۔ ''ایک عیسائی باپ کا بیٹا ہے۔ اس کا نام اے کاک رکھا جائے گا۔''

سلمیٰ یزدانی غیر مسلم شوہر سے علیٰحدہ ہو کر ڈاکٹر سلام کی والدہ کے پاس آگئی تھی۔ اسی کے ساتھ رہنے لگی تھی۔ شکاگو کی عدالت نے فیصلہ سنایا کہ بیٹے پر باپ کا حق ہے۔ چونکہ وہ عیسائی ہے' اس لیے بیٹے کا نام بھی باپ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ مسلمان ماں اس کی پرورش پانچ سال تک کرے گی۔ اس کے بعد بیٹے کو عیسائی باپ کے حوالے کردیا جائے گا۔

سلمیٰ نے اس فیصلے پر صبر کرلیا۔ کیونکہ پانچ برس کے بعد بیٹا جدا ہو کر اپنے عیسائی باپ کے ساتھ اس کے پڑوس میں رہنے لگا تھا۔ دوری کے باوجود قربت تھی۔ ماں بیٹا دن رات ایک دوسرے سے ملتے رہتے تھے۔

سلام اور اے کاک کی مائیں سگی بہنوں کی طرح ایک ہی چھت کی نیچے رہتی تھیں۔ ان کے بیٹے بھی اپنی ماؤں کی طرح ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ یہ دوستی اور تعلقات عمر کے ساتھ ساتھ پختہ ہوتے رہے تھے۔

اے کاک بہت ذہین اور حساس تھا۔ اپنی ماں کی مظلومیت اور باپ کے بدلتے ہوئے مزاج کو اچھی طرح سمجھنے لگا تھا۔ ہچکاک اس سے کہتا تھا۔ ''بے شک۔ اپنی ماں سے محبت کرو۔ اس سے ملتے رہا کرو۔ لیکن تم عیسائی باپ کے بیٹے ہو۔ یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمان بہت ہی خود غرض اور مطلب پرست ہوتے ہیں۔ کبھی عیسائیوں کے دوست اور خیر خواہ بن کر نہیں رہتے۔ برا وقت آنے پر زبردست دھوکا دیتے ہیں۔''

اے کاک نے کہا۔ ''مگر انہوں نے میری ماں کو کبھی دھوکا نہیں دیا۔ آپ کے مذہب بدلنے سے ممی پرائی ہوگئیں۔ سلام کی ممی اور پاپا ان سے بہت محبت کرتے ہیں۔ یہ میں پچھلے بیس برسوں سے دیکھتا آرہا ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''تم ورست کہتے ہو۔ وہ اس لیے تمہاری ممی سے محبت کرتے ہیں کہ وہ مسلمان ہے۔ لیکن مجھ سے اور تم سے دل ہی دل میں نفرت کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ہم دونوں عیسائی ہیں۔''

اے کاک نے کہا۔ ''پتا نہیں' میں عیسائی ہوں یا مسلمان....؟ اس ملک کا قانون آپ کی حمایت میں کہتا ہے' میں عیسائی باپ کا بیٹا ہوں۔ اس لیے عیسائی ہوں اور میری ممی کہتی ہیں کہ جب ان کے پیٹ میں آیا تو میرا باپ مسلمان تھا۔ میں ایک مسلمان کے نطفے سے ہوں۔''

ہچکاک نے کہا۔ ''اب وہی مسلمان ایک عیسائی ہے اور تم اس کے بیٹے ہو۔''

''ماں کی طرف سے قدرتی حالات کچھ کہتے ہیں۔ باپ کی طرف سے دنیاوی قانون کچھ اور کہتا ہے۔ میں تو نہ اِدھر کا ہوں نہ اُدھر کا... بیچ میں پھانسی کے پھندے کی طرح لٹکا ہوا ہوں۔''

''میں کچھ نہیں جانتا' تم میرے بیٹے ہو اور تمہیں عیسائی بن کر رہنا ہے۔''

''میں بالغ ہو چکا ہوں۔ اپنا فیصلہ خود کرسکتا ہوں اور میں نے فیصلہ کیا ہے' نہ مسلمان ہوں' نہ عیسائی ہوں۔ میرا ایک نیا مذہب ہے اور وہ مذہب ہے انسانیت... میں ہوں' آپ ہیں اور ممی ہیں۔ ہم تینوں انسانیت کے رشتے سے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہ سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کو محبتیں دے سکتے ہیں۔ میرے اندر کی انسانیت کہتی ہے' نہ ماں کی طرف سے مسلمان بن کر آپ سے نفرت کروں۔ نہ باپ کی طرف سے عیسائی بن کر ماں سے نفرت کروں۔ میری انسانیت آپ سے' ممی سے اور ساری دنیا سے محبت اور صرف محبت سکھاتی ہے۔''

وہ اپنے دوست سلام سے کہتا تھا۔ ''ہم کتنے ذہین ہیں' چاند تک پہنچ جاتے ہیں اور کتنے مجبور ہیں کہ اپنی ذہانت سے تمام دنیا والوں کو محبت کرنا نہیں سکھا سکتے۔''

سلام نے کہا۔ ''بے شک۔ ہماری دنیا میں مذاہب اسی لیے آئے کہ وہ انسان کو اچھی باتیں' اچھے اعمال سکھائیں..... اگر تمام انسانوں کے اعمال اچھے ہو جائیں تو ہماری دنیا میں نفرت نہ رہے۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔''

''ایسا کیوں نہیں ہوتا؟''

''اس لیے کہ یہ دنیا دھوپ چھاؤں سے' پھول اور کانٹوں سے' محبت اور نفرت سے گزرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔

ان اٹھا کر' زخم کھا کر عقل آتی ہے کہ سلامتی کا راستہ محبت ۔صرف محبت...''

اے کاک نے کہا۔ ''کیا ہم نفرت' جنگ اور دہشت دی کو کم نہیں کرسکتے؟''

''ہماری جیسی سوچ اور نیک ارادے رکھنے والے یہی رہے ہیں۔ مگر نفرتیں ہیں' عداوتیں ہیں کہ بڑھتی ہی جارہی ا۔''

''اگر ہمارے پاس غیر معمولی صلاحیتیں ہوتیں تو ہم ان ذریعے شر پسندوں تک پہنچ کر انہیں شر پسندی سے باز تے۔ انہیں نفرت اور عداوت سے توبہ کرنے پر مجبور دیتے۔''

وہ دونوں انتہائی قابل ڈاکٹر بننے کے بعد علاج الجے کے سلسلے میں بڑے بڑے سائنسدانوں اور حکمرانوں ے ملتے رہے۔ یہی دیکھتے رہے کہ نفرتوں کی بنیاد پر سیاست) جائے تو ایک دوسرے سے عداوتیں پیدا کرنے والی وتیں قائم ہوتی ہیں۔

انہوں نے پانچ برس پہلے ہماری دنیا میں سیّارے لوں کو آکر جارحانہ انداز اختیار کرتے دیکھا تھا۔ ان کے اغوں میں یہ بات نقش ہوگئی تھی کہ بیرونی جارحیت سے اور رونی عداوتوں سے نمٹنے کے لیے غیر معمولی صلاحیتوں کا مول لازمی ہے۔ وہ صرف قابل ڈاکٹر بن کر اپنی دنیا میں ن و امان قائم نہیں کرسکتے تھے۔ یہ بات ان کے اندر اس رررچ بس گئی تھی کہ انہوں نے اگلے تین برس کی جدوجہد کے بعد غیر معمولی قوتِ سماعت حاصل کرنے کا کامیاب تجربہ لیا تھا۔

وہ دونوں چھتیس برس کے جوان تھے۔ کوئی نشہ نہیں کرتے تھے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہنے کے لیے یوگا کی مشقیں کرتے تھے۔ اکابرین اور سیّارے والوں کے متعلق خفیہ طور پر معلومات حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر اے کاک واشنگٹن آگیا تھا۔ جبکہ ڈاکٹر سلام لندن پہنچا ہوا تھا۔

وہ وہاں کے بہت ہی سینئر ڈاکٹر اور سرجن تسلیم کیے جاتے تھے۔ سرکاری عہدیدار اور آرمی کے افسران علاج معالجے کے سلسلے میں انہیں طلب کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس خصوصی اجازت نامے تھے۔ جن کے ذریعے وہ حکومت اور آرمی کے کسی بھی شعبے میں بہ وقتِ ضرورت پہنچ جایا کرتے تھے۔ وہاں مطلوبہ افراد کے آس پاس دو سو گز کی دوری پر رہ کر بھی ان کی اہم اور خفیہ باتیں سنتے رہتے تھے۔

وہ فون کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے تھے۔ لندن اور واشنگٹن سے حاصل ہونے والی خفیہ باتیں

فائرمین متوجہ ہوں

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات و احادیثِ نبویؐ آپ کے دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا ان صفحات پر آیات اور احادیث درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

ایک دوسرے تک پہنچاتے رہتے تھے۔ موجودہ معلومات کے مطابق سیّارے کے لوگ ایک طویل عرصے کے بعد ہماری دنیا میں آنے والے تھے۔

انہوں نے کانفرنس ہال سے باہر ذرا دور رہ کر اکابرین کی باتیں سنی تھیں۔ یہ معلوم کیا تھا کہ میں نے گریٹ ایشورارا بن کر انہیں دھوکا دیا ہے۔ پھر انہیں یہ بھی علم ہوا کہ دھوکا حقیقت میں بدل گیا ہے۔ گریٹ ایشورارا سچ مچ اکابرین کو دھمکیاں دے رہا تھا کہ جرمنی' فرانس' انگلینڈ اور امریکا میں اپنی حکومت قائم کرے گا۔ مسلمانوں کے مقابلے میں اکابرین کمزور ہیں۔ وہ ان پر بڑی آسانی سے غالب آسکتا ہے۔

وہ دونوں دوست بڑی خاموشی اور حکمتِ عملی سے اہم معلومات حاصل کررہے تھے۔ پھر انہیں پتا چلا' اکابرین نے گریٹ ایشورارا سے دوستی اور سمجھوتا کرلیا ہے۔ اس سے متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف بہت بڑی طاقت بن گئے ہیں۔

ڈاکٹر سلام نے فون کے ذریعے کہا۔ ''اے کاک! یہ یہودی اور عیسائی بہت ہی خود غرض اور موقع پرست ہیں۔ مسلمانوں کو کچلنے انہیں کمتر بنائے رکھنے کے لیے سیّارے سے آنے والوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔''

اس نے کہا۔ ''انہیں یہودی اور عیسائی نہ کہو۔ یہ بھی نہ کہو کہ مسلمانوں کو کچلنے کے لیے ایسا کیا جارہا ہے۔ یہ لوگ مذہبی جنگ نہیں لڑ رہے ہیں۔ صرف اپنے اپنے ملکوں اور اپنی اپنی حکومت کو بچانے کی خاطر دنیا کے تین حصوں پر سیّارے والوں کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔''

ڈاکٹر سلام نے کہا۔ ''بات ایک ہی ہے۔ میں اپنے انداز سے کہہ رہا ہوں اور تم اپنے انداز سے کہہ رہے ہو۔''

وہ بولا۔ ''بات ایک نہیں ہے۔ اگر تم اسے مذہبی جنگ کہتے ہو تو پھر مسلمانوں کی فتح ہو چکی ہے۔ وہ یہودیوں اور عیسائیوں پر غالب آچکے ہیں۔ تمام اکابرین ان سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ تب ہی تو ایک بیرونی طاقت سے دوستی اور سمجھوتا کررہے ہیں۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''میرے دوست! یہ

تسلیم کرلو ہماری دنیا کے حکمران صرف اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے کم ظرفی کا مظاہرہ کررہے ہیں۔''

''چلو یہی سہی۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے' مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے متحدہ مخالف قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے کیا کررہے ہیں؟ انہیں خبر بھی ہے یا نہیں؟''

''پچھلے دو برسوں میں دیکھا ہے' سونیا اور فرہاد بہت تیز رفتار رہے ہیں۔ ہم سے پہلے اہم معلومات حاصل کرلیتے ہیں۔ وہ بے خبر نہیں ہوں گے۔''

ڈاکٹر سلام نے کہا۔ ''پھر بھی چاہتا ہوں' لندن سے پیرس چلا جاؤں۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کا کوئی نہ کوئی فرد یا ٹیلی پیتھی جاننے والا ضرور ہوگا۔ میں ان کے ذریعے سونیا اور فرہاد کی باتیں سن سکوں گا۔''

''تم بہتر سمجھتے ہو تو پیرس چلے جاؤ۔ مگر محتاط رہنا۔ کبھی سونیا' فرہاد یا ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی نظروں میں نہ آنا۔''

انہوں طے کیا تھا' اکابرین کی نظروں میں نہیں آئیں گے۔ نہ کبھی ہم سے براہِ راست رابطہ قائم کریں گے۔

اے کاک کا کہنا تھا' مسلمان بھی آخر انسان ہیں۔ ان سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں اور وہ غلطیاں کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیں گے۔

پچھلی بار میں نے گریٹ ایشورارا بن کر اکابرین کو دھوکا دیا تھا۔ اس بات سے اے کاک کو اختلاف تھا۔ ان دوستوں کا خیال تھا' اگر میں ایسا نہ کرتا تو یہ بات سیّارے والوں تک نہ پہنچتی۔ گریٹ ایشورارا اس پہلو سے کبھی نہ سوچتا کہ وہ مسلمانوں کو نہ سہی' ان اکابرین کو تو کچل سکتا ہے۔ ان کے علاقوں پر قبضہ جما سکتا ہے۔

ایسی دھمکیاں ملنے کے باعث اکابرین مزید کمزور پڑ گئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں پر برتری حاصل کرنے اور اپنے ممالک میں اقتدار قائم رکھنے کے لیے گریٹ ایشورارا سے دوستی کرلی تھی۔ اس کے اتحادی بن گئے تھے۔

☆☆☆

میں بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر اپنے بیٹے کبریا کے پاس پیرس آگیا تھا۔ وہیں جھیل کے ایک کاٹیج میں آوڈی مین کا قیام تھا۔ کبریا نے اسے اپنا تابعدار بنا کر آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اس کے ذہن سے برین ماسٹر کی باتوں کو مٹا کر یہ ہدایات نقش کردی تھیں کہ آئندہ وہ شراب نہیں پیئے گا' کوئی نشہ نہیں کرے گا۔

ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کردیا گیا تھا۔ ہمارا خیال تھا' برین ماسٹر ابھی سیّارے پر ہے۔ گریٹ ایشورارا کا دستِ راست بنا ہوا ہے۔ مگر کسی مرحلے پر سیّارے سے نکل کر ہماری دنیا میں واپس آسکتا ہے۔

وہ جب بھی واپس آتا' اپنے دستِ راست آوڈی مین سے ضرور رابطہ کرتا۔ اس لیے کبریا نے اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا۔ بے باک مومن لندن میں تھا۔ میں نے اسے بلایا۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے حاضر ہوکر بولا۔ ''یس پاپا! حکم کریں۔''

میں نے پوچھا۔ ''تم اپنے مسٹر برین ماسٹر کے دست راست آوڈی مین کے متعلق جانتے ہو؟''

''یس پاپا! بہت کچھ جانتا ہوں۔''

''کبریا نے اسے ٹریس کرکے اپنا تابعدار بنالیا ہے۔''

''گڈ نیوز...''

''اس کے اندر پہنچنے کے لیے مخصوص لب و لہجے کو ذہن نشین کرو اور وہاں آتے جاتے رہو۔ اس کی نگرانی کرتے رہو۔ کبریا اور الپا بھی یہی کرتے رہیں گے۔''

کبریا نے اسے آوڈی مین کے اندر پہنچا دیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آکر بولا۔ ''پاپا! میری معلومات کے مطابق لندن سیکریٹ سروس کا چیف کل صبح کی فلائٹ سے پیرس پہنچ رہا ہے۔ یہاں کے سیکریٹ سروس کے چیف سے ملاقات کرے گا۔ ان کے درمیان کچھ اہم معاملات طے ہونے والے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ اہم معاملات کیا ہیں؟''

''سوری پاپا! وہ چیف یوگا میں مہارت رکھتا ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے کچھ معلوم نہیں کرسکیں گے۔ ایسے وقت آوڈی مین ہمارے ہاتھ آیا ہے۔ اگر وہ کسی طرح لندن یا پیرس کے چیف کی آواز سن لے تو ہمیں بہت کچھ بتا سکے گا۔''

میں نے کہا۔ ''کبریا کے ساتھ پلاننگ کرو۔ کل جب وہ فلائٹ یہاں پہنچے گی تو آوڈی مین کو ائیر پورٹ پہنچا جائے گا۔ وہ وہاں رہ کر امیگریشن کاؤنٹر والوں کی باتیں سن رہے گا۔ وہیں چیف کی آواز بھی سن سکے گا۔''

بے باک مومن نے کہا۔ ''چیف کے ساتھ اس کے چند ماتحت آرہے ہیں۔ میں ان کے اندر پہنچ سکتا ہوں۔ ائیر پورٹ میں کسی ماتحت کے ذریعے چیف سے باتیں کروں گا تو آوڈی مین بڑی آسانی سے اس کی آواز سن سکے گا۔ پھر ہماری نگرانی میں تعاقب کرتا ہوا اس کی رہائش گاہ یا سیکریٹ سروس کے دفتر تک پہنچ سکے گا۔ وہاں دوسرے چیف کی بھی باتیں سنتا رہے گا۔''

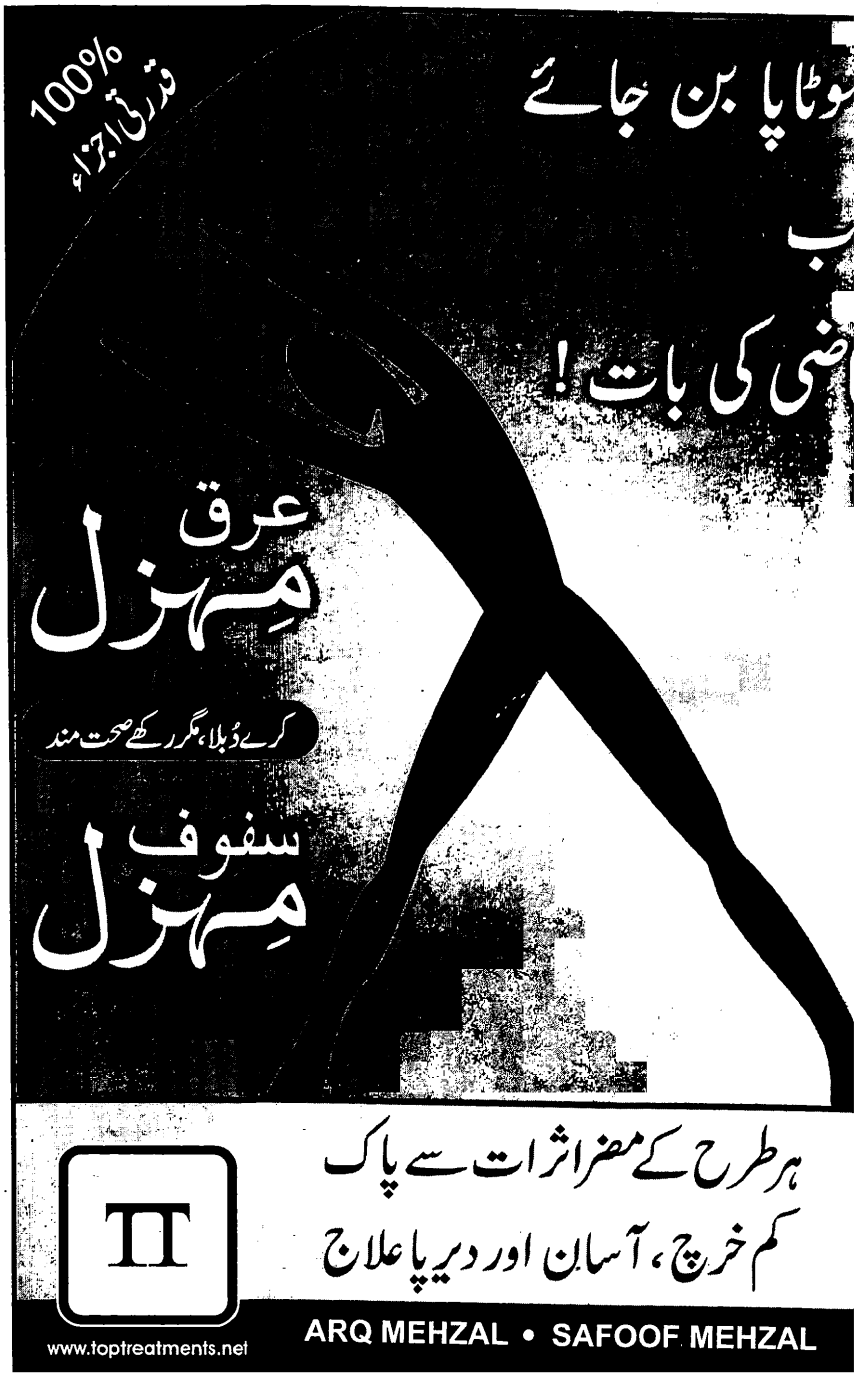

بے باک مومن اپنی وائف اینا کے ساتھ ایک کینڈل لائٹ ریسٹورنٹ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ میز پر تھے۔ وہ سر جھکائے آنکھیں بند کئے خیال خوانی میں مصروف تھا۔ میز کے دوسری طرف اینا بیٹھی سوپ پی رہی تھی۔ رہ رہ کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے انتظار تھا' وہ خیال خوانی سے فارغ ہوگا تو اس سے باتیں ہوں گی۔

وہ ایسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا' جیسے آنکھیں بند کئے عبادت میں مصروف ہو۔ وہ کسی قدر جھینپ رہی تھی۔ آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو چور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہاں سب ہی اپنی اپنی میز پر کھانے کے ساتھ ساتھ گفتگو میں مصروف تھے۔ کینڈل لائٹ کی دھیمی دھیمی روشنی میں سب ہی سائے کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ وہ سائے موم بتیوں کی روشنی میں ذرا ذرا سے جھلک رہے تھے۔

ڈاکٹر سلام ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھا کھانے میں مصروف تھا۔ اس نے ایک دو بار بے باک مومن کی طرف دیکھا تھا۔ پہلے تو ذہن میں یہ بات آئی کہ وہ جو آنکھیں بند کئے سر جھکائے بیٹھا ہے' یقیناً کوئی کٹر عیسائی ہے۔ کھانے سے پہلے مختصر سی عبادت کر رہا ہے اور اپنے خدا کا شکر ادا کر رہا ہے۔

لیکن جب جب اس پر نظر جا رہی تھی' وہ اسی حالت میں پایا جا رہا تھا۔ اس کے پاس بیٹھی ہوئی عورت کچھ بے چین سی دکھائی دے رہی تھی۔

تب ڈاکٹر سلام کے دماغ میں یہ بات آئی کہ بعض خیال خوانی کرنے والے اکثر اسی حالت میں سر جھکائے آنکھیں بند کئے آس پاس کی دنیا سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ بے باک مومن چلتے پھرتے خیال خوانی کرنے کا عادی تھا۔ لیکن مجھ سے اتنی عقیدت تھی کہ میرے پاس حاضر ہوتے ہی وہ آنکھیں بند کر کے سر جھکا لیا کرتا تھا۔ جبکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

تب اس نے اپنے ذہن کو اور اپنی غیر معمولی قوتِ سماعت کو ان کی طرف مائل کیا۔ ایسے وقت اینا دھیمی سرگوشی میں کہہ رہی تھی۔ ''پلیز مومن! لوگ کیا سوچ رہے ہوں گے؟ میں تمہاری موجودگی میں بھی یہاں تنہا بیٹھی ہوں۔''

اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ پھر آس پاس نظریں دوڑائیں۔ کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ سب اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ باتیں کرنے اور کھانے پینے میں مصروف تھے۔ ایک ڈاکٹر سلام ہی تھا جو کچھ فاصلے پر بیٹھا اب ان کی باتیں سن رہا تھا۔

بے باک مومن نے کہا۔ ''سوری اینا! تم جانتی ہو' پاپا جب بلاتے ہیں تو میں سر کے بل وہاں پہنچ جاتا ہوں۔ جب تک وہ اجازت نہیں دیتے واپس نہیں آتا۔''

اینا نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ مگر تم تو خیال خوانی کے دوران آنکھیں کھلی رکھتے ہو۔ ابھی ایسا لگ رہا تھا' جیسے مراقبے میں ڈوبے ہوئے ہو۔''

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ مجھے اس ماحول کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔ مگر کیا کروں' پاپا نے بہت عرصے بعد مخاطب کیا تھا۔ میں بے اختیار سر جھکائے آنکھیں بند کئے ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ پھر ایک بار سوری کہتا ہوں۔ کیا تم نے کھانے کا آرڈر دیا ہے؟''

''کیا اکیلے بیٹھ کر کھاتی اور تمہارا شانتی رہتی؟''

وہ مسکرا کر بولا۔ ''میری جان! میں سوری کہہ چکا ہوں۔ اب ایسی غلطی نہیں ہوگی۔ پلیز۔ اپنی پسند کے مطابق آرڈر دو۔''

اینا ایک ویٹر کو بلا کر آرڈر دینے لگی۔ ادھر ڈاکٹر سلام سوچ رہا تھا۔ ''یہ خیال خوانی کرنے والا کون ہے؟ اس عورت نے اسے بے باک کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ یہ تو اردو فارسی کے الفاظ ہیں۔ کیا یہ شخص مسلمان ہے؟''

ڈاکٹر سلام کھانا بھول گیا تھا۔ ان کی طرف دیکھ کر سوچ رہا تھا۔ ''یہ ابھی کس شخص کو پاپا کہہ رہا تھا؟ اس پاپا سے کتنی عقیدت ہے کہ خیال خوانی کے ذریعے وہاں پہنچتے ہی اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں' سر جھکا لیا تھا؟''

ڈاکٹر سلام اور ڈاکٹر اے کاک کو میرے اور سونیا کے بارے میں خاصی معلومات حاصل تھیں۔ وہ جانتے تھے' میرے دو بیٹے پارس اور پورس ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں۔ اس کے باوجود خیال خوانی کرنے والے دشمنوں پر بھاری پڑتے ہیں۔

میری بیٹی اعلیٰ بی بی عرف عالی' کبریا اور الپا کے بارے میں بھی جانتے تھے۔ مگر انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ بے باک مومن' فرمان اور ٹوٹی جے بھی میرے بچوں جیسے ہیں اور وہ سب مجھے پاپا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔

اینا نے کھانے کا آرڈر دینے کے بعد پوچھا۔ ''پاپا نے بڑے عرصے بعد بلایا ہے۔ کیا کوئی خاص معاملہ درپیش ہے؟''

''ہاں۔ تمہارے ڈیڈی (برین ماسٹر) کا ایک دستِ راست آوڈی مین ہے۔''

''یہ آوڈی مین کوئی نام تو نہیں ہے۔ کیا تم کسی شخص کے بارے میں کہہ رہے ہو؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ ''وہ غیر معمولی قوتِ سماعت رکھتا ہے۔ اس کے کان اتنے تیز ہیں کہ پانچ کلو میٹر تک کسی کی بھی باتیں سن لیتا ہے۔''

ڈاکٹر سلام سن رہا تھا اور حیرانی سے دیدے پھیلائے بے باک مومن کو دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ ''یعنی اس دنیا میں ہمارے علاوہ بھی کوئی غیر معمولی قوتِ سماعت رکھتا ہے۔ مگر وہ ہم سے زیادہ تیز ہے۔''

ڈاکٹر سلام کی دلچسپی بڑھ گئی تھی۔ بے باک مومن اینا سے کہہ رہا تھا۔ ''کبریا نے اسے ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ پاپا کہہ رہے تھے' مجھے بھی آوڈی مین کے اندر رہ کر اس کی نگرانی کرنا چاہیے۔''

کبریا کا نام سنتے ہی ڈاکٹر سلام سمجھ گیا کہ بے باک مومن کا تعلق مجھ سے ہے۔ وہ اب تک مجھے پاپا کہتا آ رہا ہے۔ وہ اینا سے کہہ رہا تھا۔ ''یہاں سے ایک سیکریٹ سروس کا چیف کل صبح پیرس جائے گا اور وہاں کے چیف سے ملاقات کرے گا۔''

ڈاکٹر سلام نے ایک گہری سانس لی۔ وہ بھی اسی چیف کے تعاقب میں کل پیرس جانے والا تھا۔ اس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کی ایک عمارت کے قریب رہ کر وہاں کے اعلیٰ افسران کی باتیں سنی تھیں۔ ایک میٹنگ میں یہ طے پایا گیا تھا کہ ان کے چیف کو کل صبح کی فلائٹ سے پیرس جانا ہے۔ وہاں کے سیکریٹ سروس ڈیپارٹمنٹ میں جرمنی' پیرس' انگلینڈ اور امریکا کے اعلیٰ عہدیدار پہنچ رہے ہیں۔ وہ سب ہی سیارے والوں کے سلسلے میں کچھ اہم معاملات طے کریں گے۔

وہ سوچ رہا تھا اور بے باک مومن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اینا نے پوچھا۔ ''تم اس چیف کے اندر پہنچ کر معلوم نہیں کر سکتے' کل پیرس میں کیا ہونے والا ہے؟''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''صرف لندن کا وہ چیف ہی نہیں' پیرس میں جو اعلیٰ عہدیدار کل پہنچ رہے ہیں' وہ بھی یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے نہ ان کے اندر پہنچ پائیں گے' نہ ان کی خفیہ باتیں سن پائیں گے۔''

اینا نے پوچھا۔ ''کیا وہ آوڈی مین ان کی باتیں سن لے گا؟''

اس نے کہا۔ ''ہاں۔ قدرت ہم پر مہربان ہے۔ ایسے وقت آوڈی مین ہمارے ہاتھ آیا ہے۔ ہم اس کے ذریعے ان کی تمام خفیہ باتیں سن سکیں گے۔''

دو ویٹر ان کے سامنے کھانے کی ڈشیں لا کر رکھ رہے تھے۔ ایک ویٹر نے ایک ڈش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہمارے ہوٹل کا اسپیشل آئٹم ہے۔ آپ اسے چکھ کر دیکھیں۔ بہت ہی لذیذ پائیں گے۔''

بے باک مومن نے کہا۔ ''آل رائٹ۔ اگر یہ واقعی لذیذ ہوا تو ہم اور آرڈر دیں گے۔''

وہ ویٹر وہاں سے چلے گئے۔ انہوں نے کھانا شروع کیا۔ اس ڈش میں چکن جلفریزی جیسا سالن تھا۔ انہوں نے اس میں سے تھوڑا تھوڑا لے کر کھانا شروع کیا۔ اینا نے پہلا لقمہ چباتے ہی کہا۔ ''واقعی۔ بہت ہی لذیذ ہے۔''

بے باک مومن نے لقمہ چباتے ہوئے تائید میں سر ہلایا۔ ادھر ڈاکٹر سلام انتظار کر رہا تھا کہ ان کی باتوں سے مزید کچھ معلومات حاصل ہو سکیں گی۔ لیکن وہ بڑے مزے سے کھانے میں مصروف ہو گئے تھے۔

ایک منٹ کے اندر اچانک ہی صورتِ حال بدل گئی۔ پہلے اینا نے کمزوری محسوس کی۔ پریشان ہو کر بے باک مومن سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''سم تھنگ از رانگ ہیر۔ اس ڈش میں کوئی گڑبڑ ہے۔ کیا تم بھی کمزوری محسوس کر رہی ہو؟''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ بے باک نے اچانک ہی اٹھ کر بلند آواز میں کہا۔ ''لیڈیز اینڈ جنٹلمین! لسن ٹو می۔ یہ ڈش جو ہمیں کھانے کو دی گئی ہے۔ اس میں کچھ ملا ہوا ہے۔ ہم بے حد کمزوری محسوس کر رہے ہیں۔ آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ پلیز۔ ہمیں کچھ ہو جائے تو فوراً ہاسپٹل پہنچا دیں۔''

کتنے ہی لوگ ان کی طرف آنے لگے۔ ڈاکٹر سلام بھی اس طرف دوڑتا ہوا آیا۔ بے باک مجھے مخاطب کرنا چاہتا تھا۔ مگر کمزوری کے باعث خیال خوانی نہ کر سکا۔ فوراً ہی فون نکال کر نمبر پنچ کرنے لگا۔

چند سیکنڈ میں ہی مجھ سے رابطہ قائم ہو گیا۔ لیکن فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر میز پر گر پڑا۔ وہ چکرا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ لوگ اسے سنبھال رہے تھے۔ ڈاکٹر سلام نے اس فون کو اٹھا کر کان سے لگایا۔ میں پوچھ رہا تھا۔ ''ہیلو بے باک مومن! کیا بات ہے؟''

ڈاکٹر سلام نے پوچھا۔ ''کیا آپ بے باک کے پاپا ہیں؟''

''ہاں۔ وہ میرا بیٹا ہے۔''

''کیا آپ فرہاد علی تیمور ہیں؟''

''ہاں۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔''

''پلیز۔ فوراً بے باک کے اندر پہنچیں۔''

Pakistanipoint

میں دوسرے ہی لمحے اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کی ڈوبتی ہوئی سوچ نے بتایا۔ ''پاپا! کسی نے ہمارے کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی ہے۔ اس کھانے کا اثر اینا پر بھی ہو رہا ہے۔''

بابا صاحب کے جو کارندے لندن میں مصروف تھے۔ میں نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''فوراً کینڈل لائٹ ریسٹورنٹ میں پہنچو۔ بے باک مومن اور اینا مصیبت میں ہیں۔ انہیں فوراً ہاسپٹل پہنچاؤ۔''

ادھر ریسٹورنٹ کے منیجر نے ایک ڈاکٹر کو طلب کیا تھا۔ وہ ان کا معائنہ کرنے کے بعد بولا۔ ''انہیں کسی طرح کا سلیو پوائزن دیا گیا ہے۔ ان دونوں کو فوراً ہاسپٹل پہنچانا ہوگا۔''

اینا اور بے باک کے ساتھ کچھ عرصہ پہلے بھی ایسا ہو چکا تھا۔ برین ماسٹر نے ان کے کھانے میں بہت ہی جان لیوا اعصابی کمزوری کی دوا ملائی تھی۔ بچنے کی امید نہیں تھی۔ لیکن مقدر میں موت نہیں تھی' اس لیے وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے تھے۔ اب پھر جیسے موت کی طرف چل پڑے تھے۔

انہیں ہاسپٹل پہنچا دیا گیا تھا۔ وہ بیہوش ہو گئے تھے۔ ہوش میں آتے تو شاید کسی خیال خوانی کرنے والے دشمن کی آواز سنائی دیتی' تب ہی یہ معلوم ہوتا کہ کون ان سے دشمنی کر رہا ہے؟

فی الحال اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ الپا نے کہا۔ ''اگر خیال خوانی کرنے والوں نے دشمنی کی ہے تو پھر وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے۔''

میں نے کہا۔ ''وہ بے باک سے کیوں دشمنی مول لیں گے؟ سب ہی جانتے ہیں' ہم نے اسے بیٹا بنا رکھا ہے۔ اگر اسے کچھ ہوگا تو تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی شامت آجائے گی۔''

سونیا کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ بڑبڑانے کے انداز میں بولی۔ ''کیا برین ماسٹر ہماری دنیا میں واپس آ گیا ہے؟''

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ ''اب سے پہلے بھی اس نے بیٹی داماد کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ وہ بے باک کا جانی دشمن ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اگر دشمن ہے تو کھانے میں زہر دے سکتا تھا؟''

سونیا نے کہا۔ ''زہر اس لیے نہیں دیا کہ پہلے اس کے چور خیالات پڑھنا چاہتا ہے۔ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے' ہم سیارے والوں کے خلاف کیسی تیاریاں کر رہے ہیں اور اس کے داماد بے باک مومن کو کس طرح استعمال کرنے والے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''تم تو آسانی سے برین ماسٹر کی بُو پا سکتی ہو۔''

''ہاں۔ اگر وہ پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر کہیں ہوگا تو ضرور پا لوں گی۔''

الپا نے کہا۔ ''ہو سکتا ہے' وہ ابھی ہماری دنیا میں آیا نہ ہو۔ اس نے سیارے کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو حکم دیا ہو کہ بے باک کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے ہم سب کے حالات معلوم کیے جائیں۔''

سونیا نے الپا سے کہا۔ ''تمہاری بات درست ہو سکتی ہے۔ بے باک کے ساتھ جو واردات ہوئی ہے۔ اس سے یہ بھید کھل گیا ہے کہ سیارے والے یہاں آ چکے ہیں۔''

میں نے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا۔ پھر پوچھا۔ ''میرے بیٹے بے باک مومن پر کس نے حملہ کیا ہے؟''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتے۔ ابھی آپ سے معلوم ہو رہا ہے کہ بے باک مومن کے ساتھ کسی نے دشمنی کی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''تم لوگوں نے ماں کے پیٹ سے ہی جھوٹ اور فریب سیکھا ہے۔ کوئی مجرم کبھی اپنے جرم کا اقرار نہیں کرتا۔ لہٰذا تم بھی نہیں کرو گے۔''

''آپ خواہ مخواہ ہمیں الزام دینے آئے ہیں۔''

''میں الزام دینے نہیں یہ کہنے آیا ہوں کہ تم نے ہم سے دشمنی نہیں کی ہے تو پھر سیارے والے یہاں آ چکے ہیں۔ یہ تمہاری کم ظرفی ہے' تم نے ان سے دوستی کی' اتحاد کیا اور اب بڑی رازداری سے انہیں ہماری دنیا میں بلا رہے ہو۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''یہ بھی سراسر الزام ہے۔ ابھی کوئی سیارے والا ہماری دنیا میں نہیں آیا ہے۔ آتا تو پہلے ہمیں خبر ہوتی۔''

''اگر تمہاری بات درست ہے' یہاں کوئی سیارے والا نہیں آیا ہے تو پھر ہمیں یقین ہو جائے گا' بے باک مومن پر تم لوگوں نے حملہ کرایا ہے۔''

میں ان سے باتیں کر رہا تھا۔ الپا اور کبریا ان کے چور خیالات پڑھتے جا رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ ''پاپا! یہ اکابرین درست کہہ رہے ہیں۔ ان کی معلومات کے مطابق ابھی کوئی سیارے والا ہماری دنیا میں نہیں آیا ہے۔ مگر ایک بات ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ بات کیا ہے؟''

الپا نے کہا۔ ''جرمنی' فرانس' انگلینڈ اور امریکا کے وہ اکابرین جو یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہ سب انڈر گراؤنڈ چلے گئے ہیں۔ آرمی' انٹیلی جنس اور پولیس ڈیپارٹمنٹ میں بھی جتنے یوگا جاننے والے ہیں' ان سب کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ روپوش رہ کر اپنے اپنے ملک میں' اپنے اپنے شہر میں یوگا جاننے والوں کی مضبوط ٹیمیں بنائیں۔ وہ سب فون کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھیں گے۔ کوئی کسی کو اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتائے گا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ان سے فون پر رابطہ کریں گے۔ انہیں کسی کے اندر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔''

کبریا نے کہا۔ ''پاپا! انہوں نے بڑی زبردست پلاننگ کی ہے۔ ہم میں سے کوئی خیال خوانی کے ذریعے ان یوگا جاننے والوں کے اندر پہنچ کر یہ معلوم نہیں کر سکے گا کہ وہ کس طرح سیارے والوں سے رابطہ کر رہے ہیں اور انہیں یہاں بلا رہے ہیں؟ اگر بلا چکے ہیں تو یہ بات وہ اکابرین بھی نہیں جانتے ہیں' جنہیں یوگا میں مہارت حاصل نہیں ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''سیارے والوں کے ساتھ ان کے جو بھی معاملات ہو رہے ہیں۔ انہیں ہم سے چھپانے کے لیے ایسا کیا جا رہا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''پھر تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے' سیارے والے کم تعداد میں ہی سہی یہاں آ چکے ہیں اور یہ بات ہم سے چھپائی جا رہی ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''یعنی میرا یہ اندازہ درست ہے کہ برین ماسٹر یہاں آ چکا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''اور اگر نہیں آیا ہے تو اس نے سیارے سے آنے والوں کو حکم دیا ہے کہ سب سے پہلے بے باک کو نشانہ بنایا جائے۔''

اینا اور بے باک کا علاج بڑی توجہ سے ہو رہا تھا۔ فرمان' ٹونی جے اور ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہاسپٹل کے تمام اسٹاف کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ بے باک مومن کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے کا مقصد یہی تھا کہ وہ لوگ اس کے دماغ میں گھس کر ہمارے بارے میں بہت کچھ معلوم کرتے رہیں۔ بعد میں پتا چلا' وہ بڑی حد تک معلومات حاصل کر چکے ہیں۔

جب وہ ہوش میں آئے تو فرمان بے باک کے اندر تھا اور ٹونی جے اینا کی نگرانی کر رہا تھا۔ وہ دونوں ان کے اندر بالکل خاموش تھے۔ انہیں مخاطب نہیں کر رہے تھے۔ انتظار کر رہے تھے' شاید دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر آ کر کچھ بولیں گے۔ ویسے وہ نادان نہیں تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے' ہم بے باک کے اندر موجود ہوں گے۔

اِدھر ہم خاموش تھے۔ اُدھر دشمن بھی خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے۔ جب وہ کھانے کے بعد اعصابی کمزوری میں مبتلا ہونے لگا تھا' تب ہی اس کے کچھ اہم خیالات پڑھے جا چکے تھے۔ باقی اب پڑھے جا رہے تھے۔

ڈاکٹر سلام انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کی عمارت کے پاس آ گیا تھا۔ اس شعبے کے چیف کی آواز سن کر معلوم ہوا تھا' وہ عمارت کے اندر موجود ہے۔ اعلیٰ افسران بھی اس کے آس پاس کہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ سب یوگا کے ماہر تھے۔ انہیں یقین تھا' کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں میں نہیں آ سکے گا' نہ ہی ان کی باتیں سن سکے گا۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ابھی فون پر اطلاع دی گئی ہے' ہمارا چیف کل پیرس نہیں جائے گا۔ وہاں کوئی خفیہ اجلاس نہیں ہوگا۔''

ایک نے پوچھا۔ ''اچانک یہ تبدیلی کیوں ہو رہی ہے؟''

جواباً کہا گیا۔ ''مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہمارے اجلاس کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے۔''

''یہ بات انتہائی راز میں رکھی گئی تھی۔ پھر انہیں کیسے خبر ہو گئی؟ جبکہ کوئی ہمارے دماغوں میں نہیں آ سکتا؟''

ایک نے کہا۔ ''سونیا فرہاد بڑے ہتھکنڈے جانتے ہیں۔ ان کے بیٹے کبریا نے آؤڈی مین کو ٹریپ کیا ہے۔ وہ شخص غیر معمولی قوتِ سماعت رکھتا ہے۔ پانچ کلو میٹر دور رہ کر بھی ہماری خفیہ باتیں سن سکتا ہے۔''

وہ آؤڈی مین کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ پھر اس نے چیف سے کہا۔ ''تم بے باک مومن کی نظروں میں آ گئے تھے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اندر کی باتیں معلوم کی ہیں۔''

''امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے اتحادی ہیں۔ کیا انہوں نے یہ معلومات حاصل کی ہیں؟''

''امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے فون پر رابطہ کرتے ہیں۔ مگر اب تک ان میں سے کسی نے ہمیں مخاطب نہیں کیا ہے۔ مجھے اوپر سے احکامات موصول ہوئے ہیں۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سلسلے میں کچھ نہیں بتایا گیا ہے۔''

چیف نے کہا۔ ''مجھے بتایا گیا تھا' پیرس میں ہونے والا اجلاس بہت اہم ہے۔ کیا اب اس کی اہمیت ختم ہو چکی

ہے؟''

''نہیں۔اس کی اہمیت برقرار ہے۔اب یہ اجلاس کل نہیں پرسوں فرینکفرٹ میں ہوگا۔''

چیف نے پوچھا۔''یعنی میں پیرس نہیں فرینکفرٹ جاؤں گا؟''

''نہیں۔تم بے باک مومن کے ذریعے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی نظروں میں آچکے ہو۔اس لیے تمہاری جگہ دوسرے نمائندے یہاں سے جائیں گے۔''

ڈاکٹر سلام ایک کیفے میں بیٹھا وہ تمام باتیں سن رہا تھا۔بولنے والے اکابرین اس سے تقریباً ڈیڑھ سو گز کی دوری پر انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کی عمارت کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔یہ طے کررہے تھے کہ کل شام کی فلائٹ سے کتنے یوگا جاننے والے فرینکفرٹ جائیں گے اور پرسوں ہونے والے اہم اجلاس میں شرکت کریں گے؟

ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔اتنا سمجھ گئے تھے' بے باک کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے والوں نے اس کے چور خیالات پڑھ کر ہمارے متعلق بہت کچھ معلوم کر لیا ہوگا۔انہیں یہ بھی پتا چل گیا ہوگا کہ برین ماسٹر کا دستِ راست آؤڈی مین آج کل ہمارے شکنجے میں ہے۔ہم اس کے ذریعے پیرس میں ہونے والے اجلاس کی ساری باتیں سننے والے ہیں۔لہٰذا انہوں نے اجلاس ملتوی کردیا ہوگا۔

ہمیں یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہی اجلاس فرینکفرٹ میں ہونے والا ہے۔میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بے باک اور اینا کی نگرانی کررہے تھے۔

دوسرے دن کبریا نے کہا۔''پاپا! آپ فوراً بے باک کے اندر آئیں۔''

میں دوسرے ہی لمحے اس کے اندر پہنچ گیا۔وہاں کوئی اجنبی کہہ رہا تھا۔''ایک بار برین ماسٹر نے انتہائی مہلک اعصابی کمزوری کی دوا تم دونوں کو کھلائی تھی۔مقدر میں زندگی تھی' اس لیے بچ نکلے لیکن اِس بار مہلک دوا انہیں دی گئی تھی۔تم دونوں کو ہلاک ہونا ہی ہے۔''

میں نے پوچھا۔''تم کون ہو؟ کیوں انہیں ہلاک کرنا چاہتے ہو؟''

اس نے پوچھا۔''پہلے یہ بتاؤ' تم کون ہو؟''

میں نے کہا۔''میں بتاؤں گا۔لیکن تم بھی اپنے بارے میں سچ بولو...کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟''

''میں جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔اگر تم فرہاد ہو تو یہ سن لو' اس بار اینا اور بے باک کو بچا نہیں سکو گے۔ان کی موت لازمی ہے۔''

میں نے کہا۔''یہ بھی بتا دو' ان کی موت لازمی کیوں ہے؟''

''اس کی دو وجوہات ہیں۔سب سے پہلی اور اہم وجہ یہ ہے کہ ہم تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد کم کرتے رہیں گے۔بے باک کے بعد تمہارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھی باری آتی رہے گی۔''

میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔''بڑے نیک ارادے ہیں۔دوسری وجہ بیان کرو؟''

''دوسری وجہ یہ ہے کہ بے باک نے خواہ مخواہ ماسٹر سے دشمنی کی ہے۔اس کی بیٹی کو بہلا پھسلا کر' مسلمان بنا کر اسے چیلنج کیا ہے۔اس چیلنج کے جواب میں یقیناً یہ مارا جائے گا۔''

''بس کہہ چکے...اب میری سنو' تم نے پوچھا تھا' کیا میں فرہاد ہوں....؟ اس سوال نے سمجھا دیا' تم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے نہیں ہو۔وہ لوگ میری سوچ کے لہجے سے مجھے پہچان لیتے ہیں۔تم یقیناً سیارے سے آئے ہو۔''

''تمہارا اندازہ غلط ہے۔''

''میرا دوسرا صحیح اندازہ یہ ہے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو برین ماسٹر سے' اس کی بیٹی سے اور اس کے داماد سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔وہ خواہ مخواہ بے باک سے دشمنی کرکے میری عداوت مول لینا نہیں چاہیں گے۔تم یہاں آکر سیارے میں بیٹھے ہوئے ماسٹر کے احکامات کی تعمیل کررہے ہو۔''

اس نے جواب نہیں دیا۔میں نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔''کیا ہوا خاموش کیوں ہوگئے؟''

اُدھر خاموشی رہی۔شاید وہ جا چکا تھا۔اس بار سیارے والے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد کم کرنے اور سب سے پہلے بے باک کو ہلاک کرنے آئے تھے۔یہ بات تشویشناک تھی۔

میں نے ٹونی جے سے پوچھا۔''یہاں کس طرح ان کی نگرانی ہورہی ہے؟''

اس نے کہا۔''میں' فرمان اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر جاتے آتے رہتے ہیں۔ہاسپٹل کے اسٹاف کے دماغوں میں بھی جگہ بنا چکے ہیں۔جب کوئی دوا دی جاتی ہے یا انجکشن لگایا جاتا ہے تو ہم پہلے اس کے ڈاکٹری نسخے سے مطمئن ہوجاتے ہیں۔''

میں نے کہا۔''دشمن خیال خوانی کرنے والے نادان نہیں ہیں۔انجکشن یا دوا تیار کرنے کے دوران کوئی گڑبڑ کرسکتے ہیں۔ہاسپٹل میں ہم ان کی بھرپور حفاظت نہیں کرسکیں گے۔''

الپا نے کہا۔''ہم نہیں جانتے' کتنے سیارے والے آچکے ہیں اور وہ کس طرح منظم ہوکر بے باک کی نگرانی کررہے ہیں؟ ہم اسے جہاں لے جائیں گے وہ وہاں پہنچ جائیں گے۔ہم سب کے لیے فی الحال بابا صاحب کا ادارہ محفوظ ہے۔''

میں نے کہا۔''ہم سب کا مطلب یہ ہے کہ مجھے' سونیا کو اور کبریا کو بھی ادارے سے باہر نہیں رہنا چاہیے؟''

وہ بولی۔''یس پاپا! میں یہی چاہتی ہوں۔پلیز...آپ سب یہاں چلے آئیں۔جب سیارے والوں کا سراغ ملے گا' تب ہم ان سے نمٹنے کے لیے باہر نکلیں گے۔''

میں نے اپنی پوتی انوشے کو مخاطب کیا۔اس نے سلام کرتے ہوئے پوچھا۔''یس گرینڈ پا! آپ نے آنے کی زحمت کیوں کی؟ میں آرہی ہوں۔''

میں نے کہا۔''میں نے کوئی لمبی بات نہیں کرنی ہے۔کیا تم بے باک اور اینا کے حالات سے واقف نہیں ہو؟''

''میں بہت کچھ جانتی ہوں۔آپ انہیں بابا صاحب کے ادارے میں لانا چاہتے ہیں۔''

''ہاں۔انہیں لندن سے ادارے میں پہنچانے تک دشمن کہیں بھی' کسی بھی طرح واردات کرسکتے ہیں۔انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔''

''میں ابھی اعلیٰ حضرت سے بات کرتی ہوں۔ہمارا ہیلی کاپٹر یہاں سے جائے گا اور لندن کے ہیلی پیڈ سے انہیں یہاں لے آئے گا۔''

''اس میں بھی اچھا خاصا وقت لگے گا۔''

''میں آپ کی پریشانی سمجھ رہی ہوں۔انہیں لندن کے ہاسپٹل سے ہیلی پیڈ تک پہنچایا جائے گا' پھر وہاں سے ادارے تک لایا جائے گا۔ایسے وقت دشمن موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔انہیں جانی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔مگر اطمینان رکھیں۔آپ کی پوتی ایسا نہیں ہونے دے گی۔''

میں مطمئن ہوگیا۔سونیا نے کہا۔''سیارے والے واقعی کوئی ایسی دوا استعمال کررہے ہیں' جس کے اثر سے ان کے بدن کی مخصوص بُو زائل ہوجاتی ہے۔''

میں نے پوچھا۔''کیا تم کوشش کررہی ہو؟''

''ہاں۔کئی بار کوشش کرچکی ہوں۔مگر ان کی بُو نہیں مل رہی ہے۔جبکہ وہ آپہنچے ہیں۔''

''ان کی یہ روپوشی ہمیں مہنگی پڑے گی۔وہ کسی وقت بھی اچانک حملہ کرسکتے ہیں۔ہمیں عارضی طور اپنے ادارے میں رہائش اختیار کرنی ہوگی۔''

میں نے فرمان اور ٹونی جے سے کہا۔''تم دونوں کو بہت محتاط رہنا ہوگا۔سیارے والے تمہاری تاک میں بھی ہوں گے۔''

فرمان نے کہا۔''آپ اطمینان رکھیں' ہم پہلے ہی گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔کوئی ہم تک پہنچ نہیں پائے گا۔پھر بھی محتاط رہیں گے۔''

ٹونی جے نے کہا۔''ابھی انوشے نے آکر کہا ہے' اینا اور بے باک مومن کی نگرانی نہ کی جائے۔تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہاسپٹل سے جانے کے لیے کہہ دیں۔''

میں نے کہا۔''انوشے جو کہہ رہی ہے' اس پر فوراً عمل کرو۔''

انہوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔وہ ہاسپٹل ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خالی ہوگیا۔میں نے تھوڑی دیر بعد اینا اور بے باک کے اندر جا کر دیکھا تو انہیں غافل پایا۔ایسی غفلت نیند میں یا بے ہوشی میں ہوتی ہے۔میں نے ان کے چور خیالات پڑھنے چاہے تو پڑھ نہ سکا۔

میں نے بے باک کو مخاطب کیا۔''کیا تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس کررہے ہو؟''

مجھے انوشے کی آواز سنائی دی۔''گرینڈ پا! پلیز۔آپ چلے جائیں۔''

میں پھر ایک بار مطمئن ہوکر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔اپنی بیٹی عالی اور اپنے داماد ایمان علی سے بھی کبھی کبھی خیال خوانی کے ذریعے باتیں کرلیا کرتا تھا۔سونیا فون کے ذریعے ان کی خیریت معلوم کرتی رہتی تھی۔ان دنوں عالی ماں بننے والی تھی۔زچگی کا وقت قریب آرہا تھا۔

پارس نے انوشے جیسی پوتی دے کر اور پورس نے عدنان جیسا پوتا دے کر مجھے دادا اور سونیا کو دادی بنایا تھا۔اب عالی ہمیں نانا اور نانی بنانے والی تھی۔

سونیا نے فون کے ذریعے پوچھا۔''میری بیٹی کیسی ہے؟''

ایسے وقت میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔وہ مسکراتے ہوئے بولی۔''مما! پاپا میرے اندر پہنچ گئے ہیں۔خیریت معلوم کررہے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔''وہ خیال خوانی کے ذریعے تم سے باتیں کرتے ہیں۔مجھے تمہارا حال بتاتے ہیں۔میری تسلی نہیں ہوتی۔اس لیے فون پر باتیں کرتی ہوں۔کیا تمہیں معلوم

ہے' سیارے والے پھر ہماری دنیا میں پہنچ رہے ہیں؟''

''مما! میں سوچ رہی تھی' وہ کم بخت پھر کسی وقت پلٹ کر آئیں گے۔ جب تک گریٹ ایشوارارا نابود نہیں ہوگا۔ ہماری دنیا میں حکومت کرنے کا خواب دیکھتا رہے گا۔''

''بیٹی! شیطان کبھی نہیں مرتا۔ ایک مرتا ہے تو دس پیدا ہوجاتے ہیں۔ ہماری دنیا جتنی خوبصورت ہے' اتنی ہی مصائب کا مسکن بھی ہے۔ یہاں کے رنگ و بو کو پانے کے لیے دن اور رات کے حسین نظاروں سے لطف اندوز ہونے کے لیے پیش آنے والی مصیبتوں کو جھیلنا پڑتا ہے۔''

''آپ درست کہہ رہی ہیں۔ جو مصیبت پھر سے آرہی ہے' اس سے ہم نمٹ ہی لیں گے۔''

''نہیں بیٹی! اس بار وہ بڑی زبردست تیاریوں کے ساتھ آرہے ہیں۔ آتے ہی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔''

''کیا ان میں سے کسی سے سامنا ہوا ہے یا کسی سے کوئی بات ہوئی ہے؟''

''تمہارے پاپا نے ایک اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے مختصر سی باتیں کی ہیں۔ وہ اجنبی کہہ رہا تھا' پہلا حملہ بے باک مومن پر ہوا ہے۔ اس کے بعد دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر بھی حملے کیے جائیں گے۔ اس طرح ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد کم سے کم کی جائے گی۔''

''کیا آپ ان کی بُو نہیں پا رہی ہیں؟''

''میں نے کہا ناں۔ اس بار وہ لوگ زبردست تیاریوں کے ساتھ آرہے ہیں۔ انہوں نے ایک نئی دوا ایجاد کی ہے۔ جسے کھانے کے بعد تقریباً دس گھنٹوں کے لیے ان کے جسم کی مخصوص بُو زائل ہوجاتی ہے۔''

سونیا اس دوا کے متعلق تفصیل سے بتانے لگی۔ پھر بولی۔ ''اس بار میں آسانی سے انہیں شکار نہیں کر سکوں گی۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سروں پر خطرات منڈلا رہے ہیں۔ تمہارے پاپا کبریا کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں آگئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں' تم بھی یہاں چلی آؤ۔''

''اونو مما! میں ایک ماہ بعد ماں بننے والی ہوں۔ ایسے وقت ہمیشہ اپنے ایمان علی کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے میں میاں بیوی کو ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ آپ میری فکر نہ کریں۔''

''فکر کیوں نہ کروں؟ جب تک دشمن میری نظروں میں آجاتے تھے' تب تک میں نے فکر نہیں کی۔ مگر اب تو پل پل تمہارا خیال آئے گا۔ وہ دشمن پہلے بھی تم پر دوبار جان لیوا حملے کر چکے ہیں۔''

''اور میں نے ہمیشہ منہ توڑ جواب دیا ہے۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں' بہت محتاط رہوں گی۔ اگر ایک ذرا سا بھی خطرہ محسوس کروں گی تو پہلی فلائٹ سے بابا صاحب کے ادارے میں چلی آؤں گی۔ پلیز ابھی وہاں نہ بلائیں۔''

وہ ماں بیٹی فون پر باتوں میں لگی ہوئی تھیں۔ میں اپنے داماد ایمان علی کے پاس آگیا۔ ''ہیلو بیٹے! کیسے ہو؟''

اس نے سلام کرتے ہوئے بڑی عقیدت مندی سے کہا۔ ''ابھی آپ ہی کو یاد کر رہا تھا۔ ضروری باتیں کرنا چاہتا تھا۔''

''ہاں بیٹے! بولو کیا بات ہے؟''

''میں چاہتا تھا' عالی کچھ دنوں کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں چلی جائے مگر وہ راضی نہیں ہے۔''

''تم تو ہمارے دل کی بات کہہ رہے ہو۔ میں یہی کہنے آیا تھا' تم دونوں کچھ عرصے کے لیے ادارے میں چلے آؤ۔ سیارے والے پھر ہماری دنیا میں آچکے ہیں۔ تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ پناہ گاہ میں پہنچ رہے ہیں۔ عالی کو بھی تمہارے ساتھ یہاں آجانا چاہیے۔''

''پلیز! آپ اسے سمجھائیں۔ وہ میری بات نہیں مان رہی ہے۔''

''اس کی مما ابھی فون پر باتیں کر رہی ہیں۔ وہ ضرور اسے سمجھا رہی ہوں گی۔''

''زچگی کا وقت قریب ہے۔ کیا اسے بابا صاحب کے ادارے میں آنے کی اجازت ملے گی؟''

''ملنی تو چاہیے۔ جب زچگی کا وقت بالکل قریب آئے گا تو اسے پیرس کے کسی بھی میٹرنٹی ہوم میں پہنچا دیا جائے گا۔''

وہ ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟ تم کچھ پریشان لگ رہے ہو؟''

''پاپا! آپ جانتے ہیں' مجھے بعض اوقات خاص حالات میں آگہی ملتی ہے۔ جمعرات کی رات میں صبح تک عبادت کرتا رہا۔ نماز کے بعد اچانک آگہی ملی۔ کیا بتاؤں پاپا! ہم پر قیامت ٹوٹنے والی ہے۔''

''کیا ایسی کسی آگہی کے متعلق سن کر بھی عالی ہمارے پاس آنے پر راضی نہیں ہے؟''

''میں آگہی کی بات عالی سے چھپا رہا ہوں۔''

''تعجب ہے... کیوں چھپا رہے ہو؟''

''کیا بتاؤں پاپا!...؟ جو پیش آنے والا ہے' اسے ایک ماں برداشت نہیں کر سکے گی۔ اس کا کلیجا پھٹ جائے گا۔''

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ ''یا خدا!.... بیٹے! تم نے تو مجھے بھی پریشان کر دیا ہے۔ آخر ایسی کیا آگہی ملی ہے؟ مجھے فوراً بتاؤ۔''

وہ ذرا ٹھہر ٹھہر کو بولنے لگا۔ ''میں نے دیکھا ہے' عالی نے ایک چاند سے بیٹے کو جنم دیا ہے۔ وہ بیٹا آنکھیں بند کیے گم صم پالنے میں پڑا ہے۔ ایسے ہی وقت دو دشمن آتے ہیں بچے کا ایک پاؤں پکڑ کر پالنے سے باہر کھینچتے ہیں۔ عالی بے حد کمزور ہے۔ اٹھ نہیں پاتی۔ تکلیف سے کراہتی ہے۔ مدد کے لیے چیختی ہے۔ دوسرا دشمن بچے کی دوسری ٹانگ پکڑ لیتا ہے۔ پھر وہ اس کی دونوں ٹانگیں کھینچ کر اسے چیر ڈالتے ہیں۔ وہ بچہ جس کپڑے میں لپٹا ہوا ہے۔ اس کپڑے پر ایک ذرا سا لہو دکھائی دیتا ہے۔ پھر تاریکی چھا جاتی ہے۔''

میں بابا صاحب کے ادارے میں اپنے کوارٹر کے اندر بیٹھا ایمان علی کی باتیں سن رہا تھا۔ میرے سامنے سونیا فون پر عالی سے گفتگو میں مصروف تھی۔ ضد کر رہی تھی کہ اسے ادارے میں آجانا چاہیے۔ مگر وہ نہیں مان رہی تھی۔

میں نے ایمان سے کہا۔ ''میں تمہاری آگہی سن کر بہت پریشان ہوگیا ہوں۔ خدا نہ کرے' ایسا ہوگیا تو یہ صدمہ صرف عالی کے لیے ہی نہیں' ہم سب کے لیے بھی ناقابلِ برداشت ہوگا۔''

''پلیز۔ پاپا! کچھ کریں۔''

''میں تم سے باتیں کر رہا ہوں اور یہاں دیکھ رہا ہوں' سونیا فون کے ذریعے عالی کو قائل کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور وہ راضی نہیں ہو رہی ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ۔ میں اسے سمجھاتا ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''پاپا! ایک اور بات رہ گئی ہے۔ اس آگہی سے ایک ہفتہ پہلے خواب میں دیکھا تھا' میں اور عالی بہت پریشان ہیں۔ آپ لوگوں سے ملنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں آنا چاہتے ہیں مگر وہاں کا دروازہ ہمارے سامنے بند ہوجاتا ہے۔ ہمیں اندر جانے کی اجازت نہیں ملتی۔''

وہ بہت ہی مایوس کرنے والا خواب سنا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''مجھے خواب کے ذریعے بھی آگہی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد سے میں بہت ہی دلبرداشتہ ہوگیا ہوں۔ ڈوبتے ہوئے دل سے سوچتا ہوں' کیا ہمیں بابا صاحب کے ادارے میں بھی پناہ نہیں ملے گی؟''

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا' اپنے داماد سے کیا کہوں؟ کس طرح اسے تسلیاں دوں؟

میں نے کہا۔ ''بیٹے! تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ہم ابھی معلوم کرتے ہیں' تمہاری یہ پیشگوئی کس حد تک درست ثابت ہوسکتی ہے؟ انتظار کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔''

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سونیا کو دیکھا۔ وہ فون بند کر کے گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ایمان نے آگہی کے سلسلے میں مجھ سے جو کچھ کہا تھا' میں وہ ساری باتیں اسے بتانے لگا۔ وہ سن کر اور زیادہ پریشان ہوگئی۔ کہنے لگی۔ ''میں کیا کروں؟ لڑکی بڑی ضدی ہے۔ کہتی ہے' ہمیں خطرات سے کھیلنا آتا ہے۔ جب جان پر بنے گی' کوئی راستہ سجھائی نہیں دے گا تو سیدھی ادارے میں چلی آئے گی۔''

میں نے کہا۔ ''تشویش کی بات یہ ہے کہ ادارے کا دروازہ اس کے لیے کھلے گا یا نہیں؟''

''کیوں نہیں کھلے گا؟ میں اعلیٰ حضرت سے بات کروں گی۔''

''ہمیں ابھی ان کے پاس جانا چاہیے۔ عالی کو اس آگہی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ لیکن ایمان علی بہت پریشان ہے۔ ہمیں اس کی پریشانی کو دور کرنا ہے۔''

ہم کوارٹر سے باہر آگئے۔ ٹوسیٹر ٹرالی میں بیٹھ کر اعلیٰ حضرت کی طرف جانے لگے۔ میں نے کہا۔ ''ایمان کو جو آگہی ملتی ہے' وہ اکثر درست ثابت ہوتی ہے۔ مگر یہ عجیب سی بات لگتی ہے کہ ہماری بیٹی کے لیے یہاں کا دروازہ بند کیا جائے گا۔''

وہ بولی۔ ''اگر بند کیا جائے گا تو اس کی کوئی بہت ہی خاص وجہ ہوگی۔ جسے اعلیٰ حضرت ہی جانتے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''وجہ کوئی بھی ہو۔ ہم نے تو یہی دیکھا ہے' مصیبت زدہ مسلمان یہاں آتے ہیں تو انہیں پناہ ضرور ملتی ہے۔ ہماری بیٹی پر بھی بہت بڑی مصیبت آنے والی ہے' اسے یہاں پناہ ملنی چاہیے۔''

ٹرالی حجرے کے سامنے آکر رک گئی۔ ہم وہاں سے چلتے ہوئے دروازے پر آئے پھر سونیا نے دستک دیتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا ہم اندر آسکتے ہیں؟''

ان کی آواز سنائی دی۔ ''آجاؤ....''

ہم دروازہ کھول کر اندر آئے۔ انہیں سلام کیا پھر کچھ فاصلے پر سر جھکا کر دوزانو بیٹھ گئے۔ انہوں نے ہم پر ایک نظر

ڈالی پھر کہا۔ ''انسان چاہتا ہے' اسے پیش آنے والے واقعات کا علم ہو جایا کرے لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اگلے ہی لمحے کیا ہونے والا ہے؟ اگر یہ علم ہو جائے کہ اس پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹنے والے ہیں یا موت بہت ہی بھیانک طریقے سے آنے والی ہے تو وہ موت آنے سے پہلے ہی ہیبت سے مر جائے گا یا پھر مر مر کر جیتا رہے گا۔ ذہنی خلفشار میں مبتلا رہ کر نیم پاگل' نیم مردہ سا ہو جائے گا۔''

انہوں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''جب اسے معلوم نہ ہو آئندہ کیا ہونے والا ہے تو پھر وہ آنے والے مصائب سے مردانہ وار نمٹنے کی کوششیں کرتا ہے۔ کبھی حالات سے سمجھوتا کرتا ہے' کبھی ان کے خلاف جنگ کرتا ہے۔ اس طرح زندگی گزارتا چلا جاتا ہے۔ جو مصیبتیں آتی ہیں' وہ رفتہ رفتہ نارمل ہو جاتی ہیں۔''

ہم سر جھکائے سن رہے تھے اور وہ کہہ رہے تھے۔ ''دشمنی ہوتی ہے' دہشت گردی ہوتی ہے اور بے شمار مظلوم بے گناہ خواہ مخواہ مارے جاتے ہیں۔ ان کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ جو ایک پوری زندگی گزارنے کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ طبعی موت آنے سے پہلے ہی قتل کر دیے جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔''

وہ ذرا چپ ہوئے پھر بولنے لگے۔ ''ایک نوزائیدہ بچے کو نقصان نہیں پہنچاتا مگر نقصان پہنچانے والے' قتل کرنے والے ہاتھ اسے آدبوچتے ہیں۔ اسے چیر ڈالتے ہیں۔ مار ڈالتے ہیں۔ ہمیں سوچنا چاہیے' سمجھنا چاہیے کہ ایمان علی کو ایسی صدمہ پہنچانے والی آگہی کیوں حاصل ہوئی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے' وقت سے پہلے تمہیں اس واقعے کا علم ہو اور تم اس معصوم بچے کو تحفظ دینے کی تدبیر کر سکو؟''

ہم نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔ انہوں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''تدبیر کرنی چاہیے... سلامتی کی خاطر جدوجہد کرنی چاہیے' مگر...''

وہ کہتے کہتے چپ ہو گئے۔ ایک لفظ مگر کے بعد کہنے کے لیے اور سمجھنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ انہوں نے کہا۔ ''مگر میری ناقص معلومات کے مطابق وہی ہوگا' جو آگہی کے سیاہ پردے پر نظر آیا ہے۔ نوزائیدہ بچے کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہوگا... ضرور ہوگا۔''

جیسے بجلی کا جھٹکا پہنچتا ہے۔ اعلیٰ حضرت ایسے ہی جھٹکا پہنچانے والی باتیں کر رہے تھے۔ یعنی بچے کی سلامتی کے لیے جدوجہد کی جائے گی' تب بھی وہ المناک تماشا ہوگا' جو آگہی دکھا چکی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے صاف طور پر کہہ دیا تھا' ہونی ہو کر رہے گی....

ہماری آنکھوں کے سامنے اپنی لاڈلی بیٹی عالی کا چہرہ گھوم رہا تھا۔ وہ پہلی بار ماں بننے والی تھی۔ ہماری حوصلہ مند بیٹی تھی۔ بڑے بڑے مصائب سے گزرنا جانتی تھی۔ لیکن ممتا اسے کمزور بنا سکتی تھی۔ وہ اندر سے ٹوٹ سکتی تھی اور پیشگوئی کہہ رہی تھی' ہم اسے ٹوٹنے سے نہیں بچا سکیں گے۔

سونیا نے کہا۔ ''ایمان علی کی آگہی کہہ رہی ہے' ہمارا ایک نواسا ہوگا۔ یہ ادارہ سب کے لیے محفوظ پناہ گاہ ہے۔ کیا عالی یہاں آ کر اپنے بچے کے ساتھ محفوظ نہیں رہ سکے گی؟''

انہوں نے کہا۔ ''اللہ عالم الغیب ہے۔ میں اس کا ناچیز بندہ ہوں۔ اپنے محدود علم کے مطابق مشورے دیتا ہوں۔ بیٹی کو یہاں نہیں آنا چاہیے۔ ماں کو بیٹی کے پاس جانا چاہیے۔''

میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''کوئی سوال نہ کرو۔ اپنی اور اولاد کی بہتری کے لیے کوششیں کرو۔ میری عبادت کا وقت ہو چکا ہے۔''

ہم اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ انہیں سلام کرتے ہوئے الٹے قدموں چلتے ہوئے حجرے سے باہر آ گئے۔ ٹرالی میں بیٹھ کر کوارٹر کی طرف واپس جانے لگے۔ سونیا بہت ہی فکرمند تھی۔ دلبرداشتہ ہو کر کہہ رہی تھی۔ ''اعلیٰ حضرت نے تصدیق کر دی ہے۔ واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے' ایمان علی نے آگہی کی تاریک اسکرین پر جو المناک منظر دیکھا ہے' ہمارے نوزائیدہ نواسے کی موت اسی طرح ہوگی۔''

میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''اعلیٰ حضرت کی باتوں سے صاف ظاہر ہے' ہم اپنی بیٹی اور نواسے کے لیے کچھ نہیں کر پائیں گے۔ جو ہونی ہے' وہ ہو کر رہے گی۔''

''ہم تھوڑی دیر پہلے سوچ رہے تھے اور یقین سے کہہ رہے تھے کہ عالی کے لیے بابا صاحب کے ادارے کا دروازہ بند نہیں کیا جائے گا... بظاہر دروازہ بند نہیں کیا جا رہا ہے۔ پھر بھی ایمان علی کا خواب درست ثابت ہو رہا ہے۔''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ دروازہ بند ہونے کا مطلب یہی ہے کہ عالی اس ادارے کے اندر نہ آئے۔ اعلیٰ حضرت نے اسے یہاں آنے سے خود نہیں روکا ہے۔ ہمیں مشورہ دیا ہے' بیٹی کو یہاں نہیں بلانا چاہیے۔ اس کے برعکس ہمیں وہاں جانا چاہیے۔''

''مجھے جانا ہی ہوگا۔ ہونی ہو کر رہتی ہے۔ میں کوشش کروں گی' انہونی ہو جائے۔ جو نہیں ہو سکتا۔ اسے کسی بھی طرح ہونی بنا کر رہوں گی۔''

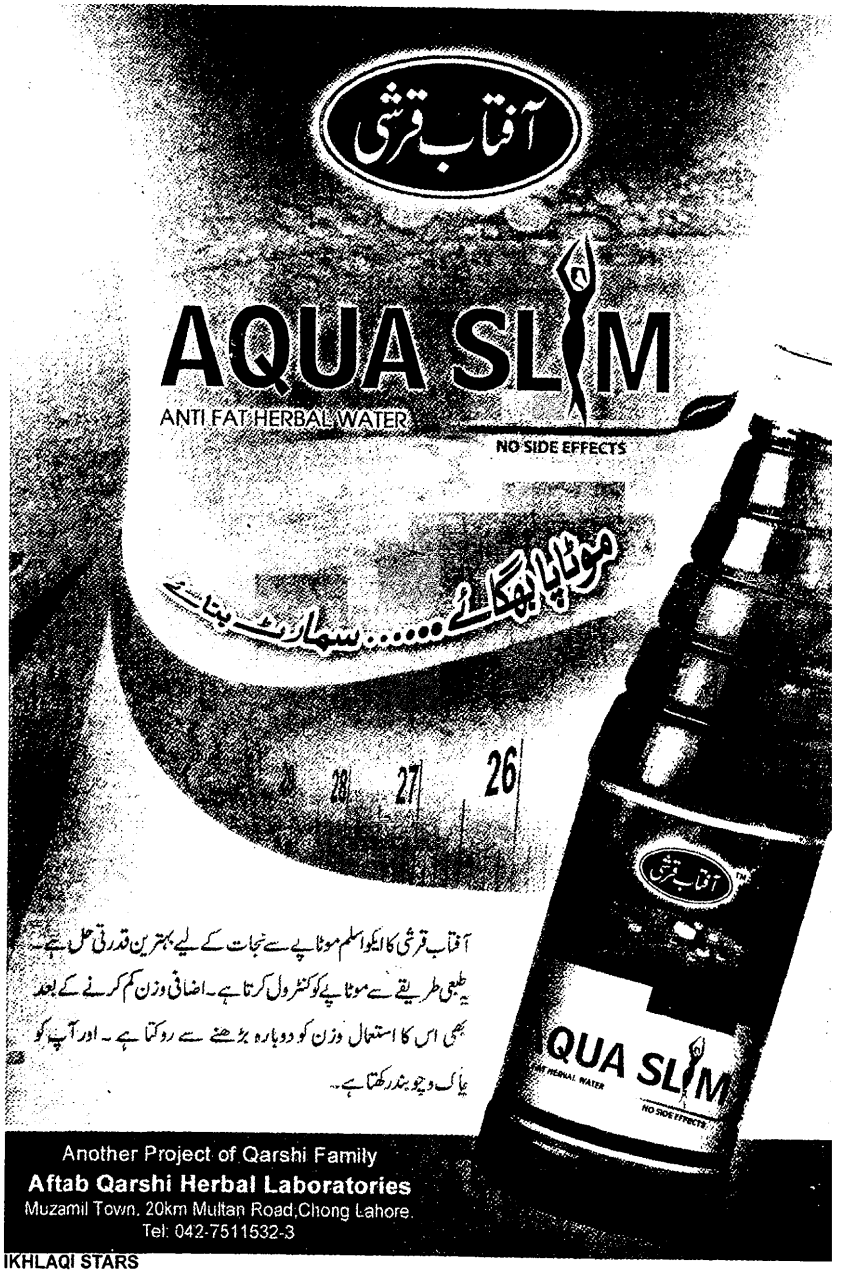

عالی تقریباً چار ہفتے بعد ماں بننے والی تھی۔ سونیا نے طے کیا' وہ تین ہفتے بعد وہاں جائے گی۔ میں نے کوارٹر میں آ کر ایمان علی سے رابطہ کیا' اسے بتایا کہ اس کی آگہی اور اس کا خواب درست ہے۔ اعلیٰ حضرت نے تصدیق کی ہے۔ اب ہم عالی کو یہاں آنے کے لیے نہیں کہیں گے۔ تین ہفتوں کے بعد سونیا خود اس کے پاس جانے والی ہے۔

میں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہہ دیا تھا' وہ دن رات خیال خوانی کرتے رہیں۔ مختلف اکابرین کے اندر جا کر ان کی مصروفیات پر نظر رکھیں۔ فی الحال ان کے ذریعے ہی ہمیں سیارے والوں کے متعلق کچھ معلوم ہو سکتا تھا۔

معلومات کا دوسرا ذریعہ آؤڈی مین تھا۔ کبریا اسے جگہ جگہ لیے پھرتا تھا۔ اس کے ذریعے فرانس کی آرمی انٹیلی جنس اور سرکاری اعلیٰ عہدیداروں کی باتیں سنتا تھا۔ اس طریقہ کار کے مطابق وہ کبھی کسی وقت کسی سیارے والے کی آواز بھی سن سکتا تھا۔

تمام اکابرین نے اپنے اپنے ملک میں یوگا جاننے والوں کی ٹیمیں بنائی تھیں۔ ان ٹیموں میں آرمی اور انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران کے علاوہ بہت ہی تجربہ کار پلاننگ کرنے والے شاطر حکمران اور سراغ رساں بھی شامل تھے۔

ہم خیال خوانی کرنے والے ان کے اندر نہیں پہنچ سکتے تھے' یہ معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ وہ اپنی رہائش گاہیں تبدیل کر کے کن علاقوں میں جا کر روپوش ہو گئے ہیں؟ وہ روپوش رہنے والے ہی گریٹ ایشوار اسے اور برین ماسٹر وغیرہ سے رابطہ کرتے ہوں گے۔ جو سیارے والے ہماری دنیا میں آ رہے ہیں۔ ان کے لیے خفیہ پناہ گاہیں مہیا کر رہے ہوں گے۔

بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے تمام جاسوس ایسی یوگا جاننے والی ٹیموں کو تلاش کر رہے تھے۔ ہمیں یقین تھا' وہ زیادہ عرصے تک چھپ کر نہیں رہ سکیں گے۔ لندن کی یوگا جاننے والی ٹیم فرینکفرٹ پہنچ گئی تھی۔ ڈاکٹر سلام نے ان کی باتیں سنی تھیں۔ اسے معلوم ہو گیا تھا' وہ جرمنی میں قیام کریں گے۔ وہاں آرمی ہیڈ کوارٹر میں ان کی خفیہ میٹنگ ہونے والی تھی۔

اس ہیڈ کوارٹر کا احاطہ تقریباً دو کلو میٹر کے رقبے تک پھیلا ہوا تھا۔ غیر متعلقہ افراد اس باؤنڈری کے اندر داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ ڈاکٹر سلام سوچ میں پڑ گیا کہ کس طرح وہاں تک رسائی حاصل کرے؟

کوئی تدبیر بھجائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ صرف دو سو گز دور ہونے والی گفتگو سن سکتا تھا۔ جبکہ آؤڈی مین پانچ کلو میٹر کے فاصلے تک اپنے مطلوبہ شخص کی آواز سن لیتا تھا۔ اس نے سوچا۔ ''میں اس خفیہ میٹنگ کی باتیں نہیں سن سکوں گا۔ اگر آؤڈی مین واقعی ایسی غیر معمولی قوتِ سماعت رکھتا ہے تو پھر اسے سننا چاہیے۔ اس کے ذریعے ان کی خفیہ باتیں سونیا اور فرہاد کو معلوم ہونی چاہئیں۔''

اس نے اپنے موبائل فون کی سم بدل کر میرے نمبر پنچ کیے۔ میں نے رابطہ ہونے پر پوچھا۔ ''ہیلو... تم کون ہو؟''

اس نے کہا۔ ''آپ مجھے نہیں جانتے۔ جاننا ضروری بھی نہیں ہے۔ میں اہم معلومات فراہم کر رہا ہوں۔ آپ ان کے مطابق فوراً عمل کریں۔''

''وہ معلومات کیا ہیں؟''

''آپ جانتے ہیں' آج پیرس میں یوگا جاننے والے اکابرین کی خفیہ میٹنگ تھی۔''

''ہاں۔ جانتا ہوں۔ مگر اب وہ کینسل ہو چکی ہے۔''

''وہی میٹنگ کل صبح دس بجے فرینکفرٹ کے آرمی ہیڈ کوارٹر میں ہو گی۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں کسی فرد کے اندر پہنچ نہیں پائے گا۔ صرف آپ کا آؤڈی مین ان کی باتیں سن سکے گا۔ باقی آپ سمجھدار ہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں' اب آپ کو کیا کرنا چاہیے؟ خدا حافظ....''

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اپنے فون کی سم بدل دی۔ وہ خدائی خدمتگار کہاں سے پیدا ہوا تھا؟ یہ اس وقت معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں جانا مناسب نہیں تھا۔ ایک تو یہ خیال تھا کہ وہ یوگا میں مہارت رکھتا ہوگا' سانس روک لے گا۔ پھر یہ کہ وہ اپنے بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی کوئی مجبوری ہو گی یا کوئی خاص وجہ ہو گی۔ اس لیے میں نے عارضی طور پر اسے نظر انداز کر دیا۔ کبریا کو مخاطب کر کے اسے موجودہ انفارمیشن کے متعلق بتانے لگا۔

اس نے کہا۔ ''پاپا! مجھے پہلی فلائٹ سے آؤڈی مین کے ساتھ وہاں جانا چاہیے۔''

''بے شک۔ وہ خفیہ میٹنگ کل صبح دس بجے ہونے والی ہے۔ تم آج رات ہی وہاں پہنچ جاؤ تو بہتر ہے۔''

''میں آؤڈی مین کو تیار کر رہا ہوں۔ پلیز۔ آپ کسی بھی فلائٹ میں ہمارے لیے دو سیٹیں او کے کرا دیں۔''

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ٹریولنگ ایجنسی میں پہنچ کر معلوم کیا۔ ایک جہاز رات آٹھ بجے وہاں سے فرینکفرٹ جانے والا تھا۔ دوسری صبح تک اور کوئی فلائٹ نہیں تھی۔ میں نے ایک متعلقہ فرد کے دماغ پر قبضہ جما کر مسافروں کی لسٹ چیک کی۔ جہاز میں کوئی سیٹ خالی نہیں

مسافروں میں سے کسی دو کو ہٹانا ضروری ہو گیا تھا۔

میں نے ایک میاں بیوی کا فون نمبر معلوم کر کے ان سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ ''ہیلو کون ہے؟''

میں فون بند کر کے بولنے والے کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ادھیڑ عمر کے میاں بیوی تھے۔ کسی بات پر جھگڑا کر رہے تھے۔ میں نے فون بند کیا تو وہ بیوی سے جھنجلا کر بولا۔ ''یہ... یہ کس نے فون کیا تھا؟''

وہ غصے سے بولی۔ ''کیا پاگل ہو گئے ہو؟ فون تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم نے اٹینڈ کیا ہے اور مجھ سے پوچھ رہے ہو' کس نے فون کیا تھا؟''

وہ غصے سے پاؤں پٹخ کر بولا۔ ''میں خوب جانتا ہوں۔ یہ تمہارا کوئی بوائے فرینڈ ہوگا۔ میری آواز سن کر اس نے فون بند کر دیا ہے۔''

وہ جواباً غصے سے بولی۔ ''اچھا کیا ہے۔ تمہاری گرل فرینڈز بھی میری آواز سن کر یہی کرتی ہیں۔ سمجھ لو.... حساب برابر ہو رہا ہے۔''

تم بدچلن ہو۔ میں تمہیں طلاق دوں گا۔''

''میرا ایک بوائے فرینڈ ہے۔ تمہاری چار گرل فرینڈز ہیں۔ تم ایک بار طلاق دو گے' میں تمہیں چار بار طلاق دوں گی۔''

''لعنت ہے تم پر.... بہت ہی بیوقوف عورت ہو۔''

''بیوقوف تھی' اس لیے تمہارے پلے پڑ گئی۔ اب نہیں ہوں' اس لیے میکے جا رہی ہوں۔''

''دیکھو! اچھی طرح سوچ لو' تم نہیں جاؤ گی تو ہمارے ٹکٹ پر میری کوئی گرل فرینڈ فرینکفرٹ جائے گی۔''

''ٹکٹس میرے پاس ہیں۔ تم اپنی گرل فرینڈ کو کیا... اس کی اماں کو بھی نہیں لے جا سکو گے۔''

ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے جب ایمرجنسی میں کہیں جانے کے لیے جہاز کے ٹکٹ او کے کراتے ہیں تو خیال خوانی کے جھنکڑوں سے ہیرا پھیری کر کے دو چار سیٹیں اپنے نام کرا لیتے ہیں۔ مگر ایسا پہلی بار ہو رہا تھا۔ کسی ہیرا پھیری کے بغیر ہی وہ سیٹیں ملنے والی تھیں۔

میں نے اس عورت کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ پتا چلا' وہ دونوں ٹکٹس اس کے پرس میں ہیں۔ وہ میری مرضی کے مطابق طمطناتی ہوئی' تیزی سے چلتی ہوئی اپارٹمنٹ کے باہر آئی۔ پھر کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی ٹریولنگ ایجنسی کے سامنے پہنچ گئی۔

اس کے شوہر نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ روکنے والا پیچھے رہ گیا تھا۔ اس نے ٹریولنگ ایجنسی میں پہنچ کر دونوں ٹکٹ کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں ان میں کچھ تبدیلیاں چاہتی ہوں۔ پلیز۔ آپ نام تبدیل کر دیں۔''

اس نے میری مرضی کے مطابق آؤڈی مین اور کبریا کے نام لکھوا دیے۔ پھر کاؤنٹر مین سے کہا۔ ''یہ ٹکٹس اپنے پاس رکھیں۔ آؤڈی مین اور مسٹر کبریا یہاں آ کر آئی ڈی کارڈ دکھائیں گے اور اپنے ٹکٹس لے جائیں گے۔''

اگرچہ آؤڈی مین کے ساتھ کبریا کا جانا ضروری نہیں تھا۔ وہ پیرس میں رہ کر ہی خیال خوانی کے ذریعے اس سے کام لے سکتا تھا۔ پھر یہ کہ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ پناہ گاہ میں پہنچے ہوئے تھے۔ کبریا کو بھی بابا صاحب کے ادارے سے باہر نہیں جانا چاہیے تھا۔ مگر کبھی کبھی حالات کے تحت خطرہ مول لینا پڑتا ہے۔

ہمارے ذہن میں یہ بات تھی کہ سیارے سے آنے والے شاید کسی طرح کبریا کو پہچان سکتے تھے۔ اسے ٹریپ کرنے کی کوششیں کر سکتے تھے۔ ایسے وقت وہ ہماری نظروں میں ضرور آتے۔ انہیں ڈھونڈ نکالنے کے لیے کچھ تو کرنا ہی تھا۔

وہ آؤڈی مین کے ساتھ فرینکفرٹ پہنچ گیا۔ انہوں نے ایک ہوٹل میں کرائے پر کمرے لیے۔ پھر ایک رینٹڈ کار لے کر آرمی ہیڈ کوارٹر کی طرف آ گئے۔ دور تک پھیلی ہوئی باؤنڈری کے چاروں طرف آہستہ آہستہ کار ڈرائیو کرنے لگے۔

کبریا نے آؤڈی مین سے کہا۔ ''یہ آرمی ہیڈ کوارٹر تقریباً دو کلو میٹر کے رقبے تک پھیلا ہوا ہے۔ کل صبح دس بجے یہاں یوگا جاننے والوں کی اہم میٹنگ ہونے والی ہے۔ تم یقیناً اس باؤنڈری کے باہر رہ کر ان کی باتیں سن سکو گے۔''

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ میں ایک ایک بات سن سکوں گا۔''

وہ ہیڈ کوارٹر کے آس پاس کی لوکیشن دیکھ کر واپس ہوٹل میں آ گئے۔ جب آؤڈی مین اپنے کمرے میں جا کر بیڈ پر لیٹ گیا تو کبریا نے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ ایک بار پھر تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ کو مخصوص لب و لہجے کے ذریعے لاک کیا اس کے بعد خود بھی صبح چھ بجے تک کے لیے گہری نیند سو گیا۔

پھر وہ دوسرے دن دس بجے سے پہلے ہیڈ کوارٹر کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں آرمی کی گاڑیاں گشت کر رہی تھیں۔ چاروں طرف باؤنڈری وال کے قریب سے گزرنے والی عام گاڑیوں کو کہیں رکنے کی اجازت نہیں تھی۔ دو کلو میٹر

دور ہیڈ کوارٹر کے پیچھے چاند ماری کے لیے ایک بڑا سا میدان تھا۔ وہاں بھی فوجی گاڑیاں گشت کر رہی تھیں۔

کبریا نے آوَڈی مین سے کہا۔ ''تم یہاں کہیں ایک جگہ رک کر ان کی باتیں نہیں سن پاؤ گے۔''

وہ بولا۔ ''رُکنا ضروری نہیں ہے۔ میں یہاں سے اور دو کلومیٹر دور جا کر بھی ان کی باتیں واضح طور پر سن سکوں گا۔''

وہ دونوں وہاں سے دور ایک ریسٹورنٹ کے کیبن میں آ کر بیٹھ گئے۔ دس بجنے ہی والے تھے۔ آوَڈی مین سر جھکا کر سننے لگا۔ ہیڈ کوارٹر کے اندر کتنے ہی سپاہیوں کی اور افسران کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ انہیں سنتا جا رہا تھا اور اپنی سماعت سے باہر نکالتا جا رہا تھا۔ پھر ایک آواز سن کر رک گیا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ ''یہ اجلاس چوبیس گھنٹے پہلے پیرس میں ہونے والا تھا۔ لیکن آپ نے دیکھ لیا' یہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کتنی برق رفتاری سے ہمارے خفیہ معاملات تک پہنچ جاتے ہیں۔''

اس وقت میں الپا' کبریا' فرمان اور ٹونی جے ٹیلی پیتھی کے ذریعے آوَڈی مین کے اندر موجود تھے۔ اس کے ذریعے اجلاس میں ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔

اس وقت وہی شخص کہہ رہا تھا۔ ''سیّارے سے آنے والا ہمارا ایک اتحادی' ہمارا دوست اگر بے باک مومن کو اعصابی کمزوری میں مبتلا نہ کرتا' اس کے چور خیالات نہ پڑھتا تو ہمیں کبھی معلوم نہ ہوتا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہم یوگا جاننے والوں کا توڑ کر دیا ہے۔ اب وہ آوَڈی مین کے ذریعے ہماری خفیہ باتیں سن سکتے ہیں۔''

کسی نے پوچھا۔ ''یہ آوَڈی مین کون ہے؟''

جواب دیا گیا۔ ''وہ ایک غیر معمولی قوتِ سماعت رکھنے والا شخص ہے۔ پانچ کلومیٹر کی دوری تک ہم میں سے کسی کی بھی باتیں سن سکتا ہے۔ وہ پہلے برین ماسٹر کا دستِ راست تھا۔ مگر اب فرہاد علی تیمور کے شکنجے میں آ گیا ہے۔''

کسی نے پوچھا۔ ''کیا ہمیں یہ یقین کرنا چاہیے' وہ آوَڈی مین اس وقت ہماری باتیں نہیں سن رہا ہوگا؟''

''ہمیں پورا یقین ہے۔ ہم بہت محتاط ہیں۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والے جگہ جگہ مشتبہ افراد کے دماغوں میں جھانکتے پھر رہے ہیں۔ ہمارے اجلاس کو اس قدر راز میں رکھا گیا ہے کہ ہمارے حکمران بھی اس سے بے خبر ہیں۔''

ایک اور آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''مسلمانوں کے خلاف جو کارروائیاں کی جانے والی ہیں' اس ایجنڈے میں سب سے پہلے یہ لکھا ہوا تھا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد کم سے کم کی جائے گی۔ انہیں ایک ایک کر کے ہلاک کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں کیا کیا جا رہا ہے؟''

جواباً کہا گیا۔ ''ابھی تو شروعات ہے۔ ابتدا میں ایک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے بے باک مومن کو ٹریپ کیا گیا تھا۔ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے ہاسپٹل پہنچا گیا تھا۔ ہم اس حد تک کامیاب رہے۔ مگر آگے چل کر اچانک ہی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ہم بے باک مومن کو ہلاک نہ کر سکے۔''

''یعنی کارروائی شروع ہوتے ہی ناکامی ہوئی؟ آخر اسے ہلاک کیوں نہ کر سکے؟''

''وہ اپنی وائف کے ساتھ اچانک ہی ہاسپٹل سے کہیں چلا گیا ہے۔''

''کیا اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے دوبارہ ٹریپ نہیں کر سکتے؟''

''اینا اور بے باک مومن کے دماغ گم ہو گئے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کی لہریں ان تک پہنچ نہیں پا رہی ہیں۔''

''کیا روحانی علوم کے ذریعے انہیں تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے؟''

''ہم روحانی علم کو نہیں مانتے۔ وہ لوگ کسی طرح کی جادوگری یا مکاری دکھا رہے ہیں۔''

ایک اور شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''ایک مسلم ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ آتے آتے نکل گیا۔ اسے ہلاک نہ کیا جا سکا۔ کوئی دوسرا مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا گرفت میں آنے کے بعد کہیں گم ہو جائے گا تو یہی کہا جائے گا کہ یہ مسلمانوں کی جادوگری یا مکاری ہے۔ صرف ایسا کہہ کر ٹالا نہیں جا سکتا۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر ہمیں معلوم کرنا ہوگا' وہ کن ہتھکنڈوں سے اپنے آدمیوں کو تحفظ فراہم کر رہے ہیں؟''

''ہم یہی کوششیں کر رہے ہیں۔ ہمارے اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کی فیملی پر ایک زبردست حملہ کرنے والے ہیں۔ اس حملے کے نتیجے میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ وہ ہمارے مقابلے میں کمزور ہوتے چلے جائیں گے۔ ان کی یہ بات میری سمجھ میں آ گئی۔ وہ اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والے یعنی سیّارے کے خیال خوانی کرنے والے آئندہ ایک ماہ کے اندر عالی پر حملہ کرنے والے تھے۔ وہ ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی تلاش کر رہے ہوں گے۔

اس اجلاس میں ایک نے سوال کیا۔ ''کیا ہمارے اتحادی خیال خوانی کرنے والے اس اجلاس میں موجود ہیں؟''

جواب میں کہا گیا۔ ''ہاں۔ موجود ہیں۔''

''کیا وہ روبرو آتے ہیں؟''

''نہیں۔ ان سے یہی معاہدہ ہوا ہے' وہ اپنے طور پر مختلف ممالک میں روپوش رہیں گے۔ لیکن ان کا ایک نمائندہ ہمارے ساتھ رہا کرے گا۔ ہم اس کے لیے خفیہ پناہ گاہ کا انتظام کریں گے۔ اسے زبردست سیکیورٹی فراہم کرتے رہیں گے۔''

ایک اور اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''انہیں ہر طرح کی سیکیورٹی فراہم کرنے کے سلسلے میں ہی یہ اجلاس طلب کیا گیا ہے۔ یہاں جرمنی' فرانس' انگلینڈ اور امریکا کے اعلیٰ عہدیدار اور آرمی کے اعلیٰ افسران موجود ہیں۔ ہمارے اتحادیوں نے طے کیا ہے' ان کا ایک نمائندہ جرمن میں' دوسرا فرانس میں' تیسرا انگلینڈ میں اور دو نمائندے امریکا میں ہوں گے۔''

ایک اور شخص نے کہا۔ ''ہم گریٹ ایشورارا پر یہ ثابت کریں گے کہ ان سے بھرپور تعاون کر رہے ہیں۔ انہیں بہت ہی منظم اور مستحکم سیکیورٹی فراہم کر رہے ہیں۔ وہ تمام نمائندے آج رات ہماری دنیا میں پہنچنے والے ہیں۔''

یہ بہت ہی اہم بات معلوم ہو رہی تھی۔ سیّارے سے آج رات چھ نمائندے ان چار ممالک میں آنے والے تھے۔ ان سے پہلے نہ جانے کتنے اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری دنیا میں پہنچ چکے تھے۔ وہ جہاں بھی پہنچے تھے' وہاں خاموش تھے۔ بڑی راز داری سے اپنی پوزیشن مستحکم کر رہے تھے۔

ہم اس اعتبار سے کمزور تھے کہ اب تک کسی بھی اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچ نہیں پائے تھے۔ انہوں نے ایک عرصے بعد یہاں آ کر پہلا حملہ بے باک پر کیا تھا۔ جس کا ہم نے بھرپور دفاع کیا اور انہیں ہمیشہ کی طرح ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ بہرحال ہماری کامیابی اسی میں تھی کہ کسی بھی طرح ان اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچتے رہیں اور ان کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا کے اکابرین کو بھی اچھا سبق سکھاتے رہیں۔

فی الحال کامیابی تک بڑھنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ صرف ایک آوَڈی مین تھا۔ جس کے ذریعے ہمیں دنیا کے یوگا جاننے والوں اور اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو رہا تھا۔ مگر یہ سراغ نہیں مل رہا تھا کہ وہ سب کہاں چھپے ہوئے ہیں اور کتنے ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں؟

ایسے وقت قدرتی حالات کسی حد تک ہمارے موافق تھے۔ نہ جانے وہ تعاون کرنے والا ڈاکٹر سلام کہاں سے پیدا ہو گیا تھا؟ کون تھا؟ کہاں سے آیا تھا؟ ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ اگر وہ مجھے اطلاع نہ دیتا تو ہمیں فرینکفرٹ میں ہونے والے اس اجلاس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوتا۔ وہ ہمارے لیے آسمانی فرشتہ بن کر آیا تھا۔

اس بے چارے نے کوشش کی تھی۔ وہ اپنی کار میں بیٹھ کر آرمی ہیڈ کوارٹر کے اطراف چکر کاٹتے ہوئے خفیہ اجلاس میں ہونے والی باتیں سننا چاہتا تھا۔ لیکن وہ اجلاس ایسی چار دیواری میں ہو رہا تھا' جو چاروں طرف کی باؤنڈری وال سے بہت دور تھی۔ وہ دو سو گز سے زیادہ دور ہونے والی باتیں سن نہیں سکتا تھا۔

مایوس ہو کر ہوٹل کے کمرے میں آ گیا۔ بیڈ پر لیٹ کر سوچنے لگا' تھوڑی دیر بعد مجھ سے رابطہ کرے گا۔ خفیہ اجلاس کے بارے میں کچھ معلوم کرے گا۔ وہ جہاں جاتا تھا' وہاں آس پاس کے لوگوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ ایسے وقت ان آوازوں کو ذہن سے باہر جھٹک دیتا تھا۔

سننے اور نہ سننے کی قوت اس کے اختیار میں تھی۔ وہ جس کی آواز کو نظر انداز کرتا تھا۔ وہ اسے سنائی نہیں دیتی تھی۔ جس طرف توجہ دیتا تھا' وہ آواز سنائی دینے لگتی تھی۔ اس ہوٹل میں پہنچ کر غیر ضروری آوازوں کو ذہن سے باہر جھٹکتا رہا تھا۔ کمرے میں آنے کے بعد بھی اِدھر اُدھر سے کچھ آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

وہ بیڈ پر لیٹنے کے بعد ایک ایک آواز کو نظر انداز کرنے لگا۔ ایسے ہی وقت چونک کر اٹھ بیٹھا۔ کہیں سے گریٹ ایشورارا کا نام سنائی دیا تھا۔

وہ اسی آواز کی طرف توجہ دینے لگا۔ وہ شخص کہہ رہا تھا۔ ''گریٹ ایشورارا کا طریقہ کار ایسا ہے کہ اس بار صرف مسلمان ہی نہیں' امریکا اور یورپ کے اکابرین بھی دھوکا کھاتے رہیں گے۔''

دوسرے شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''گریٹ ایشورارا کا نام نہ لو۔ یہ دنیا عجیب چیز ہے۔ یہاں آوَڈی مین جیسے لوگ بھی ہیں' جو میلوں دور کی آوازیں سن لیتے ہیں۔''

''برین ماسٹر نے یقین سے کہا ہے' اس دنیا میں آوَڈی مین کے سوا دوسرا کوئی شخص ایسا نہیں ہے' جو دور کی

آوازیں سن سکتا ہو اور وہ آؤڈی مین پیرس میں ہے۔ اس کے تو باپ کو بھی معلوم نہیں ہوگا کہ پیرس میں ہونے والا اجلاس ابھی فرینکفرٹ میں ہو رہا ہے۔''

دوسرے شخص نے کہا۔ ''ہمیں ایسی باتیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کرنی چاہئیں۔''

دوسرے نے کہا۔ ''دن رات خیال خوانی کرتے رہتے ہیں۔ میں تو بیزار ہو جاتا ہوں۔ ابھی ایک دوسرے کے قریب بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایسے وقت بھی زبان سے نہیں بولیں گے تو کیا گونگے رہ کر ساری زندگی گزار دیں گے؟''

ڈاکٹر سلام فوراً ہی بیڈ سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ پھر ان آوازوں کی سمت کا تعین کرتے ہوئے ایک طرف بڑھنے لگا۔ اس وقت ایک شخص کہہ رہا تھا۔ ''ٹھیک دو گھنٹے بعد میری فلائٹ ہے۔ ایئر پورٹ جانا چاہیے۔ کیا مجھے سی آف کرنے چلو گے؟''

''سوری... ہمیں تاکید کی گئی ہے' ایک دوسرے سے دور رہا کریں۔ چونکہ تمہیں پیرس جانا تھا' اس لیے تھوڑی دیر ہمارا ساتھ رہا۔ بس میں یہیں سے الوداع کہتا ہوں۔''

ڈاکٹر سلام چلتے چلتے کمرا نمبر دو سو سات کے سامنے رک گیا۔ پھر تیزی سے پلٹ کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ جلدی جلدی جوتے پہننے لگا۔ وہ ایئر پورٹ جانے والے کا تعاقب کرنا چاہتا تھا۔ اس نے جوتے پہننے کے بعد فون اٹھایا پھر سم بدلنے لگا۔

میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ آؤڈی مین کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ خفیہ میٹنگ میں ہونے والی باتیں سن رہا تھا۔ اب وہ اجلاس اختتام پذیر ہو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے ایسے آن کر کے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے اسی اجنبی کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو... کیا آپ وہی ہیں' جنہیں میں نے ایک اہم انفارمیشن دی تھی؟''

میں نے کہا۔ ''ہاں۔ میں وہی فرہاد علی تیمور ہوں۔ تم میرے بہت بڑے محسن ہو۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور تمہارے لیے نیک تمنا رکھتا ہوں۔''

''آپ میری قدر کر رہے ہیں۔ اس کا بہت بہت شکریہ... ابھی ایک اہم اور چونکا دینے والی خبر سنیں۔ فرینکفرٹ کے ہوٹل ڈیوڈل کے کمرا نمبر دو سو سات میں دو سیارے والے موجود ہیں۔ ان میں سے ایک ایئر پورٹ کی طرف جا رہا ہے۔ میں اس کا تعاقب کرتا رہوں گا۔ دو گھنٹے بعد اس کی فلائٹ ہے۔ وہ پیرس جانا چاہتا ہے۔ آپ فوراً اپنے آدمیوں کو ایئر پورٹ بھیجیں۔ میرے ہاتھ میں سرخ گلاب ہوگا۔ آپ کے آدمی میرے پاس آئیں گے۔ میں انہیں اس سیارے والے تک پہنچا دوں گا۔ دیٹس آل.....''

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے فون بند کرتے ہوئے کبریا سے کہا۔ ''یہاں ایک ہوٹل ڈیوڈل ہے۔ اس کے کمرا نمبر دو سو سات میں سیارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ فوراً اسے ٹریپ کرو۔ یہ یاد رکھو! ہمیں اس کے ذریعے بہت سی معلومات حاصل کرنی ہیں۔ اس لیے اسے ہلاک نہ کرنا۔''

پھر میں نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ادارے کے دو جاسوسوں سے رابطہ کیا۔ انہیں ہدایت کی۔ ''فوراً ایئر پورٹ پہنچو۔ وہاں تمہیں ایک ایسا شخص ملے گا' جس کے ہاتھ میں سرخ گلاب ہوگا۔ وہ تمہیں ایک سیارے والے تک پہنچائے گا۔''

ایک جاسوس نے پوچھا۔ ''سر! ہمیں اس سیارے والے کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے؟''

''اسے ہلاک نہیں کرو گے۔ اپنی گرفت میں لیتے ہی اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دو گے۔ تاکہ وہ اپنے کسی ساتھی سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ نہ کر سکے۔ پھر اسے اپنی کسی رہائش گاہ میں لے جاؤ گے۔ ایسے وقت میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے پاس موجود رہوں گا۔''

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اپنے کوارٹر سے نکل کر سونیا کے کوارٹر کے سامنے آیا۔ خیال خوانی کے ذریعے بولا۔ ''دروازہ کھولو۔''

وہ بولی۔ ''کھلا ہے۔ چلے آؤ.....''

میں نے تیزی سے اندر آ کر کہا۔ ''وہ اجنبی شخص تو کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔''

وہ کھانے میں مصروف تھی۔ لقمہ چباتے ہوئے بولی۔ ''کس اجنبی کی بات کر رہے ہو؟''

''وہی' جس نے پچھلی شام ہمیں بتایا تھا' پیرس میں ہونے والا خفیہ اجلاس دوسری صبح فرینکفرٹ میں ہونے والا ہے۔ واقعی اس کی انفارمیشن درست تھی۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے آؤڈی مین کے اندر رہ کر اس اجلاس میں ہونے والی تمام باتیں سن لی ہیں اور بڑی اہم معلومات حاصل کی ہیں۔''

وہ بولی۔ ''ٹھیک ہے۔ مگر تم اس اجنبی کو جادوگر کیوں کہہ رہے ہو؟''

''ہم سب طرح طرح کی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے

ہیں۔ ہمارے پاس معلومات کے وسیع ذرائع بھی ہیں۔ اس کے باوجود سیارے والوں تک پہنچ نہیں پا رہے ہیں۔ مگر وہ اجنبی ان کے خفیہ اجلاس تک اور سیارے والوں تک پہنچ رہا ہے۔ اس نے ابھی جو اطلاع دی ہے' اس کے مطابق کبریا اور ہمارے جاسوس ان دو سیارے والوں کو گرفتار کرنے والے ہیں۔''

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''پھر تو وہ اجنبی واقعی باکمال ہے۔ اسے جادوگر کہنا چاہیے۔''

میں نے کہا۔ ''تم آرام سے کھاؤ۔ میں کبریا کے پاس جا رہا ہوں۔''

الپا خیال خوانی کے ذریعے کبریا کے پاس موجود تھی۔ فرمان اور ٹونی جے بھی ان دو جاسوسوں کے اندر پہنچے ہوئے تھے' جو ایئر پورٹ کی طرف جا رہے تھے۔

جب میں کبریا کے پاس پہنچا تو وہ کمرا نمبر دو سو سات کا دروازہ کھول کر اندر گھس آیا تھا۔ سیارے والا ایکدم سے گھبرا گیا۔ ذرا غصہ دکھاتے ہوئے بولا۔ ''کون ہو تم.....؟ بغیر اجازت اندر کیوں آئے ہو؟''

جواب میں کبریا نے ایک گھونسا اس کی ناک پر جڑ دیا۔ پھر اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ دو ہاتھ پڑتے ہی وہ چکرا کر فرش پر گر پڑا۔ الپا نے کہا۔ ''بس کرو۔ مجھے اس کے اندر جگہ مل گئی ہے۔''

وہ دماغی طور پر کمزور ہو گیا تھا۔ نہ سانس روک کر اپنے اندر سے کسی کو بھگا سکتا تھا' نہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے کسی ساتھی سے رابطہ کر سکتا تھا۔ وہ دونوں اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ سب سے پہلے یہ معلوم ہوا کہ سیارے سے آج رات جو چھ نمائندے آنے والے تھے۔ وہ پچھلی رات آ چکے ہیں۔ ان چھ میں سے ایک نمائندہ وہ خود تھا۔ اس کا نام سنگورارا تھا۔

اس کا دوسرا ساتھی جو ایئر پورٹ کی طرف گیا تھا۔ اس کا نام سنگو رارا تھا۔ وہ نمائندہ بن کر پیرس جا رہا تھا۔ وہ دونوں آدھی رات کے بعد یہ ظاہر کرنے والے تھے کہ آج رات ہی سیارے سے آئے ہیں۔

امریکا اور انگلینڈ میں سیارے کے جو نمائندے تھے' وہ بھی ہماری دنیا میں پہلے سے موجود تھے۔ آج آدھی رات کے بعد اکابرین کے سامنے خود کو ظاہر کرنے والے تھے۔

انہوں نے ان تمام اکابرین سے جھوٹ کہا تھا۔ جھوٹ بولنے کی خاص وجہ تھی۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے' اکابرین' ان کے نامی گرامی سائنسدان' آرمی کے اعلیٰ افسران اور انٹیلی جنس والے ان کی آمد پر کس طرح جاسوسی کرتے ہیں؟ وہ خیال خوانی کے ذریعے تمام مطلوبہ افراد تک پہنچ سکتے تھے۔ ان کے اندر رہ کر بہت کچھ معلوم کر سکتے تھے۔

گریٹ ایشورارا نے اگرچہ اکابرین سے دوستی کی تھی۔ اتحاد قائم کیا تھا۔ لیکن ان پر بھروسا نہیں کرتا تھا۔ اس کے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام اکابرین کے اندر جاتے آتے رہتے تھے۔

سیارے کے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اتحادی کہلاتے تھے اور وہ اتحادی یوگا جاننے والوں کی ٹیموں تک پہنچنے کی بھی کوششیں کر رہے تھے۔

سنگورارا کے خیالات نے بتایا' جرمنی اور لندن میں چھ' چھ سیارے والے موجود ہیں۔ امریکا میں ان کی تعداد دس ہے۔ پیرس میں کسی سیارے والے کو نہیں بھیجا گیا ہے۔ کیونکہ وہاں سے بابا صاحب کا ادارہ قریب ہے۔ میں' سونیا اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس شہر میں جاتے آتے رہتے ہیں۔ صرف سنگورارا کو ایک نمائندے کی حیثیت سے وہاں بھیجا جا رہا تھا۔

سنگورارا کے خیالات سے پتا چلا' وہ اپنے کسی بھی سیارے والے ساتھی کی خفیہ رہائش گاہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کو اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتاتے ہیں۔

میں اور الپا اس کے دماغ کو کھنگال رہے تھے۔ کبریا سفری بیگ کی تلاشی لے رہا تھا۔ اس بیگ میں معمول کے مطابق وہی کیمونیکیٹنگ مشین' ہیرے جواہرات' سونے کی کچھ اینٹیں اور غیر معمولی تیز رفتار جوتے تھے۔ ایک بڑے سے ڈبے میں بے شمار کیپسول رکھے ہوئے تھے۔

کبریا نے اس سے پوچھا۔ ''کیا یہ وہی دوا ہے' جسے استعمال کرنے کے بعد تمہارے جسم کی مخصوص بُو چند گھنٹوں کے لیے ختم ہو جاتی ہے؟''

وہ سر ہلا کر بولا۔ ''ہاں۔ یہ وہی دوا ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا اس کا کوئی ری ایکشن نہیں ہوتا؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ''ہر چیز کی زیادتی نقصان پہنچاتی ہے۔ دوا حد سے زیادہ استعمال کی جائے تو ضرور ری ایکشن ہوتا ہے۔ سب سے پہلے معدہ متاثر ہوتا ہے۔ پھر پیٹ کی طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔''

''چوبیس گھنٹوں میں کتنے کیپسول استعمال کرتے ہو؟''

''ہمیں تاکید کی گئی ہے' چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک

کیپسول حلق سے اتاریں۔ زیادہ سے زیادہ چار دیواری کے اندر رہا کریں تاکہ اس کا اثر کئی گھنٹوں تک قائم رہے۔''

''تم نے ہماری دنیا میں کب قدم رکھا تھا؟''

''مجھے یہاں آئے بیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ ہم سب پر سونیا کا خوف طاری رہتا ہے۔ مجھے تو ایسا لگ رہا تھا' جیسے وہ میری بُو سونگھتی ہوئی چلی آرہی ہے۔''

اس نے کبریا کے آگے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ ''مجھے ہلاک کرنے سے پہلے یا کوئی سزا دینے سے پہلے ایک بات سن لو۔''

الپا نے کہا۔ ''ہم سب سن رہے ہیں۔ بولو کیا کہتے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''ہمارا ایک ساتھی چنگارارا یہاں سے جان بچا کر سیّارے میں واپس آیا تھا۔ وہ سونیا کے بارے میں ایسی باتیں کرتا تھا کہ سن کر خوف سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے۔ کہتا تھا' موت پیچھا کرے تو آدمی بچ سکتا ہے۔ سونیا پیچھے پڑ جائے تو وہ بدنصیب ایک کے بعد دوسری سانس نہیں لے پاتا۔''

وہ کیپسول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ''سونیا سے بچنے کے لیے یہ دوا استعمال کی جارہی ہے۔ مگر ہمیں پتا نہیں چلتا' اس کا اثر کتنی دیر میں زائل ہورہا ہے؟ دو چار گھنٹوں کے بعد ہی مجھ پر خوف طاری ہوگیا تھا۔ اسی لیے میں نے بیس گھنٹوں کے اندر دو کیپسول حلق سے اتار لیے۔ اگر خوف کا یہی حال رہا تو پتا نہیں کتنے کیپسول کھا جاؤں گا اور میرا انجام کیا ہوگا؟''

وہ پھر ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔ ''میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ یہ دنیا بہت خوبصورت ہے۔ چنگارارا نے بتایا تھا ہمارے سیّارے والے تمہارے پاس آکر مسلمان بن جاتے ہیں تو تم ان کی جان بخش دیتے ہو۔ انہیں ہر طرح کا تحفظ فراہم کرتے ہو۔ ہمارے کتنے ہی سیارے والے یہاں مسلمان بن کر امن و امان سے زندگی گزار رہے ہیں۔ میں بھی امان چاہتا ہوں۔ ہمارا کوئی دین نہیں ہے۔ کوئی خدا نہیں ہے۔ میں تمہارے خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ مجھے مسلمان بنا کر سلامتی دو۔''

ہم نے سوچا تھا' وہ لوگ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔ ہم انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے مگر یہاں تو صورتِ حال ہی بدل رہی تھی۔ وہ پناہ مانگتا ہوا ہمارے دین کے سائے میں آنا چاہتا تھا۔

ہماری طرف سے خاموشی رہی تو اس نے کہا۔ ''ایک بار مجھے آزماؤ۔ میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ دھوکا نہیں دے رہا ہوں۔ میرے چور خیالات اچھی طرح پڑھ کر معلوم کرسکتے ہو۔ تم نے سیّارے سے آنے والے ہمارے دوسرے ساتھیوں کو پناہ دی ہے۔ کیا مجھے نہیں دو گے؟''

میں نے کہا۔ ''انتظار کرو۔ ابھی تمہیں جواب ملے گا۔''

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ادارے کے انچارج سے کہا۔ ''میں اعلیٰ حضرت سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''میں معلوم کرتا ہوں' اگر وہ عبادت میں مصروف نہیں ہوں گے تو بات ہوجائے گی۔''

میں نے ذرا انتظار کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی مجھے اپنے اندر اعلیٰ حضرت کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''جب کوئی ایمان لانا چاہے تو وسوسے میں نہ پڑو۔ اس کی نیک نیتی اور بدنیتی کا حساب نہ کرو۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔ خدا بہتر جانتا ہے.... اسے سلامتی دو۔''

یہ کہتے ہی وہ واپس چلے گئے۔ میں نے سنگورارا سے کہا۔ ''مبارک ہو۔ تمہیں سلامتی مل رہی ہے۔ دینِ اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں ہم جبر نہیں کریں گے۔ تم دنیا کا کوئی بھی مذہب قبول کرسکتے ہو یا پہلے کی طرح بے دین رہ سکتے ہو۔ اگر دل سے ہماری طرف مائل ہو تو پھر ہمارے دینِ اسلام کی طرف چلے آؤ۔''

اس نے کہا۔ ''میں دل کی گہرائیوں سے مسلمان بننا چاہتا ہوں۔ آپ ایک بار مجھے آزما کر دیکھ لیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تم نے سیّارے میں رہ کر اور اس دنیا میں آکر یہ دیکھا ہے' ہم مسلمانوں کے خلاف کس طرح محاذ آرائیاں ہوتی رہتی ہیں؟ ہمیں ہمیشہ کے لیے ختم کردینے کی سازشیں ہوتی رہتی ہیں؟''

''میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ مسلمان ہوکر دینِ اسلام کے دشمنوں کے خلاف لڑوں گا۔ آپ یقین کریں' سیّارے کے کتنے ہی لوگ چنگارارا کی باتیں سننے کے بعد ایک دوسرے سے کہتے رہتے ہیں کہ اس دنیا میں آکر جب خود کو خطرات میں پائیں گے تو فوراً ہی دینِ اسلام قبول کرلیں گے۔ اس طرح انہیں اس خوبصورت دنیا میں ایک نئی زندگی' ایک نئی پہچان ملے گی۔''

الپا نے پوچھا۔ ''تمہارے جو ساتھی یہاں آچکے ہیں اور مختلف ملکوں میں روپوش ہیں۔ کیا وہ بھی ایسا ہی سوچتے ہیں؟''

''بے شک۔ ایسے کئی ساتھی ہیں' جن سے خیال خوانی

کے ذریعے گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ ہم ایک دوسرے سے دل کی باتیں کہتے رہتے ہیں۔ میرے چھ ساتھی ایسے ہیں' جو یہاں آنے کے بعد کسی جھگڑے میں پڑنا نہیں چاہتے۔ صحیح معنوں میں لائف انجوائے کرنا چاہتے ہیں۔''

''تمہارا ساتھی سنگورارا جو پیرس جارہا ہے۔ اس کے خیالات کیا ہیں؟''

''وہ بھی ہمارا ہم خیال ہے۔ میری التجا ہے' آپ اسے کسی طرح کا نقصان نہ پہنچائیں۔ وہ آپ کا تابعدار بن کر رہے گا۔''

میں نے الپا اور کبریا سے کہا۔ ''میں ابھی سنگورارا کے پاس جارہا ہوں۔ دیکھتا ہوں' وہاں کیا ہورہا ہے؟''

سنگورارا پر قابو پایا جاچکا تھا۔ ہمارے جاسوس اسے اپنی رہائش گاہ میں لے آئے تھے۔ وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا تھا۔ فرمان اور ٹونی جے اس کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا ہورہا ہے؟''

فرمان نے کہا۔ ''پاپا! اس کے خیالات پڑھ کر بہت سی اہم معلومات حاصل ہورہی ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا پیرس میں یہ گریٹ ایشورارا کا نمائندہ بن کر رہنے والا ہے؟''

''جی ہاں....''

''کیا یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جرمنی میں چھ سیّارے والے موجود ہیں؟ انگلینڈ میں بھی چھ ہیں اور امریکا میں دس سیارے والے ہیں؟''

''جی ہاں۔ یہی باتیں معلوم ہورہی ہیں۔ مگر آپ کیسے جانتے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''اس کا ساتھی سنگورارا ہمارے قابو میں آچکا ہے۔ ہم نے اس کے ذریعے یہ ساری معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ سنگورارا ہمارا دین قبول کرنا اور مسلمان ہونا چاہتا ہے۔''

یہ باتیں میں سنگورارا کے اندر رہ کر بول رہا تھا۔ وہ فوراً ہی دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''جی ہاں۔ آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ کیا سنگورارا نے بھی یہی کہا ہے؟''

''ہاں۔ ہم اسے جان کی امان دے چکے ہیں۔ اب تمہیں بھی دے رہے ہیں۔ تمہیں ہماری طرف سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

وہ خوش ہوکر بولا۔ ''کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''ابھی فون کے ذریعے سنگورارا سے رابطہ کرو۔ یقین آجائے گا۔''

وہ دونوں خیال خوانی کے قابل نہیں رہے تھے۔ فون کے ذریعے ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔ سنگورارا نے کہا۔ ''فرہاد صاحب درست کہہ رہے ہیں۔ ہمیں سلامتی مل رہی ہے۔ ہم اس دنیا میں ایک اچھی زندگی گزارتے رہیں گے۔''

سنگورارا نے کہا۔ ''پھر تو ہمیں اپنے تمام ساتھیوں سے بھی رابطہ کرنا چاہیے' انہیں سمجھانا چاہیے' وہ سونیا اور مسٹر فرہاد کے مقابلے پر آنے سے پہلے ہی دینِ اسلام قبول کرلیں اور یہاں امن و امان سے رہیں۔''

اب سے چند گھنٹے پہلے حالات یہ تھے کہ ایک بھی سیّارے والا نہ نظر آرہا تھا' نہ ہمارے ہاتھ لگ رہا تھا۔ اب یہ حال تھا کہ وہ باری باری ہماری نظروں میں آرہے تھے۔ ہم سے سلامتی چاہتے تھے۔

سنگورارا اور سنگورارا نے اپنے چھ ساتھیوں سے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ انہیں سمجھایا' اگر وہ سلامتی چاہتے ہیں تو سونیا اور فرہاد سے مخالفت کرنا بھول جائیں۔ برا وقت آنے سے پہلے ان سے دوستی اور سمجھوتا کرلیں۔

جب یہ معلوم ہوا کہ ان کے دو ساتھی ہمارے ہوچکے ہیں تو وہ بھی ہماری پناہ میں آنے کے لیے تیار ہوگئے۔ اپنے دماغ کے دروازے کھول دیے۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔ آئندہ ہم ان سے بہت اہم کام لے سکتے تھے۔

ہم اتنی بڑی کامیابیوں کا سہرا اس اجنبی فرشتے کے سر باندھنا چاہتے تھے' جو نیکی کرکے دریا میں ڈال رہا تھا اور کہیں گم ہورہا تھا۔ ہمارے ایک جاسوس نے کہا۔ ''سر! ہم نے اس شخص کے ہاتھ میں سرخ گلاب دیکھا تھا۔ اس نے ہمیں سنگورارا تک پہنچا دیا تھا۔ ہم اسے قابو کرنے میں مصروف ہوئے۔ تب تک وہ سرخ گلاب والا شخص کہیں گم ہوگیا۔ یہ پتا نہ چلا' کہاں سے آیا تھا اور کہاں چلا گیا ہے؟''

ہماری کامیابی کی خوشیاں اس وقت دوبالا ہوگئیں' جب اعلیٰ حضرت خود سنگورارا' سنگورارا اور ان کے چھ ساتھیوں کے دماغوں میں آئے۔ انہیں غسل کرکے لباس تبدیل کرنے کی ہدایت کی۔ دینِ اسلام کی بنیادی باتیں سمجھاتے رہے۔ ان آٹھ سیّارے والوں کو اعلیٰ حضرت کے ہاتھوں دینِ اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

میں نے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت! وہ فرشتہ کون تھا' جس نے سیّارے والوں کے متعلق ایسی اہم معلومات فراہم کیں؟ اسی کے طفیل یہ آٹھ نومسلم ہمیں تحفے کے طور پر مل رہے ہیں۔''

انہوں نے فرمایا۔ ''ایک اور آسمانی فرشتہ واشنگٹن میں

ہے۔ یہ دونوں وقتاً فوقتاً تمہارے کام آتے رہیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت! ہم آپ کی رہنمائی چاہتے ہیں۔ کوئی ہدایت فرمائیں۔''

انہوں نے فرمایا۔ ''خوشی اور غم' کامیابی اور ناکامی ایک دوسرے کا پیچھا کرتی رہتی ہیں۔ سیارے کے سب ہی افراد ہماری پناہ میں نہیں آئیں گے۔ ہم سے بدترین دشمنی کرنے والے یہاں آچکے ہیں۔ آئندہ اور بھی آنے والے ہیں۔ محتاط رہو.... جہاد جاری رکھو۔''

وہ ہدایات دے کر چلے گئے۔ سیارے کے آٹھ نو مسلموں نے میرے اندر آکر کہا۔ ''اگر آپ اجازت دیں تو ہم بظاہر گریٹ ایشورارا کے تابعدار بن کر' دشمنوں کے درمیان رہ کر جاسوسی کرتے رہیں اور وہاں کی تمام اہم خبریں آپ تک پہنچاتے رہیں؟''

''جنگ کے دوران فریقین اسی طرح جاسوسی کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے اہم رازوں تک پہنچتے رہتے ہیں۔ میں چاہوں تو تمہارے ذریعے انہیں زبردست مات دے سکتا ہوں۔ لیکن....''

میں ذرا چپ ہوا۔ پھر بولا۔ ''ایسا کرنے کے لیے تم سب کو ان کے درمیان بے دین ہوکر رہنا پڑے گا۔ یعنی جو دین دل سے قبول کیا ہے۔ اس سے بظاہر انکار کرنا پڑے گا۔ مسلمان ہر حال میں' ہر مشکل میں اللہ کی رسّی کو تھامے رہتا ہے۔ لہٰذا تم دشمنوں کے خلاف جہاد کرو۔ لیکن سچے مسلمان کی طرح کھل کر بہ آوازِ بلند کلمۂ حق پڑھتے ہوئے جہاد کرو۔''

وہ سب میری باتوں سے بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے وعدہ کیا' ہر حال میں' ہر مشکل میں خود کو مسلمان ثابت کرتے ہوئے دشمنوں کا سامنا کرتے رہیں گے۔ اس رات تمام اکابرین اور یوگا جاننے والی ٹیمیں پریشان ہوگئیں۔ سیارے سے چھ افراد کو آنا چاہیے تھا۔ لیکن صرف دو نمائندے امریکا پہنچے۔ باقی جرمنی' فرانس اور انگلینڈ پہنچنے والے کہیں گم ہوگئے۔

وہ سیارے سے آنے والے خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کرتے رہتے تھے۔ دوسرے دن پتا چلا' آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ نہیں ہورہا ہے۔ سوچ کی لہریں ان ساتھیوں کے دماغوں تک پہنچ نہیں پارہی تھیں۔

یہ بات تو سوچی بھی نہیں جاسکتی تھی کہ وہ آٹھوں دین اسلام کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچے ہوئے ہیں اور دشمنوں کی سوچ کی لہریں ادارے کے اندر پہنچ نہیں پارہی ہیں۔

اکابرین نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''ہم امریکی اکابرین تم سے مخاطب ہیں۔ اس وقت ہمارے پاس تمہارے دو خاص نمائندے بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ پچھلی رات واشنگٹن پہنچے ہیں۔ لیکن یہ بات ہم سب کے لیے تشویش کا باعث بنی ہوئی ہے کہ باقی نمائندے انگلینڈ' پیرس اور جرمنی پہنچ نہیں پائے ہیں۔ ان کے علاوہ تمہارے پانچ مزید جانباز بھی لاپتا ہیں۔ اس طرح آٹھ نمائندوں کی گمشدگی ہمیں پریشانی میں مبتلا کررہی ہے۔''

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ''گمشدگی کا مطلب کیا ہوسکتا ہے؟ کیا ہمارے جانباز پھر سونیا اور فرہاد کے ہتھے چڑھ رہے ہیں؟''

انہوں نے تحریر کے ذریعے جواب دیا۔ ''اس کی سو نگھنے کی حس ابھی کام نہیں آرہی ہے۔ سونیا' فرہاد اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمان آپ کے جانبازوں سے خوفزدہ ہوکر بابا صاحب کے ادارے میں چلے گئے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آرہا ہے' ہم انہیں کیسے الزام دیں؟ نہ وہ ادارے سے باہر آرہے ہیں' نہ تمہارے جانبازوں کو ٹریپ کررہے ہیں۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''مجھے جھنجلاہٹ میں مبتلا نہ کرو۔ جب مسلمان ٹریپ نہیں کررہے ہیں تو کیا آسمان انہیں کھا رہا ہے؟ زمین نگل رہی ہے؟ کیا تم لوگ اسی طرح دوستی نبھاؤ گے؟ اسی طرح ہم سے تعاون کرو گے؟ میرے جانبازاس دنیا میں پہنچتے ہی موت کے گھاٹ اتارے جارہے ہیں اور تم لوگ قاتلوں کا سراغ لگا نہیں پارہے ہو؟''

''ہماری سی آئی اے اور انٹرپول کے جاسوس پوری دنیا میں انہیں تلاش کررہے ہیں۔ اگر وہ مارے جاتے تو کہیں نہ کہیں لاشیں ضرور ملتیں۔ یقیناً انہیں مسلمانوں نے ٹریپ کیا ہے۔ اپنا قیدی بنا کر کہیں چھپا دیا ہے۔ وہ ادارے میں رہ کر کچھ اس طرح سے واردات کررہے ہیں کہ ہم انہیں الزام نہیں دے پارہے ہیں۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''آستین میں سانپ پلتے ہیں۔ امریکا' انگلینڈ' فرانس اور جرمنی میں تمہارے ہی لوگوں نے یوگا جاننے والوں کی ٹیمیں بنائی ہیں۔ وہ تمہیں تم سے بالکل الگ ہیں۔ کیا تمہارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں تک پہنچ سکتے ہیں؟ وہ لوگ تو میرے جانباز ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی اپنے دماغوں میں آنے کی

اجازت نہیں دیتے ہیں۔ پھر میں یہ کیوں نہ سمجھوں کہ وہ بڑی شاطرانہ چال چل رہے ہیں۔ ایک طرف دوستی کررہے ہیں اور دوسری طرف اندر ہی اندر میری جڑیں کاٹ رہے ہیں؟''

اکابرین نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''پلیز۔ ہماری یوگا جاننے والی ٹیموں پر شبہ نہ کرو۔ وہ اپنے ملک وقوم کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔ ایسی کوئی واردات نہیں کریں گے' جس کے باعث ہمارے درمیان نفرت کی خلیج پیدا ہوجائے۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''میں ایک ہی بات جانتا ہوں' جب تک میرے آٹھ جانبازوں کا سراغ نہیں ملے گا' وہ واپس نہیں آئیں گے۔ تب تک تمہاری یوگا جاننے والی ٹیموں پر شبہ کرتا رہوں گا۔''

''شبہ کرو گے تو بے اعتمادی بڑھتی جائے گی۔ ہمارا اتحاد کمزور ہوجائے گا۔ پھر ایسی کمزوری دیکھ کر مسلمان ہم پر چڑھ دوڑیں گے۔ آج تمہارے آٹھ جانباز لاپتا ہوئے ہیں۔ آئندہ نہ جانے کتنے لاپتا ہوجائیں گے؟ یہاں جتنے بھی سیارے سے آئے ہیں' شاید وہ بھی واپس نہیں جاسکیں گے۔ یہیں فنا ہوجائیں گے۔ کیا تم اپنے تمام جانبازوں کی ہلاکت چاہو گے؟''

اس کی طرف سے خاموشی رہی۔ اکابرین نے کہا۔ ''خواہ مخواہ جھنجلاؤ گے' غصہ دکھاؤ گے تو ہمارے ساتھ تم بھی بہت بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔ دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو بل سے باہر آنے پر مجبور کردیں۔ وہ باہر آئیں گے تو حقیقت کھلے گی کہ درپردہ ہمارے خلاف کیا کررہے ہیں؟ ہمیں کس طرح آپس میں لڑا رہے ہیں؟''

گریٹ ایشورارا تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ ''اچھی بات ہے۔ جیسے بھی حالات پیش آرہے ہیں' ہمیں مل جل کر ان سے نمٹنا ہوگا۔ میرے لاپتا جانبازوں کو تلاش کرو اور مسلمانوں پر ایک بھرپور حملہ کرو۔ انہیں ہماری متحدہ قوت کا اندازہ ہوجانا چاہیے۔ حملہ کرنے کے سلسلے میں جلد بازی سے کام نہ لینا۔ بہت سوچ سمجھ کر بھرپور منظم انداز میں کارروائی کرو گے تو ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔ دیٹس آل....''

پھر وہ گہری سنجیدگی سے سوچنے لگا۔ ''مسلمانوں پر جب بھی حملہ کیا جاتا ہے' ہمیں ناکامی ہوتی ہے۔ ان اکابرین کا کچھ نہیں جاتا۔ میں نے سب سے زیادہ نقصانات اٹھائے ہیں۔ مجھے ان تمام اکابرین کو پوری طرح شکنجے میں رکھنے کی کوششیں کرنی چاہئیں۔ میں انہیں اپنے زیرِ اثر لاکر ہی یہاں حکومت قائم کرسکوں گا۔''

گریٹ ایشورارا اس بار ہماری دنیا میں دُہری چالیں چلنے آیا تھا۔ وہ ابتدا سے ہی ہم مسلمانوں کے خلاف تھا۔ اکابرین سے دوستی اور اتحاد رکھنا چاہتا تھا۔ مگر اب اس کی سیاسی چالبازی یہ تھی کہ اکابرین سے اتحاد قائم رکھے۔ ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی کرے۔ لیکن اندر ہی اندر اکابرین کو کھوکھلا کرتا جائے۔ ان کے تمام اہم راز اور خفیہ کمزوریاں معلوم کرتا رہے۔ پھر پوری طرح حاوی ہوکر' انہیں دبوچ کر ان کے علاقوں میں اپنی حکومت قائم کرے۔

بار بار شکست کھا کر سیارے میں واپس جانے والا گریٹ ایشورارا اس بار اپنے ارادوں میں کامیاب ہوسکتا تھا۔ اس کے لیے ہم سے زیادہ وہ اکابرین اہم تھے۔ ہماری حیثیت ثانوی تھی۔

اس نے فیصلہ کیا تھا' مسلمانوں پر کبھی کبھی اپنے اتحادیوں کے ذریعے اِکّا دُکّا حملے کرائے گا۔ لیکن بڑی خاموشی اور رازداری سے اکابرین کو چلتا رہے گا۔ ایسی سیاسی چالبازی سے وہ یقیناً ہماری دنیا میں بڑی حد تک کامیابیاں حاصل کرسکتا تھا۔

اس نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے اپنے خاص نمائندے گامارارا سے رابطہ کیا۔ تحریر کے ذریعے حکم دیا۔ ''اپنی رپورٹ پیش کرو۔''

اس نے تحریر کے ذریعے جواب دیا۔ ''میں یہاں واشنگٹن میں تمہارے نمائندے کی حیثیت سے اکابرین کے درمیان رہنے لگا ہوں۔ یوگا جاننے والوں کی ایک ٹیم سے میرے تعلقات ہیں۔ انہوں نے میری سیکیورٹی کا بھرپور انتظام کیا ہے۔ میں بڑی توجہ سے ان کی مصروفیات دیکھ رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں۔''

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ''یوگا جاننے والوں کے اندر کب تک جگہ بنا سکو گے؟''

''میں ان میں سے ہر ایک کے کچن تک پہنچنے کی کوششیں کررہا ہوں۔ بڑی رازداری سے انہیں ایک آدھ گھنٹے کے لیے اعصابی کمزوری میں مبتلا کروں گا۔ پھر تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنالوں گا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے کئی یوگا جاننے والوں کے اندر جگہ بنا سکوں گا۔''

''اپنے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کس طرح کام لے رہے ہو؟''

''ہمارے ماتحت یہاں ایف بی آئی' سی آئی اے اور

انٹرپول کے شعبوں میں بڑی آسانی سے جگہ اس لیے بنا رہے ہیں کہ یہ لوگ اپنی ذاتی زندگی میں شراب و شباب کے رَسیا ہیں۔ یہ گا میں مہارت نہیں رکھتے۔ ہمارے ماتحتوں کو بڑی آسانی سے کسی بھی مطلوبہ شخص کے اندر جگہ مل جاتی ہے۔ ہم جب چاہیں گے' بڑے بڑے آرمی کے اور انٹیلی جنس کے افسران کے اندر پہنچ کر ان کے دماغوں کو پلٹ کر رکھ دیں گے۔''

ایشورارا نے کہا۔''اگر اسی طرح امریکا' انگلینڈ' فرانس اور جرمنی کے تمام آرمی والوں کے اندر جگہ بنالو گے تو ہم کسی خون خرابے کے بغیر ان چاروں حکومتوں کا تختہ الٹ دیں گے۔''

سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نہ جانے کتنی تعداد میں ہماری زمین پر آگئے تھے؟ بڑی رازداری سے اکابرین کی جڑوں تک پہنچ رہے تھے۔ ان کے دو چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایک سائنس لیبارٹری کے سائنسدانوں کے دماغوں پر قبضہ جمایا۔

اب سے پہلے میں نے ایک بار گریٹ ایشورارا بن کر اکابرین کو دھمکایا تھا۔ ان کی ایک سائنس لیبارٹری کو تباہ کیا تھا۔ اس بار وہ سیارے والے ایسا ہی کچھ کر کے اکابرین کو ہمارے خلاف بھڑکانا چاہتے تھے۔

ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایک مسلمان کو ٹریپ کیا۔ پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔ اس کی رہائش گاہ میں ایک سوسائیڈ جیکٹ چھپا کر رکھ دی۔ اس میں چھوٹے چھوٹے بہت ہی طاقتور بم نصب کیے گئے تھے۔ اس کے ذریعے ثابت کیا جاسکتا تھا' وہ مسلمان دہشت گرد ہے۔ کسی وقت بھی اس لیبارٹری میں خودکش حملہ کرنے کی نیت رکھتا ہے۔

ایسی تمام تیاریوں کے بعد انہوں نے اکابرین سے کہا۔''سائنس لیبارٹری کے بیرونی گیٹ پر جو مسلمان دربان ڈیوٹی کرتا ہے۔ اسے فوراً حراست میں لیا جائے۔ ہم نے اس کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اس کی رہائش گاہ میں ایک سوسائیڈ جیکٹ موجود ہے۔''

واشنگٹن کے آرمی والے فوراً ہی حرکت میں آگئے۔ اس مسلمان کو حراست میں لیا گیا۔ پھر اس کے گھر کی تلاشی لی گئی تو وہ جیکٹ ان کے ہاتھ آگئی۔ انہوں نے اس سے پوچھا۔''تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟ تمہارے ارادے کیا تھے؟''

وہ مسلمان اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ عامل کی مرضی کے مطابق بولا۔''میں مسلمان ہوں۔ مجھے سائنس لیبارٹری کے اندر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ صرف بیرونی گیٹ پر ڈیوٹی دیتا ہوں اور واپس چلا آتا ہوں۔ آئندہ مجھے اس لیبارٹری میں داخل ہونے کا موقع ملنے والا تھا۔''

اس سے پوچھا گیا۔''تمہیں کس طرح موقع ملنے والا تھا؟''

اس نے جواب دیا۔''میں نہیں جانتا' مگر میرے اندر آکر کوئی بولتا ہے۔ مجھے جو حکم دیتا ہے' میں اس کے مطابق عمل کرتا ہوں۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔''اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس شخص کے اندر موجود ہے تو ہم اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ معلوم کرنا چاہتے ہیں' ہم سے عداوت کیوں کی جارہی ہے؟''

سیارے کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میرے لب و لہجے میں کہا۔''عداوت ہم نہیں کر رہے ہیں' بلکہ تم سیارے والوں سے اتحاد قائم کر کے ہمیں عداوت پر مجبور کر چکے ہو۔''

اس افسر نے کہا۔''ہم تمہیں لب و لہجے سے پہچان رہے ہیں۔ تم فرہاد علی تیمور ہو؟''

''ہاں۔ میں فرہاد ہوں۔ اب سے پہلے تم نے میرے منہ بولے بیٹے بے باک مومن کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ مگر ہم نے اسے بچالیا ہے۔''

اعلیٰ افسر نے کہا۔''ایسا ہم نے نہیں کیا تھا۔ سیارے سے آنے والوں نے تمہارے خلاف کارروائی کی تھی۔''

''وہ تمہارے اتحادی ہیں۔ تمہارے ہی تعاون سے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔''

اس نے کہا۔''وہ اتحادی ہمارے لیے باعثِ رحمت ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو تم ہماری لیبارٹری کو تباہ و برباد کر دیتے۔''

''کوئی بات نہیں... ہم اس لیبارٹری کو تباہ نہ کر سکے۔ آئندہ کسی اور طرح تمہیں نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ ہم نے سیارے کے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کی نیند سلا دیا ہے۔ وہ اسی طرح ہمارے ہاتھوں مرتے رہیں گے تو تمہارے اتحاد سے باز آکر واپس اپنے سیارے میں چلے جائیں گے۔ فی الحال میرے اس آلہ کار کو رہا کر دو۔''

''کیا اس لیے رہا کر دیں کہ تم اسے ہمارے خلاف کسی دوسری جگہ استعمال کر سکو؟ ہرگز نہیں... ہم اسے زندہ نہیں

چھوڑیں گے۔''

اس اعلیٰ افسر نے اس آلہ کار کو گولی مار دی۔ ہمارے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی۔ میں نہیں جانتا تھا' سیارے والوں نے میرا نام لے کر کس طرح یہ ثابت کیا ہے کہ میں ایک آلہ کار کے ذریعے اکابرین کی سائنس لیبارٹری کو تباہ کرنا چاہتا تھا؟ انہوں نے یہ بھی جتا دیا تھا' ہم نے ان کے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کی نیند سلا دیا ہے۔ اس طرح انہوں نے تمام اکابرین کو قائل کر دیا تھا کہ سیارے والے ان کے سچے ہمدرد اور مددگار ہیں۔ ان سے بھرپور تعاون کر رہے ہیں۔ انہیں ہر طرح سے تحفظ بھی فراہم کر رہے ہیں۔

تمام اکابرین نے ایک اجلاس میں سیارے کے نمائندوں سے گفتگو کی۔ ان سے کہا۔''اگر سونیا اور فرہاد کے خلاف سخت قدم نہ اٹھایا گیا تو یہ لوگ آئندہ بھی تخریبی کارروائیاں کرنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔''

گامارارا نے کہا۔''میرے ایک حکم سے درجنوں خیال خوانی کرنے والے ان پر حملے کر سکتے ہیں۔ مگر وہ ہماری نظروں میں نہیں آرہے ہیں۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔''ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بے باک مومن تمہاری نظروں میں آیا تھا۔ تم نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ کہا تھا' اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے ہلاک کر دو گے۔ پھر اسی طرح دوسرے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو باری باری ہلاک کرتے رہو گے۔ لیکن ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ بے باک مومن تمہارے ہاتھوں سے نکل کر بابا صاحب کے ادارے میں چلا گیا ہے۔''

گامارارا نے کہا۔''ہم مانتے ہیں' جب بھی مسلمانوں پر حملے کرتے ہیں' جواباً نقصان ہی اٹھاتے ہیں۔ ہم نے ان کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ اسے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ اس کے جواب میں انہوں نے ہمارے آٹھ خیال خوانی کرنے والوں کو اس طرح موت کے گھاٹ اتارا ہے کہ ہم ان کی لاشیں بھی نہ دیکھ سکے۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔''تمہیں ان آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا انتقام لینا چاہیے۔ ابھی ان کی ایک خیال خوانی کرنے والی ادارے سے باہر ہے۔ وہ سونیا فرہاد کی چہیتی بیٹی اعلیٰ بی بی ہے۔ ہندوستان کے شہر حیدرآباد میں رہتی ہے۔''

''اگر وہ اتنی آزادی سے وہاں رہتی ہے تو ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

''ہم تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کو وہاں پہنچانے اور ان کی حفاظت کرنے کے مکمل انتظامات کریں گے۔''

''صرف ہماری حفاظت کرنے سے بات نہیں بنے گی۔ اس بار تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے' شاطر فائٹر اور قاتل اعلیٰ بی بی پر حملے کریں گے۔''

''کیا تم اس پر حملے نہیں کرو گے؟''

''نہیں۔ ہم سونیا اور اس کے کسی بھی فیملی ممبر کا سامنا نہیں کریں گے۔ کیونکہ بار ہا نقصانات اٹھا چکے ہیں۔ اس بار تمہارے مجرّبہ کار لوگ اعلیٰ بی بی کا سامنا کریں گے۔ اسے کسی بھی طرح ہلاک کرنے کی کوششیں کریں گے۔''

ڈاکٹر اے کاک ایک سینئر سرجن کی حیثیت سے آرمی ہیڈ کوارٹر میں کام کر رہا تھا۔ جس چار دیواری میں اجلاس ہو رہا تھا' وہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ ڈیڑھ سو گز کی دوری پر بیٹھا ان سب کی باتیں سن رہا تھا۔ شام کو ڈیوٹی کا وقت ختم ہونے کے بعد کار میں بیٹھ کر اپنی رہائش گاہ میں آیا۔ پھر موبائل فون کی سم تبدیل کر کے میرے نمبر پنچ کرنے لگا۔

موبائل فون کے بزر نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے اسے کان سے لگا کر پوچھا۔''ہیلو...! کون ہو تم؟''

اس نے کہا۔''میں ایک انسان دوست ہوں۔ تقریباً دو ہفتے پہلے ایسے ہی ایک انسان دوست نے سیارے والوں کے متعلق اہم انفارمیشن دی تھی۔ میں بھی انسانیت کے ناتے آپ کے کام آرہا ہوں۔ یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ اعلیٰ بی بی جو انڈیا کے شہر حیدرآباد میں ہے۔ اسے فوراً اپنے ادارے میں بلالیں۔''

میں نے پوچھا۔''تم یہ مشورہ کیوں دے رہے ہو؟''

''اس لیے کہ اس کی جان خطرے میں ہے۔ اکابرین اور ان کے اتحادیوں کی طرف سے اس پر حملے ہونے والے ہیں۔''

''تمہاری محبت اور انسان دوستی کا شکریہ... ہم یہ باتیں پہلے سے جانتے ہیں۔ اپنی بیٹی کی حفاظت کے لیے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ فی الحال یہ بتاؤ' تم اس انسان دوست کو جانتے ہو' جس نے دو ہفتے پہلے مجھے انفارمیشن دی تھی؟''

''ہاں۔ میں اسے جانتا ہوں۔ وہ بھی مجھے جانتا ہے۔ ہم اس دنیا میں امن و امان چاہتے ہیں۔ عالمی سطح پر ہونے والی سازشوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ آپ کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں' اس لیے آپ تک یہ معلومات پہنچا رہے ہیں۔''

''تم نیک کام کر رہے ہو۔ نیکیاں کرنے والے منہ

نہیں چھپاتے۔ میں' میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے سب ہی تمہاری عزت کریں گے۔ تمہیں گلے سے لگائیں گے۔ پلیز۔ ہمیں بتاؤ' تم لوگ کون ہو؟''

''ہم آسمان سے اتر کر آئے ہیں۔ اس دنیا میں امن و امان قائم ہونے تک نیکیاں کرتے رہیں گے۔ اس کے بعد واپس چلے جائیں گے۔ آپ ہمیں فرشتے کہہ سکتے ہیں۔ وئیس آل....''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اپنے فون کی سم بدل دی۔ وہ دونوں بہت ہی پُراسرار بن گئے تھے۔ میں ان کے متعلق سنجیدگی سے سوچنے لگا تھا' آخر وہ کون ہیں؟ ان کے ذرائع کس قدر وسیع ہیں یا کیسی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں کہ جو معلومات ہمیں حاصل نہیں ہو پاتیں' انہیں حاصل ہو جاتی ہیں۔

ابھی ہم کئی معاملات میں مصروف تھے۔ عالی کا معاملہ سب سے اہم تھا۔ ہم اس کی اور اس سے ہونے والی اولاد کی سلامتی کے لیے طرح طرح کی پلاننگ کر رہے تھے۔ ایسے میں ان آسمانی فرشتوں کے متعلق چھان بین نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے سلسلے میں فوری طور پر معلومات حاصل کرنا ضروری نہیں تھا۔ وہ ہمیں فائدہ پہنچا رہے تھے۔

میں نے سوچا۔ ''جب ہمارے موجودہ مسائل کم ہوں گے' ان سے نجات ملے گی تو میں ان فرشتوں کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔''

عالی کی زچگی کا وقت قریب تھا۔ وہ ہماری ایک ہی چہیتی بیٹی تھی۔ اس کی حفاظت کے لیے میں اور سونیا انڈیا کے شہر حیدرآباد پہنچ گئے تھے۔ الپا' کبریا' بے باک مومن' فرمان اور ٹونی جے خیال خوانی کے ذریعے ہمارے اور عالی کے پاس موجود رہنے لگے۔

جو عالی سے دشمنی کر رہے تھے۔ وہ ایمان علی کی والدہ' بہنوں اور دوسرے رشتے داروں سے بھی دشمنی کر سکتے تھے۔ انتقاماً انہیں جانی نقصان پہنچا سکتے تھے۔ اس لیے ایمان علی اور عالی اپنے آباؤ اجداد کی حویلی چھوڑ کر دوسرے بنگلے میں آ گئے تھے۔

وہاں گھر کا کام کرنے کے لیے ایک ملازمہ رکھی گئی تھی۔ باہر کے کام کے لیے ایک ملازم تھا۔ اس کے علاوہ کسی سیکیورٹی گارڈ کو نہیں رکھا گیا تھا۔ آس پاس کے بنگلوں میں جو سیکیورٹی گارڈز اور ملازم تھے۔ انہیں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اپنا آلہ کار بنا لیا تھا۔ وہ ان کے اندر رہ کر اس بنگلے کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔

میں نے اور سونیا نے براہِ راست اپنی بیٹی اور داماد سے ملاقات نہیں کی تھی۔ ہم دشمنوں کی نظروں میں آنا نہیں چاہتے تھے۔ اس لیے چہرے بدل لیے تھے۔ ہمارا قیام ایک لگژری ہوٹل میں تھا۔ میں' الپا اور کبریا خیال خوانی کے ذریعے اس بنگلے کے اندر رہتے تھے۔ وقتاً فوقتاً عالی اور ایمان علی سے باتیں کرتے رہتے تھے۔

یہ کوشش تھی کہ دشمنوں کو وہاں ہماری آمد کا اور کیے جانے والے حفاظتی انتظامات کا پتا نہ چلے۔ انہیں اس خوش فہمی میں رکھنا چاہتے تھے کہ ہم ان کے ناپاک ارادوں سے بے خبر ہیں۔

یہ معلوم کرنا بھی ضروری تھا کہ حیدرآباد جیسے بڑے شہر میں وہ لوگ کہاں ہیں؟ کس طرح حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں؟

گھر کے اندر رہنے والی ملازمہ سے طے پایا تھا' وہ عالی کی زچگی کے ایک ماہ بعد تک اسی بنگلے میں رہے گی۔ اس سے پہلے اپنے گھر نہیں جائے گی۔ دن رات خدمت کرنے کے عوض اسے پچاس ہزار روپے دیے جائیں گے۔ وہ جی جان سے راضی ہو کر اسی بنگلے میں رہتی تھی۔ باہر نہیں جاتی تھی۔

ملازم دن میں کئی بار باہر جاتا تھا۔ ایسے وقت ہمارا کوئی نہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر موجود رہا کرتا تھا۔ ایک صبح وہ گوشت سبزی لینے کے لیے گھر سے نکلا تو اپنے اندر کسی کی آواز سن کر پریشان ہو گیا۔ چلتے چلتے فٹ پاتھ کے ایک بینچ پر بیٹھ گیا۔ کوئی اس کے اندر کہہ رہا تھا۔ ''تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں تمہارے دلدّر دور کرنے آیا ہوں۔''

ایسے وقت کبریا بھی اس کے اندر موجود تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا۔ ''تم کون ہو؟ میرے اندر آ کر کیسے بول رہے ہو؟ کیا تم کوئی جادوگر ہو؟''

اس اجنبی کی آواز سنائی دی۔ ''میں جادوگر نہیں ہوں۔ تمہارا مقدر ہوں۔ تمہارے دن پھیرنے آیا ہوں۔ آئندہ کسی کے نوکر بن کر نہیں رہو گے۔ حیدرآباد اور لکھنؤ کے نوابوں کی طرح اونچی حویلی میں رہو گے۔ تمہارے پاس بے شمار دولت ہو گی۔''

وہ بولا۔ ''مجھے یقین نہیں آ رہا ہے' خدا کے واسطے.... یقین دلاؤ' کیا میں واقعی دولت مند بن سکتا ہوں؟''

''تمہیں ابھی دولت ملے گی۔ جتنی چاہو گے' ملے گی۔ مگر ایک شرط ہے.... یہ بات تم اپنے باپ سے اور اپنے سائے سے بھی نہیں کہو گے کہ کوئی تمہارے اندر آ کر بولتا

ہے۔تمہیں دولت مند بنا رہا ہے۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں' ماں کی قسم کھاتا ہوں۔کسی سے نہیں کہوں گا۔کیا مجھے ابھی اسی وقت ایک ہزار روپے دے سکتے ہو؟''

وہاں اِکّا دُکّا راہ گیر گزر رہے تھے۔ایک انگریز اس کے قریب آکر بینچ پر بیٹھ گیا۔پھر ہنستے ہوئے بولا۔''صرف ایک ہزار روپے...؟''

ملازم نے چونک کر اسے دیکھا۔وہ ایک چھوٹا سا بیگ اس کے پاس رکھتے ہوئے بولا۔''اس میں نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی ہیں۔کھول کر دیکھ لو۔''

اس نے جلدی سے بیگ کو کھولا تو حیرت سے آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔اتنے سارے نوٹ زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔وہ حیرانی سے بولا۔''یہ....یہ کہیں چوری کے تو نہیں ہیں؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔''میں تم سے ایک کام لینا چاہتا ہوں۔اگر دھوکا دوں گا تو وہ کام نہیں لے سکوں گا۔اس چھوٹے سے بیگ میں ایک لاکھ روپے ہیں...اور یہ تمہارے ہیں۔''

اس کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔وہ بولا۔''حیران کیوں ہوتے ہو؟ میرا کام کرو گے تو تمہیں دس لاکھ روپے ملیں گے۔''

وہ ایک گہری سانس کھینچ کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامتے ہوئے بولا۔''میں حیرانی سے اور خوشی سے مر جاؤں گا۔ذرا ٹھہرو... مجھے سوچنے' سمجھنے دو۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا میں سپنا دیکھ رہا ہوں؟''

وہ بیگ میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کو چھو رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔''اگر یہ خواب نہیں ہے' اتنے روپے مجھے مل رہے ہیں تو میں انہیں کہاں لے جا کر چھپاؤں گا؟''

اجنبی نے کہا۔''تمہارا گھر یہاں سے چار کلو میٹر کی دوری پر ہے۔میں تمہیں گاڑی میں بٹھا کر لے جاؤں گا۔تم یہ بیگ اپنی بیوی کے پاس گھر میں چھپا دینا۔''

وہ بولا۔''میں اتنی دور جاؤں گا۔دیر ہو جائے گی.... بی بی صاحبہ اور صاحب طرح طرح کے سوالات کریں گے۔ مجھے گوشت اور سبزی خرید کر فوراً واپس جانا ہے۔''

پھر وہ چونک کر بولا۔''لیکن میں واپس کیوں جاؤں گا؟ اب تو دولت مند ہو گیا ہوں۔ان کی نوکری نہیں کروں گا۔''

اجنبی نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔آج تم نوکری کرو گے۔انہوں نے بازار سے جو سامان خرید کر لانے کو کہا ہے۔اس کی فہرست مجھے دو۔یہ سارا سامان تمہیں آدھے گھنٹے میں مل جائے گا۔تب تک میرے ساتھ اپنے گھر چلو۔اس دولت کو چھپاؤ۔پھر یہاں واپس آجاؤ۔''

''میں دو کلو چکن' گھی کا ڈبا' دودھ کے دو بڑے پیکٹ' آلو' بینگن' پالک اور کریلے خریدنے جا رہا تھا۔''

''بے فکر رہو۔یہ ساری چیزیں یہاں آ جائیں گی۔ابھی میرے ساتھ اپنے گھر چلو۔''

وہ اس کے ساتھ کار میں آکر بیٹھ گیا۔اجنبی نے خیال خوانی کے ذریعے کسی کو حکم دیا' اس ملازم کی تمام مطلوبہ چیزیں آدھے گھنٹے کے اندر خرید کر اسی بنچ کے پاس پہنچا دی جائیں۔دودھ اور گھی کے ڈبوں میں زہر انجیکٹ کر دیا جائے۔

پھر وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے ملازم سے بولا۔''تم زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنے کے لیے کیا کر سکتے ہو؟''

وہ بولا۔''اب تو آپ میرے مائی باپ بن گئے ہیں۔ جو حکم دیں گے' وہ ہی کروں گا۔''

''کسی کو قتل کرنے کا حکم دوں تو کرو گے؟''

''حضور...!ابھی آپ ایک لاکھ کے بعد دس لاکھ دینے کی بات کر رہے تھے۔اتنی دولت ملے گی تو میں اپنے باپ کو بھی قتل کر دوں گا۔بیوی کا گلا گھونٹ کر دوسری کر لوں گا۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔''اس کی ضرورت نہیں ہے۔تم اس بنگلے میں آج رات تک نوکری کرتے رہو گے۔میں تمہارے اندر موجود رہوں گا۔دیکھوں گا' جو چیزیں وہاں لے کر جاؤ گے' انہیں تمہاری بی بی صاحبہ اور صاحب استعمال کر رہے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ آج دوپہر کا یا رات کا کھانا کھانے کے بعد مر جائیں گے تو تمہارا کام ختم ہو جائے گا۔''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔''وہ کھانے کے بعد کیسے مر جائیں گے؟ کیا اس میں زہر ملا ہو گا؟''

''ہاں۔ابھی جو گھی اور دودھ تم لے کر جاؤ گے' وہ زہریلا ہو گا۔''

وہ سیٹ پر پہلو بدلتے ہوئے بولا۔''مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

اس اجنبی نے کار کو روکتے ہوئے کہا۔''پھر تو دس لاکھ دور کی بات ہے۔یہ ایک لاکھ روپے بھی تمہارے ہاتھ سے

نکل جائیں گے۔تم پھر وہی نوکر کے نوکر رہو گے۔''

اس نے بیگ کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔''نہیں۔میں ڈرتا نہیں ہوں۔آپ کا کام ضرور کروں گا۔''

''کرنا بھی چاہیے۔کیونکہ تم کسی کو گولی نہیں مارو گے۔اپنے ہاتھوں سے کسی کو زہر نہیں دو گے۔گھی اور دودھ زہریلا نکلے گا۔تم پر الزام نہیں آئے گا۔''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔''سمجھ گیا۔مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔آپ ٹھیک کہتے ہیں' مجھ پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔میں نہیں ڈروں گا۔آپ کا کام کروں گا۔''

جس طرح عالی اور ایمان علی پر قاتلانہ حملہ کیا جا رہا تھا۔اس سے ثابت ہو رہا تھا' دشمنوں کو ہماری طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔وہ لوگ مطمئن تھے۔انہوں نے دیکھا تھا' عالی اور ایمان جس بنگلے میں رہتے ہیں۔وہاں کوئی سیکیورٹی گارڈ نہیں ہے۔ملازموں کی فوج بھی نہیں ہے۔وہ اب تک بڑی خاموشی سے ملازمہ اور ملازم کے خیالات پڑھتے رہے تھے۔ان کے ذریعے عالی اور ایمان علی کی گھریلو مصروفیات دیکھ رہے تھے۔دو چار دنوں میں زچگی متوقع تھی۔اس لیے وہ میاں بیوی باہر نہیں جاتے تھے۔

انہوں نے گھر کی ملازمہ کے ذریعے عالی اور ایمان علی کو فون پر ہم سے باتیں کرتے سنا تھا۔ان کی گفتگو سے ثابت ہوتا رہا تھا' میں' سونیا اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے میں ہیں۔

فون کال کے ذریعے دشمنوں کو یہ تاثر دیا گیا تھا کہ ہم سیّارے والوں سے محفوظ رہنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں چلے آئے ہیں۔جب تک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ نہیں ملے گا۔تب تک ہم اسی ادارے میں رہیں گے۔

یہ تمام باتیں ایسی تھیں' جن سے دشمنوں کو یقین ہو گیا تھا کہ ہم عالی اور ایمان سے بہت دور ہیں۔دشمنوں کے ناپاک ارادوں سے بے خبر ہیں۔ہماری حکمتِ عملی ایسی تھی کہ وہ مطمئن ہو کر بڑی رازداری اور حوصلے سے ہماری بیٹی اور داماد کی موت کا سامان کر رہے تھے۔

ملازم نے صبح دس بجے تک کھانے پینے کا سامان بنگلے میں پہنچا دیا۔وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر رہ کر دیکھ رہا تھا۔ملازمہ نے گھی کے ڈبے کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔کیونکہ پچھلا خریدا ہوا گھی ابھی استعمال کے لیے باقی تھا۔دودھ کے دو پیکٹس کو فریج میں رکھ دیا تھا۔

وہ اجنبی ایک ذرا سا پوس ہوا۔اس کا ارسال کردہ گھی ابھی استعمال میں آنے والا نہیں تھا۔شام یا رات سے پہلے دودھ بھی استعمال ہونے والا نہیں تھا۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہا تھا۔ان سے کہہ رہا تھا۔''صبر و تحمل سے انتظار کرنا ہو گا۔رات تک دودھ کے وہ پیکٹس استعمال میں ضرور آئیں گے۔''

ہمارے خیال خوانی کرنے والے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پیچھے پڑ گئے تھے۔دور ہی دور سے گاڑیاں بدل بدل کر اس کا تعاقب کرتے رہے تھے۔یہ معلوم ہوا' وہ ایک بنگلے میں ایک مرد اور ایک عورت کے ساتھ کرائے دار کی حیثیت سے رہتا ہے۔

ٹونی جے نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے اس بنگلے میں رہنے والی جوان عورت کو باہر جاتے دیکھا۔وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں آئی۔وہاں لفٹ کے ذریعے چوتھے فلور پر پہنچ کر روم نمبر چار سو چار کے سامنے رک گئی۔موبائل فون کے ذریعے بولی۔''میں دیپالی ہوں۔دروازہ کھولو۔''

اس نے فون بند کر دیا۔پھر خلا میں تکنے لگی۔جیسے تصور میں کسی کو دیکھ رہی ہو یا کسی کی باتیں سن رہی تھی۔اس نے ایک آدھ بار ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔پھر دروازہ کھل گیا۔وہ اندر چلی گئی۔

ٹونی جے نے میرے پاس آکر دیپالی کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔''وہ روم نمبر چار سو چار کے سامنے پہنچ کر جس طرح خلا میں تک رہی تھی اور ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلا رہی تھی۔اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا' کوئی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر بول رہا ہے۔اس کے بعد ہی دروازہ کھل گیا تھا۔وہ اندر چلی گئی تھی۔''

میں نے کہا۔''ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں' روم نمبر چار سو چار میں بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔اس طرح دو خیال خوانی کرنے والے ہماری نظروں میں آ گئے ہیں۔''

اس نے کہا۔''ہم سب ہی جانتے ہیں' سیّارے والے دنیا کی حسین عورتوں کے رَسیا ہیں۔دشمنوں نے دیپالی نام کی عورت کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر رشوت کے طور پر اسے ہوٹل کے کمرے میں بھیجا ہے۔میری سمجھ میں تو یہی بات آ رہی ہے کہ اس کمرے میں سیّارے کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے

والا موجود ہے۔''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔''یہی ایک بات سمجھ میں آرہی ہے۔''

اس نے پوچھا۔''پاپا! اس زہریلے گھی اور دودھ کے سلسلے میں کیا کیا جارہا ہے؟''

''ہم دشمنوں کو انتظار کرا رہے ہیں اور وہ انتظار کررہے ہیں۔اس طرح وقت گزرتا رہے گا تو کچھ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری نظروں میں آجائیں گے۔''

''روم نمبر چار سو چار والے کے سلسلے میں کیا کیا جائے؟''

''فرمان کے حوالے کردو۔وہ اسے اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دے گا۔''

ہم بڑے آرام سے اور بڑے اعتماد سے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ رہے تھے۔شام تک یہ فیصلہ کیا گیا کہ اب دشمنوں کو خوش فہمی میں مبتلا کرنا چاہیے۔انہیں یقین ہونا چاہیے عالی اور ایمان علی پر ان کا حملہ کامیاب رہا ہے۔

عالی نے ہماری مرضی کے مطابق ایمان علی سے کہا۔''میرا دل گھبرا رہا ہے۔حلق خشک ہورہا ہے۔میں کیا کروں؟''

ایمان علی نے کہا۔''آج اچھی خاصی گرمی پڑ رہی ہے۔میں دودھ میں روح افزا ملا کر دیتا ہوں۔اس سے حلق بھی تر ہوگا اور ٹھنڈک بھی محسوس ہوگی۔''

وہ فریج سے دودھ نکال کر دو گلاس شربت بنانے لگا۔دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ملازم اور ملازمہ کے دماغوں میں رہ کر اسے دیکھ رہے تھے۔جس کا انتظار تھا' وہ وقت آچکا تھا۔

ملازمہ نے اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مرضی کے مطابق ایمان علی سے کہا۔''صاحب جی! آپ کیوں زحمت کررہے ہیں؟ میں بنا دیتی ہوں۔''

وہ بولا۔''دو گلاس شربت تیار کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔میں اپنی بیگم کو اپنے ہاتھوں سے مشروب تیار کرکے پلانا چاہتا ہوں۔''

وہ شربت کے دو گلاس تیار کرکے عالی کے پاس لے آیا۔اسے ایک گلاس پیش کرتے ہوئے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔وہ بولی۔''پتا نہیں' میرا دل کیوں بری طرح گھبرا رہا ہے؟ ایسا لگتا ہے' جیسے کچھ ہونے والا ہے۔''

یقیناً بہت کچھ ہونے والا تھا۔دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے بے چینی سے انتظار کررہے تھے۔وہ گلاس کو ہونٹوں تک لے آئی۔اسے پینا چاہتی تھی۔ایسے ہی وقت موبائل فون کی بیل سنائی دی۔وہ پیتے پیتے رک گئی۔دشمنوں کو یہ دیکھ کر غصہ آرہا تھا کہ کام بنتے بنتے رک رہا تھا۔

ایمان علی نے کہا۔''تمہاری ممی یا پاپا کال کررہے ہوں گے۔''

انہوں نے اپنے اپنے گلاس سینٹر ٹیبل پر رکھ دیے۔عالی نے فون کی ننھی سی اسکرین پر نمبر پڑھتے ہوئے کہا۔''پاپا یاد کررہے ہیں۔''

یہ سن کر دشمن کچھ پریشان ہوگئے۔اندیشہ پیدا ہوا' میں فون کے ذریعے وہاں پہنچ کر انہیں موت کا جام پینے سے روک دوں گا۔عالی نے کہا۔''ہائے پاپا! میں بول رہی ہوں۔یہاں ایمان بھی میرے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔آپ کیسے ہیں؟''

میں نے فون کے ذریعے کہا۔''ہم سب یہاں خیریت سے ہیں۔بس تمہاری فکر لگی رہتی ہے۔ابھی تمہاری مما کی بائیں آنکھ پھڑک رہی تھی۔ خیریت معلوم کرنا چاہتی تھیں۔اس لیے میں نے کال کی ہے۔یہ لو...اپنی مما سے بات کرو۔''

چند لمحوں بعد سونیا کی آواز سنائی دی۔''میری بیٹی کیسی ہے؟ پتا نہیں' کیوں میرا دل گھبرا رہا ہے؟ صبح سے بائیں آنکھ بھی پھڑک رہی ہے۔سوچا' تمہاری خیریت ہی معلوم کرلوں۔''

''اومما! دل تو میرا بھی گھبرا رہا ہے۔ابھی ایمان نے میرے لیے شربت تیار کیا ہے۔شاید اسے پینے کے بعد گھبراہٹ کم ہوگی۔''

ہم سب ایسی باتیں کررہے تھے۔جیسے کسی آنے والی مصیبت کو سمجھ رہے ہوں اور اپنی بیٹی' داماد کو شربت پینے سے روکنے والے ہوں۔دشمنوں کے اندر کچھ زیادہ ہی بے چینی اور تجسس پیدا ہورہا تھا۔

سونیا نے یہ کہہ کر تجسس ختم کردیا۔''ہاں بیٹی! ٹھنڈا شربت پیو۔تمہاری گھبراہٹ کچھ کم ہوگی۔میں فون بند کرتی ہوں۔طبیعت بحال ہوجائے تو مجھے فون کرنا۔خدا حافظ....''

عالی نے فون بند کرکے شربت کا گلاس اٹھایا۔ایمان نے بھی اپنا گلاس اٹھا لیا۔پھر انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے اپنے اپنے گلاس کو ہونٹوں سے لگالیا۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

غلط آدمی

آصف ملک

ماضی میں غلطیاں کر کے تائب ہو جانے والے ایک شخص کی کتھا . ایک غلط آدمی اسے ماضی کے حوالے سے پریشان کر رہا تھا ...مگر اس نے حال کے زور پر اپنا مستقبل محفوظ کر لیا !

جوزف کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔چالیس برس کی عمر میں اسے اتنی محنت کی عادت نہیں تھی۔اسے سپروائزر سے اپنی ہفتے کی تنخواہ ملی تین سو چوبیس ڈالرز۔اس نے نوٹ جیب میں رکھے اور اپنا فولادی ٹوپا سامان والے کے پاس رکھوا کر وہ باہر آیا۔یہ ایک عمارت کی تعمیر تھی۔اس میں جوزف بہ طور ویلڈر کام کررہا تھا۔سارا دن بھاری بھرکم ویلڈنگ مشینیں چلا چلا کر اس کا حشر ہوجاتا تھا۔مگر کام تو کرنا تھا۔

گھر جانے سے پہلے اس نے ایک بار میں رک کر ایک دو جام پینے کا سوچا۔ویسے بھی گھر میں اس کا کون منتظر تھا جس کے لیے وہ جلدی جاتا۔ایک بار میں داخل ہوکر وہ تھکے انداز میں اسٹول پر بیٹھ گیا۔کچھ دیر بعد بارٹینڈ نے اس کے سامنے گلاس بجایا اس نے سر اٹھایا۔''ایک بیئر دو۔''

اس کے سامنے بارٹینڈ نے گلاس رکھ دیا۔اس کی ٹھنڈک اور تیزی نے جوزف کے تن مردہ میں جان ڈال دی تھی اور وہ سوچنے لگا کہ اتنی محنت والا کام اس کے بس کی بات نہیں ہے۔محض ایک مہینے میں اس کے روم روم میں تھکن بس گئی تھی۔

ہونٹوں سے لگانے کی بات ہے۔ کوئی محبوب مجازی کولیوں سے چومتا ہے۔ کوئی محبوب حقیقی کے اسمائے اعظم کو ہونٹوں سے لگاتا ہے۔ کوئی آبِ زم زم نوش کرتا ہے۔ کوئی زہر کا پیالہ منہ سے لگاتا ہے۔ عالی اور ایمان علی نے بھی اس ٹھنڈے میٹھے مشروب کو ہونٹوں سے لگالیا۔

اس کا پہلا گھونٹ حلق سے اتارا۔ عالی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''واہ کتنا ٹھنڈا اور میٹھا مشروب ہے۔''

ایمان نے کہا۔ ''کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ جنت میں ایسا ہی مشروب ملے گا۔ جو برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔''

عالی نے دوسرا گھونٹ پینے کے بعد کہا۔ ''یہ تو واقعی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ کہیں ہم دنیائے فانی سے کوچ کرکے جنت میں تو نہیں آگئے ہیں؟''

ایمان نے دوسرا گھونٹ لینے کے بعد کہا۔ ''شربت میں ذرا سی تلخی ہے۔''

عالی نے پوچھا۔ ''کیا واقعی...؟''

پھر وہ ایک گھونٹ پینے کے بعد بولی۔ ''ہاں یہ بھی ذرا سا کڑوا لگ رہا ہے۔''

وہ تیسرا گھونٹ پینے کے بعد بولا۔ ''یہ۔ یہ ہلکی سی کڑواہٹ ایسی ہے جیسے کباب میں ہڈی ہو۔''

وہ بولی۔ ''لگتا ہے ہماری پھولوں بھری دنیا میں سیارے والے کانٹے بونے آگئے ہوں۔''

وہ کانٹے بونے والے اس ملازمہ اور ملازم کے اندر رہ کر ان دونوں کے زہر پینے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ کیا زہر اسی طرح مزے لے لے کر پیا جاتا ہے؟ وہ تجسس میں مبتلا ہو رہے تھے۔ بے چینی بڑھ رہی تھی۔ وہ دونوں تین گھونٹ پینے کے بعد بھی آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ کیا موت بڑے آرام سے آنے والی ہے؟

انہوں نے اور ایک ایک گھونٹ پیا۔ اس بار عالی نے ذرا منہ بناتے ہوئے کہا۔ ''یہ تو کچھ اور کڑوا لگنے لگا ہے۔''

ایمان نے کہا۔ ''جس طرح میٹھی چائے میں نمک ملا ہو یا مالٹے پر نمک چھڑک کر کھاؤ تو مزہ کچھ اور ہی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ مشروب میٹھا بھی ہے' کڑوا بھی ہے۔ اسی لیے ایک تیکھا عجیب سا ذائقہ مل رہا ہے۔''

پانچواں گھونٹ پیتے ہی عالی کو ٹھسکا لگا۔ اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کھانستے ہوئے گلاس کو سینٹر ٹیبل پر رکھنا چاہا۔ اس سے پہلے ہی وہ ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرا اور گرتے ہی ٹوٹ کر بکھر گیا۔ وہ دونوں بھی جیسے بکھرنے لگے۔ وہ خود کو سنبھالنا چاہتے تھے' مگر سینٹر ٹیبل پر اوندھے منہ گر پڑے۔ عالی وہاں سے لڑھکتی ہوئی فرش پر چاروں شانے چت ہوگئی۔

مارے خوشی کے دشمنوں کی باچھیں کھل گئیں۔ انہوں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی پھر دونوں کے اندر پہنچ کر حقیقت معلوم کرنے لگے۔ ان کے دماغ کمزور ہوگئے تھے۔ ڈوبتی ہوئی سوچ کہہ رہی تھی کہ ان کا پورا بدن جیسے آگ میں جل رہا ہے۔ پتا نہیں وہ کیسا آتشی زہر تھا۔ پینے والے لرز رہے تھے۔ منہ سے بولنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ ان کے دماغ ہر طرح کی سوچ سے فارغ ہوگئے تھے۔ پھر وہ ایکدم سے بجھ گئے۔ تمام خیال خوانی کی لہریں ان کے اندر سے نکل گئیں۔

ان لمحات میں میرے چند ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ان کے اندر نہیں جاسکتے تھے۔ کیونکہ وہاں انوشے اور آمنہ کا روحانی عمل رواں دواں تھا۔ وہ دونوں صرف دس منٹ کے لیے ہماری مدد کرنے آئی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ اس کے بعد ہمیں ان کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

ان دس منٹوں میں دشمن خیال خوانی کرنے والوں نے کئی بار ان کے اندر پہنچنے کی کوششیں کیں اور ناکام ہوتے رہے۔ اس طرح یقین ہوگیا کہ وہ دونوں مر چکے ہیں اور اب وہ ان کے بنگلے میں داخل ہوسکتے ہیں۔

وہ تعداد میں چار تھے۔ ہتھیاروں سے لیس ہوکر بنگلے میں اس لیے آئے کہ اب خیال خوانی کے ذریعے موت کی تصدیق ہوگئی تھی۔ اب وہ اپنی آنکھوں سے ان کی لاشیں دیکھنا چاہتے تھے اور ان کی تصویریں اتار کر سیارے میں ایشورارا کے پاس بھیجنا چاہتے تھے۔

انہوں نے پچھلے پانچ برسوں میں پہلی بار مجھ کو اور سونیا کو بہت بڑا نقصان اور بہت بڑا صدمہ پہنچایا تھا۔ ہماری اکلوتی بیٹی کو ہلاک کیا تھا۔ یہ ان کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ اتنی بڑی کامیابی کا تصویری ثبوت رکھنا ضروری تھا۔ لہٰذا وہ کیمرے کے ساتھ آئے تھے۔ ملازمہ اور ملازم بنگلے کے باہر کھڑے تھے۔

انہوں نے پوچھا۔ ''تم دونوں باہر کیوں کھڑے ہو؟''

ملازمہ نے کہا۔ ''ہماری بی بی صاحبہ اور صاحب مر چکے ہیں۔ ہمیں ڈر لگ رہا ہے۔''

ملازم نے کہا۔ ''ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟''

ان میں سے ایک نے کہا۔ ''تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہیں باہر کھڑے رہو اندر نہ آنا۔''

وہ چاروں بیرونی دروازے سے اندر گئے۔ ان کے جاتے ہی ملازمہ اور ملازم نے ہماری مرضی کے مطابق دروازے کو باہر سے بند کردیا۔ انہوں نے اندر آکر دیکھا صوفوں کے درمیان سینٹر ٹیبل الٹا ہوا تھا۔ دونوں گلاس ٹوٹ کر بکھر گئے تھے۔ فرش پر مشروب پھیلا ہوا تھا۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے جیسا دیکھا تھا ویسا ہی وہ سب کچھ دکھائی دے رہا تھا۔ بس وہ دو لاشیں نظر نہیں آرہی تھیں۔

ان کے دماغوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ ان میں سے ایک شخص دوڑتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف آیا۔ اس نے دروازہ کھولنا چاہا تو پتا چلا' وہ باہر سے بند ہے۔ دوسرا شخص بنگلے کے دوسرے حصے کی طرف جاکر فرار کا راستہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا کوریڈور کی طرف جارہا تھا۔ اسی وقت شب کی ہلکی سی آواز کے ساتھ ایک گولی آکر اس کے بازو میں لگی۔

وہ ''اوہ مائی گاڈ...'' کہتا ہوا اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ باقی تینوں نے اپنی اپنی گنیں سنبھال لیں۔ عالی اور ایمان علی چھپے ہوئے تھے۔ میں نے ان کے ذریعے زخمی ہونے والے کی آواز سنی پھر اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر ریوالور سے اپنے ساتھی کا نشانہ لیا پھر ٹریگر کو دبادیا۔ فائر کی آواز نہیں گونجی کیونکہ سب ہی کے ہتھیاروں سے سائیلنسر منسلک تھا۔ گولی اس کے شانے کی ہڈی کو توڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ''یونان سنس کیا پاگل ہوگئے ہو؟''

اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ کر فرش پر گر پڑی تھی۔ اس نے میری مرضی کے مطابق جھک کر گن کو اٹھایا پھر اپنے سامنے کھڑے ہوئے ساتھی پر گولی چلادی۔ گولی اس کی ٹانگ پر لگی۔ وہ پیچھے لڑکھڑاتا ہوا اپنے چوتھے ساتھی سے ٹکرایا۔ جس شخص کو پہلی بار زخمی کیا گیا تھا۔ اس نے پھر ایک بار گولی چلائی تو وہ چوتھا شخص بھی زخمی ہوگیا۔

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان چاروں کے اندر پہنچ گئے تھے۔ کچھ کہے سنے بغیر خاموشی سے ان کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا جو ملازم کے ذریعے ہماری بیٹی اور داماد کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ اس کا نام ہیوی اسٹون تھا۔ وہ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔

ہیوی اسٹون کے خیالات کے مطابق گریٹ ایشورارا نے تمام اکابرین سے کہا تھا کہ اس پار سونیا کی بیٹی کو ہلاک کرنے کے لیے سیارے کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی انڈیا کے شہر حیدرآباد جائیں گے۔ ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ ایک شاطر سراغ رساں اور دو خطرناک فائٹر ہوں گے۔

گریٹ ایشورارا نے یہ بھی کہا تھا۔ ''ہم سونیا اور فرہاد کے ہاتھوں ناقابلِ برداشت نقصان اٹھا چکے ہیں۔ لہٰذا اس بار عالی پر پہلا حملہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی پلاننگ پر ہوگا۔ اگر وہ ناکام ہوگا تو سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرا حملہ کریں گے۔''

اس معاہدے کے مطابق امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیوی اسٹون اپنے ایک شاطر سراغ رساں اور دو خطرناک فائٹرز کے ساتھ وہاں آیا تھا اور آنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ چاروں شانے چت ہوگیا تھا۔ وہ اپنے اکابرین اور سیارے والوں کے متعلق جو کچھ جانتا تھا وہ تمام باتیں اس کے چور خیالات بتا رہے تھے۔

وہ لوگ متحد ہوکر وہاں حملہ کرنے آئے تھے لیکن ایک دوسرے سے دور رہتے تھے۔ ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ ایک شاطر سراغ رساں اور دو خطرناک فائٹر تھے۔ اس طرح ان چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے چار ٹولیاں بنائی تھیں اور حیدرآباد کے شہر اور اس کے مضافات میں پتا نہیں کہاں چھپے ہوئے تھے؟ وہ چاروں ایک دوسرے کا پتا ٹھکانا نہیں جانتے تھے۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیوی اسٹون کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ سیارے کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بارے میں جانتا ہے۔ اس کا نام گوارارا ہے۔ وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرا نمبر چار سو چار میں موجود ہے۔ وہ عام سیارے والوں کی طرح حسین و جمیل عورتوں کے معاملے میں ٹھرکی تھا۔ جب دیپالی نام کی ایک حسین عورت کو ہیوی اسٹون پھانس رہا تھا۔ تب گوارارا بھی اس کے اندر پہنچ کر اسے ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔

حسین عورتیں دوست بھی بناتی ہیں اور دشمن بھی' وہ امریکی اور سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے دشمن نہیں تھے۔ بلکہ ایک دوسرے کے اتحادی تھے۔ بڑے متحد ہوکر وہاں آئے تھے۔ اکابرین اور گریٹ ایشورارا نے انہیں سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ ایک دوسرے سے نہ ملیں گے' نہ اپنا ٹھکانا کسی کو بتائیں گے۔ صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھیں گے۔

دیپالی اس قدر حسین اور پُرکشش تھی کہ دونوں نے اسے اپنی اپنی داشتہ بنانے کے لیے آپس میں دوستی کرلی تھی۔ میں نے پچھلے باب میں بیان کیا تھا کہ دیپالی ایک اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے (ہیوی اسٹون) کی رہائش گاہ سے نکل کر فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرا نمبر چار سو چار میں گئی تھی۔ جہاں سیّارے کا ٹیلی پیتھی جاننے والا گوارا راچھپ کر رہتا تھا۔ ہم اسی وقت دیپالی کے ذریعے اس کمرا نمبر چار سو چار تک پہنچ گئے تھے اور گوارا را کو فرمان کی نگرانی میں سونپ دیا تھا۔

ہیوی اسٹون فرش پر زخمی پڑا ہوا تھا۔ اس کا دماغ کھلی کتاب کی طرح تھا۔ ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ ایسے وقت اس کے اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے اندر پہنچ گئے تھے۔ انہیں معلوم ہو رہا تھا کہ ہیوی اسٹون کا حملہ ہماری بیٹی پرنا کام رہا ہے۔ وہ اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ ہمارے رحم وکرم پر وہاں پڑا ہوا ہے۔ وہاں اس کی مدد کے لیے جو بھی آئے گا اس کی شامت آجائے گی۔

ایسی ناکامی سے دوچار ہونے کے بعد ان میں سے کوئی ہم پر فوراً ہی حملہ نہیں کرسکتا تھا۔ وہ یہ سمجھنے کے بعد حیران اور پریشان تھے کہ ہم ان سے پہلے ہی وہاں چھپے ہوئے تھے اور اب بھی اپنی موجودگی ظاہر نہیں کررہے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس وقت بھی ہم نے پتا نہیں کہاں کہاں مورچے بنا رکھے ہیں؟ لہٰذا وہ عالی اور ایمان کی طرف رخ کرنے کی فی الحال جرأت نہیں کرسکتے تھے۔

انہیں ہیوی اسٹون کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا تھا کہ اس کی اور گوارا را کی خفیہ طور پر دوستی ہوگئی تھی۔ انہوں نے دیپالی نام کی عورت کو اپنی مشترکہ داشتہ بنا رکھا تھا اور اس طرح وہ ایک دوسرے کا پتا ٹھکانا جانتے تھے۔

ان کی وہ خفیہ دوستی ان کے لیے نقصان کا باعث بن رہی تھی۔ دشمن اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ سمجھ گئے تھے کہ ان کی احمقانہ دوستی کے باعث ہم گوارا را تک بھی پہنچ گئے ہیں اور یہ درست تھا۔ اِدھر ہم نے ہیوی اسٹون کو اس کے تین ساتھیوں سمیت ٹریپ کیا تھا۔ اُدھر فرمان، ٹونی جے اور الپا نے گوارا را پر حملہ کردیا تھا۔ اس حملے میں وہ سیّارے والا اپنے تین ساتھیوں سمیت مارا گیا تھا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اکابرین میں سے ایک اعلیٰ حاکم کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو...! میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔ اپنے تمام اہم سرکاری اعلیٰ عہدیداروں اور آرمی کے افسران سے کہو کہ وہ آدھے گھنٹے کے اندر کانفرنس ہال میں جمع ہوجائیں۔ جو میری ایک کال پر آدھے گھنٹے کے اندر وہاں نہیں پہنچے گا۔ وہ حرام موت مارا جائے گا۔''

اس نے پوچھا۔ ''مسٹر فرہاد! ایسی ایمرجنسی کیا ہے؟''

''یہ آدھے گھنٹے کے بعد معلوم ہوگا۔ یوگا جاننے والی ٹیموں کے سربراہوں سے اس طرح رابطہ رکھو کہ وہ ہماری ہونے والی تمام باتیں سن سکیں۔''

میں نے مزید بات نہیں کی۔ اس کے دماغ سے چلا آیا۔ عالی اور ایمان علی اس ڈرائنگ روم میں آئے، جہاں وہ چاروں زخمی پڑے ہوئے تھے اور تکلیف سے کراہ رہے تھے۔ عالی کے ہاتھوں میں دودھ کے دو پیکٹس تھے اور ایمان علی نے گھی کا بڑا سا ڈبا اُٹھایا ہوا تھا۔

عالی نے ہیوی اسٹون سے کہا۔ ''یہ وہی گھی اور دودھ ہے۔ ہمیں زہر کھانے کی عادت نہیں ہے۔ تم لوگ زہریلے ہو۔ ہمیں ڈس لینا چاہتے تھے۔ لہٰذا یہ زہر تم چاروں کے حصے میں آئے گا۔''

ہیوی اسٹون فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا۔ ''مجھے معاف کردو۔ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ مجھ پر تنویمی عمل کرو۔ مجھے اپنا تابعدار بنالو۔ مگر مجھے موت کی سزا نہ دو۔''

اس کے تینوں ساتھی بھی التجائیں کرنے لگے۔ وہ مرنا نہیں چاہتے تھے۔ ہمارے غلام بن کر اس دنیا میں زندگی کی سانسیں لینا چاہتے تھے۔ یہ دنیا بہت خوبصورت ہے۔ یہاں آنے کے بعد کوئی اپنی مرضی سے واپس جانا نہیں چاہتا۔

عالی نے ان سے کہا۔ ''تم شاطر سراغ رساں ہو۔ اپنی شاطرانہ چالیں چل چکے ہو اور تم دونوں بہت خطرناک فائٹر ہو، مگر کس سے فائٹ کروگے؟ یہاں جو دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے مقابلے میں خطرناک فائٹرز کو لائیں ہیں، ان کے دلوں میں حسرت ہی رہ جائے گی۔ انہیں لڑنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔''

ہیوی اسٹون نے کہا۔ ''تم میری بیٹی جیسی ہو۔ میں عمر میں تمہارے پاپا کے برابر ہوں۔ میری بزرگی کا خیال کرو۔ مجھے ایک موقع دو۔''

وہ کہہ رہا تھا۔ اس وقت تک ایمان نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب جا کر منہ پر ایک ٹھوکر ماری پھر کہا۔ ''جسے قتل کرنے آیا تھا۔ اب اسے بیٹی بنا کر اپنی جان بچانا چاہتا ہے؟''

وہ تکلیف سے تڑپتے ہوئے بولا۔ ''نہیں۔ میں اس

قابل نہیں ہوں کہ فرہاد صاحب کی بیٹی کو اپنی بیٹی کہہ سکوں۔ میں چھوٹا منہ بڑی بات نہیں کہوں گا۔ بس ہاتھ جوڑ کر گذارش کرتا ہوں۔ میری جان بخش دو اور مجھے اپنا تابعدار بنالو۔''

''تمہیں تابعدار بنا کر ہمیں کیا ملے گا؟''

وہ بولا۔ ''آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ایک وفادار کا اضافہ ہوجائے گا۔''

''ہمارے پاس بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ تم پہلے بھی ہمارے نہیں تھے، اب بھی نہیں ہو، آئندہ بھی نہیں رہوگے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

وہ بولا۔ ''میں فرہاد صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''وہ ابھی تمہارے اکابرین سے نمٹ رہے ہیں۔ اس کے بعد تم سے نمٹنے آئیں گے۔''

وہاں آدھے گھنٹے کے اندر تمام اکابرین ایک کانفرنس ہال میں پہنچ گئے۔ جو دور دراز کی ریاستوں میں رہتے تھے۔ وہ ہیلی کاپٹرز کے ذریعے آگئے۔ اس کانفرنس ہال میں یوگا جاننے والے اکابرین موجود نہیں تھے۔ کہیں روپوش تھے۔ ایسے انتظامات کیے گئے تھے کہ وہاں ہونے والی تمام باتیں بہ آسانی سن سکتے تھے۔

میں نے وہاں ایک سیکیورٹی افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر کہا۔ ''میں فرہاد علی تیمور تمہارے اس افسر کی زبان سے بول رہا ہوں اور یہ سوال کررہا ہوں، کیا ہم نے تم میں سے کسی کو جانی نقصان پہنچایا ہے؟ کیا تمہاری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے؟ اگر نہیں تو تم جیسے خبیث لوگ میری اکلوتی بیٹی پر قاتلانہ حملہ کرنے کی جرأت کیوں کررہے تھے؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمیں تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے اور نہ ہی ہم تمہاری بیٹی پر قاتلانہ حملہ کروا رہے ہیں۔''

''اگر میں ثابت کردوں کہ ایسا ہو رہا ہے تو؟''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اگر ایسا ہو رہا ہے تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ سیّارے والے تم سے دشمنی کررہے ہوں گے۔''

''تم سب اپنی ماؤں کے پیٹ سے جھوٹ اور فریب سیکھ کر آئے ہو۔ تمہارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیوی اسٹون نے اپنے ایک شاطر سراغ رساں اور دو خطرناک فائٹرز کے ساتھ میری بیٹی پر حملہ کیا تھا۔ مگر اس کا کیا انجام ہو رہا ہے؟ یہ ابھی تم معلوم کرسکتے ہو۔''

کون کہتا ہے کہ؟

اولاد نہیں ہوسکتی

آج بھی لاکھوں گھرانے اولاد کی نعمت سے محروم سخت پریشان ہیں۔ مایوسی گناہ ہے۔ اِنشاء اللہ اولاد ہوگی۔ خاتون میں کوئی اندرونی پرابلم ہو یا مردانہ جراثیم کا مسئلہ۔ ہم نے دیسی طبی یونانی قدرتی جڑی بوٹیوں سے ایک خاص قسم کا بے اولادی کورس تیار کیا ہے۔ جو آپ کے آنگن میں بھی خوشیوں کے پھول کھلا سکتا ہے۔ آپکے گھر میں بھی خوبصورت بیٹا پیدا ہوسکتا ہے۔ آج ہی گھر بیٹھے فون پر تمام حالات سے آگاہ کرکے بذریعہ ڈاک وی پی VP بے اولادی کورس منگوائیں۔

المُسلم دارالحکمت رجسٹرڈ (دواخانہ)

ضلع وشہر حافظ آباد۔ پاکستان

0300-6526061

0547-521787

فون اوقات

صبح 9 بجے سے رات 11 بجے تک

آپ ہمیں صرف فون کریں

دوائی آپ تک ہم پہنچائیں گے

سب کو چپ لگ گئی۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ کچھ نہ کچھ زیرِ لب کہنے لگے۔ میں نے کہا۔ ''اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو' وہ ہیوی اسٹون کے دماغ میں پہنچیں اور اس کے حالات معلوم کریں۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے فون کے ذریعے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے کہو' وہ ہیوی اسٹون کے دماغ میں پہنچ کر اس کے موجودہ حالات معلوم کریں اور ہمیں مکمل رپورٹ پیش کریں۔''

میرا آلۂ کار ایک اونچے اسٹیج پر آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے ذریعے کہا۔ ''انڈیا کے شہر حیدرآباد میں تمہارے وہ اتحادی سیّارے والے ہیں۔ میں جانتا ہوں' وہ یہاں بھی اس کانفرنس ہال میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے موجود ہیں اور میری باتیں سن رہے ہیں۔''

سیّارے سے آنے والا گریٹ ایشورارا کا نمائندہ گاما رارا خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا۔ اس نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ ''ہاں۔ تم جانتے ہو' ہم نے امریکا، انگلینڈ، فرانس اور جرمنی کے اکابرین سے اتحاد کیا ہے۔ ہم ہر مسئلے' ہر مصیبت میں ان کا ساتھ دیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''اور اب بھی ساتھ دے رہے ہو۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی میری بیٹی اور داماد کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔''

''تم نے اور سونیا نے ہمیں ماضی میں ناقابلِ برداشت نقصان پہنچایا ہے۔ اب دیکھو کہ تم لوگوں کو کس طرح سزائیں ملتی رہیں گی؟''

''ہم بعد میں دیکھیں گے ابھی تو تم سب دیکھ رہے ہو۔ ایک طویل عرصے کے بعد ہماری دنیا میں آئے ہو اور آتے ہی تمہارے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے گم ہو چکے ہیں۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ وہ سب کہاں ہیں؟''

گاما رارا نے کہا۔ ''اگر وہ زندہ ہیں تو ہم ان کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہیں گے۔''

''ان آٹھوں نے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ وہ سب مسلمان ہو چکے ہیں اور اس وقت بابا صاحب کے ادارے میں ابتدائی دینی تعلیم و تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ ابھی پانچ منٹ کے اندر وہ تم سب کے دماغوں میں آکر بولیں گے۔''

وہ سب بابا صاحب کے ادارے میں تھے۔ میں نے ان کے پاس پہنچ کر کہا۔ ''تم سب میرے دماغ میں آؤ اور اس کانفرنس ہال میں پہنچو' جہاں اکابرین اور سیّارے والے موجود ہیں۔ انہیں بتاؤ کہ تم کہاں ہو اور کس حال میں ہو؟''

وہ سب میرے دماغ میں آگئے۔ میں انہیں ایک ایک سرکاری عہدیداروں اور آرمی کے افسران کے اندر پہنچانے لگا۔ انہوں نے ان کے مختصر سے خیالات پڑھے' پھر ان میں سے ایک ایک کی زبان سے کہا۔ ''گاما رارا! ہم تمہیں جانتے ہیں اور تم ہمیں اچھی طرح جانتے ہو۔ ہمارے ناموں سے بھی واقف ہو۔''

ان میں سے ایک نے کہا۔ ''مگر اب ہمارے وہ نام نہیں رہے۔ ہم نے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ آئندہ اسلامی ناموں سے جانے پہچانے جائیں گے۔''

ایک اور نومسلم نے کہا۔ ''گاما رارا! تم اور تمہارا گریٹ ایشورارا اور یہ اکابرین مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں؟ مسلمان دشمنی کریں یا نہ کریں۔ مگر تم لوگ انہیں ہلاک کرنے کی' کچلنے کی یا اپنے زیرِ اثر لانے کی کوششیں کرتے رہے ہو۔''

ایک اور نومسلم نے کہا۔ ''مسلمانوں نے ہماری دشمنی کے جواب میں دشمنی نہیں کی۔ ہمیں ہلاک نہیں کیا۔ یہ نئی زندگی دی ہے۔ ہم اس خوبصورت دنیا میں اپنی مرضی سے طبعی عمر تک زندگی گزارتے رہیں گے۔''

دوسرے نومسلم نے کہا۔ ''گاما رارا! ہم تمہیں اور سیّارے سے آنے والے دوسرے تمام بھائیوں کو دینِ اسلام کی طرف بلاتے ہیں۔ یہاں سلامتی ہے' خوشحالی اور نیک نامی ہے۔ اس سے پہلے کہ تمہاری شامت آئے' امن و امان کے راستے پر چلے آؤ۔''

گاما رارا نے کہا۔ ''میں اور میرے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے گریٹ ایشورارا کے فرمانبردار ہیں۔ تم لوگوں کی طرح نمک حرام اور غدار نہیں ہیں۔ ہم یہاں رہیں گے اور گریٹ ایشورارا کی حکومت قائم کرنے کے لیے اپنی جان کی بازی لگاتے رہیں گے۔''

میں نے ان نومسلموں سے کہا۔ ''اس سلسلے میں بحث نہ کرو۔ یہاں سے واپس جاؤ۔''

وہ سب چلے گئے۔ میں نے کہا۔ ''گاما رارا! ابھی تم کہہ رہے تھے۔ ہمیں سزائیں دینے آئے ہو۔ اس کا جواب تمہیں مل چکا ہے۔ تمہارے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری پناہ میں آچکے ہیں۔ تم ہمیں سزا دینے کے لیے میری بیٹی پر قاتلانہ حملہ کرا رہے ہو۔ اس کا نتیجہ بھی تھوڑی دیر میں تمہارے سامنے آرہا ہے۔''

میں نے اسے بتایا کہ ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا گوارارا اپنے تین ساتھیوں سمیت حرام موت مر چکا ہے۔ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیوی اسٹون ہمارے شکنجے میں ہے۔ باقی ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا اور اس کا ایک اور خیال خوانی کرنے والا جلد ہی ہمارے ہاتھوں اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں۔''

وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جو ہیوی اسٹون کے خیالات پڑھنے گئے تھے' واپس آکر اپنے اکابرین سے کہہ رہے تھے۔ ''ہیوی اسٹون اپنے تین ساتھیوں سمیت عالی کے بنگلے میں زخمی پڑا ہے۔ اس کا دماغ ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ فرہاد نے اس کے ذریعے بہت سی اہم معلومات حاصل کی ہیں اور اب وہ ہمارے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے تین ساتھیوں سمیت موت کے گھاٹ اتارنے والا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''میں چاہتا تھا کہ تمہارے یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر پہنچ کر تمام حالات معلوم کریں اور تمہیں یقین دلائیں کہ ہمارے ساتھ دشمنی کا انجام پہلے بھی موت ہوا کرتا تھا' اب بھی موت ہے۔''

ایک اور حاکم نے کہا۔ ''کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم اسے قتل کرو۔ ہم سے سمجھوتا بھی کر سکتے ہو۔ اپنا کوئی مطالبہ منوا کر ہیوی اسٹون کو ہمارے حوالے کر دو۔''

میں نے کہا۔ ''تم لوگوں کے پاس صرف سات ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ جن میں سے وائزمین اور ٹف گائی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تم سے جدا ہو گئے ہیں۔ وہ کہیں روپوش رہ کر آزادی سے زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے بعد پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے تھے۔ جن میں سے ایک میرے شکنجے میں آگیا ہے۔ اس کی موت کے بعد تمہارے پاس صرف چار ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ جائیں گے۔ سوچو! غور کرو! ٹیلی پیتھی کا ہتھیار سب سے بڑا' سب سے اہم اور سب سے لازمی ہے۔ یہ ایک ہتھیار میں تمہیں واپس کر سکتا ہوں اور اس کے بدلے میرا ایک ہی مطالبہ ہے۔''

وہ سب میرے آلۂ کار کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ ''تم نے گریٹ ایشورارا کے نائب گاما رارا کے لیے خفیہ رہائش گاہ کا انتظام کیا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہاں۔ یہ درست ہے۔''

میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ ''گاما رارا کو میرے حوالے کر دو اور اپنا ٹیلی پیتھی جاننے والا واپس لے لو۔''

کئی اکابرین کہنے لگے' یہ نہیں ہو سکتا۔ گاما رارا ہمارے پاس گریٹ ایشورارا کی امانت ہے۔ ہمارا مہمان ہے' ہمارا دوست ہے' اتحادی ہے۔ ہم کبھی اسے تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔

میں نے کہا۔ ''میں فیصلہ سنا چکا ہوں' یہاں سے جا رہا ہوں۔ تمہارا ہیوی اسٹون پندرہ منٹ تک زندہ رہے گا۔ اس کے بعد تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کا مردہ دماغ ملے گا۔ اگلے پندرہ منٹوں میں تم اپنا ایک ٹیلی پیتھی کا ہتھیار حاصل کر سکتے ہو۔''

میرے اور ان اکابرین کے درمیان جو باتیں ہو رہی تھیں۔ انہیں الپاسن رہی تھی اور سونیا کو بتا رہی تھی۔ اس وقت ڈاکٹر اے کاک اس کانفرنس ہال سے سوگز کی دوری پر تھا۔ وہ بھی ہماری تمام باتیں سنتا رہا تھا۔ میرے جانے کے بعد بھی کانفرنس ہال میں اکابرین اور گاما رارا کے درمیان باتیں ہو رہی تھیں۔

ایک آرمی افسر نے گاما رارا سے کہا۔ ''تم دیکھ رہے ہو' ہم تمہاری سلامتی کی خاطر کتنی بڑی قربانی دے رہے ہیں؟ ٹیلی پیتھی ہماری دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار ہے۔ یہ علم جاننے والے ہمارے پاس صرف پانچ رہ گئے تھے۔ ایک ان کے شکنجے میں آگیا ہے۔''

گاما رارا نے کہا۔ ''میں دیکھ رہا ہوں۔ واقعی تم سب میری خاطر بہت بڑی قربانی دے رہے ہو۔ اس بدبخت نے صرف پندرہ منٹ کی مہلت دی ہے' اگر کچھ زیادہ وقت ملتا تو ہم تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے شکنجے سے نکال لانے کی کوشش ضرور کرتے۔''

''شیر کے منہ سے نوالہ چھین کر لانا ممکن نہیں ہے۔ یہ سمجھ لو کہ ہمارا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا قربان ہو چکا ہے۔ کیا اس قربانی کے عوض تم ہمارا ایک مطالبہ پورا کرو گے؟''

گاما نے کہا۔ ''ابھی میری سلامتی تم لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ تم ایک منٹ کے اندر فرہاد سے میری زندگی کا سودا کر سکتے ہو۔ لیکن ایسا نہیں کر رہے ہو۔ اس لیے میں تمہارا کوئی سا بھی مطالبہ مان لوں گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟''

''وہاں حیدرآباد میں جو دوسرا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ ہم اس کی قربانی نہیں چاہیں گے۔ اسے واپس بلانا چاہتے ہیں۔ پلیز' اس کی جگہ تم اپنے کسی ٹیلی

پیتھی جاننے والے کو بھیج دو۔''

''اچھی بات ہے۔ تم سب مجھے سلامتی دے رہے ہو۔ میں تمہارے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو سلامتی دوں گا۔ اب اس کی جگہ میرا ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں جائے گا۔''

ڈاکٹر اے کاک پارکنگ ایریا میں اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے فون کا بزر سنائی دیا۔ جبکہ اس کا فون خاموش تھا۔ کہیں آس پاس سے آواز آرہی تھی۔ کال بیل کی آواز ختم ہوتے ہی کسی نے کہا۔ ''ہیلو... میں سموراراہول رہا ہوں۔''

ڈاکٹر اے کاک یہ سنتے ہی ایکدم سے چونک گیا۔ ''رارا'' والے نام سیّارے والوں کے ہوا کرتے تھے۔ وہ توجہ سے اس کی باتیں سننے لگا۔ اکابرین کی یوگا جاننے والی جوٹیم نیویارک میں تھی۔ اس کا سربراہ سموراراسے فون پر بول رہا تھا۔ ''تم نے وعدہ کیا تھا کہ کانفرنس میں ہونے والی باتیں مجھے فون کے ذریعے سناتے رہو گے۔ کیا وہاں کانفرنس شروع نہیں ہوئی ہے؟''

سموراراسے کہا۔ ''ختم بھی ہوچکی ہیں۔ یہاں جو باتیں ہوئی ہیں۔ میں ان کا خلاصہ سنا رہا ہوں۔''

ڈاکٹر اے کاک اپنی کار سے باہر آگیا' پھر ٹہلنے کے انداز میں اس آواز کی سمت جانے لگا۔ پارکنگ ایریا میں تقریباً پندرہ گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک کار کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے پتا چلا کہ خود کو سموراراکہنے والا اس کے اندر ہی بیٹھا ہوا ہے۔

ڈاکٹر اے کاک اپنی کار میں واپس آکر بیٹھ گیا۔ اپنا فون نکال کر میرے نمبر پنچ کئے پھر اسے کان سے لگا کر را بطے کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے اپنے فون کی اسکرین پر اس کے نمبر پڑھے پھر کہا۔ ''تم دونوں فرشتے میرے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے بہت ہی اہم فرائض ادا کررہے ہو۔''

اس نے کہا۔ ''آپ رسمی باتوں میں وقت ضائع نہ کریں۔ یہاں واشنگٹن ڈی سی میں کانفرنس ہال کے قریب سو گز کے فاصلے پر پارکنگ ایریا ہے۔ وہاں کھڑی ہوئی ایک گاڑی کا نمبر ہے۔ ڈبلیو این تھری سیون ون سیون۔ اس کار میں سیّارے کا ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ اس کا نام سموراراہے۔ آپ فوراً ایکشن لیں۔'' اس نے فون بند کردیا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوسوں کو مخاطب کیا۔ انہیں بتایا کہ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس پارکنگ ایریا میں پہنچ کر سیّارے والے شخص کو زخمی کرنا ہے' اگر وہ فرار ہونا چاہے تو اسے ہلاک بھی کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے ان کارندوں کو پہلے ہی تاکید کی گئی تھی کہ وہاں کانفرنس میں ایک ہنگامی اجلاس ہونے والا ہے اور میں خیال خوانی کے ذریعے اکابرین سے باتیں کرنے والا ہوں۔ لہٰذا ان جاسوسوں کو کانفرنس ہال کے آس پاس ہی رہنا چاہیے اور وہ وہاں موجود تھے۔

وہ میرا حکم سنتے ہی اس پارکنگ ایریا میں پہنچ گئے۔ انہوں نے اس کار کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سموراراسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ایک نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا اور کہا۔ ''خبردار! ایک ذرا سی حرکت نہ کرنا۔ ورنہ گولی چل جائے گی۔ ہم تمہیں مارنا نہیں چاہتے۔''

دوسرے نے چاقو نکال کر اس کے جسم پر ایک ذرا سی خراش ڈالی۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ مختصر سے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ ہم صحیح ٹارگٹ پر پہنچے ہیں۔ اس کا تعلق سیّارے سے تھا اور ڈاکٹر اے کاک کی رپورٹ کے مطابق وہ سموراراتھا۔

میں نے اپنے تمام جاسوسوں سے کہا۔ ''تمہارا کام ہوچکا ہے۔ یہاں سے جاسکتے ہو۔''

وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ میں نے سموراراکے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ اپنی کار سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا کانفرنس ہال کے دروازے پر پہنچ گیا۔ وہاں سیکیورٹی گارڈ زنے اسے اندر جانے سے روک دیا۔ اجلاس ختم ہوگیا تھا۔ اکابرین ایک ایک کرکے باہر آرہے تھے۔ سموراراد ونوں ہاتھ اٹھا کر چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ ''رک جاؤ! میری بات سنو! میں سیّارے سے آیا ہوں۔ گامارارا سے کہو' وہ میرے دماغ میں آئے۔ مجھے کسی بھی طرح فرہاد سے نجات دلائے۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے گامارارا کو مخاطب کیا اور اسے صورتِ حال بتائی وہ فوراً ہی اپنے ماتحت کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''کیا واقعی تمہارے اندر فرہاد موجود ہے؟''

میں نے کہا۔ ''ہاں۔ میں بول رہا ہوں۔ اکابرین سے کہو' وہ کانفرنس ہال میں واپس جائیں۔''

اس نے سموراراکی زبان سے اکابرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''پلیز۔ آپ حضرات کانفرنس ہال میں واپس جائیں۔ فرہاد آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔''

وہ سب پھر ایک بار ہال میں آگئے۔ میں نے کہا۔ ''میری دی ہوئی مہلت کے مطابق تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیوی اسٹون کو پندرہ منٹ کے اندر مرجانا چاہیے تھا مگر ابھی وہ سانسیں لے رہا ہے۔ کیونکہ میں یہاں شکار کھیلنے میں مصروف ہوں۔ تم سب دیکھ رہے ہو۔ تمہارے درمیان اس ایک شکار کو لے آیا ہوں۔''

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''تم لوگوں نے میرے مطالبے کے مطابق گامارارا کو میرے حوالے نہیں کیا۔ اسے سیکیورٹی دے رہے ہو۔ یہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی تمہارے اتحادیوں میں سے تمہارے درمیان موجود ہے۔ اب اسے بھی سیکیورٹی دو۔ تھوڑی دیر پہلے اس کانفرنس ہال میں گامارارا دعویٰ کررہا تھا کہ وہ ہم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سزائے موت دینے والا ہے۔ آج اس کا ایک ماتحت حیدرآباد میں مارا گیا۔ دوسرا ابھی یہاں مرنے والا ہے۔ وہ جو ہماری موت کا فیصلہ سنا رہا تھا کیا وہ اپنے لوگوں کو سزائے موت سے بچا سکتا ہے؟''

گامارارا کی طرف سے خاموشی تھی۔ تمام اکابرین منتظر تھے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد! یہ عداوتیں بند کردو۔''

''اگر میں عداوت شروع کرتا تو بند کردیتا۔ شروعات تو تم لوگوں کی طرف سے ہوئی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ ہم عداوتوں کا یہ سلسلہ ختم کرتے ہیں۔ تمہاری بیٹی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ہمارے تمام لوگ حیدرآباد سے واپس آجائیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ جو لوگ وہاں چھپے ہوئے ہیں۔ جنہیں ہم نے دیکھا تک نہیں ہے۔ وہ وہاں سے واپس جارہے ہیں؟''

''تمہارے پاس بہت ہی پُراسرار ذرائع ہیں۔ پتا نہیں کس طرح سیّارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ جاتے ہو؟ اگر حیدرآباد سے ہمارے سیّارے والے واپس نہیں آئیں گے تو یقیناً تم لوگ کسی نہ کسی طرح ان کی شہ رگ تک پہنچ جاؤ گے۔ یہ بات اچھی طرح ہماری سمجھ میں آرہی ہے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''پلیز۔ ہم سے سمجھوتا کرو۔''

میں نے کہا۔ ''سمجھوتا اسی صورت میں ہوگا' جب میرا پہلا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ یعنی گامارارا کو میرے حوالے کیا جائے گا۔''

''یہ تو کبھی نہیں ہوگا۔ ہم گامارارا کو تمہارے حوالے کرکے گریٹ ایشورارا سے عداوت مول لینا نہیں چاہیں گے۔''

''پھر تو صاف ظاہر ہے کہ گریٹ ایشورارا سے تمہاری دوستی برقرار رہے گی تو ہم سے دشمنی جاری رہے گی۔ جب نقصان اٹھانے لگتے ہو' مات کھانے لگتے ہو تو سمجھوتے کی باتیں کرتے ہو۔ اب کوئی سمجھوتا نہیں ہوگا۔ یہ دیکھ لو کہ تمہارے جو لوگ حیدرآباد میں ہیں۔ وہ زندہ واپس نہیں آئیں گے اور جو سیّارے والا ابھی تمہارے درمیان کھڑا ہے۔ اسے تم ایک کے بعد دوسری سانس نہیں دے سکو گے۔ ابھی تم سب کے سامنے یہ تڑپ تڑپ کر مرے گا۔''

میں اس زخمی سموراراکے دماغ سے نکل کر ایک سیکیورٹی گارڈ کے اندر پہنچ گیا۔ سموراراچیخ کر کہا۔ ''میں مرنا نہیں چاہتا۔ گامارارا! تم کہاں ہو؟ خاموش کیوں ہوگئے ہو؟ فرہاد کی باتوں کا جواب کیوں نہیں دے رہے ہو؟ میری سلامتی کے لیے کوئی سمجھوتا کیوں نہیں کررہے ہو؟''

گامارارا نے وہاں ایک شخص کو آلۂ کار بنا کر کہا۔ ''سموراراہ! موت کو سامنے دیکھ کر بزدل نہ بنو۔ ہم سب گریٹ ایشورارا کے وفادار ہیں۔ سیّارے سے یہاں اپنی جانیں قربان کرنے آئے ہیں۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تمہیں بچانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ تمہیں قربان ہونا ہے لیکن ایک بات ہے۔ فرہاد بہت بری طرح پچھتانے والا ہے۔ ہم بے شک ہار رہے ہیں۔ مگر ہمیں جیتنے کا راستہ بھی ملتا جارہا ہے۔ ہم سمجھ رہے ہیں کہ آئندہ ان مسلمانوں سے کس طرح نمٹنا ہوگا؟''

وہ غصے سے بولا۔ ''تم کیا خاک سمجھو گے؟ ہمیں قربانی کا بکرا بنا کر سیّارے سے یہاں بھیجا جارہا ہے اور تم سب تماشا دیکھ رہے ہو۔''

وہ اِدھر اُدھر گھوم کر دیکھ رہا تھا اور بول رہا تھا۔ پھر ایک طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''فرہاد صاحب! میں مرنا نہیں چاہتا۔ تمہاری اس خوبصورت دنیا میں ایک نئی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی ماں کی قسم کھا کر کہتا ہوں' جب سیّارے سے چلا تھا' تب میرے دماغ کے ایک گوشے میں یہ بات تھی کہ ہم سب طاقت کے آگے جھکتے ہیں۔ گریٹ ایشورارا ایک بہت بڑی طاقت ہے' مگر ارضی دنیا میں مسلمان خود کو بہت بڑی طاقت ظاہر کریں گے تو میں ان کے خدا کے آگے جھک جاؤں گا۔''

وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر بول رہا تھا۔ ''فرہاد صاحب! آپ کہاں ہیں؟ کیا میری باتیں سن رہے ہیں؟ آج موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر میری عقل

سمجھا رہی ہے کہ پچھلے پانچ برسوں سے آپ خود کو سب سے زیادہ طاقتور ثابت کرتے آرہے ہیں۔ میں آپ کے خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ مجھے اپنے دین کی پناہ میں لے آئیں۔''

میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ ''میں ان سب کی موجودگی میں کہتا ہوں کہ تمہیں پناہ مل رہی ہے۔''

اکابرین میں سے ایک یہودی اعلیٰ عہدیدار نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''واہ مسٹر فرہاد واہ! کیا اتنی سے بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ دل سے مذہب کو تسلیم کرنا اور ایک خدا کو ماننا اور بات ہے' اور خوفزدہ ہو کر اپنی جان بچانے کے لیے ایک خدا کو مان لینا سراسر خودغرضی اور مطلب پرستی ہے۔''

گامارارا نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ ''فرہاد! کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ دل سے تمہارے خدا کو مانے گا اور مسلمان بن کر رہے گا؟''

میں نے کہا۔ ''دلوں کے بھید خدا جانتا ہے۔ اپنی مرضی سے ہمارا دین قبول کرنے والے ہمیں دھوکا نہیں دے سکتے۔ کیونکہ بابا صاحب کے ادارے میں جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے والے جاتے ہیں تو جھوٹ اور فریب کو یکسر بھول جاتے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا تم اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جاسکو گے؟''

''یہ یہاں سے بخیریت جائے گا۔ کوئی اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکے گا۔ اگر ہماری پناہ میں آنے والے سمورارا کو ایک ذرا سا بھی نقصان پہنچے گا یا اسے مار ڈالنے کی کوشش کی جائے گی تو یہاں اکابرین میں سے دس اعلیٰ عہدیدار اور دس آرمی کے اعلیٰ افسران مارے جائیں گے' اگر بیس لاشیں دیکھنا چاہتے ہو تو سمورارا کو روکنے کی کوشش کرو۔''

سب کو چپ لگ گئی تھی۔ آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''گامارارا! پلیز اسے جانے دو۔ ورنہ پتا نہیں ہم میں سے کون کون مارا جائے گا؟''

گامارارا نے کہا۔ ''آپ مجھے سیکیورٹی دے رہے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ ہمارے سیّارے کا یہ غدار یہاں سے جاسکتا ہے۔''

میں نے سمورارا سے کہا۔ ''یہاں سے بے خوف ہو کر جاؤ۔ اپنا سفری بیگ تیار کر کے ائیر پورٹ پہنچو۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بخیریت تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیں گے۔''

وہ خوشی سے اچھل کر بولا۔ ''زندہ باد... مسلمانو! تم سب زندہ رہو۔ سلامت رہو۔ میں تمہاری پناہ میں آرہا ہوں۔''

وہ خوشی سے دوڑتا ہوا اس کانفرنس ہال سے باہر چلا گیا۔ وہاں سب ہی کو چپ لگ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''گامارارا! اپنے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرو۔ ہم اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ موجودہ حالات کہہ رہے ہیں کہ صرف ہم ہی نہیں تم لوگ بھی خسارے میں ہو اور ہم سے زیادہ نقصان اٹھاتے جارہے ہو۔''

دوسرے عہدیدار نے کہا۔ ''اگر یہی سلسلہ جاری رہا اور گریٹ ایشورارا کے لیے نقصان ناقابلِ برداشت ہوتا گیا تو تم سب پہلے کی طرح سیّارے میں واپس چلے جاؤ گے اور ہم یہاں تم سے اتحاد کرنے کی سزا پاتے رہیں گے۔ مسلمان ہمیں تباہ و برباد کردیں گے۔ اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیں گے۔''

گامارارا نے کہا۔ ''میں ابھی گریٹ ایشورارا سے کہتا ہوں۔ وہ تم لوگوں سے رابطہ کرے گا اور میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر رہ کر گریٹ ایشورارا کے خیالات معلوم کرتا رہوں گا۔''

میں ان اکابرین کے اندر موجود تھا۔ اِدھر سونیا کی ہدایت کے مطابق الپا' کبریا' فرمان اور ٹونی جے نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیوی اسٹون سے کہا۔ ''ہمارے پاپا نے تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت دی ہے۔''

وہ چاروں فوراً ہی اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ کبریا نے کہا۔ ''یہ گھی کا ڈبا اور دودھ کے دونوں پیکٹس اٹھاؤ اور یہاں سے نکل جاؤ۔''

وہ ان زہریلی چیزوں کو دیکھ کر ہچکچانے لگے۔ ٹونی جے نے کہا۔ ''اس زہر کو ساتھ لے جاؤ گے' تب ہی نجات ملے گی۔ ورنہ یہاں سے نہیں جاسکو گے۔''

انہوں نے فوراً ہی گھی کا ڈبا اور دودھ کے پیکٹس اٹھا لیے۔ پھر تیزی سے چلتے ہوئے باہر جانے لگے۔ وہ سب سہمے ہوئے تھے مگر رہائی پا کر خوش ہوگئے تھے۔ باہر آکر اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے وہاں سے جانے لگے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کے دماغوں پر قبضہ جمار کھا تھا۔ وہ ایک لانگ ڈرائیو کے بعد شہر سے باہر آگئے۔ ایک ویرانے میں کار روک کر گھی کے ڈبے اور دودھ کے پیکٹس گھولنے لگے۔

الپا نے کہا۔ ''دانے دانے پر کھانے والے کا نام لکھا ہوتا ہے۔ ان پر ہمارا نہیں' تمہارا نام لکھا ہوا تھا۔ چلو شروع ہوجاؤ۔''

وہ چاروں ان کی مرضی کے مطابق گھی چاٹنے لگے اور دودھ پینے لگے۔ گھی اور دونوں ایسی چیزیں ہیں جو توانائی اور نئی زندگی دیتے ہیں۔ مگر انہوں نے اپنے ہاتھوں سے زندگی میں موت گھولی تھی۔ انہیں موت تو ملنی ہی تھی۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں سے نکل آئے۔

اُدھر گریٹ ایشورارا اور اکابرین کے درمیان رابطہ قائم ہوگیا۔ اکابرین کمیونیکٹنگ مشین کے ذریعے اپنے موجودہ بدترین حالات کی روداد سنا رہے تھے۔ گریٹ ایشورارا ان کی تحریری رپورٹ پڑھ رہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا۔

اس نے کہا۔ ''پہلے یہ سمجھا جارہا تھا کہ سونیا اپنی غیر معمولی حس کے ذریعے ہمارے لوگوں کی بُو سونگھ لیتی ہے اور ان کی شہ رگ تک پہنچ جاتی ہے۔ ہم نے اس کا توڑ کیا۔ اب وہ ان کی بُو نہیں پا رہی ہے پھر یہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح ہمارے لوگوں تک پہنچ جاتے ہیں؟''

جواباً کہا گیا۔ ''ایک ہی بات سمجھ میں آرہی ہے کہ یہ لوگ پُراسرار ذرائع رکھتے ہیں۔ یقیناً روحانی علوم کے ذریعے تمہارے جانبازوں تک پہنچتے رہتے ہیں۔''

''کیا روحانی علوم کا توڑ نہیں ہوسکتا؟ اگر ہم توڑ نہ کرسکے تو اسی طرح اندھی لڑائی لڑتے ہوئے مات کھاتے رہیں گے اور نقصان اٹھاتے رہیں گے۔''

کمیونیکٹنگ مشین ذرا چپ ہوئی پھر اس کی اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''ایسی اندھی لڑائیاں لڑتے ہوئے میں نے اپنے بہت سے جاں نثار گنوا دیے۔ اس بار تم تمام اکابرین سے اتحاد کر کے' تم پر بھروسا کر کے یہاں آیا ہوں۔ صرف دو دنوں میں میرا ایک جاں نثار حیدرآباد میں مارا گیا ہے اور باقی نو ماتحت مجھ سے بدظن ہو کر دینِ اسلام کی پناہ میں چلے گئے ہیں۔''

اس مشین پر اس کی تحریر اُبھر رہی تھی۔ ''تمہارا بھی ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا مارا گیا ہے۔ تم بھی میری طرح اندھی لڑائی لڑ رہے ہو۔ اپنی طرف آنے والے دشمنوں کو دیکھ نہیں پاتے ہو۔ ایسا کب تک ہوگا؟ یہ ہم سب کے لیے بہت ہی اہم سوال ہے۔ اس کا جواب ڈھونڈو' ایسا کب تک ہوگا؟''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''ہاں! اس سوال کا جواب ملے گا تب ہی ہم مسلمانوں کے ایسے حملوں سے بچ پائیں گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے اس کمیونیکٹنگ مشین کے ذریعے کہا۔ ''ہمیں اپنی کمزوریاں معلوم ہو رہی ہیں۔ اب ان کی پُراسرار قوتوں کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔ جب تک مکمل معلومات حاصل نہ ہوں' تب تک ہم کسی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے پر' سونیا اور فرہاد کی کسی بھی اولاد پر حملہ نہیں کریں گے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''ہم حملہ نہیں کریں گے' لیکن وہ تو کریں گے۔ کیا اس کے بعد جوابی کارروائی لازمی نہیں ہوگی؟''

''یہ ہمارا برسوں کا تجربہ ہے' جب ان پر حملہ کیا جاتا ہے' یا انہیں کوئی چھوٹا بڑا نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ تب ہی وہ ہمارے خلاف جوابی کارروائی کرتے ہیں۔ تم یقین کرو' ہم انہیں چیلنج نہیں کریں گے تو ان کی طرف سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''پتا نہیں۔ کب ہمیں ان کی پُراسرار قوتوں کے بارے میں صحیح معلومات حاصل ہوں گی اور کب ہم ان کے خلاف بھرپور کارروائیاں کرسکیں گے؟ میں زیادہ دنوں تک انتظار نہیں کروں گا۔''

''تم نے پانچ برسوں تک انتظار کیا ہے۔ بار بار یہاں آتے رہے اور واپس جاتے رہے۔ اس بار بھی ذرا صبر کرو۔ انتظار کرو۔ ہماری کوشش ہوگی کہ جلد سے جلد ان کی بنیادی کمزوریاں معلوم کرسکیں۔''

وہ بولا۔ ''جو بات میں جانتا ہوں۔ وہ شاید تمہاری دنیا کے سائنسدان اور ماہرینِ فلکیات نہیں جانتے۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو' تمہاری دنیا کے موسم اچانک ہی تبدیل ہو رہے ہیں۔ سردی کے موسم میں برفباری زیادہ ہونے لگی ہے۔ شمالی سمندروں کا تمام پانی برف بن جاتا ہے۔ اب تمہاری دنیا میں بارش کا موسم ہوتا ہے تو طوفانی ہوائیں چلتی ہیں۔ جا بجا آندھی طوفان کے باعث ساحلی علاقے کے لوگ تباہ ہو رہے ہیں اور گرمی کے موسم میں سورج پہلے زیادہ آگ اگلنے لگا ہے؟''

اکابرین نے کہا۔ ''ہاں۔ ہماری دنیا میں اب ایسا ہونے لگا ہے۔ لیکن ہمارے موجودہ حالات سے اس کا کیا تعلق ہے؟''

''بہت گہرا تعلق ہے۔ ہمارے سیّارے کے سائنسدانوں اور ماہرینِ فلکیات نے پیشگوئی کی ہے کہ سورج غیظ و غضب میں ہے۔ ہر لحہ اس کے اندر سے جو بار دار ذرات خارج ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے اخراج میں شدت آتی جارہی ہے۔ اس کے تباہ کن اثرات کتنے ہی سیّاروں پر پڑیں گے۔ ہمارا سیّارہ اور تمہاری دنیا بھی ایسی تباہی و بربادی کی زد میں آنے والے ہیں۔''

جتنے اکابرین اس کمیونیکٹنگ مشین کے آس پاس تھے۔ وہ بڑی سنجیدگی سے اس کی تحریر پڑھ رہے تھے۔ وہ کہہ

رہا تھا۔ ''ہمارے ماہرین جو پیشگوئی کرتے ہیں' وہ ننانوے فیصد درست ہوتی ہے۔ انہوں نے رپورٹ پیش کی ہے کہ تمہاری دنیا کے شمالی حصے تباہی کی زد میں نہیں آئیں گے۔ باقی دنیا میں کیا ہوگا؟ کس قسم کی تباہی آئے گی؟ اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ مگر ہمارا سیارہ تو بالکل ہی تباہ ہوجائے گا۔ اس لیے میں اپنی تمام غیر معمولی مشینوں اور جانبازوں کے ساتھ تمہاری دنیا میں آنا چاہتا ہوں۔''

''ہم دل و جان سے تمہیں خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ آج آنا چاہو تو آج ہی آسکتے ہو۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''تم اپنی غیر معمولی مشینوں کے ساتھ یہاں آؤ گے تو ہماری قوتوں میں اضافہ ہوگا۔ تمہاری اس غیر معمولی آڈیو ویڈیو مشین کے ذریعے ہم سونیا فرہاد اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دیکھ سکیں گے کہ وہ کہاں رہتے ہیں اور کس طرح ہم پر حملے کرنے کی پلاننگ کرتے ہیں؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''یوں سمجھو تم اب تک اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں کے ذریعے آدھی قوت سے لڑ رہے تھے۔ غیر معمولی مشینوں کے ذریعے تمہیں بھرپور قوتیں اور کامیابیاں حاصل ہوں گی۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''اب تک جتنی غیر معمولی مشینیں تمہاری دنیا میں لائی گئیں۔ انہیں سونیا فرہاد نے ہمارے جانبازوں سے چھین لیں۔ اب ہمارے پاس ایسی آڈیو ویڈیو غیر معمولی مشینیں صرف دو ہی رہ گئی ہیں۔''

''یعنی کامیابی کا دوسرا ہتھیار تم نے اپنے پاس سیارے میں رکھا ہے اور ان ہتھیاروں کے بغیر اس دنیا میں مسلمانوں سے لڑ رہے ہو۔ موجودہ حالات میں تمہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ مشینیں ہماری اتحادی قوتوں کے لیے کتنی اہم ہیں۔ ہم یقین سے کہتے ہیں' ان مشینوں کے یہاں آتے ہی سونیا اور فرہاد بالکل بے دست و پا ہوجائیں گے۔''

گریٹ ایشورارا کے سامنے موجودہ ناکامیاں تھیں۔ پھر اس کے ماہرین کی پیشگوئی کہہ رہی تھی کہ ہماری دنیا اور اس کا سیارہ قدرتی آفات کی زد میں آنے والا ہے۔ اس کا سیارہ بالکل تباہ ہوجائے گا اور ہماری دنیا کے کچھ حصے تباہی و بربادی سے محفوظ رہیں گے۔ ایسی صورت میں اسے آنا ہی تھا اور وہ اپنی غیر معمولی مشینوں کے بغیر نہیں آسکتا تھا۔

آرمی کے ایک افسر نے کہا۔ ''تمہاری غیر معمولی مشینیں اسی طرح محفوظ رہیں گی کہ ان میں سے ایک مشین اپنے پاس رکھو اور ایک ایک مشین ہماری تحویل میں دے دو۔ ان کی حفاظت کے لیے ہم جان کی بازیاں لگاتے رہیں گے۔''

ایشورارا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''ہمارا اتحاد اور ہمارا باہمی اعتماد اپنی جگہ... مگر وہ مشینیں صرف دو رہ گئی ہیں۔ میں ان میں سے ایک بھی تمہاری تحویل میں نہیں دوں گا۔''

اس کا نائب گامارارا وہاں موجود تھا۔ تمام اکابرین اسے ناگواری سے دیکھنے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ ''آپس میں اتحاد کرنے والے ایک دوسرے کا ہتھیار لے کر دشمن سے مقابلہ کرتے ہیں۔ ہم نے مسلمانوں سے تمہارا انتقام لینے کے لیے فرہاد کی بیٹی کو قتل کرانے کے لیے اپنا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک ہتھیار حیدرآباد بھیجا اور اس سے محروم ہوگئے۔ آئندہ بھی تمہارے لیے قربانیاں دیتے رہیں گے۔ لیکن تم ہمیں غیر معمولی آڈیو ویڈیو مشین دینے سے انکار کررہے ہو۔ یہ اتحاد تو نہ ہوا؟''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''تمہارے دل میں یہ اندیشہ نہیں رہنا چاہیے کہ ہمارے پاس وہ غیر معمولی مشین آئے گی تو ہم ویسی ہی درجنوں تیار کرلیں گے۔ جبکہ ایسی مشینیں بابا صاحب کے ادارے میں بھی تیار نہ ہوسکیں۔ کیونکہ اس میں ایک ایسی دھات کا استعمال کیا جاتا ہے' جو صرف تمہارے سیارے میں پائی جاتی ہے۔ وہ دھات نہ ہماری دنیا میں ہے' نہ ہم اس جیسی دوسری مشین بنا سکے سکیں گے۔''

آرمی کے ایک اور افسر نے کہا۔ ''دھات کا وہ ذخیرہ تم سیارے سے لاؤ اور اپنے پاس چھپا کر رکھو۔ ہمیں بھی نہ دکھاؤ۔ لیکن ایک ایسی آڈیو ویڈیو مشین ہمیں دے دو' جو کم از کم ایک ماہ تک ہمارے کام آسکے۔ اس کے بعد وہ ناکارہ ہوجائے گی تو ہم اسے تمہارے حوالے کردیں گے۔ مگر اس ایک ماہ میں ہم اس مشین کے ذریعے تمہارے بہت کام آسکیں گے۔ ہمارے جاسوس بہت ہی عیار اور تجربہ کار ہیں۔ اس مشین کے ذریعے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا جینا حرام کردیں گے۔''

وہ قائل ہوکر بولا۔ ''ہاں۔ میں وہاں آکر ایسی مشین تمہارے حوالے کرسکتا ہوں' جو صرف ایک ماہ تک تمہارے کام آئے۔ پھر اس کے بعد ناکارہ ہوجائے۔ کیا تمہیں منظور ہے؟''

''ہمیں منظور ہے۔ تم اس غیر معمولی مشین اور اپنے جانبازوں کے ساتھ یہاں چلے آؤ۔ یہاں تمہاری موجودگی

سے ہماری اتحادی قوتوں میں اضافہ ہوگا۔''

''میں ان معاملات پر غور کررہا ہوں۔ بعد میں تم سے رابطہ کروں گا۔ وَیٹس آل....''

ایشورارا نے رابطہ ختم کردیا تھا۔ وہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ میں بہت پہلے جاچکا ہوں' جبکہ میں کانفرنس ہال سے ان کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ یوں لگے رہنے سے بڑی اہم باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ گریٹ ایشورارا اپنی تمام اہم غیر معمولی مشینوں اور جانبازوں کے ساتھ سیارے سے یہاں آنے والا ہے اور دوسرے یہ کہ ایک غیر معمولی مشین کم از کم ایک ماہ کے لیے ان اکابرین کو دینے والا ہے۔

بیشک اس مشین کی موجودگی ہمارے لیے مسائل پیدا کرنے والی تھی۔ آئندہ عالی اور ایمان علی کو بھی بابا صاحب کے ادارے میں لے جانا ضروری ہوگیا تھا۔ ہم سب وہیں محفوظ رہ سکتے تھے۔

وہ اکابرین ماہرینِ فلکیات سے رابطہ کرنے کے بعد کچھ رہے تھے۔ ''solarwind (شمسی بہاؤ) کے مسلسل عمل میں کس طرح کی غضب ناک تبدیلی آرہی ہے؟''

ماہرین کے سربراہ نے کہا۔ ''ہم ہر روز بدلتے ہوئے وسمی حالات کی رپورٹ پیش کرتے رہتے ہیں۔ پچھلے چھ ماہ ں دنیا کے کئی حصوں میں زلزلے آئے ہیں۔ ساحلی علاقوں ں غضب ناک طوفانوں کے باعث جو تباہیاں سامنے یں' ان سے آپ حضرات بے خبر نہیں ہیں۔ لاکھوں افراد گئے ہیں۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا ے ماہرین نے پیشگوئی کی ہے کہ یہ موسمی تبدیلیاں آئندہ اور مب ناک ہوجائیں گی۔ کتنے ہی سیارے تباہی کی زد میں یں گے۔ ان میں ہماری دنیا بھی شامل ہے۔ ہم پر نہ نے کیسی تباہیاں آنے والی ہیں؟''

''ایشورارا کے ماہرین درست کہہ رہے ہیں۔ ہمیں ایسے آثار نظر آرہے ہیں۔ ہم دن رات اسٹڈی میں لگے ئے ہیں۔ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوگا؟ کیسے اور کب تک ہوگا؟ ہم اس سلسلے میں جلد ہی تفصیلی رپورٹ کریں گے۔''

میں نے دماغی طور پر حاضر ہوکر سونیا سے کہا۔ ''یہ دنیاوی حیلے بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ ہمیں آئے دن دشمنوں سے نمٹنا ہے۔ آئندہ ہم قدرتی آفات سے دوچار ہونے والے ۔ یوں سمجھو کہ بہت بڑی قیامت آنے والی ہے۔''

میں گریٹ ایشورارا سے ہونے والی جو باتیں اور امریکا کے ماہرینِ فلکیات کی جو پیش گوئی سنی تھی' وہ سب کچھ سونیا کو بتانے لگا۔ اس نے سننے کے بعد کہا۔ ''یہ تو بڑی تشویش کی بات ہے۔ تم اعلیٰ حضرت سے رابطہ کرو۔ معلوم کرو کہ ان لوگوں کی پیشگوئیاں کہاں تک درست ہیں؟''

اس کی بات ختم ہوتے ہی اعلیٰ حضرت کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے مجھے اپنے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''جھوٹ' فریب' بے ایمانی' دہشت گردی' خون خرابا' عجیب و غریب شرمناک اور دہشت ناک جرائم اس قدر بڑھتے اور پھلتے پھولتے جارہے ہیں کہ دنیا خود بخود تباہی کی طرف چلی جارہی ہے۔''

وہ ذرا چپ ہوئے پھر بولے۔ ''دنیا والوں کو سمجھانے کے لیے' تنبیہ کرنے کے لیے' عبرتناک سبق سکھانے کے لیے' آئے دن آندھی طوفانوں' سیلابوں اور زلزلوں کا سلسلہ جاری رہنے لگا ہے۔ کتابِ الٰہی میں جب یہ درج ہے کہ قیامت آئے گی تو پھر ضرور آئے گی۔ لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ وہ قیامت قسطوں میں آرہی ہے۔ تاکہ ہم سب عبرت حاصل کریں۔ گناہوں اور جرائم سے توبہ کریں۔''

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''تم مجھ سے معلوم کرنا چاہتے ہو۔ میں تمہیں کیا بتاؤں؟ جب خداوند کریم کسی کو نہیں بتانا چاہتا کہ وہ قیامت کب آنے والی ہے اور کس طرح آنے والی ہے؟ کتابِ الٰہی میں جو لکھ دیا گیا ہے' وہ اٹل ہے۔ اسے یاد رکھو اور اپنے اعمال درست کرتے رہو۔''

وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہے تھے۔ ''قطرہ قطرہ کرکے گناہوں کا سمندر بن چکا ہے۔ انجام کار کچھ تو ہونا ہی ہے۔''

انہوں نے افسوس ناک انداز میں ایک گہری سانس لی پھر کہا۔ ''اللہ تعالیٰ کسی کسی کو آگہی دیتا ہے۔ باقی بندوں کو پیش آنے والے حالات سے بے خبر رکھتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اگلے پل کیا ہونے والا ہے؟ اگر کوئی جان لے تب بھی وہ پیش آنے والی بدنصیبی کو ٹال نہیں پاتا۔ آگے جو ہونا ہے' وہ ضرور ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ البتہ تمہاری رہنمائی کرنا اور تمہاری سلامتی چاہنا مجھ پر فرض ہے۔ زچگی کے دوسرے دن ہی عالی اور ایمان علی کو لے کر بابا صاحب کے ادارے میں چلے آؤ۔''

وہ چلے گئے۔ انہوں نے پیش آنے والی آفات کے متعلق واضح طور پر کچھ نہیں بتایا مگر اشارتاً بہت کچھ کہہ گئے۔ آخر میں چلتے چلتے یہ بھی کہہ دیا کہ ہمیں عالی اور ایمان کے ساتھ بابا صاحب کی محفوظ پناہ گاہ میں آجانا چاہیے۔

میرا موبائل فون مخاطب کرنے لگا۔ میں نے اسے اٹھا

کر نمبر پڑھے۔ان ہی دو فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کال کر رہا تھا۔میں ان کے نام بھی نہیں جانتا تھا۔فون آن کر کے اسے کان سے لگایا تو ڈاکٹر اے کاک کی آواز سنائی دی۔''کیا آپ مسٹر فرہاد ہیں؟''

میں نے کہا۔''ہاں۔ میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔''

''ایک اہم اطلاع دے رہا ہوں۔گریٹ ایشورارا قدرتی اور سماوی آفات سے خوفزدہ ہے۔اس کے ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ بہت بڑی تباہی آنے والی ہے۔ہماری دنیا کسی حد تک محفوظ رہے گی لیکن ان کا سیارہ بالکل تباہ ہوجائے گا۔''

یہ باتیں میں جانتا تھا۔مگر حیرانی سے سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آخر اس نامعلوم شخص کے ذرائع کتنے وسیع ہیں اور وہ اکابرین کے درمیان کس طرح پہنچا ہوا ہے کہ کوئی اسے دیکھتا نہیں ہے' روکتا ٹوکتا نہیں ہے اور وہ ایسی اہم معلومات حاصل کرلیتا ہے؟

وہ کہہ رہا تھا۔''گریٹ ایشورارا اپنی تمام غیر معمولی مشینوں اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں کے ساتھ سیّارے سے نکل کر ہماری دنیا میں آنے والا ہے۔''

میں نے کہا۔''میرے مہربان دوست! تم نے اب تک بڑی اہم معلومات فراہم کی ہیں۔یہ معلومات بھی بہت اہم ہیں۔لیکن میں خیال خوانی کے ذریعے یہ ساری باتیں سن چکا ہوں۔ابھی تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔میرے اندازے کے مطابق تم امریکا میں ہو اور تمہارا دوسرا ساتھی یورپ کے کسی ملک میں ہے۔کیا تم دونوں مجھ سے دوستی نہیں کرو گے؟''

''دوستی کیا ہوتی ہے؟ ایک دوسرے کا نام معلوم کرنے' ایک دوسرے کو جاننے پہچاننے' ہاتھ ملانے اور گلے لگانے کا نام دوستی ہے' مگر یہ ظاہری ہے۔ باطنی دوستی دل سے اور ایمان سے ہوتی ہے اور ایسے دوست ہی برے وقت میں کام آتے ہیں۔ہم کام آرہے ہیں اور آتے رہیں گے۔میں آپ کے لیے نیک خواہشات کے ساتھ رابطہ ختم کر رہا ہوں۔''

اس نے فون بند کردیا۔میں نے سونیا سے کہا۔''ان دو فرشتوں نے مجھے الجھا دیا ہے۔آخر یہ کون ہیں؟ ان کی معلومات کے ذرائع کیا ہیں؟ یقیناً یہ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہوں گے۔''

سونیا نے کہا۔''میں بھی ان کے متعلق سوچنے لگی ہوں۔ہم پر کبھی کوئی احسان کرتا ہے تو ہم ساری زندگی جی جان سے اس کے کام آتے رہتے ہیں۔یہ پہلے زمینی فرشتے ہیں' جن کے احسانات کا بدلہ ہم چکا نہیں پا رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔''اگر یہ اسی طرح پُراسرار بنتے رہے اور ہم انہیں ڈھونڈ نہ پائے تو صرف ان کے احسانات ہی اٹھاتے رہیں گے۔کبھی ان کے لیے کچھ کرنہیں پائیں گے۔''

وہ مسکرا کر بولی۔''ایسا نہ کہو کہ یہ پُراسرار بن کر رہیں گے۔میں جب چاہوں گی' ان کی خفیہ پناہ گاہوں تک پہنچ جاؤں گی۔ابھی یہ ضروری نہیں ہے۔ہم دوسرے بہت سے اہم معاملات میں الجھے ہوئے ہیں۔''

واقعی ہمیں کئی طرح کے معاملات الجھا رہے تھے۔ایک طرف سیّارے سے آنے والے دشمن تھے اور دوسری طرف اکابرین کی عداوتیں تھیں۔سب سے زیادہ فکر عالی کی تھی۔ایمان علی کو جو آگہی ملی تھی۔اس کے مطابق میرے ہونے والے نوزائیدہ نواسے کو دشمن بڑی بے دردی سے ہلاک کرنے والے تھے۔

اگرچہ ہم ان کے ساتھ بری طرح پیش آرہے تھے۔ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کرچکے تھے۔اس کے باوجود یہ طے تھا کہ آگہی کے مطابق واردات ضرور ہوگی۔پہلی بار ماں بننے والی عالی کو ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچے گا۔

ہم اپنی اکلوتی بیٹی کے لیے بہت پریشان تھے۔اسے صدمات سے بچانے کی بھرپور کوششیں کر رہے تھے۔اس شہر میں ایک ایک دشمن کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔سیّارے سے اور امریکا سے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے آئے تھے۔ان میں سے دو کو جہنم میں پہنچا دیا گیا تھا۔دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ وہ واپس جانے والا ہے اور اس کی جگہ سیّارے کا ایک خیال خوانی کرنے والا وہاں آئے گا۔

ہم نے طے کرلیا تھا کہ نہ ہم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں سے زندہ جانے دیں گے اور نہ یہاں آنے والے کو زندہ چھوڑیں گے۔ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ائیر پورٹ' ریلوے اسٹیشن اور ہائی وے کی چنگیوں پر توجہ دے رہے تھے۔وہاں زیادہ سے زیادہ آلہ کار بنا رہے تھے۔ان کے دماغوں میں جاتے آتے رہتے تھے۔اس طرح شہر سے باہر جانے والوں کو چیک کرتے تھے اور باہر سے آنے والے مشتبہ افراد کے دماغوں میں پہنچتے تھے۔

معلومات اس طرح حاصل ہوسکتی تھیں کہ کوئی بھی یوگا میں مہارت ظاہر کرتا' سانس روک کر خیال خوانی کی لہروں کو بھگا تا تو پھر ہر حال میں اس کی اصلیت معلوم کی جاتی۔اسے زخمی کر کے یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اس کے چور خیالات پڑھ لیے جاتے۔اگر وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوتا تو اسی وقت اس کا کام تمام کردیا جاتا۔

ویسے ہم نے دو خیال خوانی کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان پر اچھی خاصی دہشت طاری کردی تھی۔اس کے باوجود ہم پریشان تھے۔ہماری نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔جب تک اس شہر میں آنے والے تمام دشمن مارے نہ جاتے' ہمیں اطمینان حاصل نہ ہوتا۔

ہم دن رات اضطراب اور بے چینی میں مبتلا تھے کہ ہمارے نوزائیدہ نواسے کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے؟ یہ سوال ہمارے اندر چیختا رہتا تھا کہ جو ہونے والا ہے' کیا ہم اسے بدل سکیں گے؟ ہونی کو انہونی بنا سکیں گے.....؟

سیّارے والے دور سے اس طرح پہچانے جاتے تھے کہ وہ اپنا سفری بیگ پیٹھ پر لادے پھرتے تھے۔اس بار ان کے بیگ کا ڈیزائن اور رنگ بدل گیا تھا۔ہم نے ایسے نئے اب اپنے آٹھ نومسلموں کے پاس دیکھے تھے۔حیدر آباد میں سیّارے والا مارا گیا تھا۔اس کے پاس بھی ویسا ہی ایک بیگ تھا۔

ایک شامت کا مارا سیّارے والا ائیر پورٹ کے لگیج ایریا سے باہر آتا دکھائی دیا۔وہ سامان کی ٹرالی دھکیلتا آرہا تھا۔ٹرالی میں بہت سارا سامان تھا۔اس پر رکھے ہوئے بیگ پر چغلی کھائی کہ وہی ہمارا شکار ہے۔

الپا خیال خوانی کے ذریعے ائیر پورٹ پر موجود لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔اس نے اپنے ایک آلہ کار کے ذریعے اسے تاڑ لیا۔پارکنگ ایریا اسٹینڈ میں اس کے مزید چھ آلہ کار اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ان میں سے ایک ٹیکسی ڈرائیور نے آگے بڑھ کر پوچھا۔''سر! آپ کہاں جاؤ گے؟ جہاں جاؤ گے آرام سے جاؤ گے۔میری ٹیکسی ائیر کنڈیشنڈ ہے۔''

اس نے کہا۔''کسی اے ون فائیو اسٹار ہوٹل میں لے چلو۔''

ڈرائیور نے ڈکی کھولی اور اس کا سامان وہاں رکھنے لگا۔وہ اپنا خاص سفری بیگ اٹھا کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ڈرائیور نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔''صاحب! آپ بڑے لمبے سفر سے آئے ہو۔میں دن رات ائیر پورٹ سے سواریاں اٹھاتا ہوں۔اسی لیے جہازوں کی آمد و رفت کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے۔آپ کا جہاز نیویارک سے لندن' لندن سے دبئی اور پھر دبئی سے ادھر ہمارے شہر میں آیا ہے۔ہمارے شہر کی کیا بات ہے؟ یہاں کا اچار بھی کھاؤ گے تو چٹخارے لے کر اور مانگتے رہو گے۔''

اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔پیچھے بیٹھا ہوا مسافر کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔اس کی باتیں نہیں سن رہا تھا۔اس نے کہا۔''کیا بات ہے امریکا والوں کی؟ آپ لوگ کسی کی نہیں سنتے' بس اپنی ہی سناتے رہتے ہیں۔یہ گاڑی بھی آگے جا کر میری نہیں سنے گی۔کیونکہ پیٹرول ختم ہو رہا ہے۔آپ مائنڈ نہ کریں تو میں ٹنکی فل کرالوں؟''

وہ بڑی سنجیدگی اور بڑی نرمی سے بولا۔''تم بہت بولتے ہو۔مجھے کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں پہنچانے کے لیے جو ضروری ہے' وہ کرو۔پلیز زیادہ نہ بولو۔خاموش رہو۔''

اس نے آگے جا کر ایک پیٹرول پمپ کے سامنے چند سیکنڈ کے لیے ٹیکسی روکی۔پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور ایک شخص فوراً اندر آکر بیٹھ گیا۔ٹیکسی آگے چل پڑی۔آنے والے کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔''بس صاحب جی! یہاں سے یہی پیٹرول لینا تھا۔''

آنے والے نے ریوالور کی نال کو اس کے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا۔''منہ کھولو۔ورنہ گولی چل جائے گی۔''

اس نے سہم کر فوراً ہی منہ کھولا۔ریوالور کی نال اندر گھس گئی۔اس نے کہا۔''ہم تمہیں ہلاک نہیں کرنا چاہتے۔تم نے منہ کھولا ہے۔اب دماغ کا دروازہ بھی کھول دو تو سلامتی ملے گی۔''

ٹیکسی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔اتنی ہی تیز رفتاری سے موت آسکتی تھی۔اس نے سہم کر دماغ کے دروازے کھول دیے۔مختصر سے خیالات پڑھتے ہی تصدیق ہوگئی کہ وہ سیّارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔اس کا نام پنڈورارا ہے۔حیدر آباد میں جو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔اسے امریکا واپس جانا تھا۔پنڈورارا کے یہاں آنے کے بعد وہ یہ شہر چھوڑنے والا تھا۔

اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ ایک شاطر سراغ رساں اور دو خطرناک فائٹر بھی تھے۔جو آئندہ پنڈورارا کے ساتھ رہنے والے تھے۔وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام اور پتا ٹھکانا نہیں جانتا تھا۔صرف خیال خوانی کے ذریعے اسے اطلاع دینے والا تھا کہ وہ اس شہر میں پہنچ گیا ہے۔

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے دماغ پر اس طرح قبضہ جمایا تھا کہ وہ سانس روک کر انہیں بھگا نہیں سکتا تھا۔اس کے منہ سے ریوالور کی نال نکل چکی تھی۔وہ

آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ایسے وقت اس نے کئی سیّارے والوں کی آوازیں اپنے اندر سنیں۔وہ سب یکے بعد دیگرے اسے مخاطب کررہے تھے۔

ایک نے کہا۔''ہم آٹھ خیال خوانی کرنے والے ہیں۔سیّارے سے یہاں آتے ہی ہم نے اپنی سلامتی کے لیے اور امن وامان سے زندگی گزارنے کے لیے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔''

دوسرے نے کہا۔''ہم مسلمان ہو چکے ہیں' ابھی بابا صاحب کے ادارے میں دینی تعلیم وتربیت حاصل کررہے ہیں۔بہت ہی خوبصورت زندگی گزار رہے ہیں۔''

تیسرے نے کہا۔''ہماری تعلیم وتربیت مکمل ہوجائے گی تو ہم اس ادارے سے باہر دنیا کے کسی بھی حصے میں جا کر آزادی سے زندگی گزارتے رہیں گے۔کسی سے دشمنی نہیں کریں گے۔خیال خوانی کے ذریعے دکھی انسانیت کے کام آتے رہیں گے۔''

ایک نے پوچھا۔''کیا موت کی راہ پر چلنا دانشمندی ہے؟تم کس راستے پر جارہے ہو؟''

دوسرے نے پوچھا۔''کیا موت سر پر منڈلانے لگے گی' تب ہاتھ جوڑ کر گھٹنے ٹیک کر اپنی زندگی کی بھیک مانگو گے؟''

ایک اور نے کہا۔''ہم سب تمہارے سیّارے سے آنے والے ساتھی ہیں۔تمہاری بہتری چاہتے ہیں اور تمہیں دینِ اسلام کی طرف آنے کی دعوت دیتے ہیں۔دل سے ایمان سے قبول کرو گے تو تمہیں ہر حال میں سلامتی ملے گی۔پھر تم ہم سے آکر ملو گے اور دیکھو گے کہ سلامتی کی راہ پر چلنے والوں کی زندگی کتنی خوبصورت ہوتی ہے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔''میں سلامتی چاہتا ہوں۔اس دنیا کا کوئی بھی باشندہ میرا دشمن نہیں ہے۔میں نے یہاں سیّارے سے آنے والے ساتھیوں کو حرام موت مرتے دیکھا ہے۔میں ایک بار ملنے والی زندگی میں حرام موت نہیں مرنا چاہتا۔تم سب میرے اپنے ہو'میری بہتری چاہتے ہو۔مجھے اپنے پاس بلالو۔''

''تم ہوٹل پہنچو گے تو وہاں ایک شخص آئے گا' تم سے پاسپورٹ لے کر جائے گا۔تم آج رات یا کل صبح تک یہاں سے پیرس جاؤ گے' پھر وہاں سے تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا جائے گا۔''

ٹیکسی ڈرائیور نے اسے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں پہنچا دیا۔وہاں اس نے ایک کمرا حاصل کیا۔جب وہ کمرے میں پہنچا تو تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے آکر کہا۔''پلیز۔اپنا پاسپورٹ میرے حوالے کریں۔''

ہمارے ایک نومسلم ٹیلی پیتھی جاننے والے نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔''یہ ہمارا آدمی ہے۔اسے اپنا پاسپورٹ دے دو۔''

اس نے اپنا پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات اس کے حوالے کردیے۔پھر ہمارے نومسلم نے کہا۔''پنڈورارا!اب ہمارا ایک کام کرو۔اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے رابطہ کرواور اسے بتاؤ کہ تم یہاں پہنچ گئے ہو۔''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔''ابھی میں اس سے رابطہ کرنے ہی والا تھا۔''

وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔پنڈورارا نے دوسری بار اس کے اندر پہنچتے ہی کوڈ ورڈز ادا کئے۔اس نے مطمئن ہوکر کہا۔''اپنا نام بتاؤ؟''

پنڈورارا نے پوچھا۔''کیا تم اپنا نام بتاؤ گے؟''

''ہرگز نہیں۔''

''میں بھی اپنا نام نہیں بتاؤں گا۔یہی ہم سب کا طریقہ کار ہے۔ہم کوڈ ورڈز کے ذریعے ہی ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور اپنے اپنے دماغوں میں آنے دیتے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔''تم یہاں کب آئے؟''

''یہ بھی غیر ضروری سوال ہے۔اپنے ایک شاطر سراغ رساں اور دو خطرناک فائٹرز کو میرے حوالے کرو اور یہاں سے واپس جاؤ۔''

اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ایک شاطر سراغ رساں کے اندر پہنچ کر کہا۔''ہماری ٹیم کا دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا آگیا ہے۔اس وقت تمہارے اندر موجود ہے۔اس سے باتیں کرو۔میں واپسی کی تیاری کررہا ہوں۔''

وہ چلا گیا۔پنڈورارا اس شاطر سراغ رساں اور دو خطرناک فائٹرز کے دماغوں میں باری باری جانے لگا۔وہ تینوں بھی یوگا کے ماہر تھے۔کوڈ ورڈز کے بغیر کسی کو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

میں خیال خوانی کے ذریعے الپا اور اپنے نومسلم کی مصروفیات دیکھ رہا تھا۔الپا بڑے سلیقے سے اپنے دشمنوں کے اندر پہنچتی جارہی تھی۔میں نے پنڈورارا کی آواز اور لب و لہجے کو اختیار کیا پھر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کئے۔اس نے پوچھا۔''اب کیوں آئے ہو؟''

میں نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ ''اسی لیے آیا ہوں۔''

وہ کسی بنگلے کے بیڈروم میں تھا۔ دماغی تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا اور ادھر سے اُدھر تڑپ رہا تھا۔ پتا چلا' اس کا نام جیمس ہارڈی ہے اور وہ نیویارک جانے والی ایک فلائٹ میں اپنی سیٹ اوکے کرا چکا ہے۔

میں نے کہا۔ ''سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں.... شام کی فلائٹ سے جانے والے ہو اور یہ نہیں جانتے کہ ابھی ایک پل میں کیا ہونے والا ہے اور اب تک جو ہو چکا ہے' اس کے بعد بھی جان نہیں پاؤ گے کہ اگلے پل کیا ہونے والا ہے؟''

اس کا سر تکلیف کی شدت سے جیسے پھٹا جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''تم تو بہت ہی کمزور نکلے۔ ابھی دوسرا زلزلہ پیدا کروں گا تو تمہارا دم نکل جائے گا۔''

وہ گڑگڑانے لگا۔ رحم کی بھیک مانگنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا تم میری بیٹی پر رحم فرمانے آئے تھے؟ میری بیٹی نے تم لوگوں کا کیا بگاڑا تھا؟ کیا ہم تمہاری ماؤں' بیٹیوں اور بہنوں کو ہلاک کرنے آتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر تم سب شیطان ہو اور شیطان کسی وجہ کے بغیر نقصان پہنچاتا رہتا ہے۔ میری بیٹی کی موت بن کر آنے والو...! تم میں سے کوئی زندہ واپس نہیں جائے گا۔''

یہ کہہ کر میں نے پھر ایک ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تاکہ اس کا دم نہ نکلے۔ وہ ابھی زندہ رہے۔ وہ پھر تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اکابرین کے پاس پہنچ کر کہا۔ ''اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو کہ وہ جیمس ہارڈی کے اندر پہنچیں۔ اس کی مدد کریں اور اسے زندہ یہاں واپس لائیں۔''

یہ سنتے ہی وہ سب پریشان ہو گئے۔ میری باتوں سے اندازہ ہو گیا کہ ان کا دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہمارے ہتھے چڑھ چکا ہے۔ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے تھے۔ میں ان کی بات سنے بغیر جیمس ہارڈی کے دماغ میں واپس آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر پہنچ گئے۔ اس کی حالتِ زار دیکھ کر رحم کی التجائیں کرنے لگے۔

میں نے کہا۔ ''میں نے تمہاری التجائیں سننے کے لیے یہاں نہیں بلایا ہے۔ بس یہ چاہتا تھا کہ تم لوگوں نے اسی شہر میں ایک ساتھی کی موت کا تماشا دیکھا ہے اور اب دوسرے ساتھی کی موت کا تماشا دیکھ کر کچھ تو عبرت حاصل کرو۔''

ایک نے کہا۔ ''ہمیں عبرت حاصل ہو رہی ہے۔ آئندہ ہم آپ کے خلاف خیال خوانی کا ہتھیار کبھی استعمال نہیں کریں گے۔''

''تم اور تمہارے اکابرین کتنے سچے اور زبان کے کتنے پکے ہیں' یہ ہم آج سے نہیں برسوں سے دیکھتے آ رہے ہیں۔''

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''فرہاد صاحب! پلیز ہماری ایک بات سن لیں۔ جیمس ہارڈی کی بیوی میٹرنٹی ہوم میں ہے۔ ابھی پندرہ منٹ پہلے اس نے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے۔ یہ پہلی بار ایک بیٹے کا باپ بن رہا ہے۔ اس کے لیے آج کا دن بہت خوشی کا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ڈاکٹر کے بیان کے مطابق میری بیٹی بھی آج رات تک ماں بن جائے گی۔ ایک بیٹے کو جنم دے گی اور اس کی زندگی میں بھی بہت سی خوشیاں آئیں گی۔ مگر تم سب نے اس کی خوشیاں چھیننے کے لیے ہیوی اسٹون اور جیمس ہارڈی کو یہاں بھیجا تھا۔''

''ہم سے غلطی ہوئی تھی۔ آپ اس کی بیوی اور بچے پر رحم فرمائیں۔''

''اگر آج ہمارے پاس طاقت نہ ہوتی' ذرائع نہ ہوتے اور ہم بچاؤ کی تدبیر نہ کرتے تو کیا تم میری بیٹی اور میرے نوزائیدہ نواسے پر رحم کرتے؟''

''ہم شرمندہ ہیں۔ ہم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ تمہاری بیٹی کے ساتھ جو کرنے جا رہے ہیں' وہی اس کی بیوی اور بیٹے کے ساتھ ہو گا۔ ہمارے اکابرین سیارے والوں کے ساتھ مل کر تمہاری بیٹی کو ہلاک کرنا چاہتے تھے اور تم اسے ہلاک کر رہے ہو۔ تمہیں ایسا کرنے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکے گی۔ بس ایک رحم کا جذبہ ہی روک سکتا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اپنے اکابرین کے پاس چلو۔ میں ان سے باتیں کرتا ہوں۔''

میں نے جیمس ہارڈی کو الپا کے حوالے کیا اور کہا۔ ''جب بھی یہ تکلیف سے نجات حاصل کرے اور دماغی توانائی حاصل کرے تو اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کرنا' تاکہ یہ نیم مردہ سانپ کی طرح نہیں فرش پر پڑا رہے۔''

میں نے اکابرین کے پاس آ کر کہا۔ ''تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے رحم کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ سنا ہے' جیمس کی بیوی نے ابھی ایک بیٹے کو جنم دیا ہے۔ میری بیٹی اور میرے ہونے والے نواسے پر تم لوگ رحم کرنے والے نہیں تھے۔ اب کیا مجھے اس پر رحم کرنا چاہیے؟''

وہ اکابرین اپنا ایک ٹیلی پیتھی کا ہتھیار کھو چکے تھے۔ اب دوسرا بھی نابود ہونے والا تھا۔ میں نے کہا ''اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا حساب کرو۔ تمہارے پاس سات عدد تھے۔ جن میں وائز مین اور ٹف گائی تمہاری جی حضوری سے باز آ کر کہیں آزادی سے زندگی گزار رہے ہیں۔ ہم نے ہیوی اسٹون کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اب جیمس ہارڈی کا انجام بھی یہی ہونے والا ہے۔ اس کے بعد تمہارے پاس صرف تین ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ جائیں گے۔ سوچو! کہ تم کتنے غریب اور کنگال ہو چکے ہو؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد! ہمارے پاس یہ صرف تین ہی رہ گئے ہیں۔ پلیز' چوتھے کی جان نہ لو۔ اس کی سلامتی کے لیے ہم سے کوئی مطالبہ کرو۔ ہم پورا کریں گے۔''

''میرے دو مطالبات ہیں۔ پہلا مطالبہ تو وہی ہے کہ گریٹ ایشورارا کے نمائندے گامارارا کو میرے حوالے کر دو۔ اگر منظور نہیں ہے تو میں جیمس ہارڈی کے نوزائیدہ بچے کو قتل کر دوں گا۔ کیونکہ وہ میرے نوزائیدہ نواسے کو قتل کرنے وہاں گیا ہے۔''

''جیمس ہارڈی کے نوزائیدہ بچے کو ہلاک کرنے کے بعد کیا تم اسے معاف کر دو گے؟ ہمارے اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو واپس کر دو گے؟''

''ہاں۔ میں اسے واپس بھیج دوں گا۔''

''تو پھر تم ابھی اس میٹرنٹی ہوم میں پہنچ کر اس بچے کو ہلاک کر سکتے ہو۔ وہ تمہارے نواسے کے ساتھ جو کرنا چاہتا تھا۔ وہی تم اس کے ساتھ کر سکتے ہو۔''

''مجھے جیمس ہارڈی کی وائف کی آواز سناؤ۔ میں اس کے پاس جاؤں گا۔''

میں وہاں جس آلہ کار کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس نے ٹیلی فون کے ذریعے جیمس کی وائف سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا۔ ''تمہارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے آ رہے ہیں۔ تم سے کچھ باتیں کریں گے۔''

میں نے اس کی وائف کی آواز سنی پھر اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''کیا تم جانتی ہو میرا نام فرہاد علی تیمور ہے؟''

''ہاں۔ میں یہ نام برابر سنتی رہتی ہوں۔ تم ہمارے ملک و قوم کے دشمن ہو۔ میرے پاس کیوں آئے ہو؟''

''یہ ثابت کرنے کے لیے کہ دشمن کون ہے اور دوست کون ہے؟ تمہارا جیمس میری بیٹی کو اور اس کے ہونے والے بچے کو ہلاک کرنے گیا تھا۔ اب وہ میرے شکنجے میں ہے اور میں کسی وقت بھی اسے ہلاک کر سکتا ہوں۔''

وہ صدمے سے اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بولی۔ ''نہیں۔ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میرے جیمس کو نہیں مار سکتے۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ مجھے کسی مقصد کے تحت دھوکا دینے آئے ہو۔''

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''یہ مسٹر فرہاد سچ بول رہے ہیں۔ تمہارا جیمس موت کی دہلیز پر پڑا ہے۔ ان کے رحم و کرم پر ہے۔ یہ اسے معاف بھی کر سکتے ہیں اور ہلاک بھی کر سکتے ہیں۔''

وہ تڑپ کر بولی۔ ''مسٹر فرہاد! میرے جیمس پر رحم کرو۔ میرے بیٹے پر رحم کرو۔ اسے باپ سے محروم نہ کرو۔''

''میں تم سے سوال کروں گا کہ باپ کی زندگی چاہتی ہو یا اپنے نوزائیدہ بیٹے کی تو تم کوئی فیصلہ نہیں کر سکو گی۔ بیوی کی حیثیت سے شوہر کی زندگی چاہو گی اور ایک ماں تو اپنے بیٹے کی ہلاکت کبھی برداشت ہی نہیں کرے گی۔''

وہ روتے ہوئے بولی۔ ''کیا اس لیے باپ اور بیٹے کو ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ اس کا باپ تمہارے نواسے اور تمہاری بیٹی کو قتل کرنے گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس کے بدلے میری جان لے لو' مگر میرے بچے کو ہلاک نہ کرو۔''

میں نے کہا۔ ''کسی ایک کو تو مرنا ہے اور تمہارے ملک کے حکمرانوں نے' تمام اکابرین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہارے نوزائیدہ بیٹے کو ہلاک کر دیا جائے۔ کیونکہ اس کی ہلاکت سے انہیں ٹیلی پیتھی کا ایک ہتھیار ملنے والا ہے۔''

وہ غصے سے بولی۔ ''اگر ان حکمرانوں نے اور اکابرین نے ایسا فیصلہ کیا ہے تو میں ان پر لعنت بھیجتی ہوں۔ یہ میرا ایٹیا ہے۔ اس کی زندگی یا موت کا فیصلہ کرنے والے وہ کون ہوتے ہیں؟''

میں نے اکابرین سے کہا۔ ''فون کے ذریعے جیمس کی وائف سے رابطہ کریں اور اسے حکم دیں کہ وہ اپنے بچے کو میرے حوالے کر دے۔ لیکن اس پر کسی طرح کا جبر نہ کیا جائے۔''

دو چار اکابرین ٹیلی فون کے ذریعے ایک ماں کو فون پر حکم دینے لگے کہ وہ اپنے نوزائیدہ بچے کو فرہاد علی تیمور کے حوالے کر دے۔ وہ ان کی ٹیلی فون کالز سن رہی تھی اور غصے سے چیخ رہی تھی۔ ان پر لعنت بھیج رہی تھی۔

میں نے کہا۔ ''ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے مجھے اپنے ملک کا اور اپنی قوم کا دشمن کہا تھا۔ اب بتاؤ دشمن میں ہوں یا یہی لوگ ہیں' جنہیں تم اپنا سمجھ رہی ہو؟ اگر میں جیمس ہارڈی کو مار ڈالوں گا اور ان اکابرین کو وہ ایک ٹیلی پیتھی کا ہتھیار نہیں ملے گا تو جانتی ہو کیا ہو گا؟''

وہ تڑپ کر بولی۔ ”نہیں۔ میرے ہارڈی کو نہ مارو۔ میں اپنے بچے کے ساتھ جیتے جی مر جاؤں گی۔“

”میں چاہتا ہوں‘ اکابرین کی بے حسی اور بے مروتی کو سمجھو۔ جب وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہے گا تو وہ تم سے اور تمہارے بچے سے نفرت کرنے لگیں گے۔ وہ اپنی غلطی پر پردہ ڈالیں گے اور تمہیں الزام دیں گے کہ تمہاری وجہ سے ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مارا گیا ہے۔“

وہ اپنے بچے کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے بولی۔ ”میں تمہاری بیٹی اور ہونے والے نواسے کا واسطہ دیتی ہوں۔ میرے حال پر رحم کرو۔ میرے جیمس کو ہلاک نہ کرو۔ میرے بچے کو یتیم نہ بناؤ۔ ان کے بدلے مجھے مار ڈالو یا اپنے قدموں کی دھول بنا کر رکھو۔ مجھے کوئی ایسا راستہ دکھاؤ کہ میں اپنے شوہر اور اپنے بچے کے ساتھ سلامتی اور خوشحالی سے زندگی گزار سکوں۔“

میں نے کہا۔ ”انتظار کرو۔ تمہیں بہت جلد جواب ملے گا۔“

میں نے جیمس ہارڈی کے پاس آ کر کہا۔ ”تم میری بیٹی اور نواسے کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ اس کے بدلے میں نے اکابرین کے سامنے یہ شرط رکھی ہے کہ تمہیں زندہ چھوڑوں گا تو پھر تمہارے بیٹے کو ہلاک کروں گا۔ کیونکہ تم میرے نواسے کو ہلاک کرنے والے تھے۔“

وہ تڑپ کر بولا۔ ”یہ آپ اکابرین سے کیسی شرط منوا رہے ہیں؟ میں پچھلے دس برسوں سے ایک بیٹے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ وہ پیدا ہوا ہے تو میں نے اس کی صورت بھی نہیں دیکھی ہے اور تم اسے ہلاک کرنے کی بات کر رہے ہو.... نہیں۔ مجھے ایسی زندگی نہیں چاہیے۔ مجھے مار ڈالو۔ مگر میرے بچے کی ہلاکت کی باتیں نہ کرو۔“

وہ کمزوری کے باعث ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے کہا۔ ”یہ خون اور درد کا رشتہ کیا ہوتا ہے؟ آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ جاتے ہیں۔ آنکھیں تو روتی ہی ہیں۔ دل بھی روتا رہتا ہے۔“

پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ”میں ایک ماں کی گود اور ایک بیوی کا سہاگ اجاڑنا نہیں چاہتا۔ تمہیں اور تمہارے بیٹے کو زندگی ملے گی۔ مگر ایک شرط ہے۔ تم امریکا واپس نہیں جاؤ گے اور کبھی مسلمانوں کے خلاف خیال خوانی نہیں کرو گے۔“

”آپ ایسی معمولی سی شرط پر مجھے معاف کر رہے ہیں۔ بائی گاڈ! آپ بہت ہی عظیم انسان ہیں۔ میں خدا کی‘ اپنی بیوی کی اور اپنے بچے کی قسم کھا کر کہتا ہوں‘ کبھی مسلمانوں کے خلاف خیال خوانی نہیں کروں گا۔“

”جب تم زندہ رہو گے اور ان اکابرین کے پاس واپس نہیں جاؤ گے تو وہ انتقاماً تمہاری بیوی اور بچے سے دشمنی کریں گے۔“

”وہ ایسا کریں گے تو میں بھی ان کے بیوی بچوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”تم ہرگز ایسا نہیں کرو گے۔ مجھ سے وعدہ کرو‘ آئندہ دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے ان کی بیویوں کو اور بچوں کو کبھی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔“

وہ شرمندہ سا ہو کر بولا۔ ”مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں جوش اور جنون میں ایسا کہہ گیا۔ وعدہ کرتا ہوں‘ آپ کے نقشِ قدم پر چلوں گا‘ جو حکم دیں گے اس پر عمل کرتا رہوں گا۔“

میں نے الپا سے کہا۔ ”اسے طبی امداد پہنچاؤ‘ میں ابھی آتا ہوں۔“

پھر میں نے اکابرین کے پاس پہنچ کر کہا۔ ”میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جیمس ہارڈی کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ وہ زندہ سلامت رہے گا۔“

میرا یہ فیصلہ سن کر سب ہی خوش ہو گئے۔ پھر ایک نے پوچھا۔ ”اسے کب واپس بھیج رہے ہو؟“

”اس کی سلامتی کی شرط یہی ہے کہ وہ تمہارے درمیان واپس نہیں آئے گا۔ تم اس کی بیوی اور بچے کو تمام ساز و سامان کے ساتھ اس کے پاس بھیج دو۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے جھنجلا کر کہا۔ ”جب وہ ہمارے پاس نہیں آئے گا‘ ہمارا نہیں ہوگا‘ ہمارے لیے کام نہیں کرے گا تو اس کی سلامتی سے ہمیں کیا لینا ہے؟ ہم اس کی بیوی اور بچے کو یہاں یرغمال بنا کر رکھیں گے۔ ان کی سلامتی اور بہتری کے لیے اسے یہاں آنا ہی پڑے گا۔“

میں نے کہا۔ ”یہ جیمس ہارڈی کا نہیں‘ میرا فیصلہ ہے۔ اس کی بیوی اور اس کا نوزائیدہ بچہ وہاں جائیں گے‘ جہاں وہ بلائے گا۔ تم میں سے کون انہیں روکنا اور اپنی اپنی شامت کو آواز دینا چاہے گا؟“

سب کو چپ لگ گئی۔ وہ سر جھکائے میری باتیں سن رہے تھے۔ میں کہہ رہا تھا۔ ”میں نے سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے سمورارا کو تمہارے درمیان سے نکال کر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچایا تھا۔ جیمس اس کی بیوی اور بچہ ادارے میں نہیں جائیں گے۔ لیکن میری پناہ میں رہیں گے۔ اگر تم سب اپنی بہتری اور سلامتی چاہتے ہو تو اس کی بیوی اور بچے کو یہاں سے بہ حفاظت روانہ کر دو۔“

میں انہیں دھمکیاں دے کر چلا آیا۔ جیمس سے بولا۔ ”خوش ہو جاؤ۔ تمہیں نئی زندگی مل رہی ہے۔ تمہاری بیوی اپنے بچے کے ساتھ خیر خیریت سے یہاں آئے گی۔ ہمیں بتاؤ‘ تم اس کے ساتھ کہاں رہنا چاہتے ہو؟ جہاں چاہو گے‘ وہاں تمہاری رہائش کے انتظامات کر دیے جائیں گے۔“

وہ مارے خوشی کے رونے لگا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہنے لگا۔ ”اوہ گاڈ! میں جس کی بیٹی اور نواسے کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ وہ مجھے میری بیوی اور بچے کو سلامتی دے رہا ہے۔ مجھے شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔“

الپا نے کہا۔ ”مرنے کی نہیں۔ زندہ رہ کر اپنی دنیا میں امن و سلامتی قائم کرنے کی باتیں کرو۔“

وہ بول رہا تھا اور اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ سوئیٹزرلینڈ میں اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ رہتا ہے۔ میں نے ٹوٹی جے سے کہا۔ ”سوئیٹزرلینڈ میں اس کی رہائش کا انتظام کرواور اس کی بیوی کو امریکا سے بہ خیریت وہاں پہنچا دو۔“

سونیا کو یہ ساری باتیں معلوم ہو رہی تھیں۔ اس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”خدا کا شکر ہے‘ ہم کوئی انتقامی کارروائی نہیں کر رہے ہیں۔ راہِ راست پر آنے والے دشمنوں کو تحفظ اور سلامتی دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری بیٹی اور ہونے والے نواسے کو سلامتی دے گا۔“

میں نے کہا۔ ”جیمس کے ساتھ جو سراغ رساں اور خطرناک فائٹرز تھے۔ وہ راہِ راست پر آنے والے نہیں تھے۔ انہیں ختم کر دیا گیا ہے۔ اب سیارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ اسی شہر میں کہیں موجود ہے۔“

سونیا نے کہا۔ ”تو پھر پرابلم کیا ہے؟ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ ایک دوسرے ... کو ورڈ کے ذریعے تسلیم کرتے ہیں ورد ماغ میں آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ہمیں پنڈورارا کا کوڈ ورڈ معلوم ہے۔ تم اس کے ذریعے اس نامعلوم سیارے والے تک پہنچ سکتے ہو۔“

میں نے پنڈورارا سے کہا۔ ”یہاں تمہارا ایک اور سیارے والا ساتھی موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں‘ تم اسے راہِ راست پر لا دیا پھر اسے ہمارے حوالے کر دو۔“

پنڈورارا نے فوراً ہی میری ہدایت پر عمل کیا۔ خیال رانی کی پرواز کرتا ہوا اپنے سیارے والے ساتھی کے اندر پہنچا۔ کوڈ ورڈز کے ذریعے یقین دلایا کہ وہ اس شہر میں نیا آنے والا ایک ساتھی ہے۔

اس طرح پنڈورارا کو اس کے اندر جگہ مل گئی تو میں بھی اس کے پیچھے وہاں پہنچ گیا۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکا۔ اس نے پنڈورارا سے پوچھا۔ ”تم ابھی کیوں آئے ہو؟ کیا کوئی خاص کام ہے؟“

اس نے کہا۔ ”تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہوگا کہ ہمارے سیارے سے آنے والے نو ساتھیوں نے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ وہ سب محفوظ پناہ گاہوں میں ہیں اور بڑی آزادی سے خوبصورت زندگی گزار رہے ہیں۔ کسی سے کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہے۔ کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اپنی جان جانے کا خوف نہیں ہے۔ کیا ہمیں ایسی زندگی نہیں گزارنی چاہیے؟“

وہ بولا۔ ”ہم یہاں گریٹ ایشورارا کی خاطر جان کی بازی لگانے آئے ہیں۔ اگر وہ اس دنیا کا حکمران بن جائے گا تو ہم سیارے والے یہاں آرام سے رہیں گے اور دنیا والوں سے برتر رہ کر‘ ان کے آقا بن کر ایک باوقار زندگی گزاریں گے۔“

پنڈورارا نے کہا۔ ”فرض کرو‘ تم فرہاد اور سونیا کی بیٹی کو ہلاک نہ کر سکے اور ان کی گرفت میں آ گئے تو تمہاری موت لازمی ہوگی۔ تب کیا کرو گے؟“

”تب اپنی جان بچانے کے لیے انہیں اُلّو بناؤں گا۔ بظاہر مسلمان بن جاؤں گا۔ مگر اندر سے ان کی جڑیں کاٹوں گا۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے ایک زبردست زلزلہ پیدا کیا۔ وہ یکدم سے چیخیں مارتا ہوا اچھل کر زمین پر گر کر یوں اِدھر سے اُدھر تڑپنے لگا‘ جیسے اسے پل پل ذبح کیا جا رہا ہو۔

میں نے الپا‘ کبریا اور فرمان کو بلا کر کہا۔ ”اس پر رحم نہ کرنا۔ اس کی کوئی بات نہ سننا۔ اس کے تینوں ساتھیوں سمیت اسے ختم کر دو۔“

عالی کو ایک بہت بڑے ہاسپٹل کے میٹرنٹی ہوم میں پہنچا دیا گیا تھا۔ میں‘ سونیا اور ایمان علی اس کے ساتھ تھے۔ ہمارے علاوہ دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی خیال خوانی کے ذریعے ہاسپٹل کے اندر اور باہر مختلف افراد کے اندر موجود رہتے تھے۔

دیکھا جائے تو ہمیں مطمئن ہو جانا چاہیے تھا۔ ہماری معلومات کے مطابق دو سیارے والے اور دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے عالی پر حملے کرنے آئے تھے۔ پانچواں سیارے والا پنڈورارا تھا‘ صرف وہی ایک راہِ راست پر آیا تھا۔ باقی دو سیارے والے مارے گئے تھے۔

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیوی اسٹون بھی مارا گیا تھا۔ دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جیمس ہارڈی کو ہم نے اس کی بیوی اور بچے کے ساتھ سلامتی دی تھی۔ اس حساب سے میری بیٹی پر حملہ کرنے والے تمام دشمن یا تو سلامتی کی طرف آگئے تھے یا پھر اپنے شاطر سراغ رسانوں اور خطرناک فائٹرز سمیت مارے گئے تھے۔

الپا نے سونیا سے کہا۔ ''مما! کیا ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ اب اس شہر میں کوئی دشمن نہیں رہا ہے؟''

سونیا نے کہا۔ ''شیطان کبھی نہیں مرتا۔ ایک کے بعد دوسرا پیدا ہوتا رہتا ہے۔ جب تک یہ دنیا قائم ہے اور جب تک انسان اس دنیا میں ہے' تب تک شیطان پیچھا نہیں چھوڑے گا۔''

ایمان نے کہا۔ ''مجھے جو آگہی ملی تھی' اس کے مطابق ہمیں مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت نے بھی فرمایا ہے کہ ہونی ہو کر رہے گی۔''

اس نے مجھے اور سونیا کو تفصیل سے بتایا تھا کہ اس نے آگہی حاصل کرنے کے دوران میں کیسے مناظر دیکھے تھے؟ عالی میٹرنٹی ہوم کے جس اسپیشل کمرے میں ابھی لیٹی ہوئی تھی۔ ایمان کو وہی کمرا دکھائی دیا تھا۔ اس کے بیڈ کے ساتھ ایک طرف پالنا رکھا ہوا تھا۔ جس پر ایک نوزائیدہ بچہ آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔

سونیا اپنے داماد کی ایک ایک بات کو غور سے سنتی رہی تھی۔ اس نے کہا تھا۔ ''وہ نوزائیدہ بچہ پالنے میں گم صم پڑا تھا۔ ایسے ہی وقت دو افراد اس کمرے میں آئے۔ انہوں نے آتے ہی عالی سے طنزیہ انداز میں کچھ کہا۔ پھر ایک نے بچے کی ایک ٹانگ پکڑ کر اسے پالنے کے اندر سے کھینچ لیا۔ دوسرے شخص نے بچے کی دوسری ٹانگ پکڑی۔ یوں دونوں نے اسے ٹانگوں کی طرف سے چیر ڈالا۔ بچے کے منہ سے ایک آواز ایک کراہ بھی نہ نکل سکی۔

سوال پیدا ہوا اس کے منہ سے آواز کیوں نہ نکلی؟ وہ گردن سے پاؤں تک ایک سفید کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ جب اسے چیر ڈالا گیا تو وہ کپڑا ایک ذرا لہو سے سرخ ہو گیا تھا۔

سونیا کے ذہن میں کئی طرح کے سوالات گردش کرنے لگے۔ مثلاً یہ کہ بچہ پالنے میں گم صم کیوں پڑا ہوا تھا؟

دوسرا سوال یہ پیدا ہوا' کیا وہ گہری نیند میں تھا؟

اگر گہری نیند میں تھا تو دشمنوں نے اسے بڑی بے دردی سے ایک ہی جھٹکے کے ساتھ پالنے سے کھینچا تھا۔ ایسے وقت اسے جاگنا چاہیے تھا۔ رونا چاہیے تھا' لیکن اذیت ناک موت کے باوجود اس کے حلق سے ایک ذرا آواز نہ نکلی۔

تب یہ سوال پیدا ہوا' کیا بچہ پہلے سے مردہ ہو چکا تھا؟

کیا وہ پیدائش کے وقت زندہ تھا اور بعد میں مر چکا تھا؟

میں نے کہا۔ ''ایمان علی کی باتوں سے ایسا ہی لگتا ہے' جیسے دشمن یہاں آئیں گے۔ ہمارے نواسے کو ہلاک کریں گے تو وہ اس سے پہلے ہی اللہ کو پیارا ہو چکا ہوگا۔''

لیڈی ڈاکٹر نے کہا تھا کہ پندرہ یا بیس گھنٹے کے اندر بچے کی ولادت ہوگی اور ہماری بیٹی ماں بنے گی۔

یہ بھی ہمارے لیے بہت بڑے صدمے کی بات تھی کہ ہماری بیٹی تکلیف کے عذاب سے گزرے گی۔ ماں بنے گی۔ بچہ مختصر سی سانسیں لے گا پھر ہمیشہ کے لیے چپ ہو جائے گا۔ عالی ایک لمحاتی ماں بنے گی۔ مگر اس ماں کی ممتا ساری زندگی تڑپتی رہے گی۔

سونیا جب سے بیٹی کو ہاسپٹل لے کر آئی تھی' تب سے سکون سے بیٹھ نہیں رہی تھی۔ اس کے پاس تھوڑی دیر کے لیے آتی جاتی تھی۔ پھر پورے ہاسپٹل کے اندر اور باہر گھومتی پھرتی اور دشمنوں کی بُو سونگھنے کی کوششیں کرتی رہتی تھی۔ میں پہلی بار سونیا جیسی سنگدل عورت کو اپنی بیٹی کے لیے پریشان ہوتے اور اندر ہی اندر تڑپتے دیکھ رہا تھا۔

گریٹ ایشورارا اور اکابرین کے درمیان رابطے جاری تھے۔ سیارے کا وہ بھگوان اس بات پر تلملا رہا تھا کہ صرف تین دنوں کے اندر اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جانباز حیدر آباد میں مارے گئے تھے اور دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دینِ اسلام قبول کیا تھا۔ وہ ہماری پناہ میں آکر محفوظ ہو گئے تھے۔ وہ لوگ ان نومسلموں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے۔

اکابرین نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے کہا۔ ''ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے ہاتھوں مارا گیا ہے اور دوسرا اپنی بیوی اور بچے سمیت اس کی چھتر چھایا میں چلا گیا ہے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''اب تک یہی بات سمجھ میں آرہی ہے کہ ہم براہِ راست ان پر حملہ کرتے ہیں اور ناکام رہتے ہیں۔ اب یہ آخری بار میرا ایک ایسا جانباز وہاں پہنچا ہوا ہے' جو ان کے ہوش اڑا دے گا۔''

''پچھلے پانچ برسوں سے یہی سنتے آرہے ہیں اور دیکھتے آرہے ہیں کہ تمہارے جانباز جب بھی کوئی فیصلہ کن حملہ کرتے ہیں تو وہ فیصلہ انہیں لے ڈوبتا ہے۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ اگر

تمہارا کوئی زبردست جانباز وہاں موجود ہے اور وہ کامیابی حاصل کر سکتا ہے تو پھر ہم ایک بار یہ آخری فیصلہ کن حملہ دیکھیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو اب دوسری طرح سے' دوسرے پہلوؤں سے بھی نقصان پہنچانا چاہیے۔''

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ''ہم دوسرے پہلوؤں سے کس طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ کوئی تدبیر ذہن میں ہے تو بتاؤ؟''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ایک بار سونیا آرمی ہیڈ کوارٹر کو بری طرح تباہ کر چکی ہے۔ دوسری بار فرہاد نے گریٹ ایشورارا بن کر ہمیں دھوکا دیا۔ ہماری ایک سائنس لیبارٹری کو تباہ و برباد کر دیا۔ پھر دوسری بار بھی وہ ہماری دوسری سائنس لیبارٹری کو تباہ کرنا چاہتے تھے۔ یعنی وہ لوگ براہِ راست ہم اکابرین پر حملے نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ آرمی ہیڈ کوارٹر میں اور سائنس لیبارٹری میں بم دھماکے کر کے ہمیں ناقابلِ برداشت نقصانات پہنچاتے رہے تھے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''اسی طرح ہمیں بھی براہِ راست سونیا فرہاد پر اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر حملے نہیں کرنے چاہئیں۔''

''تو پھر کہاں کرنے چاہئیں؟ ان کی جو بہت بڑی سائنس لیبارٹری ہے' وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ تم لوگ سپر پاور اور بڑی طاقتیں کہلانے کے باوجود اس ادارے کے دروازے پر بھی حملہ نہیں کر سکتے۔''

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم بابا صاحب کے ادارے کو نہیں چھیڑیں گے۔ بلکہ مسلمانوں کے مقدس مقامات پر حملے کریں گے۔ جب سونیا اور فرہاد کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچے گی اور ان حملوں میں ہزاروں مسلمان مارے جائیں گے تو وہ مشتعل ضرور ہوں گے۔ مگر سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''انہیں یہ سوچنا پڑے گا کہ وہ ہماری سائنس لیبارٹری پر اور اہم اداروں پر حملے کریں گے تو ان کے مذہبی مقدس مقامات پر اسی طرح حملے ہوتے رہیں گے اور ہزاروں لاکھوں مسلمان مارے جاتے رہیں گے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''وہ تم لوگوں کی جان کے دشمن بن جائیں گے۔ تمام اکابرین کو اور ان کے بیوی بچوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچانا شروع کر دیں گے۔''

''ایسا نہیں ہوگا۔ وہ پہلے ہمارے دماغوں میں آکر معلوم کریں گے کہ ان کے مقدس مقامات پر حملے کرنے والے ہم نہیں ہیں' تم ہو۔''

ایشورارا نے پوچھا۔ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے جانباز ایسے حملے کریں گے؟ ان کے خلاف جو بھی ہوگا' اس کا الزام ہم اٹھائیں گے؟''

''الزام اٹھانے کے باوجود تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جانباز محفوظ رہیں گے' کیونکہ وہ سونیا فرہاد اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر براہِ راست حملے کرنے کے لیے نہ ان کا سامنا کریں گے اور نہ کسی طرح کا ان سے تعلق رکھیں گے۔ وہ سب روپوش رہیں گے۔''

وہ اسے اپنے منصوبوں کے مطابق سمجھا رہے تھے۔ ''پھر یہ کہ تمہارے جاں نثار جو دوائیں استعمال کر رہے ہیں' ان کے نتیجے میں سونیا ان کی بُو تک بھی پہنچ نہیں پائے گی۔ تمہارا ایک بھی جانباز کبھی ان کی گرفت میں نہیں آئے گا۔''

یہ قائل کرنے والی باتیں تھیں اور گریٹ ایشورارا قائل ہو رہا تھا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''عراق' افغانستان اور پاکستان جیسے ملکوں میں خودکش حملے ہو رہے ہیں۔ خاص طور پر مسجدوں اور مدرسوں میں بم دھماکے ہوتے رہتے ہیں۔ جب تمہارے جانباز مسجدوں اور ان کی درس گاہوں پر حملے کریں گے تو دنیا والوں کو یہی سمجھایا جائے گا کہ مسلمان دہشت گرد اپنے معمول کے مطابق ایسا کر رہے ہیں۔''

انہوں نے کہا۔ ''تم صرف سونیا اور فرہاد کو چیلنج کرو گے کہ یہ سب کچھ انتقامی کارروائی کے طور پر کر رہے ہو اور آئندہ بھی اسی طرح ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والے ہو۔''

ایشورارا نے قائل ہو کر کہا۔ ''یہ واقعی بہت اچھی تدبیر ہے۔ تمہارے طریقۂ کار کے آگے وہ مجبور ہو جائیں گے۔ جواباً میرے جانبازوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور خود نقصانات اٹھاتے رہیں گے۔''

اس نے گارارا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''اپنے تمام جانبازوں کو حکم دو کہ وہ اسلامی ممالک میں چند مسلمانوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنائیں۔ وہ تابعدار تمہاری مرضی کے مطابق سوسائیڈ جیکٹ پہن کر اپنی ہی مسجدوں اور مدرسوں پر حملے کریں گے۔ ایسے حملوں کے سلسلے میں انتظامات کرو پھر مجھے رپورٹ پیش کرو۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''سونیا اور فرہاد نے جس طرح تمہارے جاں نثاروں کو ہلاک کیا اور کتنوں ہی کو مسلمان بنایا' اس کے پیشِ نظر تم بھی فوری جوابی کارروائی کر رہے ہو۔ آئندہ انہیں معلوم ہوگا کہ تم ان کے مقابل کتنے زبردست بن گئے ہو؟''

وہ بولا۔ ”میں نے پچھلی بار کہا تھا کہ تمہاری دنیا میں اپنے جانبازوں کے ساتھ آرہا ہوں۔ مگر مجھے رہائش کے لیے اچھی خاصی زمین کی ضرورت ہے۔“

”تم جتنی زمین چاہو گے، جہاں چاہو گے، مل جائے گی۔“

”دو چار ہزار گز ناپ کر زمین دو گے تو گزارا نہیں ہوگا۔ میں تقریباً پانچ سو کلومیٹر کے رقبے پر ایک شہر آباد کروں گا۔ کیونکہ یہاں سیارے میں دو لاکھ جانباز ہیں۔ میں ان سب کو اپنے ساتھ لاؤں گا۔“

تمام اکابرین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ سوالیہ نظروں سے دیکھنے اور سوچنے لگے۔ کوئی بھی ملک کسی دوسرے حکمران کو اس کی مسلح افواج کے ساتھ اپنے ملک میں آنے کی اجازت نہیں دیتا اور وہ دو لاکھ خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں کے ساتھ ان کے ملک میں آنا چاہتا تھا اور اپنے لیے ایک وسیع و عریض علاقہ طلب کر رہا تھا۔

وہ کہہ چکا تھا کہ عنقریب اس کا سیارہ تباہ ہونے والا ہے۔ اسی لیے وہ اپنے دو لاکھ جانبازوں کے ساتھ ہجرت کر کے ہماری دنیا میں آنا چاہتا تھا۔ پھر یہاں سے بھی واپس جانے والا نہیں تھا۔ بڑے پیمانے پر پانچ سو کلومیٹر کا وسیع و عریض علاقہ طلب کر رہا تھا۔

مطالبہ پورا نہ کیا جاتا تو کیا ہوتا؟ تعلقات کشیدہ ہوتے۔ ان سے دوستی کمزور پڑنے لگتی۔ اتحاد کی مضبوط زنجیریں ٹوٹنے لگتیں۔ اکابرین کے لیے یہ ایک مشکل صورتِ حال پیدا ہوگئی تھی۔

انہوں نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے کہا۔ ”ہم مختارِ کل نہیں ہیں۔ ہمارے ملک میں جو یوگا جاننے والی ٹیمیں ہیں، وہ اہم فیصلے کرتی ہیں۔ ہم ان ٹیموں کے اعلیٰ عہدیداروں سے ابھی رابطہ کریں گے۔ تم بتاؤ امریکا کر چھوڑ کر دنیا کے کس علاقے میں اپنا ایک بڑا شہر یا ایک چھوٹی سی سلطنت قائم کرنا چاہتے ہو؟“

اس نے جواب دیا۔ ”امریکا کا شمالی علاقہ ہمارے لیے سازگار رہے گا۔“

”پلیز۔ امریکا کے کسی علاقے میں آنے کی بات نہ کرو۔ باقی دنیا کے کسی بھی علاقے میں آکر رہنا چاہو گے تو ہم وہاں تمہارا شہر آباد کرنے اور تمہاری حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں بھرپور تعاون کریں گے اور ہر طرح سے مدد کرتے رہیں گے۔“

”اگر میں یورپ کے شمالی علاقوں میں رہنا چاہوں تو ایک طرف انگلینڈ، فرانس، جرمنی جیسے بڑے طاقتور ممالک ہوں گے اور دوسری طرف روس جیسا سابقہ سپر پاور ہوگا۔ میں ان کے درمیان سینڈوچ بننا نہیں چاہوں گا۔ اس کے بعد ایشیائی ممالک ہیں اور مجھے ایشیا میں رہنا پسند نہیں ہے۔“

وہ اسے سمجھانے کی کوششیں کرنے لگے کہ اس کے لیے ایشیائی ممالک بہتر ہوں گے۔ وہ کہیں بھی آسانی سے کسی بھی علاقے میں اپنی حکومت قائم کر لے گا۔ چین کا رقبہ بہت بڑا ہے۔ وہاں اسے اپنی پہلی ریاست قائم کرنی چاہیے۔

وہ بولا۔ ”بحث نہ کرو۔ مجھے ٹالنے کی کوششیں نہ کرو۔ میں نے خوب سوچ سمجھ کر شمالی امریکا کے علاقے کو اپنے لیے منتخب کیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تمہاری یوگا جاننے والی ٹیموں کا فیصلہ کیا ہوگا؟ میں اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں۔ جلد ہی اپنے دو لاکھ جانبازوں کے ساتھ وہاں آکر رہائش اختیار کرنے والا ہوں۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تمام اکابرین جھنجلانے لگے۔ تھوڑی دیر پہلے اس بات سے خوش ہو رہے تھے کہ گریٹ ایشورارا اپنے جانبازوں کے ذریعے مسجدوں اور مدرسوں پر حملے کرانے والا ہے، اب یہ سن کر سکون برباد ہو رہا تھا کہ وہ شمالی امریکا میں آکر اپنی ایک چھوٹی سی ریاست قائم کرنے والا ہے۔

ان اکابرین نے ہم مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے یا نیست و نابود کر دینے کے لیے عداوت کی انتہا کر دی تھی۔ ایشورارا سے اتحاد قائم کیا تھا اور اب اس کا نتیجہ سامنے آرہا تھا۔ جسمانی حوالے سے اگر امریکا ایک دھڑ ہے تو شمالی حصہ اس کا سر ہے۔ وہ ان کے سروں پر مسلط ہونے آرہا تھا۔

دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والے کچھ کم نہیں ہوتے، اگر وہ سب آجاتے تو امریکا ان کے لیے کچھ نہیں تھا۔ وہ یورپ، ایشیا، افریقا کے تمام ممالک کے حکمرانوں کے اندر پہنچ جاتے۔ دنیا کے تمام آرمی افسران کے اندر زلزلے پیدا کرتے پھر کوئی ان کے مقابل ٹھہر نہ پاتا۔ سب ہی ان کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے۔

امریکی اکابرین کو اپنی فکر تھی۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”دو لاکھ.... اوہ گاڈ! دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والے کیا غضب ڈھائیں گے؟ ان کے آگے ہماری سائنس، ٹیکنالوجی اور ایٹمی قوتیں پانی ہو جائیں گی۔“

انہوں نے فون کے ذریعے تمام یوگا جاننے والی ٹیموں سے رابطہ کیا اور انہیں پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کیا۔ شمالی امریکا سے جنوبی امریکا تک تمام یوگا جاننے والی

ٹیموں کے سربراہ بھی پریشان ہوگئے۔ انہوں نے سیارے والوں کو اپنا زبردست ہتھیار بنا کر مسلمانوں کو کچلنا چاہا تھا۔ اب وہ لوگ اسی ہتھیار سے زخمی اور اپاہج بن کر گریٹ ایشورارا کے غلام بننے والے تھے۔

اگرچہ اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہاں آتے ہی امریکا، انگلینڈ، فرانس اور جرمنی کو دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے قدموں تلے روند ڈالے گا۔ مگر عقل سمجھ رہی تھی کہ ایسا ہی ہونے والا ہے۔

چونکہ پانی سر سے اُونچا ہونے والا تھا اس لیے اب یہ بات ان کی سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ اب تک اپنے ہی پاؤں میں کلہاڑی مارتے آرہے تھے۔ جس شاخ پر بیٹھے ہوئے تھے، اسی شاخ کو کاٹتے آرہے تھے یوں مسلمانوں کو گرانے سے پہلے خود گرنے والے تھے۔ امریکی یوگا جاننے والی ٹیموں کے سربراہوں نے انگلینڈ، فرانس اور جرمنی کی یوگا جاننے والی ٹیموں سے رابطہ کیا۔ ان کے سربراہوں کو موجودہ خطرے سے آگاہ کیا۔

ایک نے پوچھا۔ ”وہ گریٹ ایشورارا اپنے دو لاکھ جانبازوں کے ساتھ کسی بھی شمالی علاقے میں آکر کیوں رہنا چاہتا ہے؟“

”کیونکہ سیارے سے ان کا دانہ پانی اُٹھنے والا ہے۔ فلکیات نے یہ یقین کے ساتھ بیان دیا ہے کہ (solarwir) یعنی سورج سے خارج ہونے والے بار ذرات شدت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ وہاں سے خارج ہونے والا ایک ایک ذرّہ ہماری دنیا کے پہاڑوں کے برابر ہوتا ہے۔“

وہ بڑی حیرت انگیز معلومات فراہم کر رہا تھا۔ ”یہ بڑے آگ کے گولے سورج سے نکلتے ہی تحلیل ہو کر حرارت کی صورت میں مختلف سیاروں تک پہنچتے مگر اب ایسی تبدیلیاں آرہی ہیں کہ یہ تحلیل نہیں ہوں گے، ٹھوس مادوں کی صورت میں آکر مختلف سیاروں سے ٹکرائیں گے۔ جس کے نتیجے میں گریٹ ایشورارا کا سیارہ تباہ ہو جائے گا۔“

پھر تو واقعی ایشورارا کا دانہ پانی وہاں سے اُٹھنے والا تھا۔ ان کی اطلاع کے مطابق دنیا کے جنوبی حصوں میں بھی آئے گی۔ اسی لیے گریٹ ایشورارا ہماری دنیا میں آکر علاقوں میں کہیں رہائش اختیار کرنا چاہتا تھا۔

جرمنی کے یوگا جاننے والے سربراہوں نے امریکی سے کہا۔ ”ابھی ہمیں نہیں، تمہیں خطرہ ہے۔ پہلے تو وہ تمہارے سروں پر مسلط ہوگا۔ وہاں قدم جمانے کے بعد پھر ہماری شامت آئے گی۔ ہم اسے افریقا اور ایشیائی ممالک کی طرف دھکے دے رہے تھے اور وہ پلٹ کر ہم پر مسلط ہونے آرہا ہے۔“

لندن کے یوگا جاننے والے سربراہ نے کہا۔ ”یہ سوچ سوچ کر ہمارا سر دکھ رہا ہے۔ دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والے کچھ کم نہیں ہوتے۔ ہمارا کیا بنے گا؟“

فرانس کے سربراہ نے کہا۔ ”دیکھا جائے تو ہمیں گریٹ ایشورارا اور اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج سے زیادہ خطرہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ وہ مسلمانوں سے ٹکرانے کے لیے ان کے اتنے قریب نہیں آئے گا۔ مسلمانوں سے مزید نقصانات اٹھانے اور بار بار شکست کھانے سے کترا تا رہے گا۔“

امریکی یوگا جاننے والے سربراہ نے کہا۔ ”ایسا نہ کہو۔ دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آندھی میں بابا صاحب کا ادارہ اور مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے تنکوں کی طرح اڑ جائیں گے۔“

”ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے، مگر وہ یہاں آئے گا تو اسے کیسے روکا جا سکے گا؟ کیا اسے آنے سے پہلے ہی روکا نہیں جا سکتا؟“

”فی الحال اسے باتوں اور مذاکرات کے ذریعے کچھ عرصے تک ٹالا جا سکتا ہے۔ تب تک ہم کوئی معقول تدبیر سوچ کر اس کا راستہ روکیں گے۔“

”اسے ٹالا نہیں جا سکے گا۔ سیارے کے ماہرینِ فلکیات نے گریٹ ایشورارا کو دہشت زدہ کر دیا ہے۔ وہ سیارہ کسی بھی دن، کسی بھی وقت تباہ ہو سکتا ہے۔ اس سے پہلے وہ ہماری دنیا میں آنا چاہتا ہے۔ اور یہ بات بھی سمجھ میں آنے والی تھی کہ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں نے بڑی تعداد میں وہاں سے ہجرت شروع کر دی ہو اور زمین پر آکر چپ چاپ خفیہ پناہ گاہیں بنا رہے ہوں۔“

اگرچہ وہ اندازے سے ایسی باتیں کر رہے تھے لیکن سمجھ رہے تھے کہ حقیقتاً ایسا ہو رہا ہوگا۔ گریٹ ایشورارا ان کی اجازت سے اس دنیا میں نہیں آئے گا۔ اس کے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے پہلے ہی آچکے تھے اور اب بھی آرہے ہوں گے۔

ان کا سراغ لگانا بہت مشکل تھا۔ وہ سب سوچ رہے تھے، سمجھ رہے تھے اور ان کی پریشانیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ حفاظتی تدابیر پر سختی سے عمل کرتے ہوئے اپنے اپنے ملک کے

شمالی حصوں میں جاسوسی آلات نصب کرانے لگے۔ وہاں انہوں نے بھاری تعداد میں زمینی اور فضائی افواج کو الرٹ کردیا تھا۔

ایسے وقت یہ بات بھی ان کے ذہن میں تھی کہ جو سیارے والے پہلے سے اس دنیا میں موجود ہیں۔ وہ انہیں احتیاطی تدابیر پر عمل کرتے دیکھ رہے ہوں گے اور گریٹ ایشورارا کو اطلاع دے رہے ہوں گے۔ وہ تمام اکابرین پریشان ہوگئے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح رازداری سے احتیاطی تدابیر پر عمل کیا جائے؟ ابھی بہت کم تعداد میں سیارے والے ہماری دنیا میں آئے تھے۔ ان کی موجودگی میں رازداری برتنا ناممکن سا لگ رہا تھا۔ جب وہ لاکھوں کی تعداد میں آتے' تب کیا ہوتا؟

آخر وہ سب اس نتیجے پر پہنچے لگے کہ ان آنے والوں کو صرف روحانی قوت کے ذریعے روکا جاسکتا ہے اور انہیں روکنے کے لیے پھر ایک بار سونیا اور فرہاد کے آگے جھکنا پڑے گا۔ بلندیوں پر پرواز کرنے والے یہ بار بار بھول جاتے تھے کہ انہیں زمین پر واپس آنا پڑتا ہے۔

وہ خود کو آسمان سمجھتے تھے اور ہم تو زمین پر رہنے والے تھے۔ اپنی حیثیت سے اونچا نہیں اُڑتے تھے۔ کیونکہ مضبوط بنیادیں زمین کے اندر ہی ہوتی ہیں۔ آسمان پر ہوائی محل تو بنائے جاسکتے ہیں۔ مگر ان میں رہا نہیں جاسکتا۔

آخر گرے زمین پر اُونچی اُڑان والے....

میرے فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے اسے آن کرکے کان سے لگایا تو اکابرین میں سے ایک کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر فرہاد! ہم ایک بہت ضروری بات کہنا چاہتے ہیں۔ پلیز۔ آپ ہمارے اندر آئیں۔"

میں نے فون بند کیا۔ پھر اس کے اندر پہنچ کر کہا۔

"آج رات یا کل صبح تک میری بیٹی ماں بننے والی ہے۔ تب تک میں کسی سے بات کرنا یا کسی معاملے میں پڑنا نہیں چاہتا۔ جو کہنا ہے' فوراً کہو۔"

"ہم یہ اہم اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ خطرات اب بھی آپ کی بیٹی کے سر پر منڈلا رہے ہیں۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ تمام سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ختم ہوچکے ہیں۔ وہاں ایک بہت ہی خطرناک دشمن موجود ہے۔"

میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تعجب ہے۔ اپنے ہی گھر کے بھیدی بن رہے ہو۔ وہ سیارے والے تمہارے اتحادی ہیں اور تم ہی ان کے خلاف بول رہے ہو؟"

"ہم بڑی ندامت سے کہہ رہے ہیں کہ ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں۔"

"ہاں۔ میں نے تمہارے ایک ٹیلی پیتھی والے کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دوسرے کو تم سے کردیا۔ وہ تم لوگوں پر لعنت بھیج کر اپنے بیوی اور بچے کے ساتھ کہیں چلا گیا ہے۔ ان حالات میں بیشک تمہاری آنکھیں کھل گئی ہوں گی۔"

"نہیں فرہاد صاحب! ہم نے آپ سے عداوت کی اس کی سزا ہمیں مل گئی۔ دراصل ہم دوسرے معاملے میں آپ کے سامنے شرمندہ ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "وہ دوسرا معاملہ کیا ہے؟"

"وہ بات یہ ہے کہ یہ گریٹ ایشورارا ابھی کہتا۔ ہمارے ماہرین فلکیات بھی کہتے ہیں کہ چند سیاروں پر تباہیاں ہونے والی ہیں۔ ہماری دنیا کے بیشتر حصے تباہ ہوجائیں گے اور گریٹ ایشورارا کا سیارہ تو بالکل تباہ ہوجائے گا۔ اس لیے وہ اپنے دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے جانبازوں کے ساتھ ہماری دنیا میں آرہا ہے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "آپ اندازہ کریں کریں کہ دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں آئیں ہم سب کا انجام کیا ہوگا؟"

میں نے کہا۔ "یہ تم لوگوں کو پہلے سوچنا چاہیے تھا تمہارے تعاون سے وہ یہاں اپنی حکومت قائم کرتا' تو وہ لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں آتے' پہلے تم بات کیوں نہیں سوچی تھی' اب کیوں گھبرا رہے ہو؟ جو بو اسے کاٹو...."

"ہم تو اپنا بویا ہوا کاٹیں گے ہی مگر کیا تم مسلما پیتھی جاننے والے ان لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے دشمنوں کا مقابلہ کرسکو گے؟ تمہارا انجام کیا ہوگا تو سوچو؟"

"جب تم نے ایک شیطان کو ہماری دنیا میں آ راستہ دے ہی دیا ہے تو پھر ہم سوچیں گے' سمجھیں گے طرح ان سے نمٹا جاسکے گا؟ تم ہماری نہیں اپنی فکر کرو۔"

"ہم اپنی ہی فکر کررہے ہیں لیکن ہم دو قوتیں ناقابلِ شکست بن کر...."

میں نے بات کاٹ کر پوچھا۔ "ہم دو قوتیں ناقابلِ شکست کیسے بن سکتے ہیں؟ جبکہ ہم شبنم ہیں' تم ہو۔ ہم پانی ہیں' تم آگ ہو۔ ہم ایک خدا ایک زبان ہیں اور ایک بات کہتے ہیں۔ جبکہ تم دو غلے ہو۔"

اس نے کہا۔ "یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"جو تم ہو وہی کہہ رہا ہوں۔ اُدھر اُن سے اتحاد کررہے ہو اور اِدھر ہم سے مل کر مضبوط قوت بننا چاہتے ہو۔ یاد رکھو! نہ اِدھر کے رہو گے نہ اُدھر کے.... بیچ میں زنخے بن کر رہ جاؤ گے۔ ہم تم پر لعنت بھیج چکے ہیں اور اس وقت بھی لعنت بھیج کر جارہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے چلا گیا۔ میری باتیں سن کر وہ تمام اکابرین جھنجلا رہے تھے۔ میرے خلاف بول رہے تھے۔ ان کے خیال کے مطابق میری اور سونیا کی مسلسل کامیابیوں نے ہمیں مغرور بنا دیا تھا۔ وہ اپنی غلطیوں کو نہیں سمجھ رہے تھے۔ ہمیں غلط کہہ رہے تھے۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ "ہم خوامخواہ سونیا اور فرہاد سے جھنجلا کر وقت ضائع کررہے ہیں۔ جو لوگ ہماری آزادی' ہمارے اقتدار اور ہماری حکومت کو ختم کرنے کے لیے یہاں سے آرہے ہیں۔ ان سے نمٹنے کی باتیں کی جائیں۔"

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "شمالی علاقوں کی سختی سے نگرانی کی جارہی ہے۔ ہماری آرمی اور انٹیلی جنس والے کسی بھی سیارے والے کو وہاں قدم رکھنے نہیں دیں گے۔"

دوسرے آرمی افسر نے کہا۔ "دیکھا جائے تو گریٹ ایشورارا ہمیں بے بس اور مجبور سمجھ کر ہمارے درمیان ہونے والے معاہدے کی خلاف ورزی کررہا ہے۔"

ایک اور افسر نے کہا۔ "وہ یہاں پناہ لینے کے بہانے سے ایک علاقے پر قبضہ جمانا چاہتا ہے اور ہم اس کا راستہ روکنے کی کوششیں کررہے ہیں۔ اس طرح ہمارے درمیان جو دوستی اور اتحاد کے معاملات میں اعتماد نہیں رہا۔"

ایک اور افسر نے کہا۔ "ہمیں پہلی فرصت میں ان تمام سیارے والوں کو اپنے قابو میں کرنا چاہیے' جو ہماری نظروں سے اُوجھل ہیں۔"

"بیشک۔ جب معاہدہ توڑنا ہی ہے تو ہم کھل کر بات کریں گے۔ صاف طور پر کہہ دیں گے کہ ہم انہیں امریکا اور یورپ کے کسی بھی علاقے میں رہائش اختیار کرنے نہیں دیں گے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "جو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری نظروں میں ہیں' انہیں اس طرح قابو میں کیا جائے کہ گریٹ ایشورارا کو ہم پر شبہ نہ ہو۔ وہ یہی سمجھتا رہے کہ ان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیشہ کی طرح اس سے دشمنی رکھتے ہیں۔"

یہ بات اکابرین کی سمجھ میں آگئی تھی کہ گریٹ ایشورارا مسلمانوں کو زیر نہ کرسکا۔ اب وہ مختلف بہانوں سے ان پر مسلط ہوجانا چاہتا ہے۔ امریکا' انگلینڈ' فرانس اور جرمنی کے تمام یوگا جاننے والے سربراہوں نے ایک دوسرے سے رابطہ کیا اور یہ طے کیا کہ ان کے اپنے اپنے ملک میں گریٹ ایشورارا کے جو نائب ہیں' ان سب پر ایک ہی وقت میں حملہ کیا جائے۔

یہ بھی طے پایا کہ انہیں زخمی کرنے کے بعد امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے خیالات پڑھیں گے اور یہ معلوم کریں گے کہ سیارے کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں؟ اس طرح ان روپوش رہنے والوں تک پہنچا جائے گا۔ ان میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔

انہوں نے اپنی اس پلاننگ پر فوراً عمل کیا۔ امریکا میں گریٹ ایشورارا کا نائب گامارارا تھا۔ اس پر چھپ کر گولی چلائی گئی۔ جیسے ہی وہ زخمی ہوا تو ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا' واشنگٹن' برازیل' ٹوکیو' نیویارک اور کینیڈا میں سیارے کے چار چار ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔

یعنی ان پانچ مقامات پر سیارے کے بیس افراد کہیں روپوش تھے۔ گامارارا ان کا پتا ٹھکانا نہیں جانتا تھا۔ صرف فون کال کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں ضروری ہدایات دیا کرتا تھا اور ان بیس ماتحتوں کی آواز سن کر ان کے لب و لہجے کو اچھی طرح یاد رکھتا تھا۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ایک ریکارڈر آن کرنے کے بعد اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ اس کی مرضی کے مطابق بیس ماتحتوں کی آواز اور لب و لہجے کو باری باری ادا کرنے لگا۔ ان کے کوڈ ورڈز بھی بتاتا رہا۔ فی الحال وہاں تین ہی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ انہوں نے وہ تمام کوڈ ورڈز اور لب و لہجے یاد کیے۔ پھر باری باری ایک ایک کے اندر پہنچنے لگے۔

وہ ان کوڈ ورڈز کے ذریعے جس کے بھی دماغ میں پہنچتے تھے' وہ یہی سمجھتا تھا کہ گامارارا ضروری ہدایات دینے آیا ہے۔ وہ اپنے دماغ کے دروازے کھولتے تھے۔ ایسے وقت ان کے دماغوں میں زلزلہ پیدا ہوتا تھا۔ پھر وہ کسی کام کے نہیں رہتے تھے۔

ایسے طریقے کار کے مطابق انہوں نے اپنے ملک میں روپوش رہنے والے سیارے کے بیس افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر انہوں نے گامارارا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس

نے ان کی مرضی کے مطابق کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا اور پھر تحریر کے ذریعے کہا۔ ”میں اس وقت اپنی خفیہ پناہ گاہ میں تنہا ہوں۔ فرہاد نے اچانک مجھ پر حملہ کر کے مجھے زخمی کیا ہے۔ میں خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ اپنے کسی ماتحت سے رابطہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی فرہاد مجھے ایسا کرنے دے گا۔ میں اس کی مرضی کے مطابق تم سے ابھی بات کر رہا ہوں۔“

ایشورارا نے کہا۔ ”اس کا مطلب ہے‘ فرہاد ابھی تمہارے اندر موجود ہے؟“

”ہاں۔ وہ مجھ سے پہلے انیس ماتحتوں تک پہنچ چکا ہے۔ ان سب کو ہلاک کر چکا ہے۔ اب میری باری ہے۔ یہ ہمارا آخری رابطہ ہے۔ آہ.... میں بے موت مارا جا رہا ہوں۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے دماغ میں لگاتار ایسے زلزلے پیدا کئے کہ اس کا دم نکل گیا۔ انگلینڈ‘ فرانس اور جرمنی کے یوگا جاننے والے سربراہوں نے بھی ایسے طریقہ کار پر عمل کیا تھا۔ انگلینڈ میں دس سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ فرانس میں پندرہ اور جرمنی میں پندرہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ ملا تھا۔

یعنی پورے یورپ میں سیارے کے کل چالیس ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ امریکی خیال خوانی کرنے والے ویسے ہی طریقہ کار کے مطابق ان کے کوڈورڈز ادا کرتے رہے۔ ان کے اندر پہنچتے رہے اور انہیں موت کے گھاٹ اتارتے رہے۔

چند گھنٹوں میں گامارارا کے علاوہ سیارے کے ساٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے گئے تھے۔ یہ اتنا بڑا نقصان تھا کہ گریٹ ایشورارا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ اگر اس کا سیارہ قدرتی آفات کی زد میں آنے والا نہ ہوتا تو وہ ہماری دنیا میں آ کر رہنے اور حکومت کرنے کے خیال سے باز آ جاتا۔

یہ اس کی مجبوری تھی۔ سیارے سے جلدی فرار ہو کر ہماری دنیا میں آ کر پناہ لینا لازمی ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ ہر رات اسپیس شپ کے ذریعے اپنے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں کو ہماری دنیا میں پہنچاتا رہتا تھا۔ وہ اسپیس شپ امریکا‘ یورپ‘ افریقا اور روس کے ویران صحراؤں میں اترتی تھیں۔

وہاں میلوں دور تک کوئی انسانی آبادی نہیں ہوتی تھی اور کسی بھی آبادی تک پہنچنے کے لیے کوئی گاڑی نہیں مل سکتی تھی اور انہیں کسی گاڑی کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی تھی۔ وہ غیر معمولی تیز رفتار جوتے پہن کر کسی بھی شہر یا قصبے میں پہنچ جاتے تھے۔ کسی بھی فیملی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا لیتے تھے۔ اس طرح اس فیملی کے لوگ انہیں اپنا عزیز اور رشتے دار مان لیتے تھے۔

فی الحال ان باتوں کا علم نہ ہم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تھا اور نہ ہی اکابرین جانتے تھے۔ وہ بڑی رازداری سے اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج کو ہر رات قسطوں میں پہنچا رہا تھا۔ اس نے اکابرین کو آزمانے کے لیے شمالی امریکا میں ایک علاقے کا مطالبہ کیا تھا۔ جبکہ وہ ایک ہی جگہ اپنے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جمع کرنے کی حماقت نہیں کر سکتا تھا۔

دراصل وہ اکابرین کو دھوکا دے رہا تھا اور وہ لوگ بڑی مستعدی سے اپنے شمالی علاقوں کی حفاظت کر رہے تھے۔ وہاں حفاظتی انتظامات بھی سخت سے سخت کرتے جا رہے تھے۔ اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ ہر رات بے شمار سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری دنیا میں پہنچ رہے ہیں۔

وہ کسی ایک علاقے میں ایک جگہ نہیں تھے۔ کبھی کہیں ظاہر ہو جاتے تو ان پر فوج کشی نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے جو آتے ہی جا رہے تھے۔ وہ پوری دنیا میں منتشر تھے۔ لیکن خیال خوانی کے ذریعے یکجا ہو جاتے تھے۔

ان کی بڑھتی ہوئی قوت سے پہلے ہم مسلمانوں کو نقصان پہنچنے والا تھا۔ کیونکہ وہ ہم ہی سے زیادہ نقصانات اٹھاتے رہے تھے۔ ان کی پہلی جوابی کارروائی ہمارے ہی خلاف ہونے والی تھی۔

پھر اکابرین نے ان کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کا الزام بھی ہم پر دھر دیا تھا۔ گریٹ ایشورارا یہی سمجھ رہا تھا کہ گامارارا کے علاوہ اس کے ساٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے جانباز ہم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ اس مرحلے پر ہی اس نے ہمارے خلاف جوابی حملہ شروع کر دیا۔

حیدرآباد کی جامع مسجد میں مغرب کی نماز ہو رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک زبردست بم دھماکا ہوا۔ اس شہر میں پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ تمام مردوں‘ عورتوں‘ بچوں اور بوڑھوں کے دلوں میں دہشت طاری ہو گئی۔

چند منٹوں میں اس شہر میں تو کیا‘ اس صوبے میں‘ بلکہ پورے ملک میں کہرام مچ گیا۔ پتا چلا‘ کوئی دہشت گرد نماز کے بھیس میں لباس کے اندر سوسائیڈ جیکٹ پہن کر آیا تھا۔ جب دھماکا ہوا تو آس پاس کے بارہ نمازی اسی وقت ہلاک ہو گئے اور تقریباً چالیس نمازی زخمی ہو گئے۔

تحقیقات کے بعد پتا چلا کہ خودکش حملہ آور بھی مسلمان ہی تھا۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اس کی وجہ کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی۔ عام طور پر یہی رائے قائم کی جا رہی تھی کہ مسلمان دہشت گرد ہوتے ہیں۔ اپنی ہی مسجدوں‘ مدرسوں اور مذہبی تقاریب میں بم دھماکے کرتے رہتے ہیں۔

سونیا نے مجھے مخاطب کیا۔ ”فرہاد! ادھر آؤ۔ کمیونیکیٹنگ مشین سے سگنل مل رہا ہے۔“

میں اس کے قریب آیا تو اس نے مشین کو آن کیا۔ اس کی اسکرین پر گریٹ ایشورارا کی تحریر ابھرنے لگی۔ لکھا تھا۔ ”فرہاد! تم نے ایک ہی دن میں میرے تقریباً پچھتر ٹیلی پیتھی جاننے والے جاں نثاروں کو یا تو ہلاک کر دیا یا پھر مسلمان بنا لیا۔“

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ”یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ میں نے تمہارے تقریباً گیارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مسلمان بنایا ہے۔ باقی دو کو ہلاک کیا ہے۔ تم مجھے پچھتر کی گنتی کیوں سنا رہے ہو؟“

”بکواس میں نہیں‘ تم کر رہے ہو۔ میرے بیس جاں نثار امریکا میں‘ دس انگلینڈ میں‘ پندرہ فرانس میں اور پندرہ جرمنی میں تھے۔ ان سب کو تم نے آج ایک ہی دن میں ہلاک کیا ہے۔“

میں نے اور سونیا نے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر سونیا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”تمہارے پاس ذرا سی بھی عقل ہے تو سمجھنے کی کوشش کرو۔ تمہارے جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے جاں نثار ہماری طرف آتے ہیں۔ وہ حرام موت مارے جاتے ہیں۔ ہم نے کبھی ہزاروں میل دور دوسرے ممالک میں جا کر تمہارے آدمیوں کو ہلاک نہیں کیا۔“

میں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”امریکا‘ انگلینڈ‘ فرانس اور جرمنی تمہارے اتحادی ہیں اور ان ہی ملکوں میں تمہارے وہ تمام جاں نثار مارے گئے ہیں۔ تم ان کی مکاریوں کو سمجھ نہیں پا رہے ہو۔ وہ میٹھی چھری ہیں۔ دوستی اور معاہدے کی آڑ میں تمہیں الّو بنا رہے ہیں اور تمہارے ایک ایک جاں نثار کو دوستی کی چھری سے ذبح کرتے جا رہے ہیں۔“

”میں ان مکاروں کو بھی اچھی طرح سمجھتا ہوں‘ لیکن ان میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ ایک ہی دن میں میرے اتنے سارے آدمیوں کو ہلاک کریں اور مجھ سے عداوت مول لیں۔ مجھے ان کے خلاف بھڑکانے کی فضول کوشش نہ کرو۔ اپنی بیٹی کی خیر مناؤ۔ تم کیا سمجھتے ہو‘ اسے ہاسپٹل سے زندہ سلامت گھر لے جا سکو گے؟“

”یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا ہونے والا ہے؟ ابھی ہم اس سلسلے میں کوئی دعویٰ نہیں کریں گے۔“

سونیا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو سچے مسلمان ہیں اور دل میں خدا کا خوف رکھتے ہیں‘ وہ مسجدوں میں اور مدرسوں میں نہ کبھی بم دھماکے کرتے ہیں‘ نہ کبھی کریں گے۔ یہ یہودیوں اور عیسائیوں کی چالیں ہیں۔ وہ ایمان فروش زر خرید مسلمانوں کو خریدتے ہیں۔ انہیں لاکھوں روپے دیتے ہیں‘ اس طرح انہیں خودکش حملے کے لیے راضی کرتے ہیں اور وہ کم بخت راضی بھی ہو جاتے ہیں۔“

میں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بھی یہی کیا ہوگا۔ کسی مسلمان کو اپنا تابعدار بنا کر اسے سوسائیڈ جیکٹ پہنا کر اس مسجد میں بھیجا ہوگا۔ ہم تمہیں وارننگ دیتے ہیں‘ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔“

اس نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”آئندہ بہت کچھ ہونے والا ہے۔ تمہارے مسلمان مسجدوں‘ مدرسوں مذہبی تقاریب میں اور بھرے بازاروں میں سیکڑوں‘ ہزاروں کی تعداد میں مارے جاتے رہیں گے اور تم سب تلملاتے رہ جاؤ گے۔ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔“

”اکابرین نے ہمیں بتایا ہے کہ تم دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ اپنا سیارہ چھوڑ کر ہماری دنیا میں آ رہے ہو۔ جب تم یہاں آ ہی رہے ہو تو ابھی سے یہ لکھ لو کہ تمہیں اسی دنیا کی مٹی میں ایک حقیر کیڑے کی طرح مل جانا ہے۔ مٹ جانا ہے۔“

”مجھے وارننگ دینے سے پہلے اپنی بیٹی کی فکر کرو اور دیکھو کہ آئندہ بارہ گھنٹوں کے اندر کیا ہونے والا ہے؟“

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کی وارننگ نے ہمیں یہ سمجھا دیا تھا کہ حیدرآباد شہر میں ہمارے ایک سے زیادہ دشمن ہیں۔ وہ ہاسپٹل کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ ایسے کسی موقع کی تاک میں ہوں گے‘ جب ان کا حملہ کامیاب ہو سکے۔ ہماری موجودگی کے باعث وہ بڑی احتیاط سے کام لے رہے ہوں گے۔

ایشورارا نے ہمیں دو طرفہ پریشانیوں میں الجھا دیا تھا۔ ہم ایک طرف تو بیٹی کی حفاظت کے لیے پوری طرح اپنی

ذہانت اور حاضر دماغی سے کام لے رہے تھے' دوسری طرف یہ فکر لاحق ہوگئی تھی کہ سیّارے سے آنے والے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مسجدوں' مدرسوں اور مسلمانوں کے مذہبی اجتماع وغیرہ میں بم دھماکے کرنا چاہیں گے تو ہم انہیں کس طرح روک پائیں گے؟

سونیا نے کہا۔ ''پچھلے پانچ برسوں میں گریٹ ایشورارا نے پہلی بار ہمیں بڑی مشکلات میں ڈالا ہے۔ ہم سے براہِ راست نہیں نمٹ رہا ہے' مگر ہمارے خلاف زبردست کارروائی کررہا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ہم آئندہ بے گناہ مسلمانوں کو کس طرح اس کے حملوں سے بچا سکیں گے؟''

''ہم اپنی بیٹی کے معاملے میں بڑے ہی نازک حالات سے گزر رہے ہیں۔ یہ بات ایشورارا اچھی طرح سمجھ رہا ہے۔ اس لیے وہ دوسری طرف خودکش حملے کرکے ہمیں الجھا رہا ہے۔ تم اعلیٰ حضرت سے بات کرو۔ ان سے ہدایات حاصل کرو۔''

میں خیال خوانی کی پرواز کرکے ان سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت سونیا نے مجھے اپنے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں اس کے اندر پہنچا تو اعلیٰ حضرت کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''ہماری دنیا کے کتنے ہی ملکوں میں خودکش حملے ہورہے ہیں۔ ان حملوں میں زیادہ تر مسلمان مارے جارہے ہیں۔ آج بھی خودکش حملہ ہوا۔ متعدد مسلمان مارے گئے۔ آج کوئی نئی بات نہیں ہوئی۔ وہی ہوا جو ہوتا آرہا ہے۔ دشمن تمہیں الجھانا چاہتے ہیں۔ تم اس سلسلے میں نہ الجھو۔ ہر لمحہ چوکنے رہو۔''

پھر انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''مختلف چینلو سے نشر ہونے والی خبریں سنتے رہو۔ قدرتی حالات سنگین ہوتے جارہے ہیں۔ جب عالی سفر کے قابل ہوجائے تو اسے اور ایمان علی کو لے کر ادارے میں چلی آؤ۔ آگے بہت کچھ ہونے والا ہے اور سب کچھ اللہ تعالیٰ جانتا ہے.... خدا حافظ۔''

وہاں میٹرنٹی ہوم کے اس کمرے میں ٹی وی اور ریڈیو نہیں تھا۔ اعلیٰ حضرت نے تاکید کی تھی کہ ہم خبریں سنتے رہیں۔ مگر ہم خبریں سننے کے لیے بیٹی کو چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکتے تھے۔

عالی نے کہا۔ ''پاپا! آپ میری فکر نہ کریں۔ اعلیٰ حضرت نے خبریں سننے کی تاکید کی ہے تو ضرور کوئی خاص بات ہوگی۔ آپ کو اور مما کو خبروں کے ذریعے اہم معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔''

میں نے الپا کو بلایا۔ وہ سونیا کے اندر آکر بولی۔ ''یس پاپا!''

میں نے پوچھا۔ ''کیا ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے خاص خبریں نشر کی جارہی ہیں؟''

''یس پاپا! بڑی تشویش ناک خبریں ہیں۔ لوگ سن رہے ہیں اور خوفزدہ ہورہے ہیں۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''ایسی کیا خبریں ہیں؟''

''ہماری دنیا پر قدرتی آفات نازل ہونے والی ہیں۔ ستاروں اور سیّاروں کا مشاہدہ اور مطالعہ کرنے والے علم ہیئت کے ماہرین جو دنیا کے بہت مشہور ادارے ناسا سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے یہ پیشگوئی کی ہے۔''

الپا ہمیں جو کچھ بتا رہی تھی۔ اس کے مطابق ناسا (N.A.S.A) خلاء بازی اور خلائی تحقیق کا بہت بڑا ادارہ ہے۔ اس ادارے کے ماہرین بھی پچھلے چند ہفتوں سے دنیا کے تمام متعلقہ شعبوں سے اور حکمرانوں سے یہ کہتے آرہے تھے کہ ایک بہت بڑی قدرتی تباہی کے آثار نظر آرہے ہیں۔ ہر لمحہ سورج سے خارج ہونے والے ٹھوس ذرات میں تیزی اور شدت آتی جارہی ہے' اگر یہ عمل یونہی تیز تر ہوتا رہا تو سورج کے قریبی سیّاروں کو خاصا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

ایسی ہی پیشگوئی سیّارے کے ماہرین نے کی تھی۔ ان کے بیان کے مطابق سورج کے قریبی سیّارے یا تو تباہ ہوسکتے تھے یا کسی حد تک برباد ہوسکتے تھے۔ گریٹ ایشورارا کا سیّارہ بالکل ہی تباہ ہوجانے والا تھا۔ اسی لیے وہ اپنے دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ ہجرت کرکے ہماری دنیا میں آرہا تھا۔

ہماری زمین سورج سے چودہ کروڑ پچانوے لاکھ اٹھانوے ہزار کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ کیونکہ زمین سورج کی طرف ایک ہی رُو پر نہیں رہتی۔ وہ ایک دائرے کی صورت میں گھومتی رہتی ہے۔ اس لیے زمین کا ایک حصہ قدرتی آفات کی زد میں آنے والا تھا۔

جو آفات نازل ہونے والی تھیں۔ انہیں قیامتِ صغریٰ یا قیامتِ کبریٰ بھی کہا جاسکتا تھا۔ اگرچہ ریڈیو اور ٹی وی کے تمام چینلو سے یہ خبریں نشر کی جارہی تھیں اور ان کی تفصیلات بھی بیان کی جارہی تھیں۔ تاہم دنیا والوں کو یہ سمجھایا جارہا تھا کہ انہیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ احتیاطی تدابیر کے ذریعے بچاؤ ممکن ہے اور انہیں جلد ہی ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے

ذریعے بچاؤ کی تدابیر بتائی جائیں گی۔

سونیا نے کہا۔ ''یقیناً قیامتِ صغریٰ آنے والی ہے۔ تب ہی اعلیٰ حضرت نے ہمیں عالی اور ایمان کے ساتھ ادارے میں آکر رہنے کی تاکید کی ہے۔''

دیکھا جائے تو ہر طرف سے آفت ہی آفت نازل ہورہی تھی۔ ایک طرف اکابرین آفت کے پرکالے تھے۔ دوسری طرف گریٹ ایشورارا لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ ہماری دنیا پر نازل ہورہا تھا۔ میں اور سونیا اپنی زندگی میں کبھی اس قدر پریشان نہیں ہوئے تھے۔ جتنا کہ اپنی بیٹی عالی کے لیے ہورہے تھے۔

ان دنیاوی آفات کے علاوہ اب قدرتی آفات نازل ہونے والی تھیں۔ ماہرینِ فلکیات کی پیشگوئی کے مطابق ہماری دنیا کے کتنے ہی حصوں میں تباہی آنے والی تھی اور جہاں تباہی نہ آتی۔ وہ تمام علاقے کسی نہ کسی طرح ساوی آفات سے متاثر ہونے والے تھے۔ پتا نہیں اس وقت ہم کہاں ہوں گے اور ہمارے ساتھ کیسے حالات پیش آئیں گے؟

اعلیٰ حضرت ضروری اقدامات کررہے تھے۔ انہوں نے ہمیں تاکید کی تھی کہ اسپتال کے معاملات سے نمٹنے کے بعد ہم عالی اور ایمان کے ساتھ ادارے میں چلے آئیں۔

فرمان اور ٹونی جے کو بھی یہی تاکید کی گئی تھی۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جلد ہی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے والے تھے۔ فی الحال وہ سب ہی خیال خوانی کے ذریعے اس ہاسپٹل میں موجود تھے۔ وہاں کے پورے اسٹاف کو اپنا آلہ کار بنا چکے تھے۔ آنے جانے والے مریضوں اور ان کے رشتے داروں کے دماغوں میں بھی جھانکتے رہتے تھے۔

لیڈی ڈاکٹر نے سونیا کو ایک پرچی لکھ کر دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ انجکشن ضروری ہے۔ آپ کی بیٹی کو ذرا آرام آئے گا۔ اسے ابھی لے آئیں۔''

تمام دوائیں اس ہاسپٹل میں دستیاب تھیں۔ ہم بظاہر دوائیں وہاں سے خریدتے تھے۔ مگر انہیں عالی کے کمرے میں لاکر چھپا دیتے تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ دشمن خیال خوانی کے ذریعے اس ہاسپٹل کے میڈیکل اسٹور میں موجود ہوں گے۔ وہ عالی تک پہنچنے والی دواؤں کو کسی بھی ہتھکنڈے سے مہلک بنا سکتے تھے۔

ایسے وقت الپا اپنے کسی آلہ کار کے ذریعے ڈاکٹری نسخے کے مطابق شہر کے کسی بھی میڈیکل اسٹور سے دوائیں منگواتی تھی۔ ان دواؤں کو عالی استعمال کرتی تھی۔ اس وقت

ناظرین متوجہ ہوں

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات و احادیثِ نبویؐ آپ کے دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے نہایت اہم ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا ایسے صفحات پر آیات اور احادیث درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

بھی الپا نے کہا۔ ''مما! آپ یہ انجکشن ہاسپٹل کے میڈیکل اسٹور سے خرید لائیں۔ تب تک میرا آلہ کار بھی انجکشن شہر کے کسی بھی میڈیکل اسٹور سے لے آئے گا۔''

دشمن سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم کس قدر احتیاطی تدابیر پر عمل کررہے ہیں۔ سونیا اور ایمان علی وہ انجکشن خریدنے کے لیے ہاسپٹل کے میڈیکل اسٹور میں آئے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں نے ہاسپٹل کے اندر اور باہر ایسی مضبوط سیکیورٹی قائم کی تھی کہ وہاں دشمن پرندے پَر مارنے کی جرأت نہیں کررہے تھے۔

ویسے یہ ہمارا خیال تھا۔ حقیقتاً موت آئے یا نہ آئے۔ شامت ضرور آتی ہے۔ سونیا کی شامت آگئی تھی۔ وہ ایمان کے ساتھ کاؤنٹر سے لگی کھڑی تھی۔ کاؤنٹر کے دوسری طرف ٹھیک اس کے سامنے سیلز مین دوا کی پرچی لے کر پڑھ رہا تھا۔ پھر اس نے جھک کر کاؤنٹر کے نیچے سے انجکشن کا ایک پیکٹ نکالا۔ اسے سونیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''اسٹاک ختم ہوگیا ہے۔ آپ لکی ہیں۔ یہی ایک آخری انجکشن رہ گیا تھا۔''

سونیا اس پیکٹ کو لینا چاہتی تھی مگر وہ ہاتھ میں آتے آتے کاؤنٹر کے نیچے گر گیا۔ وہ اور ایمان علی اسے اٹھانے کے لیے بیک وقت نیچے کی طرف جھکے۔ اسی وقت ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی۔ سیلز مین کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔

سونیا پر چلائی جانے والی گولی اس کے سینے میں آکر لگی تھی۔ وہ ایمان کو صحیح سلامت فرش پر گراتے ہوئے بولی۔ ''یہیں لیٹے رہو۔ دوسری گولیاں بھی ادھر آسکتی ہیں۔''

گولی جس نے بھی چلائی تھی' وہ ہاسپٹل سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اسے گھیر لیا تھا۔ ایک سیکیورٹی گارڈ نے اس کی ٹانگ پر گولی ماری تھی۔ وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا۔ فائرنگ کے باعث وہاں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ مرد' عورتیں' بوڑھے اور بچے سب ہی خوفزدہ تھے۔ اِدھر اُدھر چھپنے کے لیے بھاگ رہے تھے۔

سونیا اور ایمان علی فرش پر اوندھے پڑے دور تک

نظریں دوڑا رہے تھے۔ایسے وقت ایمان دو افراد کو دیکھ کر چونک گیا۔اس نے آگہی میں دیکھا تھا کہ دو افراد عالی کے کمرے میں بچے کو ہلاک کرنے آئے تھے۔وہ ان دونوں کی صورتیں بھول نہیں سکتا تھا۔اس نے سونیا کے بازو کو تھام کر کہا۔''مما! ادھر دیکھیں۔وہ دو بندے جو سرخ شرٹ اور بلیو جینز میں ہیں۔وہی ہمارے دشمن ہیں۔انہیں فوراً ٹریپ کیا جائے۔''

وہ دونوں دوڑتے ہوئے ہاسپٹل کے دوسرے حصے کی طرف جا رہے تھے۔سونیا ایکدم سے اچھل کر ان کی طرف دوڑنے لگی۔کبریا اپنی ماں کے دماغ میں تھا۔وہاں سے نکل کر ایک آلہ کار کے دماغ میں آیا پھر اسے بھی ان دشمنوں کی طرف دوڑانے لگا۔

فرمان نے آکر کہا۔''مما! جس شخص نے آپ پر گولی چلائی تھی۔وہ زخمی پڑا ہے۔ہم اس کے خیالات پڑھ چکے ہیں۔وہ اس شہر کا ایک غنڈا ہے۔اسے آلہ کار بنا کر آپ پر حملہ کرنے کے لیے یہاں لایا گیا ہے۔اصل دشمن یہی کہیں چھپے ہوئے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔''وہ جو بلیو جینز اور سرخ شرٹس میں ہیں۔انہیں ہاسپٹل سے نکلنے نہ دو۔''

ہاسپٹل میں ایسی بھگدڑ مچی ہوئی تھی کہ دہشت زدہ لوگوں کے درمیان سے راستہ بنا کر گزرنا مشکل ہو رہا تھا۔وہ انہیں ڈھونڈتی ہوئی' دوڑتی ہوئی ہاسپٹل سے باہر آگئی۔اس وقت وہ سرخ شرٹ والے ایک گاڑی میں جا کر بیٹھ گئے تھے اور وہ گاڑی وہاں سے جا رہی تھی۔

وہ اپنی بیٹی کو ہاسپٹل میں چھوڑ کر ان کے تعاقب میں نہیں جا سکتی تھی۔یہ دشمن کی مکارانہ چال ہو سکتی تھی۔وہ عالی اور بچے پر حملہ کرنے کے لیے اسے دور کرنا چاہتے ہوں گے۔

اس نے موبائل فون کے ذریعے پوچھا۔''کبریا! تم کہاں ہو؟ دشمن ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔''

اس نے کہا۔''ڈونٹ وری مما! میرے آلہ کار کی گاڑی اس کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔''

ٹونی جے نے آکر کہا۔''مما! آپ عالی کے پاس جائیں۔میرا بھی ایک آلہ کار ان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔''

وہ بولی۔''دشمن یہی چاہتے ہیں کہ تم سب ان کے پیچھے جاؤ۔وہ ایک ایک کر کے ہمیں عالی سے دور کرنا چاہتے ہیں۔تم ہاسپٹل میں آؤ۔ان کا تعاقب کرنے کے لیے کبریا ہی کافی ہے۔''

وہ بولا۔''مما! ابھی ایمان علی نے بتایا ہے کہ وہ دونوں وہی ہیں جو آگہی کے منظر میں دکھائی دیے تھے۔''

''ہاں۔تو پھر.....؟''

''پھر یہ کہ ابھی وہ دونوں مارے جائیں گے تو آگہی کے مطابق ہونی نہیں ہوگی۔ہونی سے پہلے ہی وہ دونوں قاتل جہنم میں پہنچ جائیں گے۔''

وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔''ٹھیک ہے۔ان کا تعاقب کرو۔لیکن ہاسپٹل کے آلہ کاروں کے اندر بھی آتے جاتے رہو۔یہاں سے دیر تک غیر حاضر نہ رہو۔''

وہ ہاسپٹل کے اندر آگئی۔وہاں پولیس والے آگئے تھے۔انہوں نے اس قاتل کو گرفتار کر لیا تھا جس نے سیلز مین کو ہلاک کیا تھا۔پولیس افسر نے سونیا سے بھی سوالات کیے۔اسٹور کیپر کہہ رہا تھا کہ وہ خاتون فائرنگ کے وقت مقتول سیلز مین کے قریب تھیں۔

سونیا نے کہا۔''ہاں۔میں وہاں موجود تھی۔گولی چلتے ہی زمین پر لیٹ گئی تھی۔''

''آپ وہاں سے اٹھ کر فوراً ہی باہر کیوں گئی تھیں؟''

''مجھے دو افراد پر شبہ تھا۔وہ دونوں دوڑتے ہوئے باہر گئے تھے۔میں جب تک ان کے قریب پہنچتی۔وہ ایک گاڑی میں بیٹھ کر فرار ہو گئے۔''

''کیا وہ مقامی باشندے تھے؟''

سونیا نے ان کے چہرے نہیں دیکھے تھے۔صرف لباس کے ذریعے ہی انہیں پہچان سکتی تھی۔ایمان علی نے کہا۔''نہیں۔وہ مقامی باشندے نہیں تھے۔میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس ملک سے ان کا تعلق ہوگا؟ مگر وہ غیر ملکی تھے۔''

پولیس افسر نے کہا۔''جو غیر ملکی یہاں آتے ہیں۔ان کی تصویریں اور شناختی کارڈز کی کاپیاں ہمارے ہیڈ کوارٹر میں ہوتی ہیں۔کیا تم ان کی تصویریں دیکھ کر پہچان سکتے ہو؟''

''میں انہیں ہزاروں لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں۔''

''تو پھر ابھی ہمارے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلو۔''

''سوری۔میری وائف میٹرنٹی ہوم میں ہے۔میں اسے تنہا چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔جو غیر ملکی یہاں آئے ہوئے ہیں۔آپ ان کی تصویریں یہاں بھیج دیں۔میں ان کی نشاندہی کر سکوں گا۔''

سونیا اور ایمان وہاں سے عالی کے کمرے میں آگئے۔گریٹ ایشورارا نے اپنے جانبازوں کو حکم دیا تھا کہ وہ جارحانہ کارروائی جاری رکھیں۔دشمن جانتے تھے کہ آج رات عالی کی زچگی ہونے والی ہے۔اگر وہ دوسرے دن ہاسپٹل سے چلی جائے گی تو ہاتھ سے نکل جائے گی۔

وہ بنگلے کی چار دیواری میں اس پر حملے کر کے دیکھ چکے تھے۔ بری طرح ناکام رہے تھے۔ ہاسپٹل ایسی جگہ ہے جہاں بے شمار لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ وہاں وہ لوگ آسانی سے حملے کر سکتے تھے۔ ان کی کوشش یہی تھی کہ آج رات کی صبح نہ ہونے پائے اور عالی کا کام تمام ہو جائے۔

ہم چاہتے تو عالی کو زچگی کے لیے کسی خفیہ پناہ گاہ میں لے جاتے، مگر ہمارے ذہن میں دو باتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ آگہی کے مطابق عالی کی زچگی میٹرنٹی ہوم میں ہوگی۔ وہی دو افراد عالی اور بچے کو ہلاک کرنے آئیں گے۔

سونیا نے پورے یقین سے کہا تھا کہ کوئی میرے نواسے کو ہلاک نہیں کر سکے گا۔ میری بیٹی کی زچگی اسی میٹرنٹی ہوم میں ہوگی۔

دوسری بات یہ تھی کہ ہم ساری زندگی خطرات سے کھیلتے آرہے تھے۔ ہمارے بچے بھی ہم سے کچھ کم نہیں تھے۔ عالی ہمارے فیصلے سے متفق تھی۔ ہم چاہتے تھے کہ اس طرح دشمن حملہ کرنے کے لیے پردے سے باہر آتے رہیں اور ہمارے ہتھے چڑھتے رہیں اور یہی ہو رہا تھا۔

ہم نے اب تک سیارے کے گیارہ افراد کو مسلمان بنایا تھا اور جو راہِ راست پر نہیں آنا چاہتے تھے انہیں جہنم میں پہنچا دیا تھا۔ ابھی مزید دشمن بے نقاب ہونے والے تھے اور ہم اس اعتماد سے وہاں موجود تھے کہ سونیا کی حکمتِ عملی کے مطابق ہمارے نواسے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ عالی بھی محفوظ رہے گی اور اس بار گریٹ ایشورارا ہمارے ہاتھوں بہت بڑا نقصان اٹھائے گا۔

وہ صرف ہمارے خلاف ہی نہیں، اکابرین کے خلاف بھی جارحانہ کارروائیاں شروع کر چکا تھا۔ اکابرین نے امریکا اور جرمنی کے شمالی علاقوں میں جگہ جگہ فوجی کیمپ بنائے تھے۔ سیارے کے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو روکنے کے لیے اپنی فوج کو دن رات الرٹ رہنے کا حکم دیا تھا۔ دنیا کے دوسرے حصوں میں ان کے جاسوسی آلات کام کر رہے تھے۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سیارے والوں کی طرف سے کس طرح حملے کیے جائیں گے؟ اچانک ہی ان فوجی کیمپوں میں راکٹ آکر گرنے لگے۔ دھماکے ہونے لگے۔ ایسے ناگہانی حملوں کے باعث فوجی بوکھلا گئے تھے۔ اپنے کیمپوں سے نکل کر بھاگ رہے تھے۔

پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا کہ کون حملے کر رہا ہے اور کہاں سے کر رہا ہے؟ تمام فوجی کیمپوں سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور دور تک دھواں پھیل رہا تھا۔ بعد میں جلے ہوئے کیمپوں سے ایسے راکٹ ملے جو مختلف ساخت کے تھے۔ وہ ہماری دنیا کے تیار کردہ نہیں تھے۔ یہ پتا چل گیا کہ سیارے والوں نے راکٹ لانچرز کے ذریعے حملے کیے ہیں۔ وہ حملہ آور جائے واردات سے ہزاروں میل دور ہیں مگر ہماری ہی زمین پر ہیں۔

یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس بار سیارے والے اپنے ساتھ جنگی ہتھیار بھی لے کر آئے ہیں۔ پتا نہیں ان کے پاس کتنے ہتھیار ہوں گے اور وہ کتنے خطرناک ہوں گے؟

ان اکابرین نے انہیں امریکا اور یورپ کے شمالی علاقوں میں آکر رہائش اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ گریٹ ایشورارا وہاں آکر چھوٹی سے سلطنت بنائے پھر آگے بڑھتا اور پھیلتا چلا جائے۔

اس کے ایک حملے نے ثابت کر دیا کہ وہ ان کی اجازت کا محتاج نہیں ہے۔ اپنے تمام جنگی ساز و سامان کے ساتھ اس دنیا میں پہنچ گیا ہے۔ یوں دوستی اور اتحاد قائم رکھنے کا معاہدہ خود بخود ٹوٹ گیا تھا۔ اب کھل کر دشمنی ہونے والی تھی۔

ہماری دنیا میں کیا ہو رہا تھا؟ ایک طرف ہم مسلمان اپنے دفاع اور سلامتی کے لیے کوشاں تھے۔ دوسری طرف اکابرین نے ایشورارا سے دوستی کر کے اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی ماری تھی۔ اب انہیں متحد ہو کر اپنے شمالی علاقوں کی حفاظت کرنی تھی اور وہ گریٹ ایشورارا اپنے سیارے کی تمام قوتوں کے ساتھ وہاں سے یہاں چلا آ رہا تھا۔ صرف اکابرین پر ہی نہیں ہم پر بھی حملے کرنے والا تھا۔

پتا نہیں کیا ہونے والا تھا؟ ایک طرف یہ دنیا انسان کی محاذ آرائی کے باعث تباہ ہونے والی تھی۔ دوسری طرف آسمانی آفات دھمکیاں دے رہی تھیں کہ اے فساد پھیلانے والو! تمہارا آخری وقت آچکا ہے۔ اپنی اس دنیا کو تباہی سے بچا نہیں پاؤ گے۔

اکابرین نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ”اے گریٹ ایشورارا! یہ تم کیا کر رہے ہو؟ دوستی اور اتحاد کا معاہدہ توڑ رہے ہو؟“

اس نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”اس معاہدے کی خلاف ورزی پہلے تم نے کی ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا راستہ روکنے کے لیے تم نے شمالی علاقوں میں فوجی کیمپ بنائے ہیں۔ ہم نے بھی جوابی کارروائی کی ہے۔ تمہارے ان کیمپوں کو تنکوں کی طرح اڑا دیا ہے۔“

”مسلمان تو تمہارے دشمن تھے اور وہ اب بھی ہیں۔ تم ہمیں بھی اپنا دشمن بنا رہے ہو۔ کیا یہاں آکر اپنے بل پر تنہا حکومت قائم کر سکو گے؟“

”بہت آسانی سے کر سکوں گا۔ میرے پہلے حملے سے اندازہ لگاؤ کہ میرے پاس کیسے کیسے جدید اور مہلک ہتھیار ہیں؟ مگر میں ابھی ان ہتھیاروں کو استعمال نہیں کروں گا۔ شاید اس کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ یہاں میرے ہزاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے آچکے ہیں۔ وہ تمام اکابرین کے دماغوں پر قبضہ جمائیں گے۔ تمہارے تمام ممالک کے آرمی افسران ہمارے معمول اور تابعدار بن جائیں گے۔ ہمیں جنگ لڑنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔“

وہ کمیونیکیٹنگ مشین کی اسکرین پر اس کی تحریر پڑھ رہے تھے اور پریشان ہو رہے تھے۔ یہ ایک نئی مصیبت آنے والی تھی۔ پتا نہیں سیارے کے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان سب کے دماغوں میں آکر ہنگامے برپا کرنے والے تھے؟

دشمن کسی ملک میں آئیں تو فوج انہیں روکتی ہے۔ مگر دماغ میں آنے والوں کو فوجی طاقت سے روکا نہیں جا سکتا تھا۔ پھر یہ کہ فوج کے اعلیٰ افسران اور سپاہی ان ہزاروں اور لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیرِ اثر آنے والے تھے۔ حکمرانوں کی طاقت فوج سے ہوتی ہے اور ان کی فوج ہی نافرمان بننے والی تھی۔

ایک اعلیٰ حاکم نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”گریٹ ایشورارا! اس وقت تم طاقت کے نشے میں مست ہو۔ عقل سے کام نہیں لے رہے ہو۔ یہ دنیا تمہارے لیے نئی جگہ ہوگی۔ یہاں اتنی آسانی سے اپنے قدم نہیں جما سکو گے۔“

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”اپنے قدم جمانے کے لیے اور یہاں حکومت قائم کرنے کے لیے تمہیں کسی نہ کسی کو اپنا دوست اور اتحادی بنانا ہوگا اور یہ تم دیکھ چکے ہو کہ مسلمان کبھی تم سے اتحاد نہیں کریں گے۔ صرف ہم ہی تمہارے کام آتے رہیں گے۔“

”بیشک۔ مسلمان کبھی ہم سے اتحاد نہیں کریں گے اور جس طرح کام آتے ہو وہ تو ہم دیکھ ہی رہے ہیں۔ مسلمان کھلے دشمن ہیں۔ ان سے اتنا زیادہ خطرہ نہیں ہے جتنا تم لوگوں سے ہے۔ کیونکہ تم لوگ آستین کے سانپ ہو۔“

وہ اس کی باتیں سن رہے تھے۔ پریشان ہو رہے تھے۔ اسے اپنی باتوں سے قائل کرنے میں ناکام ہو رہے تھے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ”کیا واقعی تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دماغوں میں آئیں گے اور ہمیں اپنا تابعدار بنا لیں گے؟“

”ہاں۔ ابھی کچھ روز آزادی سے گزار لو۔ میں اور میرے جاں نثار ابھی بہت مصروف ہیں۔ ایک ہفتے بعد تم سب کو اپنا معمول اور تابعدار بنائیں گے۔ بس اب مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔“

اکابرین کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ سر گھوم رہا تھا۔ وہ اس کے غلام بننے والے تھے۔ ایک دو نہیں، سب کے سب حکمران طبقے سے تعلق رکھنے والے اور آرمی کے شعبے سے منسلک رہنے والے سب ہی ایشورارا کے قدموں تلے جوتیوں کی طرح رہنے والے تھے۔

ان کے اندر کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔ ”کچھ کرنا چاہیے.... کچھ ضرور کرنا چاہیے۔ اگر بچاؤ کی تدبیر نہ کی گئی تو ہم سپر پاور اور بڑے ممالک کہلانے والے دو کوڑی کے ہو کر رہ جائیں گے۔ ہماری برتری اور شاہانہ حیثیت ختم ہو جائے گی۔ ہم اور ہماری آئندہ نسلیں غلام قوم میں کہلائیں گی۔“

امریکا اور یورپ کے تمام اکابرین فون کے ذریعے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے روحانی قوتوں کے ذریعے محفوظ رہتے ہیں۔ ہم ایسی قوتیں کہاں سے لائیں؟

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ”ہمیں فی الحال دو ہی راستے سجھائی دے رہے ہیں یا تو ہم کالا جادو کرنے والوں کی خدمات حاصل کریں۔ وہ کوئی ایسا عمل کریں گے کہ سیارے والے ہمارے دماغوں میں نہیں آسکیں گے یا پھر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم پر تنویمی عمل کر کے ہمارے دماغوں کو لاک کر دیں۔“

جواباً کہا گیا۔ ”صرف تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہم حکمران اور فوجی افسران ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ وہ خیال خوانی کرنے والے ایک ہفتے کے اندر ہم میں سے کتنوں کے دماغوں کو لاک کر سکیں گے؟“

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”ہم میں سے تقریباً سو دو سو اعلیٰ عہدیداروں کے دماغوں کو لاک کیا جائے گا تو ہم یوگا جاننے والی ٹیموں میں شامل ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ ان کا راستہ روک سکیں گے۔“

آرمی والوں نے کہا۔ ”فوج کے اعلیٰ افسروں کے دماغوں کو پہلے لاک کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ وہی آپ جیسے حکمرانوں کی اور اپنے ملک کی حفاظت کرتے ہیں۔“

وہاں بحث و تکرار کی ایک نئی فضا پیدا ہو گئی۔ حکمران اپنی اور آرمی والے اپنی اہمیت جتا رہے تھے۔ یہ چاہتے تھے کہ پہلے ان کے دماغوں کو لاک کیا جائے۔ پہلے انہیں تحفظ

فراہم کیا جائے۔

یوں ان کے درمیان اختلافات پیدا ہونے لگے۔ ان میں سے کوئی بھی سیارے والوں کا غلام نہیں بننا چاہتا تھا۔ سب ہی کے اندر یہ خوف سمایا ہوا تھا کہ سیارے والے آتے ہی ان پر مسلط ہو جائیں گے۔ ان کی یہ ضد تھی کہ ہر حال میں پہلے انہیں سیکیورٹی فراہم کی جائے تاکہ ان کی شاہانہ برتری قائم رہ سکے۔

یوگا جاننے والی ٹیمیں محفوظ تھیں۔ وہ آرمی افسران کی حمایت کر رہی تھیں۔ کیونکہ عسکری قوت ان کے پاس تھی۔ وہی ان یوگا جاننے والی ٹیموں کی حفاظت کر سکتے تھے۔

امریکی اکابرین میں سے آرمی والوں نے کسی حد تک اپنا یہ مسئلہ حل کر لیا۔ انہیں امید تھی کہ مقررہ وقت کے اندر ان کے تقریباً دو تین سو افسران کو تحفظ حاصل ہو جائے گا۔ وہ بڑی حد تک حفاظتی تدابیر پر عمل کر رہے تھے اور کامیاب ہو رہے تھے۔ لیکن امریکی اکابرین کی جان ابھی سولی پر لٹک رہی تھی۔ یوگا جاننے والوں نے آرمی افسران کی حمایت کر کے انہیں تحفظ فراہم کر کے اکابرین کو بدظن کر دیا تھا۔

دوسری طرف انگلینڈ، فرانس اور جرمنی کے اکابرین بھی اپنے تحفظ کے لیے بری طرح بوکھلائے ہوئے تھے۔ ان کے پاس ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا۔ کوئی ان کے دماغوں کو لاک نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا وہ تمام دنیا کے جادوگروں کی خدمات حاصل کر رہے تھے۔ ٹیلی فون کے ذریعے، ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے اعلان کر رہے تھے کہ جو بھی کالا جادو جاننے والا ہمیں سیارے والوں کے حملے سے محفوظ رکھے گا۔ ہم اسے منہ مانگی دولت دیں گے۔

وہ سب اپنی سلامتی کے لیے بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے تھے۔ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ ہمارے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں پوری طرح تحفظ فراہم کر سکتے ہیں۔ وہ مجھ سے سونیا سے اور بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرنے کی کوششیں کر رہے تھے اور رابطہ نہ ہونے کی صورت میں مختلف میڈیاز کے ذریعے ہمیں مخاطب کر رہے تھے۔

کہہ رہے تھے۔ ”پلیز، آپ پچھلی تلخیوں کو بھول جائیں۔ ہم پر ہی نہیں پوری دنیا پر بہت برا وقت آیا ہے۔ سیارے کے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری پوری دنیا کو کھا جائیں گے۔ فار گاڈ سیک.... ہماری مدد کریں۔“

ابھی پوری دنیا کو نہیں صرف ان چار بڑے ممالک کے اکابرین کو خطرہ لاحق تھا۔ وہ بری طرح بوکھلا گئے تھے۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ گریٹ ایشورارا ان کے بعد پوری دنیا پر قبضہ جمانے والا تھا۔ اس کے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی آسانی سے پوری دنیا کو زیر کر سکتے تھے۔

ہمیں ان کی گذارش کے مطابق پچھلی تلخیوں کو بھلا دینا چاہیے تھا لیکن ہم قسم کھا چکے تھے کہ اب ان کے جھوٹ اور فریب میں نہیں آئیں گے۔ انہوں نے کبھی ہمارے برے وقت میں ساتھ نہیں دیا۔ ہم چاہتے تھے کہ جس طرح انہوں نے سیارے والوں سے اتحاد کیا تھا۔ اسی طرح اب ان کے اتحاد کا مزہ بھی چکھ لیں۔

جب وہ لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری طرف آئیں گے تو ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ ویسے ابھی اکابرین کے معاملے میں پڑنے کے لیے ہم اپنی بیٹی سے ایک ذرا غافل نہیں ہونا چاہتے تھے۔ اسی لیے ان کے بار بار مخاطب کرنے کے باوجود ہم کوئی جواب نہیں دے رہے تھے۔

زچگی اب تب میں ہونے والی تھی۔ عالی کو لیبر روم میں پہنچا دیا گیا تھا۔ سونیا اس کے ساتھ تھی اور الپا لیڈی ڈاکٹر کے اندر موجود تھی۔ یہ اطمینان کر لیا گیا تھا کہ کوئی دشمن وہاں پہنچ نہیں پائے گا۔

لیبر روم کے باہر ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس قدر مستعد تھے کہ ان کی اجازت کے بغیر ہاسپٹل اور میٹرنٹی ہوم کا اسٹاف بھی نہ اُدھر جا سکتا تھا اور نہ ہی عالی کے کمرے کا رخ کر سکتا تھا۔ ایسے وقت میرے فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے فون نکال کر نمبر پڑھے۔ کوئی اجنبی کال کر رہا تھا۔

میں نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگایا۔ پھر کہا۔ ”ہیلو... کون؟“

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”موت.... تم نے بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے ہیں مگر یہ بھول گئے کہ جس کا آخری وقت آجاتا ہے۔ وہ پاتال میں پہنچ کر اور سمندر کی گہرائیوں میں چھپ کر بھی موت سے بچ نہیں پاتا۔“

میں نے کہا۔ ”تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ موت کے فرشتے سے ہماری ڈیلنگ ہو چکی ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ اب ادھر نہیں آئے گا۔ تمہاری طرف جائے گا۔ تم اپنی خیر مناؤ۔“

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ”آگے آگے دیکھو تو سہی کیا ہونے والا ہے؟ بس ایک ذرا انتظار.... پھر وہی ہوگا۔ جو ہم چاہتے ہیں۔“

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ فون پر دی جانے والی دھمکی کو ایک نفسیاتی حملہ کہا جا سکتا تھا۔ اس طرح وہ ہمیں پریشانی اور گھبراہٹ میں مبتلا کرنا چاہتے تھے۔ ویسے وہ اناڑی نہیں تھے۔ یہ جانتے تھے کہ ہم سے مقابلہ ہے اور کس طرح ہمارے حفاظتی بند کو توڑنا چاہیے؟

پھر ہماری توقع کے خلاف ایک زبردست بم دھماکا سنائی دیا۔ ہاسپٹل کی پوری عمارت لرز کر رہ گئی۔ ایسے ہی وقت لیبر روم کے اندر سے میرے نواسے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ اس دنیا میں اپنی آمد کا اعلان کر رہا تھا۔

ہاسپٹل کے اندر اور باہر اچھی خاصی بھگدڑ مچ گئی تھی۔ عورتوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ عمارت کے پچھلے حصے میں دھماکا ہوا تھا۔ اس حصے کو اچھا خاصا نقصان پہنچا تھا۔ ہم جدھر تھے اُدھر کے لوگ محفوظ تھے۔ ویسے دشمن یہ سمجھ رہا ہے تھے کہ ہم محفوظ نہیں ہیں۔ میٹرنٹی ہوم کی طرف بھی کہیں بم نصب کیا گیا ہوگا۔ ہماری طرف بھی دھماکا ہو سکتا تھا۔

ہم واقعی الجھ کر رہ گئے۔ اب تک یہی سمجھ رہے تھے کہ ایمان علی کو جو آگہی ملی ہے۔ اسی کے مطابق واردات ہوگی، مگر دشمن کی واردات کا طریقۂ کار کچھ اور ہو گیا تھا۔ میں نے سونیا کے دماغ میں آکر پوچھا۔ ”تم کہاں ہو؟ ہماری بیٹی خیریت سے تو ہے؟“

وہ بولی۔ ”ہماری فکر نہ کرو۔ ابھی ہم عالی کو کمرے میں پہنچانے والے ہیں۔ تم اس کمرے تک کڑی نظر رکھو۔“

میں نے کہا۔ ”یہاں آگہی کے مطابق نہیں ہو رہا ہے۔ دشمن کا طریقۂ کار بدل گیا ہے۔“

”نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے تصدیق کی تھی کہ وہی ہوگا جو ایمان علی آگہی کے ذریعے دیکھ چکا ہے۔“

”تم درست کہتی ہو۔ یہ بم دھماکے اس لیے ہیں کہ ہم گھبرا کر اپنی اپنی جان بچانے کے لیے بیٹی سے دور ہو جائیں۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے محتاط اور مستعد ہیں۔ تم بیٹی کو وہاں سے کمرے میں لے آؤ۔“

عالی ایک اسٹریچر پر لیٹی ہوئی تھی۔ سونیا اور ایک وارڈ بوائے اسے دھکیلتے ہوئے کوریڈور سے گزرتے ہوئے کمرے میں لے آئے۔ بچہ اس کے ساتھ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسے صاف ستھرا کر کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ بیڈ کے قریب رکھے ہوئے پالنے میں لٹا دیا گیا۔

وہی آگہی کا منظر تھا۔ بچہ ایک سفید کپڑے میں گردن سے پیروں تک لپٹا ہوا پالنے میں پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ سونیا نے عالی کو دیکھا۔ وہ بھی آنکھیں بند کیے پڑی ہوئی تھی۔ اس نے بیٹی کے سر کو سہلاتے ہوئے کہا۔ ”تم آرام سے لیٹی رہو۔ میں باہر موجود رہوں گی۔“

وہ اسے بچے کے ساتھ کمرے میں تنہا چھوڑ کر باہر آ گئی۔ بم دھماکے کے باعث وہاں پولیس فورس آ گئی تھی۔ اس شہر میں بارہ گھنٹے کے اندر دو بم دھماکے ہو چکے تھے۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس محکمے کے اعلیٰ افسران بھی دوڑے چلے آئے تھے اور یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی کہ ایسے دھماکے کیوں ہو رہے ہیں؟

وہاں مسلح اور باوردی پولیس والوں کے علاوہ انٹیلی جنس والے بھی سادہ لباس میں موجود تھے۔ ویسے ہی سادہ لباس میں وہ دو افراد بھی تھے، جنہیں ایمان علی آگہی کے منظر میں دیکھ چکا تھا۔ وہ بڑی آزادی سے ہاسپٹل کے ہر حصے میں پہنچ رہے تھے۔ انہیں جہاں روکا جاتا تھا، وہاں وہ اپنا آئی ڈی کارڈ دکھا کر گزر جاتے تھے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ان پر شبہ نہیں کر رہے تھے۔

سونیا اپنی بیٹی کے کمرے سے کچھ دور تھی۔ ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی۔ ایسے وقت وہ افراد اسی طرف آ رہے تھے۔ اگر وہ پہلے کی طرح سرخ شرٹ اور بلیو جینز میں ہوتے تو سونیا انہیں فوراً پہچان لیتی۔ مگر وہ قمیص اور پاجامے میں تھے۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ انہیں چہروں سے نہیں پہچانتی تھی۔

وہ ان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولی۔ ”اسٹاپ.....“

وہ دونوں رک گئے۔ اس نے پوچھا۔ ”کون ہو تم لوگ.....؟ ادھر کیا کرنے آئے ہو؟“

انہوں نے اپنے اپنے آئی ڈی کارڈز دکھاتے ہوئے کہا۔ ”وی آر آفیسرز آف اسپیشل ڈیوٹی۔“

وہ ان کے آئی کارڈز کھول کر کسی حد تک مطمئن ہو گئی۔ پھر بھی پوری طرح اطمینان حاصل کرنے کے لیے مزید سوالات کرنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت وہ ایکدم سے چونک گئی۔ ایک طرف سر گھما کر گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کسی کی بُو محسوس کرنے لگی۔

اس نے بیٹی کے کمرے کی طرف دیکھا۔ پھر سر گھما کر ادھر دیکھا، جدھر سے ایک جانی پہچانی بُو مل رہی تھی۔ اسے فوراً ہی فیصلہ کرنا تھا کہ بیٹی کی حفاظت کے لیے وہاں رہے یا اس بُو کے پیچھے جائے اور دشمن کی گردن دبوچ لے؟

اس نے چشم زدن میں فیصلہ کیا پھر دوڑنے کے انداز

میں تیزی سے چلتی ہوئی ہاسپٹل کے باہر جانے لگی۔ اپنا موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کرنے لگی۔ اس کے بعد بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے بولی۔ ''ہیلو کریا! تم کہاں ہو؟ جہاں بھی ہو۔ فوراً میرے پاس آؤ اور میرے ساتھ رہو۔''

وہ ہاسپٹل سے باہر آ کر اپنی کار میں بیٹھ گئی۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتی ہوئی ایک سمت تیزی سے جانے لگی۔ ادھر ان دو قاتلوں کو جیسے کھلا راستہ اور کھلی چھٹی مل گئی تھی۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے عالی کے کمرے کے سامنے آئے۔ پھر ایک نے دروازے پر زور کی لات ماری وہ ایک دھڑاکے سے کھلتا چلا گیا۔

عالی آنکھیں بند کئے لیٹی ہوئی تھی۔ ایکدم سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے پالنے کی طرف آئے۔ بالکل وہی آگہی کا منظر تھا۔ بچہ آنکھیں بند کئے پڑا تھا۔ ان میں سے ایک نے بچے کی ٹانگ پکڑ کر اسے پالنے سے باہر کھینچ لیا۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

ایک نے کہا۔ ''ہم تمہیں ابھی گولی نہیں ماریں گے۔ پہلے تم اپنے بچے کی موت کا تماشا دیکھو گی۔ اس کے بعد مرو گی۔''

عالی نے کہا۔ ''میں خاموش تماشائی ہوں۔ ابھی کچھ نہیں بولوں گی۔ چاہتی ہوں' میرے شوہر کو جو آگہی ملی ہے' اس کے مطابق تمہیں جو کرنا ہے کر گزرو۔ تاکہ آگہی کے مطابق جو ہونی ہے' وہ ہو جائے۔''

پھر وہی منظر دکھائی دیا۔ ان دونوں نے بچے کی دونوں ٹانگوں کو پکڑ کر چیر ڈالا۔ بچے کے بدن سے لپٹا ہوا سفید کپڑا ایک ذرا سا سرخ ہو گیا۔ ایسے ہی وقت وہ دونوں ایکدم سے چونک گئے۔ اس بچے کو دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے اس کپڑے کو جلدی سے ہٹایا تو سمجھ میں آیا کہ وہ پلاسٹک سے بنا ہوا بڑا سا گڈا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسی مہارت سے میک اپ کیا گیا تھا کہ آنے والوں نے اس پر ایک نظر ڈالی تھی اور دھوکا کھا گئے تھے۔

انہیں جتنی دیر میں فریب کھانے کا علم ہوا۔ میں اتنی دیر میں ٹوائلٹ کا دروازہ کھول کر کمرے میں آ گیا۔ پھر میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر دو فائر کئے۔ ان دونوں کے ہاتھوں سے ریوالور چھوٹ کر فرش پر آ گئے۔ وہ جھک کر وہاں سے ریوالور اٹھانا چاہتے تھے۔ میں نے ان کے دماغوں میں پہنچ کر قیامت برپا کر دی۔ وہ چیخیں مار مار کر فرش پر اِدھر سے اُدھر تڑپنے لگے۔ کمرے کا دروازہ کھل گیا۔ ایمان علی دونوں بازوؤں میں اپنے بچے کو سنبھالے عالی کے پاس آیا۔ وہ بڑی ممتا بھری نظروں سے اپنے بچے کو زندہ سلامت دیکھ رہی تھی۔ اسے فوراً ہی بڑے جذب کے عالم میں سینے سے لگا کر چومنے لگی۔

میں دشمنوں کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ دونوں سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ میں نے فون پر جو بھرائی ہوئی آواز سنی تھی۔ وہی آواز ان میں سے ایک کے اندر سنائی دے رہی تھی۔ وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔ ''یہ اچانک تم لوگوں کے ساتھ کیا ہو گیا؟ کیا تم لوگ عالی تک پہنچ نہیں پا رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''ہماری بیٹی تک تمہارا باپ بھی پہنچ نہیں پائے گا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ملک الموت سے ہمارا معاملہ طے ہو گیا ہے۔ اب وہ ہماری طرف نہیں' تمہاری طرف آتا رہے گا۔ اپنے ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موت کا تماشا دیکھو پھر اپنی باری کا انتظار کرو۔''

میں نے ان دونوں کے اندر باری باری ایسے جھٹکے پہنچائے کہ ذرا سی دیر میں ان کا دم نکل گیا۔ سونیا کی حکمتِ عملی سے یہ کامیابی نصیب ہو رہی تھی۔ ایمان علی کو حاصل ہونے والی آگہی نے اسے سمجھا دیا تھا کہ ہمارا نوا سا مارا نہیں جائے گا۔ کمرے میں آنے والے دشمن ایک ایسے وجود کو چیر کر ہلاک کریں گے جس میں جان نہیں ہو گی۔

ایمان علی نے آگہی کے منظر میں یہی دیکھا تھا کہ بچے کی آنکھیں بند ہیں۔ وہ ساکت پڑا ہوا ہے۔ اس کی ٹانگ پکڑ کر اسے پالنے سے باہر کھینچا گیا۔ تب بھی وہ بیدار نہیں ہوا۔ یہ سارا منظر بتا رہا تھا کہ پالنے میں جو بھی ہو گا' وہ بے جان ہو گا۔

بس ایک ذرا توجہ اور ذہانت سے سوچنے اور سمجھنے کی بات تھی اور سونیا نے سمجھ لیا تھا۔ ہم نے ایک بے جان گڈے کو اس پالنے میں پہنچا کر آگہی کے ذریعے ملنے والی پیشگوئی پوری کر دی تھی۔

وہ ایسی ماں نہیں تھی کہ اپنی بیٹی کو کمرے میں تنہا دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر کسی کی بُو سونگھ کر دوسری طرف چلی جاتی۔ اس نے جان بوجھ کر ان دونوں کو کمرے میں جانے کا موقع دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟

اور آگے بہت کچھ ہونے والا تھا۔ اسے ایک ایسے شخص کی بُو مل گئی تھی' جسے دبوچ لینے کے بعد سیارے والوں کے چودہ طبق روشن ہو جاتے۔

وہ آسمانی بجلی تھی۔ اپنے ٹارگٹ پر گرنا جانتی تھی۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

ایک عشق پیشہ کا احوال۔ اس کے پاس عشق کی فراوانی تھی اور وہ خوب لٹاتا پھر رہا تھا۔ پھر ایک روز اس کی ملاقات ایک حقیقی عاشق سے ہو گئی۔

عشق پیشہ

آصف ملک

رکی ایک عشق پیشہ شخص تھا۔ رکسن مارٹن عرف رکی نے اپنی زندگی میں سوائے عشق کرنے کے اور کچھ نہیں کیا تھا۔ اس کا اوڑھنا بچھونا، رہنا سہنا اور روزگار تک عشق تھا۔ وہ صرف پندرہ سال کا تھا جب اس نے پہلا عشق کیا تھا اور اس کے بعد کرتا ہی چلا گیا تھا۔ اس نے مشکلات بھی دیکھیں تھیں مگر مزے بھی خوب ہی کیے تھے۔ مشکلات ہمیشہ عارضی ہوتی تھیں کیوں کہ وہ ان کا سامنا کرنے کے بجائے فرار ہو جاتا تھا۔

مگر اس بار اسے جس مشکل کا سامنا تھا اسے لگ رہا تھا وہ مر جائے گا۔ اس کے لیے اب مر جانا ہی مناسب تھا کیوں کہ اس کا مقصدِ حیات ہی ختم ہو گیا تھا۔ وہ اس وقت بہت تکلیف میں تھا۔ تکلیف اتنی زیادہ تھی کہ وہ زیادہ دیر گھوڑے پر بھی سوار نہیں ہو سکتا تھا۔ سفر کے دوران اسے گھوڑے سے اتر کر تکلیف کم ہونے کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اس کا زخم اگرچہ بھر گیا تھا مگر تکلیف ابھی باقی تھی۔ وہ پورے دو ہفتے اس قصبے کے اسپتال میں رہا تھا اور اب ڈاکٹر نے اسے صحت یاب قرار دیا تھا مگر احتیاط کے طور پر اس نے اسے ابھی سفر کرنے سے منع کیا تھا۔ مگر اسپتال سے نکلنے کے دوسرے دن اسے قصبے سے فرار ہونا پڑا تھا، ورنہ عین ممکن تھا وہ مارا جاتا۔ اسی وجہ سے باوجود تکلیف کے سفر کر رہا تھا۔

اس نے فیصلہ کیا تھا کہ اب وہ کسی بڑے شہر کا رخ کرے گا اور اس کے پاس جو جمع پونجی ہے اس سے کوئی کام کرے گا۔ وہ وقت گزر چکا تھا جب وہ عشق کے سہارے زندگی بسر کرتا تھا۔ اب یہ سہارا ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت وہ شمال مغربی ٹیکساس میں تھا۔ اس کا ارادہ کیلیفورنیا جانے کا تھا جہاں ان دنوں روزگار کے وسیع مواقع موجود تھے۔ مگر اس کا سفر بہت طویل تھا۔ اسے پندرہ سو میل کے سفر میں تقریباً تین ریاستیں عبور کرنا تھیں اور اس حالت میں سفر آسان نہیں لگ رہا تھا، بلکہ اسے تو ابھی دشمنوں سے خطرہ تھا۔ اسے یقین تھا وہ اس کے پیچھے ہوں گے۔ اس لیے وہ تکلیف کے باوجود بہت تیز رک رہا تھا جیسے ہی تکلیف قابلِ برداشت ہوتی تھی وہ چل پڑتا تھا۔ اس کے پیچھے جو شخص تھا وہ اس کی جان کم کسی چیز پر راضی نہیں ہوتا۔ رکی کی عافیت اسی میں تھی کہ

فرہاد علی تیمور

عمیرہ

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں جاتا جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

یہ سب ہی دیکھتے ہیں کہ کبھی کبھی طوفانی بارش میں بجلی کہیں گرتی ہے مگر یہ کوئی نہیں جانتا کہ کہاں اور کس پر گرتی ہے؟ سونیا کے متعلق بھی دشمن یہ جان نہیں پاتے تھے کہ وہ کب اچانک ہی انتقاماً لہراتی ہے اور ان میں سے کس پر ٹوٹ پڑتی ہے؟

اس وقت میں بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ یکا یک بیٹی کو چھوڑ کر کہاں گئی ہے اور کس کی شامت آ گئی ہے؟

میں عالی اور اپنے نوزائیدہ نواسے کی حفاظت کے سلسلے

میں اس قدر مصروف تھا کہ کسی دوسری طرف دھیان نہیں دے سکتا تھا۔

سونیا سے بھی پوچھنے کا وقت نہیں تھا کہ وہ کس شکار پر جھپٹنے جارہی ہے؟ یوں بھی اس سے پوچھنا ضروری نہیں تھا۔ ایک ذرا تشویش تو تھی کہ وہ کیا کرنے والی ہے اور کیا ہونے والا ہے؟

میں اپنی آغوش میں گرنے والی بجلی کو ساری عمر دیکھتا، سمجھتا، چومتا اور پیار کرتا آیا ہوں۔ یہ یقین تھا کہ تھوڑی دیر بعد شکار زندہ یا مردہ ہمارے سامنے ہوگا۔

سونیا کے ساتھ ہوا یہ تھا کہ اس نے اچانک ہی اس کی بُو پائی تھی۔ یعنی وہ تھوڑی دیر پہلے اس شہر میں نہیں تھا۔ اس نے سونگھتے ہوئے سمت کا تعین کیا تو پتا چلا، وہ ائیر پورٹ پر ہے اور ابھی کہیں سے اس شہر میں آیا ہے۔

اس کی بُو نے بتا دیا کہ وہ کون ہے؟

وہ میرے زبردست ناقابلِ شکست دشمنوں میں سے ایک تھا۔ کچھ عرصہ پہلے میرے ہاتھوں سے مرنے والا تھا۔ میں نے اسے اپاہج بنا کر دشمنوں کے لیے عبرت کا سامان کیا تھا۔ مگر وہ میری توقع کے خلاف بڑی چالاکی سے ایشورارا کی پناہ میں چلا گیا تھا۔

ایشورارا اسے سیّارے میں لے گیا تھا۔ اس نے وہاں جاکر اس کا غلام بن کر نئے سرے سے توانائی حاصل کی تھی۔ دوبارہ ہاتھ پاؤں سے تگڑا ہوگیا تھا... جی ہاں۔ وہ برین ماسٹر تھا۔

وہ ساری عمر ہماری دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک خیال خوانی کی دوڑ لگاتا رہا تھا۔ ہماری زمین کے جغرافیائی اور سیاسی حالات کو بہت گہرائی تک سمجھتا تھا۔ ایشورارا نے اس کی معلومات سے اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے اسے اپنا مشیرِ خاص اور دستِ راست بنا لیا تھا۔

شیطان کے متعلق کہا جاتا ہے، وہ جان سے نہیں مارتا مگر ساری عمر ہلکان کرتا رہتا ہے۔ ایشورارا زمین پر آکر اگرچہ ہمیں بالکل ہی نابود کرنے کے سلسلے میں ناکام رہا تھا۔ تاہم ہمارے دن رات کا سکون اور اطمینان غارت کررہا تھا۔

ان حالات میں اس نے برین ماسٹر جیسے ارضی شیطان کو اپنا نائب بنا لیا تھا۔ وہ ایشورارا کے احکامات کی تعمیل کے لیے سیّارے سے زمین پر کب آتا اور کب جاتا تھا؟ ہم کبھی جان لیتے تھے اور کبھی اس کی آمد اور کارستانی سے غافل رہتے تھے۔

اس بار اس کی شامت آگئی تھی۔ سونیا نے اس کی بُو پالی تھی۔ لہٰذا وہ فوراً ہی عالی کو میرے حوالے کرکے اسپتال سے چلی گئی۔ ایسے وقت اس نے کبریا کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے حاضر ہوکر پوچھا۔ ''یس مما! آپ کار ڈرائیو کرتی ہوئی کہاں جارہی ہیں؟''

''مجھے برین ماسٹر کا سراغ مل رہا ہے۔ وہ ایئر پورٹ کی طرف ہے۔''

''اوہ مائی گاڈ! وہ سیّارے سے اِدھر آیا ہے؟'' پھر وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ ''ایسے ہی وقت کہتے ہیں، آسمان سے گرا، کھجور میں اٹکا.... وہ سیّارے سے سیدھا آپ کی جھولی میں ٹپک رہا ہے۔''

''بیٹے! یہ سوچو کہ اس نے ایسے شہر میں آنے کی جرأت کیوں کی، جہاں میں اس کی بُو پا سکتی ہوں؟ وہ اچھی طرح جانتا ہوگا کہ پکڑا گیا تو میں اس کی گردن دبوچ لوں گی۔'' وہ ڈرائیو کررہی تھی۔ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کیا وہ جان بوجھ کر مجھ سے ٹکرانے آیا ہے؟''

بیٹے نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''مما! آپ سے ٹکرانے کی جرات کوئی نہیں کرتا۔ شیطان بھی کترا کر نکل جاتا ہے۔ برین ماسٹر شاید اس خوش فہمی میں مبتلا ہوکر آیا ہے کہ آپ کو اس کی بُو نہیں ملے گی؟''

سونیا نے ہنستے ہوئے گاڑی کو دوسری سڑک پر موڑتے ہوئے کہا۔ ''ہاں۔ ایسی ہی کوئی بات ہے۔ ایشورارا نے اپنے وفاداروں کو میری سونگھنے کی حس سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک دوا تیار کی ہے۔ جب اس دوا کو استعمال کیا جاتا ہے تو عارضی طور بدن کی قدرتی بُو ختم ہوجاتی ہے۔''

''ہاں۔ میں نے سنا تھا، اس کے وفادار ایسی دوائیں آزما رہے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے، کیا انہیں کامیابی ہورہی ہے؟''

''یقیناً وہ اس دوا سے خاطر خواہ نتائج حاصل کررہے ہیں۔ یہ بات اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ جس طرح پرفیوم استعمال کرنے سے عارضی طور پر پسینے کی مہک ختم ہوجاتی ہے اور خوشبو مسلط ہوجاتی ہے۔ ویسے ہی وہ چند گھنٹوں کے لیے سہی اپنے جسم کی بُو مجھ سے چھپا لیتے ہیں۔''

کبریا نے کہا۔ ''لیکن بدن یا لباس پر اسپرے کی جانے والی خوشبو ویر پا نہیں ہوتی۔ چار دیواری میں رہو تو گھنٹوں رہتی ہے، کھلی فضا میں جلد ہی تحلیل ہوکر اپنا اثر کھو دیتی ہے۔''

''درست کہہ رہے ہو۔ انہوں نے جو دوا تیار کی ہے وہ چند گھنٹوں میں اپنا اثر کھو دیتی ہے۔ ابھی برین ماسٹر کے ساتھ یہی ہورہا ہے۔ وہ کھلی فضا میں ہے۔ اس نے جو دوا

استعمال کی ہے، یقیناً اس کا اثر زائل ہورہا ہے اور وہ نادانستگی اور لاعلمی میں ظاہر ہوچکا ہے۔''

''مما! آج اس کا کام تمام ہوہی جائے۔ یہ ان دشمنوں میں سے ہے، جو ہمیں ایک طویل مدت تک پریشان کرتے رہے ہیں۔ پھر اس کم بخت نے تو اپنی ہی دنیا کے خلاف دشمنی کی انتہا کردی ہے۔ سیّارے والے کا دستِ راست اور غلام بن گیا ہے۔''

''پرانی کہاوت ہے، جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کا رخ کرتا ہے۔ شاید ہمارے اس دشمن کی موت آگئی ہے۔''

''آپ راستہ بدل رہی ہیں۔ ائیر پورٹ اِدھر نہیں ہے۔''

''مجھے معلوم ہے، جدھر بُو مل رہی ہے۔ اِدھر جارہی ہوں۔ شاید وہ کہیں رک گیا ہے۔ کیونکہ اس کی بُو ایک جگہ ٹھہری ہوئی ہے۔''

''پھر تو اچھا ہی ہے۔ آپ اسے راستے میں ہی دبوچ لیں گی۔''

''وہ بہت شاطر ہے۔ اس کے معاملے میں عجلت نہ دکھانا۔ اگر اس کے آس پاس کوئی ہو تو اس کے اندر نہ جانا۔''

''کیوں مما....؟''

''وہ ایشورارا کا نائب ہے۔ یہاں سیّارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے دور ہی دور سے سیکیورٹی فراہم کررہے ہوں گے۔ کسی وجہ سے کوئی اس کے قریب جاسکتا ہے۔ ایسے وقت تم اسے عام آدمی سمجھ کر آلہ کار بنانے جاؤ گے تو وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی برین ماسٹر کو خطرے سے آگاہ کردے گا۔''

''آل رائٹ۔ میں محتاط رہوں گا۔''

وہ ڈرائیو کرتی جارہی تھی۔ آگے ایک موڑ پر لوگوں کی بھیڑ دکھائی دی۔ کتنی ہی گاڑیاں اِدھر اُدھر بے ترتیبی سے رُکی ہوئی تھیں۔ یہ اندازہ ہورہا تھا کہ کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔

سونیا نے قریب پہنچ کر گاڑی روکتے ہوئے کہا۔ ''برین ماسٹر اسی جگہ ہے۔ اس کی بُو یہاں ٹھہری ہوئی ہے۔''

اس نے کار کی کھڑکی سے سر نکال کر ایک راہگیر کو مخاطب کیا۔ ''یہ بھیڑ کیوں لگی ہے؟''

اس نے کہا۔ ''یہ بڑے لوگ ہیں۔ شراب پی کر گاڑی چلاتے ہیں۔ کہیں بھی ٹکرا جاتے ہیں۔ ہمارے دیسی بھائی نے دیسی ٹھرّا پی کر ایک انگریز کی گاڑی کو ٹکر ماری ہے۔''

کبریا اس بولنے والے کے اندر پہنچ گیا۔ پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے غائب دماغ بنا کر بولا۔ ''مما! میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ ہمارا شکار کہاں ہے؟''

وہ تیزی سے چلتا ہوا بھیڑ میں گھستا ہوا دو ٹکرانے والی کاروں کے پاس آیا۔ پتا چلا، رانگ سائڈ سے آنے والی کار برین ماسٹر کی کار سے ٹکرا گئی تھی۔ جس کے نتیجے میں اس کا سر کار کی اسٹیئرنگ سے ٹکرایا تھا۔ پیشانی اور چہرہ لہولہان ہوگیا تھا۔ دو آدمی اسے سہارا دے کر متاثرہ کار سے باہر نکال رہے تھے۔

کبریا ان کے قریب پہنچ گیا۔ وہ برین ماسٹر کو چہرے سے نہیں پہچانتا تھا۔ ان کی باتیں سننے کے لیے اور قریب آگیا۔ لہولہان ہونے والا سپاہیوں سے کہہ رہا تھا۔ ''میں ٹھیک ہوں۔ یہ میرے ہمدرد ہیں۔ مجھے ہاسپٹل لے جارہے ہیں۔ آپ رانگ ٹریک پر گاڑی چلانے والوں کا محاسبہ کریں۔''

کبریا اس زخمی کے اندر پہنچ گیا۔ تب پتا چلا، وہ ہی برین ماسٹر ہے۔ زخمی ہونے کے باعث پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہا ہے۔

کبریا کسی روک ٹوک کے بغیر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم ہوا کہ جو ہمدرد اس کی مدد کرنے آئے تھے اور سہارا دے کر اپنی گاڑی میں لے جارہے تھے۔ وہ کوئی اور نہیں، سیّارے کی مخلوق تھے۔ وہ ماسٹر کو اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پہنچاتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے باتیں کررہے تھے۔ وہ زخمی تھا۔ پریشان ہوکر کہہ رہا تھا۔ ''میری فکر نہ کرو۔ یہاں آس پاس دشمنوں کو تلاش کرو۔ انہوں نے جان بوجھ کر گاڑی ٹکرائی ہے۔ میرے دماغ کو متاثر کیا ہے تاکہ میں ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کروں۔''

ایک مددگار نے کہا۔ ''پریشان نہ ہوں۔ ہم اپنی جان پر کھیل کر آپ کی حفاظت کریں گے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''ہمارے دوسرے ساتھی ان گاڑی چلانے والوں کے خیالات پڑھ چکے ہیں۔ وہ دشمن نہیں ہیں۔ انہوں نے شراب کے نشے میں یہ غلطی کی ہے۔ وہ پولیس کی حراست میں ہیں۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔ ٹھیک ہے، وہ شرابی ہیں۔ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ لیکن میرے دشمنوں نے ان کے دماغوں میں گھس کر مجھے زخمی کرنے کی چالاکی دکھائی ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے، جیسے وہ میرے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ چپ چاپ خیالات پڑھ رہے ہیں اور ہماری باتیں سن رہے ہیں۔''

ایک وفادار نے ڈرائیونگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر اسے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''آپ ہم سے

زیادہ تجربہ کار ہیں۔اپنے دشمنوں کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔یقیناً وہ ایسا کرسکتے ہیں' جیسا آپ کہہ رہے ہیں۔''

دوسرے نے کہا۔''مگر یہ بات عقل نہیں مانتی کہ انہیں آپ کی آمد کا علم ہوجائے گا۔جبکہ آپ بڑی رازداری سے آئے ہیں۔یہاں سونیا بھی آپ کی بُو نہیں پاسکے گی۔''

ڈرائیو کرنے والے نے کہا۔''ارے ہاں۔آپ کھلی فضا میں ہیں۔اس دوا کو ایک بار پھر استعمال کریں۔سونیا کی طرف سے اندیشہ نہیں رہے گا۔''

وہ پچھلی سیٹ پر نیم دراز تھا۔اپنے بیگ سے دوا نکالتے ہوئے بولا۔''مجھے مرہم پٹی کے لیے ہاسپٹل نہ لے جاؤ۔آگے پیچھے نادیدہ دشمنوں کو تاڑنے کی کوشش کرتے رہو۔کیا میری خفیہ پناہ گاہ میں فرسٹ ایڈ کا سامان نہیں ہے؟''

''ضرور ہے۔جہاں آپ کی خفیہ رہائش کا انتظام ہے' وہاں مرہم پٹی ہوجائے گی۔''

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔اس نے ایک ٹیبلیٹ منہ میں رکھ کر پانی کی بوتل سے دو چار گھونٹ لیے۔ادھر کبریا نے سونیا کو بتا دیا کہ وہ برین ماسٹر کے اندر پہنچا ہوا ہے۔ابھی اسے ایک ویگن کار میں کسی خفیہ رہائش کی طرف لے جایا جارہا ہے۔سونیا بہت فاصلہ رکھ کر اس ویگن کار کا تعاقب کرنے لگی۔

کبریا پھر اس کے اندر آگیا۔وہ اپنے وفاداروں سے کہہ رہا تھا۔''ہم نے فرہاد کو اس کی بیٹی عالی اور ہونے والے بچے کے معاملے میں الجھا دیا ہے۔سونیا بھی اسی ہاسپٹل میں ہمارے وفاداروں کی بُو سونگھتی پھر رہی ہوگی۔وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکے گی کہ میں اِدھر آگیا ہوں۔''

ایک نے کہا۔''ہمیں یقین ہے' سونیا اور فرہاد دونوں ہی آپ کی موجودگی سے بے خبر ہیں۔''

''یہ تو معلوم کرو' وہاں ہاسپٹل میں کیا ہورہا ہے؟ کیا عالی ماں بن چکی ہے اور کیا اس بچے کو زمین پر آتے ہی آسمان پر پہنچا دیا گیا ہے؟''

''ہم ابھی معلوم کرتے ہیں۔''

ان میں سے ایک خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ہاسپٹل میں دوسرے ساتھیوں کے پاس چلا گیا۔برین ماسٹر نے دلبرداشتہ ہوکر کہا۔''کیا مصیبت ہے؟ یہاں آتے ہی زخمی ہوگیا ہوں۔خیال خوانی کے قابل نہیں رہا۔''

ایک نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔''فکر نہ کریں۔عارضی پریشانی ہے۔دو چار گھنٹے میں توانائی حاصل ہوجائے گی۔پھر آپ خیال خوانی کرسکیں گے۔''

اس کے ساتھ ایسا پہلے بھی ہوچکا تھا۔اس نے ایک آدھ بار ذہنی طور پر کمزور ہونے کے بعد دوبارہ خیال خوانی کے لیے خود بخود توانائی حاصل کی تھی۔اسے امید تھی کہ خفیہ رہائش گاہ میں پہنچنے کے بعد یوں بے دست و پا نہیں رہے گا۔یوگا کی صلاحیتیں بھی بحال ہوجائیں گی۔پھر دشمن تو کیا اس کے اپنے وفادار بھی اجازت کے بغیر اس کے اندر نہیں آسکیں گے۔

☆☆☆

جب بلّی بچے دیتی ہے تو ان دنوں اس کا سب سے بڑا دشمن بلّا ہوتا ہے۔حالانکہ وہ اس کا یار دلدار ہوتا ہے۔لیکن فطرتاً اس میں ایسی درندگی ہوتی ہے کہ اپنے نوزائیدہ بچوں کو کھا جاتا ہے۔

بعض انسان بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔اپنے بچوں کو بڑی بے رحمی سے مار ڈالتے ہیں۔دینِ اسلام سے پہلے بیٹیاں پیدا ہوتی تھیں تو لوگ انہیں زندہ دفن کردیتے تھے۔معصوم جانوں پر ذرا بھی ترس نہیں آتا تھا۔تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ اپنی اولاد کو رسوائی کے خوف سے یا وقتی مفادات حاصل کرنے کی خاطر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

برین ماسٹر بھی ایسا ہی تھا۔اس نے بھی اپنی بیٹی اینا اور داماد بے باک مومن کو زہر دے کر مار ڈالنے کی بڑی کامیاب کوشش کی تھی۔مگر وہ دونوں خوش قسمتی سے بچ گئے تھے۔

کوئی دشمن' کوئی غیر مارنے آتا تو کوئی بات نہ ہوتی۔غیر تو پھر غیر ہوتے ہیں۔اگرچہ اینا نئی زندگی پاکر بے باک مومن کے ساتھ خوش تھی۔مگر یہ سوچ کر شرمندہ ہوتی رہتی تھی کہ اپنے باپ کی نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔وہ جیسے غلاظت تھی۔غلاظت کو گٹر میں پھینک دیا جاتا ہے۔باپ نے بھی اسے پھینک دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

بے باک مومن نے کہا۔''میں برین ماسٹر کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔وہ تو باپ کہلانے کے بھی لائق نہیں ہے۔''

اینا نے کہا۔''پہلے تم ڈیڈی کے خلاف بولتے تھے تو میں خاموشی سے سن لیتی تھی۔کیونکہ تم سچ بولتے تھے۔لیکن میرا دل اندر سے دُکھتا تھا۔کچھ بھی ہو' وہ میرے فادر ہیں۔باپ جیسا بھی ہوتا ہے' بیٹیوں کے دل سے کبھی نہیں جاتا۔''پھر وہ درد بھرے انداز میں گہری سانس لے کر بولی۔''مگر اب یہ سوچ کر شرمندہ ہورہی ہوں کہ وہ میرے باپ ہیں اور میں ان کی

بیٹی ہوں۔''

''آئندہ باپ کا لفظ ہی زبان پر نہ لاؤ۔ذرا ان لمحات کو یاد کرو۔جب تم زہر کی تکلیف سے تڑپ رہی تھیں اور جان دینے والی تھیں۔تب وہ باپ کہلانے والا خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر ہوگا اور ایک درندے کی طرح تماشائی بن کر تمہیں سسک سسک کر دم توڑتے ہوئے دیکھتا رہا ہوگا۔''

وہ بھیگی ہوئی آنکھوں سے مومن کو دیکھتے ہوئے بولی۔''اتنا سب کچھ ہوگیا۔پھر بھی یقین نہیں آتا کہ انسان اس قدر سنگدل بھی ہوتا ہے۔لہو کے رشتوں سے موت کا کھیل کھیلتا ہے۔''

''اگر قسمت نے ساتھ دیا تو یہ کھیل میں تمہارے باپ کے ساتھ....نہیں' تمہارے دشمن کے ساتھ کھیلوں گا اور تمہیں اس کی عبرتناک موت کا تماشا دکھاؤں گا۔''

''میں نہیں دیکھ سکوں گی۔تمام انسانوں کے دل' دماغ اور مزاج ایک جیسے نہیں ہوتے۔میں کسی اپنے کو تو کیا کسی دشمن کو بھی دم توڑتے نہیں دیکھ سکتی۔یہ سوچ کر دکھ ہوتا ہے کہ خوبصورت زندگی گزارنے والے مرتے کیوں ہیں؟''

وہ اس کے سینے سے لگتے ہوئے بولی۔''میں ایک بار اُن سے ملنا چاہتی ہوں۔''

''یعنی پھر وہی بیٹی کی کمزوری اور محبت؟''

''نہیں....اب میں خود کو اندر سے ٹوٹتی ہوں تو ان کے لیے ایک ذرا سی محبت محسوس نہیں کرتی۔''

''پھر اس سے کیوں ملنا چاہتی ہو؟''

''آخری بار دیکھنا چاہتی ہوں کہ بیٹی کو زہر دینے کے بعد باپ کیسا دکھائی دیتا ہے؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔''دیکھنا چاہتی ہوں' وہ مجھ سے نظریں ملا سکے گا یا نہیں؟ اگر ملائے گا تو میں اس کی ڈھٹائی پر تھوک دوں گی۔''

''پھر تو میں جی جان سے کوشش کروں گا کہ تمہاری اس سے ملاقات ہوجائے۔مشکل یہ ہے کہ اب وہ سیّارے میں رہتا ہے۔کبھی کبھی اِدھر آتا ہوگا۔اس کی آمد و رفت کا پتا نہیں چلتا۔''

وہ بولی۔''کاش وہ آئے اور ہمیں معلوم ہوجائے۔صرف آخری بار سامنا ہوجائے۔''

وہ دونوں اس سے آخری بار سامنا کرنے کی تدبیر سوچتے رہے اور ہر نماز کے بعد دعائیں مانگتے رہے۔پھر انہوں نے انوشے سے ملاقات کی۔

بے باک مومن نے کہا۔''تم پر خدا کی رحمت ہو۔ایسی کم سنی میں اپنی عمر سے زیادہ روحانی علوم حاصل کررہی ہو اور روحانی کشف اور کمالات کے مدارج طے کررہی ہو۔ہم ایک معاملے میں تم سے تعاون حاصل کرنے آئے ہیں۔''

اینا نے کہا۔''اور ہم کیا بتائیں کہ کیا چاہتے ہیں؟ تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں۔تم تو بولنے والوں کی صورت دیکھتے ہی ان کے اندر کی بات سمجھ لیتی ہو۔''

انوشے نے کہا۔''آپ کے باپ نے آپ کو شرمندہ کیا ہے۔آپ کا دل توڑا ہے۔جو شخص اتنی خوبصورت دنیا کو تباہ کرنے کے لیے سیّارے والوں کا غلام بن جائے' وہ کچھ بھی کرسکتا ہے اور چونکہ کچھ بھی کرسکتا ہے' اس لیے بیٹی کو بھی زہر دینے سے نہیں ہچکچایا۔''

مومن نے کہا۔''ایسے ظالم کو اپنے برے انجام تک پہنچنا چاہیے۔''

انوشے نے کہا۔''آپ یقیناً آوڈی مین کو جانتے ہوں گے؟ وہ غیر معمولی قوتِ سماعت کا حامل ہے۔حدِّ نظر کے فاصلے پر بولنے والوں کی باتیں صاف طور پر سن لیتا ہے۔کبھی وہ برین ماسٹر کا جاں نثار ماتحت تھا۔اب اس سے بدظن ہوگیا ہے۔کیونکہ وہ اس کی خدمات کو نظر انداز کرکے اسے اچھا خاصا نقصان پہنچا کر سیّارے میں چلا گیا ہے۔''

اس نے ذرا توقف سے کہا۔''وہ اپنے اس آقا سے مرنے مارنے کی حد تک نفرت کرنے لگا ہے۔یہی چاہتا ہے کہ برین ماسٹر کو اس کے برے انجام تک پہنچنا چاہیے۔''

مومن نے کہا۔''کسی بچے سے بھی پوچھا جائے تو وہ بھی یہی کہے گا کہ ہماری دنیا کو تباہ کرنے والا تباہ ہوجائے۔''

انوشے نے کہا۔''آپ تو جانتے ہیں' کبریا نے آوڈی مین کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا ہے۔میں نے اس کے ذہن میں یہ بات ڈالی تھی کہ وہ حیدرآباد دکن جائے۔وہ وہاں پہنچا ہوا ہے۔آپ سے بھی یہی کہتی ہوں' وہاں جائیں۔پھر خدا کو جو منظور ہوگا' وہی ہوگا۔''

اینا اور بے باک مومن نے یہی کیا۔انہیں بابا صاحب کے ادارے سے جانے کی اجازت مل گئی۔وہ اسی رات ایک فلائٹ کے ذریعے انڈیا کے شہر حیدرآباد پہنچ گئے۔آوڈی مین ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں تھا۔اینا اور بے باک مومن نے بھی وہیں قیام کیا۔

وہ تینوں ایک دوسرے کے کام اور نام سے اچھی طرح واقف تھے لیکن چہروں سے شناسائی حاصل نہیں تھی۔انوشے نے خیال خوانی کے ذریعے انہیں ایک دوسرے سے متعارف کرایا۔

آؤڈی مین نے کہا۔ ''ایک رات میں نے خواب میں دیکھا تھا' اس شہر میں' اس ہوٹل میں تم دونوں سے ملاقات کر رہا ہوں۔ تعجب ہے' وہی خواب والا منظر ابھی سچ ہو رہا ہے۔''

وہ نہ تو جانتا تھا' نہ جان سکتا تھا کہ انوشے نے خیال خوانی کے ذریعے اسے ایسا خواب دکھایا تھا۔ بے باک مومن نے کہا۔ ''یوں سمجھو' ہم بھی ایک خواب دیکھ کر یہاں آئے ہیں اور خواب میں اپنے دشمن کو یعنی تمہارے باس برین ماسٹر کو دیکھا ہے۔''

وہ نفرت سے بولا۔ ''اسے میرا باس نہ کہو۔ وہ کبھی میرے نشانے پر آئے گا تو اسے گولی مار دوں گا۔''

بے باک نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''اگر اس سے اتنی ہی نفرت ہے اور اس کے جانی دشمن ہو تو ہمارے دوست بن جاؤ۔ تم اسے گولی مارو یا نہ مارو' وہ ضرور مرے گا۔''

انہوں نے پھر ایک بار مصافحہ کیا۔ اس بار ان کے اندر اپنایت اور گرمجوشی تھی۔ ان لمحات میں صرف ان کے ہاتھ ہی نہیں دل بھی مل رہے تھے۔ وہ سب ہوٹل کے لاؤنج میں بیٹھ کر چائے پینے لگے۔

آؤڈی مین سے اینا نے پوچھا۔ ''تم اس سے بدظن کیوں ہو گئے ہو؟''

وہ بولا۔ ''تم اس کی بیٹی ہو۔ تمہیں کیا بتاؤں کہ کتنی شرمناک بات ہے؟''

بے باک مومن نے کہا۔ ''یہ کسی شیطان کی بیٹی نہیں ہے۔ صرف میری جان ہے۔ میری شریکِ حیات ہے۔''

وہ بولی۔ ''دنیا میں بے شمار لاوارث بچے پیدا ہوتے ہیں۔ پیدائش کے حوالے سے میں یتیم ہوں۔ کبھی جو میرا باپ کہلاتا تھا' وہ مر چکا ہے۔''

مومن نے پوچھا۔ ''یہ بتاؤ' تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟''

آؤڈی مین نے کہا۔ ''یہ تو تمہیں معلوم ہوگا کہ سیّارے کے لوگ عجیب سی شکل صورت کے حامل ہوتے ہیں۔ سرجری کے ذریعے انسانی چہرے بنا کر آتے ہیں۔ ان کی عورتیں بھی بدصورت ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ ہماری دنیا کی عورتوں کے دیوانے ہو جاتے ہیں۔''

اینا اور بے باک مومن سب ہی جانتے تھے کہ سیّارے سے آنے والے ہماری عورتوں کے چکر میں چکراتے اور حرام موت مرتے رہتے تھے۔

آؤڈی مین نے کہا۔ ''برین ماسٹر ہماری عورتوں کا دلّال ہے۔''

انہوں نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بولا۔ ''ہماری دنیا کی حسین ترین عورتوں کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر ایشورارا کے پاس پہنچاتا ہے۔ میں نے اس سے کہا تھا۔ ''تمہیں سب ہی ایک زبردست' باصلاحیت اور ناقابلِ شکست خیال خوانی کرنے والا تسلیم کرتے ہیں۔ تم نے اپنے طور پر رعب و دبدبہ قائم کیا ہے۔ مگر ایشورارا کے دستِ راست بننے کے بعد اسے خوش کرنے کے لیے دلّال بن گئے ہو۔ کیا تمہیں احساس ہے کہ خود کو کتنی پستی میں گرا رہے ہو؟''

''چائے کا آخری گھونٹ پی کر پیالی میز پر رکھتے ہوئے کہا دلّال کہنے پر وہ غصے سے بھڑک گیا۔ مجھے باتیں سنانے لگا' حتیٰ کہ گالی بھی دی۔ تب سے ہمارے درمیان خلیج پیدا ہو گئی۔''

مومن نے کہا۔ ''اس سے وفاداری پر مٹّی ڈالو۔ وہ خود ہی اپنی شخصیت کو ذلیل اور کمتر بنا رہا ہے۔ تمہارا کچھ نہیں بگڑ رہا ہے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''بگڑ گیا ہے۔ اسی لیے میں اندر ہی اندر انتقاماً کھولتا رہتا ہوں لیکن اس کا کچھ بگاڑ نہیں پاتا۔''

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ آنسو چھپا رہا ہے۔ وہ ذرا دیر تک چپ رہا۔ اپنے جذبات پر قابو پاتا رہا۔ جب اس نے چہرے پر سے ہاتھ ہٹایا تو آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ اینا اور بے باک مومن اسے خاموشی سے تک رہے تھے۔

اس نے رومال سے آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا۔ ''جسے میں آقا کہتا تھا' وہ کتا ہے کتّا.... ایشورارا نے ایک بار میری بیٹی کو دیکھ لیا تھا۔ اس کے لیے پاگل ہو رہا تھا اور پھر ماسٹر نے میری معصوم بچی کو غائب کرا دیا۔''

اینا نے کہا۔ ''لعنت ہے اس پر.....''

بے باک نے پوچھا۔ ''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تمہاری بیٹی کو ایشورارا کے پاس پہنچایا گیا ہے؟''

''میری بیٹی نے افریقا کے کسی ملک سے مجھے فون پر مخاطب کیا تھا اور کہا تھا۔ ''پاپا! میں اس دنیا سے دور کائنات کی سیر کرنے جا رہی ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟ کہاں ہو تم؟''

وہ بولی۔ ''میں جنوبی افریقا کے ایک ریگستان میں ہوں۔ یہاں سے ایک اسپیس شپ مجھے ایک سیّارے میں لے جائے گی۔ اس سیّارے کا حکمران مجھ پر عاشق ہو گیا

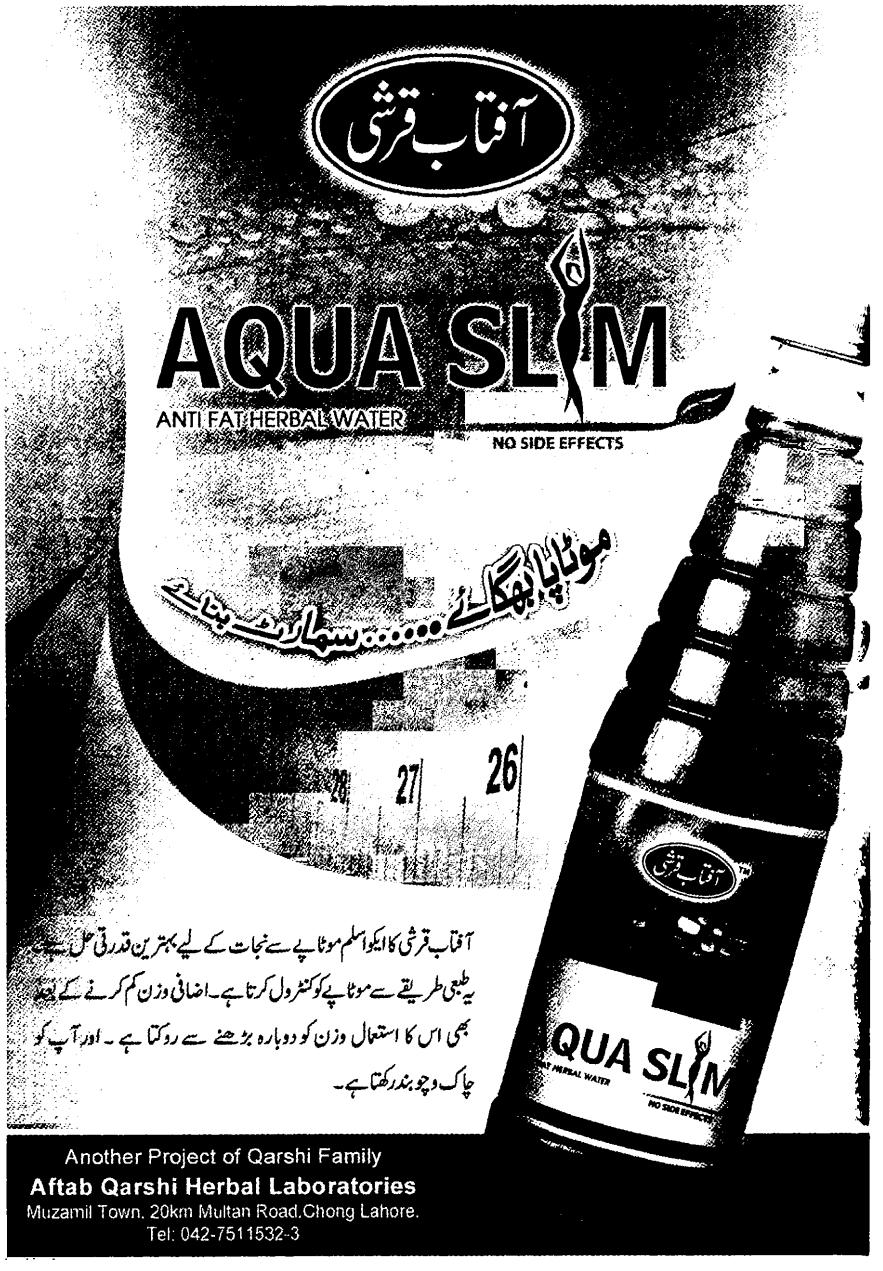

ہے۔''

میں نے کہا۔ ''میری بیٹی! میری جان! یہ تم کیسی باتیں کررہی ہو؟ کیا تم نے نشہ کیا ہے؟ پہلے کبھی اپنے باپ سے ایسی بات نہیں کی۔ آج تمہیں کیا ہوگیا ہے؟''

ایسے وقت مجھے اپنے اندر برین ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''بیٹی کی باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ وہ میری معمولہ اور تابعدار بن کر اسپیس شپ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اپنے سسرال جارہی ہے۔''

میں نے غصے سے دھاڑتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ کیا بکواس کررہے ہو؟ کیا مجھ جیسے وفادار اور تابعدار کی عزت اور غیرت کو ایشورارا کے پاس پہنچارہے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''غصہ نہ کرو۔ ٹھنڈے دماغ سے سوچو، تم سیّارے کے اس حکمران کے سسر بن رہے ہو، جو عنقریب ہماری ارضی دنیا کا مالک ومختارِ کُل ہوگا۔ تم حکمران شہنشاہ کے سسر بن کر....''

میں نے اس کی پوری بات نہیں سنی۔ ایک طرف منہ اٹھا کر ایسے تھوکا، جیسے وہ تھوک اس کے اوپر جارہا ہو۔

اس نے غصے سے کہا۔ ''ارے تُو کیا تھوکے گا؟ تیری بیٹی کی آبرو پر، تیری غیرت پر ایشورارا دن رات تھوکتا رہے گا۔ جا... سر پیٹتا رہ... ماتم کرتا رہ... کہیں جا کر ڈوب مر...''

آوَڈی مین ایسے ہانپتے ہوئے بول رہا تھا، جیسے ذلت کی دلدل میں ڈوبتا اور دھنستا جارہا ہو۔ اینا تڑپ کر اس کے پاس آگئی۔ اسے اپنی طرف کھینچ کر اس کے سر کو شانے پر رکھ کر تھپکتے ہوئے بولی۔ ''صبر کرو۔ برداشت کرو، جس شیطان نے ایسی ذلالت کی ہے۔ اس کی بیٹی تمہیں سینے سے لگا رہی ہے۔ میں بھی تمہاری بیٹی ہوں۔ میرا مومن اس سے انتقام لے گا۔ وہ ابلیس اپنا بہت ہی عبرتناک انجام دیکھے گا۔''

ایسے ہی وقت انوشے نے آوَڈی مین کے اندر سوچ پیدا کی۔ وہ اس کے مطابق سوچنے لگا۔ ''مجھے اس دشمن کی طرف دھیان دینا چاہیے۔ اس کی آواز پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔ ہوسکتا ہے، وہ کہیں کسی سے بولتا ہوا سنائی دے۔ شاید وہ سیّارے سے اِدھر آیا ہو؟''

اس کا سر اینا کے شانے پر رکھا ہوا تھا۔ وہ اسے دلاسہ دے رہی تھی۔ اس نے اسی لمحے میں برین ماسٹر کی آواز پر دھیان دیا تو وہ بولتا ہوا سنائی دیا۔ وہ ایکدم سے جیسے اچھل پڑا۔ چونک کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

اینا نے پوچھا۔ ''کیا ہوا...؟''

وہ بولا۔ ''جسٹ آمنٹ۔ میں اس خبیث کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ اسی شہر میں ہے۔''

وہ سب ایسے تن کر بیٹھ گئے، جیسے ابھی اس پر جھپٹنے والے ہوں۔ آوَڈی مین خلا میں تکتے ہوئے سن رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''وہ ایئرپورٹ میں ہے۔ امیگریشن کاؤنٹر پر ایک افسر سے بول رہا تھا۔ اب شاید لیچ ہال کی طرف گیا ہے۔''

بے باک نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''فوراً اٹھو۔ ایئرپورٹ یہاں سے قریب ہے۔ ہم ابھی اسے دبوچ لیں گے۔''

وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ ''اب وہ بچ کر نہیں جائے گا۔ جہاں بھی جائے گا، میں اس کی آواز کا تعاقب کرتا ہوا اس کی قبر تک پہنچ جاؤں گا۔''

وہ تینوں تیزی سے چلتے ہوئے ہوٹل سے باہر آئے۔ پھر ایک رینٹیڈ کار میں بیٹھ کر ایئرپورٹ کی سمت جانے لگے۔ آوَڈی مین نے کہا۔ ''پتا نہیں، وہ سیّارے سے کب آیا ہے؟ یورپ کے کسی ملک میں چھپ کر رہا ہوگا۔ آج یہاں آیا ہے۔''

اینا نے پوچھا۔ ''کیا اس کی آواز سنائی دے رہی ہے؟''

''نہیں۔ ابھی خاموشی ہے۔ یہاں تنہا آیا ہوگا۔ اسی لیے باتیں کرنے والا کوئی اس کے ساتھ نہیں ہے۔ گاڑی کی رفتار ذرا سست رکھو۔ پتا نہیں، وہ ایئرپورٹ سے نکل کر کہاں پہنچے گا؟ جب وہاں کسی سے بولے گا تو اس جگہ کا اور سمت کا اندازہ ہوگا۔''

اینا ڈرائیو کررہی تھی۔ اس نے کار کی رفتار سست کردی۔ وہ سب خاموش تھے۔ تاکہ آوَڈی مین کسی وقت بھی اس کی آواز آسانی سے سن سکے۔ پھر اس نے کہا۔ ''گاڑی روکو۔''

اینا نے فوراً ہی گاڑی روک دی۔ وہ بولا۔ ''میں برین ماسٹر کے کراہنے کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہوگیا ہے۔ اس کے آس پاس گاڑیوں کے ہارن سنائی دے رہے ہیں۔''

پھر وہ ذرا دیر بعد بولا۔ ''ہاں! اب کچھ لوگ بول رہے ہیں۔ یہ معلوم ہورہا ہے کہ ایک گاڑی نے ماسٹر کی کار کو ٹکر ماردی ہے۔''

اس نے ہاتھ اٹھا کر ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اُدھر چلو۔ وہ زخمی ہوگیا ہے۔ اپنی کار سے نکل کر کسی دوسری گاڑی کی طرف جارہا ہے۔''

بے باک مومن نے جب یہ سنا کہ وہ زخمی ہے تو اس نے فوراً ہی اس کی آواز اور لب ولہجے کو گرفت میں لیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ مقدر ساتھ دے رہا تھا۔ وہ دوسرے ہی لمحے میں اپنے دشمن سسر کے اندر پہنچ گیا۔

اس نے پچھلی سیٹ کی طرف گھوم کر آوَڈی مین سے کہا۔ ''تم درست کہہ رہے ہو۔ وہ زخمی ہوگیا ہے۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہا ہے۔''

اینا نے پوچھا۔ ''کیا تم ان کے اندر پہنچ گئے ہو؟''

''ہاں۔ وہ ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لیٹا ہوا تکلیف سے کراہ رہا ہے۔ دو افراد اس سے باتیں کررہے ہیں۔ ان کی گفتگو سے پتا چل رہا ہے، وہ دونوں اس سیّارے سے تعلق رکھنے والے اس کے ماتحت ہیں۔''

بے باک مومن کو ابھی معلوم نہیں تھا کہ اس سے پہلے کبریا اس کے اندر پہنچا ہوا ہے۔ وہ بھی مومن کی موجودگی سے بے خبر تھا اور برین ماسٹر تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دو شکاری اس کے اندر آکر بیٹھ گئے ہیں۔

وہاں ایک شخص برین ماسٹر کو بتا رہا تھا کہ ہاسپٹل میں عالی کے نوزائیدہ بچے پر جو حملہ کیا گیا تھا، وہ ناکام رہا ہے۔ حملہ کرنے والے حرام موت مارے گئے ہیں۔

یہ رپورٹ سن کر وہ مایوسی سے کہہ رہا تھا۔ ''کیا مشکل ہے۔ میں خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہوں۔ ایشورارا سے باتیں کرنے کے لیے کمیونیکیٹنگ مشین کا سہارا لینا ہوگا۔''

وہ آدھے گھنٹے بعد ایک بنگلے میں پہنچ گئے۔ وہاں اس کے ماتحت اس کی مرہم پٹی کرنے لگے۔ ایک نے اس کے پاس کمیونیکیٹنگ مشین لاکر رکھ دی۔ برین ماسٹر نے ایشورارا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میں پوری تیاری سے یہاں آیا ہوں۔ سونیا اور فرہاد کو زندہ نہیں جانے دوں گا۔ مگر افسوس اب ان سے نمٹنے میں کچھ وقت لگے گا۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''وقت ضائع کرو گے تو وہ دونوں ہاتھ سے نکل جائیں گے۔''

''میرے ماتحت انہیں اس شہر سے جانے نہیں دیں گے۔ عالی پر پھر حملے کریں گے۔ انہیں یہیں الجھائے رکھیں گے۔''

''مگر تم دیر کیوں کررہے ہو؟''

''میں یہاں آتے ہی ایک حادثے سے دوچار ہوگیا ہوں۔ آئندہ چند گھنٹوں تک خیال خوانی کے قابل نہیں رہوں گا۔''

ایک ماتحت اس کی مرہم پٹی کررہا تھا۔ دوسرا اس کا سامان بیڈروم میں رکھنے جارہا تھا۔ ایسے ہی وقت بے باک مومن نے دبے قدموں وہاں پہنچ کر بے آواز ریوالور سے گولی چلائی۔ وہ اچھل کر فرش پر گرا۔ پھر ذرا تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

دوسرے کمرے میں دوسرا ماتحت مرہم پٹی کرنے کے بعد فرسٹ ایڈ کا سامان سمیٹ رہا تھا۔ ایک گولی آکر اسے لگی۔ برین ماسٹر خوف سے اچھل پڑا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، دروازے پر آوَڈی مین ریوالور لیے کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ اینا دکھائی دی۔ وہ بیٹی کو اور آوَڈی مین کو سہم کر دیکھنے لگا۔

آوَڈی مین نے غصے سے پوچھا۔ ''کیا تم نے میری بچی کو اس قابل چھوڑا ہے کہ وہ باپ سے اور باپ اس سے آنکھیں ملا سکے؟''

اینا نے کہا۔ ''میں کس منہ سے کہوں کہ تمہاری بیٹی ہوں؟ تم سے بولتے ہوئے، تمہارا سامنا کرتے ہوئے شرم آرہی ہے۔ کاش! میں تم پر تھوک سکتی۔''

اس نے منہ پھیر کر دوسری طرف تھوک دیا۔ پھر کہا۔ ''لعنت ہے تم پر... تم نے مجھے اور اپنے داماد کو بھی مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔''

سونیا کمرے میں آئی تو اسے دیکھتے ہی برین ماسٹر گھبرا گیا۔ جیسے دماغ کو جھٹکا پہنچا ہو۔ وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے چلا گیا۔ اس نے پوچھا۔ ”کیا ہوا؟ ہوش اڑ گئے؟ تم ہمارا اختتام کرنے آئے تھے۔ تقدیر کے تماشے دیکھو! اپنے اختتام کے لیے سیارے سے واپس زمین پر ٹپک پڑے ہو۔“

آوڈی مین نے کہا۔ ”میڈم! میری بیٹی جیسی بھی حالت میں ملے‘ میں اس کی واپسی چاہتا ہوں۔ اس مرد کو مجبور کیا جائے کہ یہ اس مظلوم کو باپ کے پاس پہنچائے۔“

برین ماسٹر نے جلدی سے کہا۔ ”ہاں ہاں۔ میں اسے واپس لے آؤں گا۔ مجھے جان کی امان دو۔ ایشورارا سے باتیں کرنے دو۔ دو چار دنوں میں تمہاری بیٹی....“

وہ بولتے بولتے چیخ پڑا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فرش پر گر پڑا۔ کبریا نے اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا۔ ”تم آوڈی مین سے جھوٹ بول کر جان کی امان پا کر یہاں سے فرار ہونا چاہتے ہو۔ چلو سب کے سامنے سچ بولو۔“

وہ فرش پر سر پکڑے بیٹھا تھا۔ دماغی تکلیف برداشت کر رہا تھا۔ کبریا نے اس کی زبان سے کہا۔ ”اینا! تم مجھ سے نفرت کرتی ہو۔ اس کے باوجود اپنی آنکھوں سے اپنے باپ کا انجام نہیں دیکھ سکو گی۔ یہاں سے چلی جاؤ۔“

سونیا نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ سر جھکا کر وہاں سے چلی گئی۔ کبریا نے پھر برین ماسٹر کی زبان سے کہا۔ ”آوڈی مین! میں اپنی جان بچا کر یہاں سے جانے کے لیے جھوٹ بول رہا تھا۔ سچ یہ ہے کہ تمہاری بیٹی کبھی واپس نہیں آسکے گی۔ وہ اپنی جان پر کھیل گئی ہے... مر چکی ہے۔“

آوڈی مین نے بڑے صدمے سے‘ بڑے کرب سے چیخ کر کہا۔ ”نہیں۔“

اس نے ایک گولی ماری۔ برین ماسٹر بیٹھے بیٹھے اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ آوڈی مین نے تڑپ کر کہا۔ ”آہ... میری معصوم بچی...!“

اس نے دوسری گولی ماری۔ صدمے سے ہانپتے کانپتے ہوئے کہا۔ ”ہائے میری مظلوم بچی...!“

وہ فائر کرتا گیا۔ ریوالور کی تمام گولیاں اس کے جسم میں اتارتا گیا۔ پھر صدمے سے چکرا کر گر پڑا۔ سونیا اور بے باک مومن اس کے پاس پہنچ کر اسے سنبھالنے لگے۔

اینا نے کمرے میں آکر باپ کی لاش دیکھی۔ پھر اس کے سامنے دو زانو ہو کر دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔

☆☆☆

میں نے اور سونیا نے اپنی ذہانت اور حکمتِ عملی سے اُن دشمنوں کے شیطانی ارادوں کو خاک میں ملا دیا تھا۔ یہ سوچ کر افسوس ہو رہا تھا کہ ہماری آئندہ نسلیں ایسی دنیا میں آنکھیں کھول رہی ہیں‘ جہاں قدم قدم پر جانی دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں۔

دیکھا جائے تو اس نومولود بچے کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ وہ تو پہلی بار آنکھیں کھول رہا تھا‘ پہلی بار اس گناہ آلود دنیا کی فضا میں سانسیں لے رہا تھا اور آنکھیں کھولتے ہی‘ سانسیں لیتے ہی جان لیوا دشمنی سے دوچار ہو رہا تھا۔

دراصل بزرگ جو بوتے ہیں‘ جو فصل اُگاتے ہیں‘ انہیں ان کی اولاد کاٹتی ہے۔ یعنی آگے جانے والے کرتے ہیں اور پیچھے آنے والے بھرتے ہیں۔ ہمارا کیا دھرا بھی ہماری اولاد کو بھرنا تھا۔ اگرچہ میری اور سونیا کی پوری زندگی اپنے دشمنوں کی تعداد کم کرنے میں ہی گزری ہے۔

میں ایک داستان گو کی حیثیت سے بیان کرتا رہا ہوں اور آپ قاری کی حیثیت سے پڑھتے آرہے ہیں‘ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ نہ ہم نے کبھی دشمنی کرنے میں پہل کی اور نہ کبھی دوستانہ رویہ اختیار کرنے سے کترائے لیکن عداوت رکھنے والے بڑے ہی خبیث اور موقع پرست ہوتے ہیں۔ مشکل وقت میں ہاتھ ملاتے ہیں‘ دوستی اور یکجہتی ظاہر کرتے ہیں اور جب براوقت ٹل جاتا ہے تو پھر سے پرانی روش اختیار کر لیتے ہیں۔

فی الوقت حالات ایسے تھے کہ ہمیں دو طرفہ دشمنوں سے نمٹنا پڑ رہا تھا۔ زمین پر جو تھے‘ وہ تھے۔ اب آسمان سے بھی اچھی خاصی تعداد میں ٹپک رہے تھے۔

اعلیٰ حضرت نے ہدایت کی تھی کہ عالی جب بھی زچگی سے فارغ ہو تو ہاسپٹل سے ڈسچارج ہوتے ہی اسے ادارے میں پہنچا دیا جائے۔ میں نے پہلے ہی سیٹیں ریزرو کرا لی تھیں۔ میں اور سونیا اپنی بیٹی‘ داماد اور نواسے کے ساتھ پیرس جا رہے تھے۔ اینا‘ بے باک مومن اور آوڈی مین بھی ہمارے ہمسفر تھے۔

اس وقت ہم سب ایک طیارے میں تھے۔ ہمیں سیٹیں کچھ اس طرح ملی تھیں کہ عالی‘ ایمان علی‘ اینا اور بے باک مومن ایک قطار میں تھے۔ دوسری قطار میں میرے اور سونیا کے ساتھ آوڈی مین بیٹھا ہوا تھا۔

میرا نومولود نواسہ عالی کی گود میں تھا۔ پتا نہیں‘ میرا دل کیوں اس روئی کے گالے جیسے ننھے منے وجود کی طرف کھنچا جا رہا تھا؟ میں نے پلٹ کر اُدھر دیکھا۔ ایمان نے پوچھا۔

”کچھ چاہیے پاپا...؟“

میں نے کہا۔ ”ہاں۔ نانا کی جان چاہیے۔ اسے مجھے دے دو۔ تم دونوں سفر انجوائے کرو۔“

عالی نے بچے کو ایمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”پاپا تو ایک ہی دن میں اس کے دیوانے ہو گئے ہیں۔ وہاں ایئرپورٹ میں بھی اسے لیے لیے پھرتے رہے اور اب سفر میں بھی اس سے دور نہیں رہنا چاہتے۔“

ایمان نے مسکرا کر کہا۔ ”اپنی اولاد کی اولاد پر اسی طرح پیار آتا ہے اور یہ تو ان کا پہلا نواسہ ہے۔ اپنے نانا جان کی پوری توجہ اور محبتیں سمیٹ رہا ہے۔“

وہ اسے گود میں لے کر میرے پاس آگیا۔ میں نے اسے اپنی آغوش میں لے کر اس کی ننھی سی پیشانی کو چوما۔ ایمان علی واپس اپنی سیٹ پر چلا گیا۔ میرے قریب سے گزرتی ہوئی ایئرہوسٹس نے جھک کر بچے کو دیکھا۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ ”واٹ اے لولی چائلڈ..... بے بی ہے یا بابا...؟“

میں نے اس ننھے سے وجود کو پھر ایک بار چومتے ہوئے کہا۔ ”یہ میرا پہلا نواسہ ہے۔ بیٹی پہلے ہی میری جان تھی‘ یہ تو جان بھی ہے‘ جہان بھی ہے۔“

دوسری طرف ایمان علی آنکھیں بند کر کے اپنی سیٹ پر نیم دراز ہو گیا تھا۔ عالی نے اسے کہنی مارتے ہوئے کہا۔ ”پاپا نے سفر انجوائے کرنے کو کہا ہے اور تم مجھے بور کر رہے ہو۔“

”پلیز۔ پندرہ بیس منٹ کے لیے سونے دو۔ سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔“

”یہ اچانک درد کیوں ہو رہا ہے؟ ابھی تو اچھے بھلے تھے؟“

وہ پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ ”پتا نہیں۔ ایک ذرا آنکھیں بند کروں گا تو آرام آجائے گا۔“

وہ اس سے باتیں کرنا چاہتی تھی لیکن ایمان علی کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ نڈھال سا ہو رہا ہے اور ایسا کیوں ہو رہا ہے‘ شاید وہ خود نہیں جانتا تھا۔ یا عالی سے کہنا نہیں چاہتا تھا۔

عالی نے اسے آرام کرنے کے لیے ذرا تنہا چھوڑ دیا۔ وہ بھی اپنی سیٹ پر نیم دراز ہو گئی۔ چند لمحوں بعد ہی اسے آمنہ کی ممتا بھری آواز سنائی دی۔ ”کیسی ہو بیٹی...؟“

وہ فوراً ہی اسے سلام کرتے ہوئے بولی۔ ”میں ٹھیک ہوں۔ مگر آپ سے ناراض ہوں۔“

”ارے وہ کیوں؟“

”کل سے کہاں تھیں؟“

”کہاں تھیں مطلب...؟ سب سے پہلے میں نے ہی آکر تمہیں مبارکباد دی تھی۔ کیا بھول گئیں؟“

”میں نہیں بھولی۔ آپ نے صرف مبارکباد ہی نہیں دی‘ اپنے نواسے کے اندر رہ کر مقدس آیتیں بھی پڑھتی رہی ہیں۔ مگر بس ایک بار آئیں۔ آپ کو تو بار بار آنا چاہیے تھا۔“

”تم کیا جانو‘ کل سے کتنی بار آتی جاتی رہی ہوں؟ تم تو لڑنے بیٹھ گئی ہو۔ یہ میرا پہلا نواسہ ہے۔ زیادہ بولو گی تو تم سے اور تمہاری ماں سے چھین کر لے جاؤں گی۔ کہاں ہے سونیا؟“

اس نے سونیا کے پاس آکر کہا۔ ”اپنی بیٹی کو سمجھاؤ‘ مجھ سے جھگڑ رہی ہے۔ کہتی ہے‘ مجھے دن رات اپنے نواسے کے پاس رہنا چاہیے۔“

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”یہ تو مجھ سے بھی جھگڑتی ہے۔ اس کے بیٹے سے ذرا دور ہوتی ہوں تو کلاس لیتی ہے کہ میں اپنے نواسے کو چھوڑ کر کہاں گئی تھی؟“

آمنہ نے کہا۔ ”یہ لڑکی ماں بن کر ہماری دادی اماں بن گئی ہے۔“

عالی سونیا کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ ”میں سب سن رہی ہوں۔ میں دادی اماں نہیں بن رہی ہوں‘ آپ دونوں کو نانی اماں بننا سکھا رہی ہوں۔ میں کیا جانوں‘ نوزائیدہ بچوں کی نگہداشت کیسے ہوتی ہے؟ آپ دونوں برابر آتی جاتی رہیں گی‘ مجھے گائڈ کرتی رہیں گی‘ تب ہی تو مجھے بچے پالنے کا تجربہ ہوگا۔“

اسے الپا کی آواز سنائی دی۔ ”یہ صرف ایک بچہ نہیں‘ ہم سب کا ارمان ہے۔ اپنے نانا کی شان ہے۔ یہ ایک ہے۔ مگر اسے ہاتھوں ہاتھ لینے والے بے شمار ہیں۔ ذرا اسے بابا صاحب کے ادارے میں تو پہنچنے دو۔“

پھر انوشے کی آواز سنائی دی۔ ”یہاں اسے پیار کرنے والے اتنے ہوں گے کہ آپ پیار کرنے کے لیے ترستی رہ جائیں گی۔ آپ کی باری ہی نہیں آئے گی۔“

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ ”ارے واہ۔ یہاں تو میرا پورا میکا آیا ہوا ہے۔“

کبریا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ”میرے بغیر تمہارا میکا مکمل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا میں بھی آگیا مگر یہ عجیب میکا ہے‘ ہم میں سے کوئی اسے پاس آکر نہیں دیکھ سکتا۔ نہ ہی اسے چھو سکتا ہے۔“

انوشے نے کہا۔ ”مگر ہم سب ماما کے اندر رہ کر اسے دل کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ بصارت سے نہیں‘

بصیرت سے دیکھ رہے ہیں۔''

الپا نے کہا۔''اس کی آن' بان اور شان یہ ہے کہ یہ ہمارے پاپا ٹیلی پیتھی کے شہنشاہ فرہاد علی تیمور کا نواسہ ہے۔ اسی لیے ہم سب خیال خوانی کے ذریعے اسے محبتیں دینے آئے ہیں۔ اس سے ہزاروں میل دور رہ کر بھی دور نہیں ہیں۔''

کبریا نے کہا۔''آپ پاپا کو ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہہ رہی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ کسی کے بھی دماغ میں جگہ بنا لیتے ہیں۔ اپنی حکمتِ عملی سے فولادی دماغ کو بھی پگھلا دیتے ہیں۔ لیکن آج میں پاپا کو چیلنج کرتا ہوں' یہ ایسے ہی زبردست خیال خوانی کرنے والے ہیں تو ابھی اپنے نواسے کے دماغ میں پہنچ کر دکھائیں۔''

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ میں اپنے نواسے سے بہل رہا تھا۔ سونیا نے کہا۔''تمہارا بیٹا چیلنج کر رہا ہے' کہتا ہے' اپنے نواسے کے دماغ میں جا کر دکھاؤ۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔''یہ احمقانہ چیلنج ہے۔ نوزائیدہ بچے کا دماغ کورا کاغذ ہوتا ہے۔ یہ باتیں سن تو سکتا ہے' مگر سمجھ نہیں سکتا۔ اسے لفظوں کی پہچان نہیں ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کی بھی آواز اور لہجہ سن کر یا اس کی آنکھوں میں جھانک کر دماغ میں پہنچتے ہیں۔ تب اس کے اندر کے خیالات پڑھتے ہیں۔ جس کے خیالات پڑھتے ہیں' وہ حروف' الفاظ اور فقروں کو سمجھتا ہے۔ میرا نواسہ نہیں سمجھتا۔ جب سمجھے گا' تب اپنی سوچ کو لفظوں اور فقروں کا لباس پہنائے گا۔ اس کے بعد ہی ہم اس کی سوچ کو پڑھ سکیں گے۔''

کبریا نے کہا۔''پاپا! آپ اتنی باتیں نہ بنائیں۔ میں دوسرا چیلنج کر رہا ہوں' آپ ہار جائیں گے۔''

آمنہ نے کہا۔''کیوں اپنے باپ کے پیچھے پڑ گئے ہو؟ میں جانتی ہوں' تم کیا کہنے والے ہو؟ تمہارے پاپا واقعی ہار جائیں گے۔''

میں نے سینہ تان کر کہا۔''میں نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہارنا نہیں سیکھا۔ کیا ہے کبریا کا دوسرا چیلنج.....؟''

''آپ اپنے پوتے عدنان کے دماغ میں پہنچ کر دکھائیں۔''

میری داستان پڑھنے والے سب ہی جانتے ہیں' میرا پوتا عدنان ایک عجوبہ ہے۔ ایسے عجیب و غریب دماغ کا حامل ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر کوئی اس کے اندر پہنچ نہیں پاتا۔ ماضی میں اس نے اپنے دادا کو یعنی مجھے خوب دوڑایا تھا۔ میں ٹیلی پیتھی کے بے شمار ہتھکنڈے جاننے کے باوجود بھی اپنی مرضی سے اس کے دماغ میں پہنچ نہیں پایا تھا۔

آمنہ پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ میں کبریا کے چیلنج کے نتیجے میں ہار جاؤں گا۔ سب ہی تالیاں بجاتے ہوئے۔''ہپ ہپ ہُرا...ہپ ہپ ہُرا...'' کہنے لگے۔

عالی ہنستی ہوئی اپنی سیٹ پر دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ ایسے ہی وقت ایمان علی کی طرف دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ وہ آنکھیں بند کیے نیم دراز تھا۔ جہاز کے ایئر کنڈیشنڈ ماحول میں اس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔ چہرے پر ایسے تاثرات تھے' جیسے وہ تکلیف میں ہو۔ اس کے جسم کو چھوڑ کر پسینا نکالا جا رہا ہو۔

وہ پریشان ہو کر اسے تکنے لگی۔ پریشان اس لیے ہوئی کہ اس کی تکلیف سمجھ گئی تھی۔ اُن لمحات میں وہ آگہی کے مرحلے سے گزر رہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر ہماری طرف دیکھا۔ اس وقت میں اور سونیا رشتوں کے ہجوم میں گھرے ہوئے تھے۔ اُس ننھے مہمان سے طرح طرح کی باتیں کرنے کی کوشش میں خوب کھلکھلا رہے تھے۔

آمنہ نے کہا۔''یہ تو بنا بنایا عالی ہے۔ یا دہے' وہ بھی ایسی گول مٹول سی تھی۔''

میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔''خدا کا شکر ہے' پوتے پوتی کے بعد اب نواسے کی خوشیاں دیکھنا نصیب ہو رہی ہیں۔''

میں نے خلا میں تکتے ہوئے جیسے کبریا کو دیکھ کر کہا۔ ''بیٹے! اب تم بھی شادی کر لو۔ کہیں ایسا نہ ہو' تمہارے بچوں کو کھلانے کی حسرت لیے اوپر چلا جاؤں۔''

میں یہ کہہ کر ہنسنے لگا۔ آمنہ کو میری بات سن کر جیسے چپ سی لگ گئی تھی۔ الپا نے کہا۔''خدا آپ کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ سلامت رکھے۔ آپ کبریا کی ہی نہیں' انوشے اور عدنان کی خوشیاں بھی دیکھیں گے۔''

کبریا نے کہا۔''انشاءاللہ...!''

میں نے پوچھا۔''کیا آمنہ چلی گئی؟''

اس کی آواز سنائی دی۔''نہیں۔ میں موجود ہوں۔''

میں نے شوخ لہجے میں پوچھا۔''بھئی تم نے کبریا کے ساتھ انشاءاللہ نہیں کہا؟ کیا مجھے رخصت کرنے کا ارادہ ہے؟''

وہ جلدی سے بولی۔''خدا نہ کرے۔ آپ جئیں ہزاروں سال...میری عمر بھی آپ کو لگ جائے۔''

میں نے اس وقت محسوس نہیں کیا تھا۔ لیکن اب سوچتا ہوں تو یاد آتا ہے' آمنہ اگرچہ بول رہی تھی' مجھے دعائیں بھی دے رہی تھی۔ مگر اس کی آواز اور لہجے میں اعتماد نہیں تھا۔ ایسا

لگ رہا تھا' جیسے وہ مجھے یا اپنے آپ کو تھپکی دے رہی ہو۔ بہلا رہی ہو۔

اِدھر ہم مصروف تھے۔ اُدھر عالی کے اندر کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ یہ تجسس تھا کہ ایمان علی کو جو آگہی حاصل ہو رہی ہے' وہ کس سلسلے میں ہے؟ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی شدید پریشانی میں مبتلا کرنے والی بات ہے۔

چند لمحوں بعد اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ پلکیں جھپکائے بغیر ایک سمت دیکھتا رہا۔ جیسے یاد کر رہا ہو کہ وہ کہاں ہے؟ کیا آگہی کے ماحول سے نکل آیا ہے؟

پھر اس نے سر گھمایا تو عالی کو دیکھتے ہی یاد آ گیا کہ اس کے ساتھ جہاز میں سفر کر رہا ہے۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ عالی نے پوچھا۔''تم سو رہے تھے؟''

اس نے بڑی اپنایت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔''تم اچھی طرح سمجھ رہی ہو۔ میں خواب اور بیداری کی بھول بھلیوں میں تھا۔''

عالی نے ایک ٹشو پیپر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔''یعنی آگہی ملی ہے؟''

اس نے ٹشو پیپر سے پیشانی کو پونچھتے ہوئے کہا۔ ''ہاں۔ یہ آگہی کبھی انگلی پکڑاتی ہے۔ راستہ دکھاتی ہے۔ آگے ٹھوکریں کھانے سے بچاتی ہے۔ پاؤں میں چھالے پڑنے نہیں دیتی۔ سمجھاتی ہے' آگے خطرہ ہے۔ دو چار ہونے سے پہلے کوئی تدبیر کر لو اور کبھی.....''

اس نے ایک گہری سانس کھینچی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔''اور کبھی عذاب بن جاتی ہے۔ آئندہ پیش آنے والے صدمات کی جھلکیاں دکھاتی ہے۔ ان کی پوری طرح وضاحت نہیں کرتی۔ جو کچھ پیش آنے والا ہے' اسے معما بنا دیتی ہے۔ اتنا سمجھا دیتی ہے کہ ہم اس سے کترا نہیں سکیں گے۔ آنے والی بلائیں جیسی بھی ہوں' ان سے نمٹنا ہی ہوگا۔''

عالی نے پریشان ہو کر کہا۔''خدا خیر کرے۔ کیسی آگہی ملی ہے؟''

اسے عالی کی بات کا جواب دینا چاہیے تھا لیکن اس نے بڑی فکر مندی سے میری طرف دیکھا تو وہ بولی۔''تم ادھر کیوں دیکھ رہے ہو؟ کیا ہمارے بچے پر پھر کوئی مصیبت نازل ہونے والی ہے؟''

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر کہا۔''بچے پر نہیں...''

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ اس نے بے چین ہو کر پوچھا۔''تو پھر...؟ آگے بولو...پلیز آدھی بات نہ کرو۔''

اس نے پھر ایک نظر مجھ پر ڈالی۔ عالی نے پریشان ہو کر پوچھا۔''کیا آگہی کا تعلق پاپا سے ہے؟''

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ اس کا بازو پکڑ کر بولی۔ ''یا اللہ خیر...بولو نا کیسی آگہی ہے؟ ابھی تم کن صدمات اور بلاؤں کی باتیں کر رہے تھے؟''

اس نے ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا۔''میں نے آگہی کی دُھند میں ایک بہت ہی دلخراش منظر دیکھا ہے۔''

وہ دل تھام کر رہ گئی۔ ایمان علی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگا۔''میں نے دیکھا' پاپا ایک ہرے بھرے باغ میں چہل قدمی کر رہے ہیں۔ وہاں رنگ برنگے پھول خوشبو لٹا رہے ہیں۔ وہ مختلف کیاریوں سے ایک ایک پھول چنتے جا رہے تھے۔ یوں دیکھتے ہی دیکھتے ان کے پاس پھولوں کا ایک گلدستہ بن گیا تھا۔ ایسے وقت انہوں نے ایک سسکاری لی۔''

وہ بولتے بولتے ذرا رُکا۔ عالی کی جیسے سانسیں رکنے لگیں۔ اس نے جلدی سے پوچھا۔''پاپا کو کیا ہوا تھا؟''

''کانٹا چبھ گیا تھا۔ چند لمحوں بعد ہی ان کے دونوں ہاتھ لہولہان دکھائی دینے لگے۔ ایسے ہی وقت انہیں دھیمی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ پتا نہیں' وہ کون تھا؟ کہاں تھا؟ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا۔''تم عمر بھر پھولوں کے ساتھ ساتھ کانٹے بھی چنتے رہے ہو۔ مگر حساب کرو' تمہیں پھول کم اور کانٹے زیادہ ملے ہیں۔''

پاپا نے کہا۔''اس کے باوجود میں کانٹے بٹورنے کی اور انہیں کم کرنے کی کوششیں کرتا رہا ہوں۔ میں اس گلشن کو خاروں سے پاک کر دینا چاہتا ہوں۔''

وہ آواز سچ بول رہی تھی اور نشتر چبھو رہی تھی۔''تم جیسے کتنے ہی آئے اور یہ حسرت دل میں لیے دنیا سے اُٹھ گئے۔ یہ خارِ شیطان کی آنت ہیں' انہیں جتنا اُکھاڑو گے' یہ اتنا ہی اُگتے اور نوکیلے ہوتے چلے جاتے ہیں۔''

''پھر بھی انسان نہیں ہارتا۔ مرتے دم تک کانٹے صاف کرتا رہتا ہے۔ میں بھی یہی کوشش کر رہا ہوں۔''

''کرتے کرتے گزر جاؤ گے۔ پھر تمہارے پیچھے رہ جانے والے کریں گے۔ مگر کانٹوں کی تعداد کم نہیں کر پائیں گے۔''

پاپا نے بڑے عزم سے کہا۔''اس کے باوجود ان کی اکثریت پھولوں کو کھلنے سے روک نہیں پاتی۔''

طنزیہ انداز میں کہا گیا۔ ''ایسے پھولوں کا کھلنا ہی کیا' جو شام ہوتے ہوتے مرجھا جاتے ہیں۔ مختصر سی خوشی پاتے ہیں' پھر نابود ہو جاتے ہیں۔''

وہ کانٹا جو پاپا کو چبھا تھا' اس کی تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔ پہلے اس کی سوزش انگلی میں تھی۔ اب پورے ہاتھ میں پھیل رہی تھی۔ انہوں نے تکلیف کے باوجود مسکراتے ہوئے کہا۔ ''پھول مختصر سی مدت کے لیے مسکراتے ہیں مگر خوشبو لٹا جاتے ہیں۔ اپنی دنیا کو معطر معطر کر دیتے ہیں۔ تم پھول' خوشبو اور کانٹوں کے پیچھے جو باتیں چھپا کر کر رہے ہو' انہیں میں سمجھ رہا ہوں۔''

وہ اپنی متاثرہ انگلی اور ہاتھ کو سہلاتے ہوئے بولے۔ ''ایسی ہی بات ایک کھلنے والی کلی سے کسی نے کہی تھی۔ تم بھی سنو کہ کلی نے اس بات کا کیا جواب دیا؟

غنچے تیری زندگی پہ دل دہلتا ہے
کیا ایک ہی تبسم کے لیے کھلتا ہے
غنچے نے کہا کہ اس چمن میں بابا
یہ ایک تبسم بھی کسے ملتا ہے

زندگی ایک پل کے لیے ہی ملے' مگر حوصلوں اور مسکراہٹوں سے ملے۔ جو رو دیتا ہے' وہ زندگی کو جلد ہی کھو دیتا ہے۔''

عالی یہ باتیں سن رہی تھی۔ بڑی الجھی ہوئی آگہی تھی۔ کچھ سمجھ رہی تھی' کچھ الجھا رہی تھی۔ وہ انتظار کر رہی تھی کہ شاید اب بات کچھ واضح ہوتی چلی جائے گی۔

ایمان علی نے اس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا۔ ''ذرا صبر سے سنو۔ اس وقت پاپا تکلیف محسوس کرتے ہوئے ہری بھری گھاس پر بیٹھ گئے تھے۔ اس نادیدہ بولنے والے سے بول رہے تھے۔ ''کیوں انسانی حوصلہ پست کرنے والی باتیں کرتے ہو؟ تم کون ہو؟''

آواز سنائی دی۔ ''میں ہر سانس لینے والے کا اوّل ہوں اور آخر ہوں۔ حساب کرنے آیا ہوں کہ تم نے اپنے گلشن میں کتنے پھول کھلائے ہیں؟''

پاپا نے بڑے اعتماد سے کہا۔ ''جتنے بھی کھلائے ہیں' وہ قابلِ فخر ہیں۔ پہلے دو پھول پارس اور پورس ہیں۔ یہ پھول تو ہیں' مگر مخالفین کو کانٹوں کی طرح چبھتے آ رہے ہیں اور دوست احباب کی سانسوں میں خوشبو کی طرح سما رہے ہیں۔ جب میدانِ عمل میں آتے ہیں تو فرہاد علی تیمور بن جاتے ہیں۔''

انگلی سے آگے بڑھنے والی سوزش رینگتی جا رہی تھی۔ پورے جسم میں پھیلتی جا رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''میرے گلشن میں ایک کلی چٹک رہی ہے۔ انوشے... دادا کی جان... جو حاصل کر رہی ہے' ہمارا مثالی دین و ایمان... پندرہ برس کی ہونے والی ہے۔ یہ عمر کچھ بھی نہیں ہوتی۔ مگر اس پر خدا کی رحمت ہے۔ وہ حالات کی تپتی ہوئی دھوپ میں ہمارے لیے شجرِ سایہ دار بن جاتی ہے۔''

ایمان نے عالی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں آگہی کی اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ ان کی تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ یہاں وہاں اپنے بدن کو یوں سہلا رہے تھے' جیسے آگ بجھا رہے ہوں اور وہ نہ بجھ رہی ہو' نہ ٹھنڈی ہو رہی ہو۔''

وہ ڈوبتے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''میرا دل گھبرا رہا ہے۔''

وہ بولا۔ ''تم اکثر کہتی ہو ناں' پاپا نے تم سب کو گھبرانے کی نہیں' مصائب کا منہ توڑ جواب دینے کی تربیت دی ہے۔''

عالی نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ ایمان علی نے کہا۔ ''اور میں دیکھ رہا تھا' وہ تکلیف میں بھی مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ ''میرے گلشن کا سب سے انوکھا پھول ہے عدنان.... وہ ایسا عجوبہ ہے' ایسی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے کہ آئندہ چند برسوں میں اپنے دادا کی صلاحیتوں کو اور تمام کارناموں کو پیچھے چھوڑ جائے گا۔''

جب ہم اچھی خاصی زندگی گزار چکے ہوتے ہیں' تب ایک گوشے میں بیٹھ کر' سر جھکا کر حساب کرتے ہیں کہ اب تک کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے؟

پاپا نے کہا۔ ''خدا کا شکر ہے' میں نے کچھ کھویا ہے تو بہت کچھ پایا بھی ہے۔''

وہ خلا میں تک رہے تھے اور بول رہے تھے۔ ''میری نگاہوں کے سامنے ایک پھول کھل رہا ہے... کبریا.... ایک کلی مسکرا رہی ہے... عالی...''

عالی نے ایک گہری سانس یوں کھینچی' جیسے میری محبتوں کو اور باپ کے وجود کو اپنی دھڑکنوں کے اندر کھینچ رہی ہو۔ ایمان علی اسے دیکھ رہا تھا اور بول رہا تھا۔ ''پاپا بڑے جذبے سے کہہ رہے تھے۔ ''میرا کبریا میدانِ عمل میں پینترے بدلنا اور ناموافق حالات کو یکسر بدل دینا جانتا ہے۔ وہ سنجیدہ بھی ہے اور زندہ دل بھی' سنگدل بھی ہے اور رحمدل بھی... سمندر کی طرح پُرسکون دکھائی دیتا ہے۔ مگر اس کے اندر آندھیاں مچلتی رہتی ہیں۔''

آگہی کے منظر میں سورج غروب ہو رہا تھا۔ شام کے سائے پھیل رہے تھے اور پاپا کہہ رہے تھے۔ ''عالی میری جان ہے۔ سونیا کا دوسرا روپ ہے۔ ماں مخالفین پر بجلی بن کر

گرتی ہے' بیٹی تو بجلی بن کر گرنے والے دشمنوں کا فیوز ہی اڑا دیتی ہے۔''

اب وہ تکلیف سے بیٹھ نہیں پا رہے تھے۔ گھاس پر لیٹ گئے۔ شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ ہر نظارہ بجھتا جا رہا تھا۔ یا پھر نظر بجھتی جا رہی تھی۔

وہ آواز کہہ رہی تھی۔ ''بس حد بندی ہو گئی۔ گلشن کا کاروبار تو چلتا ہی رہتا ہے۔ پھول کھلتے ہی رہتے ہیں لیکن یہ تمہارے گلشن کا آخری پھول ہے...''

ایمان علی نے بڑے درد و کرب سے کہا۔ ''سورج ڈوب گیا۔ شام کے سائے گہری سیاہی میں بدل گئے۔ وہ آنکھیں بند کیے چاروں شانے چت لیٹے ہوئے تھے۔ بے رحم تاریکی میں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ایسے ہی وقت میری آنکھ کھل گئی۔''

ایمان علی نے آگہی کا اختتام کرتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ عالی نے اس کے بازو کو جھنجوڑتے ہوئے بڑے کرب سے پوچھا۔ ''کیا مطلب ہے...؟ اس کا کیا مطلب ہے...؟''

وہ خوب سمجھ رہی تھی اور جو سمجھ رہی تھی' اسے جھٹلانے کے لیے جیسے ایمان علی سے لڑ رہی تھی۔ اسے جھنجوڑ رہی تھی۔ وہ آنکھیں کھول کر بولا۔ ''حوصلہ کرو۔ آرام سے بیٹھو۔ دوسروں پر پریشانی ظاہر نہ کرو۔''

''حوصلہ تو کرنا ہی ہوگا اور کروں گی۔ لیکن یہ اچانک کیا ہونے والا ہے؟''

ویسے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بات' کوئی سانحہ اچانک ہی ہو گیا ہے۔ جبکہ ایسا نہیں ہوتا۔ ہر بات کے پیچھے وجوہات ہوتی ہیں۔ تمہارے پاپا بیمار ہیں۔''

عالی نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا... بیمار ہیں؟''

''ہاں۔ کیا ہم نے یہ نہیں دیکھا ہے کہ پچھلے دو دنوں سے وہ چلتے پھرتے بیمار تھے۔ بخار چڑھتا اترتا رہتا تھا۔''

''ہاں۔ نزلہ' زکام' کھانسی اور بخار میں سب ہی مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔ تم ان کے ساتھ کسی ڈاکٹر کے پاس گئے تھے۔ ڈاکٹر نے بھی کہا تھا' موسمی بخار ہے۔ تشویش کی بات نہیں ہے۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''تشویش کی بات ہے۔ پاپا نے تم سب کے سامنے مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کیا تھا۔''

''جھوٹ....؟ کیسا جھوٹ...؟''

''ڈاکٹر نے کہا تھا' یہ آنے جانے والا بخار ڈینگی وائرس کا نتیجہ ہے۔''

وہ گھور کر بولی۔ ''تم نے مجھ سے ماما سے جھوٹ کیوں کہا؟''

''میں پاپا کے حکم سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ انہوں نے مجھے سمجھایا کہ ہمیں اولاد کی خوشیاں مل رہی ہیں۔ دشمنوں کو بہت بڑی شکست دینے کے بعد سب ہی ہنس بول رہے ہیں۔ ایسے وقت رنگ میں بھنگ نہ ڈالا جائے۔ پیرس پہنچ کر بابا صاحب کے ادارے میں مؤثر علاج ہو جائے گا۔''

وہ تڑپ کر بولی۔ ''میرا دل کرتا ہے' ابھی پلک جھپکتے ہی پاپا کے ساتھ پیرس پہنچ جاؤں۔ تم بولو' پاپا ٹھیک ہو جائیں گے ناں...؟''

''وہ اپنی صحت کے معاملے میں بہت محتاط رہتے ہیں۔ وہ دوا کریں گے' ہم دعا کرتے رہیں گے۔''

''تم گول مول باتیں کر رہے ہو۔ سیدھا سا جواب دو۔ ڈینگی وائرس سے متاثر ہونے والے صحت یاب ہو جاتے ہیں ناں...؟''

''ہاں۔ ہو تو جاتے ہیں' مگر آگہی الجھا رہی ہے۔''

''کیسے الجھا رہی ہے؟''

میں نے دیکھا ہے' پاپا کی انگلی میں کانٹا چبھا تھا۔''

''ہاں۔ چبھا تھا پھر...؟''

''اس کی سوزش رفتہ رفتہ پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔''

''ہاں۔ پھیل گئی تھی پھر...؟''

ایمان علی نے بڑے دکھ سے کہا۔ ''وہ کانٹا نہیں تھا۔ ڈینگی وائرس پھیلانے والے مچھر نے ڈنک مارا تھا۔ آگہی کی اسکرین پر وہ کانٹا دکھائی دیا۔''

عالی نے گھبرا کر ایک گہری سانس کھینچی۔ جیسے باپ کو پکڑ کر اپنے اندر سمیٹ رہی ہو۔ ایسے وقت میرا ننھا نواسہ رونے لگا۔ ان دونوں نے ٹھٹک کر میری طرف دیکھا۔ ایمان نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''لگتا ہے' اسے بھوک لگی ہے۔ تم فیڈر نکالو۔ میں اسے لاتا ہوں۔''

وہ اٹھ کر ہمارے پاس آ گیا۔ سونیا نواسے کو مجھ سے لے کر بہلانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ ''رہنے دو۔ مجھے بچوں کو چپ کرانا آتا ہے۔''

سونیا نے ایمان علی سے کہا۔ ''بیٹے! فیڈر یہاں لے آؤ۔ یہ اپنا نواسہ کسی کے حوالے نہیں کریں گے۔''

میں نے کہا۔ ''یہ بات نہیں ہے۔ تم دیکھ رہی ہو' اس کے ساتھ کتنا اچھا وقت گزر رہا ہے؟ آگے بھی مصروف رہوں گا تو سفر اچھا گزر جائے گا۔''

ایمان علی فیڈر دے کر چلا آیا۔ عالی کے پاس بیٹھتے

ہوئے بولا۔ ''پاپا کی ساری دنیا جیسے ہمارے بیٹے میں سمٹ آئی ہے۔ اسے مما کی گود میں بھی نہیں دے رہے ہیں۔''

اس نے بڑے دکھ سے پوچھا۔ ''کب تک نہیں دیں گے؟ کیا تمہاری آگہی نواسے کو ان کی آغوش میں رہنے دے گی؟''

وہ اپنی دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''آج ایسا منظر دیکھا ہے کہ جی کرتا ہے' ان آنکھوں کو نوچ کر پھینک دوں۔''

اس نے خلا میں تکتے ہوئے کہا۔ ''یا خدا! پہلی بار میری آگہی کو غلط کردے۔ ہمارے پاپا کو لمبی عمر اور صحت عطا کر میرے مالک...!''

عالی نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ جیسے آہوں اور کراہوں کو روکنا چاہتی ہو۔ پھر اس کے بازو سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کا سر مسلسل انکار میں ہل رہا تھا۔ وہ میری اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی۔ میری دائمی جدائی کا تصور اسے نڈھال کر رہا تھا۔ اس نے بھی سسکتے ہوئے کہا۔ ''خدا کرے' تمہاری آگہی غلط ہوجائے۔''

وہ ایک دوسرے کو بہلانے کے لیے ایسا کہہ رہے تھے۔ یہ اچھی طرح جانتے تھے۔ بلکہ وہی کیا' سب ہی جانتے تھے کہ آج تک ایمان علی کی کوئی آگہی کبھی غلط ثابت نہیں ہوئی۔

اسے پہلے بھی میرے بارے میں ایک آگہی ملی تھی۔ اس نے دیکھا تھا' مجھے صلیب پر لٹکایا گیا ہے۔ دراصل وہ قدرت کی طرف سے اشارہ تھا کہ مجھ پر ایسی مصیبتیں آئیں گی کہ میں زندہ رہتے ہوئے بھی دماغی طور پر گم ہوجاؤں گا۔

دماغ ناکارہ ہوجائے' بندہ خود کو بھی نہ پہچان پائے تو پھر وہ اس دنیا میں ہوتے ہوئے بھی نہیں ہوتا۔ اپنی پچھلی ساری زندگی ہار کر اپنے پیاروں کے لیے مر چکا ہوتا ہے۔ میں بھی ایسے حالات سے گزر چکا تھا۔ آگہی نے یہی اشارہ دیا تھا کہ میں مسیحی مصلوب کی طرح حالات کی صلیب پر زندگی گزاروں گا۔

اس کی آگہی کے حوالے سے یہی ہوا تھا۔ میں بہت بری طرح بیمار ہو کر داتا صاحب کے دربار میں پہنچا تھا۔ انہی حالات میں میری شخصیت بدل گئی تھی۔ میں اپنے آپ کو اور اپنے پیاروں کو بھول کر نائلہ کے شوہر کی حیثیت سے اس کے ساتھ زندگی گزارتا رہا تھا۔ یوں ایک عرصہ تک اپنوں سے دور رہا اور اپنے آپ سے بھی غافل رہا۔

اب سے بہت پہلے ایمان علی نے ہی آگہی کے ذریعے سیارے والوں کو دیکھا تھا۔ ان کی آمد کے سلسلے میں پیش گوئی کی تھی۔ میرے سلسلے میں بھی اس کی ایک پیشگوئی درس چکی تھی۔ اب اس کی یہ دوسری آگہی کہہ رہی تھی کہ میر کے رشتے میری دائمی جدائی کا صدمہ اٹھانے والے ہیں

کیا واقعی میں رخصت ہونے والا تھا؟

کیا میری طبعی عمر پوری ہونے والی تھی؟

کیا فرہاد علی تیمور کا چل چلاؤ ہے....؟

من کلِ نفس ذائقۃ الموت....

یہ آیت ایک کھلی حقیقت ہے۔ ہر ذی روح کو مر مزہ چکھنا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے باوجود اپنے پیار دائمی جدائی ناقابلِ یقین لگتی ہے۔ فی الحال ایمان علی کی میری رخصتی کا سندیسہ لائی تھی۔ ویسے بلاوا آنے کا مطلب نہیں ہے کہ جانا ہی ہوگا۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔ ایسے حا پیش آئے تھے کہ مجھے اور میرے تمام چاہنے والوں کو یقی چلا تھا کہ میں اس دنیا سے اٹھنے والا ہوں مگر کیا کیا جا میرے دشمن بھی کہتے ہیں' میں زندگی گزارنے کے م میں بہت ڈھیٹ ہوں۔

ماضی میں ایک نہیں' کئی بار اس یقین کے ساتھ موت کا ڈراما پلے ہوتا رہا کہ میں دنیا سے جا چکا ہوں لیکن بار بار اُن کے سینے پر مونگ دَلنے چلا آتا تھا۔ اب کیا میں نہیں جانتا۔ باقی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔

عالی نے آنسو پونچھتے ہوئے پوچھا۔ ''تمہاری بدل بھی تو سکتی ہے ناں....؟''

''آج تک کبھی ایسا ہوا تو نہیں ہے۔ مگر ذ معاملات اچانک ہی تبدیل بھی ہوجاتے ہیں۔''

وہ خود کو حوصلہ دیتے ہوئے بولی۔ ''ہاں۔ تبدیل جاتے ہیں۔ بندہ چاہتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔ ابھی د پہلے ہمارے بچے کو مار ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی مگر وہی ہے' جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔''

''بندہ کوشش کرے تو قدرت اس کا ساتھ دیتی ہاسپٹل میں جو ہوا' میری آگہی کے عین مطابق ہوا۔ مما نے بڑی حکمتِ عملی سے ایک گڈے کو پالنے میں ر ہمارے بیٹے کو جان لیوا حملے سے بچایا تھا۔''

عالی نے کہا۔ ''وہ ہم سے بہت زیادہ ذہین اور تجر ہیں۔ انہیں اس آگہی کے متعلق معلوم ہونا چاہیے۔ ہ سب مل کر حفاظتی تدابیر کریں گے۔''

میں اور سونیا ان کے جذبات سے اور دلی صدمات بے خبر اگلی قطار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں بول

تھے اور ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ عالی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں پاپا کے پاس جارہی ہوں۔''

وہ فوراً ہی اس کا ہاتھ تھام کر اسے بٹھاتے ہوئے بولا۔ ''کیا پاگل ہوگئی ہو؟ ایسا مایوس چہرہ اور بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ ان کے پاس جاؤ گی؟ وہ تو دیکھتے ہی پریشان ہوجائیں گے۔''

ایسے ہی وقت آمنہ نے عالی کو مخاطب کیا۔ ''عالی بیٹا...!''

اس کی آواز سنتے ہی جیسے بہت بڑا سہارا مل گیا۔ اسے آگہی کے متعلق بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے بارے میں ایسی باتیں بھی جان لیتی تھی، جنہیں ہم جان نہیں پاتے تھے۔ وہ آنسو بھرے لہجے میں بولی۔ ''خدا کا شکر ہے ماما آپ آگئیں۔ ہمیں آپ کی روحانی قوت کا سہارا ملے گا تو شاید ایمان کی آگہی غلط ہوسکے گی۔ میرے پاپا سلامت رہیں گے۔ انہیں کچھ نہیں ہوگا۔''

وہ بولتے بولتے رو پڑی۔ آمنہ نے کہا۔ ''تقدیر رونے دھونے سے نہیں، تدبیر سے اور دعاؤں سے بدلتی ہے۔ لیکن ضروری تو نہیں ہے کہ مقدر کا لکھا ہمیشہ ہی بدل سکو۔ میں تمہیں مایوس نہیں کررہی ہوں، مشورہ دے رہی ہوں۔ اللہ کی رضا کے ساتھ راضی رہو۔ ہم سب ہی تمہارے پاپا کی سلامتی چاہتے ہیں۔ ہر نماز میں ان کے لیے دعائیں مانگتے ہیں اور ہمارے پاس کیا ہے.... دوا اور دعا...''

''کیا آپ اس آگہی کی تصدیق کررہی ہیں؟''

''اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ آگے کیا پیش آنے والا ہے۔''

''اور یہ آگہی...؟''

''آگہی ایک عذاب ہے۔ اسی لیے خدا نے بندوں کو اگلے لمحے کا علم نہیں دیا کہ کیا ہونے والا ہے؟ اگر سب ہی یہ جان پائیں تو دوسرے لمحے جی نہ پائیں، ہیبت سے یا صدمے سے مرجائیں۔''

وہ اس سلسلے میں واضح طور پر کچھ کہنے سے شاید کترا رہی تھی۔ اسی لیے نصیحت کررہی تھی۔ ''بیٹی! حالات وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہیں تو تبدیلیاں خوش آئند ہوں یا نہ ہوں، اتنی تکلیف دہ نہیں لگتیں۔ لیکن وقت سے پہلے کچھ معلوم ہوجائے تو بڑی تکلیف پہنچتی ہے۔''

''آپ مجھے پاپا کے بارے میں بتائیں؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''ان کے لیے دعا کرو۔''

وہ تڑپ کر بولی۔ ''آپ اعلیٰ حضرت سے التجا کریں، پاپا کے کروڑوں چاہنے والے دنیا سے اپیل کریں۔ پاپا کے کروڑوں چاہنے والے ہی ان کی سلامتی چاہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے، ان دعاؤں کوئی معجزہ دکھاسکتی ہیں۔''

''آپ مستقبل کی باتیں جانتی ہیں۔ مجھے لگتا معجزہ ہوسکتا ہے۔''

''تم یہ بات مجھ سے نہ کہو۔ اپنے رب کرو۔ مجھ سے کچھ کہنے کے بجائے اپنے معبود اعتماد رکھو۔ اس کے آگے جھکو۔ جو پوچھنا ہے اس۔ مانگنا ہے، اس سے مانگو۔''

''آج سے میں دن رات عبادت کرتی رہ مانگنا ہے اپنے پروردگار سے مانگتی رہوں گی، لیکن الیہ، اتنا بڑا مسئلہ ہے کہ پاپا کو اس سے آگاہ کرنا وائرس کے اثرات ہیں۔ وہ محتاط رہ کر ڈاکٹر کرتے رہیں گے، علاج کراتے رہیں گے، ہم توجہ دیتے رہیں گے تو خدا ہماری دعاؤں سے اور راضی رہے گا۔''

''بے شک، سچے بہترین عمل کے ساتھ خد ایمان اور اعتماد رکھنا چاہیے لیکن ایک بات اچھی ط کہ بعض مریضوں کو اس کے جان لیوا مرض سے جاتا ہے۔ اس کی بے خبری اور لاعلمی میں عزیز او اس کی صحت یابی کے لیے دن رات کوشاں رہتے ہ

''ہاں مگر...''

''مگر یہ کہ ابھی تمہارے پاپا ہنس بول ر ان کی ہنسی چھین لینا چاہو گی...؟''

وہ جواب نہ دے سکی۔ آمنہ نے پوچھا۔ ''دنیا میں ڈنکا پیٹ کر انہیں آگہی کے جان لیوا عذا کرنا چاہتی ہو؟ ابھی وہ تمام فکر وہ پریشانی سے دو نواسے میں مگن ہیں۔ ہمارا فرض ہے، وہ بے خبر ر جس قدر انجوائے کرسکتے ہیں، انہیں کرنے دیں۔''

''آپ درست فرما رہی ہیں۔ پاپا کے مسکراہٹ اور دل میں مسرتوں کا سلسلہ رہنا چاہیے

''شاباش۔ خدا سے مکمل اعتماد رکھو۔ وہ معبود بہ بہتر کرتا ہے۔ میں جارہی ہوں پھر کسی وقت آؤ حافظ۔''

آمنہ چلی گئی۔ سالی نے میری سیٹ کی ط پھر سر تھام کر سوچنے لگی۔ ایمان علی نے اسے تھپکتے ''عالی...! حوصلہ کرو۔''

وہ جیسے اپنے آپ سے بول رہی تھی۔ ''ماما درست کہتی ہیں۔ پاپا کو کسی فکر میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔ ہم انہیں اپنے بچے میں مگن رکھیں گے۔''

پھر اس نے آگے بیٹھی ہوئی سونیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مگر مما کو چپ چاپ رازدار بنانا ہوگا۔ وہ پاپا کے لیے ہم سے بہتر سوچیں گی۔ ہم سے بہتر تدابیر پر عمل کریں گی۔ پاپا کی سلامتی کے لیے جی جان ایک کر دیں گی۔''

وہ میرے معاملے میں بُری طرح اُلجھی ہوئی تھی۔ میں اپنی بیٹی کی پیار بھری پریشانیوں سے بے خبر نواسے کو سینے سے لگائے سونیا سے باتیں کررہا تھا۔ واقعی ہر طرح کی فکر و پریشانی سے آزاد تھا۔ موت تو زندگی کے پہلے لمحے سے ہی ساتھ چلتی رہتی ہے اور ہم بھولے رہتے ہیں کہ....

آدمی بلبلا ہے پانی کا
کیا بھروسا ہے زندگانی کا

کیا ذہانت سے اور مختلف تدابیر سے موت کو ٹالا جاسکتا ہے؟ اگر ہاں..... تو شاید میں ابھی اور جینے والا تھا.... اگر نہیں... تو سکندر اعظم اور رستم و سہراب کی طرح منوں مٹی تلے سونے والا تھا۔ میرے تمام کارنامے ماضی کا حصہ بننے والے تھے۔

بہرحال عالی نے بڑے دُکھ کے ساتھ سونیا کو ایمان علی کی آگہی کے متعلق بتا دیا۔ وہ بڑے صبر و تحمل سے سنتی رہی۔ عالی نے کہا۔ ''مما...! میں خیال خوانی کے ذریعے آپ کے احساسات کو ڈوب کر سمجھ رہی ہوں۔ آپ نے اتنی بڑی المناک خبر سن کر صرف ایک گہری سانس لی ہے۔ ایک ذرا سا دُکھ محسوس کیا ہے اور بس...''

''تم کیا چاہتی ہو دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دوں؟ بے شک ایمان علی کی آگہی سچی ہوا کرتی ہے۔ اگر سچی نہ ہوتب بھی کیا تمہارے پاپا نے اور میں نے قیامت تک زندہ سلامت رہنے کا ٹھیکا لے رکھا ہے۔''

''پھر بھی تشویش اور گہرا صدمہ تو ہوتا ہے۔''

''کیوں ہوگا؟ جبکہ آگہی واضح طور پر کہہ رہی ہے کہ ان کا علاج ہوسکتا ہے۔ ان کا سایہ ہمارے سروں پر رہ سکتا ہے۔''

عالی نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا...؟''

وہ بولی۔ ''آگہی سے یہی معلوم ہوا ہے کہ کانٹا چبھا تھا یا ڈینگی وائرس کا ڈنک لگا تھا۔ وہ بیمار ہوکر تاریکی میں ڈوب گئے۔ ایمان علی نے انہیں دم توڑتے نہیں، صرف تاریکی میں گم ہوتے دیکھا ہے۔ یعنی وہ ہو بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی ہو سکتے۔ انسانی کوششیں رائگاں نہیں جاتیں۔ علاج ہوا تو وہ رہیں گے۔ ہم صدمہ کیوں کریں اور کوشش کیوں نہ کریں؟''

وہ بڑی حد تک مطمئن ہوکر بولی۔ ''اوہ مما! آپ نے کتنی ذہانت سے آگہی کو سمجھا ہے۔ آپ نے تو آدھی پریشانی دور کردی ہے۔''

''آدھی کیوں دور ہوئی، پوری کیوں نہ ہوئی؟ باپ ابھی زندہ سلامت ہے اور تم پریشان ہوکر خیالوں میں اسے کفن پہنا رہی ہو۔ لہو کی محبت میں عقل سے خالی نہیں ہونا چاہیے۔''

وہ بڑی ندامت سے بولی۔ ''سوری مما...! آگہی ایسی تھی کہ سنتے ہی ذہن کو جھٹکا لگا تھا۔ میں جذبات میں بہ گئی تھی۔ واقعی جذبات میں بہنے والے عقل سے کام لینے کے قابل نہیں رہتے۔ آئندہ میں جذباتی انداز میں نہیں سوچوں گی۔ ہمیشہ پاپا کی تیمارداری میں لگی رہوں گی۔''

پھر اس نے ماں کو بتایا کہ آمنہ نے مجھے آگہی کے سلسلے میں بے خبر رکھنے کو کہا ہے۔ سونیا نے کہا۔ ''آمنہ درست کہہ رہی ہے۔ پاپا کو اپنے طور پر بے فکری سے لائف انجوائے کرنے دو۔ میں توجہ سے ان کا علاج کراتی رہوں گی۔''

میں ابھی پیرس نہیں پہنچا تھا لیکن ایمان علی کی آگہی مجھ سے پہلے بابا صاحب کے ادارے میں تمام رشتے داروں تک پہنچ گئی تھی۔ رفتہ رفتہ میرے سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں اور ادارے سے تعلق رکھنے والے اہم افراد کو بھی اس بات کی خبر ہوگئی۔ انہوں نے آپس میں یہ طے کیا تھا کہ مجھے میرے ہی معاملے سے بے خبر رکھیں گے۔

یہ پہلا موقع تھا۔ پہلی بار اس ادارے میں کوئی بات مجھ سے چھپائی جارہی تھی مگر یہ راز داری عارضی تھی۔ اگر ایمان علی کی آگہی کے مطابق واقعی میں بسترِ مرگ پر پہنچنے والا تھا تو یہ بات مجھ سے کیسے چھپی رہ سکتی تھی؟ جس طرح قبر کا حال مردہ جانتا ہے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ مجھے بھی بہت کچھ معلوم ہونے والا تھا۔

☆☆☆

گریٹ ایشورارا نے بتایا تھا، ہماری زمین اور اس کا سیّارہ قدرتی آفات کی زد میں آنے والا ہے۔ سیّارے کے ماہرینِ فلکیات نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ نظامِ شمسی میں تبدیلیاں ہورہی ہیں۔ سورج اپنی شعاعوں کے ذریعے جو باردار ذرّات خارج کرتا رہتا ہے، ان میں شدت آتی جارہی ہے۔ جس کے نتیجے میں گریٹ ایشورارا کا سیّارہ مکمل طور پر تباہ ہونے والا ہے۔ ہماری زمین کے بیشتر حصوں کو بھی شدید

نقصان پہنچنے والا ہے۔صرف شمالی علاقے سماوی آفات سے محفوظ رہیں گے۔

خلا بازی اور خلائی تحقیق کے ادارے ''ناسا'' نے بھی اس پیشگوئی کی تصدیق کی تھی۔اس ادارے کے ماہرین نے دنیا کے تمام متعلقہ شعبوں کو اور اپنے حکمرانوں کو باخبر کیا تھا کہ دیگر سیاروں کے علاوہ ہماری زمین بھی ایک بہت بڑی قدرتی تباہی سے دوچار ہونے والی ہے۔

گریٹ ایشورارا ایسی تباہی سے پہلے ہی اپنے سیارے کو چھوڑ دینا چاہتا تھا۔امریکا کے شمالی علاقے میں آکر وہاں اپنی ایک چھوٹی سی ریاست قائم کرنا چاہتا تھا مگر یہ بات امریکی اکابرین کو منظور نہ تھی۔وہ اپنے ملک کی چٹکی بھر زمین بھی کسی کو دینا نہیں چاہتے تھے۔کسی کی حکمرانی گوارا کر ہی نہیں سکتے تھے۔

ویسے ان کے چاہنے' نہ چاہنے سے ایشورارا کا فیصلہ بدلنے والا نہیں تھا۔اس نے یہ کہہ کر امریکی اکابرین کے ہوش اڑا دیے تھے کہ وہ جلد ہی اپنے دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ یہاں اپنے مطلوبہ علاقے میں پہنچنے والا ہے۔

اگرچہ اس نے اکابرین کو خبردار کر دیا تھا مگر تمام اعلیٰ حکمران اس بات سے بے خبر تھے کہ گریٹ ایشورارا انہیں کیسے دھوکا دے رہا ہے؟ اس نے زمین پر آنے کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا تھا۔ابھی صرف مذاکرات جاری تھے۔اور وہ مکاری دکھا رہا تھا۔

وہ مذاکرات کے دوران ہی ہر رات اسپیس شپ کے ذریعے اپنے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں کو ہماری زمین پر پہنچا رہا تھا۔وہ بن بلائے مہمان امریکا' یورپ' افریقا اور روس کے ویران صحراؤں میں بڑی رازداری سے اتر رہے تھے۔

اکابرین یہی سمجھ رہے تھے کہ سیارے والوں کا عذاب ابھی نازل نہیں ہوا ہے۔انہوں نے دشمنوں کے نزول کو روکنے کے لیے امریکا اور جرمنی کے شمالی علاقوں میں جگہ جگہ فوجی کیمپ قائم کیے۔اپنی فوج کو دن رات الرٹ رہنے کا حکم دیا۔اس کے علاوہ جگہ جگہ ان کے جاسوسی آلات بھی کام کر رہے تھے۔

مگر ایسی زبردست تیاریوں کا نتیجہ کیا نکلا....؟ توقع کے خلاف نتیجہ سامنے آیا تھا۔گریٹ ایشورارا نے پلک جھپکتے ہی ان کے فوجی کیمپوں کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا تھا۔

اس کی غیر متوقع آمد سے اور اچانک حملوں سے اکابرین لرز کر رہ گئے۔گریٹ ایشورارا کی طرف سے کھلم کھلا دشمنی کا آغاز ہو گیا تھا۔یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ سیارے والوں کی اچھی خاصی تعداد ہماری دنیا میں موجود ہے۔وہ جب چاہیں گے' ان کے خلاف زبردست کارروائی کر سکیں گے۔

گریٹ ایشورارا سے اتحاد ٹوٹ چکا تھا۔لہٰذا وہ اکابرین حسبِ عادت امداد کی بھیک مانگنے کے لیے پھر ہمارے دروازے کھٹکھٹانے لگے۔بڑی اپنایت سے اتحاد اور یکجہتی کی باتیں کرنے لگے۔

اس بار ہم نے قسم کھائی تھی کہ ان سے کسی بھی طرح کا تعاون نہیں کیا جائے گا۔ہم ان پر لعنت بھیج چکے تھے۔گونگے بہرے بنے ہوئے تھے۔نہ اُن کی سن رہے تھے' نہ اپنی کہہ رہے تھے۔

اس کے باوجود یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ گریٹ ایشورارا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آمد سے پوری دنیا کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ایک طرف قدرتی آفات تھیں اور دوسری طرف گریٹ ایشورارا اپنے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے پوری دنیا پر مسلط ہونے کی کارروائی شروع کر چکا تھا۔

ویسے دیکھا جائے تو اکابرین نے ہی اسے یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔اس وقت حالات کچھ اور تھے۔وہ اُن سے اتحادی بنا ہوا تھا۔یوں یہ اطمینان تھا کہ وہ ارضی دنیا میں آنے کے بعد ان کا دوست اور ہم مسلمانوں کا دشمن بن کر رہے گا اس کی تمام تر کارروائیاں ہمارے خلاف ہوا کریں گی۔

لیکن اب وہ معاہدہ ختم ہو چکا تھا۔بازی یکسر پلٹ گئی تھی۔وہ جسے اپنا دوست اور اتحادی سمجھ رہے تھے' وہ مارِ آستین ثابت ہو چکا تھا۔یہاں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اکابرین کے ایسے احمقانہ اتحاد نے پوری دنیا کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

ایسے حالات میں پرانی رنجشوں کو بھلا کر ہمیں اکابرین سے متحد ہو جانا چاہیے تھا۔بیرونی طاقت کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے تھا۔لیکن ہم خاموش تھے اور خاموشی کی اہم وجہ یہ تھی کہ ابھی گریٹ ایشورارا کی دشمنی کا رخ ہماری طرف نہیں تھا۔فی الوقت وہ اکابرین اس کی مخالفانہ کارروائیوں کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔

اگرچہ ہم تماشائی بن کر رہنے والے نہیں تھے۔مگر عارضی طور پر ان دو غلے اکابرین کو سیارے والوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔تاکہ ہم سے دھوکا کرنے والوں کو اپنی غلطیوں کی سزائیں ملتی رہیں۔

خلائی دنیا میں جو کچھ ہو رہا تھا' اس کے اثرات کچھ عرصے بعد ارضی دنیا پر پڑنے والے تھے۔فی الحال ایشورارا کی طرف سے ہونے والی پیش قدمی سپر پاور بن کر رہنے والوں کے ہوش اُڑا رہی تھی۔ان کے قدم اکھاڑ رہی تھی۔

ابھی ان کے دل و دماغ سے فوجی کیمپوں میں ہونے والے دھماکوں کی بازگشت ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایشورارا نے ایک اور دھماکا کر دیا' یہ کہہ کر ان کا آرام و سکون غارت کر دیا کہ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں کے ذریعے آئندہ چند روز میں ان سب کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے والا ہے۔

وہ ہتھیاروں کے بجائے خیال خوانی کے ذریعے جنگ لڑنے والا تھا اور اکابرین کے پاس ٹیلی پیتھی کا غیر معمولی ہتھیار نہیں تھا۔وہ جوابی کارروائی کے طور پر اپنے مخالف پر خیال خوانی کی لشکر کشی نہیں کر سکتے تھے۔

ان کے پاس صرف تین خیال خوانی کرنے والے رہ گئے تھے۔انہیں دشمنوں کے مقابلے پر لایا جاتا تو وہ تینوں اُن لاکھوں خیال خوانی کرنے والوں کے سامنے ٹھہر نہ پاتے۔

چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کر کے انہیں تحفظ فراہم کریں تاکہ دشمن ان کے اندر کسی بھی طرح پہنچ نہ پائیں۔

گریٹ ایشورارا نے ایک ہفتے کی مہلت دی تھی اور ایک ہفتہ گزرنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے؟ اس مختصر سے عرصے میں وہ تین خیال خوانی کرنے والے سیکڑوں اکابرین کے دماغوں کو لاک نہیں کر سکتے تھے۔ایسی بے بسی کی حالت میں انہیں پھر ہماری یاد آئی۔وہ جانتے تھے' بے شمار مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی آسانی سے ان کا یہ مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔لہٰذا وہ پھر ہم سے رابطہ کرنے لگے مگر ہمارا فیصلہ اٹل تھا۔ہم چاہتے تھے کہ مسلمانوں سے دشمنی کرنے کے بعد انہیں آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوتا رہے۔

وہ ہم سے رجوع کر رہے تھے اور مایوس ہو رہے تھے۔انہیں ہماری طرف سے نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو رہا تھا۔یہ بات اچھی طرح ان کی سمجھ میں آ گئی کہ ہم ان کا ساتھ نہیں دیں گے۔لہٰذا ایشورارا سے نمٹنے کے لیے انہیں اپنے طور پر ہی کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔

اور اس مسئلے کا وہی ایک حل تھا کہ اکابرین کے دماغوں کو لاک کر کے انہیں تحفظ فراہم کیا جائے مگر وہاں دوسرا مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ امریکی اکابرین اور آرمی کے افسران میں سے پہلے کسے تحفظ دیا جائے۔

سب ہی کو اپنی اپنی پڑی تھی۔کوئی نہیں چاہتا تھا کہ سیارے سے آنے والے ان کے اندر گھس کر بیٹھ جائیں۔جس طرح مچھروں کو ڈی ڈی ٹی کا چھڑکاؤ کر کے بھگایا جاتا ہے' اسی طرح ان کے پاس ٹیلی پیتھی کے تین ہی اسپرے تھے۔یعنی تین انار تھے اور سیکڑوں بیمار تھے۔ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وہ انار پہلے ان کے حصے میں آئے۔

وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ان اکابرین کے زیرِ اثر نہیں تھے۔یوگا جاننے والے افسران کے احکامات کی تعمیل کرتے تھے اور یوگا جاننے والوں کو اپنا مفاد عزیز تھا۔چونکہ مسلح فوجیوں سے ہی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔لہٰذا ان کے لیے عسکری قوت لازمی تھی۔انہوں نے آرمی افسران کے حق میں فیصلہ سنا دیا کہ پہلے ان کے دماغوں کو لاک کر کے انہیں تحفظ دیا جائے گا۔

ان کے ایسے جانبدارانہ فیصلے پر تمام اکابرین تلملا کر رہ گئے۔وہ یوگا جاننے والے افسران سے بحث نہیں کر سکتے تھے۔مگر یہ شکایتیں اور حکایتیں شروع ہو گئیں کہ ایسی مصیبت کی گھڑی میں اہم سیاسی حکمرانوں کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔''ہمیں اس لیے نظر انداز کیا جا رہا ہے کہ ہم صرف چند برسوں کے لیے منتخب ہو کر آتے ہیں۔بعد کے انتخابات میں ہمارے جیسے دوسرے آ جاتے ہیں۔''

دوسرے نے کہا۔''ہمارے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے۔یوگا جاننے والے افسران میانہ روی اختیار کر سکتے ہیں۔اگر باری باری ایک آرمی افسر اور پھر ایک سیاسی حاکم کے دماغ کو لاک کیا جائے تو یہ صحیح معنوں میں انصاف ہوگا۔لیکن یہ تو سرے سے ہمیں کوئی اہمیت ہی نہیں دے رہے ہیں۔''

ایک نے کہا۔''فوجی قوت کو ہر چھوٹے بڑے ملک میں ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے۔اسی لیے وہ انہیں تحفظ دے رہے ہیں۔''

اعلیٰ حاکم نے کہا۔''اگر وہ ریڑھ کی ہڈی ہیں تو ہم بھی اپنے ملک و قوم کے لیے شہ رگ کی طرح اہم ہیں۔اپنی سیاست سے اور شاطرانہ پالیسیوں سے پوری دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔وہ اپنی خود غرضی سے ہمیں نظر انداز نہیں کر سکتے۔''

''وہ کر چکے ہیں۔سنا ہے' وہ تین خیال خوانی کرنے والے بڑی تندہی سے آرمی افسران کے دماغوں کو لاک کر رہے ہیں۔''

ایک عہدیدار نے کہا۔ ''ہم ایسی ناانصافی پر خاموش کیوں ہیں؟ ہمیں اپنی سلامتی کے لیے فائٹ کرنی چاہیے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''فائٹ تو کرنی پڑے گی۔ انہیں مذاکرات کے ذریعے قائل کرنا ہوگا کہ وہ آرمی افسران کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی برابر کا تحفظ فراہم کریں۔''

سب کی متفقہ رائے کے بعد یوگا جاننے والی ٹیموں سے رابطہ کیا گیا تو معلوم ہوا تمام افسران ایک اہم اجلاس میں مصروف ہیں۔ فی الحال کسی سے بات نہیں ہوسکتی۔ وہ اعلیٰ حکمران جھنجلا کر رہ گئے۔ یوگا جاننے والوں کی ایسی بے مروتی سمجھ رہی تھی کہ وہ انہیں گھاس بھی نہیں ڈالیں گے۔

ان لمحات میں اکابرین کی جانوں پر بنی ہوئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ گریٹ ایشورارا کی دشمنی سے بچنے کے لیے کون سا راستہ اختیار کیا جائے؟ کہیں سلامتی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ ان کی کم بختی یہ تھی کہ ایسے کٹھن حالات میں ہم مسلمانوں نے تو کیا' اپنے یوگا جاننے والے افسران نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''فرہاد نے ہر مشکل گھڑی میں ہمارا ساتھ دیا ہے۔ میرا خیال ہے' ہمیں پھر ایک بار قسمت آزمانی چاہیے۔ شاید اس کے دل میں ہمدردی پیدا ہوجائے؟''

''بے شک وہ ہزار دشمنی کے باوجود ہمارا ساتھ دیتا رہا ہے۔ لیکن ہماری بار بار کی مخالفتوں سے تنگ آکر سخت رویہ اختیار کررہا ہے۔ ہم نے عالی کے معاملے میں اسے بری طرح بدظن کردیا ہے۔ وہ اپنی اکلوتی بیٹی سے دشمنی کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ کبھی ہمارے کام نہیں آئے گا۔''

''ہم پہلے اس سے مدد مانگا کرتے تھے' وہ فوراً سہارا دینے کے لیے دوڑا چلا آتا تھا۔ اب کیوں نہیں آرہا ہے؟''

ایک عہدیدار نے کہا۔ ''اس کی وجہ ہماری اپنی کم ظرفی ہے۔ ہم نے ایک نہیں' کئی بار اس کے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ کیا اب وہ پھر دھوکا کھانے آئے گا؟''

دوسرے نے کہا۔ ''وہ دور بیٹھا ہماری پریشانیوں کا تماشا دیکھ رہا ہے۔''

''ہاں۔ دیکھ تو رہا ہوں.....''

تمام اکابرین نے ایکدم سے چونک کر اپنے ایک عہدیدار کو دیکھا پھر شدید حیرانی اور بے یقینی سے کہا۔ ''مسٹر فرہاد.....؟''

میرے آلہ کار نے میری مرضی کے مطابق اثبات میں سر ہلایا۔ یکلخت تمام اکابرین کے چہرے خوشی سے یوں کھل گئے جیسے منہ مانگی مراد پوری ہونے والی ہو۔

ایک اعلیٰ حاکم نے اپنی ہتھیلیوں کو رگڑتے ہوئے بڑے ہی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ ''ویلکم مسٹر فرہاد...! خدا تمہیں لمبی عمر دے۔ تم نے اچانک ہی یہاں آکر سرپرائز دیا ہے۔ ہمارا خون بڑھا رہے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''میں آنا نہیں چاہتا تھا لیکن مجھے ہچکیاں آرہی تھیں اور یہ اشارہ دے رہی تھیں کہ دشمن بڑے خلوص سے مجھے یاد کررہے ہیں۔''

انہوں نے کن انکھیوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اعلیٰ حاکم نے جلدی سے کہا۔ ''ہم دشمن بن کر نہیں' دوست بن کر تمہیں یاد کررہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ہم مسلمانوں کو مشکل وقت میں خدا یاد آتا ہے۔ لیکن یہاں تم خدا کو نہیں ایک مسلمان کو یاد کرنے لگتے ہو۔ یہ تمہاری محبت اور عقیدت نہیں ہے' کمینگی ہے کہ ہم سے بدترین دشمنی اور عداوت رکھنے کے باوجود ہم پر ہی نیکیہ کرتے ہو۔ آفت آتی ہے تو ہمیں اپنا ناخدا بنا لیتے ہو۔''

کتنے ہی اکابرین نے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر جھکا کر کہا۔ ''بے شک۔ بے شک۔ ہم اپنی غلطیوں کو سمجھ رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''یہ تمہیں ایشورارا کی ٹھوکریں سمجھا رہی ہیں۔ اب سمجھ رہے ہو کہ قسمت ہمیشہ مہربان نہیں ہوتی۔ وہ مہربان بننے والا نامہربان ہو چکا ہے۔ تم لوگوں کے ساتھ جو کررہا ہے' بالکل ٹھیک کررہا ہے۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''وہ صرف ہمارے ساتھ ہی نہیں' تمہارے ساتھ بھی بہت کچھ کرنے والا ہے۔ اُدھر ساؤتھ حالات غیظ وغضب میں ہیں۔ اِدھر گریٹ ایشورارا غضبناک ہوگیا ہے۔ ہماری پوری دنیا دو طرفہ مصائب کا شکار ہونے والی ہے۔ سیارے سے لاکھوں ٹیلی پیتھی.....''

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ''میں سب جانتا ہوں۔ ابھی تم اپنی بات کرو۔ اپنے حالات پر غور کرو۔ ایشورارا کے حملوں سے پہلے ہی تمہاری حکمرانی دم توڑ رہی ہے۔ یوگا جاننے والے افسران نے تو تمہیں گھر کا چھوڑا نہ گھاٹ کا.....''

میری بات سن کر وہ تمام اکابرین اندر ہی اندر سٹپٹا کر رہ گئے۔ میں نے بات واضح نہیں کی تھی مگر ڈھکے چھپے لفظوں میں انہیں کتا کہہ دیا تھا اور یہ گالی ان حکمرانوں کو پتھر کی طرح لگی تھی۔ لیکن کیسی بے بسی تھی' وہ میرا منہ توڑنا تو دور کی بات..

مجھے منہ توڑ جواب بھی نہیں دے سکتے تھے۔

میں نے کہا۔ ''تم نے اب تک پوری دنیا کو طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے اپنا غلام بنا کر رکھا ہے۔ آزاد ریاستوں کے حکمران اور سیاستدان محض کٹھ پتلیوں کی طرح تمہارے اشاروں پر حکومت چلاتے ہیں اور خود کو حاکم تصور کرتے ہیں۔ اب تمہاری باری ہے۔ اب تم سب ایشورارا کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بننے والے ہو۔''

وہ دنیا والوں کے ساتھ جو کچھ کرتے رہے تھے۔ اب ان کے ساتھ ہونے والا تھا اور میں یہی سچائی بیان کررہا تھا۔ وہ خاموشی سے میری باتیں سن رہے تھے۔ جواباً بہت کچھ کہہ سکتے تھے۔ مگر ابھی اس پوزیشن میں نہیں تھے۔ ان کے سر پر جو اُفتاد آپڑی تھی' وہ اُن کے ہاتھ پاؤں پھلا رہی تھی۔

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''سنا ہے' کمال کے بعد زوال آتا ہے..... یہ بھی عجیب بات ہے' تم نے جیسی زبردست حکومت کی۔ ویسی ہی زبردست پسپائی بھی دیکھنے والے ہو۔ وہ آسمان سے آنے والا تمہاری ہی زمین پر تمہیں اوندھے منہ گرانے والا ہے۔''

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''گرانے والے سے سنبھالنے والا بڑا ہوتا ہے اور ہمیں سنبھالنے والے تم ہی ہو۔ ہم گزارش کرتے ہیں' پلیز... پرانی باتوں کو بھلا کر ہمارا ساتھ دو۔ آئندہ دیکھو گے کہ ہمارا اتحاد تمہیں کیسے کیسے فائدے پہنچائے گا؟''

میں نے ناگواری سے کہا۔ ''اتحاد کی باتیں نہ کرو۔ تم سب جانتے ہو' میری اور سونیا کی ایک ہی بیٹی ہے اور تم لوگوں نے میری اس جان سے عزیز بیٹی کو ہلاک کرنے کی ناپاک سازش کی۔ اس کے بعد تو میں تم سے ہاتھ بھی ملانے کا روادار نہیں ہوں۔''

''تو پھر یہاں کیوں آئے ہو؟''

''بتایا تو ہے' تمہاری بے بسی کا تماشا دیکھ رہا ہوں۔''

''پلیز۔ ہمارے زخموں پر نمک نہ چھڑکو۔ ساتھ دینے کی بات کرو۔ انسانیت کے ناتے ہی سہی' ہماری مدد کرو۔ ہم جانتے ہیں' تمہارے بے شمار خیال خوانی کرنے والے ہمیں بھرپور تحفظ اور سلامتی دے سکتے ہیں۔''

''بے شک۔ دے سکتے ہیں مگر نہیں دیں گے۔ میں اپنی عالی کی جان کا صدقہ سمجھ کر بھی تم لوگوں کی مدد نہیں کروں گا۔ تم نے ناقابلِ معافی جرم کیا ہے۔ اب اس کی سزا بھگتتے رہو۔''

ایک نے بڑی عاجزی سے کہا۔ ''ہم اپنا جرم قبول کرتے ہیں۔ اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہیں۔ پلیز ہمیں معاف کردو۔''

میں نے شدید حقارت سے کہا۔ ''تم لوگوں کو شرم نہیں آتی؟ جن مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی سازشیں کرتے رہتے ہو' آج انہی کے سامنے مدد کے لیے ہاتھ پھیلا رہے ہو؟ ابھی تم پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں تو ریزہ ریزہ ہوکر ہمارے پیروں میں گر رہے ہو''

میں ذرا چپ ہوا پھر بولا۔ ''چلو۔ ساتھ دینے کی بات کرتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے کوئی ایک ایسا اچھا کام بتا دو' جو تم لوگوں نے ہمارے لیے کیا ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں' اس کے بدلے تمہیں بھرپور تحفظ فراہم کروں گا۔ تمام اکابرین کو گریٹ ایشورارا کی دشمنی سے بچا لوں گا۔ بولو.... پرانا حساب کھنگالو...؟''

کانفرنس ہال میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ میرا سوال سن کر سب ہی کو چپ لگ گئی تھی۔ وہ کیا اپنا محاسبہ کرتے اور کیا جواب دیتے...!

انہوں نے مسلمانوں کے لیے جو کھاتا کھول رکھا تھا' اس میں سازشیں ہی سازشیں' مخالفتیں ہی مخالفتیں درج تھیں۔ وہ کبھی کسی مرحلے پر ہمارے خیر خواہ بن کر نہیں رہے تھے۔ اس کے باوجود بھرپور امداد کے طلبگار تھے۔

پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے حال ہی میں میری بیٹی عالی کے خلاف جان لیوا سازش کی تھی۔ ہمیں ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر رکھا تھا۔ وہ پہلی بار ماں بنی تھی اور ایسے خوشی کے لمحات ہم نے شدید پریشانیوں سے نمٹتے ہوئے گزارے تھے۔

تھوڑی دیر بعد کانفرنس ہال کی خاموشی میں میری آواز گونجی۔ ''کیا ہوا...؟ تم سب خاموش کیوں ہو؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم شرمندہ ہیں۔ اس سوال کا جواب نہیں دے سکیں گے۔''

''انسان اپنے اعمال کے کھاتے میں کوئی ایک تو اچھا کام درج کرتا ہے اور تم نے ہمارے لیے کبھی ایک بھی اچھا کام نہیں کیا۔ تم سب میرا سامنا تو کررہے ہو۔ خدا کا سامنا کس منہ سے کرو گے؟''

''ہم کہہ تو رہے ہیں کہ شرمندہ ہیں۔ اس سے آگے کہنے کو کچھ نہیں ہے۔ بس التجائیں ہیں۔ ہم سے چاہے جیسی بھی شرطیں منوالو۔ مگر فارگاڈ سیک اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے ہمیں تحفظ دینے کی بات کرو۔''

''میں قسم کھا چکا ہوں۔ میں یا میرا کوئی بھی آدمی تمہارے کسی کام نہیں آئے گا۔ ہاں۔ انسانیت کے ناتے میں تم سے ہمدردی ضرور کرسکتا ہوں۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے شدید ناگواری سے کہا۔ ''زیادہ لفاظی نہ کرو۔ چلے جاؤ یہاں سے.... ہمیں تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔''

میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ ''میں چارہا ہوں لیکن میری ہمدردی تمہارے ساتھ رہے گی۔ کیونکہ تمہیں اس کی ضرورت ہے۔''

وہ اعلیٰ عہدیدار غصے سے تلملا کر چیخ پڑا۔ ''گوٹو ہیل یو بلڈی فرہاد....!''

وہ غصے سے اچھل کر کھڑا ہوگیا تھا۔ میرے آلۂ کار کو ایسے حقارت سے گھور رہا تھا' جیسے میں اس کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔ وہ غصے کے مارے اسے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اس آلۂ کار نے پیچھے ہٹ کر کہا۔ ''اسٹاپ ....یہ میں ہوں۔ فرہاد جا چکا ہے۔''

میں وہاں سے چلا آیا تھا۔ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا تھا۔ عالی سے کی جانے والی دشمنی کو کبھی نظرانداز نہیں کر سکتا تھا مگر ہمیں انسانیت کا ایسا درس دیا گیا تھا کہ لاکھ دشمنی رکھنے کے باوجود ہم کسی کو مشکل وقت میں بے یارومددگار نہیں چھوڑ سکتے تھے۔

بے شک۔ اکابرین نے دشمنی کی انتہا کر دی تھی۔ مجھے ان سے سخت نفرت ہوگئی تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ میں بذاتِ خود یا اپنے کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے ان کی مدد نہ کرنے کی قسم کھا چکا تھا۔

ہم مسلمانوں کو اپنی دینی تعلیمات یاد رکھنی چاہیے۔ اپنے اندر انسانیت کے جذبے کو فعال رکھنا چاہیے۔ یوں بھی جو تربیت مسلمانوں کی گھٹی میں پڑ جاتی ہے' وہ انہیں چین سے رہنے نہیں دیتی۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی ان سے تعاون کرنے پر مجبور ہوگیا تھا مگر تعاون کرنے کا ایسا طریقہ اختیار کرنے والا تھا' جس سے میری قسم بھی نہ ٹوٹتی اور اکابرین کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا۔

فی الحال تو یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ میں انہیں ٹھینگا دکھا کر چلا آیا ہوں۔ وہ سب غصے سے تلملا رہے تھے۔ میرے خلاف بہت کچھ بول رہے تھے۔ پھر وہ بولتے بولتے یکدم سے چپ ہوگئے۔ اپنے ایک عہدیدار کو ٹھٹک کر دیکھنے لگے۔ اس نے بلند آواز میں تمام اکابرین کو مخاطب کیا تھا۔

چونکنے والی بات یہ تھی کہ وہ اپنے لب و لہجے میں نہیں بول رہا تھا۔ اس کے ذریعے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جیمس ہارڈی کی آواز سنائی دی تھی۔

یہ وہی جیمس ہارڈی تھا' جو پچھلے دنوں میری بیٹی اور داماد کو ہلاک کرنے حیدرآباد پہنچا تھا اور ہمارے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ ایسے برے وقت میں اسے اپنے اکابرین کی طرف سے کوئی مدد نہیں ملی تھی۔

وہ میرے رحم و کرم پر تھا۔ تب میں نے اسے جان و امان دیتے ہوئے کہا تھا کہ اسے اور اس کے بیوی بچے کو اس شرط پر زندگی مل رہی ہے کہ وہ امریکا واپس نہیں جائے گا۔ کبھی مسلمانوں کے خلاف خیال خوانی نہیں کرے گا۔

ویسے بھی وہ اپنے اکابرین سے بدظن ہو چکا تھا۔ اس نے اس جانی دشمن کو معاف کیا تھا۔ اس کی بیوی اور بچے کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ وہ میری ہمدردی اور انسانی رویے سے متاثر ہوگیا تھا۔

اس نے وعدہ کیا تھا۔ اپنی بیوی اور بچے کی قسم کھا کر کہا تھا' کبھی ہمارے خلاف خیال خوانی نہیں کرے گا۔ آئندہ میری ہدایات کے مطابق زندگی گزارے گا۔ میں جو حکم دوں گا' اس پر عمل کرتا رہے گا۔ میں نے اسے اس کی مرضی کے مطابق اسے بیوی بچوں سمیت سوئیٹزرلینڈ پہنچا دیا تھا۔

چونکہ وہ بنیادی طور پر امریکن تھا۔ اس کے ملک و قوم پر آفت آرہی تھی۔ اس لیے میرے کہنے پر اکابرین کے درمیان پہنچا ہوا تھا۔ میری مرضی کے مطابق ایک محتاط رویہ اختیار کرتے ہوئے ان کے کام آنے والا تھا۔

دراصل میں چاہتا تھا' ان بوکھلائے ہوئے اکابرین کو کسی حد تک مدد حاصل ہو جائے اور ہمارے خیال خوانی کرنے والے ان کے ساتھ وقت ضائع نہ کریں۔ آخر انہیں دنیا کو بچانے کے لیے کسی بہانے ان کے کام آنا ہی تھا۔

وہ سب ہی اس عہدیدار کو حیرانی و بے یقینی سے دیکھ رہے تھے' جسے اس نے اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا تم جیمس ہارڈی ہو...؟''

وہ بولا۔ ''جی ہاں۔ میں وہی ہوں' جس کی بیوی اور بچے کو تم لوگ یرغمال بنا کر رکھنے والے تھے لیکن جب میری سلامتی تمہارے لیے ضروری نہ رہی تو تم لوگوں نے مجھے غیر ضروری سمجھتے ہوئے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا تھا۔''

اعلیٰ حاکم نے جلدی سے کہا۔ ''خیال خوانی کرنے والے کبھی غیر ضروری نہیں ہو سکتے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ فرہاد تمہیں بہکا کر' ہم سے چھین کر لے گیا ہے۔''

''انہوں نے بہکایا نہیں ہے۔ مجھے اور میری فیملی کو سلامتی دی ہے۔''

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایک عہدیدار نے

اس سے کہا۔ ''وہ جسے سلامتی دیتا ہے' وہ اس کے فریب میں آجاتا ہے اور اس کے دین کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ یقیناً اس نے تحفظ دینے کے بدلے تمہیں مسلمان بنا دیا ہوگا؟''

''مسٹر فرہاد تو تمہارے بھی مشکل وقت میں تمہارا ساتھ دیتے رہے ہیں۔ تمہیں سلامتی دیتے رہے ہیں۔ کیا انہوں نے آج تک کسی بھی تعاون کے صلے میں تمہارے کسی حکمران کو جبراً مسلمان بنایا ہے؟''

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''نہیں۔ فرہاد نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ ہمارے تمام اکابرین اپنے مذہب پر قائم ہیں۔''

''میں بھی قائم ہوں۔''

ایک عہدیدار نے خوشی سے چہک کر پوچھا۔ ''پھر تو تم ضرور اپنے ہم مذہبوں کی مدد کے لیے یہاں آئے ہوگے؟''

وہ بولا۔ ''بے شک۔ ہم اپنے ملک اور اپنی قوم کی سلامتی کے لیے عارضی طور پر واپس آئے ہیں۔''

انہوں نے چونک کر ایک ذرا حیرانی سے اس آلۂ کار کی طرف دیکھا۔ ''ہم....؟''

وہ بولا۔ ''میں یہاں تنہا نہیں ہوں۔ میرے ساتھ وائس مین اور ٹف گائی بھی آئے ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے دو عہدیداروں کے اندر موجود ہیں۔''

تمام اکابرین خوشی سے جھوم اٹھے۔ بیٹھے بٹھائے ایک دو نہیں' تین تین خیال خوانی کرنے والے ان کے پاس آگئے تھے۔ ان کی تو جیسے لاٹری نکل آئی تھی۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین اور ٹف گائی کافی عرصہ پہلے اپنے اکابرین سے منحرف ہو کر امریکا چھوڑ چکے تھے۔ گمنامی کی زندگی گزار رہے تھے۔ جب میں نے جیمس ہارڈی کو اکابرین کی مدد کرنے کی ہدایت کی تو وہ دونوں بھی اس برے وقت میں ان سے تعاون کرنے وہاں چلے آئے۔ اب ان کی ایسی اچانک آمد سے تمام عہدیداروں کو خوشگوار حیرت ہو رہی تھی۔

ایک اعلیٰ حاکم نے دیگر عہدیداروں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''وائس مین! ٹف گائی! کیا واقعی تم لوٹ آئے ہو؟''

انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''ابھی جیمس ہارڈی نے کہا ہے' ہم عارضی طور پر یہاں آئے ہیں۔ تم لوگوں کے دماغوں پر تنویمی عمل کریں گے۔ تمہیں سیارے والوں کی پہنچ سے اور ان کی گرفت سے بچائیں گے۔ پھر چلے جائیں گے۔''

اکابرین نے خوش ہو کر کہا۔ ''ہم سے جو بھی غلطیاں

خدارا
شوگر کے مریض
ذرا عقل سے کام لیں

لاکھوں انسان شوگر میں مبتلا سخت پریشان ہیں۔ عارضی وقتی دواؤں سے وقت گزارا کرنا آخر کہاں کی عقلمندی ہے۔ ہم نے دیسی طبی یونانی قدرتی جڑی بوٹیوں سے ایک خاص قسم کا شوگر نجات کورس تیار کیا ہے جس کے استعمال سے آپ کو بھی ان شاءاللہ شوگر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات مل سکتی ہے۔ شفاء منجانب اللہ پر ایمان رکھیں۔ ہم خدمت انسانیت کو عبادت سمجھتے ہیں۔ اگر آپ بھی شوگر سے مستقل نجات چاہتے ہوں تو آج ہی گھر بیٹھے فون پر تمام علامات سے آگاہ کریں۔ اور بذریعہ ڈاک وی پی VP شوگر نجات کورس منگوالیں۔

المُسلم دارالحکمت رجسٹرڈ

(دیسی یونانی دواخانہ)

ضلع و شہر حافظ آباد۔ پاکستان

0300-6526061

0301-6690383

0547-521787

آپ ہمیں صرف فون کریں

دوائی آپ تک ہم پہنچائیں گے

ہوئی ہیں۔انہیں معاف کردو اور ہمیشہ کے لیے واپس آجاؤ۔''

انہوں نے کہا۔''ہرگز نہیں۔ہم صرف سیّارے والوں کے خلاف تمہارے کام آرہے ہیں لیکن مسلمانوں کے خلاف کبھی خیال خوانی نہیں کریں گے اور نہ اس سلسلے میں تمہارے کسی کام آئیں گے۔''

اعلیٰ حاکم نے ناگواری سے کہا۔''مسلمانوں کا نام نہ لو۔ان دشمنوں کو تو موقع مل گیا ہے۔خاص طور پر فرہاد چاہتا ہے' گریٹ ایشورارا کی دشمنی ہم تمام اکابرین کو فنا کر دے۔وہ اور اس کے تمام مسلمان ساتھی ہمیں ختم کر کے پوری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔اسی لیے ہم سے کوئی تعاون نہیں کررہے ہیں۔''

جیمس ہارڈی نے کہا۔''کوئی سانپوں کو دودھ نہیں پلاتا۔لیکن مسٹر فرہاد کی عظمت کو داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے ہمیں دودھ کی نہر بنا کر تمہاری سلامتی کے لیے بھیجا ہے۔شرم کرو' وہ تمہارے جیسے دشمنوں کو بھی مشکل وقت میں بے یارومددگار نہیں چھوڑ رہے ہیں۔''

ایک نے کہا۔''تعجب ہے ابھی تو اس نے ہماری ایک نہیں سنی تھی۔ہم پر لعنت بھیج کر چلا گیا تھا۔''

والس مین نے کہا۔''انہوں نے لعنت نہیں بھیجی ہے۔ ہمیں یہاں بھیجا ہے۔''

تمام اکابرین نے ٹھٹک کر ایک ذرا تعجب سے پوچھا۔ ''کیا مطلب....؟''

جیمس ہارڈی نے کہا۔''جی ہاں۔انہوں نے لٹ گائی کی طرح ہمیں بھی تمہاری مدد کرنے کی ہدایت کی ہے۔''

اعلیٰ حاکم نے کہا۔''تمہاری زبان سے سن کر بھی یقین نہیں آرہا ہے۔یوں لگتا ہے' تم سب اس سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہوگئے ہو۔خوامخواہ اسے کریڈٹ دے رہے ہو۔جبکہ اس نے ہم سے تعاون نہ کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے اور وہ زبان کا دھنی ہے۔''

''بے شک۔وہ زبان کے دھنی ہیں۔انہوں نے قسم کھائی ہے۔وہ اپنے کسی بھی مسلمان خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے تمہاری مدد نہیں کرنا چاہتے۔''

دوسرے نے کہا۔''اسی لیے انہوں نے ہمیں یہاں بھیجا ہے۔تم لوگوں کو ان کا احسان ماننا چاہیے۔''

تمام اکابرین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔اب میری یہ بات ان کی سمجھ میں آرہی تھی۔میں نے وہاں سے جاتے جاتے کہا تھا کہ میری ہمدردی ان کے ساتھ رہے گی۔کیونکہ انہیں اس کی ضرورت ہے۔میں نے ہمدردی کے طور پر تیر ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے پاس پہنچائے تھے۔میرا ہ تعاون ایسا تھا کہ وہ اس سے انکار نہیں کرسکتے تھے۔

اعلیٰ حاکم نے تمام اکابرین کو دیکھا۔پھر کہا۔''ب شک۔مسٹر فرہاد نے ہم سے تعاون کیا ہے۔مگر اس میر احسان والی کوئی بات نہیں ہے۔ہمارے اپنے ٹیلی پیتھ جاننے والے ہماری امداد کے لیے آئے ہیں۔ہاں۔اگر و مسلمان خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے ہمیں تحفظ د تو پھر ہم اس کے احسان مند ضرور ہوتے۔''

جیمس ہارڈی نے کہا۔''ہم نے کہا ناں...ہم آئے نہیں ہیں۔ہمیں بھیجا گیا ہے۔یوں تمہیں مسٹر فرہاد کا احسان منا ہونا چاہیے۔مگر تم لوگ سراسر احسان فراموشی کررہے ہو۔''

والس مین نے جیمس سے کہا۔''ابھی ہم واپس چلے جائیں تو انہیں عقل آجائے گی۔''

تمام اکابرین نے ایکدم سے پریشان ہوکر ان تین آلہ کاروں کی طرف دیکھا۔اعلیٰ حاکم نے جلدی سے کہا۔''ہ ہماری بات کا مطلب نہیں سمجھے۔ہم تو صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ فرہاد اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے بھی ہم سے تعاون کرسکتا تھا۔پھر بھی ہم تمہیں پاکر اس کا احسان مانتے ہیں۔''

وہ لاتوں کے بھوت تھے۔باتوں سے نہیں مانتے تھے۔ ان تینوں نے انہیں لات مار کر جانے کی بات کی تو وہ فوراً ہو میرے گن گانے لگے۔ویسے میں نے تینوں کو تاکید کی تھی کہ حالات جیسے بھی ہوں' انہیں ہر حال میں اکابرین سے تعاون کرنا ہوگا۔اسی میں ان کے ملک وقوم کی سلامتی ہے۔ورنہ گریٹ ایشورارا بھرپور تیاریوں کے ساتھ آرہا ہے۔ان حکمرانوں کو مجبور اور بے بس بنا کر ہماری زمین پر تسلط قائم کرنے کے سلسلے میں کامیاب ہوتا رہے گا اور ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔

ان تینوں نے محض دھمکی کے طور پر وہاں سے جانے کی بات کہی تھی۔ان اکابرین کی یہ خوش قسمتی تھی کہ ایسے برے وقت میں وہ تینوں واپس آگئے تھے۔انہیں تحفظ اور سلامتی دینے والے تھے مگر وہ لوگ عجب بے ایمان اور بے مروت تھے۔میرا احسان ماننا نہیں چاہتے تھے۔فی الحال اپنے دماغوں کو مقفل کرانے اور تحفظ حاصل کرنے کے لیے اوپر کے دل سے مجھے اپنا محسن مان رہے تھے۔

وہ یقین سے کہہ رہے تھے۔''اب ہم گریٹ ایشورارا کے مقابلے میں کمزور نہیں پڑیں گے۔ان کے ایک بھی خیال

خوانی کرنے والے کو اپنے ملک کے کسی علاقے میں قدم جمانے کا موقع نہیں دیں گے۔''

امریکی آرمی افسران کے بعد ان اکابرین کا مسئلہ بھی حل ہوگیا تھا لیکن فرانس' انگلینڈ اور جرمنی کے اکابرین اپنی سلامتی کے لیے پریشان تھے۔بری طرح بوکھلائے ہوئے تھے۔وہ لوگ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے معاملے میں بالکل ہی کنگال تھے۔ان کے پاس ایک بھی خیال خوانی کرنے والا نہیں تھا۔اسی لیے ان کی نظریں بھی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر ٹکی ہوئی تھیں۔وہ ہم سے تعاون کی اپیل کررہے تھے۔

بڑی عجیب سی صورتِ حال تھی۔بڑے ممالک کے سب ہی اکابرین اور اعلیٰ حکمران ہم مسلمانوں کو کمتر سمجھتے تھے مگر اس وقت نہ چاہنے کے باوجود انہیں ہماری برتری تسلیم کرنی پڑ رہی تھی۔

زندگی بڑی خوبصورت ہوتی ہے۔کوئی بھی اس سے منہ پھیر کر موت کے اندھیروں میں جانا نہیں چاہتا۔بیماری کے بہانے طبعی موت آنے والی ہو' تب بھی اسے دواؤں کے ذریعے ٹالنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔دعائیں مانگی جاتی ہیں اور اب تمام اکابرین ناگہانی شامت کو ٹالنے کے لیے ہاری منتیں کررہے تھے۔

ہم نے بدستور خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ہماری طرف سے مایوس ہوکر وہ دنیا بھر کے عاملوں اور جادوگروں کو مختلف ٹی وی چینلز وغیرہ کے ذریعے مخاطب کرنے لگے۔یہ اعلان کرنے لگے کہ جو بھی عامل یا جادوگر انہیں تحفظ اور سلامتی دے گا۔گریٹ ایشورارا کے حملوں سے بچائے گا' وہ اسے منہ مانگی رقم ادا کریں گے۔

ہماری دنیا میں سچے جھوٹے عاملوں کی کمی نہیں ہے۔ ایک ڈھونڈو ہزار مل جاتے ہیں۔پھر یہ کہ منہ مانگی رقم کی پیشکش تھی اور یہ بہت بڑی کشش تھی۔دنیا بھر سے سیکڑوں ہزاروں عامل اور جادوگران کی طرف کھنچے چلے آئے۔فیکس' ٹیلی فون اور ای میل وغیرہ کے ذریعے ان سے رابطہ کرنے لگے۔اب ان میں سے تجربہ کار' سچے اور کھرے عامل کا انتخاب کرنا مشکل ہورہا تھا۔

ایک عہدیدار نے کہا۔''سب ہی آنے والے اپنے اپنے کارنامے دکھا رہے ہیں۔خود کو سب سے زیادہ پہنچا ہوا عامل کہہ رہے ہیں۔جب تک کوئی دشمن ہمارے اندر نہیں آئے گا اور یہ جادوگر اسے بھگانے کا کمال نہیں دکھائیں گے تب تک ہم کسی پر بھروسا نہیں کرسکتے۔''

جاسوسی ڈائجسٹ سسپنس ڈائجسٹ
سائل نہیں ملتے
ماہنامہ پاکیزہ
اندرون ملک چھوٹے شہروں اور قصبوں کے معزز قارئین کی یہ شکایت دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔
ہاکرز اور بک اسٹال والے صرف اتنی کاپیاں خریدتے ہیں جن کے بک جانے کا انہیں سو فیصد یقین ہو کیونکہ بچ رہنے والی ایک کاپی ان کی کئی کاپیوں کا نفع کھا جاتی ہے۔ کوئی بھی خسارے کا ایسا سودا پسند نہیں کرتا
رسائل کے یقینی حصول کے دو طریقے ہیں
اپنے ہاکر یا بک اسٹال والے کو تاکید کردیں کہ وہ ہر مہینے باقاعدگی سے آپ کو رسالہ فراہم کرے' وہ اپنی تعداد بڑھالے گا۔
یا
آپ ادارے کو صرف 500 روپے (ڈاک خرچ اس میں شامل ہے) بھیج کر ہمارے کسی بھی پرچے کے سالانہ خریدار بن جائیں اور مزید کسی خرچ یا بھاگ دوڑ کے بغیر 12 شمارے رجسٹرڈ ڈاک سے بروقت اپنی دہلیز پر حاصل کرتے رہیں۔
اس شرح سے آپ زائد سالوں اور چاروں پرچوں کے لیے بہ یک وقت زرسالانہ ارسال کرکے بے فکر ہوسکتے ہیں
جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی
مندرجہ ذیل ٹیلی فون نمبروں پر بھی رابطہ کرسکتے ہیں
ثمر عباس 0301-2454188
بدرالدین سرکولیشن منیجر 5802552-5386783-5804200
فیکس نمبر 5802551

''ہمیں دھوکے بازوں سے بچنا ہوگا۔ کوئی بھی ڈھونگی عامل یا جادوگر باتیں بنا کر ہمیں بے وقوف بنا سکتا ہے۔ مشکل تو یہ ہے کہ ہم آزمائش کے طور پر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہ نہیں کہیں گے کہ وہ ہمارے اندر آئے۔ اگر کوئی عامل اسے بھگا نہ سکا تو وہ ہمارے دماغ سے چپک کر رہ جائے گا۔ ہم بیٹھے بٹھائے خوامخواہ اس کے غلام بن جائیں گے۔''

دوسرے عہید یدار نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''کسی بھی طرح کے دھوکے سے بچنے کے لیے آزمائش ضروری ہے۔ مگر ہم کسی کو آزمانے کا خطرہ مول نہیں لیں گے۔''

ایک نے کہا۔ ''عمل کرنے یا منتر پڑھ کر پھونکنے میں اچھا خاصا وقت لگتا ہے۔ اُدھر یہ چھومنتر کہہ بھی نہ پائیں گے' اِدھر وہ دماغ میں زلزلہ پیدا کردیں گے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''ہم ایک سے مطمئن نہ ہو کر کسی دوسرے عامل کو آزمائیں گے' تب تک ایشورارا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے قیامت کی چال چل جائیں گے۔''

''بے شک اور اِدھر اس کی دی ہوئی مہلت لمحہ لمحہ کم ہوتی جارہی ہے۔''

وہ سب ہی الجھے ہوئے تھے۔ آپس میں مشورے کر رہے تھے۔ ایسے وقت ایک اور عامل نے فون کے ذریعے ان سے رابطہ کیا۔ ایک عہید یدار نے فون کا وائڈ اسپیکر آن کرتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو کون...؟''

دوسری طرف سے ایک ذرا بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''میں وہ ہوں' جس کی تمہیں ضرورت ہے۔''

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر اس عہید یدار نے فون پر کہا۔ ''یقیناً تم کوئی عامل یا جادوگر ہو۔ اپنا نام بتاؤ؟''

''کام سے مطلب ہونا چاہیے۔ نام میں کیا رکھا ہے؟ تمہیں میرا اکاؤنٹ نمبر معلوم ہونا چاہیے۔ تاکہ میری مطلوبہ رقم وہاں جمع کرائی جاسکے۔''

اس عہید یدار نے دوسرے اکابرین کو دیکھا اور پھر پوچھا۔ ''اپنا پتا ٹھکانا بتاؤ' کہاں کے رہنے والے ہو؟''

''اسی دنیا کے ایک کونے میں رہتا ہوں۔''

وہ چڑ کر بولا۔ ''تم عجیب باتیں کر رہے ہو۔ نہ نام بتا رہے ہو' نہ پتا ٹھکانا بتا رہے ہو۔''

''یہ تمام سوالات غیر ضروری ہیں۔ کام کی باتیں کرو۔''

ایک عہید یدار نے کہا۔ ''اس سے پوچھو' اس کا مذہب کیا ہے؟ کہیں یہ مسلمان تو نہیں ہے؟''

اس عہید یدار نے فون پر پوچھا۔ ''تمہارا دین دھرم کیا ہے؟''

''انسان کا دین دھرم بہت ہی کمزور ہوتا ہے۔ اس پر کوئی آفت آتی ہے تو کبھی یہ بھگوان کے سامنے جوڑتا ہے' کبھی خدا کے آگے سجدے کرتا ہے' کبھی گا سامنے معصوم فرشتہ بن کر کھڑا ہوجاتا ہے اور کبھی اپنے ہ انسان کو خدا بنا کر اس سے من کی مرادیں پوری کرواتا۔

وہ ذرا دیر چپ ہوا پھر بولا۔ ''ہمارا تمہارا کیا۔ وقت پر کام آجاتا ہے ہم اسے اپنا بھگوان' خدا اور گاڈ ہیں۔ تم بھی ایسے ہی ہو۔ ابھی میں تمہارے کام آؤں گا سب میرے قدموں میں گر پڑو گے۔ میری مناجات کردو گے۔''

اعلیٰ عہید یدار نے ناگواری سے کہا۔ ''زیادہ بو دکھاؤ۔ کام آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم تمہیں بٹھالیں گے۔ تمہیں تمہارے کام کا منہ مانگا معاوضہ جائے گا۔''

دوسرے عہید یدار نے کہا۔ ''بائی دا وے' تم پُراسرار کیوں بن رہے ہو؟''

ایک اور نے پوچھا۔ ''اور جب اس طرح چھپ گے تو ہمارے کام کیسے آؤ گے؟''

فون پر اس کی آواز سنائی دی۔ ''میرا اپنا کچھ طر ہے۔ تمہارے کام آنے کے لیے نہ تو مجھے وہاں آنا پڑ۔ نہ ہی میں تمہیں اپنے پاس بلاؤں گا۔''

''کیا مطلب...؟ کیا تم دور ہی دور سے ہم پر کو وغیرہ کرو گے؟''

''پہلے تمام عاملوں کو بھول کر مجھ سے معاملہ ڈا اس کے بعد کوئی سوال کرو۔''

''ہم یونہی تم پر کیسے اعتماد کرلیں؟ اپنا کوئی کارنا معلوم تو ہو' کتنے پہنچے ہوئے ہو؟ ہمیں مکمل طور پر فراہم کرسکو گے یا نہیں؟''

وہ بولا۔ ''میں اپنے کارناموں کو اشتہار بنا کر پیش کرتا۔ نہ ہی جادو منتر پڑھنے میں وقت برباد کرتا ہوں اپنے مسائل جلد حل کرنے کے لیے میرا تعاون چا۔ سوال جواب میں نہ الجھو۔''

اس پُراسرار عامل کی باتیں اور اس کا لب ولہجہ کہ اکابرین بڑی حد تک اس سے متاثر ہونے لگے تجسس بھی پیدا ہوگیا تھا۔ یہ جاننے کی بے چینی ہوگئی تھی اس کے کام کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ اس نے کہا تھا' وہ کا عمل نہیں کرے گا۔ پھر سمجھ میں نہیں آرہا تھا' کیسے کام آئے گا' کیسے انہیں تحفظ دے گا؟

بہرحال اس معمے کو سمجھنا تھا اور اس سے کام بھی لینا تھا۔ ایک عہید یدار نے پوچھا۔ ''ابھی تم جس نمبر سے بات کررہے ہو' کیا اس پر ہم آئندہ رابطہ کرسکتے ہیں؟''

''نہیں۔ یہ عارضی ہے۔ میرے فون کی سم بدل جائے گی۔''

تم نے تو ہمیں الجھا دیا ہے۔ ہم آپس میں صلح مشورہ کرنے کے بعد تمہیں کال بیک کرنا چاہتے ہیں۔ بتاؤ' کیسے کریں گے؟''

وہ بولا۔ ''میں آدھے گھنٹے کا وقت دے رہا ہوں۔ اس کے بعد خود ہی تم لوگوں کو مخاطب کروں گا۔''

دوسری طرف سے رابطہ ختم کردیا گیا۔ اُدھر فون پر خاموشی چھائی' اِدھر اکابرین کے درمیان چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ ایک عہید یدار نے کہا۔ ''آخر اس کا طریقہ کار کیا ہو سکتا ہے؟''

دوسرے نے کہا۔ ''وہ تو اس سے کام لے کر ہی معلوم ہوسکے گا۔''

''کیا ہمیں اس پر اعتماد کرنا چاہیے؟''

وہ سب ہی ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''کسی نہ کسی پر تو بھروسا کرنا ہی ہے اور اسے بھی آزمانا ہی ہوگا۔''

''اس کی یہ بات اچھی ہے کہ یہ دوسرے عاملوں اور جادوگروں کی طرح عملیات میں وقت برباد نہیں کرے گا۔ کریٹ ایشورارا نے جو مہلت دی ہے' اس سے پہلے ہی ہمیں تحفظ حاصل ہوسکے گا۔''

یہ قائل ہونے والی بات تھی۔ لہٰذا سب کی رائے کے مطابق یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس پُراسرار عامل پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی خدمات حاصل کی جائیں۔

اس نے آدھے گھنٹے بعد انہیں فون پر مخاطب کیا۔ فون کا وائڈ اسپیکر آن تھا۔ تمام اکابرین اس کی آواز سن رہے تھے۔ اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمارا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ تم سے کام لیا جائے۔ تم ہمارے حالات سے واقف ہو۔ اب بتاؤ' سیارے والوں سے ہمیں کس طرح تحفظ دے سکو گے؟''

وہ بولا۔ ''میں تم لوگوں کو ایسے تحفظ دوں گا کہ اس کے بعد ارضی وسماوی کوئی بھی دشمن تمہیں جانی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

انہوں نے بڑے تجسس سے پوچھا۔ ''کیا واقعی....؟ تم ہمیں ناقابلِ شکست بنادو گے؟ مگر کچھ تو بتاؤ' تم کیا کرو گے؟''

''میں تمہیں ایسے آبِ حیات کا راستہ بتاؤں گا' جس سے فیض یاب ہونے کے بعد کوئی حادثہ یا دشمنی تمہیں وقت سے پہلے مار نہیں سکے گی۔ تم بے خوف وخطر اپنی طبعی عمر تک جیتے رہو گے۔''

اعلیٰ حاکم نے ایک ذرا تعجب سے کہا۔ ''آبِ حیات...؟ ہم نے الف لیلوی داستانوں میں اس کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے۔ کیا واقعی ہماری زمین پر کہیں آبِ حیات موجود ہے؟''

''بے شک...موجود ہے۔''

تمام اکابرین نے بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایک عہید یدار نے پہلو بدل کر فون پر کہا۔ ''تم فوراً ہمیں وہاں تک پہنچنے کا راستہ بتاؤ۔ ابھی تمہارے اکاؤنٹ میں تمہاری مطلوبہ رقم ٹرانسفر کردی جائے گی۔''

''ذرا تحمل سے کام لو۔ پہلے میری بات کو سمجھ تو لو۔ وہ کوئی بہتے پانی کی ندیا نہیں ہے کہ میں راستہ بتاؤں گا اور تم سب وہاں جا کر غٹا غٹ پینے لگو گے۔''

''کیا مطلب...؟ ابھی تم نے خود کہا ہے کہ وہ آبِ حیات ہے؟''

اس کی آواز سنائی دی۔ ''بیشک۔ وہ آبِ حیات ہے مگر ایک حسینہ ہے۔''

انہوں نے چونک کر فون کو دیکھا۔ وہ بولا۔ ''ایک ایسی غیر معمولی حسینہ...جس کی قربت کسی بھی شخص کو ناقابلِ شکست بنا دیتی ہے۔ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اس حسینہ سے فیض یاب ہونے والا اپنے مقررہ وقت سے پہلے کبھی نہیں مرے گا۔''

اکابرین کے اندر کچھ بے چینی سی پھیل گئی۔ حالات کی سنگینی میں اچانک ہی رنگینی بھر گئی تھی۔ وہ پُراسرار عامل دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے انہیں بڑا ہی رومانی اور جذباتی سا راستہ دکھا رہا تھا۔

ایک اعلیٰ حاکم نے پہلو بدل کر فون پر کہا۔ ''یہ یقین نہ کرنے والی بات لگتی ہے۔''

''تجربے سے گزرو گے تو یقین آجائے گا۔ اس کے ساتھ وقت گزارنے کے بعد ایک عجیب سی توانائی محسوس کرو گے۔ میں اس آبِ حیات کا جام نوش کرچکا ہوں۔''

انہوں نے پھر ایک دوسرے کو دیکھا۔ عامل نے کہا۔ ''ذرا سوچو! اس تجربے میں تمہارا نقصان ہی کیا ہے؟ یوں بھی نہ جانے کتنی حسیناؤں کے ساتھ اپنی راتیں کالی کرتے رہتے ہو۔ ایک رات اور کالی کرو گے تو اپنی زندگی کا نیا سورج

طلوع ہوتے دیکھو گے۔''

اعلیٰ حاکم نے قائل ہو کر کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ ہمیں اس کا پتا ٹھکانا بتاؤ۔ وہ کہاں ملے گی؟''

''کوئی بھی چیز آسانی سے نہیں ملتی۔ من کی مراد پانے کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔''

ایک عہدیدار نے کہا۔ ''تم بیلنے کے لیے پاپڑ دو گے تو ہم بیلیں گے۔ ہمیں صرف وہاں کا راستہ بتا دو۔''

''راستہ ابھی بتاؤں گا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ ایک ہے اور تم سیکڑوں کی تعداد میں ہو۔ یقیناً سب ہی اکابرین اپنی سلامتی چاہتے ہیں؟''

انہوں یک زبان ہو کر کہا۔ ''بے شک۔''

''یعنی ایک انار اور سو بیمار والا معاملہ ہے۔ وہ ایک انار کس کس کے حصے میں آئے گا؟''

وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ عامل نے کہا۔ ''میں اس لڑکی کی بھی سلامتی چاہتا ہوں۔ تم لوگ اپنے تحفظ کے لیے بوکھلائے ہوئے ہو۔ یہ کبھی نہیں چاہوں گا کہ بیمار انار کے پاس جائیں اور انار دانہ دانہ ہو کر بکھر جائے اور کسی کے کام نہ آئے۔''

''اتنی عقل تو ہمیں بھی ہے۔ ہم سونے کے انڈے دینے والی مرغی کو ہلاک نہیں کرنا چاہیں گے۔''

''پہلے ہم اچھی طرح سمجھیں گے کہ ایک مے خانے میں کتنے مے خواروں کے لیے گنجائش ہو سکتی ہے؟ وہ جام ہر ایک کے نام نہیں ہوگا۔ کتنے ہی پیاسے رہ جائیں گے۔''

عامل نے کہا۔ ''یہ تو وقت اور حالات کے مطابق فیصلہ ہوتا رہے گا اور فیصلہ وہ حسینہ کرے گی۔''

''وہ جو بھی فیصلہ کرے گی' ابتدا میں دو چار کو ضرور قبول کرے گی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ پہلے دو چار خوش نصیب کون ہوں گے؟''

اس کانفرنس ہال میں انگلینڈ' فرانس اور جرمنی کے اکابرین موجود تھے۔ وہ سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ عامل نے کہا۔ ''پہلے تم سب آپس میں اپنی اپنی باریوں کا حساب کتاب کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔''

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ وہ تمام اکابرین آپس میں صلح مشورے کرنے لگے۔ یہ طے کیا جانے لگا کہ ایک دن میں پانچ نہیں' بلکہ چھ افراد اس حسینہ کے پاس جائیں گے تاکہ ہر ملک سے دو دو اکابرین کی گنتی پوری ہو سکے اور جھگڑے والی کوئی بات بھی نہ ہو۔

انہوں نے پہلے ہم سے تعاون کی اپیل کی تھی اور ہ
بڑی خاموشی سے انہیں ٹال دیا تھا۔ اس کے باوجود ہم
بالکل ہی نظر انداز نہیں کر رہے تھے۔ جس طرح میں ا
اکابرین کے درمیان پہنچا تھا۔ اسی طرح اس وقت کبر
آلۂ کار کے ذریعے اس کانفرنس ہال میں موجود تھا۔ مجھ
پل کی رپورٹ دے رہا تھا۔

اس غیر معمولی حسینہ کے بارے میں سن کر حیرت ہ
تھی۔ وہ کون تھی؟ کیا تھی؟ اس کے بارے میں جو کچھ کہا
تھا' وہ کس حد تک درست تھا؟ یہ جاننے کے لیے میر
کبریا کو ہدایت دی تھی کہ وہ اس عامل کے دماغ میں پہ
اس کی اصلیت معلوم کرے۔

اس کام میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہ
نے آ کر مجھے اس پُراسرار عامل کی پوری ہسٹری سنا دی
حسینہ کے بارے میں بھی بہت اہم معلومات حاصل ہوئی
جنہیں فی الحال میں بیان نہیں کروں گا۔ اگر داستان
موڑ پر اُن کا ذکر چل نکلا تو واقعات الجھ کر رہ جائیں گے۔

میں تھوڑی دیر تک چپ رہا۔ زیر لب مسکرانے لگا۔
نے کہا۔ ''پاپا! آپ مسکرا رہے ہیں؟ جبکہ صورتِ حال
سیریس ہے۔ وہ تمام اکابرین....''

میں نے سر ہلا کر کہا۔ ''وہ ڈوب رہے ہیں اور
بچاؤ کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ ایسے میں وہ عا
کے لیے تنکے کا سہارا بن رہا ہے۔ اُسے بننے دو۔''

''مگر وہ تو.....''

میں نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''میں اس سلسلے میں
چند ہدایات دوں گا۔ تم ان پر عمل کرتے رہو گے۔ فی
ان اکابرین کے درمیان رہ کر تمام حالات پر نظر رکھو۔''

وہ میرے حکم کے مطابق دوبارہ اس کانفرنس ہال
پہنچ گیا۔ وہاں اس پُراسرار عامل کی فون کال آئی ہوئی
اس سے معاملات طے کیے جا رہے تھے۔

عامل نے تمام اکابرین سے کہا۔ ''تم نے ابھی
افراد کی بات کی تھی۔ میں نے آدھے گھنٹے بعد کال کی
اس گنتی میں ایک فرد کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اب میں کیسے
کروں کہ تم لوگ اپنی زبان پر قائم رہو گے؟ پانچ کے
افراد ہو گئے ہیں۔ آئندہ سات اور آٹھ بھی ہو سکتے ہیں۔

ایک اعلیٰ حاکم نے جلدی سے کہا۔ ''نہیں۔ ایسا
ہوگا۔ ہم نے تو اپنے اکابرین کی گنتی برابر کرنے کے
ایک فرد کا اضافہ کیا ہے۔''

اس نے انکار کرتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا اپنی گنتی

کرنے کے لیے اُس حسینہ کی جان لینا چاہتے ہو؟ میں نے تمہیں آپس میں صلح مشورے کرنے کا وقت دیا تھا۔ تعداد بڑھانے کا نہیں...''

''پلیز۔ ہماری پرابلم کو سمجھو۔ پانچ کی گنتی ہمارے درمیان متنازعہ ہو جائے گی۔''

وہ بولا۔ ''یہ تم لوگ سمجھو کہ اس تنازع کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے؟''

''پانچ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر ملک سے دو دو اور کسی ایک ملک سے ایک اعلیٰ عہدیدار اس حسینہ کے پاس جائے گا۔''

عامل نے کہا۔ ''بے شک۔ یہی ہوگا۔''

تینوں ممالک کے اکابرین نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''اور یہی جھگڑے والی بات ہے۔ ہم میں سے کسی بھی ملک کے حکمران ایسی ناانصافی قبول نہیں کریں گے۔''

''چلو تو پھر انصاف کی بات کرو۔ یہ طے کر لو کہ ہر ملک سے ایک ایک فرد اس حسینہ کے پاس جائے گا۔ یعنی ایک دن میں تین افراد تحفظ حاصل کریں گے۔''

انہوں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایک عہدیدار نے کہا۔ ''تم نے تعداد بڑھانے کے بجائے بالکل ہی کم کر دی ہے۔ اس طرح تو دشمنوں کی طرف سے دی گئی مہلت ختم ہو جائے گی۔ مگر ہماری گنتی پوری نہیں ہوگی۔ تمام اکابرین کو تحفظ نہیں مل سکے گا۔''

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ ایک عہدیدار نے پوچھا۔ ''ہیلو...! تم لائن پر ہو ناں....؟ ہیلو...!''

وہ بولا۔ ''ہاں۔ سن رہا ہوں۔ مگر ہوگا وہی' جو میں کہہ چکا ہوں۔ یا تو تین یا پھر پانچ....''

''فار گاڈ سیک... تین پانچ نہ کرو۔ چھ افراد کی بات کرو۔''

''میں فون بند کر رہا ہوں۔ پندرہ منٹ بعد آخری بار رابطہ کروں گا۔ اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تمام اکابرین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ نگاہوں میں یہ سوال تھا کہ اب کیا کیا جائے؟

جرمنی کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''اس مسئلے کا ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ پہلے دو ممالک کے چار اکابرین اس حسینہ کے پاس جائیں گے اور تیسرے ملک کا ایک اعلیٰ عہدیدار ان کے ساتھ ہوگا۔ پھر دوسرے دن اس تیسرے ملک کے دو اکابرین جائیں گے تو باقی دو ممالک میں سے کسی ایک کو قربانی دینی پڑے گی۔

یہی طریقہ قابلِ قبول ہو سکتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''پھر تیسرے روز بھی اسی طریقہ کار کے ذریعے ایک ملک کا ایک اعلیٰ عہدیدار دوسرے ممالک کے چار اکابرین کے ساتھ جائے گا۔ یوں پانچ کی گنتی بھی پوری ہوتی رہے گی اور جھگڑے والی کوئی بات بھی نہیں ہوگی۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''یعنی ہر روز باری باری تینوں ممالک کے اکابرین کو سمجھوتا کرنا پڑے گا۔''

ایک اور اعلیٰ عہدیدار نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''اس مسئلے کا اس سے بہتر کوئی اور حل ہو نہیں سکتا۔''

دوسرے اکابرین بھی اس کی تائید کرنے لگے۔ مشورہ دینے والے عہدیدار نے کہا۔ ''اب اس کی فون کال آنے سے پہلے یہ فیصلہ بھی کر لیں کہ ہم تینوں ممالک میں سب سے پہلے کون سمجھوتا کرے گا؟''

اس کا سوال سن کر کانفرنس ہال میں خاموشی چھا گئی۔ وہ بظاہر خاموش تھے۔ مگر اندر ہی اندر سوچ رہے تھے۔ اپنے آپ سے بول رہے تھے۔ کبریا انگلینڈ کے ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے۔

''ہم تو کبھی کمپرومائز نہیں کریں گے۔ فرانس کے اکابرین کرنا چاہتے ہیں تو کریں۔ ہم کسی بھی طرح ہر روز اپنے دو اکابرین کو اس حسینہ تک ضرور پہنچائیں گے۔''

کبریا فرانس کے اعلیٰ حاکم کے اندر پہنچا اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ پہل کرنے پر راضی نہیں ہے۔ چاہتا ہے' انگلینڈ یا جرمنی کے اکابرین میں سے کوئی ایک پیچھے ہٹ کر دوسروں کو موقع فراہم کرے۔

کبریا جرمنی کے اس عہدیدار کے دماغ میں پہنچا' جس نے یہ مشورہ دیا تھا۔ اس کی سوچ ہی کچھ اور تھی۔ وہ سازشی انداز میں سوچ رہا تھا۔ سب کو پانچ کی گنتی میں الجھا کر صرف اپنے ملک و قوم کی سلامتی چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا' جس حسینہ تک پہنچنے کے لیے ان کے درمیان رسّا کشی جیسی فضا قائم ہو گئی ہے۔ دوسرے ممالک کے اکابرین کو اس حسینہ کی بُو بھی نہ ملے اور اس کے لیے اس پُراسرار عامل کو خریدنا ضروری تھا۔

اس وقت وہ بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا اور یہ پلاننگ کر رہا تھا کہ اس عامل کو کروڑوں یورو دے کر خریدا جائے گا تو وہ صرف اُن کا زرخرید غلام بن کر رہے گا۔ اس طرح دوسرے ممالک کے اکابرین کو اس غیر معمولی حسینہ تک کبھی نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ انہیں بھٹکتا ہوا کسی بھی دوسری عورت کے پاس پہنچا دے گا۔

اس کانفرنس ہال میں وہ تینوں ممالک بظاہر متحد ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن وہ ایک حسینہ ٹھہری ہوئی جھیل میں جیسے کنکر کی طرح آ کر گری تھی۔ اُن کے اندر ہلچل مچا رہی تھی۔ اس عامل نے بچاؤ کا ایسا حسین اور رنگین جذبات سے لدا پھندا راستہ بتایا تھا کہ اس کی کشش سب ہی کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ وہ انجانی دوشیزہ اپنی ادائیں دکھانے سے پہلے ہی اُن کے اتحاد کو توڑ پھوڑ رہی تھی۔

کبریا مجھے پل پل کی رپورٹ دے رہا تھا۔ مقررہ وقت کے مطابق اس عامل نے فون کے ذریعے اکابرین سے رابطہ کیا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمارا متفقہ فیصلہ یہی ہے ہم میں سے پانچ اکابرین اس حسینہ کے پاس جائیں گے۔ اب تم اس کا پتا ٹھکانا ہمیں بتاؤ''

وہ بولا۔ ''پہلے میرا اکاؤنٹ نمبر نوٹ کرو۔ میری مطلوبہ رقم وہاں جمع کراؤ۔ اس کے بعد کوئی دوسری بات ہوگی۔''

''ہم زبان کے دھنی ہیں۔ تمہیں ہم پر بھروسا کرنا چاہیے۔''

''میں اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کرتا۔ رقم ملنے کے بعد ہی تمہارے کام آؤں گا۔''

''ٹھیک ہے۔ بتاؤ کتنی رقم چاہیے؟''

اس نے اپنی مطلوبہ رقم بتاتے ہوئے اکاؤنٹ نمبر نوٹ کرایا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''آدھے گھنٹے بعد اپنا اکاؤنٹ چیک کر لینا۔ اس وقت ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔''

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ ایسے وقت جرمنی کا ایک عہدیدار اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ فرانس کے ایک اعلیٰ عہدیدار کو گھورتے ہوئے بولا۔ ''تم ہمیں اُلو نہیں بنا سکتے۔ میں تمہاری سازشوں کو بھانپ گیا ہوں۔ آستین کے سانپ...!''

تمام اکابرین نے ایک دم سے چونک کر اسے دیکھا۔ فرانسیسی عہدیدار نے تعجب سے پوچھا۔ ''کیا تم مجھ سے کہہ رہے ہو؟''

''ہاں۔ تم سے کہہ رہا ہوں۔ تمہارے دماغ میں جو کھچڑی پک رہی ہے اس کی خوشبو میرے دماغ تک پہنچ رہی ہے۔ تم ہمارے اتحاد کو توڑنے کی سازش کر رہے ہو۔''

تمام اکابرین نے پھر ایک بار چونک کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ اس عہدیدار کے اندر کی باتیں بول رہا تھا اور وہ سننے والا گھبرا رہا تھا۔ اس نے اپنی سیٹ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''یہ کیا بکواس ہے؟ لگتا ہے گریٹ ایشورارا کی ہیبت نے اسے حواس باختہ کر دیا ہے۔ خوامخواہ مجھ پر بہتان لگا رہا ہے۔''

''میں کوئی بہتان نہیں لگا رہا ہوں۔ تمہارے اندر کی باتیں باہر نکال رہا ہوں۔''

فرانس کے اعلیٰ حاکم نے جرمنی کے ایک حکمران سے کہا۔ ''پلیز، اپنے عہدیدار کو سمجھائیں۔ یہ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے؟''

جرمنی کے اعلیٰ حاکم نے اپنے عہدیدار کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''یہ تمہیں اچانک ہوا کیا ہے؟ کیوں بیٹھے بٹھائے ان پر الزام تراشی کر رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''آپ نہیں جانتے' اس نے ابھی یہ منصوبہ بنایا ہے کہ ہم میں سے کسی ایک ملک سے اتحاد کر کے اس عامل کو خریدے گا اور تیسرے ملک کے اکابرین کو اس حسینہ کی ہوا تک لگنے نہیں دے گا۔''

فرانس کا وہ عہدیدار بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے اس کے دماغ میں یہی سازش پک رہی تھی۔ وہ اٹکتے ہوئے بولا۔ ''یہ۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ جب تمام معاملات باہمی رضامندی سے طے کئے جا رہے ہیں تو پھر میں کوئی سازش کیوں کروں گا؟''

انگلینڈ کے اعلیٰ حاکم نے جرمنی کے حکام سے کہا۔ ''لگتا ہے' تمہارے اس عہدیدار کی دماغی رَو بہک گئی ہے۔ اسے فوراً کسی ماہر نفسیات کے پاس لے جاؤ۔''

اس عہدیدار نے اس حاکم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''رَو تو تمہاری بھی بہکی ہوئی ہے۔ بظاہر ہم دونوں ممالک سے سمجھوتے کی باتیں کر رہے ہو۔ لیکن در پردہ صرف اپنے اکابرین کو اہمیت دے رہے ہو۔ صرف انہیں تحفظ دینا چاہتے ہو۔''

اس اعلیٰ حاکم نے ایک ذرا گھبرا کر اسے تعجب سے دیکھا۔ کیونکہ وہ اس کے بھی اندر کی بات بول رہا تھا۔ اور بولتا ہی چلا جا رہا تھا۔ جبکہ کسی کے اندر کی بات نہیں جانتا تھا۔ اس کے باوجود سچ بول رہا تھا۔

وہ ان لمحات میں یہ واضح طور پر محسوس کر رہا تھا کہ اس کا دماغ اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ دراصل کبریا نے میری ہدایت کے مطابق اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا اور اس سے وہ باتیں کہلوا رہا تھا' جو دوسرے اکابرین کے اندر پک رہی تھیں۔

اس نے انگلینڈ کے اعلیٰ حاکم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیوں...؟ یہی سوچا ہے ناں تم نے کہ بظاہر سمجھوتا کرو گے۔

مگر در پردہ کسی بھی ہیرا پھیری سے صرف اپنے اکابرین کو تحفظ اور سلامتی دیتے رہو گے۔''

دوسرے اکابرین نے اس اعلیٰ حاکم کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ گڑبڑا گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' اسے کیا جواب دے؟ یہ بات حیرت انگیز تھی کہ اس عہدیدار نے اس کی سوچ پڑھ لی تھی۔

اس نے ایک ذرا ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ پھر کہا۔ ''یہاں سب ہی اپنے اپنے طور پر کچھ نہ کچھ سوچ رہے ہیں۔ دماغ میں اچھی بری باتیں لہروں کی طرح ڈوبتی ابھرتی رہتی ہیں۔ بالفرض میں نے ایسا سوچا بھی ہے تو تم یہ بتاؤ' ہمارے اندر کی باتیں تمہیں کیسے معلوم ہو رہی ہیں؟ ایسا تو وہی کر سکتے ہیں' جو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔''

اس نے توجہ دلائی تو سب ہی اکابرین ایکدم سے چونک کر جرمنی کے عہدیدار کو دیکھنے لگے۔ ایک نے متجسس ہو کر پوچھا۔ ''سچ بتاؤ' کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ دوسروں کے دماغوں میں جھانک کر ان کی سوچ پڑھ سکتے ہو؟''

اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''جن کے دلوں میں کھوٹ ہو' ان کے دماغوں میں جھانکنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ آنکھوں سے اور چہروں سے دل کا میل ظاہر ہو جاتا ہے۔''

کبریا اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر فرانسیسی عہدیدار کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا۔ ''زیادہ پارسا نہ بنو۔ تمہارے چہرے سے بھی تمہارے دل کا میل ظاہر ہو رہا ہے۔ تم تو ہم سے بھی زیادہ کمینگی سے سوچ رہے ہو۔''

اس نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ''تم اس عامل کو لاکھوں یورو دے کر اس طرح خریدنا چاہتے ہو کہ وہ صرف تمہارے کام آئے اور ہمیں بے وقوف بناتا ہوا اس غیر معمولی حسینہ کے بجائے کسی دوسری عورت کے پاس پہنچا دے۔ اب بولو... کیا تمہارا سازشی دماغ ہمارے خلاف یہ گھٹیا پلاننگ نہیں کر رہا ہے؟''

وہ ہکا بکا سا ہو کر اس کا منہ تک رہا تھا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے جھنجلا کر کہا۔ ''یہ کیا تماشا ہے؟ تم لوگ کیوں اس طرح آپس میں جھگڑ رہے ہو؟''

کبریا اس عہدیدار کے دماغ سے نکل کر انگلینڈ کے اعلیٰ حاکم کے اندر پہنچ گیا تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا۔ ''بات سچ ہو اور چھپائی جائے تو جھگڑا ہوتا ہی ہے۔ یہاں کوئی دودھ کا دُھلا نہیں ہے۔ آپ' میں اور یہ تمام اکابرین' اس سچائی سے انکار نہیں کر سکتے کہ اس وقت ہم سب ہی خود غرضی سے بہت کچھ سوچ رہے ہیں۔''

ایک نے کہا۔ ''ٹھیک ہے کہ سوچ رہے ہیں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے اندر کی بات باہر کیسے آ رہی ہے؟ ہم کیسے ایک دوسرے کے دماغ میں اُبھرنے والی سوچ کو پڑھ رہے ہیں؟''

''ہم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا پھر کیا... کوئی خیال خوانی کرنے والا ہمارے درمیان موجود ہے؟''

ایک نے اس کی تائید میں کہا۔ ''بے شک۔ یہی بات ہو سکتی ہے۔''

تمام اکابرین کی نظریں فرانس اور جرمنی کے ان عہدیداروں پر جم گئیں' جو تھوڑی دیر پہلے ایک دوسرے کے اندر کی بات باہر نکال رہے تھے۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ ''ابھی میں محسوس کر رہا تھا' جیسے میرا دماغ میرے اختیار میں نہیں تھا۔ ایسا لگ رہا تھا' کسی نے میرے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے اور مجھ سے اپنی مرضی کے مطابق یہ سب کچھ کہلوا رہا ہے۔''

دوسرے عہدیدار نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ ''میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔''

انگلینڈ کے اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''اور میرے ساتھ تو ہو رہا ہے۔ اس وقت کوئی میرے دماغ میں موجود ہے۔''

اس کی بات سنتے ہی تمام اکابرین کے اندر ہلچل سی مچ گئی۔ سب ہی اسے یوں دیکھنے لگے' جیسے اس کے اندر چھپے ہوئے کسی خیال خوانی کرنے والے کو ٹٹول رہے ہوں۔

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اکابرین کو سیکیورٹی فراہم کرنے میں مصروف ہیں۔ ان میں سے کوئی یہاں نہیں آ سکتا۔ پھر یہ کون ہو سکتا ہے؟''

ایک نے کہا۔ ''یہ یقیناً کوئی مسلمان خیال خوانی کرنے والا ہوگا۔''

''یہ فرہاد بھی ہو سکتا ہے۔''

ایک عہدیدار نے انگلینڈ کے اعلیٰ حاکم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

کبریا نے اس آلۂ کار کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اس نے ٹھٹک کر کہا۔ ''یہ کیسا سوال ہے؟ کیا تم نہیں جانتے' میں یو کے کا ایک اعلیٰ حاکم ہوں؟''

وہ عہدیدار بولا۔ ''میں تم سے نہیں' اس سے پوچھ رہا ہوں' جو اس وقت تمہارے اندر موجود ہے۔''

''لیکن میرے اندر تو کوئی نہیں ہے۔''

''ابھی تو تم نے کہا تھا' کوئی تمہارے دماغ میں موجود ہے؟''

ایسے وقت ایک فرانسیسی عہدیدار نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''وہ وہاں نہیں ہے' یہاں میرے اندر آ گیا ہے۔''

تمام اکابرین اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ اور ہمارے ساتھ یہ آنکھ مچولی کیوں کھیل رہے ہو؟''

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔ اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''تم چپ کیوں ہو؟ جواب دو؟''

وہ بولا۔ ''میں کیا جواب دوں سر...!''

''میں تم سے نہیں' اس خیال خوانی کرنے والے سے پوچھ رہا ہوں۔''

ایک عہدیدار نے ہاتھ بلند کر کے لہراتے ہوئے کہا۔ ''وہ وہاں نہیں ہے سر...! یہاں۔ میرے اندر پہنچا ہوا ہے۔''

اعلیٰ حاکم نے جھنجلا کر کہا۔ ''یہ کیا مذاق ہو رہا ہے؟ پلیز۔ مسٹر فرہاد! اگر تم یہاں موجود ہو تو ہم سے بات کرو۔ یوں چھپ چھپ کر ہماری بے بسی کا مذاق نہ اڑاؤ۔''

انہیں جواباً نسوانی ہنسی سنائی دی۔ وہ سب ہی ایکدم سے چونک کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ وہی ہنسی دوبارہ سنائی دی۔ یہ خلافِ توقع بات تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ میں یا میرا کوئی خیال خوانی کرنے والا ماتحت ان کے درمیان پہنچا ہوا ہے۔ مگر وہ نسوانی ہنسی کہہ رہی تھی' وہاں کوئی پہنچا ہوا نہیں بلکہ پہنچی ہوئی ہے۔ تمام اکابرین کے ذہنوں میں ایک ہی سوال پیدا ہوا۔ ''یہ کون ہو سکتی ہے؟''

دراصل یہ سارا ڈراما ہمارا رچایا ہوا تھا۔ میں نے کبریا کو ہدایت دی تھی کہ وہ اپنے لب و لہجے میں اکابرین کو مخاطب نہیں کرے گا۔ یہ ظاہر نہیں ہونے دے گا کہ ہم میں سے کوئی ان کے درمیان پہنچا ہے۔ لہٰذا وہ خود کو پوشیدہ رکھنے کے لیے نسوانی لب و لہجے میں بولنے والا تھا۔ فی الحال اس نے چونکانے کے لیے ایک دوشیزہ کی کھنکتی ہوئی ہنسی پیش کی تھی۔

کانفرنس ہال میں خاموشی چھا گئی تھی۔ اکابرین کی سوالیہ نظریں کبریا کے آلہ کار پر ٹکی ہوئی تھیں۔ ایک نے دھیرے سے کہا۔ ''کہیں یہ فرہاد کی بہوالپا تو نہیں ہے؟''

کبریا کے آلۂ کار نے نسوانی لب و لہجے میں کہا۔ ''فرہاد فرہاد فرہاد.... کیا تم لوگوں کے حواسوں پر صرف فرہاد اور اس کے رشتہ دار چھائے رہتے ہیں؟''

''اگر تم اس کی رشتہ دار نہیں ہو تو پھر کون ہو؟''

''میں آگ ہوں' پانی ہوں' ہوا ہوں.... یوں سمجھو! ہر درد کی دوا ہوں۔''

''کیا ہماری مسیحائی کرنے آئی ہو؟''

''بے شک۔ میں مسیحا ہوں۔ لیکن تم لوگوں کے درمیان متنازعہ ہو گئی ہوں۔''

انہوں نے چونک کر بے یقینی سے پوچھا۔ ''کہیں تم وہ غیر معمولی حسینہ تو نہیں ہو' جس کی قربت کسی بھی شخص کو ناقابلِ شکست بنا سکتی ہے؟''

''ہاں۔ میں وہی ایک انار ہوں۔''

اکابرین کے دل میں لڈو سے پھوٹنے لگے۔ ایک نے پہلو بدل کر پوچھا۔ ''کیا تم ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہو؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے اس عہدیدار سے کہا۔ ''یہ کیسا احمقانہ سوال کر رہے ہو؟ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے' تب ہی تو ہمارے دماغوں میں پہنچ رہی ہے۔''

اس کی آواز سنائی دی۔ ''نہیں۔ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی۔ میرے اندر کچھ غیر معمولی صلاحیتیں ہیں' جن کے ذریعے اس وقت تم لوگوں کے پاس پہنچی ہوئی ہوں۔''

ایک نے کہا۔ ''تعجب ہے۔ یہ کیسی غیر معمولی صلاحیت ہے؟ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو اور یہاں کسی کے بھی اندر آ کر بول رہی ہو۔''

اس نے کہا۔ ''کوئی اپنے اندر کا بھید نہیں بتاتا۔ میں کیا ہوں اور کیا نہیں ہوں؟ اس بحث میں نہ پڑو۔ آم کھاؤ' پیڑ نہ گنو۔''

''تم اس قدر پُراسرار بنو گی تو ہم کیسے تم پر بھروسا کریں گے؟ کس طرح سے شبہ کریں گے۔ اگر واقعی وہی آبِ حیات والی ہو تو تمہارے قریب آنے سے ڈریں گے۔''

''آپریشن تھیٹر میں جانے سے ڈر لگتا ہے۔ مگر وہاں سے گزر کر آؤ تو علاج ہو جاتا ہے۔ سوچ لو کہ ڈرو گے اور مرو گے یا مجھ پر بھروسا کرو گے؟''

وہ سب ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ مشورے کرنے لگے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے؟ ایک نے کہا۔ ''اگر تمہارے ذریعے آبِ حیات والا تحفظ حاصل ہوتا ہے اور تم ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہو تو بڑی باکمال لڑکی ہو۔ ہمارے بہت کام آ سکتی ہو۔''

وہ بولی۔ ''تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ ایک دوسرے کے کام آنے سے ہی بات بنتی ہے۔''

''ہم نے ابھی تمہارے اُس عامل کے اکاؤنٹ میں اس کی منہ مانگی رقم جمع کرائی ہے۔''

''میرے اپنے بھی کچھ مطالبات ہیں۔''

''کیسے مطالبات...؟''

''سب سے پہلا مطالبہ تو یہ ہے کہ وہ عامل ابھی تمہیں فون کرے گا۔ تم اسے یہ نہیں بتاؤ گے کہ میں یہاں پہنچی ہوئی ہوں۔ اگر میرا بھید کھل گیا تو تم لوگ مجھے ڈھونڈتے ہی رہ جاؤ گے۔''

''نہیں۔ ہم ایسی غلطی نہیں کریں گے۔''

''تو پھر ٹھیک ہے۔ ابھی میں جا رہی ہوں' کیونکہ اس کی کال آنے والی ہے۔ باقی مطالبات بعد میں پیش کروں گی۔''

کانفرنس ہال میں خاموشی چھا گئی۔ کبریا نے ایسا ہی ظاہر کیا' جیسے وہ چلی گئی ہو۔ اکابرین اس پہلو سے سوچنے لگے کہ اس کے مطالبات کیا ہو سکتے ہیں؟

چند لمحوں بعد ہی اس عامل نے انہیں فون پر مخاطب کیا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ''اب تو تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہم زبان کے کتنے دھنی ہیں؟ تم نے اپنا اکاؤنٹ چیک کیا؟''

وہ بولا۔ ''چیک کرنے کے بعد ہی تم سے رابطہ کر رہا ہوں۔''

''اب ہمیں اس حسینہ کا پتا ٹھکانا بتاؤ؟''

وہ انہیں اس کے بارے میں بتانے لگا۔ اس لڑکی کا نام لارا کرسٹل تھا۔ وہ لندن میں ویسٹ منسٹر سٹی کے ایک علاقے میں رہتی تھی۔ اکابرین کی پہنچ سے دور نہیں تھی۔ لیکن میں اور کبریا فی الحال ان کے درمیان فاصلے بڑھا رہے تھے۔

اس وقت میں سونیا کے ساتھ تھا۔ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے نیم دراز تھا۔ چند دنوں سے طبیعت کچھ بوجھل سی تھی۔ سونیا نے مجھے خیال خوانی نہ کرنے کی تاکید کی تھی۔ وہ چاہتی تھی' میں زیادہ سے زیادہ آرام کروں۔ ذہن پر کوئی بوجھ نہ ڈالوں۔

مجھے اس کی ہدایت کے مطابق آرام کرنا چاہیے تھا لیکن میں خیال خوانی میں مصروف تھا۔ اب سے پہلے امریکی اکابرین کے معاملات سے نمٹتا رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ مسلسل خیال خوانی کرتے رہنے کے باعث ذہنی طور پر کچھ کمزور سا ہو جاتا ہوں۔ جلد ہی تھکن حاوی ہونے لگتی ہے۔

میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا تھا؟ میں نہیں جانتا تھا۔ بس یہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ طبیعت کی خرابی کے باعث دماغ کچھ کمزور ہو گیا ہے۔ ایک مریض اپنے اندر کی بیماریاں جھیلتا ہے مگر ان بیماریوں کی نوعیت کو خود سمجھ نہیں پاتا۔

میں بڑی دیر سے خاموش تھا۔ وہ ٹٹولتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر بولی۔ ''تم سو رہے ہو یا مجھے بے وقوف بنا رہے ہو؟''

میں نے چند لمحوں بعد آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ پھر سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہیں بے وقوف کیوں بناؤں گا؟''

''میں سب سمجھ رہی ہوں۔ خیال خوانی کے بغیر تمہیں چین نہیں آئے گا۔ سچ بتاؤ' کہاں پہنچے ہوئے تھے؟''

میں نے ایک گہری سانس یوں کھینچی' جیسے طویل مسافت طے کرتا ہوا آ رہا ہوں پھر کہا۔ ''میں کہیں نہیں پہنچا تھا۔ ابھی کبریا میرے پاس آیا تھا۔ میں اسے جرمنی' فرانس اور انگلینڈ کے اکابرین کے حوالے سے کچھ ہدایات دے رہا تھا۔''

وہ بولی۔ ''واقعی یہ معاملات ایسے ہیں کہ تمہیں لامحالہ ان میں دماغ کھپانا پڑ رہا ہے۔''

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ کچھ سوچ کر زیرِ لب مسکرانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟ کیوں مسکرا رہی ہو؟''

''دنیا میں قیامتِ صغریٰ آنے والی ہے اور وہ اکابرین ایک لڑکی کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ابھی ان کے حواسوں پر صرف اور صرف گریٹ ایشورارا چھایا ہوا ہے۔ وہ کسی بھی طرح اس کے حملوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ اپنی سلامتی کی خاطر سچے جھوٹے عاملوں پر بھروسا کر رہے ہیں۔ آبِ حیات سے سیراب ہو کر نا قابلِ شکست بننا چاہتے ہیں۔''

میں نے سر جھٹک کر کہا۔ ''وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ اس آبِ حیات کی حقیقت کیا ہے؟ جب حقیقت کھلے گی تو اُن کے ہوش اڑ جائیں گے۔ پیروں تلے سے زمین کھسک جائے گی۔''

میں سونیا کو یہ بتا چکا تھا کہ آئندہ ان کے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟ اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''انہیں اپنی غلطیوں کا کچھ تو خمیازہ بھگتنا چاہیے۔''

''میں انہیں محض نفسیاتی مار ماروں گا۔ ویسے سیّارے والوں کے لیے ارضی دنیا کے راستے ہموار کر کے انہوں نے جو غلطی کی ہے' اس کے منفی نتائج سے تو ہم سب ہی دوچار ہوں گے۔''

''امریکی اکابرین کے سلسلے میں تم کیا کر رہے ہو؟ کیا انہیں تحفظ اور سلامتی حاصل کرنے کے لیے کھلی چھوٹ دے دی ہے؟''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''میں ایسی نادانی کبھی نہیں کروں گا۔ وہ اُن تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے

ذریعے اپنے دماغوں کو لاک کروا رہے ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ آئندہ صرف سیارے والوں سے ہی نہیں، ہم سے بھی محفوظ رہ سکیں گے۔''

میں نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ ''جبکہ میں ان فساد پھیلانے والوں کو چھپ کر رہنے کا موقع دینا نہیں چاہتا۔ ابھی ان پر تنویمی عمل کیا جا رہا ہے۔ ایسے وقت ہمارے خیال خوانی کرنے والے بھی وہاں موجود ہیں۔ ان مخصوص لب و لہجوں کو ذہن نشین کر رہے ہیں، جن کے ذریعے اکابرین کے دماغوں کو مقفل کیا جا رہا ہے۔''

وہ مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ ''یعنی تم وہاں بھی مصروف تھے اور مجھ سے جھوٹ بولتے رہے کہ....''

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ کمیونیکیٹنگ مشین سے سگنل موصول ہو رہا تھا۔ وہ اسے آن کر کے آپریٹ کرنے لگی۔ ایشورارا کی طرف سے تحریری پیغام آیا تھا۔ اس نے لکھا تھا۔

''میری معلومات کے مطابق تمام بڑے ممالک کے اکابرین میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔ میرے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آمد نے انہیں حواس باختہ کر دیا ہے لیکن یہ دیکھ رہا ہوں، تم بڑے سکون سے بیٹھے ہو۔ کیا اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ میں تم لوگوں کو ٹارگٹ نہیں بناؤں گا؟ مسلمانوں کو بخش دوں گا؟''

میں نے تحریر کے ذریعے جواب دیا۔ ''میں اچھی طرح جانتا ہوں، کتے کی دم کبھی سیدھی نہیں ہوتی۔ تم پے در پے نقصانات اٹھانے اور منہ توڑ جواب کھانے کے باوجود ہماری طرف ضرور آؤ گے۔''

''نقصانات تو تم بھی اٹھا رہے ہو۔ تمہارے مسلمان بھائی کیڑے مکوڑوں کی طرح ہمارے جوتوں تلے روندے جا رہے ہیں۔ کیا تمہیں ہماری طرف سے منہ توڑ جواب نہیں مل رہا ہے؟''

''یہ جواب نہیں، تمہاری کمینگی ہے۔ تم میرا اور میری فیملی کا کچھ نہیں بگاڑ سکے تو بے قصور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہو۔ دراصل اپنی ناکامی پر جھنجلائے ہوئے ہو۔ کھسیانے بلّے کی طرح کھمبا نوچ رہے ہو۔ میری بیٹی کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ اب یہ دیکھ کر تلملا رہے ہو کہ وہ اپنے شوہر اور بچے کے ساتھ زندہ سلامت ہے۔''

''بے شک۔ تم نے اپنی ایک بیٹی کو بچا لیا۔ مگر اس کے بدلے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی ہلاکتیں تحفے کے طور پر تمہیں ملتی رہیں گی۔''

اکابرین نے اس کے ساٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کر کے اسے زبردست نقصان پہنچایا تھا اور یہ کارروائی ایسے کی گئی تھی کہ سیارے والوں کی ہلاکت کا الزام ہم مسلمانوں پر آ رہا تھا۔

ایشورارا کو یقین تھا کہ ہم نے ہی اس سے دشمنی کی ہے۔ اکابرین میں اتنا دم خم نہیں ہے۔ وہ اس کے خلاف ایسی زبردست کارروائی کر ہی نہیں سکتے۔

ایسی صورتِ حال میں ہمیں اندازہ تھا کہ وہ زمین پر آنے کے بعد پہلے ہم مسلمانوں کو ٹارگٹ بنائے گا۔ اکابرین نے دشمنی کا جو بیج بویا ہے، اس کی فصل پہلے ہمیں کاٹنی ہوگی۔

مگر یہ بات بھی دماغ میں تھی کہ وہ شمالی امریکا میں آ کر اپنی ایک ریاست قائم کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے پہلے وہ ان چار بڑے ممالک کے اکابرین سے نمٹے گا۔ وہاں قدم جمانے کے بعد ہی ہماری طرف رخ کرے گا۔

لیکن اب وہ اُن سے پہلے ہمیں مخاطب کر رہا تھا۔ چیلنج کر رہا تھا۔ دراصل اس کے ساٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ہلاکت نے اور عالی کی طرف سے ملنے والی ناکامی نے اسے تشویش میں مبتلا کر دیا تھا اور یہ تشویش اس لیے بھی بڑھ گئی تھی کہ اس کا مشیرِ خاص، دستِ راست برین ماسٹر اچانک ہی ہمارے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

یہ ناکامی کچوکے لگا رہی تھی کہ وہ اب تک میرے کسی عزیز رشتے یا ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کو بھی ہلاک کرنا تو دور کی بات، ایک ہلکی سی خراش بھی نہیں پہنچا سکا تھا۔ اسی جھنجلاہٹ کے باعث وہ ہمارے درمیان نئی محاذ آرائی شروع کرنے والا تھا۔

میں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''پہلے ہم اپنی بیٹی کو تحفظ دینے کے سلسلے میں مصروف تھے۔ ہماری ایسی مصروفیت کے باعث تمہیں اتنی سی کامیابی حاصل ہوئی کہ تم نے حیدرآباد شہر کی ایک مسجد میں بم دھماکا کرایا۔ وہاں کئی بے قصور نمازی مارے گئے۔''

میں نے ذرا ٹھہر کر کہا۔ ''دوسرا دھماکا ہاسپٹل میں کرایا۔ وہاں موت سے لڑنے والے مریضوں کو مار ڈالنا شہزوری نہیں، بزدلی اور جھنجلاہٹ ہے۔ آئندہ ہم جھنجلاہٹ میں بھی انتقامی کارروائی کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔''

اس کی طرف سے جواب موصول ہوا۔ ''میں تم سے موقع مانگنے نہیں آیا ہوں۔ جو کرنا ہے، وہ کھلے عام کر رہا ہوں۔ جانتے ہو، کیا کر رہا ہوں؟''

کمیونیکیٹنگ مشین پر اس کی تحریر ذرا رک گئی۔ وہ ذرا رک کر میرے اندر بے چینی پیدا کرنا چاہتا تھا۔ پھر تحریر

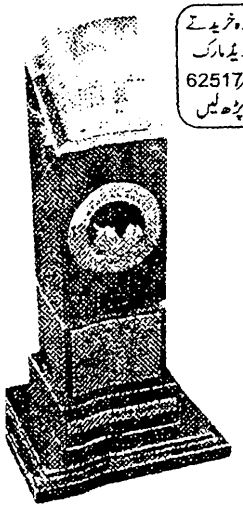

انتباہ
ہمیشہ حلوہ خریدتے وقت ٹریڈ مارک رجسٹرڈ نمبر 62517 ضرور پڑھ لیں

حافظ
ملتانی سوہن حلوہ
حافظ حبیب الرحمٰن حسین آگاہی ملتان

دو مرتبہ انٹرنیشنل کوالٹی ایوارڈ یافتہ

دل سے دل کی بات

حافظ ملتانی سوہن حلوہ کیساتھ

محبت اور اپنائیت

حافظ ملتانی سوہن حلوہ کی روایت

وہی بھرپور ذائقہ توانائی اور اعتماد لیے
دورِ جدید کے تمام تقاضوں سے ہم آہنگ

غیر معیاری اور جعلی حلوہ سے پاک معاشرے کی تشکیل میں ہمارا ساتھ دیں اور اپنے لذتِ ذوق کی تسکین اور پیسے کے صحیح نعم البدل کیلئے اصل حافظ کا ملتانی سوہن حلوہ خریدتے وقت رجسٹرڈ ٹریڈ مارک نمبر 62517 حافظ حبیب الرحمٰن حسین آگاہی ملتان ضرور پڑھ لیں

حافظ کا ملتانی سوہن حلوہ

حافظ حبیب الرحمٰن حسین آگاہی ملتان
Tel:+92-61-4781725
Fax:+92-61-4543396
www.hafizhalwa.com
e-mail hafizhalwa@qualityservice.com

حافظ کا ملتانی سوہن حلوہ

ابھری۔ ''ہر عروج کو زوال آتا ہے مسٹر فرہاد! تم ٹیلی پیتھی کی دنیا کے بے تاج بادشاہ بن کر رہتے ہو لیکن میں ٹیلی پیتھی کا طوفان لے کر آگیا ہوں۔''

اس نے یہ بات کہہ کر اپنی دانست میں جیسے دھماکا کیا۔ جبکہ ہم یہ بات جانتے تھے۔ وہ بول رہا تھا۔ ''تمہارے چٹکی بھر خیال خوانی کرنے والے میرے لاکھوں جاں نثاروں کے سامنے تنکوں کی طرح اڑ جائیں گے۔ تمہارے تخت کا تختہ ہو جائے گا۔ اپنے بگڑتے ہوئے حالات کو سمجھو۔ تم ہمیشہ ناقابل شکست بن کر رہتے ہو۔ مگر اب بری طرح شکست کھانے والے ہو۔''

سونیا نے کہا۔ ''میں سونیا ہوں۔ کوئی بھی جنگ سپاہیوں کی تعداد سے نہیں بلکہ بہترین حکمت عملی سے لڑی اور جیتی جاتی ہے۔ تم تعداد بڑھاتے ہوئے آؤ۔ ہم الٹی گنتی پڑھتے ہیں۔ تعداد کم کرتے چلے جائیں گے۔''

وہ جل کر بولا۔ ''میڈم! تم تو نہ بات کرو۔ تمہارا تو نام سن کر آگ لگ جاتی ہے۔''

''ادھر آؤ تو میں پانی ڈالوں۔ مگر نہیں آؤ گے۔ مجھ سے ہی خوفزدہ ہو کر بھاگے ہوئے ہو۔ اس خوف سے زمین پر قدم نہیں رکھتے کہ تمہاری بُو سونگھ لوں گی۔''

''تمہارے سونگھنے کی حس سے محفوظ رہنے کا جتن کر چکا ہوں۔ اب یہی دیکھ لو کہ زمین پر ہوں اور تمہیں خبر نہیں ہے۔''

''برین ماسٹر کو بھی یہی خوش فہمی تھی کہ مجھے خبر نہیں ہوگی۔ عبرت حاصل کرو۔ چوکنے اور اپنے آس پاس دیکھتے رہو۔ انہی لمحات میں مجھے خبر ہوگئی تو کیا کرو گے؟''

وہ ذرا چپ رہا۔ حفاظتی تدابیر پر عمل تو کر رہا تھا مگر یہ بھی دیکھ ہی رہا تھا کہ دوا کا اثر چار گھنٹے سے زیادہ نہیں رہتا۔ پھر فوراً دوسری بار دوا استعمال نہیں کی جا سکتی۔ ذرا طویل وقفہ ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ دوا اپنا ری ایکشن دکھاتی ہے۔ ایسے میں سونیا بلائے ناگہانی کی طرح ایکشن دکھا سکتی ہے۔

اس دوا کی ایک کمزوری یہ بھی تھی کہ اسے استعمال کرنے والا زیادہ دیر کھلی فضا میں نہیں رہ سکتا تھا۔ دوا کی تاثیر جلد ہی ہوا ہو جاتی تھی۔ جیسا کہ برین ماسٹر کے ساتھ ہوا تھا۔ ڈینگیں مارنے کے باوجود ایشورارا جانتا تھا کہ کبھی اس کے ساتھ بھی ایسا ہو سکتا ہے۔

اس کی ایجاد کردہ دوا اگرچہ مکمل تحفظ نہیں دے رہی تھی۔ ایک کمزور سہارا تھی۔ مگر تنکے کا سہارا بنی ہوئی تھی۔ کسی بھی چار دیواری میں چار گھنٹوں تک ہی سہی' سونیا سے چھپا کر رکھتی تھی۔

وہ اپنی اس کمزوری کو نظرانداز کرتے ہوئے بولا۔ ''برین ماسٹر دھوکے میں مارا گیا۔ بدقسمتی سے اسے حادثہ پیش آیا تھا اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے اندر پہنچنے کا موقع مل گیا تھا۔ میں ایسا موقع نہیں دوں گا۔ میری تو سب سے پہلی کوشش یہی ہے کہ تمہاری ناک کاٹ کر پھینک دوں۔ نہ رہے گا بانس' نہ بجے گی بانسری...''

میں نے سونیا کو دیکھ کر ہنستے ہوئے پوچھا۔ ''ناک کٹے گی تو کیسی دکھائی دو گی؟''

وہ بھی ہنستے ہوئے بولی۔ ''بے چارے کو خوش ہونے دو۔''

وہ کہہ رہا تھا۔ ''تم لوگ دیکھ ہی رہے ہو۔ فی الحال میں اپنے سپاہیوں کو استعمال نہیں کر رہا ہوں۔ بڑی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے تمہیں مختلف حربوں سے توڑ رہا ہوں' جھکا رہا ہوں اور کس طرح تمہارے اطراف گھیرا تنگ کر رہا ہوں؟''

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ ''ابھی تو صرف دو خودکش حملے کیے ہیں۔ آئندہ بھی اسی طرح مسجدوں' مدرسوں اور دینی تقاریب میں لاکھوں مسلمان بے موت مرتے رہیں گے۔''

یہ حقیقت تھی۔ وہ پچھلے پانچ برسوں میں پہلی بار عام بے گناہ مسلمانوں کے خلاف زبردست محاذ آرائی کر رہا تھا۔ ہم سے براہِ راست جنگ نہیں لڑ رہا تھا۔ اس کی ایسی بزدلانہ جنگی کارروائی کے باعث ہم پریشان تھے۔ یہ بہت بڑا مسئلہ تھا کہ عام مسلمان بھائیوں کو کس طرح تحفظ فراہم کیا جائے؟

اس کی جھنجلائی ہوئی حکمت عملی کے نتیجے میں لاتعداد مسلمان شہید ہوئے تھے اور اس کے چیلنج کے مطابق آئندہ بھی ہونے والے تھے۔ فی الحال سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے حملوں کو کس طرح روکا جا سکتا ہے؟

اس سلسلے میں ہم نے اعلیٰ حضرت سے رہنمائی حاصل کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا' ہماری دنیا کے کتنے ہی ملکوں میں خود کش حملے ہو رہے ہیں۔ ان حملوں میں زیادہ تر مسلمان مارے جا رہے ہیں۔ دشمن تو دشمن ہی ہوتے ہیں' وہ اس سلسلے کو جاری رکھیں گے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ وہی ہوا ہے' جو ہوتا آرہا ہے۔ دشمن ہمیں الجھانا چاہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے ہمیں ہر لمحہ چوکنا رہنے کی ہدایت کی تھی۔ اور کہا تھا کہ آگے بہت کچھ ہونے والا ہے۔ اس کی روک تھام ضروری ہے۔ ہمارا جہاد جاری رہے گا۔ اللہ نے چاہا تو ہمیں اس جہاد میں کامیابی نصیب ہوگی۔

ایشورارا کا چیلنج سمجھا رہا تھا کہ واقعی آگے بہت کچھ ہونے والا ہے اور ہمیں کسی بھی طرح ایسی محاذ آرائی سے

اسے باز رکھنا ہے۔ میں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''ابھی ہماری طرف سے باقاعدہ حملے شروع نہیں ہوئے ہیں۔ اب ہم بابا صاحب کے ادارے میں آگئے ہیں۔ یہ ایسا مضبوط قلعہ ہے کہ یہاں تمہاری خیال خوانی کی لہریں بھی نہیں آسکیں گی۔''

وہ دعویٰ نہیں کر سکتا تھا کہ کسی بھی حربے سے ہمیں نقصان پہنچا سکے گا۔ اس کے سامنے یہی ایک راستہ تھا کہ ہماری مسجدوں اور مدارس پر حملے کر کے ہمارے دینی جذبات کو مجروح کرتا رہے۔

میں نے کہا۔ ''عقل کے ناخن لو۔ خوامخواہ ہم پر اپنے ساٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ہلاکت کا الزام نہ لگاؤ۔ ہمارے خلاف محاذ کھول کر اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی نہ مارو۔ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں' وہ کارروائی تمہارے اتحادی بن کر رہنے والے اکابرین نے کی ہے۔''

اسکرین پر تحریر ابھری۔ ''چلو۔ مان لیتا ہوں' میرے ساٹھ ماہتموں کو تم نے ہلاک نہیں کیا۔ مگر اس سے پہلے تم ہی لوگوں نے مجھے قدم قدم پر نقصان پہنچایا ہے۔ میں ایک بات اچھی طرح جانتا ہوں....''

تحریر پھر رک گئی۔ پھر اس نے یہ بے چینی پیدا کرنی چاہی کہ آگے کیا کہنے والا ہے؟ سونیا نے کہا۔ ''اس کم بخت کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ خوامخواہ بول رہا ہے اور ہمیں تول رہا ہے کہ آئندہ ہم کیا کرنے والے ہیں؟''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ ہمارے اندر کی بات نکالنے کی کوشش کر رہا ہے۔''

اسکرین پر اس کی تحریر ابھری۔ ''میں جانتا ہوں اور یہ اٹل حقیقت ہے کہ میرے بدترین دشمن وہ اکابرین نہیں' تم لوگ ہو۔ تم ہی لوگ مجھے اس زمین پر قدم جمانے نہیں دو گے۔ اس لیے پورے لشکر کے ساتھ آرہا ہوں... بلکہ آچکا ہوں۔''

ایک ذرا وقفے سے اس کی تحریر ابھری۔ ''یہ تمہارے پیچھے لمحۂ فکریہ ہے۔ سوچو' غور کرو کہ تمہارے پاس کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟ کیا وہ میرے لاکھوں خیال خوانی کرنے والوں کے سامنے ٹھہر پائیں گے؟''

''کیا تمہارا ایک بھی خیال خوانی کرنے والا بابا صاحب کے ادارے کے اندر آسکے گا؟ ٹیلی پیتھی کے تیر تو یہاں سے برسائے جائیں گے۔ جنہیں تم بھی روک نہیں پاؤ گے۔''

''یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں' بابا صاحب کا ادارہ فولادی قلعہ ہے۔ ہماری سوچ کی ایک ننھی سی لہر بھی وہاں تک پہنچ نہیں پائے گی۔ ہم تم میں سے کسی کو جانی اور جسمانی طور پر نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر تمہارے دینی جذبات میں ہلچل مچا دیں گے۔ تمہارے اہم دینی مقدس مقامات کو ثابت وسالم نہیں رہنے دیں گے۔''

واقعی یہ ہمارا سب سے بڑا' سب سے اہم مسئلہ تھا۔ ہم ہر ملک' ہر شہر کے مذہبی مقامات کی بیک وقت حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''اگر تم میری مرضی کے مطابق سمجھوتا کرو گے تو ایسی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رہ سکو گے۔''

میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ''کیسا سمجھوتا کرنا چاہتے ہو؟''

''دراصل میرا ایک مطالبہ ہے۔ اگر وہ پورا کر دیا جائے تو میں تم لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ میری طرف سے مسلمانوں پر کبھی خودکش حملے نہیں ہوں گے۔''

''تو پھر ابھی بتاؤ۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی سلامتی کی خاطر تمہارا ہر مطالبہ تسلیم کریں گے۔''

اس نے کہا۔ ''اچھی طرح سوچ لو۔ کیونکہ مطالبہ ایسا ہے کہ شاید کروڑوں مسلمانوں کی سلامتی کے لیے بھی تم اسے تسلیم نہیں کر پاؤ گے۔''

''تم بولو تو سہی.....''

چند لمحوں کے توقف کے بعد اس کی تحریر موصول ہوئی۔ اس نے لکھا تھا۔ ''میرا ایک ہی مطالبہ ہے.... اپنی سونیا کو میرے حوالے کر دو۔''

یہ پیغام پڑھتے ہی سونیا کی ہنسی چھوٹ گئی۔ میں بھی بے اختیار ہنسنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد پھر اس کی طرف سے پیغام موصول ہوا۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ ''کیا ہوا؟ تمہیں چپ کیوں لگ گئی؟ میں نے کہا تھا ناں... میرا مطالبہ تمہارے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک کر رہ جائے گا۔ اگر سوچنے سمجھنے کی مہلت چاہتے ہو تو بولو...؟''

میں نے فوراً ہی جواب دیا۔ ''نہیں۔ سوچنے کی ضرورت اور مہلت تو تمہیں چاہیے۔ جب تم نے نہیں سوچا تو پھر میں کیا سوچوں؟''

اس نے ٹھٹک کر پوچھا۔ ''اس بات کا مطلب کیا ہوا؟''

''سیدھی سی بات ہے۔ کسی بلا کو کوئی گلے کا ہار نہیں بناتا۔ اگر تم اس آفت کو اپنے پاس بلانا چاہتے ہو تو شوق سے بلا لو۔ مجھے تمہارا مطالبہ منظور ہے۔''

اس بار اسے چپ لگ گئی۔ اس کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ میں نے پوچھا۔ ''یہ تو بتا دو' سونیا کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟ کیا اس سے عشق فرماؤ گے؟''

''نہیں۔ میں اس سے پچھلی تمام ناکامیوں کا اور نقصانات ....کا حساب لوں گا لیکن میں نے مطالبہ کرنے میں جلد بازی کی ہے۔ اسے جس دن بلا کر حساب لوں گا' وہ میرا یوم حساب ہو جائے گا۔ وہ مکار عورت سمجھ میں نہیں آتی۔ خطرے کی گھنٹی کو دور ہی سے سننا چاہیے۔''

''تو پھر دور ہی دور سے مطالبہ کرتے رہو۔ تصور میں پاس بلا کر اس سے گن گن کر بدلے لیتے رہو اور خوش ہوتے رہو۔''

میری باتوں سے وہ سوچ میں پڑ گیا۔ سر جھٹک کر زیر لب بڑبڑانے لگا۔ ''میں اس عورت کو تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا ہوں۔ وہ ہاتھ آنے والی نہیں ہے۔ ہاتھ آئے گی تو پتا نہیں' کیا کر گزرے گی؟ میں انتقام سے بھڑکتا ہوں اور دل ہے کہ خوف سے دھڑکتا ہے۔''

وہ حسرت سے سوچنے لگا۔ ''جب ہم کسی شہ زور کو مار نہیں سکتے تو خیال ہی خیال میں اس کی تکا بوٹی کرتے ہیں۔ میں نے بھی خیال ہی خیال میں اس کا مطالبہ کر ڈالا۔ فی الحال مجھے سونیا کو نظر انداز کر کے فرہاد کو ذہنی اذیتیں پہنچانی چاہئیں۔ اس کی کوئی بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنی چاہیے۔''

اس کے سامنے کمپیوٹیکنگ مشین رکھی ہوئی تھی۔ وہ اسکرین پر میری تحریر پڑھتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''مجھے اچھی طرح سوچ سمجھ کر فرہاد کی کوئی بہت بڑی کمزوری معلوم کرنے کے بعد مطالبہ کرنا چاہیے۔''

ادھر ہم اس کے پیغام کے منتظر تھے۔ سونیا نے کہا۔ ''تم نے اسے الجھا دیا ہے۔ اس کی خاموشی سمجھا رہی ہے' وہ اپنے مطالبے پر غور کر رہا ہے۔''

ایسے ہی وقت اس کی مختصر سی تحریر ابھری۔ اس نے لکھا تھا۔ ''میری ایک اہم مصروفیت نکل آئی ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔''

میں نے مسکرا کر سونیا کو دیکھا۔ وہ بولی۔ ''وہ سوچ میں پڑ گیا ہے۔ یقیناً کوئی نیا مطالبہ پیش کرے گا۔''

میں نے کمپیوٹیکنگ مشین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اور ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ اس کا نیا مطالبہ کیا ہو سکتا ہے؟''

''وہ جرمنی اور امریکا کے شمالی علاقوں میں اپنی ایک ریاست قائم کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد کے لیے ہاتھ دھو کر اکابرین کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر وہاں قبضہ جمانا چاہتا ہے۔ ممکن ہے' اسے ہمارا تعاون درکار ہو اور تعاون حاصل کرنے کے لیے ہی وہ کوئی زبردست مطالبہ کرنے والا ہو۔''

میں نے کہا۔ ''اگرچہ اس کے پاس خیال خوانی کرنے والوں کی فوج ہے۔ تاہم وہ آسانی سے اکابرین کو زیر نہیں کر سکے گا۔ ان کے علاقوں پر قبضہ جمانے کے لیے ہر حال میں ہمارا تعاون حاصل کرنا چاہے گا۔''

''وہ ہماری اور اکابرین کی عداوتوں کے بارے میں خوب جانتا ہے اور یہ ریکارڈ موجود ہے کہ اکابرین ہمیشہ ہم سے مات کھاتے رہے ہیں۔ وہ ہمارے ذریعے ہی انہیں مات دینے کی کوشش کرے گا۔''

''یقیناً وہ ایسا ہی کرے گا۔ مگر ابھی اکابرین کی طرف دھیان نہیں دے رہا ہے۔ وہ صرف اسے کانٹوں کی طرح کھٹک رہے ہیں۔ لیکن ہم تو اسے ہر قدم پر چبھ رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں جھکانے کے لیے وہ مسلمانوں کو نشانہ بناتا رہے گا۔ ہمیں سمجھوتا کرنے پر مجبور کرتا رہے گا۔ یوں ہم سے کوئی بھی زبردست مطالبہ منوائے گا۔''

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''اور معاملہ امریکا کے شمالی علاقوں کا ہو یا دنیا کے کسی بھی کونے کا.... میں کہیں بھی' کسی بھی سمجھوتے پر ایشورارا کو یہاں قدم جمانے کا موقع نہیں دوں گا۔ اگر یہی کرنا ہوتا تو تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی اکابرین کے پاس نہ پہنچاتا۔ دشمنوں کو بھی تحفظ نہ دیتا۔ جرمنی' انگلینڈ اور فرانس کے اکابرین پر مٹی ڈال کر صرف اپنے اور اپنی مسلمان برادری کے تحفظ کے بارے میں سوچتا۔''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ ''ہم اپنے دشمنوں سے دشمنی تو کر سکتے ہیں۔ مگر ان کی طرح خود غرض نہیں بن سکتے۔ موقع ملے تب بھی انسانی ہمدردی کے ناتے ان سے تعاون ضرور کرتے ہیں لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ برے حالات کا دھوبی پاٹ بھی ان کے دلوں کا میل صاف نہیں کر پاتا۔''

''جنہیں اللہ ہدایت نہ دے' انہیں کہیں سے ہدایت نہیں ملتی۔ ہماری ہمدردیوں کو اور تعاون کو نہ تو سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا بدلہ چکا سکتے ہیں۔ ہماری نیکیوں کا صلہ صرف اللہ ہی دیتا ہے اور وہ دے رہا ہے۔''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

اعتبار اور بے اعتباری کے درمیان چونکا دینے والی رسّا کشی کا دلچسپ اور متاثر کن احوال ..... ان کے پاس زندگی کے فقط چند لمحات باقی تھے مگر ان بے خبروں کی بدقسمتی کہ وہ ان آخری قیمتی لمحوں کو بھی اپنی انا کی صلیب پر مصلوب کرنا چاہتے تھے۔

لمحۂ آخر

مریم کے خان

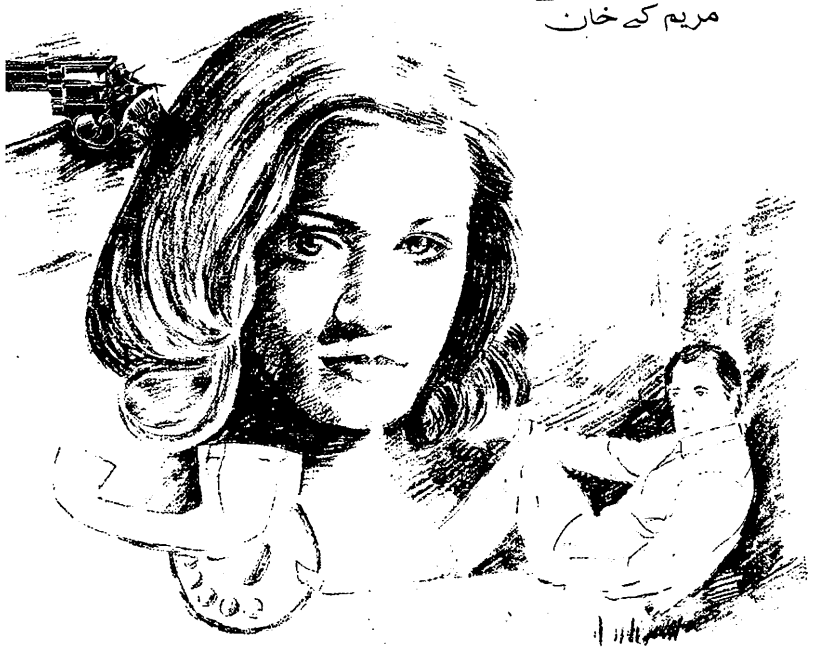

رونی نے سوزن کو کال کی، اس کے موبائل پر بیل تو گئی مگر اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ صبر سے سنتا رہا، اسے معلوم تھا سوزن کبھی پہلی دوسری بیل پر فون ریسیو نہیں کرتی ہے اور اگر اس نے پی رکھی ہو تو سرے سے کال ریسیو ہی نہیں کرتی ہے۔ کیونکہ وہ تھوڑی پینے کی قائل نہیں تھی۔ جب سوزن پینا شروع کرتی تھی تو اس وقت تک پیتی رہتی تھی جب تک اس کے حواس جواب نہیں دے جاتے تھے۔ اس وقت بھی جب اس نے کوئی پندرہ سولہ بار بیل بجنے پر بھی کال ریسیو نہیں کی تو اسے یقین ہونے لگا کہ سوزن نشے میں دھت کہیں پڑی ہوگی اور اسے خبر بھی نہیں ہوگی کہ اس کا شوہر اسے کال کر رہا ہے۔

اس نے کال کاٹ دی۔ بہرحال اس کے پاس ابھی ایک گھنٹا تھا اور وہ اسے دوبارہ کال کرنے کی کوشش کر سکتا تھا۔ اس نے اپنے ماتھے پر آیا پسینا صاف کیا۔ افریقا کی گرمی مشہور ہے اور کانگو تو ویسے بھی استوائی خطے میں ہے اور یہاں ایسی گرمی تھی کہ پسینا کسی صورت رک نہیں رہا تھا۔ رونی کو لگ رہا تھا کہ اس کے جسم کا سارا پانی پسینے کی صورت میں خارج ہو جائے گا اور آخر میں اس کا خشک جسم بچے گا۔

انسان اپنی حقیقت سے بے خبر بڑی بڑی باتیں کر رہا ہوتا ہے مگر یہ بھول جاتا ہے خود اس کی اوقات فقط پانی کے بلبلے سے زیادہ نہیں ہوتی... مسلمانوں کو تباہ کرنے کے منصوبے بنانے والے بھول گئے تھے کہ ان کا ایمان اپنے خدا پر کتنا پختہ ہے۔ سونیا بڑی سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

میں ذرا چپ ہوا پھر بولا۔ ''آج سب ہی دیکھ رہے ہیں اور اس حقیقت کو تسلیم کر رہے ہیں کہ سپر پاور بن کر رہنے والے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کو پسپا نہیں کر پا رہے ہیں۔ بلکہ وہ تو اس بات پر شدید جھنجلاہٹ کا شکار رہتے ہیں کہ ان کے اپنے ہی لوگ ہمارے دین کی طرف آ کر مسلمانوں کی تعداد میں اضافے اور قوت کا سبب بن رہے ہیں۔''

''یہ لوگ مسلمانوں سے ہاتھ بھی ملاتے ہیں تو یہ سوچ کر ملاتے ہیں کہ اس ہاتھ کو جلد ہی کاٹ ڈالیں گے۔ گلے ملتے ہیں تو صرف گلا کاٹنے کے لیے....''

میں نے سر جھٹک کر کہا۔ ''پانی کی دھار کو چاہے جتنے بھی تیز دھار ہتھیار سے کاٹو' وہ کبھی نہیں کٹتا۔ اپنے ہی جوش اور عزائم سے بڑھتا اور بہتا چلا جاتا ہے۔''

سونیا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''بے شک اور یہ حقیقت بھی مخالفین کے سامنے ہے کہ صرف زمین کے باشندے ہی نہیں' سیارے سے آنے والے بھی ہمارا دین قبول کر رہے ہیں۔''

میں خاموش ہو کر کمیونیکیٹنگ مشین کی اسکرین کو دیکھنے لگا۔ ایسے ہی وقت مجھے انوشے کی آواز سنائی دی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''السلام علیکم گرینڈ پا...!''

میں خوش ہو کر بولا۔ ''ارے ہماری بیٹی انوشے آئی ہے؟ وعلیکم السلام میری جان...! سدا خوش رہو۔''

میں نے سونیا کو دیکھتے ہوئے مزید کہا۔ ''اچھا تو تم چھپ کر ہماری باتیں سن رہی تھیں؟''

''اگر باتیں سننے کی نہ ہوتیں تو فوراً واپس چلی جاتی۔ آپ دونوں ایسی ایمان افروز باتیں کر رہے تھے کہ میں سنتی ہی چلی جا رہی تھی۔''

سونیا مجھے دیکھ رہی تھی۔ اسے انوشے کی باتیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ ''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ پوتی صرف۔ اپنے دادا سے باتیں کر رہی ہے۔ کیا دادی کو اپنی آواز نہیں سنائے گی؟''

وہ فوراً ہی اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے پیچھے میں بھی سونیا کے دماغ میں چلا آیا۔ وہ اسے سلام کرنے کے بعد کہہ رہی تھی۔ ''فون پر دو افراد باتیں کرتے ہیں تو تیسرے کو اپنی آواز سنانے کے لیے وائذ اسپیکر آن کر دیا جاتا ہے مگر خیال خوانی میں کوئی وائذ اسپیکر نہیں ہوتا۔ میں گرینڈ پا کے پاس بولوں گی تو آپ سن نہیں پائیں گی۔''

میں نے کہا۔ ''لیکن جب دادی کے پاس آ کر بولو گی تو گرینڈ پا اپنی پوتی کی ساری باتیں سن سکیں گے۔ لہٰذا میں سننے اور سنانے کے لیے یہاں چلا آیا ہوں۔''

انوشے نے کہا۔ ''ابھی میں آپ کو بلانے والی تھی تاکہ آپ دونوں میری بات سن سکیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''پھر تو کوئی ضروری بات کرنی ہوگی؟''

میں نے کہا۔ ''ہماری پوتی کبھی غیر ضروری خیال خوانی نہیں کرتی۔ یقیناً اس وقت بھی کسی کام سے آئی ہے۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''بات کیا ہے؟''

وہ بولی۔ ''ابھی آپ دونوں تحریر کے ذریعے ایشورارا سے باتیں کر رہے تھے۔''

''ہاں۔ کیا تم اس وقت یہاں موجود تھیں؟ تم نے اس کا مطالبہ سنا ہے؟''

''جی ہاں۔ میں نے سنا ہے اور اب اس کی خاموشی کو بھی سمجھ رہی ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''ہمارا خیال ہے' وہ کسی نئے مطالبے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ کیا تم سمجھ رہی ہو' اس کا نیا مطالبہ کیا ہو سکتا ہے؟''

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ ''ابھی اس نے جو مطالبہ پیش کیا تھا' آپ نے اسے بڑی آسانی سے منظور کر لیا تھا۔ بلکہ کسی حد تک ایشورارا کو چوکنا بھی کر دیا کہ وہ گرینڈ ما کا مطالبہ کر کے اپنی شامت کو خود ہی دعوت دے رہا ہے۔''

''یہی تو ہم جاننا چاہتے ہیں۔ اس کا نیا مطالبہ کیا ہوگا؟''

''میں نہیں جانتی۔ صرف اتنا جانتی ہوں کہ اس بار وہ جو بھی مطالبہ کرے گا' اسے آپ بڑی پس و پیش کے بعد منظور کریں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''یعنی وہ کوئی ایسا مطالبہ پیش کرنے والا ہے' جسے تسلیم کرنا ہمارے لیے مشکل ہوگا؟''

وہ بولی۔ ''ہرگز نہیں۔ اس سلسلے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ ایشورارا پر صرف یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ اس کا مطالبہ آپ کے لیے ناقابلِ قبول ہے اور آپ جبراً اسے تسلیم کر رہے ہیں۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اب چلتی ہوں۔ خدا حافظ...!''

وہ چلی گئی۔ میں بھی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ سونیا نے پوچھا۔ ''کیا تم سمجھ رہے ہو' وہ کیا مطالبہ کر سکتا ہے؟''

میں نے کمیونیکیٹنگ مشین کی بجھی ہوئی اسکرین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''سمجھ میں تو نہیں آ رہا ہے لیکن انوشے کی باتوں سے اتنا اطمینان ہو گیا ہے کہ اس کا مطالبہ ہمارے لیے قابلِ قبول ہوگا۔ صرف ذرا سا ڈراما پلے کرنا ہوگا۔''

چند لمحوں بعد ہی کمیونیکیٹنگ شین سے سگنل موصول ہوا۔ سونیا نے اسے آپریٹ کرتے ہوئے کہا۔ ''ایشورارا کی طرف سے پیغام آیا ہے۔''

ہم دونوں ہی اس تحریری پیغام کو پڑھنے لگے۔ اس نے لکھا تھا۔ ''یقیناً تم مشین کے سامنے بیٹھے میرے میسج کا انتظار کر رہے ہو گے۔ انتظار کے لمحات بڑے ہی اذیت ناک ہوتے ہیں۔ ہر لمحے میں ایسا لگتا ہے' جیسے ابھی کوئی دھماکا ہونے والا ہے۔ ہے ناں...؟''

میں نے جواباً لکھا۔ ''اور بھی غم ہیں زمانے میں ایشورارا کے سوا.... ہم اتنے سارے معاملات میں مصروف رہتے ہیں کہ تمہارے بارے میں سوچنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔''

میں نے میز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہاں کمیونیکیٹنگ مشین پڑی رہتی ہے' سگنل ملتا ہے تب ہمیں یاد آتا ہے کہ تم بھی کوئی چیز ہو۔ تم سے بھی کچھ بول لینا چاہیے۔''

اس نے بڑی خوش فہمی سے کہا تھا کہ ہم اس کے انتظار میں بے چین ہوں گے' اپنا سارا کام چھوڑ کر بیٹھے ہو گے۔ میں نے ٹکا سا جواب دیا تو اس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ میں بھی بہت مصروف رہتا ہوں۔ فی الحال تم سب کی بہتری کے لیے رابطہ کر رہا ہوں۔''

''ہماری بہتری تم ہم سے زیادہ کیا سمجھو گے؟''

وہ بولا۔ ''تم حالات کی سنگینی کو نہیں سمجھ رہے ہو۔ ایک طرف وہ اکابرین ہیں' جن سے تم ایک نہیں' ہزار بار زخم کھا چکے ہو۔''

میں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''کام کی بات کرو۔''

''کام کی بات یہ ہے کہ تمہارے مخالفانہ رویّے کے باعث مسلمانوں کو نقصان پہنچانے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ ابھی میرے پانچ خودکش حملہ آور پاکستان میں موجود ہیں۔ لاہور کی بادشاہی مسجد میں تمہارے مشہور عالم اور پیش امام آنے والے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے اور عبادت کرنے کے لیے مسلمان ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں وہاں پہنچیں گے۔''

وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا۔ ''میں نے تمہارے ہی پانچ مسلمانوں کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ وہ میرے حکم کے مطابق اس دینی اجتماع میں سوسائیڈ جیکٹ پہن کر رہیں گے۔ آگے سمجھ لو کہ کیا ہو سکتا ہے؟''

میں نے پریشان ہو کر سونیا کو دیکھا۔ بلاشبہ اس نے لرزہ دینے والی دھمکی دی تھی۔ ہم اس کے پانچ تابعداروں کا سراغ نہیں لگا سکتے تھے۔ وہ مجھے دیکھتے ہوئے بے بسی سے بولی۔ ''یہ شیطان کا بچہ کیا کہہ رہا ہے؟ اسے ہم کیسے روک پائیں گے؟''

میں نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ''تم تو کوئی مطالبہ پیش کرنے والے تھے؟ پھر ایسی دھمکی کیوں دے رہے ہو؟''

''پہلے اپنی طاقت کا سکّہ تو جما لوں۔''

سونیا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''کیوں بچوں کی طرح اپنا اور ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو؟ مجھے ہی بلا لو۔ میں تمہیں سوسائیڈ جیکٹ پہنا کر لاہور لے چلوں گی۔''

اس نے پوچھا۔ ''یعنی تم لوگوں کو یہ فکر اور پریشانی نہیں ہے کہ ان دھماکوں میں سیکڑوں مارے جائیں گے اور ہزاروں زخمی ہوں گے؟ اور تم دونوں ایسے دھماکوں کو نہ روک سکو گے' نہ میرا کچھ بگاڑ سکو گے۔''

''ہم اکثر شیطان کا کچھ بگاڑ نہیں پاتے۔ اس کے باوجود اس کے آگے نہیں جھکتے۔ ہمارا ایمان' ہمارے عزائم مستحکم ہیں۔ تم اپنا مطالبہ پیش کرو۔''

''میں جبراً مطالبہ نہیں کر رہا ہوں۔ یہ سمجھو کہ ہماری تمہاری بھلائی کے لیے سمجھوتا کر رہا ہوں۔ ہم دونوں اتنے طاقتور ہیں کہ یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین کو کچل کر رکھ دیں گے۔''

''ہماری تمہاری سوچ میں فرق ہے۔ ہم مخالفین کو کچلنا نہیں چاہتے۔ انہیں بھی جینے کا حق ہے۔ اب تک انہیں سمجھاتے آئے ہیں۔ اگر وہ نہیں سمجھ رہے ہیں تو پھر بدترین حالات سے گزر بھی رہے ہیں۔ تم ان کی نہیں' ہماری اور اپنی بات کرو۔''

''میری یہی بات ہے۔ میرے مطالبے کا تعلق ان پانچ دھماکوں سے ہے۔''

''کیا مطلب...؟''

''تم نے کہا تھا' اپنے مسلمان بھائیوں کی قیمتی جانیں بچانے کے لیے میرا کوئی بھی مطالبہ تسلیم کر سکتے ہو؟ کرو گے تو وہاں کا دینی اجتماع پُرامن رہے گا۔''

میں نے سونیا کو دیکھا۔ اس نے مجھے اشارہ کیا۔ میں نے جواباً لکھا۔ ''میں اپنی بات پر قائم ہوں۔ تمہارا مطالبہ تسلیم کرنے کو تیار ہوں۔ آگے بولو....''

''اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔ کیونکہ اس بار میں جو مطالبہ

کرنے والا ہوں۔ وہ صرف مطالبہ نہیں ہے۔ تمہارے لیے دھماکا ثابت ہوگا۔''

''میں اپنے لوگوں کو بم دھماکوں سے بچانے کے لیے تمہارے دھماکے جیسے مطالبے کو تسلیم کرنے کا حوصلہ کروں گا۔''

چند لمحوں تک اس کی طرف سے خاموشی چھائی رہی پھر اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی۔ اس نے لکھا تھا۔ ''سنا ہے' پارس اور الپا کی بیٹی یعنی تمہاری پوتی انوشے سب کی لاڈلی ہے۔ سب اسے سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ آخر اس میں کیا بات ہے؟''

''اس سے بڑی اور اہم بات کیا ہوگی کہ وہ میرے لہو کا لہو ہے۔ بہت پیاری سی بچی ہے۔''

میں نے اس شیطان کے سامنے اپنی پوتی کی روحانی صلاحیتوں کا ذکر نہیں کیا۔ اگر کرتا تو شاید وہ کمیونیکیٹنگ مشین چھوڑ کر بھاگ جاتا۔ سونیا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''یوں سمجھو کہ وہ ہماری جان ہے۔ تمہیں شاید معلوم ہوگا کہ ہم اسے بابا صاحب کے ادارے سے باہر نہیں جانے دیتے۔ کبھی جاتی بھی ہے تو اسے فوراً واپس بلا لیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم میں سے کوئی اس کے بغیر رہ نہیں پاتا۔''

ہماری باتوں سے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ وہ میرے لیے اور میری پوری فیملی کے لیے کتنی اہم ہے؟ تب اس نے مطالبہ کیا۔ ''اپنی پوتی میرے حوالے کر دو اور اپنے لوگوں کو امن و سلامتی دو۔''

سونیا نے ایکدم سے ٹھٹک کر مجھے دیکھا۔ میں نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ہماری پوتی پہلے ہی ہمیں سکھا پڑھا گئی ہے۔ چلو اس کا سبق پڑھو اور ایشورارا کو سناؤ۔''

سونیا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''پلیز۔ ایسا مطالبہ نہ کرو' جسے ہم پورا نہ کر سکیں۔''

وہ بڑے اعتماد سے بولا۔ ''پورا تو کرنا ہی ہوگا۔''

میں نے کہا۔ ''وہ ہماری جان ہے۔ کیا تم ہماری جان لینا چاہتے ہو؟''

اس کی طرف سے تحریر ابھری۔ ''میں اس وقت قہقہے لگا رہا ہوں۔ تم دونوں سن نہیں پاؤ گے۔''

اِدھر ہم دونوں قہقہے لگا رہے تھے۔ ''ہنسو بیٹے! خوب ہنسو پھر سر پکڑ کر روتے رہو گے....''

سونیا نے کہا۔ ''یہ جانتا نہیں ہے' جسے طلب کر رہا ہے' وہ اِسے ناکوں چنے چبوا دے گی۔ انوشے نے سچ کہا تھا' اس کا دوسرا مطالبہ بھی تسلیم کرنا ہمارے لیے مشکل نہ ہوگا مگر ہم مشکل سے تسلیم کریں۔''

میں نے کہا۔ ''وہ تو اسے ہماری ایک لاڈلی اور نادان بچی سمجھ رہا ہے۔''

اس کی تحریر کہہ رہی تھی۔ ''میں نے کہا تھا ناں' میرا مطالبہ ایک دھماکا ہوگا۔ تمہاری تو بولتی بند ہوگئی ہے۔''

میں نے جواباً لکھا۔ ''واقعی تم نے دھماکا کیا ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا' تم میری معصوم پوتی کا مطالبہ کرو گے۔ پلیز۔ وہ ایک نادان بچی ہے۔ اسے پورے خاندان سے جدا کرنے والی بات نہ کرو۔''

''اس کے بعد میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ تم بولو... کیا اُس نادان بچی کے عوض ہزاروں مسلمانوں کی سلامتی نہیں چاہو گے؟''

میں نے انوشے کی مرضی کے مطابق پریشانی ظاہر کرتے ہوئے لکھا۔ ''تم نے تو ہمیں مشکل میں ڈال دیا ہے۔ پلیز۔ ہمیں سوچنے سمجھنے کی مہلت دو۔''

''ضرور سوچو۔ ضرور سمجھو' لیکن جلد ہی فیصلہ کرو۔ مجھے تمہارے جواب کا انتظار رہے گا۔''

کمیونیکیٹنگ مشین خاموش ہوگئی۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اپنے ایک ماتحت کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ''صداقت علی! تم پاکستان میں کہاں ہو؟''

وہ سلام کرنے کے بعد بولا۔ ''لاہور میں ہوں سر!''

میں نے کہا۔ ''بادشاہی مسجد میں آج رات دینی اجتماع ہونے والا ہے۔ معلوم کرو' وہاں سیکیورٹی کے کیسے انتظامات ہیں؟''

''سنا ہے بڑے علماء آنے والے ہیں۔ اس لیے سیکیورٹی ابھی سے ہائی الرٹ ہے۔ اندر جانے والے تمام راستوں پر پولیس فورس ایک ایک شخص کی سختی سے چیکنگ کر رہی ہے۔''

''تم اپنے آلہ کاروں کے ذریعے وہاں موجود رہو۔ ابھی خبر ملی ہے' پانچ خودکش حملہ آور وہاں موقع کی تاک میں رہیں گے۔ انہیں تنویمی عمل کے ذریعے معمول اور تابعدار بنایا گیا ہے۔ تم ان کے دماغوں میں جانے کی کوشش کرو گے تو ناکام رہو گے۔ لہٰذا جو بھی مشتبہ شخص نظر آئے پہلے اسے زخمی کرو۔ پھر اس کے دماغ میں گھسنے کی کوشش کرو۔''

''یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے خودکش حملہ آور پیدا کرنے والا وہی ایشورارا ہوگا؟''

''ہاں۔ وہی کم بخت عذاب بنا ہوا ہے۔ اس کی شیطانی کارروائیوں کو کسی بھی طرح روکنا ہوگا۔ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ مصروف رہو۔''

میں اس سے زیادہ سے زیادہ مصروف رہنے کی بات کہہ رہا تھا۔ مگر عقل سمجھا رہی تھی کہ لاہور میں میرے چند ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ ہزاروں افراد کے خیالات پڑھ کر خودکش حملہ آوروں تک نہیں پہنچ پائیں گے۔

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ سونیا نے پوچھا۔ ''کہاں تھے؟''

''لاہور میں اپنے ایک ماتحت کو الرٹ رہنے کی ہدایات دے رہا تھا۔''

وہ کمیونیکیٹنگ مشین کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کبھی کبھی پتا نہیں چلتا کہ کوئی کب اور کیسے اپنی شامت کو دعوت دے دیتا ہے؟ ہمیں زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ایشورارا اپنی شامت کو خود ہی بلا رہا ہے۔ ہم انوشے کا مطالبہ مان لیں گے۔ اس کے برے دن شروع ہونے والے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ہر ظلم کا' ہر برائی کا منفی انجام ضرور ہوتا ہے۔ ایشورارا کا بھی انجام قریب آ رہا ہے۔''

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''اور ہم انسان اب تک زمین پر جو فسادات پھیلاتے آ رہے ہیں' اس کے نتیجے میں قیامتِ صغریٰ آنے والی ہے لیکن ایشورارا اور اکابرین صرف اپنے معاملات میں ایسے الجھے ہوئے ہیں اور ہمیں الجھا رہے ہیں' جیسے کچھ نہیں ہوگا۔''

میں نے کہا۔ ''سب کو آج کی پڑی ہے۔ سب کی سوچ یہی ہے' کل جو ہوگا' دیکھا جائے گا۔ ایشورارا کو یہ اطمینان ہے کہ وہ اپنے تباہ ہونے والے سیارے سے نکل آیا ہے۔ زمین پوری طرح تباہ نہیں ہوگی۔ اس کا کچھ تو حصہ اس کے لیے بچے گا۔''

سونیا نے کہا۔ ''اکابرین بھی یہی سوچ رہے ہیں کہ زمین کا جو حصہ بچے گا' اس پر وہی زندہ رہیں گے۔ باقی ہم سب فنا ہو جائیں گے یا ہمیں پہلے ہی فنا کر دینا چاہیے۔''

زمین کی تاریخ سے پتا چلتا ہے' انسانوں پر یہ قیامتِ صغریٰ پہلی بار نہیں ٹوٹ رہی ہے۔ برس ہا برس پہلے شہاب ثاقب کے ٹکراؤ سے یہاں عظیم تباہیاں پھیلتی رہی ہیں۔

میں نے اپنے فون کو دیکھا۔ پھر کچھ سوچ کر نمبر پنچ کیے۔ سونیا نے پوچھا۔ ''کسے کال کر رہے ہو؟''

میں نے فون کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ادارے کے ایک خلائی محقق سے رابطہ کر رہا ہوں۔ تفصیل معلوم کروں گا کہ خلا میں کیسی گڑبڑ چل رہی ہے؟ اور اس کے سدِباب کے لیے کیا کیا جا رہا ہے....؟''

میں بولتے بولتے چپ ہوگیا۔ دوسری طرف سے خلائی محقق کی آواز سنائی دی۔ ''السلام علیکم فرہاد صاحب!''

میں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ تو سمجھ ہی گئے ہو گے کہ تم سے کیوں رابطہ کیا گیا ہے؟''

''جی بالکل... میں سمجھ رہا ہوں۔''

''تو پھر بتاؤ' ہماری دنیا سے باہر کائنات میں کیا ہو رہا ہے؟''

وہ بولا۔ ''بھرپور طریقے سے تحقیق جاری ہے۔ ہم دن رات لگے ہوئے ہیں۔ کچھ نا سمجھ میں آنے والی الجھنیں ہیں۔ جنہیں سلجھانے کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا کہ خلائی حالات کس کروٹ بیٹھنے والے ہیں؟ فی الحال تو یہی سمجھا اور کہا جا رہا ہے کہ سورج سے خارج ہونے والے تیز بار دار ذرات زمین کی سطح کو جلا کر راکھ کر سکتے ہیں۔ جبکہ تازہ ترین تحقیق کچھ اور کہہ رہی ہے۔''

''کیا کہہ رہی ہے؟ کیسی الجھنیں سامنے آ رہی ہیں؟''

''دراصل سورج محض تغیر پذیر ہی نہیں ہے بلکہ اس کے اندر زبردست موسمی طوفان آتے رہتے ہیں۔ یوں اس کی کارکردگی میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے۔ اس کے شعلوں سے نکلے ہوئے باردار ذرات زمین کی طرف آتے تو ہیں لیکن یہاں کی فضا اور مقناطیسی میدان انہیں سطح تک پہنچنے نہیں دیتے اور یہی وہ پوائنٹ ہے' جہاں آ کر ہم الجھ رہے ہیں۔''

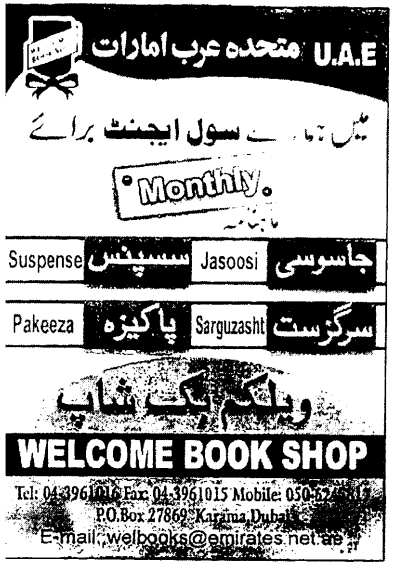

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ ''ہماری فضا اور زمین کے گرد حفاظتی مقناطیسی میدان ابھی اس حد تک ناکارہ نہیں ہوا ہے کہ وہ بردار ذرات کو زمین کی سطح تک پہنچنے سے روک نہ سکے۔''

''یہ تو حوصلہ افزا بات ہے۔''

''یہ بات ایک ہی وقت میں حوصلہ افزا بھی ہے اور کسی بڑے خطرے کا الارم بھی ہے۔''

''وہ کیسے...؟''

''یا تو وہ بار دار ذرات پہلے کی طرح مقناطیسی میدان سے ٹکرا کر خلا میں ہی تحلیل ہو جائیں گے اور زمینی سطح کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یا پھر وہ ذرات ہماری سوچ سے کہیں زیادہ قیامت خیز ثابت ہوں گے۔ جو زمین پر بے انتہا تباہیاں پھیلائیں گے، جن کے نتیجے میں یہاں کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ انسانی زندگیاں سسکتی رہ جائیں گی۔''

میں نے پوچھا۔ ''دیگر ممالک کے ماہرینِ فلکیات کیا کہتے ہیں؟ وہ کس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں؟''

''کسی بھی پیش آنے والے نئے قدرتی واقعے کے سلسلے میں پہلی پیش گوئی کبھی حتمی نہیں ہوتی۔ تحقیق کے دوران نئی نئی باتیں، نئے نئے سوالات سامنے آتے رہتے ہیں اور اس طرح پیش گوئیاں بدلتی رہتی ہیں۔ ہمارے علاوہ دنیا بھر کے ماہرینِ فلکیات اور خلائی محققین اس معاملے کی اصل حقیقت تک پہنچنے کی بھرپور کوششیں کر رہے ہیں۔''

سونیا نے کمپیوٹیکنگ مشین کی طرف اشارہ کیا۔ ایشورارا کی طرف سے سگنل موصول ہو رہا تھا۔ یقیناً اس نے کوئی پیغام بھیجا تھا۔ وہ مشین کو آپریٹ کرنے لگی۔ میں نے فون پر کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ میں ابھی مصروف ہوں۔ تم سے بعد میں بات کروں گا۔''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ سونیا کے ساتھ ایشورارا کی تحریر کو پڑھنے لگا۔ اس نے لکھا تھا۔ ''سوچنے سمجھنے اور کوئی فیصلہ کرنے کے لیے آدھا گھنٹا بہت ہوتا ہے لیکن اب تک تمہاری طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا؟''

سونیا نے مسکرا کر مجھے دیکھا۔ میں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''تمہارا مطالبہ ہمارے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک کر رہ گیا ہے۔ بے شک۔ ہمیں لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی سلامتی عزیز ہے۔ مگر...''

اس نے بڑے فاتحانہ انداز میں کہا۔ ''ہُوں... تمہاری یہ 'مگر' سمجھا رہی ہے کہ اونٹ اب پہاڑ کے نیچے آ رہا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''واقعی... تم مسلمان برادری کی سلامتی کے بدلے میری معصوم سی پوتی کا مطالبہ کر کے مجھے توڑ رہے ہو۔ وہ تمہارے شکنجے میں رہے گی، گویا میری جان تمہاری مٹھی میں رہے گی۔ تم آئندہ بھی اس کے ذریعے مجھے اور سونیا کو کمزور بناتے رہو گے۔''

اس نے کہا۔ ''میں نے سنا ہے، تم مسلمان ایسے جہاد کرتے ہو کہ ضرورت پڑنے پر جان سے عزیز ہستی کو بھی خدا کی راہ میں قربان کر دیتے ہو۔ تم ایک پوتی دو اور تمام مسلمانوں کی سلامتی لو یا پھر خود غرض بن جاؤ۔''

''مشکل تو یہی ہے کہ میں خود غرض نہیں بن سکتا اور اپنی پوتی کو بھی بھینٹ چڑھانا نہیں چاہتا۔ تم نے تو مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔''

میں یوں شکست خوردہ انداز میں بات کر رہا تھا کہ وہ مجھے مجبور اور کمزور سمجھ کر ہواؤں میں اڑنے لگا۔ اس وقت تو یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ جس فرہاد کو جھکانے کے خواب وہ برسوں سے دیکھتا آ رہا تھا، اب اس کی تعبیر مل رہی ہے۔

اس کا تحریری جواب موصول ہوا۔ ''کبھی سنا تھا، ظالم دیو کی جان کسی طوطے میں بند ہوتی ہے۔ اگر وہ طوطا مٹھی میں آ جائے تو ناقابلِ شکست دیو پھڑ پھڑانے لگتا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں، اپنی پوتی کے مٹھی میں آنے سے پہلے ہی تم پھڑ پھڑا رہے ہو۔''

ہم ناٹک کر رہے تھے اور اسے یقین ہو رہا تھا کہ اس کا مطالبہ تسلیم کرنا ہمارے لیے بے حد مشکل ہے۔ میں نے جواباً لکھا۔ ''ہر عروج کو زوال آتا ہے۔ میں پہلی بار خود کو بے دست و پا محسوس کر رہا ہوں۔ لیکن خود غرضی نہیں دکھاؤں گا۔ ایسے کڑے حالات میں بھی اپنے دین کی سربلندی کو اہمیت دوں گا۔''

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''یعنی اپنی پوتی کو میرے حوالے کر دو گے؟''

''میں نے کہا نا... اپنے دین کی سربلندی میرے لیے اہم ہے۔''

وہ اپنی دانست میں انوشے کو میری کمزوری بنا کر آئندہ مجھے اپنے ہاتھوں کٹھ پتلی کی طرح نچانا چاہتا تھا۔ اتنی بڑی فتح حاصل کرنے کے بعد اب بے گناہ مسلمانوں کو بم دھماکوں میں ہلاک کرنا اس کے لیے ضروری نہیں رہا تھا۔

اس نے فوراً ہی جواب دیا۔ ''تو پھر ٹھیک ہے۔ میرے وہ پانچ خود کش حملہ آور لاہور میں کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔''

''میں کیسے یقین کر لوں؟''

''میں زبان کا دھنی ہوں۔''

میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''میں اپنے تمام دشمنوں کی زبانوں کو بہت اچھی طرح آزما چکا ہوں۔''

''پھر تم ہی بتاؤ، یقین دلانے کے لیے کیا کروں؟''

میں نے کہا۔ ''جسٹ آمنٹ...''

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے لاہور میں رہنے والے ماتحت صداقت علی کو اپنے دماغ میں آنے کی ہدایت دی۔ وہ میرے حکم کے مطابق فوراً ہی چلا آیا۔ میں نے کہا۔ ''ایشورارا اس وقت رابطے میں ہے۔ تم ہماری گفتگو سنتے رہو۔''

پھر میں نے تحریر کے ذریعے ایشورارا سے پوچھا۔ ''تمہارے وہ خودکش حملہ آور اس وقت کہاں ہیں؟''

''بادشاہی مسجد کے آس پاس میرے حکم کے منتظر ہیں۔ تم اپنی پوتی کو میرے حوالے کرنے کا وعدہ کرو گے تو وہ پانچوں وہاں سے چلے جائیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''جب میں بات مان رہا ہوں تو میرا بھی ایک مطالبہ مانو۔ اپنے ان پانچوں خودکش حملہ آوروں کو میرے حوالے کر دو۔ اب تم ان سے کام نہیں لو گے۔ وہ تمہارے لیے غیر ضروری ہو چکے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ ان کے فون نمبر نوٹ کرو۔ فون کے ذریعے ان کے اندر پہنچ جاؤ۔ پھر ان کے ساتھ جو جا ہو سلوک کرو۔''

اس نے فون نمبر بتائے۔ میرے ماتحت صداقت علی نے وہ تمام نمبر نوٹ کر لیے۔ اتنی انفارمیشن حاصل کرتے ہی میرے دماغ سے چلا گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔

ایشورارا نے کہا۔ ''تم میرا مطالبہ تسلیم کر رہے ہو۔ میں تم پر بھروسا کرتے ہوئے اپنے پانچوں آلہ کار تمہارے حوالے کر چکا ہوں۔ یاد رکھو! مجھے دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا۔''

وہ اپنی تسلی کے لیے مجھے دھمکی دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''اگر یہ سمجھ رہے ہو کہ ان پانچ آلہ کاروں کو ناکارہ بنانے کے بعد اپنی زبان سے پھر جاؤ گے۔ انوشے کو میرے حوالے نہیں کرو گے تو یاد رکھنا! تمام اسلامی ریاستوں میں میرے ایسے درجنوں آلہ کار موجود ہیں۔ وہ میرے ایک اشارے پر جگہ جگہ دھماکے کرتے رہیں گے اور ہزاروں کی تعداد میں تمہارے بے گناہ مسلمان بھائی مرتے رہیں گے۔''

''میں نہ تو تمہیں کوئی دھوکا دے رہا ہوں اور نہ ہی اپنی زبان سے پھر رہا ہوں۔ اب یہ معاملات طے کرو کہ انوشے کو کس طرح حاصل کرو گے؟ کیا خود اسے لے جاؤ گے یا ہم میں سے کوئی اسے پہنچا دے؟''

اس کی طرف سے چند لمحوں تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر جواب موصول ہوا۔ ''میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔''

سونیا نے کہا۔ ''اس کے اندر کھلبلی مچ گئی ہے۔ اسے

ماہنامہ پاکیزہ کراچی
اگست 2009ء ساون نمبر کی دلفریبیاں
انجم انصار اور عالیہ بخاری کے سلسلے وار ناول
مادی دنیا کی ضرورتوں سے قطع نظر ایک آواز ہماری صداقت و سچائی کو ہمارے سامنے بے نقاب کرتی ہے کچھ اسی تناظر میں قیصرہ حیات کا ناول
زندگی ایک ہیرے کے مانند ہے جسے خود ترا شنا پڑتا ہے
میمونہ خورشید علی کے کچھ ایسے ہی کرداروں کی تلاش و جستجو کی کتھا
کارزارِ حیات میں کامیاب زندگی گزارنے کے لیے تگ و دو بہت ضروری ہے..... یادوں کی پرچھائیاں اور حیرت و استعجاب میں ڈوبی نگہت سیما کی پُراثر تحریر
بارش کی طلسماتی بوندیں ہر شخص کو اپنے سحر میں مقید کر لیتی ہیں اور ماضی میں دھکیل دیتی ہیں..... کچھ ایسی ہی خوبصورت یادوں کی باتیں..... شائستہ زریں کا بھیگا بھیگا سا روپ
ان کے علاوہ
بارش کی رم جھم پھواریں، رخسانہ نگار، فرحانہ ناز ملک عالیہ حرا، عقیلہ حق، سکینہ فرخ، قرۃ العین رائے، ثروت نذیر اور تانیہ رحمان کی یادگار تحریریں
آپ کی آراد نگارشات سے سجے مستقل سلسلے
کیا آپ نے اس ماہ کا پاکیزہ پڑھا؟ نہیں! تو پھر کیا پڑھا؟
جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی
فون: 5895313 فیکس: 5802551

یقین نہیں ہے کہ ہم انوشے کو اس کے حوالے کریں گے۔''

''ابھی تو وہ یہ دیکھنے گیا ہوگا کہ اس کے ان پانچ آلہ کاروں کے ساتھ کیا کیا جارہا ہے؟''

میرا اندازہ درست تھا۔ وہ اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت سے رابطہ کر کے ان پانچ خودکش حملہ آوروں کے بارے میں معلومات حاصل کررہا تھا۔

اس کے ماتحت نے بتایا۔ ''ہمیں ابھی معلوم ہوا ہے' وہ آلہ کار ہمارے تنویمی عمل کے اثر سے نکل گئے ہیں۔''

اس نے حکم دیا۔ ''نکل جانے دو۔ اب ہمیں ان کی ضرورت نہیں رہی ہے۔''

تھوڑی دیر بعد اس نے پھر ہمیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''بہت خوب فرہاد! ابھی ہم بات ہی کررہے تھے اور اُدھر تم نے میرے آلہ کاروں کا پتّا صاف کردیا؟''

میں نے جواباً لکھا۔ ''اگر اپنا مطالبہ تسلیم کروانا چاہتے ہو تو اب وہاں کوئی گڑبڑ نہ کرنا۔ تم نے کہا تھا' انوشے کو حاصل کرنے کے بارے میں اپنا طریقۂ کار پیش کرو گے۔''

''ہاں۔ میں سوچ رہا ہوں اور بہت سوچ سمجھ کر اسے اپنی طرف بلاؤں گا۔ تھوڑا انتظار کرو۔''

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ ہم انوشے کی طرف سے مطمئن تھے۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ آئندہ اسے کچھ نہیں ہوگا۔ دشمنوں کو بہت کچھ ہونے والا تھا۔ ایشوارا بہت محتاط رہ کر اسے اپنی طرف بلانا چاہتا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ کتنا ہی محتاط رہ کر شامت کو بلاؤ' وہ شامت ہی رہتی ہے۔ بلانے والے کی ساری خوش فہمیاں دور کردیتی ہے۔

☆☆☆

انگلینڈ' فرانس اور جرمنی کے اکابرین آبِ حیات کے چکر میں الجھے ہوئے تھے۔ کبریا نے نسوانی لب و لہجے میں انہیں مخاطب کیا تھا اور یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ وہی غیر معمولی حسینہ ہے' جو ان کے لیے آبِ حیات چھلکانے والی ہے۔

جب اس عامل نے فون کے ذریعے اکابرین کو مخاطب کیا تو کبریا نے ایسا ہی ظاہر کیا' جیسے وہ حسینہ تھوڑی دیر کے لیے وہاں سے چلی گئی ہو۔ اس نے دوبارہ آنے کی بات کہی تھی۔ وہ تمام اکابرین حسینہ کی واپسی کے منتظر تھے۔ کسی بھی لمحے میں کبریا انہیں مخاطب کرنے والا تھا۔

اکابرین کے درمیان آبِ حیات کے حوالے سے جس حسینہ کا ذکر چھیڑا گیا تھا' اس کا نام لارا کرسٹل تھا۔ میں نے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی تھیں۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ اس کی ایک سہیلی مونا کے تعلقات فرانس کے ایک اعلیٰ حاکم سے تھے۔ وہ چاہتی تھی' ان دونوں کی شادی ہو جائے تاکہ ان کا ہونے والا بچہ جائز کہلائے۔

کبریا چند لمحوں کے بعد ہی فرانس کے اس اعلیٰ حاکم کے اندر پہنچ گیا۔ نسوانی لب و لہجے میں بولا۔ ''ہائے ہینڈسم! میں لارا کرسٹل ہوں۔''

وہ ایکدم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ فوراً ہی دوسرے عہدیداروں کو اس کی آمد کے بارے میں بتانا چاہتا تھا مگر کبریا نے کہا۔ ''رک جاؤ۔ یہاں کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ میں تمہارے اندر موجود ہوں۔''

اس نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ سوچ کے ذریعے پوچھا۔ ''کیوں معلوم نہیں ہونا چاہیے؟''

وہ بولا۔ ''کیونکہ ابھی صرف تمہارے لیے یہاں آئی ہوں۔''

اسے خوشگوار حیرت ہوئی۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''صرف میرے لیے...؟''

''ہاں۔ میں سب سے پہلے تمہاری سلامتی چاہتی ہوں۔ جانتے ہو کیوں...؟''

''نہیں۔ تم بتاؤ؟''

''کیونکہ میں نہیں چاہتی' میری دوست کا بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم ہو جائے۔''

اس نے تعجب سے کہا۔ ''لیکن میری وائف تو حاملہ نہیں ہے۔''

''میں تمہاری بیوی کی نہیں' اس معصوم لڑکی کی بات کر رہی ہوں' جسے تم نے پچھلے ایک برس سے اپنی داشتہ بنا کر رکھا ہے۔ محبت کے نام پر اس کے جذبات سے کھیل رہے ہو۔ شادی کا جھانسا دے رہے ہو اور اب اسے بن بیاہی ماں بنانے والے ہو۔''

وہ جلدی سے بولا۔ ''میں تمہاری ایسی کسی دوست کو نہیں جانتا۔''

''لیکن میں تمہیں جانتی ہوں۔ جھوٹ بولو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔''

وہ بے چین ہو کر بولا۔ ''مگر.... ابھی یہاں جو سنگین معاملہ چل رہا ہے' اس میں اُس کا.... یعنی تمہاری دوست کا ذکر کہاں سے آگیا؟''

''یہ معاملہ تمہارے لیے سنگین نہیں رہے گا۔ میں تمہیں سلامتی دوں گی۔ تم اپنی طبعی عمر تک دشمنوں سے محفوظ رہ سکو گے اور ایسا تب ہی ہوگا' جب تم میری دوست کو شوہر کا اور اس کے بچے کو باپ کا نام دو گے۔''

اس نے ٹھٹک کر کہا۔ ''کیا مطلب...؟''

''اس سے شادی کرو گے تو میں تمہیں ملوں گی اور میرے زریعے عمر بھر کی سلامتی ملے گی۔''

وہ سٹپٹا کر بولا۔ ''میں تمہارا یہ مطالبہ تسلیم نہیں کرسکتا۔ سوسائٹی میں میرا ایک مقام ہے۔ میں اس کال گرل کو اپنی شریکِ حیات بنا کر بری طرح بدنام ہو جاؤں گا۔ میرا اسٹیٹس تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ بلکہ سیاسی کیریئر کو بھی دھچکا پہنچے گا۔''

''اسے کال گرل بنایا کس نے....؟ تم جیسے ہوس پرست پہلے مجبور اور ضرورت مند لڑکیوں کی معصومیت چھینتے ہیں پھر انہیں کال گرل کا نام دے کر لات مار دیتے ہیں۔ مگر تم اسے لات نہیں مار سکتے۔ مارو گے تو دشمنوں کے لات جوتے کھاؤ گے۔ یاد رکھو! میرے سوا کوئی تمہیں سلامتی نہیں دے سکے گا۔''

اس نے اپنی نک ٹائی ڈھیلی کرتے ہوئے آس پاس بیٹھے ہوئے اکابرین کو دیکھا پھر سوچ کے ذریعے بڑی عاجزی سے کہا۔ ''پلیز۔ کوئی اور بات منوالو مگر یہ....''

اس نے بات کاٹ کر کہا۔ ''میرا یہ ایک ہی مطالبہ ہے۔ اسے تسلیم کرو گے تو زندہ رہو گے۔ ورنہ اپنے اسٹیٹس اور سیاسی کیریئر کی قبر کھودنا شروع کردو۔''

اس نے گھبرا کر کہا۔ ''پلیز۔ ایسا نہ کہو۔''

''تو پھر اس لڑکی کو اپنا نام دو۔ اس سے شادی کرو اور اعلانیہ کرو۔''

''یہ میرے لیے مشکل ہوگا۔''

''موت کا سامنا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ سوچ لو...! ویسے تو ہمارے معاشرے میں ناجائز بچے خودرو پودوں کی طرح اُگتے ہی رہتے ہیں ان میں ایک اور کا اضافہ ہو جائے گا۔ کوئی قیامت نہیں آئے گی مگر تم پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ میرا مطالبہ تسلیم کرلو۔ اسی میں عافیت ہے۔''

اس نے سوچنے کے بعد بڑی بے بسی سے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ مگر اعلانیہ شادی نہیں ہوسکتی۔ میرے جوان بچے ہیں۔ میں تماشا نہیں بننا چاہتا۔''

''یہ تمہیں اس وقت سوچنا چاہیے تھا' جب بیٹی جیسی عمر کی لڑکی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا رہے تھے۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کبریا اسے ٹریپ کررہا تھا۔ ایک مظلوم لڑکی کو نیک نامی دلوانا چاہتا تھا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اعلیٰ حاکم کو اپنی سلامتی کے لیے آخر کار اس کا مطالبہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا اور پھر یہی ہوا۔

زندگی کسے پیاری نہیں ہوتی؟ وہ بھی اپنی طبعی عمر تک جینا چاہتا تھا۔ چاہے بڑھاپے میں سر پر سہرا سجا کر ہی سہی.... زندگی تو نصیب ہو رہی تھی۔ اس نے ہامی بھرلی۔

کبریا نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ پہلے شادی ہوگی۔ اس کے بعد تم مجھے ہاتھ لگا سکو گے۔''

وہ بولا۔ ''یہ کیسی شرط ہے؟ خطرہ میرے سر پر منڈلا رہا ہے۔ پہلے مجھے تحفظ دو۔ اس کے بعد شادی بھی ہو جائے گی۔''

''مجھے بے وقوف نہ سمجھو۔ جیسا کہہ رہی ہوں۔ ویسا کرو۔ تمہاری سلامتی کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ فکر نہ کرو۔ میں تمہارا بال بھی بانکا نہیں ہونے دوں گی۔''

وہ ایک ذرا مطمئن ہوگیا۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ حسینہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھتی ہے۔ یقیناً اپنی سہیلی کی خاطر اس کی حفاظت ضرور کرے گی۔ اسے سہاگن بنانے کے بعد بیوہ نہیں ہونے دے گی۔

ان معاملات سے نمٹنے کے دوران کبریا نے میرے پاس آکر پوچھا۔ ''پاپا! اب کیا کرنا ہے؟''

میں نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔ ''انگلینڈ' فرانس اور جرمنی کے ایک ایک اعلیٰ حکمران کو لارا کرسٹل کے پاس پہنچا دو۔''

اس نے میری ہدایت کے مطابق یہی کیا۔ لارا کرسٹل دراصل خود ایک اسٹریٹ گرل تھی۔ اس کے متعلق جو ایک اہم انکشاف ہوا تھا' اسے میں بعد میں بیان کروں گا۔ فی الحال ان تین اعلیٰ حکمرانوں کو اس کے پاس پہنچایا جارہا تھا۔ وہ تینوں صرف اپنی زندگیوں کو طول دینے کے لیے اس سے متاثر تھے اور جلد از جلد اس سے فیض یاب ہونے کے لیے بے چین تھے۔

فرانس کے اس اعلیٰ حاکم نے اس کے مطالبے کے مطابق مونا کو اپنی شریکِ حیات بنالیا۔ پھر وہ لارا کے پاس آیا۔ ایسے وقت کبریا نے لارا کے دماغ پر قبضہ جمارکھا تھا۔ جب وہ اس کی خواب گاہ میں آیا تو وہ بولی۔ ''مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہورہی ہے کہ تم میرا مطالبہ تسلیم کرنے کے بعد یہاں آئے ہو۔''

وہ سر جھٹک کر بولا۔ ''تمہارا مطالبہ میرے لیے ناگزیر تھا۔ دوسری شادی کے باعث میری فیملی ڈسٹرب ہو کر رہ گئی ہے۔ بچے مجھ سے بدظن ہوگئے ہیں۔ بیوی چند ہی دنوں میں طلاق لینے والی ہے۔''

وہ بولی۔ ''بیویاں' بچے تو اور مل جائیں گے۔ پرانی بیوی گئی تو نئی آگئی۔ جلد ہی بچہ بھی آجائے گا۔ مگر زندگی ایک بار ملتی ہے۔ کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح پھر واپس نہیں آتی۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''ہاں۔ یہی سوچ کر تمہارا مطالبہ تسلیم کیا ہے۔''

وہ ایک کورٹ پیپر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔
''اب اس پر دستخط بھی کر دو۔''
''یہ کیا ہے؟''
''اس کے مطابق تمہاری دولت اور جائداد میں میری دوست یعنی تمہاری دوسری بیوی کا ففٹی پرسنٹ حصہ ہے۔ اگر تم اسے طلاق دو گے تو وہ اپنا حصہ سمیٹ کر تمہاری زندگی سے نکلے گی۔''
وہ ٹھٹک کر بولا۔ ''واٹ نان سنس...! یہ کیا مذاق ہے؟ میں اسے اپنا نام دے چکا ہوں۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں دوں گا۔''
''دو گے۔ آگے جا کر اسے طلاق دو گے۔''
وہ اس کے دل کی بات کہہ رہی تھی۔ اس نے یہی سوچا تھا کہ پہلے لارا کے ذریعے اپنا الّو سیدھا کرے گا۔ پھر دوستوں اور دشمنوں کے لیے ناقابلِ شکست بننے کے بعد دوسری بیوی کو لات مار کر زندگی سے نکال پھینکے گا۔ ایسے وقت لارا اسے بلیک میل نہیں کر پائے گی مگر اب بازی پلٹ رہی تھی۔
اس نے بات بناتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ دستخط کر دوں گا۔ مگر پہلے مجھے تحفظ دو۔ آفٹر آل! میں تمہارا ایک مطالبہ تسلیم کر چکا ہوں۔''
وہ بولتے بولتے ذرا قریب آ گیا۔ وہ کھسک کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔ ''یہ آخری مطالبہ ہے۔ اس کے بعد میں سر سے پاؤں تک تمہاری ہو جاؤں گی۔ زندہ رہو گے تو مزید جائداد بنا سکو گے۔''
اسے جان بچانے کے لیے آخر دستخط تو کرنے ہی تھے۔
پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ عامل کی ہدایت کے مطابق روزانہ پانچ اعلیٰ عہدیدار اس حسینہ کے پاس جاتے آتے رہے۔ تیسرے روز اس عامل نے فون کے ذریعے انہیں مخاطب کیا۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا۔ ''ہیلو اجنبی مہربان! تم نے تو سچ مچ ہمیں آبِ حیات کا راستہ دکھایا ہے۔ اگرچہ تم نے کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ اس کے بدلے منہ مانگی رقم وصول کی ہے پھر بھی ہم تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں۔''
وہ مسکرا کر بولا۔ ''بے شک۔ میں نے رقم وصول کی ہے۔ اس کے باوجود تمہارا محسن ہوں۔ تم لوگ مجھے اپنی آخری سانسوں تک بھول نہیں پاؤ گے۔''
پھر اس نے جرمنی کے اعلیٰ حاکم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو مسٹر جارج! میرا خیال ہے، تمہارا بھی کام ہو چکا ہے اور تم مطمئن ہو۔''
''ہاں۔ میرے علاوہ ہمارے ملک کے دیگر اہم افراد کو بھی سیکیورٹی حاصل ہو چکی ہے۔''
وہ عامل اچانک ہی قہقہہ مار کر ہنسنے لگا۔ تمام اکابرین نے چونک کر سوالیہ نظروں سے ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔ جرمنی کے اعلیٰ حاکم نے تعجب سے پوچھا۔ ''تم ہنس کیوں رہے ہو؟''
''میں ہنس رہا ہوں... کیونکہ ابھی تم سب سر پکڑ کر رونے والے ہو۔''
انہوں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''کیا مطلب...؟''
وہ ہنستے ہنستے رک گیا۔ پھر بولا۔ ''تم میں سے جو اعلیٰ حکمران اپنے اندر ایک نئی توانائی محسوس کر رہے ہیں۔ ان کے لیے میرا مشورہ ہے، وہ پہلی فرصت میں اپنا ایچ آئی وی ٹیسٹ کروالیں۔''
انہوں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔ ''ایچ آئی وی ٹیسٹ...؟ مگر کیوں؟ ہم میں سے کوئی ایڈز کا مریض نہیں ہے۔''
''مگر لارا کرسٹل ایڈز کی مریضہ ہے۔''
اس نے بات نہیں کی تھی، دھماکا کیا تھا۔ اعلیٰ حکمرانوں کے پیروں تلے سے جیسے زمین کھسک گئی۔ سر سے آسمان سرک گیا۔ زبان گنگ ہو کر رہ گئی۔ وہ کچھ نہ سمجھنے کے سے انداز میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی ٹیلی فون کو اور کبھی ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔
عامل نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ تم سب کو سانپ کیوں سونگھ گیا ہے؟''
ایک اعلیٰ حاکم نے سخت لہجے میں کہا۔ ''تم انتہائی بے ہودہ مذاق کر رہے ہو۔''
''اچھا... تو تمہیں یہ بات مذاق لگ رہی ہے؟ تو پھر جاؤ، لارا کرسٹل کی میڈیکل رپورٹس پڑھو۔ اس کے ڈاکٹر سے ملو، اس کی میڈیکل ہسٹری معلوم کرو۔ اس کے بعد میں تم سے بات کروں گا۔''
اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تمام اکابرین کے دماغوں میں جیسے آندھیاں سی چلنے لگی تھیں۔ ان کے اندر کھلبلی مچ گئی تھی۔ وہ جلد از جلد لارا کرسٹل کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے تھے اور اس کام میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ ایک گھنٹے بعد ہی اس کے فیملی ڈاکٹر سمیت تمام میڈیکل رپورٹس ان کے پاس تھیں۔ ان کی چیختی ہوئی تحریر کہہ رہی تھی کہ لارا پچھلے ایک برس سے ایڈز کے موذی مرض میں مبتلا ہے۔ اس سے تعلقات استوار کرنا، اپنی شامت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔
ایسی زہریلی حقیقت کا سامنا ہوتے ہی ان اعلیٰ

کیا آپ کا ٹوتھ پیسٹ جراثیم سے پاک ہے؟
ہے ایک ڈاکٹر کی دعوت ہے!
جراثیم سے 100% پاک
Sterilized Tube + Top Sealed
دانتوں اور مسوڑھوں کی تمام بیماریوں کا علاج اور جراثیم سے تحفظ
Dr. Imran Ishaq
Dental Surgeon
A Toothpaste Ideally Formulated for Protection of Mouth Teeth & Gums
Doctor
with fluoride
STOPS GUM BLEEDING
REDUCES SENSITIVITY
REMOVES PLAQUE
PREVENTS PYORRHEA
STOPS BAD BREATH
The ULTIMATE Dental Care
RL-003

حکمرانوں کے ہوش اڑ گئے' وہ دہل کر رہ گئے۔ ایسے وقت اس عامل نے فون پر انہیں مخاطب کیا۔ وائڈ اسپیکر کے ذریعے سب ہی اس کی آواز سن رہے تھے۔

ایک اعلیٰ حکمران نے غصے سے گرج کر کہا۔ ''یو چیٹر...! تم نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔ ہم سے دشمنی کی ہے..؟ میں... میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم دنیا کے کسی کونے میں چھپ کر نہیں رہ سکو گے۔ ہمارے جاسوس تمہیں ڈھونڈ نکالیں گے... کتے کی موت مرو گے تم...''

وہ گرج رہا تھا' برس رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دوسری طرف رہنے والے عامل کا گلا گھونٹ دے۔ یا اسے چیر پھاڑ کر رکھ دے۔ دیکھا جائے تو واقعی اس عامل نے بڑی ہی جان لیوا دشمنی کی تھی۔

جواباً اس کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔ وہ فاتحانہ انداز میں ہنس رہا تھا۔ جیسے ان کا مذاق اڑا رہا ہو۔ اس کا یہ انداز جلتی پر تیل کا کام کر رہا تھا۔ اکابرین بری طرح سلگ رہے تھے۔ ایک نے تلملا کر چیختے ہوئے کہا۔ ''شٹ اپ!''

وہ بولا۔ ''مجھے کیا خاموش کراتے ہو؟ بولتی تو تمہاری بند ہوگئی ہے۔ ویسے میرا احسان مانو! بڑے ہی رنگین طریقے سے بیماری دی ہے۔''

ایک نے پوچھا۔ ''اس دشمنی کا مطلب کیا ہے؟''

وہ ذرا دیر چپ رہا۔ پھر جرمنی کے اعلیٰ حاکم کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ ''مسٹر جارج! اپنی میموری کھنگالو۔ وہاں کہیں ایڈمنڈ اکا نام ملے گا....''

''ایڈمنڈا....؟''

وہ بولا۔ ''یاد کرو۔ میں وہی ایڈمنڈا ہوں' جسے تم نے ایک برس پہلے سی آئی اے والوں کے حوالے کر دیا تھا۔ میرے عہدے سے مجھے لات مار کر اوندھے منہ گرا دیا تھا۔ صرف اس لیے کہ میں نے تمہارے ایک حکم کی تعمیل نہیں کی تھی۔''

''اوہ تو تم وہی نافرمان باغی ہو؟''

''میں نہ تو نافرمان تھا' نہ باغی تھا۔ پچھلے آٹھ ماہ سے ناکردہ جرم کی سزا بھگتتا رہا ہوں۔ انتقام کی آگ میں سلگتا رہا ہوں۔ یہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ تم کبھی میرے پیچھے چڑھنے والے نہیں ہو۔ لہٰذا عامل کے بھیس میں تمہیں قبر تک پہنچانے آ گیا۔''

دوسرے اکابرین نے کہا۔ ''تم جارج کے دشمن تھے۔ اس سے انتقام لیتے۔ تم نے ہم سے دشمنی کیوں کی؟''

وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔ ''کیا یاد دلانا پڑے گا' جب جارج میرے خلاف کیس تیار کر رہا تھا' ایسے وقت تم سب اس کے حمایتی بن گئے تھے۔ تم سب نے مل کر میرے خلاف ایسا کیس بنایا تھا کہ اپنی جان بچانا مشکل ہو گیا تھا۔ تم لوگوں کی وجہ سے میں روپوش رہ کر زندگی گزار رہا ہوں۔''

میں اور کبریا اپنے آلہ کاروں کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہے تھے۔ ایک اعلیٰ حاکم تو دل تھام کر بیٹھ گیا تھا۔ عجیب سی گھبراہٹ اور بے چینی محسوس کر رہا تھا پھر اس نے میری مرضی کے مطابق گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''لگتا ہے... میں... میں ایچ آئی وی پیشنٹ بن گیا ہوں۔ اوہ گاڈ! مجھے کیا ہو رہا ہے؟''

تمام اعلیٰ حاکم اسے تشویش بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ دوسری طرف وہ عہدیدار دل ہی دل میں شکر ادا کر رہے تھے' جنہیں ابھی لارا کرسٹل کے پاس جانے کا موقع نہیں ملا تھا۔

تمام حکمرانوں نے کہا۔ ''ہمیں فوراً اپنا ایچ آئی وی ٹیسٹ کروانا چاہیے۔''

سب ہی اس کی تائید کرنے لگے۔ ایسے وقت میں نے اپنے آلہ کار کے ذریعے انہیں مخاطب کیا۔ تمام اکابرین ایکدم سے چونک گئے۔ بے اختیار ان کے منہ سے نکلا۔ ''فرہاد...؟ مسٹر فرہاد! یہ تم ہی ہو؟''

وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں ان کے درمیان موجود ہو سکتا ہوں۔ میں نے کہا۔ ''ہُوں.... تو اُس حسینہ کی پول کھل گئی؟ آبِ حیات نوش کرنے گئے تھے۔ اب دیکھ رہا ہوں' موت کا لرزہ طاری ہو رہا ہے۔ اب کون مسیحا آئے گا' ایڈز کے موذی مرض سے نجات دلانے کے لیے....؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمارے ساتھ بہت بڑا دھوکا ہوا ہے۔ اگر تم ہماری کچھ مدد کرتے' خیال خوانی کے ذریعے اس بہروپیے عامل کی حقیقت معلوم کر لیتے تو.....''

میں نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ تم لوگ ہمیشہ ہم سے ہی کیوں آس لگاتے ہو اور آس لگاتے ہو تو پھر عداوت کیوں رکھتے ہو؟''

جب حالات کے جوتے پڑتے ہیں' تب غلطیوں کا احساس ہوتا ہے۔ پتا نہیں' انہیں احساس ہو رہا تھا یا نہیں؟ میں نے کہا۔ ''تم لوگ اپنے بل بوتے پر عقلمندانہ فیصلے کیوں نہیں کرتے؟ یا پھر یہ اعتراف کر لو کہ تم جیسے ترقی یافتہ ممالک کے اکابرین ہماری انگلی تھامے بغیر دو قدم بھی نہیں چل پاتے۔ چلنا چاہیں تو لڑکھڑا کر گر پڑتے ہیں۔ جیسے ابھی اوندھے منہ گر پڑے ہو۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ ''شاید

یہاں کوئی اعتراف کرے یا نہ کرے لیکن میں کرتا ہوں۔ اس بار تو ہم نے جان لیوا دھوکا کھایا ہے۔''

''یہ سوچو کہ کیوں کھایا ہے؟ کیوں ہم تمہاری مدد کرنے نہیں آئے؟''

اس نے کہا۔ ''کیونکہ ہم نے ہر بار احسان فراموشی کا مظاہرہ کیا ہے۔''

دوسرے عہدیدار نے کہا۔ ''تم ہمارے مخالف ہونے کے باوجود ہمیں بخش دیتے ہو۔ لیکن ایڈمنڈا نے تو انتقام کی انتہا کر دی ہے۔ ہمیں جیتے جی مار ڈالا ہے۔''

ایڈمنڈا نے فون کے ذریعے کہا۔ ''کیونکہ میرے اندر مسٹر فرہاد جیسا ظرف نہیں ہے۔''

''تم نے بہت ہی بھیانک انتقام لیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''یہ واقعی بھیانک ہوتا اگر ویسا ہی ہوتا' جیسا تم لوگ سمجھ رہے ہو۔''

انہوں نے ٹھٹک کر پوچھا۔ ''کیا مطلب...؟''

میں نے کہا۔ ''اُس مریضہ سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔''

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ وہ ایڈز کی مریضہ ہے۔ اس کی میڈیکل رپورٹس اور اس کا ڈاکٹر اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں۔ ہم نے اس سے جسمانی تعلقات قائم کیے ہیں اور ایچ آئی وی وائرس اسی طرح ایک سے دوسرے کی طرف منتقل.....''

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ ''بے شک منتقل ہوتا ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ وہ ایڈز کی مریضہ ہے۔ لیکن میں نے کہا ناں۔ اس سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

انہوں نے تعجب سے پوچھا۔ ''کیا جسمانی تعلقات قائم کرنے کے باوجود...؟''

ایڈمنڈا نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد! یہ تم کیسی بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''ان کے ایچ آئی وی ٹیسٹ سے ثابت ہو جائے گا۔''

اس نے ذرا جھنجلا کر پوچھا۔ ''مگر کیوں؟ ایسی انہونی کیوں ہو گی؟''

''کیونکہ میں نے ہونی کو ٹال دیا ہے۔''

سب ہی نے چونک کر سوالیہ نظروں سے میرے آلہ کار کو دیکھا۔ ایڈمنڈا نے پوچھا۔ ''کیا مطلب؟ تم نے ہونی کو کیسے انہونی بنایا ہے؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہاں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ ہم سب ہی لارا کے پاس گئے تھے۔''

''درست کہہ رہے ہو' تم لوگ اس کے پاس ضرور گئے تھے مگر تعلقات قائم نہ کر سکے۔ کیونکہ میں نے تمہارے دماغوں پر قبضہ جما رکھا تھا۔ ان لمحات میں تم سب خیالی گناہوں کے مرتکب ہو رہے تھے۔ جیسے خواب دیکھ رہے تھے۔ حقیقتاً جو کرنا چاہیے' جیسے وہی کر رہے تھے۔''

وہ سب حیرانی سے سن رہے تھے۔ یہ ٹیلی پیتھی کا کیسا کمال تھا کہ وہ غائب دماغ ہو کر گناہ گار بنتے رہے تھے۔ اس کے باوجود پارسا تھے۔ میری خیال خوانی نے انہیں بہت بڑے عذاب سے بچا لیا تھا۔

وہ بے یقینی سے میری باتیں سن رہے تھے۔ مگر اندر یہ یقین اور اعتماد تھا کہ وہ معجزانی طور پر ایک جان لیوا بیماری سے نجات پا چکے ہیں۔ ان کے چہروں پر طمانیت سی پھیل گئی تھی۔ ایڈمنڈا نے پوچھا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو فرہاد! تم نے میری ساری محنت پر پانی پھیر دیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''یہ تمہاری محنت نہیں تھی' بے وقوفی تھی۔ دوسروں کی جان لینے والی بے وقوفی... تم انتقام کی آگ میں اندھے ہو گئے تھے۔''

''تھا نہیں' اب بھی ہوں۔ یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں معاف کیا جائے۔''

''اگر اس دنیا میں کسی غلطی کی' کسی کوتاہی کی معافی نہ ہوتی تو آج سب ہی انتقاماً ایک دوسرے کو ہلاک کر چکے ہوتے۔ ہم انسان ہیں۔ جانوروں کی طرح ایک دوسرے کو بھنبھوڑ نہیں سکتے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر فرہاد! بے شک۔ تم نے مسیحائی کی ہے' ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ مگر ہم یقین کرنا چاہتے ہیں کہ ایڈز جیسے جان لیوا وائرس سے محفوظ ہیں اور تم نے واقعی ہمیں سلامتی دی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''یقین کرنے کا آسان سا راستہ ہے۔ اپنا میڈیکل چیک اپ کراؤ۔ ایچ آئی وی ٹیسٹ کے بعد ساری حقیقت سامنے آ جائے گی۔''

وہ میری تائید میں بولنے لگے۔ اسی وقت اپنے فیملی ڈاکٹروں سے رابطے کرنے لگے۔ ایڈمنڈا نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''تم نہیں جانتے فرہاد! انہوں نے میرے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے؟ مجھے اقتدار سے محروم کر دیا ہے۔ میرا کیریئر تباہ ہو گیا ہے۔ میں روپوش رہ کر زندگی گزار رہا ہوں۔''

''زندہ سلامت تو ہو نا...؟''

''لیکن انہیں سلامتی نہیں دوں گا۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمیں سلامتی دینے والا آ گیا ہے۔ اب یہاں تمہاری دال نہیں گلے گی۔''

میں نے ایڈمنڈ سے کہا۔ ''بے شک۔ تمہارے ساتھ برا ہوا۔ لیکن اس سے زیادہ برا تم کر رہے تھے۔ ان تمام حکمرانوں اور اعلیٰ عہدیداروں کے ذریعے ان کی پوری فیملی کو ایڈز کا روگ لگانا چاہتے تھے۔''

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسرے تمام اکابرین کو بھی چپ لگ گئی تھی۔ ایک اعلیٰ حاکم نے ندامت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''تم واقعی گریٹ ہو مسٹر فرہاد! ہم آج تک تم سے اور تمہاری فیملی سے دشمنی کرتے آ رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں تمہیں ہمارے کسی کام نہیں آنا چاہیے تھا۔ مگر ہزار ہا مخالفتوں کے باوجود ہم سے تعاون کر رہے ہو۔ انسانیت کی خاطر ہماری مدد کر رہے ہو۔ ہم تمہیں سلیوٹ کرتے ہیں۔''

اس نے یہ کہتے ہوئے اپنا دایاں ہاتھ سلیوٹ کرنے کے انداز میں پیشانی سے لگا لیا۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے اکابرین نے بھی یہی کیا۔ وہ ایسے خود غرض تھے کہ کبھی اپنے باپ کو بھی سلام نہ کرتے۔ مگر اس لیے کر رہے تھے کہ میری دوستی اور مجھ سے زندگی مل رہی تھی۔

میں نے کہا۔ ''ایک بات اچھی طرح سمجھ لو! یہاں زمین پر بسنے والے ہر انسان کی سلامتی دوسرے انسان سے جڑی ہوئی ہے۔ چاہے وہ ہندو ہو' مسلمان ہو' عیسائی ہو یا یہودی.... ہم سب اپنے اپنے مذاہب کے دائرے میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کو سلامتی اور تحفظ دیتے رہیں گے تو کسی بیرونی طاقت کو یہاں قدم جمانے کا موقع نہیں ملے گا۔''

میں ذرا چپ ہوا۔ پھر بولا۔ ''ایشورارا یہاں جو فساد برپا کر رہا ہے اور جیسا کہ آئندہ بھی کرنے والا ہے' وہ سب تم لوگوں کی احمقانہ خود غرضی کا نتیجہ ہے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم اپنی غلطی تسلیم کرتے ہیں۔ ہمارے غلط فیصلوں نے اور خود غرضی نے آج پوری دنیا کو خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''اور ہماری بدبختی تو یہ ہے کہ ایشورارا کے ذریعے ہمیں کوئی فائدہ بھی نہ پہنچ سکا۔ اس کے برعکس ہم اس کے غلام بننے والے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''اب بھی تمہیں عقل آ رہی ہے تو یہ اچھی بات ہے۔ امید ہے' آئندہ اس کے اتحادی نہیں بنو گے۔''

''ہم توبہ کرتے ہیں۔ اتحادی تو نہیں بنیں گے مگر اس کا مقابلہ بھی نہیں کر سکیں گے۔ اس کے پاس ایک دو نہیں' لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔''

میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ ''آہ...! یہ اکابرین.... یہ دشمن ایسے احمق بچوں کی طرح ہیں' جن سے ان کے محلے پڑوس والے تنگ بھی رہتے ہیں اور انہیں کسی کھائی میں گرتے ہوئے دیکھ بھی نہیں سکتے۔''

ہمارے ساتھ بھی یہی مسئلہ تھا۔ ہزار ہا دشمنی کے باوجود انسانی ہمدردی کا جذبہ ہمیں اپنے مخالفین کے قریب لے آتا تھا۔ ہم ان کی مدد کرتے تھے' ان سے بھرپور تعاون کرتے تھے اور یہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ نیکی کر کے دریا میں ڈال رہے ہیں۔

اس وقت وہ سب ہی نادم دکھائی دے رہے تھے۔ اپنی سابقہ غلطیوں کا اعتراف کر رہے تھے اور ایسا پہلی بار نہیں ہو رہا تھا۔ وہ ہر بار یہی کرتے اور بار بار بھول جاتے تھے۔

بہرحال میں بے حس نہیں تھا۔ جینے کے باوجود ایسے کڑے وقت میں ان سے منہ پھیر کر جا نہیں سکتا تھا۔ میں نے اپنے خیال خوانی کرنے والے ماتحتوں کو ہدایت دی کہ انگلینڈ' فرانس اور جرمنی کے اکابرین کے دماغوں کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کر کے انہیں ایشورارا کی مخالفت سے بچایا جائے۔

چنانچہ تھوڑی دیر میں ہی کئی خیال خوانی کرنے والے وہاں چلے آئے۔ انہوں نے ان سب کو مخاطب کیا اور کہا' وہ اپنے گھروں میں جائیں۔ آرام سے بیڈ پر لیٹ جائیں۔ ان کے دماغوں کو مقفل کر دیا جائے گا۔

وہ خوشی سے کھل گئے۔ ان کی تو عید ہو گئی۔ وہ خوشی سے کچھ نہ کچھ بول رہے تھے اور فرہاد زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ میں وہاں سے چلا آیا۔

☆☆☆

گریٹ ایشورارا کے دعوے کے مطابق تمام مسلم ممالک میں اس کے خود کش حملہ آور پھیلے ہوئے تھے۔ جو اس کے ایک اشارے پر کسی بھی مسجد' مدرسے اور دینی اجتماع وغیرہ میں قیامت برپا کر سکتے تھے۔

یہ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ تھا مگر دوسری طرف سے یہ اطمینان تھا کہ اس نے اپنے عزائم سے باز رہنے کے لیے ایسا مطالبہ کیا تھا' جسے ہم پورا کر رہے تھے۔

اس نے بعد میں ہم سے رابطہ کرنے کی بات کہی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد کمیونیکیٹنگ مشین سے سگنل موصول ہوا۔ میں اسے آپریٹ کرنے لگا۔ ایشورارا نے تحریر کے ذریعے مجھے مخاطب کیا تھا۔ میں نے جواباً کہا۔ ''ہاں۔ بولو...! ہم اٹینڈ کر رہے ہیں۔''

اس نے کہا۔ ''میں نے معلوم کیا ہے' انوشے اس وقت بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ بلکہ تم سب ہی چوہوں کی طرح وہاں جا کر چھپ گئے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''تم نے یہ معلوم کرنے کے لیے خوامخواہ ڈیڑھ گھنٹا ضائع کر دیا۔ مجھ سے ہی پوچھ لیتے کہ انوشے کہاں ہے؟ میں بتا دیتا۔''

وہ بولا۔ ''ایسی بات نہیں ہے۔ میں اپنے کچھ دوسرے معاملات نمٹا رہا تھا۔ تم انوشے کی بات کرو۔ اسے ابھی اسی وقت ادارے سے نکال کر میرے حوالے کرو۔''

''تم جب کہو گے' اسے ادارے سے رخصت کر دیا جائے گا۔ ایسے وقت ہم میں سے کوئی انوشے کے ساتھ موجود نہیں رہے گا۔ تم کسی روک ٹوک کے بغیر اسے کہیں بھی لے جا سکو گے۔''

''کیا مجھے نادان بچہ سمجھ رہے ہو؟ میں تمہاری چالاکی کو خوب سمجھ رہا ہوں۔ بے شک۔ تم وہاں موجود نہیں رہو گے۔ مگر چھپ کر ہمارا تعاقب کرو گے۔ اپنی پوتی کے ذریعے میری خفیہ پناہ گاہوں تک پہنچتے رہو گے۔ گویا میری شہ رگ تک پہنچنے کی کوششیں کرو گے۔''

''اول تو یہ کہ ہم اس ادارے سے باہر نہیں جائیں گے۔ دوسری بات یہ کہ ہم کہاں ہیں اور انوشے کے ذریعے تمہارے پاس پہنچنا چاہیں گے یا نہیں' اس وسوسے اور اندیشے میں رہو گے تو بات نہیں بنے گی۔''

وہ واقعی اندیشوں میں مبتلا تھا۔ میں نے کہا۔ ''ہم تو تمہارا مطالبہ پورا کر رہے ہیں۔ انوشے اس ادارے سے باہر جائے گی۔ اسے ایک ڈرائیور پیرس تک لے جائے گا۔ تم اسے اپنے طور پر گائڈ کرتے رہو گے کہ اسے کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''ایسے وقت تم سب اس کے دماغ میں رہو گے۔''

''بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا تم اس بچی کے دماغ کو لاک نہیں کرو گے؟ کیا ہماری خیال خوانی کا راستہ نہیں روکو گے؟ تمہارے لاکھوں خیال خوانی کرنے والے کس مرض کی دوا ہیں؟ کیا وہ دور دور تک نگرانی کرتے ہوئے یہ نہیں معلوم کرتے رہیں گے کہ ہم انوشے کے پیچھے آ رہے ہیں یا نہیں؟''

''میں اچھی طرح جانتا ہوں' تم اپنے مخالفین کی گردن دبوچنے کے لیے نت نئے طریقہ کار اختیار کرتے ہو۔ جو سوچا بھی نہیں جا سکتا' وہ کر گزرتے ہو۔ میں نے تمہاری پوتی مانگی ہے۔ یعنی تمہاری جان مانگی ہے اور کوئی بھی اپنی جان آسانی سے نہیں دیتا۔ موت سے لڑتا ضرور ہے۔''

میں نے کہا۔ ''یقیناً تم بہت محتاط رہو گے اور یہ دیکھو گے کہ ہم اس بچی کو ادارے سے باہر نکالنے کے بعد بھول گئے ہیں۔ ہم میں سے کوئی نہ اس کی طرف رخ کرے گا' نہ کبھی اس کے بارے میں تم سے سوال کرے گا۔''

''تمہیں یہی کرنا ہوگا۔ ورنہ مجھے ذرا بھی شبہ ہوگا کہ دھوکا دیا جا رہا ہے' مجھے اس کے ذریعے ٹریپ کیا جا رہا ہے تو میں تمہاری پوتی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

''میں اس کا دشمن نہیں ہوں۔ اس کی سلامتی کے لیے خاموش تماشائی بنا رہوں گا۔''

''پھر تو فائدے میں رہو گے۔ میں یورپ اور امریکا کے اکابرین کو زیر کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کرنے کے بعد تمہاری پوتی تمہیں واپس کر دوں گا۔''

''میں تمہاری ایسی مہربانی کا انتظار کروں گا۔''

''میں چاہتا ہوں' کل انوشے کو میرے حوالے کر دو۔''

میں نے کہا۔ ''ایسی جلدی نہ کرو۔ اسے کم از کم دو یا تین دنوں تک اپنے ماں باپ اور اس دادا کے پاس رہنے دو۔''

وہ بولا۔ ''میں نے اپنے پانچ معمول اور تابعدار خود کش حملہ آوروں کو تمہارے حوالے کر دیا۔ تم ہزاروں مسلمانوں کی جانیں بچا رہے ہو۔ کیا اب کام نکالنے کے بعد میرے مطالبے کو ٹال رہے ہو؟''

''ہرگز نہیں.... میں اپنی زبان پر قائم ہوں۔ تم آج کہو گے' آج ہی اسے تمہارے حوالے کیا جائے گا۔ میں تو ازراہِ انسانیت تم سے دو دنوں کا وقت چاہتا ہوں۔ اگر تمہارا دل کہتا ہے کہ ایک بچی کو جدا ہونے سے پہلے اپنے والدین اور دادا کے ساتھ دو دنوں تک وقت گزارنا چاہیے تو اتنی مہلت دے دو۔ ورنہ تم جو بولو گے' وہی ہوگا۔''

اس نے کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ اسے دو دن اپنے پاس رکھو۔ تیسرے دن میرے حوالے کر دو۔''

یہ معاملہ طے ہو گیا۔ فیصلہ ہو گیا کہ انوشے ابھی ہمارے پاس رہے گی۔ دو دنوں کے بعد بابا صاحب کے ادارے سے باہر جائے گی۔ فی الحال ایشورارا سے رابطہ ختم ہو گیا۔ ایسے ہی وقت میں نے سردی کی ایک لہر سی محسوس کی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر بیڈ پر آ گیا۔ سردی سے کپکپاتے ہوئے کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا۔

سونیا مجھے تشویش بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا پھر بخار چڑھ رہا ہے؟''

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس نے قریب آ کر' مجھے چھو کر ٹمپریچر معلوم کیا۔ پھر معمول کے مطابق دوائیں دیتے ہوئے بڑبڑانے لگی۔ ''میں سمجھاتی ہوں' خیال خوانی نہ کرو۔ آرام کرو مگر تم اپنی عادت سے باز نہیں آتے۔''

میں نے کہا۔ ”یہ عادت اب کی نہیں ہے‘ تب کی ہے‘ جب سے میں نے خیال خوانی کا آغاز کیا تھا۔ اندازہ کرو‘ کتنی پرانی عادت ہے؟ آسانی سے نہیں جائے گی۔“

”میں سمجھ رہی ہوں۔ حالات ایسے سنگین ہیں کہ تم خیال خوانی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہو۔ تمام دشمنوں کی طرف سے باخبر رہنا چاہتے ہو۔“

”اگر باخبر نہیں رہوں گا تو سکون سے نہیں رہ پاؤں گا۔ فکر‘ پریشانی اور بے چینی رہے گی کہ پتا نہیں‘ کون کیا کر رہا ہے؟ اور ہمیں کس طرح نقصان پہنچانے والا ہے؟“

اس نے کہا۔ ”کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ تم خیال خوانی کرو۔ الپا‘ عالپا اور کبریا کے علاوہ کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں‘ جو تمہیں دشمنوں کے متعلق ایک ایک پل کی رپورٹ دے سکتے ہیں۔ تم یہاں بستر پر رہ کر بھی ساری معلومات حاصل کر سکتے ہو اور ان کی رہنمائی کر سکتے ہو کہ انہیں کن حالات میں کیا کرنا چاہیے؟“

کمبل اوڑھنے کے باوجود کپکپی طاری تھی۔ وہ مجھ پر دوسرا کمبل ڈال رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ”آئندہ میں یہی کروں گا۔ چپ چاپ پڑا رہوں گا۔“

مجھے دو کمبلوں کی گرمی مل رہی تھی۔ میں بول رہا تھا اور میری آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ پھر پتا نہیں‘ میں کب غفلت کی نیند سو گیا؟ وہ بڑی تشویش سے مجھے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ پھر رہائشی کوارٹر سے باہر آ گئی۔

پھر کچھ سوچتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے حجرے کی طرف جانے لگی۔ یہ سب ہی جانتے ہیں‘ وہ بڑے مضبوط اعصاب رکھتی ہے۔ بڑی سے بڑی منہ زور آندھیوں میں بھی اس کے قدم نہیں اکھڑتے۔ مگر اب وہ اندر سے متزلزل ہونے لگی تھی۔

میری بیماری کیا تھی؟ ڈاکٹروں نے کہا تھا ڈینگی بخار ہے۔ 1979ء میں اس بیماری کی شناخت ہوئی تھی۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائیزیشن نے اس بیماری کو ڈینگی بخار کا نام دیا تھا۔ 1950ء میں یہ وبا پھیلتی ہوئی جنوب مشرقی ایشیا میں نمودار ہوئی اور ہزاروں لوگ مارے گئے تھے۔ خصوصاً بچے اچھی خاصی تعداد میں ہلاک ہوئے تھے۔

مشاہدات اور تجربات میں یہ بات سامنے آ رہی ہے کہ ڈینگی وائرس ہر پانچ چھ سال میں پھیلتا رہتا ہے۔ جو لوگ ایک بار اس مرض میں مبتلا ہوتے ہیں‘ وہ دوسری بار بھی جلد ہی اس بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ بیماری جن مچھروں سے پھیلتی ہے‘ ان کی ٹانگیں قدرے لمبی ہوتی ہیں۔ یہ زیبرے کی طرح سفید اور کالی دھاریوں والے ہوتے ہیں۔

اس بخار کی علامات یہ ہیں کہ اچانک ہی تیز بخار چڑھتا ہے۔ متلی سی ہوتی ہے۔ جسم میں اینٹھن ہوتی ہے اور شدید درد ہوتا ہے۔ بعض اوقات بخار کی شدت کے باعث دماغ کی رگیں جیسے پھٹنے لگتی ہیں۔ ایسے میں برین ہیمرج کا اندیشہ رہتا ہے۔

میرے ساتھ کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔ ایک آدھ بار متلی سی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی جسم میں اینٹھن بھی ہوتی تھی۔ لیکن بخار نے ابھی ایسی شدت اختیار نہیں کی تھی کہ دماغ متاثر ہو جاتا۔ مگر جسمانی طور پر میں کمزوری محسوس کرنے لگا تھا۔

اس وقت بھی ایسی گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا‘ جیسے بڑی محنت کے بعد تھک ہار کر سو رہا ہوں۔ جبکہ زیادہ چلتا پھرتا نہیں تھا۔ میں نہیں جانتا‘ کتنی دیر تک آنکھیں بند کیے غافل پڑا رہا؟ جب آنکھ کھلی تو دیکھا۔ سامنے کچھ فاصلے پر میری اور سونیا کی اٹیچی اور دو سفری بیگ رکھے ہوئے تھے۔

میں نے سونیا کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ سر جھکا کر بولی۔ ”تم تو جانتے ہو‘ اس ادارے کا اصول ہے‘ یہاں میاں بیوی کو ایک ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ تمہاری بیماری کے باعث میں نے یہاں دو دن گزار لیے..... ابھی اعلیٰ حضرت کے پاس گئی تھی۔“

میں آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ بول رہی تھی۔ ”انہوں نے فرمایا ہے‘ تمہیں وہاں پہنچایا جائے‘ جہاں سے تم نے خیال خوانی کا سفر شروع کیا تھا۔ وہاں علاج ہونے تک میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔“

میں نے کچھ فاصلے پر رکھے ہوئے سامانِ سفر کو دیکھا۔ اچانک ہی ہدایت ملی تھی کہ ہجرت کی جائے۔ ہم میں سے کوئی جان نہیں پاتا‘ کب ہمارے قدم اپنی زمین سے اکھڑ جاتے ہیں۔ جدھر سوچتے نہیں ہیں‘ اُدھر جانا پڑتا ہے۔ پتا نہیں‘ کیوں یہ مصرعہ میرے ذہن میں گونجنے لگا.....!

”سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا‘ جب لاد چلے گا بنجارا.....“

ہم دوسرے ہی دن شاہدرہ والے مکان میں آ گئے۔ اس مکان کو میں نے خرید لیا تھا۔ وہاں تالا پڑا رہتا تھا۔ ہم تالا کھول کر اندر آئے۔ میں نے اس مکان کی از سرِ نو تعمیر نہیں کرائی تھی۔ وہ چالیس پینتالیس برس پہلے جیسا تھا‘ ویسا ہی رہنے دیا تھا۔ وہاں کے ہر کمرے سے ہر دیوار و در سے پرانی یادیں تازہ ہوتی رہتی تھیں۔

میں اس کمرے میں آ گیا‘ جس کی کھڑکی شمال کی سمت کھلتی تھی۔ شمال سے آنے والی مقناطیسی ہواؤں نے میری زندگی کا رخ بدل دیا تھا۔ جب میں حالات کا مارا ایک خستہ حال نوجوان تھا۔ آج ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہلا رہا تھا۔

میں اس کھڑکی کی طرف منہ کر کے ایک ایزی چیئر پر تھکے ہوئے انداز میں بیٹھ گیا۔ سونیا نے اس کے دونوں پٹ کھول دیے۔ شمال سے آنے والی مقناطیسی ہوائیں میرے ذہن کو چھونے لگیں۔ ایک ماں کی طرح تھپکنے لگیں۔ ”سو جا بچے...! بڑی مدت سے جاگ رہا ہے...“

آہ.... جیسے میں واقعی ایک مدت سے جاگ رہا تھا۔ بری طرح تھک چکا تھا۔ کرسی پر ایسے بیٹھا تھا‘ جیسے طویل مسافت طے کرنے کے بعد نڈھال سا ہو کر گر پڑا ہوں۔

زندگی بہت دوڑاتی ہے۔ کبھی دشمنوں پر غالب آنے اور کبھی دوستی کا بھرم رکھنے کے لیے تو کبھی... موت کے نادیدہ پنجوں سے پنجے لڑانے کے لیے انسان کو اتنا دوڑاتی ہے کہ آخر کو وہ تھک کر گر پڑتا ہے۔ چاروں طرف سے مایوسیوں اور نامرادیوں کے باوجود زندگی کی کشش معدوم نہیں ہوتی۔ یہ ایک محبوبہ کی طرح اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے۔

ایسے وقت جبکہ برے اور جان لیوا حالات سے لڑتے ہوئے عزیز ترین زندگی تک پہنچنے کا حوصلہ نہیں رہتا تب... وہ بڑی بے بسی سے اپنے وجود کو گھسیٹتا ہوا‘ بیماریوں کا عذاب جھیلتا ہوا اس کی طرف بڑھنے کی ناکام کوششیں کرتا ہے مگر اس وقت یہ سمجھ نہیں پاتا کہ دھیرے دھیرے کس طرح خود ہی اپنے اختتام کے قریب ہوتا چلا جا رہا ہے۔

بے شک۔ ایک جان لیوا بیماری مجھ پر حملہ آور ہوئی تھی۔ میں جسمانی طور پر خود کو کسی حد تک کمزور محسوس کر رہا تھا۔ تھکن کے باعث بہ مشکل اٹھنا بیٹھنا ہو رہا تھا۔ فی الحال بیماری نے مجھے ایسے نہیں پچھاڑا تھا کہ معمولاتِ زندگی میں حصہ نہ لے پاتا۔

جب بخار کی کیفیت طاری ہوتی تھی تو نڈھال سا ہو جاتا تھا۔ پھر چند گھنٹے گزارنے کے بعد دوبارہ توانائی محسوس کرنے لگتا تھا۔ شاید اس لیے کہ مضبوط اعصاب کا مالک تھا‘ اس لیے بیماری سے بخوبی نمٹ رہا تھا۔ ایک حقیقت یہ بھی تھی کہ زندگی میں ایسے ایسے خطرناک دشمن دیکھے تھے کہ وہ بیماری حقیری لگنے لگی تھی۔

میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے سوچوں میں گم تھا۔ کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ شمال کی سمت سے آنے والی مقناطیسی ہوائیں میرے دماغ کو تھپک رہی تھیں۔ انہی ہواؤں سے کبھی ذہن کے دریچے کھلے تھے‘ ٹیلی پیتھی کی زبردست صلاحیت ملی تھی۔ اب لوریاں مل رہی تھیں۔ میرے بوجھل ذہن کو خوابیدہ سا کر رہی تھیں۔

اگرچہ میری آنکھیں بند تھیں۔ لیکن میں دماغی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا‘ اس مکان کے در و دیوار سے ماضی کی یادیں ابھر رہی تھیں۔ میں خود کو اسی کھڑکی کے سامنے بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اس وقت میں جوان تھا۔ اب بڑھاپے کی آنکھ سے گزری ہوئی جوانی کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

میں کیا تھا اور کیا سے کیا ہو گیا تھا؟ یہ بھی احساس ہو رہا تھا کہ وقت کتنی جلدی گزر جاتا ہے؟ کسی شاعر نے کہا ہے۔

عجیب چیز ہے یہ وقت جس کو کہتے ہیں
کہ آنے پاتا نہیں اور بیت جاتا ہے

رات کے سناٹے میں اسی کمرے میں‘ اسی کھڑکی کے سامنے بیٹھ کر شمال کی طرف رخ کر کے گھنٹوں شمع بینی کی مشقیں کیا کرتا تھا۔ اس وقت میری آنکھوں میں جیسے اُس شمع کی لَو سلگنے لگتی تھی۔

شمع بینی کے وقت میری سوچ صرف اس خیال پر مرکوز رہتی تھی کہ میری آنکھوں میں مقناطیسی قوت پیدا ہو رہی ہے۔ میں جسے چاہوں‘ اپنی نگاہوں کے شکنجے میں جکڑ سکتا ہوں۔

ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ میں اس دوران بار ہا مایوس ہوا جیسے اس علم کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ شاید میں اپنا وقت برباد کر رہا ہوں۔ پھر یہ بات بھی دماغ میں آتی تھی کہ ایسے غیر معمولی علم کو سیکھنا آسان ہوتا تو ہماری دنیا میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے ماہرین دکھائی دیتے۔ لہٰذا کوئی سا بھی غیر معمولی علم حاصل کرنے کے لیے انتہائی تھکا دینے والی محنت و مشقت سے گزرنا تو پڑتا ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی سمجھ میں آنے لگی کہ اس علم کے حصول کے لیے صبر و تحمل‘ خود اعتمادی اور کڑی مشقوں کی ضرورت ہے۔

میں ماضی کی باتیں دُہرا رہا ہوں۔ مجھ جیسا بیمار اور بے کار بیٹھا رہنے والا اور کیا کر سکتا ہے؟

ایسے وقت بوڑھے اور بیمار یہی کرتے ہیں۔ اپنے ماضی کے کارنامے یاد کرتے ہیں اور ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنا میرا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا۔ اس کارنامے کے باعث میں نے موجودہ ناقابلِ فراموش شہرت حاصل کی ہے۔

میں چاہتا ہوں‘ خیال خوانی کا علم حاصل کرنے کے سلسلے میں میرے جو احساسات اور جذبات ہیں‘ انہیں بیان کروں۔ مجھے یاد آ رہا ہے میری اس کامیابی کو ایک بزرگ نے جلا بخشی تھی۔ میں انہیں اپنا محسن اور استاد مانتا ہوں۔ کیونکہ انہی کی ہدایات اور مشوروں پر عمل کرتے ہوئے مجھے کسی بھی انسانی دماغ کے تاریک تہ خانوں میں اترنے کا راستہ نظر آیا تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں کھول دیں۔ گویا ماضی سے نظریں چرا کر حال میں چلا آیا۔ سر گھما کر ایک طرف دیکھا۔ سونیا اٹیچی اور سفری بیگ کا سامان نکال کر الماری میں رکھ رہی تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے پوچھا۔ ”کیا ہوا؟ جاگ گئے؟“

میں سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ”سویا ہی کب تھا؟“

”تو پھر اتنی دیر سے آنکھیں بند کئے چپ چاپ کیوں بیٹھے تھے؟ کہیں تم...؟“ وہ مجھے گھورتے ہوئے قریب آ کر بولی۔ ”تم خیال خوانی تو نہیں کر رہے تھے؟“

میں نے مسکرا کر کہا۔ ”ارے نہیں بابا... تم نے منع کیا ہے۔ ہرگز نہیں کروں گا۔ ویسے بھی اس ناچیز میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ وہ میڈم سونیا کے حکم کی خلاف ورزی کر سکے۔“

وہ مسکراتی ہوئی ذرا جھک کر میری گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی۔ ”آئی لو یو فرہاد...!“

میں نے ہائے کے انداز میں گہری سانس لے کر ایک ذرا شوخی سے پوچھا۔ ”تمہیں انگریزی کے یہ الفاظ یاد ہیں؟ میں تو سمجھا تھا‘ بھول چکی ہو۔“

وہ میرے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔ ”مجھے سب کچھ یاد ہے مسٹر فرہاد.....!“

”اچھا... کیا یہ بھی یاد ہے کہ رومانس کیسے کیا جاتا ہے اور محبوب قریب ہو تو اس کی قربت سے کیسے محظوظ ہوا جاتا ہے؟“

وہ سیدھی ہو کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔ ”لگتا ہے‘ تمہارا بخار اترنے کے بجائے دماغ پر چڑھ گیا ہے۔“

”ہائے سونیا بیگم! اس دماغ پر تو برسوں پہلے تمہارا بخار چڑھا تھا‘ جو کبھی اترنا تو دور کی بات ہے‘ کچھ عرصے کے لیے کم بھی نہ ہو سکا۔“

وہ مسکرا کر بولی۔ ”کچھ بیماریاں دائمی ہوتی ہیں۔ عمر کے ہر دور میں ساتھ لگی رہتی ہیں۔ پیچھا نہیں چھوڑتیں۔“

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ”ہُوں۔ اعلیٰ حضرت نے میری آخری سانس تک تمہیں میرے پاس رہنے کے لیے ہی یہاں بھیجا ہے تاکہ یہ خوبصورت بیماری دم کے ساتھ لگی رہے۔“

میری بات سن کر اس کا چہرہ ایک ذرا مرجھا سا گیا۔ ہمارے درمیان تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر میں اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔

”میں اپنی زندگی سے بات تو کر لوں
سہارا دو ذرا عمر رواں کو.....“

میں نے ذرا ٹھہر کر کہا۔ ”اس مکان میں آنے کے بعد ماضی کے کئی جھروکے کھلتے چلے جا رہے ہیں۔ جانتی ہو‘ اس وقت مجھے کیا یاد آ رہا ہے؟“

اس نے پوچھا۔ ”کیا یاد آ رہا ہے؟“

”کچا گوشت کھانے والی مادام سونیا....“

میں قہقہہ مار کر ہنسنے لگا۔ وہ منہ بنا کر مسکراتے ہوئے بولی۔ ”توبہ ہے۔ ماضی کی اچھی اچھی باتیں یاد کی جاتی ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی یاد کرنے والی بات تھی؟“

یہ اُن دنوں کی بات تھی‘ جب سونیا اپنے آقا ماسٹر یوشے جیسے شیطان کے لیے کام کرتی تھی۔ چونکہ ماسٹر یوشے میرا بدترین مخالف تھا۔ اسی لیے سونیا بھی مجھے دشمن سمجھتی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ میری طرف مائل ہوتی چلی گئی تھی۔

اس وقت وہ جزیرہ ہوائی کی زبان بولتی تھی۔ نہ تو اردو سمجھ سکتی تھی‘ نہ بول سکتی تھی۔ انگریزی زبان بھی صرف سمجھنے کی حد تک جانتی تھی۔ کبھی کبھی کوشش کر کے مختصر سے الفاظ بول لیتی تھی۔ یوں اپنے دل کی بات مجھ تک پہنچاتی رہتی تھی۔ ویسے عورتیں اپنے جذبات کا اظہار زبان سے نہیں‘ آنکھوں سے کرتی ہیں اور میں آنکھوں کی بولی خوب سمجھتا تھا۔ وہ سونیا ہی تھی‘ جس نے پہلی بار مجھے ”لیڈی کلر“ کا خطاب دیا تھا۔

میں ان دنوں ماسٹر یوشے کا قیدی بنا ہوا تھا۔ دوسری طرف سونیا سے دوستی بڑھ رہی تھی۔ ایک روز میں ماسٹر یوشے کے کمرے میں آیا تو وہاں مادام سونیا ایک صوفے پر بیٹھی اپنی عادت کے مطابق کچا گوشت کھا رہی تھی۔ اس کے سامنے ایک بڑے سے برتن میں دودھ رکھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ جھینپ سی گئی۔ باقی گوشت اور ہڈیاں سمیٹ کر واش روم میں چلی گئی۔

مجھے یہ سب دیکھ کر کراہیت سی محسوس ہوئی تھی۔ میں نے سوچا۔ ”یہ گم بخت جوان ہے‘ جاذب نظر ہے مگر اس کی خوراک بتا رہی ہے‘ اس کے منہ سے بساند آتی ہوگی۔ مجھ سے بے تکلفی بڑھے گی اور یہ میری زبان سمجھنے لگے گی تو میں اسے سونف اور الائچی کھانے کا مشورہ دوں گا۔“

میں جیسے عبر رواں کو آواز دے رہا تھا۔ سونیا نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”لگتا ہے‘ مادام سونیا کو یاد کرتے کرتے ماضی میں پہنچ گئے ہو۔ جبکہ میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔“

میں نے خیالوں سے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر مسکرا کر کہا۔ ”بے شک ہو لیکن جیسا ہمارا کل ہوتا ہے‘ ویسا آج نہیں ہوتا اور جیسا آج ہے‘ ویسا کل نہیں ہوگا۔“

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ”ہاں۔ یہ تو ہوتا ہی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسان کی شخصیت‘ اس کی فطرت

اور مزاج سب کچھ بدلتا رہتا ہے۔ تم نے مجھے بدل کر رکھ دیا۔ جانوروں جیسا مزاج رکھنے والی کو انسانیت کا ایسا سبق پڑھایا کہ وہ بچپن سے لے کر جوانی تک پڑھائے جانے والے تمام اسباق کو بھول گئی۔ تم سے متاثر ہو کر دوستی اور محبت کو سمجھنے لگی۔“

وہ ذرا چپ ہوئی پھر گہری سانس لے کر بولی۔ ”مگر تمہارے جیسے بھنورے کو مٹھی میں بند کرنا بہت مشکل تھا۔“

میں نے کہا۔ ”ایسی تو کوئی بات نہیں تھی۔ یاد کرو‘ میں تمہارے قریب آنے کے بعد فریال جیسی وفادار اور حسین محبوبہ کو بھول گیا تھا۔“

”یہی تو تمہاری فطرت تھی۔ کلی کلی منڈلاتے پھرتے تھے۔ وقت بے وقت جذبات کی جو آندھیاں چلتی تھیں‘ وہ تمہیں ایک سے دوسری اور دوسری سے تیسری کے پاس اڑا کر لے جاتی تھیں۔ تم فریال کے بعد میرے پاس آئے اور میرے بعد بھی نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتے رہے؟“

بے شک۔ میں دس جگہ بھٹکتا پھرتا تھا‘ مگر پلٹ کر تمہارے ہی پاس آتا تھا۔“

وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے مجھے دیکھنے لگی۔ مسکرا کر بولی۔ ”ہائے فرہاد علی تیمور..... پہلے محبوب بنے‘ پھر شوہر بنے‘ باپ بنے‘ پھر دادا اور اب نانا بھی بن گئے۔“

میں نے مسکرا کر کہا۔ ”یہ تو ہوتا ہی ہے۔ زندگی کے مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے لہو کے رشتوں میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ صرف بیوی کے آنے کی دیر ہوتی ہے۔ پھر زندگی گل سے گل و گلزار ہو جاتی ہے۔“

”مگر تم اپنی زندگی کو گل و گلزار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یاد کرو‘ جب میں نے پہلی بار پوچھا تھا‘ کیا ہماری شادی نہیں ہو سکتی تو تم نے کیا کہا تھا....؟“

میں جیسے بیتے ہوئے لمحوں کو پھر یاد کرنے لگا۔ یہ بھی انہی دنوں کی بات تھی‘ جب آتش جوان تھا۔ میں بھونرا صفت تو تھا‘ مزاج میں آوارگی تھی۔

میں دریا کی طرح بہنے والا تالاب کے پانی کی طرح ایک جگہ ٹھہر کر ازدواجی زندگی نہیں گزار سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے کبھی شادی خانہ آبادی کے جھمیلے میں اُلجھنا نہیں چاہا۔

مگر عورت اپنے محبوب کو ہی زندگی کا مختار کل سمجھنے لگتی ہے۔ جسے پہلی بار اپنے پیار کی سوغات دیتی ہے‘ عمر بھر اسی کے نام سے منسوب ہو جانا چاہتی ہے۔ سونیا کے دل میں بھی یہی خواہش مچلتی تھی۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ ”کیا ہماری شادی نہیں ہو سکتی؟“

میں نے اسے بازوؤں کے حصار میں لیتے ہوئے کہا۔ ”شادی کے معنی ہیں خوشی‘ اور یہ خوشی ہم سے دور نہیں ہے۔“

”نہیں فرہاد! اگر باقاعدہ کورٹ میرج کر لی جائے تو کیا حرج ہے؟ میں قانونی طور پر تمہاری بیوی بننے کا فخر حاصل کرنا چاہتی ہوں۔“

میں نے کہا۔ ”بیوی بننے کے بعد میرے بچوں کی ماں بننے کا فخر حاصل کرنا چاہو گی پھر نانی اور دادی بننے کا فخر حاصل کرنا چاہو گی اور زندگی مجھے اتنی فرصت نہیں دیتی کہ میں تمہیں دادی اماں کی منزل تک پہنچا دوں۔“

اس کا منہ لٹک گیا۔ اس نے افسردگی سے کہا۔ ”تم ہمیشہ یہی کہہ کر ٹال دیتے ہو۔ کیا کبھی شادی نہیں کرو گے؟“

”تم خود ہی سوچو! میں کس طرح شادی کر سکتا ہوں؟ میری کوئی منزل نہیں ہے‘ میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ میں وقت کی طرح ہر لمحہ بہتا چلا جا رہا ہوں۔ تم دوست بن کر میرے ساتھ ساتھ بہ سکتی ہو لیکن بیوی بن کر بچے پیدا کرنے کے لیے کسی ایک منزل پر ٹھہر نہیں سکتیں۔ کیا یہ چاہو گی کہ میں تمہیں کسی ایک گھر میں بسا کر خود حالات کے دھارے پر بہتا ہوا آگے نکل جاؤں؟“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ”نہیں۔ میں تمہیں خطرات میں کودنے کے لیے کہیں تنہا نہیں جانے دوں گی۔“

”تو پھر بچوں کو گود میں اٹھا کر میرے ساتھ کیسے چلو گی؟“

میں نے ذرا ٹھہر کر کہا۔ ”میری جان! صرف جذبات کو نہ دیکھو۔ حالات کو بھی دیکھو! نہ جانے سپر ماسٹر جیسے کتنے ہی بدترین دشمن میرے راستے میں آئیں گے؟ میں بیوی بچوں کا قافلہ بنا کر ان کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔“

ماضی کے جھروکے میں جھانکتے ہوئے میں ایکدم سے کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ سونیا بھی ہنسنے لگی۔ میں نے سر جھٹک کر کہا۔ ”بیوی بچوں کا قافلہ....“

وہ بولی۔ ”تم جس قافلے کو بوجھ سمجھتے تھے۔ دشمنوں سے مقابلے کے دوران انہیں رکاوٹ تصور کرتے تھے۔ آج دیکھو! وہی قافلہ تمہارے دشمنوں کے بارہ بجا رہا ہے۔ سب ہی بچے ہمارے نقش قدم پر چلتے ہوئے مخالفین کے لیے ناقابل شکست بنے رہتے ہیں۔“

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ”بے شک۔ صرف ہمارے بچے نہیں‘ بچوں کے بچے بھی زبردست ہیں۔ میری پیاری سی پوتی انوشے ایسی غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہے کہ مجھے ہمیشہ اس پر فخر رہے گا۔ عدنان بھی اپنی ذات میں ماسٹر ہے۔ فرہاد علی تیمور جیسے دادا اور میڈم سونیا جیسی دادی کو اپنے پیچھے ہلکان کرتا رہتا ہے۔“

''اور اب ایک نیا مہمان آیا ہے۔ دیکھتے ہیں' ہماری اکلوتی بیٹی عالی کا بیٹا کیا گل کھلاتا ہے؟''

وہ بول رہی تھی اور میں خلا میں تک رہا تھا۔ اپنے ننھے نواسے کو دیکھ رہا تھا۔ ایک آہ کے ساتھ سوچ رہا تھا۔ ''کیا اس نواسے کو گل کھلاتے دیکھ سکوں گا؟''

ایسے ہی وقت عالی میرے دماغ میں آئی۔ میں اس کی آمد سے بے خبر تھا۔ وہ آتے ہی مجھے مخاطب کرنا چاہتی تھی لیکن میری سوچ پڑھ کر اسے چپ سی لگ گئی۔

میں نے گہری سانس لے کر سونیا کو دیکھا پھر کہا۔ ''میرے نواسے کی ننھی منی آنکھوں کی چمک بتاتی ہے' وہ یقیناً ٹیلی پیتھی کا علم سیکھے گا اور اپنے نانا جان سے چار ہاتھ آگے جائے گا۔ یوں بھی میرے بعد کسی کو تو فرہاد علی تیمور کی جگہ سنبھالنی ہوگی۔''

وہ مسکرا رہی تھی۔ میری بات سن کر اس کے چہرے کی رونق ماند پڑ گئی۔ ادھر عالی بھی اداس ہو رہی تھی۔ سونیا نے ذرا سنجیدگی سے کہا۔ ''اولاد تمغوں کی طرح ہوتی ہے۔ خدا کا شکر ہے' ہمارے سینوں پر سجنے والے سب ہی تمغے ہماری پوری نسل کی غیر معمولی صلاحیتوں کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ ان کی چمک دمک دشمنوں کو اندھا کر دیتی ہے۔ وہ کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے قابل نہیں رہتے۔''

''بے شک۔ ہمیں اپنی اولاد پر فخر ہے۔''

ایسے وقت عالی نے کہا۔ ''آئندہ آپ اپنے نواسے پر بھی فخر کریں گے۔''

میں نے چونک کر کہا۔ ''ارے عالی! تم کب آئیں؟''

وہ بولی۔ ''بس ابھی آئی ہوں اور آتے ہی میں نے آپ کو کچھ سوچتے اور مایوس ہوتے دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے' ہماری عمر بھی آپ کو لگ جائے۔ آپ اپنے نواسے کی جوانی اور غیر معمولی صلاحیتیں دیکھ کر فخر کرتے رہیں۔''

میں نے کہا۔ ''اب میرے نواسے کی خبر دو۔ وہ کیسا ہے اور ابھی کیا کر رہا ہے؟''

وہ ایک ذرا ناراضی سے بولی۔ ''یہ کیا پاپا! میں اتنی محبت سے آپ کے پاس آئی اور آپ کو نواسے کی فکر ہے۔ مجھ سے نہیں پوچھیں گے کہ میں کیسی ہوں؟ کیا کر رہی ہوں؟''

میں نے سونیا کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ ''ہماری بیٹی یوں تو بڑی ہوگئی ہے مگر اندر سے بچی کی بچی ہی ہے۔ اس کے بیٹے کو پوچھ رہا ہوں تو شکایت کر رہی ہے کہ مجھے بس اسی کی فکر رہتی ہے۔''

سونیا مسکرانے لگی۔ عالی نے بچوں کی طرح شکایتاً کہا۔

''اور نہیں تو کیا' جب سے وہ آیا ہے' تب سے بیٹی کی اہمیت اور نواسے کی زیادہ ہوگئی ہے۔''

''ارے نہیں میری جان! میں اپنے نواسے میں اپنی بیٹی کا عکس دیکھتا ہوں۔''

سونیا مسکرا کر میری باتیں سن رہی تھی۔ اسے میرے باتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ باپ بیٹی میں کیا جھگڑا ہوا ہے؟ میں نے عالی سے پوچھا۔ ''ویسے وہ ہے کہاں؟ میں تمہارے ذریعے اسے دیکھ سکوں گا۔ سن سکوں گا۔''

وہ بولی۔ ''تو پھر مجھے سنتے رہیں' یہی سمجھیں کہ اسے نواسے کو سن رہے ہیں۔ میں اُس کا عکس ہوں ناں...؟''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''کیوں بوڑھے باپ کو جلا رہی ہو۔ بتاؤ تو سہی' وہ کہاں ہے؟ کیا سو رہا ہے؟ اس کی آواز تو سنا دو۔''

وہ جیسے ضدی بن کر بولی۔ ''نہیں بتاؤں گی' نہیں سناؤں گی۔''

میں نے سونیا سے شکایت کی۔ ''یہ تمہاری بیٹی مجھے میرے نواسے کے لیے تڑپا رہی ہے۔''

سونیا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''کیوں انہیں تنگ کر رہی ہو؟ بیٹے کو گود میں لوگی تو تمہارے پاپا اسے دیکھ سکیں گے۔''

وہ اس کے اندر آ کر بولی۔ ''میں یہاں نانا اور نواسے کا ملن کروانے نہیں' اپنے پاپا سے باتیں کرنے آئی ہوں۔''

میں نے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میرے دماغ میں گدگدی نہیں ہو رہی ہے۔ کیا وہ ضدی بچی ماں کے پاس پہنچ گئی ہے؟''

سونیا نے کہا۔ ''وہ نانا اور نواسے کا ملن نہیں کروائے گی۔ کہہ رہی ہے' دیکھتی ہوں' بیٹی کو نظر انداز کر کے آپ کیسے اپنے نواسے تک پہنچیں گے؟''

''یہ تو چیلنج ہوگیا۔ مشکل تو یہ ہے کہ میں اس کے ننھے سے دماغ میں نہیں جا سکتا۔ یقیناً وہ ایمان علی کے پاس ہوگا۔ میں اس کے پاس جاؤں گا تو....''

عالی نے میرے اندر آ کر کہا۔ ''ایمان علی سو رہے ہیں۔ بے شک۔ وہاں جا کر تسلی کر لیں۔''

وہ جیسے میری بے بسی سے محظوظ ہو رہی تھی۔ میں نے سونیا کو دیکھا۔ وہ کسی سوچ میں گم تھی۔ پھر زیر لب مسکراتے ہوئے میری طرف متوجہ ہو کر بولی۔ ''باپ کو بیٹی کا چیلنج قبول کرنا چاہیے۔ یہ ثابت کرنا چاہیے کہ فرہاد علی تیمور ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ ہے اور خیال خوانی کی دنیا میں کسی بھی دماغ کا دروازہ

اس کے لیے بند نہیں ہو سکتا۔ ابھی یہ ثابت کر دو کہ تمہیں اپنے نواسے تک پہنچنے کے لیے سہاروں کی ضرورت نہیں ہے۔''

میں نے جواباً کچھ کہنا چاہا۔ مجھ سے پہلے عالی نے کہا۔ ''آپ اس چیلنج کے لیے پہلے ہی ہار مان چکے ہیں۔ اُس نومولود کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ وہ ابھی حروف' الفاظ اور فقروں کو نہیں سمجھتا۔ جب سمجھے گا' تب اپنی سوچ کو لفظوں اور فقروں کا لباس پہنائے گا۔ اس کے بعد ہی ہم اس کی سوچ کو پڑھ سکیں گے....''

اس نے ذرا ٹھہر کر پوچھا۔ ''کیوں پاپا! یہی کہا تھا ناں آپ نے....؟''

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ اور یہی حقیقت بھی ہے۔ میں اس نومولود کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔''

سونیا نے کہا۔ ''پہنچ سکتے ہو...''

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس کے اس مختصر سے فقرے میں بڑا اعتماد تھا۔ وہ بولی۔ ''پیرس جاتے ہوئے جب کبریا نے چیلنج کیا تھا' تب مجھے یاد نہیں تھا مگر اب جبکہ ماضی کو کریدنے کا موقع مل رہا ہے تو بہت کچھ یاد آ رہا ہے۔''

میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ ''میرے نواسے کے حوالے سے کیا یاد آ رہا ہے؟''

''تمہیں وہ بچہ یاد ہے' جس کی پیدائش کے فوراً بعد اس کی ماں چل بسی تھی اور میں نے اسے ماں بن کر اپنے سینے سے لگا لیا تھا؟''

میں یاد کرنے کے انداز میں سوچنے لگا۔ وہ بولی۔ ''ہم نے اس کا نام فرمان رکھا تھا اور پیار سے نومی کہتے تھے۔''

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر چہک کر بولا۔ ''ہاں۔ یاد آ گیا... فرمان... جب وہ محض چوبیس گھنٹوں کا نومولود تھا' تب ہم اسے ایک جاپانی آیا کے پاس چھوڑ کر ٹوکیو کی طرف روانہ ہوئے تھے۔''

میں نے ذرا ٹھہر کر کہا۔ ''ایسے وقت تمہاری ممتا اس کے لیے تڑپ رہی تھی۔ رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ چونکہ اُس آیا سمیت وہاں سب ہی جاپانی زبان بولتے تھے۔ میں یہ زبان نہیں جانتا تھا۔ کسی کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچ نہیں سکتا تھا۔ تب... ہاں تب میں خیال خوانی کے ذریعے اس ننھے سے دماغ میں پہنچا تھا....''

میں اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے بولا۔ ''اُف ال ہے۔ یہ بات پہلے میرے ذہن میں کیوں نہ آئی؟ میں نے اس بچے کے رونے کی آواز کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی کامیاب پرواز کی تھی اور یہ معلوم کیا تھا کہ وہ بڑے آرام سے اُس آیا کی گود میں ممتا کی حرارت سے محظوظ ہو رہا ہے۔''

تب ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک نئے تجربے کا اضافہ ہوا تھا۔ رونے کی آواز بچوں کی ہو یا بڑوں کی' اس میں ایک درد ہوتا ہے۔ کوئی جذبہ یا ضرورت رُلاتی ہے۔ خواہ وہ ضرورت بچے کو دودھ کے لیے ہو یا ممتا کو بچے کے لیے ہو۔ وہ جذبہ ایک نوزائدہ بچے کے خالی دماغ میں گونجتا ہے اور خیال خوانی کرنے والے کو سمجھاتا ہے کہ وہ کہاں پہنچا ہوا ہے؟

عالی ہماری باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''بے شک۔ پاپا! آپ باکمال ہیں لیکن آپ کا نواسہ ابھی رو نہیں رہا ہے' سو رہا ہے۔ جب روئے گا' تب ہی اس کے دماغ میں پہنچ سکیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''وہ پیدائش کے پہلے لمحے سے اپنے نانا کی جان کے ساتھ لگا رہا ہے۔ بے شک۔ ان لمحات میں میرے پاس نہیں ہے۔ جہاں ہے' وہاں خاموشی سے سو رہا ہے مگر اس کے رونے کی آواز میرے اندر گونجتی رہتی ہے۔ میں اس آواز کو بھول نہیں سکتا۔ اسے گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کروں گا اور ابھی تمہارے چیلنج کا جواب دوں گا۔''

وہ بے یقینی سے بولی۔ ''یہ حیرت انگیز بات ہوگی۔''

میں اس تجربے سے گزر چکا تھا۔ ماضی میں جب اس نومولود فرمان کے دماغ میں پہنچا تھا' تب وہ آیا کی گود میں خاموش تھا۔ اس کے باوجود میں اس کے اندر پہنچ گیا تھا اور اب اپنے نواسے کے دماغ میں پہنچنے والا تھا۔

عالی نے کہا۔ ''پھر تو میں بھی یہ تجربہ کروں گی۔ ابھی اپنے طور پر اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کرتی ہوں۔''

وہ میرے دماغ سے چلی گئی۔ سونیا مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''وہ بھی گئی ہے۔ میں بھی جا رہا ہوں۔ ابھی اپنے نواسے کے دماغ میں جھانک کر اس کی خیریت معلوم کرتا ہوں۔''

میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر اس کے رونے کی آواز کو یاد کرنے لگا۔ برسوں پہلے اس تجربے سے گزرا تھا۔ کامیابی کا یقین تھا۔ پھر بھی ایک ذرا تجسس تھا کہ اس ننھے دماغ تک پہنچ بھی پاؤں گا یا نہیں...؟

میں نے اس کے رونے کی آواز کو یاد کرتے کرتے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور بنا کسی رکاوٹ کے اس کے ننھے سے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں کسی سوچ' کسی خیال کی کوئی لہر محسوس نہیں ہو رہی تھی اور ہوتی بھی کیسے....؟ وہ معصوم دماغ ابھی شعوری طور پر نا بلد تھا۔ کسی بھی چیز کو دیکھ سکتا تھا'

کسی بھی آواز کو سن سکتا تھا۔ مگر سمجھ نہیں سکتا تھا۔

اگر وہ جاگ رہا ہوتا تو میں اس کے ذریعے آس پاس کے ماحول کو بھی دیکھ سکتا تھا مگر ابھی وہ محوِ خواب تھا اور اس کے خوابیدہ دماغ میں ایک نور سا پھیلا ہوا تھا۔ ٹھنڈی چاندنی جیسا اُجلا اور شفاف نُور.....

مجھے اپنے نواسے تک رسائی حاصل کر کے بہت خوشی ہو رہی تھی۔ میں اسے جگانا نہیں چاہتا تھا۔ میری سوچ کی لہریں اس کے خوابیدہ دماغ کو بڑی ہی شفقت سے تھپک رہی تھیں' سہلا رہی تھیں۔

میں نہیں جانتا تھا کہ عالی وہاں موجود ہے یا نہیں؟ یقیناً اس نے بھی خیال خوانی کی کامیاب پرواز کی ہوگی اور ان لمحات میں وہاں پہنچی ہوگی مگر ہم ایک دوسرے کو مخاطب نہیں کر سکتے تھے۔ اگر ہم بولتے تو ہماری سوچ کی لہریں اس ننھے سے دماغ کو متاثر کرتیں۔ جو کہ اس معصوم کے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی تھیں۔

اس لیے میں خاموش تھا اور یقیناً عالی بھی اس بات کو سمجھتی تھی۔ لہٰذا ہم دونوں ہی بڑی رازداری سے اس کے دماغ میں گھسے ہوئے تھے۔

مگر ایسی رازداری اور خاموشی کے باوجود وہ جاگ گیا۔ ہم اس کی سوچ کو نہیں پڑھ سکتے تھے۔ اس لیے اس کی ضرورت کو بھی سمجھ نہیں سکتے تھے۔ یہ خیال تھا کہ اس کی نیند پوری ہو چکی ہے اور اب وہ دودھ کے لیے روئے گا۔

لیکن یہ کیا.....؟

اس کے جاگنے کے چند لمحوں بعد ہی میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا اور میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ سونیا میرے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟ تم بیٹھے بیٹھے چونک کیوں گئے ہو؟''

بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میں کچھ الجھا ہوا تھا۔ اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے زیرِلب بولا۔ ''یا حیرت...''

اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔ ''کس بات پر حیران ہو؟''

میں نے اسے دیکھا پھر کہا۔ ''ذرا ایک منٹ رکو۔ میں ابھی آتا ہوں۔''

میں نے ایک بار پھر خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اپنے نواسے کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ جاگا ہوا تھا۔ میں چند لمحوں تک ہی وہاں رہ سکا پھر ایک جھٹکے سے اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ شدید حیرانی اور بے یقینی سے سونیا کو دیکھنے لگا۔

اس نے پوچھا۔ ''آخر کیا ہو رہا ہے؟ تم نواسے کے پاس جانے والے تھے۔ یہ بار بار چونک کیوں رہے ہو؟''

''میں حیران ہو رہا ہوں۔ وہ... وہ محض چند دنوں کا بچہ ہے۔ بلکہ نومولود کہا جائے تو بہتر ہوگا اور وہ....''

میں بولتے بولتے ذرا رکا۔ عالی نے آ کر مجھے مخاطب کیا تھا۔ سونیا نے بے چین ہو کر پوچھا۔ ''اور وہ کیا.... بات تو پوری کرو۔''

ادھر عالی نے مجھ سے پوچھا۔ ''پاپا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے ابھی خیال خوانی کی کامیاب پرواز کی تھی۔ اس کے ننھے سے دماغ میں پہنچی تھی۔ مگر.... چند لمحوں بعد ہی باہر آ گئی اور ایسا ایک بار نہیں دو بار ہوا ہے اور ابھی آپ کے پاس آ کر معلوم ہو رہا ہے کہ آپ بھی ایسی صورتِ حال سے دوچار ہو رہے ہیں۔ دوبار وہاں جا کر واپس آئے ہیں۔''

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ میں حیران ہوں۔ کیونکہ وہاں سے خود واپس نہیں آیا۔ مجھے سانس روک کر بھگایا گیا ہے۔''

اس نے میری تائید میں کہا۔ ''مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہوا ہے۔''

سونیا نے میری بات سن کر پوچھا۔ ''کیا تم ہمارے نواسے کی بات کر رہے ہو؟''

میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہاں۔ سونیا! یہ بہت ہی حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین بات سامنے آئی ہے۔ جب میں اس کے اندر پہنچا تو وہ سو رہا تھا پھر چند لمحوں بعد ہی جاگ گیا۔''

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''اگر وہ صرف مجھے اپنے اندر محسوس کرتا' تب بھی حیرانی کی بات تھی لیکن میں دُہری حیرانی سے دوچار ہو رہا ہوں۔ اس نے نہ صرف مجھے محسوس کیا' بلکہ سانس روک کر اپنے دماغ کا دروازہ بھی بند کر دیا اور میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔''

وہ بے یقینی سے میری باتیں سن رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''ایسا ایک بار نہیں دو بار ہوا ہے اور صرف میں ہی نہیں' عالی بھی اس حیرت انگیز تجربے سے گزری ہے۔''

اس نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ ''یس مما! اس نے سانس روک کر مجھے بھی اپنے دماغ سے نکال دیا ہے۔''

وہ بولی۔ ''بڑی عجیب بات ہے۔ ایسا تو یوگا جاننے والے ہی کر سکتے ہیں۔ تم دوبارہ کوشش کرو۔ ممکن ہے' نہیں کوئی دھوکا ہو رہا ہو۔''

''شبہے کی کوئی گنجائش نہیں ہے مما! میں نے اور پاپا نے واضح طور پر محسوس کیا ہے۔ اس نے باقاعدہ سانس روک کر ہمیں بھگایا ہے۔''

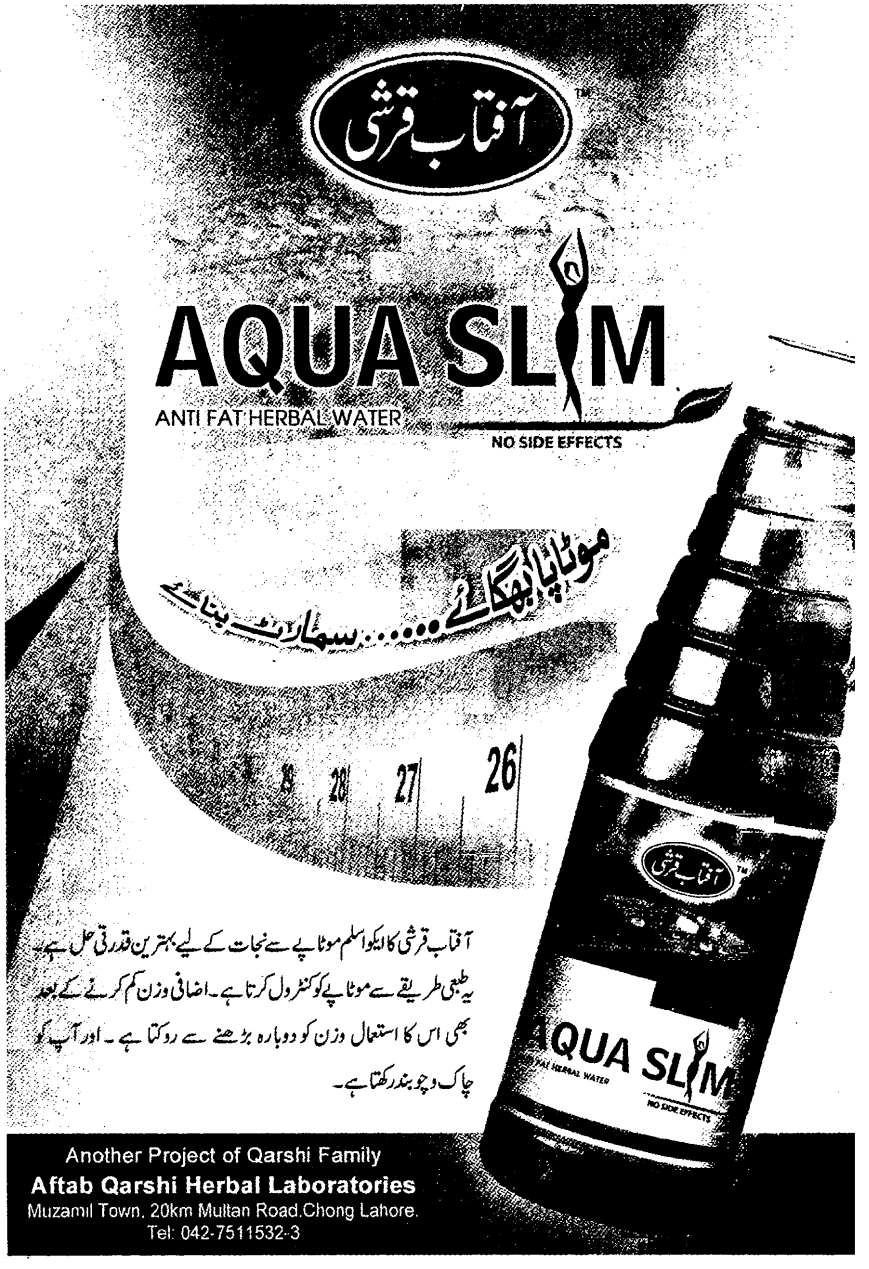

سونیا نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں ابھی تک حیرت میں ڈوبا ہوا تھا۔ نواسے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میری فیملی میں غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے افراد کی کمی نہیں تھی۔ سب سے پہلے تو میں اور سونیا تھے۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور اس میں بڑی حد تک غیر معمولی مہارت رکھتا تھا۔

پھر جب سونیا میری زندگی میں آئی تو وہ کوئی عام دوشیزہ نہیں تھی۔ بوسونگھ لینے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتی تھی۔ میلوں دور رہنے والے شخص کی بو سونگھ کر سمت کا تعین کر سکتی تھی۔ دراصل ایک ماسٹر سائمن نامی شیطان صفت شخص نے اس پر مختلف تجربات کئے تھے اور ان تجربات کے ذریعے سونیا کے اندر جانوروں جیسی خصوصیات پیدا کی تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ جب وہ میری زندگی میں آئی' تب انسانی فطرت کے خلاف کچا گوشت کھاتی تھی۔ اسے جسمانی لحاظ سے اس طرح جانوروں کے مشابہ بنایا گیا کہ اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں فولادی ناخن لگائے گئے تھے۔

وہ فولادی ناخن اس حد تک خطرناک تھے کہ جب پہلی بار میں اور سونیا دشمن کی حیثیت سے ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے تو حملہ کرنے کے دوران اس کے ناخنوں نے دیوار کا پلاستر تک اکھاڑ ڈالا تھا۔ ایک صوفے کی دھجیاں اڑا دی تھیں اور میرے ایک شانے کا گوشت نوچ ڈالا تھا۔

پھر ہم دوست بنے اور مجھے اس کے قریب آنے کا موقع ملا' تب معلوم ہوا کہ اس کی انگلیوں پر پلاسٹک کا خول چڑھا کر ان فولادی ناخنوں کو بڑی خوبصورتی سے ایڈجسٹ کیا گیا ہے۔ ایک خاص میکنزم کے تحت وہ انگلیاں مڑتی تھیں اور کھلتی تھیں پھر ان میں سے وہ فولادی ناخن باہر نکل آتے تھے۔

بعد ازاں ماسٹر یوشے اور ماسٹر سائمن جیسے شیطانوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد میں نے سونیا کے دماغ سے جانوروں جیسی فطرت کو یکسر مٹا ڈالا تھا۔ لیکن بو سونگھ لینے والی حس آج بھی اس کی شخصیت کا خاصہ ہے' جو اسے غیر معمولی بناتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی وہ ایسی زبردست ہے کہ سب ہی دشمن اس سے پناہ مانگتے ہیں۔

اس کے بعد رسونتی نامی ایک ہندو دوشیزہ میری زندگی میں آئی۔ وہ بچپن ہی سے مندر میں جا کر آتما گیان کی تعلیم حاصل کرتی رہی تھی۔ اسے سمجھایا گیا تھا کہ وہ نادیدہ دیوتاؤں کی داسی ہے۔ اس کے جسم کو کوئی شخص ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ وہ کبھی شادی نہیں کرے گی۔ ہمیشہ گنگا جل کی طرح پاک رہے گی۔

وہ دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ دھیان گیان میں مصروف رہتی تھی۔ سانس روک کر یوگا کی زبردست مشقیں کرتی تھی اور مندر کے دیئے کی لَو پر نظریں جما کر سوچ کی اڑان کا درس یعنی ٹیلی پیتھی بھی حاصل کرتی رہی تھی۔

میں نے کبھی کسی عورت سے ہار نہیں مانی۔ اول تو صنفِ نازک کے مقابل آنے سے کتراتا ہوں۔ یہی سوچ ہوتی ہے کہ ایک عورت سے کیا زور آزمائی کروں گا؟ لیکن پہلے سونیا سے زبردست ٹکراؤ ہوا تھا۔ اس ٹکراؤ نے سمجھایا کہ بے شک وہ عورت ہے مگر نازک نہیں ہے۔ شرزوروں کو چاروں شانے چت کر دینے کی صلاحیت اور قوت رکھتی ہے۔ اسے آسانی سے قابو میں نہیں کیا جا سکتا۔

اس پر غالب آنا مشکل تھا مگر جب مرد کی خودداری اور انا پر بن آتی ہے تو وہ غیر معمولی عورت کو ایک ہی جھٹکے میں پچھاڑ کر معمولی بنا دیتا ہے۔ میں نے بھی یہی کیا تھا اور تب سے سونیا کے لیے لیڈی کلر بن گیا تھا۔

مگر رسونتی ایسی تھی' جس نے میرے مقابل آئے بغیر مجھے چاروں شانے چت کر دیا تھا۔ دراصل اس نے انجانے میں خیال خوانی کے ذریعے حملہ کیا تھا۔ مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔ مجھ سے پہلے سونیا اس کی قید میں تھی۔ وہ حبسِ دم کی ماہرہ رسونتی' سونیا کے ذریعے ہی مجھ تک پہنچی تھی۔ ایسی غیر معمولی خیال خوانی کرتی تھی کہ یوگا جاننے والوں کے دماغ میں بھی گھس جاتی تھی۔

وہ کب میرے اندر پہنچی' مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ تب میں نے دماغ کی اسکرین پر دیکھا کہ میرا جسم ہلکا پھلکا ہو کر فضا میں غبارے کی طرح ڈول رہا ہے۔ قدموں تلے زمین نہیں تھی۔ سر پر آسمان نہ تھا۔ ان لمحات میں جہاں میں پہنچا ہوا تھا' وہاں کوئی نہیں تھا۔ البتہ بہت سی عورتوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ ہم آواز ہو کر کوئی انجانا گیت گا رہی تھیں۔

میرے ساتھ کیا ہو رہا تھا' میں نہیں جانتا تھا۔ یہ بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اس وقت کہاں ہوں اور کہاں سے کہاں پہنچ رہا ہوں؟

چند لمحوں بعد دیکھا' میں دماغ کی دھندلی کائنات میں بھٹکتا ہوا ایک بلند و بالا معبد کے آہنی پھاٹک کے سامنے پہنچ گیا۔ اس کے اونچے اور مضبوط پٹ خود بخود کھلتے چلے جا رہے تھے۔ تب مجھے مندر کی گھنٹیاں سنائی دیں۔ اتنی دیر فضا میں بھٹکنے اور ڈولنے کے بعد میرے قدم مندر کی دہلیز پر پہنچ گئے۔

وہاں کی داسیاں غسل کے لیے مجھے ایک حوض کے پاس لے آئیں۔ میں حیرانی اور پریشانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ کسی حد تک یہ بات سمجھ میں آنے لگی تھی کہ میرے ساتھ جو ہو رہا ہے' وہ خواب نہیں ہے۔ ایسی حقیقت ہے' جسے فی الحال

میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔

بہرحال مجھے نہلا دھلا کر ایک خواب گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں ایک خوبصورت پلنگ پر بٹھایا گیا۔ ایسے وقت مجھے ایک رس بھری آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں آ رہی ہوں۔''

میں کسی معمول اور تابعدار کی طرح اس کی ہدایت کے مطابق لیٹ گیا۔ تب یہ بات سمجھ میں آئی کہ میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ میرا دماغ اس رسیلی آواز کے زیر اثر ہے۔ وہ جو کہہ رہی ہے' میں وہی کرتا جا رہا ہوں۔ اس نے جیسے مجھے ہپناٹائز کیا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ مجھ پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ میرے دماغ کو ہدایت دینے لگی کہ میں جاگنے کے بعد کسی سے دماغی اور جسمانی رابطہ قائم نہ کروں اور رسونتی کو اس کی آواز اور لب ولہجے سے نہ پہچانوں۔

لیکن جب بیدار ہوا اور اس نے آ کر مجھے مخاطب کیا تو میں نے فوراً ہی اسے پہچان لیا۔ تب وہ حیران رہ گئی۔ میں نے پوچھا۔ ''آخر تم مجھے اپنا معمول اور تابعدار کیوں بنانا چاہتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''میں تمہیں راہِ راست پر لانا چاہتی ہوں۔''

''کیوں...؟ کیا میں راہِ راست پر نہیں ہوں؟ بگڑا ہوا شہزادہ لگتا ہوں؟''

''ہاں۔ کیونکہ تم ایک سے زیادہ محبوبائیں رکھتے ہو۔ یہ بری بات ہے۔ انسان کو یا تو برہمچاری (سدا کنوارا) رہنا چاہیے یا پھر ایک دھرم پتنی کے ساتھ جیون گزارنا چاہیے۔''

ان دنوں میں سونیا کے علاوہ ایک پُرتگالی حسینہ رومانہ اور ایک جاپانی گڑیا مے یُون کی زلفوں کا بھی اسیر بنا ہوا تھا۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ وہ تینوں میرے پیچھے تھیں تو درست ہوگا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ہمارے مذہب میں چار شادیوں کی اجازت ہے۔ میری زندگی میں تین آ چکی ہیں۔ ابھی چوتھی کی گنجائش ہے۔ تم آنا چاہو گی؟''

اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ''تم کبھی سپنوں میں بھی مجھے چھو نہ سکو گے۔ میں دیوتاؤں کی امانت ہوں۔ مجھے عام عورتوں میں شمار نہ کرنا۔ میں اپنی توہین برداشت نہیں کروں گی۔''

''یہ تو اچھی بات ہے کہ تم دیوتاؤں کی امانت ہو۔ اگ مجھے بھی دیوتا کہتے ہیں۔ زندگی کے کسی موڑ پر دیوتا کی حیثیت سے اپنی امانت ضرور واپس لوں گا۔''

میں اس کے مزاج کے خلاف بول رہا تھا اور اس کا نتیجہ دوسرے ہی روز میرے سامنے آ گیا۔ اس نے مجھے اپنی خواب گاہ میں بلایا۔ میں اسی خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ جس طرح دوسری حسینائیں مجھ پر مرتی ہیں۔ اسی طرح آخر کو وہ بھی میری شخصیت سے مرعوب ہو گئی ہے۔ دین دھرم کی باتیں بھول کر مجھے بلا رہی ہے۔

مگر چند لمحوں بعد ہی میری خوش فہمی کو زبردست جھٹکا لگا۔ میں بے اختیار چلا اٹھا۔ فرش پر گر کر چیخنے اور تڑپنے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے کسی نے ہتھوڑا دے مارا ہو۔ کوئی بہت ہی سخت اور بھاری بھرکم ہتھیار تھا۔ سر کے پچھلے حصے کی طرف ہاتھ لگانے سے چپچپاہٹ سی محسوس ہو رہی تھی۔ یقیناً لہو بہنے لگا تھا۔

میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ اس پر وہ میرے دماغ کے اندر بیٹھ کر اپنی سوچ کی ضربیں لگانے لگی۔ مجھے سنبھلنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔

جیسے میرا آخری وقت آ گیا تھا۔ فرہاد علی تیمور کی شخصیت اس کی دماغی صلاحیتوں سے قائم ہے اور وہ میرے دماغ کی دھجیاں اڑا رہی تھی۔ اگر میری کھوپڑی صحت مند ہوتی تو شاید میں وہ حملے برداشت کر لیتا لیکن زخم پر بار بار زخم لگائے جائیں تو فولادی حوصلے والے بھی ہمت ہار جاتے ہیں۔ میں اپنا دماغ ہار گیا۔

یا پھر شاید زندگی ہار گیا تھا۔ گہری اور طویل تاریکی میرا مقدر بن گئی تھی۔ پتا نہیں' میں کب تک دنیا والوں کے لیے مردہ بنا رہا؟ پھر خوابوں میں زندہ رہنے لگا۔ یہ بڑی عجیب سی بات تھی لیکن میرے ساتھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔

رسونتی چاہتی تھی' میں سونیا' رومانہ اور مے یُون سے تعلقات ختم کر دوں اور میں نے انکار کر دیا تھا مگر اب یہ تعلقات خود بخود ختم ہو گئے تھے۔ میں ان سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ میرا زخم خوردہ دماغ اور میری کمزور سوچیں رسونتی کی مٹھی میں تھیں۔

نہ جانے کتنے دن گزر گئے تھے..... مجھے وہمی بیداری کا موقع نہیں دیا جا رہا تھا۔ میں نیند میں ڈوبا رہتا تھا اور خواب کے عالم میں جاگتا رہتا تھا۔ ان خوابوں میں صرف رسونتی دکھائی دیتی تھی مگر افسوس وہ محبت کرنے نہیں' مجھ پر حکومت کرنے آئی تھی۔

بے شک وہ حسین تھی، بھرپور جوان تھی لیکن میں ابھی اس کے ظاہری حسن کو بیان نہیں کروں گا۔ کیونکہ باطن میں وہ میرے لیے بہت ہی خطرناک بن چکی تھی۔ میں جو جھکنے کا عادی نہیں تھا' جبراً اپنی صلاحیتوں کے سامنے مجھے جھکا رہی تھی۔ میں اکثر اسے خواب کے دھندلکوں میں دیکھتا تھا۔ وہ دوزانو ہو کر کہیں بیٹھی رہتی تھی۔ آنکھیں بند کر کے سانس روک لیتی تھی۔ اس کے بعد میرے دماغ میں بولنے لگتی تھی۔

وہ مجھے اپنا تابعدار بنائے رکھنے کا سبق پڑھاتی رہتی تھی

میرا ذہن چونکہ اس کا تابع تھا۔ اس لیے میں وہ سبق پڑھتا اور یاد کرتا رہتا تھا۔ پھر ایک روز اس نے مجھ سے پوچھا۔ ''کیا تم جانتے ہو کتنے دنوں سے میری آگہی کا پالن کر رہے ہو؟''

میں نے پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں نہیں جانتا۔''

وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ ''آہستہ آہستہ سب کچھ جان لو گے۔ میں پہلے دھوکا کھا گئی تھی۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم غیر معمولی فولادی ارادوں کے مالک ہو۔ ہوش میں آتے ہی میرے تنویمی عمل سے نکل جاؤ گے۔ اگرچہ میرے تابعدار اور فرمانبردار ہو اس کے باوجود جو بات میں تمہیں بھولنے کو کہتی ہوں اسے یاد کر لیتے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''اور اتنا کچھ دیکھنے کے باوجود مجھے اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتی ہو؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''تم نے ثابت کر دیا ہے' تمہیں ذرا بھی ڈھیل دی گئی تو تم میری جان کے دشمن بن جاؤ گے۔''

وہ ذرا دیر چپ رہی پھر بولی۔ ''ویسے میں خود سے دشمنی نہیں کروں گی۔ تمہیں ڈھیل دے کر اپنی جان لینے کا موقع نہیں دوں گی۔''

میں نے کہا۔ ''تو پھر مجھے مار ڈالو۔''

''ماروں گی بھی نہیں۔ تمہیں زندہ رکھنا ہے۔''

''پتا نہیں' تم مجھ سے کیسی دشمنی کر رہی ہو؟''

تم اسے دشمنی سمجھ رہے ہو لیکن میں جانتی ہوں' تمہیں سیدھے راستے پر لانے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا''

میں نے پوچھا۔ ''آخر تم کرنا کیا چاہتی ہو؟''

''تمہیں ایک اچھا انسان بنا کر زندہ رکھنا چاہتی ہوں۔''

پھر اس نے ذرا توقف سے کہا۔ ''میرے ساتھ آؤ...''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک طرف جانے لگی۔ میں نے دیکھا کہ میں بھی اس کے پیچھے جا رہا ہوں۔ وہ یقیناً جسمانی سفر نہیں تھا۔ صرف سوچ کا سفر تھا۔ ہم دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے درختوں کے جھنڈ میں پہنچ گئے۔ وہاں پہلوان قسم کے پنڈت بھنگ تیار کر رہے تھے۔ کچھ لوگ ڈنڈ بیٹھک میں مصروف تھے۔

ایک درخت کے سائے میں ایک ویدراج ہاون دستے میں کوئی دوا تیار کر رہا تھا۔ اس کے سامنے درخت کی چھالیں' جڑی بوٹیاں اور پتے وغیرہ بکھرے ہوئے تھے۔ رسونتی نے مجھے وہاں بیٹھنے کا حکم دیا۔ میں چپ چاپ بیٹھ گیا۔

ویدراج نے دوا کا ایک بڑا سا پیالہ اٹھا کر میرے سامنے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''اسے پی جاؤ...''

میں نے وہ پیالہ لیتے ہوئے رسونتی کو دیکھا۔ اس نے پینے کا اشارہ کیا۔ میں گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔ دوا بہت ہی کڑوی تھی لیکن میں حکم کا بندہ بنا ہوا تھا۔ اس کے حکم سے زہر بھی پی سکتا تھا۔ لہٰذا اس پیالے کی تمام دوا کو حلق سے اتار لیا۔

رسونتی نے کہا۔ ''اس دوا سے تمہارے سر کا زخم بھر جائے گا۔''

میں نے خوش ہو کر کہا۔ ''یہ تو اچھی بات ہے۔''

وہ بولی۔ ''اس کے اثر سے تمہارا ذہن بھی کند ہو جائے گا۔ تمہاری قوت ارادی کمزور پڑ جائے گی۔''

میں نے چونک کر پوچھا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

وہ بولی۔ ''خودسر گھوڑے کو لگام دینا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن اسے قابو کرنے کا طریقہ آتا ہو تو ساری مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ تم بھی بہت خودسر تھے لیکن اب تمہارے دماغ کو لگام ڈالی جا چکی ہے۔ آئندہ تم خیال خوانی کے ذریعے خودسری نہیں دکھا پاؤ گے۔''

میں حیران پریشان سا ہو کر کبھی اسے دیکھ رہا تھا اور کبھی ہاتھ میں پکڑے ہوئے دوا کے خالی پیالے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی۔ ''آئندہ تم اس طرح زندہ رہو گے کہ جسمانی طور پر طاقتور کہلاؤ گے مگر دماغی طور پر احمقوں جیسی زندگی گزارو گے۔''

ایسی باتیں سننے کے بعد مجھے اس دوا کو ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہیے تھا۔ لیکن میں اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ رسونتی جب بھی مجھے ویدراج کے پاس لے جاتی' پیالہ میری طرف بڑھا دیا جاتا تو میں کسی حجت کے بغیر اس دوا کو حلق سے اتار لیتا تھا۔

نہ جانے کتنے دن کتنے ہفتے گزر گئے؟ میری دماغی کیفیت کچھ عجیب سی ہوتی جا رہی تھی۔ یہ واضح طور پر محسوس ہو رہا تھا کہ میں کچھ اپنا رمل سا ہو گیا ہوں۔ بہت کچھ بھول رہا ہوں۔ اب سے پہلے رسونتی کا تابعدار بنے رہنے کے باوجود خیال خوانی کی پرواز کرتا رہا تھا۔ اپنی سونیا کی خیر خبر لیتا رہا تھا۔ لیکن اب میری وہ صلاحیت واقعی میرے دماغ سے واش کر دی گئی تھی۔ دوا اپنا اثر دکھا رہی تھی۔

ایک دن وہ میری خواب گاہ میں آئی۔ مجھے دیکھ کر ہنستے ہوئے بولی۔ ''تمہارا علاج مکمل ہو گیا ہے۔''

میری یادداشت انتہائی کمزور ہو چکی تھی۔ یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ میں ایک ویدراج کے پاس جا کر کسی کڑوی کسیلی دوا کا پیالہ پیتا رہا ہوں اور اس کے نتیجے میں دماغی کمزوری میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ''کیا میرا علاج ہو رہا تھا؟''

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ''ہاں اور یہ بھی کتنی عجیب بات ہے' کسی کی دماغی توانائی کم ہو جائے تو اسے بحال کرنے کے

لیے علاج کرایا جاتا ہے لیکن میں نے تمہیں عقل مند انسان سے بے وقوف بنا دیا ہے۔ تمہاری ذہنی صلاحیتوں کو یکسر ختم کر ڈالا ہے۔''

وہ درست کہہ رہی تھی۔ میرے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔ اس دوا کے اثر سے غائب دماغ سا ہو گیا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''تم ایک دلچسپ احمق بن چکے ہو۔ اب بتاؤ' تمہارا نام کیا ہے؟''

میں نے دماغ پر زور ڈالتے ہوئے کہا۔ ''میرا نام....؟''

پھر کہا۔ ''ہاں۔ ابھی تم نے مجھے احمق کہا۔ تو یہی میرا نام ہوگا۔''

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ اس نے مجھ سے بہت ہی زبردست دشمنی کی تھی۔ فرہاد علی تیمور کی شخصیت فنا ہو کر رہ گئی تھی۔ میں کافی عرصے تک ٹیلی پیتھی سے محروم رہ کر زندگی گزارتا رہا۔ گویا ایک عورت سے ہار گیا۔

وہ واقعی غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل تھی اور آج بھی ہے۔ یوگا جاننے والے افراد کے اندر بھی پہنچ جاتی ہے۔ کوئی دشمن سانس روکنے کے باوجود اس کی خیال خوانی کی لہروں کو اپنے دماغ میں گھسنے سے روک نہیں پاتا۔

وہ پہلے رسونتی تھی اور آج آمنہ ہے۔ پہلے میری زبردست دشمن تھی اور آج میری شریکِ حیات ہے۔ یہ سب کیسے ہوا؟ کیسے وہ دشمن عورت جو مجھے برہمچاری بنانا چاہتی تھی' خود اپنے دھرم اور روایات کو بھول کر میری زندگی کی بہترین ساتھی بن گئی؟ یہ ایک طویل رُوداد ہے۔ فی الحال اسے بیان کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ بس پڑھنے والوں کو اتنا بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ بے شک رسونتی نے مجھے عارضی طور پر بہت ہی زبردست شکست دی تھی لیکن آخر کو جیت میری ہی ہوئی تھی۔ لہٰذا قصہ مختصر کرتے ہوئے صرف اتنا کہنا ہوں کہ میری فیملی میں غیر معمولی افراد کا اضافہ بھی غیر معمولی طریقوں سے ہوتا رہا ہے۔

میں ماضی میں جھانکتے جھانکتے کچھ زیادہ ہی دور نکل گیا تھا۔ یہ دیکھ نہ پایا کہ وہاں میرے اردگرد رشتہ داروں کا ہجوم بڑھ گیا تھا۔ تقریباً سب ہی کے کانوں تک یہ بات پہنچ گئی تھی کہ میرا نواسہ قدرتی طور پر یوگا کا ماہر ہے۔ کسی بھی فرد کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس کرتے ہی سانس روک کر اسے بھگا دیتا ہے۔

میرے اور عالی کے علاوہ کبریا اور الپا بھی تجربے کے طور پر اس کے دماغ میں گئے تھے اور ان کے ساتھ بھی وہی ہوا تھا' جو ہمارے ساتھ ہو چکا تھا۔ اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ وہ ننھا سا بچہ پیدائشی طور پر یوگا میں مہارت رکھتا ہے۔

میں نے کہا۔ ''تھوڑی دیر پہلے میں بڑی مایوسی سے سوچ رہا تھا کہ خدا جانے میرے نواسے کی غیر معمولی صلاحیتیں کیا ہوں گی؟ وہ آئندہ کیا گل کھلائے گا؟ کیا میں اس کے کارناموں کو دیکھنے کے لیے زندہ رہوں گا؟ مگر اب یہ مایوسی یکسر ختم ہو گئی ہے۔ وہ تو پالنے میں رہ کر ہی خود کو منوا رہا ہے۔''

میری بات سن کر ذرا خاموشی چھا گئی تھی۔ شاید میرے بچے اداس ہو گئے تھے۔ سونیا نے موڈ بدلنے کے لیے ذرا شوخی سے کہا۔ ''وہ کہتے ہیں ناں' پُوت کے پاؤں پالنے میں ہی نظر آ جاتے ہیں۔ ہمارا نواسہ جھولے میں رہ کر اپنے اندر آنے والوں کو یوگا کی کِک مار رہا ہے۔''

اس کے بات سن کر وہاں قہقہے گونجنے لگے۔ میں دل ہی دل میں خدا کو یاد کر رہا تھا اور اس کا شکر ادا کر رہا تھا کہ وہ عمر کے آخری ایام میں بھی مجھے خوشیوں سے نواز رہا ہے۔ ایسی خوشیوں سے جن کے درمیان رہ کر میں اپنی بیماری کو بھول گیا تھا۔

☆☆☆

ایشورا راسے انوشے کے سلسلے میں جو معاملہ طے ہوا تھا' اس کے بعد ہم دونوں مخالفین کے درمیان سمجھوتے کی فضا قائم ہو گئی تھی۔ اس نے وعدے کے مطابق اب تک مسلمانوں پر کہیں کوئی خودکش بم دھماکا نہیں کروایا تھا۔ اس کی طرف سے خطرات ٹل گئے تھے مگر ابھی ایک سب سے بڑا خطرہ جو پوری دنیا پر منڈلا رہا تھا' وہ قدرتی آفات کا تھا۔

آنے والی قیامتِ صغریٰ اپنی آمد سے پہلے ہی سب کے دلوں میں دہشت پیدا کر رہی تھی۔ کوئی جیتا جاگتا انسان مخالف بن جائے' جان لیوا دشمنی کرے تو اس سے نمٹنے کے لیے ہزار طریقے آزمائے جا سکتے ہیں۔

مگر یہ قدرتی معاملہ تھا۔ ہم اپنے طور پر کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ بجاؤ کا سارا دارومدار ماہرینِ فلکیات پر تھا اور غضب یہ کہ وہ بھی الجھے ہوئے تھے۔ حتمی طور پر کوئی نئی پیش گوئی کرنے سے پہلے غور و فکر میں مبتلا تھے۔ ہماری زمین سے پرے کائنات میں کیسی کیسی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں' اس کی تحقیق کے سلسلے میں دنیا بھر کے خلائی محققین سر جوڑ کر بیٹھ گئے تھے۔ جدید ٹیکنالوجی اور دیگر ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے اصل حقائق تک پہنچنے کی کوششیں کر رہے تھے۔

ہمیں بابا صاحب کے ادارے کے ایک محقق نے بتایا تھا کہ ہماری فضا اور زمین کے گرد ایک حفاظتی مقناطیسی میدان ہوتا ہے۔ جو سورج سے نکلنے والی شعاعوں کے منفی اثرات کو اور باردار ذرّات کو زمین کی سطح تک پہنچنے سے روکتا ہے۔ تحقیق کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ وہ مقناطیسی میدان یا

حفاظتی دیوار ابھی اس حد تک ناکارہ نہیں ہوئی ہے کہ نیز بار دار ذرات کو زمین کی سطح تک پہنچنے سے روک نہ سکے۔

تحقیق کرنے والے دوسرے پہلو پر بھی غور کر رہے تھے۔ یہ تجزیہ کر رہے تھے کہ ممکن ہے اس بار سورج سے نکلنے والے بار دار ذرات ان کی سوچ سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ وہ حفاظتی مقناطیسی میدان کو ناکارہ بنا سکتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں زمین پر زبردست تباہی پھیلنے والی ہے۔

تحقیق کا سلسلہ جاری تھا اور جب تک کوئی حتمی بات سامنے نہ آتی، تب تک وہ آنے والی قیامتِ صغریٰ سب ہی کے دلوں میں دھما کا خیز اندیشے پیدا کر رہی تھی۔

میں نے پوچھا۔ ''کیا ہمارے ماہرین ان قدرتی آفات کا توڑ کر سکتے ہیں؟''

''ان حالات سے نمٹنے کے لیے دنیا بھر کے ماہرینِ فلکیات ایک جگہ جمع ہو رہے ہیں۔ گرینڈ میٹنگز منعقد کی جا رہی ہیں تاکہ ہم سب مل کر خلائی آفتوں کا سدِباب کر سکیں۔''

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''خدا کرے تم لوگ اپنے مقاصد میں کامیاب رہو۔ اب میں فون رکھتا ہوں۔ پھر کسی وقت تم سے رابطہ کروں گا۔''

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ سر تھام کر بیٹھ گیا۔ سونیا نے چائے کی پیالی میری طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ ''کوئی نئی پیش گوئی ہوئی ہے؟''

میں نے پیالی لیتے ہوئے کہا۔ ''ہاں۔ بہت سی پیش گوئیاں ہو رہی ہیں۔ خلائی دنیا میں بڑی گڑبڑ چل رہی ہے۔ خدا جانے کیا ہونے والا ہے۔''

میں اسے تفصیل سے بتانے لگا۔ وہ میری باتیں سننے کے بعد بولی۔ ''معلوم نہ ہو تو لگتا ہے دوسری طرف کچھ نہیں ہو رہا۔ سب ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے مگر کریدنے بیٹھو تو نئے نئے مسائل سامنے آتے چلے جاتے ہیں۔ خلائی تحقیق کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ بیٹھے بٹھائے ہیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔''

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''خلائی مصنوعات کے حوالے سے ہم کچھ کر نہیں سکتے۔ مگر باخبر رہنا ضروری ہے۔''

ایسے ہی وقت کبریا نے آ کر مجھے مخاطب کیا۔ وہ اب تک فرانس، جرمنی اور انگلینڈ کے اکابرین کے معاملات میں مصروف تھا۔ میں نے اس کے علاوہ ادارے کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہدایت دی تھی کہ ان اکابرین کے دماغوں کو لاک کر کے انہیں تحفظ اور سلامتی دی جائے۔ لہٰذا میرے حکم کے مطابق ان کے دماغوں کو لاک کیا جا رہا تھا۔

میں نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ ان تینوں ممالک کے اکابرین کا معاملہ کہاں تک پہنچا ہے؟''

وہ بولا۔ ''تمام اعلیٰ حکمرانوں اور عہدیداروں کو تحفظ حاصل ہو چکا ہے۔ اب ایشورارا اور اس کے چیلے ان کے دماغوں کی بو کو بھی نہیں پا سکیں گے۔''

''ویری گڈ... تم نے کم وقت میں بہت بڑا کام نمٹا دیا ہے۔''

''میں نے ادارے کے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً جا کر ان کے دماغوں میں جھانکتے رہیں۔ ان کی نگرانی کرتے رہیں۔ کیونکہ کسی بھی اعلیٰ حکمران پر کوئی ناگہانی آفت آئے گی اور وہ حادثاتی طور پر زخمی ہوگا تو دشمنوں کے لیے اس کے دماغ کا دروازہ کھل جائے گا۔ یوں وہ ایک زخمی ہونے والا اپنے ساتھ ساتھ دوسرے اکابرین کو بھی لے ڈوبے گا۔''

میں نے کہا۔ ''بے شک۔ اس طرح ساری محنت ضائع ہو کر رہ جائے گی۔''

سونیا نے پھلوں کا جوس لا کر میرے سامنے رکھا۔ میں نے گلاس اٹھا کر ایک چسکی لینے کے بعد کہا۔ ''تمام امریکی اکابرین کو بھی تحفظ حاصل ہو چکا ہے۔ اب ایشورارا ان کی طرف رخ کرے گا تو ناکامی کا منہ دیکھے گا۔''

''فرانس، انگلینڈ اور جرمنی کے تمام اکابرین پر یہ بات واضح ہے کہ انہیں ہم مسلمان تحفظ اور سلامتی دے رہے ہیں۔ مگر امریکی اکابرین اس بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ وہ نہیں جانتے کہ ان کی سلامتی کے پیچھے بھی ہمارا ہی ہاتھ ہے۔''

میں نے ذرا ٹھہر کر کہا۔ ''وہ تو یہی سوچ رہے ہیں کہ انہی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں تحفظ فراہم کر رہے ہیں۔ ہماری طرف سے ان پر کوئی احسان نہیں کیا جا رہا ہے۔''

کبریا نے کہا۔ ''اور اسی لیے وہ پھولے نہیں سما رہے ہیں۔ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ آئندہ صرف ایشورارا سے ہی نہیں، ہم سے بھی چھپ کر رہ سکیں گے۔ کوئی مسلمان خیال خوانی کرنے والا اب ان کے دماغوں میں جھانک نہیں سکے گا۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''یہ ان بے چاروں کی کم بختی ہے، وہ لاکھ کوششوں کے باوجود بھی ہم سے چھپ کر نہیں رہ پاتے۔''

کبریا نے کہا۔ ''پلیز پاپا! انہیں بے چارہ نہ کہیں۔ وہ کتنے خبیث ہیں، ہم سب ہی جانتے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''بے شک ہیں۔ اسی لیے منہ کی کھاتے ہیں اور اوندھے منہ ہمارے قدموں میں گرتے ہیں۔ اس بار بھی یہی ہوگا۔''

اس نے پوچھا۔ ''آپ اُن کے سلسلے میں کیا کرنے

والے ہیں؟‘‘

میں نے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ’’مجھے تو اس چار دیواری میں محدود کر دیا گیا ہے۔ خیال خوانی کی اڑان بھرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ بس یوں سمجھو...! میرے پر کاٹ دیے گئے ہیں۔‘‘

وہ بولی۔ ’’ساری عمر اڑتے رہے ہو۔ اب آرام کرنے کے دن ہیں۔ تم اس چار دیواری میں رہ کر اپنے بچوں کی خیال خوانی کے ذریعے بھی بہت کچھ کر سکتے ہو۔‘‘

میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ پھر ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ’’آہ...! یہ چار دیواری.... ہائے فرہاد...!

مجھے اپنے علم سے عشق ہے اور اس عشق کی معراج حاصل کرنے کے لیے میں نے کیسے کیسے مصائب جھیلے‘ یہ میں ہی جانتا ہوں۔ اب جبکہ مجھ پر پابندی لگائی جا رہی ہے تو بہت عجیب سا لگ رہا ہے۔‘‘

سونیا نے کہا۔ ’’ہم تم سے دشمنی نہیں کر رہے ہیں۔‘‘

’’میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ تم سب کی محبتوں کو اور ہمدردیوں کو اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ اب واقعی عمر کا اور بیماری کا تقاضا ہے‘ مجھے آرام ہی کرنا چاہیے۔‘‘

کبریا نے کہا۔ ’’ہم جانتے ہیں‘ آپ آرام کرنے کے دوران بھی تمام مخالفین کا آرام حرام کرتے رہیں گے۔ مجھے ہدایت دیں‘ امریکی اکابرین کے سلسلے میں کیا کرنا ہے؟‘‘

میں نے کہا۔ ’’تم میرے خیالات پڑھ سکتے ہو۔‘‘

وہ چند لمحوں تک خاموش رہ کر میرے خیالات پڑھنے لگا۔ پھر بولا۔ ’’اوکے پاپا! میں سمجھ گیا۔ اب چلتا ہوں۔‘‘

وہ میرے دماغ سے چلا گیا۔ میں نے ایک گہری سانس کھینچ کر بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ میرے ساتھ اب یہی ہوتا تھا۔ اچانک ہی تھکن حاوی ہونے لگتی تھی۔ سونیا نے مجھے ڈسٹرب نہیں کیا۔ شاید وہ میری اندرونی کیفیات کو بھانپ رہی تھی۔ لہٰذا مجھے تنہا چھوڑ کر چپ چاپ کمرے سے باہر چلی گئی۔

☆☆☆

امریکی اکابرین خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔ ایک طرف تو انہیں گریٹ ایشورارا سے تحفظ حاصل ہو گیا تھا۔ یہ اطمینان ہو رہا تھا کہ اب وہ خیال خوانی کے ذریعے ان سے دشمنی نہیں کر سکے گا۔ کسی کو اپنا معمول اور تابعدار نہیں بنا سکے گا۔

دوسری طرف اس سے بھی زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ وہ دماغی طور پر ہم مسلمانوں سے بھی محفوظ ہو گئے تھے۔ حالانکہ یہ ان کی خام خیالی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کے مقفل دماغوں کی چابیاں ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ ہم آج بھی جب چاہیں ان کے اندر پہنچ کر ان کی کمینگیوں کو جان سکتے ہیں۔

ویسے یہ معمول کی بات تھی۔ وہ ہمیشہ ہی ایک جگہ جمع ہو کر میٹنگ اور کانفرنس کے بہانے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال بُنتے رہتے تھے۔

اس وقت بھی یہی ہو رہا تھا۔ وہ جیسے دماغوں کو لاک کروانے کے بعد آزادی کا جشن منا رہے تھے۔ ایک اعلیٰ عہدیدار نے گہری سانس لے کر کہا۔ ’’تھینکس گاڈ! زندگی میں پہلی بار فرہاد اور اس کے چیلوں سے پیچھا چھوٹا ہے۔ مجھے تو یقین نہیں آ رہا ہے۔‘‘

دوسرے نے کہا۔ ’’تم درست کہتے ہو مگر یہ حقیقت ہے۔ ہم فرہاد کی ٹیلی پیتھی کے سحر سے نکل چکے ہیں۔ وہ دماغی طور پر ہمیں چھو بھی نہیں سکے گا۔‘‘

ایک اور عہدیدار نے کہا۔ ’’ویسے میں محسوس کر رہا ہوں‘ ہمیں گریٹ ایشورارا سے زیادہ فرہاد سے پیچھا چھڑانے کی خوشی ہے۔ کیوں دوستو...! میں درست کہہ رہا ہوں ناں...؟‘‘

اس کی بات سن کر سب ہی تائید میں سر ہلانے لگے۔ مسکرا کر کچھ نہ کچھ کہنے لگے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ’’یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہم سب ہی اب فرہاد کے لیے یوگا جاننے والے افسران کی طرح ہو گئے ہیں۔ ہم کیا سوچ رہے ہیں‘ کیا منصوبہ بنا رہے ہیں‘ کیسی سازشیں کر رہے ہیں؟ یہ باتیں وہ وقت سے پہلے کبھی جان نہیں پائے گا۔‘‘

ایک نے کہا۔ ’’ایشورارا کی طرف سے تو اطمینان ہو گیا ہے۔ اب سوچو کہ مسلمانوں کے خلاف کیا کیا جا سکتا ہے؟‘‘

اعلیٰ حاکم نے ذرا سوچتے ہوئے کہا۔ ’’کچھ ایسا کرنا ہے کہ پوری مسلم سوسائٹی لرز کر رہ جائے۔‘‘

ایک اعلیٰ عہدیدار نے پوچھا۔ ’’کیا تمہارے دماغ میں کوئی منصوبہ ہے؟‘‘

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ’’جب گریٹ ایشورارا سے دوستی اور اتحاد قائم تھا۔ تب ہم نے سوچا تھا‘ مسلمانوں کے خلاف زبردست سازش کی جائے گی اور ان کے مقدس مقامات کو نشانہ بنایا جائے گا۔ اس وقت اس سازش میں ایشورارا بھی شامل تھا۔‘‘

اعلیٰ عہدیدار نے بھی اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ’’ہاں۔ ہم بظاہر انجان بن کر رہنے والے تھے۔ فرہاد پر یہی ظاہر کرنا تھا کہ یہ تمام کارروائی گریٹ ایشورارا کر رہا ہے۔‘‘

’’اب ہمیں ایشورارا کا اتحاد حاصل نہیں ہے اور اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ہمیں ٹیلی پیتھی کا محاذ مل چکا ہے۔ ہم اس کے ذریعے جنگ لڑیں گے۔‘‘

’’کرنا کیا ہے؟‘‘

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ’’ان کے بیشتر مقدس مقامات پر آئے دن خودکش حملے ہوتے رہتے ہیں۔ گریٹ ایشورارا نے بھی ایسی کارروائیاں کی ہیں جن کے نتیجے میں لاکھوں مسلمان بے موت مارے گئے ہیں۔‘‘

وہ ذرا چپ ہوا پھر بولا۔ ’’مگر ایسی دشمنی سے کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہ ہو سکا۔ جہاں حملے ہوتے ہیں اور لوگ مارے جاتے ہیں‘ بس وہیں قیامت برپا ہوتی ہے۔ ایک احتجاجی طوفان اٹھتا ہے۔ پھر سب کچھ نارمل ہو جاتا ہے۔‘‘

’’مسلم سوسائٹی اب نارمل کہاں ہے؟ عراق‘ فلسطین‘ غزہ‘ مقبوضہ کشمیر اور چیچنیا وغیرہ میں آئے دن مسلمان ہلاک ہو رہے ہیں۔ ان کی نسل کشی ہو رہی ہے۔ وہ سکون سے نہیں ہیں۔ کیا یہ نارمل باتیں ہیں؟‘‘

’’بے شک۔ ان کے ایسے حالات دیکھ کر سینے میں ٹھنڈ پڑ جاتی ہے مگر جو تباہی برپا ہو رہی ہے‘ وہ اسی ملک تک محدود ہے۔ عراقی صورتِ حال کی مثال سامنے ہے۔ دیگر اسلامی ممالک بھی جو حالتِ جنگ میں ہیں‘ وہ اپنے مصائب کو خود ہی جھیل رہے ہیں لیکن میں ایسی کارروائی کرنا چاہتا ہوں‘ جو اس دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمانوں کے دلوں پر نشتر چلا دے۔‘‘

سپر پاور کہلانے والوں کو کبھی عقل آنے والی نہیں تھی۔ عراق کے معاملے میں بھی وہ اپنی ناکامیوں کو سمجھنے والے نہیں تھے۔ دراصل ابتدا میں انہیں ایسا ہی لگ رہا تھا کہ وہ اپنے جارحانہ اقدامات کے باعث ایک اسلامی ریاست کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیں گے اور اس کے وسائل پر قبضہ جما لیں گے۔ جن میں تیل کے وسائل سب سے اہم تھے۔ اب یہ حقیقت نہ صرف امریکی عوام پر بلکہ تمام عالمی برادری پر واضح ہو چکی ہے کہ امریکا کو عراق میں اپنی تاریخ کی بدترین صورتِ حال کا سامنا ہے۔ ایسے حالات میں یہ مقولہ ان پر صادق آتا ہے کہ جنہیں اللہ ہدایت نہ دے‘ انہیں کہیں سے ہدایت نہیں ملتی۔

فی الوقت وہ اعلیٰ حاکم بھی اپنے دیگر سامراجی حکمرانوں کی طرح سوچ اور بول رہا تھا۔ وہ کچھ ایسا کرنا چاہتا تھا‘ جس کے نتیجے میں عالم اسلام لرز کر رہ جائے۔

تمام اکابرین نے ایکدم سے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ ایک نے کہا۔ ’’اگر بیک وقت سارے مقدس مقامات کو نشانہ بنایا گیا تو غضب ہو جائے گا۔ پوری مسلم دنیا ہل کر رہ جائے گی اور پھر ساری دنیا کو ہلا کر رکھ دے گی۔‘‘

دوسرے نے کہا۔ ’’کیا تم ان کے غصے اور جنون کو نہیں جانتے؟ یہ لوگ پوری دنیا میں تباہی مچا دیں گے۔ یہ بظاہر بے حس بے پروا اور کمزور سے نظر آتے ہیں۔ مگر جب بھی ان کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائی جاتی ہے‘ یہ لوگ مشتعل ہو کر خوفناک کارروائیاں شروع کر دیتے ہیں۔‘‘

وہ بولا۔ ’’ان کے پاس جو کچھ ہے‘ ہمارا دیا ہوا ہے۔ انہیں طاقت ہم نے دی‘ اسلحہ ہم نے دیا۔ یہ آج جو کچھ بھی ہیں‘ ہماری عنایات کے باعث ہیں۔ اگر آج ہمارے ہاتھ ان کے سروں سے سرک جائیں تو یہ لوگ بے زمین اور بے آسماں ہو کر رہ جائیں گے۔‘‘

ایک اعلیٰ عہدیدار نے اس کی باتوں سے قائل ہو کر کہا۔ ’’یہ درست کہہ رہا ہے۔ زیادہ تر مسلم ریاستیں ترقی پذیر ہیں۔ کچھ جنگی صورتحال سے دوچار ہیں۔ ان کی حالت زار ایسی نہیں کہ وہ اپنے لیے فائٹ کر سکیں اور ویسے بھی کوئی ہمارے جیسے سپر پاورز کے سامنے ٹھہر نہیں پائے گا۔‘‘

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ’’اس بار ان کے اہم اور مقدس مقامات کو ٹارگٹ بنایا جائے گا تو مسلمانوں کے ہوش اڑ جائیں گے۔‘‘

’’اب یہ سوچو کہ وہاں تخریب کاری کی کارروائی کرنے کے لیے کیا کسی مسلمان کو آلہ کار بنایا جائے گا؟‘‘

’’ہاں۔ بہت سے مل جائیں گے۔ یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔‘‘

’’وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر ہماری کوشش ہوگی کہ ہمارا جو بھی آلہ کار ہو‘ اس کے دماغ میں کوئی گھس نہ سکے۔ یہ جان نہ سکے کہ وہ ہمارے حکم پر وہاں کوئی کارروائی کرنے پہنچا ہے۔‘‘

اعلیٰ حاکم نے سوچتے ہوئے کہا۔ ’’ہُوں..... دماغ کے دروازے بند کرنے کے لیے اس پر تنویمی عمل کرنا پڑے گا۔‘‘

’’اور تنویمی عمل کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت پڑے گی۔‘‘

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ’’ہمارے پاس ایک نہیں تین تین ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔‘‘

ایک عہدیدار نے کہا۔ ’’اور وہ تینوں مسلمانوں سے متاثر ہیں۔ تم بھول رہے ہو۔ انہوں نے سختی سے منع کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کے خلاف کبھی ہمارا ساتھ نہیں دیں گے۔‘‘

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ دوسرے عہدیدار نے کہا۔ ’’میرا خیال ہے‘ دماغ کو لاک کروانے کے معاملے کو دردِ سر نہیں بنانا چاہیے۔ ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ کسی بھی آلہ کار کو وہاں تک کیسے پہنچایا جا سکے گا؟‘‘

وہ سب ہی اس پہلو پر سوچنے اور غور کرنے لگے۔ اسے ان کی کم عقلی کہی جائے یا کمینگی کہ وہ دماغی طور پر تحفظ حاصل

کرنے کے فوراً بعد ہمارے خلاف سوچ رہے تھے۔ جبکہ حالات کا تقاضا تھا کہ گریٹ ایشورارا اور اس کے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بچاؤ کی مزید تدبیریں کی جائیں۔

کبریا وہاں موجود تھا۔ چپ چاپ رہ کر ان کے گھٹیا ذہنوں سے پھوٹنے والی شیطانی سازشوں کو سن رہا تھا اور غم و غصے سے کھول رہا تھا۔ دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اگر ہمارے پاس خیال خوانی کی غیر معمولی صلاحیت نہ ہوتی تو ان شیطان صفت سپر پاور کہلانے والے درندوں کی چھوٹی بڑی سازشوں کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہ ہوتا۔

وہ تو یہی سمجھ رہے تھے کہ ہمارے خلاف جو کچھ سوچ رہے ہیں' جو کچھ بول رہے ہیں' وہ باتیں اس کانفرنس ہال کی اور ان کے دماغوں کی چار دیواری سے باہر نہیں جا رہی ہیں۔

ایک عہدیدار نے کہا۔ ''یہ ٹھیک ہے کہ مسلمان ہمارے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ انہیں کچل کر رکھنا ہمارا اولین نصب العین ہے۔ مگر فی الحال ہمیں سب سے بڑا خطرہ گریٹ ایشورارا اور اس کے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے ہے۔''

اس نے ذرا ٹھہر کر کہا۔ ''دماغوں کو لاک کروانے کے بعد بے شک ہم محفوظ ہو گئے ہیں پھر بھی ہمیں ان کی طرف سے الرٹ رہنا چاہیے۔ وہ بھی مسلمانوں کی طرح بہت مکار ہیں' کسی بھی ایسے طریقہ کار سے حملہ کر سکتے ہیں' جس کے بارے میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔''

ایک عہدیدار نے اس کی تائید میں کہا۔ ''یہ درست کہہ رہا ہے۔ ہمیں بالکل ہی مطمئن نہیں رہنا چاہیے۔ دشمنوں کی سازشوں کو سمجھنا چاہیے۔ ایشورارا ہمارے اندر گھسنے اور ناکام ہونے کے بعد یہ سمجھ لے گا کہ ہم سب کے دماغوں کو لاک کر دیا گیا ہے۔ ایسی جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دینے والی ناکامی کے بعد اس کی طرف سے یقیناً شدید ردِعمل سامنے آئے گا۔''

تمام اعلیٰ حکمران سوچ میں پڑ گئے۔ ایک نے کہا۔ ''کیا یہ مناسب نہیں رہے گا کہ آفاقی دشمنوں سے نمٹنے کے بعد مسلمانوں کا رخ کیا جائے؟''

دوسرے نے قائل ہو کر کہا۔ ''اس زمین پر ایشورارا کے ایک دو نہیں' لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پہنچ چکے ہیں۔ یہ غیر معمولی تعداد ہے۔ اگر انہوں نے جھنجلا کر جارحانہ انداز میں ہلا بول دیا تو ہمیں سنبھلنے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔''

کسی نے پوچھا۔ ''تو پھر کیا کرنا چاہیے؟''

''وقت کا تقاضا ہے' فی الحال کسی دوسرے دشمن کے بارے میں نہ سوچا جائے۔ ہمیں یہ معلومات حاصل کرنی چاہئیں کہ گریٹ ایشورارا کہاں ہے اور اپنے ماتحتوں کے ذریعے کیا کرتا پھر رہا ہے؟''

''اس کی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی ہے۔''

ایک نے کہا۔ ''میرا خیال ہے' فی الوقت وہ فرہاد وغیرہ کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔''

ایک عہدیدار نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''گریٹ ایشورارا نے سب سے پہلا مطالبہ ہم سے کیا تھا۔ وہ امریکا کے شمالی علاقے میں اپنی ایک چھوٹی سی ریاست قائم کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ علاقہ آفاقی عذاب سے قدرے محفوظ رہے گا۔ اس عذاب سے بچنے کے لیے وہ اپنا سیّارہ چھوڑ کر یہاں چلا آیا ہے۔ اس کا یہ مطالبہ اتنا اہم ہے کہ وہ اسے بھول کر کسی دوسری طرف دھیان نہیں دے سکتا۔''

دوسرے عہدیدار نے کہا۔ ''اور اس کے مطالبے کے لیے ہم ضروری ہیں۔ وہ ہمیں ٹریپ کرنے کے بعد ہی وہاں قبضہ جما سکے گا۔''

''اس لیے یہ سوچنا کہ وہ فرہاد کے پیچھے لگا ہوگا' سراسر نادانی والی بات ہے۔ ویسے بھی چند دنوں پہلے تک فرہاد کے بارے میں یہی خبر ملی ہے کہ وہ اپنی فیملی سمیت ادارے میں جا کر چھپ گیا ہے اور وہ ایسا فولادی قلعہ ہے' جہاں پہنچنے کے لیے دشمنوں کی سوچ کی لہریں بھی مفلوج ہو جاتی ہیں۔''

''تو پھر گریٹ ایشورارا کہاں مصروف ہو سکتا ہے؟''

''یہی سوچنے اور غور کرنے والی بات ہے۔ ہم اب تک اپنے دماغوں کو لاک کروانے کے سلسلے میں مصروف رہے۔ اس اہم معاملے پر دھیان نہ دے سکے۔''

''مگر اب معلوم کرنا ضروری ہے کہ وہ کہاں ہے؟ خاموش رہ کر ہمارے خلاف اچانک ہی دھاوا کرنے والا ہے؟''

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''اس سلسلے میں ہمارے وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت کام آئیں گے۔''

''وہ چاہیں گے تو کام آئیں گے۔ انہوں نے صاف کہا تھا' ہمارے دماغوں کو لاک کرنے کے بعد وہ ہم سے کوئی تعاون نہیں کریں گے۔''

''ہم انہیں مسلمانوں کے خلاف تعاون کرنے کو نہیں کہہ رہے ہیں۔ ملک و قوم کو بچانے کے لیے جس طرح انہوں نے ہماری مدد کی' اسی طرح آئندہ بھی کرنی چاہیے۔ ورنہ گریٹ ایشورارا اور اس کے لاکھوں خیال خوانی کرنے والے ماتحت کس ہیرا پھیری سے ہمارے مقفل دماغوں میں جگہ بناتے چلے جائیں گے' ہمیں معلوم بھی نہیں ہو سکے گا۔''

''ہاں۔ یہ تو ہے۔ ہمارے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے

والوں کو مستقل ہماری نگرانی کرنی چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو' ہم خوش فہمی میں رہ کر کوئی زبردست نقصان اٹھائیں۔''

''مگر ان تینوں سے اپنے طور پر رابطہ کرنا بھی تو ایک مسئلہ ہے۔ ہمیں تو ان کا پتا ٹھکانا اور فون نمبر وغیرہ بھی معلوم نہیں ہے۔''

''وہ جاتے ہوئے کہہ کر گئے تھے کہ کبھی کبھی یہاں آتے جاتے رہیں گے۔ اس طرح تھوڑی بہت نگرانی کریں گے۔''

''وہ کب آئیں گے' کب جائیں گے؟ ہمیں کیا معلوم ہوگا؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کچھ سوچنے کے بعد کہا۔ ''اس مسئلے کا ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ ہم سب اپنے دماغوں میں ہر لمحہ یہ سوچ پیدا کرتے رہیں کہ ہمیں گریٹ ایشورارا کے خلاف ان کے تعاون کی مزید ضرورت ہے۔ ورنہ ہمارا ملک' ہماری قوم فنا ہو کر رہ جائے گی۔ اس طرح جب وہ ہمارے دماغوں میں آئیں گے تو اس سوچ کو پڑھ کر ضرور ہم سے رابطہ کریں گے۔''

''ہاں۔ رابطے کی ایک یہی صورت ہو سکتی ہے۔''

اعلیٰ حاکم نے اپنے اندر سوچ پیدا کی۔ اپنے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''جیمز ہارڈی! وائس مین! الف گائی.....! اگر تم یہاں موجود ہو تو پلیز ہم سے بات کرو۔ بے شک اپنے دماغوں کو لاک کروانے کے بعد ہمیں مطمئن رہنا چاہیے۔ مگر دشمن بہت ہی زبردست ہے۔ پلیز ہمارے ساتھ تعاون کرو۔''

وہاں سب ہی اکابرین اپنی اپنی سوچ کے ذریعے ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مخاطب کر رہے تھے۔ ان سے التجا کر رہے تھے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے گریٹ ایشورارا اور اس کے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ لگائیں اور انہیں نابود کرنے میں ان کی مدد کریں۔

کھوپڑی کے گنبد میں ان کی اپنی ہی سوچ بازگشت بن کر گونج رہی تھی۔ کوئی آہٹ' کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ایک نے مایوسی سے کہا۔ ''لگتا ہے' ان میں سے کوئی بھی یہاں موجود نہیں ہے۔''

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ایک طرح سے دیکھا جائے تو یہ اچھا ہی ہے۔ اگر وہ ابھی یہاں ہوتے تو تھوڑی دیر پہلے مسلمانوں کے خلاف ہم جو پلاننگ کر رہے تھے' اسے بھی سن لیتے اور ممکن ہے' ہمارے عزائم جاننے کے بعد وہ ہماری مدد نہ کرتے۔''

ایک نے پوچھا۔ ''کیا وہ کسی بھی وقت آ کر ہماری اس سوچ کو پڑھ نہیں سکتے؟''

دوسرے نے کہا۔ ''میں نے تو یہی سنا ہے کہ خیال خوانی کرنے والے کسی کے بھی دماغ میں گھس کر اس کی اگلی پچھلی تمام سوچوں کو کھنگال سکتے ہیں۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے ذرا پریشانی سے کہا۔ ''پھر تو یہ گڑبڑ ہو گئی۔ وہ ہماری سازشوں کو بھانپتے ہی ہم سے بدظن ہو جائیں گے۔''

اس کی بات سن کر تمام اکابرین سوچ میں پڑ گئے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے ذرا جھنجلا کر کہا۔ ''یہ کیا مصیبت ہے؟ یہ تو سراسر پابندی والی بات ہو گئی۔''

دوسرے حاکم نے کہا۔ ''پہلے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا خوف رہتا تھا کہ کہیں وہ ہماری سازشوں کو بھانپ نہ لیں۔ اب اپنے ہی خیال خوانی کرنے والوں سے محتاط رہنا ہوگا۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنے ہو کر بھی اپنے نہیں ہیں۔''

''ابھی سوچنے سے ایسا لگ رہا ہے' جیسے ذہنی طور پر ہم اُن کے قیدی بن گئے ہیں۔ گویا آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک گئے ہیں۔ ہمارے جسم کا سب سے اہم حصہ ان کی مٹھی میں ہے۔''

اعلیٰ حاکم نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ''بے شک۔ ہم اپنے دو بڑے اور ناقابل شکست دشمنوں سے محفوظ ہو گئے ہیں۔ مگر اب ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔''

ایک عہدیدار نے کہا۔ ''پلیز۔ ان کے خلاف کچھ نہ سوچو۔ کچھ نہ بولو۔ اگرچہ ہم دماغی طور پر ان کے قیدی بن گئے ہیں مگر یہ بھی تو سوچو کہ یہ قید اس دشمنی سے لاکھ درجے بہتر ہے' جو ایشورارا ہم سے کرنے والا تھا۔''

کئی اکابرین اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''اور ہم نے یہی سوچ کر اپنے دماغوں کو اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے گہری سانس کھینچ کر کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ آسمان بھی کہیں تو جا کر جھکتا نظر آتا ہے۔ ہم بھی جھک رہے ہیں۔ سمجھوتا کر رہے ہیں۔''

''اور یہ بھی ہماری مجبوری بن گئی ہے کہ ہم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے مزاج کے خلاف کچھ نہ سوچیں۔''

''صرف سوچنے کی بات نہیں ہے۔ ہم ان کے مزاج کے خلاف کچھ کر بھی نہیں سکتے۔''

''اور یہ پابندی کب تک برقرار رہے گی؟''

ایسے سوال پر سب ہی ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ یہ سوچنے والی بات تھی مگر جو بات پہلے سوچنی چاہیے تھی' وہ اب سوچ رہے تھے اور پریشان ہو رہے تھے۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جب ایشورارا کا خطرہ ٹل جائے گا' دماغوں کو مقفل رکھنا

ضروری نہیں رہے گا' تب کیا وہ آسانی سے انہیں آزاد کردیں گے؟ اپنے تنویمی عمل سے نجات دے دیں گے؟ بالفرض انہوں نے آزاد کر بھی دیا تو اس بات کا کیا ثبوت ہوگا کہ وہ سچ بول رہے ہیں؟

جن کے دماغوں میں خناس بھرا ہو' وہ کبھی اچھا سوچ ہی نہیں سکتے۔ میں ہر چھوٹی بڑی مشکل میں ان کی مدد کرتا آیا تھا مگر انجام کار تحفے کے طور پر دشمنی ہی ملی۔ اب امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔ انہوں نے نیک نیتی سے اپنے ملک وقوم کی سلامتی کی خاطر اُن کی مدد کی۔ انہیں ایشورارا جیسے خطرناک دشمن سے بچایا اور وہ احسان ماننے کے بجائے' ان کے خلاف سوچ رہے تھے۔ ان کی نیک نیتی کو شبہے کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔

یہ ایک نئی پریشانی ان کے دلوں میں گھر کرنے لگی کہ ایشورارا سے نجات حاصل کرلینے کے بعد ان کا کیا بنے گا؟ جو پوری دنیا کو غلام بنانے کا جنون رکھتے ہوں' وہ اپنی غلامی کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہے تھے اور ہیبت میں مبتلا ہو رہے تھے۔

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''پتا نہیں کیوں' ہمیں دائمی خوشیاں نصیب نہیں ہوتیں؟ ہم کامیاب ہونے کے باوجود ناکام ہوجاتے ہیں۔''

''یہ مسلمان بہت ہی کینہ پرور ہیں۔ ہماری ترقی سے جلتے ہیں۔ کبھی اپنی چالبازیوں سے' کبھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور کبھی جادو منتر پڑھ کر ہماری کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدل دیتے ہیں۔''

ایک نے بیزار ہو کر کہا۔ ''پلیز۔ ایسی بچگانہ باتیں نہ کرو۔ اگر انہیں کوئی زبردست جادو منتر آتا تو وہ سب سے پہلے ہمارے زیر اثر رہنے والے اسلامی ملکوں کو آزاد کرا لیتے۔''

''چھوڑو اس بحث کو اور یہ سوچو کہ اب ہوگا کیا؟ ہم کیسے ان کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرسکیں گے؟''

وہ سب ہی سوچ میں پڑ گئے۔ چند لمحوں بعد ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''میرا خیال ہے' ابھی یہ سب سوچنے کا وقت نہیں آیا ہے۔ فی الحال گریٹ ایشورارا کی دشمنی سے محفوظ رہنا ضروری ہے اور اس کے لیے اپنے دماغوں کو مقفل رکھنا ضروری ہے۔ جب اس سے چھٹکارا ملے گا' تب سوچا جائے گا کہ ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کیسے پیچھا چھڑایا جاسکے گا؟''

ایک نے کہا۔ ''ویسے ہم مثبت انداز میں یہ بھی تو سوچ سکتے ہیں کہ ہمارے وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے مخلص ہیں' کوئی دھوکا نہیں دے رہے ہیں۔''

''اگر ایسا ہے تو ہمارے لیے اس سے بڑی خوشی کی بات اور کوئی نہیں ہوسکتی۔''

اس عہدیدار نے کہا۔ ''تو پھر ہمیں اس خوشی کے موقع کو انجوائے کرنا چاہیے۔ عارضی طور پر سہی' ہمیں اپنے تمام دشمنوں سے نجات مل گئی ہے۔ ایسے وقت کوئی مایوسی والی بات نہیں سوچنی چاہیے۔ آئندہ کیا ہونے والا ہے' وہ بعد میں دیکھا جائے گا۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''ہاں۔ یہ سچ ہے۔ کچھ اندیشوں کے باوجود میں خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں۔ بے شک! اس خوشی میں ہمیں جشن منانا چاہیے۔''

سب ہی اکابرین اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔ جشن منانے کے سلسلے میں ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہنے لگے۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم کس طرح ان کے رنگ میں بھنگ ڈال سکتے ہیں؟

تھوڑی دیر بعد میٹنگ ختم ہوگئی۔ وہ سب ہی کانفرنس ہال کی عمارت سے نکل کر اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے۔ ایک اعلیٰ حاکم اپنی گاڑی میں آکر بیٹھا تو کبریا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ وہی اعلیٰ حاکم تھا' جو مقدس مقامات کے بارے میں ایک شیطانی منصوبہ تیار کر رہا تھا۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کے دینی جذبات کو زبردست ٹھیس پہنچانا چاہتا تھا۔ اب کبریا اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ اسے آسانی سے چھوڑنے والا نہیں تھا۔

وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ ویسے تو اس کے ساتھ ڈرائیور کے علاوہ دو باڈی گارڈز بھی ہوا کرتے تھے مگر جب سے تمام اکابرین نے اپنے اپنے دماغوں کو لاک کروایا تھا' تب سے وہ اپنے آس پاس ملازموں کا ہجوم نہیں رکھتے تھے۔ یہ اندیشہ رہتا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ان ملازموں یا محافظوں کے ذریعے انہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔

وہ اپنے طور پر احتیاط برت رہے تھے' یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم کس طرح ان کے اندر پہنچے ہوئے ہیں؟ وہ بڑی مستی میں ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا۔ ذہن میں یہی بات تھی کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات مل گئی ہے اور یہی بات اسے آسودہ کر رہی تھی۔ دنیا جہان کے دشمن ایک طرف اور ہم ایک طرف.....

گاڑی کے تمام شیشے بند تھے۔ چلتی گاڑی میں کوئی دشمن تو کیا' ٹریفک کا شور بھی اندر نہیں آسکتا تھا۔ وہ اپنی پسند کا میوزک سنتا ہوا ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ ''آج احساس ہو رہا ہے' یہ ٹیلی پیتھی کتنا زبردست ہتھیار ہے؟ تب ہی تو فرہاد کی اکڑ نہیں جاتی۔ کاش میں نے بھی یہ ہنر سیکھ لیا ہوتا یا پھر یوگا میں ہی مہارت حاصل کرلی ہوتی تو ابھی میں تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اپنے طور پر مقابلہ کرتا۔''

وہ سوچتے سوچتے اچانک ہی چونک گیا۔ ونڈ اسکرین کے پار ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا۔ ''یہ میں اس طرف کیوں آ گیا؟ مجھے تو گھر جانا ہے۔''

وہ یوٹرن لے کر دوسرے راستے کی طرف جاتے ہوئے بڑبڑایا۔ ''ایک ذرا دھیان نہ رہے تو انسان بھٹک کر کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے؟ مگر.....''

اس نے ذرا ٹھہر کر سوچا۔ ''میرے ساتھ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ پھر آج کیوں.....؟''

وہ سوچتا ہوا ونڈ اسکرین کے پار راستے کو دیکھتا ہوا پوری توجہ سے ڈرائیو کر رہا تھا مگر تھوڑی دیر بعد اس نے پھر ایک جھٹکے سے گاڑی روک دی۔ پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ایک بار پھر راستہ بدل گیا تھا۔ وہ گھر کی طرف جانے کے بجائے مخالف راستے پر پہنچا ہوا تھا۔

غلطی پہلی بار ہو تو اتفاقیہ کہلاتی ہے۔ مگر یہ دوسری بار ہوا تھا۔ بھرپور توجہ سے ڈرائیو کرنے کے باوجود راستے سے بھٹک جانا ایسی بات نہیں تھی' جسے نظر انداز کیا جاتا۔ اسے گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ اس نے ایک ذرا گھوم کر پچھلی سیٹوں کی طرف ایسے دیکھا' جیسے وہاں کوئی دشمن چھپا ہو پھر اس نے پلٹ کر ڈیش بورڈ سے اپنا ریوالور نکال لیا۔ چوکنا ہو کر کبھی کھڑکیوں کے اور کبھی ونڈ اسکرین کے باہر دیکھنے لگا۔

چند لمحوں کے بعد ہی خیال پیدا ہوا۔ ''میں توجہ سے ڈرائیو کر رہا تھا' پھر کیوں راستے سے بھٹک گیا ہوں۔ ایسا لگ رہا ہے' جیسے چند لمحوں پہلے غائب دماغ تھا.....''

وہ سوچتے سوچتے ٹھٹک گیا۔ ''غائب دماغ.....؟ مگر ایسا تو تب ہی ہوتا ہے' جب کوئی کسی کے دماغ میں آکر اسے ٹریپ کرتا ہے۔''

اس نے ایک ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھتے ہوئے زیر لب کہا۔ ''لیکن مجھے کوئی ٹریپ کیسے کرسکتا ہے؟ میرا دماغ تو لاک ڈ ہے۔''

اس اطمینان کے باوجود اس کے اندر وسوسے اور اندیشے جنم لینے لگے۔ اس نے گھبرا کر سوچا۔ ''کیا مقفل دماغ میں بھی کوئی پہنچ سکتا ہے؟ نہیں... ایسا نہیں ہوسکتا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے علاوہ اور کوئی میرے دماغ میں نہیں آسکتا..... پھر میں بار بار راستہ کیوں بھٹک رہا ہوں؟''

ریوالور پر اس کی گرفت مضبوط ہوگئی۔ وہ سوچنے لگا۔ ''اگر میرے اندر کوئی نہیں آسکتا تو کیا وہ تینوں مجھ سے دشمنی کر رہے ہیں؟''

اس نے سوچ کے ذریعے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''واٹس مین! الف گائی! جیمز ہارڈی.....! کیا تم میں سے کوئی میرے اندر ہے؟ ہیلو.....خاموش نہ رہو۔ مجھ سے بات کرو۔''

کوئی جواب نہ ملا۔ پُراسرار خاموشی چھائی رہی۔ وہ وہاں ہوتے تو اس سے بات کرتے۔ کبریا نے اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ ان تینوں میں سے کوئی وہاں نہیں ہے۔ اس کے ذہن میں سوال پیدا ہوا۔ ''اگر وہ نہیں ہیں تو پھر یہاں کون ہے؟ کون مجھے بھٹکا رہا ہے؟ کچھ تو گڑبڑ ہے۔''

کبریا کی ہدایت کے مطابق ادارے کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے دیگر اکابرین کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ اس اعلیٰ حاکم نے اپنے موبائل فون کی طرف دیکھا پھر اسے اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگا اور دوسرے ہاتھ سے ریوالور کو تھام لیا۔

وہ فون کو کان سے لگائے رابطے کا انتظار کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت چونک کر اپنے ریوالور کو دیکھنے لگا۔ یہ دیکھ کر دماغ کو جھٹکا سا لگا کہ اس کا رخ اسی کی طرف تھا اور انگلی ٹریگر پر تھی۔ اس نے گھبرا کر اسے پھینک دیا۔ پھٹے پھٹے دیدوں سے دیکھنے لگا۔ وہ ہاتھ میں نہیں رہا تھا۔ پیروں میں پڑا ہوا تھا مگر اسے ہیبت میں مبتلا کر رہا تھا۔

فون کا رابطہ ہوگیا تھا۔ دوسری طرف سے ایک اعلیٰ حاکم کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ ''ہیلو...! مارک! کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟ ہیلو...!''

وہ سن رہا تھا مگر بول نہیں رہا تھا۔ پھر ذرا حواس بحال ہوتے ہی اس نے کہا۔ ''ہیلو! تھامس! میں..... میں سن رہا ہوں۔ میرے ساتھ کچھ گڑبڑ ہو رہی ہے۔''

''کیسی گڑبڑ.....؟''

''میں یہاں راستے میں ہوں۔ گھر جانا چاہتا ہوں۔ مگر... بار بار بھٹک رہا ہوں ایسا لگتا ہے.....''

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ''جیسے کوئی تمہیں بھٹکا رہا ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا...؟ تمہیں غائب دماغ بنا کر کہیں سے کہیں پہنچا رہا ہے۔''

''ہاں... ایسا ہی لگ رہا ہے لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا؟''

''کیونکہ میرے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔''

اس نے ایکدم سے ٹھٹک کر پوچھا۔ ''کیا...؟''

وہ بولا۔ ''میں بھی گھر جانا چاہتا ہوں۔ مگر راستے میں ہی بھٹک رہا ہوں۔ کبھی کبھی اسٹیئرنگ بہک جاتا ہے۔ دو بار

ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے رہ گیا۔''

اس نے پیروں میں پڑے ہوئے ریوالور کو دیکھتے ہوئے فون پر کہا۔''ابھی میرے ساتھ بھی یہی ہونے والا تھا۔ میں بے خیالی میں اپنے ہی ہتھیار سے خود کو نقصان پہنچانے والا تھا۔''

''اور کوئی بھی عقل مند شخص ایسا نہیں کر سکتا۔ وہی کرتا ہے' جس کا دماغ اپنے اختیار میں نہ ہو۔''

وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولا۔''دماغ اسی وقت بے اختیار ہوتا ہے' جب کوئی اسے ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں جکڑ لیتا ہے۔''

''صاف ظاہر ہو رہا ہے' کوئی ہمیں غائب دماغ بنا کر نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔''

''مگر وہ کون ہو سکتا ہے؟''

''ظاہر ہے' خیال خوانی کرنے والا کوئی دشمن ہوگا۔''

مارک نے گھبرا کر پوچھا۔''کون ہوگا....؟ کیا فرہاد؟''

''ہاں۔ ہو سکتا ہے۔''

وہ دونوں ہی بری طرح گھبرا گئے تھے۔ دشمنی کے حوالے سے بھی ان کے ذہنوں میں سب سے پہلے میرا ہی نام آیا تھا۔ جبکہ وہ ایشورارا کے بارے میں بھی سوچ سکتے تھے۔ اس بار ان کی سوچ کچھ غلط نہیں تھی۔ میں نہ سہی' میرا بیٹا ان کے بارہ بجانے وہاں پہنچا ہوا تھا۔

مارک نے کہا۔''مگر ہمارے دماغ تو لاک ہیں۔ فرہاد تو کیا کوئی خلائی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن بھی ہمارے اندر پہنچ نہیں سکتا۔''

ادھر مارک کے اندر کبریا تھا اور اُدھر تھامس کے دماغ میں ادارے کا ایک خیال خوانی کرنے والا پہنچا ہوا تھا۔ اس نے تھامس کو گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے پر مجبور کیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ڈرائیو کرتے ہوئے فون پر بولا۔ ''یہ دیکھو...! میں بات کرنے کے دوران ڈرائیو نہیں کرنا چاہتا لیکن بے اختیار کر رہا ہوں۔''

''تعجب ہے۔ تنویمی عمل کے باوجود ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ لگتا ہے' وہ تنویمی عمل ضائع ہو چکا ہے۔ ہمارے دماغ مقفل نہیں رہے ہیں۔''

''اگر ایسی بات ہے تو پھر یہ گریٹ ایشورارا بھی ہو سکتا ہے۔ اب وہ اپنے مقاصد پورے کرنے کے لیے ہم سے نمٹنا چاہتا ہے' اسی لیے ہمیں ٹریپ کر رہا ہے۔''

کبریا نے مارک کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ اسے جھک کر اپنا ریوالور اٹھانا چاہیے۔ چنانچہ وہ اس کی مرضی کے مطابق عمل کرنے لگا۔ کبریا نے اس کے دماغ کو ایک ذرا ڈھیل دی تو وہ بری طرح بوکھلا گیا۔ ہاتھ میں تھامے ہوئے ریوالور کا رخ پھر اس کی طرف تھا۔

اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں فون پر کہا۔''اوہ گاڈ! یہ ریوالور پھر میرے ہاتھ میں آ گیا ہے اور میں نے اپنے آپ کو نشانے پر رکھا ہوا ہے۔''

وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بولا۔''اسے فوراً گاڑی سے باہر پھینک دو۔''

اس نے بڑی بے بسی سے ریوالور کو دیکھتے ہوئے کہا۔''کیسے پھینک دوں؟ میں چاہنے کے باوجود ایسا نہیں کر پا رہا ہوں۔''

اس نے بھی بے بسی سے کہا۔''ہاں۔ جس طرح میں نہ چاہتے ہوئے ڈرائیو کر رہا ہوں۔''

مارک کی تو جیسے سانسیں رک رہی تھیں۔ موت کا رخ اس کی طرف تھا۔ ٹریگر پر رکھی ہوئی انگلی کسی بھی لمحے میں دب سکتی تھی۔ اگر اس کا دماغ اپنے اختیار میں ہوتا تو اسے یہ یقین ہوتا کہ ایسا کبھی نہیں کرے گا۔ مگر وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا' جو دشمن ٹریپ کرنے آیا ہے' وہ چاہے گا تو ابھی ٹریگر دب جائے گا اور گولی چل جائے گی۔

وہاں کوئی دشمن موجود نہیں تھا۔ کسی کی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ عجیب طرفہ تماشا تھا۔ اس کا اپنا ہی ہاتھ دشمن بنا ہوا تھا۔ دوسری طرف تھامس کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ تھا۔ اسٹیئرنگ سنبھالنے والے دونوں ہاتھ کسی بھی وقت دشمن بن کر اسے موت کی اندھی کھائی میں لڑھکا سکتے تھے۔

کبریا نے مارک کے دماغ کو پھر ڈھیل دی۔ اس نے فوراً ہی ریوالور کو باہر پھینکنا چاہا مگر کبریا نے اسے ایسا کرنے نہیں دیا۔ وہ چاہتا تھا' ہتھیار اس کے قدموں میں رہ کر اسے خوفزدہ کرتا رہے۔ لہٰذا مارک نے اس کی مرضی کے مطابق اسے پھر اپنے قدموں میں پھینک دیا۔

اس نے فون پر کہا۔''تھامس...! میں ریوالور کو گاڑی سے باہر پھینکنا چاہتا تھا مگر.....ہیلو تھامس...! ہیلو۔''

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا تھا۔ فون کی خاموشی اسے گھبراہٹ میں مبتلا کرنے لگی۔ یہ سوال پیدا ہوا کہ تھامس نے بغیر کچھ کہے رابطہ ختم کیوں کر دیا؟ کہیں اس کے ساتھ کوئی حادثہ تو پیش نہیں آ گیا.....؟

یہ سوچتے ہی اسے وحشت سی ہونے لگی۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ سوچنے لگا۔''اگر اسے کچھ ہو گیا ہے تو یقیناً یہ خیال خوانی کرنے والا دشمن اب مجھے بھی نقصان پہنچائے گا۔ میرے ہی ہتھیار کے ذریعے مجھے....''

اس نے ٹھٹک کر سوچا۔''یہ میں اپنے ریوالور کو ہی کیوں دیکھے جا رہا ہوں؟ نہیں... میں اسے اٹھانا نہیں چاہتا۔ نہیں...''

وہ انکار کر رہا تھا مگر اس کا ہاتھ ریوالور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے بے اختیار چیختے ہوئے کہا۔''کون ہے.....؟ کون ہے میرے دماغ میں.....؟ فرہاد...! ایشورارا.....! تم جو بھی ہو۔ مجھ سے بات کرو۔ میں مرنا نہیں چاہتا پلیز.....''

اس کا ہاتھ ریوالور تک پہنچنے سے پہلے ہی رک گیا۔ وہ جھکا ہوا تھا۔ فوراً ہی سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔''مجھ سے بات کرو۔ آخر تم ہو کون.....؟ کیا چاہتے ہو؟''

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ دماغ میں پُراسرار سی خاموشی چھائی رہی۔ اس نے پھر مخاطب کیا۔''پلیز۔ مجھ سے بات کرو۔''

وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے دیکھتے ایک ذرا ٹھٹک گیا۔ بہت دُور سڑک کے عین وسط میں اسے دھندلی دھندلی سی ایک عمارت دکھائی دے رہی تھی۔ وہ آنکھیں سکیڑ کر اسے غور سے دیکھنے لگا۔ وہ دھیرے دھیرے واضح ہو رہی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے دیدے پھیلتے چلے جا رہے تھے۔

بات تھی ہی ایسی.....اس نے شدید حیرانی اور بے یقینی سے اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔''یہ تو.....یہ تو مسلمانوں کی وہی عمارت ہے' جسے وہ لوگ اللہ کا گھر کہتے ہیں۔ اوہ مائی گاڈ.....! یہ یہاں.....؟''

ہاں۔ اسے واشنگٹن میں پُرجلال پُرشکوہ مقدس خانہ کعبہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دیدے پھیلائے شدید حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

ایسا کسی صورت ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر ٹیلی پیتھی کے کرشموں کا کیا کہنا.....؟ خیال خوانی کرنے والے کسی کے بھی دماغ پر قبضہ جما کر اسے دن میں تارے اور رات میں سورج دکھا سکتے ہیں۔

اس نے گھبرا کر دائیں بائیں دیکھا پھر اپنے بازو پر ایک زور کی چٹکی بھری۔ اس کے ساتھ ہی منہ سے سسکاری نکلی۔ یہ یقین ہوا کہ خواب نہیں دیکھ رہا ہے۔ اس کے باوجود یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ ضرور اس کے دماغ میں گڑبڑ ہو رہی ہے۔ یہ بھی یقین ہونے لگا کہ اس کے پاس کوئی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا پہنچا ہوا ہے اور وہ میں ہی ہو سکتا ہوں۔ اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔''مسٹر فرہاد...! کیا تم یہاں ہو؟''

وہ چند لمحوں تک خاموش رہا مگر جواباً کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ اس نے پھر مجھے مخاطب کیا۔''مسٹر فرہاد!''

وہ اس پُراسرار خاموشی سے ہیبت میں مبتلا ہو رہا تھا۔ اس عمارت کو دیکھ کر یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی تھی کہ میں اس کے عزائم سے باخبر ہوں اس کے دماغ میں موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اچھے خاصے سرد موسم میں پسینے چھوٹنے لگے۔ کبریا بھی اسے چپ کی مار مارنا چاہتا تھا۔

اس نے پوچھا۔''فرہاد! تم میرے اندر ہو ناں..؟''

کبریا بدستور خاموش تھا۔ اسے الجھنے اور بوکھلانے کا بھرپور موقع دے رہا تھا۔ مارک نے کہا۔''میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں فرہاد! تم میرے اندر ہو۔ میں سمجھ گیا ہوں' تم میرے منصوبے سے باخبر ہو گئے ہو۔''

وہ بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے میرے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ اسے امید تھی کہ میں اس کی کسی بات کا جواب ضرور دوں گا۔ اس نے مایوس ہو کر کہا۔''یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم میرے مقفل دماغ میں کیسے چلے آئے؟ کیا تمام اکابرین کے اندر پہنچ سکتے ہو؟ کک...کیا ہمارے دماغ لاک نہیں ہوئے ہیں؟''

وہ جیسے اپنے آپ سے بول رہا تھا۔ چند لمحوں تک خاموش رہ کر خود ہی اپنی باتوں کے جوابات سوچنے کے بعد بولا۔''پوری دنیا تمہاری صلاحیتوں کو مانتی ہے۔ تم سے کچھ بعید نہیں ہے۔ تم لاکڈ دماغوں میں بھی پہنچ سکتے ہو۔ پلیز خاموش نہ رہو۔ کچھ تو بولو.....مجھ سے بات کرو۔'' وہ ہیبت زدہ سا ہو کر سیٹ کی پشت میں دھنستا چلا گیا۔ گھبرا کر بولا۔''میں نہیں کروں گا۔ تم لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ بلکہ ایسا سوچوں گا بھی نہیں...پلیز مجھ سے بات تو کرو۔''

ایسے ہی وقت اس کی نگاہوں کے سامنے ''اللہ'' کا نام دکھائی دینے لگا۔ وہ ایسا پُرنور تھا۔ اس نام سے ایسی روشنی پھوٹ رہی تھی کہ اس کی آنکھیں چندھیانے لگیں۔ وہ آنکھوں کے سامنے ایک ہتھیلی کا چھجا بنا کر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا۔''او گاڈ! اتنی تیز روشنی.....کیا مجھے اندھا کرنا چاہتے ہو؟''

کبریا نے پہلی بار جواب دیا۔''تم لوگ تو پیدائشی اندھے ہو۔''

وہ ایکدم سے چونک گیا۔ میری آواز اور لب و لہجے کو دشمن اور دوست سب ہی جانتے تھے۔ اب تک وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ میں اس کے اندر پہنچا ہوا ہوں۔ اس نے ذرا حیرانی سے پوچھا۔''کون.....؟ کون ہو تم...؟''

کبریا نے جواب نہ دیا۔ اس نے پوچھا۔''کیا تم فرہاد نہیں ہو؟ یا آواز اور لب و لہجہ بدل کر بول رہے ہو؟''

اس نے مختصر سا جواب دیا۔''نہیں۔''

''تو پھر کون ہو؟''

''تمہارے لیے اتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔''

''مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''تم جو چاہتے ہو اُس شیطانی ارادے کو تمہارے وجود سمیت زمین میں دفن کر دینا چاہتا ہوں۔''

اس نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ ''کک۔ کیا مطلب....؟''

''مطلب سمجھا نا ہوگا؟ تم مقدس مقامات کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہو؟''

وہ اعلیٰ حاکم اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ دماغی طور پر اس کے شکنجے میں ہے۔ وہ ابھی چاہے گا تو اسے اسی کے ہتھیار کے ذریعے ہلاک کر ڈالے گا یا پھر دماغ میں ایسے زلزلے پیدا کرے گا کہ وہ ایک کے بعد دوسری سانس نہیں لے پائے گا۔

اس نے جلدی سے کہا۔ ''نن..... نہیں..... میں ایسا کچھ نہیں کرنا چاہتا۔''

''تم چاہو گے بھی تو نہیں کر پاؤ گے۔''

''جب یہ یقین ہے تو پھر مجھے معاف کر دو۔''

وٹ اسکرین کے پار اللہ کے جگمگاتے ہوئے نام کے بجائے ایک قرآنی آیت دکھائی دینے لگی۔ وہاں سنہری حروف میں لکھا تھا۔ ''انی کنت من الظالمین....''

کبریا نے اس سے کہا۔ ''تمہارے سوال کا جواب یہ ہے۔''

وہ اُدھر دیکھتے ہوئے بولا۔ ''مجھے عربی نہیں آتی۔''

کبریا نے آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے کہا۔ ''انسان اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں میں سے ہے اور تم نے اپنی شامت کو خود ہی دعوت دی ہے۔ اب اس شامت سے بچ کر کہیں نہیں جا سکو گے۔''

''لیکن مم... میں کہہ چکا ہوں۔ ایسا کچھ نہیں کروں گا۔''

''مجھے جو کرنا ہے وہ تو میں کروں گا۔''

اعلیٰ حاکم اس کی بات سنتے سنتے ذرا چونک گیا۔ وہ بے اختیار اپنے ریوالور کی طرف جھک رہا تھا۔ اس کے دل و دماغ پر دہشت سی چھانے لگی۔ وہ اسے اٹھانا نہیں چاہتا تھا مگر بے بس تھا۔ کبریا کی مرضی کے خلاف کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے ہتھیار کو اٹھا کر اس کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگا لیا پھر بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''پلیز۔ مجھے معاف کر دو۔ ایک بار موقع دو..... میں پھر کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ مسلمانوں کے خلاف کبھی کچھ نہیں سوچوں گا۔''

کبریا نے کہا۔ ''بے شک۔ نہیں سوچو گے۔ کیونکہ سوچنے کے لیے زندہ نہیں رہو گے۔''

اس کم بخت کی شیطانی سوچ کسی بھی مسلمان کے دینی جذبات کو ٹھیس پہنچا سکتی تھی۔ کبریا بھی بپھرا ہوا تھا۔ کسی صورت اسے معاف کرنے والا نہیں تھا۔ چند لمحوں کے بعد ہی اس کی مرضی کے مطابق ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھ گیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی کھوپڑی کے آر پار ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی کبریا اس کے مردہ دماغ سے نکل گیا۔

ایسے موقعوں پر کہا جاتا ہے' خس کم' جہاں پاک.... مگر ہم جانتے ہیں' شیطان کبھی نہیں مرتا۔ اسلام دشمن عناصر بھی شیطان کی طرح ہیں۔ ایک کے بعد دوسرے پھر تیسرے جنم لیتے رہتے ہیں۔

☆☆☆

انسان اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں مختلف صورتِ حال سے گزرتا رہتا ہے۔ اگر تجزیہ کیا جائے تو ہر دور میں' ایک عورت ہمزاد کی طرح اس کے ساتھ رہتی ہے۔

بچپن میں ماں بڑی ممتا سے اپنے بچے کو سینے سے لگاتی ہے۔ جوانی میں محبوبہ کی محبت اور قربت ملتی رہتی ہے۔ بیماری مؤنث ہے۔ یہ بڑھاپے میں ایسی معشوقہ بن کر قریب آتی ہے کہ پلٹ کر جانے کا نام نہیں لیتی۔ اس کا عشق بالآخر قبر تک لے جاتا ہے۔ یوں دیکھا جائے تو زندگی کی آخری ہچکی تک مؤنث سے پیچھا نہیں چھوٹتا۔

آہ....! بچپن اور جوانی... میری زندگی کی کتاب سے ان دو رنگین اور سنگین ابواب کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ وقت کے بے رحم پنجوں نے ان کے ایک ایک ورق کو نوچ کر پھاڑ ڈالا تھا۔ اب میں تھا' میری تنہائی تھی اور بیماری کا عذاب تھا۔

ہر خاص و عام کا انجام یہی ہوتا ہے۔ سکندر اعظم بھی ایک دنیا کو فتح کرتا ہوا آخر کار بستر مرگ پر ہی پہنچا تھا۔ میں بھی عمر بھر شہ زور بن کر رہا اور اب کمزور بن کر بستر پر پہنچا ہوا تھا۔ اس بستر کو بستر مرگ اس لیے نہیں کہہ رہا کہ ابھی موت کو بچھاڑنے کی کچھ ہمت باقی تھی۔

میں چپ چاپ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے سوچ میں گم تھا۔ سونیا میرے لیے سوپ بنا کر لائی۔ پیالہ میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''کہاں گم ہو؟''

میں نے اسے دیکھا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر پیالہ لیتے ہوئے کہا۔ ''گم ہونے کے دور گزر گئے۔''

اس نے قریب ہی بستر کے سرے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''مجھے تم پر شبہ ہی رہتا ہے۔ جب بھی خاموش رہتے ہو' لگتا ہے' خیال خوانی کر رہے ہو۔''

میں نے سوپ کا ایک گھونٹ لینے کے بعد کہا۔ ''انسان کے پاس جب کچھ کرنے کو نہیں رہتا تو وہ اب تک جو کچھ کر چکا ہوتا ہے' اسے یاد کرتا رہتا ہے۔''

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے چند لمحوں کے بعد کہا۔ ''میں زندگی میں بڑے بڑے تجربوں سے گزرتا رہا ہوں۔ اب عمر کے اس اسٹیج پر پہنچنے کے بعد ایک اور نیا تجربہ ہو رہا ہے۔''

''وہ کیا....؟''

میں نے سوپ کے گھونٹ لینے کے بعد کہا۔ ''یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ زندگی میں انسان کا ماضی سب سے زیادہ وفادار ہوتا ہے۔ یہ کبھی ہمیں تنہا رہنے نہیں دیتا۔ میں دیکھتا ہوں' جب تم یہاں نہیں ہوتیں۔ دنیاوی کوئی رشتہ میرے پاس نہیں ہوتا' تب تنہائی کے لمحات میں ماضی کسی ہمنوا کی طرح میرے پہلو سے آ کر لگ جاتا ہے۔ مجھ سے باتیں کرتا ہے اور مجھے گزرے ہوئے کل اور بچھڑے ہوئے لوگوں کے درمیان پہنچا دیتا ہے۔''

وہ چپ چاپ میری باتیں سن رہی تھی۔ میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''ایسے وقت مجھے اپنے آس پاس بھولے بسرے بہت سے کردار دکھائی دینے لگتے ہیں اور تنہائی کا احساس یکسر ختم ہو جاتا ہے۔''

وہ کچھ سوچ کر بولی۔ ''اسے خیال خوانی کرنے کا ایک نیا طریقہ کہا جا سکتا ہے۔''

''نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے کہا ناں' ایسا ہر خاص و عام کے ساتھ ہوتا ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے..... تو پھر بتاؤ' ابھی تمہارے ماضی نے تمہیں کہاں پہنچایا ہوا تھا؟''

میں سوپ کے چند گھونٹ لینے کے بعد مسکرانے لگا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

میں نے کہا۔ ''میری پوری زندگی میں دو باتیں ہمیشہ شامل رہیں۔ ایک دشمن اور دوسری عورتیں...''

اس نے زیرِ لب مسکرا کر سر ہلایا۔ میں نے کہا۔ ''اور آئے دن ان دونوں کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔''

''ویسے عورت سے دوستی بھی دشمنی کے برابر ہوتی ہے۔''

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ عموماً یہی ہوتا ہے۔ عورت دوست بن کر دشمنی کرتی ہے۔ لیکن میری زندگی میں زیادہ تر عورتیں دشمن بن کر آئیں اور پھر دوست بنتی چلی گئیں۔''

''ہاں۔ جیسے میں' جیسے آمنہ (رسونتی) اور وہ پُرتگالی لڑکی رومانہ....''

میں نے سوچنے کے انداز میں کہا۔ ''رومانہ....''

''یاد نہیں ہے؟ پُرتگال کے رئیس اعظم روزو برانڈو عرف سمندری عقاب کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی..... رومانہ عرف لیڈی سارہ...''

ذہن پر ذرا زور ڈالتے ہی ماضی کا وہ باب یاد آ گیا۔ رومانہ ایک بھرپور جوان دوشیزہ تھی۔ اس کے باپ روزو برانڈو نے اسے بچپن ہی سے جوڈو کراٹے' سوئمنگ' ریسلنگ' رائفل شوٹنگ اور جمناسٹک کی تربیت دی تھی۔ وہ چاہتا تھا' کوئی اس کی بیٹی کو کمزور لڑکی نہ سمجھے۔ جب وہ جوان ہوئی تو پتا چلا کہ عادتاً لڑاکا بن گئی ہے۔ وہ خود کو مرد سمجھتی تھی۔ اسی لیے مردانہ لباس پہنتی تھی۔

مگر سمجھنے سے کیا ہوتا ہے؟ مٹھائی چاہے تھال میں سجی ہو یا کسی بند ڈبے میں رکھی ہو۔ مٹھائی ہی رہتی ہے۔

اس کے چہرے کے نقوش ایسے تھے کہ سامنے بیٹھ کر تصویر کی طرح دیکھے جا سکتے تھے۔ جلد کا رنگ اجلا اور مکھن کی طرح پھسلتا ہوا سا تھا۔ جمناسٹک کی تربیت ایسی ہوتی تھے کہ جسم کے خطوط اپنی بھرپور رعنائیوں کے ساتھ نمایاں ہو جاتے تھے۔

کسرتی بدن کی یہی خوبیاں اس کے وجود میں تھیں۔ بدن کے نشیب و فراز ایسے جاذبِ نظر اور دل کھینچنے والے تھے کہ کوئی ادھر کھنچتا چلا جاتا تو ان کے نشیب و فراز سے گزرنے والا جوڈو کراٹوں کے زخم کھا کر واپس آتا تھا۔ میں اسے مکھن کی ٹکیہ کہتا تھا مگر اس کے باپ نے مکھن کی ٹکیہ کو بارود کی ڈبیا بنا دیا تھا۔

وہ اپنی عادتوں اور خوبیوں کے باعث سونیا جیسی ہی ناقابلِ شکست تھی۔ مقابل آنے والے دشمنوں کے بارہ بجا دیتی تھی۔ سونیا کے بعد میری زندگی میں بہت سی عورتیں آتی جاتی رہیں۔ جب رومانہ آئی تو اُن دونوں سوکنوں میں ٹھن گئی۔ بھلا دو تلواریں ایک نیام میں کیسے رہ سکتی تھیں؟ وہ ٹکراتی تھیں اور ان کی چنگاریاں مجھ تک پہنچتی رہتی تھیں۔

سونیا ایسی زبردست تھی کہ کوئی اسے مات نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن ایک بار رومانہ کے مدِمقابل آ کر وہ ہار گئی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ایک عرصہ گزر جانے کے باوجود اسے رومانہ یاد تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس نے سونیا کو زبردست دھوکا دیا تھا۔ ایک عازم نامی نوجوان میرا ہم شکل تھا۔ رومانہ ایک عرصہ تک اس کے ذریعے سونیا کو بے وقوف بناتی رہی تھی۔ یہی ظاہر کرتی رہی تھی کہ وہ اس کا فرہاد ہے۔

وہ اسے عازم کے ساتھ مصروف رکھ کر دوسری طرف مجھے صرف اپنے لیے وقف کر لینا چاہتی تھی۔ ان دنوں جیسے میری شامت آئی ہوئی تھی۔ میں عارضی طور پر ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے محروم رہ کر زندگی گزار رہا تھا۔ سونیا سے دور اور

اس سے بے خبر تھا۔

ایک بار وہ بحری جہاز میں سفر کر رہی تھی۔ رومانہ اور عازم بھی اس کے ہمسفر تھے۔ اس نوجوان کو بحری جہاز میں پہلے فرہاد بنا کر سونیا کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور وہ دھوکا کھاتی رہی تھی۔

اسی دوران رومانہ اس پر حملہ کرنے کے لیے اس کے کیبن کے پاس آئی تو یہ سوچ کر ذرا ٹھٹک گئی۔ دروازے پر رک کر سوچنے لگی۔ ''سونیا سونگھنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتی ہے۔ یقیناً میری بُو سے سمجھ رہی ہوگی کہ میں دروازے پر پہنچی ہوئی ہوں۔''

اس کے ہاتھ میں ریوالور دبا ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔ ''اسے بلا کو بارود کی بُو بھی مل رہی ہوگی۔ کیا وہ میرے ریوالور کے سامنے آنے کے لیے کیبن میں اطمینان سے بیٹھی ہوگی؟ نہیں۔ وہ نادان نہیں ہے۔ مجھے بہت محتاط رہنا ہوگا۔''

اس نے بلند آواز میں کہا۔ ''سونیا! بدترین دشمنوں کی طرح ملنے کا وقت آپہنچا ہے۔ باہر آجاؤ۔''

اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ دروازے کو کھول کر محتاط انداز میں اندر آگئی۔ خلافِ توقع کیبن خالی تھا۔ وہ باتھ روم کی طرف بڑھی۔ اسی وقت کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی کیبن کا بیرونی دروازہ بند ہوگیا۔ وہ ایکدم سے چونک گئی۔

باہر سے سونیا کی آواز سنائی دی۔ ''بے بی! کیبن میں آرام کرو۔ میری مرضی کے بغیر تم باہر نہیں آسکو گی۔''

رومانہ دروازے کو پیٹتے ہوئے بولی۔ ''چڑیل! دروازہ کھول دے۔ تُو نے مجھے بڑی مکاری سے بے بس کیا ہے۔ اگر ہمت ہے تو سامنے آکر دو دو ہاتھ کرلے۔''

''تمہاری یہ حسرت بھی ضرور پوری کروں گی مگر ابھی نہیں۔ پہلے فرہاد کے بارے میں بتاؤ۔ وہ تمہیں کہاں ملا تھا؟''

اس وقت سونیا میرے معاملے میں ایک ذرا الجھی ہوئی تھی۔ کیونکہ عازم نامی جس نوجوان کو فرہاد بنا کر اس کے پاس پہنچایا گیا تھا' اس کے وجود سے سونیا کو میری خاص مہک نہیں مل رہی تھی اور یہی الجھانے والی بات تھی۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ میرے ساتھ کیا مسئلہ ہے اور اسی سلسلے میں وہ رومانہ سے سوال کر رہی تھی۔

اس نے کہا۔ ''میں بتاؤں گی لیکن پہلے دروازہ کھولو۔''

سونیا نے کہا۔ ''میں فرہاد کے لیے پریشان ہوں۔ اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے دروازہ ضرور کھولوں گی مگر... یہ جو فرہاد ہے نا...''

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ رومانہ نے بے چینی سے پوچھا۔ ''ہاں۔ کیا ہوا؟ تم چپ کیوں ہوگئیں؟''

سونیا نے آہستگی سے کہا۔ ''میں زور سے نہیں بول سکتی۔ بات ہی کچھ ایسی ہے۔ آہستگی سے بول رہی ہوں۔ غور سے سنو۔''

وہ غور سے سننے کے لیے دروازے سے لگ گئی۔ سونیا نے گہری سانس لی۔ سونگھنے کی غیر معمولی صلاحیت کے ذریعے معلوم کرلیا کہ شکار بالکل قریب آگیا ہے۔ نشانہ خالی نہیں جائے گا۔ اس نے بڑی پھرتی سے لاک میں چابی گھما کر دروازے پر ایک زور کی لات ماری۔ رومانہ کی چیخ سنائی دی۔ کھلے ہوئے دروازے سے نظر آیا' وہ اچھل کر کیبن کے اندر دور جا گری تھی۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

سونیا چھلانگ لگا کر ریوالور تک پہنچی۔ مگر وہ بھول گئی تھی کہ رومانہ جرمنا سنک کے آسمان کی بجلی ہے۔ آسمانی بجلی کو بہت کم زمین پر گرتے دیکھا گیا ہے۔ رومانہ کی برق رفتاری سے بھی پتا نہیں چلتا تھا کہ کب گرتی ہے اور کب سنبھلتی ہے۔

سونیا ریوالور اٹھانے کے لیے جھکی تو اس کے منہ پر ایک ٹھوکر پڑی۔ وہ دونوں توڑ کا جوڑ تھیں۔ خود ٹوٹ کر جوڑنا جانتی تھیں اور جوڑنے والوں کو توڑنے کا ہنر بھی خوب آتا تھا۔ رومانہ نے گھوم کر دوسری لات ماری۔ سونیا لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے جا کر دیوار سے لگ گئی۔ اس کی ناک سے لہو رسنے لگا تھا۔

رومانہ کا نقطۂ آغاز یہی ہوتا تھا۔ پہلے ہی حملے میں مقابل کی ناک سے لہو کے آنسو ٹپکنے لگتے تھے۔ بعض مقابل کے چہروں سے تو ناک ہی غائب ہوجاتی تھی۔ ایسے ایسے داؤ پیچ جانتی تھی کہ پلک جھپکتے ہی اپنے مخالفین کو چاروں شانے چت کردیتی تھی۔

اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''سونیا! تُو نے فرہاد کو مجھ سے جدا کیا۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا' آئندہ زندگی کے کسی موڑ پر ہماری ملاقات بدترین دشمنوں کی طرح ہوگی۔''

وہ ایک دوسرے کے مقابل کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے درمیان چھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ سونیا نے الٹی ہتھیلی سے ناک سے رِستے ہوئے لہو کو پونچھا۔ پھر ریوالور کی طرف دیکھا۔ وہ رومانہ کے قدموں میں پڑا ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی' رومانہ اسے ریوالور تک پہنچنے کا موقع نہیں دے گی۔

وہ زیرِلب مسکرائی پھر ریوالور کو ایک ہلکی سی ٹھوکر مار کر اسے سونیا کی طرف پہنچا دیا۔ ''تم چاہو تو اسے اٹھا سکتی ہو۔''

سونیا نے اسے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم اپنا ریوالور مجھے دے رہی ہو۔ گویا اپنی شامت کو دعوت دے رہی ہو۔ شاید اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ میں اسے اٹھا کر گولی نہیں چلا سکوں گی۔ اس سے پہلے ہی تم جرمنا سنک کے کرتب دکھاؤ گی۔''

وہ بولی۔ ''آؤ۔ آج ہم اپنی اپنی تیزی اور طراری آزما لیں۔ جب پچھلی بار ہمارے درمیان مقابلہ ہوا تھا' تب میں نہیں جانتی تھی کہ تم سونگھنے کی حیرت انگیز صلاحیت رکھتی ہو۔ اسی لیے دھوکا کھا گئی تھی مگر آج ہم کھلی کتاب کی طرح آمنے سامنے ہیں۔ تم اپنی تمام صلاحیتیں آزماؤ۔ میں تمہیں ٹھوکروں میں اڑاتی رہوں گی۔''

سونیا کیبن کی دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ بیٹھنے لگی۔ اپنے قدموں کے پاس پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھانے کا ارادہ تھا۔ دوسری طرف رومانہ کسی بھی لمحے میں منہ توڑ حملہ کر سکتی تھی۔ اس لیے وہ مسلسل اسے گھور رہی تھی اور اپنا ہاتھ ریوالور کی طرف بڑھا رہی تھی۔

بڑی ہی سنسنی خیز صورتِ حال تھی۔ اس خاموش کیبن میں اچانک ہی قیامت کا ٹکراؤ ہونے والا تھا۔ چند لمحوں بعد سونیا نے اپنا ایک گھٹنا فرش پر ٹیک دیا۔ رومانہ نے پھر بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔ اس کی خاموشی اور زیادہ سسپنس اور دہشت پیدا کر رہی تھی کہ پتا نہیں' کس لمحے میں وہ کیا کرنے والی ہے؟

سونیا کا ایک ہاتھ ریوالور تک پہنچ گیا۔ رومانہ پہلے پتھر کے مجسمے کی طرح ساکت تھی پھر اس میں ہلکی سی جنبش پیدا ہوئی۔ وہ ذرا سی تن گئی۔ جیسے کرتب دکھانے سے پہلے بدن کو کھینچ رہی ہو۔ سونیا کی ساری توجہ اس پر تھی۔ اس نے ریوالور کی نال کو چٹکی سے پکڑ کر اٹھا لیا۔

ریوالور کو کبھی نال کی طرف سے پکڑ کر فائر نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا ابھی گولی نہیں چل سکتی تھی۔ سونیا اچانک ہی فرش پر سے اچھل کر برتھ پر بیٹھ گئی۔ اسی دوران ریوالور سیدھا ہو کر اس کی گرفت میں آگیا۔ وہ غرا کر بولی۔ ''اب تمہاری پھرتی کام نہیں آسکے گی۔''

رومانہ نے پوچھا۔ ''کیا مجھے گولی مارو گی؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''مارنا ہوتا تو تم سے پچھلی بار سامنا ہوتے ہی تمہیں ہمیشہ کے لیے سلا دیتی لیکن فرہاد کسی نہ کسی دن مجھ سے تمہاری زندگی کا حساب طلب کرے گا۔''

''مجھے بھی اسی بات کا ڈر ہے۔ پچھلی بار تم نے ریوالور سے صرف فائرنگ کر کے دھمکی دی تھی.... آج میں نے اُس دھمکی کا بدلہ لے لیا...''

''کیا مطلب...؟''

رومانہ نے مسکرا کر کہا۔ ''میں اب تک تمہارے دل میں دہشت طاری کرتی رہی ہوں۔ اس ریوالور کو پھینک دو۔ یہ خالی ہے.....''

سونیا نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ پھر فوراً ہی ریوالور کو

بیرونِ ملک مقیم قارئین

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ ، ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ

ماہنامہ پاکیزہ ، ماہنامہ سرگزشت

کے

سالانہ خریدار

بن کر بذریعہ رجسٹرڈ ڈائریکٹ گھر بیٹھے حاصل کریں

ایشیا یورپ اور افریقہ کے لیے فی ڈائجسٹ

زرسالانہ 4000 روپے یا 65 امریکی ڈالر

امریکہ آسٹریلیا، کینیڈا اور نیوزی لینڈ کے لیے فی ڈائجسٹ

زرسالانہ 5000 روپے یا 80 امریکی ڈالر

اپنے ڈرافٹ اور منی آرڈر ادارے کے نام، درج ذیل پتے پر ارسال کریں۔ یہ کراچی میں قابل ادائیگی ہونا ضروری ہیں۔ بیرونِ شہر ادائیگی کی صورت میں کوریئر چارجز اور بینک کمیشن کے 500 روپے اور بیرونِ ملک ادائیگی والے ڈرافٹ وغیرہ پر اس مد میں 20 امریکی ڈالر کا اضافہ کرلیں

رابطہ کے لیے

شمر عباس: 0301-2454188

یا

بدرالدین سرکولیشن مینیجر

فون نمبر 5802552,5804200(21)(92)

فیکس نمبر 5802551 (21)(92)

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

63-C PHASE II EXTENSION ,
D.H.A., MAIN KORANGI ROAD,
,KARACHI 75500
E-MAIL :JDPGROUP@HOTMAIL.COM

چیک کیا۔ اس میں گولی نہیں تھی۔ اس نے بری طرح جھنجلاتے ہوئے اسے رومانہ کی طرف کھینچ کر مارا۔ ''سور کی بچی! ابھی تک مجھے بے وقوف بنا رہی تھی۔''

وہ ایک طرف ہٹ گئی تھی۔ ریوالور دوسری طرف آن گرا تھا۔ اس نے کہا۔ ''اس میں ایک گولی تھی۔ میں نے عرشہ پر ایک پرندے کا نشانہ لیا تھا۔ پھر اسے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تمہیں بارود کی بُو مل رہی تھی....''

میں مسکراتا ہوا ماضی کے دریچوں سے پلٹ کر حال کی طرف چلا آیا۔ سونیا مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''اس عورت نے تمہیں خوب بے وقوف بنایا تھا۔ ویسے یہ تو ماننا پڑتا ہے، وہ کسی طرح تم سے کم نہیں تھی۔''

وہ شانے اچکا کر ایک ادائے بے نیازی سے بولی۔ ''کم تو تھی۔ اگر نہ ہوتی تو اس وقت یہاں میری جگہ وہ تمہارے پاس ہوتی۔''

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ میں سوچ رہا ہوں، وہ ہوتی تو کیسا ہوتا... وہ اس بات پر حیران ہوتی... وہ اس بات پر کتنا ہنستی.... وہ ہوتی تو ایسا ہوتا.... وہ ہوتی تو ویسا ہوتا....''

اس نے گھور کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''سوکن کے لیے شاعری کر رہے ہو۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''بڑے عرصے بعد تمہارا یہ موڈ دیکھ رہا ہوں۔ ورنہ تم تو عورتوں کے معاملے میں میری طرف سے بالکل ہی بے فکر ہو گئی تھیں۔ میں کہاں جاتا ہوں، کس کے ساتھ وقت گزارتا ہوں؟ تمہیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں رہا تھا۔ آج میں برسوں پہلے والی سونیا کو دیکھ رہا ہوں۔ جو کسی بھی سوکن کو میری زندگی سے نوچ کر الگ کر دینے کے لیے مرنے مارنے پر تل جاتی تھی۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر مسکراتے ہوئے بولی۔ ''واقعی میں عمر اور تجربے کی بھٹی میں پکنے کے بعد سوکن کے جلاپے کو بھول ہی گئی ہوں یا پھر....''

''یا پھر...؟''

''یا پھر اس یقین نے میری سوچ بدل دی ہے کہ تم دنیا کے کسی کونے میں بھی چلے جاؤ گے، پلٹ کر میرے ہی پاس آؤ گے اور یہی ہوتا رہا ہے۔''

رات کا وقت تھا۔ کھلی ہوئی کھڑکی سے اجلی چاندنی بستر تک پہنچ رہی تھی۔ سحر انگیز تنہائی تھی اور ہماری پیار بھری باتیں تھیں۔ بہت ہی رومان پرور ماحول تھا۔ وہ بستر پر کھسک کر میرے قریب آ کر سینے سے لگ گئی۔ میں نے اسے دونوں بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

ہائے....! کیسی دل میں اتر جانے والی قربت نصیب ہو رہی تھی؟ جی چاہتا تھا یہ رات یونہی گزرتے رہیں اور پلٹ کر آتے رہیں۔ وہ سینے سے آ کر کیا لگی، ماضی کی کتنی ہی رنگین اور سنگین راتیں دل و دماغ پر دستک دینے لگیں۔

بڑھاپے میں عشقیہ لمحات گھوم پھر کر آ رہے تھے اور سحر زدہ کر رہے تھے۔ ہم چُپ تھے، گزرا ہوا زمانہ ہمیں یاد کر رہا تھا۔ یہ یاد دلا رہا تھا کہ کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو... بڑا اچھا لگ رہا تھا۔ ہم خود کو جوان..... تیر اور کمان دیکھ رہے تھے۔

ایسے لمحات میں مجھے ایک فلمی گیت کے اشعار یاد آنے لگے۔ میں نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے شاعرانہ انداز میں کہا۔ ''یہ رات ہے یا تمہاری زلفیں کھلی ہوئی ہیں۔

یہ چاندنی ہے یا تمہاری نظروں سے میری راتیں دھلی ہوئی ہیں۔

یہ چاند ہے یا تمہارا کنگن
ستارے ہیں یا تمہارا آنچل
ہوا کا جھونکا ہے یا تمہارے بدن کی خوشبو
یہ پتیوں کی ہے سرسراہٹ کہ تم نے چپکے سے کچھ کہا ہے.....''

اس نے گہری سانسیں لیں۔ وصل کے لمحات ایسے ہوتے ہیں کہ جوانی بھی ہانپ جاتی ہے۔ ہم عمر کے اس دور میں تھے، جہاں شاید اس کا بڑھاپا ہانپ رہا تھا مگر نہیں....

وہ ہانپ نہیں رہی تھی، بھانپ رہی تھی۔ گہری سانس لیتے ہوئے ایک جھٹکے سے الگ ہو گئی۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

وہ سونگھنے کے انداز میں کھلی ہوئی کھڑکی کی طرف دیکھ کر بولی۔ ''دشمنوں کی بُو مل رہی ہے۔''

میں سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''کون دشمن..؟''

اس کے اندر جیسے بجلی سی بھر گئی تھی۔ وہ تیزی سے بیڈ سے اتر کر لباس درست کرتی ہوئی دروازے کی طرف گئی۔ پھر سائڈ ٹیبل پر رکھی ہوئی گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر جاتے ہوئے بولی۔ ''وہ آفاقی دشمن یہیں کہیں ہیں اور ایک دو نہیں ہیں۔ کم سے کم چار پانچ ہیں۔''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

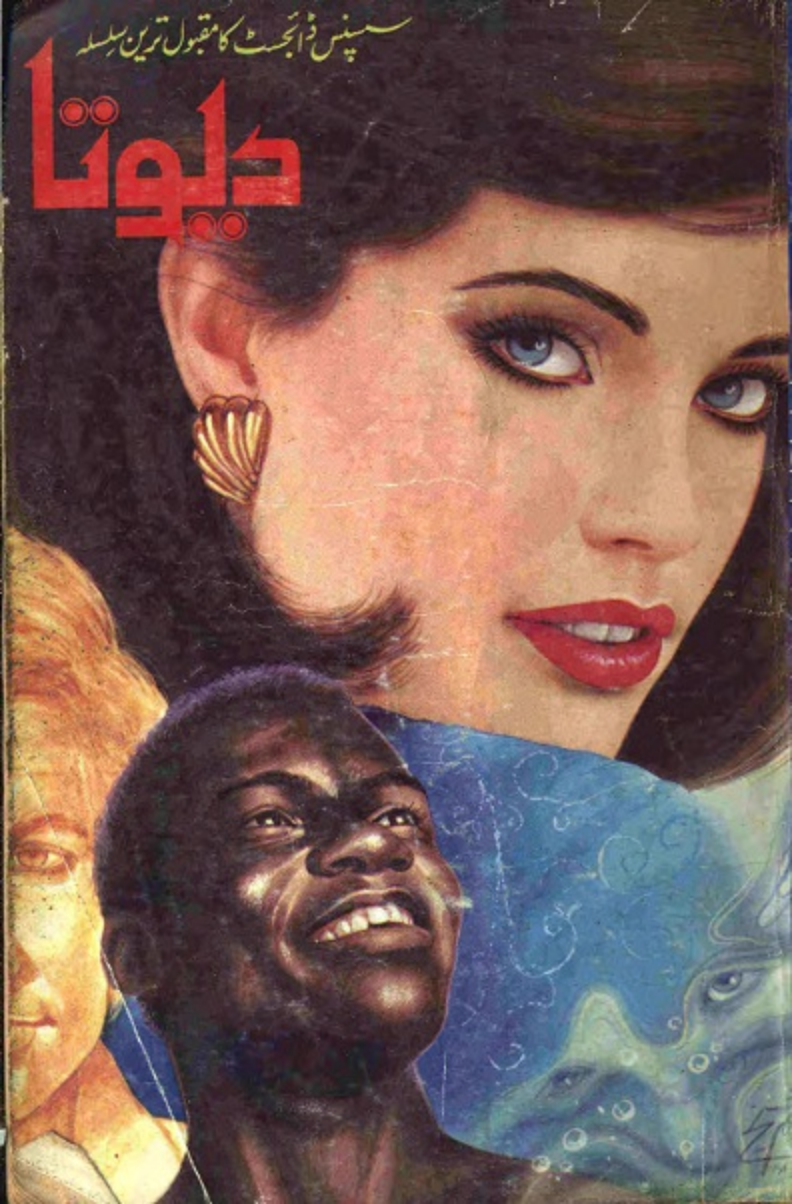

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو بانوے ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

ہفتہ وار دلچسپیوں اور تحیر کے اُس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی تکنیک کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں چاہتا بھانپ لیتا اور پھر اُس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے قہرمان علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستانِ عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا اور طویل ترین سلسلہ

سونیا کمرے سے نکل کر آنگن عبور کرتی ہوئی بیرونی دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گئی مگر اوجھل ہونے کے باوجود میں دماغی آنکھ کے ذریعے دیکھ رہا تھا' وہ اپنی کار میں بیٹھ کر بڑی تیزی سے ڈرائیو کرتی جا رہی تھی۔ رات زیادہ ہونے کی وجہ سے شہر کی شاہراہیں ویران دکھائی دے رہی تھیں۔ ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھا۔

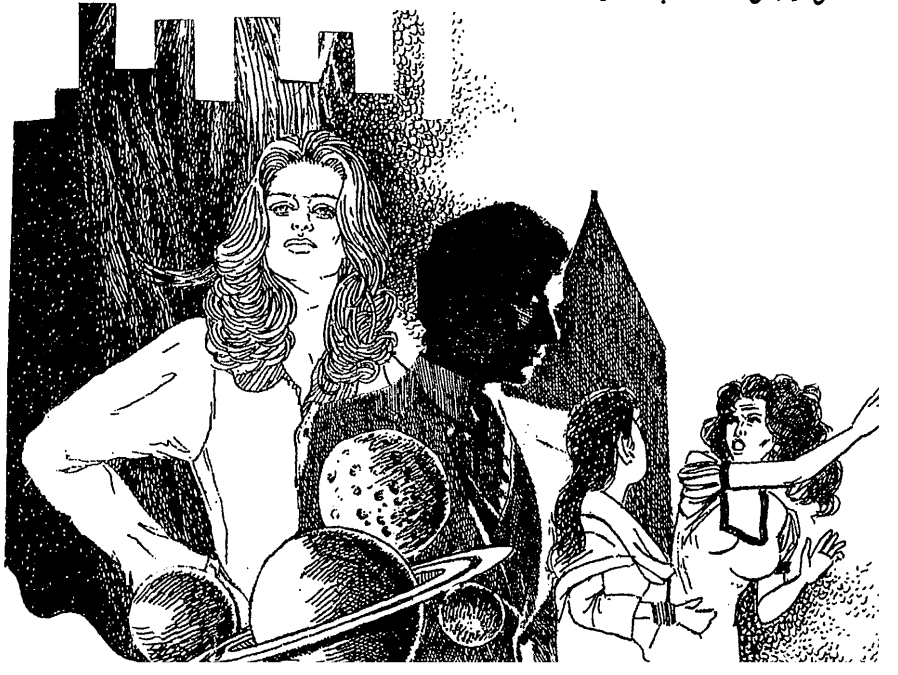

میں چپ چاپ اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ دشمن کسی ایک جگہ ٹکے ہوئے نہیں ہیں۔ متحرک ہیں۔ یقیناً سفر کر رہے ہیں اور وہ جیسے ان کا پیچھا کرتی جا رہی تھی مگر تیز رفتاری کے باوجود فاصلہ کم نہیں ہو رہا تھا۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بھی بڑی برق رفتاری سے آگے بڑھ رہے ہیں۔

کچھ دیر بعد میں نے دیکھا' اس کی گاڑی شہر کی حدود سے نکل کر ایک پٹڑ میں داخل ہو گئی۔ کھلی ہوئی چاندنی میں چاروں طرف لہلہاتے کھیت اور ان کے درمیان سے گزرتی ہوئی ویران سڑک' بہت ہی دلفریب منظر پیش کر رہی تھی۔ رات کے سناٹے میں مختلف حشرات الارض کی سرگوشیاں گونج رہی تھیں۔ کوئی اور موقع ہوتا تو اس ماحول کے بارے میں شاعرانہ انداز میں کچھ نہ کچھ ضرور کہا جاتا مگر اس وقت دشمنوں کی بُو مل رہی تھی۔ لہٰذا سونیا مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو اور کھیت میں پکنے والی فصلوں کی مہک پر دھیان نہیں دے رہی تھی۔

گاڑی کی ہیڈ لائٹس سڑک کو دور تک روشن کر رہی تھیں۔ اس کے اور دشمنوں کے درمیان اب بھی اُتنا ہی فاصلہ تھا۔ وہ ان کے تعاقب میں آندھی طوفان کی طرح اڑی چلی جا رہی تھی۔ ایسے ہی وقت جیسے اس کے پر کاٹ دیے گئے۔ وہ ایکدم سے ٹھٹک گئی۔ دھیرے دھیرے گاڑی کی رفتار بھی سست پڑنے لگی۔

میں اس کے دماغ میں رہ کر بدلتی ہوئی غیر متوقع صورتِ حال کو سمجھ رہا تھا۔ اسے اچانک ہی دشمنوں کی بُو ملنا بند ہو گئی تھی۔ یہ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا؟ دشمن چاہے زمین کی تہہ میں جا کر چھپ جاتے' تب بھی سونیا کی پہنچ سے نکل نہ پاتے۔ وہ بُو کے ذریعے ان کی شہ رگ تک پہنچ سکتی تھی۔ مگر وہاں تو اچانک ہی جیسے کایا پلٹ گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' دشمن ایسی کون سی پناہ گاہ میں جا کر چھپ گئے ہیں' جہاں سے سونیا کو ان کی بو نہیں مل رہی تھی؟

اس نے کار کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ ونڈ اسکرین کے پار دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ سمجھنے کی کوشش کرنے لگی کہ آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ جس بو کی سمت وہ نشاں نشاں اتنی دور تک آئی تھی' وہ اچانک ہی گم کیوں ہو گئی تھی اور کیسے ہو گئی؟

وہ سوچ رہی تھی۔ میں بھی اس کے دماغ میں رہ کر چپ چاپ سوچ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اس نے چونک کر کہا۔ ''فرہاد! تم یہاں ہو؟''

میں اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ ذرا غصہ دکھاتے ہوئے بولی۔ ''خاموش نہ رہو۔ میں سمجھ گئی ہوں' تم یہاں ہو۔ میں نے خیال خوانی کرنے سے منع کیا تھا اور تم...''

میں نے کہا۔ ''پلیز سونیا! میں بالکل ہی ناکارہ نہیں ہوں۔ بستر پر بیٹھے بیٹھے جو کر سکتا ہوں' اس سے روکنا نہ کیا کرو۔''

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ایسے ہی وقت ایکدم سے چونک کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ میں بھی چونک گیا تھا۔ دائیں طرف کھیتوں میں ذرا دور کچھ سرسراہٹ ہوئی تھی۔ وہ سرسراہٹ کسی کی موجودگی کا پتا دے رہی تھی۔ سونیا نے ایک گہری سانس لی۔ کسی دشمن کی بُو نہیں مل رہی تھی۔ کوئی جانور ہوتا' تب بھی اسے پتا چل جاتا۔ چند لمحوں بعد پھر کھڑی فصلوں کے درمیان ہلچل سی ہوئی۔

میں نے کہا۔ ''وہاں کوئی نہ کوئی تو ہے۔ تمہیں کسی کی بُو کیوں نہیں مل رہی ہے؟ کہیں اچانک ہی تمہاری سونگھنے کی صلاحیت ختم تو نہیں ہو گئی ہے؟''

وہ مکمل طور پر چوکنا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی نگاہیں کھیتوں کے درمیان مطلوبہ مقام پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے ڈیش بورڈ سے ریوالور نکالتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''صلاحیت تو ختم نہیں ہوئی ہے مگر یہاں کوئی مسٹری ہے۔ اسے سمجھنا ہوگا۔''

''کیسی مسٹری...؟''

''یہی تو سمجھنا ہے۔ یہاں تک پہنچتے ہی دشمنوں کی بُو ملنا بند ہو گئی اور اب ان کھیتوں میں جو کوئی بھی ہے' وہاں تک میرے سونگھنے کی حس نہیں پہنچ رہی ہے اور یہ تو اچھی طرح سمجھ رہی ہوں کہ میری صلاحیت ختم نہیں ہوئی ہے۔''

ایسے وقت پھاک کی آواز کے ساتھ ہی گاڑی کو جھٹکا سا لگا۔ چند لمحوں میں ہی سمجھ میں آ گیا کہ سائلنسر لگے ریوالور کے ذریعے گاڑی کا اگلا ٹائر پنکچر کر دیا گیا ہے۔ حیرانی اور پریشانی کی بات تھی' کوئی دشمن وہاں تھا تو سونیا کو اس کی بو کیوں نہیں مل رہی تھی؟ جبکہ اسے یہ یقین تھا کہ وہ اپنی اس غیر معمولی صلاحیت سے محروم نہیں ہوئی ہے۔

گاڑی کو جھٹکا لگتے ہی وہ نیچے جھک گئی تھی تاکہ کسی بھی اندھی گولی سے محفوظ رہ سکے پھر اس نے کہا۔ ''مسٹری سمجھ میں آ گئی ہے۔ اس کھیت میں سیارے والے دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ یقیناً انہوں نے وہ دوا استعمال کی ہے' جس کے ذریعے ان کے جسم کی خاص بُو ختم ہو جاتی ہے۔''

میں نے قائل ہو کر کہا۔ ''ہوں۔ یہ تمہیں اپنے پیچھے لگا کر اس ویرانے تک لائے ہیں اور اب چھپ کر حملہ کر رہے ہیں۔ تمہیں بہت محتاط رہنا ہوگا۔ تم نے کہا تھا' وہ تعداد میں چار پانچ ہیں۔ ان کھڑی فصلوں میں نہ جانے کہاں کہاں چھپے ہوں گے؟ کہیں سے اچانک ہی غیر متوقع طور پر حملہ کر سکتے ہیں۔''

سونیا کے لیے واقعی صورتِ حال کافی پیچیدہ ہو گئی تھی مگر وہ ایسی پیچیدگیوں اور مشکل حالات سے مکھن کے بال کی طرح نکلنا جانتی تھی۔ اس ویرانے میں اس کی گاڑی ٹارگٹ بنی ہوئی تھی اور گاڑی کے اندر وہ چھپی ہوئی چپ چاپ یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ دشمنوں کی پوزیشن کیا ہو سکتی ہے؟

میں نے کہا۔ ''سونیا! وقت ضائع نہ کرو۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے کسی بھی طرح یہاں سے نکلو...''

میری بات مکمل ہوتے ہی ایک بار پھر گاڑی کو جھٹکا لگا۔ پھاک کی آواز کے ساتھ ہی آگے والا دوسرا پہیہ بھی ناکارہ کر دیا گیا۔ یوں اندازہ ہوا کہ سونیا کے دائیں بائیں دونوں اطراف دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ اسے اس ویرانے میں لا کر بے دست و پا بنانے کی سازش کی گئی تھی۔

وہ جھکی ہوئی تھی۔ اس نے محتاط انداز میں ایک ذرا سر اٹھا کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ کوئی آہٹ نہیں تھی۔ وہاں پُراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔ ''دشمنوں نے بڑی مکاری سے تمہیں گھیرا ہے۔''

''یہ سوچو انہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہم کہیں شاہدرہ میں ہیں؟''

''انہیں یہ معلوم ہوگا کہ تم کئی کلو میٹر تک مطلوبہ بُو کو محسوس کر لیتی ہو۔ انہوں نے تمہیں شاہدرہ میں دیکھا ہوتا تو وہیں گھیرنے کی کوشش کرتے۔ یہ اسی علاقے سے تمہیں اپنی طرف کھینچتے رہے ہیں۔''

اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''ہوں... یہ بات بھی سمجھ میں آ رہی ہے کہ یہ لوگ مجھے ہلاک نہیں کرنا چاہتے۔ ورنہ پہلا نشانہ ٹائر کا نہیں' ونڈ اسکرین کے پار میری کنپٹی کا لیا جاتا۔''

''بے شک۔ وہ ہلاک نہیں کرنا چاہتے مگر زخمی ضرور کرنا چاہیں گے تاکہ تمہارے دماغ پر قبضہ جما سکیں اور میں انہیں ایسا موقع نہیں دوں گا۔''

میں بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ کمیونیکیٹنگ مشین سے سگنل موصول ہوا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ ''ایشورارا مخاطب کر رہا ہے۔''

اسکرین پر اس کی تحریر ابھری۔ ''تم دونوں میاں بیوی تو بابا صاحب کے ادارے میں چھپے بیٹھے تھے پھر پاکستان کے اس شہر سے کیسے نکل آئے؟''

میں نے کہا۔ ''ایشورارا! یہ کیا تماشا ہے؟ انوشے کے سلسلے میں تم سے معاملات طے ہو چکے ہیں۔ ہم تمہارا مطالبہ

کون کہتا ہے کہ؟

اولاد نہیں ہو سکتی

آج بھی لاکھوں گھرانے اولاد کی نعمت سے محروم سخت پریشان ہیں۔ مایوسی گناہ ہے۔ اِنشاء اللہ اولاد ہوگی۔ خاتون میں کوئی اندرونی پرابلم ہو یا مردانہ جراثیم کا مسئلہ۔ ہم نے دیسی طبی یونانی قدرتی جڑی بوٹیوں سے ایک خاص قسم کا بے اولادی کورس تیار کیا ہے۔ جو آپ کے آنگن میں بھی خوشیوں کے پھول کھلا سکتا ہے۔ آپکے گھر میں بھی خوبصورت بیٹا پیدا ہو سکتا ہے۔ آج ہی گھر بیٹھے فون پر تمام حالات سے آگاہ کر کے بذریعہ ڈاک وی پی VP بے اولادی کورس منگوائیں۔

المُسلم دارالحکمت رجسٹرڈ (دواخانہ)

ضلع و شہر حافظ آباد۔ پاکستان

0300-6526061

0547-521787

فون اوقات

صبح 9 بجے سے رات 11 بجے تک

آپ ہمیں صرف فون کریں

دوائی آپ تک ہم پہنچائیں گے

تسلیم کررہے ہیں۔ پھر تم یہ کیا کررہے ہو؟''

''مجھے تمہاری زبان پر اعتبار تھا مگر تم نے اچانک ہی ادارے سے نکل کر مجھے چونکا کر دیا ہے۔ کیا یہ دھوکا دینے والی بات نہیں ہے؟ یقیناً تم میاں بیوی کو ہم سے نمٹنے کے لیے ادارے سے باہر بھیجا گیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ادارے میں رہنا یا باہر آنا' یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں۔ تم اپنے مطالبے کی بات کرو۔ میں آج بھی اپنی زبان پر قائم ہوں۔ دو دنوں کا وقت لیا ہے۔ اس کے بعد پوتی کو تمہارے حوالے کرنے والا ہوں۔''

''تم نے بڑی مکاری سے یہ کہہ کر مہلت لی تھی کہ ایک بیٹی کو جدا ہونے سے پہلے اپنے والدین اور دادا کے ساتھ وقت گزارنا چاہیے۔ اس کے بعد اسے میرے حوالے کر دیا جائے گا مگر اب سمجھ میں آرہا ہے' اس مہلت کے پیچھے سازش چھپی ہوئی تھی۔ تمہاری چالاکی یہی تھی کہ مجھے مطمئن کرنے کے بعد تم میاں بیوی میری پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے لیے ادارے سے باہر آؤ گے۔''

''یہ تمہارے اندر کا خوف ہے۔ ورنہ ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اب تم دشمنی کررہے ہو تو ہمیں جواباً کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا۔''

''کیا کرو گے؟''

میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ ''سونیا کو ٹریپ کرنے کا مقصد کیا ہے؟ کیا چاہتے ہو؟''

''ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔''

''تو پھر....؟''

''اس انٹرنیشنل بلا کو اپنی گرفت میں رکھنا چاہتا ہوں۔''

''تم نے اس کا مطالبہ کیا تھا اور ہم نے قبول بھی کرلیا تھا پھر تم خود ہی گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔''

''دیکھ لو کیسے پیچھے ہٹ کر آگے بڑھ گیا۔ جلد ہی میری حکمتِ عملی کو مان لوگے۔ اپنی سونیا کو سمجھاؤ' اس کی زندگی اور موت اس کے اپنے ہاتھوں میں ہے۔ اگر وہ آسانی سے خود کو میرے ماتحتوں کے حوالے کردے گی تو سلامتی سے سانسیں لیتی رہے گی۔ اس ویرانے میں میرے درجنوں مسلح ٹیلی پیتھی جاننے والے چھپے ہوئے ہیں۔ کہیں سے بھی آنے والی اندھی گولی کسی بھی لمحے میں اسے ہمیشہ کے لیے خاموش کرسکتی ہے۔''

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے کہا۔ ''میرے آدمی اطلاع دے رہے ہیں' اس کی گاڑی کے دو پہیے ناکارہ ہوچکے ہیں۔ بقیہ دو بھی ہو جائیں گے۔ یقیناً سونیا کے پاس ہتھیار ہوگا مگر وہ کسی کام نہیں آئے گا۔ وہ کھڑی فصلوں میں میرے درجنوں آلہ کاروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہلاک نہیں کرسکے گی۔ کسی ایک کی بو کو بھی نہیں پا سکے گی۔ کیونکہ میرے تمام جاں نثاروں نے ایک خاص دوا کے ذریعے اپنے جسم کی مخصوص بو کو چھپالیا ہے۔''

یہ ماننے والی بات تھی' اس نے سونیا کو اس طرح گھیرا تھا کہ فی الحال بچاؤ کا کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ آسانی سے ہار ماننے والی نہیں تھی۔ وہ موت کے شکنجے سے زندگی کو چھین کر لانے والی عورت تھی۔ اسے ٹریپ کرنا بہت مشکل تھا لیکن ناممکن نہیں تھا۔

زندگی میں یہی ہوتا ہے۔ کبھی جیت ہوتی ہے تو کبھی ہار مقدر بن جاتی ہے۔ کبھی سکھ کی چھاؤں نصیب ہوتی ہے اور کبھی برے حالات کی دھوپ جلاتی رہتی ہے۔ عمر بھر شہ زوری دکھانے والے کہیں نہ کہیں کمزور پڑ ہی جاتے ہیں۔ اس نے کمزور بننا نہیں سیکھا تھا۔ ویسے کبھی مجبوری کے باعث اور کبھی مصلحت اندیشی سے کام لیتے ہوئے وہ عارضی طور پر کمزور بن جاتی تھی۔

میں نے ایشورارا سے ہونے والی تمام باتیں اسے بتائیں۔ اس نے سننے کے بعد ایک گہری سانس لی۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر خیالات پڑھ رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرنے والی ہے۔

اس نے اپنے ریوالور کو لباس میں چھپالیا۔ پھر سیٹ کے نیچے سے ایک اور ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ ''زندگی میں رسک تو لینا ہی پڑتا ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا کرنا چاہتی ہو؟''

''ایشورارا سے کہو' میں ہتھیار ڈال رہی ہوں''

میں نے مشین کے ذریعے کہا۔ ''تم نے تو کمال کر دیا ایشورارا...! میری سونیا کو ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کرلیا۔ مبارک ہو۔''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''تعجب ہے۔ تمہیں پریشان ہونا چاہیے تھا۔ مجھے چیلنج کرنا چاہیے تھا مگر تم ایسے مطمئن ہو جیسے وہ ہمارے شکنجے میں نہیں جا رہی ہو۔ کہیں ہماری کسی غلطی سے فائدہ اُٹھانے آرہی ہو۔''

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کیا مشکل ہے۔ وہ تمہاری خواہش کے مطابق دنگے فساد کے بغیر گرفتاری پیش کررہی ہے' تب بھی اس سے ڈر رہے ہو۔''

''میں پوری دنیا پر حکومت کرنے آیا ہوں۔ ایک عورت سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔ اس سے کہو' گاڑی سے باہر آجائے اور گولی نہ چلائے۔ میں اپنے آدمیوں کو حکم دے رہا ہوں' وہ اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔''

میں نے سونیا سے کہا۔ ''دو منٹ کے بعد گاڑی سے

نکلو۔ وہ تم پر گولی نہیں چلائیں گے۔''

اس نے یہی کیا۔ ذرا دیر بعد گاڑی سے باہر آئی۔ رات کے سناٹے میں دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز دور تک گونجتی چلی گئی۔ اس کے ساتھ ہی دور تک آوازیں سنائی دیں۔ پلک جھپکتے ہی نہ جانے کتنے ہتھیاروں کے سیفٹی کیچ ہٹانے.... جانے لگے۔ کھیتوں میں چھپے ہوئے درجنوں دشمن یکایک یوں الرٹ ہوگئے' جیسے وہ ابھی کوئی دھماکا کرنے والی ہو۔ کھڑی فصلوں میں ہلچل سی پھیل گئی تھی۔

سونیا نے چاروں طرف نظریں دوڑاتے ہوئے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے پھر ریوالور پر گرفت ڈھیلی کردی۔ وہ ہاتھ سے پھسلتا ہوا اس کے قدموں میں جا گرا۔ اس نے بلند آواز میں کہا۔ ''اب میں نہتی ہوں۔ خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر رہی ہوں۔ آؤ... مجھے پکڑ لو۔ تمہارے باس کا بھی یہی حکم ہے۔ کم آن....''

کھیتوں کے درمیان کہیں کہیں سرسراہٹ سی ہوئی۔ دشمنوں کے درمیان بے چینی سی پھیل گئی تھی۔ وہ بدستور خاموش تھے۔ کسی قسم کا ردِعمل پیش نہیں کررہے تھے۔ سونیا کی مکاریوں کو سمجھتے تھے' یہ جانتے تھے' وہ آسانی سے ہاتھ آنے والی بلا نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ایک عورت کو ٹریپ کرنے کے لیے مسلح فوج کی صورت میں آئے تھے۔

یہ دیکھ رہے تھے کہ وہ بڑے مزے سے خود کو پیش کررہی تھی۔ ہتھیار ڈال رہی تھی۔ گویا ترنوالہ بن رہی تھی پھر بھی حلق میں اٹکی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ اس نے قدموں میں پڑے ہوئے ریوالور ایک ٹھوکر ماری۔ وہ سڑک سے اچھل کر کھیتوں میں جا گرا۔ اس کی پہنچ سے دور ہوگیا۔ خطرہ پوری طرح ٹل گیا تھا۔ اب تو دشمنوں کو مطمئن ہوجانا چاہیے تھا مگر کیسے ہوتے؟ کیونکہ اصل خطرہ وہ ہتھیار نہیں تھا' سونیا تھی۔ جو نہتی ہونے کے باوجود ان مسلح دشمنوں کے حواسوں پر مسلط ہو رہی تھی۔

اس نے انہیں پکارتے ہوئے کہا۔ ''مجھے کب تک ہاتھ اٹھائے کھڑے رہنا ہوگا؟''

میں اس کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا۔ دشمن خاموش تھے۔ کوئی بولتا' تب بھی میں کسی کے اندر پہنچ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہ سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ میں کسی کے دماغ میں پہنچ کر اسے ٹریپ نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے باوجود وہ احتیاط سے کام لے رہے تھے۔ فصلوں کے درمیان ایسی بے چینی پھیلی ہوئی تھی' جیسے وہ بڑی خاموشی سے آپس میں مشورے کررہے ہوں۔

ایسے ہی وقت میں ایکدم سے چونک گیا۔ سونیا نے ایک سسکاری لی۔ اس نے اپنی پشت پر ریڑھ کی ہڈی کے پاس تکلیف محسوس کی تھی۔ جیسے کوئی نوکدار چیز جسم میں آکر پیوست ہوگئی ہو۔ بڑی ہی غضبناک چبھن تھی اور اس کے ساتھ ہی ایسا لگ رہا تھا' جیسے پورے جسم میں ایک آگ سی پھیلتی جارہی ہو۔

میں نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''سونیا! یہ کیا ہورہا ہے؟''

اس نے فوراً ہی ایک ہاتھ پشت کی طرف لے جا کر مطلوبہ مقام کو ٹٹولا۔ وہ کوئی ننھا سا ہتھیار تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے کھینچ کر اسے نکالا۔ وہ تکلیف' وہ آگ اور جلن اس کا دماغ ماؤف کررہی تھی۔ وہ حوصلے والی عورت خود کو سنبھالنے کی کوشش کررہی تھی۔ اس کا ہاتھ پشت کی طرف سے نگاہوں کے سامنے آیا تو میں نے دیکھا' وہ ایک ننھا سا تیر نما ہتھیار تھا۔ سونیا کی سونگھنے کی حس نے بتایا کہ وہ کسی خاص دوا میں بجھا ہوا ہے۔

میں محسوس کررہا تھا' سونیا کے خیالات ہوا میں ڈولتے ہوئے سے لگ رہے تھے۔ اس کی سوچ کی لہریں جیسے میری گرفت سے نکل رہی تھیں۔ دماغ پر دھندسی چھانے لگی تھی۔

میں نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''سونیا! کیا ہو رہا ہے؟ خود کو سنبھالو۔''

وہ اس تیر کو بڑی حقارت سے ایک طرف پھینکتے ہوئے بولی۔ ''سالے بہروپے...! سامنا کرنے کا دم نہیں ہے۔ پیچھے سے وار کر....''

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ ایک اور ننھا تیر دائیں طرف پسلی سے ذرا نیچے آکر لگا۔ پھر سے آگ اور جلن کی ایک لہر جسم میں دوڑتی چلی گئی۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے خود کو سنبھالتے ہوئے اسے نکالنا چاہا مگر اس کے ہاتھ پاؤں سن ہو رہے تھے' دماغ جیسے بجھنے لگا تھا۔

میں نے پریشان ہوکر اسے پکارا۔ ''سونیا...! سونیا...!''

میں نے تڑپ کر مشین کے ذریعے ایشورارا کو مخاطب کیا۔ ''یہ کیا بزدلی اور کمینگی ہے؟ تم نے کہا تھا' اسے نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ اپنے آدمیوں کو روکو۔ وہ اسے زخم پر زخم لگا رہے ہیں۔''

اس نے جواباً کہا۔ ''آرام سے رہو۔ وہ زندہ رہے گی۔ ایک مدت تک اپنے بگڑوں جاں نثاروں کی قربانیاں دیتا رہا ہوں۔ آج یہ ہاتھ لگی ہے۔ اس سے ہاتھ دھولو۔''

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ میری عجیب حالت ہو رہی تھی۔ میں بیڈ سے اُٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ کبریا کو اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ بُری خبر سنا رہا تھا کہ سونیا کے ساتھ کیا ہوچکا ہے۔

سب ہی پریشان ہوگئے تھے۔ وہ سب اپنے اپنے طور پر

سونیا تک پہنچنے کی کوششیں کر رہے تھے اور ناکام ہو رہے تھے۔

ان کم بختوں نے ننھے ہتھیاروں کے ذریعے دور ہی دور سے اسے بے ہوش کیا تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں ہماری گرفت سے نکل چکی تھیں۔ میں نے کمیونیکیٹنگ مشین کو آپریٹ کرنے کے بعد ایشورارا کو مخاطب کیا۔ چند لمحوں بعد اس کی طرف سے تحریر ابھری۔ ''کیا گھر والی کی یاد ستا رہی ہے؟''

''تم نے بہت ہی کمینگی دکھائی ہے۔ کیا تمہارے آلہ کاروں کو اپنی مردانگی پر بھروسا نہیں تھا' جو انہوں نے ایک عورت کی پیٹھ پر وار کیا' اسے دھوکے سے ٹریپ کیا؟''

''انہوں نے جوش دکھانے کے بجائے ہوش سے کام لیا ہے۔ ویسے بھی تمہاری دنیا میں ایک کہاوت بہت عام ہے اور ایسے موقعوں پر دہرائی جاتی ہے کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ دشمن کو ٹریپ کرنے کے لیے دھوکے سے کام لینا جائز سمجھا جاتا ہے۔''

''سونیا کہاں ہے؟''

''بیہودگانہ سوال نہ کرو؟''

''وہ مسلسل بے ہوش ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں' اسے کس قسم کی دوا کے ذریعے بے ہوش کیا گیا ہے؟''

''کوئی بھی دوا تمہاری اُس بلا سے زیادہ پاور فل نہیں ہو سکتی اور یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں' میرا مقصد اسے ہلاک کرنا ہرگز نہیں ہے۔''

''تو پھر کیا چاہتے ہو؟''

''چاہتیں تو بہت سی ہیں۔ ذرا چھری کے نیچے دم تو لو۔''

''تم نے جس بلا کو اپنے سر پر مسلط کیا ہے' وہ اس چھری کو تمہاری گردن پر کس طرح چلائے گی' یہ جلد ہی دیکھو گے۔''

''کوئی بے وقوف ہی ہوگا' جو میدانِ جنگ میں اترنے سے پہلے پوری طرح ہتھیاروں اور جنگی ہتھکنڈوں کو نہ سمجھتا ہو۔ میں نے بھرپور تیاری کے ساتھ یہ قدم اٹھایا ہے۔ تم دیکھو گے کہ کس طرح وہ ناقابلِ شکست عورت میری مٹھی میں رہے گی۔''

''میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا کہ انوشے کا مطالبہ کرتے کرتے اچانک ہی تمہارا رخ سونیا کی طرف کیوں ہو گیا ہے؟''

''میرا مطالبہ تو اب بھی وہی ہے۔ تم مقررہ وقت پر اپنی پوتی کو میرے حوالے کرو گے۔ جہاں تک سونیا کا تعلق ہے' اسے فی الحال بھول جاؤ۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے جھنجلا کر اپنی مشین کو دیکھا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ سونیا کے اندر پہنچنا چاہا تو ٹیلی پیتھی کی لہریں اس کے دماغ پر دستک دے کر ناکام و نامراد پلٹ آئیں۔ یہ کہا جا سکتا تھا کہ ہمارے لیے عارضی طور پر اس کا دماغ مردہ ہو گیا تھا۔ ہمیں صبر سے اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا تھا۔

لیکن میں چین سے بیٹھنے والا نہیں تھا۔ میں نے فوراً ہی انوشے سے رابطہ کیا۔ وہ اس وقت نماز پڑھ رہی تھی۔ میں چپ چاپ اس کے دماغ سے چلا آیا۔ انتظار کرنے لگا۔ یہ جانتا تھا' وہ نماز سے فارغ ہوتے ہی میرے پاس آئے گی۔

چند لمحوں کے بعد ہی اس نے آکر مجھے مخاطب کیا۔ میں نے کہا۔ ''حالات بتانے کی ضرورت تو نہیں ہے۔ تم سب کچھ سمجھ گئی ہو گی۔ تمہاری دادی دشمنوں کے شکنجے میں بے ہوش ہے۔ ہم میں سے کوئی اس کے دماغ میں جھانک نہیں سکتا۔ ایسے وقت تمہاری روحانی ٹیلی پیتھی ہی کام آسکتی ہے۔ تم اس کے اندر پہنچ سکتی ہو۔ ابھی جا کر اس کے حالات معلوم کرو۔''

وہ میری ہدایت کے مطابق فوراً ہی چلی گئی۔ میری فیملی میں آمنہ اور انوشے ایسی تھیں' جو اپنی روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے بوگا جاننے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ضرور سونیا کی خبر لا سکے گی۔ میں بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے آکر مجھے مخاطب کیا۔ میں نے پوچھا۔ ''ہاں۔ کیا خبر ہے؟''

وہ بولی۔ ''گرینڈ پا! بات کچھ عجیب سی ہے۔''

''کیا بات ہے؟''

''میں گرینڈ ماما کے دماغ تک پہنچ نہیں پا رہی ہوں۔''

میں نے چونک کر پوچھا۔ ''کیا مطلب...؟''

وہ ذرا دیر خاموش رہی۔ میں نے کہا۔ ''اسے بے ہوش کیا گیا ہے اور تم تو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مقفل دماغوں میں بھی پہنچ جاتی ہو۔ پھر...؟''

''یہی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ میں کسی بھی خوابیدہ دماغ میں پہنچ سکتی ہوں مگر...''

''مگر کیا...؟''

''مگر جب دماغ ہی نہ ملے تو...''

میں نے جواباً کچھ نہ کہا۔ سوچ میں پڑ گیا۔ یہ پریشانی کی بات تھی کہ انوشے کو سونیا کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ وہ بولی۔ ''کئی بار کوشش کر چکی ہوں۔ ابھی پھر کوشش کرتی ہوں۔ ممکن ہے' کامیاب ہو جاؤں۔''

وہ چلی گئی۔ کسی بھی شخص کا دماغ نہ ملنے کی ایک ہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے اور ہمارے لیے یہی بات پریشان کن تھی۔

کیا ایشورارا نے سونیا سے جانی دشمنی کی ہے؟

کیا وہ اب اس دنیا میں نہیں رہی ہے؟

اور اگر ایسا نہیں ہوا ہے تو انوشے کو سونیا کا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟ یہ اور ایسے ہی کئی سوالات دل و دماغ پر ہتھوڑے برسا رہے تھے۔ بے شک موت برحق ہے مگر کبھی کبھی اس حقیقت کو جاننے اور سمجھنے کے باوجود اس سے نظریں چرانے کو جی چاہتا ہے۔ پتا نہیں' وہاں وہ کیسے حالات سے گزر رہی تھی؟ لیکن یہاں مجھے ایسا لگ رہا تھا' جیسے میں جاں سے گزر رہا ہوں۔

سونیا کا اغوا معمولی بات نہیں تھی۔ ادارے کے سب ہی اہم افراد فکر و پریشانی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ کبریا' الپا' اعلیٰ بی بی اور انوشے سب ہی بار بار اس کے دماغ تک پہنچنے کی کوششیں کر رہے تھے اور ناکام ہو رہے تھے۔

یہ ناکامی ہمیں شدید پریشانی سے دوچار کر رہی تھی۔ دوسری طرف وہ کم بخت ایشورارا ابھی مجھ سے رابطہ نہیں کر رہا تھا۔ اس کا تکبر اور بے نیازی طرح طرح کے وسوسوں اور اندیشوں میں مبتلا کر رہی تھی۔ میں نے بارہا کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے اسے مخاطب کرنا چاہا لیکن وہ چپ تھا۔ چشمِ تصور سے مجھے تڑپتا پھڑپھڑاتا دیکھ رہا تھا اور مزے لے رہا تھا۔

کبریا نے کہا۔ ''اس بار وہ بدبخت کچھ زیادہ ہی مکاری دکھا رہا ہے۔ ماما کو ٹریپ کرنا بچوں کا کھیل نہیں تھا لیکن وہ بڑی مہارت سے اپنی بازی کھیل گیا ہے۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ ''پریشانی کی بات یہ ہے کہ انوشے اُن کے دماغ میں پہنچ کیوں نہیں پا رہی ہے؟ آخر ماما کو بے ہوشی کی ایسی کونسی دوا دی گئی ہے کہ اُن کا دماغ ہی نہیں مل رہا ہے؟''

انوشے نے ایک بار پھر کوشش کی مگر اس بار بھی ناکامی ہوئی۔ میں آمنہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بولی۔ ''میں بے خبر نہیں ہوں۔ جانتی ہوں کیا ہو رہا ہے۔''

''پلیز سونیا کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔''

''تم کیا سمجھتے ہو' میں نے کوشش نہیں کی ہوگی؟''

میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔ ''پھر...؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''مجھے بھی انوشے کی طرح ناکامی ہوئی ہے۔''

میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ انوشے کے بعد آمنہ سے امید تھی کہ وہ سونیا کے دماغ تک ضرور پہنچ پائے گی لیکن اس کی ناکامی سے دل ڈوبنے لگا۔ ایک ہی سوال پیدا ہوا ''کیا دشمنوں نے سونیا سے جان لیوا دشمنی کی ہے؟''

آمنہ نے کہا۔ ''حالات کے مطابق تمہاری سوچ درست ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہو سکتی۔''

''کیا مطلب...؟''

''کیا تم بابا صاحب کی پیش گوئی کو بھول رہے ہو؟''

میں چپ رہا۔ اس نے چند لمحوں کے بعد کہا۔ ''انہوں نے فرمایا تھا' تمہاری آخری سانسوں میں صرف سونیا تمہارے قریب رہے گی۔ وہاں تم دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں ہوگا۔ اس پیش گوئی کے مطابق ابھی ایسا ہونا ہے اور جب ہونا ہے تو انہونی کیسے ہو سکتی ہے؟''

''تمہاری باتیں دل کو لگ رہی ہیں۔ بابا صاحب کی پیش گوئی ابھی پوری نہیں ہوئی ہے۔ اس کا مطلب ہے' وہ زندہ سلامت ہے۔''

''بے شک۔ ایسا ہی ہے۔''

''تو پھر ہم میں سے کسی کو اس کا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟''

''اس سوال کا جواب اعلیٰ حضرت دے سکیں گے۔''

''تو پھر ابھی اُن کے پاس چلو۔''

''وہ مراقبے میں ہیں۔ کل فجر کے بعد اُن سے ملاقات ہو سکے گی۔''

ہر کام کا ایک وقت متعین ہے۔ سونیا کے بارے میں ابھی ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا مگر یہ یقین تھا کہ اعلیٰ حضرت کے ذریعے بہت کچھ معلوم ہونے والا ہے اور اس کے لیے دوسرے روز فجر تک انتظار کرنا تھا۔ ویسے اُن کی پیش گوئی والی بات یہ ڈھارس بندھا رہی تھی کہ وہ زندہ ہے۔

ہر انسان زندگی میں اربوں کھربوں لمحے گزارتا ہے اور حساب نہیں کرتا لیکن انتظار کے ایک ایک لمحے کو گن گن کر ایسے گزارتا ہے' جیسے صدیاں گزار رہا ہو۔ انتظار بڑا ہی تکلیف دہ ہوتا ہے اور ہم اسی تکلیف سے گزر رہے تھے۔

کبریا نے پوچھا۔ ''پاپا! آپ کیا سمجھتے ہیں؟ وہ ماما کو کہاں لے گئے ہوں گے؟''

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''وہ اسے اس ملک میں چھپانے کی غلطی نہیں کریں گے۔ ان کے پاس غیر معمولی جوتے ہیں۔ وہ پلک جھپکتے ہی کئی کلو میٹر کے فاصلے طے کر لیتے ہیں۔ نہ جانے اسے کہاں لے گئے ہوں گے؟''

الپا نے کہا۔ ''ماما کو بے ہوش کرنے کے لیے یقیناً کوئی بہت ہی خطرناک دوا دی گئی ہے۔ انہیں ایسے غائب دماغ بنا دیا گیا ہے کہ انوشے اور ماما (آمنہ) بھی ان کے اندر پہنچ نہیں پا رہی ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''زندگی میں عجیب و غریب تجربات سے گزرنا پڑتا ہے۔ میرے لیے ابھی یہ تجربہ باقی تھا۔ سوچو تو عجیب سا لگ رہا ہے کہ سونیا کہیں زندہ سلامت ہے مگر اس کا

دماغ مردہ ہو چکا ہے۔''

ویسے سوچا جائے تو یہ بات کامل یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی تھی کہ سونیا نہیں سلامتی سے سانسیں لے رہی ہے۔ ہم صرف ایک پیشگوئی کے حوالے سے اسے زندہ سلامت سمجھ رہے تھے۔ ورنہ دوسرے پہلو سے سوچا جاتا تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پیشگوئی بدل بھی سکتی تھی اور اس کے ساتھ سونیا کے حالات بھی بدل سکتے تھے۔

میں یاد کرنے لگا' کیا کبھی ایسا ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے کوئی پیشگوئی کی ہو اور وہ چند ہفتوں' مہینوں یا سالوں کے بعد بدل گئی ہو؟ یادداشت کو کھنگالنے کے باوجود ایسی کوئی بات یاد نہیں آئی تو دل کو ایک ذرا اطمینان حاصل ہوا لیکن پوری طرح مطمئن ہونے کے لیے ہمیں دوسری صبح کا انتظار تھا۔

ہم سب کی نیندیں اُڑی ہوئی تھیں۔ سب ہی خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطے میں تھے۔ ایسے وقت عالی نے کہا۔ ''مما کے لیے جو فکر اور پریشانی ہے' اس کے پیشِ نظر ہم پاپا کی سلامتی کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ وہ پاکستان میں تنہا رہ گئے ہیں۔ دشمنوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ لاہور کے کسی علاقے میں ہیں۔''

پارس نے کہا۔ ''یقیناً دشمن انہیں ڈھونڈ رہے ہوں گے۔ مجھے کل ہی صبح کی فلائٹ سے وہاں جانا چاہیے۔''

پورس نے کہا۔ ''مجھے بھی جانا چاہیے۔ ہم سب کو ان کے پاس رہنا چاہیے لیکن اجازت نہیں ملے گی۔ اعلیٰ حضرت نے کہا ہے۔ ان سے پہلے بابا صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ پاپا کی کسی بھی تشویش ناک بیماری کے دوران صرف مما ہی ان کے قریب رہا کریں گی۔''

عالی نے کہا۔ ''یہ سوچ کر دل تڑپ رہا ہے کہ وہ لاہور میں بالکل تنہا ہیں۔ میں کل صبح اعلیٰ حضرت سے اجازت لوں گی۔''

الپا نے کہا۔ ''میں پہلے ہی کوشش کر چکی ہوں۔ انہوں نے سمجھایا ہے کہ ہم ان کی فکر نہ کریں۔ پاپا مما کے ساتھ نہ رہے تو کسی کے ساتھ نہیں رہیں گے۔''

انوشے نے کہا۔ ''کوئی نہیں جانتا کس کا آخری وقت کب آتا ہے۔ ہم گرینڈ پا کے متعلق بھی کچھ نہیں جانتے۔ جو بزرگ جانتے ہیں' ان کی ہدایات پر ہمیں عمل کرنا چاہیے۔''

عالی نے کہا۔ ''ٹھیک ہے ہم ان کی ہدایات پر عمل کرتے رہیں گے۔ ان کے قریب نہیں جائیں گے مگر خیال خوانی کے ذریعے ان کی نگرانی کریں گے۔ ان کی تنہائی دور کریں گے۔''

الپا نے کہا۔ ''اس سلسلے میں یہ پابندی ہے کہ جب تک پاپا خود خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہ کریں تب تک ہم میں سے کوئی ان کے دماغ میں نہ جائے۔''

پارس نے کہا۔ ''پتا نہیں کیوں ایسی پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔''

پورس نے کہا۔ ''کوئی مصلحت ہوگی جسے ہم سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔''

''کبھی کبھی پاپا کی حالت تشویش ناک ہو جاتی ہے۔ اب مما ان کے پاس نہیں ہیں۔ ہمیں اعلیٰ حضرت سے خصوصی اجازت حاصل کرنی چاہیے۔''

میں نے کہا۔ ''تم سب میرے لیے کس قدر پریشان ہو۔ تمہاری بے لوث محبتیں مجھے نئی زندگی دے رہی ہیں۔ میں کل صبح اعلیٰ حضرت سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔''

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے..... پیرس کے وقت کے مطابق وہاں نمازِ فجر ادا کی جا رہی تھی۔ میں چند لمحوں بعد ہی آمنہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ نماز پڑھنے کے بعد تسبیح خوانی میں مصروف تھی۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے۔ اعلیٰ حضرت نے آدھے گھنٹے کے بعد اسے حجرے میں بلایا تھا۔ میں چپ چاپ اس کے دماغ سے چلا آیا۔ بے چینی سے مقررہ وقت کا انتظار کرنے لگا۔

ایسے حالات میں یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ وقت سے پہلے کوئی کام نہیں ہوتا۔ سونیا کے بارے میں کچھ بھی جاننے کے لیے جتنا انتظار لکھا گیا تھا' اُتنا تو کرنا ہی تھا۔

آدھے گھنٹے کے بعد میں آمنہ کے ذریعے ان کے حجرے میں پہنچ گیا۔ وہ دوزانو ہو کر ادب سے نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ چھوٹے سے حجرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ پھر ان کی آواز سنائی دی۔ ''ترازو کے دو پلڑے کبھی برابر رہتے ہیں۔ کبھی ان میں اونچ نیچ ہو جاتی ہے۔ کبھی ایک جھکتا ہے اور کبھی دوسرا... زندگی کے معاملات بھی ترازو کی طرح ہوتے ہیں۔ کبھی مسرتوں بھرا جھکاؤ نصیب ہوتا ہے اور کبھی غموں کا بوجھ ہمیں جھکا دیتا ہے۔ کبھی ہم مخالفین پر غالب آتے ہیں اور کبھی وہ ہم پر غلبہ پا لیتے ہیں۔''

وہ ذرا دیر کے لیے چپ ہوئے پھر بولے۔ ''اس حقیقت کو سمجھنے کے باوجود جب کبھی دشمنوں سے پسپائی ملتی ہے تو ہم حیران اور پریشان ہو جاتے ہیں۔ سوچتے ہیں' ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تو ممکن ہی نہیں...''

وہ پھر خاموش ہوئے۔ ذرا توقف کے بعد بولے۔ ''سونیا تمام دشمنوں کے لیے ناقابلِ شکست بن کر رہی لیکن اس دنیا میں ناممکن کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی شہ زور بھی کمزور پڑ جاتے ہیں۔ غالب آنے کے تمام ڈھب جاننے کے باوجود مغلوب ہو جاتے ہیں۔ سونیا کے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔ فی الحال وہ کمزور پڑ گئی ہے۔ سمندر سے موتی حاصل کرنے کے لیے اس کی اتھاہ گہرائیوں میں اترنا پڑتا ہے۔ قدرت اسے ایک نئے اور انوکھے تجربے سے گزارنا چاہتی ہے اور اس کے لیے اُسے تم سب سے بہت دور لے گئی ہے۔''

آمنہ نے کہا۔ ''آپ کی باتیں ان کریہ حوصلہ مل رہا ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہے' سلامتی سے سانسیں لے رہی ہے مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہمیں اس کا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟''

وہ بولے۔ ''اگر تم اپنے کمرے میں کسی کتاب کا مطالعہ کر رہی ہو اور کوئی آ کر وہاں کی بتی بجھا دے تو کیا تم اس اندھیرے میں مطالعہ کر سکو گی؟''

''ہرگز نہیں...''

''سونیا کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔''

''کیا دشمنوں نے اس کا دماغ مقفل کر دیا ہے؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولے۔ ''اسے نئے حالات سے نمٹنے کے لیے میں نے اس کے دماغ کو مقفل کیا ہے۔''

یہ ایک انتہائی چونکا دینے والی بات تھی۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اعلیٰ حضرت ایسا کر سکتے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''ایک مقررہ مدت سے پہلے کوئی اس کے اندر نہیں جا سکے گا۔ بہتر ہے اس کے متعلق سوچنا چھوڑ دو۔''

وہ نہ بھی کہتے تو اب اس کے متعلق کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ ہمارے سروں سے فکر و پریشانی کا کوہِ گراں اُتر چکا تھا۔ میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ ان کی باتوں نے سمجھا دیا کہ سونیا کا دماغ دشمنوں کے زیرِ اثر نہیں رہے گا۔ وہ جہاں رہے گی' دماغی طور پر محفوظ رہے گی۔

میں سوچتے سوچتے ذرا چونک گیا۔ انہوں نے مجھے مخاطب کیا تھا۔ میں فوراً ہی ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ بول رہے تھے۔ ''تم نے میری باتوں پر شاید غور نہیں کیا۔ ابھی میں نے کہا تھا کہ سونیا کمزور پڑ گئی ہے۔ دشمن فی الحال غالب آ رہے ہیں۔ انسان کے جسم کا سب سے اہم اور کارآمد حصہ اس کا دماغ ہوتا ہے اور دشمن چاہتے ہیں' سونیا دماغی طور پر کمزور ہو جائے اور وہ ایسا ہی کر رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''آپ دشمنوں کی طرف سے بھی اس کے دماغ کو لاک کر سکتے ہیں۔''

''ہونی کو ٹالنا ناممکن نہیں ہوتا مگر کچھ معاملات میں ہونی انہونی نہیں ہو سکتی۔ قدرت جو تماشے دکھانا چاہتی ہے' انہیں ہر حال میں دیکھنا پڑتا ہے۔ ہمیں معلوم تھا کہ تم زندگی میں جیتے جی ہم سب سے بچھڑ جاؤ گے۔ خود کو فرہاد کی حیثیت سے نہ پہچانتے ہوئے ہم سے دور کہیں زندگی گزارتے رہو گے۔ پھر ایسا ہی ہوا تھا۔''

''جی۔ مجھے یاد ہے۔''

وہ اس وقت کی بات کر رہے تھے' جب میں نائلہ نامی ایک خاتون کے شوہر کی حیثیت سے زندگی گزارتا رہا تھا۔ یہ بھول گیا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد علی تیمور ہوں۔ سونیا اور آمنہ جیسی غیر معمولی ہستیاں میری شریکِ حیات ہیں اور انہوں نے مجھے قابلِ فخر اولاد کے تحفے دیے ہیں۔

بابا صاحب نے کہا۔ ''ہمیں وقت سے پہلے معلوم ہو گیا تھا کہ تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ کیا ہم نے اس ہونی کو ٹالنے کی کوشش کی...؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ کچھ باتیں لوحِ مقدر پر لکھ دی جاتی ہیں' جو کبھی نہیں بدلتیں۔ سونیا کا بھی یہی معاملہ ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''بدترین حالات سے گزرتے رہنے کے باوجود اس بات کا تو یقین ہے نا کہ وہ خیریت سے لوٹے گی؟''

وہ بولے۔ ''عالم الغیب اوپر والے کی ذاتِ پاک ہے۔ ہمیں اپنے علم کی روشنی میں جس حد تک دکھائی دیتا ہے' ہم اس حد تک ہی دیکھ پاتے ہیں۔ باقی واللہ عالم...''

میں نے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت! میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔''

''ہوں... تم چاہتے ہو' سونیا کی عدم موجودگی میں کوئی تمہارا خیال رکھے۔''

''جی ہاں۔ تمام بچے میرے لیے پریشان ہیں۔''

''ہوں... حالات کا تقاضا ہے کہ دشمنوں کو تمہاری بیماری کا علم نہ ہو۔ کبریا تم سے مشابہت رکھتا ہے۔ بالکل تمہارے لب و لہجے میں بولتا ہے۔ آج سے وہ تمہاری جگہ فعال رہے گا۔ تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ صرف خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھے گا۔''

میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ یوں اجازت ملنے سے میرے تمام بچوں کی پریشانیاں بڑی حد تک کم ہو گئیں۔ اعلیٰ حضرت سے باتیں کرنے کے بعد سکون بھی حاصل ہوا تھا اور یہ پریشانی بھی لاحق ہو گئی تھی کہ وہاں دشمنوں کے درمیان سونیا کیسے حالات سے گزرے گی؟ دشمن اسے کس قسم کی دماغی کمزوری میں مبتلا کر رہے ہوں گے؟

پریشانیاں دور ہونے کے بعد بھی جیسے جان سے لگی ہوئی

تھیں۔ بھلا سکون کیسے مل سکتا تھا؟ میں اس کے حالات سے بے خبر تھا۔ وہ مجھے دل و جان سے چاہنے والی جہاں بھی ہوگی' یہ ضرور سوچ رہی ہوگی کہ میں بالکل تنہا ہوگیا ہوں۔

آہ...! شاہدرہ کے اس مکان میں اب میں تھا اور میری تنہائی تھی۔ ابھی وہ ہوتی تو بڑے پیار سے گھورتی اور پوچھتی' کہیں میں اس پیاری میں اس سے چھپ کر خیال خوانی تو نہیں کررہا ہوں؟

اس کی محبت سے گھورنے اور ڈانٹنے کی ادائیں یاد آرہی تھیں۔ دل اُدھر کھنچا جارہا تھا۔ ''یا خدا! میں اس عزیز از جاں کے بغیر کب تک قید تنہائی میں رہوں گا؟''

میں ایزی چیئر پر بیٹھا سوچ رہا تھا اور اسے نگاہوں کے سامنے دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس کی زندگی کی وہ اہم بات یاد آرہی تھی' جب وہ ماں بننے والی تھی۔

ہم ایک طویل عرصے تک ایک دوسرے کے محبوب' سچے عاشق بن کر رہے۔ مگر شادی نہیں کی۔ بعد میں سونیا کے دل کو یہ بات لگی کہ میں نے رسونتی (آمنہ) کو شریکِ حیات بنالیا تھا اور وہ پارس اور پورس کی ماں بن گئی تھی۔

ان حالات میں سونیا کے اندر ایک بیوی' ایک ماں بننے کی خواہش شدت اختیار کرگئی۔ اس کی یہ خواہش نہایت مناسب اور جائز تھی۔ ہم رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔ پھر ایک برس بعد ہی وہ ماں بننے کے مرحلے میں داخل ہوگئی۔

سونیا پھر سونیا ہے۔ زندگی کے میدان میں جب بھی بلّے گھماتی ہے تو چوکے اور چھکے مارتی ہے۔ وہ پہلے ہی مرحلے میں ایک نہیں' دو بچوں کی ماں بننے والی تھی۔ کبریا اور عالی جنم لینے والے تھے۔

اس نے بڑے جذبے سے کہا۔ ''میرے بچے میرے اندر رینگ رہے ہیں۔ میرے وجود کے شہر میں گھوم رہے ہیں۔ جی چاہتا ہے' انہیں مخاطب کروں' ان سے بولوں۔ دنیا میں آنے سے پہلے ان سے متعارف ہوجاؤں۔''

میں نے کہا۔ ''ہمارا لہو خود ہی متعارف کرا رہا ہے۔ پھر دودھ کا ذائقہ انہیں ممتا کی اہمیت بتائے گا۔''

اس نے میرے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا۔ ''پھر بھی کچھ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہماری آواز ان تک پہنچے؟ تم خیال خوانی کرتے ہو۔ ہر ایک کے دماغ میں پہنچتے ہو۔ کیا اپنے بچوں تک نہیں پہنچ پاؤ گے؟''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''بڑی عجیب سی بات کہہ رہی ہو۔ اگرچہ یہ ناممکن سی بات ہے مگر سوچتے ہوئے اچھا لگ رہا ہے کہ بچے تمہارے اندر میری آواز سنیں۔''

ہم ایک دوسرے کو سوچنے کے انداز میں دیکھنے لگے۔ پھر میں نے کہا۔ ''ہاں۔ یہ ممکن ہے۔ بچے سمجھیں یا نہ سمجھیں' میں اپنی آواز ان کے وجود تک پہنچا سکتا ہوں۔''

اس نے خوش ہوکر پوچھا۔ ''کیسے...؟''

آج سے ہر صبح فجر کی نماز سے پہلے میں تمہارے دماغ میں آکر اذان دیا کروں گا۔''

وہ ایکدم سے سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔ بڑے جذبے سے بولی۔ ''واہ... کیسا اچھوتا خیال ہے؟ ہمارے دین میں پیدا ہونے کے بعد بچوں کے کانوں میں اذان سنائی جاتی ہے۔ تم پیدا ہونے سے پہلے انہیں ہماری مقدس اذان سناؤ گے۔''

میں نے کہا۔ ''پیدا ہونے سے پہلے وہ کوکھ کی وادی میں سنیں گے کہ اللہ ایک ہے اور لاشریک ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔''

''اور ہم انہیں پیدا ہونے سے پہلے صلاح اور فلاح کی طرف بلاتے رہیں گے۔ یا خدا فرہاد! بہت ہی اچھوتا آئیڈیا ہے۔ کل صبح جب ہوگی' تب ہوگی۔ ابھی عشاء کی اذان ہو رہی ہے۔ تم ابھی میرے اندر آکر اذان دو۔''

وہ ایزی چیئر پر نیم دراز ہوگئی۔ میں بسم اللہ پڑھ کر اذان دینے لگا تو اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ بند آنکھوں سے اپنی کوکھ کے اندر بچوں کے پاس پہنچ گئی تھی۔ اس کا ایمانی جذبہ کہہ رہا تھا' اذان اس کے دماغ سے گزرتی ہوئی بچوں تک پہنچ رہی ہے۔

اس روز سے ہمارا یہ معمول بن گیا۔ میں قریب رہوں' نہ رہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے اذان کی آواز ان بچوں تک پہنچنے لگی پھر ایک اہم مصروفیت کے باعث میں سونیا سے دور ہوگیا۔ اس دوران سورا کے ساتھ زندگی کے محبوبانہ لمحات گزارنے لگا۔

مجھے ہرجائی کہا جاسکتا ہے لیکن آمنہ اور سونیا ایسا نہیں کہتیں۔ کیونکہ میں نے کبھی اُن سے بے وفائی نہیں کی۔ میں آج بھی بڑھاپے کے موجودہ لمحات تک اُن کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہا ہوں۔

بہرحال میں سورا کے ساتھ تھا اور مرینہ نامی ایک دشمن عورت کو زیر کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ وہ بہت ہی خطرناک تھی۔ ٹیلی پیتھی جاننے کے علاوہ آتما شکتی کی صلاحیت رکھتی تھی۔ ایسی شکتی کے ذریعے ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے جسم میں سما جاتی تھی۔ اسے جسمانی طور پر مارنے کے باوجود وہ نہیں مرتی تھی۔ دوسرے جسم میں نئی زندگی حاصل کرلیتی تھی۔

مرینہ نے دعویٰ کیا۔ ''میں ایک بہت بڑا معرکہ سر

کرنے والی ہوں۔ کامیابی کا پورا یقین ہے۔ اس کے بعد ساری دنیا پر حکومت کروں گی۔''

مجھ سے شکست کھانے والے دشمنوں نے پوچھا۔ ''ایسا کون سا معرکہ سر کرنے والی ہو؟''

''میں فرہاد کو اپنا تابعدار بنانے والی ہوں۔''

کوئی یقین نہیں کرسکتا تھا۔ سب نے کہا۔ ''چیونٹی شیر پر چڑھ سکتی ہے' لیکن چپ چاپ رینگتے ہوئے چڑھنا اور بات ہے اور فرہاد پر چڑھ دوڑنا اور بات ہے۔ بڑے بڑے شہ زور اور انتہائی ذہین ترین لوگ اس سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔''

وہ دھوکا کھانے والی نہیں تھی۔ میں سورا کے ساتھ ایک کمرے میں تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ میری اس محبوبہ کے دماغ میں رازداری سے جگہ بنا چکی ہے۔ اس وقت میں ضروری سامان اٹیچی میں رکھنے کے بعد سورا سے کہہ رہا تھا۔ ''ہم یہاں سے جارہے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''کہاں جائیں گے؟''

''کسی چھوٹے سے شہر میں گمنام رہ کر زندگی گزاریں گے۔ میں ابھی خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔''

دراصل میں اس دشمن مرینہ کی خبر لینا چاہتا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس جارہا تھا اور وہ سورا کے ذریعے میرے قریب آگئی تھی۔ جب میں نے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اسے دیکھا تو یکدم سے بوکھلا گیا۔

جیسے پانی سر سے گزر چکا تھا۔ وہ سورا کو آلہ کار بنا کر مجھ پر حملہ کررہی تھی۔ حملہ کرنے کی وہ ایک لمحاتی سی جھلک تھی۔ مجھے سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ اس نے خنجر کو میرے بازو میں پیوست کردیا۔ میرے حلق سے کراہ نکلی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔

سورا مجھ پر جھکی ہوئی تھی۔ بڑی پھرتی سے خنجر کو میرے شانے سے نکالتے ہوئے چیخ رہی تھی۔ ''نہیں نہیں ..... یہ میں نے کیا کردیا...؟ یا خدا! مجھے پتا بھی نہ چلا اور میں نے تمہیں خنجر سے زخمی کردیا...''

وہ حیران تھی کہ اس نے مجھ سے ایسی دشمنی کیوں کی ہے؟ وہ شرم اور پشیمانی سے چیختی جارہی تھی۔ ''نہیں نہیں... تمہیں کچھ ہوا تو میں اپنی جان دے دوں گی۔ یا اللہ! میں کیا کروں؟''

وہ فرسٹ ایڈ بکس لانے کے لیے وہاں سے دوڑتی چلی گئی۔ مرینہ میرے اندر آگئی تھی۔ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگا رہی تھی۔ ''فرہاد...! ہاہاہاہا فرہاد...! دنیا کے سب سے بڑے شہ زور...! مقدر کو اپنی مٹھی میں رکھنے والے...! آج سے تمہارا ناقابلِ تسخیر دماغ میری ایک چٹکی میں رہا کرے گا۔ ہاہاہاہا....''

یہ کوئی خواب نہیں تھا' خیال نہیں تھا۔ میں سچ مچ اس کے شکنجے میں آگیا تھا۔ خنجر کا زخم اتنا گہرا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو مدد کے لیے بلا نہیں سکتا تھا۔

آہ...! پتا نہیں' سونیا نے کب کہا تھا' مگر کبھی کہا تھا۔

ان لمحات میں یاد آرہا تھا۔

آہ...! اس نے کہا تھا۔ ''فرہاد! تمہیں موت نہیں مارے گی۔ جب بھی مارے گی' کوئی عورت ہی مارے گی۔''

انسان کو اس کی اوقات سے زیادہ خوشیاں ملیں تو وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوجاتا ہے۔

یہی حال مرینہ کا تھا۔ وہ میرے دماغ پر حکومت کرنے والی ملکہ عالیہ بن گئی تھی۔ اتنی بڑی کامیابی آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اسی لیے مسرتوں کی شدت سے اچھل رہی تھی۔ قہقہے لگا رہی تھی اور میرے دماغ میں بولتی جارہی تھی۔

''میرے غلام...! میرے کمرے میں موسیقی گونج رہی ہے۔ میں جھوم جھوم کر رقص کررہی ہوں۔ تُو مجھے دیکھ نہیں سکتا مگر اپنے اندر میرے قہقہے سن رہا ہے۔''

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہائے...! میں اس خوشی میں ناچ رہی ہوں کہ آنے والے دنوں میں تجھے ساری دنیا کے سامنے نچاؤں گی۔ ہاہاہاہا....''

وہ دیوانی ہورہی تھی مگر جنون ایسا طاری تھا کہ تھکنا اور گرنا بھول گئی تھی۔ یوں بھی وہ آتما شکتی کی صلاحیتیں رکھتی تھی۔ یوگا میں بھی مہارت حاصل تھی۔ تقریباً چالیس منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ اُن لمحات میں مسرتوں کے ہجوم میں ساری دنیا کو بھول گئی تھی۔ بس اسے ناچنے کے لیے میری کھوپڑی مل گئی تھی۔

خنجر کا زخم گہرا نہیں تھا۔ سورا فرسٹ ایڈ بکس لا کر مرہم پٹی کررہی تھی اور رو رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی ایسا ظالم ہتھیار ہے' معشوق کے ہاتھوں سے عاشق کے دل و جگر میں اتر جاتا ہے۔''

وہ روتے سسکتے ہوئے بولی۔ ''میں تمہارے لیے کیا کروں؟''

''اتنا کرو کہ میری فکر نہ کرو۔ وہ جو میری دشمن ہے' اسے تم سے زیادہ میری سلامتی کی فکر ہوگی۔''

میں درست کہہ رہا تھا۔ وہ مجھے دوسرے دشمنوں سے چھپا کر اپنے قبضے میں رکھنے کے لیے اپنی نیندیں حرام کرنے والی تھی۔ مرینہ نے کہا۔ ''تُو سچ کہتا ہے۔ میں تجھے پاکر اتنی دولت

PakSociety.com
Pakistanipoint
www.qr
Green

مند ہوگئی ہوں کہ ناچتے ناچتے تھک گئی ہوں۔ فکر مند ہوگئی ہوں۔ اب تجھے دشمنوں سے چھپا کر رکھنے کی فکر ستا رہی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اور اب یہ فکر تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔''

''میں سب سے پہلے تنویمی عمل کے ذریعے تجھے اپنا غلام بناؤں گی اور تیرے دماغ کو لاک کردوں گی تاکہ کوئی دوسرا تیرے اندر نہ آسکے۔''

میں ہولے ہولے ہنسنے لگا۔ وہ ناگواری سے بولی۔ ''میں تجھ پر عمل کرنا چاہتی ہوں اور تُو شکست کھا کر بھی فاتح کی شان سے ہنس رہا ہے؟ میں تجھے سزا دوں گی۔ تیرے اندر زلزلہ پیدا کروں گی۔ تجھے ہنسنے کی سزا ملنی ہی چاہیے۔''

یہ کہتے ہی اس نے میرے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچایا۔ میں یکلخت تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ اس کم بخت نے ایسے وقت میرے دماغ پر قبضہ جما کر منہ بند کردیا تھا تاکہ چیخیں حلق سے نہ نکل سکیں۔

سمورا مجھے ماہی بے آب کی طرح پھڑپھڑاتے دیکھ کر اپنا سینہ پیٹتی ہوئی آئی۔ مجھ سے لپٹ کر پوچھنے لگی۔ ''یہ تمہیں کیا ہورہا ہے؟ تمہارا منہ بند ہے۔ تم تکلیف کی شدت سے تڑپتے ہوئے دکھائی دے رہے ہو۔ کیا دشمن تمہیں اذیتیں دے رہے ہیں؟''

مرینہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''تیری داشتہ تیرے لیے کیسے تڑپ رہی ہے؟ تُو پکا بدمعاش ہے۔ کسی حسین عورت کو نہیں چھوڑتا۔ اب بتا' یہ عذاب کیسا لگ رہا ہے؟ میں تجھے مرنے نہیں دوں گی۔ اگلے عذاب کے لیے زندہ رکھوں گی۔ ہاہاہا... بائی گاڈ! میرا کلیجا ٹھنڈا ہورہا ہے۔''

میں شدید تکلیف کے باوجود سمورا کو اپنی آغوش میں لے کر بولا۔ ''مرینہ! شیر جنگل میں آزاد رہے' گولیوں کی بوچھاڑ میں رہے یا ٹیلی پیتھی کے عذاب میں رہے' وہ اپنی فطرت اور عادت کا شیر نر ہوتا ہے۔''

میں نے سمورا کو بھینچ کر کہا۔ ''دیکھ...! یہ حسینہ میری آغوش میں ہے۔ تُو مجھے اذیتیں دے رہی ہے' تجھے بعد میں پتا چلے گا کہ کس طرح نقصان اٹھانے والی ہے۔''

میں نے بے انتہا تکلیف کے باوجود سمورا کو آغوش میں لے کر اسے غصہ دلایا۔ یہ جتایا کہ وہ دماغی جھٹکے پہنچا کر بھی مجھے توڑ نہیں سکے گی۔

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ خاصی ذہین تھی۔ فوراً سمجھ گئی کہ میں انتہائی تکالیف کے نتیجے میں ذہنی توازن کھو بیٹھوں گا تو دماغی مریض بن جاؤں گا۔ پھر وہ ایک پاگل کو غلام بنا کر کچھ حاصل نہیں کرسکے گی۔

وہ ناگواری سے بولی۔ ''تم بہت چالاک ہو۔ مجھے اس مرحلے پر ابھار رہے ہو۔ یہ بات عقل میں آگئی ہے کہ تمہیں اور زیادہ اذیت نہیں پہنچانا چاہیے۔ تم سے پھر بھی نمٹ لوں گی۔ تھوڑی دیر بعد تمہاری دماغی تکلیف ختم ہوگی۔ پھر تم پر تنویمی عمل کروں گی۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''ذرا غور کرو۔ تم اتنی جلدی تُو سے تم پر آگئی ہو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں آپ پر لے آؤں گا۔''

واقعی یہ حقیقت تھی۔ وہ غصے سے تلملا گئی مگر خود پر قابو پاتے ہوئے بولی۔ ''میں سمجھ رہی ہوں۔ تم مجھے طیش دلا کر مجھ سے غلطیاں کرانا چاہتے ہو۔ نہیں... اب میں ٹھنڈے دماغ سے کام لوں گی۔''

یہ کہتے ہی وہ خاموش ہوگئی۔ میں نے اس کے بولنے کا انتظار کیا۔ مگر میرے اندر خاموشی تھی۔ شاید وہ تھوڑی دیر کے لیے چلی گئی تھی۔ سمورا نے کہا۔ ''تمہیں آرام آرہا ہے۔ شاید دشمنوں نے پیچھا چھوڑ دیا ہے۔ یا میری قربت تمہیں آرام پہنچا رہی ہے۔''

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ''عورت کی قربت جتنی زندگی دیتی ہے' اُتنی ہی موت بھی دیتی ہے۔ فی الحال تم زندگی دے رہی ہو۔ ابھی وہ عورت آئے گی اور مجھ پر تنویمی عمل کرنے کے لیے گہری نیند سلا دے گی۔ عورت پھر عورت ہے' مجھے عارضی موت دے گی۔''

وہ بولی۔ ''میں اسے عمل کرنے نہیں دوں گی۔ تمہیں سونے نہیں دوں گی۔ موت تو موت ہی ہوتی ہے۔ عارضی موت کی بھی بات نہ کرو۔''

''تم جوش و جذبات میں آکر اُس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرو گی تو وہ تمہاری دشمن بن جائے گی۔ تمہیں دودھ کی مکھی کی طرح یہاں سے نکال پھینکے گی۔''

''میں اس سے نمٹ لوں گی۔ اپنی آخری سانس تک اسے عمل کرنے سے روکتی رہوں گی۔''

''پھر تمہاری آخری سانسوں کے بعد کیا ہوگا؟ تمہارے بعد مجھے کون بچائے گا؟ خوامخواہ جان سے جانے کی باتیں نہ کرو۔ ابھی یہاں سے چلی جاؤ۔''

''میں تمہیں ایسی حالت میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔''

''میری بات مانو۔ موجودہ حالات میں تمہیں کچھ ہوگیا تو میں تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔ فار گاڈ سیک! فوراً یہاں سے جاؤ۔ میں تمہیں آواز دوں' یہاں بلاؤں' تب بھی واپس نہ آؤ۔''

''نہیں۔ میں تمہیں بے یارومددگار چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔''

مرینہ چپ چاپ ہماری باتیں سن رہی تھی۔ حقارت سے بولی۔ ''تُو یہاں سے نہیں جائے گی تو دنیا سے جائے گی۔''

سمورا نے کہا۔ ''فرہاد! یہ میرے اندر بول رہی ہے۔''

''تم نہیں جانتیں' وہ کیا کرسکتی ہے؟ تم محبت سے نہیں مان رہی ہو۔ میں حکم دے رہا ہوں' چلی جاؤ یہاں سے....''

''کیا میں تمہارا حکم مان کر تمہیں ایک چڑیل کے حوالے کردوں؟''

مرینہ نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر کہا۔ ''تم میرا وقت ضائع کررہی ہو۔ چلو... خنجر اٹھاؤ۔''

خنجر اسی کمرے میں ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ اس نے فوراً ہی ادھر جا کر اسے اٹھا لیا۔ میں نے تڑپ کر پوچھا۔ ''یہ کیا کر رہی ہو؟''

پھر سمجھ میں آگیا کہ وہ غائب دماغ ہو چکی ہے۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ ''مرینہ! ایسا ظلم نہ کرو۔ اس بے چاری کو ہلاک نہ کرو۔ وہ اپنی محبت سے مجبور ہو کر تمہارا راستہ روک رہی ہے۔ میں اسے ابھی یہاں سے....''

میری بات پوری نہ ہوگی۔ اس سے پہلے کہ میں اس کے پاس پہنچتا' اُس نے خنجر کی نوک کو اپنے سینے میں پیوست کرلیا۔ میں جہاں تھا' وہیں لڑکھڑا کر فرش پر بیٹھ گیا۔ جیسے میرے ہاتھ پیروں میں جان نہ رہی ہو۔ پھر وہ مجھے کمزور بنا رہی تھی۔

وہ میرے سامنے تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہی تھی۔ میں اس کے پاس جانا چاہتا تھا مگر جا نہیں پا رہا تھا۔ اس کے برعکس اپنے بیڈ کی طرف پلٹ رہا تھا۔ مرینہ کہہ رہی تھی۔ ''چپ چاپ اپنی جگہ پڑے رہو۔ مجنوں بن کر لیلیٰ سے لپٹنے نہ جاؤ۔''

افسوس... میں اس کے لیے کچھ نہ کرسکا۔ اس نے تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''ہائے فرہاد علی تیمور...! کیا ایسے بے بس اور مجبور بھی ہوئے تھے؟ میں کیا بتاؤں..... تمہاری یہ بے بسی دیکھ کر مجھے کتنی مسرتیں مل رہی ہیں۔''

میں نے شکست خوردہ انداز میں آنکھیں بند کرلیں۔ وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے مجھے اپنی ایک رہائش گاہ میں لے آئی۔ وہاں اس نے کہا۔ ''دیکھو کتنی خاموشی اور سکون ہے؟ یہ ماحول تنویمی عمل کے لیے سازگار ہے۔ آؤ... اپنا دماغ میرے حوالے کردو۔''

میں ایک بیڈ پر چپ چاپ پڑا رہا۔ اس نے کہا۔ ''تمہاری خاموشی کچھ معنی رکھتی ہے۔ ایسا لگتا ہے' کچھ کرنے والے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''تم مجھ سے بری طرح خوفزدہ ہو۔ کیا میرے چور خیالات پڑھ کر معلوم نہیں کرسکتیں کہ میں خاموش ہوں یا کچھ کرنے والا ہوں؟''

وہ ذرا چپ رہی پھر بولی۔ ''تمہارے چور خیالات سے یہی معلوم ہورہا ہے کہ تم ابھی خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں ہو۔ اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مدد کے لیے نہیں بلا سکتے۔''

''تو پھر کیوں وقت ضائع کررہی ہو؟ مجھ پر تنویمی عمل کرو۔ ابھی یہاں شام کا اندھیرا پھیل رہا ہے۔ مجھے پیرس کے وقت کے مطابق فجر کی نماز سے پہلے سونیا کے پاس جانا ہے اور اپنے ہونے والے بچوں کو اذان سنانا ہے۔''

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں تھوڑی دیر تک اس کی ہنسی سنتا رہا۔ وہ بولی۔ ''ابھی تو خیال خوانی کے قابل نہیں ہو۔ اگر فجر تک قابل ہو بھی گئے تو اس وقت تک میرے غلام بن چکے ہو گے اور غلام تو پھر غلام ہی ہوتا ہے۔ اپنے آقا کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں کرسکتا۔''

اس نے پھر ایک قہقہہ لگا کر کہا۔ ''کیا سمجھتے ہو؟ میں تمہیں سونیا تک پہنچنے دوں گی؟ اور یہ کیا عجیب بے تکی سی بات ہے' جو بچے پیٹ میں ہیں' پیدا بھی نہیں ہوئے' وہ کیا سنیں گے اور تم انہیں کیا سناؤ گے؟ یہ کیا بچوں جیسی باتیں ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''بہت بڑی باتوں کو رہنے دو۔ تم اس بچوں جیسی بات کو بھی اپنے وقت پر ہونے سے نہیں روک سکو گی۔ میرا دل' میرا دماغ' میرا ایمان کہتا ہے' میرے بچوں کو ان کی ایمانی خوراک ضرور ملے گی۔''

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم جو سوچیں' وہ ہو جائے مگر ایمان مضبوط ہو تو بندہ ناممکن کو بھی ممکن بنا دیتا ہے اور جس کے دل میں بے ایمانی اور کمینگی ہو' وہ بااختیار ہو کر بھی بے اختیار ہو جاتا ہے۔ جو سوچتا ہے وہ کر نہیں پاتا۔''

''میں جو کرنا چاہتی ہوں' کر گزرتی ہوں۔''

''جبکہ کر نہیں پا رہی ہو۔ پچھلے دو گھنٹوں سے مجھ پر تنویمی عمل کرنے کا ارادہ کررہی ہو اور کر نہیں پا رہی ہو۔''

اس بات نے اسے چونکا دیا۔ خیال آیا کہ واقعی وہ کئی بار مجھ پر عمل کرنے کا ارادہ کر چکی ہے مگر ایسا کر نہیں پا رہی ہے۔ یہ تشویش ہوئی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

اس نے فوراً ہی مجھ پر عمل کرنا شروع کیا۔ میرے ذہن پر مسلط ہو کر بولی۔ ''میں حکم دیتی ہوں' تمہارا دماغ حساس رہے گا۔ تم کمزوری کے باوجود سوچ کی لہروں کو محسوس کرو

گے اور سانس روک کر انہیں دماغ سے نکال دیا کرو گے۔''

میں نے وعدہ کیا۔ ''ایسا ہی کروں گا۔''

اس نے کہا۔ ''میرے خلاف کبھی نہیں سوچو گے۔ میرے ہر جائز و ناجائز حکم کی تعمیل کرتے رہو گے۔''

میں ایک معمول کی حیثیت سے اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرنے کا وعدہ کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''تم اپنے سگے اور لہو کے رشتوں کو بھول جاؤ گے۔ سونیا' پارس اور پورس وغیرہ کو اپنا جانی دشمن سمجھو گے۔ موقع ملتے ہی انہیں ہلاک کرو گے۔''

میں نے خون کے رشتوں کو پہچاننے سے انکار کیا۔ وہ جو کہہ رہی تھی' وہی میں کہہ رہا تھا۔ اس کی ہاں میں ہاں ملاتا جا رہا تھا۔ ایسے وقت محسوس ہو رہا تھا' جیسے میں اس سے بالکل ہی سحر زدہ نہیں ہوں۔ اپنے حواس میں بھی ہوں۔

اس نے پوچھا۔ ''کیا تم نے مجھ سے نجات حاصل کرنے کے لیے کسی کو مدد کے لیے اپنے اندر بلایا ہے؟ کیا میرے خلاف کوئی چال چل رہے ہو؟''

''میں ایسا کچھ نہیں کر رہا ہوں۔''

''اگر کوئی فراڈ نہیں کر رہے ہو تو یہ یقین سے کیسے کہتے ہو کہ صبح نماز سے پہلے سونیا کے پاس جاؤ گے؟''

''میں نے کسی منصوبے کے بغیر اپنے ایمان اور یقین کے مطابق ایسا کہا ہے۔ اس پختہ ایمان کا بھرم اللہ رکھے گا۔''

''تمہارا اللہ کیسے بھرم رکھے گا؟ جبکہ تم میری مٹھی میں ہو۔ میں تمہیں سونیا تک جانے ہی نہیں دوں گی۔''

''کسی کو کسی کام سے روکنا ہمارے تمہارے اختیار میں نہیں ہوتا۔ میں دیکھوں گا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ تم بھی دیکھو گی۔''

''مجھے کیا دیکھنا ہے؟ میرے عمل کے بعد تم پیرس کے وقت کے مطابق صبح نماز کے وقت سوتے رہو گے۔ نہ سونیا کے پاس جا سکو گے' نہ اذان سنا سکو گے۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دین ایمان کی باتیں بہت کم لوگوں کی سمجھ میں آتی ہیں۔ میں اسے سمجھا نہیں سکتا تھا۔ اس نے مجھے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ مجھ پر خوابیدہ حالت میں عمل نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود اس نے تنویمی نیند سونے کو کہا تو میں بے خبر سو گیا۔

وہ آدھے گھنٹے بعد آئی پھر مطمئن ہو گئی کہ میں تنویمی نیند سو رہا ہوں۔ وہ میری طرف سے بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ اسے اپنی کامیابی کا پورا یقین نہیں آ رہا تھا۔ میری یہ بات اسے چبھ رہی تھی کہ صبح خیال خوانی کی پرواز کروں گا اور اپنے ہونے والے بچوں کو اذان سناؤں گا۔

بظاہر یہ ایک بچگانہ بات تھی۔ اس نے میرا مذاق اڑایا تھا۔ مذاق اڑانے کی وجہ یہ تھی کہ میں کوئی اللہ والا نہیں تھا۔ ایسی حالت میں خیال خوانی کی پرواز کا معجزہ نہیں دکھا سکتا تھا۔ اس کے باوجود وہ مطمئن نہیں تھی۔

وہ سوچ رہی تھی۔ ''فرہاد کی اکثر باتیں اور حرکتیں وقت گزرنے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پانی میرے سر سے گزر جائے اور تب معلوم ہو کہ یہ مکار دشمن تنویمی عمل کا پنجرہ توڑ کر اڑن چھو ہو گیا ہے۔''

وہ پھر اپنا شبہ دور کرنے کے لیے میرے دماغ میں آئی۔ میں بدستور گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔ وہ مطمئن ہو کر چلی گئی۔ ہماری زندگی میں کبھی کوئی معجزہ ہوتا ہے تو ہم اسے سمجھ نہیں پاتے... ہاں... سمجھ نہیں پاتے۔

ایسا اچانک ہی ہوا۔ آدھی رات کے بعد مجھے مردانہ آواز میں ہنسی سنائی دی۔ کسی نے مخاطب کیا۔ ''ہیلو فرہاد! کس حال میں ہے؟ کیا شیر لوہے کے جال میں ہے؟''

آواز جانی پہچانی تھی لیکن اس وقت میں سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ بول رہا تھا۔ ''بھئی بالشت بھر کی مرینہ نے تو ٹیلی پیتھی کی دنیا کا سب سے حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے۔ شیر کو چوہا بنا دیا ہے۔''

وہ میرے حال پر ہنس رہا تھا اور ہنستے ہنستے کہہ رہا تھا۔ ''تم ایسے خطرناک ہو کہ تمہارا نام سنتے ہی ہم کان پکڑتے تھے' توبہ کرتے تھے۔ آج ایسے بے بسی سے پڑے ہوئے ہو جیسے تمہارے اندر سے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔''

وہ ذرا چپ رہ کر میرے خیالات پڑھنے لگا۔ پھر بولا۔ ''اچھا تو تم نیند میں میری آواز نہیں پہچان رہے ہو۔ بھئی میں لمبوڈا ہوں..... جان لمبوڈا۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''اوہ گاڈ! اگر موت کا فرشتہ مجھ سے آخری سانسوں میں پوچھتا' بولو! آخری خواہش کیا ہے تو میں اُس سے تمہارا سر مانگتا۔''

وہ کہہ رہا تھا۔ ''اسے کہتے ہیں' خوش قسمتی۔ نہ یہ میرا آخری وقت ہے' نہ آخری خواہش ہے مگر مجھے تمہارا سر مل گیا ہے۔ کتنے آرام سے اس سر میں گھس کر بدمعاشی کر رہا ہوں۔''

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ ''بولو اس دھرتی کے سورما...! کیا مجھے یہاں سے نکال سکتے ہو؟''

وہ فاتحانہ انداز میں بکواس کر رہا تھا۔ ایک گئی تھی۔ یہ دوسرا آیا تھا۔ سوال پیدا ہوا' کیسے آ گیا؟ جبکہ وہ میرے دماغ کو لاک کر چکی تھی۔

یہ کوئی عجیب اور ناممکن سی بات نہیں تھی۔ ہم بھی

دوسروں کے دماغوں میں ایسا کر چکے ہیں۔ کسی کے بھی دماغ میں چھپ کر' کسی کے تنویمی عمل کو ناکام بناتے رہے ہیں۔ لمبوڈا بھی یقیناً ایسے وقت میرے اندر آیا ہوگا' جب مرینہ مجھ پر تنویمی عمل کرنے میں مصروف رہی ہوگی۔

لمبوڈا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''جو جتنا زیادہ عقلمند ہوتا ہے' وہ اتنی ہی بڑی غلطی کرتا ہے اور سمجھتا ہے' اس سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوتی۔ تمہاری غلطی یہ ہے کہ تم نے سمورا سے دوستی کی۔ اسے مرینہ کے لیے ایک ذریعہ بنا دیا۔''

میں نے پوچھا۔ ''تم اپنی بات کرو۔ وہ میرے دماغ کو لاک کر کے گئی ہے' پھر تم کیسے آ گئے؟''

''میں اپنے اندر کی باتیں کسی کو نہیں بتاتا۔ ابھی اپنے بارے میں سوچو۔ غرور سے سر اٹھانے والے پہاڑ کی چوٹیاں بھی زلزلے سے زمیں بوس ہو جاتی ہیں۔ تم آخر کب تک ہمارے قدموں میں نہ آتے؟''

میں نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ ''اگر میں نے کبھی نادانستگی میں غرور کیا ہو تو خدا معاف کرنے والا ہے۔ ویسے تم سب مجھے اس لیے مغرور کہتے ہو کہ مجھ پر غالب آنے میں ناکام رہتے ہو۔ جب لومڑی انگوروں کو الزام دے سکتی ہے تو پھر تم کیوں نہیں دو گے؟''

''کیا مجھے باتوں میں الجھا کر میرے تنویمی عمل سے محفوظ رہنا چاہتے ہو؟''

''میں نہیں الجھا رہا ہوں۔ تم مجھے جیت لینے کی خوشی میں خود ہی بولے چلے جا رہے ہو۔ تھوڑی دیر پہلے مرینہ بھی باؤلی ہو گئی تھی۔ وہ تو بندروں کی طرح ناچنے لگی تھی۔ ایسا نہ ہو' تم کتے کی طرح بھونکتے ہی رہ جاؤ۔''

''تعجب ہے۔ شکنجے میں آ کر بھی بے باکی سے بول رہے ہو۔ چلو۔ اب میں عمل شروع کر رہا ہوں۔ تمام توجہ مجھ پر مرکوز کرو اور مرینہ کو بھول جاؤ۔''

مرینہ کی آواز سنائی دی۔ ''یہ مجھے تب بھولے گا' جب تم عمل کر سکو گے۔''

لمبوڈا نے ایکدم سے چونک کر کہا۔ ''اوہ گاڈ! تم اسے تنویمی نیند سلانے کے بعد بھی چلی آئیں؟''

''میں کئی بار آ چکی ہوں۔ مجھے شبہ تھا' کہیں سے کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ مجھے فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے خطرہ تھا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم مجھے نقصان پہنچانے آؤ گے۔''

لمبوڈا خاموش تھا۔ یہ شاک پہنچ رہا تھا کہ وہ رکاوٹ بننے آ گئی ہے۔ وہ بھی خاموش ہو گئی تھی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے' یہ کیا ہو گیا؟

میں ان کے لیے بالکل تر نوالہ تھا۔ وہ مجھے چبائے بغیر نگل جانے والے تھے۔ اب سوال پیدا ہو رہا تھا' کون نگلے گا؟ کون ناکام ہو کر جائے گا؟

میں نے کہا۔ ''قدرتی معاملات کو سمجھو۔ تمہارے آپس کے جھگڑے میں مجھ پر تنویمی عمل نہیں ہوگا۔ میں مقررہ وقت پر خیال خوانی کی پرواز کر سکوں گا۔ اپنے بچوں کو اذان سنا سکوں گا۔''

وہ دونوں بے بسی سے سوچ رہے تھے۔ ان میں سے کوئی میرے حصول سے باز آنے والا نہیں تھا۔ یہ غور کرنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ قدرت اپنی بات پر قائم رہنے کے لیے کیسے کیسے کھیل تماشے کرتی ہے اور تماشا کرنے والوں کو ایک دوسرے سے الجھا دیتی ہے۔

وہ دونوں الجھ گئے تھے۔ مجھے حاصل کرنے کا موقع انہیں پھر کبھی نہ ملتا۔ وہ مجھے اپنا غلام بنانے کے لیے جس مقام تک پہنچ گئے تھے' وہاں سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے والے نہیں تھے۔

بڑی دیر کی خاموشی کے بعد لمبوڈا نے کہا۔ ''میں جانتا ہوں' تم موجود ہو۔''

''میں تو موجود رہوں گی۔ اسے میں نے شکار کیا ہے۔''

''ان باتوں سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اگر اس کے خیال خوانی کرنے والے آ جائیں گے تو ہم میں سے کوئی اسے اپنا تابعدار نہیں بنا سکے گا۔''

''ہمیں پانچ منٹ کے اندر فیصلہ کرنا چاہیے کہ کون اسے اپنا تابعدار بنائے گا؟''

''ان پانچ منٹوں میں بازی پلٹ سکتی ہے۔ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔ یہ طے ہے کہ نہ تم باز آؤ گے' نہ میں اسے چھوڑوں گی۔ فی الحال ایک ہی راستہ ہے۔''

''کیا کہنا چاہتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''ہم دونوں اس پر تنویمی عمل کریں اور جلد سے جلد اس کے دماغ کو لاک کر دیں۔ اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ پہلے میں عمل شروع کرتا ہوں۔''

''نہیں۔ پہلے میں شروع کروں گی۔''

''پہلے میں اور پہلے میں کی تکرار ہوتی رہی تو یہ شیر ہاتھ سے نکل جائے گا۔''

وہ چونک کر بولی۔ ''اوگاڈ! یہ کہہ رہا تھا' پیرس کے وقت کے مطابق سونیا کے پاس جائے گا اور اپنے ہونے والے بچوں کو اذان سنائے گا۔''

لمبوڈا نے کہا۔ ''جب یہ تم سے کہہ رہا تھا' تب میں یہاں موجود تھا۔ تم نے بے یقینی سے قہقہہ لگایا تھا۔ جبکہ یہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ مرینہ! ہم وقت ضائع کر رہے ہیں۔''

''دیکھو! ہم اس طرح عمل کریں گے کہ باری باری اپنی آوازیں سناتے رہیں گے۔ اس کے اندر ایک بار میں بولوں گی۔ دوسری بار تم بولو گے۔ یہ ہم دونوں کی آوازوں سے سحر زدہ ہو کر ہمارا معمول اور تابعدار بن جائے گا۔''

اس نے کہا۔ ''ایسا تنویمی عمل آج تک کسی نے نہیں کیا۔''

''نہ کیا ہو۔ ہم کریں گے۔''

''ذرا عقل سے سوچو! ایسا ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص بیک وقت دو عاملوں کا معمول بن جائے۔ ایک وقت میں ایک ہی کا سحر طاری ہوتا ہے۔''

''ممکن ہے' ہمارا یہ تجربہ کامیاب رہے۔''

''اور ناکامی ہوئی تو پھر ایک بار ساری دنیا تسلیم کر لے گی کہ فرہاد کبھی حکمت عملی سے اور مقدر سے بچ نکلتا ہے۔''

''اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے بچانے آ جائیں گے۔ فار گاڈ سیک... میری بات مان لو۔ مجھے اس پر تنویمی عمل کرنے دو۔''

''تم خوامخواہ ضد کر رہی ہو۔ کیا مجھے نادان بچہ سمجھتی ہو؟''

''نہیں۔ تم مجھے نادان بچی سمجھ رہے ہو۔''

وہ بیزار ہو کر بولا۔ ''بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے۔ ہمارے جھگڑے سے فرہاد کو فائدہ پہنچنے والا ہے۔ ہم میں سے کوئی اسے تابعدار نہیں بنا سکے گا۔''

''میں قسم کھا چکی ہوں۔ اسے اپنا محکوم نہ بنا سکی تو مار ڈالوں گی۔''

اس نے ایک ماتحت کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''دروازہ کھول کر اندر جاؤ۔ جہاں اس قیدی کو باندھ کر لٹایا گیا ہے' اُس بستر کے نیچے ریموٹ کنٹرولر بم رکھ کر باہر آ جاؤ۔ میں جیسے ہی تمہیں حکم دوں' کنٹرولر کا بٹن دبا دو۔''

اس کے ماتحت نے حکم کی تعمیل کی۔ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اسٹور روم سے جا کر ایک ریموٹ کنٹرولر اور بم لے آیا۔ کنٹرولر اور بم کی ایڈجسٹمنٹ کو چیک کرنے کے بعد اس نے بم کو بستر کے نیچے رکھ دیا پھر باہر آ کر دروازے کو بند کر کے ایسی کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا' جہاں سے بم اور کنٹرولر کا رشتہ قائم رہ سکتا تھا۔

مرینہ نے کہا۔ ''فرہاد! تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مدد کرنے آئے تو اسے بتا دینا' تم بارود پر لیٹے ہوئے ہو۔ اگر وہ فوراً تمہیں چھوڑ کر نہ گئے تو تمہارے چیتھڑے اڑا دیے جائیں گے۔''

پھر وہ بولی۔ ''اور لمبوڈا! تم بھی سن لو۔ اگر کوئی چال چلنا اور چالاکی دکھا کر اسے مجھ سے چھیننا چاہو گے تو یہ کہیں زندہ نہیں ملے گا۔''

وہ بولا۔ ''مر جائے تو خس کم جہاں پاک.... زندہ رہے گا تو میرا ہی تابعدار بن کر رہے گا۔''

وہ غصے سے چیخ کر بولی۔ ''یعنی تم اس کا پیچھا نہیں چھوڑو گے؟''

''تم نے اس کے نیچے بم رکھ کر یہ سمجھ لیا کہ میں اس کی موت کا یقین کر کے چلا جاؤں گا اور تم اپنا الّو سیدھا کر لو گی.... اونہہ۔ تم اپنی چالاکی دکھاؤ۔ میں اپنی دکھاؤں گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''فار گاڈ سیک۔ کوئی سمجھوتا کرو۔ یہ ہاتھ سے نکل جائے گا تو ہم دونوں پچھتاتے رہ جائیں گے۔''

''مرینہ! تم اکیلی ہی کچھ کم مصیبت نہیں ہو۔ فرہاد کو تابعدار بنا کر تو بلائے جان بن جاؤ گی اور میں تمہیں بننے نہیں دوں گا۔''

''تم اپنی بکواس میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ پیرس کے وقت کے مطابق صبح ہونے میں صرف پانچ گھنٹے رہ گئے ہیں۔ یہ صبح کی نماز کے وقت سونیا کے پاس جا سکتا ہے۔ ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔''

وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی۔ وہ بولا۔ ''عقل سے کام لو۔ اس سے پہلے کہ فرہاد کو توانائی اور خیال خوانی کی قوت ملے۔ اس کے دماغ کو لاک کرنے دو۔''

''یہی تو کہہ رہی ہوں۔ مجھے لاک کرنے دو۔ تم جاؤ۔''

''یہ ثابت ہو گیا کہ تم خودغرض ہو۔''

''ہاں۔ میں خودغرض ہوں۔ پہلے اپنی قوت' اپنا اقتدار اور اپنا تحفظ دیکھتی ہوں۔ نقصان اٹھانے اور تم لوگوں سے کمتر بن کر رہنے کے لیے پیدا نہیں ہوئی ہوں۔''

''تو پھر ٹھیک ہے۔ میں یہاں جم کر رہوں گا۔ اس کی موت کے بعد ہی دماغ سے نکلوں گا۔''

وہ دونوں میرے دماغ میں جھگڑا کر رہے تھے اور درپردہ یہ کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح ایک دوسرے کی پناہ گاہ معلوم کر لیں۔ ان میں سے کوئی کسی کو زخمی کرنے یا مار ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا تو پھر مجھے اپنا محکوم بنا لیتا۔

مرینہ کے پاس ایک خیال خوانی کرنے والا ماتحت تھا۔ اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''لمبوڈا میرے لیے پرابلم بن رہا ہے۔ میں اسے فرہاد کے دماغ سے نکالنے کے لیے فی الحال جانا چاہتی ہوں لیکن میرے جاتے ہی وہ اسے اپنا تابعدار بنا لے گا۔ اس کے دماغ کو لاک کر دے گا پھر

لوگ پوچھیں مجھ سے یہ رنگ گورا کیسے!
انگلش فیئرنس سنو سے
English Fairness Snow
English Snow
چاندنی سے گورے پن کے لئے۔
FS-001

میں یہاں نہیں آسکوں گی۔''

وہ بولا۔ ''میں سمجھ گیا۔ مجھے آپ کی عدم موجودگی میں لمبوڈا کو تنویمی عمل کرنے سے روکنا ہے۔''

''ہاں۔ میں یہی چاہتی ہوں۔ تم لمبوڈا کو میری آواز نہ سناؤ۔ اپنی موجودگی ظاہر نہ کرو۔ جب وہ فرہاد پر عمل کرنا چاہے تو خاموشی سے رکاوٹیں پیدا کرو۔''

''ٹھیک ہے۔ میں یہی کروں گا۔''

ادھر لمبوڈا بھی یہی چاہتا تھا کہ میرے دماغ سے نکل کر دوسرے ذرائع سے مرینہ کو ٹریپ کرے۔ اس نے اپنی ایک قابلِ اعتماد سونیا ثانی کو مخاطب کیا اور کہا۔ ''ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔ اگر ابھی ایک رکاوٹ دور ہو جائے تو ہم فرہاد علی تیمور کو اپنا غلام بنا سکتے ہیں۔''

ثانی نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا واقعی...؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔''

وہ بولا۔ ''واقعی یہ یقین نہ کرنے والی بات ہے مگر یہ سچ ہے۔ مرینہ بڑی چالاکی سے فرہاد کو زخمی کر کے اس کے اندر گھس آئی ہے۔ ہم دونوں کے درمیان بڑی دیر سے یہ جنگ جاری ہے کہ فرہاد کو کون اپنا محکوم بنائے گا؟ میں کسی طرح اس کمینی کو وہاں سے بھگانا چاہتا ہوں۔''

لمبوڈا یہ نہیں جانتا تھا کہ جس خیال خوانی کرنے والی پر بھروسا کر رہا ہے اور اسے میرے خلاف آلہ کار بنا رہا ہے' وہ میری ہونے والی بہو ہے۔

یہ سن کر ہی ثانی کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا کہ مجھے ٹریپ کیا گیا ہے۔ ایسے میں وہ لمبوڈا کو اپنے دماغ میں رہ کر بولنے دیتی تو وہ میرے لیے میری بہو کی محبتوں اور جذبوں کو پڑھ لیتا۔ وہ فوراً ہی بولی۔ ''انکل! میں باتھ روم میں جا رہی ہوں۔ آپ جائیں میں ابھی آتی ہوں۔''

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ ادھر وہ دماغ سے نکلا' اُدھر وہ علی تیمور کے پاس پہنچ کر بولی۔ ''تم کہاں ہو؟ فوراً میرے پاس آؤ۔ مرینہ اور لمبوڈا نے پاپا کو زخمی کر کے ان کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ ابھی اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے ساتھ وہاں پہنچو۔''

پھر اس نے لمبوڈا کے پاس آ کر کہا۔ ''سوری انکل! اب آپ بولیں' فرہاد کو محکوم بنانے کے لیے آپ کی حکمتِ عملی کیا ہوگی؟''

''فرہاد قسمت کا دھنی ہے۔ مرینہ کو وہاں سے بھگایا نہ گیا تو وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ پھر ایسا موقع کبھی نصیب نہیں ہوگا۔ میں چاہتا ہوں' تم فرہاد کے دماغ میں موجود رہو تاکہ میں دوسرے ذرائع سے مرینہ کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کر دوں۔''

''میں سمجھ گئی۔ آپ چاہتے ہیں' مرینہ آپ کی غیر موجودگی میں فرہاد پر تنویمی عمل نہ کرے۔ آپ اطمینان سے جائیں۔ میں اس سے نمٹ لوں گی۔''

پھر اس نے انجان بن کر جھوٹ کہا۔ ''میں فرہاد کی آواز اور لہجے سے واقف نہیں ہوں۔ آپ مجھے وہاں پہنچا دیں۔''

لمبوڈا نے اسے میرے اندر پہنچا دیا۔ میرے دماغ میں گہری خاموشی تھی۔ یوں لگتا تھا' جیسے کوئی موجود نہ ہو۔ سب ہی چلے گئے ہوں۔ ثانی نے ایک فرضی نام بتاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو فرہاد! میں سلوانا بول رہی ہوں۔ تم لوگوں نے پہلے کبھی یہ نام نہیں سنا ہوگا۔ آج بھی نہ سنتے مگر میں یہ دیکھنے آئی ہوں کہ تمہارے جیسے پہاڑ کے دماغ میں یہ کون چڑیل گھس آئی ہے؟''

مرینہ کے لیے بھی سلوانا کا نام نیا تھا۔ اپنے لیے چڑیل کا لفظ سن کر غصہ آ رہا تھا لیکن وہ خاموشی سے برداشت کر رہی تھی۔ ثانی نے اس سے کہا۔ ''آخر کب تک یہاں ناگن بن کر بیٹھی رہو گی؟ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے آجائیں گے۔ اس کے بعد پھر کبھی اسے محکوم نہیں بنا سکو گی۔ آخر کیا حاصل کرو گی؟''

''مجھے کچھ حاصل نہیں ہوگا تو دوسرے بھی خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ میں نے فرہاد کے بیڈ کے نیچے بم رکھوا دیا ہے۔ میرے ناکام ہوتے ہی فرہاد کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔''

ثانی ایکدم سے گھبرا گئی۔ لمبوڈا کے پاس آ کر بولی۔ ''کیا آپ جانتے ہیں' اس نے فرہاد کے بستر کے نیچے بم رکھا ہے۔''

وہ بولا۔ ''مائی بے بی! یہ مرینہ بدحواس ہو گئی ہے۔ اس نے اپنے ماتحت سے بم رکھوایا تھا۔ لیکن حکم کی تعمیل کرتے وقت میں اس ماتحت کے دماغ میں تھا۔ میں نے اسے غائب دماغ بنا کر بم کو وہاں سے ہٹا دیا تھا۔ یہ بات مرینہ اس لیے نہیں جانتی کہ وہ فرہاد کے دماغ سے نکل کر ماتحت کے پاس جانے کی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔''

ثانی نے اطمینان کی سانس لے کر کہا۔ ''شکر ہے' مرینہ کی چال ناکام ہو گئی ہے۔''

لمبوڈا نے کہا۔ ''مگر ہم بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔''

ایسے وقت علی اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر پہنچ گئے۔ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ انہوں نے متحد ہو کر میرے دماغ پر قبضہ جمایا تو مرینہ اور لمبوڈا سٹپٹا کر رہ

گئے۔ جس دماغ پر قبضہ جمایا تھا' وہاں سے بڑے بے آبرو ہو کر نکل گئے۔ مجھے جیت لینے کا جشن منانے والوں کو آخر میدان چھوڑ کر جانا پڑا۔

تھوڑی دیر پہلے میری نجات کا کوئی راستہ نہیں تھا' کوئی امید نہیں تھی۔ پھر جیسے پلک جھپکتے ہی فجر کی نماز کا وقت ہو گیا اور میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔

ایسے وقت مجھے سہارا دینے والے میرے اپنے موجود تھے۔ میرے تمام خیال خوانی کرنے والوں کی گرفت مضبوط تھی اور میری خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ ایسے دینی اور روحانی تجربات ایمان کو مستحکم کرتے ہیں۔ مجھے یاد ہے' میں بڑے جذبے سے اپنے نادیدہ بچوں کو اذان سنا رہا تھا۔

یہ میری زندگی کا یادگار واقعہ تھا۔ اسے کبھی بھول نہیں پاؤں گا۔ اس وقت شاہدرہ کے مکان میں بالکل تنہا' بے یار و مددگار ایک ایزی چیئر پر نیم دراز تھا۔ میری نرس' میری مسیحا جانے کہاں گم ہو گئی تھی؟

ایسے وقت سوچ رہا تھا' میں سونیا کی کوکھ کے سناٹے میں بچوں کو اذان سنا تا رہا تھا۔ کیا آج اس بڑھاپے میں زندگی کی آخری اسٹیج پر کوئی مجھے آواز دینے والا بھی نہیں ہے؟

تب.... ہاں تب میں ایکدم سے چونک گیا۔ جذبوں سے بھر گیا۔ میرے اندر سے اذان کی آواز ابھر رہی تھی۔

وہ دو بچے جو اپنی ماں کی کوکھ میں میری اذان سنتے رہے تھے' آج وہ دونوں ہم آواز ہو کر میرے اندر تکبیر پڑھ رہے تھے۔ میں ایمان کے سحر میں ڈوب رہا تھا' اپنے آپ کو بھول رہا تھا۔

عالی اذان سنانے کے بعد رونے لگی۔ میں نے پوچھا۔ ''میری جان! کیوں رو رہی ہو؟''

وہ سسکتے ہوئے بولی۔ ''مما آپ کے پاس نہیں ہیں۔ پتا نہیں' وہ کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں؟ یہاں آپ بالکل تنہا ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے صرف کبریا کو آپ کے پاس خیال خوانی کے ذریعے آنے کی اجازت دی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''چلو کچھ تو سہارا لگے گا۔''

''آپ کی طبیعت بگڑے گی تو وہاں کوئی آپ کا ہاتھ تھامنے والا نہیں ہوگا۔ میں صرف اذان سنانے آئی تھی۔ اب جا رہی ہوں۔''

کبریا نے کہا۔ ''عالی! اب تمہیں جانا چاہیے۔ ورنہ اعلیٰ حضرت ناراض ہو جائیں گے۔''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''پاپا! میں جا رہی ہوں۔''

وہ میرے دماغ کو چوم کر چلی گئی۔ کبریا نے کہا۔ ''آپ بیڈ پر آ کر آرام سے لیٹ جائیں۔ میں آپ کے دماغ کو لاک کروں گا۔ آج کے بعد میں فرہاد علی تیمور بن کر رہوں گا۔ مجھے فخر ہے کہ آپ کو تحفظ دے کر آپ کے فرائض ادا کرتا رہوں گا۔''

میں بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔ وہ مجھ پر تنویمی عمل کرنے لگا۔

☆☆☆

ایشورارا نے اب سے پہلے ارضی دنیا کے لوگوں کی حمایت حاصل کی تھی۔ وہ اس طرح کہ غریبوں اور بے روزگاروں کے لیے ایک معقول ماہانہ رقم مقرر کی تھی۔ شرابیوں اور جواریوں کے لیے گلی گلی شراب خانے اور قمار خانے قائم کیے تھے۔ یہ اعلان کیا گیا تھا کہ ایشورارا کو ماننے والے اور اسے حکمران تسلیم کرنے والے کبھی بھوکے ننگے اور کسی کے محتاج نہیں رہیں گے۔

اس نے ارضی دنیا میں اپنی حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں بڑی حد تک کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ لوگ کثیر تعداد میں اس کے عقیدت مند ہو گئے تھے۔ اس کی پوجا کرنے لگے تھے۔ ہم نے بڑی جدوجہد کے بعد اس کے طلسم کو توڑا تھا۔

اس بار وہ نئی چال چل رہا تھا۔ اپنے منصوبے کے مطابق ایک نیا مذہب قائم کر رہا تھا۔ ہماری دنیا کے لوگ مختلف چینلز کے ذریعے ایک انتہائی حسین عورت کو دیکھ رہے تھے۔ وہ ایسی پُرکشش تھی کہ جب اسکرین پر آتی تو لوگ اسے دیکھتے ہی رہ جاتے۔ اسے بڑی محبت سے دیکھتے ہی لوگوں کی زبان سے ایک ہائے نکلتی۔

ہائے اس لیے نکلتی کہ وہ اندھی تھی۔ اس کے دونوں سفید دیدوں میں پتلیاں نہیں تھیں۔ نُور نہیں تھا پھر بھی پُرنور لگتی تھی۔

اس کے علاوہ سر سے پاؤں تک کوئی عیب نہیں تھا۔ اس کے وجود کے جس حصے پر نظر جاتی تھی' جم کر رہ جاتی تھی۔ اگرچہ اندھا پن بہت بڑا عیب ہوتا ہے۔ مگر یہ عجب معاملہ تھا کہ اس کی بے نور آنکھیں اپنی طرف کھینچتی تھیں۔ وہ اپنے اندھے پن کے باعث اور زیادہ پُرکشش ہو گئی تھی۔

مذہب وہ ہے' جو انسان کو تہذیب کے دائرے میں رکھتا ہے اور تہذیب اسی صورت میں قائم رہتی ہے' جب تمام انسان ذات برادری اور مذہبی تعصب سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اس اندھی کے آگے سب ہی اپنی ذات برادری کو بھول جاتے تھے۔ صرف اس کی باتیں سنتے تھے۔

وہ کہتی تھی۔ ''اے لوگو! تمہیں گورا اور کالا' خوبصورت اور بدصورت دکھائی دیتا ہے۔ اس لیے تم کسی کو اپناتے ہو' کسی کو ٹھکراتے ہو۔ میری طرح انہیں دیکھو گے تو فرق نہیں رکھو گے۔ کسی کو نہیں ٹھکراؤ گے۔ سب ہی کو گلے لگاؤ گے۔

میں تمہاری دنیا میں سب ہی کو گلے لگانے والا دین لائی ہوں۔ یہ نہیں کہتی کہ آنکھوں سے اندھے ہو جاؤ۔ یہ کہتی ہوں کہ عقل کے اندھے نہ بنو۔ دل کی آنکھوں سے دیکھو پھر ہر انسان اچھا اور پیارا دکھائی دے گا۔

جب ہر انسان سے پیار کرو گے تو نفرت کہیں نہیں رہے گی۔ تم جہاں جاؤ گے محبت بڑھتی رہے گی۔ نفرت مرتی رہے گی۔

میں تمہارے لیے ایک نیا دین لائی ہوں۔ اس دین کا نام ہے عظمتِ انسان.... آؤ.... انسان کی عظمت کو سمجھو اور عظیم بنو۔ اپنے جیسے تمام انسانوں کو اس نئے دین کے پلیٹ فارم پر لے آؤ۔

میں یہ نہیں کہتی کہ اپنا مذہب' اپنا دھرم چھوڑ دو۔ مسجد' مندر اور گرجا کے دروازے بند کر دو۔ نہیں...

مگر نماز اور پوجا پاٹ کو مسجدوں اور مندروں تک محدود رکھو۔ میرے دین کے ماننے والے اپنے اپنے گھروں اور عبادت گاہوں کی چار دیواریوں میں ہندو' یہودی' عیسائی اور مسلمان رہیں گے لیکن سڑکوں' بازاروں' دفتروں' کلبوں' تفریح گاہوں اور اسمبلیوں میں صرف انسان ہوں گے۔

سرِ عام محفلوں اور مجلسوں میں کسی کا کوئی ذاتی مذہب نہیں رہتا۔ سب کا مشترکہ مذہب انسانیت ہوتا ہے۔ لوگ ایسے مقامات پر ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کسی کے مذہب کو کمتر نہیں کہہ پاتے۔ کہتے ہیں تو دنگے فساد ہوتے ہیں۔ لہٰذا غور کرو۔ مختلف انسانوں کی سوسائٹی میں صرف انسان ہوتے ہیں اور ان کی انسانیت ہوتی ہے۔''

یہ ایسی باتیں تھیں' جو سننے والوں کو متاثر کرتی تھیں۔ چونکہ کہنے والی حسین و جمیل تھی' اس لیے اس کی باتیں دل میں بھی اترتی تھیں۔

وہ کہہ رہی تھی۔ ''دینِ عظمتِ انسان کی تعلیمات کے مطابق شراب اور عورت پر پابندیاں صرف گھروں تک رہیں گی۔ باہر کوئی مسلمان' یہودی اور عیسائی نہیں ہوگا' صرف اور صرف نئے دین کے نیک بندے ہوں گے۔ ان کے درمیان شراب اور پرائی عورت جائز ہوگی۔''

اس نے خاص طور پر مسلمانوں کے لیے کہا۔ ''جو مسلمان ہیں' وہ صرف عبادت کے وقت گھر یا مسجد جائیں گے۔ دنیاوی معاملات سے نمٹتے وقت تمام انسانوں کے درمیان مسلمان نہیں' صرف انسان بن کر رہیں گے۔ اس طرح وہ مومن بھی رہیں گے اور بے دین بھی نہیں کہلائیں گے۔''

ایشورارا کی پلاننگ کے مطابق یہ خرافات عام ہونے والی تھیں۔ اس نئے دین کی سب سے اہم اور بنیادی کشش تھی کہ بے روزگاروں کو روزگار اور مالی امداد دی جا رہی تھی۔

اس دین کو قبول کرنے والا اگر کسی حسینہ کو چاہتا اور راضی نہ ہوتی تو بڑی رازداری سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ا حسینہ کو اس شخص کے قدموں میں لا کر گرا دیا جاتا۔

ایشورارا کے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس اند حسینہ کے معتقد اور حواری بن کر رہتے تھے۔ ٹیلی پیتھی ذریعے لوگوں کے سامنے ناممکن کو ممکن بنا دیتے تھے۔ توڑتے ہوئے شخص کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے عارضی طور پر اٹھا کر بٹھا دیتے تھے۔ یعنی اسے نئی زندگی دینے کا مژ دکھاتے تھے۔

کتنے ہی لوگوں کو جعلی میڈیکل رپورٹ کے ذریعے کینسر کا مریض ثابت کرتے تھے۔ پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے مژ دکھا کر انہیں موذی مرض سے نجات دلاتے تھے۔ لوگ سمجھتے تھے' وہ اندھی حسینہ معجزے دکھا رہی ہے۔ یوں اس عقیدت مندوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔

وہ اندھی کچھ بھی نہ تھی۔ لیکن خیال خوانی کرنے والو نے اس کے اندر رہ کر اسے ایک پُراسرار راہبہ بنا دیا تھا۔ ا کی کرامات دیکھنے والے اسے ایک خاتون پیغمبر کہنے لگے تھے

اس اندھی کا نام حلالہ تھا۔ پتا نہیں' ایشورارا اسے کہ سے پکڑ لایا تھا؟ پوری دنیا میں اس کا حسن بے مثال تھا۔ ا میں ایک عجیب سی قدرتی کشش تھی۔ اس نے حلالہ کے حس جمال کو تنویمی عمل اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے دو آتشہ بنا دیا تھا

اس نے کہا۔ ''حلالہ...! سونیا کو ٹریپ کرنے کے یہ یقین ہو گیا ہے کہ فرہاد بھی لاہور کے کسی علاقے میں نے تم خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کرو۔ یہ معلوم کرو کہاں چھپا ہوا ہے؟''

حلالہ نے گریٹ ایشورارا کے حکم کے مطابق میری آ اور لب و لہجے کو گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ دوسرے ہی لمحے میں کبریا کے اندر پہنچ گئی۔ یہ گمان تھا کہ نے مجھے پالیا ہے۔

وہ بڑے فخر سے بولی۔ ''مسٹر فرہاد علی تیمور! تم نے ٹی وی کے مختلف چینلز پر دیکھا اور سنا ہوگا۔ اگر نہیں دیکھا ا وی آن کرو اور مجھے دیکھو...''

کبریا نے پوچھا۔ ''میں تمہیں کیوں دیکھوں؟ کہ کوئی عجوبہ ہو؟''

''عجوبہ سمجھ کر ہی دیکھو۔''

''اور نہ دیکھوں تو..؟''

''دیکھو گے۔ جس طرح دیو کی جان ایک طوطے میں ہوتی ہے' اسی طرح تمہاری جان ہماری مٹھی میں ہے اور ہماری مٹھی میں سونیا ہے۔''

کبریا نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ میں ابھی تمہیں دیکھتا ہوں۔''

''میں جانتی ہوں' مجھے دیکھتے ہی میری طرف دوڑے چلے آؤ گے۔''

وہ بولا۔ ''ابھی تو تم دوڑی چلی جاؤ۔ میں اپنے اندر آنے والوں کو زیادہ دیر رہنے نہیں دیتا۔''

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ وہ اس کے دماغ سے نکل گئی۔ کبریا نے ٹی وی آن کیا تو وہ پہلی بار اسے دکھائی دی۔ اس وقت وہ ایک مجلس میں عورتوں اور مردوں کے سامنے ایک اسٹیج پر تھی۔ مائیک کے سامنے کھڑی اپنے دین کی خوبیاں بیان کر رہی تھی۔

کیا غضب کا حسن تھا؟ کبریا چند لمحوں تک اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ ایک بوڑھا فرہاد علی تیمور بنتے ہی ایک غضبناک جوانی دھاوا بول رہی تھی۔ ''بول... میں کیسی ہوں...؟ مجھے دیکھنے والے تو بولنا ہی بھول جاتے ہیں... کیا تو اپنے حواسوں میں ہے؟''

وہ واقعی پلکیں جھپکنا بھول گیا تھا پھر اس نے حواس میں رہ کر سنا۔ وہ مجلس میں کہہ رہی تھی۔ ''ہماری دنیا میں اب تک جتنے بھی مذہب اور دھرم آئے' وہ سب آپس میں لڑتے رہے۔ ایک دوسرے کو مارتے اور مرتے رہے اور یہ لوگ قیامت تک اسی طرح لڑتے مرتے رہیں گے۔''

وہ ذرا چپ ہوئی۔ ذرا سی دیر کے لیے کبریا کے اندر آ کر بولی۔ ''ہاں۔ میں سمجھ رہی ہوں' تم مجھے دیکھ رہے ہو اور سن رہے ہو۔''

یہ کہتے ہی وہ پھر مجلس میں دماغی طور پر پہنچ کر وہاں کے ماحول کے مطابق بولنے لگی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ مجھ سے باتیں کرنے کی جلدی نہیں ہے۔ فی الحال کچھ کہنے سے پہلے اپنے حسن و شباب کو نمونہ بنا کر پیش کر رہی ہے۔ اسے پورا یقین تھا کہ مجھے سحر زدہ کر رہی ہے۔

اور واقعی کبریا سحر زدہ ہو رہا تھا۔ وہ ہر پہلو سے متاثر کر رہی تھی۔ لیکن دینِ اسلام کے اصولوں کے خلاف بولتے وقت اسے کھٹکنے لگی۔ اس کی قدر کچھ گھٹنے لگی۔ وہ اس کے دماغ میں تھا۔ آہستگی سے بولا۔ ''تمہارا جادو مجھ پر نہیں چلے گا۔ ان معصوم اور نادان لوگوں پر جادو چلاتی رہو۔''

وہ ''اُونہہ'' کہہ کر اس کے دماغ سے چلا آیا۔ یہ بڑا ہی دانشمندانہ نفسیاتی حملہ تھا۔ حلالہ کے بے شمار دیوانے تھے۔ اسے دیکھتے ہی اس کے پیچھے پیچھے چلے آتے تھے۔ اس نئے دین کو ماننے لگتے تھے۔ پہلی بار کبریا نے اس کی قدر نہیں کی تھی۔ اونہہ کا ایک پتھر مار کر چلا آیا تھا۔

اب سر جھکائے سوچ رہا تھا۔ ''میں اس حسین بلا نظر انداز نہیں کر سکوں گا۔ وہ کہہ رہی تھی' مما اس کی مٹھی میں ہیں... یا خدا! میری مما کہاں ہوں گی؟''

ہمیں خبر نہیں تھی' سونیا کہاں ہے اور اس پر کیا بیت رہی ہے؟ یہ بعد میں معلوم ہونے والا تھا لیکن داستان کے تسلسل برقرار رکھنے کے لیے میں سونیا کے حالات بیان کرنا ضرور سمجھتا ہوں۔

☆☆☆

بے ہوشی کی زود اثر دوا نے سونیا کو دماغی طور پر غافل دیا تھا۔ نہ جانے کتنا وقت گزر چکا تھا؟ وہ بہت ہی دھیرے دھیرے دماغی طور پر بیدار ہو رہی تھی۔ چند لمحوں کے ایک ذرا آنکھیں کھولتی تھی' دھندلائی ہوئی آنکھوں سے ادھ اُدھر دیکھتی تھی' پھر غافل ہو جاتی تھی۔

یہ غفلت کتنے عرصے تک حاوی رہی' اسے اندازہ نہیں تھا۔ جب بے ہوشی کی وہ دھند پوری طرح چھٹ گئی' تب اس نے دیکھا' وہ ایک تکون کمرے میں تھی۔ وہ اچھا خاصا کشادہ کمرہ چھت کی طرف جاتے جاتے سکڑتا چلا گیا تھا۔ پہلی بار دیکھنے ہی اندازہ ہو گیا کہ اسے اہرامِ مصر کی طرز پر تعمیر کیا گیا ہے۔

وہ ایک بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنے بارے میں سوچنے لگی۔ تب یاد آیا کہ ایشورارا کے جاں نثاروں نے اسے کس طرح مکاری سے ٹریپ کیا تھا؟ یہ سوچتے ہی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دائیں بائیں آگے پیچھے سر گھما کر اس اہرام نما کمرے کو دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی۔ ''پتہ نہیں مجھے کہاں لایا گیا ہے۔ یہ عجیب سا کمرا ہے۔''

وہ فوراً ہی بستر سے اتر کر کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ وہاں کا آرائشی سامان قدیم طرز کا تھا۔ سونیا کو ایسا لگ رہا تھا' جیسے وہ جدید ٹیکنالوجی کے دور سے نکل کر قدیم زمانے میں پہنچ گئی ہے۔ وہاں پنکھے اور اے سی کی سہولت موجود نہیں تھی۔ اس کے باوجود کمرے میں ٹھنڈک کا احساس ہو رہا تھا۔ ایک ایک گوشے کا معائنہ کرنے کے بعد یہ عجیب سی بات سامنے آئی تھی کہ وہاں کوئی دروازہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اہرامِ مصر کے بارے میں بیشتر ماہرین آثارِ قدیمہ میں یہ اتفاق پایا جاتا ہے کہ ان پیرامڈز کی تعمیر کا مقصد یہ تھا کہ فراعینِ مصر اور شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے افراد کے مقبرے بنائے جائیں۔ وہ خود کو جیسے کسی مقبرے میں محسوس کر

رہی تھی۔

اس نے اوپر تکون چھت کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔

''کیا ایشورارا نے جیتے جی میرا مدفن بنا دیا ہے؟''

اس نے ایک دیوار کے قریب آ کر گہری سانس کھینچی۔ سونگھنے کی غیر معمولی حس نے بتایا کہ اس کمرے کے باہر دو اجنبی موجود ہیں۔

چونکہ مردوں کی نسبت عورتوں میں ہارمونز کا تناسب زیادہ ہوتا ہے' اس لیے دونوں جنسوں کی قدرتی مہک میں نمایاں فرق ہوتا ہے اور وہ فرق سونیا کو سمجھا رہا تھا کہ باہر ایک عورت اور ایک مرد موجود ہے۔ لوبان' عود اور عنبر کی تیز خوشبوئیں بھی محسوس ہو رہی تھیں مگر کسی جانے پہچانے دشمن کی بو نہیں مل رہی تھی۔

اس نے سوچا۔ ''باہر یقیناً سیارے والے بھی موجود ہوں گے اور انہوں نے وہی خاص دوا استعمال کر کے اپنے جسموں کی قدرتی مہک کو ختم کر ڈالا ہوگا۔''

اس کمرے کو چار دیواری نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اسے تین دیواری کہنا مناسب رہے گا۔ لہٰذا اس تین دیواری کے باہر کیا ہو رہا تھا' اسے معلوم ہونے والا نہیں تھا۔ وہ دیوار سے کان لگا کر سننے کی کوشش کرنے لگی۔ کوئی آواز' کوئی آہٹ سنائی نہیں دے رہی تھی۔ یہ جاننے کی بے چینی تھی کہ باہر کون لوگ ہیں اور وہ کیا کر رہے ہیں؟

وہ دیوار کو بڑی توجہ سے دیکھ کر دونوں ہتھیلیوں سے چھوتے ہوئے ایک ایک قدم آگے بڑھنے لگی۔ خیال تھا کہ شاید کوئی خفیہ دروازہ مل جائے گا مگر تینوں دیواروں کو بھرپور توجہ سے دیکھنے اور ٹٹولنے کے باوجود کوئی خفیہ راستہ نہ ملا۔ وہ متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ یہ بات تو طے تھی کہ اس کمرے میں آنے اور جانے کے لیے کوئی نہ کوئی دروازہ ضرور ہوگا۔

وہ وہاں رکھی ہوئی ایک ایک چیز کو اٹھا کر اِدھر سے اُدھر کرنے لگی۔ چند ہی لمحوں میں اس نے پورے کمرے کو اتھل پتھل کر کے رکھ دیا۔ پتا نہیں' تیروں کے ذریعے اس کے اندر کیسی دوائیں انجیکٹ کی گئی تھیں' وہ کمزوری اور تھکن محسوس کر رہی تھی۔ واپس بیڈ پر آ کر ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گئی۔

دوائیں ابھی اثر دکھا رہی تھیں۔ اس لیے لیٹنے کے چند لمحوں بعد ہی وہ گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

☆☆☆

اوپر والے نے دنیا میں جنت کی کچھ نشانیاں اتاری ہیں۔ جیسے کہ خوبصورت علاقے' بہتے پانی کے جھرنے' بلند و بالا پہاڑوں پر اترتے ہوئے روئی کے گالوں جیسے بادل' ماں اور بچے کا پیار بھی جنت کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ ایسی بے لوث اور معصوم محبت اور کہیں دیکھنے میں نہیں آتی۔

اسی طرح خوبصورت عورتیں بھی جنت کا ایک اہم حصہ ہوتی ہیں۔ ایسا ہوتا ہے' کسی بھی حسین دوشیزہ کو دیکھ کر دل میں خیال آتا ہے کہ حوریں ایسی ہی ہوں گی۔ اسے دیکھ کر بھی حور کا گمان ہوتا تھا۔

کسی بھی عورت کی مختصر سی تعریف کے لیے اسے حور کہہ دینا ہی کافی ہوتا ہے اور حلالہ بھی کسی حور سے کم نہیں تھی۔

اچانک ہی سونیا کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے نیند کی حالت میں بھی کسی کو محسوس کر لیا تھا۔ حلالہ کو دیکھتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے بدن سے ایک خاص قسم کی مسحور کن خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ نہ جانے وہ کیسی مہک تھی' سونیا سحر زدہ سی ہونے لگی۔

وہ خوشبو کو بھول کر اس کی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔ سفید دیدے تھے مگر دیکھنے والی پتلیاں نہیں تھیں۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ اندھی ہے۔ سونیا حیرانی سے سوچ رہی تھی۔ ''یہ اندھی تنہا یہاں کیسے آئی ہے؟ کس دروازے سے آئی ہے؟''

وہ پھر سر گھما کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ کسی بھی دیوار میں در نہیں تھا۔ جبکہ یقیناً وہاں آنے کا کوئی راستہ ہوگا۔ تب ہی وہ کسی رکاوٹ کے بغیر آئی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ یہاں کس راستے سے آئی ہو؟''

وہ بڑی رس بھری آواز میں بولی۔ ''میں ایک نئے دین کی علمبردار ہوں۔ دنیا والوں کے دلہ ردور کرنے آئی ہوں۔ تم پوچھ رہی ہو' کس راستے سے آئی ہوں؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیے' کہیں راستہ نہ ہو تب بھی میں چلی آتی ہوں۔''

وہ اپنے چہرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ ''میری آنکھیں نہیں ہیں پھر بھی دیکھ لیتی ہوں۔''

وہ اپنی دونوں بانہیں پھیلا کر بولی۔ ''میں ایک ہوں مگر اپنی ذات میں بے شمار ہوں۔ ان لمحات میں دنیا کے کتنے ہی ملکوں میں' شہروں میں' مجلسوں اور محفلوں میں ہوں۔ ابھی تمہارے سامنے بھی ہوں اور ٹھیک انہی لمحات میں تمہارے مجازی خدا فرہاد علی تیمور کی کھوپڑی میں بھی ناچ رہی ہوں۔''

سونیا بڑی بے یقینی سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ بولی۔ ''میں جانتی ہوں' تمہیں میری باتوں پر یقین نہیں آئے گا..... مگر آ جائے گا۔ میں ایک راز ہوں اور راز جلدی نہیں کھلتا۔ ذرا دم لو..... تمہیں بھی بہت کچھ معلوم ہونے والا ہے۔''

سونیا اُس پُراسرار حسینہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ پُراسرار اس لیے تھی کہ تکون نما کمرے میں نہ جانے کہاں سے چلی آئی تھی؟ پھر اُس کے سفید دیدے سمجھا رہے تھے کہ وہ اندھی ہے مگر اُس نے کہا تھا کہ وہ دیکھ سکتی ہے۔ اپنی ذات میں ایک ہے' ابھی اس کے روبرو ہے لیکن اس کا کہنا تھا کہ عین اسی وقت وہ دنیا بھر کے مختلف شہروں میں بھی موجود ہے۔ اپنے کسی نئے دین کا پرچار کر رہی ہے۔

سونیا کو چپ دیکھ کر وہ مسکرانے لگی پھر بولی۔ ''میرا نام حلالہ ہے۔''

''حلالہ.....؟''

''ہاں۔ اور میرے دین کا نام ہے' عظمتِ انسان... میں دنیا کے سب ہی لوگوں کو انسان اور انسانیت کی پہچان کرانے آئی ہوں۔ میرے دین میں کوئی خدا نہیں ہے۔ کوئی مسلمان' کوئی ہندو' کوئی عیسائی نہیں ہے۔ اس دنیا میں بسنے والے سب ہی لوگ صرف انسان ہیں۔ کوئی اپنے اپنے مذہب کے حوالے سے کسی سے کمتر یا برتر نہیں ہے۔''

''اوہ! تو تم انسانیت کی علمبردار بن کر آئی ہو؟''

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دھیرے سے ہاں کے انداز میں سر ہلا دیا۔ سونیا نے کہا۔ ''مگر تم میں انسانوں والی تو کوئی بات نہیں ہے پھر لوگوں کو انسانیت کا سبق کیسے پڑھاؤ گی؟''

اس کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ اس نے بھویں سکیڑ کر کہا۔ ''تم میری توہین کر رہی ہو۔''

''تم نے اب تک اپنا جو تعارف پیش کیا ہے' اسے سن کر تو یہی لگتا ہے' کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہو۔ بغیر دروازے والے کمرے میں چلے آنا' ناپنا ہوتے ہوئے بھی بینا ہونا' میرے سامنے رہتے ہوئے بھی یہ دعویٰ کرنا کہ دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی موجود ہو۔''

وہ خاموش رہ کر اس کی باتیں سن رہی تھی۔ سونیا نے ذرا ٹھہر کر کہا۔ ''اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان تب ہی انسان مانا جاتا ہے' جب وہ کسی ایک خدا پر یقین رکھتا ہے۔ اس کا خدا چاہے بھگوان ہو' عیسائیوں کا گاڈ ہو یا پھر اللہ جل شانہ ہو۔ کیونکہ تہذیب کسی بھی مذہب کو ماننے اور اس کے طور طریقوں پر عمل کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ جانور اور انسان کا فرق ہی مٹ جائے۔''

''انسانیت سب سے بہترین تہذیب ہے۔''

''تم انسانیت کی باتیں نہ کرو۔ میں سمجھ گئی ہوں' تم ایشورارا کی پیدا کردہ اور پروردہ ہو۔ وہی تمہارا نا خدا ہے۔ اب یہ بحث چھوڑو اور سیدھی طرح شرافت سے بتاؤ' کس راستے سے اس کمرے کے اندر پہنچی ہو؟''

سونیا کی باتوں نے اس کا دماغ گرم کر دیا تھا۔ اس کے تیور بدلے ہوئے تھے۔ وہ ایک گہری سانس لے کر اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے بولی۔ ''بہت ہی بچگانہ سوال کر رہی ہو۔ کیا یہ سمجھ رہی ہو کہ میں بتا دوں گی اور تم یہاں سے فرار ہو سکو گی؟''

اس کے سفید دیدے گھورتے ہوئے سے لگ رہے تھے۔ اگرچہ ان میں دیکھنے والی سیاہ پتلیاں نہیں تھیں پھر بھی ایسا لگ رہا تھا' جیسے وہ اسے چھپ کر دیکھ رہی ہے۔ سونیا نے مسکرا کر کہا۔ ''میں تمام تر پابندیوں کے باوجود فرار ہو سکتی ہوں.. تمہارے آقا گریٹ ایشورارا کو اسی بات کا خوف ہے اور یہی خوف تمہارے اندر بھی ہے۔''

''بہت بول رہی ہو۔ یہ سمجھ بھی نہیں سکتیں کہ میں کیا کر سکتی ہوں؟''

''کسرِ نفسی سے کام نہ لو۔ میں نہتی ہوں' تمہاری قید میں ہوں۔ اپنے بچاؤ کے لیے شاید کچھ کر نہ پاؤں۔ اگر کمزور اور بے بس افراد پر ہی تمہارا بس چل سکتا ہے تو اپنی شہ زوری آزماؤ۔ کم آن....''

اس نے دونوں بانہیں پھیلا کر اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ چیلنج کرنے کا یہ انداز ایسا تھا کہ وہ قیدی اور نہتی ہونے کے باوجود خطرناک لگ رہی تھی۔ حلالہ نے اس آسمانی بجلی کے بہت سے قصے سنے تھے۔ اس کی ہسٹری سے اچھی طرح واقف تھی۔ یہ جانتی تھی کہ سونیا کبھی کمزور نہیں پڑتی۔ اس وقت بھی ایسا ہی لگ رہا تھا' جیسے ہیں کو اکب کچھ... نظر آتے ہیں کچھ....

کوئی بھی عورت دوسری عورت کے سامنے کمزور پڑنا نہیں چاہتی۔ کوئی بھی موقع ہو' اپنی برتری جتانا چاہتی ہے۔ حلالہ دنیا بھر کے معاملات میں اپنے جذبات پر اور خاص طور پر اپنے غصے پر قابو پانا خوب جانتی تھی مگر اس وقت سونیا کے چیلنج نے اس کے اندر کی عورت کو بھڑکا دیا تھا۔ وہ اس پر واضح کر دینا چاہتی تھی کہ ان لمحات میں اس سے کہیں زیادہ شہ زور ہے۔ چاہے تو اس آسمانی بجلی بن کر رہنے والی کو چٹکیوں میں زمیں بوس کر سکتی ہے۔

سونیا سب کچھ جانتی تھی مگر خیال خوانی نہیں جانتی تھی۔ اس کے باوجود ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے نمٹتی رہتی تھی۔ یوگا میں زبردست مہارت رکھتی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے کہا تھا' فی الحال دشمن غالب آ رہے ہیں۔ سونیا کو کمزور بنا رہے ہیں۔ اس کا دماغ بھی متاثر ہو رہا ہے۔ یعنی اگر حلالہ

خیال خوانی کے ذریعے اس پر حملہ کرنے والی تھی تو سونیا کو اپنا بچاؤ کرنے میں پریشانی ہو سکتی تھی۔ عین ممکن تھا کہ اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا۔

پھر یہ کہ ہم میں سے کوئی وہاں اس کی مدد کے لیے پہنچ نہیں سکتا تھا۔ پتا نہیں کیا مصلحت تھی کہ اعلیٰ حضرت نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے یہ بھی معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ اسے کہاں پہنچایا گیا ہے؟ عجب معاملہ تھا' دشمنوں کے لیے سونیا کے دماغ کے دروازے کھلے رکھے گئے تھے۔

ان لمحات میں وہ اپنے اندر کی کمزوریوں کو سمجھ نہیں سکتی تھی۔ ہمیشہ شہ زور بن کر رہنے والے کمزور ہو جانے کا تصور بھی نہیں کرتے۔ وہ بھی یہی سمجھ رہی تھی کہ بے شک دشمنوں کی قید میں ہے مگر اس کا جسم' اس کا دماغ اور اس کی مکاریاں کسی کے زیر اثر نہیں ہیں۔ حلالہ قریب آنے کی غلطی کرے گی تو وہ لڑائی کے مختلف داؤ پیچ آزماتے ہوئے اسے ٹھوکروں میں اڑا کر رکھ دے گی۔

مگر افسوس...! یہ سونیا کی خام خیالی تھی۔

دوسری طرف حلالہ اس کے چیلنج کا منہ توڑ جواب دینے اور اسے مزہ چکھانے کے لیے بے چین تھی۔ پنجے سے پنجہ لڑانے کے لیے جسمانی طور پر خود کو تیار کیا جاتا ہے مگر وہ تو خیال خوانی کے ایک ہی وار سے اسے چاروں شانے چت کرنے والی تھی۔ اس لیے خود کو دماغی طور پر تیار کر رہی تھی۔ سونیا کی شخصیت ہی ایسی تھی کہ اس کی بے بسی کا یقین ہونے کے باوجود حلالہ کے اندر ایک خوف سا سمایا ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی' اگر خوش فہمی میں مبتلا ہو کر حملہ کرے گی تو منہ کی کھائے گی۔

نہ جانے وہاں کیا ہونے والا تھا؟ دو عورتوں میں ٹھن گئی تھی۔ مقابلہ برابر کا ہوتا تو اور بات تھی۔ انہوں نے اپنی دانست میں سونیا کو کمزور بنا رکھا تھا۔ اس حساب سے وہاں ایک زبردست تھی اور دوسری پانی کا بلبلہ ثابت ہونے والی تھی۔

چند لمحوں بعد سونیا نے کہا۔ ''اوہو... کوئی کیڑا میرے دماغ میں کلبلا رہا ہے۔ یقیناً یہ تم ہی ہو۔''

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک کر حلالہ کو دماغ سے دھتکارنا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ اس نے دوبارہ کوشش کی مگر دماغی کمزوری کے باعث اس بار بھی ناکامی ہوئی۔ ایسی صورت حال دیکھ کر حلالہ کو ایک ذرا اطمینان ہوا۔ اُدھر سونیا کچھ پریشان ہو گئی تھی۔

پھر اس نے اپنے اندر اس دشمن عورت کا قہقہہ سنا۔ وہ چند لمحوں تک فاتحانہ انداز میں قہقہے لگاتی رہی پھر بڑے تکبر سے بولی۔ ''ختم ہو گئی تمہاری خوش فہمی...؟ اب سمجھ میں آیا کہ صرف جسمانی طور پر ہی نہیں' دماغی طور پر بھی تم میری محکوم ہو میڈم سونیا...!''

سونیا کی سمجھ میں یہ بات آ رہی تھی کہ اسے ٹریپ کرنے کے لیے بے ہوشی کی جو دوا اس کے جسم میں انجیکٹ کی گئی تھی' اس کا اثر ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ اسی لیے وہ سانس روک کر اسے بھگانے میں ناکام ہو رہی ہے۔

حلالہ نے اس کی سوچ کو پڑھتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا خیال درست ہے مگر یہ کمزوری عارضی نہیں ہے۔ تم نے ہمیشہ اپنے مخالفین کو انگلیوں پر نچایا' ٹھوکروں میں اڑایا۔ اب تمہاری باری ہے۔ اونٹ خود کو بہت اونچا سمجھتا ہے' مگر پہاڑ تلے آتا ہے' تب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔ تم بھی پہاڑ تلے آ گئی ہو۔ اب اپنے قد کا درست اندازہ ہو رہا ہو گا!''

سونیا نے اثبات میں سر ہلا کر طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''مجھے تو اپنے قد کا بخوبی اندازہ ہے مگر تم لوگ اپنی اوقات بھول رہے ہو۔ کسی کو بے بس بنا کر اس پر حاوی ہونے کو کامیابی سمجھ رہے ہو۔''

وہ مسکرا کر ایک انگلی کو اپنی ٹھوڑی پر رکھتے ہوئے بولی۔ ''پتا ہے سونیا! مجھے ایسا لگ رہا ہے' جیسے تم بول نہیں رہی ہو۔ منمنا رہی ہو۔ ہاہاہا...''

اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ ''آج معلوم ہوا' شکار کو دبوچنے والی شیرنی کیسے بھیگی بلی بن جاتی ہے۔''

سونیا کے اندر بے بسی چیخ رہی تھی۔ جی چاہ رہا تھا' آگے بڑھ کر اس کا منہ نوچ لے۔ اس نے ایک بار پھر سانس روک کر اسے اپنے اندر سے بھگانے کی کوشش کی۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''بغیر پَروں کے اڑان نہیں بھری جاتی میڈم سونیا! تمہارے پَر کاٹ دیے گئے ہیں۔ ایڑی چوٹی کا زور لگاؤ' تب بھی مجھے اپنے دماغ سے بھگا نہیں سکو گی۔''

وہ ایک طرف رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے انگلیاں چٹخا کر بولی۔ ''تم میرے ہاتھوں کی کٹھ پتلی ہو۔ میری انگلیوں پر ناچتی رہو گی۔ تماشا دکھاؤں؟''

سونیا اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ نہ جانے وہ کیا کرنے والی تھی؟ چند لمحوں بعد ہی سونیا نے ذرا ٹھٹک کر اپنے دائیں ہاتھ کو دیکھا۔ اس کمرے میں ایک میز پر پھلوں سے بھری ہوئی ٹرے رکھی ہوئی تھی۔ اسی کے ساتھ ایک چاقو بھی تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ غائب دماغ سی ہو گئی۔

اسی دوران اس نے حلالہ کی مرضی کے مطابق وہ چاقو اٹھا لیا۔ اس کا تیز پھل بتا رہا تھا کہ وہ پھلوں کے علاوہ پہاڑ جیسی عورت کو بھی کاٹ سکتا ہے۔ چاہے تو صرف زخم پہنچا سکتا ہے' چاہے تو جاں سے بھی گزار سکتا ہے۔

اس نے حلالہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ زیر لب مسکرا رہی تھی۔ اس کا انداز ایک فاتح جیسا تھا۔ سونیا نے ایک نظر چاقو پر ڈالی پھر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہوں۔ ثابت کر رہی ہو کہ بڑی آسانی سے میری جان لے سکتی ہو۔ جبکہ نہیں لے سکو گی۔''

''چاقو کی نوک پر بھی یقین ہے کہ جان نہیں جائے گی۔'' سونیا نے مسکرا کہا۔ ''یہ تمہاری توہین ہے کہ میں تم سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ تم سے رحم کی بھیک نہیں مانگ رہی ہوں۔''

وہ غصّے سے مٹھیاں بھینچ کر بولی۔ ''تم مجھے غصّہ دلا رہی ہو۔ ابھی پلک جھپکتے ہی فرش پر تڑپتی ہوئی دکھائی دو گی۔''

سونیا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''اگر یہ سمجھ رہی ہو کہ میری جان لینا تمہارے ہاتھوں میں ہے تو فوراً لے لو۔ کہیں قسمت کا موڈ بدل گیا تو پچھتاؤ گی۔''

''تم کیا سمجھتی ہو' میں تمہیں چھوڑ دوں گی؟ چاقو کی نوک تمہارے سینے پر ہے۔''

''اور میرا دماغ تمہاری مٹھی میں ہے۔ میں یہ چاقو اپنے سینے سے ہٹا نہیں سکتی اور میں ضروری بھی نہیں سمجھتی۔ تم خود ہی اسے یہاں سے ہٹاؤ گی۔''

وہ بولی۔ ''تمہیں اپنے زندہ رہنے کا اتنا یقین کیوں ہے؟''

''اگر مجھے مار ڈالنا ہوتا تو یہاں قیدی بنا کر نہ رکھا جاتا۔ تمہارا ایشورارا مجھے چارا بنا کر فرہاد کو ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ یہ جانتا ہے کہ مجھ تک پہنچنے کے لیے وہ زمین آسمان ایک کر دے گا۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آتے ہوئے بولی۔ ''تم درست کہہ رہی ہو۔ جب تک فرہاد ادھر نہیں آئے گا' تم زندہ رہو گی۔''

سونیا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''یعنی ابھی تمہارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں؟''

''ہاں مگر اتنے بھی نہیں کہ اپنی توہین کا بدلہ نہ لے سکوں۔''

وہ سونیا کے اور قریب آ گئی تھی۔ اس کے تیور بدل گئے تھے۔ سفید دیدے کچھ ہیبت ناک سے لگ رہے تھے۔ سونیا سمجھ رہی تھی کہ وہ خنجر کے ذریعے اسے زخم پہنچانا اور تکلیف میں مبتلا کرنا چاہتی ہے۔ حلالہ نے کہا۔ ''درست سوچ رہی ہو۔''

مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتی۔ اچانک ہی سونیا کو ایسا لگا' جیسے اس کا دماغ دشمن عورت کی گرفت سے آزاد ہو گیا ہے۔ دوسری طرف گریٹ ایشورارا حلالہ کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ غصّے سے بول رہا تھا۔ ''یہ کیا تماشا کر رہی ہو؟ کیا اس کی جان لینا چاہتی ہو؟''

''میرے خیالات نے تمہیں بتایا ہو گا' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو صرف....''

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ''تمہیں وہاں اس لیے نہیں پہنچایا ہے کہ تم سونیا کو نقصان پہنچاؤ۔''

اس نے کہا۔ ''یہ عورت میری توہین کر رہی تھی۔''

''اپنی اوقات مت بھولو۔ یہ بھی نہ بھولو کہ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیت عارضی ہے۔ میں جب چاہوں تمہیں پھر سے ایک معمولی عورت بنا سکتا ہوں۔ میرے احکامات پر عمل کرتی رہو گی تو سلامت رہ سکو گی۔''

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ ''دنیا بھر کے سامنے تمہیں ایک قابلِ تعظیم راہبہ بنا کر پیش کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ تم میرے معاملات میں دخل اندازی کرو۔ میں مغرب کی طرف جانے کو کہوں تو تم مشرق کی طرف دوڑنا شروع کر دو۔''

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ایسے ہی وقت کمر پر ایک زوردار لات پڑی۔ وہ اوندھے منہ فرش پر گر گئی۔ سونیا نے موقع دیکھتے ہی اس پر وار کیا تھا پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی۔ سونیا اس کی کمر پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر لا کر یوں جکڑ لیے' جیسے رسّی سے باندھ دیے ہوں۔ وہ کسمسا رہی تھی' خود کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوششیں کر رہی تھی۔ حاوی ہونے والی دشمن کو خیال خوانی کے ذریعے زیر کرنا چاہتی تھی لیکن اُدھر ایشورارا اسے خیال خوانی کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔

سونیا نے اس کے ہاتھوں کو ایک زور کا جھٹکا دیا۔ اس کے دونوں شانے جھٹکے کی شدت سے یوں کھنچ گئے' جیسے ہڈیاں چٹخ گئی ہوں۔ وہ تکلیف سے چیخنے لگی۔ سونیا ذرا جھک کر اپنا چہرہ اس کے چہرے کے پاس لائی پھر اس کی گردن پر چاقو کی نوک رکھ دی۔

وہ چیخ کر بولی۔ ''گریٹ ایشورارا! اِس کے ہاتھ میں خنجر ہے۔ یہ میری جان لے لے گی۔''

سونیا نے خنجر کی نوک کو ذرا چبھوتے ہوئے کہا۔ ''اب سر پر پڑی ہے تو اپنے ناخدا کو پکار رہی ہے؟ پکار...! چیخ چیخ کر پکار...! میں نے کہا تھا نا' میری جان لینی ہے تو دیر نہ کر۔ آخر قسمت کا موڈ بدل گیا ناں...''

وہ چلّا کر بولی۔ ''ایشورارا! تم خاموش کیوں ہو؟ اسے

سنبھالو۔ کیا یہ میری جان لے لے گی' تب کوئی ایکشن لو گے؟''

سونیا نے کہا۔ ''ایشورارا! کیا تم یہاں موجود ہو؟''

وہ اس کے دماغ میں آ کر بولا۔ ''ہاں۔ اسے جانے دو۔ تم مجھ سے بات کرو۔''

وہ حلالہ کو مزہ چکھانا چاہتی تھی مگر ایشورارا کے کہنے کے مطابق اسے چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ حلالہ اس کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی کروٹ لیتی ہوئی سیدھی ہوگئی۔ اس کے دونوں بازو بری طرح دُکھ رہے تھے۔ وہ دائیں ہاتھ سے بائیں شانے کو اور بائیں ہاتھ سے دائیں شانے کو دباتے ہوئے سونیا کو گھور رہی تھی۔

اُدھر سونیا ایشورارا سے مخاطب تھی۔ طنزیہ لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ ''کیا سامنے آنے کی ہمت نہیں ہے' جو دماغ میں آ کر بول رہے ہو؟''

''زیادہ اکڑ نہ دکھاؤ سونیا! میں چاہوں تو ابھی تمہیں ایسی دماغی اذیتوں میں مبتلا کر سکتا ہوں کہ تڑپ تڑپ کر موت کی بھیک مانگنے لگو گی۔''

''کچھ دیر پہلے تمہاری یہ آلہ کار بھی یہی کہہ رہی تھی لیکن جب تک اوپر والا نہ چاہے' کسی کے مارنے سے کوئی نہیں مرتا۔ اب اصل بات کی طرف آؤ۔ تم تو انوشے کو حاصل کرنا چاہتے تھے' پھر مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟''

''ارادہ بدل گیا ہے۔ سوچا' ناگن کی گردن ہاتھ میں آئے گی تو ناگ اسے تلاش کرتا ہوا ضرور ادھر آئے گا۔''

اُدھر حلالہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی تھی۔ وہ غصے اور جنون میں مبتلا تھی۔ اس نے سونیا کو اپنی طرف سے غافل دیکھ کر اپنے بدن کو گھماتے ہوئے ایک فلائنگ کِک اس کی گردن پر ماری۔ سونیا کا رخ دوسری طرف تھا۔ وہ ایسے حملے کے لیے تیار نہ تھی۔ تکلیف سے کراہتی ہوئی فرش پر گر پڑی۔

ایشورارا نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ حلالہ کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''کتیا تو...! عورتوں والی ضد دکھانے سے باز نہیں آئے گی...''

پھر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا یا کرتا۔ حلالہ کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ فرش پر گری ہوئی سونیا نے نشانہ لیتے ہوئے خنجر اس کی طرف پھینکا تھا۔ اس کی نوک حلالہ کے شانے میں آ کر پیوست ہوگئی تھی۔ اس کے ایسے اذیت ناک حملے نے اسے اور زیادہ جنون میں مبتلا کر دیا۔ وہ خنجر کو کھینچ کر نکالتے ہوئے تکلیف سے چلاتے ہوئے بولی۔ ''میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی....''

وہ حملے کے لیے آگے بڑھی۔ اُدھر سونیا بڑی پھرتی سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اپنے بچاؤ کے لیے تن گئی۔ دونو ہاتھ جوڈو کراٹے کے انداز میں سینے کے سامنے تھے' دوسری طرف حلالہ آگے بڑھتے ہی ٹھٹک کر رک گئی تھی۔ ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سر تھام کر چیخنے لگی۔ اس کی چیخیں سمجھا رہی تھیں کہ ایشو اسے دماغی جھٹکے پہنچا رہا ہے۔ وہ چیختی ہوئی فرش پر گر کر تڑ لگی پھر چند لمحوں بعد ہی ساکت ہوگئی۔

سونیا چپ چاپ یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ اس نے ک ''کتے پاگل ہو جائیں تو اپنے ہی ساتھی کتوں کو بھنبھوڑ ڈا ہیں۔ لگتا ہے' تم نے اسے مار ڈالا ہے؟''

وہ بولا۔ ''مارا نہیں ہے' موت کا نمونہ دکھایا ہے۔''

سونیا نے قریب آ کر اسے دیکھا پھر کہا۔ ''تم ا ایک نئے دین کی علمبردار بنا کر پیش کر رہے ہو ایسے تما کا مقصد کیا ہے؟''

''میں ایک طرف اکابرین سے اور تم لوگوں سے رہا ہوں۔ دوسری طرف اس دنیا کے تمام لوگوں کو ایک ا دین کی طرف لا رہا ہوں جہاں انہیں بیروزگاری' بھوک' بیما اور دوسروں کی محتاجی سے نجات ملے گی۔''

''نجات کیسے ملے گی؟''

''میرے لاکھوں وفادار خیال خوانی کے ذریع دین قبول کرنے والوں کو روٹی' کپڑا اور مکان م دیں گے۔ جسے عورت کی ہوس ہے' اسے عورت' جسے شراب طلب ہے' اسے شراب مفت دیتے رہیں گے۔''

''کیسی احمقانہ باتیں کر رہے ہو۔ ہماری دنیا اربوں انسانوں کو کب تک مفت میں کھلاتے پلاتے اور کراتے رہو گے؟ جب مفت عیش وعشرت کی زندگی ملے کوئی ہل نہیں چلائے گا۔ کوئی ملوں اور کارخانوں میں مزدوری کے لیے نہیں جائے گا۔ دنیا کے سارے ترقیاتی رک جائیں گے۔ کوئی کسان نہیں رہے گا۔ سب عیاش جائیں گے تو اناج پیدا نہیں ہوگا۔ لوگ بھوکے مریں گے

وہ ذرا ہنسنے کے بعد بولا۔ ''جتنا تم سمجھ رہی ہو سے زیادہ عقل مجھ میں ہے۔ میں نے حساب لگایا ہے' دو مہ تک یورپ اور امریکا کے عوام کو مفت عیاشی کرا سکتا ہوں سب میرے وفادار بن جائیں گے۔ میں عوام کی طاقت اور ٹیلی پیتھی کی قوت سے حکمران بن جاؤں گا۔''

وہ پھر ہنستے ہوئے بولا۔ ''اور یہ تو تم اپنی دنیا میں د آ رہی ہو' اقتدار حاصل ہونے کے بعد عوام کی کوئی اہمیت رہتی۔ دو چار مہینوں میں جو کام کے لوگ ہوں گے' ا

عیاشی کراتا رہوں گا۔ باقی لوگ پھر محنت مزدوری کریں گے۔ نہیں کریں گے تو بھوکے مریں گے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''میں نے یہاں اپنی حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں فرہاد سے سودا کرنا چاہا تھا۔ اسے سمجھایا تھا کہ مسلمانوں کے علاقوں کو چھوڑ کر دیگر تمام علاقوں پر میری حکومت رہے گی۔ یوں ہم اپنے اپنے طور پر اس دنیا میں حاکم بن کر رہیں گے۔''

وہ ذرا چپ رہا پھر بولا۔ ''سپر پاورز ہمیشہ سے مسلمانوں کو کچلنے کی سازشیں کرتے آ رہے ہیں۔ میری آفر کے مطابق فرہاد سمیت پوری دنیا کے مسلمانوں کو طاقت اور تحفظ ملنے والا تھا لیکن اس نے میری پیشکش ٹھکرا دیا۔ طاقت اور اقتدار حاصل کرنے کا ایک اہم موقع کھو دیا پھر جب میں نے یہی سودا امریکی اکابرین سے کرنا چاہا تو تم اور فرہاد میرے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے لگے۔''

''کیونکہ ہم طاقت اور سلامتی صرف اپنے خدا سے چاہتے ہیں۔ تمہارے جیسے بار بار مات کھانے والوں سے کبھی دوستی اور اتحاد نہیں کریں گے۔''

''کرو گے۔ اب ضرور کرو گے۔ اور وہ جس ادارے کو تم لوگوں نے پُراسرار بنا کر رکھا ہے' اس کے دروازے بھی ہمارے لیے کھولو گے۔''

''یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ ویسے کوشش کرتے رہو۔ سر پھوڑتے رہو۔ یوں بھی ناکامیوں کا سامنا کرنے کی تو عادت سی ہوگئی ہے تمہیں...''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''جس دنیا میں ہم تم سانسیں لے رہے ہیں' وہاں سب کچھ ممکن ہے اور تمہیں ٹریپ کرنے کے بعد تو اس بات کا مکمل یقین ہو گیا ہے کہ کوئی بھی کام مشکل تو ہوتا ہے مگر ناممکن نہیں ہوتا۔''

''تم اپنی مشکلوں کو آسان کرو۔ ہم تمہاری کامیابی کا انتظار کریں گے۔''

''ہاں جنگ تو جاری ہے اور تمہاری گرفتاری کے بعد میرا پلڑا بھاری ہے۔ جلد ہی کامیابی بھی ضرور نصیب ہوگی۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''جنگ...؟ ہواؤں سے لڑتے رہنے کو تم جنگ کہتے ہو؟ ہم سے سامنا کرنے کی ہمت تو ہے نہیں۔ ابھی ایک گوشے میں سر جھکا کر سوچو' کب تک ہواؤں سے لڑتے رہو گے؟''

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ذرا دیر چپ رہنے کے بعد بولی۔ ''ہاں۔ یہ الگ بات ہے' تم نے مجھے ٹریپ کر کے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے لیکن میں اس بات پر حیران ہوں کہ تم نے اب تک تنویمی عمل کے ذریعے مجھے اپنا معمول اور تابعدار کیوں نہیں بنایا؟''

''تمہاری فیملی میں بڑے بڑے عجوبے ہیں۔ تم بھی اُن میں سے ایک ہو۔ میں نے ابھی تمہارے دماغ میں گھس کر تمہیں اپنی مرضی کے مطابق حلالہ سے دور کیا تھا۔ یعنی اپنی مرضی کے مطابق اور بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں لیکن یہ عجیب بات ہے۔ میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں کہ تم پر تنویمی عمل کرتے وقت ناکام کیوں ہو جاتا ہوں؟''

وہ ذرا ٹھہر کر بولا۔ ''خیر... فی الحال یہ اطمینان ہے کہ دماغی طور پر نہ سہی' جسمانی طور پر میری گرفت میں ہو۔ یہاں سر پھوڑتی رہو گی' مگر نکل نہیں پاؤ گی۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''نکلنا تو ہوگا اور ضرور نکلوں گی۔ بس تم محتاط رہنا۔''

اس نے جواباً کچھ نہ کہا۔ اس کے دماغ میں خاموشی چھائی رہی۔ وہ خلا میں تکتے ہوئے بولی۔ ''کیا ہوا؟ کچھ تو بولو! کیا جا چکے ہو؟''

شاید وہ جا چکا تھا۔ اس نے بے ہوش پڑی ہوئی حلالہ کی طرف دیکھا پھر قریب آ کر اسے ایک ٹھوکر ماری۔ وہ بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔ سونیا نے اس کمرے کی تینوں دیواروں کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ سوچ یہی تھی کہ آخر وہ بے ہوش ہونے والی کس راستے سے اندر آئی ہوگی؟ وہ پھر سے دیواروں کو بڑی توجہ سے دیکھنے لگی۔

مگر یہ کھوج زیادہ دیر تک جاری نہ رکھ سکی۔ اچانک ہی اس کا سر چکرانے لگا تھا۔ آنکھوں کے سامنے دھند سی چھا رہی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامتی ہوئی' ڈگمگاتی ہوئی بستر پر آ کر بیٹھ گئی پھر بیٹھے بیٹھے ایک طرف ڈھلک گئی۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں اپنے آپ سے اور آس پاس کے ماحول سے غافل ہوگئی۔

☆☆☆

کبریا نے دو امریکی اکابرین کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہلاک کیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اسلام دشمنی کے حوالے سے بہت ہی شیطانی منصوبہ تیار کیا تھا۔ ان کا ارادہ تھا کہ اس بار مقدس مقامات کو ٹارگٹ بناتے ہوئے مسلمانوں کے دینی جذبات کو زبردست ٹھیس پہنچائی جائے گی۔ وہ ایمان افروز ماحول میں بارود کی بُو پھیلانا چاہتے تھے۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ اُن کے ایسے عمل کا ردِعمل بہت شدید ہوگا۔ پورا عالم اسلام سراپا احتجاج بن جائے گا۔

مگر انجام کچھ بھی ہوتا' وہ مسلمانوں پر اپنی طاقت کا

سکّہ جما کر پوری دنیا کو یہ جتلانا چاہتے تھے کہ اسلام میں کہیں امن اور سلامتی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے خدا کے گھر میں بھی محفوظ نہیں ہیں۔

مارک اور تھامسن نامی امریکی اکابرین اس شیطانی منصوبے کے ماسٹر مائنڈ تھے اور جس رات انہوں نے یہ پلاننگ کی تھی اسی رات کبریا نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ مارک نے خود کو گولی ماری تھی اور تھامسن کی گاڑی کو حادثہ پیش آیا تھا۔ اُن کی ایسی غیر متوقع ہلاکت نے تمام اکابرین کو بری طرح خوفزدہ کردیا تھا۔

کسی حد تک یہ حقیقت سمجھ میں آرہی تھی کہ انہیں یقیناً ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہلاک کیا گیا ہے اور یہی بات الجھن اور تشویش میں مبتلا کردینے والی تھی۔ سوال پیدا ہورہا تھا کہ جن کے دماغوں کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کیا جاچکا ہے' انہیں کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ٹریپ کیسے کرسکتا ہے؟

اس سوال کے پیش نظر اکابرین کے نظریات بدل رہے تھے اور پریشانی بڑھ رہی تھی۔ ان کے درمیان کھلبلی مچ گئی تھی۔ راتوں رات ایک ہنگامی اجلاس منعقد کیا گیا۔ تمام اکابرین سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ سب سے پہلے یہ سوچنے اور غور کرنے والی بات تھی کہ ان کی ہلاکت کے پیچھے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کا ہاتھ ہے بھی یا نہیں؟

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''مارک یہاں سے بڑے جذبے کے ساتھ ایک منصوبہ بنا کر رخصت ہوا تھا۔ دوسرے روز جشن کا پروگرام تھا۔ وہ خوش تھا پھر اچانک ہی اتنا مایوس کیسے ہوسکتا ہے کہ خود کو گولی مار کر ہلاک کرڈالتا؟''

دوسرے نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''یہ بات حلق سے نہیں اتر رہی ہے۔ مارک اپنی زندگی سے بہت محبت کرتا تھا۔ وہ خودکشی کر ہی نہیں سکتا۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''تھامسن کی ہلاکت بھی سوالیہ نشان ہے۔ اس کی کار کو ایک ایسی سڑک پر حادثہ پیش آیا' جہاں ٹریفک نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ وہ ہمارے پاس سے اٹھ کر گیا تھا۔ یہ بات یقینی ہے کہ نشے میں نہیں تھا۔ ڈرائیونگ میں بھی اس سے بھول چوک نہیں ہوتی تھی۔ اس کے باوجود ایکسیڈنٹ ہوجانا....؟''

وہ سر جھٹک کر دوسرے اکابرین کو دیکھنے لگا۔ ایک نے کہا۔ ''ہونا ہو... یہ خیال خوانی کرنے والے دشمنوں کا کیا دھرا ہے۔ کسی نے ان سے دشمنی کی ہے۔''

''مگر ان دونوں کے اور ہم سب کے دماغ لاکڈ ہیں۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن اُن کے دماغوں میں پہنچ کر کیسے دشمنی کرسکتا تھا؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے ذرا دیر سوچنے کے بعد کہا۔ ''کوئی تو گڑبڑ ہے' جو ابھی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔''

''گڑبڑ یہی ہے کہ دشمنوں نے موقع دیکھ کر انہیں ہلاک کرڈالا ہے۔''

''مگر وہ دشمن کون ہوسکتے ہیں اور مقفل دماغوں میں کیسے پہنچ سکتے ہیں؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''مجھے لگتا ہے' ہمارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہم سے غداری کی ہے۔''

تمام اکابرین ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''مارک اور تھامسن نے مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بنایا تھا اور عمل کرنے سے پہلے ہی ہلاک ہوگئے۔ یہی پوائنٹ غور طلب ہے۔''

وہ ذرا دیر کے لیے چپ ہوا پھر بولا۔ ''ہمارے وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین' ٹف گائی اور جیمز ہارڈی مسلمانوں سے متاثر ہیں۔ انہوں نے ہماری مدد کرنے سے پہلے یہ بات واضح کردی تھی کہ مسلمانوں کے خلاف کسی بھی قسم کی سازش میں وہ ہمارا ساتھ نہیں دیں گے۔''

''اور اب جبکہ مارک نے ہمارے سامنے ایک زبردست منصوبہ پیش کیا تو یقیناً یہ بات ان تینوں کو پسند نہیں آئی اور انہوں نے ان دونوں کا کام تمام کردیا۔''

ایک نے اس کی تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہم دماغی طور پر اُن کے غلام ہیں۔ وہ کب آکر ہماری گفتگو سنتے ہیں' ہمیں معلوم نہیں ہوتا۔ یقیناً اس وقت بھی چھپ کر ہماری باتیں سن رہے ہوں گے۔''

''اگر حقیقت یہی ہے تو ہمارے لیے یہ بڑی تشویشناک صورتِ حال ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم جب بھی مسلمانوں کے خلاف سوچیں گے یا کچھ کرنا چاہیں گے تو ہمارے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری جان کے دشمن بن جائیں گے؟''

''اس طرح دیکھا جائے تو یہ سیارے والوں سے اور مسلمانوں سے بھی زیادہ ہمارے لیے خطرناک ثابت ہوتے رہیں گے۔''

ایسے وقت امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹف گائی نے ایک اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ہم پر کوئی بھی الزام لگانے سے پہلے اتنا سوچو' اگر تم لوگوں کو نقصان ہی پہنچانا ہوتا تو ہم تمہیں تحفظ کیوں دیتے؟''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''بے شک۔ تم نے ہمیں تحفظ دیا اور اسی لیے اب تک گریٹ ایشورارا کی طرف سے

ہم پر کوئی حملہ نہیں ہوا مگر تم تینوں مسلمانوں کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہو۔ اسی لیے جب یہ سنا کہ مارک اور تھامسن ان کے دینی جذبات کو ٹھیس پہنچانا چاہتے ہیں تو تم نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔''

وہ بولا۔ ''یہ سراسر تم لوگوں کی کمینگی ہے۔ دماغی طور پر تحفظ حاصل کرتے ہی تمہارے ذہنوں میں کیڑا کلبلانے لگا اور تم مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔''

''اور یہی بات تم سے برداشت نہ ہوئی۔ اپنے ہی لوگوں سے دشمنی کر بیٹھے؟''

''خوامخواہ ہمیں الزام نہ دو۔''

''تو پھر کسے الزام دیں؟ فرہاد کو؟ یا پھر ایشورارا کو...؟ جسے بھی الزام دیں گے' قصوروار تم ہی ٹھہرو گے۔ ابھی دعویٰ کررہے ہو کہ ہمارے دماغوں کو لاک کرچکے ہو مگر یہ کیسا تحفظ ہے کہ دشمن مقفل دماغوں میں گھسے چلے آتے ہیں؟''

ٹف گائی نے کہا۔ ''اس بات پر تو ہم بھی حیران ہیں۔''

''تم صرف حیران ہو اور ہمارے ساتھی جان سے گئے۔ آئندہ مزید اکابرین کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یقیناً تمہارا تنویمی عمل کمزور ہے یا پھر تم مسلمانوں سے ملے ہوئے ہو۔ ہمیں یقین کی حد تک شبہ ہے کہ مارک اور تھامسن کے خلاف فرہاد یا اس کے ساتھیوں نے ہی کارروائی کی ہے اور انہیں تم نے موقع دیا ہے۔ ان کے لیے دو عہدیداروں کے دماغ کے دروازے کھول دیے اور نتیجہ ہم سب کے سامنے ہے۔''

وہ بولا۔ ''ایسی بات نہیں ہے۔ ہم یہاں دھوکا دینے نہیں آئے ہیں۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ''اگر ایسی بات نہیں ہے تو پھر بولو! انہیں کسی خیال خوانی کرنے والے دشمن نے کس طرح ٹریپ کرلیا؟''

''کیا ضروری ہے کہ انہیں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہی ٹریپ کیا ہو؟ ان کی موت حادثہ بھی تو ہوسکتی ہے۔''

''تھامسن کی ہلاکت کو حادثہ تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن مارک کبھی خودکشی نہیں کرسکتا۔''

ایک عہدیدار نے کہا۔ ''ہمارے دماغ تمہارے رحم و کرم پر ہیں۔ ہم سب ہی تمہارے معمول اور تابعدار ہیں۔ نہ تو تمہاری مرضی کے خلاف کچھ کرسکتے ہیں' نہ سوچ سکتے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''اگر ہم نے تمہیں اپنا غلام بنا کر رکھا ہوتا تو تم کبھی مسلمانوں کے خلاف کچھ نہ سوچتے۔''

''سوچنے کا نتیجہ سامنے آچکا ہے۔''

ایک عہدیدار نے برہمی سے پوچھا۔ ''کیا تم تینوں ہمیں بے وقوف بنا رہے ہو؟ دماغوں کو لاک کرنے کا ڈھونگ رچا کر ہمیں خوش فہمی میں مبتلا کررہے ہو؟''

''ہم نے کوئی ڈھونگ نہیں رچایا ہے۔ بھرپور طریقے سے سب ہی کے دماغوں کو لاک کیا ہے۔''

ایک نے کہا۔ ''مجھے تو لگتا ہے' آئندہ گریٹ ایشورارا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جاں نثار بھی جب چاہیں گے' ہمارے اندر پہنچ سکیں گے۔''

دوسرے نے تشویشناک لہجے میں کہا۔ ''یعنی ہم آج بھی دشمنوں سے محفوظ نہیں ہیں؟''

وہ سب ہی پریشان ہوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ٹف گائی نے اپنے آلہ کار افسر کے ذریعے کہا۔ ''ایسی بات نہیں ہے۔ ہمیں مکمل یقین ہے' ایشورارا اور اس کے چیلے تمہارے دماغوں میں جھانک بھی نہیں سکتے مگر...''

''مگر کیا...؟''

وہ بولا۔ ''مسلمان خیال خوانی کرنے والے بہت زبردست ہیں۔ ان سے کچھ بعید نہیں ہے۔ وہ انہونی کو ہونی بنا دیتے ہیں۔ ہم نے دشمن بن کر بھی اور دوست بن کر بھی انہیں آزمایا ہے۔''

''گویا تم یہ تسلیم کررہے ہو کہ ہم مسلمانوں سے محفوظ نہیں ہیں؟''

وہ بولا۔ ''اصل میں تم لوگوں کو اور پوری دنیا کو آفاقی دشمنوں کی طرف سے خطرہ ہے۔ وہ ہم سب پر مسلط ہونا چاہتے ہیں۔ تمہیں مطمئن رہنا چاہیے۔ کیونکہ اُن کی طرف سے سب کو تحفظ مل چکا ہے۔''

''بات کو جتنا بھی گھماؤ' ہماری سمجھ میں یہ بات آگئی ہے کہ تم مسلمانوں کے آلہ کار بن کر ہمارے پاس آئے ہو۔ امداد کرنے کے بہانے تم نے ہمیں اُن کا محکوم بنا دیا ہے اور یہ ہم سے برداشت نہیں ہورہا ہے۔''

ٹف گائی نے کہا۔ ''تم اپنی مرضی سے کچھ بھی سوچ سکتے ہو' سوچتے رہو لیکن ہم مطمئن ہیں' ہم نے کوئی غداری نہیں کی ہے۔ نیک نیتی سے تمہارے کام آئے ہیں اور آتے رہیں گے۔''

جیمز ہارڈی نے کہا۔ ''رہی بات اُن ہلاک ہونے والے دو عہدیداروں کی تو انہیں ان کے ناپاک عزائم کی عبرتناک سزا مل چکی ہے۔ لہٰذا تم سب بھی خبردار رہو۔ کبھی مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ۔ اسی میں تم سب کی بھلائی ہے۔ اس سے زیادہ میں

کچھ نہیں کہوں گا۔''

ایک نے پوچھا۔ ''کیا تم ہمیں دھمکی دے رہے ہو؟''

دوسرے نے کہا۔ ''یوں کترانے سے بات نہیں بنے گی۔ ہمارا مسئلہ حل کرو۔ ہم مسلمانوں کے محکوم بن کر رہنا ہرگز گوارہ نہیں کریں گے۔''

وہ جواباً کچھ بول نہیں رہا تھا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے اس کے آلہ کار افسر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''تم خاموش کیوں ہو ٹف گائی....؟ ہماری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہے ہو؟''

اس نے جواباً کچھ نہ کہا۔ ایک عہدیدار نے کہا۔ ''میرا خیال ہے' وہ جا چکا ہے۔ وہ تنہا نہیں تھا۔ ہم نے جیمز ہارڈی کی آواز بھی سنی ہے۔''

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہاں۔ لگتا ہے' وہ دونوں بھاگ گئے ہیں اور ہمیں الجھن میں ڈال گئے ہیں۔ ہم لوگ جن بھوت سے اور شیطانوں سے تو لڑ سکتے ہیں' مگر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ وہ بڑے آرام سے چلے گئے اور ہم انہیں روک بھی نہ سکے۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''ابھی یہ حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تینوں ہم سے واقعی دشمنی کر رہے ہیں پھر بھی ہمارے تین اطراف تین دشمن ہیں۔ ایک تو آفاقی دشمن گریٹ ایشورارا ہے' دوسرا فرہاد علی تیمور ہے اور تیسرے ہمارے اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے...''

تمام اکابرین بڑی توجہ سے اور خاموشی سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ بولا۔ ''حالیہ صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ ان تین دشمنوں میں سے کسی ایک سے دوستی اور اتحاد لازمی ہے۔ ورنہ ہم مارک اور تھامسن کی طرح ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔''

ایک عہدیدار نے کہا۔ ''یہ تینوں امریکی خیال خوانی کرنے والے ہمارے وفادار تو ہیں مگر مسلمانوں کے حمایتی بھی ہیں۔ اُن کے خلاف بھی کچھ کرنے نہیں دیں گے۔''

''ہمیں کسی زبردست اتحادی کی ضرورت ہے۔''

ایک عہدیدار نے کہا۔ ''اور زبردست تو صرف مسلمان ہیں۔''

اعلیٰ حاکم نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''فرہاد کبھی اتحاد نہیں کرے گا۔''

دوسرے نے کہا۔ ''اس لیے کہ ہم نے بارہا اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔''

ایک عہدیدار نے ٹھیس پہنچانے والی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا بھی ہمارا آزمایا ہوا ہے پھر ہم کس سے اتحاد کریں' کس سے مدد مانگیں؟''

وہ عہدیدار تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر تمام اکابرین کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''حلالہ سے...''

سب ہی نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''حلالہ....؟''

ایک نے کہا۔ ''مگر وہ تو اپنا ایک الگ دین لے کر آئی ہے۔ انسان اور انسانیت کی باتیں کرتی ہے۔ ہماری کیا مدد کرے گی؟''

وہ بولا۔ ''وہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھتی ہے۔ یقین ہے کہ ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہوگی۔ منظرِ عام پر آتے ہی دنیا بھر کے مذاہب کو چیلنج کر رہی ہے۔ جن میں دینِ اسلام سرِفہرست ہے۔''

ایک نے کہا۔ ''کوئی پاور فل ہوتا ہے' تب ہی مقابلے پر آ کر کسی کو چیلنج کرتا ہے۔ یقیناً وہ زبردست ہے۔ اسی لیے آتے ہی لوگوں کے ذہنوں پر چھا رہی ہے۔ ایک دنیا اس کی گرویدہ ہو رہی ہے۔''

اکابرین نے ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ ایک نے کہا۔ ''کوئی بھی خوامخواہ کسی کے کام نہیں آتا۔ یہ بھی سوچو' وہ ہماری مدد کیوں کرے گی؟ کرے گی تو یقیناً اپنے کچھ مطالبات منوائے گی۔''

''یہ تو اصولی بات ہے۔ کسی سے کچھ لینے کے لیے کچھ دینا پڑتا ہے۔ یا پھر اس کی خواہش اور مزاج کے مطابق شرائط ماننی پڑتی ہیں۔''

''حلالہ کی خواہش ہے کہ دنیا کے تمام انسان اس کے نئے مذہب عظمت انسان کی طرف کھنچے چلے آئیں اور جو کشاں کشاں جا رہے ہیں' وہ اُس کی بھرپور مدد اور حمایت حاصل کر رہے ہیں۔''

تمام اکابرین نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک نے کہا۔ ''بے شک۔ وہ اچھی باتیں بتاتی ہے مگر یہ بھی تو سوچو کہ لوگ اس کی راہ پر چلتے ہوئے بے دین ہو رہے ہیں۔''

ایک نے پوچھا۔ ''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم اس کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اپنے مذہب سے پھر جائیں؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''وقت پڑنے پر گدھے کو بھی باپ بنا لیا جاتا ہے۔ ہم اس گدھی کو ماں بنائیں گے یہی ظاہر کریں گے کہ اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کے نئے دین کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔''

''اگر وہ خیال خوانی کرتی ہے تو ہمارے اندر کی باتیں جان لے گی۔''

دوسرے اکابرین نے اس کی تائید کی۔ وہ عہدیدار بولا

''تم لوگ یہ کیوں بھول رہے ہو کہ ہمارے دماغ لاک ہیں؟''

ایک نے طنزیہ انداز میں سر جھٹک کر کہا۔ ''لاک ہوتے تو ہمارے دو ساتھی بے موت مارے نہ جاتے۔''

ان دو عہدیداروں کی ہلاکت نے انہیں بری طرح مایوس کیا تھا۔ خاص طور پر ہماری طرف سے وہ خود کو غیر محفوظ تصور کر رہے تھے۔ یہ بھی سوال پیدا ہو رہا تھا کہ آیا وہ گریٹ ایشورارا سے محفوظ ہیں یا نہیں؟

وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اُن کے دماغ مقفل ہیں بھی یا نہیں...؟

کیا صرف انہیں بہلایا گیا ہے...؟ کیا ان تینوں نے وفاداری کی آڑ میں انہیں مسلمانوں کا محکوم بنا دیا ہے...؟

کیا آئندہ ایشورارا کی طرف سے بھی خطرہ ہو سکتا ہے؟ یہ ایسے سوالات تھے' جن کے جوابات لازمی تھے لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' جوابات کہاں سے حاصل کیے جائیں؟

جب کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو انسان راہِ فرار حاصل کرتا ہے۔ وہ ہم سے اور آفاقی دشمنوں سے دور بھاگنے کے لیے حلالہ جیسی ایک نئی سحر زدہ کرنے والی کے بارے میں سوچ رہے تھے۔

یوں دیکھا جائے تو ہم نے انہیں تحفظ فراہم کر دیا تھا مگر اسے ان کی کم بختی کہنا چاہیے کہ وہ اسی سمت جا رہے تھے' جہاں ان کا سامنا ایشورارا سے ہونے والا تھا۔ یعنی وہ جس سے بچنا چاہتے تھے' اسی کے شکنجے میں پہنچنے والے تھے۔ موت سے پہلے مصائب مقناطیس کی طرح کھینچتے رہتے ہیں۔

☆☆☆

گریٹ ایشورارا کے جاں نثاروں نے اسے اطلاع دی تھی کہ امریکا سمیت جرمنی' فرانس اور انگلینڈ کے تمام اکابرین نے دماغی طور پر تحفظ حاصل کر لیا ہے۔ سب ہی عہدیداروں کے دماغ مقفل ہو چکے ہیں۔ یہ بڑی حیران کرنے والی اطلاع تھی۔

ایشورارا نے کہا۔ ''کمال ہے۔ ان چار بڑے ممالک کے اکابرین نے ایسے بھرپور طریقے سے تحفظ کیسے حاصل کر لیا ہے؟''

پھر اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''اس کا مطلب ہے' ان کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ اوہ نو... کیا وہ ہمارے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے آگے ٹھہر سکیں گے؟''

اس کے ماتحت نے کہا۔ ''وہ ہماری تعداد کے سامنے تنکے کی طرح اُڑ جائیں گے۔''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ ''عین ممکن ہے' فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اُن کی مدد کی ہو.... بہرحال... ان کے دماغوں کو کسی بھی صورت کھولنا ہوگا۔''

پھر وہ بڑے اعتماد سے ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''ویسے سونیا کو ٹریپ کرنے کے بعد اب کوئی بھی بات ناممکن نہیں لگ رہی ہے۔''

وہ واقعی ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ ابتدا سے کوششیں کرنے اور زبردست نقصانات اٹھانے کے بعد اسے ہمارے معاملے میں اب ایک کامیابی نصیب ہوئی تھی اور یہ ایسی کامیابی تھی جو سابقہ تمام ناکامیوں پر حاوی ہو رہی تھی۔ یہ اس کا بہت بڑا کارنامہ تھا' سونیا کو دنیا بھر کے دشمن ٹریپ کرنا چاہتے تھے مگر جو کوئی نہ کر پایا' وہ اس نے کر دکھایا تھا۔

اُس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ کسی بھی طرح اکابرین کے دماغوں کو کھول کر انہیں ٹریپ کیا جائے۔ خاص طور پر امریکی اکابرین کو پہلے نشانہ بنایا جائے۔

وہ اپنے چیمبر میں تھا۔ اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے کمیونیکیٹنگ مشین کی طرف دیکھا پھر اسے آپریٹ کرنے لگا۔ میرے اور اس کے درمیان رابطے کا وہی ایک ذریعہ تھا مگر اب میرے حالات بدل گئے تھے۔ میں دوست اور دشمنوں کے علاوہ اپنے لہو کے رشتوں سے بھی عارضی طور پر کٹ کر رہ گیا تھا اور اعلیٰ حضرت کے مشورے کے مطابق میری جگہ کبریا نے سنبھال لی تھی۔

اصل میں میرا وہ بیٹا میرا ڈپلی کیٹ تھا۔ اسی لیے دوست اور دشمن میری غیر حاضری کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ میں آرام دہ بستر پر تھا اور میرا بیٹا میرے نصیب کے پُرخار راستوں سے گزر رہا تھا۔ دشمنوں سے اپنے طور پر نمٹ رہا تھا۔

ایشورارا نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے مجھے مخاطب کیا تھا۔ یہ سمجھ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے بیٹے سے مخاطب ہو رہا ہے۔

اس مشین سے سگنل موصول ہوا۔ کبریا نے اسے آپریٹ کرتے ہوئے ایشورارا کا تحریری پیغام پڑھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''لوگ دوستوں کے دوست ہوتے ہیں مگر تمہاری کیا بات ہے فرہاد! تم تو اپنے دشمنوں سے دوستی کر رہے ہو۔''

کبریا نے پوچھا۔ ''کون سے دشمن؟ کیسی دوستی؟''

''وہی دوستی جو تم نے امریکی اکابرین کے ساتھ قائم کی ہے۔ سپر پاورز کو گلے لگا رہے ہو۔''

''میں دشمنوں کو کبھی گلے لگانے کی غلطی نہیں کرتا۔ ہاں۔ ان کی غلطیوں کو معاف کر کے ان کے کام ضرور آتا

ہوں مگر دُور ہی دُور سے...''

''یہ بھی دوستی کرنے کا ایک ڈھنگ ہے۔ تم دور ہی دور سے انہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تحفظ فراہم کررہے ہو۔''

''یہ سراسر تمہاری غلط فہمی ہے۔ وہ جو کررہے ہیں اپنے بل بوتے پر کررہے ہیں۔''

''اُن کے بل بوتے کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے معاملے میں کنگال ہیں۔ درجنوں اکابرین کے دماغوں کا لاک ہوجانا کوئی معمولی بات نہیں ہے اور اس غیر معمولی بات کے پیچھے یقیناً تمہارا اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ہاتھ ہے۔''

کبریا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ ''اچھا لگتا ہے جب دشمن ہم سے مرعوب ہوتے ہیں۔ ہماری طاقت کو مانتے ہیں۔''

کبریا کی یہ بات اسے پتھر کی طرح لگی۔ وہ ناداستگی میں مجھ جیسے دشمن کی برتری کو تسلیم کررہا تھا۔ فوراً ہی بات بناتے ہوئے بولا۔ ''میں یہاں تمہیں سراہنے نہیں آیا ہوں۔ سمجھانے آیا ہوں۔ دشمنوں سے دوستی نہ کرو۔''

''یہ تو دھمکی ہوئی۔''

''ہاں۔ دھمکی کہہ سکتے ہو مگر جو سمجھ رہا ہوں اسے سمجھ لو تو اچھا ہے۔''

''میری سونیا تمہارے پاس ہے۔ تم جو سمجھاؤ گے مجھے سمجھنا ہوگا مگر تمہیں بھی یہ سمجھنا چاہیے کہ کبھی کسی دشمن کو کمزور نہ سمجھو۔ کیونکہ ایسا سمجھنے والے جب دھوکا کھاتے ہیں تب اپنی غلطی سمجھ میں آتی ہے۔''

وہ ایک ذرا جھنجلا کر بولا۔ ''تم سمجھانے کے چکر میں مجھے الجھا رہے ہو۔''

کبریا نے کہا۔ ''میں تو تمہیں باخبر کررہا ہوں۔ امریکی اکابرین کو کمزور نہ سمجھو اور اس بات کا یقین کرلو کہ اُن کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی اُنہیں تحفظ فراہم کررہے ہیں۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ یہ بات حلق سے نہیں اتر رہی تھی کہ اکابرین کے پاس خیال خوانی کرنے والوں کی اتنی بڑی تعداد ہوسکتی ہے کہ وہ درجنوں اکابرین کے دماغوں کو لاک کرسکتے ہیں۔

کبریا نے کہا۔ ''میرے سب ہی دوست اور دشمن میری اچھائیوں اور برائیوں سے واقف ہیں۔ تم بھی جانتے ہو۔ اس بات کو مانتے بھی ہو کہ جب میں کچھ کرتا ہوں تو ڈنکے کی چوٹ پر اُس کا اعتراف بھی کرتا ہوں۔ اگر اکابرین کو میری طرف سے تحفظ ملا ہوتا تو یقیناً اس بات کو ضرور تسلیم کرلیتا۔''

وہ خاموش تھا۔ اس کی خاموشی سمجھا رہی تھی کہ وہ کبریا کی باتوں سے قائل ہورہا ہے پھر اس نے کہا۔ ''یہ بھی تو ہوسکتا ہے، تم سونیا کی وجہ سے اس بار جھوٹ بول رہے ہو کہ کہیں میں اسے کوئی نقصان نہ پہنچاؤں۔ اس لیے باتیں بنا رہے ہو؟''

''سونیا پہلی بار دشمنوں کے چنگل میں نہیں گئی ہے۔ ہم اکثر ایسے حالات کا سامنا کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا مجھے اس کی وجہ سے کمزور سمجھنے کی غلطی کبھی نہ کرنا۔''

''دشمن، دشمن میں فرق ہوتا ہے۔ جلد ہی اندازہ ہوجائے گا کہ میں تمہیں کیسے کمزور بناتا رہوں گا؟''

''فی الحال تو اکابرین کے دماغوں کو کھولنے اور ان کے اندر گھسنے کی کوشش کرو۔ یہ حیرانی کی بات ہے کہ انہوں نے اتنے بھرپور انداز میں دماغی طور پر تحفظ کیسے حاصل کرلیا؟''

''جیسے بھی کیا ہو مگر وہ زیادہ عرصے تک میرے لیے چیلنج بن کر نہیں رہ سکیں گے۔''

''بے شک۔ تمہارے پاس لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے علاوہ جدید ٹیکنالوجی بھی ہے اور اب ایک پُراسرار راہبہ کے ذریعے تم اپنی طاقت کو مزید دو آتشہ بنا رہے ہو۔''

وہ فاتحانہ انداز میں مسکرا کر بولا۔ ''تم دیکھتے جاؤ۔ میں کیسے مقناطیس بن کر ارضی دنیا کے لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا رہوں گا۔ فی الحال بڑے ممالک کے اکابرین سے نمٹ لوں۔''

اس نے آخری پیغام بھیج کر کمیونیکیٹنگ مشین کو آف کردیا۔ اب وہ دوسرے حوالے سے سوچ رہا تھا۔ کبریا کی یہ بات دل کو لگی تھی کہ دشمنوں کو کبھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔

اس نے سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلا کر زیرِ لب کہا۔ ''اس سے تو یہی ظاہر ہورہا ہے کہ اکابرین کے پاس خیال خوانی کرنے والوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے اور اگر ایسی بات نہیں ہے تو مجھے اصل حقیقت معلوم کرنی ہوگی۔''

اس کے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اکابرین کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ وہ ہمارے اور اکابرین کے درمیان ایسا الجھا ہوا تھا کہ اپنے لاکھوں خیال خوانی کرنے والوں کا صحیح حساب رکھ نہیں پاتا تھا۔ ہمہ وقت ایک ایک کو گن نہیں سکتا تھا۔

وہ سب دنیا کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا کہ ہم بھی اس کے خیال خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کرسکتے ہیں یا اسے یقین تھا کہ ہم ان سیارے والوں کے اندر پہنچ نہیں پائیں گے۔ آگے چل کر نفع و نقصان سامنے آنے والا تھا۔

☆☆☆

ایشورارا اپنے کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں بیڈ پر حلالہ آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی کو کبھی دبا رہی تھی، کبھی سہلا رہی تھی۔ آہٹ پاتے ہی اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور ایشورارا کو دیکھتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ جس شانے پر سونیا نے خنجر سے وار کیا تھا، وہاں پٹی بندھی ہوئی تھی۔

ایشورارا نے کہا۔ ''تمہیں دماغی توانائی کی دوائیں دی جا رہی ہیں۔ جلد ہی اپنی ڈیوٹی انجام دینے کے قابل ہوجاؤ گی۔''

وہ بولی۔ ''جلدی تو مجھے بھی ہے۔''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ ''ویسے تمہاری غیر حاضری کے باعث تمہارے علاقوں اور عقیدت مندوں پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہاں دوسری حلالہ ڈیوٹی انجام دیتی رہے گی۔''

گریٹ ایشورارا نے اپنی جدید ٹیکنالوجی اور پلاسٹک سرجری کے ذریعے مختلف عورتوں کے چہروں پر ایک جیسا چہرا چڑھا دیا تھا۔ وہ سب ہی اس کی معمولہ اور تابعدار تھیں۔ ایک جیسی خصوصیات رکھتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ایک ہی وقت میں حلالہ نامی راہبہ مختلف ممالک میں دکھائی دیتی رہتی تھی۔

لوگ سمجھ رہے تھے کہ وہ کوئی انتہائی پُراسرار اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والی راہبہ ہے۔ جو خود کو جس قدر پُراسرار اور مافوق الفطرت ظاہر کرتا ہے، لوگ اس سے اُتنا ہی متاثر ہوتے ہیں۔ یوں گریٹ ایشورارا کو اپنے مقصد میں کامیابی نصیب ہورہی تھی۔ وہ حلالہ کے ذریعے دنیا کے ہر ملک ہر مذہب کے اور ہر قوم کے لوگوں کو متاثر کررہا تھا۔ حلالہ نے کہا۔ ''میں چاہوں گی کہ دوسری حلالہ کو زیادہ دنوں تک میری ڈیوٹی سنبھالنی نہ پڑے۔''

وہ اپنے سر کو ایک ہاتھ سے دباتے ہوئے بولی۔ ''تم نے مجھ سے بڑی دشمنی کی ہے۔ بے شک اس وقت میں غلطی پر تھی مگر سزا دینے کا یہ کون سا طریقہ ہے؟ دماغی جھٹکوں نے تو مجھے بستر پر ڈال دیا ہے۔ یہاں سے اٹھ کر واش روم تک جاتی ہوں تو سر چکرانے لگتا ہے۔''

پھر اس نے شانے پر بندھی پٹی کو چھوتے ہوئے کہا۔ ''اس کم بخت نے زخم بھی گہرا دیا ہے۔ بھرتے بھرتے وقت لگے گا۔''

وہ بولا۔ ''سخت ملے تو آئندہ غلطی کرنے کا چانس کم ہوجاتا ہے۔ تمہیں سبق سکھانے کے لیے مجھے ایسا کرنا پڑا۔ ویسے پریشانی کی بات نہیں ہے۔ میرے پاس جادوئی اثر دکھانے والی ادویات ہیں۔ جلد ہی اس بستر سے تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔''

اس نے پہلو بدل کر پوچھا۔ ''پھر بھی کتنے دن لگیں گے؟''

''زیادہ سے زیادہ تین چار دن...''

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ ایسے وقت کمرے کا دروازہ کھلا۔ ایک حلالہ بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دوسری ہنستی مسکراتی اندر آرہی تھی۔ وہی چہرہ، وہی قد اور وہی جسامت... بستر پر بیٹھی ہوئی حلالہ کو یکبارگی ایسا لگا، جیسے آئینہ دیکھ رہی ہو۔ وہ سب ہی اپنے اپنے علاقوں میں رہتے ہوئے گریٹ ایشورارا کے احکامات کی تعمیل کرتی رہتی تھیں۔ اس روز پہلی بار ان میں سے دو عورتیں ایک دوسرے کے روبرو آئی تھیں۔

آنے والی نے بستر پر بیٹھی ہوئی حلالہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں دیکھ کر بہت خوشی ہورہی ہے۔ تم سر سے پاؤں تک بالکل میرے جیسی ہو اور آئینہ دیکھ کر کسے خوشی نہیں ہوتی؟''

اس نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ وہ بولی۔ ''مجھے بھی خوشی ہورہی ہے۔ میں کوشش کروں گی، تمہیں زیادہ دنوں تک میری جگہ سنبھالنی نہ پڑے۔''

گریٹ ایشورارا نے دروازے کی طرف پلٹتے ہوئے دوسری حلالہ سے کہا۔ ''آؤ۔ میں تمہیں یہاں کے معاملات سمجھا دوں۔ ویسے بہت کچھ تمہارے دماغ میں فیڈ کرچکا ہوں۔''

وہ بولتا ہوا باہر چلا گیا۔ حلالہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلی گئی۔ دروازہ بند ہوگیا۔ وہ بستر پر بیٹھی بند دروازے کو دیکھتی رہی پھر لیٹ کر سوچ میں پڑ گئی۔ اسے ایک بار کبریا کے دماغ میں پہنچنے کا موقع ملا تھا۔ دوسرے تمام دشمنوں اور دوستوں کی طرح وہ بھی یہی سمجھتی رہی تھی کہ میرے اندر پہنچی ہوئی ہے۔

اس نے کروٹ بدلتے ہوئے ایک گہری سانس لی۔ ''ہائے فرہاد! مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ میں نے تمہاری سوچ کی لہروں کو پالیا ہے۔''

اس نے پھر کروٹ بدلی۔ ''تم میرے اندر آکر بول رہے تھے۔ اگرچہ میری تعریف نہیں کی تھی پھر بھی تمہارا جادوئی لہجہ میرے اندر گونجتا رہتا ہے۔''

کسی کروٹ چین نہ آیا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ''تم میرے حسن و شباب سے سحر زدہ نہیں ہوئے تھے، میری شخصیت سے بھی متاثر نہیں ہوئے تھے۔ ''اُونہہ'' کا پتھر مار کر چلے گئے تھے۔ یہ پتھر رہ رہ کر چوٹ لگاتا ہے۔ زخم دیتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ میں دوسروں کے لیے بہت کچھ سہی، پر تمہارے لیے کچھ بھی نہیں ہوں۔''

اس نے پھر ایک گہری سانس کھینچی۔ ''ہائے! تم نہیں جانتے کہ میں کیا ہوں اور گریٹ ایشورارا نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا ہے مگر...''

اس نے سر جھکا کر اپنے زخمی شانے کو دیکھا پھر

ناگواری سے کہا۔ ”فی الحال تو میں واقعی کچھ نہیں ہوں۔ تمہاری اُس بلی نے مجھے زخمی کر دیا ہے۔ اُسی کی وجہ سے گریٹ ایشورارا کا ظلم سہنا پڑا۔ پتا نہیں‘ زخم بھرنے میں اور دماغی تکلیف کم ہونے میں کتنا وقت لگے گا؟“

اس نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔

”میری جگہ دوسری حلالہ کو دی جا رہی ہے۔ وہ میرے ادھورے کام سنبھالے گی۔ یقیناً فرہاد کو ٹریپ کرنے کے لیے بھی اُسے استعمال کیا جائے گا۔ وہ اُس کے پیچھے پڑے گی تو میں پیچھے رہ جاؤں گی۔ ہائے! ایسا رنگین اور سنگین معاملہ میرے ہاتھوں سے نکل رہا ہے۔ میں کیا کروں؟“

اُدھر وہ پریشان تھی۔ دوسری طرف کبریا اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ یہ تو سمجھ میں آ گیا تھا کہ وہ ایشورارا کی ایک آلہ کار ہے اور پتا نہیں ایسی کتنی عورتیں ہیں‘ جنہیں سرجری کے ذریعے ہم شکل بنا دیا گیا ہے۔ اگر وہ دور سے دیکھے گا تو سمجھ نہیں پائے گا کہ وہ حلالہ کون ہے جو اس کے پاس آئی تھی؟ مگر جب بھی اس کے اندر پہنچے گا تو اس کے مخصوص لب و لہجے سے اسے پکڑ لے گا۔

وہ اس کے دماغ میں اٹک کر رہ گئی تھی۔ اٹکنے کی چند وجوہات تھیں۔ ایک تو وہ غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل تھی۔ دوسرے یہ کہ اس نے کہا تھا‘ سونیا اس کی مٹھی میں ہے اور تیسرے اس کا حسن ایسا بے مثال تھا کہ کفر بولنے کے باوجود اپنے کافرانہ حسن و جمال سے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ ویسے اس کشش میں محبوبیت نہیں تھی۔

جس طرح لذیذ پکوان کی خوشبو سونگھ کر بھوک بڑھ جاتی ہے‘ حلالہ کے لیے بھی کبریا کے اندر کچھ ایسا ہی جذبہ بیدار ہو رہا تھا یا یوں کہنا چاہیے کہ بیٹے کے اندر باپ کا لہو چیخ رہا تھا۔ مقدر نے جب بھی میری زندگی میں کوئی خوبصورت دسترخوان سجایا تو میں نے کبھی منہ نہیں پھیرا۔ اب کبریا بھی کچھ ایسے ہی رنگ دکھا رہا تھا۔ معاملات سنگین ہوں یا رنگین... ہر مرحلے پر میرے نقشِ قدم پر چلنے والا تھا۔

اس نے کچھ سوچ کر پہلا قدم اٹھایا۔ حلالہ کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ خیال تھا‘ وہ اسے اپنے اندر محسوس کرتے ہی سانس روک لے گی مگر وہاں پہنچ کر حیرانی ہوئی۔ غیر معمولی بن کر رہنے والی کا دماغ بڑا ہی معمولی سا ہو گیا تھا۔

وہ دشمن کو اپنے اندر سے بھگانے کے لیے سانس تو کیا روکتی‘ اسے یہ بھی محسوس نہ ہوا کہ کوئی اس کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔ وہ زخمی تھی‘ دماغی تکلیف میں مبتلا تھی۔ نہ خیال خوانی کے قابل رہی تھی‘ نہ ہی اسے اپنے اندر محسوس کر رہی تھی۔

کبریا کے لیے یہ ایک نیا انکشاف تھا۔ وہ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ تب معلوم ہوا کہ وہ اسی کے خیالوں میں کھوئی ہوئی ہے۔ وہ چور خیالات کے ذریعے اس کے حالات معلوم کرنے لگا۔ اس کا اصل نام صوفیہ تھا۔

وہ ایک عام سی عورت تھی۔ ایشورارا نے کاسمیٹکس سرجری کے ذریعے اسے دنیا کی حسین ترین عورت بنا دیا تھا پھر ٹیلی پیتھی کی صلاحیت نے جیسے اس کی شخصیت میں چار چاند لگا دیے تھے۔ وہ اندھی نہیں تھی مگر اندھی بن کر دنیا بھر کے لوگوں کو اندھا بنا رہی تھی۔

کبریا نے جو سوچا تھا‘ اس کے مطابق حلالہ کے خیالات بھی وہی بتا رہے تھے کہ وہ ایک ہی ایشورارا کی آلہ کار نہیں ہے۔ بلکہ اُس کی کئی ہم شکل عورتوں کو دنیا کے مختلف حصوں میں پہنچایا گیا ہے۔ اس کے چور خیالات بڑی اہم معلومات فراہم کر رہے تھے۔ کرامات دکھانے والی پُراسرار راہبہ کی اصلیت کھل کر سامنے آ رہی تھی۔ یہ بھی پتا چلا کہ سونیا نے اسے زخمی کیا ہے۔ صوفیہ اُس سے دشمنی کرنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت ایشورارا نے اُسے دماغی جھٹکے پہنچائے تھے۔

کبریا اس کے ذریعے سونیا کے حالات معلوم کرنے لگا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اسے ایک تکون نما کمرے میں قید کیا گیا ہے۔ وہ ایک ایسا کمرا ہے‘ جس میں کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں ہے۔ سونیا ہزار کوششوں کے باوجود وہاں سے فرار ہونے کا راستہ تلاش نہیں کر سکے گی۔

کبریا نے اس کے اندر سوال پیدا کیا۔ ”جب وہاں کوئی دروازہ نہیں ہے تو پھر وہ کس راستے سے اس کمرے میں گئی تھی؟“

وہ میرے بارے میں یعنی کبریا کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اچانک ہی سونیا کا خیال آیا تو اس نے چونک کر سوچا۔ ”ارے ہاں۔ یہ بھی کتنی عجیب بات ہے۔ میں ایک ایسے کمرے میں گئی‘ جہاں کوئی دروازہ نہیں تھا پھر وہاں سے واپس بھی آئی مگر کیسے گئی اور کیسے آئی؟ مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔“

کبریا نے سوال پیدا کیا۔ ”کیوں معلوم نہیں ہے‘ جبکہ میں خود وہاں گئی تھی؟“

وہ اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے زیرِ لب بولی۔ ”ہاں میں گئی تو تھی مگر یاد کیوں نہیں آ رہا ہے‘ کیسے گئی تھی؟“

وہ یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ”اس تکون اور غیر معمولی کمرے کا کیا راز ہے‘ یہ تو ایشورارا ہی جانتا ہے۔“

اس کی سوچ میں پھر سوال پیدا کیا گیا۔ ”مجھے معلوم تو کرنا چاہیے۔“

”میرا خیال ہے اس تکون کمرے کا راز مجھ سے بھی چھپایا گیا ہے۔ شاید مجھے غائب دماغ بنا کر وہاں پہنچایا گیا ہوگا۔“

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بڑے یقین سے بولی۔ ”ایشورارا کسی کو راز دار نہیں بناتا۔ غائب دماغ بنا کر اپنی مطلوبہ جگہ پہنچا دیتا ہے پھر اسی طرح واپس بلا لیتا ہے۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہوا تھا مگر...“

اس نے چونک کر کہا۔ ”میں یہ سب کیوں سوچ رہی ہوں؟“

کبریا نے اس کے دماغ میں خیال پیدا کیا۔ ”کیونکہ مجھے سونیا سے اپنی توہین کا بدلہ لینا ہے۔ اس نے مجھے زخمی کیا ہے۔ اسی کی وجہ سے ایشورارا نے مجھے دماغی تکلیف میں مبتلا کیا ہے۔ مجھے سونیا تک پہنچنا ہوگا۔ اس کے دیے ہوئے زخم کا حساب برابر نہیں کروں گی تو یہ ناسور بن جائے گا۔ لحہ لحہ یہ احساس دلائے گا کہ میں ایک قیدی عورت سے ہار کر آئی تھی۔“

وہ اسے اپنی ماں کے خلاف اُکسا رہا تھا تاکہ اس کے ذریعے سونیا تک پہنچنے کی راہ ہموار ہو سکے۔ اس کے دماغ میں سوچ ابھری۔ ”سونیا سے انتقام لینے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ میں فرہاد کو ٹریپ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔“

کبریا نے سر جھٹک کر سوچا۔ ”شٹ...! میں اسے اپنی اماں کے پیچھے لگانا چاہتا ہوں اور یہ میرے ابا کے پیچھے پڑ گئی ہے۔“

وہ ابا کے پیچھے کیا پڑی ہوئی تھی؟ دراصل اُسی کے پیچھے تھی۔ اس وقت بھی میرا نام لے کر اُسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اسے فرہاد سمجھتے ہوئے ٹریپ کرنا چاہتی تھی۔ یہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی جگہ کوئی دوسری حلالہ فرہاد کو ٹریپ کرے۔

کبریا کو یہ سوچ کر بھی تعجب ہو رہا تھا کہ ایشورارا نے اپنی آلہ کار کے دماغ کو یوں آزاد کیسے چھوڑ رکھا ہے؟ اگر وہ مقفل ہوتا تو کبریا کبھی صوفیہ کے اندر پہنچ نہ پاتا۔ اس نے اب تک براہِ راست اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔ چپ رہ کر یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ دشمن اس کے دماغ میں موجود ہے یا نہیں؟

مگر وہاں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ صرف صوفیہ کی اپنی ہی سوچ سنائی دے رہی تھی اور سوچ یہی تھی کہ وہ جلد از جلد صحت یاب ہو کر فرہاد تک پہنچنا چاہتی ہے۔ کبریا نے مزید وقت برباد کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر حکم دیا کہ وہ آرام سے لیٹ جائے۔ اس نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ذرا چونک کر کہا۔ ”یہ... یہ گریٹ ایشورارا کی آواز تو نہیں ہے۔ کون...؟ کون ہے میرے دماغ میں...؟“

”میں فرہاد علی تیمور ہوں۔“

وہ ایکدم سے چونک کر اٹھ بیٹھی۔ خوش ہو کر بولی۔ ”کیا سچ...؟ فرہاد! پ تم ہو؟ تم میرے اندر آئے ہو؟“

”آرام سے لیٹی رہو۔“

اس نے حکم دیا۔ وہ فوراً ہی لیٹ گئی پھر بولی۔ ”گریٹ ایشورارا نے میری صلاحیتیں چھین لی ہیں۔ میں سانس روک کر تمہیں اپنے اندر سے بھگا نہیں سکوں گی مگر ابھی تمہاری موجودگی بہت اچھی لگ رہی ہے۔“

”آگے بھی اچھی لگے گی۔ آرام سے لیٹی رہو۔“

وہ جلد از جلد تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دینا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے خاموشی سے لیٹے رہنے کا حکم دیا پھر تنویمی عمل کے دوران اس نے مخصوص کوڈ ورڈز اس کے ذہن میں نقش کرتے ہوئے کہا۔ ”ایشورارا جب بھی تم پر تنویمی عمل کرنے آئے گا تو تم کسی شک و شبہے کے بغیر اس کی معمولہ اور تابعدار بن جاؤ گی۔“

اس نے معمولہ کی حیثیت سے کہا۔ ”میں تابعدار بن جاؤں گی۔“

کبریا نے حکم دیا۔ ”میں جب بھی تمہارے دماغ میں آ کر یہ مخصوص کوڈ ورڈز ادا کروں گا تو تم ایشورارا کے سحر سے نکل آؤ گی۔“

وہ بولی۔ ”اس کے سحر سے نکل آؤں گی۔“

”پھر میں تمہارے دماغ سے جاؤں گا تو تم پھر اُس کی معمولہ اور تابعدار بن جاؤ گی۔ ایشورارا کو کبھی یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ میں تمہارے اندر آتا جاتا ہوں۔“

تنویمی عمل کے بعد اس نے صوفیہ کو سونے کی ہدایت کی پھر خاموشی سے اس کے دماغ میں رہ کر ایشورارا کا انتظار کرنے لگا۔

اُدھر گریٹ ایشورارا دوسری حلالہ کے ساتھ مصروف تھا۔ اسے تمام معاملات سمجھا رہا تھا۔ یہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ دوسری طرف ایک حلالہ تنویمی عمل کی چھری سے حلال ہو چکی ہے۔ اس کے ہاتھوں سے نکل چکی ہے۔ دراصل معاملات کچھ ایسے غیر متوقع انداز میں الجھے تھے کہ اسے صوفیہ پر تنویمی عمل کرنے کا وقت نہیں ملا تھا۔

جنگ میں تو یہی ہوتا ہے۔ چھوٹی موٹی بھول چوک ہی فاتح کو ناکام اور ناکام کو فاتح بنا دیتی ہے۔ ایشورارا کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ وہ سونیا کو حاصل کرنے کے بعد ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ آئندہ اس کے ذریعے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرنے کے خواب بُن رہا تھا۔ یہ نہ سمجھ سکتا تھا نہ سوچ سکتا تھا کہ اس کے پیروں تلے کیسی سرنگ بچھائی جا رہی ہے؟

ابھی بہت کچھ ہونا تھا مگر اس ہونے کے بیچ بہت سی انہونیاں بھی ہونے والی تھیں۔

☆☆☆

امریکی اکابرین کو پھر سے اپنی سلامتی کی فکر لاحق ہو گئی تھی۔ انہیں ایک زبردست اتحادی کی ضرورت تھی اور وہ حلالہ سے اتحاد کرنا چاہتے تھے۔ یعنی اپنی شامت کو خود ہی دعوت دینے والے تھے۔

کافی سوچ بچار کے بعد آخر انہوں نے دعوت دے ہی دی۔ ایک اعلیٰ عہدیدار نے حلالہ کے فون نمبر پنچ کیے پھر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔ دیگر تمام اکابرین بھی بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ چند لمحوں بعد حلالہ کی آواز سنائی دی۔

عہدیدار نے کہا۔ ”میں امریکا کا ایک اعلیٰ حاکم بول رہا ہوں۔“

گریٹ ایشورارا حلالہ کے اندر موجود تھا۔ اعلیٰ حاکم کی فون کال پر چونک گیا۔ یہ سن کر حیرانی ہوئی تھی کہ وہ حلالہ کو مخاطب کر رہا تھا۔ وہ جواباً بولی۔ ”اس دنیا میں کوئی کسی کا حاکم نہیں ہے۔ حاکمیت صرف انسانیت کی ہونی چاہیے۔“

وہ جیسے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے بولا۔ ”بے شک۔ ہونی چاہیے۔ تمہاری یہی تعلیمات دنیا بھر کے لوگوں کے دلوں میں گھر کر رہی ہیں۔ تمہارے نئے مذہب سے ہم بھی متاثر ہو رہے ہیں۔“

”یہی تم لوگوں کی غلطی ہے۔ تم سب اپنے اپنے مذاہب کی ڈگر پر چلتے ہوئے انسانیت کو بھول گئے۔ جبکہ انسانیت ہی دنیا کا سب سے پہلا مذہب ہے اور آخری مذہب بھی یہی ہوگا۔“

وہ فون پر اعلیٰ حاکم سے بول رہی تھی اور ایشورارا اس کے دماغ میں رہ کر سن رہا تھا۔ اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”تم بہت اچھی ہو۔ ہمیں بھولا ہوا سبق یاد دلانے آئی ہو۔ تمہاری یہی باتیں لوگوں کو متاثر کر رہی ہیں اور آئندہ بھی کرتی رہیں گی۔ وہ دن دور نہیں، جب پوری دنیا تمہارے دین ”عظمتِ انسان“ کی پیروکار بن جائے گی۔“

”ایسا ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔ کیونکہ کسی بھی بات کے لیے ہم سب ہی کو متاثر نہیں کر پاتے۔ میرے دین میں زور زبردستی نہیں ہے۔ عظمت انسان کے دروازے سب کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ جو آنا چاہے خوشی سے چلا آئے اور جو نہ آنا چاہے، اسے زبردستی لایا نہیں جائے گا۔“

”تمہارے اس دین میں ایسی کشش اور ایسی پختگی ہے کہ ہم سب ہی اپنے اپنے دین کو بھول رہے ہیں۔“

گریٹ ایشورارا نے باتوں کے دوران اُس اعلیٰ حاکم کے اندر پہنچنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی۔ اُدھر حلالہ نے فون پر کہا۔ ”میں ہرگز یہ نہیں چاہتی کہ کوئی بھی شخص اپنے مذہب سے منہ پھیرے۔ اگر ایسا ہوا تو زمین پر فساد پھیلے گا اور میں بھلائی کے لیے آئی ہوں۔ فساد پھیلانے کے لیے نہیں....“

پھر اس نے ایشورارا کی مرضی کے مطابق پوچھا۔ ”اب تم اپنی بات کرو۔ میرے پاس آئے ہو تو یقیناً کوئی مقصد ہوگا؟“

اس نے دوسرے اکابرین کی طرف دیکھا۔ وہ سب ہی وائڈ اسپیکر کے ذریعے حلالہ سے ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ اعلیٰ حاکم نے فون پر کہا۔ ”پہلی بات تو یہی ہے کہ ہم سب تم سے متاثر ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت ہم شدید مشکلات سے گزر رہے ہیں۔“

”کیسی مشکلات...؟“

”ہمارے پاس طاقت ہے، اختیارات ہیں۔ اسی لیے ہم سپر پاور کہلاتے ہیں مگر اس کے باوجود ہمیں دشمنوں کی طرف سے خطرہ ہے۔“

وہ بولی۔ ”بیرونی خطرات سے بچنے کے لیے گھر کے دروازے بند کر لیے جاتے ہیں۔ مجھے حیرت ہے، تم لوگ تحفظ حاصل کرنے کے باوجود گھبرائے ہوئے ہو؟“

ایشورارا اندر کی بات جاننا چاہتا تھا۔ اسے یہ سن کر واقعی حیرت ہوئی تھی کہ وہ لوگ دماغی طور پر تحفظ حاصل کرنے کے بعد بھی پریشان تھے۔ یہ جاننا ضروری تھا کہ آخر وہ اکابرین دشمنوں کی طرف سے یعنی ایشورارا کی طرف سے کیسا خطرہ محسوس کر رہے ہیں؟

حلالہ نے اس کی مرضی کے مطابق کہا۔ ”جہاں تک میرا علم کہتا ہے، تم لوگوں کے دماغوں کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کیا جا چکا ہے۔ کوئی بھی دشمن تمہارے اندر گھسنے کی کوشش کرے گا تو ناکام ہوگا پھر تمہیں کس بات کا ڈر ہے؟“

اعلیٰ حاکم نے خوش ہو کر کہا۔ ”ہمیں یہ سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ تم ہمارے حالات سے باخبر ہو۔ جبکہ... جبکہ ہم نے ابھی تمہیں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہے۔ واقعی تم غیر معمولی صلاحیتیں رکھتی ہو۔ کچھ سنے بغیر ہمارے اندر کی باتیں بول رہی ہو۔“

”یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔“

اس نے دوسرے اکابرین کی طرف دیکھا پھر فون پر کہا۔ ”دراصل ہمارے دماغ لاک تو ہیں مگر اِن کی ماسٹر کی ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں میں ہے۔“

”اور تمہارے دشمن کون ہیں؟“

اس نے ناگواری سے کہا۔ ”مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ازلی دشمن ہیں۔ ہم اب تک اُن سے کسی نہ کسی

طرح نمٹتے رہے مگر اب آفاقی دشمنوں سے پالا پڑا ہے۔ گریٹ ایشورارا اور اس کے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہماری نیندیں حرام کر ڈالی ہیں۔ ان سے تحفظ حاصل کرنے کے لیے ہم نے اپنے خیال خوانی کرنے والوں سے مدد مانگی۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کے ذریعے مسلمانوں کے زیرِ اثر آجائیں گے۔''

بات ایشورارا کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ حلالہ نے اس کی مرضی کے مطابق پوچھا۔ ''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہارے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمانوں سے ملے ہوئے ہیں؟ تم سے غداری کرتے ہوئے انہوں نے تمہیں اُن کا محکوم بنا دیا ہے؟''

''بات کچھ ایسی ہی ہے۔ ہم بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔ حالات ایسے ہیں کہ کسی پر بھی بھروسا نہیں کر پا رہے ہیں۔ ہمارے آس پاس دشمن ہی دشمن ہیں اور اُن کے درمیان تم نجات دہندہ کی طرح دکھائی دے رہی ہو۔''

اتنا سننے کے بعد ایشورارا کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کاٹھ کے اُلو یقیناً اس راہبہ سے مدد مانگنے آئے ہیں۔ گویا وہ خود ہی شکار ہونے چلے آئے تھے۔ حلالہ نے اس کی مرضی کے مطابق پوچھا۔ ''مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم تم سے دوستی اور اتحاد چاہتے ہیں۔''

ایشورارا نے مسکرا کر ایک گہری سانس لی۔ حلالہ نے پوچھا۔ ''اتحاد کیسے کرو گے، جبکہ اپنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اور مسلمانوں کے محکوم بنے ہوئے ہو؟''

اُدھر وہ اکابرین حلالہ سے باتیں کر رہے تھے اور اِدھر وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین، فٹ گائی اور جیمز ہارڈی بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ خاموش رہ کر ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ وائس مین اس اعلیٰ حاکم کے اندر پہنچا ہوا تھا، جو حلالہ سے باتیں کر رہا تھا۔

حلالہ نے کہا۔ ''میں فون پر طویل گفتگو نہیں کرتی۔ مجھ سے اتحاد کرنا چاہتے ہو تو تم میں سے کسی ایک کو اپنے دماغ کا دروازہ کھولنا ہوگا۔ میں اب خیال خوانی کے ذریعے تم سے باتیں کروں گی۔''

اعلیٰ حاکم جواباً کچھ کہنا چاہتا تھا مگر دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ ایک عہدیدار نے کہا۔ ''یہ کیسے ممکن ہے؟ ہم تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہیں۔ اُس کے لیے اپنے دماغوں کو کیسے کھول سکتے ہیں؟''

جیمز ہارڈی اکابرین کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ وائس مین نے اسے چپ رہنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا۔ ''انہیں اپنے طور پر سوچنے اور بولنے دو۔ دیکھتے ہیں، یہ کیا کرتے ہیں؟''

فٹ گائی نے کہا۔ ''یہ حلالہ سے بہت زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ اس سے باتیں کرنے کے چکر میں کچھ الٹا سیدھا کر بیٹھے تو ہماری ساری محنت پر پانی پھر جائے گا۔''

وائس مین نے کہا۔ ''ایسا وقت نہیں آئے گا۔''

اُدھر وہ تینوں آپس میں بول رہے تھے اور اِدھر اکابرین الجھے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا۔ ''وہ خیال خوانی کے ذریعے باتیں کرنا چاہتی ہے۔ ہم کیا کریں؟ کیسے اُسے اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دیں؟''

ایک عہدیدار نے کہا۔ ''ایک حل ہے۔''

تمام اکابرین اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔ ''ہم میں سے کسی کو اعصابی کمزوری کی دوا استعمال کرنی ہوگی۔''

''اعصابی کمزوری کی دوا...؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ ''ہاں۔ اس دوا کو استعمال کرنے والے کا دماغ عارضی طور پر کمزور ہوگا تو حلالہ کسی رکاوٹ کے بغیر اس کے اندر پہنچ سکے گی۔ یوں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تنویمی عمل بھی برقرار رہے گا۔''

وہ سب ہی ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ سوال یہ تھا کہ ایسا کون کرے گا؟ اس طریقہ کار کے نتیجے میں حلالہ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیتی اور کسی ایک کے دماغ میں پہنچنے کا مطلب یہی ہوتا کہ دھیرے دھیرے وہ تمام اکابرین کے اندر جگہ بناتی چلی جاتی۔

ایشورارا کی دہشت ایسی تھی کہ اُن میں سے کوئی بھی اعصابی کمزوری کی دوا کھانا نہیں چاہتا تھا۔ ایک عہدیدار نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''خیال خوانی کے ذریعے حلالہ سے باتیں کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی آلہ کار کے دماغ میں آ کر ہم سے گفتگو کرے۔ ہم اسے اپنے کسی یوگا جاننے والے ماتحت کے اندر بلا سکتے ہیں۔''

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمیں یہی کرنا چاہیے۔ ہم اسے اپنی مجبوری بتائیں گے کہ ہمیں ایشورارا کی طرف سے شدید خطرہ ہے۔ اس لیے ہم دماغ کے دروازے کھول کر کوئی رسک نہیں لے سکتے۔ لہٰذا وہ ہمارے یوگا جاننے والے ماتحت کے ذریعے ہم سے باتیں کرے۔''

وائس مین نے خیال خوانی کے ذریعے کبریا سے رابطہ کیا اور اسے اکابرین کے حالات بتاتے ہوئے کہا۔ ''وہ لوگ اُس پُراسرار راہبہ سے اتحاد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے انہیں دھوکا دیا ہے۔ تنویمی عمل کے

ذریعے انہیں مسلمانوں کا غلام بنا دیا ہے۔ وہ ہم پر بھروسا نہیں کر رہے ہیں۔''

کبریا نے مسکرا کر کہا۔ ''پُراسرار راہبہ... حلالہ تصویر کا ایک رخ ہے اور دوسرا رخ ایشورارا ہے۔''

''کیا مطلب...؟''

''وہ پُراسرار نہیں ہے۔ بنائی گئی ہے۔ ایشورارا کے ہاتھوں میں ایک کٹھ پتلی ہے۔''

''یعنی اکابرین حلالہ کے دھوکے میں ایشورارا کے شکنجے میں پہنچنے والے ہیں؟''

''یہی بات ہے۔''

کبریا اس کے ساتھ ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ انہوں نے فون کے ذریعے حلالہ سے رابطہ کیا تھا اور اسے اپنے یوگا جاننے والے ایک ماتحت کے اندر آنے کی دعوت دے رہے تھے۔ حلالہ نے ایشورارا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ مجھے اس ماتحت کی آواز سناؤ۔''

اکابرین نے یوگا جاننے والے ماتحت کی آواز اسے سنائی۔ چند لمحوں بعد ہی ایشورارا حلالہ کے ساتھ اُس آلہ کار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے تو اکابرین کے قریب پہنچنے کا راستہ مل رہا تھا۔ ان دونوں کے ساتھ ہی کبریا اور وائس مین بھی اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔

وہ یوگا جاننے والا ماتحت سمجھ نہیں سکتا تھا کہ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کیسی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ وہاں صرف حلالہ بول رہی تھی۔ اسی لیے صرف اُس کی موجودگی کو سمجھ رہا تھا۔

حلالہ اکابرین سے مخاطب تھی اور ایشورارا اس ماتحت کے چور خیالات پڑھ رہا تھا، جو سیاہ فام تھا۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ امریکی ہے۔ اپنے رنگ روپ کے حوالے سے اسے بلیکی کہا جاتا تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں سوائے ایک گرل فرینڈ ڈولف کے اس کا کوئی قریبی رشتہ دار نہیں تھا۔ دوسری طرف کبریا نے بھی یہی معلومات حاصل کی تھیں۔ اسے یقین کی حد تک شبہ تھا کہ ایشورارا بلیک مین کو ٹریپ کرنے کے لیے اس کی گرل فرینڈ ڈولف کو مہرہ بنائے گا۔

لہٰذا کبریا نے اس کے چور خیالات کے ذریعے ڈولف کا لب ولہجہ معلوم کیا پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔

اُس کا شک درست نکلا۔ ڈولف کے دماغ میں پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ ایشورارا پہلے سے وہاں پہنچا ہوا ہے اور اسے مختصر سے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا رہا ہے پھر اُس نے ایک خاص لب ولہجہ ڈولف کے ذہن میں نقش کر کے اس کے دماغ کو لاک کر دیا۔ کبریا بڑی خاموشی سے اس کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔

ایشورارا سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبریا وہاں موجود ہے اور اُس نے جو خاص لب ولہجہ ڈولف کے ذہن میں نقش کیا ہے، آئندہ اس کے ذریعے وہ بھی وہاں پہنچ سکے گا۔ وہ اسے تنویمی نیند سونے کی ہدایت کر کے بلیکی کے دماغ میں آ گیا۔ وہاں حلالہ کے اور اکابرین کے درمیان معاملات طے ہو رہے تھے۔ فی الحال اس کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ ان میں سے کوئی ایک عہدیدار اعصابی کمزوری کی دوا استعمال کر کے اس کے لیے اپنے دماغ کا دروازہ کھول دے۔

ایشورارا جانتا تھا کہ وہ لوگ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مرضی کے خلاف کبھی کچھ نہیں کریں گے لیکن وہ آئندہ بلیکی کے ذریعے بہت کچھ کرنے والا تھا۔ اس کا کام بن گیا تھا۔ لہٰذا حلالہ اس کی مرضی کے مطابق اس آلہ کار کے دماغ سے چلی گئی۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ حلالہ کے جاتے ہی اس نے سانس روکی تو کبریا کے ساتھ وہ تینوں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے دماغ سے نکل گئے۔

گریٹ ایشورارا ڈولف کے دماغ میں گھات لگائے بیٹھا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ کبریا بھی وہاں موجود ہے۔ رات گئے جب بلیکی گھر پہنچا تو ڈولف اس کی منتظر تھی۔ وہ اپنے محبوب کا انتظار کر رہی تھی۔

وہ پیار کرنے والی یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے اندر کوئی اپنے شکار کی تاک میں ہے۔ وہ محبت سے اُس کے گلے لگ رہی تھی، یہ نہیں جانتی تھی کہ ابھی جو بانہیں گلے کا ہار بن رہی ہیں، وہ نہ جانے کس لمحے میں گلے کا پھندا بن جائیں گی؟

کبریا خاموش تھا۔ اپنی موجودگی ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ دوسری طرف ایشورارا مطمئن تھا۔ اس نے اپنی آلہ کار کو حکم دیا کہ وہ دودھ کے گلاس میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائے۔ اس نے حکم کے مطابق یہی کیا۔ دودھ سے بھرے ہوئے گلاس میں دوا گھول دی۔ کبریا چاہتا تو اسے ایسا کرنے سے روک سکتا تھا مگر وہ خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔

ڈولف ایشورارا کے حکم کے مطابق دودھ کا گلاس لے کر بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ وہاں بلیکی اس کا منتظر تھا مگر دروازے پر پہنچنے سے پہلے ہی کبریا نے ڈولف کو بہکا دیا۔ وہ اپنے کمرے میں جانے کے بجائے اسٹور روم کی طرف آ گئی۔ ایشورارا نے حیران ہو کر سوچا۔ ''یہ کیا؟ اسے تو بلیکی کے پاس جانا چاہیے تھا۔ یہاں کیوں آ گئی؟''

اس نے ڈولف کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اسے کمرے میں جانے کا حکم دیا۔ وہ فوراً ہی اپنے عامل کی مرضی کے مطابق وہاں سے پلٹ گئی لیکن ذرا دور جانے کے بعد سوچ کے ذریعے بولی۔ ”مجھے اسٹور روم میں کچھ کام تھا۔“

دراصل وہ کبریا کی مرضی کے مطابق بھٹک رہی تھی۔ اپنے کمرے میں جانے کے بجائے اسٹور روم کی طرف جانے کا سوچ رہی تھی۔ ایشورارا نے اس کے اندر سوچ پیدا کی۔ ”نہیں۔ مجھے کمرے میں جانا ہے۔ اسٹور روم میں کوئی کام نہیں ہے۔“

کبریا نے ڈولف کی سوچ کے ذریعے کہا۔ ”کیوں کام نہیں ہے؟ وہاں بلیکی کے لیے ایک گفٹ رکھا ہے۔ میں نے اس کی ایک بڑی سی تصویر بنوائی ہے۔ اسے سرپرائز دوں گی۔“

ایشورارا کچھ الجھ سا گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسی معمولہ ہے‘ جو اپنے عامل کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کے بجائے بحث کررہی ہے؟ اپنی مرضی کے مطابق سوچ رہی ہے۔ وہ دودھ کے گلاس کو ایک میز پر رکھ کر اسٹور روم کی طرف جانے لگی۔ ایشورارا نے اسے روکنا چاہا مگر وہ کبریا کی مرضی کے مطابق اسٹور روم میں آگئی۔ وہاں سامان میں بلیکی کی تصویر تلاش کرنے لگی۔ تصویر ہوتی تو ضرور ملتی۔ ایشورارا نے الجھ کر پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا اور اسے زبردستی بیڈ روم کی طرف جانے پر مجبور کرنے لگا۔

وہ اس کے حکم کے مطابق کمرے کی طرف چل پڑی۔ ایشورارا نے اسے روکتے ہوئے حکم دیا کہ دودھ کا گلاس بھی ساتھ لے۔ کبریا نے ڈولف کی سوچ میں کہا۔ ”بلیکی کوئی بچہ نہیں ہے۔ وہ روز دودھ نہیں پیتا۔“

ایشورارا نے اسے سختی سے حکم دیا۔ کبریا چاہتا تو ڈولف کو حکم عدولی پر مجبور کردیتا مگر وہ فی الحال ایشورارا کو کسی شبہے میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ڈولف کے دماغ کو اپنی طرف سے آزاد کیا تو وہ ایشورارا کی مرضی کے مطابق دودھ کا گلاس لے کر کمرے میں آگئی۔

وہ بے چاری دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان فٹ بال بنی ہوئی تھی۔ اندر سے کچھ الجھی ہوئی تھی۔ اپنی ذہنی کیفیت کو سمجھ نہیں سکتی تھی۔ وہ بلیکی کے پاس آکر بیٹھی تو اس نے پوچھا۔ ”کیا بات ہے؟ تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟“

وہ ایک ہاتھ سے پیشانی کو سہلاتے ہوئے بولی۔ ”پتا نہیں‘ میرے دماغ میں کیا ہورہا ہے؟“

ایشورارا نے اسے مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔ وہ بلیکی کو چوکنا کرکے کوئی جھمیلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یعنی سیدھی انگلی سے نکلنے والے گھی کو خوامخواہ ٹیڑھی انگلی سے نکالنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ کبریا کیسے اس کی سیدھی انگلی کو ٹیڑھا کرکے توڑنے والا ہے؟

بلیکی نے اس سے دودھ کا گلاس لے کر سائڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا ہورہا ہے؟ کیا سر میں درد ہے؟“

”نہیں مگر کچھ گڑبڑ ہے۔“

اس نے ٹھٹک کر پوچھا۔ ”کیسی گڑبڑ...؟“

اس نے ایشورارا کی مرضی کے مطابق بات بدلتے ہوئے کہا۔ ”معلوم نہیں۔ تم دودھ تو پیو۔“

پھر گلاس اٹھا کر بلیکی کی طرف بڑھانا چاہا۔ ایسے ہی وقت کبریا نے گلاس پر اس کی گرفت ایک ذرا ڈھیلی کی۔ وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر کر چکنا چور ہوگیا۔ دودھ اِدھر سے اُدھر تک پھیلتا چلا گیا۔ ایشورارا جھنجلا گیا۔ اس کے دماغ کو پوری طرح گرفت میں لے کر غصے سے بولا۔ ”تم کیا بلا ہو؟ میری معمولہ ہونے کے باوجود میرے حکم کے مطابق عمل نہیں کررہی ہو۔“

وہ چونک گئی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی۔ ”اوہ گاڈ! کوئی میرے اندر بول رہا ہے۔“

بلیکی نے ٹھٹک کر اسے دیکھا پھر اچھل کر بیڈ سے اتر کر اس سے دور ہوتے ہوئے کہا۔ ”یقیناً تمہارے اندر کوئی دشمن پہنچا ہوا ہے اور تمہارے ذریعے میرے دماغ تک پہنچنا چاہتا ہے۔“

ایشورارا بری طرح جھنجلایا ہوا تھا۔ بلیکی کو فرار ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس نے ڈولف کو حکم دیا کہ وہ ٹوٹے ہوئے گلاس کا ایک ٹکڑا اٹھا کر اسے زخمی کرے۔ معمولہ ہونے کے ناتے اسے یہی کرنا چاہیے تھا مگر وہ کبریا کی مرضی کے مطابق بولی۔ ”بلیکی! میرے اندر جو کوئی بھی ہے‘ وہ چاہتا ہے‘ میں کانچ کے ٹکڑے سے تمہیں زخمی کروں۔“

تنویمی عمل کے زیر اثر رہنے والے کبھی اپنے عامل کی مرضی کے خلاف نہیں بولتے۔ وہ جو حکم دیتا ہے‘ آنکھ بند کرکے اس پر عمل کرتے رہتے ہیں۔ جبکہ وہ بدستور ایشورارا کی مرضی کے خلاف عمل کررہی تھی۔

وہ کچھ گڑبڑا گیا تھا۔ غصے اور جنون میں مبتلا ہوکر اسے دماغی جھٹکا پہنچانا چاہتا تھا۔ کبریا نے ڈولف کے دماغ پر مضبوطی سے قبضہ جما لیا۔ اس نے ایک نہیں دو تین بار دماغی جھٹکے پہنچانے کی کوشش کی اور ہر بار ناکام رہا۔ تب بات سمجھ میں آگئی۔

اس نے پوچھا۔ ”کون ہے یہاں؟“

جواب میں خاموشی رہی۔ اس نے کہا۔ ”تمہاری

خاموشی مجھے دھوکا نہیں دے گی۔“

کبریا نے جواباً کچھ نہ کہا۔ ڈولف نے اپنے محبوب کا بازو تھام کر کہا۔ ”کوئی میرے اندر بول رہا ہے۔ یہ کیا ہورہا ہے؟ ابھی وہ چاہتا تھا کہ میں ٹوٹا ہوا گلاس اُٹھا کر تم پر حملہ کروں۔ بلیکی! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔“

وہ بولا۔ ”میں کسی حد تک سمجھ رہا ہوں۔ آج میں نے اکابرین کی خاطر اپنے دماغ کے دروازے کھولے تھے۔ تب ہی کوئی کتا یہاں گھس آیا ہے۔“

وہ کسی بھی طرح ڈولف کو انجانے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے نجات دلانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنی محبوبہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”تم کون ہو؟ ہم سے کیا چاہتے ہو؟“

ادھر ایشورارا نے ڈولف کے دماغ میں رہ کر پوچھا۔ ”یہاں کون ہے؟ کیوں میرے راستے میں رکاوٹ ڈال رہا ہے؟“

کبریا نے کہا۔ ”غلط راستوں پر چلو گے تو رکاوٹیں ضرور پیش آئیں گی۔“

وہ ایکدم سے ٹھٹک گیا۔ ”فرہاد علی تیمور...؟“

وہ میرے لب و لہجے میں بولتا تھا۔ تمام دشمن اور دوست یہی سمجھتے تھے کہ میں ان سے مخاطب ہوں۔ وہ بھی دھوکا کھا رہا تھا۔ کبریا نے پوچھا۔ ”پریشان کیوں ہوگئے؟“

وہ بولا۔ ”میں پریشان نہیں ہوں۔ حیران ہورہا ہوں۔ تمہاری سونیا میرے قبضے میں ہے اور تم مجھ سے دشمنی کرنے آئے ہو؟ کیا یہ سمجھانا پڑے گا کہ میرے راستے کی رکاوٹ بنو گے تو اُدھر سونیا کا انجام کیا ہوگا؟“

”میں برے شخص سے کبھی اچھائی کی اُمید نہیں رکھتا۔ تمہیں جو کرنا ہے‘ کرو۔ مجھے جو کرنا ہے‘ میں وہ کرتا رہوں گا۔“

وہ دونوں ڈولف کے دماغ میں رہ کر بول رہے تھے۔ وہ پہلی بار ایسی صورتِ حال سے گزر رہی تھی۔ بری طرح گھبرائی ہوئی تھی۔ اسے بہت ہی عجیب سا لگ رہا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بلیکی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے کبریا اور ایشورارا کے درمیان ہونے والی گفتگو بتا رہی تھی۔

بلیکی اس کے لیے پریشان تھا مگر اس کے قریب نہیں آرہا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے موقع دیکھتے ہی اس پر حملہ کرسکتے ہیں۔ وہ جان سے عزیز محبوبہ ان لمحات میں جان کی دشمن بنی ہوئی تھی۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامتے ہوئے بولی۔ ”پلیز بلیکی! ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے میری جان چھڑاؤ۔“

اُدھر ہاتوں کے دوران ایشورارا نے اچانک ہی ڈولف کو دماغی جھٹکا پہنچایا۔ اگرچہ کبریا نے فوراً ہی اسے سنبھال لیا۔ لیکن وہ تکلیف سے بلبلا اٹھی تھی۔ دوسری طرف بلیکی تڑپ گیا۔ اس سے اپنی محبوبہ کی تکلیف برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ”میں اپنے دماغ کے دروازے کھول رہا ہوں۔ تمہیں جو کہنا ہے‘ میرے اندر آکر کہو۔“

اس کی یہ بات سنتے ہی ایشورارا نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو آسانی سے جگہ مل گئی۔ کبریا بھی وہاں چلا آیا تھا۔ اس نے کہا۔ ”ایشورارا! تمہیں کامیابی مبارک ہو۔ ایک یوگا جاننے والے کے اندر جگہ مل گئی ہے۔ اب ذرا اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر دکھاؤ۔“

وہ غصے سے بولا۔ ”فرہاد! تم میرے راستے کی رکاوٹ بن کر بہت بڑی غلطی کررہے ہو۔“

”میری ایسی ہی غلطیاں دشمنوں کے ہوش اُڑا دیتی ہیں۔ میں نے کہا ناں... میں جو کررہا ہوں‘ مجھے کرنے دو۔ تم اپنا کام کرو۔“

ایشورارا کبھی سمجھ نہیں سکتا تھا کہ وہاں کیسا گیم کھیلا جارہا ہے؟ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ ڈولف کے دماغ میں اس کے علاوہ صرف کبریا موجود ہے۔ جبکہ وہاں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا الٹف گائی بھی موجود تھا۔ اس نے ان دونوں کے جاتے ہی ڈولف کے دماغ کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا۔ اب کوئی بھی اس کے اندر آکر اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

ادھر کبریا نے بلیکی سے کہا۔ ”تم سانس روک کر ہمیں اپنے اندر سے بھگاؤ۔“

وہ بولا۔ ”نہیں مسٹر فرہاد! میں اپنی ڈولف کو کسی مصیبت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔“

کبریا نے کہا۔ ”جیسا کہہ رہا ہوں‘ ویسا کرو۔ ہمیں اپنے اندر سے بھگاؤ۔ تمہاری ڈولف کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔“

میں اس کی سلامتی کی ذمہ داری لے رہا تھا۔ میرے یہ الفاظ بلیکی کے اطمینان کے لیے کافی تھے۔ اس نے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ دوسرے ہی لمحے میں سانس روک لی۔

ایشورارا یہی سوچ رہا تھا کہ وہاں سے نکلتے ہی ڈولف کے دماغ میں پہنچ جائے گا۔ وہ پہنچ تو گیا مگر اس پر اثر انداز نہ ہوسکا۔ اس نے پھر اس کے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہا تو ایسا ہی لگا‘ جیسے پتھر کو ہلانا چاہتا ہے اور وہ ہلنا تو کیا‘ ٹس سے مس نہیں ہورہی تھی۔ اُدھر الٹف گائی نے قبضہ جمارکھا تھا۔

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ بری طرح جھنجلانے لگا۔ اب نہ جانے اس جھنجلاہٹ اور غصے میں مبتلا رہتے ہوئے وہ سونیا کے خلاف کیا کرنے والا تھا؟

☆☆☆

زندگی کا ورق ورق پڑھو اور ماضی کی طرف دیکھتے رہو تو معلوم ہوتا ہے کہ روز روز جیتے رہنے سے روز روز موت کا ہلکا ہلکا مزہ چکھتا رہتا ہے۔

میں اچھی خاصی تھکا دینے والی زندگی گزار چکا ہوں۔ ماضی میں میرا کوئی دن بیماری میں نہیں گزرا۔ کبھی بیمار ہوا تب بھی حرکت میں رہا اور مخالف حالات سے لڑتا رہا۔ یہ کہہ سکتا ہوں کہ دشمنوں نے اور دشمن حالات نے کبھی مجھے چاروں شانے چت نہیں کیا۔

اب کر دیا ہے۔ اب میں بستر پر ہاتھ پاؤں پھیلائے پڑا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار بے دست و پا ہو گیا ہوں۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اچانک سونیا کا ساتھ بھی چھوٹ جائے گا اور میں ایک مکان کی چار دیواری میں تنہا رہ جاؤں گا۔

میں بستر پر پڑا چھت کو تک رہا تھا۔ بڑے دکھ سے سوچ رہا تھا' کیا میری آخری سانسوں میں میری کوئی شریک حیات کوئی اولاد دروازے پر نہیں آئے گی؟ دمِ رخصت کوئی حلق میں پانی ڈالنے والا نہیں ہوگا؟

اعلیٰ حضرت نے اِدھر مجھے اور اُدھر سونیا کو آزمائش میں مبتلا کیا تھا۔ میرے لہو کے رشتوں کو بھی مجھ سے دور کر دیا تھا۔ صرف کبریا کو اتنی اجازت دی گئی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر آسکتا تھا مگر میرے دروازے پر قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔

ادھر سونیا کے دماغ کو لاک کر دیا گیا تھا۔ ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا تھا۔ یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ایشورارا کی قید میں کہاں ہے اور اس پر کیا بیت رہی ہے؟

میرے حالات مجھے مایوس کر رہے تھے اور میں مایوس کُن باتیں سوچ رہا تھا۔ ایسے وقت اعلیٰ حضرت کی آواز سنائی دی۔ میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ ''دنیا کا کوئی فرد نہیں جانتا کہ اس سے محبت کرنے اور اس سے بچھڑنے والے پر کیا بیت رہی ہے؟

'آج تک ٹیلی پیتھی کے علم نے تم سب کو تن آسانی فراہم کی۔ تم سب بیٹھے ہی بیٹھے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک اپنوں اور بیگانوں' دوستوں اور دشمنوں تک پہنچتے رہے۔

یہ سوچو کہ جو ٹیلی پیتھی نہیں جانتے وہ اپنوں سے دور ہو کر ان سے بے خبر رہ کر کیسے جی رہے ہیں؟ تم بھی ایک ایسے عام انسان بن گئے ہو۔ جو قدرتی حالات کے رحم و کرم پر رہ کر زندگی گزارتے رہتے ہیں۔

تم تنہا ہو ہمارے اپنے بچھڑے ہیں۔ اس دنیا میں لاکھوں افراد تمہاری طرح تنہا ہیں۔ کتنی ہی عورتیں سونیا کی طرح کہیں دور مصائب میں گرفتار ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتے مگر اپنے حالات سے لڑ رہے ہیں۔ قدرت کی منشا ہے کہ تم بھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایسی ہی جنگ لڑتے رہو۔''

انہوں نے دل کی گہرائیوں سے اور بڑے جذبے سے کہا۔ ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے' میں روحانیت کے مدارج سے گزر رہا ہوں۔ وہ باتیں جانتا ہوں جو دوسرے نہیں جانتے۔ ہمیں قدرتی منشا کے مطابق فرائض ادا کرنے پڑتے ہیں اور میں ایسا ہی ایک فرض ادا کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والے عزیز و اقارب کو تمہارے معاملات میں مداخلت کرنے سے روک رہا ہوں۔ اسی لیے تم تنہائی کے عذاب سے گزر رہے ہو۔''

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''ابھی دشمنوں کو مصلحتاً ڈھیل دی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو یہی سہولتیں ان کے گلے کا پھندا بن جائیں گی۔ بہتر اعمال کے بہتر نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ ہم اپنے دین کی بہتری اور بقاء کے لیے سیارے والوں سے جہاد کر رہے ہیں۔ ہمیں اس کا انعام ضرور ملے گا۔''

میں نے کہا۔ ''میں اپنے لیے نہیں سونیا کے لیے عرض کر رہا ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ ایسے غیر معمولی علم کے بغیر وہ اپنی ذہانت سے دشمنوں کو مات دیتی آئی ہے۔ اگر اس کے دماغ کو لاک نہ کیا جائے۔ اسے ہمیشہ کے لیے بھرپور ذہانت کا مظاہرہ کرنے دیا جائے تو وہ کسی کی مدد حاصل کیے بغیر اپنے لیے بہت کچھ کر سکے گی۔''

اس کی سفارش نہ کرو۔ بظاہر یہی نظر آرہا ہے کہ ایشورارا اسے ٹریپ کر کے لے گیا ہے لیکن قدرتی لائن آف ایکشن کے مطابق سونیا اس روپوش رہنے والے تک پہنچ رہی ہے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ اٹھو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ پہلے بے انتہا مصروفیات کے باعث پانچوں وقت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اپنے حالات کو سمجھو عبادت کرنے کے لیے تمہیں فرصت ہی فرصت دے دی گئی ہے۔''

وہ دعائیں دے کر چلے گئے۔ میں نے ان کی باتوں پر غور کیا تو حوصلہ ہوا۔ ایشورارا نے سونیا کو اغوا کرا کے کہیں اسے قیدی بنایا تھا۔ بظاہر نظر کچھ آتا ہے اور ہوتا کچھ ہے۔ وہ خود ہی انجانے میں سونیا کے قریب ہو رہا تھا۔

اسے خوش فہمی تھی کہ وہ ہمیشہ کی طرح روپوش رہے گا۔ سونیا نے اب سے پہلے اس کی ایسی ہی خوش فہمی کو خاک

میں ملایا تھا۔ اس پر اچانک ہی ایسے جان لیوا حملے کیے تھے کہ وہ جان بچانے کے لیے اپنے سیارے پر چلا گیا تھا۔

اس کے پاس لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے بڑی خاموشی اور رازداری سے ان کی تعداد کم کرتے جا رہے تھے اور ایشورارا کئی محاذوں پر مصروف رہنے کے باعث اپنے وفاداروں کے کم ہونے کا حساب نہیں کر پا رہا تھا۔

ہماری زمین پر آنے کے بعد اسے اپنی فکر زیادہ تھی۔ وہ ایک مسلمان عالمِ دین بن کر لندن کے ایک علاقے میں رہتا تھا۔ اس کے ایک بھائی کا نام ایکورارا تھا۔ وہ اس کا قابلِ اعتماد دستِ راست بھی تھا۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے دینِ اسلام کی تمام اہم باتیں اور کلام پاک کی چند آیات ایشورارا کے دماغ میں نقش کر دی تھیں۔

وہ ایسٹ لندن کی ایک مسجد میں نمازیں پڑھتا تھا۔ پڑھتا کیا تھا' بس اٹھتا بیٹھتا رہتا تھا۔ بڑی توجہ سے نمازیوں کے درمیان بیٹھ کر ان کی باتیں سنتا تھا۔ اپنی طرف سے ایمان افروز باتیں کر کے انہیں متاثر کیا کرتا تھا۔ یہ شیطان کی خوبی ہے وہ ہمیشہ انسان کے روپ میں رہ کر انسان کو الّو بناتا آیا ہے۔

اس نے اس لیے یہ بہروپ بھرا کہ ہم مسلمان اس پر دشمن ہونے کا شبہ نہ کریں۔ کبھی مجھ سے یا سونیا سے سامنا ہو تو وہ دینی معاملات میں ہم سے مدلل گفتگو کر کے ہمیں متاثر کر سکے اور ہمارا اعتماد بھی حاصل کر سکے۔

وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ مجھ کو اور سونیا کو ختم کیے بغیر اس زمین پر اپنی حکمرانی قائم نہیں کر سکے گا۔ وہ ہمارے قریب آنے سے ڈرتا تھا اور دور ہی دور رہ کر ہم سے نجات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی غیر معمولی مشینیں اور ٹیلی پیتھی کے ہتھیار ہمارے خلاف ناکارہ ہو چکے تھے۔

اسے ایک ہی تدبیر سوجھی کہ شیطان مسلمان بن جائے۔ ایک عالمِ دین بن کر شک و شبہات سے بالاتر ہو جائے۔ کبھی اتفاقاً ہمارے روبرو آئے تو کسی پہلو سے پہچانا نہ جائے۔

یوں محتاط رہ کر' شک و شبہات سے بالاتر رہ کر سامنا ہوتا رہتا تو وہ ہماری غفلت سے فائدہ اٹھا کر ہمیں گولی مار دیتا۔ یہ بات اس کے دماغ میں بیٹھ گئی تھی کہ ہماری غفلت ہی اسے فائدہ پہنچائے گی۔ وہ ہم سے ذرا دور رہ کر ہی دھوکا کھائے بغیر ہمارا کام تمام کر سکے گا۔

اسے سونیا سے زیادہ خطرہ تھا اور وہ اسے اپنی خوش نصیبی سمجھ رہا تھا کہ اس نے بڑی چالبازی سے اسے گھیر کر قیدی بنا لیا ہے۔ وہ کشمکش میں مبتلا تھا' اس خطرناک بلا کو فوراً

> **فائنل سنوریں ہوں**
>
> قرآنِ حکیم کی مقدس آیات و احادیثِ نبویؐ آپ کے دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا ان صفحات پر آیات اور احادیث درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

مار ڈالنا چاہتا تھا لیکن عقل سمجھا رہی تھی کہ ناگن کو مارے گا تو ناگ اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ میں لاہور میں ہوں۔ شاہدرہ کے ایک مکان میں بے یار و مددگار پڑا ہوں' اسے معلوم ہوتا تو وہ مجھے مکھن کے بال کی طرح نکال لاتا۔ بلکہ وہیں گولی مار دیتا۔ کبریا نے فرہاد علی تیمور بن کر اکابرین کو اور سیارے والوں کو مجھ سے دور کر دیا تھا۔

یوں ایشورارا الجھ کر سوچ رہا تھا کہ ناگ اپنی ناگن کو ڈھونڈتا ہوا اس تکون قید خانے تک آئے گا اور آئے گا تو پھر واپس نہیں جا سکے گا۔ سونیا کے ساتھ حرام موت مارا جائے گا۔

وہ کبریا کو حلالہ کے پیچھے لگا چکا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ حالات بدل چکے ہیں۔ اس حلالہ کے زخمی ہونے کے باعث کبریا کو کسی حد تک اپنی مما کا سراغ ملنے والا ہے اور وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جو شکار کرنے جائے گی وہ خود شکار ہو جائے گی۔

یوں اعلیٰ حضرت کی باتیں کسی حد تک سمجھ میں آرہی تھیں کہ قدرتی حالات مختلف راہوں سے مختلف ذرائع سے صرف ہمیں ایشورارا کے نشانے پر نہیں لا رہے ہیں بلکہ اسے بھی ہماری زد میں لاتے جا رہے ہیں۔

میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس حد تک اٹھنے بیٹھنے کے قابل تھا کہ نماز پڑھ سکتا تھا۔ کسی سہارے کے بغیر کچن اور ٹوائلٹ جا سکتا تھا۔ میں نے ظہر کی نماز ادا کی۔ سونیا کے لیے دعا مانگی کہ اسے جہاں بھی قید کیا گیا ہے وہاں سے رہائی مل جائے اور ایشورارا تک پہنچنے کی کوئی صورت نکل آئے۔

ایک صحت مند انسان کو بیماری کیسے گرا دیتی ہے۔ یہ اپنے حالات سے معلوم ہو رہا تھا۔ میں نماز پڑھنے کے بعد تھک گیا۔ تھوڑی دیر جائے نماز پر بیٹھا ہانپتا رہا۔ دیکھا جائے تو پچھلے ستر برس سے دوڑتا آرہا تھا۔ کیسی عجیب سی بات ہے۔ جوانی موج مستی میں نہیں تھکاتی' بڑھاپا سجدے میں تھکا دیتا ہے۔

میں بستر پر آکر لیٹ گیا۔ ایسے وقت کبریا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں دیکھ رہا ہوں آپ بہت کمزوری محسوس کر رہے ہیں۔ صبح تو آپ توانائی محسوس

کر رہے تھے اور خیال خوانی کرنا چاہتے تھے؟''

میں نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔''ہاں مگر نہ کر سکا۔طبیعت سنبھلتی ہے پھر بگڑ جاتی ہے۔میں نے تم سے کہا تھا کہ تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ میں کم از کم اتنی توانائی پیدا کرو کہ تھوڑی دیر تک خیال خوانی کر سکوں۔''

''پاپا! آپ کے تمام کام میں کر رہا ہوں۔سب ہی یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ تندرست اور توانا ہیں اور دشمنوں کے دماغوں میں دندناتے پھر رہے ہیں۔مما نے بھی آپ کو خیال خوانی سے منع کیا ہے۔جسمانی اور دماغی طور پر آرام کرنا ہی آپ کے لیے بہتر ہوگا۔''

''میں صبح سے شام اور شام سے صبح تک آرام کرتا رہتا ہوں۔تنہا در و دیوار کو تکتا رہتا ہوں۔طبیعت گھبراتی ہے تو دل بہلانے کے لیے کوئی تو مشغل ہونا چاہیے۔ذرا سی توانائی ملے گی تو میں دشمنوں سے رابطہ نہیں کروں گا۔بس یونہی خیال خوانی کے ذریعے خود کو بہلاتا رہوں گا۔''

''آپ بیماری اور تنہائی سے گھبرا کر صرف اپنے بارے میں سوچ رہے ہیں۔میری مما کے بارے میں کچھ نہیں پوچھ رہے ہیں۔''

''تھوڑی دیر پہلے اعلیٰ حضرت آئے تھے۔تمہیں تو پتا ہے کہ وہ واضح الفاظ میں یہ نہیں بتاتے کہ جو ہو رہا ہے وہ کیوں ہو رہا ہے اور آئندہ کیا ہونے والا ہے؟''

''انہوں نے مما کے متعلق کیا بتایا ہے؟''

''کہہ رہا ہوں ناں ....وہ کھل کر کچھ نہیں بتاتے۔ انہوں نے اشارتاً کہا ہے کہ وہ قدرتی حالات کے مطابق ایشورارا تک پہنچیں گی۔''

''خدا کا شکر ہے اس سیارے والے منحوس کو مما ہی مات دیں گی۔''

''کیا تمہیں اپنی ماں کا سراغ مل رہا ہے؟''

''جی ہاں۔کسی حد تک معلوم ہوا ہے کہ انہیں کسی ایسے وسیع و عریض کمرے میں رکھا گیا ہے جو اہرامِ مصر کی طرح تکون ہے۔''

''یعنی اس کمرے میں چار نہیں تین دیواریں ہیں؟''

''جی ہاں۔سیدھی چھت نہیں ہے۔وہ تین دیواریں اوپر کی سمت جا کر مل گئی ہیں۔ان دیواروں میں نہ کھڑکیاں ہیں نہ دروازے ہیں۔اس کے باجود گرمی اور حبس نہیں ہے۔''

''کوئی چور دروازہ ضرور ہوگا۔ایشورارا تمہاری ماں سے اس قدر خوفزدہ ہے کہ قیدی بنا کر بھی سامنے نہیں آ رہا ہوگا۔وہ ایک مدت سے خوفزدہ ہے کہ کہیں تمہاری ماں اس کی شہ رگ تک نہ پہنچ جائے۔اس لیے اس تکون قید خانے میں دروازہ ہی نہیں رکھا ہے اور جو چور دروازہ ہے وہ نظر نہیں آتا ہوگا۔''

کبریا نے حلالہ کے متعلق بتایا کہ ایشورارا نے درجنوں حسین عورتوں کو حلالہ کی ہم شکل بنایا ہے۔ان عورتوں کے ذریعے ایک نئے دین کا پرچار کر رہا ہے اور ایسی ہی ایک حلالہ کبریا کو ٹریپ کرنے آئی تھی لیکن بازی الٹ گئی۔سونیا نے اسے زخمی کیا تھا۔یوں کبریا کو اس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع مل گیا تھا۔

میں نے پوچھا۔''کیا تم اس حلالہ کے ذریعے اپنی مما تک پہنچ سکو گے؟''

''کوئی ایسی صورت نظر نہیں آ رہی ہے۔ایشورارا نے اپنی اس آلہ کار کو غائب دماغ بنا کر تکون کمرے میں پہنچایا ہو گا۔وہ نہیں جانتی کہ اس کمرے میں مما کے پاس کیسے پہنچ گئی تھی۔اس نے بھی وہاں کوئی کھڑکی دروازہ نہیں دیکھا تھا۔''

''اس کا مطلب ہے وہ تمہاری رہنمائی نہیں کر سکے گی اور ایشورارا اس زخمی حلالہ کو استعمال نہیں کرے گا۔''

''جی ہاں۔وہ میرے کسی کام نہیں آئے گی۔میں دن میں ایک آدھ بار مما کے دماغ میں جانے کی کوشش کرتا رہتا ہوں مگر نہ ان کا دماغ ملتا ہے نہ سوچ کی لہریں ملتی ہیں۔دل کہتا ہے' کوشش جاری رکھوں۔کبھی اتفاق سے ان کے اندر جگہ مل سکے گی۔''

''ہاں کوشش کرتے رہو۔ابھی مجھ پر عمل کرو۔تنویمی عمل کے ذریعے اتنی توانائی ملے کہ ایک آدھ گھنٹے کے وقفے سے کم از کم دس پندرہ منٹ تک خیال خوانی کر سکوں۔''

اس نے عمل کیا۔میں اپنی مرضی سے اس کے زیر اثر آ گیا۔یہ دل سے چاہتا تھا کہ کسی حد تک توانائی حاصل ہو جائے اور یہ ہپناٹزم کے ذریعے ممکن تھا۔اس علم کے ذریعے کسی بھی بیمار کے ذہن سے کمزوری کے احساسات کم سے کم کر دیے جاتے ہیں۔یوں اس کے اندر حوصلہ اور اعتماد پیدا کیا جاتا ہے۔اس نے میرے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ میں کمزوری کے احساسات کو غالب نہ آنے دوں۔خیال خوانی کی حد تک دس بارہ منٹ سے زیادہ کسی کے اندر نہ رہوں۔اس شغل کے تقریباً دو گھنٹے بعد پھر مختصر سی خیال خوانی کر سکوں اور یہ کہ میں خود کو زیادہ نہ تھکاؤں۔تھکن محسوس کرتے ہی دماغی طور پر حاضر ہو جایا کروں۔

پھر وہ مجھے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر چلا گیا۔میں تقریباً تین گھنٹے تک گہری نیند میں رہا۔ایسے وقت میں نے سونیا کو دیکھا۔وہ دروازہ کھول کر کمرے میں

آئی۔مسکرا کر بولی۔''کیسے ہو؟''

میں نے کہا۔''خود ہی دیکھو اور سمجھو کس حال میں ہوں؟ ہمیشہ میدانِ عمل میں زندگی گزارنے والا بستر پر باقی سانسیں لے رہا ہے۔''

وہ بولی۔''ایسا ہر ذی روح کے ساتھ ہوتا ہے۔عمر کے آخری حصے میں بڑھاپا بیماری کمزوری اور مایوسیاں غالب آ جاتی ہیں۔بہت کم لوگ تندرست اور توانا رہ کر دنیا سے جاتے ہیں۔''

میں نے کہا۔''میں صحت مند نہیں رہا اس کے باوجود ہنستا مسکراتا جاؤں گا۔تم اپنی بات کرو ایسے وقت میرا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیے۔تم کہاں چلی گئی تھیں؟''

''میں بھی اپنے حالات سے مجبور ہوں۔تم بیماری اور کمزوری سے لڑ رہے ہو۔میں دشمنوں سے نمٹ رہی ہوں۔میں نے کبھی بُرے وقت میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑا۔اطمینان رکھو میں آؤں گی۔جلد ہی آؤں گی۔''

وہ اچانک ہی گم ہوگئی۔میری آنکھ کھل گئی۔میں نے سر گھما کر ادھر اُدھر دیکھا۔کمرا اس کے وجود سے خالی تھا۔وہ نہیں تھی پھر بھی یوں لگ رہا تھا میرے چاروں طرف ہے۔اسے خواب میں دیکھنے کے بعد اب تک اس کی قربت محسوس کر رہا تھا۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔بستر سے اُتر کر واش روم میں گیا پھر منہ ہاتھ دھو کر کچن میں آ کر فریج کو کھولا۔وہاں پھلوں کا جوس رکھا ہوا تھا۔میں نے آرام سے بیٹھ کر ایک گلاس پیا۔ایسے وقت سوچتا رہا کیا ابھی خیال خوانی کی پرواز کر سکوں گا؟

میں اس کمرے میں آ کر ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گیا' جس کی کھڑکی شمال کی جانب کھلتی تھی۔وہ کھلی ہوئی تھی۔میں نے آنکھیں بند کر کے محسوس کیا' مقناطیسی لہریں آ رہی تھیں اور میرے دماغ کو چھو رہی تھیں۔میں دوسرے ہی لمحے میں اپنی پوتی انوشے کے پاس پہنچ گیا۔''ہائے دادا کی جان!....''

وہ چونک کر بولی۔''اوہ خدایا! آپ خیال خوانی کر رہے ہیں؟ فوراً واپس جائیں میں آ رہی ہوں۔''

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ اپنا ایک اہم کام صرف اپنی پوتی سے ہی کرا سکتا ہوں۔وہ آتے ہی بولی۔''گرینڈ پا! آپ کے اعصاب کمزور ہو چکے ہیں۔پہلے جیسی دماغی توانائی بھی نہیں رہی ہے۔تعجب ہے آپ نے خیال خوانی کی پرواز کیسے کی؟''

میں نے کہا۔''کبریا نے تنویمی عمل کے ذریعے تھوڑی سی توانائی پیدا کی ہے۔یہ اسی کا نتیجہ ہے۔میں چار دیواری سے باہر نہیں جا سکتا۔خیال خوانی کے ذریعے تو جانے دو۔''

اس نے کہا۔''آپ شغل کے طور پر کبھی کبھی خیال خوانی سے دل بہلانا چاہتے ہیں مگر وعدہ کریں چند منٹوں سے زیادہ ٹیلی پیتھی کو کھیل نہیں بنائیں گے۔کبھی دل چاہے گا تو دو چار گھنٹوں کے بعد آپ خیال خوانی کریں گے۔''

''اگر تم میرا ایک کام کرو گی تو وعدہ کرتا ہوں خیال خوانی بھول جاؤں گا۔''

''ہوں۔آپ مجھ سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں؟''

''ہاں۔مگر تم نہیں کرو گی۔''

''کیوں نہیں کروں گی؟''

''اعلیٰ حضرت نے پابندیاں عائد کی ہیں۔ان کے مطابق صرف کبریا آتا ہے۔باقی تم سب نے ایسے بھلا دیا جیسے میں پھٹا ہوا لباس ہوں۔اب کوئی رشتہ مجھے نہیں پہنے گا۔''

''پلیز گرینڈ پا! آپ ایسے الفاظ استعمال نہ کریں۔ آپ ہمارا ایسا فخریہ لباس ہیں کہ ہماری آخری سانسوں تک ہمارے وجود کو ڈھانپتے رہیں گے۔آپ کی آئندہ نسلیں قیامت تک آپ کی غیر معمولی شہرت اور نیک نامی کو اوڑھتی رہیں گی۔''

وہ ذرا چپ رہی پھر بولی۔''اعلیٰ حضرت نے ہمیں آپ کے پاس آنے سے اور گرینڈ مما کے دماغ میں جانے سے روک دیا ہے۔ہمیں اس بات سے تکلیف ہوئی تھی مگر ہم جانتے ہیں کہ وہ ہماری بہتری کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔''

''ابھی کیسے آ گئیں جب کہ پابندیاں ہیں؟'

''صرف میں نہیں آئی ہوں۔آج اعلیٰ حضرت بھی آپ کے اندر آئے تھے۔''

''ہاں۔توقع نہیں تھی۔اچانک ہی آ گئے تھے۔''

اس لیے کہ وہ پابندیاں ختم کر رہے ہیں۔شاید حالات رخ بدل رہے ہیں۔قدرت کی منشا کے مطابق جو ہونا ہے اب وہی ہوگا۔''

''اس کا مطلب ہے کہ اب تم پابند نہیں ہو میرا کام کر سکتی ہو؟ میری خاطر سونیا کے دماغی دروازے کھول سکتی ہو؟''

''دروازے کھل جائیں گے۔مجھے کچھ نہیں کرنا ہوگا۔اعلیٰ حضرت ہم سے بہتر جانتے ہیں کہ کسے کس وقت کیا کرنا ہے۔اتنا کہتی ہوں کہ آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔''

''تمہاری باتوں سے اطمینان حاصل ہو رہا ہے۔ٹھیک ہے دادا کی جان! اب تم جا سکتی ہو۔''

''وِل گرینڈ پا! خدا حافظ....''

وہ چلی گئی۔مجھے سونیا تک پہنچنے کی بے چینی تھی۔میں

چند لمحات تک بستر پر چپ چاپ پڑا چھت کو تکتا رہا۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی بہتری کے لیے دعائیں مانگتا رہا پھر بسم اللہ کہہ کر خیال خوانی کی پرواز کی تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔

وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی خلا میں تک رہی تھی۔ انتظار کر رہی تھی پھر بولی۔ ''ایشورارا! خاموش کیوں ہو؟ جب بھی آتے ہو میرے چور خیالات پڑھتے ہو۔ تمہیں یقین ہے کہ یوں چور خیالات پڑھتے ہوئے فرہاد تک پہنچ جاؤ گے؟''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''میری جان! میں تمہارا فرہاد ہوں۔''

وہ حیرانی اور بے یقینی سے بولی۔ ''میرا دماغ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے مقفل ہو چکا ہے۔ تم کیسے آ گئے؟ کیا تم فرہاد کے لب و لہجے میں بول کر دھوکا دے رہے ہو؟''

''مجھ پر شبہ نہ کرو۔ اعلیٰ حضرت نے پابندیاں اٹھا لی ہیں۔ میں کبریا سے کہوں گا اب وہ بھی تمہارے اندر آ سکے گا۔''

''نہیں۔ میں ایسی باتوں میں نہیں آؤں گی۔ اپنے فرہاد ہونے کا ثبوت دو۔''

''بڑی مشکل ہے۔ دس بارہ منٹ سے زیادہ خیال خوانی نہیں کر سکوں گا۔ خود کو فرہاد ثابت کرنے میں ہی وقت گزر جائے گا۔''

پھر میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''ہاں... ابھی ثابت کر رہا ہوں۔ ایشورارا نہیں جانتا کہ میں کہاں ہوں؟ تم جانتی ہو میں شاہدرہ والے مکان میں ہوں۔ اس مکان میں تین کمرے اور ایک صحن ہے۔ میں شمال کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے سامنے بیٹھا تمہارے پاس پہنچ گیا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''اب یقین ہو رہا ہے۔ یا خدا! ابھی تمہاری آواز سن کر مجھے کتنی خوشی....''

بات ادھوری رہ گئی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ بھرپور مسرتوں کا اظہار کر رہی تھی۔ ایسے ہی لمحات میں اچانک رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ میں نے پھر اس کے پاس پہنچنا چاہا مگر خیال خوانی کا پرندہ پر سمیٹ کر بیٹھ گیا۔ پر نہیں مار رہا تھا۔ پرواز نہیں کر رہا تھا۔ بارہ منٹ گزر چکے تھے۔

آہ....! معشوق بلندی پر تھی۔ میں وہاں تک پہنچ گیا تھا۔ موجودہ حالات پر اہم باتیں ہونے والی تھیں۔ وہ خوش ہو رہی تھی۔ ایسے ہی وقت کہتے ہیں۔

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

ملتے ملتے بچھڑ جانے کی تکلیف کیسی ہوتی ہے یہ میں سمجھ رہا تھا۔ اب دو چار گھنٹوں کے بعد ہی اس کے پاس جا سکتا تھا۔ یا خدا...! میں کس قدر مجبور ہو گیا ہوں؟

اس وقت بہت زیادہ کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ مجھے منع کیا جاتا ہے کہ خیال خوانی نہ کروں۔ دماغ اور تھکے گا۔ کمزوری اور بڑھے گی۔ ابھی خیال خوانی کے بعد ایسی ہی تھکن اور کمزوری برداشت کر رہا تھا۔

میں ایسے وقت فون کے ذریعے ڈاکٹر کو کال کرتا تھا۔ سرہانے فون رکھا ہوا تھا۔ میں نے چاہا کروٹ بدل کر اسے اٹھاؤں مگر اس سے پہلے ہی سر چکرانے لگا۔ تھوڑی دیر تک ساکت رہ گیا۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا کہ ڈاکٹر کو بلانے کے قابل نہ رہوں مگر اب ایسا ہو رہا تھا۔ میں فون کی طرف کروٹ نہ لے سکا۔ ہمیشہ شہزور بن کر رہنے والے کو یہ کمزوری گراں گزر رہی تھی۔

میں کیا کروں؟ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا تھا؟ ایسی کمزوری غالب آئی تھی کہ میں فون کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا سکتا تھا۔

میں کیا سمجھوں؟ کیا جسمانی قوت جواب دے رہی ہے...؟ کیا میں ہل جل نہیں سکوں گا؟ منہ پھیرنے والی زندگی کو پکڑ نہیں پاؤں گا...؟

اچانک ہی میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ دن کا وقت تھا۔ میں اجالے کی ہلکی سی رمق دیکھنا چاہتا تھا مگر آنکھیں بند ہو گئیں۔ میں تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

میرے حالات درسِ عبرت ہیں۔ میں وہ فاتح اعظم تھا جو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک انسانی دماغوں کو تسخیر کرتا چلا جاتا تھا۔ جسمانی قوت سے بڑے بڑے شہزوروں کو پچھاڑ دیا کرتا تھا۔ ایسے وقت میں تو کیا دنیا کا کوئی بھی طاقتور یہ نہیں سوچتا بلکہ یقین نہیں کرتا کہ وہ کبھی کمزور بھی ہو گا۔

ایسا ہوتا ہے۔ کمال حاصل کرنے والے زوال کو بھول جاتے ہیں۔ ابھی اِن لمحات میں دنیا کے تمام طاقتوروں سے کہا جائے کہ بیماری اور بڑھاپا تمہیں پٹخنے والا ہے اور بڑھاپے سے پہلے بھی قدرتی حالات تمہیں اس قدر کمزور بنانے والے ہیں کہ تم ایک فون تو کیا ایک تنکا بھی اٹھانے کے قابل نہیں رہو گے۔ تو وہ طاقت کے نشے میں کبھی یقین نہیں کریں گے۔

ہم بہت کچھ حاصل کرتے ہیں مگر دوسروں کے زوال سے عبرت حاصل نہیں کرتے.... ہے کوئی جو میرے حالات سے عبرت حاصل کرے؟

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

ایک طرف وہ آفاقی دشمن تھا اور دوسری طرف خلائی آفات قیامت صغریٰ بن کر ٹوٹنے والی تھیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے محققین نے بتایا تھا کہ خلائی آفتوں سے نمٹنے کے لیے دنیا بھر کے ماہرین فلکیات سر جوڑ رہے ہیں۔ گرینڈ میٹنگز منعقد کی جارہی ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے حقائق تک پہنچنے اور ان کا سدباب کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

ان گرینڈ میٹنگز کے جو بھی نتائج پیش آنے والے تھے' ادارے کے محققین مجھے اُن سے مطلع کرتے رہتے تھے۔ کبریا ہر معاملے میں میرا رول پلے کررہا تھا۔ لہٰذا جب ادارے کے ایک محقق نے مجھ سے رابطہ کیا تو اسے معلوم نہ ہوسکا کہ کبریا سے مخاطب ہورہا ہے۔ اس نے کہا۔ ''سر! ایک خوشخبری ہے۔''

کبریا نے پوچھا۔ ''کیا خلائی آفات ٹل گئی ہیں؟''

''فی الحال یقین سے نہیں کہا جاسکتا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ٹل رہی ہیں۔ خطرات ستر فیصد ختم ہوچکے ہیں۔ اب سے پہلے جو تحقیق کی گئی تھی' اس سے ثابت ہوا تھا کہ سورج سے نکلنے والی شعاعوں کے منفی اثرات کو اور باردار ذرات کو زمین کی سطح تک پہنچنے سے روکنے کا قدرتی طریقہ کار ہے۔ ہماری فضا اور زمین کے گرد جو ایک حفاظتی مقناطیسی میدان یا دیوار ہے' وہ ابھی اس حد تک ناکارہ نہیں ہوئی ہے کہ تیز بار دار ذرات کو زمین کی سطح تک پہنچنے سے روک نہ سکے۔ لہٰذا اسی تحقیق کو مرکز بناتے ہوئے مزید تحقیقات کی گئیں۔ نتائج امید افزا ہیں۔ ہماری زمین کو جو تیس فیصد خطرہ ہے' اس میں بھی کمی آرہی ہے۔''

کبریا نے پوچھا۔ ''اگر ایک فیصد خطرہ بھی باقی رہا تو زمین کا کون سا حصہ زیادہ متاثر ہوگا؟''

''کوئی خاص حصہ متاثر نہیں ہوگا۔ بلکہ ہمیشہ کی طرح خلائی تبدیلی کے اثرات یہاں کے موسمی حالات پر اثر انداز ہوں گے۔ اس کے باوجود دنیا بھر کے خلائی تحقیق کے ادارے کسی بھی ناگہانی آفت سے نمٹنے کے لیے اپنے اپنے طور پر الرٹ ہیں اور نت نئی تحقیقات کررہے ہیں۔''

یہ واقعی دنیا کے سب ہی لوگوں کے لیے بہت بڑی خوشخبری تھی۔ قیامت آتے آتے ٹلنے والی تھی۔ اگرچہ اب دنیا بھر کے موسمی حالات میں غیر معمولی تبدیلیاں رونما ہوسکتی تھیں' پھر بھی ایک بہت بڑے خطرے سے نجات مل رہی تھی۔

خلائی تحقیقات کے حوصلہ افزا نتائج سامنے آتے ہی بابا صاحب کے ادارے میں سیکڑوں سر سجدۂ شکر میں جھک گئے۔ نفلی عبادتوں کا ایک ایمان پرور سلسلہ شروع ہوگیا۔

ارضی دنیا پر منڈلانے والی قیامتِ صغریٰ قدرتی طور پر ٹل گئی تھی۔ اب کبریا کے آگے دشمن اکابرین تو تھے ہی مگر ان سے زیادہ آفاقی دشمن چیلنج بنے ہوئے تھے۔ اس نے پہلی باری میری جگہ لے کر بہت بڑی ذمہ داری قبول کی تھی۔

☆☆☆

میں تھوڑی دیر پہلے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر یہ خوشخبری سنا رہا تھا کہ اب اس کا دماغ مقفل نہیں رہے گا۔ آئندہ کبریا بھی اس کے پاس آئے گا۔ وہ اپنی خوشی کا اظہار کررہی تھی۔ ایسے ہی وقت میری دماغی توانائی جواب دے گئی تھی۔ میں اس سے کچھ کہے سنے بغیر بچھڑ گیا تھا۔

اُدھیڑ بن الجھ کر رہ گئی کہ میں نے کیوں اچانک رابطہ ختم کردیا ہے؟ کیا اچانک ہی کوئی دشمن میرے مقابل چلا آیا ہے؟ ایسا ممکن تھا' جیسے وہ اچانک ہی ایشورارا کی گرفت میں آگئی تھی۔ میں بھی آسکتا تھا۔

میرے موجودہ حالات کے پیشِ نظر ایک معمولی سا دشمن بھی مجھے اپنے زیر اثر لاسکتا تھا۔ وہ ایسی باتیں سوچتے ہوئے جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ اس تکون کمرے میں ایسی بندھی ہوئی تھی کہ کسی بھی طرح میری خیریت معلوم نہیں کرسکتی تھی۔

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ دل کہہ رہا تھا۔ ''کوئی دشمن شاہدرہ والے مکان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ کوئی وہاں نہیں پہنچے گا۔ میں خوامخواہ اندیشوں میں مبتلا ہورہی ہوں۔''

پھر وہ سوچنے لگی۔ ''فرہاد کی سوچ کی لہریں بہت کمزور تھیں۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ اور زیادہ بیمار اور کمزور ہوگیا ہے۔ یا خدا! وہ بالکل تنہا ہوگا۔ کیسے دن گزار رہا ہوگا؟ کیا ڈاکٹرز اسے اٹینڈ کرتے ہوں گے؟ کیا اسے وقت پر کھانا اور دوائیں مل رہی ہوں گی؟''

اس نے میری بیمار اور لرزتی ہوئی نحیف آواز سنی تھی۔ اب اس کا دل تڑپ رہا تھا۔ وہ ایسے تن گئی تھی' جیسے اُڑ کر میرے پاس پہنچ جائے گی۔ اسے وہاں سے نکلنے کی بے چینی اس لیے بھی تھی کہ دماغ کے دروازے کھل گئے تھے۔ امید تھی کہ ابھی کبریا یا اپنا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے پاس آئے گا اسے باہر کی اہم معلومات فراہم کرے گا اور وہ اپنے طور پر دشمنوں سے نمٹ سکے گی۔

پہلے اس کا دماغ جکڑا ہوا تھا۔ اب وہ ایسی جکڑ بندی میں نہیں تھی۔ اس کے اندر جیسے پرواز کے لیے ایندھن بھر گیا تھا۔ وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر سہمہ طرفہ دیواروں کو گھورنے لگی۔ ''کہاں ہے دروازہ.....؟''

اس نے ایک دیوار کو فلائنگ کک ماری پھر اُلٹی قلابازی کھا کر فرش پر کھڑی ہوگئی۔ شکنجے میں آنے والی خطرناک بلا دماغی طور پر آزاد ہوگئی تھی۔ اب تک دنیا کی بڑی سے بڑی رکاوٹیں اس کا راستہ کبھی نہ روک سکیں۔ وہ تین دیواریں اسے کیا روک سکتی تھیں۔

اس نے اب سے پہلے ان دیواروں کو اچھی طرح ٹٹول کر دیکھا تھا۔ وہاں کوئی ایسا چھوٹا بڑا آلۂ کوئی ایسا میکانزم نہیں تھا۔ ہوتا تو چور دروازہ وہیں ہوتا۔ اسے مایوسی ہوئی تھی۔

وہ ایک جگہ رک کر فرش کو دور تک دیکھنے اور سوچنے لگی۔ اس نے فرش پر بھی اچھی طرح ہاتھ پاؤں مار کر کان لگا کر یہ جاننے کی کوشش کی تھی کہ نیچے تہ خانے یا چور دروازے کا خلا ہے یا نہیں؟

نہیں.... کہیں فرش کے نیچے نہ خلا تھا نہ ہی ایک چیونٹی کی بھی آمد و رفت کا کوئی راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ یہ حیران کردینے والی بات تھی۔ عقل تھک کر یہ سوچ سکتی تھی کہ اسے جادو کے ذریعے اس تکون کمرے میں پہنچایا گیا ہے۔

اور سونیا کی عقل یہ تسلیم نہیں کرسکتی تھی۔ وہ سر جھکا کر فرش پر ٹہلنے لگی۔ سوچنے لگی۔ ''ٹیلی پیتھی ایک جادو ہے۔ میرے دماغ پر ایشورارا کا قبضہ تھا شاید ابھی نہیں ہے۔ وہ اب تک مجھے بھٹکاتا رہا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے مجھے چور دروازے تک پہنچنے نہیں دے رہا تھا۔''

وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر سوچنے لگی۔ ''اب کیا صورت حال ہے؟ کیا اب بھی میرا دماغ اس کے زیر اثر ہے؟''

وہ فرش پر بیٹھ گئی پھر لیٹ گئی۔ جہاں تک نظر جارہی تھی' وہاں تک دیکھ رہی تھی۔ کمرے میں ایسا کوئی بڑا اور بھاری سامان نہیں رکھا تھا جس کے نیچے چور دروازہ چھپا ہوا ہو۔

کوئی بڑا اور بھاری سامان....؟

ایکدم سے دماغ میں روشنی کا جھماکا سا ہوا۔ اس نے بیڈ کی طرف دیکھا۔ سوال پیدا ہوا کہ اب تک پورے کمرے میں بھٹکتی رہی اور بیڈ کے نیچے کیوں نہیں گئی؟

سیدھی سی بات سمجھ میں آئی کہ ایشورارا نے جانے ہی نہیں دیا۔ وہ اس کے دماغ کو اپنی مٹھی میں رکھتا تھا۔ اسے بستر کے نچلے حصے کی طرف جانے نہیں دیتا تھا۔ اس لیے وہ پورے کمرے کو دیکھتی تھی مگر بیڈ کو دیکھنے کے باوجود یہ بات ذہن میں نہیں آتی تھی کہ نیچے جا کر بھی دیکھنا چاہیے۔

وہ فرش پر لڑھکتی ہوئی بستر کے پاس آگئی۔ اوپر بچھی ہوئی بیڈ شیٹ نیچے فرش تک گئی تھی۔ اس لیے نچلا حصہ چھپ گیا تھا۔ اس نے چادر اٹھائی تو گویا پردہ اٹھ گیا۔

وہاں ایک چھوٹا سا چبوترا بنا ہوا تھا۔ جبکہ بیڈ کے نیچے ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ یہ اندازہ ہوگیا کہ وہی چور دروازہ ہے۔ وہ فرش پر کھسکتی ہوئی قریب آئی۔ چبوترے کی اوپری سطح پر ایک چرخی لگی ہوئی تھی۔ وہی چرخی کھل جاسم سم کہتی ہوگی۔

سونیا نے اسے پکڑ کر ایک طرف گھمایا پھر دوسری طرف گھمایا تو وہ گھوم گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ چبوترا ایک سمت کھسکنے لگا۔ اس کی جگہ خلا پیدا ہونے لگا۔ اس نے آگے کو جھک کر دیکھا تو زیرو پاور کی روشنی میں نیچے جانے والی سیڑھی دکھائی دے رہی تھی۔

اس کے دل میں جیسے ٹھنڈک سی بھر گئی۔ رہائی پانے کا راستہ مل گیا تھا۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا پھر بسم اللہ پڑھ کر سیڑھی پر آگئی۔ وہاں سے نیچے جانے لگی۔ ادھر تہ خانہ نہیں تھا۔ آگے ایک کشادہ سی سرنگ کسی سمت جارہی تھی۔ پتا نہیں کہاں جارہی تھی؟ اسے جانا تو تھا ہی' وہ چل پڑی۔

یہاں تک کامیابی حاصل کرتے ہوئے یہ یقین ہوگیا کہ وہ ایشورارا کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرچکی ہے۔ اب اسے جلد سے جلد وہاں سے دور نکل جانا چاہیے۔ سرنگ زیادہ طویل نہیں تھی۔ وہ تقریباً سو گز کے فاصلے پر ختم ہوگئی۔

جہاں اختتام ہوا وہاں سے ایک سیڑھی اوپر تک گئی تھی۔ چھت پر ویسے ہی چبوترے کے برابر خلا نظر آرہا تھا۔ اس نے سیڑھی کے چند پائیدان پر چڑھتے ہوئے دیکھا۔ اوپر بلب کی روشنی تھی۔ یعنی وہ سرنگ اسے ایک تکون کمرے سے نکال کر کسی دوسرے مکان میں پہنچا رہی تھی۔

یہ بات ایک موٹی سی عقل میں بھی آسکتی تھی کہ وہ مکان خالی نہیں ہوگا۔ سیارے سے آنے والے وہاں ضرور رہتے ہوں گے۔ ان کے پاس اسلحہ اور غیر معمولی مشینیں ہوں گی۔ پتا نہیں وہ کتنی تعداد میں ہوں گے؟

اس سے خوفزدہ رہنے والے ایشورارا نے یہ سوچا ہوگا کہ سونیا کسی طرح تکون کمرے سے فرار ہوگی تو اس سرنگ سے ہی گزرے گی۔ لہٰذا اسے روکنے کے لیے بڑے سخت انتظامات کیے گئے ہوں گے۔ وہ دبے قدموں ایک ایک پائیدان پر چڑھتی ہوئی سرنگ کی چھت تک آگئی۔

وہ چھت دوسرے مکان کا فرش تھی۔ اس نے فرش کے خلا سے سر ابھار کر دیکھا۔ وہ ایک کوریڈور میں پہنچ رہی تھی۔ وہاں خاموشی اور ویرانی تھی' جیسے وہ مکان غیر آباد ہو۔ وہ سرنگ سے نکل کر کوریڈور میں آگئی۔ دبے قدموں چلتی ہوئی ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔

دروازہ بند تھا۔ کھڑکی بھی بند تھی۔ اس نے جھک کر کی ہول سے آنکھ لگا کر دیکھا۔ دروازے سے کچھ فاصلے پر ایک عورت کا جسم دکھائی دیا۔ وہ ایک مرد کی آغوش میں تھی۔ دھیمی دھیمی موسیقی کی دھن میں وہ دونوں تھرک رہے تھے۔

سونیا نے سیدھے ہو کر دروازے کو دیکھا کچھ سوچا پھر اسے باہر سے بند کر کے آگے بڑھ گئی۔ آگے کوریڈور کے موڑ پر دوسرا کمرا تھا۔ اس نے کھڑکی کے پاس جا کر دیکھا۔ اندر ایک شخص کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرا بیڈ پر نیم دراز تھا۔ ایک کا سر جھکا ہوا تھا' دوسرا خلا میں تک رہا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ دونوں ہی خیال خوانی میں مصروف ہیں۔

اس کی غیر معمولی سونگھنے کی حس نے بتا دیا کہ وہاں سیارے سے آنے والے لوگ ہیں۔ وہ اس دروازے کو بھی باہر سے بند کر کے دبے قدموں آگے بڑھ گئی۔ اس مکان میں چار کمرے تھے۔ ایک کمرا خالی تھا۔ چوتھے کمرے میں سیارے سے لائی جانے والی غیر معمولی مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک دیوار پر بہت بڑی ٹی وی اسکرین تھی۔ ایک شخص کمپیوٹر کو آپریٹ کر رہا تھا اور اسکرین پر نظر آنے والے شخص سے کچھ بول رہا تھا۔

سونیا کو یہ علم ہو گیا کہ اس مکان میں ایک عورت اور چار مرد ہیں۔ وہ ان سب سے نمٹنے کے لیے اس عورت کو تین مردوں سمیت دو کمروں میں بند کر چکی تھی۔ باقی چوتھا شخص مشینوں کے درمیان اپنے کسی معاملے میں مصروف تھا۔ وہ دروازہ کھول کر کمرے میں آ گئی۔

وہ اپنے کام میں اس قدر منہمک تھا کہ دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی ہلکی سی آواز نہ سن سکا۔ جو شخص اسکرین پر نظر آ رہا تھا وہ کہیں دور کسی دوسری چار دیواری میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی مشین کی اسکرین پر سونیا کو دیکھتے ہی چیخ کر کہا۔ ''منڈیلا...! ہوشیار.....! یہ یہاں کیسے آ گئی؟''

منڈیلا فوراً ہی سونیا کی طرف پلٹا مگر اسے دیکھ نہ سکا۔ اسی لمحے میں آنکھوں کے سامنے بجلی سی کوند گئی۔ سونیا نے گھوم کر منہ پر لات ماری تھی۔ وہ پیچھے جا کر مشین سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ اسکرین پر نظر آنے والے نے کہا۔ ''سونیا! پچھتاؤ گی۔ یہاں سے زندہ نہیں جا سکو گی۔ سرینڈر کر دو۔ گھٹنے ٹیک دو۔''

وہ چھلانگ لگا کر کمپیوٹر کے پاس آئی۔ پھر اسے آف کر دیا۔ دیوار پر بڑی سی اسکرین بجھ گئی۔ اسے چیلنج کرنے والا اس کمرے سے گم ہو گیا۔ ایسی سچویشن میں تیزی طراری اور پھرتی کام آتی ہے اور وہ بڑی حاضر دماغی سے دشمنوں کو اپنی طرف آنے سے روک رہی تھی۔ لات کھانے والا اپنی جگہ سے اٹھ رہا تھا۔ وہ دوسری لات کھا کر پھر گر پڑا۔

مشین کے پاس کلاشنکوف رکھی ہوئی تھی۔ سونیا نے اسے اٹھا کر منڈیلا کا نشانہ لیا پھر حکم دیا۔ ''فوراً اٹھو اور ٹوائلٹ میں چلو..... کم آن.....''

وہ اٹھ کر اس کے آگے آگے چلتا ہوا ٹوائلٹ میں آیا۔ وہاں پہنچتے ہی سونیا نے اس کے سر پر گن کے دستے سے ضرب لگائی وہ چکرا کر گرا پھر اٹھ نہ سکا۔ وہ بیہوش ہو گیا تھا۔

اب اس کے ساتھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر نہیں آ سکتے تھے اور نہ سونیا کے خلاف اسے اپنے طور پر استعمال کر سکتے تھے۔ وہ واش روم کے دروازے کو باہر سے بند کر کے اس کمرے سے نکل آئی۔ اس نے جن دو کمروں کو باہر سے بند کیا تھا۔ وہاں سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سچویشن یہ تھی کہ سونیا نے جس شخص کو ٹی وی اسکرین سے بجھا دیا تھا اس نے خیال خوانی کے ذریعے دوسرے کمرے میں رہنے والوں کو بتا دیا تھا کہ سونیا منڈیلا کے پاس پہنچی ہوئی ہے۔

یہ معلوم ہوتے ہی انہوں نے اپنی اپنی گن سنبھالی تھی پھر کمروں سے باہر آنا چاہا تھا مگر وہ دروازے باہر سے بند تھے۔ اب وہ فائر کر کے دھکے مارتے ہوئے انہیں کھول رہے تھے۔

ان دروازوں کو تو کھلنا ہی تھا۔ ان کے ساتھ موت کے راستے بھی کھل گئے۔ جیسے ہی وہ منڈیلا کے پاس جانے کے لیے تیزی سے باہر آئے کلاشنکوف کے ایک برسٹ نے انہیں اچھال کر فرش پر گرا دیا۔ تیسرا شخص دوڑتا ہوا کوریڈور کے موڑ پر آیا تو سونیا کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اسے سنبھل کر فائر کرنے کا موقع نہ ملا اس کی بھی موت آ گئی تھی۔

ایسے وقت ایک نوجوان لڑکی کوریڈور میں سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ سونیا نے ڈانٹ کر پوچھا۔ ''کون ہو تم.....؟''

وہ روتی ہوئی اکڑوں بیٹھ گئی۔ کہنے لگی۔ ''سامنے والے بنگلے میں رہتی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا یہاں کیسے آ گئی؟ یہ لوگ جادوگر ہیں۔ یہ جو کہتے ہیں' میں وہی کرنے لگتی ہوں۔''

وہ سیارے والا اس نوجوان لڑکی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے عیاشی کے لیے لایا تھا۔ سونیا نے اسے تھپک کر تسلی دی پھر اسے ساتھ لے کر اس کمرے میں آئی جہاں منڈیلا کو ٹوائلٹ میں بند کیا تھا۔ وہ فرش پر پڑا ہولے ہولے کسمسا رہا تھا۔ ہوش میں آ رہا تھا۔

سونیا نے بھری ہوئی بالٹی اس پر انڈیلی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے کلاشنکوف سے نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ ''ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر بتاؤ ایشورارا کہاں ہے؟''

وہ سہم کر فرش پر پیچھے کی طرف کھسکتے ہوئے بولا۔ ''میں نہیں جانتا۔ یقین کرو کوئی بھی نہیں جانتا... ہاں مگر اس کا ایک بھائی اس کا قابلِ اعتماد دستِ راست ہے۔ اس کا نام ایکورارا ہے۔ وہ ضرور جانتا ہوگا۔''

''تم یہاں تمام مشینیں آپریٹ کر رہے ہو۔ تمہیں میری نگرانی کے لیے یہاں رکھا گیا ہے۔ ایشورارا دن رات تم سے رابطہ رکھتا ہوگا۔ چلو اٹھو ابھی اس سے بات کرو۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر کمرے میں آیا۔ سونیا نے پوچھا۔ ''ایکورارا کے متعلق بتاؤ وہ کہاں مل سکتا ہے؟''

''وہ بھی روپوش رہتا ہے۔ ایک اندازہ ہے کہ دونوں بھائی یورپ کے کسی ملک میں رہتے ہیں۔''

وہ بڑی اسکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ ''اس سے رابطہ کرو۔ میں اسے اسکرین پر دیکھنا چاہتی ہوں۔''

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''وہ بہت محتاط رہتے ہیں۔ دونوں بھائی اسکرین پر کبھی نہیں آتے۔ خیال خوانی کے ذریعے یا پھر کمپیوٹیکٹنگ مشین کے ذریعے باتیں کرتے ہیں۔''

ایسے ہی وقت ایشورارا نے منڈیلا کے اندر آ کر کہا۔ ''مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ یہ بلا شکنجے سے نکل گئی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں' تم دماغی طور پر کمزور ہو گئے ہو۔ اس کے نشانے پر رہ کر ہماری نہ سہی دوسرے ساتھیوں کی نشاندہی کرو گے۔ مجھے افسوس ہے میں تمہاری خدمت گزاری کا اعتراف کرتے ہوئے تمہیں ہمیشہ کے لیے رخصت کرنے والا ہوں۔''

وہ گھبرا گیا۔ ''نہیں۔ ایشورارا! مجھے ہلاک نہ کرو۔ میں اپنے کسی ساتھی کی نشاندہی نہیں کروں گا۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہائے ایشورارا! اپنا غصہ مجھ پر نہیں اتار سکتے اس بیچارے پر اتارنے آئے ہو۔ کیا میرے دماغ میں آ سکتے ہو؟''

وہ بولا۔ ''میں نے کوشش کی تھی لیکن پتا نہیں کس طرح تمہیں ہم سے دور کر دیا گیا ہے؟ ہماری سوچ کی لہروں کو تمہارا دماغ نہیں مل رہا ہے۔''

''یہ سوچو کہ تم نے مجھے ٹریپ کر کے کیا پایا؟ کیا کھویا؟''

''مجھ سے بڑی بھول ہوئی جس وقت میرے شکنجے میں آئی تھیں اسی وقت مار ڈالتا تو دردسر بننے کے لیے ابھی زندہ نہ ہوتیں۔''

''کیسے مار ڈالتے؟ تم تو مجھے چارہ بنا کر فرہاد کو ٹریپ کرنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ تمہارے ہاتھ میں میری ہلاکت کی لکیر نہیں ہے۔ میرے ہاتھ میں ابھی سے تمہارے خون کی بُو آ رہی ہے۔''

وہ منڈیلا کو دیکھ کر بولی۔ ''ابھی تم اس کے اندر ہو۔ اس کے بعد میرے آگے آگے بھاگتے رہو گے۔ مجھ سے چھپتے رہو گے۔ اگر کچھ روز جینا چاہتے ہو تو میرا مشورہ مانو اپنی ماں کی گود میں' باپ دادا کے سیارے میں واپس چلے جاؤ۔''

اس نے کہا۔ ''سونیا! میں بہت پہلے ہی تسلیم کر چکا ہوں کہ تم ناقابلِ تسخیر ہو' ناقابلِ شکست ہو پھر بھی تمہیں کسی طرح جیت لینا چاہتا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''میں ابھی تمہارے اس خفیہ اڈے میں ہوں۔ آؤ اپنی حسرت پوری کرو۔ مجھے جیت لو۔''

''نہیں۔ میں تھک گیا ہوں۔ تم بڑی مضبوطی سے میری گرفت میں آنے کے بعد ہاتھوں سے نکل گئی ہو۔ میری عقل میرا تجربہ کہہ رہا ہے' تم مجھ سے دوستی کر و یا نہ کرو۔ مجھے دشمنی نہیں کرنی چاہیے۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''میں دوستی نہیں کروں گی تو کیا تم دشمنی سے باز آ جاؤ گے...؟ نہیں۔ ہماری زمین پر رہنے اور حکومت کرنے کے لیے پہلے کی طرح اکابرین سے سمجھوتا

آپ بھی بھرپور طاقت کے مالک بنیئے طبی دنیا میں کامیاب اور لاجواب نسخہ

مرد حضرات ہی پڑھیں۔

برسہابرس سے ہمارے ماہر طب خصوصاً ایسے مریضوں کے لیے جو اپنی ناتجربہ کاری کی بنا پر بیحد و امراض میں مبتلا ہو کر طرح طرح کے علاج سے مایوس ہو گئے تھے کے لیے اپنے تجربے تحقیقات انتھک محنت لگن اور کاوشوں سے ایسا نسخہ تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے جس نے کئی ناکارہ بوڑھوں کو بہت کم دنوں میں جوان مرد بنا دیا اور وہ ایسے گئے گزرے کمزور نوجوان ایک ایک ہفتے آزما کر یہ ثابت کر دکھایا کہ یہ جوہر فعلی بے پناہ قوت کا سرچشمہ ہے آپکی خدمت میں پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کر رہے ہیں کہ اس کے استعمال سے جسم میں نیا اور تازہ خون پیدا ہونے لگتا ہے چہرے پر سرخی ہاتھ پیروں میں پختگی توانائی ظاہر کر کے صحت کو قابل رشک بنا دیتا ہے اور آپکو وہ تمام خوشیاں میسر ہو جاتی ہیں جسکے لیے آپ ایک مدت سے محروم رہے ہیں آج ہی ایک خط اپنی مکمل کیفیت لکھ کر جوابی لفافے کے ہمراہ ہمیں روانہ کریں آپکو یہ نسخہ فوراً روانہ کر دیا جائے گا۔

حکیم اینڈ سنز
پوسٹ بکس نمبر 2159 کراچی 74600 پاکستان

کروگے۔ وہ سمجھوتا مجھ سے دشمنی ہوگی۔''

وہ منڈیلا سے ذرا دور ہوکر بولی۔ ''تم جو پالیسی بھی اختیار کروگے' تمہاری جو بھی حکمت عملی ہوگی' وہ مسلمانوں کے خلاف ہوگی۔''

ایسے وقت سونیا نے اپنے اندر سوچ کی لہریں محسوس کیں۔ کبریا نے کہا۔ ''مما! آپ اس سے بات کریں۔ ہم یہاں موجود رہیں گے۔''

عالی کی آواز سنائی دی۔ ''ہم کا مطلب ہے' آپ کی یہ بیٹی بھی موجود ہے۔''

الپانے کہا۔ ''یس مما...! میں بھی ہوں۔''

سونیا خوشی سے کھل گئی۔ اس کے اندر اچانک ہی ٹیلی پیتھی کی بارود بھر گئی تھی۔

ایشورارا کہہ رہا تھا۔ ''میری کوئی بھی حکمت عملی مسلمانوں کے خلاف نہیں ہوگی۔ اگر تم ایک بار مجھ پر بھروسا کرو۔ ایک بار ایسا دوستانہ معاہدہ کرو' جس کے تحت میں اپنی قوم کے ساتھ اس زمین پر شاہانہ انداز سے رہ سکوں تو....''

وہ بات کاٹ کر بولی۔ ''ہم کبھی تمہیں شاہ تسلیم نہیں کریں گے۔''

''اور میں تسلیم کرانے کی غلطی نہیں کروں گا۔ میں مسلمانوں کے دینی جذبات کو ٹھیس پہنچانے والا کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ دنیا کے ایسے حصے میں اپنی حکومت قائم کروں گا جہاں مسلمان نہیں ہوں گے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''غیر مسلموں کے خلاف نہ تم میری اتحادی ہوگی نہ میں تمہیں محاذ آرائی کے لیے کہوں گا۔ تم بھی جانتی ہو اور میں بھی جانتا ہوں یہودی اور عیسائی اکابرین اور ان کی فوجیں میرے مقابل ٹھہر نہیں پائیں گی۔ میں حکومت کرنے کے لیے امریکا اور یورپ کا شمالی حصہ طلب کروں گا اور انہیں راضی ہونا پڑے گا۔''

''یہودی اور عیسائی جان لڑا دیں گے مگر تمہیں اپنے کسی علاقے کا حکمران نہیں بننے دیں گے۔''

وہ بولا۔ ''مجھے ہر قیمت پر یہاں رہنا ہے۔ میں اور میرے وفادار سیارے میں واپس نہیں جائیں گے۔ ہم یورپ اور امریکا کے اکابرین سے طویل جنگ لڑتے رہیں گے۔ تمہاری طرف سے مداخلت کا اندیشہ نہیں رہے گا تو ہم جلد ہی جنگ جیت لیں گے پھر اپنے مطلوبہ علاقوں پر اپنی حکومت قائم کرلیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''بہت اچھی سیاسی اور جنگی حکمت عملی ہے۔ ہم سے جنگ نہ کرنے کا' ہمیں نقصان نہ پہنچانے کا معاہدہ کروگے تو ہماری طرف سے کوئی اندیشہ نہیں رہے گا۔ تم ادھر اکابرین کے ایک ہی محاذ پر لڑتے رہو گے۔''

''ہاں۔ میں انہیں جلد ہی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردوں گا۔''

''جب وہ لوگ تمہارے مطیع و فرمانبردار بن جائیں گے اور تم ایک مضبوط حکومت قائم کرلو گے تو پھر ہمیں مطیع فرمانبردار بنانے کے لیے جنگ شروع کرو گے۔''

''میں کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ تمہاری زندگی میں تو کبھی ایسا سوچوں گا بھی نہیں.... تمہارے بعد بھی بابا صاحب کے ادارے سے ٹکرانے کی جرات نہیں کروں گا۔''

''ابھی عقل سے سوچ رہے ہو' اس لیے ایسا کہہ رہے ہو۔ جب ہماری دنیا کے کسی ایک حصے کے حکمران بنو گے تو حکمرانی کی ہوس بڑھے گی۔ ٹیلی پیتھی کی قوتوں کا مظاہر کرنے کا خبط سوار ہوگا۔ سپر پاور بننے کے لیے دوسرے ممالک کو اپنے زیر اثر لاؤ گے۔ ہماری ارضی دنیا میں جگہ جگہ فتح کے جھنڈے گاڑتے جاؤ گے۔ طاقت کے نشے میں عقل چکرائے گی اور کہے گی کہ سونیا فرہاد کیا ہیں؟ بابا صاحب کے ادارے کی کیا مجال ہے کہ تمہاری سیلابی قوتوں کے آگے بند باندھیں....؟ ہم نے تاریخ کے آئینے میں بڑے بڑے فرعون دیکھے ہیں۔ تمہیں بھی فرعون بنتے دیر نہیں لگے گی۔''

وہ بڑی عاجزی سے سمجھانے کے انداز میں بولا۔ ''تم مجھ پر بھروسا نہیں کرنا چاہتیں۔ کیونکہ ہم اب تک ایک دوسرے کے جانی دشمن رہے ہیں۔ کچھ ایسا کرو کہ عارضی طور پر مجھے آزما سکو۔''

''تم میرا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کیا کرو گے؟''

''میں تمام دنیا سے کہوں گا کہ سونیا کا اعتماد حاصل کررہا ہوں اور دنیا والوں کے سامنے قسم کھا رہا ہوں کہ دین اسلام کے خلاف کبھی میری طرف سے ٹیلی پیتھی کا مظاہر نہیں ہوگا۔ مجھے ایک بار آزما کر دیکھ لو۔ میں مسلمانوں کے خلاف کبھی سیاسی اور فوجی قوت استعمال نہیں کروں گا۔''

وہ اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کے لب و لہجے سے یقین ہو رہا تھا کہ وہ آئندہ مسلمانوں سے دوستی اور اتحاد رکھنا چاہتا ہے۔ ہم سے بار بار مات کھانے کے بعد ہماری برتری تسلیم کرتے ہوئے سونیا کے آگے گھٹنے ٹیک رہا ہے۔

ایسے وقت اسے اپنے اندر اعلیٰ حضرت کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ ''...اس کی بات مان لو۔ اسے آزماؤ پھر دیکھو کہ پردۂ غیب سے کیا ہونے والا ہے؟'' انہوں نے اچانک آکر یہ ہدایت دی پھر کہا۔ ''یہاں سے نکل کر ادارے میں ہمارے پاس آؤ۔''

شاید وہ اور بھی کچھ کہہ سکتے تھے۔ سونیا خلا میں تکنے لگی۔ انتظار کرنے لگی لیکن اس کے اندر خاموشی رہی۔ وہ آئے تھے اور مختصر سی ہدایت دے کر چلے گئے تھے۔

الپانے کہا۔ ''مما! میں نے اعلیٰ حضرت کی آواز سنی ہے؟''

کبریا اور عالی نے کہا۔ ''ہم نے بھی سنی ہے۔ آپ ایشورارا کے معاملے میں لچک پیدا کرسکتی ہیں۔''

ایشورارا نے منڈیلا کے ذریعے کہا۔ ''تم خاموش ہو۔ کیا میری دوستانہ التجا پر غور کررہی ہو؟''

اس نے کہا۔ ''ہاں۔ یہ سوچ رہی ہوں کہ اپنی دنیا میں امن و امان قائم رکھنے اور ایک طویل بے نتیجہ جنگ لڑنے کے بجائے تمہیں ایک بار آزمانا چاہیے۔''

وہ خوش ہوکر بولا۔ ''تھینکس آلاٹ.... ایک بار مجھے آزماؤ۔ مجھے صرف ایک موقع دو۔ میں تمہارا اور تمام مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرلوں گا۔''

''میں اس لیے سمجھوتا کروں گی کہ تمام بے گناہ مسلمان تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے شر سے محفوظ رہیں گے۔''

وہ بولا۔ ''میرا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی بھی مسلمان کے ایک ننھے سے بچے کو بھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یہ بتاؤ کیا ہمارے درمیان تحریری معاہدہ ہوگا؟''

''تم کبھی معاہدے کے خلاف دشمنی پر اتر آؤ گے تو ہم کس عدالت میں وہ تحریری معاہدہ لے کر جائیں گے...؟ کوئی تحریری معاہدہ نہیں ہوگا۔ ہمارے ایمان کے مطابق صرف اللہ تعالیٰ کی عدالت میں فیصلے ازخود ہوجاتے ہیں۔ یہ تم آئندہ دیکھو گے۔''

''ٹھیک ہے تم دوستی قائم رکھنے کے سلسلے میں اپنی شرائط منوا سکتی ہو۔''

سونیا نے منڈیلا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''پہلی اور اہم شرط یہ ہے کہ ہمارے درمیان فاصلہ رہے گا۔ ہم بدستور ایک دوسرے سے روپوش رہیں گے۔ میں تمہاری طرف نہیں آؤں گی۔ تم مجھے اور فرہاد کو تلاش نہیں کرو گے۔''

''میں کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گا۔''

''ہم نہیں چاہیں گے کہ تم بے گناہ غیر مسلموں کو بھی نقصان پہنچاؤ۔ تم اپنے مخالفین سے ایسی جنگ لڑو گے جس کے نتیجے میں امن و امان کا مسئلہ پیدا نہ ہو اور عوام ہر طرح سے محفوظ رہیں۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں عوام کا دل جیتنے کے لیے ان کی سلامتی کا خیال رکھوں گا۔''

میرا خیال

ایک خاتون تھانے میں:

''میرے شوہر کل دوپہر کو آلو گوشت لینے نکلے تھے ابھی تک واپس نہیں آئے۔''

تھانے دار کچھ سوچتے ہوئے:

''میرے خیال میں آپ آلو گوبھی پکالو۔''

ان کی گفتگو کے درمیان الپا نے منڈیلا کے اندر جاکر معلوم کیا تھا کہ ان کا وہ خفیہ اڈہ انقرہ کے ایک مضافاتی علاقے میں ہے پھر اس نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اور ادارے کے جاسوسوں سے کہا۔ ''تم سب اس خفیہ اڈے سے انقرہ کے ایئرپورٹ تک مما کی نگرانی دور ہی سے کرتے رہو گے۔ سیارے والوں کی چالبازیوں کو سمجھنے کی کوششیں کرتے رہو گے۔''

پھر اس نے سونیا سے پوچھا۔ ''آپ یہاں سے پیرس جائیں گی؟''

''ہاں' جاؤں گی۔ مگر اس سے پہلے فرہاد کے پاس جانا چاہوں گی۔ فوراً کسی بھی پہلی فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کرو۔''

اس نے عالی اور کبریا سے کہا۔ ''سب محتاط رہو۔ سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی رازداری سے میرا پیچھا کریں گے۔ چور چوری سے جاتا ہے ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ ایشورارا بڑی مکاری سے تمہارے پاپا تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔''

ایشورارا نے منڈیلا سے کہا۔ ''اگر سونیا سے سمجھوتا نہ ہوتا تو وہ تمہیں اپنا آلۂ کار بنالیتی یا مار ڈالتی۔ میں بھی تمہیں زندہ نہ چھوڑتا مگر اب میں خوش ہوں اور مطمئن ہوں اور بے شک تم میرے وفادار ہو۔ میں تمہیں نئی زندگی دے رہا ہوں۔''

منڈیلا سر جھکا کر اس کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ وہ لڑکی جسے سیارے والا عیاشی کے لیے ٹریپ کرکے لایا تھا۔ سونیا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے عالی سے کہا۔ ''یہ لڑکی معصوم ہے۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا تھا۔ یہ سامنے والے کسی بنگلے میں رہتی ہے۔ تم اسے وہاں پہنچا دو۔''

پھر اس نے منڈیلا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ایشورارا! میں یہاں سے نکل رہی ہوں۔ میرے پیچھے اپنے جاسوس نہ لگانا۔ یہ مت بھولنا کہ میں تمہیں آزما رہی ہوں۔''

''میں نہیں بھولوں گا۔ تمہیں کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ میں جارہا ہوں۔ آئندہ کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے رابطہ رہے گا۔ یہ مشین یہاں رکھی ہوئی ہے۔ تم اسے لے جاسکتی ہو۔''

وہ منڈیلا کے دماغ سے چلا گیا۔ اس کے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے انقرہ میں تھے۔ ان سے رابطہ کرنے لگا پھر انہیں حکم دیا۔ ''دور ہی دور سے سونیا پر نظر رکھی جائے۔ اسے کسی قسم کا شبہ نہ ہونے پائے۔ وہ خطرناک بلا تم لوگوں کی بُو سونگھ کر ہوشیار ہوجائے گی۔ لہٰذا اسی دنیا کے آلہ کاروں کو اس کے پیچھے لگاؤ۔''

اس نے اپنے وفاداروں کو سمجھایا۔ ''سونیا کو صرف اپنی نظروں میں رکھنا ہے۔ فی الحال اس سے دشمنی نہیں کرنی ہے۔ وہ ہماری سوچ سے زیادہ چالاک ہے۔ کبھی یہ نہ سمجھنا کہ وہ غافل ہے اور آسانی سے مات کھانے والی ہے۔''

اس نے اپنے لوگوں کو آخری بات یہ سمجھائی کہ وہ آسانی سے نشانے پر آئے تب بھی اسے گولی نہ مارنا۔ اکابرین کو زیرِ اثر لانے اور انہیں اپنا محکوم بنانے تک سونیا سے دوستی اور اتحاد کا چرچا ہوتا رہے گا تو اکابرین کمزور پڑتے رہیں گے۔

سونیا اس چار دیواری سے نکل کر باہر آئی پھر ایک کار میں بیٹھ کر انقرہ کی طرف جانے لگی۔ اس نے الپا سے پوچھا۔ ''کیا ہورہا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''مما...! ہم ایشورارا جیسے دشمن پر کبھی بھروسا کر ہی نہیں سکتے۔ یقیناً اس کے آدمی آپ کی نگرانی کررہے ہوں گے۔ ہم بہت محتاط ہیں۔''

کبریا نے کہا۔ ''آپ یہاں سے اتاترک اسٹریٹ میں جائیں۔ وہاں دنیا کے کئی ممالک سے آنے والی خواتین کا اجتماع ہے۔ حقوقِ نسواں کے سلسلے میں مطالبات پیش کیے جارہے ہیں۔ اس اجتماع میں مردوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''میں سمجھ گئی۔ وہاں اپنا لباس اور حلیہ آسانی سے تبدیل کرسکوں گی۔ میری نگرانی کرنے والے خواتین کی محفل میں نہیں آسکیں گے۔''

عالی نے کہا۔ ''ہوسکتا ہے نگرانی کرنے والوں میں کوئی عورت بھی ہو۔''

''ہوں.... ہوسکتا ہے۔ ایشورارا نے عورتوں کو بھی آلہ کار بنا رکھا ہو۔ وہاں ہم محتاط رہیں گے۔ مجھے مسلسل ایک ہی عورت کی بُو ملتی رہے گی تو وہ نظروں میں آجائے گی۔''

سونیا اس اجتماع میں جا کر گم ہوئی تو نگرانی کرنے و مایوس ہو گئے۔ انہیں اس عمارت کے اندر اور باہر ہزا خواتین کے درمیان جانے کی اجازت نہیں ملی۔ وہ فوراً ہو عورت کو آلہ کار بنا کر اسے سونیا کے پیچھے نہیں لگا سکتے تھے۔

اور جب وہ چند خواتین کے ساتھ عمارت سے باہ کوئی اسے پہچان نہ سکا۔ عارضی میک اپ کے ذریعے ا چہرہ بدل گیا تھا۔ سر پر ریشمی بالوں کی وگ تھی۔ لباس بھی چکا تھا۔ نگرانی کرنے والے اسے اتاترک اسٹریٹ ڈھونڈتے ہی رہ گئے۔ ہمارے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جا والے سفارت خانے اور پاسپورٹ کے شعبوں میں گئے۔ انہوں نے وہاں کے تمام متعلقہ افسران کے دما پر قبضہ جمالیا پھر ایک فرضی نام سے سونیا کا پاسپورٹ بنوا وہاں سے روانہ ہونے والی ایک پہلی فلائٹ میں سیٹ حا کرلی۔ اس طرح وہ آٹھ گھنٹے کے اندر میرے پاس پہنچ گئی

میں ان لمحات میں اسے یاد کررہا تھا۔ اس کے بے چین ہورہا تھا۔ مجھے خیال خوانی نہیں کرنی چاہیے تھی اب میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ میں نے تڑپ کر پیتھی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچتے ہی کہا۔ ''بس ایک م کے لیے آیا ہوں۔ آجاؤ میری جان! میری جان انگلی ا ہے۔ تمہیں دیکھے بغیر دنیا سے نہیں جاسکوں گا۔''

اس نے کہا۔ ''فوراً واپس جاؤ۔ میں آرہی ہوں۔''

اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر اپنی حاضر ہوگیا۔ اسی وقت میں نے بیرونی دروازے کے کھلنے بند ہونے کی آوازیں سنیں پھر اپنے کمرے کے کھلے ہو دروازے کو دیکھا۔ یوں لگا جیسے دعا عرش تک پہنچنے سے قبول ہوگئی ہو۔ وہ کھلے ہوئے دروازے پر کھڑی تھی۔

میرے اندر جیسے بجلی بھر گئی۔ میں بیماری اور کمزور کو بھول گیا۔ اچھل کر بستر پر بیٹھ گیا۔ وہ دوڑتی ہوئی آکر سے لپٹ گئی۔ وہ خواب میں بھی ایسے اچانک نہیں آ تھی۔ جیسے اب آکر کلیجے سے لگ گئی تھی۔ اسے بازوؤں ب جکڑ لینے کے باوجود یقین نہیں ہورہا تھا کہ وہ اپنے بیمار پاس آگئی ہے۔

میں نے کہا۔ ''مجھے یقین دلاؤ کہ میں خواب نہیں د رہا ہوں۔ تم سچ مچ آگئی ہو اور اب واپس نہیں جاؤ گی۔''

اس نے میرے چہرے سے چہرہ ملایا پھر میرے آ گال کو دانتوں سے کاٹا۔ میں نے تکلیف محسوس کرتے ہو سسکاری لی۔ اس نے پوچھا۔ ''یقین آیا....؟''

میں اسے دونوں ہاتھوں سے چھو کر دیکھ رہا تھا۔

سے خوشی برداشت نہیں ہورہی تھی۔ میرا سر چکرانے لگا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ سونیا نے فوراً سہارا دے کر لٹاتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں یوں جوانوں کی طرح اچھل کر بیٹھنا نہیں چاہیے تھا پھر یہ کہ تم خیال خوانی سے باز نہیں آتے ہو۔''

میں جواباً کچھ کہہ نہیں پارہا تھا۔ اس قدر کمزوری تھی کہ منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ وہ جان لیوا جدائی کے بعد آئی تھی۔ میں اسے جی بھر کر دیکھنا چاہتا تھا۔ مگر نہ دیکھ سکا۔ آنکھیں آپ ہی آپ بند ہوتی چلی گئیں۔ کیسی بے بسی تھی۔ میں اپنی محبت کو جی بھر کر دیکھ بھی نہ سکا۔ آپ ہی آپ اپنے آپ سے غافل ہوگیا۔

☆☆☆

ہم سب برسوں سے بولتے چلے آتے ہیں۔ آخر ایک وقت ہماری آواز ختم ہوجاتی ہے یا ہم انتہائی کمزوری کے باعث بول نہیں پاتے۔ ساری عمر دنیا کو دیکھتے دیکھتے بینائی کمزور ہوجاتی ہے یا ختم ہوجاتی ہے۔ جس دنیا کو چھوڑ کر جانا ہے۔ وہ دھندلا جاتی ہے۔ ہمیں بے دست و پا ہو کر عجیب بے بسی کی حالت میں یہاں سے رخصت ہونا پڑتا ہے۔

میں کبھی ایک پہاڑ کہلاتا تھا۔ کوئی میری بلندی کو چھو نہیں سکتا تھا' مگر قدرت کا قانون ہے کہ دنیا کا ہر شخص پہلے زوال پذیر ہوتا ہے پھر فنا ہوجاتا ہے۔ یہ سلسلہ ازل سے ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی ہورہا ہے اور سب ہی کے ساتھ یہی ہونے والا ہے۔

میں نے آندھی طوفان جیسی تیز رفتار زندگی گزاری ہے۔ اب تھک گیا ہوں۔ سکون سے بستر پر پڑا رہتا ہوں۔ ہونا بھی یہی چاہیے۔ تھکنے کے بعد آدمی گرتا ہی ہے... بستر پر گرے یا قبر میں...

کہنے کو تو میں اپنے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے فولادی حصار میں ہوں۔ نہ پہلے کوئی دشمن میری موت بن پایا تھا' نہ اب بن پائے گا لیکن موت تو ہر ذی روح کا اختتام ہے۔ سونیا نے بڑی بے بسی سے مجھے دیکھا پھر پوچھا۔ ''تم اپنے موجودہ حالات کو سمجھ رہے ہو۔ ایسے وقت بولو تمہاری آخری خواہش کیا ہے؟''

میں بول نہیں پاتا تھا۔ اٹک اٹک کر بولتا تھا۔ میں نے کہا۔ ''دینِ اسلام....''

میں رُک رُک کر سانسیں لینے لگا پھر رُک رُک کر بولا۔ ''کی سلامتی...''

میں نے پھر ذرا ٹھہر کر کہا۔ ''ایشورارا کی.... پسپائی...''

اگرچہ میں بڑی مشکل سے سے بول رہا تھا مگر بڑے جذبے سے بول رہا تھا۔ ''دیکھ... دیکھنا۔ چاہ۔ چاہتا ہوں...''

سونیا نے کہا۔ ''انشاء اللہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ دین کے دشمن خواہ سیارے سے تعلق رکھتے ہوں' خواہ ارضی دنیا کے یہودی اور عیسائی ہوں۔ وہ سب بُری طرح پسپا ہوں گے۔''

ان سیارے والوں کا قصہ ختم ہونا چاہیے تھا۔ پہلے یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ ان کا سیارہ قدرتی آفات کی زد میں آکر بری طرح تباہ ہوجائے گا۔ اسی لیے ایشورارا اپنے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ ہماری زمین پر آگیا تھا۔ اب ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ان کا سیارہ محفوظ تھا۔ اب وہ لوگ واپس جاسکتے تھے۔

سونیا نے ایشورارا سے سمجھوتا کیا تھا۔ جبکہ یہ جانتی تھی' وہ بھروسے کے قابل نہیں ہے۔ وہ اپنے طور پر بڑی چالاکی سے ہمیں دوست بنا کر ہماری طرف سے محفوظ رہ کر صرف اکابرین کے محاذ پر جنگ لڑنا چاہتا تھا۔ ان پر غالب آنے کے بعد انہیں اپنا محکوم بنانے کے بعد ہم سے نمٹنا چاہتا تھا۔

وہ اپنی دانست میں ہمیں دھوکا دے رہا تھا اور سونیا اسے خوش فہمی میں مبتلا کرچکی تھی۔ اس کی پہلی اور آخری کوشش یہی تھی کہ مجھ سے اور سونیا سے چھپ کر رہے، کبھی ہماری نظروں میں نہ آئے۔ لہٰذا وہ ہم سے چھپ کر رہنے کے لیے ایک مسلمان عالم دین بن گیا تھا۔

اس کا بھائی اس کا دستِ راست ایکورارا تنویمی عمل کے ذریعے دینِ اسلام کی تمام اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کرچکا تھا۔ اب اس کے چہرے پر لمبی ڈاڑھی تھی۔ وہ ٹخنوں سے اوپر شرعی پاجامہ پہنتا تھا۔ دین کی تمام باتیں تمام مسائل اور ان کے تمام حل اس کے حافظے میں محفوظ رہتے تھے۔ وہ علمائے دین کے درمیان بیٹھ کر بڑی عالمانہ مدلل گفتگو کرتا تھا۔ سب ہی اس کی علمی قابلیت سے متاثر ہوجاتے تھے۔

اس نے خود کو ایسا مکمل عالم بنایا تھا کہ کوئی اسے بہروپیا نہیں کہہ سکتا تھا۔ ہم بھی اس کے روبرو جا کر دھوکا کھا سکتے تھے۔ اسے ایشورارا کی حیثیت سے کبھی پہچان نہ پاتے۔

ایسٹ لندن ہیملٹ میں ایک وسیع و عریض مسجد ہے۔ اس مسجد میں عبادت کے لیے تقریباً ساڑھے چار ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے۔ اس کے احاطے میں بہت بڑا کانفرنس ہال' لائبریری' مدرسہ' فٹنس سینٹر' دفاتر اور ایک ریڈیو اسٹیشن ہے۔ ایشورارا اسی جگہ پہنچا ہوا تھا اور اس میں کوئی شبہ

نہیں تھا کہ وہ تمام شک وشبے سے بالاتر ہو گیا تھا۔

وہ اپنی دانست میں دو اہم پہلوؤں سے کامیابیاں حاصل کر چکا تھا۔ایک تو یہ کہ بہروپیا عالم بن کر ہمیشہ ہمیں دھوکا دے سکتا تھا۔کبھی ہماری گرفت میں نہیں آسکتا تھا۔

دوسری بڑی کامیابی یہ حاصل ہوئی تھی کہ ہماری طرف سے دشمنی کا اندیشہ نہیں رہا تھا اور یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔وہ ماضی میں ہم سے مسلسل مات کھاتا رہا تھا۔اس نے شکست کھانے کی وہ راہیں فی الحال بند کر دی تھیں۔

☆☆☆

میری طبیعت ذرا سنبھل گئی تھی۔میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔سونیا نے کبریا کو فون کے ذریعے بلا کر کہا۔''تمہارے پاپا بہت کمزور ہو گئے ہیں اور ایسا تمہاری حماقت سے ہو رہا ہے۔''

اس نے پوچھا۔''میں نے کیا حماقت کی ہے مما....؟''

''تم نے اپنے باپ پر تنویمی عمل کیا۔ان کے اندر اتنی توانائی پیدا کی کہ انہوں نے خیال خوانی کی پرواز کی' پہلے انوشے کے پاس گئے پھر میرے پاس آئے۔جانتے ہو' وہ کس قدر تھک گئے ہیں اور کمزور ہو گئے ہیں؟''

''میں نے تو صرف دس منٹ کی توانائی پیدا کی تھی۔''

''کیوں کی تھی.....؟''

''وہ ضد کر رہے تھے۔کہہ رہے تھے' دن رات بستر پر پڑے رہتے ہیں۔باہر کھلی فضا میں جا نہیں سکتے' کم از کم خیال خوانی کے ذریعے تو دل بہلا سکتے ہیں۔''

''آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا' وہ خیال خوانی کرنے کے بعد اتنے نڈھال ہو گئے تھے کہ ٹھیک طرح بات بھی نہیں کر سکتے تھے۔خدا کا شکر ہے' میں دشمن کے شکنجے سے نکل آئی ہوں۔میری قربت سے تنہائی مایوسی' فکر اور پریشانی ختم ہو گئی ہے۔یہ جلد ہی سنبھل جائیں گے۔''

وہ میرے پاس سے اٹھ کر بولی۔''میں سوپ تیار کرنے جا رہی ہوں۔تم اپنے پاپا سے باتیں کرو۔''

وہ کچن کی طرف چلی گئی۔کبریا نے میرے اندر آکر پوچھا۔''ہائے پاپا! اب تو آپ تنہا نہیں ہیں۔ہزاروں دواؤں کی ایک دوا ہمارے آپ کے پاس۔آپ جلد ہی چلنے کے قابل ہو جائیں گے۔''

''ہاں بیٹے! تمہاری ماں کے آتے ہی بہتری محسوس کر رہا ہوں۔''

''پاپا! آپ کی بے جا ضد پوری کر کے میں نے مما کی ڈانٹ سنی ہے۔''

ایسے ہی وقت کبریا نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔کوئی بول رہا تھا۔''پھر ہا دھیا....! ہم رہے ہیں۔''

میں ان ہی لمحات میں کبریا سے کہہ رہا تھا۔''آ خیال خوانی کرنے کی ضد نہیں کروں گا۔تمہاری ماں ہے۔مجھے اب کچھ نہیں چاہیے۔''

کبریا نے فوراً ہی سانس روک کر آنے وا بھگایا' مگر ان چند ساعتوں میں میری بھی آواز سن لی تھی۔اس نے کہا۔''پاپا! آپ ذرا خاموش رہیں۔ میرے اندر آیا تھا۔ابھی معلوم کرتا ہوں' وہ کون ہے؟''

وہ اس اجنبی کے اندر پہنچ گیا۔اس نے کہا۔''میں تھا' میرے کو بھگانے کے بعد کھڈ ہی آؤ گے۔''

اس نے پوچھا۔''کون ہو تم...؟''

''میں جے بلرام بھنڈاری ہوں۔میری بڑی جے کار ہوتی ہے۔یعنی کہ بڑی واہ واہ ہوتی ہے۔''

''کون ہو تم...؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''میں وہی تو بول رہا ہوں۔میرا نام جے بلر بھنڈاری ہے۔بلرام کا مطلب جانتے ہو' بھگوان رام طرح شکتی والا' تاکت والا اور اس دنیا کے بھنڈار میں دولت اور کامیابیاں ہیں' وہ سب میرے لیے ہیں۔''

کبریا نے ناگواری سے کہا۔''تم بہت بولتے ہو۔ بتاؤ میرے پاس کیوں آئے تھے؟''

''آنے کو تو میں پندرہ برس پہلے آجاتا۔مگر دُرگا ما بھگت ہوں۔ماں نے منع کیا تھا کہ تم سے دور رہوں۔ لیے دور ہی دور رہا۔''

''اب کیوں آئے ہو؟''

''چلّہ کاٹنے سے ماں نے درشن دیے اور کہا' اب تم سے جیادہ بلوان ہو گیا ہوں۔تم سے دوستی بھی کر سکتا ہو اور دشمنی بھی...''

''یہ بہتر ہو گا کہ نہ دوستی کرو نہ دشمنی' جیسے اجنبی ویسے ہی رہو۔''

''ماں دُرگا کا حکم ہے' میں دوست بن کر تم سے بہ سے کام نکال سکتا ہوں۔اگر کام نہ آئے تو دشمن بن ہوں۔''

کبریا نے بیزار ہو کر کہا۔''یا خدا! ہم آئے دن طر طرح کے مسائل میں الجھتے رہتے ہیں۔تم نئے مسائل پ کرنے کیوں آرہے ہو؟''

''میں کوئی مشکل پیدا نہیں کروں گا۔تمہاری جندگانی

بہت سندر اور رنگین بنا دوں گا۔''

''کیسے بنا دو گے؟''

''تم بہت بھاگوان ہو۔تمہاری جندگی میں ایک چالیس برس کی اور ایک بیس برس کی آنے والی ہے۔''

کبریا نے پوچھا۔''اس کا مطلب کیا ہوا؟''

''ساری عمر موج مستی میں بسر کرتے رہے۔تعجب ہے چالیس اور بیس نہیں سمجھ رہے ہو؟''

''میں ناسمجھ ہوں۔تم سمجھا دو۔''

''بھئی! میری دھرم پتنی پورے چالیس برس کی ہے۔وہ تم پر مرمٹی ہے۔''

''یہ کیا بکواس ہے؟ تمہاری بیوی مجھ پر مرمٹی ہے اور تمہیں شرم نہیں آرہی ہے؟''

''شرم کیوں آئے گی؟ اب وہ میری گھر والی نہیں ہے۔پندرہ برس پہلے تمہارا اچر چا سنا تھا۔تمہیں کہیں دیکھا بھی تھا۔بس دیکھتے ہی میرے سے تلاک لے لی اور کہہ دیا' جب تک میں اس کو تمہاری دلہن نہیں بناؤں گا' تب تک وہ میری بیٹی میرے حوالے نہیں کرے گی۔''

''کیا تم اپنی دھرم پتنی سے ڈرتے ہو؟ کیا اس سے کمزور ہو؟''

''میں کمجور نہیں ہوں۔اس سے ڈرتا نہیں ہوں۔اب اس کو میری دھرم پتنی مت بولو۔اس کا نام جیوتی جھالر ہے۔''

''یہ جھالر کیا ہوتا ہے؟''

''یہ کچھ بھی ہوتا ہے۔وہ پندرہ برس سے تمہارا انتظار کر رہی ہے۔میں مجبور تھا۔ماں دُرگا نے تم سے دور رہنے کو کہا تھا۔جیوتی جھالر بھی اس کی پجارن ہے' ماں نے کہا تھا کہ اس سے جبردستی اپنی بیٹی نہ لو۔پہلے جھالر کو پھر ہا دھ کے گلے سے لٹکاؤ۔''

''اچھا تو تم اسے لٹکانے آئے ہو؟''

''وہ بہت سندر ہے۔دیکھو گے تو پاگل ہو جاؤ گے۔اسے اٹھا کر لے جاؤ گے۔''

''ٹھیک کہتے ہو' وہ پاگل ہی ہو گا جو چالیس برس کی عورت کو اٹھا کر لے جائے گا۔''

اس نے کہا۔''ایک بیس برس کی بھی ہے۔''

کبریا نے چونک کر پوچھا۔''اچھا تو ایک اور ہے' کیا تم عورتوں کے رشتے کراتے ہو؟''

''میرا ماملہ گمبھیر ہے۔اس کو مجاک میں نہ لو۔وہ اتیک سندر ہے۔اس کو دیکھو گے تو دیکھتے ہی رہ جاؤ گے۔بہت جبر دست ہے۔کمان کی طرح تن جاتی ہے۔تیر کی طرح چل پڑتی ہے۔اور وہ تمہاری اور چل پڑی ہے۔قسم کھاتی ہے کہ تمہارے سوا کسی کو منہ نہیں لگائے گی۔''

''تمہاری باتیں دلچسپ ہیں۔اس لیے رہا ہوں۔یہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا کہ میرے پاس کیوں آئے ہو؟''

''ابھی تو بتایا ہے چالیس برس والی' بیس برس وا اور دُرگا ماں یہ تینوں کہتی ہیں کہ تم ہی میرے کام آسکتے ہو۔''

''وہ کام کیا ہے؟''

''تم کو فیصلہ کرنا ہے۔شادی چالیس برس والی سے کرو گے یا بیس برس والی سے...؟''

''تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں تمہارا مشورہ سنتے شادی کر لوں گا؟''

''وہ تو کرو گے جرور کرو گے۔میری بات مانو بیس برس والی سے کرو۔وہ میری بیٹی ہے۔''

کبریا پھر ایک بار چونک گیا۔''کیا.....؟ ان میں سے ایک تمہاری سابقہ بیوی ہے اور دوسری بیٹی ہے؟''

''ہاں۔وہ ماں بیٹی ایک دوسرے کو چاہتی ہیں گ تمہارے لیے جھگڑا بھی کرتی رہتی ہیں۔ماں کہتی ہے' پھر بڈھا کھوسٹ ہے۔ایک کنواری لڑکی کو اس کی آرجو نہیں کر چاہیے۔ادھر بیٹی کہتی ہے کہ ماں.....! تم بڈھی ہو گئی ہو۔می جوان ہوں۔میرے کو دلہن بننے دو۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔''تم بے گھر ہو اور وہ تمہار لیے لڑتی رہتی ہیں۔اگر وہ ماں بیٹی نہ ہوتیں تو اچھا ہوتا۔''

''کیا اچھا ہوتا....؟''

''دونوں ہی تم سے شادی کر لیتیں۔''

''تم اپنے دماغ سے یہ کیوں سوچ رہے ہو کہ می تمہاری مرضی کے مطابق کسی سے شادی کر لوں گا؟''

''میں جو چاہتا ہوں' وہی ہوتا ہے۔تمہیں معلوم ہو چاہیے میں مہاشکتی مان ہوں۔تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔میں سے کم نہیں ہوں۔بلکہ جیادہ ہوں۔کیونکہ کالا جادو بھی جا ہوں۔''

وہ بڑے یقین سے بول رہا تھا۔''جب چاہوں گ تمہاری کھوپڑی جیوتی جھالر کی طرف گھما دوں گا اور جب چاہوں گا' تمہیں اپنی بیٹی نیہا کا دیوانہ بنا دوں گا۔''

''کالا جادو کرنے والے انسان نہیں ہوتے۔ شیطانی عمل ہوتا ہے۔چلو یہ تو معلوم ہوا کہ تم شیطان ہو سے کبھی دور کی بھی دوستی نہیں ہو گی۔''

کبریا لاحول پڑھ کر اس کے دماغ سے نکل آیا۔ بلرام بھنڈاری اپنے ڈرائنگ روم میں ایک ہینگنگ چیئر

بیٹھا آہستہ آہستہ جھول رہا تھا۔ زیرِلب بڑبڑا رہا تھا۔ ”یہ پھر ہاد بہت گھمنڈی ہے۔ ہماری جات کے جادوگر گرگھنٹال بھی کہتے ہیں کہ وہ کبھی کسی کی مٹھی میں نہیں آتا ہے۔ دوسروں کو اپنی مٹھی میں دبوچ لیتا ہے۔ مگر میں تو دُرگا ماں کا بھگت ہوں۔ اس کو نگتی کا ناچ نچاتا رہوں گا۔“

پھر وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ”میرے کو تو کچھ کرنا ہی نہیں ہوگا۔ جیوتی جھالرا اور نیہا اسے پوری دنیا میں دوڑاتی پھریں گی۔“

نیہا نے زینے کے اوپری حصے میں آکر باب کو ہینگنگ چیئر پر جھولتے دیکھا پھر پوچھا۔ ”ڈیڈی! آج تم فرہاد سے بولنے والے تھے.... کیا ہوا؟“

اس نے کہا۔ ”جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ تم کتنی سندر ہو۔ وہ تمہیں دیکھے گا تو تمہارے پیچھے پیچھے دُم ہلاتا پھرے گا۔“

”تب تو اسے دوڑ کر میرے پاس آنا چاہیے۔“

”ابھی آنے والا تھا مگر تمہاری ماں سے ڈرتا ہے۔ وہ اسے پکڑ لے گی۔“

نیہا جھنجلا کر بولی۔ ”کیا مشکل ہے۔ اسے ممی سے چھپا کر کیسے رکھوں؟ کیوں نہ میں اس کے پاس چلی جاؤں؟“

وہ تنبیہ کے انداز میں انگلی اٹھا کر بولا۔ ”کھبردار! میں تم کو بتا چکا ہوں‘ شادی سے پہلے وہ تم کو ہاتھ لگائے گا تو تم پھسل جاؤ گی۔ اس کی دیوانی ہو جاؤ گی۔“

”میں اسے ہاتھ نہیں لگانے دوں گی۔“

”وہ پکا بدمعاش ہے۔ جس کو چھو لیتا ہے‘ اس کو پاگل دیوانی بنا دیتا ہے۔ تم تو ابھی سے اس کے نام کی مالا جپتی رہتی ہو۔ شادی سے پہلے ملو گی تو اس کی داسی بن کے رہ جاؤ گی۔“

”میں اسے اپنا داس بنا لوں گی۔ مجھے اس کا پتا ٹھکانا بتاؤ؟“

اس نے بہانہ کیا۔ ”ابھی معلوم نہیں ہے۔ جب میں اس کے دماغ میں گھس جاؤں گا تو بہت کچھ معلوم کر کے تمہیں بتاؤں گا۔“

نیہا کے فون سے کالنگ ٹون سنائی دی۔ وہ فون اٹینڈ کرتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

جے بلرام بھنڈاری کو بڑی دیر سے ایک بات کھٹک رہی تھی۔ اب اسے یاد آیا کہ اس نے کبریا کے دماغ میں پہنچتے ہی میری آواز سنی تھی۔

وہ کبریا کو فرہاد سمجھ رہا تھا۔ جبکہ میری آواز اور لہجہ بھی ویسا ہی تھا۔ وہ بڑی توجہ سے میرا اور کبریا کا موازنہ کرنے لگا۔ تب یہ فرق معلوم ہونے لگا کہ کبریا کی آواز میں جوانی کا زور تھا۔ میری آواز اور لہجے میں بڑھاپا اور بیماری تھی، کمزوری تھی۔

وہ جھولنے والی کرسی کو روک کر ایک جگہ تھم گیا۔ بڑی سنجیدگی سے سوچنے لگا۔ یہ عجیس پیدا ہوا کہ میں کون ہوں؟ کیا جو فرہاد اس سے باتیں کر رہا تھا‘ اس کا کوئی بیٹا یا کوئی رشتے دار بیمار ہے اگر ایسا ہے تو وہ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر فرہاد کی کمزوریوں سے کھیل سکتا ہے۔

اس نے میری بیمار اور لرزتی ہوئی آواز کو اچھی طرح ذہن نشین کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا میرے اندر پہنچ گیا۔ اس وقت سونیا میرے پاس بیٹھی مجھے سوپ پلا رہی تھی۔ میں کمزوری کے باعث اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکا۔

میرا دماغ کھلی ہوئی کتاب بن گیا تھا۔ کتاب کے پہلے ہی صفحہ نے بتا دیا کہ دراصل میں فرہاد علی تیمور ہوں اور جو اس سے باتیں کرتا رہا تھا وہ میرا بیٹا کبریا ہے۔ میری بیماری کو دنیا والوں سے چھپایا جا رہا تھا۔

کوئی بات اس سے چھپی نہ رہ سکی۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ میں پاکستان کے شہر لاہور میں ہوں۔ شاہدرہ کے علاقے میں میرا ایک چھوٹا سا مکان ہے اور میں سونیا کے ساتھ وہاں دکھ بیماری کے دن گزار رہا ہوں۔

اور کیا رہ گیا تھا‘ معلومات حاصل کرنے کے لیے؟ ایک نئے انجانے دشمن کو میرے ماضی اور حال کی ایک ایک بات معلوم ہو رہی تھی۔ میری زندگی کے جو گہرے راز تھے وہ بھی کھل کر اس کے سامنے آ رہے تھے۔ میں انجانے میں اپنے گھر کا بھیدی بنا ہوا تھا۔ خود اپنی لنکا ڈھا رہا تھا۔

وہ خوشی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھوں سے کبھی چٹکیاں بجا کر کبھی تالیاں بجا کر ناچنے لگا۔

”جے ماتا کی.... جے ماتا کی...

دُرگا ماں.... جے دُرگا ماں!

کوئی نہ پہنچ پایا جہاں...

تُو مجھ کو پہنچائے وہاں...

اب تو میں اس کی کھوپڑیا میں ناچوں گا اور اسے نچاؤں گا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی آسانی سے چرنوں میں جھکا لوں گا۔“

وہ تھوڑی دیر تک خوشی سے ناچتا‘ گاتا اور جھومتا رہا پھر جھولنے والی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا۔ ”وہ بیمار ہے... کیا بیماری ہے؟ مجھے معلوم کرنا چاہیے۔ میں تو بڑی بوٹیوں سے اور منتروں سے برسوں کے بیماروں کو اچھا کر دیتا ہوں۔“

وہ پھر میرے اندر آ کر خیالات پڑھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ مجھ پر ڈینگی وائرس کا حملہ ہوا تھا۔ تب سے بیمار ہوں۔ وہ میرے اندر زیرِلب کچھ پڑھنے لگا۔ وہ سنسکرت بھاشا میں کچھ بول رہا تھا۔ یوں میں نے پہلی بار اس کی آواز سنی اور یہ معلوم ہوا کہ ایک اجنبی میرے اندر جگہ بنا چکا ہے۔

میں نے سونیا کو دیکھا۔ وہ مجھے سوپ پلانے کے بعد میرے پاس ہی بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ تھکن نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ میں نے اسے آواز نہیں دی۔ یہ سوچا کہ پہلے اس اجنبی کے متعلق کچھ معلوم کر لوں پھر سونیا کو اس کے بارے میں کچھ بتا سکوں گا۔

نہ جانے وہ کیا پڑھتا جا رہا تھا؟ میں نے تھوڑی دیر بعد بہت ہی آرام اور سکون محسوس کیا۔ اس نے میرے ذہن سے کمزوری کے احساسات کو کم سے کم کر دیا تھا۔ ایک طویل بیماری کے بعد پہلی بار ایسا لگ رہا تھا کہ نہ میں مریض ہوں اور نہ ہی کمزور ہوں۔ تندرست اور توانا بھی نہیں ہوں۔ بس ٹھیک ہوں۔

جب آرام اور سکون ملا تو آنکھیں بند ہونے لگیں۔ دراصل وہ تنویمی عمل کر رہا تھا۔ جب میں پوری طرح سحر زدہ ہو گیا تو اس نے کہا۔ ”بولو کیا تم میرے معمول اور تابعدار ہو؟“

میں نے کہا۔ ”ہاں۔ میں تمہارا معمول اور تابعدار ہوں۔“

”کیا میرے اس عمل سے تمہیں کوئی چھڑا سکتا ہے؟“

”ہاں۔ اگر میرے دین کے خلاف کوئی بات ہوگی تو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے تم سے نجات مل جائے گی۔“

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ ”میں تمہارا علاج کر رہا ہوں۔ تم دھیرے دھیرے ٹھیک ہو جاؤ گے۔ چلنے پھرنے اور دوسروں کے اندر پہنچنے لگو گے۔ اتنی بڑی نیکی کے بدلے مجھے کیا دو گے؟“

”جو کام دین کے خلاف نہیں ہوگا اسے ضرور کروں گا۔ تمہاری ہر بات مانوں گا۔“

”تم یہ بات کسی کو نہیں بتاؤ گے کہ میں نے تم پر ایسا عمل کیا ہے۔“

میں نے ایک معمول اور تابعدار کی حیثیت سے کہا۔ ”میں کسی کو یہ بات نہیں بتاؤں گا۔“

”جب کوئی بھی دوست یا دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے خیالات پڑھے گا تو تم مجھے بھول جاؤ گے۔ کسی کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔“

میں نے کہا۔ ”جب بھی کوئی دماغ میں آئے گا‘ میں تمہیں بھول جاؤں گا۔ تمہارے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔“

وہ مطمئن ہو کر مجھے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ لمحۂ فکریہ تھا۔ جے بلرام بھنڈاری کی صورت میں ایک نئی مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔ پتا نہیں وہ مجھے کیسے کیسے مسائل سے دوچار کرنے والا تھا؟ فی الحال اس نے نیکی تھی۔ پتا نہیں کیا پڑھتا رہا تھا؟ کس قسم کا عمل کرتا رہا تھا۔ میں ایک ذرا سی توانائی محسوس کرتے ہوئے سکون سے سو گیا تھا۔

بھنڈاری شہر میں ایک خاندانی رئیس کی طرح زندگی گزارتا تھا۔ صرف اس کی سابقہ بیوی جیوتی جھالرا اس کی بیٹی نیہا جانتی تھی کہ وہ پراسرار کالے علوم کا مہا گیانی ہے۔

شہر سے دور ایک وسیع و عریض صدیوں پرانا مندر تھا۔ جہاں کالی مائی کی بارہ فٹ اونچی مورت تھی۔ اس کے سیاہ چہرے پر دو سیاہ گھورتے ہوئے دیدے تھے۔ سرخ لہو سے بھری ہوئی زبان باہر نکلی ہوئی تھی۔ وہ گلے میں انسانی کھوپڑیوں کی مالا پہنے ہوئے تھی۔ اس کے بے شمار ہاتھ تھے۔ ان ہاتھوں میں خون آلود بغدے اور ترشول تھے۔ وہ غصے میں بھری ہوئی جیسے حملہ کرنے کے انداز میں تھی۔

اس کالی مائی کو للکتے والی کو دیکھتے ہی خوف طاری ہو جاتا تھا۔ لیکن بھنڈاری جیسے لوگ ایسی خوفناک دیوی کی پوجا کرتے تھے۔ پراسرار کالے علوم میں مہارت حاصل کرنے کے لیے اور کالی دیوی کو خوش کرنے کے لیے جانوروں اور انسانوں کی قربانیاں دیتے تھے۔ اس کے چرنوں میں بچوں اور جوانوں کی گردنیں اڑا دیتے تھے۔

بڑی درندگی اور غیر انسانی پوجا پاٹ اور تپسیا کے بعد کالے جادو میں خطرناک مہارت حاصل کی جاتی ہے۔ بھنڈاری نے برسوں کی کٹھن اور جان نکال لینے والی تپسیا کے بعد ایسی مہارت حاصل کی تھی کہ بڑے بڑے جادوگروں کے مقابلے میں ناقابلِ شکست بن گیا تھا۔ اور ناقابلِ شکست بننے کے لیے اس نے ایک حیران کر دینے والا عمل خود پر کیا تھا۔ وہ کبھی اپنی پوری آتما کے ساتھ دشمنوں کے ہتھے نہیں چڑھتا تھا۔ اس نے اپنی آتما کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ہر آتما کا ایک جسم تھا۔ ہر جسم ایک الگ جے بلرام بھنڈاری تھا۔

اس طرح وہ ایک جگہ ایک بھنڈاری نہیں تھا۔ بلکہ تین جگہ جے بلرام اور بھنڈاری تھا۔ دشمن کسی ایک کو ہلاک کرتے تھے تو باقی دو ساتھی اس ہلاک ہونے والے کی آتما کو اپنے اندر لے آتے تھے۔ بعد میں وہ تیسرا ساتھی پھر نئی زندگی پا لیتا تھا۔

ان تینوں نے یہ طے کیا۔ ”اتنی بڑی دنیا میں صرف امریکا اور یورپ کے ممالک حکمرانی نہیں کریں گے۔ ہم ہندوستانیوں کا بھی بول بالا رہے گا۔“

ایک ساتھی جج نے کہا۔ ”معلوم ہوا ہے‘ سیارے سے آنے والا بڑا شکتی مان ہے۔ اگر اسے روکا نہ گیا تو وہ پوری دنیا کو ہڑپ کرلے گا۔ سب کو اپنا غلام بنالے گا۔ اس سے پہلے ہم اسے اوندھے منہ گرائیں گے۔“

بلرام نے کہا۔ ”ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایک پھرہاد علی تیمور نے دھوکس جمارکھی تھی۔ وہ ہمارے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ بن سکتا تھا۔ میں نے آج صبح اس کو اپنے بس میں کرلیا ہے۔ وہ ہمیشہ میری مٹھی میں رہا کرے گا۔“

تیسرے ساتھی بھنڈاری نے کہا۔ ”وہ بہت کھترناک ہے۔ اس کو جیادہ دیر مٹھی میں مت رکھو۔ اِدھر ماتا جی کے مندر میں لے آؤ۔ ہم اتنے بڑے آدمی کی بلی چڑھائیں گے تو ماتا جی بہت پرسن ہوں گی۔“

جج نے اس کی تائید میں کہا۔ ”اس کو جلدی سے ماتا جی کے چرنوں میں لے آؤ۔ نہیں تو وہ مصیبت بن جائے گا۔“

بلرام نے کہا۔ ”اس کا باپ بھی مصیبت نہیں بنے گا۔ میں نے اس کے پرکاٹ دیے ہیں۔ وہ میری مرجی کے بنا کبھی میرے اندر نہیں آسکے گا۔ کبھی میرے کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ کبھی میرے کو جان سے مارے گا تو تم دونوں پھر میرے کو نیا جیون دے دوگے۔ اس کے بعد پھرہاد کی شامت آجائے گی۔ میری دشمنی اس کو بہت مہنگی پڑے گی۔“

پھر وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ”وہ مارتا رہے گا‘ میں جندہ ہوتا رہوں گا۔ میرے کو کاہے کا ڈر ہے؟ میں ایک بار اس کو دیوی ماں کی بھینٹ چڑھاؤں گا تو دوسری بار اس کو جندگی نہیں ملے گی۔“

وہ تینوں ہم شکل تو نہیں تھے مگر اُن کی آتمائیں ایک تھیں۔ چونکہ جسمانی طور پر الگ الگ تھے۔ لہٰذا ایک دوسرے کو مخاطب کرنے کے لیے انہوں نے نام الگ الگ رکھے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام جے رکھا گیا۔ دوسرے کو بلرام کہا گیا اور تیسرا بھنڈاری کہلانے لگا۔

وہ لوگوں کو اپنا نام جے بلرام بھنڈاری بتاتے تھے اور پیدائشی طور پر اسی نام سے ان کا ایک وجود تھا۔ وہ جو میرے پاس آیا اور مجھ پر تنویمی عمل کرکے گیا تھا۔ اسے بلرام کہتے تھے۔ اس نے مجھے اپنا پورا نام جے بلرام بھنڈاری بتایا تھا۔

اگرچہ وہ پراسرار عمل کے باعث تین حصوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ تاہم اماوس کی رات ان کا پراسرار عمل کمزور پڑجاتا تھا اور وہ تینوں ایک ہی جسم میں سمٹ آتے تھے۔ چونکہ روح ایک ہی تھی۔ اس لیے صبح ہونے تک ان کا ایک ہی وجود رہتا تھا۔

وہ تمام رات ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو پاتے تھے۔ ایک سے تین ہوکر ایک دوسرے کی حفاظت نہیں کرسکتے تھے۔ اگر ایسے وقت انہیں کوئی دشمن قتل کردیتا تو اس کے اندر سمائے رہنے والے دو وجود بھی فنا ہوجاتے پھر ان میں سے کسی کو نئی زندگی نہ ملتی۔

یہ ان تینوں کی زندگی کا اہم راز تھا۔ جب تک ان کی یہ کمزوری دشمنوں کو معلوم نہ ہوتی تب تک وہ مرنے والے نہیں تھے۔

بلرام نے کہا۔ ”ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس دنیا میں ہماری بھی حکمرانی ہو۔ ہم بڑے بڑے تاکت ور لوگوں کو اپنے بس میں کریں گے اور انہیں انگلیوں پر نچائیں گے۔ تب ہماری منو کامنا پوری ہوگی۔“

وہ بڑے فخر سے بولا۔ ”میں تو اپنا کام کرچکا ہوں پھرہاد میری مٹھی میں آگیا ہے۔ تم دونوں کیا کررہے ہو؟“

جے نے کہا۔ ”دیوی ماں کی کرپا سے معلوم ہوا ہے کہ میں امریکا اور یورپ کے اکابرین کی کھوپڑیوں میں جاکر انہیں کٹھ پتلیاں بنا سکتا ہوں اور اب میں اُدھر جارہا ہوں۔ تم دونوں میرے اندر سے جاؤ۔ میرے کو اپنا کام کرنے دو۔“

بلرام اور بھنڈاری اس کے دماغ سے نکل گئے۔ بلرام نے پوچھا۔ ”بھنڈاری! تم کیا کررہے ہو؟“

وہ بولا۔ ”تم آسانی سے پھرہاد کے اندر پہنچ گئے کیونکہ وہ دوستوں اور دشمنوں کے اندر سوچ کی لہروں سے بولتا رہتا ہے۔ اکابرین بھی ریڈیو اور ٹی وی پر آکر بولتے رہتے ہیں۔ جے کے لیے بھی آسانی ہے۔ وہ ابھی ان کے اندر پہنچ جائے گا مگر میرے کو ایشورارا کی آواز نہیں مل رہی ہے۔ وہ کسی سے بھی کیوں نیکیٹنگ مشین پر بولتا ہے۔“

بلرام نے کہا۔ ”ہاں۔ وہ بہت ہوشیار ہے مگر بالکل گونگا بن کر نہیں رہتا ہوگا۔ اپنے بھروسے کے ماتحتوں سے جرور باتیں کرتا ہوگا۔“

”میں اسی انتظار میں ہوں۔ کبھی اسے بولتے ہوئے سن لوں تو پھر چونک کی طرح اس سے چمٹ جاؤں گا۔“

پھر اُس نے کالی ماتا کی مورت کو دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ”یہ مہاشکتی والی ماتا میرے سپنوں میں آئی تھی۔ یہ بتایا ہے کہ میرے کو کیسے کامیابی ملے گی؟“

”کیسے ملے گی؟“

بھنڈاری نے سر اٹھا کر مندر کی چھت کو دیکھا۔ ٹوٹی ہوئی چھت سے آسمان دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بڑی لگن سے آسمان کو دیکھ کر بولا۔ ”سیارے کی ایک عورت میری مشکل آسان کرے گی۔“

بلرام نے حیرانی سے پوچھا۔ ”سیارے میں عورتیں بھی ہیں؟ ہم نے تو اب تک یہی معلوم کیا ہے کہ وہاں سے صرف مرد آتے ہیں۔“

”وہاں عورتیں جرور ہوں گی۔ تب ہی تو مرد پیدا ہوکر وہاں سے آتے ہیں۔“

بلرام نے قائل ہوکر ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر پوچھا۔ ”دیوی ماں نے کیا کہا تھا؟ کیا سیارے سے کوئی عورت آئے گی؟“

”آنے کی بات نہیں کہی تھی۔ پر معلوم ہوتا ہے‘ آئے گی۔ تب ہی میری مشکل آسان ہوگی۔“

”یہ تو بتایا ہوگا کہ مشکل کیسے آسان ہوگی؟“

”ہاں۔ میں اس عورت کی بلی چڑھاؤں گا۔ اسے دیوی ماں کے چرنوں میں لاکر اس کی گردن اڑاؤں گا۔“

”پھر تو تیری شکتی بڑھ جائے گی۔ تُو اور مہاشکتی مان ہوجائے گا۔“

”ہاں۔ میں مہاشکتی مان بننے کے لیے تپسیا کررہا ہوں۔ اب میرے کو اکیلا چھوڑ دو۔ تم یہاں سے جاؤ۔“

وہ اسے کالی ماں کے سامنے تنہا چھوڑ کر مندر سے باہر چلا گیا۔ اس وقت اس کے دماغ میں سیارے کی ایک خیالی عورت رقص کررہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ”میں خیالی نہیں ہوں۔ آسمان کی طرف دیکھتے رہو۔ کسی بھی دن کسی بھی وقت آنے والی ہوں۔“

☆☆☆

ادھر ایشورارا نئی حکمتِ عملی کے مطابق اکابرین سے نمٹنے کے لیے پرتول رہا تھا۔ تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اپنے اکابرین کے دماغوں کو مقفل کیا تھا۔ وہ ان کے اندر نہیں جاسکتا تھا لیکن اب وہ بڑی سے بڑی رکاوٹیں توڑ کر انہیں دن میں تارے دکھا سکتا تھا۔ اس نے معلوم کیا‘ تمام اکابرین ایک کانفرنس ہال میں تھے۔ ان کا موجودہ مسئلہ یہ تھا کہ وہ اپنے ان امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر بھروسا نہیں کررہے تھے۔ جنہوں نے ان کے دماغوں کو لاک کیا تھا۔ انہیں یقین کی حد تک شبہ تھا کہ وہ تینوں خیال خوانی کرنے والے وائس مین ٹف گائی اور جیمس ہارڈی ہم مسلمانوں کے زیراثر ہیں۔

اس کانفرنس ہال میں ایشورارا بڑی خاموشی سے آیا۔ وہ چپ چاپ ان کی باتیں سننے کے بعد اپنی کچھ سنانے والا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ ان سب سے چھپ کر جے بھی وہاں پہنچا ہوا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے گویا آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔

وہاں تین امریکی خیال خوانی کرنے والوں کا محاسبہ ہو رہا تھا۔ اکابرین ان پر غداری کا الزام لگا رہے تھے۔ وائس مین نے اپنے طور پر صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔ ”ہم تمہارے دماغوں کو لاک کرنے سے پہلے یہ کہہ چکے تھے کہ مسٹر فرہاد ہمارے محسن ہیں۔“

جیمس ہارڈی نے کہا۔ ”ہم ان کی بیٹی عالی سے دشمنی کرتے ہوئے پکڑے گئے تھے۔ وہ چاہتے تو ہمیں مار ڈالتے مگر انہوں نے دوستی اور امن و امان کے راستے پر چلنے کے لیے ہمیں یہ نئی زندگی دی ہے۔“

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ”اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ مسلمان ہمیں نقصان پہنچائیں گے تو کوئی بات نہیں‘ اور ہم ان کے خلاف جوابی کارروائی کریں گے تو تم ہمیں روکو گے؟“

وائس مین نے کہا۔ ”وہ تب نقصان پہنچاتے ہیں‘ جب تم لوگ دشمنی میں پہل کرتے ہو۔ ابھی تمہیں ایشورارا جیسے خطرناک دشمن سے نمٹنا چاہیے مگر تم اسے نظر انداز کرکے مسلمانوں سے ازلی دشمنی کا ثبوت دے رہے ہو۔“

”تم تینوں ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ سیاست نہیں جانتے۔ یہ ہماری سیاسی حکمت عملی ہے۔ مسلمانوں کو ایک ذرا ڈھیل دی جائے تو وہ ہم پر غالب آجائیں گے۔ پوری دنیا پر چھا جائیں گے۔ ایسا ہونے سے پہلے ہی ہم ان کی رسّی کھینچ لیتے ہیں۔“

”ہم یہودیوں اور عیسائیوں کی یہی سوچ‘ یہی عداوتیں اسلام کی ابتدا سے چلی آرہی ہیں۔ تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں کو کچلنے کی بھرپور کوششیں کی گئی ہیں۔ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ہمارے تمام ہتھیار، تمام مکاریاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ ناکامی کے چودہ سو سال کم نہیں ہوتے۔ اب تو ہمیں شرمندہ ہونا چاہیے۔“

”ہمیں شرم نہ دلاؤ۔ کام کی باتیں کرو۔ اپنا فیصلہ سناؤ۔ تم اپنے ملک اپنی قوم کے کام آؤ گے یا فرہاد کا ساتھ دے کر آدھے مسلمان اور آدھے عیسائی یعنی آدھے تیتر آدھے بٹیر بنے رہو گے؟“

”ہم آدھے نہیں مکمل ہیں۔ ذرا عقل سے سوچو! ابھی ہمارا اور مسلمانوں کا مشترکہ دشمن ایشورارا ہے۔ ہمیں متحد

ہوکر اسے اپنی دنیا سے بھگانا ہے۔ یہ سمجھ لو کہ تم نے فرہاد سے دوستی نہ کی' اس کا اعتماد حاصل نہ کیا تو سیارے والوں کا مقابلہ نہ کرسکو گے۔ وہ پورے امریکا کے حکمران بن جائیں گے۔ اور تم سب اپنے دماغوں کو مقفل کیے بیٹھے رہ جاؤ گے۔''

ایسے وقت ایشورارا کی آواز سنائی دی۔ اس نے ایک سیکیورٹی افسر کے دماغ میں جگہ بنا لی تھی۔ وہ افسر بے اختیار بول رہا تھا۔ ''میں ایشورارا تمہارے اس افسر کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تمہارا یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا درست پیشگوئی کررہا ہے۔ تمہاری فوج میرا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ میں جلد ہی یہاں کا حکمران بننے والا ہوں۔ جانتے ہو! میں اتنے اعتماد سے یہ بات کیوں کہہ رہا ہوں؟''

تمام اکابرین اس افسر کو دیکھنے لگے۔ وہ بول رہا تھا۔ ''تمہیں مسلمانوں سے اتحاد کرنا چاہیے تھا۔ تم نے نہیں کیا۔ یہ دانشمندانہ قدم میں نے اٹھایا ہے۔ میں نے سونیا کا اعتماد حاصل کیا۔ ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہوچکا ہے کہ ہم دوست اور اتحادی بن کر رہیں گے۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''ہم نہیں مانتے۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ سونیا سے معاہدہ کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ بابا صاحب کا ادارہ سیارے والوں کو ہماری زمین پر حکومت کرنے کی چھوٹ دے گا۔ ہم نہیں مانتے' یہ مسلمان تمہارا وجود کبھی یہاں برداشت نہیں کریں گے۔''

''سانچ کو کیا آنچ؟ سونیا سے اور فرہاد سے اور بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرو۔ جو سچ کہہ رہا ہوں' وہ تمہارے سامنے آجائے گا۔''

ایسے وقت جے نے بھنڈاری کے پاس آکر کہا۔ ''اکابرین کی کانفرنس میں آؤ۔ تم ایشورارا کو پھانسنا چاہتے ہو۔ تمہارا وہ مُرگا وہاں موجود ہے۔''

بھنڈاری بھی فوراً وہاں پہنچ گیا۔ اُدھر چند اعلیٰ عہدیداروں نے فون کے ذریعے فرہاد سے یعنی کبریا سے رابطہ کیا۔ ایک نے پوچھا۔ ''کیا آپ ایشورارا سے اتحاد کررہے ہیں؟''

کبریا نے جواب دیا۔ ''تم میرے ذاتی معاملات میں دلچسپی لینے کیوں آئے ہو؟''

''تمہارا یہ ذاتی معاملہ ہمارے لیے تباہی لائے گا۔ ہم تباہ ہوجائیں گے۔''

''مجھے تمہاری تباہی سے کیا لینا ہے؟''

''کیا تم سمجھتے ہو' وہ صرف ہمیں محکوم بنائیں گے؟ تمہیں نہیں بنائیں گے؟''

''ہمارے درمیان معاہدہ ہوچکا ہے۔ ہم ایک دوسرے کو محکوم نہیں بنائیں گے۔ اس دنیا کو آدھا آدھا بانٹ لیں گے۔''

''نہیں فرہاد! تم ایسا کوئی معاہدہ نہیں کرو گے۔''

''ہم کرچکے ہیں۔ ایشورارا کو بابا صاحب کے ادارے کی سرپرستی حاصل ہوگی۔ اندازہ کرو' وہ کس قدر طاقتور ہوجائے گا؟''

''مسٹر فرہاد! ہم سے معاہدہ کرو گے تو ہم متحد ہوکر اپنی ارضی دنیا سے سیارے والوں کو بھگائیں گے۔''

''کیا تم لوگوں کی یادداشت کمزور ہے؟ ذرا یاد کرو' کتنی بار تم لوگوں نے ہمیں دوستی کا جھانسا دیا۔ پھر اپنا مطلب نکلتے ہی طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔ تم لوگوں نے اتنی بار ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے کہ اب کوئی عقل کا اندھا ہی تم پر بھروسا کرے گا۔''

''صرف ایک بار... آخری بار ہم پر بھروسا کرو۔''

کبریا نے فون بند کردیا۔ اعلیٰ عہدیدار پریشان ہوکر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے فرہاد سے رابطہ کیا۔ کبریا کے ذہن میں میرا لب و لہجہ نقش تھا۔ اس لیے وہ اس کے اندر پہنچ گئے۔

ٹف گائی نے پوچھا۔ ''سر! کیا واقعی آپ نے ایشورارا سے دوستی اور اتحاد رکھنے کا معاہدہ کرلیا ہے؟''

کبریا نے میرے انداز میں کہا۔ ''تمہارا کیا خیال ہے میں ایسا کروں گا؟''

''نو سر! ہمارا دل نہیں مان رہا ہے۔ دماغ تسلیم نہیں کر رہا ہے۔''

''اور کرنا بھی نہیں چاہیے۔ ایشورارا ہمیں جھانسا دے رہا ہے۔ ہم نے اسے خوش فہمی میں مبتلا کیا ہے۔ یہ بات اپنے اکابرین سے ہرگز نہ کہنا۔ انہیں مشکل میں پڑنے دو۔ تب ہی شاید وہ سچے دل سے ہماری قدر کریں گے۔''

ٹف گائی نے کہا۔ ''آپ بہت اچھی چال چل رہے ہیں۔ ایک طرف ایشورارا خوش فہمی میں مبتلا ہوکر آپے سے باہر ہوگا۔ دوسری طرف اکابرین کو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوگا۔''

جیمس ہارڈی نے کہا۔ ''آپ کے سائے میں رہ کر ہمیں بڑے تجربات حاصل ہورہے ہیں۔ شکریہ سر! ہم جا رہے ہیں۔''

جے اور بھنڈاری کانفرنس ہال میں تھے۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کبریا کے پاس آکر کیا باتیں کی ہیں۔

وہ تینوں خیال خوانی کے ذریعے کانفرنس ہال میں آگئے۔ ٹف گائی نے کہا۔ ''ہم ابھی فرہاد صاحب کے پاس گئے تھے۔ ان سے گزارش کی ہے کہ ایشورارا سے دوستی اور اتحاد نہ کریں۔ وہ کہتے ہیں' تم لوگوں نے انہیں بارہا دھوکا دیا ہے۔ انہیں نقصان پہنچانے کی کوششیں کرتے رہے ہو۔ وہ ایشورارا سے اتحاد کرکے تم سے انتقام لے رہے ہیں۔''

جے اور بھنڈاری یہ باتیں سن کر مسکرا رہے تھے۔ یہ جانتے تھے کہ میں بیمار ہوں۔ بستر پر پڑا ہوں اور بلرام مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہے۔ وہاں ایک عہدیدار اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہہ رہا تھا۔ ''فرہاد کو سمجھاؤ' ہمیں آخری موقع دے۔ آخری بار ہم پر بھروسا کرے۔''

جیمس ہارڈی نے کہا۔ ''پہلے کئی بار یہی کہا گیا کہ آپ حضرات پر آخری بار بھروسا کیا جائے۔ یہ اچھی طرح یقین ہوچکا ہے کہ وہ آخری بار کبھی نہیں آئے گا۔ تم لوگوں کی آنکھیں اس وقت کھلیں گی جب ایشورارا کی جوتیوں میں پہنچو گے۔''

''بکواس مت کرو۔ ہم ایسے بھی گئے گزرے نہیں ہیں کہ سیارے والوں کا مقابلہ نہ کرسکیں۔''

دوسرے عہدیدار نے کہا۔ ''تم تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کے زیر اثر نہیں رہو گے۔ ہمارا بھرپور ساتھ دو گے تو ہم سیارے والوں کو یہ دنیا چھوڑنے پر مجبور کردیں گے۔''

جیمس ہارڈی نے کہا۔ ''ہم امریکی ہیں۔ اپنے وطن اور اپنی قوم کو دوسروں کا محکوم بننے نہیں دیں گے۔ تم سب ہمارے اعلیٰ حاکم ہو۔ ہم تمہارے تابعدار رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔''

ایشورارا نے سیکیورٹی افسر کے ذریعے قہقہہ لگایا۔ تمام اکابرین اس کا منہ تکنے لگے۔ اس نے کہا۔ ''میرے دو لاکھ تین ہزار ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ تمہارے ان تین سو ماؤں کو ایک پھونک میں اُڑا دیں گے۔''

ٹف گائی نے کہا۔ ''دو لاکھ تین ہزار میں سے ایک بھی ہمارے سائے تک نہ پہنچ سکا۔ تم جو نقصان اُٹھا رہے ہو' اس سے اب تک غافل ہو۔ اسی لیے ایسی ڈینگیں مار رہے ہو۔ ہمارا مقابلہ کرنے سے پہلے جاؤ اور اپنے وفاداروں کی فہرست گنتی کرو۔ تب پتا چلے گا کہ پاؤں تلے سے زمین کس طرح کھسکتی ہے؟''

وہ تینوں جانتے تھے کہ ہمارے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی رازداری سے سیارے والوں کو نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ ہمارا طریقہ کار یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت کی ہدایات کے مطابق پہلے انہیں سمجھایا جاتا تھا کہ وہ سیارے میں واپس چلے جائیں۔ جب وہ نہیں مانتے تھے تو ان سے تین طرح کا سلوک کیا جاتا تھا۔ پہلے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی ڈھکی چھپی نیتوں کو سمجھا جاتا تھا۔ اگر وہ اس دنیا میں رہنے کے لیے ایک خدا اور آخری رسولؐ پر سچے دل سے ایمان لے آتے تھے تو ان مسلمان بننے والوں کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ جو اپنے آباؤ اجداد کی طرح کسی مذہب کو نہیں مانتے تھے اور وعدہ کرتے تھے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف خیال خوانی نہیں کریں گے اور جب بھی ایشورارا انہیں خلائی جہاز فراہم کرے گا' وہ سیارے میں واپس چلے جائیں گے تو ایسے لوگوں کے دماغوں کو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے لاک کردیا جاتا تھا۔ وہ سیارے میں جاکر خیال خوانی کرسکتے تھے مگر اس دنیا میں عام انسان کی طرح رہنے والے تھے۔

تیسرے وہ لوگ تھے جو شر پسند' ضدی اور مکار تھے۔ بولتے کچھ تھے مگر کرتے وہی تھے جو ایشورارا کہتا تھا۔ ایسے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

ایشورارا اس کانفرنس ہال میں یہ باتیں سن کر چونک گیا کہ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد کم ہورہی ہے۔ وائس مین' ٹف گائی اور جیمس ہارڈی یہ چیلنج کررہے تھے کہ وہ جائے اور اپنے وفاداروں کی گنتی کرے۔

اس نے فوراً ہی اپنے بھائی' اپنے دست راست ایکورارا سے کہا۔ ''مجھے ابھی حساب دو کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے دنیا کے کتنے علاقوں میں ہیں اور کل کتنی تعداد میں زندہ سلامت ہیں؟''

ایکورارا نے کہا۔ ''میں تھوڑی دیر میں مکمل حساب پیش کروں گا۔''

اکابرین یہ سن کر خوش ہورہے تھے کہ ان کے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بہت بڑی خوش خبری سنائی تھی۔ وہ پہلی بار ایشورارا کو بہت بڑا نقصان اُٹھاتے دیکھ رہے تھے۔

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''ایشورارا! جو قدرتی آفات آنے والی تھیں وہ ٹل گئی ہیں۔ تمہارا سیارہ تباہ نہیں ہوگا۔ وہ سلامت رہے گا۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اپنے وفاداروں کے ساتھ واپس چلے جاؤ۔''

دوسرے عہدیدار نے کہا۔ ''یہ بھول جاؤ کہ تم ہمارا کچھ بگاڑ سکو گے۔ اگر شرافت سے واپس جاؤ گے تو ہم بڑی عزت سے قیمتی تحائف کے ساتھ تمہیں رخصت کریں گے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''تم سب اس بات پر اکڑ رہے ہو کہ تمہارے دماغ مقفل ہو چکے ہیں۔ یہ خوف نہیں ہے کہ میں یا میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اندر آسکیں گے۔ تمہیں اپنا مطیع و فرمانبردار بنا سکیں گے۔''

''بے شک۔ ہم محفوظ ہیں مگر تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے خیریت سے نہیں ہیں۔ جاؤ ان کی گنتی کرو۔''

''میں ابھی جا رہا ہوں۔ جلد ہی تمہیں معلوم ہوگا کہ تمہارے دماغ اب مقفل نہیں رہے ہیں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ غباروں سے کس طرح ہوا نکالی جاتی ہے!''

اس نے کانفرنس ہال سے نکل کر اپنے درجنوں خیال خوانی کرنے والوں کو طلب کیا۔ انہیں ہدایات دیں کہ وہ سب کانفرنس ہال سے باہر رہیں گے اور وہاں سے باہر آنے والے تمام اکابرین پر حملے کریں گے۔

ایسے وقت ایکورارا نے آکر کہا۔ ''برادر! بہت بُری خبر ہے۔ ہم اپنے ڈیڑھ لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہو چکے ہیں۔''

وہ حیرت سے چیخ پڑا۔ ''کیا بکواس کر رہے ہو؟ میرے ڈیڑھ لاکھ وفادار مارے گئے اور مجھے خبر نہ ہوئی؟ میں نہیں مانتا۔ کیا تم نے نشہ کیا ہے؟''

''برادر! مجھے بھی یقین نہیں ہو رہا تھا۔ جیسا کہ تم جانتے ہو ہمارے تمام وفاداروں کو بیس یونٹس میں تقسیم کیا گیا تھا۔ وہ سب بیس مختلف ممالک میں موجود ہیں۔ میں نے ہر یونٹ میں جا کر اچھی طرح گنتی کی ہے اور تم ہونے والوں کے متعلق معلوم کیا ہے۔ ڈیڑھ لاکھ میں سے صرف تیس ہزار مارے گئے ہیں۔''

''باقی ایک لاکھ بیس ہزار کہاں ہیں؟''

''ان میں سے چالیس ہزار خیال خوانی کرنے والوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اب وہ ہمارے وفادار نہیں رہے۔''

وہ پریشان ہو کر سن رہا تھا۔ اتنے بڑے نقصان کی کبھی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ ایکورارا نے کہا۔ ''باقی اسّی ہزار وفاداروں کو خیال خوانی کی صلاحیت سے محروم کر دیا گیا ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ سیارے میں جانے کے بعد ان کی یہ صلاحیت خود بخود بحال ہو جائے گی۔''

''کیا ان پر جادو کیا گیا ہے؟ مگر نہیں۔ یہ مسلمان جادو کی طرح کوئی عمل کرتے ہیں اور اسے روحانیت کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جادو سے دوسروں کو نقصان پہنچتا ہے۔ جبکہ روحانی عمل سے اصلاح ہوتی ہے۔ فیض حاصل ہوتا ہے۔''

ایکورارا نے کہا۔ ''ٹیلی پیتھی سے محروم ہونے والوں پر ہمارے وفاداروں نے تنویمی عمل کیا تھا۔ ان کی صلاحیتیں واپس لانے کی کوششیں کی تھیں مگر ناکام رہے۔''

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا پھر اس نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے سونیا کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو سونیا! تم زبان سے پھر گئی ہو۔ زبانی معاہدہ کرتے ہی تم نے میرے ڈیڑھ لاکھ وفاداروں کو مجھ سے چھین لیا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''اپنے وفاداروں سے پوچھو ان کے ساتھ جو ہوا وہ ہمارے درمیان سمجھوتا ہونے سے پہلے ہوا۔ تم سے صلح ہونے کے بعد کسی وفادار کو نقصان نہیں پہنچایا گیا ہے؟''

''تم درست کہہ رہی ہو مگر اب تو دشمن نہیں رہی ہو۔ میرے اسّی ہزار وفاداروں کی صلاحیتیں بحال کرادو۔''

''سوری۔ جو دشمنی کے دور میں ہو گیا سو ہو گیا۔ کیونکہ دشمن بن کر تم نے بھی نقصان پہنچایا ہے۔ کیا تم ہمارا نقصان پورا کرو گے؟ ہمارے جو لوگ مارے گئے ہیں انہیں واپس لا سکو گے؟ اگر نہیں تو ماضی کو بھول جاؤ۔ نئی دوستی اور معاہدے کو یاد رکھو میں تمہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ جھنجلا کر رہ گیا۔ نہ وہ ہمارا نقصان پورا کر سکتا تھا اور نہ ہم اس کے وفاداروں کی صلاحیتیں واپس کرنے والے تھے۔ وہ ہم سے فائدہ اٹھانے کے لیے دوست بنا تھا۔ مگر پہلے ہی مرحلے میں ڈیڑھ لاکھ وفاداروں سے محروم ہو چکا تھا۔

اسے اب تک یہ گھمنڈ تھا کہ اس کے پاس لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اب پتا چلا کہ تعداد کچھ نہیں ہوتی' اس کے دو لاکھ تیس ہزار وفادار گھٹ کر صرف اسی ہزار رہ گئے تھے اور جو باقی اسی ہزار تھے' وہ ناکارہ ہو چکے تھے۔ آنے والے دنوں میں کارآمد رہنے والوں کی تعداد صفر بھی ہو سکتی تھی۔

وہ شکست خوردہ ہو کر سوچنے لگا۔ ''یہ ماننا پڑتا ہے کہ سونیا فرہاد اور بابا صاحب کا ادارہ ناقابلِ فہم ہیں۔ ناقابل تسخیر ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا یہ لوگ کیسی پراسرار قوتیں رکھتے ہیں؟ مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا ہے کہ میں ڈیڑھ لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہو چکا ہوں۔''

کمال یہ تھا کہ کوئی جنگ لڑے بغیر خیال خوانی کرنے والے سیاہیوں کی اتنی بڑی تعداد کم کر دی گئی تھی۔ اسے واضح طور پر اپنی شکست کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ جلد سے جلد یورپ اور امریکا کے اکابرین کو اپنا محکوم نہ بنایا اور ان ممالک میں اپنی حکومت قائم نہ کی تو اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ختم ہو جائیں گے۔

سیاہیوں کے بغیر جنگ نہیں لڑی جاتی اور اس کے غیر معمولی ہتھیار والے سیاہی بڑی تیزی سے کم ہوتے چلے جا رہے تھے۔ وہ اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے پاس آیا جو کانفرنس ہال کے باہر اکابرین کو شکار کرنے والے تھے۔

وہ تقریباً پندرہ خیال خوانی کرنے والے تھے۔ ایسے لوگوں کے دماغوں میں پہنچ رہے تھے جو اس کانفرنس ہال کے آس پاس سے گزر رہے تھے۔ ایسے لوگوں کو غائب دماغ بنا کر ان کے اندر بیٹھ گئے تھے۔ جن کے پاس ریوالور یا شاٹ گن وغیرہ تھیں۔

وہ اکابرین پوری سیکیورٹی کے ساتھ عمارت سے باہر آئے اور اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف جانے لگے۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اتنی سیکیورٹی کے باوجود اچانک ہی چاروں طرف سے فائرنگ شروع ہو جائے گی۔ انہیں بھاگنے یا اپنی گاڑیوں میں جا کر چھپنے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔

اور جب ایسا ہوا تو کتنے ہی سیکیورٹی گارڈز مارے گئے۔ اکابرین کو صرف زخمی کیا گیا پھر ان وی آئی پی زخمیوں کو ہاسپٹل لے جایا گیا۔ تب ایشورارا نے باری باری ہر ایک کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا۔ ''کیا اسی مقفل دماغ پر گھمنڈ تھا؟ میں نے کہا تھا کہ غباروں سے ہوا نکالنا خوب جانتا ہوں۔ اب مرہم پٹی ہوتے ہی تم سب اعلان کرو کہ سیارے والوں سے معاہدہ ہو رہا ہے۔ اس معاہدے کی رُو سے ایشورارا کو ایک اعلیٰ حاکم کا مرتبہ حاصل ہوگا۔''

اس نے کہا۔ ''یہ بھی اعلان کرو کہ مجھے اعلیٰ حاکم تسلیم نہ کیا گیا تو یہاں کسی کی حکومت قائم نہیں ہوگی پھر حکمرانوں کے بغیر اس ملک میں بدنظمی اور لاقانونیت پھیلے گی اور ہم لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے باغیوں اور دشمنوں کے دماغوں کو درست کرنا جانتے ہیں۔''

ان اکابرین میں آرمی کے اعلیٰ افسران بھی تھے۔ وہ بھی زخمی ہونے کے بعد ان کے زیرِ اثر آ گئے تھے۔ ایشورارا کے خیال خوانی کرنے والے آرمی کے تمام چھوٹے بڑے افسران کو اپنے شکنجے میں لینے والے تھے۔ وائس مین' لف گائی اور جیمس ہارڈی اس صورتحال سے پریشان ہو گئے تھے۔

انہوں نے یوگا جاننے والے افسران سے رابطہ کیا۔ پھر ان سے کہا۔ ''آپ حضرات اپنے دماغوں کو مقفل کیے بیٹھے ہیں۔ خود کو محفوظ سمجھ رہے ہیں۔ دوسرے تمام اکابرین سے سبق حاصل کریں۔ ان کی طرح آپ کے دماغوں کے دروازے بھی کسی دن کھل جائیں گے پھر کیا ہوگا؟''

ایک یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے' اُن کے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مقابلہ کیسے کر سکیں گے؟''

جیمس ہارڈی نے کہا۔ ''اب وہ تعداد میں لاکھوں نہیں رہے ہیں۔ فرہاد صاحب اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کی تعداد آدھی سے بھی زیادہ گھٹا دی ہے۔''

لف گائی نے کہا۔ ''یہ مسلمان ہر برے وقت میں ہمارے کام آتے رہے۔ مگر ہم نے ان کی قدر نہیں کی۔ کام نکل جانے کے بعد ان کے دشمن بنتے رہے۔ اس وقت بھی مسلمان خیال خوانی کرنے والے ہی ہمارے کام آسکیں گے۔ سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ختم کر سکیں گے۔''

''جب انہوں نے ان کی تعداد کم کر دی ہے تو اب بھی یہی کر رہے ہوں گے۔ جلد ہی وہ سیارے والے مارے جائیں گے۔''

وائس مین نے کہا۔ ''ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ ایشورارا نے مسلمانوں سے دوستی اور اتحاد قائم کیا ہے۔ وہ سیارے والوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔''

''آپ حضرات جلد از جلد فرہاد صاحب سے اور بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کریں۔ ان سے کسی بھی قیمت پر دوستی کریں اور ایشورارا کا اتحاد توڑ دیں۔ تب ہی ہمارا ملک سلامت رہے گا اور ہماری برتری قائم رہ سکے گی۔''

ان یوگا جاننے والے افسران نے مجھ سے یعنی کبریا سے رابطہ کیا۔ وہی پرانا راگ الاپا۔ ہمیشہ کی طرح دوستی اور اتحاد قائم رکھنے کی قسمیں کھائیں پھر کہا۔ ''ہم یہ آخری بار قسم کھا رہے ہیں۔ تمہیں بعد میں دھوکا نہیں دیں گے۔ ایشورارا کی فرعونی قوت نے یہ سمجھا دیا ہے کہ ہم زمین پر رہنے والوں کو ایک دوسرے سے عداوت نہیں رکھنی چاہیے۔ آپس میں اتحاد، میل محبت اور امن و امان سے رہنا چاہیے۔''

کبریا نے پوچھا۔ ''یہ تم ہمیں سمجھا رہے یا خود سمجھ رہے ہو؟ اور سبق حاصل کر رہے ہو؟''

''ہم سمجھ رہے ہیں اور عبرت حاصل کر رہے ہیں۔''

''پہلے بھی سمجھنے اور عبرت حاصل کرنے کی باتیں کرتے رہے ہو۔''

''ہم ماضی میں ہونے والی غلطیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ پلیز۔ انہیں بھول جاؤ۔''

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایشورارا کے ایک لاکھ بیس ہزار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے شکنجے میں ہیں۔ ہمارے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے بے شمار ہیں۔ اب حساب کرو تو معلوم ہوگا کہ فی الوقت ہمارے پاس لاکھوں کی

تعداد میں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار موجود ہے۔ اگر ہم ایشورارا بن جائیں اور تمہارے ملک پر قبضہ کریں تو کہاں سے مدد حاصل کرنے اور آزادی کی بھیک مانگنے جاؤ گے؟''

''تم ہمیشہ ہی بڑے ممالک سے زیادہ طاقتور رہے ہو۔ مگر تم نے کبھی کسی ملک کا حکمران بننے کی خواہش نہیں کی۔ اب بھی ہماری بے بسی سے فائدہ نہیں اٹھاؤ گے۔''

''درست کہہ رہے ہو۔ فائدہ نہیں اٹھاؤں گا اور فوراً ہی تمہاری کوئی مدد بھی نہیں کروں گا۔ تم نے ماضی میں ایشورارا کے ساتھ دوستی اور اتحاد قائم کیا۔ ہم مسلمانوں کو پسپا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ہمارا تو کچھ نہیں بگڑا تم خود اسی ایشورارا کے ہاتھوں پسپا ہونے جا رہے ہو۔ لہٰذا جو بویا ہے' اسے کاٹو اور اچھی طرح سزا پاتے رہو۔ برتر سے کم تر ہوتے رہو۔ ذلتیں اٹھاتے رہو۔ ہم بعد میں سوچیں گے کہ تمہارے لیے کیا کیا جا سکتا ہے؟''

کبریا نے رابطہ ختم کر دیا۔ کسی ملک میں اپنی حکومت قائم کرنا اور خود کو حکمران کی حیثیت سے منوانا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ سیاسی اور عسکری رکاوٹوں سے گزرنے میں اچھا خاصا وقت لگتا ہے۔ ایشورارا بھی بڑی مشکلات سے گزرنے والا تھا۔ یوں کہنا چاہیے کہ ہم اسے مشکلات کی طرف لے جا رہے تھے۔

☆☆☆

جے' بلرام اور بھنڈاری نے اکابرین کی کانفرنس کا حال دیکھا تھا۔ وہ سب زخمی ہونے کے بعد تنویمی عمل کے حفاظتی قلعے سے باہر نکل آئے تھے۔ ایشورارا کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر جگہ بنا چکے تھے۔

را ایجنسی کے چیف نے کہا۔ ''ایشورارا نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے مگر وہ سپر پاور کو جھکا نہیں سکے گا۔''

بھنڈاری نے پوچھا۔ ''کیوں نہیں جھکا سکے گا؟ کیا اب بھی کوئی رکاوٹ ہے؟''

''امریکن آرمی کے یوگا جاننے والے افسران انڈر گراؤنڈ رہتے ہیں۔ کسی کی نظروں میں نہیں آتے۔ سنا ہے' ان کے دو خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ انہوں نے ان اعلیٰ افسران کے دماغوں کو لاک کیا ہے' جو یوگا نہیں جانتے ہیں۔''

را کے ڈپٹی ڈائریکٹر نے کہا۔ ''وہ تمام یوگا جاننے والے آرمی کے افسران بہت ہی مضبوط اور منظم ہیں۔ ایشورارا کی دال نہیں گلنے دیں گے۔''

جے نے کہا۔ ''ہم نے تو سوچا ہے کہ ایشورارا نے جن اکابرین کو شکنجے میں لیا ہے' انہیں ہم اپنی ٹیلی پیتھی سے اور اپنے منتروں سے چھین لیں گے۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''جس طرح مسلمانوں نے اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیا ہے۔ اسی طرح ہم اکابرین کو اس کے شکنجے سے نکال لائیں گے۔''

چیف نے کہا۔ ''بے شک تمہیں یہ کرنا ہے لیکن اصل طاقت آرمی کے یوگا جاننے والے افسران ہیں۔ پہلے ان کے دماغوں پر قبضہ جماؤ۔ انہیں مجبور اور بے بس بناؤ' تب بات بنے گی۔''

را کے ڈپٹی نے کہا۔ ''اور تب ہم امریکی حکمرانوں سے پاکستان کے خلاف اپنے مطالبات منوا سکیں گے۔''

چیف نے کہا۔ ''پھر ہم اپنے دائیں بائیں اسلامی ملکوں کو ختم کر کے ہمارے دیس کے ہونے والے ٹکڑوں کو جوڑ کے ہندوستان کو پہلے کی طرح مکمل کر سکیں گے۔''

جے نے کہا۔ ''یعنی ہم کو پہلے مشکل کام کرنا ہے۔ وہ یوگا جاننے والے' جو انڈر گراؤنڈ رہتے ہیں' پہلے ان کو پھانسنا ہوگا۔''

''ہاں۔ اصل طاقت اور حکومت ان ہی کے ہاتھوں میں ہے۔''

''کوئی بات نہیں۔ ہم پہلے ان سے ہی نمٹیں گے۔''

جے' بلرام اور بھنڈاری ان روپوش رہنے والی قوتوں تک پہنچنے کی تدبیر کرنے لگے۔ اُدھر ایشورارا اپنی دانست میں بہت بڑی کامیابی حاصل کر رہا تھا۔ جلد ہی ایک حکمران کی حیثیت سے پورے امریکا پر چھا جانے والا تھا۔ اور بہت بڑی ناکامی سے بھی دوچار ہو رہا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ڈیڑھ لاکھ ہتھیاروں سے محروم ہو گیا تھا اور یہ ناقابلِ برداشت نقصان تھا۔ اگرچہ سونیا نے کہا تھا کہ دوستی قائم رہنے تک اسے پھر ایسا صدمہ نہیں پہنچایا جائے گا لیکن دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس کا دوغلا پن ظاہر ہوتا تو دیکھتے ہی دیکھتے باقی اسّی ہزار ٹیلی پیتھی جاننے والے وفادار بھی اس کے ہاتھوں سے نکل جاتے۔

اب وہ اس بات سے انکار نہیں کر سکتا تھا کہ ہم مسلمانوں کے رحم و کرم پر ہے۔ یہ بات اس کی سمجھ سے بالاتر تھی کہ ہم کس طرح اس کے وفاداروں کا سراغ لگاتے ہیں؟ اسے فکر کھائے جا رہی تھی۔ یہ اندیشہ رہنے لگا تھا کہ ہم کسی بھی وقت ٹیلی پیتھی کے تمام ہتھیار اس سے چھین سکتے ہیں۔ وہ سوچتے سوچتے تھک گیا تھا۔ مگر اسے ہمارا طریقۂ کار سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ نہ ہی روحانی ٹیلی پیتھی اس کی سمجھ میں آ سکتی تھی۔ جبکہ وہ ایسٹ لندن کی مسجد کے روح پرور سائے

میں رہنے لگا تھا۔ ایک بنا سنتی عالم دین بن چکا تھا۔ اندر سے شیطان تھا مگر بظاہر بڑا مہربان تھا۔ وہاں ایک معالج ایک مسیحا کی حیثیت سے مشہور ہو رہا تھا۔ سیارے میں پائی جانے والی جڑی بوٹیوں کے ذریعے جو دوائیں تیار کی گئی تھیں۔ وہ تمام دوائیں ہماری زمین پر لے آیا تھا اور ان کے جادوئی اثرات سے مریضوں کا علاج کر رہا تھا۔ جادوئی اثرات اس طرح تھے کہ وہ مریضوں کو دوا دینے سے پہلے ان کے دماغ میں گھس جاتا تھا۔ ان کے ڈھکے چھپے مسائل معلوم کرتا تھا پھر زیر لب کچھ پڑھ کر انہیں دوائیں دیتا تھا۔ یہ تاثر پیدا کرتا تھا کہ وہ ان کا روحانی علاج کر رہا ہے۔ وہ تشویشناک امراض میں مبتلا رہنے والوں پر ان کی نادانستگی میں تنویمی عمل کرتا تھا۔ اس عمل کے ذریعے مختلف امراض کے احساسات کو اور ان کی شدت کو کم کر دیتا تھا۔ مریض دماغی آسودگی اور اطمینان حاصل کرتے تھے اور اس کی مسیحائی کے گن گاتے تھے۔

اس وقت بھی وہ مسجد کے احاطے میں اس جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ جہاں نماز کے بعد مریض آیا کرتے تھے۔ وہ ان کا مختصر سا دکھڑا سنتا تھا۔ باقی بہت کچھ ان کے اندر پہنچ کر معلوم کر لیا کرتا تھا۔

اس وقت وہ ذہنی طور پر بہت الجھا ہوا تھا۔ ڈیڑھ لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہو گیا تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ یہ محرومی اسے اندر ہی اندر کچوکے لگا رہی تھی۔ ایسا صدمہ پہنچا رہی تھی کہ وہ خود کو کھوکھلا محسوس کرنے لگا تھا۔ وہ مریضوں کی بھیڑ سے نکل کر تنہائی چاہتا تھا۔ چپ چاپ ایک گوشے میں بیٹھ کر سوچنا سمجھنا چاہتا تھا کہ اتنا بڑا نقصان کس طرح پورا کیا جا سکتا ہے؟ کس طرح جلد از جلد امریکی اکابرین کو اور یوگا جاننے والے آرمی کے افسران کو پوری طرح شکنجے میں لے کر وہاں حکومت قائم کی جا سکتی ہے؟

وہ بعض اوقات یہ سوچ کر جھنجلا جاتا تھا کہ مسلمانوں سے نفرت کرتا ہے اور جان بچانے کے لیے مولانا بن کر رہتا ہے۔ یہ سوچ کر بھی شرمندگی ہوتی تھی کہ ایک عورت کے ڈر سے چھپ کر رہنے لگا ہے۔ ڈرتا کیا نہ کرتا؟ چھپ کر رہنے میں ہی سلامتی تھی۔ فی الحال وہ مریضوں سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے بھائی ایکو رارا کو مخاطب کیا اور کہا۔ ''مجھ سے اتنا بڑا نقصان برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ ہمیں کچھ کرنا ہوگا۔ ہمارے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہاتھ سے نکل گئے ہیں، انہیں ہر قیمت پر واپس لانا ہوگا۔''

ایکو رارا نے کہا۔ ''برادر...! جو مسلمان ہو چکے ہیں، وہ تو کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ البتہ جو خیال خوانی سے محروم ہو گئے ہیں، ان کی صلاحیتیں سیارے میں جاتے ہی بحال ہو جائیں گی۔ ہم پھر انہیں کام میں لا سکیں گے۔''

''ہاں۔ ہم انہیں پھر سے استعمال کر سکتے ہیں۔ مجھے اس سلسلے میں بہت کچھ کرنا ہے۔ تم یہاں کلینک میں آ کر میری جگہ لو۔ ان مریضوں کو سنبھالو۔ میں ذرا تنہا رہ کر پوری توجہ سے تدبیر سوچوں گا اور ان پر عمل کروں گا۔''

اس نے بھائی کو اپنا ڈپلیکیٹ بنا رکھا تھا۔ وہ باریش سفید جبہ پہنا ہوا ہاتھ میں تسبیح لیے ایکو رارا کی غیر موجودگی میں نمازیوں اور مریضوں کے درمیان آتا تھا تو سب اسے مولانا نجیب اللہ اجمیری (ایکو رارا) سمجھتے تھے۔ اس نے ایک مریض کو دوائیں دینے کے بعد باقی مریضوں سے کہا۔ ''معذرت چاہتا ہوں، بہت تھک گیا ہوں۔ ذرا کمر سیدھی کرنے جا رہا ہوں۔ آدھے گھنٹے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر جانا چاہتا تھا خبر ملی کہ احاطے کے باہر سرکاری گاڑیاں آئی ہیں۔ برطانوی پارلیمنٹ کا ایک اعلیٰ عہدیدار درجنوں سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ آیا تھا۔ اس اعلیٰ عہدیدار کو کہیں بھی جانے سے کوئی روک نہیں سکتا تھا لیکن مسجد کے منتظمین نے اسے احاطے میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔

منتظم اعلیٰ نے کہا۔ ''سر! یہاں صرف پاک صاف رہنے والے ہی آ سکتے ہیں۔ چونکہ غیر مسلموں کی پاکیزگی مشتبہ ہوتی ہے۔ اس لیے آپ یہیں رک کر اپنی آمد کا مقصد بیان کریں۔''

اس اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''یہاں ایک معالج ہیں۔ وہ مہلک امراض کا کامیاب علاج کرتے ہیں۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔''

ایکو رارا مسجد کے منتظم اعلیٰ کے اندر تھا۔ اس نے اعلیٰ عہدیدار کی آواز اور لب و لہجہ سن کر اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ یورپ کے اکابرین میں سے ایک اہم عہدیدار ہے۔ اسی لیے اس کے دماغ کو لاک کیا گیا ہے۔

اعلیٰ عہدیدار کے ساتھ ایک آدھ بار ایسا ہو چکا تھا۔ اس نے سیکیورٹی افسر سے کہا۔ ''میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں، تمام گارڈز کو حکم دو، وہ محتاط رہیں۔''

ایکو رارا نے مسجد کے احاطے سے باہر آ کر اس عہدیدار سے مصافحہ کیا پھر پوچھا۔ ''فرمائیے.. مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''

اس نے کہا۔ ''میں شوگر کا مریض ہوں۔ کیا آپ اس بیماری کو جڑ سے ختم کر سکتے ہیں؟''

وہ آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ ''بیماریوں سے نجات دینے والا وہ معبود ہے۔ میں تو محض وسیلہ ہوں۔ آپ انتظار کریں۔ میں ابھی دوا لاتا ہوں۔''

وہ مسجد کے احاطے میں واپس آیا۔ کلینک والے کمرے آ کر اس نے ایک چھوٹی سی شیشی میں دوا لی پھر باہر آ کر عہدیدار کو دیتے ہوئے کہا۔ ''اس دوا کے اثر سے پہلے کمزوری محسوس ہوگی پھر ایسی توانائی حاصل ہوگی کہ آپ حیران رہ جائیں گے۔ چند دنوں میں شوگر کا مرض جاتا رہے گا۔ ابھی گھر پہنچ کر اس کی ایک خوراک لے لیں۔''

وہ عہدیدار اس کا شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ ایکو رارا کی رہائش گاہ میں آ گیا۔ ایکو رارا کی رہائش گاہ وہاں سے دور تھی۔ اس نے آدھے گھنٹے میں کلینک پہنچ کر اس کا کام سنبھال لیا۔

دونوں بھائی وقتِ ضرورت ایک دوسرے کی جگہ لیتے رہتے تھے۔ ایکو رارا ایک کمرے میں سر جھکائے خیال خوانی میں مصروف ہو گیا تھا۔ اپنے اُن وفاداروں سے باتیں کرنے لگا جنہیں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے محروم کر دیا گیا تھا۔

وہ سب کہہ رہے تھے۔ ''ہم نے آپ کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ صرف آپ ہی کے وفادار رہنے کے لیے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔''

دوسرے وفادار نے کہا۔ ''اگر مسلمانوں کے تابعدار بن جاتے تو ابھی آپ کے خلاف خیال خوانی کرتے رہتے۔''

ایکو رارا نے قائل ہو کر کہا۔ ''بے شک۔ تم سب وفادار ہو۔ میری خاطر ایک غیر معمولی علم سے محروم ہو گئے۔ اگرچہ اب میرے کسی کام کے نہیں رہے۔ تاہم میں تم سب کی قدر کرتا ہوں۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''میں تم سب کو سیارے میں واپس بھیج رہا ہوں۔ وہاں تمہاری صلاحیتیں بحال ہو جائیں گی۔''

ایک نے پوچھا۔ ''کیا ہم وہاں سے واپس آ کر خیال خوانی کر سکیں گے؟''

دوسرے نے پوچھا۔ ''کیا ان کی روحانی ٹیلی پیتھی ہمیں پھر ناکارہ نہیں بنائے گی؟''

اس نے جواب دیا۔ ''میں یہی آزمانا چاہتا ہوں۔ تم سب سیارے میں واپس جاؤ گے۔ پہلے یہ دیکھو گے کہ تمہاری صلاحیتیں بحال ہوتی ہیں یا نہیں؟''

ایک نے پوچھا۔ ''اگر ہو گئیں تو...؟''

''تو میں تم میں سے دو چار کو واپس بلاؤں گا۔ ہم اس نے ایکو رارا سے کہا۔ ''تم تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لو۔ مجھے رپورٹ دیتے رہو کہ دوسرے اکابرین تک پہنچنے کے لیے ان کے بیوی بچوں اور رشتے داروں کو کس طرح ٹریپ کر رہے ہو؟''

وہ اس سلسلے میں خود مصروف رہنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کا دھیان اپنے اسّی ہزار خیال خوانی کرنے والوں کی طرف لگا تھا۔ یہ فکر ستا رہی تھی کہ انہیں کس طرح ہماری پہنچ سے دور رکھ سکتا ہے؟

یہی ایک بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ ہم اس کے روپوش رہنے والے وفاداروں تک کیسے پہنچ جاتے ہیں؟ بات جادو جیسی ہو، سمجھ میں نہ آتی ہو تو جھنجلاہٹ طاری ہو جاتی ہے۔ وہ مٹھیاں بھینچ کر سوچتا تھا کہ میرا اور سونیا کا گلا دبوچ کر مار ڈالے۔ افسوس کہ مقدر ہماری گردنیں تھال میں سجا کر پیش نہیں کر رہا تھا اور وہ خود ہمارے پاس آنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔

وہ ایک کمرے میں سر جھکائے خیال خوانی میں مصروف ہو گیا۔ اپنے اُن وفاداروں سے باتیں کرنے لگا جنہیں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے محروم کر دیا گیا تھا۔

وہ سب کہہ رہے تھے۔ ''ہم نے آپ کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ صرف آپ ہی کے وفادار رہنے کے لیے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔''

دوسرے وفادار نے کہا۔ ''اگر مسلمانوں کے تابعدار بن جاتے تو ابھی آپ کے خلاف خیال خوانی کرتے رہتے۔''

ایکو رارا نے قائل ہو کر کہا۔ ''بے شک۔ تم سب وفادار ہو۔ میری خاطر ایک غیر معمولی علم سے محروم ہو گئے۔ اگرچہ اب میرے کسی کام کے نہیں رہے۔ تاہم میں تم سب کی قدر کرتا ہوں۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''میں تم سب کو سیارے میں واپس بھیج رہا ہوں۔ وہاں تمہاری صلاحیتیں بحال ہو جائیں گی۔''

ایک نے پوچھا۔ ''کیا ہم وہاں سے واپس آ کر خیال خوانی کر سکیں گے؟''

دوسرے نے پوچھا۔ ''کیا ان کی روحانی ٹیلی پیتھی ہمیں پھر ناکارہ نہیں بنائے گی؟''

اس نے جواب دیا۔ ''میں یہی آزمانا چاہتا ہوں۔ تم سب سیارے میں واپس جاؤ گے۔ پہلے یہ دیکھو گے کہ تمہاری صلاحیتیں بحال ہوتی ہیں یا نہیں؟''

ایک نے پوچھا۔ ''اگر ہو گئیں تو...؟''

''تو میں تم میں سے دو چار کو واپس بلاؤں گا۔ ہم

دیکھیں گے کہ دوبارہ بحال ہونے والی صلاحیتیں یہاں ہمارے کام آئیں گی یا نہیں؟''

وہ آزمانا چاہتا تھا کہ سیارے سے واپس آنے والے اس کے لیے کارآمد ثابت ہوسکیں گے یا نہیں؟ اس کے چار خلائی جہاز جنوبی افریقا کے ایک ویران صحرا میں چھپا کر رکھے گئے تھے۔ وہ ان کے ذریعے تمام وفاداروں کو سیارے میں بھیجنے لگا۔

ان وفاداروں کی پہلی کھیپ نے وہاں پہنچتے ہی.... کمیونیکیٹنگ مشین پر ایشورارا کو خوش خبری سنائی۔ ''ہماری صلاحیتیں واپس مل گئی ہیں۔ ہم یہاں پہلے کی طرح ایک دوسرے کے دماغوں میں پہنچ کر بول رہے ہیں۔''

ایشورارا خوشی سے کھل گیا۔ یہ اطمینان ہوا کہ اس کے اسّی ہزار وفادار ناکارہ نہیں ہوئے ہیں۔ اس نے حکم دیا۔ ''تم میں سے دو وفادار ارضی دنیا میں فوراً واپس آئیں۔ ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کریں۔ میں انتظار کررہا ہوں۔''

وہ دوسری رات واپس آگئے۔ ایشورارا اور ایکورارا نے ان دونوں کے اندر پہنچ کر حکم دیا۔ ''خیال خوانی کا مظاہرہ کرو۔ ہمارے اندر آؤ...''

ان کی سوچ کی لہروں نے پرواز کے لیے پر تولے مگر وہ پر نہ مار سکے۔ بار بار کوششیں کرتے رہ گئے۔ دونوں بھائیوں نے مایوس ہوکر ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایکورارا نے دل برداشتہ ہوکر کہا۔ ''برادر! یہ کیا طلسم ہے؟ ہمارے وفادار سیارے میں حاصل کی ہوئی خیال خوانی یہاں آکر بھول جاتے ہیں۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا' یہ مسلمان کیسی پُراسرار صلاحیتیں رکھتے ہیں؟ ہم کیسے ان کا توڑ کریں؟... فی الحال انہیں سیارے میں واپس بھیج دو۔''

وہ بڑی مایوسی سے بولا۔ ''ان کے جانے کے بعد ہمارے پاس صرف اسّی ہزار خیال خوانی کرنے والے رہ جائیں گے۔ ہمیں ان کی فکر کرنی ہے۔ وہ مسلمان انہیں بھی کسی دن کسی وقت ناکارہ بنا سکتے ہیں۔''

وہ دونوں تھوڑی دیر تک سوچتے رہے پھر ایشورارا نے کہا۔ ''ہمارے جتنے وفادار خیال خوانی کے قابل ہیں انہیں سیارے میں بھیج دیا جائے۔ یہ لوگ وہاں محفوظ رہیں گے۔ مسلمان وہاں جاکر انہیں ناکارہ نہیں بنا سکیں گے۔''

''برادر! پھر ہمارے پاس یہاں کیا رہ جائے گا؟''

''یہاں ہم دونوں کے علاوہ پچاس خیال خوانی کرنے والے رہیں گے۔ جب ہمیں مزید وفاداروں کی ضرورت ہوگی تو ہم انہیں سیارے سے طلب کریں گے۔ فی الحال انہیں روحانی ٹیلی پیتھی سے بچانا بہت ضروری ہے۔''

انہوں نے اپنی اس تدبیر پر عمل کرنے میں دیر نہیں کی۔ اسی دن سے انہیں واپس بھیجنے لگے۔ اس کے بعد وہ دونوں بھائی پچاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ رہ گئے۔

دیکھا جائے تو ہم نے ان کے باقی کارآمد وفاداروں کو ایک ذرا نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ ان کی صلاحیتیں نہیں چھینی تھیں۔ انہوں نے خود ہی مزید نقصانات سے بچنے کے لیے اپنی سیاسی و عسکری قوت گھٹا دی تھی۔ یہ بات ایشورارا خوب سمجھ رہا تھا کہ ہم نے اس کے خلاف جنگ نہ کرنے کا معاہدہ یا وعدہ کیا ہے تو واقعی اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھا رہے ہیں۔ نہ اس کے کسی وفادار کو جانی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ہمارے ہی خوف سے خالی اور کھوکھلا ہورہا تھا۔

بچارے کے پاس لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اب صرف پچاس عدد رہ گئے تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ بھی کسی دن کسی وقت روحانی ٹیلی پیتھی کی زد میں آجائیں گے تو کیا ہوگا؟

☆☆☆

بلرام نے مجھے ٹریپ کیا تھا۔ اس کا دوسرا جنم ساتھی جے امریکی یوگا جاننے والے آرمی افسران کے دماغوں میں گھسنے والا تھا۔ تیسرا جنم ساتھی بھنڈاری بے چین ہورہا تھا۔ ایشورارا کے دماغ میں جانے سے پہلے ہی یہ یقین ہوگیا تھا کہ وہ سانس روک کر اسے بھگا دے گا۔ خیال خوانی کی پرواز کرنے سے پہلے ہی ناکامی دکھائی دے رہی تھی۔

ہاں مگر دیوی ماں نے سپنے میں آکر کہا تھا کہ وہ سیارے کی ایک عورت تک پہنچے اور اس کی بلی چڑھانے کے بعد مزید کالی شکتی حاصل کرنے والا ہے۔ دیوی ماں کے حوالے سے اس کے سپنے سچ ہوا کرتے تھے۔

اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر کہا۔ ''جے ماتا کی.... جے کالی کلکتے والی۔ تیرا وچن نہ جائے کھالی.....''

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ایشورارا کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے چونک کر پوچھا۔ ''کون ہو تم؟''

وہ بولا۔ ''دشمن نہیں ہوں۔ بناؤ گے تو بن جاؤں گا لیکن میری دوستی تم کو فائدہ پہنچائے گی۔''

''کیا ابھی تم کانفرنس ہال میں تھے؟''

''ہاں۔ وہیں تیرے میٹھے بول سننے اور پریم کرنے چلا آیا۔''

''میں کسی کو اپنے دماغ میں زیادہ دیر رہنے نہیں دیتا۔ تمام اکابرین کے دماغ کھل گئے ہیں۔ تم کسی کے بھی اندر

جاکر اس کی کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے مجھ سے باتیں کرو۔''

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ بھنڈاری کانفرنس ہال میں کئی اکابرین کی آوازیں سن چکا تھا۔ اس نے ایک اعلیٰ عہدیدار کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر اس کے اندر کسی رکاوٹ کے بغیر پہنچ گیا۔

وہ اعلیٰ عہدیدار زخمی تھا۔ اس کی مرہم پٹی ہوچکی تھی۔ اب وہ اپنی خواب گاہ میں چاروں شانے چت پڑا پریشان ہوکر سوچ رہا تھا۔ ''ہم نے کتنی محنت کی' ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دماغوں کو مقفل کردیا تھا۔ اس کے باوجود ایشورارا نے اپنی آمد و رفت کا راستہ بنالیا ہے۔ اب تو وہ بڑی آسانی سے ہمیں غلام بنائے گا اور یہاں اپنی حکومت قائم کرے گا۔''

بھنڈاری اس کی سوچ پڑھ کر ہنسنے لگا۔ اس نے چونک کر پوچھا۔ ''کون....؟ کیا ایشورارا کے ماتحت ہو؟''

وہ بولا۔ ''ایشورارا سے میرا کوئی ناتا نہیں ہے۔ میں ایک آجاد پنچھی ہوں۔ اڑتا ہوا تمہارے دماغ کے گھونسلے میں آیا ہوں۔''

''پھر تو تم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔''

''میں ہندو ہوں۔ کالی ماتا کا بھگت ہوں۔ مائی کے چرنوں میں بیٹھے بیٹھے کسی کے بھی اندر پہنچ جاتا ہوں۔ میرا نام بھنڈاری ہے۔''

''ہم نے یہ نام پہلے کبھی نہیں سنا۔''

''پہلے ہم اڑنے کی تیاری کررہے تھے۔ میرے اور دو جنم ساتھی ہیں۔ ایک کا نام جے اور دوسرے کا نام بلرام ہے۔ آج سے تم ہی نہیں ایشورارا بھی ہماری شکتی اور اڑان دیکھے گا اور ہمارے آگے ہار مانتا رہے گا۔''

''اس کا مطلب ہے تم ایشورارا اور مسلمانوں کے مقابلے پر آئے ہو؟''

''ہاں' ہم بھی اس دنیا میں اپنی ایک سلطنت' ایک الگ حکومت بنانا چاہتے ہیں۔ کوئی ہم کو روک نہیں سکے گا۔''

''اگر اتنے طاقتور ہو تو ہم سے دوستی کرو۔ ہمیں ایشورارا کے شکنجے سے نکالو پھر ہم ایشیا میں تمہاری حکومت قائم کریں گے۔ کوئی ہمیں روک نہیں سکے گا۔ ہم مل کر بہت طاقتور ہوجائیں گے۔''

''ہم تم لوگوں سے دوستی کریں گے۔ لین دین کی باتیں کریں گے پھر تمہیں ایشورارا کے چنگل سے نکال لائیں گے۔ ابھی میں اس سیارے والے سے باتیں کروں گا۔ تم اپنی کمیونیکیٹنگ مشین سے رابطہ کرو۔''

وہ بیڈ سے اتر کر مشین کے پاس آیا پھر اس کی مرضی کے مطابق رابطہ کرنے لگا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''ہماری دنیا میں ایک نیا طاقتور ہندو پیدا ہوا ہے۔ وہ اکیلا نہیں ہے۔ اس کی طرح اور دو طاقتور جنم ساتھی ہیں۔ ان میں سے ایک ابھی تم سے بولنا چاہتا ہے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''ہاں۔ وہ میرے پاس آیا تھا۔ میں نے اسے بھگا دیا۔ وہ مجھ سے کیا بولنا چاہتا ہے؟''

بھنڈاری نے کہا۔ ''گھمنڈ سے یہ نہ بولو کہ مجھے بھگا دیا ہے۔ تم میرے اندر آؤ گے تو میں بھی تمہیں ایک پھونک مار کے بھگا دوں گا۔ ویسے بھاگنے کے لیے بوریا بستر باندھ لو تو اچھا ہے۔ تم ہم کو ابھی نہیں مانو گے مگر بہت جلد ہاتھ جوڑ کر ہم سے دوستی کرنا چاہو گے۔''

''کچھ معلوم تو ہو کہ تمہاری طاقت کتنی ہے اور تم میرے خلاف کیا کرنا چاہتے ہو؟''

''ہم تمہیں امریکا اور یورپ کے کسی بھی حصے میں حکومت قائم کرنے نہیں دیں گے۔ یقین نہیں ہے تو کوشش کرو اور ہم کو آجماؤ۔''

وہ بڑے فخر سے بولا۔ ''میں اپنی کوششوں میں کامیاب ہو رہا ہوں۔ تمام امریکی اکابرین میری مٹھی میں آچکے ہیں۔ یورپی ممالک کے حکمران بھی میرے جوتوں تلے آنے والے ہیں۔''

اس کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ناکارہ ہوچکے تھے۔ اس کے باوجود اس نے دھونس جمانے کے لیے کہا۔ ''کیا تم نہیں جانتے میرے پاس لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟''

''ہاں ہم نے سنا ہے کہ تمہارے پاس دماغ میں گھسنے والوں کی فوج ہے۔''

''پھر تم کیا کرو گے؟ تمام اکابرین کے دماغوں کو پھر سے لاک نہیں کرسکو گے۔ میرے وفاداران اکابرین کو اپنی گرفت سے نکلنے نہیں دیں گے۔''

''ٹھیک کہتے ہو ہم ان کی کھوپڑیوں کو تالا لگائیں گے تم پھر ان کو گھائل کرکے ان کے اندر گھس جاؤ گے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''میں ہنس رہا ہوں۔ تمہیں اس مشین سے میرا قہقہہ سنائی نہیں دے گا۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''اب میں جو کہنے والا ہوں اسے سن کر رونے لگو گے۔ اس مشین سے تمہارے آنسو دکھائی نہیں دیں گے۔''

اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ ''ایسی کیا بات کہنے والے ہو؟''

وہ بولا۔ ''تمہاری کامیابی کا بھید یہ ہے کہ تم چوہے کی

طرح کسی بل میں چھپ کر رہتے ہو۔ کسی دشمن کے سامنے نہیں آتے اور اب تک کوئی دشمن تمہیں ڈھونڈ نہیں پایا..... بولو ہے ناں یہی بات؟''

''ہاں' اب تک نہ کوئی مجھے ڈھونڈ پایا ہے اور نہ ہی میرے سائے کو کبھی دیکھ سکے گا۔''

''آج سے ٹھیک چار دن کے بعد میں تمہارے سب ہی دشمنوں کو بتاؤں گا کہ تم کہاں ہو' اور کس بھیس میں چھپے رہتے ہو؟''

ایشورارا کو چپ سی لگ گئی۔ ذرا دیر تک مشین کی اسکرین سادہ رہی۔ اس کا تحریری جواب ابھر نہیں رہا تھا۔ بھنڈاری نے پوچھا۔ ''سوچ میں پڑ گئے؟ کیا سمجھتے ہو میں جھوٹ بول رہا ہوں؟''

ایشورارا نے پوچھا۔ ''جب تم جانتے ہو کہ میں کہاں ہوں اور کس بھیس میں ہوں تو ابھی بتاؤ۔ چار دن کے بعد کیوں بتاؤ گے؟''

''اس لیے کہ میں ابھی نہیں جانتا۔ آدھی رات سے صبح ہونے تک منتر پڑھتا رہتا ہوں۔ آج سے چوتھے دن دو ہجار منتروں کا جاپ پورا ہو جائے گا پھر تم دیوی ماں کے چرنوں میں دکھائی دو گے۔ پاتال میں بھی چھپے رہو گے تو میں تم کو دیکھ لوں گا۔''

''مجھے یقین نہیں آ رہا ہے مگر میں نے اس دنیا میں آ کر کالے جادو کے بڑے بھیانک تماشے دیکھے ہیں۔ میں تمہیں چیلنج نہیں کروں گا۔ ایسا کرو مجھ سے آزمائش کے طور پر پہلے ایک سمجھوتا کرو۔''

''تم کیسا سمجھوتا کرنا چاہتے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''اگر آج سے چار دنوں کے بعد تم مجھے ڈھونڈ نکالو گے تو میرے کسی دشمن کو میرا بہروپ میری اصلیت نہیں بتاؤ گے۔ میں اسی وقت تم سے دوستی اور اتحاد کر لوں گا۔ تم جو مطالبہ کرو گے اسے پورا کروں گا۔''

''میرا ایک چھوٹا سا مطالبہ ہے اسے مان لو گے تو کسی دشمن کو تمہارا پتا نہیں بتاؤں گا۔ بڑی راج داری سے تمہارے ساتھ معاملہ کروں گا۔''

''تمہارا وہ چھوٹا سا مطالبہ کیا ہے؟''

''بہت معمولی سا ہے۔ تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ میں تمہارے سیارے کی ایک جوان عورت چاہتا ہوں۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا.....؟ میرے سیارے کی صرف ایک عورت.....؟ تعجب ہے ہماری ایک عورت تمہارے لیے ضروری کیوں ہو گئی ہے؟''

''یہ بھید نہیں بتاؤں گا۔ آج کل پرسوں تین دن کے اندر اسے انڈیا کے شہر کولکتہ پہنچا دو پھر ہماری دوستی تم کو امریکا اور یورپ کا حکمران بنا دے گی۔''

''ایسی بات ہے تو ایک کیا ہزاروں عورتیں سیارے سے لے کر آؤں گا۔''

''تو پھر آج ہی لے آؤ۔''

''اتنی جلدی ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ ہماری عورتیں خوبصورت نہیں ہوتیں۔ ان کی ناک کے نیچے آدھا چہرہ خرگوش کی تھوتھنی کی طرح نکلا ہوتا ہے۔ ہمارے چہرے بھی ایسے ہی تھے۔ ہم نے سرجری کے ذریعے اس عیب کو ختم کیا ہے۔''

''تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میری مطلوبہ عورت کی پہلے سرجری کرو گے اسے سندر بناؤ گے پھر یہاں لاؤ گے؟''

''ہاں۔ سرجری ایک دن میں ہوگی۔ ہمارے سیارے کے سرجن بہت ایکسپرٹ ہیں۔ وہاں کی آب و ہوا اور جڑی بوٹیاں ایسی ہیں کہ بڑے سے بڑا اور گہرا زخم بھی چوبیس گھنٹے میں بھر جاتا ہے۔''

''ایسی بات ہے تو میرے جنم ساتھیوں کے لیے اور چیلے چپاٹوں کے لیے سو پچاس عورتیں لے آؤ۔ وہ ہمارے بچے پیدا کریں گی تو تم سے دوستی ہی نہیں رشتے داری بھی ہو جائے گی۔''

''پہلے تمہیں آزمانے کے لیے سیارے کی ایک عورت لاؤں گا۔ چار دن کے بعد واقعی تم مجھے ڈھونڈ نکالو گے تو تمہاری طاقت کو اور کالے جادو کو مان لوں گا پھر سیارے کی جتنی عورتیں کہو گے تمہیں ملتی رہیں گی۔''

''تم ہمارے جادو ہماری شکتی کو جرور مان لو گے۔ آج سے تین دن کے اندر ہماری مانگ پوری کرو۔ کولکتہ میں ہوڑا پل کے پاس ایک مندر ہے۔ اس عورت کو وہاں پہنچا دو پھر اس دنیا میں تمہاری حکمرانی پکی ہو جائے گی۔''

''تم صبح اور شام اس مشین کے ذریعے رابطہ رکھو۔ میں بتاؤں گا کہ سیارے سے لائی جانے والی عورت تمہیں کب مل رہی ہے؟''

ان کے درمیان ابتدائی معاملات طے ہو گئے۔ رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ اس اعلیٰ عہدیدار کے دماغ پر قبضہ جما کر ایشورارا سے باتیں کرتا رہا تھا۔ وہ عہدیدار غائب دماغ رہا تھا۔ اسے معلوم نہ ہو سکا کہ بھنڈاری ان اکابرین کے خلاف ایشورارا سے دوستی اور اتحاد کرنے والا ہے۔

ڈیڑھ لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا نقصان ناقابلِ برداشت تھا۔ اکابرین کے سلسلے میں کامیابی ادھوری تھی۔ یوگا جاننے والے امریکی اکابرین جو آرمی کے اعلیٰ افسران تھے' وہ

اس کی گرفت میں نہیں آئے تھے۔ ایسے وقت بھنڈاری اسے چیلنج کر رہا تھا۔ یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ ایشورارا اسے دوست بنائے بغیر وہاں کا حکمران نہیں بن پائے گا۔

دونوں بھائی پریشان تھے۔ ایکورارا نے کہا۔ ''کیا مشکل ہے؟ کیا پہلے ہی مسائل کچھ کم تھے؟ یہ نئی مصیبت پتا نہیں کہاں سے آ گئی ہے؟''

اس نے کہا۔ ''نہ جانے یہ نیا دشمن کہاں سے پیدا ہو گیا ہے؟ مگر آسانی سے دوست بن سکتا ہے۔ ہمارے سیارے کی ایک عورت کا مطالبہ کر رہا ہے۔ کہتا ہے وہ مل جائے گی تو ہم سے دوستی کرے گا۔ ہمارے دشمنوں کا دشمن بن کر یہاں ہماری حکمرانی قائم کرے گا۔''

''یہ تو کوئی مہنگا مطالبہ نہیں ہے۔ کل ہی سیارے سے کسی عورت کو بلاؤں گا۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''وہاں ہم دونوں کی چار بہنیں بارہ بیٹیاں اور چھ بیویاں ہیں۔ جنہیں سرجری کے ذریعے خوبصورت بنایا گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں ہماری خوب صورت بہنیں اور بیٹیاں یہاں کے خوبرو جوانوں سے بیاہی جائیں۔''

''ہاں تم نے کہا تھا' اس دنیا میں ہماری حکومت قائم ہو گی تب ہم یہاں کے زبردست قابل لوگوں سے رشتہ کریں گے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''ہاں۔ حکومت قائم کرنے کے لیے اب ہماری عورتیں کام آنے والی ہیں تو ہم ان سے بھی کام لیں گے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''فی الحال سیارے کی کسی عورت کی سرجری کراؤں گا پھر اسے بلاؤں گا۔''

''برادر! ہم ڈیڑھ لاکھ وفاداروں کا صدمہ اٹھا رہے ہیں۔ ہمیں یہ صدمہ کم کرنا ہے۔ انہیں پھر سے کسی بھی طرح کارآمد بنانا ہے۔ ابھی کسی عورت کو سیارے سے نہ بلاؤ۔ ابھی ہم نہیں جانتے کہ وہ کالا جادو کرنے والا واقعی ہمارے کام آ سکے گا یا نہیں؟ اسے کسی طرح ٹال دو۔''

''وہ نادان نہیں ہے۔ ٹالنے سے نہیں ٹلے گا۔''

''ایک تدبیر ہے۔ ہم اسے الّو بنا سکتے ہیں۔ اسی دنیا کی کسی عورت کو سیارے والی بنا کر پیش کر دو۔''

ایشورارا نے قائل ہو کر کہا۔ ''اچھی تدبیر ہے۔ ہمارے خلائی جہاز کا ایندھن بچے گا۔ ہم فضول مصروفیات سے نجات پا کر اپنے وفاداروں کی بہتری کے لیے کچھ کر سکیں گے۔''

وہ دونوں بھائی واقعی بُری طرح الجھے ہوئے تھے۔ کسی نئے معاملے میں وقت ضائع نہیں کر سکتے تھے۔ یہ بہت آسان تھا۔ ایشورارا کسی عورت کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر اسے ایک سیارے والی کی حیثیت سے بھنڈاری کے حوالے کر سکتا تھا۔

☆☆☆

جے تمام اکابرین کے دماغوں میں چہل قدمی کر کے یہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ لوگ اپنے دشمنوں کے مقابلے میں کمزور ہو چکے ہیں۔ را ایجنسی کے افسران نے بھی سمجھایا تھا کہ اصل طاقت یوگا جاننے والے آرمی کے افسران کے پاس ہے اور وہ ایسے روپوش رہتے ہیں جیسے زمین کے اندر ہمیشہ کے لیے چلے گئے ہوں۔

امریکی آرمی کے وہ افسران اب تک بڑی کامیابی سے دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو ناکام بناتے رہے تھے۔ وہ کبھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی گرفت میں نہیں آتے تھے۔ ہم نے بھی انہیں ٹریپ کرنے کی ضرورت کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ اس لیے وہ محفوظ تھے۔ انہیں یہ گمان تھا کہ کوئی ان کے دماغوں میں پہنچ نہیں پائے گا۔

جیمس ہارڈی، ٹف گائی اور اور واکس مین ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔ ان کے علاوہ اور دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے جو یوگا جاننے والے افسران کی طرح روپوش رہتے تھے۔ وہ اپنے امریکی اکابرین سے بھی کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ کسی کو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے کون ہیں؟ ان کی صورتیں کیسی ہیں اور وہ کس حلیے میں کہاں رہتے ہیں؟

ایسی کامیابی سے روپوش رہنے کے باعث وہ اپنے یوگا جاننے والے افسران کی طرح محفوظ تھے۔ کامیابی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ کبھی کسی کو چیلنج نہیں کرتے تھے۔ اپنے اہم معاملات بڑی خاموشی سے نمٹا لیا کرتے تھے۔

جے نے اپنے دونوں جنم ساتھیوں' بلرام اور بھنڈاری سے کہا۔ ''وہ یوگا جاننے والے آرمی کے بڑے افسران ہیں۔ وہ لوگ اپنے ہیڈ کوارٹر میں رہتے ہوں گے یا عام لوگوں کی طرح شہروں میں بھیس بدل کر بیوی بچوں کے ساتھ جندگی بسر کرتے ہوں گے۔''

بلرام نے کہا۔ ''ہاں وہ جرورت پڑنے پر ایک دوسرے سے ملتے ہوں گے۔ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہوں گے۔ ایسے میں ہم انہیں پہچان کر ان کے اندر جبردستی گھس جائیں گے۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''ہم انہیں پہچاننے کے لیے پچھلے دو دنوں سے آرمی کے تمام بڑے لوگوں کے اندر پہنچ رہے ہیں۔ ان میں کوئی یوگا جاننے والا اور سانس روک کر بھگانے

والا نہیں ہے۔''

بلرام نے کہا۔''ہے.... تمہارے پاس ابھی یہی کہنے آیا ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے دو آرمی والوں نے میرے کو اپنے دماغ سے بھگا دیا تھا۔ میں نے ایک فوجی جوان کے اندر جا کر ان دونوں کو دیکھا ہے۔ معلوم کیا ہے ان میں سے ایک کرنل ہے اور دوسرا میجر ہے۔''

بھنڈاری نے کہا۔''وہی دونوں یوگا جاننے والے اور چھپ کر رہنے والے پھسر ہوں گے۔ ہم ان کو نجروں میں رکھیں گے تو اور بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔''

وہ تینوں اس فوجی جوان کے اندر گئے پھر اس کے ذریعے دوسروں کے دماغوں میں جگہ بناتے ہوئے ان افسران کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ معلوم ہونے لگا کہ ان میں سے ایک کا نام گائی ڈی البرٹ ہے اور دوسرے کا نام میجر میکائیل ہے اور میکائیل کے بیٹے کی شادی ہونے والی ہے۔

اور وہ شادی دوسرے دن چرچ میں ہونے والی تھی۔ انہوں نے چرچ میں صرف اعلیٰ افسران کو مدعو کیا تھا اور یہ طے کیا تھا کہ باقی تمام فوجیوں کو اپنی خوشیوں میں شریک کرنے کے لیے ہیڈ کوارٹر میں دعوت کے انتظامات کیے جائیں گے۔

جے' بلرام اور بھنڈاری بڑی تندہی سے خیال خوانی کر رہے تھے۔ وہ صبح سے رات گئے تک سیکڑوں افسران کے اندر گئے۔ ایسے وقت اور تین افسران نے ان کی آمد پر سانس روک لی۔ اس طرح مزید تین یوگا جاننے والے ان کی نظروں میں آ گئے۔

وہ تینوں جنم ساتھی کھانا پینا بھول کر یوگا جاننے والوں کے پیچھے پڑ گئے تھے' پھر کامیابی کیوں نہ حاصل ہوتی؟ وہ میجر میکائیل کے بیٹے کے اندر پہنچے۔ بیٹے کو اس بات کی پروا نہیں تھی کہ باپ کیسی پراسرار زندگی گزارتا ہے؟ اس کی ماں مسز میکائیل کو شکایت تھی' شوہر بوڑھا ہی سہی اس کے ساتھ راتیں کیوں نہیں گزارتا ہے؟

وہ صرف شکایت کرتی تھی۔ اس بات پر حیران ہوتی تھی کہ شوہر سے اپنے حقوق کے لیے لڑتی کیوں نہیں ہے؟ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے چپ چاپ دماغ کو ٹھنڈا کر دیا کرتے تھے۔

جے' بلرام اور بھنڈاری نے اس کے اندر سوال پیدا کیا۔''ہاں۔ میں لڑتی کیوں نہیں ہوں؟''

اس کی سوچ نے کہا۔''مجھے میکائیل پر بہت غصہ آتا ہے مگر ایسے وقت لگتا ہے جیسے وہ پیار سے میرے اندر سرگوشیاں کر رہا ہو۔ میں جب بھی ناراض ہوتی ہوں خوابوں میں آ کر مجھے منا لیتا ہے۔''

مسز میکائیل کی سوچوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا میکائیل ٹیلی پیتھی کے ذریعے کبھی اس کے خوابوں میں آ ہے کبھی خیالوں میں آ کر اسے منا لیتا ہے۔ جے' بلرام ا بھنڈاری نے طے کر لیا کہ وقت ضائع کیے بغیر پہلے میکائیل ٹریپ کیا جائے۔ دوسرے دن چرچ میں شادی تھی۔ اس موجودگی بہت ضروری تھی۔ وہ ایک رات پہلے بیوی اور بے کے پاس آ گیا۔

بیوی بہت خوش تھی۔ بیٹے کی شادی تو دوسرے دا تھی۔ وہ مدتوں بعد میکائیل کے ساتھ سہاگ رات منا چاہتی تھی۔ اس نے خوب سنگار کیا تھا۔ جوانی کے گزر ہوئے دن واپس لانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔''وعدہ کرو آج ہی نہیں کل رات بھی میرے ساتھ گزارو گے۔''

وہ بولا۔''تمہارے جیسی پیار کرنے والی بیوی کے ساتھ ساری زندگی گزارنا چاہتا ہوں مگر تم میری مجبوریاں سمجھتی ہو۔''

''ہاں۔ تم یہی کہتے ہو کہ انجانے دشمن تمہیں مار ڈال چاہتے ہیں۔ وہ مجھے اور میرے بیٹے کو بھی نقصان پہنچائیں گے۔ اس لیے تم ہم سے دور رہتے ہو مگر ایسا کب تک ہوگا؟''

''ذرا صبر کرو۔ ہم جلد ہی دشمنوں کو جہنم میں پہنچا دیں گے۔ اس کے بعد یہاں آ کر آزادی سے تمہارے ساتھ ر کروں گا۔''

میکائیل مجبوراً وہ رات گھر میں گزارنے آیا تھا۔ وہاں بھوکا نہیں رہ سکتا تھا۔ کھانا پینا بھی ضروری تھا۔ اس کی بیوی کو پتا ہی نہ چلا کہ اس نے ایک مشروب میں کب اور کیسے اعصابی کمزوری کی دوا ملائی تھی؟ اسے پیتے ہی میکائیل کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔

وہ سمجھ گیا کہ انجانے دشمن کا حملہ کامیاب ہو چکا ہے۔ اس نے فوراً ہی اپنے دوسرے ساتھی کو خطرے سے آگاہ کرنا چاہا مگر اعصابی کمزوری کے باعث خیال خوانی کی پرواز نہ کر سکا۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔''کون ہو تم.....؟''

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ تینوں جنم ساتھی اس کے چور خیالات پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے اس کے ساتھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ میکائیل بھی اس کے بارے میں کچھ نہ بتاتا مگر مجبور ہو گیا تھا۔ اس کے چور خیالات بے اختیار کہہ رہے تھے کہ دوسرے کا نام گائی ڈی البرٹ ہے۔ وہ دوست کے بیٹے کی

شادی اٹینڈ کرنے اس کے گھر آیا ہے اور دوسرے کمرے میں ٹائید سو رہا ہے۔

یہ معلوم ہوتے ہی جے نے اس کی بیوی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق الماری کے پاس گئی۔ اسے کھول کر وہاں سے ایک ریوالور اور خواب آور گولیوں کا ایک پیکٹ نکالا۔ میکائیل نے گھبرا کر پوچھا۔''تم نے یہ ریوالور کیوں نکالا ہے؟''

جے نے اس کی زبان سے کہا۔''تم کیا سمجھتے ہو؟ ہم تمہارے ساتھی کو چھوڑ دیں گے؟ نہیں۔ میکائیل! میں اس کے بھی دماغ میں گھسنے جا رہا ہوں۔''

اس کی بیوی ریوالور اور خواب آور گولیوں کا پیکٹ لے کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ وہ اٹھنا چاہتا تھا۔ بھنڈاری نے بستر پر گراتے ہوئے کہا۔''آرام سے لیٹے رہو۔ بہت گھمنڈ تھا کہ کوئی تمہارے اندر کبھی نہیں آ سکے گا۔ ہم آ گئے ہیں ہم سے باتیں کرو۔''

جے اس کی بیوی کی کھوپڑی میں سوار ہو کر دوسرے کمرے میں آیا۔ گائی ڈی البرٹ سونے کے لیے بستر پر آیا تھا۔ مسز میکائیل کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر اچھل پڑا۔ سہم کر بولا۔''یہ۔ یہ تم ریوالور لے کر کیوں آئی ہو؟''

جے نے اس کی زبان سے کہا۔''آئی نہیں ہوں آیا ہوں۔ آگے تم سمجھدار ہو بولو ہتھیار سے گھائل ہونا چاہو گے یا یہ گولیاں کھا کر میرے کو اندر آنے دو گے؟''

اس نے خواب آور گولیوں کا پیکٹ اس کی طرف اچھال دیا۔ وہ کیچ کرتے ہوئے بولا۔''تم کون ہو؟ اپنے بارے میں کچھ بتاؤ؟''

''کچھ نہ پوچھو۔ تمہارے اندر آؤں گا تو میری ساری رام کہانی معلوم ہو جائے گی۔ سے برباد نہ کرو۔''

وہ بولا۔''پلیز مجھ سے دوستی کرو۔ بہت فائدے میں رہو گے۔''

اس نے سخت لہجے میں کہا۔''میں تین تک گن رہا ہوں۔ گنتی گننے تک گولیاں حلق سے نہیں اتارو گے تو ریوالور کی گولیاں تمہارے اندر اتر جائیں گی۔''

اس نے گنتی شروع کی۔''ایک.....''

گائی ڈی البرٹ نے بڑی بے بسی سے دروازے کی طرف دیکھا کوئی اس کی مدد کو آنے والا نہیں تھا۔ اس نے گنتی آگے بڑھائی۔''دو.....''

وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔''رک جاؤ۔ نہ میں ریوالور سے زخمی ہونا چاہتا ہوں' نہ یہ گولیاں کھا کر کمزور ہونا چاہتا ہوں۔ تم میرے اندر آ جاؤ میں سانس نہیں روکوں گا۔''

جے اور بلرام فوراً ہی اس کے اندر پہنچ گئے۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ چپ چاپ بیٹھا رہا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ گائی ڈی البرٹ ہے اور اپنے ساتھی میکائیل کی طرح ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ پہلے ان دونوں کے نام کچھ اور تھے۔ اب وہ مصلحتاً یوگا جاننے والے افسران کے حلقے میں نئے ناموں سے پکارے جاتے تھے۔

اس حد تک معلومات حاصل ہوتے ہی جے نے اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ اچھل کر بیڈ سے نیچے گر پڑا۔ تکلیف سے چیخنا چاہتا تھا۔ بلرام نے خیال خوانی کے ذریعے اس کا منہ بند کر دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک تڑپتا رہا۔ دماغ کمزور ہو چکا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو مدد کے لیے نہیں بلا سکتا تھا۔

جے' بلرام اور بھنڈاری کسی طرح کا شور ہنگامہ نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے بڑی خاموشی اور رازداری سے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زیر کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد تنویمی عمل کے ذریعے انہیں معمول اور تابعدار بھی بنا لیا۔

ان کے دماغوں میں یہ باتیں ذہن نشین کر دیں کہ وہ تنویمی نیند سے جاگنے کے بعد اپنی بدنصیبی کو بھول جائیں گے' نہ انہیں یاد رہے گا نہ ہی وہ کسی کو بتائیں گے کہ کہیں سے تین جنم ساتھیوں نے آ کر انہیں اپنا غلام بنا لیا ہے۔ فی الحال وہ سب کچھ بھول کر دوسرے دن شادی کی خوشیاں مناتے رہیں گے۔

دوسری صبح وہ دونوں تنویمی نیند سے بیدار ہوئے تو پچھلی باتیں بھول چکے تھے۔ انہوں نے بے شمار آرمی کے افسران کے دماغوں کو لاک کیا تھا۔ وہ تمام افسران ابھی اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ گائی ڈی البرٹ اور میکائیل کے علاوہ تین اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی بڑے آرام سے ان کے اندر آنے جانے لگے ہیں۔ انہیں جلد ہی معلوم ہونے والا تھا کہ وہ پہلے کی طرح فولادی قلعے میں محفوظ نہیں ہیں۔ دشمنوں کے معاملے میں ان کی دفاعی لائن ٹوٹ چکی ہے۔

☆☆☆

ایک فاتح کسی ملک کو فتح کر لیتا ہے تو جیت کی خوشی میں کئی ہفتوں کئی مہینوں تک جشن مناتا رہتا ہے۔ جے' بلرام اور بھنڈاری نے جیسے ایک نہیں تین ممالک کو فتح کیا تھا۔ جے نے امریکا کو' بلرام نے مجھ کو جیت لیا تھا۔ بھنڈاری بھی ایشورارا کو دبوچنے ہی والا تھا۔ یہ ایسی بے مثال کامیابیاں تھیں کہ وہ تینوں خوشی سے پاگل ہو رہے تھے۔ شراب پی

رہے تھے۔ ناچتے جا رہے تھے اور اچھل اچھل کر کالی مائی کے چرنوں میں گر کر زخمی ہوتے جا رہے تھے۔

انہوں نے بیس جانوروں کو دیوی ماں کی بھینٹ چڑھایا تھا۔ وہاں کی زمین لہو میں نہا گئی تھی اور وہ اس لہو میں نہاتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ وہ دو دنوں کے بعد اماوس کی رات کو انسانوں کی بلی دے کر دیوی ماں کو پرسن کریں گے۔

جے کہہ رہا تھا۔ ''میں امریکا سے گوری گوری سات کنواریاں لاؤں گا۔ ان کی گردنیں اڑاؤں گا۔ جے ماتا کی....''

بھنڈاری کہہ رہا تھا۔ ''سب سے الگ سب سے انوکھی بھینٹ میں دوں گا۔ سیارے سے آنے والی کے لہو سے دیوی ماں کو اشنان کراؤں گا۔''

بلرام نے کہا۔ ''سب سے بڑی بھینٹ میری ہوگی۔ جسے آج تک کوئی نہ مار سکا۔ اس پھرہاد کی گردن میں ماروں گا۔ دیوی ماں کی کرپا سے مہاشکتی مان بن جاؤں گا۔''

جے نے کہا۔ ''ہم تینوں کی شکتی الگ بھی ہوگی اور ایک بھی ہوگی اور جب ایک ہوگی تو ہمارے آگے ساری دنیا اوندھے منہ گر پڑے گی۔''

وہ تینوں اس رات شراب و شباب میں ڈوبتے رہے۔ مدہوش ہو کر اپنے آپ سے غافل ہوتے رہے۔ دوسرے دن فون کی کالنگ ٹون نے انہیں جگایا۔ جے نے بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا پھر کہا۔ ''ہاں۔ کون اتنے سویرے سویرے بول رہا ہے؟''

دوسری طرف سے بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ ''یہ سویرا نہیں شام ہو رہی ہے۔ ہوش میں آؤ اور بتاؤ کیا ہو رہا ہے؟''

وہ بولا۔ ''ہو رہا ہے نہیں، ہو چکا ہے۔ ہم نے ایسا میدان مارا ہے کہ سنو گے تو اچھل پڑو گے۔ خوشی سے ننگے ہو کر ناچنے لگو گے۔''

دوسری طرف سے بھارتی انٹیلی جنس را کا ایک چیف آفیسر دیپک راٹھور بول رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''معلوم ہوتا ہے تم لوگوں نے بہت زیادہ پی لی ہے۔ ابھی کام کی باتیں نہیں کر سکو گے۔''

''ہم ہوش میں ہیں۔ تم یہ سن کر خوش ہو جاؤ کہ ہم نے امریکا کے تمام بڑے حکمرانوں کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔''

راٹھور نے پوچھا۔ ''میں کیسے یقین کروں کہ تم نے سپر پاور کو زیر کر لیا ہے؟''

''ہم کو ابھی اشنان کر کے تاجاہ دم ہونے دو پھر دو گھنٹے بعد ان حکمرانوں سے تمہاری بات کرائیں گے۔''

بھنڈاری نے اس سے فون لے کر کہا۔ ''وہ جو سیارے سے ایشوارا را آیا ہے۔ ہم اسے بھی نیچا دکھانے والے ہیں۔''

بلرام نے فون لے کر کہا۔ ''یہ تو کچھ بھی نہ ہے۔ میں نے تو ایسے آدمی کو غلام بنایا ہے جو دنیا کے ان لوگوں کو ٹیلی پیتھی کے کرتب سے غلام بنا کے رکھتا تھا۔''

راٹھور نے پوچھا۔ ''تم کس کی بات کر رہے ہو؟''

''پھرہاد کی بات کر رہا ہوں۔ میں نے پھرہاد کو را ناڑے میں باندھ لیا ہے۔''

دیپک راٹھور ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا ایکدم سے سیدھا ہو کر تن کر بیٹھ گیا۔ بے یقینی سے بولا۔ ''تم فرہاد علی تیمور کی بات کر رہے ہو؟''

''اور نہیں تو کیا؟ میں اس کی کھوپڑی میں گھس ہوں۔ اب وہ میری انگلی کے اشارے پر ناچتا رہے گا۔''

''دیکھو بلرام! یہ یقین کرنے والی بات نہیں ہے۔ بہت بڑا دعویٰ کر رہے ہو۔ کوئی فرہاد کے سائے کو بھی چھو نہیں سکتا۔ تم اس کے اندر کیسے پہنچ گئے؟''

''جے ماتا کی.... یہ سب دیوی ماں کی کرپا ہے۔ ہمارے برسوں کی تپسیا رنگ لائی ہے۔ تم نہیں سمجھو گے اور ہم تم کو سمجھا نہیں سکیں گے۔''

''اگر تمہارا دعویٰ درست ہے تو میری فرہاد سے بات کراؤ۔''

''ابھی سونیا اس کے ساتھ ہے۔ اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ میں پھرہاد کے اندر گھسا ہوا ہوں۔ کل تک اسے وہاں سے نکال کر کولکتہ لاؤں گا۔ اس کو دیوی ماتا کی بھینٹ چڑھاؤں گا۔ تم سے بات بھی کراؤں گا۔''

''اگر وہ سچ مچ تمہاری گرفت میں ہے تو اس کو مار ڈالو۔ دیر کرو گے تو پچھتاؤ گے۔ وہ تمہارے شکنجے سے نکل جائے گا۔''

''اس کا باپ بھی نہیں نکل سکے گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''دیکھو بلرام! تم تینوں نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اپنے بھارت دیش کو اکھنڈ بھارت بنائیں گے۔''

''ہاں۔ ہم نے وعدہ کیا ہے۔ یہی کرنے کے لیے تمہارا حکم بھی مانتے رہتے ہیں۔''

''تو پھر مانو... میں تم تینوں کو دوست بنا کر رکھتا ہوں۔ تمہارا یہ دوست عقل کی بات سمجھا رہا ہے۔ فرہاد کبھی کسی کے شکنجے میں نہیں رہا۔ وہ قسمت کا دھنی ہے۔ اگلے چند لمحوں میں سمجھ نہیں پاؤ گے کہ وہ کیسے زنجیریں توڑ کر نکل گیا ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''تم نہیں جانتے وہ اتنا بیمار اور کمزور ہو گیا ہے کہ بستر سے اٹھ نہیں سکتا۔ میں اس کو اپنے منتروں سے شکتی دے کر کولکتہ پہنچاؤں گا۔''

را کا چیف راٹھور یہ سن کر بے چین ہو گیا تھا کہ میں بلرام کا تابعدار بن گیا ہوں۔ وہ اس سلسلے میں پوری طرح یقین کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ ''بلرام! میری ایک بات مانو۔ کسی طرح ابھی فرہاد سے بات کراؤ۔ مجھے یقین کرنے دو۔''

اس نے کہا۔ ''اچھی بات ہے میں کوشش کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد تمہاری کھوپڑی میں آؤں گا۔''

بلرام فون کا رابطہ ختم کر کے میرے اندر آ گیا۔ اس وقت میں بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔ سونیا سامنے کرسی پر بیٹھی کہہ رہی تھی۔ ''میں حیران ہوں۔ صبح تک تم بستر سے اٹھنے کے قابل نہیں تھے۔ کمزوری کے باعث بات بھی نہیں کر رہے تھے۔ اب اچانک ہی اٹھنے بیٹھنے اور بولنے لگے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''ہم خدا کی قدرت کو سمجھ نہیں پاتے۔ میں بہت مطمئن ہوں۔ مجھے توانائی حاصل ہو رہی ہے۔''

میں بلرام کے تنویمی عمل کو بھول گیا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے کالے منتروں کے ذریعے میرے اندر عارضی توانائی پیدا کی ہے۔ اس وقت وہ چاہتا تھا کہ سونیا مجھ سے دور کہیں چلی جائے۔ اس نے یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے میرے دماغ پر قبضہ جمایا۔ میں نے اس کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''میں جوس پینا چاہتا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''لیموں کا ملک شیک بنا لاؤں۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا سیب نہیں ہیں؟''

''ختم ہو گئے ہیں۔ کہو تو بازار جا کر لے آتی ہوں۔''

''ہاں۔ چلی جاؤ اور کچھ تازہ پھل لے آؤ۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ بلرام کا مقصد پورا ہو گیا۔ جب باہر کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی تو اس نے کہا۔ ''میں تمہارا عامل ہوں۔ تم کو حکم دیتا ہوں۔ میرے کو یاد کرو۔''

یہ یاد آ گیا کہ اس نے کس طرح مجھے معمول اور تابعدار بنایا تھا؟ اس نے کہا۔ ''میرے بارے میں نہیں سوچو میں تمہارا دشمن نہیں دوست ہوں۔ اپنے منتروں سے تمہاری بیماری دور کر رہا ہوں۔ تمہارے اندر تھوڑی تاکت پیدا کر رہا ہوں۔ تم سوچو میں ابھی آتا ہوں۔''

وہ دیپک راٹھور کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''میں بلرام ہوں۔ فون اٹھا کے پھرہاد کے نمبر ملاؤ۔ میں بتا رہا ہوں۔''

اس نے نمبر بتائے۔ راٹھور نے رابطہ کیا۔ میرے فون پر کالنگ ٹون سنائی دی۔ بلرام نے کہا۔ ''فون اٹھا کر بات کرو۔ دہلی راج دھانی سے ہمارا ایک اپھسر بول رہا ہے۔''

میں نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگایا پھر کہا۔ ''ہیلو۔ فرمایئے۔''

راٹھور نے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

میں نے بلرام کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔''

''میں کیسے یقین کروں کہ تم خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد ہی ہو؟''

''میں بیمار ہوں۔ ورنہ ابھی تمہارے اندر آ کر یقین دلاتا۔''

''کیا تم مجھے جانتے ہو؟ میرا نام دیپک راٹھور ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اگر تمہارا تعلق را ایجنسی سے ہے تو تمہیں جانتا ہوں۔ اب سے تقریباً بیس برس پہلے تم نے اور را کے سراغ رسانوں نے پاکستان کو ایٹمی قوت بننے سے روکنے کی بڑی کوششیں کی تھیں۔ طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کر رہے تھے۔ ایسے وقت میں نے تمہارے بارہ بجا دیے تھے۔ تم اپنی جان بچا کر فرار ہو گئے تھے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''ہاں۔ اب یقین ہو گیا... تم فرہاد علی تیمور ہو۔ کیا تسلیم کرتے ہو کہ بلرام کے معمول اور تابعدار بن چکے ہو؟''

میں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ ''ہاں تسلیم تو کرنا ہی ہوگا۔ مجھے اس طرح اپنے عمل سے جکڑ لیا گیا ہے کہ بلرام کے جاتے ہی اپنی بدتصیبی کو بھول جاتا ہوں۔ اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مدد کے لیے بلا نہیں پاتا۔ پتا نہیں خدا کو کیا منظور ہے؟''

راٹھور نے کہا۔ ''بس مجھے یہی معلوم کرنا تھا۔ بے شک بلرام نے ایک پہاڑ کو اپنے قدموں میں جھکا لیا ہے۔ وہ ابھی تمہارے اندر رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔ پلیز بلرام! ابھی میرے پاس آؤ۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔''

فون بند ہو گیا۔ بلرام نے مجھ سے کہا۔ ''میں جا رہا ہوں۔ میرے جاتے ہی تم میرے کو اور میرے تنویمی عمل کو بھول جاؤ گے۔''

میں دوسرے ہی لمحے میں یہ بھول گیا کہ کوئی میرے دماغ میں آیا تھا اور کسی دیپک راٹھور نے فون پر باتیں کی تھیں۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے اب تک کچھ نہیں ہوا تھا۔ میں یونہی بڑی دیر سے بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے پاس کوئی نہیں آیا تھا۔

میں تھکے ہوئے انداز میں تکیے پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔

دیپک راٹھور مجھ سے باتیں کرنے کے بعد بے چین ہو گیا تھا۔ کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھ سے پرانی عداوت اور

شکست خوردگی تڑپا رہی تھی۔ وہ آفس کے وسیع و عریض کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔ اس وقت وہ تنہا نہیں تھا۔ وہاں را ایجنسی کے ڈائریکٹر، ڈپٹی ڈائریکٹر اور چار اعلیٰ افسران آرام دہ صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

بلرام نے خیال خوانی کے ذریعے آکر پوچھا۔ ''اب بولو... یقین آیا کہ میں نے پھرہاد کو چوہا بنا دیا ہے؟''

راٹھور ٹہل رہا تھا۔ ایک جگہ رک کر بولا۔ ''بالکل یقین آ گیا ہے۔ تم نہیں جانتے بلرام! تم نے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔''

وہ ایک جونیئر افسر کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے بول رہا تھا۔ ''میرے کو معلوم ہے میں نے بہت بڑا کام انجام دیا ہے۔ دیوی ماں کے چرنوں میں اس کی بلی چڑھاؤں گا تو مہاشکتی مان ہو جاؤں گا۔''

ڈائریکٹر نے کہا۔ ''ابھی راٹھور نے بتایا ہے، تم فرہاد کو کولکتہ لے جاؤ گے۔ ابھی وہ پاکستان کے شہر لاہور میں ہے۔ ذرا سوچو! اسے اتنی دور لے جانے میں کتنا وقت لگے گا؟ وہ بہت مکار ہے۔ اتنی دیر میں تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔''

''نہیں نکلے گا۔''

ڈپٹی ڈائریکٹر نے کہا۔ ''ہماری بات مانو، ابھی اسی پل اسے مار ڈالو۔ وہ ہمارے سیاسی معاملات میں ایسی رکاوٹ ہے جسے ہم آج تک دور نہ کر سکے۔ اب یہ سنہری موقع ہاتھ آیا ہے۔ اسے ہاتھ سے جانے نہ دو۔''

وہ بولا۔ ''تم چنتا نہ کرو۔ وہ بیمار ہے۔ میری مرجی کے بنا بستر سے اٹھ بھی نہیں سکے گا۔ میں اسے منتروں سے جکڑ کے کولکتہ لے جاؤں گا۔''

''تم نہیں جانتے بلرام! وہ کئی بار مرنے کے بعد بھی زندہ ہو کر ابھی تک سانسیں لے رہا ہے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''تم مہاشکتی مان بننے کے لیے اسے دیوی ماں کے چرنوں میں نہ لے جاؤ۔ ابھی اسے مار ڈالو۔ ہم ابھی تمہیں طاقتور بننے کے لیے جو مانگو گے وہ دیں گے۔''

''جے ماتا کی..... جو دیوی ماں دے گی وہ اور کوئی نہیں دے سکے گا۔ تم نے کہا تھا امریکا ہمارے دیش کے آگے جھک جائے گا تو ہم پاکستان اور بنگلا دیش کو کھجور بنا دیں گے۔ دائیں بائیں دونوں مسلمان ملکوں کو بھسم کر دیں گے۔''

جے نے اس جونیئر افسر کی زبان سے کہا۔ ''میں جے بول رہا ہوں۔ ہم امریکا کے بڑے بڑے لوگوں کو اپنا گلام بنا چکے ہیں۔''

ڈائریکٹر نے کہا۔ ''ہم ان غلام بننے والے اکابرین سے باتیں کریں گے۔ اپنے مطالبات منوائیں گے۔ ہماری مرضی کے بغیر پاکستان کو اربوں ڈالرز کا قرضہ نہیں دیں گے۔ جدید ہتھیار لڑاکا طیارے اور جدید ٹیکنالوجی نہیں دیں گے۔ اس طرح وہ دونوں پڑوسی ممالک کمزور ہو جائیں گے۔ پھر ہم آسانی سے انہیں اپنے جوتوں تلے مسل ڈالیں گے۔''

چیف نے کہا۔ ''بنگلا دیش کی ہمیں پروا نہیں ہے۔ جب چاہیں گے اسے ہڑپ کر لیں گے۔ بس یہ پاکستان ہمارے لیے چیلنج بنا رہتا ہے۔ ایک تو یہ ایٹمی طاقت بن گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ فرہاد کی ٹیلی پیتھی ایٹم بم سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ اسی لیے بلرام کو بھیجا رہے ہیں، ایک پل ضائع نہ کرے، ابھی فرہاد کو ختم کر دے۔''

''پھرہاد سے کیوں ڈرتے ہو؟ وہ پاکستان میں نہیں رہتا اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار وہاں استعمال کرتا ہے۔''

ڈائریکٹر نے کہا۔ ''وہ پاکستان سے دور رہتا ہے۔ سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں لیتا مگر بڑی رازداری سے خیال خوانی کرتا ہے اور پاکستان کی گرتی ہوئی حالت کو سنبھالتا ہے۔ وہ کئی بار ہماری ایجنسی کی سازشوں کو ناکام بنا چکا ہے۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''ہم تینوں جے، بلرام اور بھنڈاری یہاں موجود ہیں۔ تمہاری ہر بات کو مانتے ہیں مگر پھرہاد والی بات کو نہیں مانیں گے۔ اس کی گردن دیوی ماں کے چرنوں میں اڑائیں گے۔''

بلرام نے کہا۔ ''ہم اپنے کالے منتروں کو تم سے جیادہ سمجھتے ہیں۔ یہ دیوی ماں کا وردان ہے کہ پھرہاد کی اور سیارے سے آنے والی عورت کی بلی چڑھائیں گے تو اس دنیا میں ہمارے جیسا شکتی مان کوئی نہیں ہوگا۔''

جے نے کہا۔ ''ہمارے شکتی مان ہونے سے بھارت دیش کو اور تم سب کو بھائدہ پہنچے گا۔ ہم نے سپر پاور کو جھکایا ہے۔ اب اپنے دیش کو طاقتور بنانا آسان ہو گیا ہے۔ یہ کام تم لوگ رہتی دنیا تک کبھی نہ کر پاتے۔ آگے بھی ہم بہت بڑے کام کرنے والے ہیں۔ جرا انتجار کرو۔ اور تماشا دیکھو۔''

وہ تمام اعلیٰ افسران ان سے زبردستی اپنا حکم نہیں منوا سکتے تھے۔ وہ سب سوچ میں پڑ گئے۔ ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے۔ کسی بھی صورت میں مجھے بلرام کے بھروسے پر چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ انہیں یقین کی حد تک اندیشہ تھا کہ میں ان کی گرفت سے نکل کر ہمیشہ کی طرح پھر اپنی موت کا رخ پھیر دوں گا۔

آخر ایک نے بلرام سے پوچھا۔ ''فرہاد کو لاہور سے

کولکتہ لے جاؤ گے۔ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک، مغرب سے مشرق تک کا لمبا سفر کیسے کرو گے؟ کیا فرہاد کو میک اپ کے ذریعے چھپا سکو گے؟''

بلرام نے کہا۔ ''نہیں۔ میک اپ کا ٹائم نہیں ملے گا۔ سونیا اس کے ساتھ ہے۔ میں سونیا کو دھوکا دے کے پھرہاد کو وہاں سے نکالوں گا۔''

چیف نے کہا۔ ''وہ بچھا نہیں چھوڑے گی۔ فرہاد کی بُو سونگھتی ہوئی تمہاری جان کی دشمن بن جائے گی۔''

ڈائریکٹر نے کہا۔ ''بابا صاحب کے ادارے والے بھی تمہیں کولکتہ پہنچنے نہیں دیں گے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''وہ لوگ روحانی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ تمہارے کالے جادو کا توڑ کریں گے۔ تم ایسا کوئی کام نہ کرو کہ ان سے ٹکرانا پڑے۔ ہم پر بھروسا کرو۔ ہم اسے صرف دو گھنٹے کے اندر لاہور سے دہلی پہنچا دیں گے۔ تم اسے دوسری فلائیٹ سے کولکتہ لے جا سکو گے۔''

وہ اسے سمجھانے لگے کہ میرا جعلی پاسپورٹ بنوا کر بھارتی سفارت خانے سے ویزا جاری کر کے کسی بھی پہلی فلائٹ سے مجھے دہلی پہنچایا جائے گا۔ اس دوران بلرام میرے دماغ پر مسلط رہے گا۔ میرے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ تک پہنچنے نہیں دے گا۔

جے اور بھنڈاری نے کہا۔ ''ٹھیک ہے بلرام! یہ را والے اسے بڑی آسانی سے ہمارے مندر تک پہنچا دیں گے۔ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے راستہ روکیں گے تو ہم اپنے کالے جادو سے اور را والوں کی مدد سے ان کو مار بھگائیں گے۔''

وہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ مجھے کالی ماں کے ایک شکستہ مندر تک پہنچانے کے دوران مجھ پر پراسرار عمل بھی کرتے رہیں گے اور راوالوں کی مضبوط سیکیورٹی بھی حاصل کرتے رہیں گے۔

☆☆☆

جے، بلرام اور بھنڈاری نے ان امریکی اکابرین کی خبر لی جو یوگا کے ماہر تھے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے میکائیل اور گائی ڈی البرٹ نے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔ وہ بڑی کامیابی سے روپوش رہ کر اب تک تمام دشمنوں کو چیلنج کرتے آئے تھے کہ کوئی طاقتور انہیں اپنے زیر اثر نہیں لا سکے گا لیکن کبھی تو اونٹوں کا قافلہ پہاڑ کے نیچے آتا ہے۔ آخر انہیں اپنی اوقات معلوم ہو ہی گئی۔

جے نے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر آکر پوچھا۔ ''ہائے ری پردے والی! کب تک ان چھوئی کنواری رہے گی؟''

وہ آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ ایکدم سے اچھل کر کرسی پر سیدھا ہو گیا۔ پریشان ہو کر بولا۔ ''کون ہو تم؟''

یہ کہتے ہی اس نے سانسیں روک لیں۔ اسے بھگانا چاہا، وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''جلدی سے سانس لے نہیں تو مر جائے گا۔''

اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ سچ مچ کوئی اس کے اندر آ کر بول رہا ہے۔ جے نے کہا۔ ''ہاں میں بول رہا ہوں۔ کیا جور جور سے چلا کے بولوں؟ وہ جو تیرے ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ تھے۔ وہ میری ٹانگوں کے نیچے آ گئے ہیں۔ اب میں تیرا باپ ہوں۔''

وہ سپر پاور کہلاتے تھے۔ کبھی سوچ نہیں سکتے تھے کہ کسی کے زیر اثر آ ئیں گے۔ اس نے شکست خوردہ لہجے میں پوچھا۔ ''پلیز۔ بتاؤ تم کون ہو؟ تم نے میرے اندر پہنچنے کا راستہ کیسے بنایا ہے؟''

''جیسے بھی بنایا ہے اتنا سمجھ لے کہ پہلے تیرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکنجے میں لیا ہے پھر اپنا راستہ آسان بنایا ہے۔ اب یہ پوچھ کہ ہم کون ہیں؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''اے مہاراج سپر پاور...! ہم ہندوستانی ہیں۔ یہ تو دیکھ رہے ہو کہ ہم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ اس سے بھی جیادہ کالا جادو جانتے ہیں۔''

پھر وہ بولا۔ ''اور ہم اس لیے ہم کہہ رہے ہیں کہ ہم ایک اکیلے نہیں ہیں۔ تین ہیں۔ میرے کو جے بولتے ہیں۔ باقی ایک کا نام بلرام اور دوسرے کا نام بھنڈاری ہے۔''

''ہم سے کیا چاہتے ہو؟ کیا ایشوارا رایا مسلمانوں کے لیے کام کر رہے ہو؟''

''کیا تم نہیں جانتے ہندو اور مسلمان کبھی ساتھ نہیں رہ سکتے؟ ہمیں آگ اور پانی کہا جاتا ہے۔ یعنی ہم آگ ہیں مسلمانوں کو جلا ڈالتے ہیں۔ وہ پانی ہیں ہم نے آپ کو بجھا نہیں پاتے۔''

''کیا ایشوارا رائے تمہاری دوستی ہے؟''

''ابھی نہیں ہے مگر ہو سکتی ہے۔ اگر وہ ہماری مانگیں پوری کرے گا تو اس سے دوستی ہو جائے گی۔ تم پوری کرو گے تو ہم اس کو لات مار کے تمہارے دوست بن جائیں گے۔''

''تمہارے مطالبات کیا ہیں؟''

''یہ ہمارے بھارتی نیتا جانتے ہیں۔ میں ان کے نمبر بتا رہا ہوں۔ تم ان سے باتیں کرو۔''

ایسے وقت آفس کا دروازہ کھلا۔ دس عدد یوگا جاننے والے آرمی کے اعلیٰ افسران اندر آنے لگے۔ کمانڈر ان چیف

نے کہا۔ ''ہم سب کے دماغوں میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے گھس آئے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام بلرام ہے اور دوسرے کا نام بھنڈاری ہے۔''

ایک جنرل نے کہا۔ ''انہوں نے حکم دیا ہے کہ ہم یہاں آکر بھارتی لیڈروں سے فون پر باتیں کریں۔ کیا تم ان سے رابطہ کررہے ہو؟''

اعلیٰ افسر نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر جے کی مرضی کے مطابق وائڈ اسپیکر آن کرکے نمبر پنچ کرنے لگا۔ دوسری طرف را ایجنسی کے اعلیٰ افسران ٹیلی فون کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس فون کا وائڈ اسپیکر آن تھا۔ رابطہ ہونے پر ایک نے کہا۔ ''ہیلو...! میں بھارتی وزارتِ خارجہ کا چیف سیکریٹری ارون پربھاکر بول رہا ہوں۔ تم اپنا تعارف کراؤ۔''

امریکی آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''میں میجر جنرل ایس اوزبول رہا ہوں۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمیں تم سے باتیں کرنے پر مجبور کیا ہے۔''

''مجبوریاں انسان کو منہ کے بل گرا دیتی ہیں۔ تم لوگ ایسے مغرور ہو کہ ایشیائی ممالک کے حکمرانوں کو اپنا محکوم سمجھتے ہو۔ اب بھی مجبور نہ کیے جاتے تو کبھی ہم سے بات کرنا گوارہ نہ کرتے۔''

اس نے کہا۔ ''ایک طرف سے مسلمان اور دوسری طرف سے سیارے والے ہمیں کمزور بنا رہے تھے۔ تم لوگوں نے آکر ہم یوگا جاننے والوں کو بھی کمزور اور بے بس بنا دیا ہے۔ بے شک۔ ہم مجبور ہو کر تم سے باتیں کررہے ہیں۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم سپر پاور ہیں' کسی کے زیرِ اثر نہیں آنا چاہیں گے۔ تم لوگوں میں جو بھی زیادہ طاقتور ہوگا جو بھی ہماری آزادی اور خودمختاری کو برقرار رکھنے میں ہماری مدد کرے گا ہم اس سے دوستی اور اتحاد کریں گے۔''

چیف سیکریٹری ارون پربھاکر نے کہا۔ ''تمہارے تمام دشمن تمہیں سپر پاور کی حیثیت سے گرانا چاہتے ہیں لیکن ہم ایسا نہیں چاہتے۔ ہمیں امریکا اور یورپ کے ملکوں سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ ہم ایشیائی ممالک میں برتری حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اتحاد کروگے تو ہم تمہارے کسی بھی دشمن کو تم پر حاوی ہونے نہیں دیں گے۔''

''پھر تو ہم تمہارے تمام مطالبات تسلیم کریں گے۔ بولو... کیا چاہتے ہو؟''

''پہلے تو ہم دائیں بائیں پڑوسی مسلمان ملکوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے بھارت کے ٹکڑے جوڑ کر پہلے کی طرح مکمل اور اکھنڈ بھارت بنانا چاہتے ہیں۔''

را کے ڈائریکٹر نے کہا۔ ''ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان نئے ہتھیار اور لڑاکا طیارے اور جدید ٹیکنالوجی نہ دی جائے۔ اربوں ڈالرز کے قرضے بھی نہ دیے جائیں۔ اس پڑوسی ملک کو ہر پہلو سے کمزور بنایا جائے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''فرہاد پہلے ہی ہمارا بدترین دشمن ہے۔ پاکستان کو کمزور بنانا چاہیں گے تو وہ ہم سے دشمنی کی انتہا کردے گا۔''

بلرام نے کہا۔ ''تمہارے لیے خوشخبری ہے کہ فرہاد میرے شکنجے میں ہے۔ میں اماوس کی رات اسے موت کے گھاٹ اتارنے والا ہوں۔''

میرے گرفت میں آنے والی بات کسی کے حلق سے نہیں اتری تھی۔ کوئی یہ یقین کر ہی نہیں سکتا تھا کہ مجھے کسی بھی طرح موت کے گھاٹ اتارا جاسکتا ہے۔

میجر میکائیل نے کہا۔ ''بے شک تم تینوں کالے جادو اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے بہت طاقتور بن گئے ہو گے لیکن یہ ماننے والی بات نہیں ہے کہ فرہاد تمہارے شکنجے میں ہے۔''

''ہے..... ہم ثابت کردیں گے۔ تم اس سے فون پر بات کرسکو گے۔''

''پھر بھی یقین نہیں ہوگا۔ وہ فون پر بات کرنے والا بعد میں ڈمی فرہاد ثابت ہوگا۔ ایسا کئی بار ہو چکا ہے۔ وہ کئی بار مرنے کے بعد زندہ ہو چکا ہے۔''

جے نے کہا۔ ''ہم تم کو اماوس کی رات کولکتہ آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ وہاں آکر اپنی آنکھوں سے پھر فرہاد کو دیکھو۔ جب بلرام ماتا جی کے بھاری بھرکم چھرے سے اس کی گردن مارے گا تب تمہیں یقین ہو جائے گا۔''

''تب بھی یقین نہیں ہوگا۔ جب اسے طبعی موت آئے گی تو وہ قدرتی طور پر مرے گا اور بابا صاحب کے ادارے میں اس کی تدفین ہوگی تب پورے یقین کے ساتھ ہمارے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچے گی۔''

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''یہ بتاؤ اسے کب اپنے شکنجے میں لیا تھا؟''

بلرام نے کہا۔ ''پورے اڑتالیس گھنٹے ہو چکے ہیں۔ وہ دو دنوں سے ہپناٹزم کی اور کالے جادو کی جکڑ بندی میں ہے۔''

میجر جنرل نے کہا۔ ''ذرا عقل سے سوچو۔ اس کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ کیا ان دو دنوں سے وہ سب غافل بیٹھے ہیں؟ یہ نہیں جانتے کہ وہ تمہارا قیدی بنا ہوا ہے؟''

''میں نے ایسی چالاکی سے گپت عمل کیا ہے کہ انہیں کبھی معلوم نہیں ہوگا۔''

''چاہے کتنی ہی رازداری سے عمل کرو۔ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ ہم ابھی تم سے بحث نہیں کریں گے مگر یہ لکھ لو کہ فرہاد تمہارے شکنجے میں نہیں ہے۔ اماوس کی رات کو معلوم ہوگا کہ تم اس کی ڈمی سے دھوکا کھاتے رہے ہو۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہماری ایک بات مانو۔ یہ معلوم کرو کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے قیدی فرہاد سے کیوں غافل ہیں؟''

ایک اور اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''تمہاری عقل کیسے مانتی ہے کہ ایک زبردست ناقابلِ شکست ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بابا صاحب کے ادارے والے بے یارومددگار چھوڑ دیں گے اور دور ہی دور سے اس کے قیدی بن کر رہنے اور موت کے گھاٹ اترنے کا تماشا دیکھیں گے؟''

میجر میکائیل نے کہا۔ ''آج تک ہمارے دماغوں میں کوئی نہ آسکا تم لوگوں نے ہم پر حاوی ہو کر غیر معمولی طور پر طاقتور ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ ہم تمہارے تمام مطالبات پورے کریں گے لیکن پاکستان کے خلاف اس وقت تمہاری مدد کریں گے جب فرہاد کو واقعی موت کے گھاٹ اتار دو گے۔''

''ٹھیک ہے۔ آج سے دو دن کے بعد اماوس کی رات تمہیں یقین ہو جائے گا۔''

ان کے درمیان مزید معاملات پر باتیں ہوتی رہیں پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ را کے ڈائریکٹر نے بلرام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''آرمی افسران کی یہ بات دل کو لگ رہی ہے' فرہاد دو دنوں سے تمہارا قیدی بنا ہوا ہے پھر بابا صاحب کے روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی خبر کیوں نہیں لے رہے ہیں؟''

را کے چیف نے کہا۔ ''روحانی علوم کے آگے کوئی بات چھپی نہیں رہتی پھر تم نے فرہاد کو کیسے چھپا کر رکھا ہے؟ ان مسلمانوں کو تمہارے کالے جادو سے ٹکرانا چاہیے تھا مگر ان کی طرف سے بالکل خاموشی ہے۔''

بلرام نے کہا۔ ''ہم اس معاملے میں بحث نہیں کریں گے۔ دو دن اور صبر کرو پھر ساری دنیا حیران رہ جائے گی پھر ہادیوی ماں کے چرنوں میں مرنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔''

جے' بلرام اور بھنڈاری ماننے والے نہیں تھے کہ وہ میری ڈمی کو اپنا تابعدار بنا کر دھوکا کھا رہے ہیں۔ انہوں نے پراسرار منتروں کے ذریعے اچھی طرح یقین کرلیا تھا کہ میں ہی ان کے شکنجے میں ہوں اور کسی شک و شبہے کے بغیر میں ہی ان کا معمول اور تابعدار بنا ہوا تھا۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ سونیا' میرے بچے اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس حقیقت سے بے خبر تھے۔ شاید اسی کو تقدیر کا چکر بلکہ گھن چکر کہتے ہیں۔

☆☆☆

جو یوگا جاننے والے آرمی کے افسران تنویمی عمل کے فولادی قلعے میں رہا کرتے تھے اور جن کے دماغوں تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پہنچ نہیں پاتا تھا وہ جے' بلرام اور بھنڈاری کے آگے کمزور پڑ گئے تھے۔ یہ بات ایشورارا کو معلوم ہوئی تو وہ حیران رہ گیا۔ اسے یہ یقین کرنا پڑا کہ ٹیلی پیتھی اور کالا جادو جاننے والے بہت طاقتور ہیں۔ ان سے کیا ہوا وعدہ اسے ہر حال میں پورا کرنا ہوگا اور وعدہ یہ تھا کہ سیارے کی ایک عورت کو بھنڈاری کے حوالے کرے گا۔

ایکورارا نے کہا۔ ''برادر! یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم مسلمانوں سے نمٹ نہیں پا رہے ہیں۔ ان سے دوستی کرکے عارضی طور پر جان چھڑا رہے ہیں۔ امریکی اکابرین کے مقفل دماغوں کو کھولنے کے باوجود ان سے کوئی فائدہ.... اٹھانے کے قابل نہیں ہیں۔ اُدھر جے' بلرام اور بھنڈاری یوگا جاننے والے اکابرین کو اپنا تابعدار بنا چکے ہیں۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''ہاں۔ یوگا جاننے والوں کے آگے امریکی اکابرین کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ اکابرین بھی جلد ہی بھنڈاری کے تابعدار بن جائیں گے۔ ہم اقتدار حاصل کرنے کی جنگ میں سب سے پیچھے ہوتے جارہے ہیں۔''

''برادر! ہم بڑی مشکل میں ہیں۔ میری عقل کہتی ہے' جس طرح ہم نے مسلمانوں سے خطرات کو روکنے کے لیے ان سے دوستی کی ہے۔ اسی طرح بھنڈاری سے دوستی اور اتحاد رکھنا ہوگا۔ تب ہی ہم امریکا اور اور یورپ کے شمالی علاقوں میں اپنی حکومت قائم کرسکیں گے۔''

''ہاں۔ یہی کرنا ہوگا ورنہ اس ارضی دنیا سے ہمارے قدم اکھاڑ دیے جائیں گے۔ ہمیں بھنڈاری کا پہلا مطالبہ فوراً پورا کرنا چاہیے۔ کولکتہ میں ہمارے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان سے رابطہ کرو۔ انہیں حکم دو کہ ایک بہت ہی خوبصورت اور جوان لڑکی کو ٹریپ کریں۔''

ایکورارا نے کہا۔ ''تنویمی عمل کے ذریعے اس لڑکی کا برین واش کرنا ہوگا۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کرنا ہوگا کہ وہ سیارے سے آئی ہے۔ پہلے بدصورت تھی۔ سرجری کے ذریعے اسے خوبصورت بنایا گیا ہے۔''

''ہاں اسی طرح اسے مکمل طور پر سیارے والی بنا کر بھنڈاری کے پاس پہنچا دو۔''

''کیا وہ کالے جادو کے ذریعے ہمارے فراڈ کو نہیں سمجھے گا؟''

''میرا خیال ہے اسے شبہ نہیں ہوگا۔ ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ اپنے سیارے کی کسی عورت کی پلاسٹک سرجری کرائیں۔ اسے خوبصورت بنائیں اور پھر یہاں لائیں۔''

بھنڈاری کا مطالبہ پورا کر کے اسے دوست بنانا تھا۔ حالات کا تقاضا یہ تھا کہ دشمنوں کی تعداد کم اور دوستوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ کی جائے۔ ایکورارا نے کولکتہ میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کیا پھر ان کے ساتھ رہ کر ایک حسین بنگالی دوشیزہ کو دیکھا۔ اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا۔

پتا نہیں وہ کون تھی۔ پہلے تو اس بیچاری کا برین واش کیا گیا۔ اس کے بچپن سے اب تک کی تمام باتیں ذہن سے مٹا دی گئیں۔ نئی یادداشتیں ذہن میں محفوظ کی گئیں۔ اس عمل کے مطابق اس نے تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اپنے متعلق سوچا تو دماغ نے یہی سمجھا یا کہ اس کا نام مجالہ ہے۔ وہ سیارے میں پیدا ہوئی تھی۔ اپنے بھائی کے ساتھ ارضی دنیا میں آئی ہے اور اس وقت ہندوستان کے ایک شہر کولکتہ میں ہے۔

ایشورارا کا ایک وفادار مجالہ کا بھائی بنا ہوا تھا۔ اس کا موجودہ حافظہ کہہ رہا تھا کہ اس بھائی کے ساتھ برسوں سے رہتی آئی ہے۔ اس نے خود کو آئینے میں دیکھا۔ اس کا چہرہ اور حلیہ بدل چکا تھا۔ وہ بھول چکی تھی کہ پہلے اس کی صورت کیسی تھی؟ اس کے رشتے دار اور دیگر شناسا اسے دیکھتے تو پہچان نہ پاتے۔

دوسری طرف مجھے اغوا کرنے کی تدابیر پر عمل کیا جارہا تھا۔ را کے چیف نے پاکستان کے ہندوستانی سفارت خانے سے میرا جعلی ویزا جاری کرایا تھا۔ جے بلرام اور بھنڈاری نے ٹیلی پیتھی کے کمالات دکھا کر اسی نام سے میرا پاسپورٹ حاصل کیا تھا۔ اسی دوپہر کی ایک فلائٹ میں لاہور سے دہلی کے لیے سیٹ او کے کرائی گئی تھی۔

☆☆☆

میں صبح ناشتا کررہا تھا۔ سونیا نے کہا۔ ''تم جلد ہی تندرست ہوجاؤ گے اور کہیں دور سفر میں جاؤ گے۔''

میں نے لقمہ چباتے ہوئے کہا۔ ''میں اس حد تک اٹھنے بیٹھنے لگا ہوں کہ بستر سے کرسی تک جاتا ہوں یا ٹوائلٹ چلا جاتا ہوں۔ کیا تمہیں الہام ہوا ہے کہ دور کہیں سفر پر جانے والا ہوں؟''

''ہاں۔ میں نے خواب دیکھا ہے۔ تم ہشاش بشاش تھے۔ چہرے پر رونق تھی۔ کسی طرح بھی بیمار نہیں لگ رہے تھے۔ ایک طیارے میں سفر کررہے تھے۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''چلو اچھا ہے ہم اس عمر میں کہیں ہنی مون منانے جائیں گے۔''

''میں خواب میں تمہارے ساتھ نہیں تھی۔ کوئی دوسری تھی۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''اس عمر میں میرے ساتھ دوسری تیسری کو دیکھ رہی ہو؟ میری جان...! وہ دن ہوئے جب پسینہ گلاب تھا۔''

وہ میز پر سے پلیٹیں اٹھاتے ہوئے بولی۔ ''جب تم پھرتے ایکشن میں رہتے ہو تو جانے کہاں سے جوانی اُمڈ آتی ہے؟ حضور کا پسینہ گلاب ہوجاتا ہے۔ تتلیاں آکر منڈلاتی لگتی ہیں۔''

وہ کچن میں گئی۔ میں نے کہا۔ ''اگر تم چاہتی ہو کہ تتلیاں میری طرف نہ آئیں تو دوائیں بدل دو مجھے تندرست نہ ہونے دو۔''

''کسی دشمن عورت سے کہو وہ دوائیں بدل دے گی۔ میں تو دل سے چاہتی ہوں کہ تم پر پھر سے جوانی آئے۔ میرے سرتاج...! ابھی دنیا کو تمہاری ضرورت ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اور تمہاری بھی ضرورت ہے۔ دوستوں سے نہیں دشمنوں سے بھی پوچھو تو وہ کہیں گے کہ سونیا کے بغیر فرہاد ادھورا ہے۔''

وہ چائے کی پیالیاں لاکر میز کے دوسری طرف چلی گئی۔ میری طرف ایک پیالی بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''ہم نے جدوجہد سے بھرپور بڑے ہی رنگین اور سنگین دن گزارے ہیں۔ اب وہ دن کبھی واپس نہیں آئیں گے۔''

''بابا فرید واسطی تم پر مہربان تھے۔ تمہیں بیٹی کہتے تھے۔ پتا نہیں تم پر کیسا عمل کیا تھا اور دعا کی تھی کہ تم پر کبھی زوال نہ آئے۔ ساری دنیا دیکھ رہی ہے، آج بھی تم جوان ہو۔''

میں نے اس کی ہتھیلی کی پشت کو سہلاتے ہوئے کہا۔ ''یہ ان کی دعاؤں کا اثر ہے کہ تم جوانی کے ابتدائی دنوں کی طرح حاضر دماغ چست و چالاک اور پھرتیلی ہو۔ یہ انہی کی دعاؤں کا اثر ہے کہ تم پر زوال نہیں آرہا ہے۔ تم کمالات حاصل کرتی ہوئی اس دنیا سے جاؤ گی۔''

اس نے گہری سنجیدگی سے مجھے دیکھا پھر کہا۔ ''اس دنیا سے سب ہی کو جانا ہے۔ میں دن رات دعائیں مانگتی ہوں کہ تم سے پہلے جاؤں اور تمہارے کاندھے پر جاؤں۔''

میں نے پورے یقین سے کہا۔ ''تمہاری یہ آرزو پوری نہیں ہوگی۔ بابا صاحب کی پیش گوئی ہے کہ میری آخری سانسوں میں تم میرے قریب رہو گی۔''

پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''اور میری آخری سانسوں کی گنتی شروع ہوچکی ہے۔''

اس کی نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔ ''پیش گوئی بدل بھی سکتی ہے۔ بعض اوقات بازی الٹ جاتی ہے۔ جو بات تمہارے ساتھ ہونے والی ہے وہ میرے ساتھ ہوسکتی ہے۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟ جو میرے ساتھ ہونا ہے وہ تمہارے ساتھ کیسے ہوگا؟''

''ایسا ہوسکتا ہے میں آخری وقت بستر مرگ پر رہوں اور تم مجھے ڈھونڈتے ہوئے مجھ تک پہنچنے کی کوششیں کرتے رہو۔''

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''بے تکی باتیں کررہی ہو۔ کیا پیش گوئی بدل جائے گی اور وہ بھی بابا صاحب کی...؟ ہرگز نہیں۔''

وہ بولی۔ ''ہماری دنیا میں، ہماری زندگی میں صرف اللہ تعالیٰ کا فرمان اٹل ہوتا ہے۔ باقی بندوں کے فرمان تبدیل ہوسکتے ہیں۔ بابا صاحب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ کیا برگزیدہ بندوں کی باتیں اللہ تعالیٰ کی مرضی سے بدل نہیں سکتیں؟''

میں نے قائل ہوکر کہا۔ ''اللہ تعالیٰ بے شک قادر مطلق ہے۔ اس کی مرضی سے تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔''

وہ چائے کا ایک گھونٹ لے کر بولی۔ ''تو پھر ہمارے ساتھ بھی ایسا ہوسکتا ہے۔''

میں نے تعجب سے پوچھا۔ ''کیا کہنا چاہتی ہو؟ ہمارے ساتھ کیسا ہوسکتا ہے؟''

''یہی کہ میں آخری سانسوں میں تمہارے پاس نہیں رہوں گی۔ تم سے پہلے دنیا سے جاؤں گی اور تمہارے کاندھے پر جاؤں گی۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''ایسی آرزوئیں، ایسے خیالات دل کو بہلاتے ہیں، بے شک خود کو بہلاتی رہو۔''

وہ چائے پی رہی تھی اور بڑے اعتماد سے مسکرا رہی تھی۔ اس کا انداز کہہ رہا تھا کہ وہ خود کو بہلانے والی بات نہیں کررہی ہے۔ میں نے کہا۔ ''تم کوئی بات چھپا کر خوامخواہ پراسرار بن رہی ہو۔ کم آن.... جو بات ہے اسے اُگل دو۔''

''اگر چھپانا ہوتا تو یہ بات نہ چھیڑتی۔ کل عشا کی نماز کے بعد ذرا دیر کے لیے آنکھ لگ گئی تھی۔ تب میں نے بابا صاحب کو دیکھا۔''

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ کوئی بہت ہی اہم بات کہنے والی تھی اور جو کہنے والی تھی اس کی اب تک تمہید باندھتی آرہی تھی۔

میں نے بے چین ہوکر کہا۔ ''بول بھی چکو۔''

اس نے کہا۔ ''بابا صاحب فرمارہے تھے، ہم روحانی علوم میں مہارت رکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بھید کو اور اس کے بدلتے ہوئے فیصلوں کو سمجھ نہیں پاتے۔ اپنی محدود معلومات کے مطابق پیش گوئیاں کرتے ہیں جو اکثر درست ہوتی ہیں اور کچھ تشنہ رہ جاتی ہیں۔ فرہاد کی وفات کے سلسلے میں میری پیش گوئی تشنہ رہے گی۔ مکمل نہیں ہوپائے گی...''

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''یہ میں نہیں بابا صاحب فرمارہے تھے۔''

وہ تمہارے خواب میں آئے تھے؟''

''ہاں۔ میں خواب ہی بیان کررہی ہوں۔ انہوں نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ میں آخری سانس تک سہاگن رہوں گی۔''

میں نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ ایک عورت آخری سانس تک یعنی اپنی وفات تک سہاگن رہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شوہر اس کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ وہ بیوی کے بعد دنیا سے جاتا ہے۔

میں ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''اس طرح کیا دیکھ رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''میں اب تک مطمئن تھا کہ میرے بعد تم میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور نہ جاننے والے بچوں کی سرپرست اور محافظ بن کر رہو گی۔ تم نہیں رہو گی تو میں تمہارے بعد اپنے بچوں کو پھر پور توجہ نہیں دے پاؤں گا۔''

''جب سر پر پڑے گی تو اپنی تمام ذمہ داریاں پوری کرو گے۔''

''تم کسی سے بھی پوچھو ساری دنیا کہے گی باپ مرجائے ماں نہ مرے۔ ماں کی طرح باپ بھی بچوں کو سمیٹ کر نہیں رکھ سکتا۔''

وہ بولی۔ ''تم بھی کسی سے پوچھ لو۔ دنیا کہے گی کہ سب ہی اپنے اپنے وقت پر رخصت ہوجاتے ہیں مگر فرہاد کو نہ موت آئے نہ زوال آئے۔ یہ خیال خوانی کا بازی گر کتاب زندگی کے صفحات پر جاری رہے۔''

میں نے اس کا ہاتھ تھام کر بڑے جذبے اور دل کی گہرائیوں سے کہا۔ ''میرا دل نہیں مان رہا ہے۔ میں تمہارا آخری وقت نہیں دیکھ سکوں گا۔''

''میرا بھی دل نہیں مان رہا تھا مگر میں تمہیں دم توڑتے دیکھنے کے لیے کتنے حوصلے سے یہاں تمہارے ساتھ رہی۔ یہ میں ہی جانتی ہوں' جب وقت آئے گا تو تم بھی جان لوگے اور حوصلہ کروگے۔''

بے شک! ہم سب اپنے حالات سے مجبور ہوجاتے ہیں۔ اپنے پیاروں کو جان سے جاتے دیکھنا نہیں چاہتے لیکن مجبوراً دیکھتے ہیں۔ ویسے توقع کے خلاف یہ عجیب سی بات ہورہی تھی۔ بابا فرید واسطی مرحوم جیسے عظیم روحانی پیشوا کی پیش گوئی بدلنے والی تھی۔

میں سونیا سے باتوں میں مصروف تھا۔ ایسے وقت بلرام میرے اندر چپ چاپ آتا جاتا رہا تھا۔ میں اس کے زیر اثر تھا۔ محسوس کرتے رہنے کے باوجود اس کی مرضی کے خلاف کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ وہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے آتا تھا اور میرے ذہن میں یہ بات نقش کرتا تھا کہ میں سونیا کو کسی کام سے دور بھیج دوں۔ اتنی دور کہ وہ فوراً واپس نہ آئے۔

ویسے بھی سونیا کو میری میڈیکل رپورٹ لے کر ڈاکٹر کے پاس لاہور جانا تھا۔ کچھ ضروری شاپنگ بھی کرنی تھی۔ میں نے پوچھا۔ ''تم انارکلی جاؤ گی؟''

''ہاں۔ سوچتی ہوں دھوپ ڈھلنے کے بعد شام کو جاؤں۔''

وہ میرے اندر کہہ رہا تھا کہ اسے دوپہر ایک بجے سے پہلے جانا چاہیے تاکہ وہ میرے راستے کی رکاوٹ نہ بنے۔ میں نے کہا۔ ''ایک ضروری دوا ختم ہوگئی ہے۔ ابھی جاکر لاؤ گی تو شام کو دوا کا ناغہ نہیں ہوگا اور میرے لیے دہی بھلے بھی لے آؤ گی۔''

وہ دوپہر کو جانا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے ایسی دو چار ضروری چیزوں کی فرمائش کی کہ اسے بے وقت وہاں سے جانا پڑا۔ وہ میری محافظ تھی۔ میں نے خود ہی اسے جانے پر مجبور کردیا تھا۔ وہ دن کے ایک بجے خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ کیا مجبوری تھی' میں دشمنوں کے لیے راہیں ہموار کررہا تھا۔

اس کے جاتے ہی جیسے میرے اندر جادوئی توانائی آگئی۔ ان میں سے ایک منتر پڑھ رہا تھا۔ باقی جے اور جھنڈاری خیال خوانی کے ذریعے توانائی کا ایندھن پہنچا رہے تھے۔ میں مکان سے نکل کر باہر آیا۔ دروازے کے سامنے ایک بڑی مہنگی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے شیشے کلرڈ تھے۔ اندر بیٹھنے والے باہر سے نظر نہیں آسکتے تھے۔

ایک شخص نے کار کا دروازہ کھولا۔ میں اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ کسی حیل و حجت کے بغیر پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ وہاں ایک شخص موجود تھا۔ دوسرا شخص دوسری طرف سے آکر بیٹھ گیا۔ کار وہاں سے چل پڑی۔

ان میں سے ایک نے میرا نیا پاسپورٹ ویزا اور دیگر ضروری کاغذات پیش کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا نام سوبھراج ہے۔ کولکتہ میں اپنے رشتے داروں سے ملنے جارہے ہو۔''

دوسرے نے ایک سفری بیگ کھول کر دکھاتے ہوئے کہا۔ ''اس میں تمہاری ضرورت کا ہر سامان موجود ہے۔ پہننے کے لیے دو جوڑے ہیں۔ جہاز میں لباس تبدیل کرسکو گے۔''

وہ ریڈی میڈ میک اپ کا سامان لے کر آئے تھے۔ پاسپورٹ کی تصویر کے مطابق میرے چہرے کو تبدیل کرنے لگے۔

لاہور ایئرپورٹ پہنچنے تک میں خاصا تبدیل ہوگیا۔ بڑی مہارت سے تبدیلیاں لائی گئی تھیں۔ سونیا بھی مجھے دیکھتی تو شاید ہی پہچان پاتی۔ ویسے اس کے سونگھنے کی حس اسے چونکا سکتی تھی۔ جب میں کلرڈ شیشے والی گاڑی میں مال روڈ سے گزر رہا تھا تب وہ کسی قریبی علاقے میں ہوگی۔ اتنے قریب سے میری بُو سونگھ کر اسے چونکنا چاہیے تھا کہ میں شاہدرہ سے ادھر کیسے چلا آیا ہوں؟

لیکن اسے میری بُو نہیں ملی۔ شاید وہ اتنی دور ہوگی جتنا شاہدرہ کا فاصلہ تھا۔ کوئی ایسی وجہ تھی کہ وہ میرے اغوا ہونے سے بے خبر رہی۔ کبریا عالی اور الپا صبح میرے اندر آئے تھے پھر کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد چلے گئے تھے۔ ابھی وہ آنے والے نہیں تھے۔

میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سونیا کی موجودگی سے مطمئن تھے۔ اس لیے دن میں ایک آدھ بار آکر چلے جاتے تھے۔ ایسے وقت بھی انہیں اطمینان تھا کہ میں خیریت سے ہوں۔

ایئرپورٹ میں مسافروں کے سامان کی بڑی سختی سے چیکنگ ہوتی ہے۔ اسلحہ جیسی غیر قانونی چیزوں کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے سامان کو مشین سے گزارا جاتا ہے۔ اس طرح غیر قانونی سامان لے جانے والے پکڑے جاتے ہیں۔ اگر مجھے اینٹی میک اپ کیمرے سے گزارا جاتا تو میں بھی پکڑا جاتا۔ لیکن ایئرپورٹ میں ایسا کوئی کیمرا نصب نہیں کیا جاتا۔

میں بلرام کی مرضی کے مطابق ایئرپورٹ میں لباس تبدیل کرنے گیا۔ وہاں اپنا سفری بیگ رکھ کر دوسری طرف منہ پھیر کر لباس تبدیل کرنے لگا۔ ایسے وقت ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے دبے قدموں آکر میرے کھلے ہوئے بیگ میں ہیروئن کے دو پیکٹس رکھے پھر وہاں سے پلٹ کر جانے لگا۔

میں بے خبر تھا مگر جے' بلرام اور جھنڈاری تینوں میری نگرانی کررہے تھے اور میری لاعلمی میں جو ہورہا تھا اسے دیکھ رہے تھے۔ میں لباس بدلنے کے بعد ان کی مرضی کے مطابق اس شخص کے پاس گیا۔ وہ واش بیسن کے پاس کھڑا منہ ہاتھ دھو رہا تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ میں لاعلمی میں اپنا بیگ بند کرکے اس کے دو پیکٹس وہاں سے لے جاتا ہوں یا نہیں؟

میں نے اسے مطمئن کیا۔ اپنے بیگ کی زپ لگائی پھر دوسرے واش بیسن کے پاس آگیا۔ اسے اطمینان حاصل ہوا۔ وہ وہاں سے جانے لگا۔ میں نے کہا۔ ''جسٹ آ منٹ۔ کیا انڈیا کی فلائٹ رائٹ ٹائم پر جارہی ہے؟''

اس نے جواب دیا۔ ''ہاں۔ انفارمیشن بورڈ پر یہی لکھا ہوا ہے۔''

وہ پھر پلٹ کر جانا چاہتا تھا مگر رک گیا۔ بلرام نے اس کی آواز اور لہجہ سن کر دماغ پر قبضہ جمالیا تھا۔ وہ باہر جانا بھول گیا۔ اسے غائب دماغ بنا دیا گیا تھا۔ اس نے میرے قریب آکر بڑی رازداری سے دھیمی آواز میں کہا۔ ''تمہارے بیگ میں وائٹ پاؤڈر کے دو پیکٹس ہیں۔ وہ مجھے دے دو۔''

میں نے اپنے بیگ سے وہ پیکٹس نکال کر اسے دیے۔ اس نے اپنا بیگ کھول کر ان پیکٹس کو واپس رکھ لیا پھر میرا شکریہ ادا کرکے جانے لگا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ دروازے کے پاس جاکر ٹھٹک گیا۔ بلرام نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔

اب وہ غائب دماغ نہیں رہا تھا۔ اس لیے ایک ذرا ٹھٹک کر سوچنے لگا۔ ''مجھے کچھ ہوگیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہیں گم ہوگیا تھا پھر اچانک ہی ہوش میں آگیا ہوں۔''

بلرام نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''نشے کا دھندا کرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ ہوش میں رہ کر کبھی آدمی ہوش میں نہیں رہتا۔ کھوپڑی کبھی کبھی چکرا جاتی ہے۔''

اس شخص نے سر گھما کر مجھے دیکھا۔ میں واش بیسن پر ہاتھ دھو رہا تھا۔ کلی کررہا تھا۔ اس نے اپنا سر سہلاتے ہوئے سوچا۔ ''اونہہ..... پتا نہیں کیا ہوا تھا؟ میرا کام تو ہوگیا ہے۔ اگر مال پکڑا گیا تو یہ پکڑا جائے گا۔ اگر بچ گیا تو میں دہلی میں اپنا مال وصول کرلوں گا۔''

وہ دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ بلرام نے میرے پاس آکر پوچھا۔ ''دیکھا تم نے.... ابھی تمہارے ساتھ کیا ہورہا تھا؟''

میں نے کہا۔ ''ہاں۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ تم نے اس کا جوتا اس کے سر پر مارا ہے۔''

وہ بولا۔ ''میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا تھا پھر دو دن سے اندر آکر تمہاری جنگ کی پوری رام کہانی پڑھتا رہا ہوں۔ اس میں شبہ نہیں کہ تم بہت ہی کھترناک ہو۔ بڑے سے بڑا دشمن بھی تم کو مات نہیں دے سکا۔''

میں نے واش روم سے نکلتے ہوئے کہا۔ ''پھر بھی تم مجھے مات دینے آئے ہو؟''

''میں نے اور میرے دو جنم ساتھیوں نے جتنی مضبوطی سے تمہیں جکڑ لیا ہے اس کے بعد تو بھگوان بھی تم کو ہم سے چھڑا کے نہیں لے جائے گا۔''

''بہت بڑا بول بول رہے ہو۔ کان پکڑو اور اپنے منہ پر تھپڑ مارو۔''

''میں نے پہلے بھی پوچھا تھا اب بھی پوچھ رہا ہوں کیا تم کسی طرح میری جکڑ بندی سے نکل پاؤ گے؟''

''میں نہیں جانتا آگے میرے ساتھ کیسے حالات پیش آئیں گے؟ مگر ایک جواب تمہیں دے چکا ہوں۔ ہم پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ اگر میرے دین کے خلاف مجھ سے کوئی کام لوگے تو میں تمہارے شکنجے سے نکل جاؤں گا۔''

''میں نہیں جانتا تمہارا وہ روحانی عمل کیا ہوتا ہے؟ مگر میں ہوشیار رہوں گا۔ تمہارے دین کو بُرا لگنے والا کوئی کام تم سے نہیں لوں گا۔''

میں سفری بیگ اٹھائے مشین کی طرف جانے لگا۔ وہ شخص ایک طرف کھڑا میرا منتظر تھا۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ میں اس کے مال سمیت خیریت سے گزر جاؤں گا یا نہیں؟

اس کے ساتھ ایک حسین دوشیزہ کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس پر سرسری سے نظر ڈالتا ہوا اپنے بیگ کو مشین کے سامنے رکھ کر دوسری طرف چلا گیا۔

ایک افسر اس مشین سے منسلک ٹی وی اسکرین کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ آس پاس مسلح سپاہی تھے۔ یقیناً اس شخص کا دل تیزی سے دھڑک رہا ہوگا۔ وہ بیگ آہستہ آہستہ مشین کے سامنے سے گزرتا ہوا میری طرف آرہا تھا۔ ایسے وقت اس افسر کی نظر مشین پر سے ہٹ گئی تھی۔ وہ ایک سپاہی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ ان لمحات میں میرا بیگ اسکرین کے سامنے سے گزر گیا۔

اس شخص نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ فاتحانہ انداز میں مسکرا کر حسینہ کو دیکھا۔ وہ بھی مسکرا رہی تھی۔ میرے بیگ کو روکا نہیں گیا تھا۔ ان کا مال گرفت میں نہیں آیا تھا۔ میں اپنا بیگ اٹھا کر بورڈنگ کارڈ لینے چلا گیا۔ اس شخص نے بڑے اعتماد سے آگے بڑھ کر اپنا سامان چیکنگ کے لیے رکھ دیا۔ پھر اسے لینے کے لیے دوسری طرف چلا آیا۔ اب تو اس کا جو انجام ہونا تھا وہ ظاہر ہی تھا۔

میں نے بورڈنگ کارڈ حاصل کر کے وہاں سے جاتے ہوئے دیکھا۔ سپاہی اس کے بیگ سے وائٹ پاؤڈر کے پیکٹس نکال رہے تھے۔ اسے حراست میں لیا جا رہا تھا۔ اس سے آگے کچھ دیکھنا اور سمجھنا ضروری نہیں تھا۔

میں ویٹنگ ہال میں آ کر بیٹھ گیا۔ بلرام نے کہا۔ ''وہ آدمی ان پیکٹس سے اسّی ہزار روپے کمانے والا تھا۔ اتنے روپے کے لیے تم سے دشمنی کر رہا تھا۔ تمہاری پوری ہسٹری بتاتی ہے کہ کوئی نہ کوئی تم سے دشمنی کرتا ہی رہتا ہے۔''

''جیسا کہ تم کر رہے ہو۔''

''ہاں۔ یہ آخری ہوگی' پھر نہ تم رہو گے نہ دشمن پیدا ہوں گے۔''

وہ کچھ سوچ کر بولا۔ ''میں بہت اندر تک تمہاری سوچ پڑھ رہا ہوں۔ تمہاری سوچ کی کسی لہر سے پریشانی اور گھبراہٹ کا پتا نہیں چل رہا ہے۔ تم اپنی مدد کے لیے اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی یاد نہیں کر رہے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''یہ موجودہ حالات کچھ بھی نہیں ہیں۔ میں اس سے بھی زیادہ بدترین عداوتوں سے گزرتا رہا ہوں۔''

ایسے کہتے وقت سونیا کا خواب یاد آیا۔ اس نے کہا تھا۔ ''ہاں۔ میں خواب ہی بیان کر رہی ہوں۔ بابا صاحب نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ میں آخری سانس تک سہاگن ہی رہوں گی۔''

سونیا کے خواب اور بابا صاحب کی بدلتی ہوئی پیش گوئی مجھے حوصلہ دے رہی تھی کہ بلرام کا طلسم ٹوٹے گا اور میں اس سے ضرور نجات حاصل کر لوں گا۔

بلرام نے پوچھا۔ ''یعنی تم کو امید ہے کہ میری جکڑ بندی سے نکل جاؤ گے؟''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''مجھے ڈرنا چاہیے۔ ڈر ڈر کر مرنا چاہیے۔ مگر تم خوف زدہ ہو۔ ایسا اکثر ہوتا ہے میرے دشمن مجھ پر حاوی ہونے کے باوجود مجھ سے خوف کھاتے رہتے ہیں۔''

''جیادہ نہ بولو۔ میرے کو کسی بات کا ڈر نہیں ہے۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے والے جتنا بھی جور لگائیں گے میرے سے ہار جائیں گے۔ جے ماتا کی..... جے ماتا کی.. میں اکیلا نہیں ہوں۔ میرے دو اور جنم ساتھی بھی ہیں۔ ہم تینوں نے تمہارے دماغ میں ایسا گھور اندھیرا کیا ہے کہ تمہاری مدد کو آنے والے بھٹکتے ہی رہ جائیں گے۔ جے ماتا کی..... جے ماتا کی..... کوئی تمہارے کام نہیں آئے گا۔''

وہ بڑے یقین سے بول رہا تھا مگر اندر سے کسی قدر گھبرایا ہوا تھا۔ وہ تینوں را ایجنسی کے اعلیٰ افسروں سے رابطے میں تھے۔ ان کے دو جاسوس لاہور سے میرے پیچھے لگے تھے اور اپنی نگرانی میں مجھے دہلی پہنچانے والے تھے۔

اور دہلی ایئرپورٹ میں بھی زبردست سیکیورٹی کے انتظامات تھے۔ مجھے کولکتہ پہنچانے کی ذمہ داری راوالوں کی تھی اور وہ تینوں جے' بلرام اور بھنڈاری خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ افسران کے دماغ بھی پڑھ رہے تھے۔ وہ جے کالی مائی کے قدموں میں پہنچانے تک کسی افسر پر بھروسا نہیں کر رہے تھے۔

وہ تینوں ان تمام مسافروں کے اندر بھی پہنچ رہے تھے جو اس وقت میرے ساتھ ویٹنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے خیالات سے پتا چلا کہ ان میں سے دو مسافر را کے جاسوس ہیں اور بڑی رازداری سے میری نگرانی کر رہے ہیں۔ انہوں نے فون کے ذریعے اپنے ایک سیکریٹ افسر کو بتایا کہ میرے چہرے پر کس طرح کا ریڈی میڈ میک اپ کیا گیا ہے اور میں کس رنگ کی پتلون اور جیکٹ میں ہوں را کے افسران نے جے' بلرام اور بھنڈاری کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ جاسوس رازداری سے میری نگرانی کریں گے اور وہ اپنے کسی سیکریٹ افسر کو میرے متعلق رپورٹ دیتے رہیں گے۔

وہ دو جاسوس فون کے ذریعے اپنے افسر سے باتیں کر رہے تھے۔ جے' بلرام اور بھنڈاری اس سیکریٹ افسر کی آواز سن کر اس کے اندر بھی پہنچ گئے۔ اس کے چور خیالات نے جو بتایا اسے پڑھتے ہی وہ تینوں غصے سے بھڑک گئے۔

دراصل میرے تمام دشمن یقین نہیں کرتے تھے کہ میں کبھی کسی کی گرفت میں آ کر مارا جاؤں گا۔ راوالے کہہ چکے تھے کہ میں اتفاقاً جے' بلرام اور بھنڈاری کے شکنجے میں آ گیا ہوں۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر مجھے ہلاک کر دینا چاہیے۔ ان تینوں نے ان کی بات نہیں مانی تھی۔ وہ تجربہ کار افسران ماضی میں مجھے بری طرح بھگت چکے تھے۔ یہ پورے یقین سے سمجھ رہے تھے کہ بلرام کے شکنجے میں ہی مجھے مارا نہ گیا تو میں ہمیشہ کی طرح بچ نکلوں گا۔

یہ معاملہ یہاں آ کر اٹکا تھا کہ راوالے مجھے پہلی فرصت میں ہلاک کرنا چاہتے تھے اور وہ تینوں یہی کام کولکتہ لے جا کر کرنا چاہتے تھے۔ افسران ان تینوں کو ناراض بھی نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا مجھے ٹھکانے لگانے کے لیے را ایجنسی کی بلیک فورس سے کام لے رہے تھے۔ یہ طے کیا گیا تھا کہ وہ سیکریٹ افسر اپنی مسلح ٹیم کے ساتھ دہلی ایئرپورٹ میں میرا منتظر رہے

گا۔ مجھے اس عمارت سے باہر زندہ نہیں جانے دے گا۔ را والے بڑے محتاط ہو کر بڑی رازداری سے یہ کام کر رہے تھے۔ اس کے باوجود ٹیلی پیتھی کی اڑان نے کام دکھایا۔ بلیک فورس کا وہ سیکریٹ افسر ان تینوں کے نشانے پر آ گیا۔

بلرام نے اپنے جنم ساتھیوں سے کہا۔ ''ہم اپنے دیش کو سب سے آگے لانے کے لیے راوالوں کے بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ ایسے کام جادو اور ٹیلی پیتھی کے بنا ہو ہی نہیں سکتے۔ اب تو ہم ان کی کھوپڑی الٹا دیں گے۔''

جے نے کہا۔ ''یہ ہمارے ان گنت احسان بھول کر ہمیں دھوکا دے رہے ہیں۔ ہم ان کی ایسی کی تیسی کر دیں گے۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''ابھی صبر کرو۔ کرودھ (غصہ) میں نہ آؤ۔ ان کے کمینے پن سے انجان بن کر رہو۔ پہلے کسی طرح پھرہاد کو دیوی ماں کے چرنوں میں پہنچاؤ اس کی بلی چڑھاؤ۔ اس کے بعد راوالوں سے نمٹا جائے گا۔''

پہلے تو انہیں یہ اندیشہ تھا کہ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے بچانے آئیں گے۔ اب را والے آستین کے سانپ بن گئے تھے۔ وہ تینوں سر جوڑ کر سوچنے لگے کہ ایسے سانپوں سے کس طرح نمٹا جائے...

جہاز پرواز کے لیے تیار تھا۔ میں اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ ایسے وقت میں نے محسوس کیا' وہ تینوں میرے اندر نہیں تھے۔ یقیناً وہ راوالوں سے نمٹنے کے سلسلے میں مصروف ہو گئے تھے۔ میرے ساتھ والی دو سیٹیں خالی تھیں۔ پرواز سے پہلے وہ حسینہ وہاں آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے اس شخص کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔ اس کی گرفتاری کے بعد ایک سیٹ خالی رہنے والی تھی۔ دوسری پر آ کر وہ بیٹھ گئی۔ مجھے دیکھ کر چونک گئی تھی۔

میں نے کہا۔ ''ہائے! دو ہنسوں کا جوڑا بچھڑ گیو رے....''

اس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ میں نے پوچھا۔ ''وہ کون تھا تمہارا؟''

اس نے جواب نہیں دیا۔ میں اسے بولنے پر اکسا رہا تھا۔ ''عمر کے حساب سے تم دونوں باپ بیٹی لگ رہے تھے مگر آج کے دور میں عمر کون دیکھتا ہے؟ دولت ٹھنا ٹھن برسانے والا بوڑھا بھی ہو تو اسے بوائے فرینڈ بنا لیا جاتا ہے۔''

وہ ایک جھٹکے سے میری طرف گردن گھما کر بولی۔ ''یو شٹ اپ.... میں ایسی نہیں ہوں۔''

''پھر کیسی ہو؟ جواب دینے سے پہلے مجھے اچھی طرح سے دیکھ لو۔ میں بھی بوڑھا ہوں اتفاق سے دولتمند بھی ہوں۔''

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا پھر پوچھا۔ ''کیا تم جانتے ہو کہ اسے کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے؟''

''میں نہیں جانتا تم بتا دو۔''

''تم ضرور جانتے ہو۔ اس نے ٹوائلٹ سے باہر آ کر کہا تھا کہ وائٹ پاؤڈر کے دونوں پیکٹس تمہارے بیگ میں رکھ دیے گئے ہیں۔''

میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ ''میرے بیگ میں نشے کی چیز رکھی گئی تھی؟''

''ہاں۔ اس نے یہی کہا تھا۔ اور بہت مطمئن تھا کہ مال پار ہو جائے گا۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو تم پکڑے جاؤ گے۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''اور وہ پکڑا گیا۔''

وہ مجھے غور سے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ''تم بہت گہرے ہو۔ بہت کچھ جانتے ہو۔ تم نے کوئی ایسا چکر چلایا ہے کہ بازی الٹ گئی ہے۔ گڑھا کھودنے والا خود اس میں گر گیا ہے۔''

''یہ تو پرانی کہاوت ہے جیسا کیا ویسا پایا۔''

''مگر یہ کیسے ہوا؟ جو مال تمہارے بیگ میں تھا اس کے بیگ میں واپس کیسے آ گیا؟''

جہاز اپنی اڑان لے چکا تھا۔ میں نے کہا۔ ''تم اسے پیچھے چھوڑ کر آ گئیں۔ اس کے ساتھ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ یہ بتاؤ اب تنہا کہاں جا رہی ہو؟ کیا پھر کسی بوڑھے کی ضرورت ہے؟''

اس بار اس نے بڑی شوخی سے مجھے دیکھا۔ میں نے سیٹ کی پشت سے لگ کر کہا۔ ''ارے باپ رے! میں نے مذاق میں پوچھا تھا۔ مجھ سے دور رہنا میری گھر والی تلوار کی طرح جھاڑو چلاتی ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''کہاں ہے تمہاری گھر والی؟''

میں نے کہا۔ ''آہ...! کچھ نہ پوچھو۔ آج صبح اس نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں ہوائی جہاز میں سفر کرنے والا ہوں اور میرے آس پاس تتلیاں منڈلائیں گی۔''

اسی وقت ایئرہوسٹس نے آ کر پوچھا۔ ''کیا آپ ڈرنک لینا چاہیں گے؟''

میں نے کہا۔ ''ایک سے دو تتلیاں ہو گئیں۔ میری گھر والی نے سچ کہا تھا۔''

ایئرہوسٹس نے کہا۔ ''سوری میں سمجھی نہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ایئرہوسٹس کو آسمان کی پریاں کہا جاتا ہے مگر تم خوب صورت تتلی ہو۔ اپنی پسند کا کوئی بھی سوفٹ ڈرنک پلا دو۔''

وہ دو گلاس پیش کر کے چلی گئی۔ میری پڑوسن نے کہا۔ ''تم بہت زندہ دل ہو۔''

''بڑھاپے میں ایک دل ہی ہے جو زندہ رہتا ہے۔ باقی جسم سوتا رہتا ہے۔ ہم بھی کیا ہیں؟ جوانی میں خوب کماتے ہیں خوب لٹاتے ہیں۔ بڑھاپے میں لٹانے کے لیے نہیں رکھتے' بچھتاتے ہیں۔ تمہاری جیسی حسینہ گلے پڑ جائے تب بھی دور ہی دور سے ترستے ہیں۔''

''اگر میں سر سے پاؤں تک ملتی رہوں تو کیا پھر بھی ترستے رہو گے؟''

''سمجھدار ہو تو سمجھو' پیاس بجھانے کے لیے کنواں کھودنا پڑتا ہے اور بڑھاپے میں محنت مشقت والی رومانی مزدوری نہیں ہوتی۔''

وہ اچانک ہی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بولی۔ ''ابھی کوئی میرے اندر بول رہا تھا۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا بول رہا تھا؟''

''وہ کہہ رہا تھا کہ وہ تمہاری طرح بوڑھا نہیں جوان ہے اور میں اس کی طرح ہندو ہوں۔''

پھر وہ چپ ہو کر خلا میں تکنے لگی۔ اس کے اندر بلرام بول رہا تھا۔ ''تمہارا نام شلپا سروج ہے۔ تم جیادہ سے جیادہ دولت حاصل کرنا چاہتی ہو۔ اس کے لیے دولتمند بوڑھوں کو پھانستی رہتی ہو۔ کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟''

شلپا نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ بولا۔ ''اس بار تم نے جس دولتمند بوڑھے کا پھانسا تھا وہ نشے کا دھندا کرتا تھا۔ دہلی پہنچ کر تم کو اسّی ہجار ملنے والے تھے۔ اب نہیں ملیں گے۔''

شلپا نے کہا۔ ''یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ تم میرے اندر کا سارا بھید معلوم کر رہے ہو۔ یہ بوڑھا جو میرے پاس بیٹھا ہوا ہے' اس کے بارے میں کچھ بتاؤ؟''

''یہ اتنا دھنوان ہے کہ اس کی دولت کا کوئی حساب نہیں ہے۔ مگر یہ تمہارے کام نہیں آئے گا۔ دو دن بعد مرنے والا ہے۔''

شلپا نے میری طرف دیکھا پھر بلرام سے کہا۔ ''تم اندر کی سچی باتیں جانتے ہو۔ اگر یہ سچ مچ مرنے والا ہے تو میں اپنا وقت برباد کر رہی ہوں۔ تم بولو... کیا ہم دوست بن سکتے ہیں؟''

''تمہاری سوچ پڑھ کر معلوم ہوا ہے کہ بہت سندر ہو۔ بہت تگڑی ہو۔ کولکتہ آؤ گی تو تم کو سر سے پاؤں تک دیکھوں گا۔''

''میں آؤں گی۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دولت کماؤ گے۔ میں تمہارے بہت کام آؤں گی۔ ہندی' انگریزی' فرانسیسی' جرمنی' روسی' جاپانی اور عربی زبانیں جانتی ہوں۔ میں ایسی زبانیں جاننے والوں کے اندر تمہیں پہنچاتی رہوں گی۔''

''پھر تو تم بڑے کام کی سندری ہو۔ دودھ بھی ہو ملائی بھی ہو۔ بس اس بوڑھے کے ساتھ چلی آؤ۔''

اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا یہ تمہارا آدمی ہے؟''

''میرا گلام ہے۔''

جہاز میں اعلان ہو رہا تھا کہ وہ دہلی پہنچ رہے ہیں۔ لہٰذا حفاظتی بیلٹ باندھ لیں۔ بلرام نے میرے پاس آ کر کہا۔ ''میں تمہارے پاس آتا جاتا رہوں گا۔ تم جہاز سے اترنے کے بعد ہوشیار رہو۔ ایئر پورٹ سے باہر ہماری گاڑی میں جا کر بیٹھنے تک کھترا ہے۔ را والے تمہاری تاک میں ہیں۔ کہیں سے بھی چھپ کر تم کو گولی مار سکتے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''میں تمہارا معمول اور تابعدار ہوں۔ تم کہہ رہے ہو اس لیے ہوشیار رہوں گا۔ ورنہ ضروری نہیں ہے۔ موت تو اُدھر ایئر پورٹ میں بھی اور اِدھر تمہارے کولکتہ میں بھی....''

''جیادہ مت بولو۔ جو بولتا ہوں' وہ کرتے رہو۔''

وہ چلا گیا۔ شلپا سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے بولی۔ ''اچھا تو تم اس کے غلام ہو؟''

میں نے جواب نہیں دیا۔ طیارہ رن وے پر اتر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''اوہ۔ میں تو اس کا نام پوچھنا ہی بھول گئی۔ تم تو جانتے ہو گے؟''

میں نے کہا۔ ''اب اسے پھانس رہی ہو۔ جدھر چاہتی ہو پھسلنے میں دیر نہیں کرتیں۔ اس کا نام بلرام ہے۔''

وہ تینوں جے' بلرام اور بھنڈاری را کے سیکریٹ افسر کے دماغ میں جگہ بنانے کے بعد بلیک فورس کے کمانڈر کے اندر بھی پہنچ گئے تھے۔ یوں یکے بعد دیگرے بلیک فورس کے تمام مسلح جاسوسوں کو بھی خیال خوانی کی گرفت میں لے چکے تھے۔

سیکریٹ افسر نے ایئر پورٹ کی وزیٹر لاؤنج میں تین ماہر نشانہ بازوں کو لاؤنج کے مختلف حصوں میں چھپ کر رہنے کا حکم دیا تھا۔ خود ایک جگہ میرے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔

را کے ڈائریکٹر' ڈپٹی ڈائریکٹر اور مختلف آفیسر میرے استقبال کے لیے آئے تھے۔ وہ ظاہر کر رہے تھے کہ جے' بلرام اور بھنڈاری کی خواہش کے مطابق مجھے تحفظ دے رہے ہیں۔ وہاں مسلح افراد کی ڈیوٹی لگائی ہے اور خود مجھے ویلکم کرنے آئے ہیں۔

موت کئی طرح کے نقاب پہن کر آئی تھی۔ را کے

افسران کو یہ خوش فہمی تھی کہ وہ جے' بلرام اور بھنڈاری کو دھوکا دے کر میرا کام تمام کر دیں گے۔ انہوں نے پوری کوشش کی تھی کہ بلیک فورس کے تمام افسران اور جاسوس راز میں رہیں اور وہ تینوں جنم ساتھی ان کی سازشوں سے بے خبر رہیں مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔

میں امیگریشن کاؤنٹر پر آیا۔ شلپا میرے ساتھ تھی۔ بلرام نے میرے پاس آ کر کہا۔ ''میں ابھی مصروف رہوں گا۔ جب تک تمہارے پاس نہ آؤں تم ہال سے باہر نہ نکلنا۔''

وہ سیکریٹ آفیسر کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''ارے کتے...!''

وہ ایکدم سے چونک کر اپنے سر کو تھام کر بڑبڑایا۔ ''یہ میرے اندر کیسی آواز تھی؟''

''میں تیرا باپ بول رہا ہوں۔ تو پھر ہاد کو مارنے آیا ہے۔''

وہ گھبرا کر بولا۔ ''کون ہو تم؟ میرے اندر بول رہے ہو۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ پلیز بتاؤ کون ہو؟''

''ہم وہی ہیں' جنہیں تم دھوکا دے رہے ہو۔ ہم کو الو بنانے کے لیے پھر ہاد کی سیکیورٹی کا بندوبست کیا ہے اور اِدھر چھپ کے اس کو گولی مارنا چاہتے ہو۔''

''نن۔ نہیں ہم اسے نہیں ماریں گے۔ ہم تو اس کی حفاظت کے لیے آئے ہیں۔''

''ارے کتے! کیا ہم سے اندر کی سچ باتیں کبھی چھپائی جا سکتی ہیں؟''

وہ بے بسی سے بولا۔ ''ہاں۔ میں بھول گیا تھا۔ ہماری کوئی سوچ' ہمارا کوئی بھید تم سے نہیں چھپے گا۔ مجھے معاف کر دو۔ میں فرہاد کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔''

''اگر پھر ہاد کو بچانا چاہتے ہو تو اسے گولی مارو جو بک اسٹال کے پاس گن لیے کھڑا ہے۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''وہ میرا ماتحت ہے۔ میں نے اسے حکم دیا تھا کہ....''

وہ بات پوری نہ کر سکا۔ بلرام نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے گن سیدھی کی پھر اپنے ہی ماتحت کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ فائرنگ کی زوردار آواز کے ساتھ وہ ماتحت اچھل کر فرش پر گر پڑا۔

دوسری طرف جے اور بھنڈاری نے بھی یہی کیا۔ دوسرے ماتحتوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر گولیاں چلائیں۔ ادھر بھی دو لاشیں گریں۔ ایک گولی نے سیکریٹ افسر کو بھی ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کر دیا۔

مسلسل فائرنگ کے باعث بھگدڑ مچ گئی تھی۔ مسافر مرد عورتیں' بچے بوڑھے چیختے چلاتے ہوئے ادھر ادھر پناہ لینے کے لیے بھاگ رہے تھے۔ را کے افسران ایسی صورتِ حال سے بوکھلا گئے تھے۔ جے' بلرام اور بھنڈاری نے ان کے دماغوں میں آ کر پوچھا۔ ''کچھ سمجھ میں آیا...؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟''

چیف نے کہا۔ ''ہم فرہاد کی سلامتی کے لیے پریشان ہیں۔ وہ ویٹنگ ہال سے باہر آنے والا ہے۔ اور اِدھر گولیاں چل رہی ہیں۔''

''اب نہیں چلیں گی۔ ہم نے تمام دشمنوں کو نرک میں پہنچا دیا ہے۔''

ڈپٹی ڈائریکٹر نے انجان بن کر پوچھا۔ ''یہ دشمن کون تھے؟''

بلرام نے کہا۔ ''تمہارے بھائی تھے۔''

''بھائی....؟ یہ۔ یہ کیا کہہ رہے ہو؟''

جے نے کہا۔ ''تم نے ہم کو یہ کبھی نہیں بتایا کہ را ایجنسی کا ایک روپوش رہنے والا تمہارا بھائی بلیک فورس ہے۔ تم نے یہ بات چھپائی کہ بلیک فورس کے مسلح کتے پھر ہاد کو یہاں مارنے آئیں گے۔''

را کے ڈائریکٹر نے کہا۔ ''ہم نے تم سے کچھ نہیں چھپایا ہے۔ ہم پر شبہ نہ کرو۔ چاہے ہم سے جیسی قسم لے لو۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ...''

بھنڈاری نے اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیختا ہوا فرش پر گر پڑا۔ انہوں نے دوسرے افسران سے کہا۔ ''جو جھوٹ بولے گا اسے پہلے ایسی سزا دی جائے گی پھر بلیک فورس والوں کی طرح موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔''

وہ سب سہم گئے۔ یہ سمجھ گئے کہ میرے خلاف ہونے والی سازش ظاہر ہو گئی ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چور خیالات چھپے نہیں رہتے۔ ان کے چہروں سے نقاب اتر گیا ہے۔

را کے چیف نے کہا۔ ''تم یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ فرہاد قسمت کا دھنی ہے۔ تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ اس لیے ہم نے اور ہمارے حکمرانوں نے فیصلہ کیا کہ تم جنم ساتھیوں کی لاعلمی میں اسے مار ڈالا جائے۔''

ڈپٹی ڈائریکٹر نے کہا۔ ''تمہیں سمجھا نہیں سکتے کہ وہ کیسا جادوگر ہے؟ بچ کر نکل جائے گا۔ ہم تمہیں اس کے فریب سے بچانا چاہتے تھے۔ یہ نہ سوچو کہ ہم نے تمہیں فریب دیا ہے۔ اگر ایسا سمجھتے ہو تو ہم ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتے ہیں۔''

چیف نے کہا۔ ''اسے ہماری پہلی غلطی سمجھ کر معاف کر دو۔ اس بار ہم ایمانداری سے فرہاد کو سیکیورٹی فراہم کریں گے۔ چار گھنٹے بعد کولکتہ کی فلائٹ میں اسے جہاں کہو گے'

وہاں پہنچادیں گے۔''

بلرام نے کہا۔''اب ہم تم پر بھروسا نہیں کریں گے۔''

جے نے کہا۔''کبھی نہیں کریں گے۔''

بھنڈاری نے کہا۔''ہم نے جس طرح بلیک فورس کے سیکریٹ افسر کو اور جاسوسوں کو کتوں کی طرح مارا ہے' اسی طرح ابھی تم سب کو نرک میں پہنچا سکتے ہیں مگر پھر ہاد کو کولکتہ پہنچانا جروری ہے۔تم لوگ پھر راستے میں گڑبڑ کر سکتے ہو۔''

وہ سب ہاتھ جوڑ کر قسمیں کھانے لگے کہ کوئی گڑبڑ نہیں کی جائے گی۔ڈائریکٹر نے کہا۔''تم لوگ جادو اور ٹیلی پیتھی جیسی قوتیں رکھتے ہو۔ہم نے بلیک فورس کے مسلح جاسوسوں کو اپنی آنکھوں سے حرام موت مرتے دیکھا ہے۔ہم مرنا نہیں چاہیں گے۔''

چیف آفیسر دیپک راٹھور نے کہا۔''ہمیں صرف ایک موقع دو۔ہم پر بھروسا کرو۔ہم فرہاد کی پوری طرح حفاظت کرتے ہوئے اسے کولکتہ لے جائیں گے۔''

ڈائریکٹر نے کہا۔''میں خود فرہاد کے ساتھ جاؤں گا۔اسے ذرا سا بھی نقصان پہنچے گا تو مجھے وہیں مار ڈالنا۔''

انہوں نے مصلحتاً انہیں معاف کر دیا۔اُن افسران کے ذرائع اور اختیارات کے باعث مجھے کولکتہ لے جانا آسان ہو رہا تھا۔ان کی پشت پناہی کی وجہ سے اس دیس کی پولیس اور آرمی والے مجھے قانونی گرفت میں نہیں لے سکتے تھے۔

انڈین آرمی کے افسران میرے جعلی پاسپورٹ اور ویزے کی بنا پر مجھے مجرم ثابت کر کے گرفتار کر سکتے تھے۔میری آمد پر بلیک فورس کے اہم افراد مارے گئے تھے۔وہ مجھے بھی گولی مار سکتے تھے۔وہ تینوں اپنے جادو اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام آرمی والوں سے نمٹ نہیں سکتے تھے۔

پھر یہ کہ مجھے کسی رکاوٹ کے بغیر صحیح سلامت دیوی ماں تک پہنچانا لازمی تھا۔اس لیے انہوں نے را کے افسران سے رابطہ کر لیا۔میں شلپا کے ساتھ ہال میں بیٹھا ہوا تھا۔بلرام نے آکر کہا۔''میدان صاف ہے۔کوئی کھترا نہیں ہے۔یہاں سے چلو۔''

پھر اس نے شلپا سے کہا۔''ابھی ہمارے ساتھ بہت گڑبڑ ہو رہی ہے۔تم کسی دوسری فلائٹ سے آؤ اور وہاں کسی ہوٹل میں رہو۔میں تم سے بعد میں ملوں گا۔''

میں وہاں سے نکل کر وزیٹرز لابی میں آیا۔تھوڑی دیر پہلے اچھی خاصی گولیاں چلتی رہی تھیں۔وہاں پولیس فورس آگئی تھی۔پولیس افسران مسافروں کو تسلیاں دے رہے تھے کہ اب گولی نہیں چلے گی۔وہ اُن کے دلوں سے خوف دور کر رہے تھے۔

ایسے ہی وقت ایک جوان عورت نے مجھے دور سے دیکھا پھر خوشی سے چیخ کر کہا۔''ہائے پھرہاد...!تم آ ہی گئے۔''

را ایجنسی کے تمام افسران نے پریشان ہو کر اس عورت کو دیکھا۔پریشانی یہ تھی کہ مجھے عارضی میک اپ کے ذریعے چھپایا گیا تھا۔جعلی پاسپورٹ اور ویزا کے ذریعے وہاں لایا گیا تھا۔کوئی مجھے پہچان نہیں سکتا تھا مگر وہ پہچان گئی تھی۔

میں بھی حیران تھا کہ وہ کون ہے؟اس نے مجھے کیسے پہچان لیا ہے؟وہ بڑے پیار سے' بڑے جذبے سے دونوں بانہیں پھیلائے میری طرف آ رہی تھی۔را کے ایک جاسوس نے سامنے آکر اسے روکنا چاہا۔پتا نہیں' وہ کیسی نگڑی عورت تھی؟ جاسوس کو دونوں ہاتھوں سے دھکا دیا تو وہ پیچھے کی طرف فرش پر گر پڑا۔

چیف آفیسر نے اسے للکارا۔''اے....!کون ہو تم؟ رک جاؤ...''

اتنی دیر میں وہ مجھ سے آکر لپٹ گئی تھی۔مجھے ایسا لگا' جیسے ایک چٹان آکر ٹکرا گئی ہے۔اس کا بدن ایسا سخت تھا کہ اسے پتھر کا مجسمہ کہا جا سکتا تھا۔اس نے میری گردن میں بانہوں کا ہار پہنایا تھا مگر وہ فولادی زنجیریں لگ رہی تھیں۔

میں نے تکلیف محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔''کون ہو تم؟''

مجھے اپنے اندر بلرام کی درد بھری کراہ سنائی دی۔

''آہ...!یہ جیوتی جھالر ہے۔پتا نہیں' کہاں سے مرنے آگئی ہے؟''

اُدھر بھنڈاری جیوتی کے دماغ میں کہہ رہا تھا۔''بھگوان کے لیے یہاں سب کے سامنے اس کو پھرہاد مت بولو۔گڑبڑ ہو جائے گی۔''

''کیوں گڑبڑ ہو گی؟ یہ میرا پھرہاد ہے تو میں پھرہاد ہی بولوں گی۔''

''سمجھا کرو۔ہم اسے دشمنوں سے بچانے کے لیے اس نئے بہروپ میں یہاں لائے ہیں۔کیا تم اس کی سلامتی نہیں چاہتی ہو؟''

وہ قائل ہو کر سر ہلاتے ہوئے بولی۔''پھر تو ٹھیک ہے۔میں اس کو پھرہاد نہیں بولوں گی۔اپنا پریمی بولوں گی۔''

را کے ڈائریکٹر نے کہا۔''یہ پھر اسے فرہاد کہہ رہی ہے۔اس کا منہ بند کرو۔''

جے نے کہا۔''اس عورت کو کچھ نہ بولو۔یہ کبھی میری بیوی تھی۔''

ڈائریکٹر نے کہا۔''ابھی تھوڑی دیر پہلے بلرام نے کہا

ہے کہ یہ اس کی بیوی تھی۔''

''ہاں۔یہ بھنڈاری کی بھی بیوی تھی۔''

''عجب ہے' تم تین پتی تھے اور یہ ایک پتنی تھی؟''

''ہاں۔یہ ہم تینوں کے ساتھ رہتی تھی۔پھر پھرہاد کی دیوانی ہو کر اس نے ہمیں چھوڑ دیا۔''

''اب تو یہ تمہاری کوئی نہیں ہے۔اسے یہاں سے جانے کو کہو۔''

''بہت مشکل ہے۔ہمارے کہنے سے نہیں جائے گی۔ہم جبر دستی نہیں کر سکیں گے۔یہ ماں دُرگا کی پگلی پجارن ہے۔ہم سب اس کا مان کرتے ہیں۔''

وہ مجھ سے لپٹی ہوئی تھی۔میری طرف منہ اٹھا کر کہہ رہی تھی۔''میرے کو پیار کرو۔تم تو کہے عیاش ہو۔سادھو کیوں بن گئے ہو؟''

میں نے کہا۔''میں بیمار ہوں' کمزور ہوں۔پلیز مجھے معاف کر دو۔ذرا الگ ہو جاؤ۔مجھے سانس تو لینے دو۔''

وہ فوراً ہی الگ ہو کر بولی۔''ہائے...!تم کو دیکھتے ہی باؤلی ہو گئی۔بھول گئی کہ تم بیمار ہو۔چنتا نہ کرو۔تمہارے لیے ایسی دوا لائی ہوں کہ ایک ہی دن میں بڈھے سے جوان ہو جاؤ گے۔''

بلرام نے پوچھا۔''جیوتی! تم یہاں کیسے آگئیں؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ پھرہاد یہاں آنے والا ہے؟''

وہ بولی۔''جے ہو گرو مہاراج کی...انہوں نے بتایا تھا کہ آج کے دن' اسی سمے میرا پریمی مجھے یہاں ملے گا۔''

بلرام نے کہا۔''گرو مہاراج گیان دھیان میں ڈوبے رہتے ہیں۔ہم سے باتیں نہیں کرتے مگر تم سے پرسن رہتے ہیں۔اُن کو پھرہاد کے بارے میں نہیں بتانا چاہیے تھا۔اب تم اس کا پیچھا نہیں چھوڑو گی۔''

''میں پندرہ برس سے انتظار کر رہی تھی۔یہ آج ملا ہے۔میں تو مر جاؤں گی' پر اسے نہیں چھوڑوں گی۔''

میں نے جیوتی سے پوچھا۔''یہ بتاؤ' اماوس کی رات کب ہے؟''

وہ بولی۔''کل ہے مگر ہمارا وِواہ اماوس کی کالی رات میں نہیں ہو گا۔''

میں نے کہا۔''تم شادی کا سپنا دیکھو۔کل میری موت ہو گی۔یہ جے' بلرام اور بھنڈاری میری بلی چڑھانے کے لیے مجھے دُرگا ماں کے پاس لے جا رہے ہیں۔''

وہ غصے سے چیخ کر بولی۔''یہ کبھی نہیں ہو گا۔اتنے انتظار کے بعد تم کو بھینٹ چڑھنے نہیں دوں گی۔''

بلرام نے کہا۔''تم انکار کرو گی' راستہ روکو گی تو ماں بھوانی تم کو جندا نہیں چھوڑیں گی۔اپنے کان پکڑو' ناک رگڑو۔پھرہاد ماں دُرگا کے نام ہو چکا ہے۔''

''میں گرو مہاراج سے بات کروں گی۔دُرگا ماں کو منانے کے لیے پھرہاد کی جگہ سو جانوروں کو بھینٹ چڑھاؤں گی۔''

میں نے کہا۔''تم اپنے آپ کو بھینٹ چڑھا دو گی' تب بھی یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

دیپک راٹھور نے کہا۔''کولکتہ جانے والی فلائٹ کا وقت ہو رہا ہے۔اپنی سابقہ بیوی کو یہاں سے ہٹاؤ۔تم تینوں اس کے آگے چپ کیوں ہو؟ کیا یہ تم لوگوں پر حاوی ہو گئی ہے؟''

جے نے کہا۔''ہاں۔یہ کہہ سکتے ہیں کہ حاوی ہو رہی ہے۔تم ہماری تاکت کو سمجھتے ہو۔ہم بڑے سے بڑے دشمنوں کو چٹکیوں میں مسل سکتے ہیں۔مگر یہ دُرگا ماں کی پگلی پجارن ہے۔اسے پگلی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دن رات ماں دُرگا کے چرنوں میں ہی رہتی ہے۔''

بلرام نے کہا۔''اُس نے ہم سے زیادہ ماں بھوانی کے آگے عورتوں اور بچوں کی بلی دی ہے۔یہ پھرہاد کی جگہ کسی دوسرے کی بلی دینے کو بولے گی تو ہم کو ماننا پڑے گا۔''

بلرام نے کہا۔''ہم کسی مشکل میں پڑتے ہیں تو گرو مہاراج ہماری مشکل دور کر دیتے ہیں۔جیوتی نے اپنی پوجا اور بھگتی سے گرو مہاراج کا بھی دل جیت لیا ہے۔وہ جانتے ہیں کہ پھرہاد کی پریم دیوانی ہے۔وہ بھی پھرہاد کو مرنے نہیں دیں گے۔''

را کے ڈائریکٹر نے کہا۔''تو پھر بات کیسے بنے گی؟ ہم نے فرہاد کو یہاں مار ڈالنے کے انتظامات کیے تھے۔تم تینوں ہم سے ناراض ہو گئے۔یہ بچ گیا۔اب تم اسے کولکتہ لے جا کر ہلاک کرنا چاہتے ہو۔یہ جیوتی اسے بچا رہی ہے۔''

چیف آفیسر دیپک راٹھور نے کہا۔''ہم دیکھ رہے ہیں' تم تینوں جیوتی کے آگے مجبور ہو رہے ہو۔ہم نے پہلے ہی کہا تھا' فرہاد قسمت کا دھنی ہے۔یہ کسی نہ کسی طرح بچ نکلتا ہے یا خوش نصیبی اسے بچا کر لے جاتی ہے۔جیسا کہ ابھی آثار نظر آ رہے ہیں۔''

ڈپٹی ڈائریکٹر نے کہا۔''اگر یہ بچ نکلے گا تو صرف ہم سے ہی نہیں' تم تینوں سے بھی بدترین دشمنی کرے گا۔ہم سب اس کے آگے آگے بھاگتے پھریں گے۔''

بھنڈاری نے کہا۔''ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ابھی جیوتی کو یہاں سے ٹال دیں گے۔''

اس نے جیوتی سے کہا۔ ''کل اماوس کی رات ہے۔ تم آج رات اس کے ساتھ خوب عیش کرو اور کل اس کا پیچھا چھوڑ دو۔''

بلرام نے کہا۔ ''اس طرح تمہارے دل کے ارمان بھی نکل جائیں گے اور ہمارا کام بھی ہو جائے گا۔''

وہ بولی۔ ''بکواس مت کرو۔ میں اس کو ایک رات کے لیے نہیں' ساری جندگانی کے لیے اپنا بنانے آئی ہوں۔ یہ میرے من مندر کا دیوتا ہے۔ میرے دیوتا کو چھین لینا چاہو گے تو دُرگا دیوی تم تینوں کی بھگتی کو سویکار نہیں کرے گی۔ تمہارے کالے جادو سمیت تمہیں مار ڈالے گی۔''

بلرام نے کہا۔ ''تم ہماری بات کبھی نہیں مانو گی۔ ہم ابھی گرو مہاراج سے پھیصلہ کراتے ہیں۔''

انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے گرو مہاراج کو مخاطب کیا۔ ''تانترک مہاراج کی جے ہو۔ تمہاری بیٹی' تمہاری چیتی ہمارے لیے مشکل پیدا کر رہی ہے۔ ہم ماں دُرگا کے چرنوں میں بہت بڑی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں اور یہ رکاوٹ پیدا کر رہی ہے۔''

گرو مہاراج نے کہا۔ ''کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ میں تم سے زیادہ جانتا ہوں کہ ماں بھوانی کب پرسن ہوتی ہے اور کب کرودھ میں آتی ہے؟ میں جانتا ہوں' فرہاد کی جگہ کسی دوسرے کی بلی دو گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ماں بھوانی تو صرف بلی چاہتی ہے۔ اس لیے فرہاد کو جیوتی کے حوالے کر دو۔ اس کی جگہ کسی دوسرے کو پکڑ کر لے جاؤ۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''مہاراج! ہم اسے جندا چھوڑ دیں گے تو یہ ہمارے لیے' را ایجنسی کے لیے اور ہمارے بھارت دیس کے لیے مصیبت بن جائے گا۔ ہم بھارت کے ٹکڑے جوڑنا چاہتے ہیں اور یہ جوڑنے نہیں دے گا۔''

''اسی بات کو دوسرے پہلو سے سوچو۔ اگر اسے زندہ رہنے دو گے تو یہ تمہارا دشمن نہیں' دوست بن کر رہے گا۔ ہم تم سب ہی ماں دُرگا کے پجاری ہیں۔ ہم سب کو پوجا پاٹ اور تپسیا پر دھیان رکھنا چاہیے۔ بھارت کے ٹکڑے جوڑنا یا نہ جوڑنا یہ سب سیاسی باتیں ہیں۔ ہم کو سیاست میں نہیں پڑنا چاہیے۔''

جے نے کہا۔ ''ہم صرف اپنے دھرم تک نہیں رہنا چاہتے۔ دنیا کے دھندوں میں رہ کر بھی کالے جادو اور ٹیلی پیتھی سے سارے سنسار کو جیت لینا چاہتے ہیں۔''

بلرام نے کہا۔ ''تم دنیا والوں سے دور کہیں ہمالیہ کی ترائی میں تپسیا کرتے رہتے ہو۔ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔''

گرو مہاراج نے کہا۔ ''تم جو چاہو کرو۔ میں آخری بات سمجھا دیتا ہوں۔ میری بیٹی کی منو کامنا پوری کرو۔ فرہاد کو اس کے ساتھ جانے دو۔ اگر نہیں جانے دو گے اور چھل کپٹ سے کام لو گے تو بعد میں بہت پچھتاؤ گے۔ اب یہاں سے جاؤ۔ جے بھوانی کی....''

وہ تینوں دماغی طور پر ائیرپورٹ کی وزیٹرز لابی میں حاضر ہو گئے۔ را ایجنسی کے اعلیٰ افسران پریشان تھے۔ وہ تینوں تھوڑی دیر کے لیے غیر حاضر ہو گئے تھے پھر انہیں اپنے اندر تینوں کی آواز سنائی دی۔ وہ گرو مہاراج سے ہونے والی باتیں انہیں بتانے لگے۔

ڈائریکٹر نے کہا۔ ''وہ تانترک مہاراج ہیں۔ تم سب سے زیادہ شکتی مان ہیں۔ انہوں نے فرہاد کے حق میں فیصلہ سنا دیا ہے۔ کیا ان کے فیصلے سے انکار کرو گے؟''

''ہم مشکل میں پڑ گئے ہیں۔ وہ ہماری سوچ سے بھی جیادہ شکتی رکھنے والے تانترک مہاراج ہیں۔ ہم ان کو گُسّا دلانا نہیں چاہتے اور پھرہاد کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتے۔ یہ جندہ رہے گا تو ہم کو جینے نہیں دے گا۔''

دیپک راٹھور نے پوچھا۔ ''کیا وہ مہاراج تمہارے دماغوں میں آ کر چور خیالات پڑھتے ہیں؟''

''وہ آتے ہیں۔ ہم ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتے ہیں۔ وہ باتیں کرتے ہیں مگر ہماری ڈھکی چھپی سوچیں نہیں پڑھتے' نہ ہی ہم پڑھنے دیتے ہیں۔''

''پھر تو تم چالبازی سے جیوتی کو راستے سے ہٹا سکتے ہو۔ فرہاد کو کولکتہ لے جا سکتے ہو۔''

''جیوتی بعد میں مہاراج کو ہماری چالبازی بتا دے گی۔''

''جب بانس نہیں رہے گا تو بانسری کیسے بجے گی؟ وہ بولنے کے قابل نہیں رہے گی۔ مہاراج کو خبر نہیں ہو گی کہ یہاں کیا ہو چکا ہے۔ جو بھی ہو گا' وہ حادثاتی طور پر ہو گا تو تم تینوں پر شبہ نہیں کیا جائے گا۔ ہم قتل کو حادثہ بنانا خوب جانتے ہیں۔''

جے' بلرام اور بھنڈاری نے کہا۔ ''ایسا ہو جائے اور ہم پر الزام نہ آئے تو ہم تمہیں مان لیں گے۔ ابھی تم نے بہت بڑا دھوکا دیا تھا۔ ہم تمہاری اس بھول اور مکاری کو بھول جائیں گے۔ ہماری دوستی پھر سے بلی ہو جائے گی۔''

ان کے درمیان معاملات طے ہو گئے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔ جانو یا نہ جانو... جو شامت آنے والی ہے' وہ آتی ضرور ہے اور شاید میرے ساتھ جیوتی جھالر کی بھی شامت آ گئی تھی۔

تیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

فرہاد علی تیمور

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین چورانوے ماہ سے جاری ہے

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں جاتا جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لا زوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

عورت اور قیامت دونوں ہی مؤنث ہیں۔ جب یہ ٹوٹتی ہیں تو آدمی کے ہوش ٹھکانے پر نہیں رہتے۔ وہ جیسے مجھ پر قیامت بن کر ٹوٹی تھی اور پچھلے پندرہ برسوں سے مجھے ٹوٹ کر چاہنے کا دعویٰ کر رہی تھی۔ بے شک، چاہتی ہوگی مگر اس وقت تو اس کی چاہت نے میری ہڈیاں چٹخا کر رکھ دی تھیں۔

میں بسترِ مرگ سے اٹھ کر وہاں تک پہنچا تھا۔ گویا قبر کے دہانے سے زندگی کی طرف لوٹ کر آیا تھا۔ بظاہر بڑی حد تک صحت مند دکھائی دے رہا تھا مگر یہ صحت اور توانائی مصنوعی تھی۔ جے بلرام بھنڈاری نے مجھے اپنا معمول اور تابعد بنانے کے ساتھ ساتھ سنسکرت بھاشا میں کچھ پراسرار م پڑھے تھے۔ یوں مجھے توانائی نصیب ہوئی تھی اور پاکستان سے سفر کرتا ہوا دہلی تک آیا تھا۔

اُدھر را ایجنسی کے افسران پریشان تھے۔ جے بلر اور بھنڈاری سے کہہ رہے تھے کہ وہ کسی بھی طرح جیوتی جھ کو وہاں سے ٹال دیں اور وہ تینوں جانتے تھے کہ وہ ٹلنے و بلا نہیں ہے۔ ایک طویل عرصے کے بعد اس کے من کی م

پوری ہوئی تھی۔ ان لمحات میں دنیا کی کوئی طاقت اُسے مجھ سے دور نہیں کر سکتی تھی۔

را ایجنسی کے افسران نے اور تینوں جنم ساتھیوں نے یہ متفقہ فیصلہ کیا تھا کہ فی الحال اسے میرے ساتھ کولکتہ جانے دیا جائے پھر وہاں پہنچ کر اسے حادثاتی طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ کیونکہ مجھے بھینٹ چڑھانے کے سلسلے میں وہ بہت بڑی رکاوٹ بننے والی تھی۔ جبکہ وہ لوگ میرے معاملے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں چاہتے تھے۔ فی الوقت انہیں اس کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔

بھنڈاری نے جیوتی سے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ تم اس کے ساتھ کولکتہ جاؤ۔''

وہ میرے بازو میں اپنا ایک بازو ڈال کر مجھ سے لگتے ہوئے بولی۔ ''مجھے تمہاری اجازت کی جرورت نہیں ہے۔ میں تو اسی کو لینے آئی تھی اور اپنے ساتھ لے کر ہی جاؤں گی۔''

بلرام نے میرے اندر آ کر کہا۔ ''تم اس کے ساتھ کولکتہ پہنچو۔ اس کے بعد کے حالات ہم سنبھال لیں گے۔''

میں نے بیزار ہو کر کہا۔ ''تم ایک عورت کو تو سنبھال نہیں پا رہے ہو۔ حالات کو کیسے سنبھالو گے؟''

''جیادہ نہ بولو۔ جو بولا ہے، وہ کرو۔''

لہٰذا میں اس کے ساتھ کولکتہ جانے والی فلائیٹ میں آ گیا۔ وہ میرے بازو کو پکڑ کر مجھ سے یوں چمٹی ہوئی تھی، جیسے میں موقع پاتے ہی فرار ہونے والا ہوں یا پھر کوئی مجھے اڑا کر لے جانے والا ہے۔ طیارے میں آنے کے بعد میں نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔ ''یہاں کوئی مجھے تم سے چھین کر نہیں لے جائے گا۔''

وہ میرے بازو کو اور مضبوطی سے جکڑتے ہوئے بولی۔ ''میں تم سے دور بھی رہوں تو کسی کی مجال نہیں کہ تم کو چھین کر لے جائے۔''

پھر وہ باچھیں پھیلا کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''جرا لوگوں کو دیکھو... کھاس طور پہ عورتوں کو دیکھو...! کیسے رشک بھری نجروں سے مجھے تک رہی ہیں؟ یہ میرا گھمنڈ ہے جو تم سے الگ ہونے نہیں دے رہا ہے۔ سب یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ میں تم جیسے باوقار اور خوبسورت مرد کی دھرم پتنی ہوں۔''

میں لوگوں کی نگاہوں کو پڑھ رہا تھا۔ وہ حیرانی اور رشک بھری نظروں سے ہمیں تک رہے تھے۔ میرا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں تھا۔ میں جینز اور جیکٹ میں تھا۔ جبکہ اس کے بھاری بھرکم وجود پر گیروے رنگ کی ساڑھی لپٹی ہوئی تھی۔ جو کہ ٹخنوں سے اوپر ہونے کی وجہ سے کچھ مضحکہ خیزی لگ رہی تھی۔ گلے میں موٹے موٹے موتیوں کی مالا جھول رہی تھی اور پیروں میں کھڑاویں تھیں۔

میں اس کے ساتھ اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ بدستور مجھ سے لگی ہوئی تھی۔ میں نے بیزار ہو کر کہا۔ ''مجھے چھوڑو اور اپنی سیٹ بیلٹ باندھو۔''

وہ ایک ادا سے بولی۔ ''میں تو تم سے بندھی ہوئی ہوں۔''

''یہاں مجھ سے چپکنے سے زیادہ سیٹ بیلٹ باندھنا ضروری ہے۔''

''میرے لیے تو صرف تم جروری ہو۔ اب اگر کوئی یاترا میں بیلٹ باندھنی جروری ہے تو لو... تم باندھ دو۔''

اس نے دونوں کہنیاں اوپر اٹھا دیں۔ میں نے ذرا ہچکچا کر اس کی کمرے نما کمر کو دیکھا پھر دل ہی دل کہا۔ ''کیا مصیبت ہے؟''

بلرام میرے اندر تھا۔ وہ بولا۔ ''اس مصیبت کو کوئی تک برداشت کر لو۔ بعد میں ہم سنبھال لیں گے۔''

میں نے آگے کو جھک کر اس کی بیلٹ لگاتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''معلوم نہیں، اس وقت تک سنبھالے جانے کے قابل بھی رہوں گا یا نہیں؟''

چند لمحوں بعد میں اس کے ساتھ آسمان کی فضاؤں میں تھا۔ طیارہ اپنی اڑان بھر چکا تھا۔ ایسے وقت ایک ایئر ہوسٹس نے آ کر پوچھا۔ ''کیا پینا پسند کریں گے؟''

میں نے ایک سافٹ ڈرنک کا آرڈر دیا۔ اس نے ایک گلاس اٹھا کر میری طرف بڑھایا لیکن مجھ سے پہلے جیوتی نے جھپٹ لینے کے انداز میں گلاس لیتے ہوئے کہا۔ ''جے بلرام بھنڈاری کو خوب جانتی ہوں۔ وہ مورکھو بصورت بنا کر یہاں بھیج سکتے ہیں۔''

ایسا کہتے ہوئے اس نے ایئر ہوسٹس کو چبھتی نظروں سے دیکھا پھر گلاس کو منہ سے لگا کر ایک گھونٹ کے بعد کہا۔ ''جو ہوگا، میرے ساتھ ہوگا۔ میں اپنی جان کھیل کر تم کو بچاؤں گی۔''

چند لمحوں بعد اس نے مطمئن ہو کر گلاس میری طرف بڑھا دیا۔ ''یہ لو۔ پی جاؤ۔ اب کوئی کھترا نہیں ہے۔''

ایئر ہوسٹس کچھ نہ سمجھنے کے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ جیوتی نے کہا۔ ''اب جاؤ اور ایک گلاس سادہ پانی لے کر آؤ۔''

وہ چلی گئی۔ میں نے جیوتی سے کہا۔ ''یہ تم کیسی حرکت کر رہی ہو؟''

وہ مجھ سے لگتے ہوئے بولی۔ ''جو کر رہی ہوں، تمہاری سلامتی کے لیے کر رہی ہوں۔''

وہ اپنی سیٹ پر بیٹھی، مگر اس کے چپکنے کا انداز ایسا تھا، جیسے اچھل کر میری گود میں آنا چاہتی ہو۔ میں نے بیزار ہو کر کہا۔ ''تم لاکھ میری سلامتی چاہتی رہو مگر ہوگا وہی، جو وہ تینوں چاہیں گے۔''

''تم میری شکتی کو نہیں جانتے۔ میں نے ان تینوں سے جیادہ دُرگا ماں کے چرنوں میں عورتوں اور بچوں کی بلی چڑھائی ہے پھر میرے پتا تانترک مہاراج میرے ساتھ ہیں۔ تم چنتا مت کرو۔''

بلرام کے علاوہ جے اور بھنڈاری بھی ہمارے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایئر ہوسٹس ایک گلاس پانی لے آئی۔ جیوتی نے اس میں سے ایک گھونٹ لے کر مطمئن ہونے کے بعد اسے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے انکار کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے ابھی ڈرنک لی ہے۔ مجھے پیاس نہیں ہے۔''

وہ گلاس میرے ہاتھ میں تھما کر اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بولی۔ ''یہ پیاس بجھانے کے لیے نہیں ہے۔ تمہارے پیاسے جیون کو جل تھل کرنے کے لیے ہے۔''

اس کا ہاتھ گریبان سے باہر آیا تو اس میں ایک پڑیا دبی ہوئی تھی۔ اس نے اسے کھول کر ایک بھورے رنگ کی موٹی سی گولی نکالی پھر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ لو۔ دُرگا ماں کا نام لے کر اسے پانی کے ساتھ نگل لو۔''

میں نے پوچھا۔ ''یہ کیا ہے؟''

''بس یوں سمجھو کہ جادو کی چھڑی ہے۔ حلق سے اتارنے کے بعد اس کا چمتکار دیکھو گے۔''

اس نے میرا ہاتھ تھام کر اسے میری کھلی ہوئی ہتھیلی پر رکھ دیا۔ میں تذبذب میں تھا۔ ادھر وہ تینوں جنم ساتھی ایک دوسرے سے بول رہے تھے۔ جے نے کہا۔ ''اس دوا کو ہمالیہ کی ترائی سے لائی گئی بہت ہی خاص جڑی بوٹیوں سے بنایا گیا ہے۔ یہ واقعی پھرہاد کو ایک ہی دن میں بڈھے سے جوان بنا دے گی۔''

بلرام نے کہا۔ ''بنانے دو۔ میں اس کو نہیں روکوں گا۔ یہ اچھا ہی کر رہی ہے۔ میں بیمار مرغے کے بجائے بچے کو پھرہاد کی بلی چڑھاؤں گا تو دُرگا ماں اور جیادا پرسن ہوں گی اور جیادا مجھ کو شکتی دے گی۔''

جیوتی نے مجھ سے کہا۔ ''سوچتے کیا ہو؟ نگل جاؤ۔ میں تمہیں جہر نہیں دوں گی۔ ڈرو مت۔''

میں نے ہتھیلی پر رکھی ہوئی گولی کو دیکھتے ہ
کہا۔ ''جس کے آگے اور پیچھے موت ہی موت ہو، وہ اس
سی گولی سے کیا ڈرے گا؟ چاہے تم مجھے زہر دے کر مارڈ
وہ تینوں جنم ساتھی دُرگا ماں کے چرنوں میں میری گردن
دیں۔ مجھے تو ہر حال میں مرنا ہے۔''

میں نے اس گولی کو ایک گھونٹ پانی کے ساتھ حلق
اتار لیا۔ وہ بڑے یقین کے ساتھ بولی۔ ''تم نہیں مرو
میری اور میرے پتا مہاراج کی مرجی کے بنا وہ تینوں کچھ
کر پائیں گے۔ کیا تمہیں مجھ پر وشواس نہیں ہے؟''

''جسے اپنی زندگی پر بھروسا نہ ہو، وہ کسی پر کیا ا
کرے گا؟''

وہ میرے بازو سے لگی ہوئی تھی۔ میرے شانے پ
رکھ کر بولی۔ ''تم کو وشواس ہوگا۔ جب میرے ساتھ جی
بتاتے رہو گے تو جرور میرے اوپر بھروسا کرو گے۔''

اُدھر جے نے کہا۔ ''ہمیں را ایجنسی کے افسروں
پاس جا کر معلوم کرنا چاہیے، وہ جیوتی کے معاملے میں کیا کر
والے ہیں؟''

وہ دونوں بلرام کو میرے اندر چھوڑ کر را ایجنسی کے ا
افسران کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ وہ لوگ جیوتی کی طر
سے تشویش میں مبتلا تھے۔ چیف آفیسر دیپک راٹھور... کہہ
تھا۔ ''فرہاد قسمت کا دھنی ہے۔ اس بار اسے کسی صورت بچنا نہیں
چاہیے۔ اگر جیوتی کو کولکتہ پہنچتے ہی راستے سے نہ ہٹایا گیا
فرہاد کی گڈلک ایک بار پھر ہمارے لیے بیڈلک بن جائے گی۔''

بھنڈاری نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''تم لوگ تو ایسے سہ
ہوئے ہو، جیسے پھرہاد کوئی ہوا کا جھونکا ہو۔ پلک جھپکتے
ہاتھوں سے پھر ہو جائے گا۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''وہ جھونکے کی طرح ہی ہے۔ کبھ
ہاتھ نہیں آتا۔ ہمیشہ ایسے ہی جھانسے دیتا ہے، جیسے ہاتھ آ رہا ہو۔''

دیپک راٹھور نے کہا۔ ''یہ جیوتی کی غیر متوقع آمد خطر
کی گھنٹی بجا رہی ہے۔''

جے نے پوچھا۔ ''اور اُس گھنٹی کے بارہ بجانے کے
لیے تم لوگ کیا کر رہے ہو؟''

''جب وہ فرہاد کے ساتھ آسمان سے زمین پر اتر
گی تو ہم اسے ہمیشہ کے لیے اوپر پہنچا دیں گے۔ کولکتہ ائیر
پورٹ پر اُس کی موت اُسے ویلکم کرنے کو تیار ہے۔''

اُن کے خیالات نے جے اور بھنڈاری کو بتایا کہ
ائیر پورٹ پر دو مسلح افراد جیوتی کو ٹارگٹ بنانے کے لیے اپنی
اپنی پوزیشن سنبھال چکے ہیں۔ وہ اُن کے چور خیالات کو اچھ

پوری ہوئی تھی۔ ان لمحات میں دنیا کی کوئی طاقت اُسے مجھ سے دور نہیں کرسکتی تھی۔

را ایجنسی کے افسران نے اور تینوں جنم ساتھیوں نے یہ متفقہ فیصلہ کیا تھا کہ فی الحال اسے میرے ساتھ کولکتہ جانے دیا جائے پھر وہاں پہنچ کر اسے حادثاتی طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ کیونکہ مجھے بھینٹ چڑھانے کے سلسلے میں وہ بہت بڑی رکاوٹ بننے والی تھی۔ جبکہ وہ لوگ میرے معاملے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں چاہتے تھے۔ فی الوقت انہیں اس کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔

بھنڈاری نے جیوتی سے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ تم اس کے ساتھ کولکتہ جاؤ۔''

وہ میرے بازو میں اپنا ایک بازو ڈال کر مجھ سے لگتے ہوئے بولی۔ ''مجھے تمہاری اجازت کی جرورت نہیں ہے۔ میں تو اسی کو لینے آئی تھی اور اپنے ساتھ لے کر ہی جاؤں گی۔''

بلرام نے میرے اندر آکر کہا۔ ''تم اس کے ساتھ کولکتہ پہنچو۔ اس کے بعد کے حالات ہم سنبھال لیں گے۔''

میں نے بیزار ہو کر کہا۔ ''تم ایک عورت کو تو سنبھال نہیں پا رہے ہو۔ حالات کو کیسے سنبھالو گے؟''

''جیادہ نہ بولو۔ جو بولا ہے، وہ کرو۔''

لہٰذا میں اس کے ساتھ کولکتہ جانے والی فلائیٹ میں آ گیا۔ وہ میرے بازو کو پکڑ کر مجھ سے یوں چمٹی ہوئی تھی، جیسے میں موقع پاتے ہی فرار ہونے والا ہوں یا پھر کوئی مجھے اڑا کر لے جانے والا ہے۔ طیارے میں آنے کے بعد میں نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔ ''یہاں کوئی مجھے تم سے چھین کر نہیں لے جائے گا۔''

وہ میرے بازو کو اور مضبوطی سے جکڑتے ہوئے بولی۔ ''میں تم سے دور بھی رہوں تو کسی کی مجال نہیں کہ تم کو چھین کر لے جائے۔''

پھر وہ باچھیں پھیلا کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''جرا لوگوں کو دیکھو... کھاس طور پہ عورتوں کو دیکھو...! کیسے رشک بھری نجروں سے مجھے تک رہی ہیں؟ یہ میرا گھمنڈ ہے جو تم سے الگ ہونے نہیں دے رہا ہے۔ سب یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ میں تم جیسے باوقار اور خوبصورت مرد کی دھرم پتنی ہوں۔''

میں لوگوں کی نگاہوں کو پڑھ رہا تھا۔ وہ حیرانی اور رشک بھری نظروں سے ہمیں تک رہے تھے۔ میرا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں تھا۔ میں جینز اور جیکٹ میں تھا۔ جبکہ اس کے بھاری بھرکم وجود پر گیروے رنگ کی ساڑھی لپٹی ہوئی تھی۔ جو کہ ٹخنوں سے اوپر ہونے کی وجہ سے کچھ مضحکہ خیز سی لگ رہی تھی۔ گلے میں موٹے موٹے موتیوں کی مالا جھول رہی تھی اور پیروں میں کھڑاویں تھیں۔

میں اس کے ساتھ اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ بدستور مجھ سے لگی ہوئی تھی۔ میں نے بیزار ہو کر کہا۔ ''مجھے چھوڑو اور اپنی سیٹ بیلٹ باندھو۔''

وہ ایک ادا سے بولی۔ ''میں تو تم سے بندھی ہوئی ہوں۔''

''یہاں مجھ سے چپکنے سے زیادہ سیٹ بیلٹ باندھنا ضروری ہے۔''

''میرے لیے تو صرف تم جروری ہو۔ اب اگر کولکتہ یا تراما میں بیلٹ باندھنی جروری ہے تو لو... تم باندھ دو۔''

اس نے دونوں کہنیاں اوپر اٹھا دیں۔ میں نے ایک ذرا ہچکچا کر اس کی کمر سے نما کر کو دیکھا پھر دل ہی دل میں کہا۔ ''کیا مصیبت ہے؟''

بلرام میرے اندر آیا۔ وہ بولا۔ ''اس مصیبت کو کولکتہ تک برداشت کرلو۔ بعد میں ہم سنبھال لیں گے۔''

میں نے آگے کو جھک کر اس کی بیلٹ لگاتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''معلوم نہیں، اس وقت تک میں سنبھالے جانے کے قابل بھی رہوں گا یا نہیں؟''

چند لمحوں بعد میں اس کے ساتھ آسمان کی فضاؤں میں تھا۔ طیارہ اپنی اڑان بھر چکا تھا۔ ایسے وقت ایک ایئر ہوسٹس نے آ کر پوچھا۔ ''کیا پینا پسند کریں گے؟''

میں نے ایک سافٹ ڈرنک کا آرڈر دیا۔ اس نے ایک گلاس اٹھا کر میری طرف بڑھایا لیکن مجھ سے پہلے جیوتی نے جھپٹ لینے کے انداز میں گلاس لیتے ہوئے کہا۔ ''میں جے بلرام بھنڈاری کو خوب جانتی ہوں۔ وہ موت کو خوبصورت بنا کر یہاں بھیج سکتے ہیں۔''

ایسا کہتے ہوئے اس نے ایئر ہوسٹس کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر گلاس کو منہ سے لگا کر ایک گھونٹ لینے کے بعد کہا۔ ''جو ہوگا، میرے ساتھ ہوگا۔ میں اپنی جان پر کھیل کر تم کو بچاؤں گی۔''

چند لمحوں بعد اس نے مطمئن ہو کر گلاس میری طرف بڑھا دیا۔ ''یہ لو۔ پی جاؤ۔ اب کوئی کھترا نہیں ہے۔''

ایئر ہوسٹس کچھ نہ سمجھنے کے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ جیوتی نے کہا۔ ''اب جاؤ اور ایک گلاس سادہ پانی لے کر آؤ۔''

وہ چلی گئی۔ میں نے جیوتی سے کہا۔ ''یہ تم کیسی حرکتیں کر رہی ہو؟''

وہ مجھ سے لگتے ہوئے بولی۔ ''جو کر رہی ہوں، تمہاری سلامتی کے لیے کر رہی ہوں۔''

وہ اپنی سیٹ پر تھی، مگر اس کے چپکنے کا انداز ایسا تھا، جیسے اچھل کر میری گود میں آنا چاہتی ہو۔ میں نے بیزار ہو کر کہا۔ ''تم لاکھ میری سلامتی چاہتی رہو مگر ہوگا وہی، جو وہ تینوں چاہیں گے۔''

''تم میری شکتی کو نہیں جانتے۔ میں نے ان تینوں سے جیادہ دُرگا ماں کے چرنوں میں عورتوں اور بچوں کی بلی چڑھائی ہے پھر میرے پتا تانترک مہاراج میرے ساتھ ہیں۔ تم چنتا مت کرو۔''

بلرام کے علاوہ جے اور بھنڈاری بھی ہمارے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایئر ہوسٹس ایک گلاس پانی لے آئی۔ جیوتی نے اس میں سے ایک گھونٹ لے کر مطمئن ہونے کے بعد اسے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے انکار کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے ابھی ڈرنک لی ہے۔ مجھے پیاس نہیں ہے۔''

وہ گلاس میرے ہاتھ میں تھما کر اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بولی۔ ''یہ پیاس بجھانے کے لیے نہیں ہے۔ تمہارے پیاسے جیون کو جل تھل کرنے کے لیے ہے۔''

اس کا ہاتھ گریبان سے باہر آیا تو اس میں ایک پڑیا دبی ہوئی تھی۔ اس نے اسے کھول کر ایک بھورے رنگ کی موٹی سی گولی نکالی پھر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ لو۔ دُرگا ماں کا نام لے کر اسے پانی کے ساتھ نگل لو۔''

میں نے پوچھا۔ ''یہ کیا ہے؟''

''بس یوں سمجھو کہ جادو کی چھڑی ہے۔ حلق سے اتارنے کے بعد اس کا چمتکار دیکھو گے۔''

اس نے میرا ہاتھ تھام کر اسے میری کھلی ہوئی ہتھیلی پر رکھ دیا۔ میں تذبذب میں تھا۔ ادھر وہ تینوں جنم ساتھی ایک دوسرے سے بول رہے تھے۔ جے نے کہا۔ ''اس دوا کو ہمالیہ کی ترائی سے لائی گئی بہت ہی خاص جڑی بوٹیوں سے بنایا گیا ہے۔ یہ واقعی پھرہاد کو ایک ہی دن میں بڈھے سے جوان بنا دے گی۔''

بلرام نے کہا۔ ''بنانے دو۔ میں اس کو نہیں روکوں گا۔ یہ اچھا ہی کر رہی ہے۔ میں بیمار مرغے کے بجائے موٹے تگڑے پھرہاد کی بلی چڑھاؤں گا تو دُرگا ماں اور جیادا پرسن ہوں گی اور جیادا مجھ کو شکتی دے گی۔''

جیوتی نے مجھ سے کہا۔ ''سوچتے کیا ہو؟ نگل جاؤ۔ میں تمہیں جبر نہیں دوں گی۔ ڈرو مت۔''

میں نے ہتھیلی پر رکھی ہوئی گولی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''جس کے آگے اور پیچھے موت ہی موت ہو، وہ اس ننھی سی گولی سے کیا ڈرے گا؟ چاہے تم مجھے زہر دے کر مار ڈالو یا وہ تینوں جنم ساتھی دُرگا ماں کے چرنوں میں میری گردن اڑا دیں۔ مجھے تو ہر حال میں مرنا ہے۔''

میں نے اس گولی کو ایک گھونٹ پانی کے ساتھ حلق سے اتار لیا۔ وہ بڑے یقین کے ساتھ بولی۔ ''تم نہیں مرو گے۔ میری اور میرے پتا مہاراج کی مرجی کے بنا وہ تینوں کچھ نہیں کر پائیں گے۔ کیا تمہیں مجھ پر وشواس نہیں ہے؟''

''جسے اپنی زندگی پر بھروسا نہ ہو، وہ کسی پر کیا اعتبار کرے گا؟''

وہ میرے بازو سے لگی ہوئی تھی۔ میرے شانے پر سر رکھ کر بولی۔ ''تم کو وشواس ہوگا۔ جب میرے ساتھ جیون بتاتے رہو گے تو جرور میرے اوپر بھروسا کرو گے۔''

اُدھر جے نے کہا۔ ''ہمیں را ایجنسی کے افسروں کے پاس جا کر معلوم کرنا چاہیے، وہ جیوتی کے معاملے میں کیا کرنے والے ہیں؟''

وہ دونوں بلرام کو میرے اندر چھوڑ کر را ایجنسی کے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ وہ لوگ جیوتی کی طرف سے تشویش میں مبتلا تھے۔ چیف آفیسر دیپک راٹھور... کہہ رہا تھا۔ ''فرہاد قسمت کا دھنی ہے۔ اس بار اسے کسی صورت بچنا نہیں چاہیے۔ اگر جیوتی کو کولکتہ پہنچنے ہی راستے سے نہ ہٹایا گیا تو فرہاد کی گڈلک ایک بار پھر ہمارے لیے بیڈلک بن جائے گی۔''

بھنڈاری نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''تم لوگ تو ایسے سہمے ہوئے ہو، جیسے پھرہاد کوئی ہوا کا جھونکا ہو۔ پلک جھپکتے ہی ہاتھوں سے پھسل ہو جائے گا۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''وہ جھونکے کی طرح ہی ہے۔ کبھی ہاتھ نہیں آتا۔ ہمیشہ ایسے ہی جھانسے دیتا ہے، جیسے ہاتھ آ رہا ہو۔''

دیپک راٹھور نے کہا۔ ''یہ جیوتی کی غیر متوقع آمد خطرے کی گھنٹی بجا رہی ہے۔''

جے نے پوچھا۔ ''اور اُس گھنٹی کے بارہ بجانے کے لیے تم لوگ کیا کر رہے ہو؟''

''جب وہ فرہاد کے ساتھ آسمان سے زمین پر اترے گی تو ہم اسے ہمیشہ کے لیے اوپر پہنچا دیں گے۔ کولکتہ ایئر پورٹ پر اُس کی موت اُسے ویلکم کرنے کو تیار ہے۔''

اُن کے خیالات نے جے اور بھنڈاری کو بتایا کہ ایئر پورٹ پر دو مسلح افراد جیوتی کو ٹارگٹ بنانے کے لیے اپنی اپنی پوزیشن سنبھال چکے ہیں۔ وہ اُن کے چور خیالات کو اچھی

طرح کھنگال رہے تھے۔ ان مسلح افراد کے دماغوں میں بھی گئے تھے۔ اس بار را ایجنسی کے افسران انہیں دھوکا دینے کی غلطی کرنے والے نہیں تھے۔ جیوتی کو اس طرح موت کے گھاٹ اتارا جا رہا تھا کہ اس کی ہلاکت کا الزام ان تین جنم ساتھیوں پر نہیں آسکتا تھا۔ یوں وہ تینوں تانترک مہاراج کی دشمنی اور قہر سے محفوظ رہنے والے تھے۔ وہ مطمئن ہو کر میرے اور جیوتی کے پاس آگئے۔

دہلی کی طرح اب کولکتہ ائیر پورٹ پر گولیاں چلنے والی تھیں۔ میری سلامتی چاہنے والی میرے سلسلے میں بہت محتاط تھی۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری طرف آنے والی قیامت مجھ سے پہلے اس کی شامت بننے والی ہے۔

دراصل ہماری زمین پر ایک دوسرے کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرنے والے ناخداؤں کی کمی نہیں ہے۔ وہ چاہتے تھے' میں مر جاؤں لیکن جب تک اوپر والا نہ چاہے کوئی نہیں مرتا۔ جیوتی میری سلامتی کا بہانہ بن گئی تھی۔ اب را ایجنسی کے افسران چاہتے تھے کہ اُسے ہلاک کر دیا جائے مگر ہونا کیا تھا' یہ تو طیارے سے اترنے کے بعد ہی معلوم ہونے والا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہم کولکتہ ائیر پورٹ پہنچ گئے۔ میں لگیج ہال سے اپنا بیگ لے کر جیوتی کے ساتھ وزیٹرز لابی میں آگیا۔ وہ تینوں جنم ساتھی بار بار را ایجنسی کے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں جا رہے تھے۔ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ لوگ عین موقع پر انہیں کوئی دھوکا تو نہیں دینے والے ہیں؟ مگر ان کا نشانہ جیوتی ہی تھی۔ جے اور بھنڈاری ان مسلح افراد کے اندر چلے آئے تھے۔ خیال تھا' اگر اچانک ہی انہیں کسی خفیہ طریقے سے میری ہلاکت کا آرڈر ملا تو وہ انہیں ایسا کرنے سے باز رکھ سکیں گے۔

میں اور جیوتی وزیٹرز لابی سے گزرتے ہوئے باہر آرہے تھے۔ ہمیں دیکھتے ہی را ایجنسی کے افسران نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ فوراً اس مطلوبہ عورت کو نشانہ بنایا جائے۔ اُدھر انہیں آرڈر ملے اور اِدھر جیوتی آگے بڑھتے بڑھتے ٹھٹک کر رک گئی۔ اس کے ساتھ میں بھی رک گیا۔ وہ ایک طرف دیکھتے ہوئے منہ بنا کر بولی۔ ''یہ کہاں سے آگئی؟''

میں نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا۔ ایک سانولی سلونی سی تیکھے نین نقش والی دوشیزہ ہاتھ لہراتی ہوئی ہماری طرف دوڑتی چلی آرہی تھی۔ دوسری طرف را ایجنسی کے افسران اپنے مسلح ماتحتوں سے پوچھ رہے تھے۔ ''کیا بات ہے؟ تم فائر کیوں نہیں کر رہے ہو؟''

ان کے دماغ جے اور بھنڈاری کے قبضے میں تھے۔

بھنڈاری نے دیپک راٹھور کے پاس آکر کہا۔ ''اب وہاں ایک بھی گولی نہیں چلے گی۔''

''کیوں نہیں چلے گی؟ کیا تم اپنی زبان سے پھر رہے ہو؟ فرہاد کے ساتھ ساتھ جیوتی کی بھی جان بچانا چاہتے ہو؟''

وہ بولا۔ ''ارے... جبان سے کون پھر رہا ہے؟ جرا اِدھر آکے دیکھو! پھرہاد کی جان بچانے والی پہلے ایک تھی۔ اب دو ہوگئی ہیں۔''

''کیا مطلب دو ہوگئی ہیں؟''

''یہاں اچانک ہی ہماری بیٹی نیہا چلی آئی ہے۔''

وہ مجھ سے مل کر بڑی گرم جوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ جیوتی نے پوچھا۔ ''تم یہاں کیوں آئی ہو؟''

وہ بولی۔ ''میں اپنے فرہاد کو لینے آئی ہوں۔''

''اپنا پھرہاد نہ بولو۔ یہ میرا ہے۔ میرے من مندر کا دیوتا ہے مگر تمہیں کس نے بتایا کہ یہ یہاں آنے والا ہے؟''

نیہا بڑی لگاوٹ سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اگرچہ ماں سے مخاطب تھی مگر اس کی نگاہیں بدستور مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا۔ ''اور کون بتائے گا؟ نانا مہاراج نے بتایا اور میں اڑتی ہوئی چلی آئی۔''

وہ تانترک مہاراج کو نانا کہہ رہی تھی پھر بولی۔ ''مگر تم اس کا ہاتھ چھوڑو۔ جمائی سے یوں چپک کر رہنا ساس کو شوبھا نہیں دیتا۔''

وہ ہاتھ نچا کر بولی۔ ''کون جمائی...؟ یہ میرا جمائی نہیں' تمہارا ہونے والا پتا ہے۔ چلو پاؤں چھو کر آشرواد لو۔''

خوب گزرتی ہے' جب مل بیٹھتے ہیں دیوانے دو.... وہ دو دیوانیاں مل رہی تھیں۔ تماشا تو بننا ہی تھا۔ میں نے ایک ذرا اچکچا کر آس پاس سے گزرتے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ ان میں سے بیشتر ہماری طرف متوجہ تھے۔ میں نے ان ماں بیٹی سے کہا۔ ''خدا کے لیے مجھے سینڈوچ نہ بناؤ۔ کم از کم یہاں سے تو چلو۔''

نیہا نے جلدی سے آگے بڑھ کر میرا بیگ لیتے ہوئے کہا۔ ''ہاں۔ چلو۔''

جیوتی نے جھٹ سے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔ ''یہ تمہارے ساتھ نہیں' میرے ساتھ جائے گا۔''

وہ بولی۔ ''یہ تمہارے ساتھ جائے یا میرے ساتھ' جانا تو اسی گھر میں ہے' جہاں ہم دونوں رہتی ہیں۔''

اُدھر جے' بلرام اور بھنڈاری جھنجلائے ہوئے تھے۔ نیہا کے آتے ہی صورتِ حال بدل گئی تھی۔ دیپک راٹھور کہہ رہا تھا۔ ''اب تو کوئی شبہ نہیں رہا ہے۔ فرہاد کے لیے قدرتی طور پر سلامتی کے راستے ہموار ہو رہے ہیں۔ آئندہ بھی یہی ہوتا رہے گا۔ بھگوان کے لیے! اب تو سمجھ جاؤ۔ اسے دُرگا ماں کے چرنوں میں لے جانے کی ضد سے باز آجاؤ۔ ہمیں یہیں اس کا قصہ پاک کرنے دو۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''ہرج نہیں۔ ہم نے کہہ دیا ناں کہ یہاں ایک بھی گولی نہیں چلے گی۔''

مصیبت تو یہ تھی کہ را ایجنسی کے افسران اپنی من مانی کر کے ان جنم ساتھیوں کی دشمنی مول نہیں لے سکتے تھے۔ وہ بری طرح جھنجلائے ہوئے تھے۔ ایک ذرا خوفزدہ بھی تھے۔ ایک اعلیٰ افسر نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ ''میری چھٹی حس مسلسل الارم دے رہی ہے۔ جے' بلرام اور بھنڈاری کی ضد ہم سب کو مصیبت میں ڈالنے والی ہے۔''

نہ جانے آئندہ کیا ہونے والا تھا؟ فی الحال تو میرے لیے وہ ماں بیٹی مصیبت بنی ہوئی تھیں۔ بلرام نے جیوتی جھالر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ ''کیوں سے برباد کرتی ہو؟ یہاں جگہ جگہ پھرہاد کے دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ اسے لے کر بیٹی کے ساتھ پھٹا پھٹ گھر پہنچو۔''

وہ بولی۔ ''باہر کے دشمنوں سے جیادہ مجھے گھر کے دشمنوں سے کھترا ہے۔ پر کان کھول کے سن لو! پھرہاد میرے کارن دُرگا ماں کے سائے میں چلا آیا ہے۔ پتا مہاراج کا آشرواد بھی ہمارے ساتھ ہے۔ اب کوئی دشمن اس کا بال بھی بانکا نہ کر سکے گا۔''

''ٹھیک کہتی ہو۔ جب تک دُرگا ماں نہیں چاہے گی' پھرہاد کو کچھ نہیں ہوگا۔ پر اب بحث نہ کرو۔ یہاں سے نکلو۔''

نیہا کی نگاہیں مجھ پر ٹکی ہوئی تھیں۔ میں عمر کے اُس دور سے گزر رہا تھا' جہاں محبوبیت کے احساسات ایک ذرا ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں پھر پچھلے کچھ عرصے سے پیاری کا عذاب جھیلتا رہا تھا لیکن عورت کی کشش اور اس کی چاہت ایسی ہوتی ہے کہ قبر میں جانے والے کو بھی اپنی طرف کھینچی رہتی ہے پھر میں تو کسی حد تک زندگی کی طرف لوٹ کر آرہا تھا۔ وہ بھرپور جوان تھی۔ سانولے رنگ میں ایسی کشش تھی کہ دُور سے ہی حسن کا چٹخارہ مل رہا تھا۔ میں نظریں چرانے کے باوجود چوری چوری اسے دیکھ رہا تھا۔

یہ اچانک کیا ہو گیا تھا؟ نیہا کو دیکھ کر میرے اندر ایک نئی امنگ اور جوانی کی ترنگ کیسے پیدا ہو رہی تھی؟ جبکہ میری اور اس کی عمر میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

تب پتا چلا کہ جیوتی جھالر نے جو گولی کھلائی تھی' وہ اپنا کرشمہ دکھا رہی ہے۔ مجھے یاد آیا کہ میں طیارے سے اترنے کے بعد دور تک چلتا ہوا ائیر پورٹ کی عمارت میں آیا تھا اور ایک ذرا سی کمزوری محسوس نہیں کی تھی۔ اس وقت بھی نہ تو میری سانس پھولی تھی اور نہ ہی میں ہانپ رہا تھا۔ اس وقت میں نے یہ طے کیا کہ اب سنبھل کر رہوں گا۔ بڑھاپے میں جوانی کی بھول نہیں کروں گا۔ نہ ہی نیہا سے زیادہ متاثر ہوتا رہوں گا۔

ادھر نیہا اپنے سراپے کا جلوہ کبھی اس زاویے سے' کبھی اُس زاویے سے یوں دکھا رہی تھی' جیسے کتاب کھولنے سے پہلے پیش لفظ سنا رہی ہو۔ دسترخوان سجانے سے پہلے مینو دکھا رہی ہو.... ''دیکھ لو! یہاں کا ایک ایک پکوان تازہ اور گرما گرم ہے۔ ایک ذرا چکھ کر تو دیکھو... انگلیاں چاٹتے رہ جاؤ گے۔''

فی الحال تو میری قسمت میں باسی ہانڈی کی خوشبو لکھی ہوئی تھی۔ میں نے جیوتی جھالر سے اپنا بازو چھڑانا چاہا تو وہ اسے اور مضبوطی سے جکڑ کر بولی۔ ''میرا ساتھ تمہارے لیے ضروری ہے۔ بچپن میں ماں کی انگلی پکڑ کر چلتے تھے تو ٹھوکر نہیں لگتی تھی۔ اب جوانی میں میرا ہاتھ پکڑ کر چلتے رہو گے تو سلامتی ملتی رہے گی۔''

یا اللہ! وہ مجھے جوان کہہ رہی تھی۔ اس لیے کہ اس کی کھلائی ہوئی گولی مجھے صرف اندر سے ہی نہیں' باہر سے بھی شاید جوانوں کی طرح نکھار رہی تھی۔ میں نے جیوتی کے بازو کو دیکھا۔ دہلی ائیر پورٹ پر اس نے مجھے دبوچا تھا تو ایسا لگا تھا' جیسے کسی فولادی گرفت میں آگیا ہوں۔ کمزوری ایسی تھی کہ کوشش کے باوجود خود کو اس کے شکنجے سے آزاد نہیں کرا پایا تھا۔ وہ بھاری بھرکم پتھریلے بدن والی عورت کسی پہاڑ سے کم نہیں لگی تھی۔

مگر اب وہی چیونٹی جیسی لگ رہی تھی۔ بے شک۔ اس نے میرے بازو کو بڑی مضبوطی سے جکڑ رکھا تھا لیکن مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے خود سے الگ کرنا چاہوں گا تو ایک ذرا مشکل پیش نہیں آئے گی۔ یہ میرے لیے حوصلہ افزا بات تھی۔

دوسری طرف دیپک راٹھور بھنڈاری سے پوچھ رہا تھا۔ ''اب جیوتی جھالر کے بارے میں کیا کرنا ہوگا؟ وہ زندہ رہے گی تو فرہاد پر کوئی آنچ نہیں آنے دے گی۔''

وہ بولا۔ ''اس کی جندگی تو ہم بھی نہیں چاہتے پھرہاد کو ہر حال میں کل رات دُرگا ماں کے چرنوں میں لے جانا ہے اور اس سے پہلے جیوتی کو اوپر پہنچانا ہے۔''

''مگر کب...؟ تم لوگوں نے تو ہمارے مسلح ماتحتوں کو جکڑ کر رکھا ہے۔ وہ گولی نہیں چلائیں گے تو جیوتی کو ہلاک

کیسے کیا جائے گا؟''

''جروری نہیں ہے کہ اس کو ائیر پورٹ سے ہی نرک میں پہنچایا جائے۔ ماں بیٹی کو گھر جانے دو۔ ہم بتا تا رہے ہیں۔ تم اس بنگلے کو بڑی رازداری سے گھیر لو۔ جیوتی جھالر کو اور اس کے پتا گرو مہاراج کو ذرا سا بھی شبہ نہ ہو مگر یاد رکھنا' ہماری بیٹی کو یا پھر ہاد کو کچھ ہوا تو را ایجنسی کے اعلیٰ اپھسروں کو بہت کچھ ہو جائے گا۔ سب ہی ہم سے جندگی کی بھیک مانگتے پھریں گے۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''تم سے دشمنی مول لینی ہوتی تو ہم دہلی ائیر پورٹ میں ہی فرہاد کا کام تمام کر چکے ہوتے۔''

جے نے کہا۔ ''جیادہ باتیں نہ بناؤ۔ اس کا کام تمام کرنے کا تم نے پورا بندوبست کیا تھا۔ وہ تو ٹھیک سے پر پکڑے گئے۔''

دیپک راٹھور نے کہا۔ ''ہم اپنی غلطی تسلیم کر چکے ہیں۔ اب ان باتوں کو دُہرانے سے بہتر ہے' نئی حکمت عملی پر عمل کیا جائے۔''

انہوں نے ان افسران کو جیوتی جھالر کا ایڈریس لکھوایا۔ ادھر نیہا نے ماں سے کہا۔ ''ہم دونوں فرہاد کی سلامتی چاہتی ہیں۔ اس لیے ہمیں آپس میں جھگڑنا نہیں چاہیے۔ فی الحال اسے دشمنوں سے بچانا ہے۔ اگر ہمارے درمیان تُو تُو میں میں ہوتی رہے گی تو دشمن اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

جیوتی نے قائل ہونے کے انداز میں اسے دیکھا۔ میں نے پوچھا۔ ''اب چلیں؟ ہمارے ساتھ دہلی سے کولکتہ آنے والے تمام مسافر اپنے اپنے گھروں کو پہنچ چکے ہوں گے اور ہم اب تک یہیں کھڑے ہیں۔''

وہ مسکراتی ہوئی میرے ساتھ آگے بڑھنے لگی۔ نیہا بھی میرے دوسرے بازو سے لگی ہوئی تھی۔ ہمارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل رہی تھی۔ وہ دونوں ہی میری طالب تھیں۔ مجھے ایسا سینڈوچ بنایا ہوا تھا کہ فی الحال ان میں سے کسی کے حصے میں نہیں رہا تھا۔

میں ان لمحات میں اپنی زندگی کے ایک عجیب دور سے گزر رہا تھا۔ میرے دائیں طرف بڑھاپا تھا اور بائیں طرف کھنکتی ہوئی جوانی تھی۔ سونیا نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے بتایا تھا کہ مجھے کسی عورت کا ساتھ ملنے والا ہے۔ طیارے میں شلپا سے مل کر لگا تھا کہ شاید وہ ساتھی بننے والی ہے مگر اسے بلرام لے اُڑا تھا پھر جیوتی ملی اور اب نیہا سے سامنا ہوا تھا۔

پتا نہیں' اُن میں سے کون میری زندگی میں رہنے والی تھی اور کون جانے والی تھی؟ فی الحال تو میں اُن ماں بیٹی کے درمیان گلفام بنا ہوا تھا۔ ایسے وقت مجھے سونیا کے الفاظ یاد آ رہے تھے۔ اس نے کہا تھا۔ ''جب تم چلتے پھرتے ایکشن میں رہتے ہو تو جانے کہاں سے جوانی اُمڈ آتی ہے؟ حضور کا پسینا گلاب ہو جاتا ہے۔ تتلیاں آ کر منڈلانے لگتی ہیں۔''

کم از کم جیوتی جھالر کو تتلی نہیں کہا جا سکتا تھا مگر نیہا کی نگاہیں اور اس کی لگاوٹ سمجھ رہی تھی کہ پسینا گلاب ہو رہا ہے۔

جیوتی کا ساتھ بوجھ ہی سہی' مگر اس نے ایک بہت ہی زبردست کارنامہ انجام دیا تھا۔ وہ جادوئی اثر والی گولی اپنا اثر دکھا رہی تھی۔ پاکستان سے دہلی پہنچنے تک جو کمزوری حاوی ہوتی رہی تھی' وہ یکسر ختم ہوتی جا رہی تھی۔ میں خود کو بہت ہشاش بشاش محسوس کر رہا تھا۔

جیوتی نے چلتے چلتے مسکرا کر میرے ہاتھ کو تھپتھپایا پھر کہا۔ ''میرے کو سمجھ میں آ رہا ہے' میری کھلائی ہوئی گولی کام دکھا رہی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ کیا اس گولی میں کوئی جادو تھا؟''

''جادو ہی سمجھ لو۔''

بلرام میرے اندر تھا۔ اس نے کہا۔ ''ہُوں۔ اپنے آپ کو تگڑا جوان سمجھنے لگے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''قدرت مجھ پر مہربان ہے۔ تم کیوں جل رہے ہو؟''

''جیادہ گھمنڈ نہ کرو۔ ابھی تک جو ہوا' میری مرجی سے ہوا۔ میں چاہتا تو اس گولی کو تم کبھی حلق سے اتار نہ پاتے۔''

میں اُن ماں بیٹی کے ساتھ پارکنگ ایریا میں آ گیا تھا۔ سوچ کے ذریعے بولا۔ ''پھر تم نے کیوں نہیں چاہا؟ جبکہ یہ جانتے تھے کہ بیوی کے بعد اب کولکتہ ائیر پورٹ پر تمہاری جوان بیٹی سے میرا سامنا ہونے والا ہے؟''

''یہ تو اچانک ہی یہاں چلی آئی ہے مگر تمہارا سامنا صرف موت سے ہونے والا ہے۔ تمہاری جندگی یہاں ختم ہونے والی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''تقدیر کے لکھے کو تو میں نہیں جانتا۔ ہاں۔ فی الحال قسمت کی مہربانیاں دیکھ رہا ہوں۔''

نیہا گاڑی کی چابی ماں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''یہ لیں۔ آپ ڈرائیو کریں۔ میں فرہاد کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھوں گی۔''

وہ مسلسل مجھ سے لگی ہوئی تھی۔ اتنی دیر ہانڈی کو چولہے پر رکھا جائے تو وہ اُبل پڑتی ہے۔ وہ جیسے مجھے ابال رہی تھی اور میں اپنی قوت ارادی سے کام لیتے ہوئے اسے نظر انداز کر رہا تھا۔

جیوتی نے فوراً ہی آگے بڑھ کر اسے مجھ سے دور دھکیلتے ہوئے کہا۔ ''تم نہیں جانتیں' اس کے دشمن صرف باہر نہیں۔ اس کے اندر بھی گھسے ہوئے ہیں۔ گھر پہنچنے تک میں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔ اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالو اور گھر چلو۔''

نیہا نے میرا بازو تھام کر کہا۔ ''میں بھی گھر پہنچنے تک اسے چھوڑ نہیں سکتی۔''

میں نے کہا۔ ''تم دونوں ہی مجھے چھوڑنا نہیں چاہتیں پھر بات کیسے بنے گی؟''

جیوتی نے بیٹی کو ذرا غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ تو ہاتھ دھو کے پیچھے پڑ گئی ہے۔''

وہ بولی۔ ''تم کچھ بھی کہہ لو۔ یہ میرا ہے۔ میں تمہارے لیے اسے نہیں چھوڑوں گی۔''

جے' بلرام اور بھنڈاری نے ان سے کہا۔ ''بھگوان کے لیے یہاں سے بربادنہ کرو۔ تم دونوں پھرہاد کو لے کے اگلی سیٹ پر جاؤ۔ اسے اپنے بیچ میں بٹھا کے یہاں سے آگے بڑھو۔''

انہوں نے یہی کیا۔ میں اگلی سیٹ پر ان کے درمیان آ گیا۔ پتا نہیں' دو پاٹن کے بیچ کب تک پسنے والا تھا؟ نیہا نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

جے' بلرام اور بھنڈاری نے مجھ سے کہا۔ ''بڑے اِندر دیوتا بنے ہوئے ہو۔ ایک طرف ہماری پتنی ہے اور دوسری طرف ہماری بیٹی... مگر ہم تمہیں موج مستی نہیں کرنے دیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''میں کیا کروں؟ کیا جونکیں چمٹی ہوں گی' جیسے یہ چمٹی ہوئی ہیں۔''

پھر میں نے پوچھا۔ ''کیا تم لوگوں کو شرم نہیں آتی؟ تمہاری بیوی اور بیٹی مجھے سینڈوچ بنا رہی ہیں اور تم مزے لے رہے ہو؟''

''کیونکہ آگے کی بات ہم جانتے ہیں۔''

''خدائی دعوے نہ کرو۔ اگر آگے کی بات جاننا تمہارے اختیار میں ہوتا تو یہ ضرور جان لیتے کہ دہلی ائیر پورٹ پر تمہاری بیوی اور کولکتہ ائیر پورٹ پر تمہاری بیٹی مجھے ویلکم کہنے والی ہے۔''

''یہ کوئی کھاس بات نہیں ہے۔''

''خاص تو ہے۔ یہ دونوں میری سلامتی چاہتی ہیں۔ جیوتی جھالر تانترک مہاراج کی بیٹی ہے۔ جو تم سے زیادہ پاور فل ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں' تم اس کی مرضی کے خلاف مجھے اس سے دور نہیں کر پا رہے ہو۔''

''کبھی کبھی میدان جیتنے کے لیے سپاہی کو پیچھے ہٹنا پڑتا ہے۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''تم یہ بات کسے سمجھا رہے ہو' جس کی پوری زندگی میدانِ جنگ میں ہی گزری ہے۔''

وہ ایک ذرا بے پروائی سے بولا۔ ''ہاں ہاں۔ جانتا ہوں' تم ساری جندگی میدان مارتے رہے ہو۔ پر بھی نہ کبھی تو اونٹ پہاڑ کے نیچے آتا ہے۔ تب اسے معلوم پڑتا ہے کہ وہ پہاڑ کے آگے اونٹ نہیں رہا' چیونٹی بن گیا ہے۔''

''یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ پہاڑ کے نیچے کون آ رہا ہے؟''

گاڑی ایک بنگلے کے احاطے میں پہنچ کر رک گئی۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ اس بنگلے کے باہر را ایجنسی والے کیا کارروائی کر رہے ہیں؟ وہ ایک جیوتی جھالر اُن سب کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک کر رہ گئی تھی۔ وہ جلد از جلد اسے اُگل دینا چاہتے تھے۔ بھنڈاری نے ڈیک راٹھور کو ہدایت دیتے ہوئے کہا تھا۔ ''بے شک۔ جیوتی کو نرک میں پہنچانا ہے۔ پر ہوشیار رہنا کہ اس وقت اسے کبھی نشانہ نہ بنایا جائے' جس وقت پھرہاد یا ہماری بیٹی نیہا اس کے قریب ہو۔''

دیپک نے جھنجلا کر کہا۔ ''مگر وہ تو فرہاد سے الگ ہی نہیں ہو رہی ہے۔''

''صبر کے ساتھ مناسب وقت کا انتظار کرو۔ ہم بھی کر رہے ہیں۔''

پتا نہیں' اُنہیں کتنا انتظار کرنا تھا؟ فی الحال تو ہم گاڑی سے نکل کر بنگلے کے اندر چلے گئے تھے۔ اُن کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ آہنی گیٹ بند ہو چکا تھا۔

نیہا نے اندر آ کر ماں سے کہا۔ ''اب تو فرہاد کو چھوڑ دو۔''

وہ مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''چھوڑنا ہی تو نہیں ہے۔ اب تو ساری جندگی اسے اپنے ساتھ رکھنا ہے۔ پر ابھی چھوڑنا ہوگا۔ چلو آؤ۔ میں تمہیں تمہارا کمرا دکھا دوں۔ تم اشنان کر کے پھریش ہو جاؤ۔''

وہ مجھے لے کر ایک کمرے میں آ گئی۔ ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ ''اُدھر باتھ روم ہے۔ تم نہانے جاؤ۔ میں بھی جاتی ہوں۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے میرا بازو چھوڑ دیا۔ میں بڑی دیر بعد اس کے شکنجے سے آزاد ہوا تھا۔ دونوں بازو پھیلا کر ورزش کرنے کے انداز میں انہیں اوپر نیچے اور دائیں بائیں کرنے لگا۔ وہ جاتے جاتے رک گئی۔ مسکرا کر معنی خیز انداز میں بولی۔ ''ایسے نہ کرو۔ میں جانہیں پاؤں گی۔''

میں اس کا انداز دیکھ کر ایکدم سے ٹھٹک گیا۔ فوراً ہی دونوں بازو نیچے کر لیے۔ مجھے اس کی وہ بے باکی یاد آئی جو اُس نے دہلی ائیر پورٹ پر دکھائی تھی۔ میرے گلے لگتے ہوئے کہا تھا۔ ''میرے کو پیار کرو۔''

وہاں لوگوں کے ہجوم میں اُس نے ایسا مطالبہ کیا تھا۔ میں نے کمزوری کا بہانہ کر کے اسے ٹال دیا تھا مگر اب تو تنہائی تھی۔ اس کی دی ہوئی گولی کھانے کے بعد کمزور بھی نہیں رہا تھا۔ ''یا خدا! یہ عذاب پھر میرے گلے نہ پڑ جائے۔''

میں فوراً ہی اس سے کترا کر اپنے بیگ کی طرف پلٹ گیا۔ اسے کھولتے ہوئے بولا۔ ''میں نہانے کے بعد ذرا دیر آرام کرنا چاہوں گا۔ پلیز۔ ڈسٹرب نہ کرنا۔''

''اتنا تو وشواس ہو رہا ہے کہ وہ تینوں جنم ساتھی کل اماوس کی رات سے پہلے تم سے کوئی دشمنی نہیں کریں گے۔ آج آدھی رات کے بعد میں پتا مہاراج سے تمہارے لیے بات کروں گی۔ وہی اُن تینوں کی بدھی سیدھی کریں گے اور تمہیں عمر بھر کے لیے میرے نام کر دیں گے پھر کوئی تم سے دشمنی نہیں کر سکے گا۔''

میں نے ایک سوٹ نکال کر باتھ روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ''کل کیا ہونا ہے' یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔''

میں نے اندر جا کر دروازہ بند کرنا چاہا۔ وہ فوراً ہی قریب آ کر اسے زبردستی کھولتے ہوئے بولی۔ ''اشنان کے بعد پہلے کچھ کھا پی لینا پھر آرام کرنا۔''

''نہیں۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔ ہوگی تو تمہیں بلا لوں گا۔''

وہ بڑے ہی میٹھے انداز میں مسکرا کر بولی۔ ''جو گولی کھائی ہے' اُس سے بھوک تو ضرور لگے گی۔ مجھے بلاؤ گے تو دوڑی چلی آؤں گی۔ پر سات پھیرے لینے سے پہلے بھوک مٹانے نہیں دوں گی۔''

اُف...! میرا جی کر رہا تھا' دیوار سے سر پھوڑ لوں۔ میرے مقدر میں ایسی عورت بھی لکھی گئی تھی؟ وہ مسکراتی ہوئی پلٹ کر چلی گئی۔ میں نے دروازے کو احتجاجاً ایک زوردار آواز کے ساتھ بند کیا پھر شاور کے نیچے آ گیا۔

میں بڑی دیر سے بلرام کی غیر موجودگی کو محسوس کر رہا تھا۔ وہ مجھے یہاں تک پہنچانے کے بعد دوسرے معاملات میں مصروف ہو گیا تھا۔ دوسرے دن اماوس کی رات تھی۔ میری بلی چڑھائی جانے والی تھی۔ اس سے پہلے وہ دُرگا ماں کی پوجا پاٹ کر رہا تھا۔

میرے معاملے میں جو رکاوٹیں پیش آ رہی تھیں' انہیں دور کرنے کے لیے وہ دیوی ماں کو خوش کر رہا تھا۔ سات بکروں کی گردنیں اڑا کر اُن کے لہو سے اُس کی مورتی کو نہلا رہا تھا اور خود بھی لت پت ہو رہا تھا۔ اس کی بس ایک ہی تمنا تھی کہ جیوتی جیسی رکاوٹ دور ہو جائے اور وہ تانترک مہاراج کے قہر و غضب سے بھی محفوظ رہے۔ وہ بھنگ پی کر سنسکرت اور ہندی بھاشا میں نہ جانے کیا کچھ جھوم کر پڑھ رہا تھا۔

پوجا شروع کرنے سے پہلے اس نے جے اور بھنڈاری سے کہہ دیا تھا کہ وہ راا ایجنسی کے افسران کے علاوہ وقفے وقفے سے میرے اندر بھی جاتے آتے رہیں۔ فی الحال وہ اُن مسلح افراد پر نظر رکھے ہوئے تھے' جنہیں بنگلے کے باہر الرٹ کیا گیا تھا۔ وقتاً فوقتاً راا ایجنسی کے اعلیٰ افسران کے اندر بھی جا رہے تھے۔ دراصل یہ اندیشہ ان کے دماغوں سے نکل نہیں رہا تھا کہ وہ افسران بہت مکار ہیں۔ اچانک ہی انہیں کوئی دھوکا دے سکتے ہیں۔ کسی بھی مسلح شخص کو بنگلے کے اندر پہنچا کر میرا کام تمام کر سکتے ہیں پھر بعد میں وہ تینوں جنم ساتھی لکیر پیٹتے رہ جائیں گے۔

میں غسل کرتے کرتے ایکدم سے ٹھٹک گیا۔ دروازے پر دستک ہوئی تھی پھر نیہا کی آواز سنائی دی۔ ''فرہاد...! دروازہ کھولو۔''

میں نے کہا۔ ''تھوڑی دیر انتظار کرو۔ بس ابھی نہا کر نکلنے والا ہوں۔''

''نہیں۔ فوراً کھولو۔''

نہ جانے کیا ایمرجنسی ہو گئی تھی؟ میں نے شاور بند کر کے دروازے کو ایک ذرا سا کھولا پھر جھانک کر پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟''

میں سمجھ رہا تھا' کوئی پریشانی کی بات ہے۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی مگر وہاں تو میٹھی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس نے کمرے کے دروازے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''جب سے آئے ہو' تنہائی میں بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ممی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہیں۔ ابھی وہ نہانے گئیں تو میں یہاں چلی آئی۔ سوچا! جلدی جلدی دو چار باتیں ہی کر لوں۔''

میں نے کہا۔ ''اس کنڈیشن میں کیا باتیں ہوں گی؟ مجھے نہا کر لباس پہننے دو پھر آرام سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔''

''ارے نہیں پھر تو ممی آ جائیں گی۔''

میں نے بیزار ہو کر پوچھا۔ ''اچھا کہو۔ کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''دراصل ہم ماں بیٹی ایک دوسرے کو بہت چاہتی ہیں۔ بس ایک تمہارا معاملہ ایسا ہے' جس کی وجہ سے ہم دونوں میں ٹھن جاتی ہے۔ وہ تمہیں مجھ سے چھین لینا چاہتی ہیں۔ اس بڑھاپے میں تم سے بیاہ رچانا چاہتی ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ہاں۔ یہ تو سراسر بے وقوفی والی بات ہے۔ بھلا ایک بوڑھے شخص سے شادی کر کے کیا فائدہ ہوگا؟''

وہ جلدی سے بولی۔ ''میں تمہیں نہیں' اپنی ماں کو بوڑھی بول رہی ہوں۔''

''ہاں ٹھیک ہے لیکن میں بھی کون سا تگڑا جوان ہوں؟''

وہ معنی خیز انداز میں مسکرا کر بولی۔ ''ممی نے جو گولی تمہیں کھلائی ہے' اسے کھانے کے بعد تم خود کو بوڑھا کہہ تو سکتے ہو مگر محسوس نہیں کر سکتے۔ تمہارا بڑھاپا اب ہاتھی کا دانت بن کر رہ گیا ہے۔''

وہ سچ بول رہی تھی۔ میں اپنے اندر انقلابی تبدیلیاں محسوس کر رہا تھا۔ مجھے خاموش دیکھ کر اس نے پوچھا۔ ''بولو؟ کیا میں غلط بول رہی ہوں؟''

میں نے کہا۔ ''تم درست کہہ رہی ہو لیکن یہ توانائی میرے کسی کام نہیں آئے گی۔''

''آئے گی۔ ہم دونوں کے کام آئے گی۔ تم مجھ سے شادی کرو گے۔''

میں نے ٹھٹک کر پوچھا۔ ''شادی...؟ کیا پاگل ہوئی ہو؟ ایک تو میں تمہارے دادا کی عمر کا ہوں پھر یہ کہ صرف دو دنوں کا مہمان ہوں۔ کل اماوس کی رات تمہارے تینوں باپ دُرگا ماں کے چرنوں میں میرے لہو سے مجھے نہلانے والے ہیں۔''

''جانتی ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں کہ ایسا نہیں ہوگا۔''

''یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟''

''میرے نانا مہاراج بڑے مہا گیانی ہیں۔ میں اُن سے بات کروں گی۔ وہ میرے تینوں پتاؤں کو سمجھائیں گے۔ اگر وہ نہیں سمجھیں گے' نانا مہاراج کی مرضی کے خلاف چلیں گے تو دُرگا دیوی ان کی بھگتی کو سویکار نہیں کرے گی۔ ان کے کالے جادو سمیت انہیں مار ڈالے گی۔''

''یہ بات تو تمہاری ماں نے بھی اُن سے کہی تھی۔''

''پھر تو یقین کر لو تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ میری ماں دُرگا ماں کی پگلی ہے۔ بڑی شکتی مان ہے پھر نانا مہاراج کا آشرواد اُس کے ساتھ رہتا ہے۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''جو بات مجھے سمجھا رہی ہو' اُسے خود بھی سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر وہ ایسی ہی شکتی مان ہے تو پھر یہ سمجھ لو کہ میں تمہارے اُن تینوں پتاؤں سے بچ بھی گیا تو جیوتی سے نہیں بچ پاؤں گا۔ وہ عمر بھر کے لیے مجھے اپنانا چاہتی ہے۔''

وہ ذرا پریشانی سے بولی۔ ''یہی تو مشکل ہے۔ وہ ہر معاملے میں میری خوشیوں کا خیال رکھتی ہیں مگر تمہارے معاملے میں بہت خود غرض ہیں۔ میری خوشی کے لیے بھی تمہیں نہیں چھوڑیں گی۔''

''جب یہ یقین ہے تو پھر کیوں میرے بارے میں سوچ کر اپنا وقت برباد کر رہی ہو؟ تم حسین ہو' جوان ہو' ہزاروں نوجوان تم پر مرتے ہوں گے۔ کسی بھی ہم عمر کو پسند....''

وہ میری بات کاٹ کر بولی۔ ''ہاں۔ کسی بھی ہم عمر لڑکے کو پسند کر کے اس سے شادی کر سکتی ہو وغیرہ وغیرہ....''

وہ قریب آ کر دروازے پر ہاتھ رکھتے ہوئے میٹھے لہجے میں بولی۔ ''بے شک۔ مجھ پر ہزاروں نوجوان مرتے ہیں لیکن میں تم پر مرتی ہوں۔ یہ دل صرف تمہارے لیے دھڑکتا ہے اور اس کی ہر دھڑکن میں صرف تمہارا نام اُبھرتا ہے۔ اگر محبت کرنا یا نہ کرنا انسان کے بس میں ہوتا تو شاید میں اپنی ماں کی خوشی کے لیے تمہیں بھول جاتی۔''

میں جواباً کچھ کہنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت آہٹ سنائی دی۔ وہ فوراً ہی پلٹ کر جاتے ہوئے بولی۔ ''شاید وہ نہا کر نکل آئی ہیں۔ میں جاتی....''

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ جیوتی کھلے ہوئے دروازے پر دکھائی دے رہی تھی۔ بیٹی کو گھورتے ہوئے بولی۔ ''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟''

وہ تنک کر بولی۔ ''مہمان کی مہمانداری...! اپنی کہو! تم تو نہانے گئی تھیں مگر تمہارے یہ خشک بال بتا رہے ہیں کہ فرہاد کی وجہ سے تمہارا خون خشک ہو رہا ہے۔ بوڑھے دماغ کو یہ خوف لاحق ہے کہ کہیں جوانی بازی نہ لے جائے۔''

وہ غصے سے بولی۔ ''بکواس نہ کرو۔ یہاں کوئی کھیل نہیں کھیلا جا رہا ہے جو جیت جانے کی بات کر رہی ہو۔''

ماں بیٹی میں پھر سے ''تو تو میں میں'' شروع ہو گئی تھی۔ میں نے بیزار ہو کر واش روم کا دروازہ بند کر دیا۔ فی الحال یہ نہیں جانتا تھا کہ آئندہ میرے ساتھ کیا حالات پیش آنے والے ہیں؟ نہ جانے میں کب تک ان دونوں کے درمیان سینڈوچ بن کر رہنے والا تھا؟ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ دوسری رات یعنی اماوس کی رات وہ تینوں جنم ساتھی مجھے جیوتی سے چھین کر دُرگا ماں کے قدموں میں پہنچا سکیں گے یا نہیں...!

سونیا نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے بتایا تھا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے۔ ''ہم روحانی علوم میں مہارت رکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بھید کو اور اس کے بدلتے ہوئے فیصلوں کو سمجھ نہیں پاتے۔ اپنی محدود معلومات کے مطابق پیشگوئیاں کرتے ہیں' جو اکثر درست ہوتی ہیں اور کچھ تشنہ رہ جاتی ہیں۔ فرہاد کی وفات کے سلسلے میں میری پیشگوئی تشنہ رہے گی۔ مکمل نہیں ہو پائے گی۔''

انہوں نے واضح طور پر بشارت دے دی تھی کہ فی الحال میری موت ٹل گئی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی تازہ ترین پیشگوئی سے تو یہی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ تینوں جنم ساتھی میرے خلاف کچھ کر نہیں پائیں گے مگر اس ہونی اور

انہونی کے درمیان کیا کچھ ہونے والا تھا یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔

وہ تین جنم ساتھی ہی نہیں' را ایجنسی کے اعلیٰ افسران بھی میری تاک میں تھے۔ ان تینوں کے پاس ٹیلی پیتھی کے علاوہ کالے جادو کا ہتھیار تھا اور راوالوں کے پاس طاقت اور اقتدار تھا۔ میرے وہ سب ہی دشمن زبردست تھے اور قسمت نے جیسے مجھے ان کی گود میں لا کر بٹھا دیا تھا۔ فی الوقت بچاؤ کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اگر میں ایک طرف سے بچ بھی جاتا تو دوسری طرف سے پھنسنے والا تھا۔

اُدھر را ایجنسی کے افسران پر ایک ایک لمحہ بھاری پڑ رہا تھا۔ دیپک راٹھور نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔ ''پتا نہیں' وہ بڑھیا کب ہمارے نشانے پر آئے گی؟ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے' پریشانی بڑھتی جا رہی ہے۔ ایسا لگ رہا ہے' جیسے اس بنگلے کے اندر فرہاد اپنی سلامتی کے لیے راہیں ہموار کر رہا ہے۔''

بھنڈاری نے ایک اعلیٰ افسر کے ذریعے کہا۔ ''بے شک۔ وہ بنگلے کے اندر ہے۔ تمہاری نگروں سے اوجھل ہے۔ پر ہم سے اوجھل نہیں ہو سکتا۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس کے کھیالات پڑھ رہے ہیں۔ اس کے سگے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے اندر نہیں آ سکتے۔ اُس ٹیلی پیتھی کے شہنشاہ کے دماغ پر صرف اور صرف ہمارا راج ہے۔ پر یہ بات تم لوگوں کی بدھی میں بیٹھتی ہی نہیں ہے۔''

جے نے دوسرے افسر کے ذریعے کہا۔ ''اس سے تو یہی معلوم پڑتا ہے کہ تم کو ہماری ٹیلی پیتھی پر اور ہمارے کالے جادو کی تاکت پر بھروسا نہیں ہے۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''بھروسا ہے مگر فرہاد کا معاملہ ایسا ہے کہ ہم بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''اصل میں وہ تم لوگوں کے لیے آدمی نہیں ہے۔ ایک کھوف ہے' ڈر ہے' جو تم لوگوں کے دماگوں پر چھایا ہوا ہے اور یہ ڈر تب ہی تمہارے اندر سے نکلے گا' جب دُرگا ماں کے چرنوں میں اُس کی جان نکلے گی۔''

دیپک راٹھور نے کہا۔ ''ٹھیک کہتے ہو۔ شاید ہم اس سے خوفزدہ ہیں۔ یا شاید نہیں ہیں۔ اصل میں ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس بار کیا ہونے والا ہے؟''

جے نے کہا۔ ''وہ کوئی جن بھوت نہیں ہے۔ انسان ہے اور سب ہی جانتے ہیں' ہر انسان کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے اور اس کا وہ ایک دن کل پورا ہونے والا ہے۔''

دیپک راٹھور نے کہا۔ ''ماضی میں نہ جانے کتنی بار اُس پر جان لیوا حملے ہوتے رہے؟ دنیا بھر کی بڑی بڑی خطرناک تنظیموں نے اسے جہنم رسید کرنا چاہا۔ پوری انڈر ورلڈ مافیا اس کے پیچھے ہے۔ اس دنیا کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ انڈر ورلڈ مافیا جس کے پیچھے پڑ جاتی ہے' اسے کہیں پناہ نہیں ملتی۔ شکار پاتال میں جا کر بھی چھپ جائے' تب بھی وہ اپنے نام کی گولی سے بچ نہیں پاتا لیکن فرہاد کے ساتھ نہ جانے کیسی طاقتیں ہیں؟ وہ کیسا شکتی مان ہے کہ....''

بھنڈاری نے اس کی بات کاٹ کر ناگواری سے کہا۔ ''اسے شکتی مان کہہ کر ہمارا اپمان نہ کرو۔ وہ ایسا ہی شکتی والا ہوتا تو آج اس کا دماگ ہماری مٹھی میں نہ ہوتا۔ اصل میں وہ نونٹکی ہے۔ ایک دن معلوم ہوتا ہے' وہ مرنے والا ہے۔ پر دوسرے دن پتا چلتا ہے' وہ دشمنوں کے دماگوں میں گھس کر ان کے ہوش اڑا رہا ہے۔''

''ہاں۔ یہی تو ہوتا ہے۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''ہوتا نہیں ہے' ایسا دکھایا جاتا ہے۔ اب جرا میری بات دھیان سے سنو۔ ہم پھرہاد کے دماگ میں گئے تو ہم نے دیکھا' وہ بستر پر بیمار پڑا ہے۔ دماگ اتنا کمجور ہے کہ وہ آسانی سے ہمارا معمول بن گیا پھر ہم امریکی اکابرین کے پاس گئے تو معلوم ہوا' وہاں وہ بول رہا ہے۔ سپر پاور کو خوب چیلنج کر رہا ہے۔ جبکہ ہم جانتے تھے کہ وہ تو بولنے کے قابل بھی نہیں ہے۔ اس بیمار کے دماگ نے ہم کو بتایا کہ بیٹے نے باپ کہ جگہ سنبھال رکھی ہے۔ اگر نہ جانتے ہوتے تو کیا سمجھتے....؟''

وہ تمام افسران بڑی توجہ سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ ایک اعلیٰ افسر نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ ''بے شک۔ یہی سمجھتے کہ فرہاد اکابرین کے درمیان پہنچا ہوا ہے۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''ہاں۔ اب تم لوگوں کی سمجھ میں آئی اس کی نونٹکی...؟ وہ جب گھائل ہو کر میدان میں گرتا ہے یا بیمار ہوتا ہے تو اپنی کسی ڈمی کو منظر عام پر لے آتا ہے۔ اس طرح تم جیسے سب ہی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پھرہاد کے پاس نہ جانے کیسی شکتی ہے؟ وہ مرتے مرتے بھی نہیں مرتا۔''

دیپک راٹھور نے قائل ہو کر کہا۔ ''تم درست کہتے ہو۔''

''ارے ہم بھول چوک کرتے ہی کب ہیں؟ جب بولتے ہیں' بالکل ٹھیک بولتے ہیں۔''

ایک افسر نے کچھ سوچ کر بھنڈاری سے کہا۔ ''ہم احمقوں کی طرح جیوتی کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہمارا وقت برباد ہو رہا ہے۔ کیا تم اسے غائب دماغ بنا کر ہمارے نشانے پر نہیں لا سکتے؟''

دیپک راٹھور نے قائل ہو کر کہا۔ ''ہاں۔ تم لوگ یہ کر سکتے ہو۔''

وہ بولا۔ ''اگر ایسا کچھ کر سکتے ہوتے تو دہلی ائیر پورٹ پر ہی اسے پھر باد سے دور کر دیا جاتا۔ ہم اس کے دماگ کو جکڑ کے اپنی من مانی کرنا چاہیں گے تو تانترک مہاراج کو کھبر ہو جائے گی۔ جبکہ ہم کبھی بھی مہاراج کی دشمنی مول لینا نہیں چاہتے۔ اسی لیے تو آج تک ہم اس عورت سے کتراتے رہے ہیں۔''

وہاں ان کے درمیان مذاکرات ہو رہے تھے اور یہاں ماں بیٹی کے درمیان سرد جنگ چل رہی تھی۔ مجھے آرام کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن میں نے ان سے ذرا دیر نجات پانے کے لیے کہا تھا کہ آرام کرنا چاہتا ہوں۔ دراصل میں اپنے اندر کی بدلتی ہوئی کیفیت کو سمجھنا چاہتا تھا۔

یہ بھی آزمانا چاہتا تھا کہ مجھے جو توانائی مل رہی ہے' اس کے نتیجے میں میرا ذہن کس حد تک صحت مند ہوا ہے؟ کیا میں خیال خوانی کی پرواز کر سکوں گا؟ یہ تو اچھی طرح جانتا تھا کہ ان جنم ساتھیوں کا معمول اور تابعدار ہوں۔ ان کی مرضی کے خلاف کچھ کر نہیں پاؤں گا۔ تقریباً میری پوری زندگی خیال خوانی کرتے ہوئے گزری ہے۔ یہ صلاحیت جیسے میری رگوں میں لہو کی طرح دوڑتی رہتی ہے۔ ایک ذرا توانائی ملتے ہی جی چاہتا ہے' خیال خوانی کی قلانچیں بھرنے لگوں۔ اس وقت بھی میری کچھ ایسی ہی حالت تھی۔

میں نے اپنی بیماری کی ابتدا میں کئی بار خیال خوانی کی کوششیں کیں۔ کامیاب بھی ہوتا رہا اور ناکام ہو کر ہانپتا بھی رہا مگر ان لمحات میں یقین ہو رہا تھا کہ جسم کے ساتھ ساتھ دماغ بھی توانا ہو گیا ہے' لہٰذا خیال خوانی کی اڑان بھرنے میں رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔ بس وہ تینوں جنم ساتھی ہی رکاوٹ بننے والے تھے پھر بھی دل کہہ رہا تھا کہ کوشش کرو..... آزما کر تو دیکھو...!

ان ماں بیٹی نے میری مرضی کے مطابق مجھے تنہا چھوڑ دیا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک ٹہلتا رہا پھر ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ گیا۔ سب سے پہلے سونیا سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ میں اچانک اور غیر متوقع طور پر شاہدرہ والے مکان سے غائب ہو گیا تھا۔ وہ یقیناً پریشان ہو رہی ہوگی۔ میں اسے اپنے حالات سے باخبر کرنا چاہتا تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لی پھر اس کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی چھلانگ لگانی چاہی مگر حیران رہ گیا۔ ایک ایسی انہونی ہو گئی' جس کے بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ یا حیرت....! وہ سونیا' جو میری جانِ حیات تھی' میری دھڑکن تھی' مجھے اس کا لب و لہجہ یاد نہیں آ رہا تھا۔

''یا خدا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے اپنے ماضی کی ایک ایک بات یاد ہے۔ بابا صاحب کا ادارہ' وہاں کے لوگ' میرے بچے' بچوں کے بچے' دوست' دشمن سب ہی تو یاد ہیں پھر سونیا کی آواز اور لب و لہجہ کیوں یاد نہیں آ رہا ہے؟''

میں نے کبریا کے اندر پہنچنا چاہا تو معلوم ہوا' اس کا لب و لہجہ بھی بھول چکا ہوں۔ میں نے باری باری اپنی فیملی کے ایک ایک فرد کے اندر پہنچنا چاہا مگر خیال خوانی کی اڑان بھرنے سے پہلے ہی ناکامی ہوتی رہی۔ میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ ذہنی اور جسمانی توانائی حاصل کرنے کے باوجود خود کو بے دست و پا محسوس کر رہا تھا۔

ایسے ہی وقت میرے دماغ میں بھنڈاری کا قہقہہ گونجا۔ میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ساری بات سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''کیا ہوا پھرہاد جی! ایک جرا توانائی ملتے ہی اپنی اوقات بھول گئے؟ کھد کو پاور پھل سمجھنے لگے۔ کیا سمجھ رہے تھے؟ ہم تمہاری طرف سے بے پرواہ ہو گئے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کی اڑان بھرنا چاہتے تھے۔ پھڑ پھڑا کر رہ گئے ناں....؟''

میں نے جواباً کچھ نہ کہا۔ وہ بولا۔ ''ہاں بھئی! ٹیلی پیتھی کے شہنشاہ کہلاتے تھے۔ راج پاٹ کا نشہ اور گھمنڈ اترتے اترتے اترے گا۔ جب بندروں کی طرح چھلانگیں لگاتے رہو گے اور کسی دماگ کی ڈال پر لنک نہیں پاؤ گے' تب وشواس ہوگا کہ ہیرو سے جیرو ہو چکے ہو۔''

وہ مجھ سے بول رہا تھا۔ ایسے ہی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ وہ ہنس کر بولا۔ ''لو آ گئی جیوتی... تمہاری جوت جگانے...''

میں نے کہا۔ ''بہت ہی بے غیرت آدمی ہو۔ تمہاری بیوی اور بیٹی میرے لیے چل رہی ہیں' مجھے حاصل کرنے کے لیے لڑ رہی ہیں اور تم تماشا دیکھ رہے ہو؟''

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ جیوتی نے دروازہ کھول کر جھانکتے ہوئے کہا۔ ''ارے... تم سوئے نہیں؟''

وہ دروازے کو پوری طرح کھولتی ہوئی اندر آ گئی۔ ''تم نے تو کہا تھا' آرام کرنا چاہتے ہو پھر یہاں کیوں بیٹھے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''ضروری تو نہیں کہ بستر پر لیٹ کر ہی آرام کیا جائے۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''ویسے بھی تم نے جو گولی کھائی ہے' وہ تمہیں آرام سے لیٹنے نہیں دے گی۔''

نیہا نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ''تم نے کہا تھا' فرہاد کو آرام کرنا ہے۔ اسے ڈسٹرب نہ کروں۔ مجھے منع کر کے خود کیوں یہاں پہنچی ہوئی ہو؟''

وہ اسے ڈپٹ کر بولی۔ ''میری اماں نہ بنو۔''

''تم اماں والے کام کرو تو مجھے کیوں اماں بننا پڑے؟''

''اماں والے کام ہی تو کر رہی ہوں۔ تمہارے لیے ایک نیا پتا گھر لے کر آئی ہوں۔ جوان جہان بیٹی کا ساتھ ہے۔ اس گھر کے لیے ایک مرد کی ضرورت تھی۔''

''ایک مرد کی ضرورت جمائی کی صورت میں بھی پوری ہو سکتی ہے۔''

جیوتی نے پاؤں پٹخ کر کہا۔ ''میں پچھلے پندرہ برسوں سے اس کے نام کی مالا جپتی رہی ہوں۔ یہ میرے من مندر میں دیوتا سمان سجا رہتا ہے۔ میں نے دن رات اس کی پوجا کی ہے۔ اتنی تپسیا کے اور انتظار کے بعد یہ مجھے مل رہا ہے۔ میں اسے کھونے نہیں دوں گی۔''

میں سر تھامے چپ چاپ بیٹھا ہوا تھا۔ نیہا نے کہا۔ ''میں بھی جب سے جوان ہوئی ہوں' صرف اسی کے سپنے دیکھتی رہی ہوں۔ میرے من کے درپن میں سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہے۔ اگر تم یہ دعویٰ کرتی ہو کہ تمہاری محبت پندرہ برس پرانی ہے تو اس کا بھی حساب دو کہ پندرہ برس پہلے تمہارے من مندر میں کون سا دیوتا سجا رہتا تھا' جس کی پوجا کرتی رہی ہو اور مالا جپتی رہی ہو؟''

اس نے بیٹی کو گھور کر دیکھا۔ وہ بولی۔ ''ارے تم نے ایک کو نہیں' تین تین مردوں کو اپنا دیوتا بنا رکھا تھا اور اب فرہاد پر ڈورے ڈال رہی ہو۔ جبکہ میں کوری کنواری ہوں۔ میرے جیون میں اب تک کوئی مرد نہیں آیا ہے۔ ایک یہ فرہاد ہی ہے۔ کیا بیٹی کی پہلی اور آخری محبت سمجھ کر اسے چھوڑ نہیں سکتیں؟''

وہ غصے سے بولی۔ ''منہ سنبھال کے بات کرو۔ جے بلرام بھنڈاری تمہارے پتا ہیں اور یہ بات تم جانتی ہو کہ وہ تین الگ الگ نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ہی آتما کے تین روپ ہیں۔''

''وہ ایک ہوں یا تین... مگر عورت کے جیون میں بس ایک ہی مرد اس کے من مندر کا دیوتا بننے آتا ہے۔''

وہ تیز لہجے میں بولی۔ ''تم پھرہاد کے سامنے میرے کو گرانا چاہتی ہو۔ میرے کو سیکنڈ ہینڈ جتا کر اپنی اہمیت جتانا چاہتی ہو۔''

''تم میری ماں ہو۔ میں تو کبھی سپنے میں بھی ایسا نہیں سوچ سکتی۔ میں تو صرف تمہیں سمجھا رہی ہوں۔''

''میرے کو سمجھانے کے بجائے' اپنے آپ کو سمجھاؤ۔ ماں سے ہٹ دھرمی نہ کرو۔''

نیہا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میرا پیار' میری ضد فرہاد ہے۔''

جیوتی جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اُن کی تکرار سے تنگ آ چکا تھا۔ میں نے تیز لہجے میں کہا۔ ''تمہیں تمہارے بھگوان کا واسطہ... چپ ہو جاؤ۔ یہ کیسی چاہت ہے؟ کیسی محبت ہے؟ تم ایک بیٹی کی ماں ہو۔ میری بھی جوان اولادیں ہیں۔ اولادوں کی بھی اولادیں ہو چکی ہیں۔ میں دادا اور نانا بن چکا ہوں۔ ہم عمر کے جس دور سے گزر رہے ہیں' جن رشتوں کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا ان رشتوں کا تقدس' ان کا احترام ہمیں اجازت دیتا ہے کہ ہم جوانوں جیسی جذباتی محبت کریں؟''

وہ بولی۔ ''لیکن محبت تو کی نہیں جاتی۔ ہو جاتی ہے۔''

''بے شک۔ میں اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں لیکن اس بات کو ذرا اس طرح سمجھو کہ جب کسی کو شوگر کی بیماری ہوتی ہے تو وہ چینی سے پرہیز کرنے لگتا ہے۔ جبکہ اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ میٹھی چیزیں کھاتا رہے۔''

وہ جلدی سے بولی۔ ''میرے کو سوگر نہیں ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ہم دونوں کو شوگر نہیں ہے لیکن ہمیں ایک دائمی بیماری لگ چکی ہے۔ اور اس بیماری کا نام بڑھاپا ہے اور بڑھاپا مستقل پرہیز ہے۔ دل جوان ہو تو اس عمر میں بھی بہت کچھ کرنے کو جی کرتا ہے لیکن ہماری تہذیب اور عمر کا بھرم ہمیں روکتا ہے۔ تب ہم پرہیز کرتے ہیں۔ اپنی نفسانی خواہشات کو پرے دھکیل کر اپنی عمر کے حساب سے زندگی گزارتے ہیں۔ ورنہ تماشا بن جاتے ہیں۔''

نیہا نے ماں کو دیکھا پھر کہا۔ ''شاید میری باتیں تمہاری سمجھ میں نہ آتی ہوں لیکن اب فرہاد سمجھا رہے ہیں تو میرا خیال ہے' سمجھ رہی ہو گی۔''

میں نے نیہا سے کہا۔ ''میں صرف تمہاری ماں کو نہیں' تمہیں بھی سمجھا رہا ہوں۔ اپنے جذبات کو اور اپنی محبت کو کسی جوان محبوب کے لیے سنبھال کر رکھو۔''

وہ بولی۔ ''ماں سے پوچھ لو! میں نے اپنے آپ کو صرف تمہارے لیے سنبھال کے رکھا ہے۔ میں تمہیں اپنی زندگی میں لاؤں گی۔ ورنہ کسی کی زندگی میں نہیں جاؤں گی۔''

''تم بھی اپنی ماں کی طرح ضد کر رہی ہو۔''

''تم اسے کچھ بھی سمجھو لیکن میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ تم سے محبت کر رہی ہوں اور آخری سانس تک کرتی رہوں گی۔''

میں نے کہا۔ ''میری سانسیں تو کل پوری ہونے والی ہیں۔''

''یہ تم سمجھ رہے ہو۔''

''مجھے تو سمجھنا ہوگا۔ کیونکہ میرے حالات یہی سمجھا رہے ہیں۔''

''ہونی کو انہونی اور انہونی کو ہونی ہوتے دیر نہیں لگتی۔''

میں نے کہا۔ ''فی الحال مسئلہ میری موت کا نہیں ہے۔ تم دونوں کی زندگی کا ہے۔ جیوتی نے محبت کرنے کے لیے وقت کا انتخاب درست نہیں کیا اور تم نے محبوب کا...''

جیوتی بڑی دیر سے چپ تھی۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''ہم ماں بیٹی معلوم نہیں کتنے سالوں سے تمہارے لیے لڑتی آرہی ہیں اور نہ جانے کب تک لڑتی رہیں گی؟''

میں نے کہا۔ ''اب اس لڑائی کو ختم کردو۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''تم ہماری وہ جنگ ہو' جس کا کوئی انت نہیں ہے۔''

''کرنا چاہو گی تو اختتام ہو جائے گا۔''

وہ الجھ کر بولی۔ ''کھالی میرے کو کیوں سمجھا رہے ہو؟ اِس کو بھی سمجھاؤ ناں...''

''میں دونوں کو سمجھا رہا ہوں۔''

نیہا نے ایک ذرا ادا سے بل کھا کر منہ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''میں نہیں سمجھوں گی۔''

جیوتی نے پاؤں پٹخ کر اس کی طرف سے منہ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''تو میں بھی نہیں سمجھوں گی۔''

میں نے جھنجلا کر انہیں دیکھا پھر کہا۔ ''پتا نہیں' تم دونوں کون سی محبت کا دعویٰ کرتی ہو؟ میں اپنے سنگین معاملات میں الجھا ہوا ہوں۔ دشمن میرے اندر پہنچ کر مجھے موت کی دہلیز تک لے جا رہے ہیں اور تم دونوں محبت و عشق کے چکر میں پڑی ہوئی ہو۔ میرے حالات کو سمجھنے کے بجائے مجھے مزید الجھا رہی ہو۔''

نیہا نے کہا۔ ''تم پریشان مت ہو۔ میرے نانا مہاراج سارا معاملہ سنبھال لیں گے۔''

جیوتی نے جلدی سے کہا۔ ''وہ تمہارے نانا بعد میں اور میرے پتا پہلے ہیں۔''

پھر وہ میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''تم چنتا نہ کرو۔ پتا جی ابھی دھیان گیان میں لگے ہوئے ہیں۔ آدھی رات کے بعد میں اُن سے بات کروں گی۔''

نیہا نے کہا۔ ''میں بھی کروں گی۔''

میں نے بیزار ہو کر انہیں دیکھا۔ جیوتی نے کہا۔ ''میں تمہارے حالات کو سمجھ رہی ہوں۔ پر دل کو کیسے سمجھاؤں؟ کل رات تم کو نیا جیون ملے گا۔ میں چاہتی ہوں' مم...''

اس نے کن انکھیوں سے بیٹی کو دیکھا پھر کہا۔ ''میں چاہتی ہوں۔ میں بھی تم کو مل جاؤں۔''

نیہا نے تقریباً چلا کر کہا۔ ''نہیں۔ فرہاد ایسا نہیں کرے گا۔''

میں نے کہا۔ ''میں واقعی ایسا نہیں کروں گا۔ شاید میری باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئی ہیں۔ میری پہلے ہی دو بیویاں ہیں اور میں ان کے ساتھ بہت خوش ہوں۔''

جیوتی نے کہا۔ ''میں بھی تم کو بہت سارا سکھ دوں گی اور دو ہیں تو کیا ہوا؟ تم لوگوں کے دین نے تو مردوں کو چار چار بیاہ رچانے کی آجادی دے رکھی ہے۔''

نیہا نے کہا۔ ''اور اس کی تیسری دھرم پتنی میں بنوں گی۔''

اس نے بیٹی کو گھورا۔ میں نے نیہا کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ''خدا کے لیے... مجھے بخش دو۔ ایسی باتیں نہ کرو۔''

جیوتی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ''تم اس کی باتوں پر دھیان نہ دو۔ یہ تو نادان ہے۔''

وہ جھٹ سے بولی۔ ''اور تم سمجھدار ہو کے نادانی کی باتیں کر رہی ہو۔ یہ تم سے شادی نہیں کرے گا۔''

''میں کسی سے بھی شادی نہیں کروں گا۔''

جیوتی نے سوچنے کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ''کسی ایک سے تو کرنی پڑے گی۔ اگر میں تم کو بولوں کہ ہم میں سے کسی ایک کو چن لو تو...؟''

نیہا نے ٹھٹک کر ماں کو دیکھا پھر سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔ ''مجھے کسی الجھن میں نہ ڈالو۔''

''میں تو تم کو الجھن سے نکال رہی ہوں۔ اگر تم نے کوئی پھیسلہ نہ کیا تو ہم اسی طرح لڑتی جھگڑتی رہیں گی۔''

میں نے کہا۔ ''تکلندی سے آپس میں صلح کرلو۔''

اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ ''صلح کا تو بس ایک ہی راستہ ہے۔''

اس نے گریبان سے ہاتھ نکال کر میرے سامنے کیا۔ کھلی ہوئی ہتھیلی پر سندور کی ڈبیا رکھی ہوئی تھی۔ نیہا نے حیران ہو کر ڈبیا کو دیکھا۔ جیوتی نے مجھ سے کہا۔ ''ابھی اسی سے ہم میں سے کسی کی بھی مانگ بھر کے اسے اپنی دھرم پتنی سویکار کرو۔''

میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ ''یہ کیا مذاق ہے؟''

''یہ کوئی دل لگی نہیں ہے۔ دل کی لگی ہے۔''

نیہا کسی الجھن میں مبتلا تھی۔ اپنی ہتھیلیاں رگڑ رہی تھی۔ مجھے ایسے دیکھ رہی تھی' جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو' یا پھر نگاہوں ہی نگاہوں میں سمجھانا چاہتی ہو کہ میں چٹکی بھر سندور سے اس کی مانگ نہ سجا دوں۔ جیوتی نے کہا۔ ''سوچتے کیا ہو؟ لو سندور اور کسی ایک کی مانگ کو سجا دو۔''

میں تذبذب میں تھا۔ ''تم دونوں بہت اچھی ہو۔ میری سلامتی چاہتی ہو۔''

''اچھی تو ہم ہیں۔ تمہاری سلامتی بھی چاہتی ہیں۔''

''دراصل۔ میں کسی کا دل دُکھانا نہیں چاہتا۔''

جیوتی نے بیٹی کی طرف دیکھا پھر ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''کسی ایک کے دل کو تو درد سہنا ہی ہوگا۔''

میں نے پوچھا۔ ''یہ زبردستی کا بندھن کیا ضروری ہے؟''

''بہت جروری ہے۔ سمے برباد نہ کرو۔ میرے پتا مہاراج نے کہا ہے' تم مجھ سے شادی کروگے تو ان کے داماد بنو گے۔ نیہا سے کرو گے تو نواسے داماد کہلاؤ گے۔ ہر طرح سے ان کے رشتے دار بن جاؤ گے پھر وہ بھی تمہاری بلی نہیں چڑھانے دیں گے۔''

نیہا نے کہا۔ ''میرے پتا جے بلرام بھنڈاری اتنے شکتی والے ہیں کہ انہیں نانا مہاراج ہی روک سکتے ہیں۔ ورنہ تمہیں دنیا کی کوئی طاقت بچا نہیں سکے گی۔''

جیوتی نے کہا۔ ''تم یہ دیکھ رہے ہو' ہم ماں بیٹی تمہارے پیچھے پڑ گئی ہیں مگر تم بھی اپنی سلامتی کو سمجھو۔ ہم سے رشتہ جوڑ کے ہی ہمارے ساتھ لمبی جندگی بتا سکو گے۔''

میں نے پریشان ہو کر نیہا کو دیکھا۔ عجیب الجھن تھی۔ میں نہ تو نیہا کو اپنانا چاہتا تھا اور نہ ہی جیوتی کو... ان کے کہنے کے مطابق تانترک مہاراج کا رشتہ دار بن کر ہی مجھے سلامتی مل سکتی تھی لیکن میرا ایمان ہے کہ مجھے بچانے والا صرف میرا خدا ہے اور وہی مجھے سلامتی دے گا۔

ابھی میں یہ نہیں جانتا تھا کہ آئندہ میرے حالات مجھے کہاں سے کہاں پہنچانے والے تھے؟ کیسے خارزار راستوں پر بھٹکانے والے تھے؟ فی الحال میرا مستقبل اندھیرے میں تھا۔ یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کل رات کے بعد زندگی کا سورج دیکھ بھی پاؤں گا یا نہیں؟ ایسے میں کوئی بھی نیا رشتہ قائم کرنا سراسر بیوقوفی ہوتی۔ بلکہ میرے لیے تو ناممکن تھا مگر وہ ماں بیٹی تو ناممکن کو ممکن بنانے پر تلی ہوئی تھیں۔

نیہا نے کہا۔ ''ماں جی ٹھیک کہہ رہی ہیں فرہاد! تم ہی ہمارے جھگڑے کا درست فیصلہ کرسکتے ہو۔''

''میرا تو یہی فیصلہ ہے کہ تم دونوں مجھے بھول جاؤ۔''

نیہا نے کہا۔ ''ایسی بات نہ کرو جو ناممکن ہو۔''

جیوتی نے بیٹی کو دیکھا پھر سندور کی ڈبیا میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔ ''ارے۔ میرے کو تو دھیان ہی نہ رہا۔ میں اپنے لیے ایک لال چنریا لائی تھی۔ سوچا تھا' سہاگن بننے سے اوڑھوں گی۔ تمہارے سامنے گھونگٹ نکالوں گی۔ وہ الماری میں رکھی ہے۔ ابھی لائی۔ بس ابھی گئی اور ابھی آئی۔''

وہ پلٹ کر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

نیہا نے فوراً ہی قریب آکر میرا ہاتھ تھام کر کہا۔ ''فرہاد! بھگوان کے لیے مجھے اپنا لو۔ میں تمہاری داسی بن کے رہوں گی۔ میری ماں آدھی سے زیادہ عمر گزار چکی ہے۔ اس نے محبت بھی کی اور ایک سہاگن کی خوشیاں بھی حاصل کرتی رہی اور میں نے....''

میں نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا۔ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔ ''میں نے اب تک محبت کی اور محبوب کی خوشیوں کو محسوس تو کیا ہے مگر کبھی ان مسرتوں کو حاصل نہ کرسکی۔ ہر لڑکی کے دل میں ارمان ہوتے ہیں کہ وہ چاہی جائے۔ دل سے چاہی جائے۔ میں نے تمہیں چاہا۔ تم ہی کو اپنا محبوب مانا مگر اتنے دل سے' اتنی لگن سے چاہنے کے باوجود آج تمہارے سامنے آنے کے بعد بھی تمہاری چاہت کے لیے ترس رہی ہوں۔ صرف اس لیے کہ مجھے پیدا کرنے والی ماں میری خوشیوں میں رکاوٹ بن رہی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''بات یہ نہیں ہے۔ تم میرے حالات جانتی ہو پھر میری اور اپنی عمر کے فرق کو سمجھو۔ میں.....''

وہ میری بات کاٹ کر بولی۔ ''عمر کا فرق نہ سمجھاؤ۔ میں نے ان چند گھنٹوں کی ملاقات میں تمہاری آنکھوں کو پڑھا ہے۔ تمہارے ایک ایک انداز کو سمجھتی رہی ہوں۔ اگر کسی کو پانے کی تمنا کا حساب عمر سے ہوتا تو تم بھی مجھے ایسی نظروں سے نہ دیکھتے۔''

میں نے ہچکچا کر اسے دیکھا پھر پوچھا۔ ''کیسی نظروں سے؟''

وہ میرے ہاتھ کو تھام کر بولی۔ ''تم بظاہر بوڑھے ہو مگر یہ نگاہیں بتاتی ہیں کہ تمہارے اندر خواہشیں جوان ہیں۔ میں نے ان نگاہوں میں اپنی ماں کے لیے بیزاری بھی دیکھی ہے۔ اتنا تو سمجھتی ہوں کہ مرد بڑھاپے میں بھی باسی ہانڈی چکھنا نہیں چاہتا۔ بولو! کیا میرا اندازہ غلط ہے؟''

میں نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔ ''بے شک۔ تم سچ بول رہی ہو مگر اُن الفاظ کو بھی یاد کرو جو ابھی میں نے تمہاری ماں سے کہے کہ دل جوان ہو تو بڑھاپے میں بھی بہت کچھ کرنے کو جی کرتا ہے لیکن ہماری تہذیب اور عمر کا بھرم ہمیں روکتا ہے۔''

''میں تمہاری ہسٹری جانتی ہوں۔ تم وہ شخص ہو' جو اپنے معاملات میں بھی کسی کے روکے سے نہیں رکتے۔ ہاں قدرت رکاوٹ پیدا کردے تو اور بات ہے۔ تم نے اپنی

زندگی میں سیکڑوں من مانیاں کی ہیں۔ کبھی کسی کی پروا نہیں کی۔ آج بھی نہ کرو۔ مت سوچو کہ تم بوڑھے ہو۔ دادا اور نانا بن چکے ہو۔ صرف اتنا دیکھو اور سمجھو کہ یہ نیہا تمہیں چاہتی ہے۔ اگر بھگوان مجھے اس وقت تم سے ملواتا' جب تم بستر مرگ پر ہوتے' میں تب بھی تمہیں اپنا لیتی۔''

جیوتی اب تک واپس نہیں آئی تھی۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا پھر کہا۔ ''بھگوان ہمیں موقع دے رہا ہے۔ چٹکی بھر سندور سے میری مانگ سجا دو۔ مجھے اپنا بنا لو... پلیز۔ فرہاد!''

میں نے سوچتی ہوئی نظروں سے دروازے کو دیکھا۔ وہ میرے اور قریب ہو کر بولی۔ ''کاش! میری ماں خوشی خوشی تمہیں میری جھولی میں ڈال دیتی۔ مجھے اس کا آشرواد نصیب ہوتا لیکن میں اس معاملے میں بدقسمت ہوں۔ مجھے اپنا کر خوش قسمت بنا دو۔ مجھے اپنا بنا کر خوش قسمت بنا دو۔''

جیوتی کہاں تھی؟ وہ جیوتی جو ایک پل کے لیے بھی مجھے اپنی بیٹی کے پاس تنہا چھوڑنا نہیں چاہتی تھی' سندور کی ڈبیا تھما کر کہاں چلی گئی تھی؟ اور گئی تھی تو اب تک لوٹی کیوں نہیں تھی؟

وہ لوٹتی کیسے.....؟ کمرے سے نکلتے ہی اس کے قدم جم گئے تھے۔ خود غرضی کتنی ہی خودسر کیوں نہ ہو جائے' ممتا سے جیت نہیں سکتی۔ اس کمرے کے باہر اس کے اندر کی عورت ہار رہی تھی۔ ایک ماں بازی لے جا رہی تھی۔

نیہا کی آواز اس کے کانوں تک پہنچ رہی تھی مگر وہ آواز جوان نہیں تھی۔ ایسا لگ رہا تھا' ایک معصوم سی بچی جو بول بھی نہیں سکتی تھی' ماں کے سینے پر منہ مار کر سمجھا رہی تھی۔ ''میں جنم جنم کی پیاسی تم نے کیسا دودھ پلایا ہے کہ تمہاری ممتا ادھوری رہ گئی ہے۔ ممتا کا یہ آخری گھونٹ پلا کر اور اپنا حق ادا کر دو۔''

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ بچہ کوئی خواہش ظاہر کرے اور ماں سنی ان سنی کر دے' ایسا تو کبھی ہو نہیں سکتا۔ وہ ممتا کی ماری تو اپنی جان کو مار کر بھی اولاد کی خوشیاں پوری کرتی ہے اور اسے تو صرف اپنے دل کو مارنا تھا۔ خود کو میرے حصول سے باز رکھنا تھا۔ بے شک یہ ایک مشکل مرحلہ تھا۔

نیہا کی یہ بات سنتے ہی اس کے دل پر گھونسا سا لگا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا۔ ''فرہاد میں تمہارے سامنے آنے کے بعد بھی تمہاری چاہت کے لیے ترس رہی ہوں۔ صرف اس لیے کہ مجھے پیدا کرنے والی ماں میری خوشیوں میں رکاوٹ بن رہی ہے۔''

جیوتی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ وہ آنسو اس لیے نہیں تھے کہ بیٹی اس کی برائی کر رہی ہے۔ بلکہ یہ سوچ کر کلیجا پھٹ رہا تھا کہ جس بیٹی کی پیدائش کے لیے اس نے منتیں مانی تھیں' ماں بننے کی خوشی حاصل کرنے کے لیے مندر میں جا کر دن رات پوجا پاٹ کی تھی' اب اسی اولاد کی خوشیوں میں رکاوٹ بن رہی تھی۔

اس کے اندر کا کرب ہچکیاں اور آہیں بن کر اُبلنے والا تھا۔ اس نے فوراً ہی ساڑھی کا آنچل منہ میں ٹھونس لیا۔ بیٹی کی آواز مستقل اس کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ وہ مجھ سے بول رہی تھی۔ ''کاش! میری ماں خوشی خوشی تمہیں میری جھولی میں ڈال دیتی۔ مجھے اس کا آشرواد نصیب ہوتا لیکن میں اس معاملے میں بدقسمت ہوں۔ مجھے اپنا کر خوش قسمت بنا دو۔''

جیوتی نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے کمرے کے دروازے کو دیکھا۔ دل ہی دل میں کہا۔ ''میرا آشرواد تیرے ساتھ ہے میری بچی! تُو بدقسمت نہیں ہے بیٹی... تیری ماں بدقسمتی کو تیرے پاس بھی پھٹکنے نہیں دے گی۔ کبھی نہیں.... پھر ہاد! میری بیٹی کی مانگ سجا دو۔ سجا دو اس کی مانگ.... میں رکاوٹ نہیں بنوں گی۔''

وہ روتی ہوئی' ساڑھی کے آنچل سے چہرے کو پونچھتی ہوئی باہر آ گئی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ انہی لمحات میں ماں ہو کر سوچ رہی تھی۔ اب سے پہلے بھی وقتاً فوقتاً ایک ماں کا ضمیر اسے جھنجوڑتا رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سمجھاتی رہی تھی۔ ''نیہا بچی ہے۔ پھر ہاد کو کھلونے کی طرح مانگ رہی ہے۔ میں جلد ہی اسے کسی دوسرے کھلونے سے بہلا لوں گی۔''

مگر وہ ناکام ہو رہی تھی۔ بیٹی کی ضد سمجھ رہی تھی کہ وہ بچی نہیں رہی ہے۔ اس کا مطالبہ ایک جوان بیٹی کا مطالبہ ہے اور وہ جوان مچلتی ہوئی خواہشوں کو بوڑھے ہاتھوں سے تھپک تھپک کر سلا نہیں سکے گی۔

اور یہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے' بڑھاپے کو جوانی کے سامنے ہارنا ہی پڑتا ہے۔ وہ سوچتی ہوئی برآمدے کی سیڑھیاں اترتی ہوئی لان کی طرف جا رہی تھی۔ باہر تازہ ہوا کے جھونکے اچھے لگ رہے تھے۔ اسے تھپک تھپک کر جگا رہے تھے اور اس کی ہوس کو سلا رہے۔

مگر افسوس... وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس چار دیواری کے باہر موت اس کی منتظر ہے۔ اس کی بھیگی ہوئی آنکھوں میں بیٹی کی سندور بھری مانگ تھی۔ وہ دلہن بنی ہوئی تھی۔ چہرے سے سہاگ کی خوشیاں پھوٹ رہی تھیں۔ وہ خیال ہی خیال میں بیٹی کی بلائیں لے رہی تھی' اسے عمر بھر سہاگن رہنے کی دعائیں دے رہی تھی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ دعائیں دینے والی کی اپنی زندگی قدم بہ قدم موت کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔

دوسری طرف انتظار ختم ہو گیا تھا۔ را ایجنسی کے مسلح ماتحت الرٹ ہو گئے تھے۔ ہتھیاروں کے سیفٹی کیچ ہٹا دیے گئے تھے۔ وہ مسلح ماتحت اس بنگلے کے آس پاس کی عمارتوں میں چھپے ہوئے تھے۔ دیپک راٹھور نے سب کو ہدایات جاری کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ نہ سوچنا کہ وہ ایک تنہا عورت ہے۔ دو چار فائر کرتے ہی نرک میں پہنچ جائے گی۔ اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دو۔ کسی بھی صورت اسے بچنا نہیں چاہیے۔''

اور پھر یہی ہوا۔ لان میں پہنچتے ہی تین اطراف سے اس پر اندھا دھند فائرنگ شروع ہو گئی۔ اسے کچھ سوچنے سمجھنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ دشمنوں نے اسے بھون ڈالا۔ وہ تو پہلی ہی گولی میں ڈھے گئی تھی مگر آرڈر تھے کہ گولیاں ضائع ہو جائیں لیکن موقع ضائع نہیں ہونا چاہیے۔

بنگلے کے اندر میں اور نیہا ایسی طوفانی فائرنگ پر چونک گئے تھے۔ نیہا کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ ماں کو آواز دیتی ہوئی باہر جانا چاہتی تھی۔ میں نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچ لیا۔ ''رک جاؤ... باہر اندھا دھند فائرنگ ہو رہی ہے۔ پتا نہیں' وہ کون لوگ ہیں اور کس پر گولیاں چلا رہے ہیں؟''

میں نے بازو پکڑ کر اسے کھینچا تھا۔ وہ کھنچتی ہوئی آ کر مجھ سے لگ گئی تھی۔ اسے تو بس بہانہ چاہیے تھا مگر مجھے خطرے کا احساس ہوا تھا۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ جیوتی کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن میری سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آ گئیں۔

میں نے نیہا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں خیال خوانی کے ذریعے تمہاری ماں تک پہنچ نہیں پا رہا ہوں۔ یہ صاف پتا چل رہا ہے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہی ہے۔''

''نہیں...'' وہ چیخ مار کر مجھ سے الگ ہو گئی۔ ماں کی محبت نے اسے تڑپایا۔ ان لمحات میں وہ مجھے بھول گئی پھر باہر کی طرف جانا چاہتی تھی۔

میں نے اس کا راستہ روک کر کہا۔ ''ذرا صبر کرو۔ فائرنگ رک گئی ہے۔ یہ معلوم تو ہو کہ تمہاری ماں پر اتنی ساری گولیاں کن لوگوں نے چلائی ہیں؟ وہ میرے اور تمہارے انتظار میں بھی ہوں گے۔''

اس سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ منہ پھیر کر دروازے سے لگ کر رونے لگی۔ باہر لوگوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ سب فائرنگ کی آوازیں سن کر آئے تھے۔ اب کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں نیہا کے ساتھ محتاط انداز میں چلتا ہوا باہر آیا تو جیوتی کو گھاس پر لہولہان دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ ماں کو پکارتی ہوئی' روتی دوڑتی ہوئی اس کی لاش کے قریب جا کر گر پڑی۔ اس سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

ایسے وقت مجھے اپنے دماغ میں بھنڈاری کی آواز سنائی دی۔ ''یہ کیا ہو گیا؟''

میں نے کہا۔ ''تم مجھے ہلاک کرنا چاہتے تھے مگر تم نے اپنی ہی دھرم پتنی کو مار ڈالا۔''

''بکواس نہ کرو۔ تمہاری موت کے لیے تو کل کی رات لکھی گئی ہے۔''

دوسری طرف جے بیٹی کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ وہ چیخ کر کہہ رہی تھی۔ ''آخر تم نے میری ماں کو مار ڈالا۔''

وہ بولا۔ ''نہیں بیٹی! بھلا ہم ایسا کیوں کریں گے؟''

وہ روتے ہوئے بولی۔ ''کیونکہ یہ فرہاد کی سلامتی چاہتی تھی۔''

''اور ہم اس کی سلامتی چاہتے تھے۔ یہ تانترک مہاراج کی بیٹی ہے۔ دُرگا ماں کی پجارن ہے۔ اس کی جنگ ہمارے لیے اتنی ہی ضروری اور اہم تھی' جتنی کہ کھدا س کے لیے....''

ایسے ہی وقت تانترک مہاراج کی آواز سنائی دی۔ وہ غم و غصے سے لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''تم لوگوں نے میری بیٹی سے دشمنی کرنے کی جرأت کی ہے۔ اب اس کا بہت ہی بھیانک انجام دیکھو گے۔ میں تم تینوں کو ایسے تڑپا تڑپا کے ماروں گا کہ موت بھی پناہ مانگے گی۔''

جے اور بھنڈاری نے جلدی سے کہا۔ ''مہاراج کی جے ہو۔ ہم تو کبھی سپنے میں بھی تم سے دشمنی کرنے کا سوچ نہیں سکتے۔ دُرگا ماں کی سوگند.....! یہ کسی دشمن کی چال ہے۔ ہم تو اپنے اپنے کاموں میں مگن تھے اور بلرام تو دُرگا ماں کے چرنوں میں ہے۔ پوجا پاٹ کر رہا ہے۔ کل اماوس کی رات پھر ہاد کو بھینٹ چڑھانا ہے۔''

تانترک مہاراج تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ اس لمحاتی خاموشی کے دوران اس نے بلرام کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ دونوں درست کہہ رہے تھے۔ یوں بھی تانترک مہاراج کا ڈر خوف ایسا تھا کہ انہوں آج تک جیوتی سے دشمنی کرنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''یہ را ایجنسی والے دہلی سے میری بیٹی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وہاں وہ فرہاد کو مارنا چاہتے تھے مگر نہ مار سکے۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''یہاں بھی یہی ہوا ہے۔ وہ پھر ہاد کو مارنا چاہتے ہوں گے۔ پر چُوک ہو گئی پھر ہاد کے نام کی گولیاں جیوتی کے شریر میں گھس گئیں اور یہ را والوں کا کام نہیں ہے۔''

مہاراج نے پوچھا۔ ”تو پھر کس نے دشمنی کی ہے؟“

وہ بولا۔ ”را ایجنسی کی بلیک پھورس پھرہاد کے پیچھے پڑی ہے۔ مجھ کو یقین ہے‘ یہ انہی کا کام ہے۔ دہلی ائیر پورٹ پر بھی وہی لوگ اس کو ہلاک کرنے آئے تھے۔“

ان جنم ساتھیوں نے جیوتی کی ہلاکت کے قصے کو بالکل ہی پلٹ دیا تھا اور تانترک مہاراج کو بلیک فورس کے پیچھے لگا دیا تھا۔ اصل میں یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ مہاراج ان کے چور خیالات کو کھنگال نہیں سکتا تھا۔ اسی لیے یہ معلوم نہ کر سکا کہ اصل میں اس کی بیٹی کے خلاف کس نے سازش کی ہے؟

ماں کی دائمی جدائی کا صدمہ ایسا تھا کہ نیہا فی الحال سہاگن بننے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ میرے لیے قدرتی طور پر بچاؤ کا راستہ ہموار ہو گیا تھا مگر یہ کہاوت ہے کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی؟ میں ان دشمن بکروں کا باپ تھا۔ اب تک خیر مناتا آ رہا تھا۔ آگے نہ جانے کیا ہونے والا تھا؟

☆☆☆

ساری دنیا جانتی ہے کہ میں بابا صاحب کے ادارے کے لیے کتنی اہمیت رکھتا ہوں۔ اپنے تمام بچوں کی نظروں میں اوّل و آخر میں ہوں اور سونیا کے سینے میں دل بن کر دھڑکتا رہتا ہوں۔ اس کے باوجود بے یار و مددگار ہو گیا تھا۔

یہ عجیب سی بات تھی کہ مجھے دل و جان سے‘ پورے ایمان سے چاہنے والے میری خبر نہیں لے رہے تھے۔ سب ہی نے مجھے جے بلرام بھنڈاری کے ہاتھوں میں کھلونا بننے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ میں ایک معمولی تابعدار کی طرح ان جنم ساتھیوں کے احکامات کی تعمیل کرتا جا رہا تھا۔

حقیقت یہ تھی کہ میرے اپنے مجھے جان بوجھ کر نظر انداز کر رہے تھے اور وہ اعلیٰ حضرت کی ہدایت کے مطابق ایسا کر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ خیر اور شر کے درمیان ازل سے جنگ جاری ہے اور جاری رہے گی۔ روحانی علوم جاننے والوں پر یہ پابندی ہے کہ رازہائے قدرت کو منکشف نہ کریں۔ جو ہو رہا ہے‘ اسے قدرت کی منشاء کے مطابق جاری رہنے دیں۔

انہوں نے ہمارے تمام ٹیلی جاننے والوں سے کہا۔ ”عارضی طور پر فرہاد سے دور رہو۔ عداوت کرنے والوں کو کامیابیاں حاصل کرنے دو۔ بے شک ظالموں کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ یہ دنیا ظالم و مظلوم‘ نیک و بد‘ کفر اور ایمان مستحکم کے ٹکراؤ سے قائم ہے۔ اس ٹکراؤ کو اپنے طور پر جاری رہنے دو۔ ہماری نیک نیتی‘ ہمارا ایمان جلد ہی اُن پر حاوی ہو جائے گا۔“

وہ سب ہی کو مجھ سے دور رہنے کی تاکید کر رہے تھے۔ صرف سونیا اور کبریا کو ہدایت کی تھی کہ وہ چپ چاپ رازداری سے میری نگرانی کرتے رہیں۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ سونیا مجھ سے بے خبر ہے مگر اعلیٰ حضرت نے اسے بتا دیا تھا کہ جے بلرام بھنڈاری نے مجھے کس طرح ٹریپ کیا ہے۔

انہوں نے ہدایت کی تھی کہ سونیا انجان بن کر رہے۔ میں جس طیارے میں دہلی جاؤں اسی طیارے میں وہ بھی سفر کرے اور اس نے یہی کیا تھا۔ سونیا کے لیے بڑی رازداری سے سفر کے انتظامات کیے گئے تھے۔ اسی طیارے میں اس کے لیے ایک سیٹ او کے کرائی گئی تھی۔ وہ عارضی میک اپ کے ذریعے اپنے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کرنے کے بعد میری ہمسفر رہی تھی۔ ایسے وقت کبریا خیال خوانی کے ذریعے اپنی ماں کے ساتھ تھا اور طیارے کے تمام مسافروں کے اندر پہنچ کر بہروپے دشمنوں کو تلاش کرتا رہا تھا۔

را ایجنسی کا ایک جاسوس اپنی دانست میں میری نگرانی کر رہا تھا۔ بلیک فورس کا جو افسر دہلی ائیر پورٹ میں مجھے ہلاک کرنے کا منتظر تھا۔ وہ جاسوس اسے رپورٹ پہنچا رہا تھا۔ جے بلرام بھنڈاری اس کے ذریعے بلیک فورس کے اس افسر کے اندر پہنچ گئے تھے۔ اسی طرح کبریا بھی یہ معلوم کر چکا تھا کہ کس طرح مجھے ہلاک کرنے کی پلاننگ کی گئی ہے؟

یہ تمام باتیں سونیا کو معلوم ہو رہی تھیں۔ اس نے کبریا سے کہا۔ ”پتا نہیں دہلی ائیر پورٹ میں بلیک فورس کے کتنے گن مین تمہارے پاپا کے منتظر ہوں گے؟ الپا اور عالی کو اپنے اندر بلاؤ اور انہیں ان دشمنوں کے دماغوں میں پہنچاؤ۔ تم تنہا ان سب کو عداوتوں سے باز نہیں رکھ سکو گے۔“

کبریا نے یہی کیا۔ الپا اور عالی اس کے پاس آ گئیں۔ وہاں جو دشمن گن مین تھے‘ ان کے اندر پہنچ گئیں مگر انہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ تینوں جنم ساتھی جے بلرام اور بھنڈاری ان سب کو ٹھکانے لگاتے جا رہے تھے۔

سونیا نے ان سے کہا۔ ”خاموش تماشائی بنے رہو۔ جب تک میں نہ کہوں‘ تب تک کسی بھی سچویشن میں خود کو ظاہر نہ کرو۔“

را ایجنسی کے افسر حیرانی سے یہ سوچ رہے تھے کہ مجھے لاہور سے اغوا کیا گیا ہے پھر میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایکشن میں کیوں نہیں آ رہے ہیں؟ میں دہلی ائیر پورٹ میں جان سے جانے والا تھا۔ ایسی جان لیوا صورتِ حال میں روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی میری مدد کو نہیں آ رہے تھے۔ یہ ایسی باتیں تھیں‘ جو ان کے دماغوں میں چبھ رہی تھیں

مگر وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہے تھے۔

جیوتی جیسی رکاوٹ کو دور کرنے کے بعد وہ بڑی حد تک مطمئن ہو گئے تھے۔ یہ بھی اطمینان تھا کہ تانترک مہاراج کو فی الحال بلیک فورس کے پیچھے لگا دیا گیا ہے۔ لہٰذا وہ اُن سے دشمنی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا لیکن میرے سلسلے میں راوالوں کو سکون نصیب نہیں ہو رہا تھا۔ انہوں نے جے بلرام اور بھنڈاری سے پوچھا۔ ”کیا ہم لوگوں کو بابا صاحب کے ادارے کی جانب سے خطرہ محسوس نہیں ہو رہا ہے؟“

انہوں نے پوچھا۔ ”کیسا کھترا.....؟“

را کے چیف نے کہا۔ ”فرہاد کے پاس بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ سب خاموش کیوں ہیں؟ فرہاد کی مدد کے لیے کیوں نہیں آ رہے ہیں؟ کیا تم نہیں سمجھتے ان کی خاموشی کے پیچھے طوفان چھپا ہوتا ہے؟“

انہوں نے کہا۔ ”پھرہاد کے پیچھے چاہے کتنے طوفان چھپے ہوں‘ وہ ہمارے کالے جادو کے آگے ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔ ان کا جوار ٹوٹ جائے گا۔ وہ ہم لوگوں کی طرف کبھی نہیں آ سکیں گے۔ انہیں کبھی یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ ہم پھرہاد کو کدھر لے جا رہے ہیں؟“

راوالے ان کی باتوں سے قائل ہو رہے تھے۔ پہلے بھی ان کے کالے جادو کے کمالات دیکھ چکے تھے۔ یہ دیکھ کر کسی حد تک مطمئن تھے کہ انہوں نے ناقابلِ شکست فرہاد علی تیمور کو تابعدار بنا لیا ہے اور تمام امریکی حکام کو بھی اپنے آگے جھکا لیا ہے مگر اطمینان حاصل ہونے کے باوجود میرا معاملہ انہیں تذبذب میں مبتلا کیے ہوئے تھا۔

مختصر یہ کہ وہ تینوں جنم ساتھی خوش فہمی میں مبتلا تھے۔ مجھے خیال خوانی کے شکنجے میں جکڑ کر کولکتہ لے آئے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ان کے شکنجے سے کس طرح نکل پاؤں گا؟ خوابوں کے ذریعے یہ بشارت ملی تھی کہ ابھی میری زندگی ہے۔ میں کچھ عرصہ مزید جیوں گا۔ یہ نئی بات سامنے آئی تھی کہ پہلے سونیا اس دنیا سے جائے گی۔ اس کے بعد میری باری آئے گی۔

یوں اطمینان تھا کہ سونیا بھی زندہ ہے اور میں بھی سانسیں لے رہا ہوں۔ آگے جا کر یقیناً مجھے دشمنوں سے نجات ملے گی..... کیسے ملے گی؟ یہ میں نہیں جانتا تھا۔ فی الوقت نیہا کے ساتھ تھا۔ جیوتی کی ناگہانی ہلاکت نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ عشق محبت کو بھول کر ماں کی موت کا سوگ منا رہی تھی۔

دوسری طرف سونیا کولکتہ پہنچ کر کالی مائی کے شکستہ کھنڈر نما مندر کا پتا معلوم کر رہی تھی۔ وہ جس سے بات کرتی تھی کبریا اس کے اندر پہنچ جاتا تھا۔ یوں اس نے ایک شخص کو اپنا معمول بنا کر سونیا کو اس مندر تک پہنچا دیا اور خود وہاں کے ایک پجاری کے اندر پہنچ گیا۔ اس پجاری کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ مندر کے پیچھے چار کمرے ہیں۔ وہاں ان عورتوں اور مردوں کو قیدی بنا کر رکھا جاتا ہے‘ جنہیں کالی ماں کے آگے بلی دینے کے لیے منت مان لی جاتی ہے۔

پجاری کی سوچ نے بتایا کہ وہیں ایک کمرے میں مجالہ نامی دوشیزہ اپنے ایک بھائی کے ساتھ رہتی ہے۔ دوسری رات اماوس کی رات تھی۔ بھنڈاری اس دوشیزہ کو بھینٹ چڑھانے والا تھا۔ اسی رات بلرام کالی ماں کے آگے میری بھی گردن اڑانے والا تھا۔

ان تین جنم ساتھیوں میں سے بلرام صبح ہی پوجا پاٹ میں مصروف ہو گیا تھا۔ دوپہر کو دوسرا اس کی جگہ آ کر پوجا جاری رکھنے والا تھا۔ شام کو تیسرا اس کی جگہ لے لیتا پھر رات کو اماوس کا اندھیرا پھیلتے ہی تینوں جسمانی طور پر الگ نہ رہتے۔ ایک ہی جسم میں سما جاتے۔

ہر ماہ کی آخری تاریخ میں اماوس کی رات یہی ہوتا تھا۔ ان کی روحیں ان کے جسم سے نکل کر بے اختیار ایک ہی قالب میں ڈھل جاتی تھیں پھر وہ الگ الگ جے‘ بلرام اور بھنڈاری نہیں رہ پاتے تھے۔ اس مندر میں ایک ہی شخص جے بلرام بھنڈاری کی شخصیت ہوتی تھی۔

صبح ہونے تک وہ تین جسموں میں تقسیم نہیں ہو پاتے تھے۔ اگر دشمن وہاں پہنچ جاتے تو اس ایک بھنڈاری پر غالب آ کر اسے آسانی سے موت کے گھاٹ اتار سکتے تھے۔ لہٰذا وہ رات کے پہلے پہر سے صبح کی پہلی کرن نمودار ہونے تک بہت محتاط رہتے تھے۔

ویسے یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ کسی دشمن کو ان کے اس راز کا اور اس کمزوری کا علم نہیں تھا۔ آگے چل کر مجھے بہت کچھ معلوم ہونے والا تھا۔ اس بات کا اطمینان تھا کہ میرے اندر پہلے جیسی توانائی پیدا ہو گئی ہے۔ جیوتی نے اس دنیا سے جاتے جاتے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا تھا۔ میں تنہا کسی بھی خطرے سے نمٹنے کے قابل ہو گیا تھا۔

ہمالیہ کی ترائی میں پائی جانے والی جڑی بوٹیوں سے وہ گولی تیار کی گئی تھی‘ جو میرے اندر پہنچ کر تمام کمزوریوں کو کھا رہی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ بلرام کا کیا ہوا تنویمی عمل کسی حد تک کمزور پڑ گیا ہے۔ آئندہ اس کا عمل بالکل ہی ختم ہو جائے گا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ میرے اور میرے

تمام بچوں پر ایسا روحانی عمل کیا گیا تھا کہ کوئی ہمارے چور خیالات کو پڑھ نہیں پاتا تھا۔ ہم جس بھیس میں ہوتے تھے خیال خوانی کرنے والے دشمن اسی بہروپ کے مطابق ہمیں سمجھ پاتے تھے۔

بہرحال میں کہہ رہا تھا کہ کبریا نے پجاری کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ مجالہ نامی ایک دوشیزہ کو وہاں بھینٹ چڑھانے کے لیے لایا گیا ہے اور وہ مندر کے پیچھے ایک کمرے میں ہے۔ کبریا پجاری کے ذریعے مجالہ کے اندر پہنچ گیا۔ ایشورارا نے تنویمی عمل کے ذریعے اس دوشیزہ کا برین واش کیا تھا۔ اس کے ماضی کی تمام باتیں مٹ چکی تھیں۔ یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ حقیقتاً ایک بنگالی دوشیزہ ہے۔ بھنڈاری کے بعد اب کبریا کو بھی یہی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ سیارے سے آئی ہے اور اپنے بھائی کے ساتھ اس مندر میں ہے۔

کبریا نے مجالہ کے اندر رہ کر اس کے بھائی کو دیکھا۔ وہ اس وقت بڑی خاموشی سے ایک دیوار کو تک رہا تھا۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ سیارے سے آنے والا خیال خوانی میں مصروف ہے۔ کبریا کے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ سیارے والے اس مندر میں کیسے آگئے؟ جواب یہی تھا کہ وہ تینوں جے بلرام اور بھنڈاری انہیں ٹریپ کرکے لائے ہیں۔

اس وقت وہ سیارے والا خیال خوانی میں مصروف تھا۔ یقیناً ایشورارا سے بات کررہا ہوگا۔ شاید اس سے کہہ رہا ہوگا کہ اسے اور اس کی بہن کو بھنڈاری کے شکنجے سے نکالا جائے۔

کبریا نے سونیا کو ان کے بارے میں بتایا۔ وہ بولی۔ ''ان کے متعلق معلوم کرنا چاہیے۔ آج رات تمہارے پاپا کو بلی چڑھانے کے لیے وہاں پہنچایا جائے گا۔ اسی رات سیارے کی ایک دوشیزہ کو بھی وہاں کیوں لایا گیا ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں اس کے بھائی کے اندر نہیں جاسکوں گا۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی وہ سائنس روک لے گا۔''

''معلوم تو کرنا ہی ہوگا۔ انوشے کو بلاؤ۔''

اس نے انوشے کے پاس پہنچ کر کہا۔ ''مما نے تمہیں یاد کیا ہے۔ ابھی چلو۔''

اس نے سونیا کے پاس آکر سلام کیا۔ وہ سلام کا جواب دے کر بولی۔ ''یہاں مندر میں سیارے سے آنے والا اپنی ایک بہن کے ساتھ ہے۔ اس کی بہن کو آج رات بھینٹ چڑھایا جائے گا۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں' ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے؟ کیا ایشورارا ان کی مدد کے لیے آئے گا؟''

وہ بولی۔ ''اوکے گرینڈ مما! میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔''

کبریا نے اسے مجالہ کے اندر پہنچا دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھتی رہی پھر اس سیارے والے کے اندر پہنچی۔ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کی نورانی لہروں کو محسوس نہ کرسکا۔ اس کے چور خیالات کھلی کتاب کی طرح اس کی ہسٹری بیان کرنے لگے۔

ایسے ہی وقت اس کے اندر ایشورارا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''تم تھوڑی دیر پہلے ایکورارا سے باتیں کررہے تھے۔ اب تم نے مجھے بلایا ہے۔ تمہیں پریشانی کیا ہے؟''

وہ بولا۔ ''گریٹ ایشورارا کی عمر دارز ہو۔ آپ نے کہا تھا' میں آج رات تک اس لڑکی کے ساتھ رہوں گا۔ یہ بلی چڑھ جائے گی تو میں یہاں سے واپس آجاؤں گا مگر میرے لیے خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔''

''تمہارے لیے کیا خطرہ ہوسکتا ہے؟''

''بلرام مجھے نظروں سے ایسے ٹٹولتا ہے' جیسے قربانی کے جانور کو اچھی طرح دیکھ رہا ہو' سمجھ رہا ہو۔''

''تم خوامخواہ ڈر رہے ہو۔ بھنڈاری نے سیارے والی ایک لڑکی کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کا مطالبہ ہم پورا کررہے ہیں۔ وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ تم میرے خاص آدمی ہو۔''

وہ بولا۔ ''میں نے پجاری کے خیالات پڑھے ہیں۔ اس کے خیالات صاف طور پر کہہ رہے ہیں کہ مجھے بھینٹ چڑھایا جائے گا تو دیوی ماں ان سے خوش ہوجائے گی۔''

''کیا واقعی اس کی سوچ کی لہریں ایسا کہہ رہی ہیں؟''

''ہاں۔ میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ آپ کو پجاری کے اندر پہنچا رہا ہوں۔ آپ خود ہی اس کے خیالات پڑھ لیں۔''

''نہیں۔ مجھے یقین ہے' تم سچ کہہ رہے ہو۔ میں بھنڈاری سے بات کروں گا۔''

''پلیز۔ مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دیں۔ آج صبح ہوتے ہی پجاری پوجا کی بڑی سی تھال لے کر آیا تھا۔ اس نے ایک گیندے کے پھولوں کا ہار مجالہ کو پہنایا اور دوسرا مجھے پہنایا۔ میری پیشانی پر اور مجالہ کی مانگ میں سندور لگایا پھر ہمیں پوجا کا پرساد کھلا کر چلا گیا۔ وہ بلی دینے سے پہلے آج رات اسی طرح آتا رہے گا اور سندور لگا کر ہمیں پرساد کھلاتا رہے گا۔''

''ٹھیک ہے۔ مجھے پجاری کے دماغ میں پہنچاؤ۔ میں اس کے خیالات پڑھنے کے بعد تمہاری زندگی کا سودا کروں گا۔''

انوشے ایشورارا کے اندر پہنچ گئی۔ وہ بھی روحانی ٹیلی پیتھی کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ پجاری کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پھر وہ پجاری اس کی مرضی کے مطابق بلرام کے پاس آگیا۔ وہ کالی مائی کی بارہ فٹ اونچی مورتی کے آگے منتروں کا جاپ کررہا تھا۔

ایشورارا نے پہلی بار وہاں کا ہولناک منظر دیکھا۔ ایک تو کالی مائی کا کالا چہرہ اور لہو ٹپکاتی ہوئی لانبی زبان بڑی بھیانک تھی۔ اوپر سے وہ انسانی کھوپڑیوں کی مالا پہنے ہوئے تھی۔ اس مائی کے کئی ہاتھ تھے۔ کسی ہاتھ میں ترسول اور کسی ہاتھ میں لانبی کٹار تھی اور وہ سب ہی خون آلود تھیں۔

ایشورارا نے ایسی بھیانک دیوی کو دیکھ کر مرعوب ہوتے ہوئے سوچا۔ ''خوفناک دیوی کی پوجا کرنے والے جے بلرام اور بھنڈاری خود کتنے خوفناک ہوں گے؟ میں ان کے بارے میں ابھی کچھ نہیں جانتا مگر ایک اندازہ ہے کہ وہ بہت ہی زبردست اور ناقابل شکست ہوں گے۔''

پھر اس نے سوچا۔ ''پتا نہیں یہ لوگ کیسی کیسی غیر معمولی صلاحتیں رکھتے ہیں؟ بھنڈاری نے چیلنج کیا تھا کہ وہ چار دنوں کے اندر میری خفیہ پناہ گاہ کا سراغ لگالے گا' یہ بتا دے گا کہ میں کس ملک کے کس شہر میں ہوں؟''

حقیقتاً ہمارے روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت پہلے سے اس کی خفیہ رہائش گاہ کے بارے میں اور اس کے موجودہ بہروپ کے متعلق بہت کچھ جانتے تھے مگر ان کی قدرتی مجبوریاں تھیں۔ وہ مصلحتاً خاموش تھے۔ ان حالات میں ایشورارا ہم سے نہیں' ان جنم ساتھیوں سے متاثر اور مرعوب ہو رہا تھا۔

اس وقت پریشان ہوکر سوچ رہا تھا۔ ''ارضی دنیا کے لوگ عجیب و غریب صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ ہماری جدید ٹیکنالوجی اور غیر معمولی مشینیں ان کے آگے ناکارہ ہوگئی ہیں۔ بھنڈاری کے چیلنج کے مطابق دو دن گزر چکے ہیں۔ اگلے دو دنوں کے بعد وہ میری خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنے والا ہے۔ اُن تینوں کو ہر حال میں دوست بنانا ہی ہوگا۔''

کبریا انوشے کے دماغ میں رہ کر وہاں کا منظر دیکھ رہا تھا۔ کالی مائی سے کچھ فاصلے پر بلرام ایک چبوترے پر بیٹھا منتر پڑھ رہا تھا۔ سامنے الاؤ روشن تھا۔ اس کے ننھے شعلے اوپر کی سمت لپک رہے تھے۔ ایک جانب بڑی سی انگیٹھی سلگ رہی تھی۔ اس میں عود کا دھواں ابھرتا ہوا ہر سمت پھیل رہا تھا۔ وہاں کا پورا ماحول دھوئیں کے باعث دھندلا گیا تھا۔

اس دھند میں ایک چیلا گردن سے ڈھول لٹکائے اسے بجاتا ہوا ناچ رہا تھا۔ یہ بھی ان کی پوجا کا ایک انداز تھا۔ دوسرا چیلا پھونک مار کر شنکھ بجا رہا تھا۔ اس مندر کے ماحول میں ایسی درندگی اور دہشت نمایاں تھی کہ وہاں پہنچتے ہی کمزور دل کے لوگوں کو ہارٹ اٹیک ہوجاتا۔

بلرام نے منتر پڑھتے ہوئے پجاری کو دیکھا پھر پوچھا۔ ''کیوں آئے ہو؟ کچھ کہنا چاہتے ہو؟''

ایشورارا نے اس کی زبان سے کہا۔ ''میں ایشورارا ہوں۔ اس کے ذریعے تمہارے پاس آیا ہوں۔''

وہ خوش ہوکر بولا۔ ''اے سیارے کے دیوتا! سواگت ہو۔ پہلی بار آئے ہو۔ لو پوجا کا پرساد کھاؤ۔''

اس نے ذرا سا پرساد اٹھا کر پجاری کے منہ میں ڈالا۔ وہ چبا چبا کر کھانے لگا۔ بلرام نے پوچھا۔ ''کیسا ہے؟''

ایشورارا نے کہا۔ ''کچھ عجیب سا ذائقہ ہے لیکن مزیدار ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''پجاری کو آلہ کار بنا کر کیوں آئے ہو؟''

وہ بولا۔ ''میں نے وعدے کے مطابق سیارے کی ایک لڑکی پیش کی ہے۔ تم اپنی دُرگا ماں کے سامنے اس کی گردن اڑانے والے ہو مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میرے وفادار کو بھی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہو؟''

''ہاں ایک اور بھینٹ چڑھاؤں گا تو ماں دُرگا ہم پر مہربان ہوگی۔ ہماری شکتی اور بڑھ جائے گی۔''

''پلیز ایسا نہ کرو۔ وہ میرا وفادار ہے۔''

''تمہارے لاکھوں وپھادار ہیں۔ ان میں سے ایک مرجائے گا تو کوئی قیامت نہیں آجائے گی۔ یہ بتاؤ ہم سے دوستی کرنا چاہتے ہو یا نہیں؟''

وہ جلدی سے بولا۔ ''ہاں ہاں۔ میں تو تم تینوں کو گلے لگانے کے لیے ایک ٹانگ پر کھڑا ہوں۔''

''تو پھر اپنے ماتحت کو بھول جاؤ۔''

''کیا تمہیں معلوم ہے' مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے میرے ہزاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مسلمان بنالیا ہے۔ ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور میرے اسی ہزار وفاداروں سے ٹیلی پیتھی کی صلاحتیں چھین لی ہیں؟''

''ہم نہیں جانتے تھے کہ تم اتنا بڑا نقصان اٹھا رہے ہو۔ ویسے تمہارے لیے ایک بڑی خبر ہے۔ کیا میں نے تم کو بتایا ہے کہ پھر ہادمیرے شکنجے میں ہے؟''

''ہاں۔ بھنڈاری نے کہا تھا مگر مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''کسی کو وشواس نہیں ہورہا ہے۔ ہم نے امریکی اکابرین سے کہا ہے کہ اُن کے ٹیلی پیتھی جاننے

والے آج رات یہاں اپنے آلہ کار پیدا کریں۔ تم سے بھی کہتا ہوں' آج یہاں آ کر پھر ہاد کو دیکھو۔ ہم دُرگا ماں کے چرنوں میں اس کی گردن اڑانے والے ہیں۔''

''اگر واقعی تم اس کا کام تمام کر دو گے تو ہم سب کو سب سے بڑے دشمن سے نجات مل جائے گی۔ ہم تمہاری برتری تسلیم کر لیں گے۔''

''برتری تو اس سے بھی تسلیم کرو گے' جب بھنڈاری دو دنوں کے بعد تمہارا پتا ٹھکانا معلوم کر لے گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''یہ ماننا پڑتا ہے کہ تم تینوں جو چاہو کر سکتے ہو۔ بھنڈاری نے وعدہ کیا ہے کہ میرا خفیہ ٹھکانا معلوم ہونے کے بعد اس کا انکشاف نہیں کرے گا۔ کسی دشمن کو میری رہائش گاہ کا پتا نہیں بتائے گا۔''

''شانت رہو۔ ہم کسی دشمن کو تمہارے سائے تک بھی پہنچنے نہیں دیں گے۔ اب تم جاؤ۔ مجھ کو پوجا کرنے دو۔''

ایشورارا پجاری کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ انوشے اس کے اندر تھی۔ وہ اپنے بیڈروم میں ایک ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا بہت پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ ''انہوں نے فرہاد جیسے پہاڑ کو مٹھی میں بند کر لیا ہے۔ میرا پتا ٹھکانا معلوم ہو گا تو کیا وہ مجھے یونہی چھوڑ دیں گے؟ نہیں۔ وہ فرہاد کی طرح مجھے بھی اپنے شکنجے میں لے لیں گے اور درگا ماں کی بھینٹ چڑھا دیں گے۔''

وہ گھبرا کر کرسی سے اٹھ گیا۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے وہ تینوں جادوگر ابھی اسے دبوچنے آ رہے ہوں۔ اس کا اندیشہ غلط نہیں تھا۔ وہ دو دنوں کے بعد اس کی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچنے کی بات کہہ کر' دھوکا دے کر ابھی کسی بھی لمحے میں اس کی شہ رگ تک پہنچ سکتے تھے۔ میری طرح اسے بھی تابعدار بنا سکتے تھے۔

وہ ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ ''کیا مصیبت ہے؟ پہلے سونیا خطرے کی گھنٹی بن کر ہمیشہ میرے دماغ میں بجتی رہتی تھی۔ جان بچانے کے لیے اس سے صلح کی تو یہ تینوں جادوگر پہاڑ سے لڑھکتی ہوئی چٹانوں کی طرح مجھ پر آ رہے ہیں۔''

وہ خوف اور بے چینی سے سوچ رہا تھا۔ ''میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ جہاں جاؤں گا' وہ کالے منتر پڑھتے ہوئے کسی بھی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ جائیں گے۔''

وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گیا۔ ایک ہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ اس ارضی دنیا میں ان جادوگروں سے کہیں چھپ کر نہیں رہ سکے گا۔ زمین کی تہ میں بھی چھپے گا تو وہ اسے کھود کر نکال لیں گے۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ وہ اپنے سیارے میں جا کر ہی محفوظ رہ سکے گا۔

یعنی شکست تسلیم کرنی ہو گی۔ میدان چھوڑ کر بھاگنا ہو گا۔ ارضی دنیا پر حکومت کرنے کا خواب آخر خواب ہی رہ جائے گا۔ بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے.... آہ اس دنیا سے نکل کر اپنے سیارے پر جانا ہی ہو گا۔

وہ کبھی بیٹھ رہا تھا' کبھی اٹھ رہا تھا۔ کبھی ٹہل رہا تھا۔ کسی پہلو قرار نہیں آ رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایکورارا کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ''ہم نے سنا تھا' بھنڈاری نے فرہاد کو اپنا قیدی بنا لیا ہے۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں ہے لیکن جے بلرام اور بھنڈاری نے مجھے اور امریکی اکابرین کو آج رات کولکتہ آنے کی دعوت دی ہے۔ وہ ہمیں فرہاد کی موت کا تماشا دکھائے گا۔''

ایکورارا نے کہا۔ ''ہم خیال خوانی کے ذریعے ضرور وہاں جائیں گے۔ معلوم کریں گے کہ اس کا وہ قیدی واقعی فرہاد ہے یا نہیں؟''

''اگر واقعی وہ فرہاد ہوا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ تینوں جنم ساتھی فرہاد سے اور بابا صاحب کے ادارے سے زیادہ طاقتور ہیں۔''

''ہاں۔ ماننا تو پڑے گا۔ یہاں حکمران بن کر رہنے کے لیے انہی جنم ساتھیوں سے گٹھ جوڑ کرنا ہو گا۔''

وہ بولا۔ ''یہاں حکمرانی کرنا تو بعد کی بات ہے۔ ابھی ایک اور خطرہ ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ بھنڈاری نے کہا تھا' وہ چاروں کے بعد میری خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ جائے گا۔''

ایکورارا نے کہا۔ ''میں نہیں مانتا۔ وہ کھوکھلی دھمکی دے رہا ہے۔''

''اگر یہ محض دھمکی نہ ہوئی اور وہ یہاں میری رہائش گاہ تک پہنچ گیا تو کیا ہو گا؟''

''تب ہم اس سے دوستی اور اتحاد کریں گے۔''

''بھنڈاری اتحاد کیوں کرے گا؟ وہ تو اچانک سامنے آ کر مجھے نشانے پر رکھے گا۔ زخمی کر کے میرے دماغ پر قبضہ جما لے گا۔ فرہاد کی طرح مجھے بھی مجبور اور بے بس بنا کر کالی مائی کی بھینٹ چڑھا دے گا۔''

وہ قائل ہو کر بولا۔ ''ہاں۔ ہم نہیں جانتے' کالا جادو کیا ہوتا ہے؟ نہ ہی اس کا توڑ کر سکتے ہیں۔''

''ہم ان کی کالی قوتوں کا توڑ نہیں کر سکیں گے پھر ہمارا انجام کیا ہو گا؟ وہ مجھے ٹریپ کرنے کے بعد تمہارے پیچھے پڑ جائے گا۔ تم اس کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔''

''واقعی یہ ایسے خطرناک دشمن ہیں' جن سے ہم چھپ کر نہیں رہ سکیں گے۔ بھنڈاری اگر دو دنوں کے بعد تمہیں ڈھونڈ نکالے گا تو ہمیں چھپنے کے لیے اس دنیا میں کہیں جگہ نہیں ملے گی۔''

وہ دونوں پریشان ہو کر طرح طرح کی تدبیریں سوچنے لگے۔ ایشورارا نے کہا۔ ''کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو گی۔ ہمیں عارضی طور پر سیارے میں واپس جانا ہی ہو گا۔''

ایکورارا نے کہا۔ ''پہلے یقین ہونا چاہیے کہ وہ تمہیں ڈھونڈ نکالے گا۔ یہ یقین کرنے کے لیے آج رات ہم فرہاد کو اس کے ہاتھوں مرتے دیکھیں گے۔ اگر واقعی وہ مرنے والا فرہاد ہو گا تو پھر سمجھ لیں گے کہ اس کے بعد ہماری باری ہے۔ ہم اسی رات سیارے میں واپس چلے جائیں گے۔''

انوشے ان دونوں بھائیوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنے کے بعد سونیا کے پاس آ گئی۔ اسے جے' بلرام' بھنڈاری اور ایشورارا کے متعلق بتانے لگی پھر اس نے کہا۔ ''میں نے ایشورارا کے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ لڑکی جو مندر میں بھینٹ چڑھانے کے لیے لائی گئی ہے۔ اس کا تعلق سیارے سے نہیں ہے۔ وہ کولکتہ میں رہنے والی ایک بنگالی دوشیزہ ہے۔ اس کا نام مونا برجی ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''مجھے مونا کے رشتے داروں تک پہنچاؤ۔''

اس نے کہا۔ ''میں ابھی آتی ہوں۔''

وہ مونا کے ساتھ رہنے والے کے اندر آئی۔ اس سیارے والے نے مونا کو ٹریپ کیا تھا۔ اس کی سوچ نے کہا۔ ''میں اس کے رشتے داروں کو نہیں جانتا۔ وہ سوبھاش نگر کی ایک اسٹریٹ سے گزر رہی تھی۔ تب میں اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے غائب دماغ بنا کر یہاں لے آیا۔''

انوشے نے اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ اسے مونا کے ساتھ وہاں سے فرار ہونا چاہیے ورنہ اسے بھی درگا مائی کی بھینٹ چڑھا دیا جائے گا۔

وہ پجاری کے دماغ میں جا کر یہ معلوم کر چکا تھا کہ ایشورارا نے بلرام سے اس کی زندگی بچانے کے لیے کوئی بات نہیں کی ہے۔ وہ اسے وہاں قربان ہونے کے لیے چھوڑ گیا ہے۔ اس سیارے والے کا نام ماجورا تھا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ ''میں ایشورارا کی مرضی کے خلاف یہاں سے فرار ہو کر کہیں محفوظ نہیں رہ سکوں گا۔ وہ اور اس کا بھائی ایکورارا مجھے سزا دیں گے اور واپس بلرام کے پاس پہنچا دیں گے۔''

انوشے نے کہا۔ ''تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں تحفظ حاصل ہو گا۔''

ماجورا نے حیرانی سے خلا میں تکتے ہوئے سوچا۔ ''یہ میرے اندر کون بول رہی ہے؟''

''تمہاری سلامتی بول رہی ہے۔ تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے اسے دماغ سے بھگا دیتے ہو۔ مجھے بھگا نہیں سکو گے۔''

اس نے سانس روک کر اسے دماغ سے نکالنا چاہا پھر ناکام ہو کر پوچھا۔ ''کیا یہ روحانی ٹیلی پیتھی ہے؟''

''ہاں۔ میں تمہارا دماغ تمہاری شخصیت بدل دوں گی۔ ایشورارا اور وہ تینوں جنم ساتھی کبھی تمہیں ڈھونڈ نہیں پائیں گے۔ تم یہاں سے مونا کو لے کر نکلو۔ میں تمہاری مدد کرتی رہوں گی۔''

وہ بولا۔ ''میں نے معلوم کیا ہے۔ یہاں بلرام کے چھ چیلے یوگا جانتے ہیں۔ میں ان کے اندر نہیں جا سکوں گا۔''

''میں جا سکوں گی۔ فکر نہ کرو۔ جن راستوں سے یہاں آئے تھے۔ ان راستوں سے نکلو۔ مونا کو لے چلو۔''

مونا پر جیسا تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ اس کے نتیجے میں وہ سحر زدہ سی رہتی تھی۔ ماجورا نے کہا۔ ''اوہ میری بہن! ہمیں یہاں سے جانا ہے۔''

وہ اس کا ہاتھ تھام کر کمرے سے باہر آیا۔ بلرام کا ایک چیلا لاٹھی لیے باہر کھڑا تھا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا۔ ''اے! اندر جاؤ۔ نہیں تو ڈنڈے پڑیں گے۔''

انوشے نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ کھڑا ہوا تھا۔ لاٹھی پھینک کر بیٹھ گیا پھر لیٹ گیا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اس کھنڈر نما مندر کا پچھلا حصہ ویران تھا۔ ادھر کوئی نہیں آتا تھا۔ قیدیوں کی وجہ سے وہاں کے مختلف حصوں میں چھ پہریداروں کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی۔

وہ پہریدار ایک دوسرے سے دور تھے۔ انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ دو قیدی فرار ہو رہے ہیں اور انوشے ان پہریداروں کو ایک ایک کر کے بے دست و پا بناتی جا رہی ہے۔

کبریا نے سونیا کو بتایا کہ وہ دونوں فرار ہو رہے ہیں اور مندر کے پچھلے حصے سے نکل کر ہوڑا برج کے راستے پر آنے والے ہیں' وہ ایک رینٹڈ کار ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں پہنچ گئی۔ انوشے نے ان دونوں کو اسی جگہ پہنچا دیا۔ وہ پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئے۔

بلرام کو ان کے فرار ہونے کی اطلاع ملتی تو وہ مونا اور ماجورا کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں واپسی پر مجبور کر دیتا مگر اس سے پہلے ہی انوشے نے اپنی دادی آمنہ کو بلا لیا پھر دادی اور پوتی نے مونا اور ماجورا پر روحانی عمل شروع کیا۔ ان کے دماغوں میں کلام پاک کی آیتیں پڑھنے لگیں۔

ادھر پجاری نے بلرام کے پاس آ کر کہا۔ ''وہ دونوں کمرے میں نہیں ہیں۔ باہر آپ کا چیلا بیہوش پڑا ہے پھر میں

Pakistanipoint
Waqar Azeem

نے آگے جا کر دیکھا تو دوسرا بھی بیہوش پڑا ہے۔''

بلرام نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ ایک کے بعد دوسرے، تیسرے پہریدار کے اندر پہنچ کر دیکھا' وہ سب کے سب آنکھیں بند کئے غافل پڑے تھے پھر اس نے ماجورا کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں کہیں سے ٹکرا کر واپس آ گئیں۔ وہ حیران ہو رہا تھا کہ مونا اور ماجورا اچانک کیسے فرار ہو گئے؟ ماجورا کا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟

اس نے مونا کے اندر پہنچنا چاہا' وہاں مقدس آیتیں گونج رہی تھیں۔ کالا جادو کرنے والے کی ناپاک سوچ کی لہریں وہاں تک پہنچ نہیں پا رہی تھیں۔ دماغ میں پہنچنے سے پہلے ہی واپس جا رہی تھیں۔

اس نے جے اور بھنڈاری کو ان کے فرار ہونے کی اطلاع دی۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کا سراغ لگانے کی ناکام کوششیں کرنے لگے پھر حیران ہو کر ایک دوسرے سے بولنے لگے۔ ''کیا ماجورا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہریداروں کو بیہوش کیا ہے؟''

بلرام نے کہا۔ ''سارے پہریدار یوگا کے ماہر ہیں۔ ماجورا ان کے اندر کیسے پہنچا ہوگا؟''

بھنڈاری نے کہا۔ ''کوئی تو گڑبڑ ہوئی ہے۔ جرور کوئی ان کی مدد کے لیے چھپ کر آیا ہوگا۔''

بلرام نے کہا۔ ''ایشورارا اپنے وپھادار کی جندگی کی بھیک مانگنے آیا تھا۔ میں نے بھیک نہیں دی۔ وہ اپنے ماتحت کے سنگ اس سیارے والی کوبھی لے اڑا ہے۔''

انہوں نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے ایشورارا سے کہا۔ ''ابھی کے ابھی پجاری کے اندر آ کر ہم سے باتیں کرو۔''

اس نے فوراً ہی پجاری کو اپنا آلہ کار بنا کر بلرام سے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟''

اس نے کہا۔ ''تم مکاری دکھا رہے ہو۔ مجالہ اور ماجورا کو ہم سے چھین کر لے گئے ہو۔''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم سے باتیں کرنے کے بعد میں نے ماجورا سے اب تک رابطہ نہیں کیا ہے۔''

''وہ اپنی بہنا کے ساتھ بھاگ گیا ہے۔ وہ ایک اکیلا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے چھ یوگا جاننے والوں کو بیہوش کر کے نہیں جا سکتا تھا۔ تم نے اور تمہارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے جرور اس کی مدد کی ہے۔''

''مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں تم تینوں سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ ایک وفادار کی خاطر تم سے دشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کروں گا۔''

''ہم تمہاری بات کا وشواس نہیں کریں گے۔ دوست بن کر رہنا چاہتے ہو تو ان دونوں کو ہمارے پاس واپس لاؤ۔''

''میں ابھی معلوم کرتا ہوں' ماجورا کہاں ہے؟ اسے ابھی پکڑ کر لے آؤں گا۔''

''ہم اسے پکڑنے گئے تھے۔ پر اس کا دماگ نہیں مل رہا ہے۔''

''سوچ کی لہروں کو دماغ نہ ملنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ مر چکا ہے۔''

''اس کی بہنا کا بھی دماغ نہیں مل رہا ہے۔ کیا دونوں یہاں سے بھاگ کر باہر جاتے ہی مر گئے؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟''

''ہو سکتا ہے' وہ کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہوں۔''

''پر وہ بھاگے کیسے؟ ہمارے چھ پہریداروں کو بیہوش کیسے کیا؟''

ایشورارا نے کہا۔ ''میں کیا بتاؤں؟ تمہارے بھگوان کے واسطہ دیتا ہوں' مجھ پر شبہ نہ کرو۔ میں خوامخواہ بیٹھے بٹھائے سے دشمنی مول لینے کی غلطی نہیں کروں گا۔''

''ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہم نے درگا ماں کو وچن دیا آج ایک جوان لڑکی کو بھینٹ چڑھائیں گے۔ وہ لڑکی یا اس کی جگہ کسی دوسری لڑکی کو رات ہونے سے پہلے یہاں پہنچا دو۔''

اس نے کہا۔ ''اگر وہ دونوں واقعی مر چکے ہیں تو میں کسی دوسری لڑکی کو ٹریپ کر کے یہاں پہنچا دوں گا لیکن میری ایک بات کا جواب دو۔ وہ دوسری بھی وہاں سے فرار ہو جائے گی تو کیا پھر مجھے الزام دو گے؟ کیا یہ نہیں مانو گے کہ تمہارے حفاظتی انتظامات کمزور ہیں؟''

''اب ہم ہوشیار رہیں گے۔ ایسا نہیں ہونے دیں گے۔''

ایشورارا نے وہاں سے آ کر ماجورا اور مجالہ کے اندر پہنچنا چاہا مگر ناکام رہا۔ اتنی دیر میں آمنہ نے روحانی عمل کے ذریعے ماجورا کی شخصیت بدل دی تھی اور انوشے' مونا کی یادداشت واپس لے آئی تھی۔ وہ خود کو ایک بنگالی لڑکی کی حیثیت سے پہچان رہی تھی۔ انوشے نے اس کے دماغ کو اس طرح لاک کیا تھا کہ پرائی سوچ کی لہریں اسے چھو بھی نہیں سکتی تھیں۔ واپس جا کر یہی تاثر قائم کرتیں کہ وہ مر چکی ہے۔

سونیا نے اسے سوبھاش نگر کی اسٹریٹ میں پہنچا کر کہا۔ ''تمہیں یہیں سے اغوا کیا گیا تھا۔ میں تمہیں واپس لے آئی ہوں۔ اب اپنے گھر جاؤ۔''

وہ حیرانی سے بولی۔ ''میں اب تک کہاں تھی؟ مجھے

آپ کے دانتوں کی حفاظت
اب آپ کے ہاتھ میں

میڈی کیم ڈینٹل کریم

کے روزانہ استعمال سے دانتوں کی تکلیف ختم، مسوڑھوں سے خون آنا بند اور دانت ٹھنڈا گرم لگنے سے محفوظ رہتے ہیں۔

سانسیں مہکائے اور بڑھائے آپ کی مسکراہٹ کی شان

Manhattan Leo

بتاؤ‘ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟‘‘

’’میرے پاس بتانے کا وقت نہیں ہے۔ یہ اطمینان رکھو کہ تمہاری عزت پر ذرا سی آنچ نہیں آئی ہے۔ تم خوش نصیب ہو۔ سلامتی سے واپس آ گئی ہو۔‘‘

وہ گاڑی سے اتر گئی۔ سونیا نے ماجورا سے کہا۔ ’’میں آگے جا کر تمہیں کہیں ڈراپ کروں گی پھر تم جہاں جانا چاہو گے جا سکو گے۔‘‘

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ وہ بولا۔ ’’ہمارے بہت سے سیارے والوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ میرا دل میرا دماغ کہتا ہے‘ میں تمہارے دین کے سائے میں محفوظ رہوں گا۔ پلیز مجھے مسلمان بناؤ۔‘‘

وہ ایک جگہ گاڑی روک کر بولی۔ ’’ٹھیک ہے۔ ابھی جاؤ۔ تھوڑی دیر بعد دین اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں تمہیں رہنمائی ملے گی اور اطمینان رکھو۔ تمہیں تحفظ اور سلامتی بھی ملے گی۔‘‘

وہ گاڑی سے اتر کر چلا گیا۔ سونیا نے انوشے سے پوچھا۔ ’’کیا تم ماجورا کی رہنمائی کرو گی؟‘‘

اس نے کہا۔ ’’ایشورارا اب مونا کی جگہ کسی دوسری لڑکی کو بلرام کے پاس پہنچانے والا ہے۔ میں کسی معصوم اور بے گناہ پر ظلم نہیں ہونے دوں گی۔ مجھے اجازت دیں‘ میں اس سے نمٹنے جا رہی ہوں۔‘‘

’’ٹھیک ہے‘ تمہیں کسی بے گناہ کی سلامتی کے لیے جانا چاہیے۔‘‘

پھر اس نے کبریا سے کہا۔ ’’تم ماجورا کی رہنمائی کرو۔ وہ ہمارا دین قبول کرنے کا شرف حاصل کرے گا۔ اس کے لیے محفوظ پناہ گاہ کا انتظام کرو۔‘‘

مونا اور ماجورا نے فرار ہو کر ایشورارا کو مصیبت میں ڈال دیا تھا۔ جے‘ بلرام اور بھنڈاری کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے اور ان سے دوستی بحال رکھنے کے لیے کسی دوسری لڑکی کو مندر میں پہنچانا لازمی ہو گیا تھا۔

اس کے کئی وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والے کولکتہ میں تھے۔ وہ انہیں حکم دے چکا تھا کہ آدھے گھنٹے کے اندر کسی کنواری لڑکی کو ٹریپ کر کے مندر میں پہنچایا جائے۔ وہ صرف حکم دے کر مطمئن نہیں رہ سکتا تھا۔ ان کے دماغوں میں بار بار جا رہا تھا۔

ایک وفادار نے اطلاع دی کہ اس نے ایک نوخیز کنواری کو پھانس لیا ہے۔ وہ اپنے بنگلے کے لان میں جھولا جھول رہی ہے۔ ابھی اسے غائب دماغ بنا کر وہاں سے مندر میں لایا جا سکتا ہے۔

ایشورارا نے لڑکی کے دماغ میں آ کر اس کے خیالا
پڑھے۔ معلوم ہوا کہ وہ کنواری ہے۔ اس میں کوئی جسما
عیب نہیں ہے۔ بلی چڑھائے جانے کے قابل ہے۔

اس نے وفادار سے کہا۔ ’’ٹھیک ہے۔ اسے غائب
دماغ بنا کر لے چلو۔‘‘

لڑکی کا نام بینا تھا۔ انوشے اس کے دماغ میں
گئی۔ اس وفادار نے بینا کے اندر آ کر اس پر قبضہ جمانا چاہا
معلوم ہوا کہ اس کا دماغ گرفت میں نہیں آ رہا ہے۔ بینا
سوچ کی لہریں اس سے متاثر نہیں ہو رہی تھیں۔ اسے یو
لگ رہا تھا‘ جیسے دماغ میں پہنچ کر بھی نہیں پہنچ رہا ہے۔

اس نے ایشورارا سے کہا۔ ’’گریٹ ایشورارا! پتا نہیں
کیا معاملہ ہے؟ بینا کا دماغ میری گرفت میں نہیں آ رہا ہے۔

وہ فوراً ہی اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنی گرفت میں
لینے کی کوششیں کرنے لگا۔ اسے بھی یوں لگ رہا تھا‘ جیسے
کوٹھی میں لینا چاہتا ہے اور مٹھی خالی رہ جاتی ہے۔ بینا
سوچ کی لہریں گرفت میں نہیں آ رہی تھیں۔ اس کے اندر
مل رہی تھی مگر وہ گرفت نہیں ہو رہی تھی۔

ایشورارا نے جھنجلا کر کہا۔ ’’ہمارے پاس یہ سمجھنے
وقت نہیں ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ فوراً کسی دوسری لڑ
کو ٹریپ کرو۔‘‘

تھوڑی دیر بعد دوسرے وفادار نے اسے اور ایکورا
کو دوسری لڑکی کے اندر پہنچایا تو وہاں بھی یہی تماشا ہوا۔ ا
کے دماغ میں بھی جگہ مل رہی تھی مگر اس کی سوچ کی لہر
گرفت میں نہیں آ رہی تھیں۔

انہوں نے پریشان ہو کر تینوں جنم ساتھیوں
کہا۔ ’’ہمیں خیال خوانی کے سلسلے میں نیا تجر
ہو رہا ہے۔ لڑکیوں کے دماغوں میں جگہ مل رہی ہے مگر ان
سوچ کی لہریں گرفت میں نہیں آ رہی ہیں۔‘‘

انہوں نے کہا۔ ’’یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جس کے دماغ
میں جگہ ملتی ہے‘ وہ ہماری پکڑ میں ضرور آتا ہے۔ تم ہم کو وہا
پہنچاؤ۔‘‘

ایشورارا نے انہیں بینا اور اس دوسری لڑکی کے ا
پہنچا دیا۔ جے‘ بلرام اور بھنڈاری نے بھی انہیں گرفت میں
لینے کی کوششیں کیں اور ناکام ہوتے رہے پھر ان سب
ایک تیسری لڑکی کو ٹریپ کیا۔ انہیں اس کے اندر بھی جگہ ملی
اس کے دماغ پر بھی قبضہ نہ جما سکے۔ یہ عجیب معاملہ تھا۔ ا
کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

ان تینوں جنم ساتھیوں نے منتر پڑھتے ہوئے کوشش

کیں۔ ان کے تمام آموزہ منتر بھی نتیجہ خیز نہ ہو سکے۔ تب انہوں نے تھک ہار کر کہا۔ ’’یہ مسلمانوں کی کارستانی ہے۔ وہ اپنی روحانی ٹیلی پیتھی کا کمال دکھا رہے ہیں۔‘‘

جے نے کہا۔ ’’آج اگر ہم نے درگا ماں کو پرسن کر دیا تو ہم کو ایسی شکتی ملے ہو گی کہ ہم روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایسی کی تیسی کر دیں گے۔‘‘

بھنڈاری نے کہا۔ ’’مسلمان چاہتے ہیں‘ ہم کو وہ شکتی نہ ملے۔ ہم ان سے کمتر رہیں۔ اسی لیے کسی کنواری کنیا کو ہماری پکڑ میں نہیں آنے دے رہے ہیں۔‘‘

بلرام نے کہا۔ ’’ہم کو کچھ کرنا ہو گا۔ کسی بھی طرح کسی کنواری کو درگا ماں کے چرنوں میں لانا ہی ہو گا۔‘‘

ایشورارا نے پوچھا۔ ’’کسی کو کیسے ٹریپ کر سکیں گے؟ ہم سب پرائی سوچ کی لہروں کو سانس روک کر بھگا دیتے ہیں مگر روحانی ٹیلی پیتھی کی لہروں کو محسوس نہیں کر پاتے۔ یقیناً ان لمحات میں بھی بابا صاحب کے ادارے والے ہمارے اندر موجود ہوں گے۔ ہماری باتیں سن رہے ہوں گے۔‘‘

بھنڈاری نے کہا۔ ’’جب ہم منتر پڑھتے ہوئے کسی کو ٹریپ کریں گے تو وہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے اندر نہیں آ سکیں گے۔‘‘

ایکورارا نے کہا۔ ’’اگر تم تینوں انہیں اپنے اندر آنے سے روک سکو گے تو یہ بہت بڑا کارنامہ ہو گا اور اگر نا کام رہے تو سمجھ لو‘ فرہاد تمہارے شکنجے سے نکل جائے گا۔‘‘

بلرام نے پوچھا۔ ’’کیا بکواس کر رہے ہو؟‘‘

ایکورارا نے کہا۔ ’’کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے تم تینوں کے دماغوں میں آتے جاتے رہتے ہیں اور تم انہیں محسوس نہیں کرتے ہو۔ انہوں نے تمہیں جان بوجھ کر ڈھیل دی ہے کہ اسے قیدی بنا کر رکھو‘ بعد میں وہ تم سے نمٹ لیں گے۔‘‘

ایشورارا نے کہا۔ ’’ہاں۔ آج رات وہ فرہاد کے دماغ میں رہیں گے۔ وہ تمہاری گرفت سے ایسے ہی نکل جائے گا‘ جیسے وہ تمام لڑکیاں ہماری تمہاری خیال خوانی کی گرفت سے نکلتی چلی گئی ہیں۔‘‘

وہ تینوں پریشان ہو کر سوچ میں پڑ گئے۔ راایجنسی کے حکمران نے پہلے ہی اندیشہ ظاہر کیا تھا اور کہا تھا کہ فرہاد کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور بابا صاحب کے ادارے والوں نے فرہاد کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ ان کی ایسی خاموشی کے پیچھے ضرور کوئی طوفان چھپا ہوا ہے۔

مگر جے‘ بلرام اور بھنڈاری بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا تھے۔ انہوں نے کہا تھا۔ ’’پھر ہاد کے پیچھے جا ہے کتنے ہی طوفان چھپے ہوں۔ وہ ہمارے کالے جادو کے آگے اپنا رخ بدل رہے ہیں۔ کبھی ہماری طرف نہیں آ سکیں گے۔ انہیں کبھی معلوم نہیں ہو گا کہ ہم پھر ہاد کو کہاں لے جا رہے ہیں؟‘‘

راوالے ان کی باتوں سے قائل ہو گئے تھے مگر اب روحانی ٹیلی پیتھی کا کمال دیکھ کر وہ تینوں فکر میں مبتلا ہو رہے تھے۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت گہرے‘ بہت پراسرار ہیں۔ ابھی خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ جب مجھے کالی ماتا کے سامنے لایا جائے گا‘ تب وہ ایکشن میں آئیں گے۔

انہوں نے یہ طے کیا کہ بلرام پوجا پاٹ میں مصروف رہے گا۔ اور جے‘ بھنڈاری مسلسل میرے اندر رہیں گے‘ منتر پڑھتے ہوئے یہ معلوم کریں گے کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر چھپے ہوئے ہیں یا نہیں؟

ان کی تمام خوش فہمی ہوا ہو گئی تھی۔

☆☆☆

میرے نصیب بھی کیا خوب عجیب ہیں؟ جے‘ بلرام اور بھنڈاری میری گردن اڑانا چاہتے تھے اور ان کی بیٹی نیہا اسی گردن میں اپنی بانہوں کا ہار پہنا رہی تھی۔

میں اس حسینہ سے پیچھا چھڑانے کی کوششیں کر چکا تھا۔ میری اور اس کی عمر میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ میرے سمجھانے کے باوجود وہ اس فرق کو نظر انداز کر رہی تھی۔ اس کا باپ جے بلرام بھنڈاری بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے دور رہے۔ وہ اپنے تینوں باپ جے‘ باپ بلرام اور باپ بھنڈاری سے کہہ چکی تھی کہ وہ مجھ سے دور رہیں۔ مجھے بھینٹ چڑھانے کے لیے مندر کا خیال دماغ سے نکال دیں۔

وہ بیٹی کا دل نہیں دکھانا چاہتے تھے۔ انہوں نے یہ سوچ لیا کہ جب مجھے مندر لے جانے کا وقت آئے گا تو نیہا کو تنویمی عمل کے ذریعے گہری نیند سلا دیا جائے گا پھر وہ دوسری صبح بیدار ہو گی تو کہہ دیا جائے گا کہ میں زنجیریں توڑ کر ان کی قید سے نکل بھاگا ہوں۔ وہ میری جدائی میں روئے گی پھر رفتہ رفتہ صبر کر لے گی۔

ابھی تو وہ میرے ساتھ اس بنگلے میں تھی مگر ماں کی ہلاکت کے بعد سنجیدہ ہو گئی تھی۔ مجھے دیوانگی کی حد تک چاہنے کے باوجود میرے قریب نہیں آ رہی تھی۔ میں خدا کا شکر ادا کر رہا تھا۔ ماں کی دائمی جدائی کا صدمہ ایسا تھا کہ اس کے چہرے کی رونق ہوا ہو گئی تھی۔ فی الحال شادی خانہ آبادی کے

جھمیلے کو بھی بھولی ہوئی تھی۔

اب میری دماغی توانائی بحال ہو رہی تھی۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے لگا تھا اور میں نے محسوس کیا کہ جے اور بھنڈاری چپ چاپ میرے اندر آ کر خیالات پڑھ رہے ہیں۔ میں انجان بنا رہا' ان کے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔

وہ فکر میں مبتلا ہو کر آئے تھے۔ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر موجود ہیں یا نہیں؟ بلرام نے تنویمی عمل کر کے مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔

وہ یہ بھی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ میں اس عمل کے اثر میں ہوں یا روحانی ٹیلی پیتھی مجھے اپنے اثر میں لے چکی ہے؟

جے اور بھنڈاری میرے چور خیالات کو اچھی طرح کھنگال رہے تھے۔ انہیں یہی معلوم ہو رہا تھا کہ میں جسمانی اور دماغی طور پر کمزور ہوں اور بلرام کے شکنجے میں خود کو مجبور اور بے بس سمجھ رہا ہوں۔ اپنے بچوں کو اور دل و جان سے چاہنے والی سونیا کو یاد کرتا رہتا ہوں۔

وہ خاموشی سے میرے خیالات پڑھ رہے تھے اور انہیں خاطر خواہ معلومات حاصل نہیں ہو رہی تھیں۔

آخر جے نے مجھے مخاطب کیا۔ ''کیوں پھرہاد...! بیوی بچے بہت یاد آ رہے ہیں؟''

میں نے ایک سرد آہ بھر کہا۔ ''ہاں۔ تم نے ان سے جدا کر دیا ہے۔ یہ معلوم ہوا ہے کہ تم مجھے بھینٹ چڑھانے والے ہو۔ کیا میں آخری بار اپنے بچوں سے دو باتیں بھی نہیں کر سکوں گا؟''

بھنڈاری نے کہا۔ ''تم ان کے لیے سوچتے رہتے ہو تو وہ تمہارے لیے کیوں نہیں سوچ رہے ہیں؟ تمہاری مدد کے لیے کیوں نہیں آ رہے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''شاید وہ مجھے تلاش کر رہے ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں' تمہارے کالے جادو نے انہیں بھٹکا دیا ہے۔ وہ میرا سراغ لگانے میں ناکام ہو رہے ہیں۔''

اب تک ان کا بھی یہی خیال تھا۔ وہ میری خیال آرائی سے خوش ہو گئے مگر تھوڑی دیر پہلے ان کی خوش فہمی کو دھچکا لگا تھا۔ جے نے کہا۔ ''تمہارے روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے کالے جادو کے باوجود ہمارے اندر پہنچ جاتے ہوں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے' کیا وہ ہمارے اندر آتے ہوں گے؟''

میں نے کہا۔ ''اگر آتے تو میں اب تک قیدی بن کر نہ رہتا۔ وہ مجھے تمہارے شکنجے سے نکال کر لے جاتے۔''

میری اس بات نے انہیں کسی حد تک قائل کیا۔

بھنڈاری نے کہا۔ ''آج ہم کنواری لڑکیوں کو ٹریپ کر چاہتے تھے۔ پر ہماری سوچ کی لہریں ان کے دماغوں پر کے بے اثر ہو گئیں۔ صاف معلوم پڑ رہا تھا' روحانی ٹیلی پیتھ جاننے والے ان لڑکیوں کو سلامتی دے رہے ہیں۔''

''اگر وہ غیر اور انجانی لڑکیوں کو تحفظ دے رہے ہ میں ان کا اپنا ہوں۔ ان کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہوں پھ میری حفاظت اور سلامتی کے لیے کیوں نہیں آ رہے ہیں؟''

''یہی تو ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں۔''

''معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ جو لڑکیوں کی حفاظ کر رہے تھے' وہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں تھے۔ ا ہوتے تو میری سلامتی کے لیے بھی ضرور آتے۔''

میری باتیں سن کر انہیں اطمینان حاصل ہو رہا تھا۔

ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ ''پھرہاد ٹھیک بو رہا ہے۔ ہم ان لڑکیوں کو ٹریپ کرنے میں ناکام کیو ہوئے' ابھی اس بات کی وجہ معلوم کرنے کا ٹائم نہیں ہے۔ بہ میں ان کے اندر جا کے سچائی معلوم کریں گے۔''

اس وقت شام کے چھ بجنے والے تھے۔ ایک آد گھنٹے میں رات کی تاریکی پھیلنے والی تھی۔ جے اور بھنڈار اپنی بیٹی نیہا کے اندر پہنچ گئے۔ وہ اپنے کمرے میں تھی۔ ما کی ہلاکت کا سوگ منا رہی تھی۔ انہوں نے اس کے دماغ قبضہ جما لیا۔ اسے غائب دماغ بنا کر بیڈ پر لٹا دیا۔ وہ پہلے ہ یہ طے کر چکے تھے کہ اسے گہری نیند سلا دیں گے تاکہ و میرے معاملے میں رکاوٹ نہ بنے۔ لہٰذا انہوں نے دس منٹ میں اسے اپنے آپ سے غافل کر دیا۔ دماغ میں یہ نقش کر دیا کہ وہ دوسری صبح سے پہلے بیدار نہیں ہو گی۔

پھر وہ میرے پاس آئے۔ جے نے کہا۔ ''چلو اٹھو باہر ایک کار ہے۔ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے مندر میں آؤ۔ تم کو وہاں کا رستہ بتاتے رہیں گے۔''

میں نے ایک معمول اور تابعدار کی حیثیت سے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ باہر آ کر کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔

جے' بلرام اور بھنڈاری کے معاملات میں اور خاص طور پر میرے معاملے میں اب تک کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی تھی۔ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کسی طرح کا چیلنج نہیں کیا تھا۔ میں مندر پہنچ گیا' تب بھی کوئی مجھے بچانے نہیں آیا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر ان تینوں کو اطمینان حاصل ہو رہا تھا۔

میں اس کھنڈر میں پہنچ گیا۔ جہاں وہ شکستہ مندر تھا۔ اس مندر کے وسیع و عریض حصے میں وہی بارہ فٹ اونچی

کالی مائی کی مورتی رکھی ہوئی تھی۔ وہ لہو ٹپکاتی ہوئی لانبی زبان نکال کر جیسے مجھے چڑا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''بچ کر کہاں جائے گا؟ میرے چرنوں میں تڑپ تڑپ کر جان دے گا۔''

را ایجنسی کا چیف دیپک راٹھور بھی اپنے چار سراغ رسانوں کے ساتھ وہاں آیا ہوا تھا۔ میری موت کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف امریکی خیال خوانی کرنے والے وائس مین' جیمز ہارڈی اور لف گائی میکائیل اور گائی ڈی البرٹ بھنڈاری کے چیلوں کے اندر موجود تھے۔

ایشورارا' ایکورارا اور ان کے چند وفادار بھی دوسرے چیلوں کے اندر آ گئے تھے۔ وہ سب ہی جے' بلرام اور بھنڈاری کا انتظار کر رہے تھے۔ پجاری ان کی عدم موجودگی میں پوجا کر رہا تھا۔

وہ تینوں اس لیے وہاں موجود نہیں تھے کہ اماوس کی رات شروع ہو چکی تھی۔ اندھیرا پھیل گیا تھا اور اب وہ تین نہیں رہے تھے۔ ایک ہی جسم میں سمٹ آئے تھے۔ یہ ایسا راز تھا کہ وہ کسی کو بتانا نہیں چاہتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد بھنڈاری کالی مائی کی مورتی کے پیچھے سے نکل کر آیا۔ اس نے را ایجنسی کے چیف کو اور اپنے ان تمام چیلوں کو دیکھا جو تمام خیال خوانی کرنے والوں کے آلہ کار بنے ہوئے تھے پھر اس نے کہا۔ ''میں تم لوگوں کا سواگت کرتا ہوں۔ میرے دو جنم ساتھی جے اور بلرام یہاں نہیں آئیں گے۔ چھپ کر رہیں گے۔ اس لیے چھپ کر رہیں گے کہ دوست بن کر آنے والے اچانک ہی دشمن بن سکتے ہیں۔ ایسے میں میری جان کو نقصان پہنچے گا تو میرے وہ دونوں جنم ساتھی میری آتما کو قابو میں کر کے مجھے نیا جیون دیں گے۔''

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا چبوترے کے پاس آ کر بولا۔ ''میری باتوں کا برا نہ ماننا۔ یہاں تم میں سے کوئی بھی میرے کو مجور سمجھ کے مجھ پر حملہ کرنے کی بھول کر سکتا ہے اور حرام موت مر سکتا ہے۔ اس لیے میں پہلے سے خبردار کر رہا ہوں۔''

اس نے دیپک راٹھور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''را ایجنسی والے ہمارے دوست ہیں۔ پر انہوں نے دہلی ائیر پورٹ پر ہم کو دھوکا دیا تھا۔ وہاں پھرہاد کو مار ڈالنا چاہتے تھے۔ پر ہم اسے بچا کر یہاں بلی چڑھانے لے آئے ہیں۔''

وہ ذرا چپ رہ کر بولا۔ ''یہاں بھی دھوکا ہو سکتا ہے۔ کوئی مجھ کو ہلاک کر سکتا ہے۔ کوئی بات نہیں' میں مر کے بھی نہیں مروں گا۔ میری آتما یہاں سے جے اور بلرام کے پاس جائے گی اور وہ اسے ایک نئے شریر میں پہنچا دیں گے۔ اس طرح مجھ کو نیا جیون مل جائے گا۔''

پھر وہ آلہ کار بننے والے چیلوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''میں ایشورارا سے اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہتا ہوں کہ ابھی پھرہاد کا دماغ ایک کھلی کتاب بن گیا ہے۔ تم لوگ اس کے اندر جا کے معلوم کر سکتے ہو کہ یہ سچ مچ پھرہاد علی تیمور ہے کہ نہیں؟''

یہ سنتے ہی ایشورارا' ایکورارا اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر آ گئے۔ میرے چور خیالات پڑھنے لگے۔ تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین' جیمز ہارڈی اور لف گائی مجھ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ میرے وفادار تھے۔

انہوں نے پوچھا۔ ''سر! ہم کیسے یقین کریں کہ آپ واقعی ہمارے محسن فرہاد علی تیمور ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''صبر کرو۔ تھوڑی دیر بعد یقین آ جائے گا۔''

جیمز ہارڈی نے کہا۔ ''سر! ہمیں جلد سے جلد معلوم ہونا چاہیے۔ ہم آپ کے لیے جان کی بازی لگانے آئے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''میرے لیے جان کی بازی لگانے کا خیال دماغ سے نکال دو۔ جے بلرام بھنڈاری سے ٹکرانے کی غلطی نہ کرو۔ جو ہو رہا ہے' اسے خاموش تماشائی بن کر دیکھتے رہو۔''

بھنڈاری نے پجاری کو حکم دیا کہ وہ بلی دینے کے سلسلے میں خاص منتر پڑھتے ہوئے پوجا شروع کرے۔ ایک چیلا شنکھ اٹھا کر اسے منہ سے لگا کر پھونکنے لگا۔ شنکھ کی آواز پورے مندر میں گونجنے لگی۔ ایک اور چیلا ڈھول اٹھا کر بجانے لگا۔ ایک بڑی انگیٹھی سے عود کا دھواں ہر سمت پھیل رہا تھا۔ چبوترے پر الاؤ دہک رہا تھا۔

الاؤ کے قریب ہی ایک بھاری بھرکم بکرا رکھا ہوا تھا۔ جس سے میری گردن اڑائی جانے والی تھی۔ پجاری منتر پڑھتا ہوا اس بکرے پر سندور لگا رہا تھا اور پھولوں کی پتیاں چھڑک رہا تھا پھر بھنڈاری پوجا کی تھال لے کر میرے پاس آ کر بولا۔ ''درگا ماں کے آگے ہاتھ جوڑ کے سر جھکاؤ۔ تمہارا کلیان ہو گا۔ سیدھے سورگ میں جاؤ گے۔''

میں نے کہا۔ ''مجھ پر تنویمی عمل کرتے وقت بلرام نے پوچھا تھا' کیا میں کسی بھی وقت اس کے عمل سے نجات حاصل کر سکوں گا؟ تب میں نے کہا تھا کہ جب بھی میرے دین کے خلاف مجھ سے کام لو گے تو میں تمہارے جادوئی شکنجوں سے نکل جاؤں گا۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''ہماری پکڑ اتنی مجبوت ہے

کہ تمہارا بھگوان بھی تم کو....''

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں نے ایک الٹا ہاتھ اسے رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ تھال اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرتے ہوئے ٹھن ٹھنا ٹھن ٹھنا ٹھن... بجنے لگی۔ سندور دور تک بکھر گیا۔ وہ ایک قد آور پہلوان تھا۔ اس نے مجھے دبوچنے کے لیے چھلانگ لگائی۔ میں اچھل کر ایک طرف ہوگیا۔ نتیجہ ظاہر تھا۔ وہ میری خالی جگہ آکر فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔

اس نے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی مگر مجھ پر حملہ نہ کرسکا۔ اچانک ہی اس کی بیٹی نیہا سامنے آگئی۔ وہ تنویمی عمل کے ذریعے اسے گہری نیند سلا کر مجھے یہاں لایا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تم....؟ تم کو تو صبح سے پہلے جاگنا نہیں تھا۔ میں نے عمل بھی کیا تھا۔ منتر بھی پڑھے تھے۔ تم کیسے ادھر آگئیں؟''

وہ بولی۔ ''تم نے جس بیٹی کو دھوکا دیا تھا' وہ اب تم سے بھی زیادہ شکتی والی ہوگئی ہے۔''

وہ نیہا تھی مگر نہیں تھی۔ انوشے نے اسے آلہ کار بنالیا تھا۔ اس کی زبان سے بول رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ہائے گرینڈ پا!''

میں نے جواباً مسکرا کر کہا۔ ''خوش رہو۔ سلامت رہو دادا کی جان...!''

بھنڈاری نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تم پھر ہاد کو گرینڈ پا کیوں بول رہی ہو؟ اور یہ تمہاری آواز کیوں بدلی ہوئی ہے؟''

''اس لیے بدلی ہوئی ہے کہ حالات بدل گئے ہیں۔ تمہاری شامت آگئی ہے۔''

ایک سمت سے سونیا کی آواز سنائی دی۔ ''اور اس شامت کا نام ہے سونیا.....''

وہ مندر کے بڑے دروازے سے اندر آرہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''تم نے لاہور میں مجھے دھوکا دیا۔ فرہاد کو ٹریپ کرکے یہاں لے آئے۔ تمہارے کالے جادو نے یہ نہیں بتایا کہ میں لاہور سے تم لوگوں کا تماشا دیکھتی آرہی ہوں۔''

سونیا کو دیکھتے ہی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وائس مین' جیمز ہارڈی اور ٹف گائی نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے خوشی سے چیخ کر کہا۔ ''لانگ لیو سونیا فرہاد...! تم جیو ہزاروں سال... کوئی تمہیں مات نہیں دے سکتا۔''

ایشورا رانے کہا۔ ''ہم سیارے والے بھی یہاں موجود ہیں۔ یہ یقین کرنے آئے ہیں کہ بھنڈاری نے واقعی فرہاد کو قیدی بنایا ہے یا نہیں؟''

ایکورا رانے کہا۔ ''ہمیں یقین نہیں تھا کہ بھنڈاری اپنی دیوی کے آگے تمہاری بلی چڑھا سکے گا۔ اب ایسا ہی لگ رہا ہے۔ کیوں بھنڈاری! کیا فرہاد کو اب اپنے شکنجے میں رکھ سکو گے؟''

بھنڈاری نے پلٹ کر مجھ حملہ کرنا چاہا۔ سونیا نے چھلانگ لگا کر اس کے منہ پر ایک کک ماری۔ وہ ذرا پیچھے چلا گیا۔ انوشے نے نیہا کی زبان سے کہا۔ ''ہائے پتا جی! کیوں لڑ رہے ہو؟ اب تم تین نہیں رہے ہو۔ تین کی طاقت نہیں ہے۔ صبح تک اکیلے رہو گے۔ ٹیلی پیتھی کام نہیں آئے گی۔ تمہارا کالا جادو روحانی ٹیلی پیتھی کے آگے پانی ہوجائے گا۔''

اس نے نیہا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا بکواس کر رہی ہو؟ میں اکیلا نہیں ہوں۔ جے اور بلرام چھپے ہوئے ہیں۔ یہ دشمن مجھ کو جان سے مار ڈالیں گے تو وہ دونوں میری آتما کو دوسرے شریر میں پہنچا کر مجھے نیا جیون دیں گے۔''

سونیا نے اپنے اسٹائل کے مطابق کھوم کر ایک اور کک ماری۔ پھر کہا۔ ''ابھی مرو گے تو نئی زندگی حاصل کرنے کی حسرت لے کر جہنم میں جاؤ گے۔''

وہ مار کھا کر پیچھے گیا۔ اس وقت ذہنی طور پر الجھ گیا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ میرے اور سونیا کے ہاتھوں مارا جائے گا تو اسے نئی زندگی دینے والے جے اور بلرام اس کے اندر ہی مر جائیں گے۔

اسے صبح تک تنہا لڑنا تھا۔ اس مندر سے بھاگنے میں ہی اس کی سلامتی تھی۔ اس نے سیارے والوں اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنی طاقت اور برتری جتلانے کے لیے وہاں بلایا تھا۔ وہ تمام آنے والے بھی اسے کمزور پا کر اس پر حملے کرسکتے تھے۔

وہ ہر طرف سے خطرات میں گھر گیا تھا۔ اچانک ہی پلٹ کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ سونیا نے اس کے پیچھے دوڑ لگائی۔ پجاری چبوترے کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سونیا کی ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑی۔ میں کچھ فاصلے پر تھا۔ بھنڈاری کو پکڑنے کے لیے دوڑ لگا رہا تھا۔ اس کی تو جان پر بن آئی تھی۔ وہ اپنی درگا ماں کے پیچھے جا کر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

اس کے دو چیلے میرا راستہ روکنے آئے۔ ایک کے ہاتھ میں کٹار تھی۔ دوسرا لاٹھی گھماتا ہوا آرہا تھا لیکن مجھ پر حملہ کرنے سے پہلے ہی چیخ مار کر فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ جیمز ہارڈی نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا تھا۔ کٹار والے کو ٹف گائی نے اٹھا کر پٹخ دیا۔ اس کا بھی دماغ بری طرح دکھنے لگا تھا۔ میں ان دونوں کو پھلانگ کر دوڑتا ہوا کالی مائی کی مورتی کے پیچھے آیا تو وہ دکھائی نہیں دیا۔

آگے ایک تنگ راہداری تھی۔ میں وہاں سے گزرتا ہوا ایک کمرے میں پہنچا۔ سونیا بھی دوڑتی ہوئی آگئی۔ اس نے پوچھا۔ ''کہاں ہے وہ....؟''

اس کمرے کے فرش میں چوکور خلاء تھا۔ ہم نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ ایک تنگ سا زینہ نیچے تہ خانے میں گیا تھا۔ نیچے ایک مشعل روشن تھی۔ سونیا نے نیچے اتر کر مشعل کو ہاتھ میں لیا پھر ہم آگے بڑھنے لگے۔

آگے ایک تنگ راہداری تھی۔ وہاں سے گزرتے وقت معلوم ہوا کہ وہ ایک سرنگ ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے انوشے سے کہا۔ ''ہم اس کے پیچھے بھاگنا نہیں چاہتے۔ تم اسے روکو۔''

اس نے کہا۔ ''سوری گرینڈ پا! اس کے پیچھے بھاگنا ہی پڑے گا۔ یہ مقدر کا کھیل ہے۔ وہ صبح تک اپنی جان بچاتا پھرے گا اور آپ اسے دوڑاتے رہیں گے۔ روحانی ٹیلی پیتھی کا کام یہاں ختم ہوچکا ہے۔ مجھے آگے کچھ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں جارہی ہوں۔ خدا حافظ....''

وہ چلی گئی۔ میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ لوحِ مقدر پر جو لکھا جاتا ہے' وہی ہوتا رہتا ہے۔ ہم بھی تدبیر سے اور کبھی دعاؤں سے اس تحریر کو بدلنا چاہتے ہیں۔ کبھی کوئی تدبیر کارگر ہوتی ہے' کوئی دعا قبول ہوجاتی ہے۔ شاید اس لیے کہ لوحِ مقدر میں قبولیت لکھی ہوتی ہے۔ ہم قدرت کے پیچیدہ رازوں کو کسی حد تک سمجھتے ہیں اور سلجھتے سمجھتے الجھتے رہتے ہیں۔

وہ سرنگ بہت لمبی تھی۔ ہم تقریباً آدھے گھنٹے تک چلتے رہے۔ سونیا نے کہا۔ ''پتا نہیں وہ اسی سرنگ سے فرار ہوا ہے یا کسی دوسرے راستے سے نکل گیا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''ایسی سرنگیں جان بچا کر فرار ہونے کے لیے ہی بنائی جاتی ہیں۔ وہ اسی راستے سے آگے کہیں گیا ہوگا۔''

اس سرنگ کے اختتام پر کچی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ ہم ان پر چڑھتے ہوئے ایک چھوٹے سے مندر میں آگئے۔ وہاں شیو شنکر ہر ہر مہادیو کی پوجا کی جاتی تھی۔ ہم اس کمرے میں پہنچے وہاں مختلف سامان بکھرا ہوا تھا۔ بھنڈاری نے گیروا رنگ کی دھوتی پہنی تھی۔ وہ ایک آئینے کے سامنے پڑی ہوئی تھی۔ ریڈی میڈ میک اپ کا سامان بھی تھا۔ وہ لباس اور چہرہ بدل کر وہاں سے بھاگ گیا تھا۔

ہم اس مندر سے باہر آئے رات کی تاریکی میں ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس دور جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ بھنڈاری ہی ہوسکتا تھا۔ میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے اندر پہنچا۔ اگرچہ سانس روک کر اس نے مجھے اپنے اندر ٹھہرنے نہیں دیا۔ تاہم چند ساعتوں میں یہ معلوم ہوگیا کہ وہ کار ڈرائیو کر رہا ہے۔

سونیا نے کہا۔ ''آدھی رات تو گزر چکی ہے۔ وہ مزید پانچ یا چھ گھنٹوں تک ہم سے دور بھاگتا رہے گا۔''

ہم تیزی سے آگے بڑھتے جارہے تھے۔ کسی گاڑی کی تلاش میں تھے۔ وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہونے کے لیے بڑی تیزی دکھا رہا تھا۔ اسے ایک سے تین ہونے کی فکر ستا رہی تھی اور صبح سے پہلے ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔

وہ قدرے ویران علاقہ تھا۔ ایک مکان کے سامنے ایک خوبصورت مہنگی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں غریب طبقہ رہائش پذیر تھا۔ سونیا نے دروازے پر دستک دی۔ اندر خاموشی رہی۔ تب میں نے دروازہ پیٹنا شروع کیا۔ ایک شخص غصے سے بڑبڑاتا ہوا آیا۔ بند دروازے کے پیچھے سے بولا۔ ''کون ہے؟ جاؤ یہاں سے.... آدھی رات کو دروازہ نہیں کھلے گا۔''

میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کا غصہ اور دماغ کی گرمی سرد پڑ گئی۔ وہ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ میں نے کہا۔ ''کار کی چابی دو۔ میں جانتا ہوں' تم ایک پیپر کے اونر ہو۔ یہاں اپنی داشتہ کے ساتھ منہ کالا کر رہے ہو۔ کیا میں تمہاری بیوی بچوں کو یہاں لے آؤں؟''

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے نہیں نہیں کہتے ہوئے چابی میرے ہاتھ پر رکھ دی۔ ہم فوراً ہی کار میں آکر بیٹھ گئے۔ اس رئیس اعظم کا دماغ میری مٹھی میں تھا۔ وہ چپ چاپ کھڑا دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی۔ بھنڈاری کی کار نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی۔ پتا نہیں' وہ کتنی دور نکل گیا تھا۔

ہم اندازے سے اس سڑک پر چلتے ہوئے دورا ہے' پھر چوراہے پر آگئے۔ یہ سمجھنا ممکن نہیں تھا کہ وہ کس راستے پر گیا ہے؟ سونیا نے ایک چوراہے پر کار روک دی۔ اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ''آہ.... اس فرار ہونے والے کے لیے اتنے سارے راستے کھلے ہیں۔ وہ کدھر گیا ہوگا؟ ہم کدھر جائیں؟''

وہ سر اٹھا کر اس کی بُو سونگھنے کی کوشش کرنے لگی۔ بھنڈاری کے پاس ایک ننھی سی پرفیوم کی شیشی تھی۔ اس

نے اپنے لباس میں کچھ پرفیوم لگا رکھا تھا۔ اس لیے اس کی بُو نہیں مل رہی تھی۔

میں نے پھر بھنڈاری کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر بھگا دیتا تھا مگر اس وقت ایسا نہ کر سکا۔ اچانک ہی کہیں ٹھوکر کھا کر گر پڑا تھا۔ تکلیف کی شدت سے ہانپتا ہوا دوبارہ اٹھ کر دوڑنے لگا۔

اتنی دیر میں پتا چلا کہ اس کی کار کھٹارا تھی۔ اس میں خرابی پیدا ہوگئی تھی اور خرابی دور کرنے کا وقت نہیں تھا۔ جس طرح میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک کار حاصل کی تھی۔ اسی طرح وہ بھی ایک سمت دوڑتا ہوا کسی گاڑی والے کو ٹریپ کرنے کا منتظر تھا۔ رات کا ایک بج رہا تھا۔ اس علاقے کی سڑکیں ویران تھیں۔

وہ ایک جگہ رک گیا۔ دور سے ایک گاڑی آتی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی سانسیں بحال ہو رہی تھیں۔ اس نے سانس روک کر مجھے بھگا دیا۔ میں اس کے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ کم بخت ان ہی لمحات میں بچ کر نکل گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس وقت وہ ہاتھی بگان میں ہے۔

میں نے قریب سے گزرنے والے ایک شخص کو روک کر پوچھا۔ ''ہاتھی بگان کس طرف ہے؟''

اس نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اس راستے پر جائیں۔ پندرہ منٹ میں وہاں پہنچ جائیں گے۔''

سونیا نے فوراً ہی کار اسٹارٹ کر کے اسے آگے بڑھایا پھر اس کی رفتار بڑھاتی چلی گئی۔ جلد ہی ہمیں سڑک کے کنارے وہ کھٹارا کار دکھائی دی۔ بھنڈاری وہیں سے دوڑتا ہوا آگے گیا تھا مگر ہمیں دیر ہو چکی تھی۔ وہ ایک گاڑی والے سے لفٹ لے کر کسی دوسری سمت چلا گیا تھا۔

ہم پھر ایک چوراہے پر آ کر الجھ گئے۔ پتا نہیں' وہ کس راستے پر گیا ہوگا؟ صبح ہونے سے پہلے اسے جہنم میں پہنچانا ضروری تھا۔ اماوس کی تاریکی ختم ہونے کے بعد وہ ایک سے تین ہو جاتے تو پھر اگلے مہینے کی آخری تاریخ تک سہمہ طرفہ شہزور بن جاتے۔

یعنی پہلے کی طرح ان کی تین الگ الگ طاقتیں اور صلاحیتیں ہوتیں اور ہم ان میں سے ایک یا دو کو ہلاک کرتے تو تیسرا ان کی آتماؤں کو دوسرے جسموں میں پہنچا کر عدم سے وجود میں لے آتا۔ جب وہ ایک سے تین ہو جاتے تو کبھی ایک جگہ' ایک ہی وقت میں ایک دوسرے کے سامنے نہیں آتے تھے۔ دور دور رہ کر ایک دوسرے کے لیے ڈھال بنتے رہتے تھے۔ ہماری انگلیاں اپنی اپنی جگہ کمزور ہوتی ہیں۔ لیکن مٹھی بننے کے بعد فولادی مکا بن جاتی ہیں۔ جے' بلرام اور بھنڈاری کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔

وہ ایک جسم میں سما کر متحد ہوتے تو ان میں دو جنم سما کر ایک بدن کے ڈھانچے میں سما کر قیدی بن جاتے تھے۔ ایک دوسرے کی مدد کے لیے وہاں سے نکل نہیں پاتے تھے۔

اس رات بھنڈاری اپنے دو ساتھیوں کے بغیر بے یار و مددگار تھا۔ وہ صبح تک زندہ سلامت رہنے کے لیے ایشورارا سے' امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اور را ایجنسی والوں سے مدد مانگ رہا تھا۔

اس نے دیپک راٹھور سے کہا۔ ''میری مدد کرو۔ اسے اور پھر ہاد کو میرے پیچھے آنے سے روکو۔''

راٹھور نے پوچھا۔ ''ہم کیسے روکیں؟ پتا نہیں اس وقت تم کہاں ہو؟ اور وہ دونوں کہاں ہیں؟''

''اس شہر میں تمہاری ایجنسی کے درجنوں جاسوس ہیں۔ ان سے بولو' وہ ساؤتھ کولکتہ میں ان کو تلاش کریں۔ جیسے ہی دکھائی دیں انہیں گولی مار دیں۔''

وہ فون کے ذریعے اس شہر کے جاسوسوں سے رابطہ کرنے لگا۔ بھنڈاری نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیکل اور گائی ڈی البرٹ کے دماغوں میں پہنچ کر کہا۔ ''میرے کو معلوم ہے' وہ تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جیمز ہارڈی' والس مین اور ٹف گائی پھر ہاد کے گاتے ہیں۔ میں ان پر وشواس نہیں کروں گا۔ ابھی تم دونو میرے کام آ سکتے ہو۔ اگر کام آؤ گے' پھر ہاد اور سونیا کو ڈھونڈ کر مار ڈالو گے تو میں تمہارے یوگا جاننے والے پھوجیوں اور امریکا کا پکا دوست بن جاؤں گا۔''

مائیکل اور البرٹ نے کہا۔ ''ہمیں گائیڈ کرو۔ ہم انہیں کہاں تلاش کریں؟''

اس نے کہا۔ ''اس شہر کے کسی آدمی کو اپنا آڈیٹر کار بناؤ۔ یہاں کے سارے علاقوں میں تمہاری رہنمائی کرے گا۔ اسے پھورا انہیں ساؤتھ کولکتہ میں ڈھونڈو۔''

مائیکل اور البرٹ مندر میں اس کے دو چیلوں کو آلۂ کار بنا کر موت کا تماشا دیکھنے آئے تھے۔ انہوں نے ان چیلوں کو حکم دیا کہ فوراً گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے کولکتہ کے جنوبی حصے میں جائیں۔ وہ بھنڈاری کے دشمنوں کو تلاش کرنا چاہتے ہیں۔

وہ ان کے احکامات کی تعمیل کے لیے وہاں سے چل پڑے۔ ہم بھنڈاری کے پیچھے تھے اور وہ اپنے حمایتیوں کو ہمارے پیچھے لگا رہا تھا۔

اس نے ایشورارا سے کہا۔ ''اگر تم چاہتے ہو کہ آ

سے دو دنوں کے بعد تمہاری گردن تک نہ پہنچوں' دشمنوں کو تمہارا پتا ٹھکانا نہ بتاؤں تو ابھی سونیا اور پھر ہاد کو میرے پیچھے آنے سے روکو۔ وہ ابھی ساؤتھ کولکتہ میں ہیں۔ انہیں ڈھونڈ کے موت کے گھاٹ اتار دو۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''میں تم سے ہر حال میں دوستی رکھوں گا۔ ابھی انہیں تلاش کرنے جا رہا ہوں۔''

اس نے بھنڈاری سے رابطہ ختم کرنے کے بعد ایکورارا سے کہا۔ ''ہمیں یقین ہو گیا ہے' سونیا' فرہاد اور ان کے روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے باکمال ہیں۔ ناقابل شکست ہیں۔ بھنڈاری جان بچانے کے لیے کتے کی طرح بھاگتا پھر رہا ہے۔ ہم نے سونیا سے دوستی کا جو زبانی معاہدہ کیا ہے' اس پر قائم رہیں گے۔''

ایکورارا نے کہا۔ ''ہم اسی وقت قائم رہ سکیں گے' جب یہ بھنڈاری مارا جائے گا۔ زندہ رہے گا تو ہماری خفیہ پناہ گاہ تک ضرور پہنچے گا۔''

''ہاں اگر آج نہیں مرے گا' بچ کر نکل جائے گا تو ہمارے لیے مصیبت بن جائے گا۔ ہم دہری پالیسی اختیار کریں گے۔ دونوں کے حمایتی بن کر رہیں گے پھر جس کا پلڑا بھاری ہوگا' ادھر جھک جائیں گے۔''

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا سونیا کے پاس آیا پھر بولا۔ ''میں دوستی نبھانے اور ضروری اطلاع دینے آیا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''میں کسی کو اپنے اندر زیادہ دیر نہیں رہنے دیتی۔ پچھلی سیٹ پر ایک مقامی باشندہ ہماری رہنمائی کے لیے بیٹھا ہے۔ یہ ہمیں اس شہر کے مطلوبہ علاقوں میں لے جا رہا ہے۔ میں اس کی آواز سنا رہی ہوں۔ تم اس کے ذریعے باتیں کرو۔''

پھر سونیا نے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

اس نے جواب دیا۔ ''میرا نام من موہن چٹرجی ہے۔''

ایشورارا نے اس کے اندر پہنچ کر اس کے ذریعے کہا۔ ''میڈم! بھنڈاری چاہتا ہے' ہم آپ کو اس کا تعاقب کرنے سے روکیں۔ بلکہ آپ دونوں کو ہلاک کر دیں۔ اسی طرح اس نے اپنے دوسرے حمایتیوں کو بھی آپ کے پیچھے لگایا ہوگا۔''

''تم کیا کہنے آئے ہو؟''

''یہی کہ میں آپ سے غداری نہیں کروں گا۔ ہمارے درمیان دوستی اور باہمی تعاون کا جو زبانی معاہدہ ہو چکا ہے' اس پر قائم رہوں گا اور ابھی آپ کو بھنڈاری تک پہنچانے کی پوری کوشش کروں گا۔''

میں نے پوچھا۔ ''تم کیسے معلوم کرو گے کہ وہ کہاں گم ہو گیا ہے؟''

''اس نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ کو کولکتہ کے جنوبی حصے میں تلاش کروں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود جنوبی حصے میں ہے۔ اسے یہ اندیشہ ہے کہ آپ ادھر جائیں گے۔ لہٰذا آپ دونوں کو روکنے کے لیے اپنے حمایتیوں کو بھی ادھر کا راستہ دکھا رہا ہے۔''

''ہاں۔ یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ ساؤتھ کولکتہ کے کسی علاقے میں ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''مجھے اس کی بو نہیں مل رہی ہے۔ وہ خود کو پرفیوم میں چھپا رہا ہے۔ کسی طرح اسے پرفیوم سے محروم کرنے کی کوشش کرو۔''

''ٹھیک ہے۔ میں پوری کوشش کروں گا۔ بھنڈاری نے مجھے یہ کہہ کر دہشت زدہ کر رکھا ہے کہ وہ دونوں کے بعد میری خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ جائے گا۔ وہ بہت ہی خطرناک جادوگر ہے۔ مجھے میری پناہ گاہ سے نکال کر میرے دشمنوں کے سامنے لا سکتا ہے۔ کیا آپ اس سلسلے میں میری مدد کر سکیں گے؟''

''بھنڈاری سے پہلے ہمارے روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم کس بھیس میں کہاں روپوش رہتے ہو؟ مگر انہوں نے ہمیں بھی اس سلسلے میں کچھ نہیں بتایا ہے۔ انہوں نے ہم سب کو قدرتی حالات کے مطابق ایک دوسرے سے نمٹنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''فکر نہ کرو۔ وہ تمہارے خفیہ اڈے تک پہنچے گا تو ہم اس سے نمٹ لیں گے۔ ہم سے تعاون کرتے رہو گے تو بھنڈاری تمہاری پناہ گاہ تک پہنچنے کے لیے زندہ نہیں رہے گا۔ آج ہی صبح ہونے سے پہلے جہنم میں پہنچ جائے گا۔''

''میں جا رہا ہوں۔ اسے پرفیوم سے محروم کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔''

وہ چلا گیا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ ''وہ دشمن اسی علاقے میں کہیں ہے۔ یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ تمہیں اس کی بُو نہیں مل رہی ہے۔ پتا نہیں مندر سے فرار ہوتے وقت اس نے پرفیوم کہاں سے حاصل کیا ہے؟''

''اگر وہ چار دیواری سے باہر کہیں بھٹک رہا ہوگا تو پرفیوم کھلی فضا میں جلد ہی اڑ جائے گا۔ خدا کرے ایسا ایک چانس ہمیں مل جائے۔''

سونیا اس کی بُو پانے کے لیے بے چین تھی۔ ادھر وہ

پریشان تھا۔ کیونکہ پرفیوم کی ایک ننھی سی شیشی اس کے پاس تھی۔ وہ آدھی سے زیادہ خالی ہوگئی تھی۔ اس وقت رات کے تین بج رہے تھے۔ تقریباً تین گھنٹوں میں صبح ہونے والی تھی۔ یہ صاف دھمکی تھی کہ صبح سے پہلے پہلے وہ شیشی بالکل خالی ہوجائے گی۔

اس کے سامنے بچاؤ کی ایک ہی صورت تھی۔ وہ وہاں سے سیکڑوں کلومیٹر دور چلا جانا چاہتا تھا تاکہ سونیا کو اس کی بُو نہ ملے اور پرفیوم کی بھی ضرورت پیش نہ آئے مگر رات کے پچھلے پہر اسے گاڑی نہیں مل رہی تھی۔ اس نے دوسری گاڑی والے سے لفٹ حاصل کی تھی۔ وہ گاڑی بھی پنکچر ہوگئی تھی۔ اب وہ کسی سے موٹر سائیکل چھین کر اس شہر سے نکل جانا چاہتا تھا مگر وہ دو پہیوں والی بھی نخرے دکھا رہی تھی۔ رک رک کر چل رہی تھی۔ مسلسل دھڑکا لگا ہوا تھا کہ ہم اس کی شہ رگ تک پہنچنے ہی والے ہیں۔ وہ بری طرح بوکھلا رہا تھا۔ حالات اس کے لیے سازگار نہیں ہو رہے تھے۔

موٹر سائیکل پہلے ایک بچے کی طرح دوڑ رہی تھی پھر چلنے لگی۔ اس میں کچھ دم نہیں تھا۔ چلتے چلتے رک گئی۔ بھنڈاری نے اتر کر اسے غصے سے دیکھا پھر ایک زور کی لات ماری اس کا کچھ نہیں بگڑا وہ ایک طرف گر پڑی۔ دوسری طرف وہ اپنا پاؤں پکڑ کر تکلیف سے کراہنے لگا۔

یہ بھول گیا تھا کہ جان بچانے کے لیے مندر سے ننگے پاؤں بھاگتا ہوا آیا ہے۔ لوہے پر پاؤں مار کر اس نے مصیبت مول لے لی تھی۔ ٹخنے کی ہڈی جیسے تڑخ گئی تھی۔ اب وہ دوڑنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ لنگڑا کر چلنے لگا۔

دہشت اور بڑھ گئی تھی۔ وہ دائیں بائیں اور پیچھے کی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم اچانک ہی کہیں سے چھلانگ لگا کر اسے دبوچنے والے ہیں۔

یہ سوچ سوچ کر اس کا حوصلہ پست ہو رہا تھا کہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ملنے والی گاڑیوں کو ناکارہ بنایا جا رہا ہے اور اسے لنگڑا بنا کر مجبور کیا جا رہا ہے تاکہ وہ گھسٹ گھسٹ کر اپنی موت کا انتظار کرتا رہے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے دیپک راٹھور سے پوچھا۔ ”تم کیا کر رہے ہو؟ کیا میرے دشمنوں کو ہلاک نہیں کر سکتے؟ ان کو پکڑ بھی نہیں سکتے؟ میرے پاس آنے سے روک بھی نہیں سکتے؟“

اس نے کہا۔ ”ہمارے جاسوس انہیں ڈھونڈ رہے ہیں۔ وہ دکھائی دیں گے تو ہم انہیں پکڑ بھی سکیں گے۔ تمہاری طرف آنے سے روک بھی سکیں گے اور ہلاک بھی کر سکیں گے مگر....“

اس نے پوچھا۔ ”مگر کیا.....؟“

”مگر یہ کہ جب تمہارے جیسے ٹیلی پیتھی جا... والے اور کالا جادو جاننے والے اسے درگاماں کی بھینسٹ چڑھا سکے تو ہم ان کا کیا بگاڑ لیں گے؟ ایک بات کہنا چ... ہوں برا تو نہیں مانو گے؟“

”بولو کیا بولنا ہے؟“

”ہم نے پہلے ہی سمجھایا تھا کہ فرہاد زیادہ دیر کسی شکنجے میں نہیں رہتا۔ اسے کولکتہ نہ لے جاؤ۔ ایک لمحہ بھی ضا... کیے بغیر گولی مار دو مگر تم نے ہماری بات نہیں مانی تھی۔ ... تمہارے سامنے ہے۔ اسے مارنا چاہتے تھے اب مرنے خوف سے اس کے آگے بھاگ رہے ہو۔“

”بکواس مت کرو۔ ہم اس سے کمجور نہیں ہیں۔ کا... لوگ دیکھو گے وہ پھر ہمارے شکنجے میں ہوگا۔“

”جس سے ڈر کر بھاگ رہے ہو اسے شکنجے میں ... لو گے؟ تمہارے وہ جنم ساتھی جے اور بلرام کہاں ہیں؟ ... تمہاری مدد کرنے کیوں نہیں آ رہے ہیں؟“

وہ حقیقت بتانا نہیں چاہتا تھا۔ جھنجلا کر بولا۔ ”بیکا... باتیں نہ پوچھو۔ میری مدد کرو۔ سونیا اور پرہاد کو روکو۔“

”ہم نے کہاں ناں، ہمارے جاسوس انہیں ڈھ... رہے ہیں۔ تم تینوں جنم ساتھی اپنے منتروں سے چھپی ہ... باتیں معلوم کر لیتے ہو پھر چھپ کر آنے والے فرہاد کو کیو... نہیں ڈھونڈ رہے ہو؟ کچھ بتاؤ تو سہی جے اور بلرام کہ... ہیں؟“

”میں آخری بار بولتا ہوں، کوئی سوال مت کرو... کام کرو۔ نہیں کرو گے تو پھر ہم تینوں جنم ساتھی کبھی تمہارا... نہیں کریں گے۔“

وہ دیپک راٹھور کے دماغ سے نکل آیا۔ اس وا... لنگڑاتا ہوا ایک ہاسپٹل کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ وہاں ز... پاؤں کا علاج ہوسکتا تھا۔ ہاسپٹل کے اندر خاموشی اور ... تاریکی تھی۔ وہ اپنے لباس پر پرفیوم چھڑکتا ہوا اندر آیا تو بلب کی روشنی میں شیشی دکھائی دی۔ وہ خالی ہو چکی تھی۔

اس نے گھبرا کر وال کلاک کی طرف دیکھا۔ پانچ ... والے تھے۔ اماوس کی تاریکی شاید ایک گھنٹے کے بعد چھ... والی تھی اور ایک گھنٹا بہت ہوتا ہے۔ موت تو ایک پل ... آجاتی ہے۔

اور اب تو سونیا کسی بھی لمحے میں اس کے پاس پہنچ ... تھی۔ عقل نے سمجھایا کہ اسے ہاسپٹل میں یا کسی بھی جگہ ... نہیں چاہیے۔ اگلے ایک گھنٹے تک بھاگتے رہنا چاہیے پھر

ہوتے ہی اسے موت کے بعد بھی زندہ رکھنے والے اس کے ساتھی اس کے اندر سے نکل آئیں گے۔

اس نے ہاسپٹل کے انچارج کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا۔ باہر ایک ایمبولینس کھڑی ہوئی تھی۔ انچارج نے اس کی چابی اسے دی۔ اس نے پیٹرول چیک کیا۔ وہ گاڑی بالکل نئی تھی۔ راستے میں ساتھ نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

اِدھر سونیا نے چونک کر کہا۔ ”مجھے اس کی بُو مل رہی ہے۔ خدا کرے وہ اور تھوڑی دیر تک پرفیوم نہ لگائے۔“

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی پھر اس کی رفتار بڑھاتے ہوئے بُو کی سمت جانے لگی۔

ہم آدھی رات سے اسے ڈھونڈ رہے تھے۔ اب اس کا سراغ مل رہا تھا۔ میں بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ پرفیوم استعمال نہ کرے۔ میں نے اسے الجھانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جیسے ہی اس کے اندر پہنچا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں باہر نکل گئیں۔ چند ساعتوں میں یہ معلوم ہوا کہ وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا کہیں جا رہا ہے۔

میں پھر اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے پھر سانس روک لی۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اسے سکون سے ڈرائیو نہیں کرنے دوں گا۔ اس مقصد کے لیے ایک ایک منٹ کے بعد اس کے اندر جانے لگا۔ ایک بار اس کے اندر جاتے ہی بولا۔ ”کب تک سانس روکتا رہے گا؟“

اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ یقیناً دس بیس منٹ تک سانس روک لیتا ہوگا۔ سونیا راستے بدل بدل کر تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ دشمن کے ساتھ اچھی خاصی بھاگ دوڑ ہو رہی تھی۔ وقت گزرتا جا رہا تھا۔

اس نے کہا۔ ”فاصلہ کم ہوتا جا رہا ہے۔ ہم اس کے قریب پہنچ رہے ہیں۔“

بڑی لمبی تھکا دینے والی ڈرائیونگ تھی۔ ہم ایک ویران سڑک پر تھے۔ بیس منٹ کے بعد بہت دور ایک ایمبولینس دکھائی دی۔ وہ ایک تناور درخت سے ٹکرانے کے بعد رک گئی تھی۔

سونیا نے قریب پہنچ کر کار روک دی۔ وہ شکستہ ایمبولنس کا دروازہ کھول کر باہر نکل رہا تھا۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ چہرہ اور لباس بھی لہو سے بھیگ رہا تھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا ہمارے سامنے آ کر رک گیا۔

وہ ہم سے خوفزدہ ہو کر بھاگتا رہا تھا مگر اب بڑی بے باکی سے سامنے آ کر تن گیا تھا پھر اس نے ہنستے ہوئے ہمیں ٹھینگا دکھاتے ہوئے کہا۔ ”مجھ کو مار نہیں سکو گے۔ آسمان کو دیکھو۔ صبح ہونے والی ہے۔ اماوس کی رات بیت گئی ہے۔“

وہ بول رہا تھا مگر سیدھی طرح کھڑا نہیں ہو پا رہا تھا۔ رہ رہ کر ڈگمگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ”جے اور بلرام کی آتمائیں میرے اندر سے نکل کر مندر میں پہنچ گئی ہیں۔ وہاں ایک کمرے میں دونوں کے خالی اور بے جان شریر پڑے ہوئے تھے۔ اب ان میں جان آ گئی ہوگی۔ میں یہاں مروں گا تو وہ میری آتما کو دوسرے شریر میں پہنچا دیں گے۔ میں ایک نئے چہرے کے ساتھ ایک نیا بھنڈاری بن کے پھر تم سے ٹکرانے آؤں گا۔“

وہ ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلاتے ہوئے بولا۔ ”آؤ.... مجھ کو مارو..... میں مر کے ایک نیا جیون پانا چاہتا ہوں۔“

وہ آگے بڑھتے ہوئے ڈگمگا رہا تھا پھر میری طرف بڑھتے ہوئے اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ ہمارے آگے اوندھے منہ گر پڑا۔ وہ جسمانی اور دماغی طور پر کھوکھلا ہو چکا تھا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ مجھے بھگا نہ سکا۔ کیونکہ سانس روکنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس کی سانسیں اب تب میں ہمیشہ کے لیے رُکنے والی تھیں۔

اس کی دم توڑتی ہوئی سوچ کہہ رہی تھی۔ ”پرہاد! تجھ کو نہیں چھوڑوں گا۔ اگلی بار تیرے کوتا بعدار بناتے ہی پھر وہی بھول نہیں کروں گا۔ ایک منٹ میں تجھ کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ میں تجھ کو.....“

وہ آگے نہ بول سکا۔ آواز بند ہوگئی۔ دیدے پھیل گئے۔ میں نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ کیونکہ وہ ہمیشہ کے لیے ساکت ہو چکا تھا۔

☆☆☆

را ایجنسی کے چیف دیپک راٹھور سے، امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اور ایشورارا سے کہا گیا تھا کہ وہ صبح تک مندر میں رہیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ جے، بلرام اور بھنڈاری مجھ سے مات کھا کر فرار ہو گئے ہیں۔ وہ واپس آئیں گے۔ صبح تک فاتح بن کر ضرور واپس آئیں گے۔

اکابرین ہوں، راؤ والے ہوں یا ایشورارا ہو۔ سب ہی ان تینوں کی غیر معمولی صلاحیتوں سے اور ان کے پُراسرار علوم سے خوفزدہ تھے۔ ان کی ہر بات مان کر انہیں خوش رکھتے تھے۔ اسی لیے بھنڈاری کے شکست کھا کر فرار ہونے کے باوجود وہ لوگ مندر سے نہیں گئے تھے۔ وہاں رہ کر صبح تک ان کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔

ایکوارارنے اپنے بھائی سے کہا۔ ”وہ تینوں جنم ساتھی شاید مات کھا چکے ہیں۔ بھنڈاری کو فرہاد دوڑا رہا ہے۔ باقی

جے اور بلرام غائب ہو گئے ہیں۔ غائب ہونے کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ وہ فرہاد سے منہ چھپا رہے ہیں۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''دیکھا جائے تو ابھی فرہاد کا پلڑا بھاری لگ رہا ہے۔ اگر ہم بھنڈاری کے آگے نہیں جھکیں گے تو دو دنوں کے بعد ہماری خفیہ پناہ گاہ میں پہنچ جائے گا۔ ہمیں اپنا معمول اور تابعدار بنا لے گا۔''

''وہ فرہاد کو تابعدار بنا کر اس کی گردن اڑانے والا تھا۔ اپنی درگا ماں کو خوش کرنے کے لیے ہمارے ساتھ بھی یہی کرے گا۔''

''بابا صاحب کے ادارے والے صرف اس کی مدد کرتے ہیں' اس کی حفاظت کرتے ہیں جو ان کا دین قبول کرتا ہے اور ہم کسی دین دھرم کو نہیں مانتے۔''

''اگر ہم بھنڈاری سے بچنے کے لیے اوپری دل سے مسلمان بننا چاہیں گے تو روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہمارا جھوٹ اور فریب نہیں چھپے گا۔''

''ہمارا سب سے اہم مسئلہ یہی ہے۔ ہمیں تمام دشمنوں سے چھپ کر رہنا ہے۔ بھنڈاری ہمیں روپوش اور پُراسرار بن کر رہنے نہیں دے گا اور ہم کبھی اس کے تابعدار بننا نہیں چاہیں گے۔''

وہ دونوں فکرمند تھے۔ موجودہ حالات میں ان کا ایک ہی فیصلہ تھا کہ وہ عارضی طور پر ارضی دنیا کو چھوڑ کر سیارے میں چلے جائیں۔ وہاں سے اپنے تمام مخالفین کو ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے دیکھتے رہیں پھر ان میں سے جو سب پر حاوی ہوگا' اس کے حامی اور اتحادی بننے کے لیے واپس آ جائیں۔

ان دونوں بھائیوں نے پچھلی رات مندر میں آنے سے پہلے یہ فیصلہ کیا تھا پھر لندن کی رہائش گاہ چھوڑ کر ایک فلائٹ سے جنوبی افریقا پہنچ گئے تھے۔ وہاں سے اپنے غیر معمولی جوتے پہن کر اس ویران ریگستانی علاقے میں آئے تھے' جہاں خلائی جہاز کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔

وہاں انہیں اطمینان حاصل ہوا تھا کہ بھنڈاری اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے ان کا موجودہ ٹھکانا معلوم نہیں کر سکے گا۔ اس سے پہلے ہی وہ اپنے سیارے کی سمت پرواز کر جائیں گے۔ وہ پچھلی رات سے اسی ویرانے میں تھے۔

وائس مین' جیمز ہارڈی اور لف گائی اپنے اکابرین سے کہہ چکے تھے کہ میں جے' بلرام اور بھنڈاری پر بھاری پڑ رہا ہوں۔ وہ تینوں کہیں بھاگے ہوئے ہیں۔ مندر میں آنے والے مہمانوں سے کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے شکست نہیں کھائی ہے۔ صبح تک واپس آنے والے ہیں۔

جیمز ہارڈی نے اکابرین سے کہہ دیا۔ ''وہ تینوں واپس آئیں یا نہ آئیں' ہم ان کی برتری تسلیم نہیں کریں گے۔ فرہاد صاحب ہمارے آئیڈیل ہیں۔ ہم ان کے خلاف کسی حکم کی تعمیل نہیں کریں گے۔''

ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیکل اور گائی ڈی البرٹ نے یوگا جاننے والے آرمی افسران سے کہا۔ ''فرہاد پھر فرہاد ہے۔ وہ جے' بلرام اور بھنڈاری کے مضبوط شکنجوں کو توڑ کر نکل گیا ہے۔ تینوں کے لیے عذابِ جان بن گیا ہے۔''

گائی ڈی البرٹ نے کہا۔ ''پتا نہیں' صبح تک کیا ہونے والا ہے؟ ہم ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ ویسے ہمیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ فرہاد دشمنوں کے ہاتھوں مرنے کے لیے پیدا نہیں ہوا ہے۔ آئندہ وہ ان تینوں کو دوڑا دوڑا کر مارے گا۔''

مائیکل نے اپنے حکمران سے کہا۔ ''آپ حضرات فیصلہ کریں' کیا ان پُراسرار علوم جاننے والوں سے اتحاد کریں گے؟''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ان تینوں نے ہماری یوگا کی صلاحیتوں کو ناکارہ کر دیا ہے۔ ہم سب کے دماغوں میں گھس آئے ہیں۔ ہم ان کے خلاف کوئی فیصلہ کریں گے تو وہ ہمارے چور خیالات پڑھ لیں گے۔''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اگر بابا صاحب کے ادارے والے ہمیں تحفظ دیں گے تو ہم ان پُراسرار علوم جاننے والوں سے پیچھا چھڑا لیں گے۔''

مائیکل نے کہا۔ ''تو پھر بابا صاحب کے ادارے والوں سے رابطہ کر کے ان سے سمجھوتا کریں۔ دوستی اور اتحاد قائم کریں اور اپنے دماغوں میں زبردستی گھس آنے والوں سے نجات حاصل کریں۔''

میرے مخالفین یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ جے' بلرام اور بھنڈاری سے دوستی اور اتحاد قائم کر کے ان کے غلام بن جائیں گے۔ انہیں اپنے اندر آنے سے روک نہیں پائیں گے۔ صرف را ایجنسی والے ان تینوں سے راضی تھے۔ وہ میرے جانی دشمن تھے۔ پاکستان کو سیاسی ہتھکنڈوں سے کمزور بنا کر ختم کرنے کے لیے ان تینوں کے پُراسرار علوم سے کما حقہ ہو فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

دیپک راٹھور فون کے ذریعے را کے دیگر افسران کو رپورٹ پہنچا رہا تھا۔ انہیں یہ دل توڑنے والی خبر سنا چکا تھا کہ جے' بلرام اور بھنڈاری میری بلی چڑھانے کے سلسلے میں ناکام رہے ہیں اور اب مجھ سے چھپتے پھر رہے ہیں۔ تاہم یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ صبح تک ہاری ہوئی بازی جیت لیں گے۔

ان سب کو صبح ہونے کا بے چینی سے انتظار تھا۔ آرمی

Brands Icon Award 2008 given to Rooh Afza

کامیابی کا یہ قصّہ نیا نہیں
پھر بھی اتنا ہی تازہ ...

اور اس سال Brands Icon Award کا اعزاز اس قصّے کا ایک تازہ ترین باب ہے جو کہ پاکستان کے صرف سات منفرد برانڈز کو نوازا گیا ہے۔
ایک ایسے برانڈ کے لئے جس نے سو سال سے اپنے اعلیٰ معیار کو مسلسل برقرار رکھا ہوا ہے یہ اعزاز جیسے روز کی بات ہو۔ گو کہ ہر بار یہ خبر اتنی ہی تازہ ہوتی ہے جیسے کہ دنیا کا سب سے بہترین روایتی مشروب ... روح افزا

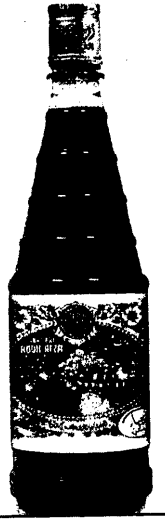

Brands of the Year Award 2008

Consumers Choice Award 2008

Merit Export Award 2007-2008

Brands of the year Award 2008
BRAND LEADER OF PAKISTAN
WWW.BRANDSAWARD.COM

ہمدرد
ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان
ISO 9001:2000 & ISO 22000: 2005 CERTIFIED
Tel: (009221) 6616001-4, E-mail: headoffice@hamdard.com.pk, www.hamdard.com.pk

Blitz DDB

کے یوگا جاننے والے افسران نے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا تھا۔ فون کے ذریعے اپنا دکھڑا سنایا تھا۔ انہیں جواب ملا تھا کہ تم سب ناقابلِ اعتماد ہو۔ ماضی میں کئی بار ہم سے اتحاد کیا' قسمیں کھائیں کہ کبھی دھوکا نہیں دو گے مگر عین وقت پر سپر طاقت ہونے کے گھمنڈ میں فریب دیتے رہے۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''آخری بار ہم پر بھروسا کرو۔ پلیز کسی بھی طرح ان تینوں کو ہمارے دماغوں میں آنے سے روک دو۔ وہ پاکستان کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ یہ چاہیں کہ ہم پاکستان کو اسلحۂ لڑاکا طیارے' جدید ٹیکنالوجی اور اربوں ڈالرز قرض کے طور پر نہ دیا کریں۔ ان کو بھوکا ننگا اور کمزور ہونے دیں۔ کیا آپ ایک اسلامی ملک کو کمزور ہوتے اور ختم ہوتے دیکھنا چاہیں گے؟''

جواب میں کہا گیا۔ ''دشمنوں سے زیادہ پاکستان کے نااہل سیاستدان اپنے ملک کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ بہرحال ہم آزمائشی طور پر تمہیں تحفظ دیں گے۔ تم پاکستان کے خلاف بھارتی سیاستدانوں کا کوئی مطالبہ تسلیم نہ کرو۔ ہم ان تینوں کو تمہارے اندر آنے سے روک دیں گے۔ تم ان کے تابعدار بن کر نہیں رہو گے۔''

انہوں نے کہا۔ ''بس ہم پہلے کی طرح یوگا کی مضبوط صلاحتیں چاہتے ہیں۔ یہ صلاحتیں بحال ہو جائیں گی تو ہم تمہارا احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔''

انہیں کہا گیا۔ ''سوری.... ہم تمہاری یوگا کی صلاحتیں بحال نہیں کر سکیں گے۔ تمہارے دماغوں کے دروازے دشمنوں کے لیے کھلے رہیں گے۔ ہم صرف اتنا کریں گے کہ جب تک تم مسلمانوں سے وفا کرو گے' تب تک کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو تمہارے اندر نہیں آنے دیں گے۔''

فی الحال ان کے لیے یہ بڑے اطمینان کی بات تھی۔ انہیں دماغوں میں آنے والے دشمنوں سے نجات مل رہی تھی۔ وہ مسلمانوں کے احسان مند ہو کر شکریہ ادا کرنے لگے۔

ایک اعلیٰ افسر نے مائیکل اور گائی ڈی البرٹ سے کہا۔ ''ہم روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آزمانا چاہتے ہیں۔ تم جے' بلرام اور بھنڈاری سے کہو' وہ ہمارے اندر آ کر کچھ ضروری باتیں کریں۔ اگر وہ اس سلسلے میں ناکام رہیں گے تو ہم دل و جان سے فرہاد کے اور مسلمانوں کے اتحادی بن جائیں گے۔''

یوں تحفظ حاصل کرنے کے سلسلے میں بابا صاحب کے ادارے کی صداقت کو آزمانے کے لیے ان تینوں کا انتظار تھا۔ وہ صبح ہونے کے بعد مندر میں آنے والے تھے۔ پچھلی رات سے وہ سب ہی تھکا دینے والے انتظار کی گھڑیاں گزار رہے تھے۔ بھنڈاری نے ہمارے سامنے دم توڑا تھا اور مرنے سے پہلے یہ کہہ گیا تھا کہ اسے ایک نئی زندگی ملنے والی ہے۔

میں سونیا کے ساتھ ہوٹل کے ایک کمرے میں آ گیا۔ وہاں آرام سے بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے مندر میں پہنچ گیا۔ یہ اچھی طرح جانتا کہ میرے مخالفین حالات سے مجبور ہو کر مجھ سے سمجھوتا کریں گے۔ لیکن راوالے کبھی شکست تسلیم نہیں کریں گے۔ وہ نت نئی سازشیں کرتے ہی رہیں گے۔

میں سب سے پہلے دیپک راٹھور کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ میری موت کا تماشا دیکھنے آیا تھا۔ میرے بچ نکلنے پر پریشان ہو رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ ''اگر جے بلرام اور بھنڈاری واپس نہیں آئیں گے، فرہاد کو پھر سے شکنجے میں نہیں لیں گے تو پاکستان کے خلاف سارے منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔ فرہاد قدم قدم پر رکاوٹیں پیدا کرے گا۔''

میں نے اسے مخاطب کیا۔ ''ہیلو بھنڈاری کے کتے! مجھے آواز سے پہچان رہے ہو؟''

اس نے چونک کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر پوچھا۔ ''فرہاد! تم فرہاد بول رہے ہو؟''

''ہاں۔ کیا یہ سمجھ رہے ہو کہ میں خیریت سے ہوں؟ اور میں خیریت سے ہوں تو وہ تمہارے تینوں جادوگر کہاں ہوں گے؟ کن حالات سے گزر رہے ہوں گے؟''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''کیا تم نے انہیں مار ڈالا ہے؟''

''نہیں۔ مارنے کی نوبت نہیں آئی ہے۔ بھنڈاری اس دعوے کے ساتھ خود ہی شرم سے مر گیا کہ ابھی پھر زندہ ہو کر آنے والا ہے۔ جے اور بلرام بھی آنے والے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''تھینکس گاڈ! میں نے انہیں سمجھایا تھا کہ تمہیں کولکتہ نہ لے جائیں۔ پہلی فرصت میں مار ڈالیں۔ اگر ذرا بھی ڈھیل دیں گے تو تم ہاتھ سے نکل جاؤ گے۔''

میں نے کہا۔ ''شاباش.... بڑا نیک مشورہ دیا تھا' جو وہ نہیں مانے اور میں ہاتھ سے نکل گیا۔ اس پرانی کہاوت کو مان لو کہ مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقتور اور برتر ہوتا ہے۔''

''میں ابھی کچھ نہیں کہوں گا۔ کیونکہ تم میرے اندر ہو۔ میرے دماغ کو پھوڑا بنا سکتے ہو۔ میں ہاتھ جوڑ کر التجا کرتا ہوں' میرے دماغ سے نکل جاؤ۔''

''کیا ایسے ہی نکل جاؤں؟ میرے خلاف جو کرتے رہے ہو اس کی سزا نہ دوں؟''

اس نے سہم کر پوچھا۔ ''تم کیا کرنا چاہتے ہو؟''

میں جواب دینا چاہتا تھا۔ اسی وقت جے اور بلرام ایک صحت مند جوان کے ساتھ کالی مائی کے پیچھے سے نکل کر سامنے اسٹیج پر آ گئے۔ بلرام نے کہا۔ ''ہم پوری رات تم سب سے دور رہے پھر ہادنے ہمارے شکنجے سے نکل مصیبت کر دی تھی۔ پر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہم سے جیادہ بلوان ہے اور ہم اس سے ہار مان گئے ہیں۔ نہیں... اگر ہم ہار جاتے تو مر جاتے واپس کبھی نہ آتے۔''

جے نے کہا۔ ''اور ہم واپس آ گئے ہیں پھر ہاد ڈر کے مارے ہم سے کہیں بھاگتا پھر رہا ہے۔''

دیپک راٹھور نے کہا۔ ''وہ کہیں نہیں بھاگا۔ یہاں آ گیا ہے۔ میرے دماغ میں موجود ہے۔ بھگوان کے لیے.... اسے میرے اندر سے نکالو۔''

وہ دونوں اس کے اندر آئے۔ انہوں نے پوچھا۔ ''اے پھرہاد! کیا تم یہاں آئے ہو؟''

انہیں جواب نہیں ملا۔ جے نے دیپک راٹھور نے کہا۔ ''تم بس ایسے ہی ڈر رہے ہو۔ وہ اب ادھر آنے کی ہمت نہیں کرے گا۔''

میں نے مائیکل کے دماغ میں آ کر کہا۔ ''ان سے کہو' میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''جے بلرام! تم جسے ڈھونڈ رہے ہو وہ اُدھر نہیں' اِدھر میرے اندر بول رہا ہے۔''

وہ فوراً ہی مائیکل کے دماغ میں آ گئے۔ بلرام نے پوچھا۔ ''پھرہاد کیا تم ادھر ہو؟''

جیمز ہارڈی نے ایک چیلے کی زبان سے کہا۔ ''نہیں۔ فرہاد صاحب یہاں موجود ہیں۔''

انہوں نے چیلے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ غصے سے کہا۔ ''ارے کیوں ادھر سے ادھر بھاگتے پھر رہے ہو؟''

انہیں میری طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ میری آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ انہوں نے کہا۔ ''تم سب ڈر کے مارے اسے محسوس کر رہے ہو۔ جبکہ وہ یہاں نہیں ہے۔''

ایک چیلے نے کہا۔ ''میں ایشورارا بول رہا ہوں۔ فرہاد ہمارے اس چیلے کے اندر ہے۔ کہہ رہا ہے' تم تینوں کو دوڑا دوڑا کر مارے گا۔''

جے نے غصے سے کہا۔ ''اب تو اس کا باپ بھی ہمارے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔''

وہ اس چیلے کے اندر آ گئے۔ جہاں ایشورارا موجود تھا۔ بلرام نے کہا۔ ''مرد کے بچے ہو تو ہم سے بات کرو۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''فرہاد نے جس طرح تمہاری دُرگا بھگتی کو خاک میں ملا کر تم تینوں کو یہاں سے بھگایا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ وہ مرد ہے اور تم تینوں بھگوڑے نامرد ہو۔''

جے نے گرجتے ہوئے کہا۔ ''ایشورارا! تمہاری شامت آ گئی ہے۔ ہم کو نامرد بول کے تم نے اپنی موت کو بلاوا دیا ہے۔ ہم یہاں کے ملے سے نمٹنے کے بعد تم کو نرک میں پہنچا دیں گے۔''

''تمہارا باپ بھی مجھ تک نہیں پہنچ پائے گا۔ میں اس وقت خلائی جہاز میں ہوں۔ یہاں سے سیارے میں جانے والا ہوں۔ اس سے پہلے تم تینوں پر تھوک رہا ہوں۔''

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ''آخ تھو'' کہہ کر تھوک دیا۔ اس چیلے کی زبان سے چیخ چیخ کر کہا۔ ''سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے ابھی جے بلرام اور بھنڈاری پر تھوک دیا ہے اور یہاں سے جاتے ہوئے کہہ رہا ہوں کہ تم بھی ان پر تھوکنا شروع کر دو۔''

ابھی کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ ان تینوں کے خلاف کچھ بولتے۔ ان کی شکست خوردگی کے باوجود ابھی کالے جادو کی دہشت طاری تھی۔ وہ اپنی کالی مائی کی مورتی کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان ایک صحت مند باڈی بلڈر جوان تھا۔

بلرام نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''یہ ہمارا جیون ساتھی بھنڈاری ہے۔ اب یہ نئے روپ میں نیا جیون شروع کر رہا ہے۔''

جے نے کہا۔ ''پھرہاد نے اس کو مار ڈالنا چاہا۔ پر یہ ایکسیڈنٹ میں مر گیا۔ ہم نے اس کو اس نئے روپ میں پھر سے جندہ کر دیا ہے۔''

اس باڈی بلڈر جوان نے کہا۔ ''ہاں۔ میں بھنڈاری ہوں۔ ایشورارا ابھی ہم پر تھوکنے کے لیے بول کر گیا تھا۔ اگر وہ سیارے کی طرف نہیں بھاگے گا، شام تک ہماری دنیا میں رہے گا تو ہم اسے نرک میں پہنچا دیں گے۔ اس کی لاش کو چوراہے پہ لٹکا دیں گے۔ وہاں سے سب آنے جانے والے اس پہ تھوکتے رہیں گے۔''

بلرام نے کہا۔ ''ہم پھرہاد کو جیادہ دیر جندہ نہیں رہنے دیں گے۔ اس کو یہاں لا کے درگا ماں کے آگے بلی جرور چڑھائیں گے۔''

وہ میرے خلاف بڑی بڑی باتیں کر رہے تھے۔ ابھی میں چپ چاپ سن رہا تھا۔ ایک چیلے نے کہا۔ ''بھنڈاری!

میں مائیکل بول رہا ہوں۔ میرے دماغ میں آؤ۔ ایک راز کی بات کہنا چاہتا ہوں۔''

وہ تینوں ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئے مگر جیسے خلا میں بھٹکنے لگے۔ مائیکل کی سوچ کی لہریں ان کی گرفت میں نہیں آ رہی تھیں۔ اب سے پہلے جس طرح ان جوان لڑکیوں کو ٹریپ کرنے کے دوران ناکامی ہوئی تھی' ان کی سوچ کی لہریں خیال خوانی کی مٹھی میں نہیں آ رہی تھیں۔ اسی طرح مائیکل کے اندر ہو رہا تھا۔ اس کے دماغ میں جگہ ملنے کے باوجود سوچ کی لہریں گرفت میں نہیں آ رہی تھیں۔

گائی ڈی البرٹ نے کہا۔ ''میرے اندر آؤ۔ ہمارے یوگا جاننے والے افسران کے دماغوں میں جاؤ۔ تمہیں بہت کچھ معلوم ہونے والا ہے۔''

وہ تینوں ان سب کے اندر جانے لگے۔ وہاں بھی یہی ہو رہا تھا۔ ان تینوں کو ایسا لگ رہا تھا' جیسے وہ اپنی مٹھیوں میں ہوا کو پکڑنا چاہتے ہوں۔ وہ تمام یوگا جاننے والے افسران اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیکل اور گائی ڈی البرٹ خیال خوانی کی گرفت میں نہیں آ رہے تھے۔

ان سب نے فاتحانہ انداز میں خوشی سے جھوم کر نعرے لگائے۔ ''بابا صاحب کا ادارہ زندہ باد.... روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے زندہ باد....''

اگرچہ ان کے دماغ گرفت میں نہیں آ رہے تھے مگر ان کے نعرے سنائی دے رہے تھے۔ وہاں مندر میں مائیکل نے کہا۔ ''جے بلرام اور بھنڈاری! ابھی ایشورارا درست کہہ کر گیا ہے کہ تم پر تھوک دینا چاہیے۔ آخ تھو....''

اس نے ان کی طرف تھوک دیا۔ جے نے غصے سے دوڑتے ہوئے آ کر اس چیلے کا گلا دبوچ لیا۔ گائی ڈی البرٹ نے بھی اپنے آلہ کار کے ذریعے اس پر تھوکا۔ بلرام بھنڈاری نے آ کر اس دوسرے چیلے کو بھی دبوچ لیا۔ وہ تینوں اپنے ہی ماتحتوں اور چیلوں کو دبوچ رہے تھے۔ میرے چاہنے والے جیمز ہارڈی' وائس مین اور فٹ گائی بھی اپنے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے تھوکنے لگے۔

وہ تینوں پیچھے ہٹ کر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ ہر سمت سے تھو تھو ہو رہی تھی۔ وہ کالی مائی کی مورتی کے پاس آ گئے۔ ایک نے کہا۔ ''ہم طیش میں آ کے اپنے ہی چیلوں کو مار ڈالیں گے۔ اس لیے گسا تھوک رہے ہیں۔''

بلرام نے کہا۔ ''اتنا تو سمجھ رہے ہیں کہ پھر ہاد ادھر نہیں ہے۔ تم لوگ اس کو ہیرو مان کر ہم سے دشمنی مول لے رہے ہو۔''

میں نے ایک آلہ کار کی زبان سے کہا۔ ''میں یہاں سب ہی کے اندر پہنچ رہا ہوں۔ کچھ بولے بغیر تم تینوں کی بے عزتی کر رہا ہوں۔ تمہیں شرم سے مر جانا چاہیے تھا مگر بڑے بے غیرت ہو۔ اتنے سارے تھوک سے غسل کرنے کے بعد بھی زندہ رہو گے۔''

پھر میں دیپک راٹھور کے پاس آ گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا۔ ''میں تم تینوں کو سکون سے جینے نہیں دوں گا۔ تم ایک دوسرے کی آتما کو سنبھالتے سنبھالتے نیا جیون دیتے دیتے تھک ہار کر میرے قدموں میں گر پڑو گے۔''

یہ کہتے ہی دیپک راٹھور نے اپنا ریوالور نکال کر گولی چلا دی۔ وہ باڈی بلڈر بھنڈاری چیخ مار کر دگاماں کے قدموں میں گر کر تڑپنے لگا۔ وہ دونوں اس ناگہانی افتاد سے بچنے کے لیے بھاگنے لگے۔ دوسری گولی جے کو لگی۔ وہ اچھل کر گر پڑا۔ بلرام کالی مائی کے پیچھے جا کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے' ایشورارا اور ایکورارا اپنے آلہ کاروں کے ذریعے دوڑتے ہوئے کالی مائی کے پیچھے آئے۔ وہ نظر نہیں آیا۔ یقیناً اسی سرنگ سے فرار ہو رہا ہو گا۔ جہاں سے بھنڈاری فرار ہوا تھا۔

ویسے اس کے پیچھے جانے سے کچھ حاصل نہ ہوتا۔ وہ بھاگتے رہنے کے دوران منتر پڑھ رہا تھا اور مر جانے والے ساتھیوں کی آتماؤں کو نئے جسموں میں پہنچا رہا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ اگلی اماوس کی رات تک یہی ہونے والا ہے۔

ان تینوں میں سے ایک بھی زندہ رہ جاتا تو باقی دو مرنے والوں کو نئی زندگی ملتی رہتی۔ مہینے کی آخری رات تک ہمارے درمیان مسلسل جنگ جاری رہنے والی تھی۔

دیپک راٹھور جے اور بھنڈاری کو ہلاک کر کے پریشان ہو رہا تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ ''یہ تم نے کیا کیا؟ اپنے ہی اتحادیوں کو مار ڈالا؟''

وہ بولا۔ ''میں نے نہیں' تم نے انہیں مار ڈالا ہے۔''

''ہاں۔ اب سوچو! تم بھی کس طرح مرنے والے ہو؟ میں تمہارے ریوالور کو ہاتھ لگانے نہیں آؤں گا اور تم مر جاؤ گے۔''

وہ سہم کر بولا۔ ''نہیں۔ تم ایسا نہیں کرو گے۔''

''تو پھر کالا منتر پڑھنے والوں سے کہو' وہ تمہیں بچائیں مگر کیسے بچائیں گے؟ ان میں سے دو کو تم نے مار ڈالا ہے۔ تیسرا اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ رہا ہے۔''

''پلیز فرہاد! مجھے یہاں سے جانے دو۔''

''تم یہاں سے ضرور جاؤ گے مگر اوپر.....''

اس کے فون سے کال بیل ابھرنے لگی۔ میں نے کہا۔ ''راوالے تم سے رپورٹ طلب کر رہے ہیں۔ انہیں بتاؤ یہاں کیا ہو رہا ہے؟''

اس نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگایا۔ را ایجنسی کے ڈائریکٹر کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو.... راٹھور! تم نے کہا تھا' وہ تینوں صبح ہوتے ہی مندر میں واپس آنے والے ہیں۔ کیا وہ آ چکے ہیں؟''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''آئے بھی وہ... گئے بھی وہ.... ختم فسانہ ہو گیا....''

راٹھور نے کہا۔ ''وہ فرہاد سے مار کھا رہے ہیں۔ تمام رات اس سے چھپتے رہنے کے بعد واپس آئے تھے مگر اس کے ہاتھوں دو مارے گئے۔ تیسرا بھاگ گیا ہے۔''

''تم وہاں کیا کر رہے ہو؟''

''میں بھی بھاگنا چاہتا ہوں مگر زنجیریں پڑ گئی ہیں۔ فرہاد میرے اندر ہے۔ میں مرنے والا ہوں۔ کیا مجھے کسی طرح بچا سکتے ہو؟''

''وہ تمہارے اندر ہے۔ ہم تمہیں کسی بھی طرح بچا نہیں سکیں گے۔''

میں نے راٹھور کی زبان سے کہا۔ ''تم لوگوں نے جے بلرام اور بھنڈاری کو مشورہ دیا تھا کہ ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر مجھے مار ڈالیں۔ تمہارا یہ مشورہ مجھے پسند آ رہا ہے۔ لو موت کی آواز سنو۔''

دیپک نے اپنی کنپٹی پر ریوالور رکھ کر گولی چلائی۔ دوسری طرف ڈائریکٹر نے فائر کی آواز سنی۔ میں نے اس کے اندر آ کر کہا۔ ''وہ تو گیا... اب موت تمہارے اندر آئی ہے۔''

وہ ایکدم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ آس پاس بیٹھے ہوئے افسران اور جاسوسوں نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

''فرہاد نے راٹھور کو مار ڈالا ہے۔ وہ میرے اندر آ گیا۔ مجھے بچاؤ۔ یہ مجھے بھی مار ڈالے گا۔ ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

وہ سمجھ گئے کہ راٹھور کے بعد اب ان کا ڈائریکٹر جانے والا ہے۔ اس کے بعد ان میں سے کسی اور کی باری آئے گی۔ وہ سب ہی اپنی اپنی جان بچانے کے لیے وہاں سے بھاگنے لگے۔

وہ مجھے مارنے اور پاکستان کو کمزور بنانے والے وہاں سے بھاگتے ہوئے اس عمارت سے باہر آئے۔ انہوں نے ذرا دور جا کر سر اٹھا کر دیکھا۔ ان کا ڈائریکٹر اس سات منزلہ عمارت کی چھت پر کھڑا چیخ رہا تھا۔ ''میں چھت پر کیوں آ گیا ہوں؟ میں مرنا نہیں چاہتا۔ تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔''

یہ کہتے ہی اس نے بلندی سے چھلانگ لگا دی۔ پستی میں آ کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ تمام عداوتیں' تمام سازشیں بس سانسیں چلنے تک رہتی ہیں۔ سانس جاتی ہے تو پھر کچھ نہیں رہ جاتا۔

☆☆☆

حالات ایسے بدل گئے تھے کہ دشمن دوست ہو رہے تھے۔ جیسا کہ امریکی آرمی کے یوگا جاننے والے افسران مجبور ہو کر ہی سہی اب عداوت سے باز آ رہے تھے۔

بابا صاحب کے ادارے والوں نے مطالبہ کیا تھا کہ وہ بھارت کے حامی بن کر پاکستان کی مخالفت نہیں کریں گے۔ ایک اسلامی ملک کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

انہوں نے کہا۔ ''ہم پاکستان کی بھرپور حمایت کرتے رہیں گے۔ اس ملک کے کام آتے رہیں گے مگر بھارت سے دوستی اور اتحاد رکھنا بھی لازمی ہے۔''

حقیقت یہ تھی کہ جغرافیائی لحاظ سے پاکستان اور بھارت دونوں ہی امریکا کے لیے لازمی تھے۔ ان دو ملکوں کے شمال میں چین کی بڑھتی ہوئی طاقت ہے اور امریکا اس طاقت کو جنوبی ایشیا کی سمت بڑھنے سے روکنا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لیے بھارت کو بھی دوست بنا کر راضی رکھنا لازمی تھا۔

بابا صاحب کے ادارے سے کہا گیا۔ ''بھارت کو راضی رکھنا تمہاری سیاسی مجبوری ہے۔ ہم تمہارے سیاسی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ ہاں۔ اگر پاکستان کو نقصان پہنچانے والے اقدامات کیے جائیں گے تو پھر روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے کام نہیں آئیں گے۔ فوراً ہی تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے اور اسی لمحے میں جے بلرام اور بھنڈاری تمہارے دماغوں میں گھس آئیں گے پھر تم ساری عمر ان کے غلام بن کر رہو گے۔ انہیں اپنے اندر آنے سے کبھی روک نہیں سکو گے۔''

مائیکل' گائی ڈی البرٹ اور یوگا جاننے والے تمام اکابرین اب مسلمانوں سے عداوت رکھنے اور کسی طرح کی سازش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ ہم ان کی طرف سے فی الحال مطمئن ہو گئے تھے۔ را والوں نے دہلی ایئرپورٹ میں مجھے مار ڈالنے کی بھرپور کوششیں کی تھیں۔

میں نے دیپک راٹھور کو اور ان کے ڈائریکٹر کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ ان پر یہ خوف طاری ہو گیا تھا کہ میں ان کی بلیک فورس کے افسران اور جاسوسوں کو چن چن کر قتل

کرتا رہوں گا۔وہ جے بلرام اور بھنڈاری سے مدد مانگ رہے تھے۔ان سے دن رات التجائیں کررہے تھے کہ وہ مجھے ان کی طرف آنے سے روکیں۔کسی بھی طرح مجھے ہلاک کردیں۔اُدھر ان تینوں کا یہ حال تھا کہ وہ آئندہ میری نظروں میں نہ آنے کے لیے مندر کا راستہ بھول گئے تھے۔

یہ دیکھ چکے تھے کہ میں نے اچانک ہی دیپک راٹھور کے ذریعے گولیاں چلاکر جے اور بھنڈاری کو مار ڈالا تھا۔ان کے نصیب میں ابھی جینا لکھا تھا۔اسی لیے بلرام بچ کر نکل گیا تھا۔یوں ان مرنے والوں کو پھر زندگی مل گئی تھی۔

انہوں نے ایسے جان لیوا تجربات کے بعد یہ طے کیا تھا کہ آئندہ کھل کر کسی کے سامنے نہیں آئیں گے۔کیونکہ میں کسی کو بھی آلہ کار بنا کر انہیں ہلاک کرتا رہوں گا۔لہٰذا روپوش رہنے کے لیے لازمی تھا کہ وہ مندر میں بھی نہ جائیں۔

اس طرح وہ درگا ماں سے دور ہوگئے تھے۔پچھلے چالیس برسوں سے اس کی پوجا کرتے اور پراسرار علوم میں مہارت حاصل کرتے آئے تھے۔اب میں انہیں پوجا پاٹ سے محروم کررہا تھا۔وہ وہاں آکر دیوی ماں کے چرنوں کو چھو بھی نہیں سکتے تھے۔

میں نے پجاری کے اندر پہنچ کر انہیں مخاطب کیا۔''تم تینوں کی سلامتی اسی میں ہے کہ مندر میں قدم نہ رکھو۔اگر مرنا چاہتے ہو تو ابھی یہاں چلے آؤ۔''

بھنڈاری نے کہا۔''میں تمہارے کارن دو بار مرچکا ہوں۔تیسری بار میں نہیں....تم مروگے۔''

جے نے کہا۔''اگر تم کولکتہ میں ہوتو ہم تمہاری کھوج لگا لیں گے۔جہاں دیکھیں گے،وہیں گولی ماردیں گے۔''

''میں کولکتہ میں ہوں۔تم تینوں کو جہنم میں پہنچائے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔میرا حکم ہے،اس مندر میں انسانوں کی تو کیا،جانوروں کی بھی بلی نہ چڑھائی جائے۔''

''تم ہم کو بلی دان دینے سے روکو گے تو ماں درگا تم کو جندہ نہیں چھوڑے گی۔کھون کی الٹیاں کرتے کرتے مرجاؤ گے۔''

''ہم مسلمان نہ بتوں کو پوجتے ہیں،نہ انہیں مانتے ہیں کہ انسانوں پر بے جان بتوں کا قہر اور غضب نازل ہوتا ہے۔تم مجھے اس کالی مائی سے نہ ڈراؤ۔اگر وہاں کسی کا خون بہایا جائے گا تو میں تمہارے پجاری کو اور تمام چیلوں کو ذہنی عذاب میں مبتلا کرکے ہلاک کرتا رہوں گا۔''

وہ ایسی پابندیوں پر جھنجلانے کے باوجود مجبور ہوگئے تھے۔اگر میرے حکم سے انکار کرتے تو میں اس مندر کو ہی نیست و نابود کردیتا۔وہ کسی وقت بھی میرے مقابل کھل کر سامنے نہیں آسکتے تھے۔آئندہ روپوش رہ کر مجھے تلاش کرنے والے تھے۔میں بھی چھپ کر انہیں ڈھونڈ رہا تھا۔اگلی اماوس کی رات کو وہ تینوں پھر ایک ہی جسم میں سمانے والے تھے پھر ان کے لیے خطرہ پیدا ہونے والا تھا۔وہ ایک جسم میں رہ کر میرے ہاتھوں مارے جاتے تو انہیں نئی زندگی نہ ملتی،وہ ہمیشہ کے لیے فنا ہوجاتے۔

امریکی یوگا جاننے والے افسران اور خیال خوانی کرنے والے ان کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے۔ان کا رعب اور دبدبہ ختم ہوگیا تھا۔ایسا لگ رہا تھا،وہ جلد ہی منہ چھپا کر کہیں بیٹھ جائیں گے۔کسی بھی بڑی طاقت سے ٹکرانے کا حوصلہ نہیں کریں گے۔

ایشورارا نے کہا تھا،وہ سیارے میں واپس جارہا ہے مگر اس نے جانے سے پہلے سونیا سے رابطہ کیا تھا۔وہ کسی کو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ہم ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں تھے۔اس نے وہاں کے ٹیلی فون نمبر ایشورارا کو بتائے۔تب اس نے فون پر کہا۔''ہیلو میڈم!میں سیارے میں واپس جانا نہیں چاہتا۔آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا باتیں کرنا چاہتے ہو؟''

''آپ کے پاس روحانی ٹیلی پیتھی کی قوت ہے۔''

اس نے کہا۔''میرے پاس ایسی کوئی قوت نہیں ہے۔''

''میرا مطلب ہے،وقت ضرورت آپ کو بابا صاحب کے ادارے سے ایسی غیر معمولی قوت حاصل ہوجاتی ہے۔''

''تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''میں جے بلرام اور بھنڈاری کی عداوت سے بچنا چاہتا ہوں۔''

''اس کا سیدھا سا راستہ یہ ہے کہ سیارے میں چلے جاؤ۔وہ تینوں عداوت کرنے وہاں نہیں جائیں گے۔''

''میں اس دنیا کے کسی حصے میں حکومت کرنے آیا ہوں۔ناکام اور نامراد ہوکر واپس جانا نہیں چاہتا۔''

''جانا تو ہوگا۔ہم کسی بھی سیارے کی مخلوق کو اپنی دنیا میں حکومت کرنے نہیں دیں گے۔''

''میڈم!ہمارے درمیان دوستی کرنے کے لیے زبانی معاہدہ ہوچکا ہے۔''

''زبانی معاہدہ عارضی ہوتا ہے۔یہ معاہدہ اس وقت ہوا تھا،جب میں تمہاری قید سے نکلنے کے بعد کسی رکاوٹ کے بغیر اپنے بیمار فرہاد کے پاس فوراً پہنچنا چاہتی تھی اور تم بھی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رہنا چاہتے تھے۔اس لیے ہم نے اس بات پر اتفاق کیا تھا کہ ایک دوسرے کے خلاف جاسوسی نہیں کریں گے۔''

''میں اپنے وعدے پر قائم رہا۔میں نے کبھی آپ کے خلاف جاسوسی نہیں کی۔''

''بکواس مت کرو۔میں تمہاری قید سے فرار ہوکر انقرہ ائیرپورٹ کی طرف جارہی تھی۔تم نے اپنے جاسوسوں کو میرے پیچھے لگادیا تھا۔''

''آپ خوامخواہ مجھ پر شبہ کررہی ہیں۔مجھے الزام دے رہی ہیں۔''

''مجھ سے بحث نہ کرو۔میں اسی دن تمہاری بدنیتی کو اور فریب کو اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔بہرحال اب تمہارے چل چلاؤ کا وقت ہے۔تم چلے ہی جاؤ۔آئندہ یہاں کسی خفیہ پناہ گاہ میں نہیں رہ سکو گے۔''

''میڈم!آپ اور فرہاد اپنے دل میں جگہ دیں گے تو میں یہاں رہ سکوں گا۔''

''سوری۔ہمارے دل میں تمہارے جیسے جھوٹے اور فریبی کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔''

''کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے؟''

سونیا نے جواب میں فون بند کردیا۔ایشورارا نے اپنے فون کو دیکھا پھر ایکورارا سے کہا۔''اس نے فون بند کردیا ہے۔ہم سے تعاون نہیں کرے گی۔ہمیں واپس جانے کو کہہ رہی ہے۔''

''ہم سونیا کا تعاون حاصل کرکے روحانی ٹیلی پیتھی کا سہارا لے کر ان جادوگروں سے محفوظ رہ سکتے تھے۔سہارا نہیں ملے گا تو ہمیں واپس جانا ہی ہوگا۔''

''ہم یہاں اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے ایک طویل عرصے سے جنگ لڑرہے ہیں۔یہاں ہمارے کتنے ہی مخالفین پیدا ہوتے رہے اور ہم ان پر حاوی ہوتے رہے۔''

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا۔''اگرچہ ہم سونیا اور فرہاد پر حاوی نہ ہوسکے مگر ہم نے بھی ان سے ہار نہیں مانی۔آج بھی ہار نہیں مانیں گے۔یہاں سے شکست کھا کر واپس نہیں جائیں گے۔''

ایکورارا نے پوچھا۔''کیا واپس جانے کا فیصلہ بدل رہے ہو؟اچھی طرح سوچ لو۔ان تینوں پر تھوک کر آئے ہو۔وہ اپنے پراسرار علوم کے ذریعے یہاں خلائی جہاز تک پہنچ جائیں گے۔''

''ہم ابھی جائیں گے۔ہفتے دو ہفتے تک ہمارے مخالفین کو یقین ہوجائے گا کہ ہم سیارے میں جا چکے ہیں۔اس کے بعد ہم چپ چاپ واپس آجائیں گے۔''

''واپس آکر روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چھپ کر نہیں رہ سکیں گے۔''

''ہم یہاں آکر اسی خلائی جہاز میں رہیں گے۔تمام مخالفین کے تازہ ترین حالات معلوم کریں گے پھر اپنے منصوبوں پر عمل کریں گے۔اگر انہیں ہمارا سراغ ملے گا۔وہ ادھر آئیں گے تو خلائی جہاز میں داخل نہیں ہوسکیں گے۔اس سے پہلے ہی ہم یہاں سے پرواز کرتے ہوئے سیارے کی طرف چلے جائیں گے۔''

انہوں نے یہ طے کیا کہ آئندہ ارضی دنیا کے مخالفین کو سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔یہاں آیا کریں گے۔ان پر حملے کیا کریں گے اور سیارے میں واپس چلے جایا کریں گے۔

ایکورارا نے پوچھا۔''کیا ابھی ہم مخالفین پر حملے کرکے یہاں سے جائیں گے؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر فون پر نمبر پنچ کرنے لگا رابطہ ہونے پر اس نے روم نمبر دوسو سات کے اضافی نمبر پنچ کیے۔میں کمرے میں نہیں تھا۔باہر کام سے گیا تھا۔سونیا نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔پوچھا۔''ہیلو۔کون؟''

''میں ایشورارا ہوں۔آخری بار آپ سے ایک مدد مانگ رہا ہوں۔''

''کیسی مدد....؟''

''سیارے میں جانے سے پہلے جے بلرام اور بھنڈاری کو جہنم میں پہنچانا چاہتا ہوں۔ان کی بو سونگھ کر مجھے بتائیں،وہ اس وقت کہاں ہیں؟''

اگر ان کی بو ملتی تو میں ہوٹل میں آرام سے بیٹھی نہ رہتی۔''

''ان کی بو کیوں نہیں مل رہی ہے؟''

''فرہاد نے مندر میں جے اور بھنڈاری کو ہلاک کیا تھا۔بلرام بچ کر نکل گیا تھا۔وہ اب نئے جسموں میں گئے ہیں۔میں ان کی بو نہیں پاسکوں گی۔صرف بلرام کی بو پاسکتی ہوں مگر نہیں پارہی ہوں۔وہ یقیناً خود کو پرفیوم میں چھپا رہا ہے۔''

''دن رات میں کوئی تو وقت ایسا ہوتا ہوگا،جب وہ پرفیوم نہیں لگاتا ہوگا؟''

''میں اسی وقت کا انتظار کررہی ہوں۔جب وہ غسل کرے گا تو پرفیوم دھل جائے گا۔تب مجھے معلوم ہوسکے گا کہ وہ کہاں ہے؟''

ایشورارا نے کہا۔''وہ رات کو بھی نیند میں اٹھ کر پرفیوم نہیں لگاتا ہوگا۔''

''وہ تینوں بہت محتاط رہتے ہوں گے۔ بلرام کی نیند کے وقت اس کا کوئی ایک ساتھی اس پر پرفیوم چھڑکتا ہوگا۔''

اس نے کہا۔ ''جب بھی اس کی بو ملے گی تو کیا مجھے بتاؤ گی؟''

''وہ ہمارے دشمن ہیں۔ ہم ان کی شہ رگ تک پہنچیں گے۔ بہتر ہے' تم ہماری دنیا سے چلے جاؤ۔ اپنے سیارے میں طبعی عمر تک زندہ سلامت رہو۔''

ایشورارا نے جھنجلا کر فون بند کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ خود کو سمجھتی کیا ہے؟ جب سے اس دنیا میں حکمرانی کے لیے آیا ہوں۔ تب سے اسی عورت نے مجھے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔''

ایکورارا نے کہا۔ ''اس نے دو بار تمہیں یہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا۔ اس بار بھی ہم اس لیے واپس جا رہے ہیں کیونکہ یہ ہمارا ساتھ نہیں دے رہی ہے۔''

''صرف ذرا سی مدد مل جاتی۔ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں ہماری خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنے سے روک دیتے تو ہم بے خوف و خطر فاتح کی شان سے مخالفین کو اپنے زیرِ اثر لے آتے۔''

''نہ وہ ہم سے تعاون کرے گی' نہ ہم فاتح بن پائیں گے۔'' ایشورارا نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ ''کیوں نہ میں اس عورت کا ہی کام تمام کر دوں؟ جب کچھ عرصے بعد سیارے سے واپس آؤں گا تو جے' بلرام' بھنڈاری سے اور امریکی اکابرین سے بھی نمٹ لوں گا۔''

اس نے فون کے ذریعے ہوٹل کے ایک ملازم کو اپنا آلہ کار بنایا۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ اس شہر میں دھماکا خیز مواد کہاں رازداری سے تیار ہوتا ہے؟ اس ملازم نے وہاں جا کر ایک بڑی طاقت کا بم حاصل کیا پھر ایشورارا کی مرضی کے مطابق ہوٹل میں آ گیا۔

سونیا کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا اور یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ وہ ماسٹر کی کے ذریعے دروازہ کھول کر کمرے میں آ گیا۔ سونیا وہاں نہیں تھی۔ واش روم سے گنگنانے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے ٹائم بم کو دروازے کے پاس رکھ دیا۔ وہ پندرہ بیس منٹ کا بلاسٹنگ ٹائم مقرر کر کے اس ہوٹل سے دور جا سکتا تھا۔

مگر ایشورارا کے لیے اس ملازم کی سلامتی ضروری نہیں تھی۔ اس نے اسے غائب دماغ بنا کر صرف پانچ سیکنڈ کا وقت مقرر کیا۔ موت کی ٹک ٹک کے ساتھ اندر سے سونیا کی آخری گنگناہٹ سنائی دے رہی تھی۔ بڑے بڑے شہزوروں کو مات دینے والی یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایک عام عورت کی طرح بے خبری میں ماری جائے گی اور پانچویں سیکنڈ پر ایک زوردار کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا۔ وہ گنگناہٹ' وہ زندگی کا ترنم یک لخت فنا ہو گیا۔

کیا وہ فنا ہو گئی؟

کوئی یقین نہیں کرے گا کہ سونیا جیسی ہستی جان سے گزر گئی ہے اور یوں اچانک ہی دنیا چھوڑ گئی ہے۔ ویسے جو ہونی تھی' وہ ہو گئی۔ رفتہ رفتہ اس کی موت کا یقین ہونے والا تھا۔

میں ریسیڈ کار ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کے قریب پہنچ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہاں ہونے والے دھماکے سے لرز کر رہ گیا۔ میرے ہاتھوں سے اسٹیئرنگ بہک گیا۔ کار احاطے کے آہنی گیٹ سے ٹکرا کر رک گئی۔ میری پیشانی اسٹیئرنگ سے ٹکرائی تھی۔ میں ذرا زخمی ہوا تھا مگر تکلیف کا احساس نہیں ہوا۔ کار کا دروازہ کھولتا ہوا ''سونیا سونیا'' کہہ کر چیختا ہوا ہوٹل کی طرف دوڑنے لگا۔

وہاں چیخ و پکار مچی ہوئی تھی۔ بے شمار مرد' عورتیں' بچے اور بوڑھے ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے گرتے پڑتے باہر آ رہے تھے۔ باہر آنے والوں میں سونیا دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

بدحواسی میں اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھول گیا تھا۔ جلد ہی خیال آیا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی خیریت معلوم کر سکتا ہوں۔

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ ''یا خدا خیر ہو۔'' مگر میری سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آ گئیں۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ایکدم سے تڑپ کر بولا۔ ''نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ میری سونیا کو کچھ نہیں ہوا ہے۔''

وہاں سب ہی کہہ رہے تھے کہ دھماکا اسی فلور پر ہوا ہے' جہاں ہمارا کمرا تھا۔ کسی نے ہمارے کمرے کا نمبر بتاتے ہوئے کہا۔ ''اسی کمرے میں بم بلاسٹ ہوا ہے۔''

میں نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی مگر جیسے خلا میں چھلانگ لگائی تھی۔ یوں لگا' حالات نے الٹا کر پلٹ دیا ہو۔

میں فوراً ہی آمنہ کے پاس پہنچا۔ وہ سر جھکائے جائے نماز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بہت ہی غم زدہ تھی۔ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی بولی۔ ''صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت واپس لے لی ہے۔ تمہیں صبر کرنا ہی ہوگا۔''

عالی اور کبریا میرے اندر آ کر رونے لگے۔ پارس اور پورس' الپا اور انوشے کے ذریعے کہہ رہے تھے۔ ''پاپا! آپ تنہا ہو گئے ہیں۔ یہاں آ جائیں۔ ابھی آپ کو زیادہ سے زیادہ ہماری محبت کی ضرورت ہے۔''

پارس نے کہا۔ ''آپ کو ایسے وقت میں ہم سے دور نہیں رہنا چاہیے۔''

مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے سونیا میری بیسا کھی تھی۔ اب اس کے بغیر دو قدم بھی چل نہیں پاؤں گا۔

میں نے آمنہ سے کہا۔ ''میں کیا کروں؟ میرا دل نہیں مان رہا ہے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ میں اعلیٰ حضرت سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''ان سے بات نہیں ہو سکے گی۔ وہ اگلے دس دنوں تک اعتکاف میں رہیں گے۔''

''کیا اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے انہوں نے سونیا کے بارے میں کچھ کہا تھا؟''

آمنہ نے کہا۔ ''نہیں۔ البتہ سونیا نے اپنا ایک خواب مجھے سنایا تھا۔ یہ کہا تھا کہ بابا فرید واسطی مرحوم کی پیشگوئی بدل گئی ہے۔ تمہاری آخری سانسوں میں وہ تمہارے پاس نہیں رہے گی۔ تم سے پہلے اس دنیا سے گزر جائے گی۔''

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ سونیا نے مجھ سے بھی یہی کہا تھا اور جو کہا تھا' اس کے مطابق ہی مجھ سے پہلے یہ دنیا چھوڑ گئی تھی۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ سب ہی اس بحث میں الجھ رہے تھے کہ وہ زندہ ہے.... کسی مصلحت سے روپوش ہو گئی ہے..... جس طرح میں کئی بار ڈرامائی انداز میں مرنے کے بعد زندہ ہو کر آتا رہا ہوں۔ اسی طرح وہ بھی اچانک ہی دشمنوں کے لیے عذاب بننے چلی آئے گی۔

دشمن خوش ہو رہے تھے۔ ایشورارا نے خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے کہا۔ ''سونیا نے آخری وقت میں مجھ سے تعاون نہیں کیا تھا۔ صاف کہہ دیا تھا کہ اس ارضی دنیا میں ہماری حکومت قائم نہیں ہو سکے گی۔ مجھے سیارے میں واپس جانا چاہیے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''مجھے اس دنیا سے جانے کا کہہ رہی تھی اور خود یہاں سے چلی گئی۔ تمہیں بھی سمجھ لینا چاہیے فرہاد! یہ دنیا کسی کے باپ کی نہیں ہے۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ جلد ہی واپس آؤں گا اور سونیا کی طرح تمہیں بھی اس دنیا سے رخصت کر دوں گا۔''

تب میں نے چونک کر پوچھا۔ ''کیا کہہ رہے ہو؟''

''درست کہہ رہا ہوں۔ سونیا کے کمرے میں میں نے بم دھماکا کرایا ہے۔ اب بولو! کیا بگاڑ لو گے میرا؟''

میں غصے سے تلملا رہا تھا۔ میری سونیا کا قاتل نظروں میں آ گیا تھا۔ میں نے خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''ہمارا خلائی جہاز پرواز کر رہا ہے۔ تم اپنا سر پیٹتے رہو۔''

اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ حالات ایسے تھے کہ میں جواباً انتقامی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی خلائی جہاز ہماری دنیا سے پرواز کرتا ہوا جا چکا تھا۔ پتا نہیں' کب واپس آنے والا تھا؟

دوسرے دشمن جے بلرام اور بھنڈاری تھے۔ انہوں نے ایک آلہ کار کے ذریعے مجھ سے کہا۔ ''ہم بہت بڑی کھسر پھسر سن رہے ہیں۔ وشواس نہیں ہو رہا ہے کہ سونیا مر گئی ہے۔''

جے نے کہا۔ ''ہم دوستوں اور دشمنوں کے اندر جا کے معلوم کر رہے ہیں کہ وہ نرک میں پہنچ گئی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''جہنم میں سونیا نہیں' تم سب جاؤ گے۔ اگلی اماوس کی رات تین سے ایک ہو جاؤ گے ایک دوسرے کو نئی زندگی دینے کے قابل نہیں رہو گے۔ تب میں تمہیں جہنم میں پہنچا دوں گا۔''

بلرام نے کہا۔ ''ہمارے لیے سونیا تم سے زیادہ کھترناک تھی۔ ہماری بو سونگھ کر پاتال میں بھی پہنچ جاتی۔ اب وہ نہیں ہے۔ ہم کو پرھیوم سے نجات مل گئی ہے۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''میں نے اپنے دو ساتھیوں سے دور ہو کر پرھیوم لگانا چھوڑ دیا ہے۔ آج تیسرا دن ہے۔ کسی کھشید کے بنا رہ کر سونیا کا انتظار کر رہا ہوں۔ پورا وشواس ہو رہا ہے کہ وہ سچ مچ مر گئی ہے۔ جندہ ہوتی تو بو سونگھ کے تم کو میرے پاس پہنچا دیتی۔''

وہ تینوں خوش ہو رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ ''یہ مان لو کہ سونیا تمہاری آدھی تاکت تھی۔ اس کے بعد تم آدھے رہ گئے ہو۔ آدھے مردہ ہو چکے ہو۔ تمہاری جندگی اب جیادہ نہیں ہے۔ ہم اماوس کی رات سے پہلے ہی تم کو سونیا کے پاس پہنچا دیں گے۔''

میں ہمیشہ مردِ میدان رہا ہوں۔ دشمنوں کے آگے کبھی کمزور' بے بس اور مجبور نہیں ہوتا۔ لیکن سونیا کی جدائی نے مجھے توڑ دیا تھا۔ میں سچ مچ اس کے بغیر خود کو تھکا ہوا نڈھال سا محسوس کر رہا تھا۔

امریکی اکابرین ہمیشہ میرے دشمن رہے۔ فی الوقت روحانی ٹیلی پیتھی کی کرامات کے باعث جے' بلرام اور بھنڈاری ان کے دماغوں میں پہنچ نہیں پا رہے تھے۔ ان سے اپنے مطالبات نہیں منوا رہے تھے۔ اس لیے وہ دوستانہ انداز میں میرے دکھ کو اپنا دکھ کہہ رہے تھے۔ سونیا کی موت پر کھل کر

خوشی کا اظہار نہیں کر رہے تھے۔

وہ دل ہی دل میں مطمئن تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں سونیا کے بغیر آدھا رہ گیا ہوں۔

یعنی وہ پہلے کی طرح مجھ سے مرعوب نہیں تھے۔ بس روحانی ٹیلی پیتھی کی اہمیت تھی۔ اسی کی بدولت وہ ان تین جادوگروں سے اور دیگر مخالفین سے محفوظ تھے۔

ظاہر تھا کہ جب تک ان یوگا جاننے والے اکابرین پر جے بلرام اور بھنڈاری کا خوف طاری رہتا' تب تک وہ مسلمانوں کے دوست اور اتحادی بن کر رہنے والے تھے۔

میرا دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ دنیاوی معاملات سے دلچسپی ختم ہو رہی تھی۔ جی چاہتا تھا' گوشہ نشین ہو کر کسی سے کوئی تعلق نہ رکھوں۔ یادِ الٰہی میں وقت گزارتا ہوا اس دنیا سے چلا جاؤں۔

میں اماوس کی رات کا انتظار کرنے کے لیے کولکتہ میں تھا۔ دل کہہ رہا تھا' ان تینوں کو ان کے حال پر چھوڑ دوں۔ دنیاوی معاملات سے باز آجاؤں لیکن امریکی اکابرین کی دوستی کو ایک بار آزمانا ضروری تھا۔

جے' بلرام اور بھنڈاری کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد یوگا جاننے والوں کو ان سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جاتی پھر یہ دیکھنا تھا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے اور مسلمانوں سے دوستی رکھیں گے یا طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں گے؟

اس کے علاوہ مجھے سونیا کے قاتل کا انتظار تھا۔ یہ یقین تھا کہ وہ ارضی دنیا پر حکومت کرنے کے لیے پھر کسی دن واپس آئے گا۔ بس وہ ایک بار آجائے پھر میں اسے یہاں تڑپا تڑپا کر موت کا مزہ چکھاؤں گا۔ وہ زندہ واپس نہیں جا سکے گا۔

میں نے دس دنوں کے بعد اعلیٰ حضرت سے رابطہ کیا۔ انہوں نے کہا۔ ''سونیا کے متعلق کوئی سوال نہ کرو۔ اس کی جدائی برداشت کرو۔ اللہ تعالیٰ صبر کا پھل دیتا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''سونیا کے بارے میں کچھ پوچھے بغیر آپ نے بہت کچھ کہہ دیا ہے۔ آپ ابھی عبادت میں مصروف ہیں۔ میں پھر کسی وقت آؤں گا۔''

میں ان سے اجازت لے کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ان کی باتوں سے میرے اندر ایک نئی امید اور توانائی پیدا ہو رہی تھی۔ انہوں نے کہا تھا' سونیا کے متعلق کوئی سوال نہ کرو۔

یعنی سونیا کے بارے میں کوئی ایسا سچ ہے' جسے وہ بول نہیں پائیں گے۔ ان پر قدرتی پابندیاں ہوں گی۔ میرے اندر سوال پیدا ہوا کہ وہ سچ کیا ہے؟ جس سے انہوں نے گریز کیا ہے؟ میری سونیا زندہ ہے؟

میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ سونیا کے لیے سینے کی دیوار سے ٹکریں مارنے لگا۔ اگرچہ یہ میری خوش خیالی بھی ہو سکتی تھی کہ وہ اس دنیا میں ہے مگر ایسا ہمارے ساتھ پہلے بھی ہوتا رہا تھا۔ اعلیٰ حضرت قدرت کی منشا کے مطابق دشمنوں کو ڈھیل دینے کے لیے کچھ باتیں چھپایا کرتے تھے۔

ایک بار انہوں نے مجھے شدید بیماری کی حالت میں تمام خون کے رشتوں سے دور کر دیا تھا۔ سونیا جب ایشورارا کی قید میں تھی تو اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا تاکہ ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کی مدد نہ کر سکے۔ مشکل حالات میں اعلیٰ حضرت کا رویہ ہمارے ساتھ عجیب سا ہوتا تھا لیکن بعد میں اس کے بہتر نتائج سامنے آتے تھے۔

میں تھوڑے دنوں تک بڑی آس اور امید کے سہارے اس کا انتظار کرتا رہا۔ دل کہہ رہا تھا' وہ اچانک ہی کسی وقت میرے سامنے آجائے گی لیکن وقت گزر رہا تھا۔ وہ میرے بچگانہ انتظار کے مطابق نہیں آئی۔

میں نے پہلے کبھی سوچا نہیں کہ وہ جدا ہو جائے گی تو کیا ہو گا؟

ویسے ہوتا کیا ہے؟ جاں سے زیادہ عزیز رشتے بچھڑ جاتے ہیں۔ بڑی مشکل سے صدمہ برداشت ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ صبر آجاتا ہے۔

میری عجیب حالت تھی۔ اس کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ رنگا رنگ پھول پھیکے پڑ گئے تھے۔ خوشبو محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ایسے وقت دل یہی کہتا تھا۔ ''اے خدا! تیری دنیا سے دل بھر گیا ہے۔ مجھے اب اٹھا لے۔''

ایک رات میں نے اسے خواب میں دیکھا۔ وہ دور سے میری طرف آرہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''سب کہتے ہیں۔ میں تم سے ہمیشہ کے لیے دور ہو گئی ہوں۔ کیا تم بھی یہی سمجھتے ہو؟''

''ہاں مگر نہیں۔ میں تذبذب میں ہوں۔ دل کی گہرائیوں سے آوازیں آتی ہیں کہ تم مجھے چھوڑ کر نہیں گئی ہو۔''

''پیار میں دل جو کہتا ہے' وہی درست ہوتا ہے۔ میں تمہیں چھوڑ کر نہیں گئی ہوں۔ دیکھو آگئی ہوں۔''

''میں تمہیں دیکھ رہا ہوں مگر یقین نہیں ہو رہا ہے۔''

وہ میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ ''اب یقین ہو رہا ہے؟''

میں نے اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ ''ہاں مگر.....''

''مگر کیا.....؟''

''سوچتا ہوں' یہ خواب نہ ہو۔''

''یہ خواب نہیں ہے۔ میں تم سے کہنے آئی ہوں کہ مجھے بلرام کی بول رہی ہے۔ وہ تینوں تمہارے خوف سے اس مندر میں نہیں جاتے۔ لیکن یہ اماوس کی رات ہے۔ وہ دُرگا ماں کے سامنے جوان لڑکی کو بلی چڑھانا چاہتے ہیں۔ ہگلی دریا کے کنارے دوسرے مندر میں گئے ہیں۔ ابھی وہاں جاؤ۔ وہ تینوں ایک جسم میں سمائے ہوئے ہیں۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ میرے پاس نہیں تھی۔ میں خواب دیکھ رہا تھا۔ میرے دماغ میں اب بھی اس کی آواز گونج رہی تھی۔ ''یہ اماوس کی رات ہے۔ وہ درگا ماں کے سامنے ایک جوان لڑکی کو بلی چڑھانا چاہتے ہیں۔ ہگلی دریا کے کنارے دوسرے مندر میں گئے ہیں۔ ابھی وہاں جاؤ...''

مجھے یہ تو معلوم تھا کہ یہ اماوس کی رات تھی مگر میں ان تینوں کو تلاش کرتے کرتے بیزار ہو گیا تھا۔ کسی بھی طرح ان کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ اس لیے تھک ہار کر سو گیا تھا۔ ایسے وقت سونیا نے خواب میں آکر کہا تھا کہ مجھے ابھی ہگلی دریا کے کنارے والے مندر میں جانا چاہیے۔

میں نے کچھ سوچا پھر ایک بھرا ہوا ریوالور لے کر اپنی خفیہ رہائش گاہ سے باہر آکر کار میں بیٹھ گیا۔ صرف ایک خواب دیکھ کر اندھیری کالی رات میں کہیں کسی مندر کی طرف جانا نادانی تھی مگر کچھ سوچ کر جا رہا تھا۔

سوچ یہ تھی کہ اکثر خواب سچے ہوتے ہیں۔ میں آزمانا چاہتا تھا۔ اگر وہ خواب سچا ہوتا' وہ تینوں وہاں دکھائی دیتے تو میں پورے یقین سے کہہ سکتا تھا کہ میری سونیا بھی زندہ ہے۔ اس نے سچ مچ ان کی بو پائی ہے۔ تب ہی مجھے وہاں تک پہنچایا ہے۔

اس دریا کے کنارے دور دور تک دیویوں اور دیوتاؤں کے مندر تھے۔ میں اُدھر رک رک کر معلوم کرتا گیا۔ پتا چلا کالی مائی کا مندر وہاں سے چھ کلو میٹر دور ہے۔ جب وہاں پہنچا تو دیکھا' وہ ایک ویران ساحلی علاقہ تھا۔ مندر بھی باہر سے خالی اور ویران سا لگ رہا تھا۔

انسانوں کی بلی دینا قانون کے خلاف ہے۔ جو انسانیت کے خلاف ایسا کرتے ہیں وہ قانون کی گرفت میں آتے ہیں۔ انہیں سزائے موت دی جاتی ہے۔ جے بلرام اور بھنڈاری ٹیلی پیتھی اور کالے جادو کے باعث کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آتے تھے۔

میں دبے قدموں چلتا ہوا مندر کے قریب آیا تو اندر مشعل کی روشنی دکھائی دی۔ وہ تینوں مجھ سے خوفزدہ تھے۔ انہیں یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ میں اچانک کبھی موت بن کر چلا آؤں گا۔ وہ قانون کے خلاف چوری چھپے ایک لڑکی کو بھینٹ چڑھانے وہاں لائے تھے۔ اس لیے صرف ایک مشعل روشن رکھی تھی۔

اس کم سن لڑکی کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ رو رہی تھی۔ گڑگڑاتے ہوئے رحم کی بھیک مانگ رہی تھی۔ جے' بلرام اور بھنڈاری الگ الگ نہیں تھے۔ ایک ہی جسم میں سمائے ہوئے تھے۔ بھنڈاری پوجا کرنے کے بعد اس لڑکی کی پیشانی اور مانگ پر سندور لگا رہا تھا۔ اسے گیندے کے پھولوں کا ہار پہنا رہا تھا۔ دو چیلوں نے لڑکی کو دونوں طرف سے پکڑ رکھا تھا۔

پھر وہ روتی بلبلاتی ہوئی لڑکی کو اٹھا کر لکڑی کے اس تختے پر لے آئے جہاں اس کی گردن اڑاتے ہی لہو کے چھینٹے کالی مائی کے چرنوں تک جاتے۔

بھنڈاری نے ایک بڑا سا بُغدا اٹھا کر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ ایسے وقت وہ منتر پڑھتا جا رہا تھا پھر اس نے بھاری بھرکم بغدے کو سر سے بلند کیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس معصوم لڑکی کی گردن اڑنے والی تھی۔ میں نے اسی لمحے میں گولی چلا دی۔

بھنڈاری کے حلق سے چیخ نکلی۔ گھٹنے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ بغدا ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا تھا۔ میں نے اس لیے ٹانگ پر گولی ماری کہ وہ بھاگنے کے قابل نہ رہے۔ وہ فرش پر گر پڑا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ دور تاریکی میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایک مشعل کی روشنی کافی نہیں تھی۔

اندھیرے سے مزید دو فائر ہوئے۔ لڑکی کو جکڑ کر رکھنے والے دونوں چیلے چیختے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے کالی مائی کے قدموں میں گر کر کسی منت اور پوجا کے بغیر قربان ہو گئے۔

بھنڈاری بوکھلا گیا تھا۔ فرش پر گھسٹتا ہوا دور تاریکی میں جا کر گم ہو جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''میں کبھی ہتھیار نہیں رکھتا مگر تمہیں قابو میں کرنے کے لیے اسے استعمال کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم بری طرح زخمی ہو۔ سانس روک کر مجھے بھگا نہیں سکو گے۔''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''تم کیسے آگئے؟ تم کو کیسے معلوم پڑا کہ ابھی ہم یہاں ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''میری جان سونیا نے تمہاری بو سونگھ کر

مجھے یہاں پہنچایا ہے۔‘‘

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ’’کیا سونیا جندہ ہے؟‘‘

’’تم نے اسے مردہ سمجھ کر پرفیوم لگانا چھوڑ دیا تھا۔ اب نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔‘‘

ایسے وقت بھنڈاری کے دماغ سے تانترک مہاراج کی آواز سنائی دی۔ وہ بول رہا تھا۔ ’’فرہاد! میں جیوتی کا باپ اور نیہا کا نانا ہوں۔ یہ جے بلرام اور بھنڈاری میرے داماد ہیں۔ میری نواسی اپنے باپ کی موت نہیں چاہے گی۔ میں بھی نہیں چاہوں گا۔ تم انہیں جان سے مارو گے تو میں ان کی آتماؤں کو دوسرے شریر میں پہنچا دوں گا۔ ان سے انتقام لینا فضول ہے۔ تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔‘‘

میں نے کہا۔ ’تم ایسے دامادوں کو نئی زندگی دینا چاہتے ہو‘ جنہوں نے تمہاری بیٹی جیوتی کو راواولوں کے ذریعے ہلاک کرایا ہے؟‘‘

’’میرے کسی داماد نے ایسا نہیں کیا ہے۔ یہ لوگ دہلی ائیرپورٹ میں راواولوں سے دھوکا کھا چکے تھے۔ یہاں بھی راوالوں نے انہیں دھوکا دے کر میری جیوتی کو مار ڈالا۔ میں انہیں مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی تم نے راکے چیف کو اور ڈائریکٹر کو نرک میں پہنچا دیا۔ میں چاہتا ہوں‘ تم مجھ سے سمجھوتا کرو۔‘‘

’’کیسا سمجھوتا؟‘‘

’’میری نواسی تمہارے لیے پاگل ہو رہی ہے۔ تم اس سے شادی کرو۔ میری رشتے داری تمہیں فائدہ پہنچائے گی۔‘‘

’’سوری۔ میں کافروں سے اور کالا منتر پڑھنے والوں سے رشتے داری نہیں کروں گا۔‘‘

’’تمہارا انکار تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔ میں تانترک مہاراج ہوں۔ مہاشکتی مان ہوں۔ تمہیں چیونٹی کی طرح مسل کر رکھ دوں گا۔ ابھی صرف اپنی نواسی کی خاطر تمہیں ڈھیل دے رہا ہوں۔‘‘

میں نے بھنڈاری کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ گرو مہاراج نے منتر پڑھ کر اسے تکلیف سے نجات دے دی پھر کہا۔ ’’تم بھنڈاری کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اس کو جان سے مارو گے تو میں صبح ہوتے ہی تینوں کی آتماؤں کو دوسرے جسموں میں پہنچا کر انہیں نیا جیون دے دوں گا۔‘‘

میں نے ریوالور سے نشانہ لے کر بھنڈاری پر گولیاں چلائیں۔ ٹرائر فائر کرتے ہوئے اس کے جسم کو چھلنی کر دیا پھر کہا۔ ’’لو۔ میں نے اسے مار ڈالا ہے۔ جب تم اسے نئی زندگی دو گے تو میں پھر اسے گولیوں سے چھلنی کرنے آجاؤں گا۔‘‘

تانترک مہاراج بھنڈاری کے مردہ دماغ میں رہ کر بول نہیں سکتا تھا۔ کچھ بولنے کے لیے اس نے میرے اندر آنا چاہا تو میں نے سانس روک لی۔ وہ چلا گیا۔ وہ معصوم لڑکی فرش پر بندھی پڑی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھ کھول کر اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ’’خدا نے تمہیں بچا لیا ہے۔ یہاں تمہیں کوئی نہیں مارے گا۔ تم میری بیٹی ہو۔ میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں گھر پہنچا دوں گا۔‘‘

وہ میرے سینے سے لگ کر رونے لگی۔ میں اسے بڑے پیار سے تسلیاں دیتا ہوا مندر سے باہر آکر کار میں بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے شہر کے ایک علاقے میں آیا۔ جس علاقے میں وہ رہتی تھی۔ وہاں پہنچ کر بولا۔ ’’تم کار سے اترو اور یہاں سے تنہا جاؤ۔ میں تمہارے گھر والوں سے اور پولیس والوں سے مل کر تھانہ کچہری کے چکر میں نہیں پڑوں گا۔ تم بے خوف وخطر یہاں سے جاؤ۔ کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔‘‘

اس نے بڑی محبت سے میری گردن میں بانہیں ڈالیں پھر میرے ایک گال کو چوم کر کہا۔ ’’پاپا! میں ہمیشہ تم کو یاد رکھوں گی۔ کیا اپنی بیٹی کو کبھی پیار کرنے آؤ گے؟‘‘

میں نے وعدہ کیا۔ ’’اگر حالات نے اجازت دی تو ضرور آؤں گا۔‘‘

وہ میرے دوسرے گال کو چوم کر چلی گئی۔ مجھے اپنی رہائش گاہ کی طرف جاتے ہوئے دشمنوں کا خیال آیا۔ پتا نہیں‘ وہ میرے خلاف کیا سوچ رہے ہوں گے اور کیا کرنے والے ہوں گے؟

جے بلرام اور بھنڈاری کے سسر یعنی نیہا کے نانا کو پراسرار علوم میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ اس نے ہمالیہ کی تنہائی میں گوشہ نشین رہ کر برسوں تپسیا کی تھی۔ بہت ہی شکتی مان اور مہاگنی ہونے کے باعث تانترک کہلاتا تھا۔ یقیناً پراسرار علوم کے ذریعے اپنے دامادوں کو نئی زندگی دے رہا ہوگا اور صبح تک انہیں پہلے کی طرح ایک سے تین بنا دے گا۔

ایک نئی مصیبت یہ تھی کہ وہ اپنی نواسی کو میری دھرم پتنی بنانا چاہتا تھا۔ اول تو میں سیاہ علوم جاننے والوں سے کبھی رشتے داری نہ کرتا۔ دوسری بات یہ تھی کہ نیہا عمر کے لحاظ سے میرے سامنے بچی تھی۔ میں نے بیماری اور کمزوری سے ابھی نجات حاصل کی تھی۔ بڑھاپے میں شادی کر کے تماشا بننا نہیں چاہتا تھا۔

فی الحال میں نے ان سب کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اپنی سونیا کو یاد کیا۔ میں نے جو خواب دیکھا تھا‘ وہ سچا نکلا تھا۔ میرے اندر یہ سوال مچل رہا تھا۔ ’’کیا سونیا نے واقعی بلرام کی بو پائی تھی اور مجھے اس مندر میں پہنچایا تھا؟‘‘

اس کا مطلب تو یہی تھا کہ وہ اس دنیا میں موجود ہے لیکن مجبوراً یا مصلحتاً روپوش ہے۔ اس نے دشمن کی بو پائی ہوگی پھر روحانی طاقتیں رکھنے والوں کا سہارا لے کر میرے خواب میں آکر میری رہنمائی کی ہوگی۔

مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ اپنی سانسیں پوری کر چکی ہے۔ مجھے دائمی جدائی کا صدمہ دے کر گئی ہے۔ ایسا ہی لگ رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت نے عارضی طور پر اسے مجھ سے جدا کر دیا ہے۔

وہ میرے اندر زندہ تھی اور اب وہ خواب میرے یقین کو پختہ کر رہا تھا کہ وہ زندہ ہے۔ آج خواب میں آئی ہے‘ کل تعبیر بن کر آجائے گی۔ وہ خواب میں آنے والی مجھ سے دوبارہ رابطہ کرنے کے لیے پھر کوئی بہانہ ڈھونڈ لے گی۔

میں سوچتا ہوا کار ڈرائیو کرتا ہوا خفیہ رہائش گاہ کے سامنے آگیا۔ خیال آیا کہ تانترک مہاراج جیسے خطرناک دشمن نے چیلنج کیا ہے‘ میں اس کی نواسی سے شادی نہیں کروں گا تو میرا انکار مجھے بہت مہنگا پڑے گا۔

میں نے اس شہر میں ایک بنگلا کرائے پر لیا تھا۔ وہاں بھیس بدل کر رہتا تھا۔ میں نے دور سے اپنی اس موجودہ رہائش گاہ کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ ’’کیا گرو مہاراج نے اپنے پراسرار علوم سے معلوم کر لیا ہوگا کہ میں اس بنگلے میں بھیس بدل کر رہتا ہوں؟‘‘

میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میں نے موبائل فون پر نیہا کے نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر پوچھا۔ ’’کیا تم میری تباہی اور بربادی چاہو گی؟‘‘

وہ بولی۔ ’’کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میں تو تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں۔ تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ ہوشیار رہو۔ جہاں اب تک رہتے آئے ہو‘ وہاں نہ جاؤ۔ نانا مہاراج تم کو کہیں آرام سے رہنے نہیں دیں گے۔‘‘

’’اپنے نانا کو سمجھاؤ‘ مجھ سے خوامخواہ دشمنی نہ کریں۔‘‘

’’میں انہیں سمجھا رہی ہوں۔ تمہیں بھی سمجھاتی ہوں۔ بات مان لو۔ مجھ سے شادی کر لو۔‘‘

’’تم بچی ہو۔ تمہارا بڈھا کھوسٹ نانا بھی بچوں جیسی ضد کر رہا ہے۔ عمر کا حساب کرو۔ میرا تمہارا کوئی جوڑ نہیں ہے۔‘‘

’’جوڑ نہیں ہوگا تو توڑ ہی توڑ ہوگا۔ میرے نانا تمہیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیں گے۔‘‘

’’میں دشمنی کرنے والوں سے نمٹنا جانتا ہوں۔‘‘

’’تم میرے نانا مہاراج کو نہیں جانتے۔ انہوں نے میرے باپ جے بلرام بھنڈاری کو نیا جیون دیا ہے۔ ان کے حکم سے راوالے تمہیں کولکتہ شہر میں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ وہ صبح تک امریکی اکابرین کو اپنے آگے جھکانے اور تمہارے خلاف بگڑ کانے والے ہیں۔ تم دنیا کے جس ملک‘ جس علاقے میں جاؤ گے نانا مہاراج وہاں تمہاری موت کا سامان کریں گے۔ ابھی وہ صرف میری خاطر ڈھیل دے رہے ہیں۔ پلیز۔ مجھ سے شادی کر لو۔ ساری دشمنی ختم ہو جائے گی۔ تم آرام اور سکون سے میرے ساتھ جیون گزار سکو گے۔‘‘

’’نیہا! میں تمہاری عزت کرتا ہوں لیکن سوری۔ تم سے رنگین محبت نہیں کر سکتا۔ اپنی عمر کے کسی جوان سے محبت کرو۔ میں ساری عمر ایک بزرگ یا سرپرست کی حیثیت سے تمہیں محبتیں دیتا رہوں گا۔‘‘

’’تم میرے پاس آؤ۔ یہاں تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم میرے ساتھ رہ کر مجھے قائل کر دیا میں تمہیں اپنی طرف مائل کر لوں گی۔‘‘

’’بچوں جیسی باتیں کر رہی ہو۔ تمہارے پاس آکر ہمیشہ تمہارے نانا کی نظروں میں رہوں گا۔ سوری پھر کسی وقت تم سے باتیں ہوں گی۔‘‘

میں نے فون بند کر دیا۔ اسی لمحے فائر کی آواز کے ساتھ ونڈ اسکرین تڑخ گئی۔ میری رہائش گاہ کی سمت سے گولی چلائی گئی تھی۔ یعنی وہاں پہلے سے دشمن چھپے ہوئے تھے۔ میں کار اسٹارٹ کر کے رفتار بڑھاتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔

تانترک مہاراج اور جے بلرام بھنڈاری اب میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ میں تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا ایک سمت جانے لگا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ مجھے کہاں جا کر پناہ لینی ہے؟ اچھی طرح سوچ سمجھ کر پناہ لینے کی جگہ تلاش کی جاتی ہے اور میرے پاس سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔

میں اندھا دھند ڈرائیو کرتا ہوا شہر کے مختلف حصوں سے گزر رہا تھا۔ تعاقب کرنے والوں کو بہت پیچھے چھوڑ رہا تھا۔ اس کے باوجود کبھی دائیں بائیں اور کبھی آگے پیچھے سے فائر کرنے والے کسی گاڑی میں چلے آتے تھے۔ یوں اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ تانترک گرو کالے علوم کے ذریعے معلوم کر رہا ہے کہ میں کہاں ہوں اور کس سمت جا رہا ہوں؟ ایسی معلومات کے مطابق وہ اپنے آلہ کاروں کو میرے پیچھے لگا رہا تھا۔

کالے جادو کا یہ سلسلہ ختم ہونے والا نہیں تھا۔ اس کے آلہ کار مجھے دوڑا دوڑا کر ہلاک یا زخمی کرنے والے تھے۔ وہ اپنی نواسی کی خاطر مجھے زخمی کر کے اپنے شکنجے میں رکھنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت میں بالکل تنہا اور بے یار و مددگار تھا۔ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار کام آنے والا نہیں تھا۔ کوئی مددگار خیال خوانی کے ذریعے ہی میرے پاس آسکتا تھا۔ وہ بھی میری طرح دشمنوں سے انجان رہتا اور ہم گرو مہاراج تک فی الحال پہنچ نہ پاتے۔

ڈیش بورڈ پر رکھے ہوئے فون سے کالنگ ٹون سنائی دی۔ میں نے فون اٹینڈ کیا۔ نیہا کی آواز سنائی دی۔ وہ پریشان ہو کر کہہ رہی تھی۔ ''ابھی نانا مہاراج نے بتایا ہے' وہ تمہیں چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں۔ تمہیں اپاہج بنا کر میرے پاس قیدی بنا کر رکھیں گے۔ میں ایسا نہیں چاہتی۔ کسی اپاہج قیدی کو نہیں' تمہارے جیسے شیر دل جواں مرد کو چاہتی ہوں۔''

''یہ بات اپنے نانا کو سمجھاؤ۔''

''ابھی وہ میری بات نہیں سمجھیں گے۔ میں ان سے بچنے کا ایک راستہ بتا رہی ہوں۔ فوراً ایسی گہری تاریکی میں چلے جاؤ' جہاں ایک ذرا سی روشنی نہ ہو۔ وہاں نانا مہاراج کا جادو بے اثر ہو جائے گا۔''

میں نے فوراً کار اس راستے پر موڑ دی جو شہر سے باہر جا رہا تھا۔ فون پر اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''تھینک یو نیہا! اگر میں تمہارے بتائے ہوئے طریقے پر چل کر محفوظ رہوں گا تو تم سے رابطہ کروں گا۔ ابھی فون بند کرو۔''

میں نے فون کو آف کر کے ڈیش بورڈ پر رکھا پھر کار کی رفتار بڑھاتا چلا گیا۔ بہت دور کبھی کبھی پیچھے سے فائرنگ کی آواز سنائی دیتی تھی پھر خاموشی چھا جاتی تھی۔

تقریباً دو گھنٹے بعد میں شہر کی روشنیوں سے دور ہوتا چلا گیا۔ آگے آبادی نہیں تھی۔ گھپ اندھیرا تھا۔ صرف میری اور تعاقب کرنے والی گاڑی کی ہیڈ لائٹس روشن تھیں۔ میں نے اپنی کار کی ہیڈ لائٹس بند کر دیں۔ آگے جا کر رفتار سست کی۔ کار کو روکا پھر باہر نکل کر ایک سمت دوڑتا چلا گیا۔

اماوس کی رات کاجل سے زیادہ کالی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں ٹھوکریں کھاتا اور سنبھلتا ہوا سڑک سے دور جا رہا تھا۔ تعاقب کرنے والے میری کار کے پاس آ کر رک گئے تھے۔ ان کی گاڑی کی روشنی مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ انہیں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں سڑک کے دائیں طرف گیا ہوں یا بائیں طرف؟

وہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر مجھے تلاش کرنے کے لیے گہری تاریکی میں آ گئے۔ ہم میں سے کسی کے پاس ٹارچ یا ماچس کی ایک تیلی بھی نہیں تھی۔ چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔

اندھیرا کیا ہوتا ہے؟

روشنی کی موت ہوتا ہے۔ روشنی کے بغیر زندگی نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی ہے تو نظر نہیں آتی۔ وہ سب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے اور آگے بڑھتے ہوئے ٹھوکریں کھا رہے تھے۔

نیہا نے درست کہا تھا' گہری تاریکی میں اس کے نانا کا جادو بے اثر ہو گیا تھا۔ وہ اپنے آلہ کاروں کو مجھ تک پہنچا نہیں پا رہا تھا۔ کہاں ہے فرہاد.....؟

اس کے تینوں داماد بھی منتر پڑھتے ہوئے مجھے تاریکی میں دیکھ لینے کی ناکام کوششیں کر رہے تھے۔ وہ سب خود کو تسلیاں دے رہے تھے۔ آخر وہ کب تک چھپے گا؟ دن کی روشنی میں تو ضرور دکھائی دے گا۔ آخر اماوس کی تاریکی چھٹ گئی۔ صبح کا اجالا پھیل گیا۔ بے شمار آلہ کار دور دور تک دوڑ لگا رہے تھے... کہاں ہے فرہاد.....؟

پراسرار علوم کے ذریعے میرا سراغ نہیں مل رہا تھا۔

سب حیران تھے۔ خیال خوانی کی لہروں کو میرا دماغ نہیں مل رہا تھا۔

سب کے ذہنوں میں ایک ہی سوال چیخ رہا تھا۔ وہ کہاں گم ہو گیا ہے؟

☆☆☆

دن رات گزرتے جا رہے تھے۔ پہلے سونیا گئی پھر فرہاد گیا۔

مگر کہاں گیا؟

کیا تاریکی انسان کو نگل لیتی ہے؟

ہاں۔ قبر کی تاریکی نگل جاتی ہے۔

لیکن وہ قبر میں نہیں اماوس کے اندھیرے میں گیا تھا۔

اس طویل داستان کا راوی فرہاد ہے اور مصنف محی الدین نواب..... یہ سلسلہ کچھ اس طرح جاری رہا کہ فرہاد علی تیمور بولتا رہا اور مصنف لکھتا رہا۔ اچانک یہ سلسلہ ٹوٹ گیا ہے۔ مصنف کے دماغ میں فرہاد کی سوچ کی لہریں نہیں ابھر رہی ہیں۔ ایسا پہلی بار ہو رہا ہے۔

ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

فرہاد کی طرف سے کب تک موت کی سی خاموشی رہے گی؟

ٹیلی پیتھی کے شہنشاہ کی آواز کب ابھرے گی۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

ایسا کبھی نہیں ہوا تھا' جیسا ابھی ہو رہا تھا۔ اس طویل داستان کے دو اہم کردار سونیا اور فرہاد ہیں۔ یہ اتنے اہم ہیں کہ ان کے بغیر کہانی جاری نہیں رہ سکتی مگر یہ عجیب وقت آیا تھا کہ ان کے بغیر اس داستان کو جاری رکھنا تھا۔

بحیثیت ایک مصنف کے میرا ذہن بالکل خالی ہے۔ فرہاد کی طرف سے موصول ہونے والی خیال خوانی کی لہریں اپنا راستہ بھول گئی ہیں یا وہ اپنی زندگی کے راستے بھول گیا ہے؟ پتا نہیں' کیا معاملہ ہے؟ میرے دماغ میں اس کی کوئی آواز تو کیا' ہلکی سی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی ہے۔

یا حیرت...! ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس لیے عجیب سا لگ رہا تھا۔ میں ہمہ وقت منتظر رہتا تھا۔ کیونکہ وہ کسی بھی وقت آ کر میرے اندر بولنے لگتا تھا لیکن فی الحال اس کی طرف سے گہری خاموشی تھی اور یہ خاموشی مجھے اضطراب میں مبتلا کر رہی تھی۔ پچھلے تینتیس سالوں سے وہ بولتا رہا' میں لکھتا رہا اور اس کے چاہنے والے اس کی داستانِ حیات پڑھتے رہے۔

مگر اب خاموشی تھی۔ میرے دماغ میں شہرِ خموشاں کا سا سکوت چھایا ہوا تھا اور وہ سکوت چیخ چیخ کر پوچھتا تھا۔

''کیا تیرا راوی ملکِ عدم کو روانہ ہو چکا ہے؟''

اس سوال کا جواب کیا ہو سکتا تھا؟ فی الحال تو اس کے سب ہی دوست اور دشمن الجھے ہوئے تھے۔ پورے یقین کے ساتھ نہ تو اسے مردہ تصور کر رہے تھے اور نہ ہی اس کی زندگی کے آثار مل رہے تھے۔ دوسری طرف سونیا کی ہلاکت کے بارے میں ایسے حقائق سامنے آئے تھے کہ تقریباً سب ہی کو یقین تھا کہ وہ بم بلاسٹ میں ماری گئی ہے۔

اس یقین کے بعد ایشورارا اپنے بھائی ایکورارا کے ساتھ سیارے میں واپس چلا گیا تھا اور جاتے جاتے فرہاد کو اس حقیقت سے باخبر کر گیا تھا کہ سونیا جیسی بلا کو ارضی دنیا کا کوئی دشمن ہلاک کر ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ کارنامہ اُس سیارے والے نے انجام دیا ہے۔ بے شک! اسے اس دنیا میں کہیں ایک دن کی بھی حکمرانی نصیب نہ ہوئی لیکن وہ ناکامی کے باوجود ایک فاتح کی شان سے سیارے میں لوٹ رہا ہے اور بہت جلد نئی تیاریوں کے ساتھ پھر سے اس دنیا پر دھاوا بولنے والا ہے۔

سونیا کی ہلاکت کے بعد یہ دوسرا دھماکا تھا' جو فرہاد کے دل و دماغ پر ہوا تھا مگر بے بسی ایسی تھی کہ وہ قاتل کو جاننے کے باوجود اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکا تھا' اس سے پہلے کہ وہ اس کے خلاف کچھ کرتا' وہ دشمن خلائی جہاز کے ذریعے اپنے سیارے میں چلا گیا تھا۔ اس کی پہنچ سے دور ہو گیا تھا۔

اور جو دشمن اس زمین پر تھے' فرہاد کی پہنچ میں تھے' وہ ہاتھ آ کر نکل گئے تھے۔ عجیب آنکھ مچولی جاری تھی' پہلے وہ ہاتھ نہیں آئے تھے اور اب فرہاد اُن کے ہاتھ آتے آتے نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا؟ یہ بھی پہلی بار ہو رہا تھا کہ وہ دشمنوں سے ہی نہیں' دوستوں اور لہو کے رشتوں سے بھی اوجھل ہو گیا تھا۔

اس کی ایسی پُراسرار روپوشی سب ہی کے لیے سوالیہ نشان بنی ہوئی تھی۔ خاص طور پر میں شدید اضطراب میں مبتلا تھا۔ میرا راوی اپنی داستان سناتے سناتے اچانک ہی غائب ہوا تھا۔ وہ ہلاک ہو جاتا' ہلاکت کی تصدیق ہو جاتی تو میرا قلم شاید یہیں دم توڑ دیتا۔ روشنائی خشک ہو جاتی مگر وہ میرے دماغ میں آ کر بولنے والا چپ ہوا تھا یا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا تھا' ابھی میں سمجھ نہیں پا رہا تھا اور میں ہی کیا' کوئی بھی اس اسرار کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ دوستوں اور دشمنوں کے درمیان اس کی گمشدگی' اس کی موجودگی سے زیادہ ہلچل مچا رہی تھی۔

میرے اندر بھی ہلچل تھی۔ ہر ایک لمحے میں اس کی آواز کا انتظار رہتا تھا۔ یہ یقین تھا' وہ جہاں کہیں بھی ہے' جس حال میں بھی ہے' مجھ سے رابطہ ضرور کرے گا۔ نہ جانے وہ کب رابطہ کرنے والا تھا' مگر ابھی انتظار کے لمحات بڑے ہی کربناک تھے۔

اُس رات بھی میں حسبِ معمول اپنے کمرے کی تاریکی میں فرہاد کا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو رہا تھا۔ نیم وا آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگی تھیں۔ یہی وہ وقت ہوتا تھا' جب وہ آ کر میرے دماغ میں بولتا تھا۔ دراصل مجھے اس کی عادت ہی ہو گئی تھی۔ تینتیس برس کا عرصہ کچھ کم نہیں ہوتا۔ اس دوران ایک نسل جوان ہو کر اگلی نسل پیدا کر لیتی ہے۔ ہمارا ساتھ جتنا پرانا تھا' اتنا ہی مضبوط اور گہرا تھا۔ یہ یقین تھا کہ وہ دنیا بھر سے چھپ کر رہ سکتا ہے' لیکن کسی نہ کسی دن اپنی خبر دینے کے لیے میرے اندر ضرور آئے گا۔

اور پھر وہ آ گیا...

میری نیم وا آنکھیں ایک جھٹکے سے پوری طرح یوں کھل گئیں' جیسے وہ دماغ میں نہیں' اُس اندھیرے کمرے میں چلا آیا ہے اور میں تاریکی میں آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھ لینا چاہتا ہوں۔ میں واقعی دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ کہاں تھا...؟

عقل نے سمجھایا کہ وہ جن یا بھوت نہیں ہے' جو مقفل کمرے میں گھسا چلا آئے۔ ہاں مگر میرے ذہن کے دروازے اس کے لیے ہمیشہ کھلے رہتے تھے۔ وہ بنا دستک دیے آ سکتا تھا۔ تب میں نے خود کو ٹٹولا۔ سوچ کے ذریعے اُسے پکارا۔ ''فرہاد...! کیا تم آئے ہو؟''

دماغ کے گنبد میں مجھے اپنی ہی بازگشت سنائی دی۔

''کیا تم آئے ہو... آئے ہو... آئے ہو...؟''

میں کسی آہٹ' کسی جواب کا انتظار کرتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ کمرے میں اور دماغ میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ شبنم سے بوجھل ہوا پردے کو ہولے ہولے لہرا رہی تھی۔ میں چند لمحوں تک اُدھر دیکھتا رہا۔ نہ جانے کیوں دل کو یقین تھا کہ فرہاد آیا ہے۔ میں نے پھر اسے پکارا۔ ''فرہاد...!''

مگر اس بار بھی کوئی جواب نہیں ملا۔ ان لمحات میں بھی اس کے آنے یا نہ آنے کے سلسلے کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے مزید الجھ رہا تھا۔

تب میں نے چونک کر باہر کھلنے والی کھڑکی کی طرف دیکھا۔ اس کے دونوں پٹ کھلے ہوئے تھے۔ باہر سے آنے والی روشنی میں وہاں ایک بلی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی اوپر اٹھی ہوئی دُم بڑی آہستگی سے دائیں بائیں یوں لہرا رہی تھی' جیسے کوئی شخص گہری سوچ میں ڈوب کر اپنی پیشانی کو انگلی سے سہلا رہا ہو۔ ایسا لگ رہا تھا' وہ سوچ میں ڈوبی ہوئی ہے' فیصلہ کر رہی ہے کہ باہر چھلانگ لگائے یا کمرے کے اندر کود جائے؟

میں چپ چاپ اسے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ باہر سے اس کھڑکی پر آئی ہے یا میرے کمرے میں تھی اور اب باہر جا رہی ہے؟ اس نے سر گھما کر میری طرف دیکھا۔ اندھیرے میں چمکتی ہوئی آنکھیں یوں لگیں' جیسے ننھے ننھے دو بلب روشن ہو گئے ہوں۔ میں چاہنے کے باوجود ان پر سے نگاہیں نہیں ہٹا پا رہا تھا۔ وہ آنکھیں جیسے مجھے دیکھتے رہنے پر مجبور کر رہی تھیں اور میں کسی معمول کی طرح اس کے حکم کی تعمیل کرتا جا رہا تھا' ان نگاہوں میں ڈوبتا چلا جا رہا تھا۔ تب اچانک ہی دماغ کی اسکرین پر سامی کا نام ابھرا۔ سامی... فرہاد کی محبوباؤں میں سے ایک محبوبہ... یوں تو اس کی زندگی میں درجنوں عورتیں آئیں اور گئیں لیکن سامی ایک ہی تھی۔ وہ آئی۔ اس کے بعد اس جیسی کوئی دوسری کبھی نہ آئی۔ یہ اس کی واحد محبوبہ تھی' جو انسان نہیں تھی... بلکہ ایک بلی تھی۔

فرہاد علی تیمور کی داستان پڑھنے والے ایک عرصے سے اس کے بہت سے غیر معمولی واقعات پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ اس کی زندگی میں وہ کچھ ہوا جو کسی عام شخص کی زندگی میں ممکن ہی نہیں ہے۔ ایک بلی کا اس پر عاشق ہو جانا بھی ایسی ہی غیر معمولی بات تھی۔

وہ برسوں پہلے اس کی زندگی میں آئی تھی۔ مرنے والے کبھی لوٹ کر نہیں آتے لیکن ان لمحات میں مجھے ایسا ہی لگ رہا تھا' جیسے وہ لوٹ آئی ہے۔ میں اسے دیکھ رہا تھا اور دیکھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ تب ایسا لگا' جیسے اس کی نگاہیں صرف گھور نہیں رہیں بلکہ کچھ بول بھی رہی ہیں۔ میں پوری طرح متوجہ تھا۔ زیرِلب بولا۔ ''یہ کیا بول رہی ہیں؟''

ایسے وقت میرے دماغ میں ایک اجنبی لہجہ سنائی دیا۔

''بولتے بولتے ایک عمر گزر گئی... جو رہ گئی ہے' وہ بھی گزر جائے گی۔ نہ بول ختم ہوں گے... نہ بولنے والے...''

وہ آواز اور لب و لہجہ میں پہلی بار سن رہا تھا۔ اسے نسوانی سرگوشی کہا جا سکتا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ''کون ہے میرے دماغ میں...؟''

میں کسی اجنبی سے سوال کر رہا تھا لیکن میری نگاہیں بدستور اسی بلی پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر تک تو کھڑی رہی پھر بڑے اطمینان سے کھڑکی کی چوکھٹ پر بیٹھ گئی۔ مجھے ایسا ہی لگ رہا تھا' جیسے وہ مجھ سے مخاطب ہے۔ وہی میرے دماغ میں بول رہی ہے۔ یہ کچھ عجیب سا خیال تھا۔ دماغ میں وہی آواز ابھری۔ ''یہاں سب بولتے ہیں... سب اپنی اپنی بولی بولتے ہیں... مگر کوئی کسی کی نہیں سنتا...''

''آخر تم ہو کون...؟ میرے دماغ میں کیوں آئی ہو؟''

بذریعہ ڈاک

خواتین و حضرات گھر بیٹھے داخلہ لیں

انگلش لینگویج کورس	ایئر ہوسٹس	ہوم اکنامکس	پرچیز اینڈ پلاننگ کورس
ریفریجریشن ایئر کنڈیشننگ	ایئر کرافٹنگ	بوتیک فیشن	آٹو سروسنگ
ٹیلیویژن ڈی وی ڈی وی سی آر الیکٹرونکس	الیکٹریشن	ڈرافٹسمین	ڈرائنگ و پینٹنگ
اسکول ٹیچنگ میتھڈز	صحافت	فوٹوگرافی	انٹیریئر ڈیکوریشن
ایسوسی ایٹ شپ پروگرام	شمی تہذیبی	مہر سازی	سلائنگ بیوٹی	حکمت	اردو
موٹیویشنل مرمت	لائبریرین	کمپیوٹر	کوکنگ بیکنگ	لیڈیز ٹیلرنگ
ایگریکلچر سپروائزر (سرٹیفکیٹ)	میڈیکل ایڈ	آئل پینٹنگ	ڈینٹل ٹیکنیشن
پولٹری ڈیری فارمنگ	نیوز رپورٹر	فلاور میکنگ	پبلک ریلیشن آفیسر

یہ تمام کورسز اردو میں پبلیکیشنز تصاویر اور ڈپلوما کے ساتھ پوسٹ کتب کی صورت میں بذریعہ ڈاک ارسال کیے جاتے ہیں۔ کورس کے دوران اور سند لینے کے بعد بھی مکمل راہنمائی ایک فون کال پر ایک کورس میں داخلہ دیا جاتا ہے۔ جوابی لفافے کے ساتھ خط لکھیں۔

اسلام آباد اکیڈمی

پوسٹ بکس نمبر 1237
جی پی او۔ اسلام آباد

''کیونکہ پوری دنیا میں میرے محبوب کے بعد ایک تمہارا ہی دماغ ہے' جو میری باتیں سن سکتا ہے۔''

اب تو یقین ہونے لگا تھا کہ وہ بلی ہی مجھ سے مخاطب ہے۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا تم فرہاد کے بارے میں کچھ کہنے آئی ہو؟''

اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''ہائے فرہاد! وہ تو ایک خواب بن کر رہ گیا ہے۔ نہ جانے کب آنکھ کھلے گی اور کب وہ تعبیر بن کر سامنے آئے گا۔''

''پچھلے کئی برسوں سے وہ ایک ہمزاد کی طرح میرے ساتھ رہا۔ مجھ سے بولتا رہا۔ اب اس کی خاموشی کاٹنے کو دوڑتی ہے۔ ویسے تم کون ہو؟ کیوں اس کے لیے آہیں بھر رہی ہو؟ کیا اسی کو اپنا محبوب کہہ رہی ہو؟''

''ہاں۔ فرہاد کے ہزاروں لاکھوں چاہنے والوں میں سے ایک میں بھی ہوں۔''

''تم میرے دماغ میں بول رہی ہو۔ یقیناً ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟''

''نہیں۔ یہ ٹیلی پیتھی نہیں ہے۔''

''تو پھر کیا ہے؟''

''یہ ایک کمیونیکیشن ہے۔ دماغ سے دماغ کی کنورسیشن ہے۔''

''کہلائے گی تو ٹیلی پیتھی ہی... کیا تم میرے چور خیالات پڑھ سکتی ہو؟''

''نہیں۔ میں صرف تم سے بول سکتی ہوں۔ تمہاری باتیں سن سکتی ہوں مگر تمہارے اندر کی وہ باتیں جنہیں چور خیالات کہا جاتا ہے' انہیں پڑھ نہیں سکتی۔''

میری دلچسپی بڑھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''تم اپنے بارے میں کچھ بتاؤ گی بھی یا اسی طرح پُراسرار بنی رہو گی؟''

''اسرار کے پردے میں رہنا ہوتا تو یہاں نہ آتی۔''

میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔ ''تم میری آنکھوں سے اس بلی کو دیکھ رہی ہو؟''

اس کی دھیمی سی ہنسی سنائی دی پھر وہ بولی۔ ''مجھے آئینہ دیکھنے کو کہہ رہے ہو؟''

''کیا مطلب...؟ میں کچھ سمجھا نہیں؟''

''کسی کو اُسی کا سراپا دکھاؤ تو کیا کہا جاتا ہے؟''

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''یعنی میں درست سوچ رہا تھا۔ یہ تم ہی ہو' میری نگاہوں کے سامنے بھی اور میرے دماغ میں بھی...''

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''برسوں پہلے فرہاد کی زندگی میں سامی نامی ایک بلی اس کی معشوقہ بن کر آئی تھی۔''

''میں سامی نہیں ہوں مگر تم مجھے سامی کے نام سے پکار سکتے ہو۔''

''یہ بھی عجیب بات ہے' تم بول رہی ہو۔ جبکہ سامی نہ تو بولتی تھی اور نہ ہی کسی کے دماغ میں جا سکتی تھی۔ ویسے... یہ بتاؤ' تم اگر فرہاد کی محبوبہ ہو تو اس نے مجھ سے تمہارا ذکر کیوں نہیں کیا؟ تمہیں اپنی داستان میں شامل کیوں نہیں کیا؟''

''کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ میں اسے چاہتی ہوں۔''

''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''میری محبت خاموش ہے لیکن یہ یقین ہے کہ کسی نہ کسی دن وہ ضرور سنے گا۔''

''اب کیسے سنے گا؟ وہ تو نہ جانے کہاں گم ہو گیا ہے؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''ہاں۔ وہ تاریکیوں میں کہیں کھو گیا ہے۔''

''تاریکی سے یاد آیا۔ میں نے سنا ہے' بلیوں کی بینائی بہت تیز ہوتی ہے۔ وہ اندھیرے میں بھی دیکھ سکتی ہیں۔ کیا تم کسی طرح اُس کی کھوج لگا سکتی ہو؟''

''وہ ایسی گہری تاریکی میں جا چھپا ہے کہ میری آنکھیں اور میرا دماغ بھی اسے تلاش نہیں کر پا رہا ہے مگر وہ زندہ ہے۔''

''کیا تم یقین سے کہہ سکتی ہو؟'' میں چونکا۔

''تم نے کبھی تاریکی میں کچھ بھلائی نہ دینے کے باوجود کسی کے ہونے کے احساس کو محسوس کیا ہے؟''

''ہاں۔ ایسا ہوتا ہے۔ ہم کسی روشن کمرے میں ہوں اور وہاں اچانک ہی اندھیرا ہو جائے تو اتنا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کہاں کیا چیز رکھی ہوئی ہے؟ کیونکہ اندھیرے کے بعد ہم شعور کی آنکھ سے سمجھ رہے ہوتے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''وہی شعور مجھے یقین دلاتا ہے۔''

میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ ''کیسا یقین؟ کیا تم فرہاد کو محسوس کرتی ہو؟''

''ہاں۔''

اس کی ہاں سن کر میرے اندر جیسے زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔ ''کیا تمہیں اس کا دماغ ملتا ہے؟''

''لمحاتی طور پر ملتا ہے پھر تاریکی میں کھو جاتا ہے مگر...''

''مگر کیا...؟''

''اُس کا ملنا بھی نہ ملنے کے برابر ہوتا ہے۔''

''تمہیں کچھ تو سمجھ میں آتا ہوگا کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟''

''میں نے کہا نا... میں اندھیروں میں صرف اسے

محسوس کرتی ہوں مگر یہ سوچ کر دل کو تسلی ہوتی ہے کہ جہاں کہیں بھی ہے' زندہ سلامت ہے۔''

''یہ سن کر تو مجھے بھی خوشی اور اطمینان حاصل ہو رہا ہے۔''

''مگر مجھے تم بھی تو یہ کہہ کر مطمئن کرو کہ اس کی داستان کو جاری رکھو گے۔ میں چاہتی ہوں' یہ سلسلہ اس کی سانسوں کے ساتھ ہی ختم ہو۔'' میں خاموش رہا، میں اسے کیا جواب دیتا۔

سونیا نہیں رہی تھی۔ اتنے دن گزر جانے کے بعد بھی فرہاد کی کوئی خیر خبر نہیں مل رہی تھی۔ اس کے ایسے حالات رفتہ رفتہ مجھے مایوس کر رہے تھے۔ میرے دماغ کو کہانی اور میرے قلم کو الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ میرے لیے اسے مطمئن کرنا مشکل تھا۔

شاید اس بار اس قسط کے آخر میں ''جاری ہے'' کے بجائے میرے قارئین کو ''سوالیہ نشان'' دکھائی دیتا۔ کیونکہ میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ قارئین کو کیا بتاؤں کہ میرا راوی کہاں گیا؟ فرہاد علی تیمور کا الجھا ہوا اختتام اس کے سب ہی چاہنے والوں کو ہمیشہ الجھائے رکھنے والا تھا۔

ایسے وقت جبکہ میں مشکل میں تھا' لکھنے کا حوصلہ ہار رہا تھا۔ سامی نے آ کر میرے لہو کی گردش کو تیز کر دیا تھا۔ میرا قلم لکھنے کو اور کاغذ سیاہ ہونے کو بے چین ہو گئے تھے۔ میں اپنے اندر ایک نئی توانائی محسوس کر رہا تھا۔

سامی نے کہا۔ ''مجھے فرہاد سے صرف محبت ہی نہیں' عقیدت بھی ہے اور یہی عقیدت مجھے تمہارے پاس کھینچ لائی ہے۔ کیونکہ ایک تم ہی ہو' جو اُس کے سب سے زیادہ قریب ہو۔''

''مجھے بھی اپنے راوی سے عقیدت ہے اور یہ عقیدت کہتی ہے کہ اس کی داستان کو تشنہ نہیں رہنا چاہیے۔''

''تم لکھو... لکھتے رہو۔ وہ آئے گا' وہ لوٹ کر ضرور آئے گا۔''

میں نے سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بولی۔ ''میں اپنے طور پر کسی سے رابطہ قائم نہیں کر سکتی مگر تمہارے پاس قلم کی طاقت ہے تمہارا اور فرہاد کا ساتھ لازم و ملزوم ہے..... اور میرا یقین بھی غیر متزلزل ہے کہ..... فرہاد واقعی زندہ ہے جب تک تاریکی میں رہے گا وہ تب بھی کسی نہ کسی مہم میں مصروف رہے گا۔''

سامی کی باتیں مجھے حوصلہ دے رہی تھیں..... میرے قلم کی زندگی بڑھا رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ ''ہاں تم درست کہہ رہی ہو..... اس نے اپنی زندگی کا ایک ایک ورق میرے سامنے کھولا ہے..... وہ اب بھی ان گزرے لمحوں کا قصہ لے کر جلد ہی میرے دماغ پر دستک دے گا..... مجھے بھی یقین ہے۔''

میں نے اپنا قلم اپنی مٹھی میں یوں داب لیا جیسے گزرتے لمحوں کو قید کرنے کی کوشش کی ہو۔ سامی میری کیفیت کو بخوبی سمجھ رہی تھی' جو کھڑکی سے کود کر میرے بستر پر آ بیٹھی تھی۔

''راوی کے بغیر اگرچہ اس داستان کو آگے بڑھانا مشکل کام ہے مگر یہ انتظار بھی تو اس کی داستان کا ایک حصہ ہے اور ایسا شاید پہلی بار ہو رہا ہے۔'' میں نے بستر پر بیٹھی ہوئی سامی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''اگرچہ اس داستان میں بہت کچھ پہلی بار ہوتا رہا ہے مگر مجھے بھی جب تک یہ یقین نہیں ہو جائے گا کہ واقعی اس کی سانسیں رک گئی ہیں' تب تک میں اس داستان کو نہیں روکوں گا۔ ابھی تو دل اور دماغ پورے یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہے' زندہ سلامت ہے۔''

''یہ یقین تو دشمنوں کو بھی ہے۔ سب ہی خوفزدہ ہیں کہ نہ جانے فرہاد اچانک ہی کیسی قیامت بن کر اُن پر ٹوٹنے والا ہے؟''

''انہیں خوفزدہ رہنا بھی چاہیے۔ کیونکہ قیامت تو ایک روز آنی ہی ہے اور فرہاد قیامت بن کر ہی لوٹے گا۔''

میں اثبات میں سر ہلا کر سوچ میں پڑ گیا۔ انتظار بڑا ہی تکلیف دہ تھا۔ یہ تجسس بے چین کر رہا تھا کہ آخر فرہاد کہاں گم ہو گیا ہے؟ نیہا نے کہا تھا کہ اس کے نانا مہاراج اسے تلاش کرنے کے لیے جو منتر پڑھ رہے ہیں' وہ تاریکی میں بے اثر ہو جاتا ہے اور یہی ہوا تھا۔ وہ مہاراج اسے اماوس کی تاریکی میں ڈھونڈ نہیں پایا تھا۔

ایسی صورتِ حال سے اتنا یقین ہو گیا تھا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھوں مارا نہیں گیا ہے۔ فی الحال کسی وجہ سے گم ہو گیا ہے۔ سامی چھلانگ لگا کر کھڑکی پر چلی گئی۔ میں نے پوچھا۔ ''کہاں جا رہی ہو؟''

میرے دماغ میں اس کی آواز سنائی دی۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''اور کہاں جاؤں گی؟ تلاشِ یار میں بھٹکنا مقدر بن گیا ہے۔ اپنے طور پر کوشش جاری رکھوں گی۔ کبھی تو اُس کی خبر ملے گی۔''

''پھر آؤ گی؟''

''فرہاد کی تلاش میں بھٹکتی ہوئی تمہارے پاس آئی تھی۔ جب تک وہ نہیں ملے گا' تب تک یہ آنا جانا لگا رہے گا۔''

میں نے کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ مجھے تمہارا انتظار رہا

لرے گا۔''

میرے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑکی کی چوکھٹ پر کھڑی جگمگاتی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر وہ پلٹ کر جمپ لگاتے ہی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ میں پھر سوچ میں ڈوب گیا۔ فرہاد کن حالات سے گزر رہا تھا یہ تو اس کے آنے کے بعد ہی معلوم ہونے والا تھا۔ البتہ سونیا سازش کا شکار ہوگئی تھی۔ ایشورارا کی کمینگی سے ماری گئی تھی مگر کیا کیا جائے اس کے سلسلے میں بھی دل نہیں مان رہا تھا۔ جبکہ اس کا جاں سے گزر جانا بالکل واضح تھا۔

☆☆☆

فرہاد کو صرف رشتے دار اور دوست ہی نہیں دشمن بھی تلاش کررہے تھے۔ جو اس کی موت کی دعائیں مانگتے رہتے تھے' انہیں تو سکھ کا سانس لینا چاہیے تھا کہ جان کا عذاب گیا مگر ایک پھانس اٹکی ہوئی تھی کہ وہ جا بھی چکا ہے یا نہیں؟ پہلے بھی اس کی لاش دیکھی گئی ہے۔ پتا نہیں ملک الموت سے کیسی دوستی گانٹھ رکھی ہے کہ پھر زندگی کی طرف لوٹ آتا ہے۔ وہ کسی دن' کسی لمحے میں بھی پلٹ کر آسکتا ہے۔

وہ ایسا ہی ہے۔ اگر واقعی مر چکا ہے' تب بھی دشمنوں کے خوابوں میں' خیالوں میں اور اندیشوں میں زندہ رہے گا۔

تا ترک گرو مہاراج کو پراسرار علوم میں کمال حاصل تھا۔ وہ منتر پڑھ کر زمین میں گڑے ہوئے خزانے نکال لاتا تھا۔ پاتال میں چھپے ہوئے دشمنوں تک پہنچ جاتا تھا مگر اب پہلی بار فرہاد تک پہنچنے میں ناکام ہورہا تھا۔ اپنے تمام پراسرار علوم آزمانے کے بعد بھی گم ہونے والے کے قدموں کے نشانات نہیں مل رہے تھے۔

تب یہ یقین ہونے لگا کہ وہ مر چکا ہے۔ موت کی تصدیق کرنا بھی لازمی تھا۔ وہ ایک دن اور ایک رات تک مخصوص منتروں کا جاپ کرتا رہا اور فرہاد کی آتما کو حاضر ہونے کا حکم دیتا رہا۔ اگر اس کے نظریے کے مطابق فرہاد کی آتما کہیں لوک پرلوک میں بھٹک رہی ہوتی تو اس کا حکم سنتے ہی حاضر ہوجاتی مگر ایسا کچھ نہیں ہورہا تھا۔

یہ یقین ہوگیا کہ آتما نے فرہاد کے جسم کو نہیں چھوڑا ہے۔ یعنی وہ اسی دنیا میں کہیں زندہ ہے اور اس کا سراغ اس لیے نہیں مل رہا ہے کہ کالا جادو کرنے اور کالا منتر پڑھنے میں شاید کوئی غلطی ہورہی ہے یا پھر بابا صاحب کے ادارے والے اسے روحانی عمل کے پردے میں چھپا رہے ہیں۔

زیادہ سے زیادہ یہی رائے قائم کی جارہی تھی کہ اسے روحانیت کے ناقابل فہم اسرار میں گم کردیا گیا ہے۔ گرو مہاراج یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ روحانی علوم اس پر غالب آکر اسے بھٹکاتے رہیں گے اور کبھی فرہاد تک پہنچنے نہیں دیں گے۔ اس نے اپنے دامادوں جے' بلرام اور بھنڈاری سے وعدہ کیا' قسم کھائی کہ روحانی علوم کا توڑ کرنے کے لیے چالیس دن تک کٹھن تپسیا کرے گا پھر فرہاد کو کالے عمل کے شکنجے میں جکڑ کر اسے اپنی نواسی نیہا کا زن مرید پتی بنائے گا۔

دامادوں نے اعتراض کیا کہ ہم منت مان چکے ہیں' اسے دُرگاماں کی بھینٹ چڑھائیں گے۔ اسے داماد بنا کر ننگی تلوار کی طرح اپنے سر پر نہیں لٹکائیں گے۔

مہاراج نے کہا۔ ''میں نادان نہیں ہوں۔ تم لوگوں کی طرح اسے کمزور شکنجے میں نہیں رکھوں گا۔ میری چالیس دنوں کی تپسیا ایسا ظالم اثر کرے گی کہ فرہاد کی کھوپڑی الٹ جائے گی۔ وہ ہمیشہ کے لیے اپنے آپ کو بھول جائے گا۔ میری نواسی کا تابعدار پتی بن کر رہے گا۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''ہم کو بھی یہ گمان تھا اور گھمنڈ تھا کہ درگاماں کے آگے کی ہوئی برسوں کی تپسیا کمزور نہیں ہوگی۔ پر وہ اچانک ہی ہمارے شکنجے سے نکل گیا۔''

''تمہاری برسوں کی تپسیا کمزور نہیں ہوئی تھی۔ جے بھوانی ماں ہماری درگاماں کمزور نہیں ہے۔ تم لوگ گھمنڈ میں آکر فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے غافل ہوگئے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے کو کمزور سمجھ رہے تھے۔ میں ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ تم ابھی نہیں جانتے کہ میری تپسیا کیسی خطرناک ہوگی؟ جس طرح آج ہم اسے ڈھونڈ نہیں پارہے ہیں' اسی طرح چالیس دنوں کے بعد روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اسے ڈھونڈ نہیں پائیں گے۔''

کالے جادو میں مہارت حاصل کرنے والے بعض اوقات ایسے خطرناک منتر پڑھتے ہیں جس میں ایک ذرا سی غلطی انہیں لے ڈوبتی ہے۔ پڑھنے اور عمل کرنے کے دوران ذرا سی بھول ہوجائے تو دماغ الٹ جاتا ہے یا وہ مرجاتے ہیں۔

گرو مہاراج بھی ایک ایسا ہی خطرناک عمل کرنے والا تھا۔ انجام کار اس کی جان جاسکتی تھی یا پھر فرہاد کا دماغ بدل جاتا اور وہ ہمیشہ کے لیے اس کا غلام بن کر رہتا۔

وہ ہمالیہ کی ترائی میں انسانی آبادی سے دور پہاڑ کے ایک غار میں رہتا تھا۔ وہ علاقہ ہمیشہ برف سے ڈھکا رہتا تھا۔ انسان تو انسان جانور بھی اُدھر سے نہیں گزرتے تھے۔ شدید سردی ہڈیوں میں اتر کر جانداروں کو منجمد کردیتی تھی اور وہ روحانیت کے خلاف بہت بڑی کامیابی حاصل کرنے کے لیے ایسی جگہ تپسیا کرنے والا تھا۔

وہاں سے قریب ہی انسانی آبادی دس میل کے فاصلے پر تھی۔ اس کا ایک خاص چیلا دو چار دنوں میں ذرا دور کے لیے آتا تھا پھر اس کے لیے کھانے پینے کی کچھ چیزیں رکھ کر واپس چلا جاتا تھا۔ گرو مہاراج نے اس سے کہا تھا۔ ''اگلے چالیس دنوں کے دوران جب بھی آؤ تو مجھ سے بات نہ کرنا۔ چپ چاپ میری ضرورت کی چیزیں رکھ کر چلے جانا۔ میں تپسیا کے دوران اپنے آپ سے بھی بات نہیں کروں گا۔''

چیلے نے کہا۔ ''میں تو ہر دوسرے تیسرے دن آؤں گا اور آپ کا ضروری کام کرکے چلا جاؤں گا مگر ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں..... کیا یہاں آپ سے ملنے کوئی اور آتا ہے؟''

اس نے سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں۔ تم دیکھ رہے ہو' یہاں تک آنے میں کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ بھلا یہاں آنے کی کون ہمت کرے گا؟''

''میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ ادھر کوئی آنہیں سکتا۔ پر میں نے گپھا (غار) کے باہر اور اندر قدموں کے نشان دیکھے ہیں۔''

گرو مہاراج آسن جمائے بیٹھا تھا۔ حیرانی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ بے یقینی سے بولا۔ ''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ادھر کون آسکتا ہے؟ مجھے پیروں کے وہ نشان دکھاؤ۔''

وہ دونوں غار کے اندر سے گزرتے ہوئے باہر جانے لگے۔ جہاں حدنظر تک برف ہی برف تھی۔ شور مچاتی ہوئی تیز ہواؤں کے باعث نقشِ قدم مٹ رہے تھے پھر بھی کہیں کہیں جھلک موجود تھی۔

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''تم ٹھیک کہتے ہو۔ ادھر کوئی آیا ہے مگر واپس جانے والے پیروں کے نشان نہیں ہیں۔ وہ آنے والا ابھی واپس نہیں گیا۔ اسی طرف کہیں ہے۔''

چیلے نے کہا۔ ''اور وہ گپھا کے اندر ہوگا۔ وہاں بھی ہم نے اس کے پاؤں کے نشان دیکھے ہیں۔''

وہ فوراً ہی غار کے اندر آئے۔ وہاں اسے ڈھونڈنے لگے۔ اندر کئی دوراہے اور چوراہے بنے ہوئے تھے۔ وہ گپھا آگے جاکر کئی راستوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ وہ دونوں تلاش کرتے ہوئے زیادہ دور نہیں گئے۔ کیونکہ آگے پیروں کے نشانات دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

گرو مہاراج سوچ میں پڑ گیا کہ آنے والا کہاں گم ہوگیا ہے؟ جبکہ واپس بھی نہیں گیا ہے۔ واپس جانے والے نقش قدم کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اس کا چیلا اگلے تین دنوں کے بعد آنے کے لیے وہاں سے چلا گیا۔

وہ غار میں تنہا رہ گیا۔ اگرچہ بزدل نہیں تھا۔ اسے پراسرار علوم میں اتنی مہارت حاصل تھی کہ ناگہانی بلاؤں سے تنہا نمٹ سکتا تھا۔ فی الوقت اس ویران علاقے میں کسی نادیدہ شخص کی موجودگی پریشان کررہی تھی۔

کٹھن تپسیا کے لیے تنہائی اور یکسوئی لازمی تھی۔ اگر وہ کہیں سے بھٹکتا ہوا پھر ادھر آئے گا تو تپسیا کے دوران مداخلت ہوگی۔

وہ اپنے استھان پر بیٹھ کر ایسے منتر پڑھنے لگا' جس کے اثر سے چھپنے والے دشمن اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہوکر اس کے سامنے آکر گھٹنے ٹیک دیتے تھے۔ اسے یقین تھا کہ غار کے اندر کوئی بھی چھپ کر نہیں رہ سکے گا۔ منتروں کے شکنجے میں ضرور آئے گا۔

وہ تقریباً دو گھنٹے تک آزمودہ اور اثر انگیز منتروں کا جاپ کرتا رہا۔ شدت سے کسی کا انتظار کرتا رہا لیکن تھکا دینے والے انتظار کے باوجود کسی کی آہٹ سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس غار میں صرف وہی تھا۔ وہاں کسی اور کا وجود نہیں تھا۔ تب وہ چپ ہوگیا۔ منتر خاموش ہوگئے۔ یقین ہوگیا کہ وہاں آس پاس اور دور دور تک کوئی نہیں ہے۔ کوئی اس کی تپسیا کو بھنگ کرنے نہیں آئے گا۔ اس نے اندازہ کیا کہ آدھا دن گزر چکا ہے۔ انگلیوں پر حساب لگایا کہ اسی دن سے وہ گنتی شروع کرے گا اور چالیس دنوں تک مخصوص منتروں کا جاپ کرتا رہے گا۔

وہ منتر اتنے خطرناک تھے کہ پڑھنے والے کو بار بار بھولنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ ایک یا دو بار بھولتا تو سنبھلنے کے لیے چھوٹ مل جاتی۔ لیکن تیسری بار بھولتے ہی اس کا دماغ الٹ جاتا پھر وہ خون تھوک تھوک کر مرجاتا۔ اسے یقین تھا کہ اس سے بھول نہیں ہوگی۔ وہ مہاشکتی مان تھا۔ فولادی دماغ رکھتا تھا۔

وہ ذہنی اور جسمانی طور پر پوری طرح آسن جما کر بیٹھ گیا۔ مہاتما بت کی مورتی کی طرح دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر آنکھیں بند کرلیں پھر ابتدا کی۔ ''اوم... جگدیش ہرے...''

اس کی آواز وسیع و عریض غار کے اندر گونجنے لگی۔

پھر وہ ہوا' جس کی وہ توقع نہیں کرسکتا تھا۔ اس کی گونجتی ہوئی آواز پر اچانک ہی دوسری آواز گونجتی ہوئی سنائی دی۔ ''اللہ اکبر... اللہ اکبر... اکبر... اکبر...''

اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ گونجتی ہوئی آواز مدھم ہوتی جارہی تھی۔ وہ دائیں بائیں سر گھما کر دیکھنے لگا۔ آواز تحلیل ہوچکی تھی۔ خاموشی چھا گئی تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ حدنظر تک کسی کا وجود نہیں تھا۔ آواز بھی نہیں تھی۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے کسی کی آواز نہیں تھی۔ اس کا وہم تھا۔ ایک مسلمان فرہاد کم

ہوکر اس کے حواس پر چھا گیا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے۔ اس بار آنکھیں بند نہیں کیں۔ دور تک دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ ''اوم۔ نمشیوا...''

اس کی آواز گونجنے لگی۔ ''نمشیوا۔ وا۔ وا۔ وا...''

وہ پھر ایک بار چونک گیا۔ عربی زبان کی دھیمی دھیمی سی گونج سنائی دے رہی تھی۔ کوئی کلام پاک کی آیت پڑھ رہا تھا۔

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے قریب آہنی ترشول رکھا ہوا تھا۔ وہ اسے ایک مٹھی کی گرفت میں لے کر چٹان سے اتر گیا۔ تلاوت کی دھیمی دھیمی سی آواز مسلسل سنائی دے رہی تھی۔ وہ پاؤں پٹختا ہوا آواز کی سمت جانے لگا۔

وہ آواز غار کے ایک موڑ پر واضح طور پر سنائی دینے لگی۔ وہ کہیں قریب ہی تھا۔ اس نے تیزی سے چلتے ہوئے ترشول کو فضا میں بلند کرتے ہوئے نعرہ لگایا۔ ''الکھ نرنجن۔ الکھ نرنجن...''

شیو شنکر ہر ہر مہاراج کے ہاتھ میں بھی ویسا ہی ترشول ہوا کرتا تھا۔ وہ اس ہتھیار کے ذریعے دشمنوں کو خون میں نہلا دیتے تھے۔ خاک میں ملا دیتے تھے۔

مقدس آیات گونج رہی تھیں۔ وہ الکھ نرنجن کہتا ہوا ایک موڑ پر آیا۔ وہاں سے غار تین حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ تین راستے تین مختلف سمتوں میں گئے تھے۔ اس نے ایک ذرا رک کر آواز کی سمت معلوم کی پھر ادھر چل پڑا۔

غار کا وہ راستہ آگے جا کر وسیع و عریض ہوتا گیا تھا۔ ایک اونچی چٹان سے وہ آیتیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ بہت بلندی پر کسی کی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔

وہ برف جیسے سفید لباس میں تھا۔ اس کے وجود کے ایک حصے کی جھلک سے معلوم ہو رہا تھا کہ نماز پڑھ رہا ہے۔ وہاں کسی اجنبی کی خلاف توقع موجودگی حیران بھی کر رہی تھی اور پریشان بھی۔ اس نے گرجتے ہوئے پوچھا۔ ''کون ہو تم؟''

وہ عبادت میں مصروف تھا۔ وہاں سے جواب نہیں مل سکتا تھا۔ وہ اسے دوسری طرف سے دیکھنے کے لیے ایک سمت چلنے لگا۔ کبھی اُدھر جا کر کبھی اِدھر آ کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ چٹان کی چوڑائی ایسی تھی کہ وہ صرف ایک ہی سمت سے جھلک رہا تھا۔

وہ پھر پہلی جگہ آ گیا۔ اس کی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ صاف شفاف لباس سے پتا چل رہا تھا کہ وہ کبھی رکوع میں جا رہا ہے' کبھی سجدے کر رہا ہے اور کبھی سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت عربی زبان سنائی دے رہی تھی۔

اس نے پھر گرج کر پوچھا۔ ''کون ہو تم...؟ کہاں سے آئے ہو؟''

اس چٹان پر پہنچنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے پتھریلی دیواریں اور بھاری پتھر ایک دوسرے پر رکھے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ایک مسلمان کی موجودگی اس کے دماغ میں چیخ رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے... وہ فرہاد علی تیمور ہے...

اس نے چونک کر پھر بلندی کی طرف دیکھا۔ اگر اس کی صورت نظر آتی' تب بھی وہ اسے پہچان نہ پاتا۔ کیونکہ پہلے بھی اس نے فرہاد کو نہیں دیکھا تھا۔ اب تک خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ رہا تھا۔

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ فرہاد کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اب سے پہلے بھی وہ ناکام ہوتا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے فرہاد کی آواز اور لب و لہجے کو بدل دیا گیا ہے۔ اس لیے اس کا دماغ نہیں ملتا۔ یوں اسے مردہ نہیں سمجھنا چاہیے۔

اس نے سوچا۔ ''اگر اس چٹان پر فرہاد نہیں ہے۔ کوئی اور ہے تو اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر شاید اس کے اندر پہنچ سکوں گا لیکن وہ عربی پڑھ رہا ہے۔ میں اس زبان کے الفاظ اور لہجے کو گرفت میں نہیں لے سکوں گا۔ اگر وہ ہندی یا انگریزی بولے گا تو میں اس کے اندر جا سکوں گا۔''

گرو مہاراج نے زور سے کہا۔ ''مجھ سے بات کرو۔ تم کس راستے سے یہاں آئے ہو؟''

وہ خاموشی سے عبادت میں مصروف تھا۔ جواب نہیں دے رہا تھا۔ گرو نے کہا۔ ''جواب نہیں دو گے تو پچھتاؤ گے۔ میری دشمنی مہنگی پڑے گی۔ میں یہاں تنہائی میں تپسیا کرتا ہوں۔ تمہارا وجود برداشت نہیں کروں گا۔''

وہ بول رہا تھا۔ اس کی آواز غار میں گونج رہی تھی مگر اس نمازی پر جیسے اس کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے آہنی ترشول کا رخ بلندی کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری موت آ گئی ہے۔ میرا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا۔ تمہاری لاش وہاں سے نیچے گرے گی۔ اپنی سلامتی چاہتے تو مجھ سے بات کرو۔ فوراً نیچے آؤ۔''

جواباً پھر آیتوں کی آواز ہولے ہولے گونجنے لگی۔ گرو مہاراج کو نشانے پر ترشول چلانا آتا تھا۔ اس نے پورے اعتماد سے نشانہ لے کر ترشول کو ادھر پھینکا۔ وہ فضا میں تیرتا ہوا بلندی کی طرف گیا پھر اس اجنبی کے لباس کے قریب پہنچ کر گم ہو گیا۔

بڑھتی عمر کو چاہیئے

پُرسکون اور آرام دہ زندگی

پُروسٹکان

آرام دہ زندگی کے لئے

بڑھاپے میں پروسٹیٹ غدود کا بڑھ جانا اور مثانہ کی کمزوری معمولات زندگی میں نہایت پریشانی اور تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ پروسٹکان قدرتی جڑی بوٹیوں پر مشتمل اجزاء Saw Palmetto سے حاصل کردہ دوا ہے جو مثانے کی کمزوری اور رفع حاجت کی تکلیف کم کرتی ہے روزمرہ کے معاملات کو اعتدال میں لاتی ہے اور اس پیچیدہ مسئلہ سے نجات میں مدد دیتی ہے۔ پروسٹکان روایتی ادویات کے مضر اثرات سے پاک اور اثر پذیری کے نتائج کے اعتبار سے کہیں بہتر ہے جبکہ اس کا کوئی سائڈ افیکٹ بھی سامنے نہیں آیا

SCHWABE

ولمار شوابے جرمنی سے درآمد شدہ

A researched product of
Dr. Willmar Schwabe, Germany

AVAILABLE AT ALL LEADING MEDICAL & HOMEOPATHIC STORES

وہ گردن اٹھا کر اچک اچک کر دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی جھلک دکھائی دی۔ وہ ترشول ہاتھ میں لیے چٹان پر کھڑا تھا۔ اب بھی اس کا چہرہ واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ جوابی کارروائی کرسکتا تھا۔ اس ترشول کے ذریعے وہاں سے اس پر حملہ کرسکتا تھا مگر اس کی طرف سے مسلسل خاموشی اور بے نیازی تھی۔ وہ دوسری طرف گھوم گیا۔ وہاں سے چلا گیا۔ نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

مہاراج سر اٹھائے دیکھتا رہا۔ اسے آوازیں دیتا رہا۔ ''اے! تم کہاں ہو؟ سامنے آؤ۔ مجھ سے باتیں کرو۔''

اب وہاں کوئی نہیں تھا۔ اوپر دیکھتے دیکھتے گردن دُکھنے لگی تھی۔ تب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اسے ترشول سے حملہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہی ایک ہتھیار اس کے پاس تھا۔ وہ بھی اب اس اجنبی کے پاس چلا گیا۔ وہ کسی وقت بھی کہیں سے بھی آکر اسے ہلاک کرسکتا تھا۔ وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا بولنے لگا۔ ''تم کہاں ہو؟ اب تو تمہارے پاس ترشول ہے۔ میرے سامنے آؤ۔''

وہ آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھتا جارہا تھا اور کہتا جارہا تھا۔ ''مجھے بتاؤ' یہاں کیوں آئے ہو؟ کب تک یہاں رہو گے؟''

اسے جواب نہیں مل رہا تھا مگر وہ جنونی انداز میں بولتا جارہا تھا۔ ''میں تنہائی میں تپسیا کرنے آیا ہوں۔ تم کب یہاں سے جاؤ گے؟ تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ جواب دو...؟''

اسے یوں لگ رہا تھا' جیسے غار کی پتھریلی دیواروں سے بول رہا ہے۔ کوئی سننے والا' جواب دینے والا نہیں ہے۔ وہ بولتے بولتے تھک گیا۔ استھان میں واپس آکر سوچنے لگا کہ اب کیا کرے؟ اپنی تپسیا کیسے شروع کرے؟ جب تک وہ سامنے نہ آتا' تب تک یہ اندیشہ رہتا کہ کسی بھی وقت آکر اس کی تپسیا میں رکاوٹ پیدا کرسکتا ہے۔ اسے ان اطراف میں تلاش کرنا تھا یا اس کے واپس آنے کا انتظار کرنا تھا۔ دونوں ہی صورتوں میں تپسیا رک گئی تھی پھر ایک دن گزر گیا۔ جانے والا واپس نہیں آیا۔ وہ غار میں پہلے کی طرح تنہا ہی تھا۔ رات ہوئی تو یقین پختہ ہوا کہ اندھیری رات ہے۔ باہر برفیلی طوفانی ہوائیں چل رہی ہیں۔ وہ ادھر نہیں آسکے گا۔

غار میں ایک لالٹین روشن رہتی تھی۔ وہ سوتے وقت اسے بجھا دیا کرتا تھا مگر سونا نہیں تھا۔ تپسیا شروع کرنی تھی۔ وہ کھانے کے بعد پوجا کے استھان پر آیا پھر آسن جما کر بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے آنکھیں بند کیں پھر بڑے جذبے سے ابتدا کی۔ ''اوم... بمشیو ا... اوم۔ جگدیش ہرے...''

اس کی آواز غار کے اندر دور تک گونجنے لگی۔ وہ ذرا چپ رہا۔ انتظار کرتا رہا۔ کسی کی مداخلت نہیں ہوئی۔ بڑی حد تک دل کو اطمینان ہوا کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔ برفانی طوفان میں وہاں کوئی نہیں آئے گا۔

اس نے خاص منتر پڑھنے سے پہلے پھر ایک بار کہا۔ ''اوم... جگدیش ہرے...''

آواز پھر گونجنے لگی ''جگدیش ہرے۔ ہرے۔ ہرے...''

گونجنے والی آواز ہولے ہولے تحلیل ہوگئی۔ خاموشی چھا گئی۔ کہیں سے کوئی آہٹ سنائی نہیں دے رہی تھی۔ بڑا اطمینان ہوا کہ اب وہاں کوئی اجنبی نہیں ہے۔ کوئی مداخلت نہیں ہورہی ہے۔

ویسے اطمینان کے باوجود یکسوئی نہیں تھی۔ تمام توجہ منتروں پر مرکوز نہیں ہورہی تھی۔ یہ سوال ستا رہا تھا کہ وہ آنے والا کون تھا؟ کیوں تھوڑی دیر کے لیے آیا تھا اور اس کے یوں آنے اور گم ہوجانے کا مقصد کیا ہوسکتا ہے؟

ان سوالوں کے جوابات نہیں مل رہے تھے۔ پڑھتے وقت دھیان بٹ رہا تھا مگر وہ پڑھتا جارہا تھا۔ فی الوقت یہی غنیمت تھا کہ عارضی رکاوٹ آپ ہی آپ دور ہوگئی تھی۔

رات گزرتی جارہی تھی اور وہ بڑی لگن سے منتر پڑھتا جارہا تھا۔ اس بات کا دھیان تھا کہ پڑھنے کے دوران غلطی نہ ہونے پائے۔

ویسے اس کی یادداشت بہت مضبوط تھی۔ وہ بڑے اعتماد سے پڑھتا جارہا تھا۔ صبح ہوتے ہی تپسیا کو روک کر آرام کرنے والا تھا لیکن اس سے پہلے پھر ایک دماغی جھٹکا لگا۔ وسیع و عریض غار میں فجر کی اذان گونجنے لگی۔ وہ آواز خلاف توقع تھی۔ منتروں کی ادائیگی ایکدم سے گڑبڑا گئی۔

منتروں کے الفاظ کچھ تھے' ادائیگی کچھ اور طرح کی ہوئی تو دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ اس کی آنکھیں بند ہورہی تھیں۔ پتھریلی دیواریں گھومتی ہوئی سی دکھائی دے رہی تھیں۔ سر چکرا رہا تھا۔ ابھی پوری طرح شامت نہیں آئی تھی۔ پوری طرح دماغ نہیں الٹا تھا۔

یہ پہلی وارننگ تھی۔ آئندہ وہ دماغی مریض بن سکتا تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے اُکڑوں بیٹھا ہوا تھا۔ صبح کی اذان گونج رہی تھی۔ اس کے حواسوں پر چھا رہی تھی۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہاں سے اٹھ کر جاتا اور اس اجنبی کو چیلنج کرتا۔ اس کے اپنے ہی منتروں نے اسے کمزور بنا دیا تھا۔

وہ بیٹھے بیٹھے لیٹ گیا۔ تصور میں دیکھنے لگا' وہ اجنبی اسی چٹان کی بلندی پر دکھائی دے رہا تھا۔ پہلے کی طرح واضح نہیں تھا۔ صرف اس کا لباس جھلک رہا تھا۔ غار میں تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ یوں لگ رہا تھا' جیسے وہ اجنبی چپ چاپ اس کے پاس آگیا ہے۔ اس پر جھک کر اسے دیکھ رہا ہے۔

اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ نہیں تھا مگر مقدس آیات دھیمی دھیمی سی لے میں گونج رہی تھیں۔ وہ فجر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ جہاں وہ تپسیا کرنے والا تھا۔ وہاں نماز ادا ہورہی تھی۔

یہ دعویٰ نہیں کرسکتا تھا کہ وہ جگہ اس کی ہے۔ وہ اس اجنبی کو وہاں سے بھگا نہیں سکتا تھا۔ اس کے پاس ایک ہی ترشول تھا اور اس کا وہ ہتھیار اس اجنبی کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

وہ مہاشکتی مان خطرناک منتروں کے ذریعے اسے زیر کرسکتا تھا۔ اسے ہلاک کرسکتا تھا لیکن منتر پڑھنے کی سہولت حاصل نہیں ہورہی تھی۔ وہ پڑھنا شروع کرتا تھا تو مقدس آیات حاوی ہوجاتی تھیں۔

وہ آنکھیں بند کیے اپنے استھان پر پڑا ہوا تھا۔ دماغی تکلیف کم ہورہی تھی۔ ذرا آرام آرہا تھا۔ وہ نڈھال سا ہوکر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

وہ بوڑھا تھا' پر کمزور نہیں تھا۔ اس کے اندر پراسرار علوم کی بے پناہ طاقت اور غیر معمولی صلاحیتیں تھیں۔ وہ چشم زدن میں منتر پڑھتے پڑھتے مخالفین کو زیر کردیتا تھا۔ اس غار میں بھی مخالفت پر آنے والے اجنبی نے اسے نڈھال اور شکست خوردہ نہیں بنایا تھا۔ اس کے اپنے ہی منتروں نے اسے بھولنے اور غلطی کرنے کی سزا دی تھی۔

اس نے آنکھ کھلنے کے بعد توانائی محسوس کی۔ یہ یاد آیا کہ اجنبی پھر اس غار میں نماز پڑھنے آیا تھا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ چاروں طرف دیکھتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہاں گہری خاموشی تھی۔ پتا نہیں کتنا وقت گزر چکا تھا؟ شاید وہ اجنبی وہاں سے جاچکا تھا۔

وہ وقت معلوم کرنے کے لیے اپنی نواسی نیہا کے دماغ میں گیا۔ وہ ایک ہیلنگ چیئر پر بیٹھی اپنے محبوب فرہاد کو یاد کررہی تھی۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ وہ چپ چاپ اس کی سوچ پڑھ کر وقت معلوم کرکے اس کے دماغ سے چلا آیا۔

دوپہر کے دو بجنے والے تھے۔ وہ صبح سے اب تک گہری نیند سوتا رہا تھا۔ ایسی غفلت کے دوران وہ اجنبی آکر اس کی گردن اتار سکتا تھا پھر وہ ابدی نیند سوتا ہی رہ جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ ابھی وہ اپنے مقدر سے سانسیں لے رہا تھا۔

وہ نیہا کے پاس نہ جاتا' تب بھی معلوم ہوجاتا کہ ظہر کا وقت ہوگیا ہے کیونکہ پھر اذان کی آواز گونجنے لگی تھی۔ آواز سنتے ہی وہ لڑکھڑا گیا۔ وہ اذان اس کے لیے نادیدہ حملہ تھی۔ اس حملے کو وہ روک نہیں سکتا تھا مگر روکنے کی کوشش کرسکتا تھا۔ وہ جھنجلاتا ہوا، پاؤں پٹختا ہوا پھر اسی جگہ پہنچا۔ سر اٹھا کر دیکھا، اس چٹان کی بلندی پر اجنبی کا لباس جھلک رہا تھا۔

اس نے غصے سے گرجتے ہوئے پوچھا۔ ''اے...! مجھ سے بات کرو۔ مجھے بتاؤ کون ہو تم؟ کیوں مجھے پریشان کرنے' مجھ سے دشمنی مول لینے آئے ہو؟''

وہ اجنبی بے نیاز تھا۔ اس کی کسی بات کا' کسی چیلنج کا اثر نہیں لے رہا تھا۔ اس کے متعلق اب تک یہی دیکھا گیا تھا کہ وہ نماز کے وقت آتا تھا' عبادت کرتا تھا پھر کہیں چلا جاتا تھا۔

گرو مہاراج نے کہا۔ ''اب میں تمہیں جانے اور چھپنے نہیں دوں گا۔ تم میرے منتروں کی شکتی سے خون تھوکتے ہوئے میرے پاس آؤ گے۔''

وہ ایک اونچے پتھر پر آکر آسن جما کر بیٹھ گیا۔ چٹان کی بلندی پر اجنبی کی جھلک دیکھتے ہوئے زیر لب منتر پڑھنے لگا۔ وہ منتر خطرناک نہیں تھے۔ پڑھتے وقت بھول ہوتی تو منفی ردعمل نہ ہوتا۔ اسے کسی طرح کا نقصان نہ پہنچتا۔ اس کے برعکس وہ اجنبی چٹان کی بلندی سے گر کر اس کے قدموں میں آسکتا تھا۔

دونوں اپنی اپنی جگہ بڑبڑ رہے تھے۔ دونوں کی دھیمی دھیمی سی آوازیں غار میں گونج رہی تھیں۔ ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ اس نے اپنے منتروں کو حاوی کرنے کے لیے آواز اونچی کردی۔ لہک لہک کر' ذرا اُچک اُچک کر پڑھنے لگا۔ انداز ایسا تھا' جیسے بھونک رہا ہو اور کاٹنے ہی والا ہو۔

مقدس آیات بدستور دھیمی دھیمی سی تھیں۔ اجنبی مقابلتاً چیخ مار کر نہیں پڑھ رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ دھیمی سی آواز منتروں کے ایک ایک لفظ میں چبھ رہی تھی' اس کے تلفظ کو گڑبڑا رہی تھی۔

اسے تھوڑی دیر بعد احساس ہوا کہ صحیح طور پر پڑھ نہیں پا رہا ہے۔ پوری طرح دھیان لگانے کے باوجود الفاظ کی ادائیگی درست نہیں ہورہی ہے اور یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ جب تک ادائیگی درست نہیں ہوگی۔ منتر اپنا اثر نہیں دکھائیں گے۔

تھوڑی دیر بعد وہاں خاموشی چھا گئی۔ وہ سوچنے سمجھنے کے لیے چپ ہوگیا تھا۔ دوسری سمت سے بھی آواز نہیں آرہی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو لباس نہیں جھلک رہا تھا۔ چٹان خالی تھی... ابھی تو وہ وہاں تھا۔ کیا پھر گم ہوگیا ہے؟

وہ پلکیں جھپک جھپک کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسری سمتوں میں نظریں دوڑانے لگا۔ وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہاں سے جاچکا تھا۔

وہ جھنجلا کر پاؤں پٹختا ہوا اپنے استھان میں واپس آیا۔

اجنبی نہ کچھ بولتا تھا' نہ اس کی سنتا تھا۔ بڑی خاموشی سے آنکھ مچولی کھیل رہا تھا' اسے غصہ دلا رہا تھا۔ اس سے جھگڑا نہیں کر رہا تھا' بڑے آرام سے اس کی تپسیا میں رکاوٹ پیدا کر رہا تھا۔ وہ سر اٹھا کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے گرجتے ہوئے بولا۔ ''میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں' تم فرہاد ہو۔ تم نہیں چاہتے کہ میں تمہارا دماغ بدلنے والا اور غلام بنانے والا منتر پڑھوں اور تمام عمر تمہیں اپنی جوتیوں میں رکھوں۔''

وہ بولتے بولتے چپ ہوا پھر کہنے لگا۔ ''تم مجھے چالیس دنوں تک تپسیا نہیں کرنے دو گے اور میں ضرور کروں گا۔ یہ معلوم کروں گا کہ تم اس غار میں کہاں جا کر چھپ جاتے ہو۔''

وہ ذرا ٹھہر کر پھر بولنے لگا۔ ''میں سانپ کو اس کے بل سے نکالنے کا منتر جانتا ہوں مگر ابھی منتر نہیں پڑھوں گا۔ ابھی میں اکیلا ہوں۔ پہلے اپنے دامادوں کو اور خطرناک چیلوں کو بلاؤں گا۔ تمہارے قدم یہاں سے اکھاڑوں گا پھر چالیس دنوں کے بعد تمہیں اپنے شکنجے میں جکڑ لوں گا۔''

وہ بولتے بولتے غصے سے ہانپنے لگا۔ ایک پتھر پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس پُراسرار اجنبی سے نمٹنے کے لیے اپنے دامادوں کی اور چیلوں کی ضرورت تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی اور کالا جادو جاننے والوں کی فوج بنا کر ان کے ذریعے تحفظ حاصل کر سکتا تھا اور چالیس دنوں تک کامیابی سے تپسیا کر سکتا تھا۔

☆☆☆

فرہاد کے نہ ہوتے ہوئے بھی اس کی داستان میں بہت کچھ ہو رہا تھا اور آئندہ بھی بہت کچھ ہونے والا تھا لیکن ابھی سونیا کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا تھا اور جو معلوم ہونے والا تھا' اسے داستان کے اس موڑ پر بیان کرنا ضروری ہے۔

آخر ہوا کیا تھا...؟

جہاں بم دھماکا ہوا تھا' ہوٹل کا وہ حصہ کھنڈر بن گیا تھا۔ آس پاس کے کمروں میں رہنے والے بھی بری طرح زخمی اور ہلاک ہوئے تھے۔ مطلوبہ کمرے میں دو لاشیں پائی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک مرد کی تھی اور دوسری عورت کی... اور وہ سونیا ہی ہو سکتی تھی۔

ان دو جسموں کے چیتھڑے اڑ گئے تھے... چہرے بھی ناقابل شناخت ہو گئے تھے۔ اُس رات خیال خوانی کرنے والے سونیا کے دماغ کو تلاش کرتے اور ناکام ہوتے رہے تھے۔ یہ یقین کے ساتھ کہا جا رہا تھا کہ دشمنوں نے کامیاب حملہ کیا ہے۔

دوسری صبح پتا چلا' ہوٹل کی وہ ملازمہ غائب ہے جو کمروں کی صفائی کرتی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ جو ملازمہ سونیا کے کمرے میں صفائی کے لیے جانے والی تھی' اس وقت اس کا ایک عاشق اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اُس نے اپنی سہیلی سے کہا تھا کہ وہ اس کی ڈیوٹی سنبھال لے۔ جبکہ ڈیوٹی سنبھالنے والی کی ڈیوٹی ختم ہو چکی تھی۔ وہ اپنے گھر جانے والی تھی۔

لیکن موت کا تو ایک بہانہ ہوتا ہے۔ وہ سہیلی کی خاطر اس کمرے میں چلی گئی تھی۔ صفائی کے دوران واش کے روم کے اندر اسی کی گنگناہٹ سنائی دیتی رہی تھی۔

مگر یہ بات بعد میں معلوم ہوئی۔ کئی دنوں کے بعد سب اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ اپنے عاشق کے ساتھ گلچھرے اڑانے والی موت کے اس کمرے میں نہیں گئی تھی۔ جو ماری گئی تھی' اس کی ڈیوٹی بہت پہلے ہی ختم ہو چکی تھی۔ اسی لیے یہ مغالطہ ہوا کہ روم سروس کے لیے کوئی ملازمہ وہاں نہیں گئی تھی۔ ان حالات کو جاننے کے بعد اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھا کہ سونیا اس ملازمہ کو اپنے روم میں چھوڑ کر باہر چلی گئی تھی۔

وہ اچانک باہر کیوں گئی تھی؟ ایسی کہاں گم ہوئی تھی کہ اس کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ الپا' عالی' کبریا اور ادارے کے خیال خوانی کرنے والے پھر سے اسے تلاش کر رہے تھے۔ اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ سونیا ماری نہیں گئی ہے۔

امریکی اکابرین سمیت دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے حکمران اس کی ہلاکت کی خوشی میں جشن منا رہے تھے لیکن امریکی آرمی کے یوگا جاننے والے افسران ہمارے احسان تلے دبے ہوئے تھے۔ ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے انہیں ان تین جنم ساتھیوں جے' بلرام اور بھنڈاری جیسے دشمنوں سے تحفظ فراہم کیا تھا۔ لہٰذا وہ مجبور تھے۔ انہوں نے کھل کر اپنی خوشی کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی کہ وہ اندر سے بہت خوش اور مطمئن تھے۔

سونیا کی ہلاکت کے بعد دوسری خبر یہ ملی کہ فرہاد اچانک ہی کہیں غائب ہو گیا ہے۔ اگر چہ اس کی واپسی متوقع تھی لیکن فی الحال دشمنوں کے سر سے جیسے دو بلائیں ٹل گئی تھیں۔ وہ خوشی سے نہال ہو رہے تھے۔ خوب جشن منا رہے تھے۔ ایسے ہی وقت اُن کے ارمانوں پر جیسے اوس پڑ گئی۔

سونیا زندہ ہے۔

یہ خبر اس کی ہلاکت کی خبر سے بھی زیادہ دھماکا خیز ثابت ہوئی۔ خوشی میں جھومتے ہوئے موروں کو جیسے ان کے بھدے پاؤں نظر آ گئے۔ ایک امریکی حکمران بھرے ہوئے جام کو غصے سے پھینکتے ہوئے غرایا۔ ''یو سونیا...!''

وہ نشے میں ڈول رہا تھا۔ اس نے غصے اور جنون میں

ایک ہاتھ مارا۔ کاؤنٹر پر رکھی ہوئی شراب کی بوتلیں اور کانچ کے پیمانے فرش پر گر کر ٹوٹنے اور بکھرتے چلے گئے۔ یہاں سے وہاں تک شراب پانی کی طرح بہنے لگی۔ وہ غصے سے لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''حد ہو گئی... حد ہو گئی ہے۔ وہ عورت کیا بلا ہے؟ آخر کیا بلا ہے وہ...؟''

اس کے دماغ کی رگیں جیسے پھٹنے لگی تھیں۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔ ''اسٹرینج... ویری اسٹرینج۔ اوہ گاڈ...!''

وہ سر تھام کر ڈگمگاتا ہوا ایک صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔ یہ خبر سن کر ایک اعلیٰ حاکم کو دل کا دورہ پڑا تھا۔ اسے اسپتال لے جایا جا رہا تھا۔ ایک حکمران دمے کا مریض تھا۔ اس کی تو سانسیں اٹک کر رہ گئی تھیں۔ اسے بھی آئی سی یو پہنچایا جا رہا تھا۔ دوسرے اکابرین کی بھی ذہنی اور قلبی حالت بہتر نہیں تھی۔ اب سے پہلے وہ خود کو جتنا ہلکا پھلکا محسوس کر رہے تھے۔ اب اُتنا ہی بوجھل محسوس کر رہے تھے۔

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''وہ عورت کس مٹی کی بنی ہے؟ زبردست جان لیوا حملوں کے بعد بھی زندہ ہو کر چلی آتی ہے۔''

''فرہاد کا معاملہ بھی اُس سے کچھ الگ نہیں ہے۔ کم بخت مرتے مرتے بھی نہیں مرتا۔''

ایک عہدیدار نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''یقیناً ان کی وہ روحانی ٹیلی پیتھی انہیں مرنے نہیں دیتی۔ یہ لوگ اُسے جادو نہیں کہتے لیکن اب تو یقین ہو چلا ہے' مسلمان جادو جانتے ہیں اور بابا صاحب کے ادارے والے کسی زبردست منتر کے ذریعے فرہاد اور سونیا کو تحفظ دیتے رہتے ہیں۔''

دوسرے اکابرین بھی اس کی تائید میں کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔ ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''مجھے تو یہ سب ڈراما لگ رہا ہے۔''

تمام اکابرین نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''کیسا ڈراما...؟''

وہ سوچنے کے انداز میں بولا۔ ''پہلے سونیا کی ہلاکت کی افواہ پھیلائی گئی پھر اس کے فوراً بعد فرہاد روپوش ہو گیا۔ اب یہ خبر مل رہی ہے کہ سونیا زندہ ہے۔ جبکہ فرہاد بدستور منظر سے غائب ہے... بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔''

''تم کیا سمجھنا چاہتے ہو؟''

''مجھے لگ رہا ہے' اس ساری نوٹنکی کے پیچھے کوئی زبردست سازش چھپی ہوئی ہے۔''

''سونیا کی ہلاکت اور فرہاد کی گمشدگی کے ذریعے کیا سازش ہو سکتی ہے؟''

اس عہدیدار نے کہا۔ ''فی الحال یہ معاملہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے لیکن ہمیں سمجھنا ہوگا۔''

ایک نے کہا۔ ''ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ سونیا کی ہلاکت افواہ نہ ہو۔ بلکہ یہ بات افواہ ہو کہ وہ زندہ ہے؟''

''وہ لوگ ایسا کیوں کریں گے؟''

''ہمیں خوفزدہ کرنے کے لیے...''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمیں اپنے طور پر اس خبر کی تصدیق کرنی ہوگی۔''

ایسے وقت امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے گائی ڈی البرٹ نے ایک عہدیدار کے ذریعے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''نہ یہ خبر افواہ ہے۔ نہ اس سے پہلے کوئی افواہ پھیلائی گئی تھی۔ ہم سب ہی کو غلط فہمی ہوئی تھی۔ دراصل سونیا ہوٹل کے اس کمرے میں تھی ہی نہیں تو ہلاک کیسے ہوتی؟''

''تو پھر وہ کہاں تھی؟''

البرٹ نے کہا۔ ''کوئی نہیں جانتا' وہ کہاں تھی اور اب کہاں ہے؟ وہ ابھی تک لاپتا ہے۔ ہمیں اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ حتیٰ کہ ادارے کے خیال خوانی کرنے والے بھی اسے تلاش کرنے کے سلسلے میں ناکام ہو رہے ہیں۔''

انہوں نے تعجب سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایک عہدیدار نے کہا۔ ''یہ تو ناممکن سی بات ہے۔''

دوسرے عہدیدار نے کہا۔ ''میں کہہ رہا ہوں ناں... سونیا اور فرہاد کوئی ڈراما کھیل رہے ہیں۔ بھلا ایسا کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص زندہ ہو اور خیال خوانی کرنے والوں کو اس کا دماغ نہ مل رہا ہو؟ اور وہ بھی بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو...؟ ناممکن... میں مان ہی نہیں سکتا۔''

''ہاں۔ یہ بات حلق سے نہیں اتر رہی ہے۔''

گائی ڈی البرٹ نے کہا۔ ''ہمیں بھی نہ ماننے کے باوجود ماننا پڑ رہا ہے۔ جو پہلے کبھی نہیں ہوا' وہ اب ہو رہا ہے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے اپنی پیشانی پر کور گڑتے ہوئے کہا۔ ''بے شک۔ وہ میاں بیوی کسی جادو منتر کے ذریعے گمشدہ ہو گئے ہیں مگر یہ حقیقت پھر سے ہتھوڑے برسانے لگی ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہیں' سلامتی سے سانسیں لے رہے ہیں۔ یوں ہماری سلامتی پھر سے خطرے میں پڑ گئی ہے۔ اوہ گاڈ! کیا کبھی ہمیں ان بلاؤں سے نجات بھی ملے گی؟''

یہ بھی عجیب بات تھی۔ فرہاد اور سونیا وہاں نہیں تھے۔ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے تھے مگر پھر بھی وہ لوگ خوفزدہ تھے۔ گائی ڈی البرٹ کا ساتھی مائیکل بھی وہاں پہنچا ہوا تھا۔ اس نے ایک عہدیدار کے ذریعے کہا۔ ''پہلے صرف فرہاد معما بنا ہوا تھا مگر اب سونیا کا معاملہ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔''

بب سوئیا رہتی ہیں۔ اس بم دھماکے میں جاں بحق ہوئی تھی تو کسی کو اس کا دماغ کیوں نہیں مل رہا تھا؟ وہ کہاں تھی؟

یہ سوالات سونیا سے کیے جاتے تو وہ کوئی جواب نہ دے پاتی۔ کیونکہ وہ خود اپنے حالات سے بے خبر تھی۔

دراصل وہ غائب دماغ ہوگئی تھی۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ کیا کر رہی ہے' کہاں جارہی ہے اور کیوں جارہی ہے؟ اس روز وہ بے اختیار موت کے اس کمرے سے نکل گئی تھی۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر ہوٹل کے پچھلے دروازے سے باہر آگئی تھی۔ اسی لیے وہاں کے عملے کو اس کی غیر موجودگی کی خبر نہ ہو سکی۔ سب یہی سمجھ رہے تھے کہ سونیا اپنے روم میں تھی۔

احاطے کے عقبی گیٹ کے باہر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ سونیا بے اختیار اس کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ ان لمحات میں اسے ایسا ہی لگ رہا تھا' جیسے اس کے آس پاس کی ساری دنیا کہیں گم ہوگئی ہے۔ روم سے نکلتے وقت کوریڈور سے صرف پچھلے گیٹ تک کا راستہ دکھائی دیتا رہا تھا پھر نگاہوں نے ایک گاڑی دیکھی اور وہ نہ جانے کس کے حکم سے اس میں آکر بیٹھ گئی؟

وہ کہاں جارہی تھی؟ کن راستوں سے گزر رہی تھی؟ اُسے کچھ معلوم نہیں تھا۔ ہاں... یہ ضرور تھا کہ وہ ایسے وقت تھکن اور کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے برسوں کی بیمار ہو۔ جبکہ بیمار نہیں تھی پھر اچانک ہی کمزوری کیوں محسوس ہونے لگی تھی؟

ان لمحات میں وہ ایسی سحر زدہ سی تھی' جیسے گہری نیند میں ہو۔ اس نے خوابیدہ دماغ میں کسی کی آواز سنی تھی۔ وہ شفقت بھرا لہجہ اسے تھپک رہا تھا' اس کی کمزوری کو اور تھکن کو دور کر رہا تھا۔ وہ آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہتی تھی مگر ایسا جتنی سکون نصیب ہو رہا تھا کہ جاگنے کے باوجود آنکھیں نہ کھول سکی۔ گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔ نہ جانے کتنا وقت گزرتا جارہا تھا؟

پھر رفتہ رفتہ وہ ہوش میں آنے لگی۔ دل و دماغ پر چھائی ہوئی دُھند چھٹنے لگی۔ کوئی سرہانے بیٹھا اس کا سر سہلا رہا تھا۔ اس نے آنکھوں کو پوری طرح کھول کر دیکھا۔ نگاہوں کے سامنے آمنہ کا شفیق چہرہ مسکرا رہا تھا۔ وہ اس کے سر کو سہلاتے ہوئے بولی۔ ''کیسی طبیعت ہے؟''

اس نے ایک ذرا سر اٹھا کر دائیں بائیں دیکھا۔ تب علم ہوا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے کے ایک کمرے میں ہے۔ اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ ''میں تو ہوٹل میں تھی۔ یہاں کیسے آئی؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''اوپر والے کی مرضی سے...''

''کیا مطلب...؟''

''جو جگہ انسان کے لیے ضروری ہوتی ہے' وہ اُسے وہاں پہنچا دیتا ہے۔ تمہارے لیے باہر کی دنیا اب ضروری نہیں رہی ہے۔''

''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ ابھی ہمیں اُن تین جنم ساتھیوں سے نمٹنا ہے' انہیں ان کے کالے جادو سمیت جہنم رسید کرنا ہے۔ دوسری طرف گریٹ ایشورا راہے۔ وہ ابتدا سے ارضی دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھ رہا ہے۔ اس بار پھر کوئی نئی چال چلنا چاہتا ہے۔ میں ایسے سنگین حالات میں ہمیشہ فرہاد کے ساتھ ایکشن میں رہتی ہوں۔''

''بے شک رہتی ہو لیکن ہم ہمیشہ متحرک نہیں رہتے۔ کہیں ٹھہراؤ اور سکون کی گھڑیاں بھی آتی ہیں اور جہاں تک زندگی کے جھمیلوں کا تعلق ہے تو وہ کبھی ختم نہیں ہوتے۔ ایک سپاہی لڑتے لڑتے فنا ہو جاتا ہے تو دوسرا سپاہی اس کی جگہ سنبھال لیتا ہے۔''

''یہ بات تو میں بھی سمجھتی ہوں مگر ابھی فرہاد کو میری ضرورت ہے۔ ہم نے دشمنوں سے نمٹنے کے لیے کچھ منصوبے بنائے ہیں۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''تدبیر سے تقدیر بدلی جاتی ہے لیکن کبھی کبھی تقدیر ایک ہی جھٹکے میں ہماری تمام تدبیروں کو پلٹ کر رکھ دیتی ہے۔ تمہارے اور فرہاد کے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔''

سونیا نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا پھر کہا۔ ''میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ اچانک ہی ادارے میں پہنچ گئی ہوں۔ یقیناً اس کے پیچھے کوئی مصلحت ہوگی۔''

وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ ''بس یوں سمجھو' باپ کی محبت بیٹی کو بلا رہی ہے۔''

وہ زیر لب بولی۔ ''بابا فریدواسطی...؟''

اس کے دماغ میں اعلیٰ حضرت کے الفاظ گونجنے لگے۔ انہوں نے خواب کے ذریعے اسے ایک نئی پیش گوئی سے باخبر کیا تھا۔ واضح الفاظ میں فرمایا تھا کہ وہ آخری سانسوں تک سہاگن رہے گی۔ یعنی فرہاد کی زندگی میں موت کو گلے لگائے گی۔

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اسے ایسا ہی لگ رہا تھا' جیسے ابھی ایک رات پہلے فرہاد کے ساتھ ایکشن میں تھی۔ ان تین جنم ساتھیوں کی بو سونگھتی ہوئی بڑی پھرتی سے ان کا پیچھا کرتی رہی تھی۔ دوسری طرف ایشورا را سے نمٹنے کے لیے منصوبے بنا رہی تھی اور اب یکا یک ایسی کمزور اور بیمار ہوگئی تھی کہ بستر پر پہنچ گئی تھی۔

دراصل یہ سب کچھ اچانک نہیں ہوا تھا۔ سونیا کو ادارے تک پہنچنے میں کئی دن لگ گئے تھے مگر ان لمحات میں وہ یہی محسوس کر رہی تھی' جیسے ابھی ہوٹل کے کمرے میں تھی اور اب پلک جھپکتے ہی خود کو آمنہ کے پاس دیکھ رہی تھی۔

آمنہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''اب تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ لیٹ جاؤ۔''

وہ اپنے اندر کی کمزوری کو خود بھی محسوس کر رہی تھی۔ بہت ہی عجیب سا لگ رہا تھا' کچھ بے یقینی سی تھی مگر یقین تو کرنا تھا۔ کیونکہ دل و دماغ میں اعلیٰ حضرت کی پیش گوئی گونج رہی تھی لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کے پاس اتنا مختصر سا وقت ہوگا۔

دراصل ہمیشہ شہزور بن کر رہنے والے کمزوریوں کو فوراً ہی قبول نہیں کر پاتے۔ چند ماہ پہلے فرہاد بھی ایسی ہی صورت حال سے گزرتا رہا تھا۔ یہ سوچ کر مایوسی ہوتی تھی کہ زندگی کے میدان میں کامیابی سے جنگ لڑنے والے کے ہاتھ سے اچانک ہی ہتھیار چھین لیا گیا ہے' وہ اوندھے منہ گر پڑا ہے۔

اور سونیا کی تو بات ہی الگ تھی۔ اس کے ساتھ بابا فریدواسطی کا دست شفقت رہا تھا۔ انہوں نے اس پر ایک عمل کیا تھا' دعا دی تھی کہ سونیا ذہنی اور جسمانی طور پر کبھی زوال پذیر نہ ہو۔ یہ ان کی دعاؤں کا ہی اثر تھا کہ وہ جوانی کے ابتدائی دنوں کی طرح آج بھی حاضر دماغ' چست و چالاک اور پھرتیلی تھی مگر یہ تو قدرتی بات ہے' ہر کمال کو زوال آتا ہے۔ فرہاد کا زوال فی الحال ٹل گیا تھا۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ رخ بدل کر سونیا کی طرف آگیا تھا۔

آمنہ اسے تنہا چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ وہ چپ چاپ بستر پر لیٹی تھی۔ کمزوری کے باوجود ایک عجیب سا سکون محسوس ہو رہا تھا' جیسے برسوں کی تھکن اتر رہی ہو۔ ایسے ہی وقت اسے فرہاد کا خیال آیا۔ دل اس کی آواز سننے کو مچل گیا۔ اس نے زیر لب اسے پکارا۔ ''فرہاد...! میرے دماغ میں آؤ۔ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے... بہت کچھ کہنا ہے کہ پھر مہلت ملے نہ ملے...''

ایسے ہی وقت عالی اس کے اندر پہنچ گئی۔ اسے مخاطب کرنا چاہتی تھی مگر اس کے خیالات پڑھتے ہی بجھ کر رہ گئی۔ یہ جانتی تھی کہ فی الحال ماں کی خواہش پوری نہیں ہو سکے گی۔ فرہاد نہ جانے کب لوٹنے والا تھا؟ ماں کی بیماری اور باپ کی گمشدگی نے سب ہی بچوں کو بری طرح مایوس کیا ہوا تھا۔ عالی کا دل بھر آیا۔ وہ اسے مخاطب کیے بغیر لوٹنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت سونیا نے پوچھا۔ ''کون ہے...؟''

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ سونیا کے اندر ایک ہلکی سی آہ گونجی۔ اس نے تڑپ کر کہا۔ ''عالی...! میری جان..! یہ تم ہو؟''

وہ دھیرے سے بولی۔ ''یس مما...! میں ہوں۔ آپ کیسی ہیں؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''دیکھ نہیں رہی ہو؟ حالات نے اچانک ہی بستر پر پہنچا دیا ہے۔''

''سمجھ میں نہیں آتا۔ بابا فریدواسطی مرحوم نے تو فرمایا تھا' آپ ہمیشہ تندرست و توانا رہیں گی۔ ان کی دعائیں اچانک ہی بے اثر کیوں ہوگئی ہیں؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''بے اثر نہیں ہوئی ہیں۔ شاید اب اس دنیا میں میری ذمہ داریاں ختم ہو چکی ہیں۔''

''نہیں مما! اس ادارے کو پاپا کو... ہم سب کو آپ کی ضرورت ہے۔''

''کوئی ہمیشہ کے لیے ضروری نہیں رہتا اور جو ضروری ہوتا ہے' زندگی اسے موت کے منہ سے بھی چھین کر لے آتی ہے۔ کیا پاپا کی مثال تمہارے سامنے نہیں ہے؟''

اس نے جواباً کچھ نہ کہا۔ وہ بولی۔ ''ہر صدمہ ابتدا میں بھاری لگتا ہے پھر رفتہ رفتہ دل اور دماغ اسے قبول کر لیتے ہیں۔''

''نہ جانے قدرت ہمارے ساتھ کیسا کھیل کھیل رہی ہے؟''

''سچ پوچھو تو فرہاد کی بیماری نے مجھے توڑ کر رکھ دیا تھا لیکن اب میں بہت خوش ہوں۔ مطمئن ہوں۔ اس دنیا سے رخصت ہونے کا ایک ذرا بھی غم نہیں ہو رہا ہے۔ کیونکہ میری ایک ایسی خواہش پوری ہونے والی ہے' جو ہر بیوی کے دل میں ہوتی ہے۔ میں آخری سانس تک سہاگن رہوں گی اور آخری آرام گاہ تک پہنچنے کے لیے مجھے شوہر کا کاندھا نصیب ہوگا۔''

''مما...!'' عالی کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ سونیا نے اسے بڑی محبت سے پچکارتے ہوئے کہا۔ ''عالی! میری جان! کیا تم ماں کی خوشی میں خوش نہیں ہوگی؟''

اس نے ذرا توقف سے جواب دیا۔ ''آپ کے احساسات اور جذبات اپنی جگہ درست ہیں لیکن پاپا... پاپا نہ جانے کہاں گم ہوگئے ہیں؟''

اس نے تعجب سے پوچھا۔ ''کیا مطلب...؟''

وہ اسے بم دھماکے، کے بعد سے اب تک کے تمام حالات بتاتے ہوئے بولی۔ ''کسی خیال خوانی کرنے والے کو پاپا کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ حتیٰ کہ روحانی ٹیلی پیتھی بھی ناکام ہو رہی ہے۔''

''اعلیٰ حضرت کیا فرماتے ہیں؟''

''انہوں نے تو خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔''

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ عالی نے کہا۔ ''ایسا پہلے کبھی نہیں

ہوا' جیسا اب ہو رہا ہے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''زندگی میں جو ہوتا ہے' پہلی بار ہی ہوتا ہے۔''

''لیکن کسی بھی زندہ شخص کا دماغ نہ ملنا عجیب سی بات ہے۔''

''ابھی تم نے بتایا کہ جب ہوٹل میں بم دھماکا ہوا تو تم میں سے کسی کو میرا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ تب یہ مصدقہ رائے قائم کی گئی کہ میں اس حادثے میں جاں بحق ہو چکی ہوں۔ جبکہ میں آج بھی زندہ ہوں۔ سلامتی سے سانسیں لے رہی ہوں۔''

وہ بولی۔ ''آپ کی واپسی اور اعلیٰ حضرت کی خاموشی حوصلہ بڑھا رہی ہے۔ یقیناً کوئی قدرتی راز ہے' جسے فی الحال وہ آشکار کرنا نہیں چاہتے۔''

وہ سوچنے کے انداز میں بولی۔ ''فرہاد منظر عام پر آ کر ضرور کوئی زبردست دھماکا کرے گا۔''

پھر اس نے پوچھا۔ ''کبریا کہاں ہے؟''

اسے بیٹے کی آواز سنائی دی۔ ''میں آپ کے پاس ہی ہوں مما...!''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''یہ تم لوگ ماں سے آنکھ مچولی کیوں کھیل رہے ہو؟ عالی بھی آئی تو خاموش تھی' جیسے چوری چھپے آئی ہو۔ تم بھی چپ چاپ میرے اندر پہنچے ہوئے ہو۔ یقیناً الپا بھی تمہارے ساتھ ہو گی؟''

الپا کی آواز سنائی دی۔ ''یس مما! میں بھی یہاں موجود ہوں۔''

وہ بولی۔ ''تم تینوں کی مایوس کن آوازیں ایسی لگ رہی ہیں' جیسے ابھی سے میرے لیے ماتم شروع کر دیا ہے۔''

عالی نے تڑپ کر کہا۔ ''پلیز مما! ایسے تو نہ بولیں۔''

اس نے ایک گہری سانس یوں کھینچی' جیسے بولنے کے لیے ہمت جمع کر رہی ہو پھر کہا۔ ''بس اتنا سمجھ لو کہ زندگی مجھے جتنی مہلت دے گی' میں اس عرصے میں اپنے بچوں کی خوشیوں بھری چہکار سننا چاہوں گی۔''

کبریا نے کہا۔ ''فکر نہ کریں مما! ہم آپ کی ہر خواہش کا احترام کریں گے۔ میرا خیال ہے' اب آپ آرام کریں۔ ہم پھر آئیں گے۔''

وہ لوگ اسے تنہا چھوڑ کر چلے آئے۔ اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ ایمان علی نے عالی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''مما ہوش میں آئیں یا نہیں...؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''ہوش میں تھیں لیکن بہت کمزوری محسوس کر رہی تھیں۔''

''اُن سے باتیں ہوئی ہیں؟''

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بولا۔ ''چلو شکر ہے' اتنی تو تسلی ہوئی۔''

''تسلی کیسے ہو سکتی ہے؟ ہم پہلی بار مما کو اس طرح بیما اور کمزور دیکھ رہے ہیں۔''

''پہلی بار تو پاپا کو بھی دیکھا تھا۔ ان کی بیماری او کمزوری بھی صدمہ پہنچاتی رہی تھی۔ زندگی اِسی کا نام ہے حالات کے ساتھ سمجھوتا کرنا پڑتا ہے۔''

''پریشانیوں نے تو جیسے ہماری فیملی کا پیچھا لے لیا ہے۔ بیماری کے بعد اب پاپا کی گمشدگی پریشان کن ہوتی جا رہی ہے اور ادھر مما بستر سے جا لگی ہیں۔ اُن کی خواہش ہے کہ انہیں خوش رکھنے کے لیے ہمیں خوش رہنا چاہیے مگر یہ بہت مشکل ہو رہا ہے۔ میں بات کرنا چاہتی ہوں تو آنسو چھلک پڑتے ہیں۔ دراصل... اس حالت میں انہیں پاپا کا ساتھ چاہیے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر ذرا توقف سے بولی۔ ''سمجھ میں نہیں آتا' پاپا کو کہاں تلاش کیا جائے؟ جب میں مما کے پاس گئی تھی تو وہ ان لمحات میں پاپا کو بڑی شدت سے یاد کر رہی تھیں۔''

ایمان علی نے کہا۔ ''میں تو دعا کر رہا ہوں' جس طرح پاپا کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت کی پیش گوئی تبدیل ہو گئی۔ اسی طرح مما کو بھی سلامتی مل جائے۔''

''یہ دعا تو ہم سب ہی کر رہے ہیں۔''

اس نے کہا۔ ''مما جسمانی اور دماغی طور پر کمزور ہو گئی ہیں۔ کوئی بھی دشمن بہ آسانی ان کے اندر گھس سکتا ہے۔ کیا تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے؟''

''کبریا کرنا چاہتا تھا لیکن ماما (آمنہ) نے منع کر دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مما کو تحفظ دیا جا رہا ہے۔''

ایسے ہی وقت عالی کا بیٹا شایان علی نیند میں ایک ذرا کسمسایا۔ وہ اسے دھیرے دھیرے تھپکنے لگی۔ ایمان علی بیٹے کے ساتھ نیم دراز تھا۔ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندتے ہوئے بولا۔ ''سلامتی کے لیے لاکھ جتن کرو لیکن جو پریشانیاں مقدر میں لکھ دی جاتی ہیں' وہ نازل ضرور ہوتی ہیں۔''

عالی بیٹے کو تھپک رہی تھی مگر اس کا دھیان ماں کی طرف تھا۔ وہ دل کی گہرائیوں سے دعائیں مانگ رہی تھی کہ سونیا کے سلسلے میں بھی کوئی معجزہ ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت کی پیش گوئی بدل جائے لیکن کیا کیا جائے...؟ معجزے بار بار نہیں ہوا کرتے۔

چند لمحوں بعد ہی ایمان علی نے جیسے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ ایک جھٹکے سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ عالی نے چونک کر پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

اس نے سر گھما کر بیٹے کو دیکھا۔ وہ ننھا سا وجود گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ عالی نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔ ''کیا بات ہے ایمان! تم اِسے ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟ کیا کوئی آگہی ملی ہے؟''

اس نے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کے چہرے سے پریشانی جھلک رہی تھی۔ عالی کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر دونوں ہاتھوں سے اپنے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے ہوئے بولا۔ ''یا خدا! ہم کیسی آزمائش سے گزرنے والے ہیں؟''

''آخر ہوا کیا ہے؟ کیسی آگہی ملی ہے؟''

''میں نے ابھی آگہی کے پردے پر دیکھا کہ ہمارا شایان رو رہا ہے اور تم اس کے لیے فیڈر تیار کر رہی ہو لیکن جب دودھ پلانے کے لیے بستر کے قریب آئیں تو دیکھا' بستر خالی ہے۔''

عالی نے پریشان ہو کر بیٹے کو دیکھا پھر ایمان کو دیکھا۔ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ''اس کے بعد منظر بدل گیا۔ میں نے دیکھا' ہم دونوں لوگوں کے ہجوم میں ہیں۔ ادھر سے اُدھر بھٹک رہے ہیں۔ اپنے بیٹے کو تلاش کر رہے ہیں۔ ایسے ہی وقت ایک بھاری بھرکم قہقہہ سنائی دیتا ہے۔ وہ جو کوئی بھی ہے' فاتحانہ انداز میں ہنس رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے بیٹے کے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے۔''

وہ ذرا دیر کے لیے چپ ہوا۔ عالی نے جھٹ سے شایان کو اٹھا کر سینے سے یوں لگا لیا' جیسے کوئی دشمن اسی لمحے میں اس کے بچے کو چھیننے آ رہا ہو۔ ایمان علی ایک ماں کے جذبات کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے اپنی آگہی بیان کرتے ہوئے کہا۔ ''منظر ایک بار پھر بدلتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں' کوئی ہمارے بیٹے کو آسمان کی طرف اُچھالتا ہے' پھر اپنے بازوؤں میں تھام لیتا ہے۔ ہم دونوں شدید پریشان ہیں۔ اپنے بیٹے کو انجانے دشمن کے ہاتھوں سے چھین لینا چاہتے ہیں' مگر بے بسی کی تصویر بنے کھڑے ہیں۔ تب دیکھتا ہوں کہ جہاں اِسے اچھالا جا رہا ہے' وہاں آگ ہی آگ ہے۔ اگر اسے پکڑنے کے سلسلے میں ایک ذرا بھی کوتاہی ہو گی تو ہمارا بیٹا آگ میں جا گرے گا۔''

عالی نے پریشان ہو کر کہا۔ ''یا خدا! یہ ہمارے بچے پر کیسی آفت نازل ہونے والی ہے؟''

وہ بولا۔ ''تم سوچ بھی نہیں سکتیں' یہ منظر دیکھتے ہوئے میری کیا حالت ہو رہی تھی؟ تب ہی گھبرا کر آنکھ کھل گئی۔''

وہ بولی۔ ''آگہی میں یہ تو واضح ہے کہ ہمارا بچہ دشمنوں کے جھٹے چڑھنے والا ہے۔ وہ لوگ اسے اذیت بھی پہنچا سکتے ہیں لیکن یہ سن کر کلیجا کانپ رہا ہے کہ ہم بے بس بنے تماشا دیکھتے رہیں گے۔ اپنے بیٹے کے بچاؤ کے لیے کچھ کر نہیں سکیں گے۔ آگہی یہی کہہ رہی ہے نا...؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ ''ہاں۔ فی الحال تو یہی سمجھا رہی ہے مگر میں ایک بات سوچ رہا ہوں۔''

''وہ کیا...؟''

''میں نے اس آگہی کے سارے منظر میں صرف دو بار اس کے رونے کی آواز سنی۔ ایک بار تب' جب اسے بھوک لگی تھی اور تم فیڈر بنا رہی تھیں اور دوسری بار تب' جب کسی انجانے دشمن کا قہقہہ سنائی دیا تھا۔ اس کے بعد اسے بڑے خطرناک طریقے سے آگ پر اچھالا جا رہا تھا۔ اس کے باوجود یہ رو نہیں رہا تھا۔''

اس پہلو پر غور کرتے ہوئے وہ دونوں ہی سوچ میں پڑ گئے۔ عالی بیٹے کو سینے سے لگائے تھپک رہی تھی۔ ایسے وقت کبریا نے دماغ میں آ کر اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا ہو رہا ہے؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''ہر نیا دن نئے نئے مصائب لے کر آ رہا ہے۔ تم میرے خیالات پڑھو پھر بات کرتی ہوں۔''

کبریا اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ تب معلوم ہوا کہ بھانجا دشمنوں کے شکنجے میں جا کر مصائب میں مبتلا ہونے والا ہے۔ عالی نے کہا۔ ''پیدائش کے پہلے دن سے دشمن اس کے پیچھے پڑے ہیں۔ پہلے ایشورارا نے اسپتال میں اسے ہلاک کر دینا چاہا مگر ایک تدبیر نے' ایک حکمت عملی نے اس دشمن کے عزائم کو ناکام بنا دیا۔''

کبریا نے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا مما پر جان لیوا حملہ کر کے' اپنی دانست میں کامیابی کے جھنڈے گاڑ کر یہاں سے جا چکا ہے۔''

''پھر یہ کون سے دشمن ہو سکتے ہیں' جو میرے بچے سے دشمنی کرنے والے ہیں؟''

ایمان علی نے کہا۔ ''ایشورارا اپنے خلائی جہاز کے ذریعے کب زمین پر آتا ہے اور کب چلا جاتا ہے؟ یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔ ممکن ہے' وہ ارضی دنیا میں واپس آ گیا ہو۔ اب مما کی سلامتی کی خبر سن کر جھنجلا گیا ہو اور نئے طریقے سے دشمنی کرنا چاہتا ہو۔''

کبریا نے کہا۔ ''ایسا سوچا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ

بڑی رازداری کے ساتھ زمین پر آتا ہے۔ ایک طرح سے نقب زنی کرتا ہے اور ہمیں اس وقت خبر ہوتی ہے' جب وہ اپنے ہاتھ پاؤں پھیلا چکا ہوتا ہے۔ پچھلی بار بھی اس نے دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج سمیت دھاوا بولا تھا اور ہمیں تب خبر ہوئی تھی' جب وہ لوگ کسی وبا کی طرح دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکے تھے۔''

الپا بھی دماغی طور پر وہاں پہنچ گئی تھی۔ عالی نے بیٹے کو بستر پر لٹاتے ہوئے کہا۔ ''وہ اس دنیا پر حکومت کرنے کا خواب دیکھنے سے باز نہیں آئے گا۔ اس کی یہ خواہش ضد بن چکی ہے۔ آخری بار جب مما سے اس کی بات چیت ہوئی تھی' تب بھی اس کا یہی مطالبہ تھا کہ پوری دنیا پر نہ سہی' کم از کم کسی ایک حصے پر حکمرانی کرنے کے سلسلے میں اس سے تعاون کیا جائے اور جب مما نے صاف طور پر انکار کیا تو اس نے دشمنی کی انتہا کر دی۔''

الپا نے کہا۔ ''عین ممکن ہے۔ اس بار بھی وہی دشمنی کرنے والا ہو لیکن ہمیں دوسرے دشمنوں کی طرف سے بھی چوکنا رہنا ہوگا۔ امریکی اکابرین لاکھ ٹھوکریں کھانے کے بعد بھی سنبھلنے والے نہیں ہیں۔ کتے کی دُم کی طرح ہمیشہ ٹیڑھے رہتے ہیں۔ کبھی ہمارے احسان مند نہیں ہوتے۔ دشمنی کا یہ حملہ اُن کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے۔''

کبریا نے کہا۔ ''بے شک۔ وہ ہمارے احسانات کو نہیں مانتے۔ اس بار بھی سب کچھ بھلا کر مما کی ہلاکت پر خوشیاں منا رہے تھے مگر اُن کے یوگا جاننے والے آرمی افسران خاموش تھے۔ وہ بھی صرف اس لیے کہ ہم نے انہیں دماغی تحفظ فراہم کیا ہے۔ انہیں یہ خوف ہے کہ وہ ہمارے خلاف کچھ بھی سوچیں گے تو ہم انہیں دماغی اذیتوں میں مبتلا کر دیں گے۔''

''یہ بھی ان کا عجیب گھٹیا پن ہے۔ وہ یہ نہیں سوچ رہے ہیں کہ ہمارے خلاف کچھ بھی کریں گے یا سوچیں گے تو اس کا اثر آرمی افسران کو دیے جانے والے تحفظ پر ہو سکتا ہے۔ ہم ان کے دماغوں کو کالا جادو جاننے والے دشمنوں کے لیے آزاد چھوڑ سکتے ہیں۔''

''یہ سراسر اُن کی بے حسی اور عاقبت نااندیشی ہے۔''

عالی نے کہا۔ ''اور یہی عاقبت نااندیشی انہیں ہم سے دشمنی کرنے پر اُکساتی رہتی ہے۔ مما کی سلامتی کی خبر سننے کے بعد ان کی طرف سے بھی یقیناً کوئی نہ کوئی ری ایکشن سامنے آئے گا۔''

ایمان علی نے کہا۔ ''اور ری ایکشن ہمارے بچے کے اغوا کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔''

کبریا نے کہا۔ ''یہ درست ہے کہ وہ ہم سے دشمنی کرنے کے لیے ہر طرح کے راستے اختیار کرتے آئے ہیں اور آئندہ بھی کر سکتے ہیں مگر یہ ان کی پرانی عادت ہے' وہ سے دشمنی کرنے کے لیے ہمیشہ کسی نہ کسی اتحادی کا شا استعمال کرتے ہیں۔''

ایمان علی نے پوچھا۔ ''کیا یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ ا بار بھی گریٹ ایشورارا سے اتحاد کر رہے ہیں؟''

''ایسا ممکن بھی ہے۔ ایشورارا نے جب مما سے صلح تھی' ایسے وقت امریکی اکابرین سے اس کا اتحاد ختم ہو تھا۔ اب وہ ان کا اتحادی بن کر ہمیں نقصان پہنچانے سازشیں کر سکتا ہے۔ یوں امریکی اکابرین کو بیٹھے بٹھائے حل ملتا رہے گا۔ انہیں کچھ کرنا نہیں پڑے گا۔ جو کرنا ہوگا' ایشورا کو اور اس کے جاں نثاروں کو کرنا ہوگا۔''

''یہ بھی یقین ہے کہ اس بار ایشورارا زبردست چالیں چلے گا۔ اس موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اکابرین سے شمالی امریکا کا علاقہ حاصل کر کے ہی دم لے گا۔''

الپا نے کہا۔ ''امریکی حکمران پوری دنیا اس کے حوالے کر سکتے ہیں مگر امریکا کے ایک کونے کی بھی سودے بازی نہیں کریں گے۔''

کبریا نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''ایمان علی کی آگہی سے ایسا ظاہر ہو رہا ہے' جیسے بچے کو اغوا کرنے والے دشمنوں کا کوئی مطالبہ نہیں ہوگا۔ وہ بس تمہارے بیٹے کو حاصل کر کے خوش ہیں۔ خود کو فاتح سمجھ رہے ہیں۔''

''ہمارا ایسا کون سا دشمن ہو سکتا ہے' جو بغیر کسی مطالبے کے اتنا بڑا گیم کھیلے گا؟ بچے کو اغوا کرنے کے بعد وہ کسی نہ کسی قسم کا فائدہ تو ضرور حاصل کرنا چاہے گا۔''

''کوئی نہ کوئی فائدہ پہنچے گا' اسی لیے تو اسے اغوا کیا جائے گا۔''

الپا نے کہا۔ ''ہمارے مخالفین کی لسٹ میں کالا جادو جاننے والے اور خیال خوانی کرنے والے تین زبردست دشمنوں کا اضافہ ہوا ہے۔ جے' بلرام اور بھنڈاری پاپا کو اپنے شکنجے میں لے کر انہیں بھینٹ چڑھانے کے سلسلے میں ناکام ہوئے تھے۔ ایسی ناکامی پر بری طرح جھنجلائے ہوئے ہیں۔ کتوں کی طرح اُن کی بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ دشمنی کا یہ حملہ ان کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے۔ وہ ناناکو حاصل کرنے کے لیے تو اسے کوہمرہ بنا سکتے ہیں۔''

عالی نے گہری نیند میں ڈوبے ہوئے بیٹے کو دیکھا۔ دشمنی گریٹ ایشورارا کی طرف سے ہونے والی تھی' یا اکابرین کی طرف سے یا جے' بلرام اور بھنڈاری کی طرف سے...

دشمن کوئی بھی ہوتا مگر یہ اٹل حقیقت سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ معصوم بچہ مصائب میں گھرنے والا تھا۔ عالی دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہی تھی' اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر التجائیں کر رہی تھی کہ کسی بھی طرح ایمان علی کی آگہی بدل جائے۔ بچے پر آنے والی مصیبت ٹل جائے۔ زندگی میں اکثر ہونی' انہونی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ نہ جانے فرہاد کے نواسے کے ساتھ جو ہونی ہونے والی تھی' وہ انہونی بن سکتی تھی یا نہیں...؟

☆☆☆

وہ تانترک گرو مہاراج اس اجنبی کی موجودگی کے باعث پریشان تھا۔ اس کی تپسیا میں رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی۔ وہ اس سے نمٹنے کے لیے اپنے جانباز چیلوں کے علاوہ بھتیجوں داماد وں کو بلانا چاہتا تھا۔ لہٰذا خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا جے' بلرام اور بھنڈاری کے پاس پہنچ گیا۔

وہ تینوں خیال خوانی کے ذریعے ایک اہم کانفرنس میں شریک تھے۔ بھارتی وزیر خارجہ نے ایک خفیہ اجلاس منعقد کیا تھا۔ اس اجلاس میں امریکا کے یوگا جاننے والے آرمی افسران اور بھارتی اکابرین موجود تھے۔ وہاں جے' بلرام' بھنڈاری اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اپنے آلہ کاروں کے اندر رہ کر موجودہ اہم مسائل پر گفتگو کر رہے تھے۔

ایک اہم مسئلہ یہ تھا کہ یوگا جاننے والے آرمی کے افسران پاکستان کے خلاف بھارت کے مطالبات ماننے سے انکار کر رہے تھے۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔ ہمارے یوگا جاننے والے مائیکل اور گائی ڈی البرٹ کے دماغوں میں کبھی کوئی نہیں آ سکتا تھا مگر نہ جانے جے' بلرام اور بھنڈاری کیسے ہمارے اندر گھس آئے؟ انہیں اپنے دماغوں سے بھگانے کے لیے ہمیں مجبوراً روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مدد حاصل کرنی پڑی۔''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اب ہم پہلے کی طرح محفوظ ہیں۔ جے' بلرام اور بھنڈاری ہمارے اندر کبھی نہیں آ سکیں گے۔ نہ ہمیں غلام بنا سکیں گے۔ نہ ہم سے جبراً کوئی کام لے سکیں گے۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''تم نے ہمارا راستہ روک دیا ہے۔ کیا یہ سمجھتے ہو کہ وہ مسلمان پوری طرح تمہارے دماغوں کو لاک کر چکے ہیں؟ کیا وہ چپ چاپ تمہارے اندر نہیں آتے ہوں گے؟''

بلرام نے کہا۔ ''بیشک آتے ہوں گے۔ ان مسلمانوں نے ہمارا راستہ روک کے اپنے لیے راستہ ہموار کیا ہے۔ وہ چپ چاپ تمہارے اندر رہتے ہوں گے۔ تمہارے اہم راز (راز) مالوم کرتے ہوں گے۔''

جے نے کہا۔ ''ایک سیدھی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ تم سب نے ہم سے نجات حاصل کر لی ہے۔ پر مسلمانوں کے غلام بن گئے ہو۔''

یوگا جاننے والے ایک افسر نے کہا۔ ''انہوں نے ہمیں غلام نہیں بنایا ہے۔ وہ ہمیں کسی طرح مجبور نہیں کر رہے ہیں۔ ہم سے ناجائز مطالبات نہیں منوا رہے ہیں۔''

را ایجنسی کے ڈائریکٹر نے کہا۔ ''ابھی نہ سہی' مگر کچھ عرصے بعد یہ مسلمان اپنا رنگ دکھائیں گے تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔''

''اور ذرا اس نئے مسئلے پر بھی دھیان دو کہ سونیا پھر سے زندہ ہو گئی ہے پھر سے مصائب پیدا کرنے والی ہے۔ یقیناً فرہاد بھی کسی نہ کسی روز اچانک ہی سامنے آ کر دھماکا کرے گا۔''

وزارت خارجہ کے سیکریٹری ارون پربھاکر نے کہا۔ ''یہ مسلمانوں کی آسمانی کتاب میں لکھا ہے کہ یہودی اور عیسائی کبھی مسلمانوں کے دوست بن کر نہیں رہ سکیں گے۔ اس بات کو یوں سمجھو کہ مسلمان کبھی تمہارے دوست اور وفادار نہیں ہوں گے۔ تم ان سے ہمیشہ دھوکا کھاتے رہو گے۔''

ایک یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''جب ہم دھوکا کھائیں گے' تب دیکھا جائے گا۔ ابھی ہم مطمئن ہیں۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتے ہیں۔ کسی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی اپنے اندر نہیں آنے دیتے اور جہاں تک سونیا فرہاد کا معاملہ ہے تو یہ بات اچھی طرح ہماری سمجھ میں آ گئی ہے کہ شاید ان سے نمٹتے رہنے کے لیے ہی ہم اس دنیا میں آئے ہیں۔ نہ جانے اس سلسلے کا اختتام کیا ہوگا؟ کب ہوگا؟''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''بہتر ہے' ابھی ہم سونیا فرہاد کے اور ٹیلی پیتھی کے معاملات میں نہ اُلجھیں۔ ہمیں بھارت اور امریکا کے سیاسی معاملات پر گفتگو کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں ہمارا سب سے پہلا اور اہم سوال یہ ہے کہ امریکا کے لیے بھارت اہم ہے یا پاکستان...؟''

آرمی آفیسر نے کہا۔ ''جغرافیائی اعتبار سے دونوں ہی اہم ہیں۔ چین اور روس تمہاری شمالی سرحدوں سے جنوبی مغربی ایشیا میں داخل ہو سکتے ہیں۔ انہیں روکنے کے لیے ہم پاکستان اور بھارت دونوں سے ہی دوستی اور اتحاد رکھتے آئے ہیں اور آئندہ بھی رکھنا چاہیں گے۔''

ایک بھارتی نیتا نے کہا۔ ''چین کبھی ہمارا سب سے بہترین دوست تھا پھر ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔ پہلے جیسی دوستی نہیں رہی لیکن پھر ایک بار دوستی اور

اتحاد قائم ہوسکتا ہے۔''

ایک بھارتی وزیر نے کہا۔ ''اگر امریکا پاکستان کو ہمارے مقابلے میں مضبوط کرے گا تو ہم چین اور روس سے اتحاد کریں گے۔ دونوں ملکوں کی فوجوں کو پیش قدمی کا راستہ دیں گے' تب کیا ہوگا؟''

امریکی عہدیدار نے کہا۔ ''ہم کبھی ایسا نہیں چاہیں گے۔ بھارت ہمارے لیے ناگزیر ہے۔ ہم ہر قیمت پر تم سے اتحاد رکھیں گے۔''

''کیسے رکھو گے؟ ہم پاکستان کو کمزور بنانا چاہتے ہیں۔ جبکہ تمہاری دوستی اسے مضبوط بنا رہی ہے۔ اس ملک میں اقتصادی بحران آتا ہے تو تم اسے کروڑوں اربوں ڈالرز دیتے ہو۔ جنگی طیارے اور جدید اسلحہ بھی دیتے رہتے ہو۔ وہ ملک گرتے گرتے پھر سنبھل جاتا ہے۔''

امریکی اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''ہم پاکستان کی مدد نہیں کریں گے تو چین اور روس بڑھ چڑھ کر اس کی مدد کے لیے آجائیں گے۔ ان دو ممالک کے لیے شمالی سرحدیں کھل جائیں گی۔''

ایک نے کہا۔ ''پاکستان کبھی ہمارے بھارت کا ایک حصہ تھا۔ اگر امریکا ہمارا بھرپور ساتھ دے گا تو یہ پڑوسی ملک مٹ سکتا ہے۔ ہم سے چھینا ہوا یہ حصہ ہمیں واپس مل سکتا ہے۔''

''اس سلسلے میں ہم تمہارا ساتھ کیسے دے سکتے ہیں؟ کیا تم پاکستان پر جنگ مسلط کردینا چاہتے ہو؟''

''ہم دونوں مل کر اسے نابود کرسکتے ہیں۔''

''یہ کیوں بھولتے ہو کہ وہ ایٹمی طاقت بن چکا ہے؟''

''اگر ہماری را تنظیم اور تمہاری سی آئی اے یہ معلوم کرلے کہ پاکستان کا جوہری اثاثہ کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے اور کس طرح حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں تو ہم ایک ہی دن میں اس کی ایٹمی قوت کو تباہ کردیں گے۔''

ایک امریکی آرمی کے افسر نے کہا۔ ''وہی ایک اسلامی ملک ایٹمی قوت بنا ہوا ہے۔ ہم سب یہ چاہتے ہیں کہ اس سے یہ قوت چھین لی جائے۔ مسلمانوں کو اس حد تک آگے نہ بڑھنے دیا جائے۔ ہم اس سلسلے میں پلاننگ کرچکے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کریں گے۔''

''کیوں نہیں کرو گے؟''

وہ بولا۔ ''ہم نے بابا صاحب کے ادارے سے وعدہ کیا ہے' وہ ہے' بلرام اور بھنڈاری کو ہمارے اندر آنے نہیں دیں گے تو ہم پاکستان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''تم تو بے وجہ ہم سے ڈر رہے ہو۔ ہم سب کے سامنے قسم کھائیں گے۔ وہ کیا بولتے ہیں... ہاں۔ لکھا پڑھی کریں گے۔ یہ معاہدہ کریں گے کہ کبھی کالے جادو کا اور ٹیلی پیتھی کا ہتھیار تمہارے کھلاف استعمال نہیں کریں گے۔''

را کے ڈائریکٹر نے کہا۔ ''تمہیں جے بلرام اور بھنڈاری پر بھروسا کرنا ہوگا۔ نہیں کرو گے تو بھارت سے تمہارا سیاسی اتحاد نہیں ہوگا۔ ہم چین اور روس کی لابی میں چلے جائیں گے۔''

یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''پلیز۔ ہماری مجبوریوں کو سمجھو۔ کوئی ایسا درمیانی راستہ نکالو کہ پاکستان اور بھارت دونوں سے ہمارا اتحاد قائم رہے۔''

''ایسا تو اسی صورت میں ممکن ہے کہ تم بظاہر پاکستان سے دوستی نبھاؤ مگر در پردہ ہمارا ساتھ دیتے رہو۔''

''روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہماری دوغلی پالیسی چھپی نہیں رہے گی۔''

بلرام نے کہا۔ ''ہم کالے جادو سے چھپالیں گے۔ تم ایک بار ہم پہ بھروسا کرکے دیکھو۔ انہیں کھبر بھی نہیں ہوگی۔''

را کے ڈائریکٹر نے کہا۔ ''ہماری را ایجنسی تمہاری سی آئی اے اور اسرائیل کی موساد تنظیم بڑی راز داری سے لائن آف ایکشن بنائیں گی اور پاکستان کے جوہری اثاثے ..... تک ضرور پہنچیں گی۔''

ایک سیاسی نیتا نے کہا۔ ''ایران بھی ایٹمی قوت بننے جارہا ہے۔ ہم نے پاکستان کی کمر نہ توڑی تو دوسرے اسلامی ممالک بھی جوہری قوت حاصل کرتے چلے جائیں گے۔''

ارون پربھاکر نے کہا۔ ''تاریخ بتاتی ہے کہ ہم یہودیوں' عیسائیوں اور ہندوؤں کا ہمیشہ گٹھ جوڑ رہا ہے۔ مسلمانوں نے کبھی ہم سے اتحاد نہیں کیا۔ تم تاریخی حقائق کے خلاف مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ڈرو گے' جے بلرام اور بھنڈاری کے خلاف ان سے مدد حاصل کرتے رہو گے تو جلد ہی پچھتاؤ گے۔''

یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''ہم مسلمانوں پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔ اُن سے برائے نام دوستی اور اتحاد رکھیں گے لیکن انہیں ہماری دوغلی پالیسی کا علم ہوگا تو وہ ہمارے جانی دشمن بن جائیں گے۔''

''وہ دشمن بن جائیں گے تو ہم تماشا نہیں دیکھیں گے۔ انہیں منہ توڑ جواب دیں گے۔ ویسے اطمینان رکھو' انہیں کبھی تمہاری دوغلی پالیسی کا علم نہیں ہوگا۔''

یورپ اور امریکا کے حکمرانوں کی یہ سیاسی اور جغرافیائی مجبوری تھی۔ وہ ہر قیمت پر پاکستان اور بھارت کو

دوست اور اتحادی بنائے رکھنا چاہتے تھے۔ دو میں سے کسی ایک ملک کی بھی ناراضی مول لینا نہیں چاہتے تھے۔

را ایجنسی' خفیہ تنظیم موساد اور سی آئی اے کے اعلیٰ افسران نے یوگا جاننے والے افسران کو یقین دلایا کہ بابا صاحب کے ادارے والوں کو ان کی دہری پالیسیوں کا علم نہیں ہوگا۔ اگر ہوگا تو کوئی قیامت نہیں آجائے گی۔ سیاست میں دہری پالیسیوں اور طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے کام لیا جاتا ہے۔ یوں بدلتے ہوئے حالات کا بڑی چالبازیوں سے سامنا کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یوگا جاننے والوں کو روحانی تیلی پیتھی جاننے والوں سے خوفزدہ نہیں رہنا چاہیے۔

بہرحال اس کانفرنس میں یہ طے پایا کہ امریکی آرمی کے یوگا جاننے والے افسران بڑی رازداری سے را ایجنسی موساد اور سی آئی اے والوں کو پاکستان میں مستحکم کریں گے۔ یہ سراغ لگائیں گے کہ پاکستان کے جوہری اثاثے کہاں محفوظ کیے گئے ہیں اور انہیں محفوظ رکھنے کے لیے کیسی حکمت عملی سے کام لیا جارہا ہے؟

مزید یہ کہ پاکستان کو دوست بنائے رکھنے کے لیے بظاہر کروڑوں ڈالرز کی امداد دی جائے گی لیکن درپردہ اس کے اہم رازوں تک پہنچ کر اسے اس درجہ کمزور بنایا جائے گا کہ اس کی ایٹمی قوت صفر ہوکر رہ جائے گی۔

ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے۔ امریکی اکابرین نے اپنے بدترین حالات میں فرہاد سے سمجھوتا کیا، دوست بن کر رہنے کی قسمیں کھائیں پھر حالات بہتر ہوتے ہی اپنے سیاسی معاملات کے پیش نظر ساری قسمیں اور وعدے بھول گئے۔ اس بار بھی وہ یہی کرنے والے تھے۔

کانفرنس کے اختتام پر گرو مہاراج نے بھنڈاری کے اندر آکر اسے مخاطب کیا۔ ''تم تینوں کہاں ہو؟ کیا کررہے ہو؟ فوراً میرے پاس آؤ۔ میں بہت پریشان ہوں۔''

بھنڈاری نے جے اور بلرام سے کہا۔ ''مہاراج پریشان ہیں۔ ہمیں ابھی آنے کو بول رہے ہیں۔''

جے نے کہا۔ ''مہاراج تو کبھی پریشان نہیں ہوتے۔ وہ تو دوسروں کی نیندیں اڑاتے رہتے ہیں۔ لگتا ہے' ان کو پھر ہاد کی سن گن مل رہی ہے؟''

وہ تینوں اس کے اندر پہنچ گئے۔ خیال خوانی کے ذریعے اس برف پوش علاقے کے غار میں آگئے۔ انہوں نے آتے ہی کہا۔ ''مہاراج کی جے ہو۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''ہم نے پہلی بار تمہارے منہ سے یہ بات سنی ہے کہ تم پریشان ہو۔''

جے نے کہا۔ ''تم تو بڑی بڑی مصیبتوں کو ایک ہی پھونک میں اڑا دیتے ہو۔ کیا پھر ہاد کی کوئی کھبر مل رہی ہے؟''

گرو مہاراج نے کہا۔ ''مجھے ایسا ہی لگ رہا ہے۔ فرہاد اس غار میں چھپا ہوا ہے۔''

''کیا تم نے اس سے باتیں کی ہیں؟ وہ کیا بولتا ہے؟''

''نہ کچھ بولتا ہے' نہ سنتا ہے۔ نماز کے وقت ایک چٹان پر اس کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ میں نے اس کی صورت بھی نہیں دیکھی ہے۔''

''کیا تم نے مالوم کیا ہے' وہ کس راستے سے آتا جاتا ہے؟''

''یہ معلوم کرنے کے لیے مجھے اس غار کے پیچیدہ حصوں میں جانا ہوگا۔ میں نے ترشول سے اس پر حملہ کیا تھا۔ وہ ہتھیار اس کے پاس پہنچ گیا ہے۔ میں اکیلا ہوں' نہتا بھی ہوگیا ہوں۔ وہ کسی وقت بھی آکر اس ترشول سے مجھے ہلاک کرسکتا ہے۔''

''تم اپنے چیلوں کو بلاؤ اور ان کے دماغوں میں رہ کر اس گپھا کے اندر دور تک اُس کو کھوجو۔''

''میں نے اپنے خاص چیلوں کو بلایا ہے۔ وہ تگڑے پہلوان بھی ہیں اور کالے منتر بھی جانتے ہیں۔ آج شام تک یہاں پہنچ جائیں گے۔''

جے نے پوچھا۔ ''پھر ہاد کب سے یہاں ہے؟''

''ایک دن اور ایک رات گزر چکی ہے۔ آج دوسرا دن ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ دوپہر کی نماز پڑھ کر گیا ہے۔ شام کو پھر آئے گا۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''اس نے اب تک تم پر حملہ نہیں کیا ہے۔ تم سے کچھ بولتا بھی نہیں ہے۔ صرف نماز پڑھنے ادھر آتا ہے پھر چلا جاتا ہے۔''

بلرام نے پوچھا۔ ''وہ ایسا کیوں کررہا ہے؟ اس ویرانے میں اس گپھا میں کیوں آتا ہے؟''

گرو مہاراج نے کہا۔ ''بس ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ میں فرہاد کو غلام بنانے کے لیے سمٹن تیپسا کرنا چاہتا ہوں اور وہ نہیں چاہتا۔ میں منتر پڑھتا ہوں تو وہ کچھ نہیں بولتا مگر نماز کے وقت اس کی آواز گونجتی ہے۔ میرے منتروں کو گڑبڑا دیتی ہے۔''

بلرام نے کہا۔ ''اب ہم آگئے ہیں۔ سوچ کی لہروں کی مدد سے تمہارے سننے کی حس کو اور کانوں کو بند کردیں گے پھر تم کو نہ اس کی آواز سنائی دے گی' نہ منتر پڑھنے میں کوئی رکاوٹ ہوگی۔''

جے نے کہا۔ ''تم سے دشمنی کرنے کی جرأت کوئی نہیں کرتا۔ اِدھر آنے والا جرور پھر ہاد ہی ہے۔ ہم تمہارے

...ں کے دماغوں میں رہ کر اس کو ڈھونڈ نکالیں گے۔ وہ ...ر چھپ کر نہیں رہ سکے گا۔''

وہ آپس میں بول رہے تھے۔ ایک اجنبی کو اپنی گرفت ...ں لینے اور اس کی حقیقت معلوم کرنے کی تدبیریں سوچ ...ے تھے۔ چیلوں کے آنے کے بعد اپنی تدابیر پر عمل کرنے ...لے تھے۔ ایسے میں عصر کا وقت ہوگیا۔ وسیع و عریض غار ...سناٹے میں اذان گونجنے لگی۔

گرو مہاراج نے کہا۔ ''سنو...! اس کی آواز سنو۔ وہ ...گیا ہے۔''

وہ تیزی سے چلتا ہوا آواز کی سمت جاتے ہوئے ...ا۔ ''ابھی تم تینوں میری آنکھوں سے دیکھو گے۔ وہ پوری ...ح دکھائی نہیں دیتا ہے۔ کبھی بولتا بھی نہیں ہے۔ ایسا لگتا ...اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ بس سفید لباس ہے۔ وہ لباس ...آتا ہے' نماز پڑھتا ہے اور چلا جاتا ہے۔''

وہ بولتا ہوا تیزی سے چلتا ہوا اس اونچی چٹان کے نیچے ...لیا۔ اوپر اس کا لباس جھلک رہا تھا۔ جے' بلرام اور ...اری اس کے اندر رہ کر دیکھ رہے تھے۔ وہ اذان کے بعد ...ڑی دیر تک خاموش رہا پھر اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ انہیں کلام ...کی آیتیں سنائی دینے لگیں۔

مہاراج نے کہا۔ ''وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ میں کچھ ...ں گا تو یہ جواب نہیں دے گا۔''

بلرام نے کہا۔ ''تم نماز کے بعد اس کو پکارو۔''

''یہ نماز کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رکتا۔ کچھ ...ے سنے بغیر چلا جاتا ہے۔''

''اس کو کچھ تو بولنا چاہیے۔ ہم سے باتیں کرنا ...ہیں۔ تم اس کو پکارو تو سہی۔''

اس نے چٹان کی طرف سر اٹھا کر اسے مخاطب کیا۔ ...ے...! سنو...! تم مجھ سے بولتے کیوں نہیں ہو؟ کچھ تو ...آخر کب تک ایسی حرکتیں کرتے رہو گے؟ صرف اتنا ہی ...وکہ مجھے پریشان کیوں کررہے ہو؟''

وہ عبادت میں مصروف تھا۔ مصروف نہ ہوتا' تب بھی ...ہ نہ بولتا۔ اس نے جھنجلا کر کہا۔ ''یہ نہیں بولے گا۔ مجھے غصہ ...تا رہے گا۔ اس کی حرکتوں سے صاف پتا چل رہا ہے کہ ...تیپسا کرنے سے روکتا رہے گا۔''

جے نے کہا۔ ''یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ تمہاری تیپسا ...ں ہوگی تو اس کو نقصان پہنچے گا۔ یہ پھر ہاد ہی ہے۔ اپنے ...پ کو نقصان سے بچانے کے لیے ادھر آیا ہے۔''

بلرام نے کہا۔ ''ہم اسے ادھر رہنے نہیں دیں گے۔ تمہارے چیلوں کو آلہ کار بنا کر اس سے مقابلہ کریں گے۔ اسے جنڈہ نہیں چھوڑیں گے۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''ہم کو اپنی پچھلی ناکامیاں بھولنا نہیں چاہئیں۔ جرا اس پہلو سے بھی سوچو! اس کو گپھا سے بھگا نہ سکے تو کیا ہوگا؟''

گرو مہاراج نے کہا۔ ''اور کیا ہوگا؟ میں اسے شکنجے میں لینے والی تیپسا نہیں کرسکوں گا۔''

''کیوں نہیں کرسکو گے؟ ہم تمہارے درجنوں چیلوں کے ساتھ رہ کر تمہاری نگرانی کریں گے۔ اس کو پاس بھی نہیں پھٹکنے دیں گے۔''

جے نے کہا۔ ''ہاں۔ اس طرح تم چالیس دنوں تک آرام سے تپسیا کرتے رہو گے۔''

مہاراج نے کہا۔ ''تم سب جسمانی طور پر میری حفاظت کرو گے۔ وہ مجھ پر حملہ کرنے نہیں آئے گا مگر مشکل یہ ہے کہ وہ میرے اندر سے نکلنے والے منتروں کو روکتا ہے۔''

''کیا وہ روکنے کے لیے تمہارے اندر آتا ہے؟''

''میرے اندر کوئی نہیں آسکتا لیکن وہ اونچی آواز میں پڑھتا ہے تو وہ آواز اور اس کے الفاظ میرے منتروں سے ٹکراتے ہیں۔ تب میں پڑھتے پڑھتے بھول جاتا ہوں۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''اب ہم آگئے ہیں۔ ہم سوچ کے اور کالے منتروں کے ذریعے تمہارے سننے کی حس کو وقتی طور پر بند کردیں گے۔''

بلرام نے کہا۔ ''یوں سمجھو کہ تمہارے کان بند ہوجائیں گے۔ یوں سمجھ کی کوئی آواز کانوں سے تمہارے دماغ تک نہیں پہنچے گی۔''

اس نے کہا۔ ''ہاں۔ ایسا ہوسکتا ہے۔ میں ابھی اس اجنبی کو خاموش کردینے والا منتر پڑھوں گا۔ تم تینوں مجھ پر عمل کرتے رہو۔ اس کی آواز کو مجھ تک پہنچنے نہ دو۔''

وہ ایک بڑے سے پتھر پر آکر پالتھی مار کر بیٹھ گیا پھر چٹان کی بلندی پر اس کی جھلک دیکھتے ہوئے منتر پڑھنے لگا۔ اس نے کالے منتر کی ابتدا کی تو جیسے چمتکار ہوگیا۔ اجنبی کی آواز بند ہوگئی۔ مقدس آیات سنائی نہیں دے رہی تھیں۔

اس نے خوش ہوکر کہا۔ ''جے مہا کالی۔ تیرا وچن نہ جائے خالی۔ تُو اپنے بھگتوں کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ دشمنوں کی ہڈیاں توڑ دیتی ہے۔''

اس نے جے' بلرام اور بھنڈاری سے کہا۔ ''تم لوگوں کا عمل کامیاب ہورہا ہے۔ اس اجنبی کی آواز میرے کانوں تک نہیں پہنچ رہی ہے۔''

بلرام نے کہا۔ ''مہاراج! ہم نے تو ابھی منتر پڑھنا شروع بھی نہیں کیا ہے۔ نہ ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے کان بند کیے ہیں۔''

مہاراج نے پوچھا۔ ''پھر اُس کی آواز میرے منتروں سے کیوں نہیں ٹکرا رہی ہے؟''

''اس لیے کہ وہ چپ ہوگیا ہے۔ شاید نماج پڑھ چکا ہے۔''

اس نے مایوسی سے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ اس کا لباس نہیں جھلک رہا تھا۔ وہ غصے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ گرجتے ہوئے بولا۔ ''اے! تم کہاں جا کر منہ چھپاتے ہو؟ آج کے بعد نہیں چھپ سکو گے۔ اپنی بھلائی چاہتے ہو تو سامنے آجاؤ۔ منہ دکھاؤ' مجھ سے بات کرو۔''

جے' بلرام اور بھنڈاری بھی گرو مہاراج کی آنکھوں کے ذریعہ اُدھر دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ ''چٹان کھالی ہے۔ اس کا لباس بھی نہیں جھلک رہا ہے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''شاید وہ چھپ گیا ہے اور چھپ کر تم کو دیکھ رہا ہے۔''

مہاراج نے کہا۔ ''بہت ہوگیا۔ اب میں اسے برداشت نہیں کروں گا۔ میرے چیلے یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ وہ کہاں ہیں؟''

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ایک چیلے کو مخاطب کیا۔ ''تم کہاں ہو؟ کب تک یہاں پہنچو گے؟''

وہ برف سے ڈھکی ہوئی ایک وادی سے گزر رہے تھے۔ اس نے جواب دیا۔ ''ہم بہت قریب آگئے ہیں۔ ایک گھنٹے کے اندر آپ کے چرنوں میں ہوں گے۔''

''میں دیکھ رہا ہوں۔ تم تعداد میں چار ہو۔ باقی دو کہاں ہیں؟''

''گرو دیو! ہمارا ایک ساتھی دارجلنگ پہنچتے ہی بیمار ہوگیا تھا۔ آگے سفر کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس لیے واپس چلا گیا۔''

اس نے پوچھا۔ ''اور دوسرا کہاں ہے؟''

وہ ذرا چپ رہا پھر بولا۔ ''ابھی تھوڑی دیر پہلے ہم ایک گھاٹی سے گزر رہے تھے۔ آپ نے ہمیں ریوالور اور ترشول لانے کو بولا تھا۔ ترشول میرے پاس ہے۔ ریوالور اس کے پاس تھا۔ اچانک ہی ہمیں کہیں سے ایک بلی کی آواز سنائی دی۔''

''کیا...؟'' گرو مہاراج نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا بکواس کررہے ہو؟ اس علاقے میں بلی چوہے زندہ نہیں رہ سکتے پھر تم نے بلی کی آواز کہاں سے سن لی؟''

''صرف سنی ہی نہیں ہے۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے اس کی ایک جھلک بھی دیکھی ہے۔ ان نے اچانک ہی ایک برفانی ٹیلے سے چھلانگ لگا کر ہمارے ساتھی پر حملہ کیا تھا۔ پتا نہیں کیوں جھنجلاتی اور چیختی رہی تھی؟''

دوسرے چیلے نے کہا۔ ''اس وقت ہم ایک تنگ راستے سے گزر رہے تھے۔ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ ایک ڈھلان کی طرف گرا تو ہم اسے پکڑ نہ سکے۔ وہ لڑھکتا ہوا ایک گہری کھائی میں جا کر ہمیشہ کے لیے گم ہوگیا۔''

ایک اور چیلے نے کہا۔ ''بلی جیسے اسی ایک ساتھی پر حملہ کرنے آئی تھی۔ فوراً ہی پلٹ کر چھلانگیں لگاتی ہوئی دور جا کر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔''

مہاراج نے کہا۔ ''کیا تم اسے فوراً ہی گولی نہیں مار سکتے تھے؟''

''کیسے مارتے؟ ریوالور اس کے پاس تھا' جو موت کی کھائی میں چلا گیا۔''

وہ جھنجلاتے ہوئے بولا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہاں دشمن کو مارنے کے لیے ریوالور بہت ضروری تھا۔''

''ہم کیا کریں مہادیو! یہ تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ بلا اچانک ہی کہیں سے آجائے گی۔ ویسے ہمارے پاس ترشول ہے۔''

''ترشول ہمارے دشمن کے پاس بھی ہے۔ وہ قسمت کا دھنی ہے۔ ہم دور سے اس کا نشانہ لے کر اسے موت کے گھاٹ نہیں اتار سکیں گے۔''

وہ غصے سے تلملا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''اب جو ہوگا' دیکھا جائے گا۔ تم لوگ یہاں جلد سے جلد پہنچنے کی کوشش کرو۔''

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ جے' بلرام اور بھنڈاری اس کے اندر رہ کر تمام باتیں سن رہے تھے۔ وہ تینوں بلی کے ذکر پر چونک گئے تھے۔

بھنڈاری نے کہا۔ ''مہاراج! ایک بہت ہی حسین ناری ہمارے شکنجے میں تھی۔ ہم نے اسے ایک بلی کے شریر میں قید کردیا تھا۔ شاید وہ ادھر آئی ہے۔''

''جب وہ تمہارے شکنجے میں تھی تو ادھر کیسے آگئی؟''

''ہم سمجھ نہیں پارہے ہیں کہ کیا ہوا تھا؟ اس کو اچانک ہی ہمارے منتروں سے نجات مل گئی تھی۔ اب وہ ہماری مٹھی میں نہیں آرہی ہے۔''

''جب تمہارے منتر بے اثر ہوگئے ہیں تو اسے بلی کے شریر سے بھی نکل جانا چاہیے۔''

''جب تک تم جیسے تانترک مہاراج اسے بلی کے شریر

سے نکال کر کسی لڑکی کے شریر کے اندر نہیں پہنچائیں گے۔ تب تک وہ بلی ہی رہے گی۔''

''اس نے میرے ایک چیلے پر حملہ کیا۔ اسے کھائی میں گرا کر ہمیں ریوالور سے محروم کردیا۔ یوں سمجھو' اس نے ہمارے اجنبی دشمن کے لیے بڑا کام کیا ہے۔''

وہ ذرا سوچنے کے بعد بولا۔ ''کیا وہ جانتی ہے کہ تم کیوں میری مدد کے لیے یہاں آئے ہوئے ہو؟ کیا اس نے انتقام لینے کے لیے ہمارے ایک آدمی کو مار ڈالا ہے اور ہم سے ایک ہتھیار چھین لیا ہے؟''

جے نے کہا۔ ''اگر یہ وہی ہے تو پھر جرور دشمنی کرنے آئی ہے۔''

''تو پھر خیال خوانی کے ذریعے اس لڑکی کے اندر جاؤ اور معلوم کرو' وہ کہاں ہے؟ کیا کررہی ہے؟''

''ہم کئی بار کوششیں کرچکے ہیں۔ ہماری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ اگر وہ کسی طرح بلی کا شریر چھوڑ چکی ہے تو اس کی آتما ہمارے منتروں کے شکنجے میں پھنس آرہی ہے۔''

گرو مہاراج نے پریشان ہوکر کہا۔ ''کیا اسے روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سہارا مل گیا ہے؟''

انہیں اس سوال کا جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتے تھے۔ روحانی عمل کو ایسا جادو سمجھتے تھے جس کے آگے ان کا کالا جادو بے اثر ہوجاتا تھا۔

پھر وہ چاروں ہی ایکدم سے چونک گئے۔ کہیں سے ہلکی سی میاؤں کی آواز سنائی دی تھی۔ اگرچہ بلی کی آواز بے ضرر ہوتی ہے۔ وہ شیر کی دھاڑ اور درندے کی للکار نہیں ہوتی مگر اس وقت وہ ان تین جنم ساتھیوں کے لیے ایک چیلنج بنی ہوئی تھی۔ شکنجے سے نکلنے کے بعد پھر ان کی گرفت میں نہیں آرہی تھی۔

گرو مہاراج آواز کی سمت گھوم گیا۔ وہ دھیمی سی آواز چاروں طرف گونج کر رہ گئی تھی۔ وہ دوسری طرف گھوم کر اندازہ کرنے لگا کہ بلی کہاں ہوگی؟

''میاؤں... میاؤں...''

اس بار واضح طور پر آواز سنائی دی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اسی چٹان کی طرف جانے لگا۔ جہاں وہ اجنبی نماز پڑھتا تھا۔ جے نے کہا۔ ''مہاراج! وہ بلی یہاں آگئی ہے۔ یہ وہی ہوگی' جس نے ایک چیلے کی جان لی ہے۔''

مہاراج نے کہا۔ ''اگر یہ تمہاری دشمن بلی ہے تو پھر مجھ سے بھی دشمنی کرنے آئی ہے۔''

بلرام نے کہا۔ ''اس کی کیا مجال کہ تم سے دشمنی کرے؟ وہ نجر آئے گی تو ہم اسے جندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

وہ نظر آگئی۔

گرو مہاراج نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ اسی چٹان پر کھڑی ہوئی تھی' جہاں وہ اجنبی نماز پڑھتا تھا۔ اس وقت وہ نہیں تھا۔ نماز کے وقت آنے والا تھا۔ بلی وہاں تن کر کھڑی ہوئی تھی۔ اسے گھور گھور کر دیکھ رہی تھی۔

جے' بلرام اور بھنڈاری خیال خوانی کے ذریعے اس لڑکی کے اندر پہنچنے کی کوششیں کررہے تھے' جسے بلی کے جسم میں قید کیا تھا۔ وہ پہلے بھی ناکام ہوتے رہے تھے۔ اس وقت بھی ناکامی ہورہی تھی۔

وہ چٹان کے سرے پر آگئی تھی۔ اس کا جسم یوں تن گیا تھا' دم یوں کھڑی ہوگئی تھی' جیسے بلندی سے اس پر چھلانگ لگانے ہی والی ہو۔

وہ پیچھے ہٹتے ہوئے دامادوں سے بولا۔ ''یہ غرارہی ہے۔ مجھ پر حملہ کرنا چاہتی ہے۔''

اس نے ذرا دور جا کر زمین پر جھک کر دو پتھر اٹھالیے۔ وہ پتھر پھینک کر اسے مارنا چاہتا تھا۔ اس طرح وہ مرجائی یا پھر زخمی ضرور ہوتی۔

وہ نشانہ لینے کے لیے سیدھا ہوا تو پتھر ہاتھوں میں ہی رہ گئے۔ وہ گم ہوگئی تھی۔ چٹان اس کے وجود سے خالی ہوگئی تھی۔ اس نے آواز دی۔ ''اے! کیا تم وہی ہو' جسے جے' بلرام اور بھنڈاری نے قیدی بنا کر رکھا تھا؟''

دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''میاؤں...''

وہ جیسے کہہ رہی تھی۔ ''ہاں۔ میں وہی ہوں۔''

پھر میاؤں میاؤں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ جگہ بدل رہی تھی۔ نظر نہیں آرہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''اگر تم وہی ہو تو میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں کسی بہت ہی سندر لڑکی کے شریر میں پہنچادوں گا۔ تم انسان بن کر ایک نیا جیون شروع کروگی... میرے پاس آؤ۔''

وہ باتوں میں آنے والی نہیں تھی۔ اس کے پاس آنا تو دور کی بات' اب نظر بھی نہیں آرہی تھی۔ ٹھہر ٹھہر کر کبھی اِدھر سے کبھی اُدھر سے آواز دے رہی تھی۔ ''میاؤں۔ آؤں۔ میں یہاں آؤں۔ می۔ آؤں...!''

وہ بری طرح جھنجلا گیا تھا۔ جدھر سے میاؤں سنائی دیتی تھی' اُدھر پتھر مارتا تھا۔ بڑی بڑی چٹانیں اور بڑے بڑے پتھر ایک دوسرے کے اوپر اور آگے پیچھے اس طرح تھے کہ ان کے پیچھے چھپنے والی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ صرف اس کی میاؤں میاؤں خطرے کی گھنٹی کی طرح سنائی دے رہی تھی۔

جے' بلرام اور بھنڈاری نے کہا۔ ''مہاراج! پتھر نہ مارو۔ تم تھک جاؤ گے۔ اس گپھا میں چھپے رہنے کی بڑی سہولتیں ہیں۔ شانت رہو' تمہارے چیلے پہنچنے ہی والے ہیں پھر ہم ان کے اندر رہ کر اس اجنبی کو ڈھونڈیں گے اور اس بلی کو تو چھوڑیں گے نہیں...''

وہ تھک کر ایک جگہ بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''یہ نئی بلا تم تینوں کے پیچھے آئی ہے۔ میری مصیبت بڑھانے والی ہے۔ اس اجنبی دشمن کی طرح یہ بھی جھلک دکھا کر چھپ رہی ہے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ موت کی طرح ہڑبڑا کر آئی۔ اس نے اچانک ہی ایک بڑے پتھر کی بلندی سے چھلانگ لگائی تھی۔ وہ ایسے ناگہانی حملے کے باعث چیخ پڑا۔ اس نے دونوں ہاتھوں کو ڈھال کے طور پر استعمال کیا۔ اس کے باوجود وہ خونخوار انداز میں چیختی چنگھاڑتی ہوئی اسے پنجہ مارتی ہوئی گزر گئی۔

اس نے دیکھا' وہ چھلانگیں لگاتی ہوئی بلندی پر جا کر ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ مہاراج کو اپنے چہرے کے ایک حصے پر جلن کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے کان کے پاس ہاتھ لگا کر دیکھا۔ وہاں سے ایک ذرا لہو رستے ہی سردی کی شدت سے جم گیا تھا۔ چہرے کے اس حصے پر بلی کے ناخنوں سے خراشیں پڑ گئی تھیں۔

اس نے فوراً ہی جھک کر دونوں ہاتھوں میں پتھر اٹھا لیے۔ وہ چھلانگ لگا کر ایک چٹان کے پیچھے چلی گئی۔ اس نے جے بلرام اور بھنڈاری سے کہا۔ ''اس اجنبی نے مجھے ایک ذرا نقصان نہیں پہنچایا مگر یہ حملے کر رہی ہے۔ مجھے ایک ہاتھ میں لاٹھی اور ایک ہاتھ میں پتھر رکھنا ہوگا۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''تمہارے چیلے آئیں گے تو پہلے ہم اسی بلا کو گھیر کے پکڑیں گے پھر اس کو منتروں کے شکنجے میں کس لیں گے۔''

بلرام نے کہا۔ ''ہمارے ہی منتروں نے اسے بلی کے شریر میں قیدی بنا کے رکھا ہے۔ اب یہ ہماری پکڑ میں آئے گی تو ہم اس کی ایک ٹانگ توڑ دیں گے۔ باقی تین ٹانگوں سے یہ اچھلنے کودنے کے قابل نہیں رہے گی۔''

وہ آپس میں خیال خوانی کے ذریعے بول رہے تھے۔ گرو مہاراج نے دور تک دیکھتے ہوئے کہا۔ ''وہ نظر نہیں آ رہی ہے۔ اس کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی ہے۔''

جے نے کہا۔ ''وہ اس لیے کہ تمہارے چیلے آ گئے ہیں۔ میں ابھی ان کے دماگوں میں جھانک کر آیا ہوں۔''

گرو مہاراج یہ سنتے ہی اٹھ کر غار کے دہانے کی طرف جانے لگا۔ جے نے کہا۔ ''سوی کو پتا چل گیا ہے کہ یہاں کچھ لوگ آ گئے ہیں۔ اس لیے وہ کہیں جا کر چھپ گئی ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا اس قیدی لڑکی کا نام سوی ہے؟''

''ہاں۔ سوی بھٹنا گر ہے۔''

وہ تیزی سے چلتا ہوا غار کے دہانے کے قریب اپنے استھان میں آیا۔ وہاں چاروں چیلے پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے گرو دیو کو دیکھتے ہی اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا لئے۔ ''جے ہو... گرو دیو کی جے ہو۔''

ان کے سر اس کے پاؤں چھو رہے تھے۔ اس کے عقیدت مند تھے۔ اپنے بھگوان کے بعد اُسی کی پوجا کرتے تھے۔ ایسے جانباز چیلے تھے کہ اس دشوار گزار علاقے میں اس کی حفاظت اور سلامتی کے لیے آ گئے تھے۔

گرو مہاراج نے ان سے کہا۔ ''میرے تینوں داماد تمہارے اندر رہا کریں گے۔ تم اُن کے حکم کے مطابق یہاں میرے دشمن کو تلاش کرو گے۔ دشمنوں میں ایک انسان ہے اور ایک بلی ہے۔''

وہ تینوں ان کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ ایسے ہی وقت مغرب کی اذان سنائی دی۔ گرو مہاراج ایک جھٹکے سے آواز کی سمت گھوم کر بولا۔ ''وہ دیکھو...! سنو! وہ نماز پڑھنے آ گیا ہے۔ میں تمہیں دکھاؤں گا' وہ بہت اونچی چٹان پر آتا ہے پھر وہاں سے کہیں چلا جاتا ہے۔''

وہ اسی سمت جاتے ہوئے بولا۔ ''آج اسے کہیں جانے نہ دو۔ تم لوگوں کو اس چٹان پر چڑھنا ہوگا۔''

وہ سب اس کے پیچھے چلتے ہوئے غار کے اس حصے میں آئے' جہاں وہ چٹان بہت بلندی پر تھی اور وہاں سے صرف اس کا لباس جھلکتا رہتا تھا۔

انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا' وہ جھک رہا تھا۔ اس کی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ اذان دینے کے بعد کچھ دیر چپ چاپ بیٹھا رہا تھا پھر اٹھ کر نماز پڑھنے لگا تھا۔ وسیع و عریض غار میں مقدس آیتیں دھیمی دھیمی سی آواز میں گونجنے لگی تھیں۔

گرو مہاراج' جے' بلرام اور بھنڈاری ان چاروں چیلوں کے اندر تھے۔ وہ ان کی مرضی کے مطابق آگے بڑھ کر بڑے بڑے پتھروں اور چٹانوں پر چڑھنے لگے۔ وہ مختلف سمتوں سے وہاں پہنچنا چاہتے تھے۔

پتھر اور چٹانیں کچھ اس ترتیب سے اوپر کی طرف گئی تھیں کہ مطلوبہ چٹان تک پہنچنے کے لیے کوہ پیمائی کا سامان لازمی تھا۔ رسیوں اور اوزاروں کے بغیر اوپر چڑھنا محال تھا۔

تین چیلے رک گئے۔ وہاں سے اوپر نہیں جا سکتے تھے۔ چوتھا ضدی تھا۔ بندروں کی طرح چھلانگیں لگاتا ہوا ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتا تھا اور واقعی وہ ایک چٹان سے دوسری اور ایک پتھر سے دوسرے پتھر تک چھلانگیں لگا رہا تھا اور بلندی کی طرف جا رہا تھا۔

وہ تینوں چیلے سر اٹھائے اسے دیکھ رہے تھے۔ گرو مہاراج' جے' بلرام اور بھنڈاری اس کے اندر تھے۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کی دماغی توانائی میں اضافہ کر رہے تھے۔ اس کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔

اب وہ چٹان قریب تھی' جہاں سے وہ آیات سنائی دے رہی تھیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد اجنبی کی پشت دکھائی دینے لگی تھی۔ اس کے پیچھے پتھریلی دیوار میں ایک بڑا سا شگاف تھا۔ شگاف کے دوسری طرف غار کا دوسرا حصہ جھلک رہا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ اجنبی اسی شگاف سے آتا جاتا ہے۔

وہ کسی کی آمد سے بے خبر تھا۔ عبادت میں مصروف تھا۔ حقیقتاً اسے بے خبر نہیں کہا جائے گا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ گرو مہاراج کے علاوہ وہاں مزید چار افراد آ گئے ہیں اور وہ اس کے خلاف ضرور کچھ نہ کچھ کریں گے۔

یہ دیکھنے سمجھنے کے باوجود وہ ان سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ سے لو لگا رہا تھا۔ نہایت خشوع و خضوع سے کلام پاک کی آیتیں پڑھ رہا تھا۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے گرو مہاراج اور جے' بلرام' بھنڈاری' اس بازی گر چیلے کے اندر تھے۔ اس آلہ کار کے ذریعے اچھلتے ہوئے' چھلانگیں لگاتے ہوئے اجنبی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ آگے دو ہاتھ کی بلندی پر وہ چٹان تھی۔ ایسے ہی وقت کہا جاتا ہے۔

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند...
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

وہ بازی گر چیلا ایک چھلانگ میں اس چٹان پر پہنچ سکتا تھا۔ اس نے جے بجرنگ بلی کہہ کر چھلانگ لگاتے ہوئے چٹان پر پہنچنا چاہا۔ اسی لمحے میں وہ غراتی ہوئی' چیختی چنگھاڑتی ہوئی ایک پتھر کی بلندی سے اس کے اوپر آئی پھر اس کے منہ پر پنجہ مارتی ہوئی دوسرے پتھر پر پہنچ گئی۔

وہ بازی گر سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسے نازک لمحات میں کوئی اور بازی گری دکھانے آ جائے گی اور ''چاؤں میاؤں تیرا کلیجا کھاؤں'' کہنے کے انداز میں چیختی چلاتی ہوئی اس کے قدم اکھاڑ دے گی۔

وہ نہ تو چٹان تک پہنچ سکا اور نہ ہی اپنی جگہ واپس آ سکا۔ آخری چیخیں مارتا ہوا بلندی سے پستی کی طرف جانے لگا۔ اس کے اندر گرو مہاراج اور وہ تینوں جنم ساتھی بھی جیسے موت کی پستی میں جا رہے تھے۔

وہ چاروں زیادہ دیر تک اس کے اندر نہ رہ سکے۔ گرنے کے دوران اس کا سر ایک پتھر سے ایسے ٹکرایا' جیسے ناریل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہو۔ وہ چاروں اس کے اندر سے نکل گئے۔ گرو مہاراج نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر دیکھا۔ اس کا قابل فخر بازی گر چیلا قدموں میں آ کر گرا تھا۔

''میاؤں۔ میاؤں...''

اس نے چونک کر دیکھا۔ وہ بلندی پر تھی، اچھل کر چٹان پر پہنچ گئی تھی۔ وہاں سے سر گھما کر اسے دیکھ رہی تھی۔ ان ہی لمحات میں ان سب کو چپ لگ گئی۔ جو سوچا نہیں تھا' وہ منظر نگاہوں کے سامنے تھا۔ وہ پہلا جارحانہ حملہ کہہ رہا تھا کہ آگے اور بہت کچھ ہونے والا ہے۔

وہ سب ایک چیلے اور ایک بازی گر ساتھی کی موت پر تڑپ گئے۔ غصے سے جھنجلاتے ہوئے' گالیاں دیتے ہوئے پتھر اٹھا اٹھا کر مارنے لگے مگر کسے مار رہے تھے؟ غصے میں اندھے ہو گئے تھے۔ جلد ہی پتا چلا کہ وہ نظر نہیں آ رہی ہے۔ صرف اس کی ''میاؤں میاؤں'' ٹھہر ٹھہر کر سنائی دے رہی ہے۔

اب تین چیلے رہ گئے تھے۔ ان کے پاس ترشول' کٹار اور لاٹھیاں تھیں۔ جے' بلرام اور بھنڈاری ان کے اندر سمائے ہوئے تھے۔ اس طرح وہ تعداد میں چھ ہو گئے تھے۔ وہ سب اس بلی کو اور اجنبی کو ڈھونڈنے کے لیے مختلف سمتوں میں جانے لگے۔

گرو مہاراج نے ایک کٹار اپنے پاس رکھ لی۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ اچانک ہی ناگہانی حملے کے وقت جادو منتر اور ٹیلی پیتھی کام نہیں آئے گی۔ ایسے وقت وہ ایک کٹار سے یا ایک لاٹھی سے ہی اپنا بچاؤ کر سکے گا۔

وہ بہت ہی خطرناک کالے منتر جانتا تھا۔ صرف ایک منتر پڑھ کر دشمنوں کو زیر کر سکتا تھا لیکن ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ دھیمی دھیمی مقدس آیتیں دماغ سے ٹکراتی تھیں اور وہ منتر کے کچھ الفاظ بھول جاتا تھا۔

جب سے تپسیا کا آغاز کیا تھا' تب سے پڑھتے وقت بھول چوک ہو رہی تھی۔ وہ بڑی تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ سوچ رہا تھا' یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو نہ تپسیا شروع کر سکے گا اور نہ ہی ڈھنگ سے کوئی منتر پڑھ کر اجنبی دشمن کو فنا کر سکے گا یا اسے وہاں سے بھگا سکے گا۔

پھر یہ کہ یک نہ شد دو شد والی بات تھی۔ وہ دوسری بلا

جانے کہاں سے آگئی تھی؟ وہ اس اجنبی سے زیادہ خطرناک تھی۔ کیونکہ اس نمازی اور عبادت گزار نے اب تک اس پر حملہ نہیں کیا تھا۔ وہ سوی بھٹناگر نہ جانے کیوں خونخوار بنی ہوئی تھی؟

وہ پھر چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ ایک لالٹین کی روشنی میں دور تک دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ اس کے جیلے اور داماد ایک مشعل لے کر غار کے اندرونی حصوں میں جا کر کہیں بھٹک رہے تھے۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنے مہاراج کو تسلیاں دے رہے تھے کہ جلد ہی دشمنوں کی لاشیں لے کر آئیں گے۔

وہ تنہا اپنے استھان میں مطمئن نہیں تھا۔ اپنی حفاظت کے لیے زیرلب منتر پڑھ رہا تھا۔ دل ہی دل میں حساب لگا رہا تھا کہ مغرب کا وقت گزر چکا ہے۔ دیر ہو چکی ہے۔ اب کسی وقت بھی عشا کی اذان گونجنے والی ہے۔ اس ویران اور پرسکون غار میں پھر زندگی اور موت کی ہلچل پیدا ہونے والی ہے۔

☆☆☆

فرہاد کی داستان عجب دور سے گزر رہی تھی۔ ایک طرف وہ لاپتا تھا اور دوسری طرف عمر بھر ایکشن میں رہنے والی آسمانی بجلی بستر سے جا لگی تھی۔ اس کی گرج چمک ماند پڑ رہی تھی۔ دوستوں کو اور لہو کے رشتوں کو تو معلوم تھا کہ وہ کیسے حالات سے گزر رہی ہے مگر دشمن اب تک انجان تھے۔ سونیا کی طرف سے کسی نہ کسی دھماکا خیز حملے کے منتظر تھے۔ خاص طور پر امریکی اکابرین فکرمند تھے۔ ایک امید تھی کہ وہ تین جنم ساتھی ان کا ساتھ دیں گے تو وہ سونیا سے مقابلہ کرسکیں گے۔

وہاں وہ دشمن اُس سے نمٹنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے اور یہاں وہ اپنی بیماری اور کمزوری سے نمٹ رہی تھی۔ دن رات کیسے گزر رہے تھے' اسے کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے صبح ہوتی ہی نہیں ہے اور وہ صبح ہونے کے انتظار میں سوتی چلی جا رہی ہے۔ دراصل اس پر غنودگی طاری رہتی تھی۔ جب ذرا ہوش میں آتی تھی تو آمنہ اسے جوس یا سوپ پلا کر دوائیں کھلا دیتی تھی۔ یوں رفتہ رفتہ تھوڑی بہت توانائی ملتی رہتی تھی۔

یہ قانونِ قدرت ہے' پہاڑ سا لہا سال اٹل حقیقت کی طرح پروقار انداز میں اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر لگتا ہے' یہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتے۔ ان کا قد کبھی کم نہیں ہوسکتا لیکن جب قدرت کو منظور ہوتا ہے تو فلک بوس چوٹیاں بھی زلزلے کے ایک ہی جھٹکے میں ریزہ ریزہ ہو کر ڈھے جاتی ہیں' زمین بوس ہو جاتی ہیں۔ سونیا کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔ وہ جس انداز میں زندگی گزارتی آئی تھی' اس سے تو یہی اندازہ ہوتا تھا کہ کبھی تھکن سے مس نہیں ہوگی۔ اس کی طاقت میں کبھی کوئی کمی نہیں آئے گی مگر اب قدرت کا قانون اُسے توڑ رہا تھا۔

اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ نہ جانے کتنی دیر بعد گہری نیند سے جاگی تھی؟ وہ جب بھی آنکھیں کھول کر دیکھتی تھی تو آمنہ کا مسکراتا ہوا چہرہ دکھائی دیتا تھا مگر اس وقت وہ وہاں نہیں تھی۔ کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے ذرا سر اٹھا کر دائیں بائیں دیکھا۔ وہ کمرے میں تنہا تھی۔ اس نے سر کو تکیے پر ٹکا کر ایک گہری سانس کھینچی' جیسے بڑی محنت کا کام کیا ہو۔

اس نے ایک ہاتھ پیشانی پر رکھ کر زیرلب کہا۔ ''یاخدا! یہ کیسا وقت آیا ہے؟ میں زندگی بھر دوڑتی رہی' کبھی ہار نہیں مانی' کبھی تھک کر رُکی نہیں ...اور اب ...رُکنا تو دور کی بات ہے۔ میں تو نڈھال ہو کر گر پڑی ہوں۔''

وہ آنکھیں بند کیے اپنے بدلتے ہوئے حالات کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ زیرلب بول رہی تھی۔ انہی لمحات میں ایسا لگا' جیسے کوئی اس کے پہلو میں آکر بیٹھا ہے۔ وہ آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہتی تھی لیکن بند آنکھوں کے پیچھے ایسا منظر تھا کہ وہ چاہتے ہوئے بھی آنکھیں نہ کھول سکی۔ جو دیکھ رہی تھی' اسے کسی بھی صورت نظروں سے اوجھل نہیں کرنا چاہتی تھی مگر دیکھنے کے باوجود یقین نہیں آرہا تھا۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''بابا...! آپ یہاں...؟ میرے پاس...؟''

اس کی نگاہوں کے سامنے بابا فریدواسطی کا شفیق اور مہربان چہرہ مسکرا رہا تھا۔ وہ بڑی محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ ''ایک باپ اپنی بیٹی کے پاس آیا ہے۔''

''مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ لگتا ہے' میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔''

انہوں نے گونجتی ہوئی سی آواز میں کہا۔ ''ہر انسان پہلے خواب دیکھتا ہے' پھر اس کی تعبیر ڈھونڈتا ہے۔ تب کہیں جا کر کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں۔''

''میں نے تو ہر کامیابی آپ کی دعاؤں کی سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے حاصل کی ہے۔''

وہ بڑی شفقت سے مسکرا کر بولے۔ ''تم نے جو مقام حاصل کیا' اپنے حوصلے اور ہمت سے کیا۔ مجھے تم پر فخر ہے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''اب ہمت ٹوٹ گئی ہے۔ حوصلہ پست ہوگیا ہے۔ بے شک۔ بڑھاپا اور بیماری سب ہی پر حاوی ہوتے ہیں۔ میں اس کے لیے ذہنی طور پر تیار تھی مگر... یوں اچانک ہی ایک ہی جھٹکے میں ایسی کمزور اور بے بس ہو جاؤں گی' یہ نہیں سوچا تھا۔ میں نے تو سوچا تھا' زندگی کے میدان میں لڑتے لڑتے جان دوں گی۔''

''جیسا سوچو' ہمیشہ ویسا نہیں ہوتا۔ قدرت کی ہر منشا کے پیچھے کوئی نہ کوئی مصلحت چھپی ہوتی ہے۔''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ ''لیکن مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ فرہاد کو نئی زندگی مل گئی ہے۔ میں نہیں رہوں گی مگر بچوں کے سروں پر باپ کا سایہ رہے گا۔''

انہوں نے فرہاد کی نئی زندگی کے سلسلے میں کوئی جواب نہ دیا۔ گویا اس کے بارے میں اپنی حتمی رائے نہیں دے رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ''فرہاد اچانک ہی کہیں گم ہوگیا ہے۔ یقیناً اس کی گمشدگی میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ہوگی۔ یہ بھی یقین ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوگا' سلامتی سے سانسیں لے رہا ہوگا۔ میں صرف اتنا جاننا چاہتی ہوں کہ وہ میری زندگی میں ہی لوٹ کر تو آئے گا نا...؟ آخری بار ہی سہی' میں اُس سے مل تو سکوں گی' اسے دیکھ تو سکوں گی نا...؟''

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہے پھر بولے۔ ''بیٹی! تم بہت ہمت والی ہو۔''

وہ جلدی سے بولی۔ ''مجھے عمر کے ان آخری لمحات میں صرف اتنی ہمت' صرف اتنا حوصلہ اور اتنا یقین چاہیے کہ میرا فرہاد واپس آئے گا۔ میری آخری سانس پوری ہونے سے پہلے آئے گا۔''

ان کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔ انہوں نے بڑی محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر کہا۔ ''وہ آئے گا... مگر ایسے آئے گا کہ تمہارے سوا کسی کو دکھائی نہیں دے گا۔''

وہ خوشی سے کھل گئی پھر بولی۔ ''یہ بھی کوئی راز ہے؟''

''یہ قدرت کی منشا ہے۔''

وہ اتنا بول کر خاموش ہوگئے۔ ان کا ایک ہاتھ مسلسل اس کے بالوں کو سہلا رہا تھا۔ بہت سکون مل رہا تھا۔ وہ چند لمحوں تک ان کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھتی رہی پھر وہ چہرہ دھندلانے لگا۔ کچھ عجیب سی دھند تھی' آنکھوں کے سامنے ہی نہیں' اس کے حواسوں پر بھی چھا رہی تھی۔ وہ دھیرے دھیرے نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔ اپنے آپ سے غافل ہوتی چلی گئی۔

اعلیٰ حضرت نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ اپنے حجرے میں تھے۔ آمنہ ان کے سامنے سر جھکائے دوزانو بیٹھی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسے دیکھا پھر کہا۔ ''ہم جس وقت کا انتظار کر رہے تھے' وہ آگیا ہے۔''

آمنہ نے سر اٹھا کر انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولے۔ ''بابا فریدواسطی کا حجرہ کھلوا دو اور مغرب سے پہلے پہلے سونیا کو وہاں منتقل کردو۔''

انہوں نے اتنا کہہ کر آنکھیں بند کرلیں۔ یہ اُن کی طرف سے اشارہ ہوتا تھا۔ وہ آنکھیں بند کر کے زبانِ بے زبانی سے سمجھا دیتے تھے کہ کوئی سوال نہ کیا جائے۔ جو کہا گیا ہے' اس پر عمل کیا جائے۔ آمنہ انہیں سلام کر کے حجرے سے باہر چلی گئی۔

☆☆☆

ایشورارا پہلے بھی جان بچا کر اس ارضی دنیا سے بھاگتا رہا تھا۔ یوں اپنے سیارے میں پہنچ کر محفوظ رہتا تھا پھر بھی اس رنگ و بو کے نئے نئے گل کھلاتی ہوئی دنیا میں اس کی جان اٹکی رہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن یہاں اپنی حکومت قائم کرسکے گا۔

وہ سائنس اور جدید ٹیکنالوجی میں ارضی دنیا والوں سے بہت آگے تھا پھر اس سیارے کی آب و ہوا ایسی تھی کہ وہاں قدرتی طور پر خیال خوانی کرنے والے پیدا ہوتے تھے۔ یوں اس کی پوری فوج خطرناک ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے لیس تھی۔ وہ اس ہتھیار سے ایٹم بموں اور ہائیڈروجن بموں کو بھی ناکارہ بنا سکتا تھا ..... غیر معمولی قوتوں کا حامل ہو کر ارضی دنیا میں فتوحات کے جھنڈے گاڑھ سکتا تھا۔

ابتدا میں اسے اپنے یقین کے مطابق کسی حد تک کامیابی حاصل ہوئی تھی لیکن پھر سونیا اور فرہاد اس کے قدم اکھاڑنے لگے۔ ثابت کرنے لگے کہ انسانی ذہانت اور حاضر دماغی کے سامنے جدید ٹیکنالوجی اور غیر معمولی ہتھیار بھی پانی ہو جاتے ہیں۔

پھر رفتہ رفتہ پتا چلا کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد کم کر رہے ہیں۔ دوسری طرف جے' بلرام اور بھنڈاری نے اسے چیلنج کیا تھا۔ وہ اس کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنے والے تھے۔ ان حالات میں سونیا سے اتحاد کرنے کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ وہ عارضی طور پر سیارے میں واپس جانے پر مجبور ہوگیا تھا اور تب اس نے جاتے جاتے کمینگی دکھائی تھی۔ اپنی دانست میں سونیا کو موت کے گھاٹ اتار کر گیا تھا۔ اس کا حملہ اس کا طریقہ کار ایسا نپا تلا تھا کہ کامیابی یقینی تھی اور وہ اسی یقین کے ساتھ سیارے میں گیا تھا۔ اس نے ارضی دنیا سے روانہ ہوتے وقت فرہاد سے رابطہ کیا تھا' بڑے فخر سے کہا تھا کہ اس نے سونیا کو ہلاک کیا ہے۔ ابھی وہ فاتح کی شان سے جا رہا ہے۔ واپس آکر اسے بھی ٹھکانے لگائے گا۔

یہ دنیا اتنی خوبصورت ہے کہ اسے کوئی چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا۔ جو دولتمند کھاتے پیتے عیش کرتے ہیں۔ طاقت کے بل

بوتے پر کامیابیاں حاصل کرتے ہیں۔ وہ مرنا نہیں چاہتے۔ مرنے کے بعد بھی ممی کی صورت میں اپنے جسم کو' اپنے مردہ وجود کو پوری حفاظت سے اسی دنیا میں رکھتے ہیں۔

ایشورارا ابھی اس رنگ و بو میں لمبی عمر گزارنا چاہتا تھا۔ اسی لیے واپس آنا چاہتا تھا۔ اتنا اطمینان تو تھا کہ سونیا جیسی بلا کا سر کچل چکا ہے۔ اس نے آنے سے پہلے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا لیکن وہاں کسی نے گھاس نہیں ڈالی۔ اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ بابا صاحب کے ادارے والے سونیا موت سے ٹوٹ کر رہ گئے ہیں۔ اسی لیے جھنجلا کر اس سے رابطہ نہیں کر رہے ہیں۔

بہرحال اس کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ اس نے واپس آنے کی تیاریاں مکمل کیں پھر اپنے بھائی ایکورارا کے ساتھ خلائی جہاز میں بیٹھ کر ارضی دنیا میں واپس آ گیا۔

جنوبی افریقا کا ریگستان سینکڑوں کلومیٹر کے رقبے پر پھیلا ہوا تھا۔ وہاں انسانی آبادی نہیں تھی۔ اسی ویران اور لق ودق صحرا میں جہاز کو اتارا جاتا تھا پھر ایشورارا کے حکم سے اس کا پائلٹ جہاز کو سیارے میں واپس لے جاتا تھا۔

اس نے پائلٹ سے کہا۔ ''ہم ایتھوپیا کے شہر عدیس ابابا پہنچ کر حالات کا جائزہ لیں گے پھر تمہیں جہاز واپس لے جانے کا حکم دیں گے۔''

ان کے پاس غیر معمولی جوتے تھے۔ جنہیں پہن کر وہ گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے کر لیتے تھے۔ وہ اپنے بھائی ایکورارا کے ساتھ وہ جوتے پہن کر عدیس ابابا پہنچ گیا۔ انہوں نے وہاں پینگ گیسٹ کی حیثیت سے ایک بنگلے میں رہائش اختیار کی پھر خیال خوانی کے ذریعے ارضی دنیا کے موجودہ حالات معلوم کرنے لگے۔ انہوں نے سوچ کے ذریعے کسی کو مخاطب نہیں کیا۔ اپنے مطلوبہ افراد کے اندر پہنچ کر چپ چاپ معلومات حاصل کرتے رہے۔

پرانی کہاوت ہے کہ سر منڈواتے ہی اولے پڑ گئے... جس دن وہ عدیس ابابا پہنچے، اسی شام اُن کے خاص نمائندے رم تارا نے یہ دل ہلا دینے والی خبر سنائی کہ سونیا زندہ ہے۔

ایشورارا نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ زندہ ہے؟''

''میں نے امریکی اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کیا ہے۔ را ایجنسی کے افسران کے اندر بھی گیا تھا۔ وہاں بھی یہی معلوم ہوا ہے۔''

ایشورارا یہ سن رہا تھا اور اس کا سر گھوم رہا تھا۔ اس نے سیارے میں جانے سے پہلے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا۔ سونیا کو ہلاک کرنے کا اعزاز حاصل کرنے کے بعد اب واپس آیا تھا تو وہ زندہ پائی جا رہی تھی۔ وہ سر پکڑ کر سوچ رہا تھا کہ کیا حاصل ہوا ہے؟ فلک بوس پہاڑ کھودنے کے بعد ایک چوہا بھی نہ نکلا۔ دہشت زدہ کرنے کے لیے پھر سے وہ ناگن نکل آئی ہے۔

دہشت یہ تھی کہ ناگن زندہ ہے تو ناگ بھی کہیں گھات لگائے چھپا ہوگا۔ اس نے فرہاد سے فخریہ انداز میں کہا تھا کہ میں نے سونیا کو حرام موت مارا ہے۔ اب سیارے میں جا رہا ہوں۔ یہ سانپ نکل رہا ہے۔ تم لکیر پیٹتے رہو۔

اب وہ انجانے میں خود اپنی پٹائی کے لئے' اپنی موت کو دعوت دینے وہاں چلا آیا تھا۔ اس نے ایکورارا سے کہا۔ ''وہ مردہ کہلانے والی اچانک ہی زندہ ہوگئی ہے۔ کسی بھی وقت ہماری موت بن کر آ سکتی ہے۔ یہاں سے ابھی نکل چلو۔''

وہ غیر معمولی جوتے پہن کر اپنے خلائی جہاز کی طرف جانے لگے۔ ایکورارا نے پوچھا۔ ''ویسے کیا ہم یہاں روپوش رہ کر سونیا اور فرہاد کے خلاف محاذ نہیں بنا سکتے؟''

''ہم روپوش رہ کر پہلے کئی بار ایسا کر چکے ہیں۔ اب ان سے نمٹنے کے لیے امریکی اکابرین سے یا جے بلرام بھنڈاری سے اتحاد کرنا ہوگا۔''

ایکورارا نے کہا۔ ''امریکی اکابرین کمزور ہیں اور جے بلرام بھنڈاری خطرناک ہیں۔ وہ فرہاد کی بلی چڑھانا چاہتے تھے۔ کسی دن ہمیں بھی بھینٹ چڑھا دیں گے۔ ان سے دور ہی رہنا چاہیے۔''

''ہم سیارے میں جا کر تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر اپنی بہتری کے لیے سوچیں گے۔ ابھی تو روحانی نیلی پیتھی اور کالا جادو جاننے والوں سے نمٹنا ممکن نہیں ہے۔''

وہ اس ویرانے میں پہنچ گئے۔ جہاں خلائی جہاز کو چھپا کر رکھا جاتا تھا۔ اسے چھپائے رکھنے کے لیے زیر زمین خفیہ پناہ گاہ بنائی گئی تھی۔ صحرائی ہواؤں کے باعث ریگستانی زمین کے نشیب و فراز بدلتے رہتے ہیں۔ یہ پہچان مٹ جاتی ہے کہ پہلے جو جگہ تھی' وہ ہوا کے جھکڑ چلنے کے بعد کہاں چھپ گئی ہے؟

ایسے میں قطب نما کے ذریعے سمت معلوم کی جاتی ہے۔ دیگر تکنیک کے ذرائع سے خاص جگہ کی پہچان رکھی جاتی ہے۔ وہ دونوں سرچنگ آلے کے ذریعے وہاں پہنچ گئے۔ ایکورارا زمین کی تہہ میں اترتے ہوئے پائلٹ سے کہنا چاہتا تھا کہ جہاز کا دروازہ کھولو' ہم آ گئے ہیں۔

مگر وہ چلتے چلتے رک گیا۔ ایشورارا نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''پائلٹ کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ میری سوچ کی لہریں واپس آ جاتی ہیں۔''

ایشورارا نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ پائلٹ کے اندر پہنچنا چاہا پھر واپس آ گیا۔ تصدیق ہوگئی کہ وہ مر چکا ہے۔ دونوں بھائیوں نے حیرانی سے اور سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر تیزی سے نیچے اترتے ہوئے خلائی جہاز کے دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔

وہ دروازہ بند نہیں تھا۔ مرنے والے نے اسے کھلا رکھا تھا۔ وہ کھلا ہوا دروازہ جیسے کہہ رہا تھا۔ ''آؤ... تمہاری بھی شامت آ گئی ہے۔''

وہ پیچھے ہٹ گئے۔ آگے خطرہ تھا۔ بڑے غرور سے جسے موت کے گھاٹ اتار کر گئے تھے' وہ زندہ ہوگئی تھی۔ اب یہ دہشت تھی کہ شاید اس جہاز میں پہنچ گئی ہے۔ پائلٹ کو ٹھکانے لگا دیا ہے اور ان کا انتظار گھر رہی ہے۔

کھلا ہوا دروازہ خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ یہ بھی کہہ رہا تھا کہ جم جم آؤ' پھر واپس نہ جاؤ۔

وہ اور پیچھے ہٹ گئے۔ اوپر جانے کے لیے ٹھہر ٹھہر کر سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ ایشورارا نے خوفزدہ ہونے کے باوجود بڑی ہمت کرتے ہوئے سخت لہجے میں چیخ کر پوچھا۔ ''اندر کون ہے؟''

ایکورارا نے بھی پوچھا۔ ''کون ہے اندر...؟''

جواب میں خاموشی رہی اور موت تو خاموشی سے ہی آیا کرتی ہے۔ ایشورارا نے بھائی سے کہا۔ ''میرا خیال ہے' اندر کوئی نہیں ہے۔ پائلٹ کی موت طبعی ہوگی۔ یہاں ہمارا کوئی دشمن نہیں پہنچ سکتا۔''

ایکورارا نے کہا۔ ''پھر بھی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ ذرا سوچو! پائلٹ اچانک ہی کیسے مر گیا؟ ہمیں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہیے کہ سونیا کہاں ہے اور ابھی کیا کر رہی ہے؟''

''وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ وہاں ہم جیسے مخالفین کی سوچ کی لہریں پہنچ نہیں پاتی ہیں۔''

''وہ خطرناک بلا ہے۔ اپنے قاتلوں کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ وہ یہاں آ سکتی ہے۔ ہمیں کسی طرح معلوم کرنا ہوگا کیا واقعی وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے؟''

انہوں نے چند لمحوں تک سوچا پھر بیک وقت خیال خوانی کی پرواز کی۔ انہیں کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ تھوڑی دیر تک بھٹکتے رہے پھر واپس آ گئے۔ یہ یقین ہو گیا کہ خیال خوانی کے ذریعے بھی بابا صاحب کے ادارے کے اندر نہیں پہنچ پائیں گے۔

ایشورارا نے بھائی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''حوصلہ کرنا ہوگا۔ تم اندر جاؤ۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''برادر! کیوں مجھے قربانی کا بکرا بنا رہے ہو؟ ایک بات تو ماننا ہی پڑے گی' وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ وہ یہاں ہے۔ یقین نہیں ہے تو تم جا کر دیکھو۔''

''میں تمہیں جانے کا حکم دے رہا ہوں۔''

''تو پھر مان لو' میں نے حکم کی تعمیل کی ہے اور ابھی اندر سے جا کر یہاں آیا ہوں۔ یہ رپورٹ دے رہا ہوں کہ وہ موجود ہے اور وہ میرا نہیں' تمہارا انتظار کر رہی ہے۔''

''بکواس مت کرو۔ میں صرف تمہارا بھائی نہیں ہوں۔ سیارے کا حکمران بھی ہوں۔ تمہیں میرے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔''

''نہیں کروں گا تو تم مجھے مار ڈالو گے۔ تم سے بچنے کے لیے اندر جاؤں گا تو وہ مجھے مار ڈالے گی۔''

ایشورارا نے ریوالور نکال کر کہا۔ ''مرنا تو کہیں بھی ہے۔ لہٰذا بھائی پر قربان ہو جاؤ۔ اندر جاؤ اور پائلٹ کی موت کی وجہ معلوم کرو۔''

وہ بے بسی سے ریوالور کو پھر بھائی کو دیکھ کر زینے سے اتر گیا۔ دروازے کی طرف جانے لگا۔ ایشورارا نے کہا۔ ''خود کو تنہا نہ سمجھو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہاری حفاظت کروں گا۔''

اس نے کھلے ہوئے دروازے پر پہنچ کر سر گھما کر بھائی کو دیکھا پھر اندر ایک لفٹ میں آ گیا۔ اس لفٹ کے ذریعے جہاز کے نچلے حصے میں جانے لگا۔ ایشورارا اس کے اندر رہ کر دیکھ رہا تھا۔ ایک بڑے سے ہال میں طرح طرح کی مشینیں نصب کی گئی تھیں۔ آگے ایک پائلٹ کیبن تھا' جہاں سے جہاز کو اڑایا جاتا تھا۔

ایکورارا نے کیبن میں آ کر دیکھا۔ پائلٹ اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ جہاز کی ونڈ اسکرین کو دیکھ رہا تھا' جبکہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسکرین تاریک تھی اور وہ پائلٹ بھی مردہ تھا۔

موت برحق ہے اور موت کے بعد تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے پھر ایک جگنو کی بھی چمک نہیں ملتی۔ کوئی صدا سنائی نہیں دیتی۔ ایشورارا نے بھائی کے اندر رہ کر ایک دھیمی سی صدا سنی۔ اس جہاز میں جہاں ایک مردہ اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں زندگی کی صدا سنائی دے رہی تھی۔

دونوں بھائیوں نے توجہ سے سنا۔ عربی زبان قرات کے ساتھ ابھر رہی تھی اور تاریک اسکرین دھیمی دھیمی سی روشن ہو رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مقدس آیات واضح ہوتی جا رہی تھیں اور

دھندلی سی روشنی میں کسی کی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔

ایکورارا سحر زدہ سا ہوکر دوسری سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اسکرین پر روشنی کی دھندیں چھائی ہوئی تھی۔ ہر سمت برف ہی برف دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بہت ہی صاف اور شفاف برف جیسے سفید لباس میں نظر آرہا تھا۔ دونوں بھائیوں کے اندر جیسے سونیا چیخنے لگی۔ ''لو آ گیا... میرا انتقام لینے والا آ گیا۔ یہ خلائی جہاز اب ہمارا ہے۔ یہاں آنے والا پھر کبھی باہر نہیں جاسکے گا۔ سیارے سے ہی اوپر عالم ارواح میں پہنچے گا۔''

یہ ان کے احساسات تھے' خوف تھا' دہشت تھی۔ وہ اچانک ہی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ ایک ساعت پہلے بھائی کے اندر تھا۔ اب باہر ہوگیا تھا۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچنا چاہا مگر نا کام رہا۔ بھائی اسے نہیں مل رہا تھا۔ اس نے چشم تصور سے دیکھا۔ پائلٹ کیبن کی دوسری سیٹ پر دوسرے مردے کا اضافہ ہوگیا تھا۔

وہ جہاز جو انہیں بہ حفاظت سیارے میں لے گیا تھا۔ اب انہیں واپس لاکر موت کا مسکن بن گیا تھا۔ اس کے حواس پر تو سونیا چھائی ہوئی تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی۔ ''آؤ میرے قاتل! اب تمہاری باری ہے۔''

ایک جانباز بھائی جان سے گزر گیا تھا۔ وہ تنہا بے یارو مددگار رہ گیا تھا۔ ایکدم سے گھبرا کر وہاں سے پلٹ گیا۔ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر کھلے آسمان کے نیچے آ گیا۔ اب ایک ساعت کے لیے بھی وہاں نہیں رک سکتا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا سونیا پیچھے آرہی ہے۔ وہ غیر معمولی جوتوں کے ذریعے غیر معمولی رفتار سے بھاگتا چلا گیا۔

وہ کہاں جاسکتا تھا؟ خلائی جہاز کی طرف رخ کرنے کا حوصلہ نہیں تھا اور اس کے بغیر جان بچانے کے لیے سیارے میں نہیں جاسکتا تھا۔ اس کے لیے فی الحال اتنا ہی کہا جاسکتا تھا کہ... خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے...

☆☆☆

وہ تینوں جنم ساتھی تین چیلوں کے اندر تھے۔ غار کے اندرونی حصوں میں دور دور تک ایک اجنبی کو اور ایک بلی کو ڈھونڈ رہے تھے۔ کئی جگہ بڑے بڑے پتھر آڑھے ترچھے رکھے ہوئے تھے۔ ان پر سے گزر کر آگے جانا محال تھا۔ وہ اجنبی ایک شگاف سے گزر کر چٹان پر عبادت کرنے جاتا تھا۔ وہ شگاف انہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ شاید اس لیے کہ وہ دشوار راستوں سے نہیں گزر رہے تھے۔ لہٰذا وہاں تک پہنچ نہیں پا رہے تھے۔ بھنڈاری نے ان چیلوں سے کہا۔ ''تم تینوں میں سے کسی ایک کو ان آڑھے ٹیڑھے پتھروں پر سے گزر کر آگے جانا ہوگا۔ تب ہی وہ دونوں بچ آئیں گے۔''

ایسے وقت اذان کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ ایک سمت دیکھنے لگے۔ بلرام نے ایک چیلے سے کہا۔ ''دیکھو! ان پتھروں کے پیچھے جو چٹانیں ہیں' اُدھر سے آواز آرہی ہے۔ تم آگے بڑھو۔ ہم تمہارے اندر رہیں گے۔''

وہ بولا۔ ''آگے کیسے جاؤں؟ اونچائی تک پتھر ہی پتھر ہیں۔ رسیوں اور اوزاروں کے بغیر ان پر چڑھتے ہوئے جانا ممکن نہیں ہے۔''

گرو مہاراج اپنے استھان میں اکیلا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ ''کیا تم اس کی آواز سن رہے ہو؟''

جے نے کہا۔ ''ہاں۔ اس کی آواز یہاں بھی گونج رہی ہے۔''

''آواز تو ہر جگہ ہے مگر وہ کہاں ہے؟''

''جہاں ہوسکتا ہے' وہاں کے راستے میں بڑی رکاوٹیں ہیں۔ تمہارا کوئی چیلا پھر اوپر سے گر کر مر سکتا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے' جہاں وہ چھپ کر رہتا ہے۔ نہ تو وہاں پہنچ سکو گے' نہ اسے پکڑ سکو گے؟''

بلرام نے کہا۔ ''مہاراج! اس کو کھانا پینا کہاں سے ملتا ہوگا؟ وہ جرور گپھا سے باہر کسی دوسرے راستے سے جاتا ہوگا۔''

''تو پھر وہ دوسرا راستہ تلاش کرو۔''

''ہم یہی کر رہے ہیں۔ پر بھٹک رہے ہیں۔ گھوم پھر کر اسی جگہ آجاتے ہیں۔''

اذان کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر دھیمی دھیمی سی مقدس آیات گونجنے لگیں۔ یہ اندازہ ہوا کہ وہ نماز ادا کر رہا ہے۔

گرو مہاراج ایک ہاتھ میں لالٹین اور دوسرے میں کٹار لے کر پھر اسی چٹان کی طرف جانے لگا۔ بلی نے اسے دہشت زدہ کر رکھا تھا۔ وہ اچانک ہی کہیں سے اس پر چھلانگ لگا سکتی تھی اور وہ کٹار کو مضبوطی سے تھامے جوابی حملے کے لیے تیار تھا۔

بڑی دیر ہوچکی تھی۔ بہت وقت گزر چکا تھا۔ نہ وہ نظر آرہی تھی' نہ اپنی آواز سنا رہی تھی۔ وہ محتاط انداز میں دائیں بائیں' آگے پیچھے دیکھتا ہوا اس جگہ پہنچا' جہاں چٹان پر اس کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ وہاں پہنچ کر وہ ٹھٹک گیا۔ بلندی پر وہ چٹان خالی تھی۔ نماز پڑھنے والا نہیں تھا۔ اس کی آواز اب کسی دوسری جگہ سے آرہی تھی۔ پتا نہیں کیوں؟ اس نے جگہ بدل لی تھی۔ اب وہ کہاں ہے؟

وہ لالٹین اونچی کر کے چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ ہر سمت اس کی آواز تھی مگر وہ نہیں تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''بھنڈاری! وہ دو دنوں سے اسی چٹان پر دکھائی دیتا تھا مگر اس وقت نہیں ہے۔ اُدھر ہی کہیں عبادت کر رہا ہوگا۔ اسے ڈھونڈو۔ میں اِدھر ڈھونڈ رہا ہوں۔''

وہ پاؤں پٹختا ہوا ایک سمت جاتے ہوئے بولا۔ ''اس کی عبادت میرے لیے عذاب بن گئی ہے۔ کسی بھی طرح اسے پکڑو۔ نہیں تو میں یہاں تپسیا نہیں کرسکوں گا۔''

وہ جھنجلاتا ہوا اپنے استھان میں واپس آیا پھر جیسے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ہو۔ وہ لڑکھڑا گیا۔ گرتے گرتے سنبھل گیا۔ وہ اجنبی وہاں ایک صاف ستھرے چبوترے پر نماز پڑھ رہا تھا۔

وہ ایکدم سے چیخ کر بولا۔ ''جے بلرام بھنڈاری! دوڑو... جلدی آؤ۔ یہ یہاں میرے استھان میں ہے۔''

اس نے دیکھا' وہ اجنبی نماز پڑھنے میں مصروف تھا۔ اس کی صورت نظر آرہی تھی لیکن نظر آنے کے باوجود وہ اجنبی تھا۔ گرو مہاراج نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

مزید غصہ دلانے والی بات یہ تھی کہ وہ تپسیا کرنے کی جگہ آکر اس استھان کو عبادت گاہ بنا رہا تھا۔ اس کی بیباکی یہ تھی کہ وہ نہتا تھا۔ اس کے پاس ترشول بھی نہیں تھا۔

اس بات کی پروا نہیں تھی کہ اس پر حملہ کیا جائے گا۔ اسے مار ڈالا جائے گا اور واقعی گرو مہاراج کو کھلی چھٹی مل گئی تھی۔ اس اجنبی کو چشم زدن میں مار ڈالنے کی سہولت تھی۔ کہیں سے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر کٹار والا ہاتھ بلند کرتے ہوئے جے مہا کالی کہتے ہوئے آگے بڑھا۔ اجنبی سجدے میں تھا۔ وہ اس کی گردن اڑا سکتا تھا۔

''جے مہا کالی... جے مہا کالی...!''

وہ رُکنے والا نہیں تھا مگر وہ یکبارگی رُک گیا۔ دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ''میاؤں'' کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

وہ لڑکھڑا گیا۔ حالانکہ کسی نے گولی نہیں ماری تھی۔ گولی تو کیا ایک لات بھی نہیں ماری تھی لیکن موت سے زیادہ ''میاؤں'' کی آواز نے اس کے قدم اُکھاڑ دیے تھے۔

وہ اجنبی کے قریب آکر اوندھے منہ گرا۔ کٹار ہاتھ سے نکل گئی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ سومی ایک پتھر پر کھڑی تھی' اسے دیکھ کر غرا رہی تھی۔ وہ بڑی پھرتی سے اٹھ کر ادھر اُدھر اپنی کٹار ڈھونڈنے لگا۔

وہ اجنبی کے قریب پڑی ہوئی تھی۔ وہ عبادت سے فارغ ہو چکا تھا۔ اس نے اُسے اٹھالیا۔ موت کا رخ بدل گیا۔ پہلے اُدھر سے آنے والی تھی۔ مقدر بدلتے ہی اِدھر ہوگئی پھر اچانک ہی وہ کٹار فضا میں لہرائی۔ ''ٹھک...'' کی آواز ایسی ابھری کہ اس کے حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔ ایک آہ' ایک کراہ بھی نکلنے سے پہلے حلق دو حصوں میں تقسیم ہوگیا تھا... میاؤں!

موت کا سناٹا... میاؤں!

طاقت' غرور' کا لے کرتب اور کرتوت کا خاتمہ میاؤں...!

وہ پتھر سے چھلانگ لگا کر نیچے آئی پھر کیٹ واک کرتی ہوئی اجنبی کے پیچھے جانے لگی۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد بھنڈاری نے خیال خوانی کی اڑان بھری' اپنے گرو کے اندر پہنچنا چاہا تو اس کی سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔

اس نے دونوں جنم ساتھیوں سے کہا۔ ''مہاراج سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے۔''

ان دونوں نے بھی رابطہ کرنے کی بار بار کوششیں کیں پھر وہ تینوں چیلوں کو دوڑاتے ہوئے استھان پر آئے تو دل دھک سے رہ گئے۔ دماغ ہل کر رہ گئے۔ تانترک گرو مہاراج کا لہو میں ڈوبا ہوا شریر ایک طرف تھا اور سر دوسری طرف پڑا ہوا تھا۔ دیدے پھیلے ہوئے تھے۔ جیسے حیرت سے پوچھ رہے ہوں۔ ''یہ کیا ہوگیا؟''

اس کے چیلے غم و غصے سے چیخنے لگے۔ کٹار اور ترشول اٹھائے غار کے اندر دوڑنے لگے۔ وہ گرج رہے تھے۔ اجنبی کو آوازیں دے کر مقابلے کے لیے پکار رہے تھے۔ اسے مار ڈالنے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی قسمیں کھا رہے تھے۔

وہ سب دوڑتے ہوئے اس چٹان کے پاس پہنچے' جہاں سے اس کا لباس جھلکتا تھا اور مقدس آیتیں سنائی دیتی تھیں مگر اب وہاں خاموشی تھی۔ کوئی نہیں تھا۔ جے' بلرام اور بھنڈاری دماغی طور پر اپنی اپنی جگہ حاضر ہوگئے۔ میدانِ جنگ میں بادشاہ مارا جاتا ہے تو فوج ہتھیار ڈال دیتی ہے یا پھر وہاں سے بھاگ جاتی ہے۔

انہیں اندازہ ہوگیا کہ دشمن صرف خطرناک ہی نہیں پراسرار بھی ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے چیلوں کے اندر رہ کر اسے زیر نہیں کرسکیں گے۔ وہ اپنے گرو دیو کی ہلاکت کا بدلہ لینے کے لیے جوش و جنون میں مبتلا نہیں ہو رہے تھے۔ بڑی سنجیدگی سے سوچنے اور سمجھنے کی کوششیں کر رہے تھے کہ مقابلے میں کون ہے؟

تمام دشمنوں کے دماغوں میں فرہاد کا نام گونج رہا تھا۔ وہ تینوں بھی یقینی اور بے یقینی کی کیفیت کے درمیان لٹک رہے تھے۔

ان میں سے جے دہلی میں تھا۔ بلرام کول کتہ میں اور بھنڈاری حیدرآباد دکن میں تھا۔ وہ کبھی ایک شہر ایک چھت کے نیچے نہیں رہتے تھے۔

ان کا یہ بھید کھل گیا تھا کہ دراصل جے، بلرام اور بھنڈاری ایک ہی شخص ہے لیکن کالے منتروں کے ذریعے ایک سے تین بن گیا ہے۔ جے نے بلرام نے اور بھنڈاری نے تین الگ الگ جسم حاصل کیے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک کو ہلاک کیا جاتا ہے تو باقی دو ساتھی اس مرنے والے کی آتما کو نئے شریر میں پہنچا کر اسے نئی زندگی دیتے ہیں۔

اور یہ بھید بھی کھل گیا تھا کہ وہ تینوں اماوس کی رات کو ایک جسم میں سمٹ آتے ہیں۔ الگ الگ تین نہیں رہتے۔ ایسے وقت انہیں ہلاک کیا جائے گا تو وہ ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائیں گے۔

وہ تینوں ایک دوسرے سے دور رہتے تھے۔ خیال خوانی کے ذریعے یکجا ہو جاتے تھے۔ اس وقت بھی وہ دونوں جنم ساتھی بھنڈاری کے دماغ میں آ گئے تھے۔ گرو مہاراج کی آتما کی شانتی کے لیے پرارتھنا کر رہے تھے۔

انہوں نے اپنی بیٹی نیہا سے کہا۔ ''بیٹی! بڑے دکھ کی بات ہے۔ اپنا دل کڑا کرو اور یہ دکھ برداشت کرو... تمہارے نانا مہاراج کا دیہانت ہو گیا ہے۔''

یہ سنتے ہی وہ رونے لگی۔ کہنے لگی۔ ''میرے نانا مہان شکتی مان تھے۔ مجھ سے کہتے تھے، انہیں موت نہیں آئے گی پھر وہ کیسے مر گئے؟''

جے نے کہا۔ ''ان کو پھرہاد نے دھوکے سے مار ڈالا ہے۔''

وہ فرہاد کی دیوانی تھی۔ کبھی یقین نہیں کر سکتی تھی کہ اس کے محبوب نے نانا مہاراج کی ہتھیا کی ہوگی۔ ویسے ان تینوں کو بھی یقین نہیں ہو رہا تھا کہ فرہاد نے تانترک مہاراج سے بھی زیادہ پراسرار بن کر اسے ہلاک کیا ہے۔ یقین نہ ہونے کے باوجود الزام دینے کے لیے اور کوئی زبردست دشمن اس دنیا میں نہیں تھا۔

بھنڈاری نے کہا۔ ''ہم یہ دیکھتے آئے ہیں کہ مسلمانوں کا روحانی علم ہمارے کالے علم کو پانی کر دیتا ہے۔ ہماری ٹیلی پیتھی ان کی روحانی ٹیلی پیتھی کے آگے جیرو (زیرو) ہو جاتی ہے۔ یہ بڑی مشکل ہے۔''

بلرام نے کہا۔ ''پھر بھی شیطانی طاقت ہم کو سمجھاتی ہے کہ ہم ایک بار ہارتے ہیں تو کئی بار جیتتے جرور ہیں۔ میں پورے وشواس سے بولتا ہوں، اس گپھا میں پھرہاد ہی تھا اور روحانی ٹیلی پیتھی اس کو پراسرار بنا رہی تھی۔''

جے نے کہا۔ ''ہوں۔ اگر ہم پھرہاد کو روحانی ٹیلی پیتھی سے کسی طرح دور کر دیں تو وہ پراسرار بن کر نہیں رہ سکے گا۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''پھرہاد کو کسی نہ کسی طرح اسرار کے پردے سے نکالنا ہوگا۔ وہ پہلے کی طرح نجروں میں آئے گا تو ہم اس کو ٹریپ کر سکیں گے۔''

وہ فرہاد کو پھر سے پالینے کی اور اسے جکڑ لینے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ ان کی طرح بے شمار دشمن اس اکیلے گمشدہ شخص کے اسرار کو ختم کرنے اور اسے زیر کرنے کی تدبیریں ہمیشہ سوچتے رہتے ہوں گے۔ بیشک وہ سب ہی کا سکون برباد کر رہا تھا۔ سب ہی کی نیندیں اڑا رہا تھا۔

جے نے کہا۔ ''اس کو اپنے آگے جھکانے کی ایک ہی تدبیر ہے۔ اس کی کوئی ایسی بڑی کمجوری ہاتھ آ جائے کہ وہ تلملانے لگے۔''

بلرام نے مایوسی سے سر ہلا کر کہا۔ ''وہ ایسا کچھ نہیں ہونے دے گا۔''

اچانک بھنڈاری نے خوش ہو کر چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔ ''وہ ایسا کچھ نہیں ہونے دے گا۔ پر سمجھو! اس کی دکھتی رگ ہماری ایک چٹکی میں آ سکتی ہے۔''

جے نے پوچھا۔ ''کیا سچ...؟''

بلرام نے کہا۔ ''مالوم ہوتا ہے، دور کی کوڑی لا رہے ہو؟''

''بات قریب کی ہی ہوتی ہے۔ پر جب تک سمجھ میں نہیں آتی، دور کی لگتی ہے۔ یہ سیدھی سی عام سی بات ہے کہ معصوم بچے اپنے ماتا پتا کی جان ہوتے ہیں۔ بچوں کو ہلکی سی چوٹ بھی آئے تو ماں باپ کی جان نکل جاتی ہے اور یہ سب ہی جانتے ہیں کہ سونیا اور پھرہاد اپنے بچوں کے لیے جان لڑا دیتے ہیں۔''

بلرام نے پوچھا۔ ''تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ پھرہاد کے کسی بچے کو نقصان پہنچایا جائے؟''

''نقصان نہیں پہنچانا ہے۔ پہلے ہم نے پھرہاد کو اگوا (اغوا) کیا تھا۔ اسے اپنے شکنجے میں رکھا تھا۔ پر اس بار ہم اس کی کسی اولاد کو اگوا کریں گے، وہ بچہ ہمارے رحم و کرم پر رہے گا تو پھرہاد اس کی سلامتی اور رہائی کے لیے اسرار کے پردے سے باہر آنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اپنے کسی بچے کی بلی چڑھانے نہیں دے گا۔ کچھ کہے سنے بنا ہی ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دے گا۔''

''تدبیر اچھی ہے۔ پر ہم کسی کو اگوا نہیں کر سکیں گے۔ سونیا کی بیماری کی وجہ سے سب بچے بابا صاحب کے ادارے

میں ہیں اور وہاں کوئی دشمن تو کیا، سوچ کی لہریں بھی پہنچ نہیں پاتی ہیں۔''

''میں حیدرآباد دکن میں ہوں اور یہاں پھرہاد کی بیٹی عالی کا سسرال ہے۔ میں نے مالوم کیا ہے، عالی کسی وجہ سے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں گئی ہے۔ جرور کھیال کھوانی سے ماں کی تھیریت مالوم کرتی ہوگی۔''

''یعنی عالی یہاں تمہارے قریب ہے۔ تم چاہتے ہو، اسے اگوا کیا جائے؟''

''وہ اپنی ماں کی طرح مکار ہے۔ اس کو تو ہم چھو بھی نہیں سکیں گے۔''

''تو پھر...؟''

''اس کا بیٹا ابھی چند ماہ کا ہے۔ نہ بولتا ہے، نہ سمجھتا ہے۔ اس کو اگوا کیا جائے گا تو نہ وہ ہم کو پہچانے گا اور نہ ہمارے خلاف اپنے نانا پھرہاد سے کوئی شکایت کرے گا۔''

وہ تینوں اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ تدبیر ذہن میں پک رہی تھی۔ اسے اور اچھی طرح پکانے لگے۔ ایک ننھا سا بچہ جو نہ بولتا ہو، نہ سمجھتا ہو، نہ اپنے اور پرائے کو پہچانتا ہو۔ اسے اغوا کرنا آسان تھا۔

وہ دوسرے پہلو سے سوچ رہے تھے کہ اس سلسلے میں رکاوٹیں کہاں سے پیدا ہو سکتی ہیں؟ اور کیسے پیدا ہو سکتی ہیں؟ وہ پھر خیال خوانی کے ذریعے یکجا ہو گئے۔

جے نے کہا۔ ''ہم نے مان لیا ہے کہ گپھا میں جو اجنبی تھا، وہ پھرہاد ہی تھا۔ اسی نے گرو دیو کی ہتھیا کی ہے لیکن ہم کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس سے جیادہ سومی بھنٹا گر مشکلیں پیدا کرتی رہی تھی۔''

بلرام نے کہا۔ ''ہاں۔ اس بلی کو نہیں بھولنا چاہیے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ہمارے دشمن پھرہاد کے پاس کیسے پہنچ گئی ہے؟''

بھنڈاری نے کہا۔ ''میرا کھیال ہے، وہ منتر سے نجات پانے اور بلی کے شریر سے رہائی پانے کے لیے پھرہاد کے پاس گئی ہے۔ ہو سکتا ہے، روحانی ٹیلی پیتھی کے جریعے اس کو رہائی ملنے والی ہو؟''

''اس کو رہائی ملے یا نہ ملے، بچے کو اگوا کرتے سمے وہ رکاوٹ بن سکتی ہے۔''

جے نے کہا۔ ''وہ بلی ہمارا راستہ کاٹے گی تو ہماری ساری محنت پر پانی پھر جائے گا پھرہاد کی کمجوری ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی۔ الٹا ہم اس کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔''

سومی بھنٹا گر نے غار میں انہیں اچھی طرح دوڑایا تھا۔ وہ آئندہ ایک بڑا قدم اٹھانے سے پہلے اسے نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ بلرام نے کہا۔ ''ہم نے دس دنوں تک ایسے منتروں کا جاپ کیا تھا، جن کی جکڑ بندی سے سومی نکل نہیں پائی تھی۔ میں اور جے آج رات سے پھر انہی منتروں کا جاپ کریں گے۔ تم عالی کے بچے پر دھیان دو۔ ہم سومی کو تمہاری طرف نہیں آنے دیں گے۔''

وہ خوب سوچ سمجھ کر ہر پہلو پر نظر رکھتے ہوئے اس منصوبے پر عمل کرنے لگے۔ انہوں نے را ایجنسی کے افسران سے کہا۔ ''پھرہاد کا پتا مل رہا ہے۔ شاید وہ جندہ ہے۔ ہم اس کو جلد ہی ٹریپ کرنے والے ہیں۔ جب تک وہ ہمارے شکنجے میں نہیں آئے گا، تب تک ہم اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے اور تب تک تم لوگوں سے بھی رابطہ نہیں رکھیں گے۔ دس دنوں کے لیے ہم کو بھول جاؤ۔''

ان کی یہ باتیں یورپ اور امریکا کے اکابرین تک بھی پہنچیں کہ وہ جسے مردہ سمجھ رہے ہیں، وہ زندہ ہے اور جے، بلرام، بھنڈاری اگلے دس دنوں میں اسے ساری دنیا کے سامنے پیش کرنے والے ہیں۔

☆☆☆

ایشورارا ایسے جی رہا تھا کہ موت اس کے چاروں طرف تھی اور پورے یقین کے ساتھ تھی۔ وہ اس کی موجودگی کا نمونہ خلائی جہاز میں دیکھ چکا تھا۔ وہ پائلٹ کو اور را ایکو رارا کو ہضم کر چکی تھی اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہی تھی کہ ان کے بعد اب اُس کی باری ہے۔

ہر شخص کو یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ اگلے لمحات میں بھی سانسیں لیتا رہے گا۔ ایشورارا کو یقین نہیں تھا کہ آگے زندگی ہے اور وہ چند سانسیں اور لے سکے گا۔ عین ممکن تھا کہ کسی وجہ سے موت ادھر کا راستہ بھول جاتی مگر ہیبت تو یہ تھی کہ سونیا نہیں بھولے گی۔ وہ موت سے زیادہ کشش رکھتی تھی۔ اسی لیے وہ سیارے سے کھنچا چلا آیا تھا۔

وہ خلائی جہاز کی طرف جانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے عدیس ابابا پہنچ کر سوچا۔ ''کیا میں یہاں چھپ کر رہ سکوں گا؟''

''نہیں...'' دہشت نے سمجھایا کہ جو خلائی جہاز میں پہنچ سکتی ہے۔ وہ اس شہر کی رہائش گاہ میں بھی آ سکتی ہے۔ اسے وہ شہر، وہ ملک چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں پناہ لینی چاہیے۔

پھر وہ چوبیس گھنٹوں کے اندر افریقا سے نکل کر ترکی کے شہر استنبول آ گیا۔ ارضی دنیا میں اس کا ایک ہی دست راست رم تارارہ گیا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے حکم

دیا۔ ''فوراً یہاں آؤ۔ میں استنبول میں ہوں۔''

اس نے پوچھا۔ ''اے ایشورارا! کیا تمہیں یقین ہے کہ یہاں کچھ روز جی سکو گے؟''

اس نے ناگواری سے پوچھا۔ ''یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟''

''اس لیے کر رہا ہوں کہ تم یہاں خالی اور کھوکھلے ہو گئے ہو۔ نہ یہاں سے خلائی جہاز جائے گا' نہ تمہاری ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج اِدھر آسکے گی۔ کیا تنہا ٹیلی پیتھی کے ذریعے دشمنوں سے لڑسکو گے؟ کیا سونیا کے انتقام سے بچ سکو گے؟''

وہ بولا۔ ''میں سونیا اور فرہاد سے رحم کی بھیک مانگوں گا تو نہیں ملے گی۔ میں حوصلہ ہارنے والا نہیں ہوں۔ آخری سانسوں تک اپنی بقا کی اور اقتدار حاصل کرنے کی جنگ لڑتا رہوں گا۔''

''تو پھر لڑتے رہو اور مرتے رہو۔ مجھے تمہارے ساتھ مرنے کا شوق نہیں ہے۔ آئندہ میرے پاس آؤ گے تو سانس روک کر بھگا دیا کروں گا۔''

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر جھنجلانے لگا۔ آخری ٹیلی پیتھی جاننے والے نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اب اس کے پاس کیا رہ گیا تھا؟ صرف اس کا اپنا وجود...

اس کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج نہیں رہی تھی۔ امریکی اکابرین اور جے بلرام بھنڈاری نہ اس سے مرعوب ہونے والے تھے' نہ اتحاد کرنے والے تھے۔ اب اسے تنہا ڈرتے رہنا تھا یا لڑتے لڑتے مر جانا تھا۔

دیکھا جائے تو دشمن بہت تھے لیکن وہ سب اس کی طرف سے بے خبر تھے یا بے پروا تھے۔ اسے مار ڈالنے کے لیے تلاش نہیں کر رہے تھے۔ صرف اور صرف سونیا کا خوف اسے مار رہا تھا۔ وہ استنبول کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں بڑے آرام سے تھا۔ خلائی جہاز سے دور ہونے کے بعد تقریباً تیس گھنٹے گزر چکے تھے اور کہیں سے سونیا کی ایک ذرا سی آہٹ بھی سنائی نہیں دی تھی۔ دل کو ذرا اطمینان حاصل ہو رہا تھا۔

وہ ہوٹل کی بالکونی میں بیٹھا وہسکی پی رہا تھا۔ خود کو تسلیاں دے رہا تھا۔ ''میں سونیا اور فرہاد کی نظروں سے گم ہو چکا ہوں۔ وہ مجھے ڈھونڈ نہیں پا رہے ہیں۔ مجھے اسی ملک' اسی شہر میں رہنا چاہیے۔''

''میاؤں... میاؤں...!'' وہ ایکدم سے چونک گیا۔

بلی کی میاؤں سے کوئی نہیں ڈرتا لیکن وہ آواز خنجر کی دھار جیسی تھی۔ اسے یوں لگا' جیسے سونیا غرا رہی ہو۔

اس نے سر گھما کر دیکھا' بالکونی کی نیم تاریکی میں دیوار پر اس کا سایہ نظر آ رہا تھا۔ ان لمحات میں اس کا دماغ بہک رہا تھا۔ دو پیگ میں اسے چڑھتی نہیں تھی مگر خوف کی آمیزش نے نشے کو تند کر دیا تھا۔ بلی کا سایہ سونیا جیسا دکھائی دے رہا تھا۔

اس نے سر جھٹک کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔

''میاؤں...'' وہ بلی ہی تھی۔ ہاں۔ بلی ہی تھی۔

یکبارگی وہ ''میاؤں میاؤں تیرا کلیجا کھاؤں...'' کہنے کے انداز میں چیختی چنگھاڑتی ہوئی کہیں سے آئی پھر اس کے منہ پر پنجہ مارتی ہوئی گزر گئی۔ وہ مارے دہشت کے چیختا ہوا کرسی سمیت پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ ان لمحات میں پورا یقین تھا کہ سونیا نے حملہ کیا ہے۔

وہ گرنے کے بعد چاروں ہاتھ پاؤں یوں جھٹک رہا تھا' جیسے سونیا کے حملوں کو روک رہا ہو۔ صرف ہاتھوں سے نہیں' پیروں سے بھی لڑ رہا ہو۔ وہ جا چکی تھی مگر اس کے دماغ میں میاؤں میاؤں کی صدائیں گونج رہی تھیں۔

ہوٹل کے ملازم دوڑتے ہوئے آئے۔ اسے فرش پر اٹھا کر بٹھایا۔ تھپک تھپک کر سمجھانے لگے۔ ''مسٹر! ہوش میں آؤ۔ کسی نے تم پر حملہ نہیں کیا ہے۔ تم کس سے لڑ رہے ہو؟''

وہ اپنا چہرہ دکھاتے ہوئے بولا۔ ''دیکھو...! اس نے حملہ کیا ہے اور تم کہتے ہو' نہیں کیا ہے؟ وہ ابھی یہاں تھی۔''

ایک ویٹر نے کہا۔ ''بلی نے پنجہ مارا ہے۔ پتا نہیں' وہ کہاں سے آ گئی تھی؟ اب نہیں آئے گی۔''

وہ فرش سے اٹھ کر کرسی پر آیا۔ دماغ میں سناہٹ سی ہو رہی تھی۔ یہ سوچ کر گھبراہٹ ہو رہی تھی کہ اچانک یہ کیا ہو گیا تھا؟

ہوٹل کا ایک ڈاکٹر آ کر اس کے چہرے کی مرہم پٹی کرنے لگا۔ اس کے دماغ میں یہ سوال گونج رہا تھا کہ کیا سونیا روپ بدل کر آئی تھی؟ جواب کہیں سے ملنے والا نہیں تھا۔ جبکہ وہ چہرے پر جواب لکھ کر گئی تھی۔ وہ سونیا تھی یا بلی تھی۔ کچھ بھی سمجھ لیا جائے۔ حقیقتاً اس کی شامت آ گئی تھی۔

ہوٹل کی طرف سے لیمن جوس پیش کیا گیا۔ منیجر نے کہا۔ ''اسے پی لیں۔ نشہ کم ہو جائے گا۔''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''میں نشے میں نہیں ہوں۔ مجھے سمجھتے کیا ہو؟ پوری ایک بوتل پی کر اپنے پیروں پر کھڑا رہتا ہوں۔''

''کیا ابھی اور پئیں گے؟''

''کیا آپ مجھے پینے سے روکیں گے؟''

''ہم گاہکوں کی مرضی کے خلاف نہ کچھ کہتے ہیں' نہ کرتے ہیں مگر مشورہ دیتے ہیں کہ آپ اپنے کمرے میں جا کر شغل کریں۔ یہاں مزید تماشا بننا مناسب نہیں ہے۔''

اس نے سوچا۔ ''یہی مناسب ہے۔ وہ پھر کہیں سے آ کر حملہ کر سکتی ہے۔ مجھے بند کمرے میں سوچنا اور سمجھنا چاہیے کہ وہ کوئی بلی ہی تھی یا سونیا مجھے ہلاک کرنے سے پہلے کسی پالتو بلی کے ذریعے دہشت زدہ کر رہی ہے؟''

وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ ''ٹھیک ہے۔ میرے کھانے پینے کا سامان کمرے میں پہنچا دو۔''

وہ بالکونی سے نکل کر ایک وسیع و عریض ڈائننگ ہال میں آیا۔ وہاں حسین و جمیل عورتیں امیر کبیر مردوں کے ساتھ ہنس بول رہی تھیں۔ بڑا ہی رنگین ماحول تھا۔ وہ ان کے درمیان سے گزرتا جا رہا تھا۔ اچانک ہی لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا۔

کسی نے ٹانگ پر ٹانگ ماری تھی۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر دائیں بائیں اور پیچھے کی سمت دیکھنے لگا۔ آس پاس کی میزوں پر لوگ کھانے پینے اور ہنسنے بولنے میں مصروف تھے۔ اس نے غصے سے پوچھا۔ ''مجھے کس نے گرایا ہے؟''

اسے اپنے اندر کسی کی آواز سنائی دی۔ ''تقدیر نے گرایا ہے۔''

اس نے چونک کر ایک سمت دیکھا۔ ڈائننگ ہال کے دروازے پر ایک قد آور شخص کھڑا تھا۔ صاف و شفاف سفید لباس میں کوئی راہب ہو سکتا تھا لیکن اس کی گردن میں کوئی صلیب نہیں تھی۔ ہاتھ میں تسبیح تھی۔ وہ کوئی مسلمان ہو سکتا تھا۔

ایشورارا نے حیرانی سے سوچا۔ ''یہ مجھ سے تقریباً دس گز کے فاصلے پر ہے۔ بالکل خاموش ہے مگر میں نے اس کی آواز اپنے اندر سنی ہے۔''

پھر اس نے سر جھٹکتے ہوئے سوچا۔ ''اور میں یہ کیسے سمجھ رہا ہوں کہ میں نے اسی شخص کی آواز سنی ہے؟''

اس نے دور اس اجنبی شخص کو دیکھتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ ''کیا ابھی تم میرے اندر بول رہے تھے؟''

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہاں سے پلٹ کر جانے لگا۔ ایشورارا تیزی سے چلتا ہوا ڈائننگ ہال سے باہر آ کر دیکھنے لگا۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی آواز سنائی دی۔ ''تم نے کسی کو ہلاک کرنا چاہا مگر کیا حاصل ہوا؟ یہ کیوں بھول گئے کہ تمہاری زندگی سے بھی کوئی کھیل سکتا ہے؟''

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ آواز اس کے اندر تھی۔ وہ سانس روک کر اسے بھگانا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی وہ چپ ہو گیا۔ اس کی باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ہوٹل میں بم دھماکے سے ماری جانے والی عورت کے متعلق کہہ رہا ہے۔ اگرچہ وہ سونیا نہیں تھی مگر ایشورارا کا نشانہ تو وہی تھی۔

اس نے ابھی یہ کہا تھا' یہ کیوں بھول گئے کہ تمہاری زندگی سے بھی کوئی کھیل سکتا ہے...؟

وہ تیزی سے چلتا ہوا لفٹ کی طرف آیا۔ وہ اجنبی وہاں کھڑا ہوا تھا۔ ایشورارا نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ''میں سمجھ گیا ہوں' تم ہی میرے اندر بول رہے ہو۔''

وہ لفٹ کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ اس نے آواز دی۔ ''رک جاؤ۔ مجھ سے بات کرو۔ مجھے بتاؤ' تم کون ہو؟''

اس نے دوڑ لگائی۔ وہ اسے پکڑ کر پوچھنا چاہتا تھا کہ میں تمہاری آواز اپنے اندر کیسے سن رہا ہوں؟ جبکہ یوگا میں مہارت رکھتا ہوں۔ بولو...! مجھے بتاؤ... تم کون ہو؟

وہ دوڑتا ہوا آیا مگر لفٹ کے قریب پہنچنے تک دروازہ بند ہو گیا۔ لفٹ اوپر جانے لگی۔ اسے بھی دسویں فلور پر اپنے کمرے میں جانا تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا دوسری لفٹ کے اندر آ گیا۔

لفٹ خالی تھی۔ بٹن دباتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔ وہ اوپر جانے لگی۔ اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا پھر ایکدم سے چیخ پڑا۔ ''میاؤں میاؤں تیرا کلیجا کھاؤں...'' وہ بلائے ناگہانی کی طرح اس پر آئی۔

ہنگامہ رے ہنگامہ...

لفٹ کے اندر جیسے زلزلہ آ گیا۔ دھم دھما۔ کھٹاک پٹاک۔ چیخ و پکار۔ انسان کی چیخ بلی کی چنگھاڑ...

وہ دونوں ہاتھ پاؤں چلاتا ہوا ایک دیوار سے ٹکرایا۔ سومی پنجہ مارتی ہوئی فرش پر آئی۔ ایشورارا نے لات مارنا چاہی مگر وہ ایک طرف ہو گئی پھر اچھل کر اس پر آئی اور پنجہ مارتی ہوئی دوسری دیوار سے ٹکرا کر پھر فرش پر پہنچ گئی۔

وہ چیخ رہا تھا۔ بدحواسی میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اسے قریب آنے سے روک رہا تھا۔ ایسے وقت لفٹ روکی جا سکتی تھی لیکن وہ بٹن تک پہنچ نہیں پا رہا تھا۔

سومی اس سے زیادہ پھرتیلی تھی۔ چھوٹی سی لفٹ کی چار دیواری میں ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔ ایک بار اس کی ٹھوکر میں آئی' اس نے زور کی کک ماری مگر وہ نشانے سے پھسل گئی۔ اس کی ایک ٹانگ اوپر اچھل گئی۔ ایسے وقت وہ غراتی ہوئی اچھل کر اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان لٹک گئی۔

عجب طرح سے لٹکی تھی۔ ایشورارا کے حلق سے ایک فلک شگاف چیخ نکلی۔ وہ اسے پکڑ کر کھینچنا اور اپنے وجود سے الگ کرنا چاہتا تھا مگر حملہ ایسا اذیت ناک تھا کہ ہاتھوں پیروں سے جان نکل رہی تھی۔ وہ جان نہیں چھوڑ رہی تھی' جیسے اس کا

کلیجا نوچ رہی تھی۔

وہ بے دم سا ہو کر فرش پر گر پڑا۔ ایسے ہی وقت لفٹ رک گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ چھلانگیں مارتی ہوئی باہر چلی گئی۔ باہر سے لفٹ کے اندر آنے والے ٹھٹک گئے۔ ان کے سامنے ایک شخص فرش پر چیخیں مار رہا تھا۔ اس کے بدن کا درمیانی حصہ لہولہان ہو رہا تھا۔ فوراً ہی سمجھ میں آنے والی بات نہیں تھی۔ اسے اسپتال پہنچاتے پہنچاتے پتا چلا کہ ایک خونخوار بلی نے اس کی تکا بوٹی کی ہے۔

وہ جان لینے والا حملہ نہیں تھا۔ ابھی اس کے مقدر میں زندگی تھی۔ وہ اسپتال کے بیڈ پر سانسیں لے رہا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ مکمل طور پر تحفظ حاصل نہیں کرے گا تو اسی طرح شامت آتی رہے گی۔ سونیا اسے ایک ہی وقت میں نہیں مارے گی۔ بلکہ قسطوں میں موت دیتی رہے گی۔

اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ وہ کسی بڑی طاقت کی محفوظ پناہ گاہ میں چلا جائے۔ امریکی اکابرین کو اور ان کے یوگا جاننے والے افسران کو یہ لالچ دے کہ وہ ان کا ٹیلی پیتھی جاننے والا تابعدار بن کر رہے گا۔ ان کے خیال خوانی کرنے والے مائیکل اور گائی ڈی البرٹ اس کے دماغ کو لاک کر دیں گے تو سونیا اور فرہاد معلوم نہیں کر سکیں گے کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے؟

بچاؤ کا یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ اس نے یوگا جاننے والے ایک آرمی افسر کے اندر پہنچنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی ٹکر نہ کر سکا۔ یہ سمجھ میں آیا کہ گہرے زخم کے باعث دماغ کمزور ہو گیا ہے۔ جب تک پہلے جیسی دماغی توانائی حاصل نہیں ہو گی، تب تک ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔

اس کے سینے سے ایک آہ نکلی۔ وہ ایسے پچک کر رہ گیا تھا، جیسے غبارے سے ہوا نکل چکی ہو۔ دونوں ٹانگیں پھیلائے بستر پر پڑا تھا۔ کمرے میں تنہا تھا۔ کھڑکی کے باہر دیکھتے ہی چونک گیا۔ باہر اسپتال کے کوریڈور میں وہ سفید پوش اجنبی کھڑا اسے دیکھ رہا تھا اور زیرلب تسبیح خوانی میں مصروف تھا۔

اس نے ہوٹل سے اسپتال تک نمودار ہو کر اس سے کلام نہیں کیا تھا۔ ایشورا رانے اسے اپنے اندر بولتے ہوئے سنا تھا۔ اس کے لب نہیں ہلتے تھے۔ وہ خاموش رہ کر اسے دیکھتا رہتا تھا۔ ایسے وقت دماغ چیخ چیخ کر کہتا تھا کہ وہ فرہاد ہے... وہ فرہاد ہی ہے۔

وہ آپریشن کے بعد اٹھ کر بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ ٹانگیں پھیلائے لیٹا رہتا تھا۔ اس نے تکیے سے سر اٹھا کر پوچھا۔

''اے! تم کون ہو؟''

وہ خاموش نہیں تھا۔ زیرلب تسبیح خوانی کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''مجھے کیوں خوف و ہراس میں مبتلا کر رہے ہو؟ جواب دو۔ کیا تم فرہاد ہو؟''

اسے کہیں سے جواب سنائی دیا۔ ''میاؤں...!''

وہ ایکدم سے لرز کر رہ گیا۔ چیخیں مارتا ہوا ادھر ادھر دیکھنے لگا پھر اس نے کھڑکی کی سمت دیکھا۔ اب وہاں اجنبی نہیں تھا۔ سومی بھٹنا گرد کھائی دے رہی تھی۔ ''میاؤں...!''

اس نے بے اختیار چیختے ہوئے دونوں ٹانگیں سمیٹ لیں۔ سکیڑ لیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپریشن کے بعد جو ٹانکے لگائے گئے تھے، وہ ٹوٹنے لگے۔ ایسا درد، ایسی جلن تھی، جیسے بدن کے اس زخمی حصے کو جہنم کی آگ میں ڈال دیا گیا ہو۔ تکلیف ناقابل برداشت تھی۔ وہ تڑپتے تڑپتے بیہوش ہو گیا۔

موت کیا ہوتی ہے؟

کچھ پتہ نہیں۔ وہ اچانک آتی ہے اور اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ اس کے برعکس زندگی کو عذاب بنا دیا جائے تو وہ موت سے بدتر ہو جاتی ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کب تک موت سے بدتر زندگی گزارتا رہے گا؟

☆☆☆

شیر بیمار ہو جائے، چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے، کسی غار کے اندر پڑا رہے۔ تب بھی جنگل کے تمام جانوروں پر اس کی ہیبت طاری رہتی ہے۔ یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ پتا نہیں، وہ کب دھاڑتا ہوا غار سے نکل آئے گا؟

یہ مثال سونیا پر صادق آتی تھی۔ وہ بیمار تھی مگر دشمنوں کے دماغوں میں خطرے کی گھنٹی کی طرح بجتی ہی رہتی تھی۔ اعلیٰ حضرت کی ہدایت کے مطابق اسے بابا فرید واسطی کے حجرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔

بابا صاحب کی وفات کے بعد وہ حجرہ بند رہا کرتا تھا۔ اسے روزانہ صفائی کے لیے صرف ایک بار کھولا جاتا تھا پھر مقفل کر دیا جاتا تھا۔ وہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ پہلی بار اور شاید آخری بار اسے سونیا کے لیے کھولا گیا تھا۔

چونکہ وہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس لیے کوئی اس کی تیمارداری کے لیے بھی نہیں جا سکتا تھا۔ لہٰذا وہاں داخل ہونے سے پہلے آمنہ، پارس، پورس، الپا، عالی، کبریا، انوشے اور عدنان وغیرہ اس سے ملنے آئے تھے۔ انہوں نے کئی گھنٹے اس کے ساتھ گزارے پھر آنسو بھری آنکھوں سے اسے بابا صاحب کے حجرے میں پہنچا دیا گیا۔

حجرے کا دروازہ پہلے کی طرح مقفل کر دیا گیا۔ اعلیٰ

حضرت نے فرمایا۔ ''اب اسے دواؤں کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ صرف ہلکی پھلکی سی خوراک وہاں پہنچائی جائے گی۔''

حجرے میں ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی۔ اس کا ایک پٹ کھول کر کھانے پینے کے برتن پہنچائے جاتے تھے اور وہیں سے برتن لائے جاتے تھے۔

کسی کو چھوت کی بیماری ہو تو اسے اپنوں سے' بیگانوں سے دور قرنطینہ میں رکھا جاتا ہے۔ سونیا متعدی مرض میں مبتلا نہیں تھی۔ اسے مصلحتاً بابا صاحب کے حجرے میں مقفل رکھا گیا تھا۔ مصلحت کیا تھی؟ یہ بعد میں معلوم ہونے والا تھا۔

وہ بابا صاحب مرحوم کے بستر پر بے سدھ پڑی رہتی تھی۔ جیتے جی دنیا والوں سے دور ہوگئی تھی مگر دنیا کو دھندلائی ہوئی چشم تصور سے دیکھتی رہتی تھی۔

کبھی کبھی اس کے اندر کوئی بولتا تھا... کیا فرہاد بولتا تھا؟ نہیں... فرہاد کو تو وہ گہری نیند میں بھی پہچان لیتی تھی۔ بولنے والے کی آواز اور لہجے میں پدرانہ محبت اور شفقت ہوتی تھی۔ گمان ہوتا تھا کہ بابا فرید واسطی اپنی بیٹی سے بول رہے ہیں۔

وہ آواز کہتی تھی۔ ''کسے یاد کرتی ہو؟ کسے سوچتی ہو؟ اپنے شوہر کو؟ اپنی اولاد کو؟ نہیں... نہ سوچو۔ سب ہی کو چھوڑ کر جانا ہوتا ہے۔''

وہ جیسے غنودگی میں رہتی تھی۔ کچھ سمجھتی تھی' کچھ سمجھ نہیں پاتی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں اپنے رب سے' اپنے شوہر اور اپنے بچوں کے لیے سلامتی چاہتی ہوں۔''

اسے جواب ملا۔ ''بندہ اپنی سلامتی کے لیے جد وجہد کرتا رہتا ہے۔ خدا اسے جہاد کا ثمر دیتا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''ہم ساری زندگی جد وجہد کرتے رہے۔ شیطانی قوتوں کو کچلتے رہے پھر بھی شر پھیلانے والے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔''

جواب ملا۔ ''پیدا ہوتے ہی رہیں گے۔ قیامت تک خیر وشر کے درمیان جنگ جاری رہے گی اور اس جنگ کے دوران عجیب کھیل تماشے ہوتے رہیں گے۔''

''میں سکون سے مرنا چاہتی ہوں۔ مجھے معلوم تو ہو' میرے پیچھے کیا ہو رہا ہے؟''

''بیشک۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔ میں تمہیں سکون پہنچانا چاہتا ہوں۔ اپنے دشمنوں پر توجہ مرکوز کرو۔ تمہیں یکے بعد دیگرے دکھائی دیں گے۔''

وہ چاروں شانے چت لیٹی ہوئی تھی۔ اسے اپنے فرہاد کی فکر تھی۔ جب وہ اس سے جدا ہوئی تھی' تب جے' بلرام اور بھنڈاری اس کے محبوب کو مار ڈالنے کی دھن میں لگے ہوئے تھے۔ اس نے سامنے دیوار کو دیکھتے ہوئے ان دشمنوں کا دھیان کیا تو وہ دکھائی دینے لگے۔

اس نے ہمالیہ کی ترائی میں برف سے ڈھکے ہوئے غار کے اندر تانترک گرو مہاراج کو' اس کے چیلوں کو اور جے بلرام بھنڈاری کو دیکھا۔ وہ ایک عبادت کرنے والے اجنبی کو وہاں سے بھگانا یا مار ڈالنا چاہتے تھے۔ سونیا نے دیکھا کہ ایک بلی اس اجنبی کی معاون تھی۔ ان دشمنوں کو دہشت زدہ کر رہی تھی۔ اجنبی کے سائے میں رہ کر اس پر کالے منتروں کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ بہرحال وہ مہاشکتی مان اور ناقابل شکست کہلانے والا گرو مہاراج اس اجنبی کے ہاتھوں مارا گیا تھا پھر اس نے جے بلرام اور بھنڈاری کو دیکھا۔ وہ تینوں فرہاد کی کمزوری سے کھیلنے کے لیے اس کے نواسے یعنی عالی کے بیٹے شایان کو اغوا کرنے کا منصوبہ بنا چکے تھے۔ یہ معلوم ہوتے ہی سونیا کے اندر ہلچل سی پیدا ہوئی لیکن وہ بیمار تھی۔ بستر سے اٹھنے کے قابل نہیں تھی۔ اس نے پہلی بار بے بسی سے کہا۔ ''یا خدا! میں کیا کروں؟''

اسے شفقت بھری آواز سنائی دی۔ ''کچھ نہ کرو۔ کیا تم نے نہیں دیکھا' تمہاری عالی اپنے شوہر اور بچے کے ساتھ ادارے میں آئی ہوئی ہے؟ کیا تمہارے نواسے کو اغوا کرنے کے لیے کوئی دشمن یہاں قدم رکھ سکتا ہے؟''

وہ اطمینان کا سانس لے کر بولی۔ ''خدا کا شکر ہے۔ میرا نواسہ یہاں محفوظ رہے گا۔''

پھر وہ چونک کر بولی۔ ''مگر عالی جب یہاں سے جائے گی' تب وہ دشمن اپنی کمینگی پر اتر آئیں گے۔''

''ہم محبت کرنے والے سوچتے ہیں کہ ہمارے بعد ہمارے چاہنے والوں کا کیا ہوگا؟ کیا سوچنے اور فکر کرنے سے ہم دنیا میں واپس آکر اپنوں کے کام آسکتے ہیں؟''

اس نے مایوسی سے سر ہلایا۔ ''نہیں...''

''جب تک تم سانسیں لے رہی ہو' تب تک کیا ہو رہا ہے' یہ دیکھو...!''

اس نے پھر سامنے والی دیوار کو دیکھا۔ اس بار اس کا جانی دشمن ایشور ارا دکھائی دیا۔ وہ اپنی دانست میں اسے ایک بم بلاسٹ میں ہلاک کر کے سیارے میں گیا تھا۔ اب واپس آکر بری طرح پھنس گیا تھا۔ نہ سیارے میں جا سکتا تھا' نہ اس ارضی دنیا میں سلامتی سے رہ سکتا تھا۔ اس وقت وہ ایک اسپتال میں تھا۔ دوسری بار آپریشن ہونے کے بعد بے حد کمزور ہو گیا تھا۔ دونوں ٹانگیں پھیلائے بیڈ پر پڑا تھا۔

سونیا نے وہ تمام مناظر دیکھنے کے بعد کہا۔ ''وہ عابد اجنبی کچھ بولتا نہیں ہے۔ بولے گا تو میں پہچان لوں گی۔ میرا دل کہتا ہے' وہ فرہاد ہے۔''

جواباً کچھ نہیں کہا گیا۔ وہ بولی۔ ''میں خدا کا واسطہ دیتی ہوں' آپ فرمائیں! وہ میرا فرہاد ہے ناں؟''

''اور کون ہوسکتا ہے؟ اگرچہ وہ ایک نئے..... بہروپ میں ہے۔ جیتے جی اپنی پہلی شخصیت کو ختم کر چکا ہے۔ اس کے باوجود پہچانا جا رہا ہے۔ وہ اپنے اور پرائے سب ہی کے ذہنوں میں ایسا نقش ہو چکا ہے کہ مٹائے نہیں مٹے گا۔''

''میرا فرہاد جیوے۔ تا قیامت جیوے...''

''وہ ایسا جیئے گا کہ مرنے کے بعد بھی ہر آہٹ پر اس کا گمان ہوتا رہے گا۔ پتے بھی کھڑکیں گے تو دشمنوں کے دل دھڑکیں گے۔''

''میرا فرہاد کسی پالتو جانور سے دلچسپی نہیں لیتا تھا پھر اس بلی کو اپنے ساتھ کیوں رکھتا ہے؟''

''اس کا جواب تمہیں ملے گا۔ پہلے یہ دیکھو کہ وہ دشمنوں سے کس طرح نمٹ رہا ہے۔''

وہ سامنے دیوار کو دیکھنے لگی۔ وہاں یوگا جاننے والے امریکی اکابرین نظر آرہے تھے۔ ایک میز کے اطراف سی آئی اے کے اور اسرائیلی موساد تنظیم کے اعلیٰ افسران بھی موجود تھے۔ اس خفیہ اجلاس میں پاکستان کی ایٹمی قوت زیر بحث تھی۔

موساد کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم انڈین را والوں کے ساتھ مل کر اپنی سی کوششیں کر چکے ہیں۔ ہمیں اب تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ پاکستان کا جوہری اثاثہ کن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے؟ اور وہ لوگ کیسی حکمت عملی سے اس کی حفاظت کر رہے ہیں؟''

یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''جے' بلرام اور بھنڈاری صرف ٹیلی پیتھی نہیں جانتے' کالا جادو بھی جانتے ہیں۔ وہ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے فرہاد علی تیمور کو اپنا غلام بنا چکے تھے۔ اگرچہ وہ ان کی گرفت سے نکل چکا ہے مگر ان تینوں کے خوف سے منظر عام پر نہیں آرہا ہے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''را ایجنسی کے افسران کا دعویٰ ہے کہ وہ ان تینوں کے ذریعے پاکستان کے خفیہ جوہری اثاثوں تک ضرور پہنچیں گے۔ ہماری سی آئی اے کو اور موساد کو ان سے تعاون کرنا چاہیے۔''

''ہم ضرور تعاون کریں گے۔ وہی ایک اسلامی ملک ایٹمی قوت ہے۔ ہم یہ قوت ان سے چھین لینے کے لیے پیش پیش رہیں گے۔''

سی آئی اے کے ایک افسر نے پوچھا۔ ''کیا مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے راستے کی دیوار نہیں بنیں گے؟''

ایک یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''ہم نے بابا صاحب کے ادارے سے وعدہ کیا تھا کہ وہ جے' بلرام اور بھنڈاری سے ہمیں تحفظ دیں گے تو ہم کبھی پاکستان کے خلاف انڈیا کا ساتھ نہیں دیں گے۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''لیکن سیاسی اور جغرافیائی پہلوؤں سے انڈیا ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ اس لیے ہم بابا صاحب کے ادارے سے وعدہ خلافی کر رہے ہیں۔''

ایک نے پوچھا۔ ''اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟''

''یہی کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دشمن بن جائیں گے۔ کوئی بات نہیں۔ ابھی حالات ہمارے لیے سازگار ہیں۔ ہم مسلمانوں سے نمٹ لیں گے۔''

اجلاس کے اختتام پر وہ اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر جانے لگے۔ ایک کار میں سی آئی اے اور موساد تنظیم کے دو افسر اور دو جاسوس جا رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ ''واقعی۔ یہ سنہری موقع ہے۔ سونیا اور فرہاد کی غیر موجودگی میں ہم پاکستان کے جوہری اثاثوں تک پہنچ سکیں گے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''یوگا جاننے والے افسران بابا صاحب کے ادارے سے وعدہ خلافی کر رہے ہیں مگر انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی اس دوغلی پالیسی سے بے خبر ہیں۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی کار ڈرائیو کرنے والے نے اچانک رفتار بڑھا دی۔ سامنے سے ایک آئل ٹینکر آرہا تھا۔ موساد کے اعلیٰ افسر نے گھبرا کر کہا۔ ''یہ کیا کر رہے ہو؟ رفتار کم کرو۔ اپنے ٹریک پر چلو۔''

اس کے بولتے بولتے تیز رفتار کار آئل ٹینکر سے ٹکرا گئی۔ ایک زوردار دھماکا ہوا۔ آگ کے شعلے بلند ہوئے۔ اس کے ساتھ وہ چاروں اپنی اپنی زندگیوں سے بچھڑ گئے۔

دوسری گاڑی میں یوگا جاننے والے دو افسران اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک مسلح باڈی گارڈ پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ ایک کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ دوسرا کہہ رہا تھا۔ ''میں نے مائیکل اور گائی ڈی البرٹ سے کہا ہے کہ وہ ہمارے اندر موجود رہیں۔ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی وقت بھی ہمیں نقصان پہنچانے آسکتے ہیں۔''

پیچھے بیٹھے ہوئے مسلح گارڈ نے اپنی گن سے اس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ ''تم نے خطرے کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اس کے باوجود خطرے کو دعوت دی۔ لو... میں نے

دعوت قبول کی۔''

یہ کہتے ہی اس نے یوگا جاننے والے کو گولی ماردی۔ دوسرے نے فوراً ہی کار روکتے ہوئے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آواز دی۔ ''مائیکل! البرٹ! اسے روکو۔ اس سے گن چھین لو۔''

البرٹ نے کہا۔ ''ہم اس باڈی گارڈ کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں مگر نا کام ہو رہے ہیں۔ آپ فوراً یہاں سے بھاگیں۔ بچاؤ کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔''

وہ دروازہ کھول کر کار سے نکل کر بھاگنے لگا۔ کچھ دور بھاگتے رہنے کے بعد اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ دشمن باڈی گارڈ اس کے تعاقب میں نہیں آرہا تھا۔ فی الحال اس کی جان کو خطرہ نہیں تھا۔ اس نے البرٹ سے کہا۔ ''دیکھو۔ وہ کم بخت کہاں ہے؟''

''وہ اسی کار میں ہے۔ اس نے ہمارے ایک افسر کو گولی ماری ہے۔ پولیس والوں نے اس کی کار کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اب وہ پولیس کسٹڈی میں رہے گا۔ ادھر نہیں آسکے گا۔''

اس افسر نے اپنے لباس سے ایک ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ ''اس دشمن باڈی گارڈ سے بچنے سے کیا ہوتا ہے؟ کیا میں اپنے آپ سے بچ پاؤں گا؟''

البرٹ اور مائیکل نے حیرانی سے پوچھا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کے اندر سما گیا ہے؟''

''ہاں۔ انہوں نے ہمارے دماغوں کو مقفل کیا تھا۔ بے بلرام اور بھنڈاری ہمارے اندر نہیں آسکتے تھے۔ اب وہ مقفل کرنے والے آرہے ہیں۔ ہماری موت کو عبرت ناک بنا رہے ہیں۔ تم دونوں جاؤ۔ باقی افسران کو بتاؤ کہ ہم کس طرح اس دنیا سے گئے ہیں؟''

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کو کنپٹی پر رکھ کر گولی چلا دی۔ فائر کی ایک آواز ہوئی پھر قصہ تمام ہوگیا۔

سونیا بستر پر پڑی سامنے دیوار کو تک رہی تھی۔ وہ تمام مناظر اس کی نگاہوں کے سامنے سے گزر چکے تھے پھر اسے وہی شفقت بھری آواز سنائی دی۔ ''یہ فرہاد کا آخری معرکہ ہے۔ دنیا چھوڑنے سے پہلے وہ موجودہ تمام دشمنوں سے نمٹ لینا چاہتا ہے۔''

''وہ ابھی امریکی اکابرین سے نمٹ رہا ہے۔ وہ ہلی وہاں نظر نہیں آئی۔''

''وہ یہاں ہے۔''

''یہاں...؟'' اس نے حیرانی سے پوچھا۔

''ہاں۔ اس حجرے میں ہے۔''

''میاؤں...'' دھیمی سی آواز سنائی دی۔

اس نے تکیے پر دائیں بائیں سر گھما کر دیکھا پھر کہا۔ ''یہاں ہے پھر مجھے کیوں نظر نہیں آرہی ہے؟ ابھی میں نے پہلی بار اس کی آواز سنی ہے۔''

''تمہارا زیادہ وقت غفلت میں گزرتا ہے۔ تم اپنے حواس میں نہیں رہتی ہو۔ اسے کیا دیکھو گی، جبکہ خود سے غافل رہتی ہو۔''

وہ اچانک ہی کہیں سے اچھل کر بستر پر آگئی۔ سونیا کے پہلو میں آکر بیٹھ گئی۔ اس نے پوچھا۔ ''اس حجرے میں کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہے پھر یہ کیسے آئی ہے؟''

''رازداری سے آئی ہے۔ حجرے کو مقفل رکھنے کی مصلحت یہی ہے کہ کسی کو اس کی موجودگی کا علم نہ ہو۔''

''اسے یہاں آنے کی اجازت کیوں دی گئی ہے؟''

''اسے نئی زندگی ملنے والی ہے۔ یہ اس دنیا کا دستور ہے۔ کوئی قبر کی کوکھ میں جاتا ہے، کوئی ماں کی کوکھ سے نکل آتا ہے۔ میری بچی! تمہیں الوادع کہنا ہے اور اسے خوش آمدید...''

حجرے کی محدود فضا میں خاموشی چھا گئی۔ بڑی سوگوار خاموشی تھی۔ اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ ''سوجا... سوجا شہزوری سوجا... تُو نے بہت طویل جنگ لڑی ہے۔ اب بس کر... آرام کر...''

''کلمۂ شہادت... میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ ایک ہے اور لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ کوئی یہاں دائم رہنے نہیں آتا۔ ہر ذی روح کو اپنے مقررہ اختتام تک پہنچنا ہی پڑتا ہے۔''

اعلیٰ حضرت کے حجرے سے تلاوت کی آواز آرہی تھی۔ یہ سونیا کی رخصتی پر پہلی قرآن خوانی تھی۔ حجرے کی بند چار دیواری میں ایک رخصت ہوگئی۔ دوسری آگئی... کیسے آگئی؟

وہ ابدی نیند سونے والی پر چادر ڈالنے لگی پھر ذرا رک گئی۔ سونیا کی دائیں کلائی پر ایک سیاہ تل تھا۔ اس کی دائیں کلائی پر بھی ویسا ہی تل دکھائی دے رہا تھا۔

سونیا کی گردن کے نیچے ہلکا سا زخم کا نشان تھا۔ اس کی گردن کے نیچے بھی بالکل ویسا ہی نشان تھا۔

''اے! تُو جا چکی ہے یا آچکی ہے؟ کون ہے تُو...؟''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

33 سال تک قارئین کے دلوں پر راج کرنے والی، دنیا کی کسی بھی زبان کی
2010 طویل ترین اور ہوش ربا داستان کا آخری باب 1977

فرہاد علی تیمور

زندگی کیا ہے..... پہلی سانس سے لے کر آخری ہچکی تک مسلسل کوشش..... اِسرار و تحیّر میں لپٹی دو نسلوں تک پڑھی جانے والی یہ داستاں در داستاں بہت کچھ مکمل کرنے کے باوجود شاید بہت سے عنوان ادھورے چھوڑے جا رہی ہے..... دلوں کو تھام کر بیٹھو کہ اب شمال کی جانب..... کُھلنے والی اس کھڑکی کے بند ہونے کا وقت قریب آگیا ہے..... جہاں سے مقناطیسی ہوائیں گزر کر ایک عام سے انسان کو اس قدر خاص بنا گئی تھیں کہ اپنی کشش میں جکڑ کر اتنی طویل مسافت طے کر ڈالی اور احساس تک نہ ہوا..... ٹیلی پیتھی کے اس بے تاج بادشاہ نے کبھی شکست کا سامنا نہیں کیا..... جب چاہا کسی کے بھی دماغ پر دستک دے ڈالی..... کسی کی بھی سوچوں میں خاموشی سے اتر گیا..... اور اب اس کی چھٹی حس اسی کے سفر کے اختتام کی جانب اشارہ کر رہی ہے!

سونیا..... وہ دلوں میں دھڑکنے والی..... وہ بجلیاں گرانے والی اس بار اپنا ہی چراغِ زندگی گُل ہونے سے نہ بچا سکی..... وہ جنم جنم ساتھ نبھانے کے خواب دیکھنے والی خوابوں میں ڈھلتی جا رہی ہے..... یہ زندگی بہت دوڑاتی ہے..... اس کے باوجود زندگی کی کہانی ختم ہونے کے لیے ہی ہوتی ہے۔ بے شمار جانی انجانی گتھیوں کو سلجھانے والی ایک شعلہ بدوش داستان جس کی انفرادیت، برتری اور اکملیت نے ایک دنیا کو حیران کیے رکھا..... صدیوں کی مسافت لمحوں میں طے کرنے والے دیوتا ''فرہاد علی تیمور'' کی طویل داستان اب رختِ سفر باندھتی ہے۔

کیا ہوا تھا؟

قیامت آئی اور گزر گئی..... کچھ اس طرح جیسے شور مچاتی ہوئی ٹرین آئی اور چند لمحوں میں گزر گئی ہو۔

موت سے پہلے بھی بہت شور ہوتا ہے۔ بیماریوں کا شور..... بڑھاپے کا شور..... بم دھماکوں کا شور..... اور پھر..... پیچھے رہ جاتا ہے گہرا سناٹا..... سفید برف جیسا سرد، خاموش اور پُراسرار سناٹا.....

بابا فرید واسطی کے کمرے میں ایسا ہی سناٹا چھا گیا تھا۔ زندگی کی حرارت، سانسوں کی سرسراہٹ اور دھڑکنوں کی آہٹ دم توڑ چکی تھی۔ جب کوئی اپنا پیارا رشتہ دائمی جدائی دیتا ہے تو لگتا ہے زمین پھٹ جائے گی، آسمان ٹوٹ پڑے گا، بجلی گر پڑے گی..... وہاں سونیا، سب کے دلوں کی دھڑکن، سب کی جان ابدی نیند سو چکی تھی لیکن نہ تو زمین پھٹ پڑی تھی، نہ آسمان ٹوٹا تھا، نہ ہی بجلی گری تھی۔ حقیقت میں تو ایسا کچھ نہیں ہوتا مگر دل کے جذبات اور احساسات یہی سمجھاتے ہیں جیسے بھونچال آ گیا ہو۔ بھونچال تو آیا تھا۔ سینے کے اندر دل کی دھڑکنیں تہہ و بالا ہو کر رہ گئی تھیں۔ فرہاد علی تیمور..... اپنی سونیا سے دور تھا۔ آخری وقت میں اس کے پاس نہیں تھا لیکن جیسے اس کے کان کے پاس کسی نے سرگوشی کی تھی۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون.....''

یہ صرف سرگوشی نہیں تھی، ایک خبر تھی۔ اسے ہر لمحہ اس بری خبر کا دھڑکا تو لگا ہی رہتا تھا اور آج بالآخر وہ بری گھڑی آ گئی تھی، اس بری خبر کی ساتھ کہ سونیا اس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئی ہے خواب میں بتائی گئی پیش گوئی پوری ہو چکی تھی کیونکہ پیش گوئی کے مطابق وہ آخری سانس تک سہاگن رہی تھی۔

ہاں۔ وہ سہاگن تھی..... زندگی کی آخری ہچکی تک..... بینائی کے آخری دُھندلکے تک..... کانوں میں اترنے والی آخری آواز تک..... اور دل میں ابھرنے والی آخری خواہش کے پورا ہونے تک وہ سہاگن تھی۔

آمنہ کے ساتھ انوشے عالی، الپا، کبریا، پارس، پورس اور ایمان علی اس مقفل حجرے کے دروازے پر پہنچے ہوئے تھے۔ سب ہی کی آنکھیں نم تھیں۔ اعلیٰ حضرت کی طرف سے ملنے والی خبر کے باوجود کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ سونیا کا آخری دیدار ہونے والا ہے۔ ایسا ہی لگ رہا تھا، جیسے دروازہ کھلے گا اور جب وہ اندر جائیں گے تو اچانک ہی کوئی معجزہ ہو جائے گا مگر اب کوئی معجزہ ہونے والا نہیں تھا۔ جو سب کی جان تھی، وہ جاں سے گزر چکی تھی۔ آمنہ نے آگے بڑھ کر مقفل دروازے کو کھولا۔ ایسے وقت سب ہی ٹھٹک گئے جب دروازہ کھلتے ہی ایک بلی اس کمرے سے باہر آئی تھی۔ عالی نے آنسو پونچھتے ہوئے شدید حیرانی سے کہا۔ ''یہ حجرہ تو لاکڈ تھا پھر یہ بلی.....؟''

وہ آرام سے چلی ہوئی ذرا دور جا کر ایک جگہ بیٹھ گئی۔ آمنہ نے ایک نظر اس پر یوں ڈالی جیسے بلی کی موجودگی کوئی غیر معمولی بات نہ ہو، پھر پلٹ کر اندر چلی گئی۔ سب ہی حیران تھے کہ اس مقفل کمرے میں بلی کہاں سے آ گئی؟

آمنہ کے بعد عالی اور الپا نے حجرے میں قدم رکھا۔ دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ یہ سوچ کر ہاتھ پیروں سے جان نکل رہی تھی کہ چند ہی لمحوں بعد وہ ماں کی بے جان صورت دیکھنے والے ہیں۔ کمرے میں ایک طرف وہ بستر دکھائی دے رہا تھا، جہاں زندگی سے بے نیاز وجود سر سے پاؤں تک ایک چادر میں چھپا ہوا تھا۔

الپا اور عالی آگے بڑھتے بڑھتے ذرا ٹھٹک گئیں۔ سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ سوال یہی تھا کہ اس مرنے والی کے چہرے پر چادر کس نے ڈالی؟ ان کے پیچھے آنے والے پارس، پورس، کبریا اور ایمان علی بھی ٹھٹک گئے تھے۔ اس حجرے میں آخری وقت تک کوئی نہیں آیا تھا۔ چند دنوں پہلے آمنہ اس کی تیمارداری کے لیے وہاں آتی رہی تھی لیکن پھر اعلیٰ حضرت کے منع کرنے کے بعد سے اس نے بھی وہاں کا رُخ نہیں کیا تھا۔ سونیا اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بالکل تنہا رہی تھی اور یہ ممکن نہیں تھا کہ دم توڑنے والی نے خود کو اپنے ہاتھوں سے چادر میں چھپا لیا ہو۔

کبریا دروازے کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے سر گھما کر باہر دیکھا۔ حجرے سے نکل کر جانے والی بلی ذرا دور گردن ڈالے بیٹھی ہوئی تھی۔ بیٹھنے کا انداز ایسا تھا، جیسے بہت صدمہ اٹھا رہی ہو۔ کبریا سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ آمنہ نے آگے بڑھ کر چادر اُلٹ دی تھی۔ عالی کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا تھا۔ وہ دھاڑیں مارتی ہوئی گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے سونیا کے چہرے کو سہلاتے ہوئے اسے پکارنے لگی۔ ''مما! میں عالی..... آپ کی بیٹی آپ سے ملنے آئی ہے۔ پلیز آنکھیں کھولیں۔ میری طرف دیکھیں۔ ایک بار میری جان کہہ کر سینے سے لگا لیں مما..... پلیز مما.....!''

اس سوگوار اور خاموش کمرے میں ایک بیٹی کی آہیں گونج رہی تھیں۔ الپا فرش پر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اسے سنبھالنے لگی، مگر وہاں کسی کا دل سنبھلنے والا نہیں تھا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ سونیا اور فرہاد کے بیٹے بہت ہمت والے تھے۔ باپ کا جگر اور ماں کا حوصلہ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ بہترین پرورش نے انہیں چٹان بنا دیا تھا۔ برے حالات اور دشمنوں کی جان لیوا سازشیں ان کے قدم اکھاڑ نہیں پاتی تھیں مگر ان لمحات میں وہ چٹانیں جیسے ٹوٹ کر رہ گئی تھیں۔

بے شک! مرد نہیں رویا کرتے لیکن جان سے عزیز

پڑتے ہیں پھر اُن کی تو جنت کھو گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں میں انہیں کھلانے والی اُن کے ہاتھ خالی کر کے جا چکی تھی۔ جیسے کوئی کارواں لُٹ جاتا ہے، وہ اسی طرح لٹے لٹائے تہی داماں اس حجرے میں پہنچے ہوئے تھے۔ پارس اور پورس اس کے قدموں میں فرش پر بیٹھ گئے، جیسے شہتیر گر پڑے ہوں۔ کبریا سونیا کے دائیں پہلو میں فرش پر بیٹھ گیا تھا۔ عالی اس ماں کی بیٹی تھی، جس نے کبھی زندگی کے کسی موقعے پر حوصلہ نہیں ہارا تھا۔ وہ اسی ماں کا دل گردہ لے کر پیدا ہوئی تھی، مگر ان لمحات میں ٹوٹ رہی تھی، بکھر رہی تھی۔ الپا کے ساتھ انوشے بھی اسے سنبھال رہی تھی۔

آمنہ بھی صدمے سے ٹوٹ رہی تھی۔ بھیگی ہوئی آنکھوں سے سوکن کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ بے جان چہرہ جیسے یک بہ یک مسکرانے لگا۔ زبانِ بے زبانی سے کہنے لگا۔ ''زندگی کیا ہے؟ پہلی سانس سے آخری ہچکی تک مسلسل کوشش..... ایک دوڑ..... ایک ضد..... سب سے آگے نکل جانے کی، سب کچھ حاصل کر لینے کی، جو نہ ملے اسے چھین لینے کی۔

بہت عرصہ ہوا، تمہارے اور میرے درمیان فرہاد کے معاملے میں ایک جنگ شروع ہوئی تھی۔ تم اُسے مجھ سے اور میں اُسے تم سے چھین لینا چاہتی تھی۔ سوکن چاہے مٹی کی ہو، کوئی عورت اسے برداشت نہیں کرتی۔ ہم جیتی جاگتی سوکنیں تھیں۔ ایک مرد کو صرف اپنا بنا کر رکھنے کے لیے ایک دوسرے کا خون کرنے سے بھی باز آنے والی نہیں تھیں۔ ہمارے بیچ یہ چھینا جھپٹی، یہ رسّا کشی بہت عرصے تک جاری رہی پھر جیسے سب کچھ معمول پر آ گیا۔ تم نے مجھے اور میں نے تمہیں قبول کر لیا۔ کیونکہ ہم فرہاد کو دل سے قبول کر چکی تھیں۔''

سونیا چپ تھی مگر ایسا ہی لگ رہا تھا، جیسے اپنی عادت کے مطابق مسکرا کر بول رہی ہو۔ ''میں اپنی زندگی میں کبھی فرہاد کی زندگی سے الگ نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ میرے اندر اتنا حوصلہ ہی نہیں تھا لیکن آج دیکھو! ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دور ہو گئی ہوں.....''

آمنہ کے حلق سے دبی دبی ہچکیاں اور سسکیاں ابھرنے لگیں۔ وہ مرنے والی بڑی خاموشی سے بول رہی تھی۔ ''اب وہ صرف تمہارا ہے آمنہ! میں اُسے پورے کا پورا تمہیں سونپ کر جا رہی ہوں۔ یہ نہ تو میرا بڑا پن ہے اور نہ ہی کوئی قربانی..... جو ہو رہا ہے، قدرتی طور پر ہو رہا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ میرے آخری وقت میں فرہاد کا ہاتھ میرے ہاتھ میں نہیں تھا مگر دائمی خوشی اور سکون یہ ہے کہ میں آخری دم تک سہاگن رہی۔ خدا تمہیں بھی یہ خوشی دیکھنا نصیب فرمائے.....''

آمنہ منہ پر آنچل رکھ کر ہچکیوں، سسکیوں کو روکتی ہوئی

آنکھوں میں آنسو نہیں تھے لیکن چہرے کی تسلی بتا رہی تھی کہ دل رو رہا ہے اور زار و زار رو رہا ہے۔ اس وقت صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ سونیا جیسی بیٹی کی دائمی جدائی نے ایک باپ کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ وہ شکستہ قدموں سے چلتے ہوئے اس کے بستر کے قریب آئے تو عالی اٹھ کر ان سے لپٹ گئی۔ روتے ہوئے کہنے لگی۔

''مما چلی گئیں۔ میری مما چلی گئیں اعلیٰ حضرت.....!''

وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ایسے تھپکنے لگے جیسے نواسی کے بہانے خود کو تھپک رہے ہوں' دلاسہ دے رہے ہوں پھر انہوں نے کہا۔ ''صبر کرو بیٹی! سونیا کا غم سب ہی کے لیے بھاری ہے۔''

پھر انہوں نے کبریا' پارس اور پورس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اس کے لیے روتے نہ رہو جو چلا گیا۔ اپنے لیے آنسو بہاؤ کہ ابھی ہم اس گناہ آلود دنیا میں مزید گناہ کرنے کے لیے زندہ رہ گئے ہیں۔''

پھر انہوں نے دونوں ہاتھ بلند کر کے سونیا کو دیکھتے ہوئے دعا مانگی۔ ''خدا میری بیٹی کا حساب آسان کرے اور اسے قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے اور اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔''

انہوں نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آمین کہا۔ ان کے ساتھ ہی آمین کی صدائیں بلند ہوئیں۔ عالی نے روتے ہوئے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت! مرنے والے کی آخری خواہش ہر صورت پوری کی جاتی ہے۔ میں قدرت کے بھید سمجھ نہیں سکتی لیکن مجھے یقین ہے' مما کی ایک خواہش پوری ہوگئی ہے۔ وہ زندگی سے منہ موڑنے تک سہاگن رہی ہیں۔ میرے پاپا کہیں زندہ ہیں لیکن مما کی آخری خواہش کا کیا ہوگا؟ یہ یہاں ہیں اور وہ کہیں اور ہیں تو مما کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے کے لیے ان کا کاندھا کیسے نصیب ہوگا؟ خدارا! پاپا کو بلائیں۔ بے شک۔ وہ ہم میں سے کسی سے نہ ملیں لیکن مما کی خواہش کو پورا کر دیں۔''

وہ بولتے بولتے ہچکیوں سے رونے لگی۔ فرہاد کی اولاد پر عجیب وقت آیا تھا۔ ایک طرف ماں داغِ مفارقت دے گئی تھی اور دوسری طرف باپ کا دیدار بھی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ نادان بچے نہیں تھے۔ اچھے برے حالات سے بخوبی نمٹنا جانتے تھے۔

لیکن ہر انسان پر کبھی کبھی ایسا وقت آتا ہے جب عمر کا ایک طویل سفر طے کرنے کے باوجود دل کسی نادان بچے کی طرح تمنا کرتا ہے کہ رونے اور منہ چھپانے کے لیے ماں کی آغوش مل جائے۔ سنگدل حالات سے بچنے کے لیے باپ کا دستِ شفقت نصیب ہو جائے۔ عالی' کبریا' پارس اور پورس کا یہی بچپنا ماں کے غم میں باپ کو پکار رہا تھا۔

کیا باپ اُن کی پکار سننے والا تھا؟

فرہاد نے آج تک اپنی سونیا کی کسی بات کو رد نہیں کیا تھا۔ اس کی ایک پکار پر اندی صوفاؤں سے لڑتا ہوا چلا آتا تھا۔

کیا اب وہ اس کی پکار سننے والا تھا.....؟ اس کی آخری خواہش کا احترام کرنے والا تھا.....؟

وہ ڈولی میں آنے والی' جنازے پر جانے والی تھی۔ سہاگن تھی اسی لیے اپنے سہاگ کا کاندھا مانگ رہی تھی۔

کیا وہ اپنی مجبوریوں کے باوجود ایک بیوی کو اس کا حق دینے والا تھا.....؟ فرہاد کو کبھی حالات کی زنجیریں جکڑ کر نہیں رکھ پائی تھیں..... کیا اس بار وہ جکڑا ہوا تھا.....؟ کہ پابندیوں کو توڑ کر آ سکتا تھا؟

اور پھر..... شاید وہ آ گیا.....

سب ہی نے چونک کر حجرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ ایک سفید پوش شخص اندر داخل ہو رہا تھا۔ اگرچہ سر کے اور ڈاڑھی کے بال اس کے لباس کی طرح سفید تھے مگر وہ چہرے سے عمر رسیدہ نہیں لگ رہا تھا۔ ہاتھوں کی اور چہرے کی جلد پر جھریاں نہیں تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے وقت سے پہلے اس پر بڑھاپے کی سفیدی چھا گئی ہو۔

وہ کون تھا؟ کوئی اسے جانتا نہیں تھا۔ ادارے میں پہلے کبھی اسے دیکھا نہیں گیا تھا پھر وہ اچانک ہی کہاں سے چلا آیا تھا؟ سب سے بڑی بات یہ کہ اس حجرے میں کوئی بھی نامحرم داخل نہیں ہو سکتا تھا اور اس نے اجازت لینا تو دور کی بات ہے داخل ہونے سے پہلے دستک بھی نہیں دی تھی۔

وہ کون تھا؟

یہ سوال پارس' پورس' کبریا' عالی' الپا' ایمان علی سب ہی کے اندر پیدا ہو رہا تھا۔ وہ چہرہ ہر ایک کے لیے اجنبی تھا مگر اس کے لیے وہاں کوئی بھی اجنبی نہیں تھا۔ وہ سب اس کے اپنے تھے لیکن کبھی کبھی حالات اپنوں کے درمیان اجنبی بن کر رہنے پر مجبور کر دیتے ہیں اور فی الحال وہ اجنبی بن کر رہنے والا تھا۔

وہ حجرے میں داخل ہو کر دو قدم چل کر رک گیا تھا' جیسے آگے بڑھنے کی سکت نہ ہو۔ کھڑے ہونے کا انداز ایسا تھا' جیسے اپنے ہی بوجھ کو اپنے کاندھوں پر لادا ہو۔ اور اس بوجھ کو اٹھائے اٹھائے تھک گیا ہو۔ جیسے اب ایک بھی قدم آگے بڑھائے گا تو گر پڑے گا' اپنے ہی بوجھ تلے دب جائے گا۔ چہرہ پُرنور تھا مگر ان لمحات میں بجھا بجھا سا تھا۔ اداسی' مایوسی اور صدمے کے تاثرات ایسے گہرے تھے جیسے اُس کا جہان لُٹ چکا ہو۔ وہ زندہ تھا لیکن زندگی سے بہت دور محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی نگاہیں سونیا کے بے جان چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں اور وہاں موجود افراد کی سوالیہ نظریں اسے ٹٹول رہی تھیں۔ اعلیٰ حضرت سونیا کے بستر کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس سفید پوش کو دیکھا پھر سر جھکا لیا جیسے زبانِ بے زبانی سے اظہارِ افسوس کر

رہے ہوں۔ وہ جیسے پتھر کا ہو گیا تھا۔ صاف لگ رہا تھا' سونیا کی موت اسے شدید صدمہ پہنچا رہی ہے مگر کیوں پہنچا رہی ہے؟

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کے اندر آ کر پوچھا۔ ''یہ کون ہے؟''

اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''معلوم نہیں۔''

''ایک اجنبی شخص مما کے کمرے میں چلا آیا ہے۔ کیا یہ معمولی بات ہے؟''

''یہ اجنبی نہیں ہے۔''

''کیا مطلب؟ ابھی تو تم نے کہا ہے' اسے نہیں جانتے؟''

''ہاں۔ نہیں جانتا پھر بھی اجنبی نہیں لگ رہا ہے۔ ذرا اس کے چہرے کو غور سے دیکھو! چند لمحوں تک یہ اجنبی لگتا رہا تھا مگر اب اس کے چہرے میں ایسی کشش ایسی اپنایت محسوس ہو رہی ہے جیسے یہ کوئی غیر نہ ہو۔ ہمارا اپنا ہو۔ اس سے سگا لہو کا رشتہ ہو۔''

الپا ذرا دیر چپ رہی پھر بولی۔ ''کہتے تو تم ٹھیک ہو۔ مجھے بھی اس کی شخصیت میں اپنا پن محسوس ہو رہا ہے مگر یہ کون ہو سکتا ہے؟''

وہ ایک ایک قدم آگے بڑھنے لگا' جیسے جبراً اپنے وجود کو گھسیٹ رہا ہو' صدمات سے ٹوٹ رہا ہو۔

کبریا بھی الجھا ہوا تھا۔ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا' جاننا چاہتا تھا کہ آخر وہ کون ہے جسے اعلیٰ حضرت حجرے میں آنے سے روک نہیں رہے تھے؟ وہ انتظار میں تھا کہ سفید پوش شخص کچھ بولے تو وہ اس کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچ جائے' اس کے بارے میں معلوم کرے۔

یہ بات عجیب تھی کہ وہ اجنبی اور انجان ہونے کے باوجود سب ہی کو اپنا اپنا سا لگ رہا تھا۔ اس کے لیے ایک عقیدت کا جذبہ پیدا ہو رہا تھا مگر کیوں ہو رہا تھا؟ شاید اس کی شخصیت ہی ایسی تھی لیکن نہیں..... عالی بھیگی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آمد سے پہلے وہ اعلیٰ حضرت سے التجا کر رہی تھی کہ وہ کسی بھی طرح فرہاد کو یہاں بلا لیں۔ سونیا کی آخری خواہش کو پورا کریں۔

اعلیٰ حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ایسے وقت وہ سفید پوش شخص جیسے جواب بن کر چلا آیا تھا۔ وہ ایک ایک قدم چلتا ہوا سونیا کے بستر کے قریب پہنچ کر رک گیا۔

سونیا کے آخری لمحات میں بابا فرید واسطی اس کے پاس آئے تھے۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ باہر کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ خاص طور پر اسے فرہاد کی فکر تھی۔ یہ بھی فکر تھی کہ اس کے بعد دشمن اس کے بچوں کو ستاتے رہیں گے۔ تب بابا فرید و نے اسے دیوار کی اسکرین پر دشمنوں کو نابود ہوتے دکھایا سونیا نے دیکھا تھا کہ ایک سفید پوش شخص خطرناک دشم سے نمٹ رہا ہے۔ سونیا نے کہا تھا کہ وہ عابد اجنبی کچھ بولتا ہے۔ بولے گا تو وہ اسے پہچان لے گی۔ اس کا دل کہہ ر کہ وہ فرہاد ہے۔

تب بابا فرید واسطی نے فرمایا تھا۔ ''وہ فرہاد ہے۔ اگرچہ ایک نئے روپ بہروپ میں ہے۔ جیتے جی پہلی شخصیت کو ختم کر چکا ہے۔ اس کے باوجود جا رہا ہے۔ وہ اپنے اور پرائے سب ہی کے ذہنوں میں نقش ہو چکا ہے کہ مٹائے نہیں مٹے گا..... ایسا جیئے گا کہ مر کے بعد بھی ہر آہٹ پر اس کا گمان ہوتا رہے گا۔ پتے کھڑکیں گے تو دشمنوں کے دل دھڑکیں گے.....''

ان لمحات میں دشمنوں کے نہیں' اپنوں کے دل دھڑ رہے تھے اور دھڑک دھڑک کر کہہ رہے تھے۔ ''اس شخص کوئی گہرا رشتہ ہے۔ سگا رشتہ..... لہو کا رشتہ.....''

بابا فرید واسطی نے درست فرمایا تھا کہ وہ شخصیت بد کے باوجود پہچانا جا رہا ہے اور جیسے وہ واقعی پہچانا جا رہا تھا۔ لہو کی کشش ایسی ہی ہوتی ہے۔

وہ کشش فرہاد کے بچوں کے اندر ایک مسرت سرشاری سی بھر رہی تھی۔ بعض اوقات ایسا ہی ہوتا ہے۔ لگتا بات سمجھ میں آ رہی ہے مگر پھر بھی سمجھنے کو بہت کچھ رہ جاتا ہے پارس' پورس' کبریا' عالی' الپا اور ایمان علی کے ساتھ بھی ایسا ہی رہا تھا۔ وہ کچھ کچھ سمجھ رہے تھے مگر سمجھنے کے باوجود انجان تھے واضح طور پر یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ وہ آنے والا' اپنا اپنا سا لگنے والا اُن کا کون ہے؟

آمنہ بستر کے دوسری طرف فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بڑی حسرت سے اس سفید پوش کو دیکھ رہی تھی پھر سونیا کی طرف دیکھ کر دل ہی دل میں بولی۔ ''تم سچ میں بہت خوش نصیب ہو سونیا لو..... تمہاری آخری خواہش بھی پوری ہو گئی۔ یقیناً اب تمہاری روح کو قرار آ گیا ہوگا۔ کیونکہ فرہاد آ گیا ہے..... تمہیں کاندھا دینے..... آخری آرام گاہ تک پہنچانے.....''

ہاں۔ وہ فرہاد ہی تھا..... فرہاد علی تیمور..... ٹیلی پیتھی کی دنیا کا شہنشاہ..... میرا راوی..... قارئین کا ہیرو..... دشمنوں کا دشمن..... دوستوں کا دوست..... بابا فرید واسطی کے کہنے کے مطابق ایک نئے روپ' ایک نئی شخصیت کے ساتھ وہاں پہنچا ہوا تھا۔

وہ سونیا کے بستر کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ فرش پر بیٹھ چاہتا تھا لیکن بیٹھتے ہوئے توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ لڑکھڑاتا

ایسے بیٹھا جیسے گر پڑا ہو۔ اس کی نگاہیں بدستور سونیا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ جانِ حیات جاں سے گزر چکی تھی۔

فرہاد اپنی زندگی میں بڑے بڑے صدمات اٹھاتا رہا تھا لیکن کبھی حوصلہ نہیں ہارا تھا مگر سونیا کی دائمی جدائی کا صدمہ اٹھایا نہیں جا رہا تھا۔ وہ سنبھلنے کے باوجود ٹوٹ رہا تھا۔ ''یا خدا! میری بجلی کی گرج چمک بجھ گئی ہے۔ اس بار ایسی گری کہ اب کبھی نہیں چمکے گی' کبھی نہیں کڑکے گی' پھر کبھی نہیں گرے گی۔

کانوں سے سن کر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اب آنکھوں سے دیکھ کر بھی دل نہیں مان رہا ہے۔ کیسے مناؤں اس دل کو.....؟ کیسے سمجھاؤں کہ زندگی کو زندگی کا احساس دلانے والی چلی گئی ہے؟ حالات کے تپتے صحرا میں مجھ پر بارش کی طرح برسنے والی اب نہیں رہی ہے۔ کہیں نہیں رہی ہے۔ وہ میری ایک آہٹ پر دوڑی چلی آنے والی' اب چیخ چیخ کر بلاؤں گا تو بھی نہیں آئے گی' کبھی نہیں آئے گی۔

اُف خدایا! یہ کیسی گھڑی ہے؟ لگتا ہے' اندھیر ہو گیا ہے۔ کچھ نہیں رہا..... کچھ بھی تو نہیں رہا یہاں.....''

وہ اندر ہی اندر رو رہا تھا۔ ماتم کر رہا تھا مگر اوپر سے خاموش تھا۔ جی چاہ رہا تھا' اس کے سر پر ہاتھ پھیرے' اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لے مگر میاں بیوی کا رشتہ بہت ہی نازک ہوتا ہے۔ یا تو جیتے جی تین لفظوں میں ٹوٹ جاتا ہے یا سانس کی ڈوری ٹوٹتے ہی ایسی دوریاں پیدا کر دیتا ہے کہ پلک جھپکتے شوہر اپنی بیوی کے لیے اور بیوی اپنے شوہر کے لیے نا محرم ہو جاتی ہے۔

وہ اپنی سونیا کے لیے نا محرم ہو گیا تھا۔ اسے چھو بھی نہیں سکتا تھا۔ اُف.....! یہ کیسے قانون اور کیسے اصول ہیں۔ جس رشتے سے تمام رشتے وجود میں آتے ہیں' وہی اتنا نازک ہوتا ہے۔

ادارے کی فضا میں خاموشی اور اداسی گھلی ہوئی تھی۔ ہر چہرہ سوگوار تھا۔ ایسا لگ رہا تھا' سارے کام رک گئے ہیں۔ کرنے کو کچھ نہیں رہا' سوائے ماتم کے۔

مگر کسی کی سانسیں رکنے سے کچھ بھی رکتا نہیں ہے۔ ادارے کے تمام افراد اگرچہ افسردہ تھے مگر اپنے اپنے فرائض بھی انجام دے رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے حکم کے مطابق سونیا کے انتقال کی خبر ان خاص لوگوں تک پہنچا دی گئی تھی' جو ادارے سے باہر دیگر سرگرمیوں میں مصروف رہتے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے کے کارکن تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کی آمد کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ دنیا کے مختلف اسلامی ممالک کی بڑی بڑی ہستیاں تعزیت کرنے آ رہی تھیں۔

اعلیٰ حضرت نے یہ بھی تاکید کی تھی کہ یہ خبر اخبارات اور مختلف میڈیا زتک بھی پہنچا دی جائے۔ بات کو بس پر لگنے کی دیر تھی پھر تو جیسے پوری دنیا میں ہلچل سی مچ گئی۔ ایک بھونچال سا آ گیا۔ دنیا بھر کے ٹی وی چینل' انٹرنیٹ اور اخبارات کے ذریعے ایک ہی خبر گردش کرنے لگی لیکن چند ذرائع اسے کچھ عجیب سے انداز میں پیش کر رہے تھے۔ کہا جا رہا تھا۔ ''ایک بار پھر خبر ملی ہے کہ سونیا کی ہلاکت ہو چکی ہے۔ یہ خبر ہے یا افواہ' اس کے بارے میں فی الحال یقین سے کچھ کہا نہیں جا سکتا مگر پوری دنیا میں اس خبر نے ایک بار پھر تہلکہ مچا دیا ہے۔''

اصل میں کچھ عرصہ پہلے بھی سونیا کی ہلاکت کی خبر کسی دھماکے کی طرح سنائی دی تھی پھر بعد میں پتا چلا کہ دھماکا تو ہوا تھا مگر وہ دشمنوں کے دلوں میں دھماکے کرنے والی کسی دھماکے کی نذر نہیں ہوئی ہے۔ دنیا میں ابھی اور بجلیاں گرانے کے لیے زندہ ہے۔

اسی لیے کچھ لوگ مخمصے میں تھے مگر یہ بھی کہا جا رہا تھا کہ اس بار یہ خبر بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے جاری کی گئی ہے۔ افواہ نہیں ہو سکتی۔ یقیناً مصدقہ ہو گی پھر بھی عداوتیں رکھنے والے الجھے ہوئے تھے۔ تمام دشمنوں کے درمیان کھلبلی مچی ہوئی تھی۔

امریکی اکابرین بھی یہ خبر سن رہے تھے۔ ایک اعلیٰ عہدیدار یہ سنتے ہی اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں بازو پھیلا کر خوشی کا نعرہ لگاتے ہوئے بولا۔ ''یاہو..... وہ اوٹنی آخر آ گئی نا موت کے پہاڑ کے نیچے..... وہ کیا کہتے ہیں.....؟ ہاں؟ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی..... ہاہاہا.....''

اس نے فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگایا پھر کہا۔ ''آخر آ گئی نا چھری تلے.....؟'' اس نے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے دوسرے اعلیٰ اکابرین کو دیکھا۔ وہ سب خاموش تھے۔ کسی بھی طرح کا ری ایکشن ظاہر نہیں کر رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ''ارے کیا ہوا.....؟ تم لوگوں کو سانپ کیوں سونگھ گیا ہے؟ چیئر اپ دوستو.....! جشن مناؤ.....''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''خاموشی سے اپنی کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ اس بار ہم بندروں کی طرح چھلانگیں نہیں لگانا چاہتے۔''

دوسرے عہدیدار نے ٹی وی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ سب مسلمانوں کے تماشے ہیں۔ وہ پہلے ہمیں خوش فہمی میں مبتلا کر کے نیچا تے ہیں' پھر ہمارے بھدے پاؤں ہمیں دکھاتے ہیں۔''

اس عہدیدار نے کہا۔ ''اس بار ایسا نہیں ہے۔ سونیا چلی گئی۔ مر گئی۔ خاک ہو گئی۔ مردے زندہ نہیں ہوتے۔''

''ہوتے ہیں۔ ہم برسوں سے دیکھتے آ رہے ہیں۔ وہ لوگ جادو جانتے ہیں۔ مُردوں کو زندہ کر دیتے ہیں۔ کئی بار سنا

کہ فرہاد مر گیا مگر وہ نہیں مرتا۔ مرتا بھی ہے تو زندہ ہو کر چلا آتا ہے۔ اب سونیا کے معاملے میں بھی یہی ہو رہا ہے۔ دیکھ لینا..... چند دنوں کے بعد وہ پھر سے زندہ ہو کر بجلیاں گراتے چلی آئے گی۔''

''ویسے بلائیں کبھی نہیں ٹلتیں۔ وہ بھی ہمارے سروں سے ٹلنے والی نہیں ہے۔''

ایک عہدیدار نے کہا۔ ''بس ایک ہی وجہ سے اس بار یقین کرنے کو دل کر رہا ہے کہ یہ خبر بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے جاری کی گئی ہے۔''

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''پھر بھی ہمارا یقین ڈانواں ڈول ہے۔''

ایک نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''یہ تو ہے۔ وہ دونوں میاں بیوی ایسے ہیں کہ انہیں اپنی آنکھوں سے مردہ حالت میں دیکھے بغیر کبھی یقین نہیں آئے گا۔''

''اور آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرنے کے لیے کبھی بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملے گی۔''

''مگر فرہاد کو تو ملے گی۔ وہ تو اپنی بیوی کی آخری رسومات ادا کرنے کے لیے وہاں جائے گا۔ بہت عرصے سے گمشدہ رہ کر پراسرار بنا ہوا ہے۔ ہمارے لیے سوالیہ نشان بنا ہوا ہے۔ اگر سونیا واقعی مر چکی ہے تو اب فرہاد کو اپنے خفیہ مورچے سے باہر نکلنا ہی پڑے گا۔''

دشمن انتظار میں تھے کہ روپوش رہنے والا فرہاد اب منظر عام پر آئے گا۔ یہ سمجھ نہیں سکتے تھے کہ ان کا انتظار..... انتظار بن کر ہی رہ جائے گا' وہ شاہکار کبھی سامنے نہیں آئے گا۔ آئے گا بھی تو پہچانا نہیں جائے گا کیونکہ وہ سامنے تھا' اپنوں کے درمیان تھا لیکن جیسے ہو کر بھی نہیں تھا۔ سونیا کی آخری رسومات ادا کی جا رہی تھیں۔ ادارے کے ماحول میں بدستور سوگواری گھلی ہوئی تھی۔ اسے سفید کفن میں لپیٹ کر لایا گیا تو ایسا لگا' جیسے زندگی کے سارے رنگ اڑ گئے ہیں' تمام رنگینیوں پر سفیدی چھا گئی ہے۔ فرہاد دور سے دیکھ رہا تھا' قریب نہیں جا رہا تھا۔ وہ عمر بھر قریب رہنے والی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دور ہو گئی تھی اور اب چند لمحوں بعد منوں مٹی تلے چھپنے والی تھی۔

یا خدا.....! اس کا یہ آخری سفر جیسے فرہاد کی جان لے رہا تھا۔ آنسوؤں' آہوں اور سسکیوں کے درمیان کلمۂ شہادت کی صدائیں بلند ہوئیں۔ کتنے ہی دل ڈوبنے لگے۔ جب کوئی دنیا میں آتا ہے تو اسے پالنے میں لٹایا جاتا ہے اور جب کوئی دنیا سے جاتا ہے تو میت کا کھٹولا اٹھایا جاتا ہے۔

پارس' پورس اور کبریا میت کو کاندھا دینے آئے تو فرہاد بھی ان کے ساتھ تھا۔ کلمۂ شہادت کی صداؤں میں جنازے کو کاندھوں پر اٹھایا گیا پھر وہ ایک ایک قدم چلتے ہوئے اس کی آخری آرام گاہ کی طرف جانے لگے۔ زندگی میں شاید پہلی بار کسی کمزوری کے بغیر فرہاد کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ وہ نہیں جانتا' اُس نے بابا فرید واسطی کے حجرے سے سونیا کی آخری آرام گاہ تک کا فاصلہ کیسے طے کیا؟ کیسے خود کو گھسیٹ کر آخری آرام گاہ تک لایا؟ ان لمحات کو وہ اپنی آخری سانس تک کبھی بھول نہیں پائے گا۔

ادارے میں ایسے تکلیف دہ لمحات گزارنے اور اپنی جان کو منوں مٹی تلے چھپا دینے کے بعد اب وہاں اُس کا دم گھٹ رہا تھا۔ کسی نے دیکھا' وہ سفید پوش شخص دھیرے دھیرے چلتا ہوا ادارے کے مین گیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ ایسے وقت وہ بلی اس کے ساتھ تھی پھر وہ دونوں عقبی دروازے سے باہر نکل گئے' نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ وہ جیسے زبانِ بے زبانی سے اپنے تمام بچوں کو اور آمنہ کو الوداع کہہ گیا تھا۔

☆☆☆☆

یہ زندگی بہت دوڑاتی ہے۔ تھکا مارتی ہے۔ فرہاد اور سونیا ساری عمر دوڑتے رہے تھے۔ سونیا تھک ہار کر اس بھاگم بھاگ زندگی سے دور نکل گئی تھی' اب وہ تنہا رہ گیا تھا۔ اگرچہ وہ دونوں کبھی تھکنا اور ہارنا نہیں جانتے تھے لیکن قانونِ قدرت کے مطابق بڑھاپا آتا ہے۔ بیماریاں اور کمزوریاں مسلط ہوتی ہیں۔ آخری عمر میں کوئی شہزور رہ کر دنیا سے نہیں جاتا۔ کمزور ہو جاتا ہے۔ تب ہی موت سے ہار جاتا ہے۔

سونیا کے جاتے ہی اس نے خود کو تنہا کر لیا۔ اپنی باقی عمر بابا صاحب کے ادارے میں گزار سکتا تھا مگر اپنی جان کو قبر میں سلا کر ادارے سے نکل آیا تھا۔ آمنہ کو اور اپنے تمام بچوں کو الوداع کہہ چکا تھا۔ کبھی ضرورت کے وقت یا ہنگامی حالات میں خیال خوانی کے ذریعے ان سے کچھ بول سکتا تھا۔ ان کے لیے کچھ کر سکتا تھا۔ ورنہ کہیں روپوش اور خاموش رہ کر اپنی سونیا کے پاس جانا چاہتا تھا۔

جب وہ ادارے سے نکلا تو اس کے ساتھ کوئی اپنا پرایا نہیں تھا۔ صرف وہ چار پیروں والی سوی بھٹنا گرگھی۔ پیچھے پیچھے چلتی ہوئی کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے؟ صرف اعلیٰ حضرت جانتے تھے کہ وہ اُس راستے پر جا رہا ہے' جس کے آخری سرے پر اسے سونیا ملے گی۔

مخالفین کو اس سے کیا لینا تھا کہ وہ صدمات اٹھا رہا ہے۔ سونیا کے بغیر ٹوٹ کر رہ گیا ہے۔ اگر ٹوٹ چکا تھا تو ان کے لیے اچھا ہی تھا۔ آئندہ آسانی سے گرفت میں آنے والا

تھا۔سب یہی سمجھتے کہ اس میں اب پہلے جیسی تیزی طراری نہیں ہوگی۔جنگل کے خون آشام درندے بھی ایسے ہی سنہری موقعے کے منتظر رہتے ہیں کہ شیر بوڑھا ہوجائے' بیماریوں اور صدمات سے ٹوٹ جائے۔ایسے وقت مخالفین کی عید ہوجاتی ہے۔

وہ سب جانتے تھے کہ سونیا کی تجہیز وتدفین کے سلسلے میں وہ ضرور آئے گا۔بابا صاحب کے ادارے میں سب ہی رشتے دار آئے تھے لیکن تمام دشمن صرف اسی کی تاک میں تھے۔ادارے کے باہر دور دور تک مختلف بہروپ میں چھپے ہوئے تھے۔اپنے اوپر والوں کو اپنے اکابرین کو پل پل کی رپورٹ دیتے رہے تھے کہ کون اس ادارے کے اندر جارہا ہے؟ کون باہر آرہا ہے؟

یوگا جاننے والے امریکا کے آرمی افسران اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں مائیکل اور گائی ڈی الیرٹ کے ذریعے معلومات حاصل کررہے تھے۔ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے چھ معمول اور تابعدار ادارے کے آس پاس کرائے دار کی حیثیت سے رہائش پذیر تھے۔ہمیشہ صدر دروازے پر نظر رکھتے تھے۔دوربین کے ذریعے گاڑیوں میں بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھ رہے تھے۔جب کسی پر شبہ ہوتا کہ وہ فرہاد ملی تیمور ہے تو وہ اس کا تعاقب کرتے مگر بعد میں مایوس ہوجاتے تھے۔

جے، بلرام اور بھنڈاری کے معمول اور تابعدار بھی ادارے کے سامنے کچھ فاصلے پر ایک ہوٹل اور جنرل اسٹور میں موجود رہتے تھے۔انہیں بھی مایوسی ہورہی تھی۔ایشورارا اسپتال میں تھا۔چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تھا۔خیال خوانی کرنے کے لیے توانائی بحال ہوگئی تھی۔اس نے دو عدد معمول اور تابعدار بھی بنا لیے تھے۔وہ سوچتا تھا۔''فرہاد نظروں میں آئے گا تو میں کس طرح اسے زیر کرسکوں گا؟ جب میں بھلا چنگا تھا' تب اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔اب اسپتال میں چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوں تو اسے کس طرح شکنجے میں لے کر مجبور اور بے بس بنا سکوں گا؟''

موجودہ حالات میں اس کا ارادہ بدل گیا تھا۔چونکہ بالکل تنہا اور بے یارومددگار تھا۔اس لیے ارضی دنیا پر حکومت کرنے کے خواب نہیں دیکھ رہا تھا۔اب وہ کسی بھی طرح زندہ سلامت اپنے سیارے میں واپس جانا چاہتا تھا اور یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ فرہاد اسے جانے نہیں دے گا۔اسی زمین پر تھوڑی تھوڑی سی موت دیتا رہے گا۔اس وقت بھی وہ عارضی موت کا مزہ چکھ کر اسپتال میں پہنچا ہوا تھا۔یہ سوچ کر الجھ رہا تھا کہ وہ سفید پوش کون ہے جو پہلے ہوٹل میں پھر اسپتال میں نظر آیا تھا؟ ایک بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ فرہاد ہی ہوگا اور حملہ کرنے والی بلی اسی سے تعلق رکھتی ہوگی۔

یہی بات دہشت زدہ کررہی تھی کہ سونیا کی موت کا بدلہ اس سے لیا جارہا ہے۔ورنہ ایک بے زبان بلی اس کی دشمن کیوں ہوگی؟ یقیناً اسے خاص طور پر حملہ کرنے کی ٹریننگ دی گئی ہوگی۔

اس نے سوچا۔''اگر میں فرہاد کے انتقام کے نتیجے میں اسپتال آیا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کی نظروں میں ہوں۔وہ پھر کسی وقت مجھ پر حملہ کرسکتا ہے۔کیا میں یہاں سے فرار ہوکر کسی دوسری جگہ چھپنے کے باوجود اس کی نظروں میں رہوں گا؟''

وہ پریشان ہوکر بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔''کیا مشکل ہے؟ خلائی جہاز میں پائلٹ کو اور میرے ایکورارا کو اسی نے قتل کیا ہے۔مجھے ڈھیل دے رہا ہے مگر حملے بھی کررہا ہے۔اب یہ دھڑکا لگا رہے گا کہ پتا نہیں آئندہ کیا کرنے والا ہے؟''

اس نے خیال خوانی کے ذریعے فرہاد سے رابطہ کرنا چاہا تھا مگر سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئی تھیں۔اس کا دماغ نہیں ملا تھا۔جیسے وہ مرگیا ہو جبکہ وہ زندہ تھا۔

ایسی بے چینی' ایسا اضطراب تھا کہ زندہ سلامت سیارے میں واپس جانے کے لیے سٹپٹا رہا تھا۔کسی پہلو قرار نہیں آرہا تھا۔اگر فرہاد سے رابطہ ہوجاتا یا اس سے سامنا ہوجاتا تو اس کے پیروں میں گر کر' گڑگڑا کر معافی مانگتا اور اس سے کہتا کہ مجھ سے جیسی چاہے شرائط منوالو' جدید ٹیکنالوجی کے اور غیر معمولی مشینوں کے فارمولے مجھ سے لے لو مگر ایک بار مجھے سیارے میں جانے کا راستہ دے دو۔

اس کا خلائی جہاز زیرِزمین محفوظ تھا۔ادھر فرہاد کی طرف سے موت نہ آتی تو وہ آرام سے اپنے گھر چلا جاتا۔آرام تو اس وقت تک تھا' جب تک اس کے پاس فرعونی طاقت اور ذرائع تھے۔ارضی دنیا کو زیر کرنے کے لیے غیر معمولی مشینیں اور لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔اس دنیا میں کچھ عرصے فرعون بن کر جینے کے بعد پتا چل رہا تھا کہ یہاں غیر معمولی قوتیں اور صلاحیتیں رکھنے کے باوجود زوال آتا ہے۔

اس کے اندر سے آہیں اور کراہیں نکل رہی تھیں۔''آہ.....! میں جاؤں گا۔کسی طرح بھی جان بچا کر اپنے گھر جاؤں گا پھر توبہ کروں گا۔دوسرے سیارے والوں سے کہوں گا کہ بڑی قوتیں رکھنے کے باوجود ارضی دنیا میں شہزور بن کر نہ جاؤ۔یہاں سے واپسی کا راستہ نہیں ملتا۔''

اسے راستہ تو نکالنا ہی تھا۔ورنہ موت صاف دکھائی دے

رہی تھی۔اس نے خیال خوانی کی پرواز کی' ان تابعداروں کے اندر پہنچا جو بابا صاحب کے ادارے کے سامنے فرہاد کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے۔ان میں سے ایک تابعدار ہوٹل کی بالکونی میں تھا۔وہاں سے بابا صاحب کے ادارے کا صدر دروازہ صاف نظر آرہا تھا۔

اور یہ نظر آرہا تھا کہ ایک سفید پوش ادھیڑ عمر کا شخص جس کی ڈاڑھی اور سر کے بال بھی سفید ہیں۔وہ تسبیح خوانی کرتا ہوا صدر دروازے سے باہر آیا ہے۔اس کے پیچھے ایک بلی آرہی تھی۔وہ چھلانگ لگا کر کار کی کھڑکی سے گزر کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔

ایشورارا اپنے تابعدار کے خیالات پڑھتے ہی چونک گیا۔اس نے تڑپ کر کہا۔''یہی فرہاد ہے اور وہ بلی میری جان کی دشمن ہے۔فوراً اُن کا تعاقب کرو۔کسی طرح اس کا راستہ روک کر اس سے بات کرو۔میں اس کی آواز اور لہجہ سننا چاہتا ہوں۔''

اس تابعدار نے فون کے ذریعے دوسرے تابعدار سے کہا۔''تم گراؤنڈ فلور پر ہو۔دروازے کے سامنے ایک بلیک ہنڈا اکارڈ دیکھ رہے ہو۔اس میں ایک سفید پوش ایک بلی کے ساتھ کہیں جانے والا ہے،فوراً اس کا تعاقب کرو۔''

ایشورارا دوسرے تابعدار کے اندر آیا۔وہ دوربین کے ذریعے دیکھتے ہوئے بولا۔''اس کے ساتھ بلی نہیں ہے۔حسین دوشیزہ بیٹھی ہوئی ہے۔''

ایشورارا پہلے تابعدار کے ذریعے دیکھ چکا تھا کہ ایک بلی کار میں جا کر بیٹھی تھی۔اب دوسرے تابعدار کی سوچ کہہ رہی تھی'وہ بلی نہیں ایک دوشیزہ ہے۔ان چند لمحوں میں کار کے اندر کچھ سے کچھ ہوگیا تھا۔

کسی بھی معمول اور تابعدار کی سوچ کبھی غلط نہیں کہتی پھر بھی اس نے کہا۔''ابھی چند لمحے پہلے میں نے تمہارے ساتھی کے دماغ میں جا کر دیکھا تھا۔کار کے اندر کھڑکی کے راستے ایک بلی گئی تھی پھر وہاں کوئی حسینہ کیسے پہنچ گئی؟''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ جو دیکھ رہا ہوں' وہی کہہ رہا ہوں۔''

وہ تابعدار بول رہا تھا اور ہوٹل سے نکل کر اپنی کار میں بیٹھ کر فرہاد کے تعاقب میں جارہا تھا۔ایشورارا اسے سمجھا رہا تھا۔''فرہاد کو اوور ٹیک کرو۔اس کا راستہ روکو۔اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا لو۔اس سے التجا کرو کہ وہ مجھ سے ایک بار بات کرے۔ویسے میں تمہارے اندر موجود رہوں گا۔''

جے'بلرام اور بھنڈاری نے اپنے اپنے تابعداروں کے ذریعے اس سفید پوش کو دیکھا جسے ہمالیہ کے ایک برف پوش غار میں دیکھ چکے تھے پھر اس کے ساتھ بلی نظر آئی تو وہ ایکدم سے اچھل پڑے۔انہوں نے کہا۔''یہی پھر ہاد ہوسکتا ہے۔یہی ہمارے گرو مہاراج کا قاتل ہے اور وہ بلی سومی بھٹنا گر ہے۔''

پھر انہوں نے دیکھا کہ کار کے اندر ایک بلی گئی تھی مگر جب وہ اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھی تو اگلی سیٹ پر ایک حسینہ دکھائی دینے لگی۔یہ یقین ہوگیا کہ سومی بھٹنا گر روپ بدل کر فرہاد کے ساتھ جارہی ہے۔تینوں جنم ساتھی اپنے تابعداروں کے اندر رہ کر فرہاد کا تعاقب کرنے لگے۔وہ فیصلہ کر چکے تھے کہ نہ تو اسے روکیں گے' نہ اس سے بات کریں گے۔شوٹنگ رینج میں آتے ہی اسے گولیوں سے چھلنی کردیں گے۔سومی کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

یوگا جاننے والے امریکی افسران کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیکل اور گائی ڈی البرٹ اپنے آلۂ کاروں کے اندر رہ کر اس کار کا پیچھا کررہے تھے۔ان کے ارادے بھی یہی تھے۔وہ سب سونیا کے بعد فرہاد سے بھی نجات حاصل کرنا چاہتے تھے۔تمام مخالفین یہ کہتے تھے کہ سونیا اور فرہاد کے نابود ہوتے ہی ٹیلی پیتھی کی دنیا میں مسلمانوں کی برتری ختم ہوجائے گی۔ابھی فرہاد پر زوال آیا ہے۔وہ بے انتہا صدمات سے گزر رہا ہے۔ایسے ہی وقت اسے ہر طرف سے گھیر کر ہمیشہ کے لیے نابود کیا جاسکتا ہے۔

دیکھا جائے تو وہ بالکل ہی تنہا اور بے یار و مددگار نہیں تھا۔بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ماتحت تھے۔اس کے اپنے لہو کے رشتے روحانی ٹیلی پیتھی بھی جانتے تھے۔وہ سب کے سب چشم زدن میں دشمنوں کی شہ رگ تک پہنچ سکتے تھے لیکن مقدر میں کچھ اور لکھا تھا۔اس کے مطابق اعلیٰ حضرت نے ہدایات کی تھیں کہ فرہاد کو بالکل تنہا چھوڑ دیا جائے۔وہ اپنی زندگی کی آخری جنگ خود لڑے گا۔

اور یہ جنگ لڑنے کے لیے وہ پراسرار بن گیا تھا۔بالکل ہی تبدیل ہوگیا تھا۔سمجھ میں آتا تھا کہ وہ فرہاد ہے مگر یقین نہیں ہوتا تھا کہ وہ فرہاد ہی ہے۔کیونکہ فرہاد کے بال سفید نہیں تھے۔وہ ڈاڑھی نہیں رکھتا تھا۔جبکہ اس پراسرار شخص کے سر کے اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے۔وہ کسی راہب کی طرح سفید جبہ پہنتا تھا۔کبھی بولتا نہیں تھا' کسی نے اس کی آواز نہیں سنی تھی۔

دشمن اس کی آواز اور لہجہ سن کر اس کے اندر پہنچنا چاہتے تھے۔وہ فرہاد کے دماغ میں پہنچ نہیں پارہے تھے۔اس پہلو سے یقین ہوتا تھا کہ اس کا دماغ مردہ ہے۔وہ مر چکا ہے۔

اس نے کئی بار اپنی موت کا ڈراما پلے کیا تھا۔اس لیے

شبہ ہورہا تھا کہ اس بار بھی وہ کسی ناقابل فہم منصوبے کے تحت گم ہورہا ہے۔اس منصوبے کے مطابق اس کا وجود نہیں ہے پھر بھی جھلک رہا ہے۔حقیقتاً اعلیٰ حضرت کی حکمت عملی یہ تھی کہ تمام مخالفین کو کبھی اس کی موت کا یقین نہ ہو.....اور وہ ایسا کیوں چاہتے تھے؟

انہوں نے فرمایا۔''ہم سب کو ایک دن اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے' فرہاد بھی لوٹنے والا ہے۔اس کے بعد تمام مخالفین دشمنی کی انتہا کردیں گے۔ایسا مضبوط بند ٹوٹنے کے بعد سیلاب کی طرح مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بہا کر لے جائیں گے۔انہیں ذلت کی پستیوں میں اور گوشہ گمنامی میں پہنچا دیں گے۔لہٰذا فرہاد کے بعد اس کا خوف ضرور طاری رہنا چاہیے۔''

کہتے ہیں' کسی علاقے کا سردار رحم دل بھی تھا اور ظالم بھی۔اپنی قوم کو سونے کا نوالہ کھلاتا تھا لیکن ذرا ذرا سی غلطی پر کوڑے مارتا تھا۔انسانی فطرت کے مطابق لوگ ذرا بے لگام ہوکر غلط کام بھی کرنا چاہتے تھے مگر پکڑے جاتے تھے' کوڑے کھاتے تھے۔آخر رفتہ رفتہ وہ سدھر گئے۔نہایت امن و امان سے اور شرافت سے رہنے لگے۔ایک بار وہ سردار اپنے بیٹے کو قائم مقام سردار بنا کر حج کرنے گیا تو واپس نہ آسکا۔وہیں اپنے معبودِ حقیقی سے جاملا۔بیٹے نے اس کی موت کو راز میں رکھا۔یہ جانتا تھا کہ اس کی قوم سرپھری ہے۔بے لگام ہوجائے گی۔لہٰذا اس نے واپس آکر اعلان کیا کہ اس کے سردار بابا نامعلوم مدت تک واپس نہیں آئیں گے۔خانہ کعبہ میں عبادت کرتے رہیں گے۔کبھی یہاں کے لوگ قانون توڑیں گے یا بے راہ روی اختیار کریں گے تو وہ فوراً ہی کوڑے مارنے چلے آئیں گے۔

دراصل گمراہوں کے لیے خوف ہی بادشاہ ہے' خوف ہی معبود ہے۔خطا کرنے والے صرف خوفزدہ ہوکر ہی جھکتے ہیں۔زبردست کے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں۔قانون نہیں توڑتے۔کہتے ہیں' ایک نامعلوم مدت تک پوری قوم پر سردار کا خوف طاری رہا کہ وہ زندہ ہے اور کسی وقت بھی واپس آسکتا ہے۔اعلیٰ حضرت بھی یہی چاہتے تھے کہ فرہاد کو تو جانا ہی جانا ہے۔اس کے جانے کے بعد بھی مخالفین پر اس کا خوف طاری رہنا چاہیے۔

یہ حکمتِ عملی برسوں سے رہی ہے۔فرہاد وقتاً فوقتاً اپنی موت کا ڈراما پلے کرتا رہا تھا۔دشمنوں کو اندیشوں میں مبتلا کرتا رہا تھا پھر ان کے بے لگام ہوتے ہی قہر بن کر نازل ہوجاتا تھا۔

آج بھی یہی ہورہا تھا۔اس کا وجود تھا' چہرہ گم ہوگیا تھا۔قوتِ گویائی تھی' مگر اس نے چپ سادھ لی تھی۔مخالفین کشمکش میں تھے کہ وہ ہے بھی اور نہیں بھی.....کسی وقت بھی اچانک دھماکا ہوگا اور وہ اس پہاڑ تلے دب کر رہ جائیں گے۔

اگر فرہاد چاہتا تو ادارے کے ہیلی کاپٹر میں آرام سے کہیں جا کر روپوش ہوجاتا لیکن وہ جان بوجھ کر دشمنوں کو اپنے پیچھے لگانے کے لیے پیدل صدر دروازے سے باہر آیا تھا۔کار بھی باہر کھڑی کی گئی تھی تاکہ دشمن ایک ایسے پراسرار شخص کو دیکھیں' جس کے ساتھ ایک بلی ہوتی ہے۔

پہلے کسی نے اس کے ساتھ بلی نہیں دیکھی تھی۔اس لیے شبہ ہوتا تھا کہ وہ فرہاد ہے بھی یا نہیں؟ جے'بلرام اور بھنڈاری نے پہلی بار غار میں سومی بھٹنا گر کو اس پراسرار شخص کے ساتھ دیکھا تھا' یہ اندازہ کیا تھا کہ وہ فرہاد ہے اور وہ تینوں جنم ساتھی یہ بھی کہتے تھے کہ ان کا اندازہ غلط ہوسکتا ہے۔

اسے اب سے پہلے کسی نے پانچ وقت کی نمازیں پڑھتے اور کلام پاک کی تلاوت کرنے والے عابد و زاہد کے روپ میں نہیں دیکھا تھا۔اسے کسی نے دشمن کی طرح حملہ کرتے نہیں دیکھا تھا۔غار میں گرو مہاراج کا سر تن سے جدا ہوا تھا لیکن جے'بلرام اور بھنڈاری چشم دید گواہ نہیں تھے کہ ایسا اسی پراسرار شخص نے کیا ہے۔

عجیب بات تھی کہ جہاں قتل کی واردات ہوئی' وہاں بلی حملے کرتی رہی۔ہوٹل میں بھی بلی نے ایشورارا پر حملہ کرکے اسے اسپتال پہنچایا تھا۔

یہ ساری باتیں' یہ سارے واقعات ابھر رہے تھے۔یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ فرہاد ہے۔اگر ہے تو گونگا بہرہ کیوں ہے؟ نہ کچھ سنتا ہے' نہ کچھ بولتا ہے' نہ حملے کرکے کسی کو نقصان پہنچا رہا ہے؟ بلی ہی سب کچھ کررہی ہے اور وہ چار پیروں والی کسی پراسرار شخص سے مانوس ہے۔اسی کے ساتھ رہتی ہے۔

بابا صاحب کے ادارے سے نکلنے کے بعد تین گاڑیاں اس کا تعاقب کررہی تھیں۔پیرس جانے والے راستے پر کئی گاڑیوں کی آمد و رفت جاری تھی۔وہ تعاقب کرنے والے ایک دوسرے کو پہچانتے تھے۔ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہوتے ہوئے تیز رفتاری سے آگے بڑھتے جارہے تھے۔اپنی مطلوبہ گاڑی تک پہنچ کر عداوتی کارروائی کرنا چاہتے تھے۔

کئی کلومیٹر تک تعاقب کرتے رہنے کے بعد وہ پریشان ہوگئے۔انہیں وہ مطلوبہ بلیک ہنڈا اکارڈ دور سے دکھائی دیتی تھی۔جب وہ کئی گاڑیوں کو اوور ٹیک کرکے اس کے قریب پہنچنا چاہتے تو وہ بلیک ہنڈا پھر اتنی ہی دور چلی جاتی تھی۔اس سے فاصلہ کم نہیں ہوتا تھا' دور بھی نہیں ہوتا تھا۔وہ نظروں سے اوجھل بھی نہیں ہورہی تھی۔

وہ پیرس پہنچنے سے پہلے اس ہائی وے پر ہی کچھ کر گزرنا چاہتے تھے۔ جے، بلرام اور بھنڈاری کے تینوں آلہ کار ایک ہی گاڑی میں تھے۔ ان میں سے ایک نے جے کی مرضی کے مطابق رفتار حد سے بڑھادی۔ آندھی طوفان کی طرح آگے بڑھنے لگا۔ یوں اس مطلوبہ بلیک ہنڈا سے قریب ہونے لگا۔ بلرام نے اپنے آلہ کار سے کہا۔ ''اپنی گن سنبھالو۔ اس کار کے قریب ہوتے ہی پھائر کھول دو۔ گولیاں اس سفید پوش کو لگنی چاہئیں۔ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی حسینہ کو بھی نہ چھوڑنا۔''

بھنڈاری نے اپنے تابعدار سے کہا۔ ''اگر کسی وجہ سے اس کو گولیاں نہ لگیں تو گاڑی کے پہیوں پر پھائر کرو۔ اسے آگے جانے سے روک دو۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہائی وے پر کاؤنٹر پھائرنگ ہو۔ اگر مجبور ہو جاؤ تو اس کار کو آگے نہ بڑھنے دو پھر تم آسانی سے ان پر گولیاں برسا سکو گے۔''

ان سب کے اندر ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ ان کے گروہ کا قاتل اور سوی نشانے پر آرہے تھے۔ جے کا تابعدار اپنی گن سے فائر نہیں کرسکتا تھا۔ کیونکہ وہ تیز رفتاری سے کار چلا رہا تھا۔ جب دونوں کاریں تیز رفتاری سے ایک دوسرے کے برابر ہوئیں تو پھر وہ ہوا جس کی توقع نہیں تھی۔

بلیک ہنڈا کی اگلی سیٹ پر کوئی حسینہ نہیں تھی۔ بلی چیختی چنگھاڑتی ہوئی چھلانگ لگا کر ان کی کار کی اگلی کھڑکی میں داخل ہوگئی۔ وہ جیسے جھنجلائی ہوئی تھی۔ چیاؤں میاؤں تیرا کلیجا کھاؤں۔

کار چلانے والا بوکھلا گیا۔ اس کے ہاتھوں سے اسٹیئرنگ بہک گیا۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تابعدار نے بلی پر گولی چلائی مگر جب کار بہک گئی تھی پھر نشانہ کیسے نہ بہکتا؟ وہ گولی کار چلانے والے کو جا لگی۔

پھر تو قصہ ہی تمام ہوگیا۔ وہ کار سڑک کے دوسری طرف ڈھلان پر آئی پھر اس کے بعد دور گہری پستی میں لڑھکتی چلی گئی۔ ہنڈا دور جا کر رک گئی تھی۔ بلی دوڑتی ہوئی آکر چھلانگ لگا کر کھڑکی کے ذریعے اندر پہنچ گئی۔ ہنڈا پھر آگے بڑھ کر اپنی رفتار بڑھاتی چلی گئی۔

جے، بلرام اور بھنڈاری اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ ان کے معمول اور تابعداروں کے دماغ مردہ ہو چکے تھے پھر وہ ایک دوسرے سے خیال خوانی کے ذریعے بولنے لگے۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟''

جے نے کہا۔ ''ہم نے تو ٹھوس پلانگ کی تھی۔ پر یہ بھول گئے تھے کہ میرا آلہ کار گاڑی چلا تا رہے گا، گولی نہیں چلا سکے گا۔ اس مکار سومی نے سیدھے اسی پر چھلانگ لگائی تھی۔''

بلرام نے کہا۔ ''افسوس! یہ سنہری موقع ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب پتا نہیں، وہ کب ہماری نجروں میں آئے گا؟''

بھنڈاری نے کہا۔ ''ہم دیکھ رہے ہیں، وہ آدمی چپ رہتا ہے۔ ہم پر حملے نہیں کرتا۔ اس نے غار میں بھی ہم کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔''

''ہاں۔ ہم نے اب تک سومی کو ہی حملے کرتے دیکھا ہے۔ ہمارے گروکو اسی نے روپ بدل کر قتل کیا ہوگا پھر بلی بن گئی ہوگی۔''

''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہی ہم سے انتقام لے رہی ہے۔ اس آدمی کو ہم سے دشمنی نہیں ہے۔''

بلرام نے کہا۔ ''ہاں۔ اگر وہ پھر ہاد ہوتا تو ہم سے دشمنی کرتا۔ وہ تو ہم سے بات بھی نہیں کرتا۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''میں پورے وثواس کے ساتھ بولتا ہوں، وہ پھر ہاد ہی ہے۔ اگر نہیں ہے تو بابا صاحب کے ادارے میں کیوں گیا تھا؟''

''وہ بابا صاحب کے ادارے کا کوئی دین دار بندہ ہوگا۔ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہوگا۔ ہم سے براہِ راست دشمنی نہیں کر رہا ہے۔ شاید وہ روحانی علم بھی جانتا ہے۔ ہمارے جادو کا توڑ کر چکا ہے۔ جب چاہتا ہے، سومی کو بلی سے انسان بنا دیتا ہے۔''

''یعنی وہ کھد حملے نہیں کر رہا ہے، سومی کو آلہ کار بنا کر یہ جتا رہا ہے کہ ہم کچھ نہیں ہیں۔ آئندہ بھی ایک بلی سے مات کھاتے رہیں گے؟''

وہ تینوں اپنے طور پر اندازے کر رہے تھے کہ فرہاد اس دنیا میں نہیں رہا ہے، مر چکا ہے۔ اس کی جگہ کوئی روحانی علوم جاننے والا شخص ایک بلی کو آلہ بنا کر ان سے دشمنی کر رہا ہے۔ وہ طرح طرح سے اندازے قائم کر رہے تھے اور الجھتے جا رہے تھے۔

ان سب کے الجھنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ فرہاد اپنے سابقہ رعب و دبدبے کے ساتھ نہ دیکھا جا رہا تھا، نہ کہیں سے اس کا سراغ مل رہا تھا۔ صرف انتقامی کارروائیوں کے بعد شبہ ہوتا تھا کہ وہ پراسرار شخص فرہاد ہے۔

پھر وہی سوال کہ فرہاد ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ کیا پلاسٹک سرجری کرائی ہے؟ یوں صورت تو بدل جاتی ہے مگر شخصیت نہیں بدلتی۔ جبکہ وہ پراسرار شخص سر سے پاؤں تک بالکل مختلف تھا۔ فرہاد ویسا دین دار نہ کبھی بن پایا تھا، نہ اب بن سکتا تھا۔ اگر وہ ہوتا تو سونیا کی موت کے بعد دشمنوں پر قہر بن کر ٹوٹ پڑتا۔ کوئی دشمن سکون سے رہ نہ پاتا۔

ابھی وہ کسی پر حملے نہیں کر رہا تھا۔ کسی کو چیلنج بھی نہیں کر رہا تھا۔ اس کے باوجود کوئی دشمن سکون سے نہیں تھا۔ اس کی طرف سے فکریں لاحق تھیں۔ شعوری یا غیر شعوری طور پر اسی کا خوف طاری رہتا تھا اور اعلیٰ حضرت یہی چاہتے تھے۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیکل اور گائی ڈی البرٹ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے بلیک ہنڈا کا تعاقب کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک کار کو ڈھلان کی طرف جا کر گہری کھائی میں گرتے دیکھا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس میں جے، بلرام اور بھنڈاری کے آلہ کار تھے۔ ان کی سمجھ میں یہی آیا کہ وہ کار انتہائی تیز رفتاری کے باعث حادثے کا شکار ہوئی ہے۔

وہاں تھوڑی دیر کے لیے ٹریفک جام ہوگیا تھا مگر وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی کار آگے بڑھاتے رہے۔ اس طرح انہیں آگے کھلا راستہ مل گیا۔ اب وہ ہنڈا تنہا دور جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ مائیکل نے اپنے آلہ کار کے ذریعے کار کی رفتار بڑھائی۔ تھوڑی دیر بعد پتا چلا کہ اگلی کار سے فاصلہ اُتنا ہی دور ہے، جتنا پہلے تھا۔

مائیکل نے اور رفتار بڑھائی۔ البرٹ نے کہا۔ ''یہ کیا کر رہے ہو؟ رفتار نہ بڑھاؤ۔''

اس نے کہا۔ ''ہم شروع سے دیکھتے آرہے ہیں، درمیانی فاصلہ کم نہیں ہو رہا ہے۔ رفتار تو بڑھانی ہوگی۔''

''ابھی ہم تیز رفتاری کا انجام دیکھ چکے ہیں۔ یہاں ہمارے پاس یہی دو آلہ کار ہیں۔ یہ حادثے کا شکار ہوں گے تو پھر فرہاد ہماری نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔ ہم اسے پھر کبھی پا نہیں سکیں گے۔''

اس نے رفتار کو معمول کے مطابق کرتے ہوئے کہا۔ ''درست کہتے ہو۔ فاصلہ کم نہیں ہو رہا ہے مگر اس کی کار نظروں میں ہے۔ جب وہ رفتار بڑھائے گا تو ہم بھی بڑھا دیں گے۔''

وہ بڑے صبر سے اس کے پیچھے چلنے لگے۔ تقریباً سات کلو میٹر چلتے رہنے کے بعد پیرس شہر کی حدود میں داخل ہوگئے۔ یہ توقع تھی کہ فرہاد وہاں کسی ایئر پورٹ یا کسی پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کی طرف جائے گا لیکن وہ ان مقامات سے بھی گزرتا جا رہا تھا۔

وہ بڑے بے چین ہو کر بڑی بیزاری سے تعاقب کر رہے تھے۔ شہر میں آکر اسے کہیں تو رکنا تھا لیکن مسلسل ڈرائیونگ بتا رہی تھی کہ وہ پیرس کے آخری سرے تک جانے والا ہے۔ انہوں نے اتنی لمبی ڈرائیونگ کے متعلق سوچا ہی نہیں تھا۔ ایندھن کا کانٹا بتا رہا تھا کہ پیٹرول ختم ہو رہا ہے۔

مائیکل نے پریشان ہو کر کہا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم ٹنکی بھرنے کے لیے رکیں گے تو وہ آگے نکل کر کہیں گم ہو جائے گا۔''

البرٹ نے کہا۔ ''یہی ہونے والا ہے۔ ہماری اتنی لمبی دوڑ رائگاں جا رہی ہے۔''

آگے جا کر کار جھٹکے کھانے لگی۔ مائیکل نے کہا۔ ''فرہاد قسمت کا دھنی ہے۔ آج ہماری گولیوں کا نشانہ ضرور بنتا مگر دیکھو، کس طرح تقدیر نے اس کا ساتھ دیا ہے۔''

''اس کی چالاکی کو سمجھو، ہنڈا کی ٹنکی ہماری کار کی ٹنکی سے بڑی ہے۔ وہ ہمیں لمبی ڈرائیونگ پر مجبور کر رہا ہے۔ نتیجہ اب ہمارے سامنے ہے۔''

کار رک گئی تھی۔ آگے بڑھنے سے انکار کر رہی تھی۔ ایشورارا کا آلہ کار ان سے آگے نکل گیا۔ وہ رکنے والی کار کو بڑی دیر سے دیکھتا آرہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اس میں بھی فرہاد کے دشمن ہیں۔ تب ہی مسلسل تعاقب میں ہیں۔ اب وہ گاڑی درمیان سے ہٹ گئی تھی۔ وہ تنہا بلیک ہنڈا کے پیچھے جا رہا تھا۔

اسے زیادہ دور نہیں جانا پڑا۔ چند کلو میٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد آگے جانے والی کار ایک ویران راستے پر رک گئی۔ ایشورارا نے اپنے تابعدار سے کہا۔ ''رک جاؤ۔ یہ معلوم ہونے دو وہ کیوں رک گیا ہے؟''

تابعدار نے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر کار روک کر پوچھا۔ ''کیا مجھے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر اس کے سامنے جانا ہوگا؟''

''ہاں۔ اس سے التجا کرو گے کہ تمہارا آقا ایشورارا اس سے بات کرنا چاہتا ہے۔ وہ صرف ایک بار مجھ سے بات کرلے۔''

ادھر بلیک ہنڈا کی اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھلا۔ وہ باہر آگیا۔ بالکل نہتا تھا۔ اس کی انگلیوں کے درمیان تسبیح کے دانے پھسل رہے تھے۔ وہ زیرِ لب کچھ پڑھ رہا تھا۔ ایشورارا کا ارادہ ایکدم سے بدل گیا۔ وہ بہت کم فاصلے پر نشانے پر تھا۔ اس سے نجات مل جاتی پھر کوئی اسے سیارے میں جانے سے روک نہیں سکتا تھا۔

اس کا تابعدار دروازہ کھول کر باہر جانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ ''رک جاؤ۔ وہ نہتا ہے۔ تم ریوالور لے کر نکلو۔ میں اس سے صرف دو باتیں کروں گا۔ ایسے وقت وہ ایک ذرا سی بھی حرکت کرے، کوئی چالاکی دکھانا چاہے تو ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولیوں سے چھلنی کر دینا۔ ویسے میں بھی تمہارے اندر محتاط رہوں گا۔''

اس معمول اور تابعدار نے اپنے عامل کے حکم کی تعمیل کی۔ ڈیش بورڈ کے خانے سے ریوالور نکال کر باہر آتے ہی اسے نشانے پر رکھ لیا۔ ایشورارا نے اس کی زبان سے کہا۔ ”خبردار فرہاد! اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔ ورنہ گولی چل جائے گی۔ کیا میری آواز اور لب و لہجے سے پہچان رہے ہو کہ میں ایشورارا ہوں؟“

وہ بڑے اطمینان سے خاموش کھڑا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ”میرے بھائی ایکورارا کو اور پائلٹ کو کس نے ہلاک کیا ہے؟“

وہ چپ تھا۔ اس نے پھر پوچھا۔ ”کیا اس بلی نے انہیں ہلاک کیا تھا؟ کیا وہ مجھے سیارے میں واپس نہیں جانے دے گی؟“

پھر اس نے چونک کر کہا۔ ”ارے ہاں۔ اوہ بلی تمہارے ساتھ کار میں تھی پھر وہ ایک حسین لڑکی بن گئی۔ اس سے کہو وہ کار سے باہر آئے۔“

وہ تو بہت پہلے ہی آ گئی تھی۔ دشمن کے قریب ہی اس کی کار کی چھت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ فرہاد نے چھت کی طرف دیکھا تو اس نے حسبِ عادت دشمن پر چیختے ہوئے چھلانگ لگائی۔ ”چباؤں میاؤں..... تجھے تگنی کا ناچ نچاؤں۔“

وہ اس کی گردن پر پنجہ مارتی ہوئی گزر گئی۔ وہ خلاف توقع چونکا دینے والا حملہ تھا۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر دور چلا گیا۔ بے چارہ تابعدار بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھل پاتا‘ وہ پھر چیختی چنگھاڑتی ہوئی آئی اور اس کی آنکھوں پر پنجے مارتی ہوئی دوسری طرف چلی گئی۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنے لگا۔ اس کی آنکھیں نہیں کھل رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا‘ جیسے اندھا ہو گیا ہو۔

ایشورارا کے ہوش اڑ گئے۔ وہ بلی سے بری طرح دہشت زدہ تھا۔ ان لمحات میں یوں لگ رہا تھا‘ جیسے وہ پھر سے اسے اسپتال پہنچانے آ گئی ہے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے خیال خوانی بھول کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اس نے فرہاد کے سامنے ہاتھ نہ جوڑ کر اس پر گولی چلانے کی بات کی۔ اس کی یہ حماقت اب اور مہنگی پڑے گی۔ وہ بلی اس حماقت کی سزا دینے وہاں آئے گی۔ ابھی وہ پیرس میں ہے۔ کسی بھی وقت اس کی موت بن کر استنبول پہنچ سکتی ہے۔

وہ بری طرح سہما ہوا تھا۔ زیرلب بڑبڑا رہا تھا۔ ”میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ جہاں جاؤں گا‘ کیا وہاں وہ آ نہیں سکے گی؟“

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر پھر بڑبڑایا۔ ”وہ میرے پیچھے آئے گی یا نہیں‘ یہ بعد میں دیکھا جائے۔ ابھی تو مجھے یہاں سے بھاگنا چاہیے..... اور ہاں یہ بھی تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ اب کیا کر رہی ہے؟ کیا میری طرف آ رہی ہے؟“

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اپنے تابعدار کے اندر پہنچا۔ وہ دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھے کار سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ اس کے ذریعے بلی کو اور فرہاد کو دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔

اس نے تابعدار کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹائے۔ اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا۔ ایسے وقت وہ اس کے اندر سے تکلیف کے احساس کو کم کر رہا تھا۔ اس نے بڑی مشکل سے آنکھوں کو کھولا تو دھندلا سایہ دکھائی دیا کہ وہ بلیک ہنڈا اب وہاں نہیں تھی۔ اس کے سامنے قریب ہی زمین پر ریوالور پڑا ہوا تھا۔

یہ خوف اور بڑھ گیا کہ بلی اُدھر نہیں ہے تو پھر ضرور اِدھر آ رہی ہے۔ وہ فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہاں سے نکل جانے کے لیے سفری بیگ میں سامان سمیٹنے لگا۔ وہ بے چارہ آلہ کار اس ویرانے میں آنکھوں کی تکلیف سے اندھا ہو سکتا تھا۔ برائے انسانیت اس کے کام آنا چاہیے تھا لیکن وہ خود غرض تھا۔ اب وہ اس کے کام آنے والا نہیں تھا۔ لہٰذا اسے ویرانے میں پھینک کر جا رہا تھا۔

پہلے یہ بات اس کے دماغ میں آئی تھی کہ فرہاد کو کسی بھی طرح مجبور اور بے بس بنائے بغیر نہ اپنی کوئی بات منوا سکے گا‘ نہ ہی سیارے میں واپس جا سکے گا۔ ایسے وقت ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ سونیا اور فرہاد کی کسی بہت بڑی کمزوری سے کھیلنا چاہیے۔

اچھی طرح سوچنے کے بعد ان کی بیٹی عالی یاد آئی تھی۔ اس نے کچھ عرصہ پہلے عالی کے نوزائیدہ بیٹے کو ہلاک کرنا چاہا تھا۔ سونیا نے بڑی ذہانت سے اس کے منصوبے کو ناکام بنا دیا تھا۔ اب وہی کوشش دوبارہ کی جا سکتی تھی۔ عالی کے ننھے سے بیٹے کو کسی قدر آسانی سے اغوا کیا جا سکتا تھا۔

آسانی یوں تھی کہ ایشورارا اپنے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے حیدرآباد دکن میں رہ چکا تھا۔ عالی کے سسرالی رشتے داروں کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ لہٰذا اب ان کے ذریعے یہ معلوم کر سکتا تھا کہ عالی کہاں ہے؟ اور اس کے بچے کو کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ عالی کی ساس کے اندر پہنچ کر معلومات حاصل کیں۔ یہ معلوم ہوا کہ عالی اپنے شوہر ایمان علی اور اپنے ننھے بیٹے شایان علی کے

ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ اس کی مما سونیا کا سوئم ہو چکا ہے۔ وہ شوہر اور بیٹے کے ساتھ حیدرآباد دکن واپس آ رہی ہے پھر ماں کا چالیسواں ہو گا تو دوبارہ ادارے میں چلی جائے گی۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ دوسری صبح انڈین ایئر لائن سے روانہ ہو گی اور چھ گھنٹے بعد حیدرآباد پہنچے گی۔ یعنی صبح پانچ یا چھ بجے ادارے کے صدر دروازے سے اپنے بچے کے ساتھ باہر آئے گی۔ گویا پیرس کے ایئرپورٹ تک اس بچے کو چھین لینے کی کوشش کی جا سکتی تھی۔

اس نے انڈین ایئر لائن کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ جہاز استنبول میں ایک گھنٹے کے لیے رکے گا پھر ممبئی میں بھی ایک گھنٹے کی بریک جرنی ہے۔ اس کے بعد وہ حیدرآباد پہنچے گی۔ ایشورارا کے لیے یہ اچھا موقع تھا۔ وہ استنبول سے اسی فلائٹ میں اس بچے کے ساتھ سفر کر سکتا تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے متعلقہ شعبوں کے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں جگہ بنائی پھر ایک گھنٹے کے اندر انڈیا جانے کے لیے پاسپورٹ اور ویزا حاصل کر لیا۔ اس مطلوبہ فلائٹ میں سیٹ نہیں تھی۔ اس نے متعلقہ کارندوں کو ٹریپ کیا۔ ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر سیٹ ریزرویشن کے ریکارڈ میں تبدیلیاں کیں اور اپنے نام سے ایک سیٹ او کے کرالی۔

اگرچہ وہ کسی حد تک معذور تھا۔ اچھی طرح چلنے کے قابل نہیں تھا۔ اس کا کوئی ساتھی‘ کوئی ماتحت‘ کوئی مددگار بھی نہیں تھا۔ تاہم ایک ٹیلی پیتھی کا علم تھا۔ جس کے سہارے وہ فرہاد سے ٹکرانے اور سیارے میں واپس جانے کا راستہ ہموار کر سکتا تھا۔

☆☆☆

وہ بلیک ہنڈا ایئرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں کھڑی ہوئی تھی۔ اب کوئی تعاقب کرنے والا اور اس کار میں آ کر جھانکنے والا نہیں تھا۔ تمام پیچھا کرنے والے پیچھے رہ گئے تھے۔ عارضی طور پر ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔

اس کے ساتھ اب بلی نہیں تھی۔ سومی بھٹنا گر تھی۔ بابا صاحب کے ادارے سے ان دونوں کے پاسپورٹ اور دیگر دوسرے ضروری کاغذات پہنچا دیے گئے تھے۔ ان کاغذات کی رُو سے وہ لاہور جا رہے تھے۔ لاہور سے شاہدرہ کے اسی مکان میں پہنچنے والے تھے‘ جہاں اسے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل اور پھر عروج حاصل ہوا تھا۔ اور اب اسی جگہ وہ زوال کے وقت پہنچ رہا تھا۔

وہ جہاز میں آ کر ایک دوسرے کے شانہ بشانہ بیٹھ گئے۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ رہتے تھے مگر ان کے درمیان فاصلہ رہتا تھا۔ ان میں شناسائی تھی مگر کسی حد تک اجنبیت بھی تھی۔ وہ بولتا نہیں تھا‘ چپ رہتا تھا۔ سونیا حواس پر چھائی رہتی تھی مگر ایک عجیب سی بات تھی کہ سومی کی موجودگی کہتی تھی۔ ”کون کہتا ہے‘ تم سے بچھڑ گئی ہوں؟ میں تو تمہارے ساتھ ہوں۔“

وہ ایسے وقت چور نظروں سے سومی کی دائیں کلائی پر سیاہ تل کو دیکھتا تھا۔ سونیا کی دائیں کلائی پر بھی ویسا ہی تل تھا۔ کبھی سومی کی پشت اس کی طرف ہوتی تو اس کی گردن پر بالکل ویسا ہی زخم کا نشان دکھائی دیتا تھا‘ جیسا سونیا کی گردن پر تھا۔

سومی کے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں بھی سونیا جیسی ہی تھیں۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا‘ چلنا پھرنا بھی بالکل سونیا کی طرح تھا۔ صرف صورت مختلف تھی۔ وہ اس کی اپنی نہ ہوتے ہوئے بھی اپنی لگتی تھی۔ دل کہتا تھا‘ وہ آ گئی ہے۔ ایک بہلاوہ بن کر ہی سہی‘ مگر آ گئی ہے۔

اس نے سومی کی آواز نہیں سنی تھی۔ وہ چپ رہتا تھا‘ اس لیے وہ بھی نہیں بولتی تھی۔ کوئی ضروری بات ہوتی تو خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آ کر بولتا تھا۔ وہ اپنی سوچ کے ذریعے جواب دیتی تھی۔ وہ اعلیٰ حضرت کی احسان مندی۔ ان کے روحانی عمل کے ذریعے اسے انسانی زندگی مل رہی تھی۔ کبھی کبھی دشمنوں کو دہشت زدہ کرنے کے لیے وہ بلی کا روپ اختیار کر لیتی تھی۔ ویسے بھی فرہاد اس کا آئیڈیل تھا۔ خوش نصیبی سے اس کی قربت حاصل ہو رہی تھی۔ ساتھ ساتھ رہ کر اس کے کام آنے کے مواقع بھی نصیب ہو رہے تھے۔

جہاز فضا میں بلند ہو چکا تھا۔ اپنی مخصوص رفتار سے پرواز کر رہا تھا۔ اس کے خیالات بھی سونیا کی سمت پرواز کر رہے تھے۔ وہ اس کے سوا کچھ سوچتا نہیں تھا لیکن پاس بیٹھی ہوئی اسے اپنے وجود کا احساس دلاتی تھی۔ اس کی خاموشی کہتی تھی۔ ”میں تمہارے پاس ہوں۔ مجھے نہ سوچو۔ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی مگر پہلے اپنی ذمہ داریاں پوری کرو۔ تمام دشمنوں کا خاتمہ کرو پھر میری طرف آؤ۔“

وہ ایک گہری سانس لے کر مخالفین کی طرف توجہ دینے لگا۔ کچھ عرصہ پہلے یوگا جاننے والے امریکی افسران نے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا تھا۔ اعلیٰ حضرت سے کہا تھا۔ ”ہم تمام افسران اور ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیکل اور گائی ڈی البرٹ یوگا کے ماہر ہیں۔ کوئی ہمارے دماغوں میں پہنچ نہیں سکتا تھا لیکن جے‘ بلرام اور بھنڈاری کالے جادو کے ذریعے ہمارے اندر چلے آتے ہیں۔ فار گاڈ سیک۔ آپ اپنی روحانی صلاحیت کے ذریعے ہمیں ان سے

نجات دلائیں۔‘‘

اعلیٰ حضرت نے پہلے انکار کیا تھا پھر کہا تھا۔’’تم لوگ پیار‘ محبت‘ دوستی اور اتحاد کے قابل نہیں ہو۔ ماضی میں فرہاد نے تم سے اتحاد قائم کیا۔ وہ تمہارے برے وقت میں کام آتا رہا۔ تم اس کے گن گاتے رہے پھر تم نے کام نکلتے ہی ہمیشہ کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔ یہودیوں کو اور ہمارے دوسرے مخالفین کو اپنا باپ بنالیا۔ ان سے اتحاد کیا اور اپنی ازلی فطرت کے مطابق ہمارے خلاف محاذ آرائی شروع کردی۔‘‘

انہوں نے کہا۔’’ہم شرمندہ ہیں۔ قسم کھاتے ہیں‘ تحریری معاہدہ کریں گے کہ مسلمانوں کو کبھی دشمن نہیں سمجھیں گے۔ کبھی فرہاد کے اور آپ کے ادارے کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ آپ ایک بار اور آخری بار ہم پر بھروسا کریں۔‘‘

انہوں نے کہا۔’’دنیا کی آخری آسمانی کتاب قرآن مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ یہود و نصارا کبھی مسلمانوں سے دوستی اور وفا نہیں کریں گے۔ اس کے باوجود ہمیں انسانی ہمدردی کے حوالے سے دشمنوں کی مشکلوں میں کام آنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ لہٰذا ہم آخری بار تمہارے کام آئیں گے۔‘‘

’’ہم آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔ بس ہمیں نجات دلائیں۔ ایسا لگتا ہے‘ وہ تینوں جنم ساتھی اس وقت بھی ہمارے اندر موجود ہیں۔‘‘

انہوں نے فرمایا۔’’جاؤ عبادت کرو۔ اپنے گاڈ سے ڈور۔ وہ وعدہ خلافی کی سزائیں دیتا ہے۔ سزائیں پانے والے راستے پر نہ چلو۔ تھوڑی دیر بعد تم سب کے دماغ مقفل ہوجائیں گے۔ کالا جادو بے اثر ہوجائے گا۔‘‘

پھر یہی ہوا تھا۔ ان تمام یوگا جاننے والے افسران کو اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جے‘ بلرام اور بھنڈاری سے نجات مل گئی تھی۔ وہ دشمن کوشش کرتے تھے مگر ان کے اندر پہنچنے میں ناکام ہوتے تھے۔

وہ یوگا جاننے والے خوش ہوگئے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کا شکریہ ادا کیا پھر مطمئن ہوگئے کہ وہ کالا جادو جاننے والے کبھی ان کے اندر نہیں آسکیں گے۔ یہ بات دل میں سمانے لگی کہ کالا جادو کمزور تھا۔ عارضی تھا‘ اپنے وقت پر ختم ہوگیا۔ اس میں روحانیت کا عمل دخل نہیں ہے پھر ان کے سیاسی معاملات نے انہیں مجبور کیا۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ پاکستان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے لیکن انڈیا سے تعلقات مستحکم کرنے کے لیے وہ وعدے سے پھر گئے۔ اپنی سی آئی اے‘ انڈیا کی را ایجنسی اور اسرائیل کی موساد تنظیم کے اتحاد سے ایک ٹیم بنائی جو پاکستان کے جوہری اثاثوں تک پہنچنے کی ٹھوس پلاننگ کررہی تھی۔

ایسے ہی وقت انہیں یہ خوشخبری ملی کہ سونیا اب اس دنیا میں نہیں رہی ہے۔ فرہاد بھی گم ہے۔ کہیں سے اس کے وجود کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ اب وہ ایک پراسرار شخص پر شبہ کررہے تھے۔ اندازے سے کہہ رہے تھے کہ فرہاد نے پھر ایک بار موت کا ڈراما پلے کیا تھا اور اب ایک اور مختلف روپ میں واپس آرہا ہے۔

ایسے ہی اندازے کے مطابق ان سب نے بابا صاحب کے ادارے سے فرہاد کا تعاقب کیا تھا اور سب ہی اسے اوور ٹیک کرنے اور نقصان پہنچانے میں ناکام رہے تھے۔ ان کی طرف سے کئی بار جارحانہ کارروائیاں ہوچکی تھیں۔ فرہاد نے جارحیت نہیں کی۔ چپ چاپ مدافعت کرتا رہا تھا۔

اب وہ رویہ بدل رہا تھا۔ شرپسندوں کو اور مخالفین کو جلد سے جلد ان کے برے انجام تک پہنچانا چاہتا تھا۔ ان سب کا قصہ تمام کرنے کے بعد ہی اپنی سونیا کے پاس جاسکتا تھا۔

اس نے سر اٹھا کر جہاز کے ماحول کو دیکھا۔ مسافر بڑے آرام اور سکون سے بیٹھے ہوئے تھے۔ دو ائیر ہوسٹس درمیانی راہداری سے شراب اور دیگر مشروبات کی ٹرالی کے ساتھ گزر رہی تھیں۔ انہوں نے فرہاد کے قریب سے گزرتے ہوئے پوچھا۔’’آپ کیا لینا پسند کریں گے؟‘‘

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ سومی ایک سافٹ ڈرنک لے کر پینے لگی۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیکل کے اندر پہنچ گیا۔ اعلیٰ حضرت نے کہا تھا کہ وہ یوگا جاننے والوں کے اندر بھی پہنچے گا تو کوئی اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکے گا۔

وہ مائیکل محسوس نہیں کررہا تھا۔ اس کے اندر جاتے ہی انکشاف ہوا کہ وہ بھی اسی جہاز میں سفر کررہا ہے۔ اس کی سوچ بتانے لگی کہ اس کے ساتھ موساد کا ایک بہت ہی چالاک اور مکار یہودی جاسوس ہے۔ وہ ایک امریکن عیسائی کے روپ میں اسلام آباد جارہا ہے۔ وہاں را ایجنسی کے جاسوس اُن کے منتظر تھے۔ وہ سب پاکستان کے جوہری اثاثے تک پہنچنے کے لیے اسلام آباد میں جمع ہورہے تھے۔

اگرچہ امریکی سی آئی اے، موساد اور را ایجنسی کے جاسوس متحد ہوکر اپنے منصوبے پر عمل کرنے والے تھے۔ تاہم مائیکل نے ان پر یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہ امریکی سفارت خانے کا ایک عہدیدار بن کر پاکستان جارہا تھا۔ اس کا خیال تھا‘ جے بلرام اور بھنڈاری

میں سے کوئی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا را کے جاسوسوں کے ساتھ ضرور اسلام آباد میں ہوگا۔ وہ نظروں میں آئے گا تو اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

فرہاد نے اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا کہ موساد کے اس مکار جاسوس کا نام نارمن ڈیسوزا ہے۔ اس وقت ایک ائیر ہوسٹس اسے شراب کا جام پیش کررہی تھی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔

مائیکل نے فرہاد کی مرضی کے مطابق پوچھا۔’’اسلام آباد میں تمہارے کتنے جاسوس ہیں اور وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں؟‘‘

نارمن نے کہا۔’’ہمارے درمیان یہ طے پایا ہے کہ ہم صرف اپنے پروجیکٹ کے معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون کریں گے لیکن اپنی ذاتی اہم باتیں کسی کو نہیں بتائیں گے۔‘‘

مائیکل نے کہا۔’’ٹھیک ہے۔ میں ایسی کوئی بات نہیں پوچھوں گا۔ یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ مسلمان یہودیوں سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ پاکستانی مسلمان اپنے ملک میں ان کا وجود برداشت نہیں کرتے۔ اس لیے وہ برٹش اور امریکن عیسائی کے بھیس میں رہ کر جاسوسی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔‘‘

پیرس ائیر پورٹ میں جب نارمن ڈیسوزا فون کے ذریعے اپنے ایک جاسوس ساتھی سے بات کررہا تھا‘ تب مائیکل ان کی باتیں سنتے ہوئے اس جاسوس کے اندر پہنچ گیا تھا‘ جو اسلام آباد کے ایک پوش علاقے میں رہتا تھا۔ وہاں ایک اور بنگلے میں دو جاسوس مرد اور تین عورتیں ایک فیملی کی طرح رہتے تھے۔ پاکستانی عوام اور انٹیلی جنس والے ان پر شبہ نہیں کرسکتے تھے۔

فرہاد نے مائیکل کو اس بات پر مائل کیا کہ وہ اسلام آباد میں رہنے والے جاسوس کے دماغ میں جاکر اس کے خیالات پڑھے۔ مائیکل کی سوچ نے کہا۔’’میں تھوڑی دیر پہلے اس کے اندر گیا تھا۔ معلومات حاصل کی تھیں۔ اب خوامخواہ اس کے اندر کیوں جاؤں؟‘‘

فرہاد نے اس کے اندر سوچ پیدا کی۔’’خوامخواہ ہی سہی‘ مجھے کچھ نئی معلومات حاصل کرتے رہنے کے لیے بار بار جانا چاہیے۔‘‘

وہ یہ سوچ کر پریشان ہونے لگا کہ اپنی مرضی کے خلاف ایسا کیوں سوچ رہا ہے؟ فرہاد نے کہا۔’’اپنی مرضی کے خلاف ہی سہی‘ تم ابھی یہاں کسی کو دیکھو گے پھر تمہارا باپ بھی وہی کرے گا‘ جو میں چاہوں گا۔‘‘

یہ کہہ کر وہ تسبیح پڑھتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ مائیکل اور نارمن ڈیسوزا پچھلی قطار میں تھے۔ انہوں نے اسے دیکھا نہیں تھا۔ اب دیکھتے ہی حیران بھی ہوئے اور ذرا بدحواس بھی ہوگئے۔ چند گھنٹے پہلے مائیکل اور گائی ڈی البرٹ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے کار میں فرہاد کا تعاقب کررہے تھے۔ ان کی کار کا پیٹرول ختم ہوگیا تھا۔ وہ فرہاد تک پہنچ نہیں پائے تھے۔ اب وہاں جہاز میں وہ خود ہی ان کے قریب پہنچ گیا تھا۔

سفید پوش‘ سفید ڈاڑھی‘ سر کے بال بھی سفید وہ پراسرار شخص ان کی نگاہوں کے سامنے تسبیح پڑھتا ہوا ٹوائلٹ کی طرف جارہا تھا۔ نارمن ڈیسوزا وہسکی پی رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی ٹھٹکا لگا۔ وہ کھانسنے لگا۔ اپنے سینے کو سہلانے لگا۔ مائیکل نے کہا تھا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس پراسرار شخص کا تعاقب کررہے ہیں‘ جس کے ساتھ ایک بلی ہے۔

وہ مائیکل کو دیکھ کر کھانستے ہوئے بولا۔’’تم نے تسبیح پڑھنے والے ایسے ہی سفید پوش پراسرار شخص کا ذکر کیا تھا۔ یہ تو وہی ہے۔‘‘

مائیکل نے پریشان ہوکر کہا۔’’ہاں یہ وہی ہے۔ مائی گاڈ! اس جہاز میں ہم اس کے خلاف کیا کرسکیں گے؟‘‘

نارمن نے کہا۔’’میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میرے خلاف کوئی قانونی کارروائی ہوگی تو امریکا‘ اسرائیل اور انڈیا کے تمام انٹیلی جنس والے مجھے سزا سے بچالیں گے۔ اگر یہ فرہاد ہے تو اسے قتل کرنے کا سہرا میرے سر ہوگا۔ ساری دنیا میں میرا نام ہوگا۔‘‘

ایسے وقت مائیکل ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے ساتھی گائی ڈی البرٹ کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ پراسرار شخص طیارے میں اس کا ہمسفر ہے۔ یہ طیارہ قاہرہ میں ایک گھنٹے کے لیے رکے گا۔ وہاں اسے گولیوں سے چھلنی کردیا جائے۔

فرہاد نے اس کے دماغ کو بہت ہی ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ جس کے نتیجے میں ایسی تکلیف پہنچی کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

فرہاد نے کہا۔’’کسی سے رابطہ کرنے اور کسی کو میرے متعلق اطلاع دینے کی غلطی نہ کرنا۔ خیال خوانی کروگے تو دماغ کو پھوڑا بنادوں گا۔‘‘

پھر وہ نارمن کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے ریوالور چھپا کر رکھا تھا۔ اسے اپنے سفری بیگ سے نکال کر فوراً ہی اسے گولی مارنا چاہتا تھا لیکن اس کی کھوپڑی اچانک ہی گھوم گئی۔ وہ ریوالور والا ہاتھ فضا میں بلند کرکے قہقہے لگانے لگا۔ تمام مسافر اسے حیرانی سے دیکھنے لگے۔

وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر قہقہہ لگاتے ہوئے بول

رہا تھا۔ ”جب پاگل خانے والوں کو معلوم ہوگا کہ میں فرار ہو کر اس جہاز میں سفر کر رہا ہوں تو وہ کتنے حیران ہوں گے؟“

وہ ایک لطیفے کے مطابق بول رہا تھا لیکن اس کے قہقہے سن کر اور اس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر خواتین چیخ پڑیں۔ کتنے ہی لوگ سیٹوں کے درمیان دبک گئے۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ”ارے ارے! تم لوگ کیوں ڈرتے ہو؟ اس ہتھیار سے تم نہیں مرو گے۔ میں مرنے والا ہوں۔“

فرہاد ٹوائلٹ کے دروازے پر ہی رک گیا۔ اس کے اندر بولا۔ ”تم میرے وطن کی پاک زمین پر قدم نہیں رکھو گے۔ وہاں سے دوسرے یہودیوں کا بھی صفایا ہوگا۔ ابھی تم جاؤ۔“

اس نے اپنی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھتے ہوئے قہقہہ لگایا پھر کہا۔ ”پاگل خانے والے آئیں تو میری لاش کو چھپا دینا۔ انہیں نہ بتانا کہ میں یہاں ہوں۔ ورنہ وہ مجھے پھر پاگل خانے میں لے جائیں گے۔ میں ان کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔“

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر دبایا پھر ٹھائیں کی آواز کے ساتھ تڑپ کر گر پڑا۔ جہاز میں شور ہوا۔ سب ہی اپنی اپنی سیٹوں سے اٹھ گئے۔ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ایک پاگل جہاز میں کیسے آ گیا تھا؟ جہاز کا عملہ پریشان تھا۔ قاہرہ کے کنٹرول ٹاور کو اس سانحے کی اطلاع پہنچائی جا رہی تھی۔

مائیکل چپ چاپ دیدے پھیلائے اس کی لاش کو دیکھ رہا تھا۔ خیال خوانی کرنے اور کسی سے رابطہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اب وہ فرہاد کی مرضی کے مطابق موساد کے ان یہودیوں کے اندر پہنچنے لگا' جو اسلام آباد میں را ایجنسی کے ہندو جاسوسوں کے ساتھ ایک ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔

ان سب نے سراغ رسانی کی دنیا میں گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ سمندر کی تہہ اور پاتال میں پہنچ کر اور انسانی دل و دماغ کے اندر گھس کر چھپے ہوئے راز نکال لاتے تھے۔ ان میں ایک ہندو اور ایک یہودی عورت تھی۔ مردوں میں تین ہندو اور چار یہودی تھے۔ وہ خفیہ جوہری اثاثوں تک پہنچنے کے سلسلے میں کہہ رہے تھے کہ ہمیں صرف یہ معلوم ہو جائے انہیں کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے اور چھپانے کے سلسلے میں کیسی حکمت عملی اختیار کی گئی ہے تو ہم اپنی ذہانت اور بازیگری سے وہاں پہنچ جائیں گے۔

موساد کی جاسوسہ نے کہا۔ ”یہ تو صرف جادو سے معلوم ہو سکتا ہے اور ٹیلی پیتھی سے بڑا جادو کوئی نہیں ہے۔ امریکی اور ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں اس خفیہ مقام تک پہنچا سکتے ہیں۔“

ایسے وقت امریکی سی آئی اے کے دو جاسوس وہاں آئے۔ وہ بھی ان کی گفتگو میں شریک ہو گئے۔ فرہاد مائیکل کے ذریعے ان سب کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا۔ ان میں سے ایک ایک کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس کی مرضی کے مطابق مائیکل نے ایک جاسوس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ”میں اس کی زبان سے مائیکل بول رہا ہوں۔ نارمن ڈیسوا جس طیارے میں آ رہا تھا۔ وہ قاہرہ پہنچ گیا ہے۔ وہاں کی انتظامیہ نے جو اطلاع دی ہے' وہ ہم سب کے لیے بری خبر ہے۔ جہاز سے نارمن کی لاش نکال کر پوسٹ مارٹم کے لیے بھیجی گئی ہے۔“

”لاش.....؟“ سب نے چونک کر بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ مائیکل نے کہا۔ ”میں خیال خوانی کے ذریعے جہاز کے مسافروں تک پہنچتا رہا ہوں۔ سب ہی کی سوچ بتا رہی ہے کہ اس نے اپنے ریوالور سے خودکشی کی ہے۔“

”خودکشی.....؟“ ایک یہودی جاسوس نے سینٹر ٹیبل پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ”ہمارا سینئر فولادی دماغ کا حامل تھا۔ وہ مارنا جانتا تھا' مرنا نہیں جانتا تھا۔ بھلا خودکشی کیوں کرے گا؟“

مائیکل نے کہا۔ ”وہاں تمام مسافر کہتے ہیں' وہ پاگل تھا۔ قہقہے لگا کر کہہ رہا تھا کہ پاگل خانے سے فرار ہو کر آیا ہے۔ اس نے اور بہت کچھ بولتے رہنے کے بعد خودکشی کر لی۔“

دوسرے یہودی نے کہا۔ ”یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ پاگل نہیں تھا۔ یہ سازش ہے۔ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں گھس گیا ہوگا۔“

مائیکل نے کہا۔ ”میرا بھی یہی خیال ہے۔ یہ شبہ ہے کہ فرہاد مرا نہیں، زندہ ہے۔ واپس آ گیا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔“

وہ دماغی طور پر قاہرہ کے ویٹنگ روم میں حاضر ہو گیا۔ تمام مسافر وہاں تھے۔ جہاز ایک گھنٹے کے لیے رکا تھا۔ مرڈر یا سوسائڈ کیس کے باعث مزید ایک گھنٹے کے بعد پرواز کرنے والا تھا۔

فرہاد خیال خوانی کے ذریعے تینوں ممالک کے سراغ رسانوں کی ٹولی میں آ گیا۔ وہ سب اداس ہو گئے تھے۔ نارمن کی موت پر افسوس کر رہے تھے اور فون کے ذریعے اپنے متعلقہ افسران سے اس سلسلے میں گفتگو کر رہے تھے۔

فرہاد نے را کے ایک جاسوس بابو راؤ کے اندر پہنچ کر اس کی زبان سے بلند آواز میں کہا۔ ”ہیلو.....!“

بابو راؤ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ موساد کی جاسوسہ نے پوچھا۔ ”کیا بات ہے؟“

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ”پتا نہیں۔ میں تو سر جھکائے

نارمن کی خودکشی پر غور کر رہا تھا۔ اچانک ہی ہیلو بول کر اچھل پڑا۔“

یہ کہہ کر وہ بیٹھ گیا پھر دوسرے ہی لمحے میں ہیلو کہتا ہوا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس بار اس کے ساتھیوں نے پریشان ہو کر اسے دیکھا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ”میں پاگل ہو گیا ہوں۔ نارمن نے خودکشی کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ پاگل ہے۔ میں بھی پاگل ہو گیا ہوں لیکن میں خودکشی نہیں کروں گا۔ خود نہیں مروں گا..... ماروں گا۔“

اس نے ریوالور نکال کر ان سب کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”بولو..... پہلے کس کو گولی ماروں؟“

سی آئی اے کے جاسوس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ”یہ کیا مذاق ہے؟ کیوں ایسی حرکتیں کر رہے ہو؟ اسے سامنے سے ہٹاؤ۔“

وہ اس سے ریوالور چھیننا چاہتا تھا۔ گولی چل گئی۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی وہ جاسوس جھٹکا کھا کر ایکدم پیچھے گیا پھر اپنے ساتھیوں کے قدموں میں پہنچ کر ایک ذرا تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ را کی جاسوسہ نے بابو راؤ کے ہاتھ پر گولی چلا کر پستول کو گرانا چاہا مگر فرہاد نے بہکا دیا۔ اس گولی نے بابو کو زمین بوس کر دیا۔ وہ بھی تڑپ تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا۔

را کے جاسوس نے کہا۔ ”شلپا! انہیں ہلاک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس کے ہاتھ سے پستول کو گرانا چاہیے تھا۔“

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ”میں یہی چاہتی تھی۔ میرا نشانہ کبھی بہکتا نہیں ہے' مگر نہ جانے کیسے بہک گیا؟“

ایک نے کہا۔ ”ہم سب جانتے ہیں' شلپا اندھیرے میں بھی آواز کی سمت کا اندازہ کر کے صحیح نشانہ لیتی ہے۔ یہاں کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ ہوشیار رہو۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن یہاں پہنچا ہوا ہے۔“

وہ سب سہم کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ جہاز میں نارمن ڈیسوزا نے خودکشی کی تھی اور اب وہاں ڈرائنگ روم کی چار دیواری میں دو لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ سی آئی اے کے ایک جاسوس نے پستول نکال کر ہنستے ہوئے کہا۔ ”ہمارے ایک ساتھی کو انڈیا کے جاسوس نے گولی ماری ہے۔ اب میں پاگل ہو گیا ہوں۔ انڈیا والوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

ایک ساتھی نے جلدی سے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”جسٹ آ منٹ گولی نہ چلانا۔ ہم سمجھ رہے ہیں' یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہا ہے اور تم یقیناً فرہاد ہو۔ ہمارے ساتھی کی زبان سے بول رہے ہو۔“

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ”میں تو تمہارا ساتھی ہوں۔ تمہارے سامنے بول رہا ہوں۔ اس وقت تمہارے بہت کام آ رہا ہوں۔ تم سب پاکستان کے جوہری اثاثوں تک پہنچنا چاہتے ہو۔ میں تم لوگوں کو ایک ایک کر کے پہنچا رہا ہوں۔“

یہ کہتے ہی اس نے ایک ساتھی کو گولی ماری۔ وہ سب چیختے ہوئے وہاں سے بھاگنے لگے اور کہنے لگے۔ ”بھاگو! ہم فرہاد کو روک نہیں سکیں گے۔ ہمیں دور ہی ہو جانا چاہیے۔ ورنہ وہ ہمارے ہی ذریعے ہمارے ساتھیوں کو ہلاک کرتا رہے گا۔“

وہاں سے بھاگتے وقت ایک اور گولی چلی۔ ایک اور زندگی کی شاخ سے..... ٹوٹ کر گرا۔ شلپا نے دروازے سے نکلتے ہوئے گولی چلانے والے کو نشانہ بنایا تاکہ وہ فائرنگ کرتا ہوا ان کے پیچھے نہ آئے۔ شلپا نے گولی چلائی تو اس چار دیواری میں پانچویں لاش کا اضافہ ہو گیا۔

وہ تعداد میں گیارہ تھے۔ اس ڈرائنگ روم سے نکلتے نکلتے چھ رہ گئے۔ کوریڈور سے گزرتے ہوئے مزید دو فائر ہوئے۔ دو اور گرے۔ اس بنگلے سے نکلنے کے بعد چار رہ گئے۔ وہاں تو جیسے سب ہی کی موت ایک جگہ لکھ دی گئی تھی۔ جان بچا کر بھاگنے والے جان سے جا رہے تھے۔ پاکستان کا جوہری اثاثہ نہیں تھا۔ خالی ہاتھ بھاگ رہے تھے۔

بنگلے کے باہر ان کی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ شلپا سب سے پہلے اپنی کار میں نکل گئی۔ یہودی جاسوسہ رومیلا اپنے ایک ساتھی کے ساتھ کار میں بیٹھنے جا رہی تھی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ دروازہ کھولتے کھولتے گر پڑا۔ رومیلا گرتی پڑتی اسٹیئرنگ پر آئی پھر کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتی چلی گئی۔

باقی ایک جاسوس دوسری کار میں فرار ہو رہا تھا۔ اس نے زیر لب کہا۔ ”موت کہاں نہیں ہے؟ ہم کہاں تک جائیں گے؟ چھپنے کے لیے ماں کی گود بھی نہیں ہے۔“

وہ سب فون کے ذریعے اپنے اعلیٰ حکام اور انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران سے بولنے لگے کہ فرہاد آ گیا ہے۔ یہاں سی آئی اے' موساد اور را کے آٹھ جاسوس مارے گئے ہیں۔ جہاز میں نارمن کو قتل کیا گیا ہے۔

رومیلا نے اپنی کار ڈرائیو کرتے ہوئے فون پر کہا۔ ”اس بنگلے میں موت ہی موت تھی۔ ہم میں سے دو چار جان بچا کر بھاگ رہے ہیں مگر ٹیلی پیتھی کی ریچ تو دنیا کے آخری سرے تک ہے۔ میں کہاں جاؤں؟ حرام موت مرنا نہیں چاہتی۔ کسی بھی طرح مجھے فوراً سیکیورٹی دو۔“

اس سے کہا گیا۔ ”فرہاد سے کہو' ہم سے بات کرے۔“

وہ اچانک مردانہ بھاری بھرکم آواز میں بولی۔ ”فرہاد

تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہے۔ تم سب اپنی موت کا انتظار کرو۔‘‘

پھر وہ ایکدم سے چونک کر بولی۔ ’’اوہ گاڈ! یہ ابھی میں کیا کہہ رہی تھی؟ میری آواز بدل گئی تھی۔ ہائے! میں مرجاؤں گی۔ وہ میرے اندر ہے۔ میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟‘‘

وہ فون کو ساتھ والی سیٹ پر پھینکتے ہوئے بولی۔ ’’فرہاد! پلیز میری بات سنو۔ مجھ سے بات کرو۔ میں جانتی ہوں، تم حسن پرست ہو۔ تم نہیں جانتے، میں کتنی حسین ہوں۔ میرے نین نقش پر لاکھوں مرتے ہیں۔ میں چھتیس بتیس اور چھتیس ہوں۔ یہ کسی بھی حسینۂ عالم کی مستند پیمائش ہے۔ مجھے ایک بار چھونے آؤ۔ میرا دعویٰ ہے، واپسی کا راستہ بھول جاؤ گے۔‘‘

اسے اپنے اندر آواز سنائی دی۔ ’’میں چھونا چاہتا ہوں مگر آ نہیں سکتا۔ تمہیں میرے پاس آنا ہوگا۔‘‘

وہ جلدی سے بولی۔ ’’آؤں گی۔ ابھی آؤں گی۔ بولو کہاں آؤں؟‘‘

’’ذرا رفتار بڑھاؤ، ابھی پہنچ جاؤ گی۔‘‘

اس نے بے اختیار رفتار بڑھائی۔ یہ پتا چلا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ اسٹیئرنگ بہک رہا ہے۔ کار دائیں بائیں جا رہی ہے۔ دوسری گاڑیاں ہارن بجا رہی تھیں، چیخ رہی تھیں، غصے سے چنگھاڑ رہی تھیں۔

وہ روتے ہوئے بولی۔ ’’فرہاد یہ کیا کر رہے ہو؟ فار گاڈ سیک! مجھے ایک بار بلا کر اپنی آنکھوں سے دیکھو پھر دیکھتے رہ جاؤ گے۔ میں تمہیں خوش کردوں گی۔‘‘

’’تم نے اب تک بڑی بڑی نیکیاں کمائی ہیں۔ دوسروں کو خوش کرتی رہی ہو۔ میرے پاس بھی آؤ۔ میں زندگی کے آخری سرے پر ملوں گا۔‘‘

اسٹیئرنگ بری طرح بہکا۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی بولی۔ ’’میں مرنا نہیں چاہتی۔‘‘

’’ایک دن مرنا تو پڑتا ہے۔ تمہاری قبر کے لیے چھتیس بتیس اور چھتیس کا ناپ دے دیا گیا ہے۔ وہاں کیڑے مکوڑے ناپ تول کرتے رہیں گے۔ اوکے.....‘‘

اسٹیئرنگ بہک رہا تھا۔ کار کہیں سے ٹکرا کر ٹیڑھی ہوئی۔ پلٹ کر گھسٹتی ہوئی دور جانے لگی۔ دور تک سنائی دینے والی آخری چیخوں کا دم نکل چکا تھا۔

امریکی سی آئی اے، اسرائیل کی موساد، تنظیم اور انڈیا کی را ایجنسی کے تمام اعلیٰ عہدیدار انگاروں پر ٹہل رہے تھے۔ ہر دس پندرہ منٹ کے بعد انہیں اپنے بہترین تجربہ کار سراغ رسانوں کی ہلاکت کی اطلاعات مل رہی تھیں۔ وہ سب فون پر ایک دوسرے سے بول رہے تھے کہ پاکستان کے جوہری اثاثوں تک پہنچنا بہت مہنگا پڑ رہا ہے۔ ہمارا قیمتی سرمایہ کہلانے والے جاسوس فنا ہو رہے ہیں۔ انہیں کس طرح بچایا جائے؟

ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیکل، گائی ڈی البرٹ، جے بلرام اور بھنڈاری سے بار بار پوچھا جا رہا تھا کہ وہ فرہاد کو جنونی کارروائیوں سے روکنے کے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں؟ ان میں سے ہر ایک یہی کہہ رہا تھا کہ وہ جس کے دماغ میں آتا ہے، وہاں ہماری ٹیلی پیتھی پر حاوی ہو جاتا ہے۔ اس کے آگے ہماری سوچ کی لہریں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ ہم یقین سے کہتے ہیں، ہم پر روحانی ٹیلی پیتھی حاوی ہو جاتی ہے اور فرہاد روحانی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔ ہمارے جاسوسوں کو ہلاک کرنے والا فرہاد نہیں ہے۔ وہ ایک پُراسرار شخص ہے، ہم ابھی تک اسے سمجھ نہیں پائے ہیں۔

یہ بات اُلجھا رہی تھی کہ وہ فرہاد ہے بھی یا نہیں اور اگر نہیں ہے تو کوئی پُراسرار شخص ان سے دشمنی کیوں کر رہا ہے؟ جواب صاف سمجھ میں آنے والا تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے، مسلمان ہے اور جو اسلامی ملک کو نقصان پہنچا رہے ہیں، ان کا صفایا کر رہا ہے۔ وہاں اسلام آباد میں تین جاسوس رہ گئے تھے۔ شلپا تنہا کار ڈرائیو کرتی جا رہی تھی۔ جے بلرام اور بھنڈاری اس سے کہہ رہے تھے۔ ’’چھنا نہ کرو۔ ہم آ گئے ہیں۔ تم کو جندا سلامت ہندوستان واپس لے جائیں گے۔‘‘

سی آئی اے اور موساد کے دو جاسوس ایک کار میں جا رہے تھے۔ مائیکل اور گائی ڈی البرٹ نے ان کے اندر آ کر کہا۔ ’’ہم بڑی دیر سے فرہاد کو روکنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ اب یہ آخری کوشش کرنے آئے ہیں۔‘‘

حقیقت میں صرف گائی ڈی البرٹ ہی کوشش کر رہا تھا۔ مائیکل تو اپنی یہ کمزوری چھپا رہا تھا کہ فرہاد کے زیر اثر آ گیا ہے۔ وہ اس قدر مجبور ہو گیا تھا کہ اس کی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ سے نہیں نکال سکتا تھا اور نہ ہی اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کر سکتا تھا۔ اب البرٹ کی باری تھی۔ اب اسے زیر اثر آنا تھا۔ اس نے ابھی کہا تھا کہ فرہاد کو روکنے آیا ہے اور اس کی یہ آخری کوشش ہوگی۔ ایسے ہی وقت اسے اپنے اندر آواز سنائی دی۔ ’’میں آ گیا ہوں۔ مجھے اپنے اندر سے نکالنے کی پہلی اور آخری کوشش کرو۔‘‘

گائی ڈی البرٹ نے سانس روکی۔ پرائی سوچ کی لہروں کو بھگانا چاہا۔ اس نے کہا۔ ’’میں موجود ہوں۔ تم کب تک سانسیں روکتے رہو گے؟‘‘

وہ حیرانی سے بولا۔ ’’میں یوگا میں مہارت رکھتا ہوں پھر

یہ کہ اعلیٰ حضرت نے ہمارے دماغوں کو مقفل کیا تھا۔ تعجب ہے، تم کیسے آ گئے؟‘‘

’’تم لوگ بھارت اور اسرائیل سے ہمارے خلاف اتحاد کر چکے ہو۔ اپنی ازلی فطرت کے مطابق دھوکا دے رہے ہو اور سمجھتے ہو کہ اعلیٰ حضرت مہربان رہیں گے؟‘‘

وہ چُپ رہا۔ اس وقت بھی یہی کوشش کر رہا تھا کہ سانس روک کر اسے بھگا دے مگر ناکام ہو رہا تھا۔

اس نے ہلکا سا زلزلہ اس کے اندر پیدا کیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔ اپنے بیڈ روم میں دماغی طور پر حاضر ہو کر تڑپنے لگا۔ اسے اپنے اندر آواز سنائی دے رہی تھی۔ ’’آرام آ جائے تو اپنے یوگا جاننے والے آرمی افسران سے جا کر کہنا، ان کے بھی دماغ مقفل نہیں رہے ہیں۔ جے بلرام اور بھنڈاری جب چاہیں گے، پہلے کی طرح تم سب کے اندر آتے جاتے رہیں گے۔‘‘

سی آئی اے اور موساد کے دو جاسوس سوچ کے ذریعے مائیکل اور البرٹ کو پکار رہے تھے۔ فرہاد نے کہا۔ ’’وہ جو تمہارے مردِ میدان تھے، وہ میدان چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ گاڑی روکو اور تم بھی جاؤ۔‘‘

ان کے دماغ اپنے اختیار میں نہیں تھے۔ وہ اپنی سلامتی کے لیے بحث نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ دونوں نے اپنے اپنے ریوالور نکال لیے پھر موبائل فون نکال کر اپنے اپنے اسٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ ’’ہیلو! کیا فرہاد سے نجات مل گئی؟‘‘

موساد کے جاسوس نے کہا۔ ’’ہاں۔ ہمیشہ کے لیے نجات مل رہی ہے۔ سی آئی اے کے ڈیوڈ آرگن نے مجھے اپنے ریوالور کے نشانے پر رکھا ہے۔ ابھی گولی مارنے والا ہے۔‘‘

ڈیوڈ آرگن نے اپنے شعبہ کے ڈائریکٹر سے کہا۔ ’’موساد کے جے رابن نے مجھے نشانے پر رکھا ہے۔ یہ بھی گولی مارنے والا ہے۔‘‘

ان کے اعلیٰ عہدیداروں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔ ’’یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا پاگل ہوئے ہو؟ ایک دوسرے کو ہلاک کیوں کرنا چاہتے ہو؟‘‘

جے رابن نے کہا۔ ’’کیا اپنی خوشی سے کوئی جان دیتا ہے؟ کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، ہم فرہاد کے شکنجے میں ہیں۔ وہ یہی چاہتا ہے اور ہم بھی یہی کر رہے ہیں۔‘‘

ڈیوڈ آرگن نے کہا۔ ’’تمام اوپر والے ہمارا یہ انجام دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے رخصت ہونے سے پہلے اتنا بتا دو، کیا ہمارے بعد جوہری اثاثوں کا سراغ لگانے پھر کوئی متحدہ ٹیم یہاں آئے گی؟‘‘

جے رابن نے اپنے فون پر پوچھا۔ ’’کیا آپ لوگوں کو عبرت حاصل ہو رہی ہے؟ دیکھو..... سمجھو..... ہم کس طرح اس دنیا سے جا رہے ہیں۔‘‘

ڈیوڈ آرگن نے کہا۔ ’’آپ سب کی خاموشی کہہ رہی ہے، اب اِدھر کا رُخ نہیں کریں گے اور یہی دانشمندی ہوگی۔ ہم جا رہے ہیں..... گڈ بائے۔‘‘

جے رابن نے کہا۔ ’’ہم بے وطن ہیں۔ بے موت مارے جا رہے ہیں..... خوش رہو اہلِ وطن ہم تو سفر کرتے ہیں.....‘‘

اس کے بعد ہی ان کے اعلیٰ عہدیداروں نے ٹھائیں ٹھائیں کی دو آوازیں سنیں پھر اُدھر سے ابدی خاموشی چھا گئی۔ انہوں نے چشمِ تصوّر سے انہیں راضی خوشی مرتے دیکھا۔ ان کے وہ جیالے سراغ رساں ایک دوسرے کے جاں نثار دوست تھے، کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ شامت یوں بھی آئے گی اور وہ کسی حیل وحجت کے بغیر ایک دوسرے کی جان لیں گے۔

دنیا کے تمام علوم میں ٹیلی پیتھی بالکل ہی مختلف علم ہے۔ ایک عجوبہ ہے۔ یہ انسانی سوچ اور توقع کے خلاف ایسے ہی عجیب وغریب تماشے دکھاتا ہے۔

اب وہ رہ گئی تھی۔ کار ڈرائیو کرتی ہوئی ایئر پورٹ کی طرف جا رہی تھی۔ جے بلرام اور بھنڈاری اس کے اندر تھے، اسے یقین دلا چکے تھے کہ اس پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ وہ اسے سلامتی سے دہلی پہنچا دیں گے۔ اسلام آباد میں بھارتی سفارت خانے کی طرف سے اس کا پاسپورٹ اور دیگر اہم کاغذات تیار تھے۔ تب اسے اپنے اندر ایک آواز سنائی دی۔

’’آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں‘‘

وہ یہ آواز سنتے ہی گھبرا گئی۔ بھنڈاری نے کہا۔ ’’ہاں ہم نے سامان کیا ہے۔ شلپا کی سلامتی کا سامان کیا ہے۔ ہم تینوں جنم ساتھیوں نے اس کے دماغ پر اتنی مجبوطی سے کجا جا کے رکھا ہے کہ تمہاری سوچ کی لہریں اس کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکیں گی۔‘‘

اس وقت شلپا کے اندر دھیمی دھیمی سی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ بھنڈاری کے دو جنم ساتھی جے اور بلرام بڑی لگن سے بڑی توجہ سے منتر پڑھ رہے تھے۔ ان تینوں کو پھر وہی آواز سنائی دی۔ ’’اس کے دماغ کو مقفل کرو۔ منتر پڑھتے رہو۔ مجھے چیلنج کرتے رہو..... مگر یہ پھر بھی جائے گی۔‘‘

وہ دونوں زور زور سے منتر پڑھنے لگے۔ بھنڈاری نے

کہا۔ ”جے مہا کالی! تیرا بچن نہ جائے خالی..... تُو اپنے بھگتوں کو نراس نہیں کرتی۔ اس پاکھنڈی پھر ہاد کو نشٹ کردے۔ اسے یہاں سے بھگا دے۔“

”اپنی کالی ماں سے کہو مجھے اس کے اندر سے نکال دے۔ ورنہ یہ تمہارے ہاتھوں سے نکلنے والی ہے۔“

ان تینوں نے اپنے دعوے کے مطابق شلپا کے دماغ پر بڑی مضبوطی سے قبضہ جمایا تھا۔ اس کے باوجود وہ اس کے اندر بول رہا تھا۔ انہیں یہ بات پریشان کررہی تھی کہ ان کی گرفت مضبوط نہیں ہے اور کالے منتروں کا اثر خاطر خواہ نہیں ہورہا ہے۔

شلپا ایئرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں گاڑی سے اتر کر جانے لگی۔ بھنڈاری نے جے اور بلرام سے کہا۔ ”تم دونوں اپنی اپنی ایک انگلی کاٹ کے ماں بھوانی کے چرنوں میں اپنا لہو دو۔ اکھنڈ بلیدان منتر پڑھو۔ ماں کرودھ میں آئے گی پھر دُشٹ پھر ہاد کو نشٹ کردے گی۔“

وہ دونوں کسی ویرانے میں کالی مائی کی مورتی کے سامنے تھے۔ بڑے خطرناک منتر پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے بھنڈاری کی ہدایت پر عمل کیا۔ انہیں یقین تھا کہ اپنے لہو کے چھینٹے دیتے ہی ماں بھوانی طیش میں آکر فرہاد کا سروناس کردے گی۔

شلپا ایک چھوٹے سے بیگ کو شانے سے لٹکائے وزیٹرز لابی میں آگئی۔ وہاں بھارتی سفارت خانے کا ایک ملازم اس کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لیے کھڑا تھا۔ وہ تمام کاغذات اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ ”آپ کی سیٹ اوکے ہو چکی ہے۔ آپ فوراً جائیں۔ فلائٹ جانے والی ہے۔“

وہ خلا میں تکتے ہوئے بولی۔ ”بھنڈاری! کیا تم سمجھتے ہو میں یہاں سے جاسکوں گی؟“

وہ بولا۔ ”کیوں نہیں؟ اندر جاؤ۔ بورڈنگ کارڈ لو۔ جہاز میں جاکے بیٹھو۔“

”میں فوراً نہیں جاسکوں گی۔ میرے جانے سے پہلے وہ تم سے پوچھ رہا ہے‘ آج سے تین راتوں کے بعد کون سی رات آئے گی؟“

وہ ذرا چونک گیا‘ گھبرا گیا پھر بولا۔ ”اماوس کی رات.....“

وہ بولی۔ ”اماوس کی رات تم تینوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟“

وہ اس سوال کے پیچھے فرہاد کے چھپے ہوئے چیلنج کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے جواب نہیں دیا۔ شلپا نے کہا۔ ”میں بتاتی ہوں‘ اماوس کی رات تم تینوں جنم ساتھی الگ نہیں رہ پاتے۔ ایک ہی جسم میں سماکر تین سے ایک ہوجاتے ہو پھر صبح تک اس ایک جسم سے نکل نہیں پاتے۔ یہ تم تینوں کی مجبوری ہے نا؟“

”ہاں ہے۔ پر وہ۔ وہ کہنا کیا چاہتا ہے؟“

”اسے کچھ کہنا نہیں ہے۔ تم خود ہی سمجھ رہے ہو۔ اماوس کی رات تمہاری زندگی کی آخری رات ہوگی۔ تمہارے اندر سے باقی دو جنم ساتھی نکل نہیں پائیں گے۔ اس رات کی ہونے سے پہلے ہی وہ تمہیں نرک میں پہنچا دے گا۔“

وہ چُپ تھا۔ بولتی بند ہوگئی تھی۔ وہ بول رہی تھی۔ ”پچھلی بار گرو مہاراج نے تم تینوں کی آتماؤں کو یکجا کردیا تھا۔ فر تمہیں ہلاک کرنے میں ناکام رہا تھا۔ اب تو وہ تانترک مہاراج نہیں ہیں۔ اس بار نہ اس سے چھپ سکو گے اور نہ ایک سے تین ہوکر اپنی جان بچا سکو گے۔“

اس نے جھنجلا کر کہا۔ ”وہ اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے؟ ہم اس کی دھونس میں آجائیں گے؟ وہ اماوس کی رات ہما پر چھائیں تک بھی پہنچ نہیں پائے گا۔“

وہ فرہاد کی مرضی کے مطابق بول رہی تھی۔ ”ابھی ثابت کردو کہ اس سے زیادہ شکتی رکھتے ہو۔ وہ اکیلا ہے۔ تم تینوں اپنی ٹیلی پیتھی سے‘ کالے جادو سے اور ماں بھوانی کی مہایتا سے اسے بھاگ جانے پر مجبور کردو۔“

پھر وہ رونے کے انداز میں بولی۔ ”ہائے میں کروں۔ وہ مجھے مرنے پر مجبور کررہا ہے۔ تمہیں ماں بھوانی واسطہ دیتی ہوں‘ مجھے بچا لو۔ آج میری جان بچاؤ گے سمجھو‘ اماوس کی رات اپنی بھی جان بچا سکو گے۔ کسی بھی طر فرہاد کو ناکام بنادو۔“

یہ کہتے ہی اس نے اپنے بیگ میں سے ریوالور نکا بھنڈاری نے جلدی سے کہا۔ ”یہ کیا کررہی ہو۔ اسے بیگ رکھو۔ ہم سب تم کو مرنے نہیں دیں گے۔“

”جو کہہ رہے ہو‘ وہ کرو۔ میرے ہاتھ سے ریوالور گرادو۔“

وہ تینوں ٹیلی پیتھی کی بھرپور صلاحیتیں استعمال کر ہوئے اس کے دماغ پر قبضہ جمارہے تھے۔ جے اور بلرام اپنی ایک ایک انگلی کاٹ کر کالی مائی کے چرنوں پر لہو کے چھ دیے تھے۔ اس وقت بھی بڑے خطرناک منتر پڑھ رہے۔ لیکن ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی وہ تینوں اپنی اپنی جگہ دما طور پر حاضر ہوگئے۔

موت نے شلپا کو گلے لگا کر انہیں ٹھکرا دیا۔ اس نا کا نے ان کی فکر و پریشانی میں اضافہ کردیا تھا۔ وہ مرنے سے کہہ چکی تھی۔ ”مجھے نہ بچا سکو تو سمجھ لینا‘ اماوس کی رات خود کو نہیں بچا سکو گے۔“

یہ ثابت ہوگیا تھا کہ وہ ان سے برتر اور طاقتور ہے۔

کی خوش فہمی ختم ہوچکی تھی۔ اگرچہ وہ کسی کے سامنے اس کی برتری کبھی تسلیم کرنے والے نہیں تھے مگر اندر ہی اندر ڈوب رہے تھے۔

جہاز کی محدود فضا میں یوڈی کلون کی خوشبو رچی ہوئی تھی۔ اس نے دماغی طور پر حاضر ہوکر سر گھما کر دیکھا تو سومی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ”میں خیال خوانی میں مصروف تھا۔“

وہ بھی سوچ کے ذریعے بولی۔ ”میں جانتی ہوں۔“

”تم اتنی دیر تک تنہا رہیں۔ بور ہوتی رہیں۔“

”ہم اس جہاز میں نہ ہوتے تو تمہارے ساتھ ایکشن میں مصروف رہتی۔“

”کوئی بات نہیں۔ اب تمہارے ایکشن میں رہنے کی باری ہے۔ تم اس جہاز میں بھی مصروف رہوگی۔“

وہ خوش ہوکر بولی۔ ”تھینکس گاڈ! جلدی بتاؤ۔ مجھے کیا کرنا ہے؟“

”تم خود سوچو‘ کیا کروگی؟ پیچھے ایک قطار میں مائیکل بیٹھا ہے۔“

”سمجھ گئی۔ تمہارے تمام دشمنوں کا آخری وقت آگیا ہے۔“

جب وہ دماغ میں آتا تھا۔ تب وہ سوچ کے ذریعے بولتی تھی۔ وہ ایک دوسرے کے گونگے بہرے ساتھی تھے۔ خاموشی سے بولتے تھے اور خاموشی سے ایک دوسرے کے کام آرہے تھے۔

پچھلی قطار میں مائیکل اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے‘ آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ موساد کے سینئر جاسوس نارمن ڈیسوزا کی ہلاکت کے بعد اس کی سیٹ خالی ہوگئی تھی اور یہ بات اس کے ذہن میں تھی کہ اس کی اپنی سیٹ بھی خالی ہونے والی ہے۔

ایک دن سب ہی کو اپنی جگہ چھوڑ کر جانا پڑتا ہے اور شاید اس کی بھی زندگی میں وہ دن آگیا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر اگلی قطار کی طرف دیکھا پھر سومی پر نظر پڑتے ہی سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔ وہ اس کے قریب سے گزرتی ہوئی ٹوائلٹ کی سمت جارہی تھی۔ جب اس نے اور البرٹ نے اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے فرہاد کا تعاقب کیا تھا‘ تب انہوں نے بابا صاحب کے ادارے سے ایک بلّی کو اس کے ساتھ نکلتے دیکھا تھا پھر وہ کار اسٹارٹ کرکے جارہا تھا تو اگلی سیٹ پر بلّی نہیں تھی۔ انہوں نے سومی کو وہاں دیکھا تھا اور اب وہ اس کے سامنے سے گزرتی ہوئی گئی تھی۔ سوچ یہ تھی کہ وہ نوخیز دوشیزہ کون ہے؟ جبکہ فرہاد پہلے جیسا رنگ رنگیلا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایک سفید پوش شیخ پڑھنے والا عابد و زاہد اس جہاز میں تھا۔

اُلجھن یہ تھی کہ بابا صاحب کے ادارے سے باہر آتے وقت وہ دوشیزہ نظر نہیں آئی تھی۔ کار کے اندر بلّی گئی تھی جس کا کہیں وجود نہیں تھا اور باہر جس حسینہ کا کوئی وجود نہیں تھا‘ وہ کار میں پہنچ گئی تھی اور اب جہاز میں دکھائی دے رہی تھی۔

وہ ایکدم سے چونک گیا۔ جس کے بارے میں سوچ رہا تھا‘ وہ اس کے پاس خالی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔ یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ جس کے متعلق سوچ رہا ہے‘ وہ بن بلائے اس کے پہلو میں چلی آئے گی۔ اس کی تو جیسے شامت آگئی تھی۔ وہ صرف آکر بیٹھ جاتی تو کوئی خاص بات نہ ہوتی۔ حیرانی اور دہشت زدہ کرنے والی بات یہ تھی کہ اس نے بیٹھتے ہی اس کی طرف ذرا جھک کر بڑی سنجیدگی سے کہا۔ ”میاؤں.....!“

وہ اپنی سیٹ کی محدود سی جگہ میں ہڑبڑا گیا۔ اس نے سہم کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر دائیں بائیں‘ آگے پیچھے بیٹھے ہوئے مسافروں کو دیکھا۔ یہ اطمینان ہوا کہ وہ بلا تباہی میں نہیں آئی ہے۔ ابھی اس پر حملہ نہیں کرے گی۔

وہ اپنی سیٹ پر ذرا پیچھے کھسک گیا تھا۔ خاموش نظروں سے پوچھ رہا تھا۔ ”کون ہو تم؟ میرے پاس کیوں آئی ہو؟“

پھر اس نے زبان سے یہی پوچھا۔ سومی نے اپنی ایک انگلی سے اپنے سر کو چھو کر اشاروں کی زبان سے کہا۔ ”میرے اندر آؤ۔“

وہ اس سے کترا رہا تھا۔ نظریں چرا رہا تھا مگر اس کی سوچ پڑھنے کے لیے اس نے نظریں ملائیں پھر چند لمحوں تک اس کی آنکھوں میں دیکھتے دیکھتے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں اس نے وہی سوال کیا۔ ”کون ہو تم؟“

اس نے سوچ کے ذریعے جواب دیا۔ ”یہ جہاز کراچی جا رہا ہے۔ وہاں تک تمہاری ہم سفر رہوں گی پھر لاہور جاؤں گی۔ تم اسلام آباد جانا چاہتے ہو مگر کیوں جارہے ہو؟“

وہ اس سوال پر ذرا اچکچاتے ہوئے بولا۔ ”فرہاد نے تمہیں بتا دیا ہوگا۔“

”میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔ تم بولو اسلام آباد میں تمہارا کون ہے؟“

”وہاں امریکی سفارت خانے سے میرا تعلق ہے۔ میں ایک اہم سرکاری کام سے.....“

وہ اپنی بات پوری نہ کرسکا۔ اس کے دماغ میں ایک ہلکا سا زلزلہ پیدا ہوا۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ ”اوگاڈ! یہ کیا ہورہا ہے؟“

سومی نے کہا۔ ”جھوٹ بولتے ہی سزا ملے گی۔ چلو سچ بولو۔“

اس نے مجبور ہو کر کہا۔ ”میں سی آئی اے کے سراغ رسانوں کی مدد کرنے آیا تھا مگر میرے اسلام آباد پہنچنے سے پہلے ہی وہ سب مارے گئے ہیں۔“

”تم اپنے ملک کے لیے‘ اسرائیل اور انڈیا کے لیے جاسوسی کرنے جا رہے تھے۔ خیال خوانی کے ذریعے پاکستان کے جوہری اثاثوں کا سراغ لگا کر اپنے باپ کا مال سمجھ کر تینوں ممالک کے جاسوسوں کو وہاں پہنچانا چاہتے تھے۔“

اس نے سر جھکا لیا۔ جھکا ہوا سر اقرار کر رہا تھا۔ سومی نے پوچھا۔ ”پاکستان سے دشمنی کیوں ہے؟ کیا پاکستان نے کبھی تم سے دشمنی کی ہے؟“

اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس نے پھر پوچھا۔ ”کیا پاکستان کے کسی مسلمان نے تمہارے ملک سے ایک تنکا بھی چُرایا ہے؟“

وہ بیٹھے بیٹھے یوں پہلو بدل رہا تھا‘ جیسے فرار کا راستہ ڈھونڈ رہا ہو۔ اس نے کہا۔ ”جواب دو۔ دشمنی کی کوئی تو وجہ ہوگی؟ کوئی معمولی سی وجہ بتا دو۔ کسی پاکستانی نے تمہارے گھر کے کتے کو مارا ہے؟ اگر نہیں تو تم سب کتنے ذلیل اور کمینے ہو؟ ایک اسلامی ملک کو ترقی کرنے نہیں دیتے۔ اس کے ایٹمی قوت بننے پر تلملا رہے ہو۔“

وہ شکستہ سی آواز میں بولا۔ ”یہ سیاسی معاملات ہیں۔ سیاست میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کوئی ملک کس قدر پُر امن ہے۔ لڑتا جھگڑتا نہیں ہے۔ دوستی اور محبت رکھتا ہے..... نہیں یہ نہیں دیکھا جاتا۔ سیاسی حکمتِ عملی یہ ہوتی ہے کہ ایسے ممالک کو دبا کر‘ کچل کر اپنے مفادات حاصل کیے جاتے ہیں۔ جو کمزور نہ ہوں اور ایٹمی قوت رکھتے ہوں‘ انہیں مختلف حربوں سے‘ طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے کمزور بنا کر ختم کر دیا جاتا ہے۔“

”اب ہم بھی یہی کر رہے ہیں۔ تمہارے تمام جاسوسوں کو نابود کر دیا گیا ہے۔ یہ ابتدا ہے۔ انتہا کیا ہوگی؟ یہ دیکھنے کے لیے تم نہیں رہو گے۔“

وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں سمجھ گیا ہوں‘ میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ میں فرہاد سے پوچھتا ہوں‘ کیا سمجھوتا کرنے کی کوئی گنجائش ہے؟“

”اُدھر سے جواب نہیں ملے گا۔ اس نے تمہیں میرے حوالے کیا ہے۔ ایک گھنٹے بعد کراچی پہنچنے والے ہو۔ اس وقت تک اپنی حفاظت اور سلامتی کے لیے جو کر سکتے ہو‘ کرو۔ میں سمجھوتا کر رہی ہوں۔ تمہیں کراچی پہنچ کر اپنے بچاؤ کا موقع دے رہی ہوں۔“

وہ خیال خوانی کے ذریعے یوگا جاننے والے ایک اعلیٰ افسر کے اندر پہنچا۔ وہاں گائی ڈی البرٹ آرمی ہیڈ کوارٹر کے ایک دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ یوگا جاننے والے دوسرے افسران کو بتا چکا تھا کہ اب ان سب کے دماغ مقفل نہیں رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے ان کے سروں سے سرپرستی کا ہاتھ اُٹھا لیا ہے۔

پھر یہ معلوم ہو رہا تھا کہ موساد اور را کے جاسوس کے ساتھ ان کے سی آئی اے والے بھی مارے گئے ہیں۔ جے‘ بلرام‘ بھنڈاری‘ مائیکل اور البرٹ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی انہیں بچانے میں ناکام رہے ہیں۔

ان سب کے لیے سب سے تشویش ناک خبر یہ تھی کہ فرہاد یوگا جاننے والوں کے اندر بھی پہنچ رہا ہے۔ مائیکل نے وہاں پہنچ کر کہا۔ ”شاید میں آخری بار تم لوگوں سے باتیں کرنے اور مدد مانگنے آیا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم سب میری مدد کرنے میں ناکام رہو گے۔ ڈوبنے والا تنکے کا سہارا بھی ڈھونڈتا ہے۔ بس اسی لیے چلا آیا ہوں۔“

ایک افسر نے پوچھا۔ ”تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا تم کراچی پہنچ گئے ہو؟“

”ایک گھنٹے کے اندر پہنچنے والا ہوں اور شاید وہیں خاک میں ملنے والا ہوں۔“

”ہمارے لیے مشکل یہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے مارتا ہے۔“

دوسرے افسر نے کہا۔ ”ہم تمہارے لیے سیکورٹی کے انتظامات کریں گے تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔“

ایک اور افسر نے کہا۔ ”ہمارے تو ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اسے روک نہیں پا رہے ہیں۔ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ خود ہی دیکھ رہے ہو۔ سمجھ رہے ہو‘ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟“

اس نے کہا۔ ”فرہاد مجھے خیال خوانی کے ذریعے ہلاک نہیں کرے گا۔ اس نے مجھے ایک بلّی کے حوالے کیا ہے۔“

”بلّی.....؟“ ایک افسر نے ناگواری سے کہا۔ ”تم تو ایسے کہہ رہے ہو‘ جیسے تمہیں کسی شیر کے آگے ڈالا گیا ہو۔“

گائی ڈی البرٹ نے کہا۔ ”وہ بلّی شیر سے زیادہ خطرناک ہے۔ ہمیں را ایجنسی کے ڈائریکٹر نے بتایا ہے کہ اس نے جے‘ بلرام اور بھنڈاری کو کانوں چنے چبوائے ہیں۔“

مائیکل نے کہا۔ ”میں نے اور البرٹ نے بابا صاحب کے ادارے کے سامنے اس بلّی کو کار کے اندر جاتے دیکھا تھا پھر ہمیں کار کے اندر ایک حسین دوشیزہ نظر آئی تھی۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ وہ کتنی خطرناک ہے‘ روپ بدلتی ہے۔“

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”یہ فریبِ نظر ہو سکتا ہے۔ تمہاری

نظروں نے دھوکا کھایا ہوگا۔“

”ہو سکتا ہے‘ یہ فریبِ نظر ہو۔ اس کے بعد ہم نے اس بلّی کو نہیں دیکھا لیکن.....“

وہ ذرا چُپ ہوا۔ اس نے اپنے پاس بیٹھی ہوئی سومی کو دیکھا پھر سوچ کے ذریعے کہا۔ ”لیکن وہ بلّی نہ ہوتے ہوئے بھی ہے۔ اسی دوشیزہ کے روپ میں ابھی فرہاد کے پاس سے اُٹھ کر میرے پاس آ کر بیٹھی ہے۔ اب کراچی تک میرے ساتھ لگی رہے گی۔“

”تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ دوشیزہ بلّی ہے؟“

”اس لیے کہ وہ زبان سے بولنا نہیں جانتی‘ صرف ”میاؤں“ کہتی ہے۔“

کچھ افسران یقین کر رہے تھے۔ کچھ کہہ رہے تھے۔ ”یہ بکواس ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ جانور انسان بن جائے۔ یہ کسی طرح کی شعبدہ بازی ہوگی۔ عجیب مضحکہ خیز بات ہے کہ ایک بلّی دوشیزہ بن کر جہاز میں سفر کر رہی ہے۔“

مائیکل نے کہا۔ ”ہو سکتا ہے‘ میرے پاس بیٹھی ہوئی یہ حسینہ بلّی نہ ہو۔ یہ کوئی بھی ہو۔ بہرحال مجھے سزائے موت سنا چکی ہے۔ میں اسلام آباد نہیں جا سکوں گا۔ یہ جہاز آدھے گھنٹے میں کراچی پہنچنے والا ہے۔ وہی شہر میری آخری منزل ہے۔“

”تم کہتے ہو‘ فرہاد تمہیں خیال خوانی کے ذریعے ہلاک نہیں کرے گا۔ اگر یہ درست ہے تو یہ دوشیزہ تمہارا کیا بگاڑ لے گی؟ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو پھر یہ کہ مرد ہو۔ اس کی گردن دبوچ لو گے تو وہ چُوں بھی نہیں کر سکے گی۔“

”جب وہ تینوں جے‘ بلرام اور بھنڈاری اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے تو میں اکیلا کیا کر سکوں گا؟ میں نہیں جانتا‘ کراچی پہنچ کر کیا ہوگا؟“

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا۔ ”پاکستان میں خودکش حملوں کی روایت چل پڑی ہے۔ ہو سکتا ہے‘ وہاں اس کے لیے دھماکا خیز جیکٹ تیار رکھی گئی ہو۔ یہ اسے پہن کر میرے سامنے آ سکتی ہے۔ فرہاد نے کہا ہے‘ میرے اندر نہیں آئے گا لیکن اس کے اندر رہ کر اسے مجھ پر حاوی کر سکتا ہے۔“

البرٹ نے کہا۔ ”ہاں۔ وہ سیدھی طرح ہلاک نہیں کرتا۔ بہت ہی دوڑا دوڑا کر‘ تڑپا تڑپا کر بڑے ہی ڈرامائی انداز میں مارتا ہے۔“

پھر اس نے ذرا فاصلے پر بیٹھے ہوئے اعلیٰ افسر سے کہا۔ ”اب یہی دیکھو کہ تم ابھی میز کی دراز کھول کر اپنا ریوالور نکالو گے۔“

سب نے چونک کر البرٹ کو دیکھا۔ اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”میں خوامخواہ ریوالور کیوں نکالوں گا؟“

فرہاد البرٹ کے دماغ سے نکل کر اس افسر کے اندر آیا۔ اس نے بے اختیار وہی کیا پھر کہا۔ ”ہاں۔ وہ جو چاہتا ہے‘ وہی کر رہا ہوں۔ بولو پہلے کسے گولی ماروں؟“

یہ سن کر سب ہی اپنی جگہ سے اُچھل پڑے۔ کچھ اِدھر اُدھر چھپنے لگے۔ کچھ کمرے سے باہر بھاگنے لگے۔ البرٹ نے کہا۔ ”سر! پلیز اسے پھینک دیں۔“

اس نے کہا۔ ”تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ تمہاری موت کے بعد ہم یوگا جاننے والے اکابرین کمزور ہو جائیں گے۔ چلو میرے اندر آؤ۔ مجھے گولی چلانے سے روکو اور اپنی جان بچاؤ۔“

وہ فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اس افسر کے اندر آیا پھر چیخ کر بولا۔ ”نہیں فرہاد نہیں..... فار گاڈ سیک! مجھے نہ مارو۔ میری بات سنو۔“

وہ بولنے کے دوران اعلیٰ افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ہاتھ سے ریوالور گرانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ ”کوشش کرو۔ یہی فرہاد کا ڈرامائی انداز کہلاتا ہے۔“

وہ ناکام ہو کر ریوالور چھیننے کے لیے دوڑتا ہوا آیا۔ اسی وقت گولی چل گئی۔ وہ لڑکھڑا کر گرا پڑا پھر دوسری گولی نے ان کے ایک قیمتی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کر دیا۔

اس اعلیٰ افسر کا دماغ آزاد ہو گیا۔ اس نے چونک کر حیرانی سے البرٹ کی لاش دیکھی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازے پر آ کر آوازیں دینے لگا۔ ”تم سب کہاں ہو؟ یہاں آؤ۔ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا قیمتی سرمایہ فنا ہو گیا ہے۔ میرے ہاتھ میں ریوالور نہیں ہے۔ دیکھو میں خالی ہاتھ ہوں۔“

جو افسران کمرے میں چھپے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے اس ہتھیار کو اُٹھا کر بلند آواز میں کہا۔ ”اندر آ جاؤ۔ خطرہ نہیں ہے۔“

وہ سب ایک ایک کر کے اندر آنے لگے۔ آرمی کے جوان آ کر البرٹ کی لاش اُٹھا کر لے گئے۔ جس افسر کے ہاتھوں وہ قتل ہوا تھا‘ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ ”ہمیں کچھ کرنا ہوگا۔ ہمارا ایک ہی سرمایہ ہمارے پاس رہ گیا ہے‘ مائیکل۔ اسے ہر قیمت پر بچانا ہوگا۔“

کوئی حکمران فوج کے بغیر طاقتور نہیں ہوتا۔ وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے فوجی تھے۔ البرٹ کے مرتے ہی ان کی طاقت آدھی ہو گئی تھی۔ باقی آدھی قوت مائیکل تھا۔ وہ سب اسے بچانے کے لیے پاکستانی حکمرانوں سے ہاٹ لائن پر

باتیں کرنے لگے۔ مائیکل کی سلامتی کے لیے کراچی ایئرپورٹ پر سیکورٹی کے سخت انتظامات کرانے لگے۔

مائیکل ان کے اندر رہ کر سب ہی کی مصروفیات دیکھ رہا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''تمہارے ساتھ جو دوشیزہ ہے اس کا نام اور اس کی شناخت بتاؤ۔ وہ جیسے ہی جہاز سے اُتر کر امیگریشن کاؤنٹر پر آئے گی اسے گرفتار کرلیا جائے گا۔''

اس نے کہا۔ ''ہاں۔ یہ گرفتار ہوجائے گی۔ میرے ساتھ سائے کی طرح نہیں رہے گی تو شاید میں طبعی عمر تک جی سکوں گا۔''

پھر اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''جسٹ اے منٹ۔ میرا انتظار کریں۔ میں ابھی آتا ہوں۔''

اس نے خیال خوانی کے ذریعے فرہاد کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ''یہ جو میرے پاس آئی ہے۔ کہتی ہے تم نے مجھے اس کے حوالے کیا ہے۔ اگر میں اس سے بچ نکلوں گا تو کیا تم مجھے مار ڈالو گے؟''

اس نے کہا۔ ''نہیں..... تمہارے مقدر میں زندگی ہوگی۔ تم اس سے بچ نکلو گے تو میں تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔ کبھی تمہاری طرف رُخ نہیں کروں گا۔''

وہ مطمئن ہوکر بولا۔ ''ہم سب جانتے ہیں، تم زبان کے دھنی ہو۔ تمہارا شکریہ۔''

اس نے اعلیٰ افسران کے پاس آکر کہا۔ ''فرہاد نے زبان دی ہے۔ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اب میری زندگی آپ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ کراچی ایئرپورٹ پر سیکورٹی الرٹ رکھیں۔''

''فکر نہ کرو۔ ہم تمہاری سلامتی کے لیے جان لڑادیں گے۔''

جہاز رن وے پر دوڑ رہا تھا۔ اس کے اندر ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ وہ بُری طرح اضطراب میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اس نے افسران سے کہا۔ ''جہاز اب رکنے والا ہے۔ کسی بھی طرح اس دوشیزہ کو مجھ سے دور کردو۔ ایئرپورٹ کی عمارت میں اسے میرے قریب نہ رہنے دو۔''

''فکر نہ کرو۔ وہ امیگریشن کاؤنٹر سے آگے نہیں جاسکے گی۔ اسے حراست میں لے کر تم سے دور کردیا جائے گا۔''

جہاز رُک گیا۔ مسافر اپنا اپنا دستی سامان اُٹھا کر باہر جانے لگے۔ فرہاد بھی تسبیح خوانی کرتا ہوا باہر جارہا تھا۔ مائیکل کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسے بھی گرفتار کرائے۔ بلکہ اسے گولی مارنے کا حکم دے لیکن وہ صرف سوچ کر رہ گیا۔ فرہاد کے زیرِ اثر تھا۔ اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

وہ اپنے زیرِ اثر رہنے والے کو کسی بھی لمحے میں ہلاک کرسکتا تھا لیکن اپنی زبان پر قائم تھا۔ اب اسے ایک ذرا نقصان پہنچانے والا نہیں تھا۔ اسے سومی کے حوالے کرچکا تھا۔

مائیکل نے سومی سے پوچھا۔ ''کیا تم اس کے ساتھ نہیں جاؤ گی؟''

''نہیں..... تمہارے ساتھ رہوں گی۔''

اس نے پریشان ہوکر اسے دیکھا۔ دل میں دعا مانگی۔ ''اوگاڈ اس بلا سے میرا پیچھا چھڑادے پھر فرہاد سے ہمیشہ کے لیے پیچھا چھوٹ جائے گا۔''

اس نے پاکستان میں امریکی سفیر سے رابطہ کیا۔ بولا۔ ''فکر نہ کرو۔ میرا پرسنل سیکریٹری ایئرپورٹ میں مسلح پولیس فورس کے ساتھ موجود ہے۔ تم جس دوشیزہ کی طرف اشارہ کروگے اسے گرفتار کرلیا جائے گا۔''

وہ اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ سومی بھی اُٹھ گئی۔ وہ دونوں سب سے آخر میں وہاں سے اُتر کر عمارت کی سمت جانے لگے۔ اسے یقین تھا کہ وہ ابھی چند منٹوں میں قانون کے قدموں تلے ہوگی۔

انسان جب تک جیتا ہے، موت اس کے ساتھ چلتی رہتی ہے۔ اس کی یہ سوچ غلط تھی کہ پیچھا چھوٹ جائے گا۔ وہ چلتے چلتے لیڈیز ٹوائلٹ کے سامنے رُک گئی۔ ''جسٹ اے منٹ..... میں ابھی آتی ہوں۔''

وہ جواب سنے بغیر دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔ مائیکل رُک گیا۔ اسے یوں لگا جیسے سر سے پہاڑ اُتر گیا ہے۔ گلے سے پھندا نکل گیا ہے۔ وہ وہاں سے بھاگ کر جان بچا سکتا تھا مگر عقل نے سمجھایا، وہاں سے بھاگنا حماقت ہوگی۔ سومی کو نشاندہی کون کرے گا؟ وہ اِدھر اُدھر کہیں چھپ جائے گی۔

وہی اسے گرفتار کرا سکتا تھا لیکن دوسری سوچ اُلجھ رہی تھی کہ وہ وہاں کھڑا ہوا اپنی موت کا انتظار کر رہا ہے۔ اسے آگے نکل جانا چاہیے۔ پہلے سیکورٹی گارڈز کے درمیان پہنچنا چاہیے۔ جب وہ اس کے پیچھے آئے گی تو اسے گرفتار کرانا چاہیے۔

یہ سوچتے ہی وہ وہاں سے جانا چاہتا تھا پھر ٹھٹک گیا۔ سومی ٹوائلٹ میں گئی تھی لیکن اس نے دروازے کو پوری طرح بند نہیں کیا تھا۔ ذرا سا کھلا چھوڑ دیا تھا۔ اب اس دروازے سے بلّی باہر آئی تھی اور اس کے سامنے سے گزرتی ہوئی امیگریشن کاؤنٹر کی طرف جارہی تھی۔

وہ اس کے پیچھے دوڑتا ہوا چیخنے لگا۔ ''پکڑو..... اسے پکڑو۔ یہ بلّی بن گئی ہے..... اسے جانے نہ دو۔''

آگے مسلح سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے گن

سیدھی کرتے ہوئے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''رُک جاؤ.....''

وہ رُک کر بولا۔ ''مجھے نہیں۔ اس بلّی کو روکو..... اسے جانے نہ دو۔''

پولیس افسر نے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ بلّی کے پیچھے کیوں بھاگ رہے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''میں مائیکل فورڈ ہوں۔ آپ لوگ میری سیکورٹی کے لیے آئے ہیں۔''

وہاں امریکی سفیر کا پرسنل سیکریٹری کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا آپ ہی مائیکل فورڈ ہیں..... یور آئیڈنٹٹی پلیز؟''

اس نے اپنا پاسپورٹ دکھایا۔ سیکریٹری نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''خوش آمدید۔ یہاں سیکیورٹی کے مکمل انتظامات ہیں۔ آپ پر ایک ذرا آنچ نہیں آئے گی۔ آپ اس دوشیزہ کی نشاندہی کریں۔ وہ جیسے ہی اپنا پاسپورٹ لے کر کاؤنٹر پر آئے گی، اسے گرفتار کرلیا جائے گا۔''

اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہ باہر جانے والے دروازے کے پاس کھڑی ہوئی اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ اس نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ ہے..... وہ دیکھو۔ وہ بلّی بن گئی ہے۔''

سب نے دروازے کے پاس اسے دیکھا۔ پولیس افسر نے پوچھا۔ ''آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کون بلّی بن گئی ہے؟''

سیکریٹری نے کہا۔ ''مسٹر مائیکل! آپ بلّی کو نہ دکھائیں۔ لڑکی کو دکھائیں۔ وہ کہاں ہے؟''

''کہہ تو رہا ہوں۔ بلّی بن گئی ہے۔ وہ سامنے ہے، اسے فوراً پکڑیں۔''

پولیس افسر اور سیکریٹری نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے نظروں ہی نظروں میں پوچھا۔ ''کیا یہ پاگل ہے؟''

پھر سیکریٹری نے پوچھا۔ ''مسٹر مائیکل! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ یہ کیسی باتیں کررہے ہیں؟ کون بلّی بن گئی ہے؟''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''میں پاگل نہیں ہوں۔ جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ وہ جو سامنے ہے بلّی سے لڑکی بن جاتی ہے پھر لڑکی سے بلّی بن جاتی ہے۔ ابھی یہ بلّی کے روپ میں ہے۔''

وہ پولیس افسر سے بولا۔ ''پلیز آپ اسے پکڑیں۔ ورنہ یہ بھاگ جائے گی۔''

افسر نے ناگواری سے کہا۔ ''آپ ہماری اِنسلٹ کر رہے ہیں۔ ہم کتے بلّیاں پکڑنے والی پولیس نہیں ہیں۔''

''میں اِنسلٹ نہیں کررہا ہوں۔ آپ مائنڈ نہ کریں۔ میری بات کو سچ سمجھیں۔ آپ جادو کو تو مانتے ہیں۔ یہ سمجھ لیں کہ اس پر کالا جادو کیا گیا ہے۔''

''اس پر جادو کیا گیا ہے یا نہیں؟ وہ انسان ہے یا جانور؟ ہم نہیں جانتے۔ ہم یہ وردی پہن کر ایک جانور کے پیچھے نہیں دوڑیں گے۔''

سیکریٹری نے کہا۔ ''مسٹر مائیکل! آپ پولیس کو تماشا بنانے والی بات نہ کریں۔ لڑکی دکھائیں۔''

اس نے بے بسی سے پولیس والوں کو دیکھا پھر بلّی کو دیکھا۔ وہ دروازے کے پاس اطمینان سے بیٹھی جیسے پوچھ رہی تھی۔ ''اب کیا کروگے سیکیورٹی فیل ہورہی ہے۔''

اس نے اپنے سفری بیگ سے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی۔ اسے افسر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ پچاس ہزار ڈالرز ہیں۔ آپ اس بلّی کو ابھی گولی ماریں۔ میں ابھی دو لاکھ ڈالرز دوں گا۔''

ایک بلّی کو مارنے کے ڈھائی لاکھ ڈالرز.....؟ اس افسر کو اب سے پہلے اتنی بڑی رشوت نہیں ملی تھی۔ دیکھا جائے تو وہ رشوت نہیں تھی۔ اسے کام کا معاوضہ دیا جارہا تھا۔ سیکریٹری نے کہا۔ ''رکھ لیں۔ ایک بلّی کو مارنے میں کیا دیر لگتی ہے؟ ایک گولی چلانے کے عوض اتنی بڑی رقم پھر کبھی نہیں ملے گی۔''

افسر نے رقم لے کر دروازے کی طرف دیکھا تو وہ وہاں نہیں تھی۔ اس نے ریوالور نکالتے ہوئے سپاہیوں کو حکم دیا۔ ''چلو اسے ڈھونڈو۔ وہ یہیں کہیں ہوگی۔ اسے پکڑنے کی کوشش کرو۔ یہاں لوگوں کا ہجوم ہے۔ گولی نہ چلاؤ۔ اگر پکڑ میں نہ آئے تو ایک ہی گولی میں اس کا کام تمام ہوجانا چاہیے۔''

سپاہی دوڑتے ہوئے وہاں سے جانے لگے۔ ہر طرف اسے ڈھونڈنے لگے۔ ان کے علاوہ درجنوں سپاہی اور جونیئر افسران عمارت کے مختلف حصوں میں تھے۔ اعلیٰ افسر فون کے ذریعے ان سب کو حکم دینے لگا۔ ''ہم کسی لڑکی کو نہیں ایک بلّی کو پکڑنے آئے ہیں۔ وہ اسی عمارت میں ہے۔ اسے پکڑنے کی کوشش کرو۔ جب ہاتھ نہ آئے تو گولی ماردو۔''

وہاں جتنے سپاہی اور افسران تھے۔ وہ سب کے سب ایک بلّی کے پیچھے بھاگنے لگے۔ وہ کہیں گم نہیں ہوئی تھی۔ ایک چھلاوہ تھی، کبھی نظر آرہی تھی۔ کبھی نظروں سے اوجھل ہورہی تھی۔ اپنی موجودگی سے جتلا رہی تھی کہ جہاں مائیکل رہے گا، وہیں اس کے آس پاس وہ بھی رہے گی۔ مسلح گارڈز نے مائیکل کو وی آئی پی روم میں پہنچادیا تھا۔ جب تک بلّی پکڑی نہ جاتی یا ماری نہ جاتی، تب تک کسی کو وہاں جانے کی اجازت نہیں دی جارہی تھی۔

تمام مسافر یہ سن کر اور دیکھ کر حیران ہورہے تھے کہ

وطن کے مسلح جیالے سپاہی ایک بلّی کے پیچھے دوڑتے پھر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد پتا چلا کہ اس عمارت میں ایک نہیں تین بلّیاں ہیں۔ وہ سب ایک کے پیچھے نہیں' تین کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

بیچارے ہلکان ہو رہے تھے' ہانپ رہے تھے۔ ایسی سچویشن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ ان میں سے مطلوبہ بلّی کون سی ہے؟

پولیس کے اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''آپ کس بلّی کی گرفتاری چاہتے ہیں؟ اس کی پہچان کیا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''وہ سفید بلّی ہے۔''

سپاہیوں نے کہا۔ ''یہاں نظر آنے والی تینوں بلّیاں سفید ہیں۔ ان میں سے ایک پر سیاہ دھبّے ہیں۔ دوسری پر بھورے اور تیسری پر بادامی رنگ کے دھبّے ہیں۔ ان میں سے کس کو پکڑا جائے؟''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے توجہ سے بلّی بننے والی کو نہیں دیکھا تھا۔ سفارت خانے کے سیکریٹری اور اعلیٰ افسر نے بھی دھیان نہیں دیا تھا۔ مائیکل نے جھنجلا کر کہا۔ ''اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں جتنی بھی بلّیاں ہیں' انہیں گولی سے اُڑا دو۔''

انسانی جان کی کوئی قیمت نہیں ہوتی پھر بھلا بلّیوں کا حساب کون لیتا ہے کہ انہیں کیوں مارا گیا؟ پندرہ منٹ کے بعد رپورٹ ملی کہ ایک بلّی ماری گئی ہے۔ باقی دو نشانے پر نہیں آ رہی ہیں۔

ایئر پورٹ کی عمارت میں مسافروں کی اور وزیٹرز کی بھیڑ لگ گئی تھی۔ جو مختلف شہروں سے اور بیرونی ممالک سے آئے تھے' وہ بھی یہ دلچسپ تماشا دیکھنے کے لیے رُک گئے تھے۔ دلچسپ انتظار اس بات کا تھا کہ خطرناک مجرموں کو پکڑنے والی پولیس ان بلّیوں کو ٹھکانے لگا سکے گی یا نہیں؟

مائیکل اسلام آباد جانے والا تھا۔ اس کی فلائٹ روانگی کے لیے تیار تھی لیکن وہ وی آئی پی روم سے باہر نہیں نکل رہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ ''جب تک وہ نہیں مرے گی' میں جہاز میں جا کر نہیں بیٹھوں گا۔ وہ پھر کسی دوسرے روپ میں وہاں پہنچ جائے گی۔''

وہ بُری طرح سہما ہوا کہہ رہا تھا۔ ''فرہاد نے مجھے چھوٹ دیدی ہے۔ صرف وہی چار پاؤں والی رہ گئی ہے۔ پہلے اسے ختم کرو۔ میں کسی دوسری فلائٹ سے اسلام آباد جاؤں گا۔''

آدھے گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ دوسری بلّی بھی ماری گئی ہے۔ اب ایک رہ گئی ہے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ سوی نشانے پر آ چکی ہے یا ابھی تک زندہ ہے؟

مائیکل کسی حد تک مطمئن ہو گیا تھا۔ وہ جو تیسری رہ گئی تھی' کسی وقت بھی ماری جا سکتی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ فر کے تمام دشمنوں کی طرح مرنے والا نہیں ہے۔ اسے ایک زندگی ملنے والی ہے۔

بے چاری دو بلّیاں خوامخواہ ماری گئی تھیں۔ ان کے ا ایک گھنٹا گزر گیا۔ مائیکل کو خوش خبری نہیں ملی' پھر دو گھنٹے گزر خبر ملی کہ وہ کہیں نظر نہیں آ رہی ہے۔ ہنوز تلاش جاری ہے۔

مائیکل نے کہا۔ ''وہ مکاری دکھا رہی ہے۔ ا ڈھونڈو' پیچھا نہ چھوڑو۔ آخر کب تک چھپی رہے گی؟ ضر پکڑی جائے گی۔''

اسے عمارت کے ایک ایک گوشے میں تلاش کیا جا تھا۔ وہ جہاں بھی چھپی ہوئی تھی' اب تب میں ماری جانے تھی۔ عمارت کے دور اُفتادہ حصوں سے فون پر کہا جا رہا تھا اُدھر نہیں ہے۔ امیگریشن کاؤنٹر' لیج ہال' وزیٹرز لابی اور مقامات سے تھک ہار کر کہا جا رہا تھا' تیسری نہیں ہے۔ وہ بلّیوں کا انجام دیکھ کر عمارت سے دور بھاگ گئی ہے۔

مائیکل نے گھبرا کر کہا۔ ''میں مر جاؤں گا۔ اسے د جانے اور گم نہ ہونے دو۔ پتا نہیں' پھر کس روپ میں چلی آ گی؟ اسے کسی بھی طرح مار ڈالو۔ میں پانچ لاکھ ڈالرز دو گا۔ ابھی دوں گا۔''

وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تیسری بلّی کی گمشدگی نے اس اطمینان ختم کر دیا تھا۔ وہ اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ خیال خو کے ذریعے یوگا جاننے والے افسران سے کہہ رہا تھا۔ ''فر نے وعدہ کیا ہے مجھے ہلاک نہیں کرے گا۔ ہاتھ بھی نہیں لگا گا اور وہ سچ مچ میری طرف رُخ نہیں کر رہا ہے مگر وہ بلّی جو میر جان کی دشمن بن گئی ہے' اس سے پیچھا چھڑانے میں یہاں سیکیورٹی ناکام ہو رہی ہے۔''

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر بولا۔ ''فار سیک۔ مجھے بچاؤ۔ پاکستانی حکمرانوں کو دھمکیاں دو کہ میر موت انہیں بہت مہنگی پڑے گی۔ وہ موجودہ سیاستداں اقتد میں رہنا چاہتے ہیں تو آرمی کے ذریعے مجھے تحفظ فرا کریں۔ اس بلّی کو کسی طرح ڈھونڈ کر مار ڈالیں۔''

پاکستانی حکمرانوں کو مائیکل کا مسئلہ بتایا گیا۔ انہیں دھمکیاں دی گئیں تو وہ مقتدر سیاستداں آپس میں مشور کرنے لگے کہ کس طرح مائیکل کی جان بچا کر اپنے سر پر سہ امریکا کو خوش کریں؟

وہ سمجھ رہے تھے کہ بلّی مرے گی تو ان کا اقتدار قائم ر گا۔ مسئلہ صرف یہ تھا کہ مائیکل کو مطمئن کر کے اسلام آباد پہنچ

تاریخ میں پہلی بار ٹیلی پیتھی ماسٹر کورس منظر عام پر

ذہن کی پُراسرار قوتیں

ایٹمی شعاعوں سے محفوظ

یہ کتاب آپ کے ذہن کے بند دریچوں کو کھول دے اور لے جائے آپ کو کامیابی کی بلندیوں کی طرف

ذہن کی پوشیدہ قوت سے کامیابی کا سفر

اس کتاب کے مطالعہ سے آپ

مصنف
غلام مصطفےٰ مہر
چیف ایگزیکٹو ورلڈ انسٹی ٹیوٹ فار سائنسز لمیٹڈ

اپنے ذہن کی قوت کو کرشماتی حد تک بڑھا سکتے ہیں
اپنے ٹارگٹ کو مقررہ وقت میں ہٹ کر سکتے ہیں
یقین کامل کی معجزاتی قوت و طاقت سے کامیاب ہو سکتے ہیں
اپنے خیالات کو کنٹرول کر سکتے ہیں
اپنے حافظے کو بہترین بنا سکتے ہیں
اپنی چھٹی حس کی قوت میں بے پناہ اضافہ کر سکتے ہیں
اپنی ذہنی قوت سے ناقابل یقین کام یقیناً کر سکتے ہیں
اپنی قوت ارادی کو بام عروج تک لے جا سکتے ہیں
ذہنی قوت سے بیماریوں کا علاج کر سکتے ہیں
اپنے پالتو جانوروں کو کنٹرول کر سکتے ہیں
نظر بہتر بنا سکتے ہیں اور نظر کی عینک اتار سکتے ہیں
اپنی شخصیت کے معیار کو جانچ کر کامیاب شخص بن سکتے ہیں
سدا صحت مند رہنے کے اصول جان سکتے ہیں
ٹیلی پیتھی کی مشقیں کیسے' کب' کہاں اور کتنی دیر کرنی چاہئیں؟ آپ ٹیلی پیتھی کے ماسٹر بن سکتے ہیں
کسی بھی فرد سے ذہنی رابطہ کر کے اس کے خیالات سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں

ایک نادر اور شاہکار کتاب آج نہیں بلکہ ابھی خریدیے بذریعہ ڈاک VP منگوا سکتے ہیں

بہترین آفسٹ پیپر دورنگا چھپائی

قیمت -/350

براہ راست کتاب منگوانے کے لیے ایڈریس

ہیثم بُک کارنر 38 غزنی سٹریٹ نزد اقراء سنٹر اردو بازار لاہور۔ پاکستان
Mob: 0300-8051080
Ph : 042 - 37242970

تھا۔ ہیرا پھیری کے معاملے میں پاکستانی سیاستدانوں کی کھوپڑیاں خوب کام کرتی ہیں۔ انہوں نے اچھی طرح سر کھپانے کے بعد بڑی راز داری سے ایک بلّی کو ایئر پورٹ پہنچایا۔ ایک پولیس افسر نے اسے گولی ماری پھر مائیکل کو خوش خبری سنائی کہ وہ وہاں کے مال گودام میں چھپی ہوئی تھی۔ اس کا قصہ تمام کر دیا گیا ہے۔

جب اس نے تین مردہ بلّیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو یقین کر لیا کہ وہ روپ بدلنے والی دوشیزہ ماری گئی ہے۔ اس نے کہا۔ ''اب میں اسلام آباد نہیں جاؤں گا۔ امریکا جانے والی کسی بھی فلائٹ میں میری سیٹ اوکے کراؤ۔''

اس رات امریکا جانے کے لیے کوئی فلائٹ نہیں تھی۔ وہ دوسری صبح جا سکتا تھا۔ لہٰذا سرکاری گیسٹ ہاؤس میں رات گزارنے کے لیے وی آئی پی روم سے باہر آیا۔ اس سے پہلے اس نے خیال خوانی کے ذریعے فرہاد کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ''تم نے وعدہ کیا تھا کہ میں زندہ سلامت رہوں گا تو تم میری طرف کبھی رُخ نہیں کرو گے۔ اب کیا کہتے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''میں اپنے وعدہ پر قائم رہوں گا۔ آئندہ تم میری طرف رُخ نہ کرنا۔ جاؤ یہاں سے۔''

اس نے سانس روکی۔ مائیکل وہاں سے نکل آیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ بلّی ماری گئی ہے اور فرہاد دشمنی کرنے کبھی اس کی طرف نہیں آئے گا۔ وہ ایک افسر اور چھ مسلح سپاہیوں کے درمیان چلتا ہوا عمارت کے باہر آیا۔ وہاں سے تقریباً چالیس گز کے فاصلے پر سیکیورٹی فورس کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ اس گاڑی میں اسے بیٹھ کر جانا تھا۔

فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ وہ ایک منٹ میں اس گاڑی تک پہنچ سکتا تھا مگر بلّیاں تو راستہ کاٹنے کی عادی ہوتی ہیں۔ وہ بھی راستے میں آ گئی۔ وہ جیسے اچانک ہی آسمان سے ٹپک پڑی تھی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے' لمحوں میں صدیوں کا کھیل مَٹک جاتا ہے۔

وہ ایک بچیرو کو تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتی ہوئی بلائے ناگہانی کی طرح سر پر پہنچ گئی۔ سپاہیوں نے بچنے کے لیے اِدھر اُدھر چھلانگ لگائی۔ مائیکل ان کے درمیان تھا۔ بھاگتے وقت ایک سپاہی سے ٹکرا کر گر پڑا پھر موت اسے اُٹھنے سے پہلے کچلتی ہوئی گزر گئی۔

سپاہیوں نے بڑی پھرتی دکھائی۔ بچیرو کے پہیّوں پر گولیاں چلائیں۔ وہ ناکارہ ہو کر آگے جا کر رُک گئی۔ وہ گاڑی چلانے والی متواتر فائرنگ کے باعث دروازہ کھول کر باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ چاروں طرف سے گولیوں کی زد میں آ سکتی تھی۔

مگر ایسا نہیں ہوا۔ جو ہوا' ان سب کی توقع کے خلاف ہوا۔

اس گاڑی کا دروازہ نہیں کھلا۔ دو پاؤں والی بلّی باہر نہیں آئی۔

وہ سب حیرت کے مارے چند لمحوں تک گولیاں چلانا بھول گئے۔ چار پاؤں والی کھڑکی کے راستے چھلانگ لگاتی ہوئی باہر آئی پھر دوسری گاڑیوں کے پیچھے چلی گئی۔

کئی سپاہی دوڑتے ہوئے اُدھر گئے۔ پارکنگ ایریا میں بے شمار گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ ان کے اندر جھانکتے ہوئے' اوپر نیچے دیکھنے لگے۔ وہ تو چھلاوہ تھی۔ اِدھر آئی' اُدھر گئی۔ ایئر پورٹ کی عمارت میں گھنٹوں آنکھ مچولی کھیلتی رہی تھی۔ پارکنگ ایریا میں بھی وہ کھیل جاری رہا۔

وہ تھکا دینے والی تھی۔ نظر آنے والی نہیں تھی۔ کیونکہ وہ بلّی کو تلاش کر رہے تھے۔ جبکہ وہ دو پیروں سے چلتی ہوئی ایک ٹیکسی میں جا کر بیٹھ گئی تھی۔ فرہاد ہوٹل شیرٹن میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

☆☆☆

یوگا جاننے والے آرمی افسران کے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے فنا ہو گئے۔ یہ خبر ان کے مخالفین تک پہنچی کہ وہ سُپر پاور کہلانے والے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خالی ہو چکے ہیں۔ ان کی کمر ٹوٹ چکی ہے۔

راستہ کھل چکا تھا۔ جے' بلرام اور بھنڈاری ان افسران کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ جے نے کہا۔ ''ہم آ گئے ہیں۔ ہم کو پہلے کی طرح بھگاؤ۔''

وہ طعنہ سن کر چپ رہے۔ بلرام نے کہا۔ ''تم لوگوں نے اعلیٰ حضرت کا آشیر واد لیا تھا۔ اپنے دماغوں کو لاک کرایا تھا۔ ہماری سوچ کی لہروں کو اپنے اندر آنے نہیں دیتے تھے۔ اب ہم کو کیسے روکو گے؟''

وہ سب عام انسانوں کی طرح نہتے' مجبور اور کمزور ہو گئے تھے۔ بھنڈاری نے کہا۔ ''تمہارے دماغوں کے دروازے کھل گئے ہیں۔ مائیکل اور البرٹ کی موت نے تمہارے کگاروں سے ہوا نکال دی ہے۔ تم لوگ تو مٹّی کے کیڑے بن گئے ہو۔ ہم جب بھی چاہیں گے' تم کو روندتے ہوئے گزر جائیں گے۔''

ان افسران نے کہا۔ ''اب تو جو کہو گے' ہم چُپ چاپ سنتے رہیں گے۔ ہم آج بھی سُپر پاور ہیں لیکن ٹیلی پیتھی کے میدان میں سُپر سے صفر ہو گئے ہیں۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''ہمیں طعنے دو۔ ہمارا مذاق اُڑاؤ مگر یہ لکھ لو کہ ہمارے بعد تمہاری باری ہے۔''

ایک اور افسر نے کہا۔ ''تم لوگوں نے تو فرہاد کو شکنجے میں کس لیا تھا۔ اس کی بلّی چڑھانے والے تھے پھر کیا ہوا؟ وہ پچھلی

اماوس کی رات سے تمہارے لیے دردِ سر بن گیا ہے۔''

وہ باری باری کہہ رہے تھے۔ ''کیا تمہارے پاس اپنے دردِ سر کی دوا ہے؟ کیا تم اس کا کچھ بگاڑنے کی تاکت رکھتے ہو؟''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اگر تمہاری ٹیلی پیتھی اور کالا جادو کوئی اثر دکھاتا تو اپنے گرو مہاراج کو بچا لیتے۔ اس کے ہاتھوں مرنے نہ دیتے۔''

بھنڈاری نے غصّے سے کہا۔ ''بکواس نہ کرو۔ ہم جلد ہی اس کا سر کچلنے والے ہیں۔''

''ہم بھی یہی کہا کرتے تھے کہ سُپر پاور ہیں۔ وسیع ذرائع' وسیع اختیارات رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس اسلحہ کی اور ڈالرز کی طاقت ہے۔ اپنی سیاسی حکمتِ عملی کے ذریعے آدھی سے زیادہ دنیا پر حکومت کرتے ہیں۔ فرہاد کو اور بابا صاحب کے ادارے کو جلد ہی اپنے زیرِ اثر لے آئیں گے لیکن بے انتہا طاقتور ہونے کے باوجود ہم کبھی انہیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نہ کر سکے۔''

ایک اور افسر نے کہا۔ ''اور آج ہم ہی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ہم پھر کہہ رہے ہیں' اسے لکھ لو۔ ہمارے بعد تمہاری باری ہے۔''

''ہمیں طعنے نہ دو۔ ہمارے انجام سے عبرت حاصل کرو۔ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرو اور را کے ڈائریکٹر سے ہماری بات کراؤ۔''

تھوڑی دیر بعد را کے ڈائریکٹر نے فون پر کہا۔ ''ہیلو.....! یہ سن کر بہت افسوس ہو رہا ہے کہ تمہارے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے گئے ہیں۔''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم جلد ہی فون پر اسی طرح افسوس کریں گے کہ تمہارے تینوں ٹیلی پیتھی اور کالا جادو جاننے والے مارے گئے ہیں۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''تم سب مانو یا نہ مانو' جس طرح موت اٹل ہوتی ہے' اسی طرح فرہاد کا انتقام بھی اٹل ہے۔ وہ جے' بلرام اور بھنڈاری کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

را کے ڈائریکٹر نے کہا۔ ''موت اٹل ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اس سے بچنے اور زندہ رہنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔''

''تمہاری کوششیں کیا ہو سکیں گی؟ کیا فرہاد کو کہیں پکڑ سکو گے؟ اسے ہلاک کر سکو گے؟ یہ بتاؤ' اس کے سائے کو بھی چھو لینے کی کیا تدبیر کرو گے؟''

''ہم فون پر بول رہے ہیں۔ ابھی وہ ہمارے اندر موجود ہو گا۔ ہمارے چور خیالات پڑھ رہا ہو گا۔ ہم سے نہ پوچھو' ہم نہیں جانتے کہ وہ تینوں اس کے خلاف کیا تدبیر سوچ رہے ہوں گے؟ وہ ہمارے اندر آنے والا جے' بلرام اور بھنڈاری کے اندر کبھی نہیں جا سکے گا۔''

''تم کیسے کہہ سکتے ہو؟ جبکہ وہ مقفل دماغوں کے اندر بھی پہنچ جاتا ہے۔''

''ہم یقین سے کہتے ہیں' وہ ان تین جنم ساتھیوں کے اندر پہنچ نہیں پاتا ہے۔ اسی لیے وہ محفوظ ہیں۔ ہم نہیں جانتے' وہ تینوں کیا کرنے والے ہیں؟ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اماوس کی رات سے پہلے ہی اسے ٹھکانے لگا دیں گے۔''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم ابھی کہہ چکے ہیں' ایسی ہی خوش فہمیاں ہمیں لے ڈوبی ہیں۔ ہم اماوس کی رات آپ لوگوں کی خیریت پوچھیں گے۔''

ان تینوں نے یہ دعویٰ ضرور کیا تھا کہ اس رات فرہاد کے ہاتھ نہیں آئیں گے لیکن وہ اندر ہی اندر سہمے ہوئے تھے۔ شلپا کو بچانے کے سلسلے میں ناکامی کا منہ دیکھ چکے تھے۔ یہ ثابت ہو چکا تھا کہ اس ایک شخص کی ٹیلی پیتھی کے آگے ان تینوں کی مشترکہ خیال خوانی بے اثر ہو جاتی ہے۔

ان کے دماغوں میں یہ سوال ہتھوڑے کی طرح لگ رہا تھا کہ اب دو راتیں رہ گئی ہیں۔ تیسری رات وہ تین سے ایک ہو جائیں گے تو ٹیلی پیتھی کی طاقت بھی گھٹ جائے گی۔ وجود ایک ہو گا تو خیال خوانی کرنے والا بھی ایک ہی ہو گا۔ جو تنہا ہو گا' وہ فرہاد کو اپنے اندر آنے سے روک نہیں پائے گا۔ وہ تو آسانی سے مارا جائے گا۔

ایشورارا کی طرح ان کے دماغ میں بھی یہ بات پک رہی تھی کہ بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے' جتنی جلدی ہو سکے' فرہاد کی بہت بڑی کمزوری سے کھیلا جائے۔ فی الحال اس کی کمزوری یہ تھی کہ عالی اپنی مما کی وفات پر صدمہ اُٹھا رہی تھی۔ ایسے وقت اس کے نتھے سے بچے کو یعنی فرہاد کے نواسے کو اغوا کیا جائے گا۔ اس بچے کو اپنی گرفت میں رکھا جائے گا تو فرہاد بھی پوری طرح گرفت میں آ جائے گا۔ اس کے سارے کس بل ڈھیلے پڑ جائیں گے۔ ایک طرف ایشورارا کو اور دوسری طرف جے' بلرام اور بھنڈاری کو انتظار تھا کہ عالی اپنے بچے کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر اپنے سسرال حیدر آباد دکن جائے۔ ایسے ہی وقت کامیابی سے اغوا کی واردات کی جائے گی۔

☆☆☆

سومی ہوٹل کے کمرے میں آئی۔ وہ بستر پر آنکھیں بند

کیے پڑا تھا۔ چہرے سے بیمار لگ رہا تھا۔ اس نے قریب آ کر اس کی پیشانی کو چھو کر دیکھا۔ وہ بخار میں تپ رہا تھا۔ اب بیماریاں اور کمزوریاں پہلے کی طرح حاوی ہونے لگی تھیں۔

سومی نے فریج سے برف کے کیوبس نکال کر ایک کپڑے میں انہیں لپیٹ کر اس کی پیشانی پر رکھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''شکریہ..... تم بہت اچھی ہو۔''

وہ بھی سوچ کے ذریعے بولی۔ ''میں اچھی ہوں تو میری بات مانو۔ سونیا کا غم اتنا نہ کرو۔ یوں دن رات ماتمی انداز میں اسے یاد کرتے رہو گے تو جی نہیں پاؤ گے۔''

وہ خلا میں تکتے ہوئے بولا۔ ''اب کون جینا چاہتا ہے؟ زندگی کی کہانی ختم ہونے کے لیے ہوتی ہے۔ میری بھی کہانی کا اختتام ہو جانا چاہیے۔''

وہ کپڑے میں لپٹی ہوئی برف اس کی پیشانی پر رکھ رہی تھی۔ ایسے وقت کلائی کا تل دکھائی دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''میں ہوں نا..... تمہاری سونیا..... دور کیسے ہو سکتی ہوں؟ میرے فرہاد.....! مجھے محسوس کرو۔''

ویسے وہ ظاہر نہیں کرتا تھا۔ چپ چاپ محسوس کرتا تھا۔ یہ دیکھتا آ رہا تھا' وہ سونیا کی طرح دُکھ' مصیبتوں میں ساتھ رہتی ہے۔ سونیا کی طرح دشمنوں کے بارہ بجا رہی ہے۔ اسی کے انداز میں چلتی پھرتی دکھائی دیتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی اسے آخری منزل کا ہم سفر بنایا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کیے بڑا رہا پھر سوچ کے ذریعے بولا۔ ''ہم جہاز کے ذریعے لاہور نہیں جائیں گے۔ مخالفین ہماری تاک میں ہیں۔ میں ریلوے کے متعلقہ عہدیداروں کے اندر پہنچ کر ایک کیبن ریزرو کرا چکا ہوں۔ ٹرین رات کے آٹھ بجے یہاں سے روانہ ہوگی۔''

وہ بولی۔ ''بخار کم ہو رہا ہے۔ اگر آسانی سے خیال خوانی کر سکو تو مخالفین کی خبر ضرور لو۔''

''میں تھوڑی دیر بعد معلوم کروں گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں اور ہمارے خلاف کیا کر رہے ہیں؟''

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ کمزوری کے باعث فوراً ہی گہری نیند میں ڈوب گیا۔ یہ بات یقینی تھی کہ دشمن ایک سفید پوش شخص کو تلاش کر رہے ہوں گے' جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہیں اور اس کے ایک ہاتھ میں تسبیح ہوتی ہے۔

وہ ہوٹل پہنچتے ہی اپنا حلیہ بدل چکا تھا۔ اب نہ تو ڈاڑھی تھی' نہ سر کے بال سفید تھے۔ وہ پنجاب کے روایتی لباس میں تھا۔ جب وہ ٹرین میں آئے تو سومی نے بھی شلوار کُرتا پہن لیا تھا۔ وہ ٹرین کراچی سے روانہ ہوئی تو انٹیلیجنس والے ان کی بُو سونگھنے کے لیے مختلف کمپارٹمنٹ میں پھیل گئے۔

ٹرین میں کسی سے پاسپورٹ طلب نہیں کیا جاتا۔ اندرونِ ملک سفر کرنے والے صرف شناختی کارڈ کے ذریعے اپنی شناخت پیش کرتے ہیں۔ اس آئی ڈی کے مطابق وہ لاہور کا ایک رہائشی فراز احمد تھا۔ دراصل اس آئی ڈی کارڈ میں فرہاد علی تیمور لکھا ہوا تھا لیکن فرہاد نے افسر کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق فرہاد کو فراز پڑھ رہا تھا۔

افسر نے سومی کی طرف دیکھا۔ فرہاد نے کہا۔ ''یہ ستر برس کی ہے۔ ابھی شناختی کارڈ بنانے کی عمر نہیں ہوئی ہے۔''

وہ ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر تھا۔ بحث نہیں کر سکتا تھا۔ مطمئن ہو کر چلا گیا۔ آئندہ بھی انکوائری کے لیے جو بھی آتا' وہ اسی طرح مطمئن ہو کر چلا جاتا۔ ان سے نجات حاصل ہونے کے بعد وہ کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا بخار پھر تیز ہو رہا تھا۔ سومی بھی تھرماس سے برف کے کیوبس لے کر آئی۔ اس نے دوائیں کھانے کو دیں۔ اس کے بعد پیشانی پر برف پھیرنے لگی۔

بخار ذرا کم ہوا تو وہ سو گیا۔ اگر ایسے وقت اس کے دشمن وہاں پہنچ جاتے تو کیا ہوتا؟ اس پر نقاہت طاری تھی۔ دماغی توانائی اتنی نہیں تھی کہ وہ دیر تک خیال خوانی کر سکے۔ دشمن اس پر غالب آ سکتے تھے۔

لیکن نہیں۔ ایسے ہی وقت وہ محسوس کرتا تھا کہ اس کی جانِ حیات سونیا اس کے پاس ہے۔ وہ آنکھیں کھول کر دیکھتا تو اسے سومی دکھائی دیتی..... ''میں ہوں نا!''

اس نے خواب میں سونیا کو دیکھا۔ وہ اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''آرام کرو۔ فکر نہ کرو۔ میں تمہیں چھوڑ کر نہ کبھی گئی ہوں۔ نہ جاؤں گی۔''

اس نے کہا۔ ''تم تو وفات پا چکی ہو' پھر میرے پاس کیسے آئی ہو؟''

''میں نہیں جانتی۔ یہ قدرتی معاملہ ایسا ہے کہ میں نہ ہوتے ہوئے بھی تمہارے پاس ہوں اور تمہاری آخری سانسوں تک ساتھ رہوں گی۔''

''آخری سانسوں تک کیسے رہو گی؟ بابا فرید واسطی کی پیش گوئی بدل چکی ہے۔''

''ہاں۔ بدل چکی ہے اور برقرار بھی ہے۔ میں تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑوں گی۔ جب تم آخری سانسیں لیتے رہو گے' تب پیش گوئی کے مطابق تمہارے پاس رہوں گی۔''

وہ دور ہو کر اس کے پائنتی جا کر بیٹھ گئی پھر بولی۔ ''میں

ہوں اور رہوں گی۔ کبھی تقدیر سمجھ میں نہیں آتی۔ کبھی تعبیر سمجھ میں نہیں آتی۔ آنکھیں کھولو۔ مجھے دیکھو۔''

اس کی نیند ٹوٹ گئی۔ آنکھ کھل گئی۔ سومی خواب میں نظر آنے والی کی طرح اس کے پائنتی بیٹھی ہوئی تھی۔ بند آنکھوں کے پیچھے وہ تھی۔ آنکھیں کھولتے ہی یہ آ گئی تھی۔ کھٹ کھٹا کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ ٹرین پٹڑیاں بدل رہی تھی۔

کھٹ کھٹا کھٹ کھٹ..... تقدیر بدلتی ہے۔ تدبیر بدلتی ہے۔

کھٹ کھٹا کھٹ کھٹ..... شخصیت بدلتی ہے۔ یہ دنیا کبھی معلوم کبھی نامعلوم طریقوں سے بدلتی رہتی ہے۔ اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ نیند غالب آ گئی۔

وہ دوسرے دن لاہور پہنچ گئے۔ کوئی مخالفت کوئی رُکاوٹ پیش نہیں آئی۔ وہ دونوں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر شاہدرہ والے مکان میں آ گئے۔ وہاں محلے پڑوس والوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ ان کی خیر خیریت پوچھی۔ فرہاد چپ چاپ حیرانی سے دیکھ رہا تھا' جو لوگ سونیا کو بیٹی اور باجی کہتے تھے' وہ سومی کو بھی یہی کہہ رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے یہ نہیں پوچھا کہ سونیا کہاں ہے؟ ایسا لگ رہا تھا' وہ سب کے سب اسے فرہاد کے ساتھ دیکھ رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ وہ دونوں پھر پہلے کی طرح وہاں رہنے آئے ہیں۔ وہ اس کمرے میں آیا' جس کی کھڑکی شمال کی جانب کھلتی تھی اور مقناطیسی ہوائیں آ کر اس کے دماغ کو چھو لیا کرتی تھیں۔ اسی کمرے میں اسے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہوا تھا۔ عروج بھی وہیں سے ملا تھا اور اب وہیں وہ زوال کے وقت آ گیا تھا۔

''پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا''

اس نے شمال کی جانب کھڑکی کھول دی۔ اُدھر منہ کر کے ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ ان لمحات میں خود کو بہت ہلکا پھلکا سا محسوس کر رہا تھا۔ کھڑکی سے آنے والی مقناطیسی ہوائیں اس کے دماغ کو چھو رہی تھیں۔ وہ بڑی سہولت سے خیال خوانی کر سکتا تھا۔

اب جے' بلرام اور بھنڈاری اور ایشورارا جیسے دشمن رہ گئے تھے۔ ان سے نمٹنے اور کامیاب ہونے کے بعد ہی اس کی جدوجہد پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتی تھی۔ وہ تینوں جنم ساتھی اپنے گرو مہاراج کی ہلاکت کے بعد سے خوف زدہ تھے۔ شلپا کی موت نے بھی سمجھا دیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی اور کالے جادو کے ذریعے اس پر حاوی نہیں ہو سکیں گے۔ اسی لیے اس سے چھپتے پھر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی آواز اور لب و لہجے بدل دیے تھے تاکہ فرہاد ان کے اندر نہ آ سکے۔ وہ اماوس کی رات کولکتہ سے بہت دور ایک کھنڈر میں چھپنے والے تھے۔ وہاں انہوں نے کالی مائی کی ایک مورتی بنا کر رکھ چھوڑی تھی۔ اس رات وہاں ایک ہی جسم میں سمانے کے بعد اس کی پوجا کرنے والے تھے۔

انہوں نے کئی طرح کے منتر پڑھنے کے بعد اس کھنڈر کی بندش کی تھی۔ اس عمل کے بعد یقین ہو گیا تھا کہ فرہاد وہاں تک پہنچ نہیں پائے گا۔ وہ کھنڈر اسے نظر ہی نہیں آئے گا۔ وہ آنکھیں رکھتے ہوئے بھی جیسے اندھا ہو جائے گا۔

جب وہ کھنڈر کے آس پاس بھٹکنے کے بعد ناکام ہو کر واپس چلا جائے گا تو اس رات اس سے نجات مل جائے گی۔ صبح ہوتے ہی وہ پھر ایک سے تین ہو جائیں گے۔ تب اس پر حاوی ہوتے رہیں گے۔ وہ ایک کو ہلاک کرے گا تو باقی دو اس ہلاک ہونے والے کی آتما کو نئے شریر میں پہنچا کر اسے نئی زندگی دیں گے۔

انہوں نے کالے جادو کا یہ زبردست کمال حاصل کیا تھا۔ فرہاد انہیں مارتے مارتے خود ایک دن مر جاتا مگر وہ مرنے والے نہیں تھے۔ ان کی کامیابی کا دارومدار صرف اس بات پر تھا کہ وہ اماوس کی رات اس کی نظروں میں نہ آئیں۔ اسے اپنے دماغوں تک بھی نہ پہنچنے دیں۔

یہ آنکھ مچولی جاری تھی۔ وہ چھپے ہوئے تھے۔ اسے کمزور' مجبور اور بے بس کر دینے کے لیے اس کے نواسے کو اغوا کرنے کا منصوبہ بنا چکے تھے۔ اس انتظار میں تھے کہ عالی اپنے بچے کو لے کر بابا صاحب کے ادارے سے نکلے تو اغوا کی واردات کی جائے۔ یہ جانتے تھے کہ وہ پیرس کے ایئرپورٹ سے ہی کسی فلائٹ میں حیدرآباد دکن جائے گی۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ کب جائے گی۔ لہٰذا یہ معلوم کرنے کے لیے وہ جنم ساتھی خیال خوانی کرتے رہتے تھے۔ پیرس ایئرپورٹ کے مطلوبہ اور متعلقہ افراد کے دماغوں میں آتے جاتے رہتے تھے اور وہاں سے جنوب ایشیا کی سمت جانے والی تمام فلائٹس کے مسافروں کے نام کمپیوٹر ... پر پڑھتے رہتے تھے۔ یوں انہیں معلوم ہوا کہ عالی انڈین ایئر لائن کے ایک طیارے میں سفر کرنے والی ہے۔ وہ طیارہ پیرس سے روانہ ہونے کے بعد استنبول میں ایک گھنٹے کے لیے رُکے گا پھر ممبئی میں بھی ایک گھنٹے کی بریک جرنی ہوگی۔ اس کے بعد وہ حیدرآباد دکن پہنچے گی۔ ان کے لیے ممبئی میں واردات کرنا آسان ہوتا۔ وہاں ان کے آلۂ کار واردات کرتے پھر کولکتہ میل کے ذریعے بچے کو ان کے پاس پہنچا دیتے۔ وہ تینوں مختلف پناہ گاہوں میں چھپے ہوئے تھے۔ نواسے کو حاصل کرنے کے بعد شیر بن کر نانا کے سامنے دہاڑ سکتے تھے اور ایسا ہی ایک منصوبہ ایشورارا بنا چکا تھا۔ اس نے معلوم کیا تھا کہ عالی اپنے بچے اور

شوہر کے ساتھ انڈین ایئر لائن کے ایک طیارے میں سفر کرنے والی ہے۔اس نے اسی جہاز میں سفر کرنے کے لیے استنبول سے ایک سیٹ او کے کرالی تھی۔

اس کی سلامتی اسی میں تھی کہ وہ جلد سے جلد فرہاد کو کمزور بنا دے۔اس کے نواسے کو اغوا کرنے کے بعد اس شرط پر اسے واپس کرے کہ وہ اسے زندہ سلامت سیارے میں جانے دے گا۔موجودہ حالات میں کوئی بھی دشمن اسے کمزور اور بے بس بنا کر ہی اپنی جان بچا سکتا تھا۔

ایشورارا ایسا دشمن تھا' جس کے اندر فرہاد آسانی سے جاتا آتا رہتا تھا۔اس نے خلائی جہاز میں پائلٹ کو اور ایکورارا کو ہلاک کیا تھا۔ایشورارا کی بھی ہلاکت اٹل تھی۔وہ اُسے ٹھہر ٹھہر کر دہشت زدہ کرتا ہوا موت کی طرف لے جا رہا تھا۔

وہ چُپ چاپ اس کے اندر پہنچ گیا۔اس وقت وہ جہاز میں تھا۔انڈین ایئر لائن کا وہ طیارہ ممبئی کی سمت جا رہا تھا۔عالی اور ایمان علی اگلی ایک قطار میں بیٹھے اپنے بچے سے دل بہلا رہے تھے۔اس بات سے بے خبر تھے کہ ایک دشمن ان کے پیچھے والی قطار میں بیٹھا ہے۔

ایمان علی نے بہت پہلے ہی یہ پیش گوئی کی تھی کہ ان کا بیٹا شایان علی ان سے جدا ہونے والا ہے۔کوئی اسے اغوا کرے گا اور ایسا کون کرے گا؟ یہ اسے آگہی کے ذریعے معلوم نہیں ہوا تھا۔اسے ملنے والی آگہی بعض اوقات ادھوری رہ جاتی تھی۔ویسے سب اس کی باتوں کو سچ مانتے تھے۔اس کی پیش گوئی درست ہوا کرتی تھی۔دُکھ پہنچانے والی پیش گوئی سے دُکھ پہنچتا ہی تھا مگر جو معلوم ہوتا تھا' اسے چھپاتا نہیں تھا' بول دیتا تھا۔اس کی پیش گوئی سن کر عالی پریشان ہو گئی تھی۔بہت محتاط رہنے لگی تھی۔اپنے بچے کو ایک پل کے لیے بھی نظروں سے جدا نہیں ہونے دیتی تھی۔اسے کسی شناسا کی بھی گود میں نہیں دیتی تھی۔اپنے ہی کلیجے سے لگائے رکھتی تھی۔رات کو سوتے وقت کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں بند رکھتی تھی۔

اِدھر چور دلیری دکھا رہا تھا۔بڑی بے باکی سے ان کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔وہ دو چار مسافروں کے خیالات پڑھنے کے بعد ایک مسافر کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رہا تھا۔وہ مسافر ٹرانس میں آکر اپنی سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے سو گیا تھا۔اس کے زیرِ اثر آ گیا تھا۔وہ اسے معمول بنا کر اس کے ذریعے بچے کو اغوا کرنا چاہتا تھا۔خود کو اس لیے عالی اور ایمان علی سے دور رکھنا چاہتا تھا کہ کسی وجہ سے کام بگڑ جائے اور بچہ ہاتھ نہ آئے تو وہ بھی ان کے ہاتھ نہ آئے۔وہ فرہاد کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔اس کی مرضی کے مطابق اپنی سیٹ سے اُٹھ گیا۔بے اختیار وہاں سے چلتا ہوا عالی اور ایمان علی کے سامنے رُک گیا پھر مسکرا کر بچے کو دیکھنے لگا۔ایمان علی نے پوچھا۔''کیا بات ہے؟''

وہ بولا۔''کوئی بات نہیں ہے۔یہ بچہ بہت پیارا ہے۔جی چاہتا ہے' اسے چُرا کر لے جاؤں۔''

عالی یہ سنتے ہی اندر سے لرز گئی۔بیٹے کو سینے سے اور چپکا لیا۔اسے غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔''کیا بکواس کر رہے ہو؟ کون ہو تم؟''

ایسے وقت فرہاد نے جسمانی اور دماغی تھکن محسوس کی۔اس کے دماغ سے نکل کر ہولے ہولے ہانپنے لگا۔اُدھر ایشورارا کا دماغ آزاد ہو گیا تھا۔اس نے چونک کر سوچا۔''یہ میں کیا کر رہا ہوں؟ مجھے عالی کے سامنے نہیں آنا چاہیے تھا۔پتا نہیں میں نے یہاں آ کر کیا بکواس کی ہے؟''

وہ فوراً ہی وہاں سے پلٹ کر اپنی سیٹ کی طرف جانے لگا۔عالی نے خیال خوانی کی پرواز کی۔اس کے اندر پہنچنا چاہا۔اس نے جلدی سے سانس روک لی۔سمجھ گیا کہ عالی اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتی ہے۔

وہ اپنی جگہ بیٹھ کر سوچنے لگا۔''یہ گڑبڑ کیسے ہو گئی؟ میں نے وہاں جانے کی حماقت کیوں کی؟'' وہ سر جھکا کر سوچ رہا تھا۔''میں تو یہاں آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔اچانک ہی میرے اندر تحریک پیدا ہوئی تھی اور میں اُدھر چلا گیا تھا۔'' اس نے گھبرا کر سوچا۔''کیا فرہاد میرے اندر آیا تھا؟ کیا میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہوں؟ کیا وہ بیٹی کے سامنے مجھے پہنچا کر میری سازش ظاہر کر رہا ہے؟ ہاں۔یہی بات ہے۔'' وہ کئی پہلوؤں سے سوچ رہا تھا۔''نہیں۔میں سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں۔ابھی میں نے عالی کو اپنے اندر محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔جب بیٹی میرے اندر نہیں آ سکتی تو پھر باپ کیسے آئے گا؟ نہیں میں ایسا بھی گیا گزرا نہیں ہوں۔میری دماغی توانائی برقرار ہے۔میں یوگا میں مہارت رکھتا ہوں۔''

پھر اس کے ذہن میں بات آئی۔''کیا فرہاد نے روحانی ٹیلی پیتھی سیکھ لی ہے؟ ضرور ایسی ہی کوئی بات ہے۔تب ہی اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں سیارے سے واپس آ گیا ہوں۔جہاں خلائی جہاز چھپا کر رکھا جاتا ہے' وہاں تک کبھی کوئی پہنچ نہیں پایا تھا۔وہ پہنچ گیا تھا۔اس جہاز میں اس نے پائلٹ کو اور میرے بھائی ایکورارا کو ہلاک کیا تھا۔''

وہ بے چینی سے پہلو بدل کر سوچ رہا تھا۔''ان کی پُراسرار موت کے بعد میری بھی موت آ سکتی تھی..... مگر نہیں آ رہی ہے۔اس دن سے مجھ پر حملے ہو رہے ہیں۔میری شامت آ رہی ہے۔میں اپاہج ہو گیا تھا۔مجھ پر بڑے عذاب نازل ہو

رہے ہیں مگر موت نہیں آ رہی ہے۔''

وہ مٹھیاں بھینچ کر سوچنے لگا۔''میرے ساتھ دشمنی ہو رہی ہے۔دشمن نامعلوم ہے اور معلوم بھی ہے۔حقیقت تب ہی معلوم ہو گی' جب میں فرہاد کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکوں گا۔''

اُدھر عالی نے ایمان علی سے کہا۔''اس نے سانس روک لی ہے۔مجھے کسی طرح اس کے اندر پہنچنا ہو گا۔''

ایمان علی نے کہا۔''سانس روکنے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ٹیلی پیتھی یا یوگا جاننے والا کوئی دشمن ہے۔''

''ہاں۔تمہیں آگہی ملی تھی کہ ہمارا شایان اغوا ہونے والا ہے اور وہ کمبخت ابھی میرے بچے کو اغوا کرنے کی بات کر رہا تھا۔''

''تعجب ہے' وہ بڑی دلیری سے ہمارے سامنے آ کر ایسی بات کہہ رہا تھا۔گویا چیلنج کر رہا تھا اور چیلنج کرنے والا یقیناً یہاں اکیلا نہیں ہو گا۔''

''پہلے معلوم کرنا ہو گا کہ وہ کتنے ہیں؟ اگر زیادہ ہوں گے تو ہم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو بلائیں گے۔''

''تم میرے اندر رہو۔میں اس کے پاس جا رہا ہوں۔جب اسے زخمی کروں گا یا کسی طرح مجبور کروں گا۔تب اس کے اندر چلی جانا۔''

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر پچھلی قطاروں کے درمیان سے گزرنے لگا۔ایشورارا کے پیچھے ایک سیٹ خالی تھی۔وہ ایمان علی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔سوچنے لگا کہ اس سے کس طرح نمٹنا ہو گا۔

وہ اس کے پیچھے ایک سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ایشورارا اپنی سیٹ پر کسمسانے لگا۔سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ پیچھے آ کر کیوں بیٹھ گیا ہے؟ اس نے چند لمحوں تک انتظار کیا پھر اس سے رہا نہ گیا۔اس نے پلٹ کر اسے دیکھا۔علی نے کہا۔''مجھے نہیں' میری کوٹ کی جیب کو دیکھو۔''

اس نے ذرا اُٹھ کر دیکھا۔اس کا ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا اور جیب میں کوئی چیز تھی۔اس نے کہا۔''یہ پستول ہے۔تمہیں مارنے کے لیے نہیں' زخمی کرنے کے لیے ہے۔اس کے بعد تمہارے دماغ کے دروازے خود بخود کھل جائیں گے۔''

وہ سہم کر یوں دائیں بائیں دیکھنے لگا جیسے کسی کی مدد حاصل کرنا چاہتا ہو۔علی نے کہا۔''اگر تمہارے اور ساتھی ہیں تو انہیں خبر ہونے تک گولی چل جائے گی۔تم زخمی اور اپاہج بن جاؤ گے پھر بھی قابو میں نہیں آؤ گے تو مارے جاؤ گے۔''

نہ وہ مرنا چاہتا تھا۔نہ زخمی ہونا چاہتا تھا۔بلی نے اسے پہلے ہی اس طرح اپاہج بنا دیا تھا کہ وہ بڑی تکلیف سے دونوں ٹانگیں پھیلا کر چلتا تھا۔ایمان علی نے پوچھا۔''فوراً بولو۔کیا ابھی اسی لمحے میں سوچ کی لہروں کو اندر آنے دو گے؟''

اس نے بڑی بے بسی سے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔عالی' ایمان علی کے ذریعے اس کی باتیں سن رہی تھی۔اسے دیکھ رہی تھی۔سر ہلاتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئی پھر ابتدائی تعارفی خیالات پڑھتے ہی بولی۔''اچھا..... تو تم ایشورارا ہو۔آگے کچھ کہنے سے پہلے تمہارے دماغ کو ایک ذرا کمزور بنا رہی ہوں تاکہ آئندہ سانس روکنے کے قابل نہ رہو۔''

وہ جلدی سے بولا۔''پلیز۔ایسا ظلم نہ کرو۔میں وعدہ کرتا ہوں' ہمیشہ تمہیں اندر آنے دوں گا۔کبھی سانس نہیں.....''

بات ختم ہونے سے پہلے ہی اس کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر لرزنے لگا۔ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا گیا تھا۔آس پاس بیٹھے ہوئے مسافر پوچھنے لگے۔''کیا ہوا؟ کیا پرابلم ہے؟''

اسٹیوارڈیا ایئر ہوسٹس کو بلانے کے لیے کال بیل کا بٹن دبایا گیا۔ایمان علی وہاں سے اُٹھ کر اطمینان سے چلتا ہوا عالی کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔وہ بچے کو سینے سے لگائے ایشورارا کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔

وہ اس کی ماں کا بدترین دشمن تھا۔کچھ عرصہ پہلے اپنی دانست میں سونیا کو ہلاک کر کے سیارے میں چلا گیا تھا۔وہاں سے واپس آنے کے بعد اس کی خوش فہمی ختم ہو گئی تھی۔یہ معلوم ہوا کہ اس کا حملہ ناکام رہا تھا۔

عالی اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔وہ ارضی دنیا میں واپس آنے کے بعد بُری طرح پھنس گیا تھا۔فرہاد نے اس کی واپسی کا راستہ بند کر دیا تھا۔عالی کو یہ بھی معلوم ہوا کہ امریکی اکابرین کو' جے بلرام اور بھنڈاری کو اس کے واپس آنے کا علم نہیں ہے۔وہ سب سے چھپتا پھر رہا ہے۔

اور اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ یہاں سے زندہ سلامت سیارے میں واپس جانے کے لیے' فرہاد کی بہت بڑی کمزوری سے کھیلنے کے لیے اس کے نواسے کو اغوا کرنا چاہتا ہے۔اسی مقصد کے لیے ان کا ہمسفر بنا ہوا ہے۔

اس کی دماغی تکلیف کم ہو گئی تھی۔عالی نے کہا۔''تم لوگ کس قدر ذلیل اور کمینے ہو؟ خوامخواہ ہم سے دشمنی کرتے ہو۔ہم نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا۔میری مما اور پاپا تمہیں سمجھاتے رہے کہ سیارے میں واپس جاؤ۔ورنہ نقصان اُٹھاتے رہو گے مگر تم طاقت کے زعم میں ماننے والے نہیں تھے۔تم نے پہلے مما کو ہلاک کرنا چاہا۔اب پاپا کو کمزور بنانے کے لیے

میرے لختِ جگر کو اغوا کرنے آئے ہو۔تم لوگوں کو تو تڑپا تڑپا کر دنیا والوں کو تمہارا بُرا انجام دِکھا کر مارنا چاہیے۔‘‘

وہ چُپ چاپ سر جھکائے باتیں سن رہا تھا۔شرمندگی ظاہر کرنے‘ معافی مانگنے‘ جھوٹے وعدے اور معاہدے کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔وہ بچے کو اغوا کرنے آیا تھا اور پکڑا گیا تھا۔اب کچھ بولنے کا منہ نہیں رہا تھا۔

عالی نے کہا۔’’تمہاری سوچ بتا رہی ہے کہ پاپا تمہیں تھوڑی تھوڑی سی موت دیتے آرہے ہیں۔تمہاری واپسی کا راستہ روک دیا ہے۔تم اپنے خلائی جہاز تک جا نہیں پا رہے ہو۔‘‘

وہ حقارت سے بولی۔’’کیسے بے بس ہو گئے ہو؟ سیّارے سے زبردست ٹیکنالوجی اور لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج لے کر آئے تھے۔اب کیا ہے تمہارے پاس.....؟ کیسی مجبوری ہے‘ خالی ہاتھ بھی سیّارے میں نہیں جا سکو گے۔یہیں مرو گے۔‘‘

وہ بڑی عاجزی سے بولا۔’’میں معافی کے قابل نہیں ہوں مگر مجھے ایسی سزا دو کہ میں اپنی طبعی عمر تک جی سکوں۔میرا برین واش کر دو۔مجھے تابعدار بنا لو۔میں ہمیشہ تمہارے پاپا کا غلام بن کر رہوں گا۔‘‘

’’ہم سانپوں کو دودھ نہیں پلاتے۔اب تک پاپا نے تمہیں سزائیں دیں۔اب میں دوں گی۔‘‘

اس نے سر اُٹھا کر اگلی قطاروں کی سمت دیکھا۔وہ نظر نہیں آرہی تھی مگر اس کے اندر بول رہی تھی۔’’جیسے مجرموں کو گتّوں کے آگے ڈال دیا جاتا ہے‘ اسی طرح میں تمہیں جے‘ بلرام اور بھنڈاری اور تمہارے دشمن امریکی اکابرین کے آگے ڈالنے جا رہی ہوں۔‘‘

وہ پریشان ہو کر بولا۔’’میں تمہارے خدا کا واسطہ دیتا ہوں‘ وہ کتنے نہیں جانتے کہ میں سیّارے سے واپس آ گیا ہوں۔انہیں معلوم ہوگا تو وہ مجھے بھنبھوڑنے چلے آئیں گے۔‘‘

اسے جواب نہیں ملا۔وہ جا چکی تھی۔اس کا دل ڈوبنے لگا۔دشمنوں کو خبر ملنے والی تھی کہ سیّارے کا مُہرغاروسٹ ہونے کے لیے زمین پر آ گیا ہے۔

وہ جھنجلا کر سوچنے لگا۔’’یہ فرہاد کا کیا طریقہ ہے کہ فوراً انتقام نہیں لیتا۔فوراً ہی جان لے کر قصہ تمام نہیں کرتا۔اچانک موت آ جائے اور مر جاؤ تو ایک ذرا سی تکلیف کے بعد مظالم سہنے اور عذاب اُٹھانے سے نجات مل جاتی ہے مگر یہاں ایسا نہیں ہو رہا ہے۔اس کی بیٹی بھی مجھے ہلاک نہیں کر رہی ہے۔‘‘

وہ بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے سوچنے لگا۔’’وہ بھی باپ کی طرح ڈرامائی انداز اختیار کرنے والی ہے۔میں کیسے معلوم کروں کہ وہ کیا کر رہی ہے؟‘‘

اسے اپنے اندر آواز سنائی دی۔’’تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ہم آ گئے ہیں۔‘‘

وہ چونک کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ہکلاتے ہوئے بولا۔’’کک۔کون ہو تم؟‘‘

اس نے کہا۔’’میں وائس مین ہوں۔یہ سب جانتے ہیں کہ ہم تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد صاحب کے وفادار ہیں۔‘‘

ایک اور آواز سنائی دی۔’’میں جیمس ہارڈی ہوں۔کیا تمہیں پتا ہے‘ فرہاد صاحب کے تمام دشمن چٹ پٹ ہو رہے ہیں اور اب تمہاری باری ہے؟‘‘

تیسری آواز سنائی دی۔’’میں فرہاد صاحب کا وفادار ٹف گائی بول رہا ہوں۔ہمیں وفاداری کا صلہ مل رہا ہے۔ہم موت کی آہٹ نہیں سن رہے ہیں۔ہم تینوں اپنی طبعی عمر تک سلامتی سے دنیا میں رہیں گے۔یہ دیکھو کہ تم لوگوں کا انجام کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟‘‘

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔’’یہ میری عاقبت نااندیشی تھی۔آئندہ مجھے جینے کا موقع ملے گا تو فرہاد کے قدموں میں رہ کر باقی زندگی گزاروں گا۔‘‘

’’یہ بات ذہن سے نکال دو کہ معافی ملے گی اور تم وفاداری کے بہانے جی سکو گے۔‘‘

’’فرہاد سے کہو‘ میری ایک بات مان لے۔میں نے کبھی اچھا کام نہیں کیا۔وہ میری جان لینے سے پہلے مجھ سے کوئی اچھا کام لے۔‘‘

’’یعنی کوئی نیک کام کرنے کے بہانے زندہ رہنا چاہتے ہو؟‘‘

’’میرے متعلق جیسی بھی رائے قائم کرو مگر میں مرنے سے پہلے کوئی نیک کام کرنا چاہتا ہوں۔‘‘

جیمس ہارڈی نے عالی کے پاس آ کر اس کی نیک خواہشات کا ذکر کیا۔وہ اس کے اندر آ کر بولی۔’’کیا تم کوئی اچھا کام کرنا چاہتے ہو؟‘‘

وہ جلدی سے بولا۔’’ہاں۔پلیز مجھے ایک موقع دو۔اپنا کوئی کام مجھ سے لو۔‘‘

وہ بولی۔’’بُرائی کو مٹانا نیکی ہے لیکن اسے مٹانے کے لیے بُرے لوگوں کو مٹانا پڑتا ہے۔اگر تم جے‘ بلرام اور بھنڈاری کو خاک میں ملا دو گے تو تمہیں سیّارے میں جانے سے روکا نہیں جائے گا۔‘‘

وہ پریشان ہو کر بولا۔’’وہ صرف ٹیلی پیتھی جانتے تو میں ان سے نمٹ لیتا مگر وہ کالے جادو کے ذریعے حاوی ہو جاتے ہیں اور میں ان کے مقابلے میں اکیلا ہوں۔‘‘

’’ان کی شہ زوری اور اپنی کمزوری بیان نہ کرو۔تم میرے بچے کو چھیننے آئے تھے۔اس کے باوجود میں تمہیں بچ نکلنے کا موقع دے رہی ہوں۔‘‘

’’میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا مگر مجھے تھوڑی سی سہولت دو۔ان تینوں سے نمٹنے کو نہ کہو۔میں کسی ایک کو موت کے گھاٹ اُتارنے کی کوشش کروں گا۔‘‘

’’تم کالے منتروں اور جادو کے تماشے نہیں جانتے۔ان تینوں میں سے کوئی ایک مرتا ہے تو باقی دو جنم ساتھی اس کی آتما کو دوسرے جسم میں پہنچا کر اسے زندہ کر دیتے ہیں۔‘‘

اس نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا۔’’کیا یہ ممکن ہے؟ مرنے والے کبھی زندہ نہیں ہوتے۔کیا کالے جادو سے زندہ ہو جاتے ہیں؟‘‘

’’ہاں۔یہ شیطانی تماشے عارضی ہوتے ہیں۔وہ نئی زندگی پا تو لیتے ہیں مگر کسی نہ کسی بہانے حرام موت مرتے رہتے ہیں۔پچھلی اماوس کی رات انہوں نے پاپا کے ہاتھوں مرنے کے بعد شیطانی عمل سے نئی زندگی حاصل کی تھی پھر اماوس کی رات آ رہی ہے۔وہ پھر حرام موت مریں گے۔‘‘

’’اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ مرتے رہیں گے اور زندہ ہوتے رہیں گے۔جب بھی موت آئے گی تو ایک دوسرے کی آتماؤں کو نئے جسموں میں پہنچا کر نئی زندگی حاصل کرتے رہیں گے۔‘‘

’’دنیا کے ہر جاندار کو جان دینی پڑتی ہے۔موت سب ہی کے لیے لازمی ہے۔وہ اماوس کی رات ایک ہی جسم میں سما جاتے ہیں۔تین سے ایک ہو جاتے ہیں پھر صبح ہونے تک اس ایک جسم سے نکل نہیں پاتے۔ایسے وقت اس ایک کو موت آئے گی تو اس کے اندر باقی دو بھی مردہ ہو جائیں گے۔اسی طرح ہمیشہ کے لیے ان کا اختتام ہو جائے گا۔‘‘

ایشورارا نے کہا۔’’مجھے یاد آ رہا ہے۔میں نے پچھلی اماوس کی رات ایسا کوئی تماشا دیکھا تھا مگر سمجھ نہیں پایا تھا کہ جادو کے ذریعے کیا چکّر چلایا جا رہا تھا؟ اب مجھے حوصلہ مل رہا ہے اگر اماوس کی رات وہ تین نہیں رہتے‘ صرف ایک ہی رہتا ہے تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔‘‘

عالی نے کہا۔’’تمہاری بہتری اسی میں ہے۔اس رات اسے مارڈالو یا اس کے ہاتھوں مر جاؤ۔ہم سے زندگی پانے اور سیّارے میں واپس جانے کا ٹکٹ حاصل کرنے کے لیے ان جادوگروں سے زندگی اور موت کا کھیل کھیلنا ہی پڑے گا۔‘‘

’’میں تو اپنے گھر واپس جانے کے لیے جان کی بازی لگا دوں گا لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ان دشمنوں تک کیسے پہنچ پاؤں گا؟ پتا نہیں وہ کہاں روپوش رہتے ہیں؟‘‘

’’راایجنسی والوں سے دوستی کرو۔ان کے ذریعے جے‘ بلرام اور بھنڈاری تک پہنچ سکو گے۔‘‘

عالی اسے مشورہ دے کر چلی گئی۔جیمس ہارڈی نے کہا۔’’خوش نصیب ہو۔اُن تھری اِن ون سے نمٹنے کے بعد لمبی عمر پاؤ گے اور اپنے گھر واپس چلے جاؤ گے۔‘‘

اس نے کہا۔’’میں اکیلا ہوں۔تم تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے میری مدد کرو گے تو میں بھی تمہارے کام آتا رہوں گا۔‘‘

ٹف گائی نے کہا۔’’ہم فرہاد صاحب کے ان تین دشمنوں کو خاک میں ملانے کے لیے تمہارا ساتھ دیں گے۔‘‘

وائس مین نے کہا۔’’میرے اندر آؤ۔ہم راوالوں سے رابطہ کر رہے ہیں۔تم بھی ان سے باتیں کرو۔‘‘

وہ بولا۔’’شکر یہ تم سب مجھ سے تعاون کر رہے ہو۔شاید میرے اچھے دن آنے والے ہیں۔‘‘

وائس مین‘ جیمس ہارڈی اور ٹف گائی را کے اعلیٰ عہدیداروں کے اندر کئی بار چوری چھپے جا چکے تھے۔اس وقت بھی وائس مین نے ایشورارا کو اپنے اندر آنے کی اجازت دی پھر اس کے ساتھ را کے ڈائریکٹر کے اندر پہنچ گیا۔

اس وقت بھنڈاری اس ڈائریکٹر کے اندر بول رہا تھا۔’’تم لوگوں کی شکایت درست ہے۔ہم تینوں جنم ساتھی ابھی تمہارا کوئی کام نہیں کر رہے ہیں اور اس کی وجہ پھر ہا دے۔یہ تم سب جانتے ہو۔میں یہ کہنے آیا ہوں کہ اب اماوس کی رات تک ہم کسی سے رابطہ نہیں کریں گے۔‘‘

ڈائریکٹر نے پوچھا۔’’کیا گھورتپسیا میں مصروف ہو؟‘‘

’’ہاں۔ہم دن رات منتر پڑھ رہے ہیں۔ماں دُرگا کے آگے روح ایک جانور کی بلی دے رہے ہیں اور یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ہم اماوس کی رات سے پہلے ماں بھوانی کے چرنوں میں جے کی گردن اُڑائیں گے۔‘‘

وہ حیرانی سے بولا۔’’کیا کہہ رہے ہو؟ اپنے جنم ساتھی جے کو بھینٹ چڑھاؤ گے؟‘‘

’’ہاں۔ماں کالی ہم سے پرسن ہو گی تو اس کے بعد جے کی آتما کو دوسرے شریر میں پہنچا کر اس کو نئی جندگی دیں گے۔اس کے بعد جے اور بلرام میری گردن اُڑائیں گے۔ماں بھوانی اور جیادہ کھوش ہو گی۔‘‘

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔’’ہم سمجھ گئے۔نئی زندگی ملنے کے

بعد تم دو جنم ساتھی ماں کے چرنوں میں بلرام کا لہو چڑھاؤ گے۔ باری باری اپنی قربانی دو گے۔''

''ہاں۔ اتنے بڑے بلیدان سے ماں کھوش ہو کر ایسی شکتی دے گی کہ ہم ہر مہادیو کی تیسری آنکھ سے سارے چھپے ہوئے دشمنوں کو دیکھ سکیں گے۔ ہم کو پتا چل جائے گا کہ پرہاد کہاں چھپا ہوا ہے؟ اور ہم تک پہنچنے اور ہماری جان لینے کے لیے کیا کرنے والا ہے؟''

وہ بڑے فخر سے بولا۔ ''بلیدان کے بعد ہم تینوں کی جانیں ماں درگا کی ہو جائیں گی۔ اس کے بعد پھر ہادتو کیا کوئی بھی دشمن ہم کو کبھی مار نہیں سکے گا۔''

وہ نہیں جانتے تھے کہ ڈائریکٹر کے اندر وائس مین اور ایشورارا چھپے ہوئے ہیں۔ ڈائریکٹر نے ایشورارا کی مرضی کے مطابق بھنڈاری سے پوچھا۔ ''کیا تم تینوں کسی بھی چھپے ہوئے دشمن تک پہنچ سکو گے؟''

''ہاں۔ کوئی بھی دشمن ہو۔ ہم مہاشکتی کی نادیدہ آنکھ سے اسے پاتال میں اور سمندر کی گہرائیوں میں بھی چھپتے ہوئے دیکھ لیں گے۔''

اس نے ایک اور سوال کیا۔ ''کیا تم تینوں کسی سیارے والے کو بھی دیکھ سکو گے؟''

بھنڈاری نے کہا۔ ''ایشورارا یہاں سے بھاگ کر سیارے میں گیا ہے۔ ہماری دھرتی پر واپس آئے گا تو ہم اس کی شہ رگ تک پہنچ جائیں گے۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کھلائی جہاز کہاں چھپا کر رکھتا ہے۔''

اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو گیا۔ وائس مین نے پوچھا۔ ''وہاں سے کیوں آ گئے؟ وہ آگے کیا کہنے والے ہیں' تمہیں سننا چاہیے تھا۔''

''اور سننے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟ میں کہیں بھی چھپنا چاہوں گا' وہ مجھے ڈھونڈ نکالیں گے۔ وہ کہہ رہے ہیں' اماوس کی رات آنے نہیں دیں گے۔ اس سے پہلے ہی جب وہ فرہاد تک پہنچ جائیں گے تو پھر میں کیا چیز ہوں؟''

جہاز کی محدود فضا میں اے سی کی ٹھنڈک تھی پھر بھی پسینا آ رہا تھا۔ وہ پسینا پونچھتے ہوئے بولا۔ ''وہ ایسے ظالم درندے اور شیطان ہیں کہ خود اپنی گردنیں کٹوائیں گے اور اپنے ساتھیوں کی بھی گردنیں کاٹیں گے پھر مجھے کب چھوڑیں گے؟''

وہ بیٹھا ہوا تھا مگر جیسے جان بچانے کے لیے بھاگ رہا تھا اور ہانپتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''وہ عجیب خونخوار درندے ہیں۔ میری گردن کاٹیں گے۔ مجھے مار ڈالیں گے پھر میری آتما کو دوسرے جسم میں پہنچا کر بار بار زندہ کرتے رہیں گے بار بار میری گردن کاٹتے رہیں گے۔ نہیں..... میں بار بار چھرے تلے آ کر تڑپ تڑپ کر مرنا نہیں چاہتا۔''

عالی اس کے اندر آ کر یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں تو سزائے موت نہیں دینا چاہتی تھی۔ تمہیں نیک کام کرنے کا موقع دے رہی تھی مگر تمہارے نصیب میں حرام موت مرنا لکھا ہے۔''

وہ بے بسی سے بولا۔ ''میں کیا کروں؟ انہیں ہلاک کرنے جاؤں گا تو وہ اُلٹا میری ہی بلی چڑھا دیں گے۔ نہ میں انہیں مار سکوں گا۔ نہ ہی نیک کام کر سکوں گا۔ اِدھر تم مجھے زندہ نہیں رہنے دو گی۔ میں تمہاری ماں کا' تمہارے بچے کا مجرم ہوں۔ مجھے ضرور سزائے موت دو گی۔''

''میں حیدر آباد اپنے گھر پہنچنے تک تمہیں مہلت دے رہی ہوں۔ ان شیطانوں سے ٹکرانے کا حوصلہ کرو۔ تمہیں کہیں بھی مرنا ہے تو نیکی کرتے ہوئے جان دو۔''

جیمس ہارڈی نے کہا۔ ''ہم تمہاری مدد کرتے رہیں گے۔ وہ شیطان مریں گے تو تمہیں سلامتی ملے گی۔ ہم جا رہے ہیں۔ تم سوچتے رہو۔''

وہ کیا سوچتا؟ وہ تو تصور میں بار بار اپنی گردن اُڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ایسی ظالمانہ موت کے آگے یہ بھول گیا تھا کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیشہ دشمنوں پر حاوی ہوتے رہے ہیں۔ وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ کالے جادو کا توڑ روحانی قوت ہے اور یہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔

بھنڈاری نے درست کہا تھا کہ وہ تینوں بے انتہا زبردست شکتی حاصل کرنے کے لیے کالے جادو کی انتہا کر رہے ہیں۔ اپنی اپنی جان کا نذرانہ شیطان کو دے رہے ہیں۔ اس بار ان کی کامیابی یقینی تھی۔ اس لیے اعلیٰ حضرت' آمنہ اور انوشے دن رات عبادت میں مصروف ہو گئے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے میں قرآن خوانی ہو رہی تھی۔ کالے جادو کا توڑ کرنے والی آیتیں پڑھی جا رہی تھیں۔

کبھی شیطان غالب آتا ہے۔ کبھی مارا جاتا ہے۔ کبھی نیکی بھی مات کھاتی ہے۔ کبھی غالب آ جاتی ہے۔ خیر و شر کے درمیان ابھی خاموش جنگ جاری تھی۔ شاید اماوس کی رات سے پہلے ہی اس جنگ کا فیصلہ ہونے والا تھا۔

وہ ممبئی پہنچ گئے۔ ایئرپورٹ میں جے' بلرام اور بھنڈاری کے تین آلۂ کار موجود تھے۔ ان جنم ساتھیوں نے ایک بچے والی ماں کو ٹریپ کیا تھا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا تھا۔ وہ اپنے بچے کو بھول گئی تھی۔ اسے گھر میں چھوڑ

کر ایئرپورٹ آ گئی تھی۔

ان کی پلاننگ کے مطابق وہ عالی کے بچے کو اپنا بچہ سمجھ کر گود لینے والی تھی۔ اسے لے کر ٹرین کے ذریعے کولکتہ جانے والی تھی۔ ایسے وقت اغوا ہونے والے بچے کو تلاش کیا جاتا تو اس دُودھ پلانے والی ماں پر کوئی شبہ نہ کرتا کہ وہ پرائے بچے کو لے جا رہی ہے۔ ایک آلۂ کار اس کا شوہر بن کر ساتھ جانے والا تھا۔

جہاز سے اُترنے والے مسافر عمارت کی طرف جا رہے تھے۔ آگے سفر کرنے والے مسافروں پر پابندی تھی۔ انہیں ویٹنگ روم اور ریسٹورنٹ سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ جے' بلرام اور بھنڈاری کے تین معمول اور تابعداروں میں سے دو تابعدار اس ریسٹورنٹ کے ملازم تھے۔ ایک کچن انچارج تھا اور دوسرا ویٹر تھا۔

عالی اپنے شایان کو سینے سے لگائے ایمان علی کے ساتھ وہاں کچھ کھانے پینے کے لیے آئی۔ سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ایسا مشروب ان کی میز پر پہنچایا گیا' جسے پیتے ہی وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو گئے۔ ایسا اچانک حملہ ہوا تھا' ایسی کمزوری غالب آ گئی کہ وہ خیال خوانی نہ کر سکی۔ کسی کو مدد کے لیے بُلا نہ سکی۔ نقاہت کے باعث ہاتھ پاؤں سے جان نکلی جا رہی تھی۔ بچے کو سنبھال نہیں پا رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ ہاتھوں سے چھوٹ جاتا، ویٹر نے آ کر اسے تھام لیا۔

ایمان علی کی بھی جسمانی توانائی جواب دے چکی تھی۔ وہ میز پر جُھک گیا تھا۔ بڑی بے بسی سے ایک ویٹر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے بیٹے کو عالی سے لے کر وہاں سے جا رہا تھا۔ ایسی نقاہت طاری تھی کہ وہ بول نہیں پا رہا تھا۔

عالی اپنی ماں سونیا کی طرح دشمنوں پر بجلی بن کر گرتی تھی۔ ان لمحات میں بالکل ہی مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔ کسی کو مدد کے لیے بھی نہیں پکار سکتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک انگلی کے' ایک آنکھ کے اشارے سے بھی کہہ نہیں سکتی تھی کہ ویٹر کو پکڑو۔ بچے کو اس سے لے لو۔ وہ بچہ میرا ہے۔

آس پاس کی میزوں پر بیٹھے ہوئے مسافروں نے فوراً ہی اُدھر توجہ نہیں دی۔ سب اپنے آپ میں مست تھے جب کچھ لوگوں نے توجہ دی تو دیر ہو چکی تھی۔ ویٹر بچے کے ساتھ نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا اور ادھر ماں باپ پر تیم بے ہوشی طاری تھی۔ وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہے تھے۔

ہاں..... مگر اس واردات کو دیکھنے والا ایشورارا وہاں موجود تھا۔ وہ عالی اور ایمان علی کی حالت دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ انہیں اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ جب ایک ویٹر بچے کو عالی سے لے کر جانے لگا تو بات پوری طرح سمجھ میں آ گئی جو پلاننگ اس کی تھی' اس پر کوئی اور عمل کر رہا تھا۔

ایسا اور کوئی کون ہو سکتا تھا؟ سیدھی سی بات سمجھ میں آ گئی۔ فرہاد کے آخری دشمن وہ تینوں جنم ساتھی رہ گئے تھے۔ وہی وہ واردات کر رہے تھے۔

وہ ویٹر کے پیچھے چلتا ہوا کچن میں آیا۔ وہاں انچارج نے پوچھا۔ ''تم جہاز کے مسافر ہو۔ یہاں کیوں آئے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''یہ بچہ بھی جہاز کا مسافر ہے۔ یہ ننھا مسافر جہاں جائے گا وہاں میں جاؤں گا۔''

بھنڈاری ویٹر کے اندر رہ کر بچے کو وہاں سے لے جانے کے سلسلے میں اسے گائڈ کر رہا تھا۔ ایک اجنبی کی مداخلت پر پریشان ہو کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ ایشورارا نے سانس روک کر کہا۔ ''آہا۔ جے' بلرام اور بھنڈاری' میرے اندر آنا چاہتے ہیں۔ سوری۔ باہر ہی رہ کر باتیں کرو۔''

بھنڈاری نے ویٹر کی زبان سے پوچھا۔ ''کون ہو تم؟''

''یہ نہیں بتاؤں گا کہ کون ہوں؟ یہ بتا سکتا ہوں کہ یہ فرہاد کا نواسہ ہے اور تم اس کے نانا کی کمزوری سے کھیلنے جا رہے ہو۔''

''تم ہمارا وقت برباد کر رہے ہو۔ رکاوٹ بن رہے ہو۔ ہمارے اور پرہاد کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔ جلدی بولو! کیا ہم سے دوستی کرو گے؟ ہمارا ساتھ دو گے؟''

''ساتھ دے سکتا ہوں۔ اپنے آلۂ کار سے کہو۔ مجھے بھی چور دروازے سے باہر لے چلے پھر ہم اس نیک کام کے سلسلے میں معاملات طے کریں گے۔''

اس نے ویٹر سے کہا۔ ''اس اجنبی کو بھی باہر لے چلو۔ اسے بچے کے ساتھ رہنے دو۔''

عمارت سے باہر جانے تک وہ تینوں جنم ساتھی سوچ رہے تھے' سمجھ رہے تھے کہ وہ رکاوٹ بننے والا ان کے نام جانتا ہے۔ شاید ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہوگا اور شاید وہ بھی فرہاد کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانا چاہتا ہوگا۔ آخر وہ کون ہے؟

وہ نہیں جانتے تھے کہ ایشورارا سیارے سے واپس آ گیا ہے۔ ان کا دھیان اس کی طرف نہیں جا رہا تھا۔ اُدھر ایشورارا نے خیال خوانی کے ذریعے جیمس ہارڈی کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ''میں بہت بڑا خطرہ مول لے کر نیک کام کرنے جا رہا ہوں۔ عالی اور ایمان علی پرابلم میں ہیں۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو انفارم کرو۔''

وہ ویٹر اور بچے کے ساتھ عمارت کے مختلف حصوں سے گزر رہا تھا۔ وائس مین اور لرف گائی بھی آ گئے تھے۔ وہ دشمنوں کو

یہ بتانا نہیں چاہتے تھے کہ انغوا کے سلسلے میں انہیں ناکام بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ وہ ناکامی کا یقین ہوتے ہی معصوم بچے کو ہلاک کرسکتے تھے۔

اس نے ٹف گائی سے کہا۔ ”تم سب زیادہ دیر میرے اندر نہ رہو۔ ورنہ ان دشمنوں کو میرے دماغ میں آنے اور زلزلہ پیدا کرنے کا موقع مل جائے گا۔ میں تم دونوں کو ان کے ایک آلۂ کار کے اندر پہنچا رہا ہوں۔“

جیمس ہارڈی خیال خوانی کے ذریعے الپا اور کبریا کو عالی کے متعلق بتا رہا تھا۔ وہ سن رہے تھے۔ عالی اور ایمان علی کے اندر پہنچ رہے تھے اور بچے کی حفاظت کے لیے ایشورارا کے پاس جارہے تھے۔ وہ نیکی کے راستے پر آتے ہی فرہاد کی پوری فیملی کے لیے اہم ہوگیا تھا۔

ایسے وقت وہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ کبھی مختصر سی خیال خوانی کرتا تھا پھر تھک کر سو جاتا تھا۔ وہ جہاز میں یہ دیکھ کر مطمئن ہوگیا تھا کہ عالی نے ایشورارا کو اپنا تابعدار بنالیا ہے اور ایمان علی کی پیش گوئی کے مطابق بچے کو انغوا نہیں کیا جائے گا۔ وہ فی الوقت کمزوری کے باعث خیال خوانی نہیں کررہا تھا۔

کبریا نے آکر کہا۔ ”پاپا! عالی اور ایمان بھائی اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ انہیں ہاسپٹل پہنچایا گیا ہے۔ جے بلرام اور بھنڈاری ہمارے شایان کو انغوا کرکے کہیں لے جا رہے ہیں۔“

یہ سنتے ہی وہ تڑپ گیا۔ بستر سے اُٹھنے لگا۔ کبریا نے باپ کے دماغ پر حاوی ہوکر اسے لٹاتے ہوئے کہا۔ ”آپ کا نواسہ بخیریت ہے۔ ہم اس پر آنچ بھی نہیں آنے دیں گے۔ آپ آرام سے لیٹے رہیں۔“

وہ بستر پر پڑا ہانپ رہا تھا۔ کبریا نے کہا۔ ”وہ تینوں جنم ساتھی براہِ راست یہ واردات نہیں کررہے ہیں۔ ہمارا شایان ان کے آلۂ کاروں کے ہاتھوں میں ہے۔ اگر ابھی ہم ان کے راستے میں رکاوٹ بنیں گے تو وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے شایان کو نقصان پہنچائیں گے۔ وہ کمبخت ہمارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔“

باپ اپنے بیٹے کی باتوں سے قائل ہورہا تھا۔ بیٹے نے کہا۔ ”اب آپ بتائیں موجودہ حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“

فرہاد نے کہا۔ ”تم میرے بیٹے ہو۔ بتاؤ ایسے وقت میں کیا کروں گا؟“

”آپ سب سے پہلے اپنے نواسے کی سلامتی کو یقینی بنائیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔ آگے بولو۔“

”جب آپ کو یقین ہوجائے گا کہ شایان کو دشمنوں کے ہاتھوں نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس پر ذرا بھی آنچ نہیں آئے گی۔ تب اسے فی الحال حاصل نہیں کریں گے۔“

”کیوں حاصل نہیں کروں گا؟“

”اس لیے کہ شایان کو جے بلرام اور بھنڈاری کے پاس پہنچایا جائے گا۔ وہ نواسہ آپ کے لیے ان کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنے کی راہ ہموار کرے گا۔“

”رائٹ یو آر..... یہی کرو۔ میں ذرا طبیعت سنبھلنے کے بعد خیال خوانی کروں گا۔“

ایشورارا اُس ویٹر اور بچے کے ساتھ ایئرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں آگیا۔ وہاں ایک عورت ایک کار میں بھنڈاری کے تیسرے آلۂ کار کے ساتھ اس کی بیوی کی حیثیت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ ویٹر نے بچے کو عورت کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ لو اپنا بچہ، تم اسے گھر میں چھوڑ آئی تھیں۔“

اس نے بچے کو لے کر پیار کیا پھر اسے سینے سے لگا کر کہا۔ ”اب میں گھر جاؤں گی۔“

اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔ ”میں تمہارا پتی ہوں۔ ہمارا گھر کولکتہ میں ہے۔ ہم ابھی ایک ٹرین سے وہاں جا رہے ہیں۔“

یہ کہہ کر اس نے کار اسٹارٹ کی۔ وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ ایشورارا نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”مجھے چھوڑ کر کہاں جارہے ہو؟ میں اس عورت کا دوسرا پتی ہوں۔ یہ ہم دونوں کے درمیان سینڈوچ بن کر رہے گی۔“

ایسے وقت بھنڈاری نے پھر ایک بار اس کے اندر آنے کی کوشش کی۔ وہ سانس روک کر کار چلانے والے کی زبان سے بولا۔ ”میں آخری بار سمجھا رہا ہوں، میرے اندر آنے کی کوشش نہ کرو۔ یہ حماقت کروگے تو تم سے سمجھوتا نہیں ہوگا۔ چالاکی دکھاؤ گے، مجھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کروگے تو میں خیال خوانی کی ایک چھلانگ لگا کر فرہاد کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اسے یہاں بچے کے پاس پہنچاؤں گا تو وہ میرا احسان مند ہوگا۔“

وہ بولا۔ ”یہ بتاؤ، میں تم پر کیسے وشواس کروں؟ تم پھر ہاد کے آلہ کار ہوسکتے ہو۔ بڑی چالبازی سے اس بچے کو میرے سے چھین کر لے جاسکتے ہو۔ شاید میری کھپیہ پناہ گاہ تک پہنچنا چاہتے ہو۔“

”بچوں جیسی باتیں کررہے ہو۔ تم ابھی فرہاد سے رابطہ کرو۔ بچے کی واپسی کے سلسلے میں اپنے مطالبات پیش کرو۔ میں بھی اپنا ایک مطالبہ منوا کر اسی وقت تمہارے راستے

سے ہٹ جاؤں گا۔ بچے کو اس عورت کے پاس چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔“

”تمہارا مطالبہ کیا ہے؟ کیا وہ مطالبہ میں پورا کرسکتا ہوں؟“

”نہیں۔ صرف فرہاد ہی سے بات بنے گی اور جو بات ہوگی، اسے تم بھی سنو گے۔“

”ہاں۔ اس طرح میں تم پر وشواس کرسکتا ہوں۔ جب یہ عورت بچے کے ساتھ ٹرین میں سوار ہوجائے گی۔ تب ہم پھر ہاد سے باتیں کریں گے۔“

ایک ننھا سا معصوم بچہ، وہ بھی فرہاد کا نواسہ شیطان صفت دشمنوں کے چنگل میں تھا۔ وہ درندے کالی مائی کے چرنوں میں بے گناہ انسانوں کی گردنیں کاٹتے تھے۔ ان میں انسانیت نام کو نہیں تھی۔ ننھی سی جان ایک جھٹکے میں جانے والی تھی۔ حالات بڑے سنگین تھے اور وہ بیمار نانا بستر پر پڑا ہوا تھا۔

سومی اس کی تیمارداری میں لگی ہوئی تھی۔ وہ سوچ کے ذریعے بولا۔ ”یہ بیماری دشمن کی طرح پیچھے پڑ گئی ہے۔ لگتا ہے میری جان کے ساتھ ہی جائے گی۔“

وہ بھی سوچ کے ذریعے بولی۔ ”کیا کیا جائے؟ یہ قدرت کا قانون ہے۔ انسان کو بڑھاپے میں دُکھ بیماریاں جھیلتے ہوئے دنیا سے جانا ہوتا ہے۔“

”ایک ذرا توانائی محسوس ہوتی ہے تو سوچ کے ذریعے تم سے بولتا ہوں۔ خیال خوانی کی پرواز دور تک نہیں ہورہی ہے۔“

وہ ذرا چپ ہوا پھر ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ ”آہ.....! میں اپنے لیے اور دوسروں کے لیے ساری زندگی جدوجہد کرتا رہا۔ آج اپنے نواسے کے لیے کچھ کرنہیں پارہا ہوں۔“

وہ بولی۔ ”کبریا اسے نقصان پہنچنے نہیں دے گا۔“

”ہاں مگر میں اپنے نواسے کے لیے ایکشن میں رہنا چاہتا ہوں۔ جے بلرام اور بھنڈاری کو بُرے انجام تک پہنچانا چاہتا ہوں۔“

”ہمارے تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہوتا وہی ہے، جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔“

اسی وقت سومی کے اندر اعلیٰ حضرت کی آواز سنائی دی۔ وہ فرہاد سے کہہ رہے تھے۔ ”اور خدا کو یہ منظور ہے کہ تم آخری سانسوں میں بھی متحرک رہو۔ اپنے آخری دشمنوں کو عبرتناک انجام تک پہنچاؤ۔“

اس نے کہا۔ ”شکریہ۔ آپ کی آمد سے حوصلہ مل رہا ہے۔ کیا میں بستر سے اُٹھ پاؤں گا؟“

”تمہیں دماغی توانائی حاصل ہوگی۔ وہ بہت ہی خطرناک کالا جادو کررہے ہیں۔ ان کے شیطانی عمل کا توڑ کرنے کے لیے، ہمیں عارضی طور پر روحانی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل ہونے والی ہیں۔“

انہوں نے بس اتنا ہی کہا۔ وہ آگے اور بہت کچھ سننا چاہتا تھا مگر وہ چلے گئے۔ فرہاد بھی یوں اُٹھ کر بیٹھ گیا جیسے پہلے کی طرح شہزور بن گیا ہو لیکن دوسرے ہی لمحے میں تکیے پر گر پڑا۔ بڑھاپے اور بیماری میں جسمانی توانائی حاصل ہونے والی نہیں تھی۔

وہ ہانپنے لگا۔ سومی نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔ ”تم تو ایکدم سے جوش میں آگئے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے جسمانی نہیں، دماغی توانائی کے لیے کہا ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے کہ عارضی طور پر ہی سہی، تمہیں روحانی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ملیں گی۔ ذرا صبر کرو۔ انتظار کرو۔“

بے شک اسے بہت بڑی سعادت اور کرامت حاصل ہونے والی تھی اور دشمنوں سے خود ہی نمٹنے کی حسرت پوری ہونے والی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ بڑی آسودگی محسوس کررہا تھا۔

ایشورارا اس عورت اور بچے کے ساتھ کولکتہ میل میں سوار ہوگیا تھا۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ وہ تینوں جنم ساتھی کسی بھی وقت اپنے کسی آلۂ کار کے ذریعے اسے گولی مار سکتے ہیں یا اسے زخمی کرکے اس کی اصلیت معلوم کرسکتے ہیں۔ اس کے بعد اسے اپنا معمول بنا کر کالی مائی کی بھینٹ چڑھا سکتے ہیں۔

جیمس ہارڈی نے کہا۔ ”فکر نہ کرو۔ فرہاد صاحب کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس عورت کے اور اس کے بنا پتی شوہر کے اندر پہنچ گئے ہیں۔ اب وہ بچے کے ساتھ ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہوسکیں گے۔“

ٹف گائی نے کہا۔ ”تم نے ہمیں عین وقت پر بچے کو اغوا کرنے والوں تک پہنچایا ہے۔ ہم تمہاری حفاظت کررہے ہیں۔ ہمارے چار آلۂ کار باڈی گارڈز کی طرح ہمیشہ تمہارے آس پاس رہیں گے۔ تمہیں دشمنوں کے ہاتھوں نہ مرنے دیں گے نہ زخمی ہونے دیں گے۔“

بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے اس ٹرین کے مسافروں کے اندر پہنچ کر انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا رہے تھے۔ وہ فرضی میاں بیوی شایان علی کو اس ٹرین کے کسی کمپارٹمنٹ میں چھپا نہیں سکتے تھے۔ کسی اسٹیشن پر اُتر کر کہیں جاتے تو سیکڑوں آنکھیں انہیں دیکھنے والی تھیں۔

وہ ٹرین طوفانی رفتار سے جارہی تھی۔ چھوٹے اسٹیشنوں پر نہیں رُکتی تھی۔ ایسی تیز رفتاری کے باوجود وہ دوسرے دن شام

کو کولکتہ پہنچنے والی تھی۔ اگرچہ تھکا دینے والا سفر تھا۔ تاہم وہ تینوں جنم ساتھی مطمئن تھے۔ ان کے آلہ کار بچے کو بڑی حفاظت سے لا رہے تھے۔

اب تک ایشورارا کے سوا کوئی ان کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن رہا تھا۔ انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ پہلے چُپ چاپ اس رکاوٹ بننے والے کی اصلیت معلوم کریں گے پھر دوڑتی بھاگتی ٹرین میں اسے موت کے گھاٹ اُتارنے کا بہانہ ڈھونڈ لیں گے۔

ایشورارا نے کہا تھا' جب بچے کے حوالے سے فرہاد کو بلیک میل کیا جائے گا اور اس سے اپنے مطالبات منوائے جائیں گے۔ تب وہ اپنا ایک مطالبہ منوا کر جے' بلرام اور بھنڈاری کے راستے سے ہٹ جائے گا۔ وہ تینوں جلد از جلد اس سے پیچھا چھڑانا چاہتے تھے۔ لہٰذا فرہاد سے باتیں کرنے کے لیے انہوں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ تو جیسے گونگا ہو گیا تھا۔ ایک عرصہ سے کسی نے اس کی آواز نہیں سنی تھی۔ انہوں نے اس کی سابقہ آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر رابطہ کرنا چاہا تو کبریا کے اندر پہنچ گئے۔ وہ پچھلے دنوں باپ کی بیماری کے دوران فرہاد علی تیمور کا رول ادا کرتا رہا تھا۔ اب فرہاد کے گونگے پن نے دشمنوں کو پھر اس کے اندر پہنچا دیا تھا۔ اس نے پوچھا ''کون ہو تم؟''

بھنڈاری نے کہا۔ ''ہم تین جنم ساتھی ہیں اور ایک اجنبی ہے۔ تمہارے ہوش اُڑانے آئے ہیں۔''

کبریا نے ایک فون نمبر بتا کر کہا۔ ''اس نمبر والے ایک آلہ کار کے اندر رہو پھر بولو اور یہاں سے بھاگو۔''

اس نے سانس روکی۔ وہ دماغ سے نکل گئے پھر بھنڈاری نے ان نمبروں کو بیچ کیا۔ رابطہ ہونے پر اس آلہ کار سے کہا۔ ''پھرہاد سے بات کراؤ۔''

اس نے ایک نمبر پنچ کرتے ہوئے کہا۔ ''میرے اندر آؤ اور انتظار کرو۔''

اس نے فون پر رابطہ ہوتے ہی کہا۔ ''سر! کوئی آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ وہ میرے اندر ہے۔''

کبریا نے اس کے دماغ میں آ کر کہا۔ ''ہاں تو جنم ساتھیو! کس اجنبی کے ساتھ آئے ہو اور میرے ہوش اُڑانا چاہتے ہو؟''

بلرام نے کہا۔ ''تم کو مالوم تو ہو گیا ہو گا کہ تمہاری بیٹی اور داماد اعصابی کمجوری میں مبتلا ہو کر اسپتال پہنچ گئے ہیں اور تمہارے نواسے کو کوئی لے گیا ہے؟''

''ہاں۔ یہ بُری خبر ملی ہے۔ میں اپنے نواسے کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ تم نے ابھی ہوش اُڑانے کی بات کی ہے۔ اس کا مطلب ہے' اس معصوم کو تم لوگوں نے ہی اغوا کیا ہے؟''

جے نے کہا۔ ''ہاں۔ یہ نیک کام ہم ہی کر رہے ہیں۔''

کبریا نے کہا۔ ''ضرور کرو۔ اسے پھول کی طرح اپنی ہتھیلیوں پر رکھو۔ گرم ہوا لگنے نہ دو۔ وہ میری لاڈلی کا بیٹا ہے۔ اس پر ذرا سی بھی آنچ آئے گی تو اماوس کی رات تک بھی جی نہیں پاؤ گے۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''حیرت ہے' ہم کو دھمکیاں دے رہے ہو۔ اپنے نواسے کی واپسی کی بات نہیں کر رہے ہو؟''

''میں جانتا ہوں' ابھی کسی قیمت پر بھی اسے واپس نہیں کرو گے۔ اماوس کی رات تک اپنی سلامتی کے لیے اسے ڈھال بنا کر رکھو گے۔''

''ہُوں۔ بڑی دور تک سوچتے ہو۔''

''سوچتا بھی ہوں۔ سمجھتا بھی ہوں۔ اس رات تم تین نہیں رہو گے۔ تم تینوں کا ایک ہی وجود ہو گا۔ ایسے وقت میں تمہارے خفیہ اڈے میں پہنچ جاؤں گا تو اپنی سلامتی کے لیے میرے نواسے کو ڈھال بناؤ گے۔''

''ہاں۔ ہم یہی کریں گے۔ اگر کسی طرح سے چھپ کر آ رہے ہو تو بچے کی سلامتی کے لیے رُک جاؤ۔ واپس چلے جاؤ۔''

بھنڈاری نے کہا۔ ''ہم اماوس کی صبح پھر ایک سے تین ہونے کے بعد بچے کو واپس کر دیں گے۔''

''کبھی نہیں کرو گے۔ وہ تمہاری سلامتی کی ضمانت ہے۔ اسے ہمیشہ اپنے شکنجے میں رکھو گے۔''

بلرام نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''یہ بھی درست ہے۔ ہم کو تم سے کھترا ہے اور تم کو ہم سے ڈر رہے گا۔ اس بات سے ڈرتے رہو گے کہ ہم بچے کو مار نہ ڈالیں۔ یہ بچہ کالے منتروں سے جیادہ ہم کو جان کی امان اور شکتی دے رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ میرا نواسہ تمہارے سائے میں زندہ سلامت رہے گا تو میں تمہاری طرف رُخ نہیں کروں گا۔''

''حیرت ہے۔ کیا تمہاری بیٹی اپنے بچے کی جدائی برداشت کر لے گی؟''

''وہ ماں ہے۔ اپنے بچے کی سلامتی کی خاطر کلیجے پر پتھر رکھ لے گی۔''

''جیادہ چالاک نہ بنو۔ تم میں سے کوئی اس کی جدائی برداشت نہیں کرے گا۔ ضرور تم اسے ہم سے چھین لینے کی کوئی تدبیر کر رہے ہو۔''

''تدبیر تو ہم کریں گے لیکن اس طرح کہ تمہیں کوئی

نقصان نہ پہنچے۔ ورنہ تم ہمارے شایان کو نقصان پہنچاؤ گے۔ فی الحال ہمارے درمیان یہ سمجھوتا رہے گا کہ میں اماوس کی رات تمہاری طرف نہیں آؤں گا اور تم میرے نواسے کو سلامتی سے اور آرام سے رکھو گے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''تم لوگوں کے درمیان سمجھوتا ہو رہا ہے لیکن میرا مطالبہ پورا نہ ہوا تو یہ بچہ کولکتہ تک پہنچ نہیں پائے گا۔''

ایشورارا ایک نیک کام کر کے فرہاد کی فیملی میں محترم ہو گیا تھا۔ اس کے اور کبریا کے درمیان یہ پہلے ہی طے ہو گیا تھا کہ ان جنم ساتھیوں کی موجودگی میں کیا باتیں ہوں گی؟ اس وقت کبریا نے انجان بن کر پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ یہ تینوں تمہیں اجنبی کہہ رہے ہیں پھر ان کے ساتھ کیسے ہو؟''

وہ بولا۔ ''فرہاد! یہ صرف تم جانتے ہو کہ میں سیّارے سے واپس آ گیا ہوں..... بولو اب تو میں اجنبی نہیں رہا؟''

یہ سنتے ہی وہ تینوں چونک گئے۔ بھنڈاری نے کہا۔ ''ہے دُرگا..... تم ایشورارا ہو؟''

''ہاں۔ میں سیّارے میں واپس جانا چاہتا ہوں مگر فرہاد میرا راستہ روک رہا ہے۔ یہ مجھے اسی زمین پر مار ڈالنا چاہتا ہے۔'' پھر وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ ''اب میرا راستہ کیسے روکو گے فرہاد؟ مجھے مارو گے یا اپنے نواسے کو بچاؤ گے؟ ابھی یہ بچہ میری نظروں کے سامنے ہے۔ میں جے' بلرام اور بھنڈاری کا ساتھ دے رہا ہوں۔ تم سمجھدار ہو سمجھ لو' میں کیا چاہتا ہوں؟''

''تم چاہتے ہو' میں تمہارا راستہ نہ روکوں۔ تمہیں سیّارے میں جانے کے لیے کھلا راستہ دے دوں..... اوکے میں زیادہ بحث نہیں کروں گا۔ تم جب چاہو' سیّارے میں جا سکتے ہو۔''

''پھر تو تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہیے مگر نہیں کروں گا۔ کیونکہ تم مجبور ہو کر یہ مہربانی کر رہے ہو۔''

کبریا نے کہا۔ ''میں فضول باتیں نہیں کرتا۔ تینوں جنم ساتھیوں سے یہ کہہ کر جا رہا ہوں کہ میرے نواسے کو ایک ذرا تکلیف نہ پہنچانا۔ ورنہ موت تو سب کو آتی ہے۔ میرے نواسے کو بھی آئے گی لیکن اس کے بعد تم کسی بھی پناہ گاہ میں سکون سے رہ نہیں پاؤ گے۔ میں تم تینوں کو دوڑا دوڑا کر ماروں گا۔''

کبریا نے ان سے رابطہ ختم کر دیا۔ انہوں نے ایشورارا سے کہا۔ ''وہ تمہارے راستے کی رکاوٹ نہیں بنے گا۔ اب تم جاؤ۔ ہمارا پیچھا چھوڑو۔ ہم تم کو اس بچے کے قریب جیادہ دیر برداشت نہیں کریں گے۔''

''میں بھی ارضی دنیا کے دشمنوں کو برداشت نہیں کروں گا۔ یہاں رہ کر پھر کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہوں گا۔ اگلے کسی اسٹیشن پر ٹرین رکے گی تو اُتر جاؤں گا۔''

ان کی باتیں' اُن کے معاملات ختم ہو گئے۔ وہ سب کبریا کے اس آلہ کار کے دماغ سے چلے گئے۔ اپنے آلہ کاروں کے اندر ٹرین میں حاضر ہو گئے۔ ایشورارا اس عورت اور بچے کے قریب تھا۔ کبریا نے آ کر کہا۔ ''تم واقعی آزاد ہو۔ جب چاہو' اپنے گھر جا سکتے ہو۔''

اس نے کہا۔ ''میں کسی ایسے بڑے شہر کے اسٹیشن پر اُتروں گا' جہاں فضائی سروس ہو گی۔ میں کسی فلائٹ سے جنوبی افریقا جاؤں گا۔''

کبریا وہاں سے اپنے باپ کے پاس آیا۔ اسے بتانا چاہتا تھا کہ جے' بلرام اور بھنڈاری سے کیا باتیں ہوئی ہیں؟ اس وقت وہ بستر پر بیٹھا تھا۔ اس نے بیٹے سے کہا۔ ''ان دشمنوں سے تمہاری جو باتیں ہوئی ہیں' وہ میں سن چکا ہوں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے آلہ کار کے اندر موجود تھا۔''

''پاپا.....! آپ طبیعت سنبھلتے ہی لمبی خیال خوانی کرنے لگتے ہیں۔ جبکہ آرام کرنا چاہیے۔''

اس نے کہا۔ ''میرا خیال ہے' اب مجھے تھکن محسوس نہیں ہو گی۔ میرا نواسہ دشمنوں کے شکنجے میں ہے۔ میں یہاں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا نہیں رہوں گا۔ اپنے شایان کو ان کی گرفت سے نکال کر لاؤں گا۔''

''ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ ابھی ان کے خلاف کوئی تدبیر آزمائیں گے تو وہ شایان کو نقصان پہنچائیں گے۔''

''انشاءاللہ! میرے نواسے کو کسی طرح کا کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تم الپا کو بلاؤ۔''

کبریا نے الپا کے پاس آ کر کہا۔ ''پاپا بلا رہے ہیں۔ آپ انہیں سمجھائیں کہ لمبی خیال خوانی نہ کریں پھر دماغی طور پر کمزور ہو جائیں گے۔''

وہ بولی۔ ''پاپا اندر ہی اندر نواسے کے لیے تڑپ رہے ہوں گے۔ وہ جب تک خیال خوانی کر سکتے ہیں' کرنے دو۔ جب کمزور پڑیں گے تو ہم ان کی سچویشن کو سنبھالیں گے۔''

وہ دونوں فرہاد کے پاس آئے۔ اس نے کہا۔ ''اُس ٹرین میں شایان کے ہم عمر بچے ہوں گے۔ مجھے بتاؤ' کتنی عورتیں دس بارہ برس کے بچوں کے ساتھ ہیں؟''

الپا نے کہا۔ ''میں نے ایسی تین ماؤں کے دماغوں میں جگہ بنائی ہے۔''

کبریا نے کہا۔ ''میں نے ایسی عورتوں کی طرف دھیان نہیں دیا تھا پھر بھی ایک ننھے سے بچے کی ماں میری

نظروں میں ہے۔''

''ان تمام ماؤں پر اور ان کے شوہروں پر مختصر سا تنویمی عمل کرو۔ انہیں اس کمپارٹمنٹ میں پہنچاؤ' جہاں ہمارا شایان ہے پھر میرے پاس آؤ۔''

وہ دونوں چلے گئے۔ ان کے ساتھ بے باک مومن اور دوسرے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ وہ ٹرین میں سفر کرنے والی ماؤں کو ان کے شوہروں اور سرپرستوں کو معمول اور تابعدار بنانے لگے۔ ایک گھنٹے بعد ٹرین ایک اسٹیشن پر رُکی تو تین مائیں اپنے بچوں کو اُٹھائے اس کمپارٹمنٹ میں آ گئیں' جہاں شایان تھا۔ دوسرے اسٹیشن پر اور تین مائیں وہاں پہنچ گئیں۔ اس بڑے سے کمپارٹمنٹ میں چھ ماؤں کا اضافہ ہو گیا۔ وہاں بھنڈاری کے دو ہی آلۂ کار تھے۔ ایک وہ عورت تھی' جو شایان کو سنبھال رہی تھی۔ دوسرا اس کے شوہر کی حیثیت سے تھا۔

جے اور بلرام مسلسل منتر پڑھ رہے تھے۔ ان کا خیال تھا' شایان ان منتروں کے حصار میں رہے گا تو کوئی اس کا سراغ نہیں لگا سکے گا اور بھنڈاری کے خیال سے وہاں ایشورارا کے سوا کوئی رکاوٹ پیدا کرنے والا نہیں تھا۔ وہ بھی اس ٹرین سے اترنے والا تھا۔ بظاہر وہ کامیاب ہو رہا تھا۔ یہ یقین ہو رہا تھا کہ فرہاد بچے تک اور اسے اغوا کرنے والوں تک پہنچ نہیں پائے گا۔

بھنڈاری کے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ وہ اس کا نواسہ ہے پھر بھی نانا اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ ننھا سا بچہ اس لحاظ سے عجوبہ تھا کہ اسے قدرتی طور پر یوگا کی صلاحیت حاصل تھی۔ پرائی سوچ کی لہروں کو بوجھ سمجھ کر ایک ذرا سانس روک کر اپنے اندر آنے والوں کو بھگا دیتا تھا۔ اگر یہ قدرتی صلاحیت نہ ہوتی' تب بھی ایک ننھا سا دودھ پیتا بچہ اپنے اور پرائے کو نہیں پہچانتا۔ اس کی سوچ یہ بتا نہ پاتی کہ وہ اپنی ماں کی نہیں' پرائی گود میں ہے اور وہ کسی گھر میں نہیں' ٹرین میں سفر کر رہا ہے۔ بھنڈاری کو ہر پہلو سے اپنی کامیابی کا یقین ہو رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس ٹرین میں اس کی بدنصیبی بھی سفر کر رہی ہے۔ بدنصیبی یہ تھی کہ فرہاد اُٹھ کر بیٹھا تھا۔ بستر سے اُتر کر شمال کی جانب کھلنے والی کھڑکی کے پاس آ کر ایزی چیئر پر بیٹھ گیا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے الپا اور کبریا کو گائڈ کر رہا تھا۔

اگرچہ بھنڈاری نے اپنی آلۂ کار عورت کے اور اس کے فرضی شوہر کے دماغوں کو مقفل کیا تھا مگر وہ ایک کمزور سا مثل تھا۔ فرہاد عمل کرنے والے کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر ان کے اندر پہنچ گیا تھا۔ بازی آہستہ آہستہ پلٹ رہی تھی۔ ان آلہ کاروں کے قریب ایک حسین عورت اپنے رشتے داروں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ بھنڈاری کا آلۂ کار فرہاد کی مرضی کے مطابق اس حسینہ پر عاشق ہونے لگا۔ اس نے بے اختیار اسے آنکھ ماری۔ وہ حسینہ اسے غصہ دکھانا چاہتی تھی لیکن فرہاد نے اس کے اندر آ کر اسے مسکرانے پر مجبور کر دیا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرانے لگی۔ وہ پھر اس آلۂ کار کے دماغ میں آ گیا۔ اس کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ بھنڈاری نے پوچھا۔ ''یہ کیا کر رہے ہو؟ اس عورت سے چھیڑ چھاڑ نہ کرو۔''

اس نے کہا۔ ''ذرا دل بہلانے دو۔ تم نے دیکھا نہیں' وہ مسکرا رہی تھی' مجھے لفٹ دے رہی تھی۔''

اُدھر حسینہ ناگواری سے سوچ رہی تھی۔ ''مجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں کیوں مسکرانے لگی تھی؟''

ایسے ہی وقت اس آلۂ کار نے فرہاد کے زیر اثر رہ کر اسے ایک ہوائی بوسہ ارسال کیا۔ وہ غصّے سے اُچھل پڑی۔ اپنے رشتے داروں سے بولی۔ ''یہ کتا میرے ساتھ گندی حرکتیں کر رہا ہے۔ میں اس پر تھوکتی ہوں۔ آخ۔ تھو.....''

اس کے دو نگڑے بھائی تھے' یہ سنتے ہی اس آلۂ کار پر جھپٹ پڑے۔ بھنڈاری پریشان ہو کر اپنے آلۂ کار کو بچانے کی کوششیں کرنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے ان حملہ کرنے والوں کو روکنے لگا لیکن وہ دو تھے۔ جب وہ ایک کے دماغ میں جا کر اسے روکتا تو دوسرا اس کے آلۂ کار کی پٹائی کرنے لگتا۔ فرہاد ان کے اندر رہ کر انہیں بھڑکا رہا تھا۔

پھر وہ اس عورت کو اپنے زیر اثر لایا' جس کی گود میں شایان تھا۔ وہ اسے برتھ پر لٹا کر اپنے فرضی شوہر کی حمایت میں لڑنے لگی۔ کہنے لگی۔ ''میرا اپنی بدمعاش نہیں ہے۔ تمہاری بہن بدمعاش ہے۔ یہ میرے پتی کو پھانس رہی تھی۔'' ایسی الزام تراشی کے باعث جھگڑا اور بڑھ گیا۔ یہ معاملہ ایسا تھا کہ دوسرے مسافر بھی دلچسپی لینے لگے۔ کچھ اس کی اور کچھ اُس کی حمایت کرنے لگے۔ اس طرح یہ جھگڑا پورے کمپارٹمنٹ میں پھیلتا چلا گیا۔ ٹرین کی کھٹا کھٹ کھٹ کے شور میں تمام بولنے والوں کی آوازیں جیسے نقار خانے میں گونج رہی تھیں۔ پھر وہ پٹڑیاں بدلتی ہوئی ٹرین ناگپور اسٹیشن پر رُک گئی۔ کچھ مسافر کمپارٹمنٹ سے اُترنے اور کچھ چڑھنے لگے۔ ریلوے پولیس بھی وہاں پہنچ گئی۔ ان کے جھگڑے نمٹانے لگی۔

ایسے ہی وقت اس عورت نے شایان کو برتھ پر نہ دیکھ کر صدمے سے چیخ ماری۔ ''میرا بچہ..... میرا بچہ کہاں ہے؟ ہائے میرے بچے کو کوئی لے گیا ہے۔''

اس کی چیخ سنتے ہی بھنڈاری کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ وہ غصے سے بولا۔ ''بچہ تمہاری گود میں تھا۔ کیا تم سے کوئی چھین کر لے گیا ہے؟''

''نہیں۔ میں نے اسے یہاں لٹا دیا تھا۔''

پولیس والے اس بچے کو تلاش کرنے لگے۔ بھنڈاری اس عورت کو اور اس کے فرضی شوہر کو پولیس والوں کے ساتھ پورے کمپارٹمنٹ میں دوڑا رہا تھا۔ وہاں جو بچے تھے' وہاں بیٹھی ہوئی ماؤں کے تھے۔ کچھ بچے والیاں ٹرین سے اتر کر اسٹیشن سے باہر جا چکی تھیں۔ کس کا گھر' کس کی منزل کہاں ہے' یہ کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ ناگپور جیسے بڑے شہر میں اور ٹریفک کے ہجوم میں گاڑیوں کو روکنا اور شایان کو تلاش کرنا ممکن نہیں تھا۔ آدھے گھنٹے بعد ٹرین وہاں سے چل پڑی۔ بھنڈاری نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ جے اور بلرام بھی پوجا پاٹ چھوڑ کر شایان کو تلاش کرتے رہے تھے پھر وہ بھی اپنی اپنی جگہ جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ یہ سمجھ گئے کہ فرہاد قیامت کی چال چل گیا ہے۔ نہ اس نے ان جنم ساتھیوں کو غصہ دکھایا تھا۔ نہ ٹرین میں آ کر چھینا جھپٹی کی تھی۔ بڑی خاموشی سے' بڑی حکمت عملی سے اپنے نواسے کو مکھن کے بال کی طرح نکال کر لے گیا تھا۔

بلرام نے کہا۔ ''ہم نے پھر ہاد کو بلیک میل کرنے میں جلدی کی۔ بچہ ہمارے پاس پہنچ جاتا تو وہ اس ویرانے میں نواسے کو چھین کر لے جانے کا ڈراما کرنے نہ آتا۔''

جے نے کہا۔ ''ہاں۔ ہم تینوں ایک دوسرے سے دور الگ الگ جگہ ہیں۔ اسے مالوم نہ ہوتا کہ بچہ کس کے پاس ہے؟''

بھنڈاری نے جھنجلا کر کہا۔ ''ہم نے اس کمینے ایشورارا سے پیچھا چھڑانے کے لیے پھر ہاد سے رابطہ کرنے میں جلدی کی۔ ہم اس کتے کو سیارے میں واپس جانے نہیں دیں گے..... جے! تم اس کے دماغ میں جاؤ۔ اس کے اندر زلزلے پیدا کرو۔ اسے دماغی مریض بنا دو پھر ہم پھر ہاد سے نمٹنے کے بعد اس سے بھی نمٹ لیں گے۔''

جے نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے اندر پہنچا پھر باہر نکل آیا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ اسے دو چار بار کوششیں کرنے کے بعد ناکامی ہوئی تو اپنے ساتھیوں کے پاس آ کر بولا۔ ''وہ آسانی سے کابو میں نہیں آئے گا۔ جب ہم دُرگاماں کو اپنی اپنی جان کی بھینٹ دے کر ہر ہر مہادیو کی تیسری آنکھ سے دیکھنے لگیں گے' تب پھر ہاد کے علاوہ ایشورارا بھی دکھائی دے گا۔''

بلرام نے کہا۔ ''پہلے ہم کو پھر ہاد سے نجات حاصل کرنی ہوگی۔ اب ہم صرف تپسیا میں مصروف رہیں گے۔ کسی اور معاملے پر دھیان نہیں دیں گے۔''

ان کے سامنے یہی آخری راستہ رہ گیا تھا اور اعلیٰ حضرت نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ لوگ واقعی خطرناک کالا جادو کر رہے ہیں۔ فرہاد روحانی قوت حاصل کر کے ہی ان کے آگے ٹھہر سکے گا۔

اس رات انہوں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''کولکتہ جاؤ۔ کل دوپہر کی فلائٹ میں تمہاری اور سومی کی سیٹیں او کے ہو گئی ہیں۔ تم دونوں کے نئے پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات صبح تک تمہیں مل جائیں گے۔ جاؤ انہیں ان کے خطرناک ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دو۔ کالے جادو کو خاک میں ملا دو۔''

وہ ہدایات دے کر چلے گئے۔ فرہاد نے سومی کی طرف دیکھا پھر اس کے اندر آیا۔ اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ ''کچھ کہنے آئے ہو؟''

''ہاں۔ تمہیں پھر ایکشن میں آنا ہے۔''

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''کب.....؟''

''ہم کل دوپہر کی فلائٹ سے کولکتہ جا رہے ہیں۔''

وہ اس کے قریب آ گئی۔ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ ''تھینکس گاڈ! میں ان تینوں پاکھنڈیوں سے نمٹ سکوں گی۔ انہوں نے مجھے اپنے قابو میں کرنے کے لیے کالے منتروں سے بلّی بنا دیا تھا۔ یہ دعویٰ کیا تھا کہ جب تک ان سے راضی نہیں ہوں گی' بلّی ہی رہوں گی۔ کبھی انسانی روپ میں نہیں آ سکوں گی۔''

پھر اس نے بڑی عقیدت سے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت کی مہربانی سے مجھے یہ نئی زندگی ملی ہے۔ میں ان تینوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔''

کوئی کیا جانے..... وہ سنجیدگی سے مسکرانے لگا۔ سوچنے لگا' کل کیا ہو سکتا ہے؟ کل زندگی کا آخری دن بھی تو ہو سکتا ہے اور آنے والی کل میں جو بھی بدلتی ہوئی خطرناک سچویشن میں حاضر دماغی سے کام لے گا' وہی بازی لے جائے گا۔

☆☆☆

ایشورارا کے راستے میں اب کوئی رکاوٹ نہیں رہی تھی۔ وہ اپنے سیارے میں واپس جا سکتا تھا لیکن وہ بابا صاحب کے ادارے کے سامنے آ کر صدر دروازے کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ اس نے ایک نیک کام کرنے کی ابتدا کی تھی اس کے نتیجے میں اسے سلامتی مل گئی تھی' اسے عزت مل رہی تھی۔ تمام مسلمانوں کا اعتماد حاصل ہو رہا تھا۔ ابھی ذرا پہلے اس کی غیر معمولی صلاحیتیں صفر ہو گئی تھیں۔ وہ خالی' کھوکھلا اور بے یار و مددگار ہو گیا تھا اور ایک کیڑے کی طرح مٹی میں ملنے والا تھا۔ ایسے وقت مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسے سہارا دیا تھا۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ یہی سہارا مضبوط ہے۔ اسی کے

سائے میں رہے گا تو اس دنیا کی سُپر طاقتیں اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی۔ اس صدر دروازے کے سامنے اسے مکمل تحفظ کا یقین ہو گیا تھا۔

اعلیٰ حضرت نے اس کے اندر آ کر پوچھا۔ ”سیارے میں نہیں جاؤ گے؟“

وہ بولا۔ ”جاؤں گا۔ وہاں میرے بیوی بچے ہیں‘ میری پوری قوم ہے مگر یہ دنیا بہت خوبصورت ہے۔ یہاں پیار ہے‘ سلامتی ہے اور مجھ جیسے بے دین کے لیے ایک خدا ہے۔“

وہ ایک گہری سانس لے کر دل کی گہرائیوں سے بولا۔ ”میں آپ کا دین اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔“

اعلیٰ حضرت اس کے دل و دماغ کو پہلے ہی پڑھ چکے تھے‘ یہ سمجھ گئے تھے کہ اس کے اندر اب کھوٹ نہیں رہا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ”بابا فرید واسطی کا درتمہارے لیے کھل رہا ہے۔ اندر آ جاؤ۔“

صدر دروازہ کھل رہا تھا۔ انہوں نے اسے کلمہ پڑھایا۔ جو اس نے دو چار بار پڑھا پھر اسے ازبر کرنے کے بعد اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ صدقِ دل سے زیرِ لب پڑھتا ہوا اس ادارے میں داخل ہو گیا۔

تمام دشمن اپنے اپنے بُرے اور بدلتے ہوئے اچھے انجام کو پہنچ رہے تھے۔ اب صرف وہی تین جنم ساتھی رہ گئے تھے۔ یہ آخری معرکہ عجیب تھا۔ وہ تینوں جان بچانے سے پہلے اپنی اپنی جان دینے والے تھے۔ یہ عجیب اور انوکھا بلیدان ان کی دُرگا ماں کو پرسن کرنے والا تھا۔

اور وہ دن آ گیا تھا‘ جس کی رات ان پر بھاری پڑنے والی تھی۔ وہ تین سے ایک ہو کر فرہاد کے ہتھے نہیں چڑھنا چاہتے تھے۔ ایک وجود میں سمانے سے پہلے ہی تین قوتیں بن کر اس اکیلے پر غالب آ جانا چاہتے تھے۔ وہ پچھلی رات سے مسلسل منتروں کا جاپ کر رہے تھے پھر صبح سے دوپہر ہو گئی تھی۔ وہ تینوں ایک کھنڈر میں ماں بھوانی کی ایک چھوٹی سی مورتی کے پاس آ گئے۔ وہ ایک دوسرے سے کچھ نہیں بول رہے تھے۔ چُپ چاپ منتر پڑھتے جا رہے تھے۔ ایک کے ہاتھوں میں تیز پھل والا بغدا تھا۔ وہ اس قدر وزنی تھا کہ گردن پر پڑتے ہی سر تن سے جدا ہو جاتا اور وہ یہی کرنے آئے تھے۔ کھنڈر کے ایک حصے میں تین جواں مردوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ان جنم ساتھیوں نے انہیں وہاں لا کر ہلاک کیا تھا۔ ابھی اپنی اپنی بلی چڑھانے کے بعد ایک دوسرے کی آتماؤں کو ان مُردہ جسموں میں پہنچا کر‘ نیا جسم‘ نئی زندگی حاصل کرنے والے تھے۔

پہلے جے کی باری تھی۔ اس نے کالی مائی کے آگے ڈنڈوت کیا‘ یعنی اوندھے منہ لیٹ گیا۔ اپنی گردن ایک چھوٹے سے تختے پر رکھ دی۔ بلرام نے سنکھ پھونکا پھر مردنگ بجاتے ہوئے‘ گانے کے انداز میں منتر پڑھتے ہوئے ناچنے لگا۔ اپنے ہونٹوں کو ایک انگلی سے ہلاتے ہوئے بھیانک آوازیں نکالنے لگا۔ ان کے طریقۂ کار سے ماحول واقعی بھیانک ہو گیا تھا۔

بھنڈاری نے ایک بڑے سے کٹورے میں رکھی ہوئی بھنگ اُٹھا کر ایک ہی سانس میں پی پھر بھاری بھرکم بغدے کو اُٹھا کر ”جے مہا کالی‘ کا نعرہ لگاتے ہوئے جے کی گردن اُڑا دی۔ سر تن سے جدا ہو گیا۔ لہو کے چھینٹے کالی مائی کی مورتی پر گئے۔ جے کا سر اور جسم چند ساعتوں میں پھڑ پھڑا کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

دونوں جنم ساتھیوں نے مورتی کے سامنے ڈنڈوٹ کرتے ہوئے کہا۔ ”جے مہا کالی۔ تیرا بچن نہ جائے خالی۔ جے نے تیرے چرنوں میں جان نچھاور کی ہے۔ اسے مہا دیو کی تیسری آنکھ دے۔ اسے دشمنوں تک پہنچا دے۔“

پھر وہ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ مورتی کے آگے ہاتھ جوڑ کر منتروں کا جاپ کرنے لگے۔ جے کی بھٹکتی ہوئی آتما کو اپنی گرفت میں لانے لگے۔ انہیں یقین تھا کہ وہ قابو میں آئے گی اور ان تین لاشوں میں سے کسی ایک کے اندر سما جائے گی۔

آدھے گھنٹے کے اندر ہی کھنڈر کے دوسرے حصے سے جے چلتا ہوا وہاں آیا۔ اس کی صورت بدل گئی تھی۔ جسم بدل گیا تھا مگر وہ جے تھا۔ اس نے مورتی کے چرنوں پر سر رکھ دیا۔ دونوں جنم ساتھیوں نے اس کے مُردہ سر اور شریر کو دور لے جا کر ایک گڑھے میں پھینک دیا پھر جے کے پاس آ کر کہا۔ ”تیسری آنکھ کا منتر پڑھو اور دیکھو پھر ہاد کہاں ہے؟“

اس نے مورتی کے آگے ہاتھ جوڑ کر آنکھیں بند کیں پھر جے مہا کالی کہہ کر منتر پڑھنے لگا۔ بند آنکھوں کے پیچھے دیکھنے لگا۔ فرہاد ایک طیارے میں دکھائی دے رہا تھا۔ ایک نسوانی آواز کہہ رہی تھی کہ وہ جہاز رن وے پر اُترنے والا ہے۔ مسافر حضرات اپنے سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔

اس کے بعد وہ منظر بجھ گیا۔ جے نے پھر منتر پڑھتے ہوئے مزید معلومات حاصل کرنی چاہیں مگر فرہاد اور وہ طیارہ دکھائی نہیں دیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”پھر ہاد کسی جہاز میں تھا۔ وہ جہاز رن وے پر اُترنے والا تھا۔“

بلرام نے پوچھا۔ ”وہ کس ملک اور کس شہر میں پہنچ رہا ہے؟ یہ ہم کو معلوم ہونا چاہیے۔“

وہ بولا۔ ”تیسری آنکھ نے اتنا ہی دکھایا ہے۔ میں بار بار کوشش کر چکا ہوں۔ اس سے آگے کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔“

بھنڈاری نے کہا۔ ”ہمارا بلیدان ادھورا ہے۔ ہم دونوں اپنی بھینٹ دیں گے۔ تب ہم کو تیسری آنکھ کی پوری شکتی ملے گی۔“

ان کے اندر کھلبلی پیدا ہو گئی تھی کہ فرہاد طیارے کے ذریعے کہاں پہنچا ہوا ہے؟ کہیں وہ یہیں تو نہیں آ رہا ہے؟

جے اور بھنڈاری نے فوراً دوسرے بلیدان کا آغاز کیا۔ بھنڈاری سنکھ پھونک کر مردنگ بجا کر ناچتے گاتے ہوئے منتر پڑھنے لگا۔ ہونٹوں سے پھر کی بجا کر بھیانک آوازیں نکالنے لگا۔ بلرام کالی مائی کے سامنے اوندھا پڑا ہوا تھا۔ جے نے دونوں ہاتھوں سے کٹورا اُٹھا کر بھنگ پی پھر بڑے سے بغدے کو اُٹھا کر اس کی گردن اُڑا دی۔ پھر وہی لہو کے چھینٹے‘ وہی مہا کالی کے نعرے‘ پُرجاپات اور پرارتھنا ہوئی۔ اس کے بعد بلرام دوسرے شریر میں آ کر کالی مائی کے آگے جھک گیا۔ اپنے دشمن تک پہنچنے کی جلدی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر آنکھیں بند کیں۔ دوسرے ہی لمحے میں فرہاد دکھائی دیا۔ وہ ایک کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور سوی ڈرائیو کر رہی تھی۔ آس پاس کے مناظر دھندلائے ہوئے تھے۔ اسے نہ تو دکھائی دے رہا تھا‘ نہ یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ کس شہر میں ہے اور کن راستوں سے گزر رہا ہے۔

وہ آنکھیں بند کیے دیکھ اور بول رہا تھا۔ بھنڈاری نے کہا۔ ”کچھ اور دیکھنے کی کوشش کرو۔“

وہ آنکھیں کھول کر بولا۔ ”کچھ اور دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ وہ جو کار چلا رہی ہے‘ وہ جرور سوی بھٹنا گر ہو گی۔“

سیدھی سی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ ابھی بلیدان ادھورا ہے۔ تیسری آنکھ پوری طرح کام نہیں کر رہی ہے۔ بھنڈاری کے بلیدان کا مرحلہ رہ گیا ہے۔ انہیں کسی حد تک شکتی مل رہی تھی۔ حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ انہوں نے دیر نہیں کی۔ جے اور بلرام نے بھنڈاری کی بھی گردن اُڑا دی۔

بڑے ظالمانہ شیطانی عمل کے بعد ان کی مُرادیں بر آئیں۔ انہیں تیسری آنکھ کی مکمل بینائی مل گئی۔ وہ تینوں واضح طور پر دیکھنے لگے۔ انہیں کھنڈر دکھائی دیا۔ فرہاد اس کھنڈر میں پہنچ گیا تھا۔ وہ تینوں دہشت کے مارے اُچھل پڑے۔

انہوں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ چند گز کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے قدموں کے پاس کھڑی ہوئی بلی انہیں گھور کر دیکھتے ہوئے غرا رہی تھی۔

اب جو پھرتی دکھاتا‘ وہی سلامت رہتا اور بازی مار لیتا۔ انہوں نے ایک لمحے کی بھی دیر نہیں کی۔ اپنی اپنی دھوتی میں چھپے ہوئے ریوالور نکال لیے۔ اسے نشانے پر رکھا پھر جے نے کہا۔ ”ہم سنتے آئے ہیں‘ تم کبھی ہتھیار نہیں رکھتے۔ آج دیکھ بھی رہے ہیں۔ واہ کیا بات ہے؟ کیا جیداری ہے؟ یہاں بھی کھالی ہاتھ مرنے چلے آئے ہو۔“

بلرام نے کہا۔ ”میں تیسری آنکھ سے دیکھ رہا ہوں‘ اس نے لباس میں ہتھیار نہیں چھپایا ہے اور کھنڈر کے آس پاس اس کا کوئی آدمی بھی نہیں ہے۔“

بھنڈاری نے کہا۔ ”میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں۔ مہا کالی نے اسے بالکل نہتا اور بے یار و مددگار بنا کر ہمارے پاس بھیجا ہے۔“

فرہاد نے کہا۔ ”تم تینوں کو تیسری آنکھ راس نہیں آئے گی۔ کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکو گے۔ کیونکہ اب تمہارے پاس وقت نہیں رہا ہے۔“

اس نے تینوں کے ہاتھوں کو روحانی ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے دیکھا۔ اسی لمحے میں انہوں نے اپنے اپنے ریوالور دور اُچھال کر پھینک دیئے۔ اس نے کہا۔ ”جس لمحے سے تمہیں تیسری آنکھ کی شکتی مل رہی تھی‘ اسی لمحے سے مجھے روحانی ٹیلی پیتھی حاصل ہو رہی تھی۔ تم اِدھر منتر پڑھ رہے تھے۔ میں اُدھر قرآن مجید کی آیتیں پڑھتا آ رہا تھا۔“

بھنڈاری نے دور پڑے ہوئے ریوالور کی طرف دوڑ لگائی۔ بلی نے چیختے چنگھاڑتے ہوئے اس پر چھلانگ لگائی۔ ”چباؤں میاؤں۔ تیرا کلیجا کھاؤں.....“

وہ اس کے منہ پر پنجہ مارتی ہوئی گزر گئی۔ وہ لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا۔ چہرے پر لہو کی لکیریں کھنچ گئی تھیں۔ اس نے سر اُٹھا کر ریوالور کو دیکھا کہ وہ کتنے فاصلے پر ہے؟

زیادہ فاصلہ نہیں تھا مگر وہ اسے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس پر قبضہ ہو چکا تھا۔ وہ اسے منہ میں دبائے غرا رہی تھی۔ اس نے زمین پر سے اُٹھتے اُٹھتے اس پر چھلانگ لگائی مگر پھر ایک بار اوندھے منہ جہاں آ کر گرا‘ وہاں سے وہ کھسک کر فرہاد کے قدموں میں پہنچ گئی تھی۔

جے نے بھاری بھرکم بغدے کو اُٹھا لیا۔ وہ آگے بڑھ کر اس پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ بلرام نے فرہاد کی مرضی کے مطابق اُچھل کر اس کی کمر پر لات ماری۔ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ جسے مارنا چاہتا تھا اس کے ہی قدموں میں آ گرا۔ فرہاد نے بلی کے منہ سے ریوالور لے کر کہا۔ ”ایک مرتا ہے تو باقی دو اسے زندہ کر دیتے ہیں۔ چلو شروع ہو جاؤ۔ بلرام کو نئی زندگی دو۔“

یہ کہتے ہی اس نے بلرام کو گولی ماری۔ وہ کالی مائی کے سامنے گر کر تڑپتے تڑپتے ٹھنڈا پڑ گیا۔ فرہاد نے کہا۔ ”لو تمہارا ساتھی گیا۔ منتر پڑھو۔ اسے زندہ کرو۔“

ان دونوں کو اپنی فکر تھی۔ وہ ریوالور کے نشانے پر تھے۔

اپنی جان بچانے کے بعد ہی بلرام کی آتما کو کسی نئے شریر میں پہنچا سکتے تھے۔ جے ایچ انک ہی چھلانگیں لگاتا ہوا وہاں سے بھاگنے لگا۔ ان کے دماغوں میں کوئی آ نہیں سکتا تھا۔ وہ سانس روک کر اسے بھگا دیا کرتے تھے مگر فرہاد روحانی ٹیلی پیتھی کا کمال دکھا رہا تھا۔

وہ جے کے اندر پہنچا تو وہ بھاگنے اور چھپنے والا' چھلانگیں لگاتا ہوا واپس ریوالور کے نشانے پر آ گیا۔ نہ جائے رفتن' نہ پائے ماندن..... نہ بھاگ سکتا تھا' نہ موت کے آگے ٹھہرنا چاہتا تھا۔ ایک دوسرے کو نئی زندگی دینے کی شکتی تھی۔ منتر آتے تھے مگر موت کا فرشتہ پڑھنے کی اور چمتکار دکھانے کی مہلت نہیں دے رہا تھا۔

بھنڈاری دوڑتا ہوا کالی مائی کے قدموں میں جا کر گر پڑا۔ گڑگڑانے لگا۔ ''ہے ماں دُرگا.....! ہم نے تیرے چرنوں میں جائیں دی ہیں۔ ہماری جان بچا۔ اِس دشمن کو اپنے کرودھ سے نشٹ کر دے۔''

ایک گولی چلی۔ وہ بولتے بولتے نشٹ ہو گیا۔ اس نے جے کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ ''آخری شیطان۔ آخری گولی۔ خدا کا شکر ہے' میری جدوجہد پایۂ تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔''

اس نے ٹریگر کو دبایا۔ وہ اُچھل کر زمین پر گر پڑا۔ شیطان جب بھی اُچھلتا ہے' ماں کی گود میں نہیں گرتا۔ وہ گرتا پڑتا حرام موت کی گود میں جاتا ہے۔

☆☆☆

لوگ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتے آتے ہیں۔ سمندر پار نگر نگر جدوجہد ایسے کرتے ہیں' جیسے وہیں جینا ہو وہیں مرنا ہو لیکن سب ہی طبعی عمر گزار کر وہاں پہنچتے ہیں' جہاں ان کا اختتام لکھا ہوتا ہے۔

وہ پھر سوی کے ساتھ شاہدرہ والے مکان میں آ گیا اور بستر کا ہو کر رہ گیا۔ روحانی قوت اور ٹیلی پیتھی رخصت ہو چکی تھی۔ وہی نظامِ قدرت' وہی بڑھاپا' بیماریاں اور کمزوریاں غالب آ گئی تھیں۔

وہ شہزور دنیا سے جاتے وقت کسی کی ہمدردی اور تیمارداری کا محتاج رہنا نہیں چاہتا تھا۔ سابقہ پیش گوئی کے مطابق صرف سونیا کا محتاج رہنا گوارا تھا۔ اسی لیے وہ سیاہ تل والی کلائی اسے تھامنے کے لیے آ گئی تھی۔

بس بہت ہو چکا تھا۔ بہت جی چکا تھا۔ اس پر کئی گھنٹوں تک غفلت طاری رہتی تھی۔ نہ وہ آنکھیں کھولتا، نہ سنتا تھا اور نہ بولتا تھا۔ ذہن کی تاریکیوں میں سونیا دھیمی دھیمی آنچ کی طرح محسوس ہوتی تھی۔

وہ اس کے پاس آ کر اس پر جھک جاتی اور کہتی تھی۔

''آنکھیں کھولو۔ تم دشمنوں کا بُرا انجام دیکھنا چاہتے تھے۔ تمہاری خواہش پوری ہو گئی ہے۔ فی الحال کوئی بھی مخالف سر اُٹھانے کے قابل نہیں رہا ہے۔''

اس دنیا سے برے بھی جاتے ہیں' اچھے بھی جاتے ہیں۔ سب ہی کو جانا ہی جانا ہے۔ یہاں مستقل رہنے کی خواہش عبث ہے۔

زندگی سے کوئی آس نہیں
ابھی ایک سانس ہے
دوسری سانس نہیں

وہ آخری لمحات میں اس کے پاس تھی۔ اسے آنکھوں سے' دل سے اور روح کی گہرائیوں سے دیکھ رہی تھی۔ دل ایسے کھنچا جا رہا تھا' جیسے ابھی اس کے اندر سما جائے گی۔

فرہاد کچھ تو بولو..... کبھی رنگ ہے' کبھی روپ ہے' شباب ہے زندگی... آہ! یہ نہیں بول رہا ہے..... کبھی جلتی دھوپ میں عذاب ہے زندگی۔

اس نے قریب ہو کر جھک کر آواز دی۔ ''میری جان! میں تمہاری سونیا بول رہی ہوں۔ میرے شیرِ جوان! میری آواز سن رہے ہو؟''

دنیا کی ساری آوازیں مر چکی تھیں۔ بہت آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

شاہدرہ سے بابا صاحب کے ادارے تک خاموش ہلچل پیدا ہو گئی۔ وہ جو داستان سنا رہا تھا' سناتے سناتے سو گیا تھا۔

لہو کے رشتوں نے پلک پلک کر کہا۔ ''قیامت تک پڑھی جانے والی کتاب کی آنکھ لگ گئی ہے۔ اسے کھولنے والے صرف اس کے ماضی کو پڑھ سکیں گے۔''

کیا وہ پھر آنکھیں کھولے گا؟ پھر داستان سنائے گا؟

ہاں۔ یہی آس رہے۔ پیاس رہے۔ جو ماتم در پردہ ہو رہا ہے' اسے دنیا والوں کے سامنے بیان نہ کیا جائے۔ یہی تاثر دیا جائے کہ شیر کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ کبھی مرتا نہیں ہے۔ وہ بُرائیوں کو چابک مارنے والا دور دیس گیا ہے۔ کسی دن کسی بھی وقت پلٹ کر آ سکتا ہے۔ یوں ایک طویل مدت تک اس کا رعب اور دبدبہ قائم رہے گا۔

الوداع دلوں پر' دماغوں پر حکومت کرنے والے.....!

الوداع..... یہ تماشے زندگی کے کم نہ ہوں گے..... آج تم نہیں فرہاد! کل ہم نہ ہوں گے.....

☆☆☆

ختم شد